1906 - 1910

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد ۱

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

۱- انٹروڈکیشن - صفحہ ۱-۱۴	ایڈیٹر
۲- مسئلہ مورتی پوجا کے منطقی مباحثہ کی نسبت ایک مسلمان منصف کی رائے - صفحہ ۱۵-۲۶	حافظ عبدالرحیم سیکنڈ کلرک ریویو آف ریلیجنز قادیان -
۳- اخوت اسلامی نمبر ۱ صفحہ ۲۶-۳۲	چودھری فتح محمد طالب علم فرسٹ ایر کلاس
۴- مکتوبات امام الزمان صفحہ ۱-۲	حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام -
۵- عربی سیکھنے کیلئے آسان طریق صفحہ ۱-۲	ایضاً
۶- مسائل شرعیہ - صفحہ ۱-۲ -	مولوی سرور شاہ صاحب مدرس تعلیم الاسلام
۷- ڈائری حضرت اقدس علیہ السلام	ایڈیٹر -

باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ عیسوی کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

مرثیه

...شد دین احمد هیچ خویش و یار نیست
هر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

...الت صد هزاران تن ربود
حیف بر چشمیکه اکنون نیز هم هشیار نیست

...ن این چنین غفلت چراست
بیخود از خوابید یا خود بخت دین بیدار نیست

...ب نظر بر حال دین
آنچه مے بینیم بلاها حاجتِ اظهار نیست

...ز خفتش نخیزید اے یلان
دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

...ر مان ... بهر دین در خون دلِ من مے تپد
محرم این درد ما جز عالم اسرار نیست

آنچه بر ما میرود از غم که داند جز خدا
زهر می نوشیم لیکن زهرهٔ گفتار نیست

هر کسے غم خوارِ اهل و اقارب می کند
اے دریغ این بیکسے را هیچ کس غمخوار نیست

خون دین بینیم روان چون کشتگان کربلا
اے عجب این مردمان را مهر آن دلدار نیست

حیرتم آید چو بینیم بدل ایشان در کار نفس
کاین همه جود و سخاوت در رهِ دادار نیست

ایکه داری مقدرت هم عزم تائیدات دین
لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست

بین که چون در خاک می غلطد ز جورِ ناکسان
آنکه مثل او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست

اندرین وقتِ مصیبت چارهٔ ما بیکسان
جز دعاے بامداد و گریهٔ اسحار نیست

اے خدا هرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را
آنکه او را فکرِ دین احمد مختار نیست

اے برادر پنج روز ایام عشرت ها بود
دائما عیش و بهارِ گلشن و گلزار نیست

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انٹروڈکشن

جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جس زمانہ تک تاریخ یا ہماری مذہبی کتابیں ہمکو لیجا سکتی ہیں۔ سو وقت سے خدا تعالیٰ کی سنت یہی بات چلی آتی ہے۔ کہ جب دنیا میں فساد اور شور و شر برپا ہو جاتا ہے۔ لوگ خدا تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو بالکل ترک کر دیتے ہیں اور غفلت اور جہالت ان میں پھیل جاتی ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کی مقررہ حدود سے لوگ آگے نکلجاتے ہیں قوموں میں شرک اور بدعت کی ترقی ہو جاتی ہے۔ جنگ و جدال چاروں طرف پھیل جاتا ہے اُسوقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مصلح پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ لوگوں کو ایک ظلمت اور تاریکی کے گہرے گڑھے سے نکالکر کھلی ہوا اور روشن مقام میں کھڑا کرتا ہے۔ اور جو جو غلطیاں اُنمیں پائی جاتی ہیں اُنکو دور کرتا اور علم معرفت الٰہی اور ایمان کو ان کے دلوں میں بھرتا ہے۔ جبکہ کوئی نبی ایک قوم یا ایک مُلک کی طرف آتا ہے تو یہ سُنّۃ اللہ بھی قدیم سے چلی آئی ہے کہ اس کی قوم اس کی مخالفت کرتی ہے۔ طرح طرح کی اذیّتیں اور تکلیفیں اسکو پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ کافر مُلحد اور دجّال ٹھہرایا جاتا ہے۔ چھوٹا اور بڑا اُس کی باتوں کو جھٹھلاتا ہے۔ ہر ایک شخص اسکو ملامت کرتا ہے۔ جس کسی سے وہ نرمی سے بھی پیش آتا ہے وہ سختی اور درشتی سے اسکو جواب دیتا ہے۔ اگر کوئی سعید الفطرۃ انسان اس کی پیروی کرتا ہے تو اُسکو بھی طرح طرح کے دُکھ دیے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو دُکھ دینا اور ضرر پہنچانا وہ نادان قوم ایک بہت عمدہ اور قابل تحسین کام سمجھتی ہے۔ اور وہ نہیں سمجھتی کہ اسیات کا انجام ہمارے حق میں سم قاتل ہوگا۔ یہی لوگ کہ جنسے ہم مسخری کرتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں کوئی دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ ان کی سچائی دنیا پر ظاہر ہو جاے گی اور ہماری اولاد جسپر ہمکو بہت بھروسہ ہے بُڑھاپے میں ہمکو داغ جُدائی دیکر انہی لوگوں کے ساتھ جا ملے گی وہ بچے جنکو کہ ہم

ان کی پیدائش کے وقت سے نہایت ہی ناز ونعم سے پل رہے ہوتے ہیں اور وہ جن کو آرام پہنچانے کے لیے ہم اپنی تکلیف کو بھی کچھ نہیں سمجھتے اور وہ جن کی تعلیم و تربیت پر ہمارے سیکڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اولاد جسکو دیکھ کر ہم جاموں میں پھولے نہیں سماتے اور خیال کرتے ہیں کہ بڑھاپے میں یہ ہمارے لیے ایک عصا کا کام دیگی۔ لیکن وہ خدا پر نہ بھروسہ کرنے والی قوم نہیں جانتی کہ وہ زبردست خدا تو انکو کسی اور ہی کام کے لیے طیار کر رہا ہے۔ کیا ہی شان ہے اُس خداوند عزّ وجلّ کی جو اپنے مامور کے لیے انہی لوگوں کے ہاتھوں سے جو اس کی مخالفت کرتے ہیں ایک ایسی قوم طیار کراتا ہے جو اس کے رسول سے محبت کرنے والی اور اس ربّ ذوالجلال کے نام پر قربان ہونیوالی ہوتی ہے۔ ہر ایک نبی کے زمانہ میں وہ قوم جس میں کہ وہ مبعوث ہوتا ہے اپنی کثرت پر غرور کرتی ہے اور اُس رسول کے پیرووں پر جو کہ ان کی بنسبت بہت ہی قلیل ہوتے ہیں اور دنیاوی مال وجاہ سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں حقارت اور نفرت سے بھری ہوئی نگاہ ڈالتی ہے لیکن جس بات کے کرنے کے لیے خدا تعالیٰ ارادہ کرلیتا ہے اسکے ٹالنے کا کوئی ذی روح یا غیر ذی روح مقدور نہیں رکھتا اور وہ بات ہو کر رہتی ہے خواہ تمام دنیا کے لوگ اور تمام اسباب اس کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں

ہم ایک عمدہ مضمون جو کہ کئی دن میں طیار ہوا ہو ایک پل میں جلا کر راکھ کر سکتے ہیں۔ ایک انجن جو کہ بہت محنت اور کوشش سے طیار ہوتا ہے ذرہ سی آگ جلانے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے تو کیا وہ خدا جو ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور جس کی طاقتیں غیر محدود ہیں اُسکو توڑ نہیں سکتا نہیں بلکہ اگر وہ چیز اس کے کسی ارادہ کے برخلاف واقع ہوتی ہے تو وہ اُسکو ایک دم میں تباہ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ رحیم کریم خدا اپنی مخلوق کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو آسمانی عذاب اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ مغرور قوم جو کہ اپنے زعم میں فرعون کے سامان سے بڑھ کر دم خم رکھتی ہے کہیں پناہ کی جگہ نہیں پاتی۔ زمین باوجود اپنی اسقدر فراخی کے انپر تنگ ہو جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ وہ بہت بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہوتے ہیں ہر ایک طرح کے عیش و عشرت کے سامان ان کے لیے مہیا ہوتے ہیں۔ اونچے اونچے محلوں میں ان کی رہائش ہوتی ہے اور مضبوط اور ناقابل فتح قلعوں پر وہ قبضہ رکھتے ہیں مگر وہ آسمانی عذاب انکو تباہ کرکے چھوڑتا ہے، خدا تعالیٰ کا عذاب ان روکوں سے رُک نہیں سکتا۔ بلکہ اکثر یہی پایا جاتا ہے کہ اسوقت وہی سامان

جسپر کہ ان لوگوں کو فخر حاصل ہوتا ہے ان کے لیے باعث مصیبت ہو جاتا ہے اور وہی عیش و عشرت کے سامان جنکو وہ اپنے دل کا آرام سمجھتے تھے ان کے لیے تکلیف کا موجب بنجاتے ہیں۔ اور یہی قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عاد ثمود اور فرعون کے حق میں وہی چیزیں جنسے کہ ان کو آرام ملتا تھا ان کے لیے تکلیف دہ اور عذاب رساں ہو گئیں۔ وہ لوگ جو پہاڑوں میں رہتے اور اُن چیزوں سے جنکو خدا تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے فائدہ اُٹھاتے تھے جب اُنھوں نے خدا تعالیٰ کے احکام سے مُنہ پھیر لیا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے اُسوقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی آیا جسکو تھوڑوں نے مانا لیکن بہتوں نے اُس کی مخالفت کی اور اسکو قتل کرنا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے عذاب نے زلزلہ کی صورت میں اُنکو پکڑ لیا جبکہ وہ صبح کے وقت اپنے بستروں پر آرام سے سوئے ہوئے تھے۔ اُن کے بُرے اعمال اُن کے آگے آگئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے اُن کی جانیں نکل گئیں۔ وہی پہاڑ جو پیشتر اُن کے لیے آرام کا موجب تھا اُسوقت اُن کے لیے ہلاکت کا باعث ہو گیا۔ وہ دریائے نیل کے بیشمار فوائد سے مستفید ہونیوالے مصری جنکا ملک دریائے نیل کی وجہ سے سرسبزی اور شادابی میں دنیا کے بہت سے حصوں کو مات کرتا تھا ایک خدا کے برگزیدہ نبی کی مخالفت کی وجہ سے ایک چشم زدن میں ہزاروں کی تعداد میں اس دریائے نیل کے وسط میں غرق ہو گئے اور دوسرے انکو مال و جاہ کے علاوہ اپنی اولاد پر بھروسہ ہوتا ہے کہ اگر ہم مر گئے تو ہمارے بعد اس شخص کی قوت توڑنے کے لیے اور اسکا نام تک دنیا سے مٹا دینے کے لیے یہ بجد کوشش اور سعی بلیغ کرے گی۔ آخر کار اُس نبی کی سچائی کو دیکھ کر اُسپر ایمان لے آتی ہے۔ وہ اولاد کہ جسکو وہ پرورش کر رہی ہوتی ہے ان کے لیے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس نبی کے کام آنے والی ہوتی ہے کیونکہ آسمان پر تو کچھ اور ہی لکھا جا چکا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ یعنی تم لوگ اپنی اولاد پر فخر کرتے ہو لیکن تم نہیں جانتے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر ایک عورت کے پیٹ میں کیا ہے اور ان کے رحم کیا کم کرتے ہیں اور کیا زیادہ کرتے ہیں اور ہر ایک چیز کی اُسکے علم میں ایک مقدار ہے۔ یہ اُنجگہ بیان کیا ہے جبکہ کفار عذاب مانگتے ہیں اور نشان طلب کرتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ٹھہرو ذرا صبر کرو خدا تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے لیکن وہ عذاب بھی سخت دینے والا ہے۔ اور پھر آگے چلکر

متذکرہ بالا آیت فرمائی ہے۔ درحقیقت کافر کے لیے سب سے بڑھ کر عذاب یہی حسرت ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ جس کے ساتھ میں مخالفت کرتا تھا اور جسکو تکلیف اور نقصان پہنچانے کی خواہش میرے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی اب میری آنکھوں کے سامنے میری اولاد اُسکی تابع فرمان ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا اپنا فرض عین اور کار ثواب جانتی ہے۔ غرضکہ ہر ایک نبی کی اُس کی قوم مخالفت کرتی ہے۔ اور آخر میں اس رسول خدا کی فتح اور مخالفین کی ذلت ہوتی ہے اس موجودہ نسل کے اول پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے بھی مخالفت کی گئی تھی۔ وہ مخالفت کس نے کی شیطان نے کما قَالَ اللّٰہُ تعَالیٰ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی سب نے فرمانبرداری کی مگر شیطان نے نہ کی۔ اُس نے انکار کیا اور تکبُّر کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھا۔ بعد ازاں جتنے پیغمبر رسول یا نبی آئے ہیں سب کی مخالفت کی گئی جیساکہ پہلے نبیوں سے بلکہ اُن سے بدرجہا زیادہ کیونکہ پہلے نبی صرف ایک قوم یا ملک کی طرف آئے تھے اور ہمارے نبی کریم تمام دنیا کے لیے مامور ہو کر آئے تھے جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا یعنی اے نبی کریم کہہ دے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔

اس لیے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہر ایک شرارت جو ایک شریر اور بدباطن کے ذہن میں آسکتی تھی وہ عمل میں لائی گئی۔ لیکن انجام کار اس نبی اولوالعزم کی فتح ہوئی۔ ایک حق پسند کے لیے یہ بات سچائی اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور جبروت کے ظاہر کرنے کے لیے کیسی روشن اور کھلی دلیل ہے کہ ایک عرب فرقہ بنی ہاشم میں سے اُسوقت جبکہ ایک آدمی بھی اُسکے ساتھ نہیں اُٹھکر دعویٰ کرتا ہے کہ خدا ایک ہے اور میں اُسکا رسول ہوں۔ اور خواہ کوئی بھی میری مخالفت کرے آخر کار فتح میری ہی تمام ہوگی خدا تعالیٰ کا دین تمام دنیا میں پھیل جائیگا اور یہ کعبہ جسمیں بُت پرستی کیجاتی ہے ایک دن ایسا آنیوالا ہے کہ اسمیں خدا احد کی پرستش کیجائیگی تمام دنیا اپنا ناخنوں تک زور لگائے لیکن خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہو کر ہی رہیں گی وہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی انسان مجکو مار نہیں سکتا۔ میرا حافظ ایک بڑا زبردست خدا ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ کہ ان میں ہے سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے وہ وہی ہے جو کہ کسیکو کچھ نفع پہنچا سکتا ہے یا ضرر دے سکتا ہے اور ایک آواز مجکو اسکی طرف سے آتی ہے کہ کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ غرضکہ

ان لوگوں کی پیروی مت کر جو تجھے نماز اور دوسرے نیک کاموں سے روکتے ہیں۔ بلکہ اُس واحد لاشریک کے سامنے اپنا سر جھکا دے اور اُس کی فرمانبرداری کر اور قریب ہو جا۔ اور اسپر اس کی قوم جو کہ بت پرست اور مشرک ہے اس کی مخالفت کرتی ہے۔ اس کے پیروؤں کو ہلاک کیا جاتا ہے خود اسکو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں یہانتک کہ اس سے اور اس کے پیروؤں سے بولنا تک منع اور حرام سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے ہاتھوں کوئی چیز فروخت کرنا سخت گناہ ہے۔ ان کی ذرہ بھر بھی مدد کرنے والا کسی سخت سزا کا مستوجب ہے لیکن وہی خدا جسکو وہ لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے باوجود پہروں کے اسکو راتوں رات مکّہ سے مدینہ کی طرف نکالکر لے جاتا ہے اور کفار باوجود اسکا پیچھا کرنے کے اور اس کے سر پر پہنچ جانے کے اسکو مار نہیں سکتے اور آخر کار وہی شہر جس سے کہ وہ راتوں نکلتا ہے اور جہاں سے کہ اسکے پیرو نکالے جاتے ہیں اسکے قبضہ میں آتا ہے اور وہ جو وہاں سے اکیلا نکلا تھا جب اُسمیں داخل ہوتا ہے دس ہزار سپاہی جرار اُسکے ساتھ ہوتا ہے جو انکے ایک ذرہ سے اشارہ پر اپنی جان دینے کے لیے طیار ہے کروڑوں کروڑ برکتیں ہوں اُس نبی پر جسنے ہمکو اسلام جیسا سچا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ ایک وہ دن تھا کہ وہ پیشگوئی کرتا تھا کہ میرا نور دنیا میں پھیل جاوے گا اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننے والے چاروں طرف پھیل جائینگے۔ اور اُسکی اس بات کو سنکر اس کے شہر کے لوگ اسپر ہنسی کرتے تھے اور دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن عقلمندوں نے دیکھ لیا کہ بعد ازاں ویسا ہی ظہور پذیر ہوا جیسا کہ اُس نے کہا تھا۔ اور آج باوجود اس کے کہ اس زمانہ کو سب نبیوں نے بالاتفاق سب زمانوں سے بُرا اور گری ہوئی حالت کا کہا ہے۔ بفضل خدا کروڑوں انسان اُسکے نام پر قربان ہونے کیلیے موجود ہیں۔ اب میں اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ باوجود اس قدر معجزات اور کھلے اور ظاہر نشانات کے اس نبی کی بھی مخالفت کی گئی۔ اس نے اپنی زندگی میں بیشمار نشانات دکھائے اور آجتک بھی اس کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں کہ اے عقل کے اندھو غور کرو کہ اس کی سچائی میں ذرہ بھر بھی تو شک و شبہ کی گنجایش نہیں۔ اور تم اب بھی اسکے ماننے میں پس و پیش کرتے ہو۔ غرض کہ ہر نبی کی مخالفت ضروری ہے بلکہ اس کی سچائی پر ایک دلیل ہے کیونکہ شیطان ہمیشہ رحمان کی مخالفت کرتا ہے اسلیے جب کوئی نبی رحمان کی طرف سے آتا ہے تو شیطانی لوگ اور خود شیطان طرح طرح کے حیلوں اور مکروں سے اُن کا سلسلہ تباہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بات خود روشن ہے کہ انجام کس کا رہا ہے۔ اور اگر اس کی مخالفت نہ کی جاوے تو دنیا پر خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ظہور کیونکر ہو۔ جب دنیا مخالفت کرتی ہے تو خدا تعالیٰ بھی اپنے رسول کو مدد دیتا ہے اور معجزات اور نشانات سے اسکی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا نہیں کیا اس زمانہ کو بھلا

زمانہ کہا جاوے یا بُرا - جہانتک دیکھا جاتا ہے اِس زمانہ سے بڑھکر دنیا میں کبھی فسق وفجور کی ترقی نہیں ہوئی - تمام دنیا ایک زبان ہو کر چلا اُٹھی ہے کہ گناہوں کی حد ہو گئی ہے - یہی زمانہ ہے کہ دنیا میں ایک مامور کی حد سے زیادہ ضرورت ہے آج اگر دنیا میں کوئی مامور نہ آیا تو تمام دنیا چند سالوں میں دہریہ ہو جاوے گی ہر ایک مذہب کے لوگ چیخ اُٹھے ہیں کہ ہماری قوم کو کیا ہو گیا کہ اپنا مذہب وغیرہ سب کچھ ترک کرتی جاتی ہے - دہریت کے خیالات رگ وریشہ میں سرایت کرتے جاتے ہیں - آج وہ دن آ گیا ہے کہ جھوٹھ بڑی بات نہیں سمجھی جاتی - ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ والوں کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے بلکہ اسکو ایک کار ثواب سمجھا جاتا ہے - شراب خواری کی آج حد نہیں رہی - خیال کیا جاتا ہے کہ اگر لندن کے شراب خانوں کی ایک سال کی شراب اکٹھی کر کے لُنڈھا دیجاوے تو لندن جیسے عظیم الشان اور بڑے شہر میں ایک طوفان آجاوے - خیانت - فسق اور فجور کا ایک طوفان برپا ہے اور بیغیرتی اور بے شرمی کو شایستگی خیال کیا گیا ہے اور اخلاق سے گری ہوئی حالتوں کو اخلاق کا اعلیٰ درجہ سمجھا جاتا ہے - کل برائیاں جو پہلے زمانہ میں مختلف وقتوں میں ہوئی تھیں آج ایک ہی وقت میں جمع ہو گئی ہیں - بھائی میں بھائی کی محبت نہیں رہی - مذہب کے پیروی کرنے پر دنیا ہنسی اور مذاق کرتی ہے اور جو شخص کہ قوانین مذہب کا پابند ہے اسکو وحشی اور بداخلاق کہا جاتا ہے - خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرنا کاہلی اور سُستی سمجھا گیا ہے - مسئلہ جزا وسزا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بیہودہ اور لغو مسئلہ ہے - کیا کوئی سلیم الفطرت انسان اسکو مان سکتا ہے؟ اور دنیا تو صرف مال جمع کرنے کے لیے ہے اور زندگی تو صرف اسلیے ہے کہ ہمیں عیش وعشرت سے انسان گذارہ کرے اور اس عرصہ میں عقبیٰ کا خیال کرنا بھی سخت گناہ ہے اور خدا سے ڈرنے کی نعوذ باللہ ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ بیفائدہ کسی کی اطاعت کرنی خلاف از عقل اور بعید از قیاس ہے - جب اُس کا ہمپر کوئی احسان نہیں - ہم خود بخود پیدا ہو گئے ہیں تو وہ کون ہے جو ہمکو مجبور کر سکتا ہے کہ ہم اُس کی اطاعت کریں جبکہ نہ وہ ہمکو نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی ضرر پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے - ہم اپنی طاقت اور کوشش سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں اور ذرات خود بخود ملکر ہمارے کام آتے ہیں تو ہمکو ایسی کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایسے خدا کی کوئی پرواہ کریں یا اُس کے زور اور طاقت سے ڈریں اور خواہ مخواہ اپنے گلے میں غلامی کا طوق ڈالیں غرضکہ طرح طرح کی گندگیاں اور خیالات فاسدہ ہیں جو انسان کے دل ودماغ میں آجکل سمائے ہوئے ہیں - اور انسان اپنی حد سے گذر گیا ہے ہماری واجب العمل کتاب قرآن کریم نے کیا ٹھیک ٹھیک فرمایا ہے کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بیشک انسان سرکش ہے اور اپنی حد سے گذرنیوالا ہے - وہ خالق ارض وسما اپنی رحمانیت کی صفت کو کام فرما کر اسکو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور یہ ذرہ بمقدار اپنے وہم اور گمان میں سمجھتا ہے کہ میں بھی کوئی چیز ہوں

کہ میری اسطرح قدر کی جاتی ہے اور نہیں سمجھتا کہ وہ زبردست خدا جیسا رحیم کریم ہے ویسا ہی شدید العقاب بھی ہے ابتک میں اُسکی رحمانیت کی صفت کی وجہ سے اپنے گناہوں کی سزا پانے سے بچا رہا ہوں لیکن اُس جبار اور قہار خدا کا عذاب اور قہر اگر مجھپر پڑ گیا تو پھر میرا کیا حال ہوگا - اے میرے دوستو خوف کا مقام ہے اور دم مارنیکی جگہ نہیں - اگر وہ مالک و خالق اپنا رحم کرے تو اس بلا سے نجات ہوتی ہے ورنہ ہم ایک انسان ہیں اور انسان جب ذرہ بھر بھی آرام پاتا ہے تو خدا تعالیٰ کا منکر ہو جاتا ہے اور اپنے آپکو کوئی چیز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں۔ آرام اور چین کی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف دھیان لگاتا اور اُسکی یاد میں مشغول ہونا ایک مرد ہی مرد کا کام ہے - سو دعا کرو اور اپنے رب سے رو رو کر التجا کرو کہ اے خدا اے قادر تو نے ہمکو پیدا کیا ہے اور پہلے ہم نہیں تھے پھر ہمکو پیدا کرنے کے بعد ہمپر طرح طرح کے احسان کیے ہمارے والدین کے دل میں ہماری محبت ڈالی اور ہماری خوراک کے لیے جبکہ ہم اناج کو ہضم نہیں کر سکتے تھے ہماری والدہ کی چھاتیوں میں دودھ اُتارا اور طرح طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں سے ہمکو نجات دی ہم تیرے احسانوں کا شکریہ کسی طرحسے ادا نہیں کر سکتے اور ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ہم کسی گمراہی کے گڑھے میں پڑ جائیں اور صراط مستقیم کو چھوڑ بیٹھیں - ہم ایک کمزور مخلوق ہیں تو اپنا رحم کر اور ہمکو نیک کاموں کے کرنے کی توفیق دے اور بُرے کاموں کے کرنے سے محفوظ رکھ - ہمارے پچھلے گناہوں کو بخشدے اور آیندہ ہماری حالت کو سُدھار دے کہ تیری مدد کے بغیر ہم ایک سانس تک نہیں لے سکتے اور ہمارا مقدور نہیں کہ ایک تنکا بھی تیرے اذن کے بغیر توڑ سکیں - سو اے خدا تو ہمپر رحم کر - آمین ؛

غرض کہ آج دنیا میں گناہوں کا وہ زور شور ہے کہ الامان، اسوقت ایک ہادی کی ضرورت کو کل دنیا نے قبول کر لیا ہے اور یہ مان لیا گیا ہے کہ اس وقت ایک رہنما کی ضرورت سخت محسوس ہو رہی ہے اور ہر ایک مذہب کے لوگ یقین کرتے ہیں کہ اسوقت ایک ہادی آنے والا ہے جو کہ گذشتہ رسولوں کا مثیل ہوگا - یا وہ خود ہوگا - یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہر ایک قوم نے اسوقت ایک رسول کے آنے کی گواہی اپنی کتابوں سے دی ہے اور ہر مذہب والے متفق ہیں کہ وہ کوئی نیا نبی نہیں ہوگا بلکہ کوئی پہلا ہی نبی دوبارہ آئیگا - مسلمان عیسیٰ کے منتظر ہیں تو ہندو کلنک اوتار کے جو ایک گذشتہ نبی کا مثیل ہوگا یعنی کرشن علیہ السلام کا مثیل اور اسی طرح بدھ مذہب والے بدھ کے آنے کا انتظار کرتے ہیں کہ اب وہ آکر دنیا سے برائی کو دور کرے گا - اور گناہ کا نام تک مٹا دیگا - وہ اسکے لیے راولپنڈی کے ارد گرد ہی آنے کی جگہ بتاتے ہیں کہ یہیں کہیں اُس کا نزول ہوگا - یہود بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں کہ پہلے وہ آئیں گے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے - اگرچہ یہ امر دیگر ہے

کہ وہ پہلے ہی آچکے ہیں۔ اور وہ ابن مریم کی نشانیوں میں سے ایک نشان تھے۔ لیکن یہاں یہ اسلیے لکھا گیا ہے کہ وہ بھی ایک نبی کے آنے کے منتظر ہیں۔ سب کھلے اور بیّن نشان اُنکی پہچان کے لیے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں یہانتک کہ فرمایا ہے کہ وہ کدعہ گاؤں میں اُترے گا۔ غرضنکہ ہر ایک قوم ایک نبی کی منتظر ہے اور اسکے لیے زمانہ بھی یہی مقرر کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نشانات اس نبی کی پہچان کے بتائے ہیں اور اس کے پہچاننے کے لیئے جو جو آسانیاں ہمارے لیے پیدا کر دی ہیں اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کریم کا مرتبہ کسقدر بلند اور بالا تھا اور خدا تعالیٰ کس قدر اس رسول سے اُلفت رکھتا تھا اور اب بھی رکھتا ہے۔ اور ہزاروں پیشگوئیاں ہیں جو اب تک پوری ہو رہی ہیں اور دنیا دیکھ کر دنگ ہو گئی ہے کہ اللہ اللہ تیرہ سو برس پہلے اس نبی برحق نے ایسی ایسی باتوں کی خبر دی تھی کہ اُسوقت وہم و گمان میں بھی ان کا آنا مشکل تھا۔ اور آج ہم ان باتوں کو پوری ہوتی ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور یہ باتیں اس نبی برحق کی سچائی کی کافی دلیل ہیں بلکہ ضرورت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

غرضنکہ ہمارے نبی کریمؐ نے بہت نشانیاں مثیل مسیح کی بتائی ہیں۔ میں ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیئے دیتا ہوں۔ تاکہ اگر کوئی بالکل ناواقف ہو تو کچھ واقفیت حاصل کرے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مثیل مسیح کے وقت رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا یعنی چاند کو اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو اور سورج کو اسکے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی کسی نبی کو یہ نشان نہیں دیا گیا اور پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ رمضان شریف کے مہینہ میں چاند کو اپنی پہلی رات جو تیرھویں رات ہے اور سورج کو اپنے بیچ کے دن میں جو اٹھائیسواں دن ہے گرہن لگے۔ یہ واقعہ اب ۱۳۱۱ھ ہجری میں ہوا۔ پھر فرمایا کہ اُسوقت اونٹوں کی سواری بیکار ہو جائے گی اور ایک ایسی سواری نکلے گی جس کے ذریعہ سے انسان سات دن میں دنیا کا چکر لگا سکے گا۔ سو دنیا کی لمبائی جو بیس ہزار میل ہے اور اسوقت ریل کے ایکسو دس میل فی گھنٹہ کے حساب سے چلانے کی کوشش امریکہ میں کی گئی ہے اور اسمیں کامیابی بھی ہو گئی ہے۔ چنانچہ نیویارک سے سنفرانسسکو تک ایسی لائن کا انتظام کیا گیا ہے جو ضرورت پر ایکسو دس میل فی گھنٹہ چل سکے اور اس حساب سے قریباً اکیس ہزار میل سات دن میں انسان سفر کر سکتا ہے بلکہ بعض جگہ تو اس سے بڑھ کر تیز چلانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اور مکہ و مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور ایک نشان یہ ہے کہ اُسوقت حج بند کیا جاوے گا۔ سو یہ بھی ہو چکا ہے اور اس سال بھی یہ تجویز کی گئی تھی

کو حج بند کیا جاوے۔ کیونکہ سلطنت عثمانیہ میں حاجیوں کو اسوجہ سے کہ وہ طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں بہت کچھ تکالیف برداشت کرنی پڑی تھیں۔ اب ہمکو اس مسیح کی تلاش کرنی چاہیے کہ وہ کہاں ہے آیا اسوقت جبکہ طاعون بھی پڑ چکی ہے قحط بھی پڑ چکے ہیں ریل اور تار بھی نکلے ہیں سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگے ہوئے بھی تیرہ برس گذر گئے۔ اب کہاں ہے وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کوئی دنیا میں دعوی بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اب اگر دو شخص دنیا میں دعوی کرتے ہوں تو ہمکو مشکل پڑے گی کہ کسکو مانیں اور کسکو نہ مانیں لیکن آج اگر کسی نے دعوی کیا ہے تو وہ ایک ہی شخص ہے جو اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ تمام پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں اور میرے وجود پر منطبق اور میرے ہی زمانہ میں پوری ہوئیں اور میں ہی وہ ہوں جس کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پیشگوئی فرمائی ہے اور جس کے آنے کی بابت **قرآن شریف** نے بڑے زور سے **اطلاع** دی ہے۔ اور دوسرے اکثر **انبیاء کرام** علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس کی بابت اشارات کیے ہیں۔ وہی ہے جو فرماتا ہے کہ مجھ سے خدا تعالیٰ **مکالمہ و مخاطبہ** کرتا ہے اور مجھ پر آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد وغیرہم علیہم السلام کی طرح **وحی** نازل فرماتا ہے۔ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے ہے۔ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ خواہ تمام دنیا اپنے ناخنوں تک سارا زور لگائے پر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ہلاک کیا جاوں۔ میرے ساتھ خدا ہے اسلئے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے ہیں میں اپنے خدا پر پورا پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور میں کسی کی پروا نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے دشمنی کرے عداوت رکھے یا مجھے ایذا دینے کی کوشش کرے۔ دنیا میری مخالفت کرے گی اور علماء کہ جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسوقت یہودی علماء سے کم نہ ہوں گے میرے ساتھ سخت دشمنی و عداوت کرینگے لیکن میرا بال تک بینکا نہ کر سکیں گے۔ وہ اسوقت جبکہ ایک شخص بھی اس کے ساتھ نہ تھا یہ باتیں کہہ چکا اور شائع کر چکا ہے کہ **يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ** ویأتیک **مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ** یعنی دور دور سے لوگ تیرے پاس آئینگے یہانتک کہ راستے ان کے چلنے سے نیچے ہو جائینگے اور جب وہ آئیں گے تو ان کے کھانے اور آرام کے لئے بھی تو سامان چاہییں اسلیے وہ فرماتا ہے کہ دور دور سے سامان بھی ہر طرح کے تیرے پاس پہنچیں گے۔ پھر وہ اسوقت جبکہ ایک آدمی بھی اس کے ساتھ نہ تھا فرماتا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اور اس کے مخالفوں کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ مجھکو خدا تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ **اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ** اور زور سے للکار کر کہتا ہے کہ کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ یاد رکھو جو میرے مقابلہ کے لیے آئے گا وہ آخر کار ذلیل اور رسوا ہوگا اور اسکا انجام برا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مدتوں سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعوی کرتا ہے اور اس دعوے پر کئی برس گذر گئے لیکن کوئی نہیں جو مقابلہ میں اس سے پورا اترا ہو

جو آتا ہے اُسکو ذلیل ہی ہونا پڑتا ہے - کیا کوئی جھوٹھا جو اتنی مدت سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے - کیا خدا تعالیٰ نہیں دیکھتا کہ ایک شخص اُسکی طرف سے ہونیکا جھوٹھا دعویٰ کرتا ہے، اور رات دن اُس کے مقرب بندوں کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ کیوں چُپ چاپ بیٹھا ہے کیا وجہ اس مفتری کو سزا نہیں دیتا لیکن اس واحد لاشریک خدا تعالیٰ کی قسم کہ جس کا مثل کوئی نہیں اور جس کی طاقت و قدرت غیر محدود ہے اور جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ رہیگا اور جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف اُتارا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ اُسکی مدد پر ہے - کوئی نہیں جو اسکو اور اس کے کارخانہ کو تباہ کر سکے کیونکہ یہ سب کارخانہ خدا تعالیٰ کا ہے اور وہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے آج سے ستائیس برس سے بھی زیادہ گذر گئے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مطّلع کیا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کردے گا - اس وقت کون ہے جو اسمیں ذرہ بھر بھی شک کر سکے - کیونکہ اسکے بعد دنیا میں قحط پڑے - طاعون نے وہ زور دکھایا کہ لوگ چلّا اُٹھے - پھر زلزلہ سے وہ تباہی ڈالی گئی کہ ابتک اس کے نقصانوں کی مرمت نہیں ہو سکی - سردی نے ۱۹۰۵ء میں غیر معمولی طور سے زور پکڑا کہ تمام فصلات تباہ و برباد ہو گئیں یہ اسوقت کی بات ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک دن مجکو خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کا مثیل کر کے دنیا میں مبعوث کرے گا اور یہ کہ لوگ اُسوقت میری سخت مخالفت اور تکذیب کرینگے اور اس کے بدلہ بڑے زور آور حملے کیے جائیں گے آج اس شخص کی طرف غور سے دیکھو کہ جو چھبیس ۲۶ برس پہلے اکیلا تھا اور اسقدر بشارتیں خدا تعالیٰ سے پا رہا تھا کہ چار لاکھ کے قریب اس کے پیرو ہیں اور ہر طرف کے لوگ اس گمنام گاؤں میں کہ جسمیں بہت ہی کم لوگوں کی آمد و رفت تھی آ رہے ہیں اور ہر ایک شخص جو وہاں آتا ہے اگر کچھ بھی اسمیں عقل ہو تو وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ میں خود اسکی پیشگوئی کو پورا کر رہا ہوں - میں بذات خود اس کی سچائی کا ایک نشان ہوں - اے وہ شخص جو کچھ بھی بینائی رکھتا ہے اپنی آنکھیں کھول کہ اسکی صداقت کا سورج نصف النہار پر ہے اگر تیری آنکھیں بند رہیں گی تو اسکا نقصان تجکو پہنچے گا نہ کسی اور کو وہ تو ہی ہوگا جو کہ ظلمات میں پڑا رہیگا یا کوئی اور اُس خدا قہار کا عذاب تجکو پکڑیگا یا کوئی اور۔ وہ تو ہی ہوگا جو خدا کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوگا یا کسی اور کو اسکا صدمہ پہونچے گا - یاد رکھ کہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا - کیا یہ تیرا خیال ہے کہ میں کسی بڑی قوم کا ہوں یا میرے پاس زر و جواہر ہیں یا میری قوت بازو بہت لوگ ہیں یا میں بہت بڑا رئیس یا بادشاہ ہوں یا بڑا ذی علم آدمی ہوں - سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں اسلیے مجکو اس رسول کے ماننے کی حاجت نہیں - تو اے شخص

کہ جس کا ایسا خیال ہے یہ مت سمجھے کہ تو نبی کریم کے حکموں پر چلتا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو مسیح موعود کے آنے پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کرے یہانتک کہ اگر وہ حج کو جاتا ہو اور اسکو خبر ملے کہ مسیح موعود کا ظہور ہوگیا ہے تو وہ شخص اپنا حج کا ارادہ چھوڑ دے اور پہلے اُس کی خدمت میں حاضر ہو اور پھر اسکی اجازت سے اگر وہ حج کی اجازت دے دے تو حج کو جائے۔ اے مسلمانو وہ تمام نشانیاں جو مسیح موعود کیلئے بتائی گئی ہیں پوری ہوگئیں اور افسوس ہے کہ اب بھی تمکو ہوش نہیں آتا تمکو کیا ہو گیا ہے کہ تم سو رہے ہو۔ اُٹھو اور گہری نیند سے چونکو اور دیکھو کہ اسلام آج چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے دشمنان اسلام اسکے درپے اسپر حملہ کرتے ہیں اب بھی سوچو کہ وقت ابھی کچھ باقی ہے ایسا نہو کہ رہا سہا وقت بھی جاتا رہے اور پھر پچھتانا لاحاصل ہو اُٹھو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اُسکے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں۔ اپنی حالت درست کرو کہ ایکدن خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور اُس احکم الحاکمین کو مُنہ دکھانا ہے اُسدن خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوگے کہ وہ اسلام جو ایکدن تمام دنیا پر حاوی اور غالب تھا ہمارے اپنے اعمال کی وجہ سے اس درجہ کو پہنچا اور جبکہ ایک رہنما نے ہمکو بیدار کیا تو ہمنے بجائے اسکے کہ اُسکا شکریہ ادا کرتے اُلٹے اُسکے گلے کا ہار ہو گئے اور لگے اُسکو گالیاں دینے۔ جیسا کہ ایک شخص صبح کی نماز کے وقت کسیکو نماز کے لئے جگائے اور وہ بجائے اسکے کہ اُٹھ کر نماز پڑھے جگانے والے کے گلے پڑ جائے کہ صبح کی ٹھنڈی ہوا اور میٹھی نیند میں مجھکو جگاتے ہو۔ بھائیو! اُٹھو اور اس نسیم سحری اور شیریں خواب کی پرواہ نہ کرو کہ اسوقت وہ دین جو رسول کریم کو ملا تھا ایک ضعف کی حالت میں ہے اسکی مدد کے لئے کھڑے ہو جاو کہ یہی وقت مدد کا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے نور آگیا ہے اسکو قبول کرو کہ اب اسی میں بھلائی ہے ورنہ کوئی دم میں نقشہ بدلتا ہے۔ کل نبیوں نے متفق ہو کر اس زمانہ کی نسبت خبر دی ہے کہ بڑے بڑے عذاب آئینگے سو طاعون اور قحط اور زلزلے آئے اور ابھی دیکھیے کیا ہوگا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم آنکھیں کھولو اور ہوش میں آو۔ جس شخص نے آنا تھا وہ تو آچکا اب انتظار فضول ہے تھوڑوں نے اسکو قبول کیا اور بہتوں نے انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کے متعلق سنۃ اللہ چلی آئی ہے اب بھی ویسا ہی ہوا۔ وہ کسر صلیب کرنے والا آپہنچا اور اب خدا چاہے تو شرک کوئی دن میں اپنے ماتھے کے بل زمین پر جا پڑے گا خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ بُرا شرک معلوم ہوتا ہے۔ اور تعجب ہے انسان کی عقل پر جو اپنے خالق کا کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے لیکن یہ ہنسی کی بات نہیں ہے یہ رونے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کا مقام ہے کہ خدایا تو ہماری عقلوں پر ایسے پردے مت ڈال جس سے کہ ہم تجھکو بھول جائیں۔ شرک کے بعد تکبر اور خود پسندی ہے کہ اول یہی گناہ سرزد ہوا ہے ابلیس نے بھی پہلے پہل تکبر کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز جانکر آدم علیہ السلام کی تابعداری سے انکار کیا اسلیے اُسپر ذلت و خواری ڈالی گئی۔ تکبر عزازیل را خوار کرد ۔ بزندان لعنت گرفتار کرد ۔ اسی لیے قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے حکم ہے

کہ اعوذ پڑھ لیا کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی بات کو پڑھ کر جو قرآن شریف میں آئی ہو اسکا انکار کر بیٹھو یا کسی بات میں تکبر کو راہ دو۔ یہ دو برائیاں ہیں جو آجکل دنیا میں بہت کثرت سے پھیل گئی ہیں اور شرک اور تکبر سے تمام دنیا میں اندھیر چھا گیا ہے۔ مشرکوں نے تو کسی اور خدا کا ثانی بنایا ہے اور تکبر والے خود ہی خدائی کا دعوی کرنے لگ گئے ہیں۔ اور گناہ دنیا میں اسقدر پھیل گیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے یا زمین پھٹ جاوے اور لوگ اسمیں سما جائیں۔ اے میرے **احمدی بھائیو!** اگر ہمنے خدا تعالی کے ایک فرستادہ کو مانا ہے تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ہمنے اپنے سر پر ایک بار گراں اُٹھا لیا ہے اور ایک کام اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا کرنا سہل نہیں ہے بلکہ ایک نہایت ہی دشوار کام ہے کہ بجز خدا تعالی کی مدد کے کامیاب ہونا مشکل ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو زبان سے کہدینے پر اس سے خلاصی ہو جاوے نہیں بلکہ اسکے لیے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ ایک بہت ہی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اپنی خواہشوں اور ارادوں کی قربانی اسکی لیے ضرور ہے کہ آج وہ وقت ہمکو ملا ہے کہ تیرہ سو برس سے لوگ اُس کا انتظار کرتے چلے آئے ہیں لیکن خدا تعالی نے جو ہمکو اس زمانہ میں پیدا کیا ہے تو بیفائدہ نہیں کیا۔ اُسکا ہمپر یہ بہت بڑا احسان ہے اور ہم اُسکے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے اور اُس مسیح کی شناخت عطا کرنی اور بھی بڑا فضل ہے۔ ایسی زبان کوئی نہیں جو اُسکا شکریہ ادا کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا تعالی نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اُسکو تو ضرور کر کے ہی چھوڑے گا۔ ہمکو جو اُسنے اس زمانہ میں پیدا کیا اور اُسکی شناخت عطا کی تو ہم کیوں نہ مفت کا ثواب حاصل کریں اور جبکہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے کا اُلٹا عذاب ہے تو کیا وجہ ہے کہ کل دنیا سے مخالفت کر کے ایک خدا کے برگزیدہ بندہ کو نہ مانا جاوے اور پھر اسکی اطاعت نہ کر کے عذاب سہیڑا جاوے کیا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے وہی مثل ہوئی ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

اگر ہمکو دین اسلام کی مدد کرنیکا جوش نہیں تو بخدا ہم نہایت ہی سخت ٹوٹا پانیوالوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے کہ جس میں اسلام کی محبت نہو اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جاوے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں۔ رونیکا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ سو بھائیو! دعا کرو اور خدا تعالی سے مدد مانگو کہ اے رب ذی الاکرام اب ہم گنہگاروں پر رحم کر اور ہماری پچھلی خطاؤں کو معاف کر اور آیندہ ہمکو نیکی کی توفیق دے اور اے خدائے قادر جب ہماری جان نکلے تو ہم مسلمان ہوں۔ ہم ایک دم کے لیے بھی اشاعت دین سے غفلت نہ کریں۔ اے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کیے ہیں پس ہماری مدد کر کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے رہیں ✦

انسانوں کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک مردوں کا گروہ اور دوسرا عورتوں کا گروہ اور پھر یہ دو گروہوں کے اندر حصے ہیں ایک بچوں اور جوانوں کا گروہ دوسرا ادھیڑوں اور بوڑھوں کا گروہ۔ ہم نے دیکھا ہے بڑے تو اپنی خود مدد کر رہے ہیں اور وہ اشاعت دین میں کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ان ہی میں سے بعض اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ کسی طرح سے دین کی ترقی ہو اور اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاوے۔ صبح و شام اٹھتے بیٹھتے انکو اسی بات کی فکر ہے۔ انہیں سے بعضوں نے اپنی عمریں اس کام کے لئے وقف کر دی ہیں کہ وہ تمام عمر خدا کے دین کے پھیلانے میں کوشاں رہیں انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے آؤ اسمیں ہم کچھ کام کر دکھائیں تاکہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے روبرو سرخرو ہو کر پیش ہوں اور ایسا نہ ہو کہ ہم پر کوئی الزام رہ جاوے کہ ہمنے دین کے پھیلانے اور لوگوں کے دلوں میں سچائی کا بیج بونے میں کوئی سستی کی لیکن ہمنے کیا کیا اور خدا تعالیٰ کے پیغام کو سنکر کونسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کی۔ خدا تعالیٰ کی آواز کو سنکر پھر بھی غفلت میں ہی پڑے رہنے سے زیادہ اور کونسی بدنصیبی ہوگی۔ اسکا جواب وہ کون ہوگا۔ کیا ہمارے بوجھ قیامت کے دن وہ لوگ اٹھائیں گے جو آج اشاعت دین میں لگے ہوئے ہیں نہیں وہ کبھی نہیں اٹھا سکتے اور اگر انکو اجازت بھی ہوتی کہ کوئی کسی کے گناہ اٹھا سکتا ہے تب بھی وہ لوگ کبھی نہ اٹھاتے وہ دن ایسا ہوگا کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ہے اگر بیٹا اسدن برضا و رغبت اپنے باپ کے گناہ اپنے سر پر لینا چاہے گا تو اس کی درخواست کو قبول نہیں کیا جائیگا۔ سو ہمکو چاہئیے کہ آخرت کا نقشہ اپنے سامنے رکھ لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی کو نصیحت کرتا ہے اور اسکی وجہ سے کوئی شخص ہدایت پاتا ہے تو اسکا آدھا ثواب اس ہدایت کرنیوالے کو ملتا ہے۔ سو ہمکو اپنی اصلاح بھی کرنی چاہیئے اور دوسروں کو ہدایت اور سیدھے راستہ پر لانے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے اسلئے ہمنے اس رسالہ کے نکالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ انسان ایکدوسرے کو آگاہ کرتا اور ترغیب دیتا ہے تو وہ خود بھی اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ جب میں دوسرے کو اس سے منع کروں تو وہ کہے کہ پہلے اپنی تو خبر لے۔ اور اگر اس نصیحت کرنیوالے شخص میں وہ بدی ہو تو وہ دوسرے کو کہکر پھر اپنے آپکو بھی بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ ہم اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں ٭ جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ایک صالح انسان بننے کے لئے منجملہ اور شرائط کے ایک یہی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٭ اور پھر اس شخص کی بھی یہ خواہش ہے کہ جسکے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اور بیعت کے معنی بیچنے کے ہیں جب ہم اسکے ہاتھ پر بک گئے تو پھر کتنی بات ہے جو ہمکو اسکے حکم کے ماننے پر مجبور کرتی ہے

٭ اور دوسرے کو نیکی کی ترغیب بھی دیسکتا ہے اور بدی سے آگاہ بھی کرسکتے ہیں۔

اب جو کچھ وہ کہے اُس کا پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس خدا تعالیٰ کے فرستادہ نے کئی دفعہ کہا ہے کہ میرے دل میں بار ہا یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ احمدی جماعت کے لڑکے اور نوجوان دین کے معاملہ میں خوب آگاہ ہوں اور تحریر و تقریر میں کسی دشمن سے نہ دبیں ہر ایک پہلو سے یہ علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہوں۔ سو آؤ اے بھائیو ہم اپنی کمریں کس لیں اور جس طرح سے ہو سکے اپنے آقا کی خواہش کو پوری کر دکھلائیں۔ ہمنے اپنے آقا کی اس خواہش کے پوری کرنے کے لیئے یہ تجویز کی ہے کہ ایک انجمن بنائی جاوے جس کے ماتحت تحریر میں ملکہ حاصل کرنے کے لیئے کم از کم ایک سہ ماہی رسالہ نکالا جاوے جسکو حضرت مسیح موعودؑ نے بھی پسند فرمایا ہے اور خود حضور علیہ السلام نے اس کا نام **رسالہ تشحیذ الاذہان** رکھا ہے اس رسالہ کے ذریعہ لکھنے میں مشق کریں اور اگر ہمارے سامنے کوئی کتنا ہی بڑا مخالف نامہ نگار چاند پر خاک ڈالنے کی ارادہ سے کھڑا ہو تو ہم اُسکو بزور تحریر نیچا دکھا سکیں اور تقریروں کے لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ انجمن مذکورہ یعنی انجمن تشحیذ الاذہان کے ماتحت **وقتاً فوقتاً** ایسے جلسے کیئے جائیں جن میں باہر کے طلباء احمدیہ کو بھی مدعو کیا جاوے اور اسطرح تقریر میں مشق کی جاوے۔ یہ تجویز ہے جو ہمنے دین کے کام میں مدد دینے کی کی ہے اب خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اے خدا ہمکو ہمارے مقصد میں کامیاب کر آمین۔ اس رسالہ میں عورتوں کے متعلق بھی کچھ حصہ ہوگا اور اس میں عورتوں کے مضامین درج نہ ہوں گے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود جو گھر میں عورتوں کو وعظ اور نصیحت کرتے ہیں وہ وقتاً فوقتاً درج کئے جایا کریں گے کیونکہ آج تک ایسا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی چونکہ عورتوں تک بھی اس آواز کا پہنچانا ضروری ہے اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح سے اس کام سے بھی سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کی جاوے۔

سو اے میرے بھائیو برائے خدا اُٹھو اور اپنی مدد خود کرو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمھاری مدد کرے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمھاری جانوں پر رحم کرے۔ اور رات دن دعاؤں میں لگے رہو تا کہ ربّ العالمین ہم میں سے کسی کی دعا کو سُن لے اور ہمپر رحم کرے وہ بہت ہی رحیم و کریم ہے۔ میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ خود اپنی مدد کرو تا کہ خدا بھی تمھاری مدد کرے۔ چونکہ میں طول سے ڈرتا ہوں اسلیئے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ رَبَّنَا زِدْنَا عِلْمًا وَّاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔ اٰمِیْن

مسئلہ مورتی پوجا کے منطقی مباحثہ کی نسبت ایک منصف مسلمان کی رائے

ناظرین! شاید آپ مندرجہ بالا سرخی پڑھ کر حیران ہوں گے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ یہ ایک اسلامی پرچہ ہے اور اس میں مورتی پوجا کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مورتی پوجا کے متعلق ایک منصف مسلمان کی رائے کیا ہوگی۔ مگر میں آپ کو جلدی ہی اس حیرانی سے نکالنے کے لیئے بتلاتا ہوں کہ اصل بات کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سناتن دھرم پرچارک امرتسر کا ایک پرچہ میری نظر سے گذرا اسکے ستمبر ۱۹۰۵ء کے ۲۴ صفحہ کے سرے پر یہ سرخی لکھی ہوئی تھی جسے دیکھ کر میں سخت حیران ہوا۔ شاید میں اس معاملہ میں قلم نہ اُٹھاتا کیونکہ یہ کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جسپر توجہ کیجاوے لیکن چونکہ راقم مضمون اسبات پر زور دیتا ہے کہ یہ ایک مسلمان کی رائے ہے اور ایڈیٹر صاحب بھی اسپر زور دیتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ "ہم اُمید کرتے ہیں کہ جملہ محقق ہمارے منصف مسلمان کی تحریر کو پڑھ کر فائدہ اُٹھائیں گے" اسلیے مینے ضروری سمجھا کہ اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل مسلمان اُس رسالہ کو پڑھ کر دھوکہ میں آگیا ہے اسکے لیئے یہ مضمون راہ راست پر لانے کا موجب ہو اور اسطرح پر ثواب حاصل ہو۔ اسلیئے ضروری ہوا کہ اس مضمون کی طرف بھی توجہ کی جاوے۔

Digitized by Khilafat Library

جہانتک مینے غور کیا ہے یہ کسی مسلمان کے قلم سے نکلا ہوا مضمون نہیں ہے میری یہ بات کہ یہ مضمون کسی مسلمان کا نہیں ہے دو معنی رکھتی ہے۔ اوّل یہ کہ کسی ایسے شخص کا مضمون نہیں ہے جو مسلمان کہلاتا ہو۔ دوم یہ کہ اگر وہ شخص مسلمان کہلاتا ہے تو فی الحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ اوّل تو اُسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ اُسنے انصاف کیا کیا لوگونکو دھوکہ میں ڈالدیا۔ اگر وہ مسلمان ہو کر ایسا کرنا چاہتا تو کرتا اُسے کون روکتا تھا وہ کھلم کھلا بتلا دیتا کہ میں فلاں مسلمان ہوں اور مورتی پوجا کے متعلق انصاف سے رائے دیتا ہوں اُسکو کس بات نے مجبور کیا کہ نام تک ظاہر نہ کیا۔ واہ رے منصفانہ رائے دینے والے تونے انصاف کا خون کر دیا۔ تیرے اس لکھنے سے لوگونکو دھوکا لگا کہ آیا تو مسلمان ہے کہ نہیں اگر نام بتلا دیتا تو انصاف کا خون کرنے والا کیوں کہلاتا۔ کیا یہی انصاف کا کام ہے۔ یہ بزدلی تو ادنی مسلمان

بھی نہیں کرسکتا بلکہ یہ منافق کا کام ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے اس مضمون کو پڑھ کر ستمبر کے مہینہ میں ہی ایڈیٹر صاحب کو لکھا تھا کہ براہ مہربانی اس مضمون مسلمان کا نام و پتا بتائیں کہ میں ایسے بزرگ مصنف کی زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ اگر میری یادداشت غلطی نہیں کرتی تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھی جواب کیلئے بھیجا گیا تھا نہ معلوم اڈیٹر صاحب کو کیا مشکل پیش آئی کہ اُسکا جواب بھی ابتک نہیں ملا۔ میں نے تو ٹکٹ اسلیئے بھیجا تھا کہ شاید جلد جواب آے بھلا جواب کیسے آتا۔ اگر راقم مضمون مسلمان ہوتا تو اڈیٹر صاحب اُسکا نام بتاتے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اڈیٹر صاحب کو اُسکے بتانے میں کوئی عذر نہ ہوتا اور نہ ہونا چاہیئے تھا۔ خیر مجھے اسبات سے بحث نہیں کہ یہ مضمون کسی ہندو کا ہے یا کسی مسلمان کا۔ ممکن ہے کہ کسی ایسے مسلمان کا ہو جو پہلے جنم میں ہندو رہ چکا ہو۔ مجھے تو نفس مضمون پر بحث کرنے سے مطلب ہے چونکہ راقم مضمون کہتا ہے کہ ہمارے مسلمان اسکو غور سے پڑھیں اسلیئے میں بھی کہتا ہوں کہ اے ناظرین آپ بھی غور سے پڑھیں اور اگر نقص رہ جاے تو چشم پوشی سے کام لیں +

اعتراض۔ اہل اسلام سوائے خدا کے اور کچھ بھی نہیں مانتا ہے۔ صرف ایک خدا تھا اور ہے۔ اور وہی باقی رہیگا اور سب فانی یعنی دراصل کچھ ہے ہی نہیں۔ اب جو ہمارے مسلمان لوگ ہندوؤنکو بُت پرست کہتے ہیں وہ ذرا تعصب چھوڑکر خیال کریں کہ جب صرف ایک خدا ہی تھا دوسری کوئی چیز ہی نہ تھی اور نہ کوئی دوسری چیز ہوسکتی ہے تو ہندو لوگ بُت پرست کیسے ہوسکتے ہیں کیونکہ بُت پرستی یا درخت پرستی تب کہلا سکتی ہے جبکہ خدا کے سوا کوئی اور معبود ہو۔ صرف ایک خدا ہے۔ اُسی کا ہی جلوہ ہے خدا کا جلوہ یا خدا کا کام یا خدا کی قدرت خدا سے علیحدہ کبھی نہیں ہوسکتی ہے۔ پس جب اشیاء کا بیج (مادہ) خدا ہے تو کوئی شخص خدا کو چھوڑکر دوسرے کی پرستش نہیں کرسکتا ہے۔ جبکہ دوسرا کوئی ہے ہی نہیں دنیا خدا ہی کا روپ ہے +

الجواب۔ معترض کی اس لمبی عبارت کا یہ مقصد ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہی ہے اور سب چیزیں اُسی کا روپ ہیں تو پھر بُت پرستی کو بُت پرستی نہیں کہنا چاہیے بلکہ خدا پرستی کہنا چاہیے۔ اسمیں شک نہیں کہ تمام مخلوق کا خالق یا مبدأ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہ بات کہ سب چیزیں خدا ہیں کیونکہ یہ سب خدا کا روپ ہیں بالکل غلط ہے اور یہ اسلام پر افترا کیا جاتا ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام مانتا ہے کہ سب چیزیں خدا ہی ہیں کیونکہ جب یہ مان لیا جاوے کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ ہی ہیں یا بالفاظ دیگر

خدا تعالیٰ ہی کا روپ ہیں تو کسی کی عبادت کرنا عبث ہے۔ کیونکہ انسان ان معنوں سے خود بھی تو خدا ہے تو پھر خدا کو کیا ضرورت پڑی کہ اپنے سے ادنیٰ خدا یعنی مٹی کی مورتوں وغیرہ کی پوجا کرے جسکو وہ اپنے ہاتھ سے بناتا ہے اور وہ چیزیں نہ نفع پہنچا سکتی ہیں نہ ضرر بلکہ بلانے پر جواب بھی نہیں دیتیں اس لیے عبادت بالکل باطل ہو جاتی ہے جو کسی چیز کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس بات کے تسلیم کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں کہ وہ سب خدا کا روپ بلکہ ایک حد تک خود خدا ہیں تو پھر لازم آئیگا کہ خدا تعالےٰ کی مثالیں ہوں۔ مثلاً کہا جائے گا کہ خدا انسان کی شکل میں بھی ہوتا ہے درخت کی شکل میں بھی ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ یعنی اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اس کی اعلیٰ مثل ہے یعنی وہ سب سے اعلیٰ مثال ہے اس جیسی کوئی مثال تمھارے خیال میں نہیں آسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز خدا تعالےٰ کی برابر کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

ہاں یہ بات کہ مبداء تو ایک ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تمام چیزوں کو اسکا روپ یا اسکی صفات میں مشترک نہ سمجھا جائے باقی ہے۔ اسکا جواب میں چند مثالوں سے سمجھانا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ کوئی رئیس ہو یا کوئی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان ہو۔ خواہ معترض صاحب ہوں الغرض اسکو کہدیا جائے کہ آپ خاکروب کے بیٹے ہیں (درانحالیکہ وہ نہیں) تو کیا یہ کہنا اس شخص کو برا معلوم نہ دیگا جسکو کہا جاتا ہے حالانکہ وہ خاکروب بہت حالتوں میں اسکے باپ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو وہ بھی اگر اس کے دو ہاتھ ہیں تو اس کے بھی۔ اگر اسکی دو آنکھیں جنسے کہ وہ دیکھتا ہے ماتھے کے نیچے ہیں تو اس خاکروب کی پاؤں میں نہیں کھانا پینا وغیرہ دونو کیلیے لازم ہے تو پھر اسکو کیوں برا لگتا ہے صرف نطفہ کا فرق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوجود اسکے کہ وہ ایک مبداء یعنی ایک انسان کی اولاد سے ہیں بلکہ بہت سی صفات میں مشابہت رکھتے ہیں پھر بھی ایک ذرہ سے فرق کی وجہ سے برابر نہیں ہو سکتے اگر کوئی برابر کہے تو ظلم کہلاتا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ خدا تعالےٰ تمام مخلوق کا مبداء بھی ہو لیکن پھر بھی مخلوق قابل عبادت نہ ہو جیسا کہ وہ خاکروب اس آدمی کا جو خاکروب کے نطفہ سے نہیں باپ نہیں کہلا سکتا۔ حالانکہ اسکے باپ کا اور اس خاکروب کا مبداء ایک ہی ہے۔ اس سے صاف مثال یہ ہے کہ ایک گائے ہے وہ دودھ دیتی ہے پیشاب کرتی ہے گوبر کرتی ہے تو پھر کیا دودھ

پیشاب گوبر اور گائے بھی ایک دوسری کے برابر ہیں۔ دیکھو گائے مبداء ہے دودھ پیشاب گوبر اس سے نکلے ہیں۔ ہندو لوگ گائے کی پرستش کرتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سُنا کہ کسی نے پیشاب یا گوبر کی پرستش کی ہو یا یہ کہ تمام دنیا دودھ پیتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ وہ لوگ پیشاب کو نہیں پیتے اور گوبر نہیں کھاتے جو کہتے ہیں کہ مبداء اور جو چیز اس سے نکلی ایک ہی ہوتی ہیں۔ افسوس لوگوں کی عقل کو کیا ہوا۔ اپنے روزانہ کاروبار میں دیکھتے ہیں کہ مبداء میں اور اُس چیز میں بڑا فرق ہوتا ہے جو اس سے نکلی ہو کیونکہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی نے گوبر کھایا ہو یا گوبر کی پرستش کی ہو تو پھر کیا وجہ کہ خدا تعالےٰ اور اُسکی مخلوق کو ایک ہی رنگ میں تسلیم کیا جاوے کہ پتھر کی عبادت خدا کی عبادت ہے جبکہ گوبر کی عبادت گائے کی عبادت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ تو پھر مخلوق کی عبادت خدا تعالےٰ کی عبادت کے برابر کسطرح ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی صاف مثال یہ ہے کہ ایک شخص ہے (مثلاً اُسکا نام زید ہے) اور ایک اس کا لڑکا ہے مثلاً بکر تو کیا بکر کو چاہیے کہ زید کے پاخانہ کو خوب خوش کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ بھی تو بکر کے باپ زید سے ہی نکلا ہے تو بکر کو چاہیے کہ خوب سنبھال کر زید کے پاخانہ کی حفاظت کرے کیونکہ وہ بھی تو بکر کا ایک جزو ہے۔ نیز یہ کہ بکر زید کے بیج سے پیدا ہوا ہے اسلیے زید کی بیوی سے (جو بکر کی ما) بکر کو صحبت کر لینی چاہیے کیونکہ بکر کا مبداء زید ہے اور مبداء جو کچھ اس سے نکلے بقول معترض یکساں ہوتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مبداء سے نکلی ہوئی دو چیزوں میں بڑا فرق ہوتا ہے تو مبداء اور نکلی ہوئی چیزوں کا کہاں تک فرق ہونا چاہیے۔ ان مثالوں سے خوب معلوم ہو گیا کہ مبداء اور مخلوق ایک چیز نہیں ہے۔ بہر حال بُت پرستی ہر طرح سے ناجائز ٹھہری اگر یہ بات تسلیم کی جاوے کہ مبداء اور مخلوق ایک ہی ہیں تو پھر کسی چیز کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف خدا تعالیٰ کی ہی عبادت کرنی چاہیے جو عبادت کے لائق ہے پھر خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَ قَالَ تَعَالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا یعنی شرک کرنا بڑا ظلم ہے اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اسکے سوا جسکو چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہے۔ اے نام کے مسلمان سچ بتا کہ اگر اسی بُت پرستی کا نام شرک نہیں تو اور کیا چیز شرک ہے پھر فرماتا ہے فَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ تو جب تو بُت پرستی کا

نام خدا پرستی رکھتا ہے تو پھر اس آیت کے کیا معنے ہیں وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ ذرا بتا تو سہی وہ کونسی چیز ہوتی ہے کہ جسکی خدا تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے جبکہ بُت پرستی کو اس سے علیحدہ کر لیا جاوے - قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہی بُت پرستی ہے اسکے سوا کوئی نہیں اور یہی اول درجہ کا شرک ہے اور یہ بڑا ظلم ہے - لیکن میں اپنے مضمون کو طول دینا پسند نہیں کرتا اسلیے اسبات کو یہانتک ہی چھوڑتا ہوں +

معترض خدا فرماتا ہے میں نے انسان اپنی شکل پر پیدا کیا +

الجواب سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ یعنی خدا تعالےٰ پاک ہے اس چیز سے جو وہ صفتیں کرتے ہیں یعنی یہ جو شکلیں وغیرہ قائم کرتے ہیں خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کیونکہ اگر شکل تسلیم کیجاوے تو پھر اُسکے لیے کوئی معین جگہ بھی تسلیم کرنی پڑے گی حالانکہ وہ تو ہر جگہ حاظر و ناظر ہے - جب اُسکی کوئی شکل ہی نہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اُسکی کوئی مثال ہی نہیں تو پھر اُس نے اپنی کس شکل پر انسان کو پیدا کیا وہ کہاں سے شکل آئی +

اسلام اس بات کے ماننے کے لیے ہرگز ہرگز طیار نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہ افترا ہوگا کہ خدا تعالےٰ کی کوئی شکل معین کی جاوے - ہاں ایک حدیث ضرور ہے جسکا ترجمہ لوگوں نے غلطی اور بد اندیشی سے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس حدیث کے یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا کیونکہ ایسے معنے کرنے سے خدا تعالیٰ کی شکل تسلیم کرنی پڑتی ہے اور یہ بڑا کُفر ہے - چونکہ یہ ضروری ہے کہ حدیث شریف کے وہ معنیٰ کیے جائیں جو قرآن شریف کے مخالف نہ ہوں اسلیے اس حدیث کے معنی ایسے نہیں کرنے چاہییں جس سے کفر لازم آے بلکہ وہ معنی کرنے چاہییں جو مخالف قرآن کریم نہ ہوں - ایسے معنے جو قرآن کریم کے مخالف نہ ہوں اس حدیث کے بہت سے ہو سکتے ہیں جنمیں سے ایک دو معنے بیان مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں - اوّلاً یہ کہ صُوْرَتِہٖ میں ہ کی ضمیر کو آدم کی طرف راجع کرو تو اسکا ترجمہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی اپنی شکل پر پیدا کیا یعنی جیسی آدم کی شکل چاہیے تھی ویسی بنائی - اس صورت میں معنی صاف ہو جاتے ہیں - ثانیاً یہ کہ اگر ہ کی ضمیر خدا تعالیٰ کی طرف پھیری جاوے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی تصویر (نقشہ) کے مطابق بنایا یعنی جیسی صورت اللہ تعالیٰ نے آدم

کے لیے تجویز کی تھی اُسکے مطابق بنایا جیساکہ ہم کہدیا کرتے ہیں کہ فلاں مکان میرے نقشہ کے مطابق ہے
بعض کے نزدیک عَلٰی صُوْرَتِہٖ کے معنی عَلٰی سِیْرَتِہٖ کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے
اوصاف پر پیدا کیا ہے جس کی تفصیل کتب کلامیہ اسلامیہ میں ہے +

اس حدیث کے علاوہ کوئی مقام نہیں جو اسبات کی طرف اشارہ بھی کرے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو
اپنی شکل پر پیدا کیا صرف ایک حدیث ہے جسکا ترجمہ غلطی سے کیا گیا ہے میں بتلا چکا ہوں کہ اسکا ترجمہ
بہت عمدہ اور صاف قرآن کریم کے مطابق ہو سکتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ وہی ترجمہ بحال رکھا جاوے جو
قرآن کریم کے برخلاف ہو

معترض اگر ہم اسلام کی گہری اور باریک تہ تک بھی پہنچ جائیں اور اخیر درجہ پر بھی چلے جائیں
تو ہمیں خدا کے سوا دوسرا اور کوئی معلوم نہیں ہوتا یہ سب کرشمے سب کام سب طاقتیں اور تمام شکلیں خدا
ہی کی ثابت ہوتی ہیں ایسی حالت میں ہندوونکو بُت پرست کہنا اسلام کے خلاف ایک عملی کارروائی ہے

الجواب اس عبارت کا مطلب اُس عبارت کے مطلب کے جو پہلے سوال میں درج ہے بالکل مطابق
ہے - اس لیے میں اس لمبے جواب کو دُہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا - ہاں اسجگہ معترض نے یہ بات زیادہ کردی ہے
کہ ایسی حالت میں ہندوونکو بُت پرست کہنا اور بتلانا اسلام کے خلاف ایک عملی کارروائی کرنا ہے -
اے نام کے مسلمان سچ بتا کہ آیا یہ آیت قرآن کریم میں ہے کہ نہیں وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا
لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اگر ہے تو پھر يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے کیا معنے اگر اسکے معنی بُت
پرستی کرتے ہو تو پھر یہ تو بتائیے کہ ہمنے اسلام کے برخلاف کونسی عملی کارروائی کی کیا ایک آیت کے مطابق
عمل کرنا اسلام کے خلاف عمل کرنا ہوتا ہے - شرم ! شرم !! شرم !!!

معترض میں بھی زور سے کہونگا کہ مسلمان بھی عمارت پرست ہیں کہ خدا کو سب جگہ مانتے ہوئے
پھر ایک جگہ پر ایک خاص مقام کی طرف سجدہ کرتے ہیں +

الجواب اسکا جواب اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیا گیا ہے مگر مخالفین اسلام بھی اس اعتراض کو
دُہراتے ہوئے نہیں تھکتے - ہر روز نئے پیرایہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے اور یہ اسلیے کیا جاتا ہے کہ مخالفین
اسلام جانتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر اہل اسلام کو بُت پرست کہا جا سکے - صرف
یہی مسئلہ ہے - گو جیساکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں اسکا جواب بہت دفعہ دیا جا چکا ہے اور اب ضرورت نہیں

کہ اس کے متعلق کچھ لکھا جاوے مگر چونکہ یہ سوال ایک مصنف مسلمان کے قلم سے نکلا ہوا ہے اسلیے کچھ مختصر طور پر اس کا جواب بھی عرض کرتا ہوں *

تمام مذاہب اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خالق حقیقی کی عبادت کرنی چاہیے اس میدان میں بھی سب سے آگے اسلام نے ہی قدم رکھا ہے کیونکہ اسلام کا خدا فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی انسان کی پیدایش کی غرض یہ ہے کہ اپنے حقیقی خالق کی عبادت کی جاوے۔ الغرض اس مسئلہ میں کسی مذہب کو اختلاف نہیں کہ خدا تعالےٰ کی عبادت ضروری ہے فرق ہے تو صرف اسبات میں ہے کہ وہ عبادت کس رنگ میں کی جاوے۔ ہاں یہ بات کہ کس رنگ میں عبادت کی جاوے واقعی قابل غور ہے کیا یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص جسطرح چاہے عبادت کرے نہیں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر انسان کو اجازت دیجاوے کہ جسطرح جسے چاہے عبادت کرے تو ممکن ہے کہ کوئی زناکاری کو عبادت سمجھے جیسا کہ ہندوؤں کا ایک فرقہ کرتا ہے یا کوئی شراب خوری کو عبادت میں داخل کرلے جیسا کہ عیسائی عشاء ربانی کے وقت کرتے ہیں اسلیے ضروری ہوا کہ جس کی عبادت کرنی چاہیے وہ خود ہی بتاوے کہ میری عبادت اسطرح کیونکہ جب انسان اپنے دوسرے بھائی کے دل کے حالات کو معلوم نہیں کرسکتا تو اُس وراء الوراء ہستی یعنی خدا تعالیٰ کے منشاء کو کسطرح معلوم کرسکتا ہے اسواسطے ہم خدا تعالےٰ کو بھی کسی طرح خوش نہیں کرسکتے جبتک کہ وہ خود نہ بتاوے کہ میری اسطرح عبادت کرو۔ اس عبادت میں ایک عبادت کا نام نماز ہے جو خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے پڑھی جاتی ہے اس کا نام معترض عمارت پرستی رکھتا ہے۔ افسوس مخالفین اسلام کو کیا ہوا کاش کہ یہ لوگ سوچتے اور کچھ غور کرتے کہ اہل اسلام کیوں بیت اللہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ ایک تو یہ اعتراض ہے۔ دوسرا یہ بھی کہ جب زمین پر سجدہ کرتے ہیں تو ایک ظاہر پرست خیال کرسکتا ہے کہ فرش کو سجدہ کرتے ہیں دوسرے اعتراض کا جواب ذرا مختصر ہے اسلیے میں پہلے عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ خدا تعالےٰ نے اپنی خوشنودی کا ایک طریقہ فرمایا ہے تو ہمیں اُسکی خوشنودی کیلیے وہی کرنا چاہیے جو کچھ کہ وہ فرماوے ہوسکتا تھا کہ خدا تعالیٰ فرما دیتا کہ سجدہ کے وقت اپنی پیشانیوں کو درختوں سے لگاؤ یا آسمان کی طرف کرو۔ بہرحال مخالفین اسلام کو اعتراض کی گنجایش ہوتی اسلیے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تم کو وہ راہ بتلاتے ہیں جسپر کوئی اعتراض نہ ہوسکے کیونکہ یہ طریق تمھاری فطرت کے مطابق ہے۔ غور کرو کہ جب ایک معزز آدمی کسی جگہ کھڑا یا بیٹھا ہو تو دیکھو کہ ایک رذیل آدمی اُسکی عزت کے لیے اپنے سر کو کہاں تک جھکاتا ہے

اس کا جواب معترض صاحب کو بھی دینا پڑے گا کہ وہ زمین پر رکھے گا اور اسطرح وہ عاجزی ظاہر کریگا کیا معترض صاحب اسوقت یہ کہنے کے لیے طیار ہوں گے کہ وہ اس معزز کے لیے نہیں جھکتا بلکہ زمین کیطرف جھکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم اس بات کے اظہار کے لیے کہ اے ہمارے مالک ہمنے تیری رضا میں یہ سر دیدیا ہے اس سر کو زمین پر رکھیں تو کیا یہ زمین کو سجدہ کرنا ہوا اور اُس رذیل کے سجدہ کرنیکو اجہل سے اجہل انسان بھی زمین کو سجدہ کرنا نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ شخص اس معزز آدمی کی عزت کیلیے کر رہا ہے۔

اب رہا یہ اعتراض کہ مکہ کی طرف کیوں مُنہ کیا جاتا ہے جیسا کہ میں ظاہر کر آیا ہوں ضروری تھا کہ خدا تعالےٰ خود فرماتا کہ تم نماز کے وقت فلاں طرف مُنہ کیا کرو۔ اگر خدا تعالےٰ کوئی سمت مقرر نہ کرتا تو ہر روز مسلمانوں کے درمیان فساد ہوتا۔ کوئی کہتا ہم اس طرف منہ کرینگے کوئی کہتا نہیں ہم تو اس طرف مُنہ کرینگے اور ایسا فساد ہوتا کہ خون بہ جاتے اسلیے خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ خود سمت مقرر کردی اور ہمیشہ کے لیے اختلاف کو مٹا کر ایسا اتفاق پیدا کیا ہے جو تمام دنیا کے لیے نمونہ ہے کہ اہل اسلام کے درمیان کیسی ہی دشمنی کیوں نہو لیکن نماز کے وقت سب اکٹھے یک جا ایک طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ چاہتا تو کہدیتا کہ مشرق کی طرف مُنہ کیا کرو یا مغرب کی طرف لیکن کیا مخالفین اسلام پھر یہ اعتراض نہ کرتے کہ یہ سمت کیوں مقرر کی ہے اسلیے فرمایا کہ مکّہ کی طرف منہ کرو تا کہ تم پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَقَالَ تعالےٰ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے مکہ کو برکت والا گھر بنایا ہے اسمیں ایک عالم کے لیے ہدایت ہے اور اسمیں آیات بینات ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت کا گھر بنایا ہے جو لوگوں کے لیے آرام گاہ ہے اسکے چند ثبوت میں بیان کرتا ہوں (۱) تاریخ گواہی نہیں دیتی کہ جو ایک قوم ایک ملک ایک نسل کے نزدیک عزت کا مقام ہو وہ دوسری قوم دوسرے ملک دوسری نسل کے نزدیک عزت کا مقام ہو مثلاً گنگا صرف ہندوؤں کے لیے معزز مقام ہے دوسرے کسی ملک کے لیے نہیں اور نہ کسی دوسری قوم کے لیے اور نہ پہلی نسلوں کے نزدیک تاریخ بتلاتی ہے کہ آریا ہندوؤں نے زمانہ شجاعت میں وادیٔ گنگا میں کیا کچھ کشت و خون نہیں کیا۔ کیا انھوں نے کوئی کسر چھوڑی ہے

یا یہ کہ بیت المقدس تمام دنیا کے عیسائیوں کے نزدیک عزت کی جگہ ہے دیکھتے ہو کہ آج عیسائیوں کی کہاں تک طاقت ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں ہو سکا کہ مسلمانوں سے لے لیں ۔ پارسیوں کے آتشکدہ آج کہاں ہیں ۔ الغرض جو مقام ایک قوم کے نزدیک ایک سلطنت کے نزدیک عزت کا گھر ہوتا ہے دوسری سلطنت کے وقت میں وہ قابل عزت نہیں رہتا وہ احکم الحاکمین قادر فرماتا ہے کہ ہم بھی ایک جگہ کو عزت والا گھر بناتے ہیں کوئی اسبات کو غلط تو کر کے دکھلائے بوناپارٹ کہاں کہاں تک گیا مگر مکہ کی طرف رُخ نہیں کر سکا ۔ سکندر اعظم یونان سے ہند تک پہونچا مگر مکّہ میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا ۔ انگریز کہاں کہاں دنیا کے کنارہ پر پہنچے مگر یہ نصیب میں نہیں کہ کہیں مکہ مدینہ میں داخل ہو سکیں ۔ یہ کیوں ہوا ۔ یہ اسلیے ہوا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت کا گھر بنا دیا تو پھر کسطرح ممکن ہے کہ اسپر دنیاوی بادشاہ قابض ہو جائیں ۔ دیکھو اہل اسلام کا مرجع یعنی مکہ مسلمانوں کے پاس ہے عیسائیوں کا مرجع بیت المقدس مسلمانوں کے پاس ہے ۔ پھر ہندوؤں کے تیرتھ عیسائیوں کے پاس ہیں گویا تمام دنیا سے اعلیٰ اسلام ہی ہے ۔ ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے اگر تم دنیاوی طور پر اسلام کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو ۔ باوجودیکہ کہا جاتا ہے کہ آج اسلام گری ہوئی حالت میں ہے پھر بھی دیکھ لو کوئی مذہب و ملت نہیں جو اسلام کے ماتحت نہیں کیونکہ جب انکا مرکز ماتحت ہوا تو وہ خود بھی ماتحت ہوئے ۔ یہ بڑی بھاری نشانی ہے غور کر کے دیکھو سلطنتیں ۔ قومیں ۔ نسلیں بدل گئیں مگر مکّہ ویسا ہی عزت کا گھر رہا ۔ یہی بات تو ہے جو خدا تعالیٰ کی قدرت نمایاں ظاہر کرتی ہے کاش کہ دنیا غور کرے کہ یہ نشان ہر وقت زندہ اور قادر مطلق خدا تعالیٰ کو دکھلا رہا ہے +

(۲) ہاجرہ علیہا السلام وادیِ غیر ذی زرع (مکہ) میں اکیلی چھوڑی گئی تھیں ۔ جب اُنھوں نے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو خدا تعالیٰ نے اسی وادیِ غیر ذی زرع کو تمام جہان کا مرکز بنا دیا ۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ ہر وقت ہماری سامنے زندہ نشان رہے اگر دنیا ہمکو علیحدہ کر دے تو ہم گھبرائیں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں خدا تعالیٰ ہماری خود مدد کریگا اور آخر کار حضرت ہاجرہ کی طرح ہمیں بھی اپنی گود میں لیگا ۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے نکالا گیا ۔ مگر دیکھو عاقبت کس کے لیے ہوئی ۔ مکہ والوں کیلیے یا رسول کریم کے لیے ۔ وہ کون تھا جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ اسی مکّہ میں داخل ہوا جہاں سے نکالا گیا تھا

وہ کون تھا جس نے کہا کہ اے مکہ والو تمھارے ساتھ کیا کیا جاوے اور کس نے کہا کا تثریب علیکم الیوم یہ نشان ایک عقلمند کی توجہ کو اسلام کی طرف کسطرح کھینچتا ہے کہ سچے کی کتنی ہی مخالفت کیوں نکیجاوے آخرکار سچا آدمی فاتح و منصور ہوتا ہے۔ پھر یہ نشان نبی کریم کی صداقت کو کسطرح ظاہر کرتا ہے۔

(۴) خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ یعنی توحید کا پہلا گھر جو دنیا میں بنایا گیا ہے وہ بیت اللہ شریف ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی توحید کا گھر نہیں ہے اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی ہے تو بتلاوے کہاں ہے اسکا نام کیا ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ بیت المقدس توحید کا گھر ہے۔ مگر یاد رہے کہ بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنا۔ اور یہ مسلمہ بات ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت سلیمان سے پہلے تھے۔ چونکہ بیت اللہ ہی سب سے پہلا توحید کا گھر ہے اسلیے خدا نے مکہ شریف کو

الحال میں مندرجہ بالا چار نشانوں کی طرف اشارہ کرکے اسلام کے ثبوت کو ختم کرتا ہوں کہ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ عقلمند کے لیے کافی ہے۔ جو کچھ کہ میں نے مختصراً بیان کیا ہے اگر سوچنے والا کوئی ہے

الغرض خدا تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو اسلیے کعبہ مقرر کیا ہے کہ دنیا غافل نہ ہو جاوے اسکے سامنے ہر وقت خدا تعالیٰ کی قدرت والے ہاتھ کا نشان موجود ہے والا اسلیے نہیں کہ مکہ کی پرستش کی جاوے فتدبر

معترض ہمیں شک کرنا کفر ہے کہ خدا سب جگہ موجود ہے اور اسکی کوئی شکل نہیں +

الجواب کاش پہلے بھی کہا ہوتا تا ناظرین کو دوسرے سوال اور اس کے جواب کے پڑھنے کی تکلیف نہ ہوتی اب کسطرح کہتے ہو کہ کوئی شکل نہیں۔ پہلے تو فرماتے تھے کہ اللہ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور یہ فرماتے ہیں کہ تمام چیزیں خدا ہی کی شکل ہیں۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد +

معترض جب پوجا یا عبادت کا سوال اٹھتا ہے تو ضرور ایک خاص مقام یا تصویر کا مبارک نشان سامنے رکھا جاتا ہے

الجواب یہ بالکل غلط سوال ہے کہ عبادت کیوقت تصویر کا آنا دلمیں ضروری ہے یہ ایک مشرک کی فطرت ہے مومن کی فطرت کا یہ تقاضا نہیں جیساکہ ہم دنرات دیکھتے ہیں جب ہم خود ایک چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اسکا انکار کسطرح کردیں ہم تو ہر وقت دیکھتے ہیں کہ عبادت کیوقت کبھی بھی تصویر کو سامنے رکھنے کی ضرورت نہیں مشرکو نکو یہ سوال کرنے کی خوب پریکٹس ہوگئی ہے کہ دل کے تسلیم کرنے کے لیے ایک شکل کی ضرورت ہے۔ بھلا میں دریافت کرتا ہوں کہ ہوا کی کیا صورت ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ ایتھر کی کیا شکل ہے۔ جب تم ان باتوں کو تسلیم کرتے ہو کہ یہ دونو چیزیں دنیا میں موجود ہیں یہی نہیں بلکہ کہتے ہو کہ اگر ہوا ایک منٹ نہ ملے تو انسان کا خاتمہ

ہو جاوے پھر بھی اُس کی شکل نہیں دکھا سکتے تو کس طرح ممکن ہے کہ اُس وراء الورا ہستی کو کسی شکل میں دیکھلو- اسوقت مجھے ایک کہانی یاد آئی ہے- ایک فقیر سے کسی کی بحث ہوگئی کہ خدا تعالیٰ ہے کہ نہیں بحث کنندہ نے فقیر کو کہا اگر خدا تعالیٰ موجود ہے تو مجھے دکھلا فقیر نے ایک ڈھیلا اُٹھا کر اسکے سر پر مارا بحث کنندہ قاضی کے پاس گیا قاضی نے فقیر کو بُلا کر کہا کہ تُمنے اسکے سوال کا جواب تو نہیں دیا اُلٹا اس کے سر پر ڈھیلا مارا- فقیر نے کہا کہ حضور اسکے سوال کا یہی جواب تھا قاضی نے کہا کسطرح فقیر نے کہا یہ مجھے درد دکھا وے کہاں ہے میں اسکو دکھلا دوں گا کہ خدا کہاں ہے- یہ بالکل سچ ہے جب ہم روزمرہ اور ہر لمحہ ایسی چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کی شکل ہمنے کبھی نہیں دیکھی اور نہ دیکھ سکتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے اگر خدا تعالیٰ کو بھی بغیر شکل کے مان لیا جاوے +

معترض- میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ مورتی پوجا کے بغیر کوئی بھی خدا کو پا نہیں سکتا +

الجواب یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ بُت پرستی کے سوا کوئی خدا کو پا نہیں سکتا اور یہ ہرگز ہرگز کسی مسلمان کا کلمہ نہیں ہے سوائے ایک خاص فرقہ کے تمام دنیا بڑے زور شور سے چلا کر کہتی ہے کہ مورتی پوجا کرنیوالا ایک خدا کو پا ہی نہیں سکتا بلکہ خدا تعالیٰ کو وہ پاتا ہے جو بت پرستی سے سخت بیزار ہو جبکہ اکثر دنیا یا یوں کہو کہ قریبًا تمام دنیا یہ گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا ایک خدا کو پا ہی نہیں سکتا- (جیسا کہ سوائے سناتن دھرم والوں کے ہر ایک فرقہ اور ہر ایک مذہب کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے اور جسکا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا) تو پھر کیا وجہ ہے کہ صرف ایک خاص فرقہ کی رائے کو ایک خاص وقعت دیجاوے جبکہ وہ فرقہ کوئی عملی نمونہ بھی پیش نہیں کر سکتا حالانکہ دوسرا فریق جو کثرت سے ہے بہت سے نمونے پیش کرتا ہے- اے نام کے مسلمان سچ بتا کہ تو اپنے آپکو کسطرح مسلمان کہہ سکتا ہے جبکہ اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے ضروری اصول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تسلیم کرنے سے ڈرتا ہے بلکہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایسا کرنیوالا خدا کو پا ہی نہیں سکتا- اور بتا تو سہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بُت کی پوجا کی تھی جسکو تو بھی خدا تعالیٰ کا سب سے پیارا نبی مانتا ہے اور تو انکی اُمت میں ہونیکا فخر کرتا ہے- یاد رکھ کہ آجکل بھی خدا تعالیٰ نے تیرے جیسوں کے لیئے اپنا ایک پیارا بھیجدیا ہے جسکا نام مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ہے- دیکھو وہ بت پرستی سے کتنا بیزار ہے- پھر دیکھو کہ کسطرح تمام دنیا کو للکار کر کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں- میںنے خدا تعالیٰ کو پالیا ہے اور خوب پالیا ہے اگر تم خدا تعالیٰ کو

پانا چاہتے ہو تو آؤ میں تمھیں راہ دکھاؤں۔لیکن اس کوچہ میں داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ بُت پرستی مت کرو۔اگر تجھے یقین نہیں تو ذرا آنکھیں کھول اور دیکھ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور زمین و آسمان اُس کی تصدیق کے لیئے کیا کیا نشان دکھارہے ہیں۔

اب میں اپنی تحریر کو بند کرتا ہوں۔صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر پھر ضرورت پڑی تو اسپر مفصل بحث کی جاوے گی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ ہمکو وساوس شیطانی سے بچا ✦

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ

عبدالرحیم از دارالامان قادیان
۱۰ فروری ۱۹۰۶ء

اخوتِ اسلامی

اللہ تعالیٰ کے لیئے حمد ہو جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا اور اُسکا پالنے والا ہے۔وہ ذات کیا ہی عالی شان اور بابرکات ہے جو اس تمام عالم کو جسکو ہم دیکھ سکتے ہیں اور جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے پرورش کر رہی ہے۔اور تمام موجودات جس میں ہم خود بھی داخل ہیں اپنی بقا کے لیئے اُس مبداء الفیوض کی ایسی ہی محتاج ہے جیسی اپنی پیدایش کے وقت تھی اور اُسکی ربوبیت کے فیوض اب بھی اگر ایک لمحہ کے لیئے ہم سے علیحدہ ہو جائیں تو ہم تمام نیست و نابود ہو جائیں اور وہی حالت ہو جائے جو کبھی اس مخلوق کے ہونے سے پہلے تھی۔جب ہم اللہ کی مخلوق پر نظر دوڑاتے ہیں اور اسکے خالق و ربّ کی طاقت و علم کا تصور باندھتے ہیں اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُس محسن حقیقی نے ہر ایک چیز کو اُسکی پیدایش کے بعد کسطرح اُسکے مناسب حال اور مفید مطلب اعضاء اور قویٰ اور اندرونی اور بیرونی اسباب سے مہیا کر دیا ہے جس سے وہ اپنی ہستی کو قائم رکھ سکے اور پھر کسطرح ہر ایک چیز کو ان اسباب سے فائدہ اُٹھانے اور اُن سے بچنے کی ہدایت کر دی ہے تو ہماری روح بے اختیار سجدہ کر اُٹھتی ہے اور اُس قادر مطلق اور محسن حقیقی کے

سامنے رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر اُس کے مناسب حال اعضاء (اور قویٰ دیکر اُن کے استعمال کرنے کی ہدایت بھی کردی) پڑھتی ہوئی گر جاتی ہے۔ اور ایک ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس کے سامنے تمام لذات ہیچ ہو جاتی اور پھیکی پڑ جاتی ہیں۔ پھر اُس کے یہ انعامات جسمانیت تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ جسطرح اُس نے جسم کی پرورش کے لیے اپنی رحمانیت سے لاانتہا اسبابوں کا ایک سلسلہ پیدا کر دیا ہے اسی طرح روح کی پرورش کے لیے بھی روحانی اسباب پیدا کیے ہیں اور یہ دونو سلسلے ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور دونو ایک دوسرے کے مطابق ایک ہی طرز پر چلتے ہیں۔ جسطرح اللہ تعالیٰ نے ظاہری ہدایت کے لیے سورج چاند وغیرہ ستارے بنائے ہیں اور جانداروں کی پرورش کے واسطے وقت پر بارش کرتا رہتا ہے اور ہوا اور پانی کے انتظام کر دیے ہیں اسی طرح اس پاک ذات نے روح کی ہدایت اور پرورش کے لیے ملائکہ اور کتب اور رسل اور الہامات کی بارش کا انتظام کر دیا ہے اور یہ تمام چیزیں بحیثیت مجموعی ایک سلسلہ کے رنگ میں روح اور اُس کے رب کے درمیان ایک شفیع کا کام کر رہی ہیں ہاں جسطرح ظاہری نظام میں سورج سب سے زیادہ مفید اور روشنی دینے والا ہے اسی طرح ہمارا آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کا سردار ہے ہر ایک قسم کی برکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں پس بابرکت ہے وہ جسکو اُس نے پڑھایا اور جس نے اُس سے پڑھا وہ تمام نبیوں اور راستبازوں کا سردار ہے اور یہ محض فخر سے بیان نہیں ہے بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار ہے +

اللہ تعالیٰ کا کام اور کلام اسبات کی شہادت دے رہے ہیں اور اُسکا قول و فعل اسبات پر مہر کر چکا ہے اور عقلمند کے لیے انکار کرنے کی گنجایش نہیں رہی وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

اور اللہ تعالیٰ نے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ فرما کر بتایا کہ پہلے تمام راستبازوں کے کمالات حضور علیہ الصلوۃ والسلام میں جمع ہیں اور حضور کے اصحاب کی تعداد پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے برابر تھی اور خاتم النبیین کہکر بتایا کہ کمالات نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے ہیں آیندہ جو انعامات دیے جائیں گے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور غلامی سے حاصل ہونگے اور کوئی متکبر سانپ اس باغ الٰہی میں داخل نہیں ہو سکے گا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ طوعاً و کرھاً ماننا پڑیگا اُسکے تمام کام بڑی حکمت اور علم پر مبنی ہوتے ہیں۔ اپنے سے اعلم کی بات پر اعتراض کرنے سے

سوائے ندامت اور خواری کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ ادب سے پوچھنے والے کو علم دیا جاتا ہے اور گستاخ اور متکبر کا منہ راہ ہدایت سے پھیر دیا جاتا ہے اُس سے کون پوچھ سکتا ہے کہ تو نے سورج کو اسقدر روشن کیوں بنایا جو اُس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہی سوال کرے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے) اُسنے اپنے فضل سے اُس خاتم النبیین پر کتاب بھی ایسی نازل کی جو خاتم الکتب ہے اللہ تعالیٰ نے فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ فرما کر بتا دیا کہ یہ کتاب تمام جہان کی صداقتوں پر مشتمل ہے اور روحانیت میں کوئی ایسا سچا اصول نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا جو قرآن شریف میں نہ پایا جاوے امام وقت مسیح موعود عَلَيْهِ السَّلَام نے دنیا کے سامنے بڑے زور سے یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ کوئی مخالف اسلام کوئی سچی بات جو توحید الٰہی اور روحانی ترقی اور بعد الموت رضوان الٰہی کا باعث ہو ہمارے سامنے لاوے وہ ہم قرآن کریم سے نکالکر دکھا دینگے۔ وہ کتاب کیا ہی پیاری ہے جسکی صفت میں آیا ہے لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (نہ باطل اُسکے آگے آسکتا ہے اور نہ اُسکے پیچھے سے کیونکہ یہ بڑے مقتدر حکیم حمید خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے) اب جیسا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوۃ کے تمام کمالات کا جامع ہے اور جو کتاب اسپر نازل ہوئی وہ تمام ہدایتوں اور صداقتوں کی جامع ہے اسی طرح جو ہدایت ان کے ذریعہ دنیا میں ہوئی ہے وہ ہدایت بھی سب سے اعلیٰ ہے اور اُسکا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے میں نے اس مضمون میں ارادہ کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باہمی تعلقات کی اصلاح کی ہے اسمیں سے کچھ نمونہ کیطور پر پیش کیا جاوے اور جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر ہے اُس سے اُسکی نظیر مانگی جاوے اور یہ ثابت کیا جاوے کہ اسلام نے جو کچھ حقوق عباد اور ان کے باہمی تعلقات جنکو قرآن شریف نے بعض جگہ میں لفظ اخوّت سے تعبیر کیا ہے۔ سب سے اعلیٰ او راتم اور اکمل ہیں۔ اگر کبھی سچی اخوت دنیا میں ہوئی ہے تو وہ اسلام کے اصولوں کی تابعداری کا نتیجہ ہے۔ اور آیندہ اگر دنیا کی قسمت میں عالمگیر اخوت لکھی ہوئی ہے تو وہ اسلامی اصولوں پر چلنے سے حاصل ہوگی اور یہ کہ صرف اسلامی اصول ہی ایسے ہیں جو اعتراضوں اور تنقید کی چکّی کے نیچے بھی ثابت رہ سکتے ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان تمام پر انسان انشراح صدر سے عمل کر سکے اور جو انسانی فطرت کے خلاف نہیں

ہیں کیونکہ فطرت اور اسلامی احکام ایک ہی خالق کے بنائے ہوئے ہیں - اسجگہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے دلکو کھولدے اور میرا کام مجھپر آسان کردے اور میری کمزوریوں کو دور کردے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کی توفیق دے جو کچھ کہ میں لکھوں ناظرین اُسے سمجھ جائیں اور انکے لئے مفید اور بابرکت ہو - اے اللہ میرا علم و بیان دونو ناقص ہیں مگر تیرے کلام احکام نقصوں سے پاک اور منزہ ہیں مجھے غلطی سے بچا اور سیدھے راہ کی ہدایت فرما -

اسبات کو سمجھنے کے لیے کہ اسلام نے آکر دنیا میں کیا کچھ کیا اور کیا کچھ کر سکتا ہے ہمیں ضروری ہے کہ عرب کی حالت قبل از اسلام پر تھوڑے وقت کے لیے غور کریں اور دیکھیں کہ اُس سوسائٹی کی کیا حالت تھی جس کی سب سے پہلے اسلام کو اصلاح کرنی پڑی اور اُس بیمار کی حالت کیسی خطرناک تھی جسپر اسلام کا نسخہ پہلی دفعہ تجربہ کیا گیا اور اُس نے کلی شفا پائی پھر صرف شفا یہی بس نہیں کی بلکہ اسکو ایسا مضبوط و توانا کر دیا کہ تاریخ اُسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے - جسوقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرسل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے پاک مذہب اسلام کی تبلیغ شروع کی اسوقت کی حالت پر اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ اُس حالت کا نام تمام زمانوں کے تمام لوگوں نے متفق الرائے ہو کر زمانہ جہالت رکھا اور غیر اقوام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالاتفاق اُمّی (جس نے ماں کے پیٹ سے نکلکر کچھ نہ سیکھا ہو) کا خطاب دیا اُن کی روحانی اور اخلاقی تباہی اور اُن کی جہالت درندگی اور وحشت جس کے ہونے سے وہ انسانیت کے درجہ سے گر چکے تھے قرآن کریم اسطرح بیان فرماتا ہے

اِنَّآ اَنزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ - (تحقیق ہمنے نازل کیا اسکو سخت اندھیری رات میں) چونکہ قرآن کریم اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا مخاطب ہے اسواسطے یہ رات کا فتویٰ بھی تمام جہان کے لیے ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے .

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (تمام جہان خشکی اور تری پر فساد ظاہر ہو چکا) اور تمام اقوام خواہ اُن کے پاس آسمانی کتاب ہو یا نہیں خواہ مہذب ہے یا غیر مہذب مفسد ہو چکی ہیں - لیکن اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ اس سیل ضلالت کا سب سے بڑا گرداب عرب کی تاریک و تار سرزمین میں پڑتا تھا -

اُن کے ہر ایک کام میں اُن کے ہر ایک کلام میں اندھیر پڑا ہوا تھا اُن کی ہر ایک رسم و رواج

اندھیری اور تاریک رات کی فرزند تھی اور اسی کی گود میں اُنھوں نے پرورش پائی تھی اور اُس وقت تک خوب مضبوط ہو چکی تھے - موسیٰ کا ید بیضا، اُن کی ظلمت کو دور نہ کر سکا اور مسیح اُن کے مُردوں میں زندگی کی روح نہ پھونک سکا۔ توریت کی توحید اُنکو بُتوں کی غلامی سے آزاد نکر سکی یونان اور ایران کی تہذیب نے اُنپر کچھ اثر نہ ڈالا - اللہ کی کرُسی پر اُنھوں نے اتنے بتوں کو بٹھا رکھا تھا کہ ہندوؤں کے بتوں کی طرح اُنکو گننا یا اُن کے ناموں کی فہرست دینا یا اُن کے طرز عبادت کو بیان کرنا ایک بیجا و فضول کوشش ہو گی جس کا نتیجہ ناکامی ہے - یہی سب سے پہلی اور بڑی غلطی تھی جس میں تمام قوم مبتلا ہو چکی تھی - الٰہ واحد کے چھوڑ دینے سے اُنمیں وحدت کالعدم ہو گئی تھی اور جب اُنکو کہا گیا کہ حقیقی اللہ ایک ہی ہے تو اُنھوں نے تعجب سے کانوں پر ہاتھ دھرے اور اپنی حیرانی کا اسطرح اظہار کیا اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (انھوں نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی بنا دیا ہے تحقیق یہ بڑی عجیب بات ہے ۔

غرض مختلف بتوں کے پوجنے کے سبب سے اختلاف و نفاق اُن کے رگ و ریشہ میں دھنس گیا تھا - قوم ضد و تعصب اور بغض و عداوت سے تباہ ہو چکی تھی اُن کا جوا + و مہمان نوازی مار دھاڑ اور چوری پر ختم ہوتی تھی - اُن کے میلوں اور مجمعوں کا انجام کشت و خون ہوتا تھا اُن کے کھیلوں اور گھوڑ دوڑ کا نتیجہ لمبے اور خونریز جنگیں ہوا کرتی تھیں - ایک لڑائی جس کا نام جاہلیت کے اشعاروں میں حرب بوس ہے) کی بنیاد یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کسی کے کھیت میں چلا گیا - کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے اُس عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی - اسبات پر ۴۹۴ عیسوی سے ۵۳۴ تک برابر لڑائی ہوتی رہی - اول یہ لڑائی بنو بکر اور بنو تغلب میں شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبائل اسمیں شریک ہو گئے - ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے ایک اور لڑائی ۵۶۸ عیسوی سے ۶۳۱ تک جاری رہی - اس کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ داحس نام ایک گھوڑا تھا - گھوڑ دوڑ میں وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا ایک شخص نے آگے بڑھ کر

+ نوٹ عربوں میں یہ رسم تھی کہ قحط کے زمانہ میں جوا کھیلتے تھے اور جوے میں جو ہار جاے وہی قحط زدگان کی دعوت دے ہارنیکے بعد بسبب لوگونکے پاس دعوت کے لیے کچھ نہیں رہتا تھا اسلیے رواج ہو گیا تھا کہ جوا ہارنیوالے چوری کر کے یا ڈاکہ مار کر قحط زدوں کو دعوت دیا کرتے تھے +

(بو

اُسے بدکار دیا اتنی بات میں ایسا رَن پڑا کہ قبیلے کے قبیلے کٹ مرے اس لڑائی کا خاتمہ اُسوقت ہوا جبکہ بعض قبیلے اسلام لائے - شراب خواری زناکاری قمار بازی انسان کے فرائض منصبی کا درجہ حاصل کر چکی تھی اور ان باتوں میں وہ ایسے درجہ کمال تک پہنچ چکے تھے کہ یورپ کی موجودہ تہذیب کا اُس سے مقابلہ کرنا اس کی ہتک کرنا ہوگا - چھوت کا یہ حال تھا کہ ہمارے ہندوستان کی چھوت اگر اُسکے سامنے ہو تو مارے شرم کے مُنہ چھپائے - غرض انکی ہر ایک بات اُن کے باہمی فرق و نفاق کی طرف لیجا رہی تھی اُسپر طرہ یہ تھا کہ وہ اپنی اس خطرناک حالت سے بالکل ناواقف تھے اور اُن کی حالت بعینہ پرانی کہانیوں کے ملاحوں کی طرح تھی جن کے جہاز کو تباہ کن مقناطیسی چٹان کھینچ رہی تھی اور وہ جزیرہ کے دھوکا دہ سبزہ زار اور پھل و پھول کو دیکھ کر مست ہو رہے تھے یا اُن کی حالت ٹھیک اس بد قسمت کی طرح تھی جو سراب کو سایہ درخت اور ٹھنڈے پانی کے فوارے خیال کرتا ہے اور آخر اُن خیالی باغوں کی تلاش میں بصد حسرت اپنی جان دے دیتا ہے - جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورہ نُور میں فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۗ حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اُن کے تمام کام سُراب کی طرح ہیں جو ایک میدان میں ہے پیاسا آدمی اُسکو پانی سمجھتا ہے اُسوقت تک کہ اُسکے پاس جائے - جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی چیز نہ تھی - اور اللہ کو اُس کے پاس پاتا ہے - اللہ تعالےٰ اُسکو اُسکا حساب پورا دیدیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے) اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ

+ جس بُت کو ایک شخص پوجے دوسرا اُسے پوجنا اپنی ہتک سمجھتا تھا خواہ وہ بُت اُسی معبود کا ہو جسکی وہ خود پوجا کرتا ہے - ایک شخص کے زین یا گھوڑے کو دوسرا استعمال نہیں کر سکتا تھا کسی شخص کی ہانڈی پر اگر دوسرے غیر شخص کا سایہ پڑ جائے تو کھانا خراب ہو جاتا تھا لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ اُن کی چھوت کے ساتھ غیرت ملی ہوئی تھی - آجکل جیسی اس کی طرح یہ نہیں تھا کہ دھیلے کے گرم پکوڑے اور اُنکو ایک ٹکڑے اور گندے رومال میں ڈالکر دوکان کے چبوترہ پر سب سے علیحدہ ہو کر بیٹھ گئے تا کہ کوئی اور ساتھ نہ بیٹھ جائے +

مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا (تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے پر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اُس گڑھے میں سے نکال لیا) غرضکہ عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی جس کا تھوڑا نمونہ دکھا چکا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کا نور آیا اور تمام اندھیرا جاتا رہا اور وہ آگ کا گڑھا جس میں عرب جل رہے تھے نار ابراہیم کی طرح گلزار سے بدلگیا اور ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے وہ تمام آگ بجھ گئی اور ایسے باغ و بستان پیدا ہوگئے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں اور درخت نہایت مضبوطی سے زمین میں جڑیں پکڑ چکے ہوں اور اتنے بلند ہوگئے ہوں کہ کسی بداندیش دشمن کا تباہ کن ہاتھ نہ پہنچ سکتا ہو اور وہ اپنا پھیل بروقت دیتے رہتے ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا پ ۲۶ - ع ۱۲

وادخل الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جنّٰت تجری من تحتها الانھار خٰلدین فیھا باذن ربھم تحیتھم فیھا سلام - الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا و یضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون - (سورہ ابراہیم رکوع ۴)

ان المتقین فی جنّٰت وعیون ۵ ادخلوھا بسلام اٰمنین ۵

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (الحجر رکوع ۴)

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

کھاتے وقت خیال کرنا چاہیے کہ آج سے چھبیس یا ستائیس برس پہلے خدا تعالیٰ کا وعدہ شائع کیا گیا تھا کہ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ان سب لوگوں کے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے اِن کے آنے کی خبر بھی دی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اِن کے کھانے کے سامان بھی میں دور دور سے تیرے پاس لاؤنگا ان باتوں کو دیکھ کر کتنا خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے کہ خود بخود بغیر ہماری کوششوں کے ہر قسم کی سامان مہیا کرتا ہے

ایک روز ایک عورت نے کسی دوسری عورت کا گلہ کیا آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ بہت بری عادت ہے جو خصوصًا عورتوں میں پائی جاتی ہے چونکہ مرد اور بہت کام رکھتے ہیں اس لئے انکو شاذو نادر ہی ایسا موقع ملتا ہے کہ وہ بیفکری سے بیٹھ کر آپس میں باتیں کریں اور اگر ایسا موقع بھی ملے تو انکو اور بہت سی باتیں ایسی ملجاتی ہیں جو وہ بیٹھ کر کرتے ہیں لیکن عورتوں کو علم ہوتا ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہوتا ہے اسلئے سارا ان کا شغل سوائے گلہ اور شکایت کے کچھ نہیں ہوتا۔ ایک شخص تھا اسنے کسی دوسرے کو گنہگار دیکھ کر خوب اس کی نکتہ چینی کی اور کہا کہ تو دوزخ میں جائے گا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اُس سے پوچھے گا کہ کیوں تجکو میرے اختیارات کس نے دیے ہیں دوزخ اور بہشت میں بھیجنے والا تو میں ہی ہوں تو کون ہے اچھا جا پہلے تجکو دوزخ میں ڈالا اور یہ گنہگار بندہ جس کا تو گلہ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ ایسا ہے اور ویسا ہے اور دوزخ میں جائیگا اسکو میں نے بہشت میں بھیجدیا ہے سو ہر ایک انسان کو سمجھنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ میں ہی اُلٹا شکار ہو جاؤں

فرمایا دل تو اللہ تعالیٰ کی صندوقچی ہوتا ہے اور اُسکی کنجی اسکے پاس ہوتی ہے کسی کو کیا خبر کہ اس کے اندر کیا ہے تو خواہ مخواہ اپنے آپ کو گناہ میں ڈالنا کیا فائدہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص بڑے گنہگار ہوگا خدا تعالیٰ اُسکو کہے گا کہ میرے قریب ہو جا یہانتک کہ اسکے اور لوگوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے پردہ کر دیگا اور اُس سے پوچھے گا کہ تو نے فلاں گناہ کیا اور فلاں گناہ کیا۔ لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ گنائے گا وہ کہے گا کہ ہاں یہ گناہ مجھ سے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ اچھا آج کے دن میں نے تیرے سب گناہ معاف کئے اور ہر ایک گناہ کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب دیا تب وہ بندہ سوچے گا کہ جب ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کا دس دس نیکیوں کا ثواب ملا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کا تو بہت ہی ثواب ملیگا یہ سوچکر وہ بندہ خود ہی اپنے بڑے بڑے گناہ گنائیگا کہ الٰہی میں نے تو یہ گناہ بھی کئے ہیں

ڈائری حضرت امام الزمان

اس رسالہ میں مندرجہ بالا سرخی کے ماتحت حضور علیہ السلام کی نصائح درج ہوا کرینگے جو گھر میں عورتوں کے متعلق بیان فرمایا کرتے ہیں (ایڈیٹر)

ایک روز کسی بیمار بچہ نے کسی سے کہانی کی فرمایش کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو کہانی سنانا گناہ سمجھتے ہیں. حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ نہیں کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انحضرت صلعم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کے لئے اسکو روا سمجھتے تھے جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے اپسے دریافت کیا کہ حضرت کیا میں بھی جنت میں جاؤں گی فرمایا نہیں وہ بڑھیا یہ سنکر رونے لگی فرمایا روتی کیوں ہے بہشت میں جوان داخل ہونگے بوڑھے نہیں ہونگے یعنی اسوقت سب جوان ہونگے اسی طرحسے فرمایا کہ ایک صحابی کی داڑھ میں درد تہا وہ چھوارا کہاتا تہا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جسکو حمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا وہ بچہ رونے لگا اس بچہ کا نام امیر تہا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا امیر ما فعل حمیر اے امیر حمیر نے کیا کیا لڑکے کو قافیہ پسند آگیا اس لئے چپ ہوگیا۔ ایک بچہ کی خبر لگی کہ اس نے کوئی شرارت کی ہے یعنی آگ سے کچھ جلادیا ہے فرمایا بچوں کو تنبیہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ اگر اسوقت انکو شرارتوں سے منع نہ کیا جائے تو بڑے ہوکر اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ بچپن میں اگر لڑکے کو کچھ تادیب کی جاوے تو وہ اس کو خوب یاد رہتی ہے کیونکہ اسوقت حافظہ قوی ہوتا ہے (اسموقعہ پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب بچوں کو ہر وقت مارنے اور جھڑکتے رہنے سے بھی سخت منع کرتے ہیں ہر ایک کام ایک اندازہ تک ہونا چاہیئے مندرجہ بالا ذکر سے مراد حضور علیہ السلام کی یہ ہے کہ بچہ کو بالکل آوارہ نہیں چھوڑ دینا چاہیئے (ایڈیٹر)

ایک دن حضور علیہ السلام بیمار تھے ایک شخص کو کچھ چیزیں فواکہ کی قسم سے لانے کیلئے امرتسر بھیجا جب وہ آیا تو اسوقت حضرت کی طبیعت زیادہ ناساز تھی اسوقت ایک میوہ کی خواہش ہوئی جو اس شخص سے منگوایا تھا لیکن وہ امرتسر سے نہیں لایا تھا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ قاضی نظیر حسین صاحب تحصیلدار تشریف لائے اور وہی پھل ساتھ لائے آپ نے فرمایا ہمارے گھر کے لوگوں کو ان چیزوں کے . . . .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری نوٹ

پیشتر اسکے کہ ہم اس رسالہ کو ختم کرین - ہم چاہتے ہین کہ ناظرین کو اطلاع دین - کہ ۳۲ صفحے کے بعد کیون بار بار اور ۲ صفحہ لکھا گیا ہے - اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمنے یہ ارادہ کیا ہے کہ رسالہ اسطرح چھاپا جایا کرے کہ اس رسالہ کی . . . . کچھ مدت بعد الگ الگ کتابین بنجایا کرین - اور یہی وجہ ہے کہ ہر چہار آخری مضامین کے دو دو صفحے دیے گئے ہین اور اون کے آخر مین باقی آیندہ کا لفظ بھی نہین لکھا گیا تاکہ ناظرین ان اوراق کو الگ الگ کر کے کتاب کی صورت مین اکھٹا کرسکین فی الحال ہمنے کل صفحون کو اس طرح پر تقسیم کیا ہے -

۱ -	مختلف مضامین[۱]	پہلے ۳۲	صفحے
۲ -	عربی سیکھنے کے لیے آسان طریقے	۲	"
۳ -	مکتوبات امام الزمان	۲	"
۴ -	مسائل شرعیہ	۲	"
۵ -	ڈائری حضرت اقدس	۲	"

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

---

[۱] سوانح مشاہیر الاسلام ان ۳۲ صفحون کے اندر ہون گے - انشاء اللہ تعالیٰ یہ انتظام کیا جائیگا - کہ سوانح مشاہیر الاسلام بھی اوراق ہی ہون تاکہ وہ بھی کتاب کی صورت مین علیحدہ جمع ہوسکین -

اغراض وقواعد رسالہ

الف ۔ اغراض رسالہ مندرجہ ذیل ہون گے ۔

(۱) اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

(۲) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو گھر مین کیے جاتے ہین۔
وقتاً فوقتاً لوگون تک پہونچانا ۔

(۳) اسلام پر اور خصوصاً سلسلۂ عالیہ احمدیہ پر جو اعتراض کیے جاتے ہین۔ اونکی تردید بتہذیب کرنا

(۴) مشاہیر اسلام کی سوانح عمریان درج کرنا۔

(۵) مسائل شرعیہ درج کرنا۔ تاکہ ناواقف لوگ واقفیت حاصل کرین ۔

(**ب**) قواعد رسالہ مندرجہ ذیل ہون گے ۔

(۱) اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ذاتی اغراض کے لیے ہرگز ہرگز منصور نہ ہوگا۔ اور جو مالی فائدہ ہوگا اُسکو
اشاعت اسلام مین خرچ کیا جاوے گا۔

(۲) یہ رسالہ ۔ مارچ ۔ جون ۔ ستمبر ۔ اور دسمبر ۔ کی پہلی تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا کریگا۔

(۳) یہ رسالہ چالیس صفحون پر ہوا کریگا۔ ٹائیٹل پیج علٰحدہ ہوگا۔

(۴) قیمت ۱۲ ؍ رسالانہ بہر صورت پیشگی وصول کیجاویگی۔

(۵) مضامین جو بغرض اندراج رسالہ آئینگے اونکے متعلق ایڈیٹر صاحب کو اختیار رہوگا کہ اگر مناسب
سمجھین تو درج کرین ۔

(۶) اس رسالہ کے ایڈیٹر حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت اقدس
علیہ الصلوٰۃ والسلام ہین ۔

(۷) نمونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے

(۸) تمام خط وکتابت اور ترسیل زر بنام مینیجر ہو ۔

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس مین مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کے لیے چھاپا گیا۔

عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقے

اِس سُرخی کے ماتحت پہلے پہل ہم وہ فقرات درج کرینگے جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلئے مرتب کئے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لوگ اسے یاد کریں تاکہ عربی زبان آجائے (ایڈیٹر)

یَا هُوَ مَنْ اَنْتَ	او جانے والے تو کون ہے
مِنْ اَیْنَ جِئْتَ	کہاں سے آیا ہے
اَیْنَ تَذْهَبُ	کہاں جائے گا
مَا اسْمُكَ	تیرا کیا نام ہے
مَا اسْمُ اَبِیْكَ	تیرے باپ کا کیا نام ہے
مَا اسْمُ اَخِیْكَ	تیرے بھائی کا کیا نام ہے
كَمْ اِبْنٌ لَكَ	تیرے بیٹے کتنے ہیں
بِنْتٌ اَوْ لَا	کوئی بیٹی ہے یا نہیں
نَافِلَةٌ اَوْ لَا	کوئی پوتا یا نواسہ ہے یا نہیں
اَیْنَ خَتَنُكَ	تیرا داما کہاں ہے
اَیْنَ صِهْرُكَ	تیرا خسر کہاں ہے
اَیْنَ جَدُّكَ	تیرا دادا کہاں ہے
اِخْتَثْ فِی الثَّفِیَّةِ	چولہے میں پاتھی (اُپلا) لگا
یَرْقُصُ الْبَشِیْرُ	بشیر ناچتا ہے
طَهَفْلَتُ	مین نے چینہ کی روٹی کھائی اور ارادہ ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا چینہ کی روٹی کھایا کرونگا
اَلْیَوْمَ مَا اَطْبَخُ لَكُمْ	آج میں تمہارے لئے کیا پکا دُن
اِطْبَخِ الْفُوْلَ مَعَ اللَّحْمِ	سیم کے بیج اور گوشت پکاؤ

اتف القدر

لا تنظر الى لطف واعطف على من عطف

القدر يخجل الانسان اذا ظهر و بان

اذا جعلت من ركب الامارات

فكن قعيدا لاهل الحاجات

لا تلقى الفرح من غير ان تلقى الترح

و البرح

اسحق الابازير على المداك بالفهر

دق الملح في الهاون بالنصاب

افي الجرة ماء

افي الاثفية نار

في البالوعة ضفدع

على السقف طير

في نعلك عقرب

قمل راسك الا تغتسل

ما رايتك في المسجد الا تصلي

ما اكلت اليوم

اكلت الرائب و القرع

الان قد ندمت وما ينفع الندم

هو بج المرء يبطل امره

اطعم قبل خلوف المطعومات

وفرق اللحم على المساكين قبل الانتان

اراك تحرى طعاما يضرك

چولھے پر ہانڈی رکھ

یہ مت دیکھ کہ کوئی عیب سی آلودہ ہی اور اسپر مہربانی کر

جھوٹھ انسان کو شرمندہ کرتا ہی جب ظاہر ہو جاوے اور کھلجاوے

جب تو امیری کی شتر سواروں میں داخل کیا جائے

تو حاجت والوں کا شتر بار بردار ہو جا

تو خوشی نہیں پائے گا جبتک کہ غم اور

تکلیف نہ اُٹھائے

سل پر مصالحہ پیس بٹے سی

جیٹو میں نمک کوٹ

کیا گھڑے میں پانی ہے

کیا چولھے میں آگ ہے

چوبچہ میں ایک مینڈک ہے

چھت پر پرندہ ہے

تیری جوتی میں بچھو ہے

تیری سر میں جوئیں پڑ گئی ہیں کیا تو غسل نہیں کرتا

مینے تجکو مسجد میں نہیں دیکھا کیا تو نماز نہیں پڑہتا

آج تو نے کیا کھایا

مینے دہی اور کدو (رائتہ) کھایا

اب تو شرمندہ ہوا جبکہ شرمندگی کچھ فائدہ نہیں دیتی

شتابکاری مرد کی اسکو نام رکھتی ہے

کھانا کھلا کھانیکے سڑنے سی پہلے

اور گوشت مسکینوں کو بانٹ گوشت کی سڑنے سے پہلے

میں دیکھتا ہوں کہ تو اس کھانیکا ارادہ کرتا ہی جو تجھے

[illegible]

نقصان کرتا ہی

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

اِس سرخی کے نیچے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خطوط درج کرینگے جو آپ وقتاً فوقتاً اپنے دوستوں کو لکھتے رہے ہیں یا آئندہ لکھیں گے۔ اِس سے ہماری یہ غرض ہے کہ ہم تمام خطوط کو جو ہمیں مل سکیں ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دے سکیں اور وہ خطوط ہمیشہ کے لئے کتاب کی صورت میں محفوظ رہ سکیں

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت عزیزی اخویم خان صاحب محمد علیخان صاحب سلمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچکر موجب مسرت و انشراح خاطر ہوا۔ اگرچہ طبیعت اِس عاجز کی کسی قدر علیل تھی اور نیز ضعف بہت تھا مگر مینے نہ چاہا کہ آپ کو بہت انتظار میں رکھوں اسلئے بلحاظ اختصار آپکے سوالات کا جواب دیتا ہوں (۱) جو شخص اِس عاجز سے بیعت کرے اسکو قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ اللہ جل شانہ کے کلام عزیز پر ایمان لاوے اور جہانتک ممکن ہو اُسپر عمل کرے اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے (۲) بیعت کرنیوالے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں اور جسقدر مہدی دنیا میں آئے یا آئینگے انکا شمار خاص اللہ جل شانہ کو معلوم ہے وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہیں ہوگی یہ سلسلہ ائمہ راشدین اور خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع فضائل و کمالات میں ہمثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ کسی کمال نوع کی خدمت گذاری میں آیندہ اس سے بہتر پیدا ہوں جزئی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ ہمثل ٹھہر سکتے ہیں جیسے صحابہ اور اہل بیت کی یہ فضیلت جو انہوں نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کے وقت میں ایسی وفاداری دکھلائی کہ اپنے خونوں کو پانی کیطرح بہا دیا

دیکھا اور اُسی چہرہ سے عاشقانہ زندگی بسر کی اور اسلام پر پہلے پہل مخالفوں کی حملے ہوئے تو جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ان کو روکا اور اسلام کو زمین پر جمایا اور اسلامی ہدایتوں کو زمین پر پھیلایا اور کفر کے زور کو مٹایا اور قرآن شریف کو دیانت اور امانت سے جمع کر کے تمام ملکوں میں رواج دیا اور اسلام کی صداقت پر اپنے خون سے مہریں کر کے اِس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ بلاشبہ انکی اِس فضیلت کو بعد میں آنے والی نہیں پا سکتی وذلكَ فضلُ اللهِ يُؤتيهِ مَن يَشاءُ مگر اسکے سواء ہر ایک کمال کیحاصل کرنے کے لئے دروازے کھلے ہیں خدا تعالیٰ کے مقبول اور نہایت اعلیٰ درجہ کے پیارے بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی الارض اب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا تعالیٰ کی انعام اکرام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں۔ نبوۃ و رسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں جس قدر سالک کی استعداد ہو گی ضرور پرتوہ نور کا پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی عقیدہ کا نام ہے مگر جو لوگ امانت و خلافت و صدیقیت کو پہلے اماموں پر ختم کر چکے ہیں اُن کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے یا یوں کہو کہ اسلام کی بیجان تصویر انکے ہاتھ میں ہے یاد رکھنا چاہئے کہ جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا ہے۔ وہ مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے۔ قرآن شریف کی روسے انسان کی ہماری دعا یہی ہے کہ وہ روحانی ترقیات کا خواہاں ہو غور سے پڑھنا چاہئے اس آیت کو اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم دوسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ مجرد کسی قسم کے رشتہ سے خواہ کسی رسول سے ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فقط رشتہ کی فضیلت پر ناز کرنا نامردوں کا کام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ذوالقربیٰ میں سے ہر ایک شخص جو قابل تعریف ہے وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز نہیں وقال الله تعالیٰ اِنَّ اكرمكم عند الله اتقاكم تیسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ قرآن شریف ابتک ہر ایک قسم کی تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قرآن نہیں جو کوئی شخص اسکو غار میں ہے یہ ان لوگوں کا بہتان ہے جنکو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ چوتھے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے

اس لیئے اس بےمثل خدا نے ایک کامل بلکہ اکمل اور بےمثل کتاب اُتاری جو کہ سب صداقتوں پر مشتمل ہے
سب صداقتوں کی ہر ایک قسم کے دلائل ہر ایک زمانہ اور طبقہ کے معترضین کے جوابات پر حاوی ہے جیسا کہ
فرماتا ہے لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ تاکہ سب باطل دینوں پر دین حق کو غالب کر دے لیکن اپنے
ظاہر کر دیا تھا کہ یہ وقت تو اس غلبہ کے شروع کا وقت ہے اور ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ ہر ایک مذہب
دوسرے پر موج کی طرح گرے گا اور مذاہب کا بہت ہی بھاری دنگل ہوگا اور تبلیغ کے ذرائع مہیا اور
آسان کیئے جائیں گے تو اس وقت ہم اس بےمثل نبی کا ایک خلیفہ مبعوث کرینگے کہ جسکے ہاتھ پہ یہ غلبہ پورا ہوگا
اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ اسوقت ہوگا جبکہ اس نبی کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائیگا جسقدر کہ حضرت موسیٰ
اور حضرت مسیح علیہما السلام کے درمیان گذرا تھا اور اس صادق مصدوق بےمثل نبی نے بتا دیا تھا کہ وہ مہدی
اور مسیح اور امام اور حکم ہوگا یعنی جسطرح مسیح لم یجعلنی جبارًا شقیًا (خدا تعالیٰ نے مجھے جبار و بدبخت
نہیں بنایا) تھا اسیطرح وہ بھی جبار نہ ہوگا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حاکم اور قاضی نہوگا ۔ کیونکہ پہلے نبیوں پر
حاکم ہونیکی وجہ ظالموں نے جبر کا الزام لگایا تھا. بلکہ وہ ضرور ضرور حکم ہوگا اور خدا تعالیٰ کی اس جامع کتاب کے ذریعہ
ہے کہ جسکی حفاظت اور بیان فتح اور جمع کرنا بھی خدا نے اپنے ذمہ لیلیا ہوا ہے سب بیرونی اور اندرونی اختلافات
کا فیصلہ کریگا اور بحجت بینہ کے ساتھ حق کو باطل پر غالب کر دیگا اسلام کے سب فرقوں کا اسپر تو اتفاق
ہے ہاں ہر ایک فرقہ کو یہ غلط فہمی لگی ہوئی ہے کہ وہ حکم آکر ہماری رطب و یابس کو قبول کریگا اور ہمارے سب
مخالف اقوال کی تردید کریگا ۔ لیکن اس خیال کی تردید کیلئے سنۃ اللہ اور لفظ حکم کافی تھا اب چونکہ آنحضرت
کے بعد زمانہ بھی اسقدر گزر چکا جس قدر کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں تھا اور مذہب کا دنگل
بھی ایسا لگا ہے کہ جسکی نظیر گذشتہ زمانوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور تبلیغ کے اسباب بھی وہ مہیا ہوئے ہیں جو
کسی زمانہ میں نہیں ہوئے اسلئے خدائے علیم و حکیم اور عزیز و قدیر نے اُس موعود کو مبعوث فرمایا اور جسطرح
خدائے تعالیٰ نے اسکے مطاع خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت سی شہادتیں دی تھیں اسیطرح اس
موعود کی بھی شہادتیں دیں اور اُسنے خدا تعالیٰ کے وعدہ کیمطابق حکم ہو کر سب بیرونی اور اندرونی اختلافوں کا
فیصلہ کیا اور ان بےمثل آیتوں سے حق کی تائید کی جو خدا تعالیٰ کی بےمثل کتاب میں درج تھیں لیکن فیج اعوج کی نظروں
سے پوشیدہ رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی وہ عزت قائم کی جو کہ فیج اعوج نے عیسائیوں
کے خدا یسوع وغیرہ کو دے دی تھی

Digitized by Khilafat Library

مسائل شرعیہ

اس سرخی کے نیچے ہم جو مسائل شرعیہ درج کرینگے وہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے لکھے ہوئے ہوا کرینگے اور درج کرنے سے پہلے حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کو دکھائے جایا کرینگے۔ ایڈیٹر

بہت سے انسان ہیں کہ جنھوں نے اپنی دینیات کی بنا جسکی علت غائی اور اصل مقصود خدائے بےمثل کی رضا ہے کسی انسان یا سوسائٹی کے خیالات پر رکھی ہوئی ہے جو کسی اپنے ہمجنس کی رضاجوئی صحیح صحیح طریق اظہار کرنے اور غلطی اور تناقض اور ترمیم وتنسیخ سے محفوظ رہنے میں دوسروں کے لئے قابل اعتماد کیا اپنے قائل کے لئے بھی تسلی بخش نہیں ہوسکتے یہی باعث ہوتا ہے کہ ان خیالات کے بانی اور داعی ادنی ادنی باتوں میں ایمانیات اور فرائض جیسے ضروری مسائل کی نسبت بیوفائی کا سیاہ داغ اپنے چہروں پر لگا بیٹھے ہیں۔ بعض اسکی بنا خدا کی وحی پر بتاتے ہیں لیکن جو وحی پیش کرتے ہیں پہلے تو اسکے وحی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے بلکہ اسکے غیر وحی ہونے کا ثبوت موجود ہوتا ہے اور پھر یا تو انسانی دستبرد نے اسکی شکل کو ایسا مسخ کیا ہے کہ اصل صورت کا پتا لگانا بھی محال ہوگیا ہے اور یا اول سے آخر تک اسکو موم کی ناک بناکر جدھر چاہا پھیر لیا ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنکے پاس خدا کی محفوظ مجموع مکتوب مبین ومحکم وحی موجود ہے لیکن اسکو غیر محفوظ قرار دیکر ایسے آثار پر اترے ہیں جو ظنی ہونے کے علاوہ انسان کے دست مال ہونے سے بہت کچھ اپنے قالب بدل چکے ہیں یا باوجود محفوظ تسلیم کرنے کے ان آثار کو اللہ تعالی کی محکم وحی پر قاضی تسلیم کرتے ہیں یا ان دونوں کو چھوڑکر خالی قیاس پر ہر ایک مسئلہ کی بنا رکھتے ہیں اور پھر خاصکر ایمانیات کے اثبات میں مشرک فلاسفروں کے خیالات پر اتر آئے ہیں اس بنیادی اختلاف کے علاوہ ہر ایک فرقہ میں اندرونی اختلافات فروع سے اصول تک پھیلے ہوئے ہیں یہ اختلافات ہمیشہ رہے اور آیندہ بھی جبتک دنیا ہے ضرور رہینگے پر خدائے علیم وحکیم نے جو لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے چاہا کہ ان سب اختلافات کا فیصلہ کردے اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کرے جیسا کہ فرماتا ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ تاکہ جو ہلاک ہونیوالا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہونیوالا ہے وہ کھلی دلیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☪ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۱)

نمبر (۲)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار
۱- بقیہ اخوت اسلامی نمبر۱ صفحہ ۳۳-۳۸	چودہری فتح محمد طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور
۲- مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے صـ ۳۹-۵۱	عبدالرحیم کلرک ریویو آف ریلیجنز قادیان
۳- ضرورت امام صـ ۵۲-۵۶	ایڈیٹر
۴- ایڈیٹوریل نوٹس صـ ۵۷-۵۸ و ٹائٹل پیج صـ ۳-۴	"
۵- مسائل شرعیہ صـ ۳-۷	مولوی سرور شاہ صاحب اول مدرس عربی تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان
۶- عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقے صـ ۱-۲	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
۷- مکتوبات امام الزمان صـ ۳-۶	"
۸- ڈائری حضرت مسیح موعود صـ ۳-۶	ایڈیٹر

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم جون سنہ ۱۹۰۶ء کو

قادیان دارالامان سے شائع ہوا

ہم کیا چاہتے ہیں

ہمارے بعض دوستوں نے ہمیں بڑے اخلاص کے ساتھ خطوط لکھے ہیں۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہواری کیوں نہیں کیا گیا۔ اور سہ ماہی کیوں رکھا گیا۔ جن کے جواب میں ہم ان کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ یہ رسالہ شروع سال ۱۹۰۶ء سے ماہوار کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ خریداروں کے کم ہونے کی صورت میں یہ امر بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہم اپنے ان دوستوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں جو اس رسالہ کو ماہواری رسالہ کی صورت میں دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ کہ وہ اس کے لئے خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کریں تاکہ یہ رسالہ ماہوار ہو سکے۔

اور ہم اپنے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر ہمیں سات سو خریدار بھی میسر آ گئے تو انشاء اللہ العزیز ہم شروع سال سے تشحیذ الاذہان کو ماہوار کر دیں گے۔

ہم نے یہ بھی انتظام کیا ہے۔ کہ جو ہمارے خریدار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرنا چاہیں وہ ہمیں لکھ دیا کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً حضرت صاحب کو دعا کے لئے یاد دلا دیا کریں گے۔

یہ ہم وعدہ نہیں کر سکتے کہ یہ انتظام کب تک چل سکے گا جب تک خدا توفیق دیگا ایسا کرتے رہیں گے۔

Digitized by Khilafat Library

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Digitized by Khilafat Library

بقیہ اخوت اسلامی نمبر ۱

ترجمہ - اور اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان عالم پر غالب کردے اور اس بات کا شاہد اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی وہی اس کا ثبوت دینے والا ہے کہ یہ رسول اللہ کیطرف سے ہے اور ہدایت اور دین حق لیکر آیا ہے اور یہ دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا اور وہی کافی شاہد ہے اور کسی دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں - اللہ کا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے ساتھ والے ایسے ہیں کہ کفار کی گندی تعلیم کا انپر کچھ اثر نہیں ہو سکتا - اپنے درمیان ان کا سلوک نہائت رحم اور نرم دلی کا ہوتا ہے تو دیکھتا ہے ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنیوالے ان تمام کاموں میں انکی اصل غرض اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رضامندی اور خوشی حاصل کرنا ہے - ان سجدات کا اثر ان کے چہروں پر نمایاں ہے یہ انکی مثال تورات میں بیان ہوئی ہے اور انجیل میں انکی مثال کھیتی سے دیگئی ہے جو اپنی انگوری کو نکالے پھر وہ مضبوط ہو جائے - اور موٹی ہو جائے .... اور پھر خوب اپنے تنے پر قائم ہو جائے - ایسی کھیتی مزارع کو خوش لگتی ہے اور اس سے کافر غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے - اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ جو ایمان لاتے ہیں - اور سنوار و صلاحیت والے عمل کرتے ہیں - مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے اور داخل کئے جائینگے مومن و عمل صالح کرنیوالے جنات میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں - تو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کیسی مثال دی ہے - کہ ایمان لانیکا پاک کلمہ جو ہر ایک عیب سے پاک ہے اس درخت کی مشابہ ہے اور جسکی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں - اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان فرماتا ہے - تاکہ وہ سمجھ جائیں - اور نصیحت حاصل کریں - اور داخل کئے جائینگے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم سے۔ اس حالت میں انکی دعائے ملاقات سلام ہو گی اور ایکدوسرے کو سلامتی کا تحفہ دیا کریں گے ان کے ہر ایک کام میں امن صلح اور نرمی ہو گی۔

تحقیق متقی لوگ باغوں میں ہیں۔ جنمیں چشمے جاری ہیں۔ انہیں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور جو ان کے دلوں میں کسی قسم کا کینہ وغیرہ تھا (زمانہ جاہلیت کی عداوت وغیرہ) وہ سب ہم نے نکالدیا ہے۔ اور ان کے باہمی تعلقات بھائیوں جیسے ہو گئے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہیں

یہ حالت جو قرآن شریف نے مسلمانوں کی بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عربوں میں رسول اللہ کی زندگی میں ایسی اخوت قائم ہو گئی تھی کہ انمیں کسی قسم کا پرانا کینہ وغیرہ نہیں رہا تھا اور انہوں نے اپنی پرانی عداوتوں کو بالکل بھلا دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی ایسی ہمدردی کرتے تھے جیسے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے کر سکتا ہے۔ ان کے ہر ایک کام میں صلح اور سلامتی تھی اور انہوں نے پرانے جنگ اور عداوتیں بالکل ترک کر دی تھیں اور اسی صلح اور امن اور اندرونی اصلاح کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا ظاہری حال بھی سنوار دیا۔ اور ان کے دلوں کے آرام نے ان کے ظاہری بدنوں کو بھی آرام پہونچایا۔ وہ اسی دنیا میں ان جنات کے وارث ہو گئے جنکو دنیا جنات عدن کہتی ہے۔ اور انہیں آدم کا رہنا فخر کی بات ہے اور اسکی صلاحیت پر دال ہے کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہو ویسے ہی زبور میں بھی یہی وعدہ ہے "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔" (اور ضرور ضرور ہم نے زبور میں لکھدیا نصیحت کرنیکے بعد تحقیق ہم الارض[۱] کا وارث

[۱] الارض سے مراد بیت المقدس ہے یعنی شام کا ملک جسکو حضرت موسےٰ نے ارض مقدس کہا اسکی حکومت کے لئے شرط ہے کہ اس زمین پر ہمیشہ صالح لوگ حاکم رہا کریں گے اور واقعات نے بھی ایسا ہی ثبوت دیا ہے جبتک یہودیوں میں صلاحیت رہی وہ اس زمین کے مالک رہے اسکے بعد عیسائی حکومت کرتے رہے عیسائیوں کے بگڑنیکے بعد یہ موعودہ زمین مسلمانوں کے قبضے میں آئی اور اب تک انہیں کے قبضے میں ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جنمیں ابھی تک صلاحیت ہے اور یہی لوگ دنیا میں اصلاح کر سکتے ہیں۔

صالح لوگوں کو کرتے ہیں) اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں میں یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی؟ اور کیسے عربوں جیسی کینہ پرور قوم نے یکلخت تمام کینوں کو اپنے سینوں سے دہو ڈالا؟ اور انمیں ایسی اخوت اور وحدت ہو گئی کہ دنیا میں اسکی مثال نہیں پائی جاتی اور رسول اللہ کی زندگی ہی میں انہوں نے اخوت اور وحدت قومی کا پھل بھی پالیا۔ وہ بنی نوع کے ساتھ محبت کرنے اور ایثار کرنے میں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک پہونچ گئے۔ ان کے حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنی جاہ اپنا مال اپنی عزت اور اولاد اور اپنی تمام دنیوی خواہشات اپنے خدائے ذوالجلال کیلئے قربان کر چکے تھے۔ انمیں ہر ایک اپنے وجود میں ابراہیم علیہ السلام کا سچا نمونہ تھا جس نے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے بیٹے کے حلق پر چھری رکھدی اور دنیا کی ابتر حالت کو دیکھکر ان کا دل اسیطرح کڑھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کی حالت کو دیکھکر کڑھا تہا اور دنیا کی اصلاح کیلئے انہوں نے اپنی جان تک کی بھی پروا نہ کی۔ ان تمام باتوں کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس رب العلمین رحمٰن الرحیم خدا کی رحمت تھی + جب اس رحمٰن نے دیکھا کہ تمام دنیا میں فساد بڑھ چکا ہے اور دنیا کی حالت اس قابل نہیں رہی کہ وہ خود بخود اپنی اصلاح کر سکے اسکی رحمانیت کو جوش آیا اور جیسا کہ نوحؑ کے زمانے میں دنیا کے گناہوں کو دیکھکر خدا کے غضب کو جوش آیا تھا اسیطرح اب خشک زمین کو دیکھکر خدا کی رحمت کی بارش ہوئی کیونکہ اب رحمت کی باری تھی۔ اس رحمت نے ہمارے نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اختیار کیا۔ یا دوسرے لفظوں میں ہمارے نبی کریم اس رحمت کے مظہر ہیں۔ وہ نبی جو رؤف الرحیم اور رحمۃ للعلمین ہے اور وہ نبی جو رب العالمین کیطرف سے دنیا کی ہدایت کیلئے آیا نہ صرف بنی اسرائیل کا رب یا اسکی گم شدہ بھیڑوں کا چرواہا اور نہ وہ خدا جسکی رحمت آریہ ورت کے چند رشیوں تک ہی محدود رہی؟ اس مظہر رحمت اتم اور شفیع حقیقی کے ذریعہ جو پہلا فضل دنیا پر ہوا وہ توحید باری کا سبق تھا جس کو تمام دنیا بھول چکی تھی ہمیں اسوقت دنیا کے معبودوں اور ان کے مذہبوں کے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس زمانے کی تاریخ پر اتنا بڑا سیاہ دھبہ ہے کہ اس کے دکھانے کیلئے کسی خاص شخص کو اسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس سے پہلے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل پر لا الٰہ الا اللہ کی

مبارک وحی ہو اور ان کے مبارک زبان اور مبارک لبوں سے لاالٰہ الااللہ کا کلمہ نکلے تمام دنیا شرک میں مبتلا تھی اور معبودوں کی تعداد عابدوں کی تعداد سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور اس بات کے سمجھنے کیلئے کسی فلسفی دماغ کی ضرورت نہیں کہ جبتک معبود واحد نہو دنیا میں کبھی وحدت و اخوت نہیں پھیل سکتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ کہ اگر دنیا میں دو معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد پڑ جاتا۔ تو اب ان لاانتہا معبودوں کے ہوتے ہوئے کسطرح وحدت ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے کہ ایک خدا ماننے سے وحدت ہو سکتی اور مختلف معبود ماننے سے فساد پڑ جاتا ہے عربوں کی مثال کافی ہے اس سے پہلے وہ وحشی اور جنگ جو تھے ایک قوم دوسری قوم کی دشمن تھی پھر ہر ایک قوم میں ہر ایک قبیلہ علیحدہ علیحدہ دشمن رکھتا تھا۔ پھر ہر ایک شخص کے ذاتی دشمن الگ تھے۔ ہر ایک قوم اپنے ہمسایہ کی دشمن اور ہمسائے ان کے دشمن تھے۔ جونہی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے انمیں وحدت کی روح پھونک گئی۔ اور ایمان اور وحدت کا رشتہ انمیں اتنا مضبوط ہو گیا کہ دوسرے اختلاف اور جوش اس رشتے کو توڑ کر ان کو جدا نہ کر سکے اور اس ایمان کی برکت سے پراگندہ اور منتشر قوم پھر ایک ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا "واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً" (پس اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس رسول کے آنے سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور آج خدا تعالےٰ کی نعمت سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے اور اس سے پہلے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ تعالےٰ نے تم کو اس بری حالت سے چھڑا لیا) ضرور اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل تھا جس نے اس قوم میں اخوت والفت پیدا کردی جبکہ وہ بالکل معدوم ہو چکی تھی۔ ہاں یہ اسی خدا کا کام تھا۔ جو اس نے دنیا کو سکھایا اور جو بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی غیر کی مدد کے نئی نئی خلق کرتا رہتا ہے اور نابود سے بود کرتا ہے۔ نہ آریہ ورت کا خدا جو مادہ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اور جو ہمیشہ اپنی ہی نااتفاقی کے سمندر میں غرق رہا اور دوسری دنیا کی کبھی بھی خبر نہ لی۔ اسمیں کون شک کر سکتا ہے کہ عربوں میں اخوت والفت کی خلق بالکل ایک نئی خلق تھی۔ اور یہ اس خالق ارض وسماء کا ہی کام تھا۔ نہ کسی

انسان کا۔ اگر انسان کیلئے یہ کام ممکن ہوتا تو یہود باوجود دو ہزار برس کی کوششوں کے اور عیسائی باوجود چھ سو برس کی جانفشانیوں کے کیوں ناکام رہے۔ پولوس سے لیکر ابو عامر تک جو رسول اللہ کے مقابلہ میں ہلاک ہوا کتنا بڑا عرصہ ہے اس عرصہ میں مشن بھی قائم کئے گئے ہتھیار و نیز کیسے کام لیا گیا۔ صلیب کی مدد کیلئے مذہبی جنگ کئے گئے عیسائیوں کے پاس ایکوقت میں صرف عرب میں اتنی فوج[1] تھی جو رسول اللہ صلعم کے صحابہ سے بھی بڑھکر تھی۔ اس فوج کی مدد سے عرب میں عیسائی مذہب پھیلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اصحاب فیل کے کروسیڈ سے تمام جہان آگاہ ہے لیکن اِس ناکامی سے بھی تمام جہان خوب آگاہ ہے جو اس قوم کو عرب کے ملک میں ہوئی۔

اور پھر پادریصاحبان نے عذر کردیا کہ عرب کی حالت اسقدر تنزل کر چکی تھی کہ وہ عیسائیت جیسے اعلےٰ مذہب کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں پادریصاحبان بھی وہ مردہ قوم تھی جسمیں اسلام نے زندگی کی روح پھونک دی۔ اور ان وحشیوں کو پہلے انسان بنایا پھر با اخلاق انسان بنایا۔ پھر باخدا انسان بنایا کیا عیسائی مذہب یا دنیا کا کوئی اور مذہب یا قوم اپنی تاریخ کے اوراق میں یہ نظارہ دکھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو خدا تعالےٰ تمہیں اسطرح چیلنج کرتا ہے۔ جو اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين + فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين اگر تم محمد صلعم کی نبوت اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی بابت شک میں ہو۔ اور اگر تم

---

[1] عیسائی فوج جو اصحاب فیل کے نام سے مشہور ہے۔ تعداد میں ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) تھی اور انکے پاس سامان جنگ اور ہاتھی وغیرہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم کے پاس جب مکہ والوں سے پہلی دفعہ لڑائی ہوئی صرف ۳۱۳ آدمی تھے اور انمیں سے کچھ کم عمر اور بہت سے فن جنگ میں اسقدر ماہر نہ تھے جیسے مکہ کے لوگ پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے آنحضرت صلعم کامیاب ہوگئے جسوقت رسول اللہ صلعم نے مکہ فتح کیا ہے قدوسیوں کی تعداد دس ہزار (۱۰۰۰۰) تھی۔

اس خیال میں ہو کہ یہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہے تو ایسی ایک کتاب بنا لاؤ جو عملی طور پر وہ تاثیرات دکھلائے جو قرآن شریف نے دکھلائی ہیں۔ اور اس کام کے پورا کرنے کیلئے اللہ کے سوا اور تمام مددگاروں کو بھی بلالو۔ اور اگر تم نے نہ کیا۔ اور یہ ہم کہے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔ تو پھر ثابت ہو جائیگا کہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ محمد صلعم رسول اللہ اور قرآن کتاب اللہ ہے تو پھر تم کیوں اس سے مقابلہ کرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ سے کیوں نہیں بچتے جو انسان کو بھسم کر دیتی ہے۔ اور تمام انکار کرنیوالے اس کا ایندھن ہوتے ہیں۔

ہم توراۃ و انجیل اور وید کے حامیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تاریخ سے ثابت کریں کہ کبھی کوئی کتاب دنیا کے کسی حصہ میں ایسی موثر ہوئی ہے جیسا کہ قرآن شریف عرب میں ہوا۔

نوٹ :۔ اسلام نے جو توحید سکھائی ہے۔ اس کا اثر غیر قوموں پر دو طرح سے پڑا بعض تو اسلام پر ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے اور بعض نے اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھایا لیکن اس روشنی کے منبع سے انکار کیا ہے۔ یہ اسلام کی برکت ہی تھی کہ ہندوستان جیسے بت پرست ملک میں نانک جیسے موحد پیدا ہو گئے اور سکھوں کی قوم اب تک موحد ہے اسی طرح آریہ اور برہمو لوگوں کا حال ہے۔ اور یورپ کے عیسائی موحدوں نے بھی اسلام سے فائدے حاصل کیے ہیں۔

فتح محمد طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور

مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے

تجلی ایک ماہوار رسالہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور کیطرف سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے فروری ۱۹۰۶ کے پرچہ میں کسی عیسائی ایف۔ ایم نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے۔ "مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے" مسٹر ایف ایم بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسالہ البلاغ میں ایک نوٹ دیکھا ہے۔ جسمیں اڈیٹر البلاغ نے لکھا ہے کہ "ایک صاحب ہم سے سوال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح نے کیوں نہیں شادی کی؟ جواب دینے کے زیادہ مستحق عیسائی حضرات ہیں۔ لیکن ہم اپنے مضمون نگاروں سے درخواست کرتے ہیں کہ ایک مختصر سا مضمون جو سائل کیلئے تسلی بخش ہو لکھکر دفتر میں بھیجدیں۔ تاکہ ہمیں کسی پادری کا ممنون احسان نہ ہونا پڑے" پھر مسٹر ایف ایم لکھتے ہیں۔ کہ مَیں نے اس کے بعد متواتر کئی نمبر دیکھے۔ مگر کسی مسلمان نے جواب نہیں دیا۔ اور ہم اڈیٹر کی اولوالعزمی کی ضرور داد دیتے .... اگر اسکی یہ اولوالعزمی ناواقفیت پر مبنی نہ ہوتی کیونکہ بحکم آیۃ کریمہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اسکو کسی اہل کتاب کے مستفتی ہونے میں عار نہ کرنا چاہیئے۔"

ہمیں یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اڈیٹر صاحب البلاغ نے یہ کیوں لکھا کہ ہم کسی پادری کے ممنون احسان ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اسجگہ یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مسٹر ایف ایم نے کسطرح لوگوں کو دھوکہ دیکر اپنے آپ کو آیۃ کریمہ مذکورہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اور اڈیٹر صاحب البلاغ کو ملزم کیا ہے۔ کہ کیوں انہوں نے اس آیۃ کریمہ سے واقفیت حاصل نہیں کی۔

پادریصاحب نے اہل الذکر سے مراد اہل کتاب لیا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کسی جگہ بھی ذکر کے معنے کتاب کے نہیں آئے۔ ذکر کے معنے ہیں نصیحت۔ سمجھہ کی بات۔ اسلئے آیت مذکورہ کے یہ معنے ہوئے۔ کہ ان سے دریافت کرلو جن کے پاس نصیحت یا سمجھ کی بات ہے۔ نہ یہ کہ ان سے جن کے پاس کتاب ہے۔ کیونکہ اگر ذکر کے معنے کتاب کے لئے جائیں تو کیا آیۃ کریمہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

کے یہ معنے کئے جائیں گے کہ ہم نے قرآن کو کتاب کیلئے آسان کر دیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ ان معنوں سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ بلکہ اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اب پادریصاحب کا فرض ہے۔ کہ اپنے آپ کو اہل نصیحت ثابت کر کے دکھلائیں۔ اگر ان کے پاس نصیحت ہوتی تو آج یہ تثلیث جیسے ناقابل تسلیم مسئلہ کو کیوں قبول کرتے جسکو عقل انسانی ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں مان سکتی۔

ذکر قرآن کریم کی صفت بھی ہے (دیکھو لغات القرآن ص۱۷۵) والذکر صفت القرآن کما قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون وقال تعالیٰ ھذا ذکر مبارک ان معنوں کے لحاظ سے پادریصاحب غور کر کے بتلائیں کہ ایڈیٹر صاحب البلاغ نے کیا غلطی کی جبکہ انہوں نے فسئلوا اھل الذکر کے مطابق اھل الذکر (اھل القرآن) سے ہی دریافت کیا اب دیکھنا چاہئے کہ یہ آیت کریمہ کہاں کہاں اور کن کن معنوں میں آئی ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت دو جگہ واقع ہوئی ہے۔ اور دونوں جگہوں میں بالکل ایک ہی طرح وارد ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک جگہ من قبلک ہے۔ اور دوسری جگہ قبلک ہے۔ آیت کریمہ اسطرح پر ہے۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۴ع ۱۲) و (پارہ ۱۷ ع ۱) ترجمہ۔ اور ہم نے تجھسے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ آدمی ہی ہوتے ہیں کہ ہم انکیطرف وحی کرتے ہیں۔ اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں تو اہل الذکر سے دریافت کر لو۔

اب ذرا آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ اہل الذکر سے کیا مراد ہے۔ کیا عیسائی (جن کے پاس انجیل ہے۔ جسکو وہ خود بھی کتاب تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ تجلی کے مارچ کے پرچہ ص۱۱۱ میں لکھا ہے "مسیحی مذہب ایک روحانی مذہب ہے اور اسی لئے ان معنوں میں کتابی مذہب نہیں ہے جن معنوں میں محمدی مذہب ہے انجیل ایک کتاب کا نام نہ تھا") یا کہ کوئی اہل کتاب۔ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل الذکر وہ ہوتے ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو رسول آیا کرتے ہیں۔ وہ رجال ہوا کرتے ہیں۔ اگر پادریصاحب اہل الذکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تو کیا ان کا فرض نہیں ہے؟ کہ وہ مسیح کو بھی رجل سمجھیں اور خدا نہ بنائیں۔ لیکن

آپ مسیح کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے تو پھر کسطرح ممکن ہے۔ کہ آپ اہل الذکر ہو سکیں۔

ہم اس مختصر سے مضمون میں صرف یہ نہیں دکھانا چاہتے کہ پادری ایف۔ ایم۔ نے یہ دجل کیا ہے۔ اور دہوکہ دہی سے اپنے آپ کو اہل الذکر میں شامل کر کے ہمارے بھائی ایڈیٹر البلاغ کی ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ یہ تو زائد بحث تھی۔ جو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئی ہے۔ اب ہم اصل سوال کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم یہ بیان کریں۔ کہ یسوع کی شادی ہوئی یا نہ یا یہ کہ شادی ہونیکے ہمارے پاس کیا ثبوت ہیں۔ اور نہ ہونے کے کیا ہیں۔ ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ پادری صاحب نے جو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اُن کو مسلمانوں سے بڑھکر علم ہے۔ کیونکہ مسلمان جواب نہیں دیسکتے حالانکہ اور وہ خوب دیسکتے ہیں) کہانتک صحیح ہے۔ پادریصاحب نے شادی نہ ہونیکی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔ اور چاروں دلیلیں ایسی نکمی اور لچر ہیں۔ کہ ہم حیران ہیں کہ ایسی بودی دلیلوں کو ایسے رسالہ میں کیوں جگہ دیگئی جسکا دعوےٰ ہے کہ اس رسالہ میں فلسفہ مذہب پر بحث ہوتی ہے۔ پہلی دلیل جو پیش کیگئی ہے وہ یہ ہے۔ "حضرت یحیےٰ حصور تھے عورتوں کی صحبت سے بالکل پرہیز کرنیوالے تھے۔ (آل عمران ع) اور یہی جواب اس سوال کا بھی ہو سکتا ہے"

ناظرین! غور کریں۔ کہ اول تو لفظ حصور قرآن کریم میں صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کیلئے وارد ہوا۔ اگر کہیں یسوع کے لئے استعمال کیا گیا ہے تو پادریصاحب نکالکر دکھلائیں۔ ورنہ یہ انکا دعوےٰ بلا دلیل ردی میں پھینکنے کے لائق ہوگا۔ دوم۔ لفظ حصور کے معنے گو میرے بعض بزرگوں نے یہ بھی کئے ہیں۔ کہ عورتوں سے بکلی پرہیز کرنیوالا۔ مگر حصور کے یہ معنے بھی ہیں عفیفا۔ مصلحا لامور الناس (لغات القرآن ص۱۱۵ تحت لفظ حصر) اور الکاتم للسر (دیکھو قاموس) یعنی تو حصور کے معنے ہو سکتے ہیں۔ اب پادریصاحب یہ ثابت کر کے دکھائیں۔ کہ حصور وہی ہو سکتا ہے۔ جو شادی بھی نہ کرے۔ غور کرو حضرت ذکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہاں تجھے ایک لڑکا دیا جاویگا جو حصور ہوگا

اب یہ سوال حل طلب ہے کہ کیا حضرت ذکریا علیہ السلام نے جو وارث مانگا تھا۔ ان کو ایسا وارث ملنا چاہیئے جو آگے شادی نہ کرے۔ اور پھر وہاں تک ہی کام ختم ہو جائے۔ نہیں نہیں بلکہ اسطرح دعا کی قبولیت میں ایک نقص معلوم ہوگا۔ پھر خدا تعالے قرآن کریم میں یہ بھی فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجًا وذریہ۔ اب ایک ظاہر بین شخص کہیگا کہ دیکھو صاحب قرآن شریف میں خود اختلاف ہے۔ ایک طرف تو حضرت یحیی کو حصور کہا ہے۔ اور دوسری طرف کہا ہے کہ رسول کریم سے پہلے جتنے رسول تھے۔ انکی بیویاں تھیں۔ مگر تدبر کرنیوالا سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ حصور وہی ہو جسکی کوئی بیوی نہ ہو۔ بلکہ حصور بیوی والے شخص کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے باعث حصار کے اندر آجاتا ہے۔

سوم۔ اگر فرض کے طور پر ایک منٹ کے لئے یہ تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ حصور وہی ہوسکتا ہے جسکی شادی نہ ہوئی ہو۔ اور جو عورتوں سے بالکل پرہیز کرنیوالا ہو۔ تو ہم پادری صاحبان سے اسبات کا ثبوت ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا یسوع بھی حصور میں شامل تھا؟ کیونکہ انجیل سے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ فاحشہ عورتیں اس کے پاس آتی تھیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے اس کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دہوئے۔ اور پھر اپنے سر کے بال اس کے پاؤں پر ملے۔ اور پھر اسی عورت نے یسوع کے سر پر عطر بھی ڈالا جو سنگ مرمر کے عطر دان میں لائی تھی اور اس امر کو لوگوں نے برا بھی سمجھا بعضوں نے تو یہ بھی کہدیا۔ کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ایسا نہ کرتا (دیکھو متی ۲۶: ۶ و ۷ مرقس ۱۴: ۳ لوقا ۷: ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹ یوحنا ۱۱: ۲۱) پھر یہی نہیں کہ عورتیں جو چاہیں کرتیں۔ بلکہ انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اس بدکار اور فاحشہ عورت اور اسکی بہن کو پیار بھی کرتا تھا (یوحنا باب ۵) اس سے معلوم ہوا کہ یسوع حصور نہ تھا اس کے آگے چلکر پادری صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ خداوند مسیح نبی مادر زاد تھے جس کے ثبوت کیلئے (سورہ مریم ع ۲) کا حوالہ دیتے ہیں۔ یوں تو تمام نبی مادر زاد نبی تھے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے سے نبی تھے کیونکہ خدا تعالے کے علم میں وہ نبی ہو چکے تھے جیساکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و کان آدم بین الماء والطین مگر جو رکوع پادری صاحب نے ثبوت کیلئے پیش کیا ہے۔ ہم نے اسوقت

اس رکوع کو بڑے تدبر سے پڑھا ہے۔ اور ہم یہ کہنے کو تیار ہیں کہ اس رکوع میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے ثابت ہو سکے کہ مسیح مادر زاد نبی تھے۔ ہاں اس رکوع میں ایک لفظ ہے جو عیسائیت کو جڑھ سے اکھاڑ رہا ہے۔ جسکو اسجگہ بیان کیا جاتا ہے۔ گو مضمون سے اس کا کوئی بڑا تعلق نہیں ہے ؛ اس رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقرار کرتے ہیں انی عبد اللہ۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ عیسائی صاحباں غور کریں کہ یسوع خود خدا تھا یا خدا کا بندہ تھا۔ پھر جناب مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اسجگہ ذکر کے معنو نہیں بھی پادری صاحب غور کریں کہ یسوع خدا نہ تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے بندے تھے اور جو یسوع کو خدا کہتے ہیں وہ اہل الذکر نہیں ہیں۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں۔ ”اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ آپکی دنیاوی عمر صرف ۳۳ سال کی ہوگی“ ہم کہتے ہیں کہ اگر یسوع کو یہ علم تھا کہ انکی عمر ۳۳ سال کی ہوگی تو پھر وہ کیوں اپنی عمر کو ختم کرنے کے بعد مرتے وقت کہتے ہیں ایلی ایلی لما سبقتانی اور کیوں اپنی رہائی کی درخواست کرتے تھے جبکہ جانتے تھے کہ اب قطعی موت ہے کیونکہ میری عمر ختم ہو چکی ہے۔

پھر پادری صاحب دعوےٰ کرتے ہیں کہ آپ نے (یسوع ملعون[۱] نے) اپنی ساری عمر کو بمنظیر ایثار نفس کے ساتھ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ حتےٰ کہ آپ نے تمام ضروری لذات کو بھی بخوشی ترک کر دیا تھا۔ اور کھانے پینے سے بھی غافل تھے + ناظرین غور کریں۔ ایک شخص شراب پیتا ہے۔ فاحشہ عورتوں سے دوستی رکھتا ہے۔ اور پھر اس کے متعلق کہا جاتا ہے

---

[۱] پادری صاحب گھبرائیں نہیں ہم نے یہ لفظ ان کے اپنے اصول کے مطابق لکھا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ پادری صاحب اس سے خوش ہونگے۔ کیونکہ یہی تو بات ہے۔ جس پر عیسائی مذہب کی بنیاد ہے اگر یسوع ملعون نہ ہوتا تو پھر کفارہ کسطرح جائز ہوتا۔

نوٹ۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو یاد رہے۔ کہ ہم حضرت مسیح ابن مریم کو ملعون نہیں کہتے جو خدا تعالےٰ کے پیارے نبی تھے۔ بلکہ عیسائیوں کا یسوع ملعون تھا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ وہ تو نہ خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے۔ نہ ملعون ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا بشر رسول تھا۔

کہ اس نے فی سبیل اللہ لذات کو ترک کر دیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شرابی سے بڑھکر کون شخص لذات کا گرویدہ ہو سکتا ہے خاصکر جبکہ فاحشہ عورتوں کو بھی اسکی دوستی کا فخر حاصل ہو۔ کھانے پینے کے متعلق انجیل سے ثابت ہے۔ کہ یسوع ملعون کھانا کھاتا تھا۔ چنانچہ کھانا ہی تو کھانے گیا تھا۔ جبکہ مریم نے عطر چھڑکا اور اپنے آنسوؤں سے پاؤں دھوئے۔ جسکا حوالہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پھر پادریصاحب فرماتے ہیں۔ کہ کیا اس کو زیبا تھا کہ اپنے بیش بہا آسمانی مقدس اوقات کا کوئی معتدبہ حصہ گرستی کے دہندوں ۔ ۔ ۔ ۔ میں تلف کر دے "۔ میرے خیال میں ایک شخص جو شراب پیئے۔ اس کے نشے کیحالتمیں رہے اور پھر شراب کے لوازم کو پورا کرنیکے لئے فاحشہ عورتوں سے دوستی لگانیمیں وقت خرچ کرتا ہے۔ اس سے تھوڑے وقت میں اپنے گھر کے سب کام کاج کر سکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کہا جائے۔ کہ شادی کیلئے وقت تلف ہوتا ہے اور شراب پینے اور عورتوں سے دوستی لگانے میں وقت تلف نہیں ہوتا ؏

تم ہیں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے ✤

دوسری دلیل جو پادریصاحب نے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔ کہ "قرآن کریم میں ہے ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم (ال عمران ع) سوچنا چاہیے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو مجرد پیدا کیا تھا۔ اور ہمیشہ مجرد ہی رہتے اگر انکے لئے انکی مثل انکی جنس سے ایک عورت نہ پیدا کر دیجاتی چنانچہ لکھا ہے۔ وخلق منہا زوجہا۔ مگر آدم ثانی یعنی خداوند مسیح پیدا ہوئے تو ان کا جوڑا نہیں پیدا کیا گیا۔ اور ان کا مجرد رہنا لازم آیا" افسوس عیسائیوں کی عقل کو کیا ہو گیا۔ وہ ذرہ بھی غور نہیں کرتے۔ دیکھو خود یہ دلیل دیتے ہیں۔ کہ ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام آدم کی مانند تھے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ یسوع تو خدا کا بیٹا تھا۔ وہ ہر نسبت خدا ہی کے ساتھ رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں اسی آیت میں فرماتا ہے خلقہ من تراب۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی مٹی سے پیدا کئے گئے۔ نہ یہ کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرزند تھے۔ یہ بات کہ آدم اول کیلئے تو اسکی قسم سے اسکی بیوی پیدا کیگئی تھی اور آدم ثانی کیلئے نہیں کیگئی غلط ہے۔ کیونکہ خلق منہا زوجہا کے یہ معنے نہیں کہ اگر حضرت حوا علیہا السلام پیدا نہ ہوئیں

تو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ممنوع تھا کہ وہ کسی اور عورت سے نکاح کرتے۔ بلکہ اسجگہ اللہ تعالےٰ تو اپنے احسانات یاد دلاتا ہے۔ کہ دیکھو ہم نے انسان کے لئے بیوی بھی اسکی قسم سے بنائی ہے۔ یہ ہمارا فضل ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل کوئی اور عورت تھی کہ نہیں۔ اس سوال پر غور کرنیسے جلد معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ ؑ بھی حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ اور عورتیں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی مثل تھیں تو کیا پھر یہ لازم نہ آئیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل بھی عورتیں موجود تھیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

تیسری دلیل پادریصاحب نے مسیح کے مجرد رہنے کیلئے یہ بیان کی ہے۔ کہ قرآن شریف میں اللہ کی ذات کی نسبت لکھا ہے۔ لم یلد ولم یولد اور پھر یہ کہ ولم تکن لہ صاحبہ۔ خداوند مسیح کو ہر نسبت صرف خدا ہی کے ساتھ ہے۔ وہ خدا کے کلمہ اور خدا کی روح ہیں۔ جسکی نظیر دنیا کے پردے میں مفقود ہے۔ پس دنیاوجسمانی اعتبار سے ان کے نہ کوئی باپ ہو سکتا ہے نہ کوئی اولاد اور نہ کوئی جورو۔" پادریصاحب نے یہ دعوےٰ تو کیا ہے۔ کہ یسوع ملعون کو ہر نسبت خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ مگر افسوس کہ اس کو اس دعوے کے وقت وہی آیت کریمہ یاد نہیں رہی۔ جو اس دعوےٰ کے ایک ہی سطر اوپر لکھکر اس دعوے کی دلیل ٹھہرائی ہے وھو ہذا۔ لم یلد ولم یولد۔ پادریصاحبان بتائیں۔ کہ یسوع آسمان سے گرا تھا۔ یا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے [illegible] پیدا ہوا تھا۔ اگر مریم ؑ کے ہاں پیدا ہوئے تھے تو پھر لم یولد نہ رہے پھر دیکھئے کہ اگر خدا لم یلد اور لم یولد ہے۔ تو خدا باپ اور خدا بیٹا کے کیا معنے ہیں؟ کیا کوئی بغیر کسی کے جننے کے باپ ہو سکتا ہے۔ یا بغیر اس کے کہ جنا گیا ہو بیٹا ہو سکتا ہے۔ کیا یسوع لم یلد اور لم یولد والی صفت کے مطابق جو کہ پادریصاحب نے خود پیش کی ہے۔ خدا ہوئے یا انسان علاوہ ازیں پادریصاحب اس سوال کا جواب بھی دیں .... ہے کہ ایک شخص (مثلاً زید) کے ایک لڑکا ہے۔ جس کا نام بکر ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ زید کی بیوی نہ ہو خاصکر اس صورت میں جبکہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا ہو کہ بکر ایک عورت ہندہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اس معاملہ میں جب کوئی غور کرے گا۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہندہ جو ہے

بکر کی ماں ہے۔ بیوقوف ہوگا جو یہ کہیگا کہ ہندہ کا زید سے کوئی تعلق نہیں۔ اس مثال سے واضح ہوگیا۔ کہ عیسائیوں نے خداتعالےٰ کو اسبات سے بھی جواب دیدیا ہے۔ کہ وہ صفت لم تکن لہ صاحبہ سے متصف ہو۔ اب دیکھو یسوع کو خدا کی ساتھ تعلق کی نسبت دینے سے کیا نقص نکلا۔ کہ ان تینوں صفتوں سے نہیں جو خداتعالےٰ میں ہونی چاہئیں (اور اس امر میں پادریصاحب بھی متفق ہیں کیونکہ اگر متفق نہ ہوتے تو حوالہ نہ دیتے) خدائے واحد لاشریک کے پاس ایک بھی صفت باقی نہ رہی۔ ہاں اگر مسیح کو خداتعالےٰ سے علیحدہ کیا جاوے۔ تو خداتعالےٰ کے پاس تمام صفتیں ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں۔ انہیں کوئی نقص نہیں آتا۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مثل آدمؑ تسلیم کیا جاوے (جیساکہ پادریصاحب نے بھی تسلیم کیا ہے) تو پھر خداتعالےٰ نہ لم یلد ہوسکتا ہے نہ لم یولد اور نہ اسے صاحبہ کی ضرورت رہتی ہے + ہم اس مختصر سے مضمون میں ابطال الوہیت کے دلائل مفصل ذکر نہیں کرسکتے صرف ایک دو موٹی موٹی دلیلیں بیان کرتے ہیں

۱۔ خداتعالےٰ کو کبھی کھانیکی ضرورت نہیں (جیساکہ پادریصاحب کو یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہوئے (کہ یسوع کو خداتعالےٰ سے تعلق ہے) اسبات کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ کھانیسے بھی یسوع غافل رہتا تھا) حالانکہ یسوع کھانا کھایا کرتا تھا۔ جیساکہ میں اوپر ثابت کرآیا ہوں۔

۲۔ خداتعالےٰ لم یولد ہے (جیساکہ پادریصاحب نے تسلیم کیا ہے) اور یسوع یولد تھا۔ جسکو حضرت مریم علیہا السلام نے جنا۔

۳۔ خداتعالیٰ فانی نہیں۔ یسوع فانی تھا۔ جیساکہ بالآخر مرکر کشمیر میں مدفون ہوا

۴۔ خداتعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فاتح ہوتا ہے۔ اور کبھی مفتوح نہیں ہوتا اس کے بالمقابل یسوع یہودیوں کے ہاتھوں میں پھنسا۔ سولی دیاگیا جس سے کہ ان کے پیرووں نے بھی ان کا نام ملعون رکھا ہم اس بحث کو انہیں چار دلائل پر ختم کرتے ہیں۔ ع۔ کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے + مندرجہ بالا بحث سے یہ تو ضرور معلوم ہوگیا۔ کہ مسیح خداتعالےٰ کے مشابہ نہ تھے۔ اسلئے لم تکن لہ صاحبہ یسوع کی صفت نہیں ہوسکتی۔

چوتھی دلیل پادریصاحب نے یہ دی ہے۔ کہ یہ جو دنیا کے رشتے ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ جورو

اگر کوئی انہیں سے جسمانی تصورات کو علیحدہ کردے۔ تو تہ میں ایک لطیف روحانی معنے پوشیدہ ہوتے ہیں۔۔۔ [۱]۔ خاوند جورو کے رشتے میں جو روحانی معنے ہیں انکیطرف مقدس پولوس اشارہ فرماتے ہیں (۵ : ۳۲) اور عیسائیوں کی عالمگیر جماعت یعنی مسیحی کلیسیا کو مسیح کا بدن اور مسیح کی دلہن کہا (انتہیٰ بلفظہٖ) ہمیں اسبات کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ نبیوں کی امت انکی بیوی کے درجہ پر ہوتی ہے۔ مگر ہم یہ ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا ضرور ہے کہ جسکا کوئی روحانی رشتہ ہو۔ اس کا ظاہر میں کوئی رشتہ نہ ہونا چاہیئے۔ آپ ہی فرمائیں کہ آپکی بیویاں بحیثیت اس کے کہ وہ عیسائیوں کے عالمگیر گروہ میں شامل ہیں۔ یسوع کی بیویاں ہیں (جیساکہ آپ نے ثابت کیا ہے) یہ انکا روحانی رشتہ ہے۔ تو پھر کیا وہ آپکی بیویاں نہیں ہیں؟ جیساکہ ظاہر میں اور فی الحقیقت ہیں۔ حالانکہ آپکے اصول کے مطابق یہ غلط ہے۔ لہذا یہ ضروری نہیں کہ اگر مسیح کی روحانی بیوی ہے۔ تو ظاہری نہ ہو۔

اب ہم پادریصاحب کیطرف سے اعراض کر کے اصل سائل کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یہ سوال کہ مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے۔ اصلاح طلب ہے۔ یعنی پیشتر اس کے کہ یہ سوال کیا جاوے کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔ یہ سوال ہونا چاہیئے۔ کہ کیا یسوع نے شادی کی۔ اگر اس سوال کے جواب میں ثابت ہو جائے۔ کہ شادی نہیں کی تب تو اصل سوال صحیح ہوگا۔ اور اگر برخلاف اس کے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مسیح نے شادی کی۔ تو پھر اس سوال کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسلئے ہم پہلے اس سوال کے جواب میں کہ کیا مسیح نے شادی کی

---

[۱] اسجگہ جو عبارت ہے۔ اسمیں پادریصاحب مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم یسوع کو روح اللہ خدا کی جان یعنے خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ پادریصاحب ذرا بھی غور سے کام نہیں لیتے۔ کاش کہ وہ غور کرتے کہ قرآن کریم نے روح کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو من امر یعنی الحکم سے کے معنوں میں آیا ہے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ اور دوسری جگہ پر ہے وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ روح کے معنے ہیں خدا تعالےٰ کے امر سے یا حکم سے اسلئے روح اللہ کے معنے ہوئے حضرت مسیح ابن مریم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جان ہیں منہ

بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے شادی کی تھی۔ جیسا کہ میرے مکرم و مخدوم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے اپنے معزز و بے نظیر رسالہ کے اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ثابت کیا ہے۔ اسجگہ میں ریویو آف ریلیجنز کی اصل عبارت نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا:۔

کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے

ایک زمانہ وہ تھا جب یہ کہنا کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی اور بہنیں تھیں انکی شان کی ہتک سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس بات کو ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ خدا کی ماں نے فانی بچے جنے۔ مگر اب یہ صورت نہیں کیونکہ عیسائی صاحبان نے اب تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کی سوائے مسیح کے اور اولاد بھی تھی لڑکے اور لڑکیاں بھی۔ مگر اس امر کو کہ حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے ابتک بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس بات کو انکی شان الوہیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا ہو کر وہ بیوی بھی رکھتے ہوں اور حقوق زوجیت کو بھی ادا کرتے ہوں حالانکہ شان الوہیت کو صدمہ پہنچانیوالی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بھوک بھی لگتی تھی اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ بلکہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد بھی آپ کو بھوک لگتی تھی اور آپ کھانا کھاتے رہے اور ایسا ہی جب آپکو پیاس لگتی تو آپ پانی پیتے تھے پس جس شخص کو یہ دو بشری تقاضے لگے ہوئے تھے وہ باقی بشریت کے تقاضوں سے خالی نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف نے نہایت خوبصورت اور مختصر الفاظ میں انکی الوہیت کے بطلان میں صرف اسیقدر فرمایا ہے اور اسکو پھیلاؤ تو کئی جلدیں دلائل کی تیار ہو سکتی ہیں کہ کانا یاکلان الطعام یعنی حضرت مسیح اور انکی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے پس جو شخص دو یا تین وقت روٹی کھا کر بھی خدا رہ سکتا ہے بیوی رکھنے سے کیونکر اسکی کسر شان ہو سکتی ہے۔ مگر کلیسیا نے حضرت مسیح کے نکاح کے انکار پر اصرار کرنا ہی مفید سمجھا ہے۔ اور یہ کبھی نہیں خیال کیا کہ اس انکار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کمال انسانی تجرد میں ہے نہ نکاح اور اس کا دائیگی

حقوق زوجیت میں۔ علاوہ ازیں اگر مسیح نے نکاح نہیں کیا تو ہر ایک سچے عیسائی کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے آقا اور مرشد کے نقش قدم پر چلے اور نہیں تو یہ فائدہ تو اس کا ضرور ہوگا کہ اس طریق سے دنیا اس جھوٹے عقیدہ والوں سے خالی ہوکر ایک غلط عقیدہ سے نجات پا جائیگی۔ ہاں عیسائیوں میں فرقہ مارمن ایسا پیدا ہوا ہے کہ اسکی تعلیم عیسائیوں کے اس خیال پر پانی پھیرتی ہے

اخبار اگنا سٹک جرنل ۱۸ مارچ کے پرچہ میں ایک مضمون مارمنوں پر چھپا ہے جس کے اثنا میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے صرف نکاح ہی نہیں کیا بلکہ ایک ہی وقت میں کم از کم تین بیبیاں ضرور تھیں۔ عیسائی اس بات کا منہ پر لانا بُرا سمجھتے ہیں مگر برا ماننے کی انہیں کیا بات ہے حضرت مسیح کے وقت میں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا۔ اور آپ نے کبھی صراحتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی نہیں کہا جسمیں تعدد ازدواج کی مخالفت پائیجاتی ہو۔ پس اگر وہ اس کے مخالف نہ تھے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے حامی تھے۔ پھر اسپر عمل کرنا کونسی تعجب کی بات ہوسکتی ہے۔ مارمنوں کے پریزیڈنٹ ارمن ہائیڈ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے وعظ میں جو ایک عام جلسہ میں ۱۸۵۳ء میں بیان کیا گیا یہ کہا تھا "مریم اور مارتھا اور دوسری عورتوں کے متعلق جو مسیح کے ساتھ رہتی تھیں کیا کہنا چاہئے۔ پہلے زمانے میں (اور یہ رواج آجتک چلا جاتا ہے) عورتیں اپنے خاوندوں کو لارڈ (آقا) کے نام سے پکارتی تھیں جیسا کہ سایرہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ لفظ لارڈ (آقا) بعض زبانوں میں لفظ ہسبنڈ (خاوند) کا مترادف ہے۔ اور ماسٹر (مالک) لارڈ (آقا) اور ہسبنڈ (خاوند) کے ایک ہی معنے ہیں۔ جب مریم ہفتہ کے پہلے دن قبر پر آئی تو بجائے یسوع کے اس نے دو فرشتوں کو سفید کپڑوں میں دیکھا اور انہوں نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیوں روتی ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ وہ میرے آقا (یعنی خاوند) کو لیگئے ہیں اور میں نہیں جانتی کہ انہوں نے اسے کہاں رکھدیا ہے اور جب وہ یہ کہہ چکی تو اس نے پھر کر دیکھا کہ یسوع کھڑا ہے مگر اس نے اسے پہچانا نہیں۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت تو روتی کیوں ہے اور کسے تلاش کرتی ہے اس نے اسے باغبان سمجھکر کہا کہ اگر تو نے اسے یہاں سے اٹھایا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے اسے کہاں رکھا ہے اور میں اسے لیجاؤنگی۔ یسوع نے اسے کہا مریم۔ اس نے پھر کر دیکھا اور کہا ربونی

یعنی اے میرے مالک کیا یہ الفاظ اس محبت کو ظاہر نہیں کرتے جو بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے ضرور کرتے ہیں اور صاف طور پر ان یگانگت اور ہمدردی کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں جو شوہر اور بی بی میں ہوتے ہیں۔ محض اشتراک مذہب کی بنا پر ایسی محبت (ایک عورت اور مرد کے درمیان) ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اور ثبوت حضرت مسیح کے نکاح کرنیکا اوراق انجیل سے دیا گیا ہے اور اس کے لئے انجیل یوحنا کے دوسرے باب کی ابتدائی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں ایک دعوت کا ذکر ہے جو کسی شادی کی تقریب پر ہوئی تھی یہ عجیب بات ہے کہ اس دعوت میں ایکطرف تو حضرت مسیح اور آپ کی ماں شریک ہیں اور دوسریطرف آپ کے حواری بھی اسمیں شامل ہیں۔ دولہا کا نام تو نہیں دیا گیا مگر ان قراین سے اس کے نام کی تعیین ایک حد تک ضرور ہو سکتی ہے وہ کون شخص ہو سکتا ہے جسکی خاطر ایک طرف تو حضرت مسیح کی ماں شامل دعوت ہو اور دوسریطرف وہ لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے مذہبی طور پر آپ سے تعلق پیدا کیا تھا۔ یعنی آپ کے حواری۔ ان دو فریقوں کے ایک ہی جگہ جمع ہونے کے لئے باعث کشش سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نہ ہو سکتا تھا اس کے علاوہ وہ وجوہات ہیں جو مارمن پریزیڈنٹ نے اپنے وعظ میں بیان کئے تھے۔ وہ کہتا ہے انجیل میں یہ لکھا ہے کہ "جب ان کو شراب کی ضرورت ہوئی تو یسوع کی ماں نے کہا کہ شراب نہیں رہی۔ اگر یسوع کی ماں معمولی مہمان کی طرح اس دعوت میں آئی تھی تو اسکو شراب کے ختم ہو جانے پر کیوں تشویش ہوئی اور کیوں اس انتظام کی فکر پڑی کہ اور شراب مہیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمانداری کا انتظام اسی کیطرف سے تھا۔ اور حضرت مسیح کو خطاب کر کے کہنے سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ یہ انہیں کی شادی کی تقریب تھی "یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کچھ کام نہیں میرا وقت ابھی نہیں آیا۔ اسکی ماں نے نوکروں کو حکم دیا کہ جو کچھ یہ یعنی یسوع تم سے کہے تم وہی کرو" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوکر مریم کے ہی تھے جن کو یہ حکم دیا گیا کیونکہ اگر وہ کسی اور کے نوکر ہوتے تو مریم کو یہ کہنے کا حق کیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے بیٹے کا یہ جواب پسند نہیں آیا اور اسلئے انہوں نے نوکروں کو کہا کہ جو یسوع کہتا ہے وہی کرو

گویا ان کا منشاء یہ تھا کہ میں اب دخل نہیں دیتی تم جسطرح چاہو انتظام کرو۔" اور وہاں چھ پتھر کے مٹکے تھے جو یہودیوں کی رسم کے مطابق رکھے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک میں دو یا تین مشکیں پانی کی تھیں اور یسوع نے انکو کہا کہ ان مٹکوں کو پانی سے بھر دو۔ اور انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے انکو کہا کہ اب نکال لو۔ اور دعوت کے منتظم کے پاس لے جاؤ۔ اور جب اس منتظم نے پانی کو جو شراب بنایا گیا تھا چکھا۔ اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے (مگر نوکروں کو جنہوں نے پانی نکالا تھا علم تھا) تو دعوت کے منتظم نے دولہا کو بلایا اور اس کو کہا کہ ہر ایک آدمی شروع میں اچھی شراب دیتا ہے اور جب لوگ اچھی طرح سے پی لیں تو پھر وہ ناقص ہوتی ہے مگر تو نے اب تک عمدہ شراب دی ہے۔ صاحبان انجیل کی اس عبارت سے صفائی سے پتہ لگتا ہے کہ اس موقع پر برات کا دولہا خود مسیح ہی تھا۔ کیونکہ شراب کا مہیا کرنا دولہا کا کام ہوتا تھا جیسا کہ یہاں سے معلوم ہے اور اس موقعہ پر شراب کا مہیا کرنیوالا خود مسیح تھا پس جسقدر کھلے لفظوں اناجیل کے مترجم اور کونسلیں اس مطلب کو ادا کر سکتی تھیں انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اصل راز بتا دیا ہے بس اسبات کو برا نہیں سمجھتا کہ ابراہیم کا بیٹا کہلاؤں یا اپنی نجات دہندہ کا بیٹا یا بھائی یا اسکی نسل سے کہلاؤں اگرچہ مریم اور مارتھا اور بہت ساری اور عورتیں اسکی بیویاں تھیں اور اگرچہ اس نے انہیں میں سے ایک میں سے سات شیطان بھی نکالے تھے میرے نزدیک یہ سب برابر ہے۔"

اب اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ یسوع نے شادی کی تھی۔ اس سوال کی ضرورت نہ رہی۔ کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

عبدالرحیم از قادیان۔ ۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۶ء

ضرورت امام

قرآن شریف میں مامور من اللہ کے وقت کے لئے ایک نہایت ہی لطیف مثال دیگئی ہے کہ وہ ایک بارش کیطرح ہے جسکے پڑتے ہی طرح طرح کے عمدہ پھل اور خوش کن پھول پیدا ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے قسم قسم کی بوٹیاں اور گھاس پھوس بھی پیدا ہوتا ہے پر اچھے درخت تو روز بروز زیادہ ہی پھولتے پھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ چھوٹی اور ردی بوٹیاں چند روز میں خشک ہو جاتی ہیں یا ان کو چرند و پرند کھا لیتے ہیں۔ اسیطرح اسوقت دو گروہ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر بڑے بڑے سایہ دار درختوں سے مشابہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو نکمی اور ناچیز بوٹیوں اور گھاس پھوس کیطرح ٹھہرتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو کہ ہمیشہ اور ہر ایک رسول کے ساتھ ہوتی اور ہر ایک مامور من اللہ کے ظاہر ہونے ہی طرح طرح کے خیالات کے لوگ ظہور پاتے اور بعض اس خبث اور بدظنی کیوجہ سے جو کہ انمیں ہوتی ہے کوئی نہ کوئی بات ایسی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اس رسول برحق کی اطاعت کا جوا زبردستی اپنی اتباع کی گردن پر سے اتار دیں لیکن یہ فتنہ سازیاں اور بہانہ بازیاں چل نہیں سکتیں اور آخر کار خداتعالے جو کہ بڑا غیور ہے اس گردن کو جسپر اسکی اطاعت کا جوا نہیں توڑ دیتا اور اس پیٹھ کو جس نے دین کا بوجھ نہ اٹھایا ہو خم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور فرماتا ہے واما الزبد فیذھب جفاءً۔

سو اب بھی جبکہ خداتعالے کا ایک بہت بڑا رسول دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے ضروری تھا کہ دنیا میں ہر ایک طرز کے انسان پیدا ہوں جو ہر قسم کے نیک اور شریر مادہ کو اپنے اندر رکھتے ہوں بعض سعید فطرتیں جنکے دلمیں ذرہ سی بھی رد حانیت تھی اسطرف کو جھکے اور خدا کا منور چہرہ دیکھا۔ لیکن وہ جو اپنے اندر ذرا سی بھی گندگی رکھتے تھے پھر گئے اور اس کے انکار کے لئے

وجوہات سوچنے لگے کاش کہ وہ بدگمانی سے کام نہ لیتے اور اس کے روشن پہلو کیطرف نظر ڈالتے۔ ہزاروں لوگوں نے ہزاروں مختلف وجوہات سوچیں۔ لیکن اسوقت ہم ایک خاص گروہ کے خیالات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو کہ روشنی کے بہت کچھ قریب پہونچ چکا ہے لیکن نہ معلوم کہ کیوں وہ پھر بھی اتنی دور پڑا ہے کہ بہت سے دوسرے گروہ اس سے زیادہ نزدیک ہیں یہ وہ گروہ ہے کہ جس کا دعوےٰ ہے کہ ہم اس شخص کو جو ماموربن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے سچا مانتے ہیں لیکن کیا ضرورت ہے کہ ہم اسکی بیعت میں داخل ہوں جبکہ ہم اسلام کے تمام احکام پر چلتے اور سب بدکاریوں سے بچتے ہیں تو پھر کیوں ہم خواہ مخواہ بیعت کریں۔

افسوس کہ یہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر ان کا دین کچھ وقعت رکھتا تو وہ خدا جو کہ علیم و بصیر ہے جو ان کے حالات کا ان سے زیادہ واقف ہے ایک شخص کو خاص طور سے چنکر کیوں بھیجتا۔ جب دنیا کو ایک مصلح کی ضرورت نہیں تھی اور جبکہ ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جو کہ خود نیک کام کرتے اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنیکی ترغیب دیتے تھے تو پھر خدا کو یہ کیا سوجھی کہ خواہ مخواہ بغیر اس کے کہ کوئی ضرورت ہے ایک مصلح کو روانہ کر دیا کہ تا وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر لاوے اور بُرے اور لغو کاموں سے روکے اور تاکہ وہ ان لوگوں کو صاف کرے جن کے دلوںمیں گند ہے اور ان لوگوں کو جو اپنے دلوںمیں ایک ذرہ بھی نیکی کا بیج رکھتے ہیں روحانیت اور معرفت تامہ کا پانی پلائے اور اسطرح اس بیج کو جو کہ خفیہ ان کے دلوںمیں موجود تھا اور خطرناک حالت میں تھا اور قریب تھا کہ ایک پرند کیطرح شیطان اس بیج کو اٹھا کر کھا جائے ایک درخت کیصورت دے اور اس درجہ کو پہونچا دے کہ ہزارہا لوگ اس کے سایہ میں بیٹھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ اسوقت میرے بندوں کی کیسی حالت ہے اور ان کو کس بات کی ضرورت ہے۔ تم دنیاوی حالت کو ہی دیکھو اگر ایک قوم چاہے کہ ہم پر کوئی حاکم نہ مقرر کیا جائے بلکہ ہم بغیر کسی پیش و پس کے جو کچھ احکام صادر ہوں گے انکی تعمیل کریں گے اور ان پر کاربند ہونگے تو کب اس ملک کا شہنشاہ ایسا کرسکتا ہے کیا کبھی بغیر

حاکم کے کام چلا ہے۔ تم لوگ دنیاوی باتوں میں تو ایک بادشاہ کی یا ایک صدر انجمن کی ضرورت کو محسوس کرتے ہو اور اسباب کو مانتے ہو کہ ایک پیشرو کا ہونا ضروری ہے اور بغیر ایک امام کے جماعت تتر بتر ہو جاوے گی اور مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا مشکل ہو جائیگی لیکن دین کے معاملہ میں تمہاری عقلوں کو نہیں معلوم کیا ہو جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے دنیاوی معاملہ کے لئے کہ جسمیں سوائے چند روزہ چھوٹے فائدہ کے اور کچھ نفع نہیں اسقدر کوشش اور تردد۔ لیکن اس عظیم الشان کام کے لئے کہ جسپر تمام آئندہ امیدوں کا دارومدار ہے اور صرف جس ایک کام پر ہی تمام فلاحیت اور مسرت منحصر ہے اسقدر کوتاہی اور تکبر۔

میں کہتا ہوں کہ اگر سب نیکیاں تم میں موجود ہیں اور بغیر کسی مصلح کی اطاعت کے تم سب احکام الٰہی پر کاربند ہو سکتے ہو تو بھی ایک مصلح کی ضرورت ہے اور ایک ایسا پیشرو تم کو چاہئے جو کہ نقائص کو دور کرے اسلئے کہ خدا نے ایک رسول پیدا کیا اور تم نے اسکی اطاعت کو برا سمجھا اور تکبر کیا کہ جب ہم میں سب کچھ موجود ہے تو کیا وجہ کہ ہم اسکی اطاعت کریں پس اسکی اطاعت سے تمہارا تکبر بمعہ ان خفیہ غلطیوں کے جو کہ تم میں پائیجاتی ہیں اور تم خود ان سے ناواقف ہو دور ہو جاوے گا اور یہی خدا تعالےٰ کا منشاء ہے دیکھو ملائکہ کو اور ابلیس کو جو آدم کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو کیا انمیں اسوقت ظاہرہ طور سے نقص تھا۔ نہیں بلکہ ملائکہ بھی صدق دل کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے اور شیطان بھی ظاہرہ طور پر نیک کاموں میں حصہ لیتا تھا تب ہی تو اس کو فرشتوں کے ساتھ وحی الٰہی ہوئی ملائکہ تو صاف باطن تھے انہوں نے خدا تعالےٰ کا حکم مانا اور اطاعت کے ساتھ سر جھکایا لیکن شیطان نے برا مانا اور تکبر کیا۔

Digitized by Khilafat Library

پس جو اسکو حکم ملا ہے اور جو کچھ انکو کہا گیا اس سے خوف کرو اور اپنے خدا کے آگے عاجزی سے سر جھکاؤ۔ وہ کیا فیصلہ ہے یہ کہ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ پس اس دن سے ڈرو کہ تم بھی خدا تعالےٰ کے نزدیک کافر ٹھہرائے جاؤ اور شیطان کیطرح راندے جاؤ۔ یہ تمہارے دلوں کا کھوٹ ہے جو کہ یہ الفاظ تمہارے منہ سے نکلواتا ہے

* یہ بات ہم صرف انہی لوگوں کے خیال کے مطابق کہتے ہیں ورنہ کوئی ثبوت نہیں کہ وہ نیک کام کرتا تھا۔

تم کہتے ہو کہ ہم احکام الٰہی پر چلتے ہیں لیکن یہ بات بھی غلط ہے اور بالکل سچائی سے گری ہوئی ہے۔ اول ہی اول تم اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول کے حکم کے برخلاف کرتے ہو کیونکہ خداتعالےٰ تو فرماتا ہے کہ جو کوئی میں رسول بھیجوں اسکی اطاعت کرو یعنی دل سے قولاً فعلاً اسکی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ بیعت کرنا اور اطاعت کرنا ایک ہی بات ہے کیونکہ بیعت کے معنے ہیں اپنے آپ کو بیچ دینا اور اسطرح بیعت کرنیوالا اقرار کرتا ہے کہ میں ایک غلام کیطرح جو کچھ حکم صادر ہوگا اسپر کاربند ہونگا اور یہی سچی اطاعت کے معنے ہیں۔ لیکن تم سرے سے ہی انکار کرتے ہو اور باوجود اس بات کے ماننے کے کہ یہ رسول خدا کیطرف سے ہے ہاں تم کو خداتعالےٰ نے ایک دعا سکھائی ہے جو کہ کم سے کم دن میں چالیس بار تو تم کو ضرور پڑنی پڑتی ہے اگر غور سے دیکھو تو تمہارے اس بیہودہ سوال کا جواب خداتعالےٰ نے خود اسمیں دیدیا ہے وہ دعا سورہ فاتحہ ہے اور جواب ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم دنمیں پانچ وقت کئی دفعہ یہ دعا ایک امام کے پیچھے صفیں باندھکر کرتے ہو کیا وجہ کہ تم اسپر اعتراض نہیں کرتے کہ جب ہم جسطرح سے حکم دیا ہے نماز پڑہتے ہیں تو پھر کیوں اسطرح سے صفیں باندکر کھڑے ہوں اور ایک خاص شخص کے تابع ہوکر جسطرح وہ پڑہتا ہے اسیطرح پڑہیں اگر وہ غلطی کرتا ہے تو ہم بھی غلطی کریں خواہ پیچھے سجدہ سہو ہی کرنا پڑے۔

درحقیقت جو اس جماعت کی نماز میں فلاسفی ہے وہی اسجگہ بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ جماعت میں ایک خاص برکت ہے اور جماعت اسوقت تک قائم نہیں ہو سکتی جبتک کہ ایک خاص شخص کو پیشوا نہ بنایا جائے۔ پس کیا تمہارا اپنا مقرر شدہ امام تو تم کو پسند آجاتا ہے لیکن خداتعالےٰ کا مقرر کردہ امام ناپسند ہوتا ہے اور جبکہ وہ تمہاری بہتری اسمیں دیکھتا ہے کہ تم اسکی اطاعت کرو۔ لیکن اسکی فرمانبرداری تم کو بری معلوم ہوتی اور اسکی پیروی سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔

اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس مذکورہ بالا دعا میں اس کا جواب کیونکر پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے تم کہتے ہو کہ ہم (بصیغہ جمع) تیری عبادت کرتے اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

یہ ایک جماعت کیطرف سے ہی اور جماعت بغیر ایک ایسے پیشوا کے نہیں ہو سکتی کہ جسکی اطاعت کیجائے پھر آگے چلکر ہے۔ چلا ہم کو سید ہے راستہ پر ان لوگوں کا راستہ کہ جنپر تو نے انعام کئے اسمیں خدا تعالےٰ تم کو سکھاتا ہے کہ یہ دعا مانگو کہ ہم پر فضل کر اور ہمارے لیڈر ایسے شخص نہوں جو کہ خدا سے غافل یا علوم روحانیہ سے بے بہرہ ہوں بلکہ ایسے لوگ ہمارے پیشوا کر دے کہ جنپر تو نے زمانہ گزشتہ میں انعام کیا یا زمانہ حال میں جنپر تو نے انعام کیا ہے پس اس دعا میں خدا تعالےٰ تم کو سکھاتا ہے کہ ایک لیڈر کا ہونا ضروری ہے اور وہ لیڈر ایسا ہونا چاہئے جو کہ خدا تعالےٰ کا پیارا اور اس راستہ پر چلنے والا ہو جسپر خدا چلانا چاہتا ہے جیسا کہ آئت صراط الذین انعمت علیھم سے ظاہر ہے۔ یعنی ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا کہ جنپر تو نے انعام کیا اور ہم انہیں کے قدم بقدم چلیں اور ہم انکی اطاعت میں سرگرم اور دل وجاں سے تیار ہوں اور ایسا نہ ہو کہ ہم پھسل جائیں اور ہمارے امام و پیشوا مغضوب علیھم اور ضالین ہو جائیں۔

پس تم سوچو اور غور کرو کہ خدا تعالےٰ نے تم کو نجیں کئی دفعہ یہ دعائیں مانگنا فرض کی ہیں اور پھر بھی تم اگرچہ الفاظ کو رٹتے رہتے ہو لیکن اصل مطلب او رتہ کو نہیں پہونچتے خدا تعالےٰ اسمیں صاف تاکید فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کو اپنا پیشوا ضرور بناؤ جنپر میں نے فضل کیا خواہ وہ زمانہ حال کے ہوں یا زمانہ ماضی کے ورنہ مغضوب علیھم اور ضالین تمہارے امام اور پیشوا ہو جائینگے اور یہاں اس زمانہ کیطرف بھی صاف اشارہ ہے کہ جب مسیح آخرالزمان ظاہر ہوا اور لوگوں نے اسکی اطاعت سے سر پھیرا اور مغضوب اور ضالین میں سے ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

میرے خیال میں اگر کوئی شخص ان واقعات پر غور کرے گا اور انصاف سے کام کرے گا تو وہ انشاءاللہ تعالےٰ سمجھ لے گا کہ باوجود کل احکام پر چلنے کے بھی ایک امام اور رسول برحق کی اطاعت کی اشد ضرورت ہے۔

مرزا بشیرالدین محمود احمد

ایڈیٹوریل نوٹس

آج جو اسلام کی حالت ہے۔ وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ خواہ کسی کے خیال میں آج اسلام مردہ مذہب نہ ہو۔ لیکن احمدی جماعت کے نزدیک تو ضرور آج اسلام مر چکا ہے۔ وہ اسلام کہ جسکی نسبت خدا تعالےٰ اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے اکملت لکم دینکم اور وہ جو نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے برگزیدہ اور جامع جمیع کمالات پر نازل ہوا تھا۔ اور جسکے بعد اب کوئی نیا دین نہ آئیگا جو کہ اس قرآن اور شریعت کے برخلاف کچھ اور پیش کرتا ہو۔ وہی اسلام آج ایسی بیکسی کیحالت میں پڑا ہے۔ کہ یورپین سٹیٹسمین یا زمانہ کیحالت کے سمجھنے والے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ دو سو ۲۰۰ سال کے اندر اسلام دنیا سے مفقود ہو جائیگا۔ اور خود ہی خواہان ملک کو بھی ہاتھوں پیر کی پڑ گئی ہے۔ اور وہ بڑے زور سے چلا رہے ہیں۔ کہ خدا کے لئے کچھ فکر کرو۔ ورنہ عذاب الہٰی سر پر کھڑا ہے۔ لیکن افسوس کہ سوائے چلانے کے اور کوئی کام ان لوگوں سے نہیں ہو سکتا۔ چند لوگوں نے کمر ہمت کس کر چاہا۔ کہ اس ڈوبی ہوئی کشتی کو بچائیں۔ لیکن افسوس کہ وہ سب الٹی ہی راہ پر جا پڑے۔ اور کوئی تو حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور کوئی بیہودہ کانٹ چھانٹ میں لگ گیا جس کی وجہ صرف یہ کہ خدا تعالےٰ کی مدد ان کے ساتھ نہیں تھی۔ اور نہ انہوں نے کوشش ہی کی کہ خدا کے کلام کو سمجھیں۔ اور دین کو سدھاریں۔ بلکہ دنیوی جھگڑوں نے انکو تباہ کر دیا۔

ایسے وقت میں تو ایک آسمانی ہاتھ کے سوا کوئی نہیں جو بچا سکے۔ پس خدا تعالےٰ نے جو سمیع و بصیر ہے۔ اپنے وعدہ کے مطابق ایک شخص کو بھیجا اور اس کا بھیجنا ہی ہمارے لئے ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ آج اسلام پر کوئی مصیبت آپڑی ہے۔ لیکن اب انشاء اللہ تعالےٰ وہ دن گذر گئے کہ اسلام کوئی مردہ مذہب کہے۔ بلکہ خدا کی مدد سے اب اسلام کل دنیا پر حاوی ہونیوالا ہے ہم نے بھی اپنے دلی خلوص کے ساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے اس موعود برحق کی اجازت سے جسکو کہ خدا نے مامور کیا ہے۔ نوجوانان ملک کی بہتری کے لئے اس رسالہ تشحیذ الاذہان کو جاری کیا ہے۔ تاکہ ہم ایسے تیار ہوں کہ تمام بیر دلی اور

اندرونی حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن افسوس کہ ابتک ایک بھی نوجوان ایسا نہیں نکلا کہ جس نے ہم کو کسی مضمون کے دینے کا وعدہ بھی کیا ہو۔ سوائے ان کے جو اس مشورہ میں شامل تھے۔ خدا کے فضل سے مضمونوں کی تو رسالہ کو کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایڈیٹر رسالہ بھی اس کو پورا کر سکتا ہے لیکن احمدی نوجوانوں کی ترقی کا دیکھنا ہی تو اصل مقصود ہے۔ کاش کہ کوئی ایسا دل ہو جو میری سنے اور کوئی آنکھ ہو۔ جو مجھ پر نظر کرے۔ اے میرے دوستو میں سچے دل سے تمہارا خیر خواہ ہوں۔ طاقت نہیں ورنہ تمہیں اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ کیا کیا جوش میرے دل میں موجزن ہیں۔ میں پھر بڑے درد دل سے کہتا ہوں کہ ع دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو + میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے۔ میں نے یہ مضمون اسلئے نہیں لکھا۔ کہ اس سے آپ لوگ خدانخواستہ یہ سمجھیں کہ ہم گھبرا گئے ہیں۔ نہیں اور قطعاً نہیں۔ اور خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔ بلکہ صرف اسلئے یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں۔ کہ شائد کوئی نیک دل میری باتوں پر کان دھرے۔ اور شائد کوئی ایسا ہو۔ جو اس زخمی دل پر مرہم کافور کا پھایا رکھے۔ اے خدا تو میری خواہش کو پورا کر۔ آمین۔ ثم آمین۔

ہماری نسبت معاصرین کی رائے

پہلے تو میں خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس کے فضل و کرم سے ہم ایک حد تک اس رسالہ کے اجرا میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ کمزوریاں رہ گئی ہیں انکو بھی اسکے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ وہ رفع کر دیگا۔ اس کا کیسا فضل ہے۔ کہ پہلا پرچہ نکل چکا ہے۔ اور دوسرے کیلئے میں اسوقت مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور کیا ہی شکر کرنے کا مقام ہے۔ کہ پبلک نے اس رسالہ کو عزت کی نظروں سے دیکھا ہے چنانچہ ہم چند اخباروں کے ریویو یہاں مجملاً درج کرتے ہیں۔ تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

ریویو آف ریلیجنز

سب سے پہلے ہم رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی رائے کو مجملاً لکھتے ہیں۔ کہ اس رسالہ میں جو کہ ایک نامی ہوا رسالہ ہے۔ اور جس کے مضامین نے یورپ اور امریکہ میں ایک ہوم مچا دی ہے اور ان لوگوں پر اسلام کی سچائی کو اسطرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ دشمنوں کا بھی منہ نہیں رہا کہ کچھ انکار کر سکیں۔ اور جسکی قیمت اسکے مضمون اور حجم کے لحاظ سے دو روپیہ کچھ بھی زیادہ نہیں ہے بلکہ بہت کم ہے۔ اسمیں جو کچھ اس رسالہ تشحیذ الاذہان کی بابت ریویو کیا گیا ہے۔ اس کے چند فقرات ہو بہو یہ ہیں۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جسکا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ اسمیں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں ۱۴ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پہلے پڑھے مگر ہم اس مضمون کو ہم

مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ ..... الخ اس سے آگے ریویو کے ایڈیٹر نے انٹروڈکشن کا نہایت عمدہ خلاصہ درج کیا ہے۔ (باقی دیکھو صفحہ ٹائٹل پیج پر)

أَرَأَيْتَ إِسْمٰعِيلَ الدِّهْلَوِيَّ
كَيْفَ وَمَا وَلَدَتْ أُمِّي فِي ذٰلِكَ
مَا تَقُولُ يَا سَيِّدِي فِي لُحُومِ
الحُمُرِ الإِنْسِيَّة
حَرَامٌ وَإِنْ طُبِخَ فَكَسِّرُوا
قُدُورَهَا وَأَهْرِيقُوهَا
وَيْحَكَ مَا بِكَ تَضْحَكُ كَالمَجَانِين
يَا سَيِّدِي فِي بَيْتِكَ لِقْحَةٌ
نَعَمْ لِقَاحٌ وَجَمَلٌ وَوَجْنَاءُ
نَرْكَبُ عَلَيْهَا
نُومُوا فَإِنَّ اللَّيْلَ تَصَبْصَبَ
الدُّنْيَا دَارٌ أَبْنَاهَا أَجْنَاهَا
تَفَزَّلُ أَوْ شَئِنَتْ رِجْلُكَ
أَرَاكَ أَشْعَثَ أَلَا تَتَرَجَّلُ
أَسْمِعْنَا مِنْ أَشْعَارِكَ
السَّائِلُونَ يُنْهَرُونَ وَالمُتَعَفِّفُونَ
يُقْرَوْنَ
إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاسْجَحْ
إِنْدَفِعْ وَارْجِعِ البَقَالَةَ إِلَيَّ
إِذَا قَبِلْتَ الأَرْشَ أَبْطَلْتَ
القِصَاصَ
أَكْشِطْ عَنْ ظَهْرِ الفَرَسِ
عَاثَ الذِّئْبُ فِي غَنَمِ جَارِي

کیا تو نے اسمعیل دہلوی کو دیکھا ہے
میں کس طرح دیکھتا کہ جب تو میری ماں بھی پیدا نہیں ہوئی تھی
اے میرے سردار گدھوں کے گوشت کے بارہ
میں تمہارا کیا فتوے ہے
حرام ہے۔ اور اگر پکایا گیا ہو تو ہانڈی کو توڑ
ڈالو اور اس کو پھینک دو۔
افسوس ہے تجھ پر کہ تو دیوانوں کی طرح ہنستا ہے
اے میرے سردار کیا تیرے گھر کوئی دودھ والی ڈاچی ہے
ہاں کئی شیر دار اونٹنیاں ہیں اور ایک اونٹ اور
ایک سانڈنی ہے جس پر ہم سوار ہوتے ہیں
سو جاؤ کہ رات بڑی چلی گئی
دنیا ایک ایسا گھر کہ جس کا بہت آباد کرنے والا بہت گناہ کرنیوالا
تو لنگڑا چلتا ہے کیا تیرے پیر میں موچ آگئی ہے
میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تیرے بال بکھرے ہیں کیا تو کنگھی نہیں کرتا
ہمیں کچھ اپنے شعر سناؤ
سوالی جھڑکے جاتے ہیں۔ اور نہ سوال کرنیوالے
دعوت کئے جاتے ہیں
جب تو اپنے دشمن پر قابض ہو تو نرمی کر
جلدی جا اور اس کا چھن کو میری طرف لے آ
جب تو نے عوض میں مال لے لیا تو سزا کا
بدلہ کھو دیا
گھوڑے کی پیٹھ پر سے جھول اتار دے
میرے ہمسایہ کی گلہ پر بھیڑیا پڑا

أُقْعُدْ عِنْدَ الأُسْطُوَانَةِ فَاقْرَأْ
أَجْدَبَ الْمُلْكُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ
صُرِيَ الْمَاءُ فِي الْخَابِيَةِ
تُؤْذِينِي الذُّبَابُ فَأْتِ بِالْمِذَبَّةِ
اِكْسَحْ فَإِنَّ الْكُنَاسَةَ اجْتَمَعَتْ
هٰذَا مُتَيَقِّظٌ كَمِيشٌ وَذَالِكَ
جَاهِلٌ كَسْلَانُ
آفَةُ الْجَمَالِ الْخَبَلُ وَآفَةُ الْعَقْلِ
الْخَبَلُ
اِبْنُكَ ابْنُ بُوحِكَ يَشْرَبُ
مِنْ صَبُوحِكَ
اِتَّخِذِ اللَّيْلَ جَمَلًا تُدْرِكُ
الْمُهْرُ يَحْتَاجُ إِلَى الرَّائِضِ
أَلَا لَا تَمْلَأِ الصَّفَنَ وَقُمْ وَتَبَاعَدِ
الصَّفَنَ
مَرَّ كَثِيرٌ مِنَ اللَّيْلِ
أَرَأَيْتَ مَحْلَ الْأَرْبَعِينَ
نَعَمْ وَأَنَا إِذْ ذَاكَ غُلَامٌ لَبِسَ
لِي سَبَلَةٌ وَلَا لِحْيَةٌ
أَرَأَيْتَ مَا شُنَّ عَلَى دِهْلِي
نَعَمْ وَأَنَا إِذْ ذَاكَ جَارِيَةٌ
عَذْرَاءُ

ستون کے پاس بیٹھ جا اور پڑھتا رہ
ملک میں قحط پڑ گیا الٰہی رحم کر
پانی مٹکے میں سڑ گیا ہے
ہمیں مکھیاں ستاتی ہیں ۔ چوری لاؤ
جھاڑو دو کیونکہ کوڑا جمع ہو گیا ہے
یہ شخص بیدار طبع اور چست ہے ۔ اور وہ شخص
جاہل اور سست الوجود ہے
جمال کی آفت بگڑ جانا اعضاء کا ہے اور عقل
کی آفت دیوانہ ہو جانا ہے
تیرا بیٹا تیرے وجود سے نکلا ہے ۔ اور تیری
ہی شراب پیتا ہے
رات کو اونٹ بنالی مطلب کو پائے گا
بچھیرا چابک سوار کا محتاج ہے
خبردار ہو ڈاہی کو روٹی سے نہ بھر نفس کی
لگام کھینچ ۔ اور بخل سے دور ہو جا
رات بہت چلی گئی
کیا تو نے چالیسویں سال کا قحط دیکھا ہے
ہاں اور میں اس وقت بے ڈاڑھی مونچھ کا
لڑکا تھا
کیا تو نے دیکھا جب دہلی لوٹی گئی تھی
ہاں اور میں اسوقت کنواری تھی

آپسمیں اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کر لینی چاہیئے کیونکہ اسمیں خیر اور برکت ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ غیر مذاہب کے ساتھ بھی یہ بات رکھی جاہئے بلکہ ان کے ساتھ سخت مذہبی عداوت رکھنا چاہیئے جبتک کہ مذہب کی غیرت نہو انسان کا مذہب ٹھیک نہیں ہوتا۔ اب جو یہ ہندو عیسائی ہمارے آنحضرتؐ کو گالیاں نکالتے ہیں تو کیا ہم ان کے ساتھ صلح رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ انکی محفلوں میں بیٹھنا اور ان کے ساتھ دوستی کرنا اون کے گھروں پہ جانا تو معصیت میں داخل ہے ہاں آپسمیں جو ایک فرقہ میں ہوں تو لڑائی جھگڑہ کی زیادہ تر بنیاد بدظنی ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کیوجہ سے داخل ہوں گے خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں سے پوچھوں گا کہ اگر تم مجھپر بدظنی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے انہوں نے خدا پر بدظنی کی اور کفر اختیار کیا اور بعض تو خدا کے وجود تک کے منکر ہو گئے تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے۔

زلزلہ کی نسبت باتوں میں فرمایا کہ قرآن شریف میں زلزلہ آنیکی خبر دیگئی ہے کہ مسیح کے وقت ایسے زلزلے آئیں گے کہ شدت میں نہایت ہی سخت ہوں گے ابتک ان مولویوں نے یہ سب باتیں قیامت پر اوٹھا چھوڑی تھیں مگر یہ جو پیشگوئی ہے کہ حمل دار عورتوں کے حمل گر جائیں گے تو کیا قیامت کے دن عورتونکو حمل بھی ہوں گے یہ بات کچھ بھوپال کے نواب صدیق حسن خان نے سمجھی ہے لیکن افسوس کہ اب تک کوئی مولوی نہیں سمجھا کہ قیامت کو عورتوں کے حمل کہاں ہوں گے۔ کئی مسائل ہیں کہ جن کا ظاہر ہونا مسیح کے وقت میں بیان کیا گیا تھا یہانتک کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو گا اور کہیگا کہ یہ کون شخص ہے کہ ہمارے مذہب کے برخلاف باتیں بناتا ہے جو آجتک نہیں سنی۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے ان نشانیوں میں سے ایک زلزلہ بھی ہے کہ علماء اس کو قیامت کے وقت قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں زلزلے جو آئے ہیں کیا ایسے کبھی پہلے بھی دیکھے یا سنے تھے یہ اصل میں قرآن شریف کی اسی پیشگوئی کے مطابق آئے۔

ایک قادیاں کا آریہ کسی بیمار کے لئے دوائی پوچھنے کیلئے آیا اس کے ساتھ کچھ مذہبی گفتگو ہو گئی تھی چونکہ گھر میں ہوئی ہے اسلئے یہ بھی داخل کیجاتی ہے لیکن افسوس کہ میں پیچھے آیا اسلئے

غیبت غیبت کرنیوالے کی نسبت قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صبح اوٹھکر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بچنا چاہیئے۔ عورتوں کی خاص سورت قرآن شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مینے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخمیں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔ فرمایا کہ عورتوں میں چند عیب بہت سخت ہیں اور کثرت سے ہیں ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں۔ پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت انمیں بیٹھی ہوتی ہے تو اس سے نفرت کرتی ہیں اور اسکی طرف اشارہ شروع کر دیتی ہیں کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کہ عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اٹھا کر وہاں رکھدے اور جب وہ عورت اس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھدے تو پھر اس کا خاوند اس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھدے تو اس عورت کو چاہیئے کہ چون چرا ذرہ نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ فرمایا کہ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ انپر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی ان کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا کہ بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ انکی خبر گیری کر اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔ فرمایا کہ دیکھو موچی ایک جوتی میں بد دیانتی سے کچھ کا کچھ بھر دیتا ہے صرف اس لئے کہ اس سے کچھ بچ رہے تو جورو بچوں کے پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں جاکر سر کٹاتے ہیں صرف اسلئے کہ کسی طرح جورو بچوں کا گزارہ ہو۔ فرمایا کہ بڑے بڑے عہدہ دار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں وہ کیا ہوتا ہے عورتوں کے لئے ہوتا ہے عورت کہتی ہے کہ مجھکو زیور چاہیئے کپڑا چاہیئے مجبوراً بیچارہ کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے ان کو طلاق دو تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اور بھی دو کیونکہ اسوقت تمہاری ہمیشہ کے لئے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے پس لازم ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

قرآن شریف کے ترجمہ کی بابت ذکر ہوا تو فرمایا دیکھو متوفی کے معنے ہمارے مخالف مولوی

مرنے کے کرتے ہیں لیکن جب مسیح کے بارہ میں یہ لفظ آجائے تو اس کا اور ہی مطلب بتاتے ہیں کہ آسمان پر مع جسم عنصری کے چڑھ گیا۔ حضرت یوسف اور آنحضرت کے بارہ میں جب یہ لفظ آجائے تب تو وفات کے معنے وہی موت کئے جاتے ہیں افسوس چاہئے تو تھا کہ اگر معنے بدلنے ہی ہوتے تو آنحضرت صلعم کے لئے بدلے جاتے

فرمایا قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ آسمان پر تمہارا جانا ناممکن ہے جیسا کہ آنحضرت کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہدے میں ایک بشر رسول ہوں میں آسمان پر کیونکر چلا جاؤں اور پھر قرآن شریف میں ہے مستقر و متاع الی حین پھر فرمایا کہ مخالف مولوی ہماری مخالفت میں معراج کی حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ حضرت عایشہ کا مذہب تھا کہ جو کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مع جسم عنصری آسمان پر گئے وہ آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے۔ اسیطرح اور ائمہ و اصحاب کرام کا بھی یہی مذہب رہا ہے کہ آنحضرت ایک نورانی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے نہ کہ اس جسم کے ساتھ۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی مذہب تھا اور شاہ عبد العزیز بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ ایک اور نورانی جسم ملتا ہے جس سے کہ انسان آسمان پر جاتا ہے

ایک شخص نے تحریر کیا کہ یہاں اور بہت لوگوں کو الہام ہوتا ہے مجھکو خواب تک نہیں آتی۔ آپ دعا کریں کہ مجھکو بھی الہام ہوا کریں کیونکہ میری عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمیں گزرا ہے۔ اسلئے کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میری مراد پوری ہو جائے اس پر جو حضرت صاحب نے حکم تحریر کیا ہے اس قابل ہے کہ ناظرین رسالہ ہذا بھی اس سے مطلع کئے جائیں کیونکہ یہ اس امام برحق کے الفاظ ہیں جنکا ایک ایک لفظ ہمارے لئے جواہرات سے بڑھکر قیمت رکھتا ہے۔ ایڈیٹر

حضرت نے یہ جواب دیا

السلام علیکم۔ الہام خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ بندہ کی الہام میں فضیلت نہیں بلکہ اعمال صالحہ میں فضیلت ہے اور اسمیں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے سو نیک کاموں میں کوشش چاہئے تاکہ موجب نجات ہو والسلام۔ مرزا غلام احمد۔

چونکہ کچھ مدت سے حضرت کی طبیعت دن کے دوسرے حصے میں اکثر خراب ہو جاتی ہے اسلئے نماز مغرب اور عشا گھر میں با جماعت پڑھ لیتے ہیں باہر تشریف نہیں لا سکتے ایک دن نماز مغرب کے بعد

چند عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا جو سننے کے قابل ہے ایڈیٹر

فرمایا کہ کوئی یہ نہ دل میں گمان کرے کہ یہ روز گھر میں جمع کرکے نماز پڑھا دیتے ہیں اور باہر نہیں جاتے۔ یہ نبی کریم نے پیشگوئی کی تھی کہ آنیوالا شخص نماز جمع کیا کریگا سو چھ مہینہ تک تو باہر جمع کروا تا رہا ہوں اب میں نے کہا کہ عورتو تمہیں بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دینا چاہیئے چونکہ بغیر ضرورت کے نماز جمع کرنا ناجائز ہے اسلئے خدا نے مجھکو بیمار کر دیا اور اسطرح سے نبی کریم کی پیشگوئی کو پورا کر دیا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرے کیونکہ وہ پورا نہو تو آنحضرت صلعم نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں اسلئے ہر ایک کو وہ بات جو اس کے اختیار میں ہو نبی کریم کے کہنے کے موافق پوری کر دینی چاہیئے اور خدا خود سامان بھی مہیا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ مجھکو بیمار کر دیا تاکہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کر دے۔ جیسا کہ ایک دفعہ نبی کریم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تیرا اسوقت کیا حال ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے۔

آنحضرت کی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سونے کے کڑے جو لوٹ میں آئے تھے پہنائے حالانکہ سونے کے کڑے یا کوئی اور چیز سونے کی مردوں کیلئے ایسی ہی حرام ہے جیسا کہ اور حرام چیزیں لیکن چونکہ نبی کریم کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اسلئے پوری کیگئی۔ اسیطرح ہر ایک دوسرے انسان کو بھی آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

فرمایا کہ دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلعم نے پیشگوئی کی تھی جو اسیطرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اتریگا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی سو اسیطرح مجھکو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول + ہمارے مخالف مولوی اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ وہ سچ مچ جوگیوں کی طرح دو چادریں اوڑھے ہوئے آسمان سے نیچے اتریں گے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ معبروں نے ہمیشہ زرد چادر کے معنے بیماری ہی لکھے ہیں ہر ایک شخص جو زرد چادر دیکھے یا اور کوئی زرد چیز تو اس کے معنے بیماری کے ہی ہوں گے اور ہر ایک شخص جو ایسا دیکھے آزما سکتا ہے کہ اسکے معنی یہی ہیں

دو عورتوں کے جھگڑہ پر فرمایا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ والصلح خیر۔ اسلئے

(بقیہ صفحہ ۵۸)

بدمال اب میں اخبار بدر کی رائے کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اخبار ہفتہ وار قادیان دارالامان سے باوجود نہایت عمدہ مضامین کے صرف تین روپیے سالانہ قیمت پر جاری کیا جاتا ہے۔ اسمیں بھی ہمارے رسالہ کی نسبت ایک زبردست ریویو کیا گیا ہے۔ جس کے چند فقرات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"اس رسالہ (تشحیذ الاذہان) کا پہلا نمبر یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو شائع ہوگیا۔ یہ رسالہ اول سے آخر تک دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ کم یاب اور بیش قیمت حصہ اس رسالہ کا وہ ہے جو اس کے سب سے آخری صفحوں میں درج کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو آپ گھر میں عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ اس ڈائری کو صرف اسی رسالہ کا لائق اور قابل عزت ایڈیٹر ہی نباہ سکتا ہے۔ اور دوسرے کا کام نہیں۔ اس رسالہ میں اگر دوسری کوئی مفید بات بھی نہ ہوتی تب بھی ان دو صفحوں کی خاطر یہ رسالہ اس قابل ہے۔ کہ اس کو سر آنکھوں پر رکھ لیا جاوے۔ لیکن اس کے سوائے دوسرے مضامین مفید اور دلچسپ ہیں قیمت صرف ۱۲ ہے۔ اور رسالہ سال میں چار دفعہ نکلے گا۔ بہتر ہوتا کہ یہ رسالہ ماہوار نکلتا۔"

نیر اعظم :- یہ اخبار مراد آباد سے ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اور ہندوستان کے قدیم اور زبردست اخباروں میں سے ہے اس کے ایڈیٹر کی بے تعصبی بےشک داد دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ اخبار سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کوئی مذہبی تعلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی رائے بہت وزن دار ہے۔ اس رسالہ کے اغراض وغیرہ بیان کرنے کے بعد جو فقرہ لائق ایڈیٹر نے لکھا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ناظرین تک اس کو پہنچایا جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ہمارے پاس اس کا پہلا نمبر پہونچا ہے۔ جسمیں سات مضامین ہیں۔ بلامبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجیز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجرار سے بہت مدد ملے گی۔ ضخامت ۲۶×۲۰/۸ صفحے کی ہے قیمت ۱۲ سالانہ کچھ بھی نہیں" اس ریویو میں ایڈیٹر صاحب ہم کو صلاح دیتے ہیں

کہ اس رسالہ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے علیحدہ کیا جاوے جس سے ہمکو اتفاق نہیں ہے۔ اور ہم اس کے متعلق آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ کچھ لکھ سکیں گے۔

اخبار خبردار۔ یہ ہفتہ وار اخبار لاہور سے نکلتا ہے۔ اور اس کے لائق ایڈیٹر نے بھی نہایت بے تعصبی سے ریویو کیا ہے۔ لیکن آخری فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ خدا جانے اس سے ایڈیٹر کی کیا مراد ہے۔ وہو ہذا۔ "امید ہے کہ مرزا صاحب کے وسیع مریدوں کے حلقہ میں خوب ہر دلعزیزی حاصل کریگا گو عوام کو اس سے دلچسپی نہ ہو" کیا اسلام کی سچائی کو دشمنوں پر ثابت کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے اہل اسلام کو کچھ بھی نفرت ہے۔ بلکہ ہر ایک مسلمان کا سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ خدائے واحد کا نام دنیا میں پھیلایا جائے۔

البیان۔ یہ ایک نہایت مفید رسالہ عربی اور اردو زبانمیں لکھنؤ سے نکلتا ہے۔ اسمیں نہایت عمدہ اسلامی مضمون چھپتے ہیں۔ ایکماہ میں دو دفعہ شائع ہوتا ہے۔ قیمت للعہ سالانہ۔ اسمیں تشحیذ الاذہان کی نسبت یہ ریویو کیا گیا ہے "تشحیذ الاذہان۔ مارچ ۱۹۰۶ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور ماہوار اردو زبانمیں شائع ہوتا ہے۔ جسغرض کیلئے یہ رسالہ جاری ہوا ہے وہ نہایت اہم ہے لیکن جس طرز پر اسکی ابتدا ہوئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور اس کو کامیابی ہوگی۔ مضامین زوردار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اسکو ایڈیٹ کرتے ہیں"

ریویو۔ لغات القرآن۔ ہماری دفتر میں ایک کتاب اس نام کی بغرض ریویو آئی ہے جس کے مصنف سید عبدالمجی صاحب عرب ہیں۔ اسکی قیمت عہ ہے۔ یہ کتاب درحقیقت ایک نہایت ہی عمدہ اور مفید کتاب ہے جسکی کہ ہندوستان کو سخت ہی ضرورت تھی اسمیں قرآن شریف کے اکثر الفاظ کہ جنکی ضرورت ہو سکتی تھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایکطرف عربی ہیں اور ایکطرف اردو میں۔ ہمنے اسکو کئی جگہ سے دیکھا ہے۔ اور جہانتک میں خیال کرتا ہوں ان لوگوں کیلئے جو عربی نہیں جانتے نہایت ہی مفید ہے۔ کون مسلمان ہے جسکو قرآن شریف پڑھنے کا شوق نہیں۔ اور اسمیں کوشش کیگئی ہے کہ ایک ان پڑھ بھی اس کے ذریعہ سے قرآن شریف باترجمہ پڑھ سکے۔ اس کا ترجمہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے کیا ہے اور خوبی انکے نام سے ظاہر ہے۔ کہ کس محنت اور عمدگی سے یہ کام انجام پذیر ہوا ہوگا۔ یہ وہی ہیں جو کہ مباحثہ مد میں بطور رسولِ رسول اللہ کے پیش ہوئے تھے جیسا کہ اعجاز احمدی میں مرقوم ہے۔

درخواستیں بنام سید عبدالمجی عرب قادیاں آنی چاہئیں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس میں بنیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے چھاپا گیا

آزمائش صدق کے محققین حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں۔ عوام جلدی سے کسیکو کافر اور کسیکو بیدین کہدیتے ہیں اور محققین اسکی ذرا پرواہ نہیں کرتے اگر ہم صدیقی اور فاروقی خدمات کو جو اپنی زندگی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیں لکھیں تو بلاشبہ وہ ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہوسکتیں۔ لیکن اگر ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کیوجہ سے کربلا میں روکے گئے اور شہید کئے گئے۔ کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں؟ بے شک یہ کام ایسا عمدہ ہوا کہ ایک فاسق دنیادار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہیں کی مگر اعتراض تو یہ ہے کہ وہ اپنے باپ بزرگوار کے قدم پر کیوں نہ چلے باپ نے تو بقول شیعوں کے تین فاسق آدمیوں کے ہاتھ پر جو بزعم ان کے مرتد سے بھی بدتر تھے اور بقول ان کے صرف معمولی بادشاہوں میں سے تھے بیعت کر لی اور بیٹے نے تو اپنے باپ کے طریق سے اعراض کر کے ایک فاسق کی بھی بیعت نہیں کی اور انکار ہی میں جان دی۔ بہرحال یہ اتفاقی حادثہ تھا جو امام صاحب کو پیش آگیا اور بڑا بھاری ذخیرہ ان کے درجہ کا صرف یہی ایک حادثہ ہے جسکو محض غلو اور ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے اور وہ بزرگوار صحابہ جو رسولکی طرح دنیا میں کام کر گئے اور ہر میدان میں جان فدا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان سے بقول آپ کے لاپرواہی تو آپکا طریق ہے۔ یہ فیصلہ تو آسانی سے ہوسکتا ہے چونکہ دنیا دار العمل ہے اور میدان حشر میں مراتب بلحاظ اعمال ملیں گے۔ پس جس کے دلمیں امام حسین و حسن کی وہ عظمت ہے کہ اب وہ دوسرے صحابہ سے لاپرواہ ہے اس کو چاہیئے کہ انکی خدمات شائستہ دین کی راہ میں پیش کرے اگر انکے خدمات کا پلہ بھاری ہے تو بلاشبہ وہ دوسرے صحابہ سے افضل ٹھہریں گے ورنہ ہم اس بات کے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ خواہ مخواہ کسی کو افضل ٹھہرایا جاوے اور یہ خیال کرنا کہ انکی فضیلت یہی کافی ہے کہ وہ نواسے ہیں یہ خیال کوئی عقلمند نہیں کرسکتا کیونکہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ نواسہ ہونا کچھ بھی چیز نہیں ایک ذرا سا رشتہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کئی لڑکیاں تھیں اور نواسے بھی کئی تھے کس کس کی ہم پرستش کریں۔ یہ آیۃ کریمہ ہمارے لئے کافی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم مجھے اللہ جلشانہ نے کھولدیا ہے کہ اس زمانہ کا اتقا صدیق اکبر ہے بعض لوگونکو یہ بھی وہم ہوکہ لگا ہوا ہے

وہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ تمام صحابہ کرام کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شامل ہے۔ صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حق میں اس قدر تعریفی کلمات نبوی پائے جاتے ہیں کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ہماری نظر میں مجرد مناقب کوئی چیز نہیں صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچے مومنوں کی تعریفیں کی ہیں اور اس بات کا فیصلہ کہ ان میں سے زیادہ بزرگ کون ہے ان بزرگوں کی خدمات سے کرنا چاہیئے۔ کہ اسی کی طرف اللہ جلشانہ ہدائت فرماتا ہے۔ اب اصل کلام یہ ہے۔ کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی نا انصافی سے بکُلّی دست بردار ہو جاوے۔ کیونکہ راہ راست حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اگر بہر حال اسی راہ پر قائم رہنا ہے۔ جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے۔ سے

ہر کجا شمع ہدائت یافتی پروانہ باش ⁂ گر خردمندی پے راہ ہدا دیوانہ باش

(۴) اگرچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کے رو سے بھی بندگی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ مالکی بھی شیعوں کی طرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مسنون وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا اسقدر اختلاف بیعت کا کچھ حارج نہیں اگرچہ احادیث صحیحہ میں اسکا نام و نشان بھی نہیں

(۵) یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ نشانوں کے چاہنے والے دو ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں یا غائت درجہ کے دوست یا غائت درجہ کے دشمن یعنی جب کوئی انسان مقبول خداتعالیٰ سے غائت درجہ کی دوستی و محبت اختیار کرے یہانتک کہ اسکی راہ میں قربان ہو جاوے اور اسکی خاکپا ہو جائے تو وہ اپنے حوادث اور مصائب کے وقت یا تکمیل مدارج کے لئے رحمت کے آثار دیکھتا ہے اور اسکی برکت اور محبت سے جذبات نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں اور ذوق اور محبت بڑھتی جاتی ہے اور دنیا کی محبت کم اور ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے نشانوں کے ذریعہ سے اسپر ظاہر کرتا جاتا ہے کہ یہ شخص محبوبان اور مقبولان الٰہی میں سے ہے اور عادت اللہ قدیم سے ایسی ہی جاری ہے کہ جب اس درجہ پر کسی کی ارادت پہونچ جائے تو اس کا ایمان کامل کرنے کیلئے کسی قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیشتر

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسی قدر محبت اور عشق پیدا کریں گے جس قدر ہمیں ان بزرگوں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا اگر ہم ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھیں گے تو وہ ہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارہ میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائیگی یہی وجہ ہے کہ جس پیار اور محبت سے سنت جماعت کے لوگ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں اور بعد اس کے حفظ کر لیتے ہیں یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا مگر کیا کوئی اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اس ملک میں شیعہ لوگوں میں سے دس۱۰ پندرہ۱۵ بھی حافظ ہیں؟ مگر میرے خیال میں ایک حافظ بھی نہیں اس کا کیا سبب ہے؟ وہی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پس اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگواروں کو بنظر تخفیف دیکھنے میں سراسر ایمان کا گھاٹا ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ پانچویں بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے کلی پرہیز کرے اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جاویں تو بلاشبہ اس کی حالت اچھی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں داخل ہو۔

بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہ راست پر آوے اور خدا تعالے کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق ناانصافی کو چھوڑ دیوے جو شخص عمداً ناانصافی پر جما رہنا چاہتا ہے وہ دراصل حقیقت بیعت سے غافل ہے ہم اس مسافر خانہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کر کے اور حسب مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولیٰ کریم کی رضا مندی حاصل کریں۔ سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ کیا ہمارے قول اور فعل ظلم اور زیادتی سے خالی ہیں۔ یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں جن بزرگ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعف و ناتوانی اور تنہائی اور غربت کے ایام میں آں جناب کی رفاقت اختیار کی اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اپنی ریاستوں ملکیتوں سے بے دخل کئے گئے وطن سے نکالے گئے اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے صدہا دفعہ اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا ان کی شان کو جیسا چاہئے نہ سمجھنا سخت درجہ کی ناانصافی ہے درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں

تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مقدس ہیں ہر ایک شخص کی فضیلت باعتبار اس
کے حسن خدمات کے اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے۔ سو جیسے صحابہ کرام کی فضیلت اس قاعدہ
مستمرہ کی رُو سے بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کسی اور دوسرے کی فضیلت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔
مثلاً امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آکر کیا وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ
ایک نابکار دنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہ کی۔ اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے۔
مگر یہ ایک شخصی ابتلا ہے جو انہیں پیش آیا اگر اس کو حضرت صدیق اکبر کی ان جانفشانیوں کے ساتھ جانچا
جاوے جو انہوں نے تمام عمر محض اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھیں۔ تو کیا
شخصی ابتلاء کو کچھ اس سے نسبت ہو سکتی ہے۔ اللہ جلشانہ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے۔ جو شخص اعلیٰ
درجہ کی وفاداری اور خدمتگذاری کرے گا وہی اس کا مقرب ہو گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے ہیں۔ جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں
کی اولاد۔ سو خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے مدارج ان کے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ نخواہ کا درجہ
کسی کو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالےٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے۔ کہ خدا تعا
لےٰ سے خوف کر کے دیکھے۔ کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اس نے کیا کیا عمدہ کام کیا ہے ناحق فضیلت ان کو
نہ دیوے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے خاص کر کے ذرا سے
رشتہ سے۔ جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اور آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ پس کیا
انہیں یہ رشتہ کام آیا؟ پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے
بے شک امام حسن و حسین ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالےٰ نے ان کی راستبازی
کی وجہ سے کامل کیا ہے نہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیونکہ
نواسے تو اور بھی تھے نواسہ ہونا خدا تعالےٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا
ہے۔ لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی و فاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات متنزل ہیں۔ ان بزرگواروں
نے اسلام پر بڑا احسان کیا اور اسلام کی شوکت کو دنیا میں قائم کیا۔ اور وہ جانفشانی کے کام
کئے جو نبی اور رسول کرتے ہیں۔ جو شخص ان کے احسانات کا منکر ہووے وہ خدا تعالیٰ کا کافر
نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جاویں۔ تو ہرگز راستی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ

ہم یہاں پر وہی مسائل درج کریں گے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اس حکم کے فیصلہ یا عمل کے مطابق ہونگی اور حق کی تائید میں وہ راہیں اختیار کرینگے جو کہ اس امام برحق اور حکم عدل نے اختیار کی ہیں اور جو مسائل ہم بیان کریں گے بجز کسی خاص ضرورت وقتی کے ہم انکو با ترتیب بیان کریں گے اور سب سے پہلے ایمانیات پر مختصر بحث کرینگے مسائل دینیات تین قسم کے ہوتے ہیں ایمانیات۔ اعمال۔ اخلاق۔ اور ہر ایک پر چار قسم کی بحث و تحقیق ہوتی ہے۔ کیفیت۔ اثبات اسرار۔ اثار۔

ایمانیات

ایمانیات کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا ہے اور وہ سب نقصوں سے پاک اور سب کمالوں سے متصف ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ دہریہ کے سوا سب مذاہب اسپر اتفاق رکھتے ہیں اگرچہ تفصیل کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذاہب ایسے راہ چلے ہیں کہ جس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ہے بلکہ بعض ایسی راہ اختیار کرتے ہیں کہ جس سے اسقدر بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہونا چاہئے اور بعض ایسی باتیں خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں جو فی الحقیقت نقص ہیں اور بعض امور کی نفی کرتے ہیں جو فی الحقیقت کمال ہیں اور یہ اثبات و نفی انکی مسلم مسئلہ کے مخالف ہوتے ہیں۔ ہاں اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو ان سب نقصوں سے مبرا اور منزا تھا پر جب سے اس کے پیرو رجحان خدا کی کتاب کو تقویم پارینہ کیطرح مہجور و متروک کر کے دار اور مذاہب سے متاثر ہوئے اور خصوصاً یونانی مشرکوں کے ناپاک دماغوں کا نچوڑ چاٹکر اور مشرکانہ خیالات کو اسلامی فلسفہ کے نام سے موسوم کر کے اپنی اور اپنی نسل کا گرانمایہ سرمایہ اسپر تصدق کرنے لگے اور جس کتاب کے ذریعہ سے ان کے آباء نے سب پر فتح پائی تھی اسکو پاس رکھکر پھر بھی اپنے دین اور مبرہن اور فطرتی مذہب کے ثبوت اور تائید میں اپنے آپ کو یونانی مشرکوں کے سطحی خیالات کے محتاج ماننے لگے تو انہیں بھی مذکورہ بالا خرابیاں آگئیں۔ پر چونکہ خدا نے اس پاک مذہب کی حفاظت اور تائید اپنے ذمہ رکھی ہوئی ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجکر اس کے براہین کو روشن اور نشانوں کو تازہ اور غلط فہمیوں کو رفع اور اعتراضوں کو دور کرونگا لہٰذا اس نے اسوقت حضرت مرزا صاحب کو اپنے وعدہ کے مطابق بھیجکر اسکی

تائید اور حفاظت کی اور آپ نے حکم ہو کر اس مسئلہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ سچے اور مسلم مسئلہ میں سب سے گرا ہوا مذہب آریہ ہے کیونکہ اگرچہ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ خدا ہے پر اول اسکے اثبات کی جو راہیں ہیں اور جنکو سب راست بازوں نے استعمال کیا ہے وہ سب انسے منکر ہیں اور وہ راہیں خدا کی وحی اور تازہ نشان ہیں اور پھر اس کے بعد فلسفیانہ دلائل کا طریق تھا اگرچہ ان کے مقدمات کلیہ انسانی ناقص استقراء کا نتیجہ ہونے اور تناقض آرا کا سیاہ داغ اپنی پیشانی پر رکھنے سے ظنی ہوتے ہیں اور علی سبیل التسلیم پھر اسی نتیجہ پر پہونچاتے ہیں کہ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ہے پر ان کا سب دارومدار حدوث اور احتیاج پر ہے اور آریہ مذہب اس بات کا قائل ہے کہ مادہ کائنات اور ارواح اپنے سب قوا اور خواص کے ساتھ قدیم اور غیر محتاج ہیں۔ لہذا وہ فلسفیانہ دلائل سے بھی اس نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے کیونکہ جب مادہ عالم اور ارواح اپنے وجود اور قوا اور خواص میں غیر محتاج ہیں تو پھر ممکن ہے کہ خالی ترکیب میں بھی خدا کے محتاج نہوں بلکہ انکی ترکیب میں خدا کا دخل دینا مداخلت بیجا ہے خدا کا ان سے اب تعلق ہی کیا ہے یا ان کو خدا کے دخل بیجا سے فائدہ ہی کیا ہے یہی کہ جونوں کے چکر میں بےگناہوں اور غیر ممنون احسانوں کو قید کرے بلکہ جس عدل کے قائم کرنے کے لئے جو اس دائمی چکر کے قائل ہوئے ہیں وہ خدا کو کب اجازت دیتا ہے کہ اپنی سلطنت اور احسان سے باہر کی چیز و نیز ایسا بیجا اور ظالمانہ اور مضر تصرف کرے۔

ان سے دوسرے مرتبہ پر فلسفی ہیں ان کا اس مسئلہ میں وہی نقص بتایا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

تیسرے درجہ پر یہود و نصاریٰ ہیں ان کے پاس خدا کا کلام اور خدا کے نشان تھے پر چونکہ نہ خدا نے انکی کتابوں کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور نہ ان کے مذہب و ملت کی لہذا پہلا کلام تو محفوظ نہ رہا اور نہ آئندہ انہیں کوئی کلیم اور ذی نشان پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے وہ امیدوار ہیں نئے کلام اور نشان کے نہ وہ قائل نہ ان کے پاس ہے پہلا کلام تو اول محفوظ نہیں دوم وہ خود علمی اور قومی رنگ میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ بائبل اب تقویم پارینہ ہے اور پرانے نشان بھی عجیب فسانوں سے زیادہ اثر اور وقعت نہیں رکھتے پس یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے

اثبات ہیں ان کے پاس کچھ تھا پر اب وہ فلانش محض ہیں جدی ترکہ پر یوں پانی پھیرا کہ کچھ تو استعداد زمانہ نے ہاتھ پھیرا اور باقی پر انھوں نے خود پانی پھیر دیا اور خود نہ کچھ پیدا کیا اور نہ پیدا کرنے کے امیدوار رہے بلکہ عیسائیوں نے تو بیٹا منوانے منواتے باپ سے بھی انکار کرا دیا کیونکہ مثل مشہور ہے الولد سر لابیہ اور اردو کا بھی مشہور مقولہ ہے۔ جیسا دیکھا سالا ایسی ہی سالے کی بہن۔ بیٹے کی سرگذشت سے تو ہر کہ و مہ واقف ہو ہی گیا ہے پس لائق بیٹے سے باپ کی لیاقت کا اندازہ بھی لوگوں نے کر لیا اور یقین کر لیا کہ جب بیٹا یہود کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کے باپ کی کیا طاقت ہو سکتی ہے کہ سب کا خالق اور قادر مطلق ہو یا اسکی یہ طاقت ہو کہ اپنے انکار پر کسیکو مواخذہ کر سکے اور پھر خصوصاً ایسے لوگوں کو جو اس کے بیٹے کے قاتلوں سے ہزار ہا درجہ طاقت ور ہیں یہی وجہ ہے کہ بیٹے کے ماننے والوں نے جب سے نظر کھولی ہے اور بیٹے کے حالات سے بکلّی واقفیت پیدا کی ہے تو اسیوقت سے انمیں جسقدر دہریہ ہوئے ہیں اسقدر اور کسی قوم میں نہیں پائے جاتے باپ بیٹے دونوں کے انکار کی کوئی حد نہیں۔

چوتھے نمبر پر شیعہ کا گروہ ہے

یہ لوگ زبان سے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے پر اس کے ثبوت کے لئے جو کچھ قرآن مجید نے بیان فرمایا اسپر تو انہوں نے یوں پانی پھیرا ہے کہ موجودہ قرآن مجید کو تو بیاض عثمانی قرار دیکر پس پشت ڈالدیا اور اصل قرآن مجید کی نسبت یہ کہدیا کہ وہ مہدی فاطمی بلکہ حسینی کے پاس چلا گیا ہوا ہے چنانچہ تفسیر صافی جو کہ شیعوں کی ایک معتبر تفسیر ہے اسکی عبارت بلکہ اسکی نقل کردہ حدیث قرآن مجید کی نسبت یہ ہے۔ المقدمة السادسة فی نبذ مما جاء فی جمع القرآن وتحریفه وزیادته ونقصه عن ابی جعفر قال لولا انه زید فی کتاب الله ونقص ما خفی حقنا علی ذی حجی پھر ایک لمبی حدیث نقل کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین اور انصار پر پیش کیا تو جب ابوبکرؓ نے اس کو کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر مہاجرین اور انصار کی فضیحتیں پائیں تو عمرؓ کو دیدیا اور کہا اے علی اس کو لیجا ہمیں اسکی کوئی حاجت نہیں۔ پس حضرت علیؓ اس کو

6

لیکر واپس چلے گئے پھر عمر نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ علی تو ایسا قرآن لایا تھا جسے ہم نے رد کر دیا
ہے اب تم بتاؤ جو ایسی باتوں سے پاک ہو تو اس نے منظور کر لیا پر یہ کہا کہ اگر میں بنا لایا اور
علی نے وہ نکالا تو ہماری ساری کارروائی باطل ہو جائے گی عمرؓ نے کہا پھر اس کا کیا حیلہ
ہے اس نے کہا حیلہ تو تم ہی اچھا جانتے ہو تب عمرؓ نے کہا اس کے قتل کے سوا اور کوئی حیلہ
نہیں ہو سکتا پس آپ کے قتل کے لئے خالد بن ولید کو مقرر کیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔
پھر جب عمرؓ خلیفہ بنا تو اس نے حضرت علیؓ سے وہ قرآن مانگا تاکہ اسکو محرف مبدل کر دیں پس علیؓ
کو کہا اے ابو الحسن تو ابوبکر کے پاس لایا تھا لیکن اب ہمارے پاس لا تاکہ ہم سب اسپر اتفاق
کریں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اب تو وقت چلا گیا میں تو اسوقت بھی اسیوجہ سے لایا تھا کہ تم پر
حجت پوری ہو جائے تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے یا یہ کہ تو ہمارے
پاس نہ لایا تھا اس قرآن کو تو بجز پاک لوگوں اور وصیوں کے جو میری اولاد میں سے ہیں کوئی
نہ چھوئیگا تب عمرؓ نے کہا فهل وقت لاظهاره معلوم قال علی علیه السلام نعم اذا
قام القائم من ولدی یظهره ویحمل الناس علیه فیجری السنة به غرضکہ ایسی
بہت سی حدیثیں روایت کر کے پھر صاحب تفسیر ان سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتا ہے۔
اقول المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغیرها من الروایات من طریق
اهل البیت علیهم السلام ان القرآن الذی بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل
علی محمدٍ بل منه ماهو خلاف ما انزل الله ومنه ماهو مغیر محرف وانه قد
حذف عنه اشیاء کثیرة منها اسم علیؑ علیه السلام فی کثیر من المواضع ومنها
لفظة آل محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضعها ومنها غیر ذلک
وانه لیس ایضًا علی الترتیب المرضی عند الله وعند رسوله۔
اور آپ کی وفات کے بعد خلافت بھی دبالی اور علاوہ اس کے فتوحات کو
اسقدر وسیع کیا کہ جس کا اقرار سب دنیا کو ہے پس اس اعتقاد فاسد سے اس قسم کے
نشان بھی ہاتھ سے دیدیئے اب رہے تازہ نشانات تو وہ سب کے سب غار والے
مہدی کے حصہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور ہو جاوے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مصلح ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۱)
ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
نمبر (۳)

فہرست مضامین

	مضمون	مضمون نگار
(۱)	مسیح موعود صفحہ ۷۵ - ۷۹	چودھری محمد ضیاء الدین طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور
(۲)	اخوت اسلامی نمبر ۲ صفحہ ۷۹ - ۹۱	چودھری فتح محمد طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور
(۳)	نظم (جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی) صفحہ ۹۱	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
(۴)	میں خوش کیوں ہوں صفحہ ۹۲	"
(۵)	ڈائری حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۷ - ۸	ایڈیٹر
(۶)	مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمن صفحہ ۸	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
(۷)	عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقے صفحہ ۸ - ۹	"
(۸)	ضروری اطلاع و معذرت ٹائٹل پیج صفحہ ب	منیجر
(۹)	ریویو۔ ٹائٹل پیج صفحہ ج	ایڈیٹر

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا۔

ضروری اطلاع

یہ اطلاع ایک اشد ضرورت کیوقت دیجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کچھ مدت سے زکوٰۃ کا روپیہ قادیاں دارالامان میں ایک الگ فنڈ کے طور پر جمع ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ بعض اُن غریب طلبا کی مدد کیجاتی ہے جو کالجوں اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم پاتے ہیں اور بعض وقت ابن السبیل کو راہ خرچ دیا جاتا ہے اور بعض غربا بیکسوں کا کفن دفن کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے دیئے جاتے تھے۔ مگر اسوقت فنڈ میں روپیہ ختم ہوگیا ہے۔ جس سے ان تمام اخراجات کے وقت سخت مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو چاہیئے۔ کہ زکوٰۃ کا جتنا روپیہ ہو وہ حضرت مولوی نورالدین صاحب (امین زکوٰۃ فنڈ) کے نام زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا کریں۔ منیجر۔

Digitized by Khilafat Library

معذرت

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی بڑے زور شور سے چھپ رہی ہے۔ جسکی وجہ سے پریس اور کاپی نویس خالی نہیں ہیں۔ اسلئے رسالہ میں کسیقدر توقف ہوا۔ اور جلدی کیوجہ سے اسمیں بعض نقص رہ گئے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے۔ والسلام۔ منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسیح موعودؑ

Digitized by Khilafat Library

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدای ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ والصلوٰۃ والسلام علی محمدؐ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ جب اس دنیا میں ہر طرح سے فسق وفجور کو راہ مل جاتا ہے۔ اور مخلوق ناگفتہ بہ کارروایاں کرنی شروع کر دیتی ہے۔ چوری غیبت۔ جھوٹ۔ زنا۔ رشوت ستانی غرضیکہ کل بدکاریوں کو شیر مادر خیال کر لیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی ہستی پر ایمان اور فرشتوں اور حشر نشر پر اعتقاد لوگوں کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے۔ تو خدائے وحدہٗ لاشریک اپنی لاتبدیل سنت کے موافق۔ اپنی طرف سے کسی بندہ کو مبعوث فرما کر دنیا میں بھیجتا ہے اور اس ضلالت اور گمراہی کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا۔ جبکہ انکی بعثت سے پہلے دنیا میں ظھر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ نظر آ رہا تھا عیسائیوں نے ایک انسان ضعیف کو جو نو ماہ تک ایک عورت کے رحم میں خون حیض کو جس کے لگ جانے سے کپڑا ناپاک و پلید ہو جاتا ہے کھاتا رہا۔ خدائے پیدا کنندہ زمین و آسمان کا فرزند بنایا ہوا تھا۔ اور آریہ دلیش میں جہاں وید کا دور دورہ تھا۔ تینتیس کروڑ خدا تجویز کئے گئے تھے۔ اور عرب میں خدا کی جگہ لات منات وغیرہ نے لے رکھی تھی۔ اور فارس میں آتش پرستی رائج تھی۔ غرضیکہ تمام جہان شرک وبت پرستی میں غرق اور قسم قسم کی بدکاریوں میں مبتلا تھا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے عرب میں جو بت پرستی کا مرکز ہو رہا تھا اپنے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور اس کی ذریعہ سے

نور وحدانیت کو چاردانگ عالم میں پھیلا دیا۔ عرب ہی نہیں بلکہ تمام جہان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کرایا۔ وہ شرک و بدعت جو نبی کریم کے زمانہ میں دنیا سے اٹھ گئے تھے اُنکی پیشگوئی کے مطابق چوتھی صدی سے پھر پھیلنے شروع ہوئے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ دجالیت کمال کو پہونچ گئی ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام کو ہنسی اور مذاق کا نشانہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اپنی نصرت اور مدد سے مالا مال کرکے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ اسکی ہستی کا زندہ نمونہ ٹھہرے اور بے باک لن ترانیاں مارنیوالوں پر حجت قائم ہو۔

چونکہ ہمیشہ سے یہی اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے کہ اگر کسی آئندہ زمانہ میں اس نے اپنا بندہ بھیجنا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے پہلے رسولوں کے مونہہ سے اسکی بعثت سے مدت دراز پہلے پیشگوئی کرا دیتا ہے۔ اور یہ اسکی ہمپر نہایت شفقت اور مہربانی ہے۔ لیکن سعید الفطرت انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور شقی اسوجہ سے کہ شقاوت اور نور میں سخت دشمنی ہے اور بھی طرح طرح کے شبہات میں پڑجاتا ہے تاکہ سعید اسوقت فائدہ اٹھا دیں اور شقی اپنی ضلالت میں اور بھی بڑھیں۔ اور انکی شقاوت کیوجہ سے اس نبی معصوم کے پوشیدہ جوہر اور قابلیتیں عام لوگوں پر اور بھی کھلے طور سے ظاہر ہوجاتی ہیں سو اس سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی بابت بھی پیشگوئیاں کرائی ہیں جو ہم اسلام عیسائیت اور سناتن دہرم سے علیحدہ علیحدہ مشتے نمونہ از خروارے کبطور پر دکھلاتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اسلام کو لیتے ہیں جو کہ آج ایک ہی زندہ مذہب ہے اور جس کے پیرو ثابت کر سکتے ہیں کہ سچا مذہب صرف ہمارا ہی ہے اور کوئی دوسرا مذہب خواہ ویدک ہو یا انجیلی اس سے لگا نہیں کھا سکتا ہے کیونکہ یہ سب مذاہب مردہ ہیں کہ انہیں وحی الٰہی جو خدا کی ہستی کا ایک پکا اور سچا ثبوت ہے بالکل مفقود ہے اور ان کا خدا بہرہ اور گونگا ہے۔ اگر کوئی اس بات کا انکار کرتا ہے تو وہ میدان میں آوے اور ثابت کرے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم فداہ ابی وامی کو مثیل موسےٰ قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کا مثیل فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (یعنی خدا وند مکہ والوں کو مخاطب کرتا ہے۔ کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کیطرف بھیجا تھا۔ اور ایک اور موقع پر سورہ نور میں یوں ارشاد ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت

لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم۔ یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو مومن اور اعمال صالحہ کرنیوالے ہیں۔ میں انہیں زمین میں خلیفہ بناؤنگا۔ جیسا کہ میں نے اُن سے پہلوں کو بنایا۔

سو واضح ہو کہ آیت اول میں تو اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھہراتا ہے اور دوسری آیت میں سلسلہ محمدی کو سلسلہ موسوی سے نسبت دیتا ہے اور خود مولویصاحبان اس بات کو مانتے ہیں اگر ایک چیز کا شروع دوسری چیز کے شروع سے مشابہ ہوا اور اس کا درمیانی حصہ دوسری چیز کے درمیانی حصہ سے مشابہ ہو تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ مشابہت تامہ پیدا کرنے کے لئے اُس کا اخیر دوسرے کے اخیر کے مشابہ ہو پس اسیطرح سلسلہ محمدی کا شروع سلسلہ موسوی کے شروع سے مشابہ ہے اور دونوں کا درمیانی حصہ بھی مشابہ ہے جسکی طرف یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جسمیں رسول کریم نے فرمایا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کی علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے پس اس کا آخیر بھی اُس کے اخیر سے مشابہ ہونا چاہئے یعنی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے اسیطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ کا کوئی مثیل آنا چاہئے۔ اور اسوقت وہ آ بھی گیا ہے جسکی آنکھیں ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان ہیں سُنے۔ جو ایسا نہیں کرتے۔ وہ یاد رکھیں کہ ان کو ختم اللہ علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة کا مزا چکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس قوت کو مناسب موقع پر استعمال نہ کیا جاوے وہ بیکار اور نکمی ہو جاتی ہے جیسا کہ بسا اوقات ہندو سادھوؤں کے بازو خشک لکڑی کی مانند سوکھے ہوئے دیکھے جاتے ہیں اور جیسا کہ چالیس دن یا کچھ اس سے زیادہ مدت آنکھوں کو بند کرنے سے ان کا نور جاتا رہتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اُسدن تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ بیٹا مریم کا اللہ کا رسول اتریگا اور وہ تمہیں میں سے تمہارا امام ہوگا۔ اسمیں دو باتیں بہت غور کے قابل ہیں جنپر میں نے نشان لگا دیئے ہیں۔ اول نزول ہے جس سے ایک عربی نہ جاننے والے کو دہوکھا لگتا ہے۔ سو خیال کر لینا چاہئے کہ نزول کے معنے بہت وسیع ہیں جب کوئی مسافت طے کر کے ایک جگہ قیام کرتا ہے

وہاں نزل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اونچی جگہ سے نیچے کو اترنے کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے انزلنا الحدید۔ یعنی ہم نے ہی لوہا اوتارا ہے۔ جسطرح اوترتا ہے ناظرین بخوبی جانتے ہیں۔ اور دوسری بات امامکم منکم والی اسمیں رسول کریم ان تمام کے خیالات کا رد کرتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی باہر سے مثلاً یہود یوں وغیرہ سے ہمارا عیسے آویگا بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تمہیں میں سے ہوگا کہیں باہر سے نہیں آوے گا۔

اب اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک رسول کے آنیکا وعدہ ہے اور وہ حضرت عیسیٰؑ جو یہودیوں میں آئے تھے اُن کا مثیل ہوگا۔ اور حدیثوں میں ایک مہدی کے آنیکی بھی بڑے شد و مد سے خبر دیگئی ہے۔ یہانتک کہ اُس کا مقام اور طرف سب کچھ بیان کیا گیا ہے اور پھر ایک حدیث میں رسول کریم نے فرمادیا کہ لا مہدی الا عیسیٰ کہ کوئی مہدی نہیں مگر عیسے یعنی مہدی آخرالزمان ہی عیسے ہونگے اور یہ نہیں ہوگا کہ عیسے کوئی اور ہو اور مہدی کوئی اور۔ اسیطرح حضرت مسیح کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی خبر انجیل میں بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۳۰ میں یوں لکھا ہے۔ "اُس وقت ابن مریم کا نشان آسمان پر دکھا دیگا۔ اور اس وقت زمین کے سارے فرقے چھاتی پیٹینگے۔ اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے"۔

سناتن دھرمی صاحبان کی کتاب شری مدبھاگوت گیتا ترجمہ اردو صفحہ ۶۷۶ پر یوں درج ہے۔ تب پرمیشر دھرم کی رچھا لیئے سنبل دیش میں گوڑ برہمن کے بڑے بلّلے ورجہ کے خاندان کے گھر کلنکی اوتار ہوینگے اور اس کے بعد اس کے درشن سے لوگ پاپ اور گناہ کو ترک نیک کردار ہو جاوینگے۔

اب ہم تینوں مذہبوں سے ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی ناظرین کے گوشگذار کرچکے ہیں اور پیشتر اس کے تینوں مذہبوں کے مقرر کردہ نشانات سنائیں ایک غلطی کو دور کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو مسلمانوں میں قلت تدبر سے رائج ہوگئی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ حضرت عیسےؑ کو زندہ آسمان پر چڑھا مانتے ہیں۔ ان کا نہ قرآن مؤید نہ حدیث نہ اجماع نہ صحابہ نہ تاریخ۔ ناظرین پوچھیں گے اگر انمیں سے کوئی بھی

اس بات کا موید نہیں تو یہ غلطی کسطرح واقع ہوئی۔ ہم بتا دیتے ہیں کہ یہاں ہندوستان ہی میں
دیکھو کہ جو قومیں مسلمان ہوئی ہیں مثلاً راجپوت وغیرہ انمیں ابھی تک بعض ایسی رسمیں رائج ہیں
جن رسومات کی وہ تبدیلِ مذہب سے پہلے عامل تھے۔ اور باوجود کئی پشتیں گذر جانیکے ابھی تک
انہوں نے اپنے بعض قدیم اعتقادات نہیں چھوڑے۔ اسیطرح اسلام میں جب یہ عیسائی
فوج در فوج داخل ہوئے تو یہ بعض اعتقاد اپنے ساتھ لائے اور آہستہ آہستہ وہ مسلمانوں میں پھیل گئے۔
قرآن شریف نے تو فلما توفیتنی کہکر ان کا کام تمام کر دیا۔ یعنے قیامت کے دن خدا تعالےٰ
حضرت عیسےٰ سے سوال کریگا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ تو
حضرت عیسےٰ انکی جواب میں یہ فرماویں گے۔ تو تو پاک ہے میں کیونکر وہ بات کہوں جسکا مجھے حق نہیں
اگر میں نے کہا ہوگا تو تحقیق تجھے معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا
جو تیرے دل میں ہے۔ تحقیق تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر جس کا
تو نے مجھے حکم دیا۔ یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ میں ان سے خبردار تھا
جبتک میں انمیں رہا جب مجھے تو نے وفات دی تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔ یہ حضرت عیسےٰ کا
جواب ہے۔ اے میرے دوستو! غور تو کرو کہ یہ جواب اس صورت میں کیونکر درست ہو سکتا ہے
جبکہ ہمارے مخالف مانتے ہیں کہ وہی حضرت عیسےٰ قیامت سے پہلے چالیس برس اگر زمین پر رہیں گے
اور سوروں کو قتل کریں گے۔ اور صلیبوں کو توڑیں گے۔ اگر خدانخواستہ یہ عقیدہ صحیح مان لیا جائے
تو اس سے حضرت عیسےٰ کا قیامت کے دن خدا کے سامنے جھوٹ بولنا ثابت ہوتا ہے۔ ان کو
تو مندرجہ ذیل جواب دینا چاہئے تھا کہ اے خدا میں نے تو لوگوں کو نہیں کہا کہ مجھے اور میری ماں
کو معبود بناؤ۔ انہوں نے از خود ہی یہ عقیدہ گھڑ لیا تھا جب میں آسمان سے اتر کر دوبارہ دنیا
میں گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ گندہ عقیدہ میری قوم نے بنایا ہوا ہے تو میں نے ان کو مارا اور انکی صلیب
وغیرہ کو توڑا۔ اب آپ مجھ سے یہ سوال کیوں فرماتے ہیں۔ چونکہ وفات کا مضمون بجائے خود ایک بڑا
بھاری مضمون ہے اسجگہ میں اسپر مفصل نہیں لکھ سکتا۔ ہاں ایک دو باتیں بتائے بغیر بھی نہیں
رہ سکتا۔ اور وہ یہ ہیں کہ مخالف لوگ فوراً ما قتلوہ وما صلبوہ والی آیت پیش کر کے
کہدیتے ہیں کہ تم تو پھر مانتے ہو صلیب دیئے گئے۔ سو واضح خاطر عاطر ہو کہ ہم ایسا ہرگز نہیں مانتے

ہاں ہم اصل واقع کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کو یہودیوں نے دار پر لٹکایا۔ مگر دار پر لٹکانے سے مصلوب ہونا کہاں سے نکل آیا۔ دار پر لٹکانا تو مصلوب کرنیکا وسیلہ تھا جسمیں وہ ناکامیاب رہے۔ مثلاً کاغذ قلم دوات وغیرہ کا مہیا کر لینا اس بات پر دال نہیں ہے کہ ضرور لکھا بھی گیا بلکہ لکھا تو اسوقت جاویگا جبکہ ان سب چیزوں کو استعمال کر کے لکھ دیں گے۔ صلیب پر انہوں نے لٹکایا مگر وہ صلیب پر ان کو مار نہیں سکے جو واقعات سے ثابت ہے جن کا اس جگہ لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ اور جو دوسری آیت وہ بسا اوقات پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ اس آیت کی تفسیر کرنیمیں علماء سلف و خلف کا اختلاف عظیم ہے کوئی موتہ کی ضمیر حضرت عیسٰیؑ کیطرف لگاتا ہے اور کوئی اہل کتاب کیطرف مگر جو بات اس کا صحیح فیصلہ کرتی ہے وہ اس آیت کی قراۃ ثانی ہے چنانچہ تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۳ میں یوں مرقوم ہے۔ کہ ابی ابن کعب کے لکھے ہوئے قرآن شریف میں جو انہوں نے خود رسول کریم سے پڑھا تھا بجائے موتہ کے موتھم ہے جو اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ خواہ ہم قرآن شریف میں موتہ پڑھیں یا موتھم پڑھیں ضمیر اہل کتاب کیطرف پھیرنی چاہیے جس صورت میں معنے یہ ہونگے کہ یہ اہل کتاب بھی عجیب قسم کے لوگ تھے۔ جو باوجود دلائل کے پھر بھی یہی مانتے چلے جاتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر فوت ہو گئے۔ لیکن یہ باتیں اُنکی صرف موت ہی تک ہیں۔ موت کے بعد سب حقیقت کھل جائیگی + اگرچہ میں نے یہاں بہت سی باتوں کا ذکر کرنا تھا۔ مثلاً رسول کریم کا حضرت عیسٰیؑ کو شب معراج میں مردوں میں دیکھنا۔ رسول کریم کی وفات کے بعد صحابہ کا اجماع ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پر ہونا۔ مرہم عیسٰیؑ کا ذکر طب میں ہونا۔ جو حضرت عیسٰیؑ کے صلیب والے زخموں کے لئے حواریوں نے طیار کی تھی۔ اس حدیث کا ہونا کہ ان عیسیٰ عاش عشرین ومائۃ سنۃ جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اور المواہب اللدنیہ مصنفہ قسطلانی کے صفحہ ۴۲ پر درج ہے۔ اور دوسری حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی جس کے معنے ہیں اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اطاعت کرتے۔ ... وغیرہ وغیرہ۔ مگر بخوف طوالت مجبور ہوں۔

اب ہم وہ نشان بیان کرتے ہیں جو کہ کلام اللہ میں پائے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں

حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنیکا کوئی ذکر نہیں۔ سو ان صاحبان کو ذرا غور کرنے کے بعد صاف پتہ لگ جاوے گا۔ کہ عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا کوئی چھوٹا اور معمولی مسئلہ نہیں ہے جس کا فیصلہ کئے بغیر خدا تعالیٰ چھوڑ دیتا۔ ہم کو احادیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے فلاں فلاں نشان ہیں۔ مثلاً اونٹوں کا بیکار ہونا اور اسکی طرف قرآن کریم بھی اشارہ فرماتا ہے۔ تو پھر ان نشانات کو جو قرآن شریف میں بیان ہوئے اور اسوقت پورے بھی ہو گئے ہیں کیوں مسیحؑ کے نشانات نہ مانیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذا الشمس کورت۔ جب سورج لپیٹا جاویگا۔ یعنی جبکہ علم الٰہی دنیا سے اٹھ جاویگا اور جہالت کی تاریکی چھا جاویگی واذا النجوم انکدرت۔ یعنی جب تارے میلے ہو جاویں گے یعنی علمائے دین کے دلمیں کدورت ہو جاویگی واذا الجبال سیرت جبکہ پہاڑ چلائے جاوینگے یعنی پہاڑوں میں سے چیر چیر کر ٹنیل وغیرہ نکالی جاوینگی واذا العشار عطلت۔ جبکہ اونٹ بیکار ہو جاویں گے جیسا کہ اب مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہونے سے بیکار ہوئے۔ اور تمام جہان میں بھی ریل کی کثرت سے ہو رہے ہیں۔ آئے دن نئی نئی لائنیں طیار ہو رہی ہیں واذا الوحوش حشرت۔ یعنی جسوقت وحشی جمع کئے جاویں۔ جیسا کہ آجکل چڑیا گھروں میں لوگ دیکھتے ہیں اور دوسرا اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ جب وحشی قومیں مہذب قوموں سے ملائی جاویں۔ جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے واذا البحار سجرت جبکہ دریا چیرے جاویں۔ یعنی انمیں سے نہریں نکالی جاویں۔ جیسا کہ ان دنوں قریباً تمام دریاؤں سے جنمیں پانی کثرت سے ہے نہریں نکالی گئی ہیں اور جنمیں سے نہیں نکالی گئیں انمیں سے نکالنے کی لگاتار کوششیں ہو رہی ہیں۔ واذا النفوس زوجت جبکہ قسم قسم کی جانیں ملائی جاویں یعنی بوجہ ریل جہاز تار برقی و پوسٹل ڈیپارٹمنٹ کے تمام جہان ایک ہو جاوے واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنی جبکہ یہ تفتیش کیجاوے کہ کس گناہ کیوجہ سے زندہ لڑکی گاڑی گئی ہے۔ سو آجکل سب دیکھتے ہیں کہ تمام جہان میں اس بات کی پرسش ہونے لگ گئی ہے۔ واذا الصحف نشرت۔ یعنی جب صحیفے یا کتابیں پھیلائی جاویں۔ جیسا کہ آجکل رسالجات کتب و اخبارات کی اسقدر کثرت ہو گئی ہے کہ اسکی نظیر زمانہ گذشتہ میں ملنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ واذا الجحیم سعرت اور جبکہ دوزخ

دھکا دیا جاوے گا جیسا کہ طاعون سے وہ دوزخ دھکایا گیا ہے جو سب کو معلوم ہی بیان کی ضرورت نہیں ہے واذا الجنة ازلفت اور جسوقت بہشت نزدیک کیجاوے گی یعنی حضرت مسیح پر یقین لانے اور مومن بننے سے دوزخ سے بچایا جاویگا اور جنت میں رکھا جاویگا اور قرآن شریف میں مختلف جگہوں پر نشانات بیان ہوئے ہیں جو اسجگہ بیان نہیں کئے جا سکتے اور اب ہم احادیث سے کچھ نشانات بیان کرتے ہیں۔

اسجگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جو نشانات حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہیں وہ سب حضرت عیسےٰ ہی کے نشانات ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ لا مهدی الا عیسے یعنی عیسےٰ ہی مہدی ہوں گے تصدیق اس بات کی ایک مسلمان بزرگ نے بھی کی ہے جسکی وفات کو کئی سو سال گذر چکے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ع

مہدی وقت عیسےٰ دوراں ہر دو را شہسوار می بینم

حدیث شریف میں ہے ان لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر فی اول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه ولم تکونا منذ خلق الله السمٰوات والارض رواه الدارقطنی فی سننه عن محمد بن علی۔ تحقیق مہدی کی تصدیق کیواسطے دو نشان ہیں نہیں ہوئے جب سے پیدا کئے گئے آسمان اور زمین۔ چاند گرہن ہوگا اول رات میں رمضان کے مہینے میں اور سورج گرہن ہوگا نصف میں اور نہیں ہوئے یہ کسوف خسوف جب آسمان وزمین پیدا ہوئے ہیں دارقطنی نے اپنی سنن میں اسکو روایت کیا محمد بن علی سے۔

اس حدیث کے معنے کرنے میں بعضوں نے غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا ہے کہ رمضان کی اول تاریخ ہی کو کسوف لگیگا حالانکہ اول رات کے چاند کو عربی میں ہرگز قمر نہیں کہتے بلکہ ہلال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ویسے عقل سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ پہلی رات کا چاند تو پہلے ہی باریک ہوتا ہے اس کو کسوف کیا لگیگا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی فعل نے ظاہر کیا ہے کہ چاند کو کسوف سوائے تین رات کے نہیں لگتا اور وہ راتیں تیرہویں چودہویں اور پندرہویں تاریخ کی۔ سو اس حدیث میں اول رات سے مراد ۱۳ تاریخ رمضان کی ہے

اور او ہر خسوف ستائیس اٹھائیس و انتیس کو لگتا ہے اور اس کی نصف سے مراد اٹھائیسویں ہے چنانچہ سنہ ۹۴ء میں اسیطرح سے وقوع میں آیا۔

ایک اور حدیث میں جو بوجہ طوالت نہیں لکھی گئی حضرت عیسٰے و مہدی (ایک ہی شخص کے) آنیکا نشان قرن ذوالسنین کا نکلنا بیان ہوا ہے۔ جسمیں لکھا ہے کہ وہ ستارہ کسوف خسوف کے بعد نکلیگا اور اس وقت تم زمانہ کے شر سے پناہ مانگنا یہ ستارہ دنبالہ دار سنہ ۹۹ ۱۲ھ میں نکلا دیکھو اخبار جریدۂ روزگار۔

ایک اور حدیث یوں آئی ہے۔ عن کعب قال یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم لہ ذنب یضئ اخرجہ نعیم۔ یعنی کعب سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہدی کے خروج سے پہلے ایک ایسا تارہ چڑہیگا جسکی دم ہوگی اور وہ چمکیگا۔ نکالا اس حدیث کو نعیم نے۔ یہ تارہ بھی سنہ ۱۸۹۶ء میں نکل چکا ہے۔ دیکھو اخبار الحامی جلد سوم نمبر ۵ مورخہ ۱۳ دسمبر سنہ ۹۶ء و آزاد جلد ۱۲۔ ۱۴ دسمبر سنہ ۹۶ء۔

مسیح کے نشانات میں سے دجال کا ہونا بھی ہے جو مشہور اور عام بات ہے اس کو عام مسلمان جانتے ہیں۔ کہ دجال ایک شخص ہوگا ایک آنکھ سے کانا اور وہ تمام دنیا پر حکومت کریگا۔ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں گے۔ جب چاہیگا بارش برسائیگا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے یہ لوگ دجال کانے کو وہ صفات دیتے جنمیں سے بعض کلیۃ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یہ صریح شرک ہے اور شرک کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم

ہم اب دیکھتے ہیں کہ دجال سے مراد کیا ہے دجال لفظ دجالہ سے نکلا ہے جس کے معنے قاموس اور اسکی شرح میں ایک فرقہ عظیمہ یعنے کمپنی کے لکھے ہیں جو اپنے مال و متاع کو تجارت کے لئے پھرتے ہیں اور یہ بات ان یوروپینز پر خوب چسپان ہوتی اور اور بھی مستحکم ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم کو رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورہ کہف کی پہلی اور پچھلی ان آیتوں کی تلاوت کیا کرو تا کہ تم دجال کے فتنہ سے محفوظ رہو سو ہم دیکھتے ہیں کہ ان آیتوں میں کیا ذکر ہے۔ ان آیتوں میں ہم یہ لکھا پاتے ہیں وَ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِھِمْ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا اور

ڈر سنا دے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد ان کو کچھ علم نہیں ہے اور نہ ان کے باپوں کو۔ کیا بری بات نکلتی ہے ان کے مونہہ سے۔ نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ سو ناظرین اس آیت سے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ دجال کیا چیز ہے۔ دجال ان لوگوں کا نام ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے سو یہ لوگ پادری صاحبان ہیں۔

اب غور فرما ہے کہ ان کے ساتھ دوزخ تو اچھی طرح سے ہے کیونکہ جو انکی مانے گا ناک کی سیدھ دوزخ میں جاویگا۔ اور روٹیوں کے چھکڑے بھی ان کے پاس ہیں کیونکہ جو عیسائی ہوتا ہے خوب دولت کماتا ہے۔ اور یہ صاحب آنکھ سے کانے بھی ہیں یعنی انکی دنیا کی آنکھ بڑی روشن اور تیز ہے اور دوسری آنکھ یعنی دین کی پھوٹی ہوئی ہے کہ ایک ضعیف انسان کو خدا بنا چھوڑا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوگا کافر سو ایں خیال است و محال است و جنون۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قرآن شریف کے شروع ہی میں یومنون بالغیب کا اشارہ فرماتا ہے ہاں اس سے یہ مراد ہے کہ ان عیسائیوں کا دجل ایسا اظہر من الشمس ہوگا کہ سب کو ظاہرا معلوم ہوگا کہ یہ کافر ہیں کیونکہ معمولی سمجھ کا آدمی بھی جانتا ہے کہ خدا کا بیٹا وغیرہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا خود کسی کے جسم میں آسکتا ہے کیونکہ یہ اسکی قدوسیت کے خلاف ہے (یہ جو لکھا ہے کہ دجال کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا یہ پیشگوئی اسطرح بھی خوب واضح اور بین طور سے پوری ہوتی ہے کہ انگریزونکی ٹوپی کے اگلے چھجے کو انکی زبان میں کور کہتے ہیں اور ایسی ٹوپی کل عیسائی قومیں پہنتی ہیں۔ اور عربی میں چونکہ د ف سے بدلجاتی ہے اس لئے کافر سے مراد وہ چھجہ ہے جو کہ ان کے ماتھے پر ہوتا ہے اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ از ایڈیٹر) اور یہی قوم یاجوج ماجوج ہے کیونکہ یہ الفاظ اَجّ سے مشتق ہیں۔ اور آج کے معنے آگ کے ہیں اور یہی قوم ہے جو آگ سے آجکل اسقدر فائدہ اٹھا رہی ہے کہ پہلے کسی قوم نے نہیں اوٹھایا۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ انگریزی قوم یاجوج ماجوج ہے ہم کو اسقدر دور جانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ لنڈن کے گلڈہال میں اب تک ان کے سٹیچو بطور یادگار کے موجود ہیں۔ اور یہ یادگار اس امر کی ہے کہ یاجوج ماجوج نے ہی اس شہر لنڈن کی بنیاد رکھی تھی۔ اگر مفصل دیکھنا منظور ہو تو دیکھو کتاب "نور الدین" سوال نمبر ۸

اسلام میں نشانات بہت بیان ہوئے ہیں اور وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں۔ ہم نے صرف چند ایک اوپر دکھلائے کیونکہ اس جگہ ایسا کرنے سے مضمون بہت لمبا ہو جاوے گا۔ اب ہم انجیل سے ان کے آنے کے نشانات لکھتے ہیں وہ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آکر بولے ہمیں تو بتا یہ باتیں کب ہونگی۔ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہو گا یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ "خبردار تمہیں کوئی گمراہ نہ کر دے کیونکہ بہت میرے نام سے آویں گے اور اپنے آپ کو مسیح کہیں گے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرانا نہیں کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اسوقت خاتمہ نہ ہوگا۔" بہت سارے آدمیوں نے مسیحیت کا دعوےٰ کیا مگر سب کے سب واصل جہنم ہوئے کسی کا پتہ نہیں جو ان کے کذب کی بھاری دلیل ہے اور لڑائیوں کی افواہیں تو کثرت سے سنی جاتی ہیں چنانچہ ایک آدمی نے جسکی عمر اکیس بائیس سال کی ہو جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے یہ لڑائیں متواتر سنی ہونگی اول وہ جنگ جو انگریزوں اور پٹھانوں کے درمیان ہوئی۔ جنگ یونان و ٹرکی۔ چین اور دیگر تمام بڑی بڑی طاقتیں۔ جنگ جنوبی افریقہ۔ سپین اور امریکہ کی لڑائیاں جنگ جو مشرقی افریقہ کے ملاں اور انگریزوں کے درمیان ہوئی۔ جنگ روس و جاپان۔ روس کا بادشاہ اور اسکی رعایا۔ ابھی چند دن ہی گذرے ہیں کہ ہم اخبار دیکھیں باب عالی اور دوسری طاقتوں کی کشمکش کا ذکر پڑھتے تھے اور آجکل ہم سنتے ہیں۔ کہ جرمن اور فرانس میں مراکو کے بارے میں سخت پیچیدگیاں پیدا ہوری ہیں شاید انہیں جنگ ہو جائے "قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کریگی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آویں گے"۔ اب ہم سنہ ۱۸ء سے لیکر آج تک دکھلاتے ہیں کہ کون کون سے قحط پڑے۔ اڑیسہ کا قحط۔ بنگالہ اور بہار کا قحط۔ جنوبی ہند کا قحط۔ احاطہ بمبئی کا قحط۔ مدراس کا کال سنہ ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ء میں تمام ہندوستان کا قحط سنہ ۹۵ء کا قحط۔ پھر سنہ ۹۷ء سے لیکر سنہ ۱۹ء تک ہندوستان کا مشہور قحط جسمیں لکھو کھہا خلقت فاقہ کشی سے راہی ملک عدم ہوئی۔ علاوہ بریں روس کا عالمگیر قحط اور ٹرکی کی گرانی اناج اور آجکل جاپان میں بھی سخت قحط سنا جاتا ہے۔ اور اس عرصہ میں کثرت سے کال مختلف ملکوں میں

پڑتے رہے ہیں جو ہسٹری کے پڑھنے والوں کو اچھی طرح سے معلوم ہوں گے۔ اور اسوقت بہت سارے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دوسرے کو پکڑوائیگا۔ اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیگا۔ اور بے دینی کے بڑھ جانیکے سبب بہتوں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائیگی۔ (اس بات کے ثبوت کے لئے میں ایک پادری صاحب کی نظم کا خلاصہ لکھتا ہوں جو انگلینڈ کے اخبار میں چھپی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ بعض گرجے میں سیر کے لئے آتے ہیں اور بعض وقت ضائع کرنے کے لئے اور بعض دوستیاں لگانے کے لئے ..... بہت تھوڑے ہیں جو خدا کے لئے آتے ہیں) اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں پر گواہی ہو" (خدا کے فضل سے اب ہمارے مسیح کی منادی تمام جہان میں گونج رہی ہے

اب ہم گیتا میں سے نقل کرتے ہیں کہ کلکی اوتار کے آنے کی علامات مندرج ہیں۔

کل جگ میں سنساری آدمی ہر روز دیا اور سچائی چھوڑنے سے کم طاقت ہو جائیں گے۔ عمر چھوٹی ہو جائیگی۔ راجہ لوگ پرجہ پر یعنی رعایا پر ظلم کریں گے برسات کم ہوگی، قحط سالی بہت ہوگی پرجا لوگ ہر ک سے تنگ آکر اپنا دہرم چھوڑ دیں گے۔ اور جسوقت کوئی ایسا راجہ یا بادشاہ نہیں ہوگا کہ جسکی ہفت اقلیم پر حکومت ہو اسوقت راجے اس امر کو غنیمت سمجھیں گے کہ جسقدر ملک اول ان کے قبضہ میں ہے وہی قائم رہے۔ لوگ باوجود اس یقین اور علم کے کہ عمر تھوڑی ہے، مال اور دولت کے لئے لڑائی کریں گے اور روپیہ کے لالچ میں آکر دھرم و عدل کو چھوڑ دیں گے اور روپیہ دینے والے کی حمایت کریں گے چوری اور بدکاری کریں گے کوڑی اور دمڑی کے لئے جھوٹ بولیں گے۔ گائے کا دودھ بکری کے برابر ہوگا (یعنی گھاس وغیرہ نہ ہونے سے یا کم ہونے سے بھوکی رہینگی اور دودھ بہت کم دیں گی) برہمنوں کا کوئی ایسا چلن نہ رہیگا جسے دیکھکر آدمی پہچان سکے کہ یہ برہمن ہے۔ دولتمند کی ہر شخص عزت و قدر کریگا کچھ اونچے نیچے ذات کا بچار نہ رہیگا۔ بیوپار میں چھل بہت ہوگا (ایک بنئے کی دوکان پر اس کے گرو صاحب بیٹھے تھے ان کے روبرو اس نے ۸ سیر کے بہاؤ گندم خریدی اور فروخت بائع کر دینے کے جانے کے بعد ایک خریدار آگیا اس خریدار کو اس بنئے نے کہا کہ مجھے گرو کی قسم ہے کہ تین سیر کے بہاؤ کی اس گندم کو خرید کر چکا ہوں وہ آدمی گندم خرید کرکے چلا گیا اس کے بعد گرو صاحب نے اس بنئے سے پوچھا

کہ میرے سامنے ہی میرے نام پر جھوٹی قسم کیوں کھائی۔ اس نے کہا کہ اگر آپ سے جیتے جی بھی اسقدر فائدہ نہ ہوا تو بعد مرنے کے کیا خاک ہوگا) استری اور پرش کے چت ملنے سے اونچ نیچ ذات آپسمیں بھوگ کریں گے۔ برہمن لوگ اپنا دہرم چھوڑ دیں گے (یعنی عمل نہ کریں گے) مورکھ آدمی جھوٹ بنانیوالا سچا اور گیانی سمجھا جاویگا۔ چور اور ڈاکو بکثرت موجود ہوں گے دس برس کی لڑکی کے لڑکا پیدا ہوگا۔ گرہست لوگ اپنے ماتا پتا کو چھوڑکر سسرال میں جا رہیں گے۔ نزدیک کے تیرتھوں کو چھوڑکر دور کے تیرتھوں پر جاویں گے اور ان کے پہلو بہان کا دھرم نہ رہیگا۔ سب لوگ بخیل اور تنگ دل ہو جاویں گے۔ سنیاسی لوگ اپنا کرم دہرم چھوڑکر گیروا کپڑے پہن لینے سے ڈنڈی کہلائیں گے اس کے بعد شکر یوجی نے کہا کہ اے راجہ پریکھت جب اخیر کل جگ میں بڑا پاپ ہوگا تب پر میشر دہرم کی رچھا یعنے سنبل دیش میں گوڑ برہمن کے اعلیٰ درجہ کے خاندان کے گھر کلنکی اوتار لیں گے۔ اس کے بعد ان کے درشن سے لوگ پاپ اور گناہ کو ترک کرکے نیک کردار ہو جاویں گے شری مدبھاگوت مترجم اردو صفحہ ۶۷۰

اب ناظرین ایک مرسل من اللہ کے آنے کے نشان سُن چکے ہیں اور وہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ آجکل آنا چاہیے۔ اور زمانہ کی حالت بھی سخت تاریکی میں پڑی ہوئی ہے عالم صرف نام کے رہ گئے ہیں خشیت بالکل نہیں رہی اور اسیطرح جسے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو فوت ہوئے چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اب محمدی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنا چاہیے۔ جیسا کہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ سے ۱۴ سو سال بعد تشریف لائے تھے کیونکہ محمدی اور موسوی سلسلہ میں مشابہت تامہ ہے جو اوپر ثابت ہوئی ہے۔ اب اسرائیلی مسیح تو آنہیں سکتے کیونکہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ کہ وہ فوت ہوگئے ہیں اور یہ خیال بالکل خام اور غلط ہے کہ وہ واپس آئیں گے مردہ واپس نہیں آیا کرتا اور حدیث شریف میں بھی دونوں مسیحوں میں حلیہ کا فرق بیان ہوا ہے جو پورے طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ محمدی مسیح اور موسوی مسیح دو ہیں نہ کہ ایک محمدی مسیح کا حلیہ ہے کہ آدم اللون ہوں گے اور آپ کے بال سیدھے ہوں گے جبکہ مسیح موسوی احمر اللون تھے اور ان کے بال گھنگرالے تھے (بخاری) چنانچہ اس حدیث کے مضمون پر مسیح محمدی فرماتے ہیں۔

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است | زانساں کہ آمد است در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس | سید جدا کند ز مسیحائے احمرم

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں علیحدہ علیحدہ ہر ایک قوم میں نبی نہیں آسکتے کیونکہ پچھلے زمانہ میں سوسائٹی کی حالت اور تھی اور اب اور ہے پچھلے زمانوں میں تو نبی مختص المکان و مختص الزمان آتے رہے یہانتک کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لئے ایک اور کامل اور مکمل شریعت لیکر آئے کیونکہ اسوقت تمام دنیا مختلف طرز سے ایک ہو چکی تھی۔ اور اسکی طاقتیں اور سمجھیں اس حد تک پہونچ گئی تھیں کہ ان کو ایک نبی ہی کافی ہو اور اب اس کے بعد ضرورت نہیں ہے کہ علیحدہ علیحدہ نبی آویں۔ تمام روئے زمین کے باشندے بمنزلہ قوم واحد کے ہیں ہر ایک نئی چیز جو دنیا کے کسی حصہ میں واقع ہوتی ہے۔ فوراً چند ہی دن میں اس کا تمام جہان میں تذکرہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ سچائی ایک ہے اور اس کو لیکر ایک وقت میں ایک ہی لیکر آسکتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ سو مرزا غلام احمد صاحب مسلمانوں کے لئے مہدی عیسٰے اور عیسائیوں اور یہودیوں کے مسیح اور ہندؤں کے کلنکی اوتار اور بدھوں کے بدھ ہیں

اب ہم چند ایک معیار بیان کرتے ہیں۔ جنکو موجودہ مسیح کو پرکھا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا کہ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیاۃ الدنیا۔ یعنی ہم اپنے رسولوں اور ان کے ساتھ والوں کی مدد کرتے ہیں۔ سو اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کی مدد کی ہے یا نہیں۔ اب سب کو معلوم ہوگا۔ کہ پہلے پہل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کفر کا فتویٰ لکھکر تمام ہندوستان میں پھرایا اور حتی الوسع اس نے لوگوں کو مرزا صاحب کے پاس آنے سے روکا اور دیگر مولویصاحبان نے بجائے خود وعظ و نصیحت کرنیسے اور گندے اور جھوٹے اتہام مرزا صاحب پر لگانے سے ہر چند لوگوں کو مرزا صاحب سے نفرت دلائی۔ مگر دیکھو کہ اب مرزا صاحب کی جماعت خدا کے فضل سے چار لاکھ کے قریب ہے۔ مولوی مذکور کی جو رہی سہی شہرت تھی جاتی رہی۔ کوئی جانتا ہی نہیں کہ اب کہاں ہیں۔ اور سب مخالفین کو مرزا صاحب ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی مہین من اراد اہانتک ترجمہ۔ میں اس کو جو تیرے ذلیل کرنیکا ارادہ کرے ذلیل خوار کروں گا۔ بہت سارے مولوی اس الہام کے مطابق ذلت کا

چکھ چکے ہیں۔ بہت ابھی چکھینگے۔ سو اس کسوٹی پر تو مرزا صاحب ٹھیک اترتے ہیں
سورہ الحاقۃ اخیر کے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل
لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ
حاجزین۔ ترجمہ۔ اگر باندہ لیوے اوپر ہمارے بعض باتیں البتہ پکڑلیں ہم اس کا داہنہ
ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس سے رگ گردن کی۔ پس نہ ہووے تم میں سے کوئی اس سے باز رکھنے
والا + اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے ہادی ہمارے سید کی بابت فرماتا ہے کہ اگر
وہ ہماریطرف سے کوئی بات بناوے تو ہم داہنہ ہاتھ سے پکڑکر رگ گردن کاٹ دیں گے یعنی ہمکو
ہلاک کردیں گے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے فمن اظلم ممن افترا علی اللہ کذبا۔ یعنی
اس شخص سے زیادہ تر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔

ناظرین اب دیکھتے ہوں گے ایک شخص گورنمنٹ پر جھوٹ بولکر چند دن سے زیادہ فائدہ
نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً جب کوئی دارو غہ صفائی یا دارو غہ آبکاری بنکر گاؤں میں سے کچھ لیتا
ہے تو کوئی نہ کوئی نمبردار اس کو پکڑکر آخر تحصیل میں لے آتا ہے جہاں پھر وہ کم از کم چھ ماہ کے
لئے بڑے گھر کی روٹیاں کھاتا ہے اور چکی کو گھماتا ہے۔ تو پھر کیونکر ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
باندھ کر آدمی بچ رہے ہرگز نہیں اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ثابت کرو۔ مرزا صاحب چھبیس ستائیس
سال سے الہام کا دعوای کر رہے ہیں اور ابتک خدا نے ان کو ہلاک نہیں کیا یہ انکی سچائی
کی دلیل ہے۔

تیسری آیت جو میں پیش کرنی چاہتا ہوں یہ ہے قل یٰقوم اعملوا علی مکانتکم
انی عامل فسوف تعلمون من تکون لہ عاقبۃ الدار انہ لا یفلح
الظلمون۔ یعنی اے رسول کہدے کہ اے میری قوم اپنے اپنے گھروں پر عمل کرو میں بھی
کرتا ہوں پس قریب ہی جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے تحقیق ظالم لوگ فلاح نہیں
پاتے۔ اسپر بھی مرزا صاحب نے مولویوں کو بلایا ہوا ہے جس کا جی چاہے مباہلہ کرے اور
جلدی ہی فیصلہ کرلے۔ چنانچہ مولوی غلام دستگیر قصوری اور اسمٰعیل علیگڈہی نے خوب
فیصلہ کیا ہے اور دوسروں کے لئے عبرت ہو گئے ہیں۔ اب کوئی مولوی مقابلہ پر نہیں آتا۔

کیونکہ وہ تین ہاتھ دیکھ چکے ہیں۔ اب بھی یہ راہ کھلا ہے کسی مولوی کا مقابلہ پر نہ آنا اور جو آوے اس کا جلدی ہی ہلاک ہو جانا اسبات کی صریح دلیل ہے کہ مرزا صاحب خدا کیطرف سے ہیں نبی کی بڑی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ پیشگوئیاں کرتا ہے۔ اور اسکی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پیشگوئیاں کیں اور وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔ پیشگوئیوں کے متعلق میں ٹھنڈے اور بے طرفدار دل کے ساتھ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اسقدر ہیں کہ میں انکو اسجگہ احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا مشتے از خروارے کے طور پر چند پیشگوئیاں میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

براہین احمدیہ کا وہ زمانہ ہے کہ جب مرزا صاحب کو ایک فرد بھی نہیں جانتا تھا اور ان کی حالت کو دیکھکر جو اسوقت تھی کبھی آدمی یہ بات وہم وگمان میں بھی نہیں لاسکتا تھا۔ کہ کبھی ان کے پاس دور و دراز سے لوگ آویں گے۔ اور سال بھر میں کبھی ایک کارڈ بھی بمشکل آتا تھا۔ اسوقت براہین میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کے الہام سے کیگئی۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق۔ یعنے تجھے دور و دراز سے مالی خدمات پہونچیں گی اور دور دراز ملکوں میں سے لوگ آویں گے اور پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی جب یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق کا سمان بندھ جاوے اسوقت اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بدخلقی نہ کرنا اور لوگوں سے نہ گھبرانا۔ یعنی کثرت کے ساتھ لوگ تیرے پاس آویں گے انکی ملاقات سے نہ گھبرانا اور نہ کوئی بدخلقی دکھانا۔ یہ پیشگوئی اسطرح پوری ہوئی ہے اور ہو رہی ہے کہ کسی ذرا سی عقل والے اور سمجھ والے کو انکار کی گنجائش نہیں۔ میں بھی تھوڑا سا عرصہ قادیاں رہا ہوں۔ راس کماری سے آئے ہوئے لوگ اور مدراس نظام حیدر آباد سے برما سے اور دوسریطرف کابل سے افریقہ اور اعظم اسٹریلیا سے آئے ہوئے لوگ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے اگر کوئی اب بھی نہ مانے قادیان جاکر کچھ زمانہ اور دیکھ لیوے۔ اب بتاؤ کہ ایسی پیشگوئی کرنا اور ایسے زمانہ میں کرنا کہ اس کے پاس کوئی بھی شخص دین کی غرض سے نہ آتا اور نہ ہی اسکو جانتا ہو خدا تعالیٰ کے سوا کس کا کام ہے اگر ہے تو ایسی

مثال پیش کرو۔ اور یقینی جانو کہ ہرگز ہرگز تم پیش نہ کر سکو گے۔ دوسری پیشگوئی جو میں ہدیہ ناظرین کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بمقام گورداسپور حضرت اقدس کو الہام ہوا زلزلہ کا دھکا[1] اور یہ الہام انہیں دنوں الحکم میں شایع ہوا۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ کوئی تفہیم علیم و قدیر کیطرف سے نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت اقدس اور ان کا جنہوں نے اسکو سنا خیال معًا اسی طرف گیا کہ یہ الہام طاعون کے متعلق ہے کیونکہ انہیں دنوں طاعون زوروں پر تھی۔ اگر اس الہام پر اور ان معنوں پر جو اس وقت کئے گئے۔ سرسری نظر بھی ڈالی جاوے تو صاف کھل جاتا ہے کہ ملہم نے اس کو ہرگز اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ اگر یہ جھوٹا الہام ہوتا تو ضرور ہی اس کے الفاظ ایسے ہوتے کہ ان سے طاعون مترشح ہوتی۔ پھر چار اپریل سنہ ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے کچھ عرصہ پہلے بطور یاد دہانی اللہ جلشانہ نے محض کرم و فضل سے صاف اور کھلے الفاظ میں فرمایا عفت الدیار محلها و مقامها[2]۔ مگر اس کو بھی پہلے الہام کی طرح طاعون کے متعلق ہی خیال کر لیا گیا۔ اور جب یہ الہام پورے ہوئے یعنے ۴ر اپریل کو زلزلہ آیا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ الہام اسی کے متعلق تھے۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اجتہاد کا غلط ہونا کسی ملہم یا الہام کی شان کو کم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رسول و نبی آخر بشر ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے الہام اور ملہم کی صداقت مضبوط ہوتی ہے۔ اور اسمیں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے سعید اور شقی کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھ لینا چاہیے کہ یہ معاملہ صرف ہمارے حضرت مرزا صاحب پر ہی بس نہیں بلکہ دوسرے نبیوں کے حالات سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کو بھی یہ مشکلات درپیش آئی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ نے حضرت داودؑ کے تخت والی پیشگوئی کے معنے کرنے میں دھوکا کھایا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید اس دنیا کی بادشاہت کا تخت مجھکو ملیگا۔ تب ہی تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو لنگوٹی بیچکر ہتھیار خریدنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر وہاں پیشگوئی میں تخت سے مراد یہ دنیا کی بادشاہت نہ تھی اس لئے انکو نہ ملی۔

---

[1] دیکھو اخبار الحکم ۲۴ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ اخبار بدر یکم جنوری سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۶
[2] اخبار الحکم ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۹۔ اخبار بدر یکم جون سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵

اسیطرح ایکدفعہ ہماری سرکار عالی تبار فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ رویا صادقہ ہوئی کہ آپ مع اصحاب کبار مکہ معظمہ بغرض حج تشریف لے گئے ہیں۔ چونکہ ان دنوں حج قریب تھا آپ نے سمجھا کہ اسی دفعہ چلنا ہوگا۔ سو آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے مگر راستے میں مکہ کے قریب مکہ والوں نے روک دیا کہ ہم آپ کو حج نہیں کرنے دیں گے۔ آخر چند شرائط کرکے واپس آنا پڑا۔ مگر دیکھنا چاہیے کہ یہ رویا بعینہٖ بعد میں پورا ہوا یا نہیں ؟

تیسری پیشگوئی حضرت اقدس کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ آپ نے دافع البلاء میں ۲۳ - اپریل ۱۹۰۲ء کو چراغدین کی نسبت یہ تحریر فرمایا :-

چراغدین کی نسبت یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ تھوڑی سی غنودگی ہوکر مجھکو خدائے عزوجل کیطرف سے یہ الہام ہوا۔ نزل بہ جبیز یعنی اسپر جبیز نازل ہوا اور اسی کو اس نے الہام یا رویا سمجھ لیا جبیز دراصل خشک اور بے مزہ روٹی کو کہتے ہیں جسمیں کوئی حلاوت نہ ہو اور مشکل سے حلق میں سے اتر سکے اور مرد لئیم اور بخیل کو بھی کہتے ہیں۔ جسکی طبیعت میں کمینگی اور فرومایگی اور بخل کا حصہ زیادہ ہو۔ اور اسجگہ لفظ جبیز سے مراد وہ حدیث النفس اور اضغاث الاحلام ہیں جن کے ساتھ آسمانی روشنی نہیں اور بخل کے آثار موجود ہیں اور ایسے خیالات خشک مجاہدات کا نتیجہ یا تمنا اور آرزو کے وقت القائے شیطان ہوتا ہے یا خشکی اور گرداری سودا کیوجہ سے کبھی الہامی آرزو کے وقت ایسے خیالات کا دل پر القا ہو جاتا ہے اور چونکہ ان کے نیچے کوئی روحانیت نہیں ہوتی اس لئے الٰہی اصطلاح میں ایسے خیالات کا نام جبیز ہے اور علاج توبہ اور استغفار اور ایسے خیالات سے اعراض کلی ہے۔ ورنہ جبیز کی کثرت سے دیوانگی کا اندیشہ ہے خدا ہر ایک کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔" رات کو عین خسوف قمر کے وقت میں چراغدین کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا۔ انی اذیب من یریب۔ میں فناہ کردونگا میں غارت کردونگا۔ میں غضب نازل کرونگا۔ اگر اس نے شک کیا اور اسپر ایمان نہ لایا۔ اور رسالت اور ماموریت کے دعویٰ سے توبہ نہ کی اور خدا کے انصار جو سلسلہ کے دربار سے خدمت اور نصرت میں مشغول اور دن رات صحبت میں رہتے ہیں ان سے عفو تقصیر نہ کرائی کیونکہ اس نے جماعت کے تمام مخلصوں کی توہین کی اپنے نفس کو سب پر مقدم کرلیا حالانکہ خدا نے بار بار براہین احمدیہ

ہیں انکی تعریف کی۔ اور اِن کو سابقین قرار دیا۔ اور کہا اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحٰب الصفۃ“ ”اور جبیز اس روٹی خشک کو کہتے ہیں کہ دانت اس کو توڑ نہ سکیں اور وہ دانت کو توڑے اور حلق سے مشکل سے اترے اور امعاء کو پھاڑے اور قولنج پیدا کرے۔ پس اس لفظ سے بتایا کہ چراغدین کی یہ رسالت اور یہ الہام محض جبیز اور اس کے لئے مہلک ہیں مگر دوسرے اصحاب جنکی توہین کرتا ہے ان پر مائدہ نازل ہو رہا ہے اور ان کو خدا کی رحمت سے بڑا حصہ ہے“۔

۴ر اپریل ۱۹۰۶ء کو جب وہ تباہ ہوا......اور حضرت اقدس کو اطلاع پہونچی تو آپنے یہ تحریر فرمایا:۔

”ایک شخص چراغ الدین نام جموں کا رہنے والا جو ابتدا میں میرا مرید تھا مرتد ہوگیا اور پادریوں کے ساتھ اس کا خطرناک اختلاط ہوگیا اور اس نے پیغمبری کا دعوےٰ بھی کیا تب میں نے اسکی نسبت بددعا کی اور مجھے خدا تعالیٰ سے الہام ہوکہ خدا اسے فنا کریگا اور اس کو غارت کردیگا اور اسپر غضب نازل کریگا اور اشارہ کیا گیا کہ وہ طاعون سے مریگا۔ اس لئے میں نے طاعون کے رسالہ میں بھی (جو طاعون کے بارہ میں میں نے لکھا تھا) جس کا نام دافع البلاء معیار اہل الاصطفاء ہے یہ پیشگوئی درج کی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب منارۃ المسیح کے ایک برس کے بعد (جسمیں اس نے مجھے دجال قرار دیا ہے) اس قہر میں گرفتار ہوا کہ اوّل دو لڑکے ایک لڑکی اسکی طاعون سے مری اور پھر ۴ر اپریل ۱۹۰۶ء کو خود طاعون میں مبتلا ہوکر اس جہان سے گذر گیا“۔

”اور اس کے ساتھ ہی ایک اور نشان ظہور میں آیا کہ اس نے اپنی طرف سے صریح لفظوں میں مباہلہ کیا اور اپنا ذکر کرکے اور میرا نام لیکر خدا سے یہ دعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو مفتری اور حق کا دشمن ہے خدا اس کو فنا کردے اور حق اور باطل میں فیصلہ کردے اسکی دعا پر صرف دو تین روز اس کو گذرے تھے کہ وہ خدا کے مواخذہ کے نیچے آگیا اور ایک دردناک عذاب کے ساتھ مرا کیونکہ اس سے زیادہ دردناک کونسا حادثہ ہوگا کہ پہلے اس نے اپنے عزیز دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنی آنکھ کے سامنے مرتے دیکھے اور اس مصیبت حادثہ کو مشاہدہ کرلیا کہ ایک اسکی قطع نسل ہوگئی اور کوئی اسکی نسل سے باقی نہیں رہا اور بعد اس کے اسی طاعون سے بعد حسرت

آپ بھی موت کا پیالہ پیا اور ایمانی حالت کا یہ نمونہ دکھایا کہ دونو لڑکوں کے مرنے کے بعد اس کے کلمات یہ تھے "کہ اب خدا بھی میرا دشمن ہوگیا"

اِنہیں سے ایک ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ ایک صاف اور سلیم فطرت والے آدمی کے لئے کافی ہے اب بعض کمینہ فطرت اور غبی الطبع یہ اعتراض کریں گے کہ اتنی دیر کے بعد کیوں پوری ہوئی ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے واقع البلاء کے بعد ایک توبہ نامہ الحکم میں شائع کیا تھا جسمیں اس نے اس اپنی رسالت وغیرہ سے انکار کیا اور اسی وجہ سے اسقدر تاخیر ظہور میں آئی۔ مگر بعد میں اس نے پھر گستاخی کی اور اپنی کتاب منارة المسیح میں حضرت اقدس کو نعوذ باللہ دجال کے نام سے یاد کیا۔ اور خدا کے غضب میں آکر تباہ ہوا۔

پیشگوئیاں ہزاروں ہیں جو حضرت اقدس نے مختلف تصانیف میں درج فرمائی ہیں اور خاصکر انکا بہت سا مجموعہ تریاق القلوب میں ہے شایقین وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان ہزاروں ہزار پیشگوئیوں کو پیش کرنے کے بعد میں ایک سوال کرکے ناظرین کو چھوڑتا ہوں تاکہ وہ اسپر غور کرکے مرزا صاحب کے متعلق اپنا معاملہ صاف کریں۔ کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔ ار پہلے زمانہ میں تو جوان لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ چلو جی اب تو مزا اڑائے جب بوڑھے ہوں گے دینی معاملات کی بابت سب کچھ دیکھا جاویگا مگر آجکل تو جوانوں کی موت بوڑھوں سے پہلے کھڑی ہے کیونکہ طاعون پہلے انہیں پر ہاتھ صاف کرتی ہے + اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی اس دنیا کا مالک اور رب ہے اور اگر کوئی رحمٰن اور رحیم ہے۔ اگر اس دنیا کا کوئی رکھوالا ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان مال آبرو وعزت ہے تو وہ ایسے جھوٹے شخص کو جسکا قریباً پیشہ ہی جھوٹ ہوگیا ہے اور ہر نئے سورج سناتا ہے کہ اس دنیا کے مالک نے رات مجھے یہ کہا وہ کہا حالانکہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ اور جس نے اس مالک رب رحمٰن رحیم کی مخلوق سے چار لاکھ سے زیادہ کو گمراہ کر دیا ہے تباہ کر دیا ہے انکو کیوں اتنی مہلت دی گئی ہے اور کیوں اسکو اسقدر مدت دراز سے تباہ نہیں کیا گیا اے مخالفین ذرا سوچو تو سہی۔ کیا اگر تمہاری گدہی کو بھی کوئی غیر آدمی مارے تم اس کو منع کرتے ہو یا نہیں یا تمہارے بیل پر کوئی تمہارے سامنے اسقدر بوجھ لادے کہ وہ اسکی طاقت سے باہر ہو تم اس کو کم کرا دیتے ہو یا نہیں اگر تم ایسا نہ کروگے تو یقیناً جانو تمہیں سب لوگ ظالم کے لفظ سے ملقب کریں گے تو

جب خدا کی پیدا کردہ مخلوق میں اسقدر سمجھ ہے کہ اپنی ادنےٰ سے ادنےٰ چیز کی حفاظت کرتی ہے اور اس کو غیر کی دست برد سے بچاتی ہے تو کیا خدا تعالیٰ میں اسقدر بھی سمجھ نہیں کہ وہ اپنی مخلوق کو ایسے آدمی سے بچا دے۔ جیساکہ وہ نامعلوم زمانہ سے جھوٹے اور کاذبوں کو تباہ و نابود کرکے دنیا کو انکی دست برد سے بچاتا رہا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ وہ بھی تو اللہ کی ہی مخلوق میں سے ہے ہم مانتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ کیا اگر تمہارے پاس بہت سے جانور ہوں اور انہیں سے ایک تمہارا کتا باؤلا ہو جاوے اور دوسروں کو وہ کاٹے تو تم اس باؤلے کتے کو گولی سے مار دوگے یا نہیں۔ یقیناً مار دوگے۔ اسیطرح خدا تعالےٰ بھی دوسروں کو اس کے شر سے بچانے کے لئے اس کو مار دے گا۔ بشرطیکہ وہ جھوٹا ہے مگر دیکھو کہ پچیس برس سے خدا اسکی حفاظت کر رہا ہے اور اتنا عرصہ کبھی کسی جھوٹے کو مہلت نہیں دی گئی پس ثابت ہے یہ شخص خدا کیطرف سے ہے۔

اخوت اسلامی نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library

احسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین

اسلام کی یہ تعلیم کہ خدا ایک ہی ہے اور دنیا کی تمام چیزیں متفق ہو کر اس ایک طاقتور اور رحیم خدا کی فرمانبرداری اور عبادت کریں انسان کے دل پر ایک عجیب تسلی بخش اثر ڈالنے والی ہے جبکہ ایک انسان کو یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ تمام دنیا کا حقیقی معبود ایک ہی ہے جو اس دنیا کا خالق ہے اور وہ علےٰ کل شیءٍ قدیر ہے اور تمام دنیا ایک ہی حکومت ایک ہی انتظام اور ایک ہی مرضی کے ماتحت ہے تو اس کے روح میں ایک عجیب تحریک ہوتی ہے جو اس کو تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور اتحاد کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے لیکن اسلام نے صرف توحید باری تک ہی بس نہیں کی بلکہ وہ انسان کو اور بھی اعلےٰ طبقات میں لے جاتا ہے اور اسماء و صفات الہیہ کے پاک اور خوشی دینے والی جنات کا سیر کراتا ہے اور وہ لوگ جو کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء و صفات کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں تو وہ اس مشاہدہ کے ذریعہ محبوب حقیقی کا چہرہ دیکھ لیتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی میں ان جنات میں داخل ہو جاتے ہیں

جسکی دنیا مرکر خواہش کرتی ہے۔ قرآن شریف ایسے عجیب طرز پر صفات الٰہیہ کا بیان کرتا ہے
کہ پڑھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی دیکھ رہا ہے جب ایک مسلمان الحمد پڑھتا ہی
اور وہ سوچتا ہے کہ میرا اللہ وہ ہے جو رب ہے جو تمام جہانوں کا خالق اور تمام جہانوں کا پرورش
کرنیوالا ہے اور میرا خدا وہ پیارا خدا ہے جو الرحمٰن ہے جس نے بہت سی چیزیں بغیر ہماری
کسی قسم کی درخواست وسوال یا محنت کے ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کردی ہیں اور میرا خدا
رحیم خدا ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے اور میری ہی محنتوں کو ضائع نہیں ہونے دیگا میرا خدا مالک
خدا ہے جس نے بہت سی چیزوں کا مجھے مالک بنا دیا ہے اور میرے اعمال کی جزا خیر یا سزا
جو دیتا ہے یا دیگا وہ ایک مالکانہ رنگ میں ہوگی اور اس کا سلوک میرے ساتھ ایسا ہے جیسا
کہ ایک حکیم و دانا غفور الرحیم مالک کا سلوک اپنی مملوک چیز کے ساتھ ہو سکتا ہے تو بے اختیار
اس عبد اللہ کے منہ سے یہ آواز نکلتی ہے وجدناک رحمانا فما الہم بعدہٗ
رئینا یا حبیبی بعین تنوّر۔ اے ہمارے خدا ہم نے تجھے پایا پس اس کے بعد کوئی
غم نہ رہا۔ اے پیارے ہم نے تجھے اس آنکھ سے دیکھا ہے جو روشن کی گئی ہے ایسی صفات
حسنہ والے اور ہر عیب سے منزہ خدا پر ایمان لاکر جو اثر انسان کی طبیعت اور اخلاق پر پڑتا ہے
اس کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے اس مضمون کو کتاب مبین نے بہت سے مقامات پر خود
بیان فرمایا ہے۔ بنمونہ کے طور پر چند آیتیں درج کیجائینگی۔ خدائے حکیم نے جو اپنی صفات
قرآن شریف میں بیان فرمائی ہیں اونمیں اور لا انتہا خوبیوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک
صفت دوسری صفت کے مخالف نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی موید ہے اور انکا آپسمیں
ایسا تعلق ہے کہ ایک کو چھوڑ دیا جاوے تو باقی صفات خود تقاضا کرینگی کہ وہ صفت بھی ہم میں
ہونی چاہیئے۔ ہر ایک صفت اپنا علیحدہ علیحدہ کام بھی کر رہی ہے لیکن وہ دوسری صفات کے ساتھ
ایسی ملی ہوئی ہے کہ ہم اس کو اور صفات سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اپنا
کام کر رہی ہے لیکن رحمانیت اسکی مخالفت نہیں کرتی بلکہ رب کے لئے ضرور ہے کہ وہ رحمان بھی ہو
اسیطرح رحیمیت اور مالکیت کا حال ہے اس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے
بہت متعدد صفات ہیں تاہم وہ ہر ایک اپنا اپنا کام کر رہے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے

اور وہ کبھی آپسمیں مخالفت نہیں کرتیں اور نہ کبھی آپسمیں انکا جھگڑا ہوتا ہے۔ اسیطرح ہمیں جو ہم اس اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں آپسمیں ایک ہوکر اور ملکر کام کرنا چاہیے خواہ ہمارے وجود علیحدہ علیحدہ ہیں اور کبھی آپسمیں جھگڑا اور فساد نہ ہو وے خواہ ہم مختلف کام کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس خوبصورت پیرایہ میں اپنی پاک صفات کا ذکر فرماکر پھر انسان کو حکم دیتا ہے احسن کما احسن اللہ الیک تو بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کر جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد اور بغاوت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ جسکی پاک صفات تیرے سامنے بیان کی گئی ہیں فساد کرنیوالوں سے پیار نہیں کرتا اور وہ پسند کرتا ہے کہ تو اسکی مخلوق کے ساتھ اسی ہمدردی اور سلوک کے ساتھ پیش آوے اور صفت بغیر کسی قسم کی غرض کے ان کے ساتھ احسان کرے جیسا کہ ان کے رب نے جو تیرا بھی رب ہے تیرے ساتھ احسان کیا۔ اور تو خدا کی نعمتوں کا اسطرح شکریہ ادا کرسکتا ہے کہ ان نعمتوں سے دوسروں کو بھی حصہ دے اور تیری خوشی میں دوسرے بھی شریک ہوں اور چاہیے کہ تو بہتوں کی صفت میں ربوبیت کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری ربوبیت کی اور بہتوں کو بغیر غرض کے کھلائے اور پلائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ تجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور اسیطرح بہت سے لوگوں کے ساتھ بغیر اُن کے سوال کے نیک سلوک کر۔ اور کسی کے مناسب سوال کو رد نہ کر اور اگر تیرے ماتحت کبھی کے مالک ہوئے ہیں تو تو اس سے ایسا سلوک کر کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے تیرا مالک ہوکر کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ باتیں صرف کہنے کی نہیں ہیں بلکہ ایسے نمونے مسلمانوں میں ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ مثال کے رنگ میں ہم تھوڑا سا ذکر اپنے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا لاتے ہیں جو ان تمام صفات کا کامل مظہر تھے آپ بڑے فیاض تھے اور بہت سے لوگوں کی ربوبیت کیا کرتے تھے آپ کا جود وسخا تمام لوگوں سے بڑھا ہوا تھا اور آپ کے دستر خوان پر غربا پرستوں کی ایک بڑی جماعت پرورش پاتی تھی جو اصحاب الصفہ کے نام پر مشہور ہیں آپ بہت سے لوگوں کو بغیر سوال کے دیدیا کرتے تھے بلکہ آنحضرت صلعم کے سوانح پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت دفعہ لوگوں کو جبراً دیدیا کرتے تھے اور آپ کے لئے سوال کرنیوالوں کو نہ دینا یہ تو غیر ممکن تھا۔ یہ وہ باتیں ہیں جنکی شہادت آج تک اور اسوقت کے دشمن اور دوست متفق ہوکر دیتے ہیں اور ان

باتوں کی شہادت میں اتنے واقعات درج کر سکتے ہیں کہ انکی علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے غلاموں اور نوکروں اور بیویوں سے ایسا سلوک کیا کہ تمام کے تمام آپکے عاشق صادق ہوگئے اور یہ عشق انکو ایسا مزے دار معلوم ہوا کہ اس کے مقابلہ میں انہوں نے تمام دنیا کو ہیچ اور ناچیز سمجھا آپ کے ساتھ تمام تکالیف کو اوٹھانا گوارا کیا۔ حضور کا ایسا کوئی غلام نہ تھا کہ آپنے اُس کو آزاد نہ کر دیا ہو۔ اسی طرح آپنے زید کو بھی آزاد کر دیا۔ جبکہ اس کے والد نے سنا کہ زیدؓ آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ آپ کو لینے کے واسطے مکہ میں آیا۔ لیکن زیدؓ نے اپنے باپ کے ساتھ اپنے پیارے وطن کو جانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو اپنے اس محسن کے قدموں میں جان دونگا اور واقعی اس نے رسول اللہ کے ہی قدموں میں جان دی۔ حضرت انسؓ جو مشہور صحابی ہیں آپ کی والدہ نے ان کو حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں دیدیا تھا۔ اور حضرت انسؓ نوکروں کیطرح نبی کریمؐ کے پاس رہتے تھے انکی گواہی ہے کہ میں آپ کی خدمتمیں دس برس تک رہا ہوں مگر حضرتؐ نے مجھے کبھی نہ کہا کہ تونے یہ کام کیوں نہ کیا۔ یا ایسا کیوں نہ کیا۔ رسول اللہ کو جب پہلی دفعہ خدا تعالیٰ کیطرف سے اطلاع دیگئی کہ آپ تمام جہان کیطرف رسول کرکے بھیجے گئے ہیں تو آنحضرتؐ کی طبیعت پر کام کی بڑائی کو دیکھکر رعب پڑا خدیجہ رضہ سے اس کا اظہار کیا جواب کیا ہی حق اور حقیقت کا بھرا ہوا ہے جو اس تجربہ کار عورت نے دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر آپ کی بیوی پر کیا تھا کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق وتصدق الحدیث۔ ترجمہ۔ ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم تجھے اللہ تعالیٰ کبھی شرمندہ نہیں کریگا تو رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے تکلیف زدہ کا دکھ اٹھاتا ہے گم گشتہ اخلاق تیری صحبت سے ملتے ہیں تو مہمان نواز ہے عمدہ اور ضروری کاموں میں امداد دیتا ہے اور تو راستباز ہے۔

عائشہ رضہ صدیقہ جو آپ کی آخری عمر کی گواہ ہیں اُن سے کسی نے آپ کے خلق کی بابت سوال کیا آپ رضہ نے کہا کان خلقہ القرآن آپ کا وہ خلق تھا جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور آپ قرآن کا عملی نمونہ تھے۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر انسان تھوڑی دیر تک سوچے تو

رسول کریمؐ کی محبت دلمیں گھر کر جاتی ہے اور یہ ایسی صفات ہیں کہ ہر ایک خُلق کا بنیادی پتھر ہیں۔ جس قوم کے ہر فرد میں یہ خلق پائیجاتے ہوں کبھی انمیں نااتفاقی اور ناچاقی نہیں ہو سکتی۔ کیا کوئی منکران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنے پیشوا کے متعلق اس کے ہمعصر دوست و دشمنوںکی کوئی ایسی گواہی پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور کبھی نہیں۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ الایہ۔ کیا عیسائی صاحبان اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ یہودوں نے متفق ہو کر الامین کا خطاب حضرت مسیحؑ کو دیا۔ خیر یہودیوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کے دشمن تھے۔ لیکن مسیح کی بد اخلاقی جو انجیل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی ایک معمولی انسان کو ڈرانے کیواسطے کافی ہے۔ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عام طور پر لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے طیش میں آجاتے تھے اور جھنجلا جاتے تھے اور لوگوں سے نہایت بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ بہت سے واقعات کے علاوہ انجیل میں یہ قصہ درج ہے۔ کہ مسیحؑ کی والدہ صاحبہ اور ان کے بھائی جب ان کے ملنے کے واسطے آئے تو مسیحؑ نے کہدیا کہ میری کوئی والدہ نہیں اور نہ کوئی بھائی ہے۔ اور آپنے اپنی ماں کو ملنے سے انکار کر دیا۔ شائد یہ اسواسطے کیا ہو کہ کہیں آپ کی خدائی پر دھبہ نہ آجائے۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ جو دوسری جگہ میں اجنبیوں کے سامنے اپنے آپکو اونچی ذات کا یا بڑا آدمی ظاہر کرتے ہیں۔ جب اُن کے اصلی رشتہ دار ملنے آتے ہیں تو وہ یا تو ملنے سے دل چراتے ہیں اور اُن سے ملتے ہی نہیں یا سرے سے اس رشتہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ بادادیانند نے بھی اپنے حسب ونسب اور جنم بھوگ کو چھپایا ہے۔ شائد اونکی یہ خواہش ہوگی کہ پرانے گمنام ہندوستان رشیوں کے ساتھ انکی مشابہت پوری ہو جاوے پھر آپکی تعلیم نیوگ وغیرہ دور پر ہمو سماج اور سناتن دھرم لوگوں نے جو گواہی دی ہے اُس سے بھی آپکی خوب قلعی کھلتی ہے۔ محمد صلعم کی حالت اس سے بہت اعلےٰ اور بلند ہے۔ [illegible] کوئی بداندیش آپ پر اسطرح کے اعتراض کرے جس شخص پر عرب جیسی نکتہ چین قوم اعتراض نہیں کر سکی اسپر تیرہ سو برس کے بعد کسی شخص کو کسی قسم کے اعتراض کرنیکا حق نہیں رہا۔ جو اس زمانہ میں ایسا کرے اسکی بات قابل سماعت نہیں ہے اور وہ پاگل ہے جو اس قسم کی کوشش کرتا ہے ہم رسول اللہ صلعم کی ہمعصر [illegible] کی گواہی ماننے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ وہ آپکی زندگی کے سچے شاہد ہیں اور گواہی دینے والے صرف دوست ہی نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ کے اخلاق حسنہ کے وہ لوگ بھی معترف ہیں جو مذہبی مخالفت کے باعث آپکے خون کے پیاسے تھے۔ اور ان مخالفوں میں یہود اور نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ اور ان لوگوں نے بھی اخلاق نبوی پر کسی قسم کا

کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بعض یہودیوں نے آپ کے اخلاق کو دیکھکر آپ کو رسول اللہ مان لیا جس طرف کان لگاؤ ہیں محمد صلعم کی حمد کے گیت کانوں میں گونج رہے ہیں اور جسطرف دیکھیں محمدؐ کا جمال نظر آتا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا تعلق تھا اس سے آپ نے اپنے مخالفوں سے عشق محمد علی ربہ کا (محمدؐ اپنے رب کا عاشق ہے) خطاب پایا۔ انسانوں سے جو آپ کا احسان وسلوک تھا اُس سے آپ نے تمام جہان سے الامین کا خطاب پایا۔ اب کسی مدہوش اور شراب خوار کفارہ کے ماننے والے یا ہنوگ پر ایمان رکھنے والے کا کوئی حق نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد اس پاک اور معصوم انسان پر فیصلہ کرنے بیٹھ جاوے۔ رسول اللہؐ کے اخلاق ایسے اعلیٰ درجہ کے تھے کہ آپ نے تمام مخاطبوں کو زور سے کہا کہ قد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا یعقلون۔ پس ضرور میں ایک عمر تم میں اس سے پہلے رہ چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں یعنے ایک بڑا عرصہ جو کم از کم چالیس برس ہے تم میں رہا ہوں۔ کیا تم مجھپر کسی قسم کا دہبہ لگا سکتے ہو یا میری کوئی اخلاقی کمزوری ثابت کر سکتے ہو کہ کبھی میں نے کوئی جھوٹ بولا ہو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ما جربنا علیک الکذب (ہم نے آجتک آپ پر کبھی جھوٹ تجربہ نہیں کیا) رسول اللہ نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ میں ایسا پاک اور صاف راستباز آدمی ہوں تو پھر تم میری نبوت کے بارے میں کیوں شک کرتے ہو اور اس دعوےٰ میں کیوں جھوٹا خیال کرتے ہو کیا اتنی بڑی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات کہ حضور علیہ السلام کے اخلاق بڑے اعلیٰ تھے اور حضور کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نبی صادق ہونے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے جس سے عرب انکار کرتے تھے لیکن مقابلہ میں ہم کسی عرب کی آواز نہیں سنتے جو حضور کے اخلاق حسنہ سے انکار کرتا ہو اس دلیل کو چھوڑنیکی کوشش کرتا ہو۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن جھوٹا الزام لگانے سے بھی ڈرتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ اگر ہم محمدؐ کی مذمت بیان کریں گے تو دنیا میں کوئی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہوگا اور ہم خود جھوٹے قرار دیئے جاویں گے اور اس پاک محمدؐ کی مذمت کرنیسے خود مذموم ہو جائینگے یہ ہے محمدؐ کی پاک اخلاق کا مضبوط قلعہ جسپر دشمن حملہ کرنیسے ڈرتا ہے اور اب بھی اگر کوئی بد اندیش اس زمانہ میں ان اخلاق کے عرش عظیم پر چڑھنے کی کوشش کریگا تو اُسکو محمدؐ کی معصومیت کے انوار ایسے جلد جلا دیں گے جیسے شہاب ثاقب شیطانوں کو جلا دیتے ہیں۔

خدا خود سوزد آں کرم دلی را کہ باشد از عدوان محمدؐ

الغرض محمدؐ اللہ کے اُن صفات کامل کا مظہر تھا جو قرآن شریف میں بیان کیگئی ہیں اور اُس نے اپنے

اقوال اور افعال کے آئینہ میں اس محبوب حقیقی کے چہرہ کو دکھا دیا تھا۔ اور آپکی اس حالت ہی نے عائشہ صدیقہ رضؓ کو جواب دینے کے لئے یہ ایک پُرمعنی اور عجیب فقرہ سکھا دیا اور یہی وجہ تھی کہ آپنے بے تکلفی سے اور بغیر سوچنے کے کہدیا کہ کان خلقہ القرآن + یہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میری صفات کا مطالعہ کرو اور اس کے مطابق لوگوں سے سلوک کرو اور میرے صفات تمہارے اخلاق کا معیار ہیں اور یہ ایک عمدہ اور سیدہی راہ ہے جس سے تم اللہ کی رضامندی حاصل کر سکتے ہو اسبات کا اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور عموماً اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کوئی حکم دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اپنی اُن پاک صفات کا ذکر فرماتا ہے جو اس حکم کے متقضی ہوتی ہیں یہ ایک عجیب اور مفید طرز ہے جو قرآن کریم پڑھنے والے اور اسکو بغرض عمل مطالعہ کرنیوالے کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے خالق کی نقل کرے یہ ایک بڑی آرام دہ اور تسلی بخش بات ہے اور اس سے نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ باتیں یونہی نہیں لکھی گئیں بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے فقرہ پر عمل کرنیکی کوشش کیگئی ہے مسلمانوں میں اس قسم کے نمونے پائیجاتے ہیں اور عاجز راقم کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ جب کوئی انسان خلاف طبع کام کرتا ہے یا بیجا تکلیف دیتا ہے تو اسوقت طبعاً جوش آتا ہے اور بدلہ لینے کو دل چاہتا ہے لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ میرا رب غفور رحیم ہے اور اُس ستار نے میری بہت سی کمزوریوں سے درگذر کی ہے مجھے بھی چاہیئے کہ میں اس کے بدلہ میں اپنے ہمجنس سے درگذر کروں یہ ایک ایسا پاک اور خوشی دینے والا خیال ہے کہ وہ تکلیف راحت سے بدلجاتی ہے۔ اور جوش نرمی سے۔ انسان معاف کر کے وہ خوشی حاصل کرتا ہے جو بدلہ لینے سے حاصل ہونی بالکل غیر ممکن ہے + اللہ تعالیٰ عفو اور درگذر کی تعلیم دیتا ہے اور فرماتا ہے لا یحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللّٰہ سمیعا علیما ان تبدوا خیرا او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیراً۔ کسی بری بات کو پکار کر کہنا اللہ کے نزدیک ناپسند ہے ہاں مگر جسپر ظلم کیا گیا اس کو فریاد کرنیکی اجازت ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ تم یونہی لوگوں کے عیب بیان نہ کرتے پھرو۔ جب اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کے عیبوں اور خوبیوں کو جانتا ہے + لوگونکی عام عادت ہے کہ یونہی ایک دوسرے پر بدظنی کر کے عیب لگاتے ہیں اور لوگونکی بری باتیں مشہور کرتے ہیں اس سے دنیا میں بڑا فساد پڑتا ہے اور بہت سے انسانوں پر بیجا ظلم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم دوسرے کی برائی کیوں مشہور کرتے ہو جسپر ظلم کیا گیا ہے وہ خود فریاد کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی ایسے ظالموں کو تھامتا ہے

اور وہ مظلوموں کی آواز کو سنتا ہے اس نے اس دنیا میں بہت سے ایسے انتظام بھی کر دیئے ہیں جن سے ظالموں کو سزا ملتی رہتی ہے اور آگے ان کے لئے جہنم طیار ہے۔ اگر تم نے کوئی بھلی بات دیکھی ہے تمہارا اختیار ہے کہ مناسب موقعہ دیکھکر اس کا اظہار یا اخفا کرو۔ بہر حال اگر تم برائی سے درگذر کرو تو اچھی بات ہے پس ضرور اللہ بھی درگذر کرنیوالا اور بڑا قادر ہے اگر تم اللہ کیواسطے اپنے بھائی سے درگذر کروگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہوں سے درگذر کریگا۔ اور اگر کسی نے تمکو کچھ نقصان پہونچایا ہے تو عفو کیصورت میں وہ قدیر اپنی قدرت سے اس نقصان کو دور کر دیگا۔ اور جسطرح خدا قدیر ہوکر پھر بھی معاف کر دیتا ہے اسیطرح اگر تم بھی بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہو تو بدلہ لینے سے درگذر کرو۔ اللہ تعالی شکر کرنیکی تعلیم دیتا ہے اور فرماتا ہے ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و امنتم فکان اللہ شاکرًا علیما۔ اللہ تعالی تم کو عذاب دیکر کیا کریگا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ۔ اللہ بھی شکر کرنیوالا ہے اور شکر کرنیوالونکو جانتا ہے۔ دوسرے سیپارہ کے ۱۴ رکوع میں اللہ تعالی عورتوں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کے وعظ کرتے ہوئے فرماتا ہے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم۔ اور تم جان لو کہ اللہ تعالی جانتا ہے جو بات تمہارے دلونمیں ہے۔ یعنے تم دل میں بھی برا خیال نہ کرو۔ اور منصوبے باندھنا چھوڑ دو۔ اور علیم بذات الصدور سے ڈرو۔ اور جان لو کہ اللہ ہی بخشنے والا اور حلیم ہے تم بھی عورتوں کی کمزوریوں سے حد مناسب تک ضرور درگذر کیا کرو اور تحمل سے پیش آیا کرو۔ اللہ تعالی انسانوں کو صدقہ اور فقراء پر خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے اس کے بعد فقراء کے ساتھ جو بدسلوکی کیجاتی ہے اور بعض دفعہ انکو متکبر مالدار ایسے دل کو پھاڑ دینے والے الفاظ سے جھڑک دیتے ہیں جس سے بیچارے فقیر کا دل پھٹ جاتا ہے۔ اس بدی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالی یوں فرماتا ہے الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون منًا ولا اذی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم

یحزنون قول معروف خیر من صدقۃ یتبعہا اذی واللہ غنی حلیم۔

وہ لوگ جو اللہ کے رستے میں مال خرچ کرتے ہیں پھر دیکر نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں انکو اُن کا پروردگار اس کا بدلہ دیگا اور انکی خوب پرورش کریگا۔ نہ ان کو آیندہ کی مصیبتوں کا ڈر ہے اور نہ انکی گذشتہ زندگی قابل افسوس۔ سائل کو اگر دینے کے لئے پاس کچھ نہیں ہے تو اس کو جھڑکنا نہیں چاہئے۔ اور اس کو اچھی بات کہنی چاہئے۔ اور ایسی بات کہنی چاہئے جس سے اس کے دل کو تسلی ہو اس کے لئے

دعا مانگنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مسکنت سے نجات دیوے اور اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بری حالت سے بچائے کہ کوئی حاجتمند ہم سے سوال کرتا ہے اور ہم اسکی کچھ مدد نہیں کرسکتے - ایسی بات کہنا اور فقیر کے لئے ایسی دعا کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے کہ صدقہ دینے کے بعد فقیر کو جھڑکنا شروع کردیا جاوے - اللہ تعالیٰ بڑا غنی اور حلیم ہے - اگر تم غنی ہو تو حقیقی غنی کے فضل سے ہو اور اگر وہ غنی چاہے تو اس فقیر کو تم سے زیادہ غنی کرسکتا ہے پھر تم اس مصیبت زدہ ہم جنس کو کیوں جھڑکتے ہو اللہ تعالیٰ تو بڑا حلیم ہے پھر تم کیوں تیزی اور چھچھورا پن دکھاتے ہو اس طرح کی آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے خاکسار اپنے ناظرین کو سورۃ الفرقان کا وہ رکوع پڑھنے کی التجا کرتا ہوں جسمیں اللہ تعالیٰ عباد الرحمٰن کے اخلاق کا ذکر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو رحمٰن مانتے ہیں اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ کو رحمٰن ماننے سے انسان ایسے ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے اور جبتک انسان میں ایسی خوبیاں نہوں اُنمیں کبھی محبت اور اخوت نہیں ہوسکتی جہاں ایسے لوگ آپسمیں ملکر رہیں کبھی باہمی حسد اور کینہ یا بغض پیدا نہیں ہوسکتا - اور ایسے لوگوں کے رہنے کی جگہ اسی دنیا میں اُس آخری جنت کا نمونہ ہوجاتی ہے جسکی خدا اسطرح تعریف کرتا ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علے سرر متقابلین - اگر ان کے دلوں میں کسی قسم کا کینہ یا غل اور حسد یا بغض وغیرہ تھا وہ ہم نے نکال لیا ہے - اور ان کے دل اب بالکل پاک و صاف ہو گئے ہیں اور وہ آپسمیں بھائی بھائی ہو گئے ہیں ایکدوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے آرام کی زندگی بسر کررہے ہیں -

اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا تھوڑا سا ذکر کردیا جاوے کیونکہ ان آیات کا عملی نمونہ میں نے خود اسجگہ دیکھا ہے - شائد دل سے نکلی ہوئی بات کسی اور دل پر اثر کر جائے اور اس کے لئے مفید ہو - اس زمانہ میں قادیان ایک ایسا مکان ہے جہاں پر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے اخلاق کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیات میں کھینچا ہے - میں اسجگہ اس بات کا ذکر نہیں کرونگا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھنے اور حضور کی روزانہ تقریروں اور زندگی کے روزانہ حالات دیکھنے سے انسان پر کیا اثر ہوتا ہے اور مولوی نورالدین صاحب کی صحبت سے کیا کیا فوائد حاصل کرسکتا ہے اور کسطرح یہ پاک انسان دوسرے بچوں سے بھی ایسی محبت کرتا ہے جسطرح اپنے حقیقی بچے کے ساتھ ممکن

ہو سکتی ہے اور کسطرح انکو قرآن شریف کی تعلیم دیجاتی اور دین سکھایا جاتا ہے اور کسطرح انسان کے سامنے عملی نمونے پیش کیے جاتے ہیں جنکا بے اختیار اور بے تکلف اندر ہی اندر ایسا اثر پڑتا ہے کہ انسان بیان نہیں کرسکتا۔ مدرسہ کے اُستادوں کے نیک اخلاق اور عمدہ نمونہ اور بچوں کے ساتھ سچی ہمدردی اور اُن کو نیک بنانیکا سچا جوش اور ان کا اخلاص طالبعلموں کے اخلاق پر ایک عظیم الشان اثر کرتا ہے بلکہ میں تھوڑا سا اس بات کا ذکر کرونگا کہ قادیاں کے رہنے والے میرے جیسے آدمی سے بھی کسطرح پیش آتے ہیں۔ میں اسجگہ علیحدہ علیحدہ اشخاص کا ذکر نہیں کرونگا کیونکہ بات بہت لمبی ہو جائیگی اور حق بات یہی ہے کہ میں ان کا حق ادا نہیں کرسکونگا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان ایسی مبین نہیں کہ میں اس محبت اور عزت کا پورا بیان کرسکوں جو بزرگواروں کے لئے میں بڑے زور سے محسوس کر رہا ہوں نہ میں ان احسانوں کا ذکر کرسکتا ہوں جو انہوں نے مجھ پر للہ کیے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ انہوں نے صرف للہ کیے اور یہی بات بڑی خوشی دینے والی اور راحت بخشتی ہے کہ اُنہوں نے جو کچھ کیا صرف للہ اور بغیر کسی غرض کے کیا۔ میری حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ مجھ سے کسی قسم کی امید کرسکیں۔ میں اپنی حالت کو خوب جانتا ہوں اور اُنکی حالت سے بھی خوب واقف ہوں + میں تھوڑی سی اور مجمل بات کروں گا میرے خیال میں ایک شریف طبیعت کے لئے جو بدبختی سے پاک اور دوسرے کو بھی شریف خیال کرتی ہے۔ اتنا ہی کافی ہے + میں قادیاں میں قریباً پانچ برس رہا ہوں فسٹ مڈل میں تھا جب میں تعلیم الاسلام اسکول میں آکر داخل ہوا۔ انٹرینس پاس کرنے کے بعد ۱۵ ر جولائی ۱۹۰۵ء کو قادیاں کی مستقل رہائش چھوڑنی پڑی۔ اس عرصہ میں قادیاں کے لوگ ایسی محبت اور ہمدردی سے پیش آتے رہے کہ مجھے قادیاں سے سخت محبت ہو گئی ہے اور اس کے سوا کوئی اور جگہ پسند نہیں آتی ان لوگوں کی محبت میرے دلمیں ایسا گھر کر گئی ہے کہ جبتک مہینے میں ایک دو دفعہ وہاں جاکر ان چہروں کی زیارت نہ کرلوں مجھسے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ گویا کہ ان لوگوں کی ملاقات کرنا اور اُنکی باتوں کو سننا میری روح کی غذا ہو گئی ہے جس کے سوا وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کو پھر تازہ اور زندہ کرنے کے لئے اس غذا کی ضرورت ہوئی ہے + میں خوب محسوس کرتا ہوں کہ ان سے ملنا میری روح و جسم دونوں کو قوت دیتا ہے۔ اور دیکھتا ہوں کہ وہ ایک قسم کی غذا ہے جسکو میری جسمانی حستیں بھی محسوس کرتی ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے پیاروں سے ملکر یہ بات محسوس کرتا ہوگا۔ یہ ایسی بات نہیں کہ سمجھ میں نہ آئے۔ کیونکہ ہر ایک شخص

بجائے خود اسباب کو کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بات مجھ میں کیوں پیدا ہو گئی۔ کیوں ان لوگوں سے جو نہ میرے ہموطن ہیں اور نہ ہم قوم ہیں نہ کوئی دنیاوی رشتہ اور تعلق ہے اور وہ بھی میری طرح مختلف اطراف سے یہاں آ کر جمع ہوئے ہیں ایسی محبت کرنے لگ گیا۔ اصل میں یہ اُن لوگوں کی ولی محبت اور سچی ہمدردی تھی جس نے میری اُس مردہ قوت کو پھر زندہ کیا۔ اور مجھے مجبور کیا کہ میں اُن سے محبت کروں۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں میری طبیعت میں دو بڑے نقص تھے ایک تو جلد جوش میں آجایا کرتا تھا اور نہایت تھوڑی سی خلاف طبع بات میری لڑائی کا کافی سبب ہو جایا کرتی تھی اور یہ لڑائی صرف لفظوں تک ہی محدود نہ رہتی تھی بلکہ ڈنڈے اور لاٹھی سے گذر کر چاقو تک کی نوبت پہنچی مدرسہ قصور کے میرے کلاس فیلو اس بات کے واقف ہیں۔ دوسری یہ بات کہ کسی آدمی سے مجھ محبت نہ ہوا کرتی تھی اور یہ بات کہ دوسروں کے واسطے انسان کے دل میں رقت پیدا ہوتی تھی میں اس سے بالکل بیگانہ تھا۔ یہ نقص آہستہ آہستہ یہانتک ترقی کر گیا تھا۔ کہ والدین کے لئے بھی کبھی میرا دل اداس نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ کی ان پر ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں میرے ساتھ ایسی محبت کی کہ دنیاوی لوگوں میں ایسی مثال کا ڈھونڈنا بالکل عبث ہے اسمیں بڑی اور دلپر بڑا اثر کرنیوالی یہ بات ہے کہ وہ محبت ہر ایک قسم کی کدورت سے پاک ہے ویسی محبت ہے جس کے بعد کبھی رنج اور پشیمانی نہیں ہوتی اور اُنکی محبت نے مجھ میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے نبی کی محبت اور قرآن کی محبت میرے دل میں بٹھا دی۔ دنیا کی محبتوں کے پھل عموماً کڑوے ہوتے ہیں لیکن یہ محبت ایسی میٹھی ہے کہ اس کے پھل بھی میٹھے اور نتائج بھی راحت بخش۔ میں خدا تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز دعا کرتا ہوں کہ وہ اس محبت کو قائم و دائم رکھکر اس محبت میں ابدالآباد تک ترقی دیوے۔ علیم بذات الصدور میرا گواہ ہے اور وہ لوگ جو میری اسحالت سے واقف ہیں میرے گواہ ہیں میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بغیر کسی قسم کی غرض کے کہتا ہوں کہ انہیں سے بعضوں نے مجھ سے میرے والد صاحب سے بڑھکر محبت کی اور ان سے بڑھ کر میری خیر خواہی کی یہ گواہی ہے جس کو میں چھپا نہیں سکتا۔ اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میرے والد صاحب کو مجھ سے محبت نہیں ایسا گمان کرنا بالکل غلط ہے آپ ایک اعلیٰ درجہ کے شریف آدمی ہیں اور شریف والدین سے جو بچوں کی نسبت امید ہو سکتی ہے میرے والد صاحب اس سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرتے ہیں ہمارا تمام گاؤں اور جو لوگ میرے یا میرے والد صاحب کے واقف ہیں

اس بات کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کوئی بھی ایسا والد پیش نہیں کر سکتا جو میرے والد صاحب سے زیادہ اولاد سے محبت کرتا ہو اور خیر خواہ ہو۔ جب میں چھوٹا تھا تو آپ کبھی مجھے اپنے آپ سے جُدا نہ کرتے اور جب باہر کھیتوں میں جاتے تو مجھے خود اُٹھا کر ساتھ لیجایا کرتے۔ اور پھر تمام دن میں انکی نظروں کے سامنے کھیلتا رہتا تھا اور جب گھر واپس آتے تو پھر واپس ساتھ لے آتے تھے۔ پھر جب میں ذرا بڑا ہو گیا تو ہمارا ایک نوکر ہوتا تھا جسکی شکل مجھے ابتک یاد ہے وہ مجھے آپ کے ساتھ ہی باہر لیجاتا اور ساتھ ہی واپس لاتا۔ مجھے ابتک وہ کھیلیں یاد ہیں جو میرے والد صاحب میرے دل بہلانیکو میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے خود مجھے پندرہ سیپارہ قرآن کے اور دوسری جماعت کا اردو اور حساب وغیرہ سکھایا پڑھایا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے قصور کے مدرسہ میں داخل کرا دیا پھر جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی انکی محبّت اور نرمی اور مہربانی بھی بڑھتی گئی۔ اللہ تعالیٰ اسکو آئندہ بھی زیادہ کرتا رہے + میں نے اپنے والد صاحب کی محبّت کا تھوڑا سا ذکر اسواسطے کیا ہے کہ ناظرین اندازہ لگائیں کہ وہ محبت کیا ہی ہوگی جو دارالامان کے لوگوں نے مجھ سے کی۔ وہ ایسے لوگ ہیں گناہوں کو معاف کر کے گناہ چھڑا دیتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں کہ جوشوں کو معاف کر کے جوش گھٹا دیتے ہیں اور ان کے اندر ایک قوت تحمّل اور برداشت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جگہ تو شرارت کے بدلہ سزا دیکر شرارت کو روکا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایک حد تک یہ علاج مفید بھی ہوتا ہے لیکن ان لوگوں میں عجیب بات ہو گئی کہ شرارت کو معاف کر کے اس کا علاج کرتے ہیں اور یہ معافی شرارت کرنیوالے کا علاج ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایسے انسان کو شرارت سے دلی نفرت پیدا ہو جاتی ہے ان کا معاف کر دینا سزا دینے سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے + یہ واقعات ہیں جن کا میری اپنی ذات سے تعلق ہے اور میں اون کا اثر خوب محسوس کر رہا ہوں انہوں نے ہم سے محبت کر کے ہمیں سکھایا کہ دوسروں سے اسطرح محبت کیا کرتے ہیں انہوں نے ہماری بیمار پرسی کر کے ہمیں بتایا کہ جن کے ساتھ بظاہر کچھ تعلق نہ ہو ان کے ساتھ بھی انسان محض للہ اسقدر ہمدردی کر سکتا ہے اور مدرسوں میں تو اُستاد لڑکوں کو ڈرا کر اور رعب ڈالکر ادب سکھلاتے ہیں لیکن ان استادوں نے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی برکتیں نازل کرے ہماری جیسوں کا خود ادب کر کے ہمیں سکھایا کہ دوسروں کا کسطرح ادب کیا کرتے ہیں ہمارے جوشوں کا نرمی سے مقابلہ کر کے ہمیں نرم کر دیا اور ہمارے ساتھ عملی طور پر فیاضی کی اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انکی فیاضی کو دیکھکر ہمارے اپنے دلوں کی تنگی دور ہو گئی۔

انہوں نے ہمیں حسن ظن کی اور مخفی ظنی سے ہماری بڑی بڑی عزت کی اور ہمیں سکھایا۔ کہ حسن ظن ایک بڑی نعمت ہے اور بدظنی ایک بہت بری بلا ہے اور اس بات نے ہمارے دل میں حق الیقین کا درجہ کرلیا ہے کہ دنیاوی و دینی بہت سی نقصانات بدظنی سے ہوئے ہیں اگر بدظنی اس دنیا سے اٹھ جاوے تو دنیا جنت ہے۔ انہوں نے ہم سے محبت کرکے والدین سے محبت کرنا سکھادیا۔ قادیان میں جون جون میری عمر بڑی ہوتی گئی والدین نے میری محبت بڑہتی گئی۔ اس سے پہلے میں چھوٹا تھا اور قادیان میں ابھی آیا نہیں تھا۔ تو والدین سے مجھے اس قدر محبت نہ تھی جس قدر آب ہے اور یہ بات عام قاعدہ کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ جون جون لڑکا بڑا ہوتا جاتا ہے اس کے دل میں اور اور چیزون کی محبت ہوتی جاتی ہے اور والدین سے تعلق کم ہوتا جاتا ہے لیکن یہان معاملہ بالکل برعکس ہے اور یہ بہت کچھ قادیان کی طینت ہے۔ اب میں اس بات کو یہان ختم کرتا ہون اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں۔ کہ ان کے بچے انسے محبت کرین اور ان کے تابعدار رہیں اور سچے دیندار بھی ہون اور دنیا کے معاملات کو بھی اچھی طرح سے سمجھین خالق مخلوق دونون کے حقوق کو خوب ادا کرنیوالے ہون انکو چاہیے کہ وہ اپنے بچون کو تعلیم الاسلام قادیان میں بھیجدیں اگر انسان مردہ نہیں ہوچکا تو انشاءاللہ فائدہ ہوگا اور ضرور فائدہ ہوگا۔

غزل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مرا نہ زہد و عبادت نہ خدمت وکارے است
ہمیں مرا است کہ جانم رہین دلدارے است

چہ لذتے است بروئیش کہ جان فدایش باد
چہ راحتے است بکویش اگرچہ چون خارے است

مسیح وقت مرا کرد آنکہ دید این حال
بہ بین دلایل دعوے اگرچہ بیکارے سست

دوائے عشق نخواہم کہ آن ہلاکت ما است
شفاء ما بہ ہمیں رنج و درد و آزارے است

نوٹ۔ یہ نظم پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی

اگر مردی رہ مولیٰ طلب کن ؛ چو نالی روز و شب از بہر مرداد ؛
نمے رنجم گر اکنون سر بپیچند ؛ کہ ترک رسم و رہ کارے است دشوار
فلک را بین کہ مہر و مہ سیہ شد ؛ زمین طاعون بر آرد بہر انداز ؛

مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پرانی تحریر

میں خوش کیوں ہوں

میرے دل میں تین خوشیاں ہیں جو میرے لئے دنیا اور آخرت میں بس ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ میں نے اس سچے خدا کو پالیا ہے۔ جو درحقیقت خدا ہے۔ جس کے طرف سجدہ کرتے ہوئے ہر ایک ذرہ ایسا ہی جھکتا ہے۔ جیسا کہ ایک عارف جھکتا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ اس کی رضامندی... میں نے اپنے شامل حال دیکھی ہے اور اس کی رحمت سے بھری ہوئے محبت کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ میں نے دیکھا اور تجربہ کیا ہے۔ کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور ایسا کامل رحیم ہے۔ کہ ایک رحم اس کا نوعام ہے۔ اور ایک خاص رحم اس کا ان لوگون سے تعلق رکھتا ہے۔ جو اس میں کھوئے جاتے ہیں اور وہ قدیر ہے۔ جس کی تکلیف کو راحت کے ساتھ بدلنا چاہئے۔ ایک دم میں بدل سکتا ہے۔ یہ تین صفتین اس کے پرستارون کے لئے بڑی خوشی کا مقام ہیں

بأبأءت زيداً	میں نے زید سے کہا کہ میرا باپ تجھپر قربان ہو
ابدء الرجل	اس شخص نے عجیب بات ظاہر کی
يُدئ الصبى	اس لڑکے کے چیچک نکل آئی
ابدء الصبى	اس لڑکے کے دانت گرنیکے بعد پھر نکل آئے
رأيت دهلى فبذاته عينى	میں نے دہلی کو دیکھا تو اس صفتونکے مطابق نہ پایا جو بیان کی گئیں ہیں
تجزء هذا المرءة	اس عورت کے لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔
اذا انادى فتجشأ غنمى	جب میں آواز دیتا ہون تو میری بکریاں مَیں مَیں کرتی ہیں
اجفاءت القدر	ہانڈی پر جھاگ آگئی
اجناء زيد على بكر يضرب	زید بکر پر جسکو مار پڑ رہی تھی اس غرض سے جا پڑا کہ اسکو مار سے بچائے
جو سقاءك فانه حرق	اپنی مشک کو پیوند لگا۔ کہ وہ پھٹ گئی ہے۔
جايات محموداً فى البيت	میں محمود کے ساتھ ایک وقت میں گھر میں داخل ہوا
حصاء الصبى من اللبن	اس بچے نے اپنا پیٹ دودھ سے بھر لیا
اريد ان احتاء كسائى	میں چاہتا ہون کہ کمبل کو کنارہ لگاؤن
احجانى السائل فاعطوه	اس فقیر نے مجھے تنگ کر دیا اسکو کچھ دیدو
خرجت ناذ الرجل واقف	میں گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہون کہ ایک مرد کھڑا ہے
ان بقرتنا ما سلحت اليوم	آج ہماری گائے نے گوبر نہیں کیا۔
ان ولينا ما تغوط اليوم له حاجت المسهل	آج ہمارے دوست نے پاخانہ نہیں پھر اسکو جلاب کی حاجت ہے
لا تاكل الحرام وكل خرء الكلب	حرام نہ کھا کتے کا گوہ کھالے۔
اذهب الى الرّاس واشتر كراعاً	سری بیچنے والے کی پاس جا اور ایک پایا خرید لا
اعهد الى ان لا تسخر احدا	مجھسے عہد کر کہ میں کسی سے ٹھٹھا نہ کرونگا
يخع قولك فى قلبى	تری بات نے میرے دل میں اثر کیا۔
اليوم شربت لبن شاة بكيئة	آج میں نے کہا نگڑ (باکڑی) بکری کا دودھ پیا
عشوت ام لا	تو نے رات کا کھانا کھایا۔ یا نہیں

اذا رأی السارق طارت نفسه شعاعا	جب چور نے مجھے دیکھا - تو اسکی ہوائیاں اڑ گئیں
سرق الخیاط ذخریصا من ثوبی	درزی نے میرے کپڑے کی ایک تریز چرا لی
اسقنی ماءً باردا	مجھے ٹھنڈا پانی پلا
ملکنا بارد	ہمارا ملک ٹھنڈا ہے -
اسمع ایتها ما قرءت	کھڑا ہو کر سنا جو تو نے یاد کیا
صار الطیب بثوبك	تیرا کپڑا خوشبو سے مہک رہا ہے -
استشر ثم سر	پہلے مشورہ کر پھر سیر کر
اعروریت الفرس	میں ننگے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوا
ضربت الکلب فانبت عصای	میں نے کتے کو مارا تو میرا سونٹا خطا گیا -
العصا علاج من عصی	سونٹا نافرمان کا علاج ہے -
ناء زید بحمل	زید بوجھ کو لے ہی نکلا
استحملت زیدا فما احمل	میں نے زید کو بوجھ اٹھوانیکے لئے کہا پس اسنے نہ اٹھوایا
تعالوا من یتخل اللبن منا	آؤ دیکھیں کون ہم میں سے پہلے دودھ پیتا ہے -
تالی زید وما بر	زید نے قسم کھائی اور پوری نہ کی
اشلنی السلة	مجھے پٹاری اٹھا دے
یا زید کم وظیفة غذائك	اے زید تو کتنی روٹی کھاتا ہے -
یا سیدی کفانی عشرة ارکان معها ادام	اے میرے سردار سالن سمیت دس روٹیاں کافی ہیں
یا سیدی ما فتواك فی الدعبل	اے میرے سردار مینڈک کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتوی ہے
حلال عند الشافعی	شافعی کے نزدیک حلال ہیں -
یا سیدی ما فتواك فی المکن	اے میرے سردار گوہ کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتوی ہے
حلال کلوا هنیئا نیئا	حلال ہیں مزہ سے کھاؤ -
یا سیدی ما فتواك فی السرء	اے میرے سردار ٹڈی کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتوی ہے
حلال کلوا بغیر کراهة	حلال ہیں بغیر کراہت کے کھاؤ -

نامکمل بات سنی مگر (ضرب المثل ہے) تھوڑا سا نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے کہ مطابق جو کچھ ہے وہ پیش گزرتا ہوں شاید کہ خدا کے برگزیدہ بندوں پر بات نہیں۔ فرمایا کہ یوں تو ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ سورج ہے۔ وہ چاند یا ستارہ فلان فلان ہے اور اس طرح گردش کرتے ہیں یہ کوئی خدا کے برگزیدہ ہونے کی نشانی نہیں بلکہ یہ تو ایک معمولی علم کے متعلق ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کے لئے تو ایک امتیازی نشان ہونا چاہئے۔ یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ کہ ۔۔۔ ایک چور کا دوست اگر اور کچھ نہیں تو انکی دوستی کی وجہ سے چوری سے بچ جائیگا۔ جب ایک چور اپنے سچے دوست کے ساتھ اتنا سلوک کرتا ہے تو کیا خدا اس چور سے بھی گیا گزرا ہے کیا وہ اسکو کوئی مدد نہیں دیگا نہیں بلکہ جس کے ساتھ خدا کی مدد نہیں سمجھو کہ اس کے ساتھ خدا کا تعلق نہیں ہے۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا نے کس قدر امتیاز رکھا ہے جھوٹے ہیں اور سچے ہیں۔ میں جب باہر نکلتا ہوں تو اس طرح لوگ مکھیوں کی طرح گرتے ہیں کہ حیران رہ جاتا ہوں کہ اگر خدا نہیں تو اور کون ان لوگوں کو خود بخود کھینچے لئے چلا آتا ہے۔ نہ ہماری طرف سے کوئی واعظ مقرر ہیں نہ کوئی اور سلسلہ ہے خدا ہی ہے کہ خود بخود لئے چلا آتا ہے۔ بلکہ بعض تو اخلاص میں اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ قریب ہے کہ صحابہ کا نمونہ بن جائیں۔

دیکھو اس وقت اور سیکڑوں پیر ہیں لیکن بعض دفعہ وہ جاتے ہیں۔ اور کوئی مرید تو کھسک جاتا ہے کسی سے وہ لڑ رہے ہیں کہ روپیہ لینا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ آٹھ آنہ لیلو اور وہ بھی بیچارہ بڑی مشکل سے اپنا دامن چھوڑاتا ہے لیکن یہاں سیکڑوں ایسے ہیں کہ گھر بار چھوڑ کر چلے آئے ہیں

جھوٹ) یہ ایک نہایت ہی غلیظ اور سخت مرض ہے جو کہ آجکل دنیا کے اکثر لوگوں کو لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ سیکڑوں تدبیریں کی گئیں اور بہت تجاویز سوچی گئیں۔ لیکن یہ ایک ایسی مہلک بیماری ہے جو کہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب کو لگی ہوئی

ہے اور تعجب ہے کہ اسکا مریض باوجود اس کے کہ اس کو ایک مہلک مرض سمجھتا ہے ۔ پھر بھی اس کو ترک نہیں کر سکتا اور آج کل تو یہ ایک نہایت مہذب لفظ ہیں پالیسی کا نام نقاب بار کئے ہوئے دنیا میں فروغ پا رہا ہے ۔ یورپین طاقتیں اور عیسائی لوگ باوجود اس کے کہ یسوع اس کی تردید کرتا ہے ۔ اس کو شیر مادر کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس طرح ہم اپنے قول اور فعل میں بہت بڑا فرق پیدا کر رہے ہیں یہ نہ صرف عیسائیوں میں ہی بلکہ دیگر اقوام میں بھی بہت جلدی پھیلگیا ہے ۔ جہاں تک تاریخ سے معلوم ہوتا ہے ۔ پہلے زمانہ میں اسکی اس قدر کثرت نہیں تھی اور اس وقت اس کا استعمال کرنا ایک بڑا عیب سمجھا جاتا لیکن آج کل تو اس کی کوئی حد باقی نہیں رہی یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی جو کہ ایک ایسے مذہب اسلام کے پیرو ہیں کہ جھوٹ کی سب سے زیادہ بیخکنی کرتا ہے ۔ یہ مرض پھیل گیا ہے ۔ ایک لڑکا جب کہ کوئی غلطی کرتا ہے تو اپنے باپ ما اور کسی بزرگ کے ڈر سے اس کو چھپانا چاہتا ہے ۔ لیکن اس وقت اسکو سوا جھوٹ کے اور کوئی طریقہ نہیں ملتا اس لئے اسکو مجبوراً بھی استعمال کرنا پڑتا ہے ۔ یا نوکر حاکم کے آگے کسی سزا سے ڈر کر اس کی اوٹ کے پیچھے اپنے آپ کو پناہ دیتا ہے ۔ اسی طرح اور ایسے سینکڑوں موقعے ہیں کہ جہاں آج کل کے لوگ یا وہ جبکہ ایمانی حالت میں گرے ہوئے ہوئے ہیں جھوٹ بولنا ضروری سمجھتے ہیں کاش کہ وہ جانیں کہ خدائے علیم و بصیر کے آگے کس طرح جھوٹ بول سکینگے جہاں کہ ہر ایک کام کا نقشہ سامنے پیش ہوگا بات یہ ہے ۔ کہ ایسے لوگوں کو خدا پر یقین نہیں ہوتا بوجہ اس کے کہ عورتیں فطرت کی کمزور ہوتی ہیں اور کسی قسم کے خوف یا دھمکی یا طعنہ و تشنیع کو برداشت نہیں کر سکتیں اس لئے وہ اکثر جھوٹ بولنے کی عادی ہو جاتی ہیں جہاں دیکھا کہ ہمپر کوئی حرف آتا ہے جھٹ کوئی بہانہ بنالیا اور اس طرح اپنا دامن چھوڑا لیا لیکن بات تو یہ ہے کہ اگر خدا پر بھروسہ کیا جائے تو سب کام خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں ۔ حضرت صاحب نے اس کے متعلق گھر میں فرمایا ۔ وہ

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انواراحمدیہ پریس میں مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے چھاپا گیا

جو تمہارا دشمن ہوگا

(۶) - اس میں شک نہیں ہے اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز نبیوں کی طرح اصلاح خلق اللہ کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور دل میں بہت جوش ہے کہ وہ کرامات الٰہی جو یہ عاجز دیکھ رہا ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے قانون قدیم سے تجاوز نہیں کرتا دوست کامل بننا چاہئے یا دشمن کامل تا آسمانی نشان ظاہر ہوں ہاں ایک طریق ہے اور اس کو آپ ہی بجا لا سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کا اب تک یہ عقیدہ ہے کہ بارہ اماموں کو جس قدر فضیلت ہے وہ اصحاب کبار کو حاصل نہیں غایت درجہ اصحاب کبار بادشاہوں کی طرح ہیں اور اس عاجز کا یہ عقیدہ ہے کہ اصحاب کبار کے مقابل میں بارہ امام کچھ بھی چیز نہیں بلکہ اصحاب کبار کی محبت ان کا فخر اور ان کے ترقی ایمان کا موجب ہے۔ قرآن شریف میں بجز ابوبکر صدیق رضؓ کے کسی اہلبیت کا ذکر نہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے کہ صحابہ کے بعد جس قدر اہلبیت میں امام ہوئے ہیں وہ اپنے کمالات میں بےمثل نہیں بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے ہیں یہ میرے لئے شکر کا مقام ہے اور اسباب کا کہنا اپنے محل پر ہے کہ ان اماموں کے موافق ایک میں بھی ہوں اور ان سے زیادہ بھی مجھ پر انعامات الٰہی ہیں جس کو آپ سمجھ نہیں سکتے اور نہ اس زمانے کی خلقت سمجھ سکتی ہے۔ اب اگر میں اس دعوے میں راستی پر نہیں تو میری طرف سے عام منادی ہے کہ شیعوں کے بزرگ لوگ میرے اشتہار کے موافق مباہلہ اور مقابلہ کے لئے آویں۔ بیشک اگر وہ آویں تو اللہ جلشانہ ان کی پردہ دری کریگا اور اپنے بندہ کی تائید میں وہ انوار دکھلائیگا جو ہمیشہ اپنے خادموں اور بندوں کے لئے دکھلاتا رہا ہے اس طریق سے آپ کرامات کو مشاہدہ کر سکتے ہیں اور آپ مقدرت رکھتے ہیں کہ کسی شیعہ کے مجتہد کو دو چار ہزار روپیہ دیکر میرے دروازہ پر بٹھاویں اور مقابلہ کراویں - تا سیہ روی شود ہر کہ دروغش باشد۔

(۷) موافق شرائط مطبوعہ کے تحریری بیعت بھی ہو سکتی ہے اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے وقت صفا میسر آیا تو انشاء اللہ آپ صاحبان کے لئے دعا کرونگا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

کہ وہ مناقب کسی بزرگ کے پیش کر دیا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت علی رضا کے حق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور امام حسین کے حق میں یہ فرمایا ہے مگر یہ خیال کہ کیونکہ اعلیٰ درجہ کی ارادت و محبت کی نسبت پیدا کی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت طبعی اور حقیقی طور پر اعلیٰ درجہ کی ارادت اور فرمانبرداری بغیر پوری آزمائش کے نہیں ہو سکتی مگر طالب حق اللہ جلشانہ کی توفیق سے کسی قدر قرائن سے بہ تکلف ارادت مندون کا پیراہن پہن لیتا ہے پھر عنایت الٰہی سے بمشاہدہ برکات حق وہ تکلف طبیعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ صحابہ اور اہلبیت بھی آہستہ آہستہ مراتب عرفان کو پہونچے ہیں مگر روز ازل سے انہون نے وہ خدمات اپنے ذمہ لیں جو بجز کامل ارادت کے ظہور میں نہیں آسکتیں۔ پھر غایت درجہ کی دشمنی پر اور جو مرد مقبول کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دشمن نادان ایک ولی اللہ سے ... شروع کرتا ہے اور ہر وقت قول یا فعل سے اس کے در بے آزار ... داخر ایک دن غیرت الٰہی جوش مارتی ہے جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے ... عادی لی اولیا فقد آذنتہٗ بالحرب اس لئے یہ اصول نہایت صحیح ہے کہ جس کو کرامات کے دیکھنے کا شوق ہو وہ یا تو غایت درجہ کا دوست ہو جائے یا غایت درجہ کا دشمن کرامات بازیچہ اطفال نہیں ہے کہ خواہ نخواہ کھیل کیطرح دکھلائی جائیں۔ اللہ جلشانہ اور اس کے وفادار بندے غیر اللہ سے لاپرواہ ہیں اور خواہ نخواہ بازیگرون کی طرح کرشمہ نمائی ان کی عادت نہیں اگرچہ اولیاء اللہ پر کرامت مثل بارش کے برستی ہے لیکن وہ شخص جو کہ پورا دوست یا پورا دشمن نہو ان انوار کے مشاہدہ سے بے نصیب رہتا ہے اس عاجز نے جو سولہ ہزار اشتہار کرامت نمائی کے لئے شایع کیا تھا اور شرط کی تھی کہ اگر کوئی مخالف منکر کرامت ہو تو ایک برس تک ہمارے دروازہ پر آکر بیٹھے اس کا ہرجہ دیا جائیگا اس اشتہار سے اللہ جلشانہ کی غرض یہی تھی کہ اس پابندی سے وہی شخص آکر ایک سال تک بیٹھیگا

ریویو

قرآن کریم کی دعائیں (مصنفہ قاضی محمد ظہورالدین متخلص باکمل) ہمارے پاس بغرض ریویو پہونچی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جماعت احمدیہ کیلئے خصوصًا دعائیں ہی ہیں۔ اس چھوٹے سے رسالہ میں قرآن کریم کی تمام دعائیں جمع کیگئی ہیں۔ اور پھر ہر ایک دعا کے بعد اس کا ترجمہ اردو نظم میں کیا گیا ہے۔ کتاب واقعی قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ۲/ ہے

سی حرفی احمدی۔ (مصنفہ فضلدین) یہ ایک بیس صفحہ کی ۲۰ × ۲۶ تقطیع کی پنجابی نظم ہے جسمیں مسیح موعود کی تعریف کیگئی ہے۔ پنجابیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ کیونکہ انکی مادری زبان ہے۔ اور مادری زبان سے ہر ایک کو دلچسپی ہوتی ہے۔ قیمت فیجلد ۱/ ہے

گلدستہ احمدی۔ یہ بھی ایک چھوٹی سی پنجابی نظم حضرت مسیح موعود کی تعریف میں ہے آٹھ صفحے کی کتاب قیمت فی جلد ۱/

اظہار الحق۔ یہ بھی ایک پنجابی نظم حضرت مسیح موعود کی تعریف میں ہے۔ کتاب چھوٹی تقطیع پر ۳۲ صفحہ کی ہے قیمت فی جلد ۱/

خزینۃ المعارف۔ اس کتاب میں حکیم فضلدین صاحب نے حضرت اقدس کی کتابوں میں سے تفسیر فاتحہ نکالکر درج کی ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ اسکی قیمت فیجلد ۵/ ہے۔

سیف حق (مصنفہ میاں محمد چراغ صاحب احمدی) ۴۴ صفحے کی کتاب پنجابی نظم ہے کتاب قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ۲/ ہے۔

نوٹ۔ یہ تمام کتابیں سید عبدالحیی صاحب عرب قادیان سے ملسکتی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور ہو جاوے تم میں ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مظفر و منصور ہوتے ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

جلد (۱) نمبر (۴)

فہرست مضامین

مضمون		مضمون نگار
۱- چند سوالون کے جواب ۹۷–۱۱۷		ایڈیٹر
۲- رسالہ تشحیذ الاذہان کا پہلا سال ختم ہوتا ہے ۱۱۷–۱۲۰		مینیجر
۳- اشتہار سالانہ جلسہ انجمن تشحیذ الاذہان ۱۲۰–۱۲۲		سکریٹری انجمن تشحیذ الاذہان
۴- ڈائری حضرت اقدس ۹–۱۰		ایڈیٹر
۵- مکتوبات امام الزمان ۱۰–۱۲		حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
۶- عربی سیکھنے کے آسان طریقے ۷–۸		"
۷- مسایل شرعیہ ۷–۸		مولوی سرور شاہ صاحب اول مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام

یکم - دسمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دارالامان سے باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان شایع ہوا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت ہی ضروری

Digitized by Khilafat Library

اطلاع

میں ان تمام ہمدردان رسالہ ہذا کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ جو اس رسالہ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے ہیں ۔ اور اس رسالہ کی ترقی کے منتظر ہیں ۔ کہ اس رسالہ کا پہلا سال اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے گذر چکا ہے ۔ اور اس کی سالگرہ کے موقعہ پر انجمن تشحیذ الاذہان کا پہلا سالانہ جلسہ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوگا ۔ جس کا اشتہار اور پروگرام آپ اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۴ پر پڑھینگے یہ رسالہ اپنا پہلا سال ختم کرکے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے ۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ہمپر بڑا ہی فضل و احسان ہے ۔ کہ ہم اسکو دوسرے سال کے شروع سے ماہواری کرنیکا اعلان کرتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اسبات کی توفیق دے کہ ہم اسکو باقاعدہ چلاسکیں ۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم اس رسالہ کا پہلا ماہواری نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰ - جنوری ۱۹۰۷ء کو شایع ہوگا ۔ پھر اسکے بعد ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو یہ رسالہ ماہوار شایع ہوا کریگا ۔ یہ تجویز کی گئی ہے ۔ کہ اس رسالہ کے جتنے موجودہ خریدار ہیں ۔ سب کیخدمت میں جنوری ۱۹۰۷ء کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجکر ایک سال کی قیمت وصول کیجاوے ۔ کیونکہ شروع شروع میں ہمارے کو بہت تکالیف ہوتی ہیں ۔ اسلئے ان صاحبان کیخدمت میں عرض ہے کہ جو اسکو ماہواری صورت میں خریدنا پسند نہ کریں کہ وہ جلد تر بذریعہ کارڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چند سوالون کے جواب

Digitized by Khilafat Library

وطن کے کالمون میں یہ خبر پڑھکر کہ ایک مسلمان گریجویٹ اپنے آبائی مذہب کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ سخت افسوس ہوا۔ اور حیرانی ہوئی۔ کہ کس بات پر ایسے سچے مذہب کو جس کے تمام اصولون کو کسی نہ کسی مخالف مذہب والون نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چھوڑ کر یہ کدھر جانا چاہتے ہیں۔ اسلئے دل میں یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسے شخص سے خط وکتابت کرنی چاہیے۔ شائد کہ کچھ فائدہ حاصل ہو۔ چنانچہ اس خیال پر ایڈیٹر صاحب وطن سے پتہ دریافت کرکے میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا نے انکو خط لکھا۔ جسکے جواب میں انہون نے ایک خط لکھا ہے۔ اتفاقاً اسکے خط کے پہنچنے پر ایڈیٹر صاحب کا ارادہ ہوا۔ کہ لاہور میں جاکر آنکھونکا اپریشن کروائیں۔ کیونکہ آپکی آنکھوںمیں کو کر ے ..... ہیں۔ اسلئے ایڈیٹر صاحب وہ خط جناب مولوی سرور شاہ صاحب ایڈیٹر تعلیم الاسلام کو دے گئے۔ اب انکی بھی آنکھیں دکھنی شروع ہوگئی ہیں۔ لاہور میں ایڈیٹر صاحب کے پاس اصل خط موجود نہ تھا۔ مگر چونکہ طبیعت میں جوش تھا۔ اسلئے آنکھونکا اپریشن ہونے سے پہلے آپ نے مختصراً ان سوالات کا جواب لکھ بھیجا ہے۔ جو اسوقت آپکو یاد آئے۔ یہ جوابات گریجوئیٹ صاحب کو بھی بھیجے جاچکے ہیں۔ مگر چونکہ یہ مضمون بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اسلئے اسکو رسالہ میں چھاپ دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے فائدہ اٹھاویں۔ والسلام منیجر

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

آپکے خط کا جواب بوجہ اسکے کہ میں لاہور آگیا - خود تو نہ دیسکا مگر اپنے ایک لائق دوست کو یہ کام سپرد کر آیا ہوں امید ہے - کہ مع چند کتابوں کے وہ جواب آپ کو جلدی پہنچ جائیگا مگر باوجود کم فرصتی کے اور آنکھوں کی بیماری کے دلمیں ایک جوش پیدا ہوا کہ بعض باتوں کا جواب خود میں بھی لکھ بھیجوں - شاید بار بار دہرانے سے کچھ فائدہ ہو جائے - چونکہ ہر ایک شخص کا نقطۂ خیال الگ ہوتا ہے - اور ہر ایک انسان کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے اپنے خیال کے مطابق اسکے دلائل پیش کرتا ہے اسلئے اگر ایک بات ثابت کرنیوالے دو شخص ہوں اور بعض باتیں ایک دوسرے سے الگ ہوں - تو وہ قابل اعتراض نہیں - ہاں اگر وہ آپس میں مخالف نہیں اسلئے امید ہے کہ اگر آپ میرے لائق اور میرے دوست کے ثبوت کو کچھ مختلف پائیں مطلب میں نہیں بلکہ طرز میں تو کچھ نوٹس نہ لینگے - چونکہ میں آپکا خط چھوڑ آیا ہوں اسلئے جو کچھ یاد ہے اسکے مطابق جواب تحریر کرتا ہوں - آپ نے یہ اعتراض کیا ہے - کہ قرآن شریف پچھلی کتابوں سے اخذ کیا ہوا ہے حالانکہ وید سب سے پرانی کتاب ہے - مگر آپ کو اس سوال کے کرتے ہوئے تاریخ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ قرآن شریف کا دنیا کے سامنے پیش کرنے والا کون شخص ہے - آیا وہ عالم فاضل اسوقت کا ایک بڑا پڑھا ہوا مولوی ہے - یا ملک عرب کا ایک امی - ایک پڑھے لکھے آدمی پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اسنے یہ یہ کتابیں پڑھیں اور انسے اخذ کر کے ایک کتاب بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دی مگر عربوں میں سے ایک شخص پر یہ الزام لگانا - کہ وہ وید - توریت - انجیل - پران - بدھ مذہب کی کتابیں ژند وستا وغیرہ زردشت کی کتابیں چینیوں کی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور اسنے ان میں سے ایک کتاب بنادی اور پھر ایسے شخص پر جو کہ خود اپنی مادری زبان بھی نہ جانتا ہو کسقدر ظلم کی بات ہے - جو نہ لکھنا جانتا ہو - نہ پڑھنا آج تعلیم یافتہ زمانہ میں بھی جبکہ ہر زبان میں ہر قسم کی کتابوں کے تراجم پائے جاتے ہیں - شاید ایک گروہ

آدمی کے پیچھے ایک آدمی ہو۔کہ جس نے یہ تمام کتابین اور دوسرے مذاہب کی تمام کتابین پڑہی ہون۔بلکہ آج ایسے دس آدمی ملنے بھی ناممکن ہیں۔پھر یہ بات کہنی کیونکر آسان ہوسکتی ہے۔کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کتابون پر عبور کیا ہوا تھا۔اور ان سے اخذ کر کے انہون نے یہ مسایل درج کئے ۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔کہ ہر ایک ملک وقوم میں تاریکی کے زمانہ مین نبی آتے رہے ہیں۔اور یہ کہ خدا تعالےٰ کی بہت سی کتابین اس کتاب سے پہلے ایسی گزر چکی ہیں کہ جو زمانہ ومقام کیلئے مختص نہیں۔مگر اب یہ کتاب تمام زمانونکے لئے ہو اور اسمیں کسی مقام کی خصوصیت نہیں اور خدا تعالےٰ نے فرمادیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آجکے دن دین تمپر تمام کمال اتار دیا گیا۔اور اب کوئی دین ایسا نہیں آئیگا جو خدا کیطرف سے ہو اور جو قرآن شریف کو منسوخ کرے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی اور کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔کہ میرے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں اور یہ کہ میں ہر زمانے اور ہمیشہ کیلئے ہون اور مجھ مین تمام کمالات بھر دئے گئے ہیں۔مگر قرآن شریف نے یہ دعویٰ کیا ہے اور تیرہ سو برس گزر گئے کوئی اور شخص ایسا نہیں اٹھا جو کہے کہ قرآن شریف آج سے منسوخ کیا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ نے یہ نئی کتاب مجھپر نازل فرمائی ہے۔حالانکہ نبی کریم کے زمانہ سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ سیکڑون نہیں ہزارون ایسے مذہب پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی کتاب کو دوسرے کی کتاب سے افضل سمجھتا ہے۔مگر آنحضرت ؐ کے بعد کسی نے اجتک دعوےٰ نہیں کیا۔توکیا یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے نشان نہیں جو کہ ہر ایک ایسے شخص کے لئے کافی ہے جو کچھ بھی چشم بصیرت رکھتا ہو۔دنیا میں ہر زمانہ میں ایک نبی کا پیدا ہونا اور ایک نئے مذہب کا قائم ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانہ میں ویسا ہی ہونا چاہئے۔مگر پہلے نبیوں نے اپنے آپ کو خاتم النبیین نہیں ظاہر کیا اس لئے ان کے بعد کسی اور نبی کا آنا ضروری تہا۔اگر ایک خاص ملک میں ایک وقت تک کوئی نبی نہ آیا تو کیا ہوا کل دنیا میں کہیں نہ کہیں آتے رہے۔جیساکہ ہند میں کرشن و رامچندر اور بدھ اسیطرح فارس میں زردشت اور اسکے بعد بعض لوگ اور پھر شام میں اور مصر میں اور عراق مین عجم میں عرب میں۔جیسا نوحؑ۔ابراہیمؑ۔لوطؑ۔اسحٰقؑ۔اسمٰعیلؑ۔یوسفؑ۔

صالحؑ - شعیبؑ - موسیٰؑ - ہارونؑ - عیسیٰؑ - اور آخر میں ہمارے نبی کریمؐ - اور
دوسرے ممالک جنکا کچھ ہمکو علم نہیں - یورپ میں اصحاب کہف اور چین میں وہان کی
مذہبی کتابون کے لانیوالے جن کے نامون سے ہم واقف نہیں - مگر جب نبی
کریم نے رسالت کا دعوی کیا اور خاتم النبیین ہونے کا اقرار کیا اور بڑے زور
سے اسبات کی منادی کی کہ قرآن شریف کے بعد کوئی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف
سے نہیں آئیگی جو اس کو منسوخ کرے - اور اس کی سچی تعلیم ہر زمانہ ہر مقام
اور ہر حالت کے لئے موزون ہے - اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا جو میرے واسطہ کے بغیر خدا تعالیٰ سے
تعلق پیدا کرے - اور دنیا سے کامیابی کے ساتھ جائے - تو ہم دیکھتے ہیں - کہ
کہیں بھی دنیا کے کسی حصہ میں بھی کسی شخص نے ایسا دعوی نہیں کیا کہ میں خدا کی
طرف سے ایک کتاب لایا ہون جو قرآن شریف کو منسوخ کرتی ہے - پس دیکھو
کہ یہ ایک بڑی بھاری پیشگوئی ہے جو پوری ہو رہی ہے اور ہر زمانہ ہر حالت
میں اور ہر مقام کے لوگون پر ثابت کر رہی ہے - کہ قرآن شریف کی ہر بات پکی اور ہر
دلیل زبردست ہے - امید ہے - کہ اگر آپ اسبات پر غور کرینگے - تو سمجھ لینگے - کہ
قرآن شریف ہی ایک کتاب ہے - جو ہر زمانہ کے لئے کافی ہے - اور جس کی تعلیم
پر چلنے کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتا - اب یہ اعتراض کہ قرآن شریف مین
ایسی باتیں ہیں جو دیگر کتابون سے اخذ کی گئی ہیں - لغو ٹھہرتا ہے - اور یہ اعتراض کرنا اُسپر واجب ہے جسپر خود
یہ اعتراض نہ ہوتا ہو - اہل ہنود کا کوئی حق نہیں - کہ وہ یہ بات کہیں - کیونکہ تاریخ کے
رو سے پارسیون کی کتابین وید کی نسبت پہلے کی ثابت ہوتی ہیں - بلکہ خیال
ہے - کہ وید انہی کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے کیونکہ کئی ایسے مسائل ہیں جو ان
سے ملتے ہیں اور کئی عبارتین وہی پائی جاتی ہین - اور دوسرے یہ کہ یہ لوگ بھی
وہیں سے آئے ہیں - یعنی وسط ایشیا سے اور اہل فارس تو بالکل وسط ایشیا
سے ملتے ہی ہیں - تیسری بات یہ ہے - کہ ویدون میں یہ بات صاف پائی جاتی
ہے - کہ یہ اس وقت بنے ہیں - جب یہ لوگ وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستان

کوچلے ہیں - کیونکہ اس وقت ان لوگون کی حالت بہت ردی تھی - اور اسی لئے یہ اپنے وطن کو چھوڑنے پر رضامند ہوے اور دوسری ملکونمیں جابسے - ویدون میں ایسی دعائیں پائی جاتی ہیں - کہ اے پرمیشور ہمارے بہی گایئن اور دوسرے مویشیونکے گلون کو بڑہا - اور ہمارے دشمنون کو تباہ کردے - ملک بدر کردے - اور یہ وہ وقت تھا جب یہ لوگ ہندوستان سے یہان کے اصلی لوگون کو نکال رہے تھے اور وہ وقت ایک محدود وقت ہے - جو سواچار ہزار برس سے زیادہ نہین بنتا - اور یہ زمانہ حضرت نوح کے زمانہ کے قریب ہے - اہل ہنود خواہ وید کو کتنا ہی قدیمی کہیں - مگر خود جو بات وید سے اور تاریخ سے ثابت ہو اس کو ہم کہان تک نظرانداز کرسکتے ہیں - پھر ایک دوسرا ثبوت اور ہے - جو وید کا زمانہ ہمکو بتاتا ہے - اور وہ منو کا دہرم شاستر ہے - وہ ہمکو بتاتا ہے - کہ اس وقت تک ہندون میں کوئی سوشل قانون نہیں تھی جنپر وہ زندگی بسر کرتے اور یہ بات منظہر ہے - کہ یہ مذہب منو کے ہی زمانہ میں شروع ہوا ہے - اور اس کے دو وجوہات بڑے زبردست ہیں ایک تو یہ کہ عرصہ دراز تک بغیر سوشل قانون کے ایک قوم جو فاتح ہو رہ نہیں سکتی - اور دوسرے یہ کہ اس میں شودرون کی نسبت ایسے سخت قوانین ہیں جو ظاہر کرتے ہیں - کہ یہ قریبًا وہی زمانہ تھا - جب پرانی قومون کے ساتھ بڑی بڑی سخت اور لمبی لڑائیاں لڑنیکے بعد اہل ہنود نے ان پر فتح پائی تھی - اور غصہ اور کینہ ان کے دلونمیں بھرا ہوا تھا - جس کی جھلک منو کے شاستر میں بار بار پائی جاتی ہے - اور دوسرے برہمنون کا اس قدر عروج بھی ظاہر کرتا ہے - کہ وہ وید کا قریب زمانہ تھا - کیونکہ شروع شروع ہی میں - بانیانِ دین اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والون کی بہت عزت ہوتی ہے ورنہ ایک عرصہ دراز گزر جانیکے بعد کچھ امتداد زمانہ اور کچھ مذہبی پیشواون کی اپنی بد اعمالیون کی وجہ سے قوم کے دلون سے ان کی عزت دور ہو جاتی ہے - جیساکہ آجکل مسلمانون اور عیسائیون اور ہندون میں سیدون اور سجادہ نشینیوں پادریون راہبون برہمنون اور سادہوئن کی عزت کسیطرح بھی وہ نہیں رہی جو پہلے تھی - پس یہ باتین

مل جلکر ظاہر کرتی ہیں - کہ منو کے زمانہ کے قریب قریب ہی وید کا زمانہ شروع ہوتا
ہے اور اگر میری منو کے دہرم شاستر والی پہلی دو ریلیون کو خفیف کرنیکے لئے
کوئی ہندو یہ کہے کہ منو کے دہرم شاستر کی تو ضرورت صرف اس لئے تھی
تاکہ وہ نقص جو پیدا ہو گئے ہیں - ان کو دور کیا جاوے - تو یہ اس کی سخت غلطی
ہوگی - اور وہ خود پھنس جائیگا - کیونکہ اس صورت میں ثابت ہوگا - کہ زمانہ نے ایک
پلٹا کھایا تھا - اور وید کی تعلیم ایک ناقص تعلیم رہگئی تھی - اس وقت منو کی عقل
کی ضرورت پڑی - کہ وہ خدائی کلام کے برخلاف اس زمانہ کے مطابق کچھ اصلاحین
کردے - اب ان پچھلی باتون سے جو نتیجہ نکلتا ہے - میں پیش کرتا ہون - ایک تو
ان سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ وید کے ماننے والے کو کوئی حق نہیں پہنچتا - کہ
وہ قرآن شریف پر اعتراض کرے - کہ اس میں اور کتابون سے کچھ اخذ کیا گیا
ہے - کیونکہ اس پر بھی یہی اعتراض پارسیون اور اہل چین سے ہوتا ہے - کیونکہ یہ
ثابت ہے - کہ چین کا عروج ہندوستان سے پہلے تھا - اس لئے ان کا مذہب
ان سے پہلے ہو چکا ہے - اور پھر یہ کہ وید کا زمانہ حضرت نوح کے زمانہ کی برابر
بلکہ کم ہی ثابت ہوتا ہے - اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت نوح کے ایک بیٹے
یافث کی اولاد میں خصوصیت ہے - کہ وہ سر پر ایک بودی ضرور رکھتے ہیں خواہ
مصنوعی یا بالون کی جیسے ترک چینی جاپانی - اور یہ بات ہندون مین بھی پائی جاتی ہے
کہ وہ سر پر ایک بودی رکھتے ہیں - اور گو کہ یہ بات اب امتداد زمانہ سے ہٹی جاتی
ہے - مگر ابھی تک اس کا عام رواج ہے - اور تیسرے یہ بات ثابت ہو گئی ہے
کہ وید کی تعلیم کی اصلاح کی ضرورت پڑتی رہی ہے - اور فطرت نے لوگون کو مجبور
کیا - کہ وہ ایسی اصلاح کریں - جیساکہ منو کے دہرم شاستر سے ثابت ہوتا
ہے - اور دوسرے شاستر دن سے - اور پھر بعض نبیون کے یہان پیدا
ہونے سے - جیسے کرشن - رامچندر - اور بدھ - پس وید کے ماننے والون
کو نہ تو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے - کہ وید سب سے قدیمی کتاب ہے - اور اس میں

کسی مذہب کی کوئی بات نہیں۔ اور نہ یہ کہ اسمیں کسی اصلاح کی ضرورت نہیں یہان جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہون۔ کہ اہل ہنود وسط ایشیا سے آئے۔ تو اس وقت کل ہندوستان پر ایک اور قوم حکمران تھی۔ اور یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ ہر ایک وحشی سے وحشی قوم بھی ایک مذہب رکھتی ہے۔ جیسا کہ چوڑہون تک سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک طاقت کو مانتے ہیں اور ایک نبی (بالا) یا لال بیگ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان وحشیون کا مذہب بھی ہندوؤن سے پہلے کا ہے۔ اب میں نے اہل ہنود کا منہہ تو بند کر دیا ہے اور اب یہ لوگ اپنے مذہب کو قدیمی نہیں ثابت کر سکتے۔ اور نہ اسکی اصلاح سے منکر ہو سکتے ہیں۔ اور آریہ لوگ جو ان نبیون کو نہیں مانتے۔ وہ بھی کوئی حق نہیں رکھتے۔ کہ میری بات کا انکار کریں۔ کیونکہ وہ تو خود مانتے ہیں۔ کہ یہ بت پرستی وغیرہ امتداد زمانہ سے پیدا ہوئی ہے اور اسکی اصلاح کی بھی ضرورت انہون نے سمجھی ہے۔ جس کے لئے پنڈت دیانند اپنی عمر بھر کوشش کرتا رہا ہے۔ اب میں یہ ثابت کرونگا کہ آپ نے جس بات کو ایک اعتراض سمجھا تھا۔ وہ درحقیقت ایک خوبی ہے۔ (انشاء اللہ) اپنے فرمایا ہے۔ کہ قرآن مین اور کتابون سے انتخاب ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ نبی کریم امی تھے۔ یعنی ان پڑھ اور ان پڑھ ایسا نہیں کر سکتا پھر یہ کیا تھا؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن شریف نے مانا ہے۔ اور نبی کریم نے اپنے پیرون کو اس بات کے ماننے کا حکم کیا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں خدا کیطرف سے ایک نبی ہوتا رہا ہے اور نہ صرف ہر زمانہ میں بلکہ ہر قوم میں۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ کہ متقی وہ ہوتا ہے۔ جو نیک عمل کرے۔ نماز پڑھے۔ زکواۃ دے۔ خدا پر ایمان لائے۔ قیامت پر ایمان لائے۔ اور والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ کی صفت رکھتا ہو۔ یعنی متقی کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ جو کچھ تجھپر اتارا گیا ہے (نبی کریم پر) اس پر بھی ایمان لائے۔ اور اس پر بھی جو تجھسے پہلے اتارا گیا ہے۔ اور قرآن شریف میں یہ ثابت ہے۔ کہ اس وقت تمام دنیا

اندھیرے میں اور تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی -- اور یہی سبب تھا۔ آنحضرت کی بعثت کا
چونکہ مذہبی کتابوں میں بہت کچھ دست برد ہو چکی تھی - اس لئے ضروری تھا - کہ
پچھلی کتابوں میں جو کچھ سچائی تھی - وہ قرآن شریف اپنے اندر رکھتا - تاکہ وہ محفوظ
رہے - اور اگر وہ سچائی قرآن شریف میں نہ ہوتی - تو گویا کہ وہ ایک حصہ میں نامکمل کتاب
رہتی - حالانکہ اس کا دعویٰ ہے - کہ میں ایک مکمل کتاب ہوں - پس یہ ضروری نہیں - بلکہ
قرآن شریف کا فرض تھا - کہ وہ اُن باتوں کو جو سچائی پر مبنی تھیں - اپنے اندر رکھتا
اور یہ اعتراض کہ قرآن شریف میں بہت سے قصے لوگوں کی توجہ کھینچنے کے لئے
بہت سی لچر کتابوں میں سے لیکر بھر دئیے گئے ہیں۔ لغو ہی نہیں بلکہ معترض کے لئے قابل
شرم بھی ہے - کیونکہ جب نبی کریم کل نبیوں کی نیکی اور کمالات کا مجموعہ ہیں - تو ضروری
تھا کہ ان کے بعض حالات ان پر بھی وارد ہوں - جیسا کہ موسیٰؑ کا قصہ بیان کرنے
سے یہ مطلب ہے - کہ نبی کریم پر بھی یہ حالات وارد ہونگے اور جس طرح موسیٰ بحر
میں سے سلامت نکل گیا - اور باوجود اسکے کہ فرعون کی فوج پاس پہنچ گئی تھی اسکو
خدا نے سلامت رکھا - اور فرعون بحر میں غرق ہوا اسی طرح اس نبی کے ساتھ
بھی ایک ایسا واقعہ پیش آئیگا - اور تم لوگ جو اسکے پیچھے لگو گے ناکام رہو گے اور
ایسا ہی ہوا - کیونکہ آپ کو عربی لغات میں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بحر نہ سمندر
ہی کو کہتے ہیں - بلکہ ایک بڑے وسیع میدان کو بھی کہتے ہیں - اور آپ کو معلوم ہوگا۔
کہ کسطرح لوگوں کی مخالفتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ اسے اذن پا کر نبی کریم ایک رات
کو مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور لوگوں نے انکا پیچھا بھی کیا - مگر سر پر پہنچ کر
بھی وہ ناکام رہے - اور آخر دوسرے سال فرعون کی طرح بدر کے مقام پر بہت
ذلت اور نامرادی کے ساتھ تباہ اور برباد ہوئے - اور خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ
کو موسیٰؑ کیطرح بامراد کیا - اور فتح و نصرت سے گھر لایا - اسیطرح حضرت یوسفؑ کا
قصہ ہے - کہ اس میں ان کے بھائیوں کے ظلم اور ان کو کوئیں میں ڈالدینے
اور پھر دوبارہ ملنے کا ذکر ہے - اور اس وقت حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں

کی خطاؤنپر نظر نہ کرنا - اور سب کو بخشدینا - یہ سب معاملہ تھا - جو نبی کریم سے گزرنا تھا - اسلیئے خدا تعالیٰ نے اسکو قرآن شریف میں بیان فرمایا - اور ہوا بھی - اسی طرح جیسا کہ ظاہر ہے - کہ مکہ کے لوگون نے جو آنحضرت کی برادری تھے ان پر سخت ظلم کئے - اور جس وقت وہانسے ہجرت کی تو حضرت یوسف کیطرح ان لوگون کی وجہ سے جو نبی کریم کے درپے آزار تھے - آنحضرت کو غار میں رہنا پڑا جس طرح یوسف کو چاہ میں - پھر دیکھو خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کس طرح مدد دیتا ہے - وہ رات کو بھاگنے والا شخص یوسف کیطرح اپنے بھائیون پر زبردست ہوا - اور آخرکار اسنے یوسف کی طرح ان کو بخشدیا - اور فرمایا - لاتثریب علیکم الیوم - اسی وجہ سے تو کل کفار مکہ مسلمان ہو گئے - کیونکہ انہون نے دیکھا کہ اس شخص نے اس وقت جب کہ یہ بالکل ہی کمزور اور اکیلا تھا - یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں یوسف کی طرح تمپر غالب ہو جاؤنگا - اور اسی طرح تمسے سلوک کرونگا ورنہ ان لوگون کی جانین تو محفوظ تھیں - اب ایک تیسرے قصہ کو بھی میں بطور نمونہ کے یہان پیش کرتا ہون - اور وہ اصحاب کہف کا قصہ ہے - اُسپر دونون اعتراض آتے ہین - ایک تو یہ - کہ کسی عیسائی کی کتاب میں مندرج ہے - اور دوسرے یہ کہ قصہ ہے مگر یہ اعتراض بھی کم فہمی کی وجہ سے ہے - کیونکہ وہان اگر ہے - تو ایک قصہ ہے اور قرآن شریف میں اس کی نسبت بہت بڑی پیشگوئی ہے - اور یہ کہ اصحاب کہف یعنی کیپ کے رہنے والے - کیپ ایک جگہ ہے - جہان سب سے پہلے گرجا بنا ہے اور یہ جگہ انگلستان کی کارنوالس کونٹی میں ہے - وہان گئے ہیں اور وہ مدت تک آرام کرنیکے بعد کہینگے - کہ آؤ کچھ کام کریں - اور پھر تجارت کی کمپنیان بنائینگے - اور ان کی نشانی یہ ہے - کہ ان کی تجارت کی چیزونپر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا ہوگا - جیسا کہ آجکل انگریزونکی چیزونپر ہوتا ہے - جو پہلے نہیں ہوا کرتا تھا - پھر یہ ان کی ساتھ کتا ہوگا - اور یہ بھی بات صاف ہے - اسکے بعد ہے کہ ان کی کوٹھیان اونچے پہاڑونپر ہونگی اور جو کوئی انمیں جائیگا اسپر ایک ہیبت چھا جائیگی اور یہی حالت اس وقت ان

لوگون کی ہے۔ اور اسباب کی تاریخ گواہی دیتی ہے۔ کہ انگلستان مین پہلا گرجہ کیپ مین ہی بنا تھا۔ اور یہ بات کہ اسباب کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ ایسا ہوگا یہ ہے کہ یہ لوگ دجال ہونگے (ان میں سے وہ گروہ جو پادری ہے) ان سے اور ان کے عقیدہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ سورہ کہف پڑھا کرو۔ تاکہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہو۔ اب ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف قصہ نہیں بیان کرتا۔ بلکہ ان کی تہ میں پیشگوئیان ہیں۔ اور خود ہی قصے جنپر مخالف اعتراض کرتے ہیں قرآن شریف کی سچائی کے ایک زبردست موئید ہیں۔ اور یہ کہ قرآن شریف نے جو دوسری کتابون کی باتین بیان کی ہین۔ وہ اسلئے ہین۔ کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور چونکہ آخری اور مکمل کتاب ہے۔ اسمین علاوہ نئے مسائل کے پہلی باتین بھی ہونی چاہیئے تھین اب اگر کوئی چشم بصیرت رکھتا ہے۔ تو وہ سوچے کہ آیا قرآن شریف پر اور اسکے بانی پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ انہون نے چوری کی۔ بلکہ ہر انسان ذرہ سے غور کرنے پر بھی سمجھ لیگا۔ کہ قرآن شریف کے ہر ایک لفظ میں معرفت اور ہدایت بھری ہوئی ہے۔ اور وہ قصہ جو یہ بیان کرتا ہے۔ معمولی قصہ نہین بلکہ ہر ایک اپنے اندر ایک بڑی پیشگوئی شامل رکھتا ہے ایک سوال تو آپ کا ختم ہوا۔ دوسرا یہ ہے۔ کہ نبیون کے آنیکی ضرورت کیا تھی۔ سو بات یہ ہے۔ کہ مدت تک جو دنیا مین ترقی ہوتی چلی گئی ہے۔ اسکی وجہ سے احکام بھی تبدیل ہوتے گئے۔ چونکہ پہلے زمانون مین جہالت بہت تھی اسی لئے انہیں کے مطابق احکام بھی صادر ہوتے تھے۔ اور جب زمانہ ایک گونہ ترقی کرجاتا تھا۔ اور پچھلی کتاب میں لوگ تحریف و تبدیل کردیتے تھے۔ اسوقت خدا تعالی ایک اور نبی کو مقرر کردیتا تھا۔ اور چونکہ ہر قوم کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور اس وقت تو بہت ہی الگ الگ ہوتے تھے۔ کیونکہ میل ملاپ آپس میں اس قدر ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ہر قوم میں الگ پیغمبر آتے تھے۔ کوئی ہنود میں۔ کوئی شامیون میں۔ کوئی عربون میں۔ کوئی فارسیون میں وغیرہ وغیرہ۔ پس ان کی تعلیم مختص زمان و مکان ہوتی تھی۔ مگر جب کہ خدا تعالی تمام قومون کو ملانے لگا تھا۔ اور اس کی ارادہ

ہیں تھا۔ کہ دنیا یکلخت ایک بہت بڑی ترقی کرے۔ اس نے اپنا ایک رسول بھیجا اور
کل علوم دینیہ اس کو بخشے۔ اور دین کو کامل کر دیا۔ پس آپ دیکھ سکتے ہیں کیا اس دینی
ترقی کے بموجب دنیاوی ترقی نہیں ہوئی؟ نبی کریم کے بعد سے لیکر جو اس زمانہ
تک دنیاوی ترقی کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ کیا پہلے پانچ چھ ہزار سال کی
تحقیقات اور کوشش اسکی برابری کر سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ
اب خدا تعالے کا ارادہ تھا۔ کہ جیسا انسان کو دینی طور سے کامل کیا ہے۔ دنیاوی طور
سے بھی کامل کر دوں۔ مگر یاد رہے۔ کہ اس سے الہام اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا
... ہے۔ نئے اصول اور قوانین نہیں بن سکتے۔ مگر الہام اور وحی کسی خاص بندہ کو
ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے۔ تاکہ ہر زمانہ کے لوگونکے پاس ایک زندہ نمونہ موجود
ہے جسکی طرف دیکھکر وہ یقین کر سکیں۔ کہ بے شک وحی اور الہام بھی کوئی چیز ہوتا
ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ مسلمانونکی عورتون کو بھی بکثرت رویا آتے رہے ہیں۔ اور
سچے ہوتے رہے ہیں۔ پس ان لوگون کا یقین خدا کی ذات کی نسبت زیادہ پکا ہو سکتا
ہے۔ یا ان لوگونکا جو خیال کرتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا۔ جب خدا کی زبان تھی۔ مگر اب وہ
نہیں ہے۔ میں تو حیران ہون کہ یہ کیا عقیدہ ہے۔ کیا اگر خدا سنتا ہے۔ تو وہ بولتا نہیں
انسانون میں تو ہم خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایک شخص کے زبان تھی۔ مگر
اب نہیں کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی یا طاعون وغیرہ کی بیماری سے بند ہو گئی۔ مگر کیا
ہندوئنکے خدا کو بھی طاعون وغیرہ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ یا نادانی سے چاقو اس
نے منہ میں مار لیا۔ کیا کھانا کھاتے وقت زبان دانتون میں آگئی۔ کچھ سمجھ نہیں
آتی۔ کہ اس بیچارہ کو کیا واقعہ پیش آیا۔ ایک صورت اور بھی تھی۔ مگر وہ بھی
انسانونسے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی ہندوئنکی طرح کسی دیوی دیوتا کو زبان بھینٹ
چڑھا دی۔ مگر ان سب صورتون میں خدا کی زبان ایک محسوس چیز ہو جاتی ہے۔
اور اگر بھینٹ چڑھائی ہے۔ تو ضرور یہ پرمیشور بھی کسی اور خدا کی پرستش کرتا ہے
پس چاہئے۔ کہ اس خدا کی تحقیقات کیجائے شاید وہ بولتا ہو۔ غرض کہ یہ ایک

نہایت لچر اور فضول بات ہے۔ اگر وہ اس وقت بولتا تھا۔ تو اب بھی اسکو لازم ہے
کہ وہ بولے۔ کیونکہ اسکی کوئی صفت معطل نہیں ہوسکتی۔ اگر ہوسکتی ہے۔ تو معطل
کرنیوالا بھی چاہیئے ہاں اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ خدا کی صفت معطل ہوسکتی ہے۔
تو ایک ایسی طاقت کو بھی ماننا پڑیگا جو خدا کی صفات کو معطل کر سکے۔ مگر جب ایسا
نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خدا بولتا ہے۔ مگر یہ لوگ یعنی اہل ہنود اسکے اس انعام سے
بے بہرہ ہیں۔ اور وہ کسی ایسے شخص سے بولتا ہے۔ جس سے وہ راضی ہے
پس اسکی تعلیم بھی اور ہر زمانہ و ہر مقام کے لئے ہے۔ اور ہر ایک ذی ہوش کو
چاہیئے۔ کہ اسکی پیروی کرے۔ ورنہ اسکا پالا ایک ایسے خدا سے پڑیگا۔ کہ
یا تو وہ یہودیوں کے ہاتھ مار کھا چکا ہوگا۔ یا گونگا اور بہرہ ایک گوشۂ تنہائی میں
بیٹھا ہوا ہوگا۔ ایک ہندو کہہ سکتا ہے۔ کہ جب اسنے اپنی تعلیم پوری کردی پھر اسکو
کیا ضرورت ہے۔ جو وہ بولے اب تو وہ اپنا کام پورا کر چکا۔ مگر اسکو میں ثابت کر
چکا ہوں۔ کہ وید میں اصلاح کی ضرورت پڑی ہے۔ اور یہ کہ وہ کئی کتابوں کے بعد
دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ پس یہ اسکا عذر بجا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ
وہ کتنوں ہی سے بول چکا ہے۔ اور تعلیم بھی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اور اگر بفرض
محال یہ مان بھی لیا جاوے۔ کہ اسکی تعلیم پوری ہوگئی۔ تو پھر بھی یہ ضروری نہیں
کہ وہ کسی سے بولے نہیں۔ اور اپنی ایک صفت کو معطل کردے۔ کیونکہ شریعت
ہی پوری ہوچکی ہے۔ یا کچھ اور بھی! یہ ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بندے سے
خوش ہوکر اس سے کلام کرے۔ تاکہ اسکو اسکی ذات کا اور بھی یقین ہوجائے
کیونکہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین۔ علم الیقین
وہ جیسا کہ ایک شخص دور سے دھواں نکلتا ہوا دیکھے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے۔ اور دوسرا وہ کہ ایک شخص اس کو دیکھ لے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے۔ اور تیسرا وہ جو اسمیں ہاتھ ڈالکر دیکھے۔ پس ان میں سے کسکو زیادہ پختہ
یقین ہوگا۔ اس شخص کا جسکو اس میں ہاتھ ڈالنے کا اتفاق ہوا ہے یا ان دوسرے

شخص کا جو کہ دور سے دھواں نکلتا ہوا دیکھتا ہے ...... یقیناً اس شخص کا جیز بیتی ہے۔ پس اسی طرح وید کے خدا کا یقین تو علم الیقین سے بھی کم ہے۔ کیونکہ ان شخصونکا بھی نام معلوم نہیں جنپر یہ نازل ہوا۔ وہ رشی تو معلوم نہیں کون تھے۔ آجکل کے بیچارے نادان ہندو خواہ مخواہ ویدون کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ الہام ہوتا کیا چیز ہے۔ اور یہ کیون صرف نادانی سے۔ ان کے خدا کو چاہئے تھا۔ کہ اب جبکہ اتنی مدت گزر گئی ہے۔ کسی کو الہام سے مستفیذ کر دیتا۔ اور خصوصًا اسلئے جبکہ تناسخ کا لایعنی چکر لگا رکھا ہے کیونکہ ایک بیچارہ نے پہلی جون میں بہت عمدہ افعال کئے ہیں۔ تو جب وہ ایک دوسری جون میں آتا ہے۔ اسوقت ہی اطلاع کر دیا کرے۔ کہ فلان فلان کام نہ کیجیو صرف فلان گناہ کی وجہ سے تو اس جون میں آیا۔ ورنہ پرکاش کی سیر کرتا ہوتا۔ اور وہ بیچارہ ایک سخت چکر سے بچ جائے۔ مگر نہیں ہندؤنکے خدا کو تو صرف دل آزاری کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ اسکا کام تو یہ ہے۔ کہ ایک دنیا چکر میں رہے اور وہ خالی نہ بیٹھنے پائے۔ خواہ ظلم ہو۔ یا انصاف اسکو اتنی سمجھ نہیں آتی۔ کہ جب بونے سے اسنے کنارہ کشی کر لی تو کیا تھا۔ کہ ان عین بھگتانے کے کام سے بھی فارغ ہو بیٹھتا۔ مگر کوئی ایسا خدا ہو تو بات ہے۔ وہ ہے ہی نہیں۔ تو ایسا کرے کون۔ خدا صرف ایک ہے۔ اور وہ صرف اسلام کا خدا ہے۔ اور اسنے اپنے ثبوت کے لئے الہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا ہے۔ تاکہ ہر وقت اور ہر ملک میں اسکا نام روشن رہے۔ اور اسکے بندے گمراہ ہونے بچیں۔ جب آپ میرے دلائل دیکھینگے اور انصاف پسندی سے غور کرینگے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کا خدا ہی ایک سچا خدا۔ اور خدائی کے لائق ہے۔ ورنہ اور کل مذاہب کے خدا کسی نہ کسی صفت سے محروم ہیں۔ مگر اسلام کا خدا کل نیک صفات سے متصف ہے۔ اور یہ کہ قرآن شریف ایک پاک اور الہی کتاب ہے۔ اور نبی کریم خدا کے فرستادہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اب ایک آپ کا سوال یہ ہے۔ کہ اسلام زبردستی پھیلایا گیا ہے۔ کچھ تو تلوار

کے زور سے اور کچھ حور و قصور کے دلچسپ مرقع سے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے
تلوار سے اسلیئے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ پس جس
دین کے اصول یہ ہوں۔ کہ قطعاً جبر و اکراہ سے دین مت پھیلاؤ۔ وہ اس اعتراض
کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس کافر قوم کے کسی آدمی
کے قتل کرنے پر جو تم سے صلح رکھتی ہے۔ یا تم کو آزار نہیں دیتی تمہارے لئے سخت
سزا ہے۔ پس اس صورت میں کب ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے
زور سے پھیلا ہو۔ پھر جہاد کا مسئلہ ہی ظاہر کر سکتا ہے۔ کہ اسلام نے اسبارہ
میں کسقدر احتیاط رکھی ہے۔ حکم ہے کہ جہاد اس قوم سے چاہیئے جو تم پر ظلم کرتی
ہو اور جو تمہارے مذہب میں دخل دیتی ہو۔ اور چاہتی ہو کہ تم کو زبردستی تمہارے
مذہب سے برگشتہ کرے۔ ان صورتوں میں ممکن ہی نہیں۔ کہ اسلام تلوار
کے زور سے پھیلا ہو۔ بلکہ ممکن ہے۔ اور قرین قیاس ہے۔ کہ ہندو مذہب سختی
سے پھیلایا گیا ہے۔ کیونکہ اسمیں شودروں کے لئے وہ سختی روا رکھی گئی ہے
کہ الامان الامان حالانکہ اسلام غلاموں کے لئے بھی وہ قواعد مقرر کرتا ہے۔ جو
قریباً آقا کیلئے ہیں۔ اسکا حکم ہے۔ کہ وہ کھانا غلاموں کو دو۔ جو خود کھاتے ہو جو
کپڑا پہنتے ہو۔ وہ انکو پہناؤ۔ اور سختی سے کلام تک نہ کرو۔ اور اسکے برخلاف
ہندو مذہب رعایا تک سے ایسا سلوک جائز سمجھتا ہے۔ پس یہ جبراً پھیلا
ہے۔ یا وہ۔ خود سوچکر دیکھو۔ جو کچھ انصاف آپ کو سکھاتا ہے۔ اسکے مطابق
فیصلہ کرو۔ اور دوسرے یہ بات حور و قصور والی یہ جو آپ نے پیش کی ہے۔ اسکا
جواب یہ ہے۔ کہ اسلام نے انسان کی پیدائش کا اصل سبب یہ نہیں بتایا بلکہ
یہ ان انعاموں میں سے ایک انعام ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے ان بندوں پر کریگا
جو اسکے احکام پر چلتے ہیں۔ پس کیا یہ بڑی بات ہے۔ کہ وہاں انکے نکاح بھی
ہونگے۔ کیا اس دنیا میں بیاہ کا مسئلہ کسی مذہب کی کمزوری کی دلیل ہو سکتی
ہے۔ جب نہیں تو اس اگلی دنیا میں اگر بیاہ کئے جائیں۔ تو اس میں کون حرج

متصور ہوتا ہے ؟ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ جب یہ دنیا بھی اسی خدا کی بنائی ہوئی ہے
اور وہ بھی تو کیون اس میں شادی ایک عمدہ اور قابل تقلید کام ہو۔ اور اس میں
ایک لچر اور لغو۔ اور اگر کسی مذہب میں اس دنیا کی زندگی کا یہی پاک مآل ہو تو
بے شک اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا الٰہیات سے کیا تعلق ہے۔ مگر
جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے انوار و برکات سے مستفیض ہونا اور اسکی خوشی
سے خوشی حاصل کرنا اسلام نے اس زندگی کا مآل رکھا ہے۔ تو کیون بیفائدہ
... حور و قصور کا ذکر چھیڑا جائے۔ یہ تو ان انعامون میں سے ہے۔ جو خدا تعالیٰ
اپنے بندون پر خوش ہو کر کریگا۔ ہندوؤن عیسائیون اور بدھ مذہب والون
نے بھی کچھ انعامات مقرر کئے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انہون نے بھی
لالچ دیا۔ مگر نہیں اسکو لالچ نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہون اور میں
حضرت میرزا صاحب کے الفاظ میں وہ سچی خوشحالی بتاتا ہون۔ درحقیقت جس
کے لئے اسلام ہمکو رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ درحقیقت سچے مذہب
کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے۔ سو ہم قرآن شریف کی
ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں۔ کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالےٰ
کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ و پاک اور کامل اور ذاتی محبت و رکامل ایمان میں ہے
جو دل میں عاشقانہ بیقراری کرتی ہے" یہی مطلب ہے۔ جسکے حاصل کرنیکے لئے ایک
مسلمان کو دن رات کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ سچی خوشحالی درحقیقت خدا تعالےٰ
کے عشق میں ہے۔ پس کیا خدا تعالیٰ کی محبت اور مہربانی کے جویان ہونا اور
ہر طرح سے اسکو خوش کرنے کے اسباب ڈھونڈنا ایک بری بات ہے
نہیں بالکل نہیں! اور پھر قرآن شریف ہمکو وہی راہ دکھاتا ہے۔ کہ جس سے انسان
خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ اور ایسا قریب ہو جائے۔ گویا کہ اسکے ساتھ لگ
گیا ہے۔ اور جو کام خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ کرے خواہ وہ اسکے اپنی
مرضی کے برخلاف ہی کیون نہ ہو اور اس کام کو ترک کر دے۔ جس سے خدائے

پیدا کنندۂ زمین و آسمان ناراض ہو۔ خواہ وہ اسکو بطور خود پسند ہی کیوں نہ کرتا ہو۔
پھر قرآن شریف ہمکو اس درجہ تک لیجاتا ہے۔ جہانتک انسان کی اپنی تمام خواہشیں
مٹ جاتی ہیں۔ اور خدا کی مرضی اور انسان کی مرضی ایک ہی ہو جاتی ہے۔ اور انسان
کے دلمیں خدا کے کاموں سے خلاف پایا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ جو کچھ کہ خدا کرتا ہے۔ اس
وقت انسان اسکو عین اپنی مرضی کے موافق ہی سمجھتا ہے۔ یہانتک کہ ایک درجہ آتا ہے کہ خدا تعالی اپنے بندہ کو فرماتا ہے کہ انت
منی وانا منک اور انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اور اس قسم کا ایک بندہ اسوقت بھی ہم میں موجود ہے جسکو
خدا تعالی نے مندرجہ بالا ارشاد فرمایا ہے۔ پس کیا خوش قسمت ہے۔ وہ
انسان جس کے ساتھ خدا تعالی جو ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے۔ اور جو ہر بات پر قادر ہے
اسطرح کلام کرے۔ کیونکہ کسی ایسی شئے کی دوستی جو بڑی محبت کرنیوالی ہو۔
اور جو اس بات پر بھی قادر ہو۔ کہ اپنے دوست کو بدلا دے۔ اور ایسا اجر دے
جس سے وہ خوش ہو جاوے۔ زیادہ قابل قدر ہے۔ یا اسکی جو دوست ہو
مگر بدلا نہ دے سکے۔ پس دیکھو کہ قرآن شریف ہمکو اس ذات پاک سے ملاتا ہے
جو نہ صرف ایک محبت کرنیوالے کی قدر ہی کرتی ہے۔ بلکہ اسکو بدلا بھی دیتی
ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ جلشانہ کی ہے۔ اور وید اور دوسرے کتابیں ہم کو
ایک پتھر اور لغو خدا کیطرف بلاتی ہیں۔ جو ہمکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ ضرر
پہنچانے پر قادر ہے۔ پس وہ کیا خدا ہے۔ جو اسطرح ظلم کرے اور ظلم پر کمر باندھ
لے۔ اور کسی مظلوم کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کرے۔ اور ایسا خدا ہمکو کیا نجات دے
سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود خوش نہیں ہر وقت اسکو مکر اور دغا کی فکر رہتی ہے۔ تا
کہ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی شخص ابدی نجات پا جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھوں
سے نکل جائے۔ وہ اپنے جیسی قدیم اور ہمیشہ رہنے والی۔ ایک چیز دیکھتا ہے
جسکے مٹانے اور پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ ایسا خدا ہمکو کب خوش کر سکتا
ہے۔ اور ہمارے لئے کیا خوشی کے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔ وہ نہ ہم کو
مٹا سکتا ہے۔ اور نہ مادہ کو پیدا کر سکتا ہے پس اسکا ہمپر کیا زور ہے اور وہ ہمکو کیا دینا چاہتا ہے

ابدی نجات تو وہ ہم کو دے ہی نہیں سکتا ۔ ہان اگر اسکے ماتحت آجائیں ۔ تو تناسخ کے پھیر مین لانیکے لئے ۔ ہر وقت تیار ہے ۔ پس ہم اس سے کس طرح خوش ہون ۔ اور وہ ہم سے کسطرح بیفکر رہ سکے ۔ بات یہ ہے ۔ کہ صرف قرآن شریف ہی ہمکو وہ علم و معرفت بخشتا ہے ۔ جس سے ہم تسلی پا سکتے ہیں ۔ وہ ہم کو ایک قادر خدا سے ملاتا ہے ۔ جو ہمارے کاموںکا بدلا دے سکتا ہے ۔ جو ہمارے نیک ہونے پر ہم سے خوش ہوتا ہے ۔ اور ہم سے پیار کرتا ہے ۔ اور ہم کو وہ پاک عشق عطا کرتا ہے ۔ جس سے ہم نور ہی نور ہو جاتے ہیں ۔ اب ایک آپکا سوال سزا و جزا کے متعلق ہے ۔ میں نہیں سمجھتا ۔ کہ آپ کو اس میں کیا مشکل پیش آتی ہے جزا وہ نیک بدلا ہے ۔ جو خدا تعالی اپنے بندونکو انکے کسی نیک کام کی وجہ سے دیتا ہے ۔ اور سزا وہ تنبیہ ہے ۔ جو خدا تعالی اپنے بندونمیں سے ان کو جو شرارت کرتے اور شریعت کی حد سے گذر جاتے ہیں ۔ کرتا ہے ۔ اللہ تعالے کے بعض صفات اسی جزا و سزا کے متعلق ہیں ۔ مثلاً ۔ رحمٰن ۔ رحیم اور یہ کہ وہ شدید العقاب ہے پس رحمٰن تو وہ صفت ہے ۔ جسکی وجہ سے خدا تعالے اپنے بندونکو بلا ۔ ان کے کسی کام کے کچھ نعمتیں عطا کرتا ہے ۔ مثلاً عناصر اربعہ ۔ اور بعض انسانی قوتین عقل فہم فراست اور اور دیگر کھانے ۔ پینے ۔ پہننے کی چیزین وغیرہ وغیرہ ۔ اور یہ وہ نعمتیں ہیں ۔ جو کہ ہر ایک انسان کو ملتی ہے ۔ اور اب اسکے بعد اگر وہ نیک کام کرے ۔ تو اسکو نیک جزا ملتی ہے ۔ اور اگر برے کام کرے ۔ تو اسکو اسکی سزا بھگتنی پڑتی ہے ۔ مگر اب دو قسم کا انعام اور دو قسم کی سزا ہوتی ہے ۔ ایک وہ کام ہوتے ہیں جنکا انعام یہان بھی ملتا ہے ۔ اور وہان بھی ۔ اور ایک وہ جنکا انعام اگلے جہان مین ہی ملتا ہے ۔ اور یہ ضروری بات ہے ۔ قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ نیک کام کرین ۔ اور خدا کو خوش رکھین اور اسکی محبت کے جویاں ہون ۔ اگرچہ کچھ ابتلا میں وہ ڈالے جاتے ہیں مگر دنیا پر ان کا استقلال اور ہمت اور حق جوئی ثابت کرینگے بعد خدا تعالے انپر مہربان ہوتا ہے ۔

کہ خواہ ایک جہان ان کے مقابل ہو۔ پھر بھی انکو فاتح اور دشمنون کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ مگر وہ شخص جو برے ... کاموںمیں پھنس جاتے ہیں۔ اور ایک وقت تک جو انکو بطور ڈھیل یا مہلت کے ملتا ہے۔ ہر طرح کی بدیون میں مبتلا رہتے ہین۔ ایسے شخص کی خدا تعالی ایک بال برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور ان باتونسے یہ نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ خدا تعالی انسان کو بدی کی تحریک کرتا ہے۔ نعوذ باللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالے بار بار انسان کو اسبات کا موقعہ دیتا ہے۔ کہ وہ سمجھ جائے اور شرارتونسے باز آئے۔ اور جسوقت انسان اس دنیا میں آتا ہے اسوقت سے اسکو کچھ قوتین دی جاتی ہیں۔ کہ جنکے استعمال کرنیکی طاقت انکو بخشی جاتی اور یہ اسکی اپنی کوشش پر منحصر ہے۔ کہ نیکی حاصل کرے۔ یا بدی۔ بے شک نیکی کرنا خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ جو اسکی طرف ایک قدم آتا ہے۔ خدا اسکی طرف دو قدم بڑھتا ہے پس بدی کرنا اور نیکی سے محروم رہنا۔ اس میں انسان کا سراسر اپنا قصور ہے۔ نہ کہ خدا کا ظلم خدا ظالم نہیں ہے۔ بلکہ مہربان ہے۔ اور خدا تعالے نے تو یہانتک آسانی رکھی ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے پاک بندے لوگونکی طرف ہدایت کے لئے مبعوث کرتا رہتا ہے۔ تا کہ لوگ ہدایت پائیں۔ مگر بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اور بہت سے پھر جاتے ہیں۔ اور شرارتونمیں اور بھی بڑھ جاتے ہیں جیسا کہ آجکل جبکہ خدا کیطرف سے ایک بہت ہی بڑا مصلح لوگونکی ہدایت کے لئے مامور ہوکر آیا ہے۔ اور کچھ لوگ تو اسکو اپنی آنکھوں کا نور اور دلکا سرور سمجھکر خوش آمدید کہتے ہیں اور بعض شریر اپنی شرارتون میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ مگر خدا تعالے ایسے لوگونکو چن چن کر تباہ کر رہا ہے۔ جیسا کہ اسکی سنت ہے۔ اور طاعون اور زلزلہ اور دیگر طرح طرح کے عذاب ان مخالفین پر جو اسکے مقابل میں آتے ہیں۔ ان پر نازل ہو رہے ہیں۔ پس اسلام کے خدا پر یہ الزام نہیں لگ سکتا۔ کہ وہ ظالم ہے یا ... ہے۔ بلکہ وہ بڑا ہی مہربان ہے۔ اور رحیم خدا ہے۔ جو کچھ تکلیف یا رنج انسان برداشت کرتا ہے۔ وہ سب اسکے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے

بلکہ خداتعالیٰ نے یہانتک نرمی رکھی ہے۔ کہ جب . . . ایک مدت تک عذاب دوزخ بھگت کر انسان بہت تکلیف برداشت کر چکیگا۔ تو اسکو پھر وہان سے نکالکر جنت کی کھلی ہواؤنمیں چھوڑ دیا جائیگا۔ جہانکہ اسپر پھر خداتعالیٰ کے احسان شروع ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ انسان ایک کمزور مخلوق ہے۔ خداتعالےٰ کی صفت رحمانیت اسکے غضب پر غالب آجاتی ہے۔ اور وہ اسکو ہمیشہ کیلئے بخشدیتا ہی
اب ایک آخری اعتراض انسانی تمدن پر رہگیا ہے۔ مین افسوس کرتا ہون کہ آپنے یہ اعتراض کس نیت سے کیا ہے۔ جب مخالف سے مخالف انسان اسلام پر اعتراض کرنے بیٹھتا ہے۔ تو وہ یہ اعتراض کبھی نہیں کرتا۔ بلکہ خواہ اسلام پر اور کتنے ہی اعتراض کیون نہ کرین۔ یہ بات مخالف لوگ بھی مانتے ہیں کہ بے شک اسلام پر تمدنی لحاظ سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ ابھی کچھ دن ہوئے اسلام کے سخت مخالف مرتد دھرم پال نے اپنے رسالہ میں اسبات کا اقرار کیا ہے۔ کہ خواہ آریہ سماج دشمن پر حملہ کرنے مین کیسی ہی زبردست ہو۔ مگر اسکی سوشل طاقت میں بہت کچھ نقص پایا جاتا ہے۔ اور برخلاف اسکے مسلمانون میں یہ بات نہیں ہے۔ اور وہ اس خطرہ کو ظاہر کرکے آریہ سماج کو جگاتا ہے۔ . . . کہ جاگو اور ہمت کرو۔ تاکہ ایسا نہو۔ کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ گو دھرم پال کا یہ لکھنا بہت سی خودغرضیون پر مبنی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اسلام کا ایک دشمن ہے۔ اور دشمن بھی سخت پھر ایسے شخص کے منہ سے نکلی ہوئی بات کیون قابل قدر نہ ہو۔ درحقیقت اسلام نے انسانی زندگی کے لئے وہ قواعد مقرر کئے ہیں۔ کہ مخالف سے مخالف بھی عش عش کر اٹھا ہے۔ اسلام نے نہ صرف ان باتونسے ہی اپنے پیروؤنکو منع کیا ہے۔ جو کہ سچائی اور بے شرمی پیدا کرنیوالی ہیں۔ بلکہ آپس کے تعلقات کی نسبت بھی قواعد مقرر کئے ہین جن سے بنی نوع انسان مین محبت و اخلاص ترقی کرے۔ اور سب ملکر بھائیون کی طرح زندگی بسر کرین۔ سب سے زیادہ تعلق ایک انسان کا اپنے اہل

عمر میں اپنے ماں باپ سے ہوتا ہے۔ اسکے لئے اسلام نے جس خوبی اور وضاحت سے بچونکو اور ماں باپ کو احکام دئے ہیں۔ ہر ایک ذی ہوش انسان اسکو سمجھکر مسرور ہو سکتا ہے۔ ادہر تو بچونکو تاکید کی ہے۔ کہ ہر طرح اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔ اور جسطرح ممکن ہو انکو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ یہانتک کہ جس بات میں ماں باپ ناراض ہوں۔ خواہ اس کی کسقدر ہی خواہش کیوں نہ ہو۔ اسکو ترک کرو۔ اور جب اسکے ماں باپ ناراض ہوں اس بچے سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ماں باپ کو حکم دیا ہے۔ کہ اپنے بچوں کی عزت کرو۔ اور ان کی پرورش دل لگا کر کرو انکو علم سے محروم نہ رکھو۔ ان کے کھانے پینے اور پہننے کا سامان کرو۔ نیک کاموں کی ترغیب دو۔ اور برے کاموں سے روکو۔ بری صحبتوں میں بیٹھنے نہ دو۔ اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات منہ سے مت نکالو جس سے ان کے اخلاق پر اور طبیعت پر کوئی برا اثر پڑے۔ اور پھر یہ کہ ان کی شادی کرو۔ اور اس کے بعد انکو الگ مکان دو۔ کیونکہ ایک جگہ رہنے سے فساد کا اندیشہ ہے۔ جب وہ بالغ ہوں ان کو نماز روزہ کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کرو۔ اور جب انسان بڑا ہوتا ہے۔ اور خود اپنا برا بھلا پہچاننے لگتا ہے۔ اسوقت اسکو ارشاد ہے۔ کہ بدنظری مت کرو۔ شراب سے پرہیز کرو۔ چوری چکاری کے پاس تک نہ جاؤ۔ جھوٹ مت بولو۔ جس سے وعدہ کرو۔ اسکو پورا کرو۔ تکبر مت کرو۔ بخل مت کرو۔ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں۔ فساد مت کرو۔ اس کے بجائے خدا کے آگے عجز و نیاز کرو۔ چھوٹوں سے محبت اور بڑونکا ادب کرو۔ چونکہ خدا نے تم کو طاقت دی ہے۔ کمزوروں کی خدمت کرو۔ اور دین کے پھیلانے کی سعی کرو۔ بنی نوع سے ہمدردی کرو۔ اور علم سیکھو۔ خواہ کہیں حاصل ہو۔ اور اس کے بعد انسان پر وہ زمانہ آتا ہے۔ جب اسکی شادی ہوتی ہے۔ اور چونکہ جوانی کا جوش اس کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اس لئے اسکے لئے ایسے احکام مقرر کئے ہیں۔ جن سے وہ سب برائیوں سے بچ جائے۔ اور میاں بیوی کے دل میں محبت جڑ پکڑ جائے۔ اور اسوقت انکو حکم کیا جاتا ہے۔ کہ تم آپس میں محبت اور پیار سے رہو۔ اور ایک دوسرے کو

مدد دو - ایک دوسرے کے ہمدم و غمگسار بنو - دوئی کا خیال تک نہ آئے -
مرد کو چاہئے - کہ عورت کے کل خرچ کا ذمہ وار ہو - اسکی کپڑے کا کھانے کا اور
اُسکے پہننے کا سب بندوبست کرے - اور دیگر کل ضروری چیزیں اسکے لئے مہیا کرے
بیمار ہو - تو تیمار داری کرے - اور اسکے بغیر کسی کیطرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے اسکے
سامنے اُونچی آواز سے نہ بولے غصہ نہ ہو - مارے نہیں - اگر کوئی خطا سرزد
ہو - تو در گزر کرے - ہاں اگر بیحیائی کا کام کرے - اس کے لئے بھی قانون مقرر
کئے ہیں - پھر بیوی کو حکم ہے - کہ خداتعالٰے کے اور اُسکے رسول کے بعد خاوند
کی اطاعت کرے - ہر وقت اُسکی خوش رہنے کا خیال رکھے - اور اُسکے حکم کی تعمیل
کرے - دوسرے مردونکو نہ دیکھے - اپنے خاوند سے محبت کرے - اور اُسکیلئے
سنگہار کرے - اپنے اولاد کی تربیت اچھی طرح کرے - تمام خانگی اُمور اسطرح سر
انجام دے - کہ خاوند کو کوئی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے - یہ وہ احکام ہیں جو میاں بیوی
کے لئے ہوئے - پھر انسان بوڑھا ہوتا ہے - عمر میں پختگی اور طبیعت میں کمزوری
پیدا ہو جاتی ہے - ذرہ ذرہ سی بات پر بُرا منا تا ہے - اُسوقت کے لئے موزون
قواعد بنائے ہیں - اُسوقت چونکہ فارغ ہوتا ہے - اسکے لئے ہے - کہ کوئی شخص
چغلی نہ کھائے - ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھے - بلکہ جو لوگ غلط راہ چل رہے ہیں
اُنکو ہدایت کرے - اور دوسرونکو بُرا نہ کہے - تمام بنی نوع ایک ہی ہیں - اسلئے چاہئے
کہ کوئی کسی کو ذلیل نہ سمجھے - پھر انسان کو حکم کیا ہے - سود نہ دے اور نہ لے
کیونکہ اس سے بنی نوع انسان کو نقصان پہنچتا ہے - دہوکہ نہ دے - کیونکہ شرافت
سے گرا ہوا کام ہے - ایسی بات مت کہہ - کہ جو سننے والیکو بُری معلوم ہو - فساد
مت ڈالو - کیونکہ فساد قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے - تہمت مت لگاؤ - کیونکہ یہ
خدا کو اور بندونکو دونونکو ناپسند ہے - زکوٰۃ دو - اور صدقہ اور خیرات کرو - تاکہ غربا
کو فائدہ ہو - اور تمہارے لئے بہتری کا موجب ہو - تجارت کے لئے قوانین مقرر ہیں
کہ جو حساب کرو - اسکو لکھہ رکھو - اور دو گواہ بنالو - میزان میں کمی مت کرو -

تجارت میں دہوکا مت دو۔ تا بیچارے نادان لوگونکو نقصان نہو۔ غرض کہ جو پہلو ہے۔ اسلام نے اسپر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر طرح انسان کے لئے مکمل قواعد بنائے ہیں جس سے انسان کو اسکی اس چند روزہ زندگی میں کوئی تکلیف برداشت نکرنی پڑے اور وہ اس زندگی کو اسطرح گزارے جس سے خدا خوش اور بندے راضی ہوں۔ تو کیا ایسے قوانین جن سے خدا خوش ہو۔ اور بندے بھی راضی ہوں۔ آپ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہیں۔ اور اگر نہیں تو ہونے چاہیے۔ اب میں وید کی تعلیم پر آپکی توجہ کو کچھ دیر کے لئے پھرانا چاہتا ہوں۔ چونکہ وقت کم ہے۔ اور گنجایش بھی اتنی نہیں۔ کہ اس مضمون پر وسیع نظر ڈالی جائے صرف چند اعتراض میں کافی سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں کہ وید سے ثابت ہوتا ہے یا کم سے کم آریہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ دونوں یعنی خدا اور مادہ قدیم سے چلے آتے ہیں اب یہ کیا ہی لغو بات ہے؟ جب خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا تو اس کا کیا حق ہے۔ کہ اسپر حکومت کرے۔ آخر کوئی وجہ بھی۔ کیا پیدا کرنیوالے سے مول لے لیا۔ یا کیا کیا۔ اور وہ اسکی ماہیت سے کسطرح واقف ہو سکتا ہے جب نہ تو اسکو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ مٹا سکتا ہے۔

پھر نیوگ کا مسئلہ جو وید میں واقعہ ہوا ہے۔ انسانی فطرت کے ایسا برخلاف واقع ہوا ہے۔ کہ جسکی حد نہیں۔ کیا ایک شریف آدمی کی عزت قبول کر سکتی ہے کہ ایک غیر مرد کو اپنی بیوی کی صحبت کے لئے لاوے۔ اور ساتھ ہی اسکی خوب خاطر تواضع بھی کرے۔ تاکہ خوب قوی ہوکر۔ اس کیلئے اولاد پیدا کرے۔

پھر مردہ جلانیکے لئے جو قواعد ہیں۔ وہ کیسے بے تکے ہیں۔ اور ایسی لغو کہ جسکی کوئی حد نہیں اسقدر روغن زرد ہو۔ اور اتنی کستوری اور اتنی صندل کی لکڑی۔ کیا غریب انسان اسطرح مردہ جلا سکتے ہیں۔ یا جو غریب ہوتے ہیں وہ ہندو نہیں ہوتے

پھر سناتن دھرم والونکا مسئلہ کہ کوئی شخص انمیں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ کسقدر بودا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے مذہب میں کمزوری دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ کہ اگر لوگ اسکی تحقیق و تدقیق کی طرف مائل ہونگے۔ تو نہ صرف

وہ بھی اس مذہب سے بدظن ہونگے۔ بلکہ پہلے ہی نکلنا شروع ہو جائینگے۔ اور یہ عقیدہ ہی کیسا بودہ ہے۔ کیا خدا انکا کوئی رشتہ دار لگتا ہے۔ کہ سوائے انکے کوئی ہدایت کی راہ نہیں پا سکتا۔ خواہ کوئی انکے مذہب میں داخل ہونا چاہے بھی۔

پھر تناسخ کا مسئلہ کیا عجیب ہے۔ کہ ایک آدمی کبھی کتا بن جاتا ہے۔ اور کبھی سوئر اور کبھی اُلو کبھی گدہا۔ اور اس بیچارہ کو بتایا تک نہیں جاتا۔ کہ اسنے کیا گناہ کیا ہے۔ تاکہ وہ اس سے آئندہ کے لئے بچے اور پھر کیسی لغو بات ہے۔ کہ خدا سب گناہوں کی جونیں بھگتوا کر ایک گنہ پھر بھی رکھ چھوڑتا ہے۔ تاکہ پھر اسکو اسی چکر میں دوبارہ لاوے۔

میں نے یہ سوالات اسلئے نہیں لکھے۔ کہ آپ انکا جواب لکھیں۔ بلکہ صرف اسلئے۔ تاکہ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور توبہ استغفار کریں۔ کیونکہ وہ خدا بڑا رحیم و کریم خدا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کریگا۔ اب میں مضمونکو ختم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اسکو تین دفعہ پڑہینگے اور امید ہے۔ کہ میری اس درخواست کو قبول کرینگے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا آپ کو توفیق دے۔ اور ابتلا سے بچائے۔ مہربانی سے اسکو تین دفعہ پڑھکر اسکے جواب باصواب مجھکو اطلاع دیں۔

راقم خاکسار محمود احمد

Digitized by Khilafat Library

نظم

دلستاں سے دل لگانا چاہیے ۔ غیر سے دل کو ہٹانا چاہیے

یک نظر سوئے فلک کن یک نظر سوئے زمیں ۔ باز در آئینۂ انصاف روئے یار بیں

آسماں چندیں نشاں از بہر تصدیقم نمود ۔ ہم زمیں الوقت مے گوید بفریاد و امیں

صد ہزاراں فتنہ ہا ہر سو سرے برداشتہ ۔ مے وزد ہر طرف با سمناک دستگیں

سید پاکاں محمد آنکہ محبوب خداست ۔ خود ہمی دانی چہ گوید در جنابش ہر حزیں

نوٹ ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم ہے جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی ہے

یادداشت متفرق

جگر ماہی کے کباب جو بہشت میں کھائے جائینگے۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ مچھلی ایک ایسا جانور ہے۔ جو خطرناک پانی میں رہتا ہے۔ اور شدائد کی طرف اقدام کرنا جگر کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسلئے اسکا نام کبد ہے۔ کیونکہ سختیون کے مکابدت یعنی برداشت صحت جگر پر موقوف ہے۔ جسکا جگر صحیح نرہے۔ اسکو ادنی ادنی حرکت میں دم چڑہ جاتا ہے۔ پس وہ سختیون کو برداشت نہیں کرسکتے۔ پس کبد کا نام اسلئے کبد ہے۔ کہ سخت کام کرنا۔ اسکی صحت پر موقوف ہے۔ کیونکہ مکابدت سختی کشی کو کہتے ہیں۔ سو جگر مچھلی کے کھانے میں۔ سریہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو بہشت کے لایق ٹھہرینگے۔ وہ ایسے ہونگے جنہون نے دریا شریعت اور معرفت کی صعوبتونکو خوش دلی کے ساتھ طے کیا ہوگا۔ اور اپنے جگر سے نہایت قوی کام کئے ہونگے۔ سو چونکہ وہ مچھلی کی طرح شدائد کے دریا میں تیرتے رہے۔ اور جگر سے سخت کام کئے۔ اسلئے مچھلی کے کباب ان نواردون کے روزہ کشائی کے لئے موزون ہوئے۔

نوٹ۔ حضرت اقدس علیہ الصلواۃ والسلام کی تحریر جو پہلے کبھی شایع نہیں ہوئی اس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ بہشت میں مچھلی دیجائیگی اس میں کیا سر ہے۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تشحیذ الاذہان کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

مجھے اسباب کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ کسی رسالہ یا اخبار کے مہتمم کو مصائب کے کیسے کیسے دشوار جنگلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اس رسالہ کی بالکل ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اگرچہ اکثر لوگ اس سے واقف ہیں۔ مگر میں اپنے بزرگوں سے یہ سوال ضرور کرونگا۔ کہ آیا انہوں نے ایسے وقت میں ہماری بات کو سنا۔ اور کبھی بھی غور کیا۔ کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ انکے سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ پڑیگا۔ کیونکہ اب تک انہوں نے اس کی مدد کے لئے کوئی لمبی چوڑی کوشش نہیں کی۔

اس لئے میں آپ کو پہلے تشحیذ الاذھان سے انٹروڈیوس کرواتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں آپ کو کیا کہنا چاہتا ہوں اور کس بارہ میں کہتا ہوں۔

دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر میں میرے مکرم و محترم جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر ایک انجمن قائم ہوئی۔ جس کا نام حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن تشحیذ الاذھان رکھا۔ یہ انجمن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کے لئے بنائی گئی۔ تاکہ نوجوان اپنی تحریر اور تقریر کو اس کے ذریعہ صاف کر سکیں۔ تقریباً دن کو تو

اس طرح کہ اس انجمن کے جلسون میں لیکچر دیا کرین - جو اپنی تحریر دنکو صاف کرنا چاہتے ہیں
حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رسالہ کا نام تشحیذ الاذہان رکھا ہے یہ رسالہ
۱۹۰۶سنہ ۶ء میں ـــــ ماہی رسالہ رہا ہے - اور یہ اس رسالہ کا چوتھا نمبر ہے - جسکے
لئے مین اس وقت یہ مضمون لکھ رہا ہون - مجھے اس رسالہ کی بار بار تعریف کرنے کی
کوئی ضرورت نہیں ہے - جو صاحب دیکھنا چاہیں - وہ اس رسالہ کا نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں
جس میں کہ نہ صرف اس سلسلہ کے مؤید ہیں بلکہ مخالفین کی رائیں بھی درج کی گئی ہیں جنھوں
نے اس رسالہ کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے - سب سے زبردست رائے
وہ ہے - جو نیر اعظم مراد آباد نے لکھی ہے - وہ لکھتا ہے - کہ "وہ بلا مبالغہ اسلامی رسالون
میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار ہونا چاہئے" میں یہ نہیں کہتا - کہ یہ جو کچھ ..
قبولیت ہوئی ہے - یہ ہماری کوششونکا نتیجہ ہے - بلکہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے
کہ اسنے ہماری ادنیٰ سی خدمت کو ایسی قبولیت کا شرف بخشا ہے - کہ اس کو
نہ صرف جماعت احمدیہ نے بلکہ مخالفین نے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے - میں ایک
مخالف کی مندرجہ بالا رائے سنا کر تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہون - کہ اللہ تعالےٰ
نے ان کو ایسا ایمان بخشا ہے - کہ اس ایمان والے جوش کے لکھے ہوئے مضمون
ہی ایسے ہوتے ہیں - کہ دنیا ان کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہے - چنانچہ اوپر کی رائے
اسبات کا کافی ثبوت ہے - کہ باوجودیکہ دنیا میں بے شمار اسلامی رسائل ہیں مگر
انمیں سے اول اور دوم نمبر پر اس جماعت کے رسائل کو ہی رکھا گیا ہے -

پھر اے میرے بزرگو! کیا وجہ کہ آپ ہماری بات کو سننے تک بھی
نہیں ہو - کیا آپ کا فرض نہیں ہے - کہ نید کو چھوڑ دو - اب بہت سو چکے ہو کیا ابھی
وقت آئیگا - کہ تمہیں جگانیوالا پیدا ہوگا - خدا تعالیٰ نے اپنا پیارا مسیح تم میں بھیجا -
تاکہ تم کو جگائے - اے جوانو! ہمت کرو - وقت ہے - پھر یہ وقت ہاتھ نہ
آئیگا - بعض لوگون کا خیال ہے - کہ رسائل سے قوم پر بوجھ پڑتا ہے - مگر میں
تمہیں سچ سچ کہتا ہون - کہ تم اسوقت تک بے دست وپا ہو - جب تک

تم میں بیشمار رسائل و اخبار نہ ہوں

اے میرے بھائیو - اٹھو ہمت کرو - اور اگر تم میں طاقت نہیں - کہ نئے اخبار و رسائل نکالو - تو ان کی مدد کرو - جو اس تکلیف کے اٹھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں - جہاں تک ہمارا خیال تھا - قوم نے ہماری طرف توجہ نہیں کی - اور نہ ہی اس رسالہ کی ضرورت کو محسوس کیا ہے - حالانکہ یہ رسالہ ایک ایسا کام کر رہا ہے - جو دنیا بھر میں کوئی رسالہ نہیں کر سکتا - وہ یہ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ کلمات طیبات جو آپ گھر میں، وعظ کے طور پر بیان فرماتے ہیں - وقتاً فوقتاً پہونچاتا ہے - لوگوں کو - یہ وہ کام ہے - جو کم از کم اس وقت کی کوئی اخبار یا رسالہ نہیں کر سکا - بعض لوگ خیال کرتے ہیں - کہ ایسے مضامین تو دیگر اخبار والے بھی نقل کر ہی دیتے ہیں - اس کی کیا ضرورت ہے - میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ جو اس رسالہ کے خریدار ہونگے وہ ان معارف کو جلد تر مطالعہ میں لا سکینگے - بہ نسبت ان کے جو دیگر اخبارات میں ان مضامین کو پڑھتے ہیں - پھر یہی نہیں - یہ التزام کیا گیا ہے - کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے نوٹوں میں سے جو کبھی شایع نہیں ہوئے - کچھ نہ کچھ بیان کیا جائے - چنانچہ سابقہ نمبر میں حضور علیہ السلام کی ایک نظم اور ایک چھوٹا سا لطیفہ جس میں آپنے یہ بیان فرمایا ہے کہ بہشت میں مچھلی کیوں خوراک کے طور پر استعمال ہوگی" درج کیا گیا ہے - پھر میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں - کہ آپ نے کیوں میری آواز کیطرف توجہ نہیں کی - کیا آپ کا فرض نہ تھا - کہ ہماری مدد کرتے -

اے میرے بھائیو - اور نہیں تو رسالہ کے لئے خریدار ہی مہیا کرو - خاتمہ پر میں ان تمام احباب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں - جنہوں ایسے وقت میں ہماری مدد کی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کا جنکو اس رسالہ سے ایک خاص محبت ہے - جسکی وجہ غالباً یہی ہے - کہ اس کو ان کے محبوب کے فرزند کے پیارے پیارے ہاتھ ایڈٹ کرتے ہیں - پھر منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پور

اور سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کا جنہوں نے ہمارے رسالہ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مہیا کیا ہے۔ بابو اقبال علی غنی صاحب طالب علم میڈیکل سکول آگرہ اور میاں عبداللہ صاحب ساکن پیر کوٹ ثانی اور منشی امام علی خالصاحب ملازم ریاست پٹیالہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہ انہوں نے خریدار بہم پہنچائے ہیں۔ جہانتک انسے ہوسکا ہماری مدد کی۔

والسلام

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء

اشتہار سالانہ جلسہ انجمن تشحیذ الاذہان

انجمن تشحیذ الاذہان جو کہ ۱۹۰۶ء کے شروع میں بمشورہ حضرت مسیح موعود بدیں غرض قائم کیگئی ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ احمدیہ تقریر وتحریر میں ملکہ حاصل کریں۔ اور اس قابل ہوں۔ کہ دشمنان اہل اسلام اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اعتراضات کا بوقت ضرورت اچھی طرح سے دندان شکن جواب دے سکیں۔ اس انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ (سالانہ جلسہ اسلئے خاص کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ بالا غرض کے پیدا کرنے کے لئے اس انجمن کے وقتاً فوقتاً جلسے ہوا کرینگے۔) تعطیلات دسمبر میں بتاریخ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء مسجد اقصےٰ میں منعقد ہوگا۔ اور اس جلسہ میں علاوہ ممبران انجمن ہذا کے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے۔ کہ بیرونجات کی احمدی نوجوانوں کی کمیٹیوں کی طرف سے ڈیلیگیٹس بھی آئینگے۔ اور یہ اشتہار بدیں غرض شائع کیا جاتا ہے۔

که اگر احمدی نوجوانون کی ایسی کمیٹیاں ہون - جن کے اغراض مندرجہ بالا اغراض سے مطابقت رکھتے ہون - اور وہ کمیٹیاں ہمارے علم میں نہ ہون - تو ان کو چاہیئے کہ مہربانی فرما کر جلسہ ہذا کے لئے اپنی طرف سے ڈیلیگیٹس مقرر فرمائیں - اور ان کی اطلاع ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کو کر دیں - اور ایسے ڈیلیگیٹس کے لئے ضروری ہوگا - که ۲۵ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک پہونچ جائیں -

اور دوسرے یہ اشتہار اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے - کہ تمام ممبران سلسلہ عالیہ احمدیہ جو اس وقت قادیان میں موجود ہون - اس جلسہ میں تشریف لائیں اور مجلس ہذا کو ممنون احسان بنائیں - اس جلسہ کا انعقاد تعطیلات دسمبر میں اس لئے مقرر کیا گیا ہے - کہ اس وقت تمام بیرونجات سے بہت سے احمدی احباب قادیان میں تشریف لائے ہیں -

پروگرام جلسہ ہذا - (منظور کردہ سب کمیٹی جلسہ)

۲۶ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء (جلسہ* برائے استقبال ڈیلیگیٹس)

" بوقت صبح ½ ۷ بجے سے ½ ۹ تک

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ و سکرٹری وہی ہونگے جو انجمن ہذا کے پریذیڈنٹ اور سکرٹری ہیں

نمبر	نام لیکچرار	مضمون	وقت	کیفیت
۱	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پریذیڈنٹ	ہمارے اغراض اور وہ کیونکر پوری ہوتے چاہئیں	½ ۷ بجے سے ¼ ۸ بجے تک	
۲	عبد الرحیم سکرٹری	شکریہ محسنین	¼ ۸ " ½ ۸ "	
۳	ڈیلیگیٹس	مختلف تقاریر	½ ۸ " ¼ ۹ "	
۴	پریذیڈنٹ	آخری تقریر	¼ ۹ " ½ ۹ "	

*نوٹ - اس جلسہ میں بھی کل احمدی احباب بخوشی تشریف لا سکتے ہیں

۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ مولانا مولوی نورالدین صاحب ہونگے ۔ اور سکرٹری انجمن ہٰذا کا سکرٹری ہوگا ۔

جلسہ اول بوقت صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک

نمبر	نام	مضمون	وقت	کیفیت
۱	حضرت مولوی نورالدین صاحب	انجمن کی اغراض کے متعلق کوئی تقریر	۸ بجے سے ۹½ بجے تک	
۲	سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان	رپورٹ انجمن تشحیذ الاذہان	۹½ ,, ۱۰ ,,	
۳	چودھری فتح محمد صاحب طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور	بعثت نبی کریم صلعم پر مخالفین کے اعتراض اور ان کے جواب	۱۰ ,, ۱۱ ,,	

جلسہ دوم بوقت شام ۔ ۲ بجے سے ۴ بجے تک

نمبر	نام لیکچرار	مضمون	وقت
۱	ماسٹر محمد الدین صاحب طالبعلم علیگڑھ کالج	وفات مسیح	۲ بجے سے ۲½ بجے تک
۲	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہٰذا	شرک	۲½ ,, ۳½ ,,
۳	پریذیڈنٹ	آخری تقریر	۳½ ,, ۴ ,,

انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبر ۔۔۔ یہ ہیں

(۱) میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۔ پریذیڈنٹ انجمن تشحیذ الاذہان و ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان (۲) حافظ عبد الرحیم صاحب ۔ سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان و مینیجر رسالہ (۳) چودھری عبد السلام صاحب محاسب انجمن (۴) منشی برکت علی صاحب نائب سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان (۵) چودھری فتح محمد صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۶) شیخ تیمور صاحب ممبر (۷) سید طفیل حسین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۸) چودھری محمد ضیاء الدین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۹) محب الرحمٰن صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۱۰) عبد اللہ خان صاحب کوئٹہ ممبر تشحیذ الاذہان (۱۱) شیخ عبد الرحمٰن صاحب ممبر تشحیذ الاذہان

المشتہر
سکرٹری

أَيْنَ الْمِكْنَسُ لِأَقُمَّ الْقُمَامَةَ	جھاڑو کہان ہو تاکہ میں کوڑا صاف کردون
بَنَيْنَا مِصْطَبَةً لِلْجُلُوسِ	ہمنے ایک چبوترہ بیٹھنے کے لئے بنایا ہے
ضَرَبْتُ الْكَلْبَ حَتَّى أَكْنَبَتْ يَدِي	میں نے کتے کو ایسا مارا کہ میرے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے
غَلِّقْ بَابًا	دروازہ بند کر
أَصْلِحْ رِجْلَ الْبَابِ	دروازہ کی چول درست کر
تَرْغُ الْإِبِلُ وَتَثْغُو الْغَنَمُ	اونٹ چلاتا ہے۔ اور بکری میں میں کرتی ہے
تَخُورُ الْبَقَرُ يَنْعَقُ الْغُرَابُ	گائے اراتی ہے کوا کائین کائین کرتا ہے
يَنِقُّ الْفَأْرُ يَنْطِقُ الْإِنْسَانُ	چوہا چلچلاتا ہے۔ انسان بولتا ہے
يَزْأَرُ الْأَسَدُ يَنْبَحُ الْكَلْبُ	شیر چنگھارتا ہے۔ کتا بھونکتا ہے
يَدْعُوكُمْ رَجُلٌ	تمہیں کوئی آدمی بلاتا ہے
مَنِ الرَّجُلُ	کون شخص ہے
لَا أَعْلَمُ مَنْ هُوَ	میں اسے نہیں جانتا
اِسْتَفْسِرْهُ مَا اسْمُكَ وَمِنْ أَيْنَ جِئْتَ وَمَا أَمْرُكَ	اس سے پوچھ کہ تیرا نام کیا نام ہے۔ اور کہان سے آیا ہے۔ اور کیا کام ہے
يَا سَيِّدِي إِنِّي سَائِلٌ شَيْئًا لِلّٰهِ	اے میرے سردار میں فقیر ہون کچھ للہ دو
أَعْطُوهُ دِرْهَمَيْنِ	اس کو دو درہم دو
آكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا	میں روکھی روٹی کھاتا ہون
يَا سَيِّدِي مَا وَجَدْتُ أُدُمًا	اے میرے سردار مجھے سالن نہیں ملا
أَتَأْكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا	کیا تو روکھی روٹی کھاتا ہے
يَا زَيْدُ حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ مِنْ أَخْبَارِكَ	اے زید کچھ اپنی خبرون میں سے مجھے بتا
وَأُطْرُوفَةً مِنْ أَسْفَارِكَ	اور اپنے سفرون کی عجائبات میں سے کچھ سنا

سَیِّدِی هَلْ اُحَدِّثُكَ بِشَیْءٍ	میرے سردار کیا میں وہ بات بیان کروں - جو
رَاَیْتُهٗ عِیَانًا	میں نے بچشم خود دیکھی ہے
اَوْبِشَیْءٍ بَلَغَنِیْ مِنَ الْاِخْوَانِ	یا وہ بات جو بھائیوں سے مجھے پہونچی ہے انھوں
الَّذِیْنَ رَوَوْا اِیْمَانًا	نے از روے ایمان کے روایت کیا
یَا زَیْدُ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ	اے زید خبر معاینہ کے برابر نہیں ہو سکتی
وَاِنْ کَانَ الرَّاوِیْ اَحَدًا مِنْ	اگرچہ روایت کرنے والا بادشاہوں
مُلُوْكِ الْبُلْدَانِ	میں سے ہو
سَیِّدِیْ وَمِمَّا رَاَیْتُ بِعَیْنِیْ	میرے سردار جن چیزوں کو میں نے آنکھ سے دیکھا
هٰذِهٖ مَرْکَبٌ کَالسَّفِیْنَةِ یُسَمّٰی	ہے ایک سواری ہے جس کو ریل کہتے ہیں
وَابُوْرَةً	ریل کہتے ہیں
وَاِنَّهٗ یُحَاکِی الْحِمَارَ صَوْتًا وَالْفِیْلَ	اور آواز میں گدھے سے مشابہ ہے اور
صُوْرَةً	صورت میں ہاتھی سے
یَا زَیْدُ حَدِّثْنِیْ مِنْ بَعْضِ عَجَائِبِهٖ	اے زید کچھ عجائبات اس کے میرے پاس بیان کر
لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ عَلٰی غَرَائِبِهٖ	تاکہ میں اس کے عجیب خواص پر مطلع ہو جاؤں
سَیِّدِیْ اِنَّهٗ مَرْکَبٌ یَسِیْرُ	میرے سردار وہ ایک ہفتہ
فِیْ اُسْبُوْعٍ مَسِیْرَةَ شَهْرَیْنِ	میں دو مہینے کا سفر کر سکتی ہے
وَهٰذَا اَمْرٌ رَاَیْتُهٗ بِالْعَیْنِ	اور یہ وہ بات ہے جس کو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے
سَیِّدِیْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ	میرے سردار دوپہر
اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ	ہونے لگی

ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ ۔ جھوٹ ایک نہایت ہی بُری چیز ہے ۔ جو کہ اپنے بولنے والیکو آخرکار نہایت ہی ذلیل کرواتا ہے ۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جبکہ اُن کے سامنے پیش ہوئے ۔ تو وہ انکو اسطرح کہنے لگے ۔ کہ بن یمین بھی چور ہے اور اسکا بھائی بھی چور تھا یہ دونوں ۔ ۔ بھائی چوری کا پیشہ رکھتے ہیں اس وقت حضرت یوسف کے دلپر کیا گزری ہوگی ۔ کہ یہ میرے ہی سامنے کس طرح طوطا چشمی سے جھوٹ بول رہے ہیں ۔ اور اگر اس وقت حضرت یوسف کے بھائیوں کو معلوم ہو جاتا ۔ کہ یہ جو سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا ہم سے حال دریافت کر رہا ہے یہی یوسف ہے ۔ تو اس وقت انپر کیا گزرتی وہ تمام جوش جو جھوٹ کے بولنے میں خرچ کیا جا رہا تھا ۔ رہ جاتا ۔ اور منہہ دکھانے کے قابل نہ رہتے ۔ پھر جسوقت حضرت یوسف ؑ کے پاس وہ بیان کرتے ہیں ۔ کہ ہمارا ایسا اور بھی بھائی تھا ۔ جسکو جنگل میں بھیڑیا اُٹھا کر لیگیا ۔ اور نہیں معلوم کہ اس کا کیا انجام ہوا ۔ اس وقت بھی اگر انکو حضرت یوسف ؑ فرما دیتے ۔ کہ نیکبختو میں تو زندہ موجود ہوں ۔ اور خود تم نے بھی مجھکو فلاں کوئیں میں ڈالا تھا ۔ اور اسطرح مجھ سے سلوک کر کے ایک قافلہ والے کے ہاتھ بیچ دیا تھا ۔ تو اس وقت ان کے بھائیوں کا کیا بنہ رہ جاتا وہ اس وقت ضبط کر گئے ۔ کیونکہ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ۔ کہ اس طرح کسی شخص سے سلوک کریں ۔ دیکھو حضرت یوسف ؑ کے قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے ۔ اور ہر طرح سے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ خدا آخر خود مدد کرتا ہے ۔

فرمایا کسی کی عیب جوئی نہ کرنی چاہیئے ۔ اگر کوئی اندھا یا کانا ہو ۔ یا لنگڑا ہو یا کسی کا منہ ٹیڑھا ہو ۔ تو کبھی بھی انسان کو ہنسنا نہ چاہیئے ۔ کیونکہ ایسا کرنے والا شخص پھر خود بھی آخر اسی میں پھنس جاتا ہے ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ ہنسی ایک اختیاری امر نہیں ۔ لیکن پھر بھی ضبط کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے ۔ اسی لئے لڑکوں کو نماز میں پیچھے کھڑے ہونے کا حکم ہے ۔ تاکہ ایسا نہ ہو ۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہو نیپر یا کسی اور امر پر ہنس پڑیں ۔ تو دوسروں کی نماز بھی خراب ہو ۔ دیکھو کیسی نیکی ہے ۔ کہ ایک دفعہ حضرت

عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہو گئی۔ اور بدبو کی وجہ سے اس کا پتہ لگ گیا۔ اب انہوں نے دیکھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ شخص شرم سے وضو نہ کرے اور گناہ کا مرتکب ہو جائے۔ نماز توڑ دی اور کہا کہ آؤ وضو دوبارہ ہم سب کریں۔ کیونکہ وضو تو وہی ہے دوسرے دفعہ وضو کرنے سے نور اعلیٰ نور ہو جائیگا اس سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسی طرح کیا جائے۔ بلکہ یہ ایک موقعہ تھا جو کہ کس خوش اسلوبی سے پورا کیا گیا۔

فرمایا کہ پارسیوں میں اہرمن دیو اصل میں بگڑ کر ہو گیا۔ (ان میں ایک خدا نیکی کا ہوتا ہے۔ دوسرا بدی کا ایک تو بدی پھیلاتا ہے۔ دوسرا نیکی اور لکھا ہے۔ کہ بدی پھیلانے والا آخر زمانہ میں مارا جائیگا۔ اس سے مراد مسیح کا زمانہ ہے) یہ اصل میں شیطان ہی ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی تو شیطان کو ایک حد تک لوگوں پر تسلط دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو برے کام سکھلاتا ہے۔ اسی طرح اہرمن ہے اور وہ لوگ کبھی اہرمن کی قسم نہیں کھاتے بلکہ یزدان سے خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ (جہاں غور و فکر سے کام لیا جائے۔ تو توحید خود بخود اپنا جلوہ دکھا دیتی ہے کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جہاں توحید نہ ہو۔ پھر میں حیران ہوں۔ کہ لوگ کیوں خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنائے پھرتے ہیں۔ عیسائیوں کو بھی مشکل آئی۔ تو انہوں نے دور از عقل عقیدہ ایک تین میں اور تین ایک گھڑ لیا۔ ہندوؤں میں بھی پرمیشور آخر ایک ہی بنتا ہے۔ اور پارسی بھی اصل میں ایک کے ہی قائل ہیں۔ بات تو یہ ہے۔ کہ ع عقل کو اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب۔ ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا۔ محمود۔ توحید ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے اسلام کو کل دنیا کے مذاہب پر فوقیت دی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہی ایک ہے۔ جو سب نیک صفات کا جامع ہے۔ بس اس میں سب کمالات آجاتے ہیں۔

نمبر ۵ - مشفقی مکرمی اخویم - . . . . السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ -
اس پر آشوب وقت میں ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں - کہ اللہ رسول
کی تائید کیلئے اور غیرت دینی کے جوش سے اپنے مالونمیں سے کچھ خرچ کرتے
ہیں - اور ایک وہ بھی وقت تھا - کہ جانکا خرچ کرنا بھی بھاری نہ تھا - لیکن جیساکہ
ہر ایک چیز پورانی ہوکر اس پر گرد وغبار بیٹھ جاتا ہے - اب اسی طرح اکثر دلونپر
دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے - خدا اس گرد کو اٹھا دے - خدا اس ظلمت کو دور کرے
دنیا بہت ہی بیوفا - اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے - مگر غفلت کی سخت تاریکیون
نے اکثر لوگون کو اصلیت کے سمجھنے سے روک رکھا ہے - اور چونکہ ہر ایک
عسر کے بعد یسر اور ہر ایک جذر کے بعد مد اور ہر ایک رات کے بعد دن بھی ہے
اسلئے تفضلات الٰہیہ آخر درماندہ بندونکی خبر لے لیتی ہیں - سو خداوند کریم سے بھی
تمنا ہے - کہ اپنے عاجز بندونکی کامل طور پر دستگیری کرے - اور جیسے انہون
نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اٹھائے ہیں - ویسے ہی انکو مرہم عطا
فرماوے اور انکو ذلیل اور رسوا کرے جنہون نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور
سمجھ لیا ہے - اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے - اور نیز ان لوگون کو
بھی نادم اور منفعل کرے جنہون نے حضرت احدیت کی توجہ کو عین اپنے
وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا - اور اسکا شکر ادا نہیں کیا - بلکہ جاہلون کی طرح شک
میں پڑ گئے - سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں - تو وہ زمانہ
کچھ دور نہیں ہے - جو نور محمدی اس زمانہ کے اندہون پر ظاہر ہو - اور الٰہی طاقتین
اپنے عجائبات دکھلاوین - اس عاجز کے صادق دوستونکی تعداد ابھی تین چار
سے زیادہ نہیں - جنمیں سے ایک قریب ہیں - اور باقی لاپروا ہیں - بلکہ اکثرون
کے حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں - کہ وہ اپنی تیرہ باطنی کے باعث سے اس
کارخانہ کو کسی مکر اور فریب پر مبنی سمجھتے ہیں - اور اسکا مقصود اصلی دنیا ہی قرار دیتے
ہیں - چونکہ خود جیفہ دنیا میں گرفتار ہیں - اسلئے اپنے حال پر قیاس کر لیتے ہیں -

سوا انکی روگردانی بھی خداوند کریم کی حکمت سے خالی نہیں۔ اسمیں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ جو پیچھے سے ظاہر ہونگی انشاءاللہ تعالیٰ۔ مگر اپنے دوستوں کی نسبت اس عاجز کی یہ دعا ہے۔ کہ انکو صدق کا اجر بخشے اور انکو اپنی استقامت میں بھی بہت مضبوط کرے۔ چونکہ ہر طرف ایک زہرناک ہوا چل رہی ہے۔ اسلئے صادقوں کو کسی قدر غم اٹھانا پڑیگا۔ اور اس غم میں ان کے لئے بہت اجر ہیں۔

۹ر فروری ۸۳ء مطابق ۳۰ر ربیع الاول ۱۳۰۰ھ

نمبر ٦ - عمل وہی معتبر ہے۔ جسکا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور صدق اور وفاداری سے انجام پذیر ہو۔ اور اس پُر فتنہ زمانہ میں اخیر تک صدق اور وفا کو پہونچانا اور بد باطن لوگوں کے وساوس سے متاثر نہ ہونا سخت مشکل ہے۔ اور اسلئے خداوند کریم سے التجا ہے۔ کہ اس عاجز کے دوستوں کو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں آپ سکینت اور تسلی بخشے۔ زمانہ نہایت پر آشوب ہے۔ اور فریبوں اور مکاریوں کے افتراؤں نے بدظنیوں اور بدگمانیوں کو افراط تک پہونچا دیا ہے۔ ایسے زمانہ میں صداقت کی روشنی ایک نئی بات ہے۔ اور اس پر وہی قائم رہ سکتا ہے جنکے دلوں کو خداوند کریم آپ مضبوط کر دے۔ اور چونکہ خداوند کریم کی بشارتوں میں تبدیلی نہیں اسلئے امید ہے۔ کہ وہ اس ظلمت میں سے بہت نورانی دل پیدا کرکے دکھلاویگا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فقط

۱۷ر فروری ۸۳ء ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

نمبر ۷ مکرمی اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا پُر درد و غم خط مجھکو ملا۔ آپ صبر کریں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے صابر شاکر بندے صبر کرتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان غموں سے اور ان پریشانیوں سے نجات دیگا۔ اور درود شریف بہت پڑھیں۔ تا اس کے برکات آپ پر نازل ہوں۔ انشاءاللہ مجھے بھی مطلع۔

منگوایا ہے۔ اس میں رسالہ دافع الوساوس چھپے گا۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب چھپنا شروع ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اگر طبیعت پریشان ہے تو چند ماہ کے لئے میرے پاس آجائیں زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۵ جون سنہ ۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کی خواب انشاءاللہ تعالیٰ نہایت مطابق واقعہ اور درست معلوم ہوتی ہے۔ اور تعبیر صحیح ہے۔ جن لوگوں کو تاویل رویا کا علم نہیں انکو ان تعبیرات میں کچھ تکلف معلوم ہوگا۔ مگر صاحب تجربہ خوب جانتا ہے۔ کہ رویا کے بارے میں اکثر عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ حقیقت کو ایسے ایسے پیرایوں اور تمثلات میں بیان فرماتا ہے۔ مسلم رضؓ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھی۔ کہ عقبہ بن رافع کے گھر۔ جو کہ ایک صحابی تھا آپ تشریف رکھتے تھے۔ اسی جگہ ایک شخص طبق رطب ابن طاب کا لایا اور صحابہؓ کو دیا۔ اور رطب ابن طاب ایک خرما کا قسم ہے۔ کہ جسکو ابن طاب نام ایک شخص نے پہلے پہل کہیں سے لاکر اپنے باغ میں لگایا تھا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعبیر کی کہ دنیا و آخرت میں صحابہ کی عاقبت بخیر و رفعت ہے۔ اور حلاوت ایمان سے وہ خوش حال اور متمتع ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے نام سے عاقبت کا نام نکالا۔ اور رافع خدا کا نام ہے۔ اس سے رفعت سمجھ لی اور خرما کی حلاوت سے حلاوت ایمان کی اور ابن طاب میں طاب کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں خوشحال ہوا۔ پس اس سے خوشحال ہونیکی بشارت سمجھ لی غرض تعبیر رویا میں ایسی تاویل واقعی اور صحیح ہے۔ آپکے خواب کی بہت عمدہ بشارت ہے۔ محافظ دفتر کے لفظ سے یاد آتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک عالیشان حاکم یا بادشاہ کا ایک جگہ خیمہ لگا ہوا ہے۔ اور لوگوں کے مقدمات فیصل ہو رہے ہیں

اور ایسا معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ کی طرف سے یہ عاجز محافظ دفتر کا عہدہ رکھتا ہے اور جیسے دفتروں میں مسلیں ہوتی ہیں۔ بہت سی مسلیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اس عاجز کے تحت میں ایک شخص نائب محافظ دفتر کیطرح ہے۔ اتنے میں ایک آدمی دوڑا آیا۔ کہ مسلمانوں کی مسل پیش ہونیکا حکم ہے۔ وہ جلد نکالو۔ پس یہ رویا بھی دلالت کر رہا ہے۔ کہ عنایات الٰہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کیطرف متوجہ ہیں۔ اور یقین کامل ہے۔ اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئی ہیں پھر خداوند کریم یاد دلائیگا۔ اور بہتوں کو اپنی خاص برکات سے متمتع کریگا۔ کہ ہر ایک برکت ظاہری اور باطنی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس عاجز نے پہلے لکھدیا تھا۔ کہ آپ اپنے تمام اوراد معمولہ کو بدستور لازم اوقات رکھیں صرف ایسے طریقوں سے پرہیز چاہئے۔ جنمیں کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اشراق پر مداومت ثابت نہیں تہجد کے فوت ہونے پر یا سفر سے واپس آکر پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن تعبد میں کوشش کرنا۔ اور کریم کے دروازہ پر پڑے رہنا۔ عین سنت ہے۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔

بخدمت مولوی عبدالقادر صاحب

نمبر ۲ - بعد سلام مسنون عرض یہ ہے۔ کہ جو کچھ آپ نے سمجھا ہے۔ نہایت بہتر ہے۔ دنیا میں دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے الدعا مخ العبادۃ - یہ عاجز اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھتا ہے۔ کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے ایسی دعائیں کرنیکا وقت پاتا رہے۔ کہ جو رب العرش تک پہونچ جائیں۔ اور دل تو ہمیشہ تڑپتا ہے۔ کہ ایسا وقت ہمیشہ میسر آجایا کرے۔ مگر یہ بات اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ سو اگر خداوند کریم چاہیگا۔ تو یہ عاجز آپ کے لئے دعا کرتا رہیگا۔ یہ عاجز خوب جانتا ہے۔ کہ سچا تعلق وہی ہے۔ جسمیں سرگرمی سے دعا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی بزرگ کا مرید ہے۔ مگر اس بزرگ کے دل میں اسکی

بعض الفاظ [illegible]

اور وہ مہدی بندہ خدا غار سر من رائے میں ایسا غائب ہوا ہے - کہ ہزار سال سے زیادہ گزرنے لگا ہے - کہ ابھی نہ وہ خود باہر قدم رکھتا ہے اور نہ یہ کرتا ہے - کہ اپنے کسی نائب یا نقیب ہی کے پاس وہ قرآن مجید بھیجدے -

شاید بقول شیعہ غاصبان خلافت کی ذریت کا خوف ابھی آپ کو بذات خود باہر آنے یا قرآن مجید نکالنے کی تاب نہیں لانے دیتا - غرضکہ قرآن مجید سے تو یوں ہاتھ دھوئے اب رہے - وہ نشان جو کہ آنحضرت کی پیشگوئیوں کے مطابق اور آنحضرت کے جانشینوں کے خارق عادت اور بے مثل کامیابی کی صورت میں پائے گئے تھے - تو انپر یوں پانی پھیر دیا - کہ نعوذ باللہ - آنحضرت کی ۲۳ سالہ بے حد کوشش کا بھی نتیجہ بتاتے ہیں - کہ چند اشخاص مسلمان ہوئے تھے - کہ جنکی تعداد کا ئیوں سے زیادہ دنا کہوں سے تجاوز نہیں کرتی اور وہ بھی نہایت درجہ کے ضعف اور کمزور اور تقیہ باز یعنی ضروری کم سے ضروری امر میں بزدل چنانچہ ان کی نہج البلاغہ کتاب میں چونکہ حضرت علی کے خطبات کا مجموعہ ہے - حضرت اپنے ایک خطبہ میں اپنے شیعہ کو یہ خطاب فرماتے ہیں -

ایها الشاهدة ابدانهم الغائبة عنهم عقولهم المختلفة اهواءهم المبتلیٰ بهم امرائهم صاحبکم یطیع الله وانتم تعصونه وصاحب اهل الشام یعصی الله وهم یطیعونه لوددت والله ان معاویة صارفنی بکم صرف الدینار بالدرهم فاخذ منی عشرة منکم واعطانی رجلا منهم یا اهل الکوفة منیت منکم بثلث واثنتین صم ذووا اسماع وبکم ذوو کلام وعمی ذووا ابصار لا احرار صدق عند اللقاء ولا اخوان ثقة عند البلاء تربت ایدیکم یا

اشباہ الابل غاب عنہا رعاتہا کلما جمعت من جانب اخر واللہ لکانی بکم فیما اخال ان لو حمس الوغی وحمی الضراب قد انفرجتم عن ابن ابی طالب انفراج المراۃ عن قبلہا (۳۱ ورق) وتعلموا القرآن فانہ احسن الحدیث وتفقہوا فیہ فانہ ربیع القلوب واستشفوا بنورہ فانہ شفاء الصدور واحسنوا تلاوتہ فانہ انفع القصص (۳۷ ورق) فلو ان امرءا مسلما مات من بعد ہذا اسفا ما کان بہ ملوما... فلوا تتمتت احدکم علی قعب لخشیت ان یذہب بعلاقتہ اللہم انی قد مللتہم وملونی وسئمتہم وسئمونی فابدلنی بہم خیرا منہم وابدلہم بی شرا منی اللہم مث قلوبہم کما یماث الملح فی الماء اما واللہ لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس بن غنم (۱۱ ورق) لکننی استنفرتہم اذا سفوا وطربوا واطاروا (۶ ورق) -

پھر بقول ان کے ان سب کے رئیس حضرت علی ایسے بہادر کہ ان کے بیٹے نے تو یہ جوانمردی دکھائی کہ ایک غاصب ظالم کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور جان دیدی پر آپنے باوجو اسداللہ الغالب ہونے کے تین ظالمون غاصبون کی لہاسال اطاعت کی اور ان کے پیچھے نمازین پڑھتے رہے - یہ تو ان کا حال ہے ۔ جو آنحضرت کی سعی سے مسلمان ہوئے پر جو منافق آپ کے ساتھ ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ اور کئی ہزار سے زیادہ تھی - اور بہادر بھی ایسے کہ جنہون نے آنحضرت کو اپنے سچے جانشین اور وصی کے حق ہیں وصیت تک بھی نہ کرنے دی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۲) — نمبر (۱)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

مضمون		مضمون نگار
دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز ص ۱-۲۸		عبدالرحیم
چشمہ فیض ص ۲۸-۳۲		مرزا محمد احسن بیگ کانسٹہ
ریویو ص ۳۳		ایڈیٹر
ڈائری حضرت اقدس ص ۱۱-۱۲	ضمیمہ	//
عربی سیکھنے کے آسان طریقے ص ۱-۹		حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
مکتوبات امام الزمان ص ۱۳-۱۴		//
مسائل شرعیہ ص ۱-۹		مولوی سرور شاہ صاحب قادیان دارالامان
تازہ رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود ٹائٹل پیج		مینیجر
احمدی احباب توجہ کریں ٹائٹل پیج صفحہ ج-د		//

باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کو قادیان دارالامان سے شایع ہوا

رویا والہامات (حضرت مسیح موعودؑ)

۔۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کی صبح کو حضور نے تین چار روز کے الہام اور خواب سنائے

(۱) ساکرمک اکراما عجباً وکان اللّٰہ علیٰ کل شیٍٔ مقتدرا ۔

ترجمہ۔ عنقریب میں تیری عجیب عزت ظاہر کرونگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ بادشاہ آیا۔ دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ فقط فرمایا۔ قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔

۲۲- جنوری سنہ ۱۹۰۶ء- ۱ انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا ۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم میں سے ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پاک کرے اور مطہر بنائے۔ اس وحی کے بعد میں کسی آواز مارکر اسطرح سے پکارتا ہوں۔ فتح - فتح - گویا کہ اس کا نام ہے - ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء۔ انی انا الرحمٰن دافع عنک سوء الاقدار - ترجمہ تحقیق میں رحمان ہوں- میں بُری قضا و قدر تجھ سے پھیر دونگا یعنی بعض بلائیں جو مقدر ہیں وہ ظہور میں نہیں آئینگی۔۔

یکم فروری سنہ ۱۹۰۶ء- ۱- روشن نشان۔ ۲- ہماری فتح ہوئی۔ ۳ فروری سنہ ۱۹۰۶ء - ۱- انما یرید اللّٰہ لکم الیسر- ۲ الحق بشیعۃ موسیٰ - ورضی اللّٰہ بہ قولا ۳ - انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا- خدا تعالیٰ نے تمہاری آسانی اور آرام کا ارادہ کیا ہے- اس شخص یا ان اشخاص کو موسیٰ کے خاص گروہ یعنی اس عاجز کے گروہ میں داخل کردیا گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بموجب اُس کے قول کے راضی ہوا۔ اے اہل بیت خدا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہاری پلیدی دور کردے اور تمہیں پاک کرے جیسا کہ حق ہے پاک کرنیکا- ۷ فروری سنہ ۱۹۰۶ء- خواب میں دیکھا کہ ایک غار ہے اور اسمیں سے ایک اژدہا نکلا ہے اور ام المومنین نے اسکی ایک ٹانگ کاٹ دی (خواب میں اژدہا کی ٹانگیں بھی معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ ہاتھی کی) اور پھر خود حضرت صاحب نے اسکا ایک بڑا حصہ ٹانگ سمیت کاٹ دیا ہے اور اسکا دھڑ قریباً بیجان رہگیا ہے اتنے میں دیکھا کہ ڈاکٹر عبد اللہ صاحب تبسم مسکراتے ہوئے آئے ہیں اور انہوں نے پاس آکر کہا کہ تار آئی ہے دو پل ٹوٹ گئی پوچھا کہ کہاں سے تو کہا معلوم نہیں مگر یہی کہا ہے ہیں۔ ۸ فروری سنہ ۱۹۰۶ء ۱- العید الاخر تنال منہ فتحا عظیما ۲- زندگی کا آرام ہو جائیگا پہلی زندگی سے بہ

۹ فروری سنہ ۱۹۰۶ء صدائے غیب پر ... رحمک اللّٰہ - انک انت الاعلیٰ - ... برکت ... سے خبردار - ان اللّٰہ مع الابرار - انت من الابرار - تمام دنیا کے لئے ایک -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز
اور
اُس پر ایک محققانہ نظر

Digitized by Khilafat Library

اِس وقت آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء میرے سامنے پڑا ہوا ہے جس کے صفحہ ۶۹ پر اس سرخی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے کہ "دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز" اس سرخی نے مجھے تعجب میں ڈال دیا۔ اور پھر خیال آیا کہ جس مسلمان کا نام آریہ مسافر راستی پسند رکھتا ہے کیا وہ یقیناً مسلمان ہے کیونکہ جو شخص اسلام کے اصول کا کامل طور سے پابند ہوتا ہے وہی مسلمان کہلانے کا حقدار ہوتا ہے اور جس شخص کے دل میں تھوڑی دیر کے لئے بھی یہ فیصلہ ہو جاوے کہ اسلام سے فلاں مذہب سچا ہے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک شخص آریہ مسافر کے اصولوں کو قابل اطاعت سمجھے اور اسلام کو اُسکے مقابلہ میں ہیچ تو وہ کس طرح مسلمان رہ سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آریہ دل سے یہ تسلیم کرے کہ اسلام ہی اچھا مذہب ہے اور اسکو اپنی تحریروں میں بھی شائع کرے تو پھر بھی وہ ایک سچا آریہ کہلانے کا مستحق ہو۔ کون نہیں جانتا کہ جو شخص جس مذہب کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ اسی مذہب میں سے ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس اسلامی نام کے پردہ میں کوئی ہندو پوشیدہ ہے یا یہ کہ راقم مضمون پہلے مسلمان تھا اور اب آریہ ہو گیا ہے بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ وہ حقیقی طور پر مسلمان نہیں۔ خیر میں اس بحث کو جس سے مجھ کو کوئی سروکار نہیں چھوڑ کر اصل مضمون کیطرف رجوع کرتا ہوں ٭

شروع میں آپ فرماتے ہیں :" اے معزز ناظرین باتمکین یہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے ہمارے

بزرگ اس گیتی ناپایدار سے گزر گئے ..... ہیں اسلئے یہی زیبا ہے کہ اِسکی قدر کریں" مین راقم مضمون
سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ ہمارے بزرگ جو اس زمانہ کا انتظار کرتے ہوئے گذر گئے ہیں تو وہ
کس وجہ سے اس زمانہ کا انتظار کرتے تھے کیا اس غرض کیلئے کہ اس زمانہ میں گناہوں کی کثرت اور
طرح طرح کی بدیون کا طوفان بپا ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے پر شر زمانہ کو دیکھ کر اپنی طرف سے
ایک ایسا شخص منتخب کریگا جو لوگوں کو پھر ہدایت کے راستہ پر ڈالیگا - جہان تک میرا خیال ہے راقم
مضمون یہان تک تو مجھ سے ضرور اتفاق کرینگے کہ ہمارے بزرگ اسلئے اس زمانہ کا انتظار کرتے تھے
کہ یہ ہدایت و روشنی کا زمانہ ہے اس کے بعد میرا یہ سوال ہے کہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ آریہ مذہب
کا انتظار کرتے تھے - میرے خیال میں تو یہ آریہ مذہب اس وقت بھی تھا بلکہ آپ کے نزدیک تو ہم سب کے
بزرگ آریہ ہی تھے - تو کیا جو آریہ کا انتظار کرتے ہوئے مر گئے وہ اس وقت آریہ اگر نہ ہو سکتے تھے
نہیں وہ ضرور ہو سکتے تھے - ہان یہ بات کہ اس وقت تک باوا دیانند صاحب اس جون میں تشریف نہ لائے
تھے - اسلئے اس مذہب کی حالت اس قابل نہ تھی کہ اُسے قبول کیا جائے - اور اگر ہمارے بزرگ اُس کی
ترقی کا انتظار کرتے تھے تو میں کہونگا کہ جس طرح باوا صاحب نے اس مذہب کو ترقی بخشی کیا اگر ان لوگون کی
اس مذہب کو اختیار کرنے کی خواہش ہوتی تو وہ کچھ نہ کر سکتے تھے اگر نہ کر سکتے تھے تو کم از کم کوشش
ہی کی ہوتی جب انہون نے اس طرف خیال ہی نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی اور چیز کے انتظار مین تھے
نہ کہ آریہ مذہب کے اور دوسرے ہمارے بزرگ تو اِس مذہب کی تب خواہش کرتے جبکہ ان کو معلوم ہوتا کہ
کسی زمانہ مین ایک ایسا مذہب ظہور کرنیوالا ہے اور یہ بات اُن کو صرف ایک طریق سے معلوم ہو سکتی تھی
یعنی الہام سے مگر چونکہ آریہ مذہب کے رو سے جسکی تائید کے لئے راقم مضمون کھڑا ہوا ہے یہ
بات ناممکن ہے تو کیونکر ان لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ فلان زمانہ مین ایک ایسا مذہب پیدا ہونیوالا ہے -
اب رہی یہ بات کہ وہ کونسی چیز تھی - سو آج کل جتنے مذاہب مذہبی دنگل میں قدم مارتے ہین وہ اِس بات
کو تسلیم کرتے ہیں کہ اِس زمانہ میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو مذہب اور شریعت کا حکم چارون طرف
جاری کریگا اور ناستک مت اور دیگر ہر قسم کی تاریکیون کو دور کریگا - چنانچہ مسلمان ایک مہدی کے منتظر
ہیں - عیسائی مسیح کی آمد ثانی کے یہودی بھی الیاس نبی کے آسمان پر سے اُترنے کے اور پھر مسیح کی
آمد اول کے - ہندو کلنک اوتار کے اور اسی طرح بدھ مذہب والے بدھ کیلئے چشم براہ ہین - غرض کہ

ہر مذہب والا اپنے مذہب کے مطابق اس آنیوالے کا نام رکھتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ ہر ایک یہی زمانہ اسکے لئے مقرر کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک ایسے شخص کو ظاہر کریگا جو دین حق کو تمام ملل باطلہ پر غالب کردیگا اس لئے اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہمارے اس زمانہ مین جسکا تمام بزرگ انتظار کرتے ہوی اس جہان فانی سے کوچ کرگئے کوئی شخص ایسا بھی موجود ہے جس نے یہ دعوی کیا ہو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کیلئے مصلح ہوکر آیا ہوں ٭

Digitized by Khilafat Library

غور کرکے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں ایک شخص موجود ہے جس نے بڑے زور سے یہ کہا اور لکھا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے مصلح بنا کر بھیجا ہے جب ہم اور ہمارے بزرگ زمانہ بعید سے اس کا انتظار کر رہے تھے اور وہ ہماری امید کے مطابق ظاہر ہوا تو کیا ہمکو نہین چاہیئے تھا کہ بلا کسی دلیل و ثبوت کے اسکو تسلیم کرتے۔ہم پر اس رب العالمین کا کیا ہی فضل ہے کہ اس کا مرسل صرف ہم سے یہی نہین کہتا کہ میں تمہارے عقیدون کے مطابق اس زمانہ مین ظاہر ہوا ہون بلکہ وہ تو اپنے دلایل بھی ساتھ رکھتا ہے۔اس کے پاس ہزارہا ایسے کھلے اور روشن نشانات ہین کہ اگر چشم بصیرت سے دیکھو تو چاند اور سورج کی روشنی اُن کے آگے ماند ہے اور جن کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔پھر بھی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی کی شرط ساتھ ہی تاہم اونہون نے کسیقدر اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں درج فرمادئیے ہیں جو ۔۔۔ سار اللہ تعالیٰ العفر ۔۔۔ ہوگی۔جب ان کے نشانات اس وسعت سے ہین تو کس کی طاقت کہ ان کو تحریر میں مقید کرسکے اس لئے مین یہان پر صرف ایک یا دو پر ہی کفایت کرون گا تاکہ جو عقلمند ہون اُن کو غور کرنے کا موقعہ مل سکے ٭

اول۔جب آپ تنہائی میں رہا کرتے تھے اور کوئی شخص بھی آپ کو نہ جانتا تھا تو آپ کو الہام ہوا یاتون من کل فج عمیق۔ویاتیک من کل فج عمیق یعنے دور دور سے تیرے پاس لوگ آئینگے اور اپنے کہانے پینے کا سامان بھی ساتھ لائینگے۔اب غور کرو کہ کس طرح یہہ نشان ہر روز پورا ہوتا ہے۔ترک۔عرب۔اسٹریلین غرضیکہ ایسی ایسی دور کے رہنے والے جن کے دیکھنے کی ہم کبھی امید نہ کرسکتے تھے ہمنے اس چھوٹے سے گانون مین جسکو کوئی جانتا بھی نہ تھا اپنی آنکھون

سے دیکھے ہے۔ کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ اس شخص کی بعثت سے پہلے بھی اسطرح یہاں لوگ آیا کرتے تھے۔ نہیں ہرگز ہرگز کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا اور باوجود مخالفین کو مقابلہ میں للکارنے کے وہ اسباب کے ثبوت دینے کے لئے میدان میں نہیں آسکے۔ یہانتک کہ خود آریہ سماج کے وہ پرجوش ممبر جو خاص قادیان میں رہتے ہیں اور جو کہ بچپن سے حضرت مسیح موعودؑ سے واقف ہیں اسباب کو جھٹلا نہیں سکتے کہ قادیان اسوقت ایک گمنام گاؤں تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایک دن یہ پنجاب کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا گاؤں خدا کے ایک برگزیدہ نبی کے مسکن کے طور پر تمام روئے زمین پر شہرۃ حاصل کریگا۔ اور دور دراز ملکوں سے لوگ اس گمنام گاؤں کی زیارت کے لئے آئیں گے مگر وہ خدا جو زمین و آسمان کے اور کل مخلوقات کے بھید دلوں سے واقف ہے اسبات کا ارادہ کر چکا تھا اور آج سے بیس برس پہلے اپنے بندوں کو اسبات کی اطلاع دے چکا تھا۔ کہ آج تو تو اس گمنامی اور کس مپرسی کیحالت میں ہے مگر چونکہ تو نے میرے لئے تنہائی کو پسند کیا۔ اور میری خوشی کے لئے اپنی خواہشات کو ترک کر دیا اور جو کچھ میں نے کہا اُسپر عمل کیا اس لئے میں اس گمنامی کے بدلہ تجھکو عزت اور شہرت دونگا اور اس نفس کشی کے بدلہ میں تیری خواہشات کو پورا کر دونگا۔ اور چونکہ تو نے میرا کہنا مانا میں تیری دعاؤں کو سنونگا۔ پس کیا یہ ایسا معجزہ نہیں جسکو لاکھوں آریوں نے دیکھا۔

(۲) آریہ صاحبان ۶ مارچ کے دن کو یاد کریں جو کبھی بھی انکی تاریخ سے مٹ نہیں سکتا کیونکہ انہیں اس شخص کیطرف سے آریوں پر حجت قائم ہوئی۔ کیا اُسدن سے پانچ برس پہلے نہ بتایا گیا تھا کہ فلاں روز اور فلاں وقت یہ حادثہ ہوگا۔ کیا نہ کہا تھا۔ ع

الا اے دشمن نادان و بے راہ   بترس از تیغ بران محمدؐ

پھر کون نہیں جانتا۔ کہ یہ پیشگوئی کس شد و مد سے پوری ہوئی۔ اور لیکھرام نے اپنی جان آریوں پر قربان کی جب وہ زمانہ آگیا ہے جس کے دیکھنے کے آپکے بزرگ بھی منتظر تھے۔ اور ایسے زمانہ میں ایک شخص نے دعویٰ بھی کیا ہے۔ کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے ہوں اور اس نے اپنی سچائی کے لئے ہزارہا نشان بھی دکھائے ہیں تو کیا اب یہ ہم کو ضروری نہیں کہ ہم ایسے شخص کو قبول کریں یا کم سے کم ایک پاک دل کے ساتھ اسبارہ میں تحقیق و تدقیق ہی کریں

آگے چلکر مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں۔ آپ اسبات سے واقف ہونگے کہ عرصہ سے ایک مقدس جماعت یعنے۔ آریہ سماج اس ویدک دہرم کو جو ابتدائے آفرینش میں برائے بہبودی خلایق اللہ جل شانہ نے بذریعہ الہام اپنے مقدس و مطہر و معصوم رشیونپر نازل فرمایا تھا۔ کسقدر سرگرمی سے از سر نو چار دانگ میں پھیلانیکی کوشش کررہی ہے۔ میں صاحب مضمون سے دریافت کرونگا کہ کس حیثیت سے مقدس جماعت ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ دوسرے مذاہب والونکو گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہے۔ اگر آپ ان گالیونکا ثبوت چاہیں۔ تو میں انکو اخباروں سے نکال کر دکھاؤنگا۔ کہ سب سے زیادہ بکواس کرنیوالی کونسی قوم ہے۔ یا کیا وہ اس حیثیت سے مقدس جماعت ہے کہ زیادہ نیک اعمال کرتی ہے کیونکہ نیوگ جیسے پاک کلام کی اس مقدس جماعت نے بنیاد رکھی ہے یا کیا اسلئے کہ وہ دیانندی اصولونپر خوب عمل کرتی ہے۔ ہمارے ایک دوست ماسٹر عبد الرحمن صاحب نے ایک اشتہار انعامی ۹۹۰ روپے کا دیا تھا۔ جسکا یہ مطلب تھا کہ اگر کوئی باوا دیانند کے مقرر شدہ اصولوں کے مطابق اپنے آپکو آریہ ثابت کردے تو اسکو یہ انعام دیا جائیگا۔ آریہ پارٹی کے طرفدار اس خبر کو افسوس سے پڑھیں گے کہ آج تک ایک شخص بھی پبلک کے سامنے پیش نہیں ہوسکا جو اپنے آپ کو پکا آریہ ثابت کرے اگرچہ اشتہار کو شائع ہوئے ۸ ماہ کے قریب ہوگئے اس انعام کی میعاد چھ ماہ کی تھی جو ختم ہوگئی ہے۔ اگر اب بھی کوئی اپنے آپکو آریہ ثابت کرسکتا ہے تو کرے ہم پھر اس اشتہار کی میعاد میں ایزادی کرکے اسکی مدت کو یکم مارچ تک مقرر کرتے ہیں اگر کوئی آریہ ہے تو نکلے۔ جب عملی طور پر کوئی آریہ ہی نہیں۔ تو فضول باتونکے کیا معنے۔ جبتک عمل نہ ہو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ آریہ۔ خاکروب سب برابر ہیں۔ عمل ایک ایسی چیز ہے کہ جو دو انسانونمیں تمیز پیدا کرتی ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ کس لئے آپ اسکو مقدس جماعت کہتے ہیں دوسری بات جو آپنے مندرجہ بالا فقرہ میں کہی ہے وہ یہ ہے کہ ویدک دہرم ابتدائے آفرینش میں برائے بہبودی خلایق اللہ جل شانہ نے بذریعہ الہام اپنے مقدس و مطہر و معصوم رشیونپر نازل فرمایا تھا اگر میں اسبات کا کوئی ثبوت طلب کروں کہ کیا رشی دنیا پر تھے بھی یا نہیں یا یہ کہ وہ چار تھے یا کم و زیادہ۔ یا کہ ابتدائے آفرینش میں ہوئے یا وسط میں یا یہ کہ انکو

الہام ہوا تھا کہ نہیں تو جہانتک میں خیال کرتا ہوں آپ اس کا کوئی ثبوت نہ دیسکیں گے سوائے اس کے کہ یہ کہدیں کہ آریوں کی کتابوں میں لکھا ہے کوئی تاریخ ہمیں گواہی نہیں دے سکتی اور نہ اُسوقت کی کوئی تاریخ ہے معمولی ہسٹریوں سے جو مدرسوں میں پڑہائیجاتی ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی یہاں لوگ آباد تھے۔ جن میں سے بعض کو ڈریوڈینس کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ڈریوڈینس ہی سینٹرل ایشا سے آئے تھے۔ جہاں سے کہ آریہ ہندؤنکا آنا ثابت ہوتا ہے میں آپسے یہ دریافت کرونگا کہ اگر وید ابتدائے آفرینش میں ہوئے ہیں۔ تو کیا ان قوموں سے پہلے آئے تھے۔ پھر اس قوم کے بعد طورانی آئے۔ آپ یہ بھی بتائیں کہ طورانیوں کے پہلے ویدک دہرم تھا یا بعد میں جو چین کیطرف سے آئے تھے پھر کہ جب آریہ ہندوان ملکوں میں نہ آئے تھے اور وسط ایشیا میں رہا کرتے تھے۔ تو انکا کیا مذہب تھا۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپنے کہاں سے دریافت کیا۔ کہ ویدوں کو اترے ہوئے اتنے ہی برس ہوئے جتنے کہ آپ بتاتے ہیں۔ یا یہ کہ رشی چار تھے یا پانچ ایک سوال یہ بھی درپیش ہے کہ ابتدائے آفرینش میں تمام انسان نیک پیدا ہوئے تھے یا بد یا مختلف۔ اگر مختلف تھے تو اسکی کیا وجہ کیونکہ اسوقت تک تو انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا کہ اسکی وجہ سے کسیکو اچھا بنایا جاتا۔ اور کسیکو برا۔ اور اگر سب نیک تھے تو یہ فرمایئے کہ کیوں پرمیشر نے چار شخصونکو اس کام کے لئے منتخب کیا جبکہ آپ کے مذہب کے مطابق بالکل ابتدائے آفرینش تھی اور کسی نے کوئی فعل کرکے نہ دکھایا تھا۔ تو کیا ایسے وقت میں ان کے دوسرے ہمسروں نے یہ نہ اعتراض کیا کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو ہم پر کیوں نہ اترتا ہم بھی تو تمہاری طرح پاک صاف ہیں یا کوئی خصوصیت بتاؤ تو تسلیم کرتے ہیں۔ بصورت دیگر اگر تمام برے پیدا ہوئے تھے تو کیوں پرمیشر نے بدونکو اپنے کلام کا مورد بنایا۔ اول تو جب وید رشیونپر اترے اسوقت کوئی نیک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کلام الہی کے اترنے پہلے کوئی آدمی کیونکر نیک یا بد متصور ہوسکتا ہے جبکہ وہ کلام جو نیکی بدی میں تفریق کرنیوالا اور ہدایت کیطرف راہنمائی کرنیوالا ہے ابھی موجود ہی نہیں تو نیک و بد میں فرق کرنے کے کیا معنے۔ پھر میں بتاتا ہوں کہ آپکے ویدوں کے متعلق تاریخ کیا کہتی ہے

وید چار ہیں۔ انمیں سے ہر ایک وید کے دو حصہ ہیں۔ اول بھجن یا منتر انمیں ان کی مصنفونکی ارزوئیں اور حاجتیں مندرج ہیں۔ جنسے اس زمانہ کے لوگونکی طریق معاشرت کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو تاریخ ہند صفحہ (۱۳۱) جو سر رشتہ تعلیم پنجاب سے سرٹیفیکٹ کمشنر پنجاب کیطرف سے سنہ ۱۹۰۱ء میں شایع ہوئی۔ پہر آگے چلکر اس تاریخ کے صفحہ ۱۳۴ پہ لکھا ہے کہ ان کتابونمیں سے رگ وید جو سب سے پرانا وید ہے اسکو سنہ عیسوی سے قریباً چودہ سو برس پیشتر کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ اس کے منترونمیں بڑے بڑے مظاہر قدرت میں سے کسیکو معبود دیوتا تصور کر کے انکی طرف خطاب کیا گیا ہے معبودونکے نام بہی بتائے ہیں جو انشاء اللہ آگے چلکر کسی موقعہ پر ذکر کرونگا میں امید کرتا ہوں کہ راقم مضمون اعتراضات مندرجہ بالا کا جواب دیکر مشکور فرمائینگے۔ پہر صاحب مضمون لکہتے ہیں چونکہ آریہ سماج کا اعلےٰ مقصد یہی ہے کہ کسیطرح خلق اللہ راستی کی جانب راغب ہو سکے۔ شاید اسیلئے نیوگ کا مسئلہ رائج کیا ہے کہ بہت ساری روحیں انکی ہی گہرونمیں آئیں اور آریہ بنیں۔ آگے چلکر اسطرح گوہر فشانی کرتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ بلند آواز سے یہ شہادت دے رہی ہے کہ ما وشما آریونکی ہی نسل سے ہیں جو حماقت خود کردہ اعمال کا نتیجہ بہگت رہے ہیں کہ اسطرح وحشیانہ طریقہ سے زندگی بسر کر رہے ہیں کیونکہ تمام دنیا میں کوئی اور نسل ہے ہی نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ راقم مضمون ہندوستانکی سینکڑوں قوموں کو بالکل نظر انداز کر کے صرف اپنے مضمون کی تائید کے لئے اسطرح دعوے کرتا ہے اور تمام معتبر تواریخ اور مشاہدوں سے اسطرح چشم پوشی کرتا ہے کہ خود اپنی نسل کو بہی بہول گیا جسمیں سے ہونیکا وہ خود مدعی ہے خیر بطور تنزل یہ بات تسلیم کر لیتا ہوں کہ ہند کے اکثر رہنے والے ان آریوں خاندان سے ہیں جو زمانہ سلف کے ہندوؤں کے بعد ہندوستان میں آکر آباد ہوئے مگر زور سے یہ دعوی کر دینا کہ تاریخ زور سے شہادت دیتی ہے کہ ہم سب آریہ ہیں کیسی حماقت ہے۔ کیا آپ اپنے آپکو آریہ نسل میں سے ثابت کر سکتے ہیں ناظرین یاد رہے کہ راقم مضمون اپنے آپکو میر حیدر شریف حسینی الحسنیٰ ظاہر کرتا ہے اگر واقعی میر صاحب میر ہیں اور حسینی الحسنیٰ ہیں تو آریہ نسل سے نہیں ہیں۔ کیونکہ عرب سے آئے ہیں۔ اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہی نسل جو ہندوستانمیں آئی عرب میں جاکر آباد ہوئی ہو

بلکہ تاریخ اس بات کی بڑے زور سے شہادت دے رہی ہے کہ عرب اور یہود ایک اور نسل سے ہیں جو آریہ سے بالکل الگ ہے۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ آپ آریہ نسل سے ہی ہوں۔ تاکہ حضرت حسین اور حسن علیہ السلام کے نام کو تو بدنام نہ کریں کہ انکی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو اسلام کی بنیاد اکھیڑنے کے لئے تیار ہیں۔ پھر آپ یہ فرماتے ہیں کہ خود کردہ اعمال کے نتیجہ بھگتنے کے لئے ہم یہ وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں کیوں جناب وحشیانہ زندگی اس لئے نام رکھا ہے کہ نعوذ باللہ ہم اپنی عورتوں کو کنجنیوں کی طرح دوسروں سے ہم بستر نہیں کرواتے یا کوئی اور بات ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آرین معاشرت میں آپ کوئی عمدگی نہ دکھلا سکیں گے جسکو دنیا عمدگی تسلیم کرے اور میں اسکو اسلامی معاشرت میں نہ بتا سکوں ہاں اگر گالیاں دینا یا کوئی اور ایسی قسم مثلاً نیوگ وغیرہ کی عمدگی پیش کرنا چاہیں۔ تو مجھے معاف رکھیں پھر صاحب مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک دنیا کے تمام مذاہب پر آریہ دہرم اس لئے فضیلت و فوقیت رکھتا ہے کہ وہ عین عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے وہ تعلیم عالمگیر ہے سچ ہے درحقیقت وید بہت ہی انصاف کی تعلیم دیتا ہے یہی تو وجہ ہے کہ شودروں جیسے غریبوں کو آپ اپنی مجلسوں میں آنے سے نہیں روکتے اور وہ بڑے مالدار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر قسم کا کسب کر سکتے ہیں۔ اور وہ برہمنوں کی باتیں بھی سن سکتے تہے۔ اور کسیکو حق نہ تہا کہ ان کے کانوں میں سکہ بہر دے یا اگر وہ کسی برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کوئی اس کے بیٹھنے کی جگہ ہی کاٹ دے۔ شاید میں بھول گیا ہوں آریہ لوگ بڑے عادل و منصف ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی کے لئے ہزارہا کرموں کو روز ہلاک نہیں کرتے۔ اور جب یکہ پر سوار ہوتے ہیں۔ تو جب گرمی کے دنوں میں دہوپ ہوتی ہے۔ تو گہوڑے کو یکہ پر سوار کرتے ہیں۔ اور اسکی جگہ آپ یکہ کو کھینچنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ گہوڑے میں بھی تو انکی طرحکی روح ہوتی ہے۔ پھر اس نمبر میں جو میرے میز پر موجود ہے۔ ایک آریہ کسی مخالف کو اس کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کسی ویدک منتر کا ترجمہ کرتے ہیں جسمیں پرماتما سے دعا کرتے ہیں یعنی عملی اور اخلاقی مسائل کو بگاڑنیوالے بدچلن لوگوں کو آپ جلد حوالہ سیاست کریں۔ تاکہ جلد سزا پاکر ایسی

ایسی عبرت پکڑیں کہ نیک چلن ہو جائیں

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ سیاست ہو یا کوئی ہو آپ کے مذہب کے مطابق کوئی کسیکو سزا نہیں دیسکتا۔ خواہ کوئی ہی گورنمنٹ کیوں ہو۔ کیونکہ اگر کوئی کسیکو سزا دیگا۔ تو وہ ضرور کسی آنے والی جون میں وہ سزا بھگتے گا۔ پھر تعجب ہے۔ کہ ویدک اصولوں کو آپ عالمگیر اصول بتاتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ ویدک اصول عالمگیر اصول ہیں۔ اگر ہیں تو آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب ضرور عطا فرما دیں۔ جو کہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب نے مدت سے پیش کئے ہوئے ہیں۔ اور اسوقت تک کسی سے ان کا جواب بن نہیں پڑا۔ سوامی دیانند جو فرماتے ہیں کہ لڑکا اور لڑکی پیدا کر لینا ہمارا اپنا اختیار ہے۔ اگر لڑکے کی خواہش ہو تو بعد از حیض ۶ - ۸ - ۱۰ - ۱۲ - ۱۴ - ۱۶ - ان چھ راتوں میں سماگھم کریں۔ لڑکا پیدا ہوگا اور ۷ - ۹ - ۱۷ میں ہم بستری کرنیسے لڑکی پیدا ہوگی (دیکھو سسکار ودہی مطبوعہ سورج پرکاش امرتسر صفحہ ۳۷) اگر یہ نسخہ صحیح ہوتا تو آریوں کے گھر میں لڑکے ہی لڑکے ہوتے۔ ۲ - سوامی جی لکھتے ہیں کہ ایک قسم کا بیاہ یہ ہوتا ہے کہ مرد عورت سے مخفی مشورہ کرکے بیاہ والا کام شروع کردیں۔ اور لوگوں کو اس حرکت سے اطلاع نہ دیں۔ (سسکار ودہی ص ۹۹) (کیا کوئی آریہ بتا سکتا ہے کہ اس بیاہ میں اور زناکاری میں کیا فرق ہے) (۳) سوامی جی سسکار ودہی کے ص ۱۲۶ میں رقم فرماتے ہیں کہ ہے پرسو منتاں اتینی کے لئے مہا بہاگیہ اُوسے کرنیوالی عورت پوجا کے لائق گرہ آشرم کی پرکاش کرتی ... افسوس عورت کو پوجا کے لائق ٹھہرا دیا ہے۔ یہ ہے وید کی تعلیم توحید در اصل لنگ پرستی اور عورت پرستی کا مخزن یہی ہیں۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں:-

آریوں کے عالمگیر اصول

(۱) نیک اور باایمان آریہ کو چاہیے کہ چار سو سال کی عمر پا کر مرے۔ ادنیٰ یعنی نیچ آریہ بھی دو سو سال کی عمر حاصل کرے۔ مستند ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۱ - ۵۳

(۲) بقول دیانند مردہ دفن کرنیمیں بہت نقصان ہوتا ہے (۸۰ کی قبر) لیکن آریوں کو مردہ دفن کرنے میں صندل کی لکڑی عود کستوری اور ۸۰ امن روغن زرد وغیرہ وغیرہ اشیاء قیمتی

تقریباً دو ہزار روپیہ کا متحمل ہونا ضروری ہے اگر میسر نہ آئے تو بھیک مانگے یا گورنمنٹ سے امداد مانگے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸ - ۶۲۹ - (۳) جنگ روس و جاپان میں جہاں ہزاروں ہر روز مرتے ہیں یہ عالمگیر اصول دریا برد ہو جاتا ہے جیسے کہ مہابرت کی جنگ میں ہوا کیونکہ وہاں یہ اشیاء قیمتی نہ مل سکیں اور نہ میسر آ سکتی ہیں (۴) جس لڑکی کا خاوند مر جائے تو پھر اس کنیا کو کسی شخص واحد سے بیاہ نہیں کر لینا چاہئے اور وہ عمر بھر ایک کی نہ ہو رہے بلکہ دس گیارہ مختلف جوانوں سے تا دمِ اخیر مضبوط اولاد حاصل کرتی رہے۔ ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ (۵) آریہ عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو اگنی کہتے ہیں کیونکہ اسمیں حرارت زیادہ ہوتی ہے ستیارتھ باب ۴ صفحہ ۱۵۳ (پہلے دوسرے خصم میں حرارت کیوں کم ہوتی ہے اور پانچویں دسویں میں کیوں کم و بیش نہیں اسکی تشریح مطلوب ہے۔) (۶) ہم سنا کرتے تھے کہ بقول پنڈت دیانند ارواح اور مادہ بمعہ اپنی تمام قوتوں حسّوں اور خاصیتوں کے ازلی ابدی خود بخود ہیں یعنی خودآ (خدا) ہیں اور پرمیشور کا کام صرف ارواح اور مادہ کو جوڑنے جاڑنے کا ہے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ روحوں میں جوڑنے جاڑنے کی قوت اتصال اور انفصال اور خواہش بھی ازل سے ہے (ستیارتھ صفحہ ۳۱۳) پس ایشور کا ہونا نہ ہونا مساوی ٹھہرا لہٰذا آریہ اور دہریہ میں کیا فرق ہوا؟ خاک ہے؟ (۷) نجات کے طالب اور سچے آریہ کو چاہئے کہ قریباً پچاس سال کا ہو کر بیاہ کرے یا ۴۸ سال کے بعد۔ ستیارتھ صفحہ ۵۱-۵۲ (پچاس سال تک تو انسان بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بیاہ کس لئے؟ اور کس کے لئے؟ مضبوط اولاد کیونکر اور کون پیدا کریگا؟ اسمیں کوئی غلطی یا راز ضرور ہے (ن گ) (۸) ہاں لکھا ہے کہ ایسا بیاہ کرنیوالا دو سو سے چار سو سال تک کی عمر حاصل کر سکتا ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۵۱-۵۲ (نہیں تجربہ اس اصول کا دشمن ہے۔ سوامی دیانند بجائے پچاس کے ساٹھ سال مجرد رہکر سفید ریش ہو کر اور بڑھاپے کے نشان اور آثار دکھا کر راہئ عالم بقا ہو گیا۔ چار سو سال کی عمر والیکو تو ۷۰ سال میں ڈاڑھی بھی نہیں آنی چاہئے تھی۔ (۹) مکرمی ڈپٹی عبدالرحیم صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ممالک متوسط کی قسمت چھتیس گڑھ میں بعض قوموں کی عمر تیس ۳۰ سال تک ختم ہے پھر وہاں چار سو سال کی عمر حاصل کرنیکی شرط کیا ہوئی اور نیک آریہ پنجاہ سالہ ہو کر کیونکر بیاہ کرے؟ (قبر میں؟) ویدک اصول

خوب عالمگیر ہیں) (۱۰) پنجاب کے آریہ اگر ۴۸ سال کے بعد بیاہ کریں تو نصف صدی میں آریوں کا خاتمہ ہے یا کسی اور ناجائز بدعت کیطرف رجوع کرنا ہوگا واللہ اعلم (۱۱) ایماندار آریہ کو دنمیں دو دفعہ سندھیا اوپاسن (پوجا کرنی چاہئے اور آگ کی دہونی لگا کر اسمیں ایشور کا دہیان کرنا اور آگ میں صندل مشک کافور عطر کستوری کیسر وغیرہ وغیرہ کا بھی ہر روز دو وقتہ جلانا اور کم از کم فی کس عہ روپیہ ماہانہ کا متحمل ہونا فرض ہے اور اس رسم کے ادا کرنے کے لئے گھر کے ہر ایک مرد و زن کو سونے چاندی کے برتن (چمچہ وغیرہ) بنوانے چاہئیں۔ ستیارتھ ص ۴۷۔

(۱۲) نیک نیت اور مذہبی آریہ کو سندھیا اوپاسن کرنا اور پانچ مہا یگیوں کا ادا کرنا ایسا ضروری ہے جیسے سانس پر سانس لینا ضروری ہے۔ ستیارتھ ص ۵۷۔ پس جو سماجی آریہ سانس پر سانس لیتا ہے اور سندھیا اوپاسن بطریق مذکورہ بالا نہیں کرتا اور چار سو سال کا نہیں ہوتا کیا وہ نیک آریہ ہے نہیں نام کا آریہ ہے اور شودر ہے بقول ستیارتھ ص ۱۲۷ پانچ مہا یگیوں (فرائض) میں سے دوسرا فرض وید و نیز اُن کے انگوں سمیت باقاعدہ پڑھنا پڑھانا اور سندھیا پاس کرنا فرض ہے..... ویدوں کے انگوں سے جو ہر روز پڑھنے پڑھانے فرض ہیں ان سے چھ علوم مراد ہیں شکشا (علم قرائت) کلپ (سنسکاروں یعنی رسوم کے متعلق ہدائتیں اور ہر سنسکار کے متعلق وید منتروں کا انتخاب) چھند (علم عروض) و یاکرن (علم صرف نحو) نرکت (علم لغت) جیوتش (علم ہیئت و ہندسہ جسمیں ریاضی کی تمام شاخیں یعنی حساب مساحت اور اقلیدس اور جبر و مقابلہ علم طبقات الارض (جیولاجی) اور جغرافیہ وغیرہ ..... (باقی تین فرائض ہم بخوف طوالت نہیں لکھ سکتے جبکہ یہ لوگ عملاً آریہ ہی نہیں تو پھر ناحق تضیع اوقات سے کیا حاصل ... مفصل دیکھو رسالہ اختیار الاسلام حصہ دوم سوم)

(۱۳) جو بطریق مذکور بالا سندھیا اوپاسن نہیں کرتا اور چھ سال کے اندر وید (کے تودہ طومار) کو ختم نہیں کرتا ..... اسکو گھر بار سے نکال کر شودر وں کے گھر میں بھیج دینا چاہئے ستیارتھ ص ۱۱۵ و ۱۲۷

(۱۴) بعد ازاں بوڑھے والدین اپنی خدمت کے لئے غیروں کے لڑکے گھر رکھ لیں اور انہیں بیٹے تصور کریں۔ ستیارتھ ص ۱۱۵ (غیروں کے جوان لڑکے اس بڈھے کی جوان لڑکیوں اور مال و دولت سے کیا سلوک کرینگے؟ چپ ہی بھلی) (مفصل در رسالہ اختیار الاسلام) (۱۵) ساز بجانا ناچنا۔ گیت گانا۔ سُر لگانا وغیرہ وغیرہ ..... آریوں کو ضرور سیکھنا چاہئے ستیارتھ ص ۹۱ کیا مہرتوں کو بھی؟

(۱۶) تو۔ نہ ہوں اور دشمن نافرمان کی ستی سر دیانند اور ہوں آریہ عورتیں وہ اگر ۔ بیشک
برہمنوں کے گواہ برہمن اور شودروں کے گواہ شودر اور عورتوں کی گواہ عورتیں ہی ہوا کریں ستیارتھ ص۲۱۸
(اگر کوئی برہمن یا ویش شودروں کے محلہ میں بجبر کسی کنیا کو ناپاک کر ڈالے یا کوئی عورت برہمنوں کے
محلہ میں کسی کا گلا گھونٹ جاوے تو کیا اسکو رہائی دیدیں کیونکہ کوئی عورت یا اسکی ذات کا
گواہ میسر نہیں آسکا۔ خدا اس قانون والوں کو طاقت نہ دے۔ کسی نے سچ کہا ہے " خدا گنجے کو
ناخن نہ دے" ورنہ....) (۱۷) لالہ دیانند سارے وید کا معتقد نہ تھا بلکہ بقول سناتن دہرمیوں
نصف وید یعنی برہمن بہاگ سے منکر اور روگردان تھا سو جیسے اس نیکبخت نے وید کا
انتخاب کیا ویسے ہی منو کے بعض اقوال لایعنی اور خرافات بے معنے کو ترک کر کے مطلب
کی ۔ باقی کو جواب ۔ جیسے ستیارتھ سے ظاہر ہے ۔ (۱۸) آریوں کی موجودہ سندھیا
ہیت کذائی جسمیں کستوری عطر وغیرہ ہر روز جلانا ہوتا ہے وہ لالہ دیانند سے پیشتر
کہاں تھی ؟ کیسی تھی ؟ پھر یہ دیانندی بدعت کیوں آسانی سے ہڑپ ہوگئی ہے کیا کوئی پوچھنے والا
بدعتی سرستی ابھی پیدا نہیں ہوا۔ (۱۹) جو کوئی وید کو بُرا سمجھے اور اسکی مذمت کرے ۔ یا
کم از کم وید کے موافق عابد لوگوں کی تصانیف کی تحقیر کرے (یعنی ستیارتھ وغیرہ کی اس منکر کو
جلاوطن کر کے ملک اور گھربار سے خارج کر دینا چاہیئے ۔ ستیارتھ باب ۳ ص۹۱ (خدا گنجے کو
ناخن نہ دے) آمین ثم آمین (۲۰) جو دہرم پر قائم نہیں رہتا خواہ اُستاد ہو ائی باپ ہو
اسکو راجہ بغیر سزا ہرگز نہ چھوڑے (یعنی قید قتل وغیرہ) ستیارتھ باب ۶ ص۲۲۳ (اسی کو بزور شمشیر
دین پھیلانا بولتے ہیں بہیرے صاحبو! جو قرآن شریف میں بوجہ آیت لا اکراہ فی الدین منع
ہے (۲۱) نجات پانیوالا وہ آریہ ہے جو کسی کیڑے کو بھی نہ مارے ۔ جس نے قطرہ آب
پی کر صدہا کیڑے ہڑپ کر لئے اسکو ہر یک کیڑے کی ہلاکت کے عوض لاکھوں برس ادنی
جونوں میں سرگردان ہونا ہوگا پھر دیانند اور لیکھرام جی نے پانی کے چند پیالے پیکر کتنا ازدہام
جمع کر لیا ہوگا ؟ چپ ہی بھلی ۔ نجات محال ۔ لہذا آریہ مذہب نجات کا دشمن اور ناقابل عمل
ٹھہر کر عالمگیر نہ ہوا جسپر کوئی عامل ہو کر چار سو سال کا ہو سکے ۔ اور ایمان والا آریہ کہلا سکے ۔
(۲۲) پنڈت دیانند کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں جس نیکبخت نے ناحق بابا نانک جیسے

مہاتما بزرگ کو ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے کہ گویا (نعوذ باللہ) انکا اندر باہر ایک تھا - اور خواہ مخواہ باوجود جاہل ہونیکے گنوار ونکے روبرو علمیت کا دعوے کر دیتے تھے اور عزت اور شہرت کی خواہش دامنگیر تھی اور سنسکرت میں بھی ناحق قدم رکھ دیتے تھے اور خود پسندی بھی پیچھا نہ چھوڑتی تھی وغیرہ وغیرہ - ستیارتھ صفحہ ۵۷۴

میں امید کرتا ہوں کہ آپ اب ضرور اپنے وید کی تعلیم کو عدل وانصاف پر مبنی اور عالمگیر ثابت کر کے دکھائیں گے - ورنہ ابھی اس کفر کے کلمہ سے توبہ کریں گے -

آگے چلکر صاحب مضمون تحریر فرماتے ہیں - کہ کہیں وید مقدس یہ نہیں بتلاتا کہ جو کچھ افعال ناشائستہ دیدہ دانستہ تادم زیست تم سے سرزد ہوں اور قریب المرگ توبہ کر لو تو تم پاک صاف ہو جاؤ گے" پیشتر اس کے کہ اس کے جواب میں ہم کوئی بات پیش کریں - صاحب مضمون سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں - کہ انکے خیالات جو اسلام کے برخلاف ہوئے ہیں اور وہ منصف بنکر رائے دیتے ہیں - کیا انہوں نے طرفین کی گواہی کو سنا ہے - یعنی کیا انہوں نے اسلام اور آریہ مت کی کتاب قرآن کریم اور وید کو پڑھا ہے - اگر پڑھا ہے - تو غور سے یا یونہی - جہانتک میرا خیال ہے - اس سوال کے جواب میں مجھے افسوس کے ساتھ ہی سننا پڑیگا - کہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان تمام وید کو لفظ بہ لفظ پڑھ سکے - تو میں سوال کرونگا - کہ اگر وید کو کوئی لفظاً لفظاً پڑھ نہیں سکتا تو کیا قرآن کریم بھی ایسا ہی ہے کہ اسے کوئی پڑھ نہیں سکتا تمہیں جو مسلمان ہونیکا دعوی ہے - کیا تمہارا فرض نہیں کہ قرآن کریم کو پڑھ لیتے - میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال کے جواب میں راستی پسند مسلمان کیطرف سے کیا جواب ہوگا - کیونکہ ہر دو صورتیں انکے لئے موت ہے - اگر کہیں کہ پڑھا ہے - تو میں دریافت کرونگا - کہ ان آیات کا جنکو میں اس سوال کے جواب میں نقل کرونگا کیا مطلب ہے کیا وہی جو تم نے بیان کیا ہے - اس کے ساتھ یہ بھی عرض کرونگا - کہ یہ انصاف کا خون کرنا وید سے سیکھا ہے یا کسی اور جگہ سے - کہ کوئی کچھ کہے اور آپ اسے کچھ اور بیان کریں - کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے - کیا یہی وید کا انصاف ہے - یا کہ یہ وید کا تعصب ہے - اگر میرے جواب میں یہ بیان کیا جاوے کہ نہیں تو میں کہونگا - کہ آپ راستی پسند کسطرح ہو سکتے ہیں - دو شخص کسی معاملہ میں جھگڑا کر رہے ہیں - آپ اگر تم

دیکھو جہگڑا اچھا نہیں ہیں تمہارا فیصلہ کر دیتا ہوں - اور چونکہ تم دونوں کی دلایل یہ ہیں اس کے مطابق
میں یوں فیصلہ کرتا ہوں حالانکہ آپنے دونوں فریقوں میں سے ایک کا بیان ہی نہیں سنا
تو کیا کوئی عقلمند کہ سکتا ہے کہ آپ نے انصاف سے کام لیا ہے - یا یہ کہ آپنے ایک لغو کام
کیا ہے - جسکا کوئی نتیجہ نہیں ہے - کیونکہ ایسا فیصلہ کبھی قابل تسلیم نہیں ہوتا - جو بلا کسی قسم کے
بیانات سننے کے کیا جاوے - مانا کہ ویدک بیانات کو کوئی سن یا پڑھ نہیں سکتا - مگر
قرآن مجید تو ہر ایک کے پڑھنے کے لئے موجود ہے - مینے بعض دفعہ اس معاملہ میں غور کیا ہے -
کہ کیا وجہ ہے - کہ وید کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا - اور قرآن کریم سب کے سامنے کہلا
ہے - تو مجھے معلوم ہوا کہ وید اس لائق نہیں کہ دنیا کے سامنے پیش ہو سکے کیونکہ خطرہ ہے
کہ اسپر بہت سے اعتراضات وارد نہ ہوں اس کے برخلاف قرآن شریف جو سچائیوں سے
بھرا ہوا ہے سب کے سامنے کہلا ہے اور گویا زبان حال سے کہتا ہے - کہ مجھ میں سے کوئی
نقص نکالکر دکھلائے - کوئی ہے - جو میرے مقابل پر آسکے - دیکھو تمہارے جیسے لغو
معترضوں کا منہ بند کرنے کے لئے اس نے پہلے سے کہدیا ہے - انما التوبة علی اللہ
للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاولئک
یتوب اللہ علیهم وکان اللہ غفورا رحیما - ولیست التوبة للذین یعملون
السیاٰت حتّٰی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الاٰن والذین
یموتون وهم کفار اولئک اعتدنا لهم عذابا الیما - (ترجمہ) دیکھو
جس کے لئے صاحب مضمون لکھتے ہیں کہ تم پاک صاف ہو سکتے ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے - ہم نے انکے لئے دردناک عذاب رکھا ہے - اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ توبہ کا
ہونا بہت ضروری ہے - بغیر توبہ کے نجات ناممکن ہے - کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے - کہ
آریہ مت میں نجات ممکن ہے - ہرگز نہیں کیونکہ مثلاً ایک روح جو انسان کی جون میں ہے - تو فرض کرو
ہے کہ وہ بدیاں کرے - اور نہیں تو پانی میں کیڑوں کو کہائے اور ہوا میں ہی چھوٹے چھوٹے
کیڑوں کا شکار کرے - ممکن ہے وہ چلتے وقت حکم دے کہ میرے چلنے سے پہلے سڑک کی
صفائی کر دیا کرو - تاکہ کوئی میرے پاؤں سے کوئی کیڑا وغیرہ کچلا نہ جاوے - مگر یہ ناممکن ہے

که ایسا ہو۔ اگر ہو بھی جاوے تو جو سڑک کو صاف کرنیوالوں کے پاؤں سے کیڑے مارے جائینگے انکا عذاب کسپر ہوگا۔ کیا حکم دینے والا گرفتار نہ کیا جائیگا۔ تو کیا ممکن ہے کہ انسان کی جون سے کسی اچھی جون میں جا سکے۔ کوئی صورت نہیں کہ کوئی جون اعلےٰ صورت اختیار کر سکے جس سے صاف نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ اس صورت میں نجات نا ممکن ہے مگر اسلام نے انسان کو ضعیف دیکھکر توبہ کا دروازہ کھولدیا ہے توبہ کے یہ معنے نہیں کہ زبان سے کہدیا میں توبہ کرتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ سے وعدہ کرنا ہے کہ میرے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دے میں آیندہ گناہ نہ کرونگا۔ بلکہ بجائے گناہ کے نیکی کرونگا۔ جو اس عہد پر عمل کرے وہ بیشک اسبات کا مستحق ہے۔ کہ اسکی گذشتہ غلطیوں کو عفو کی نظر سے دیکھا جاوے۔ اس کے بعد راقم مضمون اسطرح گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ہر ایک محقق کے لئے یہ بات بھی بتلا دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہ وعظم برہانہ کی وحدانیت اور اسکے مالک و خالق ہونیکے متعلق جس قسم کی تسلی بخش تعلیم وید مقدس دیتا ہے۔ ویسی دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نظر نہیں آتی۔

اس عبارت میں نامہ نگار صاحب کے تین دعوے ہیں۔ اول یہ کہ وید نے اللہ جلشانہ کے مالک ہونیکے متعلق دوم خالق ہونیکے متعلق سوم واحد ہونیکے متعلق لاثانی تعلیم دی ہے اسبات میں میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ کہ بیشک وید کی اس تعلیم جیسی کسی اور مذہب کی تعلیم نہیں ملیگی۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ وید کی یہ تعلیم دوسرے مذاہب سے اچھی ہے۔ یا بری۔ بے سوچے سمجھے نامہ نگار صاحب اس سوال کے جواب میں فوراً کہدینگے۔ کہ میرا مطلب عمدہ تعلیم سے ہے نہ خراب سے مگر شاید آپکے لئے یہ خبر بہت ہی رنجدہ ہوگی۔ کہ وید کی تعلیم اس حصہ کے متعلق ایسی ردی ہے جس سے بڑھکر ردی ہونا ناممکن ہے۔ گو میرے اطلاع دینے سے پہلے آپکو معلوم ہوگا کہ اس حصہ میں وید کی تعلیم بالکل ناقص ہے اگر نہیں تو جواب سنو۔

اول۔ مالک ہونیکے متعلق۔ خدا تعالیٰ وید کے رو سے ایسا مالک ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں روحیں خود بخود اپنی کرتوتوں کے مطابق جونیں بدلتی ہیں۔ پھر تو ہمیں معمولی مجسٹریٹ سے مدرسہ میں معمولی مدرس اور ایک دوست اپنے دوست کے گناہ بخش سکتا ہے۔ اور عفو کام لے سکتا ہے۔ مگر وید کے خدا کا مالک ہونا کچھ ایسا محدود ہو گیا ہے۔ کہ کسی کا کوئی

قصور بخشش ہی نہیں سکتا۔ پھر چونکہ اس کے اپنے ہاتھ میں کچھ ہی نہیں اسکا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ
روحوں کے بدلنے کے تماشے دیکھتا رہے اسلئے نکتی دینے کیوقت روح کا ایک گناہ رکھ لیتا ہے،
جو میرے خیال میں تو یہ حالت ہی ناممکن ہے۔ تاکہ پھر اس روح کو دنیا میں جونوں کی تبدیلی کے
لئے بھیجا جاسکے کیونکہ اسکو خیال ہے کہ کہیں تمام روحیں میرے قابو سے نہ نکل جائیں۔ اور
میں انکی تبدیلی کا تماشہ دیکھنے سے محروم رہجاؤں۔

دوم۔ صفت خالقیت کے متعلق۔ اسکو اختیار نہیں کہ کچھ نئی چیز پیدا کرسکے۔ ہاں روحیں
انادی اور اجسام انادی ہیں۔ انکا جوڑ جاڑ کرنا خالق کا کام ہے۔ انسان کو اختیار ہے
کہ پانی کو ہوا کی صورت میں اور ہوا کو پانی کی صورت میں تبدیل کردے۔ ویدک خدا کو اختیار
نہیں کہ روح کی صورت بدل سکے بلکہ وہ صرف ذرات کو جوڑ سکتا ہے۔ کیا یہی خالقیت ہے،

شرم شرم شرم

سوم۔ وحدانیت۔ بیشک یہ تعلیم ویدک رد کی لاثانی ہے۔ کیونکہ آگ تک خدا کے ساتھی
اور پرستارک لائق ہے آریہ صاحبان اگنی کے کچھ ہی معنے کریں۔ مگر ہرگز ہرگز وہ اس بات کا
ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ اسجگہ اگنی کے یہی معنے ہیں۔ اگر آپ اسکی گواہی چاہتے ہیں۔ تو مختصر
تاریخ ہند جو مدرسوں میں پڑھائیجاتی ہے اگر یقین نہیں تو دیکھو مختصر تواریخ ہند مصنفہ لتھبرج صاحب جو اسکی بہت
عمدہ گواہی دیتی ہے کہ ویدمیں اس قسم کی تعلیم نہیں ہے۔ اور چھوڑ دو۔ روح و ذرات تو خدا تعالیٰ
کیطرح ازلی ہیں۔ پھر وحدانیت کے کیا معنے۔ خدا کے لئے کچھ تو غور کیا ہوتا۔ آگے چل کر
آپ تحریر فرماتے ہیں "اگر کسی مذہب میں کچھ پایا ہی جاتا ہے۔ تو وہ سب موجدان اسی خرمن
کے خوشہ چین ہیں کون اس بات سے منکر ہو سکتا ہے کہ دنیا کے موجودہ مذاہب کی تعلیم میں کوئی
ایسی نئی بات نہیں پائیجاتی جسکی تعلیم وید مقدس نے ہی ویدک روشن کی مدد سے کھولا ہے،
اور جو مذاہب آج دنیا میں سربرآوردہ نظر آرہے ہیں سب کے سب اسی قدیم ویدک دہرم سے
نکلے ہوئے ہیں جو رفتہ رفتہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے آریہ دہرم کے چشمہ زندگی سے کوسوں
دور جا پڑے۔ مثلاً اگر کوئی ان سے یہ امر دریافت کرے کہ تمہارا بطن در بطن کہاں سے
تعلق ہے تو انکی زبان مبارک سے (جیسا کہ آپ کہ رہے ہیں حالانکہ تاریخ نہ گواہی دیتی،

اور نہ دیسکتی ہے کہ کبھی عرب میں آریہ مذہب پھیلا ہو) یہی لفظ سنائی دیگے کہ ہمارے بزرگوار آریت (خدا اس سے محفوظ ہی رکھے) کے ہی پیرو تھے - اور ہم نالایق برخوردار (ہرگز ہم نہیں بلکہ یقیناً یقیناً آپ ایسے ہیں - جو اسلام جیسے پکّا اور سچّے مذہب کو چھوڑ رہے ہو) اپنی غلط کاریونکی سزا بھگت رہے ہیں - اس لمبی عبارت میں یہ ذکر ہے کہ ابتدا سے ویدک دہرم ہے اور سب مذہب اسی سے ہی نکلے ہیں - اور ہمارے بزرگ آریہ تھے - اور سب کچھ آریہ دہرم میں ہی پایا جاتا ہے - گو ان تمام باتونکا جواب میں پہلے مختصر طور پر عرض کر آیا ہوں - لیکن اسجگہ کچھ بیان کر دینا دور از مصلحت نہ ہوگا - یہ بات کہ ابتدا سے آریہ مذہب ہے بالکل غلط ہے - کوئی تاریخ گواہی نہیں دیتی کوئی کتبہ گواہی نہیں دیتا کوئی پرانی کتاب گواہی نہیں دیتی - انکا خود وید نہیں کہتا کہ میں ابتدا میں آیا ہوں ہاں آج سے قریباً پچاس ساٹھ برس پہلے ایک شخص نے یہ دعوی کیا کہ یہ مذہب ابتدائے آفرینش سے ہے - ہم اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لئے اسوقت تیار ہوتے جبکہ ہمیں کوئی ثبوت ملجاتا - میں کہتا ہوں کہ اسلام سب سے پہلے کا مذہب ہے - اور میں اس دعوی کو قسم سے موکد کرتا ہوں - اگر اتنی جرأت بھی ہے تو قسم کھاکر ہی دکھلائے - دیکھو یہ مت سمجھو کہ اسلام تیرہ سو سال سے ہے تمہیں خبر نہیں اور نہ تم جانتے ہو کہ اسلام کیا ہے اسلام کے معنے ہیں فرمانبرداری - جس نے خداتعالی کی فرمانبرداری ٹھیک طور پر کی وہ اسلام میں داخل ہے - اب بتلایئے کیا اچھا ہونکی حیثیت سے لاثانی ہے - یا برانا ہونے کی حیثیت سے - بیشک اب میں مان لیتا ہوں کہ ویدکی تعلیم تسلی بخش ہے - کیونکہ اسکو پڑہکر بہراسیات کی تسلیم کرنیکی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور قطعاً نہیں رہتی کہ کوئی خدا مالک خالق اور واحد بھی ہے - یا کبھی ہو بھی سکتا ہے -

ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے - میرا ایمان ہے وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے - اس لحاظ سے میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ وہ رشی بھی جو بقول آریہ صاحبان بالکل ابتدائے آفرینش میں تھے گو اس کا ثبوت بہم پہونچانا کہ وہ ابتدائے آفرینش میں تھے - راقم مضمون کا ذمہ ہے - اسلام کی فطرت پر پیدا ہوئے اسوقت اسلام ہی تھا جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے ایک نیا مذہب نکالا - پھر میں کہتا ہوں کہ جتنے انبیاء تھے وہ اسلام ہی لیکر آئے تھے گو انکے نام یہودی عیسائی رکھے گئے مگر دراصل وہ سچا مذہب اسلام ہی لائے تھے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام

ایک جگہ خط لکھتے ہیں انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان لا تعلوا علی واتونی مسلمین۔ اگر آپ مسلمان نہ تھے تو دوسروں کو مسلمان ہونے کی کسطرح تاکید کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں اسلمت لرب العلمین اور اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہیں لا تموتن الا وانتم مسلمین۔ اگر اسلام نہ تھا تو کس اسلام کی وصیت کرتے تھے پھر جہاں یہ جھگڑا ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس مذہب کے تھے۔ تو خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام دعا کرتے ہیں توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین۔ پھر فرماتے ہیں وقال موسی یقوم ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین۔ پھر فرعون اپنی ہلاکت کے وقت کہتا ہے کہ امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا مسلمین۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی ابتدا سے ہے لیکن مختلف انبیاء کے مختلف پیرؤں نے اسکو مختلف رنگوں میں ظاہر کیا اور چونکہ اسلام کو اصل حالت پر نہ رہنے دیا۔ اسلئے ان کے مذہب کے مختلف نام رکھے گئے چنانچہ اب عیسائی یہ کہنے کے لئے تیار ہوگئے کہ اگر یہ اسلام ہے جو اسوقت ہمارے سامنے پیش ہو رہا ہے تو ہمارا مذہب ہی اسلام ہی ہے۔ جیساکہ کارلائل وغیرہم نے کہا ہے کسی غیر مذہب والے کا یہ تسلیم کر لینا کہ ہمارا مذہب درحصل اسلام ہی ہے اسلام کی صداقت کا کیسا بین ثبوت ہے۔ الغرض۔ خدا تعالیٰ نے آخر میں اسلام کو مکمل کرنے کے لئے اپنے پیارے رسول اکرم محمد مصطفےٰ (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور انکے ہاتھ سے اسکی تکمیل کی۔ یہ صحیح ہے کہ راقم مضمون اسوقت یہ کہیگا کہ تاریخی ثبوت اسبات کا کوئی نہیں قرآن کریم کو ہم نہیں مان سکتے اس کے جواب میں باد ب یہ عرض کیا جائیگا۔ کہ کیا اسبات کا کوئی تاریخی ثبوت ہے کہ آریہ مذہب ابتدا سے ہے ہاں اگر آپ کے اور میرے دعویٰ میں فرق ہے تو صرف یہ ہے۔ کہ آپکی کتاب بھی یہ دعوے نہیں کرتی کہ جو مذہب میں پیش کرتی ہوں وہ ابتدائے آفرینش سے ہے۔ برخلاف اس کے اسلامی کتاب بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ میں اسلام لیکر آئی ہوں

جو بالکل ابتدا سے ہے۔ کما قال تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اگر راقم مضمون سے مجھسے تاریخی ثبوت طلب کرے تو مجھے مندرجہ ذیل امور کا تاریخی ثبوت دے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ سے گواہی دونگا کہ اسلام ہی ابتدائے آفرینش سے ہوا ہے۔ وہ سوالات جنکا میں تاریخی ثبوت چاہتا ہوں یہ ہیں۔ (۱) کیا وید ابتدائے آفرینش میں ہوئے ہیں۔ (۲) ابتدائے آفرینش سے آنکی کیا مراد ہے (۳) وید کسطرح اترے ہیں (اگر لکھے ہوئے تو کس چیز پر (۴) جنپر اترے ہیں وہ کون تھے یعنے انسان حیوان جن (۵) رشی کون تھے انکی مختصر تاریخ انکی بارکے نام وہ کہاں کے رہنے والے تھے۔ کہاں سے آئے وہ کیا کیا کرتے تھے۔ (۶) رشی کتنے تھے (۷) رشی نیک تھے یا بد (۸) رشیوں کو خدا نے تمام انسانوں پر کیوں ترجیح دی کیا یہ ظلم نہیں ہے (۹) رشیوں نے اپنے وید کس کے سپرد کئے (۱۰) یہ وید لکھے کب گئے اور اگر رشیوں کے کچھ مدت بعد لکھے گئے تو لکھنے کے وقت تک کسطرح محفوظ رکھے گئے (تلک عشرۃ کاملہ)

اب میں امید کرتا ہوں کہ ان دس سوالات کا جواب آپ جلد بیان فرمائیں گے تاکہ مجھے کچھ اور عرض کرنیکی جرأت ہو۔ اسکے بعد اس سوال کے حل کرنیکی ضرورت نہیں کہ سب مذاہب اسی کے خوشہ چین ہیں۔ کیونکہ جنکو خوشہ چین بتایا گیا وہ تو اس سے بہی پہلے ہونیکے مدعی بن بیٹھے۔ فرمایئے کیا آپ خود کردہ اعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں یا ہم ایک اور صورت ہے۔ وہ یہ کہ بطور تنزل ہم نے مانا کہ اگرچہ اسکا ثبوت ناممکن ہے) وید ابتدائے آفرینش میں آئے۔ مگر اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ سب مذاہب اسی سے نکلے ہیں۔ اول تو تاریخ گواہی نہیں دیسکتی کہ یہ مذہب کبھی بہی عرب میں گیا ہو کیونکہ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ وید کا کبھی کسی زبان میں نہ ترجمہ ہوا ہے اور نہ ہوسکیگا ہاں اب کچھ حصہ کا ترجمہ بھاشہ اور اردو میں ہوگیا ہے۔ شائد اسمیں ویدک خدا کی یہ حکمت ہو کہ وید دنیا کے سامنے پیش ہونیکے لایق نہیں ہے اسلئے بہتر ہے کہ اسکو ترجمہ کر کے دنیا کے سامنے نہ پیش کیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہوگی کہ یہ اسوقت تک دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا پھر ایک اُمی شخص کسطرح اس سے کچھ اخذ کرسکتا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ وید ایک ایسے مذہب کی تعلیم دیتا ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے سو ویدک مذہب انسان کیلئے نہیں ہے۔ چنانچہ یہی بڑا باعث ہے کہ لالہ دیانندجی مہاراج جیسے مہاشہ بہی (جن کے نام کے آگے شری ۱۰۸ لکھا ہوا ہوتا ہے جسکا مطلب راقم مضمون بیان کریگا) وید کے سچے مطیع

نہ بن سکے اور میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ آج کوئی پکا آریہ ہو کر ہمیں اسبات کا ثبوت نہیں دیسکتا کہ ویدک مذہب سچا مذہب ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ آریوں کے اصول اس قسم کے ہی نہیں کہ کوئی انپر کاربند ہو سکے۔ چنانچہ میں اس شخص سے انہی سوالات کا جواب طلب کرونگا جو آریونکی عالمگیر اصول" والی سرخی کے نیچے بیان کر آیا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library

راقم مضمون اس سے آگے چلکر اسلام پر حملے شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ انکا پہلا حملہ یہ ہے کہ وید مقدس یہ نہیں بتلاتا کہ اللہ جلشانہ عرش پر تشریف فرما ہے۔ اہل اسلام کیطرف سے اس کا ہزارہا دفعہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ عرش کے یہ معنے نہیں کہ لکڑی یا کسی اور دہات کا تخت ہے۔ بلکہ جیسے کسی با اختیار بادشاہ کو کہا جاتا ہے کہ آجکل فلاں بادشاہ تخت پر ہے اسکے یہ معنے نہیں کہ وہ رات کو سوتا ہی نہیں ہمیشہ تخت پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ حکومت کرتا ہے۔ اسیطرح خدا تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے کے معنے ہیں کہ حکومت اس کے ہاتھ میں ہے مجھے تعجب ہے کہ آریہ لوگ خود ذرا ذرا سی بات میں استعارے سے کام لیتے ہیں اور ایسے اہم مقامونپر استعارہ استعمال کرتے ہیں کہ مطلب بالکل برخلاف ہو جاتا ہے گویا استعارہ بنا ہی انکے لئے ہے کیا کوئی عقلمند بتا سکتا ہے کہ کبھی کسی نے آگ کو بھی خدا کہا ہے۔ مگر جب ہم کسیجگہ استعارہ استعمال کریں۔ اگرچہ تمام دنیا اسکو دنیاوی گفتگو میں استعمال کرتی ہو ہرگز ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔

دوسرا اعتراض جو راقم مضمون نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا اپنے دوستوں سے باشوق گاہے گاہے ملاقات بھی کیا کرتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب سے پہلے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ تین شخص ہیں۔ مثلاً زید۔ بکر۔ عمر۔ بکر اور عمر کہتے ہیں کہ زید ہمارا دوست ہے۔ کسی بات پر بکر اور عمر جھگڑ پڑے بکر کہتا ہے کہ زید میرا دوست ہے اور عمر کہتا ہے کہ زید تیرا دوست ہرگز نہیں میرا دوست ہے کیونکہ اس نے میرے بچپن کے زمانہ میں مجھسے ایکدفعہ ایک بات کی تہی اور وہ کسی اور سے نہیں کرتا۔ اس کے جواب میں بکر کہتا ہے کہ نہیں وہ میرا دوست ہے۔ کیونکہ تجھسے تو ایکبات کہی تہی اور مجھسے وہ ہر روز بولتا ہے۔ اور میرے پاس اسکی بولنے کی ثبوت ہیں۔ تو کیا بکر حق بجانب ہوگا یا عمر۔ میرے خیال میں یقیناً بکر حق بجانب ہوگا۔ یعینہٖ یہی مثال اسلام اور ویدک مت کی ہے۔ اسلام کا دعوےٰ ہے۔ کہ وہ خدا جسکی طرف سے میں آیا ہوں۔ انسان سے مخاطب ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اسکا سچا پیرو بنے اور ویدک مت کہتا ہے اب تمہیں خدا ہرگز ہرگز نہیں ملسکتا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔

راقم مضمون نے اسکو اعتراضی رنگ میں پیش کیا ہے کاش کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے اپنے ویدک تعصب کو چھوڑ کر غور کرے کہ کیا سچا مذہب وہ ہونا چاہیئے کہ جسمیں داخل ہو کر انسان اس خدا کو مل سکے جسکی طرف سے مذہب کو ہونیکا دعوےٰ ہے۔ یا وہ جو کہتا ہے کہ اسکو تم مل ہی نہیں سکتے جسکی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں مگر مجھے امید ہے کہ ویدک تعصب آپ کو ہرگز اجازت نہیں دیسکیگا کہ انصاف کی نظر سے دیکھیں۔

آگے چلکر نامہ نگار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وید یہ نہیں بتاتا کہ خدا مکار و مکار ہے۔ اگر وید کی یہ تعلیم نہیں تو کس مذہب کی مقدس کتاب میں ہے۔ اس عبارت کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وید میں اس قسم کی تعلیم نہیں بلکہ اس عبارت سے کسی کتاب پر حملہ کیا گیا ہے جسکا نام فرقان حمید ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد لفظ واللہ خیر الماکرین پر ہے اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ اعتراض بالکل تعصب اور ہٹ دہرمی سے کیا گیا ہے۔ کاش کہ اس اعتراض کرنیسے پہلے آپ یہ معلوم کر لیتے کہ عربی زبان میں مکر کے کیا معنے ہیں۔ اگر فریب اور دہوکے کے معنی ہیں تو مکر السئی اور مکر الخیر میں کیا فرق ہے۔ کیا کوئی نیک دہوکہ بھی ہوتا ہے۔ اے کوتاہ اندیش دیکھ اپنی آنکھیں کھول و تعصب کو دور کر پھر دیکھ میں کیا کہتا ہوں۔ عربی زبان میں مکر کے معنے ہیں تدابیر کوئی اچھی تدبیر ہو یا بری ہو۔ لفظ مکر مطلق تدبیر کے لئے ہے۔

اب اس کے ظاہر کرنے کے لئے کہ تدبیر اچھی ہے یا بری ہے لفظ سئی اور خیر یا کوئی اور اسی قسم کا لفظ لگایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے یا برے میں غور کر کے دیکھو اور تم قرآن کریم میں کہیں نہ دکھاؤ گے کہ اللہ تعالےٰ بڑا مکار ہے بلکہ جہاں ہوگا خیر کے معنوں میں ہوگا جو تو آیت پیش کرنا چاہتا ہے وہاں بھی خیر الماکرین یعنی تدبیر کنندہ ہے۔ پر کیسی تدبیریں کرتا ہے وہ جنمیں خیر و برکت ہو۔ کاش کہ آپ آنکھیں کھولیں اور اپنے خدا کو دیکھیں کہ وہ کیسا مکار ہے۔ کہ جب کسی روح کو نجات دہندوں میں شامل کرنا چاہتا ہے تو کس دہوکہ دہی سے اسکا ایک گناہ رکھ لیتا ہے۔ تاکہیں وہ اسکے قبضہ میں سے نکل نہ جاوے پھر بعض دفعہ یہی ہوتا ہوگا کہ کسی لڑکے کی ماں مر کر پھر عورت کی جون میں آجاتی ہوگی جس سے اس لڑکے کی شادی ہو جاتی ہوگی اسطرح گویا دہوکہ دہی سے اپنی والدہ سے زناہ کرواتا ہے۔ اب بتلائے آپ کا خدا دہوکہ باز ہے یا اسلام کا خدا جو ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اسکو کبھی دہوکہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

پھر آگے چلکر راقم مضمون عیسا یونیز اعتراض کرتے ہیں جنکا جواب دینا انکے ذمہ ہے ہاں ذرہ آگے بڑھکر پھر اسلام پر حملہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وید کہتا ہے کہ خدا کے ہاتھ نہیں ہوتے۔ کاش کہ آپنے ہاتھوں کا

مطلب سمجھا ہوتا قرآن کریم میں ہے ید اللہ فوق ایدیہم یعنی صحابہ کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے یعنی بیعت کیوقت صحابہؓ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم رسول (صلعم) سے معاہدہ کرتے ہیں اور اسکے ہاتھ پر بکتے ہیں۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے جسمانی ہاتھ ہوں۔ عام بات ہے کہ جب کسی ایسی چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ جسکا کوئی جسم نہ ہو۔ تو اسکو ایسے پیرایہ میں کہتے ہیں۔ جو جسمانی چیزوں کے ہوتا ہے کیونکہ انسان کا ہر وقت جسمانی اشیاء سے تعلق رہتا ہے۔ ایک ایسی چیز کا ذکر اسکی سمجھ میں مشکل سے آسکتا جسکا کوئی جسم نہ ہو۔ اسلئے استعارہ کے رنگ پر اسکا جسم تسلیم کیا جاتا ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ زید کا کام خوب چل رہا ہے۔ یہ تو بیوقوف ہی جانتا ہے۔ کہ کام کے پاؤں تو نہیں جس سے وہ چل سکے۔ اسیطرح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ہے۔ چونکہ وہ لیس کمثلہ شئی ہے۔ اسلئے استعارہ کے رنگ پر اسکا ہاتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایکجگہ فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم یعنی رسول کریم صلعم سے بیعت کرتے ہوئے یہ مت سمجھو کہ تم رسول کے ہاتھ پر بک رہے ہو۔ بلکہ دراصل تم خدا تعالیٰ کے کے ہاتھ پر اپنے آپکو بیع کر رہے ہو۔ اسیطرح ایک جگہ ہے۔ وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ اسجگہ اگر ہاتھ ہی تسلیم کئے جائیں۔ تو کیا یہ سمجھا جائیگا کہ رسے کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندھے ہوئے نہیں کیونکہ ینفق کیف یشاء (خرچ کرتا ہے جسطرح چاہتا ہے) اس سے معلوم ہو گیا کہ بند کہنا بھی استعارہ کا ہی رنگ ہے۔ پھر میں حیران ہوں کہ آریہ لوگ کسطرح تعصب سے استعارہ پر بھی اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ پھر خاصکر ایسی صورتمیں کہ وہی باتیں انکی ستیارتھ پرکاش میں بھی موجود ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۶ "پرمیشر کے ہاتھ نہیں لیکن وہ اپنی طاقت کے ہاتھ سے سبکو بناتا اور پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں نہیں لیکن سب جگہ موجود ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ اسکی آنکھیں نہیں لیکن سبکو بخوبی دیکھتا ہے۔ اس کے کان نہیں تاہم سبکی باتیں سنتا ہے۔ اسکا انتہ کرن نہیں لیکن سارے جہان کو جانتا ہے" اب فرمایئے ابھی آپکی تسلی ہوئی کہ نہیں دیکھیے ستیارتھ پرکاش صرف یہی نہیں کہتی کہ اسکی قدرت کے ہاتھ ہیں بلکہ وہ تو کہتی ہے۔ اسکی قدرت کے سب اعضاء ہیں۔ براہ کرم تعصب کو ذرا دور کرکے غور فرمائیں۔ اور نہیں تو اپنے پرمیشر سے ہی ڈریں جو ذرہ سا گناہ بھی بخش نہیں سکتا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں آدم علیہ السلام

کی مٹی (خدا نے) اپنے ہاتھوں سے گوندھی تھی۔ اور اسبات پر اعتراض کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ یہ آپ پر ہی چوٹ لگتی ہے۔ جس کے بعد آپکا مذہب پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور آپ سے اسکا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ دیکھو اس کے یہ معنے ہیں کہ تم یہ خیال مت کرو کہ تم خود بخود پیدا ہوگئے ہیں (جیساکہ وید کی تعلیم ہے) بلکہ ابتدا سے خدا تعالیٰ کی طاقت سے تم پیدا ہوئے ہو۔ جو آدم ہے یعنی جس سے آدمی کی موجودہ نسل چلی ہے اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے (اپنی قدرت سے) بنایا۔ آریوں کی طرح ازل سے اسکی روح نہ تھی۔ ایک طرف وید کہتا ہے۔ روح ازل سے ذرات ازل سے خدا انکو صرف جوڑتا ہے۔ دوسری طرف ستیارتھ کہتی ہے۔ وہ اپنی طاقت کے ہاتھ سے سبکو بناتا اور بگڑتا ہے۔ نہ معلوم اس اختلاف کے کیا معنے ہیں شائد کوئی دیانندی (اور نہیں تو خود راقم مضمون) ہی سمجھاوے۔ کہ اس اختلاف میں اسطرح سے تطابق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ صرف جوڑ نہیں تو کوئی قدرت نہیں۔ شائد قدرت کا ہاتھ کسی اور جگہ کام آتا ہو۔

اسجگہ تک مینے مخالف کے مضمون کا با ترتیب جواب لکھا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراضوں کی بوچھاڑ تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ آگے چلکر پھر انہی اعتراضات کا بیان کرتا ہے جنکا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں اور نہ اس پاک رسالہ میں جس کے لئے یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اتنی گنجائش ہے۔ کہ ایک فضول بحث کا بار بار اعادہ کیا جاوے اسلئے اسکے بقیہ مضمون میں سے میں اپنے ناظرین کے سامنے صرف وہ باتیں پیش کرونگا۔ جنکا جواب پیچھے نہ گذر چکا ہو۔

راقم مضمون لکھتا ہے۔ اگر کسی موجودہ مذاہب کا پیرو آریہ دہرم ...... میں داخل ہونا چاہے تو اسے پہلے اس گیتی ناپائدار کی لذات نفسانی کو یکلخت ترک کرنا پڑتا ہے ...... یہ دستور العمل اسکا ہوتا ہے کہ ناپاک رہنے والوں کے ہاتھ سے پانی پینے تک عار سمجھتا ہے۔

یہ ایک بات پیش کیگئی ہے۔ کہ انسان آریہ دہرم میں داخل ہوتے ہی تمام گناہوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم نے تو آجتک نہیں سنا کہ فلاں شخص نے اپنے آپکو پکا آریہ ثابت کر کے دکھایا۔ جب کوئی (خود باوا دیانند بھی) اپنے آپکو آریہ نہیں کہلا سکتا بلکہ اودنی آریہ بھی کیونکہ اُس نے اور انکے پیرؤں میں سے کسی نے دو سو سال کی عمر بھی نہیں پائی۔ تو پھر کسطرح ممکن ہے،

کہ آریہ دھرم میں داخل ہو کر آدمی گناہ چھوڑ دیتا ہے۔ میرا دوست اسباب کی کوئی مثال بیان کرے کہ فلاں شرابی تھا وہ آریہ ہوا۔ اور آریہ ہوتے ہی اس نے فوراً شرابخوری چھوڑ دی۔ غرض یہ ایک بات ہے جسکا ثبوت نہیں۔ اسلئے مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔

راقم مضمون گوشت خوری پر اعتراض کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا اعتراض ہے جو خود آریہ کے ایک حصہ پر بھی پڑتا ہے۔ آپکے اسباب کے بیان کرنیسے کہ انسان آریہ بنتے ہی گوشت خوری چھوڑ دیتا ہے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ جناب کو یہ بھی علم نہیں کہ ایک ماس پارٹی بھی ہے۔ میرا حق ہے۔ کہ میں یہ کہدوں کہ پہلے فیصلہ کرو کہ آریہ مت کی رو سے گوشت خوری جائز ہے کہ نہیں۔ جب یہ فیصلہ تم آپسمیں کرلوگے۔ پھر اس کا جواب دونگا۔ مگر میں صرف اتنی بات کہکر کنارہ کشی کرنا نہیں چاہتا گوشت خوری ایک ایسا مضمون ہے۔ جسپر کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ پھر میری ایک دو باتیں انکے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہیں تاہم میں کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔

۱۔ کوئی انسان نہیں جو گوشت خوری نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی آریہ ہو کر گوشت خوری نہ کرے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کیا کوئی آریہ ہوا نہیں کہاتا۔ یا پانی نہیں پیتا۔ اگر پیتا ہے اور یقیناً پیتا ہے تو کیا وہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں کا گوشت نہیں کہاتا جو ہوا اور پانی میں ہیں۔ اس سے اتنا نتیجہ نکلتا ہے کہ گوشت خوری ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان کبھی بھی بچ نہیں سکتا۔

۲۔ لڑائی کیوقت ایک بادشاہ کیلئے ہزارہا جانوں کو قربان کیا جاتا ہے۔ کوئی نہیں کہتا بادشاہ نے ظلم کیا کہ اپنی خاطر ہزارہا انسانوں کو مروا دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فطرت میں ہے۔ کہ ہمیشہ اعلےٰ کے لئے ادنیٰ چیزیں ہلاک ہوتی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اسپر قربان کیجاتی ہیں۔ اسطرح چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے باقی تمام مخلوق اسپر قربان ہونے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اگر اس نے انکو قربان کیا جو انکے لئے بنائی گئی تھیں تو کونسا گناہ کیا۔ اگر یہ ظلم ہے تو بیلوں کو کام میں لگانا گھوڑوں کو استعمال کرنا ظلم نہیں۔ اگر کہو انکو خوراک دیجاتی ہے۔ اور چونکہ خوراک پر انسان کچھ خرچ کرتا ہے۔ یہ اسکے بدلہ میں کچھ کام لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا یہ خریدتے وقت ایک کثیر رقم خرچ نہیں کرتا۔ پھر اس سے کیا نفع لیتا ہے بجز اس کے کہ اسکو ذبح کرے۔

۳۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ گوشت خوری سے انکار کرے۔ تو اسے چاہئے کہ کوئی ایسی سبیل نکالے

جس کے مطابق وہ بدون کھانے پینے کے رہ سکے۔ آریہ اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام درختوں اور پھلوں وغیرہ میں روح ہوتی ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ گیہوں کو کاٹنا کیوں روا سمجھتے ہیں۔ یا چنوں اور سرسوں کے ساگ پر کیوں پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ حیوانوں پر ظلم تو اسلئے کہتے ہو کہ انمیں روح ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مردہ جانور سے جسکی روح نکل گئی ہو۔ کوئی بدسلوکی کرے تو تم ہرگز نہیں کہنے کہ ظلم کیا۔ غرض روح ایک چیز ہے۔ جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں پر ظلم ہوا اگر یہی روح گیہوں۔ چنوں۔ سرسوں وغیرہ ہر ایک چیز میں موجود ہے۔ تو یاد رکھو کہ جسطرح تم جانور کو ذبح کرنا معیوب سمجھتے ہو۔ اسیطرح سب کچھ کھانا پینا مکروہ ہوگا۔ میرے خیال میں ایسے موقعہ پہ صرف تین دلائل ہی کافی ہیں۔ ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

پھر لکھتا ہے۔ غرضیکہ جملہ برے افعال کو جنہیں قبل ازیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا انکو نیست و نابود کر دینا پڑتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کیونکہ جو شخص زنا کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا وہ کیوں آریہ ہوکر اسکو نہ چھوڑیگا۔ وہاں تو اس کے لئے نہایت عمدگی اور لطافت سے سامان مہیا ہے کیونکہ عزت میں فرق نہیں آتا بلکہ معزز ہوتا اور مقصود دلی (بالفاظ دیگر نیوگ) بھی حاصل ہو۔ جس مذہب نے گناہوں کو نیکی قرار دیا پھر کیوں نہ لوگ اسمیں گنہ چھوڑکر داخل ہونگے۔ اگر کوئی کہے کہ نیوگ کو زنا سے کیوں تعبیر کیا ہے تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ رسالہ نیوگ کا ملاحظہ کرے۔

پھر میرا مخالف شدھی کے لفظ پر بحث کرتا ہے "کہ شدھ کے معنے مصفے ہو چکے ہیں۔ مگر کوئی بتلا کر ہی دکھائے صرف شدھی شدھی کہنا کیا فائدہ دیتا ہے۔ ہمیں اسمیں کوئی خصوصیت نہیں دیکھتا۔ ایک دہریہ کہ سکتا ہے۔ میں شدھی یا مصفے ہوں۔ اسکو آریہ کیا جواب دیگا برخلاف اسکے مسلم کا لفظ ہے اس پاک لفظ کے معنے ہیں فرمانبردار جو خدا تعالٰی کا حکم آیا فرمانبرداری کی۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جسپر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ دہریہ اپنے آپکو مسلم نہیں کہ سکتا۔ کیونکہ وہ فرمانبردار نہیں۔ پھر اس لفظ کی ایک خصوصیت اور بھی بیان ہوئی ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ یہ ایک ایسی تعریف ہے جسکی وجہ سے راقم مضمون اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو دکھاتا ہے۔ غرض کہ مسلم ایک ایسا لفظ ہے جسکو کوئی مخالف اپنے پر لگا نہیں سکتا ممکن ہے یہ کہدے کہ میں فرمانبردار ہوں۔ لیکن اس تنک میں جاکر رہجائیگا۔ کہ المسلم من

سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔ جب انسان بالکل خدا تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جاتا ہے ۔ تو پھر گناہ کی اسمیں کہاں طاقت رہتی ہے ۔ گناہ تو ہوتے ہی نافرمانی سے ہیں ۔ جب ایک شخص فرمانبردار ہو گیا یعنی جو حکم ہوا اس کے مطابق کیا ۔ تو پھر گناہ کرنا تو الگ وہ تو اس کے خیال سے بھی بچتا رہیگا ۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جسکے مصداق ہزار ہا نہیں ۔ لاکھوں نہیں ۔ کروڑوں نہیں ۔ بلکہ ایک لامحدود تعداد تک اس کے مصداق گذر چکے ہیں اور اب بھی ہزاروں موجود ہیں ۔ اگر نمونہ چاہتے ہو تو آؤ دیکھو ۔ تمہارے بھائی یعنی قادیان کے آریہ بھی تسلیم کرتے ہیں ۔ کہ مرزا صاحب نے نشان دکھلائے ۔ اگر انکار کریں تو خدا کا عذاب قریب ہے ۔ جو جلد جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کر دیگا ۔ ایکدفعہ کسی نے لکھا تھا ۔ کہ ان آریوں نے نشان نہیں دیکھے اور یہ بات غلط ہے کہ یہاں کے آریہ مرزا صاحب کے نشانوں کے گواہ ہیں ۔ مرزا صاحب نے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ۔ آریوں نے بہت زور لگایا ۔ کہ حضرت یہ کتاب شائع نہ کریں ۔ مگر یہاں تو خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا تھا ۔ کتاب کب بند ہو سکتی تھی ۔ چنانچہ وہ کتاب بھی چھپ رہی ہے اسکے شائع ہونے پر پتہ لگ جائیگا کہ انکار اسطرح کیا کرتے ہیں ۔ اسکے مقابل پر لفظ شدھی کا سچا ہیرو اگر ڈھونڈیں تو ایک بھی نہیں سکتا ۔ کیونکہ کوئی چار سو سال کی عمر پاوے تو آریہ بن سکے ۔

پھر ایک جگہ راقم مضمون شدھی کی تعریف کرتا ہوا ۔ ایک باریک طور پر اسلام پر اسطرح سے حملہ کرتا ہے ۔ کہ جبر اور اکراہ سے شدھی کی تصدیق ناممکن ہے ۔ خیر یہ تو ایک دعوے ہے ۔ کیونکہ سچا شدھی اسوقت دنیا میں ایک بھی موجود نہیں کہ ہم یہ دیکھ سکیں ۔ کہ شدھی جبر و اکراہ سے ہو سکتا ہے کہ نہیں ۔ کیونکہ جب ایک شئے موجود نہیں تب اسپر بحث فضول ہے ۔ کہ یہ کسطرح ہو سکتی ہے ۔ اور کسطرح نہیں ہو سکتی ۔ جبر و اکراہ کہنے سے میرے مخالف کا مطلب صرف جہاد پر اعتراض کرنا ہے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ۔ آریہ کی کتابیں ایسی تعلیم سے ہرگز پاک نہیں جہاں دشمنوں سے بیجا سختیوں کا ذکر ہو ۔ میں تو اسکو جہاد بھی نہیں کہ سکتا ۔ کیونکہ جہاد کا پاک لفظ کوشش کے معنے رکھتا ہے یہ کوشش ہر ایک انسان کا فرض ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ تلاش کرنے کے لئے کرے ۔ باقی رہا کہ جہاد ظلم سے کئے گئے ۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ جب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ہوئے تو انکو ہتھیار اٹھانیکی اجازت ہوئی ۔ کما قال اللہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ۔ یعنی لڑائی کی اجازت دیگئی کیونکہ انپر ظلم کئے گئے اگر اعتبار نہیں تو موجودہ اسلام کی ابتدائی حالت کی تاریخ

دیکھو کسطرح مسلمانوں پر ظلم ہوئے۔ غرض شدھی ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعلق ہم یہ بحث
نہیں کر سکتے کہ وہ جبر و اکراہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ تجربہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسلم جبر و اکراہ سے کسی
صورت سے نہیں ہو سکتا۔ پھر لکھتا ہے "جہانتک راقم نے اپنے علم و تجربہ سے غور کیا ہے۔
اسے سوائے آریہ دہرم کے دنیا میں کوئی حقیقی مذہب نظر نہیں آتا کہ جسکی وہ پیروی کرے"
جہانتک مینے ان کے مضمون سے اندازہ لگایا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی مماثلت میں
آپ کے تجربہ اور علم کو کچھ بھی دخل نہیں۔ تجربہ تو یہ تھا کہ پہلے سچا مسلمان ہوتا۔ پھر اس کے بعد
آریہ بنتا۔ تب معلوم ہوتا کہ اسکو تجربہ ہوا۔ جب ایک شخص پورے طور پر مسلمان بنا ہی نہیں
تو تجربہ کیا معنے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اسلام کا سچا پیرو کبھی کسی دوسرے مذہب کو
اسلام پر ہرگز ہرگز ایک منٹ کے لئے بھی ترجیح نہیں دیسکتا۔ باقی رہا علم سو یہ تو بالکل صاف
ہے کہ وید کو سوائے چند شخصوں کے نہ کسی نے پڑھا۔ اور نہ امید ہے کہ پڑھے۔ بلکہ شائد
۵ فیصدی آریہ بھی یہ دعوے نہیں کر سکے۔ کہ ہم نے تمام وید پڑھا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا
تو ہمیں بھی تو کوئی وید پڑھا ہوا ملتا ہم نے بھی تو ہزارہا آریوں کو دیکھا ہے۔ پھر ایک ایسا شخص
وید کسطرح پڑھ سکتا ہے۔ جو آریہ بھی نہ ہو۔ دیگر انکے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وید
نہیں پڑھا۔ کیونکہ بار بار کہتے ہیں وید توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ وید بت پرستی
سکھلاتا ہے۔ چنانچہ رُدّر۔ شو۔ وشنو وغیرہ کو بھی آریہ مانتے ہیں جسکے معنے کرتے ہیں کہ یہ خدا کا
نام ہے اسیطرح اگنی۔ جل۔ بھومی۔ دیو۔ اکاش۔ وایو کو بھی خدا کے نام کہدیتے ہیں۔ کاشکہ
وید سے کوئی ایسا منتر نکالکر دکھائے کہ خدا ایک ہے۔ یا یہ کہ ایک ہی خدا کی پرستش کرو۔ آریہ
کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ سب علیحدہ خدا ہیں بلکہ ایک ہی خدا کے نام ہیں۔ مگر
کم سے کم روحوں اور ذرات عالم کو ازلی اور ابدی مانکر تو خدا کے کئی حریف بنا دیئے ہیں میں نہیں
سمجھتا کہ پرمیشور کی پوجا کیوں کریں اور روح اور مادہ کی کیوں نہ کریں۔ یہ ایک علیحدہ مضمون
ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں اسکو ترک کرکے اپنے اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ باقی رہا یہ
کہ اسے قرآن کریم کا ہی علم ہو۔ یہ بھی نہیں۔ کیونکہ اس کا بیان صاف ثابت کرتا ہے جیساکہ
میں پیچھے ذکر کر آیا ہوں۔ پھر نہ معلوم علم اور تجربہ کے کیا معنے ہیں۔

آخر میں راقم مضمون لکھتا ہے۔ کہ ناظرین اس سمع خراشی کو معاف فرمائیں۔ کیا خوب۔ ہم سے آپ ایسا کام کروانا چاہتے ہیں جو آپ کا خدا ہی نہیں کر سکتا۔ جب آپ کا خدا بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑ سکتا تو ہم کسطرح چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ معافی مانگنا اور معافی دینا ایک فطرتی بات ہے جس کے مطابق راقم مضمون نے معافی طلب کی ہے۔ وید کتنا ہی کہے کہ معافی نہیں ہو سکتی۔ مگر کوئی فطرت کو کیا کرے۔ برتن سے وہی آواز آتی ہے۔ جو کچھ اسمیں ہو۔ معافی فطرت میں ہے اسلئے فطرت تو ضرور معافی طلب کریگی۔ خواہ ویدک مذہب کتنا ہی منع کرے۔ یہ ایک ثبوت ہے کہ ویدک مت فطرت کے مطابق نہیں ہے۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبد الرحیم از قادیان

چشمۂ فیض

ناظرین! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو حالت قبل از اسلام دوسرے مذاہب کی تھی وہی حالت بلکہ اس سے بھی ابتر حالت اسلام کی ہو رہی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلام سے خدائے واحد کی فرمانبرداری مراد ہے۔ لیکن اسوقت دیکھا جائے تو اسکے پیروؤں میں سو طرح کی بدعتیں اور ہزاروں قسم کے شرک پیدا ہو گئے ہیں۔ یا صاف الفاظ میں ہر گھر میں ایک جدا جدا بت ہے۔

اور بعینہٖ یہی حالت اسلام کے ظہور سے پہلے کی تھی لیکن جب غیرت حق نے جوش کہایا تو اس نے انہی لوگوں میں سے ایک شخص پیدا کیا۔ اور انکی ہدایت کے واسطے مقرر کر دیا۔ جن لوگوں کو کسی رسول کے آنیکی امید یا خیال تہا بھی تو وہ سو سو طرح کے خیالی دسوسوں میں پڑے ہوئے تھے۔ معلوم نہیں انکو آسمان سے کیا کچھ اترنے کی امید تھی۔ لیکن اب جو انہوں نے دیکھا۔ تو کیا تہا۔ انہی کی قوم میں کا ایک بیکس بچہ جو جلدی ہی اپنے ماں باپ کے سایہ عاطفت سے جدا ہو گیا۔ اور پھر اس کے تہوڑے عرصہ کے بعد ہی اس کے باقی رفیق بھی اس جہان سے کوچ کر گئے تھے۔ وہ انہی کیطرح کہاتا پیتا تہا۔ اور کل دیگر بشری ضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی تھیں + تو رسول اللہ صلعم کے دعوی کرنے پر وہ سخت حیران ہوئے۔ کہ ہیں یہ کیا کہتا ہے۔ کہیں یہ مجنوں تو نہیں ہو گیا۔ اور بہت سی بدزبانیاں کرنے لگے

مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ وہ انہیں کیا دیکھتے تھے جو ایسے الفاظ زبان سے نکالتے تھے (جو بعینہ اسوقت حضرت اقدس کے واسطے مستعمل ہوتے ہیں اسپر مسلمان غور توکریں) اور وہ ان وساوس کیوجہ سے اسلام اور اس کے بانی کے غارت کرنے پہ آمادہ ہوگئے۔ اسوقت اسلام کیحالت نہایت نازک تھی۔ اگر اسکو کوئی زبردست ہاتھ تھامنے والا نہ ہوتا۔ تومعلوم نہیں ہم کیا ہوتے عیسائی یا بت پرست۔ لیکن اسوقت کون کہ سکتا تھا۔ کہ یہ کمزور شخص ایک دن ایسا غالب آنیوالا ہے۔ کہ کئی کروڑ زبانیں ابدالاباد تک اس کے نام کا وظیفہ کیا کرینگی اور یہ کس مپرسی کیحالتیں کبھی نہ چھوڑا جاویگا۔ وہ کسقدر خوش قسمت تھے۔ جنہوں نے اسیوقت اسکو صرف ایک راستباز سمجھکر مان لیا کہ یہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک کسقدر انکا درجہ ہوگا۔ جنہوں نے اسلام میں داخل ہوکر سخت سخت مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفوں پر تکلیفیں اٹھائیں لیکن اس کے بعد کیا ہوا۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ سبحان اللہ وہ منکر کہاں گئے۔ اور وہ کہاں گئے جو اسکو تباہ کردینا چاہتے تھے۔ وہ خود تباہ ہوگئے۔ برباد ہوگئے۔ ان کا نام ونشان تک ان کے کامیاب مشفق کے سامنے مٹ گیا۔ عرب اسلام کے پہلے کیا تھے۔ ایک وحشی جتھہ تھے۔ جو ہمیشہ آپسمیں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے وحشیانہ رسموں میں سبقت لے جانے پر تلے رہتے تھے گند اور شرک انمیں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ لیکن اس شخص کو مان لینے کے بعد وہ ایک نہایت مہذب صلح پسند خدا اور اس کے رسول کے کلموں کے کامل پابند۔ وحدت و یگانگت کے رنگ میں پورے طور پہ رنگی ہوئی قوم ہوگئے۔ وہ جہالت کے پردہ کو پھاڑکر دنیا کی سٹیج پہ نکل آئے۔ اور جنہوں نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور خیال کیا کہ ہمارے سامنے ان لوگوں کی کیا حقیقت ہے انکو یہی یا تو اسلام کے زبردست براہان و دلائل کے آگے یا مسلمانوں کی خونخوار تلوار کے آگے سر جھکانا پڑا یہانتک کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں فتح ہوگئیں۔ انہوں نے مصر کو بہت جلد لے لیا۔ اور اسلامی پرچم کا رتیج کے کھنڈروں پر لہراتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ ادہر تو یورپ ان کے پاؤں کے نیچے تھا۔ ادہر انہوں نے ہندوستان کو چھوڑ چین کو روند ڈالا۔ اور جنات عدن جسکا کہ ان سے وعدہ تھا ان کے قبضہ میں آگئے اور ساتھ ہی وہ اپنے ساتھ علوم فنون۔ اور تہذیب و شائستگی کی برکت اور رحمت بھی لیگئے

جو ملک انہوں نے فتح کیا۔ اسکا انتظام بہی ساتہہ ہی اچہی طرح سے کر دیا۔ اور وہ ہر جگہ اپنے مفتوح بہائیوں کے واسطے رحمت ثابت ہوئے۔

لیکن اسوقت وہ خود اعلےٰ درجہ کے راستباز۔ اعلےٰ درجہ کے متقی۔ دین کی پوری طرح سے پیروی کرنیوالے خدا وحدہٗ لاشریک کو ماننے والے۔ اور اسلام کا سچا نمونہ تہے۔ بغض اور نفاق کا نام بہی نہ جانتے تہے۔ انہوں نے اسلام میں داخل ہوکر اسلام کو بد نام نہیں کیا بلکہ انکا نمونہ دیکھکر فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہی سبب تہا۔ کہ جبتک ان کا یہ حال رہا۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق۔ ان کے ہر کام میں برکت ہوتی تہی۔ جدہر لگام پہیرتے تہے فتح رکاب کو آکر چوم لیتی تہی۔ اسلام نصف النہار پر تہا۔ لیکن جب ایک زمانہ گذر جانیکے بعد انکی اولادوں نے مذہب کی پابندی چہوڑ دی۔ اور اسلام کے حکموں سے انحراف کیا تو خدا تعالےٰ نے بہی انکو چہوڑ دیا اور اُس اونچے قصر سے جسپر کہ انکے اباؤ اجداد انکو جگہ دیگئے تہے نیچے گرنے لگ گئے۔ انکی فتوحات محدود اور مسدود ہوگئیں۔ انکا رعب اٹہنا شروع ہوگیا۔ اور جو کام وہ شروع کرتے اسمیں رکاوٹیں پیدا ہوتیں۔ خود انہیں نفاق نے جڑہ پکڑی۔ اور شرک اور بدعتیں پیدا ہوگئیں۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے بالکل نہ چہوڑا تہا۔ اور وہ اپنے حبیب سے وعدہ کر چکا تہا ہر صدی پر ایک مجدد بہیجتا رہا۔ جس نے انکی شان کو قائم رکہا۔ اور ہر وقت گرتی ناؤ کو سمبہال لیا اس اپنے پیارے کیخاطر ہر وقت دستگیری کی اور ہر صدی پر ہاتھ دے دیکر رکھ لیا۔

لیکن اب اس چودہویں صدی کا عجیب ہی حال ہے۔ جوں جوں سائنس نے ترقی کی ساتھ کے ساتھ فسق و فجور اور گناہ بڑہتا گیا اور بجائے اسکے کہ نادرات و عجائبات قدرت سے قادر کا پتہ لگاتے اسکا انکار ہی شروع کر دیا اور بعض تو کہلم کہلا خدا کا انکار کر بیٹہے اور بعض نے اپنے اعمال سے ایسا ظاہر کیا اسلام تہ ہوگیا۔ اسلام کی سلطنت تقریبًا مٹ گئی۔ اسلام کا رعب جاتا رہا۔ مسلمانونکے ہزاروں معبود بن گئے۔ کئی فرقے ہوگئے۔ ہر طرحکی برائیاں داخل ہوگئیں۔ اور سب سے زیادہ برا حال اسلام کے علماؤں کا ہوا جنکو حلال و حرام میں کچھ فرق نہیں رہا۔ انکی حالت نہایت ہی خطرناک اور قابل شرم ہوگئی۔ دوسرے مذاہب والے تو الگ رہے خود پیروان اسلام انسے بدظن ہوگئے بلکہ خود اپنے مذہب سے بہی اسلام کو چاروں طرف سے ملکی اور مذہبی دشمنوں نے گہیر لیا۔ چہوٹے چہوٹے مذہبوں نے سر اٹہایا جنکی کوئی حقیقت ہی نہ تہی۔ ہزاروں طرحکی آفتیں پہاڑ کیطرح اسپر

ٹوٹ پڑیں۔ پس مسلمان خود اپنے ہاتھوں سے تباہی کے کنارے پہنچ گئے اور اپنے مذہب سے ایسے بے خبر ہو گئے کہ کسی صدی میں بھی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کچلا گیا۔ اسکی ناؤ ایسے بھنور میں آکر پھنسی ہے۔ کہ کوئی صورت نکلنے کی نہیں ہے کوئی ناخدا بھی تو نہیں۔ جو کوئی تدبیر کرے۔ صدی گذری جا رہی ہے کیا کوئی مجدد بھی نہ آیا۔ اور نہ کوئی اور خدا نے بندوبست کیا۔ سونیوالو کب تک غفلت کا لحاف تمہاری آنکھوں پر پڑا رہیگا۔ کب اٹھو گے اور کب ہوش میں آؤ گے۔ غور کرو۔ کیا یہ وہی زمانہ نہیں آگیا۔ جو اسلام کے پہلے کا تھا۔ کیا یہ مدد کا وقت نہیں ہے۔ ہے نہیں ضرور ہے۔ تمام دنیا ضرورت کو محسوس کر رہی ہے تم کیا۔ غیر مذہب والے بھی تو رو رہے ہیں۔ کہ یہی وقت ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے وعدہ فراموش کر دیا۔ یا تم اسلام کے خدا کو آریہ اور عیسائیوں کے خدا کیطرح مردہ خدا خیال کرتے ہو۔ ہاں بیشک وہ تم کو تمہاری کرتوتوں کیوجہ سے چھوڑ دیتا۔ اگر اسکو اپنے پیارے کا خیال نہ ہوتا تم عبث یہودیوں کیطرح وہمی خیالوں میں پڑے ہوئے ہو۔ بچوں کی سی باتیں مت کرو۔ وہ وقت گیا۔ اب روشنی کا زمانہ ہے تمہارا مسیح کسی کے کندھے پہ ہاتھ دھرے ہوئے آسمان سے نہ اتریگا وہ اسلام کو تلوار سے پھیلا کر اسلام کو بدنام نہ کریگا۔ اسلام کو کیا ہتھیار آسمان سے لا کر دیگا۔ یا یہاں ہی کوئی کارخانہ قائم کرکے عقل اور ہوش کی باتیں کرو۔ اسلام کے لیے اس سے بڑھکر کڑی اور نازک اور مدد کا وقت نہیں ہے تمہارے دشمنوں نے تو تمہارے اس ہستی سے نیست و نابود ہو جانیکا اندازہ بھی کر لیا ہے کہ فلاں وقت تک تمہارا کوئی نام لیوا بھی نہ رہیگا۔ تم ہزار کوشش کرو۔ تمہارے ہزار ریفارمر ہوں۔ تم ہرگز ہرگز سنبھل نہیں سکو گے۔ جبتک کہ تم کو خدا کا ہاتھ نہ سنبھالے۔ وہی تمہارے دلوں کو جو بالکل زنگ آلودہ ہو گئے ہیں۔ صیقل کر سکیگا۔ اور وہی اسلام کی پہلی شان کو قائم کریگا۔ یہی ضرورت کا وقت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس نے اپنے برگزیدہ کو مقرر کر بھی دیا۔ اور پھر فرمایا "کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا"

وہ ضرور پہلی طرح غالب آویگا۔ اس کے دشمنوں کا وہی انجام ہو گا جو اسلام کے پہلے دشمنوں کا ہوا۔ پس وہ کیسے ہی فرخندہ بخت ہونگے۔ جو اسکو صدیق کیطرح قبول کرینگے۔ اور وہ کیسے ہی بدبخت ہونگے۔ جو اسکو نہ مانیں گے سوائے کہ داری عقل و خرد و گوش و ہوش۔

پانی کو سراب میں بیفائدہ ڈھونڈتے ہو۔ اگر تم کو اسلام کی محبت اور خواہش ہے۔ تو دوڑو۔ اپنے آپ کو پیاسا مت رکھو فیض کا چشمہ جاری ہے۔ آؤ اور سیراب ہو۔ اس کے گرد کے سایہ دار درختوں کے نیچے بسیرا بناؤ۔ کہ تمام آفتوں سے محفوظ اور مامون جگہ ہے۔ یہاں آ کر تشنگی ہی جاتی رہیگی۔ سب تکلیفیں دور ہوجاوینگی۔ اور یہ وہی چشمہ ہے جس کا پانی ساری دنیا نے پینا ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ۔ احقر مرزا محمد احسن از کامٹہ

ریویو

لغات القرآن۔ لغات القرآن کے پہلے حصہ پر ہم ریویو کر چکے ہیں اور اپنے ناظرین سے بڑے زور سے سفارش کر چکے ہیں کہ وہ مصنف کی محنت کی داد دیں اور خود بھی اس قیمتی کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔ اب اس کا دوسرا حصہ بھی تیار ہوگیا ہے اور جہانتک ہمارا علم ہے ہم دعوی سے کہ سکتے ہیں کہ ایک انسان جو قرآن شریف پڑھ سکتا ہو خدا کے فضل سے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور کون ہے جو کہ قرآن شریف کو با معنے پڑھنے کی آرزو نہ رکھتا ہو۔ اس کتاب میں ایک اور بھی وصف ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ کے ساتھ آیات قرآنی سند کے طور پر بھی لکھی جاتی ہیں جس سے ترجمہ میں بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دو کالموں میں ہے ایکطرف عربی اور ایکطرف اردو دونو حصوں کی قیمت ڈھائی روپیہ ہے اور عرب عبد المحیی صاحب سے جو اس کتاب کے مصنف ہیں درخواست کرنے پر ملسکتی ہے۔ درخواستیں انہیں کے نام اور قادیاں ضلع گورداسپور ہونی چاہئیں۔ والسلام۔

الاستخلاف۔ یہ کتاب محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی صاحب کی تصنیف سے ہے اور آپ نے انہوں نے کوشش کے ساتھ شیعہ سنی کے پرانے مسئلہ خلافت پر طبع آزمائی کی ہے اور قرآن شریف کی آیات بینات سے ثابت کیا ہے کہ شیعہ فرقہ غلطی پر ہے اس کتاب کی درخواست بھی مذکورہ بالا پتہ پر ہونی چاہئے۔ مگر خیال رہے کہ یہ کتابیں خدا کے فضل سے بہت جلد بک رہی ہیں خاصکر لغات القرآن کی درخواستیں اس کثرت سے آئی ہیں کہ قریب ہے کہ دوسرا اڈیشن نکلوانا پڑے اسلئے شائقین جلد درخواستیں بھیجیں۔ والسلام۔ مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی احباب

توجہ کریں

ناظرین ہم خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہماری کوششوں کو ایک حد تک پہنچایا اور اپنے بیشمار فضلوں اور کرموں سے ان تمام رکاوٹوں کو جو درمیان سال میں آئیں دور کیا اور اسوقت ہم دیکھتے ہیں کہ رسالہ تشحیذ الاذہان اپنا ایک سال ختم کر کے دوسرے سال میں قدم رکھنے لگا ہے ہم اپنے ان اصحاب کا جنہوں نے خاص طور سے اس رسالہ کی مدد فرمائی بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور جبکہ رسالہ ماہوار کیا گیا ہے اور نئی نئی مشکلات آنے کا خطرہ ہے گو خدا ہم کو بچا لے اور محفوظ رکھے مگر دنیا میں یہی قاعدہ مروج ہے کہ رسالہ کا شروع کرنا یا اس کا وقت تبدیل کرنا بغیر زیرباری کے نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم پہلے تو اُس خدا سے دعا کرتے ہیں جو علیم و خبیر ہے اور ہمارے دلوں کو جانتا ہے کہ ہم نے اس رسالہ کو محض اس کے فضل سے اسکی محبت کے لئے جاری کیا ہے کہ وہ ہماری آئندہ کوششوں میں پہلے سے زیادہ برکت دے اور پھر ہم ساتھ ہی ان اصحاب سے جو اس رسالہ سے خاص طور سے دلچسپی رکھتے ہیں استدعا کرتے ہیں کہ محض للہ ہم نے یہ کام شروع کیا ہے۔ اسلئے وہ اسمیں ہماری مدد کریں اور کم سے کم ہر ایک خریدار رسالہ پانچ خریدار اور مہیا کر دے اور یہ کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ جب انسان خدا کی رضا کے لئے کوئی کام شروع کرتا ہے تو خود خدا تعالیٰ اس کام میں مدد دیتا ہے اور وہ اُس انسان کا کام نہیں رہتا۔ بلکہ خدا کا کام ہو جاتا ہے پس اگر ہمارے رسالہ کے خریدار

اس کو ایک دینی کام سمجھکر مدد کریں گے تو خدا تعالیٰ اسمیں برکت دے گا
اور چونکہ آگے کی نسبت کام چار گونہ زیادہ بڑھ گیا ہے اور کلرک بھی رکھنا
پڑ گیا ہے (اس سے آگے یہ کام منیجر صاحب نباہتے تھے) اس لئے اخراجات
اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے ہم رسالہ کے ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ
اعانت کے رنگ میں بھی رسالہ کی مدد کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ یہ رسالہ
بیچ ہی میں رہ جائے۔ اگرچہ ہم خدا سے امید کرتے ہیں کہ وہ ضرور ہماری مدد کریگا
جیسا کہ وہ اسوقت تک کرتا رہا ہے۔ مگر پھر بھی ظاہری اسباب کا مہیا کرنا
نہایت ضروری ہے۔ اور اس کے لئے ہمارے متمول ناظرین کی مدد کی اشد
ضرورت ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین اس تحریک کو
پڑھ کر ضرور کسی نہ کسی قسم کی ہماری مدد کریں گے اور زیادہ تر دو طرح سے ہوسکتا
ہے ایک تو اعانت کے طور پر اور دوسرے خریدار بہم پہونچا کر۔ اس کے
ساتھ ہی ناظرین کو یہ بھی مژدہ سناتے ہیں کہ ہم نے آئندہ سے الہامات کا
درج کرنا بھی شروع کر دیا ہے بلکہ ارادہ ہے کہ آئندہ حضرت صاحب کے پچھلے
الہامات بھی جنمیں سے اکثر شائع شدہ ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو ابتک شائع
نہیں ہوئے شائع کئے جائیں اور وہ بھی دو دو صفحہ کرکے اسطرح شائع
ہوں کہ ایک کتاب بن جائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

منیجر

رسالہ تشحیذ الاذہان

مطبع انوار احمدیہ میں شیخ یعقوب علی صاحب کے اہتمام سے طبع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

اور ہو جاوے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کیطرف حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو مصلح ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ | ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۳

فہرست مضامین

محبت الٰہی صفحہ ۳۳ - ۴۰	ایڈیٹر
احمدیون کا قتل صفحہ ۱۰۵ - ۱۱۶	"
مکتوبات امام الزمان ۱۵ - ۱۸	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
ڈائری حضرت اقدس ۱۳ - ۱۶	ایڈیٹر
مسائل شرعیہ صفحہ ۱۱ و ۱۲	مولوی سرور شاہ صاحب مدرس عربی
عربی سیکھنے کے آسان طریقے صفحہ ۱۱ ر ۱۲	حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام
الہامات صفحہ ا تا ۴	"

Digitized by Khilafat Library

باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء کو
قادیان دار الامان سے شائع ہوا۔

اغراض وقواعد رسالہ

الف - اغراض رسالہ مندرجہ ذیل ہونگے۔

(۱) اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

(۲) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو گھر میں کئے جاتے ہیں - وقتاً فوقتاً لوگوں تک پہونچانا۔

(۳) اسلام پر اور خصوصاً سلسلہ عالیہ احمدیہ پر جو جو اعتراض کئے جاتے ہیں انکی تردید۔ تہذیب کرنا۔

(۴) مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں درج کرنا۔

(۵) مسائل شرعیہ درج کرنا۔ تاکہ ناواقف لوگ واقفیت حاصل کریں۔

(ب) قواعد رسالہ مندرجہ ذیل ہونگے

(۱) اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ذاتی اغراض کے لئے ہرگز ہرگز متصور نہ ہوگا اور جو مالی فائدہ ہوگا - اُسکو اشاعت اسلام میں خرچ کیا جاوے گا۔

(۲) - یہ رسالہ انشاء اللہ تعالےٰ ہر ماہ کی دس تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوا کریگا۔

(۳) - یہ رسالہ چالیس صفحوں پر ہوا کریگا۔ ٹائیٹل پیج علٰحدہ ہوگا۔

(۴) قیمت عہ رسالانہ بہر صورت پیشگی وصول کیجاویگی۔

(۵) - مضامین جو بغرض اندراج رسالہ آئینگے ان کے متعلق ایڈیٹر صاحب کو اختیار ہوگا۔ کہ اگر مناسب سمجھیں تو درج کریں۔

(۶) اس رسالہ کے ایڈیٹر حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۷) نمونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔

(۸) تمام خط وکتابت اور ترسیل زر بنام منیجر - جنرل سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام منیجر میگزین مطبع میگزین .... میں منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے چھاپا گیا

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت الٰہی

محبت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ محبت ایک خیال ہے اور بعض کا قول ہے۔ کہ محبت ایک جذبہ ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ محبت ایک اور ہی چیز ہے جو کہ انسان کی پیدائش کے وقت جبکہ وہ پہلا سانس لیتا ہے اسمیں داخل کی جاتی ہے۔ تو کیا محبت ایک انسانی فطرت ہے نہیں نہیں محبت ایک غرض ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آدمی کا نام ہی انسان رکھا گیا ہے۔ جسکے معنے ہیں محبت کرنے والا جیسے کہ سورۃ الرحمٰن میں خدائے عزّ و جلّ نے فرمایا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ یعنی انسان کو پیدا کیا اور اسکو قوت بیانیہ بخشی۔ علمه البیان کے معنے اس آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے کیا ہی صاف ہو جاتے ہیں کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک قولاً اور ایک فعلاً پس اس جگہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے انسان کو قوت بیانیہ بخشی پس کیا وجہ ہے کہ وہ میری نافرمانی کرتا اور اُس قوت بیانیہ سے جو میں نے اُسکو عطا کی ہے۔ میری تسبیح و تقدیس نہیں بیان کرتا۔ خلق الانسان سے پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس جگہ اشارہ کرتا ہے۔ اے آدمی میں نے تو تیری پیدائش ہی میں محبت کرنا رکھدیا ہے۔ تیرا مقصود تو محبت کرنا ہے۔ پھر تو اسقدر احسانات اور عنایات کے باوجود جو کہ میں تجھ پر کرتا ہوں۔ غیر کی محبت میں پڑ گیا ہے۔ اس جگہ ان آیات کے لکھنے سے میرا صرف اتنا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لئے کیا ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض یہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اُس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ جیسا کہ کسی شخص کا قول ہے کہ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان

کو۔ ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر دیا ان۔ یعنی انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی محبت میں سرشار رہے اور وہ درد جو کہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے اس کی باریک ٹیس سے ایک خاص لزت اٹھائے ورنہ تابعداری اور اطاعت کے لئے فرشتے موجود ہی تھے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ اختیارات جو انسان کو دیئے گئے ہیں وہ کسی اور مخلوق کو نہیں دئے گئے فرشتہ ایک مخلوق ہے کہ جس کا خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بہت ذکر کیا ہے اور جنکی معرفت خدا تعالیٰ اکثر اپنے بندوں پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے میں نے اکثر اس لئے کہا ہے۔ کہ بزرگ اور اولیا اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بلا کسی وسیلہ کے بھی خدا کا کلام انسان پر نازل ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ اپنے کسی بندہ پر خاص طور سے مہربان ہوتا جیسا کہ نبی کریم ایک ایسا نمونہ موجود ہیں کہ جو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اور اگرچہ وہ فوت ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ان کے معجزات نشانات اور پیشگوئیاں جو کہ ہر زمان اور ہر مکان میں پوری ہو رہی ہیں ایک ایسی حجت ہے کہ جو ہر وقت ہمارے سامنے نبی کریم کا زندہ وجود پیش کرتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ سے بلا کسی وسیلہ کے خدا تعالیٰ نے کلام کیا جیسا کہ معراج کے موقعہ پر اور دیگر بہت سے موقعوں پر اور یہی نہیں آپ تو بڑی شان کے آدمی تھے آپ کے ادنا غلاموں پر خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ایسی شفقت فرمائی ہے کہ ان سے اس طرح بلا وسیلہ مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ میں اس وقت یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ کہ فرشتہ باوجود ایسی مقرب الٰہی مخلوق ہونیکے اس نعمت سے محروم ہے کہ اُس کے دل میں محبت پیدا ہو۔ محبت وہ چیز ہے۔ جو کہ خود بخود ایک مخلوق کے دل میں پیدا ہو اور فرشتہ جو خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔ تو وہ کچھ ارادہ سے نہیں کرتا بلکہ اس کی خلقت میں ایسا رکھا گیا ہے۔ اور اسکے برخلاف نہیں کر سکتا مگر انسان بسا اوقات خدا تعالےٰ سے نفرت بھی کرتا ہے جیسا کہ دہریہ وغیرہ کیونکہ وہ اُس ہستی کو مانتے ہی نہیں اور سرے سے ہی اس کا انکار کرتی اور لغو و بیہودہ قرار دیتے ہیں۔ پس انسان کی محبت خدا سے اور فرشتہ کی محبت خدا سے ایک فرق رکھتی ہے۔ انسان ایک ارادہ اور خواہش سے اور محبت سے خدا سے تعلق کرتا ہے۔ تو فرشتہ بلا ارادہ اور محبت کے پس وہ تعلق اتنا قابل قدر نہیں۔ جو کہ بلا کسی

محبت کے ہو بلکہ وہ جو کہ ارادہ اور اختیار سے ہو زیادہ قابل قدر ہے اور یہ موخر الذکر تعلق صرف ایک انسان کو ہی نصیب ہے اور باقی مخلوقات پہلی قسم کا تعلق رکھتی ہے۔ یعنی انسان تو بعض دفعہ اپنے اُسی اختیار کو جو کہ اس کو خدا تعالیٰ نے عنایت کیا ہے کام میں لاکر اُس سے قطع تعلق کرلیتا ہے۔ گو یہ کام کیسا ہی ہو اور اس کا نتیجہ کتنا ہی خطرناک ہو مگر ایسا واقعہ تو ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان خدا سے اپنا تعلق توڑ بیٹھا اور راندۂ درگاہ الٰہی ہوگیا۔ مگر اسکے برخلاف دوسری مخلوق ایسا نہیں کرسکتی۔ اور نہ ان میں یہ طاقت اور قوت ہے صرف انسان کو ہی یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ دیکھتا ہے اور سوچتا ہے۔ پھر اسکے بعد جو اس کی ضمیر فیصلہ کرتی ہے اُسپر عمل کرتا ہے۔ خواہ تو اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے اس طرف میلان کرے کہ جسطرف رجوع کرنے سے وہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے اور یا اسی راہ کو اختیار کرے کہ خدا کے فضل سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور یہ خدا تعالے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ اِنَّا عَرَضْنَا الامانۃ علی السَّمٰوٰتِ والارْضِ والجِبالِ فَاَبَیْنَ ان یحمِلْنَھا واشفقن مِنھا وحملھا الِانسان اِنّہ کان ظَلُومًا جھولا۔ یعنی ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑ و نیز ہر شی کی پس انہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کردیا۔ اور ڈرے مگر انسان نے اسکو اٹھالیا تحقیق انسان ظالم اور جاہل ہے۔ اس جگہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ میں نے اپنی امانت یعنی محبت کو آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں اور زمین کے حیوانات اور پہاڑوں کے جانداروں پر پیش کیا مگر وہ اس کے اٹھانے سے ڈرے اور انکار کردیا مگر انسان جو کہ ظالم اور جاہل ہے۔ اس نے اس کو اٹھالیا اور محی الدین ابن عربی صاحب جو کہ ائمۂ اسلام میں سے گزرے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ اس جگہ پر انسان کی تعریف ہے مذمت نہیں اور ظالم اور جاہل کے الفاظ جو کہ بظاہر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس جگہ پر تعریف کے طور پر استعمال ہوگئے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ظالم سے مراد ہے کہ انسان اپنی جان پر ظلم کرسکتا ہے۔ اور ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرسکتا ہے جو کہ خدا کی محبت میں اسکو پیش آدیں اور جاہل اس لئے کہ اس نے ان تکالیف اور شدائد کی بابت سوچا بھی نہیں جو اس کو اس راہ میں پیش آسکتی

نہیں اور دوسرے حیوانات نے دور اندیشی سے اس سے انکار کر دیا اور گو کہ اس جگہ انسان نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا لیکن یہ اسکی تعریف ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک پیاری اور عمدہ چیز دیکھکر کسی اور بات کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور وہ بوجھ جس کا اٹھانا دوسروں نے ناپسند کیا تھا۔ اس کو برضا و رغبت اٹھالیا۔ اور اسی لئے ہر کہ جب انسان اپنے عہد اور اقرار کو پورا کرتا اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو باوجود سخت سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کے ثابت قدم رکھتا ہے تو اس پر اس قدر انعام اور اکرام ہوتے ہیں جو کہ کسی اور مخلوق پر نہیں ہوتے پس یہ بات ثابت ہے کہ انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو کہ محبت کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے اور جس میں ایک طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے خیال میں اپنے نفع یا نقصان کو سوچ سمجھ کر ایک چیز سے محبت یا نفرت کرے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ انسان کا مشاہدہ جہاں تک ہے اور جہاں تک انسانی عقل کام کر سکتی ہے۔ یہ بات سنت اللہ ثابت ہوئی ہے کہ جہاں گل ہے وہاں خار ہونا ضروری ہے اور جہاں صحت ہے وہاں بیماری بھی لازم ہے اور جہاں راحت ہے وہاں غم بھی دروازہ پر سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ کہ جہاں کسی چیز سے محبت ہے اسکی ضد سے نفرت بھی لازمی امر ہے۔ پس جیسا کہ انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ نے محبت رکھی ہے ایسا ہی ایک حصہ نفرت کا بھی رکھا گیا ہے۔ اور اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے محبت کیجائے تو غیر اللہ سے نفرت بھی ہو یا یہ کہ جب سستی اور کسل اور بدطینتی اور بدبختی کے ساتھ دامنگیر ہو جائیں اور اُس کے دل میں غیر اللہ کے لئے محبت پیدا ہو جائے۔ تو لازم و ملزوم کی طرح ہوگا۔ کہ اس بدبخت کو خدائے قادر اور پیدا کنندہ زمین و آسمان سے نفرت پیدا ہو جائیگی گو کہ یہ نفرت بوجہ اس زنگ کے ہو جو اس کے دل پر اس کی شامت اعمال کی وجہ سے لگ گیا ہی غیر اللہ کی محبت وہ محبت نہیں جو کسی انسان سے کی جائے بلکہ وہ محبت ہے جو کہ خدا کے مقابلہ میں کسی اور سے کی جائے۔ ایک انسان سے محبت کرنا اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے ہم کو بھائی بھائی بنایا ہے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ آپس میں محبت سے اور پیار سے رہو۔ اور ایک دوسرے کی اس کی تکلیف کے وقتوں میں مدد کرو اور یہ کہ اپنے بھائیوں

پر احسان کرو۔ ایک ثواب کا کام اور نیکی کی چیز ہے۔ مگر جو محبت کہ اس لئے کی جاتی ہے کہ اس سے کچھ دنیاوی خواہشیں پوری کی جائیں۔ یا شیطانی وساوس کو ترقی دیجائے۔ یا یہ کہ اس محبت میں کسی خدا تعالےٰ کے حکم کے برخلاف کیا جائے پس ایسی محبت غیر اللہ محبت ہے اور وہ دن دور نہیں کہ ایسے شخص جو اس قسم کی محبت کرنے والے ہیں اسی دنیا میں پیشتر اسکے کہ ان کی موت کا زمانہ آئے اور وہ خالق حقیقی ان کو روبرو بلائے تاکہ ان سے حساب طلب کیا جائے اس انجام کو دیکھلیں جو کہ غیر اللہ کی محبت کا ہوتا ہے اس جگہ میں کسی قدر محبت کی تشریح کرتا ہون محبت ایک جذبہ تو ہے لیکن جذبہ خلقی ہے جو کہ انسان کے پیدا ہونے سے لیکر اسکی موت تک بلکہ ایک نامعلوم زمانہ تک اس کے ساتھ ساتھ جاتا اور ہر جگہ اس کے کام آتا ہے یہ کچھ ایسا زبردست جادو ہے جس کو ایک انسان سمجھ نہیں سکتا کہ کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ بارہا دیکھا جاتا ہے کہ ایک چیز کی طرف قدرتاً میلان طبیعت بڑھتا جاتا ہے اور یہان تک کہ سوائے اسکے کچھ نظر نہیں آتا اور ہر وقت اُسی چیز کا خیال دامنگیر رہتا ہے اور خود محبت کرنے والا نہیں جانتا کہ میں اس چیز سے محبت کیون کرتا ہون۔ اور کیا وجہ ہے کہ میری طبیعت باوجود اس کے کہ میں اس کو اس طرف سے ہٹانا بھی چاہتا ہون۔ اور چاہتا ہوں کہ میرا خیال کسی اور طرف ہٹ جائے لیکن پھر ایک غیبی طاقت کشان کشان مجھکو اور میرے دل کو اور میری آنکھون کو اسی طرف کھینچے لئے چلی جاتی ہے اور میں بے بسی اور بیکسی کے عالم میں پڑا رہجاتا ہون اور میری حالت اس وقت مردہ کی سی ہوتی ہے جس کو اس کے اقربا نہلا دھلا کر اور ایک کفن میں لپیٹ کر کنج لحد میں جا لٹاتے ہیں۔ اور وہ بیچارہ اس قابل بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہاتھ بھی ہلاسکے یا ایک بیجان لکڑی کے ٹکڑے کی سی ہوتی ہے۔ کہ اسکو کوئی اٹھا کر کہیں پھینک دیتا ہے۔ تو کوئی کہیں۔ ترکھان ایک تیز ہتھیار سے کاٹ کاٹ کر طرح طرح کی چیزین بناتا اور اپنے دام کھرے کرتا ہے وہ ہے کہ جانتی بھی نہیں کہ مجھ سے کیا کیا جارہا ہے۔ یا ایک کمزور عورت جو خلقی طور پر کمزور پیدا کیگئی ہے۔ اور اسکو اٹھا کر تیز اور تند جلتی ہوئی آگ کی نذر کردیتی ہے۔ جہان وہ ایک پل میں خاک کی ایک چٹکی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ ہان خود

محبت کرنے والا نہیں جانتا کہ یہ بہکی بہکی باتیں اور یہ بے بسی کے کام مجھ سے کون کرواتا ہے اصل میں یہ قدرت کے سایہ تلے محبت کا زبردست ہاتھ ہی ہوتا ہے جو اس قدر طاقت اور قوت کے ساتھ زبردست سے زبردست دل کو موم سے زیادہ نرم اور دنیا و مافیہا سے بیخبر کر دیتا ہے بارہا دیکھا جاتا ہے کہ ایک سخت دل اور طاقتور جوان جو میدان جنگ کے خوفناک سینٖ سے ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں ہوتا جو قتل و خون کو ایک معمولی کھیل سے زیادہ نہیں سمجھتا اور جسکے خیال میں چمکتی ہوئی تلوار اور دل دہلا دینے والی گولی کی آواز ایک دلخوش کن نظارہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی یکایک ایک سے زیادہ سخت محبت کے ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے اور ایسا خود رفتہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی بہادری اور جرأت ایک دم میں کافور ہو جاتی ہے۔ اور وہ جو کہ ایک فوج کے سر کو جھکا دیتا تھا اب ایک ہچین کے درد اور تکلیف کے وقتوں کے غمگسار کے آگے اس طرح سر تسلیم کئے کھڑا ہوتا ہے گویا کہ اسکے کانوں نے شوخی اور بہادری اور جرأت کا نام ہی نہیں سنا۔ ایسا کون کرواتا ہے۔ یہ محبت ہی تو ہے۔ لیکن یہ محبت اس محبت سے زیادہ قوی ہے جو اس کو میدان جنگ میں کھڑا کرتی تھی۔ اس وقت اُس کو ملک و دولت یا کسی اور چیز کی محبت تھی جو جنگ کی ترغیب دیتی تھی۔ لیکن اب وہ محبت ہے جو کہ ایک انسان کے حسن اخلاق اور دیگر احسانوں نے پیدا کر دی ہے۔ میرے خیال میں محبت کو اور چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کے بجائے اگر آگ کے ساتھ تشبیہ دیجائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ محبت اگر کسی چیز کے لئے حد سے بڑہنا شروع ہوتی ہے۔ تو اس شخص کو کچھ ایسا محو کر دیتی ہے۔ کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ بیشک غیر اللہ کے لئے ایسی محبت انسان کو خاک کر کے چھوڑتی ہے۔ لیکن یہ محبت کی آگ جب خدا کی مرضی کے مطابق بھڑکائی جاتی ہے تو گو کہ اس کا کمال یہی ہے کہ اس کو جو محبت کی آگ کو اپنے دل میں بھڑکا رہا ہے۔ خاک کر دے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ وہ خاک بھی پھر خاک شفا بنجاتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

عشق مولا جو کرے شمع صفت جلوہ گری
خاک ہو جائے جو پروانہ تو بن جائے پری۔

لہ نظارہ

یعنی اگر خدا تعالیٰ کا عشق شمع کی طرح لوگوں پر ظاہر ہو تو اُس وقت وہ لوگ جو اس سے محبت کرنے والے ہیں گو کہ پروانہ کی طرح اسپر فدا ہو جائیں اور اس میں یعنی محبت کی آگ میں جلکر خاک ہو جائیں پھر بھی وہ جلنے کے بعد بجائے پروانہ کے پری ہو جائینگے یعنی پروانہ تو ایک ناچیز کیڑا ہے۔ اسی طرح انسان بھی ایک ناچیز کیڑے سے زیادہ نہیں لیکن جب خدا کی محبت کو اپنے دل میں بھڑکاتا ہے اور اس میں جلجاتا ہے تو اس وقت خدا اسکو پری کا درجہ دیدیتا ہے (پری ایک خیالی مخلوق ہے جسے لوگوں نے اس قدر خوبصورت متصور کیا ہے کہ کوئی اور مخلوق اسکی برابر حسین اور خوبصورت نہیں ہے . . . .) یعنی وہ لوگ پھر اس قدر عالی مرتبہ اور حسین ہو جاتے ہیں کہ خلقت ان پر ٹوٹی پڑتی ہے اور وہ عشق الٰہی کی آگ میں خاک ہو کر خاک شفا ہو جاتے ہیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ان کو خدا تعالےٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ "بادشاہ تمہارے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ ینگے" وہ وقت کیا عظیم الشان وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت وہ گمنامی کے گڑھے سے یک دم شہرت کے اونچے ٹیلے پر بٹھائے جاتے ہیں پس دنیا دیکھلیتی ہے کہ یہ ہے اس محبت کا انجام جو کہ اس نے خدا سے کی تھی۔ چونکہ خدا تعالےٰ اپنے محبت کرنے والے کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس لئے وہ روز بروز ایسے شخص کو ترقی دیتا اور اسکے تابعداروں کے حلقے کو روز بروز بڑھاتا جاتا ہے۔ اس وقت اگرچہ وہ شخص تنہائی چاہتا ہے اور خلوت کو پسند کرتا ہے۔ لیکن لوگ جوق درجوق اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو ہر وقت گھیرے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے اپنے عزیز واقارب کو چھوڑا تھا۔ اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ پس خدا اس گمنامی کا بدلہ جو اس شخص نے اس کے لئے اختیار کی تھی۔ اس طرح دیتا ہے کہ روز بروز اس کی شہرت کو زیادہ کرتا ہے۔ اور وہ جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں تباہ کرتا ہے اور اس وقت وہ شخص جو برسوں خدا کی محبت میں دن گزارتا رہا ہے خدا کا محبوب ہو جاتا ہے اور کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو کہ محبت اس سے کرتا ہے جو دائمی ہے اور جو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے چاہنے والے کو بدلہ دے اور جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جو کل صفات سے موصوف ہے۔ بہ نسبت اس شخص کے جو محبت اسی، سے کرتا ہے جو آخر مرنے والا

ہے تباہی ہر وقت اس کا انتظار کر رہی ہے اور اس وقت اس سے محبت کرنے والے کو سوائے تباہی بربادی ذلت اور رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا ہاں مگر اس شخص کو جو کسی دوسرے سے خدا کی رضا کے حاصل کرنیکے لئے محبت کرتا ہے۔ گو کہ وہ فانی چیز ہے لیکن خدا کی رضا تو فانی نہیں۔ جب ایک شخص خدا کے رسول سے محبت کرتا ہے کہ اسکی بدولت میں خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کروں اور تاکہ خدا کی رضا میرے شامل حال ہو جائے اس محبت میں وہ روز بروز ترقی حاصل کرتا اور آخر کار سب رشتوں سے زیادہ وہ اسکو عزیز ہو جاتا ہے باپ بیٹا بھائی اور دوسرے عزیز ان کی محبت اسکے دل میں کہیں کم ہوتی ہے۔ بہ نسبت اس محبت کے جو وہ خدا کے رسول سے کرتا ہے۔ یہ محبت اگرچہ ایک انسان سے ہوتی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ خدا کی محبت بھی ترقی کرتی جاتی ہے اور جب ایک شخص اس غرض سے اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں اور بھائی سے محبت کرتا ہے کہ خدا کا حکم ہے تو اس محبت کی تہ میں بھی خدا کی ہی محبت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن ایسے شخص کے سر پر خدا کا سایہ ہوگا۔ اور اُس قادر مطلق مالک یوم الدین کی پیاری آواز اس شخص کے کان میں آئیگی۔ اور اس وقت اسکو کیسی خوشی ہوگی جب وہ سنیگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ سے محبت کی اور میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں تیرا چلنا پھرنا کھانا پینا اور جاگنا سونا سب میرے ہی لئے تھا۔ تو نے میری رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا اور جن سے میں نے کہا تھا تو نے محبت کی اور جن کے تعلق سے میں ناراض تھا۔ تو ان سے الگ رہا۔ اس وقت کیسی خوشکن آواز اس کے کان میں پڑیگی۔ کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اس وقت اسکو ان چند روزہ تکالیف کے بدلے جو کہ اس نے خدا کیلئے برداشت کی ہونگی دائمی بہشت ملیگا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے اس محبت کا ثمرہ پائیگا۔ جو اس نے خدا سے کی۔ میں اس جگہ یہ بھی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ محبت وہی نہیں جو کسی انسان سے کی جائے یا کسی اور چیز سے کی جائے بلکہ میرے خیال میں ہر اک کام میں جو انسان کرتا ہے۔ اور ہر اک بات جسکو انسان ترک کرتا ہے۔ اس کی محبت یا نفرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انسان اپنے پیدا ہونے کے وقت سے جتنے کام کرتا ہے۔ سب محبت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو کسی کام کی محبت

ع۱ اگرچہ ان لفظوں میں تو نہیں مگر اسکے قریب قریب ہم کو قران حدیث سے ظاہر ہوتا ہے

نہ ہو تو وہ کیونکر اسکو کر سکتا ہے ۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ محبت کیونکر پیدا ہوتی ہے ۔ میری خیال میں محبت حسن سے پیدا ہوتی ہے اور شاید سب دنیا اس کو قبول کرتی ہوگی ۔ اب خواہ حسن صورت ہو خواہ حسن سیرت ہو اور خواہ حسن انجام ہو حسن صورت اس طرح کہ انسان ایک چیز کو اس لئے پسند کرتا ہے ۔ کہ اس کی شکل بھاگئی ہے اور اس میں کوئی چیز ایسی ہے یا خصوصیت ہے جو اس کی آنکھون کو پسند آگئی ہو اور حسن سیرت اس طرح کہ کسی کے اچھے اخلاق اور عمدہ برتاؤ سے ایک شخص کا دل اس طرف مائل ہو جاتا ہے ۔ اور ایسی محبت اس کے دل میں پیدا کر دیتا ہے ۔ کہ وہ محبت کرنے والا شخص اس دوسرے شخص کی جگہ اپنے دل میں خاص طور سے پاتا ہے ۔ اور حسن انجام اس طرح کہ ایک شخص کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور غور کرتا ہے ۔ کہ اس کا انجام کیا ہوگا جب وہ اس کے انجام کو اچھا اور سودمند دیکھتا ہے تو وہ ہر طرح سے اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ تین قسم کی محبتیں ہیں ۔ جو میرے خیال میں طرح طرح کی شکلون میں انسان کی زندگی میں پیش آتی ہیں ۔ بعض دفعہ انسان ایک چیز سے محبت کرتا ہے اور نہیں جانتا ۔ کہ مجھ کو اس سے کیون محبت ہے اگرچہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے ۔ لیکن اس شخص کی نظروں سے پوشیدہ ۔ دیکھا جاتا ہے ۔ کہ ایک آدمی مدت تک ایک جگہ رہتا ۔ اور پھر جب وہ کسی وجہ سے اس جگہ کو چھوڑتا ہے ۔ تو اسکے دل میں ایک قسم کا قلق اور گھبراہٹ پائی جاتی ہے حالانکہ وہ جتنی مدت تک اس جگہ رہا کبھی بھی اس جگہ کی محبت اس کے دل میں جوشزن نہیں ہوئی اسیطرح دو بچپن کے دوست جو ایک جگہ رہتے رہے ہیں اور جنہوں نے ایک ہی جگہ تعلیم پائی ہے ۔ شاید بہت کم ایسے موقعہ پاتے ہونگے کہ انہیں ایک دوسرے کی محبت محسوس ہو لیکن جدائی اچانک آکر اس محبت کو شعلہ زن کر دیتی ہے جو انکے دلون میں مدت سے خفیہ طور پر بڑھ رہی تھی اسوقت وہ جانتے ہیں ۔ اور انکے دل اچھی طرح محسوس کر لیتے ہیں ۔ کہ ہاں ہمیں آپس میں محبت تھی ۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ محبت اس آگ کی طرح ہے ۔ جو آہستہ آہستہ دہکتی رہتی ہے ۔ اور جب اسکو کسی چیز سے ہلایا جاتا ہے ۔ تو وہ اچانک شعلہ زن ہوتی ہے ۔ میرے خیال میں استغفار پڑھنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے ۔ کہ محبت الٰہی کی آگ کو بھڑکایا جائے ۔ کیونکہ انسان استغفار پڑھنے کے وقت اپنے گناہون کو اپنے سامنے دیکھتا ہے ۔ اور جانتا ہے ۔ کہ اگر یہی حالت رہی تو یہ گناہ مجھ میں اور میرے پیارے میں جدائی ڈالدینگے ۔ اور آخرکار میں خدا تعالٰے

سے دور جا پڑونگا جس سے میں محبت کرتا ہون - اور شیطان کے نزدیک ہو جاؤنگا جس سے میں نفرت کرتا ہون - پس اس جدائی کو سامنے دیکھکر وہ کانپ اُٹھتا ہے - اور خدا تعالےٰ کی محبت اسکے دل میں اور بھی جوشزن ہوتی ہے - اور اس طرح وہ اُن گناہون کو یکلخت ترک کر دیتا ہے جنکی کہ وہ واقفیت حاصل کر لیتا ہے - اور اللہ بندون کے لئے جو آخر کار گناہوں کے پھندے سے نکل جاتے ہیں - استغفار ایک ترقی کا موجب ہوتا ہے - کیونکہ وہ جتنا خدا کے قریب جاتے ہیں - اتنا ہی ان کے دل میں اسکے پاس جانیکا اور اشتیاق بڑھتا ہے - اور وہ جو کچھ کہ فاصلہ بیچ میں ہوتا ہے - اس کو ایک گناہ تصور کرتے ہیں - اور خدا سے التجا کرتے ہیں - کہ ہمکو اور بھی اپنے نزدیک کرے - غرضیکہ محبت ایک ایسی زبردست طاقت ہے - کہ یہ ایک طاقتور اور کمزور انسان پر یکسان حکومت کرتی ہے محبت کے کمال کا نام دنیا میں استقلال رکھا گیا ہے بعض لوگونمیں محبت کی قوت بہت کم ہوتی ہے - انہی لوگونکا نام بالفاظ دیگر - کم ہمت اور بے استقلال ہے - کیونکہ جب انسان کو کسی چیز کی خواہش ہی بدرجۂ کمال نہ ہوگی - تو کس طرح ایک عرصۂ دراز تک اسکے حاصل کرنیکے لئے سرگردان و پریشان رہ سکتا ہے - مگر جب ایک شخص کو کسی چیز سے بہت ہی انس ہوگا - اور وہ چاہیگا - کہ کسی طرح میں اسکو حاصل کر ہی لون - اس وقت وہ ہر قسم کی تکالیف اور مصائب اور شدائد کو برداشت کریگا - اور ہر طرح سے آخر اسکو حاصل کر ہی لیگا - جیساکہ کسی نے کہا ہے - من جدّ وجد ورنہ کم سے کم دُنیا پر ثابت کر دیگا - کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں - کہ کم توجہی سے کسی کام کو ناتمام چھوڑ دون - بلکہ جب تک میرے ہاتھ پاؤں چلیں اور جب تک دنیاوی وسائل میرا ہاتھ بٹا سکیں - میں ہر ایک اس کام کو جس کے کرنیکا ارادہ کر لون - کمال تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہون - یہ ہیں محبت کی طاقتین اور قوتین جن سے وہ دنیا میں کام لیتی ہے - یہ جب جوشزن ہوتی ہے - تو اس وقت انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے اس کے ہوش و حواس سب ہوا ہو جاتے ہیں - اور بیچینی اور بیکلی اس وقت اس کی جلیس ہوتی ہیں - وہ اپنے دل میں ایسا درد محسوس کرتا ہے - کہ سوائے چند گرم آنسوؤں کے جو کہ اسکی گھبراہٹ کا کچھ تھوڑا سا حال بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اور کوئی نہیں ہوتا - جو اس کی حالت کا اظہار کر سکے - بلکہ خود اس کی طاقت گویائی تھی کچھ کام نہیں دیتی - اور وہ جسکی زبان کبھی تالو سے نہ لگتی

تمہی کلیجہ تمہارے ہو سے بیٹھا ہوا نظر آتا ہے - یہ حالت اس قابل ہوتی ہے کہ اس کا مشاہدہ کیا جائے - لیکن یہ تو تب ہو - اگر دوسرونکو ایسا واقع پیش نہ آتا ہو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک - بلکہ قبر کے کونہ تک یہی واقعات پیش آتے ہیں - ایک دودھ پیتا بچہ تک بھی اپنی ماں کی گود میں اور ایک اجنبی کی گود میں فرق محسوس کرتا ہے - اور دوسرے کے ہاتھوں میں جاکر خواہ مخواہ رو پڑتا ہے یا بیکل ہو جاتا ہے - حالانکہ وہ اسوقت اپنے پرائے میں کچھ تمیز نہیں کرسکتا - اور اس کو نہیں معلوم ہوتا کہ کونسا میرا دوست ہے - اور کون میرا دشمن ہے - وہ صرف اس محبت کے تعلق کی وجہ سے جو اسکو اپنی والدہ سے ہوتی ہے - غیر میں اور اپنی ماں میں ایک فرق محسوس کرتا ہے - جیسا کہ کسی نے کہا ہے - کہ دل را بہ دل رہیست یعنی اگرچہ ایک کو دوسرے کی محبت کا علم بھی نہ ہو تو بھی بوجہ محبت کی کشش کے وہ اسکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے - اسی طرح جب بچہ ذرہ بڑا ہو جاتا ہے - تو اس وقت بھی وہ محبت کے اثر سے محفوظ نہیں ہوتا - کیونکہ اس وقت اپنے ہم عمر بچوں سے محبت کا تعلق رکھتا ہے - اور جب وہ کچھ اور بڑا ہوتا ہے - یعنی بلوغت کے قریب پہنچتا ہے - تو اسوقت سے دوسرا سلسلہ محبت کا شروع ہو جاتا ہے - یعنی اُسکو کسی قدر عقل آجاتی ہے کہ محبت کرنیکے لائق ایک اور ہستی ہے جو کہ زمین و آسمان کی پیدا کرنے والی اور برے بھلے کی فرق کرنے والی ہے - پس اُسوقت اگر وہ اپنی اصلاح کرتا - اور صاف اور سیدھی راہ پر چلتا ہے - تو آئندہ زندگی میں اسکے لئے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں - اور وہ راہ جو بہتوں کو بہت دشوار اور ناقابل گزر معلوم ہوتا ہے - اسکے لئے ایک عمدہ آسان اور بلاخوف وخطر معلوم ہو جاتا ہے - پھر اسی طرح انسان جوان ہو کر بھی بہت سے تعلقات رکھتا ہے اور اسکو محبت کرنی پڑتی ہے - اور جب وہ بوڑھا ہوتا ہے - تو تعلقات اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ محبت بھی ترقی کر جاتی ہے - اور پھر بوجہ ایک لمبی عمر پانیکے بوڑھا آدمی اپنے کئی دوستونکو چھوڑ چکا ہوتا ہے - اور وہ اس سے پہلے اس دنیائے فانی کو الوداع کہ چکے ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ اسکو وہ زمانہ . . . . جب کہ یہ اپنے دوستوں میں بیٹھتا تھا - یاد آتا ہے - اور محبت اسکو بیقرار کرتی ہے - اور نہیں تو اپنی پچھلی عمر کی باتیں یاد آکر اسکو خدا سے محبت اور بھی بڑھ جاتی ہے - کیونکہ وہ اپنے گناہوں سے ڈرتا اور پچھتاتا ہے - اور اگر دوستوں کی جدائی کا داغ بھی رکھتا ہو - اور کچھ صلاحیت بھی رکھتا ہے - تو بیساختہ کہ اٹھتا ہے - کہ سبحان اللہ

یعنی سب کے لئے فنا مقدر ہے - اور تکلیفیں آرام کے ساتھ ضروری ہیں لیکن صرف ہاں صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ان تمام انقلابات اور فنا سے پاک ہے - یا بے اختیاری میں وہ یہ کلمہ زبان پر لاتا ہے - کہ انا للہ وانا الیہ راجعون - یہ فقرہ جو کسی غم کے وقت بولا جاتا ہے - میرے خیال میں اسکے معنوں میں بھی محبت کی طرف ایک اشارہ ہے - یعنی جب ایک چیز جسکو ہم پسند کرتے ہیں - ٹوٹ جاتی یا گم ہو جاتی ہے - یا ایک شخص ہم سے جدا ہوتا ہے - خواہ دائمی خواہ ایک وقت مقررہ تک کے لئے - اسوقت ہم یہ کہتے ہیں - کہ ہم تو خدا کے لئے ہی ہیں - اور ہم نے اسی طرف لوٹنا ہے - یعنی فنا سب کے لئے ہے - سوائے خدا تعالےٰ کے اور ہم بھی کسی دن انہی فنا شدہ لوگوں کی طرح فنا ہو جائینگے - لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ میں ایک محبت کا بھی اشارہ ہے - یعنی خدا تعالےٰ اپنے بندونکو سکھلاتا ہے کہ نقصان کے وقت تم یہ پڑھا کرو - اور اس میں اشارہ فرماتا ہے - کہ تم تو میرے لئے ہی ہو - اور میرے پاس ہی لوٹو گے - اور ایک میری ہی ہستی ہے - کہ جس کی محبت تمکو کچھ فائدہ دے سکتی ہے - تو کیا وجہ کہ تم ایک فانی چیز سے اسقدر محبت کرتے ہو - تمکو تو چاہئے - کہ تم مجھ سے محبت کرو - جو فانی نہیں - وہ چیزیں تو تم سے جدا ہونے والی ہیں - اور اسکے برخلاف میری طرف تم لوٹنے والے ہو - اور مجھ سے تم کو جدائی نہیں - تو بتلاؤ کہ ایسی چیز سے محبت کرنی چاہئے - جو جدا ہونے والی ہے اور آخر رنج دینی والی ہے یا اس ہستی سے جس کی طرف لوٹنا ہوگا - اور اس سے لوٹنا کبھی نہ ہوگا اور ہمیشہ اس محبت کا ثمرہ ملتا رہیگا - پس جب انسان کسی خسارہ یا تکلیف کے وقت اس فقرہ کو زبان پر لاتا ہے تو اسکے دل میں فوراً صبر اور استقلال کی ترغیب پیدا ہوتی ہے - کہ کیا وجہ کہ میں ایک فانی چیز سے محبت کروں - جبکہ نہایت حسین اور نہایت پیارا غیر فانی خدا میرے سامنے محبت کرنے کو موجود ہے - مگر جب انسان خدا سے محبت کرتا ہے - تو ساتھ ہی اسکے دل میں خدا کی مخلوق کی محبت بھی جوشزن ہوتی ہے - اور جتنا وہ اسمیں بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں بھی ترقی کرتا ہے - اس وقت انسان جس چیز کو دیکھتا ہے - معاً قادر خدا کی قدرت یاد آجاتی ہے کہ یہ سب صنایعاں اُسی کی ہیں - اور جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے - وہ سب اُسی کی مخلوق ہے - پس بوجہ اسکے کہ وہ اُسکے محبوب کی بنائی ہوئی چیز ہے

اور اسیکے ارادہ اور حکم سے بنی ہے وہ اسکی قدر کرتا ہے - اور اسی لئے وہ ان گناہوں سے بچ جاتا ہے - جن میں کہ دوسرے لوگ اس وجہ سے پھنسے ہوئے ہوتے ہیں - کہ انکو خدا سے محبت نہیں ہوتی یا اس درجہ تک نہیں ہوتی مثلاً ایک خدا سے محبت کرنیوالا - انسان اصراف سے پرہیز کریگا کیونکہ وہ برداشت ہی نہیں کرسکیگا کہ ایک چیز جو کہ خدا نے اسکو دی ہے بلا ضرورت اور بلا وجہ ضائع کیجائے - اور وہ ظلم و تعدی سے پرہیز کریگا کیونکہ اسکی طبیعت اسکی متحمل نہیں ہوسکیگی - کہ خدا تعالےٰ کی بنائی ہوئی چیز کو تباہ کرے - اور اسی طرح اس محبت سے جو کہ ایک انسان کو خدا سے ہو وہ دیگر تمام گناہوں اور کمزوریوں سے بچتا ہے - اور برخلاف اسکے جو خدا تعالےٰ سے محبت نہیں رکھتا اگر انجام کے خوف سے اور سزا کے ڈر سے گناہوں اور بدیوں سے بچنے کی کوشش بھی کرے - تو اس حد تک نہیں بچ سکتا جہاں تک کہ وہ شخص جو کہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے بچتا ہے - اسوقت یہ بھی کہدینا ضروری ہے کہ اخلاص سے کام کرنے والا انسان بھی ایک قسم کا سزا کا ڈر اور خوف رکھتا ہے - مگر وہ بھی اسلئے ہوتا ہے - کہ کہیں میری محبت میں خلل نہ آجائے - اور ایسا نہ ہو کہ میں خدا تعالےٰ سے دور جا پڑوں - ہاں بعض اولیاء کے قول سے یہ بھی ظاہر ہے - کہ ایسے انسان بھی دنیا میں ہوتے ہیں جنکے دل میں خوف دوزخ یا امید بہشت کچھ بھی نہیں ہوتا اور صرف اس اخلاص اور محبت کیوجہ سے اعمال کرتے ہیں جو کہ انکو خدا سے ہوتا ہے اسجگہ اصل مطلب تو میرا یہ ہے - کہ اخلاص اور محبت الٰہیہ سے انسان گناہون سے بچ جاتا ہے - اور محبت کے درجہ مختلف ہیں جتنی محبت ہوگی اسی قدر قرب الٰہی نصیب ہوگا - اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ملیگی - پس ضروری ہوا کہ گناہون سے بچنے کے لئے اور ترقی درجات کے لئے ہم اپنا تعلق خدا سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالےٰ کے قریب ہوجائیں - اور شیطان ہم پر حملہ کرنے سے روکا جائے اور ہم ایک سورج کی طرح ہون - جس سے کہ ایک دنیا روشنی پکڑتی ہے مگر مسئلہ زیر بحث تو یہ ہے - کہ آیا وہ خدا جس سے ہم محبت کرنی چاہئے وہ عیسائیوں کا خدا ہے - یہودیوں کا خدا ہے - ہندؤں کا خدا ہے - یا مسلمانوں کا خدا ہے - اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہئے - کہ خدا تو ایک ہی ہے - مگر مختلف مذاہب مختلف رنگون

ہیں اسکو پیش کرتے ہیں - اور مختلف شریعتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور یہ مذاہب کا جھگڑا بہت پرانے زمانہ سے چلا آتا ہے - اس لئے ایک صاحب بصیرت کا فرض ہے - کہ وہ غور سے سب مذاہب پر ایک نظر ڈالے اور پھر فیصلہ کرے کہ کونسا مذہب سچا اور کونسا خدا اس قابل ہے - کہ اس سے محبت کیجائے بالفاظ دیگر کونسا مذہب ہے جو کہ خدا کی طرف سے ہے اب اس موقعہ پر ہم مختلف مذاہب پر ایک مختصر نظر ڈالنا چاہتے ہیں - تاکہ ناظرین اس سے فائدہ اٹھائیں اور کسی وقت جب کہ ان کو اس قسم کا مباحثہ کرنا پڑے تو اس پر نظر رکھیں - پہلے ہم عیسائیوں کے خدا کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ عیسائی اپنے خدا کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی ایک مدت سے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قایل ہیں یعنی وہ اسبات کے قایل ہیں - کہ توحید تثلیث میں ہے اور تثلیث توحید میں ہے اگرچہ یہ ایک ایسی بات ہے - جو انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی - کیونکہ یہ کسطرح ممکن ہے کہ ایک تین ہو اور تین ایک - مگر خواہ یہ ٹھیک ہو یا نہ ہو عیسائی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور تین کے قایل ہین - اور پھر ساتھ ہی ایک کے وہ یہ بھی کہتے ہیں - کہ باپ بیٹا اور روح القدس تین خدا ہیں لیکن ساتھ ہی یہ سب ایک ہی ہیں - پہلے تو ہم اسبات پر غور کرتے ہیں تو معلوم

لہ اس وقت بہت سے ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا - کہ ایک فرقہ تو خدا کا منکر ہی ہے پس پہلے خدا ثابت کیا جائے - تو پھر کوئی اور بات شروع ہوگی مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ میرا مضمون ہی دہریہ کے خیالات کا رد ہے - کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ محبت کا مادہ دل میں ہو - اور محبوب کوئی نہ ہو جب کہ دل میں محبت کا مادہ موجود ہے کہ اسکا صانع یا خالق کوئی ہے جس نے محبت کا مادہ دل میں پیدا کیا ہے اور انسانی دل خواہ مخواہ اس کی طرف کشش کرتا ہے کہ اسکو ڈھونڈھ نکالے - پھر ہم دہریہ سے سوال کرتے ہیں کہ خلائق کس نے پیدا کی اور جب وہ ذرات عالم کی طرف اشارہ کرے تو پھر یہ سوال ہوگا - کہ انکو کس نے پیدا کیا - اور اسی طرف ایک حد تک چلکر ایک طاقت ماننی پڑیگی جو کہ یہ سب کام چلا رہی ہے - پس وہی تو خدا ہے جو خالق ارض و سما اور علیم و خبیر ہے تمام نیک صفات کا مجموعہ ہے پس دہریہ کا ابطال تو یہ مضمون خود کر رہا ہے - پھر اسکا ذکر لانا بالکل فضول ہے

ہوتا ہے کہ یہ مذہب بہت کچھ انسانی دست برد کے نیچے آچکا ہے۔ کیونکہ تین خداؤں کی کونسل ظاہر کرتی ہے کہ ایک خدا انتظام مخلوق سے قاصر ہے۔ جو کہ خود انکے عقیدہ سے برخلاف ہے۔ وہ خدا کو قادر مطلق سمجھتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہو کہ تینوں قادر ہوں قادر مطلق تو وہ ہے جو بلا کسی اور کی مدد کے حکمران ہو مگر یہاں تو دو اور ساتھ لگے ہوئے ہیں ہم خود عیسائی سلطنتوں میں دیکھتے ہیں کہ جب ایک کام پر ایک سے زیادہ آدمی لگائے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے ایک کو دوسرے کی نسبت زیادہ اختیار دئے جاتے ہیں اور وہ بوجہ اس امتیاز کے جو کہ اپنے دوسرے ساتھیوں پر رکھتا ہے اس اختلاف کو مٹاتا ہے۔ جو کہ وقتاً فوقتاً حادثات زمانہ اور ضروریات وقت کی وجہ سے ان میں پڑ جاتا ہے پس اگر یہ ممکن تھا۔ کہ تین ہی قادر مطلق ہوں۔ تو یہ عیسائی سلطنتیں جو کہ حضرت عیسیٰ کی غلامی کا دم بھرتی ہیں کچھ نمونہ ہمکو بھی تو دکھلائیں۔ کہ کس طرح تین کا قادر مطلق ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ ملتی ہوئی بات بھی ہم ان میں نہیں پاتے تو کیونکر خیال کر سکتے ہیں کہ انکے خدا تین بھی ہیں اور پھر قادر مطلق بھی اور پھر ایک کے ایک۔ تین کا ہندسہ ظاہر کرتا تھا کہ انتظام کے لئے کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہوگا۔ مگر افسوس اور حیرت کی بات تو یہی ہے کہ پھر وہ تینوں قادر مطلق بھی ہیں اگر کثرت رائے ہوتی ہے۔ تو جب ایک مخالف کی بات نہ مانی جاتی ہوگی تو کیا اس کی قدرت میں کوئی فرق نہیں واقع ہوتا ہوگا۔ بات یہ ہے۔ کہ یہ عقیدہ کچھ ایسا بے ڈھنگہ۔ اور لغو واقع ہوا ہے کہ کوئی انسانی عقل حتیٰ کہ خود عیسائی بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے۔ بلکہ جب ان سے سوال کیا جائے تو صاف جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ انسانی عقل سے بالا ہے گویا وہ عقیدہ جو انسانی عقل سے بالا ہو اس قابل ہے کہ انسان کے سامنے پیش کر کے اس کو پریشان اور حیران کر دیا جائے۔ کیا یہ عیسائیوں کے خدا کی کونسل کا ظلم نہیں۔ کہ وہ ایسا عقیدہ انسان کو منوانا چاہتی ہے۔ جس کے مطابق اس نے انسان کا دماغ بنایا ہی نہیں۔ ایک دنیاوی گورنمنٹ تو اپنی رعایا کی بہتری کی تجاویز سوچتی ہے۔ اور نہیں تو کم سے کم اس بات کا خیال رکھتی ہے۔ کہ کہیں وہ بوجھ جو ہم اس پر ڈالتے ہوں۔ حد سے زیادہ تو نہیں ہو جاتا مگر یہ آسمانی کونسل اس بات پر انسان کو دائمی دوزخ میں ڈالتی ہے جس کا ماننا اسکے لئے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ کیا یہی وہ عدل ہے۔ کہ

جس پر عیسائیوں کا خدا فخر کرتا ہے پھر ایک اور بات ہم کو نہایت تعجب میں ڈالتی ہے کہ جب کہ زمانہ ایک ہے یعنی جب سے خدا ہے اس وقت سے بیٹا - اور ساتھ ہی قدرت اور طاقت بھی ایک ہی ہے - اور پھر بیٹے کی ماں بھی کوئی نہیں تو ایک کو بیٹا اور ایک کو باپ کس طرح قرار دیا گیا ہے - کیا بیٹے کا حق نہیں کہ وہ باپ ہونے کا دعوے کرے جبکہ وہ قادر مطلق ہے اور باپ کا ہم عمر بھی تو کیوں اسکی حق تلفی کر کے اسکو بیٹا قرار دیا گیا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد کفارہ پر رکھی گئی ہے اور یہی چبوترہ ہے - جس پر کہ عیسائیت کا بت رکھا گیا ہے - یا یہی وہ مسالہ ہے کہ جس پر عیسائیت کی عمارت کھڑی کی گئی ہے - اور اس کفارہ سے یہ مراد ہے کہ جب بیٹے نے یعنی مسیح نے دیکھا کہ باپ.... تو بوجہ عدل کے کسی کا گنہ بخش نہیں سکتا اور اتنی مخلوق خواہ مخواہ جہنم میں جا رہی ہے - تو اسنے اپنی قربانی کر کے مخلوقات الٰہی کو گنہ سے بچایا - یعنی وہ مسیح کی شکل میں اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا اور پھر یہودیوں کے ہاتھ سے سولی دیا جا کر تمام گناہوں کو اپنے سر پر لے گیا اور اب وہ جو کہ اسکے کفارہ پر ایمان لائیں ان کے تمام گناہ بخشے جائینگے اور وہ ان وعدوں کے مستحق ہونگے - جو کہ خداتعالے نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ کئے ہیں - مگر اس بات پر غور کرنے کے ساتھ ہی پہلا اعتراض جو اسپر پڑتا ہے - وہ یہ ہے کہ جب خدا بھی قادر مطلق اور بیٹا بھی تو کیا وجہ کہ مسیح نے اپنی قدرت سے تمام لوگوں کو نجات نہ دیدی - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یعقوب باب ۲ آیت ۱۳ میں صاف طور سے لکھا ہے کہ "رحم عدالت پر غالب ہوتا ہے" تو کیوں خدا کو ضرورت پڑی کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرے اور خلقت کو گناہ سے بچائے جب کہ رحم عدالت پر غالب ہے تو کیوں اسنے رحم کر کے لوگوں کو نہیں چھوڑ دیا اور کیوں اس نے ان کو جو کہ گناہگار تھے بخش نہ دیا - اور اگر یہ کہا جائے کہ یعقوب کا قول ہمارے لئے سند نہیں تو یہ ایک نہایت ذلیل عذر ہوگا - کیونکہ اگر ایسا ہے تو کیوں یعقوب کے خطوط کو بائبل میں جگہ دیگئی ہے اور اگر وہ اس قابل ہیں - کہ انکو ردی کے ٹوکرہ میں پھینک دیا جائے تو کیوں اب اب بھی عیسائی اس سے سند لیتے ہیں - اگر وہ خطوط غلطی سے بائبل میں درج ہو گئے تھے تو اب ان کو نکالا

سکتا ہے مگر اس صورت میں بھی ایک بہت بڑی مشکل پیش آویگی وروہ یہ کہ مسیح نے اپنے بارہ حواریوں کے لیئے تخت کا وعدہ کیا تھا اور اگرچہ وہ پوا نہیں ہوا مگر پھر بھی عیسائیوں نے تخت سے مراد اسمانی تخت لیکر کسیقدر اپنا پیچھا چھڑوایا تھا اوراب جبکہ یعقوب کے کسطون کو بھی خلاف ارشاد حضرت عیسیٰ انصویا جائیگا - تولازم ہوگا کہ یعقوب کو بھی ایک بدگو اور جھوٹا انسان سمجھا جاوے اور اس صورت میں دواری روحانی تختوں سے بھی محروم ہو جائینگے ایک تو یعقوب دوسرے یہودا اسکریوتی جس نے تیس روپے لے کر اپنے استاد یسوع کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا اور اس روحانی تخت سے محروم رہا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا - اوراب جب کہ دو حواری آسمانی تخت سے محروم کیئے جائینگے تو معلوم نہیں کہ عیسائیوں کو وہ کس قسم کے تخت مان لینے پڑینگے - جس کا کہ یسوع نے اپنے حواریوں سے وعدہ کیا تھا - اب میں اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہوں اور عیسائیوں کو اسبات کی طرف توجہ دلاتا ہوں - کہ وہ ذرہ " رحم عدالت پر غالب ہوتا ہے " کے معنے بتائیں - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دانیال نبی کی کتاب میں باب ۹ آیت ۱۶ میں لکھا ہے - " اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں - کہ تو اپنی ساری راستبازی کے موافق اپنے قہر اور اپنے خشم سے جو تیرے ہی شہر یروشلم پر ہے - جو کوہ مقدس ہے دست بردار ہو کیونکہ ہمارے گناہوں کے اور ہمارے باپ دادوں کی شرارتوں کے سبب سے یروشلم اور تیرے لوگ ان سارے قوموں کے حضور میں جو اُس پاس ہیں مورد ملامت ہوئے " - اسجگہ دانیال نبی اپنے گناہوں اور اپنی قوم کے گناہوں کی معافی خدا تعالیٰ سے چاہتے ہیں - پس اگر وہ گناہ معاف نہیں کر سکتا اور عادل ہے تو دانیال نبی کا یہ فعل عبث ہو جاتا ہے - مگر اسکے برخلاف جبرئیل نے آکر اُن کو سنایا ہے کہ تیری دعا سنی گئی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تواریخ نمبر ۲ باب ۳۰ آیت ۲۰ میں لکھا ہے کہ حزقیاہ نبی اسرائیل کے لیئے دعا مانگی اور خداوند نے اس کی سنی اور معاف کیا گیا عیسائی صاحبان اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ جب خدا کی عادت ہے کہ وہ گناہ معاف کر دیتا ہے تو کیوں اس کو لغو کام سوجھا کہ اپنے بیٹے کو مفت میں پھانسی دلوائی اور لوگوں کے گناہ معاف نہ کیئے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اسبات کے جواب میں بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یسوع سے پہلے جو لوگ بیٹے پر ایمان رکھتے تھے ان کے گناہ بھی بخشے گئے لیکن اس جگہ یہ بات بھی نہیں

کیونکہ ایمان لانے والے کے گناہ تو پہلے ہی بخشے گئے خدا نے یہ کیا لغو بات کہی کہ میں نے حزقیاہ کی دعا سنکر گناہ معاف کئے جو کفارہ پر پہلے سے ہی ایمان لائے ہوئے تھے اور جن کا یقین اور اخلاص اول ہی سے کامل تھا ان کو گناہ گار ٹھہرانا ایک بہت بڑی ناانصافی ہے اور یا تو اس جگہ خدا سے ہی غلطی ہو گئی ہے۔ یا حزقیل نبی نے نعوذ باللہ افترا سے کام لیا اور مخلوق الٰہی کو دھوکا دینا چاہا ہے اور یہ دونوں ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں سے ایک کو مان کر بھی عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر نہیں جس مذہب کا خدا گناہ سے پاک نہیں اس میں ایک نبی پر تہمت کا لگنا اور گناہ گر ثابت ہونا کوئی بڑی بات نہیں پھر ہم دیکھتے ہیں ابتک جو ہم نے ثابت کیا ہے یہ ہے کہ عیسائیوں کا خدا اول تو اس قابل ہی نہیں کہ وہ سمجھ میں آسکے اور پھر اس کی باتیں اور کلام کچھ ایسی متناقض واقع ہوئی ہیں کہ ایک عقلمند سے عقلمند انسان ان کے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ گناہ معاف کرتا ہے اور دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ میں عادل ہوں اور گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ یہ بات تعجب اور حیرت سے دیکھنے کی قابل ہے کہ خدائے قادر کو کیا ضرورت پڑی کہ اس نے ایسا دو رخا کلام کیا۔ کیا وہ اپنے بندوں سے ڈرتا ہے یا کوئی اور بھید ہے جسکو ہم سمجھ نہیں سکتے مگر پہلی بات زیادہ زبردست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس نے یہودیوں کی مار کھا کر ایک تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ اور خیال کیا تھا کہ اگر میں کفارہ کا باطل مسئلہ ان کے سامنے پیش نہ کروں گا۔ تو معلوم نہیں مجھ سے کیا سلوک کرینگے۔ اب ہم اتنا تو ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کفارہ کا مسئلہ انسانی عقل سے بعید ہے اور یہ کہ عیسائیوں کا خدا دو رخا کلام کرتا ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ایسے خدا سے محبت کریں۔ اور ہر لحظہ اور ہر گھڑی اپنے دل میں اس کا تصور جمائے رکھیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں تو عیسائیوں کا خدا جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا بھی نہیں کرتا۔ اس نے کہا ہے کہ گناہ کی سزا جسم پر بھی پڑتی ہے اور روح پر بھی اور یہی اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ پیدایش باب ۳ آیت سولہ میں ہے کہ ”میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور درد سے تو لڑکا جنیگی“ اسی طرح آیت ۱۸ و ۱۹ میں ہے ”وہ زمین اتیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگاویگی اور تو کھیت کی نبات کھائیگا۔ تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی کھائیگا“ اور یہ وہ سزا ہے جو کہ آدمؑ اور حوا کو بسبب ایک گناہ کے خدا تعالیٰ

نے دی ہے۔ مگر جبکہ کوئی مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے تو چاہئے کہ وہ اس تکلیف سے بچ جائے۔ کیونکہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے اُسکے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کئے گئے اور اب اس کا حق ہو کہ اگر وہ عورت ہے تو دردِزہ سے بچہ نہ جنے اور اگر مرد ہے تو اس کو محنت مزدوری نہ کرنی پڑے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ میں ہر سال بیسوں عورتیں بچہ جننے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔ کیا خدا کو اپنا وعدہ بھول گیا۔ یا وہ آرام میں ہے۔ اور قصوں کے دیوں کی طرح جو کہ ایک دراز زمانہ تک ایک ہی کروٹ پر سوتے رہتے ہیں وہ بھی سو رہا ہے بہر حال کچھ بھی ہوا سکو خبردار کرنا چاہئے اور تمام عیسائیوں کا فرض ہے کہ وہ ملکر اُسکی خدمت میں ایک ڈیپوٹیشن پیش کریں تاکہ اس روز مرہ کی تکلیف سے بچ جائیں۔ اور ایسا ہو کہ پھر عورتیں بلا درد کے بچہ جنیں۔ اور مرد بلا محنت کے روزی حاصل کریں۔ تب بیشک عیسائیوں کا فرض ہوگا کہ وہ دنیا کے سامنے اس مذہب کو پیش کریں اور گو کہ تثلیث لوگوں کی سمجھ میں نہ آوے مگر ان کا یہ کہنے کا حق ہو جائیگا۔ کہ وہ جو ہم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ کرنے والا ابھی موجود ہے۔ مگر جبکہ ان کا خدا وعدہ کر کے بھول جاتا ہے۔ تو ہم اُس سے نجات کی کس طرح امید رکھ سکتے ہیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے عیسائیوں سے تین وعدہ کئے ہیں۔ مگر اب تک ان میں سے ایک بھی پورا نہیں کیا اسنے بارہ حواریوں سے بارہ تخت کا وعدہ کیا۔ یہاں تک کہ لوقا باب ۲۲ آیت ۳۶ میں ہے کہ "اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے"۔ اسکا سوائے اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اُس تخت کے وعدے کو اور بھی مضبوط کیا جاوے مگر افسوس ہے تخت تو کیا ملنے تھے ان میں سے ایک حواری تو برگشتہ ہو گیا جسنے کہ تیس کھوٹے درہم لیکر اپنے استاد کا سراغ بتایا اور ایک نے تین دفعہ یسوع پر لعنت کی پس ایک تو یہ وعدہ تھا جو آجتک پورا نہ ہوا۔ اور دوسرا وہ ہے جو قیامت تک بھی نہ ہوگا یعنی مسیح نے حواریوں سے وعدہ کیا تھا۔ "لوقا باب ۲۱ آیت ۲۷" "لوگ ابن آدم کو بدلی میں قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آتے دیکھینگے" پھر آیت ۳۲ و ۳۳ میں ہے کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب ہو نہ لیوے یہ پشت کبھی نہ گزریگی۔ آسمان و زمین ٹل جائینگے پر میری باتیں کبھی نہ ٹلینگی"۔ مگر وہ پشت تو الگ رہی اس زمانہ سے آجتک یہودیوں کی بیسوں

پشتیں گزر گئیں مگر اب تک یسوع آسمان سے قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ نہیں اترا۔ پھر تیسری وعدہ خلافی وہ ہے جو کہ ہم اوپر گناہوں کی معافی کی نسبت بیان کر چکے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ جب یہ تینوں وعدے جو مسیح یا خدا نے اپنے بندوں سے کئے تھے وہ آجتک پورے نہیں ہوئے تو اس سے اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ اب ہم آخری بات جو ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح لعنتی تھا۔ اور یہ بات بالکل ہی لغو اور بیہودہ ہے کیونکہ لعنت تعلق رکھتی ہے دل سے اور کسی کا لعنتی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا دل خدا سے پھر گیا مگر یہاں تو خود مسیح ہی خدا تھا۔ اس کا دل پھرا تو کس سے پھرا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اُس وقت انسانی قالب میں تھا تو اور الزام آئیگا۔ اور اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ اس کا دل خدا سے جو باپ تھا پھر گیا اور یہ بات ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ اسی کی طرف تو لوگوں کو بلانے آیا تھا پس ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا وہ خدا نہیں جس سے ہم کسی بہتری کی امید کر سکیں یا ہمارا دل جسکی طرف محبت کرنیکے لئے جھک جائے اور یہ کفارہ کی آڑ بھی سوائے دھوکے کی ٹٹی کے اور کچھ نہیں اور یہ ایک لغو بات ہے کہ مرے کوئی اور گنہ گار بخشے جائیں ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی آج تک ایسا نہیں ہوا۔ کہ ایک شخص کے سر درد ہو اور دوسرا اپنے سر میں پتھر مارے اور وہ جو کہ سر درد میں مبتلا تھا بیماری سے شفایاب ہو پھر ہم کس طرح یقین کر سکتے ہیں۔ کہ مسیح نے دنیا پر رحم کھا کر اپنے آپ کو قربان کر دیا اور دوسروں کے گناہوں کو اپنے سر لے لیا۔ اور وہ جو کہ قادر مطلق تھا اور خدا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک دن اسپر ایسا بھی آیا کہ وہ اپنے باپ سے تعلق توڑ بیٹھا اور اس قادر مطلق کا انکار کر دیا جس کی طاقت اور جلال کا وہ سب سے زیادہ واقف تھا۔ کیونکہ لعنت کا یہی مفہوم ہے اور اگر توریت ہمکو ایسی نظیر بتاتی تو کچھ بات بھی تھی مگر بجائے اسکے کہ توریت کفارہ کی کوئی نظیر بتائے وہ الٹی اسکی منکر ہے کیونکہ پیدائش باب ۴۴ آیت ۱۶ و ۱۷ میں لکھا ہے۔ کہ "یہودا بولا کہ ہم اپنے خداوند سے کیا کہیں اور کیا بولیں اور کیونکر اپنے تئیں پاک ٹھہراویں کہ خدا نے تیرے چاکروں کی بدکاری ظاہر کی دیکھ کہ ہم اور وہ بھی جس پاس سے پیالہ نکلا اپنے خداوند کے غلام ہیں۔ وہ بولا خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں یہ شخص جس پاس سے پیالہ نکلا وہی میرا غلام ہوگا۔ اور تم اپنے باپ کے پاس سلامت جاؤ" اسجگہ حضرت یوسف اپنے بھائی کو ایک پیالہ کی چوری کا ملزم ٹھہراتے ہیں (یہ سمجھنا چاہیے

کہ کہیں درحقیقت حضرت یوسف کے بھائی نے چوری کی بلکہ پیالہ حضرت یوسف کے غلاموں سے غلہ کی بوری میں رکھا گیا تھا) اور اُنکے دوسرے بھائی اپنے آپ کو انکے پاس ایک قیدی یا غلام کے طور پر پیش کرتے ہیں مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں اور اگر کفارہ جائز ہوتا تو حضرت یوسف کے بھائی جواب دیتے کہ جب خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا کی خاطر قربان کر دیا اور اس بیٹے کی قربانی کو قبول کیا تو کیا وجہ کہ ہماری قربانی اپنے بھائی کی بدلے رد کی جائے۔ اور خود حضرت یوسف جو کہ نبی تھے یہ فقرہ زبان پر نہ لاتے۔ کیونکہ خدا نہ کرے کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ایک کے بدلے دوسرے کو پکڑنا شریعت کے لحاظ سے ناجائز تھا۔ اس لئے حضرت یوسف فرماتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ مجھ سے ایسا برا فعل سرزد ہو۔ اسجگہ کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی اپنے بھائی کے بدلے میں اپنے آپ کو غلام نہیں قرار دیتے بلکہ وہ اپنے آپ کو اُسکے ساتھ پکڑواتے ہیں۔ مگر حضرت یوسف کے جواب پر غور کرنے سے یہ بات اسپر کھل جائیگی کہ اُنکا اصل مطلب یہی تھا کہ انہیں سے ایک رکھا جائے۔ اور چھوٹا بھائی چھوڑ دیا جائے اور پھر اس گفتگو میں یہودا کا آگے چلکر آیت ۳۳ میں یہ کہنا کہ ”اب مجھے اجازت دیجئے کہ تیرا چاکر جوان کے بدلے اپنے خداوند کی غلامی میں رہے اور جوان کو اُسکے بھائیوں کے ساتھ جانے دے،، صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسکے بدلہ میں قید کروانا چاہتا تھا۔ مگر حضرت یوسف نے صاف جواب دیا اور اسکو ایک گناہ قرار دیا۔ پس جبکہ کفارہ شریعت میں ناجائز تھا اور نبی اسکو ایک گناہ ٹھہراتے تھے تو کیونکر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ انکے کفارہ پر ایمان رکھتے تھے۔ یا کفارہ پر بھی ہم کس طرح یقین کریں جبکہ شریعت موسوی اسکو ناجائز ٹھہراتی ہے جس شریعت پر چلنے کا فخر خود حضرت عیسیٰ کو تھا۔ پھر ان دلائل کے علاوہ ایک بات ایسی زبردست ہے کہ جسکو خیال میں لاکر ہم ایک دم کے لئے بھی حضرت عیسیٰ کو خدائی کا منصب نہیں دیسکتے یا دوسرے الفاظ میں ہم قطعًا یہ وہم بھی نہیں کر سکتے کہ عیسائی مذہب سچا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر سرینگر کے خانیار محلہ میں معلوم کی گئی ہے۔ اور انجیل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں بلکہ اُس پر سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔ اور تاریخی شہادتوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچائی گئی ہے۔ کہ وہ

سرینگر میں آئے اور وہاں آکر فوت ہوئے جسکی گواہی خود سرینگر کے باشندے بھی دیتے ہیں اب ہم نے مختصر سے دلائل اسبات کے دیدئے ہیں - کہ آیا عیسائی مذہب سچا ہے یا نہیں - یاکہ اس کا خدا اس قابل ہے کہ ہم اس سے محبت کریں یا نہیں - اور ان دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے انسانی تصرفات اس مذہب میں جگہ رکھتے ہیں اور یہ اس قابل نہیں رہا کہ خدا کی تلاش کرنے والا آدمی اس سے کچھ فائدہ اٹھائے اس لئے اب ہم یہودیوں میں خدا کی تلاش کرتے ہیں کہ شاید ہمکو وہ خدا ملے جس سے کہ ہم محبت کریں اور وہ ہماری محبت کا بدلہ دے اور اس قابل ہو کہ ہم اس سے تسلی پائیں - جو کہ آفات اور مشکلات کے وقت اپنے بندونکی دستگیری کرے - مگر افسوس کہ اس مذہب کی طرف ایک ہی قدم اٹھا کر ایک مایوسی سی ہو جاتی ہے اور طالب حق جو کہ حق اور اصلیت کی تلاش میں دن رات سرگردان و پریشان رہتا ہو اور جسکو فکر اور غم اس لئے گھیرے رہتے ہوں کہ کیسطرح اسکو وہ خدا ملے کہ جسکی محبت سے اس کا دل پاک ہو جائے اور یہ ایک سکھ اور چین کی زندگی پاوے - گھبرا اُٹھتا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے - کہ جسکے پیروان خدا کے تعلق اور اسکے راستہ کی ہدایت کو اپنے لئے ہی مخصوص سمجھتے ہیں - ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سوائے ہمارے نجات کسیکو نہیں ملسکتی اور یہ کہ اور کوئی شخص اگر ہم میں داخل ہونا چاہئے تو اسکے لئے یہ دروازہ قطعاً بند ہے - اور ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شخص توریت اور حضرت موسیٰ پر ایمان لاکر یہودیوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے اگر کوئی شخص یہودیوں میں داخل نہیں ہو سکتا تھا تو چاہئے تھا کہ کوئی اور طریقہ بھی نکالا جاتا کہ جس سے دنیا دائمی عذاب اور ہمیشہ کے لئے لعنت سے بچ جاتی مگر نہیں شاید خدا تعالیٰ کا یہودیوں سے رشتہ ہے کہ نجات سوائے انکے اور کسیکو مل ہی نہیں سکتی - اس نجات کا فائدہ ہی کیا ہوا کہ سوائے ایک فرقہ کے اور کسی کو نہ ملے باقی تمام فرقہ اور تمام قومیں باوجود اقرار کرنے کے کہ یہودی مذہب سچا اور خدا کی طرف سے ہے اسبات سے محروم رہیں کہ وہ خدا کی محبت کی لذت اٹھائیں - پھر جبکہ یہودیوں پر ہی نجات کا ملنا نہ ملنا منحصر ہے - تو جزا و سزا اور حشر و نشر وغیرہ بالکل بیہودہ اور لغو ہو جاتے ہیں - اور اسی لئے یہودیوں کے بعض فرقہ بالکل انکار کر بیٹھے ہیں کہ کبھی جزا و سزا کا کوئی دن آویگا - اور انہوں نے یہی نہیں کیا کہ جزا و سزا کا ہی انکار کریں - بلکہ ان کے خیال

ہیں مذہب کوئی چیز نہیں صرف کچھ قوانین ہیں تاکہ نبی نوعِ انسان میں انتظام قائم رہے پس ایسے
لوگوں کا ذکر کرنیکی کوئی ضرورت نہیں جنہوں نے مذہب کو ایک معمولی قوانین کا مجموعہ قرار
دیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کبھی کوئی سلطنت اس دو ہزار سال کے عرصہ میں
رہ ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ اس عرصہ کے درمیان کوئی یہودی سلطنت ہوئی ہی نہیں۔ پھر یہ
انتظام جو ہے تو کیونکر قائم رہا اور اگر یہ کہیں کہ عیسائی بھی توریت پر ایمان رکھتے ہیں۔
انکی سلطنت یہودیوں کی سلطنت ہی ہے۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ انکو تو بزعم خود کسی شریعت
کی ضرورت ہی نہیں اور انکو اجازت ہے کہ سوائے چند باتوں کے جو کہ حواریوں کی کونسل نے
قرار دی ہیں اور سب کام کریں اور جس طرح دل چاہے عمل کریں ان کے گناہوں کا بوجھ تو بیچارے
مسیح کی گردن پر رکھا گیا ہے اور یہ بلکل آزاد ہیں پھر عیسائیوں کی سلطنت کو اپنے اصول کے
مطابق سمجھنا خلاف واقع ہوگا۔ اور اسکے علاوہ عیسائی سلطنتیں کہیں قصور معاف کرتی ہیں
تو کہیں سزا دیتی ہیں حالانکہ توریت میں ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے
بدلے ہاتھ لو تاکہ دنیا عبرت حاصل کرے۔ پس عیسائی سلطنتوں کو اپنے میں شامل کرنا
تو کسی طرح بجا ہی نہیں۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں بغیر تعلیم موسوی کے بھی
انتظام چلسکتا ہے۔ اور دوسری قومیں بھی اس قابل ہیں کہ وہ بغیر توریت کی مدد کے دنیا
کا انتظام چلا دیں۔ پس ہم اب ان فرقوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزا و سزا کے قائل ہیں اور اقرار
کرتے ہیں کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ کے روبرو لوگ اپنے اعمال
کا حساب دینگے اور وہ کام جو کہ انہوں نے دنیا میں کئے ہونگے انکا بدلہ انکو ملیگا مگر یہاں
پھر یہ اعتراض آتا ہے۔ کہ جب یہودیوں کے لئے نجات لازم ہے اور دوسروں کیلئے حرام
تو جزا و سزا کے دن کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ جزا و سزا اس لئے ہے۔ کہ وہاں
بھلے اور برے میں فرق کرکے دکھایا جائے اور ظاہر کیا جائے کہ فلاں نے بہت عمدہ
کام کیا اور فلاں نے بہت برا اور اس لئے اسکو جو کہ نیک اور شریف تھا خدا تعالےٰ
کی طرف سے یہ یہ انعام دئے جاتے ہیں اور وہ جو کہ بد تھا اور برائی کے سوا اور کچھ نہیں
جانتا تھا۔ یہ سزا دی جاتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ بات ہی نہیں۔ کیونکہ یہودیوں کے لئے

نجات لازم ہوئی اور دوسرے کے لئے حرام پھر کیا ضرورت تھی کہ حشر و نشر کا دن مقرر کیا جاتا اور پھر خدا تعالیٰ کا نعوذ باللہ یہ سخت ظلم ہے کہ اس نے ایک شخص کو یہودیوں میں پیدا کیا اور دوسرے کو نہیں اور باوجود اسکے کہ وہ یہودی نیک اعمال بھی نہیں کرتا اور یہ دوسرا آدمی چاہتا ہے کہ میں یہودی فرقے میں داخل ہو کر نجات پاؤں۔ مگر وہ جو یہودی ہے مفت میں نجات حاصل کرتا ہے اور وہ جو کہ کسی اور گروہ سے ہے بلا گناہ کے مارا جاتا ہے اگر خدا تمام دنیا کو یہودی پیدا کرتا تو تو بھی بات تھی کہ اُس نے تمام انسانوں کو یہودی پیدا کیا تھا۔ مگر ایک نے اپنی بداعمالی کی وجہ سے سزا پائی اور دوسرے نے نجات مگر یہاں تو گویا کہ دھکے دے کر بنی نوع انسان کو نجات اور محبت الٰہی سے خارج کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اگر ایک انسان کہے کہ میں تو یہودی مذہب قبول کرنے کے لئے تیار تھا۔ مگر اے خدا تو نے اور تیرے جانشینوں اور حاکموں نے مجھ کو ایسا کرنے سے باز رکھا تو اس وقت خدا تعالےٰ کیا جواب دسکتا ہے سوائے اسکے کہ میری مرضی میں جسکو چاہوں دوزخ میں ڈالوں اور جسکو چاہوں بہشت عطا کروں۔ مگر یہ وہ جواب نہیں ہو سکتا کہ جس سے ایک حاجتمند کی تسلی ہو سکے۔ اور اس صورت میں یہودیوں کے مذہب اور اسکے خدا کی مثال اس کنوئیں کی سی ہوگی جپر ایک شخص کھڑا ڈول نکال رہا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو پیاسا ہے اس طرف آئے تاکہ میں اسکو شیریں اور ٹھنڈے پانی سے سیر کروں اور اس گرمی کی شدت اور سختی سے بچاؤں جو کہ سورج کی گرم ؛ . . . اور جھلس دینے والی دھوپ سے پہنچ رہی ہے مگر جب ایک پیاسا جو کہ کئی کوس کا سفر کرتا ہوا۔ اور ریتیلے میدان اور دھوپ کی گرمی سے تکلیف اٹھاتا ہوا آیا اور اسنے اس کنوئیں پر کھڑے ہوئے شخص کی آواز کو سنکر اور اسکے کلمات سے تسلی پاکر اس سے کچھ پانی مانگا۔ تو اُسنے اس آفت زدہ مسافر کو جھڑک دیا کہ جا اپنا راستہ لے۔ کیونکہ یہ پانی تیرے لئے نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو کہ سامنے اس بڑے گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور جو کہ شیریں اور سرد چشمہ کا پانی اچھال رہے ہیں۔ اور بے فکری اور خوشی انکے چہرہ سے عیاں ہیں۔ پس کیا کوئی شخص اُس شخص کو عقلمند کہے گا جس نے کہ ایک پیاسے آدمی

کو تھوڑا سا پانی دینے میں دریغ کیا تاکہ وہ پیاس کی شدت کو رفع کرے اور اُن لوگوں کو ایک ڈول دینا چاہتا ہے جو کہ خود ایک چشمہ میں پاؤں ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور درخت کا سایہ اُن کو دھوپ کی شدت سے بچا رہا ہے پس دیکھو کہ وہ کنواں تو وہ تعلیم ہے جو کہ یہودیوں کا خدا دیتا ہے اور وہ شخص جو پانی نکال رہا ہے۔ وہ خود خدا ہے جو کہ نجات کے لئے لوگوں کو پکار رہا ہے اور وہ لوگ جو سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور چشمہ میں پاؤں ڈالے بیٹھے ہیں یہودی ہیں جو کہ یہودی ہونے اور بنی اسرائیل میں پیدا ہونیکی وجہ سے خوش ہیں۔ اور عذاب آخرت سے بے فکر ہیں اور وہ جو کہ دور سے پانی مانگتا آتا ہے اور جسکو پیاس کی شدت سے سخت تکلیف ہے ان لوگوں میں سے ہے جو کہ دوسرے مذہبوں قوموں اور فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جو کہ (خدانخواستہ) یہودیوں کی تعلیم ہی سچی سمجھکر اور پیاس کو بجھا دینے والی سمجھکر آیا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھکو بھی وہی تعلیم تلقین کی جائے مگر آگے سے صاف جواب ملتا ہے کہ نہیں یہ تو انہی لوگوں کے لئے ہے جنکو پہلے سے ہی یہودیت کا جامہ پہنایا گیا ہے پس اس صورت میں کیسا باطل ہو جاتا ہے ...... یہ دعویٰ کہ نجات حاصل کرنیکا یہی وابستہ ہے اور یہی وہ پیالہ ہے۔ جسکے پینے سے محبت کی آگ تسکین پکڑتی ہے کیونکہ جب ایک گمراہ اور ایک پیاسا ہدایت پانا اور پیاس کی شدت سے بچنا چاہیں تو صاف جواب دیا جاتا ہے کہ پہلے یہودیت کا یعنی بنی اسرائیل ہونیکا سارٹیفکٹ دکھاؤ اور پھر نجات ملیگی اُس تعلیم کا فائدہ ہی کیا ہے جو کہ عالموں کو دی جائے اور کس کام کی ہے وہ نجات جو کہ نجات یافتوں کو ملے۔ پس یہ عقیدہ عیسائیوں کے کفارہ کی طرح اس قابل نہیں کہ جسکو کوئی عقلمند باور کر سکے یا کوئی حق کا طالب جس سے تسلی پا سکے بلکہ فوراً خیال اس طرف جاتا ہے کہ ضرور اس تعلیم میں کوئی ایسا نقص ہے کہ جسکو چھپانے کے لئے نجات کا دروازہ صرف یہودیوں پر ہی کھولا گیا ہے اور مخالفونکی نظروں ...... سے پوشیدہ رکھا گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکی کمزوریاں دوسروں پر کھل جائیں۔ اب ہم یہودیوں کی تعلیم پر کچھ روشنی ڈالنی چاہتے ہیں مگر اس کے پیشتر اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق بھی اگرچہ یہودی صاف طور سے نہ کہیں مگر انکے عقاید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی حد تک یہ خدا تعالےٰ کے جسم

کے قائل ہیں جیسا کہ لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ساتویں دن آرام کیا اور آرام کرنیکے لئے جسم کی ضرورت ہے کیونکہ تھکاوٹ کے بعد ہی آرام ہوتا ہے اور تکلیف کے بعد ہی راحت کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم اسکو مان لیتے اگر اسکے یہ معنے ہو جاتے کہ یہ ایک استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مگر قرآن شریف نے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا اور تھکا نہیں جس سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت یہود کا مذہب یہی تھا کہ خدا درحقیقت تھک گیا۔ اور اُس کو آرام کی حاجت ہوئی اور یہود نے اس کا انکار نہیں کیا کہ ہم تو کسی تھکاوٹ کے قائل ہی نہیں اور یہ ہم پر تہمت لگائی گئی ہے۔ بلکہ وہ خاموش رہے اور اس سے ثابت کیا ہے کہ ہم اس عقیدہ کو درحقیقت سچا سمجھتے ہیں۔ پس ایسا خدا جو خود تھک جاتا ہے ہماری محبت کا کیا بدلہ دے سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ دنیا کی انتظام سے ہی تھک جائے اور دوزخ بہشت سب کو فنا کر دے اور اس طرح وہ جو کہ گنہگار ہیں۔ فایدہ میں رہے کہ اس دنیا میں بھی عیش کرتے رہے اور آگے بھی کوئی پرسش نہ ہوئی اور وہ نیک اور صالح آدمی جو کہ تمام عمر خدا تعالےٰ کی محبت کے لئے بڑے بڑے مجاہدات کرتے رہے بے بدلہ کے چھوڑ دے جائیں اور انکی تمام محنتیں برباد ہو جائیں۔ غرضیکہ یہ مسئلہ انسانی سمجھ سے بالا ہے اور اس لئے ہم اس پر بیفائدہ خامہ فرسائی نہیں کرنا چاہتے۔ اور چاہتے ہیں کہ اب ہم یہودیوں کی تعلیم کو دیکھیں کہ وہ کیسی ہے شاید وہی کچھ ایسی تسلی بخش نکل آئے کہ باقی سب دھبے مٹ جائیں۔ مگر افسوس کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ وہ انسانی فطرت کے برخلاف ہے کیونکہ حکم ہے کہ جو کوئی تمہارا دانت توڑے تو تم اس کا دانت توڑ دو اور اگر کوئی تمہاری آنکھ پھوڑے تو تم انکی آنکھ پھوڑ دو اور اسی طرح یہ کہ اگر کوئی تمہارا آدمی مار دے تو تم اسکو مار دو یا دیت لو اور تمام امور میں عفو کا کہیں نام بھی نہیں حالانکہ انسانی فطرت میں ہے کہ بعض دفعہ ایک انسان ایک گنہ کو معاف کر دیتا ہے تو دوسرے وقت میں کسی مصلحت کے لئے کسی گناہ کی سزا بھی دیتا ہے۔ اور اگر یہودیوں کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو ایک دن میں ہی دنیا کا کام تمام ہو جائے یعنے ملک میں طرح طرح کے فساد اور بیسیوں بغاوتیں پھوٹ پڑیں اور کوئی گورنمنٹ یا حکومت نہ ہو کہ جسکی رعایا اس قاعدے سے تنگ آکر مقابلہ پر کمر

نہ باندھے ۔ اصل میں یہ بات ہے کہ یہ قوانین وقتی تھے اور ایک قوم کیلئے محدود تھے ۔ ۔ ۔ ۔
اس لئے اُن کو تمام دنیا پر حاوی کرنا سخت نادانی ہے اور پھر اگر یہودی بننے کا دروازہ کھلا ہو۔ تو
اسبات پر بحث کی جائے اور اچھی طرح ثابت کیا جائے کہ وہ کوئی اور ہی زمانہ تھا۔ کہ جب یہ تعلیم
پھیلائی جاتی اور قابل عمل سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اب دنیا کے حالات بدل گئے ہیں اور دنیا میں علم اور
سائنس کے بڑھ جانے ریلوں کے جاری ہونے اور تار کے پھیلنے سے لوگوں کا دستور العمل
اور طریقہ معاشرت بھی بدل گیا ہے پس اس زمانہ میں یہ تعلیم ایک بوسیدہ عصا سے زیادہ
وقعت نہیں رکھتی کہ جسکو زور سے زمین پر مارنے سے کھل جاتا ہے کہ اس کے اندر سوائے
کچھ کرم خوردہ بورے کے اور کچھ نہیں ہے۔ پھر مکالمہ و مخاطبہ الہام یا وحی جو کچھ بھی اسکو
کہیں یہ ایک فرقہ کی کامل سچائی کی دلیل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک
فرقہ کی بہت سے افراد الہام الٰہی سے مستفیض ہوتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ
نصرت الٰہی بھی شامل ہے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس سلسلہ کے ساتھ خدا تعالےٰ کا سچا تعلق
ہے جو اوروں کے ساتھ نہیں اور ضروری اور یقینی ہوگا۔ کہ وہ سلسلہ خدا تعالےٰ کی طرف
سے ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی نصرت اور اس کا کلام کبھی جھوٹے اور مفتری انسان یا گروہ کے
شامل حال نہیں ہوتا۔ اور اسبات کی بحث ہم اگلے حصے میں کرینگے کہ آیا الہام ضروری ہے یا نہیں
اور اس وقت صرف مجملاً بیان کرتے ہیں کہ الہام ایک بڑی شہادت ہے کسی مذہب کے سچا
ہونے یا نہ ہونے پر مگر یہودی اور عیسائی اس سے محروم ہیں جس معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دینی جسم اب
الہام یا دوسرے الفاظ میں سچائی کی روح سے خالی ہے اور اس قابل نہیں کہ ہماری تسلی کر سکے
کیونکہ جب ہم محبت کرینگے تو فطرتاً ہمارے دلمیں محبوب سے کلام کرنے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔
اور اگر وہاں سے کوئی جواب ہی نہ ملے تو کیا کیا بدظنیاں ہمارے دل میں پیدا نہ ہونگی۔ پس ہماری تسلی
کے لئے یہ موجودہ یہودی مذہب تو کافی نہیں ہو سکتا۔

اور اس لئے اب ہم ہندو مذہب پر نظر ڈالتے ہیں۔ یا یہ کہو کہ ہم سناتن دھرم کی طرف توجہ
کرتے ہیں۔ مگر ہم اوّل یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مذہب کے پیروان کے نزدیک یہ مذہب
اس وقت سے چلا آتا ہے جبکہ یہ موجودہ دنیا پیدا ہوئی اور انکے خیال کے بموجب پرمیشور نے

اپنا کلام چار رشیون پر اتارا اور انکو الہام سے مستفیض کیا مگر اسکے بعد الہام کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا اور اب خواہ کوئی کتنا سر پٹکے لیکن ممکن ہی نہیں کہ وہ دروازہ کھولا جائے۔ پھر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بتون کی پرستش کے سوا پرمیشور کا ملنا محال ہے اور پھر یہ کہ تناسخ ہمیشہ انسان کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے اور ایک انسان کبھی گائے کی شکل میں اور کبھی کتے کی شکل میں اس دنیا میں بار بار آتا ہے۔ اب ہم جدا جدا ان مسائل پر نظر ڈالتے ہیں اول یہ کہ وید سب سے قدیم ہے اُس کی تعلیم مکمل ہے اور پھر الہام کی ضرورت نہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وید کا قدیم ماننا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سب سے پرانے وید کی عمر جو ہے تو وہ تین سوا تین ہزار سے زیادہ نہیں کیونکہ وید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کا لکھا ہوا ہے جبکہ آریہ ہندوؤں کو ہندوستان کے اصلی باشندون سے مقابلہ اور جنگیں پیش آئی ہیں کیونکہ اس میں دعائیں ہیں کہ یا الٰہی ہمکو فتح دے اور ہمارے دشمنون کو ذلیل کر اور ہماری گائیں زیادہ دودھ دیں پس یہ کوئی بڑا عرصہ نہیں ہے بلکہ اگر چار ہزار سال بھی مان لیں تب بھی حضرت نوح کے بعد کا زمانہ ہی ہے اور اس طرح ہندوؤں کا یہ دعویٰ کہ ہم اور ہماری کتابیں قدیم سے چلے آتے ہیں بالکل غلط ٹھہرتا ہے ہم مثال کے طور پر یہاں چند منتر نقل کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ درحقیقت وید میں کیا ہے اور کس زمانہ کا ہے۔ رگ وید۔ انوکا سکت میں اسطرح لکھا ہے کہ "اے ہم تیری جو ہمارا دوست ہے اور جسکو سب فوقیت دیتے ہیں اور سب بلاتے ہیں منت کرتے ہیں تاکہ تو اسے گھرونکی حفاظت کرنے والے اپنے پوجاریون پر مہربان ہوگا"

پھر آگے چلکر اسی میں ہے کہ "وہ پس اے اندر جو ہمارے بہتری میں راضی ہوتا ہے ایسا کر کہ ہمیں خوراک باافراط ملے اور مظبوط اور بہت دودھ دینے والی گوئیں ہمارے ہاتھ آدین جنکے باعث سے ہمیں خوشی نصیب ہو"

پھر انوکا بارہ سکت نویں ہے "وہ ایسا ہو کہ اگنی تیرے دولتمند تمہاری بہت خوراک حاصل کریں ایسا ہو کہ وہ بدباوان جو تیری مہما کرتے ہیں۔ اور تجھے جماتے ہیں ان کی عمر دراز ہو ایسا ہو کہ ہم لڑائیون میں اپنے دشمنون سے لوٹ حاصل کریں اور دیوتا کا بھاگ

انہیں نظر کریں"۔

ان تین منتروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس زمانہ کا لکھا ہوا ہے گائیون کی زیادتی کی دعا۔ گھرون کی حفاظت کی دعا۔ عمرون کی ترقی کی دعا۔ اور دشمن پر فتح پانے کی دعا صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت کا لکھا ہوا ہے جبکہ آریہ ہندو وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستان میں آئے تھے اور یہاں کے اصل باشندون سے ان کی جنگیں رہتی تھیں جو باشندے کہ اب تک بھی کہیں کہیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور پھر منو کے دھرم شاستر میں جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں کہ اس طرح ہمیں رہنا چاہیئے اور ہم میں سے فلان فلان قوم سے یہ یہ حقوق ہونے چاہئیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت تک ہندوؤن میں یہ شامل قانون نہ تھے جنکے بغیر کوئی فاتح طاقت یا حاکم قوم کبھی رہ ہی نہیں سکتی اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ ہندون کا زمانہ یا وید کا زمانہ منو کے قریب قریب کا زمانہ ہی ہے پس اسطرح بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وید سب سے پہلی یا ازلی کتاب نہیں ہے بلکہ کئی کتابون کے بعد کی ہے اور ایک محدود زمانہ رکھتی ہے پس مدعی کا یہ دعویٰ کہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور اسکے بعد الہام کی کوئی حاجت نہیں بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ پہلی کتاب تو اس لئے نہیں کہ اس زمانے سے پہلے جبکہ وید کا دنیا میں نزول ہوا یا یہ کہو کہ وید لکھا گیا ہے کئی اور قومیں اور نسلیں بڑی بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کر چکی ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ کسی مذہب کی پابند ہون کیونکہ ان کے لئے بھی پرمیشور نے کوئی طریقہ تو ہدایت اور رہنمائی کا رکھا ہی ہوگا اور اگر ان کی رہنمائی کے لئے کوئی کتاب یا صحیفہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا تھا تو اس طرح خدا سخت ظالم ثابت ہوتا ہے کہ جس نے باوجود اس کے کہ ایک گروہ کو پیدا کیا زبان دی طاقت دی اور دنیا پر اختیار دیا مگر وہ راستہ جو اسکی طرف رہنمائی کرتا تھا انکو نہ بتایا اس دنیاوی زندگی کے لئے جو کہ چند روزہ ہے ہر طرح کے آسائش کے سامان ان کے لئے مہیا کئے گئے۔ مگر اس دائمی زندگی کے لئے اور اس دائمی عیش کے لئے جو کہ مرنے کے بعد انسان کو مل سکتا ہے کوئی طریقہ یا قاعدہ مقرر نہ کیا گیا اور انسان کو وحشی جانور کی طرح زمین پر چھوڑ دیا کہ زمین میں پھرے اور سوائے کھانے

پینے کے اور کسی کام سے سروکار نہ رکھے - مگر چونکہ ہندوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پرمیشور ظالم نہیں اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت کی کوئی راہ مقرر کی گئی تھی پس ہم یہی ثابت کرنا چاہتے تھے اور جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ وید سے پہلے بھی کوئی کتاب تھی جس سے دنیا کی رہنمائی کی جاتی تھی - پس ہندوں کا یہ عقیدہ کہ پرمیشور ایک ہی دفعہ بولا اور اس کی طرف سے ایک ہی کتاب ہے یعنی وید خود انکے اپنے عقیدے کے رو سے باطل ٹھہرتا ہے - پھر اگر یہ کہا جائے کہ پرمیشور پہلے تو بولتا تھا - لیکن وید چونکہ مکمل کتاب تھی اس لئے آئے پھر بولنا اور کسی کو اپنے کلام سے مستفیض کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ خدا کوئی لغوبات تو کرتا ہی نہیں پس جب ضرورت نہ رہی تو اسنے کلام کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا - مگر یہ بات بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ وید کی اصلاح کی ضرورت ہوئی اور اس لئے منو کا دہرم شاستر بنایا گیا - اور بفرض محال ضرورت نہ بھی پڑی ہی تو بھی تو ضرورت نہیں کہ خدا تعالےٰ کلام نہ کرے اور چپ ہو کر بیٹھ جائے جب ایک وقت بولتا تھا تو اب کیوں نہیں بولتا - مانا کہ تعلیم پوری ہو گئی مگر ایک عاشق جو کہ دن رات اسی فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح اپنے معشوق یا محبوب سے کلام کرے اس کا بھی تو کچھ حق ہے کہ وہ اس تڑپ کو دور کرنیکا جو کہ اسکے دل میں بار بار پیدا ہوتی ہو کوئی ذریعہ حاصل کرے پس اگر کچھ نہیں تو اس بیقرار کو ہی جو کہ پرمیشور کے بدلے اپنا مال اسباب - جان اور عزت و آبرو تک قربان کر کے جنگل بہ جنگل پھر رہا ہے اپنی آواز سنایا کرے تاکہ اس کے دل کو تسلی ہو اور وہ اس محبت میں جو کہ خالص اسی کے ساتھ رکھتا ہو اور بھی ترقی کرے اور نہ صرف یہی بلکہ دوسرے لوگوں کی تسلی کا بھی باعث ہو - کیونکہ جب لوگ دیکھینگے کہ خدا تعالیٰ ایک آدمی سے کلام کرتا ہے تو انکے دل میں اس کی ہستی کا کامل یقین ہو جائیگا اور وہ خود بھی کوشش کرینگے کہ ہم بھی اس آدمی کی طرح خدا تعالےٰ سے محبت کر کے یہ رتبہ حاصل کریں - پس یہ بات نہ صرف ایک بے قرار محبت کی تسلی کا باعث ہوگی بلکہ لوگوں کی ترقی ایمان اور خدا تعالےٰ سے محبت کرنے کی خواہش کا ذریعہ بنیگی جس سے کہ خدا تعالےٰ کی وہ غرض بھی پوری ہو جائیگی جو کہ اس نے انسان کے

پیدا کرنے میں رکھی تھی پس تعلیم کا پورا ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ الہام و وحی کا سلسلہ بھی بند کیا جائے بیشک شریعت ختم سمجھی جائیگی۔ لیکن خدا تعالےٰ سے کلام کرنیکی خواہش جو کہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ کبھی بھی رُک نہیں سکتی۔ کیونکہ ہمیشہ محب یعنی محبت کرنے والا اس بات کو چاہتا ہے کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں کسی طرح اُس کا حال بھی مجھکو معلوم ہو کہ وہ مجھکو چاہتا ہے یا نہیں۔ اور اس بات کے دریافت کرنے کے لئے وہ ہر طرح کی کوشش کرنے کے لئے تیار رہتا ہے مگر اہل ہنود کے مذہب میں کوئی ایسی بات نہیں رکھی گئی ہے جس سے کہ محب محبوب کی محبت کو دریافت کر سکے اور اس طرح گویا کہ کل عاشقوں کا خون کیا گیا ہے جو کہ اپنی جانیں اس بات کے لئے قربان کر دیتے ہیں کہ کسی طرح محبوب ہم پر ایک نظر ڈالے اور جبکہ ان کو تسلی ہی نہ ہوگی کہ پرمیشور ہماری محبت کو جانتا ہے یا نہیں تو انکو دل کس طرح قرار پائینگے اور وہ کوشش جو کہ خدا تعالےٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں کس طرح جاری رہ سکیگی جبکہ انکو معلوم بھی نہ ہوگا کہ ہماری کوشش کہانتک بار آور ہوئی یا کس حد تک اِسکے کامیاب ہونیکی امید ہے اور اس صورت میں تھوڑی مدت کے بعد عاشقوں کے دل کھٹے ہو جائینگے اور طرح طرح کے خیالات اور وساوس میں پڑ جائینگے یہانتک کہ خود اُس ہستی سے ہی انکار کر بیٹھینگے۔ جیساکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوں میں کثرت سے خدا کا انکار پایا جاتا ہے جیساکہ آریہ جینی ناستک مت وغیرہ وغیرہ میں اس وقت آریہ کا لفظ پڑھکر ناظرین تعجب کرینگے کہ ان کا نام دہریوں یا خدا کی ہستی کا انکار کرنیوالوں کی فہرست میں کیوں لایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا انکار نہیں کرتی بلکہ اقرار کرتے ہیں۔ مگر میں آگے چلکر انشاء اللہ آریوں کے بیان میں ثابت کرونگا۔ کہ آریہ درحقیقت خدا کا ہی انکار کرتے ہیں۔ اور دہریت کے پھیل جانے کے علاوہ جو لوگ خدا پر ایمان بھی لا دیں وہ بھی اس یقین اور معرفت کے ساتھ خدا کو کب مان سکتے ہیں جیساکہ وہ جنکے سامنے ہر وقت ایسے لوگ موجود ہیں جن سے کہ خدا ہمکلام ہوتا ہے۔ کیونکہ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ان کو کیا معلوم کہ کسی . . زمانہ میں کچھ رشی گزرے تھے اور ان سے کلام بھی کیا گیا ہے۔ لیکن اب وہ سلسلہ قطعاً بند کیا گیا

ہے اور جو کہ اس بات پر کچھ بھی غور کرینگے ان کے دل میں فوراً یہ شک گزریگا کہ کہیں یہ رشیون کا ہونا اور اُن سے خدا کا کلام کرنا ان قصون میں سے تو نہیں جو کہ بچون کے بہلانے کیلئے بنائی گئے ہیں کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا کہ خدا کسی سے کلام بھی کرتا ہے تو آج کل بھی کسی سے کرتا یا کم سے کم کسی تاریخی زمانہ میں اس کی شہادت پائی جاتی - مگر ایسا نہیں اس لئے ضرور اس میں کوئی راز ہے - اور ایسے شکوک کو رفع کرنے کیلئے اور دنیا پر اپنا نام ثابت کرنے کیلئے پرمیشور کو ضروری تھا کہ وہ کچھ بندوبست کرتا مگر افسوس کہ ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نہیں آتا جس سے کہ ہم اس اعتراض کو مٹا سکیں اور اگر کوئی ہے اور اب بھی کوئی ایسا انسان دنیا میں موجود ہے۔ جس سے خدا کلام کرتا ہے تو امید ہے کہ کوئی ہندو مہاشہ ہمیں اس سے انٹرڈیوس کرائینگے اور دنیا پر ایک بڑا احسان کرینگے کہ آجتک مخالف جس بات کا رونا رو رہے تھے اور بار بار اعتراض کرتے تھے کہ الہام الٰہی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے وہ غلط ہے اور ہندؤن میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ رشیون کی طرح خدا سے اس قسم کا تعلق رکھتے ہیں - مگر یہ ثابت کرنا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ یہ ثابت کرنا کہ تین ایک ہے اور ایک تین پس ہم دوسری بات کو لیتے ہیں اور اس بات کو کہ آیا ہم نے ہندؤن کا سلسلہ الہام سے منقطع ہونا ثابت کر دیا ہے یا نہیں ناظرین کے انصاف پر ہی چھوڑتے ہیں اور وہ دوسری بات ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بتون کی پرستش کے بغیر نجات کا ملنا محال ہے - اس عقیدہ کے رد کے لئے ہمکو کچھ بہت گہری تحقیقات کی ضرورت نہیں - کیونکہ ہم پہلے اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ کسی سوال کا آگے سے جواب ملنا ہی اس بات کا کامل ثبوت ہوتا ہے کہ وہ چیز درحقیقت اس بات کے لائق ہے - کہ ہماری بات کو پورا کر سکے یا ہمکو تسلی ہی دے سکے مگر بتون کے آگے سر جھکانا اس قدر فضول ہے کہ خواہ کتنا ہی چیخیں چلائیں وہان سے جواب باصواب ملنا تو الگ رہا انکار تک سے اطلاع نہیں دیجاتی پھر ہم کسطرح تسلیم کر لیں کہ وہ سنتے بھی ہیں - کیونکہ ایک چیز کا یا ایک جاندار کا بولنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ سنتا بھی ہے مگر جب چیخنے پر بھی جواب نہ ملے تو فوراً خیال اس طرف جاتا ہے کہ ضرور اس جاندار کی یا تو زبان نہیں یا کان نہیں اور ان دونو صورتون میں بتون کا ابطال ہوتا ہی اگر سنتے نہیں تو انہون نے ہمارے کام خاک کرنے ہیں اور اگر بول نہیں

جبکہ وہ خود اپنے لئے گویائی پیدا نہیں کر سکتے تو ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں اور دوسرے غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے ان عجائباتِ قدرت کو جن کے سمجھنے سے انکی عقل قاصر رہی خدا یا اسکے نائب تصور کر لیا ہے اور اسی طرح بڑی اور شاندار چیزونکو بھی وہی درجہ عطا کیا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دو چیزونکو انہون نے خدا نہیں بنایا۔ بلکہ لاکھون چیزون کو قابل پرستش ٹھہرایا ہے یہان تک کہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے تینتیس کروڑ دیوتا ہیں۔ اور کامل ثبوت سے ہمارے دعوی کا درحقیقت جس بات کی بڑائی ان کے دل میں بیٹھ گئی اس کی یہ پرستش کرنے لگ گئے۔ اور جو بڑا آدمی ان میں پیدا ہوا۔ اس کی انہون نے پوجا شروع کر دی یہان تک کہ انہون نے مسلمان فقیروں کو بھی اوتار مان لیا ہے اور آج ہندوستان میں کئی سو سے زیادہ ایسی مسلمانوں کی قبریں ہونگی جنکو کہ ہندو پوجتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ درخت جب پورانا ہو جاتا ہے۔ تو اس کی بھی یہ پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ خوبصورت پتھرون کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ضعیف الاعتقادی میں یہان تک بڑھ گئے ہیں۔ کہ عورت اور مرد کی شرم گاہوں تک کی پوجا کرتے ہیں۔ پس کیا یہ بات اس بات کے ثبوت کیلئے کافی نہیں کہ ہر ایک عجیب اور شاندار چیز کی یہ پرستش کرنے لگ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید اسی میں ہی خدا مل جائے جسکو اس بات پر بھروسہ نہ ہو کہ خدا کس طریقہ سے ملتا ہے تو وہ اوروں کی ہدایت کا بیڑا کس طرح اٹھا سکتا ہے اور وہ کس طرح کہہ سکتا کہ خدا اس طریقہ سے ملتا ہے اور اس طریقہ سے نہیں۔ قرآن شریف نے بت پرستی کے ابطال میں ایک بہت عمدہ دلیل بیان کی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان نے جو کہ نبی اسرائیل کے ایک بڑے بادشاہ گزرے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی ہونے کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ ایک عورت کو جو کہ صبا کی شہزادی تھی اپنے پایہ تخت میں بلایا اور وہ شہزادی سورج پرست تھی (یہ پوجا ہندوؤں میں نہایت کثرت سے جاری ہے) اور انہون نے اسکو غلطی پر ثابت کرنے کے لئے ایک مکان بنایا اور اس میں ایسے شیشہ کا فرش کیا جو کہ نہایت صاف تھا اور اسکے نیچے سے نہر گزاری جس سے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ

گویا یہاں نہریں جاری ہیں اور بیچ میں کوئی روک حائل نہیں اور جب وہ شہزادی وہاں سے گزرنے لگی تو اس نے نہر سمجھ کر اپنے پائنچے اٹھائے مگر حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے نہر نہیں جس پر اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا کہ میں جو . . . سورج کی پرستش کرتی تھی اس میں میری غلطی ہی تھی۔ سورج کے لئے روشنی مہیا کرنے والی ایک اور ذات ہے جس نے خود سورج کو پیدا کیا اور اس میں روشنی پھیلانے کے خواص بھی رکھی پس اسی طرح ہنود میں یہ جس قدر بت پرستی پھیلی ہوئی ہے صرف کم توجہی کی وجہ سے ہے اگر اس معاملہ میں یہ تدبیر کرتے اور پرمیشور سے دعا کرتے تو ممکن تھا۔ کہ ان کو ہدایت ہوتی مگر انہوں نے اس معاملہ میں کچھ بھی توجہ نہ کی۔ حالانکہ اسی پر آئندہ زندگی کا مدار تھا اور موت کے بعد کا زمانہ کا اس کے مطابق آغاز تھا۔ یعنی بھلے کاموں کی جزا بھلی اور برے کاموں کی جزا بری ملنی تھی۔

اب ہم تناسخ کا مسئلہ لیتے ہیں کہ جس پر ہندوں کو بڑا فخر ہے اور جس پر کہ مدت سے ہندوں اور دوسرے مذاہب میں مباحثات کا سلسلہ جاری ہے۔ تناسخ یہ ہے کہ مرنے کے بعد جس طرح انسان کام کرتا ہے اسی طرح کا اس کو بدلہ ملکر وہ دوسری دفعہ پھر پیدا ہوتا ہے اور اگر کسی نے کوئی برے کام کئے ہوتے ہیں تو بیل گدھا کتا وغیرہ بہت سی مختلف شکلوں میں اس دنیا میں دوبارہ لوٹ آتا ہے اور ایک مدت کے بعد جبکہ اس کے گناہوں کی پوری سزا ال چکتی ہے۔ تو پھر اسکو بہشت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اب دیکھنے کی یہ بات ہے کہ جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو اس وقت گویا کہ وہ کچھ اچھے کام کر کے اسکے بدلہ میں یہ انعام پاتا ہے اور اگر پھر وہ اچھے ہی کام کرے تو پھر اسکو دوبارہ دنیا میں انسان کی شکل ہی میں آنا چاہئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک زمانہ میں ہندوؤں میں ایک بہت بڑا عالم و فاضل پیدا ہوتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد ایک زمانہ گزر جاتا ہے مگر کوئی اس کا جوڑ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر تناسخ کا مسئلہ درحقیقت صحیح تھا تو ضروری تھا کہ ایک بڑا آدمی جو کہ اپنی ساری عمر میں ہمیشہ اچھے کام ہی کرتا رہا پھر ایک عالیشان گھرانے میں پیدا ہو اور دنیا میں اپنے ظہور سے برکتیں پھیلائے مگر مشاہدہ اسکے برخلاف ظاہر کرتا ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی غلط ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ کوئی التناسخ

برے اعمال کرنے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا - تو یہ ماننا پڑیگا کہ سناتن دھرم نجات کے بالکل برخلاف ہے اور اس کے پیروان بیفائدہ نجات کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ تناسخ کی وجہ سے نجات کا دروازہ بلکل بند ہے اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ تناسخ سے نجات پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو کم سے کم یہ مشکل تو حل نہیں ہوتی کہ کرشن علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ آخر زمانہ میں جب بدی بڑھ جائیگی گائے بکری کے برابر دودھ دیگی دس برس کی لڑکی بچہ جنیگی - تو اس وقت کلنک اتار جنم لینگے اور وہ کلجگ کا زمانہ ہوگا - پس اس صورت سے لازمی تھا - کہ بجائے اس کے کہ دنیا میں انسانوں کی دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی روز بروز آبادی گھٹتی جاتی کیونکہ کلجگ کے زمانہ میں بدیوں کی کثرت کی وجہ سے انسان بہت کم پیدا ہوتے اور کتے گھوڑے خچر بندر اور ریچھ کی کوئی حد ہی نہ ہوتی - بلکہ بجائے اس کے کہ دنیا میں اس قدر ترقیاں ہوتیں چاہیئے تھا کہ انسان وحشیوں کی طرح ہو جاتے - تمام ترقیاں رک جاتیں اور درندوں اور انسان میں کوئی فرق نہ رہتا - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوں میں اس وقت کوئی سلطنت نہیں ہے حالانکہ بعض نیکیوں کا بدلہ ہوتا تھا - کہ انسان ایک با خدا راجہ یا مہاراجہ ہو جائے - جیسا کہ بکرما جیت پرتھی راج وغیرہ پہلے زمانہ میں ہوئے - اور یہ کہ اس کے ماتحت ایک بڑا ملک ہو جس پر کہ وہ خود مختارانہ حکمران ہو - مگر آج چونکہ ہندؤں میں ایسا کوئی نہیں اس لیئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکیاں اور وہ خوبیاں جنکا بدلہ انسان کو اس صورت میں ملتا ہے وہ اب رہی ہی نہیں اور دنیا سے ایسے عمدہ کام ہی اٹھ گئے ہیں جن سے کہ ایک انسان خود مختار راجہ بنتا تھا - اور اس طرح ہم خیال کر سکتے ہیں کہ چند مدتوں کے بعد یہ مذہب مر جائے بلکہ روحانی طور پر اب بھی مردہ ہی ہے کیونکہ اس وقت ان میں کوئی ایسا نیک بخت نہیں ہے جس نے کہ نیک کام کرنے کے بعد راجہ مہاراجہ کا درجہ حاصل کیا ہو - اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت بھی ہم میں راجہ مہاراجہ موجود ہیں تو یہ بے فائدہ کی ہٹ ہوگی - کیونکہ اس وقت کے راجونکی حالت تو اظہر من الشمس ہے - پس معلوم ہوتا ہے - کہ اس مذہب میں سے وہ نیکیاں جن سے کہ با اختیار راجہ کی صورت میں انسان پیدا ہوتا ہے نہیں رہیں اور اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے - کہ ایسا آدمی کسی اور مذہب میں

پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ گویا اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنی ہے کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ دوسرے مذاہب بھی سچے ہیں اس وقت ایک اور بہت زبردست دلیل ہمارے خیال میں آئی ہے جس سے کہ تناسخ کا ابطال خوب اچھی سے ہوتا ہے ہنود کو بڑا فخر اسبات کا ہے کہ ہم قدیم سے ہیں اور ہم فلان فلان سورماؤن کی نسلوں سے ہیں اور دوسری تمام نسلیں پیچھے کی ہیں اور ہماری نسبت کم درجے کی ہیں مگر تناسخ کو مانتے ہوئے یہ عقیدہ بالکل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ تمام دنیا کی قومونکی شناخت تمام نسلوں کا امتیاز اور تمام ملکون کے باشندون کا فرق تناسخ کو ماننے کی صورت میں قطعاً نہیں رہتا کیونکہ جو کوئی اچھے کام کریگا وہ اس مذہب میں آجائیگا اور جو کہ بُرے کام کریگا وہ دوسرے مذاہب کے حصہ میں آجائیگا پس کوئی بڑی بات نہیں کہ ایک شودر نیک کام کرکے برہمنون کے زمرہ میں جاملے اور ایک برہمن بُرے کام کرکے عیسائیون میں جا پیدا ہو۔ اور ایک مسلمان اپنے اعمال کی وجہ سے شودرون مین جنم لے پس یہ تمام ذات پانت کے جھگڑے لغو اور بیہودہ ہو جاتے ہیں جن پر کہ ہندو دہرم نے بڑا زور دیا ہے۔ اگر ایک شودر نیک کام کرکے اگلے جنم میں برہمن بن سکتا ہے تو شودر اور برہمن میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ جس شودر پر کوئی سختی روا رکھی جائے وہ اس وقت برہمنون میں ملنے کا کام کر رہا ہو اور جس برہمن کی ہندو دہرم کے رو سے رعایت کی جائے اس کے اعمال اسوقت ایسے ہون جیسے کہ شودرون کے پس کیا اس شودر پر سختی کرنی اور اُس برہمن کی رعایت کرنی جن کے اعمال مذکورہ بالا طریق پر ہون ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جاے کہ دوسرے لوگ نیک اعمال ہی نہیں کرتے تو اس صورت میں بھی بہت مشکل پیش آتی ہے۔ کیونکہ پھر تو گویا کہ پرمیشور نے ہندو دہرم کے تباہ کرنے کی نیت کی ہے کیونکہ دوسرون نے تو نیک اعمال کرنے ہی نہ ہوئے اور ہندو دہرم نے بڑھنا ہی نہ ہوا اور دوسرے لوگ نیک اعمال کرینگے تبھی تو وہ تناسخ کے ذریعہ ہندو دہرم میں جنم لینگے مگر جب وہ نیک اعمال کرینگے ہی نہیں تو ہندو دہرم بڑھیگا کیونکر اور جب بڑھیگا نہیں تو کم ضرور ہوگا کیونکہ بُرے اعمال تو ہندوؤن نے ضرور کرنے ہوے اور اس طرح وہ دوسرے مذاہب میں جاکر جنم لینگے۔

اور ہندو دہرم روز بروز گھٹتا ہی جاویگا - اور پھر ایک اور مشکل پیش آویگی کہ گائے جو کہ انکے نزدیک
ایک بڑا متبرک جانور ہے اس کی جون میں دوسرے مذاہب والے جنم لیتے رہینگے - غرضیکہ اس
طرح لازم تھا - کہ ہندو مذہب دو چار صدیون میں ہی تباہ ہو جاتا مگر چونکہ اب تک تباہ نہیں
ہوا اس لئے معلوم ہوا - کہ یہ بات غلط ہے - کہ دوسرے مذاہب والے نیک اعمال نہیں
کرتے - بلکہ ثابت ہوا - کہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں اور اسکے بدلے ہندون مین جنم لیتے
ہیں اور اس صورت میں وہ ذاتون کے تمام قوانیں جو کہ ہندون میں ایک سخت حکم کے
طور پر سمجھے جاتے ہیں فضول ٹھہرتے ہیں - جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں اور جب ایک
مذہب کی وہ بات جو کہ بڑے ستونون میں سے ہو رد کی جائے تو باقی کی نسبت ہم کیا امید
کر سکتے ہیں - اور یہان تو صرف ایک ہی نہیں بلکہ کئی اور باتین ہم غلط ثابت کر چکے ہیں
اب ہم دیکھتے ہیں کہ تناسخ سے عملی طور سے فائدہ کیا مرتب ہوتا ہے - اگر تناسخ سے
یہ فائدہ خیال کیا جاتا ہے - کہ انسان اپنے گناہون کی سزا بھگت کر پاک ہو جائے تو یہ صورت
تو ناممکن ہے کیونکہ ہر ایک گناہ کے بدلے ایک جون بھگتنی پڑتی ہے - اور پھر ہر ایک
جون میں گناہ لازم ہوے تو اس طرح کبھی انسان جونون کے پھندے سے بچ نہیں سکتا -
پس ہم نہیں سمجھ سکتے - کہ اِس جونون میں بدلنے کے کام سے پرمیشور نے کیا فائدہ سوچا
ہے جہان تک ہم سوچتے ہیں تناسخ کی وجہ سے نجات ایک دم کے لئے بھی حرام ہے
پس پرکاش کا عقیدہ رکھنا یا سرگ پر ایمان لانا بالکل غلط ہے اور بے بنیاد ہے - کیونکہ جب
نجات ممکن ہی نہیں تو بہشت یا جنت بھی ساتھ ہی ناممکن ٹھہرے - میرے وہم میں بھی
نہیں آسکتا کہ اس عقیدہ پر ایمان لاکر پھر کوئی شخص نجات کا قائل ہو سکے - اگر اِس عقیدہ کو مانیں
تو پرمیشور کا نعوذ باللہ فریبی ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر اس عقیدہ کا انکار کریں تو پھر مذہب ہنود
کا سچا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا - پس اب اِس صورت میں جو کچھ سناتن دھرمی صاحبان اپنے پر
گوارا کر لیں وہی ہم کو بھی منظور ہوگا یا تو کہہ دیں کہ بیشک انسان کو خدا نے ایک خیالی جنت کی
طرف بلایا ہے - حالانکہ بہشت صرف ایک ڈھکونسلا ہے یا اقرار کریں کہ ہمارا مذہب
جھوٹا ہے - اگر ہماری رائے پوچھیں تو ہم دوسری بات کو ترجیح دینگے کہ اصل میں تو یہ

مذہب کسی وقت کسی صورت میں خدا کی طرف سے ہی تھا مگر بعض ناخدا ترسوں نے دنیا کے گمراہ کرنے کے لئے اس میں بہت کچھ ملا دیا جس سے کہ اس مذہب کی صورت مسخ ہو کر اور کی اور ہی بن گئی پس اس صورت میں جو الزام خدا پر وارد ہوتا ہے وہ بندوں پر لگ جائیگا۔ اور اس میں چنداں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہی رہتے ہیں جنکو صرف جھوٹ اور فریب سے ہی دلچسپی ہوتی ہے اور ان کا خیال ہر وقت سچائی کو مٹانے کے درپے ہوتا ہے اب ایک اور مختصر اعتراض ہم اس عقیدہ پر کرتے ہیں کہ کم سے کم پرمیشور کو لازم تھا۔ کہ ان غریب جونیں بھگتنے والوں کو اس بات کی اطلاع کر دیا کرتا۔۔۔ کہ فلاں گناہ اور فلاں قصور کے بدلے میں تم کو یہ سزا دی جاتی ہے جس سے کہ اس انسان کو اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا۔ کہ وہ آئندہ اس گناہ سے تو بچتا اور جب گنہ کا پتا ہی ایک آدمی کو نہ دیا جائیگا تو وہ اس سے بچنے کی کیا خاک کوشش کریگا۔ بلکہ بے خبری کی وجہ سے پھر گناہوں میں پھنسکر گناہوں کا ایک اور تومار اکھٹا کریگا جس کی وجہ سے وہ کبھی جونوں کے چکر سے نجات حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ کیا انصاف اور کس قسم کا عدل ہے کہ بلا گناہ اور بغیر بتائی جرم کے ایک شخص کو سزا دی جاتی ہے حالانکہ یہی لوگ جو اس عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں اگر کہیں کوئی برٹش مجسٹریٹ غلطی سے کسی مجرم کو بلا بتائے گناہ کے سزا دیتا ہے تو اس قدر واویلا کرتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں رہتی ایک طرف تو اخباروں والے وہ شور مچاتے ہیں کہ ان کے آرٹیکل پڑھتے پڑھتے لوگ تھک جاتے ہیں دوسری طرف وکیل اور بیرسٹر جلسوں پر جلسے کر کے پبلک کو جگاتے ہیں کہ دیکھو اس قدر ظلم ہم پر ہو رہا ہے حالانکہ وہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی پھر اسی پر بس نہیں بلکہ بڑے بڑے لکچرار ملک کا دورہ کرتے ہیں اور دھواں دھار تقریروں سے ایک تنکے کا پہاڑ بنا کر دکھاتے ہیں اور سامعین سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اب کوئی ظلم کی حد رہگئی ہے۔ مگر یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ تو بات ہی کچھ نہیں ہمارا پرمیشور بھی اسی طرح کرتا ہے کہ گناہ تو بتاتا ہی نہیں اور جھٹ ایک شخص کو پکڑ کر کتا بنا دیتا ہے تو دوسرے کو بندر اگر ان کی فطرت سے یہ بات باہر ہے کہ بغیر خطا کے بتائے کے سزا دی جائے اور یہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں تو سب سے پہلے تو انہیں پرمیشور کے مقابلہ میں اجیٹیشن کرنا

چاہیئے تھا اور جوش کی نمائش کرنی چاہیئے تھی - کیونکہ جب وہ ذرہ سی سزا برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی سزا کس طرح برداشت کرینگے - اب میں اس مسئلہ کو ختم کرتا ہون اور ناظرین کو یہ بتائے دیتا ہون - کہ اگرچہ میں نے اتمام حجت کے لئے یہ جواب لکھ دیئے ہیں مگر اصل میں ان کی کوئی اتنی بڑی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ اہل ہنود کے پاس تناسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پرمیشور نے بتایا نہیں کہ فلان فلان گناہ کے بدلے فلان جون بھگتنی پڑیگی - انکے نبیون نے بھی ظاہر نہیں کیا - کہ پہلے ہم فلان جون میں تھے اور اب فلان جونین بھگتین گے پھر عقل سلیم باور نہیں کرتی اب ان کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ رہ جاتا ہے کہ انسان تناسخ کے پھیر میں اگر جونیں بھگتیگا ہم کہتے ہیں کہ نہیں بھگتیگا ان کے پاس دلیل کیا ہے اگر انکا دعویٰ یہ ہے کہ ایسا ہوگا تو ہمارا دعویٰ ہے کہ نہیں ہوگا - اگر انکے پاس دلیل کوئی نہیں تو ہمارے پاس نہ ہونے کی دلیلیں ہیں - جیساکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - ہم نے اِس مضمون میں بڑی بڑی باتیں غلط ثابت کرکے دکھائی ہیں[ع۱] - اور اب صاف ظاہر ہے کہ ہندؤن کا خدا تو اس قابل نہیں کہ ہم اس سے محبت کر سکین - کیونکہ نہ ہماری پکار کا جواب دیتا ہے نہ ہم پر رحم کرتا ہے اور باوجود اُس سے محبت کرنے کے وہ اُلٹا ہم کو تناسخ کے لایعنی پھیر میں ڈالتا ہے -

اب ہم آریہ ست کو لیتے ہیں - یہ ایک نیا فرقہ ہنود میں نکلا ہے مگر اپنا بہت سا پہلو بدل کر دنیا کے سامنے پیش ہوا ہے اس فرقے پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم اتنا کہدینا چاہتے ہیں کہ ہم اس کے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہیئے تھے کیونکہ اس فرقے کے بانی اور اُس کے چیلون نے جو نمونہ دنیا کو دکھایا ہے وہ سخت ہی قابل مذمت ہے اس فرقے کا ظہور چالیس پچاس برس کے اندر کا ہی ہے اور اس قلیل عرصہ مین بھی اس کے پیروان نے جس قدر لوگون کا دل دکھایا ہے اس کے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں یہ جب بات شروع کرتے ہیں تو گالیوں سے پہلے اُسکو مزین کر لیتے ہیں - لڑائی جھگڑا اور فساد ان کے وعظون میں اکثر ہوتا ہے کوئی بزرگ دنیا میں نہیں گزرا ہوگا - کہ جس کی توہین نہ کی ہو - آدم کو گالیاں حضرت ابراہیم کو تبرے - موسیٰ کی توہین - عیسیٰ کی مذمت - اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہمارے نبی کریم کہ جن کے اخلاق کا نمونہ نہ کسی نے دکھایا نہ دکھا سکتا ہے اِن سے دشمنی

ع۱ - ہنود لوگ بھی اسباب کے قائل نہیں کہ ان میں بھی کوئی اور داخل ہو سکتا ہو بلکہ ان کے خیال میں بھی یہودیون کی طرح نجات اور مذہب والوں پر بلکہ اور قوموں پر حرام ہے اور اگر ان کے میں داخل ہونا بھی کوئی چاہے تو بھی ناممکن ہے اور قطعی طور

کرنا ان کے نزدیک عین ثواب کا کام ہے اور نیکی کا جزو اعظم ہے اور پھر یہی نہیں باوا نانک صاحب کہ جنکو تمام مذاہب والے نیک کہتے ہیں اور ان کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں انکی نسبت بھی سخت سست الفاظ یہ لوگ زبان پر لاتے ہیں مگر اس بات کے جواب میں یہ لوگ تہذیب کو بالائے طاق رکھکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے مخالفین کو گالیان کیون نہ دین جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں مگر اس بات کا معلوم نہیں کیا جواب دینگے - کہ کرشن اور رام چندر جی بیچارون نے کیا قصور کیا تھا کہ یہ لگے ان کو بھی برا بھلا کہنے اور اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو گالیان دینے سے کام ہے خواہ کوئی سامنے ہو جب دیکھا کہ فلان بزرگ کی بات ہمارے خیال کے برخلاف ہے تو پیٹ بھر کے گالیان سنا دین اور دوسرے لوگ تو خیر مخالف ہی تھے اپنے باپ دادون کو بھی خالی نہیں چھوڑا جن کی بہت سی باتوں پر یہ اب بھی عمل کرتے ہیں اور اُن کی بیویان تو تمام کی تمام انہیں رسومات کی پابند ہیں جو پرانے زمانے سے چلی آتی ہیں - پھر جبکہ گھر میں زور نہیں چلتا - تو باہر دنیا پر کس طرح چل سکتا ہے - یہی باتیں تھیں کہ جن کی وجہ سے ہم نے خیال کیا - کہ ایسے لوگون سے کلام کرنا اور ان کی نسبت کچھ لکھنا گویا ان کو عزت دینا ہے - اور اپنے بزرگون کی نسبت گالیان سنتا ہے مگر اس لئے کچھ لکھنا ضروری سمجھا کہ ان کا فتنہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے اور جیسا کہ چراغ بجھنے کے وقت ایک تیز روشنی دے کر گل ہو جاتا ہے - یا ایک مرنے والا انسان مرتے وقت باوجود سخت بیمار ہونے کے کچھ دیر کے لئے بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اس میں غیر معمولی قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور نادان آدمی سمجھتے ہیں کہ اب یہ اچھا ہو گیا - حالانکہ حکیم کی نظر میں یہ اس کی موت کی نشانی ہوتی ہے - اسی طرح یہ لوگ جبکہ ویدک مذہب کی زیست کے دن ختم ہو گئے تو آریہ مت کی شکل میں ایک دفعہ چمکے ہیں - یا ایک انسان کو مرتے وقت جو افاقہ ہو جاتا ہے اُس کی طرح ہنود میں بھی افاقتہ الموت کی طرح یہ لوگ پیدا ہو گئے - اور نادان لوگ ان کی تیزی اور طراری سے خائف ہو گئے ہیں - کہ کیا درحقیقت ان میں کوئی روحانیت ہے جس کی وجہ سے ان میں اس قدر جوش و فروش ہے مگر یہ لوگ

نہیں سمجھتے۔ کہ یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ یا مرتا ہوا انسان ہے کہ جو جلد ہی اس دنیا سے نابود ہو جائیگا ان کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ جلدی ہی کچھ تو ان میں سے دہریہ ہو جائینگے اور کچھ مسلمان۔ انہوں نے اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ کر گویا کہ ایک قدم ترقی کی طرف بڑھایا ہے مگر اس قدم بڑھانے میں کچھ ایسی غلطی کی ہے اور وہ ٹھوکر کھائی ہے کہ کہیں سے کہیں جا پڑے ہیں۔ اس فرقے نے ہنود میں ایک بڑی اصلاح کی ہے۔ کہ بت پرستی کو ترک کر دیا ہے مگر ساتھ ہی ایک ایسی خوفناک غلطی کر بیٹھے ہیں کہ اس پر غور کرنے سے بدن کانپ اٹھتا ہے یعنی انکا عقیدہ ہے کہ روح اور مادہ ایسے ہی ازلی ہیں۔ جیسے کہ خدا۔ اور یہ مخلوقات نہیں بلکہ خود بخود ہیں۔ اس پر بڑا اعتراض ہوتا ہے کہ پھر خدا کیون ہے۔ روح اور مادہ تو پہلے سے موجود ہیں تو پھر خدا کی ضرورت کیا رہی اور خدا سے ہمارے تعلقات کیونکر رہ سکتے ہیں وہ محبت کا تعلق جو کہ انسان کو خدا سے ہے وہ تو اسی صورت میں ہے جبکہ انسان اس کی مخلوق ہے اور جب کہ وہ خدا کے بے پایان رحم اپنے پر دیکھتا ہے مگر جب کہ رحم تو خدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جونون کے چکر سے انسان کو وہ چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اور خالقیت کا بھی کوئی تعلق نہیں تو پھر انسان اُس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے۔ اور جب کہ خدا سے محبت کرنے کا کوئی مادہ موجود نہیں تو یہ محبت کہاں سے آگئی اور انسانی دل میں محبت پیدا کرنے کا پرمیشور کو خیال کیونکر آیا۔ جبکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی محبت مجھ سے ہونی ناممکن ہے اور پھر یہ کہ انسان کے پیدا کرنے کی غرض کیا تھی۔ اس کی صفات تو اسباب کی مقتضی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ نہ وہ رحمان ہے کہ اس کی صفت رحمانی چاہتی تھی۔ کہ کوئی مخلوق ہو۔ اور میں اس پر بے اس کے کسی کام کئے کے احسان کروں اور نہ وہ رحیم ہے۔ کیونکہ جب وہ جونون کے چکر میں انسان کو سرگردان کرتا ہی اور اتفاقاً انسان کبھی گناہوں سے پاک ہو کر (اگرچہ یہ ناممکن ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں) پرکاش کی سیر کا مستحق ہوتا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں نجات کے قابل ہو جاتا ہے تو پرمیشور آریوں کے خیال کے مطابق ایک گناہ اسکا رکھ چھوڑتا ہے۔ تاکہ یہ میرے پھندے میں سے نکل نہ جائے۔ اور اس بات کا ہونا۔ ایک رحیم انسان سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ رحیم خدا ایسا کرے پس معلوم ہوا۔ کہ خدا رحیم بھی نہیں۔ اور دوسرے یہ بھی نہیں کہ اُس کی صفت خالقی اس کو

انسان کے پیدا کرنے پر مجبور کرنے۔ اس موقعہ پر مخالف یہ کہ سکتا ہے کہ اس کی توڑنے جاڑنے والی طاقت اُس کو مجبور کر رہی ہے۔ کہ وہ ایسی مخلوق پیدا کرے گرا دل تو وہ خود ہی شرمندہ ہوگا۔ بشرطیکہ کچھ بھی حیا رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ صرف جوڑنے جاڑنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور اس کے علاوہ بالکل ناطاقت اور بے اختیار ہو۔ اور دوسرے یہ بات نہ صرف سائنس دان یا علم طبعی کے جاننے والے ہی مانتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز میں ایک کشش اتصال ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے حصہ یا دوسری چیز کو کھینچتی ہے۔ بلکہ خود آریہ صاحبان بھی اس کے قایل ہیں۔ اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ پس اس طرح اس جوڑنے کی طاقت کا بھی ابطال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب مادہ میں خود ہی جڑنے کا مادہ تھا۔ تو خدا کو یا پرمیشور کو بیچ میں دخل دینے کی کیا حاجت ہوئی۔ مادہ نے تو خود بخود جڑنا ہی تھا۔ اور مختصر صورتیں اختیار کرنی ہی تھیں۔ پھر پرمیشور کا کیا تعلق۔ اور پھر جب کہ مادہ ازل سے موجود تھا۔ اور خدا نے اس کو نہیں بنایا تھا۔ تو اس میں ایک طاقت تھی۔ جسکی وجہ سے وہ اپنے آپ پر قائم تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے اُس پر قبضہ کرنے کے وقت ایک جنگ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ جب کہ ایک طاقت والی چیز دوسری پر قبضہ کرنا چاہتی ہے تو بغیر مزاحمت یا جھگڑے کے نہیں کر سکتی جیسا کہ ایک قوی آدمی پر جب بیماری کا حملہ ہوتا ہے تو اس کی طاقت اور بیماری میں ایک سخت جنگ ہوتی ہے اور اُس کے بعد جس کا غلبہ ہوتا ہے وہی انسانی مزاج پر حاوی ہو جاتی ہے پس اسی طرح خدا اور مادہ میں ایک جنگ ہونی چاہیئے تھی۔ اب اگر یہ جنگ نہیں ہوئی تو مادہ اور روح ازلی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ہوئی ہے۔ تو علاوہ اس کے کہ خدا کی طاقتوں اور صفتوں پر ایک سخت دھبا آتا ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک معین وقت سے ہے کیونکہ جنگ کا ہونا۔ اور پھر ایک کا دوسرے پر غلبہ پانا ایک وقت چاہتا ہے۔ اور اُس کے بعد پرمیشور کا جوڑنے جاڑنے کا کام کرنا ایک وقت محدود ہو جاتا ہے۔ جو کہ خود آریہ کے عقیدہ کے برخلاف ہے اور درحقیقت بات یہ ہے۔ کہ انہوں نے یہ دہریت کا پیش خیمہ کھڑا کیا ہے۔ ورنہ آریہ مت کوئی مذہب نہیں۔ کیونکہ جب خدا بھی ازلی ہوا۔ پھر روح بھی ازلی ہوئی۔ اور مادہ بھی ازلی ہوا۔ اور ان میں اتصال کی طاقت بھی ہے۔ تو باقی خدا کا کام کیا رہ گیا۔ اور یہ اس بات کی پکی دلیل ہے کہ آریوں نے اپنے پرانے مذہب کو

تباہ کرنیکے لئے ایک قدم ترقی کی ہے اور انہون نے خیال کیا کہ اگر شروع مین ہی دہریت ظاہر کی تو ہندو پیچھے پڑ جاینگے اور بنا بنایا کام بگڑ جائیگا پس اس صورت سے قدم بڑہانے چاہئین۔ کہ ہندون کو خبر نہ ہو اور کام بھی ہو جاے اور اس بات کے ثابت کرنی کے لئے مجھے کوئی بڑی دلیل دینے کی ضرورت نہین بلکہ خود یہ مسئلہ بھی میرے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ کہ خدا مادہ اور روح تینون ازلی ہین اب خدا کا کام تو صرف اتنا رہ گیا کہ انکو جوڑ دے مگر ساتھ ہی پھر ان مین بھی جڑنیکی طاقت ہے اب صرف ایک قدم ان کو اور چلنا ہوگا اور پھر یہ دہریون مین جا ملینگے۔ وہ یہ کہ خدا نے جوڑا بھی نہین بلکہ خود بخود یہ چیزین جڑ گئیں کیونکہ ان مین قوت اتصال خود ہی تھی اور اب بھی یہ کوئی مذہب نہین رکھتی بلکہ صرف قومیت کے لئے انہون نے ایک مذہب بنا رکھا ہے ورنہ انکے خیالون مین جو کچھ ہے وہ صرف یہ چند روزہ دنیاوی ترقی ہے اور اسکے بعد ان کا کوئی عقیدہ نہین کہ کوئی دوزخ یا بہشت ہے دوزخ تو انہون نے تناسخ کے پھیر کا نام رکھا ہے اور بہشت وہ جب اس پھیر سے نجات ملے مگر خود ان کا ایک عقیدہ ہی تناسخ کا رد کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تناسخ اور پرکاش کا عقیدہ صرف زبانی باتین ہین ورنہ دل سے یہ اس بات کے قایل نہین وہ عقیدہ یہ ہے کہ فلان فلان رات کو عورت سے صحبت کرینسے لڑکیان پیدا ہوتی ہین اور فلاں فلان مین لڑکے اول تو یہ عقیدہ بذات خود غلط اور عقل سے بعید ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو کم سے کم آریون کے ہان لڑکون کی وہ کثرت ہوتی کہ دنیا دنگ رہجاتی مگر ہم ایسا نہین دیکھتے بلکہ خود پنڈت لیکرام کے ہان جو کہ ان کا ایک گرو گھنٹال گذرا ہے کوئی اولاد نہین ہوئی اور اسوقت انکے بڑے بڑے لیڈرون کے ہان نرینہ اولاد نہین غرضیکہ یہ عقیدہ عملی طور سے بالکل غلط ثابت ہوا ہے اور پھر ایک اور بات اسکو غلط ثابت کرتی ہے اور اسکے بیان کرنے سے پہلے ہمکو افسوس ہے یہ کہنا پڑیگا کہ دروغ گورا حافظہ نباشد

* یہ قوم نجات کی سخت دشمن ہے کیونکہ تناسخ سے نجات ملنی ممکن ہی نہین جو ہر ایک گناہ کے بدلے مین ایک جون ضرور بھگتنی پڑیگی تو نجات کیسی؟ پھر نجات کے معنی ہین کامل مخلصی مگر ان کے ہان کامل مخلصی ہی نہین بلکہ خدا ایک گناہ پھر بھی رکھ لیتا ہے تاکہ پھر انسان کو تناسخ کے پھیر مین ڈالدے *

اور وہ یہ ہے کہ جب پنڈت دیانند نے جو کہ انکے مذہب کا بانی ہی تاریخین مقرر کردی ہین۔ کہ
فلان مین لڑکے اور فلان مین لڑکیان پیدا ہونگی تو پھر اس بات کے کہنی کی کیا ضرورت پیش
آئی کہ نیوگ مین گیارہ لڑکے ہی شمار ہونگے اور لڑکیان اس شمار مین نہین ہونگی جبکہ لڑکے
پیدا کرنا اپنے اختیار مین ہے تو پھر لڑکیون کا کیا ذکر وہ مرد جسکے اولاد نہین ہوتی وہ خود دیکھ لیگا
کہ فلان رات لڑکا پیدا کرنے کی ہی وہ اُسی دن نیوگی خاوند کو بلا لیگا اصلی بات وہی ہے جو کہ مین
پہلے لکھ آیا ہون کہ پنڈت دیانند کو وہ قاعدہ بھول گیا جو کہ وہ لڑکے اور لڑکیان پیدا کرنیکی
نسبت باندھ آئے تھے اور نیوگ کا ذکر کرتے ہوئے انہین فکر ہوئی کہ اگر لڑکیان ہی پیدا
ہون تو پھر کیا ہوگا خاوند کی سب محنت رایگان ہوئی اور بیوی بھی ہاتھ سے جائیگی اسلیئے
انہون نے قاعدہ بنایا کہ شرطیہ ہے کہ نیوگی اولاد نرینہ ہو مگر اسطرح خود انہون نے اُس قاعدہ
کو توڑ دیا جو کہ اولاد حاصل کرنیکے لئے باندھا تھا مگر اسوقت ہمارا مدعا اور تھا یہ قاعدہ بذات خود
تو غلط ثابت ہو ہی گیا ہے اس لئے ہم اصل بات کی طرف لوٹتے ہین اور وہ یہ کہ آریون کا
عقیدہ ایسا ہے کہ لڑکے اور لڑکیان پیدا کرنا اپنا اختیار ہے پس جبکہ ایسا ہے تو تناسخ
غلط ٹھیرتا ہے کیونکہ ایک انسان جس نے پچھلے جنم مین ایسے کام کئے تھے کہ جنکی وجہ سی
اسکے لڑکے نہین ہوتے تھی وہ اس قاعدہ پر چل کر نرینہ اولاد حاصل کرسکتا ہے پس اس
سے تناسخ باطل ہو جاتا ہے تناسخ تو تب صحیح تھا کہ انسان لڑکے لڑکیان خود نہ پیدا کرسکے
اور جیسے کرم کئے ہین ویسی سزا یا بدلہ پائے مگر اس صورت مین بدلہ نہین رہتا بلکہ انسان
کا اپنا اختیار ہو جاتا ہی اور اسطرح تناسخ رہ جاتا ہے پھر ہم دیکھتے ہین کہ ایک غریب آدمی
کے لڑکے ہوتے تھی اور ایک امیر کے لڑکیان اور یہ اس لئے کہ انہون نے پچھلے جنم اسی کے
مطابق کام کئے تھے مگر امیر تو دیانند کے قواعد کے مطابق لڑکے حاصل کرتا ہے اور غریب کے
لڑکیان پیدا ہوتی ہین حالانکہ وہ لڑکے کو بوجہ اس غریب کے پچھلے جنم کے کامون کے اُس کے
ہان پیدا ہونے تھے اور خود وہ لڑکے جو کہ امیر کے ہان جا کر پیدا ہو گئے انکے اعمال تو ایسے
تھی کہ وہ اس غریب کے ہان پیدا ہو کر فاقہ سی عمر گذارتے انہون نے اعمال ہی ایسے کئے تھی
کہ ان کو یہ سزا دیجاتی اب جو وہ امیر کے گھر پیدا ہو گئے تو کس کام کے بدلہ مین ہوئے جبکہ

مسئلہ تناسخ مجبور کر رہا ہے کہ وہ ایک غریب کے ہان پیدا ہون اب ہم دیکھتے ہین کہ اس عقیدہ پر جو کہ خود آریون کا عقیدہ ہے تناسخ کی جڑ کٹ جاتی ہے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ لڑکے لڑکیان اعمال کے مطابق ہین اپنے اختیار مین نہین یا تناسخ کے عقیدہ کو باطل قرار دیا جائیگا اور ان دونون صورتون مین آریہ مت کا ابطال ہوتا ہے یہ دلیل ایسی قاطع ہے کہ ضد اور ہٹ سے اگر کام نہ لیا جائے تو آریون پر ایک بڑا سخت حربہ ہے ہان اگر آریہ صاحبان اپنی جبلی عادت کو کام مین لا کر پھر بھی گالیون پر اتر آئین اور ہماری اس دلیل کو غور سے نہ دیکھین نہ سمجھین تو اسمین ہمارا کوئی قصور نہین ہم مسلمانون کی طرف سے کافی دلائل اس بات کے ثبوت کے لئے دئے گئے ہین کہ آریہ مت کو قبول کر کے ایسے پرمیشور سے معاملہ نہین پڑتا جس سے کہ محبت کی جا سکے بلکہ سراسر اسکے برخلاف ہی ہین انتظار کرتا ہون کہ اس اعتراض کے پڑھتے ہوئے آریہ صاحبان تناسخ کی سچائی کی کیا دلیل دیتے ہین اگرچہ یہ لازمی امر ہے کہ وہ کوئی جواب گھڑ تو ضرور لینگے اور اس شدومد سے اسکو بیان کرینگے گویا سچائی اور حق انکے دلون مین بھرا ہوا ہے مگر عمل بھی ایسا ثابت کر تو ہم انکو تیار ہین۔ یا یہ کہ عملی رنگ مین آریون کی تعلیم آسکے تو پھر کون اعتبار کر سکتا ہے کہ درحقیقت یہی حق پر ہین اب مین اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہون اور وہ یہ ہے کہ تناسخ خود ان کے عقیدہ کے مطابق غلط ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ تناسخ کی نسبت زبانی ہی ہے ورنہ یہ اصل مین موت کے بعد کوئی اور عالم مانتے ہی نہین اور دہریت کی طرف بڑی تیزی سے قدم مار رہے ہین یا بالفاظ دیگر دہریہ ہی ہین اور انکے اس عقیدہ سے مادہ اور روح ازلی ہین خدا کے علم مین بھی فرق آتا ہے کیونکہ جس چیز کو اس نے پیدا ہی نہین کیا انکی خاصیتون اور ماہیتون کا اسکا علم کیونکر ہوا وہ تو ازلی ابدی ہین جیسا کہ پرمیشور ہے۔ اور پرمیشور نے اسکو پیدا ہی نہین کیا تو کیونکر انکے مخفی در مخفی رازون سے واقف ہو گو بالکم سے کم اسکو ایک مدت تجربات کرنے مین لگی ہوگی کہ وہ مادہ اور روح کی اصل حقیقت معلوم کرے جو کہ پرمیشور پر ایک بدنما دھبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرمیشور پر افترا کیا گیا ہے دوسری بات انکے اعتقاد کی یہ ہے کہ خدا جب دیکھتا ہے کہ تناسخ سے ایک آدمی نجات حاصل کرنے لگا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس پھیر سے بالکل بچ جائے تو وہ اس کو

پرکاش مین جگہ دیتا ہے جہان کہ وہ کچھہ مدت آرام سے گزارتا ہے اور پھر ایک گناہ کے بدلہ مین جو کہ خدا نے نجات دیتے وقت چھوڑ رکھا تھا یعنے اُس گناہ کی سزا ابھی اسکو نہین دی تھی اسکو تناسخ کے چکر مین ڈالدیا جاتا ہے اس موقع پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیون ایسا کیا جاتا ہے جبکہ اسکا صرف ایک گناہ رہ گیا تھا اور وہ نجات کے کنارہ پر کھڑا تھا اور قریب تھا کہ اس دریا مین ہمیشہ کے لئے غوطہ مارے اور دائمی تکالیف سے بچ جائے کہ پرمیشور نے اسکو ایک غوطہ دیا اور باہر کھڑا کر دیا کہ جا پھر تکالیف کے سمندر مین تیر کیا یہ ظلم نہین کیا یہ صریح زیادتی نہین اور پھر ایک ایسی چیز پر جسکا قدامت اور ابدیت مین ایسا ہی دعوےٰ ہے جیسا کہ پرمیشور کا پھر جو اسکی مخلوق نہین اور پھر وہ جو کہ پرمیشور کی کوئی ضرورت نہین رکھتی اگر پرمیشور نہ بھی ہو تو وہ خود بخود جڑ سکتی ہے اور مختلف شکلون مین تبدیل ہو سکتی ہے اور پھر بھی نہین کہ اسطرح مادہ اور روح کو نجات حاصل کرنے سے روکا گیا ہے بلکہ نجات کے دوسرے قواعد بھی ایسے سخت اور کڑے مقرر کئے گئے ہین کہ نجات ناممکن ہے کیونکہ ہر ایک جیوہتیا پر جون کا چکر لگانا پڑتا ہے اور پانی جو کہ انسانی ضروریات سے مقرر کیا گیا ہے اسکے ایک قطرہ مین ہزارون کیڑے ہوتے ہین اور ہوا مین کیڑے ہوتے ہین اور پھر یہ ہی نہین بلکہ پنڈت دیانند کے مقرر کردہ قواعد کے رُو سے ہر ایک چیز مین روح ہوتی ہے یہانتک کہ پودون اور درختون مین بھی ہوتی ہے تو اس صورت مین جو چیز انسان کھائیگا وہ جاندار ہوگی اور اسکا کھانا جیوہتیا ہوگا۔ اور جو شخص ایک بھی سانس لے بوجہ ان جیون کی ہتیا کے جو کہ ہوا مین ہوتے ہین سینکڑون جونین بھگتیگا پس نجات ناممکن ہے اور خود پنڈت دیانند جی کو معلوم نہین اتنے کیڑون اور جاندارون کو ہلاک کرنے کی وجہ سے جو کہ وہ اپنی زندگی مین کرتے رہے کن کن جونون مین جنم لینا پڑیگا چونکہ ہندؤن کے بیان مین کافی طور سے تناسخ کا رد ہو چکا ہے اس لئے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین اور اب ہم انکے عملی حصہ کو دیکھتے ہین کہ کیا وہ ایسا حصہ ہے جو کہ انسانی فطرت کے مطابق ہے یا نہین سو پہلے تو انکے طرز معاشرت پر نظر ڈالنے سے ہمکو نیوگ کا ایسا خوفناک مسئلہ نظر آتا ہے جسپر عمل کرنا ایک شریف آدمی کا کام نہین۔ یہانتک کہ خود آریہ صاحبان بھی اس سے کچھہ پرہیز ہی کرتے ہین ہان بعض بعض حد سے

بڑھے ہوئے انکو بھی ایک خوبی ہی سمجھتے ہیں مگر یہ شاذ و نادر ہی ہیں اور شاذ کا عام میں دخل نہیں اسلئے ہم بھی کہینگے کہ عام آریہ اس مسئلہ کے برخلاف ہیں پھر جبکہ وہ خود اسپر عمل نہیں کرتے تو دوسرے مذاہب والے تو خواہ مخواہ اس سے نفرت ہی کرینگے شاید بعض ناظرین اس مسئلہ کی حقیقت سے ناواقف ہوں اسلئے میں انکے علم کے لئے اسکی تشریح کر دیتا ہوں نیوگ آریہ سماج کا ایک مسئلہ ہے جسکی رُو سے وہ مرد جسکے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو دو یا تین سال تک انتظار کر کے اپنی بیوی کو اولاد کی خاطر ایک اور مرد سے ہم بستر کرواتا ہے اور ایسے مرد سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بانٹ لی جاتی ہے اور اس طریقہ سے گیارہ لڑکوں تک حاصل کئے جا سکتے ہیں اور یہ کام ایک ہی مرد سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ پانچ چھ آدمیوں کے ذریعہ یہ تعداد پوری کروانی چاہیئے اور پھر اس عرصہ میں جبکہ ایک مرد دوسرے کی بیوی سے نیوگ کر رہا ہو اس بیوی والے شخص کو چاہیئے کہ عمدہ عمدہ غذاؤں سے نیوگ کرنیوالے شخص کو تازہ کرے اور ہر طرح کی آسایش کے سامان اسکے لئے مہیا کرے اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس عقیدہ پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا میں کیسی خوفناک تباہی آنے کا اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے کیونکہ اوّل تو عورتیں خلقی طور پر باحیا اور شرمیلی بنائی گئی ہیں جب انکو ایسے کام کے لئے کہا جائیگا تو ممکنات سے بعید نہیں کہ ان میں سے بعض بلکہ اکثر خودکشی کر کے مر جائیں جیسا کہ دنیا میں اس قسم کے موقعوں پر ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور پھر اگر وہ مان بھی لیں تو آئے دن کے طعن و تشنیع سے وہ ایک مہینہ بھی زندہ نہیں رہ سکینگی جب ایک عورت کا خاوند مرجاتا ہے اور وہ دوسرا خاوند کرتی ہے تو اسوقت ہی عورتیں اسکو طعنے دیتی ہیں تو جب وہ ایک مرد کے زندہ ہوتے ہوئے اور کسی مرد سے صحبت کریگی تو کیا کچھ اسپر اعتراض نہ آئیگا وہ خود اپنے دل میں کیسی شرمندہ ہوگی اور اپنے رشتہ داروں عزیزوں میں کس منہ سے بیٹھیگی درحقیقت آریہ سماج نے زناکاری کا دروازہ کھولدیا ہے۔ کنچنیاں جو کہ بازاروں میں بیٹھکر اپنے پیٹ پالنے کے لئے زناہ کرواتی ہیں ان بیچاریوں کا پھر کیا قصور رہ گیا کہ ان کو برا کہا جائے اگر نیوگ درحقیقت جایز ہے تو انکا کام کچھ اچھا ہی ہے۔ کیونکہ وہ روزی کمانے کے لئے ایسا کرتی ہیں اور اپنی عصمت کے بدلہ کچھ پیسے لیتی ہیں اور اس طرح

اپنی آخری زندگی کو تباہ کر کے اس دنیا کی زندگی کے لئے کچھ سامان مہیا کرتی ہین - مگر نیوگ کرانے والی عورت تو نہ صرف اپنی پچھلی یعنی بعد از موت کی زندگی کو تباہ کرتی ہے - بلکہ اس دنیا کا سامان بھی ضایع کرتی ہے کیونکہ حکم ہے کہ نیوگی مرد کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس طرح اُسے نیوگ کے لئے تازہ کرو اب آریہ صاحبان خود مقابلہ کر لین کہ ایک عورت تو دین ضایع کر کے دنیا کماتی ہے اور دوسری دین و دنیا ضایع کر کے سوائے ندامت اور رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہین کرتی ان دونون مین سے کونسی مقابلتہً دوسری کے فائدہ مین ہی پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ مرد کی غیرت کسطرح قبول کرے گی کہ اپنے ہوتے ہوئے وہ اپنی بیوی کو دوسرے مرد سے ہم بستر کروائے اور پھر ساتھ ہی اسکی خاطر بھی کرے - اس زمانہ مین بھی ایسی کئی واقعات پیش آئے ہین کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو دوسرے سے بے حجاب باتین کرتے ہوئے دیکھکر ہی اسکو قتل کر دیا اور جبکہ اتنی بات ہی انسان کی غیرت برداشت نہین کر سکتی تو زناہ کی حالت دیکھکر وہ کب برداشت کر سکیگا - اور اسی حالت کو دیکھکر ہماری مہربان گورنمنٹ نے بھی ایسے موقعون کے لئے کچھ رعایت کر دی ہے اور ایسا آدمی جو کہ غیرت مین آ کر کوئی خون کر بیٹھتا ہے اسکے لئے سزا مین کچھ نرمی رکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ ایسے موقع پر ایک قدرتی جوش پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کبھی برداشت ہی نہین کر سکتا کہ اسکی بیوی اور مرد سے ہم بستر ہو ایک عرصہ ہوا کہ ایک مقدمہ اس قسم کا پیش ہوا تھا جسمین ایک شخص پر اس لئے کارروائی چلائی گئی تھی کہ اس نے اپنی بیوی کو زناہ کی حالت مین دیکھکر قتل کر دیا تھا اور ماتحت عدالت نے اسکو سخت سزا کا حکم دیا مگر اپیل ہونے پر جج نے فیصلہ دیا کہ درحقیقت یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ انسان غصہ کو برداشت نہین کر سکتا اس لئے مین اسکے لئے یہ سزا مناسب نہین سمجھتا بلکہ اگر وہ عورت پہلی ضرب مین مر جاتی تو مین اسکو سزا قریباً نہ ہی دیتا مگر چونکہ کئی ضربات سے عورت مری ہے اسلئے مین کچھ سزا اسکو دیتا ہون اب دیکھنا چاہئے کہ انسانی فطرت اس عقیدہ کے برخلاف ہے جیسا کہ گورنمنٹ کے قانون سے اور روزمرہ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے اور خود آریہ مت کے پیروان بھی اس نیوگ کے عقیدہ پر عمل کرنیکے لئے تیار نہین ہے تو پھر یہ عقیدہ

عملی رنگ میں لانے کے لئے نہ معلوم پنڈت دیانند نے کیوں پیش کیا شاید اُنکی کوئی خاص غرض ہو جسکو ہم نہ سمجھ سکتے ہوں ورنہ اور کوئی بات تو نظر نہیں آتی اور جب مخلوقات عالم پر نظر کرتے ہیں تو سراسر اس عقیدہ کے برخلاف نظر آتا ہے انسانی فطرت اسکو برداشت نہیں کر سکتی عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اور یہانتک کہ جانور تک اسکو پسند نہیں کرتے کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک مرغا جب کچھ مرغیوں میں پھر رہا ہوتا ہے اسوقت اگر کوئی اور مرغا ان میں آکر داخل ہو جاوے تو خواہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو اسپر حملہ کرتا ہے اور اسی طرح کتا بھی جب اسکے سامنے کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو دوسرے کتے پر حملہ کرتا ہے۔ پس جب جانور تک اس بات کو برا مناتے ہیں تو انسانی فطرت اسکو کیونکر برداشت کر سکتی ہے یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا کہ اسکو دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا اسکو دنیا میں مشتہر کرنے سے آریہ ست نے دنیا پر زناہ کاری کا دروازہ کھول دیا ہے اور انسانوں کی اخلاقی حالت پر ایک سخت خوفناک حربہ کیا ہے اور چونکہ یہ ایک گندہ مسئلہ ہے اسلئے اسپر زیادہ لکھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے اور انکے ایک اور عملی عقیدہ کو لیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک با ایمان آریہ کا فرض ہے کہ وہ مردہ کو جلاتے وقت صندل عود اور کستوری وغیرہ کو کام میں لاوے اور یہی نہیں بلکہ ڈیڑھ من روغن زرد بھی جلا کر خاکستر کرے مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ عقیدہ ایسا کہ جس پر عمل ہو سکے یا صرف ستیارتھ پرکاش کے صفحوں کو سیاہ کرنیکے لئے گھڑا گیا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کتنے آریہ اسپر عمل کر سکتے ہیں یا کرتے ہیں اور غریب آدمی اسپر کسطرح عمل کر سکتا ہے۔ یا آریہ ست کے لحاظ سے غریب آریہ نہیں ہوتا اگرچہ پنڈت دیانند نے اسکے لئے جو کہ اپنی چیزوں کو مہیا نہ کر سکے قاعدہ تو مقرر کر دیا ہے اور ایک تجویز اسکو ایسی بتائی ہے جس سے وہ کامیاب ہو جاوے مگر وہ اصل حکم سے بھی زیادہ مشکل ہے وہ یہ کہ ایسا شخص بھیک مانگے یا گورنمنٹ سے مدد چاہے مگر جبتک کہ وہ غریب جسکے ہاں موت ہوگئی ہو قریباً ڈیڑھ سو روپیہ مختلف شہر و دیار میں پھر کر اور پیسہ پیسہ اور کوڑی کوڑی جمع کر کے لائیگا لاش سڑ جائیگی اور خاصکر طاعون کے دنوں میں کہ وبائی ہوا کی وجہ سے دوسری لاش بھی جلدی جلدی سڑ جاتی ہیں اور طاعون کے بیمار کی لاش تو چوبیس گھنٹہ کے اندر خراب ہو جاتی ہے پھر ایک لمبی عرصہ کی کوشش اور محنت کے بعد جو ایک شخص روپیہ جمع کر کے لایا بھی تو وہ کس کام آئیگا لاش تو پہلے ہی خاک ہو جائیگی

اور دوسری تجویز جو کہ گورنمنٹ سے مانگنے کی لکھی ہی وہ اور بھی عجیب ہی کیونکہ اول تو ایک عرضی گورنمنٹ کیخدمت مین دیجاوے کہ مجھے فلان فلان چیزین چاہئین اور پھر وہان سے منظوری ہو اور پھر روپیہ ملے اس صورت مین بھی لاش سڑ جائیگی اور تعفن اور سڑاندہ کیوجہ سے دوچار اور کو بھی ساتھ لے جائیگی جنکے لئے پھر بھیک مانگنی یا گورنمنٹ کے پاس امداد کے لئے درخواست کرنی پڑیگی اور دوسرا یہ کہ اگر گورنمنٹ ہر ایک لاش کے لئے دو دو سو روپیہ دینے لگی تو کام چل چکا جبکہ یہی آریہ صاحبان چیختے اور چلاتے ہین کہ ٹیکسون سے رعایا پس گئی ہے تو اس صورت مین نہین معلوم اور کتنے ٹیکس لگانے پڑینگے بلکہ پھر بھی خزانہ کو نقصان ہی ہوگا اور اگر گورنمنٹ ایسا منظور بھی کرے اور اس سے نقصان بھی ہو تو کل کو سکھ اُٹھینگے کہ ہمارے مردہ کے جلانیکے لئے پانسو روپیہ کی حاجت ہے اور پھر سناتن دہرم کہینگے کہ ہمارے مردہ کے لئے ہزار روپیہ کی حاجت ہے اور اس طرح گویا کہ گورنمنٹ کا کام مردہ جلانا ہی رہ جائیگا جو کہ اسکی شان سے بعید ہے اور پھر جنگون کے موقعہ پر یہ قانون کس طرح چل سکیگا کیونکہ وہان تو ایک گھنٹہ مین ہزارون خون ہو جاتے ہین اگر وہان کستوری گھی عود اور صندل جلانے لگے تو لڑائی کے دوسرے اخراجات سے زیادہ تو یہی خرچ پڑ جائیگا اور پھر اسوقت جبکہ سامان وغیرہ کا پہنچانا آگے ہی مشکل ہو جاتا ہے اگر عود اور صندل کے تو بار بھی جانے شروع ہو گئے تو لڑائی مین فتح پا چکے غرضیکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو کہ عمل مین قطعاً نہین آسکتا اور نہ معلوم پنڈت دیانند نے ایسا عقیدہ بیان کرنے مین کیا مصلحت سوچی تھی پھر ایک اور حکم ہے کہ چاہئے کہ ایک با ایمان آریہ چار سو سال کی عمر پاکر مرے اور یہ ایک ایسا حکم ہے کہ جسپر خود پنڈت دیانند بھی عمل نہین کرسکا اور چونکہ پنڈت دیانند نے اسکو ایمان کا معیار مقرر کیا ہے اسلئے ہم نہین کہہ سکتے کہ خود انکی کیا حالت ہوگی کیونکہ انہون نے ایک ہیچ آریہ کی عمر بھی نہین پائی جسکی بابت انہون نے خود لکھا ہے کہ دو سو سال کی ہونی چاہیے پس جس تعلیم پر کہ خود معلم عمل نہ کرسکے اسپر دوسرا کب عمل کر سکتا ہے اور اب تک اگر اور کوئی آریہ اس کا ثبوت دیتا تو ہم مان بھی لیتے کہ درحقیقت ایسا دنیا مین ہوتا ہے مگر جسوقت تک تاریخ یہ بتاتی ہے اسوقت تک ہمین کوئی ایسا آدمی نہین

معلوم ہوتا جس نے آریون کے اصول پر عمل کرکے چارسو یا کم سے کم دوسو سال کی عمر بھی
پائی ہو پس ان باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے زبانی جمع خرچ کے آریون کے پاس
اور کچھ نہین ہے وہ مسائل جن پر صرف ایمان لانے کی ضرورت ہی مثلاً روح اور مادہ کا
خدا کی طرح ازلی ہونا اور تناسخ وہ تو ایسے لغو ہین کہ دہریہ مین اور آریون مین کوئی فرق نہین
رہتا اور وہ مسائل جنپر عمل کرنیکا آریونکو حکم دیا گیا ہے ایسے بودے ہین اور انپر عمل کرنا
اسقدر مشکل بلکہ ناممکن ہی کہ خود آریہ مت کا بانی اور اسکے چیلے بھی اسپر عمل نہین کرسکے جیساکہ
یوگ اور مردہ کے جلانیکے قواعد اور پھر چارسو سال کی عمر کا پانا غرضیکہ یہ مذہب سر سے پیر
تک ایسی ہی باتون سے بھرا ہوا ہے اور نہ معلوم ان لوگون مین باوجود اسقدر نقایص ہونیکے
دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی جرأت کیونکر پیدا ہوئی اور خاصکر اسلام جیسی پاک در مقدس
مذہب پر بے بنیاد تہمتین لگانیکا خیال انکے دلونمین کیون کر سمایا۔ . . . . حالانکہ انکو چاہئے
تھا کہ خود اپنے مذہب مین اسقدر نقایص اور غلطیان دیکھکر کسی اور مذہب کی طرف رجوع
کرتے اور جسطرح ہوتا کوشش اور سعی سے آخر اس بات کو دریافت کرلیتے کہ کونسا مذہب
سچا ہے اور اسصورت مین امید قوی تھی کہ خدا تعالیٰ جو کہ رحیم و کریم ہے آخر ان لوگونکو
ہدایت دیتا اور گمراہی سے بچاتا اور اس اندھیرے سے جسمین کہ یہ کھڑے ہوئے سرگردان و
پریشان ہو رہے ہین نکالکر کسی روشن جگہ کھڑا کرتا یا کم سے کم اگر ان لوگون مین اسقدر ہمت
اور دلیری نہ تھی کہ یہ ہا مذہب اختیار کرتے تو خود ہی خاموش بیٹھتے اور بلاوجہ لوگون کا دل
نہ دکھاتے اور بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام پر تہمتین نہ لگاتے اور گالیون سے باز رہتے مگر
انہون نے ایسا نہین کیا اور شوخی کا پہلو اختیار کیا اور حلم اور انکسار کو چھوڑ دیا لیا انہون
نے کسی آیندہ حساب کتاب کا گمان نہین کیا بلکہ سوچا کہ جو کچھ ہی اسی دنیا مین ہے جیساکہ ہم
ثابت کرچکے ہین کہ ان کے عقیدون سے پایا جاتا ہے گالیان دینا اور بزرگون کو بری طرح یاد
کرنا تو انکے خمیر مین ہے یہانتک کہ انکے بعض پرجوش ممبرون نے ایسی کتابین لکھی ہین کہ جن
سے سوائے حق پوشی اور مسلمانون کا دل دکھانیکے اور کوئی مطلب نہین اور ان کتابون مین
ہمارے نبی کریم کو ایسی سخت الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کہ سنکر بھی دل کباب ہو جاتا ہے اور

معاً خیال آتا ہے کہ مہ نور می فشاند و سگ بانگ مے زند اور دل مین ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان لوگون کو دندان شکن جواب دیا جاوے اور انکے گندہ اور ناقابل عمل عقاید کو خوب کھولکر انکے سامنے رکھدیا جاوے اور پھر ان سے پوچھا جاوے کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے کہ اسپر کوئی شریف آدمی عمل کر سکے مگر پھر خیال آتا ہے کہ اس تعلیم کو اچھی طرح سے کھولکر رکھدینا بھی ایک سخت مشکل کام ہے اسلئے نہین کہ وہ ایک مضبوط دیوار ہے اور اسپر حملہ کرنا دشوار ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اسقدر گندی اور مخش ہے کہ دنیا اسکو حیا کے مارے دیکھ نہین سکیگی اور شریف آدمی اسکو پڑھکر غیرت سے کانپ اٹھیگا کہ کیا یہ تعلیم ہے جو کہ آریہ صاحبان دنیا مین پھیلاتے ہین اور جسکو یہ لوگ عالمگیر اصول قرار دیتے ہین اسلئے ہم نے دو تین باتین انکی بیان کر دی ہین تاکہ یہ خیال نہ کرین کہ ہمارے مذہب کے قلعہ کو کوئی توڑ نہین سکتا اور خدا کے فضل سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آریون کا خدا اس قابل نہین کہ اس سے کوئی طالب حق محبت کر سکے نہ تو اس نے ہمکو پیدا کیا ہے اور نہ ہمکو مٹا سکتا ہے نہ وہ رحیم ہے اور نہ ہی وہ ہمکو نجات دے سکتا ہے پس اس مین کسی قسم کا بھی حسن نہین جسکی وجہ سے ہم اس سے محبت کرین تعلیم وہ ہے جو کہ ناقابل عملدر آمد ہے۔ عقیدہ وہ ہے کہ انسان جسکو ایک منٹ کے لئے بھی اپنے ذہن مین نہین رکھ سکتا اور خود اس تعلیم پر چلنے والون اور ایسا عقیدہ رکھنے والون کا نمونہ اسقدر بر ہے کہ رہی سہی امید بھی منقطع ہو جاتی ہے سلئے ہم اسلام پر ایک مختصر نظر ڈالتے ہین کہ کیا یہ مذہب بھی باقی تمام مذہبون کی طرح انسانی دست برد کے نیچے آچکا ہے یا نہین اور کیا ہمین بھی ایسی کمزوریان ہین جن پر کہ دشمن کے ہاتھ پڑ سکتے ہین مگر اسکے پہلے کہ مین اسلام کی دوسری باتون پر نظر ڈالون اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہون کہ اسلام نے جو دوسرے مذاہب کی نسبت اپنی رائے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام ملکون اور قومون کے لئے انہین کی حالات کے مطابق رسول بھیجے اور انکو ہدایت کی اور وہ باتین بتائین جن سے کہ وہ اسکو یعنی خدا کو پا لین اور یہ کہ خدا کی سنت رہی ہے اور اسنے ہر زمانہ مین انسانون کے لئے ایک ایسی تعلیم مقرر کی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے عادات و اطوار کو خدا کے منشا کے مطابق کرین اور جب ایک قوم نے بوجہ کسل سستی اور عیش و آرام کے زیادہ ہو جانیکے خدا تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو اسنے پھر دوبارہ ایسے نبی مقرر کئے جو کہ بندون کی اصلاح کرین اور انکو پھر اپنے اصل مقام پر لا کھڑا کرین اور اسلام ہمکو بتاتا ہے کہ

کسی قوم پر تب تک عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا جب تک کہ انمیں رسول نہ پیدا کیا جائے جو کہ اُنپر خدا کی حجت کو قایم کرے اور جبتک کہ وہ دلائل عقلی و نقلی سے اور معجزات و الہامات الٰہی سے انپر انکی غلطیوں کو ثابت نہ کردے اور خدا سے ملنے کی راہ کو ان پر آشکارا نہ کردے لوگ مستوجب سزا نہیں ہوتے اسلام ہمکو بتاتا ہے کہ مجھہ سے پہلے بہت سی اور مذہب گزرے ہین جو کہ خدا کی طرف سے ہوئے ہین اور جو مختلف قوموں اور زمانوں کے لئے رہنما تھے اور اسی وجہ سی ہمارا ایمان ہے کہ عیسائی یہود اور ہنود وغیرہ مذاہب اصل میں سچے تھے اور امتداد زمانہ سے مسخ ہو کر انکی شکلین بدل گیئین اور یہ قرآن شریف کے شروع ہی میں سورۃ الحمد سی بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ہے الحمد للہ رب العالمین ترجمہ سب تعریفیں ہیں اسکے لئے جو کہ تمام جہانون کا رب ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ رب کے کیا معنی ہین رب کے معنی ہین وہ ذات جو کہ ایک چھوٹی چیز کو رفتہ رفتہ نشوونما دیکر بڑا کرے اور یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ وہ ایک نطفہ سی انسان بناتا ہے اور رفتہ رفتہ انسان کی حالت اور عمر کے لحاظ سے سامان مہیا کرکی اسکو ترقی بخشتا ہے یا ایک دانہ کو جب کہ وہ زمین کے اندر پڑا ہوا ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ انسان کے پیرون تلے کچلا جا کر تباہ نہ ہو جائے یا کسی جانور کی خوراک نہ بنے اگاتا ہی اور جب کہ ذرہ سی سبزی دانہ کے باہر نکلتی ہے اسوقت بھی وہ نہایت نازک ہوتا ہے اور اسکے ٹوٹنے یا تباہ ہو جانیکا خطرہ ہوتا ہے پس خدا تعالیٰ وہان سے بھی اسکو بچاتا ہے اور اسکو غذا دیکر اور بھی بڑا کرتا ہے یہانتک کہ وہ بڑا ہوتے ہوتے آخر خود دانے نکالتا ہے اور کئی بالیں اسمین نکلتی ہین جنمین کہ سینکڑون دانے ہوتی ہین۔ غرضیکہ ہر ایک چیز کی ربوبیت کرکے اور اسکے مناسب حال غذا دیکر خدا تعالیٰ بڑا کرتا ہے اور اسی لئے اسکا نام رب ہے پس اس آیت شریف میں ہے کہ سب تعریفیں ہیں۔ اسکے لئے جو کہ سب جہانون کا رب ہے۔ اب ربوبیت کی بھی دو قسمین ہیں ایک تو ربوبیت جسمانی اور ایک روحانی کیونکہ انسان دو چیزون سی مرکب ہے ایک نفس سی جسکو عوام الناس روح کہتے ہین اور اس لئے روح کے نام سے ہی مشہور ہی لیکن قرآن شریف روح کے معنے کلام کرتا ہے اور دوسری چیز جس سے کہ انسان مرکب ہے وہ جسم ہے پس ان دونون کیلئے مختلف قسم کی ربوبیت کی ضرورت ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی ربوبیت کرتا ہے

اور ہر ایک کو کرتا ہے پس اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف اس موجودہ مذہب اسلام سے ہی دنیا کی ربوبیت نہیں کی بلکہ روحانی الوہیت اس سے پہلے بھی وہ کرتا رہا ہے اور مختلف قوموں اور ملکوں میں اسکی طرف سے روحانی طبیب مقرر ہوتے رہے ہیں اسجگہ موجودہ مذہب اسلام کا لفظ جو کہ میں نے استعمال کیا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ ایک اسلام تو یہ ہے جو کہ نبی کریمؐ کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوا مگر اس سے پہلے جو مذہب ہو چکے ہیں وہ بھی اسلام کے ہی مطابق تھے اور خدا تعالیٰ نے انکا نام بھی اسلام ہی رکھا ہے فرق یہ ہے کہ وہ مکمل نہیں تھے اور موجودہ مذہب اسلام ہر پہلو سے مکمل ہے غرضیکہ ربوبیت تو خدا پہلے بھی کرتا تھا مگر اسوقت یہ فرق تھا کہ وہ خاص قوموں اور خاص ملکوں اور مقررہ وقتوں کے لئے ہوتی تھی اور وہ قواعد روحانی ربوبیت کے جو کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کئے تھے وہ ایک مدت کی بعد کچھ تو لوگ بگاڑ دیتے تھے اور کچھ زمانہ کی حالت کی وجہ سے بدلا دئے جاتے تھے اور اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ یہ تمام قومیں جو اسوقت گمراہی میں پڑ رہی ہیں کسی وقت خدا کے کلام سے مستفیض ہو چکی ہیں اور بوجہ سستی اور غفلت کے جو کہ انہوں نے خدا کے حکم سے ظاہر کی یہ اس سے دور جا پڑی اور اس درخت کی طرح ہو گئیں جو کہ پانی سے دور ہو اور کچھ عرصہ کے بعد بالکل سوکھ جائے اور یہ کل مذاہب کے برخلاف عقیدہ ہے یعنی ہندو عیسائی یہود اور آریہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ سوائے انکے کسی اور کو ہدایت ہوئی اور انکے خیال میں انکے اپنے بزرگوں کے سوا کسیکو کلام الٰہی سے حصہ نہیں ملا حالانکہ یہ صریح ظلم ہے اور زیادتی ہے کہ ایک تو خوب سیر کیا جائے اور دوسرا خواہ بھوک اور پیاس کے مارے تباہ ہو جائے روٹی کے ایک لقمہ یا پانی کے ایک گھونٹ سے بھی محروم رکھا جائے اور چونکہ ہم اسکو ہندوؤں اور یہودیوں کے حصہ میں اچھی طرح لکھ آئے ہیں اسلئے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں غرضیکہ وہ ظلم جو کہ اور مذاہب نے جائز رکھا ہے اسکو اسلام نے مٹا دیا ہے اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں انسانی نسل رہتی ہے خدا نے اپنی طرف رہنمائی کرنیکے لئے سامان مہیا کر دیا ہے اور اپنے بندوں کی کمزوری پر ہر جگہ رحم کیا ہے اور یہ بات عقل کے برخلاف ہے کہ خدا نے جسمانی ربوبیت کا سامان تو تمام دنیا کے لئے مہیا کر دیا لیکن روحانی الوہیت کا بالکل خیال ہی نہیں کیا اور سوائے ایک قوم کے سب کو اس سے محروم رکھا اور اسی لئے خدا تعالیٰ اپنے کلام کے شروع ہی میں اسبات کی تردید کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں ہر قسم کی ربوبیت ہر

جہان کے لوگون کی کرتا ہون اور یہ جو افترا باندھا گیا ہے کہ مین کسی اور کی ربوبیت نہین کرتا بلکہ صرف ایک قوم کا ہی متکفل ہون بالکل غلط ہے بلکہ مین تو تمام جہانون کا ربوبیت کرنے والا ہون اب خواہ وہ ربوبیت جسمانی ہو اور خواہ روحانی اسجگہ مخالف ایک اعتراض کرسکتا ہے کہ جب اسلام نے بھی نجات اسلام پر ہی منحصر رکھی ہے تو ربوبیت تمام جہان کی کہان گئی مگر اسکا جواب صاف ہے کہ گو خدا تعالیٰ نے آیندہ کے لئے اسلام پر ہی نجات کا دار و مدار رکھا ہے مگر پھر بھی یہ اعتراض نہین پڑسکتا کیونکہ خدا نے شریعت کا دروازہ بند کیا ہے اور وہ بھی اسلئے کہ شریعت کامل ہوگئی ہے ورنہ الہام الٰہی کا دروازہ تو بالکل کھلا ہے اور یہ جو شخص کہ جایز طریقہ سے اسکا فائدہ اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے یعنی اسلام مین داخل ہوکر اور نبی کریم کی سنت کی اطباع کرکے ایک شخص خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کرسکتا ہے حالانکہ دوسرے مذاہب کا خیال ہے کہ سوائے ان لوگون کے جو کہ انکے آبا و اجداد تھے اور کسیکو یہ درجہ نصیب نہین ہوا پس انکین تو ربوبیت کا دروازہ غیر مذاہب والون پر بلکہ خود ان پر بھی بند ہے اور اسلام مین یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور اب بھی ہم مین ایک ایسا شخص موجود ہے جس سے کہ خدا کلام کرتا ہے اور اپنی پاک آواز اسکو سناتا ہے اور اسکے سبب سے اور لوگ بھی اسکے غلامون مین سے ایسے موجود ہین جو کہ الہام الٰہی سے مستفیض ہین اور اسکے کلام کی سچائی آتھم کی وجہ سے عیسائیون اور یہودیون پر اور لیکھرام کی وجہ سے آریون اور سناتن پر ثابت ہے اور اب اگر وہ نہ مانین تو اسمین نہ تو اس خدا کے بندہ کا کچھہ قصور ہے اور نہ خدا کا ہی ظلم ہے انپر حجتین قایم ہوچکی ہین اور عذاب الٰہی کا دروازہ کھل رہا ہے اور کھلنے والا ہے چونکہ اسجگہ مین نے آتھم اور لیکھرام کا نام لیا ہے اسلئے اسکی بابت کچھہ لکھدینا ضروری سمجھتا ہون آتھم ایک عیسائی تھا جسکی سرشت مین گالیان دینا اور مسلمانون کا دل دکھانا بھرا ہوا تھا اور اس نے ایک موقع پر نعوذ باللہ دجال کا لفظ نبی کریم کے لئے استعمال کیا جسپر حضرت مسیح موعود نے اسکو مباہلہ کے لئے بلایا اور اسکے لئے پیشگوئی کی کہ اگر رجوع الی الحق نہ کیا تو تجھپر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تو پندرہ ماہ کے اندر اس دنیا سے اٹھا لیا جائیگا اسلئے کہ تو نے نبی کریم کے لئے دجال کا لفظ استعمال کیا ہے مگر اس نے یہ سنتے ہی اپنے کانون پر ہاتھہ رکھا اور اس لفظ کے کہنے سے مکر گیا اور پیشگوئی کا رعب اسکے دلپر ایسا پڑا کہ وہ اس عرصہ

ہیں بھاگتا پھرا اور اپنے دوستوں کو کہتا تھا کہ مجھ پر تین دفعہ حملہ کیا گیا ہے ایک دفعہ تو ایک پڑھے ہوئے سانپ نے مجھپر حملہ کیا اور دو دفعہ مسلح سپاہیوں نے مگر ناظرین پڑھے ہوئے سانپ کی حقیقت خوب سمجھ سکتے ہیں اور گورنمنٹ انگریزی کی عملداری میں مسلح آدمیوں کا حملہ کرنا بھی سمجھ میں آسکتا ہے جبکہ ہتھیار رکھنے کی قطعاً ممانعت ہے اور پھر دن کے وقت اور لدھیانہ جیسے شہر میں جہانکہ اسکا داماد ایک معزز عہدہ پر نوکر تھا۔ پس یہ باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ وہ پیشگوئی سے اسقدر خائف تھا کہ اسکی قوت متخیلہ نے اسکے سامنے ایسے نظارہ پیش کئے اور یہی اسکے ڈرنے کی علامات تھیں جسکی وجہ سے وہ میعاد کے اندر سر نیسی بچ گیا مگر چونکہ اس نے میعاد کے بعد یہ تہمتیں لگائیں کہ مجھپر حملہ کئے گئے اور مجھکو مارنے کی فکر کی گئی اور حق کو چھپانا چاہا اسلئے اسکو قسم کے لئے بلایا گیا اور کہا گیا کہ اگر تو اپنے دل میں خائف نہیں ہوا اور پیشگوئی کا رعب تیرے دل پر نہیں چھارہا تھا تو تو آکر قسم کھا جسکے جواب میں عیسائیوں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا منع ہے حالانکہ پولس رسول نے قسم کھائی ہے اور یہ صرف ایک ڈھکوسلا تھا اور اسکی سزا میں یہ ہوا کہ آتھم پھر پندرہ مہینے کی میعاد میں مر گیا اور اس سے پہلے یہ اعلان ہوچکا تھا کہ چونکہ اسنے حق پوشی کی ہے اسلئے یہ اب بھی سزا سے نہیں بچ سکتا اور یہ صاف بات ہے۔ کہ اگر وہ توبہ نہ کرتا اور دل میں خائف نہ ہوتا جیسا کہ خود اسنے روتے ہوئے اپنے دوستوں کے سامنے اسکا اقرار کیا تو پیشگوئی ایک طرح سے لغو ہوجاتی کیونکہ خدا نے یہ کیوں شرط لگادی جبکہ اس نے توبہ ہی نہیں کرنی تھی تو چاہیے تھا کہ خدا صاف ظاہر کرتا کہ اس میعاد میں یہ مرجائیگا مگر چونکہ اسنے خایف ہونا تھا اس لئے یہ شرط لگائی گئی اور اسطرح دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں ایک تو وہ خایف ہوا اور دوسرے جلدی مر بھی گیا جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا کہ یہ اگر قسم نہ کھائیگا تو سزا پائیگا اور اس طرح اسکی موت سے نہ صرف عیسائیوں پر ہی حجت پوری ہوئی بلکہ یہودیوں پر کیونکہ انکا اصل ایک ہی ہے اور دونوں ایک ہی شریعت پر عملدرآمد کرنیوالے اپنے آپکو ظاہر کرتے ہیں گو عمل نہ کریں اور اب میں دوسری پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں یعنے وہ جو لیکھرام کی نسبت .... کی گئی تھی یہ پیشگوئی اسطرح ہوئی ہے کہ لیکھرام جو کہ آریوں کا ایک زبردست چلتا پرزا تھا جب اسلام کو برابھلا

کہنے مین حد سے زیادہ گزر گیا اور نبی کریم کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کرنے لگا۔ تو اسوقت مخالفت کے جوش مین حضرت مسیح موعود کو بھی کہا کہ اگر تمہارا خدا سچا ہے اور تمکو اپنی کلام سے مستفیض کرتا ہے تو میری نسبت کوئی عذاب کی پیشگوئی کرو اور چونکہ اس شخص کے کلام سے اور تحریر سے مسلمانون کے دلون کو سخت صدمہ ہوا تھا اور ان کے جگر اسکے جھوٹے دعوون اور نبی کریم کو گالیان دینے سے چھد گئے تھے اور کمزور اعتقاد کے مسلمان قریب تھا کہ ڈگمگا جائین کیونکہ ان کو اپنے دین سے اسقدر واقفیت نہین تھی کہ مخالف کو اعتراض کا جواب دیسکین اور اس شخص نے اسلام کی خوبیون کو برائی کے رنگ مین رنگین کرکے ایسے الفاظ مین پیش کیا کہ وہ حیران ہوگئے اور سوائے خاموشی کے کچھ جواب نہ دیسکے اور اس لئے ضروری ہوا کہ اسکے باطل دعوون کو لوگون پر کھولدیا جاوے اور اسکی لاف وگزاف کو ظاہر کردیا جائے اور اسی لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے دعا کی اور وہان سے یہہ جواب ملا کہ چھ برس کے اندر عید کے دوسرے دن یہ شخص قتل کیا جائیگا چنانچہ یہ پیشگوئی عام طور پر شایع کی گئی اور چونکہ لیکھرام شرارت مین حد سے زیادہ گزرا ہوا تھا اس لئے اسکی واسطے توبہ کا دروازہ بند تھا اور کوئی شرط اس پیشگوئی مین نہ تھی اور قطعی فیصلہ تھا کہ چھ برس کے اندر عید کے دوسرے دن یہ شخص قتل کیا جائیگا اور اس نے بھی اسکو ایک بناوٹی بات سمجھکر ایک پیشگوئی شایع کی کہ مرزا صاحب تین برس کے اندر مر جائینگے۔ مگر اس نے تو دیکھ لیا کہ وہ پیشگوئی غلط ہوئی اور دنیا گواہ ہے کہ بجائے مرزا صاحب کے فوت ہونیکے وہ اب تک زندہ ہین اور ایک بڑی جماعت انکے ماتحت ہوگئی ہے جسکی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے مگر اس بات کی تمام دنیا گواہ ہے کہ اس پیشگوئی کے پانچوین سال جبکہ ایک ہی سال پیشگوئی مین باقی رہ گیا تھا عید کے دوسرے دن عصر کیوقت وہ قتل کیا گیا اور قاتل کا ابتک پتہ نہین لگا۔ کہ وہ کون تھا حالانکہ اسکے مکان کے اردگرد ایک شادی ہورہی تھی اور دروازہ پر بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے اور پھر وہ قاتل اپنا چھرہ اور تہبند بھی وہین چھوڑ گیا اور ان قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا تمام ہندوستان چھان مارا گیا۔ بڑے بڑے مسلمانون کی تلاشیان لی گئین مگر قتل کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا بعض بیدرد دشمنان اسلام نے مسلمان بچون کو زہر آلود

مٹھائیان کھلا کر مار ڈالا یہانتک کہ بیسیوں بچے ملک پنجاب مین اسطرح بیدردی سے ہلاک کیے
گئے کہ الامان۔ مگر پنڈت لیکھرام کا خون جو دھبہ آریہ سماج اور کل ویدکے پیروان کے دامن پر
لگا گیا وہ نہ ابتک مٹا ہے اور نہ آیندہ مٹیگا گو پنڈت لیکھرام کا خون آریون مین ایک جوش پیدا کر
گیا لیکن ساتھ ہی ثابت کر گیا کہ اسلام خدا کی طرف سی ہی اور آریہ سماج اور دوسری ویدک مذاہب
محض باطل و مصنوعی راہیں ہین اور یہ بھی ثابت کر گیا کہ خدا کا کلام اب بھی اپنے نیک بندون پر نازل ہوتا ہے
اور اسکی ربوبیت اب بھی اسلام مین عام ہے اب مین ثابت کر چکا ہون کہ یہ عقیدہ جو اور مذاہب کا ہی-
کہ سوائے ہماری قوم کے چند افراد کے اور کسی کو الہام نہین ہوا اور وہ بھی اب آیندہ کے لئے بند
ہے بالکل غلط ہے اور اسلام مین اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور اسکا ثبوت آجکل کے زمانہ مین بھی موجود
ہے جیسا کہ لیکھرام کی اور آتھم کی موت اور یہی ایک خوبی اسلام کی سچائی کی کافی دلیل ہی اور آیندہ
اور بحث کی ضرورت نہین مگر مین چاہتا ہون کہ حتی الوسع وہ اعتراضات جو غیر قومون پر پڑتے ہین-
(وہ جو کہ مین پیچھے ذکر کر آیا ہون) ان سے اسلام کو پاک ثابت کرکے دکھلاؤن اور یہ بتلاؤن کہ اسلام
تمام خوبیون کا مجموعہ ہے اب مین تناسخ کے مسئلہ کو لیتا ہون جسکو مین ثابت کر آیا ہون کہ یہ ایک لغو
مسئلہ ہے اور انصاف کے برخلاف ہی اس مسئلہ کی اسلام نے سخت تردید کی ہے اور ثابت کیا
ہے کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سی نہین مگر اسکے ساتھ ہی اسلام ہمکو ایک اور تناسخ بتاتا ہے جو کہ ایسا
خوبصورت ہے کہ نہ تو وہ انسانی فطرت کے برخلاف ہی اور نہ ظلم کے لفظ کا اسپر اطلاق ہو
سکتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے انسان کے لئے تین جونین بھگتنی مقرر کی ہین یعنی انسانی حالت کی
تین درجہ مقرر کئے ہین ایک تو نفس امّارہ پھر نفس لوّامہ اور تیسرے نفس مطمئنہ یہ تین حالتین
ہین جن مین سے کہ انسان کو گزرنا پڑتا ہے نفس امّارہ تو وہ انسانی حالت ہے جبکہ انسان
گناہ کرتا ہے۔ اور بدیون مین گھرا ہوا ہوتا ہے اور نفس لوامہ وہ حالت ہے جبکہ انسان اس درجہ
تک ترقی کر جاتا ہے کہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو ساتھ ہی اسکے پھر اس گناہ سے پچھتاتا بھی ہے
اور نفس مطمئنہ وہ انسانی حالت ہے جبکہ ایک انسان گناہون کے دائرہ سے نکل کر حالت اطمینان
مین ہو جاتا ہے اور اسکو شیطانی حملون اور برے خیالات سے نجات ملجاتی ہے یہ تین حالتین ہین
جو کہ انسان پر وارد ہوتی ہین میرا خیال ہے کہ شاید اس مسئلہ سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ ہوگا جس سے

بگڑ کر یہ تناسخ کا مسئلہ نکل آیا اگرچہ ایسا لطیف اور پر معنے ارشاد سوائے اسلام کے اور کسی مذہب مین نہین پایا جاتا مگر شاید کوئی اس عقیدہ سے ملتا جلتا عقیدہ ان مذہبون مین بھی ہو مین یہ نہین مان سکتا کہ بالکل یہ عقیدہ ان لوگون مین ہوگا کیونکہ اگر یہ ہوتا تو کبھی ان لوگونکو یہ غلطی نہ پڑتی اور یہ لوگ کبھی بھی تناسخ کے قائل نہ ہوتے کیونکہ یہ بالکل سیدھا اور سادہ ہے اور پھر انسانی فطرت کے مطابق ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ پہلے مذہب بھی ناقص تھے اور کامل نہ تھے اسلئے اچھی طرح سے انمین یہ عقیدہ بیان نہین کیا گیا اور کسی دھوکے کیوجہ سے ہندو وغیرہ تناسخ کے قائل ہوگئے اور میرے اس خیال کی تائید بدھ[۱] کا یہ عقیدہ بھی کرتا ہے کہ انسانون کے چار درجہ ہین ایک تو وہ جسمین کہ انسان بار بار تناسخ کے پھیر مین آتا ہے اور دوسرا وہ جسمین کہ انسان صرف ایکدفعہ جون کے چکر مین آتا ہے اور تیسرا وہ جسمین ہو کر انسان کبھی نہین لوٹتا اور چوتھا تیسرے کا کمال ہے یعنی بہت ہی پاک لوگون کا درجہ اور یہ عقیدہ اظہار کرتا ہے کہ ان لوگون مین بھی کچھ ایسی بات تھی جسکو کہ یہ تعلیم کے ناقص ہونے کی وجہ سے اچھی طرح ظاہر نہین کر سکے اور آخر اسلام نے جو کہ کامل مذہب ہے اسکو انسان پر کھولدیا۔ اور اس محبت کے تعلق کو جو کہ وہ خدا سے رکھتا تھا اس عقیدہ سے اور بھی بڑھا دیا۔ بدھ کے اس مذکورہ بالا عقیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہان تناسخ سے مراد وہ جونون کا چکر مراد نہین جسکے یہ لوگ قائل ہین کیونکہ جب ایک درجہ ایسا بھی رکھا گیا ہے جس درجہ کا انسان دوبارہ دنیا مین ایک دفعہ ہی آتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ دوبارہ آنا حالی ہے یا بالفاظ دیگر حالت کے تغیر کا نام ہے کیونکہ اگر درحقیقت انسان دنیا مین دوبارہ آئے۔ تو پھر گناہ کریگا کیونکہ اسکو معلوم تو ہے ہی نہین کہ مین دنیا مین کس گناہ کی سزا مین آیا ہون پس پھر وہ جونون کے چکر مین آجائیگا مگر اس عقیدہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک دفعہ آئیگا زیادہ دفعہ نہین پس یہ جسمانی تغیر نہین بلکہ روحانی تغیر ہے یعنی جب اس درجہ پر انسان پہنچ جاتا ہے تو اسکو صرف ایک جون لینی پڑتی ہے اور وہ نفس لوامہ کو چھوڑ کر نفس مطمئنہ کو اختیار کر لیتا ہے مگر صفائی کے ساتھ اور دلائل کے ساتھ اگر بیان کیا ہے تو صرف اسلام نے ہی بیان کیا اور اسلام کو ہی فخر ہے اسبات کا کہ اسنے یہ راز انسانی مدارج کا دنیا پر ظاہر کیا اور وہ علم و معرفت اس عقیدہ مین بھر دی جس کو کہ دوسری مذاہب بالکل کورے تھے اور انمین اسقدر کمال ہی نہ تھا کہ وہ اسکو دنیا پر ظاہر کر سکین اور پھر یہ بھی تحقیقاً نہین کہ آیا اس کے قریب قریب کوئی عقیدہ بھی ان مین تھا کہ نہین کیونکہ اسپر کوئی تاریخی شہادت

۹۹

[۱] بدھ نے ایک اشٹانگ مارگ مقرر کیا ہو۔ اس کے معنے ہین کہ آٹھ قسم کی ریاضت روحانی و جسمانی اور یہ عقیدہ اسی اشٹانگ مارگ سے نکلتا ہے۔

نہیں صرف میرا ایسا خیال ہے کہ بودھ کا تناسخ کے متعلق عقیدہ شاید اسکے قریب قریب ہو اور بوجہ تعلیم کے ناقص ہونیکے وہ دوسرے الفاظ اور دوسرے معنوں میں استعمال کیا گیا ہو جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہون بہرحال سلام نے اس عقیدہ کو ایسے طریق اور ایسے روشن پیرایہ سے بیان کیا ہے کہ انسان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اب میں اپنے اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہون اور وہ یہ کہ اسلام نے ہمکو ایسے عقیدی کے متعلق رہنمائی کی ہے جس سے کہ انسان بہت کچھ روحانی ترقی کر سکتا ہے اور وہ کمزوریان اور نقایص جو کہ انسان میں بوجہ اسکے طبعی خاصہ کے ہوتے ہیں اس عقیدہ پر ایمان لانے اور اسکی معارف پر غور کرنے سے خود بخود دور ہو جاتے ہین میں اس مسئلہ کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ ہمارے امام و مرشد نے جلسہ مہتوکے موقعہ پر ایک لیکچر تحریر کیا تھا اور اسمین خوب اچھی طرح اور واضح طور سے اس مسئلہ کو حل کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ یہ مسئلہ سوائے اسلام کے اور کسی نے اسطرح نہین بیان کیا کہ جس سے انسان ہدایت پا سکے اسلئے جو صاحب اسکی بنسبت مفصل علم حاصل کرنا چاہین وہ اس لیکچر کو پڑہین اور اب مین خدا تعالیٰ کے متعلق سلام کا عقیدہ بیان کرتا ہون دیکھنا چاہئے کہ دنیا کا جو مذہب ہے (بشرطیکہ وہ خدا کا قایل ہو) اگرچہ خدا کے کتنے ہی شریک ٹھیراتا ہو مگر آخر توحید کا قایل ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح آخری نقطہ پر پہنچ کر وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خدا ایک ہے اسوقت کے مشہور مذاہب کا ذکر میں پہلے کر چکا ہون انمین سے عیسائیت توحید کی سخت دشمن ہے مگر انمین بھی یہ عقیدہ ہے کہ باپ بیٹا روح القدس تین خدا ہین مگر تین نہین ایک خدا ہے اور اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ انہون نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی انکو فطرت کے تقاضے سے مجبور ہو کر کوئی ایسا طریق ایجاد کرنا پڑا ہے جس سے توحید میں خلل نہ آئے پھر ہم دیکھتے ہین کہ ہندو بھی باوجود کروڑون بت ماننے کے اپنے آپ کو ایک ہی خدا کے قایل بتاتے ہین اور یہود اور آریہ بھی توحید کے عقیدہ پر ہی زور دیتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کا عقیدہ انسان کی فطرت کے موافق ہے اور گو کہ امتداد زمانہ سے کسی مذہب مین کتنا ہی شرک ترقی کر جائے مگر پھر بھی اسکے پیرو توحید کو نہین چھوڑتے اور ہم پیچھے ثابت کر آئے ہین کہ توحید ہی درحقیقت سچ ہے اور وہ لوگ جو شرک کرتے ہین غلطی پر ہین اور اب ہم دیکھتے ہین کہ سوائے اسلام کے توحید پر کسی نے زور نہین دیا اور نہ کسی مذہب نے توحید کا ثبوت دیا ہے۔ عیسائی اگر ایک طرف توحید کے قائل ہیں

تو ساتھ ہی تثلیث پر بھی ایمان رکھتے ہیں یہودیوں نے اگرچہ توحید میں کوئی خرابی نہیں پیدا کی لیکن انہوں نے شرک کی بیخکنی بھی نہیں کی اور نہ ہی توحید پر زور دیا ہند و توحید کو ماننے کی ساتھ ساتھ بت پرستی بھی لازم قرار دیتے ہیں اور آریہ جو کہ توحید پر اپنا پورا یقین بتاتے ہیں۔ روح اور مادہ کو ازلی مانکر عملی طور سے اسکا انکار کرتے ہیں یہ فخر صرف اسلام کو ہی ہے کہ وہ خدا کا شریک کسی کو نہیں ٹھیراتا اور شرک کی بیخکنی کرتے ہوئے توحید پر زور دیتا ہے ہاں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ عملی طور سے توحید کو قایم کر کے بت پرستی سے باز رکھتا اور خدا کی طرح کسی کو ازلی ابدی نہیں قرار دیتا اگرچہ تمام مذاہب نے توحید کو چھوڑ دیا۔ لیکن اسلام کے خدا نے ہر ایک مسلمان کے دلمیں اس عقیدہ کو اس طرح داخل کر دیا ہی کہ وہ نکل ہی نہیں سکتا خود خدا تعالیٰ کا نام ہی اسلام میں وہ رکھا گیا ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہو سکتا وہ نام اللہ ہے یعنی تمام نیک صفات خوبیوں اور طاقتوں کا مجموعہ اور یہ نام کسی اور مذہب نے اپنے خدا کو نہیں دیا یہ ایک ایسا پیارا نام ہے جو کہ اس ذات پاک کی تمام خوبیوں اور احسانوں کو انسان کے دل پر کم اسطرح نقش کر دیتا ہے کہ اسمیں سے محبت کا ایک تیز شعلہ نکل کر اس دوئی یا شرک کو جلا دیتا ہے جو کہ انسان کے ساتھ ایک خفیہ دشمن کی طرح لگا رہتا ہے اور ایک صلاحیت رکھنے والا انسان اس نام کو اپنی زبان پر لاکر بیچین ہو جاتا اور محبت کے درد کو محسوس کرتا ہے کیونکہ معاً اسکو خدا تعالیٰ کی خوبیاں اور اسکے محاسن کا ایک مختصر نقشہ یاد آتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طاقتوں پر نظر کرتا ہے تو اسکی بڑائی جبروت شوکت اور صولت کو دیکھکر حیرت میں آجاتا ہی اور دنگ رہجاتا ہے اور جب اپنی کمزوری بے بساطی بیکسی بے بسی پر نظر کرتا ہے تو حیرت تعجب اور دبدبہ محبت کی گداز کر دینے والی گرمجوشی میں بدل جاتے ہیں اور اسوقت انسان نہیں جانتا کہ میں اس محبت کو کسطرح ظاہر کروں اور وہ محبت ایسی زبردست ہوتی ہی کہ انسانی دل اسکو سما نہیں سکتا اور آخر آنسوؤں کے رنگ میں اسکو کسی قدر ٹھنڈا کیا جاتا ہے پھر انسان خدا تعالیٰ کی بزرگی پاکی اور قدوسیت پر نظر کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنی گنہگاری غفلت اور سستی کو جا پرکھتا ہے تو پھر وہی پہلی حالت اسپر طاری ہوتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس مشتِ خاک پر یہ احسانات سوائے اس رحیم و کریم ذات کے اور کون کر سکتا ہے اور کسکی طاقت ہے کہ ہماری گناہوں کو بخشنے اور پھر ساتھ اسقدر انعامات کرے کہاں تو الگ رہی اگر ہزار سال تک ہمارا ہر ایک ذرہ ان کو گنے تو بھی

ناممکن ہے کہ گن سکے غرضیکہ اللہ کا نام زبان پر آتے ہی انسان کے دل و دماغ محبت کی زنجیر مین پڑ جاتے ہین اور جتنا اس نام کی وسعت پر غور کرو اتنا ہی اسلام کی سچائی کا یقین دل مین پختہ ہو جاتا ہے اور یہ اسلام کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایک بیّن دلیل ہے کیونکہ کسی اور مذہب نے خدا کی صفات اور طاقتون کا اسطرح بیان نہین کیا تھا اور صرف اسلام نے ہی اس بحر بے کنار کو ایک چھوٹے سے لفظ مین بند کیا ہے کہ اگر اسکی تشریح کی جائے تو خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہونکی ختم ہو جائین تب بھی وہ ختم نہ ہو اور انسان کی طاقت ہی نہین کہ اسکو بیان کر سکے صرف خدا تعالیٰ ہی قادر ہے کہ اپنی صفات اور طاقتونکو بیان کر سکے، اور اُسی کا کام ہے کہ اُس نے ایک اللہ کے لفظ مین سب کچھ بھر دیا۔ اور چونکہ سوائے اسلام کے تمام مذاہب ناقص اور نامکمل تھے اسی لئے انمین یہ لفظ نہین پایا جاتا اور ان مین ایسا کوئی لفظ نہین جو کہ اس لفظ کا قائمقام ہو سکے اور اس لئے وہ توحید کے ثابت کرنے مین قاصر رہے مگر اسلام چونکہ کامل اور مکمل مذہب ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اسمین یہ لفظ رکھدیا کہ جس سے شرک کی سخت بیخکنی ہوتی ہے اور وہ شخص جو کہ خدا یا پرمیشور کو اللہ مانتا ہو ممکن ہی نہین کہ شرک پر یقین رکھے یا بدعتون کو جائز ٹھیرائے پس جیسا کہ اسلام نے ایک ہی لفظ سے شرک کا درخت جڑ سے اکھیڑ دیا اسطرح تمام مذاہب باوجود اپنے تمام دعوں اور لاف و گزاف کے نہین کر سکے ہیں کیا اسلام نے توحید کو دنیا پر ثابت کیا ہے یا دوسرے مذاہب نے کوئی عقلمند بھی ان کھلے کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے باور نہین کر سکتا کہ غیر مذاہب نے شرک کی اسقدر بیخکنی کی ہے جسقدر کہ اسلام نے بلکہ اُس کے پاسنگ بھی نہین کی اور ایسے لفظ کا ان مین نہ ہونا ان مذاہب کے نامکمل ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جب خدا کی ہستی کو پوری طرح ظاہر کرنیوالا لفظ بھی ان مین نہین تو وہ اس ہستی کو سمجھ ہی کس طرح سکتے ہین اگر کسی اور زبان مین ایسا لفظ انکے موعود ذہنی پرمیشور یا خدا کے لئے موجود ہی تو اسکو پیش کرکے ہمکو جھوٹا ثابت کرین ناظرین یہ لفظ ایسا وسیع ہے اور خدا کی ہستی کا مفہوم اسطرح بیان کرتا ہے کہ ایسی ہستی مانکر جسکا نام اللہ ہو ہم شرک قطعاً نہین کر سکتے کیونکہ علاوہ ان صفات اور قوتونکے جو کہ اس نام مین ہین اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ہستی جسکا یہ نام ہے اسکا کوئی شریک نہین پس اسلام نے یہ نام بتا کے دنیا پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے جسکا انکار کرنیوالا خدا اور مخلوق دونون کے نزدیک سخت گنہگار رہے اب ہم یہ تو ثابت کر چکے ہین کہ اسلام نے ایک اللہ کے لفظ سے

سی شرک کی جڑ اکھیڑ دی ہے اور اسکے علاوہ خدا تعالیٰ نے توحید کو مسلمانوں کے دلوں مین کئی طرح بٹھایا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہین کہ مسلمان جب پیدا ہوتا ہے اسکو توحید کا سبق دیا جاتا ہے ایک بچہ کے پیدا ہوتے ساتھ ہی اسکے کان مین آذان کہی جاتی ہے جسمین کہ صاف طور سے ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ یعنی مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہین اور اس طرح گویا کہ بچہ کے کان مین اُسوقت جبکہ وہ ابھی دنیا مین داخل ہی ہوا ہوتا ہے توحید الٰہی کا کلمہ پھونکا جاتا ہے اور جس طرح جسمانی ترقیات کرنیکے لئے وہ پہلا قدم رکھتا ہے اسی طرح اسکو روحانی ترقیات کی طرف بھی بلایا جاتا ہے اور اسکے کانون کو ان محبت کے الفاظ سننے کا مشتاق بنایا جاتا ہے جن کا سننا اُسکی آیندہ روحانی ترقی کے لئے لازمی امر ہوتا ہے پھر ایک مسلمان کو دن مین کئی دفعہ خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا پڑتا ہی ایک نماز مین ہی بیسیون دفعہ اللہ کا نام لینا پڑتا ہے جو کہ شرک کا قاتل ہے اور نمازین دن مین پانچ دفعہ پڑھنی پڑتی ہین اور پھر ہر ایک نماز کے وقت اذان اور اقامت کہی جاتی ہین جو کہ خود توحید کی تعلیم دینے والی ہین پھر ہر شادی اور غمی کے موقع پر اور تعجب وحیرت کے موقعہ پر ہمارے لئے ایسے الفاظ مقرر کئے گئے ہین جن کہ توحید کا مفہوم خوب اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ خوشی کے وقت الحمد للہ کا کلمہ زبان پر لانا جسکے معنی ہین کہ سب تعریف ہی واسطے اللہ کے اور اس طرح غم کے موقعہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون کا کہنا جسکے معنی ہین کہ ہم اللہ کے لئے ہی ہین اور ہم اسی کی طرف لوٹینگے پھر تعجب وحیرت کے موقع پر سبحان اللہ کہنا یعنی پاک ہی اللہ پس ہمارے ہر کام مین اُٹھتے بیٹھتے توحید کا ذکر ہوتا ہے۔ پھر جب ایک شخص اپنا پہلا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے لگتا ہے اسوقت بھی اس سے یہی کہلوایا جاتا ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۔ پس ان باتون پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ہی اس واحد خدا کی طرف سے ہی جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے تب ہی تو اسمین توحید کا اسقدر لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دوسرے مذاہب نے توحید کو دنیا مین پھیلانیکے لئے کوئی وسائل اختیار نہین کئے۔ مگر اسلام نے کئے ہین اور اللہ کا لفظ جو کہ بذات خود شرک کو رد کرنیوالا ہے اسلام نے ہی استعمال کیا ہے اور سوائے عربی کے اور کسی زبان یا مذہب مین اسکا ہم معنے لفظ نہین پایا جاتا اب چونکہ

ہم اپنے اصل مدعا کو ثابت کر چکے ہین اس لئے دوسری بات کو لیتے ہین یعنی کفارہ کی نسبت اسلام نے ہمکو کیا بتایا ہے - یہ بات پیچھے لکھی جا چکی ہے کہ کفارہ پر ہی عیسائیت کی عمارت کی بنیاد ہے اور اس مسئلہ کے متعلق ہم کافی طور سے لکھ چکے ہین کہ یہ کسی سچے مذہب کا عقیدہ نہین ہو سکتا اور چونکہ ہم نے اسلام کو سچا مذہب قرار دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ دکھایا جاوے کہ اس مذہب مین کفارہ کا عقیدہ باطل سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ قرآن شریف مین جو کہ مسلمانون کی پاک کتاب ہے اور جسپر ایمان لانا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اور جس کے کسی مسئلہ کی نسبت بھی باوجود اس علم کے کہ وہ قرآن شریف مین ہے یہ کہنا کہ ہم اسکو نہین مانتے - کفر ہے - اسکے متعلق صاف طور سے یہ حکم ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہین اٹھا سکتا اور یہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص کوئی گناہ کرے اور دوسرا اسکو اپنے ذمہ لے لے اور درحقیقت ایسا نہ ہو تو لوگ خدا کا بھی انکار کر بیٹھین اور انکو سخت ابتلا پیش آوین کیونکہ اسطرح مذہب ایک کھیل بنجاتا ہے اور انصاف مین فرق آتا ہے پس اسی لئے خدا تعالیٰ نے اسکو ناجائز ٹھیرایا ہے اور اس بدنما دھبہ سے اسلام کا چہرہ بالکل پاک و صاف ہے اب خدا کے رحمان ہونیکا سوال ہے کہ آیا خدا رحمان ہے یا نہین یاد رکھنا چاہئے کہ صفت رحمانیت کے بہت سے مذہب انکار کرتے ہین مثلاً عیسائی ہنود آریہ وغیرہ اور ان کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ جو کچھ عطا کرتا ہے وہ صرف ہمارے اعمال کے بدلہ مین ہوتا ہے اور کوئی گناہ بخشا نہین جاتا جبتک کہ اسکی سزا نہ مل لے اور اس لئے عیسائیون کو کفارہ کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا ہے یا یہ کہو کہ کفارہ کی تصدیق کے لئے خدا کی رحمانیت کا انکار کیا گیا ہے اور ہنود آریہ اور بدھ مذہب وغیرہ کو خدا کی رحمانیت سے انکار کر کے تناسخ کا بعید از عقل عقیدہ ماننا پڑا ہے کیونکہ ان کو یہ مشکلات پیش آئی ہین کہ چونکہ انسان ضعیف ہے اس لئے وہ گناہون مین پھنسا رہتا ہے اور اگر اسکی سزا مین اسکو دوزخ مین ڈالا جائیگا - تو پھر تمام لوگ دوزخ مین ڈالدے جاوینگے اور اسطرح نجات ناممکن ہو جائیگی پس انہون نے سوچکر یہ تناسخ کا مسئلہ نکالا کہ اس دنیا مین ہی بار بار اپنے گناہون کی سزا ملتی ہے اور ہر ایک گناہ یا ہر ایک نیکی کی وجہ سے انسان بدی یا

اچھی جونون مین ہمیشہ جنم لیتا رہتا ہے مگر اس عقیدہ کو ہم غلط ثابت کر چکے ہین اور یہ بھی بتا چکے ہین کہ اسلام نے صفت رحمانیت کی تائید مین بہت زور دیا ہے اور بر خلاف دوسرے مذاہب کے اس صفت کو خدا کے لئے ضروری ٹھیرایا ہے بلکہ قرآن شریف کے شروع ہی مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کی زندگی کے لئے یہ صفت لازمی اور ضروری ہے اور بغیر اسکے انسان کی زندگی محال بلکہ ناممکن ہے کیونکہ خدا کی صفت رحمانیت وہ ہے جسکی وجہ سے خدا بغیر کسی کام کے انسان یا دوسری مخلوقات پر رحم کرتا ہے اور انکی ضروریات کو مہیا کرتا ہے پس اگر خدا رحمان نہ ہو تو ایکدم مین انسان ہلاک ہو جائین کیونکہ ہوا پانی وغیرہ جو کہ ہر ایک جاندار کو میسر ہین اسی لئے میسر ہین کہ خدا رحمان ہے اور اگر وہ رحمان نہ ہو تو چاہیے کہ ہوا بند ہو جائے اور پانی خشک ہو جائین اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ پچھلے اعمال کی وجہ سے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ کیا پچھلے اعمال کی وجہ سے ہر ایک کو ہوا اور پانی ملنے چاہئین کیونکہ کسی نے کم درجے کے اعمال کئے ہین اور کسی نے بہت عمدہ اور کسی نے گھوڑا بننے کے کام کئے ہین تو کسی نے گدہا بننے کے ہر ایک کے لئے ہوا اور پانی کا مہیا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ یہ اعمال کی وجہ سے نہین بلکہ خدا کی صفت رحمانیت کی وجہ سے ہے کیونکہ دوسری صورت مین ماننا پڑیگا کہ تمام لوگ ایک دو ایسے کام ضرور کر لیتے ہین کہ اگلی جون مین ہوا اور پانی انکو میسر ہو جائے مگر جبکہ یہ تو معلوم ہی نہین کہ یہ چیزین کس نیکی کے بدلہ مین ملتی ہین تو انسان ایسے کام کیونکر کرتا ہے اور کس طرح کر سکتا ہے پس ہر ایک جاندار کیلئے پانی اور ہوا کا مہیا ہونا خدا کی رحمانیت اور تناسخ کے ابطال پر دلالت کرتا ہے اور پھر ایک اور بات بھی ہے کہ انسان کو دوسرے جانورنپر فوقیت دینا اور گدہے کو سور کی نسبت اچھا جاننا جو ہے یہ بھی تو خدا کی رحمانیت کا ثبوت ہے جبکہ تناسخ کے ماننے والے صاحب یہ کہتے ہین کہ اچھے اعمال کرنیوالا انسان بنتا ہے اور برے اعمال کرنیوالا حیوان تو اسطرح گویا کہ وہ انسان کی فضیلت دوسرون پر بتاتے ہین اور یہ فضیلت سوائے رحمانیت کے ہو نہین سکتی اور اس بات کو ماننے پر کہ انسان کو دوسرے جانورونپر فضیلت ہے۔ یہ سوال ہوگا کہ خدا نے انسان کو دوسرے جانورون پر فضیلت کیون دی اور اس کا جواب ہوگا کہ رحمانیت کی وجہ سے پس اسلام ہمکو یہی بتاتا ہے کہ خدا رحمان ہے اور بڑا رحمان ہے اسنے ہمارے لئے وہ تمام چیزین جو کہ ضروری تھین بغیر ہمارے کسی کام کے مہیا کی ہین اور چونکہ ہم ضعیف مخلوق ہین اسلئے وہ ہمارے گناہون کو معاف بھی کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے ہمارا دل ہر وقت

اسکی طرف جھکتا ہی اور محبت کرنیکے لئے یہ ضروری ہے کہ محبوب محبت کرنیوالے کی خطائین اور کوتاہیان معاف کرے اور اسکی غلطیون سی درگزر کرے پس اگر خدا ایسا نہ کرتا تو محبت قایم ہو ہی نہین سکتی تھی جب ایک انسان خدا تعالیٰ کے بیشمار احسانات اور انعامات کو دیکھتا ہے تو خود بخود اسکی طرف جھکتا ہے اور اسکا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ تمام رکاوٹون کو دور کرکے کسی طرح اُس محبوب سے جاملون جو کہ میری محبت کا بدلہ دیسکتا ہی اور ایسا خدا صرف اسلام کا خدا ہے وہ رحمان ہے رحیم ہے علیم وخبیر ہی اور تمام مخلوقات کا خالق ہے اور یہ تمام باتین محبت کے تعلق کو بڑھانیوالی ہے چونکہ وہ خالق ہے اسلئے سب مخلوقات عالم فطرتاً اسکی طرف جھکتی ہے اور اس کے مخلوق ہونیکی وجہ سی ہر ایک ذرہ ذرہ اسکی حمد وثنا مین لگا رہتا ہے اور چونکہ وہ رحمان ورحیم ہے اس لئے اُسکے احسانات کو دیکھکر کوئی ذی روح نہین جو کہ سجدہ مین نہ گرجائے اور اسکے خیال مین ایسا محو نہ ہوجائے۔ کہ گویا اپنے آپکو بھول ہی جائے (بشرطیکہ طبع سلیم رکھتا ہو) اور چونکہ وہ علیم وخبیر ہے اس لئے ہر ایک محبت کرنیوالا دل اسکی اس صفت سی تسلی پکڑتا ہے اور جانتا ہے کہ میری محبت فضول نہین جائیگی اور چونکہ قادر ہی اسلئے کسی عمل کے ضایع جانیکا انسان کو اندیشہ نہین ہوتا اب ہم دیکھتے ہین کہ کیا اسلام نی دوسری قومون اور مذہبون کو اپنے مین داخل کرنیکا کوئی طریقہ رکھا ہے یا نہین اور اسکے لئی پہلی ہی نظر دوڑانے پر ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مسلمانون مین اسی فیصدی سی زیادہ ہندؤون اور غیر مذاہب کے آدمی داخل ہین جسسے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اسلام کا خدا بخیل نہین بلکہ چونکہ وہ خالق ہے اس لئے اسنے اپنی تمام مخلوقات کی رہنمائی کے لئے دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور خود نبی کریم نے اپنی زندگی مین چارون طرف وکیل بھیجے تاکہ تمام دنیا مین اس بات کی تبلیغ ہوجائے کہ خدا کا وعدہ پورا ہوگیا اور وہ جو کہ ہدایت اور مرشد کا طالب ہی فائدہ اٹھائے اور قرآن شریف مین بار بار آتا ہے کہ قرآن شریف تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ہی پس یہ اعتراض جو کہ کئی اور مذاہب پر پڑتا ہے کہ انہین ہدایت کا دروازہ بند رکھا گیا ہے اسلام پر قطعاً نہین پڑتا اور اسوقت ہم ان مذاہب کو بھی جو کہ دوسرے اور لوگون کو اپنی اندر شامل کرنا جایز سمجھتے ہین یہ پوچھتے ہین کہ کیا ان کی کتابون نے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ تمام دنیا کے لئے ہین نہین قطعاً نہین کسی کتاب نے بھی ایسا دعوی نہین کیا مگر قرآن شریف نے یہ دعوے کیا ہے بلکہ دوسری کتابون مین یہ بھی نہین کہ ہماری تعلیم ہر زمانہ کے لئی ہی اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کرے کہ کسی کتاب نے

Digitized by Khilafat Library

یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں ہمیشہ کے لئے ہوں اور میرے بعد کوئی نبی اور کتاب کوئی نہیں آئیگی اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی ایسا ثابت نہیں کر سکیگا اور صرف اسلام نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان دو آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی جن میں سے پہلے کی نسبت خدا تعالیٰ نبی کریم کو فرماتا ہے کہ تو لوگوں کو یہ آیت سنا۔ جسکے معنی ہیں کہ میں تمام دنیا کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور دوسری میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت آخری درجہ تک پہنچا دی یعنی اس دین کے بعد اور کوئی دین نہیں آویگا اور اس دین کو کامل کر کے میں نے اپنی نعمت کو بدرجہ کمال پہنچا دی ہے پس یہ وہ دعویٰ ہے جو کہ کسی اور کتاب نے نہیں کیا اور غیر مذاہب کا کوئی حق نہیں کہ اپنے مذاہب کو کامل اور ہر زمان و مکان کے مناسب حال قرار دیں اور ان مذاہب کے پیروؤں کا ایسا دعویٰ کرنا گویا کہ مدعی سست اور گواہ چست کی مثال اپنے پر صادق کرنا ہے اور وہ دعویٰ ہرگز ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا کوئی حق نہیں کہ برخلاف اپنی کتاب کے ایک نیا عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور یہ خصوصیت جو کہ اسلام میں ہے اسکا جواب آریہ بھی نہیں دے سکتے کیونکہ وید جسکو کہ وہ کامل کتاب مانتے ہیں ایسا دعویٰ قطعاً نہیں کرتا اور نہ انکی دیگر پرانی مذہبی کتابوں میں یہ دعوے ہے پس اسلام نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور اب مخالفین کو چاہئے کہ ان پر ایمان لائیں کیونکہ کامل کتاب کی ضرورت تو انہوں نے بھی مانی ہے اور ان کی اپنی کتاب کامل نہیں اور ایک قرآن شریف نے ہی یہ دعوے کیا ہے اور اسکے بعد اور کوئی کتاب بھی نہیں آئی پس باوجود اسکے پھر اس سے انکار کرنا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ تمام دوسرے مذاہب نے ایک مکمل مذہب کی ضرورت تسلیم کی ہے اور اسی لئے ان کے پیروؤں کو ضرورت پڑی کہ اپنے اپنے مذہب کو کامل کہیں مگر وہ مکمل نہیں ہو سکتے کیونکہ نہ تو خود انکی کتابوں میں یہ دعویٰ ہے اور نہ ہی انکی تعلیم کامل ہے پس ان حالات کے ہوتے ہوئے ہم اسلام کی نسبت ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی مذہب ہے جو کہ اپنی تعلیم میں کامل ہے اور جو ہر زمانہ کے لئے مناسب ہے اور جو کہ ایک طالب حق کو تسلی بخشتا ہے جیسا کہ ہمارے امام نے فرمایا ہے۔ کہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے + لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

اب دو باتیں رہ گئی ہیں کہ جنکا جواب دینا ہمارے ذمہ باقی ہے ایک تو یہ کہ اسلام کی تعلیم کیسی ہے اور دوسرے یہ کہ اسمیں الہام کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں پس پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم جیسی اور کسی مذہب

کی تعلیم نہین کیونکہ اسلام نے تعلیم مین ہر ایک بات کا لحاظ رکھا ہے اور ہمپر دو حقوق فرض رکھی ہین ایک تو حقوق اللہ اور دوسرے حقوق عباد اور یہی دو حقوق ہین کہ جنپر کسی مذہب کا انحصار ہوتا ہے کیونکہ انسان کو اپنی زندگی مین صرف دو تعلقات سے کام پڑتا ہے ایک تو وہ تعلق جو کہ خدا سے ہوتا ہی اور دوسرا وہ جو کہ اسکو دوسری چیزون سے ہوتا ہے اور جس مذہب مین ان دونون تعلقات کی نسبت تعلیم پوری ہو اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا چاہئی اور ہم دیکھتے ہین کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب نے اس تعلیم کو پورا نہین کیا حقوق اللہ کے پورا کرنیکے لئی ہمپر عبادت اور محبت الٰہی فرض کی گئی ہے اور حقوق عباد کے پورا کرنیکے لئی ہمپر حسن اخلاق اور احسان فرض کیا گیا ہے اور وہ تعلقات جو کہ اس دنیاوی زندگی مین بھی پیش آتے ہین انکی نسبت ایسی احکام دئے گئی ہین کہ جن سی نہ تو ہمارے تعلقات ہی فرق آوے اور نہ خدا تعالیٰ کی کسی طرح کی نافرمانی ہو اسجگہ حقوق اللہ کا ذکر کرنا مین نہیں چاہتا کیونکہ مضمون بہت لمبا ہو جائیگا اور اسکے لکھنی کی ضرورت بھی نہین جسکو ان کے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ شریعت اسلام سی واقفیت حاصل کری مگر مختصراً یہ کہ نماز پڑھو روزہ رکھو زکوٰۃ دو حج کرو خدا تعالیٰ سی محبت کرو اسکے نبیون سی اخلاص رکھو ملائکہ پر ایمان رکھو زنا نہ کرو فسق و فجور سی بچو اور اسی طرح اور بہت سے احکام ہین اور حقوق عباد مین پہلے تو انسان کا حق خود اپنی پر ہوتا ہی اسلئے اسکے لئی حکم ہی کہ علم سیکھو اور دین کے ساتھ ساتھ اپنی روزی کا خیال بھی رکھو سوال سی پرہیز کرو تاکہ اخلاق پر برا اثر نہ پڑے پھر والدین کے تعلق کی طرف حکم ہے کہ ان کی فرمانبرداری کرو بیوی کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ پھر اولاد کی نسبت ہی کہ انکی اچھی طرح تربیت کرو بھائیوں اور بہینون کے لئے حکم ہی کہ ان سی نیک سلوک کرو۔ دوستون سی محبت اور اخلاق برتو ہمسایون کا خیال رکھو مسافرون کو مدد دو غریبون پر رحم کرو قیدیونکو چھڑاؤ بشرطیکہ انکی اصلاح کی امید ہو اور گورنمنٹ کی وفاداری کرو غرضیکہ وہ تعلقات جو ایک بندی کی خدا سی ہونے چاہئین اور وہ جو کہ بندون سی ہونے چاہئین ان سب کو اس خوبی سی بیان کیا ہی کہ ایک بدطینت آدمی بھی اگر انپر عمل کری تو فرشتہ بنجائے پس یہ ایسی تعلیم ہے کہ اگر صرف اسلام مین یہی ہوتی تو بھی یہ مذہب اس قابل تھا کہ اسکی پیروی کی جاتی اور یہان تو ایک ایسی بڑی خوبی اسمین موجود ہے کہ اسکے ہونے ہوئے بھی اسلام کا انکار کرنا نہایت سخت بے شرمی ہی اور وہ خوبی یہ ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح الہام کے سلسلہ پر مہر نہین لگائی بلکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ جو کہ اسکے احکام پر چلے اور نیکی اور تقویٰ کا بیج اپنے دل مین بوئے اور اخلاص اور محبت کو خدا سی بڑہائے اسکو بلا امتیاز قوم اور بلا خصوصیت ملک ہر ایک زمانہ مین الہام ہو سکتا ہی اور یہ وہ دعویٰ ہی

جسکا مقابلہ اور کوئی مذہب نہین کرسکتا عیسائیت ہی تو وہ الہام سی منکر یہودی مذہب ہی تو وہ الہام کا مخالف۔ ہندو ہین تو الہام کے ہونیسی بابوس اور آریہ کا تو کہنا ہی کیاہے وہ تو الہام کو ایک فضول اور لغو بات قرار دیتے ہین مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ الہام ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے کہ ہر ایک زمانہ کے لوگون کا دل تسلی پاسکتا ہی اگر کسی زمانہ مین الہام ہوتا تھا تو آج کیون نہین ہوتا کیا خدا پچھلے زمانہ مین بولتا تھا اور اب نہین بولتا کیا وہ کسی زمانہ مین سنتا تھا اور اب نہین سنتا وہ کیا بات ہے جسکی وجہ سی وہ اب نہین بولتا ایک طالب حق جو کہ دن رات اٹھتے اور بیٹھتے خدا تعالیٰ کی محبت مین ہی محو رہتا ہو اسکے لئے یہ کیسی کمر توڑ دینے والی بات ہے کہ خدا نے کسی زمانہ مین کلام کیا تھا مگر وہ اب کسی سی کلام نہین کرسکتا آخر اسکے لئے کوئی وجہ ہونی چاہئیے تھی جب بولنا خدا کی صفت ہے تو کیا خدا کی صفات معطل بھی ہو جایا کرتی ہین۔ اگر معطل ہو جاتی ہین تو خدا قادر مطلق اور ازلی ابدی کیونکر ہو سکتا ہی اگر معطل نہین ہوتین تو وہ اب کیون نہیں بولتا یہ سوال ہین جو کہ ایک محقق کے دماغ مین فوراً گونج اٹھتے ہیں جبکہ وہ یہ عقیدہ سنتا ہے۔ اور اسکا جواب کوئی اور مذہب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہین دیتا مگر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ اسکا دندان شکن جواب دیتا ہے وہ کہتا ہی کہ جو لوگ سلسلہ الہام کو منقطع خیال کرتے ہین وہ سخت غلطی پر ہین اسلئے یہ سوال ہی لغو ہے خدا بولتا تھا اور اب بھی بولتا ہی چونکہ یہ اسکی صفت ہی کہ وہ بولتا ہی اسلئے یہ معطّل نہین ہو سکتی اور یہ اسلام کا دعویٰ ہی نہین بلکہ اسکا عملی ثبوت بھی وہ دیتا ہے اور وہ یہ ہی کہ ہر زمانہ مین مسلمانون مین ایسے آدمی موجود رہتے ہیں جو کہ الہام الٰہی سی مستفیض ہوتے ہین اور ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد ہوتا ہی جو کہ الہام کے جھٹلانے والونکی رد مین ایک زندہ دلیل ہوتا ہی اور اسبات کے ثبوت کے لئے کہ آیا کسی شخص کو واقعی الہام ہوتا ہی یا نہیں خدا تعالیٰ نے یہ علامت رکھی ہے کہ ایسا شخص غیب کی خبریں بتاتاہے اور وہ پوری ہوتی ہین مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہر ایک غیب اسپر ظاہر ہوتاہے بلکہ میرا مطلب اس سے یہ ہی کہ بعض خبریں غیب کی خدا تعالیٰ اپیش از وقت بتاتا ہی تاکہ لوگونکو اس بات کا ثبوت دے کہ درحقیقت یہ شخص جھوٹا نہین ہی بلکہ میری طرف سی ہی اور اسکا دعویٰ سچّا اور بادلیل ہے مگر چونکہ غیب کی خبریں تو بعض دفعہ نجومی اور جوتشی بھی دیتے ہین اور بعض اوقات دیکھا جاتا ہی کہ ان کی باتیں پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ ہر موسم میں کچھ نہ کچھ بکتے رہتے ہین آخر کوئی نہ کوئی بات پوری ہونی ہی ہوئی اور پھر یہ کہ ایک کہتاہے بارش ہوگی دوسرا کہتاہے کہ نہیں ہوگی آخر ان دونوں میں سی ایک کی بات تو پوری ہوگی پس جسکی بات پوری ہوگئی اسکی دھاک بندھ گئی اس لیئے خدا تعالیٰ نے اپنے پاک بندوں اور ان دنیا کے کیڑون کے درمیان فرق رکھاہے ایک تو یہ ہی کہ نجومی کی بات تو کبھی پوری ہوتی ہی اور کبھی نہیں

ہوتی مگران لوگون کی پیشگوئیان ہمیشہ پوری ہوکر رہتی ہین ہاں عذاب کی پیشگوئیان بعض دفعہ ٹل جاتی ہیں مگر یہ اسوقت ہوتا ہی جبکہ وہ لوگ جن کی نسبت وہ پیشگوئی ہوئی ہو۔ توبہ کرین اور گناہون سے بچیں اور اپنے پچھلے گناہون کا اقرار کر کے خدا سے عفو مانگین اور اسصورت مین ان کی سچائی اور بھی صفائی سے ظاہر ہوتی ہی دوسرا یہ فرق ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی پیشگوئیان اپنے اندر ایک خدائی جلال رکھتی ہین جن کے پورا ہونیسے انکی برائی اور ان کے مخالفوں کی ذلت ہوتی ہی پھر ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ظہور کیوقت لوگ خواہ مخواہ ان کی مخالفت کرتے ہین حالانکہ نجومیوں کی مخالفت کوئی نہیں کرتا اور ان کے ساتھ مخالفت کیکا نتیجہ آخر یہ ہوتا ہے کہ دشمن ہلاک ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑی انکی سچائی کی دلیل نصرت الہی ہوتی ہی یعنی دعاؤں کا قبول ہونا دوستوں کی تعداد اور فرمانبرداروںکی جماعت کا بڑھنا دشمنوں کا پے درپے ہلاک ہونا اور زمینی اور آسمانی شہادتوں کا جمع ہونا غرضیکہ یہ ایسی نشان ہیں کہ عقلمند آدمی ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جبکہ وہ ایسا زمانہ دیکھے وہ آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہی کہ آیا مدعی جھوٹا ہے یا سچا اور اسکو خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہی یا القای شیطانی ہوتا ہی جیسا کہ ابوبکرؓ نے نبی کریم کا دعویٰ سنتے ہی قبول کیا اور فراست سے سمجھ لیا کہ یہ شخص جھوٹا نہین ہوسکتا اور اس زمانہ میں مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کو فوراً پہچان لیا اور ایمان لائے کہ یہ شخص کاذب نہین اور اسکا بدلہ ان لوگوں کو یہ ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک باقی لوگوں کی نسبت زیادہ مقرب ہو جاتے ہیں مگر باوجود آسان ہونیکے ایسے لوگوں کا پہچاننا مشکل بھی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ مومن اور منافق میں فرق کرنیکے لئے لوگوں کو ابتلاء بھی ڈالتا رہتا ہی پس بڑا ہی دلیر ہوتا ہے وہ انسان جو کہ باوجود ابتلاؤں کے ایسے شخص کو قبول کرتا ہی اور آفات و مشکلات زمانہ سے بالکل بیخوف و خطر رہتا ہی اب مین اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہون کہ اسلام میں ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہین جو کہ وحی الہٰی سے خود بھی مستفیض ہوتے ہیں اور ان کی بدولت دوسروں کو بھی الہام ہو جاتے ہین اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لوگ ان کی تصدیق کرین اور الہام پر یقین کرین کہ یہ بھی کچھ چیز ہے اور عام لوگوں کو بھی ان کے زمانہ میں سچی خوابیں آتی رہتی ہین۔ تاکہ وہ بھی الہام کے وجود میں شک نہ لائیں پس کیا ایسا مذہب قابل قدر ہے جو کہ خدا سے ہمکلام کروا کر انسان کی تسلی کرتا ہی یا وہ جس میں ہمیشہ کے لئے مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بند کیا گیا ہے آریہ لوگ اپنی شوخی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا کرتے ہین کہ کیا خدا بھی کبھی کبھی خوش ہوکر اپنے بندون سے

ملاقات کرتا ہو مگر ان دیدہ دہن مخالفوں کو اسوقت یہ بات بھول جاتی ہے کہ پرمیشور بھی ایک زمانہ میں رشیونکے ساتھ ملاقاتیں کیا کرتا تھا اگر وہ کوئی عیب کی بات نہیں تو یہ بھی نہیں پر افسوس کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو قطعاً خیال نہیں آتا کہ ایک مردہ اور زندہ کا کیا مقابلہ ہوسکتا ہو یا ایک اندھے یا سوجاکھے کا کیا جوڑ ہے اگر دوسرے مذہب مردہ ہیں تو اسلام زندہ ہے کیونکہ وہ اس زندگی کے پانی سے محروم ہیں جو کہ وحی کے رنگ میں اسلام میں ہردم تازہ روح پھونکتا ہی اور دوسری مذاہب اگر اندھے ہیں تو اسلام سوجاکھا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب کی روحانی آنکھیں وحی کی روشنی سے محروم ہیں اور اسلام کی آنکھوں میں دن رات وحی والہام کی روشنی کا سرمہ ڈالا جاتا ہے اگر انسان غور کرے تو یہ بات سمجھ میں آنی کچھ مشکل نہیں ہی کہ وحی کے بغیر محبت کامل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کیا ثبوت ہے کہ خدا قادر ہے اور وہ سنتا بھی ہی اور دیکھتا بھی ہے جبکہ ہمکو کوئی جواب ہی نہیں ملتا تو ہمارے پاس اسکی ہونے نہ ہونیکی کیا دلیل ہے اور جبکہ ہمکو اسکے وجود کا یقین نہیں تو اُس سے ہماری محبت کامل کیونکر ہوسکتی ہے پس محبت کے کامل ہونیکے لئے الہام کی سخت ضرورت ہی اور یہ زندہ ثبوت اسلام کے پاس ایسا موجود ہی جسکی مقابلہ میں دوسری مذہب کچھ بھی نہیں پیش کرسکتے اگر غور کیا جائے تو وحی ایک پانی کے چشمہ کی طرح ہی اور مذاہب درختونکی طرح پس اسلام تو وہ درخت ہی جو کہ عین چشمہ میں کھڑا ہے اور جسکی جڑ میں ہر وقت پانی جذب ہوتا رہتا ہی جس کی وجہ سے وہ درخت تازہ اور سرسبز رہتا ہی اُسکی ٹہنیاں نرم پتے سبز پھول خوشبودار اور پھل شیرین اور تازہ ہیں مگر دوسرے مذاہب اس درخت کی طرح ہیں جو کہ پانی کی بہت ضرورت رکھتا ہو اور خشکی سے اسکی چھال گر رہی ہو اور جس کے ارد گرد کوسوں تک پانی کا نام و نشان نہ ہو اور جسکے پتے گر گئے ہوں پھل کبھی لگا ہی نہ ہو پس کیا وہ درخت جو کہ چشمہ میں ہے نفع رساں ہے یا وہ جو کہ خشک کھڑا ہی۔ سبز درخت سے تو بہت سی فائدہ اٹھائے جاسکتے ہیں مگر اس خشک درخت سی سوائے ایندھن کے اور کیا کام لیا جاسکتا ہے اب میں اپنی مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے۔ کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے اور انکی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ انسان اُسپر عملدرآمد نہیں کرسکتا مگر ساتھ ہی یہ بھی ثابت کرچکا ہوں کہ اسلام پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا اور اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہی اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام میں یہ بتائی ہی کہ اسمیں محبت کرنیوالے کو بالکل صاف

جواب نہیں لتا بلکہ خدا تعالیٰ اسکے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنیوالے کی دل مین ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہی اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس طرح محبّت اور بھی چمک اٹھتی ہے۔ اور انسان کے دل مین ایک جوش پیدا ہوتا ہی کہ مین خدا کے اور بھی قریب ہو جاؤن اور اسطرح بڑھتے بڑھتے وہ یہانتک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسکی نسبت فرماتا ہی اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ یعنی تو مجھ سے ہی اور مین تجھ سے ہون اور اسکا مطلب یہ ہوتا ہی کہ میرا نام دنیا مین تیرے بسبب سے ظاہر ہی اور تیری عزت میری سبب سے ہی اور در حقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنیوالے یہی لوگ ہوتے ہین جو کہ اسکی محبّت کے دریا مین غرق ہوتے ہین اور ان کی عزّت صرف اس وجہ سے ہوتی ہی کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہین مین محبت الہیٰ کے لفظ پر جسقدر سوچتا ہون اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل مین پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہمکو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہماری دل روشن اور ہمارے دماغ منوّر ہوتے ہین اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلون کے لئے ایک مرہم کا کام دیتی ہے۔ اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں مین محبّت کا ذوق ہی انکی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن چیز سمجھی جاتی اور اسکو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہین جس سے کہ ہم محبّت کر سکین تو وہ محبت کے وجود مین شک لانیکے سوا اور کیا کر سکتے خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہی جب ایک خدا سے محبّت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے محبّت کرتا ہون ایک ایک ذرّہ ذرّہ کو دیکھتا ہی اور دلونکی باتوں کو جانتا ہی وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اسبات پر قادر ہی کہ اپنے سے محبّت کرنیوالیکو بدلہ دے تو اسوقت وہ اپنے دل مین اس محبت کی وجہ سے ایک خوشی حاصل کرتا اور خاص لذّت محسوس کرتا ہے اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ ہم سبکو خدا کیساتھ اخلاص اور محبت نصیب ہو اور وہ لوگ جو کہ گمراہ ہین ہدایت پائین اور اس ہستی سے محبت کرین جو کہ محبّت کے لائق ہے + آمین۔

خاکسار میرزا محمود احمد

احمدیوں کے قتل کا فتویٰ

قریباً ایک ماہ یا کچھ زیادہ عرصہ ہوا - کہ میں نے ایک آرٹیکل اِس مضمون کا اخبار بدر میں دیا تھا - کہ امیر صاحب جب کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں - جیسا کہ انہوں نے علیگڈہ کے موقعہ پر کہا ہے - تو کیا وجہ کہ احمدی فرقہ پر وہ نظر نہیں اور کیا وجہ کہ انہوں نے صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو صرف اِس لئے کہ وہ جہاد کے منکر اور حضرت میرزا صاحب کے مرید ہیں سنگسار کرایا - بلکہ پتھر پھینکنے میں خود بھی حصہ لیا اور یہی نہیں بلکہ اُن کی لاش کو دفن کرنے کی بھی ممانعت کی اور اِس کے علاوہ اُن کے اہل و عیال کو نہایت سختی سے قید کر کے خوست سے روسی سرحد کی طرف جلاوطن کر دیا - اور ان کا تمام مال و متاع اُن سے چھین لیا گیا اور امیر صاحب نے ان غریب مزاج انسانوں کا اتنا بھی لحاظ نہ کیا جیسا کہ عید الضحیٰ کی تقریب پر انہوں نے گائے کا کیا - اور اس کے بعد امیر صاحب سے میں نے جواب مانگا تھا - کہ وہ اس بات پر روشنی ڈالیں تاکہ وہ حیرانی اور تعجب جو کہ ملک ہند میں امیر صاحب کی اس بے تعصبی کی وجہ سے پھیل رہا ہے وہ دور ہو - کیونکہ لوگ سخت حیرت میں ہیں - کہ وہاں تو وہ سنگدلی اور یہاں یہ بے تعصبی اور صرف ہندوستانی پبلک میں ہی یہ بات تعجب کی نظروں سے نہیں دیکھی گئی بلکہ میرے مضمون کے بعد ایک انگلش لیڈی نے بھی ایک پُرزور آرٹیکل سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شایع کرایا اور اُس میں امیر صاحب کی اِس بے تعصبی پر سخت حیرت ظاہر کی اور لکھا کہ یہ بات ماننے کے قابل نہیں کہ امیر صاحب ہندوستان میں اس قدر بے تعصبی دکھلائیں اور اپنے ملک میں وہ ظلم کہ میرے سامنے وہاں دو آدمی صرف اس لئے سنگسار کئے گئے کہ امیر صاحب سے کچھ مذہبی اختلاف رکھتے تھے - اور جو زمانہ کہ وہ انگلش لیڈی بتاتی ہے قریباً وہی ہے جس میں کہ عبد الرحمٰن اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کئے گئے تھے - پس معلوم ہوتا ہے - کہ یہ دونوں شخص جنکا وہ حوالہ دیتی ہے مولوی عبد الرحمٰن اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب ہی ہیں مگر ان دونوں مضمونوں کا جواب امیر صاحب نے کوئی نہ دیا - اور وہ الزام جو کہ ان پر لگائے گئے تھے اُن کا

رد قطعاً نہیں کیا اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اسی بات پر ایک مضمون پایونیر میں شائع کیا لیکن اس پر بھی وہی خاموشی رہی جو کہ پہلے دو مضمون پر تھی - مگر باوجود امیر صاحب کی اس خاموشی کے - ایک سرحدی مولوی صاحب ان کی طرف سے میرے مضمون کا جواب دیتے ہیں اگرچہ مجھ کو راقم مضمون کے سرحدی ہونے میں تو کچھ شبہ ہی ہے - کیونکہ اس اخبار کے ساتھ جس میں کہ میرے مضمون کا جواب دیا گیا ہے (سراج الاخبار جہلم) مولوی کرم الدین بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں جن کے خیال میں جھوٹ بولنا کچھ بڑی بات نہیں کیونکہ پیچھے ایک مقدمہ ہوا تھا جس میں کہ مولوی کرم الدین صاحب نے جھوٹ کی تائید میں بہت کچھ زور لگایا تھا - مگر اس مضمون کا راقم کوئی ہو اس سے ہمیں بحث نہیں - سوال یہ ہو کہ کیا امیر صاحب کی طرف سے ان سرحدی مولوی صاحب کو جواب دینے کا کوئی حق تھا اگر میرے مضمون کے جواب دینے کا بہت ہی شوق تھا تو خود اپنی طرف سے جو چاہتے لکھتے مگر یہ کہنا کہ امیر صاحب کی طرف سے ایک گستاخ مرزائی کو جواب کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا - امیر صاحب تو کہیں کلکتہ یا بمبی میں سیر و تماشہ دیکھ رہے تھے ان کو اس مضمون سے کیا غرض - مگر بہر حال ہم اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے اس بات کو مان لینگے کہ امیر صاحب کی طرف سے یا ان کے ایما سے یا ان کے اعتقاد کے موافق یہ جواب دیا گیا ہے -

پہلی بات جو راقم مضمون نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ امیر صاحب پر اعتراض کرنیوالے شخص نے یعنی میں نے صرف قرآن وحدیث سے بے خبر ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر صاحب اپنے آپ کو سب فرقوں کے لئے یکسان مہربان بتاتے ہیں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو کیوں قتل کیا گیا - کیونکہ انہوں نے یہ کام مخبر صادق کی پیشگوئی کے عین مطابق کیا تھا - جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں آتا ہے - کہ عن علیؓ سمعت النبیؐ یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ لا یجاوز ایمانہم حناجرہم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ فاینما لقیتموہم فاقتلوہم فان فی قتلہم اجراً لمن قتلہم یوم القیمۃ ٥ یعنی علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریب ہی ایک قوم آخر زمانہ میں پیدا ہوگی جو کم عمر ناقص العقل ہوگی - ظاہر میں تو وہ ایسا کلام پڑھینگے جو تمام دنیا کے کلاموں سے اچھا ہے مگر اصل میں ان کے

نرخرون سے نیچے ایمان نہیں اتریگا وہ دین سے اس طرح دور نکل جاوینگے جیسے کہ تیر شکار کے جانور میں سے نکل جاتا ہے پس تم ان کو جہان پاؤ قتل کردو کیونکہ ان کے قتل کرنیکی وجہ سے قاتل کو قیامت کے دن ثواب ہوگا۔ اور اس حدیث کو احمدی فرقہ پر چسپان کر کے سرحدی مولوی ظاہر کرتا ہے کہ یہ قتل تو عین مطابق منشاء خدا اور رسول ہوا ہے اور در حقیقت یہ لوگ اس قابل ہیں۔ کہ جہان ملیں قتل کر دیئے جاویں

ان کے نشانات میں سے راقم مضمون ایک یہ بھی نشان بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ ایسی نماز پڑھینگے۔ کہ تم لوگ (صحابہ) اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانوگے اور یہ لوگ قرآن شریف پڑھینگے مگر وہ ان کے نرخرون کے نیچے نہیں اتریگا۔ جیساکہ ابوسعید رضؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ اور پھر یہ لکھتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ ہماری نمازون سے اچھی نمازیں پڑھتے ہیں اس لئے معلوم ہوا۔ کہ در حقیقت احمدی فرقہ ہی اس حدیث کا مصداق ہے۔ اور جو کچھ امیر صاحب نے کیا وہ ٹھیک کیا۔ مگر افسوس کہ راقم مضمون کو اس مضمون کے لکھتے ہوئے بوجہ اس بغض و عناد کے جو کہ یہ لوگ احمدیون سے رکھتے ہیں حضرت علی رضؓ کی حدیث کا پہلا حصہ بھول گیا۔ کہ میں آسمان سے نیچے گر پڑنا اچھا سمجھتا ہون بہ نسبت اِس کے کہ نبی کریم پر جھوٹ باندھون اور وہ حدیث بھی بھول گئی جو کہ صحیح بخاری کتاب العلم میں مسلم بن اکوع سے روایت ہے کہ من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار یعنی جو کوئی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے افسوس اگر راقم مضمون جھوٹ کو کچھ گناہ سمجھتا تو اس طرح آنکھیں بند کئے نبی کریم پر اس قدر تہمت نہ لگاتا۔ کیا راقم مضمون کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث کیسا گئی ہے کیا اس کو ابوسعید الخدری کی حدیث معلوم نہیں جو کہ بخاری باب قتل الخوارج حضرت علی رضؓ کی حدیث کے پاس ہی ہے جس میں صاف طور سے لکھا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ آیتھم رجل احدی یدیہ او قال ثدیہ مثل ثدی المرأۃ او قال مثل البضعتہ تدردر یخرجون علی حین فرقۃ من الناس قال ابوسعید اشھد سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم **واشھد ان علیا قتلھم** وانا معہ جیئ بالرجل علی النعت الذی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ان لوگون کی نشانی یہ ہوگی کہ انمیں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح یا یون فرمایا کہ گوشت کے تھل تھل کرتے لوتھڑے کی طرح ہوگا یہ لوگ پیدا ہونگے جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑی ہوگی۔ ابوسعید رضؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہون کہ یہ بات میں نے نبی کریم سے سنی اور یہ بھی گواہی

دیتا ہوں کہ علیؓ نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں علیؓ کے ساتھ تھا۔ جبکہ وہ شخص لایا گیا اور اُس کی وہی شکل تھی جو کہ آنحضرت نے فرمائی تھی۔ پس اے راقم مضمون کیا یہ نبی کریم پر تہمت نہیں ہو۔ کہ انہوں نے ایک بات کسی اور قوم کے لئے فرمائی تھی۔ تو تو اُس کو اور گروہ پر لگاتا ہے اِس مضمون کے لکھتے ہوئے اگر کچھ خدا کا خوف کیا ہوتا تو بہتر تھا۔ یہ حدیث پوری ہو چکی اور جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑی تھی اسی وقت خوارج کا ظہور ہوا تھا۔ پھوٹ پڑنا تو اُس وقت بولا جاتا ہے۔ جبکہ پہلے اتفاق ہو گیا **اس وقت لوگوں میں اتفاق ہو** یا اس سے کچھ پہلے زمانہ اتفاق تھا کہ یہ حدیث ہم پر چسپاں کی جائے۔ افسوس کیا دنیا سے امانداری اٹھ گئی ہے۔ کیا ایمان ثریا پہ جا چڑھا ہو کہ آپس کی فریبوں اور مکروں کو چھوڑ کر لوگ نبی کریم پر بھی تہمت لگانے لگ گئے ہیں اور یہ مذکورہ بالا حدیث تو اس قدر صاف ہے۔ کہ اس میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا علیؓ روایت کرتے ہیں پھر ابو سعیدؓ بھی وہی حدیث روایت کرتے ہیں اور ساتھ اُن کی نشانی بیان کرتے ہیں۔ اور پھر گواہی دیتے ہیں کہ میں نے یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہوئی بھی دیکھی اور حضرت علیؓ نے اُن لوگوں کو قتل کیا ہے اور وہ شخص جو کہ نشانی کے طور پر نبی کریم نے بتایا تھا۔ اس کی لاش بھی اُن لوگوں میں پائی گئی۔ پس باوجود اِن تمام باتوں کے یہ حدیث ہم پر لگانا سخت جہالت یا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے اور پھر اسی باب قتل الخوارج میں ایک حدیث ابن عمرؓ سے ہو۔ کہ انہوں نے سہل بن حنیف سے پوچھا کہ کیا تم نے خوارج کی باب میں آنحضرت سے کچھ سنا ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے آپ سے سنا ہو۔ آپ نے عرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا کہ یخرج منه قومٌ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام مروق السهم من الرمیه یعنی عراق سے کچھ ایسے لوگ نکلینگے جو قرآن شریف کو پڑھینگے مگر ان کی ہنسلیوں کے نیچے نہیں اتریگا۔ وہ لوگ اسلام سے نکل جائینگے جس طرح کہ تیر شکار کے جانور میں سے نکل جاتا ہو پس اس جگہ بھی وہی حدیث ہو اور سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے عراق کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ لوگ اِس ملک میں سے نکل لینگے اور اس پیشگوئی کے مطابق خوارج کا عراق سے ظہور ہوا۔ پس کیا ہی تعجب کی بات ہو کہ نبی کریم فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ عراق سے نکلینگے اور عبداللہ ابن ذی الخویصرہ تمیمی کے قبیلے میں سے ہونگے اور اس وقت ہونگے جبکہ مسلمانوں میں نفاق پڑیگا۔ اور پھر صحابہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ خوارج ہیں۔ یہانتک کہ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو حضرت علیؓ نے قتل کیا اور میں ساتھ ان میں اُس آدمی کی لاش دیکھی جسکی نسبت نبی کریم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ایک آدمی ان میں

ایسا ہوگا اور ساتھ ہی محدثین بھی اس پیشگوئی کو خوارج پر لگاتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری نے ان تمام حدیثوں کو قتل الخوارج پر چسپان کیا ہے۔ مگر سرحدی مولوی صاحب ان سب کا انکار کر کے زبردستی احمدیوں پر لگاتے ہیں اور شاید یہی دینداری اور تقویٰ ہے جسکی وجہ آپ کو مولوی کا خطاب ملا۔ افسوس ایسے ہی زمانے کے لئے نبی کریم نے فرمایا تھا۔ کہ علم اس وقت اٹھ جائیگا جب کہ عالم نہ رہینگے اور جاہلوں کو عالموں کی جگہ دی جائیگی۔ پھر ایک عجیب بات اور ہے۔ کہ سرحدی مولوی صاحب **صرف یہ نشانی ان لوگوں کی بتاتے** ہیں کہ قرآن پڑھینگے اور اصل میں ان کو ایمان نہ ہوگا۔ اور ابوسعید رض کی بتائی ہوئی نشانی کو بالکل نظرانداز کر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے دعویٰ کو باطل کرتی ہے۔ حالانکہ ابوسعید رض کی حدیث سے ملا کر ہی حضرت علی کی حدیث کے معنے سمجھ میں آتے ہیں۔ کیونکہ اگر قرآن شریف ٹھیک طرح پڑھنا اور نماز اچھی طرح پڑھنا ہمیشہ ایسے لوگوں کی نشانی ہوتا۔ تو تمام بزرگ نعوذ باللہ اس حکم کے نیچے آجاتے اور خود آنحضرت تہجد کی نماز میں اس قدر دیر تک کھڑے ہوتے تھے کہ ان کے پیر سوجاتے تھے اور آپ پسند کرتے تھے کہ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھا جائے اور خود امام بخاری جنہوں نے یہ حدیث لکھی ہے۔ نماز میں اس قدر محو ہو جاتے تھے۔ کہ ایک دفعہ بھڑ نے سترہ دفعہ کاٹ کھایا اور پتہ نہ لگا جیسے بخاری کے حالات میں لکھا ہے پس نمازوں کا درست کر کے پڑھنا ان کی نشانی نہیں ہوسکتی اصل میں بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ معترض نے دیدہ دانستہ حدیث کے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے جس میں اس نکلنے والی قوم کی علامتیں بتائی تھیں اور اس لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپ بھی کا یجاوز تراقیہم کے مصداق ہیں۔ اور پھر ایک اور بات بھی ہے کہ جب ان لوگوں کے خیالات ہماری نسبت ایسے ہیں کہ حدیث کسی اور قوم کے لئے ہے اور لگاتے ہمارے پر ہیں اور پھر ہم پر قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو ہماری جانیں تو ہر وقت سراج الملت **(جیسا کہ یہ امیر کو کہتے ہیں)** کے ہاتھوں سے خطرہ میں ہیں۔ اور خود ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے ہاتھوں سے بھی۔ کیونکہ جب یہ ہمارے قتل کو ثواب سمجھتے ہیں تو کیا تعجب کہ یہ ہمارے قتل کی خفیہ سازش کرتے ہوں اور اس لئے گورنمنٹ کو چاہئے کہ ان لوگوں پر نگاہ رکھے اور کیا تعجب ہے کہ یہ اسی طرح بگاڑ کر کسی اور حدیث کے معنے یہ نکالتے ہوں کہ انگریز بھی واجب القتل ہیں۔ اور اس طرح ان لوگوں کے ہاتھوں سے سخت فساد کا اندیشہ ہے اور بعید از قیاس نہیں کہ انہیں لوگوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے سرحد پر آئے دن انگریزوں کا خون ہوتا ہو جن کے پرامن سایہ میں تیس کروڑ ہندو مسلمان۔ سکھ اور عیسائی آرام

سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کا خونی مہدی کا عقیدہ میرے خیال کی تصدیق کرتا ہے اور خدا کے فضل سے ہمکو اس بات پر فخر ہے کہ ہم اس عقیدہ سے بالکل پاک ہیں کیونکہ جب ہم نے ایک مسیح کو مانا ہے تو اس صورت میں ایک اور خونی مہدی کا قایل ہونا گویا کہ اپنے آپ کو جھوٹا ٹھہرانا ہے۔ اور چونکہ ہم ہی اسوقت خونی مہدی کے قابل ہیں اس لئے یہ لوگ ہمکو کافر دجال اور مرتد کہتے ہیں اور ہماری جان کے درپے رہتے ہیں جیساکہ صاحبزادہ عبداللطیف کا واقعہ ظاہر کرتا ہے اور پھر عبدالرحمن کا واقعہ اس کی اچھی طرح سے تائید کرتا ہے۔

اب میں دوسری بات کو لیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سرحدی مولوی صاحب اپنی تائید میں یہ فرماتے ہیں کہ لوگ نمازیں ہم سے اچھی پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب قرآن شریف سب سے عمدہ جانتے ہیں اور ان جیسے نکات کوئی سمجھا ہی نہیں اور اسکے لئے مجھکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتے ہیں پس آپ لوگ جو عقیدہ قرآن کے فہم کے متعلق مسیح و مہدی کی نسبت رکھتے ہیں وہی ہم مرزا صاحب کی نسبت رکھتے ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ مسیح مہدی نہیں ہیں تو یہ ایک دوسرا سوال ہوگا اور بہرحال جب ہم ان کو مانتے ہیں کہ وہ مسیح و مہدی ہیں تو وہی درجہ اُن کو دینگے جو کہ خدا اور رسول نے اُن کے لئے مقرر کیا ہے۔

پھر سرحدی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق چونکہ صاحبزادہ عبداللطیف اور مولوی عبدالرحمن صاحب کو قتل کیا گیا تھا۔ اس لئے بہت عمدہ کام ہوا۔ مگر میں پیچھے ثابت کر چکا ہوں کہ یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔ اور صحابہ اور محدثین کا یہی مذہب ہے پس اس حدیث کی آڑ میں ایک مسلمان کو قتل کرنا جو کہ نمازیں پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور کلمہ شریف پڑھتا ہو اس آیت کا مصداق بنتا ہے کہ ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذاباً عظیما۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم آپ کو مسلمان ہی نہیں مانتے تو پھر اس حدیث کے مطابق وہ قتل ناجائز اور قابل مواخذہ ہوئیگا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسکو قتل نہ کرو

پھر سرحدی مولوی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ سردار نصر اللہ خان کو مولوی عبداللطیف نے اپنے عقیدہ کے متعلق رسائل بھیجے اور اس طرح افغانستان میں فتنہ برپا کرنا چاہا مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ہرگز ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ سے کچھ بات سنے وہ غائبوں کو پہنچادے اور اسی طرح ابوذر کی یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھی جائے اور مجھ کو خیال آئے کہ کوئی ایسی بات رہگئی ہے جو میں نے نبی کریم سے سنی تھی اور لوگوں تک نہیں پہنچائی تو میں پیشتر اس سے کہ تلوار چلائی جائے وہ بات سنادونگا

پس چونکہ حضرت مرزا صاحب کو ہم بوجہ مسیح و مہدی ہونے کے رسول کریم کا نائب مانتے ہیں اس لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ جو بات سنے وہ دوسرو نکے فائدہ کے لئے اُن کو جا کر سنائے اور صاحبزادہ عبد اللطیف نے بغیر اپنی جان کے خوف کے اس حدیث نبوی پر عمل کیا اور وہ سچا نمونہ جو کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے صحابہ نے دکھایا تھا۔ وہ اس وقت دکھا کر ثابت کر دیا کہ اسلام کی تعلیم ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا کرتی رہتی ہے جو کہ خدا کے حکمون کے آگے اپنی جانون کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے یہ بات قابل غور ہے کہ سردار نصر اللہ خان کو اس تعلیم کا پہنچانا کونسا گناہ تھا۔ جبکہ نبی کریم نے قیصر و کسریٰ کو خط لکھے کہ حق کی تابعداری کرو اور پھر اس وقت بھی ہمارے امام نے ملکہ قیصرہ وکٹوریہ کو لکھا تھا کہ دین اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اِس کو قبول کرو۔ مگر ملکہ قیصرہ جو کہ ہزارون درجہ امیر صاحب سے زیادہ طاقتور اور ملک انگلستان و ہندوستان کی فرمان روا تھیں۔ انہون نے بجائے نوٹس لینے کے شکریہ کا خط بھیجا بلکہ اُس مشتہر خط کی ایک کاپی بذریعہ تار کے منگوائی۔

میرے مضمون کے جواب میں سرحدی مولوی صاحب بار بار لکھتے ہیں کہ سراج الملت والدین نے یہ کام بہت اچھا کیا۔ مگر حیران ہون کہ یہ نام یا خطاب آپ کو کس نے دیا ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم یعنی خدا کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہیں۔ جو زیادہ پرہیزگار ہیں مگر کیا یہ امیر صاحب کی نسل کا نام ہے خطاب تو وہ ہے جو کہ خدا تعالےٰ دے یا اُس کا رسول یا دنیاوی خطاب ہو تو بادشاہ سے ہو نسے مثا ہے جیسے کہ آگرہ میں امیر صاحب کو خطاب عطا ہوا۔ اور وہ خطاب لارڈ کچنر کے مطابق ہے۔ کیا امیر صاحب کو الہام کے ذریعہ سے یہ خطاب ملا ہے۔ یا حدیث میں اِس کی بابت کوئی اشارہ ہے یا آپ لوگون میں سے کسی کو خدا کی طرف سے ایسا اشارہ ہوا ہے کہ امیر صاحب سراج الملت والدین ہیں یا قرآن حدیث میں کسی بادشاہ کو ان الفاظ سے پکارا گیا ہے۔ اور دوسرے یہ **کہ سراج تو آنحضرت کا نام ہے**۔ جب آپ لوگ مسیح کے نام سے اس قدر چڑتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے مسیحائی کے دعوے پر آپ جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں اور اس قدر گھبراتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ کتابیں جو اُنکے برخلاف لکھی گئی ہیں۔ یا وہ تقریریں جو کہ اُنکے مقابل میں کی گئی ہیں اُن میں گالیون کی ایسی بوچھاڑ کی گئی ہے کہ گویا سمندر کا طوفان ہے جو کہ امڈا چلا آتا ہے۔ مگر ایک دنیاوی بادشاہ کو بغیر قرآن و حدیث کے ارشاد کے **سراج الملت والدین** کہنا کچھ بھی ناگوار نہیں

گزرا حالانکہ وہاں تو مسیحائی کا دعویٰ تھا۔ اور سراج کا وہ خطاب ہے۔ جو کہ خدا نے نبی کریم کو عنایت کیا ہے پس اِس کارروائی کو دیکھکر سوائے اِس کے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی لالچ اور مال کی طمع ایسا کام کرنے کے لئے آپ کو مجبور کر رہی ہے۔ گو مجھے شبہ ہے کہ آپ کو اِس مضمون کے بدلے میں امیر سے تو کچھ ملا نہ ہوگا اور جو خدا سے ملا وہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔ انما ھی اعمالکم احصیہا علیکم۔ اسکے آگے چلکر راقم مضمون لکھتا ہے کہ امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہمدردی و لعزیزی کو کام میں لاکر اس حدیث کے حکم کا برخلاف کس طرح کر سکتے ہیں۔ یعنی جبکہ حدیث صاف طور سے مرزائیوں کا قتل جائز بلکہ ثواب قرار دیتی ہے تو کیونکہ امیر صاحب اُن کے قتل سے اپنے ہاتھ کو اس لئے روک دیتے کہ اُن کی ذاتی اور جبلی ہر دلعزیزی اِس کے برخلاف تھی۔ لیکن افسوس شاید راقم مضمون کو وہ حکم یاد نہیں جو کہ امیر صاحب نے دہلی کے دربار کے موقعہ پر دیا تھا کہ کوئی گائے ہمارے لئے ذبح نہ کی جائے کیونکہ اِس سے مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں اور ہندوؤں کی دلشکنی ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ صاف طور سے فرماتا ہے۔ کہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالےٰ حکم کرتا ہے کہ تم گائے کی قربانی کرو۔ اور یہ حکم اُس وقت دیا گیا ہے جب کہ بنی اسرائیل ایک ایسے ملک میں تھے۔ جہاں پر گائے کی پوجا کی جاتی تھی۔ اور ایسا کرنے سے وہاں کے باشندوں کی دلشکنی ہوتی تھی۔ مگر خدا نے پھر بھی حکم دیا کہ گائے کی قربانی کرو۔ کیا امیر صاحب خدا تعالیٰ کی غلطی نکالتے ہیں اور وہ کام جو اُس نے جائز رکھا اُسکو ناجائز قرار دیتے ہیں افسوس کہ اس موقعہ پر تو امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہر دلعزیزی کے تابع ہو گئے اور عبداللطیف کے شہید کرتے وقت تابع نہ رہ سکے اور پھر کونسا حکم پورا کیا وہ جو کہ نہ تو قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ حدیث جس سے کہ راقم مضمون احمدیوں کے قتل پر دلیل پکڑتا ہے۔ خارجیوں پر پوری ہو چکی اور اس پر صحابہ اور محدثین کا اجماع ہے۔ پھر بار بار اس حدیث سے استدلال کرنا اسکی شوخی پر دلالت کرتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اُسی باب میں اُسی حدیث کے متعلق صاف طور سے لکھا ہے کہ یہ خوارج کے متعلق ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ عراق سے پیدا ہونگے پھر بار بار اُس کے دوسرے معنے کرنا سخت بیباکی اور دلیری ہے۔

سرحدی مولوی کا یہ لکھنا کہ اس فرقہ کا کابل میں پہنچنا پہلی ہی دفعہ ہوا تھا۔ بالکل غلط اور صریح بے بنیاد ہے۔ کیونکہ قریباً تین سال پیشتر اِس واقعہ کے صاحبزادہ صاحب کا ایک شاگرد مولوی

عبدالرحمٰن بھی اس لئے قتل کیا گیا تھا کہ وہ جہاد کا منکر اور مرزا صاحب کا مرید تھا - پس یہ بات کہ پہلی دفعہ ہی یہ سلسلہ وہان پہنچا تھا - خلاف واقعہ ہے - اور اگر پہلی دفعہ ہی ہوتی تو ممکن تھا - کہ یہ خیال کیا جاتا کہ امیر صاحب نے بے سوچے سمجھے صاحبزادہ عبداللطیف کو قتل کر دیا لیکن یہان تو یہ معاملہ بھی نہیں کیونکہ مولوی عبدالرحمٰن حسب الحکم مولوی عبداللطیف کے یہان آیا کرتا تھا - اور واپس جا کر یہان کے حالات سے مولوی صاحب کو واقف کیا کرتا تھا اور جب امیر صاحب کے والد امیر عبدالرحمٰن کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اُس گروہ میں سے ہے جو کہ جہاد کا منکر ہے تو اس نے اُسکو قتل کروا دیا -

آگے چلکر راقم مضمون پھر ایک حدیث صحیح مسلم کی بیان کرتا ہے کہ من اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیعًا فاضربوہ بالسیف کائنًا من کان یعنی جو شخص اِس امت میں نفاق ڈالتا ہے - اور امت میں اتحاد اور وحدۃ ہو - تو خواہ وہ کوئی ہو اس کو قتل کر دو اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی پہلی حدیث کی طرح اسی ایمان سے کام لیا گیا ہے - جو خود ثریا میں چلا گیا ہے اور اپنا قائم مقام چھوڑ گیا ہے - کیونکہ یہان صاف طور سے لکھا ہے کہ قوم متفق ہو - اور یہ حدیث عرفجہ سے مروی ہے - اور عرفجہ نے اِس حدیث کو دوسرے موقعہ پر اس طرح بیان کیا ہے کہ امرکم جمیعًا الیٰ رجل واحدٍ یعنی تم ایک شخص کے ماتحت ہو اور ایک تمہارا امام ہو اور دیکھنا چاہیے کہ امامت دو قسم کی ہوتی ہے - ایک دنیاوی اور ایک دینی سو اس وقت تم لوگوں کا نہ دینی طور پر کوئی امام ہے اور نہ دنیاوی طور پر - دنیاوی طور پر ایک بادشاہ نہیں کچھ عسائیون کے ماتحت ہو اور کچھ بدھون کے اور کچھ اپنے ہم مذہب بادشاہون کے اور دوسرے دینی امامت سو اس میں بھی تم لوگ متفرق ہو - تمہارا کوئی امام نہیں اول تو تمام مسلمانون کا ایک امام ہوتا مگر وہ نہ سہی ہر ایک فرقہ کا ایک ایک امام ہوتا تب بھی بات تھی کہ ایک ایک امام کے ماتحت سب امن سے زندگی بسر کر رہے تھے اور احمدیون نے اُس میں خلل ڈال دیا حالانکہ اس وقت ہمارے چھ مخالف ہیں ایک شیعہ سو اُن کا بھی کوئی امام نہیں ان میں سے بعض کا امام تو گیارہ سو برس سے غائب ہے بعض کا انتظار میں ہیں اور بعض اوتارون کے قایل ہیں جیسے آغاخانی اور بعض ائمہ موجودہ جیسے زیدی پھر خوارج سو ان میں بھی کوئی امام نہیں مقلد ہیں تو وہ بھی بغیر امام کے ہیں - متصوف گدی نشین ہیں تو وہ متفرق اور بلا امام کے ہیں پھر امرا کا گروہ ہے جو کہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں گورنمنٹ ہم سے ناراض نہ ہو جائے یا ترقی نہ رکجائے ہماری مخالفت کرتا ہے حالانکہ گورنمنٹ کے سایہ میں ہم امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ملکہ قیصرہ کو تبلیغ کرنے پر اُس نے بھی ہمکو کچھ نہیں کہا پس یہ ان کا گمان محض فرضی ہے اور دیکھا جائے تو ان لوگون کا بھی کوئی امام نہیں - پس ہمارے جتنے مخالف ہیں سب بغیر امام کے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا فلان امام ہے پس یہ حدیث قطعًا اس وقت کے مسلمانون پر نہیں لگ سکتی کیونکہ وہ متفرق ہیں اور اِس کے برخلاف

احمدی ایک امام کو مانتے ہیں اور اُسکا جو کچھ حکم ہو اُس کو ماننے کے لئے تیار ہیں پس ہمارے برخلاف کارروائی کرنا گویا کہ جماعت میں خلل ڈالنا ہے۔ اور ہمارے مخالف تو خود ہی متفرق ہیں ان میں نفاق پیدا کرنیکے کیا معنے ہیں مولوی صاحب کیا آپ سنت والجماعت ہیں ذرا انصاف سے غور کرو جب تمہارا کوئی امام ہی نہیں تو جماعت کہاں اور سنت کا اتباع کیا تمہارے بزرگ وقتاً فوقتاً امام بنا لیتے تھے مگر اب تم نے اس سنت کو ترک کر دیا اس لئے اب تم نہ سنی ہو اور نہ صاحب جماعت۔ پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ یہ جو لکھا ہے کہ جہاد کے انکار کر بدلے اور گورنمنٹ کو انکا ایف سے بچانے کے لئے جو اس نے کوشش کی یعنی مولوی عبداللطیف صاحب نے اور اسکو بدلہ میں وہ قتل کئے گئے یہ احمدیوں کی عادت کے مطابق صریح جھوٹ اور سیاہ جھوٹ ہے[علے] مگر افسوس کہ یہ بات لکھتے وقت راقم مضمون کو وہ شہادت یاد نہیں رہی جو کہ گورداسپور میں مولوی ابو الوفا ثناء اللہ نے دی تھی اور جس کو اب بھی ہم پیش کر سکتے ہیں جس میں کہ وہ جھوٹ کو جائز بتلاتے ہیں اور خود راقم مضمون نے خواہ وہ کوئی سرحدی مولوی ہے یا ایڈیٹر یا نائب ایڈیٹر ہے اس مضمون میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ خدا کی پناہ اوروں پر جھوٹ باندھنا الگ رہا خود نبی کریم پر جھوٹ باندھا ہے کہ انہوں نے فلاں حدیث احمدیوں کے لئے ہی بیان فرمائی تھی حالانکہ انہوں نے عراق کی طرف اشارہ بھی کیا کہ اس ملک میں یہ قوم پیدا ہوگی اور ابوسعید رض کہتے ہیں کہ میں نے اسکو پورا ہوتے دیکھا اور پھر دوسری حدیث بھی جھوٹے طور سے پبلک کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کی ہے کیونکہ عام مسلمانوں کا کوئی امام نہیں اور ہمارا امام ہے اور ہم نے نفاق کو مٹایا ہے کیونکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے جھنڈے کے نیچے عیسائی۔ آریہ۔ سکھ۔ شیعہ۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ اور صوفی وغیرہ وغیرہ جو متفرق تھے ایک جماعت کی صورت میں امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور تم لوگوں میں وحدت کب ہوئی تھی کیا اخراج الوہابیین من المساجد کی کتابیں نہیں لکھی گئیں اور کیا دجودیوں اور شہودیوں کا جھگڑا نہیں ہے اور اس تفرقہ کی وجہ سے کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ ان میں سے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرتا ہو پس آپ نے خود ان حدیثوں کے استعمال کرنے میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور آپ کے مولویوں کے بیان ہیں کہ جھوٹ جائز ہے جس کی وجہ سے سشن جج صاحب کو لکھنا پڑا کہ کرم الدین کے لئے کذاب وغیرہ سے بڑھکر الفاظ بھی استعمال کئے جاتے تو درست تھا۔ پس جھوٹے ہم ہوئے یا آپ۔

پھر آگے چلکر آپ لکھتے ہیں کہ جہاد ایک فوری جوش ہے اور جہاد کیلئے فتووں سے مصنوعی جوش پیدا کرنے کی کوشش کیجائے تو ناکامی ہوتی ہے اور پھر لکھا ہے کہ امیر صاحب کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ جہاد کے متعلق

[علے] سیاہ جھوٹ اس لئے کہ جھوٹ تو کبھی سفید ہوتا ہی نہیں وہ تو تاریک چیز ہے اسلئے سیاہ ہے ظلمت کو نور سے کیا نسبت۔

کوئی فتویٰ لیں مگر افسوس کہ اس موقعہ پر بھی راقم مضمون نے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ اگر جہاد ایک فوری جوش ہوتا ہے تو آنحضرت نے جہاد کے لئے امام کی شرط کیون رکھی ہے اور الامام جنة یقاتل من وراءہ کہا گیا ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر ایک شخص کو گاؤن سے دو کوس پرے ایسے حالات معلوم ہوئے جن سے کہ اس کو جوش آگیا تو گیا وہ امام سے پوچھتا پھریگا اور اسے اپنے ساتھ لیکر آئیگا اور اگر پوچھنے جائیگا۔ تو فوری جوش کی بات غلط ہو جاتی ہے۔ حالانکہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ امام کے بغیر کوئی جہاد نہیں جب تک وہ ایک امام تجویز کریگا اس وقت تک تو جوش مدہم پڑ جائیگا پس یہ فوری جوش والی بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو خدا نے مومنین کو جہاد کے لئے کیون اُبھارا ہے اور یہ گویا کہ خدا کا فعل عبث تھا کیا نعوذ باللہ ۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم آپ کے نزدیک ایک ایسا فتویٰ ہے جو ناکامی کا باعث ہے اور جس کا کوئی اثر نہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ بلکہ فتون سے درحقیقت جوش پیدا ہو جاتا ہے اور دور بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ سرحد پر ہوتا ہے مولوی آپ کی طرح حدیثون کو غیر محل استعمال کر کے لوگونکو جہاد کے لئے اُبھارتے ہیں اور اُن میں جوش پیدا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری مہربان گورنمنٹ کو بعض اوقات تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں اور جوش کے مٹ جانے کی مثال ہمارے پاس ہے اور وہ ہمارے امام کی تحریریں ہیں جن سے کہ سرحد پر بہت کچھ فائدہ ہوا ہے جیسا کہ پایونیر کا ایک پچھلا آرٹیکل مظہر ہے کہ مرزا صاحب کی تحریرون کا جہاد کے برخلاف لوگون پر بہت کچھ اثر پڑا ہے اور اس پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی ہے کہ آپ کی تحریرون کے پھیلانے میں وہ مدد کرے پس یہ ضروری بات ہے کہ جہاد کا جوش پیدا بھی کیا جا سکتا ہے اور مٹایا بھی جا سکتا ہے کیونکہ جس طرف کے دلائل زبردست ہونگے اُن کا اثر لوگون پر ضرور پڑیگا اور پھر امیر عبد الرحمٰن صاحب کا جہاد کے متعلق کتاب لکھنا ظاہر کرتا ہے کہ انکا بھی عقیدہ تھا کہ جہاد کا جوش فتون سے پیدا ہو سکتا ہے تبھی تو انہون نے لکھا کہ جہاد نہ صرف مذہبی طور سے ہی ایک بہت عمدہ بات یا فرض ہے بلکہ ملکی معاملات کے سبب سے بھی ایک اعلیٰ کام ہے اور یہ لکھتے ہوئے انہون نے اپنی ہمسایہ طاقت کی تکلیفون کا کچھ بھی خیال نہ کیا جس نے کہ انکو تخت پر بیٹھنے میں مدد دی تھی پس اگر جہاد کا جوش فتون سے نہیں پھیل سکتا تو امیر صاحب کے والد پر بھی ایک لغو کام کرنے کا الزام آتا ہے اب میں چونکہ تمام باتون کا جواب دے چکا ہوں۔ اس لئے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مگر آخر میں گورنمنٹ انگریزی کو اس قدر توجہ ضرور دلانا چاہتا ہوں کہ جن لوگون کا ایسا خطرناک عقیدہ ہے کہ وہ صرف کچھ مذہبی

اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کے ہی ایک فرقہ کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہی نہیں - بلکہ اُس پر زور دیتے ہیں اور عام مسلمانوں کو ثواب کی جھوٹی لالچ دلا کر آمادہ کرتے ہیں کہ اِن کے قتل سے خدا خوش ہوا اور رسول کی اطاعت ہوی اور حالانکہ وہ فرقہ یعنی احمدیہ فرقہ خدا کو واحد مانتا رسول کریمؐ ایمان لاتا اور جملہ احکام اسلام پر عمل کرنا فرض جانتا ہے - اور ان لوگوں سے صرف اس قدر اختلاف رائے رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی کریم کی طرح وفات یافتہ ہیں اور وحی اور الہام کا سلسلہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت کے لئے ہمیشہ کے لئے کھلا ہے - اور یہ کچھ ایسا بڑا اختلاف بھی نہیں کیونکہ اکثر ائمۂ اسلام اِسی کے قائل ہیں اور اِس فرقہ کا ظاہر احکام اسلام پر عمل کرنا - تو خود یہ لوگ مانتے ہیں - جیسا کہ راقم مضمون نے بھی لکھا ہے - کہ یہ لوگ نمازیں ہم سے اچھی طرح پڑھتے ہیں - اور قرآن شریف ہم سے اچھا جانتے ہیں - اور ایمان کی بابت تو خدا جانتا ہے کہ یہ مومن ہیں کہ ہم - پس جب کہ ہم میں اور اِن لوگوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں - اور پھر بھی یہ ہمارے قتل پر آمادہ ہو گئے ہیں - تو کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ یہ غیر مسلمانوں یا کفار کے قتل کو ناجائز سمجھیں - بلکہ خونی مہدی کا عقیدہ ظاہر کرتا ہے - کہ درحقیقت ان کے دل ایسی ضرورت محسوس کرتے ہیں - کہ کفار کو قتل کیا جائے اور ان کا مال لوٹا جاے - اور چونکہ یہ گورنمنٹ کو زبردست دیکھتے ہیں اس لئے ظاہرہ طور سے اِس خیال کا اعلان نہیں کرتے - مگر احمدی جماعت کو کمزور دیکھکر انہوں نے صاف طور سے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا جس سے کہ ان کے دلی عقیدوں کا پتہ لگتا ہے - اور ہمیشہ تنکے سے ہی ہوا کا رخ دیکھا جاتا ہے پس گورنمنٹ کو ان لوگوں سے ہرگز ہرگز بے فکر نہیں رہنا چاہیئے - کیونکہ سرحد پر آگے ہی یہ لوگ بہت کچھ کارروائیاں کر رہے ہیں - جن کی وجہ سے وہاں کے حکام کو بعض دفعہ تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں -

والسلام راقم میرزا محمود احمد

يَا زَيْدُ لِمَ تَبْكِي

سَيِّدِي نَدَّتْ نَاقَتِي

يَا زَيْدُ كَانَتِ الْعَشْوَاءَ أَوِ الْعَضْبَاءَ

لَا سَيِّدِي بَلِ الْوَجْنَاءَ

يَا زَيْدُ كَمْ يُحْلَبُ لَبَنٌ لِقَمْعَتِكَ

سَيِّدِي مِلْأَ الْعُلْبَةِ وَكَانَ قَبْلَ ذَالِكَ

مِلْأَ الْقِرْبَةِ

يَا زَيْدُ مَا هٰذَا فِي يَدِكَ

سَيِّدِي مِجْوَلُ زَوْجَتِي

يَا زَيْدُ نِعْمَ الْجَوَابُ هٰذَا

يَا زَيْدُ قُلْ حَابِلَ يَصِيدُ لَنَا الْعَصَافِيرَ

سَيِّدِي عِنْدِي حِسْكِلٌ نَكُلُهُ

يَا زَيْدُ تَكْرَهُ طَبِيعَتِي أَنْ آكُلَ الْحِسْكِلَ

يَا زَيْدُ مَا حَالُ حَقْلِكَ

سَيِّدِي أَخَذَتْنِي حَقْلَتَةٌ فَمَا

رَأَيْتُهُ مِنْ أَيَّامٍ

يَا زَيْدُ أَظُنُّ إِنَّكَ أَحْوَلُ

سَيِّدِي رَمِدْتُ فَفَسَدَتْ عَيْنِي

سَمِعْتُ يَا زَيْدُ أَنَّ زَوْجَكَ مُجْرَهِدٌ فَهِيمَةٌ

لَا سَيِّدِي بَلْ خَذْعَلٌ

يَا زَيْدُ مَا رَأَيْتَ حُمْقَهَا

سَيِّدِي أَعْطَيْتُهَا حُلَلًا مِنَ الثِّيَابِ فَمَا

غَادَرَتْ حُلَّةً فِي بَيْتِهَا

اے زید تو کیوں روتا ہے

میرے سردار میری اونٹنی بھاگ گئی (آوارہ ہو گئی)

اے زید وہ اندھی بھاگی یا کان پھٹی

نہیں میرے سردار بلکہ سانڈنی اونٹنی بھاگ گئی

اے زید تیری اونٹنی کتنا دودھ دیتی ہے

میرے سردار ایک چوہنی بھری ہوئی دیتی ہے اس سے پہلے

ایک مشک بھری ہوئی۔

اے زید تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

اے میرے سردار یہ میری بیوی کی انگھیا ہے۔

اے زید بہت اچھی انگھیان ہے

اے زید چڑی مار کو کہو کہ ہمیں چڑیاں پکڑ کے لادے

اے میرے سردار میرے پاس ایک گوہ کا بچہ ہے وہ ہی کھالے

اے زید میری طبیعت کراہت کرتی ہے کہ میں گوہ کا بچہ کھاؤں

اے زید تیری کھیتی کا کیا حال ہے

میرے سردار مجھے پیٹ میں درد ہوتی رہی ہے پس میں نے

کئی دنوں سے نہیں دیکھا

اے زید میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھینگا ہے

میرے سردار مجھے درد چشم ہوئی تھی پس میری آنکھ بگڑ گئی

اے زید میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی بہت جلد چلنے والی سمجھ دار ہے

نہیں میرے سردار بلکہ بدسلیقہ احمق ہے

اے زید تو نے اس کی کیا بے وقوفی دیکھی

میرے سردار کئی تھان میں نے کپڑے کے لاکر دیے پس

اس نے ایک بھی اپنے گھر میں باقی نہ رکھی۔

نَعَمْ حِيْنِيْ سَيَهُوْجُ مُخَوِّفٌ	ہاں بھئی یہ سخت آندھی خوفناک ہو-
نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْهَوْجَاءِ	ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں سخت آندھی سے
أَهٰذَا الرَّجُلُ شَقِيْقُكَ	کیا یہ شخص تیرا سگا بھائی ہے
يَا سَيِّدِيْ هٰذَا أَخْيَافِيٌّ	ہاں میرے سردار یہ میری ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی ہے
اُطْبُخِ الْخُرْسَةَ لِلنُّفَسَاءِ	اچھوانی زچا کے واسطے پکاؤ
لُفِّ الْخَيْطَ عَلَى الْاِسْتِيْجِ	اٹرن پر سوت لپیٹ
لَيْسَ فِيْ قَرْيَتِنَا لِصٌّ وَلَا مُخْتَلِسٌ	ہماری گاؤں میں نہ کوئی چور ہے اور نہ کوئی اُچکا ہے
وَلَا مُخْتَبِسٌ	اور نہ دھاڑی ہے-
لَا تُصَاهِرْ بِالْمُقْرِفِيْنَ	دوستون کی لڑکی نہ لے
وَاحِمِ الْوَحْمٰى فَإِنَّ الْوِحَامَ	عورت کے ارادے پورے کر کیونکہ اُس کے پورا کرنے
إِذَا لَمْ يُتَّبَعْ فِيْهِ خَدَجَ الْجَنِيْنُ	میں بچہ ناقص ہوتا ہے
اَلْمُطُوْءُ رَسُوْلُ النَّوْمِ	جمائی نیند کا ایلچی ہے
عَرَضْتُ	میں مکہ اور مدینہ اور اسکے نواح میں گیا-
اعرضت حفري	میں نے اپنی بکری کے
كَيْفَ وَجَدْتَ زَيْدًا عِنْدَ التَّكَلُّمِ	تو نے زید کو بات کرنے میں کیسا پایا
سَيِّدِيْ هُوَ مُثَرْثِرٌ مِهْذَارٌ مِكْثَارٌ بَقْبَاقٌ	میرے سردار وہ بکواسی ہے
سَيِّدِيْ عِنْدِيْ مُفْرِجٌ	میرے سردار میرے پاس کئی چوزے ہیں-
سَيِّدِيْ فَرَارِيْجُ	میرے سردار چوزے ہیں-
إِنَّ زَيْدًا شَكِسٌ	زید سخت خو ہے
نَعَمْ سَيِّدِيْ ذَعْرُوْرٌ	ہاں میرے سردار وہ بڑا بدخو ہے
مَا فَعَلَ زَيْدٌ عِنْدَ نَعْيِ حِمَارِهٖ	زید کو جب اُسکے گدھے کی مرنیکی خبر پہنچی تو اسنے کیا کیا
سَيِّدِيْ هُوَ جَهِشَ وَكَادَ أَنْ يَّصِيْحَ	میرے سردار وہ رونے کو تیار تھا اور قریب تھا کہ چیخنے لگے
مَا قَالَ زَيْدٌ فِيْ جَوَابِيْ	زید نے میرے جواب میں کیا کہا

ایک لڑکی کی اس کی۔ اس کے ساتھ کچھ اچھی طرح نہیں بنتی تھی۔ لڑکی نے بر سبیل شکایت اور گلہ کچھ عورتوں کے سامنے کہا کہ کیا برا مقام ہے کہ جس میں بیری س وغیرہ رہتے ہیں۔ آپ نے اسکو سنکر بہت۔ ہنایا کہ شہر تو کوئی برا ہوتا ہی نہیں اگر کسی شہر کو برا کہا جائے تو اس سے مراد اسکے شہر والے ہوتے ہیں۔ پس نہایت قابل افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ اپنی زبان پر لاتی ہو یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اسکے والدین کی برائی کرتی ہے اور اسکے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔ یہ مرض عورتوں میں بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھ بھلا برا کہتی ہیں۔ بلکہ اپنی ساس اور سسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہیں حالانکہ وہ اسکے خاوند کی بھی قابل عزت بزرگ ہیں وہ اسکو ایک معمولی بات سمجھ لیتی ہے۔ اور ان سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ محلہ کی اور عورتوں سے جھگڑا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے۔ یہانتک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں۔ کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تو اسکے لڑکے کو چاہیئے۔ کہ وہ طلاق دیدے پس جبکہ ایک عورت کیے ساس اور سسر کے کہنے پر اسکو طلاق مل سکتی ہے تو اور کونسی بات رہ گئی ہے اسلیئے ہر ایک عورت کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اسکے والدین کی خدمت میں لگی رہے اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ تو اسکا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اسکی خدمت کرتی ہے تو وہ اسکی پرورش کرتا ہے۔ مگر والدین تو اپنے بچہ سے کچھ نہیں لیتے وہ تو اسکے پیدا ہونیسے لے کر اسکی جوانی تک اس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اسکی خدمت کرتے ہیں۔ اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اسکا بیاہ کرتے اور اسکی آیندہ بہبودی کے لیے تجاویز سوچتے اور اسپر عمل کرتے ہیں۔ اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے۔ اور اپنا بوجھ آپ اٹھاتا ہے۔ اور آیندہ زمانہ کے لیے کسی کام کرنیکے قابل ہو جاتا ہے۔ تو کس خیال سے اسکی بیوی اسکو اپنے ماں باپ سے جدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرہ سی بات پر سب دشنام پر اتر آتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جس کو خدا

اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ واریاں مقرر کی ہیں ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد پھر اسکے دو حصے کئے ہیں یعنی اول تو ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور پھر دوسری مخلوق الہی کی بہبودی کا خیال اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت پس کیا بدقسمت ہے وہ جوان لوگوں کی خدمت کرکے حقوق عباد اور حقوق اللہ دونوں کی بجا آوری سے منہ موڑتی ہے۔ حقوق اللہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ وہ اس طرح خدا کے حکم کو بھی ٹالتی ہے راقم ایڈیٹر

کسی لڑکی کا نام جنت تھا۔ کسی شخص ... نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض وقت انسان آواز مارتا ہے۔ کہ جنت گھر میں ہے۔ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے۔ کہ دوزخ ہی ہے یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جائے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی فرمایا یہ بات نہیں ہے نام کے رکھنے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو اسکا تو مطلب یہ ہے کہ وہ انسان اندر نہیں ہے۔ نہ یہ کہ برکت نہیں یا اگر کہے کہ جنت نہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں۔ کہ جنت نہیں اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں۔ جسکا نام جنت ہے کسی اور نے کہا کہ حدیث میں بھی ممانعت آئی ہے فرمایا۔ کہ میں ایسی حدیثوں کو ٹھیک نہیں جانتا اور ایسی حدیثوں سے اسلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بتلائے ہوئے نام۔ عبد اللہ۔ عبد الرحیم۔ اور عبد الرحمن جو ہیں۔ ان پر بھی بات لگ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان کہتا ہے کہ عبد الرحمن اندر نہیں تو اسکا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ کہ عبد الشیطان اندر ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ شخص جسکا نام نیک فال کے طور پر عبد الرحمن رکھا گیا تھا۔ وہ اندر نہیں۔ اور اسی طرح دوسرے نام ہیں یہ کہ دینا کہ اندر نہیں تو کفر کا ہونا ضروری ہوا پس یہ ایک غلط خیال ہے یہ نام ایک نیک فال کے طور پر رکھتے جاتے ہیں۔ تا وہ شخص بھی ان نام کے مطابق ہو۔

ذکر ہوا کہ خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ کے وقت جو کچھ انگریزوں نے سلوک کیا ہے اسپر ایک اخبار نے بہت سا شور مچایا ہے اور اسکو برا منایا ہے فرمایا یہ بات

نہین خدا کسی قوم پر یا کسی خاص شخص پر ظلم نہین کرتا۔ جب انسان خود کوئی گنہ کرتا ہے تو اسوقت اس کی تادیب کے لئے خدا تعالیٰ اسپر مصیبتین نازل فرماتا ہے بہادر شاہ سے اور اسکے چند پہلے بزرگون سے چونکہ بہت کچھ خطائین سرزد ہوئین خدا تعالیٰ نے ان کو اسبات کے لائق نہ دیکھا کہ وہ حکومت کرسکین تب انگریزون کو انپر مسلط کردیا اگر وہ ایسے کام نہ کرتے۔ تو خدا تعالیٰ بھی ایسا نہ کرتا۔ بلکہ میرے خیال مین خدا تعالیٰ نے بہادر شاہ پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اسطرح تکلیفین برداشت کرکے اسکے گنہ معاف ہوگئے وہ جو اسلوک انگریزون نے کیا۔ وہ تو فاتح قومین کیا ہی کرتی ہین۔ اگر بہادر شاہ فتحیاب ہوجاتا۔ تو کیا وہ ایسا نہ کرتا۔

طب | ایک صاحب گھر مین آئے طب کا ذکر شروع ہوا فرمایا کہ طبیب مین علاوہ علم کے جو اسکے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقوے کی بھی ہونی چاہئے۔ ورنہ اسکے بغیر کچھ کام نہین چلتا۔ ہمارے پچھلے لوگون مین اسکا خیال تھا اور لکھتے ہین کہ جب نبض پر ہاتھ رکھتے تو یہ بھی کہے کہ عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنے اے خداوند بزرگ ہمین کچھ علم نہین مگر وہ جو تو نے سکھایا۔ فرمایا کہ دیکھو پچھلے دنون مین مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اسکو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہوجاتا تھا۔ اور بدن کی بوٹیان توڑتا تھا۔ جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو مین نے سوچا کہ اب دعا کرلی چاہئے۔ مین نے دعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ مین نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چوہے ہین۔ جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہین ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر مین باندھکر باہر پھینک دو چنانچہ ایسا کیا گیا جب مین نے بیداری مین دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہوگیا تھا۔ اسی طرح نسخ شفا جو مشہور ہوتے ہین۔ اسمین کیا ہوتا ہے۔ وہی خدا کا فضل اور کچھ نہین۔

دعا | فرمایا کہ دعا مین بعض دفعہ قبولیت نہین پائی جاتی۔ تو ایسے وقت اسطرح کی بھی دعا قبول ہوجاتی ہے۔ کہ ایک شخص بزرگ سے دعا منگوائین۔ اور خدا سے دعا مانگیں کہ وہ اس مرد بزرگ کی دعا انکو پہنچے۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ اسطرح دعا قبول ہوجاتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوا ہے اور پچھلے بزرگون مین بھی دیکھا جاتا ہے

جیسا کہ باوا غلام فرید ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نہ آیا تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدینؒ یا خواجہ قطب الدینؒ) دعا کے لئے فرمایا انہون نے بہت دعا کی اور مگر پھر بھی کچھ اثر نہ پایا گیا یہ دیکھکر انہون نے ایک رات بہت دعا مانگی کہ اے میرے خدا اس شاگرد کو وہ درجہ عطا فرما کہ اسکی دعائین قبولیت کا درجہ پائین اور صبح کیوقت ان کو کہا کہ آج ہم نے تمہارے لئے یہ دعا مانگی ہے یہ سنکر شاگرد کے دل مین بہت ہی رقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل مین کہا کہ جب انہون نے میرے لئے ایسی دعا کی ہے۔ تو آو پہلے انہین کے لئے ہی شروع کرو۔ اور انہون نے اسقدر زور شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فرید کو شفا ہو گئی۔

دعا بارش سخت زور سے ہو رہی تھی۔ اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ بادل پھٹے مکانون کے گرنے کا سخت اندیشہ ہو رہا تہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ بارشون یا آندھیان یا اور طوفانون مین خدا سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمارے لئے اس عذاب مین کوئی بہتری کی ہی صورت پیدا کرے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے۔ جو اس سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقتون مین دعا مانگا کرتے تھے۔ اور جب بارش یا آندھی آتی تھی۔ تو گھبرائے سے معلوم ہوتے تھے اور کبھی اندر جاتے تھے اور کبھی باہر جاتے تھے کہ کہین قیامت تو نہین آگئی۔ گو قیامت کی بہت سی نشانیان انکو بتائی گئی تھیں۔ اور ابھی مسیح کی آمد کا بھی انتظار رہتا۔ مگر پھر بھی وہ خیال کرتے تھے۔ کہ خدا بڑا بے نیاز ہے اسلئے سب کو چاہئے۔ کہ اسکی بے نیازی سے ڈرتے رہے اور ہمیشہ ایسے موقعون پر خصوصیت سے دعائین لگے رہین۔

حضرت عیسیٰ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد مین بولنے لگے اس کا یہ مطلب نہین کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینے کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت تو بچون کا پنگھوڑون مین کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتین کرنا کوئی تعجب انگیز نہین ہماری لڑکی امت الحفیظ بھی بڑی باتین کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری اطلاع

پہلے رسالہ ہذا کے نمبر اول جلد ۱۱ میں ناظرین کی خدمت میں اطلاع لکھی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ ہم نے یہ تجویز کی ہے - کہ جو جو حصے ہم اس رسالہ کے علیحدہ علیحدہ چھپواتے ہیں - اور ان پر صفحے بھی علیحدہ علیحدہ دیتے ہیں - اس میں ہماری غرض یہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد وہ علیحدہ علیحدہ کتابوں کی صورت میں الگ الگ کئے جایا کریں - اس لئے ان کے صفحے اپنی اپنی ترتیب سے ہوتے ہیں - مگر تجربہ سے ہمیں معلوم ہوا ہے - کہ یا تو بعض احباب نے اس کو پڑھا ہی نہیں - اگر پڑھا ہے - تو اس کی طرف توجہ نہیں کی - یا یہ کہ وہ بھول گئے ہیں - اس لئے اب کے بار تمام ناظرین کی خدمت میں پھر عرض کرکے ملتمس ہوں - کہ برائے مہربانی اس اطلاع کا خیال رکھیں

اور بار بار صفحوں کی غلطی کی شکایت نہ کریں - کیونکہ پہلے عام مضامین ہوتے ہیں جن کے عام طور پر ۳۲ صفحے علیحدہ ہوتے ہیں - اور پھر ڈائری کے علیحدہ - مکتوبات کے علیحدہ - مسائل تشریعیہ کے علیحدہ - اور عربی فقرات کے علیحدہ ہوتے ہیں - تاکہ یہ الگ الگ کتابیں تیار ہو سکیں - ہاں ناظرین کو غلطی سے بچانے کے لئے ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ صفحوں کے نیچے کا نمبر بالترتیب رہے - اس لئے عرض ہے - کہ جو صاحب یہ دیکھنا چاہیں - کہ صفحے پورے ہیں - کہ نہیں - وہ نیچے کے صفحوں کو دیکھا کریں -

مکرر آنکہ اسدفعہ رسالہ بجائے ۱۰ - مارچ کے ۲۵ مارچ کو شایع ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے - کہ ایڈیٹر صاحب نے محبت الٰہی پر ایک طویل مضمون لکھا تھا - جو ایک نمبر میں سما نہیں سکتا تھا - اور ایک نمبر سے زیادہ میں اسکو شایع کرنا مناسب نہ سمجھا گیا - اس لئے بہتر خیال کیا گیا کہ چونکہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء نمبر اول حسب وعدہ شایع نہ ہو سکا تھا - بلکہ فروری میں شایع ہوا تھا - اس لئے اس پرچہ کی بجائے مارچ کا پرچہ دوچند کر دیا جاوے - تاکہ کمی پوری ہو جاوے مگر اتفاق سے مارچ کا پرچہ دوچند سے بھی زیادہ ہو گیا ہے اسلئے اگر اپریل کے پرچہ میں کچھ کمی ہو - تو امید رکھتا ہوں کہ میرے احباب اسکو عفو کی نگاہ سے دیکھینگے - والسلام - عبدالرحیم - جنرل سکریٹری انجمن تشحیذ الاذہان

نوٹس

ہم نے یہ ارادہ کیا ہے ۔ کہ اپنے رسالہ میں لوگون کے اشتہار شایع کیا کریں ۔ پیش
کے کہ شرح وغیرہ درج کریں ۔ ہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں ۔ کہ جھوٹے اور مبالغہ آمیز اشتہ
ہمارے رسالہ میں جگہ نہ پا سکینگے ۔ اگر دوایون کے اشتہار ہونگے ۔ تو ان کے متعلق
یہ ضروری ہوگا ۔ کہ جہان تک ہم سے ہو سکے اس کا تجربہ کرنے کے بعد شایع کر
اسی طرح جس چیز کا اشتہار ہوگا ۔ اس کے متعلق یہ ضروری غور کیا جاویگا ۔ کہ آیا اس
واقعی وہ فوائد ہیں ۔ جو مشتہر بیان کرتا ہے ۔

دوسرے یہ کہ گندے اشتہار ہرگز نہ لئے جاوینگے اور جو اشتہار ایسی دوایون
متعلق ہونگے ۔ جو فحش مرضون کا علاج ہون ۔ ان کو بھی ہرگز شائع نہ کیا جائیگا ۔ غرضیکہ
اشتہار آئینگے وہ بعد غور و تجربہ کے درج ہونگے ۔ جو ایک دینی رسالہ کے اغراض
کسی طرح مخالف نہ ہون ۔

اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے

(جو پیشگی وصول کی جاویگی)

مدت	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	ســہ	معــہ	لعہ
ششماہی	معــہ	لعہ	صر/
سہ ماہی	لعہ	صر/	ســے/

فی سطر ایک دفعہ کے لیئے ۴ر

نیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۰- فروری ۱۹۰۷ء دعنی اقتل من اٰذاک - ان العذاب مربع ومدوّر - ترجمہ مجھے چھوڑ - تا میں اُس شخص کو قتل کرون جو تجھے ایذا دیتا ہے - دشمنون کے لئے عذاب چہار طرف سے ہے - اور ارد گرد سے گھیرے ہوئے ہے (۲) وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک - لک رحمۃٌ یعنی ہم نے تیرا وہ بوجھ اُتار دیا - جس نے تیری کمر توڑ دی تھی - تیرے لئے ایک رحمت ہے - ۱۲ فروری ۱۹۰۷ء (۱) ایک اور خوشخبری - (۲) نثنی علیک - الخیر والبرکۃ - ترجمہ - ہم تری ثناء کرتے ہیں - خیر اور برکت - (۳) آسمان ٹوٹ پڑا سارا - کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونیوالا ہے (یہ انسان کا مقولہ ہے - گویا اللہ تعالےٰ انسان کی طرف سے فرماتا ہے - کہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے) (۴) اولٰئک قوم لا یشقٰی جلیسھم - ترجمہ - یہ ایک ایسی قوم ہے کہ ان کا ہمنشین خدا کی رحمت سے محروم نہیں رہ سکتا - ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء (۱) من ذا الذی ھو اسعد منک - ترجمہ - وہ کون ہے جو تجھ سے زیادہ سعادتمند ہے - (۲) ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہیگا - (۳) ویل لکل ھمزۃ لمزۃ - ترجمہ - ہر ایک چغلخور اور عیب گیر پر لعنت ہے - ۱۸ - فروری ۱۹۰۷ء - (۱) کل الفتح بعدہ - سب فتح اس کے بعد ہے (۲) مظھر الحق و العلا - کانّ اللہ نزل من السماء - ترجمہ - وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اتریگا ۲۰ - فروری ۱۹۰۷ء (۱) انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم - ترجمہ - میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا - اور اس کے ملامت کنندہ کو ملامت کرونگا - (۲) پس پاشدہ ہجوم - (اڑھائی بجے بعد آدھی رات) افسوس ناک خبر آئی ہے - فرمایا اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستون کی طرف ہوا - مگر یہ انتقال ذہن بیداری میں ہوا - الہام بھی شاید اس کے متعلق ہو (۴) بہتر ہوگا کہ اور شادی کریں - فرمایا معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے - (۲۵) فروری ۱۹۰۷ء (۱) من الناس والعامۃ - یعنی من خواص الناس والعامۃ - یہ طاعون کی طرف اشارہ ہے کہ اس مرتبہ طاعون کے حملہ سے کچھ خاص لوگ بھی مرینگے جو معزز ہوتے ہیں یا سفید

پوش ہوتے ہیں - اور عام لوگون مین بھی مری پڑیگی - (۲) لولا الاکرام - لہلك المقام
ترجمہ - اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا - تو مَیں تمام قادیان ہلاک کر دیتا - اس الہام سے معلوم
ہوتا ہے - کہ قادیان میں سے بھی کچھ لوگ طاعون سے مریں گے - اور یہ مرنا الہام انّہ اوی
القریۃ کے مخالف نہیں - کیونکہ اویٰ سے مراد الہام آلہی میں یہ ہے کہ آخر قادیان کے
لوگ بچائے جائیں گے - بکلی استیصال نہیں ہوگا - (۲۶) فروری ۱۹۰۷ء تحفۃ الملوک -
اس کے معنے ابھی نہیں کُھلے - بہر حال ملوک سے اُس کو کچھ نسبت ہے - ۲۳ - فروری ۱۹۰۷ء
وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر - ترجمہ - جب کوئی نشان دیکھیں گے تو کہیں
گے - کہ یہ معمولی بات ہے - کوئی خارق عادت امر نہیں یا کوئی فریب ہے - سیھزم الجمع
ویولون الدّبر - ترجمہ - عنقریب یہ لوگ بھاگ جائیں گے - اور پیٹھیں پھیر لیں گے - یہ اس
طرف اشارہ ہے - کہ وہ وقت آتا ہے - کہ خدا کے نشانون سے انکار کی گنجائش نہیں
رہیگی - اور نشان ایسے طور سے کُھلیں گے - کہ مُنہ بند ہو جائیں گے - رؤیا میں گویا میں
کہتا ہون - یا کسی نے کہا ہے - کہ اب جنازہ جا کر پڑھیں گے - گویا کسی کا جنازہ ہے جو
پڑھا جاویگا - لا تحزن انّ اللہ معنا - ترجمہ - غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے - کسی دوست
کو اس میں تسلّی دیگئی ہے - گویا مَیں تسلّی دونگا - ۲۸ - فروری ۱۹۰۷ء سخت زلزلہ آیا اور
آج بارش بھی ہوگی - خوش آمدی نیک آمدی - چنانچہ اسی دن بارش ہو گئی - اور ۲ - مارچ
۱۹۰۷ء کی بعد رات کو سخت زلزلہ آگیا - جس کی خبر تمام اخبارون میں چھپی ہے - ۲ -
مارچ ۱۹۰۷ء روز شنبہ (۱) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا - تفہیم یہ ہوئی کہ اے اہل خانہ خدا تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہے تا
معلوم ہو - کہ تم اس کے ارادون پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں - اور تا وہ اے اہل بیت تمھیں
پاک کرے - جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا - اور پھر انہیں کی طرف اشارہ کر کے الہام
ہوا - (۲) ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر - اور پھر الہام ہوا (۳) یا ایھا الناس
اعبدوا ربکم الذی خلقکم - اے لوگو تم اپنے رب کی پرستش کرو - وہ خدا جس نے تمہیں
پیدا کیا ہے - اسمیں تفہیم یہ ہوئی - کہ اے اہل بیت کسی دوسرے کو تکیہ گاہ مت بناؤ ہی خدا تیرا

متکفل اور رازق ہو۔ جسنے پیدا کیا۔ اور پھر الہام ہوا۔ (۴) یا ایہا الناس اتقوا ربکم الله خلقکم ترجمہ یہ ہو کہ اے اہل بیت خدا سے ڈرو۔ اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ اور نہ کوئی بات مُنہ سے نکالو۔ وہی خدا ہو جسنے تمہیں پیدا کیا۔ اور پھر میری طرف سے بطور حکایت الہام ہوا۔ (۵) اے میرے اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ اور پھر مجھے مخاطب کر کے الہام ہوا۔ (۶) انت منی وانا منک انت الذی طار الیّ روحہ۔ یعنی تو مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور میں اِس زمانہ میں تجھ سے ظاہر ہونیوالا ہوں۔ تو وہ ہے جسکی روح نے میری طرف پرواز کیا۔ ۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) ربنا افتح بیننا وبینہم۔ (۲) اتعجبتم ان تموتوا۔ (۳) انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ (۴) پچیس دن (یا یہ کہ پچیس دن تک) (۵) من الناس والعامۃ (ای من خواص الناس والعامۃ) ترجمہ اے خدا ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ کر۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تم موت کا شکار ہو جاؤ۔ طاعون خاص لوگوں میں بھی پڑیگی اور عام لوگوں میں بھی انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ کن لوگونکی طرف یا کس کی طرف اشارہ ہو۔ اور پچیس دن کے الہام میں یہ اشارہ ہو۔ کہ ۷ مارچ سے پچیس دن پوری ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی واقعہ ظاہر ہوگا اور ضرور ہو کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گذر نہ جاویں یا یہ کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا۔ اگر صرف پچیس دن کی لحاظ سے معنے کئے جائیں۔ تو اس طور سے ضرور ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کی یکم اپریل سے امید رکھی جائے۔ کیونکہ الہام الٰہی کے رُو سے ساتویں مارچ پچیس کے شمار میں داخل ہے۔ اس صورت میں پچیس دن مارچ کی اکتیس تاریخ تک پورے ہو جاتے ہیں۔ تو اس طور پر پیشگوئی کے ظہور کا مہینہ اپریل ٹھہرتا ہے مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جسکی پیشگوئی کیگئی ہے۔ اس کا ہم اس وقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائیگا۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ واقعہ ہماری ذات کے متعلق ہے یا ہمارے دوستوں کے متعلق یا دشمنوں کے متعلق۔ جس امر کو خدا نے پوشیدہ کیا ہے ہم ظاہر نہیں کر سکتے بعد اس کے ۱۲۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو مکرراً یہ بھی الہام ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (۲) انت منی وانا منک۔ (۳) ظہورک ظہوری۔ (۴) انت الذی طار الیّ روحہ (۵) انی انا الله ذو الجود والعطاء (۶) أنزل الرحمۃ علی من اشاء۔ ترجمہ اے عیسیٰ میں

تجھے تیری طبعی موت سے وفات دونگا اور اپنی طرف اُٹھالونگا - تو مجھ سے ہے اور مَیں تجھ سے - تیرا ظہور میرا ظہور ہے - تو وہ ہے جسکی روح نے میری طرف پرواز کیا - میں خدا ہوں صاحب جود اور بخشش - جس پر چاہتا ہوں رحمت نازل کرتا ہوں - ۱۳ - مارچ ۱۹۰۶ء - (۱) لاہور میں ایک بے شرم ہے ویل لک و لافکک - ترجمہ اے مخالف تیرے پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر - (۳) انی نعیت - ترجمہ - مَیں نے ایک شخص کی موت کی خبر دی (۴) انی انا اللہ لا الہ الا انا - ترجمہ - میں ہی خدا ہوں میرے سوا اور کوئی خدا نہیں - (۵) ان اللہ مع الصادقین ترجمہ خدا سچوں کے ساتھ ہوتا ہے (یہ پیشگوئی آج پوری ہو گئی کہ آج ہی سول میں خبر آئی ہے کہ ڈوئی جس کے عذاب کے بارے میں خبر دی تھی مرگیا یہ وہی ڈوئی ہے جسکو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا) (۶) ایک امتحان ہے بعض اُس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑے جائینگے - (۷) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا - ترجمہ - خدا نے ارادہ کیا ہے - اے اہل خانہ کہ تمہاری پلیدی کو دُور کرے اور تمہیں پاک کرے جیساکہ حق ہے پاک کرنے کا - (یہ تیسری مرتبہ الہام ہوا واللہ اعلم بالصواب) (۸) اعجبنی مونکم تمہاری موت نے مجھے تعجب میں ڈالا - (۹) یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو بہت ہی سخت ہوگی - (۱۰) ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مرینگے (۱۱) واستوت علی الجودی - (یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی) یعنی پانی خشک کیا جائیگا اور جو کچھ ہمارا ارادہ ہے ہم پورا کرلینگے اور کشتی جودی پر ٹھہر جائے گی - ۱۸ - مارچ ۱۹۰۶ء (۱) قدرت کے دروازے کھلے ہیں - (۲) نیکی یہی ہے کہ خدا کے احکام کو پورا کرنا (۳) تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں - (۴) انی آثرتک و آثرتک - ترجمہ میں نے تجھے روشن کیا اور تجھے برگزیدہ کیا - (۵) جو دعائیں آج قبول ہوئیں ان میں قوت اور شوکت اسلام بھی ہے - (۶) تیرے لئے ایک خزانہ مخفی تھا - (۷) کل لک و لامرک - ترجمہ سب تیرے لئے اور تیرے حکم کے لئے ہے (۸) یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے - (۹) ایک موسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے اسکو عزت دونگا - (۱۰) اجر الاثیم وأریہ الجحیم (ترجمہ حسب تفہیم) اور جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسکو گھسیٹونگا اور اسکو دوزخ دکھلاؤنگا - (۱۱) بلجت ایاتی - ترجمہ میرے نشان ظاہر ہو جائینگے (۱۲) قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون - ترجمہ کہہ کہ اللہ ہے اور پھر انکو چھوڑ دے - اپنی بے ہودگی میں لعب کریں (۱۹) مارچ ۱۹۰۶ء

۲ خواب میں مینے دیکھا کہ میری بیوی مجھے کہتی ہے - کہ مینے خدا کی مرضی کیلئے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے اسپر میں نے انکو جواب میں یہ کہا کہ اسی سے تو تم پر حُسن چڑھا ہے یہ فقرہ اس فقرہ سے مشابہ ہے جو زبور میں ہے کہ تو حُسن ۲۲

۲۲ میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے - (۲) ارادت زمان الزلزلۃ یعنی مینے ارادہ کیا ہے کہ زلزلہ کا زمانہ آجاوے

تو ناچار جو علم اور امتیاز اور تیقظ بذریعہ حواس کے انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ حالت خواب مین بباعث تعطل حواس نہین رہتا کیونکہ جب حواس بوجہ غلبہ رطوبت مزاجی معطل ہو جاتے ہین۔ تو بالضرور اس فعل مین بھی فتور آجاتا ہے۔ پھر بعلت اس فتور کے انسان نہین سمجھ سکتا۔ کہ مین خواب مین ہون یا بیداری مین لیکن ایک اور حالت ہوتی ہے۔ کہ جس سے ارباب طلب اور اصحاب سلوک کبھی کبھی متمتع اور محفوظ ہو جاتے ہین اور وہ یہ ہے کہ بباعث دوام مراقبہ و حضور و استیلاء شوق و غلبہ محبت ایک حالت غیبت حواس انپر وارد ہو جاتی ہے۔ جسکا یہ باعث نہین ہوتا کہ دماغ پر رطوبت مستولی ہو۔ بلکہ اس کا باعث صرف ذکر اور شہود کا استیلا ہوتا ہے۔ اس حالت مین چونکہ تعطل حواس بہت کم ہوتا ہی اس جہت سے اسبات پر متنبہ ہوتا ہی۔ کہ وہ کسی قدر بیدار ہی خواب مین نہین اور نیز اپنے مکان اور اسکے تمام وضع پر بھی اطلاع رکھتا ہے یعنی جس مکان مین ہے اس مکان کو برابر شناخت کرتا ہے۔ حتی کہ لوگون کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور کل مکان کو بچشم خود دیکھتا ہے صرف کسی قدر بجذبہ غیبی غیبت حس ہوتی ہے۔ اور جو انسان خواب کی حالت مین اپنی رویا مین اپنے تئین بیدار معلوم کرتا ہے یہ علم بذریعہ حواس نہین بلکہ اس علم کا منشاء فقط روح ہے۔

دوسرا سوال آپ کا یہ ہے کہ فناء اتم نہایت غایت المراتب و نہایت الوصال مین علم حق رہتا ہے۔ یا نہین اول سمجھنا چاہیے۔ کہ فناء اتم عین وصال کا نام نہین۔ بلکہ امارات اور آثار وصال مین سے ہے۔ کیونکہ فناء اتم مراد اس حالت سے ہے کہ طالب حق خلق اور ارادات اور نفس کی باہر ہو جاوے اور فعل اور ارادات الہی مین بکلی محو ہو جاوے یہان تک کہ اسی کے ساتھ دیکھتا ہو اور اسی کے ساتھ سنتا ہو۔ اور اسی کے ساتھ پکڑتا ہو۔ اور اسی کے ساتھ چھوڑتا ہو۔ بس یہ تمام آثار وصال کے ہین نہ عین وصال اور عین وصال ایک بیچون اور بیچگون نور ہے۔ کہ جسکو اہل وصال شناخت کرتے ہین مگر بیان نہین کرسکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب طالب کمال وصال کا خدا کے لئی اپنی تمام وجود سے الگ ہو جاتا ہے اور کوئی حرکت اور سکون اسکا اپنے لیے نہین رہتا بلکہ سب کچھ خدا کے لئی ہو جاتا ہے تو اس کو لطف عیشی اس کو

ایک روحانی موت پیش آتی ہے جو بقا رکو مستلزم ہے۔ پس اس حالت مین گویا وہ بعد موت کے زندہ کہا جاتا ہے اور غیر اللہ کا وجود اسکی آنکھہ مین باقی نہین رہتا یہانتک کہ غلبہ شہود ہستی الہی سے وہ اپنے وجود کو بھی نابود ہی خیال کرتا ہے پس یہ مقام عبودیت و فنا اتم ہے۔ کہ جو غایت سیر اولیا ہے۔ اور اسی مقام مین عیب سے باذن اللہ ایک نور سالک کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ جو تقریر اور تحریر سے باہر ہے۔ غلبۂ شہود کی ایک ایسی حالت ہے کہ جو علم الیقین اور عین الیقین کے مرتبہ سے برتر ہے صاحب شہود تام کو ایک علم تو ہے مگر ایسا علم جو اپنے ہی نفس پر وارد ہو گیا ہے جیسے کوئی آگ مین جل رہا ہے سو اگرچہ وہ بھی جلنے کا ایک علم رکھتا ہے۔ مگر وہ علم الیقین اور عین الیقین سے برتر ہے کبھی شہود تام بیخبری تک بھی نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور حالت سکر اور بیہوشی کی غلبہ کرتی ہے اس حالت سے یہ آیت مشابہ ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا لیکن حالت تام وہ ہے جسکی طرف اشارہ ہے۔ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یہ حالت اہل جنت کو ہی نصیب ہوگی۔ پس غایت یہ ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ارشاد فرمایا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۸ / مارچ ۱۸۹۳ء مطابق ۸ / جمادی الاول ۱۳۱۰ھ

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا والانامہ پہنچا خداوند کریم آپ کو خوش و خرم رکھے آپ ذائق متصوفین سے سوال پیش کرتے ہین۔ اور یہ عاجز مفلس ہے محض حضرت ارحم الراحمین کی ستاری نے اس ہیچ اور ناچیز کو مجالس صالحین مین فروغ دیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم کاروبار قادر مطلق سے سخت حیران ہے کہ نہ عابد نہ زاہد کیونکر اخوان مومنین کی نظر مین بزرگی بخشتا ہے اسکی عنایات کی کیا ہی بلند شان ہے اور اس کے کام کیسے عجیب ہین۔ بندہ بدگانش بہ جلے رسند ۔ زما کہ در آتش چہ آید پسند ۔ مین آپکے سوالات کا جواب لکھتا ہون۔ آپ نے حالت فنا ء الفنا کی یہ تعریف لکھکر کہ وہ ایک ایسی حالت ہے کہ جسمین شعور سے ہی بیشعوری ہوتی ہے یہ سوال پیش کیا ہے کہ اس مرتبہ فنا مین کہ جو چہارم مرتبہ منجملہ مراتب فنا ہے اور حالت سکریت مین کیا فرق ہے

اور سکریت سے مراد آپ نے خواب عراقی لی ہے یعنی ایسا ہونا جسمین کچھہ جنبش ہو سو
جو کچھہ خبر لئے میرے ذہن اسکا جواب ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ سکریت اور فنار الفنار
مین موجب اور علت کا فرق ہے۔ یعنی سکریت کی حالت مین موجب و علت ایک ظلمت ہے
جو سکریت کے پیدا ہونے کا باعث ہے وجہ یہ ہے کہ سکریت اسی سے پیدا ہوتی ہے
کہ رطوبت مزاجی دماغ پر سخت غلبہ کر لیتی ہے۔ یہان تک کہ دماغی قوتون کو ایسا دبا لیتی ہے
کہ انسان بیہوش ہو کر سو جاتا ہے۔ اور کچھہ ہوش نہین رہتا پس وہ چیز جس سے سکریت
وجود پکڑتی ہے۔ ایک ظلمت ہے جو اپنی اصل حقیقت مین مغائر اور منافی حواس انسانی کی ہے
جسکا غلبہ ایک ظلمانی حالت نفس پر طاری کر دیتا ہے۔ اور آلات احساس کو اسقدر تعطل
اور بیکاری مین ڈالتا ہے کہ انکو عجائبات روحانی کا ماجرا کچھہ بھی یاد نہین رہتا لیکن
فنار الفنا کی حالت کا موجب اور علت یعنی سبب ایک نور ہے یعنی تجلیات صفات الہیہ
جو بعض اوقات بعض نفوس خاصہ مین ایک نعمت سے ایک ربودگی پیدا کرتی ہے جسکی
باعث سے شعور سے بیشعوری ہوجاتی ہے۔ جیسے ایک نہایت لطیف اور تیز عطر بہ کثرت
کسی مکان مین رکھا ہوا ہو۔ تو ضعیف الدماغ آدمی کی بعض اوقات قوت شامہ اس کثرت
خوشبو سے مغلوب ہو کر ایسے بحس ہو جاتی ہے۔ کہ کچھہ شعور اس خوشبو کا باقی نہین رہتا
غرض سکریت کی حالت پیدا ہونے کے لئے موثر ہے اور موجب ایک ظلمت ہے اور
فنار الفنا کی حالت پیدا ہونیکے لئے موثر اور موجب ایک نور ہے اسکی مثال یہ ہے۔ کہ
بینائی کے لئے دو طور کے مانع رویت ہوتے ہین یعنی دو سبب سے ایک سوجاکھے
انسان کی دو آنکھیں دیکھنے سے رہ جاتی ہین۔ ایک تو سخت اندھیرا جسکی وجہ سے نور بینائی
محجوب ہو جاتا ہے اور دیکھنے سے رک جاتا ہے۔ اور دیکھہ نہین سکتا۔ یہ حالت تو سکریت کی
حالت سے مشابہ ہے دوسرے مانع بصارت سخت روشنی ہے کہ جو بوجہ اپنی شدت
اور تیزی شعاع کے آنکھہ کو رویت کے فعل سے روکتی ہے۔ اور دیکھنے سے بند کر دیتی
ہے۔ جیسے یہ صورت اس حالت مین پیش آتی ہے کہ جب عضو بصارت کو ٹھیک ٹھیک
سورج کے مقابلہ پر رکھا جاوے۔ یعنی جب آنکھون کو آفتاب کے سامنے کیا جاوے

کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ جب آنکھ آفتاب کے محاذات مین ٹکٹکی باندھے یعنی آفتاب کی آنکھ اور انسان کی آنکھ آمنے سامنے ہو جائین تو اسصورت مین بھی انسان کی آنکھ فعل بصارت کے بکلی معطل ہو جاتی ہے۔ اور روشنی کی شوکت اور ہیبت اسکو ایسا دباتی ہے کہ اوسکی تمام قوت بینائی اندر کی طرف بھاگتی ہے۔ پس یہ حالت فنار الفنار کی حالت سے مشابہ ہے۔ اور اس فقدان رویت مین جو دو نوطور ظلمت اور نور کی وجہ سے ظہور مین آتا ہے۔ سکریت اور فنار الفنا کے سمجھنے کے لئے بڑا نمونہ ہے۔ مگر باینہمہ باطنی کیفیت جس کا باعث تجلیات الٰہیہ اور جذبات غلبیہ ہوتے ہین بیچون اور بیچگون ہے۔ جسمین اجتماع ضدین بھی ممکن ہے۔ باوجود بے شعوری کے شعور بھی ہو سکتا ہے۔ اور باوجود شعور کے بیخبری بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ظلماتی حالات مین اجتماع ضدین ممکن نہین۔ وہ عالم اس عالم سے بکلی امتیاز رکھتا ہے۔ فَلَاتضربوا لله الامثال الایہ س ۱۴۔ اس ماہیت سے پہلے لکھا گیا تھا۔ فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکاً خر موسٰی صعقا الایہ س ۱۴۔ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیہوش ہو کر گرنا ایک واقعہ نورانی تھا جسکا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی۔ بلکہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور مین آئی تھین وہی اسکا موجب اور باعث تھین جنکی اشراق تام کیوجہ سے ایک عاجز بندہ عمران کا بیٹا بیہوش ہو کر گر پڑا اور اگر عنایت الٰہیہ اسکا تدارک نہ کرتی۔ تو اسی حالت مین گداز ہو کر نابود ہو جاتا۔ مگر یہ مرتبہ ترقیات کا انتہائی درجہ نہین انتہائی درجہ وہ ہے جس کی نسبت لکھا ہے۔ مازاغ البصر وما طغٰی الایہ س ۲۷ انسان زمانہ سیر سلوک مین اپنے واقعات کشفیہ مین بہت سی عجائبات دیکھتا ہے۔ اور انواع واقسام کے واردات اسپر وارد ہوتے ہین۔ مگر اعلٰے مقام مقام عبودیت ہے۔ جسکا لازمہ صحو ہے اور ہوشیاری اور سکر اور سطح سے بکلی بیزاری ہے۔ ھدانا الله ایانا وایاکم صراط المستقیم الذین انعم علی النبیین والصدیقین ۰ والشھداء والصالحین وآخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین ۰ وعلی اخوانکم من المومنین فقط - ۲۵ مارچ ۱۸۸۳ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۳۰۰ھ

۱۱ مکرمی مخدومی مولوی عبد القادر صاحب کی خدمت مین اس عاجز کا سلام مسنون پونچا دین۔

غرضیکہ قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات کریمہ موجود ہیں جو کہ صاف اور کھلے طور پر بتاتی ہیں کہ منافق دنیا اور آخرت میں ملعون اور ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد اور ایسے مخذول اور مطرود و متروک ہونگے - کہ جن کا دنیا بھر میں کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا - اور ان کے بالمقابل مؤمنوں کے لئے یہ بتاتی ہیں کہ مومن لوگ دنیا اور آخرت میں مورد رحمت و فضل الٰہی اور معزز کامیاب اور مظفر و منصور ہونگے کہ جن کا ناصر مومنوں اور فرشتوں کے علاوہ خود خدائے قدیر ذوالجلال والاکرام ہے - اور یہ دونوں ایسے کُھلے امر ہیں کہ جن کے ثبوت میں کسی موافق اور مخالف کو شک اور تردد کی گنجائش نہیں ہے تو جب قرآن مجید نے مومنوں اور منافقوں کے درمیان یہ بین امتیاز بیان فرمایا ہے تو اب اس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے اسی قدر ضرورت باقی رہتی تھی - کہ واقعات صحیحہ پر نظر ڈالکر یہ فیصلہ کیا جاوے کہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ میں مومنوں والے علامات و آثار پائیگئے ہیں - یا کہ منافقوں والے تو اہل سنت والجماعت کو جانے دو شیعہ لوگ خود اس امر کے قائل ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے ابوبکرؓ مسند خلافت پر بیٹھا اور سب اہل اسلام پر فرمان روا ہوا - پھر اسکے بعد عمرؓ خلافت پر بیٹھے اور پھر عثمان نے خوب کامیابی کے ساتھ خلافت کی - پھر یہی نہیں بلکہ شیعہ لوگوں کا پختہ اعتقاد ہے - کہ حضرت علیؓ حقدار خلافت تھے اور آنحضرت نے اس کے لئے وصیت کر دی تھی - کہ میرے بعد علیؓ ہی میرا خلیفہ ہو - اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ اپنا حق خلافت حاصل کرنا چاہتے تھے - اور بہت کچھ آپنے کوشش بھی کی - لیکن پہلے تو ابوبکر نے حق خلافت جبراً اور قہراً حضرت علی سے غصب کر لیا - پھر ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے اور عمرؓ کے بعد عثمانؓ نے - پس شیعہ کے اس مسلم تاریخی واقعہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے جو صفات مومنوں کے بیان کئے ہیں - وہ تو ابوبکر و عمر و عثمان میں اتم طور پر موجود ہیں - اور نعوذ باللہ من ذالک) یہ صفات حضرت علی میں بالکل موجود نہیں بلکہ (نعوذ باللہ من ذالک) بقول کل شیعہ ان میں منافقوں کے صفات موجود تھے -

کیونکہ شیعہ صاحبان نے اوّل تو خلفاء ثلثہ اور حضرت علیؓ کو متقابل دو فریق قرار دیا ہے - اور پھر دونوں کے مابین کے نزاع کا فیصلہ یہ بیان کیا ہے کہ خلفاء ثلثہ

یکے بعد دیگرے غالب اور مظفر و منصور اور کامیاب و معزز ہوئے - اور حضرت علی مغلوب اور متروک و مخذول اور وھموا بما لم ینالو کے مطابق سخت نامراد اور لن تجد لھم نصیراً کے موافق خالق اور مخلوق دونون کے مدد اور نصرت سے محروم اور سخت ترذلیل و خوار ہوئے اور یہ ایسا کھلا معاملہ ہے - کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی عقل والا انسان بھی اول قرآن مجید سے مومنون یا یون کہو کہ صحابہ کرام اور منافقون کے صفات تلاش کرکے ملحوظ رکھے اور پھر کل شیعہ کی متفق علیہ تاریخ کے مطابق خلفاء ثلثہ رض اور حضرت علی رض کے حالات کو اپنی نظر کے سامنے رکھے تو اس میں ذریکے برابر بھی اس کو شک نہ رہیگا کہ خلفاء ثلثہ اعلیٰ اور اکمل اور اتم درجہ کے مومن تھے اور حضرت علی (نعوذ باللہ من ذالک) منافق بلکہ رئیس المنافقین تھے

پھر اس پر طرفہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے علاوہ مذکورہ بالا صفات کے منافقون کی ایک کھلی کھلی اور موٹی بدیہی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب مومنون کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب اپنے گروہ کے لوگون سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں - جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے - وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ (اور جب مومنون کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب جاتے ہیں - اپنے شیطانون کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں - اور شیعہ صاحبان اس بات کے قایل ہیں کہ حضرت علی رض شیر خدا اسد اللہ الغالب خلفاء ثلثہ اور ان کے ساتھیون کو منافق مرتد اور بدترین کفار یقین کرتے تھے - اور اپنے لوگون کے آگے اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا کرتے تھے - لیکن باوجود شیر خدا اور اسد اللہ الغالب من کل غالب ہونے کے پھر بھی آپ کا یہ وطیرہ تھا - کہ خلفاء ثلثہ میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی اطاعت کا دم بھرتے اور ان کے پیچھے پنج وقتہ نمازین پڑھتے تھے - پس با لفاظ دیگر شیعہ صاحبان نے اس امر کا بھی اقرار کر لیا ہے کہ حضرت علی میں اور ان کے ساتھیون میں منافقون کی یہ کھلی کھلی صفت بھی کھلے طور پر موجود تھی - اور پھر تعجب یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کو یہ بات محسوس ہوئی کہ ہمارے اس عقیدہ سے شیر خدا (نعوذ باللہ من ذالک) منافق قرار پاتے ہیں - پر باوجود اس کے موجودہ اعتقاد سے دست بردار نہ ہوئے اور یہ نہ دیکھی تھی جس سے بجز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ | ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۴

فہرست مضامین

مسیح کے دو حواری ص ۱۱۷ تا ۱۲۴	ایڈیٹر
عربی سیکھنے کے آسان طریقے ص ۱۳۰ تا ۱۳۴	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
مکتوبات امام الزمان ص ۱۹-۲۰	"
ڈائری حضرت اقدس	ایڈیٹر
خدا کے قہری نشان ص ۱۳۵-۱۳۸	ایڈیٹر
ٹائیٹل پیج وحی الٰہی	

Digitized by Khilafat Library

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰- اپریل ۱۹۰۷ء کو
قادیان دارالامان سے شایع ہوا۔

۲۴- مارچ ۱۹۰۶ء لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا۔

(۲) اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اس کی نصرت اور حفاظت کروں گا۔

۲۵- مارچ ۱۹۰۶ء۔ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ ترجمہ۔ ہم قسم کھاتے ہیں وقت چاشت کی اور را[ت] کی جبکہ ڈھانپ لیوے کل چیزوں کو تیرے پروردگار نے تجھے چھوڑ نہیں دیا اور نہ تجھ[ے] ناخوش ہوا ہے اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے۔

(۲) واللہ لولا الاکرام۔ لھلک المقام۔ قسم ہے اللہ کی کہ اگر تمہارا [اکرام] ہمکو منظور نہ ہوتا تو یہ مقام ہلاک ہو جاتا۔

(۳) اکرامٌ تسمع بہ الموتی۔ تیرا ایسا اکرام کروں گا کہ اسکے ذریعہ تو مردوں کو سنائیگا۔

(۴) علمہ عند ربی لا یضل ربی ولا ینسٰی۔ ترجمہ اسکا علم میرے رب کو ہے میرا رب نہ بے راہ ہوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

(۵) لا تَطَأُ قَدَمُ العامۃِ قَدَمَ النبی۔ ترجمہ عام لوگوں کا قدم نبی [کے] قدم کو پامال نہیں کر سکتا۔

(۶) بلغتُ قدمَ الرسول ترجمہ میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں۔

(۷) انی علٰی کل شیءٍ قدیر۔ بیشک میں ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے وا[لا] ہوں۔

۲۷- مارچ ۱۹۰۶ء کل واحد منھم تلج۔ (۲) انقلب علٰی عقبیہ۔

(۳) لقد اٰثرک اللہ علینا۔

۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء ۱- میرا دشمن ہلاک ہوگیا ہن اسدا لیکھا خدا نال جا پیا اے[۱]

(تشریح) یعنی عنقریب میرا دشمن ہلاک ہو جائیگا اور پھر اس کا خدا سے معاملہ پڑیگا

۲- میرے دشمن ہلاک ہو گئے۔ ۳- اِنَّ اللہ مع الابرار یعنی دشمن[۲] عنقریب

(۱) جیسا کہ خدا کے فضل سے الٰہی بخش سوہراج اور اچھر اس ہفتہ میں اس الہام کے بعد جب شایع ہو چکے ہلاک ہو گئے۔ (۲) معلوم نہیں آئندہ کون کون اس الہام کے مصداق ٹھہرینگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسیح کے دو حواری

Digitized by Khilafat Library

چونکہ اس زمانہ میں عیسائیت کا بہت کچھ زور ہے - اور ہر طرف اور ہر کونہیں جہان کہیں کہ انسان کی رہائش ہے - بلکہ ان جگہون مین جہان انسان کا قدم بھی نہیں پڑا - آجکل عیسائی اقوام کا جھنڈہ کھڑا نظر آتا ہے - اور دنیا کے چارون کونون میں عیسائی حکومت کر رہے ہیں - اور جہان کہیں اُن کی حکومت نہیں ہے - وہان کم سے کم اُن کی تجارتی کمپنیان ضرور قائم ہیں - پس اِن کی اِس شان و شوکت اور جلال کو دیکھکر ہر ایک آنکھ اور ہر ایک کان اور ہر ایک دل اِس طرف متوجہ ہو گیا ہے - کہ چونکہ یہ لوگ ایسے عقلمند ہیں - کہ روزمرہ کی تجویزون اور آئے دن کی کوششوں کے سبب سے انہون نے دنیا کا کوئی ملک نہیں چھوڑا - جہان کچھ نہ کچھ اپنا قدم نہ جما لیا ہو - تو اس لئے اُن کے مذہب کو بھی ضرور دیکھنا چاہئے - اور اُس پر ایک گہرے غور فکر اور تدبر کی نظر ڈالنی چاہئے - کہ آیا اُس میں بھی انہون نے ویسی ہی عقلمندی دانائی اور ہوشیاری سے کام لیا ہے - اور سوچ سمجھ کر اِس مذہب کو اختیار کیا ہے - یا یونہی بغیر دور اندیشی اور حق بینی کے اپنے باپ دادوں کے اقوال کی تائید کی ہے - اور قطع نظر اس کے کہ یہ مذہب کیسا ہے - آباؤ اجداد کی لکیر کے فقیر بن گئے ہیں - اور اِس امر کی تحقیق کے لئے - ہر ایک ملک اور ہر ایک صوبے کے لوگ خواہ وہ کسی مذہب یا ملت سے ہوں کوشان ہیں - اور بائبل سوسائٹیون نے انجیل اور عیسائیت کے متعلق دوسری کتب کو عام طور سے شایع کر کے اور ہر ملک میں پھیلا کر اور عیسائی واعظون نے انجیلی تعلیم کے متعلق ہر شہر و دیار میں لکچر دے کر عام مخلوقات کو اِس معاملہ کی نسبت ٹھیک ٹھیک رائے قائم کرنے میں بہت کچھ مدد دی ہے - اور عام طور سے جو فیصلہ عیسائیت کی نسبت دیا گیا ہے - وہ چندان انکو مفید نہیں ہے بلکہ اسکے برخلاف جہان کہیں کچھ مدت تک عیسائیت کے متعلق وعظ

کئے گئے ہیں۔ یا کوئی باقاعدہ سوسائٹی قائم کی گئی ہے۔ تو لوگ عیسائیت سے متنفر اور پادریوں سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اور انجیلی تعلیم کو دیکھکر عام طور پر لوگوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں اور اس کے چہرہ پر انسانی دستکاری سے بہت سی نقاشیاں اور رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں۔ اور اگر یہ تعلیم خدا کی طرف سے تھی بھی تو اب اس قابل نہیں۔ کہ اس پر عمل کر کے انسان روحانی زندگی کے کسی اعلیٰ معیار پر کھڑا ہو سکے۔۔۔ بلکہ اس کے بانی کے کارناموں اور ساری عمر کی کوششوں کے نتیجہ پر اگر نظر کیجائے۔ تو ہم سوائے حیرت اور تعجب کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ زمانہ تو یسوع سے انیس سو برس بعد کا ہے۔ اس میں عیسائیوں کی حالت پر کوئی رائے قائم کرنا شائد کسی قدر اچھا نہ سمجھا جائے۔ مگر خود یسوع کے زمانہ میں انجیلی تعلیم کا اثر جو کچھ بھی بنی نوع انسان پر ہوا۔ اس کو خوب دیکھکر اور مشاہدہ کر کے پھر ایک رائے قائم کرنا۔ زیادہ مناسب اور بہت عمدہ ہوگا۔ مگر جب اس امتحان میں بھی عیسائی مذہب پورا نہ اُترے تو کیوں لوگ اس سے متنفر نہ ہوں۔ اور چونکہ ہم اس وقت۔۔۔ انجیل کی تعلیم پر کوئی ریویو نہیں کرنا چاہتے اس لئے اس بحث کو نظرانداز کرتے ہیں۔ اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس تعلیم کا نمونہ یسوع کے حواریوں نے ہمکو کیا دکھایا اور وہ کیا اثر تھا۔ جو کہ اُن کے دلوں پر اس تعلیم سے ہوا۔ اور اس سے پہلے ہم اتنا لکھدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ خود عیسائیوں کو بھی انجیل کے سچا ہونے میں شک ہے۔ اور اس وقت اکثر عیسائی جب اپنے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا اختیار اپنے مذہب کی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی طبیعت کا سب سے زیادہ رجحان اس طرف ہے۔ کہ انجیل ایک نامعلوم زمانہ میں بنائی گئی ہے۔ اور اس کا سلسلہ یسوع کے حواریوں سے نہیں ملتا۔ اور اس کی وجہ سے بہت سے عیسائیوں کی طبیعت خودبخود اس مذہب سے متنفر ہو رہی ہے۔ اور وہ اس مذہب کو بعض عجیب وغریب اور بعید از قیاس خیالات اور وہموں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ مگر جو کچھ بھی ہو۔ ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ ہم اس تعلیم کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس پر بعض متعصب عیسائی فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہایت قابل شرم اثر ہے۔ اور ایک

اور بات ہے جو کہ ہم اِس مضمون سے پہلے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک نبی کی بعثت کی غرض کیا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس پر اکثر مذاہب متفق ہیں۔ اِس لئے ہم کو کسی ایسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں جس سے کہ ہم یہ ثابت کریں۔ کہ کسی نبی کی بعثت صرف اِس لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک قوم کی اصلاح کرے۔ اور اُن بدیون کو دور کرے جو کہ اُس کی قوم میں امتداد زمانہ اور خدا سے دُوری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور خاص کر عیسائی تو اِس بات کو ضرور ہی مانتے ہیں۔ کیونکہ توریت میں بار بار اِس کا ذکر آتا ہے۔ کہ نبی قوم کی بدیون کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور خود یسوع بھی جس کو یہ لوگ خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔۔۔۔ اپنی بعثت کا سبب یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ قوم کی بدیون اور گناہون کی وجہ سے وہ اِس دنیا میں خدا کی طرف سے معمور ہو کر آیا ہے۔ اور اب وہ بنی اسرائیل کے گھرانون سے ناپاکیون کو دور کریگا۔ پس نبی کی سچائی کی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اُس کی تعلیم کے اثر سے کچھ نہ کچھ آدمی ایسے بھی پیدا ہو جائیں۔ جو کہ اُس کے منشار کے مطابق خدا اور رسول کے حکمون کے طابع ہون۔ اور اپنی جان و مال سے ارادۂ الٰہی کی تکمیل کی مدد کریں۔ تاکہ ایسا ہو۔ کہ خدا اُن کی مدد کرے اور میرا مطلب اِس مضمون کے لکھنے سے یہی ہے۔ کہ اناجیل سے مسیح کی تعلیم کا جو اثر حواریون پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایسا بُرا اور قابل شرم ہے۔ کہ عیسائی مذہب باوجود اُس اثر کے اقرار کرنے کے اپنے آپ کو سچا ثابت نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی میں یہ بھی ثابت کرون گا۔ کہ آنحضرت صلعم جو کہ خدا کے سچے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اُن کی اُمت کے مسیح کی تعلیم کا وہ اثر پڑا ہے۔ کہ برخلاف حواریوں کے اُس کے مرید اُس کے کہنے پر جان و دل سے عمل کرنے کو تیار ہیں اور دیکھنا چاہئے۔ کہ مسیح نے اپنے مبعوث ہونے کی غرض ہی یہ رکھی ہے۔ کہ وہ لوگون کو پاک کرے۔ جیسا کہ متی باب ۴ آیت ۱۷ میں لکھا ہے کہ وہ اُسی وقت سے مسیح نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو کیونکہ

آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی،، اور پھر یوحنا بھی خبر دیتا ہے کہ رر اپنے لوگون کو اُن کے گناہون سے بچائیگا،، جیساکہ متی باب ایک آیت ۲۱ مین آتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ یسوع کے آنے کی غرض پہلے انبیاء نے بھی اور خود اُس نے بھی یہی قرار دی تھی ۔ کہ ایسے لوگ پیدا کئے جائیں ۔ جو کہ گناہوں سے بچیں اور حق کے قبول کرنے میں دلیری سے کام لیں ۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کے لئے مسیح نے اپنی عمر کے تین برس خرچ کئے ہیں ۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے ۔ کہ مسیح نے اپنی عمر کے تیسویں برس میں تبلیغ کا کام شروع کیا تھا ۔ اور تینتیسوان سال تھا ۔ جب کہ اُس کو سولی دی گئی اور یہ تین سال اُس نے بہت ہی تکلیف سے اور دکھ سے گزارے ہیں ۔ جیسا کہ خود اُسی کا قول متی باب آٹھ آیت بیس مین ہے کہ رر لومڑیون کے لئے ماندیں ۔ اور ہوا کے پرندون کے واسطے بسیرے ہیں ۔ پر ابنِ آدم کے لئے جگہ نہیں ۔ جہان اپنا سر دھرے اور اس طرح مسیح اس تکلیف کا اظہار کرتا ہے ۔ جو کہ اُس کو اپنی بعثت کی غرض کے پورا کرنے کی کوشش میں پیش آئی ۔ اور یہان تک کہ وہ اُس وقت کے لوگون سے چھپتا پھرتا تھا! اور ڈرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ مجھ کو پکڑ کر سزا نہ دیں ۔ مگر باوجود اس قدر تکلیف اور دکھ کے اُس نے اپنے کام کو نہ چھوڑا اور ہر قسم کے دکھ اور آزار برداشت کرکے لوگون کو وعظ و نصیحت کرتا رہا ۔ اور آخر کار اُسے بارہ حواری ایسے ملے جنھون نے اُس کی بات کو سُنا ۔ اور جو اُس کے حکموں پر کاربند ہونے کے لئے کمربستہ ہو گئے ۔ اور ہر وقت اُس کی صحبت میں رہنے لگے اور اسی وجہ سے مسیح نے خوش ہو کر اُن سے بارہ تختون کا وعدہ کیا ۔ اور حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ۔ تلواریں خرید و خواہ کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں ۔ بلکہ اُن کے حق میں فرمایا کہ رر جو تمہیں قبول کرتا ہے ۔ مجھے قبول کرتا ہے ۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے ۔ اُسے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے،، پس اس طرح حواریون پر ایمان لانا گویا کہ مسیح پر ایمان لانا ہے ۔ بلکہ خود خدا پر ایمان لانا ہے ۔ اور اِس کے برخلاف انکا انکار مسیح کا انکار بلکہ خدا کا انکار ہے ۔ مگر افسوس کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حواریوں کا ایمان قطعاً اس قابل نہیں تھا ۔ کہ اُس پر کوئی بھروسہ کیا جاتا ۔ اور اُس تعلیم کا اثر جو کہ مسیح نے

اُن کو دی - اُن پر صرف اس قدر پڑا ہے - کہ مسیح کے پکڑے جانے کے وقت تمام
حواری اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہی نہیں ان میں سے ایک نے مسیح کی تعلیم پر لعنت
کی اور اُسکو بہت کچھ بُرا بھلا کہا - اور اس کے جاننے سے بھی انکار کیا - اور اس طرح اپنی جان
بچائی حالانکہ مسیح نے ان کو یہ تعلیم دی تھی - کہ ہر جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے - اُسے کھوئیگا
پر جو میرے واسطے اپنی جان کھوئیگا - اُسے پائیگا" متی باب ۱۰ آیت ۳۹ میں - اور اب
ہم وہ تمام واقعہ لکھتے ہیں - جس سے کہ حواریوں کا امتحان لیا گیا ہے - مگر وہ اُس میں ایسے کمزور
اور بودے نکلے - کہ خود مسیح کی تعلیم پر بھی ایک بدنما دھبہ لگا گئے اور وہ واقعہ یہ ہے
کہ مسیح اپنی تعلیم دینے کے تیسرے سال کے بعد یہودیوں کے ہاتھ سے پکڑا گیا اور
پکڑوایا بھی اُس کو اُس کے خاص حواری یہودا اسکریوتی نے - اور پکڑا جانے سے پہلے
مسیح نے بار بار دعا مانگی کہ اے خدا مجھکو بچالے اور ممکن ہو تو مجھ سے یہ پیالا ٹال
دے - اور اُس وقت اُس نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم بھی دعا مانگو - اور رُو رُو
کر خدا سے التجا کرو - تاکہ وہ امتحان جو کہ تم پر وارد ہونے والا ہے - اُس شر سے محفوظ رہو
مگر جب وہ واپس آیا تو وہ سوتے ہوئے تھے - مسیح نے عاجزانہ طور سے اُنہیں کہا - متی
باب ۲۶ آیت ۳۸ رو کہ میرا دل نہایت غمگین ہے - بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم
یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو" اور آگے لکھا ہے کہ "اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے
بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے
جس سے کہ اُس کی غمگین اور اُداس حالت کا خوب پتہ لگتا ہے - اور ایسی حالت میں حواریوں کا اپنا
فرض تھا کہ وہ اٹھتے اور گڑگڑاتے ہوئے خدا کی درگاہ میں گر پڑتے اور غم اور فکر کے مارے
مرہی جاتے کیونکہ اُس وقت اُن کے نجات دہندہ مسیح پر ایک آفت کا وقت اور تکلیف
کا گھنٹہ تھا اور چاہیئے تھا کہ ساری رات دعا کرتے اور اس قدر آہ و زاری کرتے کہ اُن
کی دعا سُنی جاتی ورنہ کم سے کم وفاداری کا حق ادا کرتے اور وہ شخص جس نے اُن کی دین کی خاطر
بڑی بڑی تکلیفیں اور دکھ اٹھائے تھے اور جسنے اُن کے ایمان کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ
نہیں کی تھی اُس کی تکلیف کے وقت وہ رونے چلاتے اور اس قدر غم کرتے کہ زمین کانپ

جاتی اور عرش ہل جاتا۔ اور اگر خود انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو جب مسیح نے اُن سے التجا کی کہ وہ جاگیں اور دعا مانگیں اور خدا کے آگے عاجزانہ طور سے آہ و زاری کریں تو اُن کو چاہئے تھا کہ وہ اُس کی بات سنتے اور دعا مانگتے اور اپنے اوستاد کے غم سے خود بھی غمگین ہوتے اور جب کہ مسیح کی زندگی سے اُن کو اور دوسرے فوائد کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ اُس کی صحبت سے وہ دین میں کامل ہوتے اور اُن رموزات الٰہیہ سے واقف ہوتے جنکو سوائے مسیح کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تین برس کی وہ محنت جو کہ اُسنے حواریوں کے نیک بنانے میں کی تھی۔ بالکل رائگان اور فضول تھی۔ اور اس تعلیم نے جو کہ اُس نے حواریوں کو دی تھی اُن کے دل میں اتنا اثر بھی نہیں کیا کہ آئندہ تعلیم کے لئے ان کے دل میں شوق پیدا ہو جاتا اور جب کہ انکو معلوم ہوا کہ اُن کا استاد یعنی یسوع اُن سے جدا ہونے لگا تو چاہئے تھا کہ وہ سخت بے قرار ہوتے اور فکر سے سر نہ اٹھا سکتے مگر برخلاف اِس کے وہ اُس رات کو بھی بڑے آرام اور چین سے سوئے اور تین دفعہ مسیح نے گھبرا کر انکو جگایا اور دعا کی تاکید کی۔ مگر اُس نے اُن کو جب دیکھا تو سوتا ہی پایا اور تعجب ہے کہ مسیح تو تین برس تک اُن کے لئے تکالیف اٹھاتا رہا اور رنج و غم سہتا رہا۔ مگر وہ ایک رات کے لئے بھی اُس کے لئے نہ جاگ سکے۔ اور یہ بات سوائے ان دو باتوں کے نہیں ہو سکتی کہ یا تو حواری مسیح سے کوئی الفت اور محبت نہیں رکھتے تھے۔ یا اُن کو اسکی بات پر اعتبار نہ تھا۔ پس اگر پہلی صورت تھی اور حواری مسیح سے کوئی محبت نہیں رکھتے تھے تو بھی مسیح کی تعلیم ناقص ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح نے تین سال تک کوشش اور سعی کرکے بارہ حواری پیدا کئے۔ اور اُس کو انپر اس قدر فخر اور ناز تھا۔ کہ وہ کہتا ہے کہ ان کا ماننا میرا ماننا ہے اور اُن کا انکار میرا انکار ہے۔ مگر جب امتحان کا وقت آیا۔ اور آزمائش کی چادر ان پر ڈالی گئی تو وہ مسیح کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے اور اگر دوسری صورت ہے۔ اور اُن لوگوں کو مسیح کی بات پر اعتبار نہ تھا۔ تو پھر ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ مذہب کے بارہ میں انہوں نے اُس پر اعتبار کر لیا اور اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف کسی غرض سے انہوں نے مسیح کو قبول کیا تھا۔ ورنہ مذہبی طور سے وہ اُسکو جھوٹا اور مفتری سمجھتے تھے اور اُس صورت میں بھی ان کو مسیح سے محبت نہیں ہو سکتی

پس مسیح کی تمام کوششیں اور محنتیں محض فضول اور بیہودہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور اس کی تعلیم کا کوئی ایسا اثر ہم کو نظر نہیں آتا۔ جو تسکین دہ ہو۔ بلکہ انجیل میں لکھا ہے کہ "تب ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا۔ جو میں تمہیں اُسے پکڑوا دوں تو مجھے کیا دوگے۔ تب انہوں نے اس سے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اُسے پکڑوانے کے لیے قابو ڈھونڈھتا تھا"۔ دیکھنا چاہیئے کہ کیسا گندہ وہ اثر ہے جو حواریوں کے دلوں پر ہوا ہے۔ تیس روپے کی حقیقت ہی کیا ہے جس کے لئے وہ اپنے استاد کو پکڑواتا ہے اور اُس سلوک اور مہربانی کا خیال نہیں کرتا جو کہ اُس نے اس پر کی اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حواری اُن دو میں سے ایک ہے جن کی نسبت ہم اِس مضمون میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور جنہوں نے وفا اور حیا دونوں کو پامال کیا اور اپنے اُستاد کو تکلیف کے وقت میں اکیلا چھوڑ دیا تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ اُس کا ساتھ دینے میں اُن کو بھی کوئی تکلیف پہنچ جائے اور مرقس باب چودہ آیت اٹھارہ میں ہے کہ جب "وے بیٹھ کے کھانا کھانے لگے یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایک تم میں ہے جو میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ مجھے پکڑوائے گا" اس جگہ بھی یسوع یہودا اسکریوتی پر افسوس ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ "افسوس اُس شخص پر جس کے وسیلہ ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اُس آدمی کے لئے بہتر تھا کہ پیدا نہ ہوتا"! اور اِس کلام کا بھی کوئی اثر یہودا اسکریوتی پر نہیں ہوا۔ بلکہ باوجود مسیح کے اس قدر گھبرانے اور یہودا پر افسوس کرنے کے وہ کھانا کھانے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ اور فریسیوں کو لیکر اس کے پکڑوانے کے لئے آیا۔ اور پکڑنے والوں کو یہ پتہ بتلایا۔ "کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اُسے تم پکڑ کے حفاظت سے لیجاؤ"۔ پس یہ تو ایک حواری ہے۔ جس نے باوجود استاد یعنی یسوع کے بہت سے احسانات کے صرف تیس روپے کے لئے پکڑوایا اور باوجود اِس کے کہ اُس نے یہ بھی کہا کہ افسوس ہے اُس پر جو مجھے پکڑوائیگا اور اُس طرح گویا کہ التجا کی کہ مجھکو نہ پکڑوا مگر اُس نے کوئی پرواہ نہ کی اور اُس کو پکڑوا دیا۔ اور یہ ایک دنیاوی ذریعہ تھا۔ جس کی وجہ سے یسوع پکڑا گیا اور اگر یہ سبب نہ ہوتا تو وہ پکڑا نہ جاتا۔ مگر ایک اور روحانی ذریعہ تھا۔ جس سے وہ بچ سکتا تھا۔ اور وہ اُس

کی دعا تھی - مگر اُس میں بھی حواریوں نے سخت سستی دکھلائی ہے - جیسا کہ میں کچھ پہلے لکھ آیا ہون اور یہی اس موقعہ پر لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے - مرقس باب ۱۴ آیت ۳۳ تا ۴۲ ”پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیا اور وہ گھبرانے اور بہت اُداس ہونے لگا اور ان سے کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے تم یہان ٹھہرو اور جاگتے رہو اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گرا اور دعا مانگی - کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اِس پیالہ کو مجھ سے ٹالدے - لیکن نہ وہ جو میں چاہتا ہون - بلکہ جو تو چاہتا ہے - پھر وہ آیا اور انہیں سوتے پایا اور پطرس کو کہا اے شمعون تو سوتا ہے - کیا تو ایک گھڑی جاگ نہ سکا - جاگتے رہو اور دعا مانگو تا ایسا نہ ہو کہ تم امتحان میں پڑو روح تو مستعد پر جسم سُست ہے وہ پھر گیا اور وہی بات دعا میں مانگی اور پھر آکے اُنہیں سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں بھاری تھیں اور وے نہیں جانتے تھے کہ اُس کا کیا جواب دیویں پھر تیسری بار آکے انہیں کہا کہ اب سوتے رہو اور آرام کرو بس وقت آپہنچا دیکھو ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھوں میں حوالہ کیا جاتا ہے - اٹھو ہم چلیں دیکھو وہ جو مجھے پکڑواتا ہے نزدیک ہے“ اِس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یسوع سخت گھبراہٹ اور پریشانی میں گرفتار تھا اور اِس لئے وہ اپنے ساتھیون کو ترغیب دلاتا تھا - کہ وہ اُس کے لئے دعا کریں اور آہ و زاری کریں تا ایسا ہو کہ خدا کسی کی سُنے اور وہ آنے والی مصیبت اُس پر سے ٹل جائے - اور یسوع اور حواری جانتے تھے کہ دنیاوی وسیلہ تو اب کوئی رہا نہیں کیونکہ اپنے میں سے ہی ایک آدمی نے فریسیون کو پتہ بتا دیا ہے اور صرف دعا کا ہی بھروسہ ہے مگر . . . یسوع کے بار بار کہنے پر بھی اُن کے دلون میں کوئی جوش پیدا نہیں ہوا - بلکہ مسیح تو اکیلا زمین پر پڑا ہوا رو رہا گیا - اور حواری مزے سے سوتے رہے اور اتنا ہی خیال نہ کیا کہ اپنے استاد اور نبی کو تسلی ہی دیں اُس کے لئے دعا ہی مانگیں - ایک چھوٹا سا بچہ بیمار ہوتا ہے تو اُس کے والدین ساری رات جاگتے ہیں - حالانکہ اُس کی کوئی ہستی ہی نہیں ہوتی - اور ایک باپ یا ماں اگر بیمار ہو تو بچے سراسیمہ و پریشان ہوتے اور اُس کیلئے دعائیں مانگتے . . . . ہیں - اور اس قدر آہ و زاری کرتے ہیں کہ دیکھے

والون کا کلیجہ ہل جاتا ہے۔ مگر یسوع جسکو عیسائی خدا کا بیٹا اور اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں اُس کی موت کا وقت آیا اور غم اور فکر نے اس کی کمر توڑی اور حواری آرام سے سوتے رہے انہون نے اُس کا اتنا بھی خیال نہ کیا جتنا ایک چھوٹے بچے کا اُس کے رشتہ دار یا ایک ہمسائے کا ہمسایا خیال رکھتا ہے۔ مسیح بار بار چلاتا تھا۔ اور روتے ہوئے کہتا تھا۔ کہ ”میری جان کا غم موت سا ہے“۔ اور پھر منہ کے بل گر کے دعا مانگتا تھا کہ ”اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ اُس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے“۔ مگر حواری اس آہ و زاری کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے مسیح ان کی حالت کو دیکھکر کیا خیال کرتا ہوگا۔ اور ایسی تعلیم پر اُس کو کیا بھروسہ رہگیا ہوگا۔ غرضیکہ اس طرح وہ دروازہ جو دعا کے رنگ میں کھلا تھا اور جس میں سے گزر کر مسیح سنگدل دشمنوں کے قبضے سے بچ سکتا تھا۔ صرف حواریوں کی کم ایمانی بلکہ بے ایمانی کی وجہ سے بند کیا گیا اور ان کا استاد جس نے ان پر بہت کچھ احسانات کئے تھے آخر کار اُن دشمنون کے قبضہ میں آگیا جنکی نسبت اس کا خیال تھا کہ وہ اُن کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ پس یہ تو عام طور سے حواریون کا حال تھا جو کہ مسیح کے چند سو مریدون میں سے چنے ہوے تھے اور جن پر اُس کو ایسا بھروسہ تھا۔ کہ ان پر ایمان لانے کو وہ اپنے پر ایمان لانا بلکہ خدا پر ایمان لانا قرار دیتا تھا۔ پس جبکہ ایسے لوگ پھر گئے۔ تو باقیون کا حال تو ظاہر ہی ہے۔ بلکہ اس موقعہ پر باقیون کا کوئی ذکر ہی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ پاس بھی نہیں آئے اور حواریون نے نہ صرف دعا سے وقت کوتاہی کی اور مسیح کی تکلیف کے وقت اُس کی مدد نہ کی اور ساتھ دینے سے جی چرایا بلکہ انہون نے مسیح کے پکڑے جانے کے وقت اتنی دلیری بھی نہیں کی کہ وہان کھڑے ہی رہتے بلکہ لکھا ہے کہ ”وہ وہان سے کھسک گئے“۔ جیسا کہ مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ میں ہے کہ ”تب وے سب اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے“۔ اور اس کے علاوہ ایک حواری کا خاص طور پر میں ذکر کر آیا ہون جو کہ یہودا اسکریوطی تھا اور جس نے اپنے استاد کو تیس روپے پر بیچ دیا اور اب میں دوسرے حواری کا ذکر کرنا چاہتا ہون جس کا نام پطرس یا شمعون تھا۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہ مسیح کی وفات کے بعد جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں حواریون کا ایک طرح سے سرگروہ بنا ہے اور جس کے بہت سے معجزے کتاب اعمال میں لکھے ہیں اس شخص نے دعویٰ کیا تھا اور مسیح کو کہا تھا کہ ”اگرچہ سب ٹھوکر کھائیں پر میں نہ کھاؤنگا“۔ اور اس طرح گویا کہ اس نے

اپنا ایمان ثابت کرنا چاہا تھا اور یہ ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ کہ وہ خدا کے توسل جو کہ مسیح سے اسکو ملا تھا بالکل نوہری اسوقت جبکہ مسیح نے گھبرا کر اور آنیوالی مصیبت سے خوف زدہ ہو کر چاہا کہ خدا سے التجا کرے ۔ کہ وہ اس امتحان کو ٹالدے اور اسنے ایک جگہ جا کر عاجزی سے دعا مانگنی شروع کی تو یہی پطرس تھا جو باوجود بار بار اٹھائے جانیکے پھر سو جاتا اور ہرگز ہرگز اپنے استاد کی بریت کے لئے دعا مانگنے کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا اور پھر جبکہ تمام حواری بھاگ گئے تو اسوقت یہ چھپ کر دیکھنے گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور مسیح سے کیا سلوک کیا جاتا ہے اور وہاں پہنچکر نوکروں میں بیٹھا تاکہ اسکو کوئی پہچان نہ سکے اور وہاں اسکے ساتھ جو کچھ واقعہ ہوا اسکو انجیل ان الفاظ میں بیان کرتی ہے جیسا کہ متی باب ۲۶، آیت ۶۹ تا ۷۵، میں ہے

"جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا ہوا تھا ایک لونڈی نے اسکے پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کیساتھ تھا پر اسنے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے پھر جب وہ اسارے کی طرف باہر چلا ایک دوسری نے اسے دیکھکر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اسنے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پھر اس پاس آکے کہا بیشک تو بھی انمیں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اسنے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا وہیں مرغ نے بانگ دی" پس یہ دوسرا حواری ہے جسنے امتحان کیوقت ایسا بُرا نمونہ دکھایا کہ نہ صرف جھوٹ ہی بولا بلکہ یسوع پر لعنت بھی کی پس حواریونکو دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی تعلیم اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس سے کوئی ایسی قوم پیدا ہوسکے جو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور ان دو حواریوں نے ایسا قابل شرم نمونہ دکھایا ہے ۔ کہ اگر قرآن مسیح پر سے الزامات کو دور نہ کرتا تو قریب تھا کہ تمام دنیا میں وہ ایک بہت ہی فریبی (نعوذ باللہ) اور بد باطن انسان سمجھا جاتا اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اسنے قرآن شریف کے ذریعہ ان تہمتوں کو جو کہ مسیح پر لگائی گئی ہیں دور کیا ورنہ حواریوں کا چلن اور دیگر باتیں جو کہ انجیل ظاہر کرتی ہے وہ اس قابل نہیں کہ عام طور سے پیش کی جائیں بلکہ گرجا کی چار دیواری کے اندر ایک گوشہ میں چھپا رکھنے کے لایق ہیں کیونکہ انکو دیکھکر اور سنکر ایک دنیا مسیح سے بدظن ہو رہی ہے

اب ہم دوسری بات شروع کرتے ہیں یعنی مسیح محمدی کے حواریوں کا ذکر کرتے ہیں کہ برخلاف ان بُزدل اور ڈرپوک حواریوں کے جنہوں نے مسیح ناصری کا ساتھ چھوڑ دیا ان لوگوں نے اپنے جان مال اور

آبرو کی پرواہ نہ کر کے ان اعتقادات کو نہیں چھوڑا جنکی ان کو تعلیم دی گئی تھی اور یہ ایک ایسی بات ہے جو کہ اسکی سچائی اور اسلام کی سچائی کا ایک بین ثبوت ہے کیونکہ اس مسیح کی تعلیم سے ایسے انسان پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے گناہوں کو ترک کر دینے اور خدا کے حکموں کے قبول کرنے میں طاقت سے بڑھکر نمونہ دکھایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی سنت کے موافق بہت ہیں جو تکلیف دئے گئے ہیں اور صرف اس لئے کہ انہوں نے حق کو مانا اور بہت سے ہیں جو صدق کو قبول کرنیکی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالدئے گئے۔ اور انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور بہت سے ہیں کہ جنکو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں نوکریوں سے موقوف کیا گیا رشتہ داروں سے الگ کیا گیا اور جنکے تجارتی کاروبار میں نقصان پہنچایا گیا اور ہر طرح کی تکلیفیں اور آزار دئے گئے مگر انہوں نے خدا کی آواز کو سنا اور اسکا جواب دیا اور اسکے برخلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ ہاں باوجود اسکے کہ اس مسیح کے ماننے والوں کو بہت کچھ دھمکیاں دی گئیں انکے مال لوٹنا جائز بلکہ ثواب سمجھا گیا انکی عورتوں کی پردہ دری حلال سمجھی گئی اور انکا قتل مطابق منشاء الٰہی سمجھا گیا مگر انہوں نے ان تمام دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا اور اسکا دامن نہ چھوڑا جسکا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھا پس وہ برگزیدہ ہوئے اور خدا کے نزدیک انکی ویسے ہی درجہ ہوئی جیسے پہلے صلحاء کے ہوتے تھے اور انپر خدا نے اپنے فضل اور اپنی عنایات کو وسیع کیا اور اسقدر برکت دی کہ بہت سے دل خدا تعالیٰ کی طرف ایسے جھکے کہ گویا اسی کے ہو گئے اور کسی اور چیز کی انکو ہوش نہ رہی اور بہت سے ایسے ہو گئے کہ خدا نے انکو اپنے کلام سے مشرف کیا تا کہ انکو مسیح کے کلام پر یقین کامل ہو اور تا کہ ایسا ہو کہ انکا ایمان حق الیقین تک پہنچ جائے اور ان کو ایسی یکسوئی اور آرام نصیب ہوا کہ وہ اسی دنیا میں ہی جنت کی سیر کرنے لگے اور یہ تمام اس لئے ہوا کہ انہوں نے خدا کے لئے تکلیفیں اٹھائی تھیں اور طرح طرح کے دکھ جھیلے تھے اور انکی حفاظت اور اپنا نام ظاہر کرنیکے لئے خدا نے قسم قسم کے عذاب نازل کئے تا کہ وہ لوگ جو کہ اسکا انکار کرتے اور اسکے پیاروں سے لڑتے ہیں تباہ ہوں اور ایسے لوگ انکی جگہ لیں جنکو خدا سے محبت رسول سے الفت اور اسلام سے انس ہو اور یہ ہینی مسیح موعود کے مریدوں کا عام طور سے نقشہ کھینچا ہے اگر انکے ایمان اور یقین کو مفصل بیان کیا جائے۔ تو وہ ایک دفتر میں بھی نہ سمائے مگر اس صورت میں جب خدا کا ارادہ ہو کہ اسکا حال دنیا پر ظاہر کیا جائے ورنہ انکے ایمان یقین اور استقلال کا بیان کرنا ایک مشکل بلکہ ناممکن بات ہے اور ان تکالیف کا بیان کرنا بھی ناممکن ہے جو کہ انکو دی گئیں۔ مگر

اس جگہ میں مسیح ناصری کے دو حواریوں کے مقابل میں مسیح قادیان کے دو حواریوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا دیکھے کہ اسنے خدا کی قوت قدوسیت سے کتنا حصہ لیا تھا اور اسنے کتنا حصہ لیا ہے اور یہ کہ اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا ہے اور اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا تھا پس پہلے میں میاں عبد الرحمن شہید کا ذکر کرتا ہوں جنکو میں پطرس کے مقابلے میں رکھکر دونوں کے ایمان کا مقابلہ کرونگا اور اسجگہ پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایمان کا اندازہ خدا ہی جانتا ہے مگر ہم انسان کے ظاہر اعمال کو دیکھکر اندازہ لگاتے ہیں اور نیز ایسے اعمال سے جو کہ خدا کے ارادہ کے مطابق اسکا ایمان ظاہر کرنیوالے ہوں اور یہ میاں عبد الرحمان جنکا میں ذکر کرنے لگا ہوں خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مسیح موعود کا ذکر سنکر اور آپکے موافقوں اور مخالفوں کے دلائل پر غور کرکے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ شخص جسکا وعدہ علاوہ قرآن و حدیث کے دوسری کتب نے بھی کیا ہے یہی ہے جیسا کہ انجیل میں بھی ہے کہ ابھی یہ زمانہ نہ گزریگا کہ میں جلال کے ساتھ آؤنگا اور جب انپر سچائی کھل گئی اور حق روشن ہو گیا تو انہوں نے مسیح موعود کی بیعت کر لی اور اپنے استاد صاحبزادہ عبد اللطیف کے ارشاد سے کئی دفعہ قادیان آئے اور خدا کے مامور کی صحبت میں رہکر اس نور سے بہت کچھ حصہ لیا جسکے پھیلانے کے لئے وہ اسوقت دنیا میں مبعوث ہوا ہے مگر جب انکی اس آمدرفت کا حال افغانستان میں مشہور ہوا اور امیر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص جس آدمی کا مرید ہوا ہے وہ جہاد کا سخت مخالف ہے اور دوسرے خود میاں عبد الرحمن نے بھی افغانستان میں جا کر مسئلہ جہاد کے برخلاف ذکر کرنا شروع کیا اور باوجود اسبات کے جاننے کے کہ امیر عبد الرحمن جہاد کا مؤید ہے انہوں نے جہاد کے مخالف اپنا اعتقاد پھیلایا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر عبد الرحمن نے انکو بلا کسی شرعی عذر کے قتل کروا دیا اور یہ ایک امتحان تھا جو کہ میاں عبد الرحمن کو پیش آیا اور انہوں نے اس ثابت قدمی سے خدا کے رسے کو پکڑے رکھا کہ خدا اور خلق دونوں کے نزدیک سرخرو ہوئے حالانکہ پطرس نے امتحان کے پیش آنیپر خدا اور اسکے رسول کو چھوڑ دیا مگر نہیں خدا کو چھوڑنا کیا اسکو تو کسی کمک کی ضرورت ہی نہیں پس یہ کہنا چاہیے کہ اسنے خود اپنے آپ کو چھوڑ دیا اور وہ انعام جو کہ امتحان میں پورا اترنے کی حالت میں اسکو ملنا تھا اس سے محروم رہا اور دعوے میں جھوٹا رہا۔ جو کہ اسنے مسیح کے سامنے کیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑونگا یہانتک کہ اگر میری جان پر بھی بن جائے تو بھی تم مجھکو ثابت قدم

پائے گئے مگر جونہی امتحان کا وقت آیا وہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور حالانکہ میاں عبدالرحمن کو تو جان کا خوف تھا اور اسکو جان کا کوئی خوف نہ تھا اور صرف لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ بھی مسیح کے ساتھ ہے یا نہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسکو کچھ قید ہو جاتی کیونکہ حواریوں کا حضرت عیسیٰ کے صلیب دئے جانے پر کھلے پھرنا اور گورنمنٹ کا معترض نہ ہونا بلکہ یہودیوں کا بھی خاموش رہنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو مسیح کے سوا ان لوگوں کے ساتھ کوئی دشمنی عداوت یا کینہ نہ تھا چنانچہ مسیحی تعلیم پھیلاتے رہے۔ اور لوگوں نے انکو کوئی بڑی تکالیف نہیں پہنچائیں اور اسی وجہ سے انکو عیسائیت کی تعلیم پھیلانیکا خیال بھی آیا ورنہ یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے اور یہود ان سے اسلئے غافل ہو گئے کہ انہوں نے بہت سی ایسی بدعات اپنے مذہب میں ملالیں اور یہودیوں اور دوسری قوموں سے صلح کر لی پس یسوع کے مرتے ہی عد[illegible] نہیں رہا تھا بلکہ اسکی شکل بہت بدل گئی تھی اور اس زمانہ میں تو بالکل ہی بدل گئی ہے غرضیکہ پطرس کو جان کا بالکل ڈر نہ تھا اور اسلئے اسکو جو ابتلا پیش آیا تھا وہ میاں عبدالرحمن کے ابتلاء سے کہیں گھٹکر تھا اور اسکا امتحان کیوقت پھر جانا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی تعلیم میں اسقدر قوت طاقت اور جذب نہ تھا کہ وہ ایک شخص کو جو اسکے خاص الخاص حواریوں میں سے تھا کئی سال کی صحبت سے بھی پاک وصاف کر سکے حالانکہ اس مسیح کی صحبت میں چند مہینہ رہنے والے انسان یعنی میاں عبدالرحمان نے بلا کسی خوف یا خطرہ کے نہ صرف اپنے آپ کو اسکا مرید اور اسکے اعتقادات کا معتقد ظاہر کیا بلکہ کابل جیسی خوفناک جگہ میں علی الاعلان دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغ کی اور خاصکر اس مسئلہ میں جو کہ امیر عبدالرحمان کے منشا کے برخلاف تھا اب میں مسیح محمدیؐ کے دوسرے حواری کا ذکر کرتا ہوں جنکا نام مولوی عبداللطیف تھا۔ اور یہ خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے اور وہاں کے بڑے بڑے اکابر اور علماء میں بھی سر برآوردہ تھے اور انہوں نے ہی امیر حبیب اللہ کی تخت نشینی کے وقت دستار بندی کی رسم ادا کی تھی اور قریباً دس سال کا عرصہ ہوا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کا ذکر سنا اور انکے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ مدعی کا دعوےٰ ضرور سننا چاہیئے اور خیال کیا کہ چونکہ زمانہ کی حالت ایک مصلح کی ضرورت محسوس کرتی ہے اسلئے کیا تعجب ہے کہ خدا نے امت محمدی سے ایک ایسا آدمی چن لیا ہو اور خصوصاً جب اس امت کے موسوی امت سے مشابہت ہے تو کیا وجہ کہ جیسا ایک مسیح یہودیوں میں آیا تھا اسی طرح

آ بنو الا مسیح اسی امت سے ہو اور ان خیالات کی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہا اور کوشش اور سعی سے کچھ کتابیں مہیا کریں جنکے پڑھنے سے انکو یقین ہو گیا کہ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہوا اور وہ شخص جس نے آخر زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آنا تھا وہ آ گیا اور اس کی مزید تحقیقات کے لئے انہوں نے میاں عبد الرحمن کو قادیان بھیجا جنکی شہادت کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں اور انہوں نے واپس جا کر جو گواہی دی وہ بالکل صاحبزادہ عبد اللطیف کے خیال کے مطابق تھی پس انہوں نے سچائی کا انکار کرنا بالکل نامناسب سمجھا اور فوراً بیعت کر لی۔ اور چونکہ وہ ملک افغانستان کے رہنے والے تھے جہاں ذرہ سے اختلاف پر بھی جان کا خطرہ ہوتا ہے اور دوسرے میاں عبد الرحمن کا حال دیکھ چکے تھے اسلئے کھلے طور سے قادیان نہ آ سکتے تھے اور دربار کابل سے اس بارہ میں اجازت لینا ایک امر محال تھا پس انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور [illegible] قادیاں ٹھہرنیکا ارادہ کیا اور امیر صاحب سے حج کی اجازت لیکر چل پڑے اور قادیاں میں ارادہ کے مطابق آکر ٹھہرے اور حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر وہ درجہ حاصل کیا کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بھی سرفراز ہوئے اور خدا تعالیٰ نے انکو اپنے نیک بندوں میں شامل کیا اور اپنے ارادے کے پورا کرنیکے لئے چن لیا اور چونکہ مسیح موعود کی صحبت میں رہنا بہ نسبت حج کے زیادہ ضروری تھا کیونکہ حج سے تو صرف اپنے نفس کو ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نبی کی صحبت میں رہنے سے انسان ایک گروہ کثیر کو فائدہ پہنچا سکتا ہے پس انہوں نے حج کا ارادہ کسی آئندہ سال پر ملتوی کر دیا اور باقی وقت بھی قادیان میں گذار دیا اور ایک کافی عرصہ یہاں رہے اور پھر حضرت مسیح موعود سے اجازت لیکر اپنے وطن کو واپس لوٹے اور کابل میں جانیسے پہلے مناسب سمجھا کہ امیر صاحب سے وہاں آنیکی اجازت حاصل کریں چنانچہ انہوں نے ایک اپنے شاگرد کو خط لکھا اور اسمیں یہ تحریر کیا کہ ”اگرچہ میں حج کرنیکے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اسکی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیاں میں ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا“ پس دیکھنا چاہئے

ع۱ یہ عبارت تذکرۃ الشہادتین کی ہے جو کہ خود حضرت مسیح موعود نے عبد الرحمن اور مولوی عبد اللطیف کے شہید ہونے پر تصنیف کی تھی اور آئندہ بھی جہاں بغیر حوالہ کے کوئی عبارت نقل کی جاویگی وہ اسی کتاب سے ہوگی۔

کہ اسمیں انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی قادیان آنیکا اقرار کیا اور کسی سختی یا تکلیف سے نہیں ڈرے اور یہ خط اسلئے بھیجا تھا کہ امیر صاحب کے آگے پیش کر کے ان سے کابل میں آنے کی اجازت لی جائے اور اسکے پیش ہونے پر امیر صاحب نے دھوکے سے انکو کابل بلوایا اور" وہ جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی انکے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اسلئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے انکو فاصلہ پر کھڑا کرو پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ انکو اس قلعہ میں جسمیں امیر صاحب خود رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اسمیں ہتھکڑی بھی شامل ہے نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو پھر اسکے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے۔ اور اس عرصہ میں کئی دفعہ انکو امیر صاحب کی طرف سے فہمایش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دیجائیگی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنیکی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ درحقیقت وہ مسیح موعود ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اسوقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود بار بار موقع دیے جانیکے مولوی عبد اللطیف صاحب نے جھوٹ کی تائید سے قطعاً انکار کیا اور بالکل پرواہ نہیں کی کہ سچ بولنے سے میری جان اور مال پر ہی خطرہ نہیں بلکہ میرے عیال و اطفال بھی معرض خطر میں ہیں اور ضرور ہے کہ میرے بعد ان سے سخت سے سخت سلوک کیا جائے اور ہر طرح کی سزا انکو دی جائے اور انہوں نے اسموقع پر مسیح سے زیادہ دلیری دکھلائی ہے کیونکہ مسیح کو تو توبہ کا ایک بھی موقع نہیں دیا گیا۔ اور انکو ایک چھوڑ کئی موقعہ دیے گئے تھے پھر بھی انہوں نے حق کو باطل پر ترجیح دی اور سچ کو جھوٹ پر مقدم سمجھا اور ان دنیا کے کیڑے مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی جو اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے علماء کے گروہ کو سخت بدنام کر رہے ہیں اور جنکے دلوں کو خدا کا خوف چھو بھی نہیں گیا پس اس نمونہ کے دکھلانے سے انہوں نے نہ صرف مسیح کے حواریوں کو ہی مات کیا بلکہ خود اس سے بڑھکر نمونہ دکھلایا اور اس مسیح محمدی کی تعلیم کے اثر

کی اپنے خون کے حرفوں کیساتھ تصدیق کی اور پھر انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اپنی موت
سے بہت ڈرتا تھا اور آنیوالا واقعہ اسکو ہیبت ناک شکلوں میں ڈراتا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح
نے اُسوقت کہا روح تو مستعد مگر جسم سست ہی لیکن اسکے اس قول کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ
روح کو دیکھنا تو انسان کے لئے مشکل ہے اور ایک انسان کی حالت اسکے ظاہری چال چلن
پر قیاس کیجاتی ہے پس مسیح کی ظاہرہ گھبراہٹ بتاتی ہے کہ اسکی روح بھی مستعد نہیں تھی اور
برخلاف اسکے مولوی عبداللطیف صاحب "جب اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے۔
کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے
ہی اپنی قربانی اپنے دل میں ٹھان چکے تھے اور انکے عمل نے ثابت کیا ہی کہ انکی روح اور انکا جسم
دونوں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مستعد تھے اور اسکے لئے انکی قربانی کی ضرورت تھی سو انہوں نے
دی اور پھر مولوی صاحب کی قید کے حالات میں لکھا ہے کہ "جب چار مہینے قید کے گذر گئے تب امیر نے
اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمایش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت
دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اسکے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو۔ تو
تمہاری جان بخشی کیجائیگی اور تم عزت کیساتھ چھوڑے جاؤ گے شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن
ہے۔ کہ میں سچائی سے توبہ کر دوں اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس
سے ڈرتا ہوں کہ جسکا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبداللطیف صاحب
حق کی تائید میں کیسے ثابت قدم تھے اور اس زمانہ قید میں مولویصاحب نے وہاں کے ملانوں سے بحث
کرنیکا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ قرآن و حدیث سے میں ثابت کرونگا کہ درحقیقت مسیح موعود وہی قادیانی
شخص ہے اور اسکو امیر نے منظور کر لیا اور اسکی دوسرے مولویوں سے بحث کرائی گئی۔ مگر یہ بحث
تحریری تھی جسکو عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا تا کہ انپر حق کھل نہ جائے اور جب وہ لوگ بحث میں ہارنے
لگے تو انہوں نے مسیح کی موت کی نسبت مولویصاحب سے سوال کیا جسکا " انہوں نے بڑی استقامت
سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئینگے قرآن کریم انکے مرنے اور
واپس نہ آنیکا گواہ ہے تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سنکر اپنے
کپڑے پھاڑ دئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا کہ اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا " آخوند زادہ

صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتوے لگ گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں یہ مجھ سے نہیں ہوگا تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا مگر شہید مرحوم نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں" اور ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث پیش کرتا ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں مگر یہ اسلئے ہوا کہ ضروری تھا کہ خدا موسوی مسیح پر محمدی مسیح کو فوقیت دے غرض جبکہ اس فتوے کے بعد بھی مولوی صاحب کو بار بار موقعہ دیا گیا کہ وہ سچ سے توبہ کریں اور جھوٹ کی نجاست کھائیں مگر انہوں نے حق کے مائدہ سے منہ نہ پھیرا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی طرح نجاست سے بچے اور اُن تمام تکالیف اور مصیبتوں کو برداشت کرنیکا ارادہ کر لیا جو کہ بصورت انکار کے انکو پیش آتی تھیں اور انکے سچ پر قایم رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ " امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اسمیں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنیکی جگہ تک پہنچایا جائے چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کیساتھ اس میں رسی ڈالی گئی تب اسی رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کیساتھ مقتل تک لے گئے" پھر لکھا ہے کہ "شہر کی ہزارہا مخلوق جنکا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی جب مقتل پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے امیر انکے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقع ہے جو تجھ دیا جاتا ہے اور اپنے عیال پر رحم کر تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جنکے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہوگا اور میں حق کے لئے مرونگا تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اسکو جلد سنگسار کرو" اور آخر جب وہ لوگ اس بات سے ناامید ہو گئے کہ مولوی صاحب جھوٹے کی پیروی کرینگے اور انہوں نے جان لیا کہ وہ کبھی سچ کو نہیں چھوڑینگے" تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتوے لگایا ہے" تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم

کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی بعد اسکے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو یہانتک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا" پس اب دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ یہ نمونہ تھا کہ جس سے ایک استاد کی سچائی ظاہر ہوتی یا مسیح موسوی کے حواریوں کا نمونہ وہ تو صرف روپیہ کے لالچ یا ڈر اسے نقصان کی وجہ سے اپنے استاد کو چھوڑ بیٹھے مگر یہ حواری ایسے ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے کہ باوجود مال وجان اور اہل وعیال کی تکالیف کے خطرہ کے اور باوجود توبہ کا موقع بار بار ملنے کے پھر بھی سچ پر قائم رہے اور ایک طرف دنیاوی لالچ اور دوسری طرف مال وجان کے نقصان کو نظر انداز کر کے خدا تعالیٰ کے ہو گئے اور اسی کی اطاعت میں اپنی بہتری سمجھی غرضیکہ ایک تو وہ حواری تھے جو ذرا سے خوف کیوقت بھاگ گئے اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مال وجان کی پرواہ نہ کر کے سچ کا دامن مضبوط پکڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ذرا سی طمع سے استاد کو پکڑا دیا اور ایک یہ جنہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا مگر مسیح محمدی کو نہ چھوڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ایک جھوٹے خوف سے اپنے استاد اور نبی پر لعنت کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے اپنی مال وجان کو قربان کیا اور مختلف قسم کی تکالیف اٹھائیں مگر مسیح کا انکار نہ کیا ایک وہ تھے جنہوں نے خدا کے نبی یا بیٹے کو جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تکلیف میں دیکھکر اس سے کوئی ہمدردی نہ کی اور نہ اسکی بہتری کے لئے دعا کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مسیح محمدی کو قوم کے غم میں غمگین دیکھکر اپنے آپکو قربان کر دیا تا ایسا ہو کہ انکے جسم کے خون سے دنیا میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو مسیح کے منشا کے مطابق ہوں جیسا کہ مولوی عبد اللطیف کا یہ فقرہ ظاہر کرتا ہی کہ "کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" پس کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسیحی دین خدا کی طرف سے ہی اگر قرآن شریف اور نبی کریم مسیح کی سچائی نہ ثابت کرتے تو ضرور تھا کہ دنیا مسیح کو نعوذ باللہ ایک فریبی مکار انسان قرار دیتی اور جب ہم مسیح ناصری اور مسیح قادیانی کے تعلیموں کے اثر کو دیکھتے ہیں تو صاف کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ بھی اسوقت ہوتا تو اس مسیح کی اطاعت کرنی اپنا فرض سمجھتا اور اب عیسائی اقوام کو چاہیے کہ اسباب پر غور کریں کہ آیا سچی تعلیم کا اثر وہ ہوتا ہے جو کہ یہود اور پطرس پر ہوا یا وہ جو مولوی عبد اللطیف

راقم مرزا محمود احمد

خدا کے قہری نشان

دنیا میں روز بروز تباہی اور ہلاکت کا سلسلہ بڑھ رہا ہے اور کم ہیں جو اسکو دیکھکر نصیحت پکڑتے ہیں خدا کے رسول کا انکار خدا کا انکار ہے پس حیرت ہے اُنپر جو کہ خدا کے برگزیدہ کا انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں نشانات کی بارش ہو رہی ہے مگر جاہل لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے اور کانوں میں انگلیاں دئے ہوئے لحافوں میں پڑے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے دو طرح کے نشانات ہوتے ہیں ایک رحمت کے اور ایک قہری مگر رحمت کے نشانات انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جو اسکے حکموں پر چلتے ہیں اور ہلاکت ہوتی ہے انکے لئے جو مخالفت سے باز نہیں آتے اسوقت میرا اس بات کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ناظرین کو اُس تازہ نشان سے واقف کردوں جو کہ خدا تعالیٰ نے آج کل ظاہر کیا ہے اور ان لوگوں کو جو کہ قادیان کے رسالہ اور اخبار پڑھتے ہیں معلوم ہوگا کہ "بدر" مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء میں یہ الہامات شایع ہو چکے ہیں کہ "ایک موسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے عزت دونگا پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسکو گھسیٹونگا اور دوزخ دکھلاؤنگا" اور "مِنَ النَّاسِ وَالعَامَۃ" (اے من خواص الناس والعامۃ) یعنے طاعون خاص لوگوں میں بھی پڑیگی اور عام لوگوں میں بھی" اور "لاہور میں ایک بے شرم" اور پھر "ویلٌ لک ولافِکِک" ترجمہ اے مخالف تیری پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر پھر "بدر" مورخہ ۴ اپریل میں ہے "میرا دشمن ہلاک ہو گیا من اسد الیکھا خدا نال جاپیا اے" پس ان الہامات کے مطابق الٰہی بخش اکونٹنٹ ۷ مارچ کو چھ بجے شام کے مرگیا ہے یہ شخص اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور اسنے ایک کتاب بنائی تھی جسکا نام اسنے عصائے موسیٰ رکھا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ مرزا صاحب ایک ذلیل انسان ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے کہ میں تو تجھکو موسیٰ قرار دیتا ہوں اور وہ اپنے آپ کو موسیٰ کہتا ہے پس چونکہ تو ہی ایک موسیٰ ہے اسلئے میں تجھکو ظاہر کرونگا اور عزت دونگا اور وہ یعنی الٰہی بخش چونکہ موسیٰ نہیں ہے اور ایسا دعویٰ کرتا

۱ یہ الہامات بدر مورخہ ۱۴ مارچ الحکم مورخہ ۱۷ مارچ اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء میں شایع ہو چکے ہیں +

ایک سخت گناہ ہے اس لئے بوجہ اس گناہوں کے میں اسکو گھسیٹوں گا اور دوزخ دکھلاؤنگا اب یہ دیکھنا چاہئے کہ الہٰی بخش نے دو گناہ کئے تھے ایک تو وہ جو اپنے آپ کو بڑا اور میرزا صاحب کو گمنام اور ذلیل سمجھتا تھا دوسرے میرزا صاحب نے جو الہام براہین احمدیہ میں شایع کیا تھا کہ انت منی بمنزلۃ موسیٰ اسکو جھوٹ اور افترا پر محمول کرتا تھا اور اپنے آپکو موسیٰ قرار دیتا تھا پس خدا نے فرمایا کہ وہ تو تجھکو ایک گمنام اور ذلیل انسان سمجھتا ہے مگر بوجہ تیری سچا موسیٰ ہونیکے میں تجھکو ظاہر کرونگا کہ تو ہی وہ موعود ہے جسکی نسبت پہلے انبیاء نے پیشگوئیاں کی ہیں اور چونکہ وہ کہتا ہے کہ تو موسیٰ نہیں بلکہ وہ خود موسیٰ ہے اور یہ ایک خلاف واقعہ بات ہے اور گناہ ہے اسلئے میں تجھے عزت دونگا اور چونکہ اس نے اپنے آپکو بڑا سمجھا ہے اسلئے میں اسکو گھسیٹونگا یعنی ذلیل کرونگا اور بوجہ سویت کے جھوٹے دعوے کے اسکو دوزخ دکھلاؤنگا پس خدا تعالیٰ نے اسکو طاعون کی موت دیکر اپنے کلام کو سچا ثابت کر دکھایا اور اس الہام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاعون سے مریگا کیونکہ دوزخ کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں نار کہا ہے اور حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے جسمیں کہ آگ طاعون کو کہا گیا ہے پس یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسجگہ اسکی موت کا سبب ظاہر کرتا ہے کہ میں اسکو طاعون کی موت سے مارونگا اور بعد از موت دوزخ دکھلانے کی نسبت خدا خوب جانتا ہے ممکن ہے اسکے دو نوں معنے ہوں کہ اس دنیا میں طاعون کی موت سے ہلاک کرونگا اور آیندہ دوسرا عذاب دونگا بہر حال تمام دنیا نے اسکا یہ مفہوم پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا کہ وہ طاعون سے مریگا اور حضرت مسیح موعود کی سچائی پر اپنی موت سے ایک ایسی مہر لگا گیا کہ ایک باحیا مخالف آیندہ انکار نہیں کر سکتا اور خدا سے ڈرنیوالا انسان کبھی اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتا اور اسکا میرزا صاحب کے رو برو مرنا ایک اور نشان ہے کہ وہ بھی اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور یہ بھی کہتے تھے پس خدا تعالیٰ نے دنیا کو ایک بڑی گمراہی سے بچانیکے لئے اسکو موت دیدی اور موت سے پہلے پیشگوئی کردی تا کہ لوگ اس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھیں اور نصیحت پکڑیں اور اس طرح قرآن شریف کی اس آیت کو بھی خدا نے پورا کیا اما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور چونکہ موسیٰ بنی اسرائیل کے نفع کے لئے آئے تھے اور فرعون انکو نقصان

ع۱ اسنے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں لکھا تھا کہ میں نہیں مرونگا جبتک کہ وہ کام جو میرے سپرد ہے پورا نہ کرلوں یعنے جبتک میرزا صاحب کے سلسلہ کو تباہ نہ کرلوں اور وہ مر نہ جائیں چنانچہ اسپر اسکو اتنا یقین تھا کہ اسنے ملتان میں ایک مکان اسلئے بنوایا تھا کہ پنشن لینے کے بعد وہاں جا کر میں رہونگا اور سوچتا تھا میرزا صاحب کی مخالفت ہی میرا کام ہوگا تا کہ انکا سلسلہ بند ہو جائے مگر عبرت حاصل کرنیوالے عبرت حاصل کریں کہ وہ مر چکا اور سارے دین خدا نے میرزا صاحب کو ایک فتح عظیم دی اور اسی طرح اسکی موت سے میرزا صاحب کی سچائی اور بھی ظاہر ہو گئی ہے

پہنچا رہا تھا پس خدا نے اسکو گھسیٹا اور ذلیل کیا اور موسیٰ کو بچایا اور دنیا پر ظاہر کیا پھر فرعون کو عذاب دکھلایا اور موسیٰ کو عزت دی پس اسی طرح خدا نے اب بھی اسکو جو کہ بالکل بیہودہ گو اور جھوٹا تھا ذلیل کیا اور طاعون کا عذاب دیا اور وہ جو کہ خدا کی طرف سے تھا اور سچا موسیٰ تھا ظاہر کیا اور عزت دی اور مذکورہ بالا الہامات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون سخت پڑیگی اور بڑے بڑے مخالف بھی اب کے اس بیماری سے مرینگے اور لاہور میں ایک بے شرم ہے جس پر خدا تعالیٰ اسکی جھوٹ کی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے - اور پھر خبر دیتا ہے کہ عنقریب ہی وہ مرجائیگا - اب دیکھنا چاہیئے کہ الٰہی بخش کی حضرت مسیح موعود کی پرانی واقفیت ہونیکی وجہ سے اسکی دشمنی لوگوں پر سخت بد اثر ڈالتی تھی پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک بے شرم ہے کیونکہ اسنے باوجود حضرت صاحب کے حالات جاننے اور اسباب کا علم رکھنے کے کہ ایسا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا انکار کیا اور ان کی رسالت کو نہ مانا پس وہ ایک بے شرم انسان تھا جس نے حق کو چھپایا اور خدا سے نہ ڈر کے دنیاوی زندگی کو قبول کیا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آگے چلکر اسپر لعنت کرتا ہے کہ ہلاکت اور لعنت ہو تجھپر اور تیرے جھوٹ پر کہ تونے میرا خوف نہ کیا اور میری اتباع سے دل چرایا بلکہ جھوٹ کی طرف جھک گیا اور شیطان کی اطاعت کی پس یاد رکھ کہ میں تجھے اس عذاب سے مارونگا جو کہ میں نے اپنے بندے کی سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے دنیا پر بھیجا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ وَیْلٌ لَکَ یعنے تجھپر ہلاکت ہو - اب تو حق پوشی کے لئے دنیا پر زندہ نہیں رہ سکتا اور پھر زیادہ تشریح کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا "میرا دشمن ہلاک ہو گیا ہن اسدا لیکھا خدا نال جا پیا اے" یعنی دنیا میں جو کچھ اس نے شرارت اور دشمنی مسیح سے کی تھی اسکا بدلہ میں دوسرے جہان میں اسکو دونگا - اور خدا تعالیٰ نے اسکو اس لئے بھی بے شرم کہا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ خدا کے الہام کے ذریعہ میں اس شخص یعنی میرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتا ہوں پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شرم انسان ہے تو اسکو اپنے نام کے ظاہر کرنیوالا بتاتا ہوں - اور تو کہتا ہے کہ خدا کے الہام سے میں اس کا انکار کرتا ہوں تیرے لئے ہلاکت ہو گیا تو میرے پر جھوٹ باندھتا ہے پس اس فیصلہ کے لئے کہ خدا نے اسکو نہیں کہا تھا کہ میرزا صاحب جھوٹے ہیں اسنے اسکو اپنے پاس بلا لیا کہ آ مجھے اپنے اعمال کا "لیکھا" دے اور بتا کہ میں نے تجھے یہ کب کہا تھا اور اس طرح مرزا صاحب کی سچائی

ثابت کی کہ وہ اب تک زندہ ہیں پس اب بھی مخالفوں کے لئے موقع ہے کہ وہ توبہ کریں اور خدا سے ڈریں تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں ورنہ یاد رکھیں کہ آج سے ۲۷ برس پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا ہے پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیگا"

ایک اور معجزہ بھی مختصراً یہاں لکھا جاتا ہے کہ یعنے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا کہ "یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے" جو کہ بدر الحکم اور رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ چکا ہے اور اسوقت طاعون کی بیماری قادیان میں کسی قدر خفیف ہو کر ہٹ چکی تھی اور امید بھی نہیں تھی کہ پھر عود کرے گی مگر الہام کے بعد جلد ہی زور کیساتھ پھوٹ پڑی اور خدا کا کلام پورا ہوا۔ کہ اس شہر میں بلا پڑیگی اور پھر وہ ٹالدی جائیگی اور پھر "لولا الاکرام لھلک المقام" بھی ظاہر کرتا تھا کہ یہ لوگ تباہ کر دیے جاتے مگر تیری عزت کی وجہ سے انکو کچھ سزا دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے پس خدا تعالیٰ کا فرمانا پورا ہوا اور پھر یہ الہام کہ "جو دعائیں آج رات قبول ہوئیں ان میں سے ایک قوت اور شوکت اسلام بھی ہے" اور پھر "ذلیل انسان کا بیڑا غرق ہو گیا" یہ بھی پورے ہو گئے کیونکہ آریہ لوگ وحی الٰہی کے سخت منکر ہیں اور چونکہ اسی پر اسلام کو فخر ہے اس لئے اس سے انکی قوت اور شوکت کو صدمہ پہنچتا تھا پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قوت اور شوکت اسلام ظاہر کرنیوالا ہوں چنانچہ اسکی تشریح میں فرمایا کہ "ذلیل انسان کا بیڑا غرق ہو گیا" اور دیکھو آریہ جو کہ وحی کے منکر ہیں ان میں سے ایک چلتا پرزا شبھ چنتک اخبار کا مینجر اور مالک جس نے بوجہ قادیان کا باشندہ ہونیکے میرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا آج طاعون سے مر گیا اور اس سے چند دن پہلے اس بیماری سے اُس کا بھائی بھی مر چکا ہے پس اسلام کی شوکت اور قوت کیسی ظاہر ہوئی ہے کہ وحی کے منکر گروہ کا ایک چالاک اور دریدہ دہن ذلیل انسان مذکورہ بالا پیشگوئی کے مطابق آج طاعون سے مر گیا اور کتاب قادیان کے آریہ اور ہم اسی شخص کی دریدہ دہنی کیوجہ سے لکھی پڑی تھی جسمیں حضرت مسیح موعود نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ اب ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دیوے دعا سنی اور فیصلہ کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر مناسب ہوا تو آیندہ اسپر مفصل لکھیں گے۔ والسلام ایڈیٹر

ف آج ۹ تاریخ مئی تین بجے کی خبر ہے کہ شبھ چنتک کا ایڈیٹر سومراج جسکو آریہ سنت کے قابل شرم عقیدہ پر بھی فخر تھا طاعون سے مر گیا ہے اپنی موت سے اسنے خدا تعالیٰ کے نشان کو پورا کر دیا۔ مدد لا تنفعا من... ھذا المرحلۃ یعنی تم دونوں اس مرحلہ سے نہیں چھوٹ سکتے یعنی ایک اچھر چند کی موت کی خبر اوپر درج ہو چکی ہے اور دوسرا سومراج تمت کلمۃ اللہ

(مصرعہ اول) رُمحٌ - قَنَاۃٌ اَسَادَۃٌ - مُرَّانٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
(مصرعہ دوم) عَسَّلٌ وَعَسُولٌ اَحکُو وَابَانُو	ہماری باپ دادا نے حکایت کی ہے
(مصرعہ سوم) خَطّی - رُدَینی سَمہَری - سَمہَرِیَّۃٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
(مصرعہ چہارم) زَابِلٌ وَاَسفَرُ اَیُّہَا الاَخوانُو	اے بھائیو!
اُستُنتُکَ	پاجامہ میں آزاربند ڈال دے
بُدِاءَ الصَّبِیّ	لڑکے کو چیچک نکل آئی
جُسِمَ اللَّیلُ تَسَبسَبَ	بہت رات گذر گئی - سوجا
جَاءَ الفَقِیرُ اَبَّا	غریب مسافر آیا
کَانَ غُلَامًا بَبَّا	وہ بڑا موٹا انسان تھا
اَسقِنِی المَاءَ	مجھے پانی پلا
لِی حَاجَۃُ غَایَۃٍ	مجھے پاخانہ کی حاجت ہے
یَازَیدُ کَیفَ قَسَمتَ اَوقَاتَکَ وَکَم مِنہَا لِذِکرِکَ وَصَلوَاتِکَ	اے زید تو نے کیونکر اپنے وقتوں کو تقسیم کر رکھا ہے اور کسقدر اسمیں سے تیرے ذکر اور نمازوں کے لئے ہے
سَیِّدِی یَمضِی اَکثَرُ وَقتِی فِی ذِکرِ حَضرَۃِ العِزَّۃِ وَمَا بَقِیَ فَانتَہِزُہٗ لِلتَّفَرُّجِ وَاُمُورِ المَعِیشَۃِ	میرے سردار اکثر وقت میرا ذکر باری تعالے میں گذرتا ہے اور جو کچھ باقی رہجائے اسکو سیر اور امور معاش کیلئے غنیمت سمجھتا ہوں -

(۱) یہ دو شعر ہیں جو نیزوں کے نام یاد کرنیکے بتلائے گئے ہیں +

يا زيدُ أتعلمُ أيّةَ ليلةٍ هذه الليلةُ
اے زید کیا تو جانتا ہے کہ یہ کونسی رات ہے۔

سيّدي أظنّ أنّه ليلةُ أربعةَ عشرَ من رمضانَ
میرے سردار میرے خیال میں یہ مہینہ رمضان کی چودھوین رات ہے

سيّدي دخلتُ دارَ خالدٍ فرأيتُ زوجه دميمَ الوجهِ كوجهِ الخنزيرِ وهذا احق وليس من لدقافيرِ
میرے سردار میں خالد کے گھر میں داخل ہوا پس مینے اسکی بیوی کو نہایت بدشکل لمبے مونہہ والی دیکھا جیسا کہ خنزیر کی شکل ہوتی ہے اور یہ سچ ہے جھوٹ نہیں ہے

ويحكَ يا زيدُ أتدخلُ دورَ الناسِ من غيرِ إذنهم وإيمائهم۔ وتنظرُ إلى وجوهِ نسائهم۔
افسوس تیرے پر اے زید کیا تو لوگوں کے گھروں میں بغیر انکی اجازت اور ایما کے داخل ہوتا ہے اور انکی عورتوں کے منہ دیکھتا ہے۔

غضّ البصرَ ولا تكن من الفسّاقِ وقرنائهم۔
نظر کو بند رکھ اور فاسقوں اور انکے ہمنشینوں کے مت ہو۔

لِمَ كسرتَ البيضةَ يا زيدُ
اے زید تونے انڈے کو کیوں توڑ دیا

سيّدي ملصت عن يدي فتكسّرتْ
میرے سردار انڈا میرے ہاتھ سے پھسل کر ٹوٹ گیا۔

يا زيدُ إنّي سمعتُ أنّك احتكرتَ طعامَك انتظارَ وقتِ الغلاءِ
اے زید مین نے سنا ہے کہ تونے اپنا غلہ بند کر رکھا ہے تاکہ گرانی کیوقت اسکو بیچے

سيّدي هذا كذبٌ وافتراءٌ من الأعداءِ
میرے سردار یہ بالکل جھوٹ ہے اور دشمنوں کی طرف سے افترا۔

يا زيدُ سمعتُ أنّ خراجاً آذاكَ فأينَ هو۔
اے زید مینے سنا ہے کہ ایک پھوڑا تجھے دکھ دے رہا ہے پس وہ کہاں ہے۔

سيّدي هو دمّلٌ قريباً من صرخاتي
اے میرے سردار وہ ایک پھوڑا میری تہی گاہ کے قریب نکلا ہے

يا زيدُ أنواعُ الأطعمةِ حاضرٌ فكُلْ ممّا شئتَ۔
اے زید کئی قسم کے کھانے حاضر ہیں پس جہاں سے چاہے کھالے۔

فرمایا کہ دیکھو تلج کے آنیکے دن والی پیشگوئی کسطرح پوری ہوگئی اور میرے اسکے دو پہلو لئے تھے ایک تو
یہ کہ خدا کچھ ایسے نشان دکھاوے جن کی وجہ سے لوگوں پر حجت قایم ہو جاوے اور دل تسکین
پکڑ جاوے اور دوسرا یہ کہ سخت بارش اور سردی اور ژالہ باری ہو جو ایک زمانہ دراز سے
کبھی نہ ہوئی ہو تو خدا تعالیٰ نے یہ دونوں پہلو پورے کردئے یعنی نشان اس طرح متواتر ظہور
میں آئے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ یورپ اور امریکہ پر بھی حجت قایم ہو گئی یعنی ڈوئی کی موت سے
کیونکہ جب ڈوئی نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اسلام بالکل تباہ ہو جاوے اور امید کرتا ہوں کہ میری دعا
قبول ہو گی۔ تو اسوقت میں نے ایک اشتہار شایع کیا اور اسمیں ڈوئی سے مباہلہ کیا کہ تو تو حضرت عیسیٰ
کو خدا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے مگر میں اسکے برخلاف حضرت عیسیٰ کو ایک انسان اور خدا کا نبی
مانتا ہوں اور اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں پس ہم میں سے جو جھوٹا ہو گا وہ سچے کے سامنے
مرجاویگا اور میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر تو مباہلہ نہ کرے گا تو بھی تو ضرور ہلاک ہو گا اوسکے مقابلہ میں ڈوئی
نے لکھا کہ میں کیڑوں مکوڑوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر میں چاہوں تو انکو (یعنی مسیح موعود کو)
پاؤں کے نیچے کچلدوں اور یہ ڈوئی ایک امریکہ کا شخص تھا جسکا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں اور
اس کا اثر امریکہ سے لیکر یورپ تک پڑ اٹھا اور کہتے ہیں کہ سات کروڑ روپیہ کا مالک تھا پس
اس مباہلہ کے بعد اسکا روپیہ چھینا گیا اور صیحون گاؤں جسکو اس نے بسایا تھا اسمیں سے نکالا
گیا پھر فالج پڑا اور ایسا پڑا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور آخر کار فروری ۱۹۰۷ء میں مر
ہی گیا پس یہ ایک ایسا نشان تھا جس نے تمام یورپ اور امریکہ پر اور سعد اللہ کی موت نے
ہندوستان پر حجت قایم کردی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شخص بھی ہمارا سخت دشمن تھا پس ان
دو نشانوں نے اور دوسرے کئی نشانوں نے ملکر دنیا پر تلج کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کردیا
اور پھر یہی نہیں اصل الفاظ میں بھی یہ پیشگوئی کھلے طور سے پوری ہو گئی یعنے اس بہار کے موسم میں
جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ بہار کے موسم میں ایسا ہو گا ایسی سخت سردی بارش اور ژالہ باری ہوئی ہے
کہ دنیا چیخ اٹھی ہے جیسا کہ آج (۱۸ر مارچ ۱۹۰۷ء کو) بھی بارش ہو رہی ہے اور سخت سردی
پڑ رہی ہے پس دیکھنا چاہیے کہ کیسے کھلے الفاظ میں اور کیسی صریح یہ پیشگوئی تھی جو کہ اپنے ہر ایک پہلو
پر پوری ہوئی اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آج سے قریباً ایک سال پہلے یہ پیشگوئی شایع کی گئی

تھی کہ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن اور بہار کے موسم میں سخت بارشوں سردی اور ژالہ باری کے ہونیکی نسبت حضرت مسیح موعود نے صاف طور سے لکھدیا تھا کہ یہ بات ایک غیر معمولی رنگ سے پوری ہوگی کہ جسکی نظیر پہلے کبھی نہ ملیگی سو اس موسم بہار میں آپکے لکھنے کے مطابق نہ صرف بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئیں بلکہ حقیقی طور سے بھی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور تمام ممالک یورپ میں وہ سخت ژالہ باری اور سردی پڑی کہ پہلے موسم بہار میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا اور خود ہندوستان میں بارشوں اور سردی کا سلسلہ ایسا جاری ہوا ہے کہ ابتک ختم ہونے میں نہیں آتا اور کوئی علاقہ نہیں کہ جہاں کچھ نہ کچھ ژالہ باری نہ ہوئی ہو اخبارات چیخ پڑے ہیں اور لوگ گھبرا اٹھے ہیں کہ یہ کیا ہوگیا یہانتک کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ان حوادث کو دیکھکر لکھا تھا کہ یہ زمین کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسے واقعات ظہور میں آتے ہیں کہ خود علم طبعی کے جاننے والے دنگ ہیں پس ایسی غیر معمولی بارش سردی اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ بوڑھے آدمی بھی قایل ہیں کہ موسم بہار میں ایسا کبھی نہ ہوا ژالہ باری جو کہ ہندوستان میں بہت ہی کم ہوتی ہے اسنے وہ زور دکھایا ہے کہ تازہ خبر ہے کہ کاٹھیاواڑ میں ۲۳ آدمی اسکی وجہ سے ہلاک ہوگئے ہیں بیس سخت زخمی ہیں اور بیشمار جانور اور مویشی ہلاک ہوئے ہیں زراعت کو سخت نقصان ہوا ہے پس یہ پیشگوئی نہایت ہی جاہ وجلال کیساتھ پوری ہوئی ہے اور اب بھی کوئی انکار کرے تو پھر اس سے خدا سمجھے ایڈیٹر

فرمایا کہ ہندوستان میں چاروں طرف طاعون پھیل رہی ہے اور قریباً گیارہ برس ہوگئے کہ یہ مرض یہاں ترقی کر رہا ہے اور اِسکے سال تو بہت ہی تیزی سے بڑھ رہا ہے معلوم نہیں کہ کب تک اسکا دور دورہ ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جبتک لوگ اپنے دلونکو صاف نہیں کرینگے میں اس مرض کو نہیں ہٹاؤنگا اور باوجود انگریزوں کے زور لگانیکے اسکا ابتک تو کوئی علاج نہیں نکلا ٹیکا ایجاد کیا وہ بھی ناکارہ ثابت ہوا چوہے مروائے اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اب مچھر مروانے کی کوشش کر رہی ہیں مگر طاعون اسی طرح تیزی پر ہے بلکہ اور بھی بڑھ رہا ہے مگر مجھکو خدا نے خبر دی ہے کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والونکو اس مرض سے بچاؤنگا۔ اور دیکھو کہ ابتک کئی دفعہ اس نواح میں سخت طاعون پڑ چکی ہے اور گاؤں کے گاؤں خالی ہوگئے ہیں اور خود قادیان میں بھی کئی دفعہ طاعون پڑ چکا ہے مگر اس گھر کو خدا نے بچائے رکھا اور کوئی آدمی بھی اس مرض سے نہیں مرا بلکہ اس گھر کا کوئی چوہا بھی ہلاک نہیں ہوا پس کیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے اور ایکدفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا جو یہانتک شدید تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ مجھکو طاعون ہوگیا ہے۔

ہلاک ہونگے خدائیکوں کیساتھ ہے۔ ۴۔ کوئی درباری میرے حلقۂ اطاعت سے گذرنے نہ
پاوے کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔ (تشریح) یعنی جو شخص خدا سے
تعلق رکھنے والا ہے اسکا تعلق قایم نہیں رہ سکتا جب تک وہ مجھے قبول نہ کرے اور جو
شخص اس حکم سے لاپرواہ ہے وہ سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔

۵۔ **سلطان عبدالقادر** (تشریح) اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا
کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھکو تمام روحانی
درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے
ہیں انکا تعلق نہیں رہیگا جبتک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی
گردن پر نہ اٹھائیں یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیسا کہ یہ فقرہ کہ قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل
ولی اللہ۔ یہ فقرہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا ہے جسکے معنے ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر
میرا قدم ہے۔ ۶۔ احل لہ الطیبات قل ما فعلت الا ما امرنی اللہ۔ (تشریح) اس
سلطان عبدالقادر کے لئے وہ تمام چیزیں حلال کی گئیں جو پاک ہیں کہہ میں نے ایسا کوئی
کام نہیں کیا جو خدا کے حکم کے برخلاف ہو بلکہ وہی کیا جو خدا نے مجھے فرمایا پھر بعد اس کے
کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جسکا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام
ہوا کل مقابر الارض لا تقابل ھذہ الارض یعنی زمین ہند کے تمام قبرستان اس زمین
سے مقابلہ نہیں کر سکتے یعنی اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں[۲] پھر میں نے دیکھا کہ ایک راہ
پر چل رہا ہوں۔ اور میرے ساتھ میرا لڑکا مبارک احمد اور اسکی والدہ ہے اور مجھے
خیال گذرتا ہے کہ میرزا غلام قادر مرحوم بھی (جو میرے بھائی ہیں) میرے ساتھ ہیں اور
راہ میں اسقدر زنبور ہیں کہ ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیل رہے ہیں اور ایک میری ناف
کے اندر بیٹھ گیا ہے۔ اور پھر اُڑ گیا مگر کسی نے ضرر نہیں پہنچایا اور پھر ہم سب ایک مسجد
میں داخل ہو گئے ہیں اور مسجد میں بھی کروڑہا زنبور ہیں مگر ہم ان کے شر سے محفوظ رہے
ہیں۔ ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء ۱۔ اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا۔ ۲۔ احق اللہ
امری ولا تنفکا من ھذہ المرحلۃ (ترجمہ) خدا نے میری بات کو سچا کر دیا اور تم دونوں

۲ [illegible] ہندوستان کی زمین کی اور [illegible] قبرستان کو برکتیں دی گئیں۔

اس مرحلہ سے نہیں چھوڑو گے ۳۔ دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا +

۴۔ ھل تری جزاء الاحسان الا الاحسان (ترجمہ) نہیں دیکھتے ہم احسان کی جزا بجز احسان کے۔

یکم اپریل ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ اس میں ابتدائی حرف کچھ اور تھے جو یاد نہیں رہے مگر مفہوم یہی تھا۔

۲۹۔ مارچ ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام لھلک المقام یا یہ کہا لولا خیر الانام لھلک المقام

۳۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم و اعطیک ما یدوم۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہوں گا اور جو اُسے ملامت کرتا ہے اُسے ملامت کروں گا اور تجھے وہ چیز دونگا جو ہمیشہ رہے۔

۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ (۱) الف ف بین۔ (۲) یا اللہ رحم کر۔ (۳) انی مع اللہ فی کل حال۔ ترجمہ۔ میں ہر حال میں اللہ کیساتھ ہوں۔ (۴) اخترطنا سیفہ۔ (ترجمہ) ہم نے اسکی تلوار کو کھینچا ہے (۵) خدا کے سات نکوکار بندے ہر جگہ پر بیٹھے ہیں۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) حٰمٓ ۰ تلک ایت الکتب المبین ۰ (۲) راز کھل گیا تفہیم۔ وہ جو حٰمٓ ہے ابھی خدا کے نوشتہ کی نشان ہے جو ظاہر ہونیوالا ہے۔ حٰمٓ مقطعات میں کسی کا نام ہے۔ یہی تفہیم ہوئی (۳) الذین اعتدوا منکم فی السبت (ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی) یہ قوم مخالف کی طرف اشارہ ہے ساتھ کچھ بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۴) ایھا الخوان (ترجمہ) اے خیانت کرنیوالے تمت کلمۃ اللہ

۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء - ایک اور بلا برپا ہوئی۔ (۲) واللہ انی غالب و سیظھر شوکتی و کل ھالک الا من قعد فی سفینتی ۰ (ترجمہ) بخدا میں غالب ہوں اور عنقریب میری شوکت ظاہر ہوجائیگی۔ اور ہر ایک مریگا مگر وہی جو میری کشتی میں بیٹھ گیا۔ اعزاز

(۲) الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے اور معنے یہ ہیں کہ فلاں کو پکڑو اور فلاں کو چھوڑدو۔ یہ فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا ہے۔

۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء (۱) بلا (۲) دمشق سرّک سرّی۔

ترجمہ تیرا بھید میرا بھید ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا ۰

Life of pain.

خداوند کریم کا ہر ایک شخص سے الگ الگ معاملہ ہے اسی طور کی فطرت واقع ہوتی ہے اس عاجز کی فطرت پر توحید اور تفویض الی اللہ غالب ہے اور معاملہ حضرت احدیت بھی یہی ہے کہ خود روی کے کاموں سے سخت منع کیا جاتا ہے بہ مخاطبت حضرت احدیت سے بارہ ہو چکے ہیں لا تقف ما لیس لک بہ علم و لا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا ۔ سو چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں اسلئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ۔ مولوی صاحب بنوت دینی کے بڑھانے میں کوشش کریں اور اخلاص اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودہ کی پرورش میں مشغول رہیں تو یہی طریق انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا خلقتم من نفس واحدۃ جزاء البدن مستفیض مما استفاض البدن کلہ وکونوا مع الصادقین انہم قوم لا یشقی جلیسہم والسلام۔

مخدومی بخدمت خواجہ علی صاحب ۔ السلام علیکم ابھی مولوی صاحب اسجگہ تشریف لانا یوقت ہے یہ عاجز حصہ چہارم کے کام سے کسیقدر فراغت کرکے اگر خدا نے چاہا تو رنیت صحیح میسر آگئی تو غالباً امید کی جاتی ہے کہ آپ ہی حاضر ہوگا والامر کلہ فی ید اللہ وما اعلم ما یرید فی الغیب ۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بعد ہذا محبت نامہ آن مخدوم پہونچا موجب شکر و سپاس ہوا خداوند کریم ہمفدلات مکروہات سے آپکو امن میں رکھے اور آپ کی شعبوں اور کوششوں میں جو کہ آپ خالصاً للہ کر رہے ہیں بہت سی برکتیں بخشے اور بہت سے ان پر مرتب کرے آمین صفحہ ۲۴ فتوح الغیب کی نسبت جو آن مخدوم نے دریافت فرمایا ہے یہ مقام بین الغنی ہے کوئی حقیقت عمیق نہیں جو کہ شارح نے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے حضرت مخدومنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اس مقام میں یہ تعلیم فرماتے ہیں کہ سالک میں حقیقت فنا کی تب محقق ہوتی ہے اور تب ہی وہ اس لایق ہوتا ہے کہ مورد معارف اللہ جب تین طور کا انقطاع حاصل ہو جائے اول انقطاع خلق اللہ سے اور وہ اسطرح پر حاصل ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کو جو قضاء و قدر ہے تمام مخلوقات پر نافذ سمجھے اور ہر ایک بندہ کو پنجہ تقدیر سے مقہور اور مغلوب یقین کرے لیکن اس جگہ یہ عاجز صرف اسقدر کہنا چاہتا ہے کہ ایسا یقین کہ فی الحقیقت تمام مخلوقات کو کالعدم خیال کرے اور ہر ایک حکم خدا کے ہاتھ میں دیکھے اور ہر ایک

نفع اور ضرر اسی کی طرف سے سمجھے صرف اپنی ہی تکلیف اور نفع سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
تکلیف سے کسی قدر خیال قایم بھی ہو تو وہ بے بقا ہے اور ادنیٰ ابتلاء سے لغزش پیش آجاتی ہے
بلکہ یہ مقام عالیشان اس بصیرت کاملہ سے حاصل ہوتی ہی یہ بات صرف اسی قدر ہے کہ جب عنایات الٰہیہ
کسی کے تکمیل کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسکے بعض مقصد کو آپ ہی کوتاہ کر دیتے ہین اور وہ بوجھ
جو اس سے اٹھائے نہیں جاتے دست الٰہی انکو آپ اٹھا لیتا ہے پس اسی طرح سے جب بذریعہ
علوم لدنیہ وکشوف صادقہ الہامات صحیحہ و تائیدات صریحہ انسان پر یہ حقیقت کھلجاتی ہے کہ تمام نفع
و ضرر خدا کی اختیار مین ہے اور مخلوق کچھ چیز ہی نہیں تو ایک نہایت کامل یقین سے وہ سمجھ جاتا ہی
کہ جو کچھہ نفع یا نقصان یا عزت یا ذلت ہے سب خدا کے ہاتھ مین ہے اور مخلوق مردہ کی طرح
دیکھتا ہے لیکن اسجگہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت مخدومنا شیخ عبد القادر قدس سرہ نے علوم و
معارف الٰہیہ کے حاصل ہونیکا ذریعہ فنا عن الخلق وغیرہ اقسام فنا کو ٹھیرایا ہے پس جبکہ فنا کا
حاصل ہونا ان علوم حاصل ہونے پر موقوف ہی تو اس سے دور لازم آتا ہے سو اس کا سوال
کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علوم لدنیہ وکشوف صادقہ و تائیدات خاصہ الٰہیہ و توجہات جلیلہ حمدیہ غیر فانی
طور پر حاصل نہین ہو سکتے لیکن بتوسط صحبت شیخ فانی حاصل ہو سکتے ہین یعنی اگرچہ براہ
راست نہین لیکن سالک اپنے شیخ کی ان تمام تائیدات سماویہ کو معائنہ ومشاہدہ کرتا ہے پس یہی
مشاہدہ اسکے یقین کمالیت کا موجب ہو جاتا ہی اگر جلدی نہین تو ایک زمانہ دراز کی صحبت سے
ضرور شکوک وشبہات کی تاریکی دل پر سے اٹھ جاتی ہے اسی جہت سے فانیوں کی صحبت کے لئے قرآن
مین سخت تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کونوا مع الصادقین اور کونوا مع الفانیین الصادقین
ہم الفانون لا یشقی جلیسہم اور جو شخص نہ فانی ہے نہ فانیوں کی صحبت سے اسکو کچھہ تعلق اور محبت
ہے وہ محض ہلاکت مین ہے اور اسکے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے اور اسکے ایمان کا کچھہ ٹھکانا
نہین اعاذنا اللہ برحمتہ دوسری شرط مورد معارف اللہ ہونیکے لئے یہ ہے کہ ہوائے نفس
سے انقطاع ہو جائے یعنی سالک پر لازم ہے کہ اپنی تمام حرکات وسکون و قول وفعل اور امر اور
نواہی مین اللہ تعالیٰ کی متابعت اختیار کرے اور کسی حالت مین قال اللہ قال الرسول سے باہر
نہ جائے اور جو کچھہ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہین اور اپنے رسول کی

حقیقت الوحی چھپنے کے سبب سے تشحیذ الاذہان کو دیر ہو گئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

اور تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور بھلائی کی طرف حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ | ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۵

فہرست مضامین

تصدیق مسیح ص ۱۲۹ سے ص ۱۴۲ تک	ایڈیٹر
ڈائری حضرت اقدس ص ۱۷ سے ص ۱۹ تک	"
عربی فقرات ص ۱۵ سے ص ۱۶ تک	حضرت اقدس
مکتوبات	" " "
ٹائیٹل پیج	رویات و الہامات اور ضروری اطلاع

Digitized by Khilafat Library

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰۔ مئی ۱۹۰۷ء کو
قادیان دارالامان سے شائع ہوا

خدا کی تازہ وحی

۱۷- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے - ۳- انی مع الا
فواج اتیک بغتةً - ۳- انی مع اللہ الکریم - ۴- طوفان آیا وہی طوفان - شر آئی - ۱۱- اپریل
۱۹۰۷ء - دہلی میں واصل جہنم واصل خان فوت ہو گیا " حکیم واصل خان دہلی کا تو فوت ہو چکا ہوا ہے تفہیم یہ تھی کہ
واصل خان نام ایک شخص کے عزیزوں میں سے کوئی طاعون سے مر جائیگا کیونکہ جہنم کا لفظ دوسرے الہامات میں بھی طاعون
کیلئے استعمال ہوا ہے - یہ نشان بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر ترقی ایمان کا موجب ہوگا - ۱۴- اپریل ۱۹۰۷ء - اُجیبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ - ترجمہ - میں دعا کرنیوالے کی دعا قبول کرتا ہوں - ۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- فتح ہے تمہاری
۲- تمہارے نام کی ۳- اِنَّ شانئکَ ھو الابتر - ۴- حد ظباۃ - ۵- انت منی بمنزلة
موسیٰ - ۶- احمد - غزنوی (نہ معلوم کیا اشارہ ہے) ۷- پھر قرآن مجلد دیکھا اس کی جلد پر شیرازہ کے قریب
لکھا ہوا تھا - سلامٌ قولاً من رب رحیم - ۲۱- اپریل ۱۹۰۷ء - سأریکم آیاتی فلا تستعجلون
ترجمہ - قریب ہے میں تمہیں اپنے نشان دکھلاؤں گا پس تم جلدی نہ کرو - ۲- یہ دو گھر ہی مر گئے (اس میں خاص
دو گھروں کی طرف اشارہ ہے) ۲۳- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- اصلح بینی و بین اخوتی (۲) - سلامٌ قولاً
من رب رحیم - یہ الہام کہ اصلح بینی و بین اخوتی - اس کے یہ معنی ہیں کہ اے میرے خدا مجھ میں اور میرے
بھائیوں میں اصلاح کر - یہ الہام درحقیقت تتمہ ان الہامات کا معلوم ہوتا ہے جن میں خدا تعالیٰ نے اس مخالفت
کا انجام بتلایا ہے اور وہ یہ الہام ہیں - خرّوا علی الاذقان سجدًا ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین
تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین - لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ
لکم وھو ارحم الراحمین - یعنی بعض سخت مخالفوں کا انجام یہ ہوگا - کہ بعض نشان دیکھ کر خدا تعالیٰ
کے سامنے سجدہ میں گرینگے کہ اے ہمارے خدا ہمارے گناہ بخش ہم خطا پر تھے اور پھر مخاطب کر کے کہیں گے کہ بخدا
خدا نے ہم پر تجھے فضیلت دی اور تجھے چن لیا اور ہم غلطی پر تھے کہ تیری مخالفت کی - اس کا یہ جواب ہوگا - کہ
آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا تمہیں بخش دیگا وہ ارحم الراحمین ہے - یہ اس وقت ہوگا کہ جب بڑے
بڑے نشان ظاہر ہونگے آخر سعید لوگوں کے دل کھل جائینگے کہ کیا کوئی سچا مسیح اس سے زیادہ نشان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

تصدیق مسیح

اسوقت تک جو کچھ خدا تعالٰے کی نصرت اور مدد ہمارے حضرت مسیح موعود کے شامل حال رہی اُس سے تو ایک دنیا واقف ہے اور پنجاب ہندوستان کی کوئی آنکھ یا کوئی کان باقی نہیں رہا جس نے آپ کے معجزات و کرامات نہیں دیکھے یا نہیں سنے۔ اور شاید ہی کوئی بدبخت دل ہو جس نے آپ کے نام کو سنکر اور ا شہادت آسمانی و زمینی کو مشاہدہ کر کے ایک گہرا غور نہ کیا ہو کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ مسیح کے آنیکا وقت ہے اور جبکہ نشانات اِس شخص کی تائید کر رہے ہیں۔ تو کیوں اس کو نہ مان لیا جائے۔ مگر باوجود اُن کھلے کھلے نشانات کے ظاہر ہونے کے دنیا نے خدا کے مامور کو قبول نہیں کیا اور اس کی باتیں سننے سے انکار کیا بلکہ اس کے عقاید سے واقفیت پیدا کرنی بھی گوارا نہیں کی اور یہودی علما کی طرح صرف اسبات کو سنکر کہ مسیح کی موت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور چھاتی پیٹ لی اور کہا کہ کافر ہے کافر اسکو قتل کرو ملک سے نکالدو۔ اور ہر طرح کا عذاب اسکو پہنچاؤ مگر نہ سوچا کہ اس طرح وہ خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے ہیں۔ پس خدا تعالٰے جو کہ غیور خدا ہے اپنے بندونکی اسقدر شوخی اور شرارت کو دیکھکر غضب میں آیا جیساکہ اسنے اپنے بندیکو اطلاع دی کہ "غضبتُ غضبًا شدیدًا" اور اس نے ارادہ کر لیا کہ اس دنیا کو ایسا سیدھا کر دے جیساکہ ایک تیز نظر والے اور مشاق شکاری کا تیر ہوتا ہے۔ تاکہ ٹیڑھے تیر کی طرح جو کمان سے چھوٹتے ہی غلط طرف کو روانہ ہوتا ہے اہل دنیا کا غصہ اور جوش غیر محل اور بے موقعہ استعمال نہ ہو بلکہ باموقعہ و بامحل استعمال ہو پس اسکے لئے

خدا تعالےٰ نے ضروری سمجھا کہ اہل دنیا کا کچھ حصہ جو بلکل ناکارہ اور خراب ہو گیا ہے اسکو کاٹدیا جائے اور کچھ حصہ کو صاف پاک کیا جاوے۔ اور اس نے اپنا عذاب طاعون زلزلہ اور دیگر مختلف صورتوں میں نازل کیا تاکہ وہ دل جن میں کچھ کھوٹ ہے اور کچھ صلاحیت کا مادہ رکھتے ہیں عذاب کی شدت کی گرمی سے پگھل جائیں اور دوبارہ ایک بچہ کے دل کی طرح شفاف ہو جائیں۔ تا نیکی اور تقویٰ کی جھلک اپنر ڈالی جاسے اور خدا کی محبت میں ڈبو دیے جائیں۔ اور اس طرح خدا کا وہ کلام پورا ہو کہ ساتویں ہزار برس کے شروع میں مسیح کے ہاتھ سے شیطان مارا جائیگا دجال قتل کیا جائیگا اور صلیب ٹکڑے ٹکڑے کی جائیگی میں اس وقت دو شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں سے ایک آسمانی ہے اور دوسری زمینی جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ **حضرت مرزا غلام احمد صاحب در حقیقت مسیح موعود اور مہدی مسعود ہی ہیں**۔ اور وہ جو ان کے مخالف ہیں ضرور ہے کہ حاویہ میں گرائے جائیں۔ پہلی شہادت جو زمین پر ظاہر ہوئی وہ جان الگزنڈر ڈوئی کی موت ہے جو کہ سکاٹلینڈ کا رہنے والا تھا اور ایک نہایت غریب اور مفلس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو نہ صرف دنیاوی مال وجاہ کے لحاظ سے بلکہ نسبی شرافت اور خاندانی عزت کے لحاظ سے بھی اپنے علاقہ میں کوئی شہرت نہ رکھتا تھا۔ اس موقعہ پر یہ بات کہدینی ضروری ہے کہ اگرچہ مال و دولت کا ہونا کسی نبی کے لئے شرط نہیں لیکن ایک شریف خاندان اور معزز گھرانہ میں سے ہونا اس کے لئے ضروری ہے کیونکہ اگر نبی کنجروں چوڑہوں چماروں یا ڈوموں میں سے ہوں تو لوگ ان سے گھن کریں۔ اور نفرت کی نظر سے دیکھیں اور اس طرح اس کام میں جسکے کرنے کے لئے وہ آتے ہیں ایک بڑی روک پیدا ہو جائے۔ اور تمام لوگوں کو ایک بہت بڑا ابتلا پیش آئے پس اس شخص کا ایک ذلیل اور گمنام گھرانہ میں سے پیدا ہونا بھی اسکے نبوت کے دعویٰ میں ایک بہت بڑی روک تھا۔ غرضیکہ اس کا باپ انگلستان کو اپنی آئندہ زندگی کی بہتری کے لئے چھوڑ کر دنیا میں کسی اور طرف جانے کے لئے تیار ہوا۔ اور پہلے وہ آسٹریلیا میں آیا یہاں سے شمالی امریکہ کے مشہور بندرگاہ سان فرانسسکو کی طرف گیا یہ وہ بندرگاہ ہے جو کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق ۱۹۰۶ء میں سخت زلزلہ کا شکار ہو چکا ہے اور اس شخص کے وہاں پہنچنے کا واقعہ ۱۸۸۸ء کا ہے پھر ۱۸۹۲ء میں اسنے اپنا تعلق گرجہ کے ساتھ کیا اور عام طور سے لکچر دینے شروع کئے اور چونکہ یورپ

امریکہ میں پادری کی زندگی میں انسان بہت کچھ کما سکتا ہے اس لئے اسکو بھی آگے کی نسبت بہت آرام ہو گیا۔ مگر اس کا سلوک اسکے والد کے ساتھ ہمیشہ سے بُرا تھا اور خاص کر اس فراخی کے وقت میں اس نے اپنے باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جس کی وہ اکثر شکایت کیا کرتا تھا غرضیکہ جب دنیاوی طرف سے بیفکری ہوئی تو اس نے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد ڈالنی چاہی اور ظاہر کیا کہ میں بیماروں کو شفا دیتا ہوں چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے معجزہ پیش کیا کہ میں نے بارہا توجہ سے اپنی بیوی کا سر درد دور کر دیا ہے جس سے امریکا کے بعض جاہل اور مسمریزم اور سپرچولیزم کے شائق اور دلدادہ اس کے ساتھ ہو گئے جنکی وہمی طبیعت سے فائدہ اٹھا کر اس نے بہت سا مال پیدا کیا اور امریکا کے مشہور شہر شکاگو سے تقریبًا دس میل کے فاصلہ پر اسنے ایک بہت بڑا زمین کا ٹکڑا خریدا اور وہاں شہر صیحون کی بنیاد رکھی اور زیادہ دولت کمانے کے لئے مشہور کیا۔ کہ اسی شہر میں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اسکے مریدوں نے بڑی بڑی قیمت دیکر اس سے اُس شہر میں زمینیں خریدیں تاکہ مسیح کے اترنے کے وقت وہ فوراً اس سے ملاقات کریں۔ اور گو انپر مسیح اترا یا نہ اترا مگر ڈوئی پر ضرور اترا اور گراں قیمت پر زمین کو بیچ کر یہ بہت بڑا مالدار ہو گیا اور اس طرح روپیہ سے اپنا بازو مضبوط کر کے ۱۹۰۱ء میں اسنے الیاس ثالث یا یوحنا ثانی ہونیکا دعویٰ کیا اور اعلان کیا کہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ مسیح کے آنے کی لوگونکو اطلاع دوں اور اسکے لئے راستہ صاف کردوں۔ اور اسکے ساتھ ہی اس نے کم فہم عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اپنے لکچروں میں اسلام کی توہین شروع کی بلکہ کہا کہ میں مکہ پر حملہ کرونگا اور تمام مسلمانوں کو ہلاک کرونگا۔ اور آخر ۱۹۰۲ء میں اس نے یہ پیشگوئی عام طور سے شایع کی کہ اگر مسلمان مذہب عیسوی کو قبول نہ کرینگے تو وہ تباہ و برباد ہونگے اور چونکہ یہ کلمات سخت ہتک آمیز تھے اور اس شخص کی شوخی شرارت حد سے بڑھ گئی تھی اس لئے خدا تعالےٰ کے مامور نے غیرت کے جوش میں ۱۹۰۲ء میں عام طور سے یہ اشتہار شایع کیا کہ ڈوئی کو چاہیئے کہ میرے مقابلہ میں آکر دعا کرے کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں اُس کو خدا تعالےٰ سچے کی زندگی میں ہلاک کرے تاکہ دنیا جھوٹے کے زہر سے بچے اور سچے کو پہچان لے اور تاکہ اسلام اور عیسائیت کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ اشتہار نہ صرف عام طور پر شایع کیا گیا بلکہ امریکا اور یورپ کے اخباروں کو بھی بہ کثرت بھیجا گیا تاکہ اس کی اشاعت

ہمیں کوئی کمی نہ رہجائے چنانچہ وہ اخبار جو ہم تک پہنچے اور جن میں اس مباہلہ کا ذکر ہے انکا ذکر ایک نقشہ کی صورت میں ہم نیچے لکھتے ہیں اور وہ جو ہم تک نہیں پہنچے ان کو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنے ہیں

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون
(۱)	شکاگو انٹر پریٹر ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	عنوان ”کیا ڈوئی اس مقابلہ میں نکلیگا“ دونوں تصویریں پہلو بہلو دیکر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں ڈوئی مفتری ہے اور میں دعا کرنیوالا ہوں کہ وہ اُسے میری زندگی میں نیست و نابود کردے اور پھر کہتے ہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کا یہ طریق ہے کہ خدا سے دعا کیجاوے کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے۔
(۲)	ٹیلیگراف ۵ جولائی ۱۹۰۳ء	مرزا غلام احمد صاحب پنجاب سے ڈوئی کو چیلنج بھیجتے ہیں کہ ”اے وہ شخص جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالےٰ سے دعا کرینگے کہ ہم میں سے جو شخص کذاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو“
(۳)	ارگوناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر ۱۹۰۲ء	عنوان ”انگریزی اور عربی (یعنی عیسائیت اور اسلام) کا مقابلہ دعا“ ”مرزا صاحب نے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم بھی ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے اور جسکی دعا قبول ہو وہ سچے خدا کیطرف سے سمجھا جاوے“ دعا یہ ہوگی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُسے پہلے ہلاک کرے یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔
(۴)	لٹریری ڈائجسٹ نیویارک ۲۰ جون ۱۹۰۳ء	تصویر دیکر مباہلہ کا مفصل ذکر کرتا ہے یعنی یہ کہ دونوں فریق ڈوئی اور ہم دعا کریں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں اور اس کے سامنے ہلاک ہو۔
(۵)	نیویارک میل اینڈ ایکسپرس ۲۰ جون ۱۹۰۳ء	عنوان مباہلہ یا مقابلہ دعا کر نیچے اسی مباہلہ کا ذکر ہے۔
(۶)	ہیرلڈ روچسٹر ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	ڈوئی کو مباہلہ کیلئے بلایا گیا ہے اور پھر مباہلہ کا ذکر ہے۔
(۷)	ریکارڈ بوسٹن ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
(۸)	ایڈورٹائزر بوسٹن ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	ایضاً

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ وسنہ	خلاصہ مضمون
۹	پائلاٹ بوسٹن ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
۱۰	پائنہ فائنڈر واشنگٹن ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	ایضاً
۱۱	انٹر اوشن شکاگو ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے پھر ۲۱ جون کے پرچے میں دونوں تصویریں دیکر مفصل ذکر کیا ہے۔
۱۲	ڈیموکریٹ کرانیکل روچسٹر ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کے بعد دونوں تصویریں بھی دی ہیں اور حضرت کی تصویر کے نیچے
۱۳	شکاگو کا ایک اخبار تاریخ اور نام پھٹ گیا	یہ لفظ ہیں مرزا غلام احمد صاحب ہندوستان کا مسیح جس نے ڈوئی کو دعا کے مقابلہ کیلئے چیلنج دیا ہے
۱۴	برلنگٹن فری پریس ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳	مباہلہ کا ذکر ہے
۱۵	ووسٹر سپائی ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۶	شکاگو انٹر اوشن ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۱۷	البنی پریس ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۸	جیکسنول ٹائمز ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳	"

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ وسنہ	خلاصہ مضمون
۱۹	بالٹی مور امریکن ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳	مباہلہ کا ذکر ہے
۲۰	بفلو ٹائمز ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۲۱	نیویارک میل ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۲۲	بوسٹن ریکارڈ ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۲۳	ڈیزرٹ انگلش نیوز ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۲۴	ہیلینا ریکارڈ یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳	"
۲۵	گروم شائر گزٹ ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۲۶	ٹونٹن کرانیکل ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۲۷	ہیوسٹن کرانیکل ۳ جولائی سنہ ۱۹۰۳	"
۲۸	ستونا نیوز ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۳	"
۲۹	رچمنڈ نیوز یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳	"

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون	نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون
۳۰	گلاسگو ہیرلڈ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے	۳۲	دی مارننگ ٹیلیگراف نیویارک ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء	مباہلہ اور ڈوئی پر بد دعا کرنے کا ذکر ہے
(۳۱)	نیویارک کمرشل ایڈورٹائیزر ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء	اگر ڈوئی اشارتاً یا صراحتاً اس چیلنج کو منظور کریگا تو بڑے دکھ اور حسرت کیساتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریگا تو بھی اسکی صیہون پر سخت آفت آئیگی۔			نوٹ:- یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔ منہ

مگر باوجود اس کثرت اشاعت کے اور تمام یورپ و امریکہ میں شور پڑ جانے کے ڈوئی نے اس مباہلہ کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اسکے متعلق کوئی اشارہ کیا کہ مجھکو اس قسم کا کوئی چیلنج پہنچا ہے حالانکہ خود اسکو خاص طور سے وہ اشتہار بھیجا گیا تھا اور اپنی عادت کے مطابق ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء کو اس نے اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں اسلام کے برخلاف یہ فقرہ لکھے کہ "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے جب اسلام دنیا سے نابود ہو جائے ای خدا تو میری اس دعا کو قبول کر اے خدا تو اسلام کو ہلاک کر پھر ۱۲ اگست کے پرچہ میں اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ "انسانیت پر اس سخت بدنما دھبہ کو صیحون ہلاک کر کے چھوڑ دیگا" اور اسطرح گویا اس نے خدا سے دعا مانگی کہ اسلام چونکہ جھوٹا ہے تو اسکو تباہ کر مگر چونکہ وہ سچا مذہب اور خدا کی طرف سے ہے اسلئے یہ شخص نہایت ذلت سے خود ہی مرگیا اور اسلام اور اسکا نبی اب تک زندہ ہے اور روز بروز ترقی حاصل کر رہا ہے غرضیکہ اس شخص کی یہ حالت دیکھکر حضرت مسیح موعود نے ایک دوسرا اشتہار شایع کیا جسکا عنوان تھا "پگٹ و ڈوئی کے متعلق مسیح موعود کی پیشگوئیاں" اور اسطرح یہ مقابلہ مباہلہ گزر کر پیشگوئی پر اتر آیا چنانچہ اس اشتہار کا ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے

" زمین جب گناہ اور شرک سے آلودہ ہو جاتی ہے اور اُس حقیقت سے بے خبر ہو جاتی ہے - جو انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک کامل الفطرت انسان کو

اپنی ذات سے پاک تعلق بخش کر اور اپنے مکالمہ سے اسکو مشرف کر کے اور اپنی محبت میں اسکو انتہا تک پہنچا کر اسکے ذریعہ سے دوبارہ زمین کو پاک وصاف کرے انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اس سے پیدا کر لیتا ہے جب وہ بالکل خدا کے لئے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا کرتا ایک مصفا آئینہ کی طرح بنجاتا ہے تب اس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہوتا ہے اس صورت میں بشری اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بنجاتا ہے اور کبھی اس سے صفات الٰہیہ صادر ہوتی ہیں کیونکہ اسکے آئینۂ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے اور کبھی اس سے بشری صفات صادر ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے اور ایسے انسانوں کو دیکھنے والے کبھی دھوکہ کھا کر اور صرف ایک پہلو کا کرشمہ دیکھ کر انکو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا میں مخلوق پرستی اسی وجہ سے آئی ہے اور صدہا انسان اسی دھوکہ سے خدا بنائے گئے ہیں۔ مگر ہمارے اس زمانہ میں جسقدر عیسائیوں کا وہ فرقہ جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اس دھوکہ میں مبتلا ہے اسقدر کوئی اور قوم مبتلا نہیں مسیح سے صدہا برس پہلے جو لوگ خدا بنائے گئے تھے جیسے راجہ رامچندر راجہ کرشن گوتم بدھ ہمارے اس زمانہ میں بھی خواہ نخواہ خدائی کا خطاب انکو دے رہے ہیں اگرچہ اس خیال کا بطلان ایسا بدیہی تھا کہ کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر افسوس کہ عیسائی ابھی تک اس زمانہ کی ہوا سے بھی دور بیٹھے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ ایسے لغو خیالات کا زمانہ ہی دن بدن مخالف ہوتا جاتا ہے تو انہوں نے اپنے معمولی طریقوں سے مایوس ہو کر یہ ایک نیا طریق اختیار کیا کہ کوئی ان میں سے الیاس بن گیا اور کسی نے یہ دعوے کر دیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں اور میں ہی خدا ہوں اس مجمل فقرہ سے مراد میری یہ ہے کہ لنڈن میں تو مسٹر پگٹ نے خدائی اور مسیحیت کا دعویٰ کیا اور امریکہ میں مسٹر ڈوئی الیاس بن بیٹھے اور پیشگوئی کر دی کہ مسیح ابن مریم پچیس برس تک دنیا میں آجائیگا دونوں میں فرق یہ ہے کہ ڈوئی نے تو بزدلی دکھائی اور الیاس بننے میں بھی اپنی بردہ دری سے ڈرتا رہا اور مسیح نہ بنا بلکہ مسیح کا خادم بنا اور پگٹ نے بڑی ہمت دکھلائی کہ خود مسیح بن گیا نہ صرف مسیح بلکہ خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا اب لنڈن والوں کو کسی بیماری آفت مصیبت کا کیا اندیشہ ہے جن کے شہر میں خدا اترا ہوا ہے مگر میں نے سنا ہے کہ لنڈن میں کچھ یہودی بھی رہتے ہیں اسلئے بیشک یہ اندیشہ ہے کہ انکو طبعاً یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو وہی مسیح ہے جو صلیب سے بوجہ غشی کے غلطی کیساتھ زندہ اتارا گیا اور پھر موقع پا کر مشرقی بلاد کی طرف بھاگ گیا آخر اب ایسے طور سے اسکو صلیب دیں کہ کام تمام ہو جائے

اور پھر کسی طرف بھاگ نہ سکے اور ساتھ ہی یہ فکر بھی ہے کہ مبادا عیسائیوں کو بھی خیال آجائے کہ پہلا کفارہ پرانا اور بودہ ہو چکا ہے اور شراب خوری اور فسق و فجور کی کثرت نے ثابت بھی کر دیا ہے کہ اُس کفارہ کی تاثیر جاتی رہی ہے اسلئے اب ایک نئے خون کی ضرورت ہے سو میں ہمدردی سے کہتا ہوں کہ مسٹر پگٹ کو ان ہر دو فرقوں سے چوکس رہنا چاہیئے القصہ ان دنوں میں جبکہ زمین میں ایسے ایسے جھوٹے اور ناپاک دعوے کئے گئے ہیں خدا نے جو زمین پر بدی اور ناپاکی کا پھیلنا پسند نہیں کرتا مجھے اپنا مسیح کر کے بھیجا تا وہ زمین کی تاریکی کو اپنی توحید سے روشن کرے اور شرک کی نجاست سے دنیا کو مخلصی بخشے پس میں وہی مسیح موعود ہوں جو ایسے وقت میں آنیوالا تھا اور میں صرف اپنے مُنہ سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا میری گواہی دیتا ہے اس نے اس گواہی کے پورا کرنیکے لئے صدہا نشان میرے لئے ظاہر کئے اور کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسکا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا اگر میں صرف اپنے مُنہ سے کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر وہ میرے لئے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا نہیں دیسکتا میرے لئے اسکی ہزارہا گواہیاں ہیں جن کو میں شمار نہیں کر سکتا مگر منجملہ ان کے ایک یہ بھی گواہی ہے کہ یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونیکا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائیگا دوسری یہ گواہی ہے کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہو گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دُکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دیگا یہ دو نشان ہیں۔ جو یورپ اور امریکہ کے لئے خاص کئے گئے ہیں کاش وہ انپر غور کریں اور ان سے فائدہ اٹھاویں۔

یاد رہے کہ اب تک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا ہے اسلئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء ہے اسکو پوری سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آگیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جسکو میں شایع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہو گا میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور وہ جیسا کہ

بیان کرتا ہے یہ پچاس برس کا جوان ہے جو میری نسبت گویا ایک بچہ ہے لیکن میں نے اپنی بڑی عمر
کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا جو زمین و
آسمان کا مالک اور احکم الحاکمین ہے وہ اسکا فیصلہ کریگا اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا
تو دیکھو میں آج تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اسکا بھی شکست
کی صورت سمجھی جائیگی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیئے کہ یہ تمام دعوی اسکا الیاس
بننے کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہیگا لیکن در حقیقت
ایسے بھاری مقابلہ سے گریز کرنا بھی ایک موت ہی ہے پس یقین سمجھو کہ اس کے صیہون پر جلد تر ایک
آفت آنیوالی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ضرور ایک صورت اسکو پکڑ لے گی اب میں
اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر
ہوتا رہیگا یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کردے کیونکہ اس زمانہ میں تیرے
عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں سو اے ہمارے
پیارے خدا انکو اس مخلوق پرستی کے اثر سے رہائی بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو کہ اس زمانہ کے
لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں ان کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے
سرچشمہ سے انکو سیراب کر کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے کسی انسان کے
خون میں نجات نہیں اے رحیم کریم خدا انکی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے اب ان پر تو رحم
کر اور ان کی آنکھیں کھولدے اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو ان بندوں کو
اس اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خون مسیح کے خیالات سے انکو بچالے اے قادر کریم خدا
ان کے لئے میری دعا سن اور آسمان سے انکے دلوں پر ایک نور نازل کرتا وہ تجھے دیکھ لیں کون خیال
کرسکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دینگے اور تیری آواز
سنیں گے پر اے خدا تو سب کچھ کرسکتا ہے تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر
وہ تیرے بندے ہیں بلکہ ان پر رحم کر اور انکے دلوں کو سچائی کے قبول کرنیکے لئے کھولدے ہر ایک

قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے تو میں تیرے مُنہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے مجھے تو نے وعدے دئے ہیں ان وعدوں کو تو ضرور پورا کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے ای میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور انکے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کردے کہ وہ خدا جسکی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بیخبر ہیں لے قادر کریم میری سُن لے کہ تمام طاقتیں تجھکو ہیں آمین ثم آمین۔

چنانچہ اس اشتہار کے شایع ہونے پر جسمیں صاف لکھا تھا کہ صیہون پر ایک آفت آنیوالی ہی اور اگر یہ اشارةً یا کنایةً بھی مقابلہ پر آئیگا تو ہلاک ہوگا اس نے ۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ لیوز آف ہیلنگ میں شایع کیا کہ ” لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں کہ کیوں تم فلاں فلاں بات کا جواب نہیں دیتے جواب! کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان کیڑوں مکوڑوں کا جواب دونگا اگر میں اپنے پاؤں ان پر رکھدوں تو ایکدم میں ان کو کچل سکتا ہوں مگر میں انکو موقع دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جائیں اور کچھ دن اور زندہ رہیں“ پھر ۱۲ دسمبر کے پرچہ میں لکھا کہ ” اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا پیغمبر نہیں۔ تو پھر کوئی بھی نہیں“ اور اسلام کی تباہی کی پھر دوبارہ پیشگوئی کی چنانچہ لکھا کہ ” میرا یہ کام ہے کہ لوگونکو مشرق اور مغرب سے اور شمال اور جنوب سے نکال کر جمع کروں اور انکو اس صیہون اور دوسرے ایسے صیہوں کے شہروں میں آباد کروں یہانتک کہ وہ وقت آجاوے کہ جب تمام مسلمان صفحۂ دنیا سے نابود کر دئے جاویں اے خدا تو ہمیں وہ وقت دکھا“ پھر اس نے ایک خواب شایع کی کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تو اپنے دشمنوں پر غالب آئیگا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ گو ڈوئی نے ظاہرہ طور سے مباہلہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور نہ کوئی ایسا اعلان دیا جسمیں اس نے صاف طور سے لکھا ہو کہ مجھکو فلاں شخص نے مباہلہ کی دعوت دی ہے اور میں اسکو قبول کرتا ہوں مگر اس کے طرز طریق اور عمل سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوئی ہے کہ اس نے مباہلہ کیا کیونکہ اس نے

۱؎ وہ تمام عبارتیں جو کہ کوٹیشن میں لکھی گئی ہیں ہمارے قابل فخر پرچہ ریویو آف ریلیجنز سے نقل کی گئی ہیں اور نقشہ مرقومہ بالا بھی وہیں سے لیا گیا ہی۔ ایڈیٹر

اس مباہلہ کی دعوت کے اشتہار کے بعد بھی اسلام کے برخلاف کہنا نہیں چھوڑا اور برابر کہتا رہا کہ میں جیتونگا اور اسلام تباہ ہوگا اور یہ کہ اگر میں پاؤں بھی رکھوں تو حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ ایک کیڑے کی طرح کچلے جائیں پھر اسی پر بس نہیں کی اور ایک خواب شایع کی کہ فرشتہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ میرے دشمن تباہ ہونگے اور اسی طرح ظاہر کیا کہ گو مرزا صاحب میری برخلاف لکھتے ہیں اور میرے ہلاک ہونیکی پیشگوئی کرتے ہیں مگر وہ خود ہلاک ہونگے اور میں فتح پاؤنگا اور یہی مباہلہ ہوتا ہے مرزا صاحب کو یہ دعوی کہ میں سچا اور تو جھوٹا اسلئے تیرے صیہون پر اور تجھ پر ایک سخت آفت آویگی اور تو انسانی ہاتھ سے نہیں بلکہ آسمانی ہاتھ سے اور خدائی عذاب سے مریگا آپ کے برخلاف اس دعوی کے شایع ہوچکنے کے بعد وہ دعوی کرتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا میں فتح پاؤنگا اور میرے دشمن ہلاک ہونگے اور صیہون بجائے تباہ ہونیکے اور بڑھیگا اور ایسے کئی شہر دنیا میں قایم کئے جاوینگے پس جب طرفین نے یہ بات شایع کردی تو مباہلہ ہوچکا اور پھر حضرت صاحب نے اپنے دوسرے اشتہار میں صاف طور سے لکھا ہے کہ اگر یہ شخص میرے مقابل نہ بھی آئے تب بھی ہلاک ہوگا پس اگر بفرض محال یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ مباہلہ نہیں ہوا تو بھی ڈوئی آپ کی دعا کا نشانہ بن کر مرا ہے اور یورپ و امریکہ پر اپنی موت سے ثابت کر گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے مقابل آنیوالے کبھی فلاح نہیں پاتے اور خدا تعالیٰ کے آگے ان کی عزت ایک گندی موری کے کیڑے کے برابر بھی نہیں ہوتی یاد رہے کہ حضرت صاحب نے اشتہار میں صاف طور سے یہ بات شایع کی تھی کہ یہ شخص مجھ سے گیارہ برس چھوٹا ہے اور باوجود چھوٹا ہونے کے ضرور ہے کہ وہ آپ کی زندگی ہی میں مرجاے اور یہ کہ وہ دُکھ سے مریگا اور اسکے صیہون پر آفت آئیگی پس اس پیشگوئی کے شایع ہونے کے بعد کونسی مصیبت تھی جو اسپر نہیں آئی اور وہ کونسا دکھ تھا جسمیں وہ مبتلا نہیں ہوا پہلی مصیبت جو اسپر پڑی وہ یہ تھی کہ وہ ولد الزنا ثابت ہوا جس کا اسنے اور اسکے باپ نے اقرار کیا اور اسنے یہ بھی کہا کہ اس میں میرا قصور نہیں بلکہ میری ماں کا قصور ہے اور اسکے ولد الزنا ثابت ہونے سے اس کے باپ کی وہ شکایت دور ہوگئی کہ یہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اسکے نطفہ سے ہی نہیں تھا تو نیک سلوک کیوں کرتا وہ ایک فوجی افسر کے نطفہ سے تھا مگر اس بات کے عام طور سے ظاہر ہونے پر اسکو کچھ بہت صدمہ نہیں ہوا کیونکہ عیسائیوں میں یہ بہت بڑا عیب نہیں بلکہ شاید خوشی ہوئی ہو کیونکہ اسطرح

کونٹ ٹالسٹائے کے خیال کے مطابق تو اسکی مشابہت مسیح سے پائی گئی (کونٹ ٹالسٹائے ایک روس کا امیر ہے جسکا دعویٰ ہے کہ مسیح نعوذ باللہ ولدالزنا تھے اور اسمیں ان کا کوئی کوئی قصور نہ تھا بلکہ مریم کا قصور تھا) اور پھر اسکے بعد اسپر ایک اور مصیبت وارد ہوئی کہ جس نے نہ صرف اسکی صحت کو تباہ کیا بلکہ اس کے عقیدہ باطل پر بھی پانی پھیر دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ بیماری گناہ کا نتیجہ ہے اور فخر کرتا تھا کہ میں تندرست ہوں اس لئے بیگناہ ہوں بلکہ کہتا تھا کہ میں آگے کی نسبت جوان ہو رہا ہوں اور میری عمر کے ساتھ میری طاقت بھی بڑھ رہی ہے حالانکہ دوسرے لوگوں کی طاقت اس عمر میں کم ہوتی ہے۔ اور وہ مصیبت فالج کی بیماری تھی جو کہ خفیہ راہوں سے اسپر آپڑی اور وہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ایک فالج میں مبتلا ہوا اور پھر ۱۹۔ دسمبر ۱۹۰۵ء کو تو ایسا دورہ ہوا کہ پھر اسکو صحت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور آخر مجبور ہو کر اسکو صیحون چھوڑنا پڑا اور صحت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے وہ ایک جزیرہ کی طرف روانہ ہوا اب اسکی مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یکے بعد دیگرے اسقدر مصیبتیں اسپر پڑیں کہ ان پر غور کیجئے ایک ذرا سی عقل رکھنے والا انسان بھی کانپ جاتا ہے اور خدا کے عذاب کے خوف سے اسکے جسم پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسپر بیماری کا اسقدر سخت حملہ ہوا تو اسکے مریدوں کے دلوں میں شک پیدا ہوا کہ یہ تو کہتا تھا کہ میں دوسروں کی بیماریاں دور کرتا ہوں اور اب یہ خود بیمار ہے اور کچھ نہیں کر سکتا پس اسکا جانشین والیوا جسکو اس نے خدائی انسان سمجھا تھا اور صیحون میں اپنا قائمقام مقرر کیا تھا اسنے اسکے برخلاف کارروائی شروع کی اور لوگوں کو اکسایا کہ یہ شخص خدا کی طرف سے تو تھا لیکن اب اس میں شیطان حلول کر گیا ہے چنانچہ لوگوں نے اسکو عہدہ نبوت سے معزول کر کے والیوا کو اسکا جانشین بنایا اسوقت اسکی بیوی اور بیٹا بھی شہر کے لوگوں کیساتھ مل گئے کیونکہ اسکی بیوی نے کہا کہ میں ہمیشہ ڈوئی کی طرفدار رہی ہوں اور کبھی میری وفاداری میں فرق نہیں آیا یہانتک کہ اسکی غربت کے دنوں میں بھی میں نے اسکا ساتھ دیا ہے مگر اس نے ایک مالدار بیوہ سے شادی کرنیکے لئے نیا مسئلہ نکالا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنی جائز ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکو میں برداشت نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے شہر کے لوگوں کو وہ خطوط بھی دکھائے جو کہ ڈوئی کو اس عورت کی طرف سے آئے تھے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا اسپر لوگوں کا جوش اور بھی بھڑک اٹھا اور انہوں نے اسکے رہنے کے کمروں کی بھی تلاشی لی جس سے اور بھی راز کھلے یعنی اسکے

کمرہ میں سے چند شراب کی بوتلیں نکلیں اور وائن گلاس نکلے جس سے معلوم ہوا کہ وہ شراب بھی پیتا تھا حالانکہ وہ اپنے مریدوں کے سامنے شراب پینے کی سخت مخالفت کرتا تھا اور اسکو ایک بے شرمی قرار دیتا تھا پس اب نو شہر کے لوگوں کا جوش حد سے زیادہ بڑھ گیا اور انہوں نے فوراً اسکو تار دی کہ تم خائن دغاباز اور غاصب ہو اسلئے تمکو موقوف کیا جاتا ہے چنانچہ ایک اشتہار جو اس نے اس معاملہ کی نسبت شایع کیا اُس سے سب باتیں صاف طور سے ظاہر ہوتی ہیں یہ اشتہار اخبار "بدر" مورخہ ۱۰۔ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء میں شایع ہو چکا ہے اور ہم اسوقت مضمون کے سلسلہ کو مکمل کرنیکے لئے اسکو یہاں درج کرتے ہیں کہ "دالی واہیر ایک مرید تھا پہلے آسٹریلیا کے ملک میں رہتا تھا اور اس جگہ میں اس کو اپنے سلسلہ کا افسر بنایا ہوا تھا اور ان دنوں میں میرا یقین تھا کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام کیواسطے موزون اور مناسب آدمی ہے پھر جب فروری سنہ ۱۹۰۶ء میں مجھے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ دماغی اور جسمانی محنت سے ایک لمبا عرصہ آرام کرنے کے واسطے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں اسوقت میں نے دیکھا کہ دالی واہیر قائم مقام ہونیکے واسطے خاص کر خدا کی طرف سے طیار کیا گیا ہے اسی یقین کے مطابق میں اسکو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود اس طرف چلا گیا اور باضابطہ اسکو اپنی تمام جایداد کا اختیار دیا کہ وہ جس طرح سے چاہے اس جائداد کو استعمال کرے فروخت کرے یا نئی خرید کرے غرض ہر طرح سے اس پر پورا بھروسہ کیا گیا اور اسکو تمام اختیارات ظاہری و باطنی دیئے گئے اور تمام جماعت کا اس کو سردار مقرر کیا گیا میں اسکو یہ بھی لکھا کہ خدا نے تجھے اس کام پر مقرر کیا ہے اور تمہارے اس تقرر میں میں صرف ایک واسطہ ہوں اور خدا کا ہتھیار ہوں ورنہ کرنیوالا سب کچھ خدا ہی ہے یہ ایک نہایت عظیم الشان عہدہ ہے جو کہ تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور اگر تم اس کو عمدگی سے پورا کروگے تو پھر تم کو میں اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کرونگا اور تم اس سلسلہ میں مسیح کے دوسرے رسول مقرر کئے جاؤگے۔ الغرض بڑا اعتبار اس شخص پر کیا گیا اور تمام مال متاع اور جائداد کا اس کو مالک بنا دیا گیا لیکن اس نے نہایت دغابازی اور محسن کشی سے کام لیا اور شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے ۔۔۔ میرے برخلاف منصوبے گانٹھنے شروع کردئے اور پہلے ایک دو ماہ تک مجھے کوئی خط نہیں لکھا اور معلوم نہیں کہ اندر ہی اندر کیا منصوبے میرے برخلاف بناتا رہا۔ اور

دوسرے آدمیوں کو میرے برخلاف کرتا رہا کچھ عرصہ کے بعد مجھے خط لکھا کہ چونکہ کام میں بہت مصروف رہتا ہوں اور میرے نزدیک یہ نیکی ہے کہ کام بہت کیا جاوے اور کام کا ذکر تھوڑا کیا جاوے اسواسطے میں نے آپ کو خط نہیں لکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ صیحوں میں بہت سے امور قابل اصلاح ہیں اور میں نے اُن اصلاحوں کو شروع کر دیا ہے لیکن اخلاقی حالت میں اچھے نہیں ہیں اور جس شخص کو تم بُرا اور مخالف خیال کر کے نکالنا چاہتے ہو اور مجھے تاکید کرتے ہو کہ اُسے خارج کرنا چاہیئے میرے خیال میں وہ آدمی اچھا ہے اور آپ کو صرف غلط فہمی ہوئی ہے وہ آدمی خراب نہیں ہے غرض اس قسم کی تشفی کا خط اس نے مجھے تحریر کیا لیکن جب مجھے خبر لگی کہ وہ میرے برخلاف کارروائیاں کرتا ہے اور میرا کوئی کہنا نہیں مانتا تو میں نے اسکو لکھا کہ بغیر میری تحریری اجازت کے تم آیندہ کوئی کام نہ کرو جسے میں موقوف کرنیکے واسطے کہتا ہوں موقوف کر دو جسے رکھنے کے واسطے کہتا ہوں رکھو اس کے جواب میں چند روز کے بعد مجھے تار آیا جو والی وا۔ اور چند دیگر مریدین کی طرف سے تھا اور اس تار میں یہ لکھا تھا کہ تمام جماعت بالاتفاق تمہاری فضول خرچی۔ ریاکاری۔ غلط بیانیاں۔ مبالغہ آمیز کلام لوگوں کے مال کے ناجایز استعمال ظلم اور غضب پر سخت اعتراض کرتی ہے اسواسطے تمہیں تمہارے عہدۂ نبوت اور افسری سلسلہ سے معطل کیا جاتا ہے مفصل خط ڈاک میں روانہ ہوتا ہے ان باتوں کا قابل تشفی جواب و بہتر ہے کہ خاموش ہو گوشہ نشینی اختیار کرو اگر مخالفت کرو گے تو قانونی چارہ جوئی کی جاویگی۔

اس تار کے ملنے پر مجھے پورے طور سے معلوم ہو گیا کہ کتنی بڑی بھاری بغاوت اور خیانت کا منصوبہ میری مخالفت میں کیا گیا ہے اسواسطے میں فوراً اس ملک سے چل پڑا تاکہ خود جا کر ہر ایک بات کا فیصلہ کروں اور اپنے بنائے ہوئے شہر کو اور اپنے مریدوں کو اس غاصب کے ہاتھ سے چھوڑاؤں لیکن جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ والی وا نے قریباً تمام شہر کو میرے مخالف کر رکھا ہے تھوڑے تھے جو مجھ پر ایمان رکھتے تھے بہت ہی تھوڑے آدمی مجھے لینے کے واسطے اسٹیشن پر آئے شہر میں داخل ہو کر معلوم ہوا کہ میری تمام جایداد اور مکانات اور ہر ایک چیز جو میری تھی اسپر مخالفانہ قبضہ ہے یہاں تک کہ میرا بستر اجس پر میں رات کو آرام کرتا تھا وہ بھی چھین لیا گیا ہے مخالفت نہایت ہی سخت تھی اسواسطے مجھے ناچار عدالت کی طرف جھکنا پڑا"[۴] ڈوئی آج کل اسی شہر میں ہے مگر بہت بیمار ہے اور گھر سے باہر نہیں نکل سکتا اسپر ایک سخت تباہی واقعہ ہوئی ہے پہلے بیشک وہ اچھا تھا

۴ اس جگہ والی وا کا بھی ایک خط درج کیا جاتا ہے جو کہ مفتی صاحب ایڈیٹر بدر کے نام آیا اور اخبار بدر میں چھپ چکا ہے یہ شخص ڈوئی کا نائب تھا جیسا کہ ڈوئی کے اپنے اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے وہ خط یہ ہے

اور اس نے دنیا کو ایک اعلیٰ تعلیم دی تھی اور خدا سے الہام پا کر اُس نے یہ سلسلہ قایم کیا تھا لیکن وہ جو انسان کے روح کا دشمن ہے (شیطان) اس نے ڈوئی کو بھی گمراہ کر دیا اسواسطے ڈوئی خود بھی اس تعلیم پر نہ رہا جو کہ وہ لوگوں کو دیتا تھا پس وہ سلسلہ سے خارج کیا گیا" . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . . وہ مقدمہ جسکا اشتہار میں ذکر کیا گیا ہے ہوا اور جج نے فیصلہ کیا کہ اصل حقدار صیحون کے لوگ ہیں اور ڈوئی کا دعویٰ جھوٹا ہے چنانچہ اسکے لئے ایک قلیل مشاہرہ مقرر کر دیا گیا اور اس صدمہ سے آخر وہ پاگل ہو گیا چنانچہ ڈیلی ٹیلیگرام میں شایع ہو چکا ہے کہ "ڈوئی کے مرید جو ابھی تک اس کے ساتھ ہیں ایک جگہ اسکا وعظ سننے کے واسطے جمع ہوئے اور ان کی تعداد صرف دو سو کی تھی اس میں ڈوئی نے جو تقریر کی تو صاف معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہے۔ یہانتک کہ اپنا نام بھی بھول گیا ہے کہتا ہے کہ میں جبری ہوں اور رات بھر مخالفوں سے لڑائی کرتا رہا ہوں اور جنگ میں میرا جرنیل مارا گیا ہے اور میرے ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں چنانچہ ہاتھوں پر پٹیاں باندھی ہوئی تھیں) ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اب جلد مر جاوے گا" اور آخر ان سب تباہیوں کے بعد ڈوئی ۸ - مارچ ۱۹۰۷ء کو امریکہ میں بڑے دکھ کے ساتھ مر گیا مرنے سے چند دن پہلے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور وہ ڈوئی جسکے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی مرتے وقت صرف چار آدمی اسکے پاس ایسے تھے جو کہ اس کی مدد کرتے تھے اور وہ جو کہ کروڑوں کا مالک تھا جب مرا تو بمبئی کا اخبار لکھتا ہے کہ صرف دس ڈالر اسنے اپنی بیوی کے لئے ترکہ میں چھوڑے پس کیا عبرت کا مقام ہے اسکے لئے جو سوچ اور غور کرے مباہلہ ہم ثابت کر چکے ہیں اسکا نتیجہ لکھ چکے ہیں پس اور کونسی بات رہگئی ہے جسکے ہمارے مخالف منتظر ہیں کیا کوئی بادیا آنکھ نہیں جو ان حالات کو پڑھکر اپنی درستی کرے کیا کوئی ایسا شریف دل نہیں جو ان حالات پر غور کر کے نصیحت پکڑے کیا سچ کی غیرت اور حق کی محبت دنیا سے اٹھ گئی ہے کہ اب بھی لوگ انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں اے مسلمانو! ہندؤ! اور عیسائیو! انکھیں کھولو کہ خدا کی رحمت اور قہر کے دن ہیں رحمت انکے لئے جو اسکے مامور کو قبول کریں اور قہر ان کے لئے جو اسکا انکار کرتے ہیں پس مبارک ہیں وہ جو وقت کی قدر کرتے اور زمانہ کو پہچانتے

ہیں کیونکہ ضرور ہے کہ خدا انکو تمام دنیا پر فضیلت دے اور ان شفاعوں پر پہنچائے جو اسکے پیاروں اور عزیزوں کے لئے مخصوص ہیں۔ کاش کوئی سعید دل اسپر غور کرے کہ عذاب کی کئی قسمیں ہیں یعنے عزت کی بربادی۔ صحت کی تباہی اور عقل کی تباہی اور رشتہ داروں کی تباہی اور ایمان کی تباہی اور ڈوئی خدا کے مامور کے مقابلہ میں آکر ان سب عذابوں کا نشانہ بن چکا ہے کیونکہ وہ ولدالزناہ ثابت کیا گیا اور ایک عورت سے اسکا ناجائز تعلق معلوم کیا گیا پس اس طرح اسکی عزت برباد ہوگئی پھر وہ صیحوں سے نکالا گیا اور اسکا مال چھین لیا گیا یہ اسپر مالی عذاب آیا اُسپر فالج پڑا اور صحت برباد ہوگئی بیوی بچوں نے چھوڑ دیا عزیزوں کی تباہی ہوئی اپنے عقیدہ کے برخلاف شراب کا عادی ثابت کیا گیا ایمان کا ستیاناس ہوا مرنے سے پہلے دیوانہ ہوا عقل پر آفت پڑی حضرت میرزا صاحب کے سامنے مرگیا سو آخری عذاب موت کا بھی چکھ گیا کیونکہ یہ حسرت اسکے دل میں ہی رہی کہ کب اسلام تباہ ہو اور وہ خوشی کی عید منائے اور اب بھی اگر کوئی نکتہ چین آنکھ اور معرفت سے بے بہرہ دل اس پیشگوئی میں نقص نکالنے کی بیفائدہ کوشش کرے اور حق کو نہ دیکھے تو ہم اسکے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ربنا افتح بیننا وبین قوم الظالمین اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر بعض کورچشموں کا اعتراض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی پیشگوئی شایع نہیں کی گئی اور گویا ڈوئی کی نسبت جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ جھوٹ اور افترا ہے پس اسلئے ہم ذیل میں دو اخباروں کا اقتباس شایع کرتے ہیں جو کہ ریویو آف رلیجنز مورخہ ۲۰ اپریل میں شایع ہوچکا ہے اخبار گلاسگو ہیرلڈ مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء لکھتا ہے (از نامہ نگار لنڈن) پچھلے چند ہفتوں میں ایک اشتہار بعنوان "پگٹ و ڈوئی کے متعلق مسیح موعود کی پیشگوئیاں" ممالک یورپ وامریکہ میں مشتہر کرنے کی غرض سے قادیان ملک پنجاب سے شایع ہوا ہے یہ ایک عجیب قابل ذکر تحریر جو چھ صفحہ حجم کا پرچہ ہے زبان انگریزی میں بمقام لاہور میں چھپی ہے لیکن مسیح موعود ایشیا کا رہنے والا ہے کیونکہ اس پرچہ میں مترجم کا نوٹ درج ہے اور پیشگوئی کے نیچے مرزا غلام احمد صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔

"عیسائی مذہب کی غلطی: یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اس اشتہار کے مضمون کو خلاصۃً بغیر

کسی قسم کی رائے زنی کے لکھا جاوے تو دعوی پیش کردہ میں کسی قسم کے شک کی گنجایش نہیں مرزا غلام احمد صاحب بڑی صفائی اور تفصیل سے ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا لیکن مسیح کے متعلق تمام پرانے خیال کے عیسائیوں سے انکا خیال مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ انسان خدا بن جائے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید اور گہرا تعلق پیدا کرلے اور اس طرح سے خدائے تعالیٰ کا مظہر ہو جاوے بعض اوقات ایسے انسان سے صفات الٰہی ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صورت کا عکس اسکے آئینہ دل پر پڑتا ہے اور ساتھ ہی اس سے انسانی صفات بھی ظہور میں آتی ہیں کیونکہ فطرتاً وہ ایک بشر ہوتا ہے یہی باعث ہے۔ کہ جن لوگوں کو روحانیت میں کم دخل ہے وہ ایسے انسان کے بارہ میں دھوکہ کھا جاتے ہیں کیونکہ ان کی ایک جانب نظر ہوتی ہے اور دوسری طرف سے بالکل اندھے ہوتے ہیں ایک انسان میں صفات الٰہی کا انعکاس پاکر اس ظل کو اصل خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور ایسے شخص کو واقعی خدا تعالیٰ سمجھتے ہیں لیکن عیسائیوں کا وہ فرقہ جنہوں نے حضرت مسیح کو خدا بنایا ہے جس غلطی میں وہ پڑے ہوئے ہیں اور جو دھوکہ ان کو لگا ہے وہ دیگر تمام مشرک قوموں کی غلطی اور دھوکہ سے بدرجہا بڑھکر ہے مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک جو بات عیسائی مذہب کے متعلق بہت مایوسی پیدا کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ جب عیسیٰ کی خدائی کا جھوٹا عقیدہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کی طبایع کے نزدیک قبول کرنیکے قابل نہ رہا تو ایک جھوٹے خیال کو قائم رکھنے کے لئے نئے نئے بیہودہ طریق پیش کئے جاتے ہیں اور ایک جھوٹے عقیدہ کو بحال رکھنے کے لئے نئے جھوٹے دعوے تراشے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگٹ:۔ مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک سخت قابل نفرت اور نہایت بیہودہ دعاوی وہ ہیں جو ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگٹ نے کئے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یورپ میں مسٹر پگٹ مسیحیت و خدائی کا دعوی کرتا ہے اور اپنے آپ کو زمین و آسمان کا مالک قرار دیتا ہے اور مغربی کرہ میں چیکاگو کا ڈاکٹر ڈوئی کھڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں الیاس ہوں جس نے یسوع مسیح سے پہلے آنا تھا اور ۲۵ سال آیندہ کے اندر یسوع مسیح کی آمد کی پیشگوئی کرتا ہے اس کام کے اختیار کرنے میں ان دو جھوٹے دعوے کرنیوالوں نے جو دلیری کی ہے اس میں ایک خفیف سا فرق ہے سکاٹ لینڈ کا مفتری یعنی ڈوئی کمزوردل معلوم ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ اسکا یہ دعوے ہے

کہ وہ بحیثیت ایک نوکر کے اپنے مالک (مسیح) کے واسطے راستہ تیار کرنے آیا ہے لیکن الیاس ہونے کا دعوے کرنے میں بھی بزدلی دکھلاتا ہے مسٹر پگٹ ڈوئی سے زیادہ دلیر ہے یعنی جھوٹے دعوے کے کرنے میں اُسنے زیادہ دلیری اور جرأت دکھلائی ہے اور کہتا ہے کہ میں وہی مسیح ہوں جو پہلے آیا تھا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر وہ خود خدا ہونیکا دعویدار ہے یہ تمام اسکی لغویات اور کفر کی باتیں ہیں۔

"صد ہا نشانات آسمانی: - مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ اسلئے کہ زمین بدکاریوں اور جھوٹے عقیدوں اور جھوٹے دعووں سے آلودہ ہوگئی تھی سچا مسیح سرزمین پنجاب میں نازل کیا گیا ہے اگرچہ وہ خدائی کا دعوے نہیں کرتا لیکن اسکا مسیحیت کا دعویٰ بھی اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ میری تائید میں جو سینکڑوں نشانات آسمانی ظاہر ہوئے ہیں انکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے میری صداقت کی شہادت دی ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے جو برکات و فضل مجھ پر نازل کئے ہیں وہ ان فضلوں سے بدرجہا بڑھکر ہیں جو اس مسیح پر نازل ہوئے تھے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے وجود کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا عکس اس پہلے یسوع کی نسبت بہت زیادہ پڑا ہے اگر یہ تمام میری اپنی ہی لاف و گزاف ہے جس کی اور کوئی سند نہیں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری صداقت کی شہادت دیتا ہے تو کوئی نہیں جو مجھے جھٹلا سکے۔

"دعوت مقابلہ: - خصوصاً ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگٹ کی قسمت کا فیصلہ مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہوگا مترجم کے نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستمبر سال گذشتہ میں بذریعہ ایک ماہواری رسالہ اسمی ریویو آف ریلیجنز قادیان میں مسیح موعود کی جانب سے ڈاکٹر ڈوئی کو دعوت مقابلہ کی گئی تھی کیونکہ ڈاکٹر ڈوئی نے پیشگوئی کی تھی کہ تمام مسلمان ہلاک ہوجاویں گے اسلئے کہ وہ یسوع مسیح کو خدا اور ڈوئی کو الیاس نہیں مانتے اس تحریک سے جو دعوت مقابلہ کی گئی اس کے الفاظ یہ ہیں "اس امر کا فیصلہ کہ مسلمانوں کا خدا سچا خدا ہے یا ڈوئی کا خدا سچا ہے ان لاکھوں جانوں کو ضایع کرنیکے بغیر بھی ہوسکتا ہے جن کے ضایع ہونے کی ڈوئی پیش گوئی کرتا ہے وہ طریق فیصلہ یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو تباہی کی دھمکی دینے کی بجائے اسکو چاہیے کہ وہ صرف مجھے حریف مقابل منتخب کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہوجاوے اس

تجویز کے قرار دینے میں بنیخ خود بخود ابتداً انہیں کی بلکہ ڈوئی کی جرأت کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے چاہا ہے کہ ایسا ہی ہو۔"

"ایک پیشگوئی:۔ اس دعوت مقابلہ کا بظاہر کوئی نوٹس نہیں لیا گیا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دعوت مقابلہ خالی از نتیجہ بھی نہیں کیونکہ ڈاکٹر ڈوئی نے اپنے فرقہ کے پرچہ نامی "لیوز آف ہیلنگ" کی گذشتہ اشاعت میں عیسائیوں کو تثلیث کے عقیدہ کا الزام دیا ہے اور یہودیوں اور مسلمانوں کے ساتھ جو توحید الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں ہمدردی ظاہر کی ہے مرزا غلام احمد صاحب اپنی پیشگوئی مؤرخہ ۲۳۔ اگست گذشتہ میں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنی دعوت مقابلہ کے جواب کا سات ماہ آیندہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے اس مقابلہ کو منظور کر لیا اور اسکی شرایط کو پورا کیا تو تمام دنیا اس مقابلہ کا انجام دیکھ لے گی میری عمر ستر سال کے قریب ہے حالانکہ ڈاکٹر ڈوئی صرف ۵۵ سال کی عمر کا ہے لیکن چونکہ اس امر کا انفصال عمر پر نہیں ہے اسواسطے میں ان عمر کے سالوں کی تفاوت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر اب بھی ڈوئی مقابلہ سے انکار کرے گا تو امریکہ کے پیغمبر کے دعاوی جھوٹ اور افترا ثابت ہو جاویں گے مسٹر پگٹ کے بارے میں مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ہے کہ وہ خدائی کا متکبر مدعی میری حیات میں تباہ ہو جاوے گا۔

"ایک دلیری کا دعویٰ:۔ شاید اس امر کا لکھنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مترجم اپنے نوٹ کی آخری فقرہ میں ماہ گذشتہ کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایک آرٹیکل کی طرف توجہ دلاتا ہے جس میں درج ہے کہ یسوعؑ صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگ آیا تھا اور بعد ازاں بمقام سری نگر ملک کشمیر وفات پائی جہاں محلہ خانیار میں اب تک اسکی قبر موجود ہے۔"

اخبار نیویارک کمرشل ایڈورٹائزر لکھتا ہے "دور دراز ملک ہند سے ایک چھپا ہوا اشتہار مرزا غلام احمدؑ کی طرف سے آیا ہے جو پنجاب قادیان سے لکھتے ہیں انہوں نے الیاس ثالث کو مقابلہ میں بلایا ہے کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کرکے دکھاوے مگر ابھی تک صیہون شہر کے مسیح نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے دعویٰ الوہیت کے ثبوت میں ہندوستانی مسیح کہتا ہے کہ جب خدا نے دیکھا کہ زمین پر بدی اور ناپاکی پھیل گئی ہے تو اس نے مجھے پنجاب کی زمین میں مبعوث کیا کیونکہ

اس کے کام عجیب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”میں وہ سچا مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونیوالا تھا۔ یہ خدا نے مجھے کہا ہے اور میں صرف اپنے مُنہ سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا ہے میری گواہی دیتا ہے خدا تعالیٰ کی یہ شہادت سینکڑوں آسمانی نشانوں کے ذریعے ظاہر ہوئی ہے جو اس نے میری تائید میں دکھائے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسکا فضل اس مسیح سے مجھپر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا اگر یہ صرف منہ کی باتیں ہیں اور کوئی گواہی میرے پاس نہیں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا تعالیٰ میرے لئے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دے سکتا ہزاروں دفعہ اس نے میرے لئے گواہی دی ہے اتنی دفعہ کہ میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی گواہی ہے کہ یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونے کا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائیگا دوسری یہ گواہی ہے کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دُکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔ یہ دو نشان ہیں جو یورپ اور امریکہ کے لئے خاص کئے گئے ہیں کاش وہ ان پر غور کریں اور ان سے فایدہ اٹھاویں۔

یاد رہے کہ ابتک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہ دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا اسلئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء ہے اسکو پورے سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آگیا اور جس طور سے مقابلہ کرنیکے لئے تجویز کی ہے جسکو میں شایع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اخبار میں عام اشتہار دیدیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ مقابلہ کا انجام کیا ہوگا میں عمر میں ستر کے قریب ہوں اور وہ قریباً پچپن سال کی عمر کا ہے اور اسلئے میرے مقابلہ میں گویا ایک جوان آدمی ہے لیکن میں نے اپنی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک اور احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کریگا اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو آج میں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اسپر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اسکا بھی شکست کی صورت سمجھی جاوے گی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیے کہ یہ تمام دعویٰ اسکا الیاس بننے

کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہیگا لیکن درحقیقت ایسے مقابلہ سے گریز کرنا بھی اس کے لئے موت ہی ہوگا اور یقین سمجھو کہ اسکے صیہون پر جلد تر ایک آفت آنیوالی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک صورت ضرور اسکو پکڑ لے گی"۔

اس بات کو مدنظر رکھکر کہ احمدؑ نے ڈوئی کو سخت مشکلات میں پھنسا دیا ہے یہ قرین قیاس ہے کہ موخر الذکر ان مشکلات میں پھنسا رہیگا بہ نسبت اس کے کہ کھلے میدان میں مقابلہ پر آئے اور دنیا کو سخت دکھ اور حسرتوں کے ساتھ چھوڑے"۔

یہ نشان جو میں نے لکھا ہے یہ زمینی تھا لیکن ایک اور نشان ہے جو کہ آسمان سے ظاہر ہوا تاکہ حضرت مسیح موعود کی صداقت تمام دنیا پر ظاہر ہو اور وہ جو جھوٹ اور فریب میں کوئی برائی نہیں دیکھتے اپنے منہ چھپالیں اور شرمندگی سے انکے چہروں پر عرق آجاوے مگر ایسی روحیں بھی کم ہی دیکھی جاتی ہیں اور عام طور سے لوگ خدائی شہادت اور قہری تجلی کو دیکھکر بھی آنکھیں بند ہی رکھتے ہیں اور حیرت سے پوچھتے ہیں کہ خدا کے ظہور کی روشنی کسکو کہتے ہیں اور وہ کب پیدا ہوئی ہم تو وہی اندھیرا ہی دیکھتے ہیں اور کوئی چمک ہماری آنکھوں کو نہیں چندھیاتی مگر افسوس وہ نہیں جانتے کہ اندھے ہمیشہ سورج کا انکار کرتے اور روشنی پر قہقہہ لگاتے ہیں اور وہ جو بہرہ ہیں آواز کی ماہیت کو نہیں سمجھ سکتے اور وہ جن کی قوت شامہ نہیں انکے لئے بدبو اور خوشبو ایک ہی چیز ہیں پس یہ کیونکر ہو کہ وہ دلوں کے اندھے اور بہرے خدا کے ظہور کی چمک کو دیکھیں اور اسکی شیریں آواز کو سنیں ہاں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جس کے دل.. کا ناک بند ہو گلشن احمد کی تیز خوشبو سے محظوظ ہو سکے کاش اگر وہ دلوں کے اندھے اور بہرہ تھے اور اس بات کو نہیں سمجھ سکتے تھے جو کہ خدا تعالیٰ نے انکی بہتری کے لئے پیدا کی تھی اور ان کا ادراک اس شخص کو قبول کرنے سے قاصر تھا جسکو اس نے مبعوث فرمایا تھا تو وہ اسی کی طرف جھکتے اور آہ وزاری سے زمین کو سر پر اٹھا لیتے اور چلاتے کہ اے خداوند اے باپ جو آسمان پر ہے اپنے غریب اور بیکس بندوں پر رحم فرما اور سچائی کو ہمارے لئے کھولدے اے خداوند! اے رحمان اگر یہ بندہ تیری طرف سے ہے اور تو نے اسکو ہماری بہتری کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور وہ جو کچھ یہ کہتا ہے جھوٹ نہیں تو ہماری آنکھیں کھول اور ہماری عقل پر سے پردہ اٹھا دے تاکہ ہم تیرے نبی کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھیں اور تیرا کلام ایک مطمئن

دل کیسا تھا نہیں اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اسکو ہدایت کر یا ہلاک کرتا کہ جھوٹوں کے لئے عبرت ہو مگر افسوس کہ وقت گذر گیا اور ان لوگوں نے اپنے اندر کچھ بھی تبدیلی پیدا نہیں کی بلکہ شرارت میں روز بروز بڑھنے لگے اور وہ جو کہنا مناسب نہ تھا کہا اور جسکا کرنا ناجائز تھا کیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ گویا کوئی خدا نہیں جو انکی طرف دیکھتا اور ان کی باتوں کو سنتا ہے بلکہ خیال کیا کہ جو کچھ ہیں وہی ہیں اور تمام خدا کے کام انہیں کو سپرد ہیں اور وہ جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں مگر یہ ان کی ایسی سخت غلطی ہے جو نہ معلوم ان کو کہاں تک ذلیل کر گئی خدا تعالیٰ نے یہودیوں پر کسقدر احسانات کئے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا ذکر قرآن شریف میں بار بار آتا ہے مگر جب وہ اس سے پھر گئے اور اپنے آپ کو عذاب یا دکھ سے بے پرواہ سمجھنے لگے تو دیکھو کسقدر سخت عذاب ان پر آیا اور کیسا دکھ تھا جسمیں وہ مبتلا کئے گئے ان کی سلطنت تباہ کی گئی ان کا مال لوٹا گیا اور وہ خود غلام بنائے گئے اور یہ سب کچھ بخت نصر کے وقت میں ہوا تا کہ ان کو ہوش آئے اور وہ اپنے کردار سے باز آئیں توبہ کریں اور اس خدا کے آگے پھر سر جھکائیں جس نے ان کو اتنی عزت بخشی تھی اور جسکی نافرمانی کرنے کی وجہ سے یہ ذلیل کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ یہودی جو ہزاروں بدیوں اور لاکھوں گناہوں میں مبتلا ہو رہے تھے پھر پہلے کی طرح پاک اور صاف ہو گئے اور کل ناپاکیوں کو چھوڑ بیٹھے اور انہوں نے اس عذاب کی آگ کو اپنے آنسوؤں کیساتھ بجھا دیا اور پچھلی خطاؤں کی معافی چاہی چنانچہ وہ پھر معزز ہوئے اور خدا کا فضل پھر انکے شامل حال ہونے لگا مگر یہ انعام جو ان پر ہوا اس نے پھر انکو غافل کر دیا اور وہ کچھ مدت کے بعد پھر خدا سے غافل ہو گئے اور وہ افعال جو نہ کرنیکے تھے کرنے لگ گئے اور اب کی دفعہ مسیح ان کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ پھر ہوش میں آئیں لیکن بجائے سیدھے ہونیکے وہ اور بھی بگڑ گئے اور انہوں نے بغیر کسی گناہ کے مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا اور وہ جو ان کو پاک کرنے آیا تھا اور نیکی کا رستہ بتانے آیا تھا اسکو انہوں نے اسقدر تکلیفیں پہنچائیں کہ اس نے مجبور ہو کر یہاں تک کہا کہ پرندوں کیلئے گھونسلے ہیں لیکن ابن آدم کے لئے اتنی جگہ بھی نہیں کہ سر چھپائے لیکن چونکہ انہوں نے مسیح کو اتنا ستایا یہانتک کہ صلیب دیدیا تو خدا نے اسکو صلیب سے زندہ بچا یا اور کشمیر میں جسکی نسبت شاعروں نے یہانتک کہا ہے۔ کہ ؎ اگر فردوس بر روئے زمین است + ہمین است و ہمین است و ہمین است + اسکو جگہ دی اور یہودیوں کو جنہوں نے اسکو تکالیف دی تھیں

اسقدر سخت پکڑا کہ وہ بجائے ایک مہذب قوم ہونے کے وحشی بن گئے یہاں تک کہ نبی کریم کے وقت
پھر ان کی مخالفت کی وجہ سے انکے لئے حکم ہو گیا کہ اب یہ ذلیل ہی رہینگے اور کہیں چین اور آرام کر
نہیں رہ سکیں گے اور اب ان کی سلطنت نہیں ہوگی چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اب
یہ دیکھنا چاہیے کہ نبی کریم کی مشابہت حضرت موسیٰ سے ہے اور ان کے نائب کی مشابہت مسیح
سے ہے پس اسکی امت کی مثال موسیٰ کی امت کی سی ہے چنانچہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ سے بھی
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ یہ امت بھی یہودیوں کی طرح ہو جائیگی ورنہ اگر ایسا ہونا ہی
نہیں تھا تو یہ دعا سکھائی کیوں گئی اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ یہ امت آخر میں بگڑ کر یہودی
صفت ہو جائیگی چنانچہ اس مشابہت کی وجہ سے مسلمانوں پر بھی ایک ایسا وقت آیا کہ ترکوں نے
بغداد پر حملہ کرکے انکو اسقدر تباہ کیا کہ اگر خدا کا فضل شریک نہ ہو جاتا تو مسلمان پھر سر نہ اٹھا سکتے
لیکن خدا نے چونکہ پھر اس مذہب کو بڑھانا تھا اسلئے حملہ آوروں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دیدی
اور ایک دفعہ پھر اسلام نے دنیا پر ترقی کا قدم مارنا شروع کیا اور ایک مدت کے بعد پھر ویسے ہی عیاش
اور غافل ہو گئے چنانچہ جب معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور قریب تھا کہ آخری قطرہ پڑکر اسلام پر تباہی
کا دروازہ چاروں طرف سے کھل جائے اور ذلت کا سیلاب انپر بہ آئے تو خدا تعالیٰ نے ایک
شخص کو برگزیدہ کرکے اسلئے بھیجا کہ وہ انکو درست کرے اور اسکا نام مسیح رکھا مگر تھوڑے ہیں
جو اسکی طرف جھکے اور کم ہیں جنہوں نے اسکی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنا پس ضروری ہوا کہ
یہودیوں کی طرح ان پر عذاب آلہی نازل ہو اور وہ طاعون قحط اور جنگ زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا اور
ابھی اور بہت عذاب آنیوالا ہے مگر چونکہ خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اسلئے وہ اپنے مسیح کے
ہاتھ سے بہت سے نشانات دکھلاتا ہے تاکہ دنیا سمجھتی بھی جائے چنانچہ تازہ نشانوں میں سے
دو تو پچھلے پرچہ میں چھپ چکے ہیں اور ایک ڈوئی کا نشان اسی پرچہ میں شایع ہوا ہے اور ایک یہ اور
نشان ایک آسمانی گولہ کا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں
آیا چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اسکی نسبت پہلے سے خبر دی تھی اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ سات مارچ سنہ ۱۹۰۷
کو الہام ہوا "پچیس دن (یا پچیس دن تک)" اور اسکی تشریح جو حضرت صاحب نے ساتھ ہی شایع
کرادی تھی وہ یہ ہے۔ کہ "پچیس دن کے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ ۷۔ مارچ سے پچیس دن پوری

پورے ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی نیا واقعہ ظاہر ہوگا اور ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گزر جائیں یا یہ کہ سات مارچ سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا اور پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ "یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے اس کا ہم اس وقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اسکے کہ یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائے گا" پس جیسا کہ لکھا گیا تھا عین پچیس دن کے سر پر یعنی ۳۱۔ مارچ کو ایک ایسا ہولناک اور تعجب انگیز واقعہ ہوا کہ تمام دنیا حیران ہے کہ یہ کیا تھا چنانچہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے چند نامہ نگاروں نے کل ناظرین اخبار سے سوال کیا کہ کبھی پہلے بھی ایسا واقعہ دنیا میں ہوا اور اس سوال کے جواب میں خود ایڈیٹر بھی اب تک خاموش ہے اور اس اخبار میں مختلف وقتوں میں گجرانوالہ ڈلہوزی اور کشمیر وغیرہ کے خطوط چھپے ہیں جنہیں لکھنے والے نہایت حیرت سے ظاہر کرتے ہیں کہ شام کے چار بجے ایک ایسا واقعہ ہوا کہ عقل دنگ ہے یعنی آسمان سے ایک آگ کا گولہ اترا جو کہ نہایت روشن تھا اور وہ کچھ دور تک نظر آکر پھر ایک جگہ پھٹا اور بڑی گونج سنائی دی اور پھر ایک بادل سا بنکر غائب ہو گیا ڈلہوزی سے خبر دینے والا شخص بیان کرتا ہے کہ یہ ایک چیز نہیں تھی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مختلف آگیں گری ہیں غرضیکہ یہ ایک ایسا عجیب واقعہ ہے جو کل پنجاب میں ظاہر ہوا اور عین پچیس دن کے خاتمہ پر جسکا کوئی مخالف انکار نہیں کرسکتا اور یہ واقعہ ایسا ہولناک تھا کہ ڈاکٹر عبد الستار ربیہ سے لکھتے ہیں کہ وہاں اس واقعہ سے چند مزدور جو باہر کام کر رہے تھے بیہوش ہوگئے اور بعض جو زیادہ قوی دل رکھتے تھے اسقدر ہیبت زدہ ہوئے کہ بھاگ کر گھروں میں گھس گئے اور سنا جاتا ہے کہ بعض جگہ یہ گولہ ایک ہی دن میں تین دفعہ ظاہر ہوا جسکی شکل ایسی تھی کہ گویا ایک فانوس ہے اور اسکے پیچھے دو تین گز لمبی تیز روشنی تھی جس سے اسکی عجیب شکل بن گئی تھی کہ دیکھنے والیکا دل کانپ جاتا تھا یہ گولہ علاوہ دوسری جگہوں کے قادیان میں بھی دیکھا گیا اور اسکی اسقدر ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہوئی کہ بازار میں ہندو تک اقرار کر رہے تھے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر افسوس کہ زبانی تو بہت لوگ کہدیتے ہیں اور جب کسی واقعہ کی ہیبت یا ڈر دل سے اٹھ جاتا ہے تو پھر اسی طرح غفلت میں ڈوب جاتے ہیں اسجگہ ہم پیسہ اخبار کے چند نامہ نگاروں کے خط درج کرتے ہیں تاکہ ہماری بات کی اور بھی تصدیق ہو جائے۔

تحصیل جہلم - ۲۱ - مارچ کو بروز اتوار تقریباً ۴ بجے شام کے ایک شعلۂ آتش آسمان پر مغرب کی نمودار ہو کر مشرق کی طرف جا کر غائب ہو گیا اور اخیر ایک بادل سا نظر آیا یہ خدا کی قدرت دیکھکر سب حیران رہ گئے۔

سنگھنل ریاست جموں - کل شام ۴ بجے عجیب قدرت دیکھنے میں آئی اور پھر اسی واقعہ کا ذکر کر کے آخیر پر لکھا ہے) سب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہیں۔

ضلع گورداسپور - کل شام ۳۱ - مارچ بوقت ۴ بجکر ۴ منٹ پر ایک ستارہ یعنی ایک سخت تیز روشنی بمشابہ ایک مشعل کے جس کے پیچھے ایک گز نہایت ہی سفید و شفاف چاندی کا سا دستہ معلوم ہوتا تھا جنوب سے شمال کو جاتا ہوا معلوم ہوا اور پھر آخر وہ ایک جگہ زمین پر گرتا ہوا بھی معلوم ہوا جس جگہ وہ گرا اس جگہ سے تین مختلف جگہ سے دھواں نمودار ہوا اور اس کے بعد ایک بڑی ہولناک گرج سنائی دی مجھے جہانتک معلوم ہوا ہے سات سات میل کے فاصلہ پر یہی حال ظہور میں آیا ہے بیچارے دیہاتی لوگ اس کیفیت کو دیکھکر سخت حیرت زدہ ہو رہے ہیں۔

ضلع گجرات - عجائبات قدرت حق میں سے ایک کا مشاہدہ ہوا ہزارہا لوگ دیکھکر حیران ہوئے

ضلع راولپنڈی - ۳۱ - مارچ کو دوپہر سے تا بوقت زوال مختلف جگہوں پر اس علاقہ میں آسمان سے شعلے آتش کے بشکل برج آتشی گرتے نظر آئے اور زمین کے نزدیک آتے ہی دھواں بن کر غائب ہو گئے۔

گڈاری تحصیل جہلم - کل ۳۱ - مارچ کو بوقت ساڑھے تین بجے شام کے ایک شعلہ آتشیں ایسا نظر آیا کہ جس کے سامنے سورج کی روشنی بھی مات ہو گئی تھی دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں ایک دو آدمی نے نہیں دیکھا بلکہ صدہا نے دیکھا ہے لوگ بہت ششدر ہیں شاید یہ بھی قیامت کی مقررہ آثار میں سے کوئی نشان ہو۔

ضلع فیروز پور - ۳۱ مارچ کی آسمانی آگ نے عوام الناس کو خائف کر رکھا ہے (پھر واقعہ کو بیان کر کے لکھا ہے) اکثر آدمی خوف سے گھروں کو بھاگ آئے اس سے لوگ بہت ہراساں ہو رہے ہیں۔

اور اس جگہ اخبار عام کا وہ ریمارک بھی جو اس نے اس گولہ کے متعلق کیا لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا

اسلئے ذیل میں وہ بھی درج کیا جاتا ہے

ایک نامہ نگار جموں سے خبر دیتا ہے ... آسمان سے ایک آگ کا گولہ گرا بڑی بھاری آواز آئی جیسے کوئی بڑی توپ چلتی ہے اور اس آواز سے شہر ہل گیا لوگ گھبرا اٹھے کہ یہ کیا معاملہ ہے... گوجرانوالہ میں ایک تو وہ آگ کا گرتا ہوا دیکھا گیا ...."

اب ہم اس واقع کی نسبت جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ لکھ چکے ہیں لیکن اتنا لکھنا آخر میں ضروری سمجھتے ہیں کہ باوجود آسمانی اور زمینی نشانوں کے پھر ایک صادق کا دعویٰ نہ ماننا کسقدر بےشرمی ہے کاش وہ لوگ جو کچھ صلاحیت رکھتے ہیں سوچیں اور غور کریں کہ اسکا نتیجہ کیا نکلیگا خدا تعالیٰ تو رحم کرکے نشان پر نشان دکھا رہا ہے اور لوگ اور بھی شوخ ہوتے جاتے ہیں مگر نہیں طاعون شروع ہے اور شوخ انسانوں کو متواتر کھا رہی ہے زلزلے آرہے ہیں اور آئینگے اور یقیناً یقیناً ابھی دس سال گذرنے نہیں پائینگے کہ دنیا میں ایک انقلاب[ع] عظیم آئیگا اور وہ جسکو گالیاں دی جاتی ہیں اور دجال کہا جاتا ہے۔ ایک دنیا اس کو قبول کریگی۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی وہ زمانہ آئیگا کہ بادشاہ اسکے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے یہ تو سب کچھ ہوگا اور ضرور ہوگا مگر کاش کوئی اسوقت دیکھے اور غور کرے کہ

نظر آتا ہے اب وہ قادیان میں
مکاں جسکا مقام لامکاں ہے

یعنی روز کے نشانات اور معجزات سے خدا تعالیٰ کا ظہور قادیان میں ہوا ہے اور اسکا چہرہ مسیح نے ہمکو دکھا دیا ہے اور اسکی تجلیات قادیان میں اس زور سے ہو رہی ہیں گویا وہ خود قادیان میں نازل ہوا ہے اور خدا تعالیٰ بھی تو فرماتا ہے کہ انت منی وانا منک یعنی تجھکو تو عزت اس لئے ملی کہ تو نے میرے ساتھ تعلق کیا اور پھر میرا چہرہ دنیا پر تیری سبب سے ظاہر ہوا ہے کاش کوئی نصیحت پکڑے اور پہلے اسکے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو توبہ کرے اور فیصلہ ہونے سے پہلے اپنے آپکو خدا سے اور اسکے رسول سے پیوند کرے کیونکہ وہ جو ان سے تعلق کرتے ہیں کبھی ضائع نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں۔ والسلام مرزا محمود احمد

نوٹ۔ ع۔ انقلاب عظیم سے میری مراد مذہبی انقلاب ہے یعنے دنیا حضرت صاحب کا دعوےٰ قبول کرلیگی۔ اور خدا تعالیٰ کے بہت نشانات دیکھیگی۔ اور میں یونہی نہیں کہتا۔ بلکہ حضرت صاحب کے بعض الہاموں سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثناء اللہ اور ہم

ناظرین جہاں آج کل اسقدر تباہی پڑی ہوئی ہے کہ لاکھوں انسان ایک ماہ میں صرف طاعون کی بیماری سے ہندوستان میں ہلاک ہوجاتے ہیں اور ہر ایک فرد بشر جو کچھ بھی عقل رکھتا ہو اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھکر ڈرتا اور خوف کھاتا ہے کہ کہیں میں عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آجاؤں وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے انسان بھی ہیں جن کا کام حق پوشی کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں زمین و آسمان پکار اُٹھے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے برگزیدہ اور امام زمان ہیں لیکن یہ صاحب اور اسی قماش کے اور لوگ ابھی یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ جھوٹ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے پرچہ اہلحدیث نمبر ۲۱ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی تازہ تصنیف قادیان کے آریہ اور ہم کا ذکر کرتے ہوئے اور آریوں کی قسم کھانیکے وقت اپنی پرانی عادت کے مطابق بیجا نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یہ مضمون حضرت صاحب کے حکم سے لکھا گیا ہے اور بدر اور الحکم میں چھپ چکا ہے) ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو طیار ہیں آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوالو مگر پہلے یہ شایع کرادو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا ہم حلفیہ کہدینگے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مور نہیں جانتے بلکہ اعلیٰ درجہ کا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیشگوئی خدائی الہام سے نہیں ہے مرزائیو اسچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر طیار ہے جہاں تم ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کرکے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر میں نہیں تو بٹالہ میں آؤ سب کے سامنے کارروائی ہوگی مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے پہلے کرادو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک

پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا؟

اس مضمون میں سے بے جا طعن وتشنیع چھوڑ کر جس کے جواب کی ضرورت نہیں اصل مطلب کی بات صرف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ حضرت مسیح موعودؑ مرزا صاحب کی تکذیب پر ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اسپر خدا تعالیٰ کی قسم کھانے کو طیار ہیں اور اس مباہلہ کے واسطے حضرت مرزا صاحب کو بلاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہو گا اور اس مباہلہ کے واسطے امرتسر یا بٹالہ میں طرفین کا جمع ہونا تجویز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں مَیں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے کہ اپنے جھوٹے ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں خدا سے مانگیں لیکن خدا کے رسول جو کہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اسواسطے باوجود اسقدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اسپر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شایع ہو جاویگی اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں اور دو سوسے سوا اسمیں نشانات بھی لکھے گئے ہیں یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جاویگی اور وہ اسکو اول سے آخر تک بغور پڑھے اس کتاب کیساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شایع ہو گا جسمیں ہم یہ ظاہر کرینگے کہ ہمنے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور ہمارا اگر یہ افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ اقرار کریں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا

افترا ہے اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین اور اسکے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں ان اشتہارات کے شایع ہو جانیکے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا ہاں اتنی بات ہم اسپر اور بڑھا دیتے ہیں کہ ہم خدا سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو باقی رہا یہ امر کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا مولوی ثناء اللہ کو واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اسمیں تو صرف لعنت اللہ علی الکاذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالیٰ نے لعنت کو قائمقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان اُنمیں سے کسی کو خود دیکھ لے گا ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کے لئے ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہو کہ جس کو دیکھکر ایک زمانہ بول اٹھے کہ یہ ایک صادق کی سزا ہے معمولی تکلیفات یا مکروہات کا لاحق ہو جانا فی الواقع تاثیر مباہلہ نہیں رکھتا مولوی ثناء اللہ جو چاہے اپنے لئے اپنے کذب کی سزا میں عذاب تجویز کرے لیکن خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں وہ اپنے مصالح آپ سمجھتا ہے انسانی گورنمنٹ کسی مجرم کو سزا دینے میں مجرم کے منشا کا لحاظ نہیں کرتی تو وہ احکم الحاکمین خدا کیوں کسی مجرم کے چاؤ پورے کرے فی الواقعہ یہ ایک قسم کی شوخی اور گستاخی ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیت مباہلہ کے مقابل تشریحات کے طالب ہوں البتہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال لیا تو پھر اللہ تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا ہی نشان ظاہر کرے گا جو صدق و کذب کی پوری تحقیق کرے گا آخر درخواست کنندگان عرب نے بھی تو اپنے لئے یہ عذاب چاہا تھا کہ ان پر پتھر آسمان سے برسائے جاویں خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا لیکن پتھر برسانے کی ضرورت نہ سمجھی دیکھو سورہ انفعال رکوع ۴ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ اور دراصل مولوی ثناء اللہ جس صورت میں ہمارے کذب پر علے وجہ البصیرت ایمان رکھتا ہے تو اسے مناسب ہے کہ جو شرط ہم کریں وہ قبول کرے اور ہم کو کسی گریز (بزعم خود) کا موقع نہ دے اور

وہ منظور کرکے ہم کو اطلاع دے کہ ہم بروقت طیاری حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ اسکو بغرض مباہلہ بھیجدیں اور ساتھ ہی لکھدیوے کہ کتاب کے پہنچنے پر وہ اسکو اول سے آخر تک بغور پڑہے گا اور پھر وہ اشتہار مباہلہ میں اعلان کردے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کتاب حقیقۃ الوحی کو شروع سے آخر تک پڑھ لیا اور میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کو مفتری اور فریبی سمجھتا ہوں اور اسکے تمام الہامات اور پیشگوئیوں کو افترا سمجھتا ہوں اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اللہ تعالیٰ مجھے لادے۔

امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کرنے کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی امرتسر یا بٹالہ میں مجمع کرنے کی جو تجویز انہوں نے بمراد حصول شہرت پیش کی ہے اس سے بڑھکر اسطرح ان کی شہرت ہو جاوے گی کیونکہ اشتہار کے اندر جب مباہلہ ہوگا تو ہمارے انگریزی رسالہ ریویو کے ذریعہ سے یورپ امریکہ جاپان تک بھی مولوی ثناء اللہ کا نام پہنچ جاوے گا اس زمانہ میں بسبب مطبع اور ڈاک کے ایسے امور میں تشہیر کے لئے میدانوں میں جمع ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اس مباہلہ کی تازہ مثال اسوقت قایم ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوئی کیسا تھا جو امریکہ کے ملک میں تھا اور مدعی نبوت تھا حضرت اقدس کا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اول تو وہ ولد الزنا ثابت ہوا جس کا اقرار اس نے خود ہی کیا اور پھر اس کے مریدوں نے اسکو تمام جائداد سے بے دخل کردیا اور بالآخر فالج میں مبتلا ہو کر خستہ و خراب حالت میں مرگیا وہ امریکہ میں تھا اور حضرت اقدس قادیان میں اصل بات یہ ہے کہ یہ سب زمین خدا کی ہے اور سب لوگ اسکے دست تصرف کے نیچے ہیں خواہ کوئی امریکہ میں ہو یا ایشیا میں ہو امرتسر میں ہو یا قادیان میں۔

امید ہے کہ اب اسکے بعد مولوی ثناء اللہ کوئی نیا عذر نہ گھڑینگے اور حقیقت الوحی کے ملنے اور اس کے تمام و کمال پڑہنے کے بعد فوراً مباہلہ کا اشتہار شایع کردیں گے۔

مولوی صاحب کو یہ بات بھی یاد رہے کہ ہمکو قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید ہے امرتسر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا ایک قسم کے فتنہ کو برپا کرنا ہے کیا ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایام رمضان میں امرتسر آنا مولوی ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا اور جو درندگی اسوقت مولوی ثناء اللہ کے اہل وطن سے ظاہر ہوئی تھی اسکو بھول گئے ہیں کیا مولوی ثناء اللہ حفظ امن کا امرتسر میں

یا بٹالہ میں ذمہ وار ہو سکتا ہے مولوی مذکور کی جو ذاتی وجاہت ہے اس سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن ایسے مباہلہ میں تو انکی وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکیگی مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ کو چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کیا تھا کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے مولوی صاحب اگر امرتسر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے لیکن اگر آپ اس بات پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو تو پھر قادیان آ سکتے ہیں اور اپنے ساتھ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زاد راہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاویں گے اور الفاظ مباہلہ تحریر ہو کہ اس تحریر پر فریقین اور ان کے ساتھ گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقۃ الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ ضروری ہے کہ مباہلہ ہونے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد مرزا غلام احمدؑ کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آ سکتا ہے البتہ آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے اور اس کے قادیان آنیکی صورت میں اسکی جان اور آبرو کے ہم ذمہ وار ہیں کیونکہ ہماری جماعت مثل بھیڑوں کے ہے اور ہماری تابع ہے ان لوگوں کی طرح درندہ طبع نہیں جنکا نمونہ امرتسر میں دیکھا گیا تھا

ڈوئی والی پیشگوئی کے متعلق بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک نوٹ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اصل پیشگوئی کے الفاظ معہ تاریخ کے ظاہر کرو ع

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

اسکے جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ڈوئی کے متعلق عنقریب ایک مفصل اشتہار نکلیگا اس میں سب کچھ درج ہوگا لیکن اب جب کہ آپ نے خود ہی خدا کیساتھ لیکھا ڈالنے کی نیت کر لی ہے تو اب ڈوئی کو آپ کیا کہتے ہیں جب تن بیتی آپ کو ملجائیگی تو جگ بیتیوں کے سننے کا کیا فائدہ ؟

اب اسکے مقابل میں بجائے اسکے کہ مولوی ثناء اللہ خدا اور اسکے رسول کے فیصلہ کے مطابق عمل کرتے اور آپنے آپکو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے فیصلہ پر چھوڑ دیتے اور وہ طریق جو خدا نے بتایا ہے اسپر چلتے انہوں نے اپنے اخبار میں پھر وہی شور مچایا ہے کہ مجھکو کیا عذاب ہوگا اور کونسا دکھ ہوگا جو مجھکو ملیگا مگر افسوس کہ وہ اسقدر نہیں سوچتے کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کو محدود کر سکتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ایک ہی عذاب ملیگا نہیں وہ ایسے عذابوں میں مبتلا ہونگے۔ کہ دنیا بول اٹھیگی۔ کہ وہ درحقیقت عذاب آلہی کے شکار ہوئے ہیں مگر پھر بھی ان کے اس شور کو بند کرنے کے لئے حضرت صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے ہیڈنگ سے ایک اعلان دیا جسکو ہم ناظرین کی واقفیت کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ یستنبؤنک احق ہو۔ قل ای و ربی انہ لحق۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپکے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونیکا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے میں مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف سے آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھکر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کیساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اسکا ہلاک ہونا بھی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے

ہاتھوں سے ہیں جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں
تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر
میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم
و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض
میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام
ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ
صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے
آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا
ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی انکو نابود کر
مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے
طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن
کو وہ فرض منصبی سمجھکر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے آمین یا رب العالمین میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا
اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے اُن چوروں اور ڈاکوؤں
سے بھی بدتر جانتے ہیں جنکا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان
تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ
لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور
دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر
بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے
ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے
میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اسلئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت
کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں
حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اسکو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت
سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین - آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبد الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و ایّد مرقومہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

اب ہر ایک شخص جو چشم بصیرت رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ کیسے آسان اور کھلے طریق پر فیصلہ کیا گیا ہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اسپر بھی خاموش نہیں رہے اور رہتے کیونکر انہوں نے تو وہ مسئلہ پڑھا ہوا ہے کہ لا آنست کہ نبدنہ شود اب انہوں نے اول تو یہ جھوٹ بولا کہ میرزا صاحب نے میرے لیے طاعون کی پیشگوئی کی ہے حالانکہ ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں صاف لکھا ہے کہ "میری زندگی میں ہی انکو (مولوی ثناء اللہ) نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے" اور آگے چلکر یہ بھی لکھا ہے کہ یا ایسے عذاب میں مبتلا کر کہ جو موت کے برابر ہو پس یہ انہوں نے ایک جھوٹ بولا تا کہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالکر حق کو چھپائیں اور اس سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا کہ لوگوں کو کہیں کہ طاعون تو آجکل عام طور سے پھیلی ہوئی ہے اس سے مرجانا کونسی تعجب کی بات ہے مگر افسوس ان کو اتنا سوچنا چاہیئے کہ جیسا طاعون حضرت صاحب کے اردگرد ہے ویسا ہی اسکے اردگرد بلکہ ضلع گورداسپور میں ضلع امرتسر کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور اسصورت میں جیسی خوفناک وہ ان کے لئے ہے مرزا صاحب کے لئے بھی ہے پس کیا انکا یہ کہنا کہ فلاں شخص طاعون سے یا ایسی اور مہلک اور ذلیل امراض سے مرجائے گا کوئی معجزہ نہیں؟ جبکہ وہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان امراض سے میں نہیں مرونگا ان کا یہ دعوٰے ہے کہ طاعون مجھکو نہیں ہوگی بلکہ میرے گھر میں کسی کو نہیں ہوگی پس اگر وہ جھوٹے ہیں تو ضرور ہے کہ ان کو ہو اور آپ اس سے محفوظ رہیں مگر جب کہ وہ سچے ہیں تو یقیناً آپ انکی دعا کے مطابق مرینگے کیا یہ معجزہ نہیں کہ آپ تو اپنی جان کی نسبت بھی یقین نہیں رکھتے کہ آپ طاعون سے محفوظ رہینگے اور وہ نہ صرف آپکی نسبت اس قسم کے عذاب کی پیشگوئی کرتے ہیں بلکہ لکھتے ہیں کہ نہ صرف میں بلکہ میرا تمام گھر اس عذاب یعنی طاعون سے محفوظ رہیگا اس موقع پر ہم وہ

آپ دیگر بھی تشحیذ الاذہان میں پڑھیئے۔ والسلام خاکسار میرزا محمود

سَیِّدِی اٰکُلُ مَا طَابَ وَرَاقَ۔
وَاَسْتَوْفِی الْاَذْوَاقَ۔

یَا زَیْدُ اِنِّی سَمِعْتُ اَنَّ وَلِیْدًا
جُعِلَ قَاضِیَ سِیْسْتَانَ۔
فَلَا اَعْلَمُ اَنَّ الرَّاوِیَ صَدَقَ اَمْ مَانَ

سَیِّدِی لَا غَرْوَ فَاِنَّ وَلِیْدًا
جَمَعَ الْفَضْلَ وَالسُّؤْدَدَ۔

یَا زَیْدُ بَیْتُکَ قَرِیْبٌ
مِنْ بَیْتِ وَلِیْدٍ اَوْ بَعِیْدٌ۔

سَیِّدِی دَارِی عَلٰی طَوَارِ دَارِہٖ

سَیِّدِی اِنِّی مَلَکْتُ ثَمَرَاتٍ وَ
عَجْمَاوَاتٍ فَهَلْ عَلَیَّ زَکٰوتُهَا

یَا زَیْدُ اَدِّ زَکٰوۃَ النِّعَمِ کَمَا
تُؤَدِّی زَکٰوۃَ النَّعَمِ۔

یَا زَیْدُ اُنْشِدُکَ اللّٰہَ۔
اَلَسْتَ الَّذِی کَانَ یَشْرَبُ
الْخَمْرَ وَیَسْبَؤُهَا فِی الْکُوْفَۃِ۔

بَلٰی سَیِّدِی اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذِہِ
الْاَعْضَاءِ الْمَفْلُوْجَۃِ الْمَاؤُفَۃِ

اُذْکُرْ یَا زَیْدُ اِنِّیْ کُنْتُ
اَعَرْتُکَ الدَّسْتَ۔

سَیِّدِی قَدْ سَرَقَهُ السَّارِقُ وَالَّذِی
اَجْلَسَکَ هٰذَا الدَّسْتَ۔

میرے سردار میں عمدہ اور پسندیدہ کھانا کھا رہا ہوں
اور پوری لذت اٹھا رہا ہوں۔

اے زید میں نے سنا ہے کہ ولید
سیستان کا قاضی مقرر کیا گیا ہے۔
پس مجھے معلوم نہیں کہ بیان کرنیوالے نے سچ بولا یا جھوٹ

میرے سردار کچھ تعجب نہیں کیونکہ ولید میں
دونوں خوبیاں ہیں ہنرمندی یعنی لیاقت اور سروری

اے زید تیرا گھر ولید کے گھر
سے نزدیک ہے یا دور ہے

میرے سردار میرے گھر کی دیوار اسکی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔

میرے سردار میں کئی پھلوں کا مالک ہوں اور کئی
چارپایوں کی زکوۃ واجب ہے۔

اے زید نعمتوں کی زکوۃ دے جیسا کہ تو
چارپایوں کی زکوۃ دیتا ہے۔

اے زید میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ
کیا تو وہی نہیں جو شراب پیا کرتا تھا اور
کوفہ میں شراب کی خرید و فروخت کرتا تھا

ہاں میرے سردار کیا تو میرے آفت زدہ
اعضاء کو نہیں دیکھتا جو شراب کی وجہ سے مفلوج ہوگئے ہیں

یاد کر اے زید کہ میں نے تجھے
بطور عاریت لباس دیا تھا۔

میرے سردار اس پوشاک کو ایک چور چرا کر لے گیا
اور مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے اس مسند پر تجھے بٹھایا

يَا زَيْدُ كَيْفَ وَجَدْتَنِي بَعْدَ مَا فَقَدْتَنِي

سَيِّدِي أَنْتَ رَحِيمٌ تُزْجِي الرِّكَابُ إِلَى حَرَمِكَ
وَكَرِيمٌ تُرْجِي الرَّغَائِبُ مِنْ كَرَمِكَ

يَا زَيْدُ مَا تَقُولُ فِي حَارِثِ ابْنِ الْخَبَّابِ

سَيِّدِي رَجُلٌ تَرِبَ بَعْدَ الْإِتْرَابِ وَصَارَ كَالْجُرُزِ بَعْدَ الْإِعْشَابِ

سَيِّدِي أَجِلْ لِي سَمْعَكَ فَإِنِّي أُسِرُّ إِلَيْكَ حَدِيثًا.

يَا زَيْدُ قُلْ مَا تَقُولُ وَهَا أَنَا سَامِعٌ لَكَ

سَيِّدِي فَغَلِّقِ الْبَابَ وَلَا تَتْرُكْ عِنْدَكَ إِلَّا الْأَحْبَابَ

يَا زَيْدُ غَلَّقْتُ فَقُلْ فَإِنِّي قَلِقْتُ

سَيِّدِي سَمِعْتُ أَنَّ خَالِدًا يُرِيدُ أَنْ يَسُمَّكَ
وَقَدْ أَشْرَكَ فِي أَمْرِهِ عَمَّكَ

يَا زَيْدُ أَتَعْنِي مِنْ خَالِدٍ خَالِدَ بْنَ بِلَالٍ

هٰذَا هُوَ الدَّجَّالُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَكَ مِنْ قَبْلُ لَوْلَا أَنْ حَفِظَكَ اللهُ ذُو الْجَلَالِ

اے زید تو نے مجھکو کیسا پایا بعد اسکے جو تو میری طرف آیا۔

میرے سردار تو رحم کرنے والا ہے تیرے حرم کی طرف اونٹ چلائے جاتے ہیں اور تو کریم ہے تیرے کرم کی بخششوں کی امید کیجاتی ہے

اے زید حارث ابن خباب کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔

میرے سردار وہ ایک مرد ہے کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہوگیا ہے اور بعد اسکے کہ وہ ایک گھاس والی زمین تھی بنجر

میرے سردار کانوں کو میری طرف متوجہ کر کہ میں ایک راز کی بات تجھ بتلاتا ہوں

اے زید جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ میں سنونگا

میرے سردار پس دروازہ بند کر اور بجز دوستوں کے سب کو نکالدے۔

اے زید میں نے دروازہ بند کر دیا پس کہہ کہ میں بے آرام ہو گیا

میرے سردار میں نے سنا ہے کہ خالد تجھے زہر کھلانے کا ارادہ رکھتا ہے اور تیرے چچا کو اپنے کام میں شریک بنایا ہے

اے زید کیا تیرے اس ذکر سے مراد خالد بلال کا بیٹا ہے

میرے سردار ہاں وہ دجال ہے اور یہ تجھے کب کا قتل کر چکا تھا اگر خدا تعالیٰ تیرا حافظ نہ ہوتا۔

اور اس خیال کا اسپر اسقدر اثر پڑا کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر وصیت بھی لکھوانی شروع کر دی اتفاقاً یہ خبر مجھکو ملی اور میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو انکے اس خیال کو دور کرنے کے لئے میں نے کہہ دیا کہ آپ کو قطعاً طاعون نہیں اگر آپ کو طاعون ہے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو اس چار دیواری میں ہے اس مرض سے بچاؤنگا اور یہ کہکر میں نے انکی نبض جو دیکھی تو تپ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا افسوس مخالفین باوجود ایسے کھلے نشانوں کے پھر بھی انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ کیا دنیا ساری کی ساری طاعون سے ہلاک ہو جائیگی اگر مرزا صاحب کا گھر طاعون سے بچ رہا تو کیا ہوا بہت سے اور لوگ بھی بچ رہینگے مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے اور نہیں دیکھتے کہ ان کا بچنا تو معمولی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم طاعون سے محفوظ رہینگے اور حضرت مسیح موعود تو اپنے دعوے کی صداقت میں یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں سچا ہوں اور میرے دعوے کے مکذبوں کے لئے طاعون کی بیماری آئی ہے اس لئے میں طاعون سے محفوظ رہونگا اور یہی نہیں میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے بھی اس سے محفوظ رہینگے پس کیا یہ ایک چھوٹی سی بات ہے اگر اسکا کوئی اثر نہیں تو آج دنیا میں کروڑوں انسان بستے ہیں کوئی یہ دعوے کر دیکھے کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور میں سچا اسلئے میں طاعون سے محفوظ رہونگا اور میرے گھر میں بھی کوئی واقعہ نہیں ہوگا پھر دنیا دیکھ لیگی کہ کون سچا ہے۔ اور کون جھوٹا آجکل مولوی ثناء اللہ بھی بہت شور مچا رہے ہیں کہ میری نسبت جو دعا کی گئی ہے کہ یہ طاعون ہیضہ وغیرہ سے مرے گا۔ یہ ایک فریب ہے کیونکہ طاعون سے مرنا آجکل کونسی عجیب بات ہے ایک ہفتہ میں ہزاروں انسان اس بیماری سے مر جاتے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ مرزا صاحب کے ارد گرد بھی تو طاعون پھیلی ہوئی ہے وہ خدا کیسا ہے کہ جھوٹے کی دعا سنکر سچے کو ہلاک کر دیگا اور سچے کی دعا یونہی خطا جائیگی مرزا صاحب اگر جھوٹے ہیں تو خدا انکی دعا سنیگا ہی کیوں ... کیوں انکو طاعون سے محفوظ رکھیگا اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ کیوں بچینگے ضروری ہے کہ اس عذاب میں مبتلا ہوں جو آپ کے لئے مقرر کیا گیا ہے مگر آپ کو تو حق پوشی کے سوا اور کچھ کام ہی نہیں کاش کوئی دیکھے کہ یہ کیسا بڑا نشان ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی وہ جو حضرت صاحب کے گھر میں ہے طاعون سے محفوظ رہیگا۔ (ایڈیٹر)

جہاد کی ممانعت کی نسبت جو نظم درثمین میں شایع ہو چکی ہے اسمیں ایک شعر ہے سہ

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے + مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے ۔

اسکی نسبت فرمایا کہ دیکھو آج کل ہر طرح کا فسق وفجور پھیلا ہوا ہے اور مسلمانوں کی پہلی سی حالت نہیں ہی انکے ہاتھوں سے سلطنت بھی اسی لئے چھینی گئی کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا خدا تعالیٰ تو کسی کا رشتہ دار نہیں کہ وہ باوجود اسکے بگڑ جانیکے پھر بھی اسکی پاسداری کرتا چلا جاوے چونکہ یہودیوں سے مسلمانوں کو نسبت ہے اسلئے ان کی طرح ان پر بھی دو دفعہ سخت عذاب آنا ضروری تھا چنانچہ ایک دفعہ تو ان پر تب عذاب آیا جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ کر کے بغداد کو تباہ کیا اور مسلمانوں کو اس قدر ہلاک کیا کہ صرف بغداد میں کہتے ہیں کہ چھ لاکھ انسان قتل ہوا اسوقت کے مسلمانوں کی حالت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاس لوگ اکٹھے ہوئے اور کہا کہ خدا سے دعا کیجیئے کہ وہ ہم کو اس عذاب سے نجات دے اور یہ طوفان تھم جائے انہوں نے فرمایا کہ کمبختو تمہاری وجہ سے ہم بھی اس عذاب میں پھنس گئے ہیں دیکھتا ہوں کہ فرشتے کھڑے کہتے ہیں کہ یا ایہا الکفار اقتلوا الفجار ۔ یعنے اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کر دو بس وہی حالت اسوقت دوبارہ ہو گئی ہے اور انگریزوں کی حکومت بھی جو کہ مذہب کے رو سے کافر ہیں ہندوستان میں اسی طرح ہوئی ہے ۔ کہ مسلمان خود فاسق فاجر ہو گئے ہیں اور خدا کے رحم کو حاصل کرنے کے لایق نہیں ہیں ۔ اور میرے اس شعر کا یہی مطلب ہے کہ خود تمہاری حالت ایسی نہیں رہی کہ خدا تمہاری مدد کرے تو جہاد کیسا بہتر ہوتا کہ جو لوگ سٹرائیک کرنا ہی قوم کی بہتری کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس بات پر چلیں اور غور کریں کہ ان سٹرائیکوں سے کیا منشا ہے سوائے اسکے کہ گورنمنٹ بدظن ہو اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ان کو چاہیے کہ اپنی حالت کو درست کریں اور تقویٰ طہارت اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں ۔ اور وہ شیطان جو نفس پر حکومت کر رہا ہے اسکو دور کریں اور بجائے دنیا طلبی کے خدا کے ساتھ اپنا سچا تعلق کریں اور اسی کے ہو رہیں تب وہ خود ان کی مدد کرے گا اور یہ گورنمنٹ جو آج عیسائی ہے کل مسلمان ہو جائے گی کیا خدا کے لیئے یہ مشکل ہے کہ وہ انگریزوں کا دل پھیر دے اور وہ مسلمان ہو جاہیں ہیں ہرگز نہیں پھر سمجھنے کی بات ہے کوشش کے سٹرائیک اور ایجیٹیشن سے کیا فائدہ ۔ ایڈیٹر

دکھلا سکتا ہے یا اس سے زیادہ اسکی نصرت و تائید ہو سکتی تھی تب یکدفعہ غیب سے قبولیت کیلئے ان میں طاقت
پیدا ہو جائیگی اور وہ حق کو قبول کر لیں گے ۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء سلام علیک ۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء
رؤیا میں دیکھا کہ بشیر احمد کھڑا ہے وہ ہاتھ سے شمال مشرق کیطرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف
چلا گیا ۔ یکم مئی و ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء ۔ پوری ہو گئی ۔ فلیدع الزبانیہ ۔ ترجمہ ۔ پس چاہیے کہ اپنے
حمائیتوں کو بلا لے تا پورا زور لگا لیں ۔ ۲۔ اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویران کردی ۔ ۳۔ وان شکرتم
لازیدنکم ۔ ترجمہ ۔ اگر تم شکر کرو تو میں زیادہ دوں گا ۔ یکم مئی ۱۹۰۶ء (قریب عصر) یاتیک
تحائف کثیرہ ۔ ۲ تا ۷ مئی ۱۹۰۶ء ۔ ۱۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک
۲۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی ۔ ۳۔ انزلناہ علی رقیمۃ من موسیٰ ۔ ۴۔ انی مھین
من اراد اھانتک ۔ ۵۔ سنسمہ علی الخرطوم ۔ ۶۔ رب انی مغلوب فانتصر
۷۔ سأریکم آیاتی فلا تستعجلون ۔ ترجمہ ۔ یا تو ہم بعض وہ اپنی پیشگوئیاں جو وعید کے طور
پر کفار کے حق میں ہیں تجھکو دکھلا دینگے اور یا تجھکو وفات دیدینگے ۔ زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی
ہمنے اس ارادہ کو موسیٰ کی تحریر پر اتارا ہے یعنی موسیٰ نے ایسا ہی ارادہ بذریعہ تحریر ظاہر کیا سو ہم نے اس سے
اتفاق رائے کیا میں اس شخص کی اہانت کرونگا جو تیری اہانت کرتا ہے اسکی ناک پر یا مونہہ پر ہم آگ کا داغ
لگائینگے ۔ اے میرے خدا میں مغلوب ہوں تو انتقام لے ۔ میں تمہیں اپنے معجزات دکھلاؤنگا ۔ مجھ سے جلدی
مت کرو ۔ ۳ مئی ۱۹۰۶ء ایک شخص مجھکو کشفی طور پر دکھلایا گیا مگر میں اسکی شکل بھول گیا ۔ صرف یہ یاد رہا کہ وہ ایک سخت دشمن ہے کہ اپنی تقریروں
اور تحریروں میں گالیاں دیتا ہے اور سخت بدزبانی کرتا ہے بعد اسکے الہام ہوا ۔ بدی کا بدلا بدی ہے ۔ اسکو پلیگ ہو گئی (یعنی ہو جائیگی) اسپر میں یقین کرتا
ہوں ۔ کہ جلدی یا کچھ دیر سے تم سنو گے ۔ کہ کوئی ایسا سخت دشمن پلیگ کا شکار ہو جائیگا ۔ اگر ایسا کوئی دشمن جسپر تمہارے دل بدل گئے ہیں کہ یہ الہام کا مصداق
ہو سکتا ہے طاعون میں مبتلا نہ ہوا ۔ تو تمہارا حق ہے ۔ کہ تکذیب کرو بعد اسکے مجھے دکھلایا گیا ۔ کہ ملک میں بہت غفلت اور گناہ اور شوخی پھیل گئی ہے
اور لوگ تکذیب سے باز آنیوالے نہیں جبتک خدا اپنا قوی ہاتھ نہ دکھائے ۔ بعد اسکے الہام ہوا ۔ اسکا نتیجہ سخت طاعون ہے جو ملک میں پھیلیگی کئی نقصان
ظاہر ہونگے ۔ کئی ہمارے دشمنونکے گھر ویران ہو جائینگے ۔ وہ دنیا کو چھوڑ جائینگے ۔ ان شہرونکو دیکھکر رونا آئیگا ۔ وہ قیامت کے دن ہونگے ۔ بڑے زبردست
نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی ۔ ایک ہولناک نشان یعنی انہیں سے ایک ہولناک نشان ہوگا ۔ شاید وہی زلزلہ ہو جسکا وعدہ ہے ۔ یا آسمان سے کوئی
اور نشان ظاہر ہو ۔ یا طاعون قیامت کا نمونہ دکھلا دے ۔ پھر خدا تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے ۔ کہ میری رحمت تجھکو لگ جائیگی اللہ رحم کریگا
اعییناک (یعنی ہم اسقدر نشان دکھلائینگے کہ تو دیکھتے دیکھتے تھک جائیگا ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ناظرین کی توجہ کے لائق

اور مخالفون سے ایک استفسار

دنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر پر نازل ہوتا ہے اور اس شہر کے باشندوں
کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلقات ہوتے ہیں۔ تو
اس شخص اور اس کے عیال اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہو جاتا ہے کہ اس شخص کے مال اور عزت اور جان
پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ایسا ہی حضرت عزت جلشانہٗ کی عادت میں داخل ہے کہ جس شخص کو اس
جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے۔ اور ایک
عام قتل کا نافذ ہوتا ہے۔ تب ملائک کو جناب حضرت عزت جلشانہٗ سے فہمائش کیجاتی ہے۔ کہ اس گھر کے
محافظ رہیں بس یہی بھید ہے۔ کہ جب عام طاعون دنیا پر نازل کی گئی۔ تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک
میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے مجھے الہام ہوا۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار۔ یعنے
ہر ایک شخص جو اس گھر چار دیواری کے اندر ہے۔ میں اس کو طاعون سے بچاؤنگا۔ چنانچہ قریبًا گیارہ برس
ہوئے۔ جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر گذر گئے۔
لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا۔ یہ کس قدر عظیم الشان
معجزہ ہے۔ لیکن ان کے لئے جو انکھ بند نہیں کرتے۔ اب بھی اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ یہ انسان کا افترا
ہے یا یہ خدا کا کلام نہیں۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ ایسا ہی افترا وہ بھی شائع کرے یا قسم کھا کر یہ شائع کرے
کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ پھر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ خدائے قدیر ضرور اس کو اس بے باکی کا جواب دیگا۔ اگر
تم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیر کرو۔ تو تمام دنیا میں تمہیں کوئی ایسا ملہم نہیں ملیگا
کہ خدا نے اسکو طاعون کی نسبت یہ تسلی دی ہو کہ وہ اسکے گھر میں نہیں آئیگی چاہیئے کہ ہمارے مخالف
مسلمان اور آریہ اور عیسائی ضرور اس بات کا جواب دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

میرزا غلام احمد مسیح موعود۔

مطبع میگزین قادیان میں باہتمام نائب ناظم میگزین منیجر صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے طبع ہوا۔

متابعت سے بہلا دے اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے جس میں نفس کو کچھ دخل دینے کی گنجائش ہو پس جب کہ کامل طور پر اتباع سنت میسر آجائیگا۔ اور ایک ذرہ ہوائی نفس کی پیروی نہیں رہیگی بلکہ ظاہر و باطن متابعت رسول کریم سے منور ہو جائیگا تو وہ حالت ہے جس کا نام فنا باﷲ ہے۔ مگر افسوس اس پر ظلمت زمانہ میں بجائے اس کے کہ اس کبریت احمر کی قدر کریں اکثر دل کو اس طریق سے بغض ہے اور اتباع سنت سے ایک چڑ ہے حالانکہ دوسری فنا بجز اس کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتی اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم انزل برکات محمد و صل علی محمد و بارک وسلم۔ تیسری شرط مورد معارف الٰہیہ ہونیکے لئے یہ ہے کہ رضا بقضا ہو۔ اور ایسا انشراح صدر میسر آجائے کہ جو کچھ ارادت اﷲ سالک پر نافذ ہوں عاشق صادق کیطرح ان سے متلذذ ہو اور انقباض پیدا نہو بلکہ یہاں تک موافقت تامہ پیدا ہو جائے کہ اس محبوب حقیقی کی مراد اپنی ہی مراد معلوم کرے اور اس کی خواہش اپنی ہی خواہش دکھلا دے اس جگہ بھی وہی سوال لزوم دور کا لازم آتا تھا۔ اور جواب بھی وہی ہے جو پہلے دیا گیا تھا۔ انسان کا کام بغیر صحبت صادقین کے سراسر خام ہے اور بغیر طریق فنا یا صحبت فانیوں کے ایمانکا سلامت لیجانا نہایت مشکل ہے پس سعید وہی ہے کہ جو سب سے پہلے ایمانکی سلامتی کا فکر کرے اور ناحق کی ظاہری جھگڑوں اور بے فائدہ خرخشوں سے دستکش ہو کر اس جماعت کی رفاقت اختیار کرے جن کو خدا نے اپنا درد عطا کیا ہے اور یقیناً سمجھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اﷲ علیہ وسلم جو عمدہ نعمت دنیا کے لئے لائے وہ یہی درد اور محبت الٰہی ہے۔ جس کو خدا اور رسول کی محبت دی گئی اس نے اپنی اصل مراد کو پالیا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سعید ہے اور نار جہنم کو اس سے مس کرنا حرام ہے لیکن جسکو وہ محبت عطا نہیں ہوئی اور اس نے اپنے خدا اور اپنے نبی کی قدر نہ شناخت کی اس کا زبانی طور پر مسلمان کہلانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلکہ نماز روزہ بھی بغیر ذاتی محبت کے اپنی اصل حقیقت سے خالی ہے ایک حدیث میں آیا ہے۔ یاتی علی امتی زمان یصلون و یصومون و یجتمعون فی المساجد و لیس فیھم مسلم۔ یعنی ایک زمانہ وہ آئیگا کہ لوگ نماز میں بھی پڑھینگے اور روزہ بھی رکھینگے اور مسجدوں میں اکٹھے بھی ہونگے پر ان میں سے ایک بھی مسلم نہوگا یعنی مومن حقیقی نہوگا اور اپنی دنیا اور اپنے رسوم میں گرفتار ہونگے اور دین بھی رسم کے طور پر بجا لائینگے سو اب اسی وقت کا اندیشہ ہے۔ خداوند کریم رحم کرے ۲۶ ستمبر ۱۸۸۳ء مطابق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ فتوح الغیب

۱۲ — کی حقیقت — لاہوتی — ملکوتی — جبروتی — ناسوتی — اور مقامات — کی شرح ۳۱ صفحہ کے

مخدوم مکرم اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ‘ ۔ یہ عاجز دعا سے غافل نہیں مگر ہر ایک امر وقت پر موقوف ہے اور آپ میں آثار سعادت اور رشد کی ظاہر ہیں گو آپ کی حقیقت یعنی پر ظاہر ہے اور صدق اور خلوص اور وفا اور حسن ظن کا خلق موجود ہے پس یہ وہ چیزیں ہیں کہ جس کو مولیٰ کریم کی طرف سے عطا کیجاتی ہیں اس کے لئے استقامت کا عطا ہونا ساتھ ہی مقدر ہوتا ہے خداوند تعالیٰ نہایت درجہ کریم و رحیم ہے وہ جس دل میں ایک ذرہ بھی اخلاص اور صدق پاتا ہے ۔ اسکو ضایع نہیں کرتا آپ بعض اپنے دوستوں کی تغیر حالت سے دل شکستہ نہ ہوں ۔ مولوی صاحب کی وہ حالت ہے کہ نہ انہوں نے ارادت کے وقت اس عاجز کو شناخت کیا اور نہ فسخ ارادت کیوقت پہچانا سو انکی نہ ارادت قابل اعتبار تھی اور نہ فسخ ارادت معتبر ہے ارادت اور فسخ ارادت وہی معتبر ہے جو علیٰ وجہ البصیرت ہو اور اگر علیٰ وجہ البصیرت نہیں تو کچھ بھی نہیں مسجد کا زینہ طیار ہو گیا ہے عجب فضل الٰہی ہے کہ شاید پرسوں کے دن یعنی بروز سہ شنبہ مسجد کی طرف نظر کیگئی تو اسی وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک اور فقرہ الہام ہوا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ فیہ برکاتٌ للناس ۔ یعنی اسمیں لوگوں کے لئے برکتیں ہیں ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ہر سہ حصہ کی کتابیں اگرچہ زبانی یاد نہیں مگر شاید قریب دو سو کے کتابیں باقی ہونگی صفحہ ۳۱ فتوح الغیب کی شرح یہ ہے کہ سالک کا چار حالتوں پر گذر ہوتا ہے ۔ اور حالت چہارم سب سے اعلیٰ ہے ۔ اور وہی ترقیات قرب کا انتہائی درجہ ہے جس پر سلسلہ کمالات ولایت کا ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے ۔ کہ پہلی حالت وہ حالت ہے کہ جب انسان ناسوتی اندیشوں میں مبتلا ہوتا ہے اور شتر بے مہار کیطرح جو چاہتا ہے کہتا ہے اور جو چاہتا ہے پیتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے چلتا ہے ۔ سو وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ ناگاہ حضرت خداوند کریم اس پر نظر کرتا ہے اور باطنی اور ظاہری طور پر توبہ کا سامان اس کے لئے میسر کر دیتا ہے ۔ باطنی طور پر یہ کہ یکبیک ایک جذبہ توبہ خداوند کریم کی طرف سے اس کے شامل حال ہو جاتا ہے ۔ اور وہی جذبہ در حقیقت واعظ باطنی ہے اور اسی سے فسق و فجور کی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور انسان اپنے نفس میں قوت پاتا ہے کہ نفس امارہ کی پیروی سے دستکش ہو جائے اگرچہ پہلے اس سے ایک اور کمزور سا واعظ بھی انسان کے نفس میں موجود ہے جسکو لمعۃ الملک سے تعبیر کرتے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون
بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک
ھم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے
اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے
لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

جلد ۳ — ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب — نمبر ۶-۷

فہرست مضامین ✣ بابت ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۰۸ء

محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ	ایڈیٹر

باہتمام حافظ ... ۱۰-رجب سنہ ۱۳۲۶ ہجری کو قادیان سے شائع ہوا

عام اطلاع

ناظرین دسمبر ۱۹۰۷ء کا پرچہ جو ابھی ہمارے ذمہ تھا وہ اِسی پرچہ میں ڈالدیا گیا ہے کیونکہ حضرت اقدس کی وفات پر جو مضمون اس رسالہ میں شایع ہوا اور وہ بوجہ مفصل ہونے کے کسیقدر گنجایش چاہتا تھا چنانچہ اس پرچہ کے ڈیڑھ سو صفحہ ہیں اس لیے بغرض اطلاع عام یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء اور جون اور جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچے شامل ہیں اس لیے آیندہ کوئی صاحب دسمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ کا مطالبہ نہ کریں ہاں انشاء اللہ ڈائری اور خطوط جو ۱۹۰۷ء میں نامکمل ہیں اُن کے الگ صفحات چھاپ کر خریداران کے نام بھیجدیئے جائیں گے۔ تاکہ فائل مکمل ہو جائے۔ آیندہ سے پرچہ ہر قمری مہینہ کی دس کو شایع ہوا کرے گا۔ اور انگریزی مہینہ کا حساب نہ ہو گا۔

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک عظیم الشان انقلاب

تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ۔ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا

ترجمہ) بہت برکت والا ہے وہ جس نے اسمان مین برجون کو پیدا کیا اور اُس مین سورج اور روشن چاند بنایا۔ اور وہی ہے کہ جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنیوالا بنایا تاکہ وہ شخص جوکہ نصیحت پکڑنے والا ہو اس سے نصیحت پکڑے اور جو شکر کرنے والا ہو شکر کرے۔ یہ سورہ فرقان کے آخری رکوع کی پہلی دو آیتین ہین جن مین خداتعالیٰ نے انسان کو بتایا ہے کہ ہمنے آسمان مین بروج پیدا کئے اور سورج اور چاند بنائے جس کی وجہ سے مختلف موسم اور مختلف حالتین پیدا ہوئین۔

اور پہر رات اور دن بنائے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہین
اس سے نصیحت پکڑنیوالے نصیحت پکڑ سکتے اور شکر کرنے والے شکر کر سکتے ہین
اب ہمین دیکھنا چاہئے کہ اِس کا کیا مطلب ہے خدا تعالیٰ ہمین اس بات کو بتانے
کے بعد جو نصیحت پکڑنے اور شکر کرنے کی ہدایت فرماتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی
بڑی بات اس مین پوشیدہ ہے جو کہ ہماری ترقی کا موجب اور دینی ہدایت کا
باعث ہو چنانچہ خدا تعالیٰ سورۂ آل عمران رکوع جس مین اس کی طرف
اشارہ فرماتا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیات
لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم
یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاء
سبحٰنک فقنا عذاب النار ۝

تحقیق آسمانون اور زمین کی پیدائیش - رات اور دن کے آگے پیچھے آنے مین عقلمند
لوگون کے لئے نشانات ہین - وہ عاقل لوگ جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے خدا تعالیٰ
کا ذکر کرتے ہین - آسمانون و زمین کی پیدائش مین سوچتے اور فکر کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ اے ہمارے رب تو نے ان چیزون کو بیفایدہ نہین پیدا کیا تو
اس سے پاک ہی پس تو ہمکو عذاب دوزخ سے بچا - اب ان آیتون پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی پیدایش اُسکی برجون مین تقسیم پھر سورج و چاند کی
بناوٹ بیفایدہ نہین ہوئی بلکہ ان مین بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہین چنانچہ اُسکے

متعلق چھان بین توسٹرانومر ہمیشہ سے کرتے آئے اور بڑے بڑے عجائبات قدرت ظاہر ہوئے ہین جن سے عقل دنگ ہو جاتی ہے مگر بظاہر ایک موٹی بات ہر کہ سردی گرمی بارش وخشک سالی بہار وخزان یہ باتین سب انہین چیزون کی پیدایش کے متعلق ہین اگر یہ نہ ہون تو نظام عالم مین بالکل فرق آجائے اور انسان کی زندگی مین فرق آجائے اور انسان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ پانی ہے تو انکی وجہ سے .... میسر آتا ہے غلہ اور میوہ ہے تو انکی مدد سے پکتا ہے جوکہ انسان کی غذا بنتا ہے پس اسجگہ خدا تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ جب دُنیاوی زندگی کیلئے جو چند روزہ ہے اور چند سالون کے بعد ختم ہو جانے والی ہے مینے یہ سامان پیدا کئے ہین تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ روحانی زندگی کے لئے کوئی طریقہ نہ رکھا ہو جس سے انسان وہ دایمی اور ابدی آرام حاصل کر سکے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس سے عقلمند انسان کیلئے ضرورت امام کا مسئلہ بالکل حل ہو جاتا ہے اور وہ دیکھ سکتا ہے کہ جیسی دنیاوی زندگی کیلئے سورج اور چاند کی ضرورت ہے ویسے ہی روحانی زندگی کیلئے ایک روحانی سورج اور چاند کی ضرورت ہے اگر وہ نہ ہون تو انسان پر روحانی موت آجاوے اور وہ باوجود کہانے پینے کے بھوکا اور پیاسا ہو اور باوجود بصارت کے اندھا ہو اور باوجود قوت شنوائی کے بہرہ ہو اور باوجود زندہ ہونیکے اس پر ایک موت طاری ہو۔ پس اسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اے مومنو خدا اور رسول کی آواز کو سُنو اور قبول کرو جبکہ وہ تم کو زندہ کرنے کے لئے بُلائے۔ پس باوجود اسکے کہ صحابہ کرام زندہ تھے اور کہاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے۔ تب بھی خدا نے انکو حکم دیا ہے کہ جبکہ تم کو زندہ کرنیکے لئے بلایا جائے تو تم سرتابی نہ کرو۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موت دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسمانی اور ایک روحانی۔ جسمانی موت تو وہ ہے کہ جب ایک انسان سے روح جسم خاکی سے جدا ہوجاتی ہے اور روحانی موت وہ ہے جبکہ انسان خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ بیٹھتا ہے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ موت اصل مین روحانی موت ہی ہے۔ کیونکہ اسکے بعد کوئی زندگی نہین حالانکہ جسمانی موت کے ساتھہ بھی ایک اور زندگی شروع ہوجاتی ہے جس کا وعدہ قرآن شریف اور دوسرے نبیون کی کتابون مین بار بار دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ اس جسمانی زندگی کو قایم رکھنے کیلئے کوئیں کھودی جاتے اور نہرین نکالی جاتی ہین اور مختلف قسم کے اناج بوئے جاتے ہین اور باغ لگائے جاتے ہین ویسا ہی روحانی زندگی کے قایم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ روحانی پانی اور روحانی غذا سے اُس کو قایم رکھا جائے اور جیسا کہ ایک کسان اپنی کھیتی کو پکانے کے لیے اُس کو پانی دیتا ہے اور سورج اور چاند کی روشنی سے اُس کو فایدہ پہنچاتا ہے ویسا ہی ہمیں بھی چاہیئے کہ کلام الٰہی کے پانی سے اپنے دل کی کھیتی کو سیراب کریں اور خدا تعالیٰ کے جلوہ اور اُس کے نبیوں کی روشنی کے پر توسے اس کو پکائیں تاکہ ہماری روحانی زندگی قایم رہ سکے اور وہ غرض جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں پوری ہو۔ پس یہ آیات جو مینے اپنے مضمون کے شروع میں لکھی ہیں اُنکا بھی یہی مطلب ہے

کہ خدا تعالیٰ بڑی برکتوں والا ہے کہ اُس نے آسمان میں بروج اور سورج اور چاند پیدا کیے ہیں کہ تا ان سے انسان اور دوسرے چرند و پرند متمتع ہوں اور اپنی زندگی کو قایم رکھیں۔ اور اُس نے روحانی زندگی کے قایم رکھنے کے لیے بھی اسی میں بلکہ ان سے بھی بڑھکر سامان مہیا کر دیئے ہیں چنانچہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار کی آیت کو سورۃ فرقان کی مندرجہ بالا آیات سے ملاکر پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں یہی مراد ہے کہ روحانی سورج و چاند بھی ہیں اور اُن سے فایدہ اُٹھانا روحانی زندگی کا باعث ہو جاتا ہے چنانچہ یہ فرمانا کہ اے رب تُو نے یہ سب کچھ بیفایدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ عقلمند لوگ اس ظاہری نظام کو دیکھکر باطنی نظام کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ایک روحانی سلسلہ بھی ہے جس سے روحانی زندگی قایم رکھی جاتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچا یعنی ایسا نہ ہو کہ باوجود اس ظاہری نظام کو دیکھنے کے ہم اس سے محروم رہیں اور اس روشنی کے دیکھنے سے اندھے رہیں اور اس طرح عذاب دوزخ کے لائق ٹھہریں پس چونکہ تُو ہر طرح پاک ہے اس لیے ہمیں بھی پاک کر اور عذاب نار سے بچا۔ اب وہ شخص جو ذرا بھی عقل اور فہم رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہاں روحانی زندگی کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو عذاب النار سے ڈرانیکی کیا ضرورت تھی اور اُس سے بچنے کے لیے دعا سکھانیکی کیا حاجت تھی۔ پس یہ بات صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فرقان کی ان آیات کا مطلب جن کو

مَیں شروع مضمون میں لکھ آیا ہوں یہی ہے کہ انسان کو ظاہری انتظام دکھا کر اُس باطنی انتظام کی طرف متوجہ کیا جائے جس سے اُسکی روحانی زندگی قایم رہے۔ چنانچہ رات اور دن کے آگے پیچھے آنیکی مثال سے بھی یہی سکھایا گیا ہے کہ جیسے ظاہری سورج ایک وقت پر چڑھتا ہے اور دن کی روشنی تمام دنیا میں پھیلا دیتا۔ اور تاریکی کو نور سے بدل دیتا ہے اور تمام پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اُس کے چڑھنے کے بعد بُری اور بھلی اور پاک اور ناپاک چیزوں میں فرق کرنا آسان ہو جاتا ہے اور انسان اطمینان قلب کے ساتھ اپنے دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتا اور اپنی آیندہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرنیکی فکر میں لگ جاتا ہے اور حتی الوسع اسکو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح جب روحانی آفتاب اپنا جلوہ دکھاتا ہے اور سرزمین دل پر دن کی روشنی کو پھیلا دیتا اور بدیوں کی ظلمت کو نیکیوں کے نور کے ساتھ بدل دیتا ہے اور وہ گناہ جو انسان میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو ظاہر کر دیتا ہے اور طرح طرح کی بُرائیاں اور خبیث اور گندی بیماریاں جو انسان کی روحانی وجود کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہیں اُن سے اُس کو پاک کرتا اور شفا دیتا ہے۔ اور اُس وقت اُس میں بُرے بھلے کے پرکھنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے خلوص دل اور صحت نیت کے ساتھ اپنی روحانی زندگی کی بہتری کے لیے کوشاں ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ پس وہ کام جو کہ مادی سورج اس زمین پر طلوع ہو کر کرتا ہے اس سے بڑھکر روحانی سورج سے ظہور میں آتا ہے کیونکہ یہ تو صرف اس چند روزہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرتا ہے مگر وہ دائمی زندگی

کے لیے توشہ جمع کر دیتا ہے۔ اور انسان کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ اسی طرح جب رات پڑتی ہے تو تمام دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور اُس وقت انسان اپنے تمام دنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ایک غفلت کی نیند میں سو جاتا ہے کہ پھر اسکو دنیا۔ ومافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی اور اسی طرح جب روحانی زندگی پر رات کا تاریک زمانہ آتا ہے تو اکثر انسان دین کو چھوڑ کر دنیا کی غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کام کرنا چاہتے ہیں وہ مامور من اللہ سے استفادہ حاصل کیے ہوئے لوگوں سے جو کہ چاند اور ستاروں کی مانند ہوتے ہیں فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور اُس روشنی کے منتظر رہتے ہیں جو کہ زندگی کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ اس دن کے خیال میں ہوتے ہیں جسکا رات کے بعد آنا لازمی ہوتا ہے۔ پس ان آیات میں انسان کو تعلیم دیگئی ہے کہ وہ اس ظاہری نظام عالم کو دیکھکر اُس نظام کی طرف توجہ کرے جس سے دائمی زندگی وابستہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لمن ارادان یذکر او اراد شکورا یعنی یہ باتیں اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ ان سے انسان نصیحت پکڑے اور خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کہ اس نے صرف جسمانی طور سے ہی اسکی دستگیری نہیں کی ہے بلکہ روحانی طور سے بھی اُس کے لیے امن و آسایش کے سامان مہیا کیے ہیں۔

اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ سورج چاند اور دن رات پر غور کرنیسے انسان کو کسقدر فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی کے احسانوں کے یاد کرنے سے اُسکی

محبت بڑھتی ہے پس جب ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا اقرار کریں گے اور خوب غور سے اُن کی نسبت سوچیں گے تو خود بخود ہمارے دل میں اُسکی محبت بڑھے گی اور تعلق زیادہ ہوگا اور خود ہمیں اپنے اعمال کے مطالعہ کا موقع ملے گا پس جبکہ اس دنیاوی زندگی کا ایک دن بھی اگر ضایع ہوتا ہے تو اُسکو بہت بُرا منایا جاتا ہے تو جب روحانی زندگی کے دن بیفایدہ اور بغیر ترقی کے گذرتے جائیں تو کیوں انکا افسوس نہ کیا جائے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق غور کریں گے کہ آج جب سورج ہم پر طلوع ہوا تو ہماری کیا حالت تھی اور جب غروب ہوا تو کیا۔ تو اُسوقت ہم پر ہماری اپنی کمزوری کُھل جائے گی۔ اور ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارے اعمال میں کسقدر کمی ہے اور ہم کو کسقدر اصلاح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے کہ جب تم ان باتوں پر غور کروگے تو تم نصیحت حاصل کروگے اور اپنے دل میں شکریہ ادا کرنیکی گنجایش پاؤگے۔ پس ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں کیا کام کرنا تھا اور اس میں سے کسقدر ہم نے پورا کیا ہے پچھلے سال سنہ ۱۹۰۷ء ہی کو دیکھو کہ ایک زمانہ میں تو اُس کی آمد کا انتظار تھا اور بڑے شوق سے اس کی طرف نظریں لگی ہوئی تھیں۔ مگر آج سنہ ۱۹۰۸ء کا آغاز ہے اور دنیا کی تمام دولت خرچ کرنے کے بعد بھی سنہ ۱۹۰۷ء واپس نہیں آسکتا۔ بڑے سے بڑے بادشاہ اس امر کے لیے کوشش کریں دولتمند سے دولتمند انسان اپنا روپیہ خرچ کردیں مگر وہ جو گذر گیا سو گذر گیا اب اس کا واپس لانا محال ہے یہی بات ہے جس نے مجھکو اس مضمون کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور یہی

وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آج مَیں ایک نہایت ہی دردمند دل کے ساتھ
اس مضمون کے لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں۔ اس بات کا افسوس نہیں کہ ایک
سال ہماری عمر میں سے گذر گیا بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ اُس محبوب یگانہ کے
ملنے کے دن قریب آگئے ہیں ایسا نہ ہو کہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں کیونکہ
وہ قدوس خدا بد اور بدی سے نفرت کرتا اور نیک انسان اور نیکی سے محبت
کرتا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں پہلے
سے بھی زیادہ کوشش اور خلوص کے ساتھ مشغول ہوں کیونکہ جس طرح ہماری
عمر سنہ ۱۹۰۷ء کے ختم ہونےسے بڑھ گئی ہے ویسا ہی چاہیئے کہ روحانی طور سے بھی
ہم ترقی کریں بلکہ اُس سے بھی ہزاروں درجہ بڑھکر اور چاہیئے کہ جس طرح ہم جسمانی
طور سے اپنے خدا سے ایک سال اور نزدیک ہو گئے ہیں اسی طرح سے روحانی
طور سے بھی ہم اُس کے نزدیک ہو جائیں اور محبت الٰہی میں ترقی کریں اور
اس کے لیے چاہیئے کہ ہم اپنے سنہ ۱۹۰۷ء کے واقعات کو مدنظر رکھیں اور دیکھیں
کہ اس میں ہم نے کس کس بات میں کمزوری دکھائی اور کون کونسے امر میں غلطی
کی تاکہ خدا تعالےٰ ہم کو آیندہ اصلاح کی توفیق دے جیسا کہ اُس نے وعدہ
فرمایا ہے کہ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔ کہ جو شخص سورج
چاند اور رات دن کے واقعات و حالات پر غور کریگا اُس کو نصیحت حاصل ہوگی
اور شکر کرنیکا موقع ملیگا۔ اب اگر عام طور پر نظر دوڑا کر دیکھا جائے تو بڑی بڑی
بشارتیں اور نہایت خوفناک انذار کی پیشگوئیاں اس سال میں ہوئی ہیں خدا تعالےٰ

نے اپنے پاک اور بزرگ نبی کی معرفت ہم کو خوشخبری سُنائی ہے کہ اسلام کی ترقی کا وقت آگیا ہے۔ اور قریب ہے کہ اسلام کا پاک چہرہ دنیا کے سامنے روشن کر کے دکھا دیا جائے اور وہ جو ہر وقت دنیا کمانے کی فکر میں ہی رہتے ہیں انہیں دین کی طرف بھی رغبت پیدا ہو اور جہاں تاریکی اور ظلمت نے اپنا قدم جمایا ہے وہاں فوراً روشنی پھیلائی جائے اور وہ زمانہ نزدیک ہے کہ شرک اور کفر کا بُت پاش پاش کیا جائے اور توحید اور ایمان پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہوں اور وہ لوگ جو بدی اور گناہ کی غار میں پڑے ہیں اُنہیں نیکی اور تقویٰ کے اونچے مینار پر کھڑا کیا جائے۔ الغرض خدا رحیم و کریم اپنے نبی کو اُس کلام کیطرف دوبارہ توجہ دلاتا ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند محکم تر اُفتاد۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایسے ایسے منذر الہام اور پیشگوئیاں ہیں کہ اُن کو سُنکر بدن پر لرزہ آتا ہے اور دل کانپ جاتا ہے اور بے اختیار مُنہ سے نکلتا ہے کہ اے خدا ہمیں دین پہ ثابت قدم کر مگر اپنے رحم اور کرم سے اُن ابتلاؤں سے محفوظ رکھ جنکی بابت خبر دی گئی ہے کہ ہلاکت اور تباہی کے دروازے کھول دیئے ہیں اور یہ کہ اس ملک میں ایک ایسی طاعون آنیوالی ہے کہ شہروں کے شہر برباد ہو جائینگے ایسے کہ اُن کی حالت کو دیکھکر رونا آئیگا اور پھر یہ بھی تبلایا گیا ہے کہ ایک اور وبا پڑنیوالی ہے جو کہ بالکل نئی ہوگی۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہوگی۔ اور پھر ساتھ ہی قحط اور زلزلوں کی خبر دیگئی کہ انکی شدت سے زمین کانپ اُٹھیگی اور خدائے قادر مطلق متنبہ کرتا ہے کہ یوم تری الناس

سُکاریٰ وما ھم بسکاریٰ ۔ یعنی لوگ اُس دن خوف سے بیہوش اور بدمست معلوم ہوں گے ۔ حالانکہ انہوں نے کوئی نشہ کی چیز استعمال نہ کی ہوگی۔

اب جبکہ اِن دونوں حالتوں پر غور کرتے ہیں تو دل میں ایک سخت دہشت پیدا ہوتی ہے ۔کیونکہ وہ بشارتیں جو کہ دیگئی ہیں اپنے حالات پر نظر کرتے ہوئے ہم اپنے آپ کو اُنکے مستحق نہیں پاتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ انعامات ایک خدمت عظیم کو چاہتے ہیں اور ہم سے ابھی وہ ظہور میں نہیں آئی ۔ وہ امتحان جس میں صحابہؓ کامیاب ہوئے ابھی ہمارے درپیش ہے وہ خدا کا عشق وہ نبی کریمؐ کی محبت وہ اسلام سے سچا تعلق وہ احکام دین کی پوری پابندی وہ صدق وہ صفا وہ تقویٰ وہ طہارت وہ وفائے عہد وہ وحدت ابھی ہم میں کہاں ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کی نسبت احمدی جماعت میں ہزاروں درجہ بڑھکر یہ صفات پائی جاتی ہیں ۔ مگر پھر بھی یہ انعام جن کا وعدہ دیا جاتا ہے اُن کاموں کے بدلے میں ہیں جو کہ صحابہؓ نے کیے اور ہم میں ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی اور ابھی بہت سے راستے ہیں جو ہمیں طے کرنے ہیں اور بہت سی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں جن پر سے ہمیں عبور کرنا ہے پس خوف معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک لرزہ طاری ہوتا ہے کہ خدانخواستہ ہماری سُستی اور کاہلی کو دیکھکر خدائے قدوس نے یہ ارادہ تو نہیں کیا کہ ہماری جگہ ایک ایسی قوم پیدا کرے جو کہ اُس کی عاشق ہو نبی کریمؐ کی فدائی اور مسیح موعودؑ کی فرمانبردار اور صحابہؓ کا سچا نمونہ ہو اور جو اُس انعام کی مستحق ٹھہرے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ بڑے پُرزور الفاظ میں دیتا ہے ۔ مگر پھر

اس خیال سے کسقدر تسلّی ہو جاتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک جماعت قریباً اٹھارہ اُنیس برس سے قایم کی ہے تو یہ اُس منشار کے برخلاف ہی کہ پھر وہ اُس جماعت کو بند کرکے ایک اور جماعت کو اُس کی جگہ قایم کردے کیونکہ اسطرح پھر اُس کا یہ عمل جو اس عرصہ سے وہ کرتا ہے لغو ٹھہرتا ہے حالانکہ وہ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے کہ اُس کی ذات پاک ہے اور وہ لغو کام نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ہمیں پاک کرنیکا ارادہ ہے۔ اور اس خیال سے دلمیں خوشی کا ایک جوش اُٹھتا ہے اور یہی دل چاہتا ہے کہ اُس پاک اور قدوس خدا پر پروانہ وار فدا ہو جائیں۔ پھر جب اُن مستدر الہامات کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تو دل بیقرار ہو جاتا ہے اور سخت پریشانی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی ان عذابوں میں شریک ہو جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں جو گنہگار ہے وہ سزا پانیکا مستحق ہے پس اپنی کمزوری پر نظر ڈالتے ہوئے سخت ہی اضطراب پیدا ہوتا ہے اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کے آگے گڑگڑائیں اور دعائیں مانگیں کہ اے رحیم خدا ہم کو ہر طرح سے عذابوں اور دُکھوں سے بچا اور اپنے رحم کے سایہ میں لے آ اور ہمارے دلوں کو اپنی منشار کے مطابق پاک صاف کردے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو پاک کر سکے پس یہ وہ تذکرہ ہے جو کہ ہم کو ۱۹۰۷ء پر غور کرنیسے حاصل ہوتا ہے۔ اور انعامات کیطرف دیکھکر شکر کرنیکو جی چاہتا ہے اور یہی اُن آیات کا منشا ہے جو کہ میں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ انکو پڑھکر کسی دل لگی میں

اُڑاد یا جائے بلکہ یہ اس قابل ہیں کہ عملاً ان سے فایدہ اُٹھایا جائے یہ تذکرہ اور نصیحت جو کہ ۱۹۰۷ء سے ہم کو ملتی ہے اسی ۱۹۱۰ء میں اپنا رہبر اور رہنما بنانا چاہیئے اور اپنے روزمرہ کے حالات پر غور کر کے اور اُن سے ایک نتیجہ نکالکے اس کے ساتھ شامل کر لینا چاہیئے تاکہ ایسا ہو کہ خدا تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور جس کام کے کرنیکا ارادہ کیا ہے اس کے لیے ہمیں بھی خدا چُن لے۔ خدا کے کام کبھی نہیں رُکتے ہاں بدبخت انسان عمدہ موقعوں سے فایدہ اُٹھانے سے رُک جاتے ہیں وہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اُسے کر کے چھوڑتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے اور کوئی نہیں کہ اُس کا مقابلہ کر سکے ہاں انسان بارہا ایک نیک کام کو کرنا شروع کرتا ہے اور پھر بے استقلالی سے اُسکو ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔ مگر وہ جو خدا تعالیٰ سے استقلال کے لیے دعا بھی مانگتا ہے کیونکہ اس میں سب طاقتیں ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ فضول ہے اُس نے ایک مامور دنیا میں بھیجا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے شرک کی بیخکنی کرے اور اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھلائے پس یہ کام تو ہو کر رہیگا۔ ہاں خوش قسمت ہیں وہ جو اس وقت ثواب دارین حاصل کریں اور خدا سے اپنا تعلق پیدا کر لیں کیونکہ اور سب تعلق ٹوٹ جاتے ہیں۔ مگر اسکا تعلق کہ وہ ہمیشہ رہتا ہے۔

ہم ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی یہ کام خدا کی رضا حاصل کرنیکے لیے شروع کیا تھا پس تمام احمدی جماعت سے اور خود امام وقت سے استدعا ہے کہ

مہربانی فرما کر ہمارے لیے دعا کریں کہ جس کام کو ہم نے شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہوں۔ اور ہر طرح سے ترقی حاصل کریں۔ ایمانی طور پر بھی عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی۔ اور وہ تمام رکاوٹیں جو ہر ایک کام کے شروع کرتے وقت لازماً پیش آتی ہیں وہ ہمارے راستہ سے دُور ہوں اور ہم اُن تمام مشکلات کو حل کریں جو کہ ہمارے سامنے پیش ہوں۔ اور وہ تمام وساوس اور بدخیال جو اپنے نفس کی بدی سے یا کسی بیرونی تحریک سے انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہمارے دلوں سے دُور ہوں اور ہم بدیوں اور بدکرداریوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ شیطان ہمارے دلوں پر قبضہ نہ پاسکے۔ ہمارے دل صاف وشفاف آئینہ کی طرح ہوں انپر کوئی کدورت اور میل نہ ہو۔ اور خدا کا عکس بڑے جلال کے ساتھ انپر پڑے۔ ہم میں سچا اخلاص اور سچا عشق اور سچی محبت خدا کے لیے اُس کے رسولوں کے لیے اور دین اسلام کے لیے ہو۔ وہ قلم کا جہاد جو کہ ہم نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ شروع کیا ہے اسمیں ہمیں کامل فتح ہو اور ہم فن تقریر و تحریر میں اپنے دشمنوں پر اُسی طرح غالب ہوں جسطرح صحابہ رضؓ شمشیر زنی میں اور ہم متقیوں کے امام ہوں۔ اور ہم میں آپسمیں خدا تعالٰی کے منشار کے مطابق سچی محبت اور سچا اخلاص ہو ہماری محبت اور ہماری سب اُسی کے لیے ہو۔ امام وقت اور اولی الامر کی فرمانبرداری ہمارے دلوں میں گھر کر جائے۔ ہم قوم میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکے محرک ہوں اور اس کام کو کامیابی سے پورا کریں۔ اور وہ نتائج

جو سورج و چاند اور دن اور رات کے آگے پیچھے آنیکے متعلق سوچنے سے ۱۹۰۷ء میں ہم نے اخذ کیے ہیں۔ اُنسے فائدہ اُٹھانیکی ہم کو توفیق عطا ہو۔ پھر ہم تمام ممبران تشحیذ الاذھان رسالہ تشحیذ الاذھان کے تمام ناظرین کے لیے اور اپنے لیے خلوص دل اور صحت نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں کہ اے رب کریم۔ اے رحمٰن و رحیم اے مالک یوم الدین خدا ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش اور ہم کو صحابہؓ کا سچا اور کامل نمونہ بنا اور ہمیں توفیق بخش کہ ۱۹۰۸ء اور آیندہ سالوں میں بہت سے نیک کام کریں اور بدیوں سے بچیں اور وہ کمزوریاں جو ہم میں ہیں وہ آیندہ ہم میں نہ پائی جائیں اور آج جبکہ ۱۹۰۷ء نے ترقی کرکے ۱۹۰۸ء کا درجہ پایا ہے اور ہماری جسمانی عمر آگے سے زیادہ ہوگئی ہے اُس سے کروڑوں درجہ زیادہ ہماری ایمانی اور روحانی ترقیاں ہوں۔ اور ہم تیرے اِس کلام پاک کے سچے مستحق ٹھہریں کہ اِنَّ فی خلق السمٰوات والارض و اختلاف الیل والنھار لاٰیاتٍ لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً ۝ سبحٰنک فقنا عذاب النار ۝ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظّٰلمین من انصار ۝ ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار ۝ ربنا واٰتنا ما

علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد ہ اور ہمارے امام پر ہزاروں ہزار برکتیں ہوں اور وہ کام جس کے لیے اُس کا دل درد مند ہے وہ اس میں کامیاب ہو اور اس کی کوششوں اور تیرے فضل کی بدولت اسلام پیارا اسلام پھر اپنی شان وشوکت حاصل کرے اور رسالہ تشحیذ الاذہان کا یہ تیسرا سال اور آیندہ کے سال ہمارے لیے اور ہماری قوم کے لیے مبارک ہوں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

Digitized by Khilafat Library

کیا اسلام علمی مذہب ہے؟

تمہید اس بات کا جواب دینے سے پہلے کہ کیا اسلام علمی مذہب ہے یا نہیں ہم خلاصۃً اتنا لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کے لکھنے کی کیا وجہ ہوئی ہے اور کونسا خیال ہے جس نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم اس کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوں؟ پس یاد رہے کہ اس مضمون کے لکھنے کی طرف توجہ دلانیوالی وہ مجلس ہے جو کہ وچھووالی کے آریوں نے یعنی گھاس پارٹی کے پیرووں نے دھرم چرچا کے نام سے ایام دسمبر ۱۹۰۷ء میں اپنے مندر واقعہ وچھووالی لاہور میں کی تھی اور جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو بلایا گیا تھا کہ وہ آکر اس جلسہ میں تمام حاضرین کے ... و اس بات پر تقریر کریں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی

ہے تو کونسی؟ اور اس بات کی تاکید بھی بڑے زور سے کی گئی تھی کہ تمام مذاہب کے قایم مقام اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ اُن کے مضمون میں دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کی دل شکنی نہ ہو یعنی دوسرے مذاہب پر کوئی خلاف تہذیب حملہ نہ کیا جائے بلکہ اپنی کتاب کے سچا کرنیکی کوشش کیجائے چنانچہ اس جلسہ میں مسلمانوں کے قایم مقام کے طور پر ہمارے امام **حضرت میرزا غلام احمد صاحب** کو بُلایا گیا کہ وہ بھی آکر قرآن شریف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کریں اور ثابت کریں کہ کیا واقعی قرآن شریف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور الہامی کتاب ہے۔ اور پرائیوٹ خطوط لکھکر خاص طور پر تحریک کی گئی کہ آپ ضرور اس موقعہ کے لیے کچھ لکھیں اور آریہ صاحبان کو ممنون کریں اور ان خطوط میں یہ وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ کوئی بات ایسی نہیں کیجائے گی جس سے کسی مذہب کے پیرو کا دل دُکھے اور وہ کسی قسم کی تکلیف محسوس کرے اور کوئی ایسی زباندرازی روا نہیں رکھی جائیگی جس سے کسی قسم کی دل شکنی متصوّر ہو اور پھر بعض احمدی معززین سے بھی اس بات کا ذکر کیا گیا کہ وہ مرزا صاحب کو تحریک کریں اور اس موقع کے لیے اُن سے کچھ لکھوائیں چنانچہ آریہ صاحبان کا اسقدر شوق اور سرگرمی دیکھکر اور بار بار کے تہذیب و شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنے کے وعدے پر نظر کرکے حضرت مسیح موعودؑ نے ارادہ کیا کہ وہ اس موقع کے لیے کچھ مضمون تحریر فرمادیں اور دلائل قویّہ سے اس بات کو ثابت کردیں کہ دراصل اس زمانہ میں قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو الہامی ہونیکا دعویٰ

کر سکے۔ چنانچہ آپنے باوجود وقت کے کم ہونیکے اور طبیعت کی ناسازی کے اس مضمون کو لکھنا شروع کر دیا اور وقت مقررہ تک جس میں ایک ہفتہ باقی تھا اس مضمون کو ختم کر دیا اور اس کے سنانے کے لیے مولنا مولوی نور الدین صاحب کو مقرر فرمایا کیونکہ خود حضرت مسیح موعودؑ بوجہ علالت طبع کے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس جلسہ کے لیے تین دن مقرر کیے گئے تھے یعنی تین چار اور پانچ دسمبر۔ پہلی تاریخ یعنی تین دسمبر کو سناتن دھرم والوں اور عیسائیوں کا مضمون تھا جلسہ چھ سے دس بجے تک رہا پہلے سناتن دھرم کی طرف سے ایک پنڈت صاحب کھڑے ہوئے جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تمام مذاہب کی کتب واقعی خدا کی طرف سے ہیں مگر کامل اور مکمل ایک وید ہی ہے باقی کتب مکمل نہیں ہاں خدا کا کلام ضرور ہیں اور پھر وید کی خوبیاں بیان کیں مگر انہوں نے اپنے مضمون میں سنسکرت کے الفاظ اسقدر استعمال کیے تھے کہ انکا مضمون عام فہم نہیں رہا تھا بلکہ مضمون کے آخری حصہ میں تو آدھے سے زیادہ حصہ سنسکرت کے الفاظ تھے۔ مضمون فلسفیانہ رنگ کا تھا اور کسی مذہب پر بیجا حملہ کرنیکی کوشش نہیں کی گئی تھی مگر باوجود اس شائستگی کے پنڈت صاحب سے آریہ صاحبان نے کوئی نیک سلوک نہیں کیا بلکہ انکے مضمون کے دوران میں ڈی اے وی کالج کے طلبا تالیاں پیٹتے تھے اور شور کرتے تھے اور پنڈت صاحب کی آواز کانوں تک بہت مشکل سے پہنچتی تھی۔ اور یہ کام نہ صرف نوجوانوں تک محدود رہا بلکہ بچے اور جوان ادھیڑ عمر کے اور بوڑھے تمام اس میں شریک ہوگئے اور بار بار پنڈت صاحب کو مجبور کرنے لگے کہ وہ اس مضمون کو

ناتمام ہی چھوڑ دیں اور آخر انہوں نے ایسا ہی کروا کے چھوڑا۔ یعنی صرف ڈیڑھ صفحہ مضمون کا رہ گیا تھا جبکہ اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی تقریر کو بند کریں اور اس بات سے بھی انکار کیا گیا کہ باقی ماندہ حصہ مجموعۂ مضامین میں شایع کر دیا جائے۔ اب عیسائی صاحبان کا مضمون تھا اور اُنکی طرف سے پادری علی بخش صاحب قایم مقام تھے جنہوں نے اپنے مضمون میں شائستگی کا بہت لحاظ رکھا مگر اُنکا تمام مضمون قریباً سب کا سب اعتراضوں سے ہی پُر تھا اور اس میں عجیب عجیب پیرایوں میں مختلف مذاہب پر اعتراض کیے گئے تھے اور جو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیگئی تھیں وہ وعدے ہی وعدے تھے دلیل کا نام تک نہ تھا۔ آپکے بعد پادری ٹھاکر داس بھی عیسائیوں کی طرف سے بولے مگر قریباً تمام باتوں میں پادری علی بخش سے اختلاف ہی ظاہر کیا۔ اور وعدے انہوں نے بھی بہت کچھ کیے مگر دلیل سے سروکار نہ تھا۔ اسکے بعد پہلے دن کی کارروائی ختم ہوئی اور دوسرے دن پہلے برہمو ؤں کا لیکچر تھا جنہوں نے الہام کے معنے یہ کیے کہ سائینس کے مطابق جو بات دلیں آجائے وہ الہام ہے اور کہا کہ سب کتابیں الہامی ہیں۔ پھر اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا مضمون ہوا جس کو لوگوں نے بہت شوق سے سُنا۔ اور اس مضمون کے سُننے کے لیے اسقدر مخلوق جمع تھی کہ آخر ٹکٹ بند کر دینا پڑا۔ اور لوگ نہ صرف ہال اور گیلری ہیں ہی بھرے پڑے تھے بلکہ چھت پر اور دیواروں پر بھی قدم رکھنے کو جگہ نہیں رہی تھی۔ مضمون کے دوران میں کسی قسم کا شور وغل نہیں ہوا پہلے مولوی نورالدین صاحب نے اسکا کچھ حصہ پڑھا مگر بوجہ اُنکی علالت طبع کے ڈاکٹر یعقوب بیگ

صاحب نے باقی ماندہ حصہ کو پورا کیا اب ہم اس مضمون کا ایک نہایت مختصر خلاصہ نیچے درج کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا مضمون اس مضمون کے شروع میں اس بات پر بہت زور دیا گیا تھا کہ اسلام نے ہدایت کو کسی خاص قوم کے لیے مختص نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مختلف وقتوں میں اور مختلف ملکوں میں باقتضائے ضرورتِ وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے رہے ہیں اور اُن سے خدا تعالیٰ کلام بھی کرتا رہا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان کے مطابق اُنپر احکام شرعیہ بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ نہ صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاؤ بلکہ تمام انبیائے کرام پر صدق دل سے یقین رکھو اور نہ صرف قرآن شریف کو الہامی کتاب سمجھو بلکہ اُن کُتب کو بھی خدا تعالیٰ کا کلام جانو جو کہ وقتاً فوقتاً مختلف ممالک کے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں اور اُن نبیوں کی بھی ویسی ہی عزت کرو جیسے آنحضرت صلعم کی اور اُن کتب کو بھی ویسی ہی توقیر کی نگاہ سے دیکھو جیسے قرآن شریف کو۔ ہاں چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے چاہا کہ انسان کو ایک ایسی تعلیم دے جو نہ صرف اسکو بدیوں سے بچائے بلکہ نیکیوں کی ترغیب و توفیق کی بھی موجب ہو اور وہ ایسی تعلیم ہو کہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک زمانہ کے لیے ہو بلکہ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ پر اُسکا اثر یکساں حاوی ہو۔ پس اسی غرض کے لیے اُس نے محمد صلعم پر قرآن شریف کو

اُتارا اور اُس میں ایسی تعلیم رکھی کہ جو ہر قوم ہر ملک ہر آب و ہوا اور ہر زمانہ میں کام آسکے۔ پس قرآن و حدیث سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سوائے اسلام کے پہلے اور کوئی مذہب نہیں تھا یا اور کوئی نبی نہیں آیا بلکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ کاھن۔ یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جس کا رنگ سیاہ تھا اور اُسکا نام کاہن تھا یعنی گھنیا یا کرشن اور پھر آنحضرت نے اس بات کے جواب میں کہ کیا کبھی فارسی زبان میں بھی الہام ہوا ہے فرمایا کہ ہاں ہوا ہے ایں مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم۔ اب اس تعلیم کے مطابق ہم لوگ مسلمان کرشن رامچندر وغیرہ کو بھی نبی مانتے ہیں اور انپر بھی ایسا ہی ایمان لاتے ہیں جسطرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر۔ پس اہل ہنود کو اور عیسائیوں کو اور دوسرے مذاہب والوں کو چاہیئے کہ جسطرح ہم انکے انبیائ کو مانتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے ایک نبی آنحضرت صلعم کو قبول کرلیں ہاں ابھی ہم انسے یہ نہیں کہتے کہ وہ اسلام قبول کریں بلکہ صرف اسقدر التجا کرتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اس کارروائی کو دیکھکر اتنا تو کریں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ چھوڑیں۔ کیونکہ اس سے ہمارے درمیان اور انکے درمیان صلح ہو جائیگی اور اتفاق کی وجہ سے قوم بہت کچھ ترقی کرسکتی ہے۔ ورنہ اس صورت میں صلح صلح پکارنا جبکہ ہمارے جان و مال سے زیادہ عزیز نبی کو گالیاں دیجائیں ناممکن ہے۔ اور بالکل بیہودہ اور فضول ہے جب کسی کے باپ کو گالی دیجائے تو وہ کسقدر ناراض ہو جاتا ہے تو پھر آنحضرت صلعم کو

جن کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں اسقدر ہے کہ بڑے سے بڑا مسلمان بادشاہ
اُنکے نام لینے پر عزت کے لیے تخت پر سے اُتر آتا ہے گالیاں دیجائیں تو مسلمان
کسطرح برداشت کر سکتے ہیں۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں سے مسلمان
صلح کریں۔ جنگل کے درندوں اور بنوں کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے
مگر ان لوگوں سے نہیں جن کے مُنہ سے نبی کریمؐ کی نسبت توہین آمیز کلمات
نکلیں۔ پس ایسی صلح والی تعلیم لیکر ہم آپ لوگوں کے سامنے آئے ہیں کہ آپ
ہماری باتوں کو غور سے سُنیں اور جسطرح ہم آپکے نبیوں کی عزت اور توقیر کرتے
ہیں آپ بھی ہمارے نبی کی توہین نہ کریں۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہو سکتی
ہے؟۔ پس یاد رہے کہ وہ خدا جس نے انسان کے لیے دنیاوی عیش و عشرت
کے اسقدر سامان مہیا کیے ہیں کسطرح ممکن ہے کہ روحانی طور پر انسان کی رہنمائی
نہ کرے۔ یہ تو سوال کا حصّہ تھا۔ دوسرا حصّہ یہ ہے کہ اگر کوئی الہامی کتاب ہے تو کونسی
اسکا جواب بہ حیثیت ایک مسلمان ہونیکے ہم یہی دینگے کہ وہ قرآن شریف ہے۔ اور اس
بات کا ثبوت یہ ہے کہ الہامی کتاب ہونیکی دلیل وہ معجزات و خوارق ہوتے
ہیں جو کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو اس بات کے ثابت کرنیکے لیے کہ واقعی وہ شخص
جو اُس کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے دکھاتا ہے۔ اور چونکہ معجزات
و خوارق انسانی دسترس سے بالا ہوتے ہیں اس لیے دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں
کہ یہ شخص جو الہام کا مدعی ہے اور یہ الہام جو وہ پیش کرتا ہے خدا کی طرف سے ہے۔

مگر اس بات کے مان لینے کے بعد یہ مشکل پیش آئیگی کہ تمام قومیں اور تمام مذاہب اس بات کے مدعی ہیں کہ انکے نبیوں نے بھی فلاں فلاں معجزات دکھائے اور انکی کتابوں میں بھی ایسی پیشگوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ پس اس بات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بھی پیشگوئیاں کیں اور وہ پوری ہوئیں۔ بلکہ ہم قرآن شریف کی سچائی کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اور مذاہب کے لوگ تو پچھلے قصے سُناتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ انکے نبیوں نے یہ معجزات اور یہ خارق عادت کرشمے دکھائے حالانکہ اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں اور ممکن ہے کہ زمانہ کے اختلاف نے انپر بہت کچھ رنگ چڑھا دیا ہو اور عجیب اور حیرت انگیز طریقہ میں بدل دیا ہو۔ اور اگر وہ واقعی سچ بھی ہوں تو اسوقت اُن سے کیا فایدہ ہے۔ مگر قرآن شریف کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ اسکی برکت سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہوتا ہے اور وہ اُس سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں ایسے خوارق و معجزات دکھاتے رہتے ہیں کہ جن کو مذاہب کے لوگ قصوں کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ وہ معجزہ ہے جس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسوقت بھی اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس شرف سے مشرف کیا ہے اور ایسے ایسے معجزات دکھائے ہیں کہ جن کو لاکھوں آدمیوں نے دیکھا ہے اور اور خود آریہ صاحبان بھی کئی معجزوں کے گواہ ہیں اور دیگر مذاہب والوں نے

بھی انکو مشاہدہ کیا ہے۔ ان معجزات کی تعداد اسقدر ہے کہ شمار میں نہیں آسکتی اور نہ صرف پہلے ہی یہ معجزے دکھائے گئے بلکہ اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو کہ آیندہ کے لیے ہیں مثلاً طاعون کی نسبت مجھکو خبر دی گئی ہے کہ اس سے شہروں کے شہر ویران ہو جائیں گے۔ اور انکی حالت بدل جائے گی۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ ایک اور زلزلہ آنیوالا ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جو کہ دنیا پر سخت تباہی ڈال دیگا۔ پس یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظہور میں آرہا ہے یہ سب قرآن شریف کا ہی معجزہ ہے اور اسی کی برکت سے یہ سب کارخانہ ہے اور یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے آیندہ کے لیے لوگوں میں یہ طاقت پیدا کر دی بلکہ خود آنحضرت صلعم نے بڑے بڑے معجزے اور خوارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ جن کی نظیر نہیں مثلاً شق القمر کا معجزہ۔ پس قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ نہ صرف خود معجزات سے بھری ہوئی ہے بلکہ اسکی بدولت ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر خود بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ اور یہ تمام معجزات بھی قرآن شریف ہی کے ہوتے ہیں کیونکہ اسی کی بتائی ہوئی راہوں پر چلکر انسان یہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ پس وہ کتاب جو ہر وقت انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے وہی سچی الہامی کتاب ہے۔ اور وہ قرآن شریف کے سوا کوئی نہیں (یعنی اس زمانہ کے لیے سوائے قرآن شریف کے اور کوئی کتاب نہیں جو انسان کو خدا سے ملا سکے اور جس سے

فیض پاکر انسان معجزات وخوارق دکھا سکے۔ پہلی کتابیں حق ہیں مگر اُن کا زمانہ ختم ہو چکا اور اب تمام ملکوں اور کُل زمانوں کے لیے ایک قرآن شریف ہی الہامی کتاب ہے اور کوئی نہیں۔ (اسلام ایڈیٹر)

اس کے بعد تعلیموں کا مقابلہ کر کے دکھایا گیا تھا کہ کونسی تعلیم ہر زمانہ کے لیے ہے اور یہ کہ قرآن شریف پر جسقدر اعتراض کیے جاتے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں اور بہت سے ایسے اعتراض ہیں جو کم فہمی سے کیے جاتے ہیں اور اصل میں وہ خوبیاں ہیں غرضکہ یہ تمام لیکچر اسقدر معارف اور حقایق سے پُر تھا کہ ایمان تازہ ہوتا تھا اس میں ملائکہ کا ثبوت اور شیطان کا ثبوت اور دیگر کئی اعتراضوں کا جواب دیا گیا تھا۔ اور چونکہ حجم قریباً ستّر صفحہ کا تھا اس لیے سنانے میں ڈھائی گھنٹہ لگے۔ اور سامعین پر حق کا اسقدر رُعب تھا کہ کوئی شور و شر نہیں ہونے پایا بلکہ اگر کوئی کھانستا بھی تھا تو لوگ اُسکو غصّہ بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ خلاف معمول سر پر کوئی سایہ تک نہ تھا اور لوگ صحن میں بغیر کسی روک اور پردہ کے بیٹھے تھے اور رات کی وجہ سے سردی اور بھی زور پر تھی۔ مگر پھر بھی لوگوں نے اسقدر توجہ اور خیال سے اس لیکچر کو سُنا کہ خدا کی قدرت نظر آتی تھی۔

اس خلاصہ کے لکھنے کے بعد ہم اسقدر لکھدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ستّر صفحہ کے مضمون کو ایک دو صفحہ میں لانا ایک نہایت ہی مشکل بلکہ

ناممکن کام ہے اس لیے ہم نے اُن بعض باتوں کو یہاں خلاصتہً بیان کردیا ہے جن کا آگے مضمون کے ساتھ تعلق ہے ورنہ اصل مضمون کی شان تو ناظرین تب دیکھیں گے جبکہ وہ چھپکر شایع ہو جائیگا۔ یہ خلاصہ تو ہم نے اُن ریمارکوں سے کیا ہے جو کہ لاہور میں جلسہ کے موقعہ پر کیے گئے تھے۔ ورنہ اصل مضمون ابھی شایع نہیں ہوا۔

اب اس کے بعد ہم ناظرین کو آریوں کے مضمون کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جن کے بار بار کے تہذیب اور شائستگی کے وعدہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقع کے لیے مضمون تیار کیا تھا اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس وعدہ کو کہاں تک پورا کیا۔ اور اُس صلح اور امن کی تعلیم کے بعد جو کہ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کی تھی کہاں تک نیک نیتی اور صاف باطنی سے کام لیا۔

آریوں کا لیکچر

حضرت مسیح موعودؑ کی اسی صلح اور امن کی تعلیم کے بعد اور اسقدر تہذیب و شائستگی نرمی و محبت خلوص و صاف باطنی کے پیغام کے بعد جس مضمون کی آریوں سے امید کیجاتی تھی افسوس کہ بالکل اس کے برخلاف ظہور میں آیا۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بارہ میں پہلے سے ہی اطلاع دیدی تھی جو کہ اُسی مضمون کے آخر میں درج بھی کردی گئی تھی کہ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب کہ تُو مجھ سے ایک

چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح ہے۔ یہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ایسا امر ہونیوالا ہے جو کہ دلوں کو ناگوار ہوگا اور کوئی ایسا تاریک امر کیا جائیگا جس سے اسلام کے روشن چہرہ پر ظلمت کا پردہ ڈالنے کی کوشش کیجائیگی مگر خدا تعالیٰ تسلّی دیتا ہے کہ مَیں سیاہ رات کی تاریکی میں تجھ کو ایسا روشن کرونگا جس طرح چمکتا ہوا روشن ستارہ ہوتا ہے اور دنیا دیکھ لے گی کہ تو ہی وہ چمکتا ہوا اور روشن نشان ہے کہ جس سے رات کے وقت راہ گیر راہِ گم گشتہ کو پاتے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے اسکی چمک سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ صاف الفاظ میں الہام تھا کہ انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ ترجمہ۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ وہ ساحر کی تدبیر ہے۔ اور ساحر کسی راہ سے آئے۔ وہ کامیاب نہیں ہوگا۔" پس ان الہامات سے امید پڑتی تھی کہ کوئی ناگوار امر پیش آنیوالا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون دیکھتے ہوئے یہ خیال ضرور آتا تھا کہ کچھ سختی تو کریں گے مگر شاید معمول سے کم اور خاصکر جب پریزیڈنٹ جلسہ کے ریمارک پر نظر کرتے تھے تو اور بھی یقین ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر کے ختم ہونیکے بعد انہوں نے کھڑے ہوکر یہ کہا کہ کل آریوں کا لیکچر ہوگا اور امید ہے کہ تمام صاحبان ضرور تشریف لائیں گے اور خاصکر احمدی صاحبان۔ اور وہ خیالات سُنیں گے جو کہ آریہ لوگوں کے الہام اور الہامی کتاب کی نسبت ہیں۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب ہماری روحانی

شفایابی کے لیے بھی اسطرح دعا کریں گے کہ جسطرح ہمارے دو بھائیونکی نسبت آپنے لکھا ہے کہ مَیں نے انکے لیے دعا کی اور وہ شفایاب ہوئے (اسس مضمون میں جو حضرت صاحب نے اس موقع کے لیے لکھا تھا یہ بھی درج تھا کہ ایک شخص ملاوامل ساکن قادیان کو تپ دق ہوئی اور اُس نے گھبرا کر مجھ سے دعا کی درخواست کی چنانچہ مجھ کو دعا کے بعد الہام ہوا کہ یا نار کونی برداً و سلاماً یعنی اے تپ دق کی آگ تُو ٹھنڈی ہو جا۔ اور یہ پیشگوئی مَینے اسکو بلاکر سُنا بھی دی۔ پس خدا کے حکم کے مطابق چند دنوں کے بعد وہ بالکل تندرست ہوگیا اور اب تک زندہ موجود ہے۔ اور دوسری بات لالہ شرمپت کے متعلق لکھی تھی کہ اُسکا بھائی ایک مقدمہ میں پکڑا گیا تھا اور اسکو سزائے قید ہو گئی تھی۔ اور اس مقدمہ میں اس کے ساتھ ایک اور بھی شریک تھا۔ اور لالہ شرمپت نے مجھ سے اپنے بھائی کے مقدمہ کیلیے دعا کے لیے کہا تھا اور عدالت ماتحت کے حکم کی اپیل عدالت چیف کورٹ میں کی گئی تھی۔ پس مَینے اس کے لیے دعا کی اور مجھ کو معلوم ہوا کہ مِثل پھر عدالت ماتحت میں آئیگی اور لالہ شرمپت کے بھائی کی تو قید آدھی رہ جائیگی اور دوسرے شخص کی سزا اُسی طرح بحال رہے گی چنانچہ مَینے اُسکو بھی بلا کر کہدیا تھا اور اُس نے اپنی آنکھوں سے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ پریزیڈنٹ صاحب کا ریمارک ان دو معجزات کے متعلق تھا۔ اور یہ اُنکے مُنہ سے نکلنا خواہ منافقانہ طور سے یا دل سے خدا تعالیٰ کی ایک قدرت

تھی اور اسلام کی فتح۔ پس اس ریمارک کے بعد قطعاً امید نہیں ہوسکتی تھی
کہ آریہ صاحبان سخت کلامی سے پیش آئیں گے اور خاصکر جبکہ اُنکے پریزیڈنٹ
نے احمدیوں کو خاص طور سے بلایا تھا تو اور بھی اس بات کی امید ہوتی تھی کہ
کسی قدر شرافت کا برتاؤ ہی کیا جائیگا۔ مگر افسوس کہ واقعات نے اس کے برخلاف
ثابت کیا۔ اور وہ وقت آیا جبکہ آریوں کے قایم مقام کھڑے ہوئے اور
انہوں نے مضمون مقررہ پر لیکچر دینا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ پیاری تہذیب کے
وعدے بالکل غلط اور بے بنیاد تھے اور آریوں نے چاہا تھا کہ غیر مذاہب کے
لوگوں کو اس طرح دھوکے کے ساتھ بلا کر اُنکو وہ باتیں سنائی جائیں جو کہ اُنکے
کان سُن نہ سکتے ہوں اور ایسے بیان اور وہ کلمات اُنکے گوش گذار کیے
جائیں جن کو قوّت شنوائی برداشت نہ کرسکتی ہو اور اُن سخت گندے
غضبناک آتش خیز توہین آمیز شدت سے غیرت دلانیوالے اور طیش اور غصّہ
اور غضب اور قہر اور جوش کی آگ بھڑکانیوالے الفاظ سے اُنکے نبیوں کو
یاد کیا جائے کہ جو برداشت سے بڑھکر ہوں۔ اور جن کو سننا ایک مسلمان کے
لیے ایک تیز تلوار اور بندوق کی گولی سے بھی زیادہ سخت ہو۔ چنانچہ
اس مضمون میں جو کہ آریوں کی طرف سے دیا گیا کوئی دقیقہ غیر مذاہب والوں
کی دلآزاری کا نہیں چھوڑا گیا۔ خاصکر مسلمانوں پر نہایت سخت
ظلم کیا گیا اور ایسے ایسے الفاظ اُنکے نبیوں کی نسبت استعمال کیے گئے کہ قلم میں
طاقت نہیں کہ اُنکو بیان کیا جائے۔ اور غیرت قومی اور حمیت مذہبی اس

بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اُن الفاظ کو دوبارہ دوہرایا جائے جو کہ آریوں نے اپنی طرف سے تمام زور خرچ کرکے اور اُردو دانی کا پورا جوہر دکھا کر ہمارے انبیاء اقطاب اولیاء اور ابرار کی نسبت استعمال کیے۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ لغت اُردو اور فارسی میں کوئی گالی نہ چھوڑی گئی ہوگی جو ہمارے نبیوں کی نسبت استعمال نہ کیگئی ہو اور کوئی ایسا سخت کلمہ نہ رہا ہوگا جو دشنام دہی کے طور پر لیکچر میں درج نہ کیا گیا ہو غرضکہ جہانتک انکا بس چلا اُس لیکچر کو سخت کیا اور اشتعال آمیز بنایا اور مسلمانوں کے دلوں کو اسقدر دکھایا کہ آجتک کسی کو اسقدر تکلیف نہ دیگئی ہوگی اور کوئی ذی روح نہ ہوگا جس کو اس طرح سے دُکھ دیا گیا ہو آریوں نے ہمارے دلوں پر اُن تیز اور اشتعال آمیز الفاظ کا آرا چلایا کہ لوہے کا آرا اُس سے کہیں آرام دہ اور نرم ہوتا ہے اور انہوں نے جو الفاظ ہمارے بزرگوں کی نسبت استعمال کیے وہ کہیں زیادہ سخت تھے اُس گولی سے جو ایک بے رحم ظالم ایک بیکس مظلوم پر چلاتا ہے افسوس اگر کچھ بھی شرافت سے کام لیا جاتا اور تہذیب و شائستگی کو ترک نہ کیا جاتا اور وہ خلاف تہذیب اور ناشائستہ الفاظ جو مسلمانوں کے دلوں کو دکھانیکے لیے استعمال کیے گئے تھے استعمال نہ کیے جاتے اور وہ گندی گالیاں اور فحش کلمات جو ہمارے نبیوں کے بارہ میں بیان کیے گئے تھے نہ بیان کیے جاتے۔ تو تمام دنیا میں وہ ذلّت و بدنامی جو آریہ قوم کی اس شرافت سے گرے ہوئے فعل سے دنو پر ہوئی نہ ہوتی۔ اور ہم مسلمان یقین کر لیتے کہ

واقعی آریہ قوم نے اُس سبق سے جو اسی سال ۱۹۰۷ء کے شروع میں گورنمنٹ نے اُسے دیا ہے کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور وہ آگے کی نسبت بہت کچھ اصلاح کر چکی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے اور جس قسم کے ہتھیار کوئی انسان رکھتا ہے اُنہیں کو موقعہ پر استعمال کرتا ہے آریوں کے پاس سوائے اس کے کیا ہے کہ بزرگوں اور پیشواؤنکو گالیاں دیں اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اُنکی طرف سے حقارت اور نفرت کا فیلنگ پیدا نیکی کوشش کریں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں روئے زمین پر سے سیاہی کا بدنما داغ مٹا کر روشنی اور نور کو پھیلایا۔ آج ہزاروں سال بعد اُنکی نسبت وہ لفظ استعمال کریں جو ایک بد ترین انسان کے بارہ میں بولنے بھی اخلاقی جُرم سمجھے جاویں اور اُنپر اُس ظلمت کے پھیلانیکا جھوٹا اور من گھڑت الزام لگاویں جس کے دُور کرنیکے لیے اُنہوں نے اپنی عمریں خرچ کر دیں اور طرح طرح کے مصائب و شدائد تکلیفیں اور تنگیاں رنج اور دکھ بلائیں اور مصیبتیں برداشت کیں اور جھیلیں مگر اس کام کو کر کے ہی چھوڑا۔ اور سطح زمین کو تمام گناہوں۔ بدیوں۔ بدکرداریوں۔ خباثتوں۔ شرارتوں اور بدمعاشیوں اور عیاشیوں سے پاک کر دیا۔ اور جنہوں نے کفر۔ شرک۔ فسق۔ فجور۔ کینہ۔ بُغض۔ حسد۔ تکبر۔ جہل۔ خود پسندی۔ زنا۔ بڑائی۔ تعلّی۔ تعدّی۔ ظلم۔ جور۔ کمینگی۔ غصب۔ بیحیائی۔ بیشرمی۔ بخل اور دیگر طرح طرح کی بدمعاشیوں اور بیحیائیوں کی بیماریوں سے جو بنی نوع انسانکو

گھن کے کیڑے کی طرح لگی ہوئی تھی اور ایمان اور تقوی اور زہد اور ورع اور حسن ظنی کے درخت کو جڑھ سے اُکھیڑ رہی تھیں۔ اور دن بدن کمزور کر رہی تھیں۔ انسان کو شفاء کلی بخشی اور عافیت اور امن اور اصلاح کا پانی اُپر چھڑکا مگر کیا سورج کی شعاعیں کسی انسان کے آنکھیں بند کرنیسے روئے زمین پر روشنی ڈالنے سے بند ہو جائیگی یا ایک اندھے کے انکار سے سورج کی ذات میں شک پڑ جائیگا۔ یا ایک کوڑھی کے انکار سے صحت انسانی کی خوبیوں کے وجود میں تردّد ہو گا۔ نہیں کبھی نہیں سورج کی روشنی اور اُسکا وجود اور صحت انسانی کا واقعی مفید ہو گا یہ ایسی باتیں ہیں کہ نہ تو کسی انسان کے کہنے سے بُری سمجھی جا سکتی ہے اور نہ اُنکے وجود پر شک لایا جا سکتا ہے چاند پر تھوکنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تھوک اُلٹا اس کے مُنہ پر ہی گریگا اور اس شخص کو ذلیل کرے گا جو اس بیشرمی کا مرتکب ہو گا۔ سورج پر غصہ کی نگاہیں ڈالنے والا اپنی آنکھیں کھوئیگا۔ پس اسی طرح وہ کام جو انبیاء علیہم السلام نے کیے ہیں اُنپر پردہ ڈالنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پردہ اُلٹا اُس کے مُنہ پر پڑے گا۔ وہ جو اُنکو الزام دیتا ہے خدا تعالی جو اپنے نیک بندوں کے لیے بڑا غیرت مند ہے اُسکو ملزم گردانیگا اور وہ جو اُنپر تہمت دھرتا ہے وہ اُسی جرم کا خود مرتکب ہو گا۔ انبیاءؑ کا وجود آئینہ ہوتا ہے جو شخص اُنکی ذات میں گناہ اور بدیاں پاتا ہے وہ خود انکا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلیے ہمیشہ سے سُنّت اللہ ہے کہ گندے اور ناپاک اور گنہگار لوگ تمام

نبیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اُنسے بُغض اور حسد اور کینہ رکھتے ہیں اور اُنکی پاک تعلیم کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے اور اُنکی ترقی اپنی موت سمجھتے ہیں اور ہمیشہ اُنکی عیب گیری کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور جھوٹے الزامات اُنپر لگاتی ہیں۔ اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اُس پاک اور شفاف آئینہ میں سے اپنے چہرہ کو دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ حالت ان نبیوں کی ہے حالانکہ وہ خود اُنہی کا عکس ہوتا ہے۔ اگر ایک مجزوم آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر آئینہ کو بُرا کہے تو یہ کس کا قصور ہے۔ اور اگر ایک سیاہ رُو اور بھونڈا انسان اپنی سیاہی اور بدنمائی کا الزام آئینہ پر دھرے تو یہ کس کی خطا ہے۔ کیا آئینہ اس بات کا ملزم ہے کہ اُسنے ایک مجزوم کو مجزوم اور ایک بدشکل کو بدشکل کیوں دکھایا۔ ہاں کیا چاند پہ اس بات کا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اُسکے نور اور روشنی کو دیکھکر کُتّے کیوں بھونکنے لگے۔ نہیں آئینہ اپنی صفائی کی وجہ سے مجزوم اور بدشکل کو اس کے عیب سے واقف کر دیگا اور چاند اپنے نور کی وجہ سے کُتّونکو حیران کر دیگا۔ اور یہ اس لیے ہوگا کہ بُرائی اور بھلائی میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی اور نور اور ظلمت کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ پس یہ کسطرح ممکن ہے کہ آئینہ اپنی صفائی ایک عیبی انسان کی خاطر چھوڑ دے اور چاند کُتّوں کی خاطر اپنے نور کو ترک کر دے۔ ہمیشہ عیبی انسان اپنے عیب کا الزام آئینہ پر دھریں گے اور کُتّے چاند کو اُسکے نور کی وجہ سے بھونکیں گے مگر کیا کبھی کوئی عقلمند انسان اس بات کا وہم بھی کریگا کہ واقعی آئینہ اور چاند ہی ملزم ہیں۔ پس

اسی طرح انبیاءؑ آئینہ کی طرح ہیں بد لوگ انہیں اپنی شکلوں کو دیکھتے ہیں اور اپنی بدیوں کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ چاند کی طرح ہیں جو اپنے خدا سے روشنی پاکر دنیا کو تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں روشن کرتے ہیں۔ مگر گنہگار لوگ انکو دیکھکر بیجا شور و غوغا کرتے ہیں۔ اور اس بات کے مستحق ٹھہرتے ہیں کہ ع مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند۔ اور اپنے اس کام میں عقلمندوں کے نزدیک جاہل اور بے علم بنتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یا کوئی قوم یا کوئی جماعت انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں سخت الفاظی اور گندی تہمتوں سے کام لے تو اس سے انبیاءؑ پر کوئی الزام نہیں آسکتا بلکہ خود وہی بدتہذیبی اور غیر شائستگی کے مجرم اور جھوٹے الزاموں اور تہمتوں کے لگانیوالے سمجھے جاتے ہیں۔ پس آریہ صاحبان اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو برا نہیں کہتے بلکہ خود اپنی برائی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب وہ کسی نبی کو گالی دیتے ہیں تو وہ دشنام یا کلمہ جو انکی نسبت استعمال کرتے ہیں وہ خود انہی پر الٹ کر پڑتا ہے اور وہ نبی جنہوں نے خدا کے لیے اپنے مال و جان عزت و آبرو قریبی و رشتہ دار عزیز و بیگانہ علم و فضل اور وقت و عمر کو خرچ کردیا اور دنیا کو صرف اسی کی محبت کے لیے ترک کردیا ان الفاظ کے قطعاً مستحق نہیں ہوسکتے جو یہ انکے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ ان الزامات اور تہمتوں سے بالا ہیں۔ اور انکی شان ان برائیوں اور بدیوں سے بہت ارفع ہے۔

اب پھر ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ چونکہ آریوں کے

پاس کوئی ایسی تعلیم نہیں جس کو وہ غیر مذاہب کے سامنے پیش کریں اور کوئی ایسا نور نہیں جس کی چمک لوگوں کو دکھلا سکیں۔ اور اُنکے سینے اُن معرفت کے نکات اور علوم روحانیہ سے بالکل خالی ہیں جو اسلام میں پائے جاتے ہیں اور تجلیات الٰہیہ اور معجزات و خوارق سے بالکل کورے ہیں اور وہ فضل و کرم جو خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے اور انکو مکالمہ و مخاطبہ کے شرف سے مشرف کرتا ہے اُنپر نہیں اور اُنپر الہام الٰہی کا دروازہ بالکل اور ہمیشہ کے لیے بند ہے۔ پس وہ ظلمت اور اندھیرا جو اُنپر چھا رہا ہے اور خیالات فاسدہ جو اُن میں پھیل گئے ہیں اُنکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انبیاءؑ کو بھی اپنے ساتھ ملادیں اور اُنکے تمام کارناموں کو بُری اور گندی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ تاکہ تمام دنیا میں نور ظلمت سے بدل جاوے اور نیکی بُرائی سے تبدیل ہو جائے اور اصلاح فساد کی شکل اختیار کرلے اور روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ رہے جو آریوں کی خلافِ عقل اور بعید از قیاس تعلیم کو دیکھ سکے اور اُسکی برائی سے دنیا کو خبر دار کر سکے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اپنے واجب التعظیم نبیوں یعنی کرشنؑ اور رامچندرؑ کو چھوڑ دیا اور اس کی وجہ سے یہ اُنکے خوارق کو پیش نہیں کر سکتے اور اپنے مذہب کی کوئی خوبی نہیں بتا سکتے۔ اسی طرح دیگر مذاہب والے بھی اپنے نبیوں کا انکار کر دیں اور اُن معجزات سے بالکل لاعلمی ظاہر کریں جو کہ واقعہ میں انہوں نے دکھائے اور اُس محسن کشی کے مرتکب ٹھہریں جس کی نظیر آدمؑ کے زمانہ سے آجتک سوائے آریوں کے کسی قوم میں

نہیں ملتی۔ یہ اُس لومڑ کی طرح جس کی دُم کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی تھی اور اُس نے کوشش کی تھی کہ تمام لومڑ اپنی دُمیں کاٹ ڈالیں چاہتے ہیں کہ غیر مذاہب کے پیرو بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کا انکار کردیں۔ اور ان مشکلات میں پھنس جائیں جنکی وجہ سے انکو خدا کے خالق ہونے اور زمانہ کے حادث ہونےمیں شک پڑ گیا اور آخر انہوں نے دونوں باتوں سے انکار ہی کر کے چھوڑا۔ مگر یاد رہے کہ گو اور مذاہب کے لوگ انکے پھندے میں آجائیں اور ان دشناموں اور گالیوں کو سُنکر جو ان کے نبیوں کی نسبت آریہ لوگ دیتے ہیں انکی سچائی اور حقانیت سے انکار کردیں۔ مگر اسلام کے پیرو کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنیکے لیے الہام و وحی کا دروازہ ہمیشہ اُنکے لیے کُھلا رکھا ہے سناتن دھرم والے ممکن ہے کہ کرشنؑ اور رامچندرؑ کی سچائی میں شک لائیں۔ مگر ہم مسلمان ہمیشہ اور ہمیشہ کرشنؑ اور رامچندرؑ کو خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی یقین کریں گے۔ یہودی اور عیسائی خواہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا انکار کردیں مگر ہم کبھی اُنکی نبوت کے منکر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ اس لیے ہی کہ خدا نے اپنے فضل سے حضرت محمد صلعم کی معرفت مسلمانوں میں ایک ایسی روح پھونکدی ہے اور قرآن شریف کی تعلیم میں ایک ایسا معجزہ رکھدیا ہے کہ ہمیشہ قرآن شریف پر چلنے والے سچے مسلمان خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا تعلق رکھتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں جبکہ ہمیشہ ہمارے سامنے ایک یا ایک سے زیادہ نظیریں موجود

رہتی ہیں ہم کسطرح خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اُنکے معجزات کا انکار کر سکتے ہیں پس اس بارہ میں آریوں کی کوشش بالکل فضول ہے۔ اور اُنکے اس مکر اور فریب کے جال میں مسلمان کبھی نہیں پھنس سکتے۔ اور نبیوں کو گالیاں دینے سے خود اُنکی بساط اور اُنکا مبلغ علم معلوم ہوتا ہے۔ اور دانا اور عقلمند لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ وہی جو برتن میں ہوتا ہے اس سے نکلتا ہے اور حنظل میں کبھی شہد کا مزا نہیں آتا اور ہم بھی انکو کسی حد تک معذور سمجھتے ہیں لیکن ہر ایک بات اعتدال تک اچھی لگتی ہے اگر وہ شریفانہ طور پر نبیوں کا انکار کریں اور گستاخی اور شوخی سے اُنکے نام نہ لیں تو اُنکا کیا حرج ہے۔ اور اس صورت میں ہمکو اُنسے کوئی پرخاش نہیں کیونکہ ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب کی تائید کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کو حق پر نہیں سمجھتا اور اپنے ہی مذہب میں خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ جسطرح اور اہل مذاہب اسلام کی اسقدر سچائیوں کو اور اس قدر تائیدات سماوی کو دیکھتے ہوئے اپنی نادانی کی وجہ سے اسکا انکار کرتے ہیں ویسا ہی آریہ لوگ بھی لاعلمی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں مگر انھوں نے تو گالیاں دینے اور سب وشتم کرنیکو اپنا پیشہ بنا لیا ہے اور ہر وقت اور ہر موقع پر انبیاءؑ کی نسبت سخت توہین آمیز کلمات بولتے ہیں۔ اور اس جلسہ میں تو خاصکر ایسے ایسے الفاظ سے اُنکو یاد کیا گیا کہ سنکر بدن کو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک جو بدزبانیاں نبیوں کے حق میں ہوئی تھیں وہ تمام اس لیکچر میں اکٹھی کردی گئی تھیں۔ وہ تمام

بُرے الفاظ جو زبان نے بدبخت اور ذلیل لوگوں کے لیے بنائے تھے وہ پاک اور خدا کے برگزیدہ نبیوں پر چسپاں کیے گئے تھے۔ اور اس لیکچر کا ایک ایک لفظ نشتر سے بڑھکر کام کرتا تھا۔ سخت حیرت اور تعجب ہے کہ آریوں کے وہ تہذیب و شائستگی کے عہد کہاں گئے اور کیا وہ آپس کے تعلقات کو ایسے ہی مضامین سے بڑھانا چاہتے ہیں۔ کیا وید میں آریوں نے یہی تہذیب دیکھی ہے کیا دیانند کی تعلیم یہی ہے۔ کیا ستیارتھ پرکاش میں یہی کچھ بھرا ہوا ہے۔ اور کیا پرتی ندہی سبھا مذہب و قوم کے لیے یہی کام کر رہی ہے۔ اگر آریوں نے یہی کچھ سنانا تھا اور سوائے گالیوں کے اپنے مذہب کی کوئی خوبی بیان نہ کرنی تھی تو بہتر تھا کہ بجائے اس کے کہ اُنکا پریزیڈنٹ تمام حاضرین جلسہ کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً اپنے مضمون کے سُننے کی ترغیب دیتا۔ چاہیئے تھا کہ یہ کہتا کہ ہمارے کُل مضمون میں سوائے سبّ و شتم کے اور کچھ نہیں ہوگا اس لیے سناتن عیسائی اور مسلمان بہتر ہے کہ کل یہاں آنیکی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ کیسے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ ایک طرف تو تہذیب و شائستگی کے وعدے دیکر اُنکو بلایا اور دوسری طرف ایسے ایسے الفاظ سے اُن کے نبیوں کو یاد کیا کہ جسکا سُننا حدِ برداشت سے باہر ہے انہوں نے آدمؑ سے لیکر ہمارے نبی کریمؐ تک تمام نبیوں کو گالیاں دیں۔ اور کوئی بزرگ اور ولی نہ تھا جسکو انہوں نے چھوڑا ہو خواہ کوئی نبی ہندوستان کا ہو یا ایران کا خواہ مصر کا ہو خواہ کیان کا خواہ عرب کا ہو خواہ شام کا کسی زمان اور کسی

مکان کا نبی انکی زبان کی تلوار سے نہیں بچا۔ انہوں نے بغیر دیکھے بھالے
اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر فکر و تامل کرنیکے چاروں اطراف کے بزرگوں پر
سخت کلامی کے تیر چلائے کسی مذہب و ملّت کا کسی گروہ و جماعت کسی
گھرانے ۔ اور خاندان کا آدمی نہ ہوگا جس کا دل نہ دکھایا گیا ہو ایک آگ کا
طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا۔ اور ایک باد سموم تھی جو دلوں کو مرجھائے جاتی تھی
خاصکر مسلمانوں کو تو اسقدر دُکھ دیا گیا۔ اور ایسے بُرے اور فحش الفاظ سے اُنکے
نبی کو یاد کیا گیا کہ اگر تلوار اور خنجر سے اُنکو ذبح کیا جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے
کردیا جاتا تو ایسی تکلیف نہ ہوتی کیونکہ مسلمان حضرت محمد مصطفے صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے جان و مال عزّت و آبرو و عزیز و اقارب
سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس بات میں جیسا کہ
ادنیٰ ادنیٰ مسلمان شامل ہیں ویسا ہی سلطان روم اور شاہ ایران
و افغانستان شامل ہیں۔ آجتک کبھی کسی نے اپنے مہمان کے ساتھ
ایسا سلوک نہیں کیا جو آریوں نے ہم سے کیا اُنہوں نے ہمیں خاص طور سے
بلایا اور تہذیب کے بڑے بڑے وعدوں کے ساتھ ہم کو آنیکی ترغیب دی
اور ہر طرح امید دلائی کہ کسی قسم کی ناشائستگی نہ ہونے پائیگی۔ پس یہی وجہ
تھی کہ ہم وہاں گئے اور ہم نے امید کی کہ اب ہندوستان کے کچھ بھلے
دن آئے ہیں کہ آریوں جیسی قوم بھی تہذیب و شائستگی کا وعدہ دلانے
لگی ہے اور ہماری جماعت کے دُور و نزدیک کے لوگوں نے اپنا ہزاروں روپیہ

اس جلسہ پر خرچ کیا اور دُور دراز راہوں سے اپنی نوکریوں سے رخصت لیکر اور اپنے تجارتی اور صنعتی کام چھوڑکر اس جلسہ کے لیے لاہور میں آئے اور نہ صرف کرایہ وغیرہ پر ہی روپیہ اُٹھایا بلکہ قریباً ڈیڑھ سو روپیہ ٹکٹوں کی خرید پر آریوں کی جیبوں میں بھی ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی ہوا جو میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ سوائے غیر مذاہب کو اور اُن کے نبیوں کو گالیاں دینے کے اور کچھ بھی لیکچر میں نہ تھا - اور وہ ایک قشر کی مانند تھا جس میں مغز نہ ہو اور ایک ہڈی کی طرح تھا جس میں گودا نہ ہو اور وہ ایسے الفاظ کا مجموعہ تھا کہ ایک شریف آدمی اُنکا بولنا تو کجا سُننا بھی گوارا نہیں کر سکتا اور انکو سُنتے ہوئے اپنے دلپر ایک بڑا بوجھ محسوس کرتا ہے اور ایک ایسی تکلیف برداشت کرتا ہے کہ اُس کا دل جوش سے پھٹنے لگتا ہے - اگرچہ عیسائی صاحبان نے بھی ہمارے مذہب اور ہمارے نبیؐ کے بارہ میں بہت سخت کلامی سے کام لیا ہے اور سخت گندے الفاظ انکی نسبت استعمال کیے ہیں اور یورپ و امریکہ کی طرف سے صرف اسی غرض کے لیے لاکھوں روپیہ ماہوار برباد کیا جاتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بیسوں رسالے اور اخبارات روزانہ شایع ہوتے ہیں جن میں ہمارے نبی کریمؐ کی شان میں سخت توہین آمیز کلمات درج ہوتے ہیں اور بزرگانِ دین کو بہت بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے - اور جس قدر عیسائیوں کے بس میں ہے وہ اس کام میں کوشش کرتے ہیں اور دن بدن ترقی کرتے ہیں - مگر پھر بھی

آجتک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو یا اور کسی مذہب والوں کو گھر پر بلایا ہو اور اسقدر سخت کلامی اُنکے نبیوں کے بارہ میں کی ہو۔ پادری تک اگر کوئی شخص گھر پر ملنے جاوے تو شرافت اور نرمی سے پیش آتے ہیں چہ جائیکہ کسی کو خود گھر پر بلاکر بے نقط گالیاں دیں۔ یہ نئی ایجاد ہے جو آریوں نے پہلے موقع پر کی ہے اور اس کا فخر اُنہی کو حاصل ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمان تو نیوگ جیسے مسئلہ کو جوکہ آریہ مذہب کی جڑھ اکھاڑتا ہے اس لیے نظر انداز کر جائیں کہ اُس کا ذکر بھی ناپسند اور نامرغوب معلوم ہوتا ہے اور آریہ صاحبان ہمارے نبیوں پر ایسے جھوٹے الزام لگائیں جن کا اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں غالباً معلوم ہوتا ہے کہ آریہ صاحبان نے ہم مسلمانوں سے گورنمنٹ کی وفاداری کا بدلہ لینا چاہا ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں نے عموماً اور احمدیہ فرقہ نے خصوصاً پچھلے دنوں کی بے امنی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی وفاداری کے جلسے جگہ جگہ پر کیے تھے اور جہاں تک ان سے ہوسکا اُنہوں نے گورنمنٹ کی مدد کی اور فسادات رفع کرنے میں اُسکا ہاتھ بٹایا تھا اور وہ اس بے امنی کے تمام زمانہ میں گورنمنٹ کے بالکل وفادار اور فسادیوں سے بالکل جُدا رہے تھے اس لیے انہوں نے اس مخفی حربہ سے انپر حملہ کرنا چاہا۔ اور خاصکر احمدیوں کو جوکہ دیگر مسلمانوں کی نسبت نبی کریمؐ کے زیادہ شیدا اور شرک وکفر کے دشمن ہیں اور گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ سے خیرخواہ چلے آتے ہیں تکلیف

دینی چاہی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ مگر اُنکو یاد رکھنا چاہیے کہ اس جلسہ کی کارروائی سے ہم پر بخوبی کُھل گیا ہے کہ یہ صلح صلح پکارنیوالے صرف زبان سے امن اور اتفاق کے قائل ہیں ورنہ اُنکے دلوں میں سخت کینہ اور بُغض کی آگ بھڑک رہی ہے جو وقتاً فوقتاً زور سے شعلے مارتی ہے اور اُن لوگوں کے دلوں میں غریب مسلمانوں کو دُکھ دینے کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ اور اگرچہ ہم کو پہلے سے بھی یقین تھا مگر اس جلسہ کی کارروائی سے اور بھی یقین ہو گیا کہ اگر سوراجیہ کی کوشش میں یہ آریہ لوگ کامیاب ہو جائیں اور گورنمنٹ انگریزی کا سایہ ہمارے سروں پر سے ایک دم کے لیے بھی اُٹھ جائے تو یہ ہماری بوٹیاں نوچکر کھا جائیں اور ہم کو اپنے مذہبی احکام بجالانے مشکل ہو جائیں۔ جسقدر دنیاوی فوائد ہم کو گورنمنٹ سے پہنچے ہیں یعنی ریل تار ڈاک وغیرہ انکو چھوڑ دو ہمارے لیے تو اس سے بڑھکر کوئی خوشی نہیں کہ گورنمنٹ عالیہ نے ہم کو مذہبی آزادی عطا کر رکھی ہے اور ہم اپنے مذہبی احکام کے بجالانے میں بالکل آزاد ہیں۔ مگر کیا آریہ جن کے خیالات ہمارے نبیوں کی نسبت وہ ہیں جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں ہم کو مذہبی آزادی دے سکتے ہیں ہرگز نہیں!

اب مَیں تمہید کو ختم کرتے ہوئے اصل مضمون کی نسبت اتنا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف آریوں نے اس جلسہ میں سخت کلامی ہی سے کام لیا بلکہ محض جھوٹے اور من گھڑت الزام اسلام پر لگائے اور عامۃ الناس کو بھکانا

چاہا اور وہ اعتراضات جو اسلام پر کیے گئے اُن میں سے بہت سے ایسے تھے جن کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ مَیں اُن اعتراضوں کا جواب اپنے رنگ میں پھر دوں اور ناظرین پر ظاہر کروں کہ وہ اعتراض کیسے بودے اور لغو تھے۔ مگر چونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کا جواب لکھ رہے ہیں اس لیے مَیں اُن کا جواب لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ہاں ایک اعتراض جو کہ مَیں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں ایسا ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کا جواب اس رسالہ میں دوں یعنی "کیا اسلام علمی مذہب ہے؟"۔ اس سوال پر لکھنے کی زیادہ ضرورت اس لیے پڑی ہے کہ یہ زیادہ تر تاریخی رنگ کا ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ اسپر تاریخی رنگ سے ہی نظر ڈالی جائے۔ مگر جواب دینے سے پہلے مَیں علمی مذہب کے لفظ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں اور تمہید کو صرف اتنا لکھ کر ختم کرتا ہوں کہ باوجود اس جلسہ کی ایسی دلشکن کارروائی کے ہم کو ایک خوشی بھی ہوئی ہے اور وہ اُن الہامات کا پورا ہونا ہے جو مَیں شروع میں لکھ آیا ہوں جن میں خبر دیگئی تھی کہ کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے گا۔ پس اس جلسہ سے اس بات کا رنج ہوا کہ ہمارے نبی کریمؐ کو گالیاں دی گئیں۔ مگر ساتھ ہی اس بات کی خوشی ہوئی کہ اُسی نبی کریمؐ کے ایک غلام نے آج تیرہ سو سال بعد اُس جلسہ کی تکلیف دہ کارروائی کی پہلے سے اطلاع دے دی تھی اور وہ لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ اور خود گالیاں دینے والوں نے اپنے کلام

سے ثابت کر دیا کہ واقعی قرآن شریف ہی ایک الہامی کتاب ہے
جو نہ صرف خود الہامی ہے بلکہ جو اُسپر عامل ہوں اُن کے لیے بھی
الہام کا دروازہ کھولدیتی ہے۔ (باقی آیندہ)

نوٹس

تمام خریداران کی خدمت میں جن کی طرف سے
قیمت ۱۹۰۸ء پیشگی وصول نہیں ہوئی التماس ہے۔ کہ فروری
کا پرچہ انشاءاللہ تعالیٰ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ علیحدہ کارڈ
کے ذریعہ بھی اطلاع دیجا چکی ہے۔ جو صاحب وی پی لینے
کیلیے تیار نہ ہو۔ وہ فی الفور دفتر تشحیذ الاذہان میں اطلاع دیں
تاکہ نقصان نہ ہو۔ والسلام

مینجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

حلِّ چیستان (۲)

یعنی

ضرب النعال علیٰ وجہ الدجال

یعنی

"دجال کے مُنہ پر چپیڑ۔"

تذکرہ

ناظرین آگاہ ہیں کہ مرقع قادیانی کے ایڈیٹر ثناء اللہ امرتسری نے جو انعامی مضمون چیستان دسمبر کے مرقع میں حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت کو چیلنج دیکر بوعدہ انعام پانسو روپیہ حلال شایع کیا تہا۔ اس کا مکمل جواب اسی رسالہ کے ذریعہ نمبر ۱ میں دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر مرقع کو چاہیئے تو یہ تہا کہ چیستان کے حل کامل کے پہنچنے پر ہمارے مطالبہ کے بغیر ہی بفحوائے الکریم اذا وعد وفا۔ انعامی رقم مبلغ پانسو روپیہ حلال بہیجدیتے تاکہ کسی دینی مصرف میں کام آتی۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ اپنے مرقع کے شایع کردہ اقرار کے بموجب انعامی رقم بلا توقف بہیجتے۔ اسی دن سے بدحواس ہوکر یہ واویلا اور دوہائی شروع کردی کہ مین نے احمدیون سے انعامی رقم کا وعدہ نہیں کیا۔ کہ وہ مجہہ سے مطالبہ کرتے ہین۔ بلکہ میرا وعدہ تو حضرت مرزا صاحب سے خاص تہا یعنی اگر وہ جواب اپنی قلم

سے لکھتے۔ تو مین یہ رقم دیتا۔ اس لئے کہ یہ جواب ان کے خادم نے لکھا ہے مین یہ رقم ادا نہین کرسکتا۔ اسپر ان کو بوساطت اخبار الحکم و اخبار عام بذریعہ ایک کھلی چٹھی کے دوبارہ لکھا گیا کہ بلا اس کے کہ ہم آپ کو اس تصفیہ کیلئے خاص نوٹس دین بہتر ہو کہ آپ وہ روپیہ بھیجدین۔ ہان اگر آپ کو کوئی عذر ہے تو اس کے متعلق اطلاع دین تا کہ اس کا فیصلہ ہو جائے۔ اسوقت تک ایڈیٹر مرقع نے ہمکو اطلاع نہین دی۔ کہ کیون وہ روپیہ نہین بھیجتے۔ جبکہ چیستان کا حل ہو چکا ہے؟ جواب کے منتظر ہین۔

البتہ اخبار اہلحدیث سکگئی پرچون مین انہون نے یہ رونا رویا ہے۔ کہ یہ انعامی رقم حضرت صاحب سے خاص تھی ایڈیٹر مرقع دسمبر کے مرقع مین تمام احمدیون کو چیلنج دیکر اب اس عذر سے کہ وہ انعام مرزا صاحب سے خاص تھا انشاءاللہ ہم سے نجات نہ پائین گے جب تک کہ دسمبر کے مرقع کو جلا کر راکھ نہ کردین۔ شرط یہ ہے۔ کہ ساتھہ ہی خود بھی نابود ہو جائین۔ خیر ایڈیٹر مرقع کے ساتھہ انعامی رقم کا جس طرح تصفیہ ہو گا۔ اس کے متعلق ناظرین کو پھر اطلاع دین گے۔ اس وقت ہم اپنی ناظرین کی خدمت مین جو کچھ پیش کرنا چاہتے ہین۔ وہ نوٹ پڑھین۔ ہان ایڈیٹر مرقع یاد رکھین۔ کہ یہ پیالہ ان کو طوعاً کرہاً ضرور پینا پڑیگا۔ اگر انہون نے کھلی چٹھی کا کوئی معقول جواب نہ دیا۔ تو عنقریب ہی حرم سرائے مین انکو ہم خود اطلاع دیکر ہلاہل کا پیالہ پلائین گے۔ انشاءاللہ۔

تمہید ایڈیٹر مرقع نے انعامی رقم بچا نکلے سے جہان اپنے اخبار اور مرقع مین بار بار یہ زور دیا ہے کہ یہ رقم مرزا صاحب کے لئے

خاص تہی۔ دوسری طرف ناظرین مرقع کی دلجوئی کے لیئے فروری کے مرقع مین پہلو بدلکر اور اصل بات کو نظر انداز کر کے حل چیستان کی بعض عبارتین ناقص صورت مین نقل کر کے ان پر جرح کی ہے۔ مین نے فروری کے مرقع کو بہت افسوس کیساتھہ پڑھ کر ایڈیٹر مرقع کو یہ خط لکہنا کافی سمجھا۔

ایڈیٹر مرقع امرتسر

کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم نے جو کچھہ رسالہ در حل چیستان ،، کے جواب مین مہینہ بہر کی جانکاہی کے بعد اپنے مرقع مجریہ بابت فروری ۱۹۰۸ء مین لکہا ہے اس کو مینے پڑھ لیا ہے سو واضح ہو کہ انعامی رقم چونکہ تمہاری شایع کردہ چیستان پر مقرر تہی۔ اس لئے کوئی ضرورت نہین۔ کہ مین تمہارے ان بیمعنی جواب الجواب کی تردید کر کے وقت عزیز خراب کرون۔ جیسا کہ مین نے تمہارے نام کی کہلی چٹہی مین جو الحکم و اخبار عام مین شایع ہو چکی ہے لکہا ہے! اب بہی تمکو یہی مشورہ دیتا ہون۔ کہ چیستان اور حل چیستان کے محاکمہ کی کوئی بہتر صورت چند روز اور سوچکر پسند کر لو! ور اس کے لئے مین تم کو کچھہ مہلت اور دیتا ہون۔ جلد بازی اچہی نہین خوب غور کر لو۔ ورنہ یاد رکہو بجز تمہاری رسوائی کے اور کچھہ فائدہ نہ ہوگا۔ جبکہ حرم سرائے مین تمکو یہ اطلاع ملیگی کہ آپ محاکمہ کے لئے عدالت مین حاضر ہون۔

۲ ۔ دوسرے جو کچھہ تم نے اس مرقع مین لکہا ہے بجائے اس کے کہ وہ ہمارے ،، حل چیستان ،، کا جواب ہوتا وہ ایسی بیمعنی تحریر ہے کہ تم خود بہی اسکو نہین سمجھے۔ شاید تمہارے دماغ مین کوئی مدعا ہوگا۔ مگر اس کو تم تحریر کا لباس نہین پہنا سکے

مین یقین کرتا ہون۔ کہ جنہون نے "حل چیستان" پڑہا ہے وہ آپ کے اس
جواب پر تہوک دینگے۔ اگر تم ہمارا اعتبار نہ کرو۔ تو اپنے بئس القوین ناظرین مرقع سے
جنہون نے ہمارے "حل چیستان" کو پڑہا ہے پوچہکر اطمینان کر لو۔

سوم جیسا کہ ہم پہلے تمہارے لغویات اور سب وشتم سے پُر تحریرونکا جواب
نہین دیتے رہے۔ اب بہی ہمارا ارادہ نہین کہ ایسے مزخرفات اور دوراز مطلب
خزعبلات کے جواب مین آپ کو خطاب کر کے بزرگان دین اور ائمہ اسلام کو
گالیان دلائین۔ ہان اگر کبہی کوئی انعامی مضمون جسکو آپ چیستان کیطرح دعوی کے
ساتہہ شایع کرین گے۔ ہماری نظر سے گذرا تو ہم بہر انشاء اللہ تعالیٰ بتوفیق الٰہی
آپ کا ایسا ہی مواخذہ کرین گے جیسا کہ حل چیستان مین کیا ہے۔

چہارم۔ جو کچہہ تم نے حل چیستان کے متعلق مرقع مین جواب کے طور پر
لکہا ہے گو وہ ایک بیمعنی سی تحریر ہے۔ مگر چونکہ تمہاری چند ایک تحریرون کے
مطالعہ سے اس خاکسار کو اس قدر خداداد ملکہ حاصل ہوگیا ہے کہ تمہارے ان
خیالات کو جن کو تم الفاظ مین ادا کرنے کی لیاقت نہین رکہتے۔ اشارہ سے ہی سمجہہ
لیتا ہون۔ اگر تم اس مضمون کو چیستان کیطرح انعامی مضمون گردانکر شایع کرو تو مین اس
کا حل کرنیکو بہی تیار ہون۔ بشرطیکہ انعامی رقم پہلے کسی سرکاری بنک مین یا کسی
معتمد علیہ امین کے پاس جمع کر کے اور ساتہہ ہی کسی ثالث کو محاکمہ کے لئے مقرر کر کے
مجھے مطلع کرو۔

پنجم۔ کیا وجہ ہے کہ تمنے اسوقت تک میری کہلی چٹہی کا جواب نہین دیا؟

مین نے کسی مطبوعہ تحریر مین پڑہا ہے۔ کہ تمہارے دماغ مین آج کل کچھہ فتور ہے مجھے خود بھی اہلحدیث وغیرہ کے بعض پرچون کو پڑھ کر جو حل چیستان کے بعد شایع ہوئے ہین آپ کی دماغی حالت کے متعلق اندیشہ ہوا ہے۔ اگر وہ مضامین آپ کے قلم کے لکھے ہوئے ہین تو حقیقۃً خطرہ کی بات ہے آپ اپنی صحت مزاج اور جواب باصواب سے بلواپسی مطلع فرمادین۔

۶۔ اس وجہ سے کہ احمدی سلسلہ کو اپنی ترقی کے لئے تمہارے جیسے کارگن نوجوانون کی ضرورت ہے۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ زندگی کا بھروسہ نہین خدا کرے کہ تم میرے حل چیستان کا مبلغ پانسو روپیہ انعامی قرضہ کی رقم ادا کرکے رخصت ہو جاؤ۔ ہان جناب ایڈیٹر مرقع شاید میری پہلی چٹھی آپ کو خلل دماغ کے ایام مین پہنچی ہو۔ اس کا خلاصہ بھی ذیل مین عرض کر دیتا ہون۔

دہو ہذا۔ ۱۲ مین نے کل ۱۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو آپ کا مرقع مجریہ بابت جنوری ۱۹۰۸ء پڑہا ہے۔ اس مین آپ نے دو انعامی مضمون (علاوہ دسمبر ۱۹۰۷ء کے انعامی مضمون چیستان مرزا کے) بوعدہ ایکہزار روپیہ شایع کئے ہین سو آپ کو اس چٹھی کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ جو رقم انعامی مبلغ پانسو روپیہ چیستان کے حل کی آپ کے ذمہ واجب الادا ہے اور آپ نے اب تک اس کو ادا نہین کیا پہلے آپ وہ رقم ادا کرین جب تک آپ پہلا قرضہ ادا نہ کرین ہم کس طرح اس دوسری بحث کو شروع کردین۔ اگر خلط مبحث کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو مین آپ کو بفضلہ ان دونون سوالون کا جواب بہت جلدی چہپوا کر بہیجدیتا۔ مگر چونکہ آپ نے اس وقت تک پہلے پانسو روپیہ

کے متعلق اب تک کچھ اطلاع نہین دی باوجودیکہ آپ کے "چیستان" کا حل کامل مقررہ تاریخ کے اندر چھپکر آپ کو پہنچ چکا ہے اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ جبتک پہلی بحث کا خاتمہ ہوکر مبلغ پانسو روپیہ آپ سے وصول نہ ہو جاوے تب تک اس دوسری بحث کو جو آپ نے جنوری کے پرچہ مین لکھی ہو نہ چھیڑا جاوے۔ لہذا آپ چٹھی کے پڑھتے ہی اطلاع دین کہ آپ نے اس وقت تک کیون انعامی رقم مبلغ پانسو روپیہ جو حل چیستان" پر مقرر تھی۔ باوجود چیستان کے حل ہو جانے کے ابھی نہین بھیجی اور نیز یہ امر بھی شایع کرین۔ کہ آپ کے ان نئے دونون شایع کردہ انعامی مضمون اور ان کے جوابات کا کون محاکمہ کریگا۔ جس کے بعد ہم آپ سے انعامی رقم یکہزار روپیہ کے وصول کرنے کے مستحق ٹھیرین گے۔ ضروری ہے کہ یہ امر بھی بتراضی طرفین طے ہو کر پہلے ہی شایع کرایا جاوے۔ تاکہ بعد کو فریقین مین سے کسی کیلئے بیجا خصومت کا محل نہ رہے۔ آخر مین آپ کے رسالہ الہامات مرزا کے متعلق بعض ضروری امور پیش کر کے التماس کرتا ہون کہ آپ ان کے جوابات سے بھی سرفراز فرماوین۔

۱۔ آپ رسالہ الہامات مرزا کے جواب پر دو ہزار روپیہ کا جو انعام مقرر کر کے عرصہ سے شایع کر رہے ہین آپکا وہم کو دماغ سے نکالکر کہ مرزا صاحب کبھی اس کے جواب مین آپ کو خطاب کرین گے۔ . . . .

واضح طور پر اور کھولکر یہ اعلان شایع کر دین کہ اس کی تخصیص حضرت مرزا صاحب سے نہین ہو۔ ایسا نہ ہو کہ موقعہ پر آپ مرزا صاحب کی خصوصیت مین پناہ لین۔

۲۔ یہ کہ رسالہ الہامات مرزا کے جوابات کے موازنہ اور محاکمہ کیلئے (جس
کے بعد ہم آپ سے انعامی رقم وصول کرسکین) کسی تجویز کا بتراضی طرفین پہلے ہی طے
ہوکر شایع ہونا ضرری معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ اس کا بہی فیصلہ کرین۔

۳۔ یہ کہ انعامی رقم کو پہلے آپ کسی سرکاری بنیک مین جمع کرادین اور اگر آپ
کو پوری رقم کے یکدم جمع کرانے مین دقت محسوس ہو تو آپ کی سہولیت کیلئے نمبر۴
مین ایک اور آسان صورت پیش کرتا ہون۔ کم از کم اس کو ہی منظور فرماکر مجہے مطلع کرین

۴۔ یہ کہ آپ نے بخیال خویش اس رسالہ مین ہمپر بہت سے سوالات اور
اعتراضات کئے ہین آپ بحصص ہر ایک سوال کے جواب کی انعامی رقم مقرر
کرکے ایک ایک اعتراض یا سوال کی متعلقہ رقم جواب ملنے سے پیشتر بنیک مین
جمع کراتے جائین اور ہم جوابات مین اس امر کو ملحوظ رکہیں گے کہ جب تک ایک جواب
سے فارغ ہوکر آپ سے اس جواب کی انعامی رقم وصول نہ کرلین تب تک دوسرے
سوال کے جواب کو شروع نہ کرین۔ امید کہ آپ اس اطلاع کو ضروری سمجہہ کر بواپسی
جواب سے مطلع کرین گے۔

ان سب باتون کے عرض کرنے کے بعد مین امید کرتا ہون کہ جناب
اپنے اخبار مین اس کا کوئی معقول جواب میری چٹھی کے شایع کرین گے۔

فضل الدین مدرس ہائی سکول قادیان

مین یہ خط لکہہ چکا تہا۔ کہ شملہ سے مجہے ایک خط پہنچا کہ گو حل چیستان کی کسی
دلیل پر بہی جرح نہین کرسکا پر جس طرح ممکن ہو آپ ایک دفعہ فروری کے مرقع پر

ضرور کچھ لکھیں۔ بوجہ عدیم الفرصتی کے میرا ارادہ نہ تہا کہ اسپر کچھ لکھوں تاوقتیکہ ایڈیٹر مرقع اسکو بہی انعامی مضمون قرار دیکر شایع کرے۔ مگر بہائی عمر الدین کے خط کے علاوہ بعض دیگر احباب؎ بہی محرک ہوئے کہ اس کا جواب ترکی بترکی ہو۔ سو میں محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر توکل کر کے اس کی حول و قوت سے یہ مختصر سی تحریر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے آمین۔

اعتراف سب سے پہلے یہ بات یاد رکہنی چاہیے کہ ایڈیٹر مرقع نے جو کچھ مرقع میں لکھا ہے اس سے جا بجا یہ اعتراف ظاہر ہوتا ہے کہ چیستان کا کامل حل ہوگیا۔ اور حل چیستان لاجواب ہو۔ ہمارے نزدیک تو حل چیستان لاجواب تحریر تہی ہی مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ ایڈیٹر مرقع نے بہی جس کے رد میں یہ رسالہ تہا طوعًا و کرہًا اس بات کا اعتراف کر لیا۔

جن اصحاب نے فروری کے مرقع کا مُنہ نہیں دیکہا وہ صرف اتنی بات یاد رکہیں۔ ایڈیٹر مرقع نے سارے رسالہ میں سے جو ان کی چیستان کے حل میں تہا۔ اپنی مرقع میں کل ص ۱۰-۵-۱۲-۱۴ کی عبارتوں کو ناقص صورت میں نقل کر کے ناظرین مرقع کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر ہمارے پورے دلایل کا ذکر کر دیتے تو انہیں پتہ لگ جاتا کہ ایڈیٹر مرقع کتنے پانی میں ہے۔

صاحب! اگر آپ کے رسالہ کے پورے جوابات ایڈیٹر مرقع ناظرین مرقع کے سامنے پیش کرتے تو بتائیے پہر مرقع کون خریدتا؟ کیا مرقع کے تمام ناظرین ایسے نادان ہیں؟ کہ وہ حل چیستان کو تمام و کمال پڑھ کر پہر بہی مرقع خریدتے۔ ایڈیٹر

؎ از اخبار اہلحدیث کا نوٹس

۲- دسمبر کے چیستان مین جن حوالہ جات کا بیان کر کے ایڈیٹر مرقع نے دعویٰ کیا تھا کہ اگر کوئی اُن مقامات مین صرف تطبیق کر دے تو اس کو پانسو روپیہ دیا جاوے گا حل چیستان مین یہ پڑھ کر کہ ان سے میری تردید ہو رہی ہے مین نے یہ کیا حماقت کی! ان حوالہ جات کا ذکر چھوڑ کر اب نئی حماقت شروع کی ہے۔ لایق یہ تھا کہ ہمارے حل چیستان کو پڑھ کر یا تو صاف لفظون مین شایع کرتے کہ مین نے چیستان کے لکھنے مین نجاست خوری کی تھی! ورنہ اگر ان کے خیال مین وہ حوالہ جات صحیح تھے جن کی بنا پر انہون نے عوام کو مغالطہ مین ڈالنا چاہا تھا۔ تو مرد میدان بنکر ان کی صحت لفظی اور معنوی ثابت کرتے۔

۳- ناظرین مرقع پر حق مشتبہ کرنے کے لئے ایڈیٹر مرقع نے بہت سے بالکل نئے جھوٹ بوے ہین جنکو پڑھ کر ہمارے ناظرین تعجب اور حیرت کرین گے۔

۴- چیستان کے دعاوی باطلہ کو چھوڑ کر جناب نے مرقع مین اور دور از مطلب بحثین شروع کر دی ہین ان باتون سے ظاہر ہے کہ آپ کا قافیہ تنگ ہو گیا ہے اس کے علاوہ مرقع کے مضامین اور عبارات کا اضطراب پورے طور پر دکھا رہا ہے کہ حل چیستان نے ایڈیٹر مرقع کو بُری طرح سے ذبح کیا ہے۔

۵- **یاد رہے** ہان یاد رہے کہ دسمبر کے مرقع تک ایڈیٹر مرقع نے ہمارے امام ؑ اور ہماری تمام جماعت کے حق مین سب و شتم سے پُر سینکڑون ان تحریرین شایع کی تھین۔ پھر بھی مین نے چیستان کے جواب مین اسقدر نرمی اور مراعات رکھی تھی کہ کوئی ایسا کلمہ ایڈیٹر مرقع کے حق مین نہ لکھا جس سے ان کو تکلیف

ہوتی۔ مگر انہوں نے میری اس قدر نرمی اور تحمّل سے بالکلیّۃ اعراض کر کے بجائے جواب کے اس قدر گالیاں دی ہین کہ ایک شریف اور سلیم الفطرت ان کو سُننا بھی گوارہ نہیں کرتا ہم بھی تیر بر معصوم مے بار خبیث بدگہر ضرور کہتے اگر کلوخ اندازرا پاداش سنگ است [illegible]

۶۔ ویل یہ ہے۔ جیسا کہ مین پیشتر بیان کر چکا ہون۔ کہ حل چیستان کے پُہنچنے کے دن سے متواتر قریبًا ہر بار اپنی نجات کے لئے کہ نعامی رقم کسی طرح سے بچ جاوے آپ یہ وظیفہ رٹ رہے ہین۔ کہ مین نے تو انعامی رقم کے دینے کی مرزا صاحب سے خصوصیت کی ہتی ۔ اگر ان کے یقین مین یہ بات نہین کہ چیستان کا کامل حل ہو گیا ہے۔ تو ناظرین مرقع و اخبار اہلحدیث سوچین۔ کہ وہ اس قدر رونا کیون رو رہے ہین۔

۷۔ بات یہ ہے۔ کہ مین نے ان کو لکہا تہا جیسا کہ مین کہلی چہٹی مین بہی لکہہ چکا ہون کہ آپ کے نزدیک اگر ہمارا جواب مکمل نہین اور ناقص ہے۔ اور آپ کی تائید مین ہے۔ تو آپ بتراضی طرفین محاکمہ کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی صورت اختیار کیجئے پہر خود فیصلہ ہو جاوے گا۔ کہ آیا آپ باطل پر ہین یا نہین۔ مگر اس کو بہی جناب نے قبول نہ فرمایا کیون! اس لئے کہ وہ خوب سمجہتے ہین۔ کہ چیستان کی خام عمارت کو حل چیستان نے مسمار کر دیا ہے۔

۸۔ بات یہ ہے کہ ایڈیٹر مرقع نے اسدن ہی اس بات کا یقین کر لیا تہا جس دن کہ ان کو میرا وہ خط پہنچا تہا۔ جو اخبار اہلحدیث مین انہون نے حل چیستان کے بعد چہپایا تہا۔ کہ اس خط مین میری موت ہے اگر ان کو یہ پختہ یقین نہین ہو چکا تہا۔

تو بتادین۔ کہ میرے ۱۶ر دسمبر کے خط کے جواب مین جو آپ کے چیستان کے متعلق تہا جسکو حل کی کل میعاد آپ نے دسمبر کا مہینہ رکہی تہی اِس وقت کیون دیا جبکہ دسمبر گذر گیا! ور میرا حل چیستان آپ کو پہنچ گیا۔ پہر اس خط کے چہاپنے مین آپ نے بیس نشان خصوصیت سے کیون لگائے۔

۹- دیگر وہ بدحواسیان جو آپ سے ظاہر ہوئی ہین اِس بات پر توی دلیل ہین کہ آپ کے دل و دماغ پر حل چیستان نے وہ اثر کیا ہے کہ سحر کا اثر بہی اس سے کم ہوگا۔ مرقع اور اہلحدیث کے ناظرین کو حل چیستان کے دیکہنے کا اتفاق کم ملا ہوگا۔ اِس لئے ناظرین رسالہ تشحیذ کی خدمت بابرکت مین التماس ہے۔ کہ آپ صاحبان ان لوگون کو جو ایڈیٹر مرقع کو شیر پنجاب سمجہتے ہین یہ اطلاع پہنچا دین۔ ہم کو اس سے تعرض نہین۔ کہ وہ ایڈیٹر مرقع کو شیر پنجاب کہین یا تو پنجاب کہین۔ ہماری غرض تو اتمام حجۃ ہے۔ ہان

اب آپ صاحبان وہ جرح بہی سنین جو ہمارے حل چیستان پر جو مصدق تہا۔ فَلَيْسَ يَصِحُّ فِی الْاَفْهَامِ شَیْءٌ ۔ اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰی دَلِیْل کا ایڈیٹر مرقع نے بدحواس ہوکر کی ہے۔

حقیقۃ الامر حضرت امام ہمام ؑ نے اپنی سیکڑون تحریرون اور تقریرون مین ایک حقیقت بیان کی ہے جو یہ ہے۔ کہ مجہیر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم کے زمانہ نبوت کے اختتام تک قمری حساب کے رو سے ۴۷۳۹ برس گذرے ہین اور یہ کہ قمری

حساب کے رو سے چھٹے ہزار کے آخر مین میری پیدایش ہوئی اور اسی قمری حساب کے رو سے ساتوین ہزار مین خدا تعالےٰ نے مجھکو مامور فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ کہ جب ۴۷۴۰ برس سنہ ۱ھ ہجری مین جو اختتام نبوت کا زمانہ ہے ختم ہوا تھا تو چھٹا ہزار ضرور سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین پورا ہوا ہے۔ حضرت مرزا صاحب سنہ ۱۲۵۵ ہجری مین پیدا ہوئے ہیں اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین مامور ہوئے یہ بیان بالکل سچ ہے کہ آپ کی پیدائش الف ششم مین ہوئی اور الف ہفتم[ف] کے ابتدا مین آپ مامور ہوئے حضرت مرزا صاحب نے علاوہ اور تالیفات کے اسی مطلب کو کہ آنحضرتؐ کے زمانۂ نبوت کے اختتام تک ۴۷۴۰ برس گذر چکے ہین ازالہ صفحہ ۲۱۳ مین بدین الفاظ ادا کیا تھا۔ کہ خلقت آدم سے لیکر جسقدر آنحضرت کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی۔ وہ تمام مدت سورۃ العصر کے اعداد حروف

ف ناظرین اس امتیاز کو خوب یاد رکھین کہ شمسی اور قمری حسابون مین چونکہ بہت فرق ہوتا ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے جہان یہ لکھا ہے کہ میری پیدایش الف ششم مین ہوئی اور مامور الف ہفتم مین ہوا ہون۔ وہان اس امر کو بھی ضروری ذکر فرمایا ہے کہ یہ بات قمری حساب کے رو سے ہے۔ اور جن بعض مقامات پر آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ میری پیدایش اور ماموریت دونون الف ششم مین واقع ہوئی ہے اس کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ بات شمسی حساب کے رو سے ہے بعض حماقت کے پتلون نے حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کردہ فرق کو نظر انداز کر کے بطور اعتراض یہ امر شایع کر دیا ہے۔ کہ آپ کے ان دو بیانون مین اختلاف ہے بعض جگہ آپ یہ لکھتے ہین۔ کہ

مین بحساب قمری مندرج ہے یعنی ۴۷۴۴ برس ۱۱ اس پر

ثناء اللہ کا اصل اعتراض

امرتسر کے ایک شخص ثناء اللہ نام نے جسکو ہمارے سلسلہ حقہ سے خاص عناد ہے اپنے رسالہ مرقع بابت دسمبر ۱۹۰۷ء مین ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ یہ جو مرزا صاحب لکھتے ہین کہ مین چھٹے ہزار کے آخر مین پیدا ہوا ہون غلط ہے۔ اور اسنے اس کی عجیب دلیل یہ دی۔ کہ میرے نزدیک بعثت کا زمانہ چونکہ صرف وہی موہوم وقت ہوتا ہے۔ جو کہ مبعوث نبی کے چالیس سالہ عمر قبل از نبوت کے گذر جانے اور نبوت کے کام کے شروع کرنے کے درمیان ہوتا ہے اس لئے ازالہ صفحہ ۱۳۱ کی عبارت مین جو زمانہ بعثت تک کا فقرہ ہے اس کے معنے میرے خیال مین یہ ٹھہرتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے نبی بننے کے وقت تک ۴۷۴۰ برس گذرے تھے اور اس مدت مین تئیس سال جو

بقیہ حاشیہ۔ مین الف ششم مین مامور ہون۔ اور بعض دیگر مقامات پر یہ لکھا ہے کہ الف ہفتم مین مامور ہوا ہون۔ اگر ایسے نادان دور اندیشی سے کام لیکر جلد بازی سے اعتراض نہ کرتے۔ تو ان کے حق مین بہتر ہوتا۔ ایڈیٹر مرقع کو جو اس قدر رسوائی اوٹھانی پڑی ہے اس کی جڑ ہ بھی یہی نافہمی ہے۔ جو احباب اسکی تفصیل دیکھنا چاہین۔ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۳ کے پس وپیش کے چند اوراق ملاحظہ فرمادین۔ اور اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب لیکچر لاہور کے صفحہ ۳۰ طبع ثانی۔ کی یہ عبارت بغور پڑہین۔

"صادق کے لئے دوسری شرط یعنی یہ دیکھنا کہ نبیون کے مقرر کردہ وقت پر

خالص نبوت کا زمانہ تہا وہ شامل نہین۔ اور جب ۴۰، ۲۳ برس انحضرت کو خلعت نبوت سے ملنے تک ہوئے تو صاف ظاہر ہے کہ سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو چھٹا ہزار پورا ہوا ہے پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ میری پیدایش الف ششم مین ہوئی یون غلط ہوا۔ کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہین۔ کہ میری پیدایش سنہ ۱۲۵۵ ہجری مین ہوئی ثناءاللہ کے اس ناقص خیال کی تردید مع ان اوہام کی تردید کے جو اس نے اسپر متفرع کئے تھے ہمارے ناظرین تشحیذ نمبر ۱۱ بابت دسمبر مین ملاحظہ فرما چکے ہین۔

ہمارے جواب کے مکمل ہونیکی وجہ سے جیسی کہ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہے چونکہ ثناءاللہ کے ذمہ اپنے شایع کردہ اقرار کے مطابق انعامی رقم واجب الادا ہو چکی ہے اس لئے ثناءاللہ نے الغریق یتشبث بالحشیش یا مرتا کیا نہ کرتا کے بموجب ہمارے رسالہ کو پڑھ کر مرقع فروری ۱۹۱۹ء مین بڑی جانکاہی سے چاہا ہے کہ کسی طرح سے اس سے یہ پیالہ ٹلجادے۔

بقیہ حاشیہ۔ آیا ہے یا نہین۔ یہ شرط بہی میرے آنے پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ نبیون نے یہ پیشگوئی کی تہی۔ کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہوگا۔ وہ مسیح موعود ہوگا۔ سو قمری حساب کے روسے چھٹا ہزار برس حضرت آدم کے ظہور (پیدایش) کے وقت سے لیا جاتا ہے۔ مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور شمسی حساب کے روسے چھٹا ہزار ختم ہونیکو ہے۔

اس تحریر سے مرقع صفحہ ۲۰-۲۱-۲۲ تا ۲۷ کے ایک ایک لفظ کی پوری پوری تردید ہو گئی۔ فالحمد للہ رب العالمین منہ

خلاصہ دلیل

منجملہ ان دلایل کے جو ایڈیٹر مرقع کے ناقص خیال کی تردید مین لکہی گئے تہے۔ تشحیذ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ مین ایک دلیل تہی جس مین حقیقۃ الوحی کے حوالون سے یہ ثابت کیا گیا تہا کہ زمانہ بعثت تک کے فقرہ سے حضرت امام ؑ کی مراد وہ نہین جو تم سمجہتے ہو۔ بلکہ حضرت کی منشا یہ ہے۔ کہ زمانہ بعثت تک کا فقرہ تمام زمانہ نبوت پر مشتمل ہے۔ تصنیف را مُصنف نیکو کند بیان کے اصول کے خلاف تمہارا کوئی حق نہین ہے کہ تفسیر القول بمالا یرضی بہ قائلہ کے مرتکب ہوکر مرزا صاحب کی صاف اور صریح المراد عبارتو نمین اختلاف کا عیب لگاؤ۔ کسی شخص کے پُر حکمت کلام اور اس کلام کے محکم نظام مین اس کی تصریحات کے خلاف بلا دلیل اختلاف کا ادعا کسی عقلمند کا کام نہین۔ اور ساتہہ ہی یہ بہی لکہا تہا۔ کہ اگر تمہارے پاس کوئی قوی دلیل ہو جو یہ ثابت کردے کہ زمانہ بعثت کا کلمہ صرف اُس آن پر ہی اطلاق پا سکتا ہے جس مین نبی کو پہلی وحی متضمن بحکم امر رسالت ہوتی ہے۔ تو اسکو پیش کرو۔

ثناء اللہ کا اختراع بلا دلیل

بجائے اس کے کہ ایڈیٹر مرقع ہمارے جواب کو تسلیم کر کے خاموش ہو جاتا یا ہمارے مطالبہ کے مطابق کسی جگہ یہ دکہا دیتا۔ کہ زمانہ بعثت کا کلمہ صرف ایک گھڑی پر ہی بولا جاتا ہے جس مین نبی کو مامور کیا جاتا ہے اور یہ کہ جس قدر نبوت کا باقی زمانہ ہوتا ہے اسپر زمانہ بعثت کے کلمہ کا اطلاق نہین ہو سکتا۔ اُس نے مرقع صفحہ ۱ پر زمانہ کی ایک اختراعی تقسیم کر کے (ایجاد بندہ اگرچہ گندہ) بلا دلیل بڑہ ہانک دی ہے۔ کہ زمانہ

بعثت اور زمانہ تبلیغ دو جدا جدا زمانے ہیں۔

مین نے مرزا صاحب کے کلام فیض التیام سے صفحہ ۵ پر اور عملی رنگ مین صفحہ ۱۶ تا ۱۹ پر لکہا تہا کہ زمانہ بعثت کا اطلاق ہمارے زمانہ نبوت پر ہوا ہے۔ جس مین زمانہ تبلیغ بہی داخل ہے۔ تعجب کہ ایڈیٹر مرقع نے صفحہ ۶ پر دعوی تو کر دیا۔ کہ زمانہ بعثت اور ہوتا ہے اور زمانہ تبلیغ اور۔ مگر افسوس کہ انہون نے اس کو کسی دیل سے ثابت نہ کیا۔ سنو احباب جب تک آپ یہ ثابت نہ کردین۔ کہ زمانہ بعثت کا اطلاق کل زمانہ نبوت پر نہین ہو سکتا۔ بلکہ صرف اس موہوم وقت پر ہی فقط ہوتا ہی تب تک آپ عہدہ برا نہین ہو سکتے۔

ایڈیٹر مرقع کا خبط

اسی صفحہ ۶ پر آپ لکہتے ہین۔ زمانہ بعثت کی اس تعریف کی دیل کہ "زمانہ بعثت وہ ہوتا ہے جس مین کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آئے" یہ آیت قرآنی ہے۔

"قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ۔ اس آیت مین ذکر ہے کہ قیامت کے روز کفار کہین گے۔ کہ ہم تو قبرون مین یا دنیا مین ایک آدہ گہڑی ٹہیرے ہین اُن کے جواب مین ایماندار کہینگے۔ کہ تم تو یوم البعث تک ٹہیرے ہو۔ یہ ہے (قیامت کا دن) یوم البعث۔

حالانکہ اس آیت کریمہ مین نبی کی بعثت کا ذکر نہین۔ بلکہ قیامت کی بعثت کا ذکر ہے اور اسی کو یوم البعث فرمایا ہے۔ ایڈیٹر مرقع کی اس تحریر سے

اگر ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ کہ نبی کی بعثت اور قیامت کی بعثت ایک چیز ہے
نہ یہ کہ زمانہ بعثت۔ اور زمانہ تبلیغ دو جدا جدا زمانے ہیں۔ ع چہ خوش گفت
است سعدی در زلیخا۔ اسی طرح آپ زمانہ بعثت سے زمانہ تبلیغ کے جدا
ہونیکی دیں آیت بلّغ ما انزل الیک لکھتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں بھی اس امتیاز
کے متعلق جس کا ایڈیٹر مرقع کو دعوی ہے۔ کچھ ذکر نہیں۔ کیون! صاحب
اپنے دعاوی کو اسی قسم کے دلایل سے مبرہن۔ کیا کرتے ہو۔ سنو اگر بلّغ
کے امر سے زمانہ تبلیغ کا زمانہ بعثت سے جدا ہونا۔ مانا جاوے تو ہر ایک
امر کے لیے تمہیں اس امر کے مطابق زمانہ کی لاتعداد تقسیمیں کرنی پڑینگی اور
کبھی ممکن نہیں کہ تم زمانہ تبلیغ کو ممتد متصل۔ زمانہ ثابت کر سکو۔

نادر کو انعام عـہ

اگر ایڈیٹر مرقع زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ کی اس تفریق کو جو اس نے مرقع صفحہ ۶ پر درج کی ہے کہ "زمانہ بعثت وہ ہوتا ہے جس میں کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آوے اور زمانہ تبلیغ وہ ہوتا ہے جس میں نبی خدا کے احکام بندونکو سناوے" کسی شرع کی کتاب سے مدلل طور پر ثابت کر دے تو اسکو عـہ انعام دفتر تشحیذ الاذہان کیطرف سے دیا جاویگا۔ جبتک آپ یہ دعوے ثابت نہ کر سکیں۔
آپ کے مرقع صفحہ ۶ کا یہ دعویٰ بھی کہ زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ میں تقابل تضاد کی نسبت ہے۔ غلط ہے۔

اختلاف بیانی میں ایڈیٹر مرقع کی بیباکی

ایڈیٹر مرقع نے

آیت قال الذین اُوتُوا العلم الآیہ کا جو ترجمہ مرقع صفحہ ۶ پر لکھا ہے اسکو مین ابہی نقل کر چکا ہون پر اسکی جرأت اور بیباکی دکہانے کیلئے چاہتا ہون۔ کہ اس نے اس آیت کا جو ترجمہ اپنی تفسیر مین لکہا ہے ناظرین اسکو بہی ملاحظہ فرمالین کو مرقع اور تفسیر کے پڑہنے سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ اسکو اس آیت کے معنے قطعًا نہین آتے! آپ اپنی عربی تفسیر کے صفحہ ۲۴۶ - پر اسی آیت کے تحت مین مرقع کی اس عبارت کے بجائے کہ اس آیت مین ذکر ہو کہ قیامت کو روز کفار الخ لکھتے ہین کفار قیامت یہ بات نہ کہین گے۔ بلکہ یہ بات اسوقت کہتے ہین جبکہ وہ مرتے ہین اوہی مرقع کی اس عبارت کی بجائے کہ " قیامت مین کفار کہین گے کہ ہم تو قبرون مین یا دنیا مین ایک آدہ گہڑی ٹہیرے ہین۔ " لکہتے ہین۔

" کسی شخص کا یہ خیال کہ اس آیت مین کفار کے دنیا مین ٹہیرنیکا ذکر ہے درست نہین۔ بلکہ اس آیت مین تو کفار کے دنیا مین ٹہیرنیکا اشارہ تک نہین " مرقع اور تفسیر کے بیان مین جو اختلاف ہے اس سے ظاہر ہے۔

مطلب بعید ثناء اللہ نے اپنے اس غلط دعوے کو ثابت کرنیکو ہے کہ زمانہ بعثت بہت ہی قلیل عرصہ ہے اس کے علاوہ مرقع کے صفحہ ۷ پر ایک بہت ہی بے معنے تقریر لکہی ہے اسکا دو حرفہ جواب اسی کی تقریر کو ملحوظ رکہکر یہ دیتا ہون۔

جواب تمہارے اس تقریر کا مکمل جواب تو تشحیذ نمبر ۱ مین موجود ہے ہان۔ اگر بعثت مصدر ہے اور اسکو وقوع کا جو ظرف ہے

تمہارے نزدیک اسی قدر زمانہ بعثت ہے تو بتاؤ کہ قیامت کے بچاس ہزار برس کو یوم البعث کہنے کی کیا وجہ ہے۔ سنو۔ جس طرح زمانہ خلافت وزمانہ حکومت وہ تمام عرصہ ہوتا ہے جب تک حاکم یا خلیفہ بوصفِ حکومت وخلافت متصف ہوتا ہے اسی طرح وصف بعثت سے متصف نبی کا سارا عرصہ اسکی بعثت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پھر اگر تم تشحیذ نمبر ا صفحہ ۶ کی اس عبارت کو وجہ کہ بعثت کا لفظ ایام نبوت کے ابتداء و انتہاء اور کل زمانہ نبوی پر بھی اطلاق پا سکتا ہے،، بغور پڑھ لیتے تو تمہیں اس سوال کی بھی حاجت نہ پڑتی ،، کہ جس وقت آنحضرت ؐ پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تھی تو کیا آپ اس وقت مبعوث نہ بنے تھے ،، اور سنو تم نے

ثناء اللہ کے اختراعی کذبات عشرہ

آپنے ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے اثناء مین مرقع صفحہ ۸ پر اور کتنے جھوٹ بولے ہین۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

جھوٹ نمبر ۱ - یہ کہ بَعث کیطرح بِعثت بھی مصدر ہے۔

" نمبر ۲ " بعثت کے معنی پیدا کرنے کے ہین۔

" نمبر ۳ " بعثت کا اثر کبھی ذات پر ہوتا ہے اور کبھی صفات پر

" نمبر ۴ " حضرت مسیح مین وصف ماموریت نئے سر سے پیدا کر کے ان کو دنیا مین بھیجا جاوے گا۔

" نمبر ۵ " رسالت اور چیز ہے اور مامور ہونا اور چیز ہے۔

نوٹ۔ ایڈیٹر مرقع کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدا مین جبکہ آپ نے دعوے نبوت

جھوٹ نمبر ۶ یہ کہ آنحضرت شروع نبوت مین مامور نہ تھے۔

〃 نمبر ۷ 〃 کسی شخص کا مامور ہونا ختم نبوت کے منافی نہین بلکہ آنحضرت کے بعد صرف رسالت کا دعوے کرنا ختم نبوت کے منافی ہے (یہ الزام تمہارے مسلمات پر ہے)

〃 نمبر ۸ یہ کہ مرتع صفحہ ۷ سطر ۱۴ مین تو یہ لکھا کہ زمانہ بعثت وہ ہے جس مین کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آئے اور صفحہ ۷ کی سطر ۱۳ اور ۱۶ مین یہ ثابت کرے کہ بعثت اور رسالت ایک ہی چیز ہے صفحہ ۷ کی سطر ۵ و ۶ مین یہ لکھ دیا ہے کہ رسالت اور ماموریت دو جدا جدا چیزین ہین۔

نمبر ۹ یہ کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے ابتدائی صرف تین سال تک آنحضرت کی رسالت تھی صفحہ ۷ سطر ۷۔

بقیہ حاشیہ کیا تھا رسول تھے اور مامور نہ تھے۔ پھر جبکہ آپ نے تین سال فترۃ الوحی کے بعد تبلیغ شروع کی تھی۔ تو آپ مامور ہوئے اور رسالت گذر گئی باقی جس قدر زمانہ نبوت کا گذرا اس مین آپ مامور تھے۔ نہ رسول۔ ایڈیٹر مرقع کا یہ خیال کیسا گندہ اور بے بنیاد اور اسلامی شریعت کے کسقدر منافی ہے۔ اسکا اندازہ اہل علم لگا لین۔ ایڈیٹر مرقع کے خیال کے مطابق قرآن کریم مین آنحضرت صلعم کو جہان جہان رسول کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور احادیث مین جہان جہان قال رسول اللہ صلعم کر کے بیان کیا گیا ہے اور نیز آنحضرت صلعم

جھوٹ نمبر ۱۰ یہ کہ حضرت مسیح مین جو وصف ماموریت پہلے تھا وہ مسلوب ہوگیا ہے اب جبکہ دنیا مین تشریف لائین گے ماموریت کا وصف نئے سرے سے مکرر ان مین پیدا کر کے دنیا مین بھیجا جاوے گا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

ثناء اللہ کی نافہمی

مرقع دسمبر کے اوہام کی تردید اور اس بات کے تین طور پر ثابت کرنے کے بعد کہ فترت کے بعد جسقدر زمانہ رسالت اور نبوت و وحی کا ہوتا ہے وہ سارے کا سارا بدء الوحی سے لیکر حضرت الموت تک بعثت کا زمانہ کہلاتا ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۷) رسالت اور نبوت کے زمانہ کو بعثت کا زمانہ کہنے کے متعلق ہمنے تشحیذ صفحہ ۱۰۱ پر ایک علمی نکتہ یہ لکھا تھا۔ کہ جسطرح قیامت کے دن کو اس وجہ سے کہ اس دن قبرونکے اموات مین روحین عود کر آئین گی۔ یوم البعث کہتے ہین اسی طرح سارے زمانہ نبوت و رسالت کو عربی زبان کے علم الاشتقاق کی رو سے بعثت کا زمانہ کہنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمین انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نفوس رسالت و نبوت کے ذریعہ جاودانی اور روحانی زندگی کے اموات کو از سر نو قیامت کیطرح زندہ کر کے قبرون سے نکالا جاتا ہے

اس نکتہ کو نہ سمجھکر مرقع صفحہ ۹ پر ثناء اللہ نے ایک غیر متعلق تقریر لکھی ہے جس کے جواب میں یہ کہنا کافی ہے۔ ع سخن شناس نۂ خطا اینجاست

ایک اور اختلاف اور ثناء اللہ کی جہالت

ہاں مرقع صفحہ ۹ و ۱۰ پر کچھ آیتین لکھکر تم نے انکار کیا ہے۔ کہ بعثت کے معنی لغت عرب مین مردون کو

بقیہ حاشیہ … خطبۂ تبلیغ مین جو یہ لکھا تھا من محمدا عبدہ و رسولہ یہ سب کچھ غلط ہے اسمین ذرا بھی صحت نہین عیاذا باللہ۔ منہ

زندہ کرنے اور مرکر زندہ ہونے کے نہیں ہیں۔ حالانکہ مرقع ص۹ سطر۲ مین آیت
نبعث من فی القبور کے معنے تم نے خود یہ لکھے ہین۔ ہم مردون کو زندہ کرین گے
گو یہ سچ ہے کہ بعث کے لفظ کا استعمال لغتہً مرکر زندہ ہونے اور زندہ کرنے مین
منحصر نہین پر اس سے بڑھکر تمہاری جہالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہمارے
مقابلہ مین آکر تم قطعًا ان معنے کا مرقع صفحہ ۹۔ ۱۰ پر انکار شایع کرتے ہین۔

آن اور زمانہ مین فرق

دوسری اور جہالت یہ کہ اس معنے کے انکار پر آیت
ھوالذی بعث فی الامیین پیش کرتے
ہو۔ تار اسد نے مرقع وسمبر مین یہ بہی لکھا تھا۔ کہ بعثت کا زمانہ فقط اس قدر ہوتا ہے جس
مین بنی کو پہلی وحی کے ذریعہ یہ اطلاع ملتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کو مامور کرتا ہے
تردیدًا۔ تشحیذ نمبر ۱۱ صث۱ پر مین نے دکہایا تہا۔ کہ عربی زبان مین اس قدر قلیل او رموہوم
وقت کے لئے لفظ آن وضع ہے اور ایسے مفہوم کے لئے حقیقۃً زمانہ کا لفظ استعمال
نہین ہوتا۔ اس پر آپ مرقع ص۱۰ پر رقمطراز ہین۔ کہ

"چونکہ یہ فرق فلسفی ہے اور عرف عام مین یہ فرق کوئی نہین کرتا۔ اس لئے ہین
اس کو تسلیم نہین کرتا۔" حالانکہ یہ دونون باتین غلط ہین۔
اول تو اس لئے کہ مین نے آن کے متعلق جو کچہہ تشحیذ صفحہ ۱۰ پر لکھا تہا۔
لغت عرب کے رو سے بیان کیا ہے۔
دوسرے یہ کہ آن کا یہ فرق فلسفی بہی ہو تو یہ کوئی انکار کی وجہ نہین ہو سکتا
تیسرے یہ کہ تم نے خود اسی بحث کے متعلق مرقع ص۱۰ پر زمانہ کے جو معنے بیان

کئے ہیں فلسفی طریق پر لکھی ہیں۔

لاتسلم کا علاج — سچ اور حقیقت وہی ہے جو حل چیستان میں دکھائی گئی ہو البتہ لاتسلم کا علاج یہاں نہیں ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عدالت میں چلکر فیصلہ ہوگا۔

ثناءاللہ کا دعوی کہ مُغیّا میں غایت داخل نہیں ہوتی — اس امر کو تسلیم کر لینے کے بعد کہ زمانہ بعثت کے کلمہ میں تمام زمانہ نبوت و رسالت شامل ہے آپ نے ایسی کئی مثالیں بمحنت شاقہ سے جمع کر کے مرقع صفحہ ۱۰ پر درج کی تھیں جنسے یہ ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی تھی۔ کہ کسی چیز کی جو غایت اور نہایت ہوتی ہے وہ اس چیز میں داخل نہیں ہوتی۔ مدعا اس سے یہ تھا۔ کہ عوام کے ذہن میں یہ بات جم جاوے کہ گو یہ بات درست اور بجا ہے کہ زمانہ بعثت کا کلمہ تمام زمانہ نبوت و رسالت کو شامل ہے تاہم اسوجہ سے کہ مرزا صاحب نے عبارت ازالہ صد ۱۷۱ میں زمانہ بعثت کو پہلے زمانے کی غایت اور نہایت ٹہرایا ہے. ۴۰،۴۲ برس کے حساب میں زمانہ بعثت کے تیئس سال داخل نہیں ہو سکتے گو عوام کالانعام بل ہم اضل کی نظر میں اس بات کے کہدینے سے کہ غایات ہمیشہ اپنے مغیا سے خارج ہوتی ہیں ایڈیٹر مرقع کے دعوی رکیت پر کوئی بٹہ نہیں لگتا تہا۔ مگر شکر ہے کہ اہل علم کی تحریر

ثناءاللہ کا اقرار کہ غایت مُغیّا میں داخل ہوتی ہے — سے ڈر کر صفحہ۔ اسکے عام دعوی کو کہ غایات ہمیشہ مغیا سے خارج ہوتی ہیں اور اس انکار کو کہ غایات مغیا میں کبھی داخل نہیں ہوتی۔ مرقع صفحہ ۱۱ پہ آکر خود رد کر دیا۔ اور کھلے لفظوں میں یہ اقرار

لکھدیا کہ غایت کا مُغیا سے خارج ہونا لازمی نہین بلکہ غایت کے مغیا سے خارج ہونے کی وہی صورت ہے جہان غایت کا مغیا مین داخل ہونا ممکن اور مُراد ہو

چلو چھٹی ہوئی۔ کیون! اس لئے کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرون سے اور علمی رنگ سے مین نے حل چیستان مین بوضاحت تام ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ۴۰،۴۰ برس کے حساب مین زمانہ بعثت کو شامل رکھتے ہین

یاد رکھو مرزا صاحب کی اس قدر تحریرون کے ہوتے ہوئے غیر ممکن ہے۔ کہ ایڈیٹر مرقع کا یہ دجل کارگر ہو ایڈیٹر مرقع نے چونکہ فروری و مارچ کے دونون پرچے اکٹھے شایع کرکے دو ٹکڑون مین حل چیستان کے متعلقہ مضمون کو لکھا ہے اس لئے مین فروری کے پرچہ کا جواب ختم کرنے سے پہلے اور مارچ کے پرچہ پر نظر ڈالنے سے پیشتر یہان ایک استفسار لکھتا ہون۔ جس کا تعلق مرقع کے صفحہ ۱۱ و ۷ سے ہے۔ امید کہ ایڈیٹر مرقع اسکا جواب دینگے۔

استفسار متعلق مضمون مرقع صفحہ ۱۱ و ۷

یہ سچ ہے کہ فعلِ ولادت مین فاعلہ آپ کی والدہ تہی اور آپ مولود مفعول ۱۔ اور یہ بہی درست ہو کہ آپ کی ولادت کا وقت درحقیقت اسی قدر تہا جس مین آپ بطن مادر سے باہر آگئے پر اگر اس خیال سے کہ آپ تیرہوین صدی مین پیدا ہوئے کوئی یہ کہے کہ آپ کی ولادت تیرہوین صدی مین ہوئی تو بتائیے صحیح ہے۔ یا غلط۔ ۲۔ اس مثال مین بتائیے کہ اس زمانہ بنوت سے لیکر زمانہ خلافت تک امن تہا! در اس مثال مین کہ پاؤنسے لیکر سر تک حرارت

کا پتلا ہے"۔ غایت منیتا میں داخل ہے۔ یا خارج۔

قطعی طور پر ثابت

ہے کہ ۴۷، ۴۸ برس کی حساب میں تیئس سال نبوت کے داخل ہیں ناظرین نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ ایڈیٹر مرقع[1] اس حصہ میں کیا بیان کریں گے۔ یہ واقعہ تو آپ سب صاحبان کے ذہن نشین ہوگا۔ کہ ۴۷، ۴۸ برس کے حساب میں آنحضرت صلعم کی نبوت کے تیئس سال داخل ہیں۔ جس صراحت و وضاحت کے ساتھ میں نے حضرت امام کی تالیفات سے بدلائل یہ بات حل چیتان میں لکھی ہے اس میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا۔ باوجودیکہ میں نے کافی سے بڑھ کر بحث اس امر کے ظاہر کرنے میں کی تھی۔ کہ حضرت امام کی تالیفات سے یہ امر علاوہ علمی تحقیقات کے بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے۔ کہ آپ نے اس فقرہ زمانہ بعثت تک میں ۴۷، ۴۸ برس کے حساب میں تمام زمانہ نبوت کو شامل رکھا ہے۔ پھر بھی مرقع کے ناخداترس ایڈیٹر نے مرقع کی ابتدائی سطروں اور اسمقام پر مجھ پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنے علمی زور سے یہ بات ثابت کی ہے کہ زمانہ نبوت کے تیئس سال ۴۷، ۴۸ برس کے حساب میں داخل ہیں۔ حالانکہ بجا بجا میں نے مرزا صاحب کی تالیفات کے حوالے دیکر اس بات کو ثابت کیا تھا۔ جن لوگوں نے حل چیتان کو بغور پڑھا ہے۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ آیا میں نے اس میں کوئی تصنع یا بناوٹ کی ہے؟

اور بجز حضرت امام ہمام کی تصریحات کی نقل کے میں نے اس میں اپنا کچھ دخل دیا ہے؟ یہ ایڈیٹر مرقع کی بیحیائی اور شرارت ہے کہ باوجود حضرت مرزا صاحب

[1] مرقع کے مارچ کے حصہ کا جواب یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ منہ

کی اسقدر تصریحات کے پھر بھی آپ کے کلام مین تحریف سے باز نہین آتا۔ حل
چیستان مین یکن نے بار بار اسبات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت نے چار ہزار سات
سو چالیس برس مین نبوت کے تیئیس سال داخل کئیے ہین۔ مگر مرقع کا ایڈیٹر ہر
کہ پھر بھی انکار کئیے جاتا ہے اور اپنی ضد سے باز نہین آتا۔ اگر اس مین کچھ بھی حیا
کا مادہ ہوتا۔ تو رسالہ تحفہ گولڑویہ کا جو کہ ۱۳۱۹ ہجری مین شایع ہوا تھا۔ صفحہ ۹۳ پڑھکر
اپنی غلطی کا صاف لفظوںنین اعتراف کرتا۔ کیا مرقع کا ایڈیٹر بالکل اندھا ہوگیا ہے کہ
اسکو رسالہ مذکور کے صفحہ ۹۳-۹۴ کی یہ عبارت نظر نہین آتی۔ حضرت مرزا صاحب
لکھتے ہین۔" خدا تعالےٰ نے مجھو ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورۃ العصر
کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام سی آنحضرت صلعم کے
مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہی یعنی تیئیس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گذشتہ زمانہ کیساتھ
ملاکر ۴۷۳۹ برس ابتداے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ا۔ ثنا اللہ کیطرح عقل سے کورا کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ چالیس اور انتالیس
کے عدد سے اصل اعداد حساب مین کچھ فرق آگیا ہے۔ یہ فرق محاورات زبان
کے ماتحت ہر زبان مین موجود ہے۔ آنحضرت صلعم کی عمر ۶۰ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۱ متعدد
سنون مین بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ہجرت اور اقامت مکہ کے ایام کے متعلق
احادیث مین تعدد ہی۔ اس کی کئی وجہین ہین۔ حساب مین ایک تو کسور کا شمار نہین
کرتے دوسرے بعض اوقات ابتدائی اور اخری سن کو داخل نہین کرتے۔ اور بعض

روز وفات ۱۳۲۶ھ تک قمری حساب سے ہین۔"

کیون مرقع کے ایڈیٹر تم آئندہ بہی کچھ لکہو گے۔ سنو آج تک تمہارا تعاقب ہماری جماعت کے کسی شخص نے نہین کیا تہا۔ والا تم اس قدر بدلگامی اختیار نہ کرتے۔ آیندہ کے لئے خوب یاد رکہو۔ کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ہم تمہارے دجل کو ظاہر کرنے کے لئے مستعد ہون۔ انشاء اللہ۔

الف ششم مین مبعوث ہونیکا مطلب

مرقع کے ایڈیٹر نے صفحہ ۲۰-۲۱ رسالہ ۲ تا ۷ مین چیستان صفحہ ۶ کے اصل سوال کا جواب حل چیستان صفحہ ۹ و ۱۰ مین پڑہنے سے مطمئن ہو کر ایک نئی بحث شروع کی ہے جسکا تعلق چیستان سے نہین۔ اس نئی بحث کا جسکا اصل چیستان مین کوئی ذکر نہ تہا۔ یہ خلاصہ ہی۔ کہ حضرت مرزا صاحب خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰ اور حاشیہ خطبہ صفحہ ۳ مین لکہتے ہین۔ کہ مین چہٹے ہزار مین مبعوث ہوا ہون۔ اور بعض دیگر مقامات پر جیسے کہ حل چیستان کے صفحہ ۱۰ پر تم نے تسلیم کیا ہے۔ چہٹے ہزار مین مبعوث ہونیکے بجائے یہ لکہا ہے کہ مین ساتوین ہزار مین مامور ہوا ہون۔" مرقع کے سمجہدار ایڈیٹر اپنے ذہن مین ان دونون

بقیہ حاشیہ۔ وقت اس کے برعکس ابتدائی اور آخری سن کو شمار کر لیتے ہیں۔ اور بعض اوقات صرف آخری یا ابتدائی سن کو لے لیتے ہین۔ کسور کے شامل کرنے اور بعض اوقات شامل نہ کرنے سے بعض غبی الطبع دہوکہ مین پڑین۔ تو یہ انکی سوء حماقت ہے۔ منہ

۵۲ ذرا مہربانی کر کے ناظرین حل چیستان صفحہ ۱۵ کے دقیقہ کو پہر غور سے پڑھکر حظ اوٹہاوین منہ

باتون مین اختلاف خیال کر کے ہم سے اسکا جواب چاہتے ہین۔ سووہ کان کہو لکر سُنین جو
اول خطبہ کے ان مقامات پر لفظ بعث آیا ہے جسکے معنے تم نے رقع صفحہ ۷ سطر ۱۳ و صفحہ ۸ سطر ۱ وصفحہ ۶ سطر ۱۳ - پر لکہے ہین۔ بعثت اور بعث ایک ہین۔ ان کے معنے پیدا کرنے کے ہین۔ اور استشہاد مین تم نے آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً۔ پیش کر کے یہ ترجمہ بہی لکہا ہے " خدا نے عربون مین رسول پیدا کیا "۔ پس موجب امر مسلّمہ آنجناب کی خطبہ کی ان عبارات کے یہ معنے ہوئے۔ کہ خدا تعالے نے چھٹے ہزار مین حضرت مسیح موعود کو پیدا کیا"۔

اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ہمکو اس سے کوئی انکار نہین۔ بیشک حضرت مسیح چھٹے ہزار مین پیدا ہوئے ہین۔ بلکہ حق چیستان کے صفحہ ۸ و ۹ و ۱۰ پر ہم نے تمہارے اس بیان سے پیشتر خود اس امر کے متعلق کہ حضرت مرزا صاحب الف ششم یعنی چھٹے ہزار مین پیدا ہوئے ہین۔ اسقدر مفصل بحث لکہی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہین۔ مگر چھٹے ہزار مین پیدا ہونے اور الف ہفتم مین مامور ہونے کے بیان پر تو کوئی اعتراض نہین تہا۔ نہ معلوم تم نے پہر دوبارہ کیون یہ بحث چھیڑی ہے جبکہ حق چیستان کے صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق ہم تفصیل سے لکہ چکے ہین۔ شاید تم پہر اس مغالطہ کو پیش کرنا چاہتے ہو جسکے متعلق حق چیستان صفحہ ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ - پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ یاد رکہو ہم تمہاری ان چالبازیون اور دہوکا دہیون کو خوب سمجھتے ہین۔ نادان تم نے بعث کے معنے جب خود پیدا کرنے کے لئے ہین۔ تو تمہین مناسب تہا۔ کہ اس پر اعتراض کرتے۔ پہر علاوہ اس کے کہ اپنی تالیفات مین حضرت امام نے سینکڑون

مقامات پر یہ لکھا ہے۔ کہ مین الف ششم مین پیدا ہوا ہون[51]۔ اسی خطبہ کے حاشیہ
صفحہ ۲ سطر ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ پر یہ عبارت "خلقنی اللہ فی آخر الالف السادس
اور صفحہ ۵ سطر ۲ مین یہ عبارت "ثم ان آدم خلق فی الیوم السادس وکذالک المسیح
الموعود خلق فی الالف السادس" اور حاشیہ صفحہ ۹ سطر ۵ مین یہ عبارت "
فاعلموا انّی ولدت فی الالف السادس موجود ہے۔ نہ معلوم تم کیسے
نا عاقبت اندیش ہو۔ کہ حضرت مرزا کی بیان کردہ مرادات کے خلاف خود ہی ایک غلط
مطلب کو اختراع کر کے ان کی ذات والا کیطرف منسوب کرتے ہو اور پھر ان کے
تصریحات کو اس کے محاذات مین لکھکر عوام پر اشتباہ ڈالتے ہو کہ یہ اختلاف
حضرت مرزا صاحب کے ہین۔ لعنت ہے تمہاری اس بے ایمانی پر جس کے حکم
سے تم خدا سے نڈر ہو کر مرقع کے ذریعہ سے امت کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو
جواب دوم۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۵۵ پر مین ایک نوٹ لکھ چکا ہون۔ کہ جن بعض
مقامات پر حضرت نے یہ فرمایا ہے۔ کہ مین الف ششم مین مبعوث ہوا ہون[52] (اگر اس
کے معنی مامور ہونے کے لئے بھی لئے جائین)۔ تو اس کے متعلق آپنے تصریح فرمائی
ہے کہ اسکی بنیاد شمسی اور قمری حساب کے فرق پر ہے۔ نہ معلوم تراوڑی کے دجال

۵۱۔ "چیتان" کے حوالہ جات کے علاوہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۲۱۱ بھی دیکھو"
۵۲۔ مبعوث کے معنی پر اعتراض کرنے کے لئے ایڈیٹر مرقع نے صفحہ ۲ سطر ۱۶ مین
مبعوث یعنی مامور ہونا معنی لکھکر بتایا ہے۔ کہ اس کے معنی ہمیشہ مامور ہونیکے تو نہین پر اعتراض کی
خاطر یہی معنی لیتا ہون۔ منہ

اور امرتسر کے سالم دجال نے ایک مصنف کی اپنی تصریحات کے خلاف کسی ذوالمعارف عبارت کے ایسے معنے اخذ کرنیکا طریق جو سراسر اس کے منشاء کے خلاف ہو اسلام کے بیرونی کسی سخت دشمن سے سیکھا ہے۔ اللھم اھلکھم وعذبھم ھذا بما شئت یا رب۔

پھر مین کہتا ہون کہ خطبۂ الہامیہ کی عبارت منقولہ مین تو اسبات کا کوئی ذکر نہین۔ کہ آپ الف ششم مین مامور ہوئے ہین۔ تاکہ ہم یہ دوسرا جواب دین وہان تو صرف بعثت کا لفظ ہے۔ جس کے معنے ایڈیٹر مرقع نے خود پیدا کرنے کے تسلیم کئے ہین۔ مین اپنے ناظرین کے فایدہ کے لئے ایک اور بات بھی بیان کرتا ہون۔ گو ایڈیٹر مرقع کے سوال سے اسکو تعلق نہین۔ تاہم اسکا ذکر بیان مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت امام ہمام نے تحفہ گولڑویہ صد ۹۲ مین بیان فرمایا ہے۔ کہ آخری صدی کا یا مثلاً آخری ہزار کا۔ اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونیوالا ہے اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصہ کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم مین ہے۔ دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونیوالی ہے اطلاق کر دیتے ہین مثلاً کہدیتے ہین۔ کہ فلان مجدد بارہوین صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا گو وہ گیارہوین صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا یعنی گیارہوین صدی کے چند سال رہ اس نے ظہور کیا ہو۔

مرقع کے ایڈیٹر نے مرقع بابت دسمبر	کلمہ آیتہ کا ایڈیٹر مرقع کے مغالطہ کا جواب

کے صفحہ ۴ پر ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی عبارت نقل کرکے دعویٰ کیا تہا۔ کہ اس مین حضرت مرزا صاحب ۱۲۷۲ھ سنہ ہجری کو اپنا زمانہ ماموریت ظاہر فرماتے ہین۔ مین نے حل چیستان کے صفحہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ - مین بڑی تفصیل سے لکہا ہے کہ ایڈیٹر مرقع کا یہ دعویٰ کہ ازالہ کی عبارت صفحہ ۶۷۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ۱۲۷۴ سنہ ہجری مین مامور ہوکر آئے ہین۔ سراسر بے بنیاد ہے۔ بلکہ ازالہ کی اسی عبارت کا لفظ لفظ اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے۔ اسپر چاہیئے یہ تہا۔ کہ مرقع کا بہلا مانس ازالہ کی عبارت منقولہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرکے دکہلاتا۔ مگر اس امر کے تسلیم کرنے کے بعد کہ مرقع ص۵ پر جو دہوکا اس نے دیا تہا۔ اس مین اس نے نجاست خوری کی تہی۔ اب اصل مقصود سے کنارہ کرتا ہوا مرقع کے ناظرین کی آنکہون مین دہول ڈالنے کیلئے ازالہ کے صفحہ ۶۷۵ کی اصل عبارت مبحوث عنہا نظر انداز کرکے ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی یہ عبارت مرقع صفحہ ۴۲ پر لکہتا ہے۔

"وہ حدیثون مین یہ بات بوضاحت لکہی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا مین آئیگا۔ کہ جب علم قرآن زمین سے اٹہہ جائیگا۔ اور جہل شیوع پاجائیگا اور یہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف ایک حدیث مین اشارہ ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اسکا اس سن ہجری مین شروع ہوگا۔ جو آیت وانا علی ذہاب بہ لقادرون مین بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ سنہ ہجری" اس عبارت کا ایک ایک لفظ ہمارے

مؤیدّا ور ایڈیٹر مرقع کے مدعا کے منافی ہے نہ معلوم ایڈیٹر مرقع نے اس عبارت کو کس غرض سے نقل کیا ہے۔

خدا کے لیے ایڈیٹر مرقع اپنے دماغ کا علاج کرائین ورنہ خوف ہے کہ اسلام کے مخالفون کی تردید کرتے ہوئے کہین اسلام پر بیجا حملے کر کے دشمنون کو ہنسی کا موقع دین۔ سنو نادان شاید تم نے اس عبارت مین جو لفظ آئیگا ہے اسکا یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسیح موعود ۱۲۷۵ھ مین مامور ہو کر آئیگا۔ حالانکہ مین حل چیتان کے صفحہ ۷، ۸ و ۹ مین تمہارے اس مغالطہ پر پوری بحث کر چکا ہون۔ پھر نہ معلوم تم نے دوبارہ اس مغالطہ کو کیون پیش کیا ہے۔ تف ہے تمہارے اس دعوےٰ فضیلت پر۔ اس

دادا گود کھڈایا۔ کے آخر مین ایڈیٹر مرقع نے یہ ایک پنجابی مصرع تمسخر کیطور پر لکھا ہے۔ ع۔ آسی آدم تہین آگے ہوئے تے دادگو دا کھڈایا گو غیر متعلق ہے۔ پھر دل چاہتا ہے کہ اسپر ایڈیٹر مرقع سے پوچھین کہ حضرت کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے ارشاد نبوی کی تشریح کر کے بتائے کہ اسکا نشانہ کون ہے۔

چودہ سو کے قریب دسمبر کے مرقع صفحہ ۶ پر چیتان کے لکھنے والےکا ایک آخری مغالطہ یہ بھی تھا۔ کہ ازالہ حصہ ۲ ۶۹۲ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین آنا چاہیئے۔ اسکا مفصل اور نہایت معقول و مدلل جواب حل چیتان کے صفحہ ۳ تا ۱۶ مین دیا گیا ہے۔ اسی اعتراض

کو مرقع صفحہ ۲۸ تا ۳۲ مین پہر دوبارہ دہرایا گیا ہے اس کے جواب مین مرقع کے نافہم ایڈیٹر کو یاد رکہنا چاہیئے۔

کہ جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ مرزا صاحب کا یہ دعوے نہین کہ مین چودہ سو برس کے بعد آیا ہون۔ بلکہ تم نے مرقع ص۲۹ سطر ۱۵۔۱۶ مین مرزا صاحب کی عبارت ازالہ کی نقل کرنے کے بعد خود نمبر ۲ مین لکہا ہے ،، کہ آنحضرتؐ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کے درمیانی زمانہ کے قریب قریب ہونا اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ،، تو پہر بتاؤ کہ چیستان کا دعوے وہ کہ مرزا صاحب کی اس عبارت کا یہ مطلب ہے۔ کہ مسیح موعود آنحضرتؐ کے چودہ سو سال بعد آئیگا ،، باطل ہوا یا نہین۔

تمہارا اپنا یہ خیال کہ مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہین۔ تو ان کو چودہ سو برس پورے گزار کر آنا چاہیئے تہا۔ اس کے ہم ذمہ وار نہین ہان مرزا صاحب کو جس بات کا دعوے ہے اسپر بیشک ہمارا ایمان ہے۔ اگر اسپر تمہارا کوئی اعتراض ہو تو پیش کرو۔ بعض عبارتون مین تمہارا یہ لکہنا کہ مرزا صاحب نے یہ لکہا ہے۔ کہ مسیح موعود چودہ سو برس پورے کر کے آنحضرتؐ کے بعد مامور ہوگا۔ بالکل بہتان ہے۔ احمق تم نے ازالہ ۶۹۲ کی عبارت خود دسمبر اور مارچ کے اس مرقع مین نقل کر کے مانا ہے کہ مرزا صاحب لکہتے ہین۔ کہ مین آنحضرت کے بعد اس زمانہ کے قریب قریب زمانہ مین آیا ہون جو

ایڈیٹر مرقع کی نافہمی

حضرت مسیحؑ اور حضرت موسیٰ کے مابین تہا۔ جاہل تمہین اتنی بات کی بہی خبر نہین۔ کہ جب مرزا صاحب

یہ سب باتین کہتے ہین۔ تو کیا قریب قریب کے لفظ کے معنے یہ ہوئے۔ کہ پورے چودہ سو برس گذار کر مسیح موعود آتے۔ نادان! شاید تم خیال کرتے ہو۔ کہ کسی عدد کا دوسرے عدد کے قریب قریب ہونیکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ دونون عدد مساوی ہین۔ افسوس اور حیف ہے تمہارے شیر پنجاب کہلانے پر۔

مرقع کے ان صفحات پر تم نے جو یہ زور لگایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ کا درمیانی فاصلہ ۱۴۰۰ برس تھا۔ بالکل غیر متعلق ہے ہمکو نہ اس سے انکار تھا۔ اور نہ یہ کوئی مبحوث عنہ بات تھی۔ ہم نے تو حل چیستان مین اس دعویٰ کا ابطال کرنا تھا۔ جو تم نے دسمبر کے مرقع صفحہ ۹ پر کیا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے چودہ برس بعد آنحضرت ؐ کے مسیح موعود کا آنا لکھا ہے۔ سو وہ ہم نے محض خدا کے فضل سے بالکل او جوہ باطل کر کے دکھایا تھا۔ اور لکھا تھا کہ ازالہ کی عبارت مین یہ ہرگز نہین۔ کہ مسیح محمدی صلعم۔ مسیح موسوی علیہ السلام کیطرح پورے چودہ سو برس گذار کر آویگا۔ بلکہ اس عبارت کا منشا تو یہ ہے کہ اس قدر مدت گذار کر تو نہین آئیگا البتہ اس مدت کے قریب قریب مدت گذار کر آ دے گا۔ سو الحمد للہ کہ اس کے مطابق ہمارا مسیح پورے ۱۳۰۰ مین آیا۔

سو پہلے چیستان کے دعویٰ کے باطل ہو جانیکے بعد اب اگر تمکو یہ شک دامن گیر ہوا ہے۔ کہ تیرہوین صدی کو اور چودھوین صدی۔ کو قریب قریب نہین کہہ سکتے۔ تو اس کا جواب تم بیشک پوچھ سکتے ہو۔

ہمارا دعویٰ ہمارا یہ دعوے ہے۔ کہ تیرہوین صدی کو چودھوین صدی کے

قریب قریب کہہ سکتے ہین! ور یہ کہ جو عدد قریب قریب ہون۔ انکو مساوی نہین کہہ سکتے اور یہ کہ مشابہت قلیل فرق کو چاہتی ہے۔

سو اس کی دلیل اپنے مرقع مین جسکو ہم اس جگہ نقل کرتے ہین۔ بغور پڑہو۔ ناظرین اس مین تو نہ ہمکو شک ہے اور نہ ایڈیٹر مرقع کو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی سینکڑون تالیفات مین یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس قدر مدت کے بعد تو جسقدر کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے چودہ برس کے بعد تشریف لائے تھے۔ مین نہین آیا ہوں البتہ اس فاصلہ کے قریب قریب مدت گذار کر انحضرت کے بعد مین ضرور آیا ہون۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح چودہ صدیان گذار کر تشریف لائے اور مین بعد آنحضرت تیرہ صدیان پوری کر کے مامور ہوا ہون۔ جیسے یہ امر ہمکو تسلیم ہے اسیطرح انکو ایڈیٹر مرقع کو حیرت ہے تو یہ کہ جب مرزا صاحب تیرہ صدیان گذار کر مبعوث ہوئے ہین۔ اور حضرت مسیح چودہ صدیان۔ تو یہ مرزا صاحب کس طرح لکھتے ہین۔ کہ تیرہ صدئین چودہ صدیون کے قریب قریب ہین۔ اس حیرت اور تعجب سے کہ مرزا صاحب پورے سو سال کے فرق کے باوجود تیرہ سو برس کو چودہ سو کے قریب قریب کہتے ہین۔ آپ نے ایک ایسی قوی اور بے نظیر دلیل لکھی ہے۔ جسکو پڑھ کر ایڈیٹر مرقع کے دماغی فتور کا یقین ہوتا ہے آپ کیسی لطیف بات کہتے ہین۔

دلیل "پس اب یہ امر تنقیح طلب رہا۔ کہ قریب قریب کے کیا معنے ہوتے ہین اور کیا ہونے چاہئیے۔ پس سنو! اعداد کا قاعدہ ہر زبان مین یہ ہے

کہ ایک دہاکہ سے دوسرے دہاکہ مین فاصلہ جس طرف کم ہو عدد کو اس دہاکہ کے
قریب قریب کہا کرتے ہین۔ مثلاً ایک عدد پورے بیس ہے اور ایک طرف اٹھارہ
۔انیس ہے۔ تو اٹھارہ انیس کی نسبت کہا جاوے گا۔ کہ قریب قریب بیس کے ہین
یہ کلام صحیح ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ اٹھارہ۔انیس۔تیس یا چالیس کے قریب
قریب ہین تو یہ محاورہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کے درمیان کے دہاکے چھوٹ جاتے
ہین اسیطرح بارہ یا ۱۳ کو۔ بیس یا تیس کے قریب قریب نہین کہہ سکتے ہین۔ بلکہ دس
کے قریب قریب کہہ سکتے ہین یہی وجہ ہے کہ عام محاورہ مین بولا جاتا ہے۔ دس
بارہ۔ بیس بائیس وغیرہ۔ اب جائے غور ہے کہ کہان چودہ سو اور کہان تیرہ سو؟
پوری صدی کا فاصلہ۔ مگر مرزائی اصطلاح مین یہ دو عدد باوجود اس بعد اور دوری کے
بہی قریب قریب ہین" اس دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص جس کے متعلق
تخمینہ ہے کہ وہ اٹھارہ سو برس سے مرا ہے یا انیس سو سے اس کے متعلق
کہا جاوے گا اسکو مرے قریب قریب بیس سو برس کے ہوئے ہین۔ اور اگر
اسکو مرے بارہ۔تیرہ سو برس تخمیناً گذرے ہین۔ تو اسکے متعلق یہ کہنا درست نہین
کہ اسکو مرے قریب قریب بیس صدیون کے گذرے ہین۔ بلکہ اگر کسی دہاکہ کیطرف
اسکی نسبت کیجا سکتی ہے تو یہ کہ اس بارہ۔تیرہ۔صدیان کے متعلق یہ کہا جاوے
کہ اسکو مرے قریب قریب دس صدیون کے گذرے ہین۔ دلیل تو بہت عمدہ ہے
مگر اب دیکہنا یہ ہے کہ آیا اسکو مطلوب سے کوئی تطابق ہے یا نہین۔ ایڈیٹر مرقع
کو جس بات پر تحیر اور تعجب تہا۔ وہ یہ تہی۔ کہ تیرہ سو۔ قریب قریب چودہ سو کے کس

طرح ہو سکتی ہین اور وہیں آپ نے یہ لکھی ہے کہ کسی عدد کو اگر کسی دہا کہ کیطرف نسبت دینی ہو تو ایسے دہاگہ سے اس کی نسبت ہو گی جو اس کے قریب ہو گا۔ اگر مرزا صاحب تیرہ سو برس کو بیس سو برس کے قریب قریب لکھتے تو تب ایڈیٹر مرقع یہ کہہ سکتے تھے کہ حضور تیرہ سو برس کو بیس سو کے قریب قریب نہ کہین بلکہ دس سو کے قریب قریب کہیئے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ نہ مرزا صاحب نے تیرہ سو کو بیس سو کے قریب لکھا ہے کہ ایڈیٹر مرقع کو اس قاعدہ کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی۔ اور نہ کسی اوپر کے عدد کیطرف اسکو نسبت کر کے قریب قریب کہا ہے۔

بلکہ اس بات کا تو یہان کوئی ذکر نہین تھا بحث تو آپ نے یہ اُٹھائی ہے کہ تیرہ سو کو قریب قریب چودہ سو کے نہین کہہ سکتے اور دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ تیرہ سو کو قریب قریب بیس سو کے نہین کہہ سکتے بلکہ قریب قریب دس سو کے کہین گے ایڈیٹر مرقع کے اس بیان مین جو خبط ہے اسپر ہمین زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ناظرین سمجھ لین کہ دعویٰ اور دلیل مین کیا تعلق ہے۔ دوسری بات جو آپ نے مدعا کے بالکل منافی اور ہماری تائید مین کہی۔ وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ مثلاً اگر اٹھارہ صدیان کسی واقعہ کو گذری ہون۔ تو اسکے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ قریب قریب بیس صدیون کے اس واقعہ پر گذر گئے ہین۔ اور تائید یون ہے کہ ایڈیٹر مرقع کے نزدیک جب اٹھارہ صدیون کو باوجود دو صدیون کے فرق کے بیس صدیون کے قریب قریب کہنا درست ہے اور اس مین کوئی حرج نہین۔ تو وہ ہم کو سمجھا دین۔ کہ اگر تیرہ سو اور چودہ سو مین ایک صدی کے فاصلہ ہوتے قریب قریب کا اطلاق

کرلین - تو کونسا محال لازم آتا تہا -

تیسرے یہ بات کہ جو نسبت تیرہ کو چودہ کے ساتہہ ہے وہی نسبت تیرہ سو اور چودہ سو کو باہم ہے - اگر تیرہ کو چودہ کے قریب قریب کہنا جائز ہے تو بتائے تیرہ سو کو چودہ سو کے قریب قریب کہنے مین کونسا محذور لازم آتا ہے - اصل جواب سے فارغ ہو کر ہم اپنے ناظرین کے فائدہ کے لئے بہتر سمجہتے ہین - کہ یہ بہی ظاہر کر دیا جاوے کہ مرقع کے ایڈیٹر نے صفحہ ۲ مین یہ دیں جو اثبات میں اس کے عا لگی تہی کہ تیرہ سو کو چودہ سو کے قریب نہین کہ سکتے - یہ دہوکا اسکو کیون لگا ہے - حقیقی وجہ تو یہ تہی - ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد - میلش اندر طعنۂ پاکان زند - ہان ظاہری طور پر یہ ہے - کہ اسکو یہ خیال نہین آیا - کہ عدد جب ہوتا ہے - کسی معدود کا ہوتا ہے معترض اس کے ذہن مین ایک صدی جو تیرہ سو اور چودہ سو کے فاصلہ کی تہی - وہ تو آگئی پر اس کو یہ سمجہ مین نہ آیا کہ تیرہ اور چودہ کے عدد کا اطلاق آخر کسی معدود پر ہوتا ہے - اگر ایک معدود جسپر اٹہارہ کے عدد کا اطلاق ہوتا ہے اسکو قریب قریب بیس کے معدود کے کہ سکتے ہین - تو کیا تیرہ کے معدود کو چودہ کے معدود کے قریب قریب نہین کہ سکتے اس نے جبطرز پر مثالین دی ہین - اس سے یہ بہی صاف سمجہ مین آتا ہے - کہ اس کے دماغ مین حل چیستان کے پڑہنے سے پراگندگی سی پیدا ہو گئی ہے - اگر وہ ذرا بہی توجہ کرتا - تو اس قدر صریح غلطیون کا جسپر بچے بہی ہنسین گے - مرتکب نہ ہوتا -

نادان نے کئی مثالین دی ہین - اور یہ نہین سوچا - کہ مثلاً یہ جو کہتا ہے - کہ ۱۸ - قریب قریب بیس کے ہین - تو آخر ۱۸ - اور بیس بہی کوئی شے ہوگی - اگر اس

مین سمجھہ کا مادہ ہوتا تو اسی سے سمجھہ لیتا۔کہ اعداد کا تعلق کسی خاص معدود سے نہین ہوتا۔پہر اگر اٹھارہ کروڑ کو باوجود دو کروڑ کے فرق کے بیس کروڑ کے قریب قریب کہہ سکتے ہین۔تو کیا تیرہ سو کو قریب قریب چودہ سو کے نہین کہہ سکتے۔

دوسرے یہ کہ قریب قریب کے معنے اس نے یہ سمجھے ہین۔کہ وہ دونون عدد

سطر ۵ مرقع صفحہ ۳۱ سطر ۱ کی یہ عبارت پڑھو۔الا۔اس عبارت مین مرزا جی نے بتصریح تمام لکھا ہے کہ دونون زمانے باہم مشابہ یعنی برابر ہونے چاہئین "۔ یہ مشابہ کا لفظ اسی قریب قریب کے معنے مین آیا ہے۔جس کے معنے آپ کرتے ہین یعنی برابر منہ

ایڈیٹر مرقع!

میری اس تمام تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے دسمبر کے مرقع کی چیستان کے حل کو ضعیف و کہانے کیلئے فروری کے مرقع مین جسقدر زور لگایا ہے۔وہ سب ہیچ ہے۔اور عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔آپ کو فروری کے مرقع کا یہ مکمل جواب (ضرب الله تعالیٰ علی وجہ الدجال) مع حل چیستان کے رجسٹری کرکے بہیجا جاتا ہے۔تاکہ اپنے اقرار (مرزا

---

*۔ دجال سے مراد شیطان ہے۔جس خبیث محرک کے پنجے مین آپ گرفتار ہو کر یہ دجالیت کے کام کر رہے ہین۔آپ کو مجبور سمجھکر جوتے بہی اسی کے منہ پر لگائے گئے۔ منہ

مساوی ہون - حالانکہ یہ ایسی احمقانہ حرکت ہے کہ کسی طفل مکتب سے بہی سرزد نہو گی - اسی احمقانہ حرکت کیوجہ سے مرقع صفحہ ۱۲ پر ایک لطیفہ تنا دیہ لکہا ہے یعنی وہان بہی سطر ۴ کے لفظ قریب قریب کو نظر انداز کیا ہے -

حمد اور دعا

بحمد اللہ کہ محض اللہ تعالے کے فضل اور اسکی نصرت کے سہارے سے نہ اپنے کسی علم یا لیاقت سے مین نے ایڈیٹر مرقع کی تمام نافہمیون کو ظاہر کر کے حق کو آئینہ کیطرح ناظرین کے سامنے رکہدیا ہے -

---

بقیہ حاشیہ ۵ اور مرزائیون کو نوٹس کے ضمن مین بہی تم ماخوذ رہو اب آپ کا اختیار ہے - چاہے ہمارے مطالبہ کے بغیر ہی وہ موعود انعامی رقم بہیجدیجئے - اور

---

۵ مرزا اور مرزائیون کو عام نوٹس

ہم نے جو اختلاف بیانی دسمبر اور فروری کے مرقع مین مرزا صاحب کی لکہی ہے - اس کے جواب کیلئے ہم نے سابق مین مبلغ پانسو روپیہ خاص مرزا صاحب کیلئے انعام رکہا تہا - جسپر مرزائیون نے واویلا مچایا - کہ تخصیص مرزا صاحب سے کیون کیگئی ہے اس تخصیص کو اٹہا دیجئے - اس لئے آج ہم بذریعہ اس اعلان کے اس تخصیص کو اٹہاتے ہین کہ اگر کوئی مرزائی بہی اس چیستان کو حل کر دیگا - تو اسکو بہی مرزا جی سے نصف انعام دیا جاویگا - کیونکہ وہ مرزا جی کے ماتحت ہونیکی حیثیت مین ان کے برابر انعام نہین پا سکتے - درصورت نہ دینے کے انکا حق ہوگا - کہ بذریعہ

اس حق کو سمجھانا اور اسکی سمجھ سب اللہ تعالے کے ہاتھ مین ہے۔ آخر مین حضرت آقائے نامدار مسیح موعود کیخدمت مین صلاح دارین کی دعا کی درخواست کرکے یہ پُر معصیت ہیچکارہ خدا تعالے سے اور بہت سی دینی خدمات کے بجا لانے کی توفیق طلب کرتا ہوا اپنے مولی کریم سے التجا کرتا ہے۔

اے خداوند من گناہم بخش | سوئے درگاہِ خویش راہم بخش۔
روشنی بخش در دل و جانم | پاک کن از گناہِ پنہانم۔

خاکسار فضلدین مدرس ہائی سکول قادیان

بقیہ حاشیہ۔ اور خواسے ہے تو چند روز خاموش رہ کر المرء یؤخذ باقرارہ کا مزہ اٹھایئے۔ منہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔ نالش وصول کرین۔ (اخبار اہلحدیث صفحہ ۲ کالم اول مطبوعہ ۱۴ فروری ۱۹۰۸ء)

خلاصہ مفید عام

دسمبر کے مرقع قادیانی مین مولوی ثناء اللہ امرتسری نے "چیستان مرزا" ایک انعامی مضمون جسکا خلاصہ آگے بہی آتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کو چیلنج دیکر شایع کیا تہا اس کے جواب مین خاکسار راقم نے دسمبر مین ایک رسالہ بنام حل چیستان ۔شایع کرنے کے ساتھہ ہی ابوالوفاء سے جسکا رویہ اذا خاصم فجر واذا وعد غدر ہے انعامی رقم کا مطالبہ کرکے الکریم اذ وعد وفی کی پابندی چاہی تہی ۔ ابی الوفاء نے ہمارے مطالبہ سے بکلی انکار کرکے فروری کے مرقع مین اصل بحث کا اکثر حصہ نظر انداز کرکے حل چیستان پر نکتہ چینی کی ہے ۔چیستان کا مکمل حل تشحیذ نمبر ۱۱ ۱۹۰۸ء مین اور فروری کے مرقع پر مفصل بحث تشحیذ نمبر ۲ ۱۹۰۸ء مین ہوچکی ہے ۔یہان پر مین مناسب خیال کرتا ہون ۔کہ عوام ۔کے لیئے جنہون نے اس تنازع کے متعلق فریقین کی تحریرین نہین پڑہین اور ان لوگون کے لیئے جو لمبی تحریرون کے پڑہنے کے عادی نہین اس بحث کا ایک نہایت مختصر اور عام فہم خلاصہ لکہدون ۔سو ایسے اصحاب کی خدمت مین گذارش ہے ۔کہ دسمبر کے چیستان مین مرقع کے ایڈیٹر نے کئی دعوے کیئے تہے ۔

پہلا دعوے یہ کیا تہا ۔کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ و صفحہ ۱۸۶ و صفحہ ۳۱۱ کو ملا کر پڑہا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے کلام مین اختلاف ہے کیونکہ

ازالہ ص۶۹۳ پر مرزا صاحب نے اپنے مامور ہونیکا زمانہ چھٹا ہزار بتایا ہے اور ازالہ ص۱۸۶ پر اپنے مامور ہونیکا زمانہ سن ۱۳۰۰ھ ہجری کو کہتے ہین۔ حالانکہ ازالہ ص۲۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ سن ۱۲۷۵ھ ہجری کو چھٹا ہزار ختم ہو چکا ہے۔

دوسرا دعویٰ ایڈیٹر مرقع نے یہ کیا تھا۔ کہ ازالہ ص۱۸۶ کے خلاف مرزا صاحب ازالہ ص۶۷۵ پر سن ۱۲۷۵ھ ہجری کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ ظاہر کرتے ہین۔

تیسرا۔۔ دعویٰ یہ کیا تہا۔ کہ ازالہ ص۶۹۲ مین مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ مسیح موعود کے مامور ہونیکا زمانہ آنحضرت صلعم کے انتقال سے چودہ سو ۱۴۰۰ سال بعد مقرر ہے پس مرزا صاحب سن ۱۳۰۰ھ ہجری مین دعویٰ کر کے کسطرح مسیح موعود ٹھہر سکتے ہین۔

ایڈیٹر مرقع نے ان تینون باتون کو لکھکر شایع کیا تہا۔ کہ عبارات صفحات محولہ مین ایسا اختلاف ہے۔ کہ اسکی تطبیق ناممکن ہے۔ کیونکہ سن ۱۳۰۰ھ ہجری اور سن ۱۲۷۵ھ ہجری اور سن ۱۴۰۰ھ ہجری اور الف ششم جو کہ سن ۱۲۷۵ھ ہجری کو ختم ہوا تھا باین تفاوت بیّن یہ مختلف سنون ایک شخص کے مامور ہونیکا زمانہ کسطرح ہو سکتے ہین۔

مین نے بوضاحت تام حل چیستان مین بیان کیا ہے کہ ازالہ کے حوالہ جات مین کوئی اختلاف نہین۔ یہ اختلاف محض ایڈیٹر مرقع کی تحریف اور نافہمی کا نتیجہ ہین دعویٰ اول مین ایڈیٹر مرقع نے ایک غلطی یہ کی ہے۔ کہ ازالہ ص۲۱۱ کی عبارت کا یہ مفہوم سمجھا۔ کہ چھٹا ہزار سن ۱۲۷۵ھ ہجری کو ختم ہوا ہے حالانکہ اس عبارت کا یہ مطلب تہا۔ کہ سن ۱۲۷۵ھ ہجری کو چھٹا ہزار (بحساب قمری) ختم ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی اور تحفہ گولڑویہ ص۹۳ وغیرہ مین اس بات کو کہولکر بیان کیا ہے۔

دوسری غلطی یہ کی کہ چھٹے ہزار کو مرزا صاحب کے مامور ہونیکا زمانہ قرار دیا حالانکہ ازالہ کی اسی عبارت مین جسکا حوالہ ایڈیٹر مرقع نے دیا ہے علاوہ سینکڑون تحریرون کے صاف یہ لکھا ہے کہ چھٹے ہزار کو مرزا صاحب اپنی پیدایش کا زمانہ لکھتے ہین جب ایڈیٹر مرقع کے اس غلط دعوے کی اصل حقیقت یہ ٹھیری کہ چھٹا ہزار سنہ ۱۲۷۰ ہجری کو ختم ہوا نہ سنہ ۱۲۴۷ کو۔ اور یہ کہ اس چھٹے ہزار مین مرزا صاحب پیدا ہوئے ہین نہ مامور۔ تو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت کو جس مین مرزا صاحب سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ کہتے ہین۔ ازالہ صفحہ ۳۱۱ کی عبارت سے مختلف سمجھنا بالکل بیجا ہی

اسی طرح ایڈیٹر مرقع کا دوسرا دعویٰ بھی نافہمی پر مبنی ہے۔ ازالہ صفحہ ۶۷۵ کیا۔ کسی تحریر مین بھی مرزا صاحب نے یہ نہین لکھا۔ کہ سنہ ۱۲۷۴ ہجری مین مامور ہوا ہون۔ نہ معلوم ایڈیٹر مرقع نے کیون یہ جھوٹا افترا مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ سنہ ۱۲۷۴ ہجری کو مامور ہوئے ہین۔ یقین جب مرزا صاحب کی کسی تحریر مین یہ نہین لکھا۔ کہ مین سنہ ۱۲۷۴ ہجری کو مامور ہوا ہون۔ تو ایڈیٹر مرقع کا کتنا بڑا ظلم ہے کہ ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی عبارت کو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت سے جسمین مرزا صاحب اپنے مامور ہونیکا زمانہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری لکھتے ہین۔ مخالف بتاتا ہے۔

ان دونون دعوون کی طرح یہ تیسرا دعویٰ بھی کہ ازالہ صفحہ ۶۹۲ پر مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے مامور ہونیکا وقت آنحضرت صلعم کے انتقال سے چودہ سو سال بعد قرار دیتے ہین۔ بالکل محض بہتان ہے۔ مرزا صاحب نے ہرگز یہ کہین نہین لکھا پس ازالہ صفحہ ۶۹۲ کی عبارت کو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت سے جس

مین سنہ ۱۳لہ ہجری ۔ مرزا صاحب اپنے مامور ہونیکا زمانہ بتاتے ہین ۔ مخالف ظاہر کرنا ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا کہ پہلے دو دعون مین بتایا گیا ہے ۔ مین پھر بڑے زور سے کہتا ہون لہ کہ یہ بالکل افتراء ہے ۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو مامور ہونے کا زمانہ قرار دیا ہے ۔ بلکہ ازالہ صفحہ ۶۷۵ - ۲۲، ۶۷۵ مین اس امر کو کھول کھول کر بوضاحت تام لکھا ہے ۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین سخت ظلمت اور تاریکی تھی جس کی مدت بعد مرزا صاحب مامور ہوئے ہین ۔ اگر ایڈیٹر مرقع سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو حضرت مرزا صاحب کے مامور ہونے کا زمانہ آپ کی کسی تحریر یا کسی تقریر سے ثابت کردیگے تو مین ان سے انعامی رقم ہرگز وصول نہ کرون گا ۔

اسی طرح یہ دوسرا دعوے بھی کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۴۰۰ سو سال بعد ہجرت کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ کہین لکھا ہے آپ کی کسی تحریر سے یا آپ کے کسی ثقہ مرید کی ہی تصنیف سے دکھا دین تو بھی مین حلفی وعدہ کرتا ہون ۔ کہ آپ کے مقابلہ مین کبھی ایک حرف بھی نہ لکھونگا ۔ جو تراشیدہ خیال ایڈیٹر مرقع نے حضور مرزا صاحب کیطرف منسوب کیا ہے یہ محض افترا ہے ۔ فتح اسلام کے صفحہ ۱۱ - ۱۴ - ۱۵ - اور ازالہ کے صفحہ ۶۹۲ مین کافی تردید ہے ۔ ایڈیٹر مرقع نے چوتھا دعوے یہ کیا ہے کہ مرزا صاحب نے سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو بھی کہین اپنے مامور ہونے کا زمانہ لکھا ہے ۔ اسکے متعلق بھی مین دعویٰ کرتا ہون ۔ کہ اگر قمری حساب کے رو سے الف ششم یعنی سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو مرزا صاحب

لہ چیستان کا حل اور مرقع فروری کی حرفہ تردید ۔ تحفہ

کی ماموریت کا زمانہ جیسا کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے حضرت مرزا صاحب کے کلام مین ثابت کر دین تو مین آپ سے حلفی وعدہ کرتا ہون ۔ کہ آپ کو پچیس روپیہ معاوضہ دونگا ۔ بشرطیکہ آپ ان باتون کو سفیہانہ رنگ مین ہنسی مین نہ اڑا دین ۔ حدیث مین ہی ایاکم والظن ۔ حقیقۃ الوحی صنا۲ مین حضرت امامنا مرزا صاحب نے ایڈیٹر مرقع کے اس خیال کی کافی تردید لکھی ہے ۔

مین ایڈیٹر مرقع کو اس مضمون مین بڑی تحدی سے خدا کے فضل سے یہ اعلان دیتا ہون ۔ کہ جو کچھ مین نے حل چیستان مرزا مین لکھا ہے ۔ اگر اسکو آپ غلط ثابت کر دین ! اور اپنے چیستان کے مضمون کو حضرت مرزا صاحب کی تحریرون سے ثابت کر دین ۔ تو مین علاوہ اسکے کہ آپ کو انعامی رقم معاف کر دونگا ۔ اور آئندہ آپ کے مقابلہ

بقیہ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صہ۹۳ کی عبارت ہذا ،، خدا تعالے نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلعم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنی تئیس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت ۔ گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلعم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہین ،، اور تحفہ الندوہ صنا کی عبارت ذیل ،، جن لوگون نے نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونیکا دعوی کیا ۔ اور وہ لوگ ایسے افترا کے ساتھ جس سے لوگون کو گمراہ کرنا مقصود تہا ۔

مین کچھ نہ لکھون گا - مزید بران اور بھی نذر کرونگا۔اس سے بڑھکر آپ کے ساتھ یہ
ایک اور خاص رعایت کرتا ہون کہ جو حوالجات کتربیونت کرکے حضرت مرزا صاحب
کی کلام سے آپنے نقل کئے ہین انہی کے روسے اگر آپ اپنے مدعا کو ثابت کردکھاوین
تو بھی میرا حتمی وعدہ ہے - کہ مین آئیندہ آپ کے مقابلہ مین کچھ نہ لکھونگا۔ مگر یاد رہے
کہ حق اور سچ وہی ہے جسکو مین نے حضرت امام ہمام علیہ السلام کی تحریر دن سے منکل الوجوہ
ثابت کردیا ہے۔کہ الف ششم مین جو کہ ۱۲۰۰ ہجری کو ختم ہوا آپ کی پیدایش ہوئی (نہ کہ
ماموریت) کیونکہ آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ ہجری کو ہوئی ہے اور اسکے بعد الف ہفتم مین اُس
وقت جبکہ تیرھوین کا اواخر اور چودھوین صدی ہجری کا ابتدا تھا آپ مامور ہوئے اور
۱۲۰۰ھ ہجری کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے مامور ہونے کا زمانہ ہرگز ہرگز کہین نہین
لکھا - اور نہ ہی کہین ۱۴۰۰ سو سال بعد ہجرت مسیح موعود کے مامور ہونے کا - یا اپنی
ماموریت کا زمانہ قرار دیا ہے - خاکسار راقم (اللھم اغفرلہ ولابیہ ولامہ واخیہ)

بقیہ حاشیہ - تئیس برس تک جو آنحضرت صلعم کے ایام بعثت کا کل زمانہ
ہے - زندہ رہے ! ... سے مرقع کے حصہ فرودی اور تحفہ گولڑویہ
صفحہ ۹۰ کے پس وپیش کی تفصیل متعلق تفریق حساب شمسی اور قمری سے جس
کا اس رسالہ کے صفحہ ۵۲ پر ذکر ہے امرقع حصہ مارچ کی پوری پوری تردید
اور دسمبر کی چیستان کا حل بااحسن الوجوہ ہو گیا - والحمد للہ علی ذلک

منہ

ایڈیٹوریل نوٹ

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے ہمارے رسالہ کے ناظرین واقف ہی ہیں۔کیونکہ تشحیذ الاذہان جلد ۲ نمبر ۱۱ مین آپ کے ایک مضمون کا جواب مولوی فضل الدین صاحب کی قلم سے لکھا ہوا شائع ہو چکا ہے جس مین مولوی صاحب نے دلایل قاطعہ سے اسبات کو ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جن کلمات مین اختلاف پیدا کرنے کی کوشش مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور حضرت مسیح موعود نے جو کچھ لکھا ہے اس مین کوئی اختلاف نہین۔اور خود حضرت کی کتابون سے نظیرین دین تہین۔اور ان فقرات کو جو زیر بحث تہے حل کر دیا تہا۔چونکہ یہ مضمون چہپ چکا ہے اور ناظرین رسالہ پڑھ چکے ہین اس لئے اِس جگہ اُس کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ہان اسقدر لکھنا ضروری سمجھتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو انعام اپنے مضمون کے جواب کے لئے مقرر کیا تہا وہ ادا نہین کیا۔اور باوجود مولوی فضل الدین صاحب کے بار بار نوٹس دینے کے اور اخبارون مین بہی شایع کرنے کے وہ اب تک خاموش ہین۔ہان اور بحثین چہیڑ کر اصل مطلب کو خبط کرنا چاہتے ہین۔مین افسوس کرتا ہون کہ مولوی صاحب کو اسقدر تلملانے کی کیا ضرورت تہی۔اور اس مخمصہ مین پڑنے کی کیا حاجت تہی۔اول ہی سے اسبات کو سوچ لیتے اور ہر فرعون را

موسیٰ کی مثل پہ غور کرتے ہوئے انعامی مضمون رہکتے ہین یونہی سے مضمون شایع کرا دیتے۔جو کہ بظاہران کے ناظرین مرقع کے بہلانیکے لئے کافی ہوتا۔کیونکہ وہ بہی تو حضرت مسیح موعود کی کتب سے بالکل ناواقف ہین۔ اور نہین جانتے کہ آپ کے کیا دعوی ہین۔اور کن ثبوتون سے آپ کی نبوت پائیہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔اور اگر انعام ہی رکہنا تہا۔تو چاہئے تہا۔کہ مدعی کے اس کا فیصلہ کیا جاتا۔خیر انعام کا معاملہ تو مدعی اور مدعا علیہ خود سمجھ لینگے اس وقت مین ناظرین کے سامنے یہ بات پیش کرنی چاہتا ہون کہ مولوی صاحب نے حل چیستان کا جواب لکہا ہے جو مرقع قادیانی مین شایع ہوا ہے۔مگر افسوس یہ ہے کہ انہون نے کسی بات جواب دیا ہے اور نہ اپنے مضمون پر روشنی ڈالی ہے چند سے کے سروپا باتون کا ایک مجموعہ اپنے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا ہے جسکو کچہہ وہی سمجہتے ہونگے ہمین تو وہ بے تعلق سی معلوم ہوتی ہین ۔ اور اس کا اصل مضمون سے کوئی کہلا کہلا جوڑ معلوم نہین ہوتا۔ ہان اس مین انہون نے ناظرین مرقع کو دہوکا دیکر اپنے جواب کی خامی کو چہپانا چاہا ہے۔مگر اس طرف اس قدر توجہ کی ہے کہ بہت سی جگہون پر بہت سخت پہسلے ہین۔ایک جگہ کچہہ لکہتے ہین آگے جاکر کچہہ اور ایک بات کو پہلے تو رد کرتے ہین۔اور پہر اسی کی تائید پہ زور دیتے ہین۔اور اس اپنی عیب پوشی کی کوشش مین اور بہی نقصان اٹہایا ہے۔ مولوی فضل الدین صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان نے جنکو مولوی صاحب کی تحریرین

سے خاص دلچسپی ہے اور وہ مدت سے آپ کے مضامین پر نوٹس دیتے رہے ہین۔اس مضمون کا بہی جواب دیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ خوب دیا ہے مولوی صاحب کے ہر ایک اصول کو جو کہ انہون نے احمدی فرقہ کے برخلاف قرار دیا ہے۔خوب عمدگی سے رد کیا ہے اور بعض جگہ مولوی صاحب کے بیان کردہ اصول کو انہین کی تفسیر سے غلط ثابت کر دیا ہے اور مولوی صاحب کے کلام سے کئی ایسی باتین نکالکر دکہائی ہین۔جو کہ اسلام کے اصولون کے بالکل برخلاف ہیں۔اور زمانہ بعثت اور آن بعثت پر بہی خوب بحث کی ہے جو کہ قابل دید ہے۔امید ہے کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین اس جواب کو عام طور پر ان لوگون کو دکہائین گے جو کہ مرقع کے پڑہنے والے ہین تاکہ وہ بہی مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر سے واقفیت حاصل کرلین۔اور امید ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بہی آئندہ جواب مین کسی قدر احتیاط سے کام لین گے۔

والسلام

ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان۔

گائے کا اندیشہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مین نے ایک برگد کے درخت کے نیچے بہت

سی۔۔۔ ہر گدیان گری ہوئی دیکھین جو کہ اس درخت کے نیچے تمام جگہ پھیلی ہوئی تھین۔ اور کچھ ہوا سے اڑکر ادہر اُدہر کھیتون مین گری پڑی تھین۔ مین نے ان ہر گدیون مین سے ایک کو اٹھایا اور کھول کر دیکھا۔ تو اس مین صدہا چھوٹے چھوٹے دانے تھے۔ مین نے ان کو گننا بہی پر اچھی طرح سے مین ان کو گن نہ سکا۔ کیونکہ وہ بہت چھوٹے تھے! اور ایک دوسرے کے ساتھہ ملے ہوئے تھے! اس وقت میرے دل مین ایک بات کا خیال آیا جسکو کہ مین نے پہلے اپنے ایک محسن بزرگ سے سُنا ہوا تہا۔ کہ یہ درخت اور اسکے بیشمار پہل اور پہر ہر ایک پہل مین صدہا دانے اور ان مین سے ہر ایک دانہ اس اتنے بڑے بڑ کا بیج ہے جسکے نیچے صدہا آدمی آرام پا سکتے ہین اور پاتے ہین۔ اور جسکے پتون مین ہزارون پرندے بسیرا کر سکتے ہین اگر ان سب پہلون کے دانے جو اپنی عمر مین ایک بڑ لاتا ہے! اور پہر تمام دنیا کے بڑ جو کہ اب تک پہل لا چکے ہین۔ وہ سب زمین مین جڑ پکڑ جاتے اور پہر ان سب نئے بڑون کے دانے زمین پر اُگتے تو چند ہی سال مین دنیا پر بیشمار بڑ ہو جاتی اور پہر جبکہ وہ بہی اپنا پہل لاتے تو اس زمین پر کچھ عرصہ کے بعد بڑ ہی بڑ نظر آتے اور کسی درخت کی گنجایش ہی نہ رہتی اور یہان تک ہوتا کہ لوگون کے رہنے کے لئے بہی جگہ نہ رہتی۔

اور پہر اگر ہم آم کے درخت کیطرف دیکھین کہ وہ اپنا بور کتنا لاتا ہے اگر وہ سب اسکا بور آم بنے اور اس مین سے ایک بہی نہ جہڑے تو اس کو کتنے آم لگین۔ اور پہر کچے آمون مین سے بہی ایک نہ گرے اور نہ اسکو کوئی پرند کہاوے

اور پہر وہ سب پک جاوئین - تو پہلے تو آم کی شاخون مین ہی برداشت نہین کہ اتنے بوجہہ کو برداشت کر سکین - وہ تو اس کے پہل کے بوجہہ سے ہی ٹوٹ جادین گی اور اگر یہ مان بہی لیا جاوے کہ وہ اس بوجہہ کو برداشت کرلینگی تو اگر ہم اسکی تمام گٹھلیون کو جمع کرین اور پہر انکو بودین اور وہ پرورش پاوین اور بڑے درخت ہو جادین اور پہر آگے انکی گٹھلیون کو بودین تو چند ہی سال مین کتنے آمون کے درخت ہون گے اور آگے پہر انکی گٹھلیونکے آم لگین - تو دنیا کا کیا حال ہو - غرض ہر ایک درخت کیطرف غور سے دیکہین اور خیال کرین تو ہر ایک درخت کی خاصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود ہی بڑہے اور دوسرے تمام درخت اور تمام چیزین کیم معدوم ہو جائین اور یہ کہ وہی درخت سب سے زیادہ مفید ہی ہو۔

اسی طرح آپ جنگلی جانورنکی طرف دیکہین اگر وہ بہی اس طرح بڑہین تو دنیا مین چیرنے پہاڑنے والے جانور ہی رہ جاوین - اسی طرح اگر گہوڑون اور گدہون کی نسل جتنی پیدا ہو وہ سب کی سب اپنی بلوغ کی عمر کو طے کرے تو یہ جانور اتنے ہو جائین کہ انسان کو تنگ کرنے لگین - اور زندگی کا مزا پہیکا ہو جائے - نہ تو کہین سر رکہنے کی جگہ رہے اور نہ پاؤن رکہنے کا ٹہکانا -

لیکن وہ اللہ جو کہ حکمت سے پر اور ہر ایک چیز کو اس کے اندازے سے بناتا ہے - اور اسنے ہر ایک چیز کو درخت ہو یا گہاس پرندے ہون یا درندے انسان ہون یا جن سب کو ایک اندازے سے بنایا ہے اور کوئی چیز لغو نہین بنائی ہے - اور ہر ایک چیز مین کچہہ کچہہ فائدہ ضرور رکہا ہے - یہ بڑ جس کا مین نے پہلے ذکر کیا ہے اسکی پہل کو جانور

کہاتے ہین۔اور آم جبکہ ابہی کچے ہی ہوتے ہین کچہ تو ان کو جانور کہاتے ہین اور کچہہ تیز ہوا سے گرجاتے ہین اور یا ان کو کچا ہی توڑ لیا جاتا ہے اور ان کا اچار وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔اسی طرح انجیر۔انگور۔آڑو۔انار اور بہت سے پہلدار درخت ابہی کچے ہی ہوتے ہین۔کہ ان کو پرندے کہانے شروع کر دیتے ہین۔اور وہ اسی سے اپنے پیٹ کو پالتے ہین۔غرض اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہے۔اور ہم دنیا کی ہر ایک چیز مین یہ بات دیکہتے ہین کہ ہر ایک چیز پہلے بہت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت سے حصہ دار ہوتے ہین اور آخر مین بہت تہوڑی رہ جاتی ہے۔

اسی طرح ہمارے گہرون کے جانور ہین کہ وہ پیدا ہوتے ہین مگر رفتہ رفتہ حوادثات زمانہ سے کم ہو جاتے ہین اور اگر ان جانورون کی اصلاح نہ ہوتی رہتی تو وہ بہت بڑہ جاتے اور دکہہ کا موجب ہوتے۔ان مین گائے ہی کو دیکہئے۔کہ اگر اسکی تعداد اندازہ کے موافق نہ ہوتی تو یہ جان کا وبال ہو جاتی۔جیساکہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتہہ پرکاش (جو کہ لالہ تولہ رام سب ایڈیٹر آریہ پرکاش لاہور کی نگرانی مین نولکشور پریس لکہنو مین ۱۸۹۹ء مین طبع ہوئی ہے) کے ۲۵۸ صفحہ پر لکہتے ہین "ایک گائے کے جسم سے دودہ گہی بیل۔گائے پیدا ہونے سے ایک پیڑی مین چار لاکہہ چہتر ہزار چہہ سو آدمیون کو فائدہ پہنچتا ہے۔ایسے جانورون کو نہ مارین اور نہ مارنے دین" اور آگے اسی صفحہ پر لکہتے ہین۔"ہر ایک گائے کے عمر بہر کے دودہ سے ۲۴۹۶۰

آدمی ایک دفعہ سیر ہو سکتے ہین ،، اور تمام دنیا کی گائین قریبًا ۱۵۳۸۰۰۰۰۰۰
ثابت ہوئی ہین - تو اس حساب سے تمام دنیا کو ایک دفعہ سیر کرنے کے لئے -
۶۱۶۱۹ گائے کی زندگی کی ضرورت ہے -

پس اتنی تعداد کے بعد اور گائے کی نسل بڑھے تو یہان تک ہوگا کہ اگر دریا تندی خیال کو دوڑایا جائے تو تمام دنیا کے باشندون سے گائے بڑھ جاوے اور پھر وہی خرابی لازم آئے جو کہ اور چیزون کے حد سے بڑھنے سے لازم آتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہون - اللہ تعالے کی حکمت کا اقتضا یہی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو اس کے اندازے پر بناوے اور وہ اسی طرح کرتا ہے - اور ہر ایک چیز کا یہی حال ہے اگر ہم ایک بچہ کی ابتدائی حالت ہی کیطرف دیکھین کہ وہ منی جس مین ہزارون کیڑے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہین اور ہم ان کو مائکراسکوپ کے سوا دیکھ نہین سکتے ہین - ان تمام کا بچہ نہین بنتا ہے - اگر کوئی دانا اپنے خیال مین ... یہ کہے - کہ ان کی حفاظت کی جاوے - تو ان سب کیڑون سے بہت سے بچہ ایک دفعہ پیدا ہو جاوین - تو اتنے بڑے پیٹ کی بھی ضرورت ہے جس مین اتنے بچے پرورش پاوین -

بفرض محال ہم یہ مان بھی لین کہ اتنی گائین بڑھ جاوین پھر دیکھنا چاہئے کہ ہم کو ان کے لئے کسقدر مکانون کی ضرورت ہے - ایک غریب آدمی بال بچے دار ہے اسے کئی ایک گائے کی ضرورت ہے - وہ کہان رکھے - اور پھر چارہ کا بھی کچھ فکر کرے تو غور کرو - کہ گائے ایک دودھ کا چشمہ نہین ہے کہ اسکے نیچے سے دودھ

نکلتا آویگا۔ اور اسی طرح جاری رہیگا جس طرح پہاڑون پر پانی کے چشمے۔ آخر وہ کچھ کھائین گی بہی اسکا دودھ بنے گا ان کے لئے بہت سے چارے کی ضرورت ہے اور تب یہ بہی ضروری ہوگا کہ بجائے اسکے کہ کہیتون مین کوئی اور غلہ بویا جاوے۔ گائے کا چارہ ہی بویا جاوے اگر کوئی یہ کہے کہ غلہ کی ضرورت ہی کیا دودھ ایک عمدہ چیز ہے سب منش اسپر گذارہ کرین۔ تو ایسا شخص آیوروید سے بالکل بے بہرہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی اسہالون کی بیماری مین مبتلا ہو جاوے یا اسکو دودھ ... قبض کرے تو وہ کیا کہاوے جبکہ تمام دودھ ہی دودھ ہوگا۔ اور تمام زمین گائے کا چارہ ہوگا۔ تو غلہ کہان سے آویگا۔

پہر آگے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۵۹ مین لکھا ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ جب گائے کشی نہین ہوتی تہی۔ تو لوگ بڑی آسایش سے رہتے تہے اور جب سے یہ بات ہونے لگی ہے۔ تو آریہ بڑے دکھ مین ہین کیونکہ جب درخت کی جڑ ہی کاٹ دی جاوے تو پہل پہول کہان سے ہون۔ گویا کہ تمام آسایش اور آرام کی جڑ گائے ہی ہے مسلمان اور دیگر گوشت خور اقوام کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ گئوکشی نہین کرتے اس لئے آسایش و چین نہین ہے۔

مگر ہم ان آریون ہی کی خدمت مین عرض کرتے ہین۔ کہ وہ جبکہ آسایش کی جڑ گائے ہی کو مانتے ہین پہر سب کے سب گائے کیون نہین رکھتے ہین سب آریہ لوگ اپنے اپنے گہرون مین گائے کو رکہین اور اس سے فائدہ اٹھائین۔ اور اس کا دودھ پئین اور اس کے گھی کو استعمال کرین اور انکے بیلون سے کام لین اور اس کے

ذریعہ سے بڑی آسایش حاصل کرین۔اس آسایش کو کیون سچے آریہ حاصل نہین کرتے
ہین۔اور کیون اپنے گہرون مین گائے نہین رکہتے۔کیا ان کو حکمران قوم منع کرتی
ہے یا مسلمان انکو اسبات سے روکتے ہین۔بلکہ عمدہ جانور پالنے والے کو تو انعام
بھی ملتا ہے اس سے زیادہ گورکشا اور کیا ہوگی۔اگر اس مین سستی ہے۔تو آریہ صاحبان
ہی کو ہے اور کسی غیر کا اس مین کوئی دخل یا ممانعت نہین یہ آریہ اس جانور کو پالین
اور کثرت سے اپنے گہرون مین رکہین پہر ہم دیکہین گے کہ کتنے آریہ آسایش مین ہین
اور دیکہینگے۔کہ انکو گائے کے ذریعہ سے کتنی بڑی آسایش ملتی ہے۔ہان ہم جنگل
اور بنون کے رہنے والون کے پاس گئون کے غلے کے غلے دیکہتے ہین۔جو کہ رات
دن ان کو چراتے ہین۔ان مین تو ہم آسایش نہین دیکہتے جسکا وعدہ دیانند صاحب
دیتے ہین اور نہ ہم کو ان مین سے ایسے بلند خیال نظر آتے ہین اور نہ ہی ان بیچارون
کو سلطنت کے جس کے کہ ہمین آسایش کی وجہہ سے انکا محسن کش آریون کی طرح

Digitized by Khilafat Library

حکومت کرنے کا خیال گونجتا ہے۔

اب ہم دیکہتے ہین کہ پنڈت دیانند صاحب کے خیال کے مطابق گائے
بڑھ بھی جاوے تو پہر ہم جسطرف نکلین گے گائے ہی پر ہماری نظر پڑے گی۔جو کہ
گلی مین کہیلنے والے بچونکا روز خون کیا کرینگی۔اور پہر اتنی بڑی گائے کی جماعت کے
لئے اسی نسبت سے سانڈون کی بھی ضرورت ہے۔جو کہ اور بھی خطرناک ہین جس
کے دروازے کو ٹکر ماری پہوڑ دیا۔جو آدمی ملا اسکو سینگ مار دیا۔اور جہان کوئی
چیز پڑی دیکھی اسکو نوش کر گئے اور پہر ان کے آپس مین بھی ٹکرین مارنے کا خطرہ

ہے۔ تو کیا یہ باتیں مفید ہیں۔ یا کہ وبال جان ہیں! درجیکہ ایک سوال پر دیانند صاحب خود فرماتے ہیں۔ کہ جو ایذا رسان جانور ہو۔ اسکو سزا دی جاوے یا جان سے مار ڈالیں۔ تو پھر وہی طریقہ عمل میں لانا پڑیگا جس پر کہ مسلمان یا دیگر قومیں پہلے سے ہی دور اندیشی سے کاربند ہیں۔ دیانند صاحب تو اِدھر اُدھر پھر کے اب بات کی طرف آئے ہیں۔ کہ زیادہ ہو جانے پر جان سے مار دیا جاوے۔ مگر ہم پہلے سے ہی کہتے ہیں۔ کہ جو چیز جہان زیادہ فائدہ دے۔ اسکو اسی کام میں لگایا جاوے اور گائے سے دودھ لیا جاوے۔ مگر گوشت کی بھی ایک ضرورت ہی اسکو بھی اس کارآمد جانور سے پورا کیا جاوے۔ تاکہ ایسا دن نہ آوے کہ ہم کو گائے کے حد سے زیادہ ہو جانے پر جبکہ وہ بہت سی انسانی جانوں کی ہلاکت کا موجب ہو چکی ہو۔ اس کا بیفائدہ خون کرنا پڑے پس کیا حرج ہے کہ ترازو کے دونوں پلڑے برابر رکھنے کے لئے ہم تو گائے اور دوسرے جانوروں کو اندازے کے موافق اور اپنی ضروریات کے مطابق پہلے ہی سے استعمال میں لائیں اور ان کے گوشت سے فائدہ اٹھائیں۔

Digitized by Khilafat Library

والسلام

عبدالسلام کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور۔

یسوع کی ناکامی

ہر ایک درخت اپنے پہلون سے پہنچانا جاتا ہے۔ جو درخت کہ عمدہ اور میٹھا پہل لاوے وہ اچھا اور قیمتی گنا جاتا ہے اور جو اچھا نہیں نہ لاوے اسکی کچھ قدر نہین کی جاتی اور نہ ہی اس کی کچھ زیادہ قیمت ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی جس باغ مین مفید اور پہلدار درخت ہون۔ وہ اس کے باغبان کے حسن انتظام پر دلالت کرتے ہین۔ اور ایسے باغ کو دیکھکر ایک سمجھدار انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کا مالی ایک دانا اور محنتی آدمی ہے جس نے ایسے پہلدار درخت لگائے ہین۔ کہ جن سے ہزارون اور لاکھون آدمیون کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور وہ اپنے فن مین بہی کامل اور تجربہ کار ہے کیونکہ درختون کی پرورش کرنیکو مناسب اوقات پر پانی دینا۔ ان پر نئے اور عمدہ پیوند لگانا۔ اور موسم کی مختلف حالتون مین ان کی ہر قسم کی نگرانی کرنا۔ یہ باغبانی کے فن کے کمال اور لمبے تجربہ پر دلالت کرتا ہے اور ایسے شخص ہی کی محنتون اور کوششون کا نتیجہ ہوگا۔ کہ باغ مین ایسے پہلون کا ایک خاصہ مجموعہ ہو جائیگا کہ جو نہ صرف شیرین اور لذید ہونگے بلکہ صدہا بیماریون مین شفا کے باعث ٹہرینگے برخلاف ایسے محنتی اور ہوشیار باغبان کے کیسا کاہل اور نادان ہے وہ باغبان جو کہ ایک باغ لگاتا ہے اور اس مین کچھ پودے لگاتا ہے جن سے نہ تو وہ خود فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے کیونکہ اول تو وہ اس قدر

محنت اور کوشش برداشت کر ہی نہین سکتا کہ طرح طرح کے مفید اور کار آمد پودہ جمع کرے اگر کسی قدر جمع بھی کرے تو وقت پر پانی نہ دے۔ کہاد نہ ڈالے وقت پر پیوند نہ لگاوے اور موسم کی سختیون اور چوپائن کی منہ زوریون سے حفاظت نہ کرنے سے وہ انکو تباہ کر ڈالتا ہے۔

پس آپ سمجھ سکتے ہین۔ کیا ایسے درخت کبھی عمدہ پھل لا سکتے ہین۔ اور اس باغبان کی کیا قدر ہو سکتی ہے کیا ایسے باغبان کو کوئی مفید کہ سکتا ہے یا ایسا عقلمند باغبان بنانے کے لایق ہو سکتا ہے ہرگز نہین ایسے کو باغبان بنانا ہی فضول ہے کیونکہ اسنے پودون کو ایسے طور پر پرورش نہین کیا۔ کہ عمدہ پھل دین۔ اور مفید ہو سکین۔ کیونکہ علاوہ اس کے کہ لوگ ان پھلون کو ناپسند کرین۔ باغبان خود بھی کہتا ہے۔ کہ یہ پھل کڑوا ہے اور یہ پھل ترش ہے۔

اسی طرح دنیا بھی ایک باغ ہے۔ اس کے اچھے پھل تیار کرنے کے لئے بھی باغبان آتے ہین۔ تاکہ ان درختون کو پھلدار بنائین۔ اسی واسطے بہت سے باغبان آئے لیکن یہان وہ ہی باغبانون کا ذکر کرونگا۔ جنکو دو مختلف گروہ مانتے ہین۔ کہ یہ حقیقی باغبان ہین اور انہون نے پھلدار بوٹے پیدا کئے ہین۔ اور مین انشاءاللہ ثابت کرونگا۔ کہ کون حقیقی باغبان ہے اور کسکو یونہی باغ لگانے والا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسنے ایک بھی بوٹا تیار نہین کیا۔ اور وہ خود بھی اسبات کا اقرار کرتا ہی کہ مین نے کوئی پھل لانے والا درخت تیار نہین کیا۔ ان دونون مین سے اول الذکر تو ہمارے سردار یا بی و امی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین جنہون نے

انسانون کو بیلدار بنایا! ور نافع الناس بنایا! درخودبھی یقین ہوگیا۔کہ عمدہ اور مفید ہین۔

آخر الذکر یسوع مسیح ہین جنکو کہ یونہی باغ کا منتظم قرار دیاگیا ہے اور کوئی انسان ان کی صحبت سے مفید پیدا نہ ہوسکا۔ بلکہ بے ایمان اور مرتد ان کی صحبت سے رہے۔ جنکی بابت وہ خود فرماتے ہین۔

متی باب ۸ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک۔ ہیں نے اپنے شاگردون کو کہا۔کہ اے کم اعتقادو۔ مرقس باب ۴۔ آیت ۴۰۔ اب تک ایمان نہین رکھتے لوقا باب ۸۔ آیت ۲۵۔ تمہارا ایمان کہان گیا۔ متی باب ۱۵۔ آیت ۱۹۔ جو باتین منہ سے نکلتی ہین۔ وہ دل سے نکلتی ہین۔ اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہین۔

متی باب ۱۶۔ آیت ۸۔ اے کم اعتقادو۔ مرقس باب ۸ آیت۔ کیا تمہارا دل سخت ہوگیا ہے۔ آنکھین ہین۔ اور تم دیکھتے نہین! کان ہین اور تم سنتے نہین۔

متی باب ۲۶ آیت ۲۱۔ } تم مین سے ایک مجھے پکڑوائیگا۔
یوحنا باب ۱۳ آیت ۲۲۔ } تم مین سے ایک مجھے پکڑوائیگا۔

مرقس باب ۱۴ آیت ۱۸۔ ایک جو میرے ساتھ کہاتا ہے مجھے پکڑوائیگا

یوحنا باب ۱۳ آیت ۳۷۔ ۳۸۔ مین (پطرس) تو تیرے لئے اپنی جان دونگا۔ یسوع نے جواب دیا۔ کیا تو میرے لئے اپنی جان دیگا۔ مین تجھہ سے سچ کہتا

ہون۔کہ مرغ بانگ نہ دیگا۔جب تک کہ تو تین بار میرا انکار نہ کرلیگا۔

مرقس باب ۹ آیت ۱۹۔اے بے اعتقاد قوم مین کب تک تمہارے ساتہہ رہونگا۔

متی باب ۷ا آیت ۷ا۔اے بے اعتقاد اور کجرو قوم۔

یہ پودے ہین جو کہ یسوع نے لگائے ہین۔اور یہ ڈیلوسے خود شاگردون کو یسوع نے دیئے ہین۔اس لئے ہم کو اور ضرورت نہین رہتی۔کہ ہم ثابت کرین کہ اس کے تعلیم یافتہ کیسے تھے۔اور کیا کچھہ اُسنے تیار کیا یا کیا کچھہ اس مین طاقت تہی۔کہ شاگرد کو تیار کرے۔

اس کے مقابلہ مین اپنے سردار افضل الانبیار کو پیش کرتا ہون۔کہ وہ کیسا معلم تہا۔اور اس نے کیا تیار کیا۔اور اس نے کیا اپنے شاگردون کے بارے مین کہا ہے ابی سعید سے روایت ہے ۔

مسلم فضایل ابی بکر۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اٰمَنَّ الناس علی فی مالہ وصحبتہ ابوبکر۔ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگون سے زیادہ مجہپر ابوبکر کا احسان ہے۔مال کا بہی اور صحبت کا بہی۔

مسلم فضایل ابی بکر۔عبداللہ ابن مسعود یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔انہ قال لوکنت متخذ خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا۔ترجمہ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مین کسیکو جانی دوست بناتا سوا خدا کے تو ابوبکر

کو بناتا۔ لیکن وہ میرے بہائی اور صاحب ہین۔ اور تمہارے صاحب کو اللہ نے خلیل بنایا ہے

مسلم فضایل ابی بکر۔ عن ابی ھویرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من

اصبح منکم الیوم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن اتبع منکم الیوم جنازۃ قال ابوبکر انا

قال فمن اطعم منکم الیوم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر

انا فقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ الا دخل الجنۃ۔ ترجمہ ابوہریرہ

سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن تم مین سے کون روزہ دار ہے

ابوبکر نے کہا مین پہر آپ نے فرمایا آجکے دن تم مین سے کس نے مسکین کو کہانا کہلایا ابوبکر

نے کہا مین نے آپ نی فرمایا آجکے دن تم مین سے کس نے بیمار کی پرسش اعنی عیادت کی ابوبکر

نے کہا مین نے آپ نے فرمایا جس مین یہ سب باتین جمع ہون وہ جنت مین جاویگا۔

فضایل حضرت عمرؓ۔ عن ابی سعید الخدری یقول قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ

وسلم بینما انا نائم رایت الناس یعرضون وعلیہم قمص منہا ما یبلغ الثدی ومنہا ما

یبلغ دون ذالک ومرّ عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا ما اذا اولت ذالک

یارسول اللّٰہ قال الدین۔ ترجمہ ابوسعید خدری سی روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جس حالت مین مین سورہا تہا مین نے لوگون کو دیکہا سامنی لائے جاتے ہین اور وہ کرتے پہنے

ہوئے ہین بعضونکے کرتے چہاتی تک ہین اور بعضونکے اسکے نیچے پہر عمر نکلے تو وہ اتنا نیچا کرتا پہنے تہے جو

زمین پر گہسٹا جاتا تہا۔ لوگون نے عرض کیا یارسول اللہ اسکی تعبیر کیا ہے آپ نے فرمایا دین۔

مسلم۔ عن جابر عن النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال دخلت الجنۃ فرایت فیہا دارًا

او قصرًا فقلت لمن ھذا فقالوا لعمر بن الخطاب۔ ترجمہ جابر سے روایت ہی رسول اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مین جنت مین گیا۔ اور وہان ایک گھر یا محل دیکھا مین نے پوچھا یہ کس کا ہی تو کون
نے کہا عمر بن خطاب کا۔ عن سعد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ ما لقیت الشیطان قط سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک۔ ترجمہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکی ہاتھہ مین میری جان ہے جب تمکو (عمر رضی) شیطان ملتا ہے
کسی راہ مین چلتا ہو۔ تو اس راہ کو جس مین تم چلتے ہو۔ چھوڑ کر دوسری راہ مین جاتا ہے۔
مسلم۔ عن ابی موسی الاشعری قال تجلس النبی اللہ علیہ وسلم فقال
افتح وبشرہ بالجنۃ۔ ترجمہ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مدینہ کے کسی باغ مین تھے۔ پھر تیسرے شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کھول دے
اور اسکو (عثمان رض) جنت کی خوشخبری دے۔ مسلم حضرت علی رض کی بزرگی کا بیان۔ عن سعد بن
ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلہ ھارون
من موسیٰ۔ ترجمہ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی سے تم
میرے پاس ایسے ہو جیسے حضرت ہارون تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس۔ مسلم سعد بن ابی وقاص کی فضیلت
کا بیان۔ عن علی یقول ما جمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابویہ لاحد غیر سعد بن
مالک۔ ترجمہ حضرت علی سے روایت ہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو کسکی لئے جمع نہین کیا
(یعنی یون نہین فرمایا کہ میرے ماں باپ تجھپر فدا ہون) مگر سعد بن مالک کیلئے۔ مسلم فضیلت زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عن جابر بن عبد اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی حواری وحواری الزبیر
ترجمہ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی آپ نے فرمایا ہر پیغمبر کا ایک خاص مصاحب ہوتا ہی اور میرا خاص مصاحب زبیر ہے
مسلم فضایل طلحۃ۔ عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ھو وابوبکر و

عمر وعلی وعثمان وطلحۃ والزبیر فتحرکت الصخرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھدئی فما علیک الا نبی او صدیق او شہید۔ ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر اور علی اور عثمان اور طلحہ اور زبیر تھے اس کا پتھر ہلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھم جا اے حرا تیرے اوپر کوئی نہیں ہے۔ مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ مسلم فضایل حسن علیہ السلام۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال لحسن انی احبہ فاحبہ واحبب من یحبہ۔ ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام حسن علیہ السلام کے لئے یا اللہ مین اسکو چاہتا ہون یعنی اسی محبت رکہتا ہون تو بہی محبت رکہہ اسکو اور محبت رکہہ اسکو جو محبت رکہے اسکو۔

یہ سندات ہین جو کہ آخر الذکر استاد نے اپنے شاگردون کو دین۔ سو یہ پبلک کے آگے پیش کر دی جاتی ہیں۔ وہ خود فیصلہ کرے کہ کون باغبان لایق ہے اور کس نے پودے تیار کئے۔ ہم یسوع کی زبان پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہین۔ کہ اس کا اپنے چیلون کی بابت کیا خیال تہا۔ اور وہ ان کو کیسے سمجہتا تہا۔ جو کہ رات دن ان کے حالات کا واقف تہا۔ ! در اسنے کیا تیار کیا۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ کرین کہ آجکل کے مسیحی کیا کر دیکہائین گے۔ جبکہ ان کے اُستاد کی تمام محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ سوائے ایک بگڑ ہوئی قوم بنانے کے سوا اور کچہہ نہ کر سکا۔ تو ان کے بعد کون مصلح پیدا ہوگا۔ کیونکہ شاگرد تو خمیر کے مانند تہے۔ جیساکہ یہان یسوع نے بائبل مین کہا ہے۔ جبکہ خمیر ہی خراب ہے۔ تو آٹے سے کیا عمدہ ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ والسلام

(عبد السلام کاٹھہ گڑہ ضلع ہوشیار پور)

نمبر ۱

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج آپکی تار کے ذریعہ سے یک دفعہ ایک غم کی خبر یعنے واقعہ وفات عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی بیوی کا سنکر دل کو بہت غم اور صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دنیا کی ناپائیداری کا یہ نمونہ ہے کہ ابھی تہوڑے دن گذرے ہین کہ عزیز موصوف کی شادی کا اہتمام ہوا تہا اور آج وہ مرحومہ قبر مین ہے۔ جس قدر اس ناگہانی واقعہ سے آپ کو اور سب عزیزون کو صدمہ پہنچا ہوگا اسکا کون اندازہ کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل عطا فرماوے اور عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی عمر لمبی کرکر آمین ثم آمین۔ اس خبر کے پہنچنے پر ظہر کی نماز میں جنازہ پڑہا گیا اور نماز میں مرحومہ کی مغفرت کیلئے بہت ہی دعا کی گئی اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے غم اور صدمہ کے عوض میں بہت سی خوشی پہنچاوے۔ آمین باقی تادم تحریر خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۲

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنائت نامہ پہنچا۔ مین بباعث قدیمی بیماری کے جو آجکل ستمبر کے مہینہ مین اکثر مجھے ہوتی ہے بیمار رہا اور اب تک میری طبیعت صاف نہین ہے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یکم اکتوبر یعنی موسم کی تبدیلی کے وقت طبیعت صاف ہوگی۔ اور مین آن مکرم کے اس مقدمہ کے

لئے بھی دعا کرنی شروع کر دی ہے اور عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی بیوی کیلئے بھی دعا کرتا ہون۔ امید کہ طبیعت درست ہونے پر بہت توجہ سے دعا کروں گا۔ میری طبیعت کچھہ ایسی ضعیف اور کمزور ہو رہی ہے کہ بسا اوقات مین خیال کرتا ہون کہ گویا چند دم ہی میری عمر مین سے باقی ہین مگر باایںہمہ آپکے لئے مین دعا کرنیکو کبھی نہین بہولتا۔ مین انشاء اللہ اگر خدا تعالی کے فضل سے زندگی ہوئی تو آپ کے ہر مقصد کیلئے دعا کرونگا اور مجھے امید بہی ہے کہ اگر مجھے دعا کرنے کیلئے وقت دیا گیا تو وہ دعا قبول ہوگی۔ مین بباعث علالت طبع کے اسوقت زیادہ نہین لکھ سکتا اسلئے اسی قدر پر چہوڑتا ہون والسلام۔ خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

نمبر ۳

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا مجھہ سخت افسوس ہے جسکو مین بہول نہین سکتا کہ مجھہ کو اس حادثہ وفات کے وقت اس کامل دعا کا موقعہ نہین ملا جو اکثر کرشمہ قدرت دکہلاتی ہے مین دعا تو کرتا رہا مگر وہ اضطرار جو سینہ مین ایک جلن پیدا کرتا ہے اور دلکو بے چین کرتا ہے وہ اس لئے کامل طور پر پیدا نہ ہوا کہ آپ کے عنایت ناموں مین جو حال مین آئے تھے یہ فقرہ بھی درج ہوتا رہا کہ اب کسی قدر آرام ہے اور آخری خط آپ کا جو نہایت اضطراب سے بھرا ہوا تھا اس تار کے بعد آیا جسمین وفات کی خبر تہی۔ اس خانہ ویرانی سے جو دوبارہ وقوع مین آ گئی رنج اور غم تو بہت ہی اور نہ معلوم آپ پر کیا کیا قلق اور رنج گذرا ہو گا لیکن خداوند

کریم ورحیم کی اسمین کوئی بڑی حکمت ہوگی۔ یہ بیماری طبیبون کے نزدیک متعدی بہی ہوتی ہے اور اُس گہر مین جو ایسی بیماری ہو سب کو خطرہ ہوتا ہے اور خاوند کے لئے سب سے زیادہ سو شاید ایک یہی حکمت ہے خداوند تعالیٰ عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی عمر دراز کرے اور اس کے عوض میں بہتر صورت عطا فرمائے۔ یہ ضروری ہے کہ آپ اِس غم کو حد سے زیادہ اپنے دل پر نہ ڈالین کہ ہر ایک مصیبت کا اجر ہے اور مناسب ہے کہ آپ کے دفعہ ایسے خاندان سے رشتہ نہ کرین جنہین یہ بیماری ہے اور نیز جو آپ نے اپنے لئے تحریک کی تہی اس تحریک سے بہی سست نہ ہون خدا تعالیٰ پر توکل کر کے ہر ایک کام درست ہو جاتا ہے سب خیریت ہے۔ کتاب تریاق القلوب چہپ رہی ہے انشاء اللہ القدیر دو تین ہفتہ تک چہپ جائیگی۔ باقی خیریت ہے والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۴

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پرسون کی ڈاک میں اور ایک سو روپیہ مرسلہ آن مکرم مجہہ کو ملا۔ خدا تعالیٰ جزاء خیر بخشے آمین ثم آمین۔ مجہے پہر معلوم نہیں ہوا کہ وہ کار خیر انجام پذیر ہو گیا ہے یا ابہی کوئی تاریخ مقرر ہے امید کہ اس سے ضرور مطلع فرماوینگے باقی اس جگہ ہر طرح سے خیریت ہے۔ کتاب تریاق القلوب ابہی چہپ رہی ہے اور رسالہ مسیح ہندی بہی چہپ رہا ہے اور رسالہ ستارہ قیصریہ چہپ چکا ہے امید کہ آن مکرم کی خدمت مین پہنچ گیا ہوگا۔ ۲۷ اگست ۱۸۹۹ء کو مجہہ کو... نسبت یہ الہام ہوا

خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھا وے اور آفاق مین تیرے نام کی خوب چمک دکہاوے آسمان سے کئی تخت اُترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔

خاکسار میرزا غلام احمد

نمبر ۵

مخدومی مکرمی سیٹھ صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ عین انتظاری مین پہنچا۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ اس مبارک کام کیلئے آپ کی سلسلہ جنبانی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی مجھے آپ کے اُس کام کی خبر نہ تھی مگر مینے آپ کے اِس سفر کر لئے بہت ہی دُعا کی کہ جو جو مطالب اس سفر مین مدنظر ہین خدا تعالی اُنکو انجام دے مجھے امید ہے کہ وہ دعائین قبول ہوگئی ہونگی۔ امید کہ عقد نکاح کے بعد ضرور مسرور الوقت فرماوین۔ میرے نزدیک یہ کام نہ صرف مناسب بلکہ بہت ضروری تہا اللہ تعالی اُس مین برکت ڈالے اور بہت سی برکات کا موجب کرے آمین ثم آمین باقی سب طرح سے خیریت ہے والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ اگست ۹۹ء

نمبر ۶

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ مبلغ ایک سو روپیہ مرسلہ آن مکرم اُس سو روپیہ کے بعد جو پہلے آن مکرم بہیج چکے تہے مجہہ کو پہنچا اللہ تعالی بہت

بہت جزائے دنیا و آخرت مین آپ کو دے اور اپنے فضل و کرم سے بلاؤن سے بچا وے آمین ثم آمین - اب جیساکہ آپ نے تحریر فرمایا تہا آپ کی تشریف آوری کی انتظار رہے اللہ تعالی تمام تر خیریت و عافیت کے ساتہہ آپکو لا وے آمین ثم آمین - منجملہ اخبارون کے ذریعہ شور مچا رہے ہین کہ ۱۳ نومبر ۱۸۹۹ء تک دنیا کا خاتمہ ہے یعنی اگر ستارہ کی زمین کے ساتہہ ٹکر ہوگئی لیکن اب تک مجہکو کچہہ معلوم نہین ہوا خدا تعالی لوگون کو توبہ کی توفیق دے - موسم کے حالات ردی ہین پنجاب مین بارش نہین ہوئی خریف اور ربیع دونون سے زمیندارون کو ناامیدی ہوگئی کلکتہ مین طاعون شروع ہوگیا اخبار مین لکہا ہے کہ جناب نواب وائسرائے بہادر نے طاعون کا ٹیکا لگوایا ہے زیادہ خیریت ہے والسلام - خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵ اگست ۱۸۹۹ء

نمبر ۷

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ والمنۃ کہ اب میرے گہر مین ہر طرح سے خیریت ہے آپ کے حالات کیطرف نظر لگی ہوئی ہے خدا تعالی ہماری عاجزانہ دعاؤن کا نیک نتیجہ ہمکو دکہاوے - آمین ثم آمین دعا کا سلسلہ جناب باری مین جاری ہے اور وہ رحیم و کریم ہے زیادہ خیریت ہے والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۷ جولائی ۹۹ء

نمبر ۸

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خدا تعالی کے

فضل اور توفیق سے ہمیشہ نماز اور خارج کے وقت آپ کی مہمات اور بہبودی دنیا و آخرت
کیلئے دعا کرتا ہون اور امید وار ہون کہ قبول حضرت عزّت ہو۔ کل سے میری طبیعت
علیل ہو گئی ہے کل شام کے وقت مسجد مین اپنے تمام دوستون کے روبرو جو حاضر تھے
سخت درجہ کا عارضہ لاحق حال ہوا اور یک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت
مین سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا زندگی مین ایک دو دم باقی
ہین۔ بہت نازک حالت ہو کر پھر صحت کیطرف عود ہوا مگر ابتک کلی اطمینان نہین کچھ
کچھ آثار عود مرض کے ہین اللہ تعالیٰ فضل اور رحم فرماوے ایسے وقتون مین مجھے ہمیشہ
مشک کام آتی ہے اُس وقت مشک جو آپ نے بمبئی سے منگوائی تھی گھر سے منگوائی
گئی تھی لیکن طبیعت کی سخت سرگردانی اور دل کے اضطراب کی وجہ سے وہ مشک
کھولنے کیوقت زمین پر متفرق ہو کر گر گئی اور گرمی کے سبب سے خشک تھی اور ہوا چل
رہی تھی ضائع ہو گئی اسلئے مجھے دوبارہ آپ کو تکلیف دینی پڑی یہ مشک بہت عمدہ تھی
اسی دوکان سے ایک تولہ مشک لے کر جہان تک ممکن ہو جلد ارسال فرما دین کہ دورہ مرض
کا سخت اندیشہ ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے آپ نے یہ مشک بمبئی سے منگوائی
تھی باقی خیریت ہے اس وقت بھی طبیعت صحت پر نہین رجسٹر کرا کر یہ خط بھیجتا ہون۔
مین انشاء اللہ القدیر آپ کے صاحبزادہ سیٹھ احمد صاحب کے لئے اور اُنکی دنیا و عاقبت
کی کامیابی کیلئے بہت دعا کرونگا۔ میری طرف سے سلام علیک اُنکو پہنچے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نمبر ۹

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب عبدالرحمن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ہرطرح پر اللہ جل شانہ کے فضل پر امید رکھنا چاہئے اگر کوئی تاجر تباہ حالت میں ہوگیا ہو
تو ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ جدا ہے کسی کی تباہی اور سرسبزی محض بداتفاقات سے
نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے۔ میں جیسا کہ آپ کے روبرو آپ کے
لئے دعا میں مشغول تھا ویسا ہی آپ کے بعد بھی مشغول ہوں اور ہر طرح پر اللہ جلشانہ
کی ذات پر نیک امید رکھتے ہیں امید کہ حالات خیریت آیات سے اطلاع بخشتے رہیں گے
اور اس جگہ پر تادم تحریر ہذا خیریت ہے۔ والسلام خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان
خط بند کرنیکے بعد مبلغ ایک سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ خیرا۔

۲۶ مئی ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۰

مخدوم مکرم اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تار در اس سے بخیر و عافیت
میرے پاس پہنچ گئی۔ الحمدللہ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے راہ کی آفات سے بچا کر سلامتی
کے ساتھ گھر میں پہنچا دیا۔ اسی طرح میں جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو معاملات
تشویشات سے بھی رہائی بخش کر ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی مرضی کی راہوں پر چلا دے
آمین ثم آمین۔ امید رکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیں گے
بخدمت دیگران سلام مسنون۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۱

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا اب بفضلہ تعالیٰ میری طبیعت ٹھہر گئی ہے دورہ مرض سے امن ہے حقیقت میں یہ عمر جب انسان ساٹھ پینسٹھ سال کا ہو جاتا ہے مرنیکے لئے ایک بہانہ چاہتی ہے جیسا کہ ایک بوسیدہ دیوار۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس قدر سخت حملوں سے وہ بچا لیتا ہے۔ کل کی تاریخ عنبر بھی پہنچ گیا میری طرف سے اس مہربان دوست کی خدمت میں شکریہ ادا کریں جنہوں نے میری بیماری کا حال سنکر اپنی عنایت اور ہمدردی محض للہ ظاہر کی۔ خدا تعالیٰ اُن کو اس خدمت کا اجر بخشے اور ساتھ ہی آپ کو آمین ثم آمین۔ میرے گھر میں جو ایام امید سے تھے ۱۴۔ جون کو اول دردزہ کے وقت ہولناک پیدا ہو گئی یعنے بدن تمام سرد ہو گیا اور ضعف کمال کو پہنچا اور غشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اُس وقت مینے خیال کیا کہ شاید اب اسوقت یہ عاجزہ اس فانی کو الوداع کہتی ہے بچوں کی سخت دردناک حالت تھی اور دوسرے گھر میں رہنے والی عورتیں اور اُن کی والدہ تمام مردہ کی طرح اور نیم جان تھے کیونکہ ردّی علامتیں یک دفعہ پیدا ہو گئی تھیں اُس حالت میں اُنکا آخری دم خیال کرکے اور پھر خدا کی قدرت کو بھی مظہر العجائب یقین کرکے انکی صحت کیلئے مینے دعا کی یک دفعہ حالت بدل گئی اور الہام ہوا تحویل الموت یعنے ہمنے موت کو ٹال دیا اور دوسرے وقت پر ڈال دیا اور بدن پھر گرم ہو گیا اور حواس قائم ہو گئے اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا اس تنگی اور گھبراہٹ کی حالت میں مینے مناسب سمجھا کہ آپ کیلئے بھی ساتھ دعا کروں چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی زیادہ خیریت ہے۔ اسوقت میں خط لکھ چکا تھا کہ پھر سخت کمر میں درد اور تپ میرے گھر میں ہو گیا سخت بیتابی ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرما دے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد۔

ڈائری حضرتِ اقدس

دوسرا حصہ

کیمیا† فرمایا کہ بہت سی لوگ کیمیا کی فکر میں لگے رہتے ہین اور عمر کو ضائع کرتے ہین اور بجائے اسکے کہ کچھہ حاصل کرین جو کچھہ پاس ہوتا ہے اسکو بھی کھو دیتے ہین - ایک شخص بٹالہ کا رہنے والا تھا جو کہ کسی قدر غربت سی گذارہ کرتا تھا اور اس نے جو مکان رہایش کے لئے بنایا تھا اُسکے باہر کی ایک ایک اینٹ تو پکی تھی اور باقی اندر سے کچا تھا - ایک دن اُسے ایک فقیر ملا جو بہت وظیفہ پڑھنا رہتا تھا اور ظاہرا نہایت نیک معلوم ہوتا تھا بوجہ اُسکے ظاہری درود وظایف کے وہ سادہ لوح آدمی اُسکے ساتھہ بہت بیٹھتا اور تعلق رکھتا تھا کچھہ مدت کے بعد اس فقیر نے بڑی سنجیدگی سے اُس آدمی سے پوچھا کہ تمنے یہ مکان اِس طرح پر کیون بنایا ہے کیون نہین سارا پختہ بنا لیتے اس نے جواب دیا کہ روپیہ نہین غریب ہون - اِس پر فقیر نے کہا روپیہ کی کیا بات ہر اور آتنا کہ کر خاموش ہو گیا - اِس ذو معنے جواب پر اُس شخص کو کچھہ خیال پیدا ہوا اور اُس نے اُس سے پوچھا کہ کیا تم کچھہ کیمیا جانتے ہو اُس نے کہا کہ ہان اوستاد صاحب جانتے تھے اور بہت اصرار کے بعد مان لیا کہ مجھہ کو بھی آتا ہے پر مین کسی کو بتاتا نہین چونکہ تم بہت پیچھے پڑے ہو اس لیئے کچھہ تمکو بتا دیتا ہون اور یہ کہکر اُس کو گھر کا زیور اکٹھا کرنے کی ترغیب دی

† نوٹ - یہ باتین سیر مین ہوئین مگر چونکہ کوئی اخبار نویس ساتھہ نہ تھا اس لیئے یہان ہی درج کر دی ہین - اڈیٹر

اور کچھ مدت تک باہر میدان میں جا کر وظیفہ پڑہتا رہا ایک دن زیور لیکر ہنڈیا مین رکھنے لگا مگر کسی طرح اس زیور کو تو چرالیا اور اسکی جگہ اینٹین اور روڑے بہر دئیے اور خود وظیفہ کے بہانے باہر چلا گیا اور جاتے وقت کہہ گیا کہ اس ہنڈیا کو بہت سے اُپلون مین رکہکر آگ دو مگر دیکہنا کچا نہ اُتارنا بلکہ جبتک میں نہ آؤن اُسے ہاتہہ نہ لگانا۔ اس نے اُسکے کہنے کے مطابق اُس ہنڈیا کو خوب آگ دی اور اس قدر دھواں ہوا کہ ہمسائے اکٹھے ہو گئے اور دروازہ کہلوا کر اندر گھس گئے اور جب اس سے پوچھنے پر معلوم کیا کہ کیمیا بن رہا ہے تو انہون نے اس شخص کو سمجہایا کہ وہ تو تجہے لوٹ کرلے گیا اور جب ہنڈیا کہولی تو اس مین سے روڑے نکلے چنانچہ وہ شخص جب کسی کام کے لئے گورداسپور گیا تو وہان اُسے معلوم ہوا کہ وہی شخص کسی اور کو دہوکا دیگیا ہے اور وہان آگ جل رہی ہے پس اُس نے انکو بھی سمجہا دیا کہ وہ مجھ کو بہی لوٹ کرلے گیا ہے اور وہان بہی ہنڈیا کہولنے پر اینٹ پتھر ہی نکلے۔ اِسی طرح قادیان کے پاس ایک گاؤن ہے وہان ایک کیمیاگر آیا اور مسجد مین ٹھیرا۔ مسجد والے سے پوچھا کہ یہ مسجد ٹوٹی ہوئی ہے اِسکو بنانے کیون نہین۔ اُس نے کہا کہ ہمارے آبا و اجداد کے زمانہ مین یہ مسجد بنی تہی اب ہم غریب ہین اس قدر روپیہ نہین۔ اُس نے کہا کہ نہین روپیہ کا کیا ہے بند و بست ہو جائیگا اور پوچہے جانے پر جواب دیا کہ مین چاندی بنا سکتا ہون چنانچہ اُس شخص نے پچیس روپے دیئے اور وہ کیمیاگر اُسکو لیکر بٹالہ آیا اور وہان پہنچکر اُسکو صاف کی ہوئی قلعی دیدی۔ وہ شخص بے چارہ سادہ لوح تہا فرق نہ کر سکا اور اپنے گاؤن مین

اگر سنار کو دکھلائی تو معلوم ہوا کہ بالکل بے قیمت ہے- اِسی طرح ایک ڈپٹی.... صاحب تھے جن کو مدت سے کیمیا کا شوق تہا اور اسمیں بہت روپیہ ضائع کر چکے تھے اکدن ایک آدمی انکے پاس آیا اور کہا کہ مین کیمیا بنانی جانتا ہون مگر سامان وغیرہ کیلئے پانچسو روپیہ درکار ہے وہ ڈپٹی صاحب نے فورًا دلوا دیا- روپیہ لیکر وہ شخص ایک پاس کی دوکان مین بیٹھ گیا اور ڈپٹی صاحب کو کہلا بھیجا کہ روپیہ تو مین لے چکا اب جو مرضی ہو کرو مین نہین دیتا- لینا ہے تو عدالت مین نالش کرو- ڈپٹی صاحب اب ایسے بوڑہاپے مین نالش کس طرح کرتے اور کرتے تو اپنی بے عزتی ہوتی چُپ ہو رہے- غرض یہ سب بیہودہ ہے-

کیمیا کی مرض پہلے زمانہ مین تو عام طور پر تہی اور ہم خود اسمین مدت سے پہنسے ہوئے تھے مگر افسوس بعض تعلیم یافتہ لوگ بہی اب تک اسکے دلدادہ ہین اسلام اِسکو بالکل ناجائز قرار دیتا ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہی کہ رزق کریم متقی کو ضرور ملتا ہے اور وہ رزق جس سے فایدہ پہنچے کریم ہی ہوتا ہی ورنہ بہت سے ایسے مال ہوتے ہین جو ناجائز طریقون سے کمائے جاتے ہین اور ناجائز باتون مین اور فضول رسومات مین اُٹھ جاتے ہین حالانکہ محنت اور نیکی سے کمایا ہوا روپیہ اپنے اصل موقعہ پر خرچ ہوتا ہے جیسا کہ ان دو بہائیون کے قصہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابوھما صالحا کی وجہ سے دو نبیون کو اِس بات پر معمور کیا کہ وہ اُس روپیہ کی حفاظت کیلئے جو کہ نیکی اور تقویٰ سے کمایا ہوا تہا ایک دیوار بنائین- پس انسان کے لئے متقی اور نیک بننا کیمیاگر بننے سے

بہت بہتر ہے اُس کیمیاگری مین تو روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر اِس کیمیاگری مین
دین بہی اور دُنیا بہی دونون سدھر جاتے ہین - افسوس ہے ان لوگون پر
جو ساری عمر یون ہی فضول ضایع کردیتے ہین اور کیمیا کی تلاش مین ہی مرجاتے
ہین حالانکہ اس کوچہ مین سوائے نقصان مال اور نقصان ایمان اور کچہہ نہین
اور ایسا شخص بیکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مستحق ٹہرتا ہے اصل
کیمیا تقوےٰ ہے جس نے اسکو حاصل کرلیا اُس نے سب کچہہ حاصل کرلیا اور جس نے
اِس نسخہ کو نہ آزمایا اُس نے اپنی عمر کو ضایع کیا - اگر کیمیا واقعی ہو بہی تو بہی اُس کے
پیچہے عمر کہونیوالا کبہی متقی اور پرہیزگار نہین ہو سکتا جسکو رات دن دنیا کی محبت لگی
رہیگی وہ اپنے پاک اور پیارے خدا کی محبت کو اپنے دل مین کس طرح جگہ دیگا - والسلام اڈیٹر
(اصل ڈائری سے یہ دو تین سطرین کاتب کا پی سے رہ گئی تہین لہذا اس جگہ درج کردی ہیں - اڈیٹر)

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وفی السماء رزقکم وما توعدون - فورب السماء والارض انہ لحق
مثل ما انکم تنطقون - یعنی ہر ایک انسان کو خدا تعالیٰ اپنے پاس سے روزی دیتا ہے حضرت
داؤد کہتے ہین کہ مین بچہ تہا اور اب بوڑہا ہو گیا ہون مگر آجتک مینے کسی صالح کی اولاد کو ٹکڑے
مانگتے نہین دیکہا اسی طرح (توریت) مین ہے کہ نیکبخت انسان کا اثر اسکی سات پشت تک
جاتا ہے پہر قرآن مجید مین بہی ہے کہ کان ابوہما صالحاً یعنی ان کا باپ صالح تہا -
اسلئے خدا تعالیٰ نے انکا خزانہ محفوظ رکہا اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ لڑکے کچہہ ایسے نیک نہ تہے

کفارہ

کفارہ کی نسبت فرمایا کہ عیسائی کفارہ پر اس قدر زور دیتے ہین -
حالانکہ یہ بالکل لغویات ہے اِن کے اعتقاد کے موافق مسیح کی انسانیت

قربان ہوگئی مگر صفت خدائی زندہ رہی اب اِس پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ وہ جو دنیا کیلئے فدا ہوا وہ تو ایک انسان تہا خدا نہ تہا حالانکہ کفارہ کیلئے بموجب اُنہی کے اعتقاد کے خدا کا قربان ہونا ضروری تہا مگر ایسا نہین ہوا بلکہ ایک انسانی جسم فدا ہوا اور خدا زندہ رہا اور اگر خدا فدا ہوا تو اُس پر موت آئی۔ اصل مین اِس کفارہ کیوجہ سے ہی دُنیا مین گناہونکی کثرت ہو رہی ہے مگر جب عیسائیون کو کہا جاتا ہے کہ کفارہ نے دُنیا مین گناہ پہیلایا ہے تو وہ جواب دیتے ہین کہ کفارہ صرف نجات کیلئے ہی ورنہ جب تک انسان پاک نہ ہو اور گناہون سے پرہیز نہ کرتا ہو کفارہ کچہہ نہین مگر جب انہی لوگون کیطرف دیکہا جاتا ہے جو اس قول کے کہنے والے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ طرح طرح کے گناہون مین مبتلا ہین ایک دفعہ ایک پادری کسی گنہ کی وجہ سے پکڑا گیا تو اوس نے جواب دیا کہ کفارہ ہو چکا ہے اب کوئی گنہ نہین اگر کفارہ گنہ کرنے سے نہین بچاتا تو اسکا کیا فایدہ چنانچہ اسکا جواب عیسائی کچہہ نہین دے سکتے +

عیسائیون کی ترقی

فرمایا کہ عام طور پر تو عیسائی صرف لالچ کیوجہ سے مذہب عیسوی مین داخل ہوتے ہین چنانچہ ایک موقعہ پہ جبکہ پادری گرسفورڈ مجہہ کو ملنے قادیان مین آئے تو اُن کے ساتہہ ایک نو عیسائی تہا جو انہین بہت اعتبار اور رسوخ رکہتا تہا مینے پادری صاحب سے پوچہا کہ کیا آپ اِس شخص کے سچے عیسائی ہونے پر یقین رکہتے ہین اور آپ کو اعتماد ہے کہ یہ خالص اور سچا عیسائی ہے تو اونہون نے اُسکے سامنے ہی کہا کہ نہین مجہہ کو یقین نہین اِسی طرح ایک مولوی نے سنایا کہ ایک عورت عیسائی ہو گئی اور اسکو ایک میم لوگون کے

گہرون مین لیجاتی اور کہا کرتی کہ دیکھو یہ بڑی خاندانی عورت ہے، اور بڑے سچے دل سے عیسائی ہوئی ہے اور بڑی نیک ہے آپ تمام لوگون کو اسکی نظیر پر چلنا چاہیئے اور مجھے بہی کہا کہ یہ بڑی پاک اور نیک عورت ہے، دو تین ماہ کے بعد اسکے حمل کے آثار ظاہر ہوئے حالانکہ وہ کنواری تہی - اسکے بعد وہ میم صاحبہ بہت ہی چہپ کر باہر نکلتی تہین اور جب کبہی یا کسی اور شخص کو دیکھ لیتین جو بات سے واقف ہو تو وہ راستہ چہوڑ دیتین یا دوسرے راستہ چلی جاتین ایک دن مین اُنکی کوٹہی پر گیا اور کہا کہ میم صاحبہ اب آپکی بزرگی کیا ہوئی تو اسکو سنکر اُس نے کہا کہ نہین نہین وہ حمل پہلے کا تہا تو مینے کہا پہلے کا تہا یا پیچہے کا اس سے تو کوئی بحث نہین بات تو یہ ہے کہ اگر یہانکی عورتین اور لڑکیان اسکی نظیر پر چلتین تو کیسا غضب ہو جاتا - (جہان تک تو عیسائیون کی موجودہ تعداد کو ہندوستان مین دیکہا جاتا ہے اُسمین زیادہ تر حصہ ذلیل لوگون کا ہے جنکو خدا اور رسول سے کوئی تعلق نہین بلکہ اپنے نفس اور اپنے عزیزون کو پالنے سے غرض ہے جو لڑکا آوارہ ہوا گہر پر ماں باپ نے تشدد کیا سکول مین اُستاد نے ڈانٹا ڈپٹا فوراً گرجا کی پناہ مین داخل ہو گیا جہان کہ بغیر کسی کام کے ہر طرح کا عیش میسر آتا ہے نہ پڑہنا نہ لکہنا آوارہ گردی مین سارا سارا دن ختم ہو گیا اور اتوار کے دن گرجہ مین پادری صاحب کو شکل دکہا دی - اسی طرح وہ عورتین جو اپنے گہرون مین عیاشی کرنے سے ڈرتی ہین وہ کسی گرجہ کی پناہ مین آجاتی ہین - چوڑہے چمار جنکو سارا دن کام کرنیکے بعد اوقات بسری کیلئے کچہہ ملتا تہا اُنہون نے عیسائی ہونیکو غنیمت جانا نہ انکو مذہب سے کوئی تعلق ہے اور نہ دین ایمان سے غرض جہان پناہ ملے اور کہانے پینے کو ملے وہ وہین جانیکو تیار ہین - ہمارے

ریویو

ردّ چکڑالوی - یہ کتاب محمد ظہیر الدین صاحب کی تصنیف کردہ ہے۔ اور چکڑالوی کے عقاید کے ردّ مین ہے۔ مصنّفِ کتاب تصنیف کے کام مین بہت ہوشیار ہین اور جواب دینے کے طریق خوب جانتے ہین — — — — — — — — — آجکل چکڑالوی یا اہل قرآن کے فتنہ سے بچنے کیلئے یہ کتاب احمدیون کو ضرور اپنے پاس رکھنی چاہئے آیندہ ہم انشاءاللہ کچھ اور بھی لکھین گے۔ ملنے کا پتہ:- دفتر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library

نوٹس

پہلے ہم نے ۱۰- فروری ۱۹۰۶ء کو ایک رسالہ بطور نمبر اول شایع کیا تھا جس مین ہماری غرض یہ تھی کہ ہمارا سال فروری سے شروع ہو مگر غلطی سے بجائے ۱۰- فروری کے ۱۰- جنوری لکھا گیا- اور اس طرح پر ہماری منشا پوری نہوئی اس وقت ہم دو پرچے نمبر ۲ و ۳ اکٹھے شائع کرتے ہین لہذا جنوری ۱۹۰۶ء سے شروع سال سمجھا جاوے۔ والسلام

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ریویو

مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ یہ کتاب مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی نے حال مین ہی تیار کی ہے اور اِسکے مضامین اسکے نام سی ہی ظاہر ہین اسمین اُنہون نے نہایت کوشش اور محنت سے جماعت احمدیہ کی آسانی کیلئے حضرت مسیح موعود اور دیگر بزرگان فرقہ احمدیہ کے فتوون کو جو مختلف کتب اور اخبارات مین چھپتے رہے ہین اکٹھا کیا ہے اور یہ اُن کا احسان تمام قوم پر ہے اور جہان تک مین اس کتاب کو دیکھتا ہون مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک خواندہ احمدی کے گھر مین یہ کتاب ہونی چاہیئے کیونکہ بوجہ اُس عناد اور بغض کے جو مخالفین سلسلہ ہم سے رکھتے ہین ہم کسی مسئلہ کے پوچھنے کیلئے اُن کی پاس نہین جاسکتے اور نہ وہ گوارا کرتے ہین اور نہ اُنکے مسایل اس قابل ہین کہ اُن پر شرح صدر سے یقین کیا جائے کیونکہ اس وقت اسلام کے مختلف فرقہ ہین اور مختلف مسائل اُنمین رایج ہین پس ہماری لئے ضروری ہے کہ خدا کی مقرر کردہ حکم کے فیصلون سی آگاہی حاصل کرین اور اُن پر کاربند ہون اس کتاب مین ایک نقص رہگیا ہے جو کہ امید ہے کہ مؤلف صاحب آیندہ کسی موقعہ پر دور کردینگے اور وہ یہ ہے کہ اسمین اُن جگہون کے حوالہ نہین دئے گئے جہان سے یہ فتوی لیے گئے ہین تاکہ آیندہ لوگون کو اُس کے دیکھنے کا بہی موقعہ ملسکتا مگر بہرحال یہ کتاب قابل قدر ہے اور ہر ایک احمدی کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اِس کتاب کے تین حصے ہین قیمت حصہ اول (عہ) حصہ دوم (۸ر) حصہ سوم (۱۲ر) ہے اور **مولوی محمد فضل خان صاحب** احمدی (مصنف کتاب ہذا) ڈاکخانہ و مقام چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی سے ملسکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حقانیت اسلام

بجواب

نو اسلام

اسلام میں تبدیلی پادری ڈاکٹر ایچ وائیٹ بریخٹ صاحب ڈی۔ڈی پی ایچ۔ ڈی نے قاہرہ (مصر) کی ایک مشنری کانفرنس میں ایک لیکچر دیا ہے جس میں آپ نے اس بات کو ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام اپنی حالت کو بدل کر بالکل کچھ اور کا اور ہو گیا ہے۔ اور اس مضمون کا ہیڈنگ آپ نے نیا اسلام رکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اکثر مسیحی مصنف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام نقش کالحجر کی طرح ہے مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ مذہبی طور سے مسلمانوں میں بڑی بڑی تحریکیں ہوئیں اور خاصکر انہیں لوگوں میں جو شریعت پر چلنے والے ہیں اور گذشتہ صدی میں اسلام شریعت کے حدود اور قیود سے بھی تجاوز کر گیا ہے اور ایک نئے طبقہ میں قدم مارنا شروع کر دیا ہے اور ملّا پنے کے زمانہ کا خاتمہ گویا قریب آگیا ہے۔ اب اس عبارت کو پڑھکر کون عقلمند ہے جو پادری صاحب

کے علم و فضل کی داد نہ دیگا کیونکہ آپ نے پیرؤنکی تبدیلی کو مذہب کی تبدیلی قرار دیا ہے اگر ایک حصہ مسلمانوں کا اپنی بدبختی کی وجہ سے احکام اسلام پر عمل کرنیسے قاصر رہ جائے اور اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکے تو اس سے اسلام پر کیا الزام آسکتا ہے۔ تبدیلی وہ ہے جو اصول میں ہو اور اصولی تبدیلی آپ اسلام میں قطعاً ثابت نہیں کر سکتے۔ اس بات سے ہمیں انکار نہیں کہ آجکل مسلمانوں میں بہت کچھ بدیاں پھیل گئی ہیں اور طرح طرح کے فسادات میں پڑ گئے ہیں مگر ساتھ ہی اکثر مسلمان ایسے ہیں جو بدی کرتے ہوئے مانتے ہیں کہ یہ بدی ہے وہ اپنی کمزوریوں سے واقف اور اپنی حالت سے خائف ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال اپنی کتاب کے ذمہ نہیں لگاتے اور نہ وہ اپنے گندے کاموں کو نبی کریم کے احکام کے مطابق ٹھیراتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اس بیمار کی طرح ہیں جو اپنی بیماری سے واقف ہو اور اس گمراہ کی طرح ہیں جو اپنی گمراہی سے آگاہ ہوں پس وہ اپنی بیماری سے بچنے کیلئے اور اصل راہ کو پانیکے لئے ہمیشہ بیتاب رہتے ہیں اور بہت سے ہیں جو نیکوں اور بزرگوں کے ملنے پر انکی صحبت سے فایدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ اس لئے اسلام میں خدا تعالے نے مجددوں کا ایک سلسلہ قایم کر دیا ہے کہ جسکی وجہ سے ہمیشہ کمزور اور گری ہوئی حالت کے لوگ توانا اور طاقتور ہو جاتے ہیں اور اپنی تمام کمزوریوں سے پاک ہو کر نیکی کے کاموں کے کرنیکی طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے اور دوسرے مذاہب اس سے محروم ہیں۔ صرف اسی مذہب کو دعویٰ ہے کہ میرے پیرو ہر زمانہ میں خدا سے ہمکلام

ہو سکتے ہیں۔ اور اسی مذہب میں ہر صدی کے خاتمہ پر یا شروع میں ایک ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جو دنیا کو گناہوں اور بدیوں سے بچاتا ہے۔ پس بعض مسلمانوں کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اسلام پر حملہ کرنا اور اُسکے اصول میں تبدیلی بتانا ایک سخت ہٹ دھرمی اور ضد ہے۔ جو کچھ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ اور جو کچھ نبی کریم نے فرمایا ہے اُسی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ حسنؓ معاویہؓ نے کیا اور وہ دین جو انہوں نے اپنی زندگی میں پھیلایا تھا۔ وہی انہوں نے پھیلایا۔ جو دین کے اصول قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ اور جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہی امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام حنبل۔ امام شافعی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کئے ہیں۔ اور انہیں پر چلنے کی اپنے پیروؤں کو تاکید کی ہے۔ اور وہی اصول ہیں جنکی تعلیم سہروردی۔ نقشبندی۔ اور چشتی خاندانوں کے اماموں نے اپنے مریدوں کو دی ہے۔ اور آج میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود اپنے متبعین کو دے رہے ہیں پس اسلام میں کسی ایسی تبدیلی کا پیدا ہونا۔ جو اس کی شکل کو بالکل بدل ڈالے محالات سے ہے۔ اور خود مخالفین اسلام بھی ... اس بات کے قائل ہیں چنانچہ خود پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "اکثر مسیحی مصنفوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام نقش کالحجر کی طرح ہے"۔ واقعی اس حد تک یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ وہ اصول دین جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور صرف ان چودہ سو سالوں میں نہیں۔ بلکہ جب سے دنیا بنی آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت نوحؑ تک اور حضرت نوحؑ سے حضرت موسیٰؑ تک

اور حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ تک اور حضرت عیسیٰ سے نبی کریم تک اور آپ کے زمانہ سے مسیح موعود کے زمانہ تک اسلام ایک ہی ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ اور پیروؤں کی نسبت جو میں نے لکھا ہے کہ ان کے ایک حصہ میں گناہ اور بدیاں پائی جاتی ہیں سوا اس کا میں جواب دے آیا ہوں اور ایک اور ضروری بات ہے جو لکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں ہر زمانہ میں شریعت پر چلنے والے لوگ موجود رہتے ہیں اور ان انعامات کو حاصل کرنیوالے پیدا ہوتے رہے ہیں جو احکام اسلام پر چلنے والوں کیلئے مقرر ہیں۔ مگر اس کے برخلاف اور مذاہب میں ایسا نہیں ہے خاصکر عیسائیوں میں تو انجیل کے مطابق مسیح کے فوت ہونیکے بعد یا آسمان پر چڑھ جانیکے بعد کوئی نیک نہیں ہوا۔ بلکہ خود یسوع مسیح بھی نیک نہ تھا کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ مجھے نیک مت کہو میں نیک نہیں ہوں۔ پھر لکھا ہے کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے مرد کے لئے مقرر ہوا کہ وہ اپنے ماتھے کے پسینہ سے روٹی کمائے اور عورت درد زہ سے بچہ جنے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب عیسائیت نے نیکی پھیلائی اور مسیح اپنے پیروؤں کے گناہوں کو خود اٹھا کر ان کا کفارہ ہو گیا تو پھر بھی مرد اپنے ماتھے کے پسینہ سے روٹی کماتا ہے اور عورت درد زہ سے بچہ جنتی ہے۔ بلکہ خود خدا کی ماں مریم کو بھی اس تکلیف سے نجات نہ ہوئی اور اس کو بھی دردیں لگیں اور تکلیف ہوئی۔ پس ہم کس طرح سے مان لیں کہ عیسائیوں میں آجتک کبھی کوئی نیک پیدا ہوا ہے بلکہ جہاں تک تاریخ اور مشاہدہ ثابت کرتا ہے اس کے برخلاف بہت کچھ ثبوت موجود ہیں۔ پس یہ الزام

کہ اسلام بدل کر نیا اسلام ہو گیا ہے اور شریعت کی حدود اور قیود سے آگے نکل آیا ہے غلط ہے بلکہ خود عیسائیت اپنی مقرہ حدود سے باہر آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے ثابت کرتے ہیں۔

مذہب عیسوی میں تبدیلی

عیسائی دوسرے مذاہب کے نقائص دریافت کرنیکے پیچھے تو ہر وقت لگے رہتے ہیں اور جس طرح ہو عبارتوں کو مروڑ کر کچھ کے کچھ معنے بنا کر عوام کو دہوکا دینا چاہتے ہیں مگر اپنے مذہب کی طرف نظر نہیں ہے کہ اس میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے اور کس طرح طرح دنیاوی لالچ کی وجہ سے اصل تعلیم کو بدل کر اور کا اور ہی کر دیا گیا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ خود مسیح کے وقت میں ہی حواریوں کی عملی اور اعتقادی حالت اچھی نہ تھی۔ کیونکہ وہ یسوع کے تمام کاموں پر اعتراض کرنیسے باز نہیں آتے تھے۔ اور ہمیشہ اس کی نیکی اور بزرگی پر شک لاتے رہتے تھے یہاں تک کہ خود یسوع بھی انکی ان حالتوں کو دیکھکر گھبرا گیا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ اگر تم میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور تم پہاڑوں کو حکم دو تو وہ چل کر دریا میں جا پڑیں گے اور دریاؤں پر بلا خوف و خطر چل سکو گے۔ اور یسوع اپنی خدائی کے تین سال مین خوب جانتا تہا۔ کہ ان میں اتنا ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انکی کمزوریوں کو روز مشاہدہ کرتا تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ وہ ہر ایک امتحان میں ناکام ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے حواریوں میں سے دو کو کہا کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھکو پکڑ دیگا اور ایک دوسرا صبح ہونے سے پہلے میرا انکار کریگا۔ پس انجیل کو غور سے پڑھنے سے معلوم

ہوتا ہے کہ حواری خود مسیح کے سامنے ہی اعتقادات کے بودے اور اعمال میں سست
تھے پھر جب یہودیوں کی سولی نے مسیح کا سایہ بھی ان کے سروں سے اٹھا دیا تو خود سمجھ میں
آسکتا ہے کہ انہوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ پولوس کا انکے ساتھ شریک ہو جانا ایک اور
وقت ہوا اگر کسی قدر مسیحی تعلیم کا لحاظ تھا تو وہ بھی جاتا رہا وہ حواریوں کی کونسل جو چاہتی
تھی کرتی تھی چنانچہ آجکل کے عیسائی علماء و فضلا اس بات کا رونا روتے ہیں اور رونا
ہتے ہیں کہ ہم نے کبھی بائیبل کو اس غرض کیلئے نہیں پڑھا کہ اس میں کچھ روحانیت کے سبق
ملتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ چند دلچسپ اخلاقی قصہ ہیں۔ اور آجکل کے عیسائی تو اس
و اخلاقی تعلیم بھی قرار نہیں دیتے بلکہ درسی تعلیم سے اس کو نکلوانا چاہتے ہیں چنانچہ انگلستان
یں آجکل اس بات پر بہت کچھ شور برپا ہے۔ غرض حواریوں نے مسیح کے اقوال و احکام کا
وال نہ رکھتے ہوئے جو چاہا فتویٰ دیا اور مذہب عیسوی میں اس کے بانی کے سولی دئے
نے کے بعد ایک دو سالوں کے اندر ہی اندر اس قدر تبدیلیاں پیدا کر دیں کہ اس کی شکل
بدل ڈالی مسیح کا حکم تھا کہ دوسری قوموں کو تبلیغ نہ کرو اور وہ کہتا تھا کہ میں تو اسرائیل کی
گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کیلئے آیا ہوں (جو وعدہ کبھی پورا نہیں ہوا) اور پھر کہتا تھا کہ
ہ موتی سؤروں کے آگے مت ڈالو اور اس نے اپنے حواریوں کو رسول مقرر کرتے
ہوئے نصیحت کی تھی کہ غیر قوموں کی طرف مت جاؤ بلکہ بنی اسرائیل میں ہی تعلیم پھیلاؤ
(افسوس کہ حواریوں نے موتی تو سؤروں کو دیدئے اور خود خالی ہاتھ رہ گئے) مگر مسیح کے فوت
ہونے کے ساتھ ہی حواریوں نے غیر قوموں میں تحریک کرنی شروع کی بلکہ زیادہ تر اسی
طرف متوجہ ہو گئے۔ اور باوجود اس کے کہ مسیح نے کہا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے مگر تعلیم

موسوی کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹل سکتا۔ حواریوں نے مذہب عیسوی میں دل کھول کر نئے عقائد اور نئے احکام جاری کئے۔ چنانچہ موسوی تعلیم میں ختنہ ضروری تھا اور اس کی نسبت ایسا کڑا حکم تھا کہ پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۴ میں لکھا ہے کہ "وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا" توریت نے اور حضرت موسیٰ نے صاف حکم دیا ہے کہ جو شخص ختنہ نہیں کراتا وہ خدائی بادشاہت سے حصہ نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے جب کہ ان کی عمر ننانوے برس کی تھی اپنا ختنہ کروایا چنانچہ پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۴ میں ہے کہ "جس وقت ابراہیم کا ختنہ ہوا وہ ننانوے برس کا تھا" اب دیکھنا چاہیئے کہ ختنہ ایسا ضروری تھا کہ خدا کہتا ہے کہ جو ختنہ نہیں کرواتا متقیوں سے الگ کیا گیا اور ابراہیم اپنے عمل سے اس کی اہمیت کو ثابت کرتے ہیں یعنی ننانوے برس کی عمر میں جبکہ عمر کا ضعف اور کمزوری کمال کو پہنچ گئی تھی انہوں نے اپنا اور اپنے کل خاندان کا ختنہ کروایا مگر حواریوں نے مسیح کے فوت ہونے کے بعد ہی اس مبارک رسم کو دنیا سے اٹھا دیا اور حکم دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر سور جس کی نسبت توریت میں حکم ہے کہ "سور کہ کھر اس کا دو حصہ ہوتا ہے اور اس کا پاؤں چرا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی ناپاک ہے تمہارے لئے تم ان کے گوشت میں سے نہ کھائیو اور ان کی لاشوں کو نہ چھوئیو کہ یہ ناپاک ہیں تمہارے لئے" احبار باب ۱۱ آیت ۷، ۸ اسکو بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیونکہ حرام حلال کا قاعدہ بالکل اڑا دیا۔ پھر سود ہے اس کی نسبت حمیا باب ۵ آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ "میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ ہم لوگ سود لینے سے ہاتھ اٹھائیں" حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۸ و ۹ "جس نے سود پر نہیں دیا یا لیا اور بدی سے اپنا ہاتھ کھینچا ہے" "وہ صادق ہے خداوند یہوواہ کہتا ہے وہ بے شبہ

جٹے گا" پھر آیت ۱۱ میں لکھا ہے کہ "سود پر دیوے اور سود کھاوے تو کیا وہ جیگا وہ نہ جیگا
اس نے یہ سارے نفرتی کام کئے وہ یقیناً مر جائیگا اس کا لہو اس پر ہوگا" مگر حواریوں نے
اس کو جائز کر دیا اور بنی نوع انسان کو اپنی آنکھوں کے سامنے لٹنے دیا اور صرف اسی قدر فتویٰ
دیگر تمام گناہوں اور بدیوں کی اجازت دیدی کہ "چونکہ ہم نے سنا کہ ہم میں سے بعضوں
نے جن کو ہم نے حکم نہیں کیا جا کے تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا۔ اور تمہارے دلوں کو یہ
کہہ کے پریشان کیا کہ ختنہ کرو اور شریعت پر چلو (اس سے بڑھکر اور کیا گناہ ہوگا کہ شریعت پر
چلنے کی نصیحت کی) سو ہم نے ایک دل ہو کر بہتر جانا کہ اپنے عزیزوں برناباس اور پولوس کے
ساتھ جو کہ ایسے آدمی ہیں کہ انہوں نے اپنی جان ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر
خطرہ میں ڈالی بعض چنے ہوؤں کو تمہارے پاس بھیجیں چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو
بھیجا اور وے یہ باتیں زبانی بھی بیان کرینگے کیونکہ روح قدس نے اور ہم نے بہتر جانا کہ ان
ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی
ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپکو بچائے رکھو گے تو خوب
کرو گے۔ سلامت رہو" باب ۱۵ آیت ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹۔ اب ان
سب باتوں کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ عیسائیت نئی ہے یا
اسلام نیا ہے۔ اسلام تو جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے مگر عیسائیت مسیح کے مرنیکے بعد
کچھ سے کچھ ہو گئی۔ اور اگر اسلام میں کچھ بدعتیں ہیں تو وہ خاص خاص فرقوں یا خاص
خاص قوموں کے ساتھ مختص ہیں مگر عیسائیت کی یہ تمام برائیاں اور تبدیلیاں کل عیسائیوں
میں اور ان کے اکثر فرقوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس کیا باوجود ان واقعات کے ہوتے ہوئے

پادری صاحب کو حق ہے کہ وہ اسلام کو نیا اسلام کہہ سکیں ہاں عیسائیت بالکل بدل گئی ہے اور اس کا ثبوت میں دیچکا ہوں کہ قولاً حواریوں نے اس کو بدل دیا اور عملاً جو کچھہ ہے وہ ظاہر ہے

قرآن کی پولیٹیکل پالیسی اور بشارت انجیل

آگے چل کر پادری صاحب نے لکھا ہے کہ جب سے عیسائی طاقتیں مسلمان طاقتوں پر غالب آگئی ہیں مشکل سے ایک تہائی مسلمان قرآن کی پولیٹیکل تعلیم پر چل سکتے ہیں مگر افسوس کہ پادری صاحب یہ بات لکھنے کو تو لکھ گئے ہیں مگر انہوں نے اس کے بدنتایج کو نہیں دیکھا اگر پولیٹیکل معاملات مطلب آپ کا وہی معاملات ہیں جو صاحب حکومت کو پیش آتے ہیں تو اس کا ذکر فضول ہے کیونکہ وہ تو صرف بادشاہ اور اس کے وزراء کے متعلق ہوتے ہیں عوام کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تہائی تو کیا مسلمانوں کے ہزارویں حصہ کو بھی اس سے تعلق نہیں۔ اور نہ کبھی تھا اور اگر آپکا مطلب ان پولیٹیکل امور سے ہے جو عوام و خواص دونوں سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ نے سخت غلطی کھائی کہ . . . .
آپ مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلانا چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ انکو پولیٹیکل معاملات سے بالکل الگ رکہنا چاہتی ہے۔ نہیں گورنمنٹ کا یہ منشا نہیں ہے اور نہ وہ کبھی اس ارادہ کا اظہار کرتی ہے۔ بلکہ ان کو بہت کچھہ آیندہ امید دلاتی ہے۔ مگر آپ عوام کے دل میں ایسے خیالات ڈال کر انکو گورنمنٹ سے بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ آج کل جو سازشیں گورنمنٹ انگریزی کے خلاف ہو رہی ہیں وہ کیا کم ہیں کہ آپ نے

بھی مسیحی تعلیم کے گھمنڈ میں ایسی بے تکی باتیں ہانکنی شروع کردیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس بے امنی کو امن سے بدلا جائے مگر پادری صاحب اس کے برخلاف فساد ڈالنا چاہتے ہیں اور یہ شاید اس لئے ہے کہ مسیح نے بھی کہا تھا کہ "میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" متی باب ۱۰ آیت ۳۴ پادری صاحب کو اتنا تو سوچنا چاہیئے تھا کہ جس قوم کا روپیہ وہ کہا رہے ہیں جس کے سایہ میں امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں سے ہونیکے خود دعوے کرتے ہیں اسی کے برخلاف ایسی باتیں کہنے کا انہیں کس قدر حق حاصل ہے۔ اور اگر وہ کہیں کہ یہ پولیٹیکل تعلیم تو انگریزی ہے میں نے قرآن کی پولیٹیکل تعلیم کے متعلق لکھا تھا تو پھر بھی وہ غلطی پر ہیں کیونکہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے خودبخود معلوم ہو جاتا ہے کہ پولیٹیکل تعلیم یورپ نے اسلام سے ہی حاصل کی ہے پس جو کچھ پولیٹیکل امورات یہ آج کل کی طاقتیں حل کرتی ہیں وہ سب اسلام کی خوشہ چینی کا ہی نتیجہ ہے۔ ہاں جھوٹ اور وعدہ خلافی جو آج کل زیادہ استعمال ہونے لگی ہے اس کا اسلام قطعاً رد کرتا ہے۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں کہ بشارت انجیل بھی رفتہ رفتہ اپنا کام کر رہی۔ مگر اس بات میں بھی پادری صاحب نے دہوکا کہایا ہے کیونکہ بشارت انجیل نے آج تک نہ کبھی کام کیا نہ کرتی ہے اور نہ کریگی۔ پہلے زمانہ میں بھی اور اب بھی کچھ تو کفارہ سے ہر قسم کے گناہوں کی آزادی دیکر اس دین کو پھیلایا اور کچھ لالچ اور طمع اور بشارت زر سے رومیوں کے بادشاہ نے اس مذہب میں آزادی زیادہ دیکھی اور گناہوں کے لئے دروازہ کھلا پایا وہ عیسائی ہوا اور کل یورپ میں اس کے رعب اور طاقت سے یہ دین پھیلنے لگا۔ اور ساتھ ہی وہی آزادی کی حرص اپنا کام کرتی رہی آزاد اور احکام مذہبی سے جی چرانے والے لوگونکو سوائے

اس مذہب کے اور کہیں پتہ نہ ملا وہ اس میں داخل ہو گئے بشارت انجیل نے کیا کیا۔
اور آپ لوگ تو نہ خود اس انجیل سے فایدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ ہمکو اس کی تعلیم دے سکتے
ہیں کیونکہ مسیح نے غیر قوموں کو تعلیم دینے سے ہی منع کیا ہے۔ پھر اس بے فایدہ سر دردی
سے کیا فایدہ لوگ اپنے اپنے مذاہب کو چھوڑ دیں جو ان کو نجات کا وعدہ دیتا ہے اور
عیسائیت کو اختیار کریں جو کہتی ہے کہ سوائے اسرائیلوں کے کوئی نجات نہیں پا سکتا
اور مسیح نے اپنے حواریوں کو کہا کہ اپنے موتی سوؤر دنکے آگے مت پھینکو۔ اور انکو منع
کیا کہ غیر قوموں کو تبلیغ مت کرو پس آپ لوگ ہم کو کس اصول پر اس مذہب کی طرف بلاتے
ہیں۔ یہ تو غیر قوموں کا ذکر ہے جن کو بشارت انجیل پہنچ ہی نہیں سکتی باقی رہے خود بنی
اسرائیل ان کا یہ حال ہے کہ مسیح نے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیئے
آیا ہوں سو اول تو مسیح بارہ فرقوں میں سے صرف دو کو ہی ہدایت کرتا رہا اور وہ دو بھی وہ نہیں
جو کھوئے ہوئے نہیں تھے بلکہ کھوئے ہوئے دوسرے دس فرقہ تھے اور پھر ان دو نے
بھی اس کو نہ مانا بلکہ سولی پر چڑھا دیا یہ تو خود اس کی اپنی نسبت اور بارہ فرقونکی نسبت بشارت
تھی جو الٹی ہلاکت ثابت ہوئی۔ پھر اس نے بارہ حواریوں کو بارہ تختوں کا وعدہ کیا تھا
مگر وہ بھی پورا نہ ہوا حواریوں کو تخت ملنا تو الگ رہا چین سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ اور
اگر اس کی تاویل کریں کہ اس سے مراد دینی بادشاہت تھی تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ
وہاں مسیح نے ساتھ حکم دیا ہے کہ تلواریں خریدو اور اگر روپیہ نہ ہو تو کپڑے بیچکر ہی خریدو
پس جہاں اس کو اس قدر یقین تھا کہ اس کے بارہ حواریوں کو بارہ تخت ملینگے وہاں
کسی تاویل سے کب کام چل سکتا ہے۔ پس یہ بشارت بھی غلط گئی پھر اس نے کہا تھا کہ

دیئے جلائے رکھو اور کمریں کسی رکھو کہ میں عنقریب واپس آتا ہوں مگر آجتک انیس سو (۱۹۰۰) برس ہیں وہ نہ خود آیا نہ کوئی خبریں بھیجیں۔ پس جب وہ جن کے لئے مسیح آیا تھا اس سے کوئی فایدہ نہ اٹھا سکے بلکہ گھر بار سے الگ ہوئے شہروں سے نکالے گئے قوم نے ترک کردیا حکومت بدظن ہوگئی اور خود مسیح اسی کش مکش میں سولی پر چڑھا دیا گیا اور اس پر بقول عیسائیوں کے مراد ربقول توریت کے لعنتی ہوا یعنی اس کا دل خدا سے پھر گیا تو اور لوگ جنکو وہ تعلیم دینا ہی ناجائز سمجھتا تھا بشارت انجیل سے کیا فایدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جس قدر جہلا اور غربا اس وقت ہندوستان یا دیگر ممالک میں اس مذہب میں داخل ہورہے ہیں اس قدر عقلمند اور دولتمند انسان داخل نہیں ہوتے بلکہ ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں اور جہلا وغربا جو داخل ہوتے ہیں وہ صرف بشارت زر کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں نہ کہ بشارت انجیل کیوجہ سے۔

ایک ترقی یافتہ فرقہ

پادری صاحب اپنے مضمون کے ثابت کرنیکی دہن میں سرسید احمد خان کا ذکر کرتے ہوئے اُنکی تیار کردہ ایجوکیشنل کنفرنس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اس کانفرنس کے سربرآوردہ ممبران میں سے ایک آغاخان بھی ہیں جو ایک دولتمند قوم بوراہی کے سرگروہ ہیں انہوں ایک موقع پر جبکہ وہ اس کانفرنس کے پریذیڈنٹ تھے دوران تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کی ترقی میں رواج پردہ خود غرضی مسئلہ تقدیر ظاہری دینداری نے بہت کچھ رکاوٹیں پیدا کردی ہیں۔ کیونکہ آغاخان اُس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ پانچویں صدی ہجری سے لیکر آجتک مسلمانوں سے بالکل الگ چلا آتا ہے خود غرضی کا مسلمانوں میں پھیل جانا اس سے تو ہمکو بھی اتفاق ہے

اور اس سے پادری صاحب کو کچھ فایدہ نہیں کیونکہ عیسائیوں میں چھوٹے سے بڑے
تک یہ مرض پھیلا ہوا ہے۔ اور پردہ کا مسئلہ آج کل کے عیسائی بھی قبول کرتے چلے جاتے ہیں
چنانچہ امریکہ کے ایک شاعر نے اس پر نظم لکھی ہے کہ ہم لوگ گرجا اس لیئے جاتے ہیں کہ
عورتوں کو تاکیں جس سے اس مسئلہ کا حل خود بخود ہو جاتا ہے اور یورپ میں جو گندا اور فحش کارروائیاں
ہوتی ہیں وہ کس سے پوشیدہ ہیں باوجود اس کے پھر اس مسئلہ کا ذکر نادانی ہے۔ مسئلہ تقدیر
پر اعتراض بھی تب ہی کیا گیا ہے جب آغاخان صاحب کو واقفیت نہیں کیونکہ اس مسئلہ
سے ترقی میں مدد ہوتی ہے نہ کہ رکاوٹ۔ باقی رہی ظاہری دینداری اگر اس کے مطلب سے
آغاخان کا نفاق ہوتا تو درست تھا مگر افسوس کہ آپ کا مطلب نماز روزہ حج زکوٰۃ سو ہے
جس عقیدہ سے آغاخان صاحب کے مسلمان ہونیکا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے بات یہ
ہے کہ آغاخان صاحب باوجود مسلمان کہلانیکے حالانکہ مسلمان انکو مسلمان نہیں کہتے شریعت
اسلام کے بالکل برخلاف عمل کرتے ہیں۔ اور برخلاف سنت انبیاء کے آپ اپنے پیرؤں کو انکے رشتہ داروں
کی موت پر ایک حکم لکھ کر دیتے ہیں کہ وہ میت کی قبر کیساتھ دفنا دیا جائے جس میں حکم ہوتا ہے کہ اس شخص
کو بلا روک ٹوک کے فوراً جنت میں داخل کر دیا جائے۔ (گویا کہ خدا کیساتھ شراکت ہی) اور آپ اُنکے مشہور
فرقہ اسماعیلیہ کی ایک شاخ کے پیرو ہیں جسکا بانی حسن بن صباح تھا اور جس نے ایک جھوٹی جنت بنا
رکھی تھی جس میں نئے مریدونکو آنکھیں بند کر کے بھیجا جاتا تھا اور عین موقعہ پر جا کر آنکھیں کھولدی جاتی تھیں
اور اس طرح فریب میں لا کر ان سے بڑے بڑے ظالمانہ کام لئے جاتے تھے اور بادشاہان زمانہ جو اس
فرقہ کے مخالف تھے قتل کروائے جاتے تھے۔ اور ان لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ اگر تم اس کام میں مر گئے تو
جنت تو تم دیکھ ہی چکے ہو فوراً وہاں بھیجدیئے جاؤ گے۔ آخر یہ فرقہ مغلوں کے ہاتھ سے تباہ ہوا۔ اور اگرچہ

ان کے موجودہ امام آغا خاں صاحب کی بابت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس خیال کے آدمی ہیں کیونکہ پادری صاحب اپنے مضمون میں انکی نسبت اور ان کے ہمخیالوں کی نسبت لکھتے ہیں کہ "انکی روش بہت کچھ مسیحی طبیعت کے لگ بھگ ہے" مگر ان کے مرید بورے ابتک انکو خدا نہیں تو خدا کا شریک تو ضرور مانتے ہیں اور چونکہ یہاں ہم پادری صاحب کا جواب لکھ رہے ہیں اس لئے کچھ ضرورت نہیں کہ آغا خاں صاحب کی نسبت کچھ زیادہ لکھیں یا ان کے خیالات کی تائید یا تردید کریں کیونکہ پادری انکو اپنے میں شریک کرتے ہیں اس لئے وہ ان سے خود سمجھ لیں اسوقت ہم اسلام پر جو بیجا حملہ کئے ہیں ان کا جواب دے رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود

پادری صاحب اپنے مضمون کو ثابت کرنیکے لئے اس پہلو پر بھی چلے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب نے بھی زمانہ کی حالت کو دیکھ کر اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ پرانے مذہب اسلام اور زمانہ حال کی ترقی و تعلیم کے درمیان ایک وسطی راہ نکالیں مگر افسوس کہ جیسا میں پہلے لکھ آیا ہوں اس معاملہ میں بھی پادری صاحب نے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ مرزا صاحب کی غرض ہرگز ہرگز یہ نہیں بلکہ ان کی بعثت کی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا میں پھر وہی پرانا اسلام پھیلایا جائے جو کہ آدمؑ نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھا۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ میں نبی کریم کی تعلیم کو پھیلا نیکے لئے آیا ہوں اور اس کے لئے ثبوت پیش کرتے ہیں پھر بھی انکار کرتے چلے جاتے ہیں کیا وہ زمانہ یاد نہیں دلاتا جب خود مسیح ناصری کا انکار فریسی کرتے تھے۔ کیا اس میں اور اس میں کچھ فرق ہے۔ جو کچھ اب حضرت کی نسبت کہا جاتا ہے۔ وہی حضرت عیسیٰ کی بابت کہا جاتا تھا اسوقت کے فریسی بھی کہتے تھے کہ اس نے موسیٰ کے دین کو بدلدیا اور ان احکام پر نہیں چلتا اسی طرح آج کل کے لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس شخص نے

پرانے اسلام کو ترک کر دیا ہے اور نئے اسلام کا بانی ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جس طرح مسیح نے کہا تھا کہ "آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نکتہ کے مٹ جانے سے بہت آسان ہے" لوقا باب ۱۶ آیت ۱۷ اور اسی طرح اب یہ کہتا ہے۔ پھر پادری صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب میں دینی سرگرمی اور یقین کیساتھ ہی خودغرضی بھی ہے۔ مگر اس موقعہ پر بھی آپنے یسوع کی لائیف پر نظر نہیں ڈالی۔ مسیح نے جو خودغرضی دکھائی ہے اس کا نمونہ خود انجیل میں ملتا ہے۔ ادہر تو وہ اپنے حواریوں کو راہبانہ زندگی کی تعلیم دیتا ہے کہتا ہے کہ سونا چاندی پاس نہ رکھو اور ادہر اس قدر عیش و عشرت میں زندگی کاٹنے لگا کہ فریسیوں کو شک گذرنے لگا کہ اس قدر کھاؤ پیؤ آدمی کس طرح نبی ہو سکتا ہے۔ پھر متی باب ۲۶ آیت ۶ تا ۱۶ میں لکھا ہے کہ "جس وقت یسوع بیت الاعنیا میں شمعون کوڑھی کے گھر میں تہا۔ ایک عورت سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر اس پاس لائی اور جب وہ کہانے بیٹھا اس کے سر پر ڈالا۔ اس کے شاگرد یہ دیکھکر خفا ہوئے کہنے لگے کاہے کو یہ بیفائدہ خرچ ہوا کیونکہ یہ عطر بڑے دام پر بکتا اور محتاجونکو دیا جاتا۔ یسوع نے یہ جان کر انہیں کہا کیوں اس عورت کو تکلیف دیتے ہو اس نے تو میرے ساتھ نیک کام کیا" اب ان آیات پر خود پادری صاحب ہی غور کر کے دیکھ لیں کہ ان سے کیا ملتا ہے۔ کیا اس سے مسیح کی خودغرضی نہیں نکلتی اور کیا اس سے اسکی خودنمائی نہیں ظاہر ہوتی۔ حواریوں نے کیا عمدہ بات بتائی تھی کہ اس عطر کو فروخت کر کے اس روپیہ سے غریبوں اور ناداروں کو فایدہ پہنچایا جائے مگر مسیح نے جو کہ اپنے آرام اور نفع کے خیال میں بھرا ہوا تہا اس بات کو ہلا دیا اور اس عورت کی تائید کی اور اس کے کام کو سراہا۔ اور مسیح نے صرف اس لئے کہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو اور وہ اس کو عزت سے دیکھیں غریب اور بے ضرر لوگوں کا سوروں کا گلہ برباد کیا۔ اور اس نے انجیل کے بیان کے مطابق

دو آدمیوں میں سے دیو نکالے اور سوروں کے گلے پران کو ڈالدیا جیسا کہ لکھا ہے کہ وے (یعنی دیو) نکل کے ان سوروں کے غول میں گئے اور دیکھو سوروں کا سارا غول کراڑے پر سے دریا میں کودا اور پانی میں ڈوب مرا۔ اب پادری صاحب انصاف سے فرمائیں کہ کیا یہ خود غرضی نہیں تھی۔ اور جب آپ کا خدا خود غرضی سے خالی نہیں تو مرزا صاحب جو ایک نبی ہیں اگر آپ کے نزدیک خود غرض ہیں تو کیا ہرج ہو اگر میں آپکو سچ سچ کہتا ہوں کہ

آپ مرزا صاحب کی ایک خود غرضی بھی ثابت نہیں کر سکتے حالانکہ آپکے خدا یسوع کی خود غرضیاں خود انجیل میں بیسیوں کی تعداد میں درج ہیں۔

مسیح کی جعلسازیاں

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں جعل سے کام لینے میں بھی دریغ نہیں کیا اس موقعہ پر بھی پادری صاحب نے یسوع کی لائف پر نظر نہیں ڈالی اور نہ ہی مرزا صاحب کی زندگی پر غور کیا ہے۔ ورنہ وہ اس قدر دلیری سے یہ الفاظ نہ لکھ سکتے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی زندگی کے حالات سے تو وہ ایک جھوٹ بھی ثابت نہیں کر سکینگے۔ اور نہ جعل سازی کا الزام پایۂ ثبوت کو پہنچا سکینگے حالانکہ یسوع کے حالات بہت سی خطرناک جعلسازی اور جھوٹوں سے پر ہیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ جب پنجاب میں عیسائیت پھیلنے لگی تو مرزا صاحب کا دل گھبرایا اور انہوں نے دیکھا کہ ایک نئے نبی کی ضرورت ہے مگر چونکہ نبی کریم خاتم النبین تھے اس لئے انہوں نے ٹھیک طرح سے نبی تو ہونیکے دعویٰ نہ کیا مگر اس موعودہ مہدی ہونیکے دعوے کیا کہ مسیح کی طبیعت

اور قدرت کیساتھ آیا ہوں اس لئے میں مسیح ہوں اور مہدی بھی ہوں - اور بعد ازاں ہندوؤں کی خاطر اُس نے کرشن ہونیکا بھی دعویٰ کر دیا - اب ناظرین خود انصاف کریں کہ پادری صاحب کہاں تک راستی پر ہیں پادری صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں کی ترقی دیکھکر مہدی موعود ہونیکا دعوے کیا جس نے مسیح کیلئے راستہ صاف کرنا تھا - اور پھر مسیح کے ایلیاہ والے قول سے فایدہ اٹھاکر مسیح ہونیکا دعویٰ کر دیا ہے - اول بات کا جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قطعاً اس مہدی کے ہونیکے دعویٰ نہیں کیا جسے مسیح کا راستہ صاف کرنا تھا بلکہ جیسا کہ خود آپکے قول سے ظاہر ہے وہ خود ہی مسیح ہونیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں پادری صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف جو ہماری الہی کتاب ہے اور بخاری جو اس کے بعد درجہ رکھتی ہے اور حدیث کی کتاب ہے اس میں مہدی اور مسیح کا الگ کہیں ذکر نہیں اور کوئی آیت یا کوئی حدیث ایسا ظاہر نہیں کرتی کہ ایک شخص مسیح کے پہلے آئیگا جو اس کا راستہ صاف کریگا - بلکہ ایک حدیث کی کتاب میں صاف طور سے آیا ہے کہ لا مهدی الا عیسیٰ یعنی سوائے عیسےٰ کے اور کوئی مہدی نہیں آئیگا (مہدی موعود سے مراد ہے) پھر مرزا صاحب کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں کہ میں مسیح کا راستہ صاف کرنیکو آیا ہوں - یہ آپ کو غلطی لگی ہے اور صرف بے علمی کا نتیجہ ہے - پھر رہا یہ الزام کہ حالت زمانہ کو دیکھ کر آپ نے دعوے کر دیا تو یہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ یہ الزام پھر مسیح ناصری پر لگتا ہے اگر آپ کے لئے یہ کہا جائے کہ اس نے تو معجزات سے اپنا ثبوت دیا تو مرزا صاحب نے اس سے بھی بڑھ کر معجزات دکھائے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے اور کوئی عیسائی آجتک اس کے برخلاف ثابت نہیں کر سکا - اگر اس وقت زمانہ کی حالت ایسی خراب نہ تھی کہ مرزا صاحب

کے دل میں اس حیل کے بنانیکی ترغیب ہوئی تو اس وقت بھی تھی جیساکہ خود مسیح کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے پھر مرزا صاحب اور مسیح میں کونسا فرق رہگیا۔ مسیح کیلئے کوئی نشان نہیں دکھلایا گیا مگر مرزا صاحب کیلئے بہت سے نشانات دکھلائے گئے ہیں آسمان پر چاند گرہن اور سورج گرہن ہوئے زمین پر طاعون اور زلازل نے لوگوں کے دلوں کو ہلادیا اور یہ تمام پیشگوئیاں اس وقت کے لئے تہیں جبکہ مسیح و مہدی کا نزول ہونا تھا پھر جب مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ پوری ہوئیں تو اب آپ لوگوں کو کس بات سے انکار ہے مسیح کا دعویٰ بیدلیل تھا اور ان کا دعویٰ بادلیل ہے آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں میں سے کون جلساز ہے مسیح یا مرزا صاحب۔ پھر پادری صاحب نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب مسیح کے ایلیاہ بنے والے قول سے فایدہ اٹھاکر خود ہی مسیح بنگئے مگر افسوس کہ ضد اور تعصب نے یہاں بھی آپ کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ یہودیوں میں پیشگوئی تھی کہ ایلیاہ نبی کے آنیکے بعد مسیح آئیگا مسیح نے جب دعویٰ کیا تو لوگوں نے ایلیاہ نبی کے آنیکا سوال کیا تو اس نے کہا کہ یوحنا ہی ایلیاہ ہے مگر یوحنا نے کہا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں جب یوحنا خود انکار کرتا ہے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں تو مسیح کا دعویٰ کس طرح سچا ہو سکتا ہے ملاکی نبی کی کتاب کے رو سے آپ اس کا دعویٰ سچا نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص آسمان سے اتر سکتا تھا تو ایلیاہ کو اترنا چاہئے تھا تو اگر یہ بات محال ہے تو مسیح بھی دوبارہ آسمان سے نہیں اتر سکتا۔ مسلمانوں میں ایک شخص کے آنے کی خبر دیگئی تھی کہ وہ مسیح بھی ہوگا اور مہدی بھی اور اس کے لئے نبی کریم نے فرمایا تھا کہ اِمامُکم مِنکم یعنی تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا باہر سے نہیں۔ حلیہ جو مسیح ناصری کا بتایا گیا ہے وہ اور ہے جو آنیوالے کا بتایا گیا ہے وہ اور ہے پھر جو نشانات اس کیلئے بتائے گئے تھے

وہ پورے ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے دعوے کیا اور یونہی نہیں نشانات اور معجزات کیے تھے پھر ان کی سچائی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کونسی جعلسازی پائی جاتی ہے۔ ہاں مسیح نے دعویٰ کیا اور اس کیلئے جو نشان الیاس نبی کے آنیکا بتایا گیا تہا وہ پورا نہیں ہوا پس اگر جعلسازی کا الزام ہے تو اس پر ہے۔ اور یسوع مسیح کی جعلسازیاں کرنیکی عادت ہی تھی۔ (عیسائیونکے یسوع کی ورنہ ہمارا مسیح جو ایک نبی اور برگزیدہ **انسان** تھا ان باتوں سے پاک تھا) اسکا باپ نہ تہا اور وہ کہتا تہا کہ میں داؤد کی اولاد سے ہوں اور یہ ایک جعلسازی تھی تاکہ لوگ اسکو مسیح مان لیں کیونکہ مسیح کیلئے داؤد کی اولاد میں سے ہونا شرط تھی مسیح نے اپنی ماں کا انکار کیا اور یہ ایک جھوٹ تھا۔ اسنے حواریونکو بادشاہت کا وعدہ دیا تھا کہ اور لوگ بھی پھسلائے جائیں یہ ایک جعلسازی تھی۔ پھر حاکم وقت کے سامنے ابات کا انکار کیا یہ ایک جھوٹ تہا۔ اب ناظرین غور کریں کہ جھوٹا اور جعلساز کون ہے مسیح یا مرزا صاحب باقی رہا کرشن ہونیکا دعوے سو یہ تو اور بھی ثابت کرتا ہے کہ اسلام وہی پرانا اسلام ہے اب تک بدلا نہیں تبھی تو مسلمانوں کے گہر میں کرشن پیدا ہوا۔ پھر آپنے احمدیونکی تعداد کی نسبت بڑی حقارت سے لکھا ہے کہ "شاید دس ہزار کے قریب ہوں۔ اور تعلیم یافتہ معدودے چند ہی ہیں" مگر یہ بات بالکل غلط ہے اور احمدیونکی تعداد اس سے بیس گنے سے بھی زیادہ ہے تو بھی ہم اس بات کو بھی ماننے کو تیار ہیں کیونکہ مسیح کے حواری تو کل بارہ تھے جن میں سے دو مرتد بھی ہو گئے تہے۔ آپکے نزدیک جو شخص خدا تھا اس سے تو دس گیارہ آدمی پہیلے گئے اور ایک مفتری (نعوذ باللہ) نے دس ہزار کی جماعت پیدا کر دی جنمیں سے کچھ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ حالانکہ مسیح کے حواری ماچھی اور محصول لئے تھے۔ یہ کیسے جلال اور جبروت

کی بات ہے۔ پھر جو شخص خدا سے بڑھکر کام کرسکتا ہے اسکی تابعداری میں اور اطاعت میں کیا ہرج ہے۔

یہ خلاصہ ہے پادری صاحب کے مضمون کا جو تجلّی میں شائع ہے جسکا جواب ہم خدا کے فضل سے کافی طور سے دے آئے ہیں اور خود قرآن و انجیل سے ثابت کرآئے ہیں کہ اسلام اب تک وہی اسلام ہے جو آدم سے لیکر نبی کریم تک اور ان سے آجتک تھا۔ اسلام ہمیشہ نیا اور ہمیشہ پرانا ہے۔ اور اس دوران میں ان اعتراضات کا بھی جواب دے آئے ہیں جو مرزا صاحب پر کئے گئے تھے کیونکہ آجکل اسلام کی سچائی ثابت کرنیکے لئے خداتعالیٰ نے انکی ذات کو چن لیا ہے۔ اور آخر میں عیسائی صاحبان سے باادب عرض ہے کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمدؑ ہے

خاکسار میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ (ایڈیٹر)

عید اضحی

میرے سامنے ایک اخبار پڑا ہوا ہے جو لاہور سے انگریزی میں شائع ہوتا ہے اس اخبار کا نام ھادی پنجاب ہے جو غالباً آریوں کی طرف سے شائع ہوتا ہے اس اخبار (جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا ہے) کے چوتھے صفحہ پر عید اضحی کے متعلق ایک مضمون ہے۔ اس مضمون کی صداقت اس سے

کسی آریہ کا مضمون ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت رسول کریم (صلعم) اور حضرت علی رضؓ نے کبھی قربانی نہین کی ایسے جھوٹے فقرے کے اظہار کے بعد کسی فرد بشر کو ضرورت نہین رہتی کہ ایسے لغو مضمون کیطرف توجہ کرے لیکن صرف اس خیال سے کہ کہین کوئی نادان اس سے دھوکہ نہ کھائے مین اس مضمون پر مختصر ریمارکس کرنا چاہتا ہون۔

مضمون کی سرخی مین راقم مضمون نے "عید الضحیٰ" لکھا ہے حالانکہ عید اضحیٰ لکھنا چاہئے تھا۔ جب راقم مضمون کی علمیت کا یہ حال ہے پھر مین نہین سمجھ سکتا کہ اس کو کس چیز نے اس مضمون کے لکھنے پر برانگیختہ کیا پہلا اعتراض جو کنایتاً کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عربی مین جو دعائین کی جاتین ہین جنکو معمولی مولوی (مذہبی علم والے) نہین سمجھ سکتے۔ اس کے جواب مین صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ اگر عربی دعاؤن کے سمجھنے والے بالفرض تھوڑے لوگ ہین تو وید کی زبان کو سمجھنے والے کتنے آدمی ہین وید کی دعاؤن کو کتنے آدمی سمجھ کر کرتے ہین اور اگر وہ نہین سمجھتے تو اُپاسنا کس طرح کرتے ہین۔ پھر مین کہتا ہون کہ معترض کا بیان بالکل جھوٹ ہے کہ معمولی مولوی بھی دعاؤن کے معنے نہین سمجھتے۔ مین اسکی تردید مین تعلیم الاسلام ہائی سکول کی تیسری چوتھی جماعت کے بچے پیش کر سکتا ہون جو نماز اور معمولی دعاؤن کے ترجمہ سے خوب واقف ہین پھر جو ایسی آسان چیز ہے جو تیسری چوتھی جماعت کے طلبا کر سکتے ہین اگر ایک بڑا آدمی نہ کر سکے تو یہ اسکی اپنی غلطی ہے یا مذہب کی علاوہ ازین مسلمانون کو

نماز میں اور دو میں دعائیں کرنے کی اجازت ہے۔ میں نہیں معلوم کرسکتا کہ یہ اعتراض کس بنیاد پر اٹھایا گیا ہے جبکہ خود اسکے اپنے مذہب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔

کاش کہ غور کرنے والے تدبر کریں

پھر معترض عید ضحیٰ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ اعتراض کرتا ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عید کی ابتدا کی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار برس پہلے تھے اس لئے یہ چار ہزار سال سے ہے اور اس وجہ سے یہ عید یہودیوں سے تعلق رکھتی ہے نہ مسلمانوں سے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ صاحب مضمون کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ (ترجمہ) حضرت ابراہیم یہودی نہ تھے اور نہ نصرانی تھے اور لیکن وہ یک طرفہ مسلمان تھے۔ قرآن شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسلام کو ایک خاص نسبت ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے یہ نام رکھا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (ترجمہ اسی نے (حضرت ابراہیم ؑ نے) ہمارا نام مسلمان رکھا ہے) مجھے ڈر ہے کہ کہیں راقم مضمون یہ بھی نہ کہدے کہ اسلام کوئی مذہب نہیں۔ چونکہ اسکی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے اس لئے یہ یہودیت کے ماتحت ہے نہ اسلام علیحدہ مذہب ہے صاحب مضمون کو یہ بھی علم نہیں کہ آیا یہودیت پہلے سے شروع ہوئی ہے یا حضرت ابراہیم ؑ پہلے گذرے ہیں۔ پھر ان کے ایک عرصہ دراز کے بعد (جو راقم مضمون کے حساب سے چھ سات سو سال کا عرصہ ہوتا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئے جنکی

امت کو یہودی کہا گیا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ عید یہودیون سے کس طرح تعلق رکھتی ہے
جس صورت مین اسکی بنیاد اس وقت پڑی ہو جبکہ یہودی بالکل نہ تھے قرآن کریم
تو بار بار یہی کہتا ہے کہ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (یعنے تمہارے باپ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا یہی مذہب ہے) پھر اگر راقم مضمون نے یہ ثابت کر دیا کہ عید کی ابتداء
حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے نہ کہ اسلام سے تو کونسی بڑی بات ہے جبکہ
ہم خود بار بار یہی اقرار کرتے ہین کہ یہ مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے +
جس بات کو معترض نے قابل اعتراض ٹھہرایا ہے وہ بات دراصل اسلام کی ایک خوبی
ہے وہ یہ کہ اِس بات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام تیرہ سو سال سے نہیں ہے،
بلکہ ابتدا سے یہی مذہب ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اِسکا پہنچنا
میرے مخالف نے خود قبول کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ جتنے نبی آئے ہین وہ یہی
اصول لیکر آئے ہین جو اسلام کے اصول ہین۔ اور اس بات کے ثبوت ہین ہم یہ
شہادت پیش کرنیکو تیار ہین۔ کہ ہر ایک نبی نے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے
جو اسلام کی جڑھ ہے۔ پھر جس طرح عیسائیون نے تثلیث قایم کی۔ اِسی طرح اور مذاہب
مین خرابی پڑ گئی اسلئے خدا تعالیٰ نے بار بار نبی بھیجے بالآخر خدا تعالیٰ نے
حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اس نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور آپ کو
ہر طرح سے کامل اور سچا مذہب عنایت کیا گیا جسمین وہ تمام خوبیان جمع کر دی گئین
جو پہلے مختلف نبیون کو مختلف طور پر دی گئی تہین یا جن کی آئندہ کے لئے ضرورت
تہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

(آج ہمنے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تمپر اپنی نعمت کو پورا کردیا اور ہمنے تمہارے سئے اسلام کو دین پسند کیا) پہر آپ کے بعد اس بناء پر کہ دوسرے مذاہب کی طرح اسمین بہی کوئی نقص واقع نہ ہو۔ خدا تعالے ہر صدی کے سرپر اپنی طرف سے کوئی مجدد مبعوث فرماتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ آجکل بہی ایک ایسا مجدد ہے جس کیلئے دُنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں مین مختلف طور پر پیشگوئیان موجود ہین اور دنیا کے تمام مذاہب اِس مجدد کا یہی وقت بتاتے ہین جسکی آنکہین ہین وہ اگر دیکھ لے۔ اور جس کے کان ہین وہ اگر سن لے۔ اور جو یہان آنے کی طاقت نہین رکہتا وہ آپ کی تصانیف کو پڑھ لے یا سُن لے۔ یا کم از کم لیکھرام کا نشان ہی دیکھ لے کہ کس طرح قبل از وقت کہا گیا تہا کہ:۔

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

پہر اُس نادان دشمن نے کس طرح تیغ بُرّانِ محمد (صلعم) کا مزا چکھا ہے۔ غرضکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کسی بات کا لینا خوبی اور صداقت اسلام ہے۔ کیونکہ اسلام کا دعوےٰ ہے مِلّۃ ابیکم ابراھیم اور یہ اسکی تصدیق ہوتی ہے :۔

اِس کے آگے چلکر راقم مضمون لکہتا ہے کہ جبکہ عید کی ابتدا ہوئی ہے اس وقت وحشیون کا زمانہ تہا اور چونکہ اس زمانہ کی دولت مویشی اور کچہہ نقدی

ہوتی تہی اور جو انسان کہاتا ہے وُہی خدا کے لئے دیتا ہے اِس لئے اُس زمانہ
مین قربانی کی زیادہ ضرورت تھی اس عبارت سے صاحب مضمون کا یہ منشاء ہے کہ چونکہ ابتدا
زمانہ مین لوگ وحشی تہے اور عام طور پر اُنکا گذارہ مویشیون پر ہوتا تہا۔ اِس لئے
عید مین قربانی رکہی گئی تہی۔ اب اسکی اصلاح کرنی چاہیئے۔ مین اس کا جواب
انشاء اللہ آگے چل کر دونگا جہان صاف طور پر یہ عبارت ہے۔ یہان مین اسجگہ
صرف یہ سوال کرونگا کہ کیا وید کی شرتیان اس امر کو بیان ۔۔۔۔ کرتی ہین کہ
ابتدائے زمانہ مین جبکہ مویشیون کی کثرت ہو گی تم مویشیون پر گذارہ کیا کرو۔ اور
بعد مین تہذیب کے زمانہ مین مویشیون کا کہانا کلیتہً ترک کر دینا اگر اسکے پہلے حصہ
کا وید مین ذکر نہین یعنے گوشت خوری کی اجازت نہین تو مجہے اس امر کا جواب
دیا جاوے کہ ابتدائے زمانہ مین جبکہ مویشی اور ردپیہ ہوتا تہا (جیسا کہ صاحب
مضمون نے لکہا ہے) تو اگر آریہ مذہب ابتدائے آفرینش سے ہے تو اس وقت
کے آریہ کیا کہایا کرتے تہے اگر گوشت خوری کی اجازت ہے تو پہر کیا یہ جانورون
پر رحم صرف ہماری وکہانے کے لئے ہی کیا جاتا ہے یا کچہہ اور بہی غرض ہے۔ مجہے
اس بات کا خوب علم ہے کہ آریہ مذہب مین گوشت خواری کی اجازت ہے بڑی
بہاری مثال کے طور پر مین اس وقت آریون کی اس پارٹی کو پیش کرنا چاہتا
ہون جنہون نے گوشت خوری کا جواز اپنے مذہب سے ثابت کیا ہے پہر نہ معلوم
کہ ہمپر بار بار مختلف طور پر کیون اعتراض کیا جاتا ہے کیا آریہ صاحبان نے یہ
فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمانون کے دل دکہا کر ہم فتح پا جائینگے ۔ یا وہ ہم سے

بدلا لینا چاہتے ہین کہ ہم کیون ابھی تک ان مین شامل نہین ہوئے - اگر وہ ہمارے
بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام فداہ ابی و امی پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ حضرت
ابراہیم رشی وحشی زمانہ مین گذرے ہین تو کیا کوئی آریہ مجھے اس بات کا جواب
دیگا ہے کہ رشی کون تھے ؟ کتنے تھے ؟ اُن کے اخلاق کیسے تھے ؟ یا
صرف یہ ثبوت ہے کہ چونکہ وہ رشی تھے اس لئے نیک تھے مجھے یہ بھی بتایا جاوے
کہ کیا ان رشیون نے کبھی گوشت نہین کھایا -

اس کے آگے چل کر صاحب مضمون کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قربانی کے رد کرنے کیلئے فرمایا کہ تجھے قتل نہین کرنا چاہئے صاحب مضمون کو یہ بھی معلوم نہین کہ قتل اور قربانی مین فرق ہوتا ہے - اور قتل بھی ہر طرح کا منع نہین بلکہ خاص صورتون مین قتل کی بھی اجازت ہے - اگر تجھے شک ہے تو اپنے ویدون مین دیکھ لے - جہان دشمنون کے ہلاک کرنے کیلئے مختلف پیرایون مین دعائین کیگئی ہین - اس سے بڑھکر کیا تو فتح کی وہ مفتاح جو دشمن کی سپاہ کی توپون کے بالمقابل کام آتی ہے بھول گیا ہے جسکو باوا [۱] دیانند جی مہاراج نے بیان

۱۔ باوا صاحب فرماتے ہین کہ جب دشمن کے پاس توپین ہون تو تم زمین پر لیٹ جاؤ اور سانپون کی طرح زمین کیساتھ ساتھ چلکر دشمن کی توپون تک پہنچ جاؤ اور وہان پہنچ کر انکی توپون کے منہ انکی طرف پھیر کر انکو مار دو - (یہ خیال ہے کہ یہ تجویز اسوقت مفید ہوگی جبکہ دشمن سب کے سب اندھے ہون جو اپنے دشمنون کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ نہ سکین اور توپین خالی چل رہی ہون تاکہ رستہ مین کوئی آریہ مجروح نہ ہو جاوے اور دشمن بالکل کمزور ہون تاکہ ایک آریہ ان سب سے توپین چھین سکے) ...... فرماوین کہ یہ کیسی معقول تجویز ہے - یہ باوا صاحب کی عقل کا نمونہ ہے آپ بھی باوا صاحب کی اس عقلمندی سے فائدہ اٹھاوین اور ضرورت کیوقت اس تجویز پر عمل کرنیکیلئے تیار ہو جاوین - منہ

فرمایا ہے جسکی مثال بگلے کی آنکھون مین موم ڈال کر پکڑ نیکی ہے۔

جس قتل کی ممانعت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے قرآن کریم نے بھی اس قتل کی اجازت نہین دی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (یعنی جو شخص نفس کو بغیر قصاص یا زمین مین فساد ہونیکے اندیشہ کے کسیکو قتل کردے تو گویا اس نے تمام آدمیون کو قتل کردیا) مین قربانی اور قتل کے فرق کو انشاءاللہ تعالےٰ بعد مین چلکر ذکر کرونگا ۔

آگے چلکر صاحب مضمون لکھتا ہے کہ ایک بات غور طلب ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مورتون سے پوچھا تھا کہ کیا تم بیمار ہو کہ تم وہ خوراک نہین کھاتے جو تمہارے آگے رکھی جاتی۔ یہ بات بالکل بیہودہ اور بے بنیاد اور صریح کذب ہے کہین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کلمہ بیان نہین فرمایا اگر واقعی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے تو مجھے اس کتاب کا حوالہ دین جہان آپ نے دیکھا ہے انشاءاللہ تعالےٰ اس کا جواب ضرور عرض کرون گا۔ خدا آپ کے تبی اتنی بودی دلیل پیش نہین کیا کرتے یہ آپ پر افترا ہے۔ رہی یہ بات کہ خدا تعالیٰ کھاتا ہے کہ نہین۔ وہ فرماتا ہے

لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم

(یعنی خدا تعالےٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہین پہنچتا لیکن اسے تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے) اس آیت مین خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے۔ کہ مجھے گوشت تو نہین ملتا

ہان اگر تم پاک دل سے تقویٰ کیلئے یہ کام کرو تو مین اسکا اجر دونگا۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قربانیان اگر نیک نیتی سے کیجائین تو خدا تعالیٰ تک پہنچتی
تو ضرور ہین فہی المقصود۔ باقی رہے بُت وہ تو یہ جواب بھی نہین دیتے کہ پہنچتی ہین کہ نہین
تاکہ اور نہین تو انسان کو تسلی ہی ہو جاوے کہ مین ایک فضول کام نہین کرتا ہون

اس کے بعد صاحب مضمون غور طلب والی بات نمبر ۲ کو اس طرح پر
پیش کرتا ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہین کہ ہم روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے
ہین وہ قربانی کے معاملہ مین بالکل اسکے برعکس کرتے ہین کیونکہ وہ مادی طور پر
عبادت کرتے ہین اسلئے کہ وہ گوشت پیش کرتے ہین اور گوشت مادی چیز ہے۔
در اصل بات یہ ہے کہ قربانی خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنیکے لئے کی جاتی ہے
جس طرح انسان اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ مین دیتا ہے اسی طرح جانورون کی قربانی
بھی ضروری ہے۔ اس سے ایک معمولی فایدہ یہ ہوتا ہے کہ بعض رشتہ دار
انسان کے ایسے ہوتے ہین جن کو غربت کی وجہ سے کبھی گوشت نہین ملتا اور
انسان کیلئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ ان کو ایسی چیزین بہم پہنچائین۔ اس لئے خدا تعالیٰ
نے ایک ایسا طریقہ رکھا ہے کہ کم از کم انسان سال بھر مین ایک دفعہ تو ضرور ایسے
غریب رشتہ دارون کیلئے ایسی چیز مہیا کر ہی دیتا ہے جس سے ان کے تعلقات
بڑھتے ہین اور اتحاد کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ پھر محبت کیلئے اپنے ساتھیون مین
تحفے تحایف کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض غریب آدمی اپنے سارے ساتھیون کو
کوئی چیز نہین بھیج سکتے ایسے موقعہ پر وہ چھ سات روپے مین ایک بکرا ذبح کرکے

اپنے بہت سے ساتھیوں کو ایک چیز بھیج سکتے ہیں اگر اسکی بجائے کوئی اور چھوٹی سی چیز اپنے سے کسی امیر کے گھر مین بھیجے تو شرم آتی ہے مگر اس طریق سے وہ اِس بات سے متمتع ہو سکتا ہے۔ پھر ایک بڑا بھاری اور اصلی فایدہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے تمہارے لئے جانوروں کو مسخر کیا ہے تم انکو قربانی کرکے کھاتے ہو۔ اس پر میرا شکریہ ادا کرو جس نے تمہارے لئے یہ چیزین مہیا کی ہین اور تم بھی مجھپر اپنے آپ کو اسی طرح قربان کردو۔ جس طرح تم اِن جانوروں کو قربان کردیتے ہو اور وہ اُف تک بھی نہین کر سکتے۔ اِس لئے تم یہ بات خوب سمجھ لو کہ جس طرح یہ جانور میری راہ مین ذبح کرتے ہو تم بھی تیار رہو اپنی قربانی روحانی طور پر کردو اور اگر ظاہر طور پر میری راہ مین قربان ہونیکی ضرورت پڑے تو ہرگز دریغ نہ کرو جیسا کہ یہ جانور تمسے دریغ نہین کرتے۔ چونکہ انسان کی فطرت مین یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ مثال سے بہت جلد سمجھ جاتا ہے۔ اسلئے سال بسال اِن قربانیوں سے اسے یاد دلایا جاتا ہے کہ جس طرح تمہارے بزرگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کی راہ مین اپنی قربانی دینے کیلئے تیار ہو گئے تھے (بلکہ اپنے آپ کو قربان کر ہی چکے تھے) اسلئے تم بھی قربانی کے لئے تیار رہو) اور تم اپنی خواہشات وغیرہ کو چھوڑ دو۔ اب غور کرنا چاہیے کہ قتل کرنے اور قربانی مین کس قدر فرق ہے۔ قتل تو کسی کو یونہی مار دیتا ہے اور قربانی اِس ارادہ سے کی جاتی ہے کہ تا یہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح مین یہ جانور ذبح کرتا ہون۔ مین بھی اسی طرح خدا کی راہ مین ذبح ہونیکے لئے تیار ہون چونکہ جب انسان اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ مین ذبح کردیتا ہے تو پھر گناہ نہین کر سکتا

پس قربانی سے گناہ اسی طرح دور ہوتے ہیں کہ انسان پچھلے گنہ چھوڑ دیتا ہے اور آیندہ نیکی کیطرف رجوع کر لیتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسی طرح ایک دن ذبح ہو جاتا ہے۔ گذشتہ گناہوں کیلئے معافی طلب کرنا اور آیندہ کیلئے اُنکی جگہ نیکی کرنا ہی توبہ ہے اور یہ بات قربانی سے ہی حاصل ہوتی ہے اس لیئے یہ بات بھی خدا تعالیٰ کے قریب پہنچانے کی ایک صورت ہوتی ہے۔ لہذا یہ بات معاف ہو گئی کہ اس مادی عبادت کے اندر روحانی عبادت مخفی ہوتی ہے۔

پھر آگے چل کر ہمارا مخالف کہتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قربانی سے گناہ دور جاتے ہیں اور یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میں اس امر کو ابھی حل کر چکا ہوں کہ قربانی سے کس طرح گناہ دور ہو جاتے ہیں اسلئے اس کے دوہرانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

اسکے آگے چلکر صاحب مضمون یہ کہتا ہے کہ یسوع مسیح نے جو یہودیوں کا آخری مُصلح ہے قربانی کرنے کی ممانعت کی ہے جسکی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور یہ مقولہ بھی سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد ایک کالم میں یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قربانیوں سے منع کیا تھا اور دوسرے کالم میں یہ لکھدیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ممانعت کی ہے جسکی اجازت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ ناظرین اس تفاوت کو ملاحظہ فرماویں جو اس کے جواب کیلئے کافی ہے

پھر آگے چلکر راقم مضمون اس طرح یہ گوہر افشانی کرتا ہے کہ یہ بات آسانی سے

بیان نہیں کی جا سکتی کہ مسلمان کیوں اصلاح نہیں کرتے جبکہ دوسرے تمام آدمی بھی اپنے مذہب کی اصلاح کر رہے ہیں ...... صرف مسلمان ہی ۱۳۰۰ سال پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں پہلی بات یہ دریافت طلب ہے کہ کیا آریوں نے اس بے حیائی کی رسم (جسکو نیوگ کہتے ہیں اور جو ایک قسم کا زنا ہوتا ہے) چھوڑ دی ہے اگر نہیں چھوڑی تو کیا وہ آئندہ کیلئے ایسی رسموں کو چھوڑنے پر آمادہ ہیں۔ اسکے بعد میں یہ دریافت کروں گا کہ جب چودہ سو سال تک بھی ایک مذہب اپنے اصلی اصولوں پر نہیں چل سکتا۔ بلکہ اسکی اصلاح کی ضرورت سمجھی جاتی ہے تو وہ مذہب کس طرح سچا مذہب ہو سکتا ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہے اور اسمیں کسی قسم کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ پھر میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ پرانے زمانے میں جو قربانی ہندو لوگ دیتے تھے۔ کیا وہ سب وید کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اگر وید کے مطابق دیتے تھے تو آپ کیوں نہیں دیتے کیا اس زمانہ کے آرین مصلح آریوں کے خدا سے زیادہ عقل رکھتے ہیں جنکو اس اصلاح کی ضرورت پڑی کہ اب قربانی نہ دی جاوے۔

یہ کیسی لغویات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مذہب آوے اور اسکی اصلاح انسان کرے۔ پھر خدائی مذہب تو نہ رہا۔ انسانی مذہب ہوا۔ ہاں جو اصلاح کہ خدا تعالیٰ کا منشا ہے وہ ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ ان بندوں کی معرفت کرتا ہے جن کو وہ خود بھیجتا ہے اسلام کو اس سے زیادہ اصلاح کی ضرورت نہیں۔ ایسا مصلح جسکو خود خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں

پہر آگے چلکر آپ بیان فرماتے ہین کہ قربانی کے معنی نزدیکی کے ہین اِس لئے جانورون کا قتل جایز نہین - چونکہ ہم دکہلا چکے ہین کہ قربانی خدا تعالی کی نزدیکی کا ایک موجب ہے اسلئے اس پر زیادہ بحث کرنیکی ضرورت نہین ٭

پہر راقم مضمون نے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض لوگ غریب ہوتے ہین وہ قربانی نہین کر سکتے - مین کہتا ہون کہ ہمارا مذہب یہی تو کہتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسًا الّا وُسعہا - پہر کسی مین وسعت نہین تو قربانی نہ کرے - یہ صاف بات ہے کوئی غریب اس امر پر مجبور نہین کہ وہ قربانی ضرور کرے -

اِس کے آگے چلکر صاحب مضمون کہتا ہے کہ حضرت علی رضہ اور حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبہی قربانی نہین کی - مسلمانون کو چاہیئے کہ اُنکے نمونہ کی پیروی کرین -

یہ ایک ایسا سیاہ جہوٹ ہے جسکی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی اسلام مین سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی قربانی کی ہے کیونکہ آپ بانی مذہب ہین اِس لئے آپ نے نمونہ دکہایا - اسکے ثبوت مین کوئی دلیل پیش کرنا حماقت ہے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے اور تاریخ واضح طور سے اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے بہت دفعہ قربانی کی ہے اور بعض دفعہ اِس قدر قربانی کی ہے کہ آپ قربانی کرتے کرتے تہک گئے - چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضہ نے بقیہ اونٹ ذبح کئے تہے - مین پسند نہین کرتا تہا کہ مین کوئی دلیل پیش کرون کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضہ نے قربانی کی تہی کیونکہ جو اس امر

واقعی سے انکار کرتا ہے وہ جان بوجھ کر اندھا ہونا چاہتا ہے - اور ایسے آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے -

اس سے آگے چلکر صاحب مضمون اپنی حماقت کو اس طرح پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ لفظ (Sacrifice) سیکریفائس کے معنے بیان کرتا ہے حالانکہ اگر اس سے دریافت کیا جاوے کہ تیرے پاس اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ قربانی کے معنے ٹھیک طور پر اس لفظ مین آجاتے ہین - میرا یہ دعوے ہے کہ اس لفظ کے ٹھیک ٹھیک معانی اس لفظ مین نہین آتے - بلکہ چونکہ عربی فصیح زبان ہے اور انگریزی مین اس معنے کے ادا کرنے کیلئے کوئی لفظ نہین ملسکتا جو قربانی مین مدنظر رہتے ہین اس لیے یہی لفظ اُس کے ترجمہ مین استعمال کیا گیا ہے - ورنہ یہ ٹھیک ترجمہ نہین ہے -

مذکورہ بالا چند سطور مینے ہاربنجر کے ایک مضمون پر مختصر طور پر ریمارک کرتے ہوئے لکھی ہین جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون نویس نے ایک تو سیاہ جھوٹ یہ لکھا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رض نے قربانی نہین کی اور دوسرے وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانون کو چاہیے کہ اپنے مذہب کی اصلاح کرین - اور اس سے اُس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی مذہب جو ابتدائے آفرینش سے ہو قابل تقلید نہین ہو سکتا کیونکہ اسلام بھی جس کو تیرہ سو سال کے قریب ہوئے ہین قابل اصلاح ہو گیا ہے - بہرحال اب مین اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اپنے ناظرین کو امید دلاتا ہون کہ صاحب مضمون ضرور کوئی جواب دینگے۔

سے اِس بات کے سننے کے منتظر ہین کہ آریون نے اس وقت تک کس کس امر کی اصلاح کی ہے اور آیندہ کس کس امر کی اصلاح کرنا چاہتے ہین - اور کیا نیوگ کا مسئلہ بہی اسی قسم کا ہے کہ اُسکی اصلاح ہونی چاہیئے +

عبدالرحیم از قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاد دہانی

جن احباب کیطرف بقایا ہے - وہ براۓ مہربانی بہت جلد اپنی بقایا ادا کرنیکی کوشش کریں - اور ۱۹۰۸ء کی قیمت بطور پیشگی ارسال فرمادین -

---

اطلاع

بعض احباب رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۲ کے لئے تقاضا کرتے ہیں - ایسی احباب کیخدمت میں بادب عرض ہے - کہ ابھی رسالہ مذکور شائع نہیں ہوا شائع ہونے پر انشاء اللہ سب خریداران کے نام روانہ کیا جاویگا - مینیجر

نمبر ۱۲

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا میں باوجود علالت طبع کے اور باوجود ایسی حالت کے کہ بیٹے تحتیاں کیا کہ شاید زندگی میں سے چند دم باقی ہیں آپ کو دعا کرنے میں فراموش نہیں کیا بلکہ انہیں حالات میں درد دل سے دعا کی ہے اور اب تک میرے جوش میں کمی نہیں ہے میں نہیں جانتا کہ اس خط کے پونچنے تک کتنی دفعہ دعا کا موقعہ ملیگا میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ یہ دعائیں میری قبول نہ ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ جہانتک انسان کیلئے ممکن ہو سکتا ہے آپ اس گھڑی کے یقین دل سے منتظر رہیں جب کہ دعاؤں کی قبولیت ظاہر ہو ایک بڑے یقین کیسا تھا انتظار کرنا بڑا اثر رکھتا ہے میں آپ کو نہیں بتلا سکتا کہ میں آپکے لیئے کس توجہ سے دعا کرتا ہوں یہ حالت خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے ان دنوں میں میری طبیعت بہت بیمار ہو گئی تھی ایک دفعہ مرض کا خطرناک حملہ بھی ہوا تھا مگر شکر باری ہے کہ اس وقت میں بھی میں نے بہت دعا کی ہے اور اب تک طبیعت بہت کمزور ہے اس لئے کتاب کی تالیف میں بھی ہرج ہے ایک نہایت ضروری امر کے لئے آپکو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ مدراس میں ایک میلہ یوز آسف کا سال بسال ہوا کرتا ہے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ میلہ کرتے ہیں وہ یوز آسف کس کو کہتے ہیں اور کس مرتبہ کا انسان اس کو سمجھتے ہیں اور نیز ان کا کیا اعتقاد ہے کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کس قوم میں سے تھا اور کیا مذہب رکھتا ہے اور نیز یہ کہ کیا اسجگہ کوئی یوز آسف کا کوئی مقام موجود ہے اور کیا ان لوگوں کے پاس ... کوئی ایسی تحریریں ہیں جن سے یوز آسف کے سوانح معلوم ہو

سکیں اور ایسا ہی دوسرے حالات جہانتک ممکن ہو سکے دریافت کر کے جلد تر مجھکو
اس سے اطلاع بخشیں کیونکہ اس وقت کہ جواب آوے یہ کتاب معرض التواء میں رہیگی
اور میں نے باوجود ضعف طبیعت کے نہایت ضروری سمجھکر یہ خط لکھا ہے اللہ تعالیٰ
خیر و عافیت سے اس خط کو پہنچاوے باقی خیریت ہے والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲۱ ارجون ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۳

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ ۔ السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ ۔ مبلغ دوصد روپیہ
مرسلہ آنمکرم مجھکو ملگیا اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ وہ معاملہ رحمت اور فضل اور کرم کا کرے جو
آپ اس کی راہ میں اور اس کے بندہ کی مدد میں کر رہے ہیں آمین ثم آمین ۔ اسجگہ محمد حسین
اور اس کے گروہ کیطرف سے مقدمہ میں فتح پانیکے لئے بڑی طیاری ہو رہی ہے
اور وکیلوں کو دینے کیلئے شہروں میں اس کے لئے چندہ جمع ہو رہا ہے اور مجھے معلوم
ہوا ہے کہ انہوں نے دوسری قوموں سے بھی اتفاق کر لیا ہے بظاہر مقدمہ ایک خطرناک
صورت میں ہو گیا ہے مگر خدا تعالیٰ کے کام انسان کے کام سے الگ ہیں اب ۵ جنوری ۹۹ء
قریب آگئی ہے جو تاریخ پیشی ہے میں نے آنمکرم کے بلانیکے لئے ایک تو اس وجہ سے تار نہیں
بھیجا کہ غالباً راہ میں دقتیں ہیں جالندھر کے ضلع میں بھی طاعون ہے دوسرے یہ بھی خیال رہا
ہے کہ اس مقدمہ میں معلوم نہیں کہ قادیان رہوں یا انتقال مقدمہ تک حاضر کچہری رہنا
پڑے یہ ایک آخری ابتلا ہے جو محمد حسین کیوجہ سے پیش آگیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کے
فضل سے راضی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا مخالفوں نے اپنی
کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام فکر اور عقل سے باہر

ہیں زیادہ خیریت ہے والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲ جون ۹۹ء

نمبر ۱۴

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مبلغ ایکسو روپیہ مرسلہ بذریعہ ڈاک پہنچ گیا جزاکم اللہ خیر الجزا آمین ثم آمین - میرے گھر میں پیدائش لڑکے کیوقت بہت طبیعت بگڑ گئی تھی مگر الحمد للہ اب ہر طرح سے خیریت ہے عجیب بات ہے کہ قریباً چودہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ مینے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں اور یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر ہوا ہے اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک بھی لڑکا نہ تھا یعنی کوئی بھی نہیں تھا اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں اور چوتھے لڑکے کا عقیقہ پیر کو ہوا ہے اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گیا اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر ہوا لیکن خدا کی قدرت کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہو سکا اور ہر طرف سے حارج پیش آئے ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گذر گئے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا تب وہ اضطراب ایک خوشی سے مبدل ہو گیا کیونکہ خدا تعالےٰ نے اپنی بات کو پورا کیا اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ یہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس مدت تک کہ چار

لڑکے پیدا ہو سکیں زندہ بھی رہیں یہ خدا کے کام ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے پھر آنکھ بند کرتی ہے بیٹے دو روز ہوئے یا کم و بیش آپکو خواب میں دیکھا تھا مگر مجھے اس کا سِرّ نامعلوم رہا اس لئے صرف بار بار دعا کی گئی زیادہ خیریت ہے والسلام آتھم کی شکست رسالہ بھی مجھکو پہنچ گئی ہے خدا تعالی آپ کو متواتر خدمات کا بہت بہت اجر بخشے اور بہت سی برکتیں آپ پر نازل کرے عنبر سفید درحقیقت بہت ہی نافع معلوم ہوا تھوڑی خوراک سے دل کو قوت دیتا ہے اور دورانِ خون تیز کرتا ہے یہ بھی اللہ کی حکمت ہے کہ ایسی بیماری دامن گیر ہے کہ ان چیزوں کی حاجت پڑتی ہے مجھے دراصل دو دائمی بیماریاں ہیں ایک یہ دل کی بیماری اور ایک کثرت بول یہ اس لئے ہوا تا وہ حدیث پوری ہو کہ وہ مسیح موعود دو زرد چادروں کیساتھ نازل ہو گا اہل تعبیر لکھتے ہیں کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں یہ بشریت کے لوازم ہیں۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۲۷ جون ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۵

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا اس عاجز کی طبیعت ہنوز کسی قدر علیل ہے کھانسی اور زکام کا عارضہ ہے امید ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ جس وقت مجھے وہ دعا۔۔ آئی جو اپنی قبولیت ساتھ رکھتی ہے تو اللہ تعالی سب غم آپکے دور کر دیگا آپکے خیال میں یہ سب کام مشکل ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے آسان ہیں آپ اطمینان رکھیں اور ہرگز بیقرار نہ ہوں میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ آپکو تجربہ کے بعد کہ خدا تعالی ایسا قادر ہے پھر ایسی بیقراری کبھی محسوس نہ ہو گی میں بیمار ہوں اس لئے میں نہیں چاہتا کہ آپکو یہ موقعہ پیش آوے مگر بہر حال دعا میں مصروف ہوں۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲۹ مارچ ۹۹ء

یہاں سکول کا ایک چوہڑہ بڑے زور سے کہتا پہرتا تہا کہ خواہ کچھ ہو جائے مین تو عیسائی نہ ہونگا
پوچہنے پر معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ظلم سے تنگ آکر چوہڑہون نے صلاح کی تہی کہ چلو
عیسائی ہو جائین مفت مین کہانیکو ملیگا اور ہر طرحکا آرام رہیگا اور اسکو بہی کہا گیا
تہا کہ تو بہی چل مگر اسکو پسند نہ تہا اس لئے نہین کہ وہ اپنے اعتقاد پر پکا تہا بلکہ اس لئے
کہ وہ اس شخص کی دست برد سے محفوظ تہا کیونکہ سارا دن سکول مین گذارتا تہا
بیگار اسے کوئی کس وقت پکڑتا اور پہر کہانیکو خوب کافی ملجاتا تہا۔ پس عام طور پر
عیسائیون کی ترقی کا یہی باعث ہے۔ یا قحط کے موقعہ پر یہ غریب ہوکے مرتے
لوگون کے بال بچے اپنے ساتہہ لے جاتے ہین اور اُن کو بچپن سے انجیل کی تعلیم
دیتے ہین تاکہ بڑے ہوکر وہ ان کے دام مین پہنس جائین اور وہ جو ہوش و حواس
مین ہوکر ان مین داخل ہوتے ہین اُن مین سے اکثر ایسے ہوتے ہین جو گناہون کے
مسئلہ کو گناہون کیلئے کافی سمجہہ کر ہر طرح کی عیاشی کا میدان کہلا دیکہتے ہین اور
اس سے زیادہ اور کہین پناہ کی جگہ نہین پاتے۔ ہان آجکل آریون نے نیوگ کا مسئلہ
جاری کرکے عیسائیون سے نصف ٹہا بنیگی اکوشش کی ہے جسمین کسی حدتک وہ
کامیاب بہی ہو گئے ہین اور اگر ان مین غیر قومون کے تو آریون سے نیوگ کرانے اور
اپنی لڑکیان انکو دینے کی اجازت ہو گئی تو امید ہے کہ عیسائی اپنا بہت سا شکار
کہو بیٹہین گے۔ کیونکہ عیسائی تو صرف مال اور آزادی کی طمع دیتے ہیں وہاں مزید براں نیوگ
کی طمع بھی ہوگی۔ مگر کیا ایسی ترقیاں۔ ترقیاں کہلا سکتی ہیں یا ایک دین کی سچائی کا ثبوت ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں۔
بلکہ عقلمند جانتے ہیں کہ یہ ایک سیاہ داغ ہے جو کبھی بھی مٹ نہیں سکتا۔ والسلام ایڈیٹر

امرا

فرمایا کہ آج کل کے نواب اور امرا عیاشی میں پڑے ہوئے ہیں دین کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔ ہر قسم کے عیش و عشرت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ مگر دین سے بالکل غافل ہیں اور دوسرے آدمی بھی جب ان کو کوئی بڑا عہدہ ملتا ہے یا کسی اعلےٰ جگہ پر مقرر ہوتے ہیں تو پھر غافل ہو جاتے ہیں۔ اور بالکل مخلوق کی بہتری کا خیال نہیں رہتا دنیا میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان کسی اعلےٰ مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس عرصہ میں بہت کچھ نیک کام کر سکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لَئِن شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِن کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں اپنے احسانات کو اور بھی زیادہ کرتا ہوں اور اگر تم کفر کرو تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ یعنی انسان پر جب خدا تعالےٰ کے احسانات ہوں تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور انسانوں کی بہتری کا خیال رکھے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور الٹا ظلم شروع کر دے تو پھر خدا تعالےٰ اس سے وہ نعمتیں چھین لیتا اور عذاب کرتا ہے۔ آجکل نواب اور راجہ بالکل بھولے ہیں اور پھر اپنے عیش و آرام میں پڑے ہوئے ہیں۔ دوسری لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے کاموں میں مخلوق کی بھلائی کا خیال رکھیں اور ان باتوں کو بھولیں نہیں جنسے اہل ملک کا فائدہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ بڑا عہدہ پاکر انسان خدا کو بھول جائے اور اسکا دماغ آسمان پر چڑھ جائے بلکہ چاہیئے کہ نرمی اور پیار سے کام کیا جائے۔ اور چاہیئے کہ جو شخص کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مقرر ہو تو وہ لوگوں سے خواہ امیر ہوں یا غریب نرمی اور اخلاق سے پیش آئے کیونکہ اس میں نہ صرف ان لوگوں کی بہتری ہے بلکہ خود اسکی بھی بہتری ہے۔ آجکل کے رؤسا اور انکے اہلکاروں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ والسلام (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

رین - میں یہ چند صفحات آپکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ آپ ان مضامین کو جو اِن میں درج ہیں کم از کم ایکدفعہ ضرور پڑھینگے اور اس پر غور کرینگے - میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے آپ اسے فوراً مان لیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے فرصت کے وقتوں میں انہیں خوب سوچیں اور غور کریں - اور یونہی سرسری نہ سمجھیں -

۲ - آجتک اسلام کی تائید میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بہت کچھ لکھا جاویگا - مگر تاہم فی الحال جو رسالوں اخباروں کی بھرمار ہمارے مخالفوں کی طرف سے ہو رہی ہے - اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے بہت کم اور قلیل ڈیفنس ہو رہا ہے - ڈیفنس کی ضرورت جو ہمیں محسوس ہو رہی اس کو بیان کرنا فضول ہوگا - کیونکہ ہر مومن کا دل خوب جانتا ہے کہ اسلام پر آریوں اور عیسائیوں کے حملے بڑے شدید ہو رہے ہیں اخبار نکالے جاتے ہیں رسالے چھاپے جاتے ہیں پمفلٹ اور ٹریکٹ تقسیم کئے جاتے ہیں اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے غرضیکہ علاوہ مالی ہر طرح کی کوشش اس کی تخریب کے لئے کیجاتی ہیں - اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس وقت بقدر ہمت اسلام کی خدمت کر کے ثواب حاصل کرے - آج کل جہاد قلم ہی سے جائز ہے کیونکہ دشمن قلم ہی استعمال کرتا ہے - دشمن تلوار استعمال نہیں کرتا ہے اس لئے ہمارے لئے

بھی دینی معاملے میں تلوار اٹھانا حرام ہے۔ اسلام کے آغاز میں دشمن نے چاہا کہ تلوار سے اسے تباہ کردے اس کا نام ونشان اٹھا دے۔ سو اس ظلم وتعدی کو تیرہ سال تک توصبر سے برداشت کیا گیا۔ لیکن جب بات حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ سے اجازت حاصل کر کے تلوار اٹھائی گئی اسی طرح اب بھی دشمن نے پہلے قلم سے وار کرنا شروع کیا ہے پادری فنڈر صاحب اور پادری عمادالدین صاحب لالہ دیانند صاحب و منشی اندرمن صاحب نے اپنی اپنی تصنیفوں میں وہ وہ گالیاں دی ہیں جو برداشت سے باہر ہیں اگرچہ ہمیں حق حاصل ہے کہ ویسی ہی ٹون میں جواب دیں اور اسی ترازو سے ان کے لئے تولیں جس میں انہوں نے ہمارے لئے تولا مگر اسلامی خلق اس بات سے مانع ہے اس لئے ہم دلایل ہی کام لیتے ہوئے فضول ہنسی ٹھٹھا سے اجتناب کریں۔ اور یہ رسالہ اس غرض سے چھاپا گیا ہے کہ اسلام کی امن بھری تعلیم دنیا میں پھیلے اور خدا کی مخلوق کیلئے باعثِ آرام دینی و دنیوی ہو۔

۳۔ انسان دو انسوں سے مرکب ہے۔ ایک اُنس تو اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا اُس کی مخلوق سے۔ پہلے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کی عبادت اس کے فرمودہ کے مطابق بجالائیں اور دوسرے سے یہ مراد ہے کہ معاملات اپنے ہمجنسوں سے نیکی و ہمدردی کے برتیں مگر بدقسمتی سے بعض حضرات ہیں کہ وہ اس پیارے محسن کی ہستی سے ہی انکار کردیتے ہیں جس نے انہیں اول تو انسان بنایا پھر انکی تمام ضروریات کو پورا کرنیکے لئے ہر قسم کے سامان مہیا کئے یہ اس دنیا ومافیہا کی طرف ہی نظر کریں تو معلوم ہو جائے کہ کس حسن اور خوبی کیساتھ کارخانہ دنیا چل رہا ہے۔ اکثر اوقات ہمارے تجربہ میں آیا ہے کہ ہم ایک کام کرنیکا مصمم ارادہ کرتے ہیں اور اس کے لئے جو اسباب ضروری ہوں انہیں کلی مہیا کرلیتے ہیں مگر پھر بھی ہم

اسے نہیں کر سکتے اور پھر دوسرے وقت انہیں اسباب سے ہم اسی کام کو کر لیتے ہیں اور بعض وقت ہم چاہتے کچھ اور ہیں اور ہوتا کچھ اور ہے۔ چنانچہ کوئی شخص شادی کرتا ہے اور اولاد نرینہ کا خواہشمند ہوتا ہے مگر اس کے ارادے کے برخلاف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو ہمارے کاموں کے نتائج میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ ایک اور عام دلیل جو باری تعالےٰ کی ہستی میں پیش کیجاتی ہے یہ ہے کہ انسان کو کائینات کی مختلف صنعتوں پر نظر ڈالنے سے یہ پتہ ملتا ہے کہ ان کے بنانیوالا ضرور ہے سو اسی طرح ذرا اسی قانون کو وسیع کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس بڑی دنیا کے بنانیوالا بھی کوئی نہ کوئی ہونا چاہئے۔ مگر اس دلیل میں یہ نقص ہے کہ ہم یقینی اور قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور ہے سو اس کا وجود قطعی اور یقینی طور پر منوانیکے لئے دنیا میں نبی آتے ہیں اور ان کے وجود سے خدا تعالےٰ کی ہستی اس قدر روشن ہو جاتی ہے کہ گویا انسان اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیتا ہے۔ اور اس کے وجود پر بھی اس کو ایسا ہی یقین آجاتا ہے جیسا اپنی ہستی پر۔ نبیوں سے اللہ تبارک و تعالےٰ کلام کرتا اور انہیں آئیندہ کی خبریں دیتا ہے۔ اور ان کے مخالفوں کے تمام مکائید کو جو وہ اس کے نابود کرنیکے لئے کرتے ہیں خود مخالفوں کی ہی ہلاکت کا باعث کر دیتا ہے۔ ان اعلیٰ و ارفع انسانوں کو ایذا سے بچاتا اور ان پاک وجودوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اس بے مثل و بے مانند ہستی کے سوا کون ہے جو انہیں (جن کی تمام قومیں دشمن ہوں) بچائے۔ جب نبی اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اسی وقت یگانے و بیگانے سب کے سب بلا تمیز سیاہ و سفید اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے پاگل مجنون اور ساحر وغیرہ کے ناموں سے نامزد کرتے ہیں اور اس کے کاموں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ مگر وہ خدا ہی ہے جو انہیں ان کے مقاصد میں کامیاب کرتا ہے اور مظفر و منصور بناتا ہے۔

ہماری سرکار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی دیکھ لو جب آپ نے دعویٰ نبوت کیا سوائے چار آدمیوں کے سب کے سب دشمن ہو گئے۔ اور چونکہ ان کا دعوے تھا کہ میں تمام جہان کیلئے ہادی اور رحمت ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے تمام کی تمام قومیں یکدفعہ ان کی دشمن بنگئیں کیا یہودی کیا عیسائی کیا مشرکین کیا دہریہ سبنے یہ کوشش کی کہ انہیں نابود کردیں اور اس غرض کے حصول کیلئے وہ وہ ظالمانہ اور جابرانہ کارروائیاں کیں جن کے ذکر سے بھی دل کانپ جاتا ہے اور بدن پر لرزہ آتا ہے۔ حضور کے سر پر راکھ ڈالی .... جاتی تھی اور اینٹوں اور پتھروں سے زخمی کیا جاتا تھا ایک دفعہ سجدہ کی حالت میں آپکی گردن پر اونٹ کی گند سے بھری ہوئی اوجھری رکھی گئی۔ پھر تبعیں کو گرم ریت پر لٹا کر بیت مارے جاتے اور بیچاری بیگناہ مومنہ عورتوں کو ناگفتہ بہ سزائیں دیجاتیں چنانچہ ایک عورت کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ کر مختلف سمتوں کو ہلایا گیا اور اس طرح اس مظلومہ کو دو حصوں میں چیر دیا گیا۔ ایک طرف تو یہ حال تھا دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا ابو طالب کی معرفت لالچ دلایا جاتا تھا کہ آپ بتوں کے خلاف وعظ کرنا چھوڑ دیں تو اس کے عوض میں اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ مان لینگے اگر آپ کو خوبصورت بیوی کی خواہش ہے تو ہم وہ مہیا کر دینگے اور اگر دولت کی طمع ہو تو بہت مال وزر جمع کر دینگے۔ غرضیکہ کسی طرح آپ بتوں کی مخالفت چھوڑ دیں ہم آپ سے جو سلوک چاہیں کرنیکو طیار ہیں۔ مگر دیکھو وہ اولو العزم نبی ان تکلیفوں کو جو اللہ کی راہ میں اُسے دیجاتی ہیں۔ اور ان انعاموں کو جو پیش کئے جاتے پر پشہ کے برابر نہ سمجھتا ہوا یہ جواب دیتا ہے۔ اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں طرف آفتاب اور

میرے بائیں طرف ماہتاب رکھدیں تو بھی میں کلمہ حق کہنے سے نہ رکوں گا - میں ان بتوں کی مخالفت کروں گا اور اللہ واحد کا نام زمین میں بلند کروں گا - اب یہاں عقل سلیم کے سوچنے کا مقام ہے کہ اگر نعوذ باللہ نبی کریم نے دنیا کمانیکی خواہش سے یہ جھوٹ او رافترا باندھا تھا تو وہ تو ان کو ملتی تھی پھر انکار کیوں کیا - آجکل اگر دنیوی انسان کو صرف ایک مصیبت آن پڑتی ہے تو گھر اور باہر کے سب کام بھول جاتے ہیں اور دیوانوں کی طرح ادہر ادُہر بھاگتا پھرتا ہے کہ کسی طرح میں اس سے نجات پاؤں کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کو پیار کرتے تھے اور آرام نہ چاہتے تھے - یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ آرام اور وجاہت لینے سے انکار کردے جب کہ وہ انہیں کے حصول کیلئے بہت سعی اور کوشش کر رہا اور جھوٹ بول رہا ہو - اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا پر نعوذ باللہ ایمان نہ تھا تو کیوں انہوں نے بادشاہ ہونا قبول نہ کرلیا آدمی اگر جھوٹ بولتا ہے تو دنیوی وجاہت کیلئے یا اپنے کسی نفع کیلئے وہ تو ان کو بغیر جھوٹ کے ہی اب حاصل ہونے لگے تو کیا ضرورت پڑی تھی کہ مصیبت کے ایام کو لمبا کرتے - کفار مکہ کے بادشاہ بنکر وہ اردگرد کے قبایل کو فتح کر سکتے تھے - اب دوسرے پہلو پر نگاہ کرو کہ اگر رسول کریم افترا باندھتے تھے اور کوئی خدا نہ تھا جو ان کو وحی کرتا تہا اور آیندہ کیلئے ان کو خوشخبری دیتا تھا کیوں ایسی کمزوری اور کس مپرسی کے زمانہ کی باتیں کہی ہوئی پوری ہوگئیں - کیا کسی ملک کی ہسٹری کسی ایسے آدمی کا نام بتا سکتی ہے جسنے اس قدر جھوٹ باندہا اور پھر اس کی باتیں جوں کی توں پوری ہوئیں - اب ہم نمونہ کے طور پر دو تین باتیں لکھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور ہے جس کو مسلمان اللہ یعنی تمام نیک صفات سے متصف کہتے ہیں اور جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی کمزوری کیوقت میں مدد کی اور ان کے ذریعہ سے سالہا سال پہلے دنیا کو اُن باتوں کی خبر دی جن کا ان کو وہم وگمان تک نہ تھا اور پھر جس طرح کہا تھا اسی طرح پورا کیا۔

اول۔ کافر لوگ رسول کریم کو بنظر حقارت دیکھتے تھے اور انہیں کذاب یا مجنون کہتے تھے اس وقت اللہ تعالےٰ اپنی نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو کہدے۔ ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماءِ اگر ہم چاہیں تو ان کافروں کو اِسی ملک مین ذلیل کردین یا آسمان سے ان پر کوئی عذاب نازل کردین۔ اور جب مکے والوں کی ایذادہی کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے حضور کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تبارک تعالےٰ نے ان کے بدارادے کی اطلاع حضرت صلعم کو کردی اور حکم کیا کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ یہ صبر کی انتہا تھی۔ کہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ایک اجنبی شہر میں جانا منظور کریں مگر دیکھو اگر وہ دنیا طلبی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے تو انہیں کیا ضرورت تھی کہ مدینے میں جاتے جہاں ان کو کوئی جانتا نہ تہا۔ اسوقت اللہ تعالےٰ اُن کو فرماتا ہے لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔ یعنی یہ کفار مکہ میری ہجرت کے بعد بہت تھوڑا عرصہ اس حالت پر رہیں گے اور پھر انپر عذاب الہی نازل ہوگا اور یہ سب تباہ ہوجاوینگے۔ اب غور کرو کہ آنحضرت کی اپنی طاقت کا حال تو اس وقت یہ تہا کہ کچھ لوگ کفار مکہ کے ڈر کے مارے حبشہ کو چلے گئے تھے اور کچھ آپکے ساتھ مدینہ کو ہجرت کر گئی تہے تاکہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے ظلم وستم سے بچیں۔ اور پیشگوئی یہ کرتے ہیں کہ مجھ کو خدا نے کہا ہے کہ اب یہ لوگ اس حالت پر بہت ہی کم عرصہ رہینگے اور جلد تباہ ہوجائینگے کیا کوئی مفتری انسان قبل از وقت ایسی راست اور ایسی پکّی

پیشگوئی کر سکتا ہے؟ پھر اسی پیشگوئی کیطرف ایک اور جگہ بھی اشارہ ہے جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم یعنی میں ان کافروں کو عذاب نہیں دونگا درحالیکہ تم ان میں ہو۔ تو اس میں سے بطور نتیجہ کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے رسول کریم کو ہجرت کیطرف قبل از وقت اشارہ فرمایا ہے گویا اس میں دوہری پیشگوئی ہے ایک تو ہجرت کی اور دوسری یہ کہ ان کافروں کو ہجرت کے بعد عذاب دیا جاویگا۔ اور پھر جب کفار نے اسپر زور دیا کہ ہم پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا عسیٰ ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون یعنی ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے پیچھے کچھ حصہ اس عذاب کا لگا دیا جاویگا جس کو تم جلدی طلب کرتے ہو۔ اور پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد یعنی تحقیق وہ اللہ جس نے تجھ پر قرآن شریف فرض کر دیا ہے تجھے مکہ کی طرف ضرور لوٹائیگا اور پھر فرمایا کان فی المدینۃ تسعۃ رھط لایفسدون فی الارض یعنی مکہ شہر میں نو سردار ہیں جو زمین میں فساد ڈالتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ یہ ان نو سرداروں کیطرف اشارہ ہے جنہوں نے ملکر رسول کریم صلعم کے قتل کیلئے کمیٹی کی تھی رسول کریم نے جنگ بدر میں ان نو سرداروں کے ہلاک ہونیکی خبر دی اور ان کے قتل کی جگہیں بھی مخصوص کردیں اور پھر فرمایا لکم میعاد یوم یعنی ان کافروں کو اطلاع دیدو کہ تمہارے لئے تو ایک سال کی میعاد ہے اس کے بعد تم دیکھ لوگے کہ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ ۔ ۔ یعنی حق بات آگئی اور جھوٹ بھاگ گیا تحقیق جھوٹ بھاگا ہی کرتا ہے اور پھر فرمایا سیھزم الجمع ویولون الدبر ترجمہ عنقریب جماعتیں جمع کی جاوینگی یعنی جب فوجیں میدان

جنگ میں بلینگی تو کافر لوگ پیٹھ دیکر بھاگ جاوینگے یہ مومنین کیلئے بشارت تھی۔ جنگ بدر میں باوجود اس بات کے کہ رسول کریم صلعم کے ہمراہی صرف ۳۱۹ تھے اور مقابل میں قریباً ایک ہزار آدمی گویا تین گنے اور ہتھیاروں کا یہ حال تھا کہ تلوار صرف ایک صحابی کے پاس تھی وہ بھی بغیر میان کے اور کپڑے میں لپٹی ہوئی۔ کیا ایسی نازک حالت میں سوائے خدا کے کوئی فتحمندی دیسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا واقعات نے ان تمام پیشگوئیوں کو پورا نہیں کردیا کیا وہ نو سردار فتح مکہ کے دن ہلاک نہ ہوئے کیا تمام عرب میں حق نہ پھیلا اور جھوٹ گم نہ ہوا۔ اب میں حق پسند اور راستی جو طبیعت کی خدمت میں اپیل کرکے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا رسول کریم صلعم کی ہجرت سے پہلے کی حالت معہ پیشگوئیوں کے دیکھکر اور پھر اس عروج کو جو فتح مکہ کے بعد ہوا دیکھکر خدا کی ہستی ثابت نہیں ہوتی؟ اب اور دیکھو آریہ کہتے ہیں کہ ان کی ویدیں گوشت خوری کے شلوک دام مارگیوں نے ڈالدے اور عیسائیونکی انجیل میں تو وہ گڑبڑ پڑی ہے کہ اصل زبان ہی جسمیں یہ نازل ہوئی ہے معلوم نہیں بعض کہتے ہیں کہ عبرانی میں تھی اور بعض کہتے ہیں کہ یونانی میں ترجمہ در ترجمہ کرنیسے جو اصل کی حالت رہجاتی ہے وہ ناظرین خود اندازہ کرلیں۔ قرآن کریم کے متعلق شروع ہی میں اللہ تعالیٰ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم ہی نے ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حفاظت معنوی بھی ہوتی ہے اور حفاظت لفظی بھی۔ حفاظت لفظی تو یوں ہوئی کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی صحابہ فوراً اسے حفظ کرلیتے اور دوست اور دشمن سب میں اسکی اشاعت کردیتے تھے اور رسول کریم خود لکھوا کر پاس رکھ لیتے تھے۔ اور معنوی اس طرح سے ہوئی کہ خدا تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد یا امام بھیجدیتا ہے جو قرآن کریم موافق ضرورت زمانہ لوگوں کو سمجھاتا ہے اور اسلام پر جو اعتراض یا حملے کئے جاتے ہیں انکی مدافعت کرتا ہے میں نے اس تمہید کے شروع میں اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے دل اس بات کو مان گئے ہیں کہ آج کل اسلام پر

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ کو لاالہ الا اللہ کے ساتھ کیوں رکھا ہے۔ اس میں ثبوت ہستی باری تعالیٰ ہے اس سے مسلمان مشرک کس طرح کہلا سکتے ہیں بلکہ اس سے توحید کے متعلق اُن کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

معلوم نہیں کہ آریہ صاحبان خدا تعالیٰ کی ہستی پر کونسی بین دلیل لاتے ہیں۔ وہ رشی جن پر سرشٹی کی آدہ میں وید نازل ہوئے اب تک ایسے گمنام اور بے پتہ ہیں کہ خود آریہ صاحبان بھی ان سوانح سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ باوجود بہت طلب اور مانگ کے انہوں نے ان کی سوانح عمری شائع کرنیکے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور ہمکو مجبور ہوکر ان رشیوں کے عدم وجود پر اظہار کرنا پڑا ہے۔ وحی الہی کے نزول کیلئے معلوم نہیں کیسی صفات کے آدمی درکار ہیں آریہ سماج کے پچھلے سالانہ جلسہ کے دہرم چرچا میں جو مضمون سیکرٹری آریہ سماج نے پڑہا تھا اس میں اس نے لکھا تھا کہ رسول کریم صلعم کے زندگی کے واقعات ثابت نہیں کرتے کہ وہ نعوذ باللہ اس قابل تھے کہ ان پر وحی الہی کا نزول ہوتا۔ یہ کیسی بیحیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ کہ دوسروں پر تو اعتراض کرنا اور ان لوگوں کے سوانح تک شائع نہ کرنا جن پر وید نازل ہوئے تھے۔ اگر ان کے سچے سچے واقعات زندگی پبلک کے سامنے پیش کئے جاتے تو پبلک کو بڑا عمدہ موقعہ ملتا کہ وہ ان کے چال چلن کا دوسرے نبیوں سے مقابلہ کرتی افسوس ان پر تو ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے جن کو ہزار سورج دیوتا بھی روشن نہیں کرسکتے۔ اصل میں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایشور پرماتما تو ایک ہی دفعہ کلام کرنیکی طاقت رکھتے تھے اگر ان چار رشیوں کے سوانح لوگوں کو پتہ

لگ جاتے اور وہ ان کے نمونہ پر چل کر اس بات کے حقدار ٹھیر جاتے کہ پرمیشور سرب شکیتمان ان سے کلام کرے مگر وہ عاجز تھا کر نہ سکتا تھا اس لیے ان رشیوں کی سوانح عمری کو گم کر دیا تاکہ کوئی شخص اس راہ حسنہ پر چل نہ سکے اور حقدار کلام الٰہی نہ ہو جاوے۔

عیسائی صاحبان نے تو خدائی اور بشریت کو ملا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اسی وقت خدا اور اسی وقت بشر تھے۔ جو کمزوریاں ان سے صادر ہوئیں وہ بوجہ بشریت کے تھیں اور جو خصائل نیک تھے وہ بوجہ خداوندی کے تھے۔ افسوس اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ صرف دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ بشری کمزوریاں بھی جو ان سے صادر ہوئیں ایسی ہیں کہ وہ خدا سے پہنچے ہوئے آدمی سے صادر نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ رسول کریم صلعم کے اصحاب کی مثال تو بہت اعلےٰ ہے ان کی مرید ایک عورت کا یہ حال ہے کہ مسلمان ہونیکی وجہ سے اسے دو حصوں میں چیرا گیا جیسا اوپر بیان ہوا ہے پھر بھی اس نے اسلام سے انکار نہ کیا۔ ان کے یسوع مسیح ... بقول ان کے یہ کہتے ہیں کہ میں تمام جہان کے گناہ اپنے سر لینے آیا ہوں اور جب ان کے مشن پورا ہونیکا وقت آیا تو ڈورتے اور چھپتے پھرے۔ ان کو چاہیے تھا کہ مردانہ وار یہودیوں کے پاس جاتے اور کہتے لو مجھے پھانسی دو تاکہ میں اپنے وجود کو باپ کی مخلوق کی خاطر قربان کر دوں۔ وہ کیوں ایلی ایلی لما سبقتانی کی دعا کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا کامل و مکمل ثبوت پیش کر سکتا ہے جو بات اسلام کو سے

زیادہ تر تمیز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ہر صدی میں تازہ بتازہ ثبوت دیتا ہے اور محض پچھلے قصہ پر اکتفا نہیں کرتا۔ دوستو یہیں تک بس نہیں اگر اب بھی خدا تعالیٰ کی ہستی میں کچھ شک باقی ہے تو جیسا آپ یوکلڈ کی شکل ثابت کرنیکے لئے بعض باتیں فرض کر کے نتیجہ پر پہنچ جاتے ہو اسی طرح اسلام کو صحیح مان کر اس پر عمل شروع کرو۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ سے سچے دل سے دعا کرو کہ اے مالک اگر تو ہے تو ہمیں اپنی ہستی کا یقین دلا۔ اور ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔ اس دعا کو کرتے ہوئے تھوڑا عرصہ گذریگا کہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو ہستی باری تعالےٰ بالکل سمجھ میں آجاویگی

۴۔ بعض طالب علم خدا تعالےٰ کی ہستی اور اس کے رسول کریم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اس کے امر و نہی پر عمل نہیں کرتے اس معاملہ کو اگر گہرے طور پر سوچا جاوے تو صاف پتہ لگیگا کہ اصل میں خدا کی ہستی پر انہیں حقیقی اور قطعی یقین اور ایمان نہیں۔ سب کو اس بات پر ایمان ہے کہ آگ جلاتی ہے اس لئے کوئی شخص آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اسی طرح سب طلبا جانتے ہیں کہ سلفیورک ایسڈ اور نائٹرک ایسڈ میں جلا دینے کی خاصیت ہے اس لئے انہیں کوئی شخص بطور تیل اپنے سر پر نہیں ملتا۔ ایسا ہی اگر خدا کی ہستی اور اس کے مقرر کردہ اصول کی صداقت پر ایمان ہو۔ تو کیوں۔ اس کے امر پر عمل نہ کیا جاوے۔ اور اس کی نہی سے باز نہ رہا جاوے۔

۵۔ اب میں آپکے انجمن الاخوان کی سالانہ جلسہ کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔ مگر افسوس کہ مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کی

تقریریں جو ..... صداقت اسلام کو خوب ظاہر کریں بعض بوجہ ناظرین نہیں کر سکتا کیونکہ انکو ضبط
تحریر میں لانیکے لیے کوئی انتظام نہ کیا گیا تھا۔ اب میں اس تمہید کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

۲۰ اپریل ۱۹۰۸ء (واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین) محمد ضیاء الدین سکرٹری انجمن

اشتہار حسب ذیل تھا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

٭ مجمع الاخوان کا پہلا سالانہ جلسہ ٭

الاخوان کا پہلا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۳ فروری ۱۹۰۸ء ۸ بجے صبح سے ۲ بجے دوپہر تک حویلی راجہ دھیان سنگھ صاحب (ہیرا منڈی) میں ہوگا جس اپنے پبلک کیلئے منتظمین درخواست ہے کہ تشریف لا کر فائدہ اٹھاویں

پروگرام

نمبر شمار	لیکچرار صاحبان	مضمون	وقت از گھنٹہ منٹ	وقت تا گھنٹہ منٹ
۱	مولوی صدر الدین صاحب بی۔اے بی۔ٹی پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور	وعظ قرآن شریف	۱۰-۰۰	۱۰-۴۰
۲	سیکرٹری	رپورٹ	۱۰-۴۰	۱۰-۵۰
۳	بابو محمد علی صاحب اشرف کلرک لوکو آفس لاہور	نظم گلشن اسلام	۱۰-۵۰	۱۱-۵
۴	شیخ عبد المجید صاحب المجید فاضل بی اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور	اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی منع نہیں کرتا بلکہ معمار پرستی بھی انہیں دلائل سے حرام کرتا ہے	۱۱-۵	۱۱-۴۵
۵	منشی محمد حسین صاحب مسافر مزنگ	نظم	۱۱-۴۵	۱۲-۰۰
۶	مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور	اسلام کے امتیازی نشانات	۱۲-۰۰	۱-۰۰
۷	خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل چیف کورٹ پنجاب	تقریر	۱-۰۰	۱-۴۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

رپورٹ الاخوان

جناب صدر جلسہ و معزز حاضرین

یہ انجمن جون ۱۹۰۸ء میں جاری کیگئی۔ اس کے اجرا کے بانی، بانی اصل ہیں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ ہیں آپنے چند طلبا کو جو قادیان کے ہائی سکول سے انٹرنس پاس کرکے اعلےٰ تعلیم کیلیے لاہور کو گئے تھے یہ نصیحت فرمائی کہ اب تم ایسی جگہ جاتے ہو جہاں تم طرح طرح کے اثروں کے ماتحت ہو گے تم کالجوں کے طلبا سے تمہاری صحبت ہوگی اور صحبت کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تم ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے استغفار مانگتے رہنا اور لاحول کے پڑھنے میں کثرت کرنا۔ اور تمام بھائی ہفتہ میں ایک نہ ایک دن ضرور جمع ہو کر رشتہ اخوت کو مضبوط کرنا جب ہم لاہور پہنچے تو سید غلام دستگیر صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی اور اثنائے گفتگو میں ہم نے معلوم کیا کہ جس کام کی ہمیں مولوی صاحب نے نصیحت فرمائی تھی اس کے کرنے کیلیے سید غلام دستگیر صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ہم سے پہلے ہی تیار کیا ہوا ہے۔ غرضیکہ چند دنوں کے بعد سب برادران کی رائے سے ہمارے مکرم سید محمد حسین صاحب کے مکان پر اس کا افتتاحی جلسہ کیا گیا۔ اور سید غلام دستگیر صاحب سیکرٹری منتخب ہوئے اور اس مجمع کا نام رکھنے کیلیے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں تحریر کیا گیا آپ نے اس کا نام مجمع الاخوان تجویز فرمایا اور اس کے قواعد و اغراض مندرجہ ذیل مقرر ہوئے۔

اغراض و قواعد مجمع الاخوان لاہور

177

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ (وقال اللہ تعالیٰ) فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

۱۔ ہر ایک کالج و سکول کے احمدی طلباء کے درمیان اسلامی اخوت قائم کرنا۔

۲۔ احمدی نوجوانوں کا مذہبی معاملات میں تبادلہ خیالات

۳۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا انتظام مختلف مسائل شائع کرنا ٹریکٹ وغیرہ

۴۔ ہر ایک ممبر کو چندہ ماہواری جو مجمع الاخوان کی منتظمہ تجویز کرے دینا ہوگا

۵۔ اجلاس مجمع ماہانہ جاری رہیگا جس میں ہر ایک ممبر کی حاضری ضروری ہے

۶۔ ہر ایک ممبر کو اپنی اپنی باری پر لیکچر دینا ہوگا جس مضمون پر ممبر چاہے لیکچر دیوے مگر وہ مضمون مجمع کے اغراض و قواعد کے خلاف نہ ہو۔

کئی اجلاس ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر ہی ہوئے مگر بعد ازاں ایک سال تک گمٹی مسجد میں ہوتے رہے چونکہ اب تمام کالجوں کے طلباء تشریف لانے لگے اور سب کو اتنی دور آنے میں دقت محسوس ہوئی۔ اس لئے یہ تجویز ہوئی کہ کوئی ایسی جگہ اجلاس کیلئے مقرر کیجاوے جو تمام کالجوں کے نزدیک ہو۔ تو اس وقت میڈیکل کالج کے بورڈنگ ہاؤس کے نزدیک ایک شاہی زمانہ کی ٹوٹی پھوٹی مسجد میں جلسے ہوتے رہے جو مسلمانوں کی موجودہ خستہ حالی کی پوری پوری تصویر تھی اور زبان حال سے پکار پکار کر مسلمانوں کی ترک نماز پر شہادت دے رہی تھی چند ہی اجلاس کے بعد اس مسجد کے ملاں صاحب نے برا منایا کہ یہ انگریزی وضع کے

نازک وقت آگیا ہے اور اس سے مولوی ملانے سب زبانی بھی کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت
کرنی چاہیئے۔ بیرونی و اندرونی خرابیاں کثرت سے ہوگئی ہیں مسلمان جن کے لیئے خدا تعالیٰ
نے قرآن شریف میں احکام شرعی خوب کھول کھول کر بیان فرمائے تھے اب ایسی ایسی بد اعمالیوں
میں پڑ گئے ہیں کہ بیان کرتے ہوئے دل خوف کھاتا ہے بعض لوگ تو دینی امور پر ہنسی ٹھٹھا
کرنیسے بھی باز نہیں آتے۔ تو کیا ایسے وقت میں یہ بات ممکن ہے کہ ہم تم سب تو یہ کوشش
کریں کہ دین الہٰی کو صدمہ سے بچائیں مگر اللہ تعالیٰ جس نے قرآن و اسلام بھیجا ہے اور اسکی
حفاظت کا ابدالآباد تک ذمہ اُٹھایا ہے کچھ نہ کرے اور خاموش رہے نہیں نہیں ایسا
نہیں ہے اس نے اس وقت ایک شخص کو مجدد مبعوث فرمایا ہے اور چونکہ اس زمانہ میں
دجالیت اور صلیب نے زور پکڑا تھا اسلیئے اسی مجدد کو اسی بیماری کے معالج ہونے
کیوجہ سے مسیح کے نام سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی خدا نہیں تو اب تیرہ سو برس ۱۳۰۰
کے بعد انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کو کس نے پورا کیا اور وقت پر اسلام کی کیوں
مدد کی۔ اب میں طوالت کے خوف سے اس امام کی ایک اور صرف ایک پیشگوئی کا ذکر کرتا
ہوں۔ یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کیگئی تھی جب آپ کو کوئی نہ جانتا تھا اور گوشۂ گمنامی میں پڑے
ہوئے تھے۔ اور ہرگز ہرگز کوئی شخص دور سے چلکر آپکی ملاقات یا زیارت کو نہ آتا تھا۔ اس
وقت اللہ تعالیٰ نے الہام کیا۔ یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق ولا
تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی تیرے پاس دور دراز ملکوں سے لوگ
آوینگے اور تیرے لئے تحفے تحائف لاوینگے۔ تو اللہ کی مخلوق سے سختی نہ کر اور نہ ان
کی ملاقات سے تھکنا۔ خدا کے فضل سے بندہ کو قادیان میں ٹھیرنے کا کچھ موقعہ ملا

جس میں کابل اور کشمیر بہار بنگال برما اور راس کماری تک تنہائی اور کس مپرسی کے زمانہ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے بذاتِ خود دیکھنا نصیب ہوا آسٹریلیا سے بھی ایک انگریز محض زیارت کے ارادے سے آیا اور زیارت کر کے جب واپس گیا تو وہاں سے پھر ان کے غلاموں میں شمولیت کی درخواست بھیجی۔ امریکہ میں احمد اینڈرسن نے بدر کے لائق ایڈیٹر کے خطوط سے تائید پاکر اور ریویو کو مطالعہ کر کے اسلام قبول کیا اب تھوڑے دن ہی گذرے ہیں کہ ایک انگریز اور لیڈی یونائیٹڈ سٹیٹ امریکہ سے آئے اور قادیاں جا کر حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے غلاموں کی تعداد آج کل چار لاکھ کے قریب ہے جو ہندوستان کے ہر حصہ میں بستے اور دوسرے براعظموں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ کیا انسان از خود ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حفاظت ان کے شامل حال نہ ہوتی تو کس طرح ممکن تھا کہ باوجود مولویوں آریوں عیسائیوں سکھوں کی متفقہ کوششوں کے اس قلیل زمانہ میں ان کے مریدین کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ نبیوں کے وجود سے انکاری ہیں کس طرح خدا کو مانتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہو اور پھر نبیوں سے انکار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت نبیوں کے وجود کے سوائے کسی اور چیز میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں یہی سِر مخفی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں مگر اللہ یہ تو ایک دعوےٰ ہے اگلے حصہ میں ہی اس کا ثبوت یہ دیا ہے کہ محمد صلعم اس کا رسول ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اک وجود میں اس خدا تعالیٰ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہستی کا ثبوت ہے وہ لوگ

جنٹلمین یہاں آکر قرآن شریف کی وعظ اور اسلامی مسائل کو کیوں بیان کرتے ہیں یہ تو ہم لوگوں کا پیشہ تہا اور ہم اسی فکر میں تھے کہ اور کوئی مناسب جگہ کی تلاش کریں کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری اسطرح دستگیری کی کہ ہمارے محترم بہائی مرزا یعقوب بیگ صاحب تبدیل ہوکر لاہور تشریف لائے اس موقعہ کو اس عزت اور احترام کے اظہار کیلئے جو ان کیلئے ہمارے دلوں میں تھی غنیمت سمجھا اور ان کی آمد کی خوشی میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر احباب کو ٹی پارٹی دیگئی اور سربرآوردہ احمدیوں کو اس میں مدعو کیا اس وقت حاضرین کے سامنے یہ تجویز پیش کیگئی کہ اتنے بڑے دارالخلافہ میں احمدی جماعت کا جن میں خدا کے فضل سے سچے علوم کے حاصل کرنیکی محبت اور ان کو قوم میں پھیلانے کا جوش ہے اور جس کے بانی کو اللہ تعالےٰ نے سلطان القلم کا خطاب دیا ہے ایک ریڈنگ روم بہی نہ ہو تو عجیب بات ہوگی اسلام کی اشاعت کرنا جس طرح سے بھی ہو سکے اور ان بیجا تہمتوں اور الزاموں کو جو اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں پر آجکل لگائے جاتے ہیں رفع کرنا ہمارا عین فرض ہے تو ان غرضوں کیلئے بھی ازحد ضروری ہے کہ اسلام کے متعلق سچی اور پوری پوری واقفیت کیلئے سامان موجود کیا جاوے اور یہ تجویز کی گئی ایک ریڈنگ روم جس میں اسلامی کتب اور اخبارات ہوں مناسب جگہ میں پبلک کیلئے کہولدیا جاوے اور اس میں انجمن بھی اپنا اجلاس کریا کرے۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور اس فیصلہ کے بعد انجمن کے عہدہ دار مندرجہ ذیل صاحبان مقرر ہوئے۔

چوہدری فتح محمد صاحب پریزیڈنٹ

سید طفیل حسین صاحب	وائس پریزیڈنٹ
سید غلام دستگیر صاحب	جنرل سیکریٹری
شیخ عبد الحکیم صاحب	اسسٹنٹ سیکرٹری
شیخ تیمور صاحب	امین

اور مندرجہ ذیل اصحاب نے انجمن کا مربی ہونا منظور فرمایا۔

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی ڈاکٹر اسمعیل صاحب ایل ایم ایس
مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویر ہاؤس
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ایل ایم ایس اور کچھ عرصہ بعد مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

اس کے چار پانچ ماہ بعد چودہری فتح محمد صاحب نے قادیان میں چلے جانیکی وجہ سے پریزیڈنٹی سے استعفا دیدیا۔ اور ان کی جگہ چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب تجویز ہوئے۔ زاں بعد اپریل ۱۹۰۷ء کو سید غلام دستگیر صاحب ڈاکٹر ہوکر رہتاک تشریف لیگئے اور انکی جگہ کچھ تہوڑے عرصہ تک شیخ عبد الحکیم صاحب ہی جنرل سیکرٹری کا کام سرانجام دیتے رہے۔ مگر انہوں نے بھی اکتوبر میں کچھ مجبوریوں کیوجہ سے استعفا دیدیا۔ پھر کچھ تبدیلیوں کے بعد یہ قرار پایا کہ چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب سیکرٹری کا کام کریں اور پریزیڈنٹ ہر جلسہ میں حاضرین میں سے منتخب کرلیا جایا کرے۔ اس انجمن کی یہ تو بہت ہی مختصر سی تاریخ تھی جو آپ کے گوش گذار کیگئی۔ اور اب یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس انجمن نے اب تک کیا کام کیا ہے اول تو ایک ریڈنگ روم قایم کیا ہے جس میں بہت سی کتابیں سلسلہ حقہ کی جو اسلام کی تائید میں لکھی گئی ہیں موجود ہیں اور چند ایک جگہ سے جو اخبار لگیں رکھی ہیں۔

اس ریڈنگ روم کے قواعد مندرجہ ذیل ہیں۔

قواعد ریڈنگ روم

۱۔ احمدیہ ریڈنگ روم سے باہر صرف مربیان وممبران انجمن اخوان کتب برائے مطالعہ لے سکتے ہیں۔ اگر ایسے اصحاب خود ریڈنگ روم میں کتب لینے آئیں تو لون بک میں خانہ پری کریں اگر خود نہ آسکیں تو اپنا دستخطی رقعہ جس میں نام کتاب و نام مصنف و تاریخ درج ہو بھیجدیں اور وہ بطور رسید سمجھا جاویگا

۲۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کتابیں لیجانیکا کوئی صاحب مجاز نہ ہوگا

۳۔ دو ہفتہ سے زائد کوئی صاحب اپنے پاس کتاب نہیں رکھ سکتے۔ اس کے بعد پھر ایک ہفتہ کے وقفہ پر وہی کتاب ان کے نام پر اشو کیجا سکیگی۔

۴۔ موسم سرما میں ریڈنگ روم ۴ بجے شام سے اور موسم گرما میں ۵ بجے شام سے غروب آفتاب تک کھلا رہیگا

۵۔ اگر کوئی صاحب کتاب کو کسی طرح سے نقصان پونچاوینگے یعنی کتاب کو پھاڑ ینگے یا جلد کو خراب کرینگے یا اس پر سیاہی کے دھبے لگاوینگے یا اس پر کسی قسم کے نوٹ چڑھا دینگے یا کتاب کو گم کرینگے تو ان کو اس کتاب کی بجائے نئی کتاب دینی پڑیگی

نوٹ ریڈنگ روم میں تمباکو نوشی اور شور وغل اور ایسی آواز سے باتیں کرنا جس سے دوسروں کا ہرج ہو سخت ممنوع ہے۔

فنڈز کی کمی کیوجہ سے کتابیں تاحال ریڈنگ روم میں کم ہیں جن کی تعداد ۱۲۷ ہے اور کتابیں مستعار لیکر بھی رکھی گئی ہیں جن کی تعداد ۵۶ ہے ۔۔۔ اور

ہفتہ واری اور ماہواری رسایل مندرجہ ذیل ریڈنگ روم میں وصول ہوتے ہیں۔ الحکم بدر۔ انوار الاسلام۔ ریویو آف ریلیجنز انگریزی و اردو۔ رسالہ تفسیر القرآن و رسالہ تشحیذ الاذہان اور آبزرور۔

ریڈنگ روم کا مکان اب پیسہ اخبار سٹریٹ میں واقعہ ہے جو موسم سرما میں ۱ بجے شام سے اور موسم گرما میں ۵ بجے شام سے غروب آفتاب تک کھلا رہتا ہے۔

ماہواری تعداد مطالعہ کنندگاں اوسطاً ۱۰۵ ہے۔

میں یہاں پر ایک بھاری غلطی کا مرتکب ہوں گا اگر ان پاک وجودوں کا ذکر نہ کروں جنہوں نے ہمیں فراخدلی سے کتابیں مفت عنایت کی ہیں ان میں سب سے اول حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی کل تصنیف کردہ کتابیں دی ہیں اس پاک وجود کے احسانات یوں تو کل دنیا پر ہی ہیں اور لاکھوں کو اس نے صراط مستقیم دکھا کر دنیا کی تکلیفوں اور آئیندہ زندگی کے عذابوں سے رہائی دلا دی ہے۔ لیکن انجمن ہذا خاص طور سے ان کی دعاؤں کی ممنون ہے جو آپ نے اس کے قیام کیلئے فرمائی ہیں۔ اور دوسرے شیخ یعقوب علی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی بہت سی تصنیف کردہ کتابیں مفت دی ہیں اور انکی علاوہ الحکم کا پرچہ بھی باقاعدہ بھیجتے ہیں اور اسی طرح مینیجران ریویو آف ریلیجنز تشحیذ الاذہان۔ انوار الاسلام وغیرہ بھی قابل شکریہ ہیں۔ اور نیز مندرجہ ذیل اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے ریڈنگ روم کیلئے مفت کتابیں عنایت کی ہیں۔

مرزا یعقوب بیگ صاحب خلیفہ رشید الدین صاحب۔ میاں معراج الدین صاحب

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ ـ سید غلام دستگیر صاحب شیخ تیمور صاحب ـ چوہدری فتح محمد صاحب اور چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب

دوسرا کام جو اس انجمن نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ آجکل اپنے اپنے مذہبوں کے متعلق کم از کم ہر ایک تعلیم یافتہ آدمی کو اتنی ضرورت ہے کہ معمولی اعتراضوں کا جواب دے سکے اور اگر کبھی اٹھ کر بولنا پڑے تو موقعہ پر بغیر جھجھکنے کے اپنا مافی الضمیر ... ادا کر دے ـ اس بات کو مدنظر رکھ کر دوسرا کام انجمن ہذا نے یہ کیا ہے کہ اپنے نوجوان ممبروں کو اسلام کے مختلف ضروری مسائل سے واقفیت کرائی ہے اور ان کو اس قابل بنایا ہے کہ موقعہ موقعہ پر اپنا مافی الضمیر ظاہر کر سکیں اور اسلام کا چھپا ہوا نورانی چہرہ دکھلا سکیں ـ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس میں کامیابی ہوئی ہے ـ

اس انجمن کے موجودہ عہدہ داران مندرجہ ذیل ہیں ـ

سیکرٹری — چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب

امین — شیخ تیمور صاحب

ممبران

گورنمنٹ کالج

چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب ـ چوہدری فتح محمد صاحب شیخ تیمور صاحب ـ چوہدری ظفر اللہ صاحب ـ خواجہ عطاء اللہ صاحب

اسلامیہ کالج

شیخ عبد المجید صاحب ۔ ملک عبد العزیز صاحب ۔ مولوی عالم الدین صاحب
مولوی غلام رسول صاحب ۔ شیخ محمد علی صاحب ۔ حافظ محمد حسین صاحب

ویٹرنری کالج

مرزا برکت علی صاحب ۔ میاں سردار خاں صاحب ۔ شیخ محمد حاذق صاحب
میاں محمد رفیع خان صاحب ۔

گورنمنٹ انجنیرنگ کالج

بابو محمد شفیع صاحب شیخ رسول بخش صاحب ۔ سید فخر الاسلام صاحب ۔

میو سکول آف آرٹس

بابو نور الہی صاحب ۔ بابو غلام حسنین صاحب ۔

ٹریننگ کالج

ماسٹر عبد الرحمن صاحب ۔ مرزا غلام سرور صاحب ۔

میڈیکل سکول

شیخ عبد الحکیم صاحب ۔ سید ولائت حسین صاحب ۔

مختلف دفاتر لاہور

بابو نظام الدین صاحب ۔ بابو دین محمد صاحب ۔ چوہدری عبد الحی خاں صاحب

بابو محمد علی صاحب اشرف۔ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب۔ میاں عبدالرشید صاحب
شیخ عبدالکریم صاحب۔

سابق ممبران

نام	پتہ
(۱) سید غلام دستگیر صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ ہانگیا ضلع منٹگیانہ (ملک برما)
(۲) مفتی حسن علی صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ گوجرانوالہ
(۳) شیخ ظفر حسین صاحب	ملٹری ہاسپٹل اسسٹنٹ
(۴) ڈاکٹر محمد دین صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ
(۵) شیخ محمد امین صاحب	ویٹرنری گریجوایٹ کیمبل پور
(۶) شیخ رحیم بخش صاحب	" گوجرانوالہ
(۷) شیخ عبدالغنی صاحب	کمپونڈر افریقہ
(۸) شیخ ظفر احمد صاحب	دہرم کوٹ رندہاوا
(۹) سید طفیل حسین صاحب	میڈیکل کالج لاہور
(۱۰) بابو غلام محمد صاحب	"
(۱۱) منشی محمد علی صاحب	نیچر نوان شہر ضلع جالندہر
(۱۲) میاں محمد سعید صاحب	لاہور

۱۲- قاضی عبداللہ صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔

نوٹ۔ بیرونجات والوں میں سے اگر کسی صاحب کا نام لکھنا رہ گیا ہو تو نسیان پر محمول کر کے معاف فرمائیں اور اپنے پتہ کی اطلاع دفتر میں سیکرٹری کو دیں تا کہ یہ غلطی پھر صادر نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی حرام نہیں کرتا بلکہ معمار پرستی بھی انہی دلائل سے حرام کرتا ہے

رقم زدہ شیخ عبد المجید صاحب بی اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور امجد

جناب صدر جلسہ و معزز حاضرین۔

پیشتر کہ میں اپنا مضمون شروع کروں۔ میں جناب حاضرین کو گواہ ٹھیراتا ہوں۔ کہ میرا ایمان اور یقین کامل ہی۔ کہ خدا ہے۔ اور وہ قادر مطلق اور خالق کل ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہی۔ وہ آغاز بنی آدم سی لیکر اپنے برگزیدہ بندوں کو خاص اپنے فضل سے اپنی شرف مکالمہ سی ممتاز کرتا رہا ہے۔ اور ابدالآباد تک کرتا رہیگا۔ پھر میرا یقین کامل ہی کہ حضور سرور کائنات ختم المرسلین رسولنا محمدؐ (میری جان اُنپر قربان ہو) خدا تعالےٰ کے برگزیدہ رسول اور سب رسولوں سی افضل تریں اور زندہ رسول ہیں اور جناب مرشدنا و مولانا مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ (خدا کے ہزاروں ہی سلام اور درود اُن پر ہوں) خدا تعالےٰ کے سچے مامور۔ امام الوقت مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔ اور یہ کہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ موجودہ زمانے میں خدا کی کتاب ہونیکا دعوےٰ کر سکتی ہے۔ اور عین فطرت انسان کے مطابق ہے۔ اے خدا تو میرے ایمان میں خاص اپنے فضل سے استقامت بخش۔ آمین ثم ربنا آمین

امجد

حضرات - میرے مضمون کا عنوان یہ ہے - کہ "اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی حرام نہیں کرتا - بلکہ معمار پرستی بھی انہی دلایل سے حرام کرتا ہے"

انسان ایک اعلےٰ لطیف نورانی چیز جسے روح یا نفسِ ناطقہ کہتے ہیں - اور ایک ادنےٰ کثیف ظلمانی چیز جسے جسم یا بدن سے تعبیر کرتے ہیں - کی مجموعی شکل کا نام ہے - اور ایک ایسی عاجز چیز ہے - کہ ضعف و ناتوانی اس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے - جیسا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں خلق الانسان ضعیفا پیدائش سے لیکر آخری دم تک ہر ایک مادی اور غیر مادی شی کا محتاج ہے - اور سب قدرتی اشیاء - انکی تاثیرات و قابلیات کی احتیاج رکھتا ہے - اور جب اسکی فطرتی طاقتیں ذرا قوت پکڑتی ہیں - تو اس وقت بھی اسکا اختیار بہت ہی محدود ہوتا ہے - اور چونکہ انسان کل موجودات کا ایک حقیر سا جزو ہے اور کل موجودات سے وہی نسبت رکھتا ہے - جو ایک کو بیشمار سے ہوتی ہے - پس ظاہر ہے کہ جزو کل پر حاوی اور متصرف نہیں ہو سکتا +

صاحبان - بے شمار موجودات کی تاثیرات و قابلیات جنمیں ایک دوسرے کے توڑنیوالے اور مخالف اثر بھی ہیں - اور جو کہ ایک لاینحل جال کی طرح تنی ہوئی ہیں اور ان میں بیشمار لہریں اٹھتی ہیں - گویا یہ ایک ناپیداکنار موجزن سمندر ہے - جسکی موجوں میں ہم سب آئے ہوئے ہیں - کسی کو خبر نہیں - کہ گھڑی کو کیا ہوگا - کون نیک ہوگا - کون بد - کون زندہ ہوگا - کون مردہ - پس معلوم ہوا - کہ جو ہستی چند ایام زندگی کیلئے زمین - ہوا - پانی - آگ - سورج - چاند - ستاروں اور دیگر

قوتوں اور قابلیتوں کی بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کی بھی جنہیں وہ دیکھتی بلکہ جانتی بھی نہیں۔ محتاج ہو۔ اور سوچنے اور عالم اور نیک بننے کیلئے علم اور نیکی کے ظاہری اور باطنی سامانوں کی بھی محتاج ہو۔ اور یہ چیزیں اس کے بس بلکہ علم میں بھی نہ ہوں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کا کیا تصرف ہو سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ انسان کا اپنی ماتحت اشیاء پر.... نہایت ہی قلیل اور بے پتہ اور بے دعویٰ تصرف ہے۔ ممکن ہے۔ کہ زلزلہ آجائے۔ خفیہ کرموں میں۔ زہر پیدا ہو جاوے۔ بارش بند ہو جاوے۔ بجلی آپڑے کوئی شہاب ثاقب ٹوٹ پڑے۔ آدمی آدمی لڑ پڑیں۔ اور قتل و غارت مچا دیں۔ اور یا کہ اپنا ہی نفس دشمن ہو جاوے۔

غرض حضرات ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کل موجودات ایک دوسرے کے سہارے ٹھیری ہوئی ہیں اور نیز ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرت ہی کوئی سہارا مانگتی ہے۔ کیونکہ جب ہم عاجز بیکس ہوتے ہیں۔ یا کسی آفت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو ہمیں تسلی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سو اس عاجز بے ثبات انسان کیلئے کوئی سہارا دینے والا۔ کوئی تسلی دینیوالا۔ ضروری ہے۔ اور اسکی اشد ضرورت ہے۔ کہ جس سے وہ دعائیں مانگ سکے۔ اور جس پر وہ توکل کر سکے۔ یاد رہے۔ کہ انسانی ضروریات صرف اس چند روزہ زندگی تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ روحانی اور ہمیشہ کی خوشی تک پہنچنا بھی اس کے لئے از حد ضروری ہے۔ پس مالک یوم الدین کی بھی ضرورت ہے۔

پھر جب ہم کہتے ہیں۔ کہ انسان مخلوق ہے۔ تو کوئی اس کا خالق بھی ہونا چاہیئے۔ اور یاد رہے۔ کہ وہ خالق صرف ہمارے جسم کا ہی خالق نہیں ہونا

چاہئیے۔ بلکہ ہماری روح اور ہماری طاقتوں کا بھی خالق اور مالک ہونا چاہئیے۔

صاحبان۔ انسان دو اُنسوں سے مرکب ہے جن میں سے ایک اُنس کا قدرتی خاصہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک کی طرف رجوع کرے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان بالطبع پجاری ہے۔ وحشیوں میں بھی پوجا پاٹ جاری ہے۔ مگر افسوس کہ انسان اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر اپنی ضروریات کو خود محتاج فقیروں کے آگے سانپوں کے آگے۔ درختوں کے آگے۔ دریاؤں پہاڑوں کے آگے۔ قبروں کے آگے کاغذوں کے آگے غرض ہڈی۔ مٹی۔ آگ۔ پانی ہوا کے آگے جھک کر دکھلا رہا ہے۔ کہ ہمیں پرستش کی ضرور ہی ضرورت ہے۔ اب باقی رہا یہ سوال۔ کہ وہ کون ہونا چاہئیے جس کے حضور سر بسجدہ ہونا مناسب اور لازم ہو۔ اور ہمیں اسکا کس طرح سے پتہ چلا۔

صاحبان۔ جب ہم صحیفہ فطرت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں ایک اتھاہ اور ایک ناپیدا کنار سمندر معلوم ہوتا ہے۔ تو ہمکو جو اسکی لہروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمام تکالیف سے بچکر سلامت منزل مقصود تک اور ہمیشہ کی خوشی اور دائمی ترقی تک پہنچنے کیلئے اپنے آپ کو ضروری ہے۔ کہ اس ہستی کے سپرد کریں جسکے ہاتھ میں یہ سمندر اور اس کی کل لہریں ہیں۔ اور وہ ان کا پورا پورا عالم اور پورا پورا متصرف ہونا چاہئیے۔ اور یاد رہے۔ کہ پورا عالم اور پورا متصرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو ان تمام اشیاء کا اپنی ہی مرضی اور اپنی ہی تجویز سے خالق یعنی ہست کرنیوالا بھی ہو۔ کیونکہ اگر ہم خیال کریں۔ کہ چند اشیاء مثلاً مادہ و روح وغیرہ کا وہ خالق نہیں۔ تو ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ ان کا عالم بھی نہیں۔ کیونکہ مشین کے تمام پرزوں

کا عالم اسکی حرکتوں سے واقف مشین کا خالق ہی ہو سکتا ہے پس جب وہ عالم نہ ہوا۔ تو اس کیلئے ان پر متصرف ہونا محال ہے۔ اور جب خالق نہ ہوا۔ عالم ہوا اور اُنپر متصرف ہوا۔ تو ہمارا اپنا آپ اس کے سپرد کرنا محض بے سود ہے۔

غرض حضرات۔ پورا علم واختیار غیر جگہ سے اپنے ارادے اور تجویز کے بغیر آئی ہوئی چیزوں پر نہیں رہ سکتا۔ اور اگر مان لیا جاوے۔ کہ خدا تعالےٰ میں جاننے کی طاقت ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ صرف جاننے کی طاقت رکھنے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا جیسے بچہ جاننے کی طاقت رکھنے سے عالم نہیں ہوتا۔ بلکہ موجودات کو دیکھ کر عالم ہوتا ہے۔ تو پھر کیا خدا تعالےٰ بھی ان موجودات کو دیکھکر ان کا عالم بنگیا نہیں۔ بلکہ وہ خود عالم بننے میں حاکم بننے میں مالک بننے میں اُن پر متصرف ہونیمیں غرض خدا بننے میں ان کا محتاج ہوا۔ اور اگر ان چیزوں کو خدا تعالےٰ سے ہی کیا جاوے۔ تو خدا اپنی قدرت سے کسی کا بھی خدا نہ ہوا۔ اور اگر سب کچھ ایک منٹ کے واسطے صحیح مان لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے۔ کہ خدا نے مادہ روح وغیرہ کو جوڑ جاڑ کر ان کو حرکت دیدی ہے جس سے یہ تمام عالم نظر آ رہا ہے۔ تو اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ حرکت دئے جانیکے بعد (معاذ اللہ منہ) خدا کا مرنا فرض کر لیا جاوے۔ تو موجودات کی حرکت کو کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک ریاضی کا مسلم مسئلہ ہے۔ اور کوئی شے اپنی طاقتوں جذبات۔ دیگر تاثیرات و تاثرات کے رکھتے ہوئے ساکن نہیں رہ سکتی جب تک کہ کوئی خالص طاقت اسپر عمل نہ کرے۔ سو اگر یہ موجودات بے ضرورت خدا کے

برابر کام میں لگی رہے۔ تو ایسے خدا کا پوجنا اور ایک پتھر جو بے حس و حرکت پڑا ہے۔ کا پوجنا یکساں ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جب بیشمار ذرات مادہ اور بیشمار ارواح اور دیگر موجودات اور انکی طاقتیں از خود ہیں اور ایک نام ہی نام کا متصرف اپنے علم و قدرت کو اُن طاقتوں اور قابلیتوں کے مطابق چلانیکے لیئے مجبور ہو رہا ہی اور اس کے نقص کو نیست کرنے اور فایدہ کو ہست کرنے پر قادر نہیں تو وہ کیسا خدا ہے۔

صاحبان۔ جبکہ ہر شے اپنے ذاتی نقص کے سبب اور دوسری جُڑ کر درست کرنیوالی شے کے نہ ہونے سے ناقص ہی رہجاتی ہے۔ تو اس سے یہ افسوسناک نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودات صحیح نہیں چلتے۔ اور مکمل نہیں۔ صرف سامانوں کی موجودگی کے مطابق ایک جوڑ ہے۔ تو پھر ہم اپنی علمی اور عملی طاقتیں کس کے سپرد کریں۔ اور جب کوئی ایسی ہستی ہی نہ ہوئی۔ تو رام رام کرنیسے کیا فایدہ ہے اگر کہا جاوے۔ کہ موجودات کی ہر ایک چیز عین صحیح اور ایک دوسرے سے مجُڑ کر صحیح نتیجہ پیدا کرنیکے قابل نہ تھی۔ اور اس نقص کو دور کرنیکے لئے ان پر ایک متصرف موجود چلا آتا تہا۔ جسمیں یہ کمی تھی۔ کہ وہ ہست نہیں کر سکتا تہا۔ لیکن اس کا علم و قدرت عین موجودات کی طاقتوں اور قابلیتوں کے مطابق کام کرنیکے لئے موجود تھے۔ کم بھی نہیں تھا۔ کہ کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے رہجاوے۔ اور زیادہ بھی نہیں تھا۔ کہ پھر وہ کسی چیز پر چل سکے۔ اور کسی فایدہ میں آئے۔ تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسے متصرف اور ان بے شمار اشیا کا ایسے

انتظام اور ترتیب متناسب کے ساتھ واقعہ ہونا۔ جو اس کے اپنے ارادہ اور مشورہ سے نہیں۔ از خود کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو صاف ایک مقدم ارادہ کرنے والے کو بتاتا ہے۔ جس نے ہماری روحیں اپنی پوجا اور محبّت اور توکّل کے لائق بنائی ہیں۔ اور یاد رہے کہ روح اس لائق تب ہی بن سکتی ہے۔ جب اس میں اس کی پوجا اور محبّت اور توکّل کے لائق بننے کی پہلے سے قابلیت موجود ہو۔ اور اس میں ایسی ہستی کی پوجا کرنے اور محبّت اور توکل کی قابلیت پہلے سے از خود کیسے ہو سکتی ہے۔ جو اُن کے وجود سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ صرف قابلیتوں اور طاقتوں کو جو حرکت میں آنے کی قابلیت بھی از خود ہی رکھتی ہیں۔ حرکت دے دیتی ہے۔

صاحبان! وہ لوگ جو مادہ اور روح اور دیگر اجسام کو بے ابتداء اور ازلی مانتے ہیں۔ اُن کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ کسی صورت میں ازلی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اگر یہ ازل سے چل کر اس آن میں آ پہنچی ہیں۔ جس میں اب ہم ہیں۔ تو اگر ان کا اپنی قدموں پر واپس جانا فرض کیا جاوے۔ تو کیا یہ ازل تک پہنچ سکتیں ہیں یا نہیں؟ اگر پہنچ سکتی ہیں۔ تو وہ ازل بے ابتدا نہ ہوا۔ اور اگر واپس نہیں پہنچ سکتی۔ تو اس راستہ پر چلکر یہاں تک کیسے آگئیں؟ پس ثابت ہوا کہ مادہ و روح وغیرہم ازلی نہیں۔ انکی نہ کوئی ابتدا ہے۔ خواہ وہ کروڑہا ہی برس سے ہوں۔ اور جب ان کی ابتدا ہوئی۔ تو وہ نیست سے ہست بھی ہوئیں۔ اور ہستی کے لئے ہست کرنیوالا بھی از بس ضروری ہے۔

پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے۔ اگر خدا ان تاثیرات و تاثرات کا مالک نہیں۔
اور صرف ایک وسیع پیمانہ پر جوڑنے کی طاقت و علم رکھتا ہے یعنی جوڑنے کی
طاقت اور علم بھی خدا ہی ہے۔ تو اس خدائی کا کچھ کچھ پتہ تو انسان میں بھی چلتا
ہے۔ اور نیز اس طرح سے یہ تاثیرات و تاثرات وغیرہم معاونانِ خدائی ہوئے۔
یہ ہے باعث ہندوستان دیوتاؤں کی بت پرستی کا۔ کواکب پرستی ارواح پرستی۔
عناصر پرستی نیز ویدانت مت کا۔ یاد رہے۔ کہ مذہبی مباحثات کرنیوالوں کی
یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ کہ ایک بات جو دلیل سے ثابت ہو جائے۔ تو پھر اسکی
تصور میں نہ آنیسے اس کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ہو بہو جیسے مادر زاد
اندھا بینائی کے تصور میں نہ آنیسے اس کا منکر ہو جاتا ہے۔ آج کل تمام دار و مدار
عالم عقل پر رکھا گیا ہے۔ اور ہمیں بھی دعوے ہے۔ کہ عقل سلیم مذہب اسلام
اور صرف مذہب اسلام کے ماتحت کام کرتی ہے۔ ہاں بعض باتیں ایسی ہو
سکتی ہیں۔ جو برتر از عقل انسانی ہوں۔ اور یہ بات ہر ایک علم میں پائی جاتی ہے
حضرات۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ
میں صرف ایک مذہب اسلام ہی ہے جو ایسا خدا پیش کرتا ہے۔ جو کہ عالم کل۔
قادر مطلق۔ خالق کل اور متصرف و متقدم بالارادہ اور تمام نقائص سے مبرا اور
مبرا ہے۔ انسان یونہی اس بحر ظلمات میں بے لگام نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ہمیں
ایک طرف سے میٹھی میٹھی صدا آتی ہے۔ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد
لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔ ملک عرب میں ایک امیؐ

(فداہ ابی وامی وروحی) کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے۔ کہ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایک ایسی ہستی بتلاؤنگا۔ جو تمہارا کامل سہارا ہے۔ اور جو تمہارے توکل کرنیکے قابل ہے۔

صاحبان۔ صحیفۂ فطرت پر غور کرنیسے ہمیں صرف اسی قدر معلوم ہوا تھا کہ ایک ایسی ہستی ہونی چاہیئے۔ اور یہ یقین کامل نہیں تھا۔ مگر اس ذات پاک فخر بنی آدمؐ نے بتلادیا۔ کہ ایسی ہستی فی الواقعہ ہے۔ اور اس ہستی سے خود اپنا پتہ دیا ہے کہ میں ہوں۔ کیونکہ وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ اور اس بات کی محتاج نہیں کہ کوئی اسے دریافت کرے۔ اور اس طرح وہ کہنے کے قابل ہو۔ کہ خدا گمنام تھا۔ پس میں نے اسی گوشۂ گمنامی سے نکالا۔ اور اسے قابل پرستش ٹھیرایا۔ اور یہ ثابت کرتا ہے ضرورت الہام کو۔ اور ساتھ ہی اس کے ہر زمانہ کے ہونیکو اور یہ خاص برکت ہے صرف مذہب اسلام کی۔

مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ؎

ہر طرف فکر کو ڈورا کے تھکایا ہمنے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہمنے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

صاحبان۔ بعض مخالفین اسلام بے سوچے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ جہاں کچھ نہیں وہاں سے اسلام کا خدا تعالےٰ کچھ کیسے نکال سکتا ہے۔ یا بدیگر الفاظ نیستی سے ہستی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سوال کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم خود خدا کیوں نہیں بنجاتے۔ اس کے بہت سے دندان شکن جواب دئے گئے ہیں

مگر ہم صرف ایک دو کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ تشفی کیلئے کافی ہونگے۔

حضرات موجودات میں دو ہی قسم کی طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ جنہیں سہولت عامہ کیلئے مثبت اور منفی کہا گیا ہے۔ اور یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور یہ ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر دو عالم ایسے موجود ہوں۔ جو ہمہ وجوہ ایک دوسرے کی ضد ہوں اور پھر اگر ان کے ایک دوسرے میں گھس جانے سے نیستی نتیجہ نکلے۔ تو ایسے عالم ضرور ہستی سے نکل بھی سکتے ہیں۔ مثلاً +۱ اور -۱ دونو کا حاصل جمع صفر ہے اور صفر ہم نیستی کو قرار دیتے ہیں۔ تو ضروری ہوا۔ کہ صفر میں سے یہ +۱ اور -۱ نکل بھی سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ وہ کس طرح سے نکل آئے۔ مگر یہ ایک بدیہی ثبوت ہے نیستی سے ہست ہونیکا۔ اور یہ بھی ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر کوئی طاقت ہست کرنیکی ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہست ہونا چاہئیے۔ پس ہست کرنیوالی طاقت یعنی خدا تعالےٰ کا ہم ضعیفوں کا سمجھنا ناممکن ہے البتہ جن کو وہ طاقت زندہ مذہب کے ذریعہ توفیق بخشے وہ کچھ اشارہ کر سکتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو خدا کو مانتے ہوئے نیستی سے ہستی کے منکر ہیں۔ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ بغیر آنکھ کان کے دیکھتا سنتا ہے۔ یا بدیگر الفاظ بصر اور سمع لا معلول کو بغیر آنکھ اور کان کے علل اور اسباب کے پیدا کر سکتا ہے تو پھر حیرانی کی بات ہی۔ کہ وہ کیوں مادہ اور ارواح کا معلول بغیر علل اور اسباب کے پیدا نہیں کر سکتا۔ یا تو اسے انسان وغیرہ کی طرح آنکھ اور کان رکھنے چاہئیے۔ اور اگر نہیں تو وہ عام طور پر

نیست سے ہست کرنیوالا ماننا چاہیئے - یہ تو بالکل نامناسب ہے - کہ خدا سمیع اور بصیر تو ہو - لیکن اس کے آنکھ اور کان نہ ہوں - ذرات پر کرتی بھی اسی کان اور آنکھ کا حکم رکھتی ہیں - اور یہ تو سراسر نادانی کی بات ہے - کہ مادہ اور روح کو مع اپنی قابلیات تاثیرات و تاثرات کے رکھتے ہوئے ازلی اور ابدی مالک پھر کسی خارجی طاقت کا قائل ہوتا - کہ وہ ان کو آپس میں جوڑ دیوے -

بہر حال ہمیں خدا تعالےٰ خالقِ کل ہی ماننا پڑتا ہے - اور اس کے برخلاف کوئی دلیل اور ثبوت نظر نہیں آتا -

پھر بعض اوقات اس اعتراض کو ذرا لمبا کیا جاتا ہے - کہ کیا وہ طاقت اب نئے سرے سے نئے عالم میں بھی ہست کر سکتی ہے - ہمیں اس سے انکار نہیں - اور نہ ہی ہونا چاہیے - کیونکہ طاقت کبھی بیکار نہیں رہ سکتی ؛ لیکن وہ عالم ہمارے عالم سے جدا ہونا چاہیے - کیونکہ جب یہ عالم اپنی حالت میں مکمل طیار کیا گیا ہے تو مکمل میں غیر چیز کو داخل کرنا خلل اندازی اور بے حکمی ہے - اور یاد رہے کہ وہ ذات ایسی باتوں سے پاک ہے - پھر یہ بھی کہا جاتا ہے - کہ اسلام خدا کو محدود کرتا ہے ورنہ اس عالم سے پہلے وہ کس شے کا مالک تھا - اس اعتراض سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ معترض خدا کا مالک خالق رازق ہونا وغیرہ یعنے خدا ہونا - مادہ روح وغیرہ کے موجود ہونے سے مانتا ہے - یعنے جس صورت میں یہ نہ ہوتے تو خدا خالق مالک رازق وغیرہ نہ ہوتا - گویا ان چیزوں کی موجودگی سے اس کو یہ صفات ملے ہیں - مگر وہ اپنے آپ میں کامل نہیں مگر یاد رہے کہ اسلام بلا قید و تعین خدا تعالیٰ کو قادر مطلق

مانتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب کچھ اس کے پاس تھا۔ لیکن نہ بطور وجود۔ بلکہ بطور نتیجہ
ان کو وجود میں لانا وجود میں آنے والی چیزوں کی بہتری کیلئے ہے۔ نہ خود مالک و قابض
بننے کیلئے۔ کیونکہ مخلوق میں ہمیشگی کی ترقی کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اس ذات کے اپنے لئے
تو وجود میں لانا یا نہ لانا یکساں ہے۔ جب یکساں ہے تو اس کے لئے اس اظہار کی ضرورت
نہیں۔ ہاں ہم پر یہ صفات تب ہی سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ جب سے ہم ہیں۔ غرض
حضرات ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ کئی ایک چیزوں کا ایک خاص انتظام اور ترتیب کے
ساتھ یا ایک خاص مقصد اور نتیجے کے لئے کہیں موجود ہونا بلا مقدم ارادہ کے
ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بے شمار مفردات مادی و روحی کا ایسے انتظام و تناسب کے ساتھ
موجود چلے آنا جن سے ایسے عالم بن سکیں اور ایسے ایسے انسان و حیوان طیار ہو کر
فائدہ اٹھا سکیں بلا مقدم ارادہ کے ہونا ناممکن ہے۔ یا آریہ خیال کے مطابق بے شمار
ذرات مادہ و ارواح مناسب تاثیرات و تاثرات رکھتے ہوئے ایسے موجود ہوں۔ جن سے
خدا تعالیٰ کو مالکیت رزاقیت و حکومت اور علم کی صفات حاصل چلی آویں اور ان
مادی ارواحی مفردات میں اتنا قصور ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو جوڑ نہیں سکتے
اس لیئے اس نقص کو پورا کرنے کیلئے ان کے علاوہ ایک اور وجود موجود چلا آتا ہو۔
جس کی قدرت و طاقت و علم عین اس موجودات کی قابلیتوں کے برابر ہو نہ زیادہ ہو کہ
وہ بے مصرف اور زائد ہو گی۔ کہیں کام نہ آوے گی اور نہ ہی کم ہو کہ بہت سے کام اس
سے رہ جاویں گے۔ پس ایسے جوڑنے والے وجود کا اور دیگر بے شمار مناسب طور پر جڑنے والی
موجودات کا ایسے مناسب اندازہ سے کہ جس سے ایسا عالم چل سکے خود بخود بلا مقدم

ارادہ موجود ہونا ناممکن۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے ایسا جڑنے والا وجود پرمیشر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حقیقی متقدم بالارادہ پرمیشور کا وہ بھی ایک مخلوق ہے۔ اور یہ ماننا کہ خود خدا تعالیٰ کی ذات متغیر ہو کر اور گر کر ادنیٰ چیزیں بن جاتی ہیں یہ بھی ویسی ہی غلطی ہے۔ پس خدا کیلئے اس صفت کا تسلیم کرنا از بس لازمی ہے۔ کہ وہ نیستی کو دو متناقض ثبت و منفی حالتوں میں تو ٹوٹ سکتا ہے کس طرح کر سکتا ہے ہم اس بات کے عالم نہیں اگر عالم ہوتے تو ہم بھی کر سکتے مگر ہم خود نہ تو ہست کر سکتے ہیں اور نہ ہی نابود کر سکتے ہیں یہ خاصہ اسی ذات پاک کا ہے جو کہ خدا ہے۔ وہ خالق غیر متغیر زمان و مکان سے ورا ہے اور فہم و خیال سے دور ہے۔

حضرات! آریہ خیال کے مطابق خدا بے ضرورت ٹھہرتا ہے اور اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا ہونا چاہیے کو وہ ذات مادہ و روح وغیرہ کو از خود ماننے سے قابل تسلیم نہیں مانتے اور خدا ہے کہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں یہی وجہ ہے ہندوستان کی دہریت کی

اشعار

اے دانش ہندوستان ہے چھوٹی سی داستاں ہے　　سر پر ہے کال کھڑا کے گردش میں آسماں ہے
ہوئے ہیں قصہ تجھکو اپنی پرانی باتیں　　غفلت کی نیند سویا گذرا تو کارواں ہے
خواب عدم میں مست ہے ڈنکا بجا ہے است کا　　کلجگ تھے کہنے جس کو آیا وہ ناگہاں ہے
بچہ جدا ہے ماننے پر کنیا نے مانگا　　الفت اٹھی دلوں سے پرلو کا جو نشان ہے
مادہ بذات خود ہے روح ہے بغیر خالق　　حرکت سے ہستی قائم الشیخ تو اگ گماں ہے
نکتی ہے جس کو سمجھا وہ قید ہے سو ہر　　زنجیر یہ جنم ہے اپنا ہوا ستیان ہے

تعداد روح کھیلا شے اگیانی النیور ہے - بہرہ ازل سے وہ ہے گو لگا گرد ہماں ہے،
کلیگ کے دیش تجھکو لچھن ستائیں کیا کیا ہے بات اک بڑی سی چھوٹا مرا دہاں ہے
شرم و حیا میں عنقا غیرت اُڑی زمیں سے عصمت کی کشتی ڈوبی تہذیب نیمجاں ہے،
بیرج مراد بیوی شوہر مرید زن ہے غیروں کی ہے کمائی اپنا عزیز جاں ہے،
مردہ ہوئی زمیں تھی برسا ہے ابر رحمت باد صبا چلی ہے جوبن پہ بوستاں ہے
جو خشک ہو چکی تھیں شاخیں ہوئی وہ ابتر آیا فلک سے لے منہ اپنا تو باغباں ہے
آیا کرشن جی ہے منتظر تھے جس کے ہے سنا دی اپنی بچوں کا جو نشاں ہے،
چکر سے یہ جنم کے دیگا رہائی تمکو + دنیا میں رہنما ہے عقبے کا راز داں ہے
اک تھی شنید پہلے آنکھوں سے دیکھ تو اب اوتار آخری کو آیا جو بے گماں ہے
النیور نے مہر کی ہے بھیجا ہے کرپا کر کے کشتی سنبھالی جس نے رحمت کا سایہ باں ہے
برکت سے جس کے دم کی عالم ہوا ہے تازہ اپنا مسیح وہی ہے مہدی وہ بیگماں ہے،

حضرات بعض اصحاب کہا کرتے ہیں کہ گھڑا سوائے آدمی کے بنانیکے از خود نہیں بن سکتا - اور اس کے لئے مٹی کا اور بنانیوالے کا ہونا ضروری ہے - لیکن ایسی دلیل کا پیش کرنا محض نافہمی ہے - موجودات اپنے پیدا ہونیکے وقت اسی لائق کام کرتی ہے پھر جب اس کے بڑہیں ترقی ہوتی ہے تو اس کے کاموں میں بھی ترقی ہوتی ہے - جب سورج بنتا ہے تو وہ پہلے سے نئے کام کرنے لگتا ہے جب ریشم یا شہد کا کیڑا طیار ہوتا ہے - تو اسی وقت اس سے کام ہونے لگتا ہے - اسی طرح جب آدمی بنتا ہے اور چکر کا استعمال جان لیتا ہے تو گھڑا بنانے لگتا ہے +

پس بس جب گھڑا بنانیکے لئے پہلے انسان کی ضرورت ہی۔ تو انسانی حالت سے ادنی صورتوں میں گھڑیکی بناوٹ کو چاہنا جہالت ہی۔ اور گھڑیکی سوائے آدمی کی زبن سکنے کے جذب و تاثیرات کے ابتدائی کاموں کا انکار بھی نادانی پر نادانی ہی۔ اور اگر فرضاً ہم اس موجودات کے لئے ایک غیر جوڑنیوالے کی ضرورت کو مان بھی لیں۔ تو اس سے جوڑنیوالیکا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ مفردات مادی در وحی کے جوڑنیکے لئے ایک سلسلہ آوزاروں کی بھی ضرورت ہے جسے علت آلی کہتے ہیں۔ اور ایک جوڑنیکی طاقت و علم بھی درکار ہی۔ اور یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کیوں ایک ہی وجود اوزاروں اور طاقت و علم تینوں چیزوں کا کام دیتا ہی۔ کیوں اس لئے تین وجودوں کی ضرورت نہ ہو۔ اس جگہ ایک عیسائی بول اٹھیگا۔ کہ ہم اس لئے تین طاقتیں مانتے ہیں۔ یہ تو اپنے پاؤں آپ کلہاڑی چلانا ہی۔ خدا تعم کو غیر مکمل ثابت کردیا۔ اگر تین طاقتیں مان لیں۔ مگر تعجب ہی۔ کہ ایک خدا میں تین شخصیتیں کہ ایک باپ ہو پیدا کرنیوالا۔ دوسرا بیٹا ہو نجات دینیوالا۔ تیسرے روح القدس ہو ہدایت دینے والا از خود کیسے موجود ہو سکتی ہیں۔ یہ تو وہی بر بہا شیو وشن کا معاملہ ہی۔ اور وہ کیسا خدا ہے۔ جس نے احمد کی پگڑی محمود کے سر پر رکھکر دنیا میں اندھیر مچا دیا ہے

حضرات۔ ہم بوجہ وقت کی کمی کے اس حصہ مضمون کو یہیں ختم کر کے اب یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس ہماری تمام تگ و دو اور الہی ہستی کی پرستش کا لازمی نتیجہ کیا ہی۔ اس بات پر سب کے سب متفق ہیں۔ کہ لازمی نتیجہ ہماری پرستش کا خدا کی خوشنودی یا بدیگر الفاظ البشری تقالکس یعنی نجات ہے۔ لیکن اس نجات کے متعلق اب دو سکول موجود ہیں۔ ایک کے نزدیک تو وہ محدود ہی۔ اور دوسرے کے نزدیک غیر محدود۔ حضرات۔ مجھے اس بات کے کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ نجات کو محدود ماننے والا وہی گروہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو نہ تو خالق کل۔ اور نہ ہی متصرف اور

متقدم بالارادہ مانتا ہے۔ اور اس میں وہ مجبور ہے۔ کیونکہ خواہش حوصلہ کے مطابق ہی ہوا کرتی ہے۔ لیکن میں یہ جتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اس بات میں غلطی پر ہیں۔ اور وہ اس عقیدہ پر مجبور ہیں۔ ان کے نزدیک اگر خدا تعالےٰ کہیں نجات غیر محدود دے دیوے۔ تو دنیا کا یہ سارا تانا بانا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا نئی چیزیں کہیں سے لا نہیں سکتا۔ لیکن اس طرح سے بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر مکتی خانہ سے نکلتے وقت بعض روحیں خدا سے سرکش ہو جاویں اور نکلنے سے انکار کر دیویں۔ کیونکہ خدا کا ان پر کیا حق ہے۔ کہ ان کو جبراً وہاں سے نکال دیوے۔ خدا کا ان کو نجات دینے میں کوئی احسان نہیں تھا۔ یہ ان کے اپنے اعمال کا ثمرہ ہے۔ اور انہیں یاد ہوگا۔ کہ پہلے جوڑنے جاڑنے سے انہیں کس قدر تکلیف دی ہے۔ اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار جونوں کا گورکھ دھندا ابھی ان کے دل سے نہیں مٹا ہوگا۔ تو پھر خدا کیا کر سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)۔ حضرات۔ سب سے بڑا اعتراض جو آجتک اس گروہ نے نجات غیر محدود پر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نجات غیر محدود بوجہ ایک ہی قسم کی خوشی کے رنج کا حکم رکھتی ہے۔ مگر اس اعتراض کی کمزوری بالبداہت عیاں ہے۔ کیونکہ حیات ابدی اور نجات لاتناہی ایک ہی حالت کا نام نہیں ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ہماری پرستش محدود ہے جس کا نتیجہ محدود ہو۔ اور کیا ایک ارب چھیالوے کروڑ برس وغیرہ وغیرہ جو کہ سماجیوں کے نزدیک عرصہ نجات ہے۔ زائد از حد نہیں۔ اور کیا اس پر رنج کا اطلاق نہیں آسکتا۔

صاحبان۔ جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی اپنے

سچا طالب کامل طور سے اسلام پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک طاقت سے اسکے کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہدایت کے اعلےٰ تجلیات تمام سی مبرا ہو کر اس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں۔ تمام اسرار سربستہ اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا ایمان بالمشافہ ہو جاتا ہے اس کی حرکات سکنات افعال و اقوال میں ایک برکت رکھی جاتی ہے۔ اور اسے فوق العادت شجاعت۔ استقامت اور ہمت عطا کیجاتی ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور بخل بار بار کی لغزشیں شہوات غیرہ غرض ہر ایک قسم کی طبعی تاریکی بکلی اس سے دور کیجاتی ہے۔ اور ربانی اخلاق کا نور اس میں بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلی مبدل ہو کر نئی پیدائش کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے سنتا۔ خدا تعالےٰ سے دیکھتا۔ خدا تعالےٰ کیساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالےٰ کیساتھ ٹھیرتا ہے۔ اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفا کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے۔ اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کیجاتی ہے۔ اس موت کے پیدا ہو جانے سے عجیب عجیب طور کی قوتیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو باتیں دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔ جو راہیں دوسرے دیکھتے ہیں۔ پر چلتے نہیں۔ اسے سب عطا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ثابت قدم ہو کر استقلال سے کام کر دکھلاتا ہے۔ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست قوت الٰہی اس کی اعانت میں ہوتی ہے جو اسے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم بنا دیتی ہے۔ اگر وہ

Digitized by Khilafat Library

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

اور ہو جائے تم مین سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہین۔

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

جلد ۴	ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب	نمبر اول
بابت محرم الحرام ۱۳۲۷ھ	فہرست مضامین	مطابق فروری ۱۹۰۹ء

تھری نشان ... ... صفحہ ۱-۱۶	صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
نظم (اپیل بخدمت قوم) .. .. صفحہ ۱۷-۲۰	"
ہم کسطرح کامیاب ہو سکتے ہیں .. .. صفحہ ۲۱-۳۶	"
آمد ۱۳۲۷ھ .. .. صفحہ ۳۷-۴۲	جائنٹ ایڈیٹر

باہتمام حافظ عبد الرحیم مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۷ ہجری المقدس کو قادیان سے شائع ہوا۔

قیمت سالانہ عوام سے عہ اور طلباء سے عہ لی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری اطلاع

۱۔ میرا ارادہ تھا کہ انجمن تشحیذ الاذہان کی سالانہ رپورٹ کو اس دفعہ شائع کر دوں مگر بعض ضروری مضامین کی وجہ سے گنجائش نہین رہی اِس لئے انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ پرچے مین رپورٹ شائع کی جاوے گی۔

۲۔ سالانہ جلسہ پر انجمن کی رپورٹ مین یہ سنایا گیا تہا کہ چونکہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تعلیم دینی حاصل کرنے مین لگے رہتے ہین اس لئے وہ اس سال ایڈیٹری نہین کر سکین گے۔ اب ہم بڑی خوشی سے اس بات کا اعلان کرتے ہین کہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے قوم کے فائدہ کے لئے اس رسالہ کی ایڈیٹری کو دینی کام سمجھ کر پھر منظور فرمایا ہے ناظرین کو مبارک ہو۔

معذرت

چونکہ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کی اس تقریر کا جو سالانہ جلسہ پر سنائی گئی تھی اور جس کے پڑھنے کے لوگ بڑے خواہش مند تھے اور اس نظم کا جو صاحبزادہ صاحب کی طرف سے سالانہ جلسہ پر پڑھی گئی تھی اور جو رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے مخصوص طور پر لکھی گئی تھی۔ اسی نمبر مین شائع ہونا ضروری تھا جو جلدی تیار نہ ہو سکی اس لئے رسالہ تشحیذ الاذہان وقت پر نہین نکل سکا اُمید کہ ناظرین معاف فرمائین گے۔

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

قہری نشان

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ مگر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے ں کی سچائی ظاہر کردیگا۔ اے روئے زمین کے رہنے والو جن کے کانوں تک میری آواز پہنچ سکتی ہے یا جنکی آنکھیں میری تحریر کو دیکھ سکتی ہیں میں تمہیں اس نیکی کی طرف بلاتا ہوں جس کے پھیلانے کو خدا نے اٹھایا ہے اور تم جانتے ہو جس کام کو چاہتا ہے پورا کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا سدراہ بن سکے۔ اس نے دنیا کا اختلاف دور کرنے کیلئے اپنے بندوں میں سے ایک شخص کو چنا اور عرب کے ریگستان میں سے ایک ایسا درخت نکالا جس کے سایہ نیچے ہر گوشہ کے لوگوں نے کروڑوں کی تعداد میں آرام پایا وہ وجود باوجود گم نامی کے کنج انزوا سے نکلکر شہرت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا۔ اور وہ علو مرتبہ حاصل کیا کہ سورج کی طرح اسپر بھی نظر نہیں ٹک سکتی۔ اسی کے بعد خدا تعالےٰ نے تیرہ سو برس بعد ایک اور شخص کو اسی کے خادموں میں سے چنا اور چاہا کہ اسی کے ہاتھوں دنیا کو ہدایت دی چنانچہ وہ بھی پچیس ۲۵ یا چھبیس ۲۶ برس تک دنیا کو اسی کے خالق کی طرف بلا کر چلا گیا سو چونکہ میں اس کے خادموں میں سے ایک ہوں جنکا فرض ہر کہ دنیا کو سچائی پر آگاہ کریں اور اسکی ہدایت میں کوشش کریں اس لیے آیت فالیاءمرو بالمعروف کے ماتحت میں یہ اشتہار دیتا ہوں اور دنیا کے ہر گوشہ کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ وقت کو ہاتھ سے نہ دیں اور خدا تعالےٰ کے سلسلہ میں داخل ہوکر اپنی دنیا اور دین کو سنواریں کیونکہ وہ جو اُس کے ارادہ کا مقابلہ کرتے ہیں خسر الدنیا والاخرۃ کے مستحق ٹھہرتے ہیں پس اگرچہ خدا کا مسیح ہم میں نہیں رہا مگر اس کا قایم کردہ سلسلہ موجود ہی اور دن رات ترقی کر رہا ہے اس میں شامل ہو کر آسمانی اور زمینی عذابوں سے بچو کیونکہ خدا ارادہ کرچکا ہے کہ دنیا سے شرک کو دور کرے اور توحید کو قایم کرے اور اُس کے نبی کی

معرفت ہمکو اطلاع مل چکی ہے کہ جب تک دنیا اصلاح نہ کریگی آسمانی اور زمینی عذاب پیچھا نہ چھوڑینگے پس مبارک ہے وہ جو بھیڑیئے کے حملہ سے پہلے اپنی بکریوں کو محفوظ جگہ میں بند کر لے اور بشارت ہے اسکو جو چور کے آنے سے پہلے اپنے مال کو محفوظ کر لیتا ہے۔ پس اے میرے دوستو یاد رکھو۔ کہ خدا کے قول کے مطابق دنیا پر طرح طرح کے عذاب آرہے ہیں اور آئینگے جن سے انسانی زندگی خطرہ میں پڑجائیگی۔ اور وہ اپنی تکبرانہ معشیت کو بھول جائیگا۔ حضرت مسیح موعود کے الہامات سے بہت سی ایسی تباہیوں کا پتہ ملتا ہے کہ جو ابھی آنیوالی ہیں اور جن سے دنیا پر ہلاکت پھیل جائیگی یہان تک کہ انسان دنیا سے تھک کر پھر خدا کیطرف رجوع کرینگے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حیدرآباد کا طوفان عظیم آپکی صداقت کی شہادت پکار پکار کر دے رہا ہے آپ نے صاف طور سے لکھا تھا کہ طوفان عظیم آئیگا اور دنیا نوح کے طوفان کا نقشہ دیکھیگی اور سیلاب سے بچانے کے لئے کوئی کشتی کار آمد نہ ہوگی اور اُس کی نسبت اشارہ فرمایا تھا۔ کہ واقعہ ملک نظام میں ہوگا چنانچہ آپ کا الہام تھا کہ **زلزلہ در گور نظامی فگند**۔ پھر اس کے بعد آپ کا الہام تھا کہ ہندوستان اور پنجاب میں وبائے تپ سخت پھیلیگی چنانچہ پچھلے سال جو نظارہ تباہ کا اس ملک میں تپ کی وجہ سے دیکھنا پڑا اُس سے کون ناواقف ہے۔ ہزاروں باشندے چند دنوں میں لقمۂ اجل ہوئے اور کوئی طبیب یا ڈاکٹر بند نہ کر سکا۔ کیونکہ خدا کا منشاء تھا کہ اہل زمین کو ان کے گناہوں کی سزا دے اور اپنا چہرہ اُنپر ظاہر کرے اس تپ میں ایک امر خصوصًا غور کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اس تمام تباہیوں کا بڑا حصہ امرتسر نے لیا ہے اور وہ بھی رمضان کے دنوں میں جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود پر ۱۹۰۵ء میں ان لوگوں نے سفر اور بیماری کیوجہ سے روزہ رکھنے کیوجہ سے پتھر پھینکے تھے اور آپکے لکچر میں شرارت سے کام لیکر وہ شور و غوغا کیا تھا کہ الاماں سو خدا تعالٰے نے اِن لوگوں کو دکھا دیا کہ انسان کے ہاتھ سے خدا کا ہاتھ زیادہ زبردست ہے چنانچہ پچھلے سال قریبًا سارا شہر بے روزہ رہا اور وطن میں بے وطنی کے مزے اُٹھاتا رہا غرض یہ وہ معجزہ ہے جو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ظہور میں آیا اور خدا نے اپنے قہری نشانوں سے دنیا پر اپنا چہرہ ظاہر کیا اور اپنے مامور کی صداقت کو روزِ روشن کیطرح ثابت کر دکھایا۔ مگر

چونکہ دنیا نے اِن امور سے کوئی بڑا فائدہ نہ اُٹھایا اِس لیئے خدا کا غضب اور بھی زور سے بھڑکا اور ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ جزیرہ نما اٹلی اور جزیرہ نما سسلی میں خدا تعالیٰ کا غضب زلزلہ شدید کی صورت میں ظاہر ہوا جو ایسے زور سے آیا کہ دنیا کی تاریخ میں اُسکی نظیر نہیں ملتی بہت سی تباہیاں دنیا پر آئیں اور بہت سے عذاب جو دنیا نے دیکھے آتش فشان پہاڑوں نے آتشبازی سے گاؤں کے گاؤں تباہ کر دیئے اور زلزلوں نے بہت سے شہروں کو ویران کر دیا۔ مگر یہ زلزلہ کچھ ایسا تھا کہ جسکی نظیر دینے سے تاریخیں قاصر ہیں اور روایتیں خاموش ہیں بڑے بڑے تاریخ دان حیران ہیں اور علم طبیعیات کے جاننے والے انگشت بدندان جس ملک میں ۲۸ر دسمبر ۱۹۰۸ء کی رات کو لاکھوں کی تعداد میں بستی تھی۔ صبح ہونے پر وہاں چند ہزار سے زیادہ آبادی نہ تھی وہ جن کو شام کے وقت اپنے مال پر گھمنڈ تھا صبح کے وقت ایک پیسہ کے محتاج تھے اور وہ جن کے گھروں پر سیکڑوں کھانا کھاتے تھے وہ روٹی کے ایک لقمہ کو ترستے تھے اور نہ ملتا تھا جن کے گھروں کی چھتیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو جواب دیتی تھیں اُن کے بیٹھنے کو جگہ نہ تھی وہ لوگ جو اپنے لباس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے تھے تن بدن ڈھانکنے کو ایک چیتھڑے تک کے محتاج تھے تہذیب تہذیب کا نعرہ مارنے والے وحشیوں سے بدتر حالت میں بھاگ رہے تھے اور راہ نہ پاتے تھے بھائی کو اپنے بھائی کا ہوش نہ تھا اور باپ کو اپنے بیٹے کی فکر نہ تھی۔ ماں اگر اپنے بچے سے لاپرواہ تھی تو خاوند اپنی بیوی سے بے خبر تمام دوستوں کے محبتوں کے اقرار بھول گئے تھے اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں مبتلا تھا۔ ایک نہ تھا جو دوسرے کی فکر کرے اور کوئی نہ تھا جو نفس نفس کے مقولے پر عمل نہ کرتا تھا۔ وہ فلاسفر جو دنیا کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھانے والے تھے اس وقت دیوانوں سے بدتر تھے! اور وہ ڈاکٹر جنکو ملک الموت کے پنجہ سے مریض کو چھوڑانے کا دعویٰ تھا زخموں میں مرغ نیم بسمل کیطرح لوٹ رہے تھے سیکڑوں کی تعداد میں سیاح جو اس ملک میں سیر کیلیئے گئے ہوئے تھے ایک چشم زدن میں اس دنیا سے سفر کر گئے۔ عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ باغات ویران ہوگئے کوئیں دب گئے۔ مرغزار جنگل ہو گئے اور آبادیاں ہلاکت کا ایک ایسا مہیب منظر بن گیا کہ دیکھنے سے ڈر آتا

ہے جو ملک کل تک جنت کی مثال تھا آج دوزخ کا نمونہ بن گیا اور جو جگہیں کہ خدا تعالٰی کے احسانات کا نمونہ تھیں اسکی شدید العقاب صفت کا نظارہ دکھلانے لگیں۔ ادہر زلزلہ یہ تباہی ڈال رہا تھا۔ کہ سمندر کی طغیانی نے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے اور باقی ماندہ اسباب کو بھی ہلاک کیا اور مرے پر سو درے یہ لگے۔ کہ سیلاب کے علاوہ ایک خوفناک آگ نے جو کچھ بچا تھا اسکو بھی ہلاک کر دیا غرض کہ وہ ملک کیا تھا دنیا کی کل آفات کا مجموعہ تھا چند منٹ میں ہی قصر عالیشان ویران ہو گئے اور ایسے ویران ہوئے کہ انسان تو انسان اُلّو تک اس میں نہ رہ سکے اور باغوں کا دلکش نظارہ ایسا مہیب ہو گیا۔ کہ ویرانہ میں رہنا اس میں رہنے کی نسبت سو درجہ زیادہ پسند ہو خون کی ندیاں چاروں طرف بہتی تھیں اور سمندر کا رنگ سرخ کر رہی تھیں۔ سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں جانوں کا ایک دم میں صفایا ہو گیا اور کوئی نہ تھا جو اپر انسو بہائے مردوں کی لاشوں کو کتوں اور گیدڑوں اور گدوں اور چیلوں نے نوچ نوچ کر کھا لیا اور ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا اول تو ایک بھاری تعداد ان جانوروں کی بھی ہلاک ہو گئی تھی۔ جو باقی تھے ان کو بھی کچھ کھانیکو نہ ملا تو لاشوں کو کھانا شروع کر دیا چنانچہ لکھا ہے کہ بعض جگہ یہ جانور بھوک سے ایسے بے تاب تھے۔ کہ شہر والوں کے ہاتھوں سے چھین چھین کر مردوں کو کھا جاتے تھے اور وہ لوگ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ وہ لوگ جو اس تباہی سے بچے تھے اُنکو تو اپنی جانوں کا بھی ہوش نہ تھا۔ ہاں جو مدد باہر سے آئی تھی۔ اُسنے کھنڈرات میں سے بے بس اور بدبخت لوگوں کو کھود کھود کر نکالنا شروع کیا متواتر بیس دن تک کام جاری رہا اور زخمی اور مردہ نکلتے رہے مردوں کو رسومات مذہبی کے ساتھ دفنانا تو الگ گڑھے میں گاڑنا تک مشکل ہو رہا تھا کیونکہ اس قدر لاشوں کو دفنانے میں ہی ایک لمبا وقت خرچ ہوتا تھا۔ چنانچہ لاشیں چونے میں ڈالکر سمندر میں ڈال دی گئیں سسکتے ہوئے زخمیوں اور دم توڑتے ہو گھایلوں کی آواز میں ایک ایسا خوفناک شور برپا تھا۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس تباہی نے ایسا خوفناک نظارہ دکھلایا ہے کہ زبانوں تک کے محاورات کو بدل دیا ہے یا تو کسی تباہی پر کہا جاتا تھا کہ لاکھوں بے جانان ہو گئے اور ہزاروں بچے یتیم ہو گئے اور سیکڑوں

عورتیں بیوہ مگر یہاں تو ایسی بربادی ہوئی ہے۔ کہ نہ مکان رہا نہ مکین نہ باپ نہ بیٹا نہ میاں نہ بیوی غرض کہ ایسا خوفناک حادثہ تھا کہ یورپ و امریکہ اور افریقہ و ایشیا کے لوگ حیران و پریشان ہیں۔ کہ یہ چشم زدن میں ہوا کیا۔ اور کیوں ہوا؟ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ جو کچھ ہوا اسکی اطلاع دنیا کو پہلے سے مل چکی تھی اور اہل زمین متنبہ کیے گئے تھے کہ جلد اپنی اصلاح کریں ورنہ خدا کا غضب زلزلہ کی صورت میں نمودار ہوگا۔ اور آسمانی بلائیں انسان کی زندگی کو تلخ کر دینگی وہ قیامت کے دن ہونگے۔ اور لوگ ہلاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ایک نہیں دو نہیں بلکہ کئی زلزلہ آئینگے اور مختلف ممالک میں آئینگے اور ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود کی مختلف کتابوں اور اشتہاروں میں بار بار اس بات کو لکھا گیا تھا اور جو چاہیے اسکو پڑھ سکتا ہے آپ نے صاف طور سے اس بات کو لکھ دیا تھا کہ دنیا کے ہر حصہ میں زلزلے آئیں گے اور ان میں سے چار بہت ہی سخت ہونگے اور ایک اور عظیم الشان زلزلہ ہوگا جو نہایت ہی خطرناک ہوگا پس یہ جو کچھ ہوا آپ کی اطلاع کے مطابق ہوا اور اس لئے ہوا کہ دنیا نے شرک کو اختیار کر لیا تھا اور خدائے وحدہٗ کی پرستش کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے صاف لکھا ہے کہ وہ یاد رہے کہ بلاؤں کے ٹلنے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں کیونکہ مذہبی غلطیوں کے لیئے قیامت کا دن مقرر ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ لوگ ہر قسم کی بدچلنی سے باز آئیں۔ اور خدا کے پاک نبیوں کی نسبت بدزبانی سے پیش نہ آویں اور غریبوں پر ظلم نہ کریں اور صدقہ اور خیرات بہت کریں اور خدا کے ساتھ کسی کو برابر نہ کریں نہ پتھر کو نہ آگ کو نہ انسان کو نہ پانی کو نہ سورج نہ چاند کو اور تکبر اور شرارت کی راہوں کو چھوڑ دیں،، لکچر مطابق الہامی کتاب ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۳ پس اس زلزلہ سے بچنے کے لیے اسلام کو قبول کرنا کوئی شرط نہ تھی بلکہ یہ شرط تھی کہ اگر قومیں نفسانی شرارتیں چھوڑ دینگیں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگیں تو یہ عذاب اُن سے ٹل جائینگے۔

شائد بعض لوگ اعتراض کریں کہ اٹلی کی تباہی کا حضرت مسیح موعود کی بعثت سے کیا تعلق ہے نہ آپکی تعلیم وہاں پہنچی نہ آپ کے وجود کا علم اُن کو ہوا پھر بغیر کسی اطلاع یا علم کے ان لوگوں کو کیوں سزا دی گئی سو یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے قابض اور باسط ہونا بھی ہے یعنی بعض

موقعوں پر تو وہ قبض سے کام لیتا ہے اور بعض موقعوں پر بسط سے چنانچہ اسکی موٹی مثال درختوں سے ملتی ہے کہ دن کو وہ آکسیجن چھوڑتے ہیں اور رات کو کاربانک اُگلتے ہیں پس ان کی یہ حالت خدا تعالےٰ کی صفات قبض و بسط کے متعلق ہے۔ اسی طرح دیکھو کہ جس وقت دنیا میں سورج ظاہر ہوتا ہے تمام دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور دنیا اس کی روشنی سے فایدہ اُٹھاتی ہے مگر دوسرے وقت پر وہی سورج غائب ہو کر دنیا کو ظلمت میں چھوڑ دیتا ہے اور وہی جگہ جہاں ریت کے ذرات تک نظر آتے تھے اب وہاں انسان اپنا ہاتھ تک مشکل سے دیکھ سکتا ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کی صفت ہے۔ کہ وہ ایک عرصہ تک تو دنیا کو اسکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے مگر دوسرے وقت وہ ان کو ذرہ ذرہ کی سزا دیتا ہے اور اپنی شدید العقاب صفت کا ظہور دکھلاتا ہے مصر کے فرعون ایک مدت تک بنی اسرائیل پر ظلم کرتے رہے مگر کوئی سزا نہ پائی آخر ایک زمانہ آیا کہ موسیٰ کو مبعوث کیا گیا اور ایک عرصہ تک مصریوں کو متنبہ کرنیکے بعد جب راستہ صاف نہ ہوا تو خدا تعالےٰ کا ایسا عذاب آیا کہ سب کو غرق کر دیا۔ نبی کریم کے زمانے تک شرک اور کفر عرب میں پھیلا رہا مگر کچھ عقوبت نہ ہوئی مگر آپ کے مبعوث ہوتے ہی تمام عرب کو زیر و زبر کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے متکبر عمائد عرب تیر کی طرح سیدھے ہو گئے اور جو شرک کے حامی تھے توحید پر جان نثار کرنے لگے۔ غرض تمام دنیا کا کارخانہ اسی طرح چلتا ہے اور یہی خدا تعالیٰ کی سنت ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ ایک مامور ہی بھیجا جائے یا اسکی کتب کی اشاعت وہاں ہو بلکہ خود خدا تعالیٰ اس کام کو کرتا ہے یعنی کہیں تو ایک مامور کو بھیجدیتا ہے اور کہیں اس کی کتب سے دنیا کو متنبہ اور خبردار کر دیتا ہے۔ کہیں زبانی طور سے اسکی تعلیم پھیل جاتی ہے اور کہیں خطرتیں خود بخود تیز کی جاتی ہیں اور خود ضمیر انسانی انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ توحید کیطرف رغبت کرے اور کہیں یہ ہوتا ہے کہ کتب سابقہ جو ایک مشترکہ سچائی کو اپنے اندر رکھتی ہیں پھیلائی جاتی ہیں اور دنیا کو اُن کے ذریعہ سے ہی خبردار کر دیا جاتا ہے پس اگر اس موقعہ پر انسان نہ سمجھے تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے اب اس زمانے میں بھی دیکھو کہ حضرت اقدس سے پہلے ایک زمانہ تک دنیا بالکل غفلت میں چھوڑ دی گئی تھی اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی جاتی تھی۔ لیکن

آپکے مبعوث ہوتے ہی ایک طرف تو آپ کے لکچروں اور کتب سے دنیا کے ایک حصہ کو متنبہ کیا دوسری طرف فطرتیں تیز ہو گئیں اور کتب سابقہ کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ اس سے پہلے کسی زمانہ میں نہ ہوئی تہی وید کے ترجمہ کیے گئے انجیل اور تورات کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں شایع کی گئیں خود قرآن شریف مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر شایع ہوا اور عربی زبان بہی ایک کثیر تعداد میں چھپی۔ اس طرح دنیا کو اصل سچائی کی طرف یعنی توحید کیطرف اور نیک اخلاق کے اپنانے اور بدی کے ترک کی توجہ دلائی گئی ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت چاروں طرف یہ شور ہی کہ اور کچھ نہ ہو۔ شرک تو ایک بہت بڑا گند ہے۔ یورپ و امریکہ کی ہزاروں قومیں اس امر سے عالیٰدہ اُٹھا کر شرک کو ترک کر رہی ہیں۔ مگر چونکہ ایک کثیر تعداد نے شرک کو ترک نہ کیا اور اخلاق کی درستی نہ کی تو پہر خدا کے عذاب سے بچ نہ سکی۔ پس یہ تمام جو کچھ ہوا سب ایک مامور کے مبعوث ہونیکی تائید میں ہوا۔ خود حضرت صاحب لکھ چکے ہیں کہ عذاب میری تردید سے نہیں بلکہ اُن سچائیوں کی تردید سے آرہی ہیں جن کے پھیلانے کے لیے میں دنیا میں آیا ہوں۔ اگر دنیا ان گناہوں کو ترک کر دے جن میں مبتلا ہے تو پہر خدا بہی ان عذابوں کو ٹالدیگا جنکا وعدہ دیچکا ہی پس ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت اٹلی میں کسقدر شرک کی زیادتی ہی وہاں کے باشندوں نے وقت کو نہ سمجھا اور گناہوں کو ترک نہ کیا اس لیے خدا نے انہیں ترک کر دیا پس کسی کا یہ کہنا کہ انپر عذاب کیوں آیا جبکہ ابہی انہیں حضرت مسیح موعود کی بعثت کی خبر بہی نہ تہی درست نہ ہوگا جبکہ خدا نے زمانہ میں ایسی ہوا ہی چلا دی تہی کہ ہر ایک شخص شرک کے گند کو سمجھ سکتا تہا پہر ان کا فرض تہا کہ وہ اس گند کو چھوڑ دیتے۔

اب اس زلزلہ کے متعلق چند پیشگوئیاں لکھتا ہوں کہ جن سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اول یہ کہ آپ نے براہین احمدیہ میں ایک الہام درج کیا۔ کہ میں تجہی اپنی ۔۔۔۔ چمکار دکہلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجہکو اُٹھاؤنگا دنیا میں ایک نظیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر

کریگا۔ الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم فلمّا تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکاً قوۃ الرحمٰن لعبید اللہ الصمد "۔ یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے اپنا مامور مقرر کیا ہے اور اپنی قدرت نمائی سے میں تجھ اُٹھاؤنگا۔ اور چونکہ دنیا باوجود تیری انذاری پیشگوئیوں کے غفلت کو نہ چھوڑیگی اور تیرا انکار کریگی اس لیے میں بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کرونگا اور چونکہ ان دنوں میں تجھپر ایک فتنہ برپا کیا جاویگا۔ اس لیئے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیئے اور تجھ بری کرنیکے لیے ایک نشان دکھلاؤنگا اور میں پہاڑوں پر اپنی تجلی کرونگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ اور یہ میری رحمانیت کی صفت کے جوش سے ہوگا اور تیرے لیے ہوگا۔ جو اللہ الصمد کا بندہ ہے اب اس الہام پر غور کرکے دیکھو اور عقل سے کام لو۔ تو کیسا صاف اور بین معلوم ہوتا ہے بیشک ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں زلزلے آیا کرتے ہیں اور تباہیاں ہوتی ہیں لیکن اس بات کی نظیر کوئی نہیں لاسکتا کہ جھوٹے نبی نے نبوت کا دعوے کیا ہو اور پھر اس نے ایک پیشگوئی کی ہو کہ اس زور سے زلزلے آئینگے اور خدا تجلی دکھلائیگا اور پھر وہ پیشگوئی اس زور سے پوری ہوئی ہو کہ نہ صرف اس کے ملک میں بلکہ دنیا کے ہر ایک حصہ میں زلزلے آئے اور اس ہولناک طرز سے آئے کہ انسان کی عقل چکرا جائے اور ہوش اڑجائیں درندوں کے پرندوں کے حواس غایب پس جبکہ ایسی نظیر کوئی نہیں اور ایسا خیال تک کرنا شرک ہے اور خدائے قدیر کی ہتک ہے اور اسپر ایک گندہ الزام ہے۔ جو اس کی شان سے بالکل بعید ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کا انکار کیوں ہے۔ اور کس لیے ہے وہ خدا کا نذیر دنیا میں آیا اور چلا بھی گیا مگر دنیا نے اُس کی طرف بہت کم التفات کیا مگر کیا خدا کے کام بندوں کے ہاتھوں اور کوشش سے رک سکتے ہیں۔ نہیں اور کبھی نہیں۔ پھر اے کمزور انسان تو خدا کے مقابلہ کے لیے کیوں اُٹھتا ہے اور اس کے برگزیدہ کے انکار پر کیوں کمربستہ ہے اگر تجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں تو اپنے اہل و عیال پر رحم کر اور اُن کی بے بسی اور بے کسی پر نظر

ڈالنا ایسا نہ ہو کہ وہ لا یخاف عقبٰہا کے حکم کے ماتحت ہلاک کیے جائیں اور ذلت اور
خواری کے دن دیکھیں - دیکھو اور غور کرو کہ اس الہام میں کیسا صاف اشارہ ہے کہ زلازل
زیادہ تر عیسائی ممالک میں آئینگے اور ان سے زیادہ انہیں کی سلطنتوں کو برداشت
کرنا پڑیگا چنانچہ قوۃ الرحمٰن کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی ایسی قوم کے متعلق
ہے جو رحمٰن پر کوئی ناجائز حملہ کرتی ہے کیونکہ بظاہر تو رحمٰن کا کام رحم کرنا اور بخشش کرنا
ہے پھر اس عذاب سے کیا مطلب پس صاف ظاہر ہے کہ یہ رحمٰن کی صفت میں اس کی محرک
ہوگی یعنی رحمٰن کی صفت پر کوئی الزام لگایا جائیگا اور اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ پہاڑوں
پر تجلی ظاہر کریگا - یعنی زلزلوں کے ساتھ دنیا کو ہلاک کریگا چنانچہ اس بارے میں قرآن شریف
میں بھی تیرہ سو برس پہلے خبر دیگئی ہے اور قریباً انہیں معانی کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ وقالوا
اتخذ الرحمٰن ولدا ہ لقد جئتم شیئا ادا تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و
تنشق الارض وتخر الجبال ھدا ہ یعنی عیسائی خدا تعالےٰ کا جو رحمٰن ہے
بیٹا مقرر کرتے ہیں اور تحقیق یہ ایک ایسی بڑی بات ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ
جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ زلزلہ کے ساتھ کانپ کر گر پڑیں پس اس سے صاف
ظاہر ہے کہ ایسے زلزلے زیادہ تر عیسائی ممالک میں یا جہاں وہ حکومت کرتے ہیں آئینگے
سو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایسا ہی ہوا ہندوستان کا زلزلہ سان فرانسکو کا زلزلہ
چلی میکسیکو کا زلزلہ اور یہ آخری اٹلی اور سسلی کا زلزلہ یہ تمام ایسے ہی ممالک میں تھے کہ یا تو
وہاں عیسائی گورنمنٹ حکومت کرتی تھی - یا خود وہاں کے باشندے عیسائی تھے - پس سوچو
کیا یہ انسان کا کام ہے کہ پچیس برس پہلے ایک ایسے امر کی خبر دے اور اس نشان کے ساتھ کہ
وجوہات اور ممالک تک بتا دے پھر عبد الصمد بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ زلزلے اس لیے آئینگے
کہ عیسائیوں نے ایک عبد الصمد کو خدا اور اس کا بیٹا قرار دیا ہے چنانچہ اس کا مطلب
یہ ہوا کہ یہ مسیح محمدی جو مسیح موسوی سے کہیں بڑھ کر ہے جب خدا سے بے نیاز

کے آگے ایک عبد ہے یعنی ادنیٰ غلام تو مسیح موسوی کو اس کا بیٹا کیون قرار دیا جاتا ہے پس چونکہ یہ ایک بڑا گناہ ہے ہم اس عبد کے ہاتھون پر ایسا بڑا معجزہ دکھائینگے کہ دنیا ششدر رہو جائیگی اور اسے مجبوراً پھر خدائے واحدہ کی طرف آنا پڑیگا۔ پھر اس کے علاوہ اور بہت سے زبردست الہامات ہین جن سے اس قسم کے زلازل کی خبر دی گئی تہی اور لکہا تہا کہ پنج دفعہ زلزلہ بڑا سخت آئیگا یہان تک کہ انسان پکار اُٹھیگا۔ کہ مالہا یعنی یہ کیا ہو گیا اور دنیا کو کیا ہونے والا ہے چنانچہ حقیقت الوحی مین یہ الہام درج ہے کہ ولك نری آیات ونهدم مایعمرون هل اتاك حدیث الزلزله - اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربك اوحی لها - احسب الناس ان یترکوا وما یاتیهم الا بغتة ، یسئلونك احق هو قل ای وربی انه لحق ولایرد عن قوم یعرضون - چمک دکھلاؤنگا تمکو اس نشان کی پنجبار - اگر چاہون تو اس دن خاتمہ ہو۔ بہونچال آیا اور شدت سے آیا زمین تہ وبالا کردی ۔ اور ان کے علاوہ اور بہی بہت سے الہام ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین بہت سی تباہیان اور زلزلے آئینگے اور زمین تہ وبالا کردی جائیگی اور ایسے زلزلہ مختلف ممالک مین آئینگے اور ان مین سے پانچ زلزلے بہت ہی سخت ہونگے - پھر حضرت مسیح موعود نے اشتہار البلاغ مین اور زلزلہ کی خبر بار سوم مین زلزلہ کا وقت بہی بتایا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ وہ غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا کچھ اور حصہ رات مین سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس سے قریب ہوگا پس اے بنی نوع انسان غور کرو اور فکر کرو کیونکہ خدا کا مقابلہ ٹھیک نہیں خدا تعالےٰ اس وقت تک دنیا کو چھوڑ نہیں سکتا جب تک کہ دنیا ابہی

اصلاح نہ کرے۔ کفر و شرک سے پرہیز کرو۔ کہ اس میں سوا ئے ہلاکت کے کچھ نہیں
خدا کا برگزیدہ مسیح دنیا میں آکر فوت بھی ہو گیا۔ پس جب محمدی مسیح دنیا میں آکر موت
سے نہیں بچ سکا۔ تو یہ خیال مت کرو کہ موسوی مسیح اس پیالہ کے پینے سے
محفوظ رہا اپنے نفسوں کی اصلاح کرو تا خدا بھی اپنے کام میں تبدیلی کرے۔ اور
قہر کو مہر سے بدلدے یہ وقت ہے کہ تم اصلاح کر لو ورنہ موت کے وقت
پچھتانا فضول ہو گا۔ دیکھو میں تمہیں ایک اور پیشگوئی بتاتا ہوں کہ تم اصلاح بھی کر لو
اور کامل یقین بھی ہو جائے کہ زلزلہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا
اور آپ کی سچائی کا ایک بڑا ثبوت آپ اپنی کتاب حقیقت الوحی میں فرماتے ہیں
"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور سے زلزلہ کی خبر دی ہے .... بعض
ان میں سے قیامت کا نمونہ ہونگے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلینگی اس
موت سے پرند چرند بھی باہر نہ ہونگے اور اس قدر موت ہو گی کہ تباہی آئیگی کہ اس روز
سے کہ انسان پیدا ہوا۔ ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر
ہو جائینگے۔ کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور
آسمان بھی ہولناک صورت میں پیدا ہو جائینگی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں
وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ
نہ ملیگا ..... وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں۔ کہ
دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھیگی ..... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے
ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری
مدد نہیں کر سکتا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں
وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے بہت برے
کام کیے گئے اور وہ چپ رہا ... وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا جس کے سننے کی

ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں - میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا - کہ تقدیر کے نوشتہ پورے ہوتے ؎ ،، حقیقت الوحی صفحہ ۵۵۵و ۵۶ - پس اے عقلمندوں اور داناؤں غور کرو کہ یہ پیشگوئی بھی کیسی صاف اور روشن ہے یورپ اور جزائر کے رہنے والے خبردار کیے گئے ہیں اور انہیں بتایا گیا ہے کہ تمہارے شہر گرینگے اور تمہاری آبادیاں ویران ہوگئیں - اور یہ اس سبب سے کہ تم نے ایک انسان کو خدا بنا رکھا ہے پس یاد رکھو کہ اس دن کوئی مصنوعی خدا کام نہ آئیگا - کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پیشگوئی کے یہ لفظ کہ وہ واحد یگانہ ایک وقت تک خاموش رہا اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ زلزلہ اس ملک میں آئیگا - جس میں شرک حد سے زیادہ بڑھ گیا ہوگا - پس کیا اٹلی سے زیادہ کوئی ایسا ملک ہے جہاں شرک کی کثرت ہو - اور ممالک ہیں مسیح سے شرک کیا جاتا ہے مگر وہاں وہ شخص رہتا ہے جو خود خدائی طاقتوں والا تصور کیا جاتا ہے - کیا مسیحی صاحبان اس قدر سمجھ نہیں رکھتے کہ وہ سوچیں - کہ اگر مسیح ان کے گناہوں کی وجہ سے صلیب پر لٹکایا گیا - اور ان کی خاطر اس نے جاندی اور اس طرح ان کے گناہوں کا کفارہ ہوا - تو یہ لاکھوں آدمی تباہ کیوں ہوئے - کیا مسیح کا کفارہ اب کمزور ہوگیا ہے اور بوسیدہ ہوگیا ہے - اور اب اس میں طاقت نہیں جو پہلے تھی - نہیں اصل بات یہ ہے - کہ وہ لوگ شرک میں حد سے بڑھ گئے تھے - اور مسیح کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے - پس خدا نے انہیں اپنا ہاتھ دیکھایا - اور اس طرح مسیح کی وہ پیشگوئی بھی پوری کی - کہ میری دوبارہ آمد کے وقت زلزلے آئینگے اور مری پڑیگی - پس کیا کوئی ایسا شخص نہیں - جو موقع سے فائدہ اٹھا سکے - اور مسیح ثانی پر ایمان لاسکے - یاد رکھو کہ ابھی خطرہ کا

وقت سر پر ہے۔ انجیل اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ اور قرآن شریف بڑے زور آور لفظوں میں ڈراتا ہے۔ اور اس وقت کا مجدد اور مسیح تمہیں عین وقت پر خبردار کر چکا ہے۔ اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہون۔ کہ خدائی باتیں لکہیں نہیں ٹلتین۔ پس اے ایک ضعیف کو خدا بنانے والو اُٹھو اور توبہ کرو تا تمپر رحم کیا جائے۔ خدا کا مسیح خبر دیتا ہے۔ کہ تباہی تمہارے دروازے پر ہے اور ویرانی اور تباہی تمہارے شہرون اور ملکون پر اور غیر قومون کے آدمیون خواہ مسلمان خواہ ہندو خواہ بدہ خواہ یہودی تمہارے سیے بہی وہ ہلاکتون کی اطلاع دے چکا ہے۔ پس خدائے واحدہٗ پر ایمان لاؤ اور ضد کو چہوڑ دو۔ کیونکہ خدا ضدی کو ناپسند کرتا ہے۔ تم نے صدہا معجزات دیکھے اور دیکھ رہے ہو۔ پہر کیا وجہ کہ ایمان نہیں لاتے کیا اٹلی اور سسلی کے دو لاکھ سے زیادہ ہلاک شدہ لوگون کی موت تمہارے دلپر کچھ اثر نہیں ڈالتی۔ دیکھو اس تباہی کی نسبت دنیا کیا کہتی ہے۔ پانو نیر لکھتا ہے کہ اس قسم کی تباہی دنیا پر آج تک کبھی نہیں آئی تہی۔ اور دوسرے اخبار بہی اس کے ساتھ ہی آوازین ہیں۔ اس جگہ پر اخبار عام لاہور کے چند کلمات یہان نقل کر دیتا ہون۔ تاکہ تباہی کا اندازہ ہو سکے ۱۱ شہر سینہ میں صرف دس ہزار باشندہ باقی بچے۔ شہر رجیوڈ کلبیریا میں صرف چار ہزار جانبر ہو سکے۔ آخر الذکر شہر میں گیارہ میل رقبہ کی زمین پھٹ کر ایسی ہو گئی۔ کہ شناخت کرنا ممکن نہیں۔ قطعی اندازہ سے ظاہر ہے۔ کہ اس عظیم زلزلہ کی تباہی سے دو لاکھ انسانی

جانیں ضائع ہوگئیں ۔ فاقہ کش کتے اور ہزارہا مردار خوار پرندے لاشوں کو چھین جھپٹ کر ہضم کر گئے ہیں " ۵ر جنوری "زمین کے نیچے اس طرح آواز آئی ۔ کہ سیکڑوں توپیں چلی ہیں ۔ اس کے بعد سطح زمین پھٹ گئی ۔ بستی ہڑپ ہوئی ۔ شہر ریجیو کا ایک حصہ زمین کے شگاف کے اندر غرق ہوا ۔ سمندر کی لہروں نے رہا سہا حصہ تباہ کر دیا ۔" ۲ جنوری ۔ "ر ساحل کے مشہور قصبے بالکل معدوم ہو گئے ۔ مثلاً سینہ راجیوڈی ۔ کلبریا وغیرہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ۔ یہاں کی عمارت ٹون ہال ساہوکارہ بنک ۔ ڈاکخانہ اور تمام فوجی بارکیں مسمار ۔ کوئی مکان باقی نہ رہا ۔ زلزلہ کی تباہی کے ساتھ آگ نے بربادی کا کام پورا کر دیا ۔ مصائب کا ٹھکانا نہیں " یکم جنوری ۔ غرض یہ تباہی کچھ ایسی نہیں ۔ کہ دنیا اس پر چشم پوشی کرے ۔ اس لیے وہ جو عقل رکھتا ہے فائدہ اُٹھائے اور خدا کے برگزیدہ کو قبول کرے کہاں ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا ۔ کیا دنیا کی تباہی کے بعد بھی وہ ہوش میں نہیں آئینگے امرتسری مولوی اور بٹالوی مرتد وغیرہ ذرا غور کریں ۔ اس اشتہار کے آخر میں میں ایک اور پیش گوئی بھی درج کرنی چاہتا ہوں کہ جو انہیں دنوں میں پوری ہوئی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنا ایک الہام گیارہ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کے الحکم بدر اور ریویو آف ریلیجنز میں شائع کرایا تھا ۔ جو کہ اسی مہینہ میں تمام ہندوستان میں شائع ہو گیا تھا ۔ وہ اب بڑے زور سے آکر پورا ہوا ۔ وہ الہام یہ

تہا۔ کہ وہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھہ حکم جاری کیا گیا تہا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی،، اور اس پیشگوئی کا ہیڈ ٹنگ بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی تہی۔ چنانچہ بنگالی اخبارات میں بہی یہ الہام شایع ہوا تہا۔ اب ناظرین غور کریں۔ کہ جس وقت یہ الہام شایع ہوا تہا۔ وہ زمانہ ایسا خطرناک تہا۔ کہ گورنمنٹ بالکل اسباب کے برخلاف تہی۔ کہ کوئی نئی رعایت دی جاوے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں بارہا ذکر کیا گیا کہ کوئی نئی رعایت نہ دی جائے گی۔ اور تقسیم بنگالہ کے عوض میں کسی قسم کی دلجوئی نہیں ہوگی۔ مگر خدا کو تو علم تہا کہ آخر کار بنگالہ کی دلجوئی ہوگی۔ چنانچہ آج سے تین برس پہلے اس بات کو اس نے اپنے مامور کی معرفت دنیا کو خبر دی اور آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہی بنگالی جو گورنمنٹ پر طرح طرح کے اعتراض دیتے تہے بڑے زور سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ہماری دلجوئی ہوگئی ہے۔ اور یہ ان رعایتوں کی بنا پر ہے۔ کہ جو لارڈ مارلے وزیر ہند نے۔۔۔۔ ابہی دی ہیں۔ چنانچہ کانگریس میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ رعائتیں امید سے بڑھ کر ہیں اور ہم ان سے پورے مطمئن ہو گیے ہیں۔ پس عقلمند انسان کے لیے یہ پیش گوئی کیسی صاف اور سیدہی ہے۔ کیا کوئی غور کرنے والا ہے۔ جو ان نشانات سے فائدہ اُٹھا کر خدا کے مامور کی شناخت کرے۔ کیا دنیا سے حق پسندی کا مادہ ہی جاتا رہا۔ اے دوستو خدا کیلئے غور کرو اور دیر نہ کرو۔ کیونکہ خدا کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا آؤ توبہ کا دروازہ کہلا ہے۔ خدا تمہاری حالت پر رحم کرے۔ اور

تمہیں اپنے برگزیدہ کی شناخت عطا فرمائے - واٰخر دعوٰنا ان
الحمد للہ رب العٰلمین - خاکسار مرزا محمود احمد

رسالہ تشحیذ الاذہان

رسالہ تشحیذ الاذہان اپنی عمر کے تین سال ختم کرچکا ہے اور اب چوتھے سال میں قدم رکھتا ہے - اس تھوڑے سے عرصہ میں اس رسالہ نے جو سلسلہ کی خدمت کی ہے - وہ بزرگان ملت کی نظروں سے مخفی نہیں ہے - اس رسالہ کو ہمارے پیارے امام حضرت مہدی معہود و مسیح موعود کے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈٹ کرتے ہیں - اس رسالہ کو موافقین و مخالفین نے عزت کی نظر سے دیکھا ہے - حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پرانی تحریریں اور نظمیں اس رسالہ میں گاہے بگاہے شائع ہوتی ہیں - جن کو کوئی اخبار مہیا نہیں کرسکتا - میں آپ کی خدمت میں اس رسالہ کی امداد کے لیے خاص طور سے عرض کرتا ہوں - اگر آپ خریدار نہیں ہیں - تو خریدار بنکر اور اگر خریدار ہیں - تو اور خریدار مہیا کرکے ممنون فرمائیں - خریداری کے لیے تمام درخواستیں بنام مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان ضلع گورداسپور ہونی چاہئیں - والسلام -

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اپیل بخدمت قوم

"یہ وہ نظم ہے کہ جو میری طرف سے ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائل پوری نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پڑھی۔ مین نے اُس وقت بھی حاضرین جلسہ کی خدمت مین عرض کر دی تھی کہ مین شاعری کے شوق مین نظم نہین کہتا بلکہ ایک خاص جوش جب تک نہ پیدا ہو نظم کہنا مکروہ سمجھتا ہون اس لئے سامعین اسے شعر سمجھ کر نہین بلکہ دردِ دل سے نکلی ہوئی نصیحت سمجھ کر سُنین۔ اب بھی مین کل ناظرین کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ وہ اسے غور سے پڑہین اور پھر اس کے مطالب پر غور کرین اور حتی الوسع اس پر عمل کرنے کی کوشش کرین۔ وما توفیقی اِلّا باللہ۔"

خاکسار مرزا محمود احمد

نظم

کیا جانئے کہ دل کو مرے ہے یہ کیا ہُوا۔
کس بات کا ہے اس کو یہ دھڑکا لگا ہُوا

کیون اس قدر یہ رنج و مصیبت مین چُور ہے
کیون اس سے امن و عیش ہو بالکل چھپا ہُوا

وہ جوش اور خروش کہان پر چلے گئے
رہتا ہے اس قدر یہ بھلا کیون دبا ہُوا

خالی ہے فرحت اور مسرت سے کیا سبب؟
رہتا ہے آبلہ کی طرح کیون بھرا ہُوا

چھائی ہوئی ہے اِس پہ بھلا مُردنی یہ کیون
جیسے کہ وقت صبح دِیا ہو بجھا ہُوا

بادِ سموم نے اسے مرجھا دیا ہے کیوں رہتا ہے کوئلہ کی طرح کیوں جلا ہوا
کیوں اس کی آب وتاب ہو مٹی میں مل گئی جیسے ہو خاک میں کوئی موتی ملا ہوا
کیا غم ہے اور درد ہے کس بات کا اسے کس رنج میں اور عذاب میں ہو مبتلا ہوا
مجھ پر بھی اس کی فکر میں آرام ہے حرام میں اس کے غم میں خود ہوں شکار بلا ہوا
سب شعر و شاعری کے خیالات اڑ گئے سب لطف ایک ہی بات میں کرکرا ہوا
آہ و فغان کرتے ہوئے تھک گیا ہوں میں نالہ کہ جو رسا تھا مرا نارسا ہوا
ہر اک نے ساتھ چھوڑ دیا ایسے حال میں سمجھے تھے باوفا جسے وہ بے وفا ہوا
اس درد و غم میں آنکھیں تک گئیں جواب آنسو تلک بہانا انہیں ناروا ہوا
سارا جہان مرے لئے تاریک ہو گیا جو تھا مثال سایہ وہ مجھ سے جدا ہوا
رہتی ہے چاک جیب شکیبائی ہر گھڑی دامانِ صبر رہتا ہے ہردم پھٹا ہوا

اک عرصہ ہو گیا ہے کہ میں سوگوار ہوں
بیداد ہائے دہر سے زار و نزار ہوں

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کوشاں حصولِ مطلب دل میں ہوں اسقدر کہتا ہوں تم کو سچ ہمہ تن التجا ہوں میں
کچھ اپنے تن کا فکر ہے مجھکو نہ جان کا دینِ محمدی کے لئے مر رہا ہوں میں
دکھ درد سے ہے پینگ محبت کی پڑ رہی مدت ہوئی کہ چین سے ناآشنا ہوں میں
میں رو رہا ہوں قوم کے مرجھائے پھول پر بلبل تو کیا ہے اس سے کہیں خوشنوا ہوں میں
بیمار روح کے لئے خاک شفا ہوں میں ہاں کیوں نہ ہو کہ خاک درِ مصطفےٰ ہوں میں
پھر کیوں نہ مجھ کو مذہب اسلام کا ہو فکر جب جان و دل سے معتقدِ میرزا ہوں میں
دل اور جگر میں گھاؤ ہوئے جاتے ہیں عجب چاروں طرف فساد پڑے دیکھتا ہوں میں

مرگ بستر پہ پیٹتی ہے جیسے ماں کوئی   حالت پہ اپنی قوم کے یوں پیٹتا ہوں میں
دل میرا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے خدا گواہ   غم دور کرنے کے لیئے گو ہنس رہا ہوں میں
تسکین وہ میرے لیئے بس اک وجود تھا   تم جانتے ہو اس سے بھی اب تو جدا ہوں میں
برکت ہے سب کی سب اسی جان جہاں کی   ورنہ میری بساط ہے کیا اور کیا ہوں میں
شیطان سے جنگ کرتے ہیں جان تک لڑاؤں گا   یہ عہد ذات باری سے اب کر چکا ہوں میں
افسوس ہے کہ اسکو ذرا بھی خبر نہیں   جس سنگدل کیواسطے یاں مر مٹا ہوں میں
کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں   اے قوم سُن کہ تیرے لیئے مر رہا ہوں میں

کیا جانے تو کہ کیسا مجھے اضطراب ہے
ایسا تپاں ہے سینہ کہ دل تک کباب ہے

حالات پر زمانے کے کچھ تو دھیاں کرو   بے فائدہ نہ عمر یونہی رائگاں کرو
شیطان ہے اک عرصہ سے دنیا پہ حکمراں   اٹھو اور اٹھ کے خاک میں اسکو نہاں کرو
دکھلاؤ پھر صحابہ سا جوش و خروش تم   دنیا پہ اپنی قوت بازو عیاں کرو
پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی   پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحاں کرو
دل پھر مخالفانِ محمدؐ کے توڑ دو   پھر دشمنانِ دین کو تم بے زبان کرو
پھر ریزہ ریزہ کردو بت شرک و کفر کے تم   کفار و مشرکین کو پھر نیم جاں کرو
پھر خاک میں ملادو یہ سب قصر شیطنت   نام و نشان مٹا کے انہیں بے نشاں کرو
پہنچا کے چھوڑو جھوٹوں کو پھر انکے گھر تک   ہاں پھر سمندِ طبع کی جولانیاں کرو
ہاں پھر یلانِ فوج لعین کو پچھاڑ دو   میدان کارزار میں پھر گرمیاں کرو
پھر تم اٹھاؤ رنج و تعب دین کیواسطے   قربانِ راہِ دینِ محمدؐ میں جاں کرو
پھر اپنے ساتھ اور خلائق کو لو ملا   تا مہرباں جو ہے اسے مہرباں کرو
پھر دشمناں کو حلقۂ الفت میں باندھ لو   جو تم سے لڑ رہے ہیں انہیں ہمزباں کرو

سینہ سے اپنے پھر اُسی مہرو کو لو لگا
پھر دل مین اپنے یادِ خدا میہمان کرو

پھر اُسپہ اپنے حالِ زبون کو کرو عیان
پھر اُس کے آگے نالۂ آہ و فغان کرو

ہان پھر اُسی صنم سے تعلق بڑہاؤ تم
پھر کاررواں دل کو ادھر ہی رواں کرو

پھر راتین کاٹو جاگ کے یادِ حبیب مین
پھر آنسوؤن کا چشم سے دریا رواں کرو

پھر اُس کی میٹھی میٹھی صداؤن کو تم سنو
پھر اپنے دل کو وصل سے تم شادماں کرو

ہاں ہاں اُسی حبیب سے پھر دل لگاؤ تم
ایسا بڑہاؤ پیار کہ بس مرہی جاؤ تم

ن۔ ح۔ مضمون نویسان کے انعام بڑ ...

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علے رسولہ الکریم

ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

12/28/1908

"یہ وہ تقریر ہے جو مین نے جلسہ کے موقعہ پر اٹھائیس تاریخ کو کی اس سے پہلے اخبار بدر مین بھی شائع ہو چکی ہے اور مکرمی قاضی اکمل صاحب نے تیار کی۔ لیکن اب تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مطابق مین خود ان نوٹون سے جو اس موقعہ پر سکرٹری صاحب انجمن تشحیذ الاذہان نے لئے تھے اس کو تیار کرتا ہون۔

خاکسار مرزا محمود احمد"

یہ سوال طبعاً ہر ایک شخص کے دل مین پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہین اور اس اصل مقصد کو کیونکر پا سکتے ہین کہ جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہین سو اس کے جواب کے لائق قرآن شریف سے زیادہ اور کوئی کتاب نہین ہے اس لئے مین چند آیات قرآن شریف سے پڑھ کر آپ لوگون کو سناتا ہون۔

ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقاً فی التورٰئۃ والانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہٖ وذٰلک ھو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الحامدون

السائحون الراکعون الساجدون الآمرون لحدود اللّٰہ بشر المؤمنین

ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا جب اس چند روزہ زندگی کے لئے انسان اس قدر کوششیں کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے اور روزانہ ضرورتیں محسوس کرتا ہے تو کیا اُس لامحدود زندگی کے زمانہ کے لئے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لئے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیئے۔

ہمارے انبیاء و اولیاء آخرت کے متعلق بہت کچھ حالات بیان کر چکے ہیں اور جو ضرورتیں وہاں پیش آئیں گی اور جو اون کے حصول کے ذرائع ہیں اُن کی نسبت قرآن شریف بہت بسط اور تفصیل کے ساتھ ہمیں بہت کچھ بتا چکا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کسی چیز کو بے فائدہ اور لغو پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اس کی شان کے برخلاف ہے اُس نے جو انسان کو حواس خمسہ اور ہاتھ پاؤں دل و دماغ دیئے ہیں تو جب مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ تو وہاں بھی کچھ ایسے سامان موجود ہونے چاہئیں جن میں یہ چیزیں مشغول رہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے جنت میں وہ سامان پیدا کئے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو اس کا انسان کو پیدا کرنا ایک عبث عمل ٹھہرتا چنانچہ جیسا کہ جنت میں اُس نے سامان بنائے ہیں ویسا ہی اس نے اون کے حصول کے ذریعہ بھی بتا دئے ہیں اور اسلام اس راستہ کو بتاتا ہے جس پر چل کر انسان اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکے اور اُن انعامات کو پا سکے جو اس کے لئے بعد از موت مقرر ہیں۔ چنانچہ یہ آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ مجھے اپنی ساٹھ یا ستر برس کی زندگی اور تھوڑا مال دے دو۔ تو میں اس کے بدلہ میں تمہیں ایک غیر محدود زندگی اور بے شمار اجر دوں گا جس کا دوسرا نام جنت ہے۔ سو خدا تعالیٰ ان آیتوں میں فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں سے اُن کی جان اور مال خریدا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کو اس کے بدلہ میں جنت دیجائے سو کیسا خوش قسمت ہے وہ انسان کہ جو ایسا بانفع اور مفید سودا کرے جس میں نفع ہی نفع

ہے اور نقصان نام کو نہین - انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے۔ اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رسان ہو - پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے کہ جس مین لاکہون کا نہین کروڑون کا نہین بلکہ غیر محدود نفع ہے خدا تعالے اس جگہ فرماتا ہے کہ اس سودے مین کوئی نقصان نہین ہے پھر تجارت مین اس بات کا لحاظ بھی کر لیا جاتا ہے کہ بازار کا بھاؤ کیا ہے اور یہ تجارت ایسی تو نہین جس سے پہلے سوداگر ضرر اُٹھا چکے ہین - سو اس دینی تجارت مین بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم بھاؤ دریافت کرین اور اپنے سے پہلے تاجرون پر غور کرین کہ انہون نے اس تجارت سے کیا نفع یا نقصان اٹھایا سو ہم دیکھتے ہین کہ آدم سے لے کر ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) تک بیشمار سوداگر ہو گذرے ہین - جنھون نے ہمیشہ اس سوداگری سے فائدہ ہی اُٹھایا بلکہ جو شخص اُن کے مقابلہ مین کسی اور جنس کا سوداگر بنا وہ ان کے سامنے ہلاک کیا گیا اور وہی کامیاب رہے ان سوداگرون مین سے سب سے بڑے ہمارے آنحضرت صلعم تھے - جب آپنے اس تجارت کو شروع کیا تو آپ ایک یتیم بچہ تھے کوئی آپ کو جانتا تک نہ تہا مگر خدا نے آپ کو دریتیم بنایا اور وہ مرتبہ دیا - کہ اس وقت کروڑون آدمی آپ کے نام پر جان دینے کو تیار ہین آپ کو وہ چمک عنائت کی گئی - کہ سورج کی روشنی ماند پڑ گئی - آپ کو اس تجارت سے اس قدر فائدہ پہونچا - کہ اب تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے ہین - آپکے نام کی عزت کے لئے لوگ کوشش کرتے ہین - چنانچہ آج جو ہم لوگ اس جگہ اکھٹے ہوئے ہین تو صرف اس لئے کہ اس برگزیدہ نبی کا نام دنیا سے مٹا جاتا ہے اُسے پھر روشن کرین پس جبکہ آپنے اس آئت کے موجب سودا کر کے اِس قدر نفع اُٹھایا تو ہمین بھی چاہیئے - کہ جب کبھی کوئی سودا کرین - تو دیکھ لین کہ آیا ہم سے پہلے آن حضرت صلعم نے یہ سودا کیا تہا کہ نہین، تاکہ ہم بھی آپکے قدم بقدم چل کر اسی طرح فائدہ اُٹھائین - پس اگر ہم آپ کی خریدی ہوئی جنس کو خریدین گے تو ضرور نفع اُٹھائینگے اور اگر وہ جنس خریدین گے - جو ہم سے پہلے فرعون و ابو جہل نے خریدی تہی تو ضرور ہے

کہ ہم اپنی آئندہ زندگی سے بے توجہی کریں کیونکہ بے توجہی ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے اگر ایمان کامل ہو تو کبھی خدا کی طرف سے غفلت نہ ہو۔ دیکھو ایک طالب علم کو یقین ہوتا ہے کہ مین ایک دن ضرور کامیاب ہونگا اور ایک خاص امتحان پاس کر کے بہت عزت حاصل کرونگا اس کے لئے وہ راتون کو جاگتا ہے اور اس کی غرض اس قدر ہوتی ہے کہ اس زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گذر جائیں اور وہ یہان تک محنت کرتا ہے کہ بعض اوقات اس کو سل اور دق ہوجاتی ہے۔ مزدور سارا دن محنت کرتا ہے۔ دھوپ مین ٹوکری اٹھاتا ہے اور سردی مین سرد گارے مین گھستا ہے یہان تک کہ اس کا بدن ٹھٹھر جاتا اور یہ سب اس امید پر کہ شام کو گھر مین جاکر آرام پائے گا۔ پس اگر انسان کو ایمان ہو۔ کہ اس دنیا کی تھوڑی سی زندگی مین اگر مین خدا کی بتائی ہوئی تجارت کرون گا تو ابدالآباد تک نفع اُٹھاؤں گا تو وہ بے توجہی کیون کرے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ گنہگار انسان کو روزِ آخرت پر ایمان ہی نہین ہوتا اگر اس کو ایمان ہو تو وہ بے توجہی کبھی نہ کرے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے وہ مال جمع کرے کہ جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کرین۔ دنیا کا روپیہ اگر یہ جمع کرتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اُسے بے طرح لُٹا دین گے۔ اور ضائع کر دین گے لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کو کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا کہ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہ کر سکیگا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ خدا تعالیٰ ایسے تاجرون کا خود خزانچی بن جاتا ہے پس جس کا خزانچی خدا ہو اس کو اور کسی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ چاہتے ہین کہ ان کا خزانچی امین ہو۔ پس جب خدا سا امین خزانچی ملے تو اور کیا چاہیئے اور خدا کے پاس مال رکھوانے مین صرف یہی فائدہ نہین کہ وہ امین ہے بلکہ علاوہ امانت کے وہ اس مال کو بڑھاتا ہے اور جب مال واپس کرتا ہے تو ہزارون لاکھون بلکہ غیر محدود گنا زیادہ کر کے دیتا ہے پس اس تجارت اور امانت مین فائدہ ہی فائدہ ہے کوئی نقصان نہین مگر شرط یہ ہے

کہ پہلے اپنی جان و مال کو خدا کے سپرد کر دے اور اپنے وجود کو بیچ مین سے الگ کر دے ہان جب وہ ایسا کرے گا تو پھر اسے چند روزہ زندگی کے بدلہ غیر محدود زندگی ملے گی اور اس تھوڑے مال کے بدلہ بے شمار دولت ملیگی۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ یعنے ایسے مؤمن جنھون نے اپنی جانین اور اپنے مال خدا کے ہاتھ جنت کے بدلہ مین بیچدئے ہین وہ خدا کی راہ مین لڑتے ہین یعنے اُن کا فرض یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ مین جہاد کرین پس اِس جگہ خدا تعالیٰ ان کو اپنے راہ مین جہاد کرنے کی تعلیم دیتا ہے آگے جہاد خواہ تلوار کا ہو خواہ قلم کا خواہ زبان کا۔ خواہ کسی اور قسم کا۔ پس جب انسان کچھ روپیہ کے بدلے اپنی جان جوکھون مین ڈال کر فوج کی نوکری کرتا ہے تو وہ خدا کی فوج مین کیون داخل نہین ہوتا جہان بے تعداد اجر ملتا ہے۔ ہر ایک انسان فطرتاً کہین نوکری کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ کہ کہین مجھ پر پیچھے کوئی آفت تو نہین آئے گی۔ چنانچہ اکثر لوگ اُن ریاستون مین جہان بدنظمی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ نوکری نہین کرتے کہ کہین لینے کے دینے نہ آپڑین اور تنخواہ کے علاوہ جائداد تک ضبط نہ ہو (جیسے اکثر ریاستون مین ہوتا ہے) پس جس کو خدا جیسا وعدون کا پورا اور مہربان مالک نوکر رکھے اُسے اور کیا چاہیئے اِن دنیاوی گورنمنٹون کے پاس انسان کچھ روپیہ کے لیئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور جنگون مین سر کٹواتا ہے ممکن ہے کہ جہنم کے دروازے ان کے لیئے کھولے جاوین مگر جو خدائی گورنمنٹ کی راہ مین مارا جاتا ہے یعنے دین کی خدمت کرتا ہوا فوت ہو جاتا ہے[1] اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جنت کی حورین اس کی منتظر ہین۔ پھر دُنیاوی گورنمنٹون کے ملازم سپاہی جب ہزارون معرکہ

---

[1] اِس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ انسان دنیاوی کام چھوڑ دے بلکہ ایک ہی وقت مین انسان کسی گورنمنٹ کا نوکر اور خدا کا سپاہی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اور راہ ہے اور وہ اور۔ انسانی گورنمنٹین جسمون پر حکومت کرتی ہین مگر خدائی گورنمنٹ کا ہیڈ کوارٹر دل ہوتا ہی۔

مار کر پنشن لیتے ہین تو اون کو نصف پنشن ملتی ہے۔ مگر خدا کا سپاہی جب پنشن لیتا ہے۔ یعنے فوت ہوتا ہے تو اس قدر عظیم الشان دی جاتی ہے کہ اُس کے وہم و گمان مین بھی نہین آسکتی تھی پھر یہان کی سلطنتون کی حفاظت سپاہی کرتے ہین مگر برخلاف اس کے الٰہی گورنمنٹ اپنے سپاہیون کی خود حفاظت کرتی ہے اور یعصمک من الناس کی خوش آئند آواز اُنہین سنائی جاتی ہے وہ زندہ رہین یا فوت ہو جائین دونون حالتون مین فائدہ مین رہتے ہین۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فیقتلون ویقتلون یعنے وہ لوگ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کرین اور اس کی فوجون مین داخل ہو جائین ان مین دلیری بھی چاہیئے اور چاہیئے کہ وہ دوسرون کو مارین اور آپ مارے جائین اور اپنی جانین لفظاً نہین بلکہ عملاً خدا کے سپرد کرین۔ پھر فرماتا ہے کہ وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعہدہ من اللہ یعنے یہ سودا کر کے جو انعام اور نفع خدا نے تم کو دینے کا وعدہ کیا ہے کیا یہ سچا ہے یا جھوٹا سو خدا تعالےٰ یہان اپنے وعدہ کی نظیرین بتاتا ہے کہ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ مین نے تین بڑی قومون سے وعدے کئے تھے۔ تو کیا وہ غلط نکلے جب نہین تو پھر تم کیون ڈرتے ہو جب خدا کی عادت ہے کہ وعدون کا سچا ہے اور جو کہتا ہے اُسے پورا کرتا ہے۔ تو پھر یہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے کیون پورا نہ ہوگا کیا خدا سے زیادہ کوئی اور بھی ہے جو وعدون کا سچا اور پورا ہو۔ پس تم اپنی جانون اور مالون کو اس کے سپرد کرو وہ وعدہ کرتا ہے کہ تم کو اس تجارت سے بہت فائدہ پہونچے گا اور تم ابد الآباد کی زندگی اور لاانتہا مال پاؤ گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اس آیت مین فرماتا ہے کہ یہ وعدہ مین نے کیا ہے اور بالکل حق اور درست کیا ہے یعنے قسمی طور سے ہے اور مؤمنون کا حق ہے کہ اس سے وہ وعدہ پورا کروائین اور یہ پہلے اہل توریت سے ہو چکا ہے یعنے موسےٰ سے بھی ایک وعدہ ہوا تھا کہ ہم تیری قوم کو فرعون کے ہاتھون سے نجات دین گے اور تم کو بڑی ترقی دین گے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے ہین تو اس وقت بنی اسرائیل پر بہت ظلم ہوتے تھے۔ یعنی کل قوم کو آدھا دن اینٹین بنانی پڑتی تھین اور وہ اس ملک مین نہایت

ذلت سے رہتے تھے مگر جب حضرت موسیٰؑ نے آکر ان لوگون کو خبر دی کہ اب خدا کا ارادہ تم کو چھوڑانے کا ہے اور وہ اب تم کو آزاد کریگا اور پھر جا کر فرعون کو کہا کہ تو اس قوم کو چھوڑ دے تو اس کا نتیجہ ایسا خطرناک ہوا کہ پہلے تو صرف آدھا دن اُنہین کام کرنا پڑتا تھا اب فرعون نے یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ آدھا دن جو خالی رہتے ہین اس مین مختلف خیالات اُٹھتے رہتے ہین اور آزادی کی امنگین پیدا ہوتی ہین آؤ ان کو سارے دن کام پر لگائے رکھو حکم دیا کہ آج سے یہ لوگ اینٹین پکانے کے لئے لکڑیان بھی خود ہی اکٹھی کیا کرین اور نصف وقت اینٹین بنائین اور نصف وقت مین اوس کے لئے ایندھن جمع کرین اب یہ ایسا وقت تھا کہ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور لگے موسیٰ کو بُرا بھلا کہنے کہ آگے تو پھر بھی کچھ وقت خالی رہتا تھا اِس کے آنے سے وہ بھی جاتا رہا اور آگے سے بھی زیادہ مُصیبت پڑی مگر کیا خدا کا کلام جھوٹا نکلا؟ نہین اُس کا وقت قریب تھا ہان یہ واقعہ جو ہوا تو صرف اِس وجہ سے کہ تا خدا اُنہین بتائے کہ یہ کام جو کچھ ہوا یہ بنی اسرائیل کی کوششون اور تدبیرون سے نہین ہوا بلکہ محض خدا کے فضل سے اور اس کے وعدہ کیمطابق ہوا اور اُس نے ظاہر کیا کہ جب انسان کچھ نہین کر سکتا اور بات ناممکن ہو جاتی ہے تو اس وقت مین اسے کر کے دکھا دیتا ہون۔ پس جب بنی اسرائیل طرح طرح کے عذابون کی تاب نہ لا سکے اور اُن کی چیخ پکار بڑھ گئی اور انہون نے آہ وزاری شروع کی تو خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو فرعون کے ہاتھون سے بچایا اور اس کو بمع اپنی فوجون کے سمندر مین غرق کیا اور یہ اس لئے ہوا کہ بنی اسرائیل نے اس کے دکھون سے تنگ آ کر بہت آہ وزاری کی تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کے آنسوؤن کو سمندر بنا کر فرعون کو غرق کیا اور وہ فرعون جو حضرت موسیٰؑ سے ہنسی کرتا تھا اپنا جلوہ سمندر کی تہ مین دکھایا اور بتا دیا کہ خدا جیسا آسمان پر ہے ویسا زمین پر بھی ہے پس تو مکان کیون بناتا ہے آ مین تجھے چہرہ زمین کی تہ مین سمندر کی لہرون کے نیچے دکھا دون۔ پس اِس طرح خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جو موسیٰؑ سے کہا گیا تھا لفظ بلفظ سچا ثابت ہوا پھر دوسرا وعدہ خدا تعالیٰ نے ہمارے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا اور جب کہ آپ بالکل

تن تنہا تھے اُس وقت آپ کو وہ خبر دی ۔ جو انسانی عقل اور سمجھ سے بالا تھی یعنے آپ کو وعدہ دلایا کہ ایک بڑی قوم آپ کے ساتھ ہوگی اور آپ کا نور کل دنیا مین پھیل جائے گا اور وہ مکہ جہان آپ بیکسی کی حالت مین رہتے تھے اُسی مین آپ فاتح ہو کر آئین گے پس یہ ایسے وعدے تھے جن پر ایمان لانا تو الگ اس وقت کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ کیا یہ کسی عقل مند کے موہنہ سے نکل سکتے ہین وہ یتیم جو خود محتاج تہا اس کو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تیری وجہ سے دنیا کے یتیمون اور بیواؤن کی پرورش ہوگی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور کُل دُنیا نے اُن وعدون کو پورا ہوتے دیکھ لیا اور اس وقت کروڑون کی تعداد مین پھیلے ہوئے مسلمان اسی وعدہ کا نتیجہ ہین پس یہ وعدہ بھی خدا نے بڑے زور و شور سے پورا کیا پھر ایک اور وعدہ تہا جو حضرت عیسیٰ سے کیا گیا تہا اور کہا گیا تہا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کے متبع اس کے مُنکرون پر غلبہ پائین گے اور ایسا غلبہ پائین گے کہ پھر اس کے مخالف کبھی سر نہ اُٹھا ئینگے اور ہمیشہ آپ کے متبعین کے ماتحت ہی رہینگے ۔ شروع شروع مین یہودیون نے زور کیا اور اس کے خدا کے برگزیدہ کے سر پر کانٹون کا تاج رکھا اور یہ اس لئے کہ وہ خدا کے وعدہ فرمائے تھے کہ مجھے ایک بڑی سلطنت دی جاوے گی مگر خدا نے دکھا دیا ۔ کہ جنھون نے آپ کے سر پر کانٹے رکھے تھے ۔ آخر انہین کانٹون کے بسترون پر لوٹنا پڑا اور یہ وہی حضرت عیسیٰ والا وعدہ ہے ۔ کہ جس کے طفیل ہم اس وقت یہان جمع ہو گئے ہین کیونکہ خدا کے فضل سے ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے جو ایک عیسائی سلطنت ہے ہمین مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور اگر یہ گورنمنٹ نہ ہوتی تو ہم ایسا نہ کر سکتے ۔ غرض ان تین وعدون کا ذکر خداوند تعالیٰ یہان فرماتا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تین وعدے ہین جو مین نے کئے ہین اور ایسے وقت مین کئے ہین جبکہ اُن کے پورے ہونے کا گمان بھی نہین ہو سکتا تہا تو پھر انسان کیون میرے وعدون پر شک لاتا ہے دیکھو دنیا مین بارہا یہ نظارہ نظر آیا ہے کہ ایک گدا گر کو جب ایک جگہ سے ایک پیسہ بھی مل جاتا ہے تو جب وہ اُس جگہ سے گذرتا ہے تو صدا دئے بغیر آگے نہین بڑھتا کیونکہ اسے اُمید ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے یہان سے کچھ نہ کچھ مل ہی رہیگا اور اُس کا پچھلا تجربہ اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے

توجب خدا تعالیٰ کے وعدوں کو بارہا پورے ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور کبھی وہ خطا نہیں گئے تو پھر کیوں اس کے وعدہ پر اعتبار نہ کیا جائے اور کیوں ہم اس کے دروازہ پر گرے نہ رہیں دنیا میں ایک انسان وعدہ کرتا ہے تو ہم اُس پر ایمان لے آتے ہیں اور اس پر اعتبار کرتے ہیں پھر خدا کے وعدہ پر کیوں شک لائیں انسان کے وعدہ میں تو بہت مشکلات ہیں مثلاً جو شخص جھوٹا وعدہ کرتا ہے یا اب تو اس نے سچے دل سے وعدہ کیا ہے لیکن چند دن کے بعد نیت بدل جائے پھر اگر نیت بھی نہ بدلے تو جن حالات پر اس نے وعدہ کیا تھا وہ حالات بدل جاویں یا وہ خود فوت ہو جائے یا خود وہ چیز جس کا وعدہ تھا جاتی رہے مگر خدا پر تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ وعدہ کر کے بدل جائے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اس پر کوئی ابتلاء آئے یا جس چیز کو قائم رکھنا چاہے وہ ضائع ہو جائے پس انسان کے وعدہ پر تو ہم کو شک کی گنجائش ہے۔ اور طبعاً شک ہونا ہی چاہیئے۔ مگر خدا کے وعدہ پر تو شک لانا کفر کی نشانی ہے سلطنت کے ایک ادنے ملازم پر ہم یقین کرتے ہیں کہ جو وعدہ اُس نے کیا ہے اسے پورا کریگا۔ پھر خدا کے وعدہ پر ہم کیوں کر تردد کریں وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ جس پر کوئی زوال نہیں۔ جس کی قدرتوں کو کوئی روک نہیں سکتا جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے اور جس کی حکومت ذرہ ذرہ پر ہے پس چاہیئے کہ انسان بجائے کسی انسان سے وعدہ لینے کے خدا سے وہ وعدہ لے جس کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں ہم سے بھی خدا نے اس وقت ایک وعدہ کیا ہے اور اس کا پورا ہونا ہماری کوششوں پر منحصر ہے یہ مت سمجھو کہ یہ کوئی نیا وعدہ ہے نہیں بلکہ وہی جس کی نسبت میں نے ابھی آیت پڑھی ہے کہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ یہ وعدہ ہم سے اس بناء پر نہیں کہ ہم مسیح کی وفات کو مان لیں بلکہ خدا نے اپنے رسول یعنے حضرت مسیح موعود کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر اُسی جنس کو خریدیں گے جس کو پہلوں نے خریدا تو ہم سے بھی وہی نیک سلوک ہو گا پس چاہیئے کہ ہم بجائے اس کے کہ مسیح کی وفات کے متعلق قرآن کی آیتیں اور حدیثیں تلاش کریں اور مسیح کو فوت شدہ ثابت کرنے کی کوشش کریں ہم اپنے نفس کی وفات ثابت کریں اور خدا کی مرضی کے آگے اپنے نفس کو بالکل ہلاک کر دیں کیونکہ اگر مسیح کی وفات ثابت کریں تو دنیا کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہاں نفس کی وفات ایک ایسی بات ہے کہ

جس کے ثابت ہونے کے بعد دنیامین اصلاح ہو سکتی ہے ہم خدا کے رسول کو مان کر دنیا کے نزدیک تو کافر اور قابل نفرت ٹھہر چکے ہین ایسا نہ ہو کہ خدا کے نزدیک بھی ہم کافر ہی ٹھہرین اس لئے چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے ڈر کر کام کرین دنیاوی تجارتین ہم نے اس لئے چھوڑین کہ ہم دینی تجارت کرینگے اور اس وجہ سے ہمارے مخالف ہم سے اس بات مین بڑھ گئے اب اگر دین کی تجارت مین بھی سستی کرین تو پھر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو جائینگے (نعوذ باللہ) ہم نے بیعت کے وقت خدا سے گویا کہ وعدہ کر لیا ہے کہ ہم دنیا کی جنس نہ خریدینگے بلکہ ہمیشہ دین کی جنس کو مقدم رکھینگے پس چاہیئے کہ ہمیشہ اس کا خیال رہے انسان کوئی چیز خریدتے وقت دو چار اور تجربہ کارون کو بھی دکھا لیتا ہے کہ آیا اس مین کچھ نقص تو نہین اسی طرح دینی چیزین خریدنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے ہمین ایسے تجربہ کار عنایت کئے ہین۔ کہ جو ہمین ہر ایک چیز کے حسن و قبیح سے ہمین آگاہ کر دیتے ہین اور وہ ہمارے اعضاء ہین مثلاً ہاتھ پاؤن دل و دماغ آنکھ کان ناک منہ زبان وغیرہ جب کوئی کام ہم ایسا کرتے ہین جو بری جنس سے ہوتا ہے تو فوراً ہمین یہ اطلاع دیتے ہین کہ یہ کام عہد کے خلاف ہوتا ہے قرآن مجید مین ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہٖ نفسہ۔ میرے خیال مین یہ آیت قرآن شریف کی منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ اس مین خدا تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ قرآن شریف کو مین نے بھیجا ہے جو انسان کا پیدا کرنیوالا ہون اور اس کے کل خیالون اور وسوسون کو جانتا ہون اگر یہ کسی اور شخص یا مخلوق کی طرف سے ہوتا تو اس مین انسان کے دلی خیالات کا اظہار کس طرح ہوتا اور چونکہ اس مین انسان کے کل وسوسون اور خیالون کے متعلق ہدایتین اور جواب ہین اس لئے صاف ثابت ہوا کہ اس کا بھیجنے والا مین ہی ہون جو مخلوقات کا رب ہون پس یہ ایک کیسی کھلی بات ہے جو قرآن شریف اپنے منجانب اللہ ہونے کے بارہ مین پیش کرتا ہے انسان کے مختلف وسوسون کو انسان نہین جانتا پھر قرآن شریف نے کل وساوس کے جواب کیون کر دیدیئے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے پس یہ آیت قرآن شریف کی سچائی کو ثابت کرتی ہے اس لئے غور کر کے دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف مین کوئی نیکی نہین بتائی جس کو کر کے اعضاء خوش ہوتے ہون اور کوئی ایسی بدی نہین بتائی کہ جس کو کر کے اعضاء برا نہ مناتے ہون

اور یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک کامل ثبوت ہے غرضیکہ خدا تعالے نے انسان کو دینی سوداگر کرنے کے لئے چند تجربہ کار ضمانت کئے ہین جو ہر ایک کام کے وقت کے بتلانے مین کہ یہ نیک ہے یا بد۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم اس بیع کو کر چکو اور اس کے تمام لوازم کو پورا کر لو تو تم اب اس بیع کے نتیجہ سے خوش ہو جاؤ کیونکہ تم نے وہ کام کیا ہے جس کا نتیجہ بہت ہی نیک ہوگا اور وہ ایک عظیم الشان کامیابی ہوگا پس جب ایک ادنی انسان یا عہدہ دار کی دی ہوئی خوشخبری پر ہم اس قدر خوش ہوتے ہین کہ جامون مین پھولے نہین سماتے تو خدا کی بتائی ہوئی خوش خبری پر ہم کیون خوش نہ ہون جانتے ہو کہ خدا کا ایک دن . . . ہزارون کا ہوتا ہے تو جب وہ ایک چیز کو بڑی کہتا ہے تو نہ معلوم وہ کتنی بڑی ہوگی یہ ہے تو وہم مین بھی نہین اسکتی۔

اب اس کے بعد خدا نے چند شرطین بتائی ہین کہ جو اس بیع مین ضروری ہین اور جن کے بغیر یہ بیع مکمل نہین ہوسکتی اول تو یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہون اور کوتاہیون کی معافی مانگتا رہے کیونکہ انسان بعض دفعہ پاک ہو جاتا ہے اور کبائر گناہون سے بچ رہ جاتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کے دل پر زنگ لگتا رہتا ہے اور آخر ہلاک ہو جاتا ہے اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ ترکیب بتائی ہے کہ توبہ کرتے رہو جو گناہون کے زنگ کی تلافی ہے اسمین یہ بھی بتایا ہے کہ مین غیر مذاہب کے جھوٹے خداؤن کی طرح ایسا نہین ہون کہ کبھی گناہ بخشون ہی نہین بلکہ جب کوئی توبہ کرے تو مین گناہ بخشدیتا ہون غرض کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہوتا ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو گدلا ہوتا رہتا ہے اور آخر ایک دن ناکارہ ہو جاتا ہے اس موقعہ پر مجھے ایک خواب یاد آگئی ہے وہ بھی سُنا دیتا ہون مین نے ایک دفعہ دیکھا کہ مین اسی طرف مونہہ کر کے جس طرف اب کھڑا ہون لیکچر دے رہا ہون اور اسی طرح اس طرف حضرت خلیفۃ المسیح بیٹھے ہین اور مین بیان کر رہا ہون کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہے اگر ایک ایسا شخص جس نے کبھی پہلے آئینہ نہ دیکھا ہو جب وہ اس کے پاس آکھڑا ہو۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے۔ مگر جب وہ اپنی ہر ایک حرکت کے ساتھ اس مین بھی حرکت پاتا ہے تو آخر اس پر کھل جاتا ہے کہ یہ میرا ہی عکس ہے اور وہ اس سے اپنے عیب یا حسن پر آگاہی حاصل کرنے مین کام لیتا ہے اسی طرح خدا نے اپنا جلوہ

دکھانے کے لئے انسان کے دل کو پیدا کیا ہے پس جیسا کہ ایک شیشہ میلا ہو جاتا ہے اور کام نہیں
دیتا تو اس کا مالک اُسے پھینک دیتا ہے اور وہ چور چور ہو جاتا ہے ایسا ہی خدا بھی جب دیکھتا ہے
کہ کوئی دل میلا ہو گیا ہے اور اب اس کے جلوہ کو قبول نہیں کرتا تو وہ اسے زور سے پھینک دیتا ہے
اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے ہاتھ میں ایک شیشہ پکڑا
ہوا تھا جسے میں نے ان الفاظ کے ساتھ زور سے زمین پر دے مارا اور کہا کہ اس طرح پھینک دیتا
ہے اس کے گرنے سے ایک ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد شرک کا حال
مجھ پر اس خواب سے کھلا کہ ایک بزرگ انسان جب اپنے دل کو بہت صاف کرتا ہے اور خدا کا جلوہ
اس پر اچھی طرح سے پڑتا ہے تو کم علم لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی خدا ہے مگر اصل میں اسے خدا سے کیا نسبت
وہ تو اس کا ایک ادنیٰ بندہ ہے۔ لیکن چونکہ اس کے دل پر خدا کا عکس پڑتا ہے اس لئے لوگ اسے
خدا سمجھ لیتے ہیں اور یہی بھید ہے تمام دیوتاؤں وغیرہ کا۔ خیر یہ تو ایک بات میں بات آ گئی اور اس طرح
میری خواب بھی پوری ہو گئی اب پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہوں اور وہ یہ کہ توبہ کے بعد خدا تعالیٰ نے عبادت
کو رکھا ہے یعنے انسان نہ صرف اپنے دل کو صاف کرے اور توبہ سے زنگ کو دور کرتا رہے بلکہ
پھر اپنے دل کی صفائی سے یہی کام لے یعنے اپنے دل پر خدا تعالیٰ کے جلوہ کا عکس بھی ڈلواتا رہے
اور اپنے وقت کا ایک حصہ عبادت میں خرچ کرے۔ عبادت میں حکمت یہ ہے کہ اس سے انسان کا تعلق
خدا تعالیٰ سے روز بروز بڑھتا رہتا ہے اور اگر انسان عبادت نہ کرے تو ضرور ہے کہ چند ہی دن میں
انسان کا تعلق خدا سے کٹ کر شیطان سے ہو جائے پس خدا تعالیٰ نے عبادت کرنے کی طرف اپنے
بندوں کو خاص توجہ دلائی ہے دیکھو تجارت وہ بری ہوتی ہے جو ایک جگہ ٹھہر جائے اور اس کے
نفع میں ترقی نہ ہو جب کسی سوداگر سے یہ معاملہ پیش آیا تو سمجھو کہ اس کا کاروبار جلد ہی تباہ ہو جائیگا
پس اسی طرح اگر انسان خدا سے تعلق پیدا کرکے آخرت کا نفع نہ جمع کرے تو دینی تجارت بھی جاتی رہیگی
اور وہ اس میں گھاٹا کھائیگا پس چاہئیے کہ انسان عبادت میں سستی نہ کرے ورنہ سب کیا کرایا غارت
ہوگا ہم دنیا میں عبادت کی ایک موٹی سی مثال دیکھتے ہیں کہ بہت سے آدمی اپنی جگہ کے افسر سے ملنے

کی کوشش کرتے ہین اور جب ایک دو منٹ کے لیے اُس سے ملاقات نصیب ہوتی ہے تو ان کو حد درجہ کی خوشی ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور گو کہ اس کوشش مین ان کو بہت سی تکلیفین بھی اُٹھانی پڑتی ہین اور بہت سا روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے مگر کچھ پروا نہین کرتے۔ پھر بعض دفعہ پہرہ دارون اور اردلیون کی جھڑکیان کھاتے ہین مگر اُف تک نہین کرتے تو جب کسی شخص کو خدا عزّ و جلّ سے جو احکم الحاکمین ہے ملنے کا موقعہ ملے تو وہ کیسا خوش نصیب ہے اور اگر وہ سُستی کرے تو اس سے بدتر اور کون ہے دیکھو خدا کسی کو جھڑکیان نہین دیتا بلکہ اگر کوئی ایک قدم اسکی طرف جاتا ہے تو وہ اسکی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور اگر کوئی آہستہ چل کر آتا ہے تو وہ تیز آتا ہے اور اگر کوئی تیز چل کر آتا ہے تو وہ دوڑ کر آتا ہے اور یہ بات بھی نہین کہ اس کے دیدار اور ملاقات کے لیے مہینون یا برسون انتظار کرنا پڑے بلکہ ایک دن مین کم سے کم پانچ دفعہ اس نے ہمین ملاقات کا موقعہ دیا ہے پھر اگر ہم سستی کرین تو یہ ہماری بدبختی ہو (نعوذ باللہ) نہ کہ کچھ اس پر الزام ہے پھر عبادت کے بعد خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ حمد اور شکر بھی کرنا چاہیئے اور اس کے احسانون کو ہمیشہ یاد کرتے رہنا چاہیئے دیکھو ایک فقیر کو ایک آدمی پیسہ دیتا ہے تو وہ اس قدر ممنون ہوتا ہے کہ اس کو سچے دل سے ہزارون دعائین دیتا ہے اور نہایت شکر گزار ہوتا ہے۔ تو پھر خدا تعالی کہ جس نے ہم پر بے پایان احسان کئے ہماری شکر گذاری کا کس قدر مستحق ہے اور اگر ہم شکر کرین تو اس سے اس کو کچھ فائدہ نہین پہونچتا بلکہ خود ہم کو ہی نفع ملتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم یعنے اگر تم لوگ میرا شکر کروگے تو مین تم کو اور بھی دونگا اور زیادہ سے زیادہ انعام کرونگا پس اس کے شکریہ ادا کرنے مین ہم اس پر کچھ احسان نہین کرتے بلکہ الٹا خود فائدہ اٹھاتے ہین اگر ہم ناشکری کرین تو اس کا نقصان بھی خود ہم کو اُٹھانا پڑیگا کیونکہ خدا تعالی کو اس سے کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا۔ بنگال گورنمنٹ کے بیشمار احسانات کا کفران کر کے اگر بنگالی برسر فساد ہوئے تو انہون نے بعض انسانی جانین لے لین اور ملک کے ایک حصہ مین بے امنی پھیلا دی۔ لیکن خدائی گورنمنٹ سے کوئی شخص مقابلہ نہین کر سکتا۔ اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو وہ خود سزا پائیگا اور وہ غم و غصہ سے کس قدر جوش بھی دکھلائے۔ تو بھی لاحاصل ہوگا کیونکہ کسی دنیاوی گورنمنٹ کے عہدہ دارون کو

تو بہتیرے گولے کارگر ہو سکتے ہیں مگر الٰہی گورنمنٹ ایسی طاقتور ہے کہ اس کے افسروں پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے سپرد اللہ یعصمک من الناس کا حکم جاری ہو چکا ہوتا ہے پھر اگر ہم میں سے کوئی گورنمنٹ کی ناشکری کرے تو بوجہ انسان ہونے کے ممکن ہے کہ اس کے عہدہ دار اس واقعہ سے بے خبر رہیں لیکن آسمانی بادشاہت کے برخلاف کہنا تو کبھی نبھ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ کسی طرح بھی اپنے خیالات کو چھپا نہیں سکتا اور چونکہ خدا تعالیٰ مخفی سے مخفی رازوں کو جانتا ہے اس لئے ایسا شخص ضرور مستوجب سزا ہوگا میں نے شکر کے معاملہ میں بارہا سوچا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی بڑا رحیم ہے کہ اول تو خود ہی ہماری آسائش کے سامان بہم پہنچاتا ہے اور ہر قسم کی نعمتیں ہمیں عنایت کرتا ہے پھر ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس نے ہمیں اعضاء اور حواس بھی پہلے سے ہی دے رکھے ہیں لیکن اگر کبھی ہمارے منہ سے یہ نکل جاوے کہ خدا کا ہم پر بڑا فضل ہے اور ہم شکر کریں تو وہ اور بھی خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے نے بڑا کام کیا آؤ میں اس پر اور بھی احسان کروں مگر غور کر کے دیکھو تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا سب کچھ اسی کا دیا ہوا تھا دل جس نے شکر کرنے کا خیال کیا اور زبان جس نے شکر کیا یہ بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے پھر ہم نے کیا کیا کہ جس کا بدلہ وہ ہمیں دیتا ہے۔ غرضیکہ اس بات کو سوچکر مجھے بڑی حیرت آتی ہے کہ خدا کیسا رحیم کریم ہے۔

پھر آگے چل کر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ علاوہ شکر کے تم لوگ میری خاطر اپنی جانوں سے کچھ چھوڑو بھی یعنے بعض ایسی چیزیں جو تمہارے لئے جائز بھی ہوں وہ چھوڑ دو تا مجھ سے تعلق اور بھی بڑھے مثلاً اعتکاف کرو کہ اپنی آزادی کو میرے لئے چھوڑ دو یا اسی طرح اور بعض بدیوں سے رکو اور پرہیز کرو اس کے بعد فرماتا ہے کہ تم لوگ میرے لئے رکوع و سجود بھی کرو یعنے ہر وقت فرمانبرداری کی طرف توجہ لگائے رکھو اس رکوع و سجود پر مجھے خیال آتا ہے۔ کہ انسان کو بھی خدا نے کیسا ضدین کا تابع پیدا کیا ہے یہی انسان ہے کہ ایک وقت اگر برائی کی طرف جھکتا ہے تو حد درجہ کی شرارتیں کرنے لگتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو تب بھی کہیں کا کہیں جا پہونچتا ہے۔ میں نے کتے کو دیکھ کر خیال کیا کہ اس میں دو صفتیں ہیں ایک تو بری اور ایک نیک۔ بری صفت تو حرص ہے اور نیک صفت وفاداری۔ مگر جب انسان شرارت پر آتا ہے تو کتے کی فرمانبرداری کرتا ہے اور حریص ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے اس کے بعد ان کی نیک صفت اختیار نہیں کرتا یعنے اپنے مالک اور آقا کی ذرہ

بھی وفاداری نہیں کرتا اس صورت مین وہ کتے سے بھی بدرجہا بدتر ہے مگر ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ہین جو کتے سے سبق نہیں لیتے اور فرشتون سے نصیحت حاصل کرتے ہین یعنے وہ خدا کے ہر حکم کے آگے فرشتون کی طرح سجدہ کرنیکے لئے تیار ہوتے ہین بلکہ فرشتہ سے بھی بڑھ جاتے ہین اور نہ صرف سجدہ کرتے ہین بلکہ رکوع بھی کرتے ہین پس انسان اگر برائی کی طرف لگتا ہے تو کتے سے بھی بدتر ہوجاتا ہے اور اگر نیکی اختیار کرتا ہے تو فرشتون سے بھی بڑھ جاتا ہے غرض کہ خدا تعالی نے اس جگہ پر اپنے بندون کو راستہ بتایا ہے کہ تم لوگ فرشتون کی پیروی کرو اور پھر اُن سے بھی بڑھ جاؤ۔

پھر فرمایا ہے کہ تم لوگ امر بالمعروف کرو یعنے بنی نوع انسان کو ہمیشہ نیک باتون کی طرف بلاتے رہو دیکھو اگر ایک شخص کے پاس کچھ روپیہ ہو اور وہ اپنے ایک بھائی کو جو سخت مصیبت مین مُبتلا ہو مدد نہ دے تو دنیا اُسے کس قدر ناپسند کرتی ہے اور اس سے کس قدر نفرت کی جاتی ہو کیونکہ اس کے پاس ایک چیز تہی اور باوجود اس کے اس نے اپنے بھائی کی جو اس چیز کا سخت محتاج تھا مدد نہ کی۔ اُسکو تمام لوگ ذلیل سمجھنے لگتے ہین پس اگر کسی شخص کے پاس روحانی خزانہ ہو یعنے سچا مذہب اُس نے پالیا ہو تو کیون وہ دوسرون کو ہدایت نہ کرے اگر وہ ہدایت نہ کریگا اور لوگون کو امر بالمعروف کرنے سے بخل یا سستی کریگا تو وہ اس دنیاوی بخل سے کہین بدتر ہوگا کیونکہ ایک مالدار شخص نے اگر کسی بھائی کی مدد نہ کی تو اس کا اثر صرف چند گھنٹون یا دنون یا مہینون یا سالون تک ہوگا کیونکہ آخر موت کے بعد اس غریب کو ہر ایک دُکھ سے نجات ملجائیگی لیکن اگر کوئی ہدایت پاکر ہدایت نہین دیتا تو وہ اپنے بھائی کو ابدالآباد تک کیلئے ہلاک کرنا چاہتا ہے پس یہ اس دنیاوی بخل سے کہین بڑھ کر ہے پس انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت امر بالمعروف کرتا رہے اور جو ہدایت کا خزانہ اس کے پاس ہے اس سے اپنے بھائیون کو محروم نہ رکھے ورنہ اس کا نام خدا کے حضور بخیلون میں لکھا جائیگا اور جب دنیاوی مال کے بخیل کے لئے خدا فرماتا ہے کہ وہ کبھی ہدایت نہین پا سکتا تو جانتے ہو روحانی مال کا بخیل کس قدر عذاب کا مستوجب ہوگا یاد رکھو کہ دنیاوی بخیل بچ سکتا ہے مگر روحانی بخیل کے دل پر جب مُہر لگائی جاتی ہے تو وہ نہین ٹوٹا کرتی۔

پھر خدا تعالی نے فرمایا کہ حدود الٓہیہ کی حفاظت کرو یعنے گناہون سے بچو اور نیکیون کو بھی اس حد تک کرو

جہانتک حکم ہے ایسا نہ ہو کہ بےموقعہ عبادت کر بیٹھو کیونکہ وہ بھی ہلاکت کا ذریعہ ہے دیکھو نماز کیسی ثواب کی چیز ہے لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سورج چڑھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز اس کے لیے ہلاکت ہو جائیگی اور روزہ کس قدر نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص ارادتاً عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو وہی روزہ اس کے لئے تباہی کا باعث ہوگا پس معلوم ہوا کہ ہر ایک کام اپنے وقت پر اچھا ہوتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ نیکی ہو یا بدی ہو حدود اللہ کا لحاظ ضرور رکھو کیونکہ انسان کا اصل مقصد تو خدا تعالیٰ کی خوشی ہے نماز روزہ اگر یہی عبادتیں کسی اور طرح پر ہوتیں تو خدا کو خوش کرنے کے لئے انسان اسی طرح کرتا پس چونکہ خدا تعالیٰ ہی مقصود بالذات ہے اس لئے اس کی مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھنا نہیں چاہیئے۔

آخر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی انسان نے اس پر عمل کیا اور دینی تجارت کے عہدنامہ پر ثابت قدم رہا تو ایسے شخص کو جو ایک بار اخلاص مومن کا درجہ پا چکا ہے بشارت دو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی افسر اگر کسی کو اسکی کامیابی کی بشارت دے تو وہ پھولا نہیں سماتا۔ تو جسکو خدا بشارت دے وہ کیسا خوش ہے اور کس طرح غمگین ہو سکتا ہے اگر انسان خدا کو غفار الذنوب ستار اور وعدوں کا پورا کرنیوالا مان کر پھر بھی غم کھائے تو یہ اسکی بڑی سخت نادانی ہے کیا اسے یقین نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ صبر کریگا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیگا تو اسے نعم البدل عنایت ہوگا پس مومن انسان کو کوئی غم نہیں پہنچتا وہ [illegible] میں خوش اور غموں میں فرحاں و شاداں رہتا ہے یہ تمام چیزیں جو ہمارے پاس ہیں یہ سب خدا کی امانتیں ہیں بلکہ ہم خود بھی اسی کے ہیں پس اگر وہ کسی وقت مصلحت سے ایک امانت ہم سے واپس لیتا ہے تو ہم کیوں اس پر رنج کریں امانت کی واپسی پر جو شخص افسوس کرتا واویلا اور شور مچاتا اور چلاتا ہے اسکو کل دنیا پاگل سمجھتی ہے پس اگر خدا نے ہم سے کوئی امانت لے لی اور ہم شور و غل کریں تو ہمارے پاگل ہونے میں کیا شک ہے اور ایسا کرنا مومن کی شان سے بالکل بعید ہے دیکھو کہ خدا اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا جو شخص اس کے کسی فعل پر نالاں ہوتا ہے تو وہ نعوذ باللہ اسے ظالم سمجھتا ہے مگر خدا ظالم نہیں ہم اپنی آنکھوں ہی دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک نبی ہم میں آیا اور اپنا کام کر کے ہم سے جدا ہو گیا یہ ایک ایسا صدمہ ہے جو دنیا میں سب سے بڑھ کر ہے مگر کیا خدا نے ہم پر ظلم کیا کبھی نہیں بلکہ جب اس نے مصلحت وقت یہی دیکھی کہ اسکو واپس بلائے تو ساتھ ہی اس نے ہماری تسلی کیلئے قدرت ثانی کا وعدہ کر دیا کہ اس کے جانے کے بعد میں تمہیں اپنی قدرت کا دوسرا ظہور دکھلاؤنگا پس اس طرح اس نے حضرت مسیح موعود کی پیدائش کو اور وفات دونوں کو مبارک کر کے دکھلا دیا۔ اب میں لیکچر ختم کرتا ہوں اور قرآن شریف کی آیات سے وہ طریقہ بتا چکا ہوں کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام
مرزا محمود احمد

۱۳۲۷ آمدِ

ہجری المقدس علی صاحبہا التحیۃ والسلام

ناظرین سنہ ۱۳۲۶ھ ختم ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح یہ رسالہ سنہ ۱۳۲۷ھ یعنی اپنی عمر کے چوتھے سال میں قدم رکھتا ہے۔ میں نئے سال کی ناظرین کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اور ساتھ ہی آپ کی توجہ کو اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ ایک معمولی بات نہیں ہے۔ کہ ہم سنہ ۱۳۲۶ھ کو چھوڑ کر سنہ ۱۳۲۷ھ میں قدم رکھتے ہیں بلکہ یہ ایک عظیم الشان انقلاب ہے۔ سنہ ۱۳۲۶ھ اور سنہ ۱۳۲۷ھ کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہم اس وقت سے جبکہ سنہ ۱۳۲۶ھ شروع ہوا اس وقت تک ایک سال کی عمر گذار چکے ہیں۔ ایک باریک بین انسان کے لیئے یہ معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے پیدا کنندہ کے اس ارشاد کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔ کہ ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنہار لآیٰت لاولی الالباب یعنی آسمان و زمین کی پیدایش اور دن رات کی تبدیلی میں عقلمندوں کے لیئے نشانات ہیں جب دن رات کی تبدیلی اس قابل ہوتی ہو کہ ایک عقلمند کو اس میں سے نشانات طلب کرنے چاہیئیں۔ تو کیا وجہ کہ سالوں کی تبدیلی میں اس مسئلہ پر غور نہ کیا جاوے۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر ہم اپنے ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی غور فرمائیں۔ کہ سنہ ۱۳۲۶ھ میں انہوں نے کیا کیا نشانات دیکھے

ہیں۔ ہم اس وقت اس امر پر بحث نہیں کر سکتے۔ کہ ۱۳۲۶ھ میں کیا کیا نشان واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ طبعیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک غور کرنیوالا اپنی قسم کے نشانات معلوم کر سکتا ہے تاہم ان نشانات کے ایک حصہ پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ ابھی ۱۳۲۶ھ کا تیسرا حصہ ہی گذرا تھا۔ کہ ہمارے امام ہمام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے حقیقی مولا کو جا ملے۔ اور ہمیں بتا گئے۔ کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے ایک مسافر کسی مسافر خانہ میں جاتا ہے۔ اور ایک آنی آرام کر کے اپنے مقصد کیطرف چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا کا حال ہے ایک انسان اس دنیا میں آتا ہے اور کچھ عرصہ رہکر اپنے مولا کیطرف واپس ہوتا ہوا۔ اس آیت کی تصدیق کر جاتا ہے۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ہمارے لیئے اگر کوئی اور نمونہ نہ ہوتا۔ تو یہی کافی تھا کہ اس پر غور کرتے اور اس سے فائدہ اُٹھاتے۔

پھر غور کرو۔ کہ ۱۳۲۶ھ میں آپ کی وفات کے بعد یہ الہام کس زور و شور سے پورا ہوتا رہا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کریگا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد جب خاطر خواہ بارش ہو گئی۔ اور دنیا میں امن نظر آنے لگا (جو ایک عارضی وقت کیلیئے تھا) تو کوتاہ اندیش ابلیسی فطرتوں نے خیال کیا۔ کہ دنیا پر جو قسم قسم کے عذاب آتے ہیں۔ وہ خدا تعالٰے کے پیارے کی

نحوست ہے - اور اپنے متقدمین کی طرح کہا - انا تطیرنا بکم جب تاریکی کے فرزندون نے یہ کہا - تو ذوالجلال قادر خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے یہ برداشت نہ کیا - کہ زمین پر اس کے پیارے مامور کی ہتک ہو - چنانچہ جس بارش کو دیکھکر انہون نے ہمیں انا تطیرنا بکم کہا تھا - وہی ان کے لیئے عذاب بن گیا - اور خدا تعالےٰ نے ثابت کردیا - کہ طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون

غور کرو وہ بارش جس کو مخالفین نے رحمت سمجھا تھا - کیسے زحمت ثابت ہوئی - اخبارین دنیا کی نظر سے پوشیدہ نہیں - کہ کس کس طرح سے وہ بارش عذاب ثابت ہوئی - ناظرین واقف ہونگے کہ اس بارش نے کس طرح ایک غیر معمولی طور پر لاکھون مکانوں کو کالعدم کر دیا ہے اور اس سے نہ صرف مالی نقصان ہوا - بلکہ بہت سی جانین بھی ان کے نیچے دب گئین - بارشون کی کثرت سے جو سیلاب آئے وہ بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں - دریائے جہلم کا سیلاب جس سے احمد آباد متصل بھیرہ غرق ہوا - اٹک کا طوفان جو ڈیرہ غازیخان پر حملہ آور ہوا - اور پھر موسیٰ ندی سیلاب جس نے حیدر آباد دکن کو تباہ کیا مثال کے طور پر پیش کرنے کے لیئے کافی ہیں - انسان کہدیگا - کہ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں - یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے پھر باریک بین انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ معمولی بات نہیں ہے بلکہ مومنون کے لیئے نشانات ہیں - پھر دیکھو اس بارشون سے موسم ایسی خراب ہوئی - کہ بیماری عام پھیل گئی - اور ہر جگہ بخار ہی بخار نظر آنے لگا - اور جگہون کے علاوہ امرتسر کی تباہی نے (جو خاص طور پر سب سے زیادہ ہوئی ہے) اس

بات پر مہر لگادی - کہ ایک قادر خدا ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے - کہ اے امرتسر والو! تم نے ہمارے پیارے مامور کو صرف اس لیے تنگ کیا - کہ اس نے باوجود مسافر و بیمار ہونے کے تمہارے شہر میں کیون روزہ نہ رکھا - اس مامور کا تو کچھ نہ بگڑا - بلکہ جو نبیون پر اینٹین پڑا کرتی تہین - تم نے اس سُنت کو پورا کرکے اس کی تصدیق کردی - لیکن ہم تمہیں بتاتے ہیں - کہ ہم عزیز ذو انتقام ہیں - دیکھو تم نے ایک شخص کو اس لیئے اینٹین مارین کہ وہ روزہ نہیں رکھتا اب تم بتاؤ تو سہی - کہ تم کس طرح روزہ رکھہ سکتے ہو - اے امرتسر والو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں سے کتنے گہروں میں رمضان مبارک نے قدم رکھا - غور کرو اور تدبر کرو - اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ

مندرجہ بالا الہام میں جن زور آور حملون کا ذکر ہے ان میں سے ایک بڑا زور آور حملہ جو ۱۳۲۶ھ کے آخر میں واقع ہوا - وہ اٹلی کی تباہی ہے - جو ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو واقع ہوئی - جس میں دو لاکھ سے زیادہ انسان تباہ ہوئے - یہ تباہی پہلے تو زلزلہ عظیمہ کی صورت میں واقع ہوئی جس نے دو لاکھ سوئے ہوئے انسانون میں سے صرف چودہ ہزار کو بہاگنے کی اجازت دی - لیکن اس کے بعد ہی سمندر کی ایک لہر تیس فٹ اونچی اُٹھکر خشکی پر حملہ آور ہوئی - جس نے ہزارون انسانن کو سمندر کے حوالہ کردیا - پھر اسی پر بس نہیں ہوئی - بلکہ زلزلہ کے ساتھہ ہی سخت آگ لگی جس نے مرتے ہوؤن کو جلا کر راکھہ کردیا - اور اس کے بعد ان بھوکے اور بے سروسامان انسانون پر جو موت سے گو بچے ہوئے تھے - مگر پہلے ہی دیوانون کی طرح ہو رہے تھے خطرناک بارش کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور زمین و آسمان سے عذاب پر عذاب نازل

ہوا- غرض ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے- کہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں- ایک فانی گھر ہے- اور ہمیں یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے- کہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہنا ہے- بلکہ ہمیشہ کے رہنے کے لیے ایک اور گھر ہے- یہاں سے کوچ کرنے کے لیئے تیار رہنا چاہیے اور اس مالک حقیقی کے خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس نے ہمیں یہاں بھیجا وہ فرماتا ہے- مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی ہم نے انسان کو عبادت کرنے کے لیئے ہی پیدا کیا ہے- انسان اگر کوشش کرے تو یہ ہو سکتا ہے- کہ اس کے سب کام خدا کے لیے ہوں- انسان کر سکتا ہے کہ خدا کے لیئے زمین پر چلے- خدا کے لیے کھڑا ہو خدا کے لیے بیٹھے اور خدا کے لیے لیٹے- خدا کے لیے کھانا کھائے اور اسی کے لیے پیئے اور ہر حال میں اسی کو یاد رکھے- چنانچہ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ فرماتا ہے- الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم یتفکرون-

اور اب ہم تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اور تمام ناظرین رسالہ ہذا کے لیے اور اپنے لیے خلوص دل اور صحت نیت کیساتھ خداوند تعالےٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے ختم کرتے ہیں- اے رب کریم- اے رحمٰن الرحیم اے مالک یوم الدین خدا ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش اور ہمکو صحابہ کا سچا اور کامل نمونہ بنا- اور ہمیں توفیق عنایت فرما-

کہ ۱۳۲۷ھ اور آئندہ سالوں میں بہت سے نیک کام کریں اور بدیوں سے بچیں اور وہ کمزوریاں جو ہم میں ہیں- وہ آئندہ ہم

میں نہ پائی جائیں - اور جبکہ آگے سے ایک سال زیادہ ہوگیا ہے -
اس سے بیشمار درجہ زیادہ ہماری ایمانی اور روحانی ترقیاں ہوں - اور
ہم الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم یتفکرون
میں سے ہو جاویں اور تیرے فضل کی بدولت اسلام پھر اپنی شان و شوکت
حاصل کرے - اور رسالہ تشحیذ الاذہان کا یہ چوتھا سال اور آئندہ کے سال
ہماری قوم کے لیے مبارک ہوں - واخر دعونا ان الحمد للہ
رب العلمین -

جائینٹ ایڈیٹر

ریویو

مکتوبات احمدیہ - یہ کتاب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے مرتب کی ہے -
شیخ صاحب نے بڑی محنت سے حضرت حجتہ اللہ امام ربانی میرزا غلام احمد صاحب قادیانی
مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حتی الوسع ان تمام خطوط کو جو میر عباس علی
صاحب لدھیانوی کی طرف لکھے گئے تھے - بڑی محنت و جانفشانی سے جمع کیے
ہیں - حاشیہ پر خطوط کے مضامین بھی درج ہیں - یہ کتاب ۲۰x۲۶/۸ کے
۱۱۶ صفحوں پر سفید کاغذ پر چھپی ہوئی ہے - کتاب کے آخر پر ایک خاتمہ
شامل کیا گیا ہے - جس میں میر عباس علی صاحب کے حالات مختصراً لکھے گئے
ہیں - قیمت فی جلد ۸/ ہے - تمام درخواستیں بنام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر
الحکم مرتب کتاب مذکور کے آنی چاہیں -

جائینٹ ایڈیٹر

بابت ماہ ذالحجہ ۱۳۲۶ھ

رسیدات قیمت

نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ	نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ
منشی گلاب الدین صاحب	۱۲۲	۴ر	نواب سکندر علیخانصاحب مرحوم	۴۰۰	عا
ماسٹر ہدایت اللہ صاحب	۵۵۵	عصہ	غلام محمد صاحب	۱۸۸	عا
مولوی محمد اسمعیل صاحب	۲۳۶	عصہ ۱۴ر	محمد منظور الہی صاحب	۹۲	عا
سید برکات شاہ صاحب	۳۰۰	عصہ ۱ار	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	۹۳	عا
شیخ مولا بخش صاحب	۴۱۰	عا	الہی بخش صاحب	۵۱۷	عا
علی محمد صاحب	۴۱۶	عا	محمد ابراہیم صاحب	۴۰۰	عصہ
بابو عبد الرزاق صاحب	۲۴۰	عا	میاں عنایت اللہ صاحب	۴۷۶	عصہ
محمد سلیمان خانصاحب	۵۵۶	عا	شیخ غلام نبی صاحب	۱۶۳	عا
مولوی فضل الرحمن صاحب	۵۲۶	عیر	ڈاکٹر رحمن بخش صاحب	۲۹۷	عا
چوہدری حاکم علیصاحب	۵۲۹	عا	سید محمد علی شاہ صاحب	۱۳۲	عا
نواب محمد علیخانصاحب	۲۲۹	للعہ ر	مرزا امیر اکبر صاحب	۳۲۸	عا
مولاداد خانصاحب	۵۵۸	عا	محمد افضل صاحب	۲۱۱	عا
ماسٹر شیر علیصاحب	۸۹	عا	بابو چراغدین صاحب	۴۱۱	عا
بابو الہ بخش صاحب	۵۵۹	عا	چوہدری مولا بخش صاحب	۳۱۵	عا
نبی بخش صاحب	۳۰۵	عا	طفیل محمد صاحب	۱۳۷	عا
عبد الغفور صاحب	۷۱	عا	میاں محمد یوسف صاحب	۳۰۷	عا
ڈاکٹر عباد اللہ صاحب	۱۸۴	عا	محمد یوسف صاحب	۱۷۷	عا
ڈاکٹر محمد دین صاحب	۳۴۳	عا	خلیفہ تقی الدین صاحب	۱۰۵	عا

نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ	نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ
میاں غلام محمد عبد اللہ صاحب	۲۴۱	عہ/۹	سید امیر علیشاہ صاحب	۵۰۷	عا
حبیب الرحمٰن صاحب	۱۵	عا	اسد علی خانصاحب	۲۹۱	عا
حکیم محمد انوار حسین صاحب	۱۶۹	عا	بدر الدین صاحب	۲۷۰	عا
محبوب الرحمٰن صاحب	۴۷۵	عا	غلام احمد صاحب	۳۸۲	عا
ملک غلام احمد صاحب	۴۹۱	عا	محمد مقبول صاحب	۴۹۸	عا
غلام اکبر خانصاحب	۵۲۳	عا	بابو فیروز الدین صاحب	۸۱	عا
اخوند محمد رمضان صاحب	۴۹۳	عصہ	بابو روشن دین صاحب	۳۲۷	عا
محمد حسین صاحب	۴۰۴	عا	علاء الدین صاحب	۵۲۰	عا

بقیہ دیکھو صفحہ ج و د

رسیدات زر* بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری

قیمت رسالہ

نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ	نام خریداری	نمبر خریداری	تعداد روپیہ
منشی شمس الدین صاحب	۵۵۲	ھہ/	مستری امام الدین صاحب	۲۵۶	للعہ/
امام خانصاحب	۳۸۴	عا/۹	محمد پریل صاحب	۴۹۴	ھہ/

چندہ ممبری۔

ماسٹر عبد العزیز صاحب — ۴/ ماسٹر محمد الدین صاحب ۴/

پیر مظہر قیوم صاحب ۴/ چندہ لائبریری۔ جماعت شملہ* معرفت بابو برکت علیصاحب معہ

---

* جن احباب کی رسیدیں درج نہ ہوں - یا کم و بیش ہوں - وہ صاحب محاسب تشحیذ الاذہان سے خط و کتابت کریں - منیجر

رسید زر

(ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ)

بابو عمر الدین صاحب نمبر ۳۷۷	عا
منشی سربلند خان صاحب نمبر ۶۵	عا
مولوی بدر الدین صاحب نمبر ۳۴	عا
مولوی غلام حسین صاحب نمبر ۳۱۹	عا
میاں محمد رمضان صاحب نمبر ۴۴۲	ـ
بابو احمد دین صاحب نمبر ۷۸	عا
سید صادق حسین صاحب نمبر ۴۹۲	عا
میاں محمد حسین خان صاحب نمبر ۴۳۶	عا
مولوی محمد قاری صاحب نمبر ۴۳	عا
ماسٹر برکت علی صاحب نمبر ۳۵	عا
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نمبر ۱۳	عا
حکیم محمد صالح صاحب نمبر ۵۱۹	عا
چودہری عبد الحی صاحب نمبر ۱۳۴	عا
شیخ رحمت اللہ صاحب نمبر ۳۲۰	عا
بابو عبد الرحمن صاحب نمبر ۱۱۷	عا
بابو برکت علی صاحب نمبر ۵۱۶	عا
یعقوب خان صاحب نمبر ۴۱۳	عا
سردار شبیر بہادر خان صاحب نمبر ۴۹۵	عا
نظام الدین صاحب نمبر ۴۱۹	عا
چودہری علی احمد صاحب نمبر ۲۸	عا
جی - ایم - غلام علی صاحب نمبر ۳۲	عا
بابو فیروز شاہ صاحب نمبر ۴۸۰	عا
میاں پیر محمد صاحب نمبر ۱۸۰	عا
منشی خدا بخش صاحب نمبر ۴۴۶	عـہ
منشی غلام رسول صاحب نمبر ۲۵۴	عا
بابو فضل الٰہی صاحب نمبر ۳۵۱	عا
میاں نبی بخش صاحب نمبر ۵۰۲	عا
حاجی رحیم بخش صاحب نمبر ۴۲۱	عہ
میاں فیض محمد خان صاحب نمبر ۵۴۹	عا
مولوی فضل حق صاحب نمبر ۲۵	عا
حافظ محمد امین صاحب نمبر ۵۰۳	عہ
میاں عبد الحمید صاحب نمبر ۱۰۲	عا
مرزا عنایت اللہ خان صاحب نمبر ۱۴۳	عا
میاں غلام نبی صاحب نمبر ۴۷۰	عا

ابو محمد عبد اللہ صاحب نمبر ۱۹۲ عہ	عبد العظیم صاحب نمبر ۳۸۵ عہ
منشی عطاء محمد صاحب نمبر ۵۳۵ عہ	حکیم محمد قاسم صاحب نمبر ۱۴۳ عہ
چودہری محمد اسماعیل خان صاحب نمبر ۵۲ عہ	مرزا ولی محمد مبارک صاحب نمبر ۷۰ عہ
بابو فضل احمد صاحب نمبر ۵۰۰ عہ	منشی عبد الکریم صاحب نمبر ۳۷۶ عہ
میاں محمد خان صاحب نمبر ۳۸۴ عہ	حاجی امیر الدین صاحب ۲۷۴ عہ
میاں رحمت اللہ صاحب نمبر ۱۵۷ عہ	حکیم محمد یٰسین صاحب ۲۲۳ عہ
ملک داد خان صاحب نمبر ۵۵۳ عہ	میاں سردار خان صاحب نمبر ۱۷۵ عہ
میاں محمد یوسف صاحب نمبر ۲۱۳ عہ	میاں فیاض علی صاحب نمبر ۱۷۴ عہ
مولوی عزیز بخش صاحب نمبر ۱۷۰ عہ	شیخ نیاز احمد صاحب نمبر ۱۹۶ عہ
میاں اللہ دتا صاحب نمبر ۱۳۰ عہ	ملک عباس خان صاحب نمبر ۳۰۳ عہ
سید روشن علی صاحب ۲۳۰ عہ	میاں غلام رسول صاحب نمبر ۱۱۲ عہ
چودہری غلام محمد صاحب ۵۰۹ عہ	میاں سلطان حامد صاحب نمبر ۱۴۲ عہ
میاں احمد علی صاحب نمبر ۲۳۵ عہ	حافظ نور محمد صاحب نمبر ۱۹۵ عہ
میاں غلام محمد صاحب ۲۱۵ عہ	میاں ابراہیم صاحب نمبر ۴۹۹ عہ
چودہری اللہ رکھا صاحب نمبر ۴۷۲ عہ	ڈاکٹر رحیم بخش صاحب نمبر ۴۲۸ عہ
میاں تاج الدین صاحب نمبر ۴۴۸ عہ	میاں بشیر احمد صاحب نمبر ۲۶۶ عہ
میاں عمر الدین صاحب نمبر ۳۷۲ عہ	شیخ خان محمد صاحب نمبر ۲۰۱ عہ
قاضی بدر الدین صاحب نمبر ۱۲۶ عہ	میاں کریم بخش صاحب ۳۳۱ عہ
بابو عبد الحمید صاحب نمبر ۸۳ عہ	امیر اللہ خان صاحب ۴۲۷ عہ
محمد صدیق صاحب نمبر ۵۲۱ عہ	محمد ابو الحسن صاحب نمبر ۱۱۴ ے
ناصر شاہ صاحب نمبر ۲۲۲ عہ	بابو غلام غوث صاحب نمبر ۲۰۵ عہ

(باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا)

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں +

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

قادیان

جلد ۴ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر دوم

بابت ماہ صفر ۱۳۲۷ھ | مطابق ماہ مارچ ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خدمت اسلام	چوہدری فتح محمد صاحب
رپورٹ سالانہ	سکرٹری
ایک مبارک جلسہ ... (تائیٹل پیج)	اکبر شاہ خان صاحب

باہتمام حافظ عبدالرحیم مینجر تشحیذ الاذہان صفر ۱۳۲۷ھ ہجری المقدس کو قادیان سے شائع ہوا۔

قیمت سالانہ عوام سے عا اور طلباء سے عہ لی جاتی ہے

ایک مبارک جلسہ

"تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ففتھ ہائی کلاس کے طلباء چونکہ امتحان کو جانیوالے تھے اور انکی تعلیم کا زمانہ قادیان میں ختم ہوتا تھا اسلیئے انجمن تشحیذ الاذہان نے اس موقعہ پر انہیں ایک ٹی پارٹی دینے کا ارادہ کیا چنانچہ ۲۸۔ فروری بروز جمعرات کل طلباء ہائی کلاس اور مدرسان سکول اور ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اس امر کے لیئے بلائے گئے۔ اور سب سے پہلے انجمن کی طرف سے جناب اکبر شاہ خان صاحب نے ایک ایڈریس پڑھا اور بعد ازاں خاکسار نے طلباء کو چند نصائح کیں کہ ابتک وہ اپنے بزرگوں کے پاس محفوظ رہے ہیں لیکن اب دنیا میں نکلکر وہ مختلف سوسائٹیوں کے زیر اثر کے نیچے آئینگے جن سے بچنے کے لئے انہیں تیار رہنا چاہئے اور قادیان سے تعلق رکھنا چاہیئے لیکن چونکہ وہ لیکچر زبانی تھا اسلیئے محفوظ نہیں رہ سکا پھر جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے کچھ فرمایا اور اسکے بعد کچھ ناشتہ کے بعد جلسہ دعا پر برخواست ہوا وہ ایڈریس یہاں درج کیا جاتا ہے۔" (مرزا محمود احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اے ترا با ہر دلے رازے دگر ٭ ہر گدا بر درت نازے دگر ٭ در رباب عشق تارے بیش نیست ٭ ہست ہر جا نغمہ سازی دگر
بزم نشاط چار گسار ان غنیمت است ٭ ساقی بیا کہ صحبت یاران غنیمت است ٭ در جلوہ اندازہ نہالان بوستان ٭ رقص چمن ز باد بہاران غنیمت است

انجمن تشحیذ الاذہان اس بات کے تصور سے کہ اسکے دوستوں کی ایک معقول تعداد یعنی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے انٹرنس کلاس کے متعلمین عنقریب سالانہ امتحان میں شریک ہونے اور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جانے پر قادیان سے جانے یعنے پاس ہو کر بظاہر دور ہونیوالے ہیں افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ یہ افسوس اس قسم کا افسوس نہیں جو کسی نقصان پر ہوتا ہے بلکہ یہ وہ افسوس ہے جو دوستوں کی دوری سے بالطبع انسان کو ہوا کرتا ہے۔ چاہے وہ دوری خود پیدا کردہ اور باعث خیر و خوبی ہی کیوں نہو یہ الوداعی جلسہ اس قسم کا الوداعی جلسہ نہیں ہے کہ انجمن بے اختیار ہو کر یہ کہے کہ ع حالا وداع یار نہ ز مرگم علامت است صبح وداع نیست کہ صبح قیامت است بلکہ یہ اس قسم کی الوداع ہے کہ ہم اپنے رخصت ہونیوالے دوستوں سے عرض کرتے ہیں۔ کہ

سفر ہو مبارک وہ لے یہ تو کہہ دے ٭ کبھی خط بھی ہمکو لکھا کیجیئے گا۔ دوستو! آپ لوگ ہی تشحیذ الاذہان کے عام پندرہ روزہ جلسوں میں تقریریں کرنا ہر آپ لوگوں سے اکثر کا تشحیذ الاذہان کی ممبری قبول کرنا اپنی خوش خلقی اور نیک چلنی سے ترکان دین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

و

خدمتِ اسلام

"یہ ایک لکچر ہے۔ جو کہ چودہری فتح محمد صاحب نے ایک خاص جلسہ تشحیذ الاذہان کے واسطے لکھا تھا۔ مگر چونکہ جلدی تھی اور وقت بہت کم تھا اس لئے وہ نہ تو ایسی پوری طرح سے دیکھ سکے اور نہ سارا مضمون شائع ہوا۔ جلسہ کے بعد آپ نے پوری محنت کے ساتھ اس مضمون کو تیار کیا۔ یہ مضمون مدت سے ہمارے پاس پڑا ہے اور اب شائع کیا جاتا ہے۔ چودہری صاحب نے جو محنت اور سعی اس مضمون کے لکھنے مین کی ہے قابل داد ہے اور امید ہے کہ ناظرین اس سے پورا فائدہ اُٹھائین گے اور اس کے اندر جو جو باتین لکھی گئی ہین۔ ان پر غور کرنے سے اپنے آپ کو احمدی جماعت مین مفید وجود ثابت کرین گے۔ والسلام .. .. اڈیٹر"

پیارے حاضرین! آپکے سامنے جس مضمون پر مین بولنے کے لئے کھڑا

ہوا ہوں وہ بڑا عظیم الشان مضمون ہے۔ اور میری طاقت سے بہت بڑھ کر ہے۔ کہ میں اس پر پورا احاطہ کر سکوں تاہم مضمون کی عظمت کے علم اور اپنی کمزوری کے احساس کے باوجود اس مضمون پر کچھ کہنے کے لئے میرا یہ عذر ہے۔ کہ ہمیں اس وقت اس مضمون پر سوچنے کی بہت بڑی ضرورت ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ہر ایک عقلمند و راستی پسند شخص (خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی) کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب تشریف لائے۔ تو اسلام کی کیا خدمت کی؟ اور آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو کن کن خطرات سے نجات دی؟ اس وقت جو ہمارے مخالف لوگ ہمیں دوسرے چھوٹے چھوٹے اور فضول جھگڑوں کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں یہ ان کی بالکل غلطی ہے اگر وہ لوگ حق پسند ہیں اور ان میں خوف خدا ہے اور ہمارے ساتھ ان کے جھگڑے کی بنیاد تقوےٰ پر ہے تو اُن کو اس بات کی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ کہ جب ہمارے سیدنا مسیح موعود نے دعوے مسیحائی کیا تھا۔ اس وقت اسلام کی کیا حالت تھی اور اب کیا حالت ہے؟ اگر آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے خوف کو امن سے بدل دیا ہے اور اگر اس میں ایک نئی قُوت اور نئی رُوح پھونک دی ہے اور اس کو ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ پہلے وہ ایک خطرناک دفاعی جنگ میں مشغول تھا اب مذاہب باطلہ پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے اور دشمن کو بجائے حملہ کرنے کے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ حضور کی خدمت کی ناشکری کی جائے اور آپ کی خلافت میں شک لایا جاوے کیونکہ ایسا کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فاسقون کے لفظ سے تعبیر فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً۔ ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ہم الفاسقون۔

اور جیسا کہ یہ بات ہمارے مخالفوں کے لئے ضروری ہے ویسا ہی احمدی جماعت کے لوگوں کے لئے سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کو علم ہو کہ آپ سے بیعت کا تعلق ہونے کے بعد ان کو کیا کیا فائدے ہوئے ہیں اور کس کس طرح آپ نے لیظھرہ علے الدین کلہ کی پیشگوئی کو پورا کیا ہے کیونکہ اس بات کو سمجھے بغیر ہم اس فرض سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ذمہ چھوڑ گئے ہیں۔ ہرگز ہرگز پوری طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے اور نہ ہی دنیا کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ پس جب کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کی خدمت اسلام پر کچھ بولنا آسان بات نہیں ہے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام عمر کی کاروائی کو چند منٹ میں کھڑا ہو کر بیان کر دے تاہم کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ آپ لوگوں کے دل میں اس مضمون پر سوچنے کی تحریک ہو گی اور یہی میرے اس وقت کی کوشش کا اصل مقصد ہے اور اگر آپ صاحبان میری باتوں کی طرف پوری توجہ فرمائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہیں ہو گا۔

پہلی بات جو اس مضمون میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اسلام کن کن خطرات میں پڑا ہوا تھا؟ اور وہ کونسی باتیں تھیں جن کو دیکھ کر دوست و دشمن نے اسلام کی مرثیہ خوانی شروع کر دی تھی؟ چنانچہ ہم ان خطرات کو دو حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول اسلام کی اندرونی کمزوری اور دوم اسلام پر بیرونی حملے۔

جب ہم بیرونی دشمنان اسلام کی طرف توجہ کرتے ہیں تو سب سے اول جس دشمن پر ہماری نظر پڑتی ہے وہ نیم دہریت اور مغربی سائنس اور فلسفہ کا حملہ ہے جن لوگوں کو مذہب اسلام سے کوئی خاص نفرت تو نہیں لیکن عام طور پر تمام الہامی مذاہب سے دشمن ہے اور درحقیقت ان کا حملہ نفس مذہب پر ہے۔ نہ صرف مذہب اسلام پر۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات کے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے بالکل

منکر ہین اور مسئلہ وحی؛ الہام اور دُعا پر ٹھٹھا کرتے ہین اور یوروپ مین ایک بڑی جماعت ہے جو اس بات کی کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کو اُڑا دیا جاوے اور ان کا خیال کہ جتنی مصیبتین دنیا پر لوگون کے اختلاف کی وجہ سے وارد ہو رہی ہین اور جس قدر تکالیف مین انسان مبتلا ہے انسانی دماغ کے صفحہ پر سے لفظ مذہب کے مٹا دینے سے دور ہو سکتی ہین - اور ان کے خیال مین اب نوع انسان کے لئے سوائے اس راہ کے اور کوئی نجات کی راہ نہین رہی - آپ صاحبان مین سے شائد بعض لوگ حیران ہون - کہ یہ علم طبیعات کے ماہر اور فلسفہ دان تو اکثر انصاف پسند اور محقق لوگ ہوتے ہین - پھر ان کو اصول مذہب سے کیون نفرت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس مین بڑی غلطی عیسائیت اور عیسائی پادریون کی ہے اور جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہین کہ عیسائیت ایک بیہودہ مذہب ہے اور اس کے تمام اصولی مسائل عقل صحیح اور فطرت سلیم بالکل مخالف ہین اور کوئی محقق انصاف پسند آدمی ان کو قبول نہین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ علم دوست لوگ طبعاً عیسائیت کے لغو مسائل سے نفرت کرنے لگ گئے ہین اور اس کو دیکھ کر دیگر کل مذاہب سے بھی بدظن ہین -

دوسری غلطی پادریون سے یہ ہوئی - کہ جب یوروپ مین علوم کی تحقیقات شروع ہوئی اور علم کی روشنی پھیلنے لگی - تو ظلمت پسند پادریون کی طبیعت مین ان لوگون کے برخلاف بڑا جوش پیدا ہوا اور جہان تک اُن سے ہو سکا ان علوم کے روکنے اور ان لوگون کو ستانے قتل کرنے اور رعب حکومت سے دبانے کی ہر طرح سے کوشش کی اور اس کش مکش مین جب ان لوگون نے مذہب عیسوی کے لغو مسائل اور بُرے نتائج کو دیکھا تو ان کو اس مذہب سے اور بھی نفرت اور دشمنی ہو گئی - اور چونکہ ان لوگون کا آبائی مذہب نصرانیت تھا وہ لوگ اور مذہبون کو بھی اسی مذہب پر قیاس کرنے لگ گئے اور انہون نے خیال کیا - کہ جیسے مذہب عیسوی سائنس اور علوم حقیقی کا دشمن ہے - اور انسانی ترقی کو روکنا چاہتا

ہے۔ باقی تمام مذاہب بھی اسی طرح انسان کے لئے مضر ہین اور مغربی دنیا مین یہ سمجھا گیا کہ مذہب علوم صحیحہ کی ضد ہے۔ چنانچہ ان لوگون نے عیسائیت کے برخلاف کوشش شروع کی۔ اور اس اپنے کام مین انہون نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے کہ عیسائیت کو بالکل کمزور کر دیا ہے اور یورپ پر اس مذہب کا قبضہ اب بالکل برائے نام ہے اور سوائے ادنیٰ اجماعتون کے جاہل لوگون اور عورتون کے کوئی شخص دل سے عیسائیت کا معتقد نہین اور چونکہ ان فلسفی طبع لوگون نے عیسائیت کو مغلوب کر لیا اور یہ مذہب ان لوگون کے خیال مین دنیا کا سب سے بڑا اور مضبوط مذہب تھا اس واسطے انہون نے دنیا کے دوسرے مذاہب اور خاص کر اسلام پر حملے کرنے شروع کر دئے۔ اور مختلف رنگون مین اسلامی دنیا پر اپنا اثر ڈالنے لگے۔ حکومت اور درس گاہون کے ذریعہ ان کے عجیب وغریب علوم چارون اطراف مین پھیلنے لگے اور دنیاوی کامیابی اور وجاہت کے ذرائع سے طالب علمون اور قوم کے نوجوانون تک ان کا اثر پہونچا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ طالب علم عموماً مذہب سے لاپروا ہو جاتے ہین اور ان کی زندگی پر عملی رنگ مین مذہب کا کوئی اثر نہین رہتا ان لوگون مین کچھ تکبر بھی آجاتا ہے اور سمجھتے ہین کہ جو مسئلہ ان کی سمجھ مین نہین آسکتا وہ لاینحل ہے اور اس کے بعد وہ مذہب کی تحقیقات چھوڑ دیتے ہین اور فرحوا بما عندھم من العلم کے پورے مصداق ہو جاتے ہین۔ دوسرا فتنہ جو اسلام برداشت کر رہا تہا وہ پادری لوگون کا ہے خود ان لوگون مین یا ان لوگون کے مذہب مین تو کوئی ایسی خوبی نہ تہی جس سے یہ اسلام پر معقولیت سے حملہ کر سکین لیکن مسلمانون کی اپنی غلطیون نے ان لوگون کو اسلام پر حملہ کرنے کا بہت سا موقع دے دیا۔ بدقسمتی سے مسلمانون مین یہ مسئلہ رواج پا گیا۔ کہ اور تمام نبی فوت ہو گئے ہین لیکن حضرت عیسیٰ ...... آسمانون پر زندہ بیٹھے ہین وہان کھانے پینے سے پاک رہ کر زمانہ کے اثر سے آزاد۔ فرشتون کیطرح زندگی بسر کرتے ہین۔ اور پھر دنیا مین مسلمانون کی

ہدائت کے لئے لوگون کے دیکھتے ہوئے آسمانون سے نزول فرمائین گے۔ پھر یہ لوگ اسی پر بس نہین کرتے بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہین۔ کہ صرف مسیح ہی ایک ایسا نبی ہے جو گناہ اور مس شیطان سے پاک ہے، اور اپنے آسمانون پر چڑھ جانے کی طرح اس امر مین بھی حضرت مسیح کو وحدہٗ لاشریک ہے، اور ان ظالم لوگون نے اس بات مین یہان تک غلو کیا کہ سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات مین ابن مریم کا شریک سمجھنا گناہ قرار کر دیا۔ پھر ان لوگون نے اس عاجز انسان کو خالق و غیب دان و یحیي الموتی مان کر ان کو ایسی صفات سے متصف مین مانا جو خاصہ الوہیت ہین۔ چنانچہ پادریون کے مکار و بیباک فرقہ نے مسلمانون کے اس غلط اعتقاد سے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مسلمانون کے اس اعتقاد کو مدنظر رکھ کر ایسے ایسے حملے کئے۔ کہ مسلمانون کو اضطراب مین ڈالدیا اور عیسائیون کی یہ آواز کہ مسیح ہی اسلام کا زندہ نبی ہے اور مسیح ہی اسلام کا معصوم نبی ہے اور وہی جو کہ خود زندہ ہے ہم کو عذاب سے چھڑا سکتا ہے اور وہی جو کہ خود معصوم ہے ہم کو گناہون سے پاک کر سکتا ہے۔ ایک ایسی آواز تھی کہ مسلمان حیران اور لاجواب رہ گئے اور ان پرستاران میت کی شوخی حد سے بڑھ گئی۔ یہ عجیب اور حیرت انگیز بات ہے نہ آپکے پاس اپنی کتاب نہ ہدائت۔ نہ ان کے پاس اپنے مذہب کی کوئی عقلی دلیل نہ نقلی۔ لیکن پھر بھی ان لوگون نے مسلمانون کی ہی غلطیون سے فائدہ اٹھا کر اور اپنی سخت بے حیائی۔ کمینگی اور دولت و رعب اور محض کوشش سے دنیا کو حیران کر دیا ہے اور ایک کمزور و بے بس و بے کس انسان کو الوہیت کی کرسی پر بٹھانے کے لئے عجیب و غریب دجالیت کے کرشمون سے کام لیا۔ ان لوگون نے مسیح کو خدا یا ابن خدا بنا کر اللہ تعالےٰ کی عظمت اور قدوسیت پر تو دھبا لگایا تھا۔ لیکن جو ان لوگون نے اس اعتقاد سے فائدہ اٹھایا اور نتائج نکالے ہین وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہین عیسائیون کو بیٹا بنانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ کفارہ کا جھوٹا اور لغو مسئلہ تراشا

جائے جیسے تقوے و طہارت۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہین۔ اور اس طرح یہ مسئلہ یوروپ کے تمام فسق و فجور اور گناہون کا سرچشمہ ہے۔ دوسری خطرناک بات جو اس سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ سوائے مسیح کے باقی تمام نبیون (علیہم السلام) اور راستبازون کی عیب جوئی ان کو گالیان دینا اور ان پر جھوٹے الزام لگانا ہے تاکہ تمام نبی علیہ السلام گنہگار ٹھہر جاوین اور مسیح کی خدائی و معصومیت ضرورت کفارہ و شفاعت وغیرہ ثابت ہو جائے اور اس عیب جوئی کے لئے انہون نے خاص کر ہمارے نبی کریم سید المعصومین (صلے اللہ علیہ وسلم) قرآن شریف اور اسلام جیسے پاک مذہب کو چن لیا ہے ان لوگون نے آپ کو گالیان دیتے۔ قرآن شریف کی ہتک کرنے اور اسلام کی تکذیب و تخریب مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا۔ اور انہون نے ہر ایک جائز و ناجائز طریقہ سے اسلام کو صرف ہندوستان ہی سے نہین بلکہ تمام دنیا سے نابود کرنے کی کوشش ہے اور یہ لوگ اپنی جان سے مال سے۔ شراب اور عورتون کے ذریعہ۔ اپنی جاہ و حشم اور تجارتون کے ذریعہ اسلام کی تخریب مین لگ گئے ہین۔ ہسپتالون اور لڑکون کے سکولون اور لڑکیون کے سکولون کے ذریعہ مسلمانون کے گھرون مین گھس گئے ہین۔ مسلمانون کے بچے جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے مُدعی تھے اور جن کی زبانون پر آپ کا نام سُنتے ہی درود جاری ہو جاتا تھا۔ اب آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے پاک صحابہ رضی اللہ ازواج مطہرات پر[1] ہزار ہزار بہتان باندھتے ... ہین اور قابل شرم و حیا سوز کارروائی کی کمائی سے اپنے پیٹون کو بھرتے ہین۔ یہ ایک ایسا نظارہ ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر بے اختیار دل سے یہ آئت نکلتی ہے۔ تکاد السموٰت ان یتفطرن منہ وتنشق الارض

---

[1] امہات المومنین کا مصنف احمد شاہ اور پادری عماد الدین اور ایسے گندے لوگون کی طرف اشارہ ہے۔

وتخر الجبال ھداً ان دعوا للرحمان ولداً - قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اس بات سے کہ خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں -

اسلام کا تیسرا دشمن آریہ سماج ہے - ان کا اپنا مذہب کیا ہے ؟ مکڑی کا جالا ہے جس کو ان لوگوں نے حالات زمانہ اور مغربی علوم کے رُعب میں آکر بنا لیا ہے تاہم یہ خود ساختہ مذہب ہندوستان کی پرانی بُت پرستی اور وہم پرستی سے بہت اعلیٰ اور اسلام کے زیادہ قریب ہے، ان لوگوں نے ہندوؤں کا پرانا مذہب چھوڑ دیا ہے اور ایک خدا کی پرستش کے قائل ہیں اور اس حیثیت سے اسلام کے بہت قریب آگئے ہیں لیکن دوسری طرف یہ لوگ اواگون جیسے بے ہودہ مسئلہ کے قائل اور قبولیت دعا اور وید کے بعد الہام کے منکر ہیں - ان لوگوں کے خیال کے مطابق اللہ تعالےٰ نے سنسکرت زبان کو اور آریہ قوم کو اور آریہ ورت ملک کو ہمیشہ کے لئے اپنے الہام اور کلام کے لئے چن لیا ہے اور باقی تمام ملکوں کے لوگ اس نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور رہیں گے اور نعوذ باللہ باقی تمام مدعیان نبوت جھوٹے اور کذاب ہیں اس جماعت کی بڑی بات یہ ہے کہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور گندہ دہانی اور گالیاں دینے میں عیسائی پادریوں کو بھی شرمندہ کر دیا ہے اور مفتوحہ قوم کی پوری نفرت سے مسلمانوں کو پر حملہ کرتے ہیں - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دیو سماج - برہمو سماج فرقوں سے کئی مسلمان دہریہ خیالات کے ہو گئے ہیں اور آجکل مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے اعتقادات وحی و الہام کے متعلق برہمو سماج سے بالکل ملتے جلتے ہیں اور دنیا کی عام چال اور حکام وقت کے اثر سے اکثر لوگ مادہ پرست اور دنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں اور ضل اللہ سعیھم فی الحیوۃ الدنیا کے پورے مصداق ہو رہے ہیں -

ان سب باتوں کے بعد سب سے زیادہ قابل توجہ امر ان قوموں اور مذہبوں کا اسلام

کے برخلاف جوش ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ اس سے پہلے بھی تمام مذاہب اور فرقے موجود تھے مگر اس وقت جو ان مین نئی بات پیدا ہوئی ہے وہ اسلام سے سخت نفرت اور عملی رنگ مین دشمن ہے۔ مستقل طور پر ایسے فرقے اور جماعتین پیدا ہوگئی ہین جن کا کام ہی یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرین اور بُرے رنگ مین اس کو لوگون کے سامنے پیش کر کے لوگون کو اسلام سے نفرت دلائین۔ کوئی ہم مین سے نہین کہہ سکتا کہ اس سے پہلے ہی کبھی ایسا ہوا ہو۔ ایک وقت تھا کہ اسلام کی شہرت تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ دہریہ۔ برہمو۔ ہندو وغیرہ شب پرست جانورون کی طرح اپنی اپنی تاریک بلون اور گھونسلون مین سر چھپائے بیٹھے تھے۔ عیسائیت بھی بمعہ اپنے مددگاران اور دجالیت کے سامانون کے یورپ کی تاریک و تار جگہون مین دھکیل دی گئی تھی۔ لیکن مسلمانون مین آثار ضعف دیکھتے ہی ان تمام دشمنون نے یکبارگی سر نکالا۔ اور اپنے پرانے کینہ کی وجہ سے اسلام سے انتقام لینے کے لئے اپنی تمام طاقتون سے اسلام کی مخالفت مین لگ گئے۔ اب اس وقت اگر اللہ تعالےٰ اسلام اور مسلمانون کی خاص طور پر مدد نہ کرتا تو ظاہر انظر مین ان مخالفون سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہین آتی تھی۔

دوسری بات جو مسلمانون کو سخت نقصان پہونچا رہی ہے۔ مسلمانون کی اپنی کمزوری اور اندرونی ضعف ہے۔ جب مسلمان مذہب مین سست ہوگئے۔ اسلام کی غیرت اور محبت دلون سے نکل گئی اور اسلام کا صحیح علم اور نور ایمان ان مین سے اُٹھ گیا اور زمین مین بجائے اصلاح کے فساد پھیلانے لگ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حکومت کو بھی اُن کے ہاتھون سے چھین لیا اور جہالت اور ادبار ان کے حصہ مین آگئے اور یہ جہالت اور سستی یہان تک بڑھی کہ دوسری قومون نے سمجھا کہ اسلام کے ساتھ سستی اور جہالت لازم ملزوم ہے۔ جہالت سے گمراہی اور بداعتقادات پھیلی

مذہب کی جگہ توہمات اور خود ساختہ روایات نے لے لی - اللہ تعالےٰ پر وہ ایمان جس سے اچھے اخلاق - علوہمت - تقوےٰ - طہارت - پاکیزگی پیدا ہوتی ہے بالکل اٹھ گیا - اعلیٰ طبقہ کے مسلمان تین حصوں میں منقسم ہیں - اول صوفی لوگ - دوم علماء - سوم امراء - ان تینوں قوموں کا جو اس وقت حال ہے اس سے لوگ ناواقف نہیں ہیں - آجکل جو گدی نشین ہیں ان میں سوائے جہالت - تکبر اور اباحت کے اور کچھ نظر نہیں آتا - علماء اندرونی جھگڑوں ضد - تعصب اور دنیا پرستی میں مشغول ہیں - امراء کو اپنے آرام اور عیش وعشرت سے فرصت نہیں - یہ سب لوگ ضرورت زمانہ سے بالکل ناواقف اور مصائب اسلام سے بالکل جاہل ہیں - اس لیئے ان سے کسی قسم کی اصلاح یا مدد کی امید نہیں ہو سکتی - جب ان تینوں اعلےٰ درجہ کے طبقوں کا یہ حال ہے تو عوام کی حالت آپ لوگ خود ہی قیاس کر سکتے ہیں جب قوم کے دل ودماغ اور ہاتھ پاؤں ہی مارے گئے تو اس کے دوسرے اعضاء کا کیا حال ہوگا اور اس قوم سے ہم کیا امید کر سکتے ہیں ؟ ان مسلمانوں کے ایمان اس قدر کمزور ہیں اور یہ علوم روحانیت سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خود وحی والہام - قبولیت دعا اور اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں سے جو وہ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے جن کو مذہب کے الفاظ میں آیت یا معجزہ یا کرامت کہتے ہیں انکار کر دیا ہے اور تقدیر جیسے سچے اور ہمتوں کو بڑھانے والے مسئلہ پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اگر غور سے دیکھیں تو درحقیقت یہ چھپی ہوئی دہریت ہے کیونکہ اگر آج کل اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں سے ہمکلام نہیں ہوتا اور دعاؤں کو قبولیت کا شرف نہیں بخشا جاتا اور اللہ تعالےٰ اپنے خاص بندوں پر خاص فضل کر کے اپنی ہستی وقدرت کا مقتدرانہ نشانات سے خود ثبوت نہیں دیتا - تو ایسے خدا کی ہستی کا کیا ثبوت ہے اور اسلام کی کونسی دلیل ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو بچھڑوں کی پوجا پر جھڑکتا ہے - اور فرماتا ہے - افلا یرون الا یرجع الیہم قولاً ولا یملک لہم ضراً ولا نفعاً - پس کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان کا معبود

ان کی بات کا جواب نہین دیتا۔ اور نہ ہی اس کے اختیار مین ان کا ضرر اور نفع ہے۔

پھر ہم کہتے ہین کہ اگر ان لوگون کی باتون کو مان لیا جائے تو ہمین کوئی بتائے کہ اسلام اور دوسرے مذاہب باطلہ مین کون ساما بہ الامتیاز باقی رہ.... جاتا ہے۔

عملی رنگ مین ہر ایک فرقہ کے لوگون نے سستی دکھائی ہے۔ جب اعتقادات بگڑ گئے اور ایمان مین ضعف آگیا۔ تو نیک اعمال کس طرح وقوع مین آسکتے ہین۔ دلیری اور جرأت یہان تک بڑہی کہ پہلے فقہ کو چھوڑا۔ پھر حدیث پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور چکڑالوی فرقہ کا خروج ہوا۔ پھر خود قرآن کریم کی ترمیم شروع ہوئی اور کہا گیا کہ مکی سورتین کافی ہین۔ مدنی سورتون پر عمل کرنے کی ضرورت نہین اور اب مدنی سورتین مسلمانون کی ترقی کی سد راہ ہو رہی ہین۔ بعضون نے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام مین اصلاح کی تجویز پیش کی۔ اور مسلمانون کی افراط۔ تفریط حد کو پہونچ گئی۔ بعضون نے کہا کہ اسلام مین احکام کی ضرورت نہین۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ پرانے زمانہ کی باتین ہین۔ جو عرب کے وحشیون ہی کے لئے مفید تھین۔ اور بعض قیامت اور جنت کے حالات پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہین۔ جو لوگ افراط کی طرف گئے ہین ان کے نزدیک اسلامی عبادات اور مجاہدات اللہ تعالےٰ تک پہنچ کے لئے ناکافی ہین اس لئے ان کو ذکر ارہ وغیرہ جیسے بدعات کی ضرورت پڑی اور بعض بزرگون اور نبیون کی شان مین غلو کرتے کرتے یہان تک پہونچے کہ ان کو خدا تک پہونچا دیا اور لا تغلوا فی دینکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت کا مطلق خیال نہ کیا۔ دنیا کی لہو ولعب اپنے مین گھڑت وظیفون اور ضرب یضرب یا انگریزی تعلیم مین ایسے غلطان ہوئے۔ کہ قرآن شریف کو بالکل فراموش کر دیا۔ گویا کہ انّ قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً کی ندی کا یہی وقت تھا۔

اخلاقی تنزل مین جس مین کہ اس وقت کی تمام قومین شامل ہین۔ مسلمان سب سے نیچے

گرے ہوئے ہین ۔ گھرانون مین فساد اور نفاق اور دکھہ بڑھ گیا ہے ۔ خانگی تعلقات جو سکھہ اور تسکین کا باعث ہوتے ہین عذاب کا موجب ہوگئے ہین بہت ہی کم باپ ہین جو اپنے بیٹون سے خوش ہون اور بہت ہی کم بیویان ہین جو اپنے خاوندون سے آرام مین ہون اور ان کا وقت خوشی اور محبت سے گذرتا ہو ۔ بڑون کا ادب ۔ چھوٹون پر رحم اور ہمسایون کی دلجوئی کا خیال بالکل اٹھ گیا ہے اور انسانی تعلقات کے فساد نے اس دنیا ہی مین ایک جہنم پیدا کر دیا ہے ۔ پھر جیلخانون مین دیکھو تو مسلمانون کی کثرت ۔ چکلون مین مسلمانون کی کثرت ۔ بھنگ اور چرس خانون مین مسلمانون کی کثرت ۔ گندے ہین تو مسلمان ۔ بدکار ہین تو مسلمان ۔ بازارون مین آوارہ گردی کے لئے ہین تو یہی مسلمانون کے بچے ۔ جیسے کہ کالجون سکولون مین اور اعلےٰ عہدون پر ان کی قلت ہے ویسے ہی ادنےٰ اور کمینہ کامون مین ان کی کثرت ہے ۔ جب اندر کی یہ حالت تھی اور ادہر دشمن جن کا مین پہلے ذکر چکا ہون باہر سے حملہ کر رہے تھے ۔ تو پھر کیا تھا ؟ لاکھون عیسائی ہو گئے کئی مرد اور عورتون نے آریون کا مذہب قبول کر لیا ۔ ہزارون برہمو سماج کے ہمخیال ہو گئے ۔ اور ظهر الفساد فی البر و البحر کا نظارہ ہماری آنکھون کے آگے پھر گیا یہ ادبار اور مصیب ایسی ظاہرا اور ہلا دینے والے تھے ۔ کہ آخر کار مسلمان بھی جن کی سستی اور لاپرواہی ضرب المثل مشہور تھی اپنی خواب غفلت سے جاگے اور ہر ایک شخص اپنے خیال کے مطابق اس قوم مریض نیم جان کی شناخت مرض اور علاج مین مشغول ہوا ۔ کسی نے کالج اور مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ سوائے یورپ کی پیروی کے اور ان کے علوم حاصل کرنے کی زندگی محال ہے کسی نے رسالے اور اخبارین جاری کین کسی نے واعظ مقرر کئے اور مولویون کے مدرسہ کھولے ۔

غرض ایسے وقت مین جبکہ ہر ایک فہیم مسلمان اسلام کی فکر مین لگا ہوا تھا اور اپنی من گھڑت تجاویز سے بقدر ہمت اسلام کے بچانے کی کوشش مین لگا ہوا تھا ۔ اور آخر

تھک کر اور اپنی کوششوں کو بے سود سمجھ کر بڑی حسرت سے قوم پر فاتحہ پڑھنے کو تیار ہو رہا تھا۔ تو ایسے اڑے وقت میں کب اُمید ہو سکتی تھی۔ کہ السلام جو اسلام کا غیور اور مقتدر خدا ہے اور جس کے نام پر اسلام کا نام رکھا گیا ہے خاموش بیٹھا رہے اور مسلمانوں کی کچھ بھی مدد نہ کرے اور وہ صادق الوعد اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے۔ آخر اس کے رحم۔ کرم اور غیرت نے جوش مارا۔ جس کا نتیجہ وہ رحیم۔ کریم اور غیور امام علیہ الصلوٰۃ و السلام تھا جس کے ماتحت ہم لوگوں نے پرورش پائی اور جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ایک نئے رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوا اور اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اسلام کا حامی اور دنیا کا قادر بادشاہ ہے اور اس بات کا ثبوت دیا کہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور اپنے مسیح کے منہ میں یہ الفاظ ڈال کر

بر تر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیحِ زمان ہے

عیسائیوں کے تمام فخر کو خاک میں ملا دیا۔

آپ نے اللہ تعالےٰ کے تازہ بتازہ کلام اور قادرانہ پیشگوئیوں کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ واقعی سمیع و مجیب خدا موجود ہے اور وہ اپنے پیارے بندوں پر اپنا کلام نازل فرما کر دنیا کو اپنی خوشی اور ناراضگی سے مطلع کرتا ہے اور جب دنیا میں اس کا کلام نازل ہوتا ہے۔ تو زمین و آسمان سورج اور چاند پانی اور ہوا اور قدرت کی تمام چیزیں اس کی تابعداری کے لئے جھک جاتی اور اس کی صدق کی گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں تاکہ اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ وہ واقعی مالک السموٰات والارض کا کلام ہے۔ اور اس امر میں آپ نے اس قدر بسط کیا ہے کہ اب وحی و الہام کا مسئلہ ایک امر واقعی ہے۔ جسکی صداقت ثابت ہو چکی ہے۔ نہ کہ مسئلہ زیر بحث۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے بہت سی باتین کین اور ان دعاؤن کی قبولیت سے ثابت کردیا کہ مسئلہ دعا حق ہے اور دعائین واقعی قبول ہوتی ہین اور دعاؤن سے وہ کام ہو سکتے ہین جن کے کرنے سے انسانی کوشش اور محنت عاجز ہے اور جن لوگون کو آپ کے قرب کی نعمتین حاصل ہوئیں۔ ان کے دل توکل علے اللہ اور نور ایمان سے بھر گئے اور یہ ان دعاؤن ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص نصرت اور مدد سے آپ کو دشمنون کے مقابلہ مین تمام میدانون مین فتح دی اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے معاملہ کرتے وقت تمام سلسلہ علت ومعلول کے پردے اُٹھا کر اپنے نورانی چہرے کو دنیا پر ظاہر کیا اور اس نور سے ہر ایک قوم کے دل روشن ہو گئے۔

پھر آنحضور نے اپنے آپ کو آسمانی علوم اور رُوحانی برکات کا وارث ثابت کر کے اس بات کو ثابت کیا۔ کہ تمام برکات قرآن شریف اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین ہی ہین۔ اور وہی بابرکت ہے جو ان سے تعلیم حاصل کرے اور وہی زندہ ہے جو ان سے زندگی حاصل کرے۔ کیونکہ باقی تمام مذاہب اس زمانہ مین روحانیت سے خالی اور زندگی سے مبرا ہین۔

اب مین ان باتون کو تفصیل وار بیان کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ جیسا کہ مصلح کامل کے لئے ضروری ہے۔ کہ اندرونی اور بیرونی دونون قسمون کو فسادون کی اصلاح کرے ویسا ہی ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور ان دونون قسمون کی اصلاحون کے لئے عقلی اور نقلی دلائل سے کام لیا۔ لیکن ان کے علاوہ آپ کا بڑا حربہ دعا اور اللہ تعالےٰ سے تعلق اور اللہ تعالےٰ کی تازہ بتازہ وحی تھی کیونکہ عقلی ونقلی دلائل سے دشمن تو ایک حد تک بند ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ دعا اور تازہ بتازہ نشانون کے سوا راست بازون اور خدا تعالےٰ کے عاشقون کی قوم تیار نہین ہو سکتی۔ جو اس امام یا پیشوا کے سچے وارث ہون

اور نہ ہی دشمن پوری طرح بند ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی کلام مین ایک جلال رُعب اور ہیبت ہوتی ہے۔ جو دوست اور دشمن کے لئے مفید ہوتی ہے اور اس کی اس زمانہ مین بڑی سخت ضرورت تہی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ روحانی ترقیات کے لئے ضروری اور ہر ایک رُوحانی زہر کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے اور یہ خدائی نسخہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ ہمیشہ رُوحانی اور اخلاقی تنزل خرابی کے وقت استعمال کرتا رہا ہے اور ہمیشہ مفید ثابت ہوا ہے اس وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا۔ کہ باوجود پادریون۔ پنڈتون۔ مولویون اور دوسرے مسلمانون کی سخت کوشش کے دنیا عرفان الٰہی اور اعلےٰ اخلاق مین دن بدن نیچے گرتی جاتی ہے اور یہ لوگ شیطان کا مقابلہ بالکل نہین کر سکتے۔ تو اس نے اپنے مسیح کو اپنے ہاتھون سے معطر اور معنبر کر کے بھیجا۔ تاکہ وہ اس آلہی خوشبو سے تمام دنیا کو معطر اور معنبر کر دے اور دہریت اور مادہ پرستی کو جڑ سے اکھیڑ دے۔ سب سے پہلے آپنے ان لوگون کو تبلایا کہ یہ ان لوگون کی کم فہمی اور تکبر کی وجہ سے ہے جو اپنے مادی علوم سے اور ظاہری حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے عجائت قدرت کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہین۔ فلاسفرون کی صرف اس حد تک رسائی ہے جو حواس ظاہری یا باطنی کے حددو ہین۔

Digitized by Khilafat Library

مگر ان حواس سے بالاتر ایک اور عالم ہے جو روحانی حواس سے معلوم ہوتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے برگزیدون کو کامل طور پر دئے جاتے ہین اور اس عالم کا انکشاف بجز ذریعہ اُن برگزیدون کے غیر ممکن ہے۔ جن کو یہ حواس کامل طور پر دئے گئے ہون اس لئے فلاسفرون کا رُوحانی اُمور کی بابت رائے زنی کرنا دخل در معقولات ہے اور ایک ایسے کام کو اپنے ذمہ لینا ہے۔ جس کے وہ بالکل نااہل ہین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سننے کے لئے اور حس بنائی ہے اور دیکھنے کے لئے اور حس بنائی ہے۔ ایسی

طرح اللہ تعالےٰ نے باطنی علوم اور روحانی امور کے عرفان کے لئے روحانی قویٰ اور روحانی حسیں عنائت فرمائی ہیں۔ اور جو شخص ظاہری قوے اور مادی علوم سے روحانی علوم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی مثال ایسے بے وقوف کی طرح ہے جو زبان سے دیکھنا۔ آنکھ سے سننا اور کان سے ایک بڑی فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر تقریر کرنی چاہتا ہے۔ لہذا جو شخص چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کے صفات کا اس کو صحیح عرفان حاصل ہو۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے تکبر اور ہمہ دانی کے چوے کو اوتار کر بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ روحانی استادوں کی صحبت میں رہے اور اپنے روحانی قویٰ کو ان کی ہدایات اور تعلیم کے مطابق ترقی دے۔ پھر یا تو اللہ تعالےٰ خود انسان پر ظاہر ہوتا ہے یا ان لوگون کی صحبت ہی پورے ایمان اور کامل عرفان کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان لوگون کی زندگی اور حالات اللہ تعالےٰ کی ہستی کا بڑا ثبوت اور ان کا وجود ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی زمین پر خلیفے اور مظہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک راستباز کی زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدا تعالےٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کسی نے نہین دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو۔ صرف اس عالم کی پر حکمت صنعت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو ابلغ اور محکم پاکر عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے۔ کہ ان بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر اپنی معرفت مین اس حد تک نہین پہونچتی۔ کہ فی الواقع وہ صانع موجود بھی ہے۔ کیونکہ اس نے اس صانع کو بناتے نہین دیکھا اور عقلی خداشناسی کا تمام مدار صرف ضرورت صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اللہ کا ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ مین خدا تعالےٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے۔ کیونکہ راستباز اپنی ابتدائی

حالت مین ذرہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک
کسان نے بویا اور نہایت ذلیل حالت مین پڑا ہوا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعہ
سے خدا تعالےٰ دنیا کو اطلاع دیتا ہے۔ کہ دیکھو مین اس کو بناؤن گا۔ مین ستارون
کی طرح اس مین چمک ڈالون گا اور آسمان کی طرح اس کو بلند کرون گا اور ایک ذرہ کو
ایک پہاڑ کی طرح کر دکھاؤن گا۔ پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا... کے تمام
شریر چاہتے ہین کہ وہ ارادہ آلہی معرض التوا مین رہے اور ناخنون تک زور لگاتے
ہین۔ کہ وہ امر ہونے نہ پاوے۔ مگر وہ رک نہین سکتا۔ جب تک پورا نہ ہو اور خدا
کا ہاتھ سب روکون کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے۔ وہ ایک گمنام کو اپنی پیشگوئی
کے مطابق ایک عظیم الشان بنا دیتا ہے۔ وہ تمام مستعد لوگون کو اس کی طرف
کھینچتا ہے وہ اس گمنام کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادا کو بھی
نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر میدان مین اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ مین
اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اس کا غلام کر دیتا ہے۔ اور لاکھون انسانون کو
اس کی طرف کھینچ لاتا ہے اور اس کی تعلیم ان کے دلون مین بٹھا دیتا ہے۔ اور
روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے وہ اس کے دشمنون کا دشمن اور دوستون کا
دوست ہو جاتا ہے اور اُس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔ اس لئے مین نے
یہ کہا کہ راستباز کی زندگی آسمان و زمین سے زیادہ تر خدا تعالےٰ کے وجود پر دلالت
کرتی ہے۔ کیونکہ لوگون نے زمین و آسمان کو بچشم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہین
دیکھا لیکن وہ بچشم خود دیکھ لیتے ہین۔ کہ خدا تعالیٰ راستباز کے اقبال کی عمارت اپنے
ہاتھ سے بناتا ہے۔ وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دیتا ہے کہ مین ایسا کرون گا۔ اور
ایسا اس کو بناؤن گا اور پھر باوجود سخت روکون اور شدید مزاحمتون کے جو شریر انسانون
کی طرف سے ہوتی ہین۔ ویسا ہی کر کے دکھلا دیتا ہے۔ حضرت موسےٰ ؑ۔ حضرت عیسےٰ ؑ

حضرت نوح ؑ۔ اور حضرت یوسف اور باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ اللہ وسلام
اس بات کی صداقت کی مثالیں ہیں لیکن ان سب میں سے اصفیٰ اور اعلیٰ مثال
ہمارے سردار نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ کے مظہر اتم
تھے۔ اور آپ کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کا صاف ہاتھ نظر آتا ہے
آپکا وجود ایک عظیم الشان معجزہ اور آپ کی سوانحعمری سب سے بڑی خارق عادت ہے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم لڑکے تھے۔ جن کا باپ پیدائش سے چند دن
بعد ہی فوت ہو گیا تھا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے
ساتھ خدا کا ہاتھ تھا۔ بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور
مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے
کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہونچ کر بھی کسی چچا نے آپ کو لڑکی نہ دی۔
کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا۔ آپ اس لائق نہ تھے۔ کہ خانہ داری کے اخراجات کے
متحمل ہوسکیں اور نیز محض اُمّی تھے۔ اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب
آپ چالیس برس کے سن تک پہونچے۔ تو یک دفعہ آپکا دل خدا کی طرف کھینچا
گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں
جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اسی غار میں
آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے۔ تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا
کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہو گئی ہے۔ اسلئے
میں تجھے اپنا رسول کر کے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو تنبیہہ کر کہ وہ عذاب سے
پہلے خدا کی طرف رجوع کریں اس حکم کے سننے سے آپ بڑے ڈرے کہ میں
ایک اُمّی آدمی ہوں۔ اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپکے سینہ
میں تمام روحانی علوم بھر دیئے۔ اور آپکے دل کو روشن کیا گیا۔ اور سب سے پہلے

جو اللہ تعالےٰ کا کلام آپ پر نازل ہوا۔ وہ یہ ہے۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم ط

پڑھ اپنے پرورش کرنے والے کے نام کے ساتھ وہ جس نے پیدا کیا..... انسان کو خون کے لوتھڑے سے تو پڑھ۔ پرورش کرنے والا تیرا مربی۔ تیرا سرپرست تیرا محافظ و مددگار الاکرم ہے۔ جس نے انسان کو علم سکھایا قلم سے اور اس کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اب ایک دانا شخص اس بات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایک مصلح یا ریفارمر کے لئے یہ بات نہائت ضروری ہے۔ کہ اس کا ایک زبردست محافظ اور مددگار ہو۔ جو اس کو تمام مخالفوں اور دشمنوں سے بچائے اور حفاظت کرے۔ کیونکہ اگر اس کی جان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو وہ اپنے پیغام کو پوری طرح سے نہیں پہونچا سکتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ بلغ ما انزل الیك وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمك من الناس۔ اے ہمارے پیارے رسول تو لوگوں کو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اچھی طرح پہونچا دے اور اپنے مخالف وشمنوں سے کوئی خطرہ نہ کر کیونکہ اللہ تعالےٰ تجھے ان لوگوں سے بچائے گا اور ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ دوسرے اس کو علم دیا جانا چاہیئے جس سے وہ رسول لوگوں کو فائدہ پہونچائے اور ان کو جہالت سے نکال کر راہ راست پر لائے۔ اس واسطے جب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدہ نبوت سپرد ہوا۔ تو آپ کو مشکلات دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے آپ نے اپنی کمزوری کا اظہار کر کے حفاظت اور زیادتی علم روحانی کی استدعا کی۔ جو اللہ تعالےٰ نے منظور فرمائی۔ اور فرمایا جاؤ دنیا کو ہماری آیات اور احکام پڑھ کر سنا دو۔ تم کو

ایسا علم دیا گیا ہے جو کبھی کسی انسان کو نہین دیا گیا۔ اور تمہاری حفاظت اور پرورش کرنے والا رب الاکرم ہے جو تمام چیزون کا خالق اور مالک ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز ضرر نہین پہونچا سکتی ہے۔ وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ وہ بڑے رُعب و جلال اور عزت والا ہے اور اس کے عنایات اور عطایا لامحدود ہین۔ کوئی تمہارا مخالف خواہ انسان ہو یا شیطان تم پر غالب نہین آسکے گا اور نہ تم کو ضرر دینے پر قادر ہوگا۔ کیونکہ تم نے رب الاکرم کی گود مین پرورش پائی ہے۔ اب جو شخص اس پیشگوئی اور وحی آلہی کی عظمت کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کی حالت کو مدنظر رکھے دوسری طرف دشمنون کی طاقت اور جوش مخالفت کو دیکھے اور پھر اس بات کو دیکھو کہ یہ وعدہ کس عظمت اور سچائی کے ساتھ پورا ہُوا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہین رہے گا باوجود اُمّی ہونے کے آپ کو قرآن شریف جیسی عظیم الشان کتاب عنائت فرمائی گئی جس کی مثال باوجود بار بار کے تقاضے کے دنیا اب تک پیش نہین کر سکی۔ اور نہ ہی کر سکے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علے عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ وادعوا شھداکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین اور فرماتا ہے۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ یعنے ان منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن وانس یعنے تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے۔ کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہیئے۔ تو ہرگز اس بات پر قادر نہ ہونگے کہ ایسی کتاب انہین ظاہری باطنی خوبیون کی جامع بنا سکین۔ اگر وہ ایک دوسرے

کی بھی مدد کرین۔ اور پھر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ۔ یعنے اس کتاب قرآن شریف سے کوئی دینی حقیقت باہر نہین رہی۔ بلکہ جمیع حقائق و معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ یتلوا صحفاً مطھرۃً فیھا کتب قیمہ۔ یعنے قرآن شریف مین تمام آسمانی صحیفون کا مغز اور لب لباب موجود ہے۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ یعنے یہ قرآن جو تمپر اُتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا۔ تو خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور یہ مثالین ہم اس لئے بیان کرتے ہین کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کرین غرض کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہین سکتا۔ جو پہلے ہی سے قرآن شریف مین درج نہ ہو کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہین کرسکتا۔ جو پہلے ہی سے قرآن شریف نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کبھی دل پر ڈال نہین سکتی جیسا قوی اور پُر برکت اثر لاکھون دلون پر قرآن شریف ڈالتا چلا آیا ہے کوئی کتاب پاک لوگون کی ایسی جماعت پیش نہین کرسکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف ہر زمانہ میں پیش کرتا چلا آیا ہے اور اب کر رہا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے۔ جس مین سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہونچنے کے لئے درکار ہو۔ یہ تو آپکے علم کا تھوڑا سا بیان ہے۔ اب حمایت و حفاظت الٰہی کو دیکھو۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی والی بات آپکے حق مین کیسی پوری ہوئی۔ آپکے اس بات کی اشاعت کرتے ہی کہ مجھے تمام دنیا کی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے اور تمام جہان کی طرف مین اللہ تعالیٰ کا رسول کرکے بھیجا گیا ہون۔ تمام لوگ آپکے دشمن ہو گئے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے رنگ کا مین آپ کی مخالفت کا درپے ہو گیا ہے۔ لیکن تھوڑے

ہی عرصہ مین آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقۂ اطاعت مین آنے شروع ہو گئے اور شریر۔ بدمعاش اور بڑے بڑے دنیا دار لوگ اپنی دنیاداری اور وجاہت کے گھمنڈ پر بڑے بڑے جبہ پوش۔ یہودی اور عیسائی اپنے علم کے گھمنڈ پر آپ کی دشمنی اور تکلیف دینے مین اور بھی بڑھ گئے اور ان لوگون نے اپنے تمام جاہ وحشم اور اپنے تمام مکروفریب اور تمام دنیاوی اسباب کے ذریعہ اس بے سروسامان اور کمزور لیکن رب الاکرم کے بندہ پر حملہ کیا۔ لیکن تمام کو زک اٹھانی پڑی اور خائب وخاسر واپس پھر گئے۔ اور آخر وہی ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تمام عرب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے گونج گیا۔ اور باطل بمعہ اپنی تمام افواج کے فرعون کی طرح عرب کے ریگستان مین غرق ہوگیا۔ اور قوم کے لوگ جو پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیون کی طرح آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ آخر کار یہ کہتے ہوئے آپ کے سامنے گر گئے تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین (اللہ کی قسم ضرور ضرور پسند کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر اور آپ کا مقابلہ کرنے مین ہم ضرور خطاکار تھے) اور وہ جو کہ مسکین۔ غریب یتیم اور تنہا تھا۔ تمام دنیا کا سردار کہلایا اور ایک قلیل عرصہ مین آپ کے پیرو عزت واکرام اور فتح کے جھنڈے اڑاتے ہوئے تمام روئے زمین پر پھیل گئے اور قیصر وکسریٰ جیسے بادشاہون کے ملکون کے وارث ہوئے اور ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کی پیشگوئی ان لوگون کے حق مین ایسی پوری ہوئی۔ کہ کوئی شخص انکار نہین کرسکتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور اللہ تعالیٰ کی ظاہرا تائیدات اور نصرت اور مدد کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسا اثر ہوا۔ کہ ان مین تھوڑے ہی دنون مین ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی۔ کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور پھر مہذب انسان سے باخدا انسان بنے اور آخر خدا تعالےٰ کی محبت مین ایسے محو ہوئے۔ کہ انھون نے ایک بےحس عضو کیطرح

ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع واقسام کی تکالیف سے عذاب دئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانون سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت مین لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھہ کہ ہلاکت تک پہونچائے گئے۔ مگر انھون نے ہر مصیبت کے وقت قدم آگے ہی رکھا اور بہتیرے ان مین سے ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ وہ بچون کے سامنے سولی دئے گئے اور جس صدق سے انھون نے خدا کی راہ مین جانین دین۔ اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلون پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی۔ جو بےکس اور مسکین اور بے زری کی حالت مین مکہ کی گلیون مین اکیلا اور تنہا پھرا کرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی۔ جو ان کو سفل مقام سے اُٹھا کر اوپر کو لے گئی۔ پس اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہین ہو سکتا کہ کیون کر ایک غریب اور مفلس اور تنہا بےکس نے ان کے دلون کو کینیون سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا یہان تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت کے لئے حاضر ہو گئے یہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایسا معجزہ ہے کہ اس کے بعد انسان کو کامل معرفت الٰہیہ کے لئے اور کسی بات کی ضرورت نہین رہتی اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی آیتاً لما بین یدیہا و خلفہا کا کام دیکھتی ہے لیکن فطرتاً انسانی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انسان جلد بھول جاتا ہے اور وہ جو واقعات اس سے پہلے ہو چکے ہین ان سے نصیحت حاصل نہین کرتا اور بعض لوگون کی سیاہ دلی اور غفلت یہان تک پہونچ جاتی ہے۔ کہ یہ لوگ انبیاء کی معجزنما زندگی اور حالات سے انکار کر دیتے ہین۔ اور ظلم اور بے ایمانی سے یہ کہنا شروع

کر دیتے ہین کہ یہ پُرانے لوگون کے قصے ہین۔ خدا جانے کہان تک صحیح ہین اور اگر خدا تعالیٰ جس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے بندون پر ظاہر ہوتا ہے اور خود انا الموجود کی آواز سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ تو اس ہمارے زمانہ مین ایسا کیون نہین کرتا اس واسطے ہمیشہ اللہ تعالےٰ انبیاء کے خلفاء اور مثیل بھیجتا رہتا ہے تاکہ اس غفلت کا وقتاً فوقتاً علاج ہوتا رہے اور وہ لوگ جو ہدائت پانا چاہتے ہین ان کے لئے ہر وقت ہدائت کا سامان مہیّا رہے۔ ہمارے اس زمانہ مین چونکہ کفر کی آواز بہت بلند ہو گئی تھی اور اللہ تعالےٰ کے کلام کرنے سے ہر ایک قوم اور ہر ایک ملت و مذہب کے لوگون نے انکار کر دیا اس واسطے اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور انہون نے جس طرح پہلے نبیون نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا تھا۔ اسی طرح وحی و الہام اور اللہ تعالےٰ کی مقتدر کلام سے جو بڑے بڑے عظیم الشان پیشگوئیون پر مشتمل تھا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا اور آپ کے آنے سے جتنے راستباز اللہ کے پیارے اس سے پہلے گذر چکے تھے سب دوبارہ زندہ ہو گئے اور آپ بل جاء بالحق وصدق المرسلین کے مصداق ہوئے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور کے آریون کے جلسہ مین اپنی معجزانہ زندگی پر اس طرح ریویو فرماتے ہین۔

"ایسا ہی ایک عظیم الشان نشان خدا کا یہ ہے۔ کہ آج سے ستائیس۲۷ برس پہلے مین ایک احدٌ من الناس تھا اور ایسا گمنام تھا کہ صرف چند آدمی ہون گے۔ جو کہ میری صورت کے آشنا ہون گے اور کسی عزت اور وجاہت کا مین مالک نہین تھا ان دنون اسی شہر لاہور مین کئی دفعہ آیا مگر کوئی نہین کہہ سکتا کہ اس نے میری وجاہت کے لحاظ سے خود آکر میری ملاقات کی۔ خاص اس زمانہ مین مَین ایسا تھا کہ گویا کچھ بھی نہ تھا اس بات کے گواہ قادیان مین نہ صرف مسلمان ہین۔ بلکہ آریہ بھی ہین۔ اسی زمانہ مین خدا نے

میرے آیندہ عروج اور شوکت اور جلال کی خبر دی جو ۲۵ سال بعد میری کتاب براہین احمدیہ
مین چھپ کر شائع ہو گئی ۔ جس کو آج پچیس برس گذرے ہین اور وہ پیشگوئی یہ ہے
کہ مین تجھے لوگون کے لئے امام بناؤن گا ۔ یعنی تیرے پیرو ہونگے اور تو ان کا پیشوا
ہو گا وہ ہر ایک دور دراز راہ سے تیرے پاس آئین گے اور انواع واقسام نقد و
جنس تیرے لئے لائین گے مین ایک جماعت کے دلون مین الہام کرون گا ۔ تا کہ وہ
مالی مدد کرین جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور ایک دنیا ہماری طرف رجوع لے
آئیگی ۔ تب یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا ۔ جو آج پورا ہوا اور تجھے چاہیئے کہ
جب خدا کی مخلوق تیری طرف رجوع کرے تو ...... ان سے بدخلقی نہ کرنا اور نہ انکی
کثرت کو دیکھ کر تھکنا ۔ مین اپنی طرف سے دلون مین تیری محبت ڈالونگا تا تو میری آنکھون
کے سامنے پرورش پاوے ۔ سو ایسا ہی ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد خدا نے
میری محبت دلون مین اس قدر ڈال دی ۔ کہ علاوہ مالی مدد کے بعض نے میری راہ
مرنا بھی قبول کیا اور سنگسار کئے گئے ۔ مگر دم نہ مارا اپنی میرے لئے چھوڑ دی
مگر مجھے نہ چھوڑا اور بعض نے میرے لئے دکھ اٹھائے اور صدہا کوس سے ہجرت
کر کے قادیان مین آ گئے اور بعض نے ہزارہا روپیہ میرے سامنے پیش کیا ۔ اور
جس قدر لوگ بیعت کے لئے قادیان مین آئے وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے
+ اور جیسا کہ منی آرڈرون سے ثابت ہو سکتا ہے ایک لاکھ سے بہی زیادہ روپیہ آ
چکا ہے اور اب فقط لنگر خانہ کے خرچ کے لئے قریباً پندرہ سو روپیہ ماہوار آتا
ہے اور جیسا کہ خرچ بڑھتا جاتا ہے ایسا ہی آمدن بھی بڑھتی جاتی ہے اور یہ عجیب
بات ہے ۔ کہ اس کی پیشگوئی کے الفاظ سب کے سب قرآن شریف کی عبارتین ہیں ۔ یہ
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معجزہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے
اور پیشگوئی کے دو پہلو ہین ۔ جو تنقیح طلب ہین ۔ اول یہ کہ آیا یہ صحیح ہے کہ اس

+ اور سب بیعت کرنیوالے شاید تین لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے ۔

زمانہ مین جس پر پچیس برس سے زیادہ مدت گذر چکی ہے ایسا ہی گم نام اور کس مپرسی
مین داخل تھا جیسا کہ مین نے ذکر کیا ہے اور دوسرا امر یہ تنقیح طلب ہے کہ کیا یہ سچ ہے
کہ کئی لاکھہ آدمی نے اب تک بیعت کی ہے اور اکثر ان کے قادیان مین آئے ہین اور کیا
یہ سچ ہے کہ ایک لاکھ یا کچھہ زیادہ روپیہ ابتک آچکا ہے سو پہلا امر تنقیح طلب بہت صاف ہے
کیونکہ اس ضلع اور امرتسر اور لاہور کے علاوہ دوسرے اضلاع مین کوئی شخص دعوے
نہین کرسکتا کہ وہ اطلاع رکھتا ہے کہ اس ابتدائی زمانہ مین یہ عروج اور شہرت اور مالی
فتوحات حاصل تھین - اور خوش نصیبی سے اس بات کے گواہ قادیان کے آریہ بھی ہین -
جنہین سے ایک کا نام شرمپت ہے اور دوسرے کا نام لالہ ملاوامل ہے کیونکہ وہ میرے پاس آ
جاتے تھے اور ان کو میری تنہائی اور گمنامی کا حال خوب معلوم تہا اور جب امرتسر مین
میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی تو اتفاقاً بعض دفعہ وہ میرے ساتھ امرتسر گئے تھے
ایسا ہی قادیان کے تمام باشندے گواہ ہین اور دوسرا امر تنقیح ایسا ہی بدیہی اور صاف ہے
جس سے گورنمنٹ بھی بیخبر نہین وہ یہ کہ تمام پنجاب اور ہندوستان مین ہماری جماعت
پھیلی ہوئی ہے اور ریاست کابل مین بھی ایک کثیر جماعت ہماری ہے اور جیسا کہ
مین نے بیان کیا مالی فتوحات کے لئے سرکاری ڈاک خانہ کافی گواہ ہے اور یاد رہے کہ
یہ پیشگوئی دراصل ستائیس برس کی ہے نہ پچیس برس کی - اور پچیس برس صرف براہین احمدیہ
کے چھپنے پر گذرے ہین اور مدت تک یہ مسودہ التوا مین رہا ہے اس شخص کو اس پیشگوئی کا
مزہ آئے گا - جو ان دونون تنقیح طلب امور کی اول تحقیق کریگا اب مین پوچھتا ہون کہ
کیا اس قدر عظیم الشان غیب انسانی قدرت مین داخل ہے اگر داخل ہے تو دنیا مین اسکی

نظیر کہان ہے ۔"

چونکہ مضمون لمبا ہے اور ایک بلکہ دو تین رسالون مین بھی آنا مشکل ہے اس لئے اس کے ٹکڑے کر دئے گئے مین اس کا دوسرا حصہ انشاء اللہ اگلے رسالہ مین شائع کر دیا جائے گا ۔ ا ۔۔۔

نوٹ

بعض لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے بعض پیشگوئیون پر اعتراض کرتے ہین اور اکثر اور محکم حصہ کو چھوڑ جاتے ہین ان کو چاہیئے کہ ملہمین کی زندگی پر وسیع نظر ڈالدین تو ان کو معلوم ہو گا کہ وہ ہمیشہ اپنے اصل مقصد مین کامیاب اور ان کے مخالف ناکام ہوتے ہین اور آخرت ہمیشہ متقی کے لئے ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

انجمن تشحیذ الاذہان کی تیسری سالانہ رپورٹ

بابت ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء

"یہ وہ رپورٹ ہے جو انجمن کیطرف سے سالانہ جلسہ تشحیذ الاذہان مین پڑہی گئی اور یہ اسجگہ اسلئے درج کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ انجمن کیا کچھہ کر رہی ہے اور قوم ان کے کامون مین کہانتک اعانت کرنی چاہیئے ۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ (جائنٹ ایڈیٹر)"

غالباً آپ سب صاحبان واقف ہون گے کہ انجمن تشحیذ الاذہان کیا چیز ہے اس لئے اس امر پر کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہین ہے ہان مختصراً یہ عرض کیا جاتا ہے کہ دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر مین سالانہ جلسہ کے موقعہ پر باجازت حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تقریر و تحریر مین مشاق کرنیکی غرض سے یہ انجمن قائم ہوئی ہے اور بڑے غور و فکر کے بعد یہ مناسب سمجھا گیا کہ نوجوانان سلسلہ احمدیہ کو تقریر مین مشاق کرنے کے لئے قادیان دارالامان مین اس انجمن کی کثرت سے جلسے دئے جایا کرین۔ جس مین ممبران انجمن کے علاوہ دیگر احباب بھی لیکچر دین اور سنین اور تحریر مین مشاق کرنے کے لئے انجمن کے اہتمام مین ایک رسالہ لکھتے رہین اور اس طرح انکو تحریر مین مشق ہو جائے۔ اس تجویز کے مطابق ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا گیا سنہ ۱۹۰۶ء کے آخر پر جب رسالہ ایک سال شائع ہو چکا انجمن نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو ماہوار کر دیا جاوے۔ چنانچہ اب یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے جس کا نام رسالہ **تشحیذ الاذہان** ہے۔

سنہ ۱۳۲۶ھ مین انجمن نے مندرجہ ذیل کام قابل ذکر کئے ہین۔ اول پندرہ روزہ جلسے دوم۔ اشاعت رسالہ تشحیذ الاذہان۔ سوم۔ دار الکتب احمدیہ کا اجراء۔ اس لئے آسانی کے لئے ان مین سے ہر ایک امر کے متعلق کچھ علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

پندرہ روزہ اجلاس

سال زیر رپورٹ مین ۱۸ جلسے ہوئے ہین کیونکہ بعض دفعہ بعض مجبوریون کی وجہ سے نہین ہو سکے۔ یہ امر کہ ان جلسون سے کیا فائدہ ہوا۔ ظاہر ہے۔ اور آپ ہی صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ کی صاحب کی تقریر سے اندازہ لگا سکتے ہین۔

آپ صاحبان مین سے جنہون نے صاحبزادہ صاحب کی سب سے پہلی تقریر سنی ہوگی وہ اندازہ لگا سکتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب کی پہلی تقریر[1] اور آج کی تقریرین کتنا فرق ہے

---

[1] یہ تقریر گذشتہ پرچہ مین چھپ چکی ہے۔ سکرٹری

نمونہ مین سے آپ صاحبان کے پیش کر دیا ہے اب آپ سب صاحبان تخمینہ لگا سکتے ہین کہ ان جلسون کے کیا فوائد ہین جن کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے۔

(۲) اشاعت رسالہ تشحیذالاذہان

گذشتہ سال مین رسالہ بعض وجوہات سے بیوقت نکلتا رہا اور انتظام رسالہ مین بعض نقص تھے۔ جن کے رفع کرنے کے لئے گذشتہ سالانہ جلسہ مین وعدہ کیا گیا تہا۔ خدا تعالےٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ہمین وعدہ پورا کرنے کی توفیق دی آپ صاحبان مین سے بہت سے احباب کو جو رسالہ کو خریدتے یا پڑہتے ہین۔ معلوم ہوگا کہ امسال زیر رپورٹ مین رسالہ کا انتظام بہت اچھا رہا ہے۔ رسالہ عمدگی سے چھپتا رہا اور وقت پر شائع ہوتا رہا سال گذشتہ کے وعدہ کے مطابق انجمن تشحیذ الاذہان نے رسالہ کو ہر طرح مفید بنانے کی کوشش کی اور جہان تک ہوسکا اس کی طرف توجہ کی گئی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراض مین حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے ایک بڑا بسوط مضمون لکھا۔ جو ایک ہی نمبر مین شائع ہؤا۔

مضامین رسالہ۔ اس رسالہ کے مضامین کی عمدگی کے لئے اس سے بڑھ کر کیا امر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ موافقین کے علاوہ مخالفین نے بہی اس کو پسند کیا ہے چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے ایک مضمون سالم کا سالم اپنے پرچہ مین نقل کیا ہے۔ جس کا ہیڈنگ "کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے"ہے از قلم صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب! ایک عظیم الشان انقلاب حقانیت اسلام بجواب نو اسلام۔ محمود اور محمدی مسیح کے دشمنون کا مقابلہ۔ حضرت اقدس کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب مین لکھا گیا تہا۔

حضرت اقدس کی وفات پر بعض اخباروں کی رائے اور عصر جدید کا جواب - ڈائری و مکتوبات -

از قلم حافظ عبد الرحیم صاحب - عید اضحےٰ - کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے قدرت ثانیہ (بجواب تجلی) حیدر آباد دکن مین سیلاب -

از مولوی فضل دین صاحب - حل چیستان ۲

از مولوی عبد السلام صاحب ساکن کاٹھ گڈھ - گائے کا اندیشہ - یسوع کی ناکامی

از بابو برکت علی صاحب ساکن شملہ - حقیقت معجزہ -

آمد و خرچ رسالہ سال زیر رپورٹ مین چونکہ خاص طور پر رسالہ کو مفید بنانے کی کوشش کی گئی تہی اس لئے بعض موقعوں پر بہت سے زائد اخراجات اٹہانے پڑے - مثال کے طور پر یہ عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جب مخالفین نے اعتراض کئے - تو انجمن نے فی الفور قومی خدمت کو اپنا فرض سمجھ کر ایک بڑا بسیط مضمون شائع کیا جس پر معمولی اخراجات سے یکصد روپیہ کے قریب زائد اخراجات ہوئے کیونکہ یہان جلدی مین تیار نہ ہو سکتا تہا - ایک آدمی کو لاہور مین خاص انتظام کے لئے بہیجا گیا اور اس طرح بہت کچھ خرچ کرنا پڑا پہر ایک موقعہ پر کسی صاحب کی تحریک پر کہ چونکہ انجمن تشحیذ الاذہان کا ہر ایک کام دین کے لئے ہوتا ہے اور چونکہ دین اسلام سے بیرونی کوشش ہی سے ایک خاص تعلق ہے اس لئے قمری مہینون کے مطابق یہ رسالہ شائع ہونا چاہیئے انجمن نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو قمری مہینون کے

مطابق شائع کرنا شروع کر دیا۔ جس سے انجمن کو ایک ماہ کے زائد اخراجات کا متحمل ہونا پڑا۔ اس طرح پر خرچ آمد سے بڑھ رہا ہے۔ رسالہ کی آمد سال زیر رپورٹ میں مبلغ للعہ۲۴ کے قریب آمد ہوئی اور مبلغ للعہ کے قریب خرچ ہُوا۔ ابھی پرچہ نمبر ۱۲[ف] کے اخراجات اس میں شامل نہیں ہیں۔ اس حساب سے قریباً مبلغ ۶۰ کی کمی رہی۔ اس کمی کی صرف یہ وجہ نہیں ہے جو میں نے اوپر ذکر کی ہے۔ بلکہ ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خریداروں کی طرف قریباً اتنی ہی رقم باقی ہے۔

صاحبان! آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جس رسالہ کی اتنی محدود اشاعت ہو۔ اور ہر سال مبلغ ۶۰ روپیہ کا نقصان پڑے تو یہ نقصان کس طرح پورا ہو سکتا ہے اور یہ نقصان صرف ۶۰ روپیہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ابھی اس میں نمبر ۱۲ کا خرچ بھی...... شامل ہونا ہے۔ لہذا اس امر میں انجمن کو آپ کی اعانت کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

(۳) دار الکتب احمدیہ

سال زیر رپورٹ میں انجمن تشحیذ الاذہان نے ایک کتب خانہ کھولا ہے جس کیلئے قوم کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے

ف۔ پرچہ نمبر ۱۲ پر مبلغ ۵۰ روپیہ کے قریب خرچ ہُوا ہے اور اگر اس کمی کو مبلغ ۶۰ روپیہ سے ملایا جاوے تو گویا سال زیر رپورٹ میں مبلغ [illegible] روپیہ رسالہ کو نقصان رہا

مرکز قادیان دارالامان میں کتنی بڑی لائبریری کی ضرورت ہے، اور یہ کام عالی حوصلہ احباب کی مدد کے بغیر مشکل ہے۔ دار الکتب کے لئے حضرت اُمُّ المؤمنین نے ایک بڑا وسیع مکان انجمن کو بنوا کر دیا ہے۔ جس کے لئے انجمن آپ کی از حد ممنون ہے۔ حضرت امیرالمؤمنین نے عـــہ اور اپنا کتب خانہ اس انجمن کو دینے کا وعدہ فرمایا ہے اسی طرح پر نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے اس مد میں مبلغ صـــہ روپیہ دیئے اور کتب کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس مد میں ایک بڑی رقم عنایت فرمائی۔ ان کے علاوہ صاحبزادہ میرزا بشیر احمدؐ صاحب، میر محمد اسحٰق صاحب، حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے چندہ عنایت کیا۔ مفتی محمد صادق صاحب اور عبد المحی صاحب نے کتب عنایت فرمائیں اور شیخ یعقوب علی صاحب نے کتابیں دینے کے علاوہ الحکم کے سالقہ بیش بہا اخباروں کے فائل عنایت فرمانے کا بھی وعدہ کیا ہے صدر انجمن احمدیہ نے اپنے بک ڈپو کی تمام فروختنی کتب کی ایک ایک جلد عنایت کی ان کے علاوہ اور بھی بہت سے احباب نے مدد دی ہے۔ جن میں سے ہر ایک کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کیا جاتا۔ انجمن ہر ایک صاحب کی تہ دل سے شکر گذار ہے اور امید کرتی ہے کہ آپ صاحبان اس کام میں مدد فرمائیں گے۔

کتب خانہ میں سلسلہ احمدیہ کی قریباً تمام کتابیں موجود ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ چونکہ یہ ایک قومی کام ہے اس لئے ان تمام احباب کی خدمت میں جنھوں نے کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں یا جو آئندہ تصنیف کرنا چاہتے ہیں۔ عرض ہے کہ براہ مہربانی اپنی اپنی کتاب کی ایک ایک کاپی بھیج کر ممنون فرمائیں۔

شکریہ

انجمن ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتی ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً انجمن کو کسی طرح مدد دی ہے سب سے بڑھکر حضرت امیر المومنین کا جو اس انجمن کے مربی ہیں جنہوں نے خود انجمن کے کاموں میں حصہ لیکر ہماری حوصلہ افزائی کی اور ہر طرح سے ہماری مدد کرتے رہے آپ کے بعد حضرت ام المومنین کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے دفتر اور کتبخانہ کے لئے ایک مکان چھ سو روپیہ کے قریب خرچ کر کے بنوا دیا اور اس سے انجمن کو بہت بڑی امداد ملی آپ کے بعد نواب محمد علیخان صاحب ہیں جنہوں نے ۵۰ر اپنی گرہ سے دینے کے علاوہ کتابوں کی دینے کا بھی وعدہ فرمایا آپ کے بعد حضرت مولوی محمد علیخان صاحب ہیں جو اپنے مفید مشوروں سے وقتاً فوقتاً مستفید کرتے رہے آپ کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب قابل شکریہ ہیں جنہوں نے رسالہ تشحیذ الاذہان کے متعلق اپنے اپنے مفید ریویو کیئے اور اپنے مفید مشوروں سے انجمن کی مدد کرتے رہے پھر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے ممبران انجمن اور خریداران رسالہ مہیا کئے انکے علاوہ وہ احباب بھی قابل شکریہ ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً خطوط لکھکر ہماری حوصلہ افزائی کی مثلاً مرزا محمد افضل بیگ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ قصور ضلع لاہور اور منشی عبد الخالق صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مظفر نگر بالآخر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح ہماری امداد کی جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاتمہ رپورٹ

رپورٹ کے آخر پر اس امر کا بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ آئندہ سال انجمن کا کام کن کن احباب کے سپرد ہوگا - اور آئندہ سال کے لئے بجٹ کیا تجویز ہوا ہے۔

عہدیداران انجمن برائے ۱۳۲۷ھ

انجمن تشحیذ الاذہان نے سنہ ۱۳۲۷ھ کے لئے مندرجہ ذیل عہدہ داران تجویز کئے ہیں

(۱) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب - پریذیڈنٹ انجمن

(۲) افسر کتب خانہ (۳) ایڈیٹر رسالہ

(۲) حافظ عبد الرحیم صاحب (۱) سکرٹری (۲) ناظر انجمن (۳) جائینٹ ایڈیٹر رسالہ

(۳) شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی (۱) جائنٹ سکرٹری (۲) اسسٹنٹ ایڈیٹر

(۴) منشی عبد الخالق صاحب جائینٹ مینجر رسالہ

(۵) منشی اکبر شاہ خان صاحب نائب افسر کتب خانہ

(۶) پیر مظہر قیوم صاحب محاسب

(۷) شیخ عبد الرحمن صاحب سابق لاہوری افسر و منتظم اجلاس پندرہ روزہ

(۸) منشی محمد اشرف صاحب امین

بجٹ سالانہ

انجمن تشحیذ الاذہان نے سنہ ۱۳۲۷ھ کے لئے مندرجہ ذیل بجٹ تجویز کیا ہے۔

(۱) تخمینہ بجٹ خرچ سنہ ۱۳۲۷ھ حسب ذیل ہے

مد کلاں	مد خورد	تفصیل	خرچ — تفصیل	خرچ — مد خورد	خرچ — مد کلاں	کیفیت
رسالہ					۱۴۸۴	
	عملہ			۳۴۰		
		محرر	۲۴۰			
		چپڑاسی و دفتری	۱۰۰			
	طبع رسالہ			۷۰۰		
		کاغذ	۳۰۰			
		چھپوائی	۲۵۰			

(۱) تخمینہ بجٹ خرچ سنہ ۲۷-۱۳۲۶ف حسب ذیل ہے

مد کلاں	مد خورد	تفصیل	خرچ: تفصیل	خرچ: مد خورد	خرچ: مد کلاں	کیفیت
		کتابت	۱۵۰			
	سائر خرچ			۱۸۸		
		دفتر مینیجر	۷۵			
		دفتر ایڈیٹر	۱۸			
		دفتر سیکریٹری	۲۵			
		دفتر محاسب	۷۰			
	ٹکٹ روانگی رسالہ			۱۸۰		
	اسباب			۵۰		
	کتب و اخبارات رسالہ			۲۵		
کتب خانہ					۴۹۰	
	عملہ کتبخانہ	چپراسی وغیرہ	۶۰	۶۰		
	کتب			۳۰۰		
		خرید کتب جدید	۲۵۰			
		مرمت کتب سابقہ	۵۰			
	اسباب			۵۰		
	کرایہ			۶۰		
	سائر و متفرق			۲۰		

(کل میزان جمع ۱۹۷۳ ایکہزار نو سو تہتر روپیہ صرف)

(ب) تخمینہ بجٹ آمد سنہ ۱۳۲۷ھ حسب ذیل ہے۔

مد کلاں	مد خورد	آمد — مد خورد	آمد — مد کلاں	کیفیت
رسالہ			۱۵۰۰	
	فروخت رسالہ	۱۳۰۰		
	چندہ ممبری			
کتب خانہ	امانت لائبریری	۵۰۰	۵۰۰	

کل میزان ۲۰۰۰ (دو ہزار روپیہ)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والسلام۔ (سکرٹری)

یہ بجٹ از ابتدائے ذو الحجہ سنہ ۱۳۲۶ھ لغایت آخر ذو الحجہ سنہ ۱۳۲۷ھ یعنی تیرہ ماہ کا ہے۔

سکرٹری

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر پرنٹر چھپکر شائع ہوا

اور باشندگان قادیان کو خوش رکھنا یہ ایسی باتیں نہیں کہ جنکو آپکے ہمعمر نوجوان کا مجمع یعنی انجمن تشحیذ الاذہان کبھی فراموش کر سکے گو آپ آنکھوں سے دور ہونگے مگر دل سے ہرگز دور نہ ہونگے گو آپ قادیان کے صحن بورڈنگ اور کرکٹ فیلڈ میں چلتے پھرتے نظر نہ آئینگے مگر آپ لوگونکی صورتیں ہماری آنکھوں میں ضرور پھرتی رہینگی گو آپسے ہر وقت ملاقات کے موقعے ہمکو میسر نہ رہینگے لیکن یقین ہے کہ نصف الملاقات سے آپ ہمکو ضرور مسرور کرتے رہینگے اس بات کو کون نہیں جانتا کہ دنیا میں ہمارے قومی سکول تعلیم الاسلام کی بڑی عظمت ہے۔ آپ لوگ اس سکول کے گل سرسبد ہیں دیگ کے تمام چاولوں کا اندازہ کرنیکے لئے ایک یا چند ہی چاول دیکھے جاتے ہیں کہ کیسے تیار ہوئے ہیں پس جو لوگ یہاں سے رخصت ہونیوالے اور دنیا میں اپنے اثرات کو پھیلانیوالے ہیں وہ دیگ کے انہیں چند چاولوں کی مانند ہیں ایک پست فطرت اور بیوفا اور رذیل انسان کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اپنے کام سے کام اور اپنے مطلب و نفع سے غرض اس بات کا خیال رکھنے سے کیا فائدہ کہ تعلیم الاسلام بدنام ہو یا نیکنام لیکن ایک شریف الطبع اور باغیرت و باوفا ہرگز ہرگز ایک منٹ کیلئے بھی اس پاجیانہ اور سفیہانہ خیال کو اپنے دل کے کسی گوشہ میں جگہ دے نہیں سکتا۔ اسجگہ مذہبی تعلقات کا ذکر کرنیکی ضرورت اسوجہ سے نہیں معلوم ہوتی کہ ممکن ہے کہ آپ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوں جو ہمارے مذہبی سلسلہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں اور ہمارے عقائد و خیالات کے ہم آہنگ نہ ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایک با اخلاق انسان سے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ جس ہانڈی میں کھائے اسی میں چھید کرے؟ ہمکو یقین ہے اور کامل یقین ہے کہ آپ لوگ قادیان اور قادیان کے دار العلوم تعلیم الاسلام کی لاج رکھنے والے اور اپنے ماسٹروں اور مدرسوں کے نام روشن کرنیوالے اور یہاں کی اخلاقی تعلیم نہ بھلا دینے والے ہونگے استعذر کئے نہیں کہا جاتا کہ آپ لوگوں میں اکثر ایسے ہیں۔ جو روحانیت کے ایسے اعلیٰ مدارج پر پہونچے ہوئے ہیں کہ جسوقت مخلوق خدا میٹھی نیند کے مزے لیتی ہوئی ہوتی ہے وہ نماز تہجد کے لئے ٹھنڈے پانی سے وضو کرکے اور اپنے مصلوں پر جناب باری کے آگے راز و نیاز یعنی نماز میں مصروف ہوتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ لوگونکی قوت قدسیہ کالج کی مادہ پرست سوسائٹیوں سے مغلوب ہوجاتی ہے۔ یا دوسرے مادہ پرستونکو خدا پرست بناتی ہے شیخ سعدی رحہ نے ایک قطعہ لکھا ہے کہ؎

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ ۔ بشکست عہد صحبت اہل طریق را ۔ گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود ۔ تا کردی اختیار ازاں این فریق را

گفتم او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ۔ وین جہد میکند کہ بگیرد غریق را ۔ پس اسوقت تو آپ گلیم خویش بدر میبرند ہوں کے مصداق تھے

اب یہ دیکھنے کا وقت آیا ہے کہ آپ کتنے ڈوبتے ہوؤں کو بچاتے ہیں ہمارے اس اسکول کی جسقدر شہرت ہے اسی قدر ہمارے اسکول سے نکلنے والوں کو مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا اور قسم قسم کے سوالات کا جواب دینا پڑتا ہے یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ انٹرنس کا امتحان دینے کے بعد ہی استقلال و شجاعت اور استقامت و عقد ہمت کا امتحان بھی ضرور دینا پڑتا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ سے درد دل کیساتھ دعا مانگتے ہیں کہ وہ آپکو دونوں امتحانوں میں کامیاب کرے خدا کرے آپ میں سب ہی ایسے ہوں جو یہ کہنے اور کرکے بھی دکھانیوالے ہوں کہ ما نہ آں کو ہکنیم کہ گرکار افتند ؎ از خروشے بشگافیم دل خارا ؛ تشحیذ الاذہان نوجوانوں کی انجمن ہے اور آپ جیسے ذی حوصلہ اور باعلم اور جفاکش نوجوانوں سے تشحیذ الاذہان کو بڑی بڑی امیدیں ہیں دیکھئے آپ لوگ یہاں سے جدا ہو کر کہاں تک اس اپنی انجمن کا خیال رکھتے ہیں اور کسقدر دلچسپی لیتے ہیں انجمن آپ لوگوں کو اپنا قیمتی دوست سمجھتی ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ ہر وقت ہمدردی کے لئے مستعد رہنے والی ہے غرضیکہ تعلقات اور مودت اور اخوت کا رشتہ آپکے اختیار میں ہے خواہ آپ اسکو مضبوط کریں یا توڑ دیں ۔

چنین کہ نخل بلند است و ناپدید ؛ ز میوہ تا نہ فتد خود ز شاخسار چہ حظ

عریضہ

ممبران تشحیذ الاذہان ۔ بقلم اکبر شاہ خان ممبر تشحیذ الاذہان ۲۵ فروری ۱۹۰۶ء

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی بہ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا

Digitized by Khilafat Library

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون
بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ۝

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے
اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں۔

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

قادیان

نمبر ۴	ایڈیٹر۔ صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب	جلد ۴
مطابق اپریل ۱۹۰۹ء	فہرست مضامین	بابت ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خدمت اسلام ۸۱–۱۰۸
مذہب ۱۰۹–۱۱۱
کیا بغاوت اسلام کا خمیر ہے صفحہ
ریویو معہ شکریہ
اشتہار علم معترضین کی اطلاع کے لئے ٹائٹل پیج صفحہ الف
رسیدات زر صفحہ ج

چوہدری فتح محمد صاحب متعلم بی۔اے کلاس لاہور
جائنٹ ایڈیٹر
شیخ عبد الرحمن صاحب نومسلم لاہوری
نائب افسر دار الکتب احمدیہ
سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان
محاسب انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبد الرحیم مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ہجری المقدس کو قادیان سے شائع ہوا۔

قیمت سالانہ ... سے ... اور طلباء ... ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار عام معترضین کی اطلاع کیلئے

انجمن تشحیذ الاذہان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ مین جس قدر مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سید و مولےٰ جناب عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہین یا کچھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق نکتہ چینیان کر رہے ہین یا جو کچھ بانئے سلسلہ عالیہ کی ذات اور آپ کے الہامات اور الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں مین شبہات اور وساوس ہین ان سب اعتراضات کو رسالہ تشحیذ الاذہان مین معہ انکے جوابات کے شایع کیا جایا کرے لہذا عام طور پر تمام عیسائیون اور ہندوؤن اور آریون اور یہودیون اور مخالف الرای مسلمانون وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہی کہ ہر شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سید اور مقتدا خیر الرسل کی نسبت یا خود سلسلہ عالیہ اور اسکے بانی کی نسبت کچھ اعتراض رکھتا ہو تو اگر وہ طالب حق ہی تو اسپر لازم و واجب ہے کہ وہ خوشخط قلم سے تحریر کر کے خاکسار مشتہر کے پاس بھیجدے تا ان تمام اعتراضات کا بالترتیب مفصل جواب دیا جاوے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؏

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور

خدمت اسلام

(سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ ماہ صفر المظفر ۱۳۲۸ھ)

[انجمن تشحیذ الاذہان کے مایہ ناز ممبر چوہدری فتح محمد صاحب کے منہ سے جھڑے ہوئے پھول اور کانِ قلم سے نکلے ہوئے جواہرات جو تشحیذ الاذہان کی گذشتہ اشاعت کی کشتی میں لگا کر ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے سے باقی رہ گئے تھے وہ اب پیش کئے جاتے ہیں خدا کرے ہم میں بہت سے چوہدری فتح محمد پیدا ہو جائیں جن کے پہلوؤں میں نرم دل اور دلوں میں درد اور درد میں دعا اور دعا میں اثر ہو۔ (آمین) ایڈیٹر]

اس طرح منکرین وجود الٰہی و منکرین الہام و وحی پر حجت پوری کر کے آپ عیسائیوں اور آریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور عقلی اور نقلی دلایل اور اپنی استمراری کوششوں اور دعاؤں ہی اُنکا ایسا سر کچلا کہ اب ان دونوں دشمنوں کو بجائے اسکے کہ اسلام پر حملہ آور ہوں خود اپنی ہی فکر پڑ گئی ہے خواہ عام لوگ اسوقت اسبات کو چھپائیں مگر بیدار دلوں نے اسبات کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے کہ یہ دونوں مذہب ایسے زخم خوردہ شکار کی طرح ہیں

جسکا شکاری اگر تعاقب بھی نہ کرے تو بھی خود بخود اپنے زخموں میں گھل گھل کر مرجائیگا۔
اول ہی اول جب ان لوگوں سے بحث شروع ہوئی تو الٰہی کتاب کے بعض معیار ان کے سامنے پیش کئے گئے جن سے نہ تو وہ انکار کر سکتے تھے اور نہ اپنی کتابوں کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر سکتے تھے چنانچہ عبداللہ آتھم سے بحث کرتے وقت آپ فرماتے ہیں "آسمانی کامل کتاب کا ایک یہ نشان ہے کہ وہ اپنے دعووں اور دعویٰ کے دلائل خود پیش کرے تا اس حی قیوم کی کتاب دوسرے کے سہارے کی محتاج نہ ہو اگر وہ کتاب اعلیٰ صداقتیں پیش کرے۔ تو صداقتوں کے دلائل بھی آپ دے اور اگر کسی بطلان کا بیان کرے تو وجوہ بطلان بھی اپنے دلائل ہی سے بتا دے" پھر اپنی تمام بحث میں اسی اصول کو برتا اور قرآنی آیات سے اس بات کا ثبوت دیا کہ قرآن شریف واقعی اس معیار کے مطابق من جانب اللہ ثابت ہوتا ہے لیکن مد مقابل ایک لمحہ کے لیے بھی اس معیار کے مطابق نہ چل سکا اور اس میدان کا مرد نہ بن سکا اسنے اپنی کمزوری اور اضطراب سے ظاہر کر دیا کہ وہ آگے بحث چلانے کے بالکل نہ قابل تھا اور نہ کوئی عیسائیوں میں سے عبداللہ آتھم کا خلیفہ پیدا ہوا جو اس سیاہ داغ کو عیسائیت کے منہ پر سے دھو سکے اور نہ آئندہ ہوگا یہ واقعی سچ ہے کہ کوئی کتاب بائیل وید یا کوئی اور اس معیار میں قرآن شریف کے ساتھ پوری نہیں اتر سکتی والحمد للہ علیٰ ذالک۔ الٰہی کتاب کا دوسرا معیار یہ ٹھہرایا کہ اس میں ایک زبردست قوت ہو جو اپنے پیروی کرنیوالوں کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دے اور وہ اسطرح ہے۔ کہ جب ایک انسان کامل طور پر کلام الٰہی کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالے اس ایمان غیب کے بدلہ میں خود اسکے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اور خدائی تائیدات معجزات کے رنگ میں اسکو دکھائی دیتی ہیں اللہ تعالےٰ اپنے اسلام کے ذریعہ سے غیبی امور پر اسکو اطلاع دیتا ہے اور پھر آنحضور نے اپنے وجود کو پیش کر کے ثابت کیا کہ قرآن شریف کسطرح اصل غرض کتاب اللہ کو پورا کرتا ہے اور کتابیں بالکل اسبات سے قاصر ہیں کیونکہ نہ تو

وہ اپنی پیروی کرنیوالوں کو ایسا وعدہ دیتی ہین اور نہ اسلام کے سوائے کسی اور مذہب مین تازہ بتازہ نشان دکھلائے جاتے ہین اور پھر قرآن شریف اللہ تعالیٰ کے صفات و اسماء پر ایسی خوبی سے بحث کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ۔ محبت اور خشیت انسان کے دل مین بیٹھ جاتی ہے اور بے اختیار انسان اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے پھر آپنے عیسائیوں کے مقابلہ مین وفات مسیح کا مسئلہ پیش کیا ہے حضرت مسیح کا بجسد عنصری زندہ ماننا عیسائیوں کے عقیدہ کی بہت بڑی تائید تھی مسیح کو حی قیوم خدا کی طرح حی قیوم مانا گیا تھا اس سے پہلے عیسائی بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ تمہارا نبی مٹی مین ملگیا ہے ۔ اور ہمارا نبی زندہ ہے ایک یہ مسئلہ اور دوسرا حضرت مسیح کی معصومیت کا مسئلہ یہ دونوں باتیں ایسی تھیں کہ اس سے یہ لوگ مسیح کی خدائی ثابت کیا کرتے تھے اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی گستاخی کیا کرتے تھے اور بڑی گندی گالیاں دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو ان باتوں کا کوئی جواب نہیں سوجھتا تھا آپنے یہ ثابت کر کے کہ تمام نبی ایک طرح زندہ ہی ہیں خاص مسیح مین کوئی خصوصیت نہیں اور تمام نبی معصوم ہیں مسیح میں کوئی خصوصیت نہیں ہاں اگر ہے تو ہمارے سید و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اس معاملہ کے متعلق ۱۸۹۰ء میں کارروائی شروع کی آپنے وہ طریق اختیار کیا جو ابتک کسی کو نہیں سوجھا تھا آپنے معقول طور پر قوم کے سمجھانے کے لیئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کیں اور پے درپے متواتر تحریریں لکھیں کہ اسوقت تک اشتہارات اور اوراق کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے ۔ اور اس بات کی یہانتک اشاعت ہوئی کہ ان پڑھ دیہات مین اور متمدن قصبات مین غرض ہر ایک متنفس کی زبان پر چڑھ گیا اور زمین و آسمان تک شور پڑ گیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مر گیا مر گیا اور کسی کے جلائے سے وہ اب جی نہیں سکتا اور ریاسات مین یہانتک بحث کی کہ عام مولوی لوگوں جنکی

بابت مشہور ہے کہ "مولوی آن باشد کہ پند نہ شود") کو بھی آخر بڑی حسرت سے کہنا پڑا۔ کہ اچھا ہمنے مانا کہ مسیح مر گیا تم اپنے مسیح موعود ہونیکا ثبوت دو" اور اپنے مریدوں میں عام طور پر شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں سے کوئی وفات مسیح پر بحث نہ کرے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سر سیّد بھی مسئلہ وفات مسیح کے قائل تھے اور انہوں نے بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے لیکن یاد رہے کہ سر سید کے اس مسئلہ پر بحث کرنے اور مسیح موعود کے اس مسئلہ پر بحث کرنے مین وہی فرق ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید اور دوسرے بعض عرب داناؤں کی توحید مین فرق تھا ہر ایک عقلمند شخص اس فرق کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ سر سید احمد صاحب نے جہان اور معجزات کا انکار کیا ٹھیک اسی رنگ مین حیات مسیح سے بھی انکار کر دیا جبکا عام مسلمانوں پر کوئی اثر نہ تھا حضرت مولٰنا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اسبات کو کھول کر یوں بیان فرماتے ہین۔ سر سید کا مسئلہ توفی کی نسبت بحث کرنا چونکہ دینی سچی غیرت اور نبیوں اور صالحوں کیسے عزم اور ایک ظلم عظیم کی بیخ کنی کے لیے پوری عقد ہمت اور اسلام کو دین باطل پر غالب کرنیکی بیقرار کر دینے والی غیرت کے تقاضا پر مبنی نہ تھا لہذا انھوں نے عام حکیمانہ رنگ مین اور عام سرسری طور پہ اس مسئلہ کو عام قانون قدرت کیساتھ موافق کرنیکے لئے معقول بحث کر دی اور سید صاحب نے اسپر قایم رہنے کے لئے کوئی استقلال نہیں دکھایا اور نہ اسکی اشاعت کی ہمت انہیں لگی اور نہ انہوں نے بجز تفسیروں کے محدود دائرے کے کسی اور وسیع تحریروں کے ذریعہ اسکو شائع کیا اور پھر علاوہ ان نقصوں کے جو سید صاحب کی بحث میں پائے جاتے ہیں یہ ہے کہ انہوں نے مسلمات اسلامیہ کو مد نظر نہیں رکھا اور لغت عرب اور دواوین عرب اور نصوص قرآنیہ اور نصوص حدیثیہ کی بنا پر اسبارہ مین بحث نہیں کی لیکن اپنے خیالات کو صرف فلسفیانہ دائرہ مین محدود رکھا ہے اور بالخصوص بڑا اور نا قابل در گذر نقص یہ ہے کہ مسئلہ توفی کو عام مسلمانوں کے ذہن مین راسخ کرنے اور انکو کلمہ توحید

پڑھانے میں انھوں نے کچھ بھی کوشش نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو بسبب کوتاہ اندیشی اور ناعاقبت اندیشی کے مہتم بالشان نہیں سمجھا!

بخلاف اسکے حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے اثبات کے لیے وہ جوش حقانیت دکھایا اور فوق عادت استقلال دکھلایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح میں پائی نہیں جاتی آجتک فارسی عربی اور اردو زبان میں بہت سی کتابیں اور اشتہار اس مسئلہ کے متعلق شایع کئے کوئی اشتہار ایسا نہیں جس میں وفات مسیح پر بحث نہ کی ہو مخالفین نے دھمکیاں دیں اور منصوبے باندھے گورنمنٹ کو ابھارا فتوے لگائے گر وہ مرد میدان ذرا نہیں جھکا اور مطلق نہیں ڈرا اور اثبات میں روز بروز ترقی ہی کرتا گیا پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اپنے طور پر کسی اصلاح کا بیڑا اٹھانا اور بات ہے اور خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنا جدا بات ہے اور مامور من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کر سکتا ہے اور نہ وہ کہ جس کی بنا جذبہ نفسانیت پر یا عادت پر ہو سو میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ اب عیسائیوں کا خدا مر گیا کسی کے زندہ کرنے سے وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا صلیب ٹوٹ گئی اور کسی کے جوڑنے سے نہیں جڑ سکتی" لودی صاحب مرحوم جو بات فرماتے ہیں بالکل سچ ہے اور کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا خود ہماری جماعت کے آدمیوں نے بذریعہ خطوط اور زبانی پادریوں سے پوچھا ہے تو انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح معمولی آدمیوں کی طرح مر گیا ہے تو ہمارا مذہب بھی ساتھ ہی مر گیا کیونکہ اس سے صلیب کفارہ اور مسیح کی دوبارہ زندگی وغیرہ کے تمام مسائل غلط ثابت ہو جاتے ہیں میں نے خود ایک بڑے پکے مشنری ہیو صاحب کی کتاب میں جہاں وہ عیسائیت کی موجودہ حالت پر ریویو کرتے ہیں پڑھا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم عقلی دلائل سے عیسائیت کے اصولوں کو ثابت نہیں کر سکتے لیکن جب تک محققین تاریخی رنگ میں یہ نہ ثابت کر دیں کہ نہ مسیح صلیب

پر مرا نہ پھر زندہ ہوکر بجسم عنصری آسمانوں پر چڑھا تب تک انکا حق نہیں ہے کہ ہمیں عیسائیت کے چھوڑنے پر مجبور کریں اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہوجائے ہم عیسائیت کو مانتے رہینگے انکی عبارتکا اصل ترجمہ یہ ہے " اگر وہ واقعات جنکے مطالعہ مین یہ لوگ لگے ہوئے ہیں صحیح واقعات نہیں ہیں اگر مسیح سولی نہیں دیا گیا اور مردوں سے پھر زندہ ہوکر نہیں اٹھا اور خدا باپ کے پاس آسمانوں کو نہیں چڑھ گیا تو پھر کوئی الہام بھی نہیں ہوا۔ اور عیسائیت ان لوگوں کے حملوں کے نیچے یا انکے بعد آنیوالے لوگوں کے حملوں کے نیچے تمام جھوٹوں کیطرح ضرور ضرور تباہ ہوجائے گی اگر مسیح کی زندگی موت دوبارہ زندگی اور صعود تاریخی رنگ مین ثابت نہ ہوں تو عیسائیت کو جھوٹا سمجھکر چھوڑ دینا چاہیئے" اب ہمارے امام علیہ الصلوۃ و السلام نے مسیح علیہ السلام کی صرف وفات کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ قرآن شریف انجیل اور تاریخی دلایل سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر سرینگر محلہ خانیار مین موجود ہے اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰؑ معمولی نبی تھے اور دوسرے نبیوں کی طرح فوت ہوئے اور زمین میں مدفون ہیں تو الوہیت مسیح تثلیث کفارہ وغیرہ۔ تمامسہ باطل ہوگیا اور انکی وفات کے ثابت ہونیسے عیسائیت کا بھی خاتمہ ہوگیا اور اس طرح آپنے معقول طور پر عیسائیت کا جھوٹا ہونا ثابت کردیا۔ دوسری راہ جو آپنے اختیار کی وہ روحانی حملہ ہے اور وہ اس پہلے حملے سے زیادہ سخت اور باطل کی بیخکنی کے لیئے زیادہ موثر ہے اس سے آپنے ثابت کردیا کہ روحانی برکات اور آسمانی تائیدات اور اللہ کی نصرت بھی اسلام ہی کے ساتھ ہے اور اسلام ہی مین ہوکر انسان اللہ تعالےٰ کی سچی محبت اور کامل عرفان حاصل کرسکتا ہے اور اللہ تعالےٰ کیساتھ اسی دنیا مین سچا تعلق پیدا کرسکتا ہے اور عیسائی اور عیسائیت اسبات سے بالکل خالی ہین اور تمام لاف و گزاف نری منہ کی باتیں ہیں۔ ان روحانی تاثیرات مین پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یورپ اور امریکہ مین عیسائیت سے ارتداد اور مذہبی کھلبلی ہے جب محمدؐ

کے زمانہ میں عربوں کی طبیعت میں خود بخود ہی بت پرستی کے برخلاف سوالات پیدا ہونے لگے تھے اور طبیعتیں بتوں کی پوجا سے بیزار ہو چلی تھیں اسی طرح اس بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات اور دعاؤں سے یورپ کے لوگ عیسائیت سے بیزار ہو رہے ہیں اور طبائع میں سچائی کی تلاش کی طرف تحریک ہو رہی ہے اور وہ وقت قریب آگیا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں سچائی پھیلجائے دوسری بات ڈپٹی عبد اللہ آتھم اور امریکہ کے جھوٹے نبی ڈوئی کی موت ہے جو آپکے مقابلہ میں آکر واقع ہوئی جب آنحضور عبد اللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں بحث کر رہے تھے اسوقت عبد اللہ آتھم اور اسکے ساتھی عیسائی لوگوں نے کہا کہ ہم تو اپنے دین کی سچائی میں کوئی نشان نہیں دکھلا سکتے آپ اگر کوئی نشان دکھاویں تو ہم دیکھنے کے لیے طیار ہیں چنانچہ آپ نے انکی درخواست کے مطابق دعا کی کہ اللہ جھوٹے اور سچے میں خود فیصلہ کرے اسوقت اللہ تعالے نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنے فی دن ایک مہینہ لیکر یعنے پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اب ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور درحقیقت عیسائیت اپنے سارے زور اپنی ساری جان اپنے پورے ہتھیاروں کیساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر اسلام اپنی تمام زندہ طاقت حی و قیوم خالق زمین و آسمان ازلی ابدی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے ابطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا جسکی نظیر ان دونوں مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے

کسی زمانہ مین بھی پائی نہین جاتی تھی انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام کا دشمن عیسوئیت کا مجسم بُت نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے مطابق پندرہ ماہ سخت ترین عذاب مین مبتلا رہا اور بالآخر اخفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اسے موت کا تلخ پیالہ منہ سے لگانا پڑا دوسرا شخص جو آپ کے مقابلہ مین آکر ہلاک ہوا امریکہ کا جھوٹا نبی ڈوئی ہے۔ یہ شخص حضرت مسیح کو خدا ماننے والا اور اسلام اور رسول مقبول کا خطرناک دشمن تھا اسکا اعتقاد تھا کہ مسیح ابن اللہ ہے اور ہم صرف اسی کی معرفت اور اسی کی خدائی اور کفارہ وغیرہ پر ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہین اور اسکے خاص فضلوں اور خاص تائیدوں کے مستحق ٹھہر سکتے ہین ڈوئی کا دعویٰ تھا۔ کہ وہ الیاس کی طاقت مین آیا ہے اور اس حیثیت سے مسیح جو خداوند خدا ہے اسکے جلالی ظہور کا مظہر اور دنیا پر اسکا خلیفہ ہے اسکا خاص فرض ہے کہ اسلام کو تباہ اور مسلمانوں کو ہلاک کر دے اور اسکا خیال تھا کہ چونکہ وہ مسیح کے جلالی ظہور کا پیش خیمہ ہے جو اس کے مقابل مین آئیگا ہلاک ہو جائیگا اس شخص کو ہمارے سید و مولے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیلنج بھیجا کہ تو مسیح کا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے اور مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور خلیفہ ہونیکا مدعی ہون آؤ ہم تم دونو ملکر دعا کرین کہ اللہ تعالیٰ صادق کے سامنے کاذب کی ذلت کرے اور ہلاک کرے اور اسکا کذب ظاہر کر دے اس شخص نے باوجود اتنے بڑے دعوے کے اس مقابلہ سے بچنے کی بہت کوشش کی اور حیلوں بہانوں سے مقابلہ کے ٹلنے کی کوشش کی آخرکار مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو لکھا اور امریکہ مین شایع کرا دیا کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے سے دستبردار نہیں ہوگا اور توبہ نہین کریگا تو بھی اس سے یہ عذاب نہیں ٹلیگا لیکن یہ بات ڈوئی کی ہلاکت سے بھی زیادہ مشکل تھی اسواسطے وہ اپنے دعوے پر قایم رہا لیکن اس کے بعد جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے اسکی پردہ دری

کردی اور اسکا کذب ظاہر ہوگیا اور اسکے فریب و مکر زناکاری اور شراب خوری ظاہر ہو گئی اور اسکا لڑکا اور عورت اور بہت سے مرید باغی ہو گئے پھر بیمار اور ذلیل و خوار اور مجنون ہو کر ہلاک ہو گیا اور اسکا تمام سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔

یہ ڈوئی اور عبداللہ آتھم دونون عیسویت کے حامی اور اسلام کے دشمن حضور کے مقابلہ ہلاک ہوئے اور اپنی ہلاکت سے اس بات پر مہر کر گئے کہ واقعی اللہ جو اس دنیا کا مقتدر بادشاہ ہے وہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے غلامون کا دوست اور حامی ہے اور اسکی خاص تائیدات اسلام کے لیئے ہی خاص ہیں اور عیسویت اور عیسائیونکا اس مین کوئی حصہ نہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے فرعون کے تمام سانپوں کو تلف کر دیا تھا اور اس مین اسبات کی طرف ایک اشارہ تھا کہ عنقریب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر فرعون بمع اپنی تمام فوج غرق ہو جائیگا اسی طرح آتھم اور ڈوئی کی ہلاکت مین اسبات کی طرف اشارہ ہے۔کہ عیسائیت عنقریب اسلام کے مقابلہ مین ہلاک ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ عنقریب واقع ہونے والی ہے وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون ط

تیسری قوم جو اسلام اور مسلمانونکی دشمن ہے آریونکا فرقہ ہے اس قوم کے لیئے آپنے براہین احمدیہ۔سرمہ چشم آریہ۔ شحنۂ حق آریہ دھرم. نسیم دعوت۔قادیان کے آریہ اور ہم اور لاہور کے مختلف لیکچر اور پھر آخر مین کتاب چشمۂ معرفت وغیرہ لکھکر اسلام کو انکے شر سے محفوظ کیا اور انکے ہر ایک اصول کی ایسی دھجیان اڑائی ہین اور ایسے کھلے طور پر انکی بیہودگی اور جھوٹاپن ظاہر کیا ہے کہ بچے بھی اب ان کے اصولون پر مضحکہ اڑاتے ہین جو شخص چشمۂ معرفت کو بڑے غور سے پڑھیگا۔اسپر یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ معقولیت کے میدان مین اب یہ قوم ہرگز ہرگز کھڑی نہیں ہو سکتی۔

ان لوگوں کے دو بڑے مسئلہ ہیں جن میں یہ اسلام سے اختلاف رکھتے ہیں ایک تناسخ دوسرا نیوگ آپنے ان لوگوں کو تبلایا کہ اگر آواگون کا مسئلہ مانا جاوے۔ تو اللہ تعالےٰ کو سرب شکتی مان نہیں مان سکتے کیونکہ تناسخ کے مسئلہ کو مان کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روح اور مادہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ تناسخ مان کر اور ارواح ذرات اجسام کو انادی مان کر اللہ تعالےٰ کی ہستی ماننے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ارواح و ذرات جمیع اپنے تمام قوےٰ اور خواص کے اگر خود بخود ہیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان میں طاقت وصال و انفصال بھی خود بخود ہے اور مادہ اور روح خود بخود ہی ملتے اور علیحدہ ہوتے ہیں کسی اور کاریگر کی ضرورت نہیں اور جیسا کہ آریوں کا خیال ہے اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اب وحی و الہام اور نشانات الٰہیہ کا دروازہ بھی بند ہے تو سوائے دہریہ پن کے کچھ باقی نہیں رہتا اور ماننا پڑتا ہے کہ ہندوستان میں ناستک مت کے وید ہی بانی مبانی ہیں اور تناسخ کا مسئلہ مان کر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی قدرت کیساتھ اسکا علم بھی ناقص ہے کیونکہ اس بات کو بالکل معمولی عقل کا انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ حقیقی خالق ہوتا تو اس موجودہ حالت سے اسکی قدرت زیادہ وسیع اور اسکا علم زیادہ گہرا اور لطیف ہوتا چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب قرآن شریف میں فرماتا ہے و اسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ۔ اور چھپاؤ تم اپنی بات کو یا اس کو ظاہر کرو اللہ تعالےٰ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے کیا وہ بھی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا وہ تو بڑے لطیف علم والا اور بڑا خبردار ہے کیونکہ تم اسکی مخلوق ہو اور تمہارے ہر ہر ذرہ کا وہ مالک اور خالق ہے اسواسطے اس کے علم کی لطافت کو کوئی غیر شخص ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔

دیکھو اب انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک چیز کے خالق ہو کر

بھی اسکا عالم ہو سکتا ہے لیکن آریوں کو تناسخ ماننے سے ایک ایسا خدا ماننا پڑا جس کے علم کے ورا الورا انسان ایک اور علم تصور مین لا سکتا ہے اور جسکی قدرت اور عظمت کے ورا الورا ہم اور قدرت اور عظمت تجویز کر سکتے ہین ور اصل یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے اور اسکو انسانی عقل سے بھی ادنےٰ درجہ کا مانا گیا ہے کس طرح بہت سی لطیف در لطیف بحثیں آپنے چشمہ معرفت اور دوسری کتابوں میں کی ہین بعد ان مندرجہ ذیل باتوں کو بڑے قوی دلایل سے ثابت کیا ہے۔

(۱) ویدنے اپنے پرمیشور کو خالق ہونے سے جواب دیا ہے (۲) اس نے روحوں کو بمع انکی تمام طاقتوں اور قوتوں کے خود بخود مان لیا ہے (۳) اس نے خدا تعالےٰ کی صفت وحی والہام کو ہمیشہ کے لیئے معطل قرار دیا ہے اور اسطرح اسکے وجود پر کوئی دلیل نہین چھوڑی اس نے تمام ذرات عالم کو بھی معہ انکے خواص اور طاقتوں کے پرمیشور کی طرح اپنے وجود کا آپ ہی خدا مان لیا ہے اور اسبات مین انکو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھہرایا ہی اور ان کو اسطرح ظاہر کیا ہے کہ انکو اپنے وجود کے لیئے اللہ تعالےٰ کی سہارے یا مدد کی ضرورت نہیں اسطرح اسنے ان تمام دلایل سے انکار کیا ہے جن سے اللہ تعالےٰ کے وجود کا پتہ لگتا ہے (۶) اسنے اللہ تعالےٰ کو بخیل اور پکش پات اور طرفداری کرنیوالا ٹھہرایا ہے جو ہمیشہ آریہ ورت ہی سے تعلق رکھتا ہے اور انہیں پر الہام نازل کرتا ہے دوسرون سے بوجہ ناراض ہوگیا اس قوم سے اسکا رشتہ اور تعلق ہے اور گویا کہ دوسرے ملکوں کے لوگ اس کے بندے نہیں ہین کیونکہ وہ مانتے ہین کہ ضرور تبھی الٰہی کلام ہے اس نے نیوگ ناپاک طریق کے لیئے تاکیدی حکم دیکر ہزارون عورتونکی عفت مین خلل ڈالا جس سے نسل کا اعتبار بالکل اٹھیگیا (۸) اس نے تناسخ کا عقیدہ پیش کرکے آریوں کو کوئی ایسا قاعدہ نہین بتلایا جس سے سمجھا جاتا کہ مثلاً مقابلہ آنیوالی کوئی لڑکی اس شخص کی ماں یا دادی تو نہین جسکو وہ اپنی بیوی بناتا ہے

(۹) اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ کہ گویا پرمیشور کو ایک ایسا فریب دینے کی عادت ہے کہ مکتی دینے کیوقت پوشیدہ طور پر مکتی یاب کے ذمہ ایک گناہ رکھ لیتا ہے اور پھر گناہ کا الزام لگا کر اس مکتی یاب کو مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے اور اپنے پرمیشور پر یہ نہایت قابل شرم دھبہ لگایا کہ وہ جاودانی مکتی دینے پر قادر نہیں اور پھر جھوٹ یہ بولا کہ اعمال محدود ہیں اسلیئے جزا بھی محدود ہونی چاہیئے حالانکہ یہ بیان خلاف واقعہ ہے کیونکہ بموجب اصول آریوں کے پرمیشور اسلیئے مکتی خانہ سے روح کو باہر کرتا ہے کہ اسکے بغیر تمام روحیں نجات پا جائیں اور پھر دنیا کا آئندہ کام نہ چلتا۔

مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مقبول شدہ دعاؤں کو نمونہ کے طور پر پیش کر کے جن کے آریہ لوگ ہی گواہ تھے بتلایا کہ قبولیت دعا کا مسئلہ صحیح ہے اور جو کچھ تم اسکے برخلاف کہتے ہو بالکل بے ثبوت بکواس ہے۔ آپ نے بہت سی پیشگوئیاں اور الہامات آریوں اور دوسرے لوگوں کی بابت شائع کئے اور ان کے پورا ہونے نے اسبات کو ثابت کر دیا کہ دید کا یہ دعوے کہ الہام کا دروازہ بند ہے صریح واقعات کے خلاف ہے اور اس قوم کو اللہ تعالے..... اس پاک انسان کے ذریعہ اپنے رحمت اور قہری نشانوں میں مبتلا کرتا رہا یہانتک کہ یہ قوم اللہ تعالے کی تائیدات اور فضلوں کو دیکھکر مبہوت ہو گئی۔ رحمت کے نشانوں کے گواہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت رائے ابھی تک زندہ ہیں ہر ایک حق جو ان کے پاس جا کر اپنی تسلی کرا سکتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالے کے قہر کے شکار ہو گئے مثلاً دیانند۔ لیکھرام اور شبھ چنتک والے ان نشانوں کے دیکھنے والے لاکھوں انسان زندہ ہیں اور گواہی دے سکتے ہیں۔ ان تمام واقعات نے آریوں کے دجل اور کمزوری کو ثابت کر دیا ہے اور انکے مذہب کا ابطال اظہر من الشمس ہو گیا ہے پھر آپ کی دعاؤں کی تاثیر اور انفاس طیبات نے ایسی کارروائی کی جس کی وجہ سے آریہ قوم میں وہ جوش اور غلبہ نہیں رہا جو پہلے تھا گھون

مین پھوٹ پڑگئی ہے دلوں مین تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے حوادث زمانہ نے کمزور کر دیا ہے اور خود اس فرقہ کے لیڈروں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ آریہ سماج کی موت قریب ہی،

ان لوگوں کے سوا ہمارے ہموطن سکھوں کی قوم ہے اس قوم پر تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد رحم کرنیوالا ہے کیونکہ ان لوگوں کے لیئے اسلام کی راہ بالکل صاف کر دیگئی ہے اور اب ان لوگون مین صرف تبلیغ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ ڈیرہ بابا نانک مین جو باوا صاحب کا چولہ ہے جو سکھوں نے تبرکا رکھا ہے اسپر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آیت کرسی الحمد شریف قل شریف اور آیات مثل ان الدین عند اللہ الاسلام (سوا ے اسلام کے اللہ تعالےٰ کو اور کوئی مذہب منظور نہیں) وغیرہ لکھی ہوئی ہین اور وید کا وہاں کوئی ذکر نہیں تو پھر باوا صاحب کے اسلام مین کوئی شک نہین رہتا اور جب ہم ان کے اولاد کی گھر مین قرآن شریف تبرکا دیکھتے ہین اور انکا مکہ کا سفر اور حج کے حالات پڑھتے ہین جو ایک جاٹ بالا صاحب کے لکھے ہوئے ہین تو باوا صاحب کے اسلام مین جھگڑے کی کوئی گنجایش نہین رہتی۔

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھکے خودی گئی سب بھول

ان بیرونی دشمنون کے ذب اور ان پر اسلام کی حجت تمام کرنے کے علاوہ ہمارے سید و مولنا میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس سے بھی بڑہکر کام کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح ہے اور اسلام سے ان نئے اور فاسد عقاید کو دور کرنا ہے جس سے اسلام جیسے نورانی چاند کو گرہن لگ رہا ہے ان قابل غور اور جھوٹے عقاید نے اسلام کی شکل ایسی بری بنا رکھی تھی کہ لوگ دور سے ہی دیکھتے اور نفرت سے واپس ہو جاتے تھے اور اس محبوب مین اب وہ خوشنمائی اور دلربائی نہیں رہی تھی کہ تھون

کی توہین پہلے کی طرح اسکی طرف کھینچی چلی آئیں۔ آپ نے سچے اور حقیقی مصلح کی طرح پہلے تو اِن تمام عقائد باطلہ کو معلوم کیا جو اسلام جیسے عظیم الشان اور سچے مذہب کو نقصان پہنچا رہے تھے اور پھر ان کی آہستہ آہستہ اصلاح شروع کی افسوس کہ قوم کے اکثر افراد نے اس سچے خیر خواہ کی قدر نہ کی اور اس کی بات کو بغیر سمجھنے کے اس کے برخلاف مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ گالیاں دین کا فرو دجال اور مذہب کو بگاڑنیوالا نام رکھے آپ کے کفر کو متعدی کفر سمجھا گیا اور آپ کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا داخل ثواب ہیں اس بات پر زیادہ گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ صادقوں کے ساتھ دنیاداروں نے ہمیشہ اسی طرح سلوک کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقلیلٌ من عبادی الشکور۔ قلا یومنون الا قلیلا یا حسرۃ علی العباد ما یاتی ہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون ۔ اور ہر قوم کی ناشکری اور کفر کی تو یہ حالت تھی۔ لیکن آپ نے ایک سچے اور خیر خواہ حکیم کی طرح جو نا سمجھ بیمار کے رونے چلانے اور گالیاں دینے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور علاج میں لگا رہتا ہے اپنے کام میں لگے رہے اور ذرا بھی سستی نہ دکھائی اور نہ ہی کسی سے ڈرے یہانتک کہ اپنے کام کو پورا کر دیا اور اصلاح کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

مسلمانوں میں دو قسم کا اعتقادی فساد تھا ایک وہ لوگ جو تفریط کی طرف جھک گئے تھے چنانچہ بعض مسلمانوں میں ہی سے کہتے تھے کہ اسلام میں احکام کوئی نہیں یہ روزہ نماز پرانے زمانہ کی باتیں ہیں جو کہ عرب کے وحشیوں کے لیئے مفید ہو سکتی تھیں پھر معجزات قیامت وجنت کے حالات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے دوم وہ لوگ جو افراط کی طرف گئے تھے اور حضرت مسیح کی شان میں غلو کرتے کرتے یہانتک پہونچے کہ انہیں خدا تک پہنچا دیا اور انکو بعض ایسی صفات کا صاحب گردانا جو خاصہ الوہیت ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ بیشک خدا کے

مقربین مین سے تھے اُنپر اللہ تعالےٰ کا فضل تھا اور وہ اللہ تعالےٰ کی نبوت سے ممتاز تھے لیکن ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ان سے بہت بڑھکر تھا اور اُن کے لیئے کوئی ایسی خصوصیت مقرر کرنا جس سے سید المرسلین کی ہتک ہو جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور جو عیسائیونکو انکے دجل مین مدد دے ٹھیک نہین یہ کہنا کہ کئی صدیون سے آسمانون پر جسد عنصری متمکن ہین غلط بات ہے اور اسلام کو سخت نقصان دہ ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے کفار نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم ضرور مان لینگے اگر آپ ہمارے سامنے آسمانون پر چڑھ جائیں اسکا جو جواب دیا گیا وہ یہ تھا قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا یعنے یہ اللہ تعالےٰ کے قانون اور وعدے کے خلاف ہے کہ کوئی بشر رسول آسمان پر چڑھ جائے تو پھر جو آسمانون پر چڑھ گیا اسکو خدا رسول ماننا پڑیگا حبیب اللہ تعالےٰ نے نے ابتدا سے ایک قانون مقرر کر دیا فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون تو پھر اللہ تعالےٰ اپنی سنت کے خلاف کیون کرتا ہے اگر عیسےٰ ع کے مع جسم آسمانون پر چڑھ جانیکا عقیدہ اسوقت کے مسلمانون مین ہوتا تو کافرونکا حق تھا کہ انہیں یہ کہکر ملزم کرین کہ کیا وجہ ہے کہ ایک نبی کے لیئے یہ امر جائز قرار دیتے ہو اور دوسرے کے لیئے نہیں حالانکہ تم اسبات کے بھی قایل ہو کہ آنحضرت تمام نبیون سے افضل اور جامع کمالات نبوت ہین غرض انکو سمجھایا کہ یہ زندہ آسمانون پر چڑھ جانیکا مسئلہ قرآن شریف مین کوئی نہین بلکہ قرآن شریف اس عقیدہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے سارا قرآن شریف اول سے آخر تک دیکھ لو عیسےٰ ع کا اب تک زندہ رہنے کا ثبوت نہ پاؤگے اگر پاؤگے تو یہ فلما توفیتنی۔ یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام رب العزت کے حضور عرض کرتے ہین جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ہی عیسائیونکا نگران حال تھا مین دوبارہ واپس نہیں گیا اور عیسائی میرے

بعد میں بگڑے ہیں توفی کے معنے موت ایسی بدیہی بات ہے کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا یہ لفظ قرآن مجید میں اور انبیاء کے لئے بھی آیا ہے مثلاً حضرت یوسف ؑ نے فرمایا ہے توفنی مسلماً والحقنی بالصلحین اور خود نبی کریم صلعم کے بارے میں او نتوفینک آیا ہے دونوں باب تفعل سے ہیں کسی عربی لغت کی کتاب میں بھی تم اسکے برخلاف نہ پاؤ گے ؛؛

یہ تو اللہ تعالےٰ کی قولی شہادت ہوئی۔ اب نبی کریم صلی اللہ کی فعلی شہادت کیطرف دیکھو جو آپ کی رویت ہے آپ فرماتے ہیں کہ مینے معراج کی رات عیسےٰ کو یحیٰی کیساتھ دیکھا اب اس میں تو کسی مسلمان کو شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں پس فوت شدہ گروہ میں جو بہشت میں جا چکا ہے کسی کو دیکھنا سوا اسکے اور کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ بھی مرچکا ہے غرض یہ دو شہادتیں ہیں ہمارے مخالف انصاف کریں ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پس کیا وجہ ہو کہ حضرت عیسےٰ ؑ کیلئے وہ خصوصیات پیدا کی جائیں جن سے ہمارے نبی کریم کی ہتک ہوتی ہے پادری صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کرتا تھا. اور مولوی لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فیمسک التی قضی علیھا الموت اب خدا کے کلام میں تناقض نہیں کہ ایک آیت میں کہے کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں ہوتے اور دوسری میں کہے کہ مردے زندہ ہوتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے تھے اذا دعٰکم لما یحیکم اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے روحانی مردے زندہ کرنا مراد ہے۔ پس جو مسلمان پادریوں کی متابعت میں عیسےٰ ؑ کے مردہ زندہ کرنے کے قائل تھے غلطی کرتے تھے پھر یہ بیباک اور ظالم طبع لوگ کہتے ہیں کہ جو مس شیطان

سے پاک ہے وہ صرف حضرت عیسیٰؑ اور انکی والدہ ہی نہیں دیکھو اس میں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی کسقدر ہتک ہے آپنے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ تمام انبیاء
کی معصومیت کو ثابت کیا اور مسئلہ معصومیت انبیا علیہم السلام کو عام طور پر
مسلمانوں میں رواج دیا اور تمام نبیوں کو پادریوں اور مولویوں کے جھوٹے الزاموں
سے پاک ثابت کیا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور بہت سی خصوصیات کو دور
کیا اور مسلمانوں کو لا نفرق بین احد من رسلہ کی آیت پر قایم کیا اور
اسبات کو گوارا نہ کیا کہ سید الرسل سے کسی کو بڑھکر بنایا جاوے جو حضرت عیسیٰؑ سے
بدرجہا افضل اور اعلےٰ تھے۔ اور محمد صلعم کی عزت کے لیئے نہ اپنی بڑائی کے لیئے
یہ شعر پڑھا ع ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ اللھم
صلی علےٰ محمد و اٰلہ۔ پھر ان مسلمانوں کا ہم سے اسبات میں اختلاف ہے۔ کہ
ہم اسبات کے قایل ہیں کہ خدا کے مکالمات و مخاطبات اس امت سے لوگون سے
قیامت تک جاری ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ یہی تمام اولیاء امت کا
مذہب رہا ہے یاد رکھو کہ دین اسلام ایسا دین نہیں جسکے کمالات پیچھے رہ گئے
ہوں اور آگے کیلئے اس میں کچھ نہ رہا ہو اگر یہ بات ہے اور اسلام کا دار و مدار بھی
قصوں پر ہی ہے تو بتاؤ اس میں اور دوسرے دینوں میں فرق کیا رہگیا اسلام
میں اگر کوئی چیز مابہ الامتیاز ہے تو یہی کہ اسکے پیرو الٰہی مکالمات اور مخاطبات
سے مشرف ہوتے ہیں خشک توحید کے قایل اور مذہب بھی ہیں مثلاً یہود
پھر برہمو سماج۔ یہ سوال کر سکتے ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول میں کیا فائدہ ہے
یہی تو فائدہ ہے کہ سیدنا محمد صلعم کی متابعت اور پیروی اور تصدیق رسالت
اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور ان انعامات کا وارث جو اگلے انبیاء پر
ہوئے اللہ نے اسکا نام فرقان رکھا ہے چنانچہ فرمایا۔

یعنی وہ مسلمانوں کو ایک فرقان دیگا پس دوسرے مذاہب میں اور اسلام میں
اس آیت کے مطابق مابہ الامتیاز اسی جہان میں ہونا ضروری ہے اور اسی لیئے
امام علیہ السلام پر خدا تعالٰے نے وحی نازل کی اور انہوں نے ملہم ہونے کا دعویٰ
کیا تا کہ اسلام کی برتری دوسرے مذاہب پر ثابت ہو اگر اسلام بھی خشک توحید
ہی لیکر آیا تھا جیسے کہ یہودی اور برہمو سماج تو اتنا بڑا شریعت کا بوجھ ڈالنے
کی کیا ضرورت تھی ایک طرف تو مانتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور
دوسری طرف اس میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں بتاتے اور جو اس کے کمالات
اور خوبیاں ہیں وہ بھی مردوں میں بتلاتے ہیں گویا زندوں کے لیئے کچھ نہیں۔
مصنوع سے صانع کی طرف جانا خدا تعالٰے کی ہستی کا اعلیٰ ثبوت نہیں ہوسکتا۔
بلکہ خدا شناسی کا بھی ایک ذریعہ ہے کہ وہ خود انا الموجود کہے پچھلے قصے تو دوسرے
مذاہب بھی سناتے ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں تم بھی دو چار گذشتہ قصے
سنا دو تو اس میں بہتری کیا ہوئی اور اسبات کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم کہتے
ہو وہ تو سچ اور جو دوسرا بیان کرتا ہے کہ ہمارے رہنما نے یہ یہ معجزہ دکھایا
وہ غلط ہے دیکھو انجیل میں ایسے معجزات کا بھی ذکر ہے کہ جب عیسےٰ کو صلیب
دیا گیا تو سب مردے قبروں میں سے نکل آئے ہماری عقل کا تو یہاں خاتمہ ہے
کہ ایک شہر میں تمام مردے کس طرح سما گئے اور پھر باوجود انکے نکلنے کے یہودیوں
نے عیسیٰ کو کیوں نہ مانا پس ایسے قصوں کے مقابلے میں اگر ہماری طرف سے بھی
قصے ہی ہوں تو کسی مخالف پر کیا اثر پڑسکتا ہے خوب یاد رکھو کہ اس زمانہ میں
طبیعتیں دہریت کی طرف مائل ہورہی ہیں اور جو دین مکالمات الٰہیہ اور تازہ بتازہ
ثبوتوں سے اللہ تعالٰے کی ہستی کو منوا سکتا ہے وہی دین باقی رہے گا۔ اگر اسوقت
اللہ تعالٰے کا خاص تعلق اسلام کیساتھ ثابت نہ ہوتا تو اسلام کا بھی وہی حال ہوتا

جو آجکل عیسائیت وغیرہ دوسرے مذاہب کا ہو رہا ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیئے خوشی کا مقام ہے کہ اسوقت صرف اسلام ہی مین وہ خدا مل سکتا ہے جو دوسری دنیا سے پوشیدہ ہے یہی اسبات کی دلیل ہے کہ دُنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا محمد صلعم کی عزت اور شوکت صرف اسی بات مین نہین کہ انھوں نے دنیا مین توحید قایم کی کیونکہ اس عزت مین تو یہودی بھی شامل ہین سب سے بڑی بات جس مین آپکا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ آپکی یعنے سیّدنا محمد صلعم کی پیروی اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور انسان انبیاء اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں کا وارث ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ہمارے پیارے امام علیہ السلام نے جتنے برکات کے نزول کا دعویٰ کیا ہے وہ محمد صلعم کی خاطر اور انکی صداقت کے اظہار کے لیئے کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین "مین سچ سچ کہتا ہون کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار زمین ایک طرف دعا کرنیکے لیئے کھڑے ہو جائیں اور ایک طرف مین اکیلا خدا کی جناب مین کسی امر کے لئے رجوع کرون۔ تو خدا میری ہی تائید کریگا مگر نہ اسلیئے کہ سب سے مین ہی بہتر ہون بلکہ اسلیئے کہ مین اسکے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہون اور جانتا ہون کہ تمام نبوتیں اسپر ختم ہین۔ اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہین یعنے وہ نبوت جو اسکی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اسکے چراغ مین سے نور لیتی ہے وہ ختم نہین کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اسکا ظل ہے اور اسکے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی کا فیضیاب ہے خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور آنحضرت صلعم کی پیروی نہین کرتا بلکہ خود کش بننا چاہتا ہے خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے۔

جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اسکے رسول محمد صلعم کو درحقیقت خاتم الانبیاء قرار دیتا ہے اور اسکے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا تعالےٰ کی جناب مین پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے۔ کہ اسکو اپنی طرف کھینچتا اور اسکو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اسکی حمایت مین اپنا نشان ظاہر کرتا ہے جب اسکی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظل نبوت اسکو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہوتی ہے یہ اسلیئے ہے کہ اسلام ایسے لوگون کے وجود سے تازہ رہے نادان آدمی جو درا صل دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام مین سلسلہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح مردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں چاہتا اور مقصد یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کیجائے اور آنحضرت صلعم کی سچائی دکھلائی جاوے اور اسی طرح آپنے اور بہت سی اصلاحین کی ہین لیکن ان سب کی نسبت بسط کے ساتھ بیان کرنیکا موقع نہیں انمین سے ایک جہاد کا مسئلہ بھی ہے یہ مسئلہ بھی اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک بدنما دھبہ تھا۔ اگرچہ قرآن شریف مین صاف لکھا ہے لا اکراہ فی الدین اور جابجا اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ لوگون سے نرمی اور نیک برتاؤ سے سلوک کرو اور جہانتک ہو سکے تمام مخلوق خدا سے احسان سے پیش آؤ اور صرف ان لوگونکا مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے جو دین مین لڑائی کرین لیکن نادان مسلمانون نے یہ سمجھ لیا کہ کافرونکو مارنا اور ناحق انکا مال لوٹنا ثواب کا کام ہے اور اس عقیدہ کو پھیلا کر اور سختی سے اسپر کاربند ہو کر اسلام کو دوسری قومون مین بدنام کر دیا ہے اگر تم ایک انگریز یا ہندو کو اسلام کی حقانیت کے تمام ثبوت دیدو اور اسکو یقین دلادو کہ یہ مذہب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور پھر اسکو یہ علم بھی ہو جائے

کہ اس مذہب مین لوگونکو زبردستی مسلمان کرنا اور ہر ایک مکروفریب اور جھوٹ سے
دوسرونکو قتل کرنا اور انکا مال و دولت لوٹنا اور انکے بیوی بچونکو غلام بنالینا بڑے
ثواب کا کام ہے تو وہ فوراً اسے ڈاکوؤں کا مذہب کہکر اسلام سے مُنہ پھیر لیگا۔
اور خدا جانے اسکے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اسکے دل مین کیا کیا
خیال پیدا ہون وہ خیال کریگا کہ یہ لوگ نہایت ہی غدار اور انسانیت کے دشمن
ہین فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہتی
ہے اسواسطے اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان
الا الاحسان یعنے انسانی فطرت کے مطابق احسان کا بدلہ احسان ہی اور
کچھ نہیں اب ہم دیکھتے ہین کہ انگریز ایک غیر مذہب کے لوگ ہین اللہ تعالےٰ نے انکو
ہمپر تسلط دیا ہے لیکن وہ ہمارے ساتھ بحیثیت حاکم ہونے کے بڑی نرمی سے
پیش آتے ہین اور ہمارے مال و جان و عزت کی حفاظت کرتے ہین مذہب
مین پوری آزادی دی ہوئی ہے اب یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہوگی۔ کہ
اپنے دل مین ہم اس خیال کو جگہ دین کہ اگر یہ لوگ ہمارے تسلط مین آجائین تو یا تو
انکو زبردستی مسلمان کرلینگے یا تلوار کا مزا چکھائینگے جو لوگ ایسا اسلام رکھتے
ہین وہ خوب یاد رکھیں کہ ایسا کرنے مین وہ اسلام کی تعلیم اور ہمارے نبی کریم
کے بالکل مخالف کر رہے ہین کیونکہ یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر
مین آپ ایک درخت کے نیچے اکیلے سو رہے تھے کہ ایک دشمن برہنہ تلوار لیکر
آپکے سر پر آن کھڑا ہوا اور پوچھا بتاؤ کہ اب تم کو کون مجھ سے بچانیوالا ہے آپ
نے فرمایا اللہ آپکا یہ کہنا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ کی قوت سلب ہوگئی اور
تلوار اسکے ہاتھ سے گرگئی اور آپنے وہ تلوار ہاتھ مین لی اور پوچھا کہ اب تو بتا۔
تجھکو مجھ سے کون بچا سکتا ہے اس نے بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ ہی مہربانی

فرمایئن آپ نے اسکو اس عہد پر چھوڑدیا کہ اسکے بعد وہ مسلمانوں کا تلوار کیساتھ کبھی مقابلہ نہین کریگا اس معافی کا اسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہوگیا اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہین ایک تو یہ کہ معافی اور اعلیٰ اخلاق کے برتاؤ سے ہم اسلام کو دنیا مین پھیلا سکتے ہین دوسرا یہ کہ مسلمان جو اب جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ رسول اللہ کی طرز اور اسوہ حسنہ کے بالکل خلاف کرتے ہین آپ نے ان دشمنونکو معاف کیا۔ اور یہ ملان جو لوگوں کے ساتھ لڑنا چاہتے ہین اور باوجود اپنی اس ردی حالت کے ہمارے امام علیہ السلام کو جو رسول اللہ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تاکید کرتے ہین کفر کا فتوی دیتے ہین تف برین مسلمانی بئس ما یأمرکم بہ ایمانکم ان کنتم مومنین ہ اسی ضمن مین تمام قومون کے بزرگوں کی عزت کرنا اور ادب سے پیش آنا اور دوزخ کی ابدیت کو جنت کی ابدیت کیطرح نہ ماننا وغیرہ کے مسایل ہین ان تمام باتون مین خدمت اسلام ہی ملحوظ خاطر ہے ورنہ خواہ مخواہ کوئی اپنی قوم کو کیون اپنا دشمن بناتا ہے اسی طرح آپکا دعوے مہدویت اور مسیحیت بھی اسلام کے لیئے نہایت مفید اور اسلام کی سچائی اور محمد صلعم کی صداقت کیلئے ایک بڑی بھاری دلیل ہے کیونکہ جو شخص اس دعوے کو مانتا ہے وہ اس بات کو بھی مانتا ہے کہ یہ تمام برکات محمد صلعم کی پیروی سے آپکو حاصل ہوئی ہین اور ساتھ ہی رسول اللہ کی ان پیشگوئیون پر ایمان لاتا ہے جو ہمارے زمانہ مین ہماری آنکھوں کے سامنے واقعہ ہوئی ہین اور اس طرح وہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور صداقت کا چشم دید گواہ ہوجاتا ہے اور یہ اس زمانہ کے مسلمانون پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ انہون نے رسول اللہ کی سچائی کے ہزارہا زندہ نشانات دیکھے کاش کہ وہ لوگ اسطرف توجہ کرین پہلی پیشگوئی تو یہی ہے کہ جب عیسائیت کا اسلام پر حملہ ہوگا تو اسوقت مسلمانون مین اللہ تعالےٰ ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو مہدی اور مسیح ہوگا اور وہ اس خطرناک دشمن سے مسلمانون

کو نجات دیگا یہ پیشگوئی ہمارے سامنے پوری ہوئی ہے اور دوست اور دشمن اس بات کا اعتراف کرتے ہین کہ واقعی جو آپنے عیسائیت پر اعتراض کئے ہیں یا مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کو جواب دئے ہین انہوں نے عیسائیت کے طلسم کو بالکل توڑ دیا ہے اور ابتک عیسائی ان باتونکا کوئی جواب نہین دے سکے اور نہ آیندہ دے سکینگے پھر اسکے ساتھ اور بہت سی پیشگوئیاں تھیں مثلاً نصاریٰ کا غلبہ یاجوج ماجوج یعنے آگ سے کام لینے والی قوم کا اخراج ایک ایسی سواری کا ایجاد ہونا جس سے اونٹ بیکار ہوجائینگے آمد ورفت کی سہولت کتابونکا بکثرت شایع ہونا طاعون اور زلازل اور زمین پر مختلف قسم کے عذابونکا نازل ہونا آسمان پر کسوف وخسوف کا ایک خاص وضع سے واقع ہونا۔ دُم دار ستارے کا نکلنا اور بہت سے غضب اور رحمت کے نشان اور پھر ایسے وقت مین ایک ہادی اور حامی اسلام کا پیدا ہونا یہ تمام پیشینگوئیاں جو مخبر صادق صلعم نے فرمائی تھیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ہم نے محمد صلعم کی پیشگوئیون اور معجزات کو اسی طرح واقع ہوتے دیکھا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تھا اس طرح ہمکو نبوت محمدیہ کی صداقت پر ویسا ہی مشاہدہ کا ایمان ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تھا اسطرح ہم اس پاک جماعت کے مثیل ہین وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

ہمارے دلوں مین سید المرسلین وخاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور عظمت اور اسلام کے لیئے درد اور آپ کی عزت کیلیئے غیرت اور آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر اسقدر یقین ہے کہ سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور کسی جماعت کے لیئے ممکن ہی نہین لیکن جو لوگ اُس ہادی اور مہدی کی صداقت مین شک کرتے ہین وہ آپ کا ہی انکار نہین کرتے بلکہ رسول اللہ کی بہت سی پیشگوئیونکا بھی انکار کرتے ہین اور آپ کے ہزار ہا ثبوت نبوت کو حقارت اور ناشکری کی نظر سے

دیکھتے ہیں اسلام کے یہ نادان دوست اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اس کفر و طغیان کے زمانہ
میں نبوت محمدیہ کو بہت سے نئے اور تازہ ثبوتوں اور نشانوں کی ضرورت تھی سو اللہ تعالیٰ
نے ضرورت کے موافق ٹھیک وقت پر اسلام کی خبر لی اور نبوت محمدیہ کے ثبوتوں
کا ایک دریا بہا دیا جس سے کوئی منصف مزاج اور فہیم آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن
ہمارے مخالف ضرور یاد رکھیں کہ اس کفر اور ناشکری کی سزا بھی انکو ضرور ملے گی اور جب
آسمان کی طرف تکتے تکتے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح تھک جائیں گے اور کوئی
اوپر سے نازل نہ ہوگا اور نہ کوئی زمین سے نکلیگا اور جب دیکھیں گے کہ رسول اللہ کی
پیشگوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو خود اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھینگے یہ اس بات کی سزا
ہوگی کہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کے بہت سے نشانوں کی ناشکری اور تحقیر کی اور اُن
سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا یہ جو کچھ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ایسے عظیم الشان امور ہیں
اور اُن میں اسلام کی اسقدر خدمت کی گئی ہے کہ اگر تمام مسلمان قیامت تک حضرت
مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے رہیں
اور آپ کے لیے دعاؤں میں لگیں رہیں تو ان احسانات کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے لیکن آپنے
اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک اور بڑی عظیم الشان خدمت کی ہے جو ان سب سے
بڑھکر ہے اور جس کے بغیر یہ تمام خدمتیں نامکمل رہجاتی تھیں وہ ایک پاک اور راستباز دین
خدا اور خدا کے رسول کے سچے عاشقوں کی جماعت پیدا کرنا ہے آپ کی پاک صحبت
میں رہکر اور آپ کے پاک اثر کے نیچے پرورش پاکر ان لوگوں کو اس بات کا عرفان حاصل
ہوا کہ نماز روزہ اور احکام اسلام کی اصل حقیقت کیا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ہستی
اور اسکی عجیب و غریب طاقتوں پر انکو اطلاع ہوئی اور انکو اس بات کا علم ہوا۔ کہ
اسلام کا خدا زندہ خدا ہے قرآن شریف خدا تعالےٰ کی زندہ کتاب ہے اور محمد صلعم اللہ
کا زندہ نبی ہے اور اس زمانہ میں آنحضرت سے ہم ایسے ہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جیسا

کہ آپ کی زندگی مین صحابہ ہوئے تھے آپنے قرآن شریف کا علم اور اُس کے حقایق اور معارف ایسی حسن اور خوبی سے بیان فرمائے کہ اس کتاب پاک کی محبت اور عظمت کو اُن کے دلوں مین نقش کردیا اسبات کی سچائی کی وہی قدر کرسکتا ہے جو آپ کی کتابونکا مطالعہ کرے یا قادیان مین آئے اور دیکھے کہ ان لوگوں کو قرآن شریف کے سیکھنے اور قرآن شریف کی عظمت اور سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنیکی کسقدر دھن لگی ہوئی ہے مین اس پاک کتاب کے عشق کو جو اس جماعت کے دل مین ہے ظاہر نہیں کرسکتا اور مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میرے پاس اسکے اظہار کے لیئے کافی الفاظ نہیں ہین اللہ تعالےٰ خود اسکو ظاہر کریگا کیونکہ یہ عشق اسی نے ہی لگایا ہے آہ کیا ہی وہ پیارا امام تھا جس نے کہا ہے

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اورونکا ہمارا چاند قرآن ہے

آپ کی جماعت نے اپنی تجربہ سے معلوم کرلیا ہے کہ قرآن شریف واقعی نور ہدایت اور شفاءٌ لما فی الصدور ہے اور محبوب حقیقی کے چہرہ کے دیکھنے کا ایک ہی شیشہ ہے واللہ اس کتاب کے عشق نے اور تمام عشق ٹھنڈے کردیئے ہین اللہ تعالےٰ اُس پیارے امام کو اپنی رحمت اور برکت اور فضل سے ڈھانپ لے جس نے ہمکو اس مخفی خزانہ کی طرف رہنمائی کی اب مین آپ لوگوں کو اس جماعت کے ایمانکا حال سناتا ہون ایمان کے چار درجے ہوتے ہین ایک رواثتی ایمان دوسرا جو علیٰ بصیرۃ ہوتا ہے تیسرا ایمان حالی کہلاتا ہے اور چوتھے کو ایمان استغراقی کہتے ہین رواثتی ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کا باپ مسلمان تھا اسکا بیٹا بھی باپ کو دیکھکر مسلمان ہوگیا اور ایمان علیٰ بصیرۃ یون ہوتا ہے کہ اس حالت مین انسان عقلی اور نقلی دلایل سے ایک خاص بصیرت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور محمد صلعم

کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور اسکا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا لوگون کی دیکھا دیکھی نہین ہوتا بلکہ پکے اور سچے دلایل سے اور پورے اطمینان قلب سے کلمے کو الفاظ منہ پر لاتا ہے تیسرا جو حالی ایمان ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اس انسان پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنے وحی اور الہام اور تازہ بتازہ نشانوں سے اور اپنی قدرت کے کرشمون سے اپنے بندے کو بتاتا ہے کہ ٹھیک تو راہ راست پر ہے اور اسکی اپنی حالت اسبات کی گواہ ہوتی ہے کہ اسلام سچا اور محمد صلعم اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور خواہ پھر شیطان کتنی ہی کوشش کرے اس شخص کے دل مین ایک لمحہ کے لیئے بھی شک نہین ڈال سکتا وہ اپنی ہستی کا انکار کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی ہستی اور ان سچائیوں کا جس پر وہ قایم ہے اسکی زبان سے وہ انکار نہیں نکل سکتا اور تمام دنیا مرتد ہو سکتی ہے لیکن اسکے ایمان مین تزلزل واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی اپنی جان مین اللہ تعالےٰ کی گواہی ہوتی ہے اور دلایل کا محتاج ہونیکی بجاے وہ خود اسلام کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے وہ اپنی جان سے علیحدہ ہو سکتا ہے لیکن ایمان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا یہ تھا وہ مرتبہ ہے جسوقت انسان آیت کریمہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کا مصداق ہوتا ہے اب آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس جماعت کے اکثر افراد جو پہلے روایتی ایمان سے بھی گرے ہوے تھے۔ اب انتہائی معراج تک پہونچ گئے ہین مین خود اس بات کا گواہ ہون اور مین ایسے اشخاص کو جانتا ہون جو پہلے اسبات کے بھی قائل نہ تھے کہ قرآن شریف اللہ تعالےٰ کی کلام ہے اور فرشتون اور اللہ تعالےٰ کی وحی و الہام سے وہ بالکل منکر تھے اور جب ان باتوں کا انکے پاس ذکر کیا جاے تو ٹھٹھا اور تمسخر کرتے تھے لیکن جب وہ اس مرد خدا کے حلقہ اطاعت مین داخل ہوئے تو خود انکی دعائیں قبول ہونے لگیں اور اللہ تعالےٰ کے فرشتون سے انکی ملاقات ہوئی انکو بہت سی غیب کی

خبریں دی گئیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور انکو اپنے تجربہ اور اپنی حالت سے یقین ہوگیا کہ واقعی وہ راہ راست پر چل رہے ہیں اور وہ آیت ان لھم قدم صدق عند ربھم کے مصداق ہیں انکو اللہ تعالےٰ نے بہت ہی جلد بصیرت سے حالی ایمان تک پہنچا دیا ہے اور وہ جو پہلے دلائل اور ثبوت کے محتاج تھے خود اللہ کی ہستی اور نبوت محمدیہ کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی امارت کے زندہ دلائل اور تازہ ثبوت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے راضیۃً مرضیۃً کے مرتبہ کو بھی طے کر گئے ہیں اب ان کے ایمان شیطان سے بالکل محفوظ ہیں خواہ وہ ڈاکٹر عبد الحکیم کے پیرایہ میں ظاہر ہو یا ثناء اللہ کی شکل میں کیونکہ جس بلندی تک اللہ تعالےٰ کے فضل سے انکے ایمان پہنچ چکے ہیں شیطان کو وہاں تک جانا منع ہے اسکے بعد جو سب سے بڑی بات ہے وہ اس جماعت کا اسلام کے پھیلانے اور اسکا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر کرنیکا جوش ہے دنیا کے لوگ اس درد کو محسوس نہیں کر سکتے اور نہ ان کی لغت میں ایسے الفاظ ہیں جنمیں اس بات کو پوری طرح سے ظاہر کر سکوں میں اس جماعت کے بہت سے افراد سے واقف ہوں اور افراد سے ہی انسان جماعت کا قیاس کر سکتا ہے اور میں جانتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں کہ میں نے اسلام کے لئے بچوں کی طرح اللہ کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے سنا ہے اور انکی زندگی ایک لمبے اور مسلسل خواب کی طرح ہے جس میں سوائے درد اسلام اور اسکی اشاعت کے فکر کے اور کچھ محسوس نہیں کرتے جب وہ سونے کے لیے اپنی چارپائیوں پر لیٹتے ہیں تو آخری خیال جو انکے دل میں ہوتا ہے وہ اشاعت اسلام کی فکر ہے اور جب وہ نیند سے ہوش میں آتے ہیں تو پہلی بات جو انکے دلونکو پکڑتی ہے اور انکے لبوں پر جاری ہوتی ہے وہ اشاعت اسلام ہے دشمن بھی بہت اسکا نظارہ دیکھ چکا ہے اور انشاء اللہ بہت سا ابھی دیکھیگا انمیں سے بہتوں نے اپنا جان و مال اس رستہ میں قربان کر

دیا ہے اور بہت سے کسی مناسب موقعہ اور وقت کے منتظر ہین اور اس آیت کریمہ کے مصداق ہین منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ پھر یہی نہیں کہ ان مین صرف جوش ہی جوش ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انکو ایسے علوم بخشے ہین کہ کوئی باطل کا وکیل انکے سامنے کھڑا نہین ہو سکتا اور جب عیسائی یا آریہ کو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مقابل مین کوئی احمدی جماعت کا آدمی ہے تو اسکے رعب سے ہوش اُڑ جاتے ہین اور پہلے اس کے کہ وہ کوئی دلیل دے کسی نہ کسی طرح بحث سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اب جبکہ ہمارے پیارے آقا اور مولا نے تمام مذاہب باطلہ کے بطلان کو ثابت کر دیا اور ان مذہبوں کو دلایل سے ہلاک کر دیا اور پھر اسلام مین جتنے فاسد عقیدے تھے ان سب سے اُسکو پاک اور صاف کر دیا اور دُنیا کو وہ اسلام دکھلا دیا جسکو محمد صلعم دنیا مین لے کر آئے تھے اور پھر ایک جماعت بھی پیدا کر دی جس کی زندگیوں کی غرض اسلام کو پھیلانا ہے تو آپکا فرض منصبی پورا ہو گیا اور آپ اپنا کام کر کے وقت پر اپنے ”پیارے اللہ“ سے جا ملے اب کوئی وجہ نہیں کہ اسلام دنیا مین نہ پھیلے۔ باقی تمام مذاہب ایک ہلاک شدہ شکار کی طرح احمدی جماعت کے سامنے پڑے ہین اور ان کے ذمّے اب صرف اتنا ہے کہ اللہ سے توفیق پا کر اُٹھیں اور اس شکار کو اپنے قبضہ مین کر لین اور یہ تھوڑی سی محنت بھی اللہ تعالےٰ نے اسواسطے باقی رکھی ہے کہ یہ جماعت بھی اپنے امام کیساتھ جہاد کے ثواب مین داخل ہو جائے مین دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اسی کام مین ہمارا مددگار ہو اور ہمین اپنے امام علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق دے اور ہماری موت وحیات سب اسلام کے لئے ہو آمین

(جزاکم اللہُ احسن الجزا۔ ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

مذہب

مذہب کے معنے

مذہب کے معنے ہین چلنے کی جگہ یعنے راستہ۔ یہ ایک اصطلاح ہے جس کے معنی عام راستہ نہین لیئے جاتے بلکہ اس سے مراد وہ راستہ ہے جو انسان کو خدا تعالےٰ تک پہونچا دیتا ہے چونکہ ہر ایک فرد بشر کی جو اس دار فانی مین ایک تھوڑے سے عرصہ کے لیئے آتا ہے اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے حقیقی مالک کی رضا کو حاصل

ہر ایک انسان کچھ نہ کچھ مذہب رکھتا ہے

کرے اسلیئے ہر ایک انسان ایسے ایسے ذریعہ تلاش کرتا ہے جس سے خدا کو ملے اور اس غرض کے لیئے ایک سڑک پر چلتا ہے جسکو اسنے اپنے نزدیک اس قابل سمجھا ہے کہ وہ اسکو اسکے حقیقی مالک تک پہونچا دیگی یا یہ کہو کہ ہر ایک انسان خدا تعالےٰ کو ملنے کے لیئے مذہب کی پیروی ضرور کرتا ہے۔ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ ہم لامذہب ہین یا ہم کسی مذہب کے پیرو نہیں ہین وہ غلطی کرتے ہین کیونکہ وہ نہین جانتے کہ لامذہبوں کے جو اصول ہین وہ بجائے خود ایک مذہب ہے الغرض مذہب ایک ایسی چیز ہے جسکی اطاعت کا جوا اٹھانے سے کوئی انسان بھی آزاد نہیں ہے جب مذہب ایک ایسی چیز ہے جسکی اطاعت ہر ایک انسان کو لازماً کرنی پڑتی ہے تو پھر ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اس بات مین غور

ہمارا سب سے پہلا فرض

کرین کہ کونسا مذہب ایسا ہے جو واقعی خدا تعالےٰ تک پہونچا دیتا ہے تا کہ انسان اپنی اصل غرض کو حاصل کرلے یا حقیقی مالک کو پالے اب ہم دیکھتے ہین کہ مختلف مذاہب ہمارے سامنے موجود ہین یا یہ کہ ہم ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہوئے ہین جہان سے بہت سی سڑکیں مختلف اطراف کو جاتی ہین ہمیں یہ علم ہے کہ ان مین

سے ایک سڑک ایسی ہے جو ہمین منزل مقصود تک پہونچا دیگی لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ کونسی سڑک ہو اگر وہان سے منزل مقصود نزدیک ہو تو ہم ایسا کر سکتے ہین کہ تھوڑی دور چلکر دیکھ لین کہ آیا ہمکو راستے کے نشانات بتاتے ہین کہ واقعی یہ راستہ صحیح ہے یا کوئی اور راستہ ہے مگر یہان تو اور مشکل ہے کہ راستہ ہمنے دیکھا نہین ہے جس کے نشانات پہچان سکین اب ہم حیران ہوکر کسی ایسے انسان کے منتظر ہوتے ہین جو اسجگہ سے ہوکر واپس آیا ہے کہ وہ بتادے کہ کس راستہ پر چلکر وہ منزل مقصود کو پہونچ گیا لیکن ایک بڑی مدت کے انتظار کے بعد ہم معلوم کرتے ہین کہ یہان تو کوئی انسان ملتا ہی نہین جسنے یہ دیکھا ہو کہ کس راستہ پر جاکر انسان منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے بہرحال ہم تلاش کرتے ہین کہ آیا کوئی انسان ہمین اس قسم کا بھی ملتا ہے جو کم از کم اتنا ہی کہدے کہ یہ راستہ منزل مقصود تک پہونچاتا ہے اس مرحلہ پر پہنچکر ہم دیکھتے ہین کہ ہر سڑک کے سرے پر کھڑے ہوئے ہمین کچھ آدمی نظر آتے ہین جن مین سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میری طرف آؤ جس سڑک پر مین ہون یہ منزل مقصود تک پہونچا دیتی ہے اب ہم حیران ہین کہ کسکو سچا تصور کرین کیونکہ ہر ایک اپنے آپکو سچا کہہ رہا ہے تھوڑے سے غور و فکر کے بعد ہم معاً اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہین کہ بات تو آسان ہے ہمین ہر ایک کے دلائل پر غور کرلو جو اپنے دلائل مین مضبوط ہوگا۔ ہم اسی کی راہ اختیار کرلینگے اب ہم ان مین سے ہر ایک کے سامنے یہ سوال پیش کرتے ہین کہ تمہارے پاس اپنی سچائی کے کیا دلائل ہین:

پہلا شخص جس سے ہم دریافت کرتے ہین یہ جواب دیتا ہے کہ جس سڑک پر مین چل رہا ہون وہ ایسی سڑک ہے جو صرف میری قوم کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے اور کوئی اور انسان اس سڑک پر چلنے کا مجاز نہین ہے یہ جواب سنکر ہمین خیال ہوتا ہے کہ ایک سڑک سے تو ہمین فراغت ہوچکی ہے کیونکہ اسپر چلنے کی ہمین اجازت نہین ہے اور وہ وہی سڑک ہے جسکو ہم یہودی مذہب کہتے ہین۔

اسکے بعد جو ہمین دوسرا آدمی ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ جس راستے پر مین چل رہا ہون وہ

منزل مقصود تک پہنچادیتا ہے یعنے وہ نجات تو لادیتا ہو مگر کچھ مدت کے بعد نجات یافتہ گروہ میں سے باہر نکلنا پڑتا ہے تب ہمارا خیال ہوتا ہے کہ اگر لامحدود زمانہ کے لیئے ہمیں نجات ملجائے۔ تو ایسی نجات کی ہمیں ضرورت نہیں ہے جو ایک محدود زمانہ کے لیئے ہو اسلیئے اب ہم ایسی سڑکوں سے پرہیز کرینگے جو ایک محدود زمانہ کے لیئے نجات دلانے کی مدعی ہوں جیسا کہ آریہ مذہب ہے کیونکہ اس مذہب کے پیرو ہمیں بتاتے ہیں کہ تناسخ کو قائم رکھنے کے لیئے نجات یافتہ انسان کو جونئی مصیبت کو برداشت کرنیکے لیئے پھر دنیا میں آنا پڑتا ہے اسکے بعد ہم تیسرے شخص سے جب سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ سڑک منزل مقصود تک پہنچادیتی ہے لیکن اسکے دلائل کیوقت جب غور کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جب کوئی مسیح کے کفارے پر ایمان لائے تو اسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ مسیح تمام دنیا کے گناہوں کے بدلے سولی پر چڑھایا گیا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس کو عقلمند انسان نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک انسان زہر کھاتا ہے تو اسکا اثر زہر کھانیوالے پر ہی ہوتا ہے نہ کہ مسیح پر اسلیئے یہ بات مشاہدہ کے بالکل برخلاف ہے پھر جب اسکی دوسری دلیل پر غور کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں لیکن اسکا بیٹا اور روح القدس بھی خدا ہیں تو بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جو ہرگز ایشیائی* دماغ کے سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ ۱+۱+۱=۳ ہوتے ہیں نہ کہ ایک اسلیئے یہ دلیل بھی خلاف عقل ہے اور ہم ایک ایسی بات ماننے کے لیئے تیار نہیں ہیں جو کہ خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ

* مخدومی حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کو ایک دفعہ کسی پادری سے تثلیث کے بارے میں یہ جواب سننا پڑا تھا کہ اسکو ایشیائی دماغوالے نہیں سمجھ سکتے مگر جب پادری صاحب حضور کی اسبات کا جواب نہ دیسکے کہ حضرت مسیح بھی ایشیا ہی کا رہنے والا تھا جب ایشیائی دماغ ان معاملات کو سمجھ نہیں سکتے تو معلوم ہوا کہ یہ ساری باتیں ان کی طرف سے نہیں۔ بلکہ یہ سب عیسائیوں ہی کی مہربانی ہے۔ منہ

اسلئے ہمین یہ معلوم ہوگیا کہ عیسائی مذہب اس قابل نہین ہے کہ اسپر چلکر انسان خدا تعالیٰ کی ملاقات حاصل کرلے کیونکہ اُسے یہ بہی معلوم نہین کہ اسکے کتنے خدا ہین جنکو ملتا ہو ایکدفعہ وہ کہتا ہے کہ ایک خدا ہے پہر گہبراکر کہتا ہے کہ نہین تین ہین اب اس کے بعد ہم دیکھتے ہین کہ آیا کوئی اور سڑک بہی ہے جسکے متعلق ہم امید کر سکتے ہین کہ وہ ہمین منزل مقصود تک پہنچادیگی ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے سامنے ایک سیدہی سڑک ہے جسکے دونون کنارون پر خوشگوار پہول اور سایہ کرنیکے لیئے بڑے بڑے درخت ہین اور اسپر چلنے والون کو ٹھنڈی ہوا ہمیشہ آتی ہے اس سڑک کے کنارے پر ایک بزرگ باواز بلند پکار رہا ہے یا یہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ۔ الذی لہٗ ملک السمٰوٰت والارض ۔ یعنی اے لوگو مین تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہون اور مین اس ذات پاک کا رسول ہون جو تمام آسمانون اور زمین کا مالک ہے وہ ایک ہی ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور پہر وہ کہتا ہے کہ مین تم کو اپنی سچائی کے ثبوت دیسکتا ہون منجملہ انکے ایک یہ بہی ہے کہ مینے اپنے متبعین کو بالکل مایوسی کے زمانہ مین یہ وعدہ دیا تہا کہ تم قیصر و کسریٰ کے خزانون کے وارث ہوگے اور میرے دشمنون نے اس بات کو ہنسی مین ٹالدیا تہا لیکن ان لوگون نے جنہون نے میری بات پر یقین کیا دیکھ لیا کہ جو کچھ مینے کہا تہا وہی ہوا اور مین نے جو جو ان سے وعدے کیئے تہے وہ سب پورے ہو چکے ۔

. . . . جنکو اس زمانے کے بہی اکثر لوگ جانتے ہین اور جب میری ایک ایسی بات کو جو مینے قبل از وقت کہی تہی اور جس کے پورا ہونیکا کسی کو یقین نہ تہا اسکو پورا ہوتے ہوئے تم دیکھ چکے ہو تو پہر خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ جب میری ایک بات پوری ہو چکی جو کہ مین نے قبل از وقت بتائی تہی اسی طرح وہ بات بہی پوری ہوگی جو اسوقت کہہ رہا ہون وہ یہی کہ تم میرے مذہب پر چلکر حقیقی نجات حاصل کرلوگے یہ سڑک جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہین یہ وہی سڑک ہے جسکو مذہب اسلام کہتے ہین جس کے متعلق مختصر سی چند باتون سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ واقعی یہی سڑک ہے جو ہمین منزل مقصود تک پہنچا دیگی پس اسلام

ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی اطاعت کے لئے ہر ایک فرد بشر کو تیار رہنا چاہیئے پھر جب ہم اس سڑک پر چلنا شروع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہمیں ایک نہ ایک ایسا بزرگ ملتا ہے جو ہمیں کہتا ہے کہ میں نے اسلام کے طفیل خداتعالےٰ کو پا لیا ہے اور میں خداتعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ہوں اور اس ثبوت میں میں بہت سے معجزات دکھا چکا ہوں اور دکھا رہا ہوں اور آئندہ کے لئے دکھاؤنگا اور یہ ایک ایسے معجزات ہونگے جو میری عمر تک محدود نہ ہونگے بلکہ قیامت تک میرے پیرو ان کو پورا ہوتے دیکھتے رہینگے جنکا میں وعدہ دے رہا ہوں یہ بزرگ وہی ہیں جنکو ہماری اصطلاح میں امام یا مجدّد کہتے ہیں اور یہ اسلیئے آتے ہیں کہ تا جو غلطیاں اسلام میں واقعہ ہو گئی ہوں ان کو دور کر کے تجدید کریں یا بالفاظ دیگر اصل اسلام کو دُنیا پر پھر قایم کر دیں پس ایک ایسا مذہب جس کی ہر زمانہ میں تجدید ہوتی رہتی ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے اُٹھایا ہے جس کی طرف ہم نے جانا ہے۔ وہ اسلام ہی ہے پس ہمیں اسلام کی ہی فرمانبرداری کرنی چاہیئے خداتعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اسلام کے سچے خادم ہوں۔ الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ

جائینٹ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا بغاوت اسلام کا خمیر تھی

شیخ عبدالرحمن صاحب نومسلم سابق لاہوری انجمن تشحیذ الاذہان کے پرجوش ممبر ہیں آپ نے ذیل کا مضمون رسالہ میں چھپنے کے لئے بھیجا ہے یہ آریہ مسافر کے دسمبر کے پرچہ کے ایک نوٹ کا جواب ہے جو عدم گنجائش کی وجہ سے چھپ نہیں سکا۔ چونکہ اڈیٹر صاحب آریہ مسافر نے اس مضمون کو

صرف ایک دو دفعہ درج رسالہ نہیں کیا بلکہ چھ ماہ تک اس مضمون کو درج کرتے رہے ہین آخری دفعہ فروری کے پرچہ مین یہ نوٹ شایع ہوا ہے اسلیئے اس مضمون کو اسوقت شایع کرنا بعد از وقت نہین ہے اگر ایڈیٹر صاحب آریہ مسافر تعصب کی عینک کو اوتار کر پڑھینگے تو انہین معلوم ہو جائیگا کہ یہ بالکل فضول اعتراض ہے ہان اگر اب بھی ایڈیٹر صاحب باز نہ آئینگے تو آریونکی کتابون سے بغاوت کی تعلیم کا ثبوت دیا جاویگا! (جائنٹ ایڈیٹر)

آریہ مسافر ایک ماہواری رسالہ جالندھر سے شایع ہوتا ہے اس رسالہ کے دسمبر ۱۹۰۸ء کے پرچہ مین ایک مضمون بعنوان "بغاوت اسلام کا خمیر ہے" نکلا ہے جس مین ایڈیٹر رسالہ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ قرآن شریف خود بغاوت کی تعلیم سکھاتا ہو اور اُس کی تائید مین اسنے سورۃ النساء کے اس حصہ آیت "یا یہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" یعنے اے مومنو اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور انکی جو تم مین سے حاکم ہون، کو پیش کر کے اپنے زعم فاسدہ مین اس سے یہ نتیجہ نکال کر کہ لفظ منکم سے مراد صرف مسلمان حاکم ہی ہین جن کی اطاعت مسلمانون کے لیئے لازمی اور ضروری ہے بڑے زور شور سے تمام اسلامی اخبارات کو چیلنج دیا ہے کہ جو حوالہ اسنے آیت مذکورہ بالا کا دیا ہے سب بالاتفاق اسکی تردید کرین!

اس مضمون پر چندان کچھ لکھنے کی ضرورت تو نہین تھی کیونکہ ہر ایک وہ انسان جسکو کہ آریون کی تحریرون کے باین کہ وہ اسلام کی تعلیم سے بھی واقفیت رکھتا ہو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ان لوگون کا ہمیشہ سے یہی وتیرہ چلا آتا ہے کہ جب قرآن شریف کی کسی آیت پر بیجا حملہ کرنے لگتے ہین تو اسکے سیاق سباق کو بالکل چھوڑ کر اس آیت کا تھوڑا سا ٹکڑہ لیکر اوس پر جسقدر چاہتے ہین جاہلوں کو دھوکا مین ڈالنے کے لیئے اعتراض کرتے ہین چنانچہ یہان بھی ایڈیٹر آریہ مسافر نے اپنے دیگر بھائیون اور اپنے باوا دیانند کی پُرانی عادت کے موافق پوری آیت کو نقل نہین کیا

یاکہ نصف حصہ آیت کا نقل کرکے اسکو قابل اعتراض ٹھہرایا ہے مگر چونکہ اس نے بڑے زور شور سے اسکو لاینحل سمجھکر یہ دعوے کیا ہے کہ کوئی اسکا جواب لکھے اسلیے مینے مناسب سمجھا ہے کہ اسپر قلم اٹھاؤن مبادا کوئی جاہل نادان انکے دھوکہ مین آکر ٹھوکر نہ کھاجائے پیشتر اسکے کہ مین اسکا جواب لکھون ناظرین پر یہ بات ظاہر کردینا بھی مناسب خیال کرتا ہون کہ ایڈیٹر آریہ مسافر کو قرآن شریف کی اس پاک تعلیم پر جس مین صاف حکام وقت کی اطاعت کا حکم ہے کیون حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ سو واضح ہو کہ آریون نے سنہ ۱۹۰۷ء مین ویدون کی اس تعلیم* "بادشاہ چھتریون مین سے ہونا چاہیے اور وہ آدمی ہونا چاہیے جو ویدون کے علوم سے ماہر ہو (دیکھو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سمت ۱۹۵۴ بکرمی صفحہ ۱۷۵-۱۸۱-۱۸۲) پر عمل کرنے کی غرض سے سلطنت برطانیہ کے خلاف جسکے زیر سایہ وہ مدت سے بامن زندگی بسر کررہے تھے اور جسکی طفیل وہ تمام دنیاوی عزتیں اور آسائشیں حاصل کرنے مین

---

*حاشیہ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ستیارتھ پرکاش مین بغاوت کی تعلیم ہرگز نہین بلکہ اس سے مراد یہ ہی کہ دیشی راج بہ نسبت بدیشی راج کے اچھا ہی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر اقوام کے ماتحت رہنے کے متعلق جو قوانین ہندو مذہب پیش کرتا ہے وہ کہان ستیارتھ پرکاش مین درج ہین حالانکہ سوامی دیانند کو لازم تھا کہ پہلے وہ ویدون مین سے اس تعلیم کو درج کرتے جو ہندون کو غیر اقوام کے . . . . بادشاہون کے ماتحت وفاداری سے رہنے کی ترغیب دیتی ہی کیونکہ وہ زمانہ جسکو انھون نے پایا انگریزی حکومت کا زمانہ تھا نہ کہ ہندو مذہب کی حکومت کا جسکے متعلق قوانیون سے انھون نے اپنی کتاب کے کئی صفحے بھر دیے ہین انکا ضروری تعلیم کو چھوڑ کر غیر ضروری (اور ہندوؤ نکو مدت سے بھولی ہوئی) تعلیم کا پھیلانا صاف اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا منشا واقعی اپنے پیروون کو انگریزون کے خلاف اکسانے کا تھا ورنہ کونسی بات انکے لیئے مانع تھی کہ وہ انکے ماتحت وفاداری اور فرمانبرداری سے رہنے کی متعلق بھی قانون اگر کوئی تھی۔ تو درج کر دیتے منہ

دیگر اقوام سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ شورش اٹھائی اور ہندوؤں کی مذکورہ بالا تعلیم پر عمل کرنے کے غرض یہ چاہا کہ وہ کسی ایسے آدمی کے ماتحت رہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو چھتری بھی ہو اور ویدوں کی تعلیم سے بھی ماہر ۔ مگر جب انکے بڑے بڑے لیڈر گرفتار ہو گئے اور بجائے کامیابی کے الٹا ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو انھوں نے سوچا کہ اب سوائے مسلمانوں کو اپنے ساتھ شریک کرنے کے اور کسی طرح بھی ہم کامیاب نہیں ہو سکتے چنانچہ اس امر کے لیئے انھوں نے بہت بہت کوششیں کیں اور بہت سے لیکچر ایسے دیئے جن میں چھوت کے مسئلہ کی بھی بڑے زور سے تردید کیگئی مگر الحمد للہ کہ مسلمان ان کے فریب سے بچے رہے اور انہوں نے بجائے اسکے کہ اس شورش میں کچھ حصہ لیتے جا بجا جلسے منعقد کر کے اپنی پاک تعلیم کی رُو سے جاہل اور ان پڑھ مسلمانوں کو بھی اس میں شریک ہونے سے روکے رکھا جنکے اکسانیکے لیئے بہت ہاتھ پاؤں مارے گئے تھے!

جب انکو چاروں طرف سے ناکامیابی ہی ناکامیابی نظر آئی اور دیکھا کہ ہم گورنمنٹ کی نظر میں بانی فساد قرار پا جائینگے - اور مسلمان جو بیچارے خواہ مخواہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بانی مشہور ہیں انکی اب بریت ہو جائیگی تو انہوں نے پھر اس امر میں کوشش کرنی شروع کی اور ابتک کر رہے ہیں کہ جب کبھی موقع پا دیں گورنمنٹ کو مسلمانوں پر بدظن کریں اور جاہل اور ان پڑھ مسلمانوں کو یہ دھوکا دیکر کہ انکی تعلیم ہی دیگر اقوام کے بادشاہوں کی اطاعت سے روکتی ہے گورنمنٹ کے خلاف اکسادیں یاد رہے کہ انکا اسلام کی پاک تعلیم پر جھوٹے اور بیجا الزام لگانے کیا ہیں گویا انکی یہ باریک در باریک پالیسی ہے جسکو وہ اندر ہی اندر جاہل اور ان پڑھ مسلمانونکو گورنمنٹ کے خلاف اکساکر اپنا ایک بھاری جتھا بنانے کے لیئے کھیل رہی ہیں مگر اب انکو یقین کرنا چاہیئے کہ انشاء اللہ اب انکی دال نہیں گلیگی۔

اب میں ناظرین کے سامنے اس تمام آیت کو جس میں غیر اقوام کے حکام کی اطاعت کا صریح حکم ہے اور جسکے نصف حصہ کو آریہ مسافر کے متعصب ایڈیٹر نے اندھا دھند بغیر

سوچ سمجھے یا محض لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیئے یا اس غرض سے کہ گورنمنٹ کو مسلمانوں پر بدظن کرے درج کر کے قابل اعتراض ٹھہرایا ہے پیش کرتا ہوں اور وہ آیت یہ ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاٰخر ذٰلک خیر و احسن تاویلاً (اے مومنو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان لوگوں کی جو تمپر حکمران ہوں پس اگر کسی امر مین تمہارے مابین جھگڑا پڑ جاوے تو پھر اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم الآخر پر ایمان لاتے ہو یہی اچھی اور احسن تاویل ہی) اس آیت مین حکام کی اطاعت کا حکم دیکر اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر تم مین کوئی جھگڑا پڑ جائے تو پھر تم اس امر کو اللہ اور رسول یعنی شریعت کی طرف لوٹا دو یعنے اس امر کا فیصلہ شریعت کے لحاظ سے کر لو اب اس آیت سے صاف کھل گیا کہ منکم سے یہان قطعاً مسلمان حاکم مراد نہین بلکہ غیر اقوام کے ہی فرمانرواؤنکو مدنظر رکھکر یہ حکم صادر فرمایا گیا ہے جھگڑے کی صورت مین مسلمانونکو شریعت کی طرف رجوع کرنیکا حکم دینا صاف اسبات پر دال ہے کہ وہ فیصلہ جو حاکم وقت نے کیا ہے وہ شریعت کے خلاف ہوگا اور اسسے ہر ایک ذی عقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ شریعت کے خلاف فیصلہ کرنیوالا کون ہوگا آیا وہ مسلم بادشاہ ہوگا یا غیر مسلم اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس آیت مین اگر غیر اقوام کے بادشاہ ہی مراد لیئے جاوین تو پھر مسلمان بادشاہوں کا ذکر کیون نہین کیا کیا مسلمانون کو انکے برخلاف بغاوت کرنی چاہیئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک عقلمند انسان اسبات سے انکار نہین کر سکتا کہ اپنے قوم کے بادشاہ کی اطاعت ہر ایک شخص اپنے اوپر واجب سمجھتا اور اسکے حکمون کو سچے دل سے بجا لانا اپنا فخر یقین کرتا ہے اسلیئے عالم الغیب خدا نے جسکے علم مین تھا کہ مسلمان اپنی

بد کرداریون اور غفلتون کے سبب سے سلطنتین کھو بیٹھینگے اور انکو غیر اقوام کی ماتحت رعایا بنکر زندگی بسر کرنی پڑ گی اپنی پاک کتاب مین اسلیئے کہ کہین مسلمان ایسے وقت مین انکو کافر سمجھکر انکے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرکے مصیبتون مین گرفتار نہ ہو جائین پہلے ہی سے ان کی اطاعت ان پر واجبی اور لازمی اور فرض عین قرار دے دی اور اس ضروری امر کو بیان کر دیا جسکے بیان کرنیسے وید بالکل ساکت رہے ہے اور اس غیر ضروری حصہ کو جسکا بیان کرنا گویا ایک لغو کام تھا جسکے کرنے سے خدا کی ذات پاک ہی چھوڑ دیا!

اب ہم اسی آیت کے حوالہ سے جس پر کہ نادان معترض نے بغیر سوچے سمجھے کے اعتراض کر دیا ہے دکھا چکے ہین کہ یہان صرف غیر اقوام کے ہی بادشاہون کا ذکر ہے مسلمانونکا ذکر تک بھی نہیں ابھی یہ بات کہ مخاطب اس آیت مین مومن ہین۔ اسلیئے منکم سے بھی وہی مراد ہونے چاہین سو اسکے جواب مین یہ عرض ہے کہ اول تو اگلا حصہ آیت کا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہین کھلے طور پر ان معنوں کی تردید کرتا ہے دوسرے یہ بھی کوئی ضروری نہین کہ جو پہلے مخاطب ہون وہی منکم سے مراد لیئے جاوین قرآن شریف مین اللہ تعالےٰ نے ایک اور مقام پر اسکی تصریح کر دی ہے جہان کہ وہ دوزخیون سے سوال کرتا ہوا فرماتا ہے الم یاتکم رسل منکم یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہین آئے حالانکہ یہ ایک صریح بات ہے کہ رسول تو دوزخیوں مین سے نہیں ہین اور تیسری وجہ مومنونکو مخاطب کرنیکی یہ ہے کہ ہر ایک انسان جسکو ذرا بھی عقل ہو اسبات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ قرآن شریف کے حکموں پر عمل کرنیوالے وہی لوگ ہو سکتے ہین جو اسپر ایمان لاتے ہیں۔ نہ کہ وہ لوگ جو کھلے طور پر اسکا انکار کرتے ہین اسلیئے یہان پر انہی لوگونکو مخاطب کیا گیا ہے جو قرآن پر ایمان رکھتے اور اسکے ہر ایک حکم کو بجا لانا اپنا فرض یقین کرتے ہین۔

اگرچہ قرآن شریف کے اور بہت سے مقامات اور کئی احادیث بھی اس مسئلہ مین بہت سی روشنی ڈالتی ۔ مگر چونکہ ایڈیٹر آریہ مسافر نے لکھا ہے کہ مین صرف اسی آیت سے اسکا حل چاہتا ہون اسلیئے مین اسی پر اکتفا کرتا ہون کچھ تو اسلیئے کہ مضمون بہت

طول پکڑ جاوے اور کچھ اسلیئے کہ تا کہ ایڈیٹر صاحب کو پتہ لگجاوے کہ قرآن شریف ایسی عالم الغیب ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہوا ہے جس نے کہ ان تمام اعتراضات کا جو کہ آیندہ مخالفین اسلام نے اس پاک کتاب پر کرنے تھے .... پہلے ہی سے ٹھیک اسی جگہ جوجائے اعتراض ٹھہرائی جاتی تھی کافی و شافی جواب دیدیا ہوا ہے۔

مین امید کرتا ہون کہ ایک طالب حق کے لیئے اسی قدر کافی ہے بشرطیکہ وہ انصاف اور نیک نیتی کو کام مین لاوے اخیر مین مین دعا کرتا ہون کہ یا الٰہی تو اس قوم کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار تا یہ تیری اس روشن نور کو جو تیری پاک کتاب مین ہے دیکھین اور راہ راست پر آوین (آمین)

ریویو مع شکریہ

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اس ماہ صفر مین دار الکتب احمدیہ کیلیئے جو اخبارات ورسالجات جاری ہوئے اور جو کتب وصول ہوئیں انکا مختصر ریویو ذیل مین درج ہے انکان اخبار و رسایل اور مصنفین کتب اپنی عالی حوصلگی اور سیرچشمی کے سبب مستوجب ستایش ہیں کہ انھون نے اس پبلک لائبریری یعنی دار الکتب احمدیہ کیلیئے اپنے اخبارات وکتب مرحمت فرماکر ثواب عظیم حاصل کیا امید ہے کہ دیگر حضرات بھی اسطرف ضرور توجہ فرماکر سپاس گذاری کا موقعہ دینگے!

نیازمند - اکبر شاہ خان نجیب آبادی نائب افسر دار الکتب احمدیہ قادیان

گلستان | ساتوین صدی ہجری کے مہتم بالشان واقعات مین سے ایک شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا وجود اور انکی لانظیر کہے جانیکی قابل کتاب گلستان کی تصنیف ہے اس اخلاقی کتاب کی قبولیت وشہرت کو دیکھکر حکیم قاآنی اور مولانا جامی ونظامی اور اور بلند پایہ حضرات نے اسی قسم کی کتابین بہارستان وخارستان وغیرہ نامون سے لکھین لیکن ع۔ قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است گلستان

کے سامنے کوئی بھی سرسبز نہ ہوئی اور زمانہ نے سوائے گلستان کے کسی دوسری کتاب کو قبول عام اور شہرت دوام کا خلعت عطا نہ کیا دنیا کا کوئی متمدن ملک اور کوئی متمدن زبان ایسی نہین جس مین گلستان کا ترجمہ ہو عربی مین اس کتاب کا سب سے بہتر ترجمہ وہ ہے جو علامہ جبرئیل افندی یہودی نے توفیق پاشا کے عہد مین کیا یہ علامہ مصر و شام کا مسلمہ ادیب ہے اور بڑے بڑے مسلم الثبوت ادیب اسکی اُستادی کے معترف ہیں غرضیکہ اس عربی ترجمہ کی خوبی فارغ از توصیف ہے اور ممکن نہین کہ کوئی اسکو دیکھے اور اسکی تعریف مین رطب اللسان نہ ہو حضرت مولوی عبد الولی صاحب نے اسکو مع ترجمہ اُردو اپنے آسی پریس لکھنؤ مین چھاپکر شایع کیا ہر صفحہ کے دو کالم ہین ایک کالم مین عربی اور دوسرے مین اوسکا لفظی با محاورہ اور نہایت لطیف اُردو ترجمہ ہے غرضیکہ اب یہ کتاب نہ صرف ایک اخلاقی کتاب بلکہ زبان عربی سکھلانیوالی اعلیٰ درجہ کی ریڈر اور عربی علم ادب کا ایک شفیق اُستاد ہے ہمارے بھائیونکو جو زبان عربی کے عاشق ہین. اس کتاب کی خریداری سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہئیے مولوی عبد الولی صاحب مالک و مہتمم آسی پریس لکھنؤ سے دو روپیہ عہ قیمت پر ملتی ہے اور اپنی خوبیون کے اعتبار سے کچھ مہنگی نہین ۔

مُفید المفتی اس مفید کتاب کی قیمت دو روپیہ اور ضخامت ۲۷۰ صفحہ ہے مدت سے ملک کو ضرورت تھی کہ فقہائے حنفیہ کی تاریخی حالات اور فقہ حنفی کی تالیفات سے قوم کو اطلاع دیجائے اسلیئے کہ کسی مذہب کے معاملہ سے اُسوقت بحث کیجاسکتی ہے جبکہ بزرگون کی تحقیقات علمیہ سے پوری واقفیت ہو اور مذہبی کتابون پر کافی عبور ہو مولانا عبد الاول صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کرکے کتاب مفید المفتی تالیف فرمائی جو فتوی نویسون کے لئے مفید اور اہل نظر کے واسطے سرمایۂ تاریخ ہے مؤلف نے اس کتاب مین نہایت جانفشانی سے تمام لوازم افتاء و تاریخ و تالیف احناف کا استقصا کیا ہے اور عام فائدہ کے لئے صاف اور شستہ اُردو زبان مین تحریر فرمایا ہے جسطرح یہ کتاب اپنے موضوع مین اعلیٰ ہے اسی طرح کمال حُسن و خوبی کیساتھ چھاپی بھی گئی ہے اور فاضل مؤلف نے اسکا حق تالیف آسی پریس لکھنؤ کو عطا فرمایا ہے کتاب جلستان اور مفید المفتی کے ملنے کا پتہ ایک ہی ہے

الجبان اس کتاب کا حجم ۲۴۵ صفحہ تقطیع ۲۲×۱۸/۸ قیمت ڈیڑھ روپیہ ملنے کا پتہ یہ ہے

بلا مبالغہ اور بلا تصنع کہا جاتا ہے کہ جریان کے متعلق ایک ایسی جامع و نافع کتاب زبان اردو میں آجتک نہیں لکھی گئی کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی وسعت معلومات کا اندازہ ہو سکتا ہے اگرچہ بعض مقامات پر کتاب کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مصنف پنجاب کا رہنے والا ہے لیکن بلا ریب کتاب کی خوبی کو کہ اس سے مطلق صدمہ نہیں پہنچا اس کتاب کی ملک میں بکثرت اشاعت ہونی نہایت ضروری ہے۔ یہ ملک کی خوش قسمتی ہے کہ ایسی مفید کتاب شائع ہوئی اس کتاب کے متعلق حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ الفاظ مصنف کے پاس لکھکر بھیجے تھے میں رسالہ الجریان مرتبہ حکیم فیروز الدین صاحب پڑھکر مصنف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بہت محنت سے ہندی عربی یونانی اور طب قدیم و جدید کے تجارب سے اس رسالہ کو شائع کیا گیا ہے اگر اسی طرح قابل قدر اطبا ایسے امراض کے متعلق اس قسم کے رسائل شائع فرمائیں تو ملک کے لئے مفید ہیں بڑی لیاقت سے اسباب علامات اور معالجہ میں بسط سے کام لیا گیا ہے ؛

رسالہ حکمت الجریان کے مصنف منشی فاضل حکیم محمد فیروز الدین صاحب کی ایڈیٹری میں لاہور سے مہینہ میں دوبار شائع ہوتا ہے اخباری تقطیع کے ۸ صفحہ لکھائی چھپائی اور کاغذ صاف ستھرا قیمت سالانہ ؏ امرا اور غربا سے ؏ ہے یہ قیمت کچھ بہت نہیں ہے طبی مضامین نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ لکھے ہوئے ہوتے ہیں قدیم و جدید طب کے اختلافی مسائل پر اسمین بحث ہوتی ہے اگرچہ اس رسلہ کی بعض مضمون نگار بہت ہی معمولی لیاقت کے آدمی معلوم ہوتے ہیں لیکن اکثر اعلیٰ قابلیت کے طبیب اور روشن خیال اور بلند مرتبہ اشخاص بھی ہیں ؛

کرزن گزٹ دہلی مرزا حیرت کی ایڈیٹری میں دہلی سے شائع ہوتا ہے قیمت تین روپیہ سالانہ قریباً ۱۶ صفحہ پر پڑنگ میٹر ہوتا ہے ہندوستان کے مشہور اخبارات میں اسکا شمار ہے میرزا حیرت شیعون کی گوشمالی میں اپنی ہمت بہت صرف کرتے ہیں لیکن وہ اکثر موقعوں پر جادہ اعتدال سے اسقدر منحرف ہو گئے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا کوئی ممبر اسلئے کہ احمدی لوگ سچے اور زندہ اسلام سے مستفیض ہیں میرزا حیرت کے معتقدات سے متفق و ہم آہنگ نہیں ہو سکتا کیا اچھا ہو میرزا صاحب شیعوں کا مقابلہ کرتے ہیں مسیح موعود مہدی مسعود

کی تصانیف اور مولانا عبد الکریم صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب خلافت راشدہ کو اپنا دستور العمل بنائیں بہر حال دنیوی خبروں سے واقف ہونیکے لیے بھی کرزن گزٹ بہت سے دریدہ دہن اور متعصب ہندو اخباروں سے بدرجہا بہتر ہے۔

البیان یہ عربی و اردو کا ایک پندرہ روزہ علمی رسالہ ہے قیمت للعہ سالانہ ہے یہ رسالہ موجودہ زمانہ کی فصیح عربی زبان مین شایع ہوتا ہے اور اسکے بالمقابل کالم مین اردو ترجمہ بامحاورہ ہوتا ہے الفاظ غریبہ کا حل نوٹ مین دیا جاتا ہے اسکی اشاعت ہندوستان کے باہر نیویارک امریکہ ۔ کریمیا پیرس ۔ لندن روم مصر ۔ شام ۔ ایران تونس الجزائر مراقش وغیرہ اکثر ملکون مین ہے اور اسی وجہ سے مصر کے مشہور سائنٹفک عربی میگزین الہلال نے اسکے متعلق رائے دی ہے کہ "دہی افضل وسیلۃ لتوطید العلایق بین الہند و العرب" البیان مین دنیاے اسلام کے متعلق نہایت کثرت سے خبرین شایع ہوتی ہین اور مضامین اعلیٰ درجے کے لکھے جاتے ہین لکھنؤ سے جناب علامہ عبد اللہ عمادی و مولوی سید سلیمان صاحب کی ایڈیٹری مین اسی پریس مین حضرت مولانا عبد الولی صاحب پروپرائٹر کے اہتمام سے شائع ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا کتابین رسالے و اخبارات صرف ماہ صفر مین دار الکتب احمدیہ کو وصول ہوئے و انکے علاوہ اسی مہینہ مین جناب سید احمد نور صاحب کابلی مہاجر نے اپنی دینداری کا یہ نمونہ دکھایا کہ اپنی قومی لائبریری اور دار الکتب احمدیہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابین مرحمت فرمائیں خدا انکو اس عطیہ کی جزائے خیر دے اور خدا کرے ہم مین ہزاروں لاکھوں احمد نور پیدا ہو جائیں جو اس دار الکتب کی طرف توجہ فرمائیں محمودیہ فتاویٰ احمدیہ ہر سہ حصص لغات القرآن دونوں حصے چشمہ معرفت ۔ اعجاز المسیح صحیح بخاری کامل ریویو آف ریلیجنز جلد ۴ تشحیذ الاذہان جلد ۹ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن و مہتمم ڈسپنسری انجمن احمدیہ قادیان نے بھی جو ہمارے واجب التعظیم بزرگ ہین بہت سی کتابیں دار الکتب احمدیہ کو عطا فرمانیکا وعدہ فرمایا ہے انشاء اللہ تعالےٰ یقین ہے کہ ماہ آیندہ کے پرچے مین ان کتابوں کی فہرست بھی شایع ہو سکیگی اسی طرح غلام حسین صاحب پٹواری حضرت کیلیانوالہ تحصیل وزیر آباد سے بہت سی کتابوں کے بھیجنے کا وعدہ

(باقی آئندہ)

جناب سیّد قاسم علی صاحب دہلوی نے سال گذشتہ مین قریباً تیس کتابین دارالکتب احمدیہ کے لیے بھیجی تھیں لیکن دفتر کے کلرک صاحب کی عنایت سے انکی فہرست گم ہو گئی اور کتابین دوسری کتابون کے ساتھ ملکر اس طرح فہرست مین شامل ہو گئی ہیں کہ اب جبتک میر صاحب ہی خود اپنی عطا کردہ کتابوں کی فہرست دوبارہ نہ بھیجین انکا شکریہ شایع نہین کیا جا سکتا حضرت میر صاحب نے اس پہلے عطیّہ سے بھی زیادہ کتابون کے اور رحمت فرمانے کا وعدہ زبانی فرمایا تھا جو یقین ہے انکو یاد ہوگا اور بہت جلد ایفا فرمایا جائیگا لائبریری فنڈ مین روپیہ کی بھی سخت ضرورت ہے اسٹول کرسیان اور الماریان بالکل ناکافی ہین اور کم سو کم دو سو روپیہ مین نہایت ضروری سامان بن سکتا۔ لائبریری فنڈ کا روپیہ قوم کے مقتدا اور پیشوا حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب دارالکتب احمدیہ کے افسر اعلیٰ اور انجمن تشحیذ الاذہان کے پریسیڈنٹ کے نام آنا چاہیے اور کتب اخبارات وغیرہ اور دیگر مراسلات متعلقہ دارالکتب کے لیے صرف مہتمم دارالکتب یا عاجز راقم کا نام لکھدینا کافی ہے۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی مہتمم قادیانی۔ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ ماہ صفر کی وصول شدہ کتابون اور اخبارات سے متعلق ریویو اور شکریہ لکھکر حضرت ایڈیٹر صاحب کی خدمت مبارک مین بھیجوا چکا ہون کہ ابتک مین حضرت مخدومی مکرمی سیّدی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی نے موعودہ کتابین دارالکتب مین بھجوا دین چونکہ ماہ صفر کے ختم ہونے مین کئی گھنٹہ باقی ہین اسلیئے وہ فہرست جسکے ماہ آیندہ مین شایع ہونیکی امید کیگئی تھی اسی مہینہ مین شایع ہوتی ہے ان مندرجہ ذیل کتابون مین بعض بعض کتابین تو نہایت ہی قیمتی اور نایاب نسخہ ہین لے میرے قادر و قیوم خدا تو اپنے بہت سے بندون کے دلون مین ایسی ہی روح پھونک دے اور ایسا ہی درد پیدا کر دے جیسا کہ ہمارے مخدوم حضرت خلیفہ صاحب نے نمونہ دکھایا ہے آمین یارب العٰلمین۔

نیازمند اکبر نجیب آبادی۔ ۲۰ صفر ۱۳۳۰ھ فہرست اسطرح ہو

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
۱و۲	سیر حامدی حصہ اول و دوم مجلد	۲۶	سواء السبیل
۳	القسطاس المستقیم	۲۷	رؤیائے صالحہ
۴و۵	ترک میدنیم حصہ اول و دوم	۲۸	السر المکتوم
۶	خطبات کریمیہ	۲۹و۳۰	حیرت کی حیرانی حصہ اول و دوم
۷	کلمۃ الفصل	۳۱	انوار اللہ
۸	دعوۃ الحق	۳۲	جواب امہات المومنین
۹	سوانح عمری خواجہ نظام الدین	۳۳	رسالہ تصوف الموسوم بہ ینبوع الاسرار قلمی مجلد
۱۰و۱۱	صراط مستقیم دو مجلدین		
۱۲و۱۳	جام شہادت دو مجلدین	۳۴	حدیث کی ایک قلمی کتاب
۱۴و۱۵	یادگار کریم دو مجلدین	۳۵	حیات القلوب مصنفہ امام غزالی
۱۶	مباحثہ مابین شیخ الدین بخاری و مسیح	۳۶	ہدایت الاعمیٰ قلمی مجلد
۱۷	الوعظ الحسنہ بالکتاب والسنۃ		
۱۸	ایقاظ النائمین		
۱۹	رسالہ اتمام الحجۃ		
۲۰	ملک الشک		
۲۱و۲۲	اعلام الناس حصہ اول		
۲۳	تحذیر المومنین		
۲۴	صیانۃ القرآن		
۲۵	ازالہ الواس		

بقیہ رسیدات ماہ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ

نمبر خریداری	نام	رقم	نمبر خریداری	نام	رقم
۲۹۶	سیٹھ موسیٰ عثمان صاحب	عا/	۳۴۵	محمد سرفراز خان صاحب	عا/
۴۸۶	ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب	عا/	۳۵۴	رحیم الدین صاحب	عا/
۵۶۰	امام الدین صاحب	عا/	۳۸۶	میاں صاحب دین صاحب	عہ/
۵۲۵	سید محمد رضوی صاحب	عا	۴۴۱	میاں غلام محمد صاحب	۴/
۱۱۹	محمد یوسف صاحب	عا/	۵۰۷	سید امر علیشاہ	عا/
۱۶	ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب	عا/		میاں احمد دین صاحب زرگر قادیان	بہ چندہ ممبری
۱۲۲	مولوی گلاب دین صاحب	عہ	۱۵	حبیب الرحمٰن صاحب	عا/
۲۹۹	نبی بخش صاحب	عا/	۲۹۱	اسعد علیخان صاحب	عا/
۳۴۰	محمد اکبر صاحب	عا/	۳۷۰	بدر دین صاحب	عا/
۳۷۵	عبد الرحمٰن صاحب	عا/	۴۷۵	محبوب الرحمٰن صاحب	عا/
۱۹۷	میاں عبد العزیز صاحب	عہ/	۳۹۲	غلام احمد صاحب	عا/
۲۳۳	عنایت اللہ صاحب	عا	۴۹۱	ملک غلام احمد صاحب	عا/
۴۷۱	نواب خان صاحب	عا	۴۹۸	محمد مقبول صاحب	عا/
۵۲۴	مولوی ابو الحمید	عا	۵۲۳	غلام اکبر خان صاحب	عا/
۵۴۵	مولوی نور محمد صاحب	عا	۹۱	بابو فیروز الدین صاحب	عا/
	ماسٹر عبد العزیز صاحب س قادیان	عہ/ اعانت	۳۲۷	بابو روشن دین صاحب	عا
۹۴	عبد الغنی صاحب	عا	۴۹۳	اخوند محمد رمضان	عہ/
۲۲۶	ڈاکٹر ستار شاہ صاحب	عا	۴۹۴	محمد حسین صاحب	عا/
۳۱۸	محمد عجب خان صاحب	عا	۵۲۰	علاؤ الدین صاحب	عا/

رسیدات ماہ محرم ۱۳۲۷ھ

۳۳۹ نذر محمد صاحب عا ۳۸۱ بقا محمد صاحب عا ۲۸۱ عبد الغنی صاحب عا ۲۷ عبد اللہ خان صاحب عا

۲۵۳ سید عظیم الدین صاحب عا ۹۴ حافظ میر محمد صاحب عا ۳۰۸ مفتی گلزار محمد صاحب عا ۱۸۷ مولوی عبد اللہ صاحب عا

۳۸۷ عبد العزیز صاحب عا ۶۳ فقیر بخش صاحب عا ۲۷۸ چوہدری حیات محمد صاحب عا ۹۱ حسن محمد صاحب عا

۵۴۷ غلام محمد صاحب عا ۲۴۲ محمد عمر صاحب عہ ۲۳۸ سردار امام بخش صاحب عا ۹۰ محمد اسمٰعیل صاحب عا

جماعت شملہ معرفت بابو برکت بعہ اعانت

۴۵۵ منشی عبد اللہ صاحب عا ۱۹۰ جلیل احمد صاحب عا ۳۳۵ بابو محمد شفیع صاحب عا ۱۸۳ محمد امیر صاحب عا

۳۱۶ محمد نواب خان صاحب عا ۹۹ منشی عبد العزیز صاحب عا عبد اللہ خان صاحب چندہ ممبری للعہ ۳۸۰ ہاشم علی صاحب عا

۵۰۶ دولت خان صاحب عا ۵۸۸ راجہ اسمٰعیل صاحب عہ ۳۰۶ میاں امام الدین صاحب عا قاضی نظیر حسین صاحب عا

۱۳۵ اسمٰعیل آدم جی عا ۵۰۷ اکبر علی صاحب عہ ۵۰۸ حشمت اللہ صاحب عا ۳۱۸ عبد الغنی صاحب عا ۵۲۳ عبد الرحیم صاحب

۵۰۰ بابو نواب خان صاحب عا ۱۱۴ احمد کبیر نور محمد عا ۱۲۷ منشی قدرت اللہ صاحب عا ۵۱۱ حامد حسین صاحب عا

۵۲۳ منشی اکبر علی صاحب عہ ۳۶۳ محمد اکرام خان صاحب عا ۱۲۷ محمد صادق صاحب عا ۳۷۹ فیض محمد صاحب عا

۴۴۸ عبد الحمید صاحب عا صاحبزادہ صاحب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب چندہ ممبری للعہ ۵۵۸ اکبر علی صاحب عا

غلام قادر صاحب چندہ ممبری للعہ ۵۰۲ عبد الرحیم صاحب عا ۲۷۹ قاضی عطاء اللہ صاحب عا ۵۰ سید سعید الدین صاحب عا

۴۹۸ حکیم محمد اکرم صاحب عا ۳۳۲ مولوی محمد یمین صاحب عہ ۵۰۱ محمد دین صاحب عا ۲۱۴ چوہدری غلام احمد صاحب عا

رسیدات بابت ماہ صفر ۱۳۲۷ھ

۶۱۱ ڈاکٹر محمد حسین صاحب عا ۶۲۱ محمد وزیر خان صاحب عا جماعت کپورتھلہ چندہ لائبریری عا

۵۴۶ چوہدری غلام محمد صاحب عا ۵۴۵ جلال الدین صاحب عہ ۲۸۰ یار محمد صاحب عا ۱۲۲ منشی گلاب دین صاحب للعہ

۴۹۵ حسن موسیٰ خان صاحب عہ ۶۲۶ کرم الٰہی صاحب عا ۵۷۵ نذیر احمد صاحب عہ ۶۲۷ منشی نتھے خان صاحب عہ

۶۲۸ منشی کرم علی صاحب عا ۶۲۹ شیخ مظفر الدین صاحب عا ۶۳۰ محمد دین صاحب عا ۶۳۱ بابو الٰہی بخش صاحب عا

۶۶۷ احمد دین صاحب عا ۶۳۲ قاضی احمد علی صاحب عا ۶۳۳ قاضی ظہور الدین صاحب عا ۳۳۴ سلطان عالم خان صاحب عا

۶۳۶ محمد حسیب العزیز صاحب عا ۶۳۵ ماسٹر فخر الدین صاحب عا خدا بخش صاحب چندہ ممبری للعہ ۵۹۰ بابو عبد العزیز صاحب عہ

Digitized by Khilafat Library

(باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب نور احمد یہ شین پریس قادیان میں چھپا)

جلد ۴

نمبر ۴

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولٰئك هم المفلحون

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی بامراد ہیں

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے عہ (دو روپیہ) اور طلباء سے عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے)

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۷ہجری مقدس | مطابق اپریل و مئی ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

علم اور دولت	۱۲۵ - ۱۴۳	بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ
قرآن شریف اور بائبل	۱۴۴ - ۱۵۶	جائنٹ ایڈیٹر
اسلام	۱۵۶ - ۱۶۱	"
ایڈیٹر صاحب کا دورہ	۱۶۱ - ۱۶۳	
ضروری	۱۶۴	سکرٹری
سابقہ طلباء تعلیم الاسلام کے متعلق اطلاع		
رسیدات زر ٹائٹل پیج صفحہ ب ج - د		محاسب انجمن تشحیذ الاذہان
ایک غلطی کا ازالہ - د		سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب منیجر تشحیذ الاذہان ۱۴- ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

بقیہ رسیدات زر ماہ صفر سنہ ۱۳۲۷ھ

میاں محمد الدین صاحب گجھار چندہ لائبریری ۸ر
۶۳۷ - مولوی الٰہی بخش صاحب عہ
۶۳۸ - محمد اشفاق حسین صاحب عہ
۶۴۰ - عبدالحق صاحب عہ
۵۶۹ - مولوی محمد صغیر صاحب عہ
۶۴۱ - مولوی نور محمد صاحب عہ
۶۴۲ - میاں نظام الدین صاحب عہ
شیخ محمد تیمو صاحب چندہ ممبری سے ر
۶۴۳ شیخ عبدالحق صاحب عہ
۶۴۴ - شیخ غلام محمد صاحب عہ
۶۴۵ - شیخ عبدالرحیم صاحب عہ
۶۴۶ - چودھری نصراللہ خان صاحب عہ
۶۴۷ - میاں سلطان محمد صاحب ع
۶۴۸ محمد علی صاحب عہ
۳۷۱ - منشی غلام حیدر صاحب عہ
۶۴۹ - بابو عطا محمد صاحب عہ
۶۵۰ امیر الدین احمد صاحب عہ
۵۶ - مولوی عالم دین صاحب عہ
۶۵۲ - مولوی محمد حسین صاحب عہ
۶۵۳ - میاں محمد بخش صاحب عہ

۶۵۴ - میاں محمد اسمٰعیل صاحب عہ
۶۵۵ - شیخ فتح دین صاحب عہ
۶۵۶ بابو غلام حسین صاحب عہ
۶۵۷ - منشی محمد علی صاحب عہ
چودھری ضیاء الدین صاحب (چندہ ممبری) عہ
بابو غلام محمد صاحب " ۱۲ر
۵۷۵ - سید محمد صاحب عہ
عبدالغنی صاحب قیمت رسالہ ۴ر
۶۸۵ رحمت اللہ صاحب عہ
۶۵۹ - چودھری عبداللہ خان صاحب عہ
۶۶۰ - میاں امام الدین صاحب عہ
۶۶۱ - میاں محمد دین صاحب عہ
۶۶۲ - شیخ محمد حسین صاحب عہ
۶۶۳ - منشی جان محمد صاحب ع
۶۶۴ - میاں دین محمد صاحب عہ
۶۶۵ - میاں مسعود احمد صاحب عہ
۳۳۲ - نور الدین صاحب عہ
۶۵۱ - منشی محمد یعقوب خان صاحب ع
شیخ میاں محمد صاحب (چندہ ممبری) ۸ر
۶۶۶ - منشی احمد دین صاحب عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

علم اور دولت

[بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ (جو انجمن تشحیذ الاذہان کے بھی ممبر ہین) نے انجمن تشحیذ الاذہان کے تیسرے سالانہ جلسہ پر سنانیکے لیئے ذیل کا مضمون لکھا تھا۔ چونکہ یہ مضمون سالانہ جلسہ پر پڑھا نہین گیا اسلیئے بابو صاحب مذکور نے رسالہ مین شایع کرنیکے لیئے بھیجا ہے لہذا ذیل مین اصل مضمون درج کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین اسکو پڑھکر فائدہ اٹھاینگے۔]
(جائنٹ اڈیٹر)

(جائنٹ ایڈیٹر)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اما بعد فاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَأْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (البقرہ ۔ ع ۳۷)

فی زمانہ ترقی اسلام کے واسطے اس ملک ہند مین طرح طرح کی کمیٹیان بنائی جارہی ہین اور آئے دن جلسے ہوتے رہتے ہین مگر اللہ تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ہمین انجمن احمدیہ قائم کرنے کی تکلیف گوارا کرنی نہین پڑی بلکہ اللہ تعالےٰ نے خود اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

بطور بنیاد مستحکم کیسکے اس نے اس سلسلہ عالیہ کو کھڑا کیا ہے وہ ایک جڑ اور بنیاد ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے جو کبھی ضایع نہیں ہو سکتی وہ خود اس کی آبپاشی کریگا اور روز افزون ترقی کے ساتھ تا قیامت اسکو قایم رکھیگا۔ یہ مجمع متبعین کا اسی جڑ کی بار آوری کا ثبوت ہے یہ اسی جڑ سے ایک درخت پیدا ہوا ہے جس کی بیشمار شاخین ہین اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسکا تنہ ہین حضرت امام علیہ السلام کی دنیوی زندگی مین براہ راست آپ سے فیض ملتا تھا مگر اب ہم اس تنے کی وساطت سے اس جڑ تک پہنچ سکتے ہین وہ ظاہری نظرون سے زمین مین گم ہے لہٰذا اب تنے کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے سے کامیابی ہو سکتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو یہ جڑ اور اوس پر یہ درخت خود اللہ نے قایم کیا ہے مگر یہ بھی اسکا قانون ہے کہ جو شاخ کافی سرمایہ زندگی کا جڑ سے بہم نہین پہنچاتی وہ خشک ہو جاتی ہے اور بالآخر کاٹ دیجاتی ہے پھر ہمین ہمیشہ اس فکر مین رہنا چاہیے کہ ہمارا تعلق اس سے الگ نہ ہو جائے اور ہر وقت دست بدعا رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہماری مدد کرے اور ہمین توفیق دے کہ ہم اس رشتہ اتحاد کو قائم رکھین کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہین کر سکتا؛

ہمین اس سے بحث نہین کہ دوسری انجمنین کہان تک مفید کام مین مصروف ہین اللہ تعالےٰ علیم خبیر ہے وہ ہر شخص کی نیت کو جانتا ہے اور کسی کی سعی کو ضائع نہین کرتا جہانتک اسکو منظور ہے وہ انکو متمتع کریگا مگر الحمد للہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمین یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ ہی یہ تفہیم حاصل کر لی کہ جو طریقہ آپ نے بتایا ہے۔ اسی پہ چلنے سے ہم دین اور دنیا مین ترقی کر سکتے ہین اور دنیا اور آخرت مین سرخرو ٹھہر سکتے ہین ہماری نظر مین بھی دین اسلام مین بہت مفاسد پیدا ہو گئے ہین

مگر حقیقی مفاسد سے وہی ذات پاک آگاہ ہو سکتی ہے جو علیم بما فی الصدور اور علیٰ کل شیئ علیم ہے وہ اندرونی اور بیرونی مفاسد کی حقیقت سے واقف ہے۔ پس جو علاج اس نے بتایا ہے وہی اس درد کا درمان ہے جو شخص اس علاج کو استعمال نہین کرتا وہ کامل طور پر صحتیاب نہین ہو سکتا اس نے اپنی سُنت قدیمہ کے مطابق ایک شخص کو اپنے پاس سے علم عطا فرما کر لوگونکا امام اور ہادی مقرر کیا اسے حقیقی مفاسد سے آگاہ کیا تا لوگوں کو ان سے بچائے اور دین کو تازہ کرے اندرونی مفاسد کی اصلاح اس نے اسطرح سے کی کہ لوگوں کو حقیقی ایمان اور عمل صالحہ کی ترغیب دی اور متبعین کو صحیح ایمان اور حقیقی سنت رسول اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کر دیا جس سے تمام اختلافات مختلف فرقوں سنی شیعہ اور وہابیوں کے مٹ گئے اور خداداد قوت سے ان مین مسلمانوں کی صفتیں پیدا کر دیں اور بیرونی مفاسد غیر مذاہب کے حملوں کی علم خداداد سے مدافعت کر دی قرآن شریف کی صحیح تفہیم سے انکی نکتہ چینیوں کو رد کیا۔ سائنس اور فلسفہ کے باطل عقاید کو طشت ازبام کر کے اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اللہ تعالےٰ کے فضل سے اسوقت زمانہ معترف ہے کہ فرقہ احمدیہ حقیقی اسلام کا متبع ہے اور غیر مذاہب کے مقابلہ مین فرد ہے۔ حضور امام علیہ السلام کو جو نصرت مختلف طریقوں سے اشاعت اسلام میں اور اپنوں اور بیگانوں کے مقابلہ مین نصیب ہوئی وہ ایک لمبی تفصیل ہے غرض یہ ہے کہ مختلف انجمنوں کے جو سالانہ جلسے ہوتے ہین ان مین عموماً اتفاق اور علم پر کثرت سے لیکچر اور وعظ ہوتے ہیں ان مین شک نہین کہ ان ہر دو اصول کے حصول پر بہت کچھ انحصار ہے مگر اسوقت کہ اتفاق نفاق سے خالی ہو اور علم بے عمل نہ ہو اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ فرقہ احمدیہ کو اتفاق اتفاق پکارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے وہ صورت اتفاق کی ان مین پیدا کر دی ہے جو اعلیٰ

تزیین ہے اور جو اس نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق منہاج نبوت پر قایم کی ہے یعنی اسکو ایک ہی شخص کے زیر فرمان کردیا ہے جبتک وہ اسکی متابعت کا اقرار نہ کریں احمدی نہیں کہلا سکتے مگر دوسری انجمنوں میں یہ حالت نہیں اول تو اکثر لوگ پیشوا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ایکدوسرے کو گرانے کی فکر میں رہتے ہیں اور دویم عوام الناس ایک شخص کو یا ان سب کو دینی اور دنیوی معاملات میں حکم تسلیم نہیں کرتے اسلیئے ان میں اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے مگر اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان نقائص سے بری کر دیا ہے اور ہم سب کو ایک ہی شخص کے ماتحت کر دیا ہے جب تک ہم اس کی حکومت کو سر پر نہ لیں ہم احمدی نہیں کہلا سکتے اور جب تک ہم احمدی ہیں متفق ہیں اگر جزوی اختلافات ہوں بھی۔ تو وہ اسکے آگے پیش کرنے سے رفع ہو جاتے ہیں؛

اتفاق کی مختلف صورتیں پیش کی جاتی ہیں مگر حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ جب تک مسلمان اسلام کو مقتدر نہ بنائیں متفق نہیں ہو سکتے اسی طرح جہانتک دیکھا گیا ہے لوگ علم کی حقیقت سے ناآشنا ہیں جو کیچھ علم پر دیئے جاتے ہیں ان میں دولت کمانے کا پہلو شامل ہوتا ہے علم دولت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور اس غرض کو مدنظر رکھکر علم پر زور دیا جاتا ہے اسلیئے مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس موقعہ پر علم اور دولت کے مضمون پر کچھ بحث کیجائے؛

جو آیتیں میں نے قرآن شریف سے تلاوت کی ہیں ان میں پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ طیب کمائی میں سے خرچ کرنا چاہئے اور ایسی کمائی سے انفاق فی سبیل اللہ باعث ثواب نہیں ہو سکتا جسکے حاصل کرنے میں تم خود چشم پوشی سے کام لیتے ہو اس کے بعد وہ آیات ہیں جنکے یہ معنے ہیں کہ شیطان یعنے وہ قوت جو انسان کو بدی کی طرف راغب کرتی ہے وہ تم کو فقر

کی طرف لوٹاتا ہی اور فحشات کا حکم کرتا ہی اور اللہ مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسیع علم والا ہی وہ جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہی اور جو شخص حکمت دیا جاتا ہی وہ گویا بڑی دولت پاتا ہے اور اہلِ عقل ہی نصیحت پکڑتے ہین ؛

اس سو اگلی آیات میں پھر اللہ تعالےٰ کے رستہ میں خرچ کرنیکی ہدایت ہی اور فصاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اور کن موقعوں پہ اور کن لوگوں کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ اِن ساری باتوں کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں اسلیئے مین مضمون زیر بحث کے متعلق صرف مذکورہ دو آیات سو استدلال کرونگا۔ مجہول الکنہ امور مین ان کی ماہیت معلوم کرنے کی غرض سے باریک باتوں مین پڑنا بے سود ہے اور حق یہ ہے کہ انسانی ادراک بوجہ ضعیف ہونیکے انکی اصلی حقیقت کو نہیں پاسکتا یہ روحانی امور ہیں اور انکی حقیقی تفہیم اہل روحانیت کو ہی حاصل ہو سکتی ہے لہذا سمجھنے کے لیئے اتنا ہی کافی ہی کہ اس آیت میں شیطان اور اللہ دو لفظ ہیں شیطان شبط (بمعنی ہلاکت)[۱] سے نکلا ہے اور اللہ اسم ذات اس معبود حقیقی کا ہے۔ جو جامع کل کمالات حسنہ اور مالک صفات قدسیہ کا ہے اور جملہ عیوب اور نقائص سے منزّہ ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ شیطان اور رحمان دو الگ وجود ہین جو اس عالم کے مالک ہین اور مخالفانہ حکومت کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے جو مالک حقیقی کل کائنات کا ہے اور وہ واسع علیم ہے اور جس نے حکمت بالغہ سے یہ کارخانہ کائنات کا رچایا ہوا ہے انسان کے وجود مین دو قوتیں رکھدی ہیں ایک وہ جو بدی کی طرف راغب کرتی ہی اور دوسری وہ جو نیکی کی جانب ترغیب دلاتی ہے پس داعی الی الشر کو شیطان سے موسوم کیا جاتا ہے اور داعی الی الخیر کو فرشتہ سے نامزد کیا جاتا ہے اور فرشتہ کی تحریک کو اللہ تعالےٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے یہ امتحانی حالت انسان میں ودیعت کردی ہے اور اس لیئے اس ذات

[۱] یعنی ہلاک ہونیوالی اور خدا سے دور رہنے والی خبیث روح ۔

پاک پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا وہ واسع علیم ہے اور دنیا مین کوئی شخص
اس سے زیادہ عالم نہیں اسے کمال علم حاصل ہے جس کے لیئے کوئی انتہا نہین
اور انسان مخلوق ضعیف اور محدود ہونے کی حالت مین علم کمال کی نکتہ چینی نہین
کرسکتا وہ خود قاصر ہے پس اس کے الٰہی کاموں مین نکتہ چینی کرنا حماقت اور جہالت
ہے شیطان کوئی الگ ایسا وجود نہیں جو ان معنوں مین خارجی ہو کہ فریب اور دھوکہ
دہی کے لیئے ہر شخص کے پاس بھاگا پھرتا ہے بلکہ وہ اسکے ساتھ ہی ہے اور سوتے
جاگتے اس کے ہمراہ ہے ایسا ہی صفت جبریلی ہر ایک متنفس کے شامل حال ہے۔
چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ونفس وما سوّٰیھا فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا
قد افلح من زکّٰیھا وقد خاب من دسّٰیھا یعنے اللہ کریم نے نفس مین
بدی اور نیکی کا الہام کر دیا ہے پس جس نے اسکو پاک کر لیا وہ فلاح پا گیا اور
جس نے اسکو بگاڑ دیا وہ نامراد رہا اگر اللہ تعالےٰ جبریلی خصلت ودیعت نہ کرتا تو جائے
اعتراض تھی مگر اس نے خیر اور شر دونوں قوتوں کو جمع کر کے انسان کو امتحان
مین ڈالدیا ہے اور ایک تقدیر مین اسکو محصور کر دیا ہے یعنے اسکی جملہ اندرونی اور
بیرونی قوتے کی ایک حد بست کر دی ہے جس پر اسکو اطلاع نہیں دی اور اس شورش
کے اندر اسکو اختیار دیدیا ہے کہ وہ نیکی کرے یا بدی کی طرف جھک جائے پس اسی
تقدیر کے اندر وہ ذمہ وار ہے اور اپنے افعال کا جوابدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک مین بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ انسان
بدی مین حد سے زیادہ گذر جاتا ہے تو جبریلی طاقت اس سے سلب ہو جاتی
ہے یہی معنے ہین ختم اللہ علیٰ قلوبہم کے اور جب نیکی مین حد سے زیادہ
گذر جاتا ہے تو بدی کی طاقت اس سے چھین جاتی ہے اور وہ نجات پا جاتا ہے
چنانچہ حضرت ختم المرسلین والانبیاء علیہ الصلوٰت والسلام نے فرمایا۔ کہ میرا

شیطان مسلمان ہوگیا ہے اگر شیطان ایک ہی اور ایسا خارجی وجود ہوتا کہ اس کے سوائے اور کوئی شیطان نہ ہوتا تو اس کے مسلمان ہونے پر چاہیے تھا کہ دنیا سے بدی اور شرارت اٹھجاتی اور لوگ کلہم مسلمان ہوجاتے کیونکہ بدی اور شرارت اور تفرقہ کا ہونا شیطان کے وجود سے ہی ہے مگر شر دنیا میں موجود ہے اور فرقہ بندی بھی ہے پس نتیجہ بہرحال یہی ہے کہ ہر شخص کے ساتھ جداگانہ اسکا تعلق ہے ہاں اللہ تعالے نے دو راہیں کھولدی ہیں اور کسی کو ایک ہی حالت پر مجبور نہیں کیا اور صاف کہدیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوسکتا ؛

ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علم کو دولت پر بڑی فضیلت ہے مگر ہر دو کا مقابلہ کرنا اور پھر اس نتیجہ پر پہنچنا ہی ایک اہم کام ہے اور اولو الالباب کا ہی حصہ ہے الباب جمع لب کی۔ عقل خالص کو کہتے ہیں جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ اور خالص حقیقت اور باطنی جو اسی لیئے ہر ایک لب تو عقل ہو مگر ہر ایک عقل کو لب نہیں کہہ سکتے اب اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس بات سے صاحب لب ہی یعنے وہی لوگ جو حقیقت شناس ہیں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو حکمت یعنے دانائی کو کام میں لاتے ہیں دراصل علم ہی بڑی دولت ہے اور اللہ واسع علیم کی طرف سے یہ بات کہ احکام الٰہی کی متابعت انسان کو اسکی مغفرت اور فضل کا وارث بنادیتی ہے اور اتباع شیطان اسکو فقیر کردیتی ہے اور فحشات میں پھنسادیتی ہے ایک حکمت کی بات ہے محض اپنی کوشش سے صاحب لب ہونا امر محال ہے اللہ تعالے جسکو توفیق دے اور علم دے وہی صاحب لب ہوسکتا ہے مگر ایک مسلمان کے لیئے راہ بڑی آسان ہے۔ وہ ذات باریتعالے کو تمام کمالات کا جامع اور کل نقصوں سے پاک یقین کرتا ہے اور قرآن شریف کو اسکی منہ کی کلام جانتا ہے اور اس کے حبیب

حضرت محمد مصطفےٰ اور احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسکا صادق نبی اور رسول مانتا ہو
پس جو ہدایت اس کتاب پاک مین مذکور ہے اور جو فعل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کر کے دکھایا ہے اور جو کام اپنے قول سے اس کتاب مقدس کے ماتحت کرنیکا
حکم دیا ہے وہ عین منشائے الٰہی ہے وہی ہمارے لیئے مفید اور حکمت کی بات ہے
تمام احکام ہمارے ہی فائدہ کے واسطے ہین ورنہ ذات خداوندی اس بات کی محتاج
نہین کہ انسان کی نیکی سے اسکی فضیلت ہو اور اس کی بدی سے نعوذ باللہ
اس مین گھاٹا پڑے ہمارے افعال سے اسکی خدائی مین کوئی فرق نہیں آتا۔ کل
اوامر و نواہی ہماری بھلائی کے لیئے ہین جو اس نے محض اپنی ربوبیت اور رحمانیت
کے تقاضے سے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت فرمائے ہین۔ یہ
اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اسکے فضل کی قدر نہ کرنا اپنے آپکو خسارے مین ڈالنا ہے
اس سے صاحب لب ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہین یا وہ جنہیں اللہ توفیق دے مگر اللہ
سے توفیق چاہنے کے واسطے اسی کے قرار دادہ سے کوشش کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ
نے کسی سے بخل نہین کیا اور کسی فرد بشر سے یہ راستہ بند نہین کیا۔

اللہ تعالےٰ نے علم اور دولت ہر دو کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دی
ہے دولت کے حصول کے لئے اسطرح پر کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے۔ اگر
انسان کے پاس روپیہ نہ ہو تو وہ اس کے رستہ مین خرچ کیا کر سکتا ہے اور علم
کی اسطرح پر کہ اسکو یہ بتایا ہے کہ کن طریقوں سے کمانا چاہیئے اور کن موقعوں پر
خرچ کرنا چاہیئے اگر اسکو کمانے اور خرچ کرنیکے طریق کا علم نہ ہو تو بھی وہ نقصان
اُٹھائیگا اور گھاٹے مین رہیگا البتہ علم کو ترجیح دی ہے اور بتایا ہے ومن یوت
الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا ط یعنے جو شخص حکمت اور فہم اور ادراک اور
علم دیا گیا وہ ضرور بڑی دولت دیا گیا۔ یہی ورثۃ الانبیاء والاولیاء ہے

جو شخص اس دولت کے حصول سے منہ موڑتا ہے وہ گویا اپنے نفس کو خسران مین ڈالتا ہے مومن کو چاہیئے کہ اس دولت کے حاصل کرنیکے لیئے بڑا حریص ہو اور خوشی سے اس دولت کو قبول کرے۔

ہر شخص اختیار نہیں رکھتا کہ وہ دولت روپیہ پیسہ کما سکے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسکو دے بہتیرے لوگ رات دن اسی فکر مین ہین ہزار کوششیں کرتے ہین اور طرح طرح کے وسائل تلاش کرتے ہین مگر دولت پیدا نہیں کر سکتے اور برخلاف اسکے بہتیرے ایسے ہین جنکو آسانی سے اسباب میسر آجاتے ہین اور وہ دولت مند ہوجاتے ہین دولت کے ساتھ اگر انسان احکام الٰہی کی پابندی نہین کرتا تو یا تو وہ بخیل ہوجائیگا اور فقر کی حالت مین رہیگا یا فحشات مین یعنی زنا شراب اور دیگر کئی قسم کی بدیون مین مبتلا ہوجائیگا اور اگر دولت نہیں رکھتا تو تنگی کیحالت مین گزران کریگا۔ غرض شیطان کی پیروی سے ہر حالت مین نقصان رہیگا۔ برخلاف اس کے جو شخص صاحب علم ہوگا وہ ضرور ان طریقوں کو اختیار کریگا جو اسکے خالق اور مالک نے اس کی بہبودی کے لیئے مقرر فرمائے ہین۔ اگر دولت رکھتا ہے تو اپنے لیئے اور اہل وعیال کے لیئے خرچ کریگا اور خوشی کی حالت مین رہے گا۔ سامان آسایش مہیا کریگا اور محتاجون کو دیگا اور انکی دعائیں لیگا اور دیگر مناسب موقعوں پر صرف کرنے سے ثواب حاصل کریگا غرض دین دنیا مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے مغفرت اور فضل حاصل کریگا اور خوش وخرم اور فایز المرام ہوگا۔ اور اگر دولت نہین رکھتا تو چونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ متقی کی ہر مشکل حل کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کے وہم وگمان مین بھی نہ ہو لہذا وہ کبھی تنگدست محتاج اور فقیر نہین ہوگا۔ اس حالت مین بھی اسکی مغفرت اور فضل اسکے شامل حال رہینگے۔

مینے بیان کیا ہے کہ ہر شخص قدرت نہین رکھتا کہ دولت کما سکے مگر علم اور

حکمت وہ چیز ہے کہ ہر فرد بشر خواہ کسی حالت مین ہو اس سے حصہ لے سکتا ہے اور جبکہ یہ ثابت ہے کہ ہر حالت مین انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تو اسے اولاً اسی کے حصول کی سعی کرنی چاہیئے احکام الٰہی کے ماتحت انسان دولت سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر اول تو اسکا حاصل کرنا ہر شخص کے اختیار مین نہین اور دوئم ترجیح علم کو ہے پس انسان کو اولاً دولت کا حریص نہیں ہونا چاہیئے علم مقدم ہے اور علم کیساتھ عمل کا مفہوم لازم ہے پس جب اللہ کریم کا وعدہ ہے کہ متقی کبھی تنگ نہین رہتا اور وہ اسکے لیئے آسانی اور خوشی کی راہین کھول دیتا ہے تو لاجرم یہی ضروری ٹھہرتا ہے کہ علم حاصل کیا جائے آپ شاید یہ خیال کرینگے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا یہ وعدہ متقی کیساتھ ہے عالم کے ساتھ نہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ متقی کیساتھ علم کا ہونا مخفی طور پر شامل ہے متقی وہی ہو سکتا ہے جسکو یہ علم ہو کہ اتقا کیا ہے اور اسکے حصول کی کون سی راہ ہے جسقدر کوئی عالم ہوگا اسی قدر وہ متقی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ کہ عالم لوگ ہی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہین۔ ع ہر کہ عالم تراست ترسان تر

مین نے عالم کے ساتھ متقی ہو سکتا ہے کہا ہے کیونکہ علم کے ساتھ عمل کا ہونا ضروری ہے یہ ہو سکتا ہے کہ انسان علم رکھتا ہو اور اس پر عامل نہ ہو اسی واسطے مین نے پیشتر عرض کیا ہے کہ میرے مضمون مین علم کے مفہوم مین عمل شامل ہے کیونکہ عمل کے بغیر علم بیکار ہے اور کوئی سود نہین رکھتا یہ بالکل بدیہی بات ہے اور اس پر تشریح کی ضرورت نہین محض علم کا ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے جب تک اس پر عمل نہ ہو بلکہ عالم کے لیئے اگر اس پر وہ عمل نہین کرتا تو دوہرا عذاب دنیا اور آخرت کا ہے وہ شخص جو علم نہین رکھتا اور جہالت سے ایک فعل بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ ایک حد تک معذور ہے اور قابل معافی مگر جو شخص بدی کا علم رکھتا ہے

اور پھر اسپر اصرار کرتا ہے وہ زیادہ سزا کے لایق ہے میرے خیال مین فی زمانہ جو مسلمان ایک ادبار کی حالت مین پڑے ہوئے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ دیگر قومون پر تو ایک پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ کتاب اللہ اور اس کے رسول صلعم کو منجانب اللہ نہین مانتے اسیلئے اگر وہ اس احکام کی پابندی نہین کرتے تو وہ کسی حد تک معذور ہین (مین کلی حالت کو لیتا ہون اور خواص کو اس سے مستثنا سمجھتا ہون) مگر مسلمان جو قرآن شریف کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت مانتے ہین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین وہ اگر ان کے حکمون پر نہ چلین تو زیادہ عتاب کے لایق ہین وہ جانتے ہین کہ نماز مقررہ اور دیگر احکام ہمپر فرض ہین مگر ان کو بجا نہین لاتے وہ جانتے ہین کہ زنا شراب اور دیگر فسق و فجور کی باتیں حرام ہین مگر پھر ان کے مرتکب ہوتے ہین گویا وہ علم رکھتے ہین اور پھر جان بوجھکر اسکے خلاف کرتے ہین پس وہ ضرور زیادہ عذاب کے لایق ہین دیگر تو میں تو ہماری کتاب اور ہمارے پیغمبر کو مانتی ہی نہین مگر یہ مانتے ہین اور پھر خلاف ورزی کرتے ہین یہی وجہ ہے کہ یہ اُن قومون سے بھی بدتر ہو گئے ہین ؎

علم کا ہونا لاریب جواب دہ قرار دیتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ انسان یہ خیال کرکے کہ نہ علم ہوگا اور نہ وہ موسہ وار ٹھہرایا جائیگا حصول علم سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے بھی گناہ لازم آتا ہے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین حضرت رسول اللہ صلعم کو یہ دعا سکھائی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا - اے میرے رب میرا علم زیادہ کر اور قرآن شریف کو جو سراسر حکمت ہے پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے - حدیث شریف مین آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ ط علم کی طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ

ولو کان فی الصین علم حاصل کرو خواہ ملک چین مین ہو مگر جیسا دولت کے واسطے ضروری ہو
کہ وہ اپنے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے مناسب طریقون سے خرچ کیجائے ایساہی
علم کیواسطے بھی ضروری ہے کہ اسکو اپنے لیئے اور دیگر اہل دنیا کے لیئے خرچ کیا جائے
ہر دو مین اپنا اور بنی نوع کا فائدہ مدنظر ہونا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کی
مذمت فرمائی ہے جو علم بیفائدہ سیکھتے ہین وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ
اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعوذ باللہ من علم لا ینفع یعنی
اللہ تعالیٰ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے جو شخص اپنے وجود کے علاوہ
دوسرے کے لئے نافع نہیں لوگوں کے لئے اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور وہ کبھی
اسکا ذکر نیکی سے نہیں کرتے برخلاف اسکے جو نافع الناس ہوتے ہیں انکا نام
زندہ رہتا ہے انکی تعلیم سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہین اور ثواب حاصل کرتے
ہین اور جن کے طفیل انکو تعلیم حق ملتی ہے اسکو نیکی سے یاد کرتے ہین اس پر درود
اور سلام بھیجتے ہیں اور اسکے لیئے دعائیں کرتے ہیں اور چونکہ وہ اس کے طفیل
اسکی تعلیم حقہ پر چل کر اللہ تعالےٰ سے فیض اور برکت حاصل کرتے ہیں اسلیئے
وہ زندہ ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ بھی فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو مردہ مت کہو یہی
فلاسفی اور یہی حقیقت اس امر کی ہے دین اسلام زندہ دین ہے اور پیغمبر اسلام
زندہ پیغمبر ہے کیونکہ اسکی تعلیم سے انسان اللہ تعالےٰ سے فیض و برکت حاصل
کرسکتا ہے اور اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے نجات کا درجہ
یعنی حقیقی راحت اور خوشی پا سکتا ہے یہ فضیلت اب دیگر مذاہب مین نہیں اسلیئے
وہ مردہ ہیں۔ غرض جیسا اپنی دولت سے دوسرون کو بھی فائدہ پہنچانا باعث ثواب
ہے ایساہی علم کا سکھانا بھی بڑا درجہ رکھتا ہے چنانچہ حضور سرور کائنات علیہ الف
الف الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں

اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلی بھی صلوٰت بھیجتے ہیں اس معلم پر جو لوگون کو بھلائی سکھلانیوالا ہے (ترمذی و دارمی) اس میں شک نہیں کہ دولت سے بھی انسان کو راحت ملتی ہے اور اس سے انسان بہت فائدہ حاصل کرسکتا ہے مگر یہ دولت اس علم کے ماتحت ہے جسکا مین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ مین نے پیشتر عرض کیا ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ہر مشکل سے نجات دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے بہم پہنچا دیتا ہے کہ اس کے وہم وگمان مین بھی نہیں تھا اب دیکھو کہ وہ اول اسلام مین جنہون نے اس علم کو محکم پکڑا انکو اللہ کریم نے انجام کار سب مشکلوں سے نجات دیدی اور جس دولت کو پس پشت ڈالکر انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دیا وہ آخر غلاموں کی طرح ان کے ساتھ ہولی انہوں نے ایمان مین صدق اور اخلاص دکھایا۔ تو اللہ نے انکو دنیوی حیثیت سے بھی اعلےٰ رتبہ پر پہنچا دیا اور انکو دولت سے مالامال کردیا۔ اسکے بعد بھی ہزارہا اولیاء کرام کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ ایمان مقدم ہو اور علم اور عمل مقدم ہے اور اسکے ساتھ ہی دنیا مین یعنے مال اور دولت خود بخود ان کے قدموں پر نثار ہوتی ہین اس زمانہ مین بھی نعوذ باللہ اسلام مر نہیں گیا اور اسکا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم زندہ پیغمبر ہے جو برکات دینی اور دنیوی پیشتر مل سکتے تھے اب بھی ملتے ہین اسلام کی دنیا دین سے الگ نہیں مسلمان دینی اور دنیوی ہردو پہلوؤں سے بامراد ہوتا ہے مگر علم چاہیئے اور پھر عمل علم حقیقی نہ قیاسی اور ظاہری عمل خالصاً للہ اور صحت نیت سے نہ کسی نفسانیت سے صحیح نتیجہ اور نیک نتیجہ پیدا کرنیکے لیئے عمل خالص کی ضرورت ہے ہر عمل شرائط کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر خاص شرائط ملحوظ خاطر نہ رکھی جائیں تو جو نتیجہ مدنظر ہے وہ پیدا نہین ہو سکتا۔ دنیا اور آخرت مین سرخروئی حاصل کرنیکے لئے علم حقیقی یعنے ایمان صحیح اور

عمل صالحہ کی ضرورت ہی اگر شرائط مذکور بجانہ لائی جائیں تو جو بو کر گندم کی امید رکھنا ہے جو بدیہہ باطل ہی مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ توفیق الٰہی کے بغیر انسان ناکارہ ہے۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین عَمِلتُ فِی المُجَاھِدَۃِ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً فَمَا وَجَدتُ شَیْئًا اَشَقَّ عَلَیَّ مِنَ العِلمِ وَمُتَابِعَتِہٖ مین نے ۳۰ سال مجاہدہ کیا مگر کسی چیز کو عمل حاصل کرنے سے سخت تر نہیں پایا عالم باعمل ہونا بڑا مشکل امر ہی مگر اللہ تعالٰے جس کیواسطے آسان کرے پس مجاہدہ کے ساتھ اسی سے دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ توفیق دے؛

عام اصطلاح مین جو معنے علم اور دولت کے کیئے جاتے ہین ان کے لحاظ سے علم اور دولت لازم و ملزوم نظر آتے ہیں جو شخص دولت رکھتا ہے۔ وہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتا ہے بی۔ اے ایم۔ اے ہو سکتا ہو اور ای اے سی اور دیگر عہدے حاصل کرسکتا ہی اور جو علم رکھتا ہے وہی دنیا مین اعلیٰ مرتبہ پاسکتا ہی البتہ بعض حالتیں تجارت وغیرہ کی ایسی بھی ہین کہ انسان انکے ذریعہ دولتمند ہو سکتا ہی مثلاً فی زمانہ اس ملک مین بنئے کی حالت کو دیکھو وہ علم نہیں رکھتا یعنے وہ علم جو ہمارے ذہن مین علم کا مفہوم ہے مگر روپیہ کمانیکا علم اسے خوب یاد ہے اور وہ ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کرتا ہے جائداد بناتا ہی مگر سوائے اسکے کہ وہ عالیشان مکانات بنواوے اور شادی اور مرگ کے موقعوں پر ہزار ہا روپیہ خرچ کرے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اپنی ذات کے لیئے اسے کچھ فائدہ نہین اور جو اللہ تعالٰے نے فقر کیحالت آیات مذکورہ مین بیان فرمائی ہی وہ اس کے لاحق حال ہی اگر فرض بھی کرلین کہ وہ بگھی گھوڑے رکھتا ہے اور رکھاتا پیتا اچھا ہے اور پہنتا بھی عمدہ لباس ہی مگر اسے علم حاصل نہیں اور کئی طرح سی محتاج ہے وہ ان آسائشوں اور خوشیوں سے محروم ہے جو ایک عالم شخص کو

حاصل ہیں ایک عالم شخص بڑے وسیع خیالات رکھتا ہو اور زمین و آسمان کے عجائبات کی طرف غور کرتا ہے ان سے ہزارہا طرح کے نتائج اخذ کرتا ہے اور اپنی معلومات سے خود مسرور ہوتا ہو اور لوگوں کو اس خوشی مین شریک کرتا ہے دولت بھی ایک ذریعہ راحت ہے مگر اسکا دائرہ بہت محدود ہے مثلاً یہ علم کے کرشمے ہین کہ کہیں ریل ہے اور کہیں جہاز ہے تار برقی اور ہزارہا طرح کی کپڑا سینے کی اور بُننے کی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں جس سے آسائش کے سامان زیادہ ہو گئے ہیں اور وہ ان سے ہر ایک راحت حاصل کرتا ہو مگر اس علم کو عمل مین لانے کے لیئے بھی دولت کی ضرورت ہے ان کلوں کے بنانے اور چلانے مین ہزارہا روپیہ کی ضرورت ہے اگر ایک شخص کو کسی قانون قدرت کا پتا ملگیا ہے جو بیشتر لوگوں کی نظروں سے مخفی تھا مگر وہ اسکو عمل مین نہیں لا سکتا جب تک اسکے پاس دولت نہ ہو پس اسے کسقدر تکلیف ہوگی وہ کوئی وسیلہ تلاش کریگا جس سے اسکو روپیہ میسّر آئے تا وہ اس علم مخفی کو ظاہر عمل کے رنگ مین کر سکے چنانچہ تاریخ مین اکثر مثالیں ملتی ہین کہ ایک شخص کو بعض مخفی ذرائع سے ایک علم حاصل ہوگیا مگر اسکے پاس روپیہ نہین کہ اسکو عمل مین لا سکے اور ظاہر کر سکے اسلیئے وہ جگہ جگہ اہلِ دولت اور گورنمنٹ سے درخواستیں کرتا پھرتا ہے کہ مجھے روپیہ دو تو مین یہ کام اپنے علم کے ذریعہ سے کرکے دکھا دونگا اور جب تک اسے روپیہ نہیں ملتا۔ وہ مجبور ہے اپنے آپ مین رنج اور تکلیف اُٹھاتا ہے اگر اس کے پاس اپنی دولت ہوتی تو وہ اسقدر حیرانی اور پریشانی نہ اُٹھاتا غرض اسی مفہوم کو وسیع کرکے دیکھو دولت اور علم ہر دو ضروری معلوم ہوتے ہیں ہم اس مضمون کو طول دے سکتے ہین اور بیشمار مثالوں سے اسکی حقیقت کو زیادہ واضح طور پر کھول سکتے ہین مگر وقت کے لحاظ اور اس لحاظ سے کہ اہل مجلس اکثر ذی علم اصحاب ہیں اسی قدر کافی ہے دولت کے کرشمہ علم سے ظاہر ہوتے ہین اور علم کے دولت سے

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو کچھ نہ کچھ حصہ علم اور دولت کا نہ رکھتا ہو علم خواہ کتابی ہو یا قدرتی کیونکہ اول ذریعہ علم اللہ تعالیٰ کی کائنات ہے اور اس کے بعد کتاب اللہ بعض لوگ عقل خداداد سے ایک علم اسکی قدرت سے حاصل کرتے اور اسکو تحریر میں چھوڑ جاتے ہیں دوسرے جن کی عقل خود بخود وہ باتیں اخذ نہیں کر سکتی کتاب سے جلدی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اسپر ترقی کرتے ہیں اور اس طرح ایک علم نسل سے دوسری نسل تک ترقی کرتا جاتا ہے مگر ہمارا دولت اور علم سے معمولی دولت اور علم مراد نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا علم اور دولت مُراد ہے جس کی وجہ سے ایک شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ محض کثرت علم اور دولت کا ہونا کچھہ فائدہ نہیں دیتا اور یہ کہ یہ دونو لازم و ملزوم ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ الگ الگ یا دونوں کے حصول سے انسان کو خوشی نہیں مل سکتی غور کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ خواہ کوئی دولت کے پیچھے پڑا ہوا ہے یا علم کے پیچھے یا ہر دو کے پیچھے غرض اسکی آرام اور دولت ہے مگر ہمارا انجبہ اس امر پر شاہد ہے کہ دنیادی علم اور دولت پر بلکہ دولت کیساتھ اگر حکومت بھی ہو حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی بسا اوقات علم اور دولت والے حقیقی خوشی سے محروم ہوتے ہیں - اور بادشاہ کو تخت حکومت پر بھی وہ راحت نصیب نہیں ہوتی جو ایک مزدور کو اپنی جھونپڑی میں ہوتی ہے حقیقی راحت علم اور دولت پر منحصر نہیں دنیا کی خوشی عارضی ہوتی ہے اور آن میں صدہا رنج اور تفکرات سے بدل جاتی ہے- پس ایسی خوشی کے درپے ہونا ایک لغو اور فضول کو حاصل کرنا ہے جس سے کچھہ فائدہ نہیں بلکہ بسا اوقات یہ خوشی انجام کار ہمارے دُکھ کا باعث ہوتی ہے پس عقلمند انسان وہ ہے جو اس خوشی کو تلاش کرے جو دائمی ہو یہ خیال نہیں

کرنا چاہیے کہ ایسی خوشی دنیا سے ناپید ہے یہ خیال ذات رب العالمین پر بدگمانی ہے
اور معصیت مین داخل ہے وہ رب اور رحمان ہو ناممکن ہے کہ اس نے ایسی خوشی کے
سامان مہیانہ کئے ہون ضرور کئے ہین چنانچہ اسی آیت مین جو مین نے شروع مین
پڑہی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حکمت یعنی علم اور دانائی انسان کے واسطے دولت
عظیم ہے مگر دنیاوی حکمت نہیں بلکہ وہ حکمت جو حقیقی طور پر اس کے لئے مفید ہے اور
وہ وہ ہے جو اس نے اپنی پاک کتاب مین فرمائی ہو اور یہ سچی اور بالکل سچی بات ہے۔
کہ اسی کتاب پاک کی ہدایت سے حقیقی خوشی مل سکتی ہے مثالیں دینے کی ضرورت نہیں
آپ خدا کے فضل سے خواندہ ہین اور تاریخ عالم سے واقف ہیں دنیا مین ہزار سلطنتیں
گزر چکی ہیں اور اب بہی موجود ہیں جس سے اس بات کا کافی طور پر ثبوت ملتا ہے کہ جو
لوگ دنیاوی طور پر دنیا کمانے کے پیچھے پڑے ہیں اور یا جنہوں نے محض اپنے قیاس
کو اپنا ہادی اور رہنما بنایا وہ حقیقی راحت نہیں پا سکے۔ برخلاف اس کے جنہوں نے
اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا۔ وہ حقیقی راحت کے وارث ہوئے اور کامیاب ہوگئے دنیا مین عالم
اور دولتمند ہو کر بہی انسان راحت حاصل نہیں کر سکتا ہزار طرح کے عوارض ہیں
جن کے لاحق ہونے سے اسکی خوشی منغض ہو جاتی ہے بلکہ خود حرص و آز ہی ایک ایسی
بلا ہے کہ انسان کو کوئی وقت خوشی کا گزارنے نہیں دیتی مگر علم معرفت الٰہی یا وہ حکمت
جسکا اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے ایسی چیز ہے کہ ہر حالت عسر و یسر مین
اسکو راحت دیتی ہے یہ خوشی علم دنیا یا دولت یا صحت پر منحصر نہیں بلکہ یہ خوشی اسکو
اپنے معبود کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے لذت باقی ہے اور اس کو
دنیاوی جہالت افلاس یا بیماری روک نہیں سکتی اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا
ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنے دلونکو ذکر الٰہی سے ہی اطمینان ملسکتا ہے
اولوالالباب کا اس پر اتفاق ہے ان کے تجربوں کی کوئی تردید نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ

اس پر گواہ ہے کہ ذکر الٰہی سے ہی اطمینان حقیقی راحت ملتی ہے پس اگر ہم حقیقی راحت چاہتے ہیں تو ہمیں ذکر الٰہی کرنا چاہیئے نادان ہے وہ شخص جو خود تجربہ کئے بغیر انبیاء اور اولیاء اللہ کی تجارب کی تکذیب کرتا ہے انکی کامیابیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ انہیں راحت ملی اور اطمینانِ قلب حاصل ہوا ہمیں چاہیئے کہ ذکر الٰہی کریں ذکر الٰہی کیا ہو ہدایت الٰہی پر کاربند ہونا اور ہدایت وہ ہے کہ جو اُسکی کتاب پاک میں مذکور ہے یعنی یہ کہ عبادت الٰہی بجالائیں جس طرح اسنے سکھائی دولت کمائیں ان حلال وسائل سے جو اس نے بتلائے اور خرچ کیا اس طرح پر اور ان موقعوں پر جو اس نے بیان کئے علم سیکھیں دینی اور دنیوی سب مشینیں بنائیں کلیں ایجاد کریں اور بنی نوع انسان کو ان سے فائدہ پہنچائیں مگر ہر فعل میں رضائے الٰہی مدنظر ہو کھائیں پئیں پہنیں تو حلال اور طیب اشیائیں مجلسیں کریں کتابیں بنائیں پڑھیں لکھیں مگر سب میں لغویات سے بچیں اور انکو مفید بنانے کی کوشش کریں دنیا کی زبانیں سیکھیں سائنس اور فلسفہ میں علم حاصل کریں مگر سب سے اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر کریں وہ علم اور دولت کس کام کی ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی راہیں نہ ملیں اگر ہم علم حاصل کرلیں تحصیلدار ای۔اے۔سی۔ ڈپٹی کمشنر بنجائیں مگر ہم مسلمان نہ بنیں تو یہ عہدے کچھہ فائدہ نہیں دے سکتے اگر ہم دولت کمالیں اور لکھ پتی ہوجائیں مگر مسلمان نہ ہوں تو کس کام ہر شخص فطرتاً خوشی کا طالب ہے دنیا کی خوشی جھوٹی خوشی ہے حقیقی خوشی ذکر الٰہی سے ملتی ہے پس وہی حاصل کرنی چاہیئے حقیقی خوشی ہماری اسی میں ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے خیالات اقوال اور افعال سے خوش نہیں تو سمجھہ لینا چاہیئے کہ وہ ہمارے لئے کوئی خوشی کا باعث نہیں ہوسکتے یہ علم کہ وہ ہم سے کیسے خیالات اقوال اور افعال چاہتا ہے اسکی کتاب۔ قرآن شریف میں درج ہیں انکے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں اور ان کے بعد آپ کے صحابہ کرام وخلفائے راشدین، اور

آپ کے نائب امامانِ امت جن سے کسی وقت زمانہ خالی نہیں ہوتا؛

علم کی کوئی انتہا نہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے کہاں تک علم کی حد رکھی ہوئی ہے مگر یہ اس نے فرمادیا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا انسان کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے خواہ کسقدر علم حاصل کرے وہ تھوڑا ہی ہے جسقدر اسکی معلومات وسیع ہوتی جاتی ہیں۔ اسی قدر اسکو اپنی کمزوری زیادہ دکھائی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلما عالم لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں ع ہر کہ عالم تراست ترسان تر جسقدر کوئی عالم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اسکے دل میں خوف الٰہی زیادہ ہوتا ہے پس جو لوگ علم کا غرور کرتے ہیں مگر خوف خدا نہیں رکھتے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہیں؛

غرض مدعا انسان کا جیسا کہ میں نے پیشتر عرض کیا ہے۔ یہ ہے کہ اسے راحت ملے اور وہ دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے مگر اسکے واسطے دولت کی ضرورت نہیں اور نہ جاہ وحشمت کی حاجت بلکہ علم کی ضرورت ہے اور اس علم کی ضرورت ہے جو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے من علم ان اللہ تعالیٰ ربہ و انی نبیہ حرم اللہ لحمہ ودمہ علی النار جبکو یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسکا رب ہے اور میں اسکا نبی ہوں اللہ تعالےٰ نے اسکا گوشت اور لہو آگ پر حرام کردیا اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہمیں یہ معرفت حاصل ہو جائے کیونکہ اسکی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کرسکتا ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم خالصاً اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے لیے توفیق بھی اسی سے چاہتے ہیں؛

قرآن شریف اور بائبل

گذشتہ سال میں پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی کی طرف سے ایک رسالہ عیسائی مذہب کی حمائت کیلئے شائع ہوتا تھا جس کا نام تجلی تھا۔ اور اس سے ہمارے ناظرین خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ بعض موقعوں پر اس کے مضامین کے جواب میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں لاجواب آرٹیکل شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس پرچہ کے ساتھ ہی اسکا ایک اور بھائی مسیحی مخزن کا نام لئے ہوئے لاہور سے ہی نکلا کرتا تھا۔ سال رواں میں یہ دونوں رسالے اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اور انکا نام مسیحی مخزن ہے۔ اس رسالہ کا مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کا پرچہ میرے سامنے ہے۔ جس میں چراغ دین کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے۔ "بائبل شریف۔ فیھا کتب قیمہ" مجھے یہ سرخی پڑھتے ہی تعجب ہوا۔ کہ یہ کیسی لغو سرخی ہے۔ سرخی کا طرز اس بات کا مظہر ہے۔ کہ یہ مضمون مسلمانوں کے دل دکھانیکے لیئے لکھا گیا ہے۔ کیا عبرانی وغیرہ (بائبل کی اصل زبان) میں۔ اب ایسے لفظ موجود نہیں رہے۔ جنسے بائبل کی تعریف کیجا سکے۔ جسکی وجہ سے پادری الف۔ میم۔ کو عربی زبان سے فائدہ اُٹھانیکے لیئے قرآن شریف کے مطالعہ کی ضرورت پڑی۔ کیا پادری صاحب قسمیہ طور پر بیان فرما سکتے ہیں۔ کہ بائبل فیھا کتب قیمہ کی مصداق ہے۔ کیا اس میں ایک بھی کتاب قیمہ ہے۔ جسکے متعلق تمام عیسائی صاحبان یہ فرما سکیں۔ کہ واقعی یہ کتاب تحریف شدہ نہیں۔ اور جیسی اتری تھی۔ ویسی کی ویسی ہے۔ ہاں اس دعوے کے ساتھ دلیل دیتے وقت اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام لوگ تثلیث فی التوحید اور توحید

فی التثلیث کو عقل کے مطابق نہیں سمجھتے۔ اس لیئے دلائل عقل کے مطابق ہونے چاہئیں یعنی یہ بیان کیا جاوے۔ کہ کیا خدائے تعالیٰ نے[۵۱] مسیح علیہ السلام کی وفات کے مفصل ذکر کو حضرت مسیح پر ماضی کے رنگ میں ظاہر فرمایا تھا۔ یا پادری صاحبان کے بزرگوں میں سے کسی صاحب کی مہربانی سے یہ قصے بائبل میں داخل ہو گئے۔

تثلیث و توحید کا مسئلہ کی تاریخ بھی بتائیں۔ کہ کب سے مسیحی مذہب کے ساتھ یہ مسئلہ وابستہ ہوا۔ اور کیا عیسائیوں کے ایک بڑے مشہور مورخ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم۔ اے کا یہ بیان صحیح ہے۔ کہ شہر نیقیہ میں مسیحی دنیا کی اس پہلی عام کونسل نے اجلاس کیا جس میں مذہب کیتھولک مسئلہ تثلیث و توحید سے وابستہ کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۱ حروب صلیبیہ ترجمہ "ایپکس آف ماڈرن ہسٹری" کی جلد ۱۲ کروسیڈلس)

الغرض پادری صاحب اپنے دعوے کی تصدیق میں بائبل کو فیھا کتب قیمۃ[۵۲] ثابت کریں۔ ورنہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں۔ جن سے کئی کروڑ مخلوق کے دل دکھنے کا احتمال ہو۔

اسقدر سرخی کے متعلق عرض کرنیکے بعد میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں اس مضمون کے پہلے حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی تقسیم کیا ہے۔ اور انکے لیئے مسلمانوں کے اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ انکے دوسرے

Digitized by Khilafat Library

---

[۵۱] یہ بھی بتایا جاوے۔ کہ اتارنیوالا باپ خدا تھا۔ بیٹا خدا یا روح القدس خدا۔ مجھے تو شک پڑتا ہے۔ کہ کہیں تین خداؤں کے مشورہ سے یہ کتاب تیار ہو کر دنیا میں نہ آئی ہو۔

[۵۲] شاباش پادری صاحب انجیل کی اصل اتباع آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیا خوب انجیل کے کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کر دو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ خواہ نخواہ لوگوں کو ستائیں۔ نہ معلوم جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو آپ کس طرح سے بدلہ لیں۔ کیا انجیل کا یہی نمونہ آپ پیش کرتے ہیں۔

حصہ میں قرآن کریم کی آیات طیبات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ اسلیئے ہم پیشتر اسکے کہ ان آیات پر نظر ڈالیں۔ یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے جو کتب سابقہ کی تصدیق کی ہے۔ اس تصدیق سے کیا مراد ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب سابقہ میں چونکہ تحریف ہو چکی تھی۔ اور بہت کچھ ان کتب کے پیرووں نے ان میں شامل کر دیا تھا۔ اور کچھ حصہ اصل بھی باقی تھا اسلیئے قرآن کریم نے اس اصل حصہ کو اخذ کر کے بتا دیا۔ کہ یہ حصہ صحیح ہے۔ اور جو حصہ تحریف کرنیوالوں نے شامل کیا تھا۔ اسے چھوڑ دیا۔ جس سے ظاہر کر دیا کہ وہ حصہ غلط ہے۔ غرض تصدیق کے معنے ہیں سچے کو سچا کر دکھانا یعنی اگر کچھ سچ جھوٹ ملا ہوا ہو تو اس میں سے سچے اور جھوٹے کو الگ کر کے دکھلانے کا نام تصدیق کرنا ہوگا۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ قرآن کریم اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ بائبل اُتری ہے۔ اس بات کی تصدیق کیلیئے ہمیں اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم یہ بھی معلوم کریں۔ کہ اگر بائبل اُتری ہے۔ تو وہ کہاں ہے۔ کیونکہ یہ بائبل کے متبعین کا کام ہے۔ کہ اسکو محفوظ رکھیں۔ نہ قرآن کریم کا۔ مثال کے طور پر اگر میں کہہ دوں کہ دنیا میں مسیح تھا تو مجھے یہ ضرورت نہیں ہے۔ کہ میں اصل مسیح کو دکھا دوں۔ جسکی میں نے تصدیق کی ہے۔ بلکہ میرے لیئے صرف اتنا ثابت کرنا ہی کافی ہے۔ کہ میں دلائل سے ثابت کر دوں

۱؎ مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں۔ کہ کتاب مقدس نے پیشگوئی کی کہ ایک رسول ہوگا۔ قرآن کریم اور رسول کریم نے اسے سچا کر دکھایا۔ پھر پہلی کتابوں نے بیان کیا۔ کہ جو کوئی تکلیف دے۔ اسکے بدلے اسکو اتنی ہی تکلیف دو۔ پھر اسکو بیان کر کے فرمایا۔ کہ اسی طرح اسلام میں بھی اجازت ہے۔ ہاں اگر معاف کر دو۔ تو بہت بہتر ہے پھر تثلیث کی تردید کر کے بتا دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بس تصدیق سے یہی مراد ہے۔

کہ مسیح علیہ السلام کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ کوئی عقلمند انسان .... میری تصدیق کیلئے مجھے مسیح دکھانے کیلیئے مجبور نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ توریت وانجیل اتری ہے۔ اب اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ہم بتائیں۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض تو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا یہ کتابیں اتری بھی ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سے ہی اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اس لیئے اس امر کے دلائل بیان کرنیکی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی۔ اسقدر تصدیق کے معنوں پر بحث کرنیکے بعد ہم پادری صاحب کے اصل مضمون پر نظر ڈالتے ہیں۔ پادری صاحب اس آیت کریمہ زیر[سلہ] (قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ..... وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ) پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح کے بعد چھ سات سو برس میں یہیں اور انجیل اور انجیل والوں پر بہت سے حوادث آئے اور بعض لوگ شک کرنے لگے کہ انجیل کا کیا حال ہوا ہے۔ پس ان شکی لوگوں کے لیئے حضرت محمد (صلعم) تشریف لائے انہوں نے اطمینان دلایا۔ کہ توریت بھی حق ہے۔ اور انجیل بھی .... پھر انجیل کی صداقت پر بھی ایک شاہد موجود ہے۔ یعنی محمدؐ اور قرآن۔ یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں ہے۔ کیا پادری صاحب یقین دلا سکتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم نے کبھی بھی یہ فرمایا ہے۔ کہ انجیل موجودہ حالت میں بالکل برحق ہے۔ انہوں نے صرف یہ بیان فرمایا تھا۔ کہ انجیل و توریت خدائے تعالیٰ کی طرف سے

سلہ ترجمہ۔ اور ہم نے انکے بعد ابن مریم کو بھیجا۔ تصدیق کرتا ہوا۔ اس چیز کی جو اسکے پہلے ہی۔ توریت سے اور ہم نے اسکو ہدایت دی۔ اس میں ہدایت اور نور ہے..... اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تصدیق کرنیوالی اس چیز کی جو کتاب سے پہلے ہے۔

اُتری ہے۔ جسکی تصدیق کیلیئے ہم اب بھی تیار ہیں۔ لیکن نہ اُسوقت انجیل پر یہ ایمان لایا گیا تھا۔ کہ واقعی یہ وہی انجیل ہے۔ اور نہ اب ہم ماننے کیلیئے تیار ہیں۔ کیونکہ دراصل انجیل ملتی ہی نہیں کیونکہ بقول پادریصاحب چوتھی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ اسکے بعد جو انجیلیں تیار ہوئیں۔ انکو بخت نصر نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا کر راکھ کر دیا۔ اور جو پڑھنے والا تھا۔ انپر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ بخت نصر کے بعد جو نسخے بچ تھے۔ انکو ڈایو کلیسن کی دست بُرد سے کوئی بچا نہ سکا۔ الغرض کتاب مقدس دنیا میں موجود نہیں رہی۔ اور نہ مل سکتی ہے۔ قرآن کریم پر یہ ایک بیجا حملہ ہے۔ اب میں اسکو اسی جگہ چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ تصدیق کے معنے بھی بتا آیا ہوں۔

اسکے بعد پادریصاحب نے ایک اور آیت کریمہ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اللہ کی کتاب پر عابد اور عالم لوگ نگہبان بنے رہے۔ اور اسکی صداقت پر شاہد رہے حتّٰی کہ دورِ اسلام آیا اور وہ ایسی پاکی اور حفاظت میں ملیں کہ محمدؐ نے اور قرآن نے انکی صداقت کی گواہی دیتے دیتے اپنے مُنہ کو تھکا دیا۔ ناظرین اس بات سے خوب واقف ہیں۔ کہ عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبان کا یہ وتیرہ ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کو پیش کرتے وقت اسکے سیاق و سباق کی بالکل پروا نہیں کرتے دیکھو اصل آیت یہ ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدًی و نور۔ یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء۔ یعنی ہم نے توریت اُتاری اُس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسکے ساتھ نبی ان لوگوں کو حکم کرتے تھے۔ جو فرمانبردار ہوئے۔ اور یہودیوں کو اور

ربانی اور عالموں کو کہ اسکی حفاظت کریں اور وہ اسپر شاہد تھے۔ اس آیت سے صاف
ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نبی۔ عالموں اور ربانیوں کو حکم دیا کرتے تھے۔ کہ وہ اسکی حفاظت
کریں۔ اس میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے۔ کہ وہ یعنی ربانی اور عالم حفاظت کرتے تھے
یا نہیں۔ حکم کرنا اور امر ہے۔ اور اسکی اطاعت اور چیز ہے۔ کاش کہ پادری صاحب
اپنے دجل سے باز آئیں۔

اس کے بعد پادری صاحب نے اس آیت پر یا اہل الکتاب لستم علیٰ شیءٍ حتیّٰ
تقیموا التوراۃ والانجیل (یعنی اے اہل کتاب تم کچھ نہیں ہو۔ جبتک کہ توریت
اور انجیل کو قائم نہ کرو) اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اصل بائبل بتائی جاوے
کہ وہ کہاں ہے۔ تاکہ اسکو قائم کیا جاوے۔ یہ ایک ایسا بیہودہ اعتراض ہے۔
کہ اگر پادری صاحب کو تثلیث اور کفارہ جیسے لغو عقیدہ پر اعتقاد نہ ہوتا۔ تو
وہ ایسا کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ ایک شخص تو کہتا ہے۔ کہ تم کچھ نہیں ہو
جبتک تم مسیح کی اطاعت نہ کرو۔ اور تم کہدو۔ وہ مسیح تو دکھاؤ کہاں ہے۔ ہم کہتے
ہیں۔ کہ مسیح کسی زمانہ میں ہوا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دکھائیں۔ کہ اسوقت
وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور انکی قبر محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ کیونکہ یہ
ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ مسیح یا انکی قبر دکھائیں۔ بلکہ انکے متبعین کا فرض ہے۔
کہ تلاش کریں۔ اسی طرح ہمارا تو یہ دعویٰ ہے۔ کہ عیسائی کچھ نہیں ہیں۔ جبتک انجیل پر
عمل نہ کریں۔ اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ ہم اصل انجیل تلاش کرکے دکھائیں۔
بلکہ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ تم جبتک انجیل پر عمل نہ کرو کسی کام کے نہیں ہو۔ دراصل
اس آیت شریف میں بائبل کے متبعین کو کہا گیا ہے۔ کہ تم جو بڑا بننے کا دعویٰ
کرتے ہو۔ کہیں تو اپنے آپ کو ابن اللہ کہتے ہو۔ اور کبھی کچھ کہتے ہو تم کیا چیز ہو۔
توریت و انجیل جو تمھاری آسمانی کتاب ہے۔ تمھارے پاس محفوظ نہیں رہی۔ تم اسوقت

کسی کام کے قابل ہو سکتے ہو۔ کہ اس آسمانی کتاب کو قائم کرو۔ گویا کہ اہل کتاب پر پوری تبلیغ کردی گئی ہے۔ کہ چونکہ تمھارے پاس آسمانی کتاب نہیں اس لیئے تم قرآن شریف کی طرف رجوع کرو۔

مضمون مذکورہ میں پادری صاحب نے اسلام پر چند اعتراض کیئے ہیں۔ کیونکہ اس سے پادری صاحب کا منشاء احقاق حق نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا دل دُکھانا ہے۔ جیساکہ پادریصاحبان کا اصول ہے۔ کیونکہ یہ انکی انجیل کا قصور ہے۔ کہ اسنے انکو ایسی تعلیم دی کہ وہ اسپر عمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً یہ بتایا۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری گال اسکے آگے کردو۔ یہ تعلیم بادی النظر میں بہت عمدہ ہے۔ اور عملی رنگ میں بہت ناقص ہے۔ ہمیں تو قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ کہ اگر مناسب سمجھو بدلہ لے لو اگر مناسب سمجھو معاف کردو۔ اسواسطے ہم تو پادریصاحبان سے بدلہ لینے کے حقدار ہیں۔ ہاں پادری صاحب کا فرض ہے۔ اگر وہ انجیل پر عمل کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام پر کبھی قلم نہ اُٹھائیں۔ وَاِلّا انجیل کی اطاعت سے سبکدوشی ظاہر فرمائیں۔

اب مَیں ان تمام اعتراضات کا بالتفصیل جواب دیتا ہوں۔ جو پادریصاحب نے مسلمانوں کا دل دکھانیکے لیئے کیئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کسی مسلمان کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کندہ ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مذہب اسلام کفارہ اور تثلیث کی طرح اپنے اندر خامی نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر کوئی مسئلہ اس قسم کا قرآن کریم میں آیا ہے۔ جسکو انسانی عقل نہ پہنچ سکے۔ اسکی مثال دیکر سمجھا دیا گیا ہے مثلاً خدا ئے تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے ہم محافظ و نگہبان ہیں۔ ایک انسان اعتراض کر سکتا تھا۔ کہ کسطرح محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس لیئے فرمایا۔ کہ دیکھو جس تحریر کو تم محفوظ کرنا چاہتے ہو

تو تم اسے مختلف اشیاء کی تختیوں پر کندہ کر لیتے ہو۔ اسی طرح تم یہ سمجھ لو کہ گویا ہم نے قرآن کریم کو لوح پر محفوظ کر لیا ہے۔ اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ کسی جسمانی لوح پر کندہ ہے۔ بلکہ دنیاوی لوگوں کو مثال کے طور پر سمجھایا گیا جیسا کہ جنت کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون حالانکہ دراصل جنت ایسی نہیں ہے جیسا کہ بیان کی گئی۔ بلکہ وہ مثال کے طور پر صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ تم سمجھ لو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح بے باپ صرف مریم بتول سے پیدا ہوئے۔ پادری صاحب یاد رکھیں کہ قرآن شریف ہر ایک امر کی دلیل دیتا ہے۔ اور کوئی بات بلا دلیل بیان نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے۔ جسطرح ایک آدمی کھاتا پیتا ہے۔ اسی طرح وہ کھاتا پیتا تھا۔ اور ایک عاجز انسان کی طرح تھا۔ جبکہ یہودیوں نے انکو سولی پر چڑھا کر ثابت کر دیا۔ کہ واقعی وہ ایک عاجز انسان تھا۔ اور خدا یا خدا کا بیٹا نہ تھا۔ ہاں اگر تم یہ کہو۔ کہ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ بلا باپ پیدا ہوا ہے۔ تو تم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کر لو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کرکے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ بلا ماں باپ پیدا ہوئے تھے۔ تو جب خدا تعالیٰ بلا ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ تو کیا بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا۔ غرض یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جسپر کوئی اعتراض کیا جاوے۔

پھر پادری صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ کسی کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم لیلۃ القدر میں اترا ہے۔ غالباً پادری صاحب نے اس آیت کے یہ معنے

سمجھکر اعتراض کیا ہے۔ کہ قرآن کریم یکدفعہ سارے کا سارا لیلۃ القدر میں اُترا ہے۔ دراصل اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ لیلۃ القدر میں قرآن شریف اُترنا شروع ہوا۔ یا اللہ تعالیٰ نے اُترنیکا حکم دیا۔ ان معنوں سے اسپر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

پھر پادری صاحب نے یؤمنون بالغیب پر چوٹ کی ہے۔ حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ ایمان بالغیب ہی تو اچھا ہوتا ہے۔ سورج کو دیکھکر اگر کوئی مان لے کہ سورج ہے۔ تو کیا فائدہ۔ خوبی تو یہی ہے کہ بن دیکھے ایمان لائے یعنی مان لے کہ ہاں واقعی ہے۔ تعجب ہے کہ پادری صاحبان قرآن کریم پر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو خود انپر پڑتا ہے۔ کیا پادری صاحب نے باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس خدا تینوں کے مجمع کو یا انہیں سے ہر ایک کو یا کسی ایک کو دیکھا ہے۔ کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ غرض پادری صاحب کا یہ بیہودہ اعتراض ہے جسکے متعلق طول طویل لکھنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر پادری صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے کے متعلق اعتراض کیا ہے جسکے متعلق میں صرف انکو ریویو آف ریلیجنز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ فاضل ایڈیٹر صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے پر سنہ ۱۹۰۷ء کے متعدد پرچوں میں بحث کی ہے۔ ایک طالب حق انسان اس سے اچھی طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے:

. . . . اگر ضرورت

پڑی۔ تو پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ عرض کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پادری صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے۔ کہ "امید ہے۔ کہ مسلمان ٹھنڈے دل سے سمجھتا جاتا ہوگا۔ کہ بائبل کیسی کتاب ہے" اسکے جواب میں

میں پادری صاحب کو یقین دلاتا ہوں۔کہ واقعی ہم مسلمان ایمان لاتے ہیں۔ کہ دراصل بائبل خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُتری ہے۔لیکن اسکے ساتھ ہی ہم اس بات کے ماننے پر مجبور ہیں۔کہ اب وہ اس عالم میں نہیں مل سکتی۔ نہ معلوم اسکو کسنے جلادیا یا کس نے زمین کے نیچے دبادیا۔ یہ ہم بلا دلیل نہیں کہتے۔ بلکہ مندرجہ ذیل امور ہمیں اس عقیدہ پر مجبور کرتے ہیں۔کہ اصلی انجیل نہیں مل سکتی:۔

(۱) انجیل کہتی ہے۔کہ (۱+۱+۱=۱) یعنی ۳۔چیزیں برابر ہیں ایک چیز کے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے۔جس کو ایک جاہل سے جاہل بھی نہیں مان سکتا تو پھر ایک ایسا انسان جسکو خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو چکی ہو۔اور جو اسکا سچا فرمانبردار ہو کر مسلمان کا لقب حاصل کر چکا ہو۔وہ کب اس گندے اور بیہودہ عقیدہ کو تسلیم کر سکتا ہے۔غرض یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسکو انسان نہیں مان سکتا۔ نہ معلوم عیسائیوں کی اس پہلی کمیٹی کے (جو شہر نیقیہ میں ہوئی۔اور جس نے تثلیث و توحید کا رواج دیا) ممبر کیسے بے عقل اور جاہل تھے۔کہ انہوں نے ایسا بیہودہ عقیدہ مذہب میں شامل کر دیا۔

(۲) انجیل کہتی ہے۔کہ کفارہ پر ایمان لاؤ یہ عجیب بات ہے۔کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ہم نے کبھی نہیں سنا۔کہ ٹام زنا کرے اور جان کو آتشک کا مرض لاحق ہو جاوے۔ یا گورنمنٹ کسی گنہگار کو چھوڑ کر کسی اور کو سزا دیدے۔ہاں جہاں اندھیر نگری ہو وہاں کوئی تعجب نہیں۔کہ رعیت کے گناہ کے بدلہ راجا کو پھانسی دیجاوے مجھے ایک قصہ یاد آگیا ہے۔کہ ایک گرو اور ایک چیلا کہیں جارہے تھے راستہ میں انکو ایک ایسی بستی میں سے گذرنا پڑا۔جو اندھیر نگری کہلاتی تھی۔اور جسکے راجہ نے حکم دیدیا تھا۔کہ ہر ایک چیز ایک پیسہ کی ایک سیر بیچا وے۔جب چیلے نے اس بات کو سنا تو فوراً گورو کے پاس جاکر درخواست کی کہ یہیں ٹھہرنا چاہیئے کیونکہ

یہاں ہر ایک چیز پیسہ کی سیر ملتی ہے۔ ہم ایک پیسہ میں اسیر ہو جایا کرینگے۔ گورو نے
بہت سمجھایا کہ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ پر چیلے نے بہت اصرار کیا۔ جسپر گورو صاحب نے
بھی مناسب سمجھا کہ کچھ وقت وہیں ٹھہرے رہیں۔ چنانچہ وہ عمدہ عمدہ چیزیں کھاتے
رہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا ایک ہی نرخ تھا۔ اگر مٹی پیسہ کی سیر تھی تو سونا بھی ایک
پیسہ کا سیر ہی تھا۔ ایک دن کسی شخص نے راجہ کے حضور درخواست پیش کی۔ کہ
فلاں شخص کی دیوار گر گئی ہے جس سے فلاں آدمی مر گیا۔ راجہ صاحب نے مالک مکان کو
بلاکر پھانسی دینے کا حکم دیا۔ اسنے کہا کہ حضور میرا کیا قصور معمار کی غلطی ہے۔ کہ
اسنے ناقص کیوں بنائی۔ جسپر معمار بلایا گیا اور اسکو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ اسنے کہا
میرا کیا قصور ہے۔ مزدور کا قصور ہے۔ جس نے مصالحہ اچھی طرح تیار نہیں کیا۔
اسنے کہا میرا کیا قصور ہے۔ میں مصالحہ تیار کر رہا تھا۔ کہ ایک عورت گذری میری
اسپر نظر جا پڑی اسلیئے اچھی طرح نہیں بنا سکا۔ وہ بلائی گئی۔ تو اسنے کہا میرا کیا قصور
ہے۔ درزی نے اچھی طرح خوبصورت کپڑے بنا کر دیئے تھے۔ الغرض کسی نہ کسی پر
فرد جرم لگایا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ اسکو پھانسی دیجاوے۔ جسپر پھانسی لٹکائی
گئی۔ لیکن جسکو پھانسی دینی تھی اسکی گردن پتلی تھی اسمیں پھنس نہ سکتی تھی۔ اسلیئے
راجہ صاحب نے حکم دیا کہ کسی موٹے آدمی کو شہر میں سے تلاش کرکے پھانسی دیدو۔
اب تو چیلہ صاحب پھنس گئے جو اچھی طرح عمدہ خوراک کھا کھا کر موٹے ہو چکے تھے۔
چیلہ صاحب نے گورو سے ملنے کی التجا کی جسپر انکو اجازت دیگئی۔ تو گورو صاحب نے
فرمایا۔ کہ تمنے میرا کہا نہیں مانا تھا۔ اب اسکی سزا بھگتنی چاہیئے۔ تاہم چلو کچھ انتظام
کرتے ہیں۔ الغرض دونوں چل پڑے اور پھانسی کے مقام پر دونوں پہنچکر
آپسمیں لڑ پڑے۔ اور ہر ایک انمیں سے کہتا تھا۔ کہ مجھے پھانسی دیجاوے۔
راجہ یہ بات معلوم کرکے حیران ہوئے۔ کہ ہر ایک انمیں سے یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ

پھانسی دیا جاوے۔ بالآخر راجہ صاحب نے وجہ دریافت کی تو گورو نے کہا۔ کہ اصل بات یہ ہے کہ جو آج پھانسی دیا جاویگا۔ وہ سرگ میں پہنچ جائیگا۔ بادشاہ آگے بڑھا اور اسنے کہا مجھے پھانسی دیدو۔ چنانچہ پھانسی دیا گیا۔ اسی طرح مسیح بھی پھانسی دیا گیا۔ کیونکہ اسکی اُمت نے گناہ کیئے تھے۔ غرض ہم ایسی کتاب کو کتاب اللہ نہیں مان سکتے جو ہمیں یہ سکھائے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی سلطنت اندھیر نگری کی طرح ہو۔

(۳) انجیل کہتی ہے۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری اسکے آگے کردو۔ یہ تعلیم دیکھنے میں بہت عمدہ ہے۔ لیکن عمل کے قابل نہیں۔ اسکی مثال تو بالفاظ دیگر وہی ہے۔ کہ ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور بات تب ہے۔ کہ کوئی پادری صاحب کی گال پر تھپڑ مارے۔ اور پھر پادری صاحب خاموش رہیں۔ مَیں تو اس آزمایش کیلیئے یہی دیکھونگا۔ کہ آیا وہ بنی آدم کا دل دُکھانیسے باز آکر انجیل کی اتباع کا جوا اپنے سر سے اُتار کر دکھائیں گے۔ یا انجیل کی اطاعت کیلیئے آئندہ مسلمانونکا دل دُکھانیسے دستکش ہونگے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے۔ کہ انجیل کا خدا کیسا خدا ہے۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ وہ معمولی انسان کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ کیونکہ معمولی انسانی لوازم کے علاوہ وہ عورتوں سے خاص محبت رکھتا تھا۔ خصوصًا ایسی عورتوں سے جو کنواری ہوں۔ جس سے ہمیں اسکے چال چلن پر اور بھی شک پڑتا ہے۔ خصوصًا اسلیئے کہ انکی شادی نہیں ہوئی ہوئی تھی۔ پھر وہ ملعون تھا۔ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دُور۔ تو ہم ایسے شخص کی فرمانبرداری کیوں کریں۔ جو خدائے تعالیٰ سے دُور ہو۔

بالآخر میں پادری صاحب کو یہ یقین دلا کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ کوئی مسلمان ایسے بیہودہ عقائد پر ایمان نہیں لا سکتا۔ بشرطیکہ وہ مذہب کے

کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو۔ ہاں میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر پادری صاحب تعصب کی عینک اُتار کر انصاف کے شفاف آئینے میں سے اسلام کی خوبیوں اور عیسائیوں کی بُرائیوں پر غور کرینگے۔ تو انکو مجبوراً اسلام کے متبعین میں سے ہونا پڑے گا۔

اسلام

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں ٭ ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہمنے

گذشتہ پرچہ میں مختصر طور پر یہ ثابت کیا گیا تھا۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اب ہم اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اسلام کے معنے لفظ اسلام کے معنے ہیں فرمانبرداری کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیئے اپنے منہ کو سونپ دیا۔ اس حالت میں کہ وہ مومن ہے۔ پس اسکے لیئے اجر ہے۔ اسکے ربّ کے پاس اور انپر کوئی خوف نہیں ہے۔ اور انکو کوئی حزن نہ ہوگا۔ غرض پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اسلام کہتے ہیں۔

پھر اسلام کے معنے۔ بیع سلم کے ہیں۔ یعنی فصل کے پیدا ہونیسے پہلے روپیہ دیدینا۔ کہ فصل کے تیار ہونے پر اتنا غلہ دیدینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ - یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے انکی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خرید لیا ہے۔

پھر اسلام کے لُغوی معنے ہیں کہ کسی کے سپرد اپنا کام کیا جاوے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ - یعنی کہدے کہ میری نماز میری قربانی میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں اور مَیں اسی کے ساتھ حکم دیا گیا ہوں اور مَیں پہلا مسلمان ہوں۔

پھر اسلام کے معنے ہیں صلح کرنا اور خصومت کو رفع کرنا۔ یہ تو اسلام کے لغوی معنے ہوئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلعم نے جبرایل کے جواب میں فرمایا ہے۔ الاسلام ان تشھد ان لاالٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ۔ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔ یعنی اسلام یہ ہے۔ کہ ایک انسان گواہی دے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ نماز قائم کرے۔ اور زکوٰۃ دیوے اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے۔ اور یہ کہ بیت اللہ کا حج کرے۔ اگر طاقت رکھتا ہو راستہ کی۔" یہاں تک مختصر طور پر ہم نے یہ بتایا ہے۔ کہ اسلام کے کیا معنے ہیں اسکے بعد مختصر طور پر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بتایا جائیگا۔ کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کونسا پسندیدہ مذہب ہے۔ اور یہ کہ اسلام کب سے دنیا میں آیا ہے۔

خدائے تعالیٰ کس مذہب کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اور جو ہم سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور جس کی طرف ہم سب جانیکے لیئے

تیار ہوئے ہیں۔ فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ یعنی جو کوئی دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی تابعداری کریگا۔ تو اس سے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جاویگا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اور وہ آخرۃ میں گھاٹا اٹھانیوالوں میں سے ہوگا۔

غرض قرآن کریم سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو دین اسلام ہی پسند ہے۔ اور اسکے سوا کوئی مذہب پسندیدہ نہیں ہے۔ رہا یہ کہ خدائے تعالیٰ اسلام کو کیوں پسند کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ خود فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج کے دن ہمنے تمہارے لیئے تمہارے دین کو کامل کردیا۔ اور اپنی نعمتوں کو تم پر پورا کردیا۔ اور تمہارے لیئے اسلام کو پسند کیا۔ کہ وہ تمہارا دین ہے۔ دنیا میں کوئی دین موجود نہیں ہے۔ جسکی آسمانی کتاب میں یہ ذکر ہو۔ کہ انکا دین مکمل کیا گیا ہے یہ فخر اسلام اور اسکی پاک کتاب قرآن کریم کو ہی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ بلکہ قرآن کریم کوئی بات نہیں کہتا۔ جبتک کے اسکے دلائل نہ ہوں۔ دیکھو شریعت اسلام نے بیان فرمایا ہے۔ کہ بنی آدم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی کسطرح عبادت کرنی چاہیئے پھر فرمایا۔ کہ مخلوق سے تمہارے تعلقات کیسے چاہییں۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک قسم کے انسان کے متعلق علیحدہ علیحدہ طور پر بیان فرمایا کہ تم انسے کسطرح سلوک کرو۔ مثلاً ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ پھر اس میں بتایا ہے۔ کہ انسان کو کس کس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ بیوی خاوند کے کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ تمہارے دوستوں سے کیسے

تعلقات چاہییں۔ پھر اسجگہ دو قسم کے دوستوں کو الگ الگ رنگ میں پیش کیا ہے۔ ایک وہ جو ہم مذہب ہوں اور ایک وہ جو دوسرے مذاہب کے ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر فقیر کچھ مانگنے کو آئے۔ تو اسکے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اپنے افسروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ اور ماتحتوں سے کیسے پھر اسی میں بادشاہ اور رعیت کے تعلقات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ جنگ کے وقت دشمنوں سے کسطرح پیش آنا چاہیئے۔

الغرض شریعت اسلام نے انسان کی ہر ایک قسم کی ضرورتوں کے متعلق مفصل قواعد بتائے ہیں۔ مثلاً یہ بھی بتایا ہے۔ کہ کوئی کام کرو۔ تو کس نیت سے روٹی کھاؤ اور پانی پیو۔ مگر کس غرض کے لیئے نہ اپنی جانوں کے لیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیئے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ کپڑے پہنو تو کس لیئے۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کو کس حالت میں رہنا چاہیئے۔ کسطرح انہیں خدائے تعالیٰ کے خلیفے آتے رہیں گے۔ جو اس بات کو ظاہر کریںگے۔ کہ اسلام کی فرمانبرداری سے ہر وقت خدائے تعالیٰ ملتا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کسطرح انکی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ فخر اسلام کو ہی ہے۔ کہ اسلام ہر طرح مکمل و اتم مذہب ہے اور یہی ایک مذہب ہے۔ جو آج اپنے پیرووں کو خدائے تعالیٰ تک پہنچا دیتا۔ اسلام کے سوا نہ کسی اور مذہب کا یہ دعویٰ ہے۔ اور نہ اسکا ثبوت ہے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ⁂ کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ⁂ یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا ⁂ نور ہی نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے

اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ صرف تیرہ سو سال سے یہ مذہب دنیا میں آیا ہے۔ اور ایسا اعتراض کرنیوالے اصحاب یہ بھی کہتے ہیں کہ سچے مذہب کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ وہ قدیم سے ہو۔ اس لیئے میں اختصار کے طور اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دراصل اسلام ہی سب سے پرانا مذہب ہے۔ سب سے پہلا مذہب جو دنیا میں آیا۔ وہ اسلام ہی ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا مذہب آریہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر رشی صاحبان خدائے تعالیٰ کی پورے طور پر فرمانبرداری کرتے تھے۔ تو وہ بھی مسلمان تھے۔ کیونکہ مسلمان کے معنے ہیں سچا فرمانبردار۔ اگر رشیوں نے خدائے تعالیٰ کی سچی اطاعت نہیں کی۔ تو انہوں نے اپنے فرائض کو ادا نہیں کیا۔ الغرض جب سے انسانی نسل پیدا ہوئی۔ اسوقت سے ہی اسلام دنیا میں موجود ہے۔ قرآن شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ۔ اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پھر دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔ توفنی مسلماً۔ مجھے مسلمان کرکے ماریو۔ پھر دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ تم نہ مرو مگر اس حالت میں کہ مسلمان ہو۔ پھر رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ جو کوئی دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کی فطرت لیکر آتا ہے۔ الغرض دنیا میں سب سے پہلے اسلام ہی آیا ہے۔ اور اسلام ہی قدیم مذہب ہے۔ لیکن جب جب اسکے پیرووں نے اپنی طرف سے اختراعی مسئلے شامل کیئے۔ تب تب اسلام از سرنو دنیا میں قائم ہوتا رہا۔ اور وہ لوگ جو پہلے مسلمان کہلاتے تھے کسی اور نام کو لیئے ہوئے اپنے آپکو اسلام سے الگ کرتے رہے۔ جیسا کہ آریہ مت یہودی و عیسائی مذہب وغیرہ۔ بالآخر خدائے تعالیٰ نے اسی اسلام کی تکمیل کرکے رسول کریم صلعم پر آخری کتاب

اُتار کر اسکی حفاظت کو اپنے ذمہ لے لیا۔ اور شریعت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیئے ہمیشہ کیلیئے قابل اطاعت رکھا۔ پھر قرآن شریف ہمیں نصیحت کرتا ہے فبھدیٰھم اقتدہ۔ یعنی جو بزرگ گذرے۔ انکی راہ کی پیروی کرو۔ اسطرح پر دنیا میں جو سب سے پہلے آدم خدائے تعالیٰ کا پیارا بندہ گذرا ہے۔ اسکی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ جسکے صاف معنے یہی ہیں۔ کہ وہ بھی مسلمان تھے۔ الغرض اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے۔ اور ہم خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہم ایسے پاک مذہب کے پیرو ہیں۔ جو ہر طرح مکمل ہے۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

(جائنٹ ایڈیٹر)

ایڈیٹر صاحب کا دورہ

اور تبلیغ اسلام

میرے مخدوم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو جسقدر اشاعت اسلام کا شوق ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کی نظم میں سے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں۔ جنسے آپکے بڑھے ہوئے اشتیاق کا پتہ اچھی طرح لگ جاتا ہے۔ جو سالانہ جلسہ پر پڑھے گئے تھے۔

اور وہ شعر یہ ہیں۔

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں ☆ رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں

میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ ☆ کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں

پھر کیوں نہ مجھکو مذہب اسلام کا ہو فکر ؛ جب جان و دل سے معتقد میرزا ہوں میں
شیطان سے جنگ کرنے میں تن تک لڑاؤ نگا جان تک ؛ یہ عہد ذات باری سے اب کر چکا ہوں میں
(انشاء اللہ تعالیٰ)

اشعار مندرجہ بالا ایک عقلمند انسان کے دل کو ہلا دیتے ہیں۔ اور ایک عقلمند انکو پڑھکر فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ یہ کیسے پُر درد دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں۔ آپ کو ماشاء اللہ بچپن ہی سے اشاعت اسلام کا شوق ہے خصوصاً حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد تو آپ کی طبیعت میں خاص طور پر تبلیغ کا ایک خاص جوش موجزن ہوا ہے۔ اور آپ مختلف مقامات میں تبلیغ اسلام کے لیئے لیکچر دیتے ہیں۔ اور جہاں کہیں آپکو باہر کسی شہر میں جانیکا اتفاق ہوتا ہے۔ فوراً لیکچر دیتے ہیں۔ آپ کا سب سے پہلا سفر جو اس غرض کیلیئے ہوا۔ بھگووال کی طرف تھا۔ جہاں آپ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؑ شادی کے موقعہ پر گئے تھے۔ اور آپنے وہاں پہنچکر خلق اللہ کو اپنے لیکچر سے فائدہ اٹھانیکا موقعہ دیا۔

پھر سالانہ جلسہ کے کچھ دن پہلے جبکہ ایک طرف انجمن تشحیذ الاذہان کی اہم ذمہ داریاں اور دوسری طرف صدر انجمن احمدیہ کی ضروریات قادیان میں رہنے پر آپکو مجبور کرتی تھیں۔ حسب الحکم حضرت امیر المومنین آپکو انجمن احمدیہ کاٹھ گڈھ ضلع ہوشیارپور کے جلسہ پر جانا پڑا۔

پھر آپنے تشحیذ الاذہان کے سالانہ جلسہ پر ایک بڑا مبسوط لیکچر دیا۔ جو اس رسالہ کے اسی سال کے پہلے پرچہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اسکے بعد مارچ کے آخری عشرہ میں نوجوان احمدی طلبار لاہور نے اپنی انجمن "الاخوان" کے سالانہ جلسہ پر آپکو مدعو کیا۔ آپ باوجودیکہ سفر کے بالکل ناقابل تھے۔ کیونکہ آپ کو ایک بہت سخت چوٹ لگی تھی۔ اور اسی حالت میں کہ ڈاکٹر صاحبان بھی

آپکو باہر جانیکا مشورہ نہ دیتے تھے۔ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی لاہور پہنچے۔ جب آپ جلسہ کے دن مقام جلسہ پر پہنچے۔ تو آپکے سخت درد ہو رہی تھی۔ اور کھڑا ہونیکے قابل نہ تھے۔ پر بفضل ایزدی آپ جسوقت کھڑے ہوئے۔ فوراً درد رفو چکر ہوگیا۔ اور آپنے آرام کے ساتھ ایک اعلیٰ لیکچر دیا۔

اسکے بعد آپنے ایک لمبا دورہ کیا جسمیں چار لیکچر دیئے۔ آپ مارچ کے خاتمہ پر قادیان دارالامان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت اُمّ المومنین کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ چند روز کپورتھلہ میں ٹھیرے۔ چونکہ انجمن احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ بہ یادگار حضرت رسول کریم صلعم ۱۲۔ ربیع الاوّل مطابق ۵۔ اپریل کو ہونا تھا۔ اسلیئے آپ کپورتھلہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۵۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ اسجگہ سے فارغ ہوکر آپ دہلی میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ اور وہاں دہلی میں ۹۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ پھر چونکہ ۱۱۔ اپریل کو انجمن احمدیہ قصور کا سالانہ جلسہ تھا۔ جس میں آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس لیئے آپ قصور پہنچے۔ اور وہاں جلسہ میں ایک لیکچر دینے کے بعد جلسہ سے فارغ ہوکر دوبارہ حضرت ام المومنین کی خدمت بابرکت میں دہلی میں جاکر حاضر ہوگئے۔ جہاں آپنے ۱۶۔ اپریل کو ایک عام لیکچر دیا۔ اور وہاں سے آپ دارالامان بہمہ خیریت مع حضرت ام المومنین اور خاندان رسالت واپس پہنچے اس آخری سفر کے مفصل حالات بدر میں شائع ہونگے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب ممدوح نے آج ہی میری التجا پر اس بات کو منظور فرمایا ہے۔ کہ موخر الذکر تقریروں کو رسالہ میں شائع کیا جاوے۔ جسکے لیئے میں ناظرین کو مبارکباد دیتا ہوں۔

(جائینٹ ایڈیٹر)

سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان دارالامان کی خدمت میں

ضروری اطلاع

یہاں ایک مجمع قائم ہوا ہے۔ جس میں وہ لوگ شامل ہوئے ہیں جو پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کسی زمانہ میں پڑھتے رہے ہیں جسکو انگریزی میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔ مگر اسکا نام عربی رکھا جاویگا۔ فی الحال اس کا نام مجمع الاحباب ہے۔

(۱) اسکی اغراض یہ ہیں۔

وہ طلباء جو مدرسہ میں وقتاً فوقتاً تعلیم پا چکے ہیں۔ وہ زمانہ تعلیم کے بعد مدرسہ کے فائدہ کے لئے کوئی کام کرسکیں۔ اور آپسمیں رشتہ اخوت و محبت پیدا کرسکیں۔

(ب) اسکے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح اور صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت سکول کی خدمت کرنی۔ (۲) سکول کیلئے فراہمی چندہ کی کوشش کرنی اور سکول کیلئے طلباء مہیا کرنیکی کوشش کرنی (۳) جو مدرس یا ہیڈ ماسٹر صاحب اچھی طرح خدمت کریں۔ انکی خدمت میں ایڈریس یا دعوت پیش کرنا۔

(ج) اسکے قواعد حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسکا ممبر ہر ایک وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں اس مدرسہ میں تعلیم پاتا رہا ہو (۲) سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحبان جو مستقل طور پر ہیڈ ماسٹر کا کام کرتے رہے ہوں۔ اسکو مربی سمجھے جائینگے

نوٹ۔ یہ قواعد و ضوابط وغیرہ عارضی ہیں۔ جبتک کہ مجمع کے اکثر ممبر جمع ہو کر اسکا فیصلہ نہ کریں۔

تمام سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام کی خدمت میں بادب غرض ہے۔ کہ براہ مہربانی اپنا اپنا پتہ حافظ عبدالرحیم صاحب قادیان کے نام بھیجدیں۔ تاکہ مجمع باقاعدہ کیا جاوے نیز یہ بھی لکھیں۔ کہ آپ قواعد مذکورہ سے کہاں تک اتفاق رکھتے ہیں۔ (سکرٹری)

۶۶۷ - میاں عبدالواحد صاحب عہ ر
۶۶۸ - محمد عظیم صاحب عہ ر
۶۶۹ - چودھری اللہ داد صاحب عہ ر
۶۷۰ - منصب علیشاہ صاحب عہ ر
۶۷۱ - میاں الہ دتا صاحب عہ ر
۶۷۲ - زین الدین محمد ابراہیم صاحب عہ ر

۶۱۳ - خلیفہ محمد صادق صاحب عہ ر
۵۹۷ - محمد حسن صاحب ۸ ر
ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب چندہ ممبری ۱۲ ر
عبدالرحمٰن صاحب امرتسری ۱۲ ر
بابو اقبال علی صاحب چندہ ممبری سے ر
۳۹۳ - عبدالرحمٰن صاحب عہ ر

نوٹ:- کچھ رسیدیں بابت صفر رہ گئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر میں شایع ہوں گی

رسیدات زر بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

محمد اسمٰعیل صاحب نمبر ۵۸۴ قیمت رسالہ عہ ر
بابو نذیر الدین صاحب نمبر ۷۲۱ " عہ ر
میاں احمد دین صاحب " ۷۲۲ " عہ
میاں کرم الٰہی صاحب " ۷۲۳ " عہ
حشمت اللہ صاحب چندہ ممبری عہ ر
مشتاق حسین صاحب نمبر ۵۶۲ قیمت رسالہ عہ ر
ماسٹر عبدالعزیز صاحب " ۵۹۰ " ۸ ر
میاں احمد دین صاحب زرگر قادیان چندہ ممبری ۲ ر
عزیز الدین صاحب چندہ ممبری ۸ ر
شیخ محمد اصغر صاحب چندہ ممبری ۸ ر
مولوی غلام امام } نمبر ۷۲۴ قیمت رسالہ عہ ر
عزیز الواعظین }

عبدالنعیم صاحب نمبر ۵۸۵ قیمت رسالہ عہ ر
منشی گلاب الدین صاحب نمبر ۱۳۲ " ۳ ر
نادر علی صاحب نمبر ۵۲۶ " عہ ر
عبدالعزیز صاحب نمبر ۵۷۸ " عہ ر
عنایت علی خانصاحب نمبر ۵۷۳ " عہ ر
چودھری حکم دین صاحب نمبر ۷۱۸ " عہ ر
مستری محمد شاہ صاحب نمبر ۷۳۰ " عہ ر
شیخ رحیم بخش صاحب ۷۳۱ " عہ
بابو غلام دستگیر صاحب چندہ ممبری سے ر
بابو فخر الدین صاحب نمبر ۷۳۲ قیمت رسالہ عہ ر
غلام حیدر صاحب نمبر ۷۱۷ " عہ ر
منشی محمد عمر صاحب نمبر ۷۱۶ " عہ ر

منشی غلام نبی صاحب نمبر ۸۰۰ قیمت رسالہ عار
منشی اللہ دتا صاحب اعانت رسالہ سے ر
ملک غلام محمد صاحب نمبر ۶۰۹ قیمت رسالہ عہ
جماعت شملہ اعانت رسالہ عہر
میاں محمد دین صاحب نمبر ۶۳۷ قیمت رسالہ عار
حضرت خلیفۃ المسیح چندہ لائبریری عہ ر
منشی عبد الخالق صاحب چندہ ممبری عار
قاضی عبد اللہ صاحب قادیان " ۴ر
پیر مظہر قیوم صاحب " " ۶ر
ماسٹر عبد العزیز صاحب " " ۔ر
مولوی عبد الصمد صاحب نمبر ۶۴۶ قیمت رسالہ عہ
عبد الستار شاہ صاحب نمبر ۶۴۳ " عہ

شیخ نور احمد صاحب نمبر ۳۲۳ قیمت رسالہ عار
خواجہ کمال الدین صاحب نمبر ۳۱۴ " عار
دلاور شاہ صاحب نمبر ۵۶۶ " عار
میاں نبی بخش صاحب نمبر ۶۰۱ " عار
منشی یوسف علی صاحب چندہ ممبری سے ر
بابو عطا محمد صاحب نمبر ۶۴۷ قیمت رسالہ عار
قدرت اللہ خان صاحب نمبر ۶۲۲ " عار
بابو محمد رشید صاحب نمبر ۶۱۲ " عار
عبد الکریم صاحب نمبر ۶۴۷ " عار
مستری کریم بخش صاحب نمبر ۵۶۹ " عار
منظور علی صاحب شاکر چندہ ممبری ۴ہر
چوہدری غلام احمد صاحب نمبر ۶۱۷ قیمت رسالہ عار

غلام قادر صاحب لنگر ڈومہ اعانت رسالہ عہر

Digitized by Khilafat Library

ایک غلطی کا ازالہ

گذشتہ نمبر کے صفحہ ۱۲۳ پر لکھا گیا تھا کہ "لائبریری فنڈ کا روپیہ قوم کے مقتدا اور پیشوا صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام آنا چاہیئے" اب عرض ہے (۱) کہ برائے مہربانی ہر قسم کا روپیہ (جو انجمن کے متعلق ہو) محاسب صاحب انجمن تشحیذ الاذہان کے نام پر آنا چاہیئے کیونکہ انجمن کا یہی قاعدہ ہے (۲) کمرر آنکہ حسب الحکم حضرت امیر المومنین فقرہ مذکور کو اسطرح پڑھنا چاہیئے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (قوم کے مقتدا اور پیشوا ہیں)" خریدار صاحبان اپنے اپنے رسالوں کو درست کر لیں۔ (سکرٹری)

جلد ۵

نمبر ۵

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ | مطابق مئی و جون ۱۹۱۰ء

فہرست مضامین

تازہ نشان	۱۶۵-۱۶۸	ایڈیٹر
ایک عجیب واقعہ	۱۶۹-۱۷۱	"
مسیحی نبیہ	۱۷۱-۱۹۰	"
برادرانہ پیغام	۱۹۱-۱۹۴	مرزا برکت علی صاحب
سچی راحت	۱۹۵-۱۹۶	مرزا محمد احسن صاحب
توحید باری تعالےٰ	۱۹۷	حافظ عبد الرحیم صاحب

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب پرنٹر تشحیذ الاذہان ... قادیان ... شائع ہوا

اشتہار دینے والے اصحاب

کیلئے

ایک نادر موقعہ

یہہ تجویز ہوگئی ہے کہ تشحیذ الاذہان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء
کا کوئی ایک پرچہ پانچہزار شایع کیا جائے لہذا وہ تمام اصحاب جو اس
پرچہ میں اشتہار چھپوانا چاہتے ہوں وہ مجھ سے خط وکتابت کرکے
شرح اشتہارات وغیرہ کا فیصلہ کرلیں میں یہ بھی امید کرتا ہوں۔ کہ
آیندہ پرچہ کی اشاعت تک انشاءاللہ تعالیٰ یہ بھی بتادونگا کہ کس ماہ
کا پرچہ پانچہزار شایع ہوگا اشتہار دینے والے اصحاب اسطرف
فرمائیں

مینیجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تازہ نشان

سلطان عبدالحمید خان کیساتھ ترکی میں جو کچھ پیش آیا وہ دنیا کے کسی حصہ کو مخفی نہیں اسلئے مجھ کو اسکی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہاں میں مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی ہوا خدا کے نشان کے مطابق ہوا اور مسیح موعود نے قبل از وقت خبر دی تھی ویسا ہی ہوا خداتعالے اگر کسی شخص کو [illegible] نہیں کرتا وہ ہر ایک ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے اور ہر ایک بات جو کچھ ہو چکی ہو یا اب ہو رہی ہو یا آئندہ ہونی ہو۔ اسکو اسکا کامل علم حاصل ہے اور وہ نبیوں کی صداقت قائم کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ایسی پوشیدہ باتیں جنکا اسے دنیا کو علم نہ ہو اپنے برگزیدوں کو بتا دیتا ہے لیکن مبارک وہ جو سنتا ہے اور نصیحت حاصل کرتا ہے کیونکہ اگر ایک پیاسے کے سامنے پانی کا ایک پیالہ پیش کیا جائے اور وہ اسکو نہ پئے تو یہ اسکی بدقسمتی ہے اور اگر ایک بھوکے کے آگے عمدہ کھانے کی ایک تھالی پیش کیجائے اور وہ اسکو رد کر دے تو یہ اسکی بدبختی ہے اور اگر ایک ڈوبتے ہوئے کو سہارا دیا جائے اور وہ اسکا انکار کر دے تو یہ اسکی ہلاکت ہے اور اگر ایک گم گشتہ کو راستہ دکھایا جائے اور وہ اس سے بے توجہی کرے تو یہ اسکی تباہی ہے پس باوجود خداتعالے کی طرف سے نشانوں پر نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو لوگ ان سے کنی کتراتے اور آنکھیں پھیر لیتے ہیں انکی حالت کیسی قابل افسوس اور رحم کے قابل ہے انسان دیکھتے دیکھتے تھک جاتا ہے مگر خدا نشان دکھانے سے نہیں تھکتا حضرت مسیح موعود کے تحریر جو بڑا اعلان بلکہ کئی تحریرات ہو چکی ہیں اب وہ وقت بہت کم رہ گیا ہے تازہ انقلاب زمانہ نے سلطانوں کے تختوں کو شرق کرنے کا ارادہ کیا ہے ملکوں کے ملک ویران کر دیئے ہیں قدرت نے سب دنیا کو [illegible]

ان میں وہ لوگ جو فرصت ہو تحفۃ الحق کو طلب کریں بقدر ضرورت ہدیہ آنے ارسال کیا جائے گا

لیکن افسوس کہ خاتمہ تحریک جو ضروری نہیں ہوئی مگر اب بھی وقت ہے کہ لوگ سمجھیں اور فائدہ اٹھاویں
ہیں خدا کا عذاب بہت سخت ہے تا ایسی اخبار ان لوگوں کی جیسے نشانات سے نہیں ڈرتا [illegible]
نشان سنو اور ابھی نصیحت اٹھاؤ دیکھو حضرت مسیح موعود نے آج سے بارہ سال پہلے [illegible]
ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں آپ نے صاف طور سے لکھا تھا کہ روم کی سلطنت میں بہت سو
ارکان ایسی ذمہ داریاں کے [illegible] اور دیانت داری سے کام نہیں لیتے اور مجھے خدا نے بتایا ہے کہ
ان ارکان کی حالت ایسی خراب ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس وقت نادانوں نے کو بہت کچھ
شور مچایا اور حضرت مسیح موعود پر سے الزام دیئے کہ آپ خلیفۃ وقت کے بارہ میں یہ کہتے
ہیں اور ان کے ارکین کی بے عزت ہتک کرتے ہیں [illegible] کہ انکو یہ پتہ نہ تھا کہ ایک مامور خدا کی
بات کس طرح چھپایا جا سکتا ہے اب جب خدا نے اسے ظاہر کر دی ہو تو کس کی [illegible] ہندوستان کے
علماء [illegible] اس اشتہار پر [illegible] لیکن آج خدا کے زبردست ہاتھ نے سارا
[illegible] بات ہر کل [illegible] معلوم ہوتی تھی [illegible] خدا کے طرف سے تھی اسے بالکل
جب انہیں پیشگوئی پوری ہوئی اور ہو رہی ہے وہ لوگ جو حضرت اقدس کو [illegible]
کہ آپ نے گورنمنٹ اسلام کے [illegible] سلطنت کی [illegible] کیا تھا بتائیں تو سہی کہ [illegible]
[illegible] سلطان [illegible] ہم ہرگز نہیں کہتے کہ سلطان
عبد الحمید خان نے کوئی شرارت کی بلکہ خدا کے منشاء کے مطابق ہم مانتے ہیں کہ یہ موجودہ انقلاب
جس میں سلطان عبد الحمید خان معزول ہو گئے ہیں اور قسطنطنیہ میں بہت سا کشت و خون ہوا ہے
اس میں اصل شرارت ان ارکان کی سبب ہو آپ کے گرد تھے جب یہ وقت آگیا تو خدا کے فرستادہ
کے [illegible] سلطان کی نافرمانی کی اور بغاوت اختیار کی مگر افسوس کہ مسلمان [illegible] خدا کے
مسیح کو ترکی سلطنت کے [illegible] لیکن ان لوگوں کی مخالفت پر [illegible] ہم اس
[illegible] آپ تمام [illegible] حضرت اقدس کی [illegible] کو نقل کرتے ہیں [illegible] سلطنت ترکی
[illegible] لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ رومی سلطنت میں بتقاضائے

ارکان دولت کہ جو جامع ہیں اور سلطنت کی طرف سے کچھ اختیار رکھتے ہیں نہیں ایسے لوگ بکثرت ہیں جن کا
چال چلن سلطنت کو مضر ہے کیونکہ ان کی عملی حالت اچھی نہیں ہے وہ لوگ جو کہ علی حسب مراتب
قرب سلطان ہیں کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس سلطنت کے اکثر ارکان خیانت پیشہ ہیں وہ اپنی خدمتوں کو
دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی
سلطنت کو جو حرمین شریفین کی محافظ اور مسلمانوں کے لئے غنیمت ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ہم
نے گزشتہ اشتہار میں ترکی گورنمنٹ پر جو آفات کے بعض عظیم الشان اور خراب اندرون ارکان
اور شاہ اور وزراء کے نہ بلکہ سلطان کی ذات کے خصوص خلفاء وزراء اور وزارت اور الہام
کی تحریک سے جس مطالعہ سے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو ان لوگوں کے مفہوم کے خوف کا اثر ہے جانا ہے
ورنہ ایک عجیب بات اور وہ طالب ہوا ہے سو وہ تحریر جیسا کہ گزشتہ خیالات والے سمجھتے ہیں
کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو حضرت الٰہی سے ہمیں بخشا گیا ہے
بعض کو تو قلت تدبر کی وجہ سے یہ دھوکہ لگا ہے کہ گویا ہم نے سلطان روم کی ذات پر کوئی حملہ کیا ہے
حالانکہ وہ میرے اشتہارات ایک سو دو میں سلطان کی ذات سے ان پیشگوئیوں کو کچھ بھی تعلق
نہیں صرف بعض ارکان سلطنت اور کارکن لوگوں کی نسبت الہام شائع کیا گیا ہے کہ وہ
امین اور دیانت دار نہیں ہیں اور پھر اپنے پہلے اشتہار کی نسبت تو ان کو متوجہ کرنے میں یہ کیا کہ ہم
نقصان کو جو کچھ رومی سلطنت کے اندرونی انتظام کی نسبت بیان کیا اور وہ دراصل صحیح
ہے اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری
سرشت ظاہر کرنے والے ہیں پس یہی مصداق الفاظ ہیں جن میں حضرت اقدس نے سلطنت روم کی
حالت کا نقشہ کھینچا ہے آج سے بارہ برس پہلے شائع کر دیا کہ اس سلطنت کے رکن اچھے
نہیں وہ ایک دن شرارت کریں گے اور وقت پر سلطان کا ساتھ چھوڑ دیں گے اسی شرارت میں
غداری کر اور وہ دیانت و امانت کا جو ہم نہیں رکھتے سو لیں کیا اب بھی ان کو حضرت اقدس کی پیشگوئی
میں کچھ شک ہو کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیا ان لوگوں نے سلطان سے غداری نہیں کی کیا

بہت لوگوں نے بددیانتی کو کام نہیں لیا کیا امراء سلطنت نے محسن کشی نہیں کی گو سب کچھ تو
ہوا کیا اس نظارہ کو دیکھکر کوئی فائدہ بھی اُٹھایا بیشک سعید روحیں تو فائدہ اُٹھائیں گی مگر
افسوس ہے کہ اکثر لوگ فاسق ہیں جو خدا کے کلام پر صرف ہنسی کرنا چاہتے ہیں اس بات میں
آخر میں ایک اور فقرہ اس کتاب سے نقل کر دیتا ہوں جس میں صاف بتایا گیا ہے کہ ایک دن
سلطنت کا انجام اچھا نہیں سمجھتا مجھے افسوس ہے کہ **سلطان روم کی سلطنت**
کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی
حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کیساتھ
انجام اچھا نہیں" خدا نے جو کچھ کہا تھا پورا ہوا اور انقلاب لفظ بلفظ پورا ہوا مگر کیا
اس کی دنیا پھر بھی مخالفت پر تلی ہوگی آہ! اے میری پیاری قوم تم اپنے آپکو کیوں
ہلاک کر رہی ہے اب بھی وقت ہے توبہ کرو اور خدا کے برگزیدہ کے انکار سے باز آؤ
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؎

راقم خاکسار

میاں مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۹ء

ایک عجیب واقعہ

ناظرین غالباً اٹلی کے اس زلزلہ عظیمہ کو ابھی نہ بھولے ہونگے جس نے یک دم میں دنیا میں تباہی اور بربادی پھیلادی اور چند منٹوں میں لاکھوں جانوں کو ضائع کردیا اس زلزلہ کے متعلق ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو کہ ایک مومن کے لئے کوئی ایسا تعجب خیز تو نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا وہ واقعہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں ورنہ قصوں اور کہانیوں میں تو بہت سے عجیب واقعات نظر آتے ہیں اس واقعہ کے بیان کرنیوالے پادری رابرٹ جنس صاحب ہیں چنانچہ اخبار عام نے ایک انگریزی اخبار سے انکے بیان کو یوں نقل کیا ہے صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ زلزلہ کی تباہی سے ایک عورت جو اپنے گھر کے کمرہ میں تنہا رہتی تھی اسی کمرہ میں اس طرح دب گئی کہ اسکے لئے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں تھا اسکا چھوٹا سا کمرہ اس طرح مدفون تھا کہ کئی گز ملبہ کا انبار اسکے اوپر پڑا تھا کوئی نہ جانتا تھا کہ کھنڈرات کے نیچے کوئی جاندار زندہ ہوگی عورت مذکورہ دو ہفتہ تک اسی طرح پڑی رہی گرمی تھی اور اس عرصہ میں خوراک کی کوئی صورت نہ تھی یہ کمرہ اس مکان کی خوابگاہ تھا جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی باقی تمام حصہ مکان کا زلزلہ سے تباہ تھا روشنی تو کیا اس کمرہ میں ہوا کی آمد کا بھی کوئی رستہ نہیں تھا کھنڈرات کا بوجھ اتنا عظیم تھا کہ کئی روز کھودنے کے بعد اسکے نکالنے کی نوبت آئی اور اندر کی آواز باہر سنائی نہ دے سکتی تھی بالضرور عورت کو کچھ چوٹ نہ آئی۔

وہ قید سخت بھگت رہی تھی اور قطعی بند و بستہ تھی اسی قید سخت کے زمانہ میں عورت مذکور (جو حاملہ تھی) دو بچے جنی۔ توام تھے فوجی سپاہی پھاوڑوں اور کدالیوں سے کھنڈرات کھودتے تھے انہوں نے جب اس عورت کو ۱۷۱۴ اس وقت وہ خود مع اپنے دونوں شیر خوار بچوں کے بالکل تندرست صحیح و سالم تھی وہ بڑے شوق سے اس قید سنگین سے نکالی گئی اسکی صورت سے فاقہ کشی وغیرہ کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا جب پوچھا کہ اس عرصہ میں گذارہ کیسے کیا۔ تو عورت نے جواب دیا کہ ہر روز ایک عورت آتی اور مجھکو کھانا دیجاتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ آنے جانیکا کوئی رستہ نہیں تھا جواب دیا کہ ہاں! میں بھی جانتی ہوں کہ کوئی رستہ نہیں تھا تسپر بھی جو کچھ کہتی ہوں بالکل صحیح ہے مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ عورت کدھر سے اور کیونکر آتی جاتی تھی اور کیسے اور کہاں چلی جاتی تھی اُسنے نہ تو کبھی مجھ سے باتچیت کی اور نہ کبھی میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھا صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ہر روز آتی تھی خوراک کا سامان ٹیبل پر دھر کر چلی جاتی تھی اس عورت کو میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہیں جانتی ہوں کہ وہ کون تھی سوائے اسکے کہ وہ کوئی عورت تھی۔ اس نامعلوم عورت کا حلیہ دریافت کیا لیکن وہ کچھ زیادہ نہیں بتلا سکی ظاہر ہے کہ عورت واہی تباہی نہیں بکتی تھی وہ بالکل تندرست تھی اُسکے چہرے سے کوئی نشان فاقہ کشی اور بھوک کا ظاہر نہ تھا اور اپنے توام بچوں کو چھاتی کا دودھ پلاتی تھی اور دونوں بچے بھی بخوبی پرورش پاتے اور تندرست تھے وہ یہی حکایت ہر ایک کو سناتی ہے اور سننے والے حیران رہجاتے ہیں اسکے بیانات کی باتیں بالکل دیانت اور قطعی صحیح معلوم ہوتی ہیں وہ عورت مع اپنے بچوں کے جیتی جاگتی ہے۔ بیشک اس قسم کا واقعہ ہوجانا کچھ بعید نہیں کیونکہ خداتع

کے کام اور طاقتیں غیر محدود ہیں۔ ہاں اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ صاحب موصوف پادری ہیں اور ان لوگوں میں کفارہ کا مسئلہ بہت خطرناک ہے جو کہ ہر قسم کے گناہ کو معاف کروا دیتا ہے۔ اتنی بات عجیب ہے کہ وہ عورت جو کھانا لیکر آئی تھی وہ خود حضرت مریم قرار نہیں دیگئی ہر حال ہم اس واقعہ کا نہ تو اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار۔ ہاں امید کرتے ہیں کہ یورپ کے لوگ جو مسلمانوں پر کشف و کرامات کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں خود اپنے مذہب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں اور ہماری بات پوچھو تو ہم نے ایسے واقعات دیکھے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل و احسان کرتا ہے ہر زمانہ میں اس قسم کے واقعات دکھاتا رہتا ہے تاکہ لوگ اس سے کچھ فائدہ اٹھائیں مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس طرف کچھ توجہ نہیں کرتے بہرحال ہم نے یہ واقعہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے لکھ دیا ہے اسکی کہانی کے ذمہ دار خود پادری رابرٹ ہینس صاحب ہیں ✦

مسیحی نبلیہ

ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے کہ جب وہ کسی کام کے کرنیکا ارادہ کرتا ہو تو ساتھ ہی زمین پر ایک ہل چل پیدا کر دیتا ہے گو بعض دفعہ لوگ خدا تعالےٰ کے ارادہ کے برخلاف کاروائی کرنی چاہتے ہیں اور کرتے ہیں گو وہ انکے روکنے کے لیے ناخنوں تک زور لگاتے ہیں مگر اپنی تمام طاقتیں اس ارادہ کو ناکام کرنے کے لئے خرچ ہوتی ہیں گو انکا تمام زور انکے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے گو فرداً فرداً اور جماعتوں میں وہ اس میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہمیشہ دیکھا

گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ لوگ اسکے ارادوں کی تصدیق بھی کرتے جاتے ہیں
آنحضرت کی بعثت کیوقت لوگ ایسے تھے کہ دنیا میں فساد بڑی کثرت سے پھیل
گیا ہے اور لڑائی دنگوں نے دنیا سے امن اٹھا دیا ہے خونریزی سے زمین
سرخ ہو رہی ہے فسق و فجور کی کوئی حد نہیں رہی چوری اور ڈاکہ زنی کی کثرت
ہوگئی ہے شرک نے ہر ایک کے دل میں جگہ لے لی ہے زمانہ کی حالت بہت
نازک ہو رہی ہے اور یہ ایک ایسا وقت ہے کہ اسوقت ضرور ضرور ایک آدمی خدا
کی طرف سے مبعوث ہونا چاہئیے جو گمراہوں کو راستہ دکھائے اندھوں کو نور بخشے ظلمت
کو دور کرے اور گھر کے شیشہ کو چکنا چور کرے پھر یہ بھی جانتے تھے کہ آپکی تمام
زندگی ہر قسم کے عیبوں سے پاک ہے بچپن سے آپکو خدا تعالے کی طرف توجہ
رہی ہے لڑکپن سے دنیا سے نفرت رہی ہے عہد طفولیت سے سچائی کا خیال
رہا ہے اسبات کا بھی اقرار تھا کہ آپکو جھوٹ سے سخت نفرت ہے آپکی زبان
ہر سچ کے سوا کبھی کچھ نہیں آیا بنی نوع انسان کی ہمدردی آپکا شیوہ ہے بیواؤں
کی خبر گیری آپکا طریق ہے مسافروں کی مدد کرنا آپکی عادت میں داخل ہے
یتیموں کی خبر گیری آپ اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر باوجود اسکے وہی بات کہے
چلے گئے کہ (جھوٹا ہے جھوٹا ہے) نعوذ باللہ کمبختوں نے اتنا بھی تو نہ سمجھا کہ
جو انسان پر جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیوں افترا کریگا جو گمراہوں اور مسلمانوں کی
مدد کرتا ہے وہ ہدایت یافتوں کو کیوں راستہ سے دور ڈالیگا جس نے بیواؤں کی
دستگیری کی ہے وہ خاوندوالیوں کو کیوں رانڈ کریگا جس نے یتیموں کی خبر گیری کی ہے
وہ اس لڑکے کو جس کے والدین زندہ ہیں کیوں یتیم کریگا جس نے فتنہ و فساد
سے جھگڑوں کو بھی ناپسند کیا ہے اور لوگوں میں صلح کی بنیاد ڈالی ہے وہ اب
دور از قیاس دعوے کر کے جیسا کہ وہ کہتے تھے) دنیا میں فساد و خونریزی کی

بنیاد کیوں ڈالیگا انکی اُس مریض کی سی حالت تھی جو اپنی مرض سے واقف ہو اور پھر انکار کرے جو ایک دوائی کے فائدہ کا اقرار کرے اور پھر بھی اسکے پینے سے انکار کرے خیر وہ لوگ تو جو کچھ تھے سو تھے ہمارے زمانہ کے لوگ بھی کچھ اُن سے کم نہیں ہر طرح کے فتنوں اور فسادوں کا انکو اقرار ہے زمانہ کی حالت میں روز افزوں تغیر مانتے ہیں ایک مصلح وقت کی آمد کا انتظار بھی ہے اور اسکا یہی وقت بتاتے ہیں ہندو کلنک اوتار کے منتظر ہیں تو پارسی ایک ہوشیدر زردشت کے یہودی ایلیا نبی کی راہ دیکھتے ہیں تو عیسائی مسیح کی بدھ مذہب کے پیرو ساتویں بدھ کی آمد کے لیے چشم براہ ہیں تو مسلمان مہدی کے لیے غرض ہر قوم ہے وہ ایک مصلح یا ریفارمر یا نبی یا مجدد یا اوتار کسی نہ کسی کی منتظر ضرور ہے اور مانتی ہے کہ وہ اس زمانہ میں آئیگا مگر جب اس شخص کو پیش کیا جاتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ تو وہ نہیں انکے مقرر اپنی تقریروں میں انکے مصنف اپنی تصنیفوں میں انکے شاعر اپنے شعروں میں کہتے ہیں اور زور زور سے کہتے ہیں کہ یہ وقت ہے کہ دنیا کو سنبھالنے کے لیے کوئی شخص پیدا ہو لیکن جب ضرورت وقت کو پورا کرنیوالا انسان انکے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکا ماننا تو الگ ضرورت وقت تک سے انکار کر دیتے ہیں لیکن وہ اس برگزیدہ انسان کے مقابلہ پر اگر کچھ ہی کہیں انکی تقریریں انکی تحریریں انکی نظمیں موجود ہیں کہ جن میں انہوں نے اس زمانہ کے لیے ایک مصلح کی ضرورت کو مانا۔

اور مصلح بھی کوئی معمولی نہیں ہندوں کے لیے کرشن یہودیوں کے لیے ایلیا اور مسیح عیسائیوں کے لیے یسوع پارسیوں کے لیے زردشت بدھوں کیلیے بدھ اور مسلمانوں کے لیے مہدی کی ضرورت بتائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت اللہ کے مطابق ہمارے حضرت مسیح موعود کے لیے بھی لوگوں

کے دل خود بخود بول رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ وقت ایک بڑے مصلح کا ہے چنانچہ اسکا ایک عملی ثبوت یہ ہے کہ مختلف ملکوں میں مختلف لوگوں نے اس قسم کے دعوے بھی کیئے ہیں چنانچہ انگلستان کے پگٹ اور امریکہ کے ڈوئی کے حالات سے تو ہمارے ناظرین واقف ہی ہونگے کہ انکے کیا دعوے تھے اور یہ کہ وہ آخر حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے مگر میں ناظرین کی واقفیت کے لیئے اسجگہ ایک عورت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جسکا نام جوہنا سکوٹ ہے جو کہ ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوئی اور جس نے ۱۸۰۰ء کے قریب نبیہ ہونے کا دعویٰ کیا ڈوئی اور پگٹ ایسے مرتبہ تک نہیں پہونچے کہ وہ اس عورت کا مقابلہ کرسکیں کیونکہ پگٹ کے پیرو تو بہت ہی تھوڑے تھے ہاں ڈوئی کے دس ہزار تک پہنچ گئے تھے مگر اس عورت کے پیرو ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔

انگلستان کے علاقہ ڈیون شائر میں ایک کسان کے ہاں پیدا ہوئی۔ اور اوائل عمر میں ایک سوداگر کے ہاں دکان کے کام کاج پر ملازم ہوئی کچھ مدت تک تو آرام سے کام کرتی رہی لیکن آخر نا معلوم کن اسباب سے تحریک پاکر اسے مذہبی معاملات کی طرف توجہ ہوئی اور الہام کا دعویٰ کیا وہ اپنے لیکچروں میں کہتی تھی کہ جب میں ۱۷۵۰ء کو پیدا ہوئی تو میرے پیدا ہونے پر فرشتوں نے بہت خوشی کی اور یہ کہ اسکی تمام عمر خدا کے خوف میں گزری ہے اور بچپن سے ہی اسکے دل میں خدا کا رعب بڑے شان دار طور سے جاگزین تھا اسکا دعویٰ تھا کہ کتاب مکاشفات میں جو ایک عورت کا ذکر ہے اور جس کو دلہن برہ کی بیوی کہا گیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سورج سے ملبوس ہوگی وہ میں ہی ہوں اسکا دعوے تھا کہ میں اسلیئے آئی ہوں کہ تا لوگوں کو مطلع کردوں کہ مسیح کی آمد ثانی نزدیک ہے بہت سے آدمیوں نے اسکی بات کو سنا اور ایمان

ہوئے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ عورت خواہ کسی مرض میں گرفتار تھی یا جھوٹی تھی مگر اسکے دعوے سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں میں مسیح کی آمد ثانی کا انتظار شروع ضرور ہو گیا تھا چنانچہ اگر وہ اس قسم کے خیالات نہ رکھتے تو اول وہ عورت اس قسم کا دعویٰ ہی نہ کرتی اور اگر وہ کرتی تو لوگ اسپر یقین نہ کرتے مگر اسکا دعوے اور ایک گروہ کا اسے فوراً مان لینا ثابت کرتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے سے ہی زمانہ کی حالت ایسی بگڑ گئی تھی کہ دنیا کسی ریفارمر کی ضرورت کو بڑے زور سے محسوس کرنے لگی تھی ؛

اس عورت کا دعوے تھا کہ میرے منہ سے ایسی ایسی باتیں نکلینگی جو قبل از وقت ہونگی مگر آخر ایک دن پوری ہونگی اور چونکہ اب یہ نبوت کا بھی دعوے کر چکی تھی اسکے مریدین بھی اس سے بہت ڈرتے تھے اور نہایت تعجب اور غور سے اسکی باتوں کو سنتے تھے کہ نہ معلوم اسکے منہ سے کیا نکل جائے ؛

اسے اپنے دعوے پر اسقدر بھروسہ تھا کہ یہ ایک لمبے عرصہ تک انگلستان کے پادریوں اور بشپوں کو کہتی رہی اور زور دیتی رہی کہ میرے متعلق کافی تحقیقات کرو اور میرے دعوے کی تصدیق کرو لیکن انھوں نے ہمیشہ انکار ہی کیا مگر اسکے باوجود بہت سے بڑے بڑے آدمیوں نے اسے قبول کیا اور خود کئی ایک پادریوں نے بھی اسکی باتوں کو قبول کیا اور اسکے دعووں کی تصدیق کی اسکے مریدین میں بڑے بڑے امیر لوگ بھی داخل تھے جو اسکی باتوں پر بہت یقین رکھتے تھے اگرچہ یسوع نے جب ایک امیر کو کہا کہ اپنی دولت لٹا دے تو اس نے انکار کیا اور واپس چلا گیا مگر اسکے مریدین میں

ہے۔ دو مرد و عورتین بھی ایسی تھیں کہ وہ اپنا مال اس کی خوشی کے لئے دینا کچھ مشکل نہیں سمجھتی تھیں چنانچہ ایک عورت مسز ایسیم مرتے وقت اپنی جائداد اسی کو دیگئی اور زندگی میں بھی سکا چکی اسی نے برداشت کیا ہوا تھا اگرچہ اس عورت کے رشتہ داروں نے بہت شور مچایا مگر قانون کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ چونکہ یہ روپیہ بیا وہ تر اس فرقہ کے اصول اور اس نبیہ کے الہامات شایع کرنے کے لئے تھا اس لیئے اس سے اس نبی نبیہ کے حالات اور الہامات شایع کئے گئے چنانچہ رفتہ رفتہ اس گروہ کے کئی اپنے گرجے بھی بن گئے اسے اپنے مذہب کے پھیلانیکا اسقدر شوق تھا کہ یہ ایک جگہ بیٹھے رہنے پر مطمئن نہ ہوئی بلکہ اس نے شہر چھوڑ کر گاؤں میں بھی دورہ شروع کیا اور عام لوگوں میں وعظ نصیحت شروع کی اور بہت سے لوگوں کو اپنے دعوے کی صداقت منوا دی

اسکے واقعات مین ایک بات بہت ہی حیرت خیز ہے اور وہ یہ کہ خود اسکی زندگی میں ایک شخص نے دعوے کیا کہ وہ بھی نبی ہے اور مسیح کا بھتیجا ہے اور یہ کہ وہ یہودیوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور عنقریب یہودی یروشلم پہ پھر قابض ہوجائینگے یہ انکا کپتان بن کر کام کریگا اور اس عورت نے اسکے دعوے کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے اپنا دوست سمجھتی رہی اور جبکہ گورنمنٹ نے اسکی دیوانگی سے تنگ آکر اسے پاگل خانہ مین بند کردیا تو اس نے پیشگوئی شایع کی کہ اگر یہ شخص آزاد نہ کیا جائیگا تو انگلستان برباد ہوجائیگا۔

اسکو الہام کا بھی دعوے تھا اور جب کبھی اسے الہام ہونے لگتا۔ تو اسکے اندر ایک جوش کی سی کیفیت پیدا ہوتی جس پر یہ اپنے سیکرٹری کو بلاتی اور الہام کے الفاظ اسکی زبان پر آنے شروع ہوجاتے جنہیں وہ منشی لکھتا جاتا

کیساتھ لکھتا جاتا ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت غلط ہوتے تھے۔ اور صرف صرف و نحو کی ہی غلطیاں اس میں ہوتی تھیں بلکہ وہ ایک بیہودہ نظم کے رنگ میں ہوتے تھے اور انکا مضمون لغو اور قابل مضحکہ ہوتا تھا بات لغو کچھ بھی ہو مگر ماننا ضرور ہے کہ انگریزی مصنفین نے اسکے حالات لکھنے میں اپنے دل کا بخار بھی بہت کچھ نکالا ہے کیونکہ اس عورت کے متعلق اور اسکے کل بعض کے متعلق جن میں بعض بڑے بڑے آدمی بھی ہیں بار بار یہ الزام لگایا ہے کہ انکو ٹھیک بولنا تک نہیں آتا مگر ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہمیں تو اصل مضمون سے کام ہے۔ اسکی بعض پیشگوئیاں بھی لکھی ہیں اور وہ یہ کہ ایک دفعہ اس نے کہا کہ انگلستان میں ایک خونی عورت پھانسی پر چڑھانے والے آدمی کے ہاتھ سے ایسے معجزانہ طریق سے بچ جائیگی کہ لوگ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائینگے اور ایک اور موقع پر جب کہ فرانس کے مشہور اور زبردست بادشاہ نپولین بونا پارٹ کا اُٹھایا ہوا فتنہ یورپ میں موجزن تھا اور انگلستان کا بچہ بچہ ایک خطرناک خوف کیوجہ سے دہشت زدہ تھا کیونکہ نپولین نے انگلستان پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا تھا اس نے ایک پیشگوئی شایع کی کہ نپولین کسی نکسی طریق سے انگلستان کی زمین پر اُتر آئیگا اور اسوقت اس کی نسبت کے پیروؤں میں سے کوئی اُسے قتل کر دیگا مگر نہ تو کوئی قاتل ایک عجیب معجزانہ طریق سے سولی پر سے زندہ بچکر بھاگی اور نہ نپولین کو انگلستان میں اترنیکی خدا نے توفیق دی۔

اس سے ایک دفعہ کچھ عورتوں اور مردوں نے اپنی قسمت دریافت کی اور ایک بڑی رقم دینے کا ارادہ کیا مگر اس نے انہیں بہت گالیاں دیں اور کہا کہ میں تمہاری قسمتیں دریافت نہیں کر سکتی میں نبیہ ہوں کہ قسمت بتانیوالی اور اس نے انہیں بد دعا دی کہ جاؤ تم اور تمہارے مال ہلاک ہو جائیں اس موقعہ

پرین افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہمارے بعض مسلمان بھائی اُس یہودانی عورت سے بھی زیادہ نادان ہیں وہ تو اتنا سمجھتی تھی کہ نبی اور قسمت بتانیوالوں میں فرق ہوتا ہے مگر یہ لوگ نبوت کیساتھ یہ باتیں بھی لازمی قرار دیتے ہیں گویا کہ نبوت کو کس قدر نجوم کچھ قیافہ شناسی اور تھوڑی بہت خدائی پر مشتمل سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ نبی تو اپنے آپکو خدا کے ہاتھ کا ایک آلہ قرار دیتا ہے جو وہ چاہتا ہے اس سے کام لیتا ہے اسکا اپنا کچھ دخل نہیں ہوتا حالانکہ نجومی یا قیافہ شناس اپنے علم اور طاقت کے بل پر یہ کام کرتے ہیں اور گو کہ ہمیشہ ذلیل اور بدحال اور خستہ و خراب رہتے ہیں اور اکثر ان کے ڈھکوسلے غلط ہی ثابت ہوتے ہیں مگر پھر بھی ہر معاملہ پر پیشین گوئی کرنیکے لئے تیار اور آمادہ رہتے ہیں۔ اسکے برخلاف نبی کو اسکے مخالف کتنا ہی ستائیں اور زور دیں کہ تو ہماری خواہشوں کے مطابق فلاں معجزہ دکھا مگر وہ خدا کے ارادہ کے برخلاف ہونٹ ہلانا بھی ناجائز سمجھتا ہے ہاں جب وہ گروہوں کی نسبت معجزہ دکھاتا ہے اور خدا کا فیصلہ انہیں سناتا ہے تو پھر سدوم اور عمورہ کی بستیوں اور مکہ کے کفار کی طرح انکا مددگار نہ زمین پر رہتا ہے نہ آسمان پر جیسا کہ آجکل بھی ہمارے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر خدا نے طاعون زلزلہ اور طوفان کے نشان دکھائے ہیں۔

اس لڑکی نبیہ کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ مجھے خدا نے طاقت دی ہے کہ میں جسکو چاہوں بخشدوں چنانچہ اس نے ایک عجیب سے ڈھنگ کی عبارت بنا رکھی تھی جسکا یہ ترجمہ ہے "خدا کی مہر کی ہوئی۔ چنی ہوئی۔ اس قیمتی آدمی کی کامیابی۔ زندگی کے درخت کا وارث ہونیکے لئے۔ خدا کا وارث ہونے اور مسیح کیساتھ نائب وارث بنائے جانیکے لیے۔ بونیا سوتھکاٹ" اس عبارت کو

بہت سے کاغذوں پر اُس نے لکھ چھوڑا تھا اور بہت سے لوگوں کو تقسیم کرتی تھی اسکے مرید بہت شوق سے اسے لیتے تھے اسکا قول تھا کہ جو شخص اس کاغذ کو اپنے پاس رکھیگا وہ اس دنیا اور اگلے جہان دونوں جگہ کی مصیبتوں سے بچ جائیگا ان کاغذوں پر ایک مضبوط مہر لگی ہوئی ہوتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ جب مجھے اس قسم کے کاغذ لکھنے اور اُنپر مہر ثبت کرنیکا حکم دیا گیا تو میں بہت حیران ہوئی کہ وہ مہر کہاں سے آئیگی تو فرشتے نے جو یہ حکم لایا تھا کہا کہ وہ تُو اسکی صندوقچی کے خانہ میں سے ملیگی چنانچہ جب اُس نے دیکھا تو واقعی وہاں ایک انگوٹھی پڑی ہوئی تھی جسپر (جے۔سی) دو حرف کُھدے ہوئے تھے اور دو ستاروں کے نشان تھے پہلے حرف سے مراد خود مسیح اور یہ نبیہ تھی اور دو ستاروں سے ایک سے جو صبح کا ستارہ تھا مراد مسیح تھا اور دوسرے سے جو شام کا تھا یہ نبیہ تھی ایک دفعہ اس نے کہا کہ آج مجھکو حکم دیا گیا تھا کہ میں رات کے بارہ بجے سے پہلے بادشاہ اور اسکی آدھی رعایا کو جو کہ اسکی وفادار ہے بخشوں یہ رقعہ آغاخانیوں کے رقعہ سے بہت مشابہ تھا؛

اس خدائی کی مہر کے متعلق جو ہنیا ایک عجیب واقعہ بیان کرتی ہے اور وہ یہ کہ جب اُس نے کثرت سے لوگوں کو بخشنا شروع کیا تو شیطان کو بہت ہی غصہ آیا اور وہ مجبور ہوکر ایکدن جو ہنیا سے ملاقات کے لیے آیا شاید اسلیے آیا ہو کہ مسیح کی دائب بیبی اس ظرف سے خالی نہ رہجائے خیر اس نے آکر اس نبیہ کو بہت گالیاں دیں اور بہت دھمکایا اور کہا کہ میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دونگا غرض بہت کچھ بُرا بھلا کہا چنانچہ خود اسکا بیان ہے کہ شیطان بہت ہی تیز ہو کر کہنے لگا ۔ اوبے حیا تُو ہمیشہ خدا کی خوش آمد کرتی رہتی ہے اگر وہ تیرا دوست ہے تو ہے مجھو ایسے کینہ اور مکاری کے

کا مون سے نفرت ہے اور بد ذات اپنی غلیظ زبان کو قینچی کی طرح چلتی ہے بند کر خدا کو بھی عجیب سوجھتی ہے کہ اس نے ایک بیہودہ عورت کو اس لئے چنا ہے کہ وہ شیطان سے بحث کر کے اسے ہرائے اور نیچا دکھائے اور مُنہ سے بولنے ہی نہ دے" یہ وہ کلمات ہیں جو کہ یہ خبیثہ کہتی ہے کہ شیطان نے اسکی نسبت استعمال کئے اور اسکا قول یہ ہے کہ شیطان نے اسوقت تک گالیاں دینی نہ چھوڑیں جبتک کہ اسکو یہ نہ معلوم ہو گیا کہ اب سب کچھ بیفائدہ ہے اور یہ کہ اب یہ خبیثہ اسپر فتح پا چکی ہے مگر کچھ مدت کے بعد پھر شیطان نے اس عورت کا پیچھا کیا ہے اور اتنا ستایا کہ آخر اسے مجبور ہو کر خدا سے یہ دعا کرنی پڑی کہ وہ شیطان کی جھگڑالو زبان کو بند کر دے اور اسے زنجیروں میں جکڑ دے چنانچہ وہ کہتی ہے کہ اسکے بعد میرا سر چکرایا اور معلوم ہوا کہ ظلمت کے اثر سے آزاد کی گئی ہے۔

یہ عورت اپنے مخالفین کی نسبت بہت سخت الفاظ استعمال کرتی تھی۔ اور اسکا نہ صرف یہی دعویٰ تھا کہ مسیح کے آنیکا وقت قریب ہے بلکہ یہی کہتی تھی کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مسیح مجھی کو پیدا ہوگا چنانچہ وہ کہتی ہے کہ ایک فرشتے نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ "اس سال یعنے ۱۸۱۴ء میں جبکہ تیری عمر ۶۴ سال کی ہے تجھے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ خدائے قادر کی طاقت کا کرشمہ ہوگا۔" اسکے بعد اس نے بدن میں ایک خاص طاقت محسوس کی اور کہا کرتی تھی کہ جو کہ مجھے پہلے کبھی کوئی بچہ نہیں ہوا اسلئے میں اس بات کا انصاف ان بیبیوں کی رائے پر چھوڑتی ہوں جو کہ میری خبر گیری کرتی ہیں اور جنکا یہ فیصلہ ہے کہ اسوقت میری وہی حالت ہے جو کہ ایک حاملہ عورت کی ہوتی ہے اب میں یہ کہتی ہوں کہ یہ بات ابھی ثابت ہو جائیگی

ہے کہ آیا میرے جذبات اور اُنکے فیصلے مشتبہ ہیں یا غلط۔ آیا یہ ایک بچہ ہو یا نہیں مگر چند ایک مہینہ میری اس بات کا فیصلہ کر دینگے کیونکہ میں اب اس سال کے آخر تک زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ میرے بدن میں ایک ایسی نمو ہو رہی ہے کہ جبتک کچھ نکلے نہیں تو میرے بدن کی محدود جگہ اُسے سنبھال نہیں سکتی۔“

سبحان اللہ یورپ کے وہ باشندے جو معجزات پر ہنسی اُڑاتے ہیں ان کے لیئے سیدھی سادی باتیں بھی اگر معجزہ کے نام سے بیان کی جائیں تو ناقابل تسلیم ہوتی ہیں جنکو خود حضرت مسیح کے تولد پر شک ہے کہ بن باپ کے کسطرح سے ممکن ہے نظر ورا اس میں کچھ بھید ہو گا اس بات کو سنکر اچھل پڑے اور سارے ملک میں ایک شور برپا ہو گیا یہانتک کہ لندن کے مشہور اخبار دی ٹائمز میں کئی خطوط شایع ہوئے جن میں سے بعض میں تو اس نتیجہ کا انکار اور اسکی پیشگوئی کی ہنسی کی گئی تھی مگر بعض نے اسکے برخلاف اسکی بات کی بڑے زور سے تائید کی اور ایک معجزہ قرار دیا۔ یہانتک کہ ایک پادری صاحب نے جین گرجے میں اسکی ذات پر دلائل دے اور اسے سچا ثابت کرنیکی کوشش کی یہ واقعہ یورپ کی عجوبہ پسند طبیعتوں کے لیے ایک چھوٹا سا معاملہ نہ تھا انگلستان تو انگلستان غیر ممالک کے بڑے بڑے آدمی اس بات کی تصدیق کے لیے وہاں آئے جن میں سے ایک تو فرانس کا مشہور ڈاکٹر تھا جو کہ عورتوں کی بیماریوں کے علم کا پیرس میں مشہور تھا اور ملکہ فرانس کا بچہ جنانیوالا تھا دوسرا ایک اور بڑا اور جرنیل روس کو آیا تھا یہ جرنیل زار روس کا خاص ایڈ ڈی کانگ تہا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے آدمی یورپ کے محض اسی غرض کے لیئے آئے تھے کہ اس عورت کے حمل

کی تصدیق کریں اب چونکہ دن بہت قریب آرہے تھے اسکے مریدوں میں عجیب جوش پھیلا اور تمام انگلستان میں آیندہ پیدا ہونیوالے بچہ کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ تحفہ بننے لگے اور اس کے مریدوں نے بے صبری سے ایک دن گنتا شروع کیا اور آپ کے گھر پر تحفوں کے انبار لگ گئے جو کہ عنقریب پیدا ہونیوالے مسیح کے لیے تھے ان تحفوں میں مسیح کیلیے لیس دار ٹوپیاں بھی بنی گئی تھیں اور خوب آراستہ کیے ہوئے گلوبند بھی تھے کڑے ہوئے پہنے تھے ایک شال تھی جس پر دو ہزار دو سو روپیہ خرچ کیا گیا تھا ایک چاندی کی چھوٹی سینی تھی جس پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے کہ "اے سیما سلیم کے شہزادہ تجھے سلام کہتے ہیں" پھر چھوٹے بچہ کے لئے پچہ تھے جو چاندی کے تھے شراب کے چھوٹے پیالے تھے ایک چاندی کا قدح تھا جو کہ اس نبیہ کے پرجوش شہر کے مریدوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا اور جس پر لکھا ہوا تھا کہ "یہ سلامتی کے شہزادے کی محبت کے نشان کے طور پر بھیجا گیا ہے" لیکن ایک تحفہ سب سے بڑھ گیا اور واقعی شاندار تھا اور وہ ایک بچہ کا بستر تھا جو ایک نہایت اعلیٰ سفید لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اور اس پر کثرت سے سونے کا کام کیا ہوا تھا اسکے اندر اعلیٰ قسم کی نیلی اطلس کے گدے اور فرش تھا ایک سونے کا تاج بستر کی چھت پر لگا ہوا تھا اور اس پر یہ انی لفظ سلوہ سونے کے بنے ہوئے تھے اور چھت پر ایک سونے کی فاختہ تھی اور اسکے اردگرد یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے کہ "موعود لڑکے کے لیے مریدین کی طرف سے دل کی سچی خوشی کے ساتھ دیا ہوا تحفہ" غرض یہ بستر ایک عجوبہ تھا جو کہ جو بیٹا کے مریدین نے چندہ کر کے موعود لڑکے کے لئے پیش کیا اسپر تین ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔

کہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اُسے سچائی تکلیف دے رہی تھی اور اُس کا دل محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ میری اندرونی بیماری کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ بار بار ایسی باتیں کرتی تھی کہ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود شک میں پڑی ہوئی ہے چنانچہ ایک دفعہ اُس نے کہا کہ یہ جو تحفے بھیجے جاتے ہیں میں نے انکا اندراج کرنے کے لیے ایک رجسٹر بنانیکا حکم دیا ہے تاکہ اس میں ہر ایک تحفہ دینے والے کا نام و پتہ اور جو کچھ اس نے دیا ہے لکھا جائے اور اگر کسی وجہ سے میں دھوکا خوردہ ثابت ہوں تو پھر تمام لوگوں کو انکے تحفے واپس بھیجدیے جائیں اگرچہ بھی اُسے اپنے حاملہ ہونیکا بہت کچھ یقین تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی نہ تھی بلکہ پاگل تھی یا کوئی اور مرض اُسے لاحق تھی اور اسکے یقین کا اس طرح پتہ لگتا ہے کہ اُس نے ولایت کے بعض مشہور اخبارات میں اس بات کا اعلان کرایا تھا کہ اُسے ایک عالیشان مکان کی ضرورت ہے جو زچہ خانے کے لیے کافی ہو چنانچہ لکھا تھا کہ "چونکہ گرجہ اور سلطنت کے اعلیٰ افسروں کو درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے ڈاکٹر اس موقعہ پر بھیج سکتے ہیں اور چونکہ بہت بشپوں کو بھی بلایا گیا ہے کہ وہ بچے کے معاملہ کی تحقیقات کریں اور چونکہ اور بہت سے یہودیوں اور دیگر لوگوں کو آنیکی اجازت دیگئی ہے۔ اور بہت سے اسکے دوست بھی آنیوالے ہیں تاکہ بچے یعنے مسیح کی پیدائش کے وقت وہاں حاضر ہوں اسلیے ایک ایسے گھر کی ضرورت ہے جو کہ ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہو اور چونکہ ایک ڈاکٹر کی رائے کے مطابق وہ دن بہت ہی نزدیک ہے اس لیے میکائیل کے تہوار سے پہلے ہی یہ مکان مہیا ہونا چاہیے" انہی دنوں میں اس نے عام طور پر یہ لیکچر دیا کہ "میں نے اپنے دائیں

بتا سکے ہین کہ کیوں مین نے اس واقعہ پر یقین کیا اور دنیا مین شایع کیا کہ ایسا واقعہ ہونیوالا ہے اور مجھے پورے طور سے یقین ہے کہ بائبل کی باتوں کو پورا کرنیکے لیئے عجیب عجیب واقعات ہونگے اور اس کے بعد لوگوں کی پیغمبر کے مقولہ کے مطابق خدا کے روبرو پیش کئے جائیں گے اور انجیل کی سچائی ثابت کی جائیگی لیکن مین دیکھتی ہون کہ لوگ مجھ پر ہنسی کرتے ہیں کہ مین کیسی بیوقوف ہوں کہ مین نے ایسی بات پر یقین کیا اور لوگوں مین شایع کی لیکن تب بھی مجھے صاف طور سے نظر آ رہا ہے کہ اگر مین اسے اسوقت تک چھپائی تو لوگوں کے لیئے اور بھی گنجایش تھی کہ وہ مجھے ہنستے کہ یہ ایک نبیہ ہے اور ایسا بڑا واقعہ بھی قبل از وقت نہیں بتا سکی کہ لوگ اسے سنکر ایمان لا سکتے ۔

اس نے اپنی ایک کتاب کہ جس مین اسکی تصویر بھی تھی اسوقت کے بڑے بڑے آدمیوں کو بھیجی تھی جن مین بعض شاہزادے ۔ پادری اور سرکاری عہدہ دار بھی شامل تھے اور اس نے بتایا کہ یہ اس لیئے کیا ہے کہ لوگ یہودیوں کو میرے نام پر دھوکا نہ دین کیونکہ جب بڑے بڑے آدمی اس کے گواہ ہونگے تو باہر کے اور اس ملک کے یہودی اس شک مین نہ پڑینگے کہ ان کو مسیح کی پیدایش کے متعلق دھوکا دیا گیا ہے ۔

اب وہ دن جس کی مدت سے انتظار تھی آ گیا اور میکائیل کی تہوار مین تھوڑے ہی دن باقی رہ گئے ۔ چنانچہ لنڈن کے ایک بڑے مکان مین جو ہنہار بچی کے ایام گزارنے کے لیئے تھی آخر خدا خدا کرکے میکائیل کی تہوار کا دن آیا جو کہ ۲۹ ۔ ستمبر کو ہوتا ہے اور یہ وقت تھا کہ مسیح نے دوبارہ جنم لینا تھا لیکن دنیا کو نہایت سخت مایوسی ہوئی جبکہ وہ دن گذر گیا اور کوئی بچہ

نہ پیدا ہوا لیکن اس کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی۔ جیسے سا ڈاکٹر اسکے دیکھنے
کے لئے آئے تھے اور عوام میں ایک بڑا جوش پھیل گیا اور اس کے مریدین ملک
کے ہر حصہ سے جوق در جوق اسکے پاس آنے لگے۔ لیکن یسوع مسیح
ابھی تک پیدا نہ ہوا یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے عیسائی جو اسپر ایمان
نہ لائے تھے۔ خوشیاں سناتے تھے کہ اس آفت سے نجات ہوگی۔ لیکن
اسکے مریدین کی کیفیت یہ تھی کہ امید اور اعتقاد کے جذبات ان کے دلوں
میں موجزن تھے اور وہ منتظر تھے کہ کب خداوند یسوع مسیح کی زیارت
ہو اب ایسا وقت تھا کہ خود بوہنا کے دلوں میں شکوک کا ایک سلسلہ
شروع ہو گیا اور ایسی حالت میں جبکہ وہ بستر بیمار پڑی ہوئی تھی اور
درد اور تکلیف سے بیقرار ہو رہی تھی اُسے وہموں نے گھیر لیا چنانچہ اپنی
کے ہوش میں اُس نے ایکدفعہ اپنے مریدوں سے کہا کہ جب تم نے مجھے
اپنی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہوگا تم نے بعض اوقات مجھے یہ کہتے
ہوئے بھی سنا ہوگا کہ مجھے اپنے اس الہام پر کچھ شک بھی تھا لیکن ساتھ
ہی یہ بات بھی تھی کہ تم لوگوں نے مجھے کبھی ناامید ہونے نہ دیا جب کہ میں
اکیلی ہوتی تھی تو مجھے اکثر خیال آتا تھا کہ مجھے دھوکا لگا ہے لیکن جب میں
لوگوں میں باتیں کرتی ہوتی تھی تو مجھے ایک ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہوتا
تھا اور اب جو کچھ میں محسوس کر رہی ہوں اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں
عنقریب مرنیوالی ہوں اور یہ کہ ایکدن میری زندگی کا خاتمہ کر دیگی
سب کچھ مجھے ایک دھوکا معلوم ہوتا ہے" اور اس بات کو کہکر وہ زار و قطار
رونے لگی۔

Digitized by Khilafat Library

مگر شاباش اسکے مریدین کو جو جھوٹ کی تائید میں ایسے سرگرم تھے۔ کہ

انہوں نے بڑے زور سے کہا کہ اگر لندن کے تمام ڈاکٹر اسکے حمل کے خلاف فتوٰی دیدینگے تو بھی وہ انکو جھوٹا سمجھینگے کیونکہ یہ واقعہ بائبل میں ایسا صاف اور زور سے بیان کیا گیا ہے کہ اب اور کسی شہادت کی ضرورت نہیں اور یہ کہ انکے پاس ایسے پختہ واقعات ہیں کہ انکی بنا پر وہ اندھے سے اندھے اور متعصب سے متعصب انسان کو بھی قائل کر سکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ملکی معاملات ان کے بیان کرنیکی اجازت نہیں دیتے ۔

گو کہ اس موعود بچہ کی پیدائش کی نسبت بتایا گیا تھا کہ وہ ۱۹۱۴ء میں ہوگا لیکن اب دسمبر کے آخری دن بھی پہنچ چکے تھے لیکن اب تک مسیح کی آمد نہیں ہوئی تھی ابھی یوحنا متردد نہیں تھی کہ اپنی موت کا وقت قریب دیکھکر وہ چلائی "خدا کا اس سے کیا مطلب ہے" میں تو اب یقیناً مر رہی ہوں جس پر اسکے مریدوں میں سے ایک پُر جوش مرید کرنل اُروڈ نے کہا کہ "نہیں نہیں تم نہیں مروگی اور اگر تم مر بھی گئی تو یقیناً تم پھر زندہ ہو کر واپس آؤگی جس پر اس نبیہ کی بہت کچھ تسلی ہوئی اور اسکے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی جس کی بنا پر اُس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میری لاش کو محفوظ رکھا جائے چنانچہ اُس نے کہا کہ میرے مرنیکے بعد میرے جسم کو بہت ہی نرمی اور احتیاط کیساتھ چار دن تک رکھا جائے اور چھٹا دن وہ ہوگا کہ جب کہ خدا پر آسے امید ہے کہ وہ پھر زندہ ہو جائیگی اور اگر وہ عرصہ گزر جائے اور اسمیں زندگی کی کوئی علامت نہ پیدا ہو تو اس نے کہا کہ میری لاش ہوشیار ڈاکٹروں کے سپرد کیجائے مگر اسکے مریدین نے پھر بھی کچھ شبہ نہ کیا بلکہ ایک مرید نے کہا کہ ہاں تمہارے جذبات انسانی ہیں ہمیں پکا یقین ہے کہ تم ایک ایسی عورت ہو جسکو خدا نے چن لیا اور یہ کہ

وہ موعود وہ بچہ پیدا ہو گا اور اسکے برخلاف خواہ تم کچھ کہو ہمارے ایمان میں کمی نہو گی؛

اس کے بعد وہ تھوڑے عرصہ کے لیے کچھ بشاش رہی مگر پھر اور بھی کمزور ہو گئی اور اسکو ایک غشی سی آگئی اور اسکے مریدوں نے جان لیا کہ اب پھر موت کی حالت طاری ہو رہی ہے چنانچہ انکا یہ خیال سچا نکلا اور ۲۷ ر دسمبر ۱۸۱۴ء کو منگل کے دن یہ اعلان شایع کیا گیا کہ آخر کار وہ آج صبح کو عین چار بجے مرگئی؛

اسکے مریدوں کی سادگی یا بیوقوفی اس سے خوب معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان دنوں میں انگلستان کی امریکہ سے جنگ تھی چنانچہ جب وہ مری تو اُسی دن صلح کی خبر آئی اس پر اس کے مریدوں میں سے ایک نے ایک ڈاکٹر سے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہوتا کہ یہ ایک نہایت عجیب واقعہ ہے اور جب اُس عقلمند ڈاکٹر نے بیان کیا کہ یہ بات اسکی سمجھ سے بالا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ اور اگر تم یہ بھی نہیں دیکھ سکتے کہ خدا کیا کیا بڑے کام کرنیوالا ہے تو تم یقیناً اندھے ہو۔

غرض اسکا جسم فلالین میں لپیٹ کر رکھا گیا اور گرم پانی کی بوتلیں اسکے پہلوؤں میں اور پیروں کے پاس رکھدی گئیں کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جو ہنیا پھر زندہ ہوگی اور اسکے مرید عام طور سے بیان کرتے تھے۔ کہ وہ اس لیے خدا کے پاس گئی ہے کہ وہ اس موعود بچہ کو حلال کرنیکا فتویٰ آسمان سے لے آئے (شاید مسیح کے واقعہ سے ڈر کر یہ خیال گزرا ہو) آخر چار دن گزر گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب اسکی روح واپس نہیں آئی تو اسکی لاش ڈاکٹروں کے سپرد کیگئی جہاں کہ اُسے چیرنے پر معلوم ہوا

کہ اس کے پیٹ میں کوئی بچہ نہ تھا بلکہ وہ بعض طبعی اسباب سے مری ہے مگر باوجود اسکے اُس کے مریدوں میں سے کسی نے اسکا انکار نہ کیا اور سب اپنے عقیدہ پر پختہ رہے اور انھوں نے کہا کہ وہ بچہ تو شرطی طور پر پیدا ہونا تھا اگر لوگ جو بنیا کی قدر کرتے تو مسیح بھی پیدا ہو جاتا لیکن چونکہ لوگوں نے دل کی سختی سے کام لیا اور ایمان میں سستی دکھائی اسلیئے انہیں سزا ملی اور بچہ پیٹ میں سے پھر آسمان کی طرف اٹھایا گیا بلکہ وہ آیندہ پیدا ہوگا ہاں جو بنیا قبل از وقت مرگئی ہے اور پھر دوبارہ اُٹھے گی اور اُسے مسیح پیدا ہوگا اور ایک تیسرے گروہ نے کہا کہ بعض مصالح کی وجہ سے جو بنیا کے مسیح نہیں پیدا ہوا اگر عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے جو بات کہ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ان کے دل محسوس کر رہے تھے کہ مسیح کی آشائی کا وقت قریب آگیا ہے۔

اس عورت کی وفات کے بعد ابھی زیادہ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ ایک اور شخص جس کا نام جارج ٹرنر تھا اس بات کا مدعی ہوا کہ وہ شلوہ جس کا وعدہ بنیا کی معرفت دیا گیا تھا میں ہی ہوں چنانچہ بنیا کے پیروں نے اسکی بہت آؤ بھگت کی اور ان میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا چنانچہ انہوں نے اُسے اپنا لیڈر بنا لیا۔

مگر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور شخص جسکا نام جان رو تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ مجھکو الہام ہوا ہے کہ بنیا بھی تبھی یہ شخص اپنی اوائل عمر میں کوئلہ فروشی کرتا تھا اور تجارت میں اُس نے خوب چالاکی کا ثبوت دیا تھا لیکن ابھی ستائیس برس کی عمر میں ایک دماغی تپ سے بیمار ہو کر ایسا سست ہو گیا کہ سب کام چھوڑ بیٹھا اور ہاتھ میں بائبل لئے ہوئے

ادھر اُدھر پھرتا رہتا تھا اس کے بعد اس نے اپنی خوابیں اور الہام بیان کرنے
شروع کیے اور رفتہ رفتہ یہ اعلان کیا کہ میں نے اپنی ان جسمانی آنکھوں سے
یک صورت کو دیکھا جو مینا تھی، اور اُسکے بائیں ہاتھ میں ایک بچہ تھا وہ کھلے
میدان میں دن کے وقت کھڑی تھی اور یہ کہ میں نے اس سے پہلے کبھی
کوئی نظارہ ایسا کھلا نہیں دیکھا اسکے بعد اُس نے کھلے بندوں لیکچر دینا شروع
کیا اور کچھ مدت کے بعد چالیس دن تک اندھیرے میں بند رہا اور پھر دریا
اٹھرہ پر تیس ہزار آدمیوں کے سامنے اُس نے بپتسمہ لیا چنانچہ اُس کے
مریدوں میں سے ایک کہتا ہے کہ جمعہ اور ہفتہ کے دن بڑی گھبرا رہی
لیکن خدا نے جان رو کو یہ ایک نشانی بتائی تھی کہ جب وہ پانی میں گھسیگا
تو سورج باہر نکل آئیگا مگر اتوار کے دن بھی بارہ بجے تک بڑی بارش
لگی رہی ہم سب بارہ سے ایک کے درمیان دریا پر گئے اور اُس وقت کئی
ہزار مخلوق دریا کے دونوں کناروں پر جمع تھی اور بہت سے ہمارے راستہ
پر جمع تھے لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ اسکا مقابلہ کیا جائے تھوڑی دیر کے
بعد جان "اکیلا دریا کی طرف ایک میل تک چلکر گیا اور گو راستہ میں بہتوں
نے اُسے قتل کی دھمکی دی لیکن پھر بھی خدا نے اُسے سلامت رکھا الغرض
وہ کنارہ کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اُسکے لیے راستہ کر دیا جب وہ دریا
پر پہنچ گیا تو چونکہ آسمان پر بادلوں نے اندھیرا کیا ہوا تھا اور سورج کے نکلنے
کا کچھ نشان نہ تھا اسلیے اُس نے ارادہ کیا کہ یہاں سے ہٹ کر آگے چلا جائے
لیکن لوگوں نے شور مچایا کہ وہ بھاگنا چاہتا ہے اور پانی میں داخل ہونے
سے ڈرتا ہے اور پھر انہوں نے اُسے اندر دھکیلنا شروع کیا اور ہزاروں
آدمیوں نے ایکدوسرے کو دھکے دینے شروع کر دیے پھر بھی وہ ان میں سے

نکلا اور ایک اور جگہ پر پہنچا اور اُسوقت بادل پھٹ گئے اور سورج نکل آیا اور
ہم نے دیکھا کہ اس دیس میں موسم سے زیادہ گرمی تھی؟ آخر اس شخص کی اور
اس سلسلے کے اصل لیڈرز کی آپس مین کھٹ پٹ ہوئی وہ اسے
جھوٹا بتاتا اور یہ اُسے۔ اسکے مرنے پر اس نے اعلان دیا کہ مجھے حکم
دیا گیا ہے کہ مین اس سلسلہ پر حکمرانی کرون چنانچہ لوگوں نے اُسے قبول
کیا اور اس نے اعلان کرنا شروع کیا کہ مسیح کی آمد قریب ہے اور وہ
ان لوگونکو جو اس جان اور ایمان لائے ہین بخشے گا۔ اسکے مرنے بعد
ایک اور شخص نے اس فرقہ میں نبوت کا دعوے کیا جسکو بعض نے مانا
اور بعض نے انکار کیا۔ اس نے شایع کیا کہ ۱۸۹۶ء مین تو مسیح کا ظہور
ہوگا اور بڑے زور سے اپنے سلسلہ کی تبلیغ شروع کی مگر ۱۸۹۶ء سے
پہلے ہی مرگیا مگر اس کے مرید ابتک انگلستان سکاٹلینڈ وغیرہ مین
موجود ہین چنانچہ جے۔ ایف۔ بالائے جس کی کتاب مین نے یہ واقعات
لیے ہین حیرت ظاہر کرتا ہے کہ اس علمی زمانہ مین ایسے لوگ ممکن ہین مگر
اسے کیا معلوم کہ آنے والے واقعات اپنے آنے سے پہلے دنیا پر اپنا
سایہ ڈالتے ہین اور چونکہ خدا کا منشا تھا کہ اس زمانہ مین مسیح کو پیدا کرے
اس لیئے ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں مین اس نے ایک تحریک پیدا
کردی اور ان کے دل بول اٹھے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے۔ کہ
خدا کا نام دنیا پر روشن کیا جائے مگر ایک بات بہت قابل افسوس ہے
کہ وہ یورپین جو اسلام کی پُرحکمت اور پر معارف باتوں پر ہنستے ہین
خود ان مین ایسے ایسے قابل نفرت وجود پیدا ہوتے ہین اور دور از قیاس
باتین کہتے ہین تو ان مین سے وہ کون آنکے پر آمنّا کا نعرہ مارنیکے

لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر یہ سب تعصب کے کرشمہ ہیں۔
(خاکسار ایڈیٹر)

برادرانہ پیغام

"برادرم مرزا برکت علی صاحب نے اپنی عمر میں پہلی دفعہ کسی مضمون کے لئے قلم اٹھائی ہے امید ہے کہ انکی کوشش بیکار نہ جاوے گی احباب توجہ فرمائیں گے وھن احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔ (ایڈیٹر)

ہم دنیا میں کیوں پیدا کئے گئے! یہ ایک سوال ہے جو کہ اکثر اوقات انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسکا جواب اللہ کریم نے اپنی پاک کتاب میں یُوں دیا ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم اسلئے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ اس پاک وجہ یگانہ میں محو ہستی و حسن ذات کے معبد بنیں اسی کے آستانہ پر ہمارا سر تسلیم خم رہے جس بات کا حکم فرمائے کر کے اسکو فوراً عمل میں لائیں نہ اس میں ریا ہو اور نہ وہ تکبر سے آلودہ ہو محض اس ذات پاک کی فرمانبرداری اور اطاعت سے ہو اگر کسی بات سے منع فرمائے تو حتی الامکان اسکے کرنیکا خیال تک بھی دل میں پیدا نہ ہو ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی محترض رہیں جو اسکے نافرمان ہوں۔

ہمارے تمام اعضاء اسکی فرمانبرداری میں مشغول ہوں اس کے ذکر سے ایک سیکنڈ بھی غفلت نہ ہو اسی کی خشیت اور اسی کی عظمت اور اسی کی سچی

محبت اور سچی کا حقیقی عشق ہو ہر وقت اس بات کی تڑپ رہے کہ کسی طرح اسکی رضا حاصل ہو۔

یہ ہے وہ کام جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے جو کہ ہمارا اصل غرض ہو پس اس کام کو تمام دیگر امور پر مقدم کرنا بلکہ مقابلہ میں دیگر امور کو کچھ بھی نہ سمجھنا ہم پر لازم ہے بارادہ کوشش کرو کہ تا ہم اپنی ڈیوٹی کو ادا کر سکیں خود ہوں ہمارے تمام اعمال مطابق سنت نبوی ہوں مگر ایک حکم کی طرف میں خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ من احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ الخ دنیاوی امور میں ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی کرے تو اسکا ہمدرد ضرور اور عام طور پر ہر ایک دیکھنے والا مذکورہ بالا شخص کو اس حرکت سے روکتا ہے اور حتی الامکان نصیحت کرتا ہے پس ہم لوگ جب کسی کو کسی خطا نسیان یا کسی غلطی میں مبتلا دیکھیں تو اپنی زبان کو بند رکھیں تو کیوں؟ جہاں تک ہوتا ہے دنیاوی امور میں اگر نقصان آجائے تو چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ ایک دن تمام متاع دنیا کو الوداع کہنا ہے اس سے ہمارا شہنشاہ احکم الحاکمین ناراض نہیں ہوتا اور اسکا اثر صرف اس دنیا تک ہی محدود ہے مگر روحانیت میں نقص آجانا ہر دو جہان میں موجب دکھ ہے کیونکہ اس سے ہمارا معبود و محسن اللہ کریم ناراض ہو جاتا ہے جب فانی متاع کے لیے غلطیوں سے روکا جاتا ہے تو کیوں باقی رہنے والے متاع کے حصول میں نقص آجانے پر یا دوسرے الفاظ میں اللہ کی نافرمانی یا نسیان دیکھ کو دیکھکر ہم اپنی زبان کو بند رکھیں حالانکہ اللہ کریم اس بات میں راضی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ سب سے احسن قول اسی شخص کا ہے جو کہ موقع بموقع لوگوں کو اس طرف بلاتا رہے کہ آؤ اور اپنے مولا کو راضی کرو

برادران اوٹھو اور کرہمت باندہ لو تا کہ ہم کسی طرح پر اپنے مولا کریم کو
راضی کر کے نجات ابدی حاصل کریں تا کہ ہمکو بڑہ چڑھکر عبودیت کی
توفیق ملے مگر ہم ایک قدم اُٹھائیں تو خدا تعالے دو قدم اُٹھائیگا اگر ہم
تیز چلینگے تو وہ دوڑ کر آئیگا پس وقت کو ضایع مت کرو جہانتک ہوسکے
نیکی کی تحریک کرتے رہو اپنے ملاقاتیوں کو جب کبھی موقع دیکھو نصیحت
کرو دیکھو حضرت یوسف نے زندان میں خواب کی تعبیر پوچھنے والونکو
کیسے عجیب پیرایہ میں توحید کا وعظ کیا اسی طرح ہر وقت موقع کو نگاہ
رکھو صرف اسی پر بس نہو جو کچھ تھوڑا بہت اللہ کریم نے علم دیا ہے اُسکو
تحریر کے ذریعہ لوگوں پر ظاہر کرو شاید بلکہ اغلب ہے کہ کوئی سعید روح
اس سے فایدہ اٹھائے یہ مت خیال کرو کہ لوگ ہمکو کم عمر یا ناتجربہ کار خیال
کرینگے اور اس طرح اس تحریر پر تمسخر اڑائیں گے کیونکہ دنیا میں تمام انسان
یکساں طبیعت کے نہیں اکثر دنیا میں ایسے ہیں کہ جو دیوار پر لکھی ہوئی نصیحت
سے بھی فائدہ اٹھانیوالے ہیں دوسرے یہ کہ تمسخر کا خوف تب ہو جب وہ
تحریر خدا کے لئے نہ ہو بلکہ لوگوں سے تعریف چاہنے کے لئے ہو مگر اس بات
کو دل میں جگہ نہ دو محض خدا کا کام کرو کسی کی تعریف کرنے یا ہنسی اڑانے
سے کوئی کام نہ رکھو ہمارا کام اللہ کریم کی عبودیت اور اسکو راضی کرنا اور
اسکے احکام کی تعمیل ہے اسکا حکم ہے ولتکن منکم امۃ یدعون
الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اس حکم کی تعمیل
کے لئے جو کسی کو نصیحت کریں اگر کوئی قدردان چاہتے ہو تو خدا سے بڑھکر
اور کون قدردان ہو سکتا ہے واللہ بما تعملون بصیر تمہارے اعمال
کو وہ ذات دیکھنے والی ہے وہ ذات تمہاری قدر کریگی اور ضرور کریگی۔ اس

بات کا خیال بھی دل میں پیدا نہو کہ ہمارا علم وسیع نہیں نہ سہی کچھ تو ہے علم کا شکر یہی ہے کہ اسپر عمل ہو اور دوسروں تک پہنچانیکی کوشش کیجائے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اللہ کریم اس سے تمہارے علم کو وسعت دیگا

اگر یہ خیال ہو کہ اسکے مطابق ہمارا عمل کامل طور پر نہیں تو اگر خود فائدہ نہیں اٹھا سکے تو دوسروں کو کیوں محروم کرتے ہو غرض ہمت کرو اور جو کچھ تمہیں اللہ کریم نے علم دیا ہے اسکو اپنے سینوں میں بند نہ رکھو اگرچہ تھوڑا ہی ہو مگر لوگوں پر ظاہر کرو تاکہ خدا راضی ہو اس سے علم بڑھیگا اعمال حسنہ میں ترقی ہوگی میں امیدوار ہوں کہ اللہ مجھے بھی اپنے فضل و کرم سے توفیق دیگا کہ میں اپنے خیالات اپنے بھائیوں کے آگے پیش کروں آخر میں خدا وند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ اے خدا ہم سب کو توفیق دے کہ اس زندگی میں تیری رضا کو حاصل کریں اور ہمکو عبودیت کی توفیق دے ہمارے جسم کا ہر ایک ذرہ ہر وقت تیرے حضور سجدہ میں پڑا رہے ہمارے تمام گناہ و خطا کہ درمیان میں کہ ابتک ہم سے ظہور میں آئیں اپنے خاص فضل سے وہ تمام معاف کر دے اور درگذر فرما اور ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھ اور آئندہ ایسی حرکات و خیالات سے بالکل محفوظ رکھ۔

اسلام کو تمام روئے زمین پر پھیلا دے اور ہم سب کو اسکا خادم بنا ہمیں توفیق دے کہ اس ثواب میں حصہ لیں بلا خاتمہ تیری فرمانبرداری کی حالت میں ہو۔ آمین ثم آمین۔

برکت علی از لاہور

سچی راحت

"برادرم میرزا محمد احسن صاحب ایک خط پہلے بھی تشحیذ الاذہان کے ناظرین کے سامنے آ چکے ہیں مدت کے بعد انہوں نے یہ چھوٹا سا مضمون بھیجا ہے پھر بھیجا ہے خدا کرے کہ انہیں بھی اور ہمیں بھی اور کل ناظرین کو بھی یہی راحت نصیب ہو اور ہم لوگ خدا کے مقرب ہو جاویں" ایڈیٹر

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں نعمت یا راحت کی جڑ صرف روپیہ ہی ہے روپیہ کے بغیر انسان بالکل نکما اور لذت و راحت سے محروم محض ہے اسکے ساتھ انسان کی سب خوشیاں وابستہ ہیں اس سے وہ اپنے کمال کو پہونچ سکتا ہے اور یہی ہے جو خدا سے اس کا قرب بنا ہے ؛

تہذیب اور ایجاد کی جان اور کسی قوم کے عروج و زوال کا باعث یہی چیز رہی ہے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی اور جس وقت تک کہ قایم رہیگی اسی کی سب سے زیادہ خواہش اور اسی کی سب سے بڑھکر پرستش کیجاویگی۔ ایک طفل شیر خوار۔ اور ایک پیر سن رسیدہ۔ ایک نہایت ہی سخت محتاج اور ایک بہت بڑا مالدار امیر۔ ایک ارذل خلائق بدمعاش اور ایک باخدا دل ولی اور پیغمبر اسکا آرزو مند دیکھا جاتا ہے غرض جدہر بھی نظر جاپڑتی ہے کوئی چیز بھی ایسی دکھلائی نہیں دیتی جسکو اسکی تمنا یا کچھ لگاؤ نہ ہو؛ لیکن یہ مقولہ ان لوگوں کا ہے جو ظاہر بین ہوتے ہیں اگر غور سے

دیکھا جاوے تو حقیقی راحت کا سرچشمہ ۔ ایمان کامل یا اپنے خدا کیساتھ سچا تعلق ہے :

بڑے بڑے شہنشاہان بزم اور بہادران رزم جنہوں نے ساری عمریں اسکے جمع کرنے میں گزار دیں کس بے چینی میں پڑگئے ۔ نیند حرام ۔ راحت عنقا ہوگئی کوئی ان کے دل سے پوچھتا کہ کس حسرت سے انہوں نے اپنی جان سونپی تھی :

خدا تعالیٰ نے جو انسان کو اپنے راستے میں خرچ کرنیکا حکم فرمایا ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ خدا محتاج ہے بلکہ وہ ایسا کرانے سے انسان کو سینکڑوں سبق پڑھاتا ہے تاکہ انسان انسان کامل بنجاوے :

محتاج کی مدد ۔ یتیم کا خیال کنجوسی سے اجتناب بذات خاص ایسی صفات ہیں جن سے انسان کو راحت اور فرحت ہوتی ہے خدا کے ساتھ سچا تعلق رکھنے والی قومیں عروج کے انتہا تک پہنچ گئیں ۔ وہی ایجادیں کی موجد ہوئیں اور یہ انہی سے خوشہ چینی کا طفیل ہے جو کچھ کہ ہم کو اب دوسری صورت اور نرالے لباس میں دکھلائی دے رہا ہے :

لیکن اصل بات یہ ہے کہ روپیہ انسان کی ظاہری راحت کے واسطے ہے اور حقیقی راحت کیواسطے ایمان :

صاحب ایمان کو یا تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو یہ خود بخود اسکے پاس چلا جاتا ہے لیکن جو اس چیز کا طالب ہے اسکے ساتھ ایمان نہیں جاتا اور یہی راحت بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے :

محمد احسن

توحید باریتعالیٰ

آج ہر ایک مذہب توحید کا مدعی ہے اور ہر ایک مذہب کا پیرو اسی بات پر زور دیتا ہے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ موحد ہیں مگر اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے اول ہی اول توحید قائم کی اور یہی مذہب ہے جس نے اپنے متبعین سے تجاوز کر کے مخالفین اسلام کے کانوں تک پہنچا دیا کہ توحید کا قائل میں ہی ہوں اور اسبات میں میرا کوئی شریک نہیں ہے اس بارے میں جتنے مذہب اب دعوے کرتے ہیں۔ دراصل وہ اسلام کے ہی خوشہ چین ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسلام اسکے کانوں میں بڑے زور سے توحید کی آواز پہنچاتا ہے چنانچہ چھ دفعہ اسکو یہ بتایا جاتا ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ یعنی یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر کوئی لمحہ نہیں گزرتا جس میں اسلام کی طرف سے دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں بہت سے موذن بڑے اونچے اونچے۔ مقاموں پر چڑھکر اپنی پوری طاقت سے اَللّٰہُ اکبر اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند نہ کرتے ہوں اس زور کی توحید جو ہر ایک مسجد میں ایسے زور سے پہنچائی جاتی ہے صرف اسلام ہی کی برکت ہے اس طرح پھر اسلام اپنے متبعین ہی تک اس تبلیغ کو محدود نہیں رکھتا بلکہ شاید ہی کوئی انسان دنیا میں ہوتا ہوگا جو اس آواز سے ناآشنا ہو غرض جس

ہم اللہ اکبر (یعنی اللہ سب سے بڑا ہے) اور دو دفعہ بتایا جاتا ہے۔ کہ

طرح سے اسلام توحید کو پیش کرتا ہے اور جس طرح جن لوگوں تک اس توحید
کو پہنچاتا ہے اس طرح کوئی اور مذہب نہ توحید کو پیش کر سکتا ہے اور نہ آج
تک ہم نے کبھی سنا کہ کسی مذہب کے وکیل بڑے بڑے اونچے مقاموں پر
اپنے پورے زور سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر گواہی دیتے ہوں ایک آریہ
توحید کا مدعی ہوتا ہے مگر وہ نہیں دیکھتا کہ صرف ویدوں کی مہربانی سے ہندوستان
میں ۳۳ کروڑ دیوتا پوجے گئے ہیں اور بعد وہ اس بات میں بھی غور نہیں کرتا
کہ اکا وید سب سے پہلے اگنی دیوتا کی مہما کرتا ہے اگرچہ پنڈت دیانند جی نے اور ان
کے پیروؤں نے بہت زور لگایا ہے کہ ان کے معنوں میں غلط ملط کر کے
لوگوں کو دھوکہ میں ڈال لیا جاوے پر ایسا کون شخص ہے جو نہیں جانتا کہ
اگنی آگ کو کہتے ہیں اور ہندو لوگ آگ کی پرستش کرتے اور اسکو دیوتا
تسلیم کرتے ہیں جب یہ سب باتیں اظہر من الشمس ہیں پھر ان میں
تاویلات کی کیا ضرورت ہے موٹی بات ہے کہ آگ ایک دیوتا ہے اور
وید آگ دیوتا کی مہما یا تعریف سے شروع ہوتے ہیں؛

پھر ایک عیسائی بڑے زور سے دعویٰ کریگا کہ ہم بھی توحید کے قائل ہیں
مگر نہیں دیکھتا کہ وہ تین خداؤں کی عبادت کرتے ہیں باپ خدا بیٹا خدا روح القدس
خدا پھر تعجب ہے کہ تین خداؤں کی عبادت کر کے کس طرح توحید کا دعویٰ
کرتے ہیں میں مانتا ہوں کہ عیسائی صاحبان فی الفور یہ کہہ اٹھینگے کہ ہم صرف
تثلیث کے قائل نہیں ہیں بلکہ تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں اور یہ اللہ
کی مخلوق پر ایک بہت ہی بڑا بھاری ظلم ہے کہ اسکو ایک ایسا عقیدہ تسلیم کرایا
جاوے جس کے برخلاف مشاہدہ علم اور انسانی عقل گواہی دے رہے ہیں
مجھے سخت حیرت ہے کہ عیسائی صاحبان اس عقیدہ پر قائم رہکر کس طرح

بھی فرحت حاصل کرتے ہیں جو انسان کے لیے ضروری ہے۔

الغرض اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا پیرو کبھی کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتا اور اس عظیم الشان امر میں اسلام ہی نے سب سے آگے قدم رکھا ہے باقی تمام مذاہب کا اسلام ہی رہنما اور پیشوا ہے وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

عبدالرحیم

ارکانِ دینِ اسلام

گذشتہ پرچہ میں میں نے اسلام کے ہیڈنگ کے ماتحت اسلام کے معنے بتائے تھے۔ اس پرچہ میں ارکان دین اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے میری نظر سے آریہ مسافر جالندھر کا اپریل ۱۹۲۰ء کا پرچہ گزرا جس میں ایڈیٹوریل نوٹ و نکات میں ایک سرخی ارکان دین محمدی ہے جس میں ارکان دین اسلام کے متعلق اعتراض کئے گئے ہیں اسلئے میں اس مضمون کی تردید کے طور پر یہ مضمون لکھونگا جس سے میرا اصل مطلب بھی حل ہو جائیگا اور مضمون مذکورہ کا جواب بھی ہو جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

سب سے پہلے ایڈیٹر صاحب نے مضمون مذکورہ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مذاہب عیسوی محمدی وغیرہ تانبے پیتل وغیرہ کے قلعی دار ظروف تھے۔ جن کی قلعی بمرور زمانہ اب اڑ چلی ہے اور اس کے مقابل پر آریہ مذہب کو طلائی برتن سے تشبیہ دیگئی ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ نہ اس پر قلعی کرنے کی کبھی ضرورت ہوئی تھی نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی مجھے اس مضمون کا یہ حصہ

پڑھکر سخت حیرت ہوئی اور مجھے یہ فقرہ یاد آگیا دروغ گو مرد بروئے تو کج دنیا مین ایک انسان نہیں ہے جو اپنے آپکو آریہ ثابت کر سکے اور پھر اس قدر بے پرواہی بیحیائی کیساتھ اترانا کیسا ظلم ہے مین نے کئی بار اپنے مضمون مین آریہ صاحبان کو دعوی کیا ہے کہ اگر کوئی آریہ ہو تو اپنے آپکو آریہ ثابت کرے اور مجھے افسوس ہے کہ اس بات کا بار بار اعادہ کرنا پڑتا ہے کہ کئی دفعہ آریہ صاحبان کے لیئے انعام رکھے گئے ہیں ایک دفعہ میرے مکرم ماسٹر عبدالرحمن صاحب نے ۹۹۰ روپے کسی ایسے آریہ کے لیئے انعام رکھا تھا جو کم از کم اپنے آپکو نیچ درجہ کا آریہ ثابت کردے مگر افسوس کسی نے انعام نہ لیا پھر نہ معلوم کہ آریہ مذہب مین ایسی کونسی خوبی ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی ہان مجھے یاد آگیا ایک بڑی عمدہ خوبی ہے جسکو نیوگ کہتے جس کے ذریعہ سے ایک .... ویاہتدی عورت کسی غیر مرد سے دس بچے حاصل کر کے بھی راستبازی کا دعویٰ کرتی ہے یہ نیچ درجہ کا آریہ وہ ہوتا ہے جو کم از کم پچاس کی عمر حاصل کرے اور پہلے مرجاوے تو وہ نیچ درجہ کا بھی آریہ نہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ جس مذہب کا بانی اپنے آپکو اس مذہب مین سے ثابت نہ کر سکا۔

پھر فخر کرنا کیا معنی رکھتا ہے پھر ایسے مذہب کے برخلاف اسلام جیسے مقدس وپاک مذہب پر اعتراض کرنا کیسی نادانی اور جہالت کا کام ہے کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ کس مذہب کے پیرو نے کس زور سے کسی مسافر کو جو اپنے تئیں نیچ ذات کا آریہ بھی ثابت نہ کر سکا یہ کہا تھا۔

الا اے دشمن نادان بیراہ ٭ بترس از تیغ بران محمد

اور پھر تجھے یاد نہیں کہ اس الفاظ سے آریہ مت کا قلعہ مین گیسا ہو نہالہ تھا حتی کہ ہمارا انسان سمجھ گئے کہ اب یہ قلعہ بیخ بن سے اکھڑ گیا اے نادان

ایسے مقدس مذہب کے برخلاف ایسے مذہب کو پیش کر کے مجھے شرم نہیں آتی
میں نہیں چاہتا کہ اس بات کو طول دیکر معزز ناظرین کو اس مضمون کے
انتظار میں رکھوں کیونکہ بارہا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سوائے
متعصب طبیعتوں کے سب دانشوروں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اسلام کا مقابلہ
آریہ دھرم کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتا۔

اب میں ناظرین کو اس مضمون کی سیر کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے

شہادت باللہ | پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلام نے یہ کوئی نئی
بات پیش نہیں کی اس سے کسی کو انکار نہیں مگر میرے معترض کو یہ خیال نہیں آیا
کہ آریہ صاحبان اللہ تعالیٰ کے لئے یہی گواہی نہیں دیسکتے کیونکہ اللہ
وہ ذات پاک ہے جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام بری باتوں
سے منزہ ہے ان اچھی صفات میں سے رحم بھی ہے اسی طرح اچھی صفات
میں سے خالق اور مطلق ہونیکی صفت بھی ہے ہم ان تمام صفات کو تسلیم
کرتے اور مانتے ہیں کہ ہمارا اللہ جس کی ہم گواہی دیتے ہیں وہ اللہ یعنی
صرف ایک ہی معبود ہے اور پھر وہ رحمٰن ہے رحیم ہے خالق ہے۔ قادر مطلق
ہے جس کے مقابل پر آریہ سماج کا خدا اول تو ایک نہیں ہے کیونکہ وید کا
خدا ایک ہوتا تو ویدوں کے مطابق تینتیس کروڑ دیوتا کی پوجا نہ کیجاتی
بہرحال آریوں کا خدا رحمٰن* اور رحیم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ رحمٰن اور رحیم ہو

* رحمٰن کے معنے ہیں بلا مبادلہ ۔۔۔ دینے والا اور انسان پر خود بخود عنایات کرنیوالا جیسا کہ
انسان کیلئے ہزارہا چیزیں اسکی پیدائش سے پہلے پیدا کیں جیسے سورج چاند کے غلے
اناج وغیرہ اسی طرح انسانی جسم اور اسکا ہر ایک ذرہ مثلاً ناک کان آنکھ وغیرہ کہ
یہ انسانی محنت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دئے ہیں۔

تو پھر یونہی بدلے کا تمام سلسلہ نو حکیر ہو جاتا اسلئے کہ آریہ صاحبان کا اعتقاد ہے کہ جو کچھ ملتا ہے وہ کرم (عمل) سے ملتا ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس آریہ صاحب نے کونسا ایسا نیک کرم کیا تھا کہ خدا تعالے نے اپنی تمام مخلوق کو زمین ہوا پانی وغیرہ دیا اور اگر کسی ایک آریہ نے کیا تھا تو تمام مخلوق کو اسکا پھل کیوں ملتا ہے اسی طرح اگر وہ رحم کرے تو وہ عادل نہیں رہتا اور ظالم کہلاتا ہے حالانکہ انسان ہر حال میں اپنے سے ادنیٰ اور اپنے سے برابر کے انسان کے قصور عفو کرتا ہے تو وہ ظالم نہیں کہلا سکتا مثلاً استاد اپنے شاگرد کا باپ بیٹے کا آقا اپنے خادم کا قصور معاف کر سکتا ہے وہ ظالم نہیں کہلاتا۔ ہاں آریوں کا خدا اگر کسی کو معاف کر دے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے کیا افسوس ہے کہ معمولی انسان کے برابر بھی خدا تعالے کے اختیار نہیں تو پھر آریوں کا خدا قادر مطلق نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک روح اور مادہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کی طرح ابدیت رکھتے ہیں تو پھر ایسی حالت میں وہ خدا تعالے کے تصرف میں کیونکر آ سکتے ہیں یا خدا تعالے کا ہاتھ ان پر کسطرح پڑ سکتا ہے وہ بے دست و پا ہے نہ وہ کسی کو سزا دے سکتا ہے اور نہ کسیکو انعام دے سکتا ہے کیونکہ روحیں سب کچھ اپنے کرموں کا پھل بھگتتی پھرتی ہیں انہیں خدا تعالے نے کیا حاصل۔ الغرض میں نے یہ دکھلایا ہے کہ اول تو راقم مضمون کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر ایک گواہی دیتا ہے کیونکہ اسلام نے جس رحمان رحیم مقتدر خدا کی گواہی کیلئے سکھلایا ہے کوئی مذہب ایسے خدا تعالے کو تسلیم نہیں کر سکتا جیسا کہ ہم مذکورہ العدد بیانیں تو حیدیت کی مثال پیش کر آئے ہیں اسی طرح ہم عیسائیوں کے متعلق بتا دیتے ہیں کہ وہ بھی خدا کے لئے گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ وہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں وہ ایک اکیلے خدا کی کسطرح گواہی دے سکتے ہیں غرض یہ شرف صرف اسلام ہی کو ہے

کہ وہ ایک ایسے اللہ کی شہادت دیتا ہے جو اللہ رحمٰن رحیم قادر مقتدر ہے اللہ یہ ایک نئی بات ہے جو آج کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

۲۔ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم — اعتراض کرتے ہوئے تو یہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو ثبوت رسالت میں جسقدر دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب من گھڑت اللہ یا لوگوں کی بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں مجھے حیرت ہے کہ ایک نا عاقبت اندیش کس طرح بیباکی سے ایسی بات منہ سے نکال دیتا ہو جو بالکل بیہودہ جھوٹ ہوتی ہے رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک لمبا مضمون لکھنے کی ضرورت ہے گر چونکہ میرے مخدوم صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں اسلیے میرا خیال ہے کہ آپ اس میں ان تمام امور کو مفصل طور پر حل فرمائینگے اسلیے میں بہت اختصار کیساتھ اپنے حریف کا منہ بند کرنیکے لیے عرض کرونگا۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ یعنے ہم ضرور ضرور مدد کیا کرتے ہیں اپنے رسولونکی اور ان لوگونکی جو ایمان لائے (کہ) مدد کرتے ہیں (۱) اس دنیا کی زندگی میں اور یوم الاشہاد میں رسولونکی شناخت کا یہ ایک ایسا عمدہ اصول ہے جس سے ہر ایک مخالف و موافق بہت عمدگی سے کسی ایک رسول کو شناخت کر سکتا ہے۔

اس اصول کے قائم کرنیکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوے کیا ابتدائے بعثت میں آپکا کیا حال رہا۔ اور بعثت کے آخری زمانہ میں آپکا کیا حال رہا۔

جب ہم پہلی بات پر غور کرتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں رسول کریم صلعم نے دعوے کیا ہے آپکو آپکے اعزا و اقربا نے آپکو سخت سخت تکلیفیں دیں آپ پر پتھر برسائے جاتے تھے آپکے راستہ میں کانٹے رکھے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ان مختلف مظالم کے عوض آپکو اپنا پیارا وطن چھوڑنا پڑا اسکے مقابل پر جب ہم آپکی آخری زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ لوگ جنہوں نے آپکو اپنے وطن کو جلا وطن کیا تھا۔ آپسے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آپکی آخری حالت ایک عظیم الشان بادشاہ کی حالت سے بہتر پائی جاتی ہے ؛

الغرض آپکی ابتدائی اور انتہائی زندگی کا اتنا عظیم الشان فرق بتا رہا ہے کہ یہ کسی انسانی طاقت کا کام نہیں ہے بلکہ یہی وہی طاقت ہے جس کا آیت مذکورہ الصدر میں لفظ انا لننصر کیساتھ ذکر کیا ہے ؛

پھر اللہ تعالے نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اگر لوگ تجھے کہتے ہیں کہ تو نے افترا کیا ہے تو تو انکو کہدے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تعقلون یعنے یہ کہ میں ایک لمبا حصہ اپنی عمر کا چالیس سال کا تم میں رہ چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں ہے تو کیا کبھی کوئی گواہی دیسکتا ہے کہ میں نے اسوقت تک کبھی جھوٹ بولا یا کبھی کسی پر افترا کیا ہو اگر میں نے اسوقت تک کبھی ایسا نہیں کیا جس میں انسان کی طرح طرح کی خواہشیں ہوتی ہیں تو اب میں چالیس سال کا ہو کر کیونکر افترا کرنے لگا پھر افترا بھی معمولی نہیں اور نہ کسی معمولی انسان پر بلکہ بڑا عظیم الشان افترا اور پھر قادر مطلق خدا پر اگر تم میں عقل ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ ہے یا نہیں ؛ (باقی آیندہ انشاء اللہ تعالے)

رسیدات زر بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ

۳۲۸ فضل کریم صاحب قیمت رسالہ
۵۲۵ قاضی محمد فاضل صاحب
۳۲۰ محمد شاہ نواز صاحب
۶۰ قادر خان صاحب
خدا الٰہی صاحب چندہ ممبری
۵۲۵ ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب
۴۲۹ حاجی نذیر احمد صاحب
۳۰۹ رحمت اللہ صاحب
۲۵۶ محمد علی خان صاحب
۱۲۳ منشی گلاب دین صاحب
۲۵۸ حاجی نذر محمد صاحب
منشی برکت علی صاحب چندہ ممبری
۵۵۷ محمد حسین صاحب
ماسٹر محمد الدین صاحب بی۔ اے چندہ ممبری

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے چندہ دار الکتب احمدیہ
ماسٹر محمد الدین صاحب چندہ ممبری
۵۵۴ منشی فتح خان صاحب
۴۵۸ منشی محمد اسماعیل صاحب
حافظ عبد الرحیم صاحب چندہ ممبری
۴۱۵ پیر غلام فرید صاحب قیمت
۵۴۳ محمد خان صاحب
۴۰۳ منشی سلطان محمد صاحب
۱۲۳ احمد حسن صاحب
۴۱۵ جلیل الرحمٰن
۵۵۵ گلاب الدین صاحب
۴۵۸ میاں فضل الدین صاحب
میر محمد اسحاق صاحب چندہ ممبری
۱۴۰ محمد ابراہیم

محاسب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کم استطاعت احباب بھی ہمت نہ ہارین

بہت سے پتوں کی ضرورت ہے اگر کوئی صاحب ایک سو پتہ صاف الفاظ مین تحریر کرے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس کے نام تشحیذ الاذہان مفت جاری کیا جاویگا۔ بشرطیکہ جن لوگوں کے وہ پتہ لکھے وہ یا تو مسلمان ہوں یا ہندو اصحاب ہوں لیکن متعصب نہ ہوں اور سب لوگ جن کے پتہ لکھے جاویں وہ خواندہ ہوں اور جو شخص پچاس نام لکھیگا اسکے نام نصف قیمت پر انشاء اللہ تعالیٰ پرچہ جاری کیا جاویگا۔

بقایا داران

جن اصحاب نے ابتک ۱۳۲۶ھ کی قیمت ادا نہیں کی یا جن کی طرف سابقہ بقایا ہے وہ مہربانی کرکے بہت جلد ادا فرماوین ورنہ وی۔ پی ارسال ہونگے ؎ مینیجر

Digitized by Khilafat Library

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپا

جلد ۴ — نمبر ۷

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ۲ عام دو روپیہ اور طلباء سے (۱ عہ) ایک روپیہ چار آنہ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ — مطابق جولائی ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

عورتوں کے پردہ ۲۰۵ - ۲۱۷ — ایڈیٹر

تبلیغ اسلام ۲۱۸ - ۲۴۳ — ایڈیٹر

ترغیب چندہ دار الکتب احمدیہ ۲۴۳ - ۲۴۴ — اکبر شاہ خان صاحب

باہتمام حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر تشحیذ الاذہان ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

ایک قومی تحریک

ناظرین! چونکہ رسالہ کا قیام خریداروں کی کثرت وقلت پر منحصر ہے اس لئے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اس رسالہ کی اشاعت میں حصہ بٹائیں۔ کیونکہ فی الحال رسالہ کے خریداروں کی تعداد بہت ہی کم ہے اور مالی حالت بہت مخدوش ہے۔ تمام اخباروں اور رسالوں کے منیجران ہمیشہ خریداران کے بڑھانے کے لئے اپنے مہربانوں میں تحریک کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم نے اب تک اس قسم کی تحریک نہیں کی۔ مگر اب مجبور ہو کر تمام خریداران کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو ۱۹۱۰ء کے آخر تک ہر ایک خریدار تین خریدار اور مہیا کر دے تو رسالہ کی مالی حالت کسی قدر درست ہو جائے گی۔ اور ہم اپنی طرف سے وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ رسالہ کو اور بھی مفید بنانے کی کوشش کریں گے۔ اب ہم منتظر ہیں کہ کون مجاہد اس بارہ میں جہاد اور کوشش سے کام لیتا اور ثواب دارین حاصل کرتا ہے

(منیجر تشحیذ الاذہان)

ضروری اطلاع:- تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے نام پر کوئی خط نہ لکھا کریں۔ بلکہ منیجر کے خط منیجر رسالہ کے پتہ پر اور سکرٹری کے خطوط سکرٹری انجمن کے پتہ پر بھیجا کریں تاکہ خط وکتابت میں حرج نہ ہو۔

عبد الرحیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عورتوں سے پردہ

زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی ایک جوش پیدا ہوا ہے کہ وہ پردہ کے متعلق کچھ زیادہ غور کریں اور یورپ کی نئی تہذیب کی موجوں کے مارنیوالے دریا کے اوپر اپنی تمدنی کشتی کو بھی چلائیں۔ سو اپنے بعض اُن علاقوں کے جہاں یوروپین تہذیب نے اپنے اصول کو روشن پیرایہ میں ابھی ظاہر نہیں کیا جہاں ابھی عقل کے دعویداروں نے نقل کے مذہبوں پر فتح نہیں پائی باقی تمام علاقوں کے مسلمان بلکہ مسلمانوں پر ہی کیا منحصر ہے دوسری قومیں بھی اپنے پرانے عقائد اور رسوم کو خیرباد کہنے کی فکر میں ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جیکی وسٹی اُس کی بھینس چونکہ یورپ اس وقت ترقی کے اعلیٰ معراج پر ہے اور کل دنیا انکے آگے سرنگون ہو رہی ہے۔ فتوحات ہر جگہ اُسکا خیر مقدم کر رہی ہیں۔ صنعت و حرفت انکے ہاتھ میں ہے تو زراعت و تجارت بھی اُسی کے قبضہ میں۔ علوم کا مالک ہو رہا ہے ایجادوں کا گھر بن رہا ہے۔ غرض انسانی جسم کے متعلق کل سامان اسوقت اُس کی کوشش سے مہیا ہو رہے ہیں اس لیئے ہر ایک قوم کا

دل چاہتا ہے کہ اُسی کے نقش قدم پر چلے اور ہر ایک بات میں اُسکی
نقل کرے۔ چنانچہ اس جوش کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض لوگ تو اسبات کے
مدعی ہیں کہ یورپ کے علوم کا مقابلہ کرنیوالے اور علوم ممکن ہی
نہیں ہمارے آباؤ اجداد یونہی بھٹکتے ہی پھرے اور کبھی راہ راست پر
چلنے کا اُنہیں موقعہ ہی نہیں ملا۔ وہ محض تاریکی میں پڑے ہوئے
تھے جہالت میں پھنسے ہوئے تھے سچے علوم سے بے بہرہ تھے
سویلیزیشن کے قواعد سے ناواقف تمدنی اصول سے بیخبر غرض کہ
علم کی ہوا تک اُنہیں چھو نہ گئی تھی۔ مگر اب یورپ کی طفیل وہ
خزانہ جو قدرت نے فطرت انسانی میں چھپا کر رکھا تھا دریافت ہوا
ہے اور سب دنیا نے اُس سے فائدہ اُٹھانا شروع کیا ہے اور
اس لیے اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ آنکھیں بند کیے یورپ کا تتبع کیے
چلے جاؤ۔ اور یہ کبھی مت خیال کرو کہ راہ میں کوئی گڑھا بھی ہے۔
اور جو ایسا خیال کرے اُسکی روح بیمار ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ
اُس میں ابھی پُرانی جہالت کی کوئی رگ باقی ہے اور اخلاقی جرأت
کی کمی ہے۔ اولڈ فیشن آدمی ہے زمانہ کی ترقیات سے تعصب رکھتا
ہے غرض ہر قسم کے نقص اُس میں پائے جاتے ہیں ایک اور
گروہ ہے جو اس حد تک تو نہیں پہنچا مگر ایک طرز سے کچھ بھی نہیں
وہ بھی اگرچہ یورپ کی ہر ایک بات کو پتھر کی لکیر سمجھتا ہے اور
اُسکے برخلاف ایک لفظ بھی کہنے والے کو محض جاہل اور علوم متعارفہ
سے نابلد بتلاتا ہے مگر ایک بات ہے کہ وہ ابھی اسقدر جرأت نہیں
کرسکتا کہ اپنے آباؤ اجداد اور انبیاء اور اولیاء کو بُرا بھلا کہے بلکہ اُسکی یہ

کوشش ہے کہ یورپ کی ہر ایک بات کو اپنی کتابوں میں سے نکال کر دکھلانا چاہتا ہے تمام پولیٹکل اور سوشیل مسائل جو یورپ میں حل کیے جائیں بالکل درست ہوتے ہیں اور آج سے کئی سو برس پہلے سے انہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ گویا یہ بات بھی ہے کہ یورپ کا کوئی طریق بھی خلاف عقل یا شرافت انسانی نہیں ہوتا۔ جو صدا وہاں سے اُٹھے وہ بالکل ٹھیک درست اور بجا ہے۔ غرض کہ یہ لوگ بھی اندھی تقلید میں پھنس رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے کلام کو انسان کے خیالات کے ماتحت کر دیں اور جو کچھ قرآن شریف فرماتا ہے نئے حل پرکھے اور سائنس کے اقوال کے بالکل مطابق ثابت کر دکھائیں۔

مگر یہ سب کچھ تو ہوا اب اس کا کیا علاج ہے کہ آج یورپ کچھ کہتا ہے تو کل اور کہتا ہے اور پرسوں کچھ اور ہی۔ جس سے یہ مشکل پڑی ہے کہ اپنے عقائد تو اس لیے چھوڑے تھے کہ یورپ کے نئے علوم سے فائدہ اُٹھائیں۔ وہاں کوئی دم ایک جگہ قرار ہی نہیں سیماب کی طرح ایسی ایسی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ ابھی ایک خیال اچھی طرح ذہن نشین نہ ہوا تھا کہ دوسرا اور آموجود ہوا۔ اب ایسے موقعہ پر وہ لوگ جو صرف یورپ کا دامن پکڑے بیٹھے ہیں یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ روز بروز انسان ترقی کر رہا ہے اور اس لیے ہمیشہ انسانی خیالات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ایک جگہ پڑا ہوا پانی آخر گندا ہو جاتا ہے۔ ہر چیز کے لیے ہر آن ترقی مقدر ہے۔ مگر جو یورپ کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کو بھی گھسیٹنا چاہتے

ہیں نکلنے پائے نہ وہ مشکل ہے بلکہ جس بات کو وہ یورپ سے پیشگی
اپنے بڑوں کی کتابوں سے نکال نکالکر دکھا رہے تھے آج اُسی کو
یورپ نکلا جا رہا ہے پھر اب بنے تو کیسے بنے آخر کوئی نہ کوئی پہلو
نکالکر پھر یورپ کے دامن سے اپنے آبا کے دامن کو گرہ دینے ہیں
گرہ دے سکے۔ غرض کہ یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں اور جس بات سے
نکلنا چاہتے ہیں یعنی تقلید سے اُس میں جاکر گرتے ہیں اور اوندھے
منہ گرتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر...... جو اچھا ہو اُسکو لو اور
جو بُرا ہو اُسکو چھوڑ دو۔ جو خدا کے کلام کی قدر نہ کرے اُس کو آخر
ٹھوکر لگے گی۔ جو بات یورپ ہمارے سچے مذہب کے خلاف
کہتا ہے اُسکو خواہ مخواہ اپنے مذہب میں دکھانا کیسی بیوقوفی ہے
غرض دنیاوی علوم چونکہ انسانی دماغ سے نکلے ہیں اس لیئے ان
میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے اس لیئے اُنہیں اگر سوچ
سمجھکر یورپ یا امریکہ یا جاپان کا اگر کوئی تتبع کرے تو اُسمیں
کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اندھی تقلید نہ ہو۔ باقی رہا مذہب وہ
انسانی دماغ سے نہیں نکلا۔ جب اُسکا بھیجنے والا علیم و حکیم
موجود ہے جس کی ہر زمانہ اور ہر چیز پر نظر ہے تو پھر اُسکے احکام
کو یورپ کی تہذیب سے خواہ مخواہ مطابق کرنا سخت بیوقوفی ہے
اور ایسے آدمی خدا اور اُسکے رسول کی ہتک کرتے ہیں اور چاہتے
ہیں کہ اُنکے دماغ سے نکلی ہوئی بات خدا کی پُرحکمت بات سے
کچھ کم نہ ہے مگر یہ تو ہونے سے رہا۔ ہاں اُلٹے دنیا میں ذلیل و خوار

ہوتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی بات یورپ کی ہمارے مذہب سے ملتی ہے تو بہتر ورنہ اُسکے ماننے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا مذہب انسانوں نے نہیں بلکہ خدا نے بنایا ہے۔ مگر وہ جو اسلام کو سچا اور خدا کی طرف سے نہیں سمجھتا اُسکے لیئے آزادی ہے جو چاہے کرے۔

تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی روز دیکھتے ہیں کہ اُن مسائل میں جو یورپ ہمارے مذہب کے برخلاف بتلاتا ہے اور کرتا ہے وہ روز نقصان پر نقصان اُٹھاتا ہے مگر پھر بھی وہ خوشنما منظر جو یورپ میں اُنہیں نظر آتا ہے اُنہیں مجبور کر رہا ہے کہ جس طرح ہو مذہب کو بھی ترک کر کے یوروپین تہذیب کو اختیار کرو۔ اور ایسا کر کے وہ خود بھی نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ یورپ کے قدم بقدم چلکر جب اُنھوں نے اپنی مذہبی تعلیم کو چھوڑ دیا اور اپنے لڑکوں کو دین سے ناواقف رکھا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اولاد عیسائی اور آریہ ہو رہی ہے۔ اور اس طرح نہ صرف مسلمانوں کو مذہبی طور سے ہی نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ پولیٹیکل لحاظ سے بھی وہ گھاٹے میں ہیں کیونکہ جس قوم کی تعداد کم ہوئی وہ پولیٹیکل لحاظ سے بھی بہت پیچھے رہ جائے گی۔ اگر مسلمانوں میں اسی طرح شدھیاں اور بپتسمہ جاری رہے تو دیکھ لیناکہ کچھ برسوں کے بعد دنیا میں بھی اُنکی کچھ قدر نہ رہیگی اور رہی سہی پولیٹیکل عزت بھی خاک میں ملجائے گی اور اس طرح نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے۔

اسوقت جو میں کچھ لکھنے بیٹھا ہوں تو اُسکی غرض بھی یہی ہے

کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاؤں کہ اب بھی ہوش سنبھالیں اور دین
و دنیا کو یوں ضائع نہ کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان دین پر پختہ
ہونگے تو دنیا خود بخود اُنکے پیروں میں آپڑیگی۔ یورپ کی چال چلکر تو وہی
مثل ہو رہی ہے کہ کوا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھول گیا۔ مگر یہاں تو
اُلٹی مثال ہے کہ ہنس کوے کی چال چلنے کی کوشش کر رہا ہے اسلام
جیسا پاک مذہب اور اسکی طرف سے یوں بے پروائی تعجب نہ ہو تو کیا ہو۔
یورپ کو دیکھ لو۔ شرابخواری۔ پردہ کے ترک۔ طلاق کے انکار سے کیا کیا نتیجہ
بھگت رہے ہیں یہانتک کہ اب یورپ بھی چیخ اُٹھے ہیں کہ کسی طرح اس کا
بندوبست کیا جائے کہ شراب میں کمی ہو عورتوں میں حیا کا مادہ ہو طلاق
میں سہولت ہو۔ پھر مسلمانوں پر افسوس ہے کہ یہ جس شاخ پر کھڑے ہیں اُسی کو
کاٹ رہے ہیں جس تھال میں کھاتے ہیں اُسی میں چھید کرتے ہیں۔ جس
مذہب کی بدولت انہوں نے دنیا میں عزت حاصل کی ہے اُسی کو برباد کرنیکی
فکر میں ہیں۔ مگر کیا اس طرح یہ معزز ہو جائیں گے کبھی نہیں۔ ابھی تھوڑے
دنوں کی بات ہے کہ لاہور کے ایک ہندو اخبار نے کیا ہی لطیف نکتہ کہا تھا
کہ یہ مسلمان لیڈر جو اپنے آپ کو قوم کا قائم مقام بناکر پیش کرتے ہیں پہلے خود کو
مسلمان تو ثابت کر دکھائیں نماز جیسے ضروری رکن کے تارک ہیں مذہب سے
بے پروا ہیں پھر مسلمانوں کے قائم مقام بنکر ہمارے سامنے آنیکو موجود ہوتے
ہیں۔ سو یہ بات گو خود ہندوؤں پر بھی اُلٹ پڑتی ہو مگر مسلمانوں کیلئے ضرور
خطرناک اور قابل شرم تھی۔ کہ جسکا اثر قوم کے سربرآوردوں کو ضرور محسوس ہوا
ہوگا۔ غرضکہ مذہب کے ترک سے عزت اور ترقی کبھی نہیں مل سکتی ہے۔ ایک شخص
جو اپنے مذہب کو جھوٹا سمجھکر چھوڑ دے اسقدر قابل ملامت نہیں جیسا وہ

جو سچا جانکر اُسپر ہنسی اُڑائے اور بے پروائی کرے۔

میں اسوقت عام مسلمانوں کو اور خاصکر لیڈران کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ پردہ کے حکم کو شاکر جو کچھ عیسائیوں نے تجربہ کیا ہے وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے ہزاروں نہیں لاکھوں بچے ہرسال یورپ میں زنا سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری کی ساری قوم کو کلنک کا ٹیکا لگاتے ہیں ایک مشہور عالم کا قول ہے کہ یورپ میں نوّے فیصدی بچے حرام کے ہیں اور گو یہ بات کسی قدر مبالغہ آمیز ہی ہو لیکن واقعات سے ملا کر یہ بات کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں رہتی کیونکہ یورپ میں واقعی زنا کی اسقدر کثرت ہے کہ جس سے خود اہل یورپ چلّا اُٹھے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن ملک میں زیادہ آزادی ہے وہاں زیادہ زنا ہے پس کیا کوئی شریف آدمی ان خیالات کو دیکھتے ہوئے یہ گوارا کرتا ہے کہ اپنی ماں یا بہن یا بیوی یا بیٹی کو غیر مرد کے سپرد کر دے کیا آگ اور تنکوں کا ایک جگہ جمع کر دینا عقل کا کام ہے۔ پھر تعجب ہے کہ بعض مسلمان کیونکر پردہ کے اُڑانیکی فکر میں ہیں کیا یورپ کا تجربہ اُنکے لیے کافی نہیں جب وہ یورپ کے اور تجربوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تو اس میں اُنہیں کیا شک ہے اور اس بات میں کیوں یورپ کے برخلاف کرنا چاہتے ہیں یورپ تو اب پچھتا رہا ہے اور گلے پڑا ڈھول بجا رہا ہے یہ لوگ کیوں اپنی امن زندگی کو تباہ کرنیکی فکر میں ہیں اب انگریزوں میں بھی بعض من چلے پردہ کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں چنانچہ کچھ مدت گذری کہ گورداسپور کے ایک انگریز عہدہ دار اپنی بیوی کو بالکل سوسائٹی میں نہ جانے دیتے تھے۔ یہانتک کہ ایک دفعہ جب اُن کی بیوی کسی غیر مرد سے باتیں کر رہی تھی تو انہوں نے اُسے کوڑے رسید کیے

غرض یورپ چاہنے کیلئے پچھتا رہا ہے مگر مسلمان ہیں کہ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اپنی بیویوں کے باہر نکالنے اور مردوں سے انٹروڈیوس کرائے بغیر قومی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان نوجوان اپنے دین سے بدظن ہو کر دوسرے مذاہب کو اختیار کر رہے ہیں۔

ادھر مسلمانوں کی تو یہ حالت ہے کہ عورتوں کو مردوں کے سامنے کرنا چاہتے ہیں ادھر قرآن شریف حکمت اور دور اندیشی سے مردوں ہی سے نہیں بلکہ عورتوں سے بھی عورتوں کو پردہ بتاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

یعنی عورتیں اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں باپوں خسروں بیٹوں خاوندوں کے بیٹوں بھائیوں بھتیجوں بھانجوں خاص عورتوں لونڈیوں کے یا اُن نوکروں یا غلاموں پر جو قوت مردی سے بالکل خالی ہوں یا اُن لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی جگہ پر واقف نہ ہوں اور چاہیے کہ عورتیں اپنے پاؤں کو اس طرح نہ ماریں کہ انکی پوشیدہ زینتیں ظاہر ہو جائیں۔ اور اے مومنو خدا کی طرف متفق ہو کر سب جھکو تاکہ تم فتحمند ہو۔ یہ ہے مطلب اس آیت کریمہ کا جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ بعض مسلمان تو عورتوں سے پردہ کا رواج بالکل اٹھا

چاہتے ہیں اُس طرف خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتوں کو چاہیئے کہ نہ صرف غیر مردوں سے ہی پردہ کریں بلکہ غیر عورتوں سے بھی جنکے حالات کا ل طور پر واقف نہ ہوں خاصکر غیر مذاہب کی عورتوں سے پردہ لازم ہے اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اس بات پر نہ چلوگے تو یاد رکھو کہ کبھی فتحمند نہ ہو سکوگے ان بغیر اعمل تمہیں فتوحات بھی حاصل ہونگی چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے تو سپین اور ہندوستان میں عورتوں کی ہی وجہ سے فساد پڑا ہے۔ سپین کے عیسائیوں نے جب مسلمان عورتوں میں اپنی حبائل الشیطان پھیلائیں اور اُن سے طرح طرح کے گندے کام لیے اور اُنہیں اپنے مذہب کے پھیلانے کا ایک ذریعہ بنایا اور بہت سی مسلمان عورتوں کے خیالات کو بدلدیا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان نسلوں میں عیسائیت کے برخلاف وہ جوش نہ رہا اور وہ اُن سے استقدر مل گئے کہ عیسائیوں کو اُنپر اقتدار ہو گیا۔ دوسری طرف عیسائیوں نے اپنی عورتوں کی معرفت مسلمانوں میں عیاشی اور آرام طلبی کی عادت ڈالدی جس سے اُنہیں نہ وہ غیرت اسلامی رہی نہ وہ لڑنے کی طاقت رہی۔ آخر نوبت ایک یہ کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ملک پر رفتہ رفتہ قبضہ پانا شروع کیا۔ خواب خرگوش میں سونیوالے مسلمان کچھ ایسے مزے میں تھے کہ اُنھیں خبر بھی نہ ہوئی اور ظالم عیسائی غرناطہ کی دیواروں کے نیچے تک آپہنچے مگر مسلمان کچھ ایسی شراب کے نشہ میں نہ تھے کہ جسے یہ مصیبت کچھ ہلکا کرتی وہ اُسی طرح اپنے عیش میں پڑے رہے گویا شہر کے باہر فوج نہیں بلکہ برات پڑی تھی۔ شاید اسی قسم کی حالت کی نسبت کسی شاعر نے کہا ہے کہ ع

یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے۔ آخر جب دشمن

کے پے درپے حملوں نے پیش منتقش کردیا تو پھر بھی یہ ہمت نہ پڑی کہ تلوار پکڑتے اور یا مارتے یا مرتے بلکہ اُس ملک کو ہی ناپسند کیا جس میں انہیں عیش نصیب نہ ہو وطن ترک کرنیکی ٹھانی اور بوریا بندھنا سمیٹ افریقہ واپس آنیکی ٹھانی مگر اپنی دشمن کے پکے عیسائی انہیں کب واپس آنے دیتے تھے کچھ جلا دیے کچھ غرق کر دیے جس سے گو اہل سپین تو بدنام ہو گئے اور نہ صرف مسلمان بلکہ یورپ میں بھی انکے ظلم کو دیکھکر کانپ اُٹھے مگر مسلمانوں کو ایک ایسا سبق ملا کہ اُسکے بعد امید نہ تھی کہ پھر کبھی اس قسم کی حرکت کرتے۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا اور قرآن شریف کے حکم کے توڑنے ہی میں حکمت دیکھی۔ مگر نتیجہ کیا ہوا کہ حکومت کھوئی۔ دولت کھوئی اور عزت کھوئی مگر سیکھے پھر بھی نہیں۔

کیا اس بات میں کچھ شک ہے کہ مسلمانوں کی تباہی صرف ہندوؤں کی رسومات کے جاری ہونے سے ہوئی ہے۔ کیا شراب خواری اور عیاشی نے انہیں تباہ نہیں کیا۔ کیا آرام طلبی نے انکی جڑھوں میں تیل نہیں دیا؟ جلال الدین اکبر بادشاہ نے بڑی دانائی اور حکمت سے یہ چاہا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں میں شامل کرے اور اُس نے اسلیے ہندوؤں کی لڑکیاں مسلمان شہزادوں کے ساتھ بیاہنے کی رسم نکالی۔ مگر اس بات کا ہمیشہ لحاظ رکھا کہ شرافت خاندانی قائم رہے گر ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ اُس وقت کے نادان مسلمانوں نے ہی دوسرے رابطہ و تعلق کیا غیر مرد بوجہ علم کے کسیقدر بچ ہی رہے مگر عورتیں ہلاک ہو گئیں۔ شادی کی سیدھی سادی رسم میں ہی اسقدر پیچ در پیچ شاخیں نکل آئیں کہ شادی خانہ آبادی کی جگہ خانہ بربادی ہو گئی۔ جانتے ہو کہ مسلمان

کی زمین کہاں گئیں وہ انہی شادی کی رسموں سے انکے ہاتھوں سے نکلکر ہندو بنیوں اور مہاجنوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں جب پاس پیسہ نہ ہوا اور رسومات پر ہزاروں روپے خرچ ہونے ہوئے تو انکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ زمینیں گرو رکھائیں اور بیٹے یا بیٹی کی شادی رچائی خاندان میں تو ہوا کر کچھ زیادتی ہی ہوئی اور جو جائداد تھی اُس سے ہاتھ دھو بیٹھے بیٹی کی شادی ہوئی تو وہ گھر سے جاتے ہوئے والدین کا گھر بار عزت وجاہت ساتھ ہی لے گئی۔ غرض ان رسومات سے مسلمان بیچارے تو کہیں کے نہ رہے ہندوؤں کے گھر عزت سے مالا مال ہو گئے۔ باقی رہا یہ کہ ہندو ان رسموں سے کیوں تباہ نہیں ہوتے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو ہر حال میں مد نظر رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خرچ پر انہوں نے تجربہ کیا ہے کہ جتنی چادر دیکھو اُتنے پاؤں پھیلاؤ۔ غرض ان رسموں کے ساتھ ہی لازمی طور سے عیاشی بھی آئی اور سلطنت مغلیہ کو جڑھ سے اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ افسوس اب بھی وقت تھا کہ مسلمان نصیحت پکڑتے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آفت پہ آفت پڑ رہی ہے مگر مسلمان ہی ہیں کہ انکے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کاش اگر یہ اس تجربے سے فائدہ اُٹھاتے تو گورنمنٹ برطانیہ کے پُر امن راج کے نیچے خوب ترقی کر سکتے تھے۔ مگر افسوس اُس پر میں بھی عیسائی مسوں کو اپنے گھروں میں داخل کر کے وہ مصیبت سہیڑی ہے کہ جس سے بچنا اب مشکل ہو رہا ہے۔ قرآن شریف کا حکم کیسا پاک ہے کہ پہلے ہر ایک عورت کو جس سے تم اپنی عورتوں کو ملانا چاہو اچھی طرح سے دیکھ لو کہ اسکا چال چلن کیسا ہے جب ایک بڑے تجربہ کے بعد اس عورت کا اطمینان ہو جائے تو پھر اُسے گھر میں آنیکی اجازت دو چنانچہ نسائھن سے

یہی مراد ہے کہ وہ عورتیں جو تمھارے گھروں میں آئیں ایسی دکھیں بھالی ہوں کہ
گویا تمھاری اپنی ہی عزیز ہیں۔ اے نادان مسلمانوں ایک عرصہ تک اپنے خود
ساختہ قوانین پر چلکر تو نتیجہ دیکھ ہی چکے ہو ذرہ خدا کے قانون پر بھی چلکر دیکھو
کیا پھر بھی تمھارے گھروں میں عیش و آرام قلبی رہتا ہے یا نہیں کیا پھر بھی تمھارے
گھروں سے عورتوں کو کوئی بھگا کر لیجاتا ہے۔ روزانہ سنتے ہو کہ فلاں جگہ فلاں کی
فلاں لڑکی کو بھگا کر لے گئی مگر تم ہو کہ بیلو تک نہیں بہتے۔ ہر شہر میں واقعات
پیش آتے ہیں مگر بیدار ہی نہیں ہوتے۔ کاش اب بھی سمجھو ابھی حال ہی کا
واقعہ ہے کہ سیالکوٹ سے ایک لڑکی کو سکھ بھگا کر لے گئی ساتھ ہی خبر آئی کہ
ہندوستان میں بھی اب واقعہ ہوا ہے اور ان دو واقعات پر کیا بنا ہر
کر نسا مہینہ سلامت جاتا ہے کہ اہل مسلمانوں کی عزت خاک میں نہیں ملائی
جاتی۔ مگر سچ ہے کہ جبتک انسان خدا کے ساتھ نہ ہو وہ بھی اسکے ساتھ نہیں
ہوتا اگر مسلمان اب بھی اپنی عورتوں کو اس زہریلے اثر سے بچالیں اور انکی کامل
اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور انہیں دین کی طرف راغب کریں اور ان کے
دلوں سے ایسے رسومات کے نقش کو مٹادیں جو ہندوؤں اور عیسائیوں
کی صحبت سے منقش ہو گئے ہیں تو آئندہ نسلیں خود بخود دین کی طرف متوجہ ہونگی
اور اسلام کی اتباع کا شوق انمیں پیدا ہوگا اور صحابہؓ کی سادگی جب پیدا
ہوئی تو پھر کونسا ملک ہے جو انکے لیئے بند ہو سکے اور کونسا دروازہ ہے جو انپر
نہ کھلے حاکم محکوم کے دل خدا کے ہاتھوں میں ہیں اگر مسلمان اپنے اندر تبدیلی
پیدا کریں تو مسلمانوں کے حاکم اور محکوم خود بخود انکی ہمدردی اور فرمانبرداری
پر تیار ہو جائیں گے۔ یہ وقت ہے کہ مسلمان کچھ کر کے دکھائیں دنیا کے ہر ایک کونہ میں
انکو ذلت کھینچ رہی ہے اور یہی حالت رہی تو خدا جانے نتیجہ کیا ہے۔ کاش کہ

مسلمان قرآن شریف کے احکام کو مد نظر رکھیں جنکو اب وہ ہر ملک اور علاقہ میں چھوڑتے جاتے ہیں اور جبتک کہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں اُن عورتوں کو بھی مت آنے دو جن پر پوری طرح سے بھروسہ نہ ہو اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ تمہاری عورتوں پر کوئی بُرا اثر نہ ڈالیں گی۔ مگر ایک حصہ مسلمانوں کا مردوں سے پردہ کرانے کا ہی مخالف ہے چنانچہ اسکا نتیجہ بھی یہ دیکھ چکے ہیں اور ہر روز دیکھتے ہیں مگر بقول کسے ع

"کچھ ایسے سو گئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے"

خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ مسلمان بیدار ہوں اور اپنے مذہبی احکام پر چلکر دین و دنیا میں ترقیات حاصل کریں۔ آمین۔

مرزا محمود احمد

Digitized by Khilafat Library

تبلیغِ اسلام

ناظرین! حضرت صاحب کی وفات کے بعد میرے دل میں یہ خیال بہت دفعہ پیدا ہوا کہ آپ کے وجود باجود کے دنیا سے اٹھ جانے سے جہاں اور بہت سے تغیرات دنیا میں ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ وہاں ہر ایک احمدی کی کوششوں اور جد و جہد میں بھی ایک نمایاں تبدیلی ہونی چاہیے۔ چنانچہ یہ خیال اس طرح پر ترقی پذیر ہوا کہ آخر مجھے اس معاملہ کو جماعت کے سامنے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوا جس کے لیے میں اس وقت قلم اٹھا رہا ہوں۔ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کی وفات سے ہم پر بعض نئی ذمہ داریاں پڑی ہیں اور وہ کام جسکو وہ خدا کا برگزیدہ نبی کرتا تھا اب ہمارے سپرد ہوا ہے جس سے اب یہ بات ضروری اور لازمی ہو گئی ہے کہ ہم بھی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کریں اور ایک خاص جوش ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔ اور ہماری ہر قسم کی سستی اور کاہلی کافور ہو جائے اور ہمارے دل محبتِ الٰہی کی ہی خود کر دینے والی شراب سے لبریز ہوں غرض کہ ہم میں ایک ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ اس برگزیدہ کی موت سے جو کمی ہم میں پیدا ہو گئی ہے اُسے خداوند تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پورا کر دے اور ہماری حالت کو جاذبِ نصرت بنا دے۔ اور وہ مقصد جس کے پورا کرنے کے لیے ہم اس جماعت میں داخل ہوئے ہیں اسقدر عظیم الشان ہے کہ بغیر ایک فوق العادت جوش اور کامل ایمان کے پورا ہونا مشکل ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا دعویٰ کرنا گو بظاہر بہت آسان معلوم ہو لیکن غور سے دیکھو تو اسی کا نام دوسرے لفظوں میں اسلام ہے اور یہ

تب تک نہیں ہوا کہ جب تک انسان دنیا ہی میں اپنے اوپر ایک موت وارد
نہ کرلے اور اپنی تمام خواہشوں کو خدا کے لیے ہی نہ کر دے۔ آدم سے لیکر ہمارے
نبی کریم تک تمام انبیاءؑ اس کام کے لیے آئے اور سخت جہاد اور کوشش
سے انہوں نے اپنے مقصود کو پورا کیا۔ جب کبھی ایک انسان یا جماعت نے
اس کام کو پورا کرنیکا ارادہ کیا ہے اور خدا نے انکو اس کام کے لیے چنا ہے
تب ہی ایک سخت مخالفت اور عداوت کا سامنا ہوا ہے حضرت آدم علیہ السلام
کے زمانہ میں شیطان نے جو کچھ کیا اور جن راہوں سے انکو اس کام کے
پورا کرنیکے لیے روکا وہ قرآن و احادیث سے ظاہر ہیں اور ہر ایک مسلمان
اُنسے واقف ہے پھر حضرت نوحؑ کے وقت میں جو جو رکاوٹیں پیش آئیں اور
جن جن طریقوں سے اُنکے مخالفین نے اُنکے سلسلہ کو تباہ کرنا چاہا وہ سب پر
ظاہر ہیں۔ پھر اُنکے بعد حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت
عیسیٰؑ اور اُنکے مریدین کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ مخفی نہیں اور سب کے آخر میں ہمارے
ہادی اور رہنما خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کام کو پورا
کرنے کا ارادہ کیا اور خدا نے تعالیٰ نے انکو حکم دیا کہ وہ اسے انجام دیں مخالفت
اور شرارت کی حد ہوگئی مکہ اور اُسکے اطراف کے لوگوں نے دس برس تک آپکو
وہ تکلیفیں دیں کہ الامان الامان یہاں تک کہ بنی ہاشم سمیت آپکو ایک پہاڑی میں
تین سال تک محصور رہنا پڑا اور اہل مکہ سے ہر قسم کے تعلقات ٹوٹ گئے۔ اور
آپکے ہاتھ کسی قسم کا سودا بیچنا یا آپکے ہم کلام تک ہونا ممنوع قرار دیا گیا چنانچہ
طائف کا واقعہ جس میں آنحضرتؐ پر پتھر برسائے گئے اور آپکا جسم مبارک
لہولہان ہوگیا۔ اور آپکے پیچھے شریر اور بدمعاش آپ کو دکھ دینے کیلئے لگا دیے
گئے اُن تکالیف کی جو اس وقت بدمعاشوں کے ہاتھوں آپ کو پہنچیں ایک

مکمل نشان ہے۔ اسکے علاوہ وہ تکالیف جو آپکے صحابہؓ کو اس راہ میں پیش آئیں
ایک سخت سے سخت دل والے انسان کو کنپا دینے کے لئے کافی ہیں۔ انکو پیٹا گیا
اور لوٹا گیا اور بے عزت و بے حرمت کیا گیا اور ہر قسم کے عذاب دیئے گئے صرف
اس لئے کہ اُنھوں نے اسلام کو اختیار کیا تھا اور اسکے پھیلانے کیلئے اپنی جانیں
بیچ دی تھیں وہ قتل کیے گئے اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور وطن سے بے وطن
ہوئے اُنکے بچے اور اُنکی بیویاں اُنکی آنکھوں کے سامنے بے رحمی سے ماری
گئیں اور یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ اُنھوں نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر اس بات کا
اقرار کیا کہ ہم خواہ کچھ ہو دنیا میں اسلام کی پاک تعلیم کو پھیلائیں گے۔ چنانچہ قرآن
شریف میں آتا ہے کہ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ
یعنی اُن سے دشمنی نہیں کی گئی مگر اس لئے کہ وہ خدائے عزیز و حمید پر ایمان
لائے یعنی اُنھوں نے اسلام کی پیروی کی اور احادیث سے ثابت ہے کہ
ایک دفعہ کفار مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے نبی کریمؐ کو کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی ہر ایک
بات کو ماننے کے لئے تیار ہیں گر ہمارے بتوں کی برائی نہ کی جائے اور اس
معاملہ میں خاموشی اختیار کی جائے۔ مگر اس کا جواب نبی کریمؐ نے یہی دیا کہ دنیا
کی کوئی خواہش یا لالچ مجھے تبلیغ اسلام سے نہیں روک سکتی۔ پس یہ تمام
تکلیفیں جو نبی کریمؐ یا صحابہؓ کو دی گئی تھیں اُنکی اصل غرض یہی تھی کہ انکو اسلام
کی تبلیغ سے روکا جائے اور دین سے ہٹا کر دنیا کی طرف متوجہ کیا جائے۔

پھر اس زمانہ میں ہی دیکھ لو کہ جب خدائے قادر نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس کام
پر مامور کیا تو دنیا نے آپکے کیسا سلوک کیا۔ آپ وہی تھے کہ جنکو براہین احمدیہ
کے شائع ہونے پر ہندوستان کے ہر گوشہ کے لوگوں نے مجدد قبول کر لیا
تھا اور ہر ایک مسلمان کی آنکھیں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور ہر ایک دل اس امید

سے پُر تھا کہ ایک دن یہ مئے عرفان کا ساقی شراب وحدت پلا کر تمام ہندوستان کو
نشۂ حقیقی میں مخمور کر دیگا۔ چنانچہ جونہی خدائے تعالیٰ کی آواز نے آپ کے دل میں
پکار کر کہا کہ اُٹھ میں تجھے اسلام کی خدمت کے لیے مامور کرتا ہوں تو مسلمانوں اور
دیگر غیر قوموں کو ہدایت دے اور اُنکی آنکھوں کو کھول تا کہ بجائے ایک سیاہ
اور بدنما چہرہ کے انہیں اسلام کا نورانی چہرہ نظر آوے اور میں تجھے اس خدمت
کیلئے مسیح موعود کا عہدہ دیتا ہوں۔ بس پھر کیا تھا چار دانگ میں شور مچ گیا
کہ کافر ہے کافر۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ آپ کو دُکھ دینے کیلئے
کیسی کیسی کوششیں کی گئی ہیں۔ کفر کا فتویٰ لگایا گیا گالیاں دی گئیں اور
آپ کی نسبت ایسے ایسے بیہودہ کلمے کہے گئے کہ ایک مولوی کی زبان سے
نکلے تو ایک جنگلی بھی اُنکے بولتے ہوئے جھجک جائے۔ خطوں کے
ذریعہ اشتہاروں کے ذریعہ اخباروں کے ذریعہ اور کتابوں کے ذریعہ آپ پر
ایسی ایسی تہمتیں لگائی گئیں اور وہ وہ جھوٹ باندھے گئے کہ معاذ اللہ۔ پھر
زبانی تکلیفوں سے گذر کر عملی رنگ میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی۔ لدھیانہ کا فساد
اور دہلی کا ہنگامہ تو خیر شروع شروع میں تھا ۱۹۰۵ء میں جبکہ اس سلسلہ کو ایک
خاص ترقی اور رونق مل چکی تھی امرتسر میں وہاں کے بدمعاشوں نے پتھر
پھینکنے کی جرأت کی اور جو بلوہ کیا اس کے آپ میں سے بہت سے لوگ
چشم دید گواہ ہونگے۔ پھر اسکے علاوہ آپکے قتل کرنے کے منصوبے کیے گئے۔ اور قتل
کے مقدمہ کیے گئے۔ خوب بے انصافی کرکے انصاف کی عدالتوں سے عدل
چاہا گیا۔ گورنمنٹ کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور ٹیکس کا مقدمہ کرکے مالی
نقصان کا ارادہ کیا۔ پھر آپ کی ذات کو چھوڑ کر آپکے متبعین سے بھی ایک
نہایت برا اور ذلیل سلوک کیا گیا۔ یہاں تک کہ اُنکی چوری اور اُنکی اہانت میں

خیانت اور انکا قتل تک جائز رکھا گیا۔ اور آجکل کے علماء نے فتویٰ دے دیا
کہ ان لوگوں کی عورتیں تک نکال لینی جائز ہیں وہ گھروں سے نکالے گئے
اور اُنکا مال لوٹا گیا۔ اُنسے کلام تک کرنا ایک کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔ یہانتک کہ
جو اُنکو سلام کرے وہ کافر اور جو اُنکو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور یہ سب کچھ اس
لیے ہوا کہ انہوں نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم
دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے یعنی اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر [illegible] اور قولاً ظاہر
کریں گے۔ چنانچہ وہ دشمن یہاں تک ترقی کر گئے کہ حضرت مولوی سید صاحبزادہ
عبداللطیف صاحب اور میاں عبدالرحمٰن کابلی اس راہ میں شہید کیے گئے۔
پس اے میرے دوستو یہ کام جو احمدی جماعت میں داخل ہو کر آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے
کچھ چھوٹا سا کام نہیں اور یہ قطعاً گمان نہیں کرنا چاہیے کہ آرام اور آسائش
کے ساتھ یہ مدعا حاصل ہو جائیگا۔ بلکہ یاد رکھو کہ اس کام کے پورا کرنے کیلئے
طرح طرح کی مشکلات پیش آئیں گی اور مخالفت اور عداوت کا ایک دریا ہوگا
جو تمہاری طرف امڈا چلا آئیگا۔ تمہارے دوست دشمنوں سے بڑھکر تمہیں
ایذا دیں گے اور بہت ہونگے جنکو تم وفادار رکھتے ہو لیکن جب وہ تمہاری
کوششیں اس امر کی طرف منتقل دیکھیں گے تو بے وفائی کرینگے اور جن سے
تمہیں خیر کی امید ہوگی اُن سے شر پہنچیگا ابتلاؤں کا اژدہا تمہاری طرف اپنا منہ
کھولکر بڑھیگا اور وہ جو بہت سست اور کمزور ہوگا اُسکی خوراک بنے گا غرض کوئی
مصیبت نہ ہوگی جو تمہیں نہ پہنچے گی اور کوئی دُکھ نہ ہوگا جس کا تمہیں سامنا کرنا
پڑے۔ اور کوئی رنج نہ ہوگا جو تمہیں غمگین نہ کرے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہی
سنت ہے اور یہی وعدہ ہے کہ جبتک وہ کسی کو آزما نہیں لیتا اور کھوٹے اور
کھرے کو پرکھ نہیں لیتا اُس وقت تک اُسکو خدمت دین کے لائق نہیں بناتا

مومن ہونے کا معیار خطاب نہیں تھا چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے أَحَسِبَ النَّاسُ
أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ۔ اور پھر
ایک اور جگہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ
نَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ پس اس کام کے لیے جو ہم نے اختیار کیا ہے ضرور ہے
کہ ہمیں تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور مصیبتوں کا سامنا ہو اور اگر ہم اس
میں کامیاب ہوں اور اس امتحان میں پاس ہوں تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میں تم پر درود بھیجوں گا اور میری رحمت تم پر نازل ہوگی۔ اور ضرور ہے کہ
تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو پس اس کام کو شروع کر کے اب ہمیں ہر وقت
تیار رہنا چاہیے کہ جو مصیبت اس راہ میں پیش آئے اسے برداشت کریں
اور خدا سے دعا مانگتے رہیں کہ وہ ہمیں ثبات قدمی عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر میں
اسقدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب حضرت اقدس کے زمانہ میں بھی ہم یہی
کام کرتے تھے تو اسوقت جو مشکلات پیش نہیں آئیں وہ اب کیوں آئیں گی سو
یاد رہے کہ نبی ایک والد کی طرح ہوتا ہے اور اسکی جماعت اسکی اولاد کی طرح
ہوتی ہے پس جیسا کسی شخص کے فوت ہونیکے بعد اسکے پس ماندگان کو
شروع شروع میں بہت سی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے ویسا ہی نبی کی وفات
کے بعد اسکی جماعت کا ایک خاص امتحان لیا جاتا ہے اور چونکہ ان پر ایک
نیا بوجھ آکر پڑتا ہے اس لیے اس کام کی درمیانی رکاوٹوں کا دور کرنا بھی جو

پہلے نبی کے ذمہ تھا اب اُنکے ذمہ پڑجاتا ہے۔ وہ بابرکت وجود جسکی وجہ سے وہ بہت سی بلاؤں سے بچ جاتے تھے وہ ان میں نہیں رہتا۔ اور وہ گریہ وزاری کی دعائیں اور وہ سوز وگداز کی پکار جو وہ ہر وقت کرتا تھا اب بند ہو جاتی ہے۔ اُسکے زمانہ میں دین کی کل خدمت اُسی کے ذمہ ہوتی ہے لیکن اُسکی وفات کے بعد وہ تمام قوم پر تقسیم ہو جاتی ہے اور ہر ایک شخص جماعت کے علاوہ بذاتِ خود اس کام کے کرنے کا ذمہ وار ہوتا ہے حضرت مسیح موعود کی زندگی پر نظر ڈالکر دیکھو کہ ہم نے اُنکے زمانہ میں کیا کیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر دین کی خدمت تھی وہ سب آپ ہی کرتے تھے۔ کیا مسلمان کیا عیسائی کیا آریہ کیا سکھ اور کیا یہودی تمام کے حملوں کا جواب آپ خود دیتے تھے اور جماعت کا اندرونی انتظام بھی آپ ہی کے سپرد تھا وہ کونسی خدمت تھی جو ہم بجا لاتے اور وہ کونسا کام تھا جو ہم نے کیا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد ہر ایک احمدی جماعت کے علاوہ بذات خود بھی اس کام کا ذمہ وار ہے پس اب اس کام کے کرنیکے لیے جس قدر گریہ وزاری کرنی ہوگی اور خدا کے حضور میں عاجزی دکھلانی ہوگی اور جوش واستقلال سے کام لینا ہوگا اسی طرح مختلف قسم کی تکالیف اور دکھ بھی برداشت کرنے ہونگے۔ پس اس زمانہ کو اس پہلے زمانہ کے مطابق سمجھنا ایک سخت غلطی ہے کیونکہ یہ ایک نیا دن ہے جو ہم پر چڑھا اور ایک نیا دکھ ہے جو ہم پر شروع ہوا اور ہر ایک دن اور ہر ایک زمانہ کی مصیبتیں اور دکھ نئے ہی پوشیدہ ہوتے ہیں پس جیسا کہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد ایک نیا کام ہمارے سپرد ہوا ہے ویسا ہی ہمیں ایک نئے جوش کے ساتھ اُسے شروع کرنا چاہیئے اور اُن تمام تکالیف کو اور غموں اور دکھوں اور دردوں کو جو اس راہ میں پیش آئیں برداشت کرنا چاہیئے اور وہ رکاوٹیں جو اس راہ میں حائل ہوں

انہیں دُور کرنا چاہیئے تاکہ ہم خدا کی حفاظت اور اُسکی رحمت کے حقدار ہوکر
اپنے مطلب میں کامیاب ہوں۔ اور اُس فرض کو جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے
لیے مقرر کیا ہے پورا کریں جیسے فرض کا لفظ اسجگہ اسلیے استعمال کیا ہے کہ
حضرت مسیح موعودؑ بیعت لیتے وقت ہر ایک شخص سے اقرار لیتے تھے کہ میں
دین کو دنیا پر مقدم کرونگا اور دوسرے آپنے اپنی وصیت میں ہر ایک
احمدی کا فرض مقرر کیا ہے کہ وہ اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھائے چنانچہ
آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین
کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو
نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد
پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جسکے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا
سو تم اُس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے
سے اور جبتک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد
ملکر کام کرو" سو یہ وہ عام فرض ہے جو حضرت اقدسؑ نے تمام احمدیوں کا مقرر
کیا ہے اور چونکہ تمام احمدیوں نے اس فرض کو پورا کرنیکا اقرار ایک دفعہ
حضرت مسیح موعودؑ اور دوسری دفعہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے ہاتھ پر کیا ہے
اسلیے انہیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وعدہ خلافی نہ ہو کیونکہ جو شخص وعدہ
خلافی کرتا ہے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً
یہ وہ عذاب ہے جو خلاف وعدہ کارروائی کرنیکے بدلہ میں خدائے تعالیٰ نے مقرر کیا ہے
پس کون بیوقوف ہے جو لعنت خدا کو اپنے پر وارد کرے اور اس سے بڑھکر کون
جاہل ہے جو اپنے آپ کو خود ہلاک کرے فرض اب میں بتا چکا ہوں کہ ہمنے کس

کام کے کرنیکا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ کیسا مشکل ہے اور اسکے پورا کرنیکے لیے سخت سے سخت مصیبتوں کا ہمیں سامنا کرنا پڑیگا۔ اور طرح طرح کے دکھ ہمیں برداشت کرنے پڑینگے۔ اور بہت سی تکالیف ہونگی جو ہمیں اٹھانی پڑینگی۔ اور اس کام کو چھوڑنا بھی ہمارے بس میں نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ ہمارا فرض مقرر کیا ہے اور اسکے نبی نے اسکی ہمیں وصیت کی ہے اور اسکے توڑنیکا عذاب قرآن شریف نے ہمیں بتا دیا ہے۔ پس اب ہمیں چاہیئے کہ ایک خاص جوش اور ایمان کے ساتھ اس کام کو چلائیں اور پورا کریں اور خدا سے مدد طلب کریں کہ اسکے فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تم یہ نہ سمجھو کہ ابھی ہماری جماعت قلیل ہے ہم دنیا کو کیونکر اپنی بات منوا سکتے ہیں بلکہ ہر وقت یہ مد نظر رکھو کہ خدا ظالم نہیں اُسنے تمہاری طاقتوں سے زیادہ کام تمہارے سپرد نہیں کیا جیسا کہ فرماتا ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا تو غرض ہم سے ہر ایک جو چھوٹا یا بڑا کمزور یا طاقتور سب کا فرض ہے کہ اس کام کی طرف ہمہ تن لگ جائیں چنانچہ قرآن شریف میں جہاں بڑی عمر کے لوگوں کیلئے بعض انبیاء کی مثالیں بیان کی ہیں ان نوجوانوں کیلئے بھی نظیریں دی ہیں تاکہ وہ کچھ عذر نہ کریں چنانچہ حضرت یوسفؑ نے بارہ برس کی عمر میں وہ کام کیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے پھر اسمٰعیلؑ ہے کہ جب انکی عمر قریباً دس سال کی تھی تو اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے انکو فرمایا بیٹے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں جسکو سنکر آپ نے بڑی دلیری سے فرمایا کہ خدا کی جو مرضی ہے کیجئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ حضرت اسمٰعیل نے اس چھوٹی سی عمر میں اپنی جان تک کی پروا نہیں کی اور فوراً خدا کی مرضی پوری کرنیکے لیے تیار ہو گئے۔

پھر حضرت داؤدؑ نے بارہ برس کی عمر میں وہ کام کیا کہ حیرت اور سکتہ ہوتا ہے پھر حضرت عیسیٰؑ نے بھی جو کچھ کام نامساعد اور تنگی گردونواح میں کیا وہ تینتیس برس کی عمر کے اندر ہی تھا ہمارے نبی کریمؐ نے بھی نوجوانی کی عمر میں حاجیوں کی خدمت اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لیے ایک انجمن بنا رکھی تھی یہ تو انبیاءؑ کا حال ہے دوسرے لوگوں میں بھی اسی قسم کی بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے نوجوانی کی عمر میں ہجرت کے وقت اپنی جان نبی کریمؐ کے بدلہ خطرہ میں ڈالکر ہمارے لیے ایک نیک نظیر قائم کر دی ہے اور آپ لوگوں میں سے بہت سے اس بات سے واقف ہونگے کہ بدر کی لڑائی میں چودہ چودہ برس کے دو لڑکے بھی شریک ہوئے تھے جنہوں نے ابوجہل جیسے کفار مکہ کے سردار کو پہچان کر جا پکڑا اور بوجہ ہتھیار کے پاس نہ ہونے کے ایک اور صحابی کی مدد سے اسکو قتل کیا۔ پس بیشمار نظیریں انبیاءؑ کی اصحاب کے تابعین کی ایسی مل سکتی ہیں کہ انہوں نے نوجوانی کی عمر میں اسلام کی خدمت کی اور اسکا روشن چہرہ دنیا کے سامنے کیا۔ پس کیا وجہ کہ آجکل کے نوجوان اس کام سے پہلو تہی کریں اور اپنی مشغولیت کا عذر کریں کیا پہلے لوگوں میں مشغولیت نہیں ہوتی تھی کیا وہ ہمیشہ فارغ تھے؟ نہیں انکو بھی کام ہوتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے مگر ہم سستی کرتے ہیں ورنہ ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں دو پیر ہیں دو آنکھیں ہیں دو کان ہیں ناک ہے اور منہ ہے جیسا کہ انکا تھا اور خدا نے ہمیں بھی انکی طرح دل دیا ہے کہ ہمت و استقلال سے کام کریں اور دماغ دیا ہے کہ تدبر و غور کریں۔ اور عقل دی ہے کہ سمجھیں اور فہم و ذکا دیا ہے کہ بات کی تہہ کو پہنچیں پس اگر ہم اپنی طاقتوں کو ضائع کریں اور برمحل استعمال نہ کریں اور عقل و فہم سے کام نہ لیں تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے اور ہم ہی اس کوتاہی کے ذمہ دار ہیں ہمارے پاس وہ سامان موجود ہیں جو پہلوں کے پاس نہ تھے اور دین کو پھیلانے کیلئے دیگر

ترقی کے اسباب مہیا ہیں کہ ہمارے بزرگ کے وقت تک نہ تھے پس ہم کیوں پیچھے رہیں۔ خدا نے ہمیں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر چلنے کا حکم دیا ہے پس ضرور تھا کہ وہ ہمیں بھی وہی طاقتیں اور قوتیں بخشتا سو اس نے اپنے فضل سے ہم کو وہ عنایت کی ہیں۔ ہاں اب یہ ہمارا فرض ہے کہ سستی اور کاہلی کو چھوڑیں اور اُس راستہ پر قدم ماریں جس پر ہم سے پہلے لوگ چلے۔ ہمارا پیارا مسیح اپنی وصیت میں فرماتا ہے کہ "تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کے منشا کے مطابق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو جاؤ گے" پس اے دوستو! جس کام کے کرنے کا ہم نے ارادہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر ہم نے وعدہ کیا ہے وہ کوئی ایسا مشکل ہے کہ آدم سے لیکر حضرت خاتم النبیین تک اور آپ سے لیکر حضرت مسیح موعودؑ تک تمام انبیاء و اولیاء کرتے رہے ہیں اور جنکی راہوں میں بڑے بڑے مصیبتوں کے پہاڑ روک بنے ہیں اور اس کام کے کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں انہیں برداشت کرنی پڑی ہیں لیکن پھر بھی ہمیشہ ان انبیاء کے ساتھ ایک جماعت چھوٹوں بڑوں عورتوں اور مردوں کی ہوئی ہے کہ جنہوں نے خدا کے منشاء کے ماتحت کام کیا ہے اور اسکو نبھایا ہے پس اب ہم میں سے ہر ایک کا جو چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا بڑھا ہو یا نوجوان فرض ہے کہ اس کام کو نیک نیتی سے پورا کرے اور خدا تعالیٰ سے انعام کا مستحق ہو ہمارا امام ہمیں وصیت کر گیا ہے کہ تمہاری طاقتیں بھی میری ہی طرح ہیں اگر کوشش اور ہمت کرو گے اور اپنی پاک طاقتوں کو ضائع نہ کرو گے تو تم بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے اور خدا تعالیٰ کی برگزیدہ جماعت میں داخل

ہو جاؤ گے پس ہمت کرو اور استقامت دکھاؤ اور استقلال سے کام لو تو وہ دن دور نہیں کہ خدا کی مدد تمہارے شامل حال ہو اور تم اس مقصد میں کامیاب ہو مگر یاد رکھو کہ حوادث زمانہ کا مقابلہ کرنا ضروری ہے اور خدا کے لیے دکھ اور تکلیفیں اٹھانی لازمی ہیں پس جب تم اس امتحان میں پاس ہو جاؤ تو خدا کہتا ہے کہ میری مدد اور رحمت تمہارے ساتھ ہوگی اور تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گے مگر جو لغزش کھائیگا اور بزدلی دکھائیگا اور وعدہ پر ثابت قدم نہ رہیگا وہ ہلاک ہوگا اور ضرور ہلاک ہوگا پس بڑھو کہ تمہارے لیے میدان خالی ہے تم نے وہ کیا ہے کہ دین اسلام کا چہرہ دنیا پر روشن کر کے ظاہر کر دو یہ کام بغیر ایک عظیم الشان مجاہدہ کے نہیں ہو سکتا پھر بھی خدا تمہیں اُمید دلاتا ہے کہ استقلال اور ہمت سے کام کرو تو میں خود تمہیں مدد دونگا میں اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی وصیت میں سے وہ حصہ تمہیں سناؤں جو میرے اس مضمون سے متعلق ہے اور جسمیں آپ نے ہمیں بشرط ہمت و استقلال کامیابی کی خوشخبری دی ہے اور وہ یہ ہے کہ " اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیے تلخی کی زندگی اختیار کرو وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے اگر تم صاف دل ہو کر اُسکی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا

خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اسکی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جسکو دل میں لگانا چاہیئے وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے انسان کو اس فضول سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ کچھ خدا کیلئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی

جو تمھارے گھر کی دیواروں میں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا اگر تمھاری زندگی اور تمھاری موت اور تمھاری ہریک حرکت اور تمھاری نرمی اور گرمی محض خدا کیلئے ہو جائیگی اور ہریک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کروگے اور تعلق کو نہیں توڑوگے بلکہ آگے قدم بڑھاؤگے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤگے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمھارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکوگے تو دیکھو میں خدا کی منشا کے موافق تمھیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤگے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ ہریک راہ نیکی کی اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمھیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہریک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اسکی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں انکے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں یہ مت خیال کرو کہ خدا تمھیں ضائع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہریک طرف سے اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمھاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں

صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اسکو جہنم تک پہنچائیگی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اسکے لیے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور انپر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کرینگی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اسکے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جنکا قدم صدق کا قدم ہے۔"

اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں وہ ترکیب بتائی ہے جس سے ہم اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ ہمت و استقلال سے کام میں چلتے اور خالص دین کی محبت پیدا کریں۔ نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے ایمان کو مضبوط کریں ہماری نرمی گرمی تلخی ترشی سب خدا کے لیے ہو اور ہر ایک کام جو ہم کریں وہ خدا کی رضا کو حاصل کرنیکے لیے ہو تکالیف کو اور مصیبتوں کو جو درمیان میں پیش آئیں برداشت کریں اور صبر سے کام لیں۔ اور نیکی اور تقویٰ ہر حالت میں ہمارے شامل حال ہو اور یہی وہ راہ ہے جس سے ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ پس چاہیے کہ اگر ہم اپنے مطلب میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان باتوں کا خیال رکھیں اور انپر عمل کریں۔

اب میں اس بات پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کی حالت کیا ہے اور ہمارے لیے کیا کیا کچھ کرنا ضروری ہے؟ سو یاد رکھنا چاہیے کہ انبیائے کرام کی

پیشگوئیوں اور آنحضرتؐ کے فرمودہ کے مطابق یہ زمانہ سب سے بُرا زمانہ ہے کیونکہ لوگ ہدایت کو چھوڑ کر ظلمت و گمراہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جدھر دیکھو دنیا طلبی کے منصوبے ہو رہے ہیں سب دیکھو مال و زر کا دلدادہ ہے ایشیا یورپ افریقہ اور امریکہ کوئی بر اعظم نہیں جو اس بیماری سے بچا ہوا ہو۔ ہر ایک جگہ کے باشندے اسی فکر میں ہیں کہ دولت خواہ جائز طریقوں سے یا ناجائز سے چھوٹے بڑے بچے بوڑھے کمزور طاقتور جاہل عالم بے قوت یا زور آور سب کو یہی ایک دُھن ہے اور کسی طرف نظر نہیں۔ مذہب ایک ڈھکوسلا سمجھا جا رہا ہے دین ایک فضول چیز خیال کیا جاتا ہے خدا اور اسکے رسولوں سے ہنسی کی جاتی ہے اور کتب الٰہیہ کی حقارت کیجاتی ہے اگر کسی فرقہ میں دین کا چرچا ہے بھی تو وہ بھی دنیا کے کمانے میں ایک آڑ کا کام دے رہا ہے دنیا دین پر مقدم کی گئی ہے اور دین کو بالکل بھلا دیا گیا ہے خدا کا حق ادا نہیں کیا جاتا اور مخلوق پر بیجا ظلم ہو رہے ہیں وہ جو خالق تھا اُسے مخلوق کے پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ جو رزاق تھا اُسے رزق کے پیچھے بھلا دیا گیا ہے بدیوں کا ایک طوفان ہے جو اُمڈا چلا آتا ہے اور شرارتوں کی ایک آندھی ہے جو دلوں کو تاریک کر رہی ہے آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھا نہیں جاتا کان ہیں مگر اُن سے سُنا نہیں جاتا زبان ہے مگر اُس سے کام نہیں لیا جاتا دل تو ہیں مگر زنگ آلودہ عقلیں تو ہیں مگر فرسودہ دنیا کو خدا کا شریک قرار دیا گیا ہے اور قیامت پر ایمان نہیں رہا ہر ایک شخص یہی خیال کرتا ہے کہ دنیا کے سوا اور کوئی عالم نہیں جو کچھ نیکی بدی ہے یہیں ہے اور آئندہ کوئی پُرسش نہیں۔ اسکے علاوہ انسان کی پرستش اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ الامان دنیا میں قریباً چالیس کروڑ انسان ایک کمزور مخلوق کو خدا بنائے بیٹھا ہے کروڑوں روپیہ سالانہ اسکی اشاعت

کے لیے خرچ کیا جاتا ہے کہ خدا پرستوں کو دنیا کی اوج دیکر انسان پرست بنایا
جائے لاکھوں روپے گرجوں پر برباد کیے جاتے ہیں تو لاکھوں پادریوں پر
ہزار ہا کتابیں اور اشتہار لاکھوں تعداد میں ہر سال مریم کے بیٹے کی خدائی منوانے
کے لیے جہلا میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اس زور شور سے جاری
ہے کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ
الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (نعوذ باللہ) عقل
سے بعید ہو یا انسان اس مسئلہ کو سمجھ نہ سکے کہ خدا کے اس بیٹے کے کیا معنے
مگر ہر حال اس جھوٹے عقیدہ کا آجکل اسقدر زور شور ہے کہ لاکھوں انسان
گمراہ ہو گئے ہیں اور جو پشت ہا پشت سے مسلمان کہلاتے تھے آج دیکھ
دیکھ سے عیسائی ہو گئے ہیں ان اولیا کی اولاد جنہوں نے دنیا میں خدائے
واحد کی پرستش پھیلائی تھی آج مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا بنا رہی ہے غرضکہ
دنیا کی بابت خدا کی ذات میں شرک اور دہریت کے خیالات نے دنیا اور
اہل دنیا کو تاریک کر رکھا ہے اور ان گناہوں کی وجہ سے ہر قسم کے گناہوں کا
ایک سیلاب آرہا ہے جس میں انسان غوطہ کھا رہا ہے۔ فسق و فجور کی کثرت
ہے تو جھوٹ اور فریب کی زیادتی کسی کو کبر و نخوت گھن کی طرح کھا رہے ہیں
تو کسی کو بے حیائی و بے شرمی نے تباہ کر رکھا ہے کوئی شہوات نفسانی کے
پنجہ میں گرفتار ہے تو کوئی خواہشات شیطانی کے قبضہ میں ہے غرض
بدی بدکاری نفس پرستی خودی خود بینی حسد بغض کینہ بدخواہی بیجا دشمنی
بدگمانی افترا پردازی ظلم جور تعدی بے ادبی گستاخی بدخلقی تنگ نظری تحقیر تمسخر
ہنسی چغل خوری بدگوئی غیبت ریا۔ فریب بازی بخل بغاوت اور اسی قسم
کے ہزاروں گناہ ہیں جو دنیا میں پھیل رہے ہیں اور اہل دنیا بالکل بے خبر سو رہے

ہیں اور نہیں جانتے کہ ہم امراض مہلکہ میں مبتلا ہیں۔ اور سخت تعجب کی بات
ہے کہ باوجود اسقدر گناہوں اور بدکاریوں کے ایک دنیا ہے کہ اسلام جیسے
پاک مذہب پر حملہ کر رہی ہے ہر ایک مذہب کا تیغ اسلام کی طرف پھرا ہوا ہے
اور ہر ایک چاہتا ہے کہ کسی طرح اسے ہلاک کر دے۔ اسلام کے خدا کو جو کل
نیک صفات سے متصف ہے اور کل طاقتیں اُسمیں پائی جاتی ہیں جو ازلی ابدی
خدا ہے جو خالق ہے کل اشیاء کا جو مالک ہے ہر ایک ذرہ ذرہ کا جو رازق
ہے ہر ایک چیز کا جو واحد ہے جو قادر مطلق ہے جسکا نہ کوئی بیٹا نہ باپ کوئی
اور شریک۔ بُرا کہا جاتا ہے اور اُسی حقیقی معبود کے مقابلہ میں جھوٹے اور
خود ساختہ معبود پیش کیے جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ جیسے پاک انسان اور
خاتم النبیین کو جو کل نبیوں کا سردار ہے اور جسکا رتبہ کل مخلوق سے بڑا ہے
جو مظہر ہے شان خدائی کا جسکے لیے زمین و آسمان پیدا کیا گیا۔ جسپر خدا تعالیٰ
نے کمالات نبوت کو پورا کیا اور جسپر اعلیٰ اور مکمل دین نازل ہوا اور جسپر قرآن
شریف جیسی جامع علوم کتاب اُتری ایسی گندی گالیاں دیجاتی ہیں اور ایسے
بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے کہ سُنکر دل کانپ جاتا ہے۔ کوئی بُرا لفظ نہیں
جو بدبخت انسانوں نے اُسکے لیے استعمال نہ کیا ہو کوئی گالی نہیں جو نہ
دیگئی ہو کوئی تہمت نہیں جو اُسپر نہ لگائی گئی ہو۔ وہ خیر البریہ نعوذ باللہ ایک
ادنیٰ آدمی قرار دیا گیا جسنے کوئی گناہ دنیا کا نہیں چھوڑا اور وہ پاک وجود
جس نے بدی اور بدکاری کا بیج دنیا سے نکال باہر کیا اُسے گناہوں کا پھیلانے
والا سمجھا گیا وہ جس کے رحم کی کوئی حد نہیں جسکی مہربانیوں نے عرب کے
وحشیوں کو رام کر لیا اُسے ظالم اور سخت گیر کہا جاتا ہے اور وہ جس نے دنیا
میں علوم و فنون کا خزانہ کھولدیا نعوذ باللہ جہالت کا شائع کنندہ سمجھا جاتا ہے

قرآن پاک پر حملے کئے جاتے ہیں اور اسلام کی طرف برائیاں منسوب کی جاتی ہیں۔ دن رات یہی کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح اسلام کو ہلاک کیا جائے اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے جان و مال سے قول و فعل سے اسلام کو ہلاک کرنیکی تدبیریں کی جاتی ہیں اسلام اور مسلمانوں کی ہلاکت کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ اور یہی ایک طرف اسلام کو ضعف پہنچانیکے لئے لگے ہوئے ہیں تو دوسری طرف یہ وہ حالت ہے جو اسوقت تمام دنیا میں اسلام کی ہو رہی ہے مذاہب کی ایک کشتی ہے جو اسوقت ہو رہی ہے اور ہر ایک مذہب تمام دوسرے مذاہب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے مگر مسلمان ہیں کہ بالکل خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں دنیا میں تمام مذاہب شرک کی تعلیم دیتے ہیں صرف یہی مذہب ہے جو توحید باری کا سبق دیتا ہے مگر اسکے پیرو بالکل بے پروا ہیں شرک نے توحید پر فتح پائی ہے اور کفر ایمان پر غالب ہے۔ ایک تو اسلام میں اندرونی دشمن ہی بہت سے پیدا ہوئے ہیں جو ہر قسم کے گناہوں کے مرتکب ہیں اور بیرونی دشمنوں نے رہا سہا زور بھی توڑ دیا حضرت مسیح موعود نے خدا کے فضل سے مامور ہو کر تمام مذاہب باطلہ کا رد کیا اور اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا رد کیا اور انہیں ہلاک کیا تیرہ سو سال کے بعد پھر اسلام اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ عیسائیت آریہ مت سکھ مذہب برہمو سماج یہودیت دہریت۔ ان تمام کے عقائد باطلہ کو توڑ کر رکھدیا اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک سچا اور پاک مذہب ہے۔ اسلام اور قرآن کی وہ خوبیاں بتائیں کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور اعدا نے دل ہار دیئے۔ اب خدا کے فضل سے کوئی نہیں جو آپکی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کر کے ان مذاہب کے مقابلہ میں نیچا دیکھے اب ہمارا یہ فرض ہے کہ کل مصالحہ تیار ہے اس سے عمارت کھڑی کر دیں جس

کام کو حضرت مسیح موعودؑ نے شروع کیا تھا اُسے ہم پورا کریں۔ جہاں جہاں مسلمان پائے جاتے ہیں ہم اُنکی کمزوریوں کے دُور کرنیکی کوشش کریں۔ اور دنیا کے ہر گوشہ میں نکلکر اسلام کی خوبیاں بتائیں اور اُسکا چہرہ روشن کریں۔ ہمارا یہ عہد کرنا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے کام میں حتی الوسع مدد دینگے اور خدا کی پکار کا جواب دینگے۔ اور خدائے تعالےٰ جو اسوقت دنیا میں چاروں طرف اسلام کا بول بالا کرنا چاہتا ہے ہم بھی اُسکی مدد سے اس کام کو کرینگے۔ ہمارا ہر ایک کام خدا کے لیے ہوگا۔ ہمارا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا کھانا پینا کسی کام کا ارادہ کرنا یا کوئی کام شروع کرنا سب اُسی کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ یہی وقت ہے کہ ہم اس کام کو پورے زور سے شروع کریں اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں کامیابی عطا کرے۔ ایک ادنیٰ ہنر کے سیکھنے یا سکھانے کے لیے ہمیں برسوں کوشش کرنی پڑتی ہے اور بڑی عرق ریزی کرنی پڑتی ہے تب جاکر اصل مدعا حاصل ہوتا ہے تو اسقدر بڑے کام کو شروع کرکے اگر ہم یہ چاہیں کہ چند دن یا مہینہ میں ختم ہو جائے تو یہ بعید از عقل بات ہے۔ اسوقت ہر ایک جگہ دنیا دین پر مقدم کی گئی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرکے دکھا دیں اور ایسا اثر کریں کہ ہر جگہ دین ہی مقدم کیا جائے جو کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں نیکوں کی اور شیطان کی آخری جنگ ہوگی اور شیطان اپنی کل فوجوں کے ساتھ حملہ کریگا اور اپنی ساری طاقت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں خرچ کریگا اور ہر ایک ذریعہ اُسکے برخلاف استعمال کریگا اور سب فریب جو وہ جانتا ہے کام میں لائیگا پس ایسے موقعہ پر مقابلہ بھی سخت ہونا چاہیئے اسلام کو پھیلانا معمولی بات نہیں ہمیں اپنا پورا زور خرچ کرنا ہوگا اور عاجزی سے اور الحاح

سے خدا کے حضور میں دعا کرنی ہوگی کہ وہ ہمیں کامیاب کرے۔ دیکھو حضرت مسیح موعود اس مقابلہ کے بارہ میں اپنی کتاب نصرت الحق میں لکھتے ہیں کہ

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر — کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار
کونسی آنکھیں جو اسکو دیکھکر روتی نہیں — کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج — اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک — کیا یہ شمس الدین نہاں ہو جائیگا اب کی بار
جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا — دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار
ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر — کر گئے وہ سب دعائیں بادو چشم اشکبار
اے خدا شیطاں پہ مجھکو فتح دے رحمت کے ساتھ — وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھکر ہے جنگِ روس اور جاپان سے — میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچکر — اے مری جاں کی پنہ فوجِ ملائک کو اتار
بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں — غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار
لشکرِ شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھر گیا — بات مشکل ہو گئی قدرت دکھلا اے مرے یار

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کسقدر زور لگا رہا ہے کہ اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر نہ ہو پس اسکے لئے ضروری ہے کہ ہم اول تو اپنے دلوں کو صاف کریں ہر ایک احمدی اپنے اندر ایک خاص امتیاز رکھتا ہو جو اسے دوسروں سے ممتاز کرے۔ ہمارے اندر نیکی کا بیج بویا جائے۔ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور سوائے خدا کے اور کسی سے نہ ڈریں تقویٰ زہد ورع اور نیکی ہمارے ہر کام میں پائی جائے۔ اسلام کی محبت دلوں میں جاگزین ہو خدا کا شریک کسی کو نہ قرار دیں نہ قولاً نہ فعلاً۔ ہر ایک کام خدا کے لئے ہو۔ اور اسکے ارادہ کے ماتحت ہمارے ارادے ہوں اور جو اسکی مرضی ہو وہ ہماری مرضی ہو۔ غرضیکہ ہمارا نفس ہماری جان

ہماری خواہشات ہماری آرزوئیں سب دنیا کے لئے ہیں اور ہم ایسے ہو جائیں گویا کہ نہیں ہیں ہم ایک بیجان وجود کی طرح ہوں جو بغیر کسی کے ہلانے کے ہل بھی نہیں سکتا۔ ہر وقت ہمیں اپنی نیکی اور دوسروں کی بھلائی کی فکر ہو ہمارا اخلاق ہمارے عادات ہمارا چال چلن ہماری رفتار ہماری گفتار نیک ہوں تکبر و نخوت خودی و خود پسندی۔ حرص و آز لالچ اور دنیا طلبی ہم میں باقی نہ جائیں غرضکہ اس کام کو کرنیکے لیئے اول ضروری بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے نفسوں کو ٹھیک کریں اور نیکی اور تقوی اختیار کریں کیونکہ واعظ بے عمل کی بات اثر نہیں کرتی۔ اور وہ جو کہتا ہے اور کرتا نہیں اسکی بات رائیگاں جاتی ہے۔ پھر بھی اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ لکھا ہے کہ اگر کسی کی بات سے کوئی شخص ہدایت پا جائے تو اس ہدایت پانیوالے کے اعمال کے ثواب کا ایک حصہ ناصح کو بھی ملتا ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے دوستوں کو آشناؤں کو واقفوں کو رشتہ داروں کو ہر وقت یا جب کبھی مناسب موقعہ ہو نصیحت کرتے رہیں۔ اور انہیں نیکی اور تقوی کی ترغیب دیتے رہیں۔ پھر ہمیں ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کرنا چاہیئے ایک دوسرے کے لیئے دعائیں کرنے سے بہت فوائد میسر آتے۔ اور بہت سی مشکلات حل ہوتی ہیں اور بہت سے مطلب پورے ہوتے ہیں دعا ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے سخت سے سخت مشکل کام انجام کو پہنچتا ہے اور جسکو انسان ناممکن سمجھتا ہے وہ ممکن ہو جاتا ہے اور وہ جسکے لیئے دنیا کے سامان اور اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور امید ساتھ چھوڑ دیتی ہے دعا اسے کامیاب کر دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ دعا اپنی حد کو پہنچ جائے پھر ہمیں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنی چاہیئے کیونکہ ہمدردی سے بھی بہت سے کام نکل آتے ہیں ہمدرد انسان جو کام شروع کرتا ہے اس میں خدا کے فضل سے

کامیاب ہوتا ہے کیونکہ کامل ہمدردی کامل احساس سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب انسان
میں قوت احساس پوری ہوتی ہے تو وہ دوسرے انسان کی تکلیف کو یا راحت کو
محسوس کر یا غیر کو اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے اور جو شخص کسی اور کی تکلیف یا راحت کا
احساس کرتا ہے وہ اپنے کام کی اہمیت کو اور زیادہ سمجھ سکے گا پس ہمیں ہمدردی
کی قوت پیدا کرنی چاہیے تاکہ ہم میں اپنے کاموں کا احساس پیدا ہو اور احساس سے
جوش اور عقیدت - پھر ایک اور بات ہے جس سے ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی ہو سکتی
ہے وہ یہ ہے کہ جو نیک ارادہ ہمارے دل میں پیدا ہو فوراً اسکو پورا کریں کیونکہ
اس سے نیکی کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور نیکیاں کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور
جسقدر نیکیاں ہوں اُسیقدر بدی کا قلع قمع ہوتا ہے اگر کسی شخص کے دل میں کوئی
تجویز اسلام کی خدمت کی سوجھے اور وہ اس بات کا منتظر ہے کہ پھر کبھی کرلیگا
تو ممکن ہے آئندہ زمانہ میں وہ اسباب مہیا نہ ہوں یا وہ بات ہی یاد نہ رہے یا وہ
دل ہی نہ رہے کیونکہ دل خدا کے اختیار میں ہیں وہ جس طرف چاہے پھیر دے
پس ہر وقت نیکیاں کرنے پر تیار رہنا چاہیے۔ پھر جوش و استقلال کا مادہ پیدا کرنا
چاہیے اور اس سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ جوش و استقلال کے بغیر کوئی کام نہیں
ہو سکتا جب انسان کے دل میں ایک بات کے کرنیکا جوش ہی نہیں تو وہ اسے
بے فائدہ سمجھکر یا تو چھوڑ دیگا یا آئندہ کے زمانوں پر ٹالتا جائیگا اور اگر جوش بھی
ہوگا تو استقلال کے بغیر کسی کام کا نہیں کیونکہ ایک کام کچھ مدت کرکے چھوڑ دینے
سے بہتر ہے کہ وہ کیا ہی نہ جائے۔ پھر قرآن و حدیث سے آگاہی ہونی چاہیے کیونکہ
قرآن شریف علوم الٰہیہ کا سرچشمہ ہے جو اس سے ناواقف ہے وہ نہ تو خود علوم
الٰہیہ سے واقف ہو سکتا ہے نہ دوسروں کو واقف کر سکتا ہے پھر حدیث بھی
ان کی تشریح کرتی ہے جو کہ قرآن شریف میں مجملاً تحریر ہیں اسکے بعد صرف

اقدسؑ کی تحریروں سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے کیونکہ وہ کتابیں خدا کے
ارادہ کے ماتحت اسی غرض سے لکھی گئی ہیں کہ تا دین اسلام کا روشن چہرہ دنیا
پر ظاہر ہو پس وہ کام جو خدا کے ارادہ کے ماتحت ہو وہ انسانی منصوبے
بہت بہتر ہے پس جبکہ ہم نے بھی وہی کام شروع کیا ہے تو چاہیئے کہ ہم
اُس علوم کے ذخیرہ سے اچھی طرح سے واقف ہوں اور ہر ایک بات جو انہیں
تحریر ہے ہمارے ذہن میں موجود ہو تاکہ ہمارے مقصد میں کامیابی ہو پھر ساتھ
ساتھ ساتھ جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے علم اور خوش اخلاق ہو
کیونکہ اس کے بغیر انسان کو تبلیغ دین کا موقعہ نہیں مل سکتا چنانچہ قرآن شریف
میں ہے کہ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ یعنی اپنے گال لوگوں کے
لیئے نہ پھلا یعنی اُن سے بد خلقی سے پیش نہ آ۔ پھر صبر کرنا بھی تبلیغ دین
کے لیئے ضروری ہے کیونکہ جب تک مصیبتوں کی برداشت نہ ہو اور
آزمائشوں پر صبر نہ ہو تو کامیابی مشکل تو کیا محال ہے جیسا کہ میں اوپر
ثابت کر آیا ہوں پھر چاہیئے کہ ہم تحریر و تقریر میں پورے مشاق ہوں کیونکہ
جب تک ہم اپنے خیالات کا اظہار اچھی طرح سے نہ کر سکیں تب تک کس طرح
سے تبلیغ دین کر سکتے ہیں۔ پھر آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا بھی
ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے کیونکہ جو کام جماعت سے ہو سکتے ہیں۔
وہ اکیلے اکیلے نہیں ہو سکتے اب میں مضمون کو ختم کر چکا ہوں اور چاہتا
ہوں کہ آپ لوگ سب ملکر شیطانی چیزوں کا بائیکاٹ کریں ہندوستان
میں بہت لوگ سودیشی اور بائیکاٹ کے راگ گا رہے ہیں اور سوراجیہ
کی خواہشیں بہتوں کے دلوں میں ولولہ پیدا کر رہی ہیں مگر ہم کو ان دنیاوی
سلطنتوں سے کوئی تعلق نہیں یہ جنکا حق ہے انکو مبارک ہوں ہم بھی حضرت

مسیح موعودؑ کی طرح یہی کہتے ہیں کہ آج گورنمنٹ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام ہمیں دین کی ترقی کی ضرورت ہے دین تباہ ہو رہا ہے ہم دنیا کو کیا کریں تمام انسان دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس چند روزہ زندگی کے لئے خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اور شیطان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اُسکی فرمانبرداری کرتے ہیں اُسکے خیالات پر چلتے ہیں ہمارے لئے میدان خالی ہے یہ وقت ہے کہ ہم دین کی مدد کر کے خدا سے وعدے کے امیدوار ہوں پس چاہیئے کہ ہم بھی اسوقت تمام شیطانی اعمال کو بائیکاٹ کریں ہماری سلطنت خدا کی اطاعت ہے یہی ہماری خوشی ہے شیطانی تصرف سے ہمارا دین تباہ ہو رہا ہے اس لئے اب وہی سودیشی کا نسخہ ہمیں بھی استعمال کرنا چاہیئے جبتک کہ شیطانی چیزوں کا بائیکاٹ ہم اچھی طرح نہ کرینگے اسوقت تک کامیابی محال ہے دیکھو دیکھو لوگ دنیا کے پیچھے اپنی جان و مال کی پروا نہیں کرتے تو کیا یہ ہمارے لئے شرم کا موجب نہیں کہ ہم دین کے لئے کچھ کام کرنے سے ہچکچائیں یہ موقعہ ہے چاہیئے کہ ہم اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ خدا نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہم میں سے مسیح کو پیدا کیا اور ہمارے ملک کو اس سے بابرکت کیا اگر وہ چاہتا تو فارس یا عرب میں اسے پیدا کرتا کیونکہ وہ اسلامی ممالک ہیں لیکن اس نے اپنے فضل سے ہمیں اپنے لئے چن لیا پس ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی اپنے آپ کو اس کام کے لائق ثابت کریں وقت گذرتا جاتا ہے اور ایک ایک لمحہ ایسا قیمتی ہے کہ پھر اس کا ملنا محال ہے خدا کا نبی ہم میں آیا اور گذر بھی گیا۔ لیکن ہم نے کوئی ایسی تبدیلی نہیں کی۔ صحابہ کے کارنامے ہمارے لئے نظیر ہیں چاہیئے کہ جو وقت باقی رہ گیا ہے اس میں ہم انکی پیروی کر کے ثواب دارین حاصل کریں ورنہ وقت سے

گذر جانے پر ہزار حسرت بھی یہ زمانہ واپس نہ آئیگا۔ اور بجائے ثواب کے الٹا عذاب ہوگا پس اے میرے دوستو! یہ وقت ہے کہ ہم کچھ کریں اور دین کی خدمت میں کچھ حصہ لیں کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور موت ہر دم قریب ہو رہی ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ایک وعدہ کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرینگے اور دین اسلام کو پھیلائینگے اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کے ہاتھ پر اس وعدہ کو دوہرایا اگر اب ہم سستی کرینگے تو وہ وعدہ خلافی ہوگی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ بیعت کی نسبت فرمایا ہے کہ "جب کوئی اس عہد اور اقرار کو توڑیگا تو پھر عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھہرایا جاتا ہے اور سزا کے لائق ہے" (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء)
اب اس دعا پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اپنی غریب نوازی سے کام لے کر اپنے خاص فضل سے احمدیوں کو توفیق دے کہ ہم نے جو عہد کئے ہیں انکو پورا کریں اور دین اسلام کے پھیلانے کا کام جو ہم نے شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(مرزا محمود احمد)

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم بحر سخا کچھ تو ادھر بھی

دنیا میں ایسے آدمیوں کی تعداد بکثرت موجود ہے جنکو تخیل بھی ہرگز نہیں کہ

جا سکتا کہ دوزخیں درود بھی ضرور پڑھا ہو لیکن ساتھ ہی تنگ ظرف اور تنگدل بھی ہوتے ہیں وسعت قلب علاوہ حوصلہ نہ ہونے کے باعث وہ ضرورتمندوں اور مانگنے والوں کی کثرت کو سکون قلب اور تحمل کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ دنیا میں پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہیں اسلئے بہت زیادہ ممکن ہے کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے پست خیال شخصوں کی کوئی تعداد موجود ہو جو یہ کہتے ہوں کہ ہم کہاں تک چندے ادا کریں ایک دو نہیں بیسیوں ضرورتیں اسلسلہ کے متعلق آئے دن پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ہم سے روز نت نئے چندے طلب کئے جاتے ہیں پس ایسا کہنے والے ہرگز یا فلاح دارین کو بے حقیقت اور نصرت الٰہیہ کو کم قیمت سمجھتے ہیں ہرگز میرے مخاطب نہیں اور ایسے پست ہمتوں کی جانب ہرگز میرا روئے سخن نہیں۔ میں اپنے اُن بہادر و باہمت خدا کے نیک بندوں اور پیارے بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہوں جن میں اکثر متوسط الحال اور غربا شامل ہیں کہ وہ اپنے گاڑھے پسینے بہا کر حاصل کی ہوئی کمائی میں سے جس طرح اور بہت سی دینی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ہمت دکھاتے ہیں اسی طرح اپنے قومی صدر مقام دارالامان کی لائبریری یعنی دارالکتب احمدیہ کا بھی خیال رکھیں اور جب وہ کبھی ادھر توجہ کرنے پر آئیں تو پھر ادھر بھی ایک نگاہ ڈالیں کہ دارالکتب کیسی ضروری چیز ہے اور قوم کو اسکے شاندار بنانے کی کسقدر ضرورت ہے۔ یہ بات ایک مستقل رسالہ میں بیان کیجا سکتی ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین یعنی الدّین نے دارالکتب احمدیہ کو اپنا شاندار کتب خانہ عطا فرمایا ہے۔ ایک معقول حصہ حضرت امیر کے کتب خانہ کا لائبریری کے مکان میں آ چکا ہے لیکن مکان اور الماریوں کے نہ ہونے کی باعث اب وہ حضرت امیر کے کتب خانہ پر قبضہ کیا جا سکتا ہے نہ حضرت نواب صاحب سے عرض کرنیکا موقع ہے کہ وہ حسب وعدہ اپنا کتب خانہ دارالکتب کو عطا فرماویں۔ مکان الماریاں وغیرہ سامان کیلئے جس کی ضرورت ہے روپیہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور فراہم ہو جائیگا۔ دیکھئے کون کون سی قوم

جو اہل دارین کی بہبودی کی پیاسی روحیں ہیں جو اس سعادت کو اپنا حصہ بناتی ہیں۔ دار الکتب کا ہر قسم کا روپیہ صاحبزادہ صاحب ایڈیٹر تشحیذ الاذہان کے نام آنا چاہئے کوئی

دارالکتب کے متعلق دریافت طلب بات ہو تو اس عاجز سے دریافت کریں۔ والسلام

(راقم اکبر شاہ خان نائب افسر دار الکتب احمدیہ قادیان)

انجمن تشحیذ الاذہان کے اغراض و مقاصد
اور ضروری قواعد وغیرہ

(۱) اس انجمن کی غرض یہ ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تقریر و تحریر میں مشاق بنایا جاوے۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے الف۔ پندرہ روزہ جلسے کئے جاویں۔ ب۔ ممبران کو بار بار تحریک کیجاوے کہ وہ مضامین لکھیں جو رسالہ تشحیذ الاذہان میں جو اس انجمن کے ماتحت ماہوار نکلتا ہے۔ درج کئے جاویں۔

(۲) ہر ایک احمدی نوجوان اس انجمن کا ممبر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسکی عمر ۱۸ سے ۲۵ سال کے اندر اندر ہو۔

نوٹ۔ جو احباب ۲۵ سال سے زائد عمر کے ہوں۔ وہ اسکے معاون بن سکتے ہیں

(۳) ہر ایک ممبر کو ۴؍ ماہوار چندہ دینا پڑیگا۔ اور اس میں رسالہ مفت دیا جائیگا

(۴) ہر ایک ممبر کیلئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ کبھی کبھی رسالہ کیلئے مضمون لکھے

(۵) ہر ایک ممبر کو جو قادیان میں رہتے ہیں۔ پندرہ روزہ جلسوں میں لیکچر دینے ہوں گے۔ اور جو بیرونی ممبر ہیں۔ وہ اگر کسی جلسہ کے موقعہ پر تشریف لائیں۔ تو انکو بھی لیکچر دینا ہوگا۔

نوٹ۔ قاعدہ ۳، ۴، ۵ جیسا کہ ممبروں کے لیے ضروری ہے۔ ویسا ہی معاونوں کے لیے ضروری ہے۔

رسید زر بابت ماہ جمادی الاول

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

Digitized by Khilafat Library

۱۱۹ مولوی سکندر علی صاحب قیمت رسالہ عگار
۵۹۵ محمد عبد اللہ صاحب ؍ عہ
صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب چندہ ممبری عگار

۲۳۱- نذیر محمد صاحب چپڑاسی قیمت رسالہ عگار
۴۰۱- امام بخش صاحب ؍ پہر
۲۸۳- کریم بخش صاحب ؍ عگار
۳۰۰- سید بورے شاہ صاحب ؍ عہ
۴۸۵- عزیز بخش صاحب ؍ عگار
۳۹۴- چودھری پیرانداز صاحب ؍ عگار
۱۹۷- حافظ غلام رسول صاحب ؍ عگار

محاسب

بقایا داران

جن اصحاب نے ابتک رسالہ تشحیذ الاذہان کی قیمت ادا نہیں کی یا جنکی طرف سابقہ بقایا ہے وہ مہربانی کرکے بہت جلد فرماویں ورنہ وی پی ارسال ہوگی۔ (مینجر)

(مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپا۔)

جلد ۴ — نمبر ۷

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے [illegible] روپیہ اور طلباء سے [illegible] ایک روپیہ آٹھ آنہ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ رجب ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اگست ۱۹۰۹ء

محمد بن قاسم فاتح ہند ۲۴۵ / ۲۶۳ — اکبر شاہ خاں صاحب

بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے ۲۶۴-۲۶۸ — مینیجر (اقتباس از الحکم)

قرآن شریف اور بائبل ۲۶۹ / ۲۸۴ — حافظ عبد الرحیم

ہائی سکول — ریویو — مینیجر

باجازت حافظ عبد الرحیم صاحب باہتمام مرزا برکت علی صاحب مینیجر [illegible] قادیان [illegible]

التماس

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مع صاحبزادہ صاحب میرزا بشیر احمد صاحب۔ میر محمد اسحٰق صاحب و مولٰنا سید سرور شاہ صاحب سیر کے لیے سری نگر کشمیر تشریف لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب جلد اپنے سیر و سیاحت سے ناظرین رسالہ کو مسرور فرمائیں گے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان مورخہ ۱۵- جولائی ۱۹۰۸ء سے بوجہ تعطیلات موسم گرما ڈیڑھ ماہ کے لیے بند ہے۔ اکثر اصحاب اپنے اپنے مکان پر تشریف لے گئے ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اس رسالہ کیلیے خریدار مہیا کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

حافظ عبد الرحیم صاحب مینیجر رسالہ ہذا بوجہ علالت طبع کے ڈیڑھ ماہ کی رخصت لیکر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔ باوجود بیمار ہونیکے خریدار پیدا کرنیکے لیے کوشاں ہیں۔ رسالہ کی ترقی کا انکو خاص طور پر فکر رہتا ہے جزاہ اللہ احسن الجزا۔ خدا کرے کہ دیگر احباب کے دلوں میں بھی اس رسالہ کی نشو و نما کا جوش پیدا ہو مبمران رسالہ سے ایک عرض۔ برادران چونکہ یہ رسالہ محض اسواسطے جاری کیا گیا ہے کہ نوجوان سلسلہ قلم کے ذریعے اپنے پاک مذہب مذہب اسلام کی اشاعت دنیا میں کریں۔ لہذا میں ان صاحبان سے جو کہ قلم اٹھانیمیں دریغ کرتے ہیں ملتمس ہوں۔ کہ خدا کے کام ہو کر ہی رہتے ہیں۔ مگر مبارک ہیں وہی لوگ جو کہ ایسے وقت میں مدد دیتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر اجر پالیتے ہیں اگر آپ لوگ سستی دکھائیں گے۔ تو وہ ذات کریم اور بہتیرے اصحاب پیدا کر دیگا جو اسکے دین کی نصرت کرینگے اور ہر طرح کے انکے وارث ہوں گے۔

بلغت این برزخ باد و بنت لعلی مدد بہ قطرۂ آسمان است این ہر حالت شود پیدا

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محمد بن قاسم فاتح ہند

خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب سے اکثر ناظرین واقف ہونگے کیونکہ آپ [illegible] کے نائب افسر ہیں اور [illegible] کے متعلق آپ کے بعض مضامین رسالہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور آپ تشحیذ الاذہان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہیں۔ آپنے ناظرین تشحیذ الاذہان کو پہلے پہل ایک تاریخی مضمون سے دعوت دی ہے جس سے ناظرین بہت محظوظ ہونگے۔ اس مضمون کو ذیل میں شائع کرکے ناظرین کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کو خاص توجہ سے پڑھا جاوے۔ اس مختصر مضمون سے مندرجہ ذیل امور پر بہت اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ مسلمان فاتحوں نے ہندو مفتوحین سے کیسے کیسے سلوک کئے۔

۲۔ مسلمانوں نے کس طرح ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ حتیٰ کہ خزانہ کی کنجیاں تک انکے حوالہ کردیں۔

۳۔ مسلمانوں کو اپنے افسروں کی کیسی اطاعت کرنی چاہیے۔

۴۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے سلوک کے عوض میں انکے کیسی غداری کی۔ اور بھلائی کا بدلہ بدی سے دیا۔ ایڈیٹر

دنیا کے مشہور و نامور فتحمندوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت خالد بن ولید۔ سعد بن وقاص۔ ابوعبیدہ ابن جراح یا تیمور و نادر

وغیرہ کے نام جس طرح مشہور ہیں۔ اسی طرح طارق اور محمد بن قاسم کے نام بھی آسمان شہرت
کے ستارے بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ طارق اور محمد بن قاسم دونوں کے نام ساتھ
ساتھ اسواسطے بیان کیے گئے کہ ان دونوں کے حالات اور عادات وخصائل اور جنگی
دشمنوں میں کسقدر مشابہت ہے۔ محمد بن قاسم ملک ایران وعراق وغیرہ کے
ویسرائے کا نائب تھا اور طارق شمالی افریقہ کے ویسرائے کا نائب۔ طارق
مراکش کے ساحل سے جہاز بحری میں سوار ہوکر اندلس پہنچا اور اپنی فتوحات سے
دنیا کو حیران کردیا۔ ادھر محمد بن قاسم نے فارس سے جہاز بری (اونٹ) پر روانہ
ہوکر ہندوستان میں طارق سے بھی بڑھکر کامیابیاں حاصل کیں۔ ۹۳ ہجری
نبوی مطابق ۷۱۲ء میں خلیفہ ولید بن عبد الملک نے دنیا کے نہایت نامور مدبر مگر
کسقدر سخت گیر انسان یعنی حجاج کو اپنی وزارت کے عہدہ سے تبدیل کرکے
ممالک عراق کا ویسرائے مقرر کیا۔ حجاج کے ظلم وستم کی بڑی شہرت ہے اور
عموماً اسکا نام حقارت ہی سے لیا جاتا ہے مجھکو اس سے ایک سبق حاصل ہوا
وہ یہ کہ بیجا تشدد اور زیادتی انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ خوبیوں پر بھی پانی پھیر دیتی
ہے اور اس تشدد اور سخت گیری کے ایک عیب کے سامنے انسان کی بڑی
بڑی نیکیوں اور خوبیوں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ حجاج وہ شخص ہے جسکی ایک
ادنیٰ سی توجہ کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام شام۔ ایشیائے کوچک۔ مصر۔ طرابلس الجیریا
مراکش وغیرہ ممالک کی زبان آجتک عربی ہے۔ کسی ملک کی زبان کو بدل دینا
کوئی معمولی کام نہیں۔ ذرا آنکھیں بند کرکے سوچو اور غور کرو کہ حجاج کتنی بڑی طاقت
کا مالک تھا جسکے ایک معمولی سے اشارے نے بیسیوں ممالک کی عام بولیوں کو
عربی سے تبدیل کردیا۔ میں جب حجاج کے اس قیمتی کام کا تصور کرتا ہوں تو دل
سے اسکے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ چونکہ اسوقت حجاج کی سوانح عمری لکھنا مقصود

نہیں ہے اسلیئے اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حجاج کے ماتحت ایران کے
تمام صوبے اور شام۔ الجزیرہ۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ ترکستان وغیرہ تھے
اور خلیج فارس۔ بحر عرب اور بحر ہند کے تمام جزیروں میں بھی اُسکا حکم مانا جاتا
تھا۔ ایران کے صوبوں میں سے صرف ایک صوبۂ فارس کا گورنر حجاج نے
اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو بنایا تھا۔ دنیا میں بہت ہی تھوڑی مثالیں
ایسی ملیں گی کہ ایک پندرہ برس کی عمر کا لڑکا فارس کا کامیاب گورنر اور دنیا کے
مشہور شہر شیراز کا بانی اور ملک ہندوستان کا فاتح ہو۔ محمد بن قاسم نے
نہایت کامیابی کے ساتھ فارس کا انتظام کیا اُسکی وسعت خیال۔ عالی حوصلگی
اور عقل و شعور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُسنے جو شہر آباد کیا اُسکے لیے
ایسا موزون مقام تجویز کیا اور ویسے ہی باسلیقہ لوگوں کو آباد کیا کہ آجتک شیراز
کی خوش سلیقگی ضرب المثل کے طور پر بیان کیجاتی ہے اور شیراز کے محل وقوع
اور اُسکے دلچسپ سواد اور اُسکے شعب بوان کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔
اُسکی نیک نیتی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے کہ شیراز کی شہرت و عظمت
آجتک لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی ہے۔ دنیا میں شیخ سعدی اور حافظ اور
عرفی وغیرہ باکمالوں کے زندہ جاوید نام بھی شیراز کی شہرت و عظمت کا باعث
ہیں اور جبتک شیراز ہے دنیا واقف رہے گی اُسوقت تک محمد بن قاسم کو
بھی نہ بھول سکے گی۔ یہ سب کچھ محمد بن قاسم کی نیک نیتی کا نتیجہ ہے سیلون
جسکو سراندیپ یا لنکا بھی کہتے ہیں وہاں ایک ہندو راجہ تھا وہ بھی حجاج
کا باجگذار تھا۔ راجہ نے اپنے یہاں سے بہت سے تحائف و ہدایا کے ساتھ
آٹھ جہاز حجاج کی خدمت میں روانہ کیے۔ ان جہازوں میں بعض مسلمان
سوداگر بھی حج کے ارادہ سے جاتے تھے۔ یہ جہاز سیلون سے روانہ ہوکر بمبئی کراچی

کے بندروں میں ہوتے ہوئے خلیج فارس کے راستہ بصرہ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ جب کراچی کے قریب پہنچے تو وہاں سمندری قزاقوں نے اُن جہازوں کو گرفتار کرکے لوٹ لیا۔ اُس زمانہ میں سندھ۔ پنجاب۔ گجرات۔ راجپوتانہ وغیرہ ممالک کا ایک راجہ تھا جسکا نام راجہ داہر تھا۔ اسکی راجدھانی سکر بھکر کے قریب ایک شہر تھا جو آجکل زمین کی برابر ہوکر اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہے۔ اس موقع پر جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی راجہ داہر ہے جسنے جوتشیوں سے اپنی بہن مسماۃ بائی کی نسبت یہ سنکر کہ جو بائی کا شوہر ہوگا وہ سارے سندھ کا راجہ ہوگا اور آپکے پاس سندھ کی حکومت نہیں رہے گی خود ہی اپنی بہن سے شادی کرنے اور اسطرح خود ہی ملک سندھ کا راجہ بنے رہنے کی تدبیر کی ارکان سلطنت کو اس ارادہ سے اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ داہر کو بہت سمجھایا اور اس فاسد ارادہ سے باز رکھنا چاہا لیکن

حاشیہ سلہ یعنی ملکوں اور شہروں کے وہی نام لیئے مناسب سمجھے ہیں جو اُس زمانہ میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً سندھ اُس زمانہ میں تمام پنجاب۔ کشمیر۔ گجرات۔ مالوہ۔ راجپوتانہ۔ مشرقی افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ ممالک کے مجموعہ پر بولا جاتا تھا لیکن اس زمانہ میں سندھ ایک بہت چھوٹے سے قطعہ زمین کا نام ہے۔ اسی لیئے ہم نے محمد بن قاسم بجائے فاتح سندھ کہنے کے فاتح ہند مضمون کی پیشانی پر لکھا ہے۔ یا مثلاً اُس زمانہ میں کراچی کو دیبل کہتے تھے ہم نے کراچی لکھا ہے۔ یا اُس زمانہ میں نیرون ایک نہایت شاندار شہر ملک سندھ کا تھا جسکے خرابہ کے قریب ہی آجکل شہر حیدرآباد آباد ہے۔ پس بجائے نیرون کے ہم نے حیدرآباد لکھنا زیادہ مناسب سمجھا۔ احقر اکبر۔

اور ہمیشہ نہیں فضیحت ہونے سے ڈرا لیکن بھلا راجہ جی کیوں ماننے لگے تھے۔ ایک رات پنڈتوں کو بلا حسب دستور اپنی چادر کا کونا اپنی حقیقی بہن بائی کی ساڑہی کے آنچل سے باندھ کر آگ کے گرد پھیرے پھرے اور دولہا دولھن تخت پر آبیٹھے۔ آمدم بر سر مطلب راجہ داہر کے پاس حجاج نے قاصد بھیجا کہ ہمارے جہاز اور مال جو لوٹ لیا گیا ہے ہمارے پاس بھیج دو۔ راجہ داہر نے غدر لنگ کر کے بات کو ٹال دیا اور حجاج کے پیغام کی کچھ زیادہ پروا نہ کی۔ حجاج نے اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو اس مہم پر مامور کیا اور داہر کی گوشمالی کے لیے چھ ہزار فوج کے ساتھ شیراز سے سندھ کی جانب حملہ آور ہونیکا حکم دیا محمد بن قاسم جو ابھی تک صرف صوبہ فارس کا لفٹننٹ گورنر اور آئندہ فاتح ہند بننے والا تھا چھ ہزار فوج لیکر نہایت مستعدی سے سندھ کی جانب روانہ ہوا۔ کمان ہوتا ہوا۔ بلوچستان کے دشوار گذار راستہ کو طے کرتا ہر ایک سنگ راہ کو ہٹاتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا۔ برق و باران کی مانند گرجتا اور برستا ہوا کراچی کے سامنے آموجود ہوا اور کالی گھٹا کی طرح چھا گیا۔ یعنی کراچی کا محاصرہ شروع کر دیا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہ سامان حرب میں پتھر پھینکنے اور قلعوں کو ڈھانیکے لیے پانچ منجنیق تھے۔ جنمیں سے ایک خاص خلیفہ کے خاصہ کا اور سب سے بڑا تھا جسکو پانسو آدمی ملکر چلاتے اور گلوخ اندازی کرتے تھے اس منجنیق کا نام عروسک تھا۔ محمد بن قاسم نے منجنیق مناسب مقاموں پر نصب کر کے لشکر قرینہ اور ترتیب سے اُتار دیا۔ شہر کے اندر ایک بڑا بھاری مندر تھا اُسکے نہایت بلند گنبد پر ایک شاندار جھنڈا نصب تھا جسکا پھریرا بڑی آن بان کے ساتھ لہراتا تھا۔ محمد بن قاسم یہاں کا فوراً اعال تیسرے روز

نہایت وضاحت کے ساتھ لکھکر حجاج کو بھیجتا تھا۔ چنانچہ اس جھنڈے کی بھی کیفیت لکھی گئی۔ ایک دن حجاج کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ عروسک کے پایہ کو نیچا کرکے اُس جھنڈے کو نشانہ بنا کر اڑا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس جھنڈے کے ٹوٹتے ہی مخالفوں کا دل ٹوٹ گیا۔ ہندوؤں نے آخری مقابلہ کیا۔ اس شہر کا حاکم جو راجہ داہر کی طرف سے نائب السلطنت تھا شہر کو چھوڑ ایسا چپتا توڑ بھاگا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ مہاراج چھلاوا بنکر کہاں چلے گئے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ رعایا ہر طرح امن وامان سے رہی۔ محمد بن قاسم نے یہاں افواج اسلام کی ایک چھاؤنی مقرر کی ایک شاندار مسجد بنوائی اور بہت سے عرب ہمراہیوں کو ساتھ لیا بہت سوں کو یہاں چھوڑا کچھ نومسلموں اور ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کیا اور مناسب جمعیت کے ساتھ نیرون یعنی حیدرآباد کی طرف بڑھا۔ اس شیر کی آمد آمد کی خبر سنکر حیدرآبادیوں نے پہلے ہی روپے بھیجے اور اظہار اطاعت کیا چنانچہ حیدرآباد کو ہر طرح امن وامان سے چھوڑ کر اور ایک مسجد بنا کر لشکر اسلام آگے بڑھا۔ یہاں پانی کی قلت پیاس اور گرمی کی شدت نے بہت ستایا۔ محمد بن قاسم نے نماز استسقا پڑھی۔ ابر آیا۔ برسا۔ اور جل تھل ایک ہوگئے۔ راجہ داہر نے جب اسلامی لشکر کی پیش قدمی اور فتوحات کے حالات سنے تو اسکے کان کھڑے ہوئے اور سامان جنگ فراہم کرنا شروع کیا۔ جوان بخت اور اولوالعزم سپہ سالار نے چلتے چلتے ایک اور بردواری یعنی محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی کو کچھ دیگر ریاست سدوسان کی طرف بھیجا اور وہ کامیاب و بامراد سالماً غانماً واپس آیا۔ محمد بن قاسم نے دریائے مہران اترنے کا ارادہ کیا۔ راجہ داہر کا ایک ماتحت راجہ راسل تھا اُسنے مقابلہ کیا اور دریا کے عبور سے روکا۔ محمد بن قاسم جملہ

کام کرنے والا تھا اُس نے جب دیکھا کہ حریف اپنے تیروں کے حملے کسی طرح کشتیوں کو برابر نہیں ہونے دیتا اور پل کا بننا قریباً محال ہے تو یہ ایک عجیب ترکیب کام میں لایا کہ تمام کشتیوں کو اپنی ہی جانب دریا کے کنارے کنارے ایک قطار میں مضبوط باندھکر بہاؤ کی جانب نیچے کے سرے کو کنارے مضبوط باندھ دیا اور اتنی لمبی قطار بنائی جو دریا کی چوڑائی کے برابر ہو کشتیوں کی اس قطار میں تیراندازوں کو بٹھادیا اور ملاحوں کو حکم دیا کہ قطار کے اوپر کے سرے کو دریا کے عرض کی طرف بڑھائیں۔ کنارے سے قطار کا سرا ہٹنا ہی تھا کہ پانی کے بہاؤ نے مدد دی اور آناً فاناً دیکھتے ہی دیکھتے قطار کا سرا دریا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور فوراً پل تیار ہو گیا فوج بڑی تیزی اور پھرتی سے دوسرے کنارے پر اترنی شروع ہو گئی۔ راسل اور اس کے ہمراہیوں سے سوائے اسکے کہ فرار کی عار گوارا کریں کچھ نہ ہو سکا۔ مسلمانوں نے دور تک ہندوؤں کا تعاقب کیا جو مقابلہ پر آیا اسکو دوسرے جہان میں پہنچا دیا۔ راجہ داہر کے پاس جو شخص اس شکست کی خبر لایا وہ راجہ داہر کا ایک دوست تھا اور دربار میں امیر تھا وہ راسل کے ہمراہ واقعہ الور میں نہ تھا بلکہ وہ ہر وقت داہر کے پاس رہنے والے مصاحبوں میں تھا اس نے اول شکست کا حال سُنا اور داہر سے عرض کیا۔ داہر نے اس مصاحب کو فوراً مروا ڈالا (سبحان اللہ! کیا مردانگی ہے!!)۔

راجہ راسل نے نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور فرمانبرداری و اطاعت کا اقرار کیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی درخواست کو منظور کر کے اپنے حلقہ بگوشوں میں داخل کر لیا۔ محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ ادھر راجہ داہر سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے بھاری لاؤ لشکر ہمراہ لے

تزک و احتشام سے مقابلہ کے لیے نکلا میدان جنگ میں راجہ داہر نے ہاتھیوں کا قلعہ بنایا اور بڑے بڑے سورماؤں کو قرینہ سے سجایا۔ متواتر چار روز تک لڑائی جاری رہی انجام کار پانچویں روز عرب کے نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم کے اقبال نے ہندوستان کے مہاراجہ داہر کی سطوت و جبروت پر غلبہ پایا اور داہر کی شان و شوکت مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں روندی گئی۔ پانچویں دن کی جنگ و پیکار کی بڑی طولانی داستان ہے خلاصہ یہ ہے کہ داہر کوئی اعلیٰ درجہ کی بہادری نہیں دکھا سکا۔ جب دیکھا کہ اب جان پر آ ہی بنی ہے تو ہاتھی سے اتر کر ایک عرب کا مقابلہ کیا عرب نے تلوار کا ایک ہاتھ اس خوبصورتی کے ساتھ مہاراج کے سر پر لگایا کہ خود اور کھوپری کو بیچوں بیچ سے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے تلوار سیدھی ناک تک پہنچی اور ایسی ناک کی سیدھ پہنچی کہ ناک کا ایک نتھنا ایک طرف دوسرا نتھنا دوسری طرف چھوڑ کر دونوں نتھنوں کے بیچ کی دیوار کو بھی دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بروز جمعرات بتاریخ ۱۰۔ رمضان المبارک ۹۳ سنہ ہجری مطابق ماہ جون ۷۱۲ء ہوا۔ راجہ کا بیٹا جے سنگھ جسکو اپنی بہادری پر بہت ہی گھمنڈ تھا اس نے اپنی بہادری کا ثبوت اس طرح دیا کہ اپنے باپ داہر کے مارے جانیکے بعد ترک دم برہمن آباد کو بھاگ گیا۔ راجہ داہر کی بہن اور بیوی مساۃ بائی نے جب اپنے بھائی اور خاوند داہر کے مارے جانیکی خبر سنی تو اول کینے تھوڑی سی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا اور پھر ستی ہو کر خاکستر بن گئی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت کچھ مال و اسباب آیا قیدیوں میں بیش امرائے عظام کی لڑکیاں تھیں جن میں ایک مساۃ سائی راجہ داہر کی بھانجی بھی تھی محمد بن قاسم نے ان معزز قیدیوں اور

مال غنیمت کے پانچویں حصہ کو سب کے ہمراہ مع راجہ داہر کے دو لخت شدہ سر
اور تاج اور علم کے حجاج کی خدمت میں روانہ کیا۔ حجاج بہت خوش ہوا اور
اپنے خط کے ہمراہ اس سب سامان کو خلیفہ ولید بن عبد الملک کی خدمت میں
بھیجا راجہ داہر کی بھانجی کی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عباس رض کے ساتھ شادی
کر کے سرافرازی و عزت افزائی کی گئی۔ راجہ داہر کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے
جے سنگھ نے برہمن آباد میں بھاگ کر پناہ لی تھی اُسنے وہاں اپنے بھائی اور
بھتیجے اور بھانجے کو جو سب صاحب لشکر و ملک تھے اپنی مدد کیلئے بلایا۔ محمد
بن قاسم عازم برہمن آباد ہوا۔ راستہ میں بہرور اور دہلیل کے دو قلعے سنگ راہ
ہوئے جنمیں سولہ سولہ ہزار فوج ہندوؤں کی تھی اسلامی فوج کے سپہ سالار
نے اپنی فوج کے دو حصے کیے ایک حصہ دن بھر لڑتا دوسرا رات کو مقابلہ
کرتا صبح دن رات برابر لڑائی جاری رہی۔ منجنیق کے ذریعہ سے قلعہ کی
دیواریں بھی شکستہ کی گئیں۔ دو مہینہ کی کشش و کوشش کے بعد دونوں
قلعے فتح ہوئے اور کفر فوتا خدا اخلا کرگئے۔ محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف
بڑھا۔ راجہ داہر کے وزیر سی ساکر نے پیام بھیجا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں مجھکو
جان کی امان دیجائے تو حاضر خدمت ہوں۔ محمد بن قاسم نے اُسکو عزت و اکرام
کے ساتھ بلوایا۔ بتواضع پیش آیا اور اپنا وزیر بنا کر تمام سفید و سیاہ کا اختیار
اُسکو دیدیا۔ انتظام ملک میں اُسکے مشورہ کو ضروری خیال کرتا اور اُس کی
رائے پر عمل کرتا۔ محمد بن قاسم ملکوں کو فتح کرتا اور ہندوؤں کو ہی مفتوح ملک
کی حکومت اپنی طرف سے دیتا اور خراج مقرر کرتا ہوا برہمن آباد کے قریب
پہنچا۔ جے سنگھ تو محمد بن قاسم کے نام سے لرزتا تھا وہ اس شیر بیشہ وغا کی
آمد کی خبر سنکر بھاگا اور کشمیر کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ لیکن باقی سولہ ہزار فوج نے

سے[سے] اپنی کثیر التعداد فوج کے مسلمانوں کا خوب مقابلہ کیا۔ انجام کار برہمن آباد پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ محمد بن قاسم جب شہر اور قلعہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ کسی شخص کو جو لڑنے کا ارادہ نہ کرے مت مارو۔ جو مقابلہ کرنیوالے اور لڑنیوالے ہندو گرفتار ہوکر محمد بن قاسم کے سامنے آئے اور اُنہوں نے فرمانبرداری کا اقرار کیا اُنکو بھی اُس جوانمرد نے چھوڑ دیا اور کہا کہ جاؤ چین و آرام سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو۔ محمد بن قاسم کے سامنے راجہ داہر کی دوسری لاڈلی بیوی رانی لاڈی اور لاڈی کی دو بیٹیاں اور راجہ داہر کی اور بھی کئی بیویاں اور بیٹیاں گرفتار ہوکر آئیں جو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ حجاج کی خدمت میں روانہ کی گئیں۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی حکومت بھی ایک برہمن کو سپرد کی اور ملک کا انتظام اُسی طریقہ پر رکھا جیسا کہ ہندو راجہ کے زمانہ میں تھا۔ برہمنوں کی بڑی عزت کی گئی اور اُنکو بڑے بڑے

حاشیہ سے۔ وارث ایران گشتاسپ کے عہد میں اُسکے ولیعہد بہمن نے ہندوستان میں اپنے نام پر ایک شہر بہمن آباد آباد کیا تھا۔ بہمن آباد سے اس کا نام برہمن آباد مشہور ہوا۔ اور یہی وہ شہر ہے جس پر اب مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہندوستان کا تمام ملک مع قنوج کے ایرانیوں اور زابلستانیوں کی ماتحت اور ایک معمولی صوبہ تھا۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے راجے مہاراجے ایران و افغانستان کے بادشاہوں کی غلامی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے اسکے دلچسپ ذکر اس کتاب کے ایک باب میں ضمناً لکھا ہے جو حضرت عالمگیر کے متعلق میں لکھ رہا ہوں۔ اور جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہوکر بہت سی غلط فہمیوں کے پردوں کی دھجیاں اُڑا دیگی۔ احقر اکبر۔

عہدہ پر مامور کیا گیا۔ بہت سے برہمن مسلمانوں کا نیک برتاؤ دیکھکر گروہ در گروہ
محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب آپ کو خدا تعالیٰ
نے ملک دیا ہے ہم آپکی اس سے بھی زیادہ فرمانبرداری کرینگے جیسے کہ
راجہ داہر کی کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے انکی شرافت کی تعریف کی اور انکے
ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈالکر اور ہر ایک کو ایک گھوڑا دیکر رخصت
کیا۔ عام ہندوؤں پر صرف ۴۸ درم سالانہ کے حساب سے جزیہ مقرر کیا اور ہر قسم
کی تکالیف اور ترددات سے انکو آزاد کردیا۔ ہندو تاجروں کو بلایا اور اس
جنگ و جدل کے زمانہ میں جسکا جو نقصان ہوا تھا سب انکو دیا اور رعایا کو
انواع و اقسام کی مراعات روا رکھیں۔ برہمنوں کو نسلاً بعد نسل معزز عہدے
اور حقوق عطا کئے۔ برہمن لوگ جو پرگنات و دیہات کے عامل مقرر ہوئے
تھے وہ دیہات میں گئے اور انہوں نے وہاں عام باشندوں کو ہدایتیں
دیں کہ اب مسلمانوں کی حکومت ہوگئی ہے اگر تمکو مسلمانوں کی رعایا بنکر رہنا
منظور ہے تو رہو ورنہ مشرقی ہندوستان کے اضلاع میں جہاں ابھی تک
ہندوؤں ہی کی حکومت باقی ہے چلے جاؤ تمکو کوئی نہ روکے گا لیکن کسی ایک
شخص نے بھی جانا قبول نہ کیا اور بخوشی بدستور سابق سب پاٹ پوجا
میں مصروف رہے۔ مسلمانوں کے تسلط کے بعد بتخانے ہندوؤں کے
بے رونق ہوگئے تھے پجاری خود بخود ہی مسلمانوں کے خوف سے مندروں
میں پوجا پاٹ کرنے اور گھنٹے بجانے کیلئے نہیں جاتے تھے اور ان برہمنوں
کی آمدنی میں کمی واقع ہوگئی تھی۔ ایک دن بہت سے برہمن جمع ہو کر محمد بن قاسم
کے دروازے پر آئے اور ہاتھ جوڑکر کہنے لگے کہ خدا تیرا اقبال ہمیشہ بنا رکھے
ہم لوگ مندروں کے پجاری ہیں۔ تونے سب پر رحم کیا سوداگروں کو انکا مال

دلوایا بُت پرستوں کو ذمی بنا کر اپنے اپنے کاموں اور پیشوں میں لگایا۔ ایک
مصیبت کے مارے ہم بیچارے رہ گئے ہیں ہم پر رحم کر اور ہمارے بُتخانوں کی
مرمت کا حکم دے اور انکی آبادی کی فکر کر۔ محمد بن قاسم نے حجاج کو خط لکھا
کہ جن شہروں پر سخت حملے ہوئے ہیں ہندوؤں کے مندر وہاں خراب پڑے ہو
رہے ہیں۔ اب ہندوؤں کو پھر اجرا رسوم بُت پرستی کی اجازت دینا اور انکی مرمت
نہ کرنا مندروں کی خود مرمت کرنا گویا بُت پرستی کا معاون ہونا ہے۔ اس معاملہ
میں آپ کا کیا حکم ہے۔ اس خط کا جواب حجاج نے لکھا کہ جب ان لوگوں نے
جزیہ دینا قبول کر لیا تو انکو رعایا کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ اب مندروں کی
تعمیر اور رسومات کے اجرا کی اجازت دینا چاہیے اور ہندوؤں کے زمانۂ
حکومت میں تین روپیہ سیکڑہ جو محاصل ملکی میں سے برہمنوں کو دیا جاتا تھا
تم بھی خزانہ سے انکو برابر حسب دستور سابق دیا کرو۔ جب حجاج کا یہ حکم آیا تو
محمد بن قاسم نے تمام امراء و رؤسا اور برہمنوں کو جمع کرکے سنا دیا اور
اس کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ برہمنوں سے کہدیا کہ تمہارے مندر مثل عیسائیوں
اور یہودیوں کے عبادتخانوں اور مجوسیوں کے آتشکدوں کے ہیں انسے
کچھ تعرض نہ ہوگا۔ جسطرح چاہو اپنے معبدوں کو بناؤ اور جسطرح چاہو اپنے معبودوں
کی پرستش کرو۔ برہمن آباد کا عامل جس برہمن کو مقرر کیا تھا اسکا لقب محمد بن قاسم
نے رانا تجویز کیا تھا جو آجتک اسی نام سے اودے پور کے رئیسوں کا چلا آتا
ہے۔ شاید راجپوت گزٹ کا ایڈیٹر تو خودکشی کرے کہ جو نام کسی راجپوت کے
اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ اور شان و شکوہ کا اظہار کر سکتا ہے وہ ایک عرب کی جوتیوں کا
طفیل ہے۔ محمد بن قاسم راجپوتانہ، سندھ، گجرات، مالوہ، وغیرہ ملکوں پر تسلط
کرکے آگے بڑھا۔ حجاج نے اپنے جوانمرد اور جوان بخت فتحمند و فتح نصیب

نیکدل اور فرشتہ خصلت ہے تجھے کو خط لکھا کہ تجھ کو ملک سندھ و ہند کے تمام سفید و سیاہ کا اختیار ہے ہر ایک بات میں مجھ سے اجازت لینا تیرا حزم و احتیاط ہے اور نہایت اچھی بات ہے لیکن فاصلہ چونکہ دور و دراز کا ہے اس لئے تو بغیر میری اجازت کے جو مناسب سمجھا کرے کیا کر۔ صرف اتنی بات کا خیال رکھنا کہ جو لوگ تیری اطاعت کریں انپر تجھکو رحم و عنایت کرنا چاہیئے لیکن جو سرکش اور متمرد ہوں انکو سزا دینا بھی ضروری ہے۔ محمد بن قاسم جب قوم سما کی طرف گیا تو وہ اُسکے استقبال کو ڈھول بجاتے اور گاتے ناچتے ہوئے آئے محمد بن قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا غل ہے؟ چنانچہ اُسکو بتایا گیا کہ اس قوم کے یہاں یہ رواج ہے کہ جب نیا بادشاہ آتا ہے تو وہ اسی طرح شادیانے بجاتے ہوئے آتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے تیس دینار اُنکو انعام میں دیئے۔ قلعہ الور کے سامنے محمد بن قاسم نے ایک مسجد بنائی۔ راجہ داہر کے بیٹوں نے ایک مرتبہ پھر جمع ہو کر اور بہت سے ہندوؤں کو اپنی مدد کے لیے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کا مقابلہ کیا لیکن حسب دستور قدیم مُنہ کی کھائی اور پیٹھ دکھائی مقام نوہانا اور سستھا فتح ہوئے وہاں کا راجہ سکسی قیوقی فرار ہوا۔ رعایا کو امان کا فرمان سنایا گیا۔ چند واجب القتل سپاہی محمد بن قاسم کے سامنے لائے گئے۔ جلاد حکم کا منتظر تھا۔ کہ ان قیدیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک عجیب تماشا دکھاتا ہوں جو کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ تمھارا حاکم میری اور میرے کنبہ کی جان بخشی کا وعدہ کرے چنانچہ محمد بن قاسم نے یہ عہد کر لیا اُسنے اپنی ڈاڑھی کے گل مچھوں کو پھیلایا اور ہاتھوں کو گلے میں ڈال کر ناچنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ اُسنے ہم کو فریب دیا یہ واجب القتل ہے محمد بن قاسم نے کہا کہ نہیں جو وعدہ کیا جا چکا وہ اب ہرگز نہیں توڑا جا سکتا

وعدہ خلافی کرنا مکاری اور بے ایمانی ہے۔ مردوں کو بات کا پاس و لحاظ رکھنا بھی تو نہایت ضروری ہے۔ پھر احتیاطاً یہ حال حجاج کو بھی لکھا گیا اُسنے جواب میں لکھا کہ بیشک وعدہ کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے چنانچہ اُس شخص سے اور اُسکے بائیس واجب القتل رشتہ داروں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ یہاں زائدہ بن اسد کو حاکم اور موسیٰ بن یعقوب کو مفتی مقرر کیا۔ یہ مقام دریائے بیاس کے جنوبی کنارہ پر آباد تھا۔ اسکے بعد بہت سے قلعوں کے ایک قلعہ فتح ہوا جسکے حاکم کا نام راجہ گنگ تھا۔ وہ راجہ داہر کا رشتہ دار تھا جب قلعہ فتح ہوا اور راجہ گنگ گرفتار ہو کر آیا تو معلوم ہوا کہ راجہ گنگ بڑا مدبر، متدین اور عالم فاضل شخص ہے محمد بن قاسم نے اسکی بڑی عزت کی اور اپنی مہر اور خزانہ کی کنجیاں اُسکی سپرد کرکے اُس کو سلطنت کے کاموں کا مشیر بنایا اور مبارک مشیر اُسکا خطاب مقرر ہوا۔ مبارک مشیر کو اس طرف چھوڑ کر محمد بن قاسم بیاس کے پار اترا اور ہندوؤں کے بہت سے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو شکست دیتا قلعوں کو فتح کرتا بطرق باد کی طرح پنجاب کے ملک پر تصرف کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ حجاج کا خط آیا کہ جہاں کوئی بہت قدیمی اور شاندار مقام ہو وہاں ایک مسجد بناؤ اور منبر پر خطبہ پڑھواؤ۔ مجھکو تمہارے لشکر کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جہاں جاؤگے فتح پاؤگے۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے ملتان میں ایک جامع مسجد بنوائی اور امیر داؤد نصر بن ولید عمانی کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ اب تمام مغربی ہندوستان فتح کرنیکے بعد ایک قنوج کا راجہ ایسا رہ گیا تھا جسکا محمد بن قاسم کو خیال تھا کہ کسی طرح جلد ہی اسکا بھی فیصلہ ہو اور اسی طرح بنگالہ تک تمام ملک پر مسلمانوں کا تسلط ہو۔ چنانچہ حجاج کی معرفت دربار خلافت سے

مہم قنوج کی منظوری منگائی گئی۔ محمد بن قاسم نے ابو حکیم شیبانی کو ایک مناسب جمیعت کے ساتھ قنوج کی طرف روانہ کیا اور اسکو سمجھا دیا کہ اگر حاکم قنوج اسلام یا جزیہ کا دینا قبول کرے تو پھر اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا۔ ابو الحکیم قنوج کی طرف روانہ ہوا اور محمد بن قاسم نے کشمیر کے ملک میں پہنچکر وہاں کا انتظام کیا اور جلد واپس آیا۔

قنوج میں اسوقت راجہ تصل رائے کا بیٹا ہرچند راج کرتا تھا۔ ابو الحکیم نے روانہ ہوکر مقام اودھار پور اور بقول بعض مقام اودے پور میں مقام کیا اور زید بن عمرو کلبی کو راجہ کے پاس مقام قنوج روانہ کیا۔ زید نے راجہ ہرچند والی قنوج کے دربار میں پہنچکر کہا کہ یا تو ہمارے خراج گذار بنو۔ یا اسلام قبول کرو ورنہ ہمارا سردار محمد بن قاسم جس نے سمندر سے کشمیر تک تمام راجاؤں کو شکست دیکر مطیع و منقاد بنالیا ہے تمہاری بھی اچھی طرح گوشمالی کریگا۔ ہرچند نے جواب دیا کہ اس ملک میں سولہ سو (۱۶۰۰) برس سے ہماری حکومت چلی آتی ہے کسی دشمن کا مقدور نہ ہوا کہ وہ اس طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکے تمہارے خیالات اور ارادوں سے ہمکو کیا خوف ہے۔ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ میدان جنگ میں ہمارا تمہارا خود فیصلہ ہوجائے گا۔

یہ خبر محمد بن قاسم کے پاس پہنچائی گئی۔ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی تمام سرداروں اور سپہ سالاروں نے مارنے مرنے کا شوق ظاہر کیا چنانچہ محمد بن قاسم نے اعلان جنگ دیدیا اور بڑے پر ہیبت طرز پہ ہرچند کے پاس الٹی میٹم روانہ کیا۔ یہاں قتال اور تیاریاں ہو رہی تھیں کہ وہاں عالم بالا میں محمد بن قاسم کی نسبت دوسری قسم کے احکام جاری ہوئے۔ محمد بن قاسم کی موت کے بیان میں اختلاف ہے بعض مورخ مثلاً صاحب فتح نامہ کہتا ہے کہ راجہ داہر کی دو بیٹیاں

جو راجہ داہر کی لڑکی کے بطن سے تھیں اور جن کو محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس بھیجا تھا وہاں سے وہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس بھیجی گئیں انہیں ایک کا نام پرمل دیوی اور دوسری کا نام سورج دیوی تھا اُن دونوں نے وہاں خلیفہ کے سامنے ایسا چلتر کھیلا اور محمد بن قاسم کی اس طرح شکایت کی کہ خلیفہ نے ناراض ہوکر حکم بھیجا کہ محمد بن قاسم کو جہاں ہاں یہ حکم پہنچے وہیں اپنے آپ کو گائے کی کھال میں سلوا کر دارالخلافہ تک پہنچا دے۔ محمد بن قاسم نے اسکی تعمیل کی اپنی بجائے دوسرے عرب سرداروں کو ہندوستان کی ملک سپرد کر کے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں سلوا کر روانہ کرا دیا راستہ میں تیسرے ہی دن دم گھٹ کر راہی ملک بقا ہوا۔ جب محمد بن قاسم کی لاش کو گائے کی کھال میں لپٹا اور سلا ہوا پہنچا۔ تو راجہ داہر کی ان دونوں لڑکیوں کی چلتر بازی اور محمد بن قاسم کا بیگناہ ہونا خود ان لڑکیوں ہی کی زبانی پایۂ ثبوت کو پہنچا تو خلیفہ کو کمال افسوس ہوا لیکن اب کیا ہوتا تھا اور محمد بن قاسم کہاں واپس آسکتا تھا۔ اس مذکورہ بالا واقعہ کی چونکہ اکثر صاحب النظر مورخین نے تنقید کی ہے اور سوائے چچ نامہ کے اور کوئی معتبر کتاب اس واقعہ کی ذمہ وار نہیں اسی لیے ہمنے اس واقعہ کے بیان میں حد سے زیادہ اجمال و اختصار سے کام لیا ہے دوسرا بیان جو زیادہ قابل قبول اور صحت و راستی سے روشن بہ روشن ہے یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے چچا حجاج کا انتقال ہوگیا اور اُسکے آٹھ مہینے کے بعد ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک بھی اس عالم فانی سے عازم ملک بقا ہوا۔ محمد بن قاسم کے دونوں مربی یکے بعد دیگرے دنیا سے اُٹھ گئے تخت خلافت پر سلیمان نے جلوس فرمایا جو حجاج اور اُسکے تمام خاندان اور متوسلین کا جانی دشمن تھا۔ سلیمان کے

دل کی بھڑاس نکلنے کے لیے حجاج تو باقی نہ تھا مگر بیچارہ محمد بن قاسم تھا اسی پر تمام نزلہ گرایا گیا۔ محمد بن قاسم کو بے خطا اور بلا قصور ولایت ہند و سندھ سے معزول کر کے اُسکی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو مقرر کیا۔ یزید بن ابی کبشہ محمد بن قاسم کی معزولی اور اپنے تقرر کا حکم لئے اُسوقت محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا جبکہ وہ قنوج پر حملہ کرنے ہی والا تھا۔ محمد بن قاسم کو نئے خلیفہ کا حکم دکھایا گیا اُسنے بلا چون وچرا اُسکی تعمیل کی یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے مجرموں کی طرح ٹاٹ کے کپڑے پہنائے اور ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر و طوق ڈالکر معاویہ بن مہلب کی حراست میں خلیفہ کے پاس روانہ کیا۔ محمد بن قاسم شہر واسط[1] کے قید خانہ میں محبوس کیا گیا اور انواع واقسام کی سختیاں اور شدائد اس شیر بیشۂ شجاعت پر روا رکھی گئیں قید خانہ ہی میں چند روز کے بعد اس دار الابتلاء سے رہ گرائے عالم بقا ہوا۔

محمد بن قاسم کے ساتھ جسقدر شام و عرب کے مسلمانوں کی فوج آئی تھی اُسکو راستہ کے دشوار گذار ہونے اور باربرداری کی کمی کے باعث بہت ہی قلیل سامان ہمراہ لانا پڑا چار چار آدمیوں کو ایک ایک اونٹ ہر قسم کا سامان رسد اور چھولداری وغیرہ کے چلنے کے لیے ملا تھا۔ اسلیے تمام فوج کے ہمراہ قسم کھانے کو کوئی عورت بھی نہیں آسکی تھی۔ اس ملک میں پہنچکر جب عربوں کو نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھ فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ چند ہی مہینوں میں ملکوں کے بادشاہ بن گئے تو انہوں نے ہندنیوں

حاشیہ [1] شہر واسط حجاج کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ اسی واسط کے قید خانہ میں سلیمان نے حجاج کے تمام متعلقین و دوستوں کو قید میں ڈالکر بڑی بڑی سختیوں سے ہلاک کیا۔ منہ

راجپوتنیوں سے شادیاں کیں۔ محمد بن قاسم کے بعد جب فتوحات کی رفتار رک گئی اور ادھر دو خلفشار پیدا ہو گئے پھر عربوں کے گھروں میں ہندو سائیسوں کی آمدورفت سے رفتہ رفتہ مفتوحوں کے دلوں سے فاتحوں کا رعب بھی کم ہونے لگا علاوہ ازیں ایک سخت غلطی ابتدا ہی میں یہ ہو گئی تھی کہ عربوں نے برہمنوں کو تمام بڑے بڑے انتظامی عہدے دیدیئے تھے اور زمینوں کے مالک اور رعایا سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر برہمن ہی تھے اور اس طرح مسلمان فاتحوں کے ساتھ ہندوؤں کی وفاداری اور ہمدردی کا تعلق صرف برہمنوں کے اختیار میں آگیا تھا برہمنوں نے جب دیکھا کہ اب موقع بغاوت کے لئے مناسب ہے تو انہوں نے رعایا کو بھڑکانا اور آمادہ فساد کرنا شروع کیا اور انجام کار رفتہ رفتہ یہی باعث ہوا مسلمانوں کی ان ابتدائی فتوحات کے اثر کے ہند سے زائل ہونے کا۔

مسلمانوں کی فتوحات اور انکے تنزل وغیرہ پر ریویو کرنا اسوقت میرا منشا نہیں۔ صرف محمد بن قاسم کی داستان بطور خلاصہ سنانا منظور تھی سو وہ پوری ہو گئی۔ اب ناظرین کو خود ہی غور کرنا چاہیئے کہ اس پندرہ سولہ برس کے لڑکے کو خدا تعالیٰ نے کس قسم کا دل و دماغ عطا فرمایا تھا۔ اگر کسی مورخ سے کہا جائے کہ وہ محمد بن قاسم کی مانند کسی دوسرے لڑکے کو بھی پیش کرے تو بڑی ہی کوشش و تلاش سے اسکو شاید کوئی دوسرا لڑکا ملے تو ملے ورنہ غالب گمان یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی نظیر دستیاب ہونی محالات سے ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ہمارے نوعمر بھائیوں کو اس بات پر خصوصیت سے توجہ فرمانی چاہیئے کہ یہ نوعمر ذی اقتدار و ذی اختیار فاتح اپنے افسر کی اطاعت و فرمانبرداری کر

کیسا ضروری سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ اُسنے اپنی جان بھی اسی کی نذر کردی۔ بھلا یزید بن ابی کبشہ کی کیا مجال تھی کہ وہ محمد بن قاسم کو ہندوستان سے بیدخل کرسکتا محمد بن قاسم اگر خود ہی خلیفہ کے حکم کی فرمانبرداری کو ضروری نہ سمجھتا تو بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ برسوں خلیفہ کو اپنی گرفتاری کے لیے حیران و پریشان کرسکتا تھا لیکن محمد بن قاسم پکا مسلمان اور جوان صالح تھا اُس نے بطیب خاطر ہر مصیبت کو برداشت کرنا قبول کرلیا لیکن خلیفہ کی نافرمانی کے ذلیل ترین عیب کو گوارا نہ کیا۔ اُسکی اسی نیک نیتی کا یہ نتیجہ ہے کہ آجتک ہزاروں خدا کے نیک بندے اُس کا نام اعزاز و اکرام سے لیتے ہیں اور امید ہے کہ قیامت تک اس زندہ جاوید جوان صالح کا نام آسمان شہرت کا روشن ستارہ بنا ہوا اہل نظر کی آنکھوں کو منور کرتا رہے گا۔ یہ موقع تھا کہ میں محمد بن قاسم کے حالات زندگی اور اُسکے خصائل و شمائل پر نتائج اخذ کرکے ایک مختصر نظر ڈالتا لیکن اس کام کو ناظرین کے دماغ و عقل پر ڈالنا مناسب معلوم ہوا۔ مضمون پیش نظر ہے ملاحظہ فرمائیں اور خود نتائج اخذ کریں والسلام

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

یکم جولائی ۱۹۰۹ء

پادریصاحبان غور فرماویں

ذیل کا مضمون معزز معاصر الحکم سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اور الحکم میں اخبار سے بحوالہ کتاب خدا اور اسکی کتاب مصنفہ جان مسٹوارٹ ہوس سے لیا گیا ہے۔ ہم اس مضمون کو کسی خاص ضرورت کے لیے درج کرتے ہوئے پادریصاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ذرا توجہ سے پڑھیں کہ انکے بزرگ کیا کہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے

۱۔ رائٹ آنریبل رچرڈ لیل شیل صاحب ممبر پارلیمنٹ لکھتے ہیں:۔
"بائبل میں بہت سے حصے ایسے زوردار طور پر بلکہ ایسے بے پردہ طریقہ پر لکھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ بے تحاشا پڑھے جانیکے ہرگز لائق نہیں ہیں۔ عہد عتیق کے بعض حصوں کی ایک ایسی کھلی تصویر کھینچی گئی ہے۔ کہ کسی بھی نوجوان عورت کو ان حصوں پر غور کرنیکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے میں یہ جرأت سے کہوں گا۔ کہ انگریزی کی تصنیفات میں خیالات فاسد کو اس زور سے ظاہر نہیں کیا گیا۔ نہ ہی شہوت بھرے معاملات کو ایسے کھلے طریقہ پر رکھا گیا ہے جیسا کہ عہد عتیق کے بعض حصوں میں دیکھا جاتا ہے بائبل میں اس قسم کے وحشیوں کی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو پڑھکر انسانی فطرت کانپ اٹھتی ہے اس مقدس کتاب کے بعض حصوں میں اس قسم کے تواریخی واقعات یا کہانے

پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو ایک باعصمت عورت کے سامنے بغیر خوف پیدا کرنیکے نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیا ایک عورت کو اپنے کمرے میں ایسی کتاب کے پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے۔ کہ جسکو وہ اپنے گھر میں سنے تک سے ہی کانپ اٹھتی ہو۔ کیا وہ ایسی باتوں کو پڑھ سکتی ہے۔ جنکو وہ منہ سے نکالنے کی نسبت مرجانا بہتر سمجھتی ہے

۲۔ سوپریم کورٹ آف وکٹوریہ کے جج جسٹس ہنٹلی ویبس صاحب لکھتے ہیں "میں بلا خوف تردید کر سکتا ہوں کہ آج تک کسی بھی انگریزی مصنف نے اس فحش کا دسواں حصہ بھی اپنی فحش کتاب میں نہیں لکھا۔ جو کہ عہد عتیق میں دیکھا جاتا ہے۔ سکولوں میں جہاں بائبل پڑھائی جاتی ہے یہ ایک مشہور بات ہے کہ بچے اور آوارہ گرد لڑکے اپنا وقت کا بہت سا حصہ ان فحش اور گندی کہانیوں کو پڑھنے یا ورق گردانی میں گذارتے ہیں۔ جن سے کہ عہد عتیق بھرا پڑا ہے۔ فقرے کے فقرے اور فصلیں کی فصلیں ایسی ہیں۔ کہ جن کو کوئی ماں یا باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر جبکہ عیسائیت نے بائبل کو لیا ہے۔ اس وقت سے ہی عہد عتیق اسکا ایک بڑا حصہ چلا آتا ہے۔ اور لڑکوں کو تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ اس کو خدا کا کلام سمجھیں حالانکہ ان کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور جس کو وہ اس لیئے چوری سے پڑھتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لڑکے کہیں ان کو ایسی کتاب پڑھتا ہوا نہ دیکھ لیں اسکے علاوہ عہد عتیق کا ایک بڑا بھاری حصہ خونخواری بیرحمی اور وحشیانہ حالت سے بھرا پڑا ہے۔ بے شرمی۔ بداخلاقی۔ فحش۔ انتقام خونخواری اور ظلم کے واقعات ایسے گتھے پڑے ہیں۔ کہ اگر تم ایسی تمام فصلوں کو جن میں کہ وہ پائے جاتے ہیں۔ رد کرنے لگو۔ تو تمام کتاب میں سے سوائے تھوڑے سے حصے کے بہت کم باقی رہ جائیگا"

۳۔ امریکہ کے پادری ریورنڈ ہنٹری وارڈ بیچر صاحب کی رائے ہے۔ کہ بائبل کو ہرگز ہرگز نوجوان عورتوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیئے۔ اسی پادری وارڈ بیچر کے بارے میں مسٹر پارک گاڈون صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ریورنڈ ہنٹری وارڈ بیچر صاحب کا بائبل کو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رد کر دینا بائبل کے روحی ہونے کے بارے میں اس کی ہی سند ہے۔ جیسا کہ ہربرٹ سپنسر۔ فریڈرک ہریسن ٹنڈل ہکسلے۔ ہیکل۔ کیمپل وغیرہ کی بابت کہ سب بائبل کی تعلیم کے مخالف تھے۔

۴۔ ریورنڈ کینن رچرڈس صاحب سوانسی واقع ویلز کے سکول بورڈ کو ہدایت کی تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ "اگر تم کو اپنے بچوں کے اخلاق کا بچاؤ منظور ہے۔ تو خدا کے واسطے اُن کے ہاتھوں میں عہد عتیق مت دو"۔

۵۔ ۱۲۲۹ء میں کونسل آف ٹورس نے یہ قانون بنا دیا تھا۔ کہ "بائبل کی کوئی بھی کتاب کسی شخص کے ہاتھ میں نہ رہے۔ اگر کوئی اس کتاب کو پڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ تو وہ زندہ آگ میں جلا دیا جاویگا" اس بات کا ذکر رڈل صاحب کی تواریخ پوپ کی جلد دوم میں موجود ہے۔

۶۔ رینک صاحب اپنی کتاب پوپ آف روم کی جلد اول صفحہ ۵۰۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ "بائبل کی بہت سی کتابوں کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اور پھر انکو ایک بڑے ڈھیر میں جمع کرکے آگ لگا دی گئی۔ یہ کتابیں کئی دنوں تک جلتی رہیں"۔ یہی صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ "نہ صرف چھاپنے اور بیچنے والوں کو ہی بائبل کی ممنوعہ کتابوں کے چھاپنے اور بیچنے سے قانوناً منع کر دیا گیا تھا۔ بلکہ سب کو حکم تھا۔ کہ اس قسم کی کتابوں کے جلانے میں مدد دیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے ڈھیر کے ڈھیر روم میں جلا کر تباہ کر دیئے گئے"۔

۷۔ کوسٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "خدا کا کلام اگر کتابت میں ہو آتا۔ مگر بقول مردہ بولے کفن پھاڑے۔ اسکے لکھے جانیسے سب بھید کھل گیا"۔

۸۔ تندنیس صاحب لکھتے ہیں "بائبل موم کی ناک ہے۔ جدھر چاہو پھیر لو۔ یہ ایک مردہ ہے۔ محض بیہودہ ہے۔ متروک اور رد ہے۔ ایک مردہ قانون ہے۔ بائبل ملحدوں کا سکول ہے۔ ایک جنگل ہے جس میں پناہ گزین ہیں"۔

۹۔ چوتھی لیٹرن کونسل اور کونسل آف ٹرینٹ نے بائبل کے پڑھنے کی ممانعت کردی تھی۔ اور یہاں تک ممانعت کردی تھی۔ کہ خاص پوپ کی طرف سے اس بارے میں حکم جاری کیے گئے تھے۔ کہ کوئی بائبل کا مطالعہ نہ کرے"۔

۱۰۔ پوپ انوسنٹ یازدھم نے ۱۶۸۷ء میں حکم دیا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس بائبل موجود ہو۔ وہ اُس کو اپنے نزدیک کے پادری کو دیدے تاکہ وہ اس کو آگ میں جلائے۔

۱۱۔ پوپ کلیمنٹ سیزدھم نے حکم دیا تھا۔ کہ جو کوئی بھی شخص بائبل کا اطالی ترجمہ پڑھے۔ اسکو کاٹھ مار دیا جاوے گا۔

۱۲۔ پوپ پائس ہفتم نے ۱۸۱۶ء میں کہا تھا۔ کہ "میں اس بات کو دیکھ کر کانپ رہا ہوں۔ کہ بائبل چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ بائبل کا اس طرح پھیلنا بڑا بھاری جرم ہے۔ اس سے مذہب کی اصل بنیاد قطعی کھوکھلی ہو جاتی ہے ایک وبا ہے جسکی دوا اور بیخکنی کرنی چاہیئے۔ یہ کسی بھی روح کے ایمان کو غارت کرنے کیلئے ایک نہایت ہی خطرناک زہر ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ بائبل کا مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے فائدہ کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا ہے"۔

۱۳۔ اسی پوپ نے ۱۸۱۹ء میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا۔ جس میں ارشاد

سکولوں میں بائبل کے تقسیم کرنے کے بارے میں لکھا تھا کہ "یہ ایک قسم کے کانٹے بوئے جا رہے ہیں۔ بچوں کو غلط ناک تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور یہ اُن کے بچپن پر ایک زہریلا اثر ڈالے گی۔"

۱۴۔ ۱۸۲۴ء میں لیو دوازدھم نے بائبل سوسائٹی کے بارے میں کہا تھا کہ "یہ ایک ایسی سوسائٹی ہے۔ جو کہ دنیا میں بائبل کو بکھیر رہی ہے۔ جو کہ شیطان کی کتاب ہے۔"

۱۵۔ گریگوری شانزدھم نے ۱۸۴۴ء میں ایک اعلان جاری کیا تھا۔ جس میں اس بات کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ بائبل سوسائٹی جہاں جہاں ہو۔ جبراً بند کر دی جاوے اس کے ساتھ ہی اُس نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جس کے ہاتھ میں بائبل نظر آوے اس سے چھین لو۔

قرآن شریف اور بائیبل

رسالہ تشحیذ الاذہان کے جلد ۴ نمبر ۵ میں اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون لکھ چکا ہوں۔ جو رسالہ مسیحی تجلی کے مارچ ۱۹۰۹ء کے ایک آرٹیکل کا جواب تھا۔ اب میں پادری صاحب کے مضمون کے دوسرے حصہ (جو تجلی کے اپریل ۱۹۰۹ء کے پرچہ میں زیر عنوان "قرآن مصدق بائبل" چھپا ہے) کا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو مفید بنائے اور لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مصدق کے معنی

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون کی طرف رجوع کروں۔ اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے گذشتہ مضمون میں تصدیق کے معنے بتا دیئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مصدق کے معنے یہ ہونگے کہ سچے کو سچا ثابت کرنیوالا۔ اور جھوٹے کو جھوٹا ثابت کرنیوالا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کس طرح پر کرتا ہے۔ اسلئے ہم اس جگہ یہی بتاتے ہیں۔ کہ کس طرح سچے کو سچ کرکے دکھاتا ہے اور جھوٹے کو جھوٹ ثابت کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب انبیاء میں ایک حصہ تو آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو جہاں جہاں توریت و انجیل میں ایک نبی کے آنیکی خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ اسکی تصدیق تو قرآن کریم نے اس طرح کی کہ وہ نبی آگیا ہے۔ اور وہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

بقیہ حصہ کی اس طرح تصدیق کی۔ کہ جو جو عمدہ باتیں توریت و انجیل میں تھیں۔ وہ سب اخذ کرکے یہ ثابت کیا کہ یہ سچی ہیں۔ اور بقیہ کو چھوڑ کر

انکے تحرف ہونے پر صَرکردی۔ اور جو بہت ہی خراب باتیں شامل ہوگئی تھیں انکی تردید کردی اور تردید کے ثبوت دیئے۔ تاکہ پھر اعتراض نہ ہو۔ کہ بلاثبوت تردید کی گئی ہے۔ جیساکہ تثلیث کا مسئلہ ہے۔ اور اسکی بڑے زور شور سے تردید کی ہے۔ اسقدر تمہید کے بعد ہم ناظرین کو اصل مضمون کی طرف لیجاتے ہیں۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں " لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ کتب مقدسہ سابقہ کی تعریف کرتے کرتے قرآن کا منہ سوکھتا ہے تو یہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شائد اسکو معلوم تھا۔ کہ کوئی زمانہ آنیوالا ہے۔ جب میرے فدائی میری وصیت کے عین خلاف ان مقدس کتابوں کی تکذیب کرینگے "

ناظرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ قرآن شریف نے جہاں توریت وانجیل کی تصدیق کی ہے۔ وہاں یہ بھی بتادیا ہے۔ کہ پادری تمہیں عجیب عجیب قسم کے دھوکے دینگے۔ اور تمہیں تصدیق کے معنے ہیر پھیر کر بتائیں گے۔ کہ تصدیق کے معنے یہ ہیں۔ کہ جس طرح اب توریت وانجیل موجود ہے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُتری تھی۔ اور اس طرح عجیب عجیب دھوکوں میں ڈالکر تمسے یہ خواہش کرینگے۔ کہ تمام عیسائی ہوجاؤ۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر تاکید کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ اگر تم انکی چپڑی چپڑی باتوں میں آگئے۔ تو یاد رکھنا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ولی اور مددگار نہ ملیگا۔ جیساکہ فرمایا ولن[1] ترضیٰ عنك اليهود ولا النصٰرٰى حتىٰ تتبع ملتهم۔ قل ان هدى الله هو الهدىٰ ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم۔ مالك من الله من ولي ولا نصير

[1] اور ہرگز نہ راضی ہونگے تجھسے یہود و نصاریٰ جبتک کہ انکے دین کی تابعداری کرے کہدے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور اگر تو انکی گری ہوئی خواہش کی تابعداری کریگا۔ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم آگیا تو تجھ کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا

اگر قرآن شریف میں زیادہ تدبر کیا جاوے۔ تو پادریصاحبان کے حالات[۱] اور بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ یہ مثل انپر ہی صادق آئیگی " ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور" کیونکہ وہ تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ اس غرض سے وہ بعض باتیں جو ہم نے انپر نازل کی ہیں ظاہر نہیں کرینگے۔ بلکہ انکو چھپائیں گے۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ وہ بعض باتیں جنکے ظاہر کرنے میں انکو مشکلات پڑتے ہیں چھپا لیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بائبل میں یہ پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک نبی آئیگا۔ اور وہ ایسا ایسا ہوگا۔ یہ اس پیشگوئی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ پھر انمیں سے بعض انسے بھی بڑھکر ہیں کہ وہ مشن کمپاونڈ میں نمازیں پڑھتے ہیں مگر اسکو ظاہر نہیں کرسکتے۔ ہاں ایک بات کو اسکی اصلی جگہ سے پھیر کر کچھ کا کچھ ضرور بیان کرینگے۔

پھر فرمایا۔ یہ اخفا کیوں کرینگے۔ یہ اسلیئے کہ خدائے تعالیٰ کتاب کو مخفی رکھکر اسکے عوض تھوڑی سی قیمت (تنخواہ وغیرہ) لیتے ہیں۔ پھر یاد رکھیں کس طرح پر یہ لوگ جو کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ وہ اس آگ کے کھانیکو کسطرح برداشت کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہٖ ثمناً قلیلا اولٰئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیٰمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم اولٰئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ والعذاب بالمغفرۃ فما اصبرھم علی النار[۲]

---

[۱] ترجمہ جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے اتاری ہے اور خریدتے ہیں اسکی تھوڑی سی قیمت یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسے کلام نہ کریگا اور انکو پاک نہ کریگا۔ اور انکے لیئے دردناک عذاب ہے یہی لوگ جو خریدتے ہیں ضلالت کو بدلے ہدایت کے

الغرض قرآن شریف نے خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ کہ تم نے پادریوں کی اطاعت نہ کرنی۔ یہ کرتے کچھ ہیں اور کہتے کچھ ہیں۔ کہتے تو ہیں کہ انجیل میں حکم ہے۔ کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری آگے کردو۔ مگر عمل یہ ہے۔ کہ ذرا سی بات پر بدلہ لینے پر بلکہ اس سے بھی بڑھکر سزا دینے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح مصدق کا مطلب ہے۔ قرآن شریف کچھ کہتا ہے اور یہ کچھ بتاتے ہیں۔ جیسا کہ ناظرین آگے چلکر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے پانچ آیتیں لکھکر یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ کو عزت سے یاد کیا ہے۔ اور جو کتاب عیسائیوں کے پاس تھی۔ اسکو کہیں ہادی کہیں رحمت کہیں بصیرت کہیں نور کہیں امام کہا ہے۔ ہم اس بات کی تصدیق کے لیے پہلے سے تیار ہیں۔ کہ قرآن کریم تعصب نہیں سکھاتا۔ بلکہ انصاف سکھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی انصاف پسندی کا یہاں سے کیسا عمدہ ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسنے کتب سابقہ کو بڑی عزت سے یاد کیا ہے۔ اور مختلف الفاظ میں انکی تعریف کی ہے۔ یہود یا عیسائیوں کی طرح یہ نہیں کہا۔ کہ جو کچھ ہیں بس ہم ہی ہیں۔ باقی کچھ نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت کھولکر بتادیا۔ کہ یہ کتابیں ہم نے ہی اتاری تھیں انمیں نور ہدایت تھا۔ انکی عزت کرنی چاہیئے۔

موجودہ بائبل وہ نہیں ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے اُتری تھی

لیکن اس امر کے ماننے کے لیے نہ ہم اب تیار ہیں۔ نہ پہلے کبھی تھے۔ کہ جن کتابوں کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ یہی کتابیں ہیں۔ جو موجودہ زمانہ میں عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ ہم ظاہر دیکھتے ہیں کہ اول تو جس زبان میں یہ کتابیں اُتری تھیں۔ اس زبان میں اصل کتابیں نہیں ملتیں جس سے مقابلہ ہوسکے۔

اسلیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ترجمہ کرنیوالوں نے اپنی طرف سے کیا کم و کاست کیا ہے
دوم۔ جن نبیوں پر یہ کتابیں اتری ہیں۔ انکی وفات کے بعد کے قصے نہیں جوڑ دیں۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نے ان کتابوں میں زیادتی تو ضرور کی ہے۔ کیونکہ جب وہ نبی فوت ہوئے تو انکے قصے داخل کیے گئے۔ ذکر وفات کے پہلے ہی کہدیا گیا کہ ایسا ہو۔ ایسا ہو۔ جو کبھی نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ پھر بقول پادری صاحب کے۔ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب؎ مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ تو اس صورت میں کس طرح ممکن ہے۔ کہ چار سو سال کے بعد ایک کتاب ایسے رنگ میں لکھی جاوے کہ وہ بالکل حرف بحرف ضبط کیجا سکے۔ پھر بخت نصر کے زمانہ میں کتب مقدس ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائی گئی حتیٰ کہ انکے پڑھنے والے بھی صفحہ ہستی پر نہیں چھوڑے گئے اس صورت میں اصل کتاب کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔

چہارم۔ انجیلیں مختلف مصنفوں کی ہیں۔ اور ہر ایک انجیل دوسری سے کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور رکھتی ہے۔ اس حالت میں پادری صاحب ہی بتا سکینگے کہ اصل انجیل کونسی ہے۔

پنجم۔ کیا پادری صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ جو ایسی انجیلیں ہیں جو معمولی انجیل کے ساتھ شامل نہیں کیجاتیں۔ وہ صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں۔ تو انکو درج کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر نہیں تحریف زیادہ ہے۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ مروجہ انجیل سچی اور وہ جھوٹی ہیں۔

؎ چنانچہ پادری صاحب نے اپنے مضمون کے پہلے حصے میں مارچ کے پرچے کے صفحہ ۴ پر یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ منہ

ششم۔ ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ بائبل ہمیشہ Revised ہوتی رہتی ہے جسکو ہم دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں ہمیشہ ترمیم ہوتی ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ جو ترجمہ پہلے پہل اردو میں شائع ہو وہ اصل خدا تعالیٰ کے الفاظ تھے۔ یا جو گذشتہ سال شائع ہوا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں کیونکہ مجھے پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور کے دفتر سے یہ اطلاع ملی تھی۔ کہ بائبل Revised یعنی ترمیم ہو چکی ہے۔ صرف چھپنی باقی ہے۔ غرضکہ انجیل ہر روز بدلتی رہتی ہے۔ اور پھر بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ انجیل وہی انجیل ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اتری تھی۔ سچ ہے۔ دروغ گویم بروئے تو۔

ہفتم۔ کتب الہیہ کی تعلیم خلاف سنۃ اللہ نہیں ہوتی۔ مگر دیکھو سنۃ اللہ تو یہ ہے۔ کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہی سزا پاتا ہے۔ مگر انجیل کفارہ کی تعلیم دیتی ہے علیٰ ہذا القیاس تثلیث کی تعلیم سنۃ اللہ ثابت کرتی ہے کہ تین چیزیں اگر اکٹھی کیجاویں تو تین ہوتی ہیں۔ مگر عیسائی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ ایک ہوتی ہے۔

ہشتم۔ خدا تعالیٰ کتاب شرک کی تعلیم نہیں دیتی۔ مگر عیسائی صاحبان انجیل سے تثلیث کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو فی الواقعہ شرک ہے۔ کیونکہ شرک کے معنے خدا تعالیٰ کے کاموں میں کسی کو شریک یا حصہ دار تسلیم کرنا سو عیسائی صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ خدا کا بیٹا اور روح القدس خدا تعالیٰ کے کاموں میں حصہ دار ہے۔

نہم۔ کتاب اللہ کی تعلیم اخلاق حسنہ کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل نے اس بارے میں بہت سے سرٹیفیکیٹ حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اسی رسالہ میں کسی جگہ "بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے"

ے ہیڈنگ کے ماتحت دکھا چکے ہیں۔ کہ بائبل کی تعلیم کے بعض حصوں سے عقلمند پادری کیسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دہم۔ کسی پیغام کی تصحیح و تکذیب کے لئے اس امر پر بھی غور کیا جاتا ہے کہ پیغام لانیوالا کیسا ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچائے۔ وہ کیسا اعلیٰ درجہ کا انسان ہونا چاہیئے۔ مگر یسوع جسکے متعلق عیسائیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ اسپر انجیل اُتری ہے۔ انجیل سے معلوم (خدا سے دُور) زانیہ عورتوں سے محبت رکھنے والا۔ اور شرابی تھا۔ پس اسپر اسکے پیغام کا بھی قیاس کرو۔

وتلك عشرة كاملة۔

غرض ایک لمحہ کے لئے بھی ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ ان نسخوں کے متعلق فرمایا ہے۔ جو پادریوں کے پاس ہیں۔

اب ہم ان غلط فہمیوں کو دُور کرتے ہیں۔ جو پادری صاحب نے آیات قرآن کریم کو پیش کرکے پبلک کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلی آیت جو پادری صاحب نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) ان هذا لفى الصحف الاولى۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پادری صاحب کا اس آیت کے پیش کرنے سے کیا مطلب ہے۔ جب ہم اس آیت شریفہ کے سیاق و سباق کو دیکھتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ فرمایا ہے۔ قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى بل تؤثرون الحيوة الدنيا والأخرة خير وابقى ان هذا الخ یعنی کہ اس شخص نے فلاح پائی جس نے تزکیہ (پاکی) اختیار کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم تو دنیا کی زندگی پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ آخرت بہتر اور

باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں جو ہم کہتے ہیں۔ پہلے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ (وہ صحیفے کونسے) ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے یعنی اے وہ لوگو جو پہلی کتابوں کو جانتے ہو۔ تم کو کیا ہو گیا بار بار تم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ فلاح کا ذریعہ تزکیہ نفس و تعظیم الامر اللہ ہے دنیا کو آخرت پر مقدم۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں بھی تم کو یہ باتیں سکھائیں بہت موٹی باتیں ہیں۔ مگر تم ہو کہ توجہ نہیں کرتے۔ شریف آدمی کا یہ کام ہے کہ ایک مرتبہ کا صرف اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر تم ہو کہ پہلے تو صحف الاولیٰ ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحائف کے ذریعے اور اب پھر اس قرآن کریم جو کہ جامع و مکمل کتاب ہے اسکے ذریعہ اسکی بار بار تعلیم دئیے رہے ہیں۔ ہم کچھ خیال تک نہیں کرتے۔ خدا جانے پادری صاحب کو اس میں کونسی بات اپنے مفید مطلب ملی ہے! بات کیا ہوگی۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا کے مصداق بنکر آنکھیں بند کر کے اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

(۴) اولم تاتھم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ۔ سیاق سباق ملا کر پڑھیں تو اسکا ترجمہ نہایت صاف طور سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ پوچھتے ہیں کہ ہم کو عذاب کا نشان کیوں دکھلاتے وہ نشان کہ جس سے مخالفین ہلاک ہو جائیں۔ فرمایا کہ وہ بے وقوفو بینۃ (رسول من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ) تو تمہارے پاس آ گیا۔ کیا یہ ایمان لانیکو کافی نہیں ہلاکت کا نشان بھی آجائیگا وہ اسوقت آئیگا جب تم پر کامل طور سے اتمام حجت ہو جائیگی۔ اور اسوقت تم ہلاک ہو جاؤ گے نشان سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے ہاں ایسے نشان تو مومنوں کے لیئے ازدیاد

ایمان کا باعث ہوا کرتے ہیں) پادری صاحب قرآن کو غور سے پڑھا کریں یا کسی سمجھدار سے سیکھ کر سمجھ لیا کریں۔ ورنہ آئندہ اسی طرح ندامت اٹھانی پڑے گی۔

(۳) وانہ لفی زبر الاولین۔ اور بیشک اس بات کا ذکر ہے پہلی کتابوں میں۔ اگر ہم اس آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ وانہ لتنزیل رب العٰلمین نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبک لتکون من المنذرین بلسانٍ عربیٍ مبین وانہ لفی زبر الاولین۔ یہ ذکر ہے۔ کہ یہ قرآن شریف رب العالمین کی طرف سے اتارا گیا۔ اور یہ کہ ایک کتاب بدیں صفات نازل ہوگی اسکا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ پادریصاحب نے اس آیت کریمہ کے یہ معنے کرکے کہ یہ "قرآن کریم پہلی کتابوں میں سارے کا سارا موجود ہے" یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ پس جب قرآن کریم پہلی کتب میں موجود ہے تو وہ کتب بھی قرآن سے افضل ہوئیں کیونکہ یہ قرآن انکا ایک جزو ہے۔ مگر پادریصاحب کو یہ معلوم نہیں کہ کتب پیشین مختص القوم و مختص الزمان ہیں اور قرآن کریم تمام جہان کے لیے اور ہر زمانہ کیلئے ہے اور زبر الاولین صرف و عاوی پر مشتمل ہیں اور یہ مکمل قرآن شریف ہر ایک دعوے کے ثبوت بھی رکھتا ہے۔ پس کیونکر یہ ہو سکتا ہے کہ کامل و مکمل قرآن کریم ناقص زبر میں سارے کا سارا موجود ہو۔ یہ معنے غلط ہیں۔ اور پادری صاحب اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان ہر سہ مذکورہ بالا آیات میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ باتیں یا یہ نشانیاں پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ چونکہ یہ باتیں ان کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لیے یہ سب کتابیں

بعینہٖ محفوظ ہیں۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں رسالہ میں ہمارا مضمون شائع ہوا ہے۔ تو اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا۔ کہ اس رسالہ کے سارے مضامین ہماری طرف سے ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اور مضامین کے علاوہ ہمارا مضمون بھی ہے۔ اسی طرح اسجگہ بھی یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ موجودہ کتابیں بعینہٖ موجود ہیں۔ کیونکہ رطب یابس کی جو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ نفی نہیں کی گئی بلکہ تحریف و تبدیل کا الزام تم پر لگا کر ثابت کیا ہے کہ اب قابل عمل قرآن کریم ہی ہے۔

(۲۸) فبعث اللّٰہ النبیّٖن مبشرین و منذرین...... فیما اختلفوا فیہ (یعنی۔ پھر اللہ نے نبیوں کو اٹھایا۔ جو خوشی اور ڈر کی خبر سنانے والے تھے۔ اور انکے ساتھ کتاب اتاری سچ کے ساتھ۔ تاکہ لوگوں کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اسکے آگے فرمایا ہے۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات اور اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر ان لوگوں نے۔ جنکو کتاب دی گئی۔ بعد اسکے کہ کھلے کھلے نشان آئے انکے پاس۔

پادری صاحب نے اس آیت سے یہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل کو الکتاب کہا گیا ہے۔ اگر ہم بقول پادری صاحب یہ تسلیم بھی کر لیں کہ الکتاب بائبل کو کہا گیا ہے۔ تو بھی کیا خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بھی تو الکتاب کہا ہے۔ علاوہ ازیں ہم کب نہیں مانتے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اتری ہم تو کہتے ہیں اتری لیکن اترنے کے بعد اسمیں تحریف کی گئی ہے۔ کیا پادری صاحب فرمائیں گے۔ کہ جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ کتاب تھی۔ لیکن بعد میں تحریف ہوئی۔ تو انکو اس

آیت کریمہ کے پیش کرنیکا کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم نے کہیں بھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ وہ اب بھی محفوظ اور ویسی ہی الکتاب ہے۔

(۵) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ اس آیت سے بھی پادری صاحب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ الکتاب واقعی اُتری اور میزان بھی تھی۔ لیکن اب نہ وہ الکتاب موجود ہے۔ اور نہ وہ میزان کی صفت اسمیں باقی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہیں نہیں بتاتا۔ کہ اب بھی محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر قرآن کریم نے پہلی کتابوں کو الکتاب - ہادی - رحمت بصیرت - نور - امام کے لفظ سے جو یاد کیا ہے۔ بیشک ایک وقت وہ ایسی ہی تھیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ کسطرح معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں اب بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی مانتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں ایسی تھیں۔ پھر نہ معلوم پادریصاحب کو اس تکلیف اٹھانیکی کیا ضرورت پیش آئی۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل ایک کتاب ہے جو ٹھیک طور پر فیھا کتب قیمہ کی مصداق ہے۔ کیونکہ وہ مانتے ہیں۔ کہ اسمیں ۶۶ کتابیں ہیں۔

اگر فیھا کتب قیمہ کے یہی معنے ہیں۔ تب تو بہت سی کتابیں ایسی ملیں گی۔ جو اس تعریف کی مصداق ہونگی۔ کیونکہ بہت سی کتابیں ایسی ہیں۔ جو مختلف جلدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ ہاں اگر لفظ قیمہ کچھ معنے رکھتا ہے۔ تو پھر ایسی کتب اس تعریف کی مصداق نہیں ٹھہر سکتیں۔ ہم اس بات کے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ کہ بائبل میں ۶۶ نہیں بلکہ ۶۶۰۰ کتابیں ہونگی

لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا وہ قیمہ بھی ہیں کہ نہیں۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی عقلمند انسان دنیا میں اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ کتابیں ویسی ہی محفوظ ہیں۔ جیسی کہ نازل ہوئیں۔ مخالفین کے علاوہ اسکے متبعین میں سے اقلاً بھی تو اس بات کے قائل نہیں۔

تو جب ایک کتاب بھی محفوظ نہیں رہی۔ تو قیمہ سے کیا مطلب اگر آپ اس بات پر زور دیتے ہیں۔ تو ذرا سنئے عہد نامہ عتیق کہتا ہے۔ کہ اگر ذرا بھی تکلیف دے۔ تو اسکے عوض تکلیف دیجاوے۔ حتیٰ کہ کان، آنکھ، ناک کا بھی قصاص ضرور ہے۔ اسکے برخلاف عہد نامہ جدید لکھتا ہے۔ کہ کبھی کسی سے بدلہ لو۔ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کردو۔ اب فرمایئے پادری صاحب کہ کتاب قیمہ کی کونسی عبارت ہے۔

اے نادان سُن! کہ فیہا کتب قیمہ کی مصداق قرآن شریف کے علاوہ کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اور ہر ایک سورت بجائے خود ایک کتاب ہے۔ اور کتاب بھی قیمہ ہے۔ جیسی اتری تھی ویسی ہی محفوظ ہے۔ تو فیہا کتب قیمہ کی صفت والی کتاب صرف قرآن شریف ہی ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے پانچ آیتیں اس مضمون کی پیش کی ہیں جنمیں یہ ذکر ہے۔ کہ قرآن کریم مصدق لما بین یدیہ ہے۔ پھر اسکے بعد لفظ بین یدیہ کے معنے "درمیان دونوں ہاتھوں اسکے کے" بیان کرکے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم اس بائبل کا مصدق ہے۔ جو عیسائیوں کے ہاتھ میں موجود ہے۔

اسکے جواب میں ہم صرف یہی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم تو خود تسلیم کرتے

ہیں۔ کہ اسی بائبل کی تصدیق کرتی ہے۔ ہاں تصدیق کے معنے وہ نہیں جو آپ کرتے ہیں۔ بلکہ اسکے وہ معنے ہیں جو ہم شروع مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی سچے کو سچا کر دکھانیوالی اور جھوٹے حصہ کو جھوٹا ثابت کرنے والی۔

اسکے بعد پادریصاحب نے پھر چار آیتیں مضمون مندرجہ بالا کی طرح کی بیان جس پر ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔ اسکے بعد پادریصاحب نے ایک فضول سی بحث کی ہے۔ یعنی یہ کہ مصدق لما معہم سے مراد یہودی ہیں۔ یا نصاریٰ پھر نصاریٰ کو مخاطب ثابت کرنیکے لیے آیت یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ و الانجیل پیش کی ہے۔ اور عندھم کو بین یدیہ کا مترادف ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو ہو۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لفظ مصدق پر ذرا غور فرما دیں سب کچھ حل ہو جائیگا۔

پھر پادریصاحب نے سات آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے کتب سابقہ کو نور ہدی للناس وغیرہ ذکر کیا ہے۔ مگر پادریصاحب کو یہ خیال نہیں آیا۔ کہ یہاں کسی آیت کیساتھ ما بین یدیہ یا اس کا مترادف کوئی لفظ نہیں آیا سوا نمبر ۷ کی آیت کے جسکے متعلق الگ طور پر عرض کرونگا۔

یہ ایک خوبی ہے۔ کہ قرآن شریف نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اسکے آثار نیوالا قادر مطلق جانتا تھا۔ کہ دجال پادری ان آیات کو پیش کرکے مسلمانوں کو دھوکا دینگے۔ وہ احتیاط جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جہاں صرف تصدیق مراد ہے۔ وہاں بین یدیہ اور اسکے ہم معنے مترادف لفظ استعمال کیے گئے ہیں اور جہاں اور تعریفی

لفظ بیان کیے گئے ہیں۔ وہاں یہ نہیں فرمایا۔ کہ موجودہ بائبل ایسی ہے۔ بلکہ وہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم نے ایسی ایسی کتابیں اُتاری تھیں۔ جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ جو پادری صاحب نے پیش کی ہیں۔

آیت نمبر ۱۵ جسکی تفصیل کا ہم ذکر چکے ہیں۔ حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکیف یحکمونك وعندهم التوراة فیها حکم الله ثم یتولون من بعد ذٰلك وما اولٰئك بالمؤمنین۔ یہ ایک الگ آیت ہے۔ جسکا یہ مطلب ہے۔ کہ یہودی تجھے کیوں حاکم بنائیں۔ جبکہ انکے پاس توریت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ سو ہم مانتے ہیں۔ کہ توریت میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ لیکن انکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ زیادتی بھی موجود ہے۔ اور بعض احکام بدل بھی دیئے گئے ہیں۔

اسکے بعد ایک الگ آیت شروع ہوتی ہے۔ انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور الخ سو یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اسجگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے توریت اُتاری جو ہدایت اور نور ہے وغیرہ وغیرہ ان دو آیتوں کو ایک آیت کے رنگ میں پیش کرکے لوگوں کو دھوکا دینے سے کیا فائدہ ہے۔ یہاں تو رکوع بھی بدل جاتا ہے پھر ایک آیت کس طرح رہی۔ غرض یہ دو علیحدہ علیحدہ آیات ہیں۔ جنکا مطلب الگ الگ ہے۔ پادری صاحب نے انکو لوگوں کی دھوکا دہی کے لیے ایک آیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ عندهم التوراة والی آیت میں ہدایت اور نور ثابت کرسکیں۔ جو انکی طاقت سے بالا تر ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ کہ قرآن شریف میں خود قرآن شریف

کی نسبت دوسری کتابوں کی زیادہ تعریف ہے۔ اور مقابلہ میں یہ دکھایا ہے کہ قرآن شریف کو سرف تفصیل لکل شیئ و ھدی و رحمۃ القوم یؤمنون فرمایا ہے۔ اور پرانی کتابوں کے لئے علاوہ تماما علی الذی احسن فرمایا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں پہلے کچھ ایسی تعریفیں قرآن کریم کی پیش کرتی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) لاریب فیہ (اس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے)

(۲) انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس (توریت کو تو صرف یہودیوں میں حکم کرنیکے لئے اتارا ہے۔ اور قرآن شریف کے عام لوگوں پر حکم کے لئے)

(۳) انہ لقرآن کریم ٭ فی کتٰب مکنون ٭ لا یمسہ الا المطھرون ٭ تنزیل من رب العٰلمین ٭ بیشک یہ قرآن کریم (معزز) ہے چھپی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اسکو پاکوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ (یعنی پاکوں کے سوا اسکے مطالب کو نہیں پاسکتا)۔ وہ ایسے صحیفوں میں ہیں۔ جو کرم ہیں۔ وہ رفعت والے اور پاکیزگی والے۔ جو نیکوکار و بزرگ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔

(۵) انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (ہمنے ذکر کو اتارا ہے۔ اور ہم ہی محافظ ہیں) گویا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے۔

(۶) بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح میں محفوظ ہے۔ گویا کہ قرآن کریم کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں جو کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔

لاریب فیہ۔ انزلنا الیک الکتاب بالحق۔ قرآن کریم۔ فی کتاب مکنون

۶ (م) فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ

لا یمسہ الا المطہرون - تنزیل من رب العالمین - فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ - مطہرۃ - بایدی سفرۃ کرام بررۃ - ان اللہ لحافظون الذکر - قرآن مجید - فی لوح محفوظ - بلسان عربی مبین - (یعنی کسی گنگی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے جو کھول کھولکر بیان کرتی ہے)

اب پادری صاحب فرمائیں - کہ ان پندرہ صفات کے مقابل پر اگر ایک ایسی صفت توریت کی بیان کردی جو قرآن کریم کے ساتھ شامل نہیں کی گئی تو کیا ہوا - اگر پندرہ صفات مذکورہ بالا میں ایک کو اسکے عوض الگ کردیں تو بھی چودہ دعوے پادری صاحب کے ذمہ رہے - کیوں پادری صاحب!

اسکے بعد پادری صاحب نے صحف مکرمہ کے متعلق دریافت فرمایا ہے - کہ وہ کونسی کتاب ہے ؟ جسکی یہ تعریف ہے - کیوں پادری صاحب ذرا فرمایئے تو سہی کہ اس سورت شریف میں کہیں توریت یا انجیل کا لفظ آیا ہے - اللہ تعالیٰ رسول کریم کا ایک واقعہ پیش کرکے فرماتا ہے - کہ یہ تذکرہ ہے - جو چاہے اس سے نصیحت پکڑے - یہ تذکرہ (نصیحت کی بات) ہم جو ایک ایسے صحیفے میں ہے جو مکرمہ ...... ہے - پادری صاحب ذرا فرمائیں تو سہی کہ قرآن کریم کے علاوہ ایسے تذکرہ کا کہاں ذکر ہے - تعجب ہے ! ایک بات کو تذکرہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے - اور پادری صاحب کسی اور آیت کو پیش کرکے تذکرہ فرماتے ہیں - کاش کہ پادری صاحب غور فرماویں -

الغرض پادری صاحب نے اپنے مضمون میں دو باتوں پر زور دیا ہے - کہ اول تو قرآن کریم کتب سابقہ کا مصدق ہے - دوسرے قرآن کریم نے کتب مقدسہ کی بہت تعریف کی ہے - سو ہم بڑی خوشی سے تسلیم کرتے ہیں - کہ واقعی قرآن کریم بائبل کا مصدق ہے - اور یہ بھی فرمایا - کہ یہ کتابیں جب اتریں - اسوقت انہیں ہدایت و نور تھا - اور یہ امام - تماما علی الذی احسن وغیرہ تعریفات کی مصداق تھیں - لیکن نہ اب وہ کتابیں دنیا میں موجود ہیں - نہ اس تعریف کی مستحق ہیں -

ریویو

اظہار حق | شیخ محمد یوسف صاحب نو مسلم سابق سورن سنگھ سکھ کی تصنیف
ہے۔ عمدہ سفید کاغذ اور ریویو آف ریلیجنز کی تقطیع پر قریباً دو سو صفحہ کی کتاب لکھائی
چھپائی خاصی قیمت تجویز کردہ صرف ۸؍ ہے کتاب صدر انجمن احمدیہ قادیان بک ڈپو
سے طلب کرنی چاہئیے۔ شیخ صاحب موصوف کوئی معمولی سکھ نہ تھے بلکہ دعوے
سے کہا جاسکتا ہے شیخ محمد یوسف صاحب کی برابر سکھ مذہب سے واقف اور
سکھوں کی مذہبی کتابوں پر ایسی وسیع نظر رکھنے والے تمام پنجاب میں شائد
دو چار ہی سکھ نکل سکتے ہیں۔ اس کتاب میں شیخ صاحب نے گرنتھ صاحب مستند
جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب ہی سے استدلال کیا ہے اور بدلائل ثابت کیا
ہے کہ باوا نانک صاحب سچے پکے مسلمان اور ہندوؤں سے اور ہندوؤں کے
مذہب سے سخت متنفر تھے۔ اس کتاب کے دس ابواب ہیں جنکے مضامین
اس طرح ہیں۔ وید وغیرہ کے متعلق باوا نانک جی کی رائے۔ جنیو وغیرہ
کی رسم کے متعلق باوا صاحب کے ارشادات۔ پرمیشور کے اوتار لینے کے
متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ اسلام کے متعلق باوا جی کا عقیدہ
وغیرہ وغیرہ سکھوں کو چاہئیے کہ وہ اس کتاب کا سکون قلب کے ساتھ مطالعہ
کریں اور غور فرمائیں کہ انکے مذہب کا ایک عالم شخص کیا کہتا ہے
اور کس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اصلیت و حقیقت کو پیش کر رہا ہے
ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہئیے کہ وہ اس کتاب کی پنجاب کے تمام
اضلاع میں خصوصیت سے اشاعت کریں اور اپنے سکھ دوستوں کو پہنچائیں

مینجر

اشتہار دینے والے اصحاب کے لیے

ایک نادر موقعہ

Digitized by Khilafat Library

یہ تجویز کی گئی ہے کہ تشحیذ الاذہان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کا کوئی ایک پرچہ پانچہزار شائع کیا جاوے۔ لہٰذا وہ تمام اصحاب جو اس پرچہ میں اشتہار چھپوانا چاہتے ہیں وہ مجھ سے خط وکتابت کر کے شرح اشتہارات وغیرہ کا فیصلہ کریں۔ نیز یہ بھی امید کرتا ہوں کہ آئندہ پرچہ کی اشاعت تک انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی بتا دوں گا کہ کس ماہ کا پرچہ پانچہزار شائع ہوگا۔ اشتہار دینے والے اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں۔

مینجر

اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے

پورا صفحہ	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]
فی سطر	[illegible]
تقسیم ضمیمہ کروائی	[illegible] فی سیکڑہ

نوٹ:- چونکہ سابقہ خریداران فی الحال کل رسالہ پر چلے گئے ہیں لیئے ہم اپنے دفتر سے انتظام کرتے ہیں کہ وہ ہر قسم کی خط وکتابت وغیرہ بغیر کسی عہدہ دار کے نام کے دفتر کے پتہ پر بھیجا کریں۔ مینجر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپا

جلد ۴ نمبر ۹

Digitized by Khilafat Library

ایڈیٹر
صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے عمہ ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ | مطابق ماہ ستمبر ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

ماہ رمضان المبارک ۳۲۵
کیا جناب مسیح موعود علیہ السلام سفلی علم کے زور سے لوگوں کو مرید کرتے ہیں ۳۳۲
ہر فرعونے را موسیٰ
رد فرقہ چکڑالوی

ایڈیٹر
محمد حسین از چھاونی لاہور
مہتمم شاہ نواز
حبیب الرحمن حاجی پور

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینیجر ۱۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو مطبع قادیان دارالامان سے شائع ہوا

شکریہ معاونین

ایک چٹھی کے ذریعہ میں نے اپنے بعض دوستوں کو دار الکتب احمدیہ کی مالی حالت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ان میں سے بہت سے دوستوں نے دار الکتب کو روپیہ بھیجکر مدد کی ہے جیسا کہ آپ مندرجہ ذیل فہرست سے معلوم ہو سکتا ہے میں ان احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دینی کام میں حصہ لینے کی زیادہ توفیق دے۔ آمین۔

مرزا محمود احمد۔

فہرست معاونین معہ رقم چندہ جو بھیجی ہے

(۱) میاں محمد حسین خان صاحب عہ

(۲) منشی محمود وزیر خان صاحب سوتی اڑی عہ

(۳) منشی نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر صہ

(۴) شیخ غلام حیدر صاحب انسپکٹر پولیس۔ صہ

(۵) منشی عبد الحمید صاحب رجسٹرار حیدرآباد دکن صہ

(۶) ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وزیری اسسٹنٹ صہ

(۷) منشی محمد عجب خان صاحب تحصیلدار صہ

(۸) جماعت پشاور صہ

(۹) سید امیر علیشاہ صاحب صہ

(۱۰) میاں دولت خان صاحب صہ

(۱۱) میر حامد شاہ صاحب صہ

(۱۲) منشی برکت علی صاحب صہ

(۱۳) شیخ مظفر الدین صاحب انسپکٹر پولیس صہ

(۱۴) منشی محمد خان صاحب ذیلدار سے

(۱۵) سیٹھ اسمٰعیل آدم جی صاحب بمبئی عہ

(۱۶) منشی عنایت اللہ خان صاحب انسپکٹر پولیس عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ماہ رمضان

ماہِ رمضان کیا بلحاظ اِس کے کہ خدا تعالیٰ نے اِسے دوسرے مہینوں کو زیادہ معزز کیا ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں دعاؤں کا زیادہ موقعہ ملتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں ہر ایک مسلمانوں کو ایک مجاہدہ کرنا پڑتا ہے کیا بلحاظ اِس کے کہ کمزور سے کمزور انسان کو بھی اِس کی بدولت شب بیداری سے کچھ نہ کچھ حصہ مل رہتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ اِس میں بحکم اللہ جلشانہٗ کچھ نہ کچھ سخاوت کرنی ہی پڑتی ہے اور کیا بلحاظ اِس کے کہ اِس ماہ میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اللہ کی رحمتیں کثرت سے نازل ہوتی ہیں۔ ایک مبارک اور نہایت ہی مبارک مہینہ ہے۔ بس مبارک ہے وہ جو اس مہینہ سے فائدہ اُٹھائے اور جب اس مبارک مہینہ کو رخصت کرے تو اس میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو چکی ہو۔ کیا خدا تعالےٰ کو کسی کو بھوکا رکھنے میں کچھ فائدہ ہے۔ کیا اگر ہم سارا دن بھوکے رہیں اور کھانے پینے سے پرہیز کریں تو خدا تعالےٰ کی بادشاہی میں ترقی ہو جاتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں اس کی طاقت نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ کیونکہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو ہر ایک نقص سے پاک ہے اُس کی طاقت کو کوئی زوال نہیں کیونکہ وہ ازلی ابدی ہے اور اس کی طاقت میں کوئی ترقی نہیں کیونکہ اس سے اوپر اور کوئی چیز نہیں

پس یاد رکھو کہ ہمارے روزہ رکھنے سے خدا تعالےٰ کو کوئی فائدہ نہیں ہیں وہ بات جس کے لیے روزہ فرض کیا گیا ہے ہماری اپنی پاکیزگی ہے۔ خدا تعالےٰ چونکہ رحیم ہے اس لیے اس نے اپنے بندوں کو پاک کرنے ...... اور گناہوں سے بچانے کے لیے کچھ علاج مقرر فرمائے ہیں جن میں سے ایک روزہ بھی ہے ایک امیر اپنے فاقہ کش بھائی کی مصیبت کو کس طرح سمجھ سکتا ہے مگر روزہ کو کیونکہ روزہ ...... اس کو بھوک اور پیاس کی تکلیف کا دکھ بتائیگا۔ ایک متکبر کس طرح اپنی بےبسی پر واقف ہو سکتا ہے مگر روزہ سے کیونکہ روزہ رکھنے سے اُسے معلوم ہوگا۔ کہ وہ زندگی کے ہر ایک لمحہ میں مختلف چیزوں کا محتاج ہے جیسے روزہ کے وقت بھوک اور پیاس اس کو ستاتی ہیں ایسا ہی اس کے غریب ہمسایہ کو کہ امیر ہیں اور اُس میں کچھ فرق نہیں ہے روزہ کی بدولت انسان نفسانی خواہشات سے محفوظ رہتا ہے اور ترش کلامی سے بچا رہتا ہے روزہ کی بدولت انسان میں سخاوت کا مادہ پیدا ہوتا ہے روزہ کی بدولت انسان میں ہمت و استقلال کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ کی بدولت انسان کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہو سکتا ہے غرض اگر انسان سچے دل سے اور روزہ کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے روزہ رکھے تو رمضان کا مہینہ اس کی عمر کے تمام سالوں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے پس اس وقت میری اس مضمون سے یہ غرض ہے کہ میرے دوست و احباب اس مہینہ کو ضائع نہ ہونے دیں۔ جہاں تک ہو سکے اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ سحری کے وقت اُٹھنا پڑتا ہی ہے اگر اس وقت خلوص دل سے دعائیں کریں تو ضرور ہے کہ خدا تعالےٰ انپر خاص طور سے رحم کرے اور ان کے دکھوں اور تکلیفوں کو دور کرے کیا ہم کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے یا کیا ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اعمال کا کوئی محاسبہ نہیں ہونا۔ پس جبکہ نہ تو ہم اس دنیائے فانی میں ہمیشہ رہینگے

اور نہ ہمارے اعمال جھلائے جائینگے تو کیا ہمارے لیے موقعہ نہیں کہ اس دنیا کو آخرت
کی کھیتی سمجھ کر جو وقت اور موقعہ ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔ پس اے میرے دوستو جو
اس مضمون کو پڑھتے ہو خود دعاؤں میں لگ جاؤ اور اپنے دوستوں کو یہ مضمون
سنا کر انہیں تحریک کرو کہ وہ بھی اپنے وقتوں کا نیک استعمال کریں کیا تم سمجھتے ہو کہ
مسیح پر ایمان لانے سے تم خدا کے عذابوں سے بچ گئے۔ نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں
کہ تم اور بھی پھنس گئے ہو۔ کیونکہ پہلے تو تم ناواقفی کے حیلہ سے بچ سکتے تھے مگر اب
خدا کی حجت تم پر قایم ہو چکی ہے اور تم خدا کے حضور میں مجرم قرار دیئے جا چکے ہو پس
اگر اس عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو دنیا کے لیے دین سے غافل مت ہو۔ اور گناہوں
میں مت پھنسو کیونکہ گناہ انسانی دلکو زنگ آلودہ کر دیتے ہیں اور جس کے دل پر زنگ
لگ جائے وہ ہدایت سے دور ہو جاتا ہے۔ تم اپنے اعمال کو اس طرح درست کرو
کہ دوسروں کو تمہاری وجہ سے ٹھوکر نہ لگے ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت کے دن خدا تعالے
کے حضور عذر پیش کریں کہ وہ جماعت جو تو نے قایم کی تھی اس کے اعمال ایسے
گندے تھے کہ ہمیں اس میں داخل ہونے سے نفرت پیدا ہوتی تھی۔ اور ہمیں تیرا
چہرہ اُن میں نظر نہ آتا تھا کیونکہ وہ گناہوں میں گرفتار تھے۔ اور شیطان اُن کے
دلوں میں حکومت کرتا تھا۔ پس خدا کے عذاب سے ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ فرشتے
تمہارا نام اُن لوگوں میں لکھدیں۔ جو دنیا کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ دعاؤں میں
لگے رہو۔ کیونکہ دل سے نکلی ہوئی دعائیں ضایع نہیں جاتیں۔ خدا تعالے کا وعدہ
ہے کہ وہ مضطر کی دعا کو سنیگا۔ اور خدا اپنے وعدوں کا جھوٹا نہیں اپنے دلوں
میں ایک اضطرار پیدا کرو جو عرش کو ہلا دے اور تمہارے دل خدا کی محبت سے
پر ہو جائیں۔ کیونکہ محبت سے بھرے ہوئے دل خدا تعالے کے خزانہ ہوتے
ہیں اور کون ہے جو اپنے خزانہ کو تباہ کریگا۔ پس اگر چاہتے ہو کہ آئندہ اسے عذابوں

سے سکونت رہو تو اپنے دلوں کو پاک کرو اور خدا کی محبت میں سرشار ہو جاؤ۔ قبل اس کے کہ خدا کی طرف سے تم پر موت وارد ہو تم اپنے نفسوں کو مارو کیونکہ خدا کسی انسان پر دو موتیں وارد نہیں کرتا۔ دیکھو زمانہ نازک ہے وحدت پیدا کرو کیونکہ جو بھیڑ اکیلی ہوتی ہے اُسے بھیڑیا لیجاتا ہے اگر تمہارے دلوں میں پھوٹ ہوگی اور تم روحانی طور سے اکیلے ہو جاؤ گے تو یاد رکھو کہ شیطان تمہارے دلوں کو اچک لیجائیگا۔ اور روحانی طور سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ میرے دلوں میں تمہارے لیے ایک درد ہے اور بڑا درد ہے جس کا خدا کے سوا اور کوئی عالم نہیں اور اس لیے میں مجبور ہوں کہ تمہیں تمہاری بھلائی کی طرف بلاؤں۔ اور نیکی کے طریق تم پر ظاہر کروں اور اس خیر خواہی کے جوش کو اس بات نے اور بھی دوبالا کر دیا کہ میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لیے اپنی پیر میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں نہ معلوم کس کی دعا سنی جائے۔ اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا درد دل ظاہر کرنے کے لیے اس دعا کو یہاں نقل ہی کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لیے اور جماعت احمدیہ کے لیے دعاؤں میں لگ جائے۔ جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اے میرے مالک میرے قادر خدا میرے پیارے میرے مولیٰ میرے رہنما۔ اے خالق ارض وسما۔ اے متصرف آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لیکر حضرت مسیح تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اے وہ علی وکبیر جس نے آنحضرت جیسا عظیم الشان

رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے اسے ظلمات کے مٹانے والے تیرے حضور میں ہاں صرف تیرے ہی حضور میں محمد سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ میں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں میں کچھ نہ تھا تونے مجھے بنایا میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا میری پرورش کے لیے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبرگیری کے لیے انسان کو پیدا کیا جبکہ میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کرسکتا تھا۔ تو پھر وہ انسان مقرر کیے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان ہاں اے میری جان تونے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور میں عزت سے دیکھا جاتا تھا اس لیے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے بے سمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لیے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لیے حاصل کرے میں گنہگار تھا تونے ستاری سے کام لیا میں خطاکار تھا تونے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تونے میری مدد کی اور جب کبھی میں گرا چاہنے لگا۔ تونے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تونے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا۔ مگر تونے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقربا اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تونے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا۔ تو تونے مجھے خوش کیا میں افسردہ دل ہوا تو تو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تونے مجھے ہنسایا کوئی ہوگا جو فراق میں تڑپتا ہو

مجھے تو تو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تو نے مجھ سے وعدے کیے اور پورے کیے
اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی
ہے۔ میں نے بھی تجھ سے لگے اور توڑے مگر تو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا
میں نہیں سمجھتا کہ مجھ سا گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ
مہربان تو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم وگمان میں بھی
نہیں آ سکتا جب میں تیرے حضور میں گڑگڑایا اور زاری کی تو نے میری
آواز سنی اور قبول کی میں نہیں جانتا کہ تو نے کبھی میری اضطرار کی دعا رد کی
ہو پس اے میرے خدا میں نہایت دردِ دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے
حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور
میری پکار کو پہنچ اے میرے قدوس خدا میری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اسے
ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں۔ تو مجھے ان سے کیا تعلق جب تک
ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے
ان سے کیا غرض۔ سو اے میرے رب اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو
جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے صحابہ کا سا جوش وخروش ان میں پیدا ہو۔
اور وہ تیرے دین کے لیے بیقرار ہو جائیں ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ
عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریم پر فدا
تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں۔ اور اس کی پاک اور سچی تعلیم
ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا میری قوم کو تمام ابتلاؤں
اور دکھوں سے بچا اور ہر قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے
بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تو نے پسند کر لی ہو اور یہ ایک
گروہ ہو جس کو تو ..... اپنے لیے مخصوص کرے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ

رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک
کر مبارک کر آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین اس کے بعد میں اپنے
لیے اپنے بھائیوں کے لیے اپنی والدہ کے لیے اپنی ہمشیروں کے لیے
اپنے دوستوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کے نام نیچے لکھتا ہوں
دعا کرتا ہوں اور نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ہم کو دین دنیا میں مبارک
کر نیک کر۔ پاک کر۔ اپنے لیے جن سے ہدایت کا پھیلانیوالا بنا۔ اسلام
کا خادم بنا۔ اور صحت و پاک عمر عطا فرما۔ ہم اسلام پر مریں اور تو ہماری وفات
کے وقت ہم پر خوش ہو اور ہماری عمر تیری ناراضگی سے پاک ہو۔ پھر میں خاص
طور سے خلیفہ وقت کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب ان کے علم
و فضل میں ترقی دے ان کو اپنے کام میں کامیاب کر۔ ان کو ہر قسم کے دکھوں سے بچا۔
ان کی تدابیر میں برکت ڈال۔ اور ان راہوں پر چلا جو اسلام کی ہوں۔

چودھری فتح محمد صاحب۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب۔ چودھری ضیاء الدین
صاحب۔ عبدالرحمن۔ غلام حسین۔ قاضی محمد عالم صاحب۔ عبدالمجید خان صاحب
ماسٹر محمد شریف صاحب۔ شیخ عبدالرحیم صاحب۔ شیخ عبدالرحمن صاحب شاکر
صاحب۔ میاں دین محمد صاحب۔ میرزا یوسف علی صاحب۔ عبدالرحمن کاغانی صاحب
میاں محمد یوسف۔ میاں عبدالغنی۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔
خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب
سید شیر شاہ صاحب۔ سید محمد علی شاہ صاحب۔ ماسٹر شیر علی صاحب۔ مولوی
فضل الدین صاحب۔ قاضی ظہور الدین اکمل صاحب۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب
میاں مظہر حق۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ میاں مظفر قیوم صاحب۔ عبدالرحیم

عہ یہ نام ان لوگوں کے ہیں کہ یا تو انہوں نے مجھے اس وقت خاص طور سے

دعا کے لیے کہا یا مجھ سے خاص طور سے محبت رکھتے ہیں۔ اور تھے۔

میری اس دعا کو اس جگہ نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ شاید کوئی نیک روح فائدہ اُٹھائے اور اس مبارک مہینہ میں خاص طور سے جماعت احمدیہ اور اسلام کی ترقی کے لیے دعاؤں میں لگ جائے۔ میں آخر میں پھر اپنے احباب پر زور دیتا ہوں کہ اس وقت کو ضائع مت کرو۔ رات کو خدا کے حضور چلاؤ۔ اور دن کو صدقہ کرو۔ یہ ایک ایسی پکی تحریر ہے کہ اگر تم میں سے ایک جماعت سچے دل سے ایسا کرنے والی نکل آئے تو خدا اپنے پاک کلام میں کامیابی کا وعدہ دیتا ہے۔ پس کون بدبخت ہے جسکو خدا کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو خدا کرے کہ ہم لوگوں میں وحدت پیدا ہو اور ہم کو نیک اعمال اور دعاؤں کی توفیق ملے۔ اور ظلمت کے دن دور ہو کر اسلام کا نورانی چہرہ پھر دنیا پر ظاہر ہو۔ آمین یا رب العظیم

خاکسار

مرزا محمود احمد

کیا جناب مسیح موعود علیہ السلام سفلی علم کے زور سے لوگوں کو مُرید کرتے ہیں؟

انسانی ہستی کا بھی عجب حال ہے۔ یہ کبھی اور کسی صورت میں بھی دوسروں پر بے جا نکتہ چینی کرنے سے باز نہیں آتی۔ جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان کے ساتھ خصوصیت سے ان کو کچھ ایسی کد اور عناد رہا ہے کہ جان بوجھ کر ان کو ستایا اور دل کھول کر ستایا دکھ دیے تکلیفیں دیں اُن کی غریب جماعت پر طرح طرح کے ظلم کے ستم کئے شرارتیں کیں اور انبیاء علیہم السلام کے طرح طرح کے نام رکھے کبھی تو ان کو وہ کاذب بنایا کبھی مفتری علی اللہ۔ کبھی کذاب مکار کبھی ساحر و جادوگر۔ غرضیکہ جو کچھ بھی بن آیا کیا اور ان کاموں کے کرنے سے باز نہ آئے یہاں تک کہ غضب خداوندی نے ان کا خانہ خراب کر دیا ان کو بھسم کر دیا۔ وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ہی نہ ہوئے تھے۔ بُرے کاموں کا نتیجہ تو بُرا ہی ہوتا ہے مگر آئندہ کے لیے کم از کم یہ نظارے یاد کر باعث عبرت ہیں اور ضرور ہیں مگر کس سے کہیں اور کس سے بیان کریں یہاں تو یہ حالت ہے کہ میرزا جی کے برخلاف جو کچھ بھی کہہ لو کر لو سب کچھ جائز اور موجب صواب ہے وہ کیوں؟ اس لیے کہ میرزا جی کے پاس بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ کچھ تھوڑا سا سفلی علم جانتے ہیں اور اسی کی زور سے لوگوں کو اپنے پھندے میں پھانستے ہیں عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے (میرزا) کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں دانا اور عقلمند ان سے کوسوں دور رہتے ہیں اور ان کی طرف یا ان کے کتابوں کی طرف التفات کرنا ہی گناہ عظیم خیال کرتے ہیں۔

پہلے تو ہم جب ان واقعات کو قرآن شریف میں پڑھا کرتے تھے تو ہوتا یا کہ منکرین ان سے گرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں نیز ان کتابوں کے وہ بیانات جہاں انبیاء اور اولیاء کے کروڑوں معجزے اور کراماتیں ذکر کی گئی ہیں اور ساتھ اس کے یہ بھی پڑھا کرتے تھے کہ منکروں نے باوجود ایسے ایسے معجزے اور کراماتیں دیکھنے کے بھی خدا کے راستبازوں کو نہیں مانا انہوں نے ان معجزوں کو دیکھکر کبھی تو ان کو جھوٹا کہنا کبھی مکار و فریبی اور کبھی ساحر شاعر اور جادوگر تو ہمارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور دل پر عجیب ہی کیفیت طاری ہوتی تھی بلکہ سچ پوچھو تو بعض وقت ہم مبہوت ہو کر رہ جاتے تھے عقل کام نہیں کرتی تھی دماغ چکر کھا جاتا تھا کیونکہ معجزوں کی کثرت ہمارے ہوش پران کر دیتی ہے پر کیا کریں کوئی نمونہ سامنے نہ تھا اس لیے خاموش ہو جاتے تھے - اور کوئی حرف زبان سے نہ نکلتے تھے - اور کر بھی کیا سکتے تھے کچھ بھی کیا سکتے تھے کیونکہ ہمارا یہی اعتقاد تھا کہ راستبازوں کا زمانہ تو گذر گیا ہے اور اب کوئی ایسا آدمی تو آویگا ہی نہیں کہ جس کے ذریعہ ان باتوں کی تصدیق ہو سکے - گو یہ مانتے تھے کہ مسیح اور مہدی آوینگے لیکن مسیح کی نسبت تو یہ اعتقاد تھا کہ وہ آسمان پر سے ٹپ دیسے اتر پڑینگے اور مہدی کے ساتھ ملکر جنگ و جدل پر کمربستہ ہو جاوینگے اس لیے ممکن نہیں کہ کوئی ان ہر دو صاحبان کا انکار کرے ان کو جادوگر بتائے ساحر شاعر کہے سفلی علم کے زور سے اپنے کام نکالنے والا ان کا نام رکھے گویا اس اعتقاد میں کسی ایسے وجود کی امید تو رکھنا ہی باطل ہے کہ کسی انبیاء کا نمونہ کسی وقت ملاحظہ میں آویگا - یا ان گذشتہ انبیاء کی تصدیق کا کوئی سین نظر آویگا - اس لیے ہمارا ایسے معجزے کتابوں میں پڑھکر اور ان کے انکار کرنے والوں کا حال پڑھکر حیران ہو جانا کوئی بھی جائے تعجب نہ تھی -

خدا کی شان ہے! جو بندہ یا بندہ کیا ہی سچ جناب حضرت مسیح علیہ السلام کا قول باوجود محرف اور مبدل ہونے کے ان ہی انجیلوں میں ملتا ہے کہ جو کھٹکھٹائیگا اس کے لیئے کھولا جاویگا - چونکہ ہمکو سچ اور جھوٹ کے تمیز کرنے کی تمنا تو ہے ہی اور یہ تو چاہتے ہی تھے - کہ کوئی ایسا نمونہ ہمارے سامنے آتا کہ جس کے ذریعہ ان تمام باتوں کی اصل حقیقت معلوم ہوتی اور یہ راز سربستہ ہمارے لیئے کھل جاتا تو کیا اچھا ہوتا - ہم چھوٹی عمر میں جب کبھی مہدی اور مسیح کے آنے کا (جو ہر مسلمان بچہ کو گھر یا مکتب میں اعتقاداً پلایا جاتا ہے) ذکر سنتے تھے تو دل تو یہی کرتا تھا کہ بارخدایا ہم کو وہ پیارا چہرہ ضرور دکھلا دینا بلکہ اکثر دفعہ دعائیں بھی مانگ لیا کرتے تھے لڑکپن کی امنگیں عجیب ہوتی ہیں خدا کی شان اور اس کے مہربان اور لطف کی کیسی قدر کریں اور کس طرح شکر ادا کریں کہ اس نے آخر وہ ہمکو دکھلا بھی دیا اور ملا بھی دیا اور اس کا گرویدہ بھی کر دیا اور یوں وہ بچپن کی دعائیں جوانی کی عمر میں آ آ کر قبول ہوئیں مگر خدا کا یہ شکر ہے کہ ابھی عمر بہت لمبی نہ ہوئی تھی کہ ہم اس کے حلقہ بگوش ہونے کا فخر ملا اور یہ احسان ہم پر جناب ڈاکٹر حکیم شیخ نور محمد صاحب منشی عالم مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور کا ہے کہ جن کے ذریعہ ہم نے اس نور کو پایا کہ جو دنیا کو روشن کرنے کو بیٹھا اور گندے اور بوسیدہ عقاید کو دور کرنے کے لیئے خدا نے آسمان سے اوتارا ہے یہ وہی نور ہے کہ جو دنیا میں میرزا غلام احمد قادیانی نام رکھتا ہے! اور خدا کی طرف سے مسیح موعود - مہدی معہود - امام وقت - مجدد - مرسل یزدانی وغیرہ لقب رکھتا ہے جو انبیاء کی شکل و صورت اور سیرت میں بھیجا گیا ہے جس کے آنے سے عقدے وا ہوئے بات جو جھگڑا بنایا گیا تھا اس کی کیفیت معلوم ہوئی - خواہ مخواہ مسیح اسرائیلی کو آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا

رکھا تھا اور اس کے آنے کی امیدیں باندہی جاتی تھیں اور اس کا آنا ایسا ہیبت ناک طریقے پر پیش کیا جاتا تھا اور اس کو ایسا خونخوار اور مردم گزار بیان کیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ الامان والحفیظ!

اس مسیح موعود نے آکر نہ صرف گندے اور بوسیدہ عقیدوں کا ہی قلع قمع کیا بلکہ ہر ایک بات کی حقیقت سمجھائی کیا سنے کہ جو حقیقتاً درست تہی اس کا مطلب سمجھایا اور باقی ردی باتوں کو یا عقاید کو کوڑے کرکٹ کی طرح دور و ضاں کر دیا اور یوں جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کا ایک عجیب سین دکہلایا سین کیا دکہلایا؟ بلکہ اصل پوچھو تو دنیا کے ایک کثیر حصہ کو تا ردیا۔ باوجودیکہ قرآن شریف میں ایک جگہ لا اکراہ فی الدین ہے اور دوسری جگہ اُدعُ الی سبیل ربک بالحکمۃ والحسنۃ و جادلہم بالتی ہی احسن وہے گئے پہری اس عقیدے کو باعث فخر گردانا و مانا گیا تہا اور مسیح اور مہدی بجبر مسلمان کرینگے ورنہ قتل کر دینگے جو مسلمان ہونے سے انکار کریگا۔ مگر اس مسیح نے آکر ہر ایک ایسی بات اور عقیدہ کو صاف کیا جس میں کہ اختلاف کیا جاتا تھا

ایمان کی بات تو یہی ہے خدا کو منہ دکہلانا ہے کہ اس نے جو بات کبہی جو کام کیا صاف کیا مگر دنیا ، کی عقل کے ساتھ ہماری عقل مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہم ایسے عقل کے اندہے ہو سکتے ہیں کہ بدیہیات کو چھوڑ کر وہ بات تسلیم کر لیں کہ جو آؤ دیدا کر خراب ہو ری ہو کڑوی ہو اور بد ذائقہ ہو۔ ہم نے علم اگرچہ تہوڑا بہت پڑہا ہے تو کہرا اور کہوٹا پرکہنے کے لیئے نہ یہ کہ کہرے کو کہوٹا اور کہوٹے کو کہرا کہنے کے لیئے مگر دنیا پرست مادی دنیا کے کیڑے رات دن دنیا پرستی کے اخبارات پڑہنے میں مشغول رہنا اچھا سمجھتے ہیں مگر خدا کے پیارے

مسیح کے چھوٹے سے چھوٹے رسالے کو بھی زہرِ ہلاہل یقین کر کے اس سے ایسے
دور بھاگتے ہیں کہ جیسے بندوق سے گولی یا کمان سے تیر۔ بات تو بالکل صاف
ہے کوئی پیچ دار ہے نہیں عقل میں آجاتی ہے دماغ اس کی صداقت کو پرکھ
سکتا ہے اور پھر سے کھوٹے میں تمیز کرنا ۔ بھلے مانسوں کا تو شیوہ ہے ہی۔
پیر ایک راست باز کو ماننا۔ دوسرے کا انکار کرنا اس کی بات کو خطرے میں خ
لانا عقلمندی کا خاک اڑانا نہیں تو اور کیا ہے ؟ ہم نے تو جہاں تک غور کیا
ہے عقل کا چراغ ہاتھ میں لیکر دیکھا ہے پچھلے انبیاء کی لائف و سیرت کے علاوہ
اور حضرت نبی کریم رؤف الرحیم صلعم کی لائف و سیرت کے خصوصاً اوراق کو الٹ
کر مطالعہ کیا ہے تو یہی کھلا ہے کہ میرزا جی کی پاکیزہ لائف و سیرت میں اور
ان کی سیرت میں رائی کے دانہ کے برابر بھی فرق نہیں ہے اور یہ وہ بات ہے
کہ اس کو معمولی نظر سے دیکھنا ایمانداری کی بیقدری کرنا اور بے ایمانی کی قدر و
منزلت کرنا ہے۔ مگر آج کل کے لوگوں کی حالت عجیب طرح کی ہے۔ کہ
میرزا جی کی کتابوں کو تو پڑھتے نہیں آپ کے پاک لائف کا مطالعہ کرتے نہیں
آپکی تعلیم پر نظرِ عمیق سے غور کرتے نہیں اور وہ بات کہہ اٹھتے ہیں کہ جو نہ صرف
چھوٹا منہ بڑی بات ہونی کی مصداق ہو بلکہ صریحاً ظلم اور حقیقتاً بے ایمانی پر دلیل ہو
یہ بات تو کہدینی آسان ہے کہ میرزا جی کو سفلی علم آتا ہے اور اس کے
ذریعہ لوگوں کو پھانستے ہیں مگر اس سفلی علم کے حال اور اثر کو تو کم سے کم ملاحظہ
کرنا چاہئے تھا کہ برخلاف دوسرے سفلی علموں کے یہ کیوں ایسا بلا کا اور
غضب کا ہے کہ عقل کے پتلوں اور علم کے دریاؤں پر بھی اثر کرتا ہے آج
تک تو یہی تجربہ رہا ہے کہ سفلی علم ہمیشہ کم عقلوں ۔ بے شعوروں ۔ کندہ ناتراشوں
جاہل مطلقوں ۔ دین سے بے بہروں پر اثر کرتا رہا ہے۔ مگر ان سب کے

برخلاف میرزا جی کے سفلی علم نے بڑی بڑے عالموں ۔ مولویوں ۔ تاجروں ۔ امیروں ۔ رئیسوں ۔ اور مجوداروں اور دینداروں پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے اور ان کو ایسا مسحور کر دیا ہے کہ جان سے مال سے ہر ایک طرح سے حاضر ہیں کسی طرح کا عذر نہیں کرتے کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرتے اور نہ جان کی پرواہ کہ وہ نہ جائے اور نہ عزت کی پرواہ ہے کہ وہ نہ جاتی رہے ۔ یہ سفلی علم ہے تو ضرور قابل غور اس کی پڑتال تو ضرور کرنی چاہیے ۔ کیونکہ آج تک کا تجربہ شاہد ہے کہ سفلی علم کا اثر کثرت جہلا پر پڑا کرتا ہے چنانچہ غور سے دیکھو تو اور فرزانگی کی عینک نہیں بلکہ دوربین لگا کر دیکھو تو کہ ایسے عملوں کے قائل معقول ایسے ہی لوگ رہا کرتے ہیں کہ جو دیوی دیوتاؤں ۔ قبروں ۔ تعزیوں قندیلوں کے پجاری ہوں ۔ خدا کے بیٹے اور بیان ماننے والے ہوں اور بالآخر خدا کو (نعوذ باللہ) ایک کنواری کے شکم سے پیدا ہونے اور پھر سارے جہان کے گناہوں کے بوجھ کا گٹھر اپنے گردن پر لاد کر صلیب پر مر جانے کے قائل ہوں جیسے کہ انجیلوں میں یسوع کا سب سے بڑا معجزہ یہی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دیو نکالا کرتا تھا جسکو عیسائی لوگ بڑے فخر سے بیان کیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ ایک دفعہ شالا مار باغ کو جاتے ہوئے راستے میں ہمکو ایک صاحب مل گئے جنکا نام مسٹر گرین ” تھا جو ریلوے میں ملازم تھے جب ہم مذکور میں پہونچے چونکہ وہاں میلہ کا دن تھا ہر ایک قسم کے آدمی موجود تھے ایک جگہ پر دھول بج رہی تھی اور گانا ہو رہا تھا اور چند ایک مسٹنڈے اسپر مست ہو کر جھوم رہے تھے صاحب موصوف دیکھکر سخت متعجب ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ جانتے ہو یہ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ایسا کر رہے ہیں ؟ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ بنے ہوئے ہیں اور صرف دکھلاوے کے لئے یہ بات ہے کیونکہ ان کی

صورتوں شکلوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہ تو سخن شناس ہیں اور نہ سخن فہم ہیں بلکہ جاہل علق کنندہ نا تراش ہیں جو غزلیں قوال گا رہے ہیں ان کا نہ تو یہ مطلب سمجھتے ہیں اور نہ ان کے معانی سے یہ آگاہ ہیں۔ مگر صاحب موصوف نے ہمارے اس معقول بات کو تسلیم نہیں کیا اور صاف کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ ان دیوتوں کا اثر ہے ہمارا خیال اسی وقت انجیل کیطرف پلٹ گیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ باوجودیکہ یہ مغربی فلسفہ کا واقف ہے مگر پیری انجیلی تعلیم نے اس پر ایسا اثر کیا ہے کہ دیوتوں کا خیال اس کے دل سے دور نہیں ہوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں کی عقل ایسی گند ہو گئی ہے کہ وہ کسی حق کی بات کو سمجھ نہیں سکتے باوجودیکہ دنیوی علوم میں بڑی پایہ کا کہتی ہیں کلیں ایجاد کرتے ہیں عجیب عجیب ایجادوں کے موجب ہیں مگر دینی معاملہ میں وہی مرغ کی ایک ٹانگ والا معاملہ ہے چنانچہ ابھی چند روز ہوئے کہ ایک ڈاکٹر صاحب سے جو پادری بھی ہیں جو اپنے آپ کو اصل باشندہ قسطنطنیہ کا ظاہر کرتے تھے ہم سے ملاقات ہوئے اور یہ موقعہ ان کی کوٹھی پر ملاقات کا تھا جو موری دروازے کے پاس ہے ہم نے پادری صاحب سے کہا کہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کس طرح ایک عورت کے پیٹ میں داخل ہو کر انسانی جون بیشتر میں پیدا ہوا تو اس کا پادری صاحب نے یہی جواب دیا کہ میں ایسی بات نہیں سمجھا سکتا کیونکہ خدا غیر محدود ہے اور ہم محدود اس پر ہم نے کہا کہ اسی لیئے تو یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ جب انسانی ہستی محدود ہے اور خدا تعالےٰ غیر محدود ہے تو وہ کیسے ایک عورت کے رحم میں سما گیا پادری صاحب اس پر بڑے سٹ پٹائے اور کہنے لگے کہ میں خدا کی نسبت کچھ نہیں بیان کر سکتا۔ اور نہ یہ جرأت رکھتا ہوں کہ یوں کہوں کہ خدا نے ایسا کیوں کیا خدا کی نسبت جو بات ہے وہ عقل سے بالاتر ہے اس لیے الوہیت کے متعلق

کوئی سوال ہم سے نہ کرو۔ ہم نے کہا اچھا یہ تو سمجھاؤ کہ مسیح کی نسبت ہم کیا ایمان رکھیں پادری صاحب نے کہ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ وہ خداوند خدا جو ازلی ابدی ہے جو رحیم بھی ہے اور ایک گناہ کا بدلا لیا کرتا ہے اور بغیر بدلے کے نہیں بخشتا وہی مسیح کی شکل ہو کر دنیا میں ظاہر ہوا تا کہ دنیا کو گناہوں سے نجات دیوے چنانچہ اس نے مصلوب ہو کر دنیا کے گناہوں کو اس طرح بخش دیا۔ ہم نے کہا کہ یہ تو فرمائیے کہ جو شخص ہندو ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا نے کرشن یا رام چندر کا اوتار لیا اور اس طرح وہ کرشن یا رام چندر کو خدا مانتا ہے تو اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ کسی اور خدا کو مانے۔ پادری صاحب اس پر بہت ہی جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ تم نہیں جانتے کہ کرشن چھوکریوں کو بغل میں رکھتا تھا اور نہانے والی عورتوں کے کپڑے اٹھا کر درختوں پر چڑھ جاتا تھا۔ پس جب وہ گناہ گار تھا تو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے ہم نے کہا کہ یہودی مسیح کے جس قدر عیب بیان کرتے ہیں وہ کرشن کے عیبوں سے بہت زیادہ ہیں اول تو مخالف معاند کی بات جو مخالفانہ رنگ میں ہو قابل اعتبار کم ہوا کرتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ کرشن جی مہاراج کے مخالفوں نے کرشن جی کے عیب ایسے بیان کئے ہوں اور وہ فی الحقیقت ایسے عیوب سے پاک ہوں دوم یہ کہ اگر مطلق عیبوں کو ہی گن کر گناہ گار بنا دیا کرتے ہو۔ تو مسیح کے عیب اس قدر یہودی بیان کرتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی پادری صاحب بولے کہ مسیح کا کوئی عیب کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے کوئی ایسی کتاب پڑھی نہیں ہے اس لیے آپ کو خبر نہیں ورنہ مسیح کے کوڑوں عیب یہودیوں نے پیش کئے ہیں۔ اس سے علاوہ یہ تو فرمائیے کہ آپ نے جو ہسپتال کھولا ہے تو اس میں آپ نے یہی شیوہ اختیار کیا ہے کہ جو بیمار آپ کے پاس آتا ہے اسی کو آپ دوا دیتے ہیں مثلاً کوئی سر کے درد والا آجاوے۔ یا درد سر بیماری کا تو اسی کو دوا دیجئو

دکھ اس کے عوض کسی اور کو استعمال کرا دینگے۔ پادری صاحب نے کہا کہ مریض کو ہی دوا دیجاتی ہے دوسرے کو دینے سے مریض کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ ہم نے کہا بس یہی تو بات ہے کہ ہمارے سر میں درد ہونے سے کسی دوسرے کے سر پر پتھر مارنے سے کچھ نہیں بنتا۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ کفارہ مسیح کا عقیدہ باطل ہے پھر بتلائے کہ ہم کیا مانیں؟ پادری صاحب بڑے گھبرائے اور کہنے لگے کہ میں پادری نہیں ہوں تمکو اگر کچھ سمجھنا ہے تو کسی پادری کے پاس جاؤ اور بہتر یہ ہے کہ تم خداوند سے دعا کرو۔ ولی! ہم جب پہلے خدا کی نسبت تمہارے طرح لڑا جھگڑا کرتا تھا تو ہماری ایسی حالت ہو گئی تھی کہ ہم بہت مدت تک دہریہ رہا تھا اور خدا کو ہم بالکل بھول گیا تھا۔ پھر ایک مدت یہ حال رہنے کے بعد ہم نے بہت دعا کی۔ تو دہریت کا خیال دور ہوا تب سے ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی یہ نہ کہیں گے کہ اے خدا تو نے یہ کیوں کیا یا فلاں کام یوں کرنا چاہیے تھا۔ پھر کہا کہ ہم اب دوسرا کام کرنا چاہتے ہیں زیادہ ہم تمکو نہیں دے سکتے۔ تم گرجے میں آیا کرو اور وہاں کا لیکچر سنا کرو اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لایا کرو۔

یہ ہے ان لوگوں کا ایمان اور اعتقاد! دوسروں پر اعتراض کرنا ان لوگوں کو خوب آتا ہے اور جب اپنے سر پر پڑتی ہے تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا مشنری پادری تھا ایک دن انارکلی میں فورمن چیپل میں لیکچر دے رہا تھا میں نے بھی جا کر کچھ سنا تھا اس کے بعد تیسرے روز مجھکو راستے میں مل گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ ہی اتوار کی شام کو انارکلی کے گرجے میں لیکچر دے رہے تھے کہنے لگا کہ ولی! کہ تم وہاں تھا؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ میں بھی وہاں تھا۔ اس پر بے ساختہ کہنے لگا کہ ولی! لوگ دنیا کی باتوں کی طرف بہت توجہ کرتے ہیں پر خدا کی باتیں نہیں سنتے۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ کوئی بڑا سمجھدار

پادری ہوگا۔ چلو اس کی ذرا نبض تو دیکھیں کہ کتنی باقی ہیں ہے جب اس کے بنگلے
پہ گئے تو ہم نے اس سے پہلے دریافت کیا تہا کہ آپ پادری ہیں؟ اس نے کہا
تہا کہ ہاں ہم نے پوچہا تہا کہ کسی مشن سے آپ کا تعلق ہے تو بولا تہا کہ نہیں بلکہ ہم
مشن کا کام وعظ وغیرہ مفت کرتے ہیں مگر جب اس کے باتوں اور اعتراضوں پر ہم نے
جرح کی تو اس نے پادری ہونے سے انکار کر دیا بلکہ یہ ہی کہہ دیا تہا کہ میں اس بارہ
میں تم سے اب بات نہیں کروں گا صرف تم ہی دعا کرو حالانکہ اس سے پہلے کہتا تہا
وہاں بہت سے لوگوں کو لاؤ تاکہ وہ خدا کے کلام کو سمجھیں۔ ہم کو تو یہ افسوس رہ
گیا کہ ہم نے دل کھول کر اس پر اعتراض نہ کئے بلکہ ہر ایک دبی زبان سے کہا
ہے کرتے رہے کہ قرار نہ ہو جائے مگر ایک ہم خدا کے قایل کے نزدیک
مصنوعی خدا کے ماننے والے کی کیا دال گل سکتی ہے آخر الامر ہم کو وہاں سے
بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔ یہ حال تو ہے آج کل کے عیسائیوں کا کہ لیکچر
دیتے ہیں تو اوٹ پٹانگ ادہر ادہر کی زٹلیں ٹھوک دیتے ہیں مگر انجیل کے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے کے عیسائی متی لوقا مرقس وغیرہ بھی اسی قسم و
خرد کے آدمی تھے جبہی تو ان کو دیو نکالنے کا معجزہ بڑا بھاری معجزہ نظر آیا جس کو تیج
کس کے عیسائی فخریہ بیان کیا کرتے ہیں اور ان کے دوسرے بھائی اس پر مضحکہ اڑاتے
ہیں۔ برخلاف اس کے مرزا جی کے مرید ایسی باتیں نہ تو بیان کرتے ہیں اور نہ مرزا
جی ایسا کوئی معجزہ کبھی دکھلانے کا دعوی کیا تہا۔ بلکہ بیان جو بات ہے معقول ہے
جو بیل ہے عقل و خرد سے بہرپور ہے یا عقل کے بالا ہے وہ لغویات کا ذخیرہ نہیں ہو
اور اسی لیے میرزا جی کے حلقہ بگوش علم دوست اور علم سے آشنا بلکہ علم اور
عمل کو تو بہچانے ہیں ہے اہو نے ہیں۔ مگر باوجود ایسی کارروائی کے میرزا جی کو
سفلی علم کا عالم کہا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ میرزا جی کا سفلی علم بڑا زور

ہے جو ایسوں کا قافیہ تنگ کرتا ہے ایسوں کو ہی مبہوت کرکے حلقہ بگوش کر دیتا ہے اور پھر اس سے زیادہ مزہ یہ کہ آج تک تو سفلی علم کا اثر یہی ظاہر ہوتا رہا ہے کہ وہ خدا سے دور و مہجور کر دیتا رہا ہے اور شیطان کے پھندے میں پھنسا دیتا رہا ہے مگر میرزا جی کا سفلی علم خبر ہے کس بلا کا ہے کہ جس پر اس کا اثر پڑ جاتا ہے اس کا سینہ خدا کی محبت اور چاہت اور الفت سے بھر جاتا ہے۔ واہ رے سفلی علم تیری کیا بات ہے ہم تو ایسے سفلی علم کو ہزار بار سلام کرنے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہیں کہ جس سے خدا ملتا ہے خدا کی یاد ایسی آلگتی ہے کہ پھر ہوتی ہی نہیں ہے۔ میرزا جی کے سفلی علم کو سایہ پڑا اور فی الحقیقت وہ آپ کے رنگ سے رنگین ہوگیا تو پھر اس پر شیطان مدد کرنے سے ایسا بھاگتا ہے کہ لا حول سے۔

پھر میرزا جی کے سفلی علم کا ایک یہ بھی اثر ہے کہ اس نے تمام کے تمام ایسے لوگ میرزا جی کے حلقہ بگوش کر دیئے ہیں کہ جن کو شروع سے حق کی تلاش تھی وہ خدا کو ملنا چاہتے تھے ان کے دل میں اسی کی تڑپ اس محبوب ازل سے ملنے کی تھی اور وہ سچ مچ اس کے بننا چاہتے تھے کہ جس کے ارادے اور مرضی سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور جس کے ارادہ اور حکم سے وہ اس دار ناپائدار کو چھوڑ کر اس کے حضور میں حاضر ہونگے۔ انہیں حضرات کو میرزا جی کے سفلی علم نے اپنی طرف کھینچا پر اس کے علاوہ دنیا پرستوں۔ مادی دنیا کے کیڑے۔ شہوت پرستوں۔ خدا کو بھولنے والوں کو ہرگز ہرگز اپنے طرف نہیں کھینچا۔

سفلی علم والے جنتر منتر اور تعویذ گنڈوں کے گرویدہ ..... ہوتے ہیں برخلاف اس کے میرزا جی کا سفلی علم جنتر منتر۔ اور تعویذ گنڈوں سے بیزار کرتا ہے اور دعا کو ہی ایک اعلےٰ ذریعہ سمجھاتا ہے مگر دعا بھی کیسی جو در دل سے کہی جائے جس سے دل گداز ہو جائے۔ سینہ محبت اور یقین سے بھر جائے

خدا تعالےٰ پر پکا ایمان ہو اس کی رضا پر راضی ہو۔ پھر عقل علم کے شیدا نماز روزہ سے
غفلت کرنا کیا معنے اس کے نزدیک جانا ہی نہیں چاہتے برخلاف اس کے میرزا
جی کا عقل علم تعلیم دیتا ہے کہ نماز پڑھو تو ایسی طرح پڑھو جیسا کہ نماز پڑھنے کا حق ہے۔ نماز میں
جو کچھ پڑھتے ہو اس کو سمجھ کر پڑھو اور نماز آہستہ آہستہ اور خشوع و خضوع سے پڑھو
ایسے ہی روزے بھی رکھو جیسا کہ حق ہے روزے رکھنے کا وغیرہ۔ میرزا جی کا عقل علم
برخلاف دوسرے عقل علموں کے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات و صفات
میں یکتا جانو اسکو بے مثل مانو اسی کو اصل فائدہ دینے والا اور مدد کرنے والا مانو
خالق حقیقی جانو نہ صرف ہموں کا خالق بلکہ دوسروں کا بھی خالق مانو تمام صفتوں سے موصوف
اور تمام عیوب سے مبرا مانو اس کی بادشاہی کو ہمیشہ کی بادشاہی سمجھو اس سے کوئی چیز
پوشیدہ نہ جانو اس کو نقصانوں کمزوریوں سے بری مانو اس کو اپنے سے بالکل نزدیک
سمجھو اس کے سوا مثالیں مت تلاش کرو۔ وکیون تکلیفوں مصیبتوں سے وہی
بچاتا ہے ہر ایک طرح کی نعمتیں وہی عطا کرتا ہے اعمال صالحہ کی اس سے توفیق
ملتی ہے اور تمام عیبوں اور گناہوں کی تحریکوں سے شرارتوں سے اسی کی مدد سے بچ سکتے
ہیں وہ خلوص دل سے نیکی کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نیکی کی توفیق
دیتا ہے جو اس کی طرف ایک قدم اٹھائے وہ اس کی طرف دو قدم اٹھاتا ہے۔ اور
جو اس سے تیز چلے تو وہ اس سے زیادہ تیزی سے اس کی طرف رحمت کرتا ہے اور
اسی طرح ہوتے ہوتے یہاں تک ہو جاتا ہے کہ اس کا طالب صادق اور سچا عاشق
بندہ اس کے عشق و محبت میں ایسا کھو جاتا ہے اور ایسا دیوانہ وار ہو جاتا ہے کہ پھر
بدون اس کے اسکو ایک منٹ بھی چین نہیں پڑتی۔ خواہ وہ بھوکا مر جائے خواہ پیاس
سے ہلاک ہو جائے مگر یار ازل کا پیوند نہیں چھوڑتا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ عشق
کی دو ہی وجہیں ہیں۔ یا تو حسن یا احسان۔ خدا تعالےٰ کے حسن کی نسبت تو وہ پہلے

ہی زمان سے آتا ہے کہ وہ تمام معشوقوں سے جو بصورتی میں زیادہ ہے ایسا کہ خدا ہی خوبی رکھتا ہے اور تمام بدیوں اور عیبوں سے مبرا و منزہ ہے پھر اس کے احسان اس کو ایسا از خود رفتہ کر دیتے ہیں کہ اس کو سوائے اس کے کوئی بھاتا ہی نہیں۔ اور نکو بھی اس کے خطرے میں آتا ہے اور وہ محبوب ازل اپنا پیارا اور چمکتا ہوا چہرہ اس طرح پر اس کو دکھاتا ہے کہ تمام دنیا و مافیہا کو بھول جاتا ہے اور جوش الفت میں ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ پکار اٹھتا ہے کہ ؎

کہتے ہیں جوش الفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا ہی ہے

اور کبھی ان مصائب اور تکالیف کو جو یار ازل کی محبت کے سبب سے نا اہلوں کی طرف سے اسپر وارد ہوتی ہیں دیکھکر یوں کہہ اٹھتا ہے کہ ؎

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دنیا اک باؤلا یہی ہے

یعنی محبت اور چاہت محبوب ازل نے ہمارے رگ و ریشہ پر ایسا اثر کیا ہے کہ کوئی تکلیف اور کوئی دکھ کوئی مصیبت ہمکو اس محبت سے ہٹا نہیں سکتی گویا کہ ہم ایسے محبت میں اختہ ہیں کہ ساری دنیا کے نزدیک ایک طرح کے باؤلے ہیں پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی اس کی ہمدردی رجو نبوع انسان کے ساتھ کمال کو پہونچی ہوئی ہے انہیں چاہتی ہے کہ یہ دنیا اس بات سے کہیں دھوکا نہ کھا جاوے اور کسی اور طرح کا باؤلا نہ سمجھے یوں گویا ہوتا ہے کہ اصل بات ہمارے باؤلے ہونے کی یہ ہے کہ ؎

دل کرکے پارہ پارہ چاہوں میں ایک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم عقل رسا یہی ہے

یعنی جیسے کہ موسے کلیم اللہ کا طور خدا کی جلال کو دیکھکر تاب نہ لا سکا اور ٹکڑے ٹکڑے
ہوگیا اسی طرح ہمارا دل بھی اسوقت طور ہے جسپر خدائی تجلی ہوکر اسکو پارہ پارہ کرکے
اپنی قدرت نمائی دکہا رہی ہے اور جب تک یہ پارہ پارہ نہ ہوگا تب تک خدا کی محبت اور
الفت سے یہ معمور نہ ہوگا جب یہ دنیا کی محبت اور الفت سے پاک وصاف ہوگیا تو پھر
خدا کی اصل محبت وچاہت اس کے رگ وریشہ میں ایسی پیوست ہوگئی کہ پھر کسی کے نکالنے
سے بھی نہ نکلیگی لہو دل کا پارہ پارہ کرنا ہی اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اب ہم دنیا کے
نہیں رہے بلکہ اسی کے ہوگئے کہ جس کے در پر ہم نے اپنا دل قربان کر دیا اور کسی وقت
محبت مولا میں ایسا ازخود ہو جاتا ہے کہ چلا اٹھتا ہے کہ سے مشت غبار اپنا تیرے
لیے اڑا دیا ٭ جب سے سنا کہ شرط مہر و وفا یہی ہے ٭ اگر شغل علم کے ایسے ہی
نظارے ہوا کرتے ہیں تو ایسا شغل علم ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس سے
منہ چرایا جاوے یا غفلت کی جاوے ۔ کیونکہ سے جس نے خدا ملایا وہ یار اس
سے پایا ٭ راتیں نہیں جیتی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے ٭ پھر کیوں نہ ہم اور
دوسرے حق بین اور طالب حق اس شغل علم کے پھندے میں پھنسیں ؟ ایمان کی بات
تو یہی ہے کہ ایسا شغل علم ہرگز ایسا نہیں کہ اس سے اغماض کیا جاوے یا اس سے
کنارہ کشی کی جاوے بلکہ یہ تو ایسا ہے کہ اسپر تو لٹو ہی ہو جانا چاہیے بیان ؟ خدا
تمہارے دل جانے وہ دعائیں سنینگے جواب دینگے اپنی مرضی سے آگاہی بخشین
گے اور بالآخر اپنے کلام سے سرفراز فرمانے لگے اس سے بڑھکر اور کیا دولت چاہیئے ؟ پس
میرزا جی کا شغل علم ضرور قابل غور ہے اس سے کنارہ کشی ہرگز زیبا نہیں ہے چونکہ ہم اسپر ابھی اور کچھ
کہنا چاہتے ہیں یعنی ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرزا جی کے شغل علم نے خدا کے کلام پر کیا اثر
ڈالا ہے اس لیے سر دست اس حصہ کو ختم کرتے ہیں جو صرف اس بات پر مبنی ہے کہ صرف
طالبان حق اور عالموں پر بھی اس شغل علم کا اثر پڑا ہے ٭

ہر فرعونی را موسیٰ

اگرچہ یہ چار لفظوں کا چھوٹا سا مقولہ ہر خاص و عام کی زبان زد ہونے کے باعث کمال شہرت حاصل کرچکا ہے۔ مگر اس کو پوشیدہ راز سے جو اس کے مضمون سے ظاہر ہوتے ہیں ہر کس و ناکس واقف ہو کر وہ نتائج نہیں نکال سکتے جو دراصل قرآن پاک کی تعلیم ہے اور اس کے ایک زبردست اصول کی تشریح کا ایک معیار اور فارسی زبان کے کسی ماہر نے اس طرح موزون کیا ہے قرآن مجید میں اس کے متعلق جو ارشادات ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ فرعون اور موسیٰ دو شخص تھے جو خداوند جل کی مخلوق تھے۔ پہلا شخص ایک بادشاہ تھا جو اپنی بادشاہی کے زعم میں اس قدر خدا سے دور جا پڑا کہ خدا آفرینندہ کی ذات کا منکر ہو کر خود خدائی کا دعویدار ہوا اور مخلوق خدا کو سخت دھوکا دینے کا باعث ہوا۔

دوسرا شخص ایک نادار گھر میں پیدا ہو کر خدا کا اس درجے فرمانبردار ہوا کہ مخلوق سے دور مگر خدا کے نزدیک جا پہنچا اور خدا نے اسے پیغمبر منتخب کیا جو ہزارہا مخلوق خدا کی ہدایت کا موجب ہوا۔ دوسرے لفظوں میں خدائی باغی (فرعون) اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں خداوند تعالیٰ کی لازوال گورنمنٹ سے ایک سچا وفادار جرنیل (موسےٰؑ) حق کے اظہار اور اس باغی کے زد و کوب کے واسطے مامور ہوا۔ باغی کے ساتھ اگرچہ بیشمار دنیوی لشکر تھے مگر اس فرستادہ خدا کے ساتھ صرف مددِ خدا تھی۔ نتیجہ اس جنگ کا حق کی فتح ہوا یعنی خدا کے وفادار جرنیل کے ذریعہ باغی (فرعون) معہ اپنے بیشمار لشکروں کے دریا میں غرق ہوا۔ اور اس چند روزہ خدائی کا ایسا خاتمہ ہمیشہ کے لیے ہو گیا کہ آج ہر فرد بشر اس

متوازی مندرجہ عنوان کو ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ جامع فقرہ اس واقعہ عظیم الشان کی جانب اشارہ کرنے کے علاوہ اپنے اندر بیشمار مجموعہ نصایح کا رکھتا ہے یعنی خدا پیدا کنندہ مخلوقات سے بڑھکر کوئی طاقت زبردست نہیں ہے اور اس کا مخالف سخت سزا و ذلت پاتا ہے اور جو اس کا فرمانبردار ہو کر موسیٰؑ کی طرح باطل کے مقابل میں اظہار حق کرتا ہے نمایاں فتح اور ہمیشگی زندگی جس میں استعداد انعام و اکرام ہوتے ہیں حاصل کرتا ہے اور جب اس واقعہ کو اور پیچھے لیجا کر ہر ایک خدا کے فرستادہ کے عہد سے مطابق کرتے ہیں تو ایسی خدائی سلطنت کا ایک زبردست اصول پا کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب سے کہ دنیا کی ابتداء ہوئی اس کے برخلاف آج تک کبھی نہیں ہوا جب کبھی دنیا کی حالت (فرعون) صفت ہوئی اور خدا کے قائم کردہ اصولوں میں رخنہ اندازی سے کام لیا گیا وہیں (موسیٰؑ) صفت پیدا ہو کر فرعونیت کا بیڑا غرق کرتا ہوا۔ اور خدا تک پہنچنے کا نمونہ دکھلا کر حق کو باطل پر غالب کر دکھلاتا ہے ایک اور نقطہ جو اس تحریر کی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا فرستادہ حق کے اظہار میں کبھی کسی سے نہ ڈرنے والا اور اپنے مشن ماموریت پر غیر معمولی استقامت دکھلانے والا ہوتا ہے نیز وہ اس کے مقابلہ میں کتنا ہی عظیم لشکر کیوں نہ ہو ان پر خدا کی مدد سے فتح حاصل کر کے کامیاب ہو جاتا ہے جو اس کی آئندہ زندگی میں روشن اور زبردست دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے کی قرار پا جاتی ہے اور یہی ایک زبردست معیار خدا کے مرسلوں کے شناخت کرنیکا اس چھوٹے فقرے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اسی بنا پر ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کو بھی خدا نے مثیل موسیٰ قرار دیکر قرآن مجید میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا یعنی جیسا

کہ موسیٰ فرعون پر رسول کر کے بھیجے گئے تھے ایسا ہی آپ دنیا کے لیے اس وقت رسول ہو کر آئے جب دنیا کی حالت اس وقت بالکل فرعون کی مثیل ہو رہی تھی اس میں پیشگوئی تھی کہ آپ کو بھی موسیٰ کی طرح دنیا فرعون صفت پر فتح عظیم حاصل ہوگی اور کہ آپ اور آپ کے متبعین کو ہر مقابلے پر خدائی نصرت حاصل ہو کر غلبہ ملیگا۔ اور کہ جس طرح موسوی شریعت کی تائید اور تابعداری میں بیشمار نبی اور رسول آتے رہے اسی طرح آنحضرت خاتم النبین اسلام کی اُمت میں بیشمار فرد وقتاً فوقتاً دین (جو خاتم الادیان ہے) کی تجدید کیواسطے نبوت اور رسالت کا جامہ پہنکر اور اس میں رنگین ہو کر آوینگے اور جب وعدہ اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھلا دینگے۔ یہ آخر زمان نبی جو کہ افضل انبیاء ہے اس کے متبعین خیر الامم ثابت ہونگے اور اس اسرائیلی سلسلے سے مثل اپنے آقا کے بدرجہا افضل ہونگے جس کی تائید میں حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ایک زبردست دلیل ہے۔ الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخالفین پر جب ارشاد الٰہی وہ کامیابی حاصل ہوئی کہ جس کی نظیر سوائے آپ کے وجود کے کہیں نظر نہیں آتی آپ نے حق کے اعلان میں تمام انبیاء سے بڑھکر مصائب و شدائد کے مقابلے میں استقامت دکھلائی اور تنہائی کے عالم میں عظیم لشکر فرعونی کا مقابلہ کیا اور نصرت الٰہی ہمیشہ مددگار و معاون رہی اور اپنی پاک زندگی میں اپنے تابعداروں کا پاک نمونہ چھوڑ گئے آپ کے بعد حسب وعدہ الٰہی خلفاء راشدین و اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ مختلف اطراف دنیا میں دین حق (اسلام) کی روشنی پھیلائی گئی اور ہر صدی پر دین کی تجدید اور حفاظت میں دینی مرسلان ربانی و ماموران یزدانی کے ذریعہ ہوتی رہی اور دین اسلام کل دینوں پر غالب ہوتا رہا موسوی شریعت کا آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ہوتے جو خدا کی طرف سے اور نبی تھے اگرچہ ان پر انجیل نازل ہوئی تھی مگر وہ بھی
توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بانی شریعت کے تابع اور تصدیق میں تھی۔
یہودیوں کے عقاید جو دو ہزار سال کے دراز زمانہ گزر جانے کے باعث بگڑ گئے
تھے ان کو درست کرنے اور دوسری اعتقادی غلطیوں کے دور کرنے کیواسطے
اور آنیوالے آخری پیغمبر خاتم النبیین کی بشارت دینے کو مبعوث ہوئے تھے۔ اسی
طرح ہمارے افضل الانبیاء خیر الرسل آخر زمان نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مثیل موسیٰ)
کا آخری خلیفہ چودہویں صدی میں (مثیل عیسیٰ) مسیح موعود و مہدی مسعود (اگرچہ)
اسلام اور اس کے بانی اور فرقان حمید کی تائید و تصدیق اور مسلمانوں کے اندر کی
اعتقادی غلطیاں دور کرنے، اسلام کو زندہ اور واجب العمل ثابت کرنے اور
دیگر مذاہب باطلہ پر حجت قایم کرنے کے واسطے اور قیامت تک دین اسلام
اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور زندہ اور قابل پیروی ثابت کرنے کے واسطے
دربار الٰہی سے مامور ہو کر آنا مقدر تھا جس کا حدیثوں میں بوجہ عدو رجعہ کی مماثلت
روحانی اور زمانے کے مسیح ابن مریم کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ جو وہ بھی اپنے
آقا کی طرح تمام انبیاء کا خلاصہ اور خدا کا جری (خاتم الخلفاء) ہونا ضروری تھا۔
جو وہ بھی اپنے ہزار نشانوں کے ساتھ وقت معینہ پر خدا سے مامور ہوا۔ اور
اپنے فرائض تمام دیگر اور دین اسلام کی خدمت بجا لا کر کل دشمنوں کو نیچا دکھلا چکا
ہے کہ خدا کا ایک مامور نصرت الٰہی سے سب پر کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے
اس پاک مرد کی خدمات اس قدر ہیں کہ ایک سعید فطرت انسان کی تسلی کرنے کے
واسطے کافی سے زیادہ ہیں۔ نیکی مجسم انسان مسیح موعود و مہدی مسعود جناب مرزا غلام احمد
قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے (بیشمار رحمتیں نازل ہوں اس برگزیدہ و مقدس پر)
بڑی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس موسوی صفت موعود کو پایا اور اس سے

۲۔ موسیٰ صفت دنیا کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح عظیم پا چکا ہو اور مخالفین کے بیشمار لشکر کو اپنے مولا کی طرح مقابلہ کر کے

[illegible]

فرمانبردار ہوگئے۔ خدا تعالےٰ اس کا حامی و ناصر ہو پر بڑے بدبخت وہ لوگ ہیں جو اس کی نہ صرف منکر ہوئے بلکہ مکذب ہوئے۔ خدا تعالےٰ ان کو ہدایت دیوے۔ آمین۔ والسلام۔

اطلاع

(۱) جن خریداروں کی طرف بقایا ہے۔ وہ بہت جلد بقایا صاف کرکے ممنون فرماویں۔ کیونکہ سال کا خاتمہ ہے۔ اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔

(۲) انجمن تشحیذالاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ بہت قریب آرہا ہے۔ اس لیے تمام ممبران کی خدمت میں عرض ہے کہ جو احباب اس دفعہ جلسہ میں کسی مضمون پر کوئی لیکچر دینا چاہیں۔ وہ فی الفور سکرٹری انجمن تشحیذالاذہان کو اطلاع دیں۔ تاکہ جلدی پروگرام شائع ہوکر ایسی تمام اطلاعیں ۵۔ شوال سے پہلے پہلے بھیجدیں۔

سکرٹری

رد فتنہ چکڑالوی

Digitized by Khilafat Library

اس وقت چکڑالوی فرقہ کا پرچہ "اشاعت القرآن" نمبر ۲ جلد ۱۰ کا وہ مضمون ہمارے سامنے ہے جو کسی منشی محمد رمضان نے بڑے غیظ و غضب میں اخبار "میونسپل گزٹ صداے ہند" مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۵ء کے اس مضمون پر جو زیر سرخی "تبدیل مذہب قدیم اہل اسلام" ایک حنفی مسلمان کی طرف سے شائع ہوا تھا تردید لکھا۔ قبل اس کے کہ ہم اس پر کوئی راے زنی کریں اور فیصلہ دیں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ منشی محمد رمضان نے باوجود دعوی اہل القرآن ہونیکے نص قرآنی کی صاف اور ظاہر طور پر خلاف کیا ہے جس کی کہ سختی کے ساتھ ممانعت ہے یعنی منشی محمد رمضان نے بجائے کسی جواب دینے کے سخت دشنام دہی سے کام لیا ہے۔ کما قال عزوجل ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (پ ۸) قرآن کریم نے جس کو اہل القرآن اپنا عامل ہونا بیان کرتے ہیں یہاں تک سب و شتم سے منع فرمایا ہے حتی کہ ان لوگوں کو بھی جو خدا کا شریک ٹھراتے ہیں گالی مت دو حالانکہ ایسی جرم ہے کہ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (پ ۵) پھر ان الشرک لظلم عظیم۔

ایسی درشت زبانی اور گندہ دہنی سے آپ یا کوئی اور اپنے مذہب کو سچا یا قدیم ہرگز ثابت نہیں کر سکتا بلکہ کوئی عقلمند آپ کے ایسے کارنامے دیکھکر آپ کی طرف کبھی بھی التفات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ محمد رمضان صاحب نے کیا۔ بہر طرح

یہ ہے گالیاں بکیں اور اپنا بخار سب جالور پر نکالا مگر صاحب مضمون اس معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور پھر معاف ہی کر دیتے ہیں اور بدلہ نہیں لینا چاہتے بہ خوش!

جس مضمون پر راقم مضمون نے اپنی تیزی طبع کا ثبوت دیا ہے یا بالفاظ دیگر اشاعت القرآن " زہر اگلا ہے اس میں بجائے اس کے کہ کوئی تائیدی ثبوت ہوتا کئی صفحات فضول گالیاں میں شائع کئے ہیں۔

"حنفی مسلمان" نے صرف یہ لکھا تھا کہ وہ قدیمی طریقہ مذہب بزرگانہ کو علانیہ ترک کر کے خیر باد کہا ما، جس پر غالباً نام نہاد اہل القرآن کے جوشیلے پیرو نے اپنے آپ کو از خود رفتہ کر دیا۔ اور جو کچھ زبان اور قلم کے سامنے آیا۔ حوالہ کاغذ کرنے پر مجبور ہوا لیکن اگر وہ فی الحقیقت اہل القرآن ہاں بلکہ اہل التقوٰی واہل المغفرۃ (مدثر ؏) ہوتے اور ان کی نظر قرآن شریف پر ہوتی اور قرآن ہی پر ان کا دستور العمل ہوتا تو اس کا جواب ٹھنڈے دل سے قرآن شریف میں ہی ڈھونڈتے اور اپنا مذہب قدیمی ثابت کر کے اپنے مخالف کو ساکت کرتے لیکن بجائے اس کے کہ وہ کوئی تشانت اور سنجیدگی سے دیتے خواہ وہ کیسا ہی ہوتا۔ انہوں سخت اور غلط رویہ اختیار کر کے اپنی حقیقت کا ثبوت دیا +

مجھے کچھ عرصہ سے اسی فرقہ اہل الذکر والقرآن " کی نسبت سننے کا اتفاق ہوا ہے اور تعارف بھی ہے فرقہ مذکور زیر لوا مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی اپنے زعم فاسد میں صرف آیات بینات قرآن کریم کو ہی مانتے ہیں۔ علاوہ قرآن شریف کے تمام احادیث۔ سنت۔ فقہ۔ تعامل وغیرہ کو خواہ کیسی ہی صحیح مرفوع اور متصل ہو صرف رد ہی نہیں بلکہ حقیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم

میں ہی جا بجا آیات اور احکام ہیں جن سے حدیث سنت اور اسوہ کا پتہ چلتا ہے جو موضوع اسلام میں بطور اختصار اس جگہ محض آیات دی جاتی ہیں جن سے ان سب کا پتہ چلتا ہے اور جن سے شیخ چکڑالوی کا انکو غیر اللہ کہنا غلط ٹھہرتا ہے :-

۱- اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

۲- قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (پ)

۳- من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ الآیۃ (بقر)

۴- قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ (آل عمران)

۵- آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ الآیۃ (نساء)

۶- وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (نساء)

۷- یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ (نساء)

۸- فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لایجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

۹- وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا (احزاب)

۱۰- لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا (احزاب ۱۸)

۱۱- یایھا الذین آمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (حجرات)

۱۲- والذین آمنوا وعملوا الصالحات وآمنوا بما نزل علی محمد و

ھو الحق من ربہم کفر عنہم سیاتہم (محمد)

۱۳ - وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا (الحشر)

۱۴ - محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم (الفتح)

۱۵ - یاایہا الذین اٰمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول (مجادلہ ۲)

۱۶ - کلما القی فیہا فوج سألہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیٔ (ملک)

تعجب کا مقام ہے کہ کیوں اس فرقہ کو سنت وحدیث نبوی اور اسوۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس قدر بغض یا نفرت ہے اور کیوں قرآن شریف میں اس قدر کھینچا تانی کر کے اصل مقصد سے دور جانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے اپنے طریق عمل اور عبادت کو مثل طریق عمل و عبادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں اور جدید تراشیدہ نماز جو اس نماز سے اس وقت تمام مسلمان پڑھتے ہیں اور سلسلہ تعامل سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم بھی اسی طرح پڑھتے تھے کس طرح سے آنحضرت تک اور دیگر انبیاء تک پہونچاتے ہیں ان بیہودہ اختلافات سے واضح اور اظہر ہے کہ یہ فرقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے سخت متنفر ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو والذین معہٗ (اشداء) کے معنے جیسا کہ صدر ناسہ عقاید اہل القرآن والذکر" میں ذکر کیا گیا ہو یعنی" اور جو صاحب ان کے پورے پورے تابعدار ہوں" کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں "تابعداری" سوائے اس کے اور ہم کس طرح حاصل کر سکتے کہ ہم ان کے اقوال افعال اور احکام پر پورے پورے پابند ہوں - اور یہ پابندی تعامل یا علم تاریخ سے ہی حاصل کر سکتے ہیں ●

تعالیٰ اور حدیث کی صحت کی تائید میں آیت ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم (نور) پوری پوری دلیل ہے جس سے ان کی صحت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر احادیث جن کے جمع کرنے اور صحت میں محدثین نے حد درجہ کی سر توڑ کوشش کی ہیں۔ معہذا احادیث کی صحت کے پرکھنے کے لیے ایک بڑا معیار بنایا گیا ہے کہ وہ قرآن شریف سے معارض نہ ہو۔ پھر جبکہ ہر ایک بات جو قرآن شریف سے معارض نہ ہو اس کے ان لینے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہوتا ہماری دینی خواہشات نفسانی بھی جو مخالف قرآن شریف نہ ہوں ان پر چلنے میں ہم پر کوئی گرفت نہیں تو پھر کیا وجہ کہ احادیث جو بڑے بڑے دیانتدار اور دیندار لوگوں کا جن کو امام مانا گیا ہے مجموعہ ذخیرہ ہے جنہوں نے محض صداقت کے اظہار کے لیے اور ایک حدیث کے لیے کئی کئی سو کوس کے سفر پیادہ پا بحالت سکتہ اور جنہوں نے بہت تھوڑا سا بھی کسی حدیث میں شک دیکھا اس کو ترک کر دیا اور ان میں سے جن جن چیزوں ان کو پورا پورا اعتماد تھا اور پھر ان کو اتقاء کی راہ سے علیحدہ علیحدہ تقسیم میں منقسم کر دیا اور جن کا ثبوت ہم کو قرآن شریف اور تعامل سے ملتا ہے کیونکر ایک ناکارہ چیز کی طرح چھوڑ دیں اور ان کی اس قدر محنت اور تکلیف کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کریں۔ خذ ما صفا ودع ما کدر ایک عام مقولہ ہے۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً الآیۃ

اگر معتقدان اہل القرآن کو ان کے گرو صاحب کی طرف سے ہدایت نہ ملے۔ تو وہ کس طرح سے قرآنی احکام پر عمل درآمد کر سکتے ہیں

نوٹ۔ صداقت احادیث پر مفصل بحث حضرت معظم قبلہ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو ۱۹۰۵ء میں فرمائی ہے اسکو دیکھو (ریویو آف ریلیجنز اردو جلد ۴ نمبر ۸ صفحہ ۲۸۰ تا ۳۱۰)

جبکہ کوئی مسلمان بہی اس جدید طریق پر عامل اور پابند نہیں ہے ؛ اگر وہ اس کی اشاعت کرنا چاہیں تو کس طرح ان لوگوں کو جو ان سے دور فاصلہ پر ہیں ہنچم اس طریق تسے مستفید کر سکتے ہیں ؛ اور اپنے بعد اس کے قیام کی کیا تجویز کی گئی ہے ؛ جواب اغلبا وہی ہوگا جو ظاہر ہے ؛ اور جس طریق پر عمل در آمد ہے یعنی اول مولوی چکڑالوی صاحب کے طریق عمل کو دیکھکر۔

دویم پرچہ اشاعت القرآن اور دیگر کتب (یا واعظ وغیرہ) سے

سویم تعامل اور مولوی صاحب کے مواعظ یا کتب وغیرہ - مگر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں ۔ جبکہ اپنے واسطے انہوں نے کوئی طریقہ قایم رکھنے کا ارادہ کیا ہے تو پہر کیا وجہ کہ اس طریقہ سے یعنی حدیث وسنت نبوی سے اس قدر بغض رکھتے ہیں ؛ اگر مولوی عبد اللہ صاحب کے بعد ان کے اقوال اور افعال کا ذخیرہ باقی نہ رہیگا یا مثل حدیث وسنت کے ترک کر دیا جاوے گا تو جو کچہ وہ اس وقت کر رہے ہیں یہ عبث نہیں ہے تو ان سے اور کیا فائدہ ہے ؛ ان کے پاس پوری پوری تابعداری کے لیے کونسا عہد نامہ عقاید ہے ۔ اگر وہ کہیں کہ ہمارے عہد نامے میں تو صرف آیات بینات قرآنی ہی ہیں اور آنحضرت (صلعم) کی تابعداری کے لیے بہی قرآن شریف ہی کافی ہے تب ہم ان کے عہد نامہ عقاید سے وما ینطق عن الہوی پیش کر کے ان کو " انسانی قربانی کی ۔۔۔ " والے مضمون کی طرف توجہ دلاتے ہیں - بہلا یہ تو فرماویں کہ وہ ڈاناما والا قصہ قرآن شریف کے خلاف کہاں سے آئیں اور یہ باتیں کیوں خلاف قرآن کریم لکہیں اگر ان کا علم تاریخ پر کچہ بہی بہروسہ ہے اور جس بہروسے سے یہ قصہ آپنے اشاعت القرآن میں لکہا ہے یعنی " یونانی لوگ اپنی مشہور و معروف دیوی ڈاناما ہی پر ہر سال

ہزاروں بچوں کو لاکر نہایت بیباکی و دلیری سے ذبح کر ڈالا کرتے تھے اور اپنے اعتقاد میں اس امر کو بڑا ہی کار ثواب اور نہایت ہی عظیم الشان مذہبی فرض کا ادا کرنا سمجھتے تھے اس ڈاکٹر کے متعرفات اور شہادات وغیرہ کی نسبت صدہا روایات و حکایات بھی قدیمی رومیوں یونانیوں کی حدیثی کتابوں میں لکھی پڑی ہیں " الخ "

تو کیا وجہ ہے کہ تاریخ کی ایسی کتابوں اور یونانیوں کی حدیثوں اور روایات کو آپ مانتے ہیں۔ مگر...... احادیث کو ایک ناکارہ چیز کی طرح نہایت بیباکی سے ترک کرتے ہیں۔ کیا وہ کلام نبوی اور سنت جسکو بڑے اولوالعزم صحابہ نے وہ صحابہ جو سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی ازواج مطہرات تابعین اور تبع تابعین نے نہایت دیانت سے جمع کیا اور محفوظ رکھکر ہم تک پہونچایا جنکی نسبت اس نبی کے پیارے منہ سے نکلے ہوے الفاظ یوں ہے۔ علیکم بسنتی و سنت خلفاء الراشدین المھدیین اس قدر ردی کی طرح پھینک دیں جس طرح سامری نے بچھڑے کی محبت میں اللہ تعالے کے احکام کو پھینک دیا تھا اور اس کے مقابلہ میں آپ یونانیوں اور رومیوں کی حدیثوں کو تو آپ مانیں لیکن مسلمانوں کی مانی ہوئی حدیثوں کو چھوڑ کر دوسروں کو بھی گمراہ کریں ؎

این کار از تو آمد و مردان چنیں کنند

کیا اسوۃ الرسول غیر اللہ ہو سکتا ہے جس کا ذکر خود کلام اللہ میں آیا ؟ اِن اہل الذکر القرآن صاحب فرماویں کہ انہوں نے داڑھی بڑہائی اور پچھین کترائی کہاں سے سیکھیں گو میں جانتا ہوں مولوی صاحب تاویلوں کے سمندر میں بڑے بہار سے غوطہ زن ہیں اور ریک تاویلات سے تنکے کو پہاڑ اور مچھر کو

ذاتی ثابت کرنے کے لیے طیار ہیں تاہم ان کو آیت یا بولم لاناخذ
طبتی و لابرا سی سے کسی طرح مونچھیں نہیں نکل سکتیں۔ اگر گستاخی نہ
ہو تو میں مزید بران زیر ناف بالوں کی نسبت دریافت کرتا ہوں۔ ذرا کوشش
کریں اور بلیں بھی جائیں کیونکہ بڑے بڑے بال ہونگے ۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولوی چکڑالوی سے ہم مختصراً دریافت کرتے ہیں کہ وہ فرماویں کہ یہ قرآن شریف
مصحف جسکو وہ اپنا دستور العمل ہونا اور منجانب اللہ ہونا بھی بیان فرماتے ہیں۔
انہوں نے کس طرح مان لیا کہ یہ وہی قرآن شریف ہے۔ پھر ضرور یہ اللہ تعالی
کا کلام ہے اور آنحضرت صلعم پر یہی نازل ہوا۔ پھر کس طرح انہوں نے اس
کو قابل ٹھہرایا۔ حالانکہ ایسی بہت سی کتب ہیں جن کے الہامی اور منجانب ہونیکا
دعویٰ کیا گیا ہے اور بعض کو خود قرآن شریف بھی مانتا ہے۔ پھر قرآن شریف سے
ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ موجودہ صورت میں نازل نہیں ہوا بلکہ سورہ علق نازل
اور مدثر کو پڑھکر دیکھیں جن سے صاف پتہ ملتا ہے کہ یہ شروع میں نازل ہوئیں
مگر حدیث کو تو آپ مانتے نہیں اور اس کا ثبوت آپ کو احادیث کے ہی
مجموعہ میں ملیگا جس سے پتہ ملیگا کہ آیات اس طرح اور فلاں فلاں موقعہ پر
نازل ہوئیں اور شان نزول دیکھتے آپ کو اس کے سمجھنے میں پوری پوری
مدد ملیگی ۔

دوسرے اسی ضمن میں ان سے یہ بھی سوال ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو کیونکر جانتے ہیں کس طریق سے ان کو آنحضرت کا اور پھر ان کی
پیروی کا پتہ ملتا ہے ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب سنت اللہ ہے جب بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا وہ اپنے بھلے اور برے کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس کے سامنے اگر آگ کی انگاری رکھدی جاوے تو وہ اٹھا کر منہ کو لے جاویگا۔ پھر جب وہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے ضرر ظاہری کی تمیز ہو جاتی ہے لیکن جب اس کی عمر ہونے پر پہونچتی ہے تو ایک عرب کا بچہ عربی ایک انگریز کا انگریزی ایسا ہی ایک ہندوستانی کا بچہ اپنی زبان بولنا سیکھ جاتا ہے اور جب وہ اس عمر سے اور بڑا ہوتا ہے تو ہمارے خیال میں روزمرہ آنکھ ہے ہر ایک اپنے اپنے رواج و رسوم اور عادات کا پابند ہو جاتا ہے یہ کیونکر اور کس طرح سے؟

اگر بچہ کے سامنے قرآن شریف رکھدیا جاوے اور الگ ایک مکان میں بند کر دیا جاوے تو کیا وہ بچہ قرآن شریف کو پڑھنے اور اس پر عمل درآمد کرنے لگیگا اور کیا وہ آپ کی نماز کی طرح نماز شروع کر دیگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جبکہ ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ شروع سے ہم بغیر سکھانے کوئی کام نہیں کر سکتے خواہ ہم دیکھکر سیکھ جاویں۔ یا ہمکو بتایا جاوے تو جب ہم یہ جانتے ہیں کس طرح اس کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔

ہم قرآن شریف میں نہیں پاتے کہ حلال کی اجازت دیتے ہوئے ہمکو یہ بھی ساتھ بتا دیا ہو کہ گوشت کو بھون کر اور بگھار کر کھایا ہو۔ گیہوں کو پیس کر اور روٹی پکا کر کھایا کرو۔ پھل کو درخت پر پک جانے پر کھایا کرو۔ دودھ کو کچا ہی پی لیا کرو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ہمارے لیے بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ کہ ہم قرآن شریف میں نہ تو کہیں دیکھتے ہیں اور سنت اور اسوہ حسنہ پر بوجہ غیر اللہ ہونے کے چل نہیں سکتے تو کس طرح سے زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالے نے

توکلو من الطیبت (بقرہ) فرمایا۔ شیخ چکڑالوی صاحب قرآن شریف
کے علاوہ سب کو غیر اللہ سمجھتے ہیں پھر عام تمدن اور بود و باش کے لیے بھی
اور ہر ایک امر کے لیے ہم کو قرآن شریف ہی ٹٹولنا چاہیے اگر قرآن شریف
میں سے نہ ملے تو بھی اس کی آیات کو الٹ پلٹ کرکے ضرور اسی سے ہی
اپنی مقصد براری کرنی چاہیے حتیٰ کہ بول چال کے لیے بھی قرآنی الفاظ ہی ہونے
چاہییں یعنی زبان بھی عربی ہو اور وہ بھی قرآن شریف ہی تک محدود ہو۔ غور
کا مقام ہے کہ جب ان دنیاوی معاملات میں ہم اپنے ماں باپ کے دیکھا دیکھی
اور ان کی سنت اور اسوہ پر ہر ایک کام کرتے ہیں۔ اور اپنی زندگی بسر کرتے
ہیں اور آرام و آسائش کے سامان مہیا کرتے ہیں تو پھر دینی معاملات کے
لیے بھی ہمارے لیے کوئی رہنما ہونا چاہیے جس کی دیکھا دیکھی ہم دین کے
مستقیم راہ پر چل سکیں اور اس کا نمونہ دیکھ کر عمل کریں اگر ایسا نہیں یا اگر ہے
تو اس کا طریق عمل حدیث اور اسوہ ہمارے لیے نہیں تو اس کا وجود ہی بیہودہ
ہے پھر (نعوذ باللہ من ذالک) دین عبث ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا
کے لیے ہم کو کئی مقتدا دیے کیا یہ خیال وہم و گمان میں بھی آسکتا ہے۔ کہ
دین (عبادت) کے لیے جو ہمارے پیدا کرنے کی علت غائی ہے۔ ما خلقت
الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات) اس کو محض ایک کتاب
دیکر بے سامان غضب کا سامان بنا دیا ہو اور کوئی رہنما نہ رہا ہو۔ ایسا ہونا بڑا
مشکل ہے اور اس طرف سے ہر ایک مولوی صاحب چکڑالوی کی طرح
اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہی الگ بنا بیٹھتے چہ جائیکہ اب بھی باوجودیکہ
سب مسلمان (سوائے فرقہ چکڑالوی بالخصوص) اللہ کے رسول اور اس کی
منہ بولے ہوئے احکام اور سنت کو مانتے ہیں۔ بہت سے فرقے بن گئے

ہیں لیکن کوئی فرقہ بھی اس نام نہاد اہل القرآن کی طرح گمراہی کیطرف نہیں لے جاتا جس میں رسول کا کفر (معاذاللہ) پایا جاتا ہو۔ اب شیخ چکڑالوی صاحب سے ایک امر دریافت طلب ہے کہ آیا وہ نماز علی جنوبہم بھی ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ قرآنی حکم ہے چاہیئے کہ سجدہ کے بعد کوئی رکن لیٹنا بھی نماز میں مقرر کریں کہ فرمایا تبارک وتعالےٰ نے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم (رالمسٹ) قیام اور قعود تو ان کی نماز میں ہو جاتا ہے مگر لیٹنا نہیں اس لیے یہ ترمیم بھی کرلیں تو پوری پوری پابندی احکام قرآنی کی ہوجائیگی۔

ہماری تقریر بالا سے ثابت ہے کہ ان کا کوئی طریق عمل آنحضرت صلعم تک نہیں پہونچتا۔ بلکہ صرف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی تک ہی رہ جاتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرقہ کسی حالت میں بھی قدیمی نہیں ہے۔ بلکہ چند سالوں سے شیخ صاحب چکڑالوی کے نئے خیالات کا آئینہ ہے۔

اب ہم محمد رمضان صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ مہربانی فرماکر مفصل طور پر دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ سے اپنا مذہب قدیم سے ثابت کریں اور اپنی نماز کو آنحضرت اور دیگر انبیاء علیہم السلام تک بتدریج پہونچاویں تاکہ "تحفہ مسلمان" کا پورا پورا جواب ہو سکے۔ ورنہ اپنے زعم میں تو فرعون نے خدائی کا بھی دعویٰ کردیا تھا اور فبہت الذی کفر کے بعد بھی اپنے آپ کو خدا ہی کہلوا رہا تھا۔ کل حزب بما لدیہم فرحون (پ) اہل القرآن کا یہ فخر کرنا کہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اب عوام میں قرآن شریف کی طرف توجہ ہوگئی ہے بالکل بے سود ہے۔ ابھی شیخ صاحب کا

نام ونشان ہی نہ تہا کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی صداقت میں سنہ ۱۸۸۰ء سے براہین احمدیہ اور دیگر کتب شایع فرمائیں جن میں مخالفین اسلام کو قرآن شریف سے ہی ساکت کیا گیا ہے اور قرآن شریف کو کامل اور اکمل کتاب ثابت فرمایا گیا ہے جس سے ملک ہندا ور دیگر ممالک کو بیدار کیا اور قرآن شریف کا سچائی نورانی چہرہ دکہا کر اس کی طرف متوجہ کیا حضرت موصوف کی سعی اور کوشش سے آج چلا کہ امری قرآن شریف کا فدائی اور اسیر عالی ہے اور تمام دنیا کو قرآن شریف کی طرف خاص توجہ ہو گئی ہے۔

ہم آپ کی خدمات کو اگر کچھ بھی ہوں رد نہیں کرینگے کیونکہ ہماری دلی خواہش ہے کہ کسی طرح سے قرآن شریف کی تبلیغ کل دنیا میں ہو جاوے۔ مگر محض ڈینگ مارنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا آپ فرماوین کہ کونسی آپ نے قرآن شریف کی خدمت ادا کی اور کیا اسلام کو فائدہ پہونچایا یا کونسی جماعت ابدال کی پیدا کی جسکو قرآن شریف سکہایا اور اس پر عامل بنایا ہو۔ یا کونسا حفاظت یا اشاعت القرآن کا کام کیا مخالفون کو کونسا قرآن شریف کا ثبوت دیا حفاظت پر۔ کونسی آرٹیکل لکہو مخالفین اسلام کی کونسی نکتہ چینیوں کا جواب لکہا۔ اگر کچھ خامہ فرسائی کی بہی تو وہ ازکار قربانی پر جو مضمون لکہا گویا وقت گذاری کی خاطر پر تو آپنے زمین وآسمان کے قلابے ہی ملا دیئے۔ کیون نہ ہو۔ نکالنیو قرآن شریف سے ہوا کیونکہ اہل القرآن جو ہوئے

اشاعت القرآن کا نام سنکر ہمیں خوش ہوا تہا اور شکریہ بجا لایا تہا۔ لیکن آہ صد آہ یہ دیکھکر کہ پرچہ اور فرقہ مدرجہ کی افراط تفریط کے عذاب میں گرفتار ہے سخت صدمہ ہوا۔ کہ یہ ہی اسلام کو کہا جانے والا کیڑہ ہے اور مثل شیعہ

معتزلہ کا یہ فرقہ بھی احادیث نبوی سے بغض رکھنیوالا ہے اور یہ بھی ویسے ہی ایک تھیلی کے بٹے ہیں ۔

اب ہم اپنے مضمون کو دعا سے ختم کرتے ہیں اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت ۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین بالامام الحکم العادل اللھم انصر من نصر دین محمد واخذل من خذل دین محمد اللھم انا نعوذ بک من ھمزات الشیطن ونفخہ ونفثہ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی اٰلہ واصحابہ واھل بیتہ واھل طاعتہ وخلفائہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین ۔ اٰمین

احقر الناس کمترین خلائق محب الرحمن احمدی الحنفی عنہ
ساکن حاجی پور از سمرالہ ضلع لدھیانہ

تصحیح ۔

رسالہ نمبر ۸ کے صفحات بجائے ۵ ۔ ۱ صفحات ۲۲۲ سے ۲۵۸ تک ۳۲۲ ہیں ۔ احباب اپنے اپنے رسالوں کو درست کرلیں ۔

مینیجر

رسیدات زر بابت ماہ شعبان ۱۳۲۷ ہجری

ابوالحمید صاحب حیدرآباد قیمت رسالہ	[illegible]	ابوالحمید صاحب صدر آبادی چندہ دارالکتب احمدیہ	[illegible]
۷۲۹ ۔ امام الدین صاحب "	عم	ڈاکٹر محبوب خان صاحب "	[illegible]
۵۸۹ ۔ منشی عزالدین صاحب "	[illegible]	عنایت اللہ صاحب انسپکٹر "	[illegible]
شیخ نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر چندہ		اسمٰعیل آدم	[illegible]
دارالکتب احمدیہ	[illegible]	۶۶ محمد تقی صاحب قیمت رسالہ	[illegible]
شیخ غلام حیدر انسپکٹر پولیس	[illegible]	[illegible] چندہ دارالکتب احمدیہ	[illegible]
۳۳۲ محمد علیخان ۔ قیمت رسالہ	[illegible]	امیر شاہ صاحب "	[illegible]
بابو عبدالحق صاحب چندہ ممبری	[illegible]	میاں عبدالکریم صاحب قیمت رسالہ	[illegible]

دنیا میں لاثانی خضاب

ناظرین! ہمیں یہ خضاب بڑی محنت اور تلاش سے ملا ہے [illegible]

[illegible]

پتہ:۔ کارخانہ الخضاب امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اشتہار دینے والے اصحاب کے لئے

Digitized by Khilafat Library

ایک نادر موقعہ

ہمارا ارادہ ہے۔ کہ ہر سلسلہ کا پرچہ پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا جاوے اور بہت سے لوگوں میں نمونہ کے طور پر مفت تقسیم کیا جاوے۔ اس لیے جو اصحاب اس رسالہ میں اپنے اشتہارات چھپوانا چاہیں۔ وہ بہت جلدی منیجر تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں۔

یاد رہے کہ یہ رسالہ چار لاکھ کی جماعت کا مذہبی آرگن ہونیکی وجہ سے اشتہارات کے لیے خاص طور پر مفید ہو سکتا ہے۔

شرح اشتہارات حسب ذیل ہے

پورا صفحہ کے لیے	للعہ
نصف صفحہ کے لیے	لعہ
چوتھائی صفحہ کے لیے	سعہ
فی سطر " "	لہ

نوٹ۔ رسالہ ۱۸×۲۲ پر چھپتا ہے۔

منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

قیمت سالانہ [illegible] رسالہ
پیشگی ۱ر

مطبع میگزین میں باہتمام منیجر صاحب کے چھپا

نمبر ۸

جلد ۴

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے بحالہ دو روپیہ اور طالبان سے (عہر) ایک روپیہ آٹھ آنہ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ شعبان ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اگست و ستمبر ۱۹۰۹ء

دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک ہی ہے ۲۸۵ لغایت ۲۹۷

شہزادہ امن کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں ۲۹۸ لغایت ۳۰۶

تیراباز غور سے پڑھیں ۳۰۶-۳۱۰

تثلیث ۳۱۰ لغایت ۳۲۲ (ج)

ماسٹر عبدالرحیم صاحب مدرس

"

"

حافظ عبدالرحیم

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینیجر ۔ ماہ شعبان ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

رسیدات بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ

مولوی گلاب الدین صاحب	[illegible]	قاضی عبداللہ صاحب چندہ ممبری	[illegible]
مولوی محمد علی صاحب	[illegible]	ماسٹر عبدالرحیم صاحب	[illegible]
سی سی حسین کاکا صاحب	[illegible]	میاں احمد الدین صاحب زرگر	[illegible]
منشی عبدالعزیز صاحب	[illegible]	میاں نور احمد صاحب	[illegible]
میاں مصباح الحق صاحب	[illegible]	میاں نور محمد صاحب	[illegible]
منشی گلاب دین صاحب	[illegible]	سکندر عثمان صاحب	[illegible]
ابو بکر محمد جمال صاحب	[illegible]	بابو نور محمد صاحب	[illegible]
ظہور الدین صاحب	[illegible]	میراں بخش صاحب	[illegible]
شیخ عبدالرحمان صاحب	[illegible]	ماسٹر عبدالعزیز صاحب چندہ ممبری	[illegible]
ابو نیاز محمد چندہ ممبری	[illegible]	چوہدری محمد عبداللہ صاحب	[illegible]
حکیم محمد الدین صاحب	[illegible]	محمد قبول میر منشی چندہ لائبریری	[illegible]
منشی محمد بخش صاحب انسپکٹر	[illegible]	محمد شفیق صاحب	[illegible]
محمد حسین خان صاحب چندہ دارالکتب	[illegible]	ابو فقیر علی صاحب	[illegible]
خواجہ عبدالاحد صاحب	[illegible]		

رسیدات بابت ماہ رجب ۱۳۲۷ھ

منشی گلاب الدین صاحب	[illegible]	ابو نور الہی صاحب چندہ ممبری	[illegible]
میاں پیر محمد صاحب	[illegible]	ماسٹر شیر محمد صاحب	[illegible]
ابو محمد شفیع صاحب	[illegible]	جیون شاہ صاحب	[illegible]
ابو نور الدین صاحب	[illegible]	میاں قطب الدین صاحب	[illegible]
شکر اللہ خان صاحب	[illegible]		

بقایاداران خریداران ...

... کو نقصان نہ پہنچاویں بلکہ جناب صاحب کو وی پی وصول کر لیں تا ماہ شعبان تک درستی ...

کاتب کی غلطی کی وجہ سے ۴۸۵ کی جگہ ۱۸۵ لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک ہوتا ہے

ہم ایک ایسے زمانہ میں رہتے ہیں جو علم۔ سائنس۔ معلومات۔ ایجادات۔ اکتشافات اور تحقیقات کا زمانہ ہے ہی نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر کانگ جینی اور حب القوم کا زمانہ ہے ہر قوم اپنی ترقی اور اصلاح و فلاح کی فکر میں ہے ہر مذہب اور ہر ایک فرقہ اپنی ہستی کے قیام مخالف کی پستی اور اپنی تعداد کے بڑھانے کی دھن میں لگا ہوا ہے چونکہ ہمارا تعلق مذہبی دنیا سے ہے لہٰذا ہم اسی عالم کی سیر کرتے ہیں۔ اس منظر میں ہمیں مختلف ایکٹر دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ایک بڑے زور سے اپنے دعاوی کو راست اور مخالف کو جھوٹا بتا رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے سناتن دھرم راستی سے بڑھکر کوئی دین نہیں۔ دوسرا کہتا ہے است کو تیاگنا اور ست کا گرہن کرنا آریوں کا دھرم ہے تیسرا کہتا ہے "ہم خداوند مسیح کے نام سے دنیا میں راستی پھیلاتے ہیں" ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا سچائی آگئی اور جھوٹ نابود ہوگیا۔ درحقیقت جھوٹ اس قابل ہی تھا کہ نابود ہو جاتا۔ ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ کے نزدیک مذہب حقہ اسلام ہے

وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب دعاوی ہیں جنکو کھینچ تان کر ہر ایک شخص اپنا مطلب سیدھا کرتا ہے اب طالب حق اس منظر کو دیکھکر حیران اور پریشان ہے کہ کس کو سچا اور کسکو جھوٹا کہے۔ چونکہ کسی دعوی کا بلا دلیل ثبوت نہیں ہوتا اور کھرے اور کھوٹے کی پرکھ کیلئے کسی کسوٹی کا ہونا لازم ہے۔ اسلئے ہم ان دعاوی کو ذرا تفصیل کے ساتھ سنکر اور تنقیح قائم کر کے ایک خاص معیار پر کستے ہیں اور صحیح صحیح کر سکتے ہیں۔

درمیان مذاہب کی دو قسمیں ہیں۔ اہل ہستی باری تعالی کے قائل معہ عدم ذات باری تعالی مگر ہمارا روئے سخن پہلے اُن لوگوں کی طرف ہے جو وجود باری تعالی کے قائل ہیں۔ انکے دعاوی اور انکی ترجیح حسب ذیل ہے۔

یہودی (۱) ہمارا مذہب قدیمی (۲) ہماری کتاب اول (۳) سب نبی بنی اسرائیل کی برگزیدہ قوم میں سے آئے (۴) اسلام اور عیسائیت کا مخزن و منبع یہودیت ہے (۵) پس اگر کوئی مذہب راست ہے تو یہودیت ہے۔

جواب (۱) دقیانوسی خیالات اور بیسویں صدی میں (۲) تمہارے جتنے صحیفے اتنی توراتیں ایمان تو تالمود پر اور دعوی خدا کی کتاب کا (۳) سب نہیں تو بہت سے ضرور آئے اور بنی اسرائیل کی قوم میں آئے اور بعض نبی کے لیے آئے ہم تو عالمگیر مذہب کی تلاش میں ہیں (۴) تم نے اصل کو چھوڑ دیا دوسروں نے لیلیا تمہاری کتابوں میں رسول اللہ احمد کی پیشگوئیاں موجود اور تم ابتک منتظر (۵) تم پر غضب الہی کے آثار موجود جھوٹوں کا انجام تمہارے دعوے ظاہر ہو چکے زمین تمہاری قوم رکھنے کو نہیں مارے مارے پھرو۔ تمہارا مذہب دین حقہ کیونکر اور سب کے لیے کسطرح ہو سکتا ہے۔

عیسائی (۱) بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح آیا (۲) وہ خود خدا اور خدا کا

اکلوتا بیٹا (۳) باپ بیٹا اور روح القدس تین اور ایک (۴) خداوند یسوع بے باپ پیدا ہوا (۵) دنیا کے گناہوں کے بدلے پھانسی پائی اور کفارہ ہوئے (۶) وعظ اور نصیحت سے ہمارا مذہب دنیا میں پھیلا پھیلتا ہے اور پھیلیگا (۷) ہم کل دنیا کے مالک ہیں (۸) ہرگز خداوند یسوع پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہو سکتی (۹) ایک سچائی کی روح ہے۔

جرح (۱) جس طرح بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق عمانوئیل مسیح آیا اسی طرح فارقلیط احمد وہی سچائی کی روح کونے کا پتھر شتر سوار فاران پر آیا تو اس کا ماننا پڑیگا (۲) ہگتا۔ سوتا۔ مریں کھاتا پئے لئے کرتا انسانوں کی طرح رو رو دعائیں کرتا ہوا کمزور انسان جو اپنے تئیں نیک بھی نہیں کہتا کہیں خدا ہو سکتا ہے (۳) پھر خدا کا بیٹا ایک مسیح ہی نہیں بائبل کے رو سے تو بیسیوں خدا کے بیٹے اسرائیل خدا کا بیٹا اور پھر خدا کی بیٹیاں بھی اب مسیح میں کیا خصوصیت (۳) تثلیث عیسائی بھی نہیں سمجھتے پادری لوگ ناتھ مجھ سے کہنے لگے اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ خیر یہ کوئی خاص حساب ہوگا جو بعض پادری ہی جانتے ہیں اور وہ بھی خاص خاص لوگوں کے لیے محفوظ ہوگا (۴) کیا آدم بے باپ اور ماں پیدا نہیں ہوا کیا ہر روز کروڑوں کیڑے مکوڑے بے باپ ماں نہیں پیدا ہو جاتے ہیں کیا ہندو بھی بعض لوگوں کے بے باپ پیدا ہونیکے قائل نہیں پھر یسوع میں کیا خصوصیت اول تو بے باپ پیدا ہونے کا ثبوت ہی محال (۵) زید کے سر میں درد اور بکر کو دوائی پلا دینا یہ خوب منطق ہے الزام ہو کر پادری صاحبان وعظ کریں جو چاہو سو کرو کوئی گناہ نہیں یورپ والا ہے اس نے اس مسئلے کو خوب سمجھا ہے (۶) غلط چین بسلی اور صلیبی جنگوں میں کیا کیا تھا ایکبارگی یروشلم کے ستر ہزار مسلمان محض مذہب کے

٭ بعض کے نزدیک ... باپ کا پیدا ہونا ...

ترقی ہوئے محکمہ تحقیقات کے نظام سے تو عیسائی ابھی کانپتے ہیں ہم یہاں تو
عیسائیت کی اشاعت محض بنگلیوں تک ہی محدود پاتے ہیں اور افریقہ
میں اسلام سے ۲ ناکہ جو گرجوں سے آئندہ علم خدا کو ۶ اقتحات تو کچھ اور ہی پیشگوئی
کر رہے ہیں (۵) بطریق اعظم کنٹربری تو فرماتے ہیں انگلستان کو عیسائی مت
کہو مادہ پرست ہے اب اس سے اور دنیا کا اندازہ کر لو (۶) یسوع بیچارہ
تو اسرائیل کی بھیڑوں کی طرف ہی آنکا دعوے کرتا ہے تم خواہ مخواہ اس کو
عالم کا نجات دہندہ بناتے ہو ہم اسرائیلی نہیں اور ہم کو ایک عالمگیر مذہب
کی ضرورت ہے محض دعاوی سے کام نہیں چلتا۔

آریہ (۱) پرتھویدک دھرم دنیا کے شروع سے ہے (۲) جابا دھرم
سناتن اور ہماری کتاب سب سے پہلی کتاب ہے (۳) وید نے تمام علوم سکھائے
ریل تار برقی۔ ہوائی جہاز وغیرہ تمام ایجادات کا ذکر وید میں ہے (۴)
ایشور سکتیمان تو ہے مگر اس عالم کو پیدا نہیں کیا یہ تو یونہی چلا آ رہا ہے ایشور
جیو پرکرتی تینوں انادی ہیں (۵) نیوگ کرنا ترقی نسل کے لیے مفید اور ہندوستان
کی آبادی کے لیے مناسب ہے (۶) وید مقدس دوسری کتابوں کی طرح خالی
معاملات کا ذکر نہیں کرتا (۷) آریہ ورت امریکہ وغیرہ تمام ملکوں میں رائج تھا (۸)
بھارت ورش چاہا اور ہم بھارت ما کے سپوت ہیں ہم کل دنیا کو ویدک
دھرم کے نیچے لائیں گے۔

چہارم (۱) ہماری دنیا ترقی کر گئی اب دھوتی چھوڑ پتلون پہننے لگ گو
پتھر کے ہتھیار اور سوم رس چھوڑ کر اب ریوالور اور برانڈی کا استعمال کرنے
لگے اب گنگا جی شو جی کی لٹا سے نکلا نہ ہو گی دنیا کی کل قومیں ملک ایک
ہو گئیں اس کا دودھ پتہ چل گیا ہے۔ جان نہیں شروع کی کتاب اگر ہوتی

بھی تو پنچ کے دودھ کی طرح شروع میں ہی مناسب تھی اب اس بڑھیا گؤ کو کل
کے پاس گنگا مائی کا ایسا اشنان کرائیں کہ سورگ باش ہو جائے۔

(۲) وہم سناتن کے لیے آپ اور سناتن دھرمی فیصلہ کریں سب سے پہلی پ
کے لیے ہم ترپکو نامہ ودخشی کا حوالہ دیتے ہیں امید کہ آپ نیل کے آگے بھی چند
صفر پڑھ کر حیران ہونگے کہ یہ تو جا ہے پردادا نکلے ماما ہو اور پھر سینکڑوں نزاد
دیانندی سن کو بلاؤ کار نکلجاتے ہیں اب آپ اور زرتشتی فیصلہ کریں پھر اسے جو

(۳) خوب کہی اور آتش پرستوں کی کتابیں کہتی ہیں کہ وید پڑھنے والے بیاس
زرتشت کے شاگرد ہوئے اور شاگردی سے فیض پا کر وید رچا اور زرد
کی تعلیم پر عمل کرکے پہلے ہی آگنی پیشر ہے ہے تم کو منتر بنایا پھر تعلیم کا عرض
قبل گبھرن زند ہوا نگے بید دیانندی تاویل کے مطابق ریلیہ جینے کو بانی
سے ریل تراترم ہے تار برقی پتر رتھا ہے پوسٹ آفس اور ایجادی آتھ ویا
سے ایرو پلین ہوائی جہاز کا پتہ ضرور لگتا ہے عدہ کر جائی کی [illegible] پر ریل کے
اسٹیشن ہونگے اور ماتو ریلیے کا تو نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ سنتی کی ایجاد ہے
ہمارے دوست سردار مہر سنگھ تو مسلم خوب لکھتے ہیں کہ پر آیہ اور دھرم
میں فرق کرے اُسے انعام جب سب کچھ خود ہی ہوا اور چلتا ہے تو ایشور
کس بلا کا نام ہے اسکی کیا ضرورت ہے اُسے ایک طرف [illegible] کہتے ہو اور
دوسری طرف نکمّا اور بے اختیار ثابت کرتے ہو یہ [illegible] دیانندی پرمیشر
تو شہنشاہ ایڈورڈ کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتا بادشاہ اور نہیں تو خطاب
دیگا اور پالیمنٹ کو برطرف تو کر سکتا ہے بھولے سادھو! یہ تو [illegible]
دیانند کا چلا کام ہے [illegible] کا اثر ہے جس میں تم [illegible] ہو اور ایسا نہ ہو
کہ وید اور پرکرتی اس [illegible] پرمیشر کو [illegible] اور چارلس اور عبد الحمید اور محمد علی

کی قسمت میں شریک کر دیں۔

(۵) میرے خیال میں لنگوٹ بند سنیاسی سرسوتی جی نے اپنے بھنس بھگتوں کے لیے ایک نسخہ نکالا ہے اور تم دھوکہ میں آ گئے ہو انسان فطرتاً ایسی نیتیں یعنی ایک عورت کے کئی زیادہ خاوند رکھنے والا نہیں یہ تو کتوں اور سوروں کا کام ہے پھر رانی ودودھی کی طرح پانچ پر کفایت نہیں گیارہ تک ترقی ہوئی ہے شاید ..... بائی کے گروجی کے ساتھ اس وقت گیارہ ہی بھجن در ہونگے ہاں ایک اور بات سمجھ نہیں آتی نیوگ کا نام اگنی کیوں ہے زیادہ حرارت تو پہلے نیوگی میں ہوتی خیر ہم پوچھ لیں گے اصل غرض تو جڑ لینا ہے۔ (۶) گنگا جمنا کے کنارے جھونپڑوں میں رہنے والوں کو کیا ضرورت کہ خانگی معاملات کا ذکر کریں جو انکو ضرورت تھی وہ گائے اور بچھڑوں کی تعریف بادلوں کی ہما اندر کو سلام اگنی کی پوجا فصلوں کی نگہبانی اسے وہ خوب بر منتر میں پیہا کرتے ہیں مگر آپ غلط کہتے ہیں وہاں تو دیو کی کامنا پروہت کی ستائش سوم رس کی خوبیاں دشمنوں کی تباہی جنگوں کی کیفیت کا جا بجا ذکر ہے اور مختلف ٹوٹے پھوٹے قصے میاں بیوی کا جنگ وغیرہ ذکر ہے ہم آپ کے کہنے سے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ خانگی معاملات کا ذکر نہیں تو کیا یہ کتاب گرہستی لوگوں کے لئے نہیں جو عالمگیر آسمانی کتاب ہو گی اس میں ضرور ضرور ذکر ہونا چاہیئے ان سب مہاشے داڑھی مونچھ منڈوا لنگوٹ باندھ پترا باچین تو شاید خانگی معاملات کی ضرورت نہ ہو (۷) امریکہ کیا مریخ میں بھی حکومت تھی چاند کی پہاڑیاں در اصل آپ رشیوں کے استھان اور دیا نندی قلعوں کے کھنڈر ہیں جنہیں ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کو ابھی تک سوائے ہندوستان کے اور کہیں دیکھا

کوئی نسخہ نہیں ملتا اور ویدوں کا گرنتھ بھی اس سے تماماً خالی ہے (۹) اس میں کیا شک
ہے کہ تم بھارت آ کے بہوت پہلے سے وحشی تم میں لٹے اور جیسے لالہ آدمی
اور شاید سنگھ بوس اور وحشیگرا بھی خفیہ طور پر شامل ہوں گر شاہ ماتو یا نند
کا ساتھی ہی ہے اور پھر تمہارے گرو کی تعلیم کہ وید کے دشمنوں سے ملک کا
صفایا لازم ہے تم کیوں بنے آرم کی بستے نرو گرم پڑھتے ہیں کہ مسلمانوں
کی شکوہ ای کرو گے تو ادے تو عرصہ ہوا کوئی کچھ نہ کہے گا اگر انگریزوں نے تم کو
پرورش کیا سانپ نہ بنو تم اپنے پولیٹکل مذہب میں ہندوؤں کو تو جذب کرو گے
کیونکہ اسلام کے اثر سے بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے مگر غیر ملکوں کا ایک خواب
ہے اور تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ دیا نند تو کیا اگر وید کے وہ بے شمار
مصنف جن کے نام حاشیہ پر درج ہیں سب کے سب لوٹ آویں تو بھی
تم کامیاب نہیں ہو سکتے (۱) آپ نے جگہ جگہ ہماری کتاب کا لفظ استعمال
کیا ہے تمہارے پاس کونسی کتاب ہے وید تو ایک نہیں چار کتابیں ہیں
اور انکے زمانہ تصنیف میں برسوں کا فرق زبان کا فرق پھر ہر ایک کے دو حصہ
منتر اور برہمنا جو برہمنوں کا تصرف اور ا... حصہ وید میں مسلمانوں
کا دخل جیسا کہ الام الو رسول محمد سو کم بر شے سے ظاہر ہے پھر وہ
عالمگیر کتاب کہاں اور کسکا کام ہے بس کوئی بات قابل سماعت نہیں اور
تمہارا دعوے لغو اور فضول کیونکہ اس سے تمہاری کتاب خود عالمگیر ہونیکا
دعوے نہیں کرتی۔

مسلمان (۱) ہمارا نبی موجودہ وقت پر تمام آسمانی کتابوں کی پیشگوئیوں
کے مطابق آیا (۲) بخلاف دوسرے انبیاء کے تمام دنیا کی طرف آنیکا
دعوے کیا (۳) خداوند کریم کی ذات اور صفات پر جو قرآن کریم نے بحث

کی ہے کسی دوسری کتاب میں نہیں (۴) انسانی فطرت کے ہر پہلو کو مدنظر رکھا (۵) شرک اور بت پرستی کی جڑ کو کاٹا (۶) ایک عالمگیر شریعت دی جو ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے یکساں ہے اور ہر صدی میں مجدد تازہ نشانات کیساتھ آتے ہیں (۷) اخوت۔ مساوات اور حریت کو کامل طور پر سکھایا ہے (۸) تمام مذہب کا خلاصہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کر دیا ہے (۹) ہمارا نبی ایک زندہ اور تاریخی نبی ہے لہذا ہے یہ سارے اصول ہیں کوئی ایچ پیچ نہیں (۱۰) قرآن جو دعوے کرتا ہے اسکی دلیل دیتا ہے الغرض اسکے تمام منظر سلامت ہیں نبی مسلامت کی سلامت اور قرآن سلامت۔

| ہمارا قیاس | جسقدر پہلے درمیان مذاہب کے اوٹ پٹانگ ایک پیچ دعاوی سن کر ہمکو افسوس ہوا اب اسی قدر ان بلند پایہ دلائل دعووں سے راحت ہوئی اور امید کہ راستی اور کجی میں ضرور فرق ہو جائیگا چونکہ دو نقطوں کے درمیان ایک ہی خط مستقیم ہوتا ہے اسلئے ان تمام مذاہب میں ایک ضرور حق پر ہوگا اور چونکہ مسلمان کے دعاوی کے ساتھ زبردست دلائل ہیں اسلئے ہم انکے خلاف کسی قسم کی جرح نہیں کر سکتے ہاں مختصر طور پر انکے دلائل پر ریویو کرتے ہیں۔

| ریویو | ان اب ہنود عیسائیوں اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں کلکی اوتار فارقلیط وغیرہ نبی کی پیشگوئیاں بصراحت موجود ہیں اور کلکی پران و انجیل اور توریت وغیرہ اور نیز ابھرون وید سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے اور دیانند جیسا دشمن اسلام بھی ایسی عبارتوں کی موجودگی کا قائل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر لوگوں نے نبوت کا دعوے کیا تھا کیوں؟ موعود وقت مقدار (؟) قل

الی رسول اللہ الیکم جمیعا کہ میں تم تمام انسانوں کی طرف رسول کر کے بھیجا گیا ہوں (۳) سورۃ فاتحہ میں ہی اللہ تعالے اپنا ایک ذاتی اور چار صفاتی نام بتلاتا ہے فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ○ مالک یوم الدین ○ اللہ ذاتی اور رب رحمن۔ رحیم۔ مالک وغیرہ صفاتی نام ہیں اسی طرح قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالے انسانوں سے پیش آتا ہے اسی طرح ۹۹ صفاتی نام ظاہر فرماتا ہے کیا کوئی اور کتاب اس طرح ایک ہی ذاتی نام پیش کرتی ہے ہرگز نہیں (۴) بیشک سوسائٹی کے قواعد مثل مجلس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرو بیوی بچوں سے تعلق مثل عاشروھن حاکم و محکوم کا رشتہ مثلاً اطاعت اولوالامر مشکلات کا علاج مثل کثرت انعدم والطلاق تزکیہ نفس مثل روزہ نماز وغیرہ سخاوت مثل زکوٰۃ رشتہ داروں اور بنی نوع سے سلوک مثلاً ذوالقربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل۔ یعنے عزیزوں مسکینوں اور مسافروں سے سلوک وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا اللہ کسی کو اسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتا وضو اور جماعت سے صفائی اور یکجہتی سکھاتی ہے حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کر کے بعض جانوروں کو حرام کر دیا۔

(۵) اسکے گو عرب ایران اور ہند اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کا وجود ہے اور پروٹسٹنٹ کب بنے؟ آریوں اور برہموں نے بت پرستی ہندی اسلام کو دیکھکر اور قرآن سے متاثر ہو کر (۶) عیسائیت نے مختلف رنگوں میں اسلام پر حملے کئے مگر یہ بجائے تنزل کے روز افزوں ترقی کرتا گیا سلطنت دہلی بالا سے وہ راستی کا بیج تو موجود ہے لوتھر کا ریفارم کرتے وقت بتوں کا گرجوں سے نکلوا دینا تھا کا بت پرستی کا کھنڈن کرنا اور مسلمانوں کی طرح

ایک قومی سلام یعنے مشترکہ بنانا اور ہفتہ وار جمع ہو کر لیکچر کرتے یہ اسلام کے
السلام علیکم اور جمعہ کے خطبہ کی نقل نہیں تو اور کیا ہے ان مصلح لوگوں کا
اسلام کی نقل کرنا اس مذہب کے عالمگیر ہونیکی دلیل ہے اور اس زمانہ میں
حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے وجود باجود نے اسلام کے زندہ
مذہب ہونے کا اور ثبوت دیدیا آتھم اور لیکھرام کی موت و جلسہ اعظم مذاہب
کی کامیابی وغیرہ بے شمار نشانات اس زمانہ میں ظاہر ہوئے (۷) فرنچ جمہوریت
نے جو الفاظ بشکل تمام بنائے انکی اصلیت اسلام نے سکھائی اخوت اکمل
مومن اخوۃ سب مسلمان بھائی ہیں (ب) مساوات حضرت عمرؓ جیسے
جلیل القدر انسان کا غلام کو سوار کرنا اور خود انکی جگہ پیدل چلنا (ج) حریت
لا اکراہ فی الدین دین میں جبر نہیں اور صحابہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور لوگونکا آزادی سے کہدینا ہم نہیں مانتے دلیل لاؤ“
(۸) انسان کی جسمانی اور روحانی ہر دو حالتوں کو مدنظر رکھکر ایک طرف
حقوق اللہ اور دوسری طرف حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ہے اور انکی
اکلام کو محمد رسول اللہ پورا کرتے اور نمونہ بنکر دکھاتے ہیں جو ہر مذہب
میں مفقود ہے (۹) ہر ایک نبی کی زندگی میں بناوٹی حالات کی زیادتی ہوتی
ہے اور انکے واقعات زندگی کا صحیح پتہ نہیں چلتا بعض لوگ یہی کہتے
ہیں کرشن اور مسیح ایک تھے بعض کہتے ہیں بدھ اور مسیح ایک تھے کوئی
کہتا ہے یسوع کوئی شخص دنیا میں ہوا ہی نہیں مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ
محمد رسول اللہ صلعم کا وجود بھی کسی احتمال کا باعث ہے اور تاریخی اور زندہ
نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۰) جس مذہب کو جنگل اور صحرا کے بدوی اور بغداد اور غرناطہ کے پروفیسر

اور عالم یکساں خلوص اور محبت سے مان رہے ہیں اس کی سادگی اور عام فہم
ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے یہاں کوئی تین ایک اور ایک تین نہیں
نہیں نہ ہی کسی آیت سے مرہم کا جھگڑا ہے سیدھے سادے اور صاف احکام
ہیں اور ایک خدا کو منوایا گیا ہے سادہ دلائل دئے گئے ہیں کہ تم اپنے
بنائے ہوئے بتوں کو کیونکر خدا مان سکتے ہو وہ تمہارے نفع اور ضرر کے مالک
نہیں (۲) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے یہ قرآن اتارا
ہم اسکے محافظ ہیں ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین دلیل لاؤ اگر تم سچے
ہو فاتو بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم ایسی ایک صورت تو بنا
لاؤ اور اپنے حمائتیوں کو بھی جمع کر لو فان لم تفعلوا ولن تفعلوا تم ہرگز ہرگز
نہ بنا سکو گے اب تک قرآن ان دعاوی میں سچا ہے اور سچا رہیگا۔
(۴) کیا ہی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکڑے اور صلیب پر لٹکائے
جائیں اور حضرت عمرؓ اور علیؓ جیسے شجاع شہید کئے جائیں اور اس امن
کے زمانہ میں لیکھرام جیسے لوگ گھر کے اندر قتل ہوں اور دشمنوں کے نرغہ
میں ایک بے یار و مددگار انسان محفوظ رہے جیسا اس نے فرمایا تھا واللہ
یعصمک من الناس ہم تجھکو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھینگے۔ بڑھ
گیا گھٹا ای دوار کا بھی کانٹی بھی نکل جاتا۔ بیت المقدس۔ پیرا موس
سب غیر لوگوں کے ہاتھ میں آئیں اور وہ بکہ مبارک یعنے مکہ معظمہ اور وہ
موعودہ باغ یعنے فلسطین مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی رہے اور پھر وید میں
بقول دیانند پرستوں اور مسلمانوں کا تصرف ہو اور انجیلیں ساٹھ میں سے
چار منتخب ہوں اور پھر بھی بدقسمتی سے ان میں اختلاف اور قرآن سینہ بسینہ
لاکھوں حفاظ کو یاد ہو اور ہر ایک نقطہ اور شوشہ تک محفوظ ہو۔

ہماری کسوٹی یا معیار

الغرض ہم اب تمام مذاہب کے دعاوی - جرح اور ریویو سے فارغ ہو کر ایک خاص معیار مقرر کرتے ہیں اور طالب حق کی تسلی کے لیے ان تمام ادیان کو اس پر پرکھ کر دکھینگے اور پھر آخری فیصلہ دیتے ہوئے تا حال جرح کے موقعہ پر جو اور خوبیوں کے موقعہ پر اعتراف کیا ہے اب ہم علانیہ معیار مقرر کر کے اپنا ہی کہ سنا دیں گے کسی مذہب کی سچائی کے لیے ہم مفصلہ ذیل اصل پیش کرتے ہیں اور اسکو ہم ہر جگہ دکھینگے اور جانچ پڑتال کرینگے۔

چونکہ ہم اور ہمارا جسم دو ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں جسم سواری اور روح سوار ہے یا جسم گھر اور روح گھر والا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ روح کا تعلق نور سے اور اعلیٰ ہستی سے ہے اور اسکی غذا عبادت اور قربت الٰہی ہے اور جسم کا تعلق عالم سفلی سے ہے اور اسکی غذا سفلی اشیاء ہیں - یا یوں کہو کہ ہم آسمانی ہیں اور ہمارا جسم زمینی ہے اور ہم آسمانی اور زمینی دونو ہیں پس مذہب ایسا ہونا چاہیئے جو ان دونوں حالتوں پر ہر طرح سے اور ہر پہلو سے پورے اطمینان کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے یعنی حق اللہ اور حق العباد کو بھی اور کو حقہ بیان کرتا ہے ہل۔ حق سے ہماری مراد یہ ہے (۱) یہ مذہب ذات باری کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے (۲) صفات باری کو کس طرح بیان کرتا ہے (۳) عبادت کا کیا طرز ہے (۴) روحانیت کو اس میں کہاں تک دخل ہے (۵) اسکے ساتھ زندہ نشان ہیں (۶) معجزات کی اسکے نزدیک کیا حقیقت ہے (۷) دعاؤں کی قبولیت کا کہاں تک اقرار ہے (۸) نجات کا انحصار محض اعمال صالحہ پر رکھتا ہے یا فضل کو بھی کوئی

داخل ہے (۹) خدا کے فرشتوں کو کیا سمجھتا ہے (۱۰) تخلیق عالم پر کیا کہتا ہے (۱۱) حشر نشر کی نسبت اسکا کیا اعتقاد ہے (۱۲) الہام الٰہی کی کب کس طرح اور کیوں ضرورت سمجھتا ہے۔ دوم حق العباد سے ہماری یہ مراد ہے کہ وہ مذہب باپ بیٹے میاں بیوی عزیز و اقارب کے کیا تعلقات بتاتا ہے (۲) حاکم و محکوم آقا و نوکر میں کیا رشتہ رکھتا ہے (۳) انسانوں کو متحد اور متفق کرنے کے لیے کونسے وسائل سکھلاتا ہے (۴) پیر اور مرید کو کس طرح چلنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ (۵) امن اور جنگ میں کس طرح زندگی گزارنے کا ارشاد ہے (۶) دوستوں اور واقفوں سے ملتے وقت کن آداب کا لحاظ کراتا ہے (۷) مدعی مدعا علیہ اور منصف کے کیا فرائض بتلاتا ہے (۸) تجارت۔ حرفت۔ صنعت اور طالب علمی میں کن احکام کے ماتحت چلاتا ہے (۹) وراثت کا کیا قانون ہے اور اسے پاک بنانے کی کہاں تک ہدایت ہے (۱۰) مرد و عورت کے کیا حقوق ہیں اور ان میں کیا فرق ہے (۱۱) اکل و شرب کے کیا احکام ہیں (۱۲) حفظان صحت کا کہاں تک خیال رکھا گیا ہے۔

ہم اپنا محاکمہ لکھنے سے پہلے معزز ناظرین کی خدمت میں تمام مذاہب کے دعاوی بمعہ جرح اور ریویو چھپنے کی درخواست کرتے ہیں اور پھر تکلیف دیتے ہیں اور سر دست خود اس معیار پر کس کر دیکھیں اول تو فیصلہ ظاہر ہو ورنہ ہمارے ناظرین محاکمہ اور آخری فیصلہ کا انتظار کریں جس کے لیے ہم تشحیذ کے اگلے نمبر کی تاریخ ڈالتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

خاکسار عبدالرحیم مدرس تعلیم الاسلام

شہزادہ امن کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں

پہلے چلہ ستہ میں یہ زلزلہ آنے کے دن یہ نذار کیا اس جہان سے کوچ کر جانیکے دن
وہ گھڑی آئی سب جیسی بتا رہنگے مجھے یہ اب تو منتظر رہیگے دجّال کہلانیکے دن

آہ! ان اشعار کو پڑھکر لوگوں نے ہنسی کی خدا کے غضب کا خوف نہ کیا اللہ کی طرف بلانیوالے کو نفرت کی نظر سے دیکھا عذاب الٰہی کو معمولی واقعات خیال کیا زلزلہ کے تقطر پر ہنسی اوڑائی ۴۔ اپریل کے خوفناک منظر سے کچھ فائدہ اٹھایا پروفیسر اوموری نے جو کہا اسے آمنا و صدقنا کہکر مان لیا مگر ایک مامور من اللہ کے الفاظ کی باوجود تجربہ پرواہ نہ کی کبھی کسی نے اشتہار دیا کوئی زلزلہ نہیں آئیگا کہیں گورنمنٹ کو اکسایا کہ یہ شخص سنسنی پھیلا کر امن عامہ میں مخل ہوتا ہے مگر سچ خدا کا کلام تھا پھر جلد آئی خدا کی بات پوری ہوئی "زلزلہ کا ایک اور دھکا" اور یہ سلسلہ متنبع الوادفلہ کے تحت جاری رہا اور زنگیوں اور اسکے ہم مشربوں کو پشیمان ہونا پڑا۔

ہم نے اگرچہ ساری عمر توفی کے معنے سنے صحابہ کرام کے معنے سنے صحابہ کرام کے پردرد اشعار پڑھے حضرت بلال کی آہ و زاری کا ہمیں علم تھا۔ خلیفہ اوّل کا قد خلت والا خطبہ پڑھا ہم محبت سنے ہیں کبھی یہ سو تع نہ دیا کہ ہم اس زلزلہ اور کوچ کر جانیکے دنوں کو اپنی طرف منسوب کریں حتی کہ وفیات خیز زلزلہ ۴۔ اپریل کے زلزلہ سے کئی گنا بڑھکر تھا مگر ہم پر یہ نکس اسی میں محسوس ہوا۔ اللہ ہمارا پیارا آقا پیارا امام ہمکو صبر اور رضائے الٰہی پر راضی ہونیکی تعلیم دینے کے لیے کوچ کر گیا۔ زلزلہ کا بڑا دھکا لگا مگر سکینت الٰہی فوراً

نورالدین کے وجود میں ظاہر ہوئی اور اسکو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ یہ تو زلزلہ کا حصہ تھا جو ہمارے متعلق تھا اور اگرچہ اس دن ہم سب پر اداسی چھاگئی مگر خدا مومنوں کیساتھ ہو ااور تسکین دی اس طرح اسکے منہ کی باتیں پوری ہوئیں۔

میرا اس واقعہ کے درمیان لانے سے کیا مطلب ہے؟ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ کلام الٰہی ایسے ظاہری اور باطنی دونوں معنوں میں پورا ہوا کرتا ہے اور جب کوئی بشیر و نذیر دنیا میں آتا ہے تو اسکا انکار زمین اور زمینی بروں کے تزلزل اور عذاب کا باعث ہوتا ہے اور ظاہری زمین کے علاوہ مذہبی پولیٹیکل تمدنی تجارتی غرض ہر عالم میں زلزلہ آتا ہے آسمانی کتابوں نے آخری زمانہ میں زلزلوں کی پیشگوئیاں کی ہیں مسیح کی آمدثانی کے نشان زلزلے اور مری رکھے گئے ہیں قرآن کریم خود اذا زلزلت الارض زلزالھا فرما کر قیامت کا نشان دیتا ہے اور حضرت مسیح موعود نے زلزلہ کا الہام ہونے سے پہلے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف عالموں کے زلزلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور دلیل بھی دی ہے کہ جس طرح دشمنان خدا اور شیاطین کی سرکوبی کے لیے نبی آتے ہیں انکے وجود سے جہاں اس گروہ میں ہلچل مچ گئی ہے تو دوسری طرف ملائک کا گروہ بھی انکا سرکچلنے کے لیے تیار ہوتا ہے ہر طرح ہر عالم میں ایک تزلزل واقع ہوجاتا ہے۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے وجود کے ساتھ ہی ہندوستان کی ہر قوم اور ہر مذہب میں بیداری کے نشان ظاہر ہوئے بھنگیوں اور چماروں تک کی سبھائیں اور انجمنیں بن گئیں اور قوم قوم اور ملک ملک کا شور اور نعرہ بلند ہونے لگا ہزاروں سال کی گری ہوئی ہندو قوم نے بت پرستی پتھر پرستی پہاڑ پرستی درخت پرستی نباتات پرستی دریا پرستی نقرہ و طلا پرستی جنگل پرستی

مکان پرستی دیوی پرستی آتش پرستی. فوج پرستی ابی پرستی اسپ پرستی خواجہ پرستی دولت پرستی ہتھیار پرستی گھوڑے پرستی اور پرستی وغیرہ رسومات قبیحہ کو عام کرکے لا الٰہ الا اللہ . . . کہنا شروع کردیا کیا یہ ایک زلزلہ نہیں تو اور کیا تھا پھر مذہبی مباحثات کی وہ گرم بازاری کہ جس کی نظیر ہندوستان میں دکھائی نہیں دیتی اور آریہ سماج میں اب ظاہر ہو نکال آگیا جس کا باعث نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں دینا ہے کتوں ساتھ کھانا تو معمولی ہے

الغرض آپکا وجود جیسا کہ بشیر و نذیر تھا ویسے ہی اس سے بہتیروں نے فائدہ اٹھایا اور بہتیرے بگڑ گئے آپ کی آمد بھی ایک زلزلہ سے ہوئی اور روانگی بھی زلزلے سے۔

ہم سنا کرتے تھے کہ جب کوئی بڑی روح دنیا سے جاتی ہے تو اس عالم میں ایک تغیر پیدا ہو جاتا ہے اب اس سے بڑھکر کونسی روح ہو سکتی تھی اسلیے ضرور تغیر پیدا ہوا اور بڑا تغیر ہوا اور پھر وہ سب تغیر اسی طرح ہوا جس طرح رسول کی زبان پر اللہ نے فرمایا تھا میرا بیان پر یا جہت یا روس جاپان کے جنگ کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ اس کا تعلق حضور والا کی زندگی سے ہے بلکہ میں تو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضور کی وفات کے بعد دنیا میں کیا تغیر آیا۔ یا بہ الفاظ دیگر زلزلہ آیا۔

یہ بے محل نہ ہوگا اگر میں یہاں پر حضور کی اس پیشگوئی کا اندراج کردوں جو ۲۰-اپریل ۱۹۰۵ء کو یورپ اور امریکہ میں ڈوئی کے حق میں خدائی فیصلہ کے ساتھ شائع کیگئی تھی۔

حضور نے فرمایا "یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ نے مجھے عام زلازل کی خبر دی ہے یقین جان لو کہ جس طرح میری پہلی پیشگوئی کے مطابق امریکہ یورپ اور ایشیا

میں زلزلے آتے ہیں اسی طرح مختلف مقامات میں ان کا وقوع ہوگا اور ان میں سے بعض ایسے ہونگے کہ دنیا کی تاریخ میں انکی نظیر نہ ملیگی اور اسقدر تباہی ہوگی کہ قیامت کا دن یاد آجائیگا" "اے یوروپ نہ تو محفوظ ہوگا اور نہ اے ایشیا اور نہ جزائر کے رہنے والو! تم محفوظ ہوگے اسدن کوئی خود ساختہ خدا تمکو نہ بچا سکیگا میں شہروں کو گرتے ہوئے اور آباد گلیوں کو ویران ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں" "اس ملک کی باری قریب آتی جاتی ہے نوح کے دن تم اپنی آنکھوں سے دیکھوگے اور لوط کی زمین کا نقشہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کھیچ جائیگا"

"یوروپ اور دوسرے عیسائی ممالک میں ایک قسم کی وبا پڑیگی جو بہت سخت ہوگی" دوستو خدا کے لئے انصاف کرو اور دیکھو اس خدا کے فرستادہ کی وفات کیساتھ ہی زلزلہ نے کس طرح ظاہری معنوں میں پورا ہونا شروع کردیا پوپ کے گھر عیسائیت کے مرکز اٹلی میں زلزلہ آیا اور پاپونیر کے الفاظ میں "بے نظیر زلزلہ آیا"(۱) اور میسینا کو تباہ کر گیا اور ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ تباہ کیا اور وہ بربادی ہوئی کہ قیامت یاد آگئی (۲) ایران اور ایشیا کوچک میں زلزلہ آیا(۳) اب دیکھیئے اخبار وکیل کس طرح حال کے اور واقعہ کا اظہار کر رہا ہے وکیل ہر تمبر ۲۰ جولائی" افسوس ہے کہ زلزلے روز بروز شدت اختیار کرتے جاتے ہیں اور ہر حصہ دنیا میں اسکی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے چند مہینے قبل فرانس میں جانیں اور مکان زلزلہ کے باعث تباہ اور برباد ہوچکے ہیں اب پیک دارالسلطنت ہالینڈ میں ایک مراسلہ بدیں مضمون شائع ہوا ہے کہ مقام کوانچی علاقہ ملابائی برانگ۔ جزیرہ سوماٹرا میں ۳۔ جون کی شب کو زلزلے سے بہت سخت جھٹکے محسوس ہوئے اور بہت جانیں تلف ہوئیں

مکان تباہ ہوئے (۴) ابھی وکیلوں پیس ہی ہوگا کہ پنجاب کے مختلف مقامات
پر زلزلہ محسوس ہوا اور یونان کے جنوب میں سخت زلزلہ آیا اور ہمارے
لکھتے لکھتے میکسیکو پر خطرناک زلزلہ آنیکی خبر آئی یہ تو ہوئی ظاہری زلازل کی
کیفیت اور جزائر مثل سسلی سوماٹرا کے رہنے والوں کی تباہی اب دیکھئے
سمن میں زیاں چلیں اس ملک کی باری آئی اور حیدر آباد میں طوفان نوح
کا نقشہ دیکھا گیا اب ہم دوسرے عالموں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اور
دکھلاتے ہیں کہ ہمیں مسیح کے فرمودہ کے مطابق زمین کیساتھ زمین والوں
میں بھی زلزلہ آیا ہے اور چونکہ مسیح اور مہدی کا بڑا تعلق مسلمانوں کے ساتھ
تھا اسلئے یہ پولیٹکل زلزلے مسلمان ممالک میں محسوس ہوتے ہیں۔
اب ہم انکو بھی تفصیل وار لکھتے ہیں موجودہ اسلامی سلطنتیں مراکو سے
ہندوستان تک پھیلی ہوئی ہیں اور سب میں ہم پولیٹکل زلزال دیکھتے
ہیں (۱) مولوی عبدالعزیز والئے مراکو تخت سے اوتارا گیا اور مولوی حفیظ
اسکا جانشین ہوا اور ابھی تک سپین اور فرانس سے اور علاوہ ازیں اندرونی
معاملات میں کشمکش جاری ہے (۲) مصر آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مار
رہا ہے جیساکہ سر الڈن گورسٹ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری
قوم ان پارلیمنٹ کے خواہاں ہیں۔
(۳) ہندوستان کی مسلم لیگ کی لوکوششیں اور ریفارم اسکیم کی منظوری
ہماری آنکھوں کے سامنے ہے (۴) مرکش پارلیمنٹ اور عبدالحمید کی
قسمت ہم سے پوشیدہ نہیں ان امور ہو تو پھر فردی اور اشد ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ ہم اس مرسل یزدانی کے ان الفاظ کو ضرور درج کردیں جس کی
روح ان تمام انقلابات کا باعث ہے آپ فرماتے ہیں سلطان روم

کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کسی طریق سے اسکے ارکان سلطنت
کی بھی حالت نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کا نتیجہ اچھا نہیں" سبحان اللہ
کہ کلام الٰہی کسطرح پورا ہوا اور وہ سلطان اور اسکے ارکان سلطنت یہ چاہتے اور
دو قید کاش کوئی فائدہ اٹھائے اور حسین کامی سایہ قسمت نہ بنے مفصل الفظ
ہوا شتہار زیر عنوان ایک تازہ نشان ۱۳ مئی ۱۹۰۹ء

(۷) حضور والا کو ایک الہام ہوا تھا" تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" یہ کس طرح
پورا ہوا۔ اور کس صفائی سے خدا کی کلام کی سچائی ظاہر ہوئی۔ اور کس طرح سے مذاق
اور ہنسی کرنے والے خیرہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت کس طرح واضح
ہوا۔ اسکا اظہار اخبار بین الاقوامی پر سلطنت ایران کے تازہ واقعات سے
بخوبی ہوسکتا ہے شاہ کا پارلیمنٹ کو اڑانا قوم پرستوں کے مطالبات اور
جنگ بختیاریوں کا ایران کو فتح کرلینا اور شاہ کا روسی سفارتخانہ میں پناہ لینا
بد قسمت کسریٰ کا آخر کار تخت سے اتار اجانا اور کسریٰ سے ایوان کسریٰ کا ہمیشہ
کے لئے صفایا ہو کر ایوان مجلس میں تلاطم ہو جانا تزلزل نہیں تو اور کیا ہے سبحان اللہ
واہ کیا سماں اور تزلزل ہوگا جب کسریٰ اسکے بچے اسکے حرم ایوان شاہی کو
خالی کرتے اور روسی سفارت کو جاتے ہونگے کیا کوئی انسان اس صفائی
سے ان واقعات کی طرف اشارہ تک بھی کرسکتا ہے یہ زندہ خدا کا کلام ہے مفصل
ملاحظہ ہو صاحبزادہ محمود احمد کا اشتہار زیر عنوان تازہ نشان)

یہ ذکر تو عالم اسلام کا ہے مگر جیسا کہ فرمایا گیا اور نہ یورپ اور نہ ایشیا۔
خطرات سے محفوظ ہے ایشیا اور ایشیا والوں کے قلوب تو یورپ کے
خوف کے مارے لرز رہے ہیں اور یورپ و امریکہ کو ایک طرف اسلام
کی روز افزوں ترقی کا خطرہ ہے تو دوسری طرف کے زرد خطرہ"

"اور میں اسلام کا بہت قدر دان ہے ایک دن ضرور آئیگا کہ خون کی زبان چلینگی کیونکہ فرسودہ عقل نہیں سکتا۔

پھر ہیضہ روس تک تو پہنچ گیا ہے اور یورپ میں طاعون کی اموات ہو چکی ہیں اب اگر باقی ہے تو وعید الٰہی کا مکمل طور پر ظہور کاش کہ لوگ فائدہ اٹھائیں اور جس طرح کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے "توبہ کریں تاکہ بچائے جائیں" جو آج توبہ نہیں کرتا وہ کاٹا جائیگا" اور خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ دوستو! ان واقعات سے ہماری کیا غرض ہے؟ کیا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہلاک ہوں؟ کیا حضرت مسیح الثقلین کا یہ منشا تھا نہیں ہرگز نہیں بلکہ "دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اسے قبول نہیں کیا' مگر خدا اسکی بڑے زور سے "تائید کریگا اور کر رہا ہے یہ عذاب کیوں آیا؟ مامور من اللہ کے انکار اور لوگوں کی بداعمالی سے اور یقیناً اسکا انجام بہتری ہے۔

ہم تو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ انکار کا مزا تو اٹھایا اب آؤ اسے بھی تجربتاً فائدہ اٹھا کر دیکھیں اور وقت ہے سنبھل جائیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح یہ الہامات پورے ہوئے ہیں اسی طرح سے

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکارینگے مجھے؛ اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اس حضرت مسیح کی طرح ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہماری قوم قوم بنجائے مرسل من اللہ کا انکار اور کفر چھوڑ دے اور تفرق چھوڑ کر متحد ہو جائے کیونکہ اب وقت ہے مسلمانو! خدا کے نشانوں سے فائدہ اٹھاؤ مسیح و مہدی کو تسلیم کرو تم نجات پاؤ گے ٹرکی اور ایران سے ہند اور افغانستان فائدہ اٹھائے کیونکہ آخر الذکر کے لئے خوفناک پیشگوئی ہے "ریاست کابل میں پچاسی ہزار آدمی مرینگے" ایک بیگناہ سید شہید کیا جا چکا ہے اسکا خون ضرور رنگ لائیگا ہم اپنے

مضمون کو حضرت اقدس علیہ السلام کی اس دعا پر ختم کرتے ہیں جو آپ نے ڈوئی کے چیلنج کے آخر میں کی ہے۔ واضح ہو کہ ہم نے اس دعا کو انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور بہت سا اختصار کر دیا ہے۔

دُعا

اے قادر اور کامل خدا فیصلہ کر تو جو ہمیشہ اپنے نیک بندوں سے کلام کرتا ہے اور کرتا رہیگا۔ اے پیارے آقا ان لوگوں کو مخلوق پرستی کی قید سے آزاد کر اور ان الفاظ کو پورا کر جو تیرے نبیوں نے ان آخری ایّام کے متعلق فرمائے ہوئے ہیں۔

اے رحیم مولا۔ ان زخمی لوگوں کو ان کانٹوں میں سے نکال جن میں یہ جا پڑے ہیں اور ان کی پیاس کو سچی نجات کے چشمہ سے بجھا دے کہ جو کہ بھی نجات تیری محبت اور معرفت ہے۔

اے رحیم و کریم مالک۔ ان پر رحم کر اور انکی آنکھیں کھول۔ اے قادر مطلق ذو الجلال ہر ایک چیز تیرے ہاتھ میں ہے ان لوگوں کو نجات دے اے سمیع و بصیر آقا میری دعا کو سن لے اور ان پر اپنے جلال کی روشنی ڈال تاکہ وہ تیرا پیارا نشان دیکھ سکیں۔

اے جانوں کے صاحب تو ہر چیز پر قادر ہے ان لوگوں کو اس طرح تباہ نہ کیجو جس طرح نوح کی قوم تباہ ہوئی ان پر رحم فرما اور انکے دلوں کو سچائی کے لیے کھولدے کیونکہ ہر ایک قفل کی کلید تیرے ہاتھ ہے میں تیرے منہ کی پناہ چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو وہ تمام وعدے پورے کریگا جو تیرے

کلام ہیں کیونکہ تو سچا خدا ہے۔
اے مہربان آقا اس زمین پر مہر کر کہ تا بہشت سے طرف تیرے بندوں کو
انسان پرستی کی غلطیوں سے نجات پاتے دیکھنا مولیٰ کریم اس لیے
مجھکو یہ برداشت عنایت فرما۔ اور اس نسل کے مردوں عورتوں اور
بچوں کے دل کھولدے تاکہ انکو معلوم ہو جاوے کہ وہ سچائی سے دور ہیں۔
اے رحمٰن و رحیم میری دعا سن لے کیونکہ تو زمین و آسمان کا مالک ہے۔
آمین ثم آمین

تبرا باز غور سے پڑھیں

پاکوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا وہ کتوں سا کھونا نہ تخم نہ نسلی ہے
ناظرین! ایسے اس عنوان سے یہ نہ سمجھیں کہ میں کسی منہ پھٹ بدزبان آریہ
یا آریہ سماج کا ذکر کرتا ہوں یا کسی مغضوب یہود کا تذکرہ کرونگا اور شاید آپکو
یہ خیال ہو جاوے کہ پھر آریہ یا یہودی نہیں تو مثال دجال عیسائی ہوگا نہیں
نہیں میری مراد تو عیسائیوں کے چھوٹے بھائی سگ زادہ برادر شیطان تک
اسلام فرقہ شیعہ سے ہے عیسائیوں کے چھوٹے بھائی اسلئے کہ جس
طرح عیسائیت نے کفارہ مسیح پر ایمان لانا اور عشائے ربانی میں مسیح کا گوشت
اور خون کھانا بھی باعث نجات سمجھ رکھا ہے اسی طرح اس فرقہ نے حضرت
امام حسینؓ کی شہادت اور ماتم حسینؓ میں آنسو بہانا ہی جنت کے داخلہ کے
لیے کافی سمجھ لیا ہے اگر عیسائیت نے تمام انبیاء کو شمار اور جھوٹے اور گنہگار
کہا تو رافضیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برسوں کے بعد تیار کی ہوئی

صحابہ کی جماعت پر تبرا اور لعنت کی تلوار چلائی ہے اگر مسیحی حضرت مریم سے
خدا کی ماں سمجھکر دعا مانگتا ہے تو شیعہ بھی سید الشہداء کی ماں کے آگے
سر جھکانے میں کمی نہیں کرتا اگر عیسائیت نے خداوند مسیح کے نام پر عبد مسیح
نام رکھا تو شیعوں نے عبد اللہ اور عبد الرحمن چھوڑ کر عبد الحسین بنا فخر سمجھا
استغفر اللہ یہ یقینی امر ہے کہ جو بدکار عورت ہوتی ہے وہ دوسری نیک عورتوں
کو گالیاں دیکر اپنا پردہ ڈھکنا چاہتی ہے یہی حال آریوں عیسائیوں اور
شیعوں کا ہے مگر

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان زند

آریہ سماج کی پردہ دری کے لیے دھرمپال کی خودکشی اور طوفان کا حوالہ
کافی معلوم ہوتا ہے اور عیسائیت کے لیے ہاتر کرسچینزم اور انسائیکلوپیڈیا
بیبلیکا .... کافی ہیں یہ اسلیے کہ انکے مصنف خود آریہ یا عیسائی
ہیں اب ہم شیعوں کی طرف رخ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم آپکے صحابہ اور
آپکے ازواج کی ہتک نے انکی کہانتک نوبت پہنچائی ہے صدیقی انصاف
شیعوں کو سلائے فاروقی رعب سے ان تقیہ بازوں کا پاخانہ نکلے عثمانی سطوت
سے یہ خانہ نشین بنے اور اپنی ماں کو سکی بہادری اور اعلٰے قابلیت کے سامنے
بڑے شیعوں کو دم دبانی پڑی خواہ بدترین فرد کہیں یہ انکی برخورداری اور
سعادتمندی ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ جسکی خاطر یہ مسبط اور لغس" بنے
اور جس کی نسبت اللہ تعالے کہتا ہے ان اللہ وملئکتہ یصلون
علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ان کے
نام کو رفضی آرگن شیعہ بھی محض محمد صاحب لکھا جاتا ہے کیوں نہ ہو
ع زبان پہ وہی آتا ہے جو دل میں اپنے ہوتا ہے اس گستاخی دریدہ

محمود الزماں

زبانی کا کیا نتیجہ ہوا۔ اسلام سے دور ہو گئے اگر کوئی مذہب رہ گیا تو بعض تبرا بازی
سینہ کوبی کی تعزیہ داری عید غدیر کی قوال شرم حرکات سود خواری قبر پرستی متعہ
سعفائی ریش تقیہ یا دغا بازی منافقت لا مذہبی دین سے بے پرواہی اگرچہ
ان سب باتوں کا اقرار شیعہ دوست نہ کرینگے تاہم بعض وہ خود تسلیم کر لیں گے
جنھیں ہم انکے مذہبی ارکین شیعہ سے نقل کرتے ہیں ہاں یہ واضح ہو کہ جس طرح
نقال کو اپنی نوحش کلان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا اسی طرح شیعوں کو
اب پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہیں کتابوں میں کیا ہے اور ہمارے
اعمال کیا ہیں اس رسالہ میں بھی جو کچھ لکھا ہے وہ ایک سنی نے جو نو شیعہ
ہے لکھا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تمام اس دین پرانی غیرت سے مایوس
کہ چند سال بعد یہ جاتی رہے گی جو کہ تبرا بازی کا یقینی نتیجہ ہے صاحب موصوف
اس طرح لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو رسالہ شیعہ نمبر ۹ جلد ۶)

(۱) شیعہ لوگ منجملہ دیگر بد اعمالیوں کے فضیلت وقت نماز کو بھی نہایت
بیدردی سے لاپرواہی سے فضول باتوں میں بلا وجہ غارت اور اکارت کر دیا
کرتے ہیں (۲) زمانہ قیام لکھنؤ کے میں نے ایک فہرست شیعوں کی بدعات میں تیار کی
تھی جو صاف صاف اور خلاف سنت ہم لوگ اپنے تھے (۳) دو شیعہ طلبہ زادوں
کے اس سوال پر کہ کیا مغرب کا وقت ہو گیا فرماتے ہیں یہ لڑکے مسلمان
کیا مسلمانوں کے مولوی کے بیٹے ہیں اور ماشاء اللہ خود پڑھے لکھے ہوشیار
ہو کر ابھی تک نہیں جانتے کہ مغرب کا وقت کب ہوتا ہے کبھی اپنے والدین
یا کسی دیگر اشخاص (شیعہ) کو ٹھیک وقت فضیلت مغرب کی نماز پڑھتے
ہی نہ دیکھا ہو گا۔ نہ کبھی خود پڑھنے کا اتفاق ہوا ہو گا؛
(۴) ایک اور شیعہ خاندان کے صاحبزادہ کا ذکر کرتے ہیں کلمہ کلام درود نماز

وضو کچھ نہیں جاتا مگر ہاں مرثیہ سلام یا میاں وغیرہ بہت یاد ہیں اور خوب جچتا
ہے یہ تعلیم ہے شیعہ مذہب کے لوگوں کی (۸) ایک مسجد میں مجلس اور سوز
خوانی ہوئی اور وہ بھی مغرب کے وقت اور اول تو خانہ خدا میں مجلس امام
حسین کے بہانہ راگ گایا گیا وہ بھی عین نماز کے وقت سب چلے گئے ایک
نے بھی نماز نہ پڑھی (آخر مومنین تھے کیوں نہ ہو) آپ ایسا ہی ایک اور مجلس
ناچارہ کا ذکر فرماتے ہیں اور خاکسار راقم بھی اسکا شاہد ہے (۹) دنیا میں کوئی
شیعہ فضیلت کے وقت نماز پڑھنے والا نہیں" ہونگے" میں نے آج تک
کسی کو بجز ایک کے اسکا پابندی کرنیوالا دیکھا گیا" افسوس کرتے ہی نہیں سنا (۶)
نماز میں موچھوں پر ہاتھ پھیرے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ شغل چلا جاتا ہے لوگ ان
اٹھا کر اس میں تصرف کیا (۸) شیعوں کی ان باتوں سے تعجب ہوا کرتا تھا
اب دیکھتے دیکھتے کچھ سادات ہو گئی ہے پہلا قیاس صحیح نکلا"

(۹) آداب مسجد و جماعت سے تو میرے نزدیک عموماً شیعہ ناواقف ہی نظر آتے
ہیں یا گستاخی سے ان امور کی پرواہ نہیں کرتے اول تو جمعہ اور جماعت انکے
ہاں ہوتی ہی بہت کم ہے اگر اتفاق سے کہیں ہوئی بھی تو کثرت سے باتیں
کرتے ہیں" (۱۰) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو شاید ہی کوئی جماعت
شیعوں کی سیدھی کھڑی ہو ہوا آگے پیچھے ضرور ہوتے ہیں اور سلسلہ سخن بھی بدستور
جاری رہتا ہے (۱۱) سنیوں کی نسبت فرماتے ہیں اپنا نماز روزہ کس مستعدی
اور سرگرمی کیساتھ بجا لاتے ہیں اور اوقات نماز کی کس سختی سے پابندی کرتے
ہیں کہ واجب مستحب اور سنت ایک کو بھی نہیں چھوڑتے (۱۲) لکھنؤ میں جو
شیعوں کا دارالامارۃ ہے اس کثرت سے ڈاڑھی منڈانیکا رواج ہے کہ وہاں
کے حجام کو خط بنانا نہیں آتا بارہا مجھے ہندو مسلمانوں کی تمیز اور شناخت میں

دشواری پیش آیا کرتی تھی کاش کہ شیعہ صاحبان اب بھی دین کی طرف توجہ کریں اور جس کے گریبان میں بزار ہا حیض ہیں اسکی حلقہ بگوشی اختیار کریں تو اس عذاب سے نجات ملے اللہ الصمد یہ نتیجہ ہے سب پاکوں کی ہتک کرنا الیٰ آخرہ فاعتبروا یااولی الابصار

تثلیث

ناظرین کو معلوم ہے کہ آج جو شخص مذہبی مناظرہ کے میدان کارزار میں قدم رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تثلیث کیا چیز ہے تثلیث کو عیسائی مختلف رنگوں میں پیش کر کے مخلوق الٰہی کو دہوکہ دیکر اپنے فرض اولیت کو پورا کرتے ہیں کبھی تو کہتے ہیں کہ ثالوث مقدس میں توحید اور توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہم تثلیث نہیں مانتے بلکہ تثلیث فی التوحید مانتے ہیں غرض لفظ تثلیث کو مختلف رنگوں میں پیش کرتے ہیں۔

تاریخ تثلیث اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب عیسوی دراصل خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا تھا اور جو مذاہب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ سب توحید پر مبنی ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ مذہب عیسوی کی بنا بھی توحید پر تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام توحید کو تسلیم کرتے تھے اور آپکے خلیفہ بھی توحید کے قائل تھے بعدہٗ عیسائیوں کی مذہبی مجلس قائم ہوئی جو مذہبی امور کو سرانجام دیتی تھی۔

ایک دفعہ اس مجلس کو ایک مشکل پیش آئی وہ یہ کہ مذہب عیسائیت

کی اشاعت کرتے وقت یونانیوں نے کہا کہ ہم تو تین دیوتا تسلیم کرتے ہیں اگر تم اتنی بات کو مذہب میں ایزاد کر لو تو ہم تمہارے مذہب کی اطاعت کے لیے تیار ہیں اس بات نے عیسائی صاحبان کو بہت مشکل میں ڈالا اور مذکورہ بالا مجلس کو یہ خیال ہوا کہ قلیل سی تبدیلی کر دیجاوے تو کوئی حرج نہیں ہوگا.

تثلیث مسیح کے سوا تین سو سال بعد ایجاد ہوئی

چنانچہ اسی غرض کے لیے ایک میٹنگ (مجلس مشاورت) بمقام شہر نیقیہ منعقد ہوئی ملاحظہ ہو حروب صلیبیہ مولفہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز صفحہ ۱) ،، اصل عبارت یہ ہے "سلجوقی بادشاہوں نے شہر نیقیہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا جہاں مسیحی دنیا کی اس پہلی عام کونسل نے اجلاس کیا تھا جس میں مذہب کیتھولک مسئلہ تثلیث و توحید سے وابستہ کیا گیا تھا"

اس عبارت کے خاتمہ پر مولوی عبد الحلیم صاحب شرر اپنی طرف سے ایک نوٹ کے صفحے کے نیچے درج کرتے ہیں جسکو ہم بعینہ یہاں پر لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے اسی نیقیہ کی کونسل نے جو حضرت مسیح کے سوا تین سو برس بعد منعقد ہوئی تھی توحید کو مٹا کے تثلیث و توحید کی بنیاد ڈالی اور مسیحیوں کو مشرک بنایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشتر عیسائیوں میں تثلیث نہ تھی جن عیسائیوں نے اس مجمع پر تثلیث نہ قبول کی مردود قرار دیے گئے۔

اس نوٹ کے درج کرنیکے بعد کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں رہی اس سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ تثلیث مسیح کے سوا تین سو سال بعد جب

سلہ یہ کتاب ایک انگریزی کتاب ہسٹری آف ماڈرن ہسٹری کی جلد کرو سیڈس کا ترجمہ ہے جو ایک عیسائی مورخ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم اے کی تصنیف ہے۔

عیسوی کیساتھ ایزاد کیگئی ہے۔

مسئلہ تثلیث کی حقیقت اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ کسی مذہب میں بانئے مذہب کے سوا تین سو سال بعد شامل کیا جاوے وہ کس رتبہ کا ہو سکتا ہے خصوصًا اس حالت میں کہ وہ مسئلہ مذہب کی جز سمجھ ثابت کیا جاوے اور وہ مسئلہ بھی بانئے مذہب کی منشاء کے خلاف ہو میں یہ باتیں بلا دلیل نہیں کہتا بلکہ میں کہتا ہوں کہ مسیحی لوگ جن آیات سے تثلیث ثابت کرتے ہیں وہ ہرگز تثلیث کی تعلیم نہیں دیتیں بلکہ انکا منشاء کچھ اور ہے۔

آیات انجیل متعلقہ تثلیث اگر پادری صاحبان ان تمام آیات کو پیش کریں جن سے وہ تثلیث ثابت کرتے ہیں تو ہم انکو بتا دینگے کہ ان آیات کا اصل مدعا کیا ہے یہ سوال کہ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم پادریوں کی رائے کے خلاف انجیل کی آیات کا ترجمہ کریں بظاہر ایک نمونہ طلب ہے مگر دراصل پادری صاحبان نے یہ حق ہمیں خود عنایت فرمایا ہے کیونکہ جب انکے نزدیک قرآن کریم کا ترجمہ اپنی منشاء کے مطابق کرکے اسکا مطلب اپنی منشاء کے مطابق بیان کرنا جائز ہے تو کیا وجہ کہ ہم انجیل کی آیات کا مطلب بیان کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔

الغرض تثلیث کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو مسیح کی منشاء کیخلاف اس سے سوا تین سو سال بعد مذہب مسیحی کیساتھ شامل کیا ہے اور یہ امر تاریخ دان پبلک کے نظر سے مخفی نہیں ہے۔

توحید و تثلیث میں فرق تثلیث کی اس مختصر سی تاریخ بیان کرنیکے بعد ہم توحید اور تثلیث کا فرق بتانا چاہتے ہیں توحید کے معنے ہیں خدا تعالے کو ایک ماننا غرض توحید و تثلیث میں وہی فرق ہے جو ایک اور تین میں ہوتا ہے۔

مسئلہ تثلیث مین عیسائیونکی مشکلات

عیسائیونکا مذہب تو توحید کی تعلیم دیتا تھا مگر جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہون کسی ضرورت کی وجہ سے مذہب مسیحی مین تثلیث ایزاد کرلی جس سے مسیحیونکو یہ مشکل پڑی کہ اگر وہ یہ کہیں کہ ہم توحید کے قائل ہیں تو ایک بڑی جماعت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر کہیں کہ ہم تثلیث کے معتقد ہیں تو اصل مذہب کے جواب دینا ہے کیونکہ اصل مذہب تو توحید کی تعلیم دیتا تھا مسیحی صاحبان اس مشکل مین پڑکر بہت پریشان ہوئے اور تملائے کیونکہ یہ بڑی مشکل پیش آئی آخر بڑی سوچ کے بعد یہ راہ نکالی گئی کہ ہم نہ تو تثلیث کے قائل ہیں اور نہ توحید کے بلکہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں جن پادریوں نے یہ راہ نکالی تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ تو اپنی پہلی بات سے بھی زیادہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ پہلے تو صرف یہی بات تھی کہ توحید ہے یا تثلیث ہی سہی یہ ایک ایسی بات تھی جو ہر ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا تھا کہ تثلیث کیا چیز ہے بلکہ ایک بڑا گروہ تو پہلے سے ہی قائل تھا

توحید فی التثلیث تثلیث فی التوحید

لیکن توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید نے تو اور مشکلات مین ڈالدیا سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ اس مسئلہ کو کوئی فرد بشر سمجھ ہی نہین سکتا کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ باپ بیٹا - روح القدس یہ تین چیزیں ہیں ایک کس طرح ہو سکتی ہیں کیونکہ ادنی سے ادنی حساب جاننے والا طالب علم بھی اس بات سے واقف ہے کہ ۱+۱+۱ برابر ہوتے ہیں ۳ کے نہ ایک کے اب مسیحی مذہب کے مدبرین نے خیال کیا کہ یہ مسئلہ تو انسانی عقل سے بالاتر ہے اسلئے دلائل سے اس مسئلہ کو صاف کیا جاوے

دلائل تثلیث

مگر افسوس کہ ان لوگوں کو دلائل بھی نہ مل سکے پھر ان مسیحی مدبرین نے کوشش کی کہ تثلیث کی نظیرین تلاش کیجاوین اور مخلوق کے جاننے

نظیریں پیش کرکے اسکے دل نرم کئے جاویں مگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ ایسے نظارے جنکا پبلک کے سامنے پیش کرنیسے پیش کرنا مفید تھا کیونکہ اس سے سیحیوں کی عقل پر اور بھی روشنی پڑتی ہے۔

تفاسیرِ تثلیث | چند نظیریں ہم نے بھی سنی ہیں جنکو ہم پبلک کے سامنے پیش کرکے مسیحی صاحبان کی عقل وفہم اور انکے علم کی داد لینی چاہتے ہیں۔

سب سے پہلی نظیر جو ہم نے سنی تھی وہ یہ تھی کہ کوہ لبس ٹرینیڈاد میں جب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ پہاڑ کی تین چوٹیاں ہیں آپ نے نعرہ مارا گیا فوراً چلا اٹھے کہ تثلیث صحیح ہے اس ناعاقبت اندیش کیجیے اگر کوئی یہ سوال کرتا کہ جن پہاڑوں کی کم وزیادہ چوٹیاں ہیں وہ کیا ثابت کرتی ہیں کیا اس طریقہ سے تثنیہ تربیع وغیرہ بھی جائز اور صحیح ہیں کہ نہیں۔

(۲) اس کے بعد میں نے ایک نظیر سنی وہ یہ کہ ایک چھڑی ہوتی ہے اس میں ایک گولائی ہوتی ہے ایک اسکا طول ہوتا ہے اور اسکی موٹائی ہے لہذا تثلیث فی التوحید صحیح ہے پادری صاحب اسبات کا کیا جواب دیتے ہونگے کہ چھڑی کا ایک رنگ بھی ہوتا ہے تو کیا تربیع جائز ہوئی پھر ایک حیثیت بھی ہوتی ہے تو کیا تخمیس بھی جائز ہے۔

(۳) اس کے بعد میں نے یہ سنا کہ اگر ایک انسان ہاتھ پھیلا کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو تثلیث کی شکل بنجاتی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ انسانی فطرت کے مطابق ہے مگر کہیں یہ نہیں سوچا کہ اگر انسان جیسا کہ پیدا کیا گیا ہے سیدھا کھڑا ہو جائے تو توحید ثابت ہوتی ہے اگر تثلیث کی شکل بنانیکے لیے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو تو کیا وجہ کہ کسی دوسرے کے خیال کے مطابق کسی اور قسم کی شکل بنانیکے لیے دو ٹانگیں نہ پھیلائے اس شکل کو

پادری صاحب کیا کہینگے یہ کہ انکی تثلیث کا پچھلا حصہ دو حصوں پر تقسیم ہوجائیگا۔
(۴) اسکے بعد مین نے ایک اور دلیل سنی ہے وہ یہ کہ جب لیمپ روشن کیا جاوے تو تین قسم کی روشنی ہوتی ہے ایک چمنی کے جوف کے اندر دوسری چمنی کی ہوائی مین تیسری چمنی سے باہر اس دلیل کی تائید مین ایک مسیحی ڈاکٹر برخوردار خان سول سرجن چمبہ نے قرآن کریم کی ایک آیت پیش کرکے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس غرض کے لیے قریبا چھ صفحہ کا مضمون مسیحی تجلی مین درج کروایا ہے جسکو ہم ذرا تفصیل کیساتھ بیان کرنا چاہتے ہین۔

رسالہ مسیحی تجلی سے ہمارے ناظرین مین سے کوئی ناآشنا نہ ہوگا اس کے جون سنہ ۱۹۰۹ء کے پرچہ صفحہ ۲۰۹ پر ایک سرخی ہے ثالوث مقدس کی توحید اس سرخی کے ماتحت یہ بات دکھانے کی کوشش کیگئی ہے جو حسب ذیل ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ترجمہ اللہ آسمانون اور زمین کا نور ہے اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق مین چراغ ہو اور چراغ شیشے مین ہو اور شیشہ گویا تارے کی مانند ہو چراغ روشن کیا جاتا ہے اس مبارک درخت زیتون سے جو نہ مشرق کی طرف کا ہے اور نہ مغرب کی طرف کا قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے اگرچہ آگ نے اُسے چھوا نہ ہو نور پر نور ہے اللہ تعالے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالے لوگوں کے لیے مثالین

بیان کرتا ہے اور اللہ تعالے ہر ایک شے کو جانتا ہے (سورہ النور رکوع ۵)

آیت کا مطلب پیشتر اسکے کہم ڈاکٹر برخوردار کی مضمون کو دیکھیں ہم چاہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب ناظرین کے گوش گذار کردیں تاکہ آیندہ مضمون آیت کریمہ کے مطلب پر بحث کرنیکی ضرورت نہ رہے۔

اس آیت میں اللہ تعالے کو زمین و آسمان کا نور بتایا گیا ہے پھر بتایا گیا ہے کہ وہ معمولی نور کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے نور کی مثال وہ نور ہو سکتا ہے جو اعلے درجہ کا نور ہو جس سے عمدہ نور ناممکن ہو پھر انسان کو سمجہانیکے لیے عمدہ ترین نور کی صفت بیان کی ہے کہ وہ اس چراغ کے نور کی طرح ہو سکتا ہو جو طاق میں رکھا ہوا ہے اور وہ چراغ بھی شیشہ کے اندر ہو اور شیشہ بھی کوئی معمولی نہ ہو بلکہ وہ شیشہ چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند ہو پھر اس چراغ میں جو تیل ہو وہ بھی معمولی نہ ہو بلکہ زیتون کے درخت کا ہو اور زیتون کا بھی معمولی درخت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ وہ درخت مبارک ہو اور اس سا کوئی درخت مشرق و مغرب میں اور کہیں نہ مل سکتا ہو پھر وہ تیل ایسا ہے کہ اس کو آگ لگانیکی ضرورت نہیں بلکہ خود بخود وہ جل پڑے الغرض مختصر پیرایہ میں سمجہا گیا ہے کہ ایسے پاک ترین نور کی طرح خدا تعالیٰ کی ذات تمام خوبیوں سے متصف اور تمام برائیوں سے منزہ ہے

مسیحی ڈاکٹر صاحب نے اس مثال سے فائدہ اٹھا کر دلیل مذکورہ نمبر ۹ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں نور کا ایک حصہ شیشہ کی چمنی کے جوف کے اندر ہے دوسرا حصہ چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تیسرا حصہ چمنی کے باہر گویا ڈاکٹر صاحب اس سے تثلیث فی التوحید ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ابھی ہوش نہیں آیا کہ اس مثال میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لیمپ یا چراغ طاق کے اندر ہوگا تو اس

صورت میں چار یا پانچ قسم کا نور ہوگا (۱) چمنی کے جوف کے اندر کا (۲) چمنی کی موٹائی کے اندر کا (۳) چمنی کے باہر کا جو طاق کے اندر ہے (۴) چمنی کے باہر کا ایسا نور جو طاق ہی نہیں بلکہ مکان کو روشن کرتا ہے (۵) وہ نور چمنی میں سے ہو کر باہر نہیں آتا بلکہ اوپر راستہ باہر نکلتا ہے جسکا کچھ حصہ نیچے کی طرف سے جو خود لیمپ پر پڑا کرتا ہے اور کچھ حصہ چمنی کے اوپر کی طرف سے باہر جاتا ہے۔

الغرض ڈاکٹر صاحب کی بات پر خیال کرکے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس سے تثلیث فی التوحید ہی نہیں ثابت ہوتی بلکہ تربیع یا تخمیس فی التوحید ثابت ہوتی ہے جس کے سننے کے لیے ڈاکٹر صاحب کسی طرح بھی تیار معلوم نہیں ہوتے ہیں اور چمنی کے جوف کے اندر والے نور کا نام ..... باپ رکھیں (جو کسی سے مصنوع ہو اور نہ مخلوق نہ مولود) میرا خیال تھا کہ تثلیث سے صرف پادری صاحب کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ پادری صاحبان کے علاوہ بعض اور مسیحی اصحاب بھی اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں کیا ڈاکٹر صاحب نہیں جانتے کہ اس روشنی کے لیے تیل کی بڑی سخت ضرورت ہے جس آیت کو ڈاکٹر صاحب نے اپنے دعوے کے لیے پیش کیا ہے کیا اب اس سے ہم سکتے ہیں وہاں تو لکھا ہے کہ یہ روشنی بھی ایسی ہی زیتون سے حاصل کیجاوے اور پھر زیتون کی بڑی تعریف کیگئی ہے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو کونسی مشکل پیش آئی جسکی بنا پر وہ اس وقت عقل کو جواب دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ نور یا روشنی جو لیمپ کے اندر ہوتی ہے وہ خود بخود ہوتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ذرا تشریح فرمائینگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب تشریح فرماتے ہیں چمنی کی موٹائی کے اندر والے نور کا نام رکھیں بیٹا (بیٹا صرف باپ ہی سے ہے مصنوع نہ مخلوق) یہ کیسی بیہودہ بات ہے اگر ہم غور کریں تو اس بات کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ وہ روشنی جو چمنی کے جوف کے اندر

اور وہ جو چمنی کی موٹائی کے اندر ہے ایک ہی ہے کیونکہ اگر ہم انہیں سے ایک کو دور کرنا چاہیں تو دونوں نہیں بلکہ تینوں نور یکدم موقوف ہو جائینگے حالانکہ باپ بیٹے میں یہ نہیں پایا جاتا کبھی باپ مرجاتا ہے کبھی بیٹا ضرور نہیں کہ دونوں یکدم مرجائیں انکی کتر کے خیال کے مطابق ہم باپ بیٹا مان لیں تو کیا وجہ ہے کہ تیل کو جس سے روشنی پیدا ہوتی ہے خدا کی ماں دکھا جاوے یہ اسکو کسی خدا کی بیوی تصور کرکے کیوں اسکے بیٹا نہ پیدا کیا جاوے۔

Digitized by Khilafat Library

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ چمنی کے باہر والے نور کا نام لیکن روح القدس ہے جو باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے۔ کیوں ڈاکٹر صاحب جبکہ چمنی کے جوف کے اندر والے نور کا وہ نور بیٹا ہو سکتا ہے جو چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکا بیٹا وہ نور نہ ہوسکے جو چمنی کے باہر ہے اس طرح پر خدا کو روح القدس کا دادا اگرانڈفادر Grand father کیوں نہ تصور کیا جاوے

ڈاکٹر صاحب کے بقیہ مضمون کو ابھی ہم چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ تو آئندہ بحث میں آئیگا ابھی ہم اس تحلیل پر فقط اکتفا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی عبارت جو میں نے تین جگہ خطوط کے اندر دکھائی ہے اس میں ڈاکٹر صاحب چار الفاظ بیان فرمائے ہیں (مخلوق۔ مصنوع۔ مولود۔ صادر) معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو ان الفاظ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جو موٹی بات ہے کہ تیل سے روشنی بنائی گئی ہے باقی جو نسبت چمنی کے جوف کے اندر کی روشنی کو چمنی کی موٹائی والی سے ہے وہی اس سے روح القدس ہے ہر دو پر ایک لفظ آسکتا ہے۔ الگ استعمال کی کیا ضرورت ہے خواہ اسپر صادر کا لفظ استعمال کرو یا مصنوع کا خلاصہ یہ کہ اگر ڈاکٹر صاحب والی مثال

پر غور کیا جائے تو نتیجہ حسب ذیل نکلتا ہے۔

۱- سیپیر کا طبع مصنوع ہے کیونکہ اسکے لیے تیل اور لیمپ وغیرہ کی ضرورت ہے بہتر ہوگا کہ ہم اسکی ماں تصور کریں کیونکہ تیل سے روشنی حاصل ہوتی ہے

۲- مسیح کے متعلق ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ خدا کی ماں کا پوتا ہے کیونکہ چمنی کی صفائی والی روشنی چمنی کے جوف کے اندر کی روشنی سے پیدا ہوا ہے جسکی اصل جڑ تیل ہے۔

(۳) روح القدس کے متعلق ہمیں ماننا پڑیگا کہ وہ مسیح کا بیٹا یا خدا کا پوتا ہے کیونکہ باہر کا نور چمنی کی صفائی کے اندر کے نور کا بیٹا ہے اگر وہ چمنی کے جوف کے اندر کے نور کا پوتا ہے

۴- مسیحی لوگوں کے متعلق ہمیں یہ عقیدہ رکھنا پڑیگا کہ وہ روح القدس کے بیٹے مسیح کے پوتے خدا کے پرپوتے ہیں کیونکہ ان کے اندر کا نور باہر کے اندر والے نور سے ہے۔

الغرض یہ فضول باتیں ہیں ایسی باتوں سے کچھ ثابت نہ ہوسکا اب میں پونچی منطق کی بحث کو ختم کرتا ہوں اسبات کا بھی اظہار کر دیتا ہوں کہ ان چار نظائر کے علاوہ کوئی اور نظیر نہیں سنی جب سنونگا تو پھر دیکھا جاویگا۔

اقانیم ثلاثہ پر بحث | اب ہم ان کو لکھنا چاہتے ہیں کہ جن تین وجودوں سے تثلیث بنی ہے ان پر اختصار کیساتھ بحث کیجاوے سو واضح ہے کہ اقانیم ثلاثہ یہ تین ہیں (۱) باپ خدا (۲) بیٹا خدا (۳) روح القدس جن میں سے ہر ایک کے متعلق ہم آگے کچھ لکھینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔

(۱) خدا باپ

مسیحی خدا کو باپ کہتے ہیں

خداتعالےٰ نے جسکو تمام دنیا خدا سمجھتی ہے اور مسلمان اسکو رب العالمین اور الرحمٰن اور رحیم کہتے ہیں مسیحی صاحبان اسکو اب (باپ) کے نام سے موسوم کرتے ہیں جیسا اکثر جگہ دعاؤں میں ہوتا ہے اے ہمارے آسمانی باپ وغیرہ وغیرہ غرض مسیحی لوگ رب کو اب کہتے ہیں۔

اب اور رب میں فرق

رب کے معنے ہیں پالنے والا پرورش کرنیوالا اور کسی چیز کو آہستہ آہستہ پرورش کرکے اسکو اسکے کمال پر پہونچانا رب کا کام ہے گویا رب کی ایسی صفت ہے جو انسان کو ہر حالت اور ہر جگہ میں پرورش کرتی ہے۔

اب کے معنے باپ کے ہیں باپ کا کام یہ ہوتا ہے کہ جبتک اسکی اولاد اسکے سامنے ہو اسکے لیے آسایش کے اسباب مہیا کرنا گویا کہ اب کا کام رب سے بہت ہی ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے بلکہ بالفاظ دیگر اب کے کام کو رب کے کام سے کچھ نسبت نہیں۔

ایک بچہ بیمار ہوتا ہے باپ کا سایہ اسکے سر سے جاتا رہتا ہے تو وہ یتیم کہلاتا ہے لیکن رب ایک ایسی ذات ہے جس کے سایہ عاطفت کے نیچے انسان کو ساری عمر گذارنی پڑتی ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ جوان ایسے مشکلات میں پڑ جاتا ہے کہ باپ خود اسکے ساتھ پریشان ہو جاتا ہے مگر کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن رب ہر حالت میں پرورش کرسکتا ہے اور ان مشکلات سے رہائی بخشتا ہے

اسلام اور خودکشی

بعض وقت انسان ایسے مشکلات میں پڑ جاتا ہے کہ خودکشی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے ایسی حالت میں وہ شخص جو رب پر ایمان رکھتا ہے ہرگز اس امر پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا تعالےٰ سے اپنی مشکلات کے حل کیلئے

دعا کرکے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خودکشی کو حرام کردیا ہے اور ایسا کرنے سے صاف بتایا ہے کہ عسر و یسر میں انسان رب کی طرف توجہ کرے نہ کہ خودکشی کیلئے تیار ہو جائے۔

الغرض ایک انسان جو ذرا بھی عقل رکھتا ہو صرف اسی بات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان لوگ کیا خدا پیش کرتے ہیں اور مسیحیوں کا خدا کسی طرح اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) بیٹا خدا

مسیحی لوگ بیٹا خدا کو دوسرے لفظوں میں یسوع مسیح کہتے ہیں اس جگہ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسیح کو دو رنگوں میں پیش کرینگے ایک وہ مسیح جس کو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ اور دوسرے جسکو انجیل نے پیش کیا ہے۔

قرآن کریم | اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مسیح ابن مریم اللہ تعالے کے رسول تھے وہ
مسیح | انجیل لیکر بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئے تھے یہودی لوگ آپکو

(نعوذ باللہ) حرامزادہ کہتے تھے قرآن کریم نے اسکی تکذیب کی اور فرمایا کہ وہ اور رسولوں کی طرح ایک رسول تھے لیکن عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اسلئے اس عقیدہ کی بڑے زور سے تغلیط کرتا ہوا بہت مفید دلائل دیتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (ترجمہ) پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا کس طرح اسکا بیٹا ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسکی بیوی نہ ہو اور اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر ایک چیز کے جاننے والا ہے یعنے قاعدہ کی بات ہے کہ بغیر ماں کے بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ بیٹا تو وہی ہوتا ہے جسکو کوئی جنو

جب جننے والی ہی نہیں تو بیٹے کے کیا معنے؛
ڈاکٹر پر فورد امنے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جیسے چینی کی مٹھائی کے اندر
والے نور کو ضرورت نہیں ہے کہ چینی کے اندر کے نور کیساتھ کوئی بیلو کرے
اسی طرح مسیح کو بھی ضرورت نہیں ڈاکٹر صاحب کو خیال نہیں آیا کہ اسکو کوئی بیٹا
نہیں کہتا پھر بھی اپنے مثال پر غور کریں تو معلوم کرینگے کہ خود چینی اور اسکے
اندر کے نور سے وہ نور پیدا ہوا ہے جو اسکی مٹھائی کے اندر ہے واہ ڈاکٹر
صاحب خوب کہا آپنے کبھی ڈاکٹری ملاحظہ میں ایسی مثال دیکھی ہے کہ
ماں کے بغیر کوئی لڑکا ہو جاوے۔ فتدبر

(۲) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ
يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ الآية
ترجمہ۔ بیشک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ وہی مسیح ابن
مریم ہے کہدے اللہ تعالے سے کون کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ ارادہ کرے
یہ کہ ہلاک کردے مسیح کو الخ یعنی اگر مسیح کچھ اختیار رکھتا ہے تو ضروری ہو کہ اسکو
اختیار ہو حالانکہ مسیح کو یہ بھی اختیار نہیں ہو کہ وہ اپنے ہلاکت ہونیسے بچاوے اگر خدا تعالی
اسکو ہلاک کرنا چاہے یہ ایک ایسی دلیل ہو جسکا جواب نہیں مل سکا ڈاکٹر پر فورد امنے اپنے
مثال کے مطابق اسکا جواب دیا مگر ہم اسکو یہاں درج کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے کیونکہ
جب انکی اصل مثال ٹھیک نہیں ہے تو اسکے سب نتائج غلط ہو جاتے ہیں۔

(۳) كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ترجمہ اور وہ دونوں (یعنی مسیح اور مسیح کی ماں) کھانا کھاتے تھے
اس آیت شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالے کا کام نہیں ہو کہ وہ کھانے اور اسکے
لیے مثال کی جگہ بھی خالی نہ ہو اسلئے ہم جو نام رکھتے ہیں یعنی محتاج ہے کہ خاک سے بنے
اور کر لیپ اسکو اٹھا رکھے مگر خدا خود قائم ہے اور مثال غلط ہے بحوالہ انجا

فریبی نہ تھا جیسا ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب آگ نہ تھا تو اس نور کو بیان کیا تھا جو
جگنی کی مٹائی کے اندر ہو گریبان آپ بیٹے وقت بھی چھپنی پر چسپاں کرتے ہیں اور ڈاکٹر
صاحب تعریف کلام کرنا اور لوگوں کو ہو کر دینا آپ کو فریبی ختم ہو۔

مسیح اور انجیل | ایسی خواست کے لحاظ سے اس بحث کو یہاں تک ختم کر کے ناظرین کے سامنے
مسیحی انجیل کا نقشہ پیش کرتا ہوں ناظرین غور فرماویں کہ انجیل مسیح کے متعلق کیا کہتی ہے
(۱) انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ فاحشہ عورتیں مسیح کے پاس آیا کرتی تھیں چنانچہ لکھا ہے
کہ ایک فاحشہ عورت نے اسکے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دھوئے اور پھر اپنے سر کے بال لٹکا
پاؤں پونچھے اور پھر اسی عورت نے یسوع کے سر پر عطر ایسا ڈالا جو وہ سنگ مرمر کے عطردان
میں لائی تھی اور اس امر کو لوگوں نے برا بھی کہا بلکہ بعضوں نے تو یہی کہدیا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو
پہچان لیتا (دیکھو متی ۲۶: ۷، مرقس ۱۴: ۳، لوقا ۷: ۳۷، ۳۸، ۳۹ یوحنا ۱۱: ۲) اب ناظرین خود
انصاف کریں کہ ایسی زندگی کے متعلق کیا رائے دینگے اور ایسے خیالات ہونگے وہ آدمی
کیسا ہوگا پھر بھی نہیں۔ (۲) بلکہ انجیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اس بدکار اور
فاحشہ عورت اور اسکی بہن کو پیار بھی کرتا تھا (یوحنا ۱۱: ۵) ناظرین خود انصاف فرماویں
کہ فاحشہ عورتوں کو محبت رکھنے والا انسان خدا کا بیٹا بننے کا کہاں تک مستحق ہے (۳)
مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق یسوع ملعون تھا ملعون کے معنے ہیں خدا سے دور جس پر لعنت پڑ گئی
ہو ایسا انسان خدا کا بیٹا تو کجا اسکا مقرب اور ادنیٰ درجہ کا مومن بھی نہیں ہو سکتا۔
الغرض یسوع مسیح کسی طرح بھی خدا کا بیٹا ہونے کے قابل نہ تھے اور نہ ہی وہ خدا ہونے کے قابل تھے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳) روح القدس خدا

اب ہم مسیحی صاحبان کے تیسرے خدا کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں جسے وہ
روح القدس کہتے ہیں۔

روح القدس کے معنے | کلام الہی کی اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کلام کو کہتے ہیں

جیسا کہ فرمایا وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اور یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی
ہے ایمانکے اور قدس کے معنے ہیں پاک اس روح القدس کے معنے ہوئے کلام پاک یہ معنے ہیں بابرکت

لکھی گئی ہے انجیل میں اس لفظ کے معنے کر کیا اعتبار رہا صلی یوحنا کی انجیل کو بھی پڑھ کر معلوم ہوتا ہے جہاں لکھا
گیا ہے ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی
آدمیوں کا نور تھا حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے ایسا اور
بھی معلوم نہیں کہ عیسائی صاحبان روح القدس کے کیا معنے کرتے ہیں مگر ہم نے قرآن کریم اور
انجیل کی رو سے روح القدس کے معنے کلام کے سمجھے ہیں اس لئے ہم جگہ اسکے معنے بھی کرینگے
اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا کلام خدا ہو سکتا ہے میرے فہم میں ہی نہیں آ سکتا کہ کلام بھی
خدا ہو سکتا ہے ہاں البتہ عیسائی صاحبان کے ذمہ یہ فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ اگر کلام خدا
بننے کی مستحق ہے تو پھر تمہارا آگ پانی ہوا وغیرہ کیوں خدا نہیں بن سکتے کلام کے بغیر انسان
زندہ رہ سکتا ہے مگر ہوا کے سوا تو انسان زندہ بھی نہیں رہ سکتا تو پھر کیا ہوا زیادہ حق ہو
کہ ہے کہ وہ خدا بنائی جاوے۔ غرض یہ ہو عیسائیوں کی ہر شے خدا کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا
ہے ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسا خدا اس لائق ہے کہ اسکو خدا
تسلیم کیا جاوے میرے نزدیک ان میں سے ایک بھی نہیں جسکو ہم اللہ کہہ سکوں۔

تردید تثلیث | اب ہم تثلیث کے رد میں ایک دو دلائل بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتے
ہیں (اول) کون نہیں جانتا کہ ۱+۱+۱ برابر ہوتے ہیں تین کے اسکو کون نادان ہے
جو کہہ سکے ۱+۱+۱ برابر ایک ہے ہیں ایک عیسائی صاحبان ایسا کہکر ناراض ہوں کہ ہم تین الگ
الگ خدا تسلیم نہیں کرتے بلکہ توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں" لیکن ہم یہ کہتے ہیں بیان
سے یہ سمجھے ہیں کہ باپ خدا الگ ہے بیٹا الگ اور روح القدس پھر تعجب ہے کہ تین چیزیں
ایک کس طرح ہو سکتی ہیں کیا خدا بھی ہے تین چیزوں کا" نعوذ باللہ من ذالک"

* یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ ایک انسان سے مطلب نہیں سمجھ سکتا اس ایک نقرہ میں ماضی اور حال کو بھی
جوڑ دیا گیا ہے حالانکہ یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی کہ شروع ماضی میں ہو اور پھر حال میں ہو اگر یہی
بات خود تھا ہے ہو تو آخر میں روشن کرتا تھا چاہیے گو یہی بات روشن کرتا ہے ہے ہے

ہوتے ہیں ہے چاہیے غرض شروع ورد ایک ہی نتائج ہیں جسنے جہاں لیں گر عیسائی صاحبان کی عقل الٹی ہی انکی حقیقی
[illegible]

(دوم) کیا عیسائی صاحبان بتلا سکتے ہیں۔ کہ

(۱) پہلے خدا تھا یا بیٹا (۲) بیٹا کب پیدا ہوا خدا کیساتھ یا خدا کے بعد اگر خدا کے بعد تو کیا مخلوق سے پہلے یا بعد (۳) آسمان اور زمین اور مخلوقات کو کس نے پیدا کیا باپ نے یا بیٹے نے یا دونوں نے اگر دونوں نے تو خدا نے کون حصہ پیدا کیا اور بیٹے نے کون اور کیا روح القدس بھی شامل تھی اگر نہیں تو کیوں (۴) روح القدس کب پیدا ہوئی بیٹے کے بعد یا پہلے اور ابتدائے آفرینش مخلوقات کے پہلے یا پیچھے اور روح القدس کیا چیز ہے اور جب خدا کا بیٹا مریم بتول کے پیٹ میں تھا تو تثلیث کے کون کون سے اقنوم تھے کیا تثلیث کا حکم مسیحی مذہب سے پہلے بھی کسی مذہب کو خدا تعالے کی طرف سے دیا گیا تھا اگر دیا گیا تھا تو کس کس مذہب کو (۵) تثلیث کا مسئلہ رائج ہونے سے پہلے لوگ کس طرح نجات پاتے تھے (۶) کیا خدا کے بیٹے کو مخلوق ذلیل کر کے سولی پر چڑھا سکتی ہے (۷) مسیح کا ایک رشتہ مریم علیہا السلام کے ساتھ ہے اور وہی رشتہ خدا تعالے کیساتھ ہے جو دونوں میں سے ہر ایک بیٹا کہلا سکتا ہے تو خدا تعالے اور حضرت مریم کے درمیان کیا رشتہ ہے کیا حضرت مریم بھی تثلیث کا ایک اقنوم ہیں اگر اقنوم ہیں تو پھر تین اقانیم میں سے کون خارج ہوگا (۸) کیا کسی مجرم کی جگہ دوسرے کو سزا دینا انصاف ہے وغیرہ وغیرہ کالمہ

میں امید رکھتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب تجلی یا انکا کوئی بیدار ضرور ان سوالات کا جواب دیکر ممنون فرمائینگے۔

خلاصہ مضمون | اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ تین خدا ماننا مسیحیوں کا عقیدہ ہے جو انہوں نے بانی مذہب مسیح کو سو برس بعد اپنے مذہب کیساتھ شامل کیا ہے اور نیز یہ کہ مسیحی صاحبان کے پاس ایک دلیل بھی نہیں ہے آخر میں مسیحی صاحبان پر دس سوال کئے ہیں امید ہے کہ اگر یہ ان سوالات کے جواب دیئے تو انشاءاللہ تعالیٰ پھر کچھ لکھینگے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وتحتی

۲ دعوتنا ان الحمد رب العالمین ۔ عبدالرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لوکل خبریں

Digitized by Khilafat Library

حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگان ملت اپنے اپنے کام میں معروف ہیں اور سب خریت سے ہیں۔

خاندان رسالت خیرو خوبی سے ہیں صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بمعہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب میر محمد اسحاق صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کشمیر کی سیر کرکے ۲۳۔ اگست ۱۹۰۹ء کو خیر و عافیت کیساتھ قادیان دارالامان میں واپس تشریف لے آئے ہیں۔

حافظ عبدالرحیم صاحب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ بھی اپنی بیماری کی رخصت پوری کرکے ۲۰ اگست کو واپس قادیان دارالامان میں آگئے ہیں اور اپنا کام شروع کردیا ہے دیگر صاحبان جو مدرسہ سے تعلق رکھتے تھے اور مدرسہ میں موسمی تعطیلات ہونیکی وجہ سے گھر کیلئے چلے گئے تھے واپس تشریف لے آئے ہیں اور سب صاحبان نے اپنا اپنا کام شروع کردیا ہے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول موسمی تعطیلات کے بعد یکم ستمبر ۱۹۰۹ء کو کھل گیا ہے۔ ماسٹر محمد صاحب یکم ستمبر ۱۹۰۹ء سے سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس مقرر ہوئے ہیں بارش کثرت سے ہورہی ہے قادیان دارالامان ایک جزیرہ بنا ہوا ہے راستہ میں کثرت سے پانی چل رہا ہے۔

میگزین نے پھر اپنا پریس جاری کیا ہے اور گزشتہ رسالہ انکا انہی مطبع میں چھپا ہے رسالہ تشحیذ الاذہان بھی مدت سے کوشش کر رہا ہو کہ اپنے پریس میں چھپا کرے کیونکہ رسالہ کی چھپائی کی بہت بری حالت ہورہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد انکا پریس کیلئے انتظام کیا جاویگا کیونکہ اپنے پریس کے سوا چھپائی کی تکلیف رفع ہونی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ ایڈیٹر

(مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی ایڈیٹر چھپا)

نمبر ۱۰ — جلد ۴

...یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

ایڈیٹر

Digitized by Khilafat Library

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے دو روپیہ اور طلبا سے ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ شوال ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۰۹ء

کفارہ	۳۶۵ - ۳۷۷	اسسٹنٹ ایڈیٹر
وید کی تعداد	۳۷۸ - ۳۸۲	شیخ عبدالرحمٰن صاحب (سابق لاہوری)
ایک استفسار اور اسکا جواب	۳۸۳ - [illegible]۳۹۱	خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب
آزادی	۳۹۲ - ۳۹۶	اسسٹنٹ ایڈیٹر
ایک ضروری تحریک	۳۹۷ - ۳۹۸	سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان
ریویوز	۳۹۸ - ۴۰۳	ایڈیٹر

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب بنمبر ۱۲ ماہ شوال ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

دنیا میں لاثانی خضاب

ناظرین! ہمیں یہ خضاب بڑی محنت اور کاوش سے ملا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی ایسا خضاب نہ دیکھا نہ سنا ہوگا۔ یہ کاسٹک اور تیز آب کے مرکب خضابوں کی طرح جلد کو سیاہ اور بالوں کو بھورا اور سخت نہیں کرتا۔ بلکہ اصلی سیاہ رنگت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرا ہرگز شناخت نہیں کر سکتا۔ کہ واقعی یہ خضاب شدہ ہیں۔ بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کے داغ دھبہ کا مطلق خوف نہیں نہ ہی کسی قسم کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ لطف یہ کہ آئندہ سفید بالوں کی ترقی بند ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بال قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں تو چند دفعہ ہی کے استعمال سے پھر خضاب کی ضرورت نہ رہے گی۔ علاوہ ازیں بالا فوائد کے ہر قسم کے نزلہ، ریزش کو جذب کرتا ہے اور دانتوں کی بیماری کو دور کرتا ہے اگر ہلتے بھی ہوں گے تو مضبوط ہو جائیں گے۔ نہایت ارزاں۔ قیمت فی بکس جو کم سے کم بیس دفعہ کے لیے کافی ہوگا علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ) درجن بکس دس روپیہ اور تین بکس کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔ نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے۔ کمیشن ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ خط و کتابت سے فیصلہ کریں۔

ملنے کا پتہ:- کارخانہ الخضاب امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کفارہ

کفارہ کے معنے۔ کفارہ۔ کفر سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں ڈھانکنا۔ یا کسی چیز پر پردہ ڈالنا۔ کفارہ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے۔ اور کفار جمع ہے کافر کی کافر کہتے ہیں کسان کو کیونکہ وہ زمین میں غلہ ڈالکر ڈھانک دیتا ہے۔ اسی طرح کافر منکر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سچائی پر پردہ ڈالتا ہے۔ غرض کفارہ کے معنے ہوئے ڈھانکنے کی چیز اور اس جگہ ہم کفارہ کے خاص معنوں پر بحث کرتے ہیں یعنی گناہ کا کفارہ یا وہ چیز جو گناہ کو ڈھانک سکتی ہے

اقسام کفارہ۔ کفارہ کی دو قسمیں ہیں اور ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے کوئی بدی یا گناہ کیا ہو تو اس کے عوض کوئی ایسی نیکی کر دے جو اس کے پہلے گناہ کا کفارہ ہو جاوے۔ مثلاً ایک شخص خدا تعالے کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کرے لیکن جب اسکو سمجھ آجاوے کہ اس کا یہ کام بدی تھا۔ تو آئندہ کے لیے اس بدی سے توبہ کرے۔ اور اس کے عوض نیکیوں میں ترقی کرے اور یہانتک ترقی کرے۔ کہ گویا اس نے خدا کو راضی کر لیا۔ تو ایسی حالت میں ہم یہ کہینگے۔ کہ اس کی نیکیاں اس کی بدیوں کا کفارہ ہو گئیں۔ یا کہ اس نے

کبھی بدی کی ہی نہیں۔ اس مسئلہ کو دنیا کے اکثر مذاہب مانتے ہیں اور یہ فطرت کے بھی مطابق ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی وہ ہے۔ کہ ایک انسان گناہ کرے اور اس کے عوض میں کسی اور کو سزا دی جاوے۔ یہ کفارہ اس قسم کا ہے۔ کہ اس کو عقلاً تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ الاتزر وازرۃ وزر اخریٰ اس قسم کا کفارہ مسیحیوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ یسوع تین دن دوزخ میں رہکر اپنے متبعین کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا ہے اس جگہ ہم اسی کفارہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مسیحی کفارہ

تمہید۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ انسان ضرور گناہ کرے۔ کیونکہ یہ گناہ انسان کو آدم علیہ السلام سے ورثہ میں پہونچا ہے۔

دوسری طرف ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جو رحمن ورحیم ہے۔ وہ کسی انسان کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے تو اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ مندرجہ بالا ہر دو اعتقادات کی بنا پر مسیحی صاحبان اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ لازمی امر ہے کہ ہر ایک انسان گناہ کرے اور پھر یہ بھی ضروری بات ہے۔ کہ اس کے گناہ بخشے نہ جاویں۔ اس صورت میں نجات ناممکن ہے۔ تب مسیحی صاحبان نے بعد غور و فکر کے یہ بات نکالی کہ ہم یقین کریں کہ یسوع مسیح جو خدا کا بیٹا تھا۔ بنی نوع کا کفارہ بننے کے لیے تین دن

دوزخ میں مار!+

تردید کفارہ - مندرجہ بالا ایک ایسا عقیدہ ہے جو مذہب مسیحی کو نجات دلانیوالا ثابت کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اگر عقلمند انسان اس میں غور کرے۔ تو وہ اس کو عقل سے کوسوں دور پائیگا

گناہ انسان کو ورثہ میں ملتا ہے مسیحی صاحبان نے یہ تو کہدیا کہ انسان کو گناہ ورثہ میں ملاہے۔ لیکن اگر ان سے یہ دریافت کیا جاوے۔ کہ اس کے لیے آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں تو بس تو وہ بالکل خاموش رہینگے یا کوئی اس قسم کی دلیل پیش کرینگے جو تثلیث کے ثبوت کے لیے پیش کیجاتی ہیں۔

یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آدم کو اس کے گناہ کی یہ سزا ملی تھی کہ وہ روٹی کما کر کھائے اور حوا تکلیف سے بچہ جنے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام آدمی اپنی روٹی کما کر کھاتے ہیں اور تمام عورتیں تکلیف سے بچے جنتی ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ گناہ کی سزا ہے اس حالت میں گناہ بھی ہونا چاہیے جس کی یہ سزا ہے اس لیے یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک انسان گناہ کرتا ہے اور یہ گناہ اس کو ورثہ میں ملا ہے۔

اب ہم مسیحی صاحبان کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ برائے مہربانی وہ یہ بتائیں کہ جس کو انجیلوں میں بار بار ابن آدم کے نام سے یاد کیا گیا ہے کیا اس نے کبھی کوئی گناہ کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہے۔ تو وہ کیا تھا۔ اگر نہیں کیا تو وہ ابن آدم کس طرح کہلا سکتا ہے + علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ جنکو روٹی

کے لیے ذرا بھی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ تو کیا ان کو گناہ ورثہ میں نہیں ملا۔ مثال کے طور پر ہم اس زمانے کے گدی نشینوں کو پیش کرتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی روٹی کے لیے کوئی محنت کرتے ہیں اسی طرح آج کل کے زمانے کے بہت سے سادہوؤں کو ان کے ڈیرہ پر روٹی تیار کرکے پہونچا دی جاتی ہے۔

الغرض جب گناہ کی یہی نشانی ہے کہ انسان محنت سے روٹی کمائے۔ تو جب یہ لوگ جن کو ہم مثال کے طور پر پیش کرچکے ہیں محنت کرکے روٹی نہیں کماتے تو کیا اس کے معنے یہ ہونگے کہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتے اگر مسیحی صاحبان کے پاس گناہ کو ورثہ ثابت کرنے کے لیے مندرجہ بالا دلیل کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ ان کا دعوے خارج ہوجائیگا۔

جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ اس کے برخلاف گواہی دیتی ہے چنانچہ لکھا ہے پر اگر تم اس کے معنے جانتے۔ کہ میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں۔ تو تم بےگناہوں کو گنہگار نہ ٹھہراتے۔“ دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۶ و ۷۔

ان آیات سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ بےگناہ بھی ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ بےگناہوں کو گنہگار کہتے ہیں۔ انہوں نے مسیح کے آنے کی غرض کو ہی نہیں سمجھا۔ اگر پادری صاحبان ان آیات پر غور فرماویں۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ کے لیے اس عقیدہ سے باز آجاویں۔ کہ گناہ ورثہ میں ملا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خدا تعالیٰ گناہ معاف کر سکتا ہے - دوسرا عقیدہ پادری صاحبان کا یہ ہے۔ کہ انسان کے گناہوں کو خدا تعالیٰ معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے اس کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ اس عقیدہ پر مجھے بہت تعجب آیا کرتا ہے۔ کیونکہ ایک معمولی استاد اپنے شاگرد کے ایک باپ اپنے بیٹے کے اور ایک مجسٹریٹ اپنے پیش آمدہ ملزم کے گناہ معاف کر سکتا ہے بلکہ اگر ایسا نہ کرے تو ظالم کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کسی صورت میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر کبھی ایسا کرے بھی تو بجائے رحیم کریم کے ظالم کہلاتا ہے۔ گویا کہ خدا تعالیٰ کو معمولی انسان کے برابر بھی طاقت نہیں ہے۔ - تم ہیں سے ہائے انصاف کرنیوالے کدھر گئے۔

علاوہ ازیں جب ہم انجیل پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ کہتی ہے۔ کہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں چنانچہ لکھا ہے "اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ لوگوں کا ہر طرح کا گناہ اور کفر معاف کیا جائیگا۔ مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو سو لوگوں کو معاف نہ ہوگا۔ جو کوئی ابن آدم کے حق میں برا کہے اسے معاف ہو سکیگا۔ پر جو روح قدس کے حق میں برا کہے اسے ہرگز معاف نہ ہوگا" دیکھو متی باب ۱۲ آیت ۳۱، ۳۲، ۳۳ کیوں مسیحی صاحبان آپ کی انجیل شریف نے تو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا۔ یہاں تو کفارہ کا کوئی ذکر نہیں پھر آپ کیا فرماتے ہیں؟

پھر دیکھو انجیل میں لکھا ہے "اس لیے کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ بخشیگا" متی باب ۶ آیت ۱۴ و ۱۵ دیکھو - یہاں تو کفارہ کے عقیدہ پر اور بھی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کے معاف کرانے کے لیے یہ شرط

نہیں کہ کفارہ پر ایمان لاؤ۔ بلکہ اپنے بھائیوں کے گناہوں کو معاف کرنے سے ہی تمہارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

اب ہم دو باتوں کا فیصلہ کر چکے ہیں یعنی یہ کہ کوئی ضروری نہیں ہو کہ ہر ایک انسان گناہ کرے۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ قصور یا گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اس سے اس کے انصاف میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم مسیح کو خدا کا بیٹا کہیں۔ اور پھر یہ تسلیم کریں کہ اسی کے ذریعہ گناہ بخشے جاتے ہیں سو سب سے پہلے یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

یسوع ابن اللہ۔ اگرچہ بارہا یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا نہ تھا۔ پر چونکہ اس مضمون کے ساتھ یہ امر وابستہ ہے۔ اس لیے مختصر طور پر بیان کچھ لکھنا بھی ضروری ہے۔ انجیل میں لکھا ہے "تب یسوع نے اسے کہا اے شیطان دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس اکیلے کی بندگی کر" متی باب ۴ آیت ۱۰۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا ایک ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا۔ تو ضرور اس آیت میں شامل کر لیا جاتا۔ اور اس اکیلے کے نام سے یاد نہ کیا جاتا۔ غرض تثلیث کا عقیدہ اس آیت کے بالکل خلاف ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ یسوع کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہیں۔ سو اس کے لیے متی باب ۵ کی آیت ۹ ملاحظہ ہو۔ وہاں لکھا ہے۔ "مبارک وے جو صلح کرانیوالے ہیں۔ کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاوینگے" اس صورت میں ہر ایک جو صلح کرائے خدا کا فرزند کہلاتا ہے۔ انہی معنوں میں یسوع

کو خدا کا فرزند کہا گیا ہے۔ پر مسیحی صاحبان نے خدا تعالےٰ کی کلام کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ بلکہ اس کے ظاہری معنے سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ انجیل میں کئی جگہ لکھا ہے کہ نیک لوگ خدا کے فرزند کہلاتے ہیں۔

جب ہم یسوع مسیح کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں اس آیت کے مطابق بھی خدا کا فرزند معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے اور دیکھو ایک نے آ کے اس سے کہا۔ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے "۔ یعنی باب ۱۹ آیت ۱۶ و ۱۷۔ کیوں مسیحی صاحبان اب کیا فرماتے ہیں۔ یسوع تو اپنے آپ کو نیک ہونا بھی ظاہر نہیں کرتا۔ آپ اس کو کس طرح خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

ایک اور آیت میں پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جو صاف طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ موجودہ مسیحیوں کا یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ مسیحی لوگ ہر وقت خداوند خداوند کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کو اس دن پتہ لگیگا۔ جب وہ یسوع مسیح سے اجر چاہینگے۔ تو وہ صاف کہیگا تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اصل الفاظ انجیل کے یہ ہیں۔ "اس دن بہترے مجھے کہینگے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں۔ اور اس وقت میں ان سے صاف کہونگا۔ کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔ متی باب ۷ آیت ۲۱ و ۲۳۔ پادری صاحبان کے لیے یہ سرٹیفیکیٹ بہت عمدہ ہے کہ

پادری صاحبان سچ سچ بتادیں ۔ کہ کیا اب بھی آپ یسوع کو خداوند اور خدا کا بیٹا کہینگے ۔

پھر دیکھو اگر وہ واقعی خدا کا بیٹا تھا ۔ اور وہ فدیہ بننے کے لیے ہی آیا تھا ۔ تو موت سے کیوں ڈرتا ہے ۔ دیکھو انجیل میں لکھا ہے ۔ "وہ دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجائے" متی باب ۲۶ آیت ۔ ہم یہاں یہ کمزور طور پر دعا کی گئی ہے ۔ بلکہ آگے چلکر کہتا ہے ۔ اے خدا تو ایسا چاہتا ہے تو کر دے ۔ میری خواہش نہیں ہے ۔ یہ اس لیے کہتا ہے ۔ کہ ابھی یسوع کو اپنی موت کا یقین نہیں ہے اور جب موت کا یقین آیا ہے ۔ تو ا یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ۔ ایلی ایلی لما سبقتانی ۔ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ۔ متی باب ۲۷ ۴۶ ۔ اگر خدا کا بیٹا ہوتا ۔ تو اس طرح دشمن کے ہاتھ میں نہ چھوڑا جاتا ۔ کہ وہ اس کی اس طرح ہتک کریں ۔ یا اگر وہ خدا کا بیٹا تھا ۔ اور وہ جانتا تھا ۔ کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا ۔ کیونکہ وہ اسی غرض کے لیے آیا تھا ۔ تو اس طرح شور و غل نہ کرتا فاعتبروا یا اولی الالباب ۔

میں اب یسوع مسیح کے خدا کا بیٹا ہونیکو یہاں تک ہی چھوڑتا ہوں ۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی ۔ تو پھر کبھی کچھ عرض کرونگا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔ ناظرین نتیجہ خود نکال لیں ۔ کہ جب یسوع خدا کا بیٹا ہی نہیں تو کفارہ کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ جب آدم کا ایک بیٹا یا انسان اپنے گناہ نہیں اٹھا سکتا ۔ تو وہ تمام جہان کے گناہ کس طرح اٹھا سکتا ہے ۔

اب ہم مجموعی طور پر کفارہ کی تردید میں کچھ دلائل لکھنا چاہتے ہیں سب سے پہلے ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو لوگ یسوع سے پہلے دنیا میں آ چکے تھے۔ ان کے لیے نجات کی کیا صورت تھی۔ کیا اس وقت بھی کفارہ تھا۔ یا مسیح کے کفارہ میں گناہ پیشگی بخشدیئے جاتے تھے۔

۲۔ پھر مسیحی صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہیے۔ کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کیا صرف وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جو انسان نے ایمان لانے سے پہلے کیے تھے۔ یا ہمیشہ کے لیے معافی کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔

۳۔ ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے بقول مسیحی صاحبان کے گناہ آدم کا ورثہ ثابت کرنے کے لیے یہ بتایا تھا۔ کہ انسان محنت سے روٹی کما کر کھاتا ہے۔ یہ سزا ہے جو آدم علیہ السلام کو گناہ کے عوض دی گئی تھی۔ اور جب یہ سزا ہر ایک انسان برداشت کرتا ہے۔ تو لازمی ہے کہ اس نے گناہ کیے ہوں۔ اب ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کے بعد آپ لوگ محنت کی روٹی کھاتے ہیں۔ یا محنت سے۔ اگر محنت سے تو پھر ہم میں آپ میں کیا فرق ہے۔

۴۔ اسی طرح ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے گھروں میں بچہ کی پیدائش کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفارہ کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۵۔ مسیحی صاحبان یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ گناہ معاف کرنے سے خدا تعالیٰ کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ مگر جہاں انجیل میں یہ

بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اپنا فضل بندون پر یکسان کرتا ہے۔ کم و بیش
وہان انصاف ذرہ بھی نظر نہیں آتا۔ کیا کسی صاحبان نے غور نہیں کیا۔ اگر
نہیں کیا تو ہم توجہ دلاتے ہیں۔ انجیل مین لکھا ہے۔

کیونکہ آسمانی بادشاہت اس صاحب خانہ کی مانند ہے۔ جو تڑکے
باہر نکلا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگائے۔ اور اس نے مزدورون
کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کر کے انہیں اپنے انگورستان میں بھیجا۔
اور اس نے پہر دن چڑھے باہر جا کے اورون کو بازار میں بیکار کھڑے
دیکھا۔ اور ان سے کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے
تمہیں دونگا۔ سو وے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کو باہر
جا کر ویسا ہی کیا۔ ایک گھنٹہ دن رہے پھر باہر جا کر اورون کو بیکار کھڑے
دیکھا۔ اور ان سے کہا تم کیون یہان تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو۔ انہون
نے اس سے کہا۔ اس لیے کہ کسی نے ہمکو مزدوری پر نہیں رکھا۔ اس نے
انہیں کہا۔ تم بھی انگورستان میں جاؤ۔ اور جو کچھ واجبی ہے۔ سو پاؤگے جب
شام ہوئی۔ انگورستان کے مالک نے اپنے کارندہ سے کہا۔ مزدورون
کو بلا۔ اور پچھلون سے لیکے پہلون تک ان کی مزدوری دے۔ جب وے جنہون
نے گھنٹہ بھر کام کیا تھا۔ آئے ایک ایک دینار پایا۔ جب اگلے آئے انہیں
یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاوینگے۔ پر انہون نے بھی ایک ایک دینار پایا۔ جب
انہون نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کڑکڑا کے کہا۔ پچھلون نے ایک
ہی گھنٹہ کا کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہون نے تمام دن
کی محنت اور دھوپ سہی۔ اس نے ان میں سے ایک کو جواب میں کہا
اے میان میں تیری بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تو نے ایک دینار پر

مجھ سے اقرار نہیں کیا۔ تو اپنا لے اور چلا جا۔ مرمیں جتنا تجھے دیتا ہون پچھلے کو بھی دونگا۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہون سو کرون متی باب ۲۰ آیت ۱ - ۱۵

کیون مسیحی صاحبان آپ اسی انصاف پر فخر کرتے ہیں۔ جانے دو بہ بیان تو انصاف میں کچھ بھی نہیں ہے اور وہان انصاف رہتا ہی نہیں خداتعالےٰ جو چاہے کرے کیونکہ یہ اس کا اختیار ہے جسے چاہے بخشدے اور جسے چاہے سزا دے۔ مندرجہ بالا آیتوں کے آخری حصے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا عقلمند انسان کی ضرورت ہے۔

۶ - جیساکہ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔ خداتعالےٰ نے جسے چاہے بخشدے۔ اس کا ثبوت بھی ہم انجیل سے پیش کر چکے ہیں۔ جہان کہا ہے روح کے گناہ کے سوا سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ پھر اس صورت میں کفارہ کی کیا ضرورت ہے۔

۷ - یہ مشہور مقولہ ہے۔ کالفس سر دانس سر کا دس اس (آخری (کوئی بوجھ اٹھانیوالا۔ دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا) تو یسوع جو معمولی انسان تھا کس طرح دوسرون کے گناہون کو اٹھا سکتا ہے۔ اگر ایک گھوڑے کے پیچھے ایک گاڑی لگا دی جائے جس میں سو من بوجھ لدا ہوا ہو۔ تو کیا وہ کھینچ لیگا ہرگز نہیں۔ ہان چار پانچ گھوڑے بخوبی کھینچ سکتے ہیں۔

۸ - میں نے ایک دفعہ ایک مسیحی پادری صاحب پر یہی اعتراض کیا تھا۔ تو اس نے مجھے جواب میں کہا تھا۔ کہ کیا یہ جائز نہیں ہے۔ کہ کسی ملزم کا جرمانہ ہم ادا کریں۔ اسی طرح اگر خدا کے بیٹے نے اپنے آپ

کو مخلوق کے گناہوں کے جرمانہ میں پیش کیا۔ تو کیا برائی ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ مگر اول تو یسوع صاحب خدا کے بیٹے ہی نہیں ہماری طرح کے آدمی ہیں وہ کس طرح گناہوں کو اٹھا سکتے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہوگی۔ کہ ایک انسان کے پاس کھانے کو روٹی تک نہیں ہے۔ باایں ہمہ وہ لوگوں کو کہتا ہے۔ کہ دنیا میں جتنے لوگوں پر جرمانے ہونگے میں ادا کرونگا۔ جب یسوع بشر ہے وہ اپنے گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو دوسروں کے گناہ کس طرح اٹھا سکیگا۔

۹۔ خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو بھیج کر اسطرح اس کی ہتک کرواتا۔ جب کہ وہ گناہ بخش سکتا ہے کیونکہ وہ خود انجیل میں کہتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے گناہ بخشدو۔ جب ہم بخش سکتے ہیں۔ وہ تو ضرور بخش سکتا ہوگا۔

۱۰۔ مسیح صلیب پر مارا نہیں گیا۔ بلکہ زندہ اتار لیا گیا۔ اس کے دلائل کو میں مضمون کی طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔ ہاں جس کو ضرورت ہے۔ وہ کتاب مسیح ہندوستان میں ۱ؔ مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دیکھ لے۔ تو جب اس کا مرنا ہی ثابت نہیں ہے۔ تو پھر اس کا تین دن دوزخ میں رہنا اور پھر گناہوں کا کفارہ ہوجانا سب ساروہ عقیدہ بن جاتا ہے۔

بالآخر ہم اپنے مضمون کو ختم کرتے ہوئے۔ مسیحی صاحبان کو جو کہ داوند (خداوند) کہداوند (خداوند) یسوع مسیح کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں یہ بتادیتے ہیں۔ کہ ان کو یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن آپ سے صاف کہدیگا۔ میں تم سے

کبھی واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور رہو۔ مسلمانوں پر خدا تعالےٰ کے بڑے بڑے فضل ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے ایسے ناپاک عقیدوں سے محفوظ رکھا ہے اس لئے مسیحی صاحبان کا فرض ہے۔ کہ اگر وہ نجات پانا چاہتے ہیں۔ تو وہ اسلام کے پیرو ہو جاویں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق آپ کے یسوع مسیح نے بھی پیشگوئیاں کی ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ نے چاہا تو پھر کسی وقت میں ان کو بیان کروں گا۔ اسلام کا کوئی اصول ایسا نہیں ہے۔ جس کی بنا پر اس کا پیرو خدا تعالےٰ کے حضور میں شرمندہ ہو سکے۔ اور اسلام پر ایسا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو خود اعتراض کرنے والا کے مذہب پر نہ پڑتا ہو اسلام سے زیادہ مستحکم اور پاک مذہب دنیا میں کبھی نہیں مل سکتا۔ بلکہ اگر ہم کوشش کریں۔ کہ اس جیسا بھی کوئی مذہب مل جاوے۔ تو بھی ہمیں ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ لقد جاءت رسل ربنا بالحق

عبدالرحیم اسسٹنٹ ایڈیٹر

ویدون کی تعداد

غالباً ہمارے ناظرین شیخ عبدالرحمن صاحب نومسلم سابق لاجپت کی سے واقف ہونگے۔ آپ کی طرف سے کئی اخبار اسی سال کے نمبر ۲ میں ایک نوٹ بجواب مضمون آریہ سماج جالندھر کیا بھارت اسلام کا غیر ہے۔ شائع ہوا تھا۔ اب آپ ایک مختصر سے نوٹ میں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پنڈت دیانند صاحب صرف تین ویدون کے قائل تھے۔ یہ مختصر سا مضمون بعینہٖ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

ویدون کی تعداد میں ہمیشہ سے یہ بحث چلی آتی ہے۔ کہ آیا ان کی تعداد تین ہے یا چار۔ مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لیے یہاں ستیارتھ پرکاش (مطبوعہ مطبع کشن چند کمپنی لاہور سمت ۱۹۷۷ بکرمی کے تیسرے باب صفحہ ۵۲ سطر ۱۴ سے لیکر صفحہ ۵۰ کی سطر تین تک) سے کچھ عبارت اقتباس کر کے درج کرتے ہیں جس سے بخوبی واضح ہو جاویگا۔ سوامی دیانند صاحب بھی چارون ویدون کے قائل نہ تھے بلکہ صرف تین ہی کے تھے اور وہ عبارت یہ ہے۔

وہ بعد ازان پانچوین یا آٹھوین برس سے لڑکے۔ لڑکون کی درسگاہ

میں اور لڑکیاں لڑکیوں کی درسگاہ میں جاویں اور مندرجہ ذیل قاعدہ کے مطابق تعلیم پانا شروع کریں۔

آٹھ برس کی عمر کا ہو کر ایک ایک وید معہ انگ و اپانگ میں بارہ بارہ برس لگا کر (۳×۱۲) ۳۶ برس یعنی ۴۴ برس کی عمر تک برہم چرج کرے یا اٹھارہ برس کی تعلیم اور ۲۶ برس کی عمر تک یا نو برس یا جب تک علم کامل طور پر حاصل نہ کرے تب تک برہم چرج رکھے۔

اب اس مندرجہ بالا عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ سوامی دیانند کا ایمان تین ہی ویدوں پر تھا۔ کیونکہ انہوں نے ویدوں کے پڑھنے کی ابتدا کو ۸ برس کی عمر میں رکھا ہے اور پھر ہر ایک وید کے لئے بارہ بارہ برس صرف کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے اور برہم چرج کی میعاد بھی ۴۴ برس کی عمر تک قرار دی ہے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جبکہ ہر وید کے پڑھنے میں بارہ برس خرچ کرتے ہیں اور آٹھ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کرکے ۴۴ برس کی عمر تک تعلیم کو ختم کر دیتا ہے۔ تو پھر درمیانی عرصہ کل ۳۶ سال ہی بنتے ہیں جو کہ بارہ سال فی وید کے حساب سے تین ہی ویدوں پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ ہماری تشریح کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خود سوامی صاحب نے ۱۲ کو ۳ سے ضرب دیکر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ تین ہی ویدوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ شاید کوئی جوشیلا آریہ یہاں جوش میں آکر یہ جواب دے کہ ستیارتھ پرکاش میں اور کئی جگہ پر ویدوں کی تعداد کو چار بتایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم اس کو مان بھی لیں کہ وید چار ہی ہیں۔ تو پھر کم از کم اتنی بات تو سوامی جی کی اس عبارت سے ضرور نکل آتی ہے کہ سوامی صاحب چاروں ویدوں کے پڑھنے

کو ضروری نہیں قرار دیتے ضروری قرار دیا تو کیا بلکہ چوتھے ویدوں کا پڑھنا
ہی لغو یقین کرتے ہیں اگر وہ اس کو لغو یقین نہ کرتے تو پھر کم از کم اس کے
پڑھنے کی طرف اشارہ ہی کر دیتے یعنی کم از کم اتنا ہی لکھ دیتے کہ تین
ویدوں کو پڑھکر اگر دل چاہے تو چوتھا بھی پڑھ لینا۔ مگر انہوں نے تو اتنا
بھی نہیں کہا جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان کو چوتھے وید پر بالکل ایمان
نہ تھا۔ گو انہوں نے قوم کے ڈر سے یا شاید اس خوف سے کہ مبادا لوگ
مجھ پر بد اعتقاد نہ ہو جاویں۔ اپنی کتاب میں بعض جگہ ویدوں کی تعداد کو چار
ہی بتایا ہے۔ مگر جہاں کہیں اشارہ کیا ہے وہاں وہ تین کے ہی قائل
نظر آتے ہیں جیسا کہ اسی ستیارتھ پرکاش کے باب چھٹے صفحہ ۱۸ سطر
۱۹ میں جہاں انہوں نے حکومت کے متعلق ضروری باتوں کا ذکر کیا ہے۔
ایسے کھلے کھلے الفاظ میں ویدوں کے تین ہونے کا اقرار کیا ہے جس
سے کسی دانشمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں " اور جس
سبھا (انجمن) میں رگوید۔ یجروید۔ سام وید کے جاننے والے تین
سبھا سد (ممبر) ہو کر آئین باندھیں اس سبھا کی آئین کو کوئی نہ توڑے "
کیا ایسی کھلی کھلی عبارت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی آریہ اس بات
سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ سوامی صاحب چوتھے وید یعنی اتھروید
کو ہرگز اس قابل نہ سمجھتے تھے۔ کہ اس کو پڑھا جاوے اور اس پر عمل درآمد
کیا جاوے۔ ہاں وہ آدمی جس کو بے جا تعصب نے اندھا کر رکھا ہو
یہاں بھی کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اتھروید میں سلطنت کے متعلق
احکام کا ذکر نہ ہو۔ اس واسطے ایسے آدمی کے لیے جو شاہی سبھا کا ممبر
ہو۔ کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اتھروید بھی پڑھا ہوا ہو۔ اور اسی لیے

سوامی صاحب نے ایسے آدمی کے لیے اس وید کے عالم ہونیکی قید نہیں لگائی -

یاد رہے کہ جب ہم اس عبارت کو اُس عبارت کے ساتھ ملاکر دیکھتے ہیں جس میں سوامی صاحب نے حصول تعلیم کے طریق بتائے ہیں اور جس کو ہم پہلے درج بھی کر آئے ہیں کہ ہر ایک وید کے پڑھنے میں بارہ برس صرف کر کے کل ۳۶ برس تک تعلیم پورا کر دو - پھر اس تاویل کو کوئی عقلمند بھی سوائے بیہودہ اور لغو اور پھر نکمے کے اور کوئی وقعت نہیں دے سکتا -

دوسرے اگر ہم فرض کے طور پر ان ہی لین کہ اتھرو وید کے عالم ہونیکی قید اسواسطے نہیں لگائی کہ اس میں ملکی امور کے متعلق کوئی ہدایات نہیں تو پھر ہم یہ پوچھتے ہیں - کہ وہ آدمی جو اس شاہی سبھا کے ممبر ہونگے کیا ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نجات حاصل کرنیکی کوشش کریں - کیونکہ تمہارے اعتقاد کے مطابق انسان نجات نہیں پا سکتا - جب تک کہ وہ تمام ویدوں کا علم پوری طرح سے حاصل نہ کرے - ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ ادھر تو آریہ خود اپنے اعتقاد کے مطابق ہر ایک کے لیے چاروں ویدوں کا عالم ہونا ضروری قرار دیتے ہیں - اور بغیر اس کے نجات محال قرار دیتے ہیں اور ادھر ایسے آدمیوں کے لیے (یعنی شاہی سبھا کے ممبروں کے لیے) جن کے لیے چاروں سے آگاہ ہونا ضروری ہے - صرف تین ہی ویدوں کے عالم ہونیکی شرط لگاتے ہیں ۔ ’’ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا‘‘ ۔ ’’این اختلافات چہ معنی دارد‘‘

ہم نے اپنے مضمون کو اس شخص کی کتاب سے ثابت

کیا ہے جس کی نسبت تمام آریہ تسلیم کرتے ہیں کہ ویدوں کی سچی فرنٹ اور سچا گیان اس زمانہ میں اسی کو حاصل تھا۔ اور نیز

اور یہ اگر کسی شخص نے اس زمانے میں ویدوں کی سچی تحقیق وتفتیش کی ہے تو ایک شخص تھا اب ایسے محقق آدمی کا خیال جو وہ ویدوں کی نسبت رکھتا تھا۔ ہم نے آپ لوگوں کے آگے رکھ دیا ہے اپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں اب اس کے بعد بھی اگر کوئی آریہ یہ دعوے کرے کہ وید چار ہیں تو اس کی بات بالکل ردی میں پھینک دینے کے لائق ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات بھی کیا جاوے

والسلام۔

(خاکسار شیخ عبدالرحمٰن از قادیان)

ضروری عرض

Digitized by Khilafat Library

گذشتہ سے پیوستہ رسالہ میں یہ عرض کی گئی تھی۔ کہ چونکہ سال عنقریب ختم ہونیوالا ہے۔ اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے آئندہ پرچہ وی پی ہوگا۔ اور پھر بذریعہ کارڈ کے خریدار صاحبان کی خدمت میں اطلاع دی گئی تھی۔ اور وی پی کے لئے بھی لکھا گیا تھا۔ چنانچہ گذشتہ پرچہ بقایا داران کے نام وی پی بھیجا گیا۔ مگر بہت سے دوستوں نے بلاوجہ وی پی واپس کردئے ہیں کاش کہ وہ پہلے اطلاع دیدیا کریں۔ کہ وی پی وصول نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کی وجہ بھی بتادیا کریں۔ تاکہ دفتر کا نقصان نہ ہوا کرے جن لوگوں کو وی پی نہیں گئے اور انکی طرف بقایا ہے ان کی طرف آئندہ پرچہ وی پی ہوگا

(مینجر)

ایک استفسار اور اسکا جواب

سید عبدالعلیم صاحب احمدی مدرس مدرسہ اہولگیر ضلع حیدرآباد دکن نے ایک استفسار جواب کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ استفسار جواب کے لیے خانصاحب اکبرشاہ خانصاحب نجیب آبادی کے سپرد کیا جن سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے مضامین پہلے اس رسالہ میں چھپتے رہے ہیں۔ خانصاحب مذکور نے جواب لکھکر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا۔ جس سے حضور بہت خوش ہوئے۔ ہم فائدہ عام کے لیے اس استفسار کو مع جواب ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اسسٹنٹ (ایڈیٹر)

استفسار

اکثر علماء کوٹ پتلون پہننے کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور دلیل میں من تشبہ بقوم فھو منھم پیش کرتے ہیں۔ اس لیے التماس ہے۔ کہ کوٹ پتلون ملاکر یا صرف کوٹ یا صرف پتلون پہننا جائز ہے یا ناجائز۔ اور من تشبہ بقوم فھو منھم کا کیا مطلب ہے +

جواب +

انسان کو خداتعالے نے دو قسم کے قوا عطا کیے ہیں۔ ایک وہ جن میں ان کا دست تصرف و دخل ہے۔ جیسے ہاتھ پاؤں کا ہلانا کہ اسی کے

تصرف کے ماتحت ہے۔ چاہے تو ہاتھ میں تلوار لیکر میدان میں جائے اور چاہے تلوار ہاتھ سے پھینک کر گھر میں بیٹھ رہے۔ دوسرے وہ جو اس کے تصرف کی حدود سے باہر ہیں جیسے صندل کی خوشبو کو ہینگ کی بدبو محسوس کرنا یا مئی جون کے آفتاب کی تمازت کو برف کی برودت سمجھنا۔ انسان کے قابو کی بات نہیں۔ اس کے لیے سب سے بہتر مثال زبان ہے۔ زبان کے دو کام ہیں۔ ایک بات چیت کرنا دوسرے چیزوں کا ذائقہ معلوم کرنا۔ پہلا کام انسان کے دخل و تصرف کے ماتحت ہے۔ جس کو چاہے گالیاں دے اور جس کی چاہے مدح و ثنا کرے۔ دوسرا کام انسان کے تصرف سے باہر ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ زبان پر مصری کی ڈلی رکھیں اور ہمارے کہنے سے زبان اس سے نمک کا مزا محسوس کرے یا کونین زبان پر رکھی جائے اور ہماری خواہش سے زبان کو اس سے شہد کا مزا حاصل ہو۔ مدعا اس تمہید سے یہ ہے کہ شریعتیں ہمیشہ انھیں قویٰ پر حکومت کرتی ہیں جو انسان کے تحت و تصرف میں ہیں۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ پھر ان پہلی قسم کے قوامین بھی چند حصص اور مدارج ہوتے ہیں۔ شریعت کے قوانین اور احکامات زیادہ تر انھیں باتوں اور انھیں کاموں کے متعلق ہوتے ہیں جن کا تعلق تہذیب نفس تعظیم الٰہی شفقت علیٰ خلق اللہ سے ہو جس کا لازمی نتیجہ راحت و حانی ہے جہاں اور جس قدر افعال و قویٰ سے تعظیم الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا تعلق کم اور ہلکا ہوتا ہے اور اسی قدر شریعت کی حکومت بھی ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ شریعت کی حکومت کے ان مدارج ہی کا نام فرض۔ واجب سنت۔ مستحب وغیرہ ہے۔ یہ بات کہ احکام شریعت اور راحت

روحانی وجاودانی کے حصول کی راہیں اور اس کے ضروری یا غیر ضروری ہونے کے متعلق صحیح واقفیت تنہا حواس ظاہری اور عقل انسانی سے نہیں ہوسکتی۔ ایک مستقل اور دلچسپ مضمون ہے جس کی تفصیل کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ ضرورت۔ لباس کا معاملہ انہیں باتوں سے ہے جن پر شریعت نے کچھ بہت زیادہ زور نہیں دیا۔ کیا معنے توحید ورسالت عبادت۔ اخلاق فاضلہ اور دعا وغیرہ ایمانیات جیسی مہتم بالشان چیزوں کے ہم رتبہ نہیں ہے جب کسی قوم کی پستی اور تنزل کے ایام آجاتے ہیں تو اس کے افراد ضروری کاموں کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری ٹھہرا لیتے ہیں۔ آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی یہ وبا پھیلی ہوئی ہے کہ ان کی ہمتیں زیادہ تر ادنیٰ باتوں میں صرف ہوتی ہے۔ اور اہم ترین باتوں کی طرف سے بالکل بے توجہ نظر آتے ہیں۔ کوئی شخص پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہو۔ رمضان کے روزے رکھتا ہو۔ زکوٰۃ دیتا ہو۔ زنا چوری شراب خوری وغیرہ سے محترز رہتا ہو لیکن کوٹ پتلون پہنتا۔ اور میز کرسی پر کھانا کھاتا ہو۔ تو اس کو کافر اور گردن زدنی ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ایسے دوستوں اور رشتہ داروں کو جو نماز نہیں پڑھتے۔ رشوتیں لیتے ہیں۔ کبائر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ذرا بھی ملامت نہیں کی جاتی۔ اور نہایت محبت وخلوص کا برتاؤ برتا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ لباس کے متعلق تحقیق وتفتیش کرنیوالے کو برا سمجھا گیا ہے۔ نہیں بلکہ ایک مناسب اور ضروری بات کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا۔ بس نئے

لباس۔ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول لباس تقویٰ۔ یہ سب

بہتر لباس ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولباس التقویٰ ذالک خیر۔ یعنی جس لباس میں پرہیزگاری قایم رہے اور سردی و گرمی سے آدمی بچ سکے وہ لباس سب سے بہتر ہے یا وہ لباس مراد ہے۔ جو متقی لوگ قیامت کے دن پہنیں گے۔ یا یہ کہ اللہ تعالےٰ سے ڈر کر انسان اپنا ستر چھپائے یا لباس تقویٰ سے مراد ایمان اور عمل صالح اور خدا تعالےٰ سے ڈرنا ہے ۔

اذا انت لم تلبس لباسا من التقی وجرت عریان وان کان کاسیا

۲۔ وہ لباس جس سے جسم کی حفاظت مقصود ہو جیسے ترکستان اور سائبیریا کے رہنے والوں کے لیے سمور و پوستین ہمارے لیے بارش میں برساتی۔ چھتریاں۔ جاڑوں کے موسم میں کشمیرے اور روئی کے کپڑے ضروری ہیں یا میدان جنگ میں زرہ اور ہتھیار وغیرہ۔ قرآن شریف میں ایسے لباس کی نسبت فرمایا ہے

تقیکم الحر سرابیل تقیکم بأسکم کا اطلاق ہر قسم کی تکلیف مضرت اور بیماری پر ہوتا ہے۔ اس میں جاڑا گرمی۔ بیماری۔ لڑائی۔ وغیرہ سب شامل ہیں ۔

۳۔ وہ لباس جس سے مقصود شرمگاہ کا ڈھانکنا ہو۔ کما قال تعالیٰ لباسا یواری سوآتکم۔ مثلاً پاجامہ۔ تہ بند۔ کرتا۔ پگڑی ٹوپی وغیرہ۔

۴۔ وہ لباس جس سے مقصود زیب و زینت ہو۔ چنانچہ فرمایا۔ لباسا یواری سوآتکم وریشا۔ مثلاً ٹوپی۔ کلاہ۔ لنگیاں۔ چوغے کوٹ۔ صدریاں وغیرہ ۔

ان چاروں قسم کے لباسوں کی کوئی کتر بیونت ہماری
شریعت نے بیان نہیں کی ملکوں کے اختلاف - آب و ہوا - اور حوائج
فقر و غنا - سردی - گرمی - بہار - برسات سے لباسوں کی تبدیلی کرنی
ہوتی ہے - کھانے پینے کے متعلق شریعت نے چند چیزوں کے خاص طور
پر نام لیکر بتا دیا کہ یہ چیزیں نہ کھاؤ - یہ بھی بتا دیا - کہ فلاں فلاں - اقسام
کی چیزیں نہ کھاؤ - باقی تمام طیب چیزیں کھاؤ - اسی طرح لباس کے متعلق
حکم دیا - کہ مرد اپنے لباس میں سونے اور ریشم کا استعمال ہرگز نہ کریں عورتیں
مردوں کا سا لباس نہ پہنیں - مرد اپنے لباس میں عورتوں سے مشابہت
نہ کریں یعنی عورتوں اور مردوں کے لباس میں مابہ الامتیاز ضرور ہو جس طرح
کھانے پینے کے متعلق یہ نہیں بتایا - کہ پلاؤ میں گھی اس قدر ڈالا کرو اور
کوفتے اس قسم کے بنایا کرو اسی طرح یہ بھی نہیں بتایا - کہ کرتے کی آستین
اتنی ڈھیلی اور انگرکھے کا دامن اتنے چوڑے ہونے چاہئیں - نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم - اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین - کا کوئی خاص لباس
نہ تھا - ہاں شریعت نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ اسراف نہ کرو جیسا کہ فرمایا
ولا تسرفوا - اور فرمایا ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا
اخوان الشیاطین - جس لباس میں اسراف سے کام لیا گیا ہو وہ بیشک
قابل اعتراض ہے - لیکن اسراف ایک اعتباری امر ہے - جو لباس
ایک بادشاہ کے لیے نہایت کفایت شعاری سے تیار ہوتا ہے - وہ
ہی لباس اگر ایک چپڑاسی اپنے لیے بنا دے تو لاریب اسراف ہے
اور جو لباس ایک مفلس دہقان نے اعلیٰ سے اعلیٰ اسراف کو کام میں لاکر
بنایا ہے - وہی لباس ایک شہزادہ اپنے لیے بنوائے تو اس کو بخل

سے حشر کیا جائیگا۔

یا اگر کوئی شخص لباس زینت میں مبالغہ کرکے فخر و غرور کی حد تک پہنچ جائے۔ تو گنہگار ہوگا۔ ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔ ان اللہ لا یحب المستکبرین۔ ولا تمش فی الارض مرحا جو لوگ دن رات فیشن کی درستی میں مصروف رہتے ہیں وہ خود ہی غور کریں کہ ان کا بناؤ سنگار سے کیا مطلب ہوتا ہے مومن کو تو لغو سے بھی اعراض کرنا چاہیے۔

یا ایسا لباس جو پلید ہو یا کسی پلیدی کا موجب ہو اس سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے۔ وثیابک فطھر والرجز فاھجر۔ جنٹلمینوں کی نکٹائیاں اور کفیں یا پتلونیں اگر ان کو وضو اور استنجا پاک کرنے سے باز رکھتی ہیں تو بیشک وہ اس کے تحت میں آسکتی ہیں۔ لباس کے متعلق احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے کوئی خاص وردی مقرر نہیں فرمائی۔ بعض لوگ قلت تدبر یا کوتاہ نظری یا اور کسی سبب سے احادیث نبوی کے اصل منشاء و حقیقت سے دور مجبور رہکر غیر ضروری قیود میں مبتلا رہو جاتے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ قال مر رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلم یرد علیہ رواہ ابوداؤد +

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ حضور نبی کریم نے سرخ چادر کی وجہ سے اس شخص کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ اس کے سلام کا جواب دیا جاوے۔ پس سرخ چادر قطعی ناجائز ہوئی۔ حالانکہ دوسری حدیث

موجود ہے کہ عن ہلال بن عامر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنیٰ یخطب علی بغلۃ وعلیہ برد احمر وعلی امامہ یعبر عنہ رواہ ابو داؤد۔

پس معلوم ہوا۔ کہ سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ کچھ اور تھی نہ چادر کا سرخ ہونا یا کہ اس شخص کی حالت مختصہ تھی جس سے کسی عام حکم کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ بالا تمام بیان پر ابن عباس رضی کی اس حدیث سے خوب روشنی پڑتی ہے کہ قال کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتک اثنتان سرف ومخیلۃ رواہ البخاری۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز چاہے کھا اور جو چاہے پہن جب تک اسراف اور تکبر کی سرحد تک نہ پہنچے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابو بکر یا رسول اللہ ان احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاہد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انک لست ممن یفعلہ خیلاء رواہ البخاری۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کوئی تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا دراز کرے۔ تو خدا تعالےٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہ کریگا۔ یہ سنکر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر ہر وقت خبر گیری نکروں تو میری ازار تو ٹکجاتی ہے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ جو تکبر کے ساتھ لٹکاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل منشا تکبر سے بچنا تھا کہ کپڑے کا نیچے لٹکانا۔ یا اونچا کرنا۔

اگر کوئی شخص اپنے ملک یا موسم یا رواج وغیرہ کی وجہ سے کوئی خاص قسم کا کپڑا پہنتا ہے اور اس میں بجز اسراف۔ بے پردگی وغیرہ کو دخل نہیں تو پھر ہرگز وہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اب رہی حدیث من تشبہ بقوم فهو منهم۔ اس حدیث کے متعلق لوگوں میں ایسے دین میں بھی بڑی بڑی طبع آزمائیاں ہوتی ہیں طالب صادق کو تو ہر جگہ آسانی کی راہیں میسر ہوسکتی ہے اپنی سمجھ کے موافق بیان کیا جاتا ہے اس حدیث کی صحت پر اول تو محدثین کو کلام ہے۔ پھر اس حدیث میں کہیں لباس یا خوراک کا ذکر نہیں غور کرنے سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہے۔ اول۔ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خصوصیت ہوا کرتے ہیں۔ تشبہ سے خصوصیات قومی یا خصوصیات مذہب مراد ہو سکتی ہے خلاف بت پرستوں کی خصوصیت ہے کہ وہ بتوں کی پوجا کریں۔ اب اگر کوئی مسلمان بھی بتوں کی پوجا کرنے لگے تو وہ بھی بت پرستوں میں شامل سمجھا جائیگا جس طرح کے آجکل ہندی نژادوں اور پارسا قوم کی اتحاد و مشابہ بہت سی قبروں کی پرستش مسلمانوں نے شروع کر دی ہے۔ یا مثلاً عیسائیوں میں تثلیث اور کفارہ کا مسئلہ مابہ الامتیاز ہو اگر کوئی بدنصیب مسلمان تثلیث و کفارہ کا قائل ہو کر عیسائیوں کے گرجے میں جا کر انہیں کی طرح عبادت کرنے لگے تو وہ عیسائیوں میں شمار کیا جائیگا۔ پھر جو کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا معتقد ہو کر مسلمانوں کی سی نماز پڑھیگا ان کے محرمات کو محرم قرار دیگا وہ ضرور مسلمان سمجھا جائیگا۔ دوم۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑائی کیوقت کوئی مسلمان اپنی اسلامی فوج کی وردی کے خلاف فریق مخالف کی سی وردی پہنے ہوئے ہو اور کوئی دوسرا مسلمان سپاہی اسکو دشمن سمجھکر قتل کردے تو ایسی حالت میں قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ یہ توجیہ

اس وقت ہے جبکہ تشبہ میں لباس کو ہی لیا جاوے۔ **سوئم** - اسد جائے
سے انسان کو متحرک اور آگے بڑھنے والی چیز لیا ہے۔ جب کوئی شخص
کسی قوم سے کسی قسم کا بھی تشبہ اختیار کرتا ہے۔ تو دوسرے روز اسی تشبہ
میں ذرا اور آگے قدم بڑھاتا ہے اسی طرح ہر روز ترقی کرتا ہے کالج کے
طلباء اور اور تعلیم یافتہ لوگوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب یورپ کے تشبہ
کی طرف ان کی طبیعتیں جھکی ہیں۔ تو اول پتلون - نکٹائی وغیرہ فیشن ایبل ڈریس
میں رہنا اختیار کیا۔ پھر جب دیکھا کہ وضو کرنے سے داڑھی کے بال بھیگ
کر نکٹائی کو خراب کرتے ہیں تو داڑھی کو کترواتا یا منڈانا شروع کر دیا۔ پھر
جب دیکھا کہ داڑھی کا صفایا کرا کر نکٹائی کی تو حفاظت ہو گئی۔ لیکن التحیات
میں پتلون پر شکن ہو کر وہ کواری کی ہو جاتی ہے۔ تو نماز سے ہی جی چرانے
لگے انہیں لوگوں میں سے سنا ہے بعض نے یہ تجویز کی ہے کہ التحیات والی
نماز نہ پڑھیں اور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھا کریں۔ اور میز پر
ہی سجدہ کر لیا کریں۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ نماز سے ہاتھ اٹھایا۔ اسی طرح بتدریج
ترقی کرتے ہوئے انسان اپنی قومیت سے علیحدہ جاتے جاتے دوسری قوم
کا انسان بن جاتا ہے۔ پس من تشبہ کے معنی یہی ہوئے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے
ہوئے انسان اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دوسری قوم میں شامل ہو جائے
میرے نزدیک آپ کے استفسار کا کافی بلکہ مفصل جواب تحریر ہو چکا
سوائے اس کے اور کیا کہا جاوے ؎ کہ ـــ

الیس دل حالة لبوسها + اما لغیهما واما بوسها

والسلام - ر، قم +

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۔

آزادی

آزادی کے معنے سے بچے سے لیکر بوڑھے تک واقف ہیں۔ اس لیے اس کے معنے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فی زمانہ آزادی کے لیے ہر ایک گروہ پورے زور شور سے کوشش کر رہا ہے۔ اور ہر ایک طرف سے یہی صدا آرہی ہے۔ آزادی! آزادی!! آزادی!!! لیکن اگر تدبر کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ اول تو کسی طرح وہ آزادی مل ہی نہیں سکتی جس کی خواہش کیجاتی ہے اور فرض محال اگر یہ آزادی نصیب بھی ہو جائے تو بجائے مفید ہونے کے بہت ہی ضرر رساں ہوگی۔

ایک بچہ یہ خواہش کرتا ہے۔ کہ میں مادر پدر آزاد ہو جاؤں۔ لیکن اس کو کبھی یہ خیال نہیں گذرا ہوگا۔ کہ اگر میرے والدین مجھے کلیتہً آزاد کر دیں۔ میری زندگی ہی کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر وہ بچہ نیک ہے۔ تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ والدین سے آزاد ہو کر اُستاد کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ دوسرے بچوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے لیے اصول معاشرت کی پابندی ضروری ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ کے قوانین کی پابندی ضروری ہے۔ پھر سب سے بڑھکر گورنمنٹ کے قوانین کی پابندی مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ان پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے سے ایک بچہ کو بہت سی تکالیف کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ مختصر طور پر آگے ذکر

آئیگا۔ الغرض ایک بچہ ان پابندیوں کو ذہن میں رکھکر نتیجہ نکالیگا۔ تو یہی ہوگا کہ کوئی آزاد نہیں ہے۔ کیونکہ والدین سے آزادی حاصل کر کے عزیزوں کی اطاعت تو ضروری کرنی پڑیگی۔ اس لیئے بہتر ہے کہ والدین کی اطاعت کیجاوے اور اگر کوئی شریر لڑکا ہو۔ اور وہ کہے کہ ہم کسی کی اطاعت نہ کرینگے۔ خواہ کوئی ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اصول معاشرت کی خلاف ورزی کر کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ ہر وقت لڑتا اور مار کھاتا رہیگا۔ اور پھر استاد کی نافرمانی کر کے اس کو ناراض کریگا۔ اور اسی طرح سکول کے قواعد کی خلاف ورزی کر کے علم سے محروم رہکر ہمیشہ کے لیے جاہل رہیگا۔ اور پھر گورنمنٹ کے قانون کی مخالفت کر کے جیل خانہ کی سیر کریگا۔ اس طرح پر آزادی سے بجائے فائدوں کے نقصانات اٹھائے گا۔ یہ آزادی کی ادنیٰ درجہ کی مثال تھی۔ اب ہم دنیاوی آزادی کی سب سے اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔

دنیا میں ایک گروہ ہوتا ہے۔ جو اپنے آپ کو مدبران ملک یا پالٹیشن کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ مدبران ملک میں سے بعض تو واقعی ملک کی بہبودی کی تدبیروں میں غرق رہتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ اپنے نزدیک ملک کی ایک بہتری تصور کر کے اس پر زور دیتے ہیں اور دن رات اسی بات میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح ہماری خیالی تجویز عمل در آمد میں آجاوے۔ مثال کے طور پر ہم یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ بعض مدبران اپنی زندگی کی غرض صرف یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ملک کو آزاد کیا جاوے۔ یہ لوگ دراصل ملک کے خیرخواہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ملک کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود ہمارے ملک (ہندوستان)

ہیں بھی ہے جو اگرچہ کھلم کھلا اس بات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ مگر مختلف طریقوں سے اس بات کے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیں۔ کہ ہمارا ملک آزاد ہو گیا۔ اور سیلف گورنمنٹ ہو گئی۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا پڑیگا۔

۱۔ سلطنت کس کے ہاتھ میں ہوگی۔ آیا تمام ہندوستان کے ہاتھ میں یا کسی ایک قوم میں یا چند چیدہ چیدہ آدمی سلطنت کرینگے یہ تو سوچی بات ہے۔ کہ تمام ملک کبھی سلطنت نہیں کیا کرتا سیلف گورنمنٹ کا اصول عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ ملک کے باشندے اپنے قائم مقام تجویز کرتے ہیں جو ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے باشندے سب کے سب مل کر ایک کام نہیں کر سکتے۔

گورنمنٹ نے پراونشل اور امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے لیے چند دیسی ممبران کا خاص کرنا منظور کیا تھا۔ اب اس پر اہالیان ہند کے جو جھگڑے ہو رہے ہیں۔ وہ اخبار بین دنیا کی نظر سے مخفی نہیں ہیں مسلمان کہتے ہیں۔ کہ مسلمان ممبروں کے انتخاب کا حق صرف مسلمانوں کو ہی دیا جاوے اور ہندو لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ نہیں سب آبادی مل کر یہ فیصلہ کیا کرے جس سے ان کی منشا یہ ہے۔ کہ چونکہ کثرت ہماری ہے اس لیے مسلمانوں میں سے بھی ہم وہ ممبر لیا کریں جو ہماری منشاء کے مطابق ہوں۔

اس بحث کے پیش کرنے سے ہماری یہ غرض نہیں ہو کہ ہم یہ فیصلہ کریں۔ کہ آیا مسلمان حق پر ہیں۔ یا ہندو۔ کیونکہ یہ موقع

بات ہو۔ کہ مسلمانوں میں سے انتخاب کا حق صرف مسلمانوں کو ہی ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس جگہ اس بات کے بیان سے میری غرض یہ ہے۔ کہ ہندو مسلمان ایک بات پر کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ الغرض اگر کبھی رعیتوں کو سلطنت مل جاوے۔ تو ان میں سب سے پہلے یہ جھگڑا ہوگا کہ کون سلطنت کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان اس بات پر زور دینگے۔ کہ ہم سلطنت کرینگے اس پر سب سے پہلے کشت و خون ہوگا اور بالآخر ایک قوم کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ممکن ہو کہ ان کے جھگڑے کے وقت کوئی اور سلطنت اس ملک پر قبضہ کرے اور پھر ان کا حال پہلے سے بدتر ہو جاوے (۲)۔ اب دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ آیا سلطنت کے مالک مسلمان ہونگے یا ہندو۔ ان میں جو کوئی بھی ہو نتیجہ ظاہر ہے۔ اگر ہندو ہوے۔ تو مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا کون نہیں جانتا۔ کہ ہندو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر ان کو طاقت مل جاوے تو سب مسلمانوں کو ایکدم قتل کر دیں۔ اب جبکہ غیر قوم کی سلطنت ہو اور ہم سب غیر قوم کی رعایا ہیں۔ ہندوؤں کا سلوک جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ظاہر ہے۔ اگر ایک منشی ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان پاس نہ ہو۔ اگر کسی محکمہ کا افسر ہے۔ تو وہ یہی چاہتا ہے کہ اس محکمہ میں کوئی مسلمان ملازم نہ داخل ہو اور اگر کوئی مجسٹریٹ ہو۔ تو وہ یہی چاہتا ہو۔ کہ مسلمان کبھی فتحمند نہ ہو۔ الغرض یہ بات ظاہر ہے کہ ہندو قوم کہاں تک مسلمانوں سے محبت رکھتی ہے۔ علی ہذا القیاس اگر مسلمان کے ہاتھ سلطنت آجاوے اور وہ ہزار طرح سے انصاف سے کام لیں تو چونکہ ہندو صاحبان کے دل میں ایک دشمنی بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ یہی خیال کرینگے۔ کہ مسلمان کوئی چال چل رہے ہیں۔ گویا ان کا عندیہ کچھ اور ہے اور کسی خاص مطلب کے لیے ایسا کر رہے ہیں حالانکہ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ منافق کا کام ہے۔ نہ مسلمان کا +

۳۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس سے پبلک کو کیا فائدہ ہوگا۔ سو یہ بات میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ کہ تمام ملک حکومت نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اگر تمام ملک کے باشندے حکومت کرنا چاہیں۔ تو وہ کس طرح حکومت کرینگے۔ غرض سارے ملک میں سے چیدہ چیدہ آدمی ہی حکومت کیا کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں تمام پبلک تو پھر غلام کی غلام رہے گی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ان کو انصاف پسند قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہو۔ اور اب کسی ایسی قوم کی فرمانبرداری کرنی پڑیگی۔ جن کے متعلق یہ ممکن بلکہ یقینی ہے کہ ایک حصہ کو بخشش ہو۔

تو اس جگہ آزادی کے کیا معنے ہونگے؟

کیا سیلف گورنمنٹ کسانوں سے، لیہ وصول نہ کریگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ مجرموں کو سزا نہ دیگی؟

کیا سیلف گورنمنٹ تمام پبلک کو اپنی اطاعت کے لیے مجبور نہ کریگی۔

یا کیا سیلف گورنمنٹ باغیوں کو سزا نہ دیگی۔

جب یہ سب باتیں دیسی حکومت کے لیے بھی لازمی ہیں۔ تو پھر اس سے کیا فائدہ کہ خواہ مخواہ امن کو دور کرکے بے امنی مول لے لیجاوے ہمارا پالیٹکس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہماری منشا ہے۔ کہ اس کے متعلق بحث کیجاوے۔ مگر چونکہ یہ بات ہماری راہ میں آ گئی۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا ذکر کر دیا ہے۔ دراصل ہمارا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ جس کو عام لوگ آزادی کہتے ہیں۔ وہ آزادی نہیں ہو۔ بلکہ آزادی اور ہی چیز ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ایک ضروری تحریک

ہمارے آقا ؑ نامدار حضرت میرزا غلام احمد صاحب مرسل یزدانی ؑ نے ایک دفعہ یہ تحریک فرمائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ دسمبر کی تعطیلات میں قادیان آجایا کریں۔ تاکہ ملازمت پیشہ لوگوں کو بھی خاص طور پر ہمارے تقریروں کے سننے کا موقعہ ملجایا کرے۔ اس خاص جلسہ سے احمدیہ پبلک کو بڑے بڑے فائدے پہونچے چنانچہ انجمن تشحیذ الاذہان جیسی مفید انسٹیٹیوشن کا بنیادی پتھر بھی اسی سالانہ اجتماع کی برکت سے ہے۔ جو کہ ۱۹۰۶ء کے آخر پر ہوا۔ پھر انجمن تشحیذ الاذہان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی ان دنوں میں اپنے سالانہ جلسہ کا آغاز کیا۔ اور پھر اس انجمن کے دو جلسے آپ کی زندگی میں ہوئے اور دوسرے جلسہ کے بعد پانچ ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ کر کے دار البقا میں جا پہونچے۔ اللھم بارک علیہ و علی آلہ و اصحابہ کما بارکت علی انبیاءک علیھم رضی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ پر آپ کے سات ماہ کے بعد انجمن تشحیذ الاذہان کا تیسرا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ بھی انہی ایام میں ہوا۔

اب وہ ایام بہت قریب آرہے ہیں۔ اور اس دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ

انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ ہوگا۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ اس دفعہ ایسی کوشش کیجاوے کہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اپنی انجمن کے سالانہ جلسہ پر ضرور بضرور جمع ہوں۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالےٰ تمام ممبران انجمن کیخدمت میں ایک گشتی چٹھی بھی ارسال کرونگا اور انشاء اللہ اس میں پروگرام اور ضروری امور متعلقہ انجمن سے اطلاع دونگا۔ مگر چونکہ شاید وہ چٹھی جلدی ارسال نہ ہو سکے۔ اس لئے میں اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ تمام ممبران انجمن تشحیذ الاذہان کی توجہ کو اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اپنی پیاری انجمن کی سالگرہ پر ضرور تشریف لاویں ؂

(سکرٹری)

ریویوز

عشرہ کاملہ یہ کتاب مولوی شیخ الہ دین صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور نے آریوں کی تردید میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے۔

(۱)۔ رشیوں کو وید کیوں دیئے گئے۔ کیا انہوں نے وید سے پہلے ایسے نیک اعمال کئے تھے۔ یا ان کا کوئی سابقہ حق تھا۔ کہ اُن کو وید دیئے گئے۔ اور کیا صرف چار رشی پیدا ہونے ضروری ہیں۔

(۲)۔ حدوث دنیا پر خوب بحث کی گئی ہے۔ اس میں پنڈت دیانند صاحب کے عقائد سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دنیا حادث

ہے۔ ازلی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند اُن لوگوں کو (جو آفرینش عالم کی ابتدا اور انجام نہیں مانتے) ناستک یعنی دہریہ کہتے تھے۔

(۳)۔ تناسخ کے مسئلہ کو دیانند کے اقوال سے غلط ثابت کیا گیا ہے۔

(۴)۔ مادہ اور روح کی قدامت پر بھی کافی بحث کی گئی ہے۔ اور مستند آریہ اور ان کے بانی پنڈت دیانند صاحب کے اقوال سے اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۵) اس کتاب میں ایک جگہ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ پنڈت دیانند مشرک تھا۔

(۶) - آریہ نجات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

(۷)۔ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آریوں کے بزرگ گائے وغیرہ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور کہ آریوں کے دیوتاؤں نے گائے اور گھوڑے کی قربانی کو چھوڑ کر انسانی قربانی منظور کی اور اسی کا گوشت پسند کیا۔

علاوہ مندرجہ بالا امور کے اور سوالات پر بھی مختصر بحث ہے۔ جس کو یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جاتا۔ بہر حال کتاب بہت مفید ہے۔ مذہبی مباحثوں کو چاہئے کہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماویں۔ یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر ۹۲ صفحے کی ہے۔ قیمت صرف ۳ ر ہے۔

ملنے کا پتہ

محمد اصغر علی محمد قاسم مالکان قاسمی پریس لودیانہ

نور یہ ایک پندرہ روزہ اخبار ہے جو کہ آریہ مذہب کے ابطال اور سکھوں کو اُن کے گرو کے مذہب کی طرف واپس بلانے کے لئے مکرمی شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم نے جاری کیا ہے۔ اس کے تین نمبر نکل چکے ہیں اور جہاں تک میں اُس کے مضامین سے اندازہ لگاتا ہوں یہ اخبار آجکل کے مذاق کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اب تک اس میں کئی مضامین آریوں کے برخلاف نکل چکے ہیں اور دیانندی پارٹی کو اس کا نوجوان ایڈیٹر خوب زور سے للکارتا ہے کہ اگر کچھ زور بل ہے تو مقابل میں آئے آریہ سماج کے اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بھی اس اخبار سے ایک گونہ خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ آریہ گزٹ اور پرکاش اس کے نکلنے پر بہت گھبرائے ہیں کاش دیانند اور اُن کے پیرو اس قدر منہ پھٹ نہ ہوتے اور اسلام اور اُس کے بانی پر اس قدر طعن و تشنیع کر کے اپنی گندہ دہانی کو دنیا پر ظاہر نہ کرتے۔ مگر جن کی فطرت میں جلن اور حسد اور حرف گیری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا ہے وہ چھپائے سے کب چھپتا ہے۔ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پگڑی اُتارنی چاہی جنہوں نے رامچندر اور کرشن علیہما السلام جیسے بزرگوں اور باوا نانک صاحب جیسے مہاتما کو گالیاں دینے اور کوسنے سے اجتناب نہ کیا اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ ایک عرب کے نبی کو برا کہنے سے باز رہیں ان کی تو وہی مثال ہے کہ "اماں اماں جب میں بڑا ہو کر قصائی بنوں گا تو پہلے تیری ہی سرین پر بید لگواؤں گا ادھر ہوش آیا نہیں اور ادھر

لگے اپنے بڑوں کو گالیاں دینے۔ جیسا گندہ لٹریچر اس قوم نے ایجاد کیا ہے۔ اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ ہندوستان کے پادریوں نے ایک حد تک اس میں کمال حاصل کیا تھا مگر یہ تو استاد سے بھی بڑھ گئے۔ ان کی کوئی کتاب اٹھاکر دیکھ لو۔ یا اپنوں کو یا غیروں کو گالیاں نکالی ہوئی ہونگی۔ جو خوبی ہو وہ اُن کو برائی نظر آتی ہے۔ یہ قوم گوبر کے کیڑے کی شکل ہے کہ جس کے آگے مشک رکھا جاتا ہے تو وہ فوراً بیزار ہو کر پیچھے ہٹتا رہتا ہے اور بعض اوقات مرجاتا ہے مگر سارا دن گوبر کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے اور اُس میں اس کی غذا ہوتی ہے۔ ان کو نرمی سے تہذیب سے اُن کے بزرگوں کا ادب رکھتے ہوئے بارہا جواب دئے گئے۔ مگر بالکل بے سود۔ ہاں سچ ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے بیشک ضرورت تھی کہ ان کے مقابلہ میں ایک نور کی طرز کا اخبار نکلتا جو ان کو انہیں کے ترازو اور بٹّوں میں تول کر دیتا۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اس ضرورت کو شیخ صاحب موصوف نے پورا کیا ہے۔ مگر میں پھر بھی ڈرتا ہوں کیونکہ شیخ صاحب کیسی بھی چالاکی سے ان کا مقابلہ کریں اور تلوار کے مقابلہ میں تلوار نکالیں مگر پھر بھی شرافت سے گرے ہوئے توہین آمیز کلمات اور گندی گالیاں استعمال کرنے کی نہ اُن کو شریعت اسلام اجازت دے گی نہ اُنکی فطرت برداشت کریگی۔ حالانکہ آریوں کا مبلغ علم یہی ہے۔

بہر حال میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو تن دہی اور شوق سے نباہیں گے اور راستہ کی تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے

اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے سیدھے بڑھتے چلے جاوینگے اور چونکہ اس اخبار میں اسلام کے بیرونی دشمنوں کا ہی مقابلہ کیا جائیگا۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ کیا احمدی اور کیا غیر احمدی ایک اسلامی خدمت سمجھتے ہوئے اس اخبار کی مدد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں گے۔ اس کی سالانہ قیمت صرف عہر ہے اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر لکھنے سے یہ اخبار منگوایا جاسکتا ہے۔

فلاحت یہ ایک رسالہ ہے جسے سردار اسد اللہ صاحب جنہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ انگلستان کی زمینداری کے امتحان بھی پاس کئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں۔ اس وقت ایک ایسا لائق آدمی جو زمینداری کے نئے اصولوں سے بھی واقف ہو ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور خاصکر ایسا کہ جو اپنی عمر کو قوم کی بہتری کے لئے ایک حد تک وقف کر دینے کے لئے تیار ہو۔ اس رسالہ میں زمینداری کے متعلق جو نئی تحقیقاتیں یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہیں درج ہونگی اور بڑے بڑے لائق آدمی جو اس فن کے خاص ماہر اور واقف ہیں اس میں زمینداری کے متعلق مضامین لکھیں گے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ رسالہ زمینداروں کی حالت کو درست کرنے میں بہت کچھ مفید ثابت ہوگا۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ زمینداری کے اصولوں میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ پنجاب میں مسلمانوں کی مردم شماری باون فیصدی ہے مگر حالت ایسی ردی ہے کہ ہر روز

قیامت کا سماں سامنے نظر آتا ہے اور اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر زمینداری پیشہ ہیں مگر افلاس اور غربت کی وجہ سے دن بدن اپنی زمینوں کو ہاتھوں سے دے رہے ہیں۔ اور مجبور بھی ہیں کیونکہ زمینیں اتنا پیدا نہیں کرتیں اور اخراجات آجکل بڑھ رہے ہیں پس لازم تو یہ تھا کہ نئے علوم سے فائدہ اٹھا کر اپنی آمدنیوں کو بڑھاتے مگر وہ اس پر قرضے کر اور بھی خراب ہوئے۔ اب بھی وقت ہے کہ زمینداری کے علوم کو حاصل کریں اور اپنی زمینوں پر تجربہ کرکے فائدہ اٹھائیں میں نے ابھی ایک انگریزی رسالہ میں پڑھا ہے کہ ہندوستان میں جس زمین میں نو بشل گیہوں پیدا ہوتی ہے انگلستان میں خاص طریقوں سے ویسی ہی زمین میں تیس بشل پیدا ہوئی ہے۔ گویا کہ قریباً چار گنے زیادہ اور خرچ کوئی زیادہ نہیں صرف ایک ایکڑ پر ۱۲ ر خرچ ہوتے ہیں۔ پس امید ہے کہ آپ سے ناظرین رسالہ خاصکر زمیندار اس رسالہ کو خرید کر خود بھی فائدہ اٹھائیں گے اور دوسروں کو بھی اس کے خریدنے کی ترغیب دیں گے۔ یہ رسالہ خریداری کی تعداد پانسو تک ہونے پر جاری ہوگا۔

درخواستیں بنام

سردار **اسد اللہ صاحب** زمیندار انعام آباد۔

ڈاکخانہ اجنیانوالہ۔ ضلع گجرانوالہ کے ہوں

مندرجہ ذیل کتب ہمارے دفتر سے طلب فرماوین

(ص)

البرق ۔ یہ کتاب دفتر ہذا میں ابھی آئی ہے جسکا اشتہار بطور ضمیمہ رسالہ ہذا آپکو اسی رسالہ میں ملیگا ۔ یہ اصل قیمت یعنی ۱۲ پر فروخت ہوتی ہے

اختیار الاسلام ۔ (میں مسلمان ہو گیا) مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب قیمت حصہ دوم ۱۱۷ حصہ سوم ۱۱۷

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے ۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بجواب اعتراضات مخالفین سلسلہ بر وفات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اور دیگر احمدی بزرگان نے بہت پسند فرمایا ہے ۔ یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر چھپی ہوئی ہے حجم ڈیڑھ سو صفحے سے زائد ہے ۔ کاغذ عمدہ چکنا لگا ہوا ہے ۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف ۱۲ ہے جو کہ اصل لاگت سے بھی کم ہے

سردار مہر سنگھ کا لیکچر یا باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب قیمت فی کتاب صرف (۱۰)

معیار حق یا سچے مذہب کی شناخت انعامی رسالہ قیمت صرف ۱ر

اسلام کی پہلی کتاب ۔ یہ کتاب بچوں کے لئے بہت مفید ہے قیمت ۱۲

المشتہر

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۷ ہجری

۲۸۱ - منشی عبدالغنی صاحب	؏
۲۶۴ - میاں عبدالوہاب صاحب	عہ
۲۷۷ - محمد خان صاحب ڈیلدار	عگ
۲۷۷ - شیخ اسحاق صاحب	عہ
۲۰۳ - منشی قدرت اللہ صاحب	عگ
۱۲۲ - منشی گلاب الدین صاحب	۳ر
۵۸۷ - میاں علی شیر صاحب	چیر
۱۰۰ - محمد اسمٰعیل صاحب	عگ
۴۰۰ - میاں محمد ابراہیم صاحب	عہ
۱۹۲ - منشی گلاب الدین صاحب	۲ر
۷۰۶ - مرزا خدابخش صاحب	عگ
۳۰۵ - حاجی رحمت اللہ صاحب	عگ
۸۱۴ - منشی نظام الدین صاحب	عگ
۲۶ - میاں مراد بخش صاحب	عگ
۶۰ - بابو عبدالصمد صاحب	عگ
۵۰۹ - میاں محمد الدین صاحب	عگ
۴۰ - بابو فیض الرحمٰن صاحب	للعہ
۳۳۶ - حکیم محمد حسین صاحب	عگ
۳۴۵ - آرام اینڈ کو	عگ

۲۹۴ - سید مدثر شاہ صاحب	للعہ
۱۸۱ - شیخ نور احمد صاحب	عگ
۳۴۹ - منشی محبوب عالم صاحب	عگ
۵۰۲ - میاں نبی بخش صاحب	عگ
۵۱۲ - حکیم احمد الدین صاحب	عگ
۳۲۵ - ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب	عگ
۴۳۱ - میاں نظام الدین صاحب	عگ
۲۰۸ - چودھری باغ دین صاحب	عگ
۶۳۹ - چودھری شکر دین صاحب	عگ
۳۰۹ - میاں احمد الدین صاحب	عگ
۴۸۳ - میاں عبدالعزیز صاحب	عگ
۴۹۹ - میاں ابراہیم صاحب	عگ
۲۴۶ - میاں غلام حیدر صاحب	عگ

رسیدات چندہ عمیری ماہ رمضان شریف

قاضی عبداللہ صاحب قادیان	عہ
میاں احمد الدین صاحب زرگر	۸ر

چندہ لائبریری

میاں غلام نبی صاحب راولپنڈی	عہ
ڈاکٹر محمد حسین صاحب نوشہرہ	دعہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ٥٦٤

اشتہار دینے والے اصحاب کے لئے ایک

نادر موقعہ

ہمارا ارادہ ہے کہ دسمبر ۱۹۰۵ء کا پرچہ پانچ ہزار کی تعداد میں شایع کیا جاوے اور بہت سے لوگوں میں نمونہ کے طور پر مفت تقسیم کیا جاوے۔ اس لیے جو اصحاب اس رسالہ میں اپنے اشتہارات چھپوانا چاہیں۔ وہ بہت جلدی بمنیجر تشحیذ الاذہان کو اطلاع دیں۔

یاد رہے کہ یہ رسالہ چار لاکھ کی جماعت میں مذہبی آرگن ہونیکی وجہ سے اشتہارات کے لیے خاص طور پر مفید ہو سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

شرح اشتہارات حسب ذیل ہے

پورے صفحہ کے لیے	[illegible]
نصف صفحہ کے لیے	[illegible]
چوتھائی صفحہ کے لیے	[illegible]
فی سطر کے لیے	[illegible]

[illegible]

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں چھپا

Digitized by Khilafat Library

جلد ۴ — نمبر ۱۱

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

[illegible]

ایڈیٹر
صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ۲ دو روپیہ اور طلباء سے ۱ عہ ۸ ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ذیقعد ۱۳۲۷ ہجری — مطابق ماہ نومبر ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

ہم اور ہمارے اغراض (تحریر ایڈیٹر صاحب)	۴۰۵–۴۲۲	شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی
ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا	۴۲۳–۴۳۰	فرخ دہلوی
آزادی	۴۳۳–۴۳۶	اسسٹنٹ ایڈیٹر
ایک اپیل	۴۳۷–۴۳۸	مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان
انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ	۴۳۹	سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان
اشتہار کتب	۴۴۰	مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر ۱۴ ماہ ذیقعد ۱۳۲۷ ہجری کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا

باہتمام منشی ظفر الدین صاحب اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

میں نہیں چاہتا کہ ایسے درد دل سے نکلے ہوئے الفاظ کہ ہوائی ہی میں اِدھر اُدھر منتشر ہوجائیں کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بردل

لہٰذا میں اس مقولہ کی صداقت کو یقین کرتے ہوئے اس تحریر کو ناظرین تشحیذ کے واسطے درج ذیل کرکے خدا کے حضور صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اے واحد و یگانہ اور اے شاکر و علیم خدا تو خوب جانتا ہے کہ تیرے پیارے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلیل اور لخت جگر کا دل دنیا میں تیرے دین پاک کلام اور معصوم رسول کی توہین اور ذلت کو دیکھکر کیسا دردمند ہوا ہوگا۔ اس کی سنسان تنہائی کی لمبی راتیں اس مزدوین کیونکر کروٹ لیتے بسر ہوتی ہونگی اور اس کو اس درد دل کے آبلے نے کیسا کیسا ستایا ہوگا جو تشحیذ کے سہ ماہی اجلاس میں متعدی رنگ میں ظہور پذیر تھا کہ سامعین میں سے اس تری اثر نے ہر ایک کو اس رنگ میں رنگین کردیا!

اے خدا قدوس و غیور تیرا دین دشمنوں کے مظالم سے مظلوم اور انکے حملوں سے چور ہے وہ ایک بیکس بے بس اور یتیم کی طرح پاؤں کے نیچے روندا جارہا ہے۔ تو اٹھ اور غیب سے اپنا دست قدرت اس کی تائید کیواسطے ظاہر فرما اور قوم کے دلوں میں اپنے دین کی حمایت کے واسطے غیرت اور حمیت پیدا کردے۔ آمین۔

اس دعا کے بعد میں ناظرین سے بعد ادب التماس کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو بار بار توجہ سے پڑھیں۔ اور زمانہ کے پر آشوب اور پرفتن حالات خصوصاً شدھی کی حال پکار کے دلخراش الفاظ کو نصب العین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اور ہمارے فرایض

عنوان بالا پر مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء کو انجمن تشحیذ الاذہان کے سالانہ اجلاس میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے دعووں کا اظہار کرتے ہوئے ایک نہایت پرجوش تقریر فرمائی جس کا شیع رمانظر آپ نے ذیل کی آیات قرآنی اس لب ولہجہ اور درد بھرے دل اور غم بھرے جوش سے پڑھیں کہ گویا تمام مضمون کا خلاصہ اور لب لباب اس قرآن خوانی میں ہی آپ نے سامعین کے دلوں پر نقش کردیا؛

حاضرین پر اس دل سے نکلی ہوئی تقریر کا جو اثر اسوقت تھا خدا کرے کہ وہ دیرپا ہو اور اپنے ثمرات حسنہ بھی پیدا کرے تاکہ تقریر کی علت غائی اور اس دردمند دل کی سچی تڑپ کا مفید نتیجہ ہوکر موجب برکت اور الہامات الٰہیہ ہو۔ آمین؛

میں نہیں چاہتا کہ ایسے درد دل سے نکلے ہوئے الفاظ کہ ہوائی ہی میں اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

لہٰذا میں اس مقولہ کی صداقت کو یقین کرتے ہوئے اس تقریر کو ناظرین تشحیذ کے واسطے درج ذیل کر کے خدا کے حضور صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اے واحد و یگانہ اور اے شاکر و علیم خدا تو خوب جانتا ہے کہ تیرے پیارے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلیل اور لخت جگر کا دل دنیا میں تیرے دین پاک کلام اور معصوم رسول کی توہین اور ذلت کو دیکھکر کیسا دردمند ہوا ہو گا۔ اس کی سنسان تنہائی کی لمبی راتیں اس ممدوح دین کو نکر کروٹ بدلتے بسر ہوتی ہونگی اور اس کو اس درد دل کے آبٹے نے کیسا ستایا ہو گا جو تشحیذ کے سہ ماہی اجلاس میں متعدی رنگ میں ظہور پذیر تھا کہ سامعین میں سے اس قوی اثر سے ہر ایک کو اس رنگ میں رنگین کر دیا:

اے خدا قدوس و غیور تیرا دین دشمنوں کے مظالم سے مظلوم اور انکے حملوں سے چور ہے وہ ایک بیکس بے بس اور یتیم کی طرح پاؤں کے نیچے روندا جا رہا ہے۔ تو اٹھ اور غیب سے اپنا دست قدرت اس کی تائید کیواسطے ظاہر فرما اور قوم کے دلوں میں اپنے دین کی حمایت کے واسطے غیرت اور حمیت پیدا کر دے۔ آمین۔

اس دعا کے بعد میں ناظرین سے بصد ادب التماس کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو بار بار توجہ سے پڑھیں۔ اور زمانہ کے پر آشوب اور پرفتن حالات خصوصاً شدھی کی حالت پر نظر رکھ کے ولولہ ریز الفاظ کو نصب العین

کہ کے دوسری طرف اس وقت کو یاد کریں کہ جب ابنائے اسلام میں کسی نام کے مسلمان کے ارتداد کی خبر سے بھی ایک سنسنی پیدا ہو جاتی تھی اور زمین و آسمان میں ایک سخت جنبش اور زلزلہ پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ ایک یہ دن آ گئے ہیں کہ دشمنان دین کا دن اور ہم پر ایسی رات ہے کہ ہر طرف سے دلخراش آوازیں آ رہی ہیں ہر میدان میں مسلمان ذلیل ہر کام میں پیچھے اور ہر بات میں گرے ہوئے نظر آتے ہیں اے وہ قوم کہ تو نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا اور اپنی جان کو اسی امر کے واسطے امام برحق اور پھر اس کے خلیفہ کے ہاتھ میں بیچ دیا۔ اب بھی تیری حمیت اور غیرت جوش میں نہیں آوے گی؟ کب تک تو غفلت کے لحافوں میں سوئے گی اور کب تک رب کے بیٹھی ان مظالم کو دیکھے گی اب اٹھ اور دشمن کا مقابلہ کر اب صبر کی کوئی حد نہیں رہی دشمن سر پر ہے اور قلعہ پر قلعہ اور شہر پر شہر اس کے ہاتھ میں ہے ہوش سنبھال اور خدا کے لیے کھڑی ہو اور جس رنگ میں دشمن آگے بڑھے اسی رنگ میں تو اسے نیچا دکھا وہ شیطان کی حمایت میں لڑتے ہیں پر تیرا حامی خدا ہوگا۔ وہ ظلمت کے حامی ہیں پر تیرے پاس ایک نور ہے اٹھ اور اس نور کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کر لے۔

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے ۞ جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے

اب ذیل میں وہ تقریر درج کیجاتی ہے۔ (و هو ہذا)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - بسم اللہ الرحمن الرحیم - یایها الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران)

یہ بات صاف اور کھلی ہے کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا ہے ایک طرف

جاہل گنواروں کے رہنے والی عورت بھی اس سے واقف ہے اور جو انسان تندرست توانا اور ہوش و حواس والا ہے وہ بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔ ایک ادھیڑ جو تجربہ کار ہے وہ بھی اس سے بے بہرہ نہیں اور ایک بوڑھا جو بہت ہی بوڑھا اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گیا ہے وہ بھی اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ کہ جب تک مریض کے مرض کی شناخت نہ ہو نہ ہی علاج ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ مریض شفا پا سکتا ہے؛

ایک ہیضہ کے بیمار کو بخار روٹنے کی ادویات اور بخار کے مریض کو ہیضہ کی ادویات خواہ کتنی ہی قیمتی دیں بالکل بیفائدہ اور بے سود ثابت ہونگی خواہ کیسے ہی بڑے بڑے حاذق اطبا اور مستند ڈاکٹروں کے مشوروں سے ہی ایسا کیوں نہ کیا گیا ہو کیونکہ ہیضہ اور بخار دو تو باہم ضدین ہیں؛

غرض جب تک مرض کی شناخت نہ ہو تمام علاج بے سود اور تمام اخراجات برباد ہیں۔ ہزاروں کی دوائی بھی فائدہ نہ دے گی اور لاکھوں کے خرچ سے تیار شدہ ادویات بھی بالکل بے سود ثابت ہونگی؛

دوسرے پہلو پر کوئی مریض اس عذر سے کہ اسے اپنے مرض کا علم نہیں ہوا یا اسے اس بات کا خیال نہیں آیا کہ مجھے کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے۔ یا مجھے کسی نے میرے مریض ہونے کی اطلاع نہیں دی یا میں نے اسے معمولی سمجھا تھا اس مرض کے نتائج بد بھگتنے سے بچ نہیں سکتا مرض اپنا کام کرے گی خواہ مریض کو لاعلمی ہو یا غفلت اور لاپرواہی مرض گھن کی طرح لگی رہے گی اور آخر ایک دن اس پر اپنا قابو

پاک راہے ہمیشہ کیواسطے اس دنیا سے علیحدہ کردیگی؛

غرض جسمانی حالت کے بالمقابل اخلاقی اور روحانی حالت کا بھی بعینہ یہی حال ہے ہمیں اپنے فرائض معلوم کرنیکے واسطے اول تشخیص مرض کرنا چاہیئے تا کہ ہم اپنے مقاصد کے حصول کیواسطے ان کے حصول کے پیچھے اور صحیح علاج دریافت کرکے نتائج صحیحہ حاصل کرسکیں ہمیں اگر اپنی مرض پر اطلاع نہیں یا ہم اپنی کمزوری سے بے علم اور اپنے نقائص سے بے خبر ہیں۔ تو ہم اپنے فرائض کو کیسے پورے کرسکیں گے ضرورت زمانہ اور حالات موجودہ کے مطابق کام کرنا حصول مقصد کے واسطے لازمی اور لابد ہوتا ہے؛

دیکھو ہمارے نادان مسلمان بھائی ؛ان نام کے جوشیلے سرحدی مسلمانوں نے زمانہ کو اور وقت کو نہ سمجھا۔ ضروریات زمانہ سے واقفیت حاصل نہ کی آئے دن ہتھیار باندھ کر جہاد فی سبیل اللہ اور حصول شہادت کیواسطے اڑتے مرتے ہیں اور بجائے فائدہ کے الٹا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے اللہ اور رسول کو بدنام کرتے ہیں ہمارے ان بھائیوں کی ایسی حرکات ہی سے تو عیسائی اور آریہ ہم پر جہاد کے الزام دیتے ہیں۔ اور اس بہانے سے کیا کچھ سناتے ہیں۔

اگر ہمارے بھائی ضرورت زمانہ کا خیال کرتے اور اپنے علم تقوٰی۔ طہارت کو اور اپنی قوت طاقت کو دیکھتے تو ہرگز ہرگز ایسے فتنے نہ دیکھتے سو پہلے مرض کا دریافت کرنا ضروری ہے علاج بعد میں ہوگا؛

سو میں دیکھتا ہوں کہ ہر قوم کے تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اندرونی اور دوسرے بیرونی۔ سب سے پہلے نہایت ضروری امر یہ

کہ قوم کی اندرونی حالت اچھی ہو اگر افراد قوم میں ہی نقص ہوگا تو دشمن کے مقابلہ میں کوئی قوم فتح نہ پا سکے گی۔ یہ ایک بالکل صاف مسئلہ ہے تجربہ اسکا شاہد ہے اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ قوم افراد سے بنا کرتی ہے افراد کے مجموعہ کا نام ہی قوم ہوتا ہے اگر افراد فرداً فرداً اپنی اہم ذمہ واری کو نہ سمجھیں تو کہاں کی قوم اور کیسی ترقی؛

اس زمانہ میں دنیا کی تمام اقوام اور تمام مختلف گروہ سکھ سناتنی آریہ عیسائی زرتشت۔ جین بدھ اور مسلمان سارے کے سارے اپنی اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں اور اسی آہ و بکا اور گریہ وزاری میں ہیں کہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا؛

سو ہمیں اول اپنے افراد کو دیکھنا چاہئے جس کے لئے ہمارے افراد میں جو مرض سب سے پہلے ہے اسکا ذکر کرتا ہوں تاکہ اپنے فرائض معلوم ہوں کہ ہمیں کیا چھوڑنا چاہئے اور کیا لینا چاہئے،

تکبّر دنیا میں سب سے پہلا گناہ جو شروع میں شیطان نے کیا اور جسے خدا تعالےٰ نے نمونہ کیواسطے اپنی پاک کلام قرآن مجید میں ذکر کر کے اس کے بد نتائج سے ہمیں ڈرایا وہ تکبر ہے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اپنے نفسوں میں غور تو کرو چھوٹے اور بڑے بچے اور بوڑھے مرد اور عورتیں خواہ وہ کسی مرتبہ کے ہوں کسی قوم اور کسی فرقہ کے ہوں اپنے گریبانوں میں تو جھانکیں اور غور و فکر کے بعد جواب دیں کہ کیا وہ تکبر سے پاک ہیں؛

میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص گویا دنیا کی تمام بڑائی کا خود ہی مالک بنا بیٹھا ہے۔ اور دوسرا کوئی اسکا شریک ہی نہیں؛

قرآن شریف میں جہاں شیطان کے تکبر کا ذکر آیا ہے۔ وہاں شیطان اپنے تکبر کرنے اور اطاعت نہ کرنے کی یہ دلیل بیان کرتا ہے کہ جب کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک مٹی سے پیدا کی ہوئی چیز کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں بخلاف اسکے انسان کیسا بدقسمت ہے کہ جب کوئی اسکا ہم جنس خدا کی طرف سے نبی یا مامور ہو کر آتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم ہی میں سے ایک انسان ہماری طرح کھاتا پیتا چلتا پھرتا نبی ہو کر آگیا بھلا اس کے سر پر کوئی سرخاب کا پر لگا ہے کہ ہم سے بڑا ہو گیا۔ خدا نے کیوں نہ ملائکہ کو یہ شرف بخشا؛

کیسے افسوس کی بات ہے کہ جو ایک ذلیل ترین مخلوق اور عاجز و بیکس ہستی ہے جسے کوئی امتیاز نہیں دیا گیا۔ اور جسے خدا نے خود اپنی قدرت کاملہ سے بنا کر دنیا میں اسکی زندگی بسر کرنے اور آخرت کے واسطے زادِ راہ مہیا کرنے کو بنایا وہ خدائے ذوالجلال کے کاموں پر اعتراض کرتا ہے دیکھو بڑے خوف کا مقام ہے اور نہایت ہی ڈر کی جگہ ہے کوئی موجد جب اپنی کسی ایجاد میں کوئی نقص پاتا ہے تو اسے توڑ پھوڑ کر ردی کی طرح پھینک دیتا ہے اور اسکی جگہ اس سے بہتر چیز تجویز کر لیتا ہے!

کیا خدا کو اس ایک بڑھئی اور سنگتراش کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا کہ وہ اسبات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ ایسی گندی مخلوق کو ہلاک کر کے دنیا کے تختہ سے نیست و نابود ہی کر دے اور اس کی جگہ اور بہتر مخلوق پیدا کرے مگر خدا کی شان کہ تکبر انسان کو ان باتوں کے سوچنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا؛

یہاں تو ہر کس اسی خیال میں ہے کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں کسی دوسرے کا دخل ہی نہیں۔

حسد اس کے بعد تکبر کا لازمہ حسد ہے یاد رکھو کہ جس شخص کے دل میں حسد کی آگ موجود ہوگی وہ بھی کوئی کام نہ کر سکے گا خواہ دین کا ہو یا دنیا کا ایک کام جسکو دس آدمی ملکر بخوبی سر انجام دے سکتے ہوں اگر ان میں یہ بری خو موجود ہوگی تو ہرگز ہرگز اسے پورا نہ کر سکیں گے خواہ تعداد میں دوگنے چوگنے ہی کیوں نہ ہو جاویں کیونکہ حاسد اس خیال سے کہ کوئی مجھ سے نہ بڑھ جاوے اپنے علم سے دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ اسے اپنے ہی دل کی چار دیواری کے اندر قبر میں لیجاتا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد ہے جو قوم کا حجام تھا اسے کسی مرض کا ایک بڑا مفید اور مجرب نسخہ یاد تھا مگر وہ اس خیال سے کہ کوئی دوسرا اسکا شریک نہ پیدا ہو جاوے یا کوئی اور شخص یہ بات نہ کہہ سکے کہ مجھے بھی ایسا نسخہ یاد ہے کسی کو بتانا نہ چاہتا تھا آخر جب وہ مرنے کے قریب تھا تو اسکے بیٹے نے اس سے وہ نسخہ دریافت کرنا چاہا مگر اس نے یہ کہکر ٹال دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں بتا دوں اور میری زندگی کچھ باقی ہو اسکا مطلب یہ تھا کہ میں اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو اپنا ثانی و ہم رتبہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ آخر نہ بتایا اور قبر میں ساتھ ہی اسے لیگیا۔

حالانکہ اپنی اولاد کے لئے باپ سے بڑھکر کوئی خیر خواہ نہیں تو انسانی ترقیات میں حاسد ہوتے ہیں اور دنیا میں اکثر لوگ دوسرے کی ترقیات پر حسد کرتے ہیں مگر صرف ایک والدین ہے جو یہ چاہتا ہے

کہ میری اولاد مجھ سے بھی آگے بڑھ جاوے اور مجھ سے بھی لائق ترین ہو مگر حسد کی عادت نے دنیا میں ایسے بھی نمونے دکھائے ہیں کہ باپ اپنے حسد کیوجہ سے ایک منفعت کو اپنی اولاد تک کو نہ پہنچا سکا اور آخر اپنے وجود بے سود کی طرح اس مفید بات کو دنیا سے لیگیا۔

پس جب تک تکبر اور حسد جیسے اخلاق رذیلہ انسان میں سے نکل کر انکی جگہ اخلاق فاضلہ تواضع انکساری حسن ظنی اور فراخدلی پیدا نہ ہوں۔ قوم قوم کیسے بن سکتی ہے؟

جھوٹ اور بدظنی حسد کا لازمہ جھوٹ اور بدظنی ہیں اور یہ بھی نہایت ہی قبیح اور ذلیل حرکات ہیں حاسد کو حسد کی آگ تیز کرنیکے واسطے جھوٹ اور بدظنی کا ایندھن لازماً جمع کرنا پڑتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں ان خصائل بد کا ایک خطرناک طوفان دنیا میں امڈا چلا آرہا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کوئی تجارت بھی جھوٹ کے بغیر چل نہیں سکتی کوئی ہنر بجز چھپانے کے مفید ثابت نہیں ہوتا گویا کہ تمام ترقیات انسانی کا دارومدار ہی حسد اور جھوٹ وغیرہ پر ہے یہانتک کہ سلطنت کو بھی قیام سلطنت کیواسطے جھوٹ بولنا لازمی بلکہ ایک اعلیٰ صفت ہے وہاں کے اعلےٰ سفیر اور منسٹر کے عہدہ کے واسطے انتخاب ہی ایسی شخص کا کیا جاتا ہے جو ڈپلومیسی میں یا بالفاظ دیگر جھوٹ بولنے میں کمال مہارت رکھتا ہو۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں تکبر۔ حسد بدظنی اور جھوٹ کا ایک دریا امڈا چلا آرہا ہے۔ اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں انسان اس میں ڈوبے جارہے ہیں۔

بزدلی اسکے بعد بزدلی بھی ایک نہایت ہی کمینہ خصلت ہے اکثر میں

کہ اسکو بزدلی نے ایسا ادھورا کر دیا ہے کہ وہ کسی کام ہی کے نہ رہے وہ کوئی کام کر ہی نہیں سکتے انکو یہی خیال ہر وقت دبائے رکھتا ہے کہیں اس کام میں ہاتھ ڈالوں تو شاید میرے آفیسر یا حکام بالا مجھ سے ناراض ہو جاویں عقل سے کام نہیں لیتے موقعہ مناسب نہیں تلاش کرتے۔ یہ سب ایمانی کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ خدا سے پورا تعلق نہیں ہوتا جس سے بزدلی پیدا ہوتی ہے اور حکام کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی خدا کی فرمانبرداری نہیں کرتا خدائی احکام کی پرواہ نہیں کرتا تو لازماً اسے دوسروں کا ڈر رکھنا پڑتا ہے اور دوسروں کے احکام کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص سب کام دیانتداری سے کرے تو پھر اسکو اپنے افسروں کا ڈر کیا ہو ڈر اسی کو ہوتا ہے جس کے دل میں کھوٹ ہو۔

ریا پھر بزدلی کا لازمی نتیجہ ریا ہوتا ہے جب انسان بزدل ہوتا ہے تو اسے اپنے احکام کے خوش کرنے کیواسطے ریا کرنا پڑتا ہے حکام کی خوشی کے واسطے چاپلوسی اور نفاق کو اپنا شیوہ بنانا پڑتا ہے بعض وقت دل نہیں چاہتا مگر حاکم کے خوش کرنیکے واسطے بھی کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اگر آفیسر کوئی مسلمان ہے تو نمازوں میں چستی کرنے لگیگا۔ روزے بھی رکھ لیگا فرض کے علاوہ نفل بھی ادا کریگا مگر یہ سب کچھ آفیسر کی تبدیلی کیسا تھ ہی تبدیل ہو جاویگا کیونکہ دل سے نہیں کرتا تھا بلکہ صرف حاکم کے خوش کرنے اور اس سے ترقی کے حاصل کرنیکے لیے یہ سب کارروائی تھی اور اگر افسر کوئی ہندو ہو تو ہولی دسہرہ وغیرہ ان کے رسوم میں شوق سے شامل ہو جاویگا۔

غرض یہ اخلاق رذیلہ جو تکبر سے شروع ہو کر ریاکاری اور خوشامد جیسی گندی اور کینہ عادات پر ختم ہوتے ہیں سب باہم ایکدوسرے سے لازم و ملزوم ہیں اور آج کل بہت کم ہیں جن کو خدا نے ان آفات سے بچایا ہو ورنہ ایک طوفان بے تمیزی کی طرح اور ایک اژدہا کی طرح ہیں کہ جس نے لوگوں کے اخلاق اور ایمان کو . . . . بالکل نگل لیا ہے؛

نافرمانی | اس کے بعد نافرمانی ہے چنانچہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ ہی دنیا سے مفقود ہے ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی بنانی چاہتا ہے ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ میری بات کوئی نہ ٹالے اور میں کسی کا محکوم نہ بنوں ہر ایک دوسرے کا دشمن ہے اور یہی چاہتا ہے کہ تمام دنیا کو تباہ و برباد کر کے میں اکیلا ہی رہ جاؤں بیٹا باپ کی شاگرد استاد کی مرید مرشد کی اور چھوٹا بڑے کی پرواہی نہیں کرتا ہر ایک اپنے ہی رنگ میں مست رہنا چاہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فرمانبرداری کی دنیا کو اب ضرورت ہی نہیں رہی مگر جن کی پیروی کا تمہیں دعوے ہے اگر انکو دیکھو اور انکی تاریخ پر نظر ڈالو تو فرمانبرداری کے لیے ایسے نمونہ پاؤ گے کہ تم حیران رہ جاؤ گے؛

احمدی بہرحال بچے ہیں اور ہمیں یقین اور ثلج خاطر ہے اور ہم بڑے اطمینان قلب سے جانتے ہیں کہ ہم بچے ہیں اور ہم نے خدا کے بچے اور موعود مسیح کو پا لیا جسکی تیرہ سو سال سے انتظار ہوتی چلی آتی تھی جس کیواسطے ہزاروں انبیاء اور اولیاء کی دعائیں تھیں کہ خدا ہمیں اسکا زمانہ

نصیب کرے اور ہمیں اسکی فرمانبرداری کا شرف حاصل ہو خدا کے فضل سے اور محض اسی کے فضل سے ہم نے اسکا زمانہ پایا اسکی صحبت ہمیں نصیب ہوئی مگر کیا ہم نے اسکے رسول کی فرمانبرداری کی اور کیا جو دعوے اور اقرار اس کے ہاتھ پر کئے تھے۔ ان کی پابندی کی؟ کیا ہمنے اسکے بتائے ہوئے اصولوں کو پکڑا۔ اسکے جواب میں مجھے نہایت افسوس سے یہی کہنا پڑے گا۔ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری فیصلہ اور آخری سرٹیفکیٹ جو قوم کو ملا تھا وہ یہی تھا کہ تیری جماعت میں سو تجھے کسی نے بھی نہیں پہچانا نہ انھوں نے جو تیرے مخالف ہیں اور نہ انھوں نے جو ایمان لائے؛

مگر اس موقعہ پر یاد رہے کہ قلیل تعداد شمار نہیں کیجاتی مثل مشہور ہے النادر کالمعدوم مگر دوسری طرف صحابہ کو دیکھو اور انکو جو سرٹیفکیٹ ملا اس کے الفاظ کو ذرا کان دھر کے سنو ان کے سرٹیفکیٹ میں سنہری حروف میں جلی قلم سے لکھا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ دیکھو ان کیواسطے خدا کی شہادت ہے کہ انکا چلنا انکا پھرنا انکا کھانا ان کا پینا۔ انکا سننا انکا جاگنا انکے حرکات انکے سکنات ان کے قول انکے فعل سب میری رضا کے مطابق ہو گئے ہیں لہذا خدا انکو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیتا ہے؛

اب جائے غور ہے اور سوچنے کا مقام ہے ہم نے بھی خدا کے ایک مامور و مرسل کا دامن پکڑا اور اسکے ہاتھ میں ہاتھ دیا اسکی پیروی کا دم بھرتے ہیں پھر وہ امام ہم میں ایک مدت دراز تک رہکر چلا بھی گیا۔ مگر کیا ہمیں بھی کوئی سرٹیفکیٹ دے گیا اگر دے گیا تو کیا؟ افسوس

کہ وہ اس قابل نہیں کہ اسکے دیکھنے سے ہم خود اپنی ذات میں خوش ہوں۔ یا کسی کو دکھا نیں ہماری کسی کے دل میں عزت یا محبت پیدا ہو سکے!

دیکھو سکول سے طلباء پڑھکر جاتے ہیں تو انکو سکول ماسٹر سے اور ملازمین کو انکے آفیسروں کی تبدیلی یا اختتام ملازمت کیوقت سرٹیفکیٹ ملا کرتے دوسرے سکول میں داخل ہونے یا اعلیٰ کلاس میں داخل ہونے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ ملازمت کو تبدیل کرتے وقت پچھلے سرٹیفکیٹ کی مانگ ہوتی ہے اور انسان کی آئندہ زندگی اور ترقیات کا دارومدار اس سرٹیفکیٹ پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملازمین جب انکے آفیسر تبدیل ہوتے ہیں یا انکو انکے ماتحت کام کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر جاتا ہے تو وہ سرٹیفکیٹ کیواسطے درخواست دیتے ہیں!

نسل انسانی کے ذمے بھی ایک کام لگایا گیا تھا وہ کیا عبادت الٰہی جیسا کہ خدا کے کلام سے ثابت ہوتا ہے ماخلقت الجن و الانس الا لیعبدون ○ چنانچہ اس فرض سے جیسی سبکدوشی صحابہؓ نے حاصل کی اور خوشنودی مزاج اور رضاء الٰہی کا جیسا عمدہ اور اعلیٰ سرٹیفکیٹ انکو ملا کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا!

اللہ تعالیٰ کے کلام میں اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں آخری زمانہ کی ایک جماعت کیواسطے بھی وہی وعدہ ہے کہ وہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برابر برابر ہی ہوگی چنانچہ اس آیت کے مصداق ہم لوگ اپنے آپکو بتاتے ہیں بھلا ذرا غور تو کرو کہ کیا ہم میں بھی وہ ایثار نفسی ہے کیا ہم میں بھی وہ فرمانبرداری ہے؟ کیا ہم میں بھی وہ ایمان اور تقویٰ و طہارت اور خدا کے لیے سوز و گداز اور دین اسلام کیلئے

وہ جوش اور قربانی کی نیکی خواہش ہے ؟

کیا خوف کا مقام نہیں کہ ہماری بجائے کوئی دوسری قوم آجائے۔ اور وہ خدائی کاموں میں پوری دلی اور تن من دہن سے کام کریں ؟

کیا ہمارے اخلاق و عادات۔ ہمارے چال چلن ہمارے دینی یا دنیاوی معاملات اس قابل ہیں کہ پسند کئے جاویں اور ہم انعام کے مستحق ہوں ؟ اگر نہیں اور میں زور سے کہتا ہوں کہ نہیں تو پھر ہر وقت خوف کرنا چاہیئے کہ ہمارا تو وہ حال ہے کہ ع "نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے" ہم دنیا کے مغضوب تو ہوئے ہی تھے مگر ایسا نہ ہو کہ خدا کے بھی مغضوب ہو جاویں (نعوذ باللہ) اسکے مسیح کو پہچانتے ہوئے نہ پہچانا ہمیں کان دئیے گئے مگر ہمنے حق کو نہ سنا ہمیں چشم بینا ملی مگر ہم نے حق کو نہ دیکھا ہمیں اعضا دیئے گئے مگر ہم نے ان سے خدا کی رضا کے حصول کے کام نہ لئے ہمیں زبان ملی مگر خدا کی بات اور خدا کا دین اس زبان کے ذریعہ ہمنے کسی کو نہ پہنچایا! کیا اب بھی وقت نہیں کہ ہم تبدیلی کریں!

دیکھو جب ایک نمبردار۔ تحصیلدار یا ڈپٹی کمشنر کو تم اس خیال سے خوش کرنیکی کوشش کرتے ہو کہ اسکا ناراض ہونا اور اسکی نافرمانی موجب عتاب اور دکھ ہوگی۔ اور اسکا خوش ہوجانا باعث راحت و آرام ہوگا تو پھر کیا وہ شہنشاہ جو کہ شہنشاہ ہر فرماتا ہے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کیا تمہارے دلوں میں ایک معمولی کنسٹیبل کے برابر بھی اسکی عزت اور قدر ہے! اور کیا تمکو اسکا اتنا بھی خوف ہے جتنا ایک معمولی چوکیدار کا ؟ اگر نہیں تو پھر تم خدا کے انعامات کے وارث ہونیکی کیونکر امید

رکھتے ہو؟

دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اسوقت اطاعت اور فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔ اطاعت اور فرمانبرداری کا مادّہ اپنے اندر پیدا کرو۔ تاتم قرب اور عزت پاؤ۔ اور اگر یہ نہیں تو نہ کوئی قوم ہے اور نہ کوئی انعام۔ اسوقت یہاں تم سو پچاس آدمی بیٹھے ہو تو یہ ایک بھری مجلس اور شاندار جلسہ ہے اگر ابھی ایک ایک طرف کو دوسرا دوسری طرف کو جدھر جسکا جی چاہے اُٹھکر چلے تو پھر یہاں کوئی بھی جلسہ یا میٹنگ نہ دیکھا اور بجائے جلسہ کے وہ جماعت ایک پراگندہ گروہ کے نام سے موسوم ہو گی۔ پس پہلی صورت وحدت کی اور دوسری پھوٹ کی ہے اس میں غور کرو۔

اکیلی اور تنہا بھیڑ کو بڑی آسانی سے بھیڑیا لیجا دیگا اور کوئی محافظ اسکو بھیڑیے کے منہ سے چھڑا نہ سکے گا یہ روز مرہ کی مشہور و معروف اور مجرب مثالیں ہیں ایسے واقعات دنیا میں چشم دید ہیں ان سے فائدہ اٹھانا اور عبرت پکڑنی چاہیئے۔

ایک گلہ کی حفاظت آسان ہوتی ہے کیونکہ ان میں اتفاق اور وحدۃ کا ایک رنگ ہوتا ہے پھر اگر ان میں وحدت کیساتھ فرمانبرداری اور ایکدوسرے کی اعانت کا بھی مادہ ہو تو وہ بالکل محفوظ ہیں اور کوئی بھیڑیا انکو پھاڑ نہیں سکتا ایسی جماعت کا شیطان مرجاتا ہے مگر برخلاف اسکے اگر تم میں تکبر حسد پھوٹ اور دشمنی بغض اور کینہ ہے تو شیطان ایک ایک کو الگ کر کے ہلاک کروا دے گا۔ اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکیگا یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ خواب غفلت سے بیدار ہو اور اپنے فرض کو

Digitized by Khilafat Library

سمجھو؛

آپ لوگوں کو ایک امانت دیگئی ہے۔ اس امانت کو بچانے کی کوشش کرو اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ گو تمہارا مال جان عزت آبرو بھی تمہیں اس راہ میں صرف کرنی پڑے اپنے فرض کو پوری طرح سے ادا کرو اور غفلت اور سستی کو چھوڑ دو؛

ادب آجکل دنیا میں عام طور سے بے ادبی کا مرض بھی پھیل رہا ہے۔ ایک طالب علم اپنے استاد کا اور استاد اپنے افسروں کا ادب نہیں کرتا غرض ہر قوم میں اور ہر پیشہ میں بے ادبی کا بازار گرم ہے اور اسکی وجہ صرف بدظنی ہے اب دیکھو نہ اس طرح سے طالب علم اُستاد سے اور نہ اُستاد طالب علم سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے جب ایک اُستاد دیکھے گا۔ کہ لڑکے اسکی عزت اور ادب نہیں کرتے تو وہ کیونکر اور کس دل سے سبق پڑھا سکے گا۔ دوسری طرف جب ایک لڑکے کے دل میں اپنے استاد کی عزت اور عظمت ہی نہیں تو استاد کی بات اسکے دل پر کیا نقش بٹھا سکے گی غرض اس طرح ایک دوسرے کے فوائد سے محروم و بدنصیب رہیں گے؛

کینہ کینہ بھی ایک نہایت خطرناک اور نسل انسانی کیواسطے زہر قاتل ثابت ہوا ہے ایک ذرہ سا اختلاف جو کینہ سے پاک ہو بعض اوقات بجائے شر کے خدا کی رحمت بھی ثابت ہوتا ہے۔ مگر جب اسکے ساتھ کینہ ہو تو وہ بڑھتے بڑھتے رائی کا پہاڑ اور پر کی ڈار بلکہ ایک قوم کے لیئے ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔ دیکھو ہم سے پہلے لوگوں میں ایک واقعہ ہوا ہے یعنے حضرت امام حسینؓ اور یزید کے درمیان ایک جنگ وقع

ہوئی تھی جسکا نتیجہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوا مگر کیا دمقابل سزا سے بچار ہا یا بھگتنی پڑی یہ کوئی راز نہیں تمام دنیا جانتی ہے اور سب اس بات سے واقف ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا نام کس عزت سے لیا جاتا ہے اور آپ کی اولاد اور جانشین کس عزت سے دیکھے جاتے ہیں اور دوسری طرف یزید کا کیا حال ہوا آج کوئی بھی دنیا میں نہیں کہتا کہ میں یزید کی اولاد سے ہوں گویا قطع نسل ہو گئی یا اس بدنامی کے خوف سے اسکی طرف اپنے آپکو کوئی منسوب ہی نہیں کرتا تو کیا ابھی اس تفصیل کی تلافی نہیں ہوئی وہ ایک وقتی بات تھی جو ہو گذری اور جس کے فرات طرفین اپنی اپنی نیت کے مطابق پا چکے مگر کینہ کی بھسم کر دینے والی آگ نے اس معاملہ کو کیا کھینچا ہے۔ اور کہاں تک بڑھایا وہ بھی ہلاکوخاں کے بغداد کو تباہ کرنے کے جا نکاہ واقعہ سے ظاہر ہے۔ خلیفہ بغداد کے وزیر اعظم نے جو شیعہ تھا ہلاکوخاں کو بغداد کی فتح کیواسطے بلوایا اور اہل بغداد کو ایسا دھوکہ دیا کہ بغداد والوں کو اسوقت خبر ہوئی جب لشکر سر پر آن پہنچا ایک دنکے کے کچھ نہ بن سکتا تھا اور اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ لاکھ مسلمان تہ تیغ بیدریغ کیا گیا باقی تتر بتر ہو گئے۔ نہایت عظیم الشان اور لاثانی کتب خانے جلائے گئے یا دجلہ میں ڈالے گئے۔ اور ایسی خطرناک خونریزی ہوئی جس کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور جسکی تلافی آجتک نہیں ہو سکی۔

یہ سب کچھ ہوا۔ اور اسی طرح باہمی جنگ و فساد اور لڑائی جھگڑوں میں مسلمان سلطنت بھی کھو بیٹھے عزت بھی دے بیٹھے مگر ابھی شیعہ سنی کے کینہ اور جھگڑوں کا خاتمہ نہ ہوا پر نہ ہوا!

بیجا جوش بیجا جوش بھی ان اخلاق رذیلہ میں سے ہے جو انسان کو ذاتی اور قومی فوائد سے دور پھینک دیتا ہے دیکھو خدا کی شان ہے مسلمان کہلاتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانی کی خبر نہیں جس کے نام پر جان قربان کرنے کو مہیا ہیں اسکی کسی بات پر عملاً ثبوت فرمانبرداری نہیں دیتے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو غصہ آوے تو اسکو چاہیئے کہ اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جاوے بیٹھا ہے تو لیٹ جاوے اگر پھر بھی نہیں اترا تو پانی پی لے آخر تو پڑھے بھلا کوئی ہے جو یہ کہے کہ میں اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور غصہ کیوقت اسی پاک قانون کے مطابق عملدرآمد کرتا ہوں۔ اگر نہیں تو پھر کیا یہ **قوم بننے کے آثار ہیں؟** دیکھو سب سے بڑا مرض ہم میں غفلت ہے۔ باوجودیکہ تباہی ہے دین اور دنیا کے کاموں میں سب سے پیچھے ہیں زراعت میں تجارت میں دوسری قوموں کے بالمقابل ذلیل ہیں کوئی بات نہیں جس میں مسلمان بڑھے ہوئے ہوں کوئی میدان نہیں جس میں مسلمان دوسروں پر سبقت لے گئے ہوں کوئی ہنر نہیں جسکا تاج انکے سر پر رکھا گیا ہو کوئی تجارت یا پیشہ نہیں جسکا دارومدار مسلمانوں پر ہو مگر ہائیں ہم ہیں کہ کان پر جوں نہیں چلتی اور کچھ پرواہ ہی نہیں باوجودیکہ ہم مرگئے مگر ہم نے اپنے آپکو زندہ جان رکھا ہے باوجودیکہ ہم مفلس اور تہیدست ہیں ہم نے اپنے آپکو مالدار تصور کر رکھا ہے باوجودیکہ ہم ذلیل ہوگئے ہیں ہم نے اپنے آپکو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور باوجودیکہ ہم سب سے پیچھے ہیں ہم ہیں کہ اپنے آپکو سب سے آگے سمجھے ہوئے ہیں کچھ تو یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کسی بات میں سبقت ہے تو وہ جرائم کے کرنے میں ہے۔ چنانچہ جیلخانے میری بات کی تائید کرتے ہیں میں نے کشمیر

کے مسلمانوں میں ایک ذلت و اوباری کا نقشہ عجیب رنگ میں دیکھا ہے کشمیر میں اگر کسی شخص کو کسی حرکت ناشائستہ یا گناہ پر گرفتار کیا جائے اور ڈانٹا جاوے تو وہ عذر کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اس کا یہ کہنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں چونکہ مسلمان ہوں اسواسطے ایسے گناہوں سے قابل گرفت نہیں گویا اسلام نعوذ باللہ تمام گندوں اور گناہوں کا مجموعہ ہے اور کسی کا مسلمان ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قسم کی بدی اور گناہ اس میں موجود ہیں اور وہ جو چاہے کر گزرے وہ قابل مواخذہ اور گرفت نہیں۔ اب میں انصاف تم پر ہی چھوڑتا ہوں ذلت کی اس سے آگے اور بھی کوئی حد ہے۔ افسوس اگر اب بھی نہ سنبھلے اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور ایک جماعت کے رنگ میں پوری ہوشیاری سے خالصۃً لوجہ اللہ دین کی حمایت کیواسطے باہر نہ نکلے تو پھر یاد رکھو کہ خدا کا منشا تو اسوقت پورا ہوگا اور ضرور ہوگا اور وہ اپنے دین کا اظہار اور دینوں پر کرے گا اور ضرور کریگا مگر افسوس یہ ہوگا کہ تم اس منشاء کو پورا کرنیوالے نہ ہوگے! بلکہ اس کام کیواسطے خدا کوئی اور جماعت تیار کریگا جو اس کے احکام کی بجا آوری میں تمہاری طرح غافل اور سست نہ ہوگی؛

مسئلہ تعلیم بھی قومی ترقی کیواسطے اس زمانہ میں اہم ترین سمجھا گیا ہے مگر تعلیم میں بھی خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی مسلمانوں کیحالت کچھ پوشیدہ نہیں اگر خدا کے حکم کے مطابق جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٓئک ھم المفلحون تیار ہوتی اور کچھ کرکے دکھاتی تو انکی دیکھا دیکھی دوسرے بھی ابھرتے انکی پیروی کرتے اور ان کے اسوہ حسنہ پر چل کر

خدا کے منشا کو پورا کرے اور ایسا مخلص گروہ ضرور کامیاب مظفر و منصور ہوگا کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں ایسے لوگوں کو کامیاب و بامراد کرونگا۔

مگر جب مسلمانوں نے خدا کے احکام کی پرواہ نہ کی اور انکو پس پشت ڈالدیا تو آخر خدا نے بھی انکو چھوڑ دیا اور قعر ذلت و ادبار میں ایسا گرایا کہ اب سنبھلنا مشکل ہو رہا ہے چلاتے ہیں مگر نکلنا محال ہے وجہ یہی ہے کہ اصل مرض کی تشخیص کرتے نہیں مرض کا علم نہیں غفلت نے دبا رکھا ہے جب تک اصل مرض کا ازالہ نہ ہوگا جانبری مشکل بلکہ محال ہے یا اپنی ذِبار کا مادہ بالکل نہیں آل انڈیا مسلم لیگ میں تو کھڑے ہو کر بڑی پرجوش تقریر کریں گے اور قوم قوم پکاریں گے قربانی بھی کرنے کو تیار ہونگے مگر یہ سب کچھ اس جلسہ کے حلقہ تک ہی محدود ہوگا گھر میں جا کر کچھ بھی نہیں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں تعلیم تعلیم قوم قوم کر کے خوب شور کرینگے اور قوم کو ابھارینگے چندوں کے واسطے اکسائیں گے خود ہر طرح کی آمادگی کا اظہار کریں گے مگر ان باتوں کا اثر صرف اس چار دیواری تک ہی محدود ہوگا گھر پہنچ کر کوئی عملی کارروائی ہرگز ہرگز ظاہر نہ ہوگی۔ پین اسلامک سوسائٹی میں گرتی قوم کو اٹھانے کے واسطے اور ڈوبتی ناؤ کو کنارہ لگانے کے لیے بڑے بڑے پرزور الفاظ میں لیکچر دینگے مگر یہ سب زبانی لفاظی۔ عملاً کچھ بھی نہیں اصل میں وجہ ان سب باتوں کی صرف یہ ہے کہ بات نہ دل سے نکلتی ہے اور نہ دلوں پر اسکا اثر پڑتا ہے۔ قربانی نہ کسی نے کی اور نہ اسکا کبھی مزہ چکھا

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا؟

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر ؛ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ دیکھو اسوقت تمام احمدی تو موجود نہیں لیکن میں تم ہی کو سناتا ہوں گویا وہ پیغام جناب تک خاکسار پہنچاتا ہے۔ یہ کوئی نیا پیغام نہیں یہ وہی بات ہے جو آپ بارہا حضرت اقدس کے دہن مبارک سے سنا کرتے تھے مگر افسوس اسپر کسی نے عمل نہ کیا اور وہ اپنے دل میں ہی یہ کہتا چلا گیا۔ ؎

لیجا خاک میں ہمراہ دل بیتاب ہم ؛ شاید اس خنجر کا یاں کوئی خریدار نہ تھا

بارہا اس عاجز کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ اسپر کچھ عرض کروں مگر میری کم علمی اسکی مانع ہوئی اب دو چار روز ہوا کہ مجھے اس شکوہ نے سرتو ایک چرخ دیدیا تو عاجز مجبوراً اپنی کم علمی کو بالائے طاق رکھکر ہمت کرکے میدان میں آ نکلا امید کرتا ہوں کہ میرے معزز بزرگ اس میری کم علمی کی وجہ سے جو غلطیاں ہیں نظر شفقت سے انکو غلطیاں نہ تصور کرینگے اور میں آپ کے لیے کوئی ناصح بنکر نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ یہ اظہار درد دل ہے مینو انصاف اسکے چاہا اسے کی مجھنا ؛ یہ تو پہلو خوب نکلا دیں بیداد کا اور میں کچھ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہی پیغام جو حضرت اقدس کا ہے یا حضرت خلیفۃ المسیح کا۔

کان دھر کر سنو اور غور سے سمجھو تو سہی ؛ نوحہ کرتی ہے ہر اک گوہ و فغاں الغرض

دل میں رکھنا اسکو کہنا نہ کسی سے رہنما رشتہ میں بتاتا ہوں تمہیں راز نہاں الفت کا
ڈھونڈھنیوالے سراغ اسکا عدم میں گئیں ہاں کاروان کب کے بچھڑ یاں گرد ان الفت کا
اور وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت خلیفۃ المسیح مسجد مبارک میں تشریف
فرما تھے اسوقت فرمانے لگے کہ میں اس وقت مسجد میں بیٹھا ہوں اور قسم
کھا کر کہتا ہوں اگر کسی کو یقین نہ ہو تو میں قبلہ کی طرف منہ کر کے کہتا ہوں کہ
اگر تم نفسانیت نہ چھوڑو گے اور خوف پیدا نہ کرو گے اور تقویٰ پر پورا
عمل نہ کرو گے اور آپس میں پوری ہمدردی نہ کرو گے تو تم ہرگز کامیاب
نہ ہو سکو گے اور یہ تمہارا احمدی کہلانا کسی کام نہ آئے گا اور تمہاری بجائے
دوسری قوم پیدا ہو جائے گی اور وہ کام کرے گی اور تم محروم رہجاؤ گے
یہ کیوں کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ اور وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا زمین
آسمان کا ٹلنا ممکن ہے مگر خدا کی باتوں کا ٹلنا ناممکن ہے اب میں کہتا ہوں
ہم نے احمدی ہو کر کیا کیا صحابہ کرام کی طرح کونسا کام کر کے دکھایا کوئی
خاص تبدیلی پیدا کی باوجود اسکے کہ اسوقت تار ریل انتظام ڈاک اور
امن آجکل کی طرح کچھ نہ تھا مگر انکی خدمات اور اپنے کاموں کا مقابلہ تو کرکے
دیکھو رسول اکرم کی ہسٹری کو پڑھو تو اول سے آخر تک عجیب و غریب ثابت ہوگی
انکو بڑی بڑی تکلیفوں کا سامنا تھا جسکو کہ تم بھی جانتے ہو اور اچھی
طرح جانتے ہو اگر اسقدر آرام آسایش اور امن و امان کا سامان
انکو مہیا ہوتا تو وہ وہ کچھ کر گزرتے کہ جہانتک ہمارے ناقص خیال
کی رسائی تک نہیں انکو تو چین نہ آتا تھا اور ہم آرام سے خواب
غفلت میں ضلالت کی چادر تانے ہوئے پڑے ہیں اور ساتھ ہی بڑی
بڑی امیدوں کو اپنے دل میں جگہ دئے ہوئے ہیں تصور کئے بیٹھے ہیں

کروہ موعود وہ قوم ہم ہی ہیں میں کہتا ہوں کہ ابھی حضرت یہ کس بہتے پہ تماپانی
مطلوب طالب وطیر کس امید پہ ہیں ٭ کیا ان آنکھوں سے وہ تصویر نظر آئیگی
نہیں حضرت اس خیال خام کو آپ بالکل بھول جائیں بلکہ جب تک آپ
قال اللہ قال الرسول پر عمل نہ کرینگے ہرگز وہ پیارا پیارا نورانی کامیابی
کا چہرہ جو کہ دراصل آپ کی امیدوں کا مجموعہ ہوگا۔ نظر نہ آئیگا!
اب میں پھر بھی سوال پیش کرتا ہوں کہ ہم نے احمدی ہوکر کیا کیا ؟
بعض نے تو اپنے خویش و اقارب کو بھی ترک کیا اور بعض کو یہانتک
مصائب کا سامنا پڑا۔ کہ سقہ اور خاکروب اور دھوبی اور حجام تک
انکے لیئے بند کردیے گئے انہوں نے ان تکالیف کی پرواہ بھی نہ کی بعض
نے اسقدر استقلال دکھلایا کہ اپنی جان کو جان نہ سمجھا اور قوم
نظیر پیدا کرنیکے واسطے اپنی جان اسلام پر فدا کردی جیسے کہ کابل کے
فیدائی مولوی عبداللطیف صاحب نے اب اسکے ساتھ یہ ہونا چاہیئے تہا
کہ جسطرح دنیا کے کتوں نے ہمیں چھوڑا تھا اگر زیادہ نہیں تو اسی قدر ہم
خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرتے اور مقرب بنجاتے مگر ہائے افسوس
منسائیر دلکو کیونکر کیا کریں ہم بڑی مشکل میں جان اپنی پڑی ہے ہم نے اپنے
ان دیرینہ رفیقوں کا ساتھ نہ چھوڑا پھر احمدیت کا نتیجہ بقول شخصے ع
نہ خدا ہی ملا ..... نہ وصال صنم ٭ نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
دیکھئے کہ ہمارے آقا حضرت جری اللہ ؂
زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ٭ کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیئے
جنکی الفت میں میری زبان پر یہ شعر رواں ہوا۔
نسخہ دل میں خیال کون ہوا ہو ہوکر ہا نرگس چشم میں حسرت ہی جو آنسو ہوکر

جو کچھ رسالہ الوصیۃ میں فرماتے ہیں احباب ایاب جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور امید وار ہوں کہ اسپر غور فرما کے توجہ فرماویں اور اسپر عمل کریں ذکر تھوڑی دیر دل میں جوش رہے اور پھر فراموش کر دیں ؎

مر گئے سینکڑوں ہا ہا زیر آفت رہ کے بیہودہ مجھکو اک دن کف افسوس ملتے نہ دیکھا

اور وہ یہ ہے انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعوے کرتا ہے لیکن قدم صدق دل سے نہیں رکھتا دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کیساتھ کچھ بھی دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے کچھ دنیا کے لئے ہیں پس اگر تم دنیا کی ایک ذرا بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے ہو بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں خدا ہلاک کرکے خوش ہوگا لیکن تم اگر اپنے نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے تب تم میں خدا ظاہر ہوگا اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اے افسوس یہ اسکے الفاظ ہیں جو ہم میں کچھ روز رہ کر ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوا؎

ایک دل تھا فرقت میں جدا مجھ سے ہوا اب میں تنہا رہ گیا رنج و الم کیواسطے

اب سوچنے کا مقام ہے کہ ہمنے کسقدر تبدیلی کی ظاہر طور پر ہم بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں مگر کچھ کارنمایاں نہیں کیا۔ طوفان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اے چشم فائدہ وہ اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں ہم نے

تو اسقدر بھی تبدیلی نہ کی کہ ہم آپس میں کم از کم رشتہ داریاں کرتے ہیں بھائی
اسرار شیر رحم فرماوے ایک اور بھائی سے یوں گویا ہوئے کہ اب ہم سے
لوگوں کی دشمنی اس حد تک پہنچ گئی کہ ہماری لڑکیاں اپنا ہی کفو سمجھتے ہیں سلیم
نے جواب دیا کہ میں اسبات کو سننا بھی اور پھر خصوصاً آپکے منہ سے ہرگز
پسند نہیں کرتا کیا آپ کو اپنے بھائی دستیاب نہیں ہوئے کیا احمدیوں سے
تمہیں نفرت ہے کہ تم ایک اجنبی اور مرتد ہو جانا پسند کرتے ہو جو اسکو
تو اس قابل تم نے کیا ہی نہیں ہے کہ وہ غیر احمدی کو احمدی ہی جا کر کرے
میری بھابی نیک واقفی ہے وہ تو یہ ہے کہ اسکے تمام فرزند ارجمند لخت جگر
اولاد و نرینہ نماز و قرآن کے اسلام کے اصول سے بھی بے بہرہ ہیں۔ تو لڑکیاں
تو یک طرف علیٰ ہذا القیاس کیا احمدیوں میں لائق نہیں کیا ہم میں ایسے
موجود نہیں کہ جنکو غیر احمدی اپنی لڑکی دینی معیوب اور خلاف شرع اور
لوگوں میں سطعون ہونا سمجھتے ہیں۔ کیا ان سے زیادہ بھروسہ والا انکو ملسکتا
ہے۔ رہا یہ کہ اگر تم ذات کا خیال کرتے ہو تو اسکے واسطے یہ ایک نظیر
کافی ہے کہ جنکو آپ سب سے بزرگ اور سب سے بڑا کر مانتے ہیں وہ
سید ہیں تو آپ بتائے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ کون تھیں
اور اگر آپ روپیہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو معلوم ہو کہ ابھی آپ کے دل
سے روپیہ کی محبت نہیں گئی۔ بیشک ہاتھ پاؤں ہلانیوالا آدمی اچھا ہوتا
ہے۔ مگر پھر بھی توکل ایک بڑی نعمت ہے۔ جو خدا کہ مرغی کے بچوں تک
کو روزی دیتا ہے وہ انسانکو روزی نہ دیگا آسان بات تو یہ ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھیے وہ جہاں مناسب سمجھیں آپکا کام کر
دیں نیک آدمی کے کئے ہوئے کام بھی نیک ہوتے ہیں

ہو جس سے کہیں ہمدردی کا موقعہ تھا افسوس بالمقابل اسکے ہم میں اس قسم کی نظیریں موجود ہیں۔ ایڈیٹر الفرقان

پھر لڑکوں کے لیئے اکثر وں کی اولاد مدرسوں میں انگریزی پڑھتی ہے مگر دین سے کوئی تعلق نہیں ماں باپ ایسے ہوشیار ہیں کہ زیادہ ہوا تو اتنا کہدیا کہ نماز پڑھنی اچھی ہے نماز پڑھا کرو مگر وہ پڑھیں کیونکر انکو نماز کی حقیقت تک تو معلوم نہیں بلکہ اکثر تو یہی کہدیتے ہیں کہ نماز پڑھو نہ پڑھو تمہاری قبر میں تو جانا ہی نہیں دنیاوی قانون پر بھی نظر نہیں ڈالتے کہ اگر ایک مفرور یا چور کو اپنے گھر میں جگہ دوگے تو ضرور تم بھی اتنی ہی سزا پاؤ گے اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے آجکل قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے اور یہی باعث ذلت کا ہے۔ ایک فاضل انگریزی کا یہ قول ہے جو کہ سنہری حروف سے کندہ کرنیکے قابل ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جب تک مسلمان اپنی کتاب (قرآن) پر عمل کرتے رہے برابر انکو عروج ہوتا رہا اور شجاعت اقبال فتح نصرت انکے ساتھ رہی اور بڑے بڑے حکمار اور فلاسفر انمیں ہوتے رہے اور جب انہوں نے اپنی کتاب کو خیرباد کہا تب سے افلاس اور تمام عیوب انکے رفیق ہیں میرے دوستو میں کس طرح اور کن الفاظوں میں اپنا درد دل تمہارے سامنے پیش کروں یہ قرآن شریف تو ھدی للمتقین ہے اگر اسکے اوامرو نواہی پر چلتے تو تم آج ذلت کا نمونہ نہ دیکھتے جبکہ یقیناً نتیجہ یہ ہوتا کہ تم صراط مستقیم پر ہی رہتے آج جس حسرت بھری نگاہ سے تم دوسری قوموں کی ترقی کو دیکھتے ہو وہ لوگ تمکو دیکھتے اگر ابتک غافل رہے ہو تو اب تو کچھ اصلاح کرنی چاہیئے تھی کہ خدا کا ایک برگزیدہ تم میں پیدا ہو چکا ہے کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۔ یعنے جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول جو کہ تمکو نشانات دکھاتا ہے اور برائیوں سے تمکو پاک کرتا ہے اور قرآن سکھلاتا

جو حق و حکمت سے پُر ہے اور وہ علم تمکو سکھاتا ہے جو کہ تمہارے گمان میں
بھی نہیں آسکتے تھے تمکو چاہئیے تھا کہ فاذکرونی اذکرکم واشکرو لی یعنی
تمکو چاہئیے کہ میرا ذکر کرو تا میں تمہاری دعائیں قبول کروں اور میرا شکر کرو
اور کفر نہ کرو چونکہ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ کفران نعمت کا اسلئے
فرمایا واخشونی ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون یعنے محض مجھ سے
ڈرو تاکہ وہ انعامات مظفر و منصور ہونیکے جنکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے
پورا کروں تاکہ تم ہدایت پکڑو ولعلکم تھتدون اسواسطے فرمایا کہ انسان جو کچھ کام
کرتا ہے اسکا نتیجہ اسکو ملتا ہے یعنے جب کہ تم ہمارے فرمودہ اوامر و نواہی پر عمل
کروگے تو اسکے صلہ میں جو ہم نے انعامات مقرر کئے ہیں وہ ہم تمکو دینگے
جس سے تمکو تسلی ہوگی یہ ایک بڑا بھاری کامیابی کا راز ہے جو کہ ہمیشہ ہمارا
امام ہمیں تلقین کرتا رہا اور حضرت خلیفۃ المسیح کا تو وظیفہ ہی یہ ہے اور قرآن
شریف میں بار بار تکرار ہے اور تمام انبیاء اور اولیاء و صادقین کا یہی
کام رہا اور اسی سے وہ کامیاب ہوئے کہ بہت ہی استغفار سے
کام لو۔ اور درود شریف بھی شکریہ میں ورد زبان کرو اور ورد دل سے نہ کہ
اس طرح پڑھتے رہو کہ دو ہزار تسبیح پڑھی مگر حلق سے نیچے نہ اتری سورۃ نوح
غور سے پڑھو قرآن شریف پر عمل ہو تقوے پر ایسا ابھر کر چنگل مارو کہ جس
سے ضرور کامیاب ہو جاؤ دیکھو ایک دوسرے موقعہ پر ہمارے محسن آقا رہبر
مخبر صادق جری اللہ فی حلل الانبیاء رسالہ الوصیۃ میں کیا ارشاد فرماتے
ہیں "تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے
پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکوگے
تو دیکھو میں خدا کے منشا کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم

برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا
اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تاکہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و
احسان تم پر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی
کیساتھ پیش آؤ ہر ایک نیکی کی راہ اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے
جاؤ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانیکا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا
سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اسکی طرف توجہ نہیں
وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں انکے
لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پائیں۔ یہ
مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین
میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سو
اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی
باتوں پر ایمان رکھے یہ ہے تعلیم جو ہمارا امام پیش کر گیا ہے۔ اگر ہم صرف
آپکی کتابیں ہی پڑھیں تو کافی ہیں مگر عمل ایمان کیساتھ لازم و ملزوم ہے سے
اے درخ تمہیں وصل کی تدبیر بتادی ہو اور وصل کا نسخہ تو بیان ہو نہیں سکتا
اے میرے ہادی خدا تو ہم کو وہ توفیق دے۔ ہم کو مظفر و منصور کر اور جو تیرے لئے
سہل ترین راہ ہے تجھ سے ملنے کی وہ ہمارے دلوں میں ڈال اور ہمکو اپنا ہی
بنالے۔ آمین

{ فرخ معلوی

آزادی

گذشتہ پرچے میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جسے عام لوگ آزادی کہتے ہیں وہ آزادی نہیں ہے بلکہ آزادی کچھ اور ہی چیز ہے اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انسان کے لیئے بڑی بڑی پابندیوں میں رہنا ضروری ہے اگر کسی انسان کا کسی دنیوی افسر کیساتھ تعلق ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں بڑا آزاد ہوں مثلاً ایک شخص کا کسی ڈپٹی کمشنر کے ساتھ تعلق ہو تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ بس میں اس ضلع میں آزاد ہوں یہ ضلع میرا ہے جو چاہوں کروں اسی طرح اگر کسی شخص کا دربار سے تعلق ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ بس ملک ہندوستان میں جو چاہوں کروں میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔

پھر اگر کسی شخص کا خدا تعالےٰ سے تعلق ہو جو تمام دنیا کا مالک و خالق ہے تو وہ کیسا خوش اور آزاد رہ سکتا ہے ایک شخص نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا تھا کہ مجھے کوئی نیک عمل بتائیں جسکی بنا پر میں نجات پاسکوں آپ نے فرمایا خدا سے ڈر اور سب کچھ کر یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جو اپنے اندر معرفت کا خزانہ رکھتا ہے اگر انسان اس فقرہ پر غور کرے تو وہ بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ ظاہر طور پر ہم آزادی کے حامیوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہتوں کی اطاعت کی بجائے صرف ایک ہی کی فرمانبرداری کافی ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر غور سے

دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صرف خدا تعالیٰ کی اطاعت ہی انسان کو متقی صالح شہید اور نبی بنا سکتی ہے کیونکہ یہی ایک چیز ہے جو انسان کو نیک بنا سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

جب انسان کو یہ علم ہے کہ خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ وہ کبھی کوئی برائی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا خدا حاضر و ناظر ہے جب میں کوئی برائی کرونگا وہ فوراً گرفت کریگا۔

قرآن کریم میں آیا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں یعنے دنیا بھی اسکے لئے جنت ہو جاتی ہے اور دوسرا جہان بھی جنت ہوگا ایک شخص کو اس سے بڑھکر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ وہ اس دنیا میں ہی جنت حاصل کرے اور پھر ابدی سنجات حاصل کرکے ابدی جنت کا مقام حاصل کرے غرض خدا تعالیٰ کے ڈر سے انسان اس مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جو اسکی پیدائش کی اصل غرض ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس فقرہ پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے۔ یا انسان کس طرح خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق پیدا کر سکتا ہے سو یاد رہے کہ اسکا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ مذہب ہے جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہے۔ اسکا فرض ہے کہ وہ کسی مذہب کی پیروی کرے یا ایسے طریقوں پر عمل کرے جس کے ذریعہ سے خدا حاصل ہو جاوے اور انہی طریقوں کو مذہب کہتے ہیں۔

ایک امر یہ بھی غور طلب ہے کہ آیا تمام مذاہب انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتے ہیں یا ان میں سے خاص خاص مذاہب یہ راستہ بتا سکتے

ہیں اسلئے کہ ایک ہی مذہب میں ایسی خاصیت ہے تمام انسان پچھلی حالت کو غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ جس مذہب کا میں پیرو ہوں اسی مذہب کی ترقی ہو۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ چونکہ ایک انسان یہ دیکھتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں اسلئے وہ کوشش کرتا ہے کہ اسکے دوسرے ہمجنس بھی راہ راست پر آجاویں اگر وہ سمجھتا کہ دوسرے بھی راہ راست پر ہیں تو انکو اپنے مذہب پر لانیکی اسقدر کوشش نہ کرتا غرض اسبات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مذہب والا یہی سمجھتا ہے کہ ایک ہی مذہب ہے جو نجات دلا سکتا ہے۔ اور وہ وہی ہے جسکا میں پیرو ہوں اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ نہ تو تمام مذاہب اور نہ چند خاص مذاہب منجات ہو سکتے ہیں بلکہ صرف ایک ہی مذہب ہے جو انسان کو اپنے اصلی مقصد پر پہنچا سکتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا مذہب ہے جو خاص تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہم معلوم کرتے ہیں کہ ایک مذہب تو کہتا ہے میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں خدا نے میرے بڑوں کیساتھ کلام کیا تھا اور پھر اسکے بعد خدا تعالے نے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے دوسرا مذہب کہتا ہے کہ یہ غلط ہے اسکے بعد بھی خدا نے باتیں کی ہیں لیکن سوائے ایک مذہب کے باقی سب مذہب یہی کہتے ہیں کہ ایک وقت تک خدا باتیں کرتا رہا پھر خاموش ہو گیا۔ بخلاف اس کے مذہب اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے باتیں کرتا رہا ہے۔ اب بھی کرتا ہے۔ اور آیندہ بھی ہمیشہ تک وہ باتیں کرتا رہیگا اگر کوئی شخص اسبات کا انکاری ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ میری اطاعت

کیے اور پھر دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس سے باتیں کرتا ہے کہ نہیں۔

اب ایک عقلمند انسان نرپ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کونسا مذہب سچا ہے اور کونسا مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور کونسا مذہب انسان کو اسکی زندگی کے اصل مقصد تک پہنچا سکتا ہے؛

ایک اور بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا ہے کہ اصل اسلام کا پیرو میں ہوں سو وہ اصل جو میں نے ثبوت اسلام کی سچائی کا دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں پیش کیا تھا وہی اسلام کے اندرونی فرقوں کی پہچان کے لئے میں اسوقت پیش کرتا ہوں یعنے سوائے ایک فرقے کے باقی سب کا یہی دعوے ہے کہ خدا تعالےٰ نے اب کلام چھوڑ دی ہے اور صرف ایک ہی فرقہ ہے جو اس بات کا مدعی ہے کہ خدا تعالےٰ کلام کرتا ہے اور ابد تک کرتا رہیگا

پس نتیجہ ظاہر ہے جو فرقہ یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے وہی برحق ہے اور اسی کی ہی اطاعت کرنی چاہیئے خلاصہ یہ کہ جو شخص حقیقی آزادی چاہتا ہے اسکے لیے ضرورت ہے کہ سچے خدا کی اطاعت کرے جو ایک اکیلا ہی ہے اور ہر ایک چیز پر قادر ہے؛

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

ایک اپیل

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان کی چوتھی جلد کے دس پرچے قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں اور یہ گیارھواں نمبر ہے۔ اسکے بعد ایک پرچہ اور شائع ہونیکے بعد یہ جلد بھی ختم ہو جائیگی گویا کہ یہ رسالہ اپنی عمر کے چوتھے سال کے اختتام پر ہے اگرچہ چار سال کا عرصہ ایک بہت بڑا عرصہ ہے مگر اسوقت تک اسکے خریداروں کی تعداد ایکہزار تک بھی نہیں پہنچی بلکہ ایکہزار کے نصف سے کچھ زیادہ ہے یعنے سوا چھ سو کے قریب ہے ایسی حالت میں ناظرین رسالہ خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ رسالہ اپنے اخراجات کا کہانتک متکفل ہو سکتا ہے ایسی حالت میں اگر خریداران رسالہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاؤں تو بیجا نہ ہوگا لہذا میں اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ تمام خریداران کی خدمت میں خصوصیت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ضرور مدد فرما کر ممنون فرمائیں؛

میری اس عرض کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مالی امداد چاہتا ہوں۔ بلکہ رسالہ کے خریداروں کی زیادتی چاہتا ہوں اور آپکو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ جہانتک ہو سکے اسکی خریداری کے بڑھانے کی طرف ضرور توجہ فرمائیں یہاں پر میں ممبران تشحیذ الاذہان کی توجہ کو اسطرف خصوصیت سے مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ضرور بالضرور اسطرف توجہ فرمائیں،

میں اسجگہ ناظرین کی تسلی کیلئے یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ انجمن تشحیذ الاذہان بھی بےفکر نہیں ہے بلکہ وہ خاص طور پر اس کوشش میں مصروف ہے کہ جہانتک ہو سکے اس رسالہ کو ترقی دیجاوے چنانچہ مزید انتظام کے لیئے ایک نائب ایڈیٹر مقرر کیا گیا ہے تاکہ وقت پر رسالہ شائع ہوا کرے پھر آئندہ نمبر خرچ کثیر کرکے پانچہزار تعداد میں شائع کرنیکا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ بہت سا نمونہ مفت تقسیم کیا جاوے اور خریداروں کے بڑھانے کی کوشش کیجاوے جبکہ انجمن تشحیذ الاذہان اس رسالہ کی ترقی کے لیے خاص طور پر کوشش کر رہی ہے تو میرا یہ فرض ہے کہ ناظرین رسالہ کو بھی اس طرف متوجہ کروں تاکہ ہر دو کے اتفاق سے زیادہ مفید صورت پیدا ہوجاوے

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

مبارک

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کے ہاں ۱۵-۱۶ نومبر کی درمیانی شب کو لڑکا پیدا ہوا۔ اللہ تعالٰے اس کی عمر لمبی کرے اور اسکو دین اسلام کیخدمت کیلئے خاص جوش عطا فرماوے میں اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت ام المومنین حضرت امیر المومنین اور تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

اسسٹنٹ ایڈیٹر

انجمن تشحیذ الاذہان

کا

چوتھا سالانہ جلسہ

مین نے گذشتہ نمبر رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ ممبران تشحیذ الاذہان کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ آیندہ سالانہ جلسہ پر پہنچنے کے لیئے وہ ضرور بالضرور کوشش کریں اس رسالہ کے بعد جو پرچہ شائع ہوگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ مین سالانہ جلسہ پر شائع ہوگا اسلیئے اس پرچہ کے ذریعہ مین تمام احمدیہ پبلک کی خدمت میں آخری دفعہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسے جلسہ کو جسکی بنیاد انکے آقائے نامدار نے رکھی ہے ضرور بارونق وکامیاب بنانیکی کوشش کرے اور پھر میں خصوصیت کیساتھ انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبروں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس سالانہ جلسہ پر ضرور تشریف لائیں۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۶و۲۷و۲۸ تاریخ کو ہوگا چونکہ ۳۰ دسمبر کے بعد واپسی شروع ہوجاتی ہے اس لیئے

انجمن تشحیذ الاذہان کا چوتھا سالانہ جلسہ ۱۱-۱۲ ذی الحج

مطابق ۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۰۹ کو ہوگا امید ہے کہ ناظرین اس جلسہ کو بارونق بنانیکی کوشش فرمائینگے۔

سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

مندرجہ ذیل کتب ہمارے دفتر سے طلب فرماویں

البرق۔ یہ کتاب دفتر ہذا میں ابھی آئی ہے جسکا اشتہار بطور ضمیمہ گذشتہ رسالہ میں آپ کو مل چکا ہے۔ یہ اصل قیمت یعنی ۸ر کو فروخت ہوتی ہے۔

اختیار الاسلام (میں مسلمان ہو گیا) مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب قیمت حصہ دوم ۱۰ر حصہ سوم ۸ر

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بجواب اعتراض مخالفین سلسلہ بر وفات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اور دیگر احمدی بزرگان نے بہت پسند فرمایا ہے یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز پر چھپی ہے حجم ڈیڑھ سو صفحے سے زائد ہے کاغذ عمدہ چکنا لگا ہوا لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف ۸ر ہے جو کہ اصل لاگت سے بھی کم ہے۔

سردار مہر سنگھ کا لیکچر باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب قیمت فی کتاب صرف ۱۰۰ر

معیار حق یا سچے مذہب کی شناخت۔ انعامی لعل بعلیٰ قیمت صرف ...

اسلام کی پہلی کتاب:۔ یہ کتاب بچوں کے لیے بہت مفید ہے قیمت ۳ر

المشتہر

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

جَزَاءُ الاِحسَانُ

سنا گیا ہے کہ پچھلے دنوں میں احمد آباد و علاقہ بمبئی میں بعض غداروں نے حضور گورنر صاحب بہادر پر دو وار بم کے گولوں کے کئے مگر خدا تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے کہ حضور ویسرائے اس حملے سے بالکل محفوظ و مامون* ہو سخت افسوس کی بات ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے اسقدر احسانات کو دیکھتے ہوئے بھی شریر لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے جس امن اور چین سے ہندوستان کے باشندے رہتے ہیں اگر اسکا مقابلہ اپنے ہم قوم بادشاہوں کے زمانہ بادشاہت سے بھی کریں تو بے اختیار گورنمنٹ کی تحسین کرنی پڑتی ہے اگر اس قسم کا حملہ کرنیوالوں میں شکرگزاری کا مادہ ہو اور عقل سلیم رکھتے ہوں اور محسن کے احسانات کو سمجھ سکتے ہوں اور انکے دل درندوں اور جنگلی جانوروں کی طرح سخت نہ ہو گئے ہوں اور انسانی قوت اور اخلاق کے صفات حسنہ مر نہ گئے ہوں اور چشم بینا اور گوش شنوا رکھتے ہوں تو کبھی بھی وہ ایسے فعل کے مرتکب نہیں ہو سکتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بیجا جوش اور بے سبب غضب نے ان لوگوں کی آنکھیں بند کر دی ہیں اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے افعال انسانی اخلاق کو کسقدر گرے ہوئے ہیں اور

* انکی حرکتیں شرفاء کی نظر میں کسقدر مذموم ہیں ہمارے حضرت مسیح موعود و خلیفۃ المسیح ہمیشہ سے اپنی جماعت کو منع کرتے رہے اور اپنی زندگی میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی کہ جس میں عام مسلمانوں کو عموماً اور اپنی جماعت کو خصوصاً گورنمنٹ کے خلاف آواز بلند کرنیوالی انجمنوں اور سوسائٹیوں کی شرکت سے باز رہنے کی تاکید نہ فرمائی ہو چنانچہ اس نصیحت کی قدر اب آپکے آپ ظاہر ہو رہی ہے۔ اور زمانہ پکار پکار کر شہادت دے رہا ہے

کہ اس خدا کے مامور کی زبان سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ سچا اور درست ہے یہ تمام وارداتیں
جو سب کی سب ایجی ٹیشنوں کی بدولت ہو رہی ہیں یہ سب اس نصیحت پر عمل نہ کرنیکی وجہ سے ہی ہوئی ہیں
اگر لوگ گورنمنٹ کی عزت اور قدر کا خیال رکھتے اور ان ایجی ٹیشنوں سے بچتے تو آج
ہندوستان میں ایسے غدر نہ ہوتے لیکن بدبختی جب آتی ہو تو پہلے انسان کی آنکھیں بند کر
دیتی ہے۔ اور باوجود دیکھنے کے وہ اندھا ہوتا ہے۔ یہی حال آجکل ہندوستان میں
بعض شریر لوگوں کا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انکے فعل مذموم ہیں وہ محسن کشی کر رہے
ہیں۔ وہ تباہی کے گڑھے کی طرف جا رہے ہیں ہلاکت انکے لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی
ہو اور بدبختی انکے انتظار میں ہے۔ مگر پھر بھی اپنی چال کو سست نہیں کرتے ایسے
لوگ جنگلی درندوں سے بھی زیادہ سخت دل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے محسن کا احسان مانتے
ہیں چیتا اپنے رکھوالے کی رعایت کرتا ہے۔ اور کتا جب پاگل ہوتا ہے تو اپنے گھر
والوں کو نہیں کاٹتا مگر یہ لوگ کچھ ایسے اپنے آپے سے باہر ہوتے ہیں کہ کاٹتے ہیں اس کو
ایسی محسن اور منعم گورنمنٹ سے کہ جس نے انکے عیش آرام کے لیے ہزاروں نہیں لاکھوں
اسباب مہیا کیے ہیں قرآن شریف فرماتا ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی
جو شخص تجھ پر احسان کرے اسکا بدلہ احسان ہی ہے اور اس سے کبھی غداری نہ کرنی چاہیے
یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس ہمیشہ اپنی جماعت کو گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دیتے رہے
اور میں بھی ہمیشہ اپنی جماعت کے کل احباب کو حضرت کے حکم کیطرف پھر توجہ دلانا ضروری
سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ ہر جگہ اس قسم کے افعال کو روکنیکی کوشش کریں گے اور
گورنمنٹ کا اس کام میں ہاتھ بٹائیں گے کیونکہ یہی ایک راہ ہے جس پر کہ وہ خدا اور رسول کو خوش
کر سکتے ہیں پس جو شخص بھی گورنمنٹ برطانیہ کے برخلاف کارروائی کرتا ہے وہ حضرت
کی جماعت میں نہیں رہ سکتا اب میں اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں
کہ وہ ہماری اس محسن گورنمنٹ کو موجودہ ابتلاؤں سے بچائے اور اسکی طاقت کو مضبوط کرے اور اسکی
فیض رسانی کو زیادہ کرے آمین یا رب العالمین۔ خاکسار مرزا محمود احمد

رسیدات زر بابت ماہ شوال ۱۳۲۶ھ

قیمت سالانہ ۔ ۹۰۷ میاں حسین علی صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۰۸ حکیم مولوی برکت علی صاحب عہر

۵۶۳ شیخ عطاء اللہ صاحب ۔ ۱ ۔ ۴۴۴ جمید اینڈ کو ۔ ۱ ۔ لائبریری

۴۱۵ منشی خلیل الرحمن صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۳۰۴ میاں تفضل حسین صاحب ۔ ۱ ۔ سیٹھ زین الدین محمد ابراہیم صاحب بمبئی للعمر

۳۴۶ میاں محمود خان صاحب ۔ ۱ ۔ ۶۱۴ شیخ عبد القادر صاحب ۔ ۱ ۔ جماعت شملہ ۔ للعہ

۵۱۹ شیخ مولا بخش صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۰۴۰ سردار امام بخش صاحب ۔ عہ ۔ سردار آغا بخش صاحب ۔ صہ

۵۰۴ بابو محبوب الرحمن صاحب ۔ ۱ ۔ ۹۳ بابو محمد خان صاحب ۔ ۱ ۔ بابو نیاز محمد صاحب ۔ ۱

۴۲۸ میاں محمد سلیم صاحب ۔ ۱ ۔ ۵۰۰ مولوی محمد طیب صاحب ۔ ۱ ۔ میر محمد اسحق صاحب قادیان ۔ عہ

۳۰۹ منشی حمید الخالق صاحب ۔ ۱ ۔ ۹۹۹ چوہدری برکت علی صاحب ۔ ۱ ۔ چندہ ممبری

۵۱۵ نیاز احمد صاحب ۔ ۸ ۔ ۱۰۰۳ منشی ذو الفقار علی صاحب ۔ ۱ ۔ شیخ محمد تیمور صاحب لاہور ۔ ے

۵۲۹ چوہدری حاکم علی صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۲۹۰ سید جلال الدین شاہ صاحب ۔ ۱۲ ۔ میاں محمد صادق صاحب ۔ للعہ

۳۳۰ منشی عزیز الرحمن صاحب ۔ ۱ ۔ ۸۱ بابو فرید الدین صاحب ۔ ۱ ۔ میر محمد اسحق صاحب ۔ للعہ

۱۸ حکیم فضل الدین صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۳۳ منشی غلام یٰسین صاحب ۔ عہر

۳۳۵ منشی کریم بخش صاحب ۔ ۱ ۔ بو صاحب ڈائریکٹر ۔ ۱

۵۶۱ میاں علم الدین صاحب ۔ ۱ ۔ ۱۲۸۵ میاں تصدق حسین صاحب ۔ ۱

الصدق ینجی والکذب یہلک

راستی موجب رضائے خداست ۔ کس ندیدم کہ گم شد از راہ راست

کشتۂ جریان

جریان ایسی ایک بلا مگر ہی ہے کہ کل لذات زندگی اس کی وجہ سے جاتی رہتی ہیں۔ اس کے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

سبب سے جو بیماریاں پیدا ہوتی رہیں وہ یہ ہیں۔ مالیخولیا۔ مراق۔ نسیان۔ کمی خون
دل کا دھڑکنا۔ بدن کا دبلا پن۔ استرخا۔ خفقان۔ نقصان شہوت جماع۔ درد
سر کا چکرانا۔ ہاتھ پاؤں کی سوزش۔ غمگینی۔ ناامیدی۔ کسل۔ خوف۔ وحشت
بیخوابی۔ آواز میں ضعف۔ بینائی کا کم ہوجانا۔ کانوں میں آواز۔ قبض۔ ہضم
کی خرابی وغیرہ۔

Digitized by Khilafat Library

اس جانستان مرض کے لیے ایک کشتہ بہت محنت و کوشش سے طیار کیا
ہے جسکو بہت مریضوں پر آزمایا ہے خدا کے فضل سے مفید پایا ہے جو صاحب
چاہیں ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ ملمی فائدہ اور محنت کے قیمت بہت کم
رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھا سکے قیمت فی تولہ [illegible]۔ جو آدمی غریب ہو خدا کے
ڈر کر لکھے کہ میں غریب ہوں اسکے ساتھ انشاءاللہ رعایت کی جاوے گی محصول ڈاک بذمہ خریدار
الراقم عبدالرحمٰن کاغانی قادیان شفاخانہ خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین [illegible]

دنیا میں لاثانی خضاب

[illegible]

پتہ:- کارخانہ الخضاب امرتسر

جلد ۴ نمبر ۱۲

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۶ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ دسمبر ۱۹۰۸ء

خاص ضروری صفحہ ۴۲۱ -
سال ختم صفحہ ۴۲۲ -
یاد مسیح صفحہ ۴۲۳ — ۴۴۴
دین حق صفحہ ۴۴۵ — ۴۵۸
تناسخ صفحہ ۴۵۹ — ۴۶۰
نجات صفحہ ۴۶۱ — ۴۸۵

مینجر
ایڈیٹر
ایڈیٹر
ایڈیٹر
شیخ عبدالرحمن صاحب لاہوری
ایڈیٹر

باہتمام حامد الرحیم صاحب مینجر ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۶ ہجری کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

فلاحت

رسالہ فلاحت جس کی نسبت میں پہلے بھی کچھ لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ انشاءاللہ جلدی ہی شائع ہو جائیگا میں پھر ایک دفعہ ناظرین کی توجہ اس طرف مائل کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہندوستان کا زیادہ تر حصہ علوم سے غفلت کی وجہ سے صنعت و حرفت اور زراعت کے فن میں ہندوستانی علمی پہلو سے بالکل ناواقف ہیں ایسے وقت میں ایسے مفید اور قابل قدر رسالہ کا نکلنا خوشی کا موجب سمجھنا چاہئے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس قسم کے علمی کاموں میں حصہ لیں اور مدد دیں میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین اس رسالہ کی خریداری سے اپنے باعث ایڈیٹر اور فن زراعت کی تقویت کرینگے مجھے ذاتی طور پر معلوم ہوا کہ سردار صاحب نے زراعت کے فن میں اپنے علم سے فائدہ اٹھا کر جو کہ ہندوستان اور انگلستان میں آپ نے حاصل کیا ہے بہت سے ایسے تجارب حاصل کئے ہیں جن سے ملکی بہتری کی امید ہو سکتی ہے زمیندار صاحبان کو خاص طور سے توجہ کرنی چاہئے رسالہ کے خریدار بننے کے لئے
سردار اسد اللہ صاحب زمیندار النعام آباد ڈاکخانہ اجنیانوالہ ضلع گوجرانوالہ کو نام خطوط بھیجنا

ریویو

ضرورت زمانہ

یہ کتاب ماسٹر عبدالرحمن صاحب نو مسلم کی تصنیف کردہ ہے اور بہت لطیف ہے میں نے اس کو پڑھا ہے اور میرے خیال میں ابتدائی جماعت کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے سوال و جواب کے رنگ میں چونکہ لکھی گئی ہے اسلئے طلباء کو سمجھنے میں بہت آسانی کی امید ہے اس کتاب میں بڑے بڑے سوالوں کو خوب اچھی طرح سے مختصر لفظوں میں حل کر کے لکھا ہے امید ہے کہ طلباء اس سے ضرور فائدہ اٹھائینگے۔ اور چونکہ واقعی ضرورت زمانہ کے مطابق ہی یہ کتاب لکھی گئی ہے جیسے کہ سب جانتے ہیں کہ آجکل ضرورت کا کس قدر جوش ہے اس لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا بہت مفید ہو سکتا ہے ::

مرزا بشیر الدین محمود احمد (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

التماس ضروری

جن احباب کی خدمت میں یہ پرچہ بطور نمونہ بھیجا گیا ہے اُن کی خدمت میں باادب التماس ہے کہ براۓ مہربانی وہ بہت جلد اس پرچہ کی خریداری کی اطلاع دفتر میں بھیجدیں۔ اور اگر کسی وجہ سے خریداری نامنظور ہو تو بہت جلد ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ سے اطلاع دیں تاکہ رسالہ کو زیر باری نہ اٹھانی پڑے۔ جن صاحبان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملے گی اُن کی خدمت میں جنوری کا پرچہ وی پی کیا جائے گا۔

نوٹ:۔ خریداران رسالہ کی خدمت میں بھی آئندہ پرچہ براۓ وصولی قیمت ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء بذریعہ وی پی ارسال ہوگا کیونکہ سال رواں اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ جو احباب وی پی کے لیے تیار نہ ہوں وہ فی الفور خاکسار کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ کسی قسم کا حرج نہ ہو۔

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان۔

سال آیندہ

خدا کا شکر ہے کہ یہ سال کامیابی کے ساتھ گذر گیا۔ آیندہ کے لیئے انتظام اور بھی پختہ کیا گیا ہے اور امید ہے کہ خدا کے فضل سے ناظرین کی تسلی کا باعث ہوگا۔ ہم مختصر طور سے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے اس موقعہ پر یہ لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آیندہ سال انشاءاللہ ہر ایک پرچہ میں ایک مضمون مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدِنظر رکھکر انکے جواب میں ہوگا اور دیگر بہت سے لطیف مضامین جو امید ہے کہ عام طور سے مفید ثابت ہونگے۔ مثلاً ایک مضمون خلق مادہ پر ہوگا جس میں کہ خوب مفصل طور سے قرآن شریف کا اس بارہ میں دعویٰ اور پھر قرآن شریف سے ہی دعوے کے دلائل اور پھر وید کی اس معاملہ میں رائے بیان کی جائے گی اور اسکے علاوہ جو اعتراض مادہ کو مخلوق ماننے کے عقیدہ پر کیئے جاتے ہیں انکا جواب دیا جائیگا اور سب کے آخر میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مادہ کو انادی ماننکر کیا کیا نقائص پیش آتے ہیں اس مضمون کے علاوہ ایک مضمون انشاءاللہ حفاظت قرآن پر ہوگا جسمیں اُن اعتراضات کا جواب دیا جائیگا کہ جو اس سال آریہ مسافر جالندھر میں حفاظت قرآن پر کیئے گئے ہیں اور تیسرا مضمون زرتشتی مذہب پر ہوگا کہ جس سے ہندوستان کے اکثر لوگ ناواقف ہیں وغیرہ وغیرہ پہلا مضمون امید ہے کہ انشاءاللہ فروری یا مارچ کے پرچہ میں شروع ہو جائے گا اور باقی دو اسکے بعد۔ وما توفیقی الاّ باللّٰہِ العلی العظیم۔

(ایڈیٹر)

یادِ مسیحؑ

[یہ وہ یادداشتیں اور چند شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کاپی سے ناظرین کی دلچسپی کے لیے رسالہ میں درج کیے گئے ہیں خدائے تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاءاللہ کبھی کبھی آیندہ بھی درج کرتے رہیں گے۔ (ایڈیٹر)]

(۱) خدائے تعالیٰ کی حدود کو توڑنا سخت بے ایمان کا کام ہے۔ خدا ترس انسان کو اگر کوئی شخص گناہ کی طرف رغبت دے جیسا کہ زلیخا نے یوسف کو دی تو وہ بھی کہے گا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اور وہ دانشمند خدا کے مخالف کیونکر بدی میں پڑ سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ ایسے محسن کے احسانات کا لحاظ نہ رکھنا اور اسکو ناراض کرنا سخت بدذاتی ہے۔ علاوہ اسکے وہ قادر ہے۔ کہ ایک ہی رات میں اندھا کر دے یا مجذوم کر دے یا کوئی ایسی درد انگیز بیماری لگا دے کہ دن رات چلانا کام ہو اور زندگی جہنمی بن جائے۔

(۲) انسان کے اخلاص کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ وہ حاضر اور غائب اور غضبناک اور حلیم ہونے کی حالت میں ادب سے باہر نہ جائے اور اپنے احباب کا اس طرح پر ذکر کرے۔ کہ جس طرح وہ ان کے حضور میں ذکر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ منافق اور منکر کی نشانی ہے۔ کہ دورنگی اختیار کرے اور ایسا آدمی اُس پانی سے مشابہ ہے۔ جس کے نیچے بہت سا گوبر ہو۔ اور ادنے تغیر سے وہ گوبر اوپر کی سطح میں آجاوے۔

اشعار

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں ÷ ہمنے سوسو طرح سے سمجھایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہوویں ÷ ہمنے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے ÷ آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

از طمع جستیم ہر چیزے کہ آن بیکار بود
خود فزو کردیم ورنہ اندکے آزار بود

تو خواہی طب یا خود مردہ می باشی ÷ کہ برما نیست خبر ہشیار کردن
فضولی باشد اندر وقت مستی ÷ حدیث مردم ہشیار کردن
فضولی ہست با گیسوے مشکیں ÷ حدیث از تبت و تاتار کردن
پس از مردن شود معلوم ہشیار ÷ خلاف رائے سلطاں کار کردن
کمر بستن برائے خدمت بت ÷ نشانش بریدن زنار کردن
نکو وی خوب اے نامہرباں یار ÷ پس از اقرار با انکار کردن
فضولی ہست پیش روئے آں یار ÷ حدیث از گلبن پر خار کردن
رہ نیکاں گرفتن ہیچ نیکاں ÷ زفکر باطل استغفار کردن
باخلاط سخن پیچیدن از جہل ÷ زفکر اندر تہ اسرار کردن
بخواب موت آں شخصے کہ خسپید ÷ نمی برخیزد از بیدار کردن
سر از فرمان آں حاکم مبردار ÷ کہ دارد قدرت بر دار کردن
بباید جست از مردان حق دین ÷ زمیل و طمع دور دینار کردن
بگوری ہرچہ ماند غیر معلوم ÷ سو درش از اولی الابصار کردن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الناصر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دینِ حق

اسوقت جو مَیں یہ مضمون لکھنے لگا ہوں اس سے میری یہ غرض نہیں کہ کسی مذہب کی بُرائی بیان کروں یا کسی فرقہ کے اصول پر نکتہ چینی کروں یا کسی گروہ کی عیب گیری کروں یا کسی جماعت کی کمزوری آشکار کروں یا کسی سلسلہ کے نقائص پر روشنی ڈالوں بلکہ اس مضمون سے میری غرض اور منشا اور ارادہ اور خواہش اور تمنا اور مدعا یہ ہے اور صرف یہی ہے کہ طالبانِ حق کے سامنے اُس سچائی اور حقیقت اور معرفت اور روشنی اور نور کو ظاہر کروں جو ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اندھے کو آنکھیں بخشتا ہے اور بہرے کو کان عنایت کرتا ہے اور بیمار کو شفا دیتا ہے اور جو بحرِ گناہ میں ڈوبنے والے کو قعرِ ضلالت سے نکالکر صداقت کے سورج کی تپش میں لا بٹھاتا ہے اور اندھے کوئیں میں گرے پڑے انسان کو معرفت الٰہی کے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے کہ جسکی بدولت ہزاروں نہیں لاکھوں وحشی درندوں سے انسان اور انسان سے باخدا انسان بن گئے۔ یہی وہ چشمہ ہے کہ جس سے بے انتہا مخلوقات نے نہ صرف اپنے گلوں کو تر کیا اور شدت پیاس کو بجھایا بلکہ اپنے عزیزوں اور کنبہ داروں او

قریبیوں اور دوستوں اور آشناؤں اور واقفوں کو بھی سیر کیا اس پاک
مذہب کے دسترخوان پر جو بیٹھا اُسنے انعامات آلہیہ کے لطیف اور لذیذ کھانوں کو
چکھا ہی نہیں بلکہ اُن سے سیر ہوا۔ غرض لاکھوں نہیں کروڑوں نے اس مذہب
میں داخل ہوکر اپنی زندگی کا اصل مدعا پالیا اور اُس خالق حقیقی کے بے انتہا
فیض و برکات کا حصہ لیا کہ جنکو طالبان حق اپنے مال اپنی جان اپنی عزت اپنی
آبرو اور اپنی بڑائی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور جن کی خواہش میں
لاکھوں باصفا انسان دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر دیوانہ وار پھرتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے اور ایک شخص اسے سمجھ سکتا ہے کہ سچا مذہب وہی ہے
جو خدائے تعالیٰ تک مخلوق کی رہنمائی کرے اور اُس درمیانی پردہ کو اُٹھا دے
جو عابد و معبود میں حجاب کا کام دیتا ہے۔ اور اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتا
ہو کہ اُن تمام رکاوٹوں کو جو انسان اور خدا کے درمیان حائل ہوں دُور
کردے اور اپنے ماننے والے کو گناہوں سے نکالکر نیکی اور تقویٰ کے
دریا میں غوطہ دے اور کمزور انسانوں کو ایسی طاقت عنایت کرے کہ وہ
شیطان کے پنجہ سے نکل جائیں اور اُسکا اُنپر کوئی تسلط نہ رہے اور اُن کے
دلوں میں رعب حق اسقدر بٹھا دے کہ وہ گناہوں کے پھندوں کو مکڑی کے
جالوں کی طرح توڑ پھوڑ کر آزادی کی ہوا کھانے لگیں اور خدائے تعالیٰ کی محبت
اور عشق کو اُنکے قلوب میں ایسا قایم کردے کہ گویا انسان ہر وقت خدائے
تعالیٰ کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہو اور نور ایمان کی روشنی سے اُسکی زیارت
میں مشغول ہو اور صفائی باطن کی آنکھوں سے اُسکو دیکھ رہا ہو اور مخلوق
کو خدائے تعالیٰ میں ہوکر مشاہدہ کرتا ہو اور ہر گھڑی ہر آن اُس کے
مد نظر ہو غرض کہ فانی اللہ ہو جائے اور وہ زندگی اُسکو نصیب ہو کہ وہ

ہر ایک چیز کو اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ خدا کی آنکھوں سے دیکھے۔

اور جو مذہب ایسا نہ کرتا ہو اور اس میں یہ طاقت ہی نہ ہو کہ وہ انسان کو جو ہر وقت محبت کی تلاش میں رہتا ہے خدا کی دائمی محبت کے چشمہ سے پانی پلائے اور اُس سوزِ فراق کو جو محب کو اپنے محبوب کی جدائی میں ہوتا ہے وصل کی ٹھنڈک سے سرد کرے اور طالب کو مطلوب کا پتہ دے اور گمراہ کو ہدایت دے اور بھولے بھٹکوں کو راہ پر لائے اور طالبانِ دید کو معرفت تامہ کی آنکھوں سے خدائے تعالیٰ کا دیدار کرائے اور اُس کی سچی صفات کو بیان کرکے مخلوق کے دلوں میں اُنکی محبت کا ایک ولولہ پیدا کر دے اور ایک ایسی آگ لگا دے کہ جو دلوں کو پھونک دے اور سینوں کو جلا دے اور دنیا و مافیہا کو خاک کرکے خدا ہی خدا کا جلوہ انسان کی آنکھوں میں ظاہر کر دے اور دنیا کے سامنے وہ تجاویز پیش کرے کہ جن سے فساد دُور ہوں اور دشمنیاں جاتی رہیں اور کینہ اور بغض کی آگ بھسم ہو جائے۔ اور بنی نوع انسان کے لیئے وہ امن کا دروازہ کھول دے کہ جس سے اُنپر انعامات و کرامات الٰہیہ کی ہوائیں خوشگوار رنگ میں محبت کی خوشبو کو ساتھ لیئے ہوئے چلیں اور وہ اپنے کانوں سے اُس محبوب حقیقی کی شیریں آواز کو سنیں کہ جس کی ملاقات کی تڑپ مخلوقات کے دلوں میں روزِ ازل سے لگی ہوئی ہے تو ایسا مذہب جھوٹا ہے اور وہ قطعاً خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ اُس میں اُس یارِ یگانہ کی طرف سے کوئی نشان موجود نہیں۔ وہ مردہ ہے اُسکو اختیار کرکے کوئی کیا کرے کیونکہ وہ انسان کو خدا سے ملاتا نہیں بلکہ دُور کرتا ہے اور بنی نوع انسان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ اُسکو مصیبت میں ڈالتا ہے اور خود اُس کے پیروؤں کو اُسکی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

پس اس کھلے اور صاف معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسلام کے سوا اور کوئی مذہب اسپر پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ اسلام قشر نہیں بلکہ ایک خوش ذائقہ مغز ہے اور مردہ نہیں بلکہ زندہ ہے اور نہ صرف خود زندہ ہے بلکہ دوسروں کو بھی زندہ کرتا ہے اور اسکا ثبوت اسکے اصولوں کو دیکھنے سے خوب مل سکتا ہے چنانچہ قرآن شریف اور احادیث کو دیکھنے سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں دلائل اس مذہب کی سچائی کے ملتے ہیں جو سورج سے زیادہ روشن ہیں اور ستاروں سے زیادہ چمکتے ہیں اور چاند سے زیادہ منور ہیں اور جنکے حسن کو دیکھکر لاکھوں آدمی پروانہ کی طرح فدا ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ مگر چونکہ اس مضمون پر مفصل لکھنا ایک بڑے وقت کو چاہتا ہے اور اسکے علاوہ اس رسالہ میں اسکی گنجایش بھی نہیں ہوسکتی کہ نہیں اس موقعہ پر سورۃ فاتحہ سے مختصر اکچھ باتیں اخذ کر کے یہاں لکھوں گا۔ ہاں امید کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو آیندہ اس سلسلہ میں اس قسم کے مضامین جو صرف اسلام کی صداقت ثابت کرنے والے ہوں دیتا رہوں گا۔

سورۂ فاتحہ جسپر میں اسوقت کچھ لکھنا چاہتا ہوں قرآن شریف کی سب سے پہلی سورۃ ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ قرآن شریف کا خلاصہ ہے اور وہ تمام معارف جو کل قرآن میں مفصل کر کے بیان کیے گئے ہیں اسمیں اجمالاً بیان ہیں۔ اور چونکہ خدائے تعالیٰ غیر محدود ہے اس لیئے اُسکے کلام میں بھی غیر محدود ہی معانی ہوتے ہیں چنانچہ اس سورۃ میں جو جو معانی ہیں انپر پورے طور سے احاطہ کرنا تو ایک انسان کی طاقت سے باہر اور محال ہے ہاں فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ جسقدر کسی کو نور قلب عطا ہوا ہو اور جسنے جسقدر تلاش

کی ہو اور اس کو پھر بیں کوشش کی ہو وہ اسی قدر فائدہ حاصل کر لیتا ہے چنانچہ
اس سورۃ میں خدائے تعالیٰ کے وجود اور پھر اُسکے کلام نازل کرنے اور اسلام
کی سچائی کا بڑی وضاحت سے ذکر ہے مگر چونکہ اس موقعہ پر میرے مخاطب
وہی لوگ ہیں جو کہ خدائے تعالیٰ کے وجود کے قائل مگر اسلام کے منکر ہیں اسلیئے
میں وہی ثبوت پیش کروں گا جن سے عظمت قرآن ثابت ہو۔ اور اس سے پہلے
میں وہ آیات نقل کر دینی مناسب سمجھتا ہوں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ

چنانچہ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سچا دین وہی ہو سکتا ہے کہ جس میں
خدائے تعالیٰ کے اور مخلوق کے تعلق کو مضبوط کیا جائے یعنی وہ مذہب اس پر شرف
اور روحانیت سے بھری ہوئی باتیں بتائے کہ جن سے مخلوق کو خود بخود خدائے تعالیٰ
سے محبت پیدا ہو اور علاوہ اسکے باقی مخلوقات پر رحم کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ اور ایسا
مذہب اپنے اندر کچھ نشانی بھی رکھتا ہو۔ اسلام نے ہر ایک پہلو کو خوب واضح کیا
ہے چنانچہ اول ہی بات جو اس سورۃ میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان
کو سکھایا گیا ہے کہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ رب العالمین ہے
اور اس قابل اور لائق ہے کہ اُس کی حمد کیجائے۔ چنانچہ یہ بات ہر ایک عقلمند
پر ثابت ہے کہ محبت کے دو ہی طریقے ہیں ایک حُسن دوسرا احسان سو اس آیت
میں خدائے تعالیٰ نے دونوں پہلوؤں کو لیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام کا خدا
وہ ہے کہ جو ہر ایک چیز کا ربوبیت کرنیوالا ہے اور اُسے اپنے حدود کے اندر بتدریج
ترقی دیتا اور بدرجۂ کمال تک پہنچاتا ہے چنانچہ ہم جب دنیا پر نظر کرتے ہیں تو
ہر ایک چیز میں اس صفت کا جلوہ دیکھتے ہیں اور ایک رائی کے دانہ سے لیکر بڑی
سے بڑی چیز تک یہی صفت اپنا کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مثلاً انسان کو

ہی دیکھو ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ یہ ایک نطفہ کی طرح ہوتا ہے اور اسکو ننگی
آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بغیر مائکرسکوپ کی مدد کے اسکا دیکھا جانا بالکل
ناممکن ہوتا ہے پھر اُس حالت سے نکل کر جب یہ رحم مادر میں داخل ہوتا ہے
تو ایک عرصہ گذرنے کے بعد اُس نطفہ کی شکل ایک منجمد خون کی سی ہوجاتی ہے
اور جب ایک مدت اور اسپر گذر جاتی ہے تو وہ ایک بوٹی کی شکل اختیار کرلیتا ہے
اور اسکے بعد اُس میں ہڈی کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے اور اُسپر گوشت چڑھ جاتا ہے
اور اسکے بعد اذنِ الٰہی کی ایسی ہوا اُسپر چلتی ہے کہ وہی بے جان چیز زندہ
ہوجاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کے عظیم اور بے پایان فیوض کو حاصل کرنیکے
لیے تیار ہوجاتی ہے اور اسوقت اُس کی حالت میں پہلی حالت سے زمین و آسمان
کا فرق پیدا ہوجاتا ہے چنانچہ اسی ربوبیت کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا ہے
کہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۔ ثم جعلنٰہ
نطفۃ فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ
مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ
خلقا اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ چنانچہ یہ آیت اسی
صفت ربوبیت کی تشریح میں خدائے تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ ہم اس
قسم کی ربوبیت کرنیوالے ہیں کہ ایک ذرا سی ناچیز چیز کو جو دیتے ہیں تو اپنی
صفت ربوبیت کام میں لاکر کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ وہ پانی جو
منی میں تھے ہم نے انکو نطفہ اور علقہ اور مضغہ اور پھر ہڈی اور گوشت کی شکلوں
میں تبدیل کرتے ہوئے آخر اپنی صفت ربوبیت کو بیانتک پہنچ کر دیا کہ وہ بیجان چیز
جاندار ہوگئی اور ایک نئی ہی مخلوقات بنگئی پس اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی برکات ہیں
کہ جن سے ایسی ایسی اعلیٰ اور کامل مخلوقات پیدا ہوتی ہے ۔ غرضکہ یہ تو انسان

کی ایک مثال ہے ہر ایک چیز دنیا کی اس صفت کے ماتحت ترقی کر رہی ہے اور غور کرنیوالے انسان کے لیے کثیر نفع کا باعث ہو سکتی ہے چنانچہ ہم ایک بڑ کو دیکھتے ہیں کہ اسکا بیج ایک رائی کے دانہ کے برابر ہوتا ہے مگر جب خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے ماتحت آتا ہے اور بڑھنا شروع ہوتا ہے تو وہی رائی کے برابر دانہ ایک بڑے درخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ سینکڑوں آدمی اُسکے سایہ کے نیچے آرام کرتے ہیں غرضکہ کوئی چیز ہو بے جان ہو کہ جاندار بڑی ہو کر چھوٹی۔ ٹھوس ہو کہ سیال سخت ہو کہ نرم خدائے تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کے نیچے اپنا کام کر رہی ہے اور اگر ایک دم بھی وہ صفت اپنا کام چھوڑ دے تو یک لخت سب کارخانہ برباد ہو جائے۔ چنانچہ سورج سے لیکر شہاب ثاقب تک اور پہاڑ سے لیکر ذرہ تک اور ہاتھی سے لیکر ایک مچھر تک ہر ایک چیز اور مخلوقات کا ایک ایک جزو تیجز اُسکی ربوبیت کے نیچے ہے اور ہر جگہ پر اور ہر مقام پر اُسکی یہ صفت اپنا کام کر رہی ہے تو پھر ایسا خدا جو اسقدر کامل ہے اور اپنی اس صفت کی وجہ سے نہ صرف حُسن بلکہ احسان میں بھی بے نظیر ہے کہ جسکا مقابلہ کوئی ہستی نہیں کر سکتی تو پھر اُس خدا کی حمد نہ کیجائے تو اور کس کی حمد کرنے پر انسان کا دل مائل ہو سکتا ہے۔ پس الحمد للہ رب العالمین میں خدائے تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز پر نظر ڈالکر دیکھلو کہ وہ میری صفتِ ربوبیت کے ماتحت چل رہی ہے اور کوئی چیز بغیر میری مدد کے قائم نہیں رہ سکتی اور کل حسنوں اور کل خوبیوں اور کل نیکیوں اور کل خوبصورتیوں اور کل احسانوں کا منبع میں ہی ہوں۔ اور میری ہی ذات سے یہ تمام کارخانہ چل رہا ہے اور اپنے صفت ربوبیت کے ماتحت ہر ایک چیز کو جو کہ ضروری ہے پیدا کر دیا ہے پس

باوجود اس خوبی اور حسن اور احسان کے کون ہے جو میری حمد سے دل چرائے
پس جیساکہ انسانی دل حسن و احسان کو دیکھکر بے اختیار محبت سے بھر جاتا ہے
اس آیت کی تلاوت کے ساتھ ہی انسان کا دل خدا کی طرف جھکتا ہے اور اسکی
محبت جوش مارتی ہے اور ایک خود رفتگی پیدا ہو جاتی ہے اور وفور عشق
سے ایک ایسا سرور پیدا ہو جاتا ہے کہ جس سے انسان خدائے تعالیٰ کے
احسانات کے ذریعہ خود اسکی ہی زیارت کر لیتا ہے اور دل منور ہو جاتا ہے
اور چونکہ ربوبیت ہر ایک چیز کو جو راستہ کی رکاوٹ ہوتی ہے دور کرتی ہے
اس لئے ایسے شخص کے دل پر ربوبیت اپنا خاص پرتو ڈالتی ہے اور
وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا دل ایک سکینت محسوس کرنے
لگتا ہے تو ایسے وقت خدا کے تعالیٰ کی صفت رحمٰنیت اپنا اثر شروع کرتی
ہے اور وہ شخص جو ربوبیت کے اسرار پر واقفیت حاصل کر لیتا ہے خدائے تعالیٰ
کی طرف جھکتا ہے اور اس کا عشق اسکے دل میں بیٹھ جاتا ہے اور تمام دنیا
کے تعلقات توڑ کر وہ بس اسی کا ہی ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کے ذکر
میں مشغول رہتا ہے۔ پس جبکہ ایسی حالت اس کی ہو جاتی ہے تو خدائے
تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں الرحیم بھی ہوں یعنی جو میری راہ میں کوشش
کرتے ہیں انکی خاص طور سے مدد کرتا ہوں چنانچہ فرمایا ہے کہ بالمؤمنین
رؤف رحیم اور ایک دوسرے موقعہ پر اسکی اور بھی تشریح کی ہے
کہ حقاً علینا نصر المؤمنین یعنی جب صفت ربوبیت سے انسان کا
دل خدا ہی کی طرف جھک جاتا ہے اور اسکی رحمٰنیت کو دیکھکر وہ دنیا
سے قطع تعلق کر کے ہمارا ہی ہو جاتا ہے تو اسوقت ہم اسپر صفت رحیمیت
کا پرتو ڈالتے ہیں اور وہ ہمارے حضور میں محبوب ہو جاتا ہے اور اسوقت

کے بعد اُسکی مدد اور دستگیری ہم پر فرض ہو جاتی ہے اور ہم اُسکو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر میدان اور وادی میں اُس کو فتح دیتے ہیں اور اُس کے مخالفین کو ہلاک کرتے ہیں اور اُس کے دوستوں کو عزت اور اقبال دیتے ہیں اور جو کوئی اُسکا دشمن ہو وہ ہمارا دشمن ہو جاتا ہے اور ہماری غیرت اُس کے لیے بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور ہم اُسکے لیے آسمان سے برساتے ہیں اور زمین سے نکالتے ہیں اور گویا یہ زمین و آسمان ہی نہیں رہتا بلکہ ایک اور زمین اور نیا آسمان ہم اُس کے لیے پیدا کر دیتے ہیں اس کے بعد خدائے تعالیٰ نے مٰلکِ یوم الدین کی صفت بیان فرما کر بتایا ہے کہ جب وہ شخص ہمیں اسقدر پیارا ہو جاتا ہے تو پھر ہم اُسکی شان اور مرتبہ کے مطابق ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ جس سے اُسکے مخالفین ہلاک ہو جاتے ہیں اور فتح و نصرت اُن لوگوں کے نام پر ہوتی ہے چنانچہ جیسا موقعہ ہو جسمانی طور سے خواہ روحانی طور سے اُنکو دنیا کا مالک بنا دیا جاتا ہے چنانچہ ایک اور جگہ پر فرمایا کہ الملک یومئذٍ للّٰہ یحکم بینہم فالذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لہم جنّٰت النعیم ۔ والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا فاولٰئک لہم عذاب مہین یعنی جب کہ انسان ترقی کرتا کرتا ہمارا پیارا ہو جاتا ہے تو ہم اُس کے اور اُسکے مخالفین کے لیے ایک فیصلہ کا دن بناتے ہیں جس میں کہ ہم خاص طور سے اپنا جلال ظاہر کرتے ہیں اور اُنکے درمیان فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ جو ہمارے نیک بندے کے احباب ہوتے ہیں وہ تو اُس دن بڑے امن اور چین کی حالت میں ہوتے ہیں اور مخالفین خائب و خاسر ہو کر غم و غصہ اور ناکامی اور ذلت کی آگ میں جلتے ہیں اور یہ دنیا ہی اُنکے لیے دوزخ ہو جاتی ہے

اور مومن اسی دنیا میں جنت کا مزہ چکھ لیتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ لا خوفٌ علیهم ولا هم یحزنون یعنی انکو نہ کچھ خوف رہتا ہے اور نہ غم اور وہ خدائے تعالیٰ کی عنایات کا خوشگوار پھل کھاتے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ بہشتی کہیں گے کہ ھٰذا الذی رزقنا من قبل یعنی یہ مزہ تو ہم دنیا میں بھی کامیابی کے رنگ میں چکھ چکے ہیں جو کہ اب کہ مکمل طور سے اٹھائے ہیں۔

غرضکہ ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اوّل تو اپنی کل صفات کا مجملاً ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ کا لفظ ہی اُن تمام صفات پر دلالت کرتا ہے جو کہ خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور جو ہر قسم کی نیکی پر مشتمل ہیں اور ہر قسم کی بدی سے مبرا ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں مختلف جگہ پر آتا ہے کہ انّ اللّٰه توّابٌ حکیم اور انّ اللّٰه رءوفٌ رحیم سورہ نور میں۔ انّ اللّٰه سمیعٌ علیم انفال میں۔ اور انّ اللّٰه سمیعٌ بصیر حج میں انّ اللّٰه شدید العقاب بقرہ میں انّ اللّٰه علّام الغیوب توبہ میں۔ انّ اللّٰه غفور رحیم مائدہ میں۔ انّ اللّٰه عفوٌ غفور مجادلہ میں۔ انّ اللّٰه لهو الغنی الحمید۔ انّ اللّٰه هو الرزّاق ذاریات میں۔ انّ اللّٰه لقویٌّ عزیز حج میں۔ اللّٰه یحیی ویمیت آل عمران میں۔ اور پھر الملک القدّوس السّلٰم المؤمن المهیمن العزیز الجبّار المتکبر اور هو اللّٰه الخالق البارئ المصوّر له الاسماء الحسنٰی حشر میں۔ غرضکہ اوّل تو لفظ اللّٰه میں مجملاً اور پھر ربّ العٰلمین الرّحمٰن الرّحیم مٰلک یوم الدّین فرما کر وہ تمام خوبیاں بیان کر دی گئی ہیں کہ جو اللہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور

کل بدیوں سے اُسے مبرا کر دیا ہے سو جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں
سچے مذہب کی نشانی یہ ہے کہ وہ انسان کو خدائے تعالیٰ سے محبت پیدا
کرائے ذکر نفرت سو الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک
یوم الدّین سے بڑھکر اور کوئی راہ نہیں کہ انسان کو خدا سے تعلق
پیدا کروایا جائے۔ کیونکہ انسان فطری طور سے ایسا محبوب چاہتا ہے
کہ جو خوبصورت اور خوب سیرت ہو اور کوئی مذہب نہیں جس نے خدا
کو ایسا پاک اور پیارا اور حسن دکھایا ہو جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے
اور چونکہ وہ ہستی جس نے اس کارخانہ کو اس خوبی سے چلا ہوا ہے
سب سے زیادہ کامل چاہیئے اور سب صفاتِ حسنہ اُس میں پائی جانی
چاہئیں تاکہ وہ ناقص نہ رہ جائے اس لیئے سچے مذہب کا فرض ہے
کہ وہ اُن تمام صفاتِ حسنہ کو پیش کرے اور خدائے تعالیٰ کو اصلی اور
سچے رنگ میں لوگوں کو دکھائے نہ کہ ایسے رنگ میں کہ ایک معشوق نہایت
خوبصورت ہو مگر اُسکی ناک کٹی ہوئی ہو یا اندھا ہو یا بہرا ہو یا کان
نہ ارد یا ہاتھ پاؤں سے عاری ہو کیونکہ اگر کوئی مذہب خدائے تعالیٰ کو
ایسے رنگ میں پیش کرے کہ اُس میں صفاتِ حسنہ کامل طور سے پائی
جائیں یا یہ کہ اُس میں کسیقدر کمزوری رہ جائے یا بدی پائی جائے
تو ایسا مذہب بالکل جھوٹا ہے کیونکہ وہ نہ صرف خدا کو ناقص قرار دیتا
ہے بلکہ نقص کرتا مگر چونکہ خدا کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لیئے
قریباً خدا کا منکر ہی ہے۔ پس جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں خدائے
جہان و جہانیان نے اسلام میں قرآن شریف میں اپنی صفاتِ حسنہ
آپ ہی بتائی ہیں کیونکہ وہ غیر محدود ہے اور اُسکی صفات کی کنہ اُ

اصلیت کو سوائے اُسکے کوئی اور ہستی نہیں پہنچ سکتی کیونکہ اُسکے سوا سب چیزیں محدود ہیں اور جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں ان مذکورہ بالا آیتوں میں اُنکا نچوڑ بیان فرمایا ہے اور کوئی نیک صفت نہیں جو کمال کو چاہتی ہو اور خدائے تعالیٰ میں اسلام نے ثابت نہ کی ہو مگر اس کے برخلاف دیگر مذاہب میں ایسا نہیں ہے اور اگر ہے تو یہ بارِ ثبوت ہمارے مخالفین پر ہے کہ اُنکی الہامی کتب نے بھی خدائے رحیم کی صفات پر ایسی روشنی ڈالی ہے اور اگر ایسا نہیں کیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ قطعًا ایسا نہیں کیا تو پھر جبکہ اُنہوں نے خدائے تعالیٰ کی اُن صفات کو جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں بیان ہی نہیں کیا تو لوگ خدائے تعالیٰ کو سمجھ ہی کیا سکتے ہیں یعنی جبکہ اُنکو بتایا ہی نہیں گیا کہ خدائے تعالیٰ کون سی ہستی ہے اور اُس میں کونسی صفات پائی جاتی ہیں تو پھر انسان کو اُس سے تعلق پیدا کرانا کس طرح ممکن ہے ایک چیز جسکا زید کو علم ہی نہیں وہ اس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے لیکن اگر ایک چیز ہی نہ ہو اور وہمی طور سے اُسکی ایک تعریف کر کے انسان اس سے محبت کرنے لگے جیسے بعض لوگ کیمیا سے۔ لیکن نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز کو انسان جانتا ہی نہ ہو نہ وہمی طور سے نہ علمی طور سے اور نہ یقینی طور سے اور پھر اُس سے محبت بھی کرے اور تعلق پیدا کرنیکی کوشش کرے۔ پس جبکہ غیر مذاہب خدا کی صفات پر روشنی ڈالتے ہی نہیں اور اگر ڈالتے ہیں تو اُسکو نکما اندھا بہرا یا بے دست و پا بتاتے ہیں تو اسلام کے مقابلہ پر جو خدا کو کل صفاتِ حسنہ کا متصف اور برائیوں سے مبرّا قرار دیتا ہے کیونکر ٹھہر سکتے ہیں۔ پس اصل اور سچی بات یہی ہے کہ سوائے اسلام کے اور

کوئی مذہب خدا کو اس رنگ میں پیش نہیں کرتا کہ اُس سے محبت ہو سکے بلکہ اُنکے پیش کردہ اصول کے مطابق خدا سے گھن آتی اور نفرت پیدا ہوتی ہے پس اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔

اسکے علاوہ انہی آیات سے ایک اور بھی بات نکلتی ہے جو کہ اسلام کی سچائی اظہر من الشمس کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ الحمد للہ رب العٰلمین میں خدا تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ میں تمام عالموں کا رب ہوں یعنی خواہ کسی ملک کا باشندہ ہو یا کوئی زبان کا بولنے والا ہو یا کسی اخلاق سے ہی متصف ہو جیسے کہ سورج اور چاند اور دیگر ستارے اور پانی اور ہوا اور زمین اور آگ اور جمادات اور نباتات میں نے ہر قسم کے لوگوں کی ربوبیت کیلئے پیدا کر دیئے ہیں کسی قوم سے بخل نہیں کیا کیونکہ میں رب العالمین ہوں سو اسی طرح صاف بات ہے کہ جب سب دنیا میری بنائی ہوئی ہے اور میں نے انکے لیے جسمانی آسائش اور آرام کے سامان مہیا کیے ہیں تو کیا انکی روح کے لیے کچھ فکر نہ کرونگا سو جیسا کہ میں جسمانی عالم کا پرورش کرنیوالا ہوں ایسا ہی روحانی عالم کا بھی ہوں جیسا کہ فرمایا کہ قل ارئیتم ان اصبح ماؤکم غورًا فمن یاتیکم بماء معین۔ یعنی ان سے کہو کہ اگر تمہارا پانی سوکھ جائے تو کون ستھرا پانی عنایت کرے گا یعنی جبکہ تمکو اس جسمانی زندگی کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو خدا نازل کرتا ہے تو کیا روحانی زندگی جو ابدی ہے اُسکے لیے الہام الٰہی یا پانی نازل نہ کریگا۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ قل الروح من امر ربی یعنی کہدے کہ یہ الہام و وحی جو ہے یہ تو ربوبیت کی صفت کے ماتحت لازمی ہے اور ربوبیت سے ہی تعلق رکھتا ہے پس جسمانی ربوبیت کو دیکھتے ہوئے اُسکے کیوں منکر ہوتے ہو اور پھر قرآن شریف

نے فرمایا ہے کہ اِن مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ہم نے اپنا مامور نہ بھیجا ہو سو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ چونکہ ربوبیت عام ہے اس لیے جسمانی رنگ میں بھی عام ہے اور روحانی رنگ میں بھی یعنی ہر ایک قوم کے باشندوں کو جو الہام الٰہی پانیکے مستحق ہوں الہام کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ حنیفیت حقیقیہ کے مقتضی کو پورا کرتے ہوئے یوم الدین میں پاس ہو جائیں تو انکے لیے الہام الٰہی کا دروازہ کھلا ہے اور چونکہ یہ ربوبیت ہر زمانہ کیلئے ہے اسی لیے اسلام نے ہر زمانہ میں ایک مجدد بتلایا ہے تاکہ لوگ الہام کو ہر زمانہ میں دیکھتے اور آزماتے رہیں پس بتاؤ کہ کیا وہ مذہب جو یہ بتاتا ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں اپنے پیروؤں کو خدا سے ملایا تھا سچا ہوگا؟ یا وہ جو کہتا ہے کہ میں ہر وقت دکھا سکتا ہوں اور کیا وہ مذہب جو خدا تعالیٰ کی سب خصوصیات ہر زمانہ اور ہر مکان کے لیے عام کرتا ہے محبت کے قابل ہے یا وہ جو خدا کو اب معطل مانتا ہے گویا کہ اب وہ بہرہ ہے۔

پس اب میں گنجایش کے مطابق کافی طور سے لکھ چکا ہوں کہ اسلام ہی ہے جو انسان اور خدا کے تعلقات کو مضبوط کرتا ہے اور انسان کے دل میں اُس خالقِ حقیقی کی محبت کا فوارہ جاری کر دیتا ہے۔ اگر کسی اور مذہب کے پیرو کا اسکے برخلاف یقین ہو تو وہ اسکے مقابلہ میں اپنی کتاب میں سے دعویٰ اور دلائل پیش کرے ورنہ بے فائدہ جھگڑوں سے کیا فائدہ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خاکسار

مرزا محمود احمد

تناسخ

Digitized by Khilafat Library

آریوں کے اعتقاد کے بموجب جب کوئی روح اپنے قالب کو چھوڑتی ہے تو اسی دنیا میں دوبارہ اپنے اعمال کی جزا سزا بھگتنے کیلئے کوئی دوسرا جسم پہلے سے ادنیٰ یا اعلیٰ جیسا کہ اُس کے اعمال کا تقاضا ہوتا ہے اختیار کرتی ہے اسکا نام یہ لوگ تناسخ یا آواگون رکھتے ہیں۔

یہ ایک دعویٰ ہے جس کے اثبات کے لئے ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ کوئی قوی دلیل انکے پاس نہیں بلکہ محض اٹکل بازی سے کام لے رہے ہیں جیسا کہ ہم آگے چلکر دکھا ئینگے قرآن شریف بھی ان لوگوں کا قول نقل کرکے آخران کی نسبت یہی فتوٰی دیتا ہے قالوا ما هي الا حياتنا الدنيا نموت ونحيا وما يهلكنا الا الدهر وما لهم بذلك من علم ان هم الا يظنون پ۲۵ س جاثیہ رکوع ۳ ۱۰۲ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے اس دنیا کے اور کوئی جگہ نہیں ہم اسی میں مرتے اور اسی میں زندہ رہتے ہیں۔ اور ہم کو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کو قطعاً اس بات کا علم نہیں بلکہ یہ محض اٹکل بازی سے کام لے رہے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم ان کی ان بے بنیاد اور لغو دلیلوں کو جن کو یہ لوگ بہ اثبات تناسخ پیش کیا کرتے ہیں توڑیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف سے بہ دلائل اس کی لغویت کو ثابت کیا جاوے اور دکھایا جاوے کہ اس مسئلہ کو مان کر کسقدر نقائص نعوذ باللہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اسکے افعال ہیں جن کو ماننے پڑتے ہیں جن سے خدا کی ذات بالکل منزہ اور پاک ہے تاکہ ناظرین کو اچھی طرح سے اس بات کے موازنہ کرنیکا موقعہ ملجائے کہ قرآن شریف کیسا خدا پیش کرتا ہے اور وید کو کس پرمیشر پر ناز ہے۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عقیدہ کو ماننے پر آریہ لوگ کیوں زور دے رہے ہیں اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے جب اپنے ویدوں کو روح اور مادہ کی حقیقت بیان کرنے سے عاجز پایا اور دیکھا کہ ان دونوں کی اصلیت بیان کرنے سے وید بالکل ساقط ہیں تو پھر مجبوراً ان لوگوں کو ماننا پڑا کہ روح اور مادہ دونوں بھی اپنے تمام خواص کے پرمیشر کی طرح خود بخود ہیں اور کوئی انکا خالق نہیں پرمیشر کو روحوں کے پیدا کرنے سے عاجز مان کر پھر لازمی طور پر یہ بھی ساتھ ہی ماننا پڑا۔ کہ نجات کوئی چیز نہیں بلکہ وہی روحیں بار بار جنم لیتی رہتی ہیں یعنی ایک قالب کو چھوڑ کر کوئی دوسرا قالب اختیار کرتی رہتی ہیں تاکہ یہ دنیا کا سلسلہ چلتا رہے بگڑنے نہ پائے کیونکہ اگر تناسخ نہ ہوتا اور نجات کوئی اگلے ہوتی تو پھر کسی نہ کسی وقت پرمیشر کے پاس روحوں کا وہ ذخیرہ جو اس بیچارے نے خدا جانے کس قدر مشکلات سے اکٹھا کیا ہوگا۔ اور خدا جانے انکو کیا کیا لالچ اور فریب دیکر اپنے قبضہ میں لایا ہوگا۔ (کیونکہ آزاد اشیا کب چاہتی ہیں کہ وہ کسی کے ماتحت ہو کر رہیں) ختم ہوجاتا اور پرمیشر صاحب ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ جاتے روح اور مادہ کو غیر مخلوق ماننے میں جو مذکورہ بالا خطرناک اعتراض

ان لوگون پر پڑتا تھا کہ اس کی تاب نہ لاکر انہوں نے تناسخ کا گورکھ دھندا پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑایا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک بات کو تسلیم کر بیٹھتا ہے تو وہ خواہ بعد مین کیسی ہی غلط اور لغو کیوں نہ ثابت ہو مگر پھر بھی وہ اپنی بات کی پچ کے لئے کوئی نہ کوئی عذر اور جواب تراشتا رہتا ہے۔ تاکہ اسکی مانی ہوئی بات کا کہیں خلاف نہ ہو جاوے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ طریق ان لوگوں کا ہرگز نہیں ہوتا جو حق کے طالب ہوتے ہیں بلکہ یہ ان خود غرض لوگوں کا طریق ہے۔ جنکو سوائے لڑائی جھگڑا اور فساد کے اور کوئی کام نہیں یہی حال آجکل تناسخ کے قائلین کا ہے۔ باوجودیکہ کئی کتابیں اور رسالے اس مسئلہ کے رد میں لکھے جا چکے ہیں اور ان دلائل کو جو وہ پیش کرتے ہین ایسے براہین قاطعہ کیساتھ توڑا گیا ہے۔ مگر پھر بھی وہ بار بار اس مسئلہ کو پیش کر کے عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں خیر ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو ما علینا الا البلاغ کو مدنظر رکھکر حق کو لوگوں تک پہنچاتے ہی رہیں گے ممکن ہے کہ کوئی سعید روح فائدہ بھی اٹھالے

اس مختصر سی تمہید کے بعد مین ناظرین کی توجہ کو اسطرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم اس بات کو مان لیں کہ پرمیشر میں کسی روح کے پیدا کرنیکی طاقت ہی نہیں اور نہ ہی اس نے ہماری روحوں کو بنایا ہے تو پھر اور کونسی بات ہے جو ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم خدا کی عبادت کریں بلکہ عبادت کرنا تو درکنار ہم اسکے وجود کو ہی تسلیم کریں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ہم کو جوڑ جاڑ کر ایک عمدہ شکل میں بنا دیا ہے جس کے عوض میں ہم کو چاہیے کہ ہم اس کی عبادت کریں مگر میں کہتا ہوں

کہ یہ بات ہم کو ہرگز اسکی عبادت کرنیکی رغبت نہیں دلاتی کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایکدم سرے سے پیدا ہو جانا اور ... ہیں کہ ایکدم سرے سے پیوند حاصل کر لینا یہ بھی روح کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے۔ ہاں عبادت کرنیکی کوئی چیز ترغیب دے سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھیں کہ ہمارا بلکہ ہمارے ذرہ ذرہ کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی نہیں چنانچہ قرآن شریف کی آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا اور صرف تم ہی کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں تا کہ تم دکھوں رنجوں اور مصیبتوں سے نجات پا جاؤ

اس آیت میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کروانے کی وجہ بیان فرمادی ہے وہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ میں نے تمکو پیدا کیا ہے اور پیدا بھی صرف عبادت کے لئے ہی کیا ہے۔ جیسا کہ وہ ایک اور جگہ پر فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے میں نے جن اور انس کو صرف عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ اسلئے تمپر ضروری ہے کہ تم ہر وقت میری عبادت میں لگے رہو لیکن جب ہم اس کی پیدائش ہی نہیں بلکہ ہم بھی خدا کی طرح نعوذ باللہ خود بخود ہیں تو پھر پرمیشر کو نہ ہم سے بڑھکر حق حاصل ہے کہ وہ ہم سے پرستش کرواتا ہے۔

اچھا اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کا ہی کام ہے۔ روح کا خاصہ نہیں۔ تو پھر بھی ہم کو پرمیشر کا وجود بہت ہی نکما اور ضعیف سا ماننا پڑیگا کیونکہ روح کے تمام دیگر اعلیٰ صفات کے مقابلہ

یعنی یہ کام بہت ہی ہستی سلب ایجابات کر لینے کے بعد کہ خدا روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں پھر بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرمیشر کو روحوں کی کیفیت اور گنتی کا پورا پورا علم بھی ہے کہ نہیں اگر اس کو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونے کے پھر ایسی روح بنا نہیں سکتا سو اس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ ان کی نسبت پورا پورا علم بھی نہیں رکھتا کیونکہ پوری پوری حقیقت یا علم کسی شے کا تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ چیز اپنے ہاتھ سے نکلی ہو چنانچہ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آریوں کا پرمیشر انسان کی بعض خواہشوں اور فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے میں قاصر رہتا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے۔

مگر بالمقابل اس کے قرآن شریف ایسے لوگوں کی نسبت جو خدا تعالیٰ کی صفات میں کمی کرتے ہیں فرماتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں خدا ان نقائص سے پاک ہے پھر سورہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگوں کا یہ قول وقالوا ءَاِذا کُنّا عظاماً ورفاتاً ءَانّا لمبعوثون خلقاً جدیداً یعنے کافر لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے تو پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھائے جائینگے نقل کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولم یروا ان اللّٰہ الذی خلق السّمٰوٰت والارض قادر علیٰ ان یخلق مثلھم یعنے کیا یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جس خدا نے زمین و آسمان کو بنایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ انکی مثل اور پیدا کردے (بلیٰ و انا من الشاھدین) پھر سورہ یٰسٓ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اولیس الذی خلق السّمٰوٰت والارض بقٰدر علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ وھو الخلّٰق العلیم یعنے کیا وہ

خدا ہیں نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا اس بات پر قادر نہیں کہ اس کی مثل بنا دیوے ہاں ہے اور وہ خلق کرنیوالا اور علم والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ میں ہی خالق ہوں چونکہ میں علیم ہوں اور پھر جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں کہ وہ ہو جاوے تو وہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کے آگے فرماتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون یعنے اسکا کام یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے کہتا ہے۔ پس وہ ہو جاتی ہے جبکہ ہم اسکو پیدا کر چکے ہیں۔ تو پھر تو ہم اسکی حقیقت اور کنہ سے پوری طرح واقف ہیں اسلئے ہم کو کسی چیز کے بنانے میں کوئی مشکل نہیں پھر ایک اور جگہ سورہ الملک میں فرمایا ہے۔

واسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر یعنے تم بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کرو اللہ تعالےٰ تو تمہارے سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ چنانچہ آگے اللہ تعالےٰ کے جاننے کی وجہ بیان کرتا ہے فرماتا ہے۔ کہ کیا وہ ذات جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے ذرہ ذرہ کو بنایا اور ان میں طرح طرح کی خاصیتیں رکھیں تمہاری باتوں سے بے خبر ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ سب سے زیادہ لطیف طور پر خبر رکھنے والی ہے۔

پھر سورہ فاطر میں اور بھی اس امر کو واضح کر دیا ہے فرمایا ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھو الغنی الحمید ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید وما ذلک علی اللہ بعزیز یعنے اے لوگو اللہ ہی غنی بے پرواہ ہے۔ اور اسی لئے صفت کے جانیکے لائق ہے تم کسی حقیقی صفت کے قابل نہیں اسواسطے کہ تم ہر بات میں اسی کے محتاج ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ

٭ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ لوگ کیونکہ روح مجرد اسکی تمام خاصیتوں کو غیر مخلوق مانتے ہیں اسلئے ضروری ہو [illegible]

آریوں کی اس بات کا بھی رد کر دیا ہے کہ روحیں اپنے قیام میں کسی کی محتاج نہیں بلکہ خود بخود اپنی ذات میں قائم ہیں اور اسکا بڑا زبردست ثبوت یہ دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو تباہ کرکے اور نئی خلق پیدا کر دے اور تم یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ پر یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

کیا وہ ذات جس کو روحوں کی کنہ اور حقیقت کا علم ہی نہیں ایسا زبردست دعویٰ کر سکتی ہے کیا آریوں کے پرمیشر میں یہ جرأت کبھی پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ اس طرح للکار کر روحوں کو متنبہ کرے میرے خیال میں اتنا بڑا دعویٰ تو کیا اس بیچارے کو تو ہر وقت روحوں کی طرف سے یہ خطرہ لگا رہتا ہوگا کہ کہیں ابھی نہ ورثہ ہو کر میرے مقابل نکل کھڑی ہوں اور مجھے اپنی خدائی سے دست بردار ہونا پڑے کیا ایسا پرمیشر اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کیجاوے کیا اے آریو! اب بھی تم اس بودے اور کمزور اور جاہل پرمیشر کو چھوڑ کر اس حقیقی خالق کی طرف رجوع نہیں کرو گے جس نے تمہارے ذرہ ذرہ کو بنایا ہے

مذکورہ بالا بعض آیات کے غلط معنے کرکے بعض نادانوں نے تناسخ کا ثبوت نکالا ہے عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ وہ بات جو اینک قرآن کے جاننے والوں اور تمام عمر اسی کو پڑھنے والوں کو نہیں معلوم ہوئی اسکو اب عربی زبان سے بالکل ناواقف اسلامی تعلیم سے بالکل بے خبر انسان نکالتا ہے وہ کسقدر لغو اور بیہودہ ہوگی مگر تاہم اس جگہ ہم چند اور آیات پیش کرتے ہیں جس سے بخوبی واضح ہو جاویگا کہ قرآن شریف اس سلسلہ کو بالکل غلط کرتا ہے فرماتا ہے اولم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون و ان کل لما جمیع لدینا محضرون (سورۃ یٰسین) یعنے یہ جو بار بار

کہتے ہیں کہ ہم اسی دنیا میں جنم لینگے اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ ہم نے پہلے کسقدر بستیاں ہلاک کی ہیں اور انمیں سے ایک بھی ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئی بلکہ وہ تو سب کی سب ہمارے ہی حضور حاضر ہونگی۔

پھر ایک اور جگہ قوم عاد کی نسبت فرماتا ہے۔ واتبعوا فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ یعنے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت ہی لگا دی گئی۔ اور قیامت کو بھی لعنت ہوگی یہاں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ بد اعمالوں کی سزا کا مقام قیامت ہے نہ کہ دنیا پھر اسی کی طرف سورہ بنی اسرائیل میں اشارہ کیا ہے وکل انسان الزمنٰہ طائرہ فی عنقہ و نخرج لہ یوم القیامۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا پھر اس پارہ میں اسکو اور بھی واضح کر دیا ہے انھم لا یرجعون یعنے مردے کبھی لوٹ کر نہیں آتے پھر فرمایا متاعا الی حین یعنے تھوڑا سا وقت ہے جو کہ دنیا میں گزرتا ہے۔ پھر سورہ فاطر میں اور بھی واضح کر دیا ہے۔ فرمایا ہے والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم من عذابھا کذٰلک نجزی کل کفور وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظٰلمین من نصیر۔ دیکھو اس آیت میں صاف بتا دیا ہے کہ کفار لوگ جب اپنی بد اعمالیوں کی سزا کو بھگتینگے۔ تو کہیں گے اے ہمارے رب ہمکو نکال اس سے ہم پھر دنیا میں جاویں اور پھر نیک عمل کریں پھر انکو یہی جواب ملجائیگا کہ کیا پہلے تم کو عمر نہیں دی گئی تھی اور پھر تمہارے پاس کیا ہمارے نذیر نہیں آئے تھے اب تم کسی طرح بھی خلاصی نہیں پا سکتے اب عذاب کو چکھو ظالموں کا اب کوئی مددگار نہیں۔

اس جگہ اسبات کا کھول دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نجات پانیکے

اس بات کی تشریح بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ بات کو تسلیم کر لیا جاوے کہ پرمیشر کسی کا ایک ذرہ بھر بھی گناہ نہیں بخشتا اور اسکے بغیر سزا دینے کے رہا نہیں جاتا تو پھر ازلی طور پر یہ بھی ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ پرمیشر کا روح کی حقیقت اور کنہ سے واقف ہونا تو در کنار ان کے فطری تقاضوں سے محض ناآشنائی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی سے سرزد ہونے پر معافی چاہنا اور سزا سے بچنے کے لئے کوشش کرنا یہ ایک انسانی فطرت کا تقاضا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نوکر اگر اپنے آقا کا کوئی قصور کرے تو وہ اپنے آقا سے بھی درخواست کرتا ہے کہ اب کی دفعہ مجھے معاف کر دیا جاوے آئندہ پھر کبھی ایسا نہیں کرونگا۔ اور پھر آقا بھی اسپر رحم کھا کر معاف ہی کر دیتا ہے انسان تو انسان حیوانات میں بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی بہت دفعہ اپنے ستانیوالے پر درگذر سے ہی کام لیتے ہیں گو جب ستانیوالا باز نہ آوے تو پھر تنگ آمد بجنگ آمد پر عمل کر کے بھی طرح سے خبر لیتے ہیں لیکن یہاں آریوں کے پرمیشر کا یہ حال ہے کہ ایک ذرہ سا بھی قصور انسان سے سرزد ہوا تو فوراً گرفت کی اور گرفت بھی ایسی کہ وہ پھر کبھی بھی رہائی نہ پا سکے خواہ وہ بیچارہ کتنا ہی رونے پیٹنے منتیں کیے زاری کرے مگر پرمیشر کو اسکے حال پر ذرا رحم نہیں آتا کہ اسکو ایک دفعہ تو معاف کر دے بلکہ معاف کرنا تو درکنار وہ تو ہمیشہ اسی تاڑ میں لگا رہتا ہوگا کہ جلدی بندے سے گناہ سرزد ہو تو مجھے موقعہ ملے کہ میں اسکو ہمیشہ جنم مرن کے پھندے میں رکھوں کیونکہ اگر وہ بھی انسانوں کی طرح رحم کرنا شروع کر دے تو پھر تو اسکی خدائی کی خیر نہیں کیونکہ اسطرح آہستہ آہستہ تمام روحیں خلاصی پا کر آخر نجات پا جاینگی تو پھر وہ دنیا کا سلسلہ چلانیکے لئے اور روحیں کہاں سے لائیگا کیونکہ نئی روحیں پیدا کرنا تو اسکی طاقت میں ہی نہیں لیکن کیا جو فطرت کا خالق ہے وہ کبھی ایسا ظالم ہو سکتا ہے کہ ایک فطری تقاضے کو جو اس نے خود انسان کو ودیعت کیا ہے پورا نہ کرے ہاں اگر تم یہ کہو کہ چونکہ پرمیشر تو روحوں کا خالق ہی نہیں اسلئے وہ انکی فطری تقاضوں کو کیا جانے تو پھر روحوں کے لئے اسکے ذکر اور کونسا ادنیٰ اور ایسی بڑائی کا مقام ہو سکتا ہے کہ انکی فطرت میں ایک بات پائی جاوے اور ان سے پورا کر نگی

لیے بہت سے جنم کسی صورت میں بھی کافی نہیں ہو سکتے جیسا کہ آریہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ بہت سے جنم اسواسطے ہیں کہ جیو آہستہ آہستہ پاک ہو کر نجات حاصل کرے کیونکہ بہت سے جنموں میں ساتھ ہی یہ بھی لگا ہوا ہے کہ پہلے جنموں کی بداعمالیاں جنکی سزا وہ بھگت رہا ہے۔ انکا علم انسان کو بالکل نہیں دیاجاتا تاکہ وہ آئندہ اس گناہ سے بچ سکے پھر یہ کسقدر ظلم ہے۔ کہ اس بیچارے کو علم تو نہ ہو لیکن وہ ایک ذرہ سے گناہ کے بدلے میں لاکھوں اور کروڑوں جونوں میں مبتلا ہوتا ہے یہ عجیب قسم کا طریق پرمیشر صاحب کو پاک کرنیکا ہاتھ آیا ہے کہ ایک گناہ سے پاک کرنیکے لئے اور طرح طرح کے گناہوں میں اسکو مبتلا کر دیتا ہے۔ جسکی وجہ سے پھر وہ کبھی بھی نجات کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

یاد رہے کہ یہ بھی محض دھوکہ دہی اور اپنی تعلیم پر پردہ ڈالنا ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ جیو بھی پاک ہو کر ایک کلپ برس تک نجات حاصل کرکے آنند (سکھ) میں رہتا ہے کیونکہ جب ایکدفعہ جیو جسم میں مقید ہو گیا تو پھر اسکا گناہوں سے چھوٹنا ہی بہت مشکل ہے خصوصاً اسحالت میں جبکہ پرمیشر میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ کسی کا گناہ بخش سکے خواہ وہ گناہ علم سے ہو یا لاعلمی سے اگر ہم اور کوئی گناہ بھی نہ مانیں تو کم از کم اتنا تو ضرور ہی ماننا پڑیگا کہ ویدوں کے احکام سے پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے پہلے جسقدر خلاف ورزیاں ان احکام کی ہم سے ہو جاوینگی (کیونکہ احکام کی خلاف ورزی ہی گناہ ہے) وہ تو کبھی بھی معاف نہیں ہونگی اب ناظرین خود ہی سمجھ لیں کہ پھر کس طرح جیو نجات کا منہ دیکھ سکتا ہے جبکہ ایک گناہ کے بدلے کئی کئی جونیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نجات

تمہید چار دسمبر ۱۹۰۹ء کو پادری میکلین صاحب نے مشن کالج لاہور کے ہال میں ایک لیکچر اس بات پر دیا تھا کہ نجات کیا ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لیکچر میں آپ نے گو وہی باتیں دہرائی ہیں جو ایک مدت سے مسیحی صاحبان فرما رہے ہیں اور جنکا جواب سالہا سال سے دیا جا رہا ہے مگر اس خیال سے کہ مسیحی لیکچروں کو سننے کے بعد اگر لوگوں کو ساتھ ہی ساتھ نجات کی اصل حقیقت بھی معلوم ہو جائے تو شاید کسی نیک فطرت کو فائدہ پہنچے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپکے لیکچر کے جواب میں ایک مختصر سا مضمون لکھ کر ظاہر کروں کہ وہ نجات جو پادری صاحب نے بیان فرمائی ہے وہ اصل میں نجات ہے یا نہیں۔ پہلے اسکے کہ میں مسیحی نجات پر کچھ لکھوں گناہ کی تعریف جو کچھ اسکی نسبت قرآن شریف بلکہ توریت بھی بتاتا ہے مختصراً بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں

گناہ کی اصلیت یاد رہے کہ نجات کا سب دارومدار تقویٰ اور طہارت پر ہی ہے اگر کوئی شخص گناہوں سے بالکل پاک ہو جائے تو وہ نجات پا گیا اور جو گناہوں کے پھندے میں پھنس گیا اور شیطانی تصرف میں آ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ گناہ نام ہے انہی طاقتوں کے غیر محل استعمال کرنیکا جو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عنایت فرمائی ہیں مثلاً انسان کو بہادری عنایت ہوئی ہے اگر کوئی شخص اسکو اسکے محل پر استعمال کرنے کے بجائے غیر محل اور ناجائز استعمال شروع کرے تو اسکا نام ظلم ہو جائیگا اور وہ گناہ کہلائیگا۔ یا ایک شخص کو دولت دی گئی ہے اور وہ اسکو ناجائز طور پر استعمال کرتا ہے تو وہ مسرف کہلائیگا گنہگار ٹھہریگا۔ اور جسکو عقل اور دانائی دی گئی ہو وہ اسے غیر محل استعمال کرکے فریب دغا کریگا تو وہ گنہگار کہلائیگا۔ اسی طرح اعضائے انسانی میں زبان کو آنکھ کو کان کو ناک کو ہاتھوں کو پاؤں کو غرض ہر ایک عضو کو غیر محل استعمال کرنیوالا گنہگار ہے اور خدا کے حضور میں قصوروار اور وہ جو

میانہ روی ہے اور یہی صراط مستقیم ہے ادھر اُدھر نہیں جاتا وہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

پس گناہ اسی کا نام ہے کہ انسان اعتدال کو چھوڑ دے اور اپنی قوائے طبعی میں کمی کرنے لگ جاوے یا زیادتی شروع کر دے۔ مثلاً انسان کی شہوانی قوتیں جو عنایت کی گئی ہیں کوئی شخص نہیں اعتدال کرتا ہے اور عدل پر قائم نہیں رہتا اور ان قوتوں کو اپنے موقعہ اور محل پر استعمال نہیں کرتا اور بیوی کو چھوڑ کر غیر عورت پر استعمال کرتا ہے تو ایسا شخص چونکہ اعتدال کو ہاتھ سے دے بیٹھا اس لئے گنہگار کہلائیگا۔ اور خدا کے حضور میں مجرم سمجھا جائیگا۔ لیکن جو اپنی عورت کو برمحل اور باموقعہ استعمال میں لاتا ہے وہ متقی ہے اور والذین ھم لفروجھم حافظون کے گروہ میں شامل ہے غرض اسی طرح کل گناہوں کو دیکھو کہ نیک صفات کو اعتدال سے استعمال نہ کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں ورنہ اصل میں گناہوں کا وجود نہیں۔

قرآن شریف میں گناہ کی تعریف

پس مشاہدہ ہم کو یہ بات بتاتا ہے کہ گناہ صرف صراط مستقیم کو چھوڑ دینے کا نام ہے چنانچہ سورۃ فاتحہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی مستقیم کی راہ وہی ہے جو بیچ کی اور اعتدال کی ہے اور وہ لوگ جو کہ تقویٰ سیکھنا چاہیں انہیں چاہیئے کہ دعا مانگیں کہ انہیں بھی ان لوگوں کی پیروی کی توفیق ملے اور ایسا نہ ہو کہ وہ یہودیوں کی طرح ہو جائیں کہ جنہوں نے مسیح اور آنحضرتؐ کے خلاف جو انبیاء اللہ تھے بغاوت کی اور بغض میں اعتدال سے بڑھے اور اسی طرح مسیحیوں کی پیروی نہ اختیار کریں کہ جنہوں نے آنحضرتؐ اور آپ کی شریعت کو نہ مانکر تفریط سے کام لیا اور مسیح کی محبت میں حد سے زیادہ غلو کیا اور ان کو خدا بنا لیا ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بیجا عداوت کرنیوالے کی طرح اور امر علم الٰہی کی جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہو خلاف ورزی کرو اور مغضوب بنو یا کسی کی زیادہ اور بیجا محبت کرکے اور علوم الٰہیہ کے خلاف جو کہ انبیاء لائے چلکر اس سے محروم رہ جاؤ اور ضلال میں پڑ جاؤ۔

پس اس سورۃ میں خداتعالیٰ نے گناہ کی کیفیت کھولکر بیان فرما دی ہے کہ وہ اصل چیز کیا ہے

غرضکہ نیکی میں اور صراط مستقیم ہوتی ہے اور بدی صراط مستقیم کے ادھر ادھر ہو نیکو کہتے ہیں چنانچہ انسان میں اصل چیز پیدا کی گئی ہے وہ حسن ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورۃ تین ع ۱) اور پھر اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراہیم حنیفا (سورۃ انعام ع ۲۰) یعنی اے نبی کہہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو صراط مستقیم کی ہدایت کی ہے جو کہ استوار اور ایسی ہی ہے جو ابراہیم حنیف جو اعتدال پر قائم رہنے والا انسان تھا۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون (الزمر ع ۳) الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا (سورۃ کہف ع ۱) اور پھر سورۃ فرقان میں فرماتا ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (رکوع ۶) یعنی ہمارے پاک بندے وہی ہیں جو اپنے ایام زندگی کو جو کہ انکو دنیا کے مستقر و متاع (الی حین) کے حکم کے مطابق اس زمین پر گذارنے پڑتے ہیں اعتدال کیساتھ گذارتے ہیں اور انکی زندگی سکینت اور وقار کے ساتھ ہوتی ہے نہ تو تیز طبعی سے کام لیتے ہیں نہ کمال سستی کو برتتے ہیں بلکہ تمام فتنوں اور فسادوں سے بچتے رہتے ہیں اور اگر کوئی شریر جاہل انسے بات کرتے ہیں اور جھگڑا برپا کرنا چاہتے ہیں تو وہ درگذر کر جاتے ہیں۔

قرآن شریف نے گناہ کیلیے کونسے الفاظ استعمال کئے ہیں

غرضکہ اول قسم نے عقلاً ثابت کیا ہے کہ گناہ اصل میں راہ راست سے ادھر ادھر ہو جانیکا نام ہے اور قرآن شریف کا مذہب بیان کیا ہے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کو خوب حل کیا ہے چنانچہ ان آیات کے علاوہ جو کہ اوپر درج کر آیا ہوں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف نے جسقدر الفاظ گناہ کیلیے استعمال کئے ہیں وہ لغت عرب میں یا تو زیادتی کے یا کمی کے معنے دیتے ہیں چنانچہ اثم کے معنوں میں کمی مفہوم ہے جیسا کہ [illegible] عربی میں اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو کہ سست چلتی ہو۔ اور پھر جناح بھی جھک جانے اور اعتدال کو چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اسی طرح ذنب زیادتی کے معنے دیتا ہے اور پھر اعتدا اور عصیان

اور افراط و تفریط سب اللہ زیادتی اور شرارت کے سبب سے ہیں پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ عقل انسانی چاہتی ہے قرآن شریف نے بھی گناہ کو راہ راست سے بڑھ جانا یا پیچھے رہ جانے سے تعبیر کیا ہے اور اصل پیدائش انسان کی نیکی اور تقویٰ پر رکھی ہے پس اب ہم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خدا نے گناہ کیوں پیدا کیا کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو چند صفات حسنہ ودیعت کرکے کسی ایک حد تک مختار کیا ہے کہ چاہے عمل کرکے عروج ترقی حاصل کرے اب یا اسکا اپنا قصور ہے کہ آگے بڑھنے میں کوتاہی کرے یا اعتدا کرے۔

دلیل عقلی

غور کرکے دیکھو تو چونکہ انسان میں اصل میں نیکی کا مادہ ہے اسلیئے زیادہ تر کام اسکی نیکی کے نیچے ہیں مثلاً ایک شخص جسکو جھوٹا کہا جاتا ہو وہ دن بھر میں سیکڑوں دفعہ سچ بولتا ہے وہاں ایک آدھ جھوٹ بھی بول لیتا ہے اور ان ایک آدھ جھوٹوں کی وجہ سے وہ جھوٹا کہلاتا ہے جو اسیلئے کہ اس نے قانون فطرت کو توڑ دیا اور اصل راہ سے پھر گیا اسی لئے جب انسان سچ بولتا ہے تو لوگ حیران نہیں ہوتے اور وہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے مگر جب کوئی جھوٹ بولے تو سب کے سب اسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کیوں اس نے کہا ہے۔

چنانچہ ہمارے آنحضرت نے اس مسئلہ کو کیا خوب ادا کیا ہے اللھم نقنی من خطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس جس سے معلوم ہوا کہ اصل میں انسانی دل سفید کپڑے کی طرح ہے اور پھر قرآن شریف میں بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا یعنی انسان کے خصائل اور ثنا یا خدا تعالیٰ کے اخلاق پر پیدا کئے گئے ہیں امید ہے بدیہی ہے جیسا کہ میں نے پچھلی مثال میں ثابت کیا ہے کہ اصل نیکی ہے بدی صرف اعتداء کا نام ہے جیسے آنکھ دیکھنے کیلئے دی گئی ہے وہ بدنظری کیلئے عنایت نہیں کی گئی ہے اسکو بدنظری کے کام میں لانا یا کانوں کو غیبت کے سننے پر لگانا یا زبان سے بدگوئی کرنا پس یہ نے پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ بدی اعتداء ہے۔

صراط مستقیم کیا ہے

اب یہ ضرورت پڑیگی کہ یہ بات کس طرح معلوم ہو گی کہ صراط مستقیم کیا ہے

اور کوئی فساد ہو سو اول تو خود فطرت انسانی انسان کو اسکا پتہ دیتی ہے اور دوسرے اسکی بیخ کنی کے
لیے یہ سب سے عمدہ معیار ہے کہ جسقدر باتیں انسان کے دل میں تعظیم الٰہی پیدا کریں اور اسکو
مخلوق کی شفقت پر مائل کریں اور فساد جو اسکا دل سے دور کریں وہ تو صراط مستقیم میں آئیں جو
اسکے برخلاف ہوں سب گناہ اور بدیاں ہیں اور انہی احکام کے اظہار کیلئے شریعتیں
آتی ہیں تاکہ خدا تعالیٰ انسان کو اپنی رضا کے تمام احکام بتادے اور وہ باخبر ہو جاوے کہ
راہیں کمی کی اور کونسی زیادتی کی ہیں اور کونسی کمال درمیان ہیں تو اعتدال کی راہیں ہیں
پس معلوم ہوا کہ انسانی اعمال کو ٹھیک کرنیوالی شریعت ہی ہے کیونکہ وہ انسان کو
اُن راہوں سے واقف کرتی ہے کہ جو مستقیم ہوتی ہیں کیونکہ انسان کو معرفت ہی ایک کام کرنے
پر تیار کرتی ہے اور وہی دوسرے کام سے روکتی ہے مثلاً ایک شخص کو جب علم کی معرفت حاصل ہو
اور وہ اسکے فوائد پر آگاہ ہو جاوے تو خود بخود اسکے پڑھنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے چنانچہ
جسقدر کوئی کسی نیک چیز کا عرفان حاصل کرے اسیقدر اسکی طرف زیادہ جھکتا ہے اور
جسقدر کسی بد چیز کا عرفان حاصل ہو اسیقدر بچتا ہے چنانچہ جسکو اچھی طرح سے زہر کے خواص
پر واقفیت ہو وہ زہر کا پیالہ کبھی نہ پئیگا اور جو آگ کی طاقت سے واقف ہو وہ کبھی اسمیں
ہاتھ نہیں ڈالیگا اور جو جانتا ہے کہ اس بل میں سانپ ہے اور سانپ کے کاٹے سے کیا نقصان
ہوتا ہے کوئی اُس بل میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کریگا پس اصل چیز جو گناہ سے انسان کو
روک سکتی ہے وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور فضل کا جاذب ایمان ہے اور جیسے ایمان
بڑھیگا ویسے ہی اعمال ہونگے اور ایمان شریعت کو چاہتا ہے۔ بے علم انسان کیلئے
کوئی لاکھ اپنا سر پھوڑے یا کسی اور کو زہر دیدے لیکن اگر وہ آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ جلیگا
اور اگر پہاڑ سے بے سامان کودتا ہے تو ہڈی پسلی تڑوا دیگا۔

پس چونکہ گناہ سے نجات ہی اصل نجات ہے جیسا کہ خود پادری بکلین صاحب نے
اپنے لیکچر میں بیان کیا ہے اسلئے معلوم ہوا کہ اصل ذریعہ نجات کا فضل ہے اور اُس کا

جاذب ایمان اور اعمال تو ایمان کے ثمرات ہونگے۔ شریعت کا علم ہی ہو اور شریعت کا علم کو بغیر
کوئی چیز نجات کے لیے کافی نہیں ہو سکتی کیونکہ علم تام ہو تو ہی انسان نیکی کرتا اور گناہ سے بچتا ہے
یعنی راہ راست سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا پس جب فضل کے ساتھ علم تام ہو اور صراط مستقیم
سے کامل واقفیت ہو تو پھر انسان گناہ سے بچ گیا اور ناجی ہوا کیونکہ عرفان کامل کے
بعد گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور اس بات کو ہمارے حضور نے بھی بیان کیا ہے جبکہ فرمایا کہ اگر تمکو وہ علم
ہو جو کہ مجھکو حاصل ہے تو تم ہنسو کم اور رو و زیادہ یعنی علم تام کے بعد انسان گناہ سے
بچ جاتا ہے۔

دنیا میں ہمیشہ نیک لوگ ہوتے رہتے ہیں

چنانچہ برخلاف پادری صاحبان کے جو کہتے ہیں کوئی آدمی دنیا میں
نیک نہیں ہوا اور نہ کسی نے دعویٰ کیا۔ ہمارا ہادی فرماتا ہے
قل انی هدنی ربی الی صراط مستقیم بلکہ آپکے اتباع کرام کی نسبت ارشاد ہے۔
السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان
رضی الله عنهم ورضوا عنه۔ پھر بدری صحابیوں کی نسبت آیا ہے کہ اعملوا ما شئتم
یعنی اب تم اسقدر عرفان حاصل کر چکے ہو کہ اب تمہارا ہر ایک کام نیکی ہی ہوگا اور بدی تم
بالکل منقطع ہو گئی ہے اور تمہارے وجود میں صراط مستقیم کی شناخت سرایت کر گئی ہے پس
تمہارا ہر ایک کام میں اب نیکی ہی نیکی ہوگی۔ اسی طرح مذہب اسلام کا دعویٰ ہے کہ کل انبیاء
بالکل پاک اور نیک تھے چنانچہ ہمارے آنحضرت تو عام دنیا کو للکار کر فرماتے ہیں کہ قد لبثت
فیکم عمرا یعنی میں تم میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں کیا تم نے مجھ میں کچھ گناہ دیکھا
ہے کہ اب مجھکو جھوٹا کہتے ہو چنانچہ کسی کو جواب ذہن نہ آیا اسی طرح امت محمدیہ میں کروڑوں
نہیں ہزاروں اس قسم کے لوگ پیدا ہوگئے ہیں اور اسوقت بھی ہیں چنانچہ ابھی ایک
شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر ساری دنیا کو پکارا کہ قد لبثت فیکم عمرا لیکن کوئی
مقابلہ نہ کر سکا۔ غرضکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ ہمیں نہ صرف پاک اور ناجی لوگ ہی

پیدا کئے گئے ہوں بلکہ ایسے لوگ بھی بری انتہا کے پیدا ہوتے رہے ہیں جو انبیاء کا درجہ رکھتے ہیں اور اسلام سے مشرف تھے ہیں پس باوجود اس عونی کے یا ور بیساختہ کی حق ہو کر دیکھیں کہ کوئی شخص اپنا کچھ شریعت پر حملہ کرتے ہوئے پاک قرار دیتا ہو حالانکہ مسلمان نہیں ایسے لوگ ہو گذرے ہیں اور ہر زمانہ میں آتے ہیں۔

قرآن شریف انسان کو پاک قرار دیتا ہے

اعتراض پھر بارہویں بات کی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آدم کی نسبت بھول کا لفظ استعمال کیا ہے انہیں کیا پتہ ہے

کاش کہ آپ اتنا سمجھتے کہ گناہ اور نسیان میں بڑا فرق ہے پھر آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ انسان ظلوم جہول ہے افسوس کہ آپ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کو دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ وہ بدوں کی نسبت ہے نیک لوگ بڑے ہوشمند ہوتے ہیں پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے کیونکہ دوسری طرف بشر الصابرین بھی تو قرآن شریف میں ہے کہ تیرے پیرووں میں ایک گروہ صابرین کا ہے پھر سورۃ اعراف میں ہے کہ وتمت کلمت ربک الحسنیٰ علی بنی اسرائیل بما صبروا مومنین میں ہے کہ جزیتھم الیوم بما صبروا فرقان میں ہے کہ اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا قصص میں ہے کہ یوتون اجرہم مرتین بما صبروا پھر باوجود اس قدر شہادتوں کے پھر کہنا کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے یہاں بھی نیکوں اور بدوں کی تفریق ہے پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں انسان کو ظلم پیشہ اور جاہل قرار دیا ہے مگر آپکی نظر وہاں نہ پڑی جہاں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ انسان ٹوٹے میں ہے مگر ساتھ ہی آپنے یہ نہ دیکھا کہ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان کا دل وسوسے پیدا کرتا ہے یہ بالکل غلط ہے [illegible]

کہ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم۔ اور پھر ایک جماعت کیلئے جو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ بھی قرآن شریف میں ہے اور پھر شیطان کی نسبت فرماتا ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان و کفی بربک وکیلا یعنی نفسانیہ وسواس انہی لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں جو گندے اور حق سے دور رہیں نیک لوگ اس سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ پس اسلام ہرگز انسان کو گناہ ہونے کا پتلا قرار نہیں دیتا بلکہ ایک پاک مخلوق جو کہ جب راہ راست سے پھر جاتی ہے تو ناپاک ہو جاتی ہے اس سے مسیحی صاحبان کا وہ اعتقاد بھی برباد ہو جاتا ہے کہ گناہ انسان کو ورثہ میں ملا ہے:

گناہ کی سزا پھر پادری صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ چونکہ ہمکو گناہ سے نفرت ہے اس لئے اسکی سزا ضرور ملنی چاہیئے اور چونکہ سزا نہ دینے سے عدل میں فرق آتا ہے اسلئے گناہ کی سزا ضرور دینی چاہیئے۔ یاد رہے کہ انسانی فطرت بخشش کو زیادہ چاہتی ہے جیسے کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کے قصور دوسرے بخوشی بخش دیتے ہیں اور انکی خطاؤں پر چشم پوشی کر دیتے ہیں پس اگر خدا تعالیٰ ہر ایک ذرہ ذرہ سے گناہ کو پکڑے تو بڑا اعتراض آئیگا کہ بڑا سخت اور ظالم ہے کیونکہ دنیا میں بھی گناہوں پر چشم پوشی نہ کرنے والے لوگ ظالم ہی سمجھے جاتے ہیں ورنہ کسی کو حد سے زیادہ تکلیف دینے والے لوگ تو کم ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر یہ بھی اعتراض آئیگا کہ کیسا سخت گیر ہے کہ عدل کی صفت پر تو چلتا ہے کہ جو بندوں میں ہے تو مجھ میں کیوں نہ ہو مگر جو رحم اور بخشش کی صفت ہے اس سے بالکل محروم ہے تو کیا خدا کو یا اپنی پیدا کردہ مخلوق تباہ کر کے خوش ہوتا ہے اسلام اس کے برخلاف بتاتا ہے کہ ادعونی استجب لکم و یعفو عن کثیر یعنی خدا تعالیٰ چاہے تو گنہگاروں کو ہلاک کر دے مگر وہ اکثر معاف کر دیتا ہے:

عدل کو ماننے مسیحیت کا خاتمہ علاوہ ازیں اگر عدل صفت مانا جائیگا تو

تو پھر مسیحیوں کا مذہب باطل ہو جائیگا کیونکہ یسوع عدل کی مٹی خراب کرتا ہے متی باب ۵ آیت ۳۸
میں ہے کہ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا
ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکے آگے پھیر دے
اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے کرتہ کو بھی اسے لینے دے اور جو تجھے ایک کوس
بیگار لیجاوے اسکے ساتھ دو کوس چلا جا اب فرمائیے کہ عدل کہاں رہا توریت نے تو عدل
کی تعلیم دی تھی مگر یسوع نے اسکا ایسا تباہ کیا کہ عدل کا نام و نشان ہی نہ چھوڑا اب جانتو
کہ اگر یہ تعلیم اچھی ہے تو بقول آپکے کیا وہ نیکی جو انسان میں ہے وہ خدا میں نہیں اور
اگر بری ہے تو مسیحی مذہب کا تب بھی خاتمہ ہے۔ پس سچی بات وہی ہے کہ جو اسلام
| اسلام اصلاح چاہتا ہے | نے بتائی ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح
فاجره على الله انه لا يحب الظالمين یعنے تکلیف کا بدلہ اتنی ہی تکلیف ہے
مگر جو بخشش دے اور ایسی بخشش کرے کہ اس سے اصلاح ہو تو اسکو خدا تعالے اعلیٰ
اجر دیگا مگر یہ بھی یاد رہے کہ خدا تعالے ظالمین کو پسند نہیں کرتا یعنے اسکو جس نے ظلم کیا
نہ اسکو جس نے ایسے موقعہ پر کہ جس میں اصلاح ہوتی تھی رحم نہ کیا اور نہ اسکو جس نے ایسے موقعہ پر رحم
کیا کہ وہ بیجا طور سے فساد پیدا کرنیوالا تھا پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولمن صبر وغفر ان
ذلك لمن عزم الامور یعنے جو اصلاح کے لئے صبر کرے اور چشم پوشی سے کام
لے اسنے بڑا عظیم الشان کام کیا اس سے پادری صاحب کا پہلا اعتراض بھی اٹھ گیا ہے
کہ مخلوق میں عزم نہیں خدا تعالے نے تو عزم پیدا کرنیکی ترکیب بھی بتا دی کہ صبر اور چشم پوشی
سے کام لو تو عزم کی صفت تم میں پیدا ہو جائیگی غرض کہ انسان میں عدل ادنیٰ درجہ کی صفت
ہے اور رحم اسکے اعلیٰ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ مالک قرار دیا گیا ہے پس مالک کا حق ہے کہ جسکو
چاہے چھوڑ دے اس بیگناہ کو وہ نہیں پکڑیگا کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ ما انا بظلام للعبید یعنے
| کی گورنمنٹ رحم نہیں کرتی | میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور یہ کہنا کہ گورنمنٹ رحم نہیں کرتی

اسلئے خدا بھی نہیں کریگا ۔ ایسے نہیں کیونکہ کسی گورنمنٹ کا کام حجت نہیں ہو سکتا ہم
دیکھتے ہیں کہ انسانی فطرت ایسا چاہتی ہے اور بقول آپکے جو نیک صفت ہم میں ہو وہ
خدا تعالیٰ میں بدرجہ کمال ہونی چاہئیے علاوہ اسکے یہ بات ہے کہ گورنمنٹ کے کام کا اثر ایک
ملک پر پڑتا ہے ممکن ہے کہ ذرہ سی غلطی میں کوئی تباہی آجاوے اور دوسرے گورنمنٹ دلوں کی
واقف نہیں کہ شخص سچی توبہ کرتا ہے کہ نہیں تیسرے گورنمنٹ انسانی اجسام اور روح کی مالک
نہیں ہوتی کہ سب گناہ بوجہ شرم پوشی کی اسکو طاقت ہو جیسے کہ اسلام میں ایک قاتل کو گورنمنٹ
معاف نہیں کر سکتی ولی مقتول کے وارث کر سکتے ہیں آخر میں یہ بات عرض کرونگا کہ یہ بھی
جھوٹ ہے کہ گورنمنٹ معاف نہیں کرتی گورنمنٹ کرتی ہے اور سینکڑوں کو کرتی ہے کیا
آپکو معلوم نہیں کہ ایسے صدہا واقعات ہوتے ہیں کہ اگر جرم تک معاف نہیں کیا تو صوبہ کے
گورنر اور وائسرائے نے سزا معاف کردی ہو پھر آپ وہ بات کہتے کیوں ہیں کہ جو اصل میں
غلط ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ یسوع نے بھی ایسا کرنے اور کہا آیا ہوں رحم ہی کی تعلیم دی ہے ۔
عدل کو برباد کر دیا ہے پس اب میں ثابت کر چکا ہوں کہ گناہ معاف ہونے ضروری ہیں اور انسانی
فطرت اسکو چاہتی ہے اور جو مذہب اسکے برخلاف کہتا ہے وہ دراصل حقیقت سے بے خبر ہے
غرض کہ گناہ کا معاف ہونا ضروری ہے ۔ اور عقل اسی کو چاہتی ہے ۔ اسلام نے اسے ایک
اعلیٰ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے خود یسوع نے بھی لیا ہے مگر ایک بھدے اور خطرناک رنگ میں

انسان گناہ سے کیونکر بچ سکتا ہے

جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے اور
گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور آئندہ کے لئے جیسے کہ میں لکھ آیا ہوں کامل شریعت کے ذریعہ
کامل معرفت حاصل کرکے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے ۔ اور جو شریعت انسان کو گناہ
سے بچاتی نہیں وہ ناقص ہے ۔ اور کسی کام کی نہیں کیونکہ ہر ایک کے سے ہم فائدہ اٹھاتے
ہیں شریعت میں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی پس یہی بات ہے کہ گناہوں سے انسان کامل
شریعت کی معرفت سے بچ سکتا ہے ۔ اور وہ مذہب جو اسکے برخلاف کہتا ہے ۔ وہ الزام سے

بچنے کیلئے کہ میری غلطی نہ نکل جائے ایسا کرتا ہے اور انسان خود پر الزام دیتا ہے کہ تم ہی گندے ہو ورنہ میں تو پاک ہوں کیا ایک ملازم پولیس مین کے سامنے چوری کرتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مجھ کو نقصان پہنچیگا۔ اسلئے کہ اسکے لئے کوئی شخص پھانسی پر چڑھ چکا ہے کیا ایک مسیح کی موجودگی میں ڈاکو ڈاکہ نہ ڈالینگے کبھی نہیں کسی کفارہ کی وجہ سے بلکہ اسلئے کہ ان کو بڑی طاقت وہاں موجود ہے جو انکو سزا دیگی اسی طرح شریعت علاوہ اعمال کے بتانے کے خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اسقدر انسان پر روشن کردیتی ہے کہ وہ گناہ پر قادر ہی نہیں رہتا پس کیا پولیس مین کی آنکھ سے تو چور چوری کو چھوڑ سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی آنکھ کا کامل علم رکھتے ہوئے وہ ایسا نہیں کرسکتا پس اصل بات یہی ہے کہ کامل معرفت اس انسان کو گناہ سے بچاتی ہے ورنہ تجسم کا سب ڈھکوسلا ہے اور وہ اسلئے کہ شریعت کے عیب دکھلائیں۔

انسان انسانی نمونہ کا محتاج ہے

باقی یہ بات کہ انسان کیلئے نمونہ چاہئے بالکل درست ہے کہ وہ آدمی چاہئیے نہ کہ خدا کیا ہمیں معلوم نہیں کہ خدا پاک ہے پھر خدا ہم کو نمونہ کیا دکھائیگا۔ اور کیا جو کام خدا کرسکے وہ بندہ بھی کرسکتا ہے اگر خدا نے ایک نمونہ دکھایا تو کیا نعوذ ایک شخص اعتراض کرسکتا ہے کہ وہ خدا تھا اسنے وہ کام کرلئے میں بندہ ہوں مجھ سے نہیں ہوسکتے انسان پر بہت انسانی نمونہ ہی ہوسکتی ہے نہ کہ خدا کے نمونہ کی جو خدا کو تو ہم پہلے ہی پاک جانتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ خدا انسانی قالب میں آیا تھا اور انہیں طاقتوں کے ساتھ تو پھر یہ اعتراض ہوگا کہ جب اس میں یہی طاقتیں تھیں جو انسان میں ہوتی ہیں تو پھر اس میں اور انسان میں فرق کیا رہا بجائے اسکے کہ آپ عرش کو تشریف دیتے ہیں سے کوئی بندہ چن لیا جاتا اور اس صورت میں یہودیوں کو اسبات پر فخر کرنیکا موقعہ بھی نہ رہتا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے خدا کو مار پیٹا اور سولی پر کھینچ دیا غرض کہ مسیحی جو نجات کیلئے خدا کے تجسم اور کفارہ کے قائل ہیں یہ ایک لغو بات ہے چنانچہ

مسیحیوں سے چار سوال

میں اس مضمون پر کچھ اور لکھنے سے پہلے مسیحیوں سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ

اوّل - سب سے پہلے ثابت کیا جائے کہ خدا تین ہیں کیونکہ جب تک خدا تین ثابت نہ ہوجائیں تو نہ کفارہ رہتا ہے نہ نجات توریت میں تو ہے کہ ہمارے خدا کا شریک کوئی نہیں "خروج باب ۲۰ آیت ۳"۔ یہودی بیک اسی پر عمل کرتے ہیں الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں" دوم۔ اگر تین خدا ہیں تو یسوع ہی وہ تیسرا خدا ہے کیونکہ بیٹے کا لفظ تینوں پر بولا گیا ہے آدم کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اور اسکا کوئی باپ بیان نہیں کیا بلکہ ملک صدق کو سارے جہان اور مسیح سے زیادہ بین کیا یسوع اپنے آپکو کہتا ہے مگر اپنے ساتھ حواریوں کو بھی خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے بلکہ اپنے آپکو تو ابن آدم ہی کہتا ہے پس یا تو حواری بھی خدائی میں ساتھ شریک ہیں یا یسوع بھی نہیں اور پھر یہ مشکل ہے کہ متی میں یسوع یوسف کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ جو اور بھی مشکل میں ڈالتا ہے ور نہ یہ جو ہی کیفیت بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں گو کچھ ہی ہو۔ انجیل سے یسوع کی خواہ کسقدر عظمت ہی بیان کیجاوے ملک صدق کے برابر تو وہ ہر گز نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جو صفات ملک صدق میں بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے یسوع پر بہت کچھ فضیلت دیتے ہیں اور نہ صرف توریت میں بلکہ زبور میں اور پھر اعمال میں بھی اسکا ذکر کیا ہے چنانچہ پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۸ میں ہے کہ ملک صدق کا بادشاہ روٹی اور مئے نکال لایا اور وہ خدا تعالیٰ کا کاہن تھا پھر ابراہیم نے اسے دہ یکی دی ہیں وہی زبور میں داؤد کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ خداوند نے قسم کھائی ہے اور وہ کبھی نہ پچھتائیگا تو ملک صدق سلم کی طرح ابد تک کاہن ہے پھر عبرانیوں میں پولس رسول مسیح کی نسبت کہتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ملک صدق کی مانند سردار کاہن کہلایا اور پھر اسی جگہ اسکی نسبت کہا ہے کہ "وہ پہلے اپنے نام کے موافق راستی کا بادشاہ ہے اور پھر شاہ سالیم یعنے سلامتی کا بادشاہ ہے بے باپ بے ماں بے نسبنامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کا کاہن رہتا ہے" ان عبارات سے تو ملک صدق سالیم کی شان زیادہ معلوم ہوتی ہے

وہ ازلی ابدی ہے۔ اور بے ماں باپ کے ہے حالانکہ یسوع کا باپ اگر یوسف نہیں تو ماں مریم تو ضرور تھی مگر وہ بن باپ بن ماں کے ہو پھر ازلی ہمارے خیال میں تو وہ انسانیت کا زیادہ مستحق ہے۔ سوم یہ کہ مسیح خوشی سے مرنا نہ چاہتا تھا کیونکہ انجیل میں ہے کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو۔ متی باب ۲۶ آیت ۳۹۔ اب اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ یسوع کی اپنی مرضی نہ تھی کہ وہ صلیبی موت مرے جس سے معلوم ہوا کہ اس نے کسی کے بدلے میں اپنی جان نہیں دی بلکہ قہر درویش برجان درویش پر عمل کرتے ہوئے مرا۔ دوسرے یہ کہ خدا نے زبردستی اسکو دار پر کھنچوایا کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ تیری خواہش کے مطابق ہو پس اس طرح خدا ظالم ٹھہرا کہ اس طرح بیدردی سے ایک بیگناہ کو اور پھر اپنے بیٹے کو جو اسکی بادشاہت میں اور خدائی میں بھی شریک تھا یوں مروا دیا۔ شاید اس خیال سے کہ ایک شخص یک توریت سے بچے۔ چہارم۔ سوال یہ کہ اب کچھ بھی مانا گر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مسیح واقعی صلیب پر مر گیا تھا۔ بلکہ انجیل اسکے برخلاف کہتی ہے جیسا کہ پیشتر لکھا ہے یہ حاکم وقت چاہتا تھا کہ وہ بچ جائے پھانسی دینے والا اسکا اپنا مرید تھا۔ قبر سے نکلنے کے بعد وہ مریدوں پاس گیا وہ ڈرے کہ کہیں بھوت نہ ہو مگر اس نے اپنے زخم انکو دکھا کے پھر انکا شک دور کر دیئے تھے۔ انکے ساتھ روٹی کھائی اور لوگوں سے چھپا پھرا اگر وہ جی اٹھا تھا اور اب پھر خدا ہو گیا تھا تو لوگوں سے اسقدر ڈر کیوں تھا۔

غرض جب تک کہ یہ سوال حل نہ ہو جائیں مسیحی صاحبان کا کوئی حق نہیں کہ وہ نجات کو ثابت کرنے بیٹھیں۔ خیر اب میں اس مضمون پر مسیحی صاحبوں کے جواب دینے کے لئے ہی کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔

مسیح نے کوئی دعویٰ نہیں کیا یاد رہے کہ ہر ایک بات کو ثابت کرنے کے لئے پہلے دعویٰ ہوتا ہے پھر دلیل پس لازم تھا کہ یسوع کی انسانیت اور کفارہ کے مسئلہ کو پہلے تو انجیل سے ثابت

کیونکہ گرجا کے پادری صاحبان انجیل کی ایک آیت بھی اس بارہ میں نہیں لکھی حالانکہ ان کا فرض تھا کہ وہ پہلے یہ بتاتے کہ انجیل میں مسیح نے یہ دعوے کیا ہے اور انہیں معنوں میں کیا ہے کہ جن میں مسیحی صاحبان کرتے ہیں ہم تو انجیل میں کہیں یہ دعوے نہیں دیکھتے یسوع بیچارہ تو آپ لوگوں سے ڈرتا ہوا ہمیشہ اپنے تئیں ابن آدم کے لفظ سے پکارتا ہے تاکہ احمق اس کی پیدائش کو عجیب خیال کر کے کہیں مجھکو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیں مگر مسیحی صاحبان پھر بھی باز نہ آئے بس جب تک الوہیت کا دعوے اور دلائل انجیل سے ہی نہ بتلائے جائیں تب تک تو مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔ یسوع تو اپنے آپکو ابن آدم قرار دیتا ہے۔ اور مسیحی صاحبان زبردستی اُسے خدا کی ولدیت کا خلعت عطا فرماتے ہیں گویا کہ خدا کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک متبنّٰی بنائے۔ اسی طرح کفارہ

مصلوب ہونے سے پہلی رات کا حال ہے کہ اس کا بھی کوئی ذکر انجیل میں نہیں۔ مگر پیروان مسیح نے اپنے عیش اڑانیکے لئے اس مسئلہ کو گھڑ لیا ہے کیونکہ جب خواہی کسی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے آرام سے کیا پرواہ ادھر مسیحی اس منہ سے کفارہ کا اعلان کرتے ہیں اور مسیح کو بڑی خوشی سے بنی نوع انسان پر قربان ہونیوالا خیال کرتے ہیں ادھر یسوع کو دیکھیں تو وہ صلیب پر چڑھنے سے پہلے دردناک الفاظ میں خدا تعالیٰ سے اپیل کرتا ہے کہ اے اللہ اگر کوئی صورت بچانیکی ہو تو اسپر عمل کیجئے کیونکہ یہ گھڑی بہت سخت ہے حالانکہ اگر کفارہ کا مسئلہ سچا تو یسوع کو چاہئے تھا کہ اُس دن عید مناتا اور ساری رات خوشی اور خرمی میں گزارتا کہ آج وہ مبارک دن آیا ہے کہ جس سے فراق میں گھڑیاں گننی مشکل ہو گئیں تھیں مگر اسکے برخلاف وہ روتا ہے وہ چلاتا ہے۔ وہ آنیوالی مصیبت کے خوف میں کبھی بیٹھتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی زمین پر گر کر عجیب حالت بنا کر خدا کے حضور میں گڑگڑاتا ہے کہ اے باپ جسکے لئے میں نے بہت دکھ اٹھائے یہانتک کہ مجھکو کسی جگہ پر خطرناک مشکل ہو گیا یہ مصیبت مجھے برداشت نہیں ہو سکتی

گر ہو سکے تو اسکو ٹالدے تو بھی جیسا رب تیری پیشوائی میں آتا ہے کہ اٹھو تم بھی دعاؤں میں
مشغول ہو جاؤ کہ معلوم کہ خدا اسکی منتوں میں مصیبت سے بچ جاؤ جیسا کہ ہمیشہ انکو وہ شب بیداری کی تعلیم
بلکہ میں چاہتا رہا تھا کہ کسی طرح یہ وقت گزر جائے پس کیا اس کی یہ دعا وہ کے ظاہر کرتی ہے کہ بچ جا سکتی
ہے کہ وہ خوشی سے تمام دنیا کے گناہ چونکہ جیسا کہ اٹھا کر پھانسی پر لٹک گیا پھر یہ بھی ہو گیا
کبھی ہو سکتا ہے کہ ایک کے سر میں درد ہو تو دوسرا اپنے سر پر پٹی باندھے کبھی نہیں کہ غیر گناہ کرتا ہے
وہی پکڑا جاتا ہے جس نے کفارہ سو تو معلوم ہوا کہ خدا کو سزا دینے کا شوق ہوا ہے یہ بھی ہو سکے کہ کوئی
نہ کوئی ہونا چاہئے کہ جسکو وہ سزا دے ہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اگر شیطان کا سر کچلا گیا اور مسیح مر
ہوئے تو خود شیطان اور قاتل یہودی کیوں کفارہ سے مستفید ہوں۔ علاوہ اسکے یسوع کے نزول کے پہلے

انبیاء بائبل کفارہ سے ناواقف تھے اگر انکا کیا حال ہوگا وہ بچائے گئے تو سب جنتی ہیں جنہیں کہ
موسیٰ اور داؤد بھی شامل ہیں پھر کیا خدا پر الزام نہ آیا کہ اگر بیٹے کو پھانسی دینی ہی تھی تو شروع
میں دیتا نہ کہ دنیا کے خاتمہ پر اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ کفارہ پر ایمان لائے تھے کیونکہ اول تو
توریت میں اسکا کوئی ذکر نہیں دوسرے حضرت یوسف کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو کفارہ پر
نہ صرف ایمان ہی نہ تھا بلکہ اسکو ظلم قرار دیتے تھے جب بنیامین کے بورے میں پیالہ نکلا تو یہودا نے کہا کہ
ہم بھی اپنے آپکو اسکے گھر میں غلام بناتے ہیں مگر یوسف نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں وہ جیسا
استغفار کی سبب سے تو وہ یوسف کو یسوع کے کفارہ کی یاد دلا کر ایسا کر سکتے تھے کہ ہم میں سے
ایک اسکے بدلے میں چھوڑ جائیں اور بنیامین کو لیجائیں۔ علاوہ اسکے کفارہ پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ

یسوع جہنم میں تین دن کیوں رہا کہ خدا نے گنہگاروں کو تو ہمیشہ جہنم میں ابدالآباد کی سزا دی اور اپنے
بیٹے کو صرف تین دن سزا دی حالانکہ اسکے سر پر سب دنیا کے گناہ تھے اسکے لئے تو کوئی اور بھی
سخت دوزخ بنانی چاہئے تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ خدا تھا اور غیر محدود تھا اسلئے تین دن کی
سزا کافی تھی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ غیر محدود کی نسبت محدود ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ چونکہ وہ غیر محدود تھا
تو سزا تو ایک سنت کی بلکہ ایک لیے چھوٹی مدت میں ہونی چاہئے تھی کہ وہ گیا وہیں نہ جاتا اور نہ اگر

تین دن کی سزا مقرر ہوگی تو بندوں میں اور خدا میں ایک نسبت ہو جائیگی اور اس طرح غیر محدود نہ رہیگی بلکہ محدود ہو جائیگا اور اگر کہا جائے کہ تین دن کی سزا علی الحساب دیگئی ہے تو خدا اس طرح ظالم ٹھہرتا ہے۔ کفارہ پر ایک اور بھی اعتراض ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب ایک تین اور تین ایک ہیں تو جب یسوع تینوں میں سے مرا تو ضرور ہے کہ باقی دونوں خدا بھی مر رہے ہوں کیونکہ ایک تین ہے اور اگر وہ نہ مرے ہوں تو دو خدا باقی رہ گئے ہونگے اور اس طرح خداؤں میں جدائی لازمی آئیگی جو کہ تین ایک اور ایک تین کے مسئلہ کے برخلاف ہوگا اور اگر کہا جائے کہ نہیں اصل میں خدا تینوں ہی نہ مرے تھے وہ ایک اور ہی کارروائی تھی تو پھر بھی کفارہ باطل ہو جاتا ہے اور خدا نعوذ باللہ جھوٹا ٹھہرتا ہے علاوہ ازیں کفارہ کے مسئلہ سے

یسوع عادل نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تو عادل ہو اور یسوع عادل نہیں پس یا خدا بھی ہو یا یسوع علاوہ ازیں دونوں کی مختلف صفات ماننے سے دو وجود الگ الگ ماننے پڑتے ہیں کہ یہ خدا ہے جو عادل ہے اور یہ یسوع ہے جو محبت ہے سو اس طرح ایک تین اور تین ایک نہیں رہتا اور خداؤں میں فرق لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں کفارہ پر یہ بھی ایک اعتراض ہے کہ اگر کفارہ پر ایمان و نیک عمل کے باوجود بھی عمل کی ضرورت ہے تو وہ کفارہ کفارہ ہی نہ رہا کیونکہ اس صورت میں مسیح کی موت سے بلکہ کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر عمل کرنے کی ضرورت نہیں تو کفارہ سے گناہ پھیلینگے نہ کہ رکینگے۔ اور اس طرح کفارہ گناہ کو پھیلانے والا ثابت ہوگا اور اگر یہ کہا جائے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے گناہ ہوتے ہی نہیں تو یہ بھی غلط کیونکہ جس قدر گناہ یورپ میں ہو رہا ہے اس قدر شاید پہلے ہوا نہ اب غیر قوموں میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ فیصدی حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں پھر کفارہ کا کیا اثر ہوا پھر یسوع

یسوع کامل نمونہ نہ تھا کے کفارہ پر ایمان کر دنیا نے گناہ پر سچ کیا ہے جو کچھ انجیلوں میں پیش کیا ہوا ہے تو خود یسوع پر بھی سو سو اعتراض وارد ہوتے ہیں اور وہ قابل تقلید کیا قابل نفرت ٹھہرتا ہے اور اس طرح مسیحیوں کا یہ کہنا بھی کہ دنیا کو نمونہ کی ضرورت ہے اور یسوع نمونہ بنکر آیا غلط ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے نمونہ کو دیکھکر تو وہی شکوک شروع ہو جاتے ہیں کہ جب خدا خود

گناہ ہونا نہیں رہ سکتا تو جیسے پہلے کئی نسلیں پیچھے تو بھی پیدا ہوتا ہے کہ مجھے نیک ذات کہو [illegible]

کو جھوٹا اور دیا گنہگار [illegible] نہیں [illegible] بھی کہتے ہیں کہ چونکہ گناہ آدم کے ورثہ میں آیا

ہے اور مسیح کا باپ تھا اسلئے معلوم ہوا کہ وہ گنہگار نہیں ہو سکتا تھا تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ مسیح

کی والدہ پر [illegible] ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ آدم میں گناہ کہاں سے آگیا اگر آدم میں پیدا ہو سکتا تھا

تو دوسرے آدمیوں میں [illegible] کہ مسیح کی اصلیت میں [illegible] نقص

نکلتا ہے کیونکہ توریت [illegible] گناہ عورت کی طرف سے تھا چنانچہ پیدائش باب ۳ آیت ۶ میں ہو کر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وارث بنا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ختم ہوا [illegible] الحمد للہ رب العالمین

میرزا محمود احمد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۰۰

سنت ● مامیرا (ممیرا) سنت

اشتہار نور الابصار

سرمہ سنت کرد و مرید بڑکر عطار مجوبہ

میرے پاس اصلی ممیرا ہے جسکی تحقیق ڈی آنریبل مولوی حکیم نور الدین صاحب گرگسی صاحب کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ اور اسکی عمدگی و اصلیت کو بڑے بڑے حکما تسلیم کر چکے ہیں۔ یکساں و ہم نے اسکے اعلیٰ خواص عیاں مشتہر کی ہے۔ دیسی سرمہ والوں کے یکصد گنے زیادہ کر رسالہ تشحیذ الاذہان ایک سال کے لئے مفت اور قسم دوم کے لئے فی تولہ مع محصول ڈاک ایک روپیہ ہوگی۔

نوٹ۔ دکتب و زیورات و ظروف و ادویات وغیرہ سب اجناس کے تبادلہ میں بھی دیا جاسکتا ہے جسکا فیصلہ خریدار و کتابت ہو سکتا ہے۔

المشتہر محمد یٰسین احمدی مقام و ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ

کشتہ

Digitized by Khilafat Library

جریان منی یا سوزاک، کمزوری، ضعف و گرمی کا علاج ہے۔ اس بیماری میں یہ کشتہ اکسیر ثابت ہوا ہے خدا کے فضل سے آئندہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

جریان کی شناخت ۔ پیشاب کے پہلے پیچھے رطوبت کا نکلنا یہ بیماری چند روز میں آدمی کو مردانگی سے محروم کر دیتی ہے اس سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اکثر نیا نسیان کی شکایت ہوتی ہے ضعف دماغ، بینائی کا کم ہونا، ذرا سی محنت سے چکر آنا، تلی وغیرہ، نزلہ کا رہنا وغیرہ۔ پیشاب پر کسی رطوبت کا گرنا۔ **زکام** کسی رطوبت کا ناک سے نکلنا۔ ان سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے سل، مرگی، فالج، ذات الجنب، خون تھوکنا، جوڑوں کا درد، آنکھ، کان، دانت کی بیماریاں۔

ہم نے ایک کشتہ جو بڑی محنت اور سعی اور بڑا میرٹھ سے بیش بہا اجزا سے تیار کیا ہے انشاء اللہ بہت مفید و بابرکت ہوگا۔ جو صاحب چاہیں ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ بلحاظ فوائد اور محنت کے قیمت بہت کم ہے۔ اگر ہر ایک خاندان والا منگوائے تو قیمت فی تولہ ۔۔۔ علاوہ محصول ڈاک خریدار۔

المشتہر
عبد الرحمٰن کاغانی احمدی شفا خانہ حکیم نور الدین قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی ظفر الدین صاحب چھاپا گیا

خلافت لائبریری ربوہ

جلد نمبر ۵ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۳ — جنوری تا دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

جلد ۵ — نمبر ۱

[illegible]

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلباء سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ

خلافت لائبریری ربوہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء — فہرست مضامین — مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۲۸ھ

مختلف نوٹ	صفحہ ۱-۳	ایڈیٹر
یادِ حبیب	" ۴	"
علم اور جہاد فرائض (تقریر ایڈیشن)	" ۵-۱۰	شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی
[illegible]	" ۱۹	ایڈیٹر
[illegible]	" ۲۰-۳۵	بابو برکت علی صاحب [illegible]
بعض ضروری باتیں	" ۳۵-۳۶	مینجر و سکرٹری تشحیذ الاذہان

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

مندرجہ ذیل کتب ہمارے دفتر سے طلب فرماویں

البرق ۔ یہ کتاب دفتر ہذا میں ابھی آئی ہے۔ جسکا اشتہار بطور ضمیمہ کسی گذشتہ رسالہ میں آپ کو مل چکا ہے۔ یہ اصل قیمت یعنی ۸ر کو فروخت ہوتی ہے۔

اختیار الاسلام (میں مسلمان ہوگیا) مصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب قیمت حصہ دوم ۶ر حصہ سوم ۷ر

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بجواب اعتراضات مخالفین سلسلہ بروفات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح اور دیگر احمدی بزرگان نے بہت پسند فرمایا ہے یہ کتاب رسالہ ہذا کے سائز چھپی ہے۔ حجم ڈیڑھ سو صفحے سے زائد ہے۔ کاغذ عمدہ چکنا لگا ہوا لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے۔ قیمت باوجود ان تمام خوبیوں کے صرف ۸ر ہے۔ جو کہ اصل لاگت سے بھی کم ہے۔

سردار جوہر سنگھ کا لیکچر۔ باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا مصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب قیمت فی کتاب صرف ۱ر

معیار حق یا سچے مذہب کی شناخت۔ ضخامت ۱۶ صفحہ قیمت صرف ۱ر

اسلام کی پہلی کتاب یہ کتاب بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہے قیمت ۲ر

المشتہر

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختلف نوٹ

خلافت لائبریری ربوہ

خطرناک غداری | کسی پچھلے پرچہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ کسی شریر آدمی نے جناب ویسرائے صاحب بہادر پر بم کا گولہ پھینکنے کی کوشش کی مگر خدا کے فضل سے ناکام رہا۔ ابھی یہ بات لوگوں کے خیالات سے اتری نہ تھی کہ ایک اور واردات خطرناک غداری کی وقوع میں آئی ہے۔ اور وہ مسٹر جیکسن صاحب ڈپٹی کمشنر ناسک کا قتل ہے۔ آپ اپنے ضلع کے ایک نیک نام افسر تھے۔ اور اب پنشن پر واپس جا رہے تھے۔ ایک دعوت سے جو انہیں کی رخصت پر دی گئی تھی۔ واپس آ رہے تھے کہ کسی محسن کش نے آپ پر متواتر دو فائر کئے۔ جس سے تھوڑی ہی دیر میں فوت ہو گئے۔ افسوس کہ شرارت بڑھتے بڑھتے کہاں تک پہنچتی ہے۔ گورنمنٹ کے احسانات کو دیکھتے ہوئے اس غداری سے اور بھی غداری پیدا ہوتی ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ یہ لوگ معمولی انسانیت سے بھی خالی ہو گئے۔ کیا جو لوگ انسانیت کو چھوڑ کر درندگی کی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔ اس قابل ہیں کہ حکومت انکے ہاتھوں میں دی جائے ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں۔

پٹیالہ سڈیشن کیس | سڈیشن کا ایک نتیجہ جیسے مسٹر جیکسن کا قتل تو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ مگر اسکے علاوہ پٹیالہ سڈیشن کیس بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں پٹیالہ کی ریاست میں چالیس سے کچھ اوپر آریہ سماج کے ممبر پکڑے گئے ہیں۔ اور ان پر الزام ہے کہ انکی کوشش تھی کہ انگریزی علاقہ میں بدنظمی پھیلائیں۔ اور حضور قیصر ہند اور

ہمارا جو پیشوا کے برخلاف لوگوں میں جوش پیدا کریں۔ مسٹر گرے نے جو کہ بڑی وکیل ہیں بڑے زور شور سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آریہ سماج ایک پولٹیکل باڈی ہے۔ اور مذہب کا صرف پردہ ہے۔ اور انہوں نے بتایا ہے۔ کہ کس طرح سماج کے لیکچراروں نے۔ اور مصنفوں نے غیر مذاہب کے پیشواؤں پر کس دریدہ دہنی سے حملے کئے ہیں۔ اور کس طرح ملک میں بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ بات ایسی نہیں کہ جس کا انکار ہو سکے جن لوگوں نے سری کرشن اور رامچندر وغیرہ بزرگوں کو جو خود انکے ہی بڑے تھے۔ برا بھلا کہا۔ وہ دوسروں کو ستانے سے کب باز رہ سکتے ہیں۔ افسوس اگر حضرت مسیح موعود کی نصیحت پر عمل کیا جاتا اور اس دریدہ دہنی سے کام نہ لیا جاتا۔ تو یہ نوبت کیوں پہنچتی کاش اب بھی اپنا رویہ آریہ سماج بدل دے۔ اور حلم اور نرمی کے ساتھ مذاہب کا مقابلہ کرے اور اس کے ممبر پولٹیکل مجالس سے کنارہ کریں۔ تو شاید اب بھی بہت کچھ اصلاح ہو جائے ٭

ضرورت امام خدا تعالےٰ کے سب کام حکمت سے ہی ہوتے ہیں اور اس میں عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ لوگ سمجھتے نہیں۔ مگر یہ ان کی عقلوں کا قصور ہوتا ہے۔ انبیاء کے آنے اور اولیاء کے مبعوث ہونے اور ماموریں کے بھیجے جانے کی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں منجملہ ان کے ایک حجت پوری کرنا ہے یعنے جب لوگوں میں ایک نمونہ قائم کرکے بتا دیتے ہیں۔ کہ دیکھو شریعت پر یوں عمل ہو سکتا ہے۔ اور نشانات اور آیات سے حجت پوری کر دیتے ہیں۔ تو شریر کاروں اور گنہگاروں پر عذاب الہی نازل ہوتا ہے۔ اس وقت جو زمانہ کی حالت ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے کہ ایک مامور کو چاہتی ہے۔ پھر بھی حضرت مسیح موعود کا انکار کرنا نہایت جہالت

ہے۔ اس وقت میں انگلستان کی موجودہ حالت کی نسبت ریویو آف ریویوز کے مشہور ایڈیٹر ڈبلیو ٹی سٹیڈ کی ایک رائے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں یہ مشہور فاضل ایک نواب بیگم کی ایک کتاب پر جس کہ اس نے یورپ کے امرا کے ایسے حالات لکھے ہیں۔ کہ جنکو پڑھکر دل کانپ جاتا ہے۔ ریویو کرتے ہوئے آخر میں لکھتا ہے۔ کہ "یہ لوگ شرارت کے پتلے ہیں۔ بدکاروں کی نسل وہ ایسی اولاد ہیں کہ جو خبث اور شہوت غور ہے۔ انہوں نے خدا کو ترک کر دیا ہے۔ اس لئے ان کے لئے بھی وہی حکم انتظار کر رہا ہے۔ کہ جو کہ یہودیوں کے نبی نے اپنے زمانہ کے مفسد امرا کیلئے پیشگوئی کے طور پر قبلا چھوڑا تھا۔ یعنے اس لئے دوزخ بڑھ گئی ہے۔ اور اس نے اپنا منہ بے حد کھول دیا ہے۔ اور انکی عزت انکی کثرت اور ان کی شان و شوکت اور وہ جو کہ اس میں عیش کرتے ہیں اس میں (دوزخ میں) ڈالے جائینگے" اس فقرہ کو نقل کرنیکے بعد پھر یورپ کے امرا کی طرف رجوع کرتے ہوئے مسٹر سٹیڈ کہتے ہیں۔ کہ "دنوں سے فیصلے میں ڈھیل پڑ تی گئی ہے۔ مگر کسکو علم ہے۔ کہ جزا سزا کا دن خدا کے غضب کا دن شاید قریب ہی ہو"

افسوس کہ مسٹر سٹیڈ کو یہ علم نہیں۔ کہ خدا کا مسیح مبعوث ہو چکا اور آتی عذاب اور آسمانی بلائیں دنیا پر اتر رہی ہیں۔ اور سزا جزا کا کام شروع ہو گیا ہے۔ بس مبارک ہے۔ وہ جو اپنی گرفتاری سے پہلے توبہ کرتا ہے۔

یاد حبیب

ذیل میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔ جو پہلے کہیں شائع نہیں ہوئے۔ امید ہے کہ ناظرین کے لئے یہ اشعار دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

بگرفتہ اند راہ مولے را — پشت پائے زدند دنیا را
دل نزار آتشش جہان برار — عمر خود چون گذار ان کو بگذار
بست دنیا رفیق غدارست — تو یار کسے نہ کس یار است
بجائی کشید خدمت یار — کہ بہ پیری نے شود این کار
کوری آمد نشان استدراج — غفلت از عیب نفس سوء مزاج
ترک دنیا و دون تجلی کن — بیخ نفس شقی بر آر از بن
عاشق زار در ہمہ گفتار — سخن خود کشد بجانب یار
بے تو شوق گریستن دارم — ای خلیل شغل زیستن دارم
بر زبان گفتگوئے زہد و عفاف — کار با جملہ بد ترا از جلاف
سالک اول بود بخامی کار — گاہ غرق و گہے خندہ بہ کنار

باز نادم شود ز سستی ہا
عہد بندد و براے سر آئین ہا

خلافت لائبریری ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اور ہمارے فرائض

{سلسلہ کے لئے دیکھو
رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۵ نمبر ۳}

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اے ایمان والو خدا کا کامل تقویٰ کرو اور وہ تقویٰ ایسا کامل ہو۔ کہ پھر اس سے بڑھکر کوئی نہ ہو سکے۔ مگر تم ذرا اپنے ایمانوں کو جانچ کر تو دیکھو۔ اور اپنے گریبانوں میں جھانک کر تو بتاؤ۔ کہ کیا تم نے خدا کو ایسا پہچانا ہے۔ جیسا کہ اسکی پہچان کا حق ہے؟ اور کیا تم ایسے متقی ہو۔ جیسا کہ اُس نے تمہیں بننے کے واسطے حکم دیا ہے۔ ایک کنسٹیبل کے دیکھتے ہوئے۔ کوئی شخص چوری نہ کریگا۔ شراب خانے میں جاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ بھال لیگا۔ کہ اُسے واقف حال دیکھتا تو نہیں۔ ایک بازاری عورت کے ہان جاتے ہوئے بڑا چوکس ہو کر جائیگا۔ کہ کسی دشمن کی اُسپر نظر نہ پڑ جائے۔ ایک پولیس

مجرم گورنمنٹ کے ملازم کا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔ کہ مبادا کوئی اس کے حال سے آگاہی حاصل کرے۔ ایک بل میں جیسا سے یقین ہے۔ کہ ایک زہریلا سانپ بیٹھا ہے۔ کبھی جاکر انگلی نہ ڈالے گا۔ جلتے ہوئے انگاریکو کوئی اٹھانیکی جرأت نہ کریگا۔ اور ایسا کھانا جس میں اسے وہم ہے۔ کہ زہر کی ملونی ہے۔ ہرگز ہرگز نہ کھائے گا۔ یہ سب کچھ کیوں؟ اس واسطے کہ اسے یقین ہے۔ کہ ایسا کرنے میں اسکی ہلاکت ہے۔ عزت یا شہرت کو دھبہ لگتا ہے۔ جھوٹی عصمت یا پاکدامنی پر دھبہ آتا ہے۔ دوستوں میں ہم مجلسوں میں بدنامی کا اندیشہ ہے۔ یا گورنمنٹ کی گرفتاری کا خوف ہے۔

مگر خدا کو حاضر ناضر اور عالم الغیب مانتے ہوئے بھی سب کچھ کرتا ہے۔ اور اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اس کو خدا پر ایمان نہیں۔ اور ایک کانسٹیبل کے برابر بھی اسکے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اُسے خدا پر ایمان بھی نہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں۔ کہ خدا پر بھی ایمان ہو اور اس کی تمام صفات کاملہ کا بھی یقین ہو اور پھر گناہ بھی کرے جس طرح نور اور ظلمت جمع نہیں ہوسکتے۔ اسیطرح ایمان اور گناہ کبھی ایک دل میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

دیکھو ایک جنگ میں بعض صحابہؓ ذرا سی غفلت یا سستی کے باعث پیچھے رہ گئے تھے۔ اُن کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے۔ اور انکی دلی حالت کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے۔ ذرا اس پر غور تو کرو۔ اور اس سے عبرت پکڑو اور اپنے اور اُن کے ایمانوں کا موازنہ کرو۔ کیا تم اُنہی کے وارث اور جانشین ہونے کے مدعی ہو؟۔

اُن کے متعلق خدا بشارت دیتا ہے۔ کہ ضاقت علیہم الارض بما رحبت۔ یعنی انہوں نے اپنی اس کمزوری کا ایسا احساس کیا۔ کہ زمین اُن پر تنگ ہو گئی۔ اور اُن کو خدا کے سوا کوئی مفر اور جائے پناہ نظر نہ آیا اور وہ خدا کے لئے مر مٹے۔ تب جا کر خدا نے اُن کی اس معمولی سی سُستی کو معاف کیا ﴿

اُن میں سے ایک کا ذکر ہے۔ کہ وہ چونکہ شاعر تھا اور قوم کا سردار اور مانا ہوا آدمی تھا۔ ایک عیسائی بادشاہ نے اس کے متعلق یہ حالات سُن کر شیطنت کا اچھا موقع پایا۔ اور اس کا رشتۂ ایمان پھاڑنے کے لئے اپنا جام تزویر یوں پھیلایا۔ کہ اپنے ایک ہوشیار ایلچی کو اس کے پاس ایک خط دیکر روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ آپ قوم کے اعلیٰ ہیں۔ آپکا خاندان عرب بھر میں آپکا بجائے خود ایک نہایت قابل عزت اور واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ مگر میں نے سنا ہے۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آپ سے ایسا بُرا سلوک کیا ہے۔ اور آپکی شان اور عزت کا ذرا بھی پاس نہیں کیا لہٰذا آپ ہمارے ہاں آجاویں ہم ہر طرح سے آپکی عزت و عظمت کیواسطے حاضر دیتا رہیں ﴿

اللہ اللہ جائے غور اور مقام عبرت ہے۔ ایک طرف تو وہ مصیبت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بالکل الگ کر دیا۔ کوئی دوست اُس سے کلام نہیں کرتا کوئی اسکی بات کا جواب تک نہیں دیتا۔ بیوی تک کو اس سے کلام کرنے کی اجازت نہیں۔ شجر و حجر اس سے مخاطب نہیں ہوتے۔ اور تنہا دیوانہ وار دن رات جنگل بیابان میں پھرتا ہے۔ روتا ہے۔ اور چلاتا ہے اور اوسکی اس حالت کیواسطے اسکا ایک بھی مونس و غمگسار نہیں۔ دوسری

طرف ایسے ابتلا کے وقت میں ایک بادشاہ بلاتا ہے۔ اور غمگساری کیواسطے تیار ہے۔ عزت وعظمت جاہ ومال کے پکے وعدے کرتا ہے۔

کیسا نازک مقام اور کیسا مشکل امتحان تھا۔ مگر اس کا ایمان دیکھو کہ اس خط کا جواب اس نے اس بادشاہ کو کیا دیا۔ اس خط کا جواب یہہ تھا۔ کہ اس ایلچی کے سامنے اس خط کو ایک جلتے تنور مین ڈالدیا۔ اور ایلچی سے کہدیا۔ کہ جاؤ اپنے بادشاہ سے کہدو کہ تمہارے خط کا یہی جواب ہے ۰

اب اس زمانے میں ذرا تلاش تو کرو کہ ایسے مسلمان کہین ڈہونڈو سے ملتے ہین؟۔

بات بات پر ایمان فروشیاں ہو رہی ہیں۔ اور پیسے پیسے کیواسطے نقد ایمان فروخت کیا جارہا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی بادشاہ کسی پر مہربان ہو کر اسے عزت وآبرو کے وعدے کرے۔ مین تو خیال کرتا ہوں کہ شائد۔ ۸۰ فیصدی ایسے مسلمان ہونگے کہ فوراً ایسے موقعہ پر دینی ایمان ترک کرنیکے واسطے تیار ہو جاوین ۰

اصل بات یہہ ہے کہ اگر انسان کامل تقویٰ رکھتا ہو اور خدا ہر وقت اسکے پیش نظر ہو۔ تو کوئی گناہ اسکے پاس نہین آسکتا۔

بعض گناہ تو ایسے ہین کہ ایمان تو ایک بڑی عظیم الشان چیز ہے۔ اگر انسان معمولی اخلاق بھی رکھتا ہو تو اس سے سرزد نہیں ہوتے۔ اور اسکا کانشنس اور ضمیر طبعاً اسے خود ملزم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک چور کو جو دوسرے کا مال چراتا ہے۔ اگر اسبات کا خیال ہو کہ اسکا اپنا مال چرایا جائیگا تو اُسے کیا رنج اور صدمہ ہوتا ہے۔ تو ہرگز چوری نہ کرے گا۔

ایک زانی اگر یہہ خیال کرے کہ اس کی بھی لڑکی اور بہن ہے۔ اور وہ بھی بیوی اور ماں رکھتا ہے۔ اور اُن سے کوئی ایسا برا سلوک کرے تو وہ اسکو کسطرح ناپسند کرے گا۔ تو پھر دوسرے کی لڑکی بہن بیوی یا ماں سے اس گناہ کو ایک ایسی قبیح چیز ہے۔ کہ ایک صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان اسے ہرگز نہیں کر سکتا اور اگر گناہ کرتے وقت اس بات کو اپنی ذات پر وارد کرکے دیکھے۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ منٹ تو کیا سیکنڈ میں تمام قسم کے گناہ کی انسان کے دل سے بیخ و بن کٹ جاتی ہے۔ اور انسان ہمیشہ کیواسطے گناہ کی نجاست اور اسکی غلامی سے آزاد ہو سکتا ہے +

مگر افسوس تو رہ رہ کر اس بات پر آتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں نہ روحانیت ہی ہے۔ اور نہ تقویٰ ہی ان کے دل مسخ ہو گئے ہیں۔ اور فطرت ان کی مر چکی ہے یہی باعث ہے کہ تو میت بھی نہیں رہی۔ پھر فرماتا ہے۔ کہ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ (نقل ۔) موت کا کوئی مقرر وقت نہیں۔ اور نہ کسی کو علم دیا گیا ہے۔ کہ کس منٹ میں اس کی جان اس قفس عنصری سے پرواز کر جائیگی مگر با این اکثر ہیں۔ کہ وہ اس خیال میں ہیں۔ کہ ابھی تو بڑا وقت ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کر لیں گے۔ اگر ایسا یقین ہوتا کہ خدا قادر ہے۔ اور اسے اس بات کی کامل قدرت ہے۔ کہ جب چاہے بلا لے۔ اور اس وقت نہ کوئی انکا پیش جائیگا۔ اور نہ اس وقت کو کوئی پیچھے ہٹا سکیگا تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ اور ہر وقت خدا کے حضور حاضر ہونے کیواسطے تیار و کمربستہ رہتے۔ اور اپنے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرتے رہتے۔ اصل میں اس آیت کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ انسان کو چونکہ موت کا علم نہیں دیا گیا۔ کہ کس وقت اور کس گھڑی وہ آجاویگی۔ لہذا انسان ہر وقت اپنے تمام جوارح سے ہاتھ۔ پاؤں۔ کان۔ ناک۔ دل اور

دماغ سے ہر وقت خدا کا سچا فرمانبردار بنا رہے۔ اور کوئی لمحہ بھی سستی اور غفلت میں بسر نہ کرے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس حالت میں موت اسے آن دبوچے۔ جس طرح میدان جنگ میں سپاہی کو ہر وقت مسلح رہنا پڑتا ہے اسی طرح انسان کو بھی لازمی ہے۔ کہ شیطان کی جنگ اور نفس کی کید سے غافل اور بے پرواہ نہ ہو بلکہ ہر وقت مسلح رہے۔

مسلمان کے معنے ہی فرمانبردار کے ہیں۔ اور اس لفظ کا مطلب ہی یہی ہے۔ کہ انسان اپنی ساری طاقت اور سارے ارادوں کے ساتھ خدا کی طرف جھک جائے خدا کے آگے گردن ڈال دے۔ اور اسکی روح پانی کی طرح آستانہ الوہیت پر بہنے لگے۔ اس کا اپنا کچھ نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب تم میں یہ حالت پیدا ہو جاویگی تو تم پر خدا کی طرف سے یہ فضل نازل ہوگا۔ کہ تم ایک جماعت بن جاؤ گے ایمان۔ تقویٰ اور پھر فرمانبرداری کا لازمی نتیجہ اور انعام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ پھر اس شخص کیساتھ ایک جماعت ہوتی ہو چنانچہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا سے پہلی آیت سے ربط میں غور کرے سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اب جب ایک جماعت ہوگئی تو آیت بالا میں اس جماعت کے مناسب حال احکام دیئے ہیں۔ کہ جب یہ انعام تم پر نازل ہو جائے۔ اور تم ایک جماعت ہو جاؤ تو پھر آپس میں اتفاق اور وحدت کی کوشش کرو۔ نفاق اور بے اتفاقی کو قریب تک نہ آنے دو کیونکہ یہ جماعت اور وحدت کے نتائج سے محروم رکھنے والے ہیں۔

میرا تو یقین ہے کہ صحابہ کا ایمان تو درکنار اگر تم میں انکی عورتوں کا سا بھی ایمان ہو تو دنیا کا فتح کر لینا کچھ بڑی بات ہی نہیں۔ اور دنیا کے دل تو پہلے ہی سے تیار ہیں اور

خدا کی طرف سی یہ تحریکات شروع ہیں۔ بھلا غور تو کرو کیا کوئی اپنے آپکو گڑھے میں ڈالنا چاہتا ہے اور کیا کوئی جان بوجھکر زہر کا پیالہ پینا چاہتا ہو؟ کیا کوئی ایسے جنگل میں خود بخود اپنی خوشی سے جانا چاہتا ہے جہاں اسے یقین ہے کہ اسمیں ایک ببوکا آدم خور شیر موجود ہے؟ اگر کسی کو علم ہو جاوے کہ اس بل میں سانپ بیٹھا ہے۔ تو کیا وہ اس میں اپنی انگلی ڈالے گا؟ پس اس وقت اگر ہم دنیا پر ثابت کر دیں کہ حق ہمارے ساتھ ہے۔ اور دنیا کو اپنے قول سے اپنے فعل سے دکھا دیں۔ کہ واقعی جو ہم کہتے ہیں۔ وہ خدا کی شناخت کا سچا ذریعہ ہے۔ باقی تمام ٹیڑھے راستے اور خوف ہلاکت سے خالی نہیں ہیں۔ اور اگر ہم اپنے نور ایمان کے ثمرات دنیا کو عملی رنگ میں چکھا دیں۔ اپنی امتیازی اور پُر لوث زندگی سے دنیا کے دلوں کو فتح کر لیں اور صحیح براہین قاطعہ اور علم صحیح سے دنیا کو بتا دیں۔ کہ درحقیقت وہی سچی راہ ہے۔ جو ہمارے رسول حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ دنیا میں لائے۔ اور آپ نے جو فرمایا وہ واقعی سچ اور راست ہے۔ تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ لوگ اسے رد کر دینگے جب اُن کو یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ وہ ظلمت میں ہیں۔ اور ہم انکو نور پیش کرتے ہیں تو کیوں وہ ظلمت کو پیار کریں گے؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ دنیا کا قصور نہیں۔ بلکہ ہم خود مجرم ہیں کہ ہم نے کوشش کا حق ادا نہیں کیا۔ خدا کی امانت کو جو ہمارے پاس تھی۔ اسکی قدر نہ کی اور لوگوں کو پہنچایا نہیں۔ پس اے عاقلین جانو کہ ملزم تم ہو نہ کہ دنیا کیا تم نے تبلیغ کا حق ادا کیا؟ کیا تم نے کسی پر قول سے حجت پوری کی؟ ہرگز نہیں۔

جو بات تم دنیا کو منوانی چاہتے ہو۔ پہلے تم خود تو اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ جو بات خود مسلمان اور پھر احمدی کہلا کر نہیں کرتے۔ اسکی اوروں سے کیونکر امید کر سکتے ہو۔ پہلے خود اپنی اصلاح کرو۔ اور ایسے بن جاؤ کہ تمہارے حرکات تمہارے

سکنت میں ہر وقت خدا تمہارے پیش نظر ہو حدیث میں وارد ہے۔ کہ کمال ایمان یہ ہے۔ کہ تم پر ایسی حالت وارد ہو جاوے۔ کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر ایسا بھی نہیں ہوا تو کم از کم یہ تو ہو۔ کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ایمان محفوظ نہیں۔ اور نہ کامل تقویٰ تم پر پیدا ہوا ہے۔ اور ایسا ایمان ہر وقت خطرے میں ہے۔ ایکدفعہ حضرت صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے قوم کی نازک حالت سے دردمند ہو کر قومی خدمات کیواسطے قربانیاں کرنے کیواسطے فرمایا تھا۔ تو اس وقت غالباً چودہ یا پندرہ آدمیوں نے حضور کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ مگر افسوس وہ بھی وقتی تھا۔ کیونکہ بعد میں ہم نے اسکا عملی نتیجہ کوئی نہ دیکھا۔ اگر ان میں سے ایک دو نے ایسا کیا بھی تو کیا ہوا۔

صرف زبان سے کسی بات کیواسطے تیار ہو جانا کافی نہیں۔ دراصل ہی خدا کے حضور ایسی زبانی لاف کی کچھ قدر ہوتی ہے جس کے ساتھ عملی کارروائی دلیل کے طور پر اس دعوے کی تصدیق نہ کرے۔ زبانی تو انسان ہزاراں دعوے کر سکتا ہے۔ اور لوگوں کو چند منٹ کے واسطے خوش بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے جیسا کہا اسکے مطابق کر کے کچھ نہیں دکھایا تو سب دعوے ہیچ ہیں۔

ان باتوں کے واسطے صحابہ کے نمونے دیکھو۔ انہوں نے جو کچھ کبھی کہا تو کیا اسے پورا کر کے دکھایا۔ گھاس کھائے۔ پیٹ پر پتھر باندھے۔ مگر قول کے کیسے پکے اور آن کے کیسے پورے نکلے۔ کیا تم میں کوئی ہے کہ اس قسم کا نمونہ دکھا سکے۔ اور اگر نہیں تو پھر جو کچھ تم نے کیا ہی نہیں اس کے انعام کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہو۔ میں مانتا ہوں کہ ایک قلیل جماعت تم میں سے صحابہ کا نمونہ دکھا رہی ہے۔ مگر چند آدمی قوم کے قائمقام نہیں ہو سکتے۔

دیکھو ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہؓ میں کس طرح رہتے تھے۔ ایک آ

نے اس ۱۳۰۰ سال کے عرصہ میں کیا رنگ پکڑا۔ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ اس کیواسطے ذرا تاریخ کو ٹٹولو۔ اور دیکھو کہ اُن لوگوں نے کس طرح دنیا کو کنپا دیا۔ مگر یہاں تک کہ ۱۳۰۰ کے خدا کا مرسل تیس برس سے بھی زیادہ عرصہ ہم میں رہا۔ پھر ہم ہیں کہ قعر گمنامی میں پڑے ہیں کوئی جانتا بھی نہیں کہ ہم کون ہیں۔ اور ہم نے کرنا کیا ہے۔ اپنے فرض ہی سے غافل ہیں۔

ہم نے اب تک کیا کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک مدرسہ ہے۔ یا میگزین۔ مگر ان میں بھی کوئی کامیابی نہیں۔ کوئی خاص امتیازی نشان نہیں۔

جنگ بدر میں دو نوجوان لڑکوں کا ایک قابل رشک نمونہ ہے۔ چودہ پندرہ سال کے دو نوجوان آنحضرت کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ میں ہمراہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں تمہارے جانے کی ضرورت نہیں۔ تم ابھی بچے ہو۔ اور ناتجربہ کار ہو۔ وہاں جنگ کا معاملہ ہے۔ جان کا کھیل۔ مگر وہ بھی حضور نبوی میں بصد ادب التماس کرتے ہیں کہ حضور ہمیں حضور کی ہمرکابی کا شوق ہے۔ ہمیں اجازت دی جاوے آخر آپ نے اُن کے شوق اور اصرار پر انہیں اجازت دی۔ لکھا ہے۔ کہ وہ جنگ میں بڑی دلیری سے لڑے یہاں تک کہ ایک شہید ہوا۔ اور دوسرے کا ہاتھ کاٹا گیا دوسری طرف صحابہ کی عورتوں کی اور بھی نہایت عجیب اور قابل رشک نظیریں موجود ہیں۔ لکھا ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر اڑی اور وہ گونج کی طرح مدینہ پہنچی۔ تو عورتیں مدینہ سے روتی ہوئی نکل آئیں۔ ادھر سے ایک صحابی میدان جنگ سے مدینہ کو آ رہے تھے۔ ایک عورت اس سے یوں مخاطب ہوئی۔ کہ کیا رسول اللہ شہید ہو گئے۔ اس کے جواب میں وہ صحابی کہتا ہے۔ کہ تیرا خاوند جنگ میں مارا گیا۔ تو وہ پھر پوچھتی ہے۔ کہ

میں نے خاوند کی بابت نہیں پوچھا تو مجھے جلدی بتا کہ رسول اللہ تو زندہ ہیں اس کے جواب میں وہ کہتا ہے۔ کہ تیرا بھائی بھی مارا گیا۔ وہ پھر جھنجلا کر پوچھتی ہے کہ میں نے بھائی کا نہیں پوچھا تو مجھے رسول اللہ کا حال بتا۔ تو پھر وہ کہتا ہے کہ تیرے بیٹے مارے گئے۔ وہ پھر کہتی ہے۔ آنحضرت کی نسبت بتا کہ آپکا کیا حال ہے جسکے جواب میں صحابی نے کہا کہ ہاں آپ تو زندہ ہیں۔ مگر تیرے سارے رشتہ دار مارے گئے ہیں۔ وہ اسکے جواب میں کہتی ہے۔ الحمد للہ مجھے آنحضرت کی زندگی میں کسی کے مر جانے کی پرواہ نہیں۔

اب ذرا غور کرو کہ کیا کسی کا ایسا ایمان ہے یا کوئی ہے۔ کہ ایسے ایمان کا دعوٰی بھی کر سکے۔ جس قوم کی عورتوں میں یہ روح تھی وہ کیوں دنیا کی فاتح نہ ہوتی ایک طرف ہم ہیں کہ ایک پیسے کے نقصان پر مرتے ہیں اور انگلی کٹنے کے خوف سے بھی بھاگ اٹھتے ہیں۔ حضرت سعد بن وقاص جب ایران کیواسطے گئے تھے تو ایک بہادر عورت نے اپنے پانچ بیٹوں کو یہ کہہ کر رخصت کیا تھا کہ جب ہم کافر تھے۔ تو مسلمانوں کو ہم نے بڑے بڑے نقصان پہونچائے اس وقت میں تم کو بچے دین کی حمایت کے واسطے بھیجتی ہوں۔ دیکھو بدنام نہ کرنا۔ اور دین کی راہ میں جان قربان کرنا۔ اُن کے سردار کو قتل کرنا۔ خواہ لوٹ کر ایک بھی نہ آؤ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ اس جنگ میں وہ پانچوں سردار لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ انمیں سے چار تو رستے میں جاتے جاتے ہی شہید ہو گئے آخر پانچویں کی تلوار نے اس سردار کا کام تمام کیا۔

کیا آج کوئی عورت ہے۔ کہ ایسا نمونہ دکھا سکے اور دین کے واسطے ایسی قربانی پیش کر سکے؟ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو تو چھوڑ دو یہاں تو مرد بھی اُن عورتوں کی گرد تک کو نہیں پہونچ سکتے۔ اور اگر ایک دو ہیں بھی تو وہ

الناس کالعدم ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ ہیں نے حضرت حمزہ کے ایک جنگ میں بجائے کفر ناک کان کاٹ لئے تھے۔ اور اُن کا کلیجہ چبا گئی تھی مسلمان ہو جانے کے بعد ایک جنگ کے موقعہ پر جب ابوسفیان مع چند مسلمانوں کے میدان جنگ سے پیچھے کو بھاگے تو وہ اور عورتوں کو ساتھ لیکر بڑھیں اور کہا کہ بھاگنے والے مردوں کو لاٹھیوں سے مارو۔ چنانچہ بعض بھگوڑوں کی عورتوں نے لاٹھیوں سے خبر لی اور اُن کو شرم دلائی کہ مرد ہو کر بھاگتے ہو آخر پھر لوٹ کر جنگ میں شریک ہو گئے ؞

پچھلے وقت کے مسلمانوں اور ان کی عورتوں و بچوں کے ایسی ایسی قول سے تو تاریخ بھری پڑی ہے مگر جبکہ اُن سے نصیحت نہ پکڑی جائے تو اُنکو بیان سے کیا فائدہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کیوقت حضرت اسمٰعیل کی عمر صرف آٹھ برس کی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ اسوقت ۹۲ برس کے تھے۔ یہہ انسانی عمر کا بالکل آخری حصہ تھا۔ در آئیندہ بظاہر کوئی امید کسی اور اولاد کی نہ ہو سکتی تھی مگر اُن کا ایمان دیکھو اور فرمانبرداری کو ذرا غور سے مطالعہ کرو کہ ذرا سا اشارہ پاتے ہی جھٹ چھری لیکر بیٹے کو ذبح کرنے کے واسطے تیار ہو گئے ہیں۔ وہ تو خیر خدا کے نبی تھے۔ اور ابو الانبیا اور خلیل خدا تھے مگر اس آٹھ سالہ بچے کی فرمانبرداری کو دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنے اے باپ آپ کو جو خدا نے حکم دیا ہے۔ اس کی تعمیل کیجئے۔ میں انشاء اللہ صابر ہی ثابت ہونگا سبحان اللہ باپ تو خدا کا فرمانبردار تھا ہی۔ مگر بیٹا بھی کس پایہ کا انسان تھا۔

پس یاد رکھو اور دیکھ رکھو کہ تمہارا سب سے بڑا فرض کمال ایمانی تقویٰ اور قوت اطاعت کا پیدا کرنا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو

آریہ ہیں کہ نیوگ جیسے گھنونے اور قابل شرم ننگ انسانی مسئلہ کو بھی بڑے فخر اور جرات سے پیش کرتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان ہیں کہ انہوں نے اعتراضات کی زد اور حملوں کے تیزوں سے بچنے کے واسطے آہستہ آہستہ اپنے مذہبی مسلمات کو بھی ترک کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہاں نئے تجارب اور بدلتے ہوئے فلسفے کیساتھ مذہب کے تطابق کی کوشش کرتے ہیں اور ہر وقت پہلو بدلتے ہیں مگر کیا اس طرح سے اس روشن خیالی کے زمانہ میں تم کامیاب ہو سکو گے ہرگز نہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم مذہب کو اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرو فلسفہ یورپ کی طرح نت نئے رنگ اور حاشئے نہ چڑھاؤ اور اس پاک صورت میں جس میں یہ پاک مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے۔ پیش کرو جس مذہب کو پیش کرتے ہوئے آنحضرت کو کوئی شرم نہ محسوس ہوئی تو تم کو بھی کوئی نہ ہوگا۔ تم اسکو پیش کرتے ہوئے ڈرو۔ خدا کے احکام کے پہونچانے اور خدا کے دین کی تبلیغ کیواسطے دنیا میں نکلیں اور بھوک پیاس یا ننگی ہمیں روک نہ سکے۔ ہمیں ایک نور ملا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اس نور کو دنیا کے آگے پیش کریں اور خواہ پتھر پڑیں مارے جائیں۔ مگر اپنے فرض کو ترک نہ کریں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم صحابہ کا نمونہ دکھا دیں۔ انکی عورتوں اور بچوں کا رنگ ہماری عورتوں اور بچوں میں پیدا ہو جاوے۔

دیکھو تم اپنے بھائی بیٹے یا کسی رشتہ دار کی بیماری کے وقت کیونکر اپنے آرام اور سکھ کو ترک کر دیتے ہو ٹھنڈی راتوں کی گہری نیندیں کیونکر چھوڑ دیتے ہو۔ اپنا محنت سے کمایا ہوا عزیز مال کیونکر بے دریغ لٹاتے ہو۔ عطاروں پنساریوں ڈاکٹروں اور طبیبوں کے دروازوں پر کیونکر عاجزی و انکساری سے جاتے ہو۔ مگر بتاؤ کیوں تم اپنے

اصل مقصد کو بھولے بیٹھے ہو۔ کیا تمہیں اسلام کی مصیبت اور اپنے پیارے دین کی حالت نازک کا کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ وہ دشمنوں کے حملوں سے کیسا چور چور ہو رہا ہے اور کیونکر بیکسی اور بے بسی کی حالت میں بے یار و مددگار پڑا ہے۔ تمہاری غیرت کو عبرت کیا ہوئی۔ تم کیوں ایسے گئے گزرے ہو گئے ہو کہ اس مصیبت کا احساس بھی تم میں پیدا نہیں ہوتا۔

اسلام مظلوم ہے۔ مگر تم آرام سے نرم نرم بچھونوں پر سوتے ہو۔ کیا یہی اسلام کی صداقت تم نے سمجھی ہے؟ اور کیا یہی تمہارے دلوں میں اس دین کی قدر و منزلت ہے جسکو تم نے قبول کیا ہے۔ افسوس۔

تمہارے دشمن۔ تمہارے خدا کے دشمن خدا کو اسلام کو قرآن کو اور تمہارے معصوم نبی کو گالیاں دیتے اعتراضات کے زہریلے تیروں کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ مگر کیا نہیں تمہارے دلوں میں لولہ اٹھتا۔ وہ جھوٹ کی تمہید کیواسطے دن رات جانفشانی سے کوشاں ہیں۔ مگر تم صداقت کو اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے خاک میں ملا رہے ہو۔ وہ ظلمت کی حمایت میں جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تم نور کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر کے بیٹھ رہے ہو۔

کیوں تمہارے ایمان مردہ ہو گئے۔ اور کیوں تمہارے دل گندے ہو گئے ہیں۔ دیکھو خدا گندے دلوں میں کبھی نازل نہ ہوگا۔

کیا ایک بادشاہ کو تم ایک اندھیری اور گندی کوٹھڑی میں بلا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا تمہارے ایسے گندے لوتھوں میں جلوہ گر ہو۔ اور وہ تمہاری ایسی قربانی کو قبول کرے۔

خدا قدوس ہے۔ وہ پاکیزگی اور طہارت کو پسند کرتا ہے۔ پس خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے دلوں کو پاک کرو۔ اور قلب سلیم

اور خاص دل جو نور ایمان سے منور ہوں تیار کرو۔ اس کیواسطے تمہارے سامنے صحابہؓ کا نمونہ اور رسول اللہؐ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔

لوگ اندھیرے میں بھٹک کر نہیں پاتے ہیں۔ مگر تم باوجودیکہ تمہارے ہاتھ میں شمع ہے کسی کو نہیں بلاتے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرتے ہوؤں کو نہیں بچاتے۔

یاد رکھو کہ جب تک تم اپنا اصل فرض پورے طور سے ادا نہ کرو گے تم کسی علم کے مستحق نہیں ہو سکو گے۔ بلکہ ذلت و ادبار اور بھی ترقی کریگا۔ کیونکہ تم پر اتمام حجت ہو چکی ہے۔

دیکھو میں نہیں بلکہ خدا کہتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا الخ۔ یعنی جب تم پر ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کا انعام نازل ہو کر تمہیں ایک قوم اور جماعت بنا دے تو پھر اس میں تفرقہ مت ڈالو ورنہ عذاب عظیم ہوگا۔

ماں باپ اور بھائی کے خوف سے انسان بعض کاموں سے رک جاتا ہے۔ ایک جابر فاتح اس کے بدن پر ایسا کاری ہوتا ہے۔ کہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تو پھر وہ تو احکم الحاکمین ہے۔ اس کے ارادہ کی جو مخالفت کریگا۔ اور جماعت میں پھوٹ اور اختلاف و تفرقہ ڈالیگا۔ تو اس کے واسطے عذاب عظیم ہوگا۔ خدا کا یہ فرمان کہ عذاب عظیم ہوگا۔ اس کا اندازہ انسان خود ہی کر سکتا ہے۔ جب معمولی ابنائے جنس اور کمزور انسان کے عذاب اور گرفت کی ہمیں برداشت نہیں تو پھر خدا کا عذاب عظیم کیسا ہوگا؟

پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ توبہ کرو۔ اور اصلاح کر لو۔ اور دنیا کو اپنا نور ایمان دکھا دو۔ کہ واقعی جس راہ پر تم چل رہے ہو۔ وہی خدا کی راہ اور اسکی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

نفس پر ایک موت وارد کر لو۔ اور جب کہ سچائی کو تم نے سچائی سمجھ کر قبول

کیا ہے، تو اسکی حمایت تمہارا سب سے پہلا فرض ہے ۔

(عبدالرحمن شاہ جہانپوری)

ریویوز

ضرورت زمانہ اس کتاب پر گذشتہ پرچہ میں ریویو کیا گیا ہے یہ کتاب بگڑی کتاب کر ساڑھے دو جز کاغذ کے دو سو صفحوں پر شائع ہوئی ہے یہ کتاب مسٹر عبدالرحمن صاحب قادری ساکن ضلع گوردا سپور سے منگا سکتی ہے۔

الحق اس نام کا ہفتہ وار اخبار دہلی کو زیر ایڈیٹری حکیم علی صاحب کی نکلنا شروع ہوا ہے جسکے دو پرچے شائع ہو چکے ہیں اسکا خاص مقصد یہ ہے کہ مخالفین اسلام کے عموماً دیانند یوں کے خصوصاً اعتراضات کا ہمدردانہ جواب دینا اسلام کی خوبیوں کا اظہار کرنا مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق بڑھانا اور اختلافات باہمی سے بچنا نیز گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کا اظہار کرنا۔

میرے خیال میں اس غرض کے ماتحت جتنے بھی اخبار نکلیں تھوڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے اخبار وں کو ضرور پڑھیں۔ جو مخالفین اسلام کے جواب میں ہوں قیمت عام سے سالانہ للعہ شش ماہی للعہ ممالک غیر سے للعہ گورنمنٹ عالیہ سے للعہ والیان ملک و دیگر قدر دان اصحاب سے حسب توفیق ہے۔

تمام درخواستیں برائے خریداری بنام حکیم قاسم علی صاحب ایڈیٹر و پروپرائیٹر دفتر شدھی بھول کی تردید بیرم خان۔ دہلی۔ ہونی۔

شدھی کی اشتہی یہ کتاب دہلی کے مشہور و معروف مناظرہ مولوی قاسم علی صاحب کی تصنیف ہے۔ اسمیں انہوں نے دھرم پال۔ ڈی کی نام ایک انگریز اور ایک آسٹریلین لیڈی کے شدھ ہونے کی اصل کیفیت کہانی ہو جسپر آریوں نے بہت فخر کیا تھا۔ اور یہ اسمیں دکھایا ہے کہ ہندو کی کتب مقدسہ میں غیر مذاہب والوں کو ہندو کرنے کے متعلق کوئی آیات نہیں پائی جاتیں اس کتاب کی قیمت ۲ ہے۔ اور یہ کتاب میر قاسم علی صاحب احمدی اصل کی شدھی کی تردید بیرم خان سے مل سکتی ہے

کنبہ کو ملکر ایک ہی مکان میں رہنا بہتر ہے یا الگ الگ

Digitized by Khilafat Library

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ
وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ
وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ تشریحی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے انکار کیا۔ یعنے مخالفت مقابلہ کیا اور اسطرح وہ بڑے لوگوں کی ہدایت میں سدراہ ہوئے یا عوام انکو الٰہی رستہ سے روکا۔ انکو اس مقصد کے باعث عذاب پر عذاب ملیگا۔ ایک عذاب تو انکو یہہ ہوگا۔ کہ وہ سلسلہ الٰہیہ کی ترقی اور کامیابی کو دیکھکر جلیں اور دوسرا یہہ ہوگا کہ کئی مخالفت کی کوششیں ناکام رہینگی اور وہ مقابلہ میں نقصان اٹھائینگے۔ ایکدن آتا ہے۔ کہ ہر پہلو سے مکمل طور پر فیصلہ کیا جائیگا۔ وہ فیصلہ جبر اور ظلم کا نہیں ہوگا۔ بلکہ انکو ملزم ثابت کیا جاویگا۔ ہم ہر امت میں سے انہی لوگوں میں سے ایک گواہ کھڑا کرینگے۔ اور ان سب کے اوپر تو گواہ ہوگا۔ یہہ شہید گواہی دینگے کہ ہم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا۔ اور لوگوں نے باوجود پیغام الٰہی سننے کے انکار کر دیا تھا۔ اور ہم نے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ پر یہہ کتاب نازل کی ہے۔ جسمیں جملہ ضروری اور مفید باتوں کا ذکر ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو بھی کافی طور پر بیان کر دیا ہے۔ یہہ کتاب ہدایت کیلئے ہے۔ جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اور اسکا ثبوت یہہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے

حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والوں کو بشارات ملتی ہیں۔

جناب پریزیڈنٹ صاحب اور حاضرین مجلس یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ اور انکا قدرے تشریح کے ساتھ ترجمہ سنایا ہے۔ انہیں سے اسوقت میرا مطلب خود اس حصہ کو ہے۔ کہ قرآن مجید ایسی مکمل کلام الہی ہے۔ کہ اس میں کل ضروری اور مفید باتوں کا ذکر ہے۔

میں نے آج تک کوئی کتاب یا رسالہ اس مضمون پر نہیں پڑھا کہ آیا ایک کنبہ کے جن افراد کو ملکر ایک ہی مکان میں رہنا بہتر ہے یا الگ الگ۔ اور نہ ہی کبھی بحث کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر اول تو یہ مضمون ایسا ہے۔ کہ تقریبا ہر شخص کو اس کا ذاتی تجربہ ہے۔ اور علاوہ اسکے ہر شخص کو بیرونی شہادت اپنے گرد و نواح سے مل سکتی ہے ہم ہیں چونکہ عقل و قیاس کو ہدایت تجربہ اور مشاہدہ سے ملتی ہے۔ اس لئے کتابی علم کے بغیر بھی اس پر بخوبی رائے زنی ہو سکتی ہے۔ دوم میرا ایمان ہے کہ قرآن مجید میں جملہ ضروری اور مفید باتوں کا ذکر ہے جیسا کہ وہ خود مدعی بھی ہے۔ پھر چونکہ اس کتاب پاک نے انسان کی اخلاقی۔ تمدنی اور روحانی ہر نوع کی تربیت اور اصلاح کا ذمہ لیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی ایک ضروری تمدن کا مسئلہ ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہمیں اس میں اس کے متعلق احکام مل جائیں اور اگر ایسی صریح اور واضح احکام نہ ہوں تو ایسی تعلیم بعض دیگر مسائل کی نسبت ہو جس سے ہم مضمون زیر بحث کے متعلق تک کر سکیں۔ پس جہاں ایک طرف میری یہ کوشش ہوگی کہ عام تجربہ اور مشاہدہ یعنے عقل و قیاس کی بنا پر بحث کروں۔ دوسری طرف میں دکھاؤنگا کہ کلام اللہ کی رو سے فیصلہ کا نور کس جانب ہے۔ آیا اس طرف ہے۔ کہ کل اہل کنبہ کو ایک ہی جگہ باہم ملکر رہنا چاہئے۔ یا اس طرف ہے کہ الگ الگ رہنا بہتر ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں سلسلہ بحث شروع کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ

مضمون کے مفہوم کو ذرا واضح کر دوں میرے خیال میں علیحدہ کنبہ کے ملکر رہنے سے
مطلب ہے کہ والدین اور انکی اولاد خصوصاً نرینہ اولاد بالغ ہونے اور بیاہ شادی ہونے
کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد ایک ہی مکان میں یا انکے مختلف حصوں
میں اس طرح رہیں کہ انکی کمائی و آمدنی اور خرچ اخراجات مشترکہ ہوں اور الگ
الگ رہنے سے یہہ مطلب ہے کہ وہ علیحدہ رہیں اور اپنی خرچ و آمد کے خود خود مختار ہوں۔

یہہ ایک مسلم امر ہے کہ حکومت کا اثر رعایا پر بہت ہوتا ہے اور وہ قدرتی طور پر
حاکم قوم کے رسم و رواج اور اوضاع و اطوار کے ماتحت آجاتے ہیں۔ گو عام طور پر عقاید
میں تغیر واقع نہیں ہوتا مگر تاہم اندر ہی اندر کچھ ایسا اثر ہو جاتا ہے کہ وہ اسکو معلوم نہیں
کر سکتے۔ اس ملک ہند میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو آہستہ آہستہ ہندوؤں
کی قطع وضع اہل اسلام کی سی ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کی طرح ڈاڑھی رکھنے لگ گئے تھے اور
انہوں کا سا لباس اختیار کر لیا تھا یہی حال اب ہے۔ انگریزی حکومت میں خصوصاً تعلیم یافتہ
گروہ کی قطع وضع اور طرز لباس میں بہت تغیر واقع ہو گیا ہے اور انہوں نے انگریزوں
کیساتھ ایک مشابہت پیدا کر لی ہے۔ مگر افسوس یہہ ہے کہ بعض افراد مذہبی ناواقفیت
کی وجہ سے مغربی سوسائٹی کے رسم و رواج اور تمدن کے اصولوں کو زیادہ پسند کرتے
ہیں۔ میرے مدنظر اسوقت صرف مسلمان ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ بہتوں میں
اسوجہ سے کہ انہیں اپنے مذہب کا کافی واقفیت نہیں یہہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے
کہ مغربی تمدن اور اخلاق کے اصول اسلام سے بہتر ہیں۔ بہت سے مسایل اسلام
میں ایسے ہیں کہ وہ موجودہ تہذیب کے خلاف ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ حقیقی طور پر
ان میں اختلاف نہیں بلکہ وہ ایک محض لاعلمی ہے جسکی وجہ سے یہہ سمجھ لیا جاتا ہے
کہ ان میں اختلاف ہے۔ اور پھر مغربی تہذیب کے اصول کو ترجیح دیجاتی ہے۔ یہہ کبھی
غور نہیں کیا جاتا۔ کہ پیشتر اس کے کہ ہم فیصلہ دیں۔ کہ مغربی تعلیم بہتر ہے یہہ معلوم کریں کہ

اسلام کی کیا تعلیم ہے۔ اور اس کے بعد دونو کا موازنہ کریں۔ یہ طریق غلط ہے۔ اور اس سے فایدہ کی امید نہیں ہو سکتی۔

مضمون زیر بحث بھی اسی قسم کا ایک مسئلہ ہو۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایشیا میں عام طور پر ایک کنبہ کا ملکر رہنا پسند کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس کا ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اور اس میں اسلام بھی شامل ہو۔ مگر میں نے جہاں تک غور کیا ہے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسکے دونو پہلو نہ ہوں یعنے اگر جہیں فوائد ہوں تو نقائص بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور نقائص ہوں تو فوائد بھی ضرور ہوتے ہیں۔ پس شرط عقل یہ ہے کہ اس پہلو کو اختیار کیا جائے جس میں فوائد زیادہ ہوں۔ علاوہ اس کے ہر مسئلہ کی بحث کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ موجودہ حالات سوسائٹی اور تمدن کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ایک وقت اور ایک حالت میں ایک مسئلہ مفید ہے۔ اور اسکی اتباع ضروری ہو۔ تو دوسرے وقت اور دوسرے حال میں وہ نقصان دہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکو ترک کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ گو بعض حالات میں کنبہ کا ملکر رہنا ضروری اور اشد ضروری ہو مگر موجودہ تہذیب کے زمانہ میں بہتر یہ ہے کہ الگ الگ بود و باش کی جائے۔

ایسی سوسائٹی میں کہ خاندانوں میں کشمکش رہتی ہو۔ اور ایک دوسرے کی ایذا دہی کے درپے رہتے ہیں کنبہ کا ملکر رہنا ضروری ہے۔ اس کا نظارہ ہمیں افریقہ کی وحشی قوم میں اور بعض وقت ہندوستان کی پٹری اور دیگر ان قوموں میں ملتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے سے عناد اور دشمنی ہوتی ہے۔ اور وہ شب و روز اسی تاک میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو انکا مال و اسباب لوٹا جائے اور انکو مارا اور قتل کیا جائے جہاں وہ ان کو کوئی موقع تکلیف دینے کا ہاتھ سے جانے نہیں دیتے وہ یاری و رات کو بھی سب اکٹھے رہتے ہیں اگر وہ الگ الگ رہیں تو انکو دشمن کی زد کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ پس ایسی جگہ

میں بستے ہیں کہ انکی مجموعی جمعیت اور یہی جمعیت کہ آپس میں تعلق شدید ہو۔ طاقتور ہو اس لئے انکو ملکر رہنا پڑتا ہے یہی حالت یہاں بعض سرحدی مسلمانوں کی ہے صرف یہی نہیں کہ وہ انگریزی علاقہ میں لوٹ مار کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات انمیں آپس میں خانہ جنگی رہتی ہے۔ اور میرے خیال میں یہی وجہ ہے انمیں بھی کنبوں کے ملکر رہنے کا رواج ہے۔ افریقہ کے بعض وحشی لوگ درختوں پر رہتے ہیں۔ اونچے اونچے درختوں کی شاخوں میں ایک جھونپڑی سی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ دن کے وقت وہ ایک سیڑھی لٹکائے رکھتے ہیں۔ اور کام کاج کرتے ہیں۔ مگر رات کو اوپر رہتے ہیں اور سیڑھی کو اٹھا لیتے ہیں یہاں سرحدی مقامات میں رواج ہے۔ کہ وہ رات کو کپڑے پہنکر سوتے ہیں۔ اس خیال سے کہ مبادا کوئی چور یا پڑوسی یا دشمن حملہ کرے تو جلد ہی مقابلہ کیلئے طیار ہو سکیں۔ بہر حال سوسائٹی کی یہہ وہ حالت ہے کہ خاندانوں کو باہم ملکر بود و باش رکھنے میں مجبور کرتی ہے۔

اس سے قدرے ترقی یافتہ حالت سوسائٹی کی وہ ہے کہ خاندانوں میں باہم خانہ جنگی تو نہیں ہوتی بلکہ امن کی صورت ہوتی ہے۔ مگر لوگوں کے ساز و سامان خورد و نوش پوشش و لباس سادہ ہوتے ہیں۔ ضروریات زندگی وسیع نہیں ہوتے اور ذرائع معاش بھی تھوڑے اور سادہ ہوتے ہیں۔ اسی حالت میں امیری اور غریبی میں چنداں فرق نمایاں نہیں ہوتا۔ اور لوگ عموماً مساوی حالت رکھتے ہیں۔ انمیں حسد و بغض اور رشک نہیں ہوتا۔ لوگوں کی طبیعتیں عیش پسند نہیں ہوتیں اور نہ انمیں شہوانی جذبات کا جوش ہوتا ہے۔ یہہ سوسائٹی ایک سادہ سوسائٹی ہوتی ہے۔ اور انمیں کچھ ایسے سامان کم ہوتے ہیں۔ کہ وہ الگ الگ رہ سکیں مگر علاوہ ازیں انکو باہم رہنے میں تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ ملکر رہنے کو محبت اور تعلق کے قائم رہنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہہ سوسائٹی وہ ہے۔ کہ انمیں نئی خاندان اور برادری سے باہر ملاقات کم ہوتی ہے

اور شہر یا گاؤں سے باہر تو شاذو نادر ہی انکے تعلقات گھر سے ہوتے ہیں۔ بیرونی تجارت برائے نام ہوتی ہے۔ اور وہ بھی محض چند ضروریات زندگی کے متعلق۔ غرض یہ ایک سادہ حالت ہوتی ہے جسمیں حرص کم ہوتی ہے۔ لوگ معمولی خوراک سے زیادہ طمع نہیں رکھتے۔ ان کے ہر قول و فعل میں اخلاص ہوتا ہے۔ اور قدرتی طور پر لوگ اکٹھا رہنا پسند کرتے ہیں۔ اس سوسائٹی کا نقشہ آج سے بیس پچیس سال پہلے پنجاب کے بعض گاؤں میں دیکھنے میں آتا تھا۔ مگر یہ حالت اب بدلتی جاتی ہے۔ اور لوگ موجودہ تہذیب کے رنگ میں آتے جاتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی حالت کچھ عرصہ پہلے ایشیا میں عموماً کل ملکوں میں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں خاندانوں میں ملکر رہنے کا رواج زیادہ تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا ہے۔ کہ کنبوں میں ملکر رہنے کا مسئلہ ایشیا ہی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ سادگی کی حالت میں ہر سوسائٹی کا یہی حال ہوتا ہے۔ فرنگیوں کے جانے سے پہلے غالباً امریکہ میں بھی یہی رواج ہوگا۔ اور خود یورپ میں بھی موجودہ تہذیب کے نشو ونما سے پہلے ایک کنبے کے لوگ ملکر ایک ہی جگہ رہتے ہونگے۔ افسوس ہے کہ میں کسی کتاب کے ذریعہ تحقیقات نہیں کر سکا۔ مگر قیاس یہی چاہتا ہے کہ غالباً ایسی حالت ہوگی۔ غرض یہ سوسائٹی کی دوسری حالت اور قدرے ترقی یافتہ حالت ہے۔ اور ایسی حالت میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کہ ملکر رہنا بہتر ہے۔ یا الگ الگ۔ کیونکہ لوگ عموماً ملکر رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسکو ایک محبت اور اتفاق قائم رکھنے کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس میں خوش ہوتے ہیں۔

ترقی کرتے کرتے سوسائٹی میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جسکو تہذیب اور شائستگی سے موسوم کرتے ہیں۔ اور یہ حالت کم و بیش فرق کیساتھ اب دنیا کے کل ممالک میں پیدا ہوتی جاتی ہے اور ہندوستان میں بھی اس کا بہت سا اثر ہوا

ہے۔ اس سوسائٹی کے معاملات سادگی سے گزر کر پیچیدہ اور وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ تجارت پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر ممالک سے بھی بیع وشرا ہونے لگتی ہے۔ لوگوں میں آپس کے تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ معاش کے ذرائع بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے خورد و نوش لباس میں رہنے کے مکانوں میں۔ دنیا کی رسم و رواج کی زندگی میں تکلف آجاتا ہے۔ اور ایک قسم کی نمود پیدا ہو جاتی ہے۔ امارت و غربت میں فرق زیادہ ہو جاتا ہے۔ نفسانیت۔ طمع اور حرص بڑھ جاتی ہے۔ حسد و رشک داخل ہو جاتا ہے۔ اور باہم افراد اور خاندانوں میں ایک مقابلہ آپڑتا ہے۔ ایسی حالت میں [illegible] اور کنبوں کا مل کر رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ و اگر کوشش کی جائے تو اس میں فساد نکلتا ہے یہی حالت آج کل دنیا کی ہو رہی ہے۔ اور یہی حالت ہمارے یہاں ہندوستان اور پنجاب کے شہروں میں نظر آتی ہے۔ پھر میری رائے میں اب یہی رہائش مفید نہیں ہو سکتی اور الگ الگ رہنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

ایک یہ امر بھی غور طلب ہے۔ کہ کسی چیز کی ادنٰے حالت اس کی اعلٰے حالت میں شامل نہیں ہوتی مگر اعلٰے حالت میں ادنٰے حالت ضرور شامل ہوتی ہے۔ مثلاً ابتدائی تعلیم میں الف بے سیکھنی پڑتی ہے۔ اور ترقی کر کے انسان دوسری تیسری جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب الف بے کی حالت میں دوسری تیسری جماعت کی حالت کو شامل نہیں ہوتی مگر دوسری تیسری جماعت میں الف بے کی حالت ضرور شامل ہوتی ہے۔ اس اصول کی رو سے ضروری ہے۔ کہ جب تک سائٹی کی حالت میں بعض خاندانوں کی یہ صورت ہو کہ انکو مجبوراً باہم مل کر رہنا پڑتا ہے۔ مثلاً سب افراد کی آمد قلیل کی ہو۔ انکو علیحدہ مکانات میسر نہ ہوں۔ یا ان کو آپس میں محبت اور اخلاص ہو اور وہ مل کر رہنا پسند کریں۔ یہ ان کا اختیاری معاملہ ہے۔ اور یہ ہرگز قطعی طور پر ضروری نہیں کہ وہ الگ الگ رہیں۔ مگر یہ حالتیں قاعدہ کلیہ میں بطور مستثنٰے کے ہیں اور انکو

عام حکم میں نہیں لے سکتے۔
غرض ان استثنائی حالتوں کو چھوڑ کر اگر مجموعی طور پر جوائنٹ سوسائٹی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ ایسی حالتوں میں کنبوں کا باہم ملکر رہنا اچھا نہیں۔ یہ کیوں کہا جا سکتا ہے کہ باہم ملکر رہنے سے اتحاد و قائم رہتا ہے۔ اتفاق اور محبت کی صورت بنی رہتی ہے۔ اور ایک نوع کی تقویت ہوتی ہے۔ مگر جیسا میں پیشتر عرض کر چکا ہوں۔ جیسی سوسائٹی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے تعلقات فوراً فوراً وسیع ہو جاتے ہیں۔ معاش کے ذریعہ بڑھ جاتے ہیں۔ مختلف قسم کے پیشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے کھانے پینے میں رہائش کے مکانوں میں اور دنیاوی رسم و رواج کی ادائیگی میں تکلف پیدا ہو جاتا ہے۔ انہیں ایک طرح کی نمائش آ جاتی ہے۔ اور شخص فرداً فرداً ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اور ایک مقابلہ پڑ جاتا ہے۔ وہ باہمی رہائش کی بندشوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ پس اگر وہ الگ الگ نہ ہوں۔ اور اپنی آمدنی اور خرچ کے خود ذمہ دار نہ ہوں تو انمیں نفاق پڑ جاتا ہے۔ اور پھر باہمی جھگڑے اور فساد کی نوبت پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے عام طور پر دیکھا ہوگا۔ کہ آجکل آپس میں بھائیوں بھائیوں میں اور اولاد و والدین میں نااتفاقی ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات اسکا نتیجہ باہمی دشمنی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بہو و ساس کا کچھ ایسا رشتہ ہے کہ شاذ و نادر ہی ان میں اکٹھے رہنے سے اتفاق قائم رہ سکتا ہے لڑکے کو ایک طرف والدین کا ادب اور لحاظ اور عظمت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بیوی سے محبت اور ہمدردی ہوتی ہے۔ پس جب انمیں نفاق کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ تو اسکو رنج ہوتا ہے۔ اور سخت تشویش ہوتی ہے کہ کیا کرے بہرحال ایک پہلو کو رگڑنا پڑتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ بیوی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ سسرال خواہ لڑکی سے کیا ہی سلوک کریں۔ میں والدین کی محبت کا رنگ ہرگز

نہیں آسکتی وہ ویسا ہی لڑکی خواہ کتنی ہی خدمت کرے اور اہل کنبہ کو خوش رکھنا چاہے مگر اسکو وہ قبولیت نہیں مل سکتی جو حقیقی اولاد کو ہوتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں ناچاقی ہو جاتی ہے۔

علاوہ اس کے میاں بیوی کے تعلقات اس قسم کے ہیں کہ بہت سی باتوں میں انہیں والدین اور بہن بھائیوں کے سامنے رکاوٹ رہتی ہے ماں باپ کی عظمت کو قائم رکھنا اور بھائی بہنوں کا لحاظ رکھنا۔ اگر وہ اکٹھے رہیں۔ تو انہیں جذبات کو روکنا پڑتا ہے۔ اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ معمولی بات چیت بھی بعض اوقات وہ کھلکر نہیں کر سکتے۔

غرض انسان ایک سوشیل ہستی ہے۔ اسکے کام دینی اور دنیوی ایک دوسرے پر انحصار کے بغیر نہیں چل سکتے۔ اس لئے اسکو مجبوراً میل ملاپ کے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں مگر یہ بدیہی بات ہے کہ جس قدر اسکے نزدیکی تعلقات مضبوط اور سچے ہوتے ہیں۔ اسی قدر اسکو راحت خوشی زیادہ ہوتی ہے پس جبکہ یہ مسلم ہے کہ اسکو اول ماں باپ سے پھر بھائی بہنوں اور اس کے بعد دیگر رشتہ داروں سے سلوک رکھنا اور رشتہ محبت اتحاد اور ہمدردی قائم رکھنا زیادہ ضروری ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ انکو چھوڑ کر اغیار سے وہی طریق اختیار کرے۔ اور یہ بات مہذب سوسائٹی میں ہم ملکر ایک جگہ رہنے اور باہمی رواداری کو مشترک رکھنے کی پیدا نہیں ہو سکتی تو مناسب یہی ہے کہ وہ راستہ اختیار کیا جائے جس سے ان تعلقات میں رنجش پیدا نہ ہو کہ انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ باہم خاندان ملکر گذارہ کریں اور ایسی باتوں سے رکیں جن کی نفاق کی بنیاد پڑے۔ مگر طبائع مختلف پیدا ہوئی ہیں۔ اور انسانی استعدادوں میں بھی فرق ہے۔ اس لئے یہ مشکل ہے۔ کہ کل افراد کو کوشش کر کے مساوات پر قائم کیا جائے اتفاق اور مساوات کا ایسی سوسائٹی میں رہنا قدرتاً محال ہے۔ اور کوئی کسی سودمند

نہیں ہو سکتی پس اگر ہم خیالی طور پر متفق نہ بھی ہوں تو بھی عملاً ہمیں مجبوراً اسی اصول کی پابندی کرنی پڑتی ہے کہ جداگانہ رہائش اختیار کریں یہ ایک قدرتی نتیجہ تہذیب سوسائٹی کا ہے۔ اگر ہم اسکی خلاف ورزی کریں گے۔ تو ضرور نقصان اٹھائیں گے۔

اس کے بعد میں دکھانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم مسئلہ زیر بحث کے متعلق کیا ہے اور آیا یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قوانین وقت اور قوم کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ جب سے اس نے سلسلہ انسانی شروع کیا ہے اسکے ساتھ ہی قوانین یعنے شریعت نازل فرمائی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں انسان کی پیدائش کب سے ہوئی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے پر فرمایا کہ آدم سے پہلے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ بیشمار آدم گذر چکے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی اس کی تردید ثابت نہیں کہ اس سے پہلے نوع انسان نہیں تھی مگر قرآن شریف نے موجودہ سلسلہ انسانی کا ذکر ایک آدم سے کیا ہو۔ اور یہ عجیب ہے کہ تاریخی طور پر اس سے پہلے انسانی حالت کی کافی اور تسلی کرنیوالی شہادت نہیں ملتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے بھی جسکو آدم ثانی کہا جاتا ہے معتبر تاریخ نہیں ملتی حضرت نوح علیہ السلام کو قریباً پانچ ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو چھ ہزار سال گذر چکے ہیں۔ گویا قطعی طور پر اسلام کے پاس سب سے پرانی تاریخ ہے کہنے کو کوئی لاکھوں اور کروڑوں سال کا دعویٰ کر سکتا ہو مگر تاریخی شہادت چھ ہزار سال سے پرے نہیں جاتی۔

ابتدائی حالت قدرتی تقاضا کے بموجب سادہ تھی اور انسان کو چند اور سادہ قوانین کی ضرورت تھی جو ان کو دے گئے مگر مرور زمانہ سے لوگ دنیا میں پھیلے اور چونکہ آمد و رفت کے سامان کافی نہیں تھے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر علیحدہ علیحدہ ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ جیسے وہ ہر حالت میں جسم کی ربوبیت کرتا ہے اسی طرح ہمیشہ روح کی

پرورش کے سامان بھی مہیا کئے اور اسی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنے دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں ایک نذیر نہ گذرا ہو۔ چنانچہ اس میں اکثر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جو اپنی اپنی قوم کی طرف رسول کرکے بھیجے گئے۔ اگر آپ توریت اور انجیل کو دیکھیں جو قدرے مستند کتابیں ہیں تو اسی لئے قرآن شریف نے خصوصیت سے انکا ذکر کیا ہے ورنہ مذکورہ اصول کے بموجب ضروری ہے کہ دنیا میں اور بھی کتابیں من جانب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوں۔ غرض اگر آپ توریت و انجیل کو دیکھیں تو انمیں بعض انبیاء کا ذکر ہے۔ جو ایک خاص قوم کیطرف بھیجے گئے۔ مثلاً حضرت نوح۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسےٰ علیہم السلام۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ یہ اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا۔ اور یہ موجودہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کیطرف بھیجے گئے تھے۔ غرض ایک دور گزر گیا کہ قومیں الگ الگ پڑی رہیں اور انمیں خدا تعالےٰ کے ہادی اصلاح کیلئے مبعوث ہوتے رہے۔ مگر آخر منشاء الٰہی کے مطابق ایک زمانہ کی بنیاد پڑ گئی کہ مختلف قومیں مل گئیں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ تعلقات بڑھ گئے اور پیچیدہ ہو گئے پس اس وقت جناب حضرت محمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت خلق کیلئے مبعوث فرمایا۔ اس پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا اور کل شریعتوں کی ایک جامع شریعت عطا کی اور قیامت تک اسکی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا اور وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

غرض اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ اللہ

تعالیٰ نے دین کی تکمیل کر دی اور نعمت کا اتمام کر دیا اور لوگوں کیلئے دین اسلام پسند کیا پس اس کتاب پاک میں یعنی دنیا کی اخلاقی تمدنی اور روحانی تعلیم جمع کر دی چنانچہ اگر آپ دنیا کی مختلف کتابوں کا جو آسمان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں مقابلہ کر کے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ قرآن شریف نے جو ضروری امور کا بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے جنکا دوسری کتابوں میں پتہ نہیں ملتا۔ مگر گو نزول قرآن کے وقت ایک مذہب قوم کی بنیاد تو پڑ گئی تھی اور ضرورت آگئی تھی کہ جملہ مذاہب کو اکٹھا کر دیا جائے اور سب کے لئے ایک مشترک کتاب ہو چنانچہ عرب میں کل موجودہ مذاہب ہو گئے تھے مشرک بت پرست یہودی عیسائی مجوسی صابی وغیرہ وغیرہ اور شامت اعمال سے ہر قسم کی بدی بھی ظاہر ہو گئی تھی شراب زنا جوا جنگ جدال اور مختلف قسم کے عیوب ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نقشہ ہو گیا تھا خشکی اور تری پر فساد برپا ہو گیا تھا یعنی اہل کتاب اور دوسرے دونوں بگڑ گئے تھے۔ مگر یہ زمانہ بھی ایسا نہیں تھا کہ دین کی اشاعت کل دنیا میں ہو سکے۔ ڈاک تار اور کتابوں رسالوں اور اخبارات کا سلسلہ نہیں تھا اور نہ سفر کے سامان آسان تھے کہ لوگ دور دراز ملکوں میں تبلیغ کر سکیں اس کیلئے کوئی اور وقت مقرر تھا۔ چنانچہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ تکمیل اشاعت دین کی جسکا ذکر اس آیت میں ہے۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ مسیح موعود اور مہدی یعنے خلیفہ آخر الزمان کے ذریعہ ہوگی چنانچہ جو نقشہ اسوقت دنیا کا ہو رہا ہے کہ وہ بمنزلہ ایک شہر کے ہو رہی ہے۔ ڈاک تار ریل اور جہازوں کے ہونے سے اور کثرت کتب اخبارات اور رسالجات سے سفر آسان ہو رہا ہے۔ اور دور دراز قطعات زمین میں آسانی اور بڑی جلدی سے اپنے خیالات کو پہنچا سکتے ہیں۔ یہ حالت اس سے پیشتر کبھی واقع نہیں ہوئی۔

بہر حال قرآن شریف ایک مکمل کتاب ہے اور جملہ مفید اور ضروری باتوں کا اس میں

ذکر ہے مضمون زیر بحث کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی
جسکا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے اور اسکی شادی ہو
جائے اور اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے تو اسکو الگ کرنا چاہئے قرآن شریف
میں اسکے متعلق صریح حکم نہیں ہے غالباً اسی وجہ سے حدیث کی ضرورت ہوئی مگر
بعض دیگر احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا بھی یہی منشا ہو جو حضرت نبی کریم
نے فرمایا۔ احادیث نبوی کلام اللہ کی شارح ہیں۔ وہ اس کے مخالف نہیں ہو سکتیں
اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی حدیث بدیہی طور پر تعلیم القرآن کے مخالف ہو تو اسکی
صحت میں شک کرنا چاہئے اور جب تک کوئی ایسی تاویل ہاتھ نہ آ جائے جس سے دونوں میں
مطابقت ہو جائے اسپر عمل نہیں کرنا چاہئے غرض قرآن شریف سے مضمون زیر بحث
کے متعلق مفصلہ ذیل آیات سے استنباط ہوتا ہے۔ اول قرآن شریف میں حکم ہے۔ و
بالوالدین احسانا یعنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اس تعلیم سے منشا یہ معلوم
ہوتا ہے کہ بیٹے علیحدہ رہائش رکھی جائے کیونکہ اگر اکٹھے رہیں تو آمد و خرچ یکجا ہوگا
اور وہ بزرگوں کے ہاتھ میں ہوگا پس اس حالت میں اولاد احسان کے حکم کو ادا نہیں کر سکتی
...... وراثت کے احکام میں ہے کہ والدین کے ترکہ میں لڑکی لڑکوں کا حصہ ہے
اور اسی طرح اولاد کے ترکہ میں والدین کا حصہ بھی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ منشاء الٰہی
الگ بود و باش رکھنے کا ہے۔ اگر یہ غرض ہوتی کہ اکٹھے رہیں تو پھر تقسیم وراثت کی
ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جس حالت میں وہ اکٹھے رہیں اور انکی آمدنی اور خرچ یکجائی
ہے۔ تو پھر والدین یا اولاد کا ترکہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے علیحدہ ترکہ اسی حالت میں متصور
ہو سکتا ہے کہ ہر فرد اپنی خرچ و آمد کا ذمہ وار ہو اور ہر ایک کا مال و بار اسکا الگ طور پر ہو
سوئم قرآنی تعلیم ہے کہ تم ماں باپ کے گھر سے یا بھائی بہن کے گھر سے اور چچا۔
پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ دوست کے گھر سے کھانا کھا سکتے ہو۔ اس سے ثبوت ملتا ہے

کر علیحدہ رہائش کا منشاء ہے۔ مگر غرض یہ ہو کہ باہم ملاپ نہ رہا جائے تو ماں باپ بھائی بہن چچا دوست کے گھر کا کھانا الگ تصور کرنا باطل ہے۔ اور حکم سے ظاہر ہے۔ کہ ان تعلقات کے گھروں کو الگ کیا جا کر ہی تو ان کے ہاں سے کھانا جائز قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تو جب رہائش اکٹھی ہے۔ اور کھانا مشترکہ ہے۔ تو پھر اس حکم کی ضرورت نہیں رہتی۔

سورہ والنور میں عورتوں کو پردہ کیلئے حکم ہے۔ کہ وہ اپنی زینتوں کو جو چھپانے کی ہیں چھپائیں اور چادر انکو بخوبی اوڑھ کر رکھیں۔ البتہ خاوند سے۔ اپنے اور خاوند کے باپ سے۔ اپنے اور خاوند کے بیٹی بیٹوں سے۔ اپنے بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ لونڈیاں خواجہ سرائے یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردہ سے واقف نہیں۔ پردہ کی ضرورت نہیں۔ اس فہرست میں خاوند کے بھائیوں کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے پردہ کرنا چاہئے۔ اس سے بھی استنباط ہو سکتا ہے کہ منشاء یہ ہے کہ وہ الگ رہیں۔ اگر یکجا رہیں گے۔ تو گھر کے کاروبار میں عورتوں کو تکلیف ہوگی اور انکا بخوبی سرانجام دینا مشکل ہوگا کیونکہ گھر کے بہت سے کام ایسے ہیں۔ کہ وہ پردہ کی حالت میں اچھی طرح نہیں کر سکتیں پس مناسب یہی ہے کہ وہ علیحدہ رہیں علاوہ ازیں یہ بھی حکم ہے۔ کہ گھروں میں لونڈیاں و نابالغ بچوں سے بھی عورتوں کیلئے خصوصیت سے تین وقت پردہ کے ہیں اور اسوقت نہیں انکے گھر دنیں داخل نہیں ہونا چاہئے اول نماز فجر سے پہلے۔ دوئم دوپہر کو جب دوپہر کی نیند کیلئے کپڑے اتار دیتی ہیں۔ سوئم عشاء کے بعد۔ اور جب بچے بھی جوان ہو جائیں تو انہیں کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہیں آنا چاہئے۔ اب یہ احکام دیکھتے ہیں کہ اکٹھا رہنے میں انکی پابندی مشکل ہو جاتی ہے۔ یہ احکام اخلاق فاضلہ قائم رکھنے کیلئے ضروری ہیں کہ انسان ایمانی حالت کو بچا سکے پھر ان احکام سے بھی ہم اسی طرف اشارہ پاتے ہیں کہ منشاء الٰہی الگ رہائش کا ہے۔

غرض قرآنی تعلیم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہو کہ رنگ رنگ جتنا افضل ہو۔ یہ خیال غلط
خیال ہے کہ مغربی تہذیب نے اس مسئلہ کو رواج دیا ہے بلکہ اگر تاریخ پڑھیں تو معلوم ہو
جائیگا کہ اصل میں بہت سی نیک اخلاق کی باتیں اسلام سے سیکھی ہیں بلکہ اکثر عیسائی
علماء اور مورخین نے اقرار کیا ہے کہ انہیں اسلام سے بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے۔ اور آج تک بھی
ایسے سوالات پیش آتے رہتے ہیں کہ خود عیسائی اسلامی تعلیم کی طرف جھکتے ہیں خلاف
بیوی کے مرنے کے بعد اسکی بہن سے شادی کرنا۔ اس کی مثالیں ہیں۔ البتہ بات
یہ ہے کہ اصل مسلمانوں نے اپنی تعلیم کی پابندی چھوڑ دی ہوا اور وہ جہالت کے گڑھے میں
پھنس گئے ہیں۔ انہوں نے قرآن شریف کو مہجور چھوڑ دیا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول کی
عظمت دل میں نہیں رہی۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کے اصول کو بھول گئے ہیں قال
اللہ وقال الرسول سے غافل ہے غرض انہوں نے اللہ کو چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں
چھوڑ دیا۔ تبھی وہ دین و دنیا ہر دو پہلوؤں سے ذلیل ہو رہے ہیں کہا جاتا ہے۔ کہ
مسلمانوں میں اتفاق نہیں ہا ہمدردی نہیں ہے نفسانیت اور خود غرضی آگئی ہے۔ اور
ان نقائص کے دور کرنے کیلئے کوششیں ہو رہی ہیں انجمنیں اور کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں مگر
حسب دلخواہ نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ بانظر غور دیکھا جائے۔ تو حق یہ ہو کہ سب ذلت و شکست
محض اس وجہ سے ہو کہ قرآن شریف سے تدبر جاتا رہا۔ اسکی اتباع سے مسلمان
ترقی کے معراج پر پہنچ سکتے ہیں پس اب بھی وہ اس نسخہ کے استعمال سے جو مجرب
نسخہ ہے اس گم گشتہ متاع کو حاصل کر سکتے ہیں لیکن کوششیں بار آور نہیں ہو سکتیں
جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل دستگیری نہ کرے اور اسکی بتائی ہوئی تعلیم پر قدم نہ مارا جاوے
وہ علاج پیدا کرنے والا ہے ہماری فطرتوں کا تجربی واقف ہو جو اس نے تو انہیں ہماری
رہبری کیلئے بتائے ہیں۔ اور جو طریقہ اس نے ان کے حصول کا بتایا ہے۔ وہی صحیح
ہے۔ اور اس کی پیروی سے حقیقی فائدہ مل سکتا ہے۔ وہ [illegible]

جسمانی ربوبیت کرتا ہے۔ اور اسی طرح اس نے روحانی پرورش کا انتظام کیا ہوا ہے
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ کو یاد
رکھکر اس کے حضور دعائے اصلاح کرنی چاہئیے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ
ہم اسکی رضا پر چلنے والے ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

برکت علی از خطہ

بعض ضروری باتیں

مضمون نجات | میرے بعض دوستوں کی طرف سے مجھے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ حضرت
صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا کا وہ لکچر بہت جلد شائع کیا جاوے جو کہ
آپ نے لاہور میں اسلامی لکچروں کے سلسلہ میں دیا تھا۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایڈیٹر صاحب
نے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا کچھ حصہ شائع ہو چکا ہے۔ جس حصہ کی طرف میرے مخدوم ایڈیٹر صاحب
نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تو ناظرین رسالہ تشحیذ الاذہان گذشتہ پرچہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں
مگر میں اس سے بڑھکر ان دوستوں کو یہ فرحت افزا خبر دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب نے یہ حکم
فرمایا ہے کہ یہ مضمون انشاءاللہ تعالےٰ رسالہ تشحیذ الاذہان میں مسلسل شائع ہوگا۔ میں امید کرتا
ہوں کہ انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ پرچہ سے اس مضمون کا سلسلہ شروع کر دیا جاویگا۔

نیا سال اور رسالہ تشحیذ الاذہان | انجمن تشحیذ الاذہان نے بہت سی مشکلات برداشت
کر کے اپنے حساب کو قمری تاریخوں کے مطابق کیا ہوا تھا اور اسی لئے رسالہ تشحیذ الاذہان ہر قمری
مہینے کی چودہ تاریخ کو شائع ہوا کرتا تھا۔ اور یہ حساب دو سال تک رہا۔ مگر اس وقت میں بہت
سی دقتیں پیش آئی ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کس تاریخ کو رسالہ شائع ہوتا
ہے۔ اور اسطرح جب رسالہ شائع ہوتا تھا۔ وہ بے وقت سمجھا جاتا تھا۔ دوسری
مشکل یہ پیش آئی کہ خریدار انگریزی تاریخوں کے مطابق حساب رکھنا چاہتے تھے مگر دفتر میں
قمری تاریخیں استعمال ہوتی تھیں۔ اسطرح پر حساب میں بھی مشکلات پڑتی تھیں۔ ان تمام مشکلات کو

رفع کرنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ پھر انگریزی تاریخوں پر رسالہ شائع ہوا کرے لہذا رسالہ
تشحیذ الاذہان آئندہ کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو شائع ہوا
کریگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

شکریہ گذشتہ پرچہ بہت سے دوستوں کی طرف ایک سخت ضرورت کیوقت بذریعہ وی پی
بھیجا گیا تھا جسکی اطلاع ایک کارڈ کے ذریعہ دیگئی تھی۔ میرے بہت سے دوستوں نے میری
درخواست پر توجہ کرکے رسالہ تشحیذ الاذہان کا وی پی وصول کیا۔ جسکے لئے میں ان تمام احباب
کا ممنون ہوں اس کے مقابل پر بعض دوستوں نے رسالہ کو واپس کر دیا۔ اور پھر انہیں سے
بعض نے تو مجھے یہ لکھدیا کہ اسوقت فلاں ضرورت کیوجہ سے وی پی نہیں لیا گیا۔ میں امید
کرتا ہوں کہ جن اصحاب نے وی پی واپس کرکے وجہ تحریر نہیں فرمائی وہ بہت جلد مجھے مطلع
فرما کر ممنون فرماوینگے۔ مولوی حکیم فضل دین صاحب نے انجمن تشحیذ الاذہان کی لائبریری
کیلئے بہت سی کتابیں عنایت فرمائی ہیں جنمیں سے اکثر کتابیں بڑی قیمتی ہیں۔ انجمن تشحیذ
الاذہان حکیم صاحب کا خاص شکریہ ادا کرتی ہے کہ انہوں نے بہت سی کتابیں وقف کرکے
انجمن کے کتب خانہ میں بہت سا علمی ذخیرہ میں اضافہ فرمایا ہے۔ انجمن اللہ تعالےٰ سے
دعا کرتی ہے کہ رب رحیم حکیم صاحب کو کامل شفا عطا فرماوے اور انکی عمر دراز فرماوے نیز چوہدری
رستم علی صاحب مرحوم و مغفور نے لاہور سے بہت سی کتابیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین
محمود احمد صاحب کے نام بھیجی تھیں اور جب وہ قادیان دار الامان میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے فرمایا
کہ بعض کتابیں میرے پاس ابھی ہیں مگر چونکہ [illegible] صاحب مرحوم فوت ہو گئے [illegible]
جائیں جناب ڈاکٹر غلام نبی صاحب سے دریافت کیا تھا۔ کہ چونکہ آپ انکے وارثوں میں سے ہیں آپ کا کیا منشاء ہے
کہ ان کتابوں کو کیا جاوے انہوں نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ بھائی صاحب کی منشاء
تھی۔ میں بھی یہی لکھتا ہوں کہ تمام کتابیں لائبریری میں داخل کی جاویں انجمن ڈاکٹر غلام نبی صاحب
[illegible] کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتی ہے [illegible]
نے بہت سی کتابیں لائبریری کیلئے عنایت فرمائی ہیں۔
(سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان)

رسالہ نجات

نجات کا مضمون جو گذشتہ پرچہ میں آپ نے پڑھا ہوگا لاہور کے عیسائیوں
کے جلسہ کے ایک مضمون کے جواب میں ہے [illegible] سے حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمانے
کے بموجب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بہت مختصر کر کے لکھا ہے تاکہ ہر
ایک آدمی اسے جلدی سے پڑھ لے اور فائدہ اٹھا سکے جہاں جہاں عیسائی صاحبان
کا زور ہو اس مضمون کو شائع کرنا چاہیے مضمون کی چند کاپیاں دفتر تشحیذ میں درخواست
کرنے سے مل سکتی ہیں۔ ایک پیسہ کا ٹکٹ برائے محصول ہمراہ روانہ ہو ذی استطاعت اصحاب
جو ثواب کی خاطر اپنے خرچ پر تقسیم کرنا پسند فرمائیں وہ [illegible] سو کاپی کے [illegible] لکھ کر
دفتر تشحیذ سے منگوا کر تقسیم کروا سکتے ہیں۔

المشتہر مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دار الامان

کشتہ جریان مقوی [illegible] احتلام ان امراض میں یکدفعہ [illegible]
بلکہ اکسیر ثابت ہوا ہے۔ خدا کے فضل سے آئندہ بھی مفید ثابت ہوگا

جریان کی شناخت ۔ پیشاب کے پہلے یا پیچھے رطوبت کا نکلنا یہ بیماری چند روز میں آدمی کو
مردہ کی مانند بلکہ زندہ درگور کر دیتی ہے۔ اس کے سبب بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضعف نسیان
کمی خون [illegible] ضعف دماغ [illegible] خوف [illegible] وغیرہ [illegible] یا معدہ
یا پھیپھڑے پر کسی طرح کا اثر [illegible] کام۔ کسی رطوبت کا ناک سے نکلنا [illegible] بیماریاں پیدا
ہوتی ہیں [illegible] سل [illegible] آنکھ کان دانت کی بیماریاں۔
ہم نے ایک نسخہ جو بڑی محنت اور [illegible] اجزا کے تیار کیا ہے۔ انشاء اللہ
بہت مفید و بابرکت ہوگا۔ جو صاحب چاہیں ہم سے منگوا سکتے ہیں۔ [illegible] اور محنت کے
قیمت بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھا سکے قیمت فی تولہ چار [illegible] محصول ڈاک بذمہ خریدار

المشتہر
عبدالرحمن کاغانی احمدی شفاخانہ حکیم نور الدین قادیان ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

۷۸۱ میاں غلام نبی صاحب .... عہ
۷۸۲ مولوی عاشق الزمان صاحب .. .. عہ
۷۸۰ مولوی محمد یعقوب صاحب .. .. عہ
۴۸۴ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب .. .. عہ
۷۸۳ منشی امداد صاحب عہ ۷۸۴ محمد عباس صاحب ... عہ
۶۲۹ چوہدری اللہ داد صاحب .. .. عہ
۷۸۶ امام الدین صاحب .. .. عہ
۱۲۳ منشی گلاب الدین صاحب .. .. ۱۲؍
۲۸۵ میاں محمد بخش صاحب .. .. عہ
۴۸۸ ملک مبارک علی صاحب .. .. عہ
۲۱۹ منشی رحیم بخش صاحب .. .. عہ

ماہ ذالحجہ ۱۳۲۶ھ

Digitized by Khilafat Library

شیخ خدا بخش صاحب لائلپور چندہ ممبری .. .. ۱۲؍
عبداللہ جان صاحب پشاور ۔ ۱۲؍
چوہدری مہر خان صاحب کریام چندہ ممبری ۱۲؍ میاں محمد صاحب لائلپور ممبری ۱۲؍
چوہدری غلام قادر صاحب ۔ ۱۲؍
۴۱۰ شیخ مولا بخش صاحب قیمت رسالہ .. .. عہ
۴۱۱ مولوی ابوالحسن صاحب .. .. عہ
۱۲ میر محمد اسمٰعیل صاحب اعانت رسالہ .. .. عشہ
۶۶۷ مولوی عبدالواحد صاحب بنارس .. .. عہ

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی ظفر الدین صاحب طبع ہوا

خلافت لائبریری ربوہ

[illegible]

رسالہ تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

مطابق شعبان المعظم	فہرست مضامین	بابت ماہ فروری

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایڈیٹر

منشی ظہیر الدین صاحب

سکرٹری

[illegible] صاحب [illegible]

[illegible] حافظ عبدالرحیم [illegible] فروری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

تلاش گمشتگان

میرا لڑکا کہیں گم ہوگیا ہے۔ جس بھائی کو کہیں ملے۔ وہ راقم کو اطلاع دیں۔ لڑکے کا حلیہ یہ ہے:-

نام فضل شاہ۔ عمر قریباً تیرہ سال۔ قد درمیانہ قوی جسم۔ رنگ سرخی مائل سفید۔ خوش خو۔ خوش فہم۔ تیز لسان۔ قرآن خواندہ۔

المشتہر

باقر علی شاہ ساکن موضع جھنبلہ۔ ڈاکخانہ ٹانگ نمبر ۳ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب

معذرت

چونکہ دفتر میں کام کثرت سے ہے۔ اس لئے بعض احباب کے خطوط کی تعمیل نہیں ہو سکی۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد تعمیل کی جائیگی۔ امید ہے کہ احباب معاف فرمائینگے (اینجر)

آنکھیں سچ مچ نعمت ہیں

ہم نے دو سرمہ نہایت محنت اور مسی سے طیار کئے ہیں اور عام لوگوں سے نرخ میں بھی خاص رعایت رکھی ہے تاکہ کم استطاعت احباب بھی اس کو فائدہ اٹھائیں لہذا عام طور پر اطلاع دیجاتی ہے کہ آپ ایک دفعہ ہمارے سرمہ کو بھی آزمادیں انشاء اللہ مفید ہوگا (۱) سرمہ مقوی خصوصاً بیاض و جرب گرواں کیلئے مفید ہی قیمت فی تولہ (۲) سرمہ زنگاری خصوصاً دھند جالا و جرب میں مفید ہے قیمت فی تولہ عہ

ملنے کا پتہ۔ احمد اللہ خاں اینڈ برادرز قادیان ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۰ء

نوٹ۔ بوجہ عدم گنجائش تمام رسیدات زر رسالہ ہذا میں درج نہیں ہو سکیں آئندہ نمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ جن احباب کی رسیدات درج نہیں ہوئیں۔ درج کی جائینگی۔ السلام (منیجر)

(دیکھو صفحہ ۳ ٹائیٹل پیج)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹ

خوفناک خونریزی ملک کی حالت کچھ اس قسم کی ہو گئی ہے۔ کہ قریباً ہفتہ میں کسی نہ کسی خطرناک واقعہ کے متعلق نوٹ دینا پڑتا ہے۔ حضور وائسرائے پر حملہ قتل نائب پٹیالہ سڈیشن کیس پر تو ہم کچھ لکھ ہی چکے ہیں۔ اب نئی واردات مولوی شمس الاسلام کا قتل ہے۔ جو کہ پولیس کلکتہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اور آپ کی ہی کوشش اور سعی کا نتیجہ تھا۔ کہ بہت سے بنگالی مجرم گرفتار کئے گئے تھے اور دو مقدموں کی تحقیقات میں آپ مصروف تھے۔ کہ یہ واقعہ ہوا چنانچہ آپ ایک دن کلکتہ چیف کورٹ میں سے باہر آ رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے آکر آپ پر تمنچہ کا ایک وار کیا۔ اور پھر دوسرا ایسے کاری پڑے۔ کہ آپ وہیں فوت ہو گئے۔ قاتل بھاگ نکلا۔ مگر بڑی کوشش سے پکڑا گیا۔ جبکہ اس کے پاس پانچ نال تمنچہ جس کی دو نالیاں ابھی بھری ہوئی تھیں۔ اور دو کارتوس اور ایک بم کا گولہ نکلا۔ اس نے چاہا کہ تعاقب کرنے والوں کا کام بم کے گولے سے تمام کر دے۔ مگر ناکام رہا اور آخر کار پکڑا گیا۔ اس وقت گورنمنٹ کے لئے کیسی مشکلات کا سامنا ہے۔ اور کیسی دقتیں درپیش ہیں۔ اگر سزا دی جائے۔ تو فوراً شور مچ جاتا ہے۔ کہ ناحق پیچھے ہیں۔ ان سے منظر ہو جاتی کچھ تعجب نہیں ہنوز زیادہ مناسب تھا۔ اور اگر گورنمنٹ چھوڑ دے تو گویا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے۔ اور فتنوں کو برپا کرے

مگر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ جس گورنمنٹ نے ہندوستان کو مصیبتوں سے اور دکھوں سے چھڑایا ہے۔ اور یہاں کے باشندوں کو وحشی سے انسان بنایا ہے۔ اور جاہلوں کو علوم و فنون میں طاق کر رہی ہے۔ اس سے اسقدر غداری اور نمک حرامی کس باعث سے ہے۔ کیا ایسے لوگوں پر کوئی بھی اعتبار کر سکتا ہے۔ فرض کرو کہ گورنمنٹ ہندوستان چھوڑ دے تو کیا یہ لوگ امن سے کام کرینگے۔ ہرگز نہیں! ایک دوسرے کو ہی قتل کرینگے۔ اور بجائے امن کے فساد کے بانی ہو نگے۔ جن کے دل بیگناہوں کے خون بہانے سے نہیں کانپتے۔ اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے نہیں لرزتے۔ کیا ایسے خونی انسان اعتبار کے قابل ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں کیلئے خطرہ اس موقعہ پر ہمیں مجبوراً اس بات کی نسبت بھی کچھ لکھنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو آنے والے خطروں سے آگاہ کریں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اسوقت تک مسلمان ان فسادات میں حصہ لینے سے باز رہے ہیں چنانچہ جسقدر واقعات اب کے متعلق ہوئے ہیں۔ ان سب میں کوئی مسلمان مجرم نہیں قرار دیا گیا۔ مگر پھر بھی یہ وقت بڑی احتیاط کا ہے۔ کیونکہ ہر ایک آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ملوث کرنا چاہتا ہے اس وقت مجرمین اور فسادی لوگ ضرور مسلمانوں کو بھی شریک کرنیکی کوشش کرینگے اور اگر اور کچھ نہیں تو انکو اپنے ساتھ ملوث کرنیکی سعی تو ضرور کرینگے تاکہ گورنمنٹ کے دل میں کسیطرح بیٹھ جائے۔ کہ مسلمان بھی باغیانہ بیجائی پر اتر آئے ہیں چنانچہ اسکی ایک صاف مثال یہ ہے۔ کہ مولوی شمس العالم کا قاتل بنگالی قتل کے وقت ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھا جسکا صاف مطلب یہ تھا۔ کہ وہ مسلمان معلوم ہو۔ اور اگر خدا نخواستہ کہیں وہ بچ جاتا اور پکڑا نجاتا تو پھر نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ گورنمنٹ کو ہر چند

ہوتی۔ اور ہندو اخبار پشاور سے کلکتہ تک۔ اور دہلی سے بمبئی تک شور مچا دیتے۔ کہ مسلمان ابھی سے ہیں شرارت پر۔ چنانچہ مولوی شمس العالم کا مارنیوالا ایک مسلمان ہی تھا گو خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ پکڑا گیا ورنہ مسلمان سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے۔ اس لئے جب ہمارے مخلص ہموطن ان کمینہ باتوں پر اتر آئے۔ اور ہندو آبادی کے ایک امن پسند حصہ کے بدنام کرنیکے علاوہ غریب مسلمانوں کو تباہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو ہمارے لئے خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں عام مسلمانوں کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ وہ خاص طور پر ایسے لوگوں سے جو ایسے اور فتنہ انگیز اخباروں کی خریداری ترک کریں۔ اور جہانتک ممکن ہو گورنمنٹ کی عملی رنگ میں مدد کریں۔ اور میرے احمدی احباب اس بات کو یاد رکھیں۔ کہ شرائط بیعت میں گورنمنٹ کی وفاداری کی بھی ایک شرط ہے۔ پس اگر وہ کسی رنگ میں بھی اس شرط کو توڑینگے تو گو دنیا پر نہ ہو۔ مگر آسمان پر خدا کے حضور ان کا نام احمدیوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائیگا۔

پریس بل

اب کے واقعات اور اخباری سخت تحریروں سے مجبور ہو کر گورنمنٹ نے ایک پریس بل پاس کیا ہے۔ جس سے آئندہ بہت کچھ امن کی امید کی جا سکتی ہے۔ اس قاعدہ کے رو سے لوکل آفیسرز کو اجازت دیگئی ہے۔ کہ وہ مضرہ پرداز اخبارات کو بند کر دیں۔ اور اُن کے پریس کو ضبط کر لیں۔ خدا کرے اس قسم کے اخبارات اس قانون سے ہی نصیحت پکڑیں۔

خدا کی باتیں

خدا کی باتیں پوری ہوئے بغیر کبھی نہیں رہتیں حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں بڑے زور سے زلزلوں وباؤں اور طوفانوں کی پیشگوئیاں شائع کی ہیں۔ اور اس دن سے یہ سیل

تباہیاں دنیا پر اس زور سے آرہی ہیں۔ کہ اب نادان لوگ کہتے ہیں کہ پہلے بھی تو بڑی آفتیں آتی تھیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس پیشگوئی سے پہلے کیا آپ مختلف ممالک میں اس طرح پے در پے تباہیاں دکھا سکتے ہیں۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ ہرگز نہیں۔ پس خدائی باتوں کا بے فائدہ اور بےسبب انکار بہتر نہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ لوگ باز آئیں ورنہ خدا عذاب بھیجنے یا رحمت کرنے سے رک سکتا نہیں۔ اگر لوگ شرارت سے باز نہیں آئینگے۔ اور مامور من اللہ کا انکار کئے چلے جائینگے۔ تو یاد رہے کہ عذاب الٰہی بھی آتے ہی چلے جائینگے۔ موجودہ عذاب پیرس کا طوفان ہے۔ جو کہ دریائے سین کی طغیانی سے واقعہ میں آیا ہے۔ آس پاس کے علاقہ تو الگ رہے خود پیرس میں ساٹھ کروڑ روپے کے نقصان کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ہزاروں ہزار مکانات دریا برد ہو گئے۔ سربفلک عمارتیں سرنگوں ہو گئیں۔ بیسیوں تاریخی عمارتیں برباد ہو گئیں۔ لاکھوں انسانوں نے فاقہ کشی کی مصیبت کاٹی اور ایک تعداد تو جان [illegible]۔ یہ پیرس وہی ہے کہ جس کی تباہی کی طرف حضرت اقدس نے اپنی کتب میں بارہا اشارہ کیا ہے کیا اب بھی عذاب الٰہی کے نزول میں کچھ شک ہے۔ شاید اگلی اشاعت میں ہم پیرس کی تباہی پر کچھ اور وضاحت سے لکھ سکیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

توحید قرآنی و کعبۂ اسلامی

نیز

وحدت وجودی آریہ و دیانند سوامی

(منشی محمد ظہیر الدین صاحب مصنف ویدک الوہی اور سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم نے ایک مضمون رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے بھیجا ہے۔ چونکہ مضمون بہت لمبا ہے۔ اور رسالہ تشحیذ الاذہان کے مضامین کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مضمون شائع ہوا کریں۔ اور بہت لمبے مضامین بجائے اسکے سلسلہ وار شائع کیا جایا کرے۔ اس لئے مضمون مذکور بلحاظ مختصر [illegible] میں شائع کیا جاویگا۔ جسکا پہلا حصہ ہدیہ ناظرین ہے۔ (ایڈیٹر))

توحید کا مسئلہ ایک نہایت ہی پاک صاف اور انسانی فطرت کے مطابق مسئلہ ہے۔ اور اہل اسلام کو دیگر تمام مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ جب سے نسل انسانی کا آغاز ہوا۔ اور جہاں تک تاریخ شہادت دے سکتی ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام رشی منی تمام راستباز تمام انبیاء اور بینا غرض وہ سب لوگ جنکو دنیا میں نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ اور جن کے سچے سچے اخلاق عادات اور حالات معلوم کرنے سے ہستی باری تعالےٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ وہ سب کے سب سچے دل سے توحید کے

قائل تھے۔ اور ایسے کامل درجہ کے موحد تھے۔ کہ اللہ احد کی ذات یا صفات
میں کسی اور شے کو کسی رنگ میں شریک کرنا کفر عظیم اور سب سے ناپاک
اور گندہ عقیدہ اور تمام برائیوں سے بدترین برائی خیال کرتے تھے۔

توحید کا عقیدہ وہ بابرکت عقیدہ ہے جس کی تلقین اور تبلیغ کرنا تمام
رسولوں کی بعثت کا اصل منشاء تھا۔ اور یہی وہ پاک تعلیم ہے۔ جس کو سمجھانے اور
بجھانے کی خاطر تمام انبیاء تشریف لائے۔ اور جب کبھی توحید کے مسئلہ میں
غلط فہمی پھیل جانے کے باعث دنیا میں گمراہی بے دینی اور طرح طرح
کے فسق و فجور کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو اللہ احد مصلحت وقت
اور ضرورت زمانہ کے مطابق ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جو توحید کے
خیالات پھیلانے میں نہایت ہی کارآمد اور مفید ہوتے ہیں۔ اور نیز طرح طرح
کے بھیانک نظارے مثلاً زلزلوں کے دھکے طاعون کے حملے موتا
موتی کے عبرتناک نظارے وباؤں سیلابوں اور قحطوں کی تباہیاں
یہ سب کے سب مجموعی طور پر مل کر جہاں ایک انسان کو جو کنے بنا لے
اور ایک قادر ہستی کی طرف رجوع دلاتے ہیں۔ وہاں دوسری طرف
مولا کریم ایک ایسا انسان بھی مبعوث کر دیتا ہے۔ جسکو ان واقعات عظیمہ
کی قبل از وقوع خبر دیکھاتی ہے۔ اور جو مخلوق الٰہی کو بحیثیت اللہ تعالے
کا رسول ہونیکے ان کی بدکرتوتوں اور بدکرداریوں سے منع کرتا۔ اور پاک
تبدیلی پیدا کر نیکی ہدایت دیتا ہے۔ ایسے پاک انسان کے اخلاق اور
عادات لوگوں کے لئے بطور حجت کے ہوتے ہیں۔ اور اس کی پاک زندگی
اور نیک نمونہ مخلوق الٰہی کو ملزم گردانے کے لئے کافی گواہ ہوتے ہیں۔
وہ پاک انسان نہایت جرائت سے تمام دنیا کے سامنے اپنی راستبازانہ زندگی

کو بطور نمونہ کے پیش کرتا ہے۔ اور وہ خدا وباری تعالےٰ میں منظور نظر ہونے کے سارٹیفیکیٹ رکھنے کے باعث دنیا کو اپنی اطاعت اور اتباع کے لئے تبلیغ اور تلقین کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی مدد اور نصرت روز روشن کی طرح اسکے شامل حال ہوتی ہے۔ اور وہ جواب دلائل اور پاک مسائل کا ذخیرہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ پاک انسان باوجود بشریت کے تمام لوازم رکھنے کے بڑی جرأت سے دنیا کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور جو تعلیم وہ پیش کرتا ہے۔ وہ صرف الفاظی نہیں ہوتی بلکہ مصائب کے پہاڑوں میں اسکی اپنی معجزانہ استقامت معجزانہ دعوت اس کے معجزانہ افعال اور اقوال سب کے سب مل کر اس ہستی پر زندہ گواہ ہوتے ہیں جس کی طرف سے مبعوث ہونے کا وہ دعوے کرتا ہے۔ اور جس کی طرف رجوع ہونے کے لئے وہ خلق الہی کو دعوت دیتا ہے۔ اور جو تعلیم پیش کرتا ہے۔ اسپر بہمہ وجوہ عامل بن کر لوگوں کے لئے وہ بطور حجت کے ہوتا ہے۔ اور آسمانی نشانات اور تائیدات الٰہیہ اس کی سچائی کے گواہ ہوتے ہیں۔

ایسے انسان دنیا میں ایک دو نہیں۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ ایسے لوگوں میں سے ہی کسی ایک کو یا بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے منتخب کرلیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری کی نسبت قرآن شریف میں لکھا ہے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ - یعنی وہ دنیا اور اپنے زمانہ کے مقرب لوگوں میں سے تھا۔ مگر بایں ہمہ رسالت کا منصب اسی کو عطا کیا گیا۔ الغرض ایسے لوگ چونکہ بشر ہی ہوتے ہیں۔ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ دُکھ سکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور نیز سنت اللہ کے مطابق زمانہ کا اثر ان پر ہوتا ہے۔ خوشیاں

اور قیموں کا حصہ ان پر چڑھتا ہے۔ ایک وقت گردن پر بچپن کا ہوتا ہے۔ تو دوسرا جوانی کا اور اس پر بڑھاپے کا عالم ان کی بشریت اور کمزوری کو خوب ہی طشت ازبام کرتا ہے۔ اس لئے ان بزرگ ہستیوں اور پاک وجودوں کو بھی اس دو رنگی دنیا میں ہمیشہ رہنا نصیب نہیں ہوا۔ باوجودیکہ ان کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ اور توحید کے لئے وہ بطور حجت کے ہوتے ہیں۔ خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت ان میں نظر آتا ہے۔ خدا کے سچے عابد اور پرستار اور سچے موحد وہی پاک لوگ ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے لئے سب سے زیادہ نافع اور مفید ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ان کلام تو نہیں میں بولتے ہوتے ہیں۔ جو خالق نے اپنی مخلوق کے لئے بتائے ہیں۔ مگر زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ان سے کلام کرتا ہے۔ گو انہیں پاک وجودوں کی وساطت بازی کا قائل ہو کر انہیں کے بتائے ہوئے الفاظ کو کلام الہی کہا جاتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے آسمانی اور زمینی آیات ان کی سچائی پر شہادت دیتے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ وہ انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں ہوتے۔ مسلمان لوگ ایسے بزرگوں کی اپنے ماں باپ اور جان و مال سے زیادہ عزت کرتے ہیں۔ اور ہر ایک وہ تعظیم جو کسی انسان کی کرنی چاہیے۔ وہ نہایت خلوص سے بجا لاتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو خدا تعالےٰ کی خدائی میں کسی طرح کا دخیل یا شریک خیال کرنا [illegible] سمجھتے ہیں۔

معزز ناظرین۔ مسلمانوں کے پاس توحید ایک ایسی چیز ہے۔ جسکو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں خصوصیت کے ساتھ نہایت فخر سے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ فی زمانہ گروہی تعصب و جہالت نے کچھ ایسا روپ بدل رکھا ہے۔ کہ بڑے بڑے عقلمند دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کتنے افسوس

کی بات ہے۔ کہ وہ پاک کتاب جس نے عرب جیسی بت پرستی کی معدن میں
خدائے واحد کی پرستش کا ڈنکا بجا دیا۔ آج اس سے وحدت وجود کا مسئلہ ثابت
کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور وہ مطہر اور مرفوع کلام جس کے ہر فقرہ
میں توحید الٰہی کا جلوہ نظر آرہا ہے۔ آج علانیہ پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر
اس سے بت پرستی کی تعلیم نکالی جاتی ہے۔ باوجود اسکے کہ وحدت وجود کا مسئلہ
پیش کر کے حلت وحرمت میں جو امتیاز ہے۔ اس کے مٹانے کی کوشش کی
جاتی ہے۔ اور باپ بیٹے ماں اور بیوی کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کی تلقین کی
جاتی ہے۔ اور استاد اور شاگرد کو حقیقتاً ایک ہی وجود خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن
پھر بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ زیادہ تر انہیں لوگوں کی پرستش ہو رہی ہے۔ جو ہمہ اوست
کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اور انہیں لوگوں میں پیر پرستی کا زور اور قبر پرستی کا جوش
ہے۔ جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔

چند دن ہوئے۔ میرے ایک واقف کار نے مجھ سے بیان کیا کہ اسے
بیشمار تحریر کاوش پڑھنے سے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر کچھ عرصہ سے
اندر ہی اندر اعتراض کھٹکتا رہتا ہے۔ اور نیز اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ اس نے
ایک مسلمان پیر سے اس بارہ میں سوال کیا۔ کہ مسلمان لوگ جو نماز پڑھتے وقت
کعبہ کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔ کیا یہ بت پرستی نہیں ہے؟ تو اس پیر نے نہایت تحمل
سے اسے جواب دیا۔ کہ دیکھو بیٹا! بت پرست تو وہ ہوتے ہیں۔ جو خدا کے
سوائے کچھ اور بھی مانتے بیٹھے ہیں۔ ہم لوگ تو موحد ہیں۔ موحد بھی اور حقیقی
توحید کے قائل ہیں۔ سوائے خدا کے کسی اور کو نہیں مانتے۔ جس طرف دیکھیں
خدا ہی خدا ہے۔ قرآن میں بھی صاف لکھا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر کر کے میرا دوست مجھ سے جواب کا خواستگار ہوا۔ جو جواب اپنی سمجھ کے مطابق میں نے اُسے دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کسیقدر زیادگی کے ساتھ یہاں درج کروں شاید کسی کو نفع پہنچے۔ ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند جی کی دوسرے مذاہب اور خصوصیت سے اسلام پر بیجا حملے کرنے میں وہ بے نظیر تصنیف ہے۔ جو ان کے اخلاق عادات اور خیالات معلوم کرنے کے لئے بطور آئینہ کے کام دیتی ہے۔ اس کا مستند اردو ترجمہ آریہ صاحبان کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں چودہ فصلیں ہیں۔ اور آخری سملاس (جس کا جواب وقتاً فوقتاً انشاء اللہ ہیں اسی رسالہ میں ناظرین کے سامنے پیش کرتا رہوں گا) میں مسلمانوں کے مذہب کی تحقیق کرنے کا دعوےٰ بلادلیل کیا ہے۔ اور قرآن شریف پر ۱۵۹ اعتراض کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۶۶۴ پر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو بڑی بت پرستی کہا گیا ہے۔ اور نیز مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ کہ جن کو تم بت پرست سمجھتے ہو وہ بھی ان بتوں کو خدا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے سامنے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر تم بت شکن ہو تو تم نے بڑے بت یعنی اس مسجد قبلہ کو کیوں نہ توڑا؟ پھر صفحہ ۶۷۰ پر لکھا ہے کہ بتوں سے مسجد بڑا بت ہے۔ اس لئے خدا تو مسلمان بڑے بت پرست اور پرانی اور جینی چھوٹے بت پرست ہیں۔

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے پر جو اعتراض ہے۔ وہ میں نے دیانندی لہجہ میں اوپر درج کر دیا ہے۔ جس بے باکی اور منہ زوری سے سوامی جی نے اسلام پر حملہ کیا ہے۔ اس پر حاشیہ چڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ بالکل صحیح واقعہ ہے کہ سوامی جی اردو سے بالکل ناواقف تھے۔ اور نہ ہی عربی سے انہیں کچھ مس تھا۔ کسی بے علم حق کے دشمن نے جیسا ترجمہ

کسی قرآنی آیت کا لکھ دیا۔ اسی کو مدنظر رکھ کر سوامی جی نے اعتراض کر دیا ہے
گو سوامی صاحب نے تہذیب کو بالکل خیرباد کہہ کر نہایت ہی گندے
پیرایہ میں اسلام پر زبان کھولی ہے۔ اور اپنے ہم خیالوں کے لئے ایک نہایت
ہی برا نمونہ چھوڑا ہے۔ مگر ہم ان کی نسبت پھر بھی یہی لکھیں گے۔ کہ سوامی
صاحب فطرتاً اپنی ذات میں ایسا دل اور دماغ رکھتے تھے۔ کہ اگر ان کو کسی
بزرگ مسلمان یا ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھنے
یا ان ہی کے ساتھ گفتگو کرنے کا کچھ عرصہ تک موقع مل جاتا تو وہ ضرور فائدہ
اٹھاتے اور اپنی جلد بازی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے۔ ان کے اعتراضوں سے
جو اسلام پر انہوں نے کئے ہیں مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک احمدی
مسلمان کے مقابلہ میں انہیں اعتراضوں کو لے کر کھڑے ہونا ایک آریہ بھائی
کے لئے موت کا پیالہ پینے سے زیادہ کٹھن ہے۔ سوامی جی کی تحریر سے
مجھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بت پرستی سے انہیں سخت نفرت تھی۔ اور
۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی مذمت کی۔ اور ایک پرمیشور کا منوانا ان کا ذاتی منشاء
تھا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ مؤید من اللہ نہ ہونے اور صحبت صادقین سے
محروم رہنے کے باعث سوامی جی اخیر عمر تک نہ ہی تو خود کسی سچے اصول
پر کاربند ہو سکے۔ اور نہ ہی اوروں کو حقیقی توحید کا پانی پلا سکے۔ اور بجائے اس کے
کہ توحید میں ترقی کرتے تناسخ مت کے قریب ہوتے گئے۔ لیکن تاہم
بھی ان کی طبیعت کا میلان فطرتی طور پر توحید کی طرف زیادہ تھا۔ اور پچھلی
باتوں پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی مامور من اللہ کے آنے
سے پہلے خدا تعالیٰ کی بے انتہا مصلحتوں کے ماتحت گمراہ اور چاہ ضلالت
میں پڑی ہوئی قوموں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنی اپنی قوم میں

عام فطری مسائل کو ایک حد تک صاف کر جاتے ہیں۔ اسیطرح ہم دیکھتے ہیں
کہ پنڈت دیانند صاحب نے توحید کے مسئلہ پر جو ہر ایک کی فطرت میں مرکوز
ہے۔ اپنی قوم میں خاصی تبلیغ کی۔ اور مورتیوں کو چھڑاتے ہوئے۔ روح و
مادہ کو خدا کا شریک بنا گئے۔ مگر پھر بھی ہندوؤں کے دلوں سے عقیدہ بت
پرستی کو نکالکر جو صدیوں سے انمیں رائج تھا توحید کی طرف قدم ماریکی ایک ابتداء
پیدا کر دی اور اسطرح بے علمی ہی میں خدا کے امور کے لئے استصواب
کر گئے۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ جسقدر بت پرست اور مورتی پوجا والے
فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے اعتقادات اور
خیالات کا سرچشمہ ویدوں کو ہی تبلاتے ہیں۔ اور آریہ صاحبان روئے
زمین پر کوئی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے باشندے ایسے ہرگز ثابت
نہیں کر سکینگے۔ جن کا دعوٰے رہا ہو۔ کہ ہم ویدوں کو مان کر توحید کے قائل
ہوئے ہیں۔ اور مورتی پوجا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بیشکڑوں
ہزاروں برس سے چنیز جہاں تک انسانی دماغ پتہ چلا سکتا ہے یہی معلوم
ہوتا ہے۔ کہ ویدوں میں سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہیں۔ لیکن سوامی
دیانند جی نے کیسا مردانگی اور بہادری کا کام کیا ہے۔ کہ ویدوں سے مورتی
پوجا اور بت پرستی کی بجائے توحید کو ثابت کیا۔ اور تمام شاستروں تمام
پرانوں کو محض جعلی اور بے سروپا فضول روایات کا ذخیرہ کہہ کر یکدم
ایسی کتابوں کو چھوڑ دینے کا اپدیش دیا ہے۔
گو یہ سچ ہے۔ کہ بنارس پنڈتوں اور اعلٰے درجہ کے سنسکرت دانوں
کے مقابلہ میں سوامی جی کی باتیں کوئی وقعت اور مرتبہ نہیں رکھتیں لیکن
احمدی لوگ انہی کی داد دیا کرتے ہیں۔ جو توحید کا حامی اور مددگار رہے۔

کیونکہ توحید کی طرف قدم اٹھانا گویا اسلام کے قریب آتے جانا ہے۔ گو سوامی صاحب کی نسبت افسوس کے ساتھ ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ الٰہی علوم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے توحید منوانتے منواتے آپ اور ہی شرک میں جا پڑے۔ مگر پھر بھی بت شکنی ایک اچھی خدمت ہے۔ جو آپنے کی۔ چونکہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک قوم اور فرقہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہادی آتے رہے۔ اور ہر ایک گروہ میں کوئی نہ کوئی رسول ہوا جیسے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ سے ثابت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ سب توحید کی تعلیم دیتے اور اسی پر کاربند ہونیکی ہدایت کرتے تھے جیسے لکھا ہے۔ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی جو لوگ اہل کتاب ہوئے کا دم بھرتے ہیں۔ ان سب کو یہ مشترکہ تعلیم دی جاتی رہی ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی اور کی پرستش نہ کریں۔ اور خدا کی ذات اور صفات میں کسی اور چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور سوائے خدا کے ہم میں سے کوئی کسیکو اپنا پرورش کنندہ اور رتبہ سے اعلےٰ جاننے والا خیال نہ کرے۔ اس لئے قرآن مجید کی اس ہدایت کو مد نظر رکھتے ہوئے دل چاہتا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی کا یہ لکھنا کہ ویدوں میں ایک خدا کی تعلیم ہے صحیح ہو جب کہ ویدوں کی دنیا میں اسقدر عزت ہے۔ اور جب ہی بقول دیانند جی اس میں وحدانیت کی تعلیم بھی موجود ہے۔ تو ہم بائیبل یا ابراہیمی صحیفوں کی طرح ویدوں کو بھی صحف اولیٰ میں شمار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم نے مانا کہ ویدوں میں بت پرستی اور شرک کی تعلیم بھی موجود ہے اور وہ سب پنڈت اور برہمن جو مختلف زمانوں میں پیدا ہوتے رہے سب کے سب بالکل جھوٹے نہیں ہیں۔ لیکن ایک احمدی مسلمان یہ کہنے کا حق

رکھتا ہے۔ کہ جیسے عہد عتیق اور جدید میں تحریف ہو گئی۔ اور اصل تعلیم کے ساتھ تفسیریں مل گئیں اور ایسے ایسے صحیفوں کا نام و نشان مٹایا گیا۔ ویسے ہی بت پرستی اور دیگر گندے عقاید ویدوں میں بعد میں شامل کر دیئے گئے۔ اور یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن اونکے کی صحیح تاریخ نہ ہونے کے باعث ہمیں تو نہیں یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وید کس کس زمانہ میں لکھے گئے۔ کون سے [redacted] ان کے جاتے گئے۔ اور کون سی شاخیں گم ہو گئیں۔ لکھنے والے کون تھے۔ جن کا دعوے کیا تھا۔ اور وہ کس مشرب کے تھے۔ ان کے اعمال اخلاق اور عادات کیسے تھے۔ جو کچھ لکھا اسپر خود بھی عمل کر کے دکھایا یا کہ وہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ مثلاً وہ لوگ دنیا میں کس طرح سے بسر کرتے تھے۔ کس کس خاندان میں انکی شادیاں ہوئیں۔ اور کن کن لوگوں سے ان کا واسطہ پڑا اور ان تعلقات کو انہوں نے کیسے نبھایا یا باوجود باغیرت انسان ہونے اور شریف عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھنے کے پھر بھی وہ محض اولاد کی خاطر ان پاک دامنوں کو غیر مردوں سے بیرج ڈلوانے کی تلقین کرتے تھے۔ یا اسکو ایک بے حیائی کا کام سمجھکر قطعاً اس کے متنفر تھے۔ یا یہ کہ آپ تو مجردانہ زندگی بسر کرنیکے سبب بالکل لاوارث اور مرد عورت کے تعلقات سے ناواقف تھے۔ گرہستوں کو ہدایت دیتے تھے۔ کہ بے اولاد مرنا بڑا جرم اور پاپ کا کام ہے۔ ایسے انسان کی مکتی نہیں ہوتی جو اولاد مرے اس لیئے اولاد کی خاطر اپنی پاک دامن عورتوں کو دوسرے مردوں سے تعلقات قائم کر لینے کی اجازت دیا کرو۔ غرض موجودہ زمانہ میں ویدوں میں جو تعلیم موجود ہے۔ وہ تحریف سے خالی کبھی نہیں مانی جا سکتی کیونکہ جہانتک غور کیا جاوے۔ سابقہ زمانہ میں کوئی ایسی قوم نظر نہیں آتی جو موجودہ

تعلیم پر عمل کرنیوالی ہو۔ سو جس کتاب کے ساتھ کوئی عملی نمونہ نہ رہے۔ یقینی طور پر وہی کتاب محرف اور مبدل بھی جا سکتی ہے۔ اور جس کتاب میں عمدہ تعلیم کے ساتھ گندی تعلیم بھی موجود ہو ماننا پڑے گا۔ کہ اس میں کچھ نہ کچھ بعد میں بڑھایا گھٹایا گیا ہے۔ مثال کے طور یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موجودہ انجیل میں یہ صاف طور پر مقولہ درج ہے۔ کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ مٹے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا۔ اور آدمیوں کو بھی سکھلائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ لیکن جو ان پر عمل کرے گا۔ اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ متی ۵ باب ۱۷-۱۹ اور پھر توریت میں صاف درج ہے۔

میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے۔ مت بنا تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ ان کی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ خروج ۲۰ باب ۳-۵۔

دوسرے معبودوں کا نام تک نہ لے اور وہ تیرے منہ سے نہ سنا جائے خروج ۲۳ باب ۱۳۔ تو ان کے معبودوں کو سجدہ مت کر نہ انکی عبادت کر نہ ان کے کام سے کام کر بلکہ تو انہیں صاف ڈھا دے۔ اور ان کے بتوں کو توڑ ڈال اور تم خداوند اپنے خدا کی بندگی کرو۔ خروج ۲۳ باب ۲۴-۲۵

خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے

ہی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ۔ استثنا ۶/۵
سو تو خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ اور اس کی امانت کی اور حقوق اور شرعتوں اور احکام کی ہمیشہ محافظت کر۔ استثنا ۱۱/۱

تم آپ سے خبردار ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل فریب کھا جاویں۔ اور تم پھر جاؤ اور غیر معبودوں کی بندگی کرو۔ اور انہیں سجدہ کرو۔ استثناء ۱۱/۱۶

اور لعنت جب کہ خداوند اپنے خدا کی فرمانبرداری نہ کرو۔ اور اس راہ سے جسکی بابت آج میں تمہیں فرماتا ہوں۔ پھر کے غیر معبودوں کی پیروی کرو استثنا۔ ۱۱/۲۸

اب دیکھو ایسے ایسے صاف اور بین احکام کے موجود ہوتے ہوئے بھی عیسائی لوگ تثلیث کا دم بھرتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی متفقہ تعلیم سے منہ موڑتے ہیں۔ اور سب کے خلاف ٹرینیٹی کا جدا گر جا بنانا باعث نجات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خود موجودہ اناجیل بھی اگرچہ وہ بقول حضرت عیسٰی اور نیز حواریان عیسائیاں شریعت کی کتابیں نہیں اور نہ ہی وہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور حضرت مسیح کی رسالت پر گواہی دیتی ہیں۔ جیسے کہ یوحنا ۱۷/۳ میں لکھا ہے اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے عیسائی لوگ وحدانیت سے کوسوں دور ہیں۔ اور نادانوں کے لئے ہر وقت باپ بیٹے اور روح القدس کی ایک غلط پیرایہ میں ایسی زہر آلودہ معجون تیار کرتے رہتے ہیں جس نے دنیا سے روحانیت کا ستیاناس کر دیا۔ اور نادانی سے انہیں معنوں میں یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا منوانا چاہتے ہیں جن معنوں میں کہ وہ مریم صدیقہ یا ایک پہلو سے یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ اور اگر عیسائی نہیں جیسے

کہ بعض موجودہ عیسائیوں کے مضامین سے نظر آرہا ہے۔ تو پھر کتاب مقدس کی اصطلاح کے مطابق خدا کے سب نبی خدا کے بیٹے ہیں۔ یسوع مسیح میں ایک ذرہ زیادتی نہیں۔ دیکھو انجیل میں صاف لکھا ہے۔

مبارک وہ ہیں جو صلح کراتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خدا کے بیٹے کہلاویں گے متی ۵/۹ آدم خدا کا بیٹا تھا۔ لوقا ۳/۳۸

خدا کے بیٹے آدمیوں کی بیٹیوں کے پاس گئے۔ تو ان سے لڑکے پیدا ہوئے۔ پیدائش ۶/۴ Digitized by Khilafat Library

اسرائیل خدا کا بیٹا بلکہ پلوٹھا ہے۔ خروج ۴/۲۲۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ جب وہ پاک وجود جو خدا کے احکام پہنچانے کے لئے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ اپنا کام پورا کرکے اپنے بھیجنے والے کے پاس چلے جاتے ہیں۔ تو انکے کچھ مدت بعد ان کے متعلق عام طور پر غلط فہمیاں ہونے لگتی ہیں۔ اور ان کی شان میں اس درجہ کا غلو ہونے لگتا ہے۔ جو انکی شان کے شایاں نہیں ہوتا۔ اور جو تعلیم وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ اس پر حاشیے چڑھنے لگتے ہیں۔ اور رسومات اور توہمات کے جال میں پھنسکر وہ تعلیم کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وید وں میں بھی توحید کی تعلیم ہو اور سمت اول میں شامل ہونے والی خوبی رکھتے ہوں۔ مگر اس کے بعد آنیوالی نسلوں میں بسبب اس کے کہ کتابوں کی اشاعت کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ اور اس زمانہ میں تحریر کا عدم وجود گویا برابر تھا۔ طرح طرح کی بت پرستیاں اور گندے عقاید داخل ہو گئے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وید مقدس تو ان گندے عقاید سے منزہ ہو۔ جو آریہ صاحبان انکے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور روح مادہ کی قدامت آواگون کے چکر مرد عورت کی مساوات والے

بلکہ محض انہیں صاحبوں کی کارستانیاں اور بلند پروازیاں ہوں۔ اور یا یہ
کہ چونکہ وید والی سنسکرت کا تمام روئے زمین پر سے نام ونشان مٹ گیا ہے۔
اس کی تفسیروں کے سمجھنے میں ہی غلطی کی گئی ہو۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ وید
مقدس کی جس شرتی سے سوامی جی نے بسبب مجبور ہونیکے نیوگ جیسا انسانی
غیرت اور حمیت کو پاش پاش کرنے والا مسئلہ ثابت کیا ہے۔ اور ایک بیوگن کو
قابل نیوگ پرشوں سے یہاں تک ڈلوا کر دس عدد بچے پیدا کر لینے تک اجازت
دی ہے۔ اسی کے متعلق ایک لائق سناتن دھرمی اپنی کتاب کے صفحہ ۹۴ پر
یوں لکھتا ہے۔ "آہ پیارے ناظرین یہ شرتی شادی کے وقت بطور دعا کے پڑھی جاتی
ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ اے اندر تو اس کنیا کو سو پتروں والی اور سوبھاگیہ وان
کر۔ اس میں دش پتروں کو دھارن کر۔ اور پتی کو گیارہواں کر۔ یعنی یہ دش پتروں
والی ہو۔ اور اس کا پتی جو کہ پتروں کو ملا کر شمار میں گیارہواں ہوتا ہے۔ وہ عمر
دراز ہو۔ ایسا کون نالائق ہوگا۔ کہ جو حسب تحریر دیانند بوقت شادی اپنی لڑکی
کے یہ کہے۔ کہ جب تیرا یہ خاوند مر جاوے یا بیمار ہو جاوے۔ تب تو دوسرا
خاوند کر لیجیو اس سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر اور ان سے اولاد بڑھا۔ غرض
شرتی مذکورہ میں ایسا کوئی بھی لفظ نہیں کہ جس کے معنی نیوگ اور گیارہ پتی کے
ہوں"۔ اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۳ پر لکھا ہے۔ "دیانندی پولیٹیکل عورتوں کو
سوامی جی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے ان کے واسطے
کامل آزادی کی ہدایت تحریر فرمائی ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ جس وقت آریوں میں
اس ہدایت پر وقاحت پر عمل درآمد ہوگا نتیجہ زناکاری روز افزوں برآمد ہوگا۔
شریفوں کی شرافت بالکل نیست و نابود ہوگی۔ حیا و شرم دنیا سے بالکل مفقود
ہوگی۔ ایک کی عورت دوسرے کے پاس جائیگی۔ خاندان کی عزت خاک میں

جائیگی۔ کوئی غیرت کے مارے زہر کھا کر مرے گا۔ کوئی بی بی کی گردن پر خنجر و شمشیر دھرے گا۔ کوئی گھر سے نکل جائیگا۔ تا زیست منہ نہ دکھلائیگا۔ کوئی جیلخانہ میں پڑے گا۔ کوئی پھانسی پر چڑھیگا۔ کل یُگ کا دورہ ہے۔ دیانند جی کی حق بیانی کا جا بجاؤں میں ظہور ہے۔ جو کچھ ان کی تحریر ہے۔ اس کے کہنے کو شرم دامنگیر ہے جس کا نام ستیارتھ پرکاش ہے۔ اس سے دھرم کا بالکل ستیاناش ہے۔ دروغ و کذب سے مالا مال ہے یہی سوامی جی کا کمال ہے۔ جو کوئی اس پر یقین کرے گا۔ چاہِ جہالت میں پڑیگا۔ دھرم کو کھوئیگا آخر کار روئیگا۔ ان مندرجہ بالا مضمون کو پڑھکر ماننا پڑتا ہے کہ یا تو ویدوں میں اس حد تک تحریف ہو گئی ہے۔ کہ نیوگ جیسا مسئلہ بھی اس میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور ان پاک لوگوں کو جن کو اسلامی اصطلاح میں انبیاء و رسل اور ان کے متبع کہا جاتا ہے۔ اور جو بسبب اعلےٰ درجہ کے متقی اور نیک ہونے کے بڑے ہی باغیرت ہوتے ہیں۔ بے عزت ثابت کیا گیا ہے۔ اور اگر اس درجہ کی تحریف نہیں ہوئی۔ تو کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ دیانند جی نے بعض شرتیوں کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ بعض کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ سوامی جی نے وید کی بعض شرتیوں سے ایک لطیف پیرایہ میں توحید کو بھی ثابت کیا ہے۔ جو انبیاء کی تعلیم کا اصل منشاء ہے اور جس سے ہمیں اسبات کے ماننے کی تحریک ہوتی ہے۔ کہ شاید وید مقدس کسی زمانہ میں کسی رشی منی پر خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہوں۔ چنانچہ سوامی جی بت پرستی کی مخالفت میں ویدوں سے لکھتے ہیں۔

جو سب دنیا میں موجود ہے۔ اس بے شکل پرمیشر کی تصویر۔ ماپ مشابہت یا بُت نہیں ہے۔ صفحہ ۴۰۷۔ جو آنکھ سے نہیں نظر آتا۔ اور جسکے سب

آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اسی کو تو پرمیشر جان اور اسی کی عبادت کر اور جو اس کے سوائے سورج بجلی اور آگ وغیرہ وغیرہ مدرک اشیاء ہیں ان کی عبادت مت کر۔ صفحہ ۴۱۶

جو کان سے نہیں سنا جاتا۔ اور جس سے کان سنتا ہے۔ اسی کو تو پرمیشر جان اور اسی کی عبادت کر اور اس کے سوائے آواز وغیرہ کی عبادت اسکی جگہ میں مت کر۔ صفحہ ۴۱۶

سنو بھائی بھولے بھالے لوگو۔ یہ پوپ جی تم کو ٹھگ کر اپنا مطلب نکالتے ہیں ویدوں میں پتھر وغیرہ بت پرستی اور پرمیشر کے بلانے رخصت کرنے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں ہے۔ صفحہ ۴۱۷

یہ جو کچھ سوامی جی نے لکھا ہے۔ یہ ویدوں میں درحقیقت موجود بھی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق جب خدا تعالے مسلمانوں کو توفیق دیگا۔ وہ خود سنسکرت سیکھکر معلوم کرلیں گے۔ فی الحال اتنا کہدینا بے محل نہیں کہ سوامی جی اس پایہ کے آدمی نہیں تھے۔ اور ہرگز نہیں تھے۔ کہ ان کی کسی تحریر یا دیگر حوالجات کو عام طور پر صحیح مانا جاسکے۔ چنانچہ وہ اپنی اسی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جس کے ایک سوال کا جواب میں لکھ رہا ہوں۔ اہل اسلام پر وہ وہ افترا اور بہتان باندھتے ہیں۔ کہ جس شخص کو اسلامی عقائد سے کچھ بھی واقفیت ہوگی۔ وہ سوامی جی کو زیادہ میں کیا لکھوں امر واقعہ کے حد درجہ خلاف لکھنے والا شخص یقین کریگا۔ کیونکہ وہ محقق کہلا کر قرآن مجید اور بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

بھلا یہ بہشت ہے۔ یا طوائف خانہ۔ صفحہ ۶۹۹

محمد صاحب کی نیت صاف نہیں تھی۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ محمد صاحب نے اپنی مطلب براری کے لئے قرآن بنایا۔ صفحہ ۷۸۹

یہ سب فریب قرآنی کے مصنف کا ہے۔ ص

یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ کسی مکار فریبی کا بنایا ہوا ہوگا۔ ص ۲۹۹

محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ جب بیٹے کی جورو بھی گھر میں ڈال لینے کو

پیغمبر صاحب زنگ کے لونڈوں سے کیوں کر بچے ہونگے۔ ص

اور محمد صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ جو کوئی عورتوں کو رکھے وہ خدا کا جا بیا پیغمبر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اور جو ایک عورت کی طرفداری سے بے آبروئی کرے۔ اور دوسری کی عزت کرے۔ تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہیں ہوگا۔ اور جو کئی عورتوں سے بھی سیری نہ پا کر کنیزکوں کے ساتھ پھنسے اس کے نزدیک شرم خوف اور دھرم کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ جو زانی آدمی ہیں ان کو گناہ سے ڈر یا شرم نہیں ہوتی۔ ص ۷۳۱

مندرجہ بالا بے جا بہتانوں اور اعتراضوں کو پڑھنے سے جو میں نے سوامی جی کے اندرونی خیالات ظاہر کرنے اور نیز یہ بتلانے کے لئے لکھے ہیں۔ کہ ان کی بات کہاں تک سچائی کے قریب ہو سکتی ہے۔ اور ان کی زبان کا شاگردوں کے نزدیک کس حد تک اعتبار ہو سکتا ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آ جائیگا۔ کہ وہ بعض خوبیاں بھی جو سوامی جی نے ویدوں کی طرف منسوب کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مذہب اسلام سے بطور سرقہ کے لی گئی ہوں۔ اور ویدوں میں ان کا اشارہ تک بھی نہ ہو۔ اور ان بے جا اعتراضوں کی طرح جو انہوں نے اسلام پر کئے ہیں۔ وہ بناوٹی خوبیاں بھی بعض انکی خانہ ساز تراش خراش ہو۔ ویدوں کو ان کی خبر تک بھی نہ ہو۔ اور اس قسم کی کارروائیاں ہمیشہ ایسے لوگوں سے ہی ظہور میں آیا کرتی ہیں۔ جو سوامی جی کی طرح کسی خاص اصول پر ٹھیرنا پسند نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ اہل اسلام کی نسبت سوامی جی اس قسم کے دل خراش ... دلانے

والے فقرات لکھتے ہوئے شرم بھی جو میں نے بطور نمونہ کے کیقدر اوپر درج کر دیئے ہیں۔ یہ لکھنے سے باز نہیں رہ سکے۔ کہ

آپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا۔ اور اپنے ہی دھرم کو بڑا کہنا۔ اور دوسرے کی مذمت کرنا جہالت کی بات ہے۔ کیونکہ اصلی تعریف اسی کی ہے جس کی تعریف دوسرے عالم لوگ بھی کریں۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف تو چور بھی کرتے ہیں۔ تو کیا وہ لائق تعریف ہو سکتے ہیں ۵

جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں۔ جھوٹا بتاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے ۵ صفحہ ۷۹۴

اب سوامی جی کی اس تحریر سے جو انہوں نے نہایت زور سے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔ ایک عقلمند انسان صاف نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ سوامی جی آخیر عمر تک ایک ڈانواں ڈول انسان کی طرح زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ اور کسی صحیح اصول پر کاربند نہ ہونے کے سبب اناپ شناپ۔ غرض جو ان کی سمجھ میں آیا۔ لکھتے لکھاتے رہے۔ ایک طرف جب مجھے سوامی جی کی دماغی بناوٹ کا خیال آتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی اس بے قرار اور پر از اضطراب مذہبی حالت کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ تو بے اختیار میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ اس فلاسفر اور بانی آریہ سماج کا وجود زبان حال سے پکار پکار کر فریاد کر رہا تھا کہ کوئی ربانی مصلح پیدا ہو۔ جو آسمانی نشان اور تائیدات اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ اور خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت دے سکتا ہو۔ چنانچہ سوامی جی کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچنے کے لئے ان کے مندرجہ ذیل فقرات فوٹوگراف کا کام دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ سوال آجکل راستہ کیوں نہیں

دکھاتا اور آدمیوں سے باتیں کیوں نہیں کرتا صـ۲۳۔

اگر کہو کہ موسیٰ کو خدا نے معجزے کرنے کی طاقت دی تھی۔ تو یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تھا۔ تو اب بھی ہوتا اگر اب نہیں ہوتا۔ تو پہلے بھی نہیں ہوا تھا۔ اگر مُردوں کو خدا زندہ کرتا تھا۔ تو اب کیوں نہیں کرتا۔ صـ۲۲ اگر اس وقت معجزے تھے۔ تو اب کیوں نہیں ہوتے۔ چونکہ اسوقت نہیں ہوتے۔ اس لئے اسوقت بھی نہیں ہوتے تھے۔ صـ۲۲ بھلا اب آجکل خدا کے فرشتے اور خدا کسی سے باتیں کرنے کو نہیں آتا۔ تو پہلے کیوں کرتے ہوں گے صـ۲۴

پہلے خدا اپنے بندوں کے دشمنوں کو مارتا ڈبوتا تھا۔ اگر یہ بات سچی ہو۔ تو آجکل بھی ایسا کرے چونکہ ایسا نہیں کرتا اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں صـ۲۳

مندرجہ بالا فقرات سے اگرچہ صاف یہ نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں۔ کہ سوامی جی آریہ مت سے سخت بیزار تھے کیونکہ اس مذہب میں بھی وہ دیکھتے تھے۔ کہ ابتدائے آفرینش میں ہزاروں کروڑوں لوگ ہوائے گئے ہیں۔ کہ ان کا ماں باپ کوئی نہ تھا۔ اور کسی مرد و عورت کے نطفہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جوؤں کھمبیوں وغیرہ کی طرح ایک وقت آنے پر بہت سے لوگ تختۂ زمین پر ادھر ادھر پھرنے لگ گئے تھے۔ وہ نہ صرف بے باپ تھے بلکہ اس سے بھی بہت بڑھکر یہ کہ ماں کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔ نہ انہوں نے کسی رحم میں پرورش پائی۔ نہ خون حیض کھایا۔ نہ دودھ پینے کا وقت ان پر آیا۔

ڈاڑھی مونچھوں والے یا ان داڑھے بہت سے مرد اور قوائے تناسل کا

سلسلہ جاری رکھنے سے ثابت ہی عورتیں تعداد میں مردوں کے برابر یا کم
زیادہ ہیں آریہ صاحبان ہیں۔ ادھر اُدھر تمام روئے ہیں پر پھرتے نظر آتے
تھے۔ ایسا عقیدہ والا سوامی جی کا دماغ وہ تو ضرور اندر ہی اندر سوچتے ہونگے
اسی طرز کے فقرات بنے ہونگے۔ جو انہوں نے اہل اسلام کی نسبت
استعمال کئے ہیں۔ نیز یہ کہ خدا انسانوں کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرتا۔ اور
اس نے ساتھ ہی چار پائے وغیرہ بھی۔ اگر یہ بات سچی ہے۔ تو آجکل بھی
خدا ویسا ہے۔ چونکہ ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔
ایسے ہی اور بہی کئی سوال سوامی جی کے دل میں اٹھتے ہونگے۔ مثلاً خدا
ابتداء میں رشیوں سے کلام کرتا تھا۔ .... چنانچہ
چار رشیوں کے ساتھ بکلام خدا نے اس کا نمونہ وید موجود ہیں۔ لیکن چونکہ
خدا اب کسی سے کلام نہیں کرتا۔ اس لئے پہلے بھی نہیں کرتا تھا سو واضح ہو
گیا۔ کہ رشیوں سے کلام نہ ہوا۔ پاہ جھوٹی ہے سوامی جی کی دلیل بڑی کچی۔
ایسے ہی اگر میں اسی قسم کے سوالات کو طول دوں۔ تو نتیجہ وہی نکلے گا۔
کہ سوامی جی آریہ مذہب سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ اور جیسے کہ بعض لوگوں
سے سننے میں آیا کرتا ہے وہ نانک مت تھے۔ بھلا یہ بات کہ سنسکرت
ہی پرمیشر کی بولی ہے۔ اور دوسری تمام بولیاں خدا کے بالمقابل حضرت
انسان نے بنائی ہیں۔ اور پرمیشر بعض سنسکرت ہی بولتا اور سنسکرت ہی
سمجھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بولیوں میں خواہ اسکی حمد و ثنا کرو۔ خواہ
اسکی نندیا کرو جانتا ہی نہیں۔ کہ کیا کہتے ہیں۔ کیا اس سے سوامی جی کے
دل میں یہ سوال پیدا نہ ہوتا ہوگا۔ جیسے کہ ان سوالات سے ظاہر ہے۔
جو اہل اسلام پر وہ کرتے ہیں۔ کہ ابتداء میں ایک ہی بولی تھی۔ اور وہ

سنسکرت تھی اور تمام روئے زمین پر بولی جاتی تھی۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو آج
کل بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ ایسا نہیں اس لئے یہ تعلیم ماننے کے لائق
نہیں۔ غرض کہاں تک طول دوں سوامی جی تو اپنی لہر میں آئے ہوئے۔
یہ بھی ضرور بول اٹھتے ہونگے کہ خدا نے سورج چاند اور دیگر اجرام فلکی پیدا
کئے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ آج بھی پیدا کر کے دکھائے چونکہ ایسا
نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔ سو واضح رہے۔ کہ
سوامی جی کے وہ فقرات جو میں نے اوپر درج کئے ہیں۔ ان سے میری
غرض خصوصیت سے یہ ہے۔ کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کروں۔ کہ سوامی جی
حقیقت میں خدا تعالٰے کی ہستی کا پتہ لینے کے لئے اپنے اندر ایک تڑپ رکھتے
تھے۔ چونکہ وہ فطرتاً بت پرستی سے نفرت رکھتے تھے۔ اور وحدانیت
سے محبت رکھتے تھے .... اس
لئے چاہتے تھے۔ کہ بت پرستی اور خدا پرستی میں کوئی صریح مابہ الامتیاز پیدا
ہو جاوے۔ بھلا اگر خدا بھی بتوں کی طرح نہ تو کسی کے نفع اور نقصان کا اختیار
رکھتا ہو۔ نہ بتوں کی طرح کسی پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہو۔ اور اگر فرض بھی
کریں کہ شاید سنتا ہو مگر باوجود سننے کے جواب دینے سے عاجز ہو۔ اور
باوجود اخلاص سے اس کو یاد کرنے کے بتوں کی طرح وہ ہماری اس حالت سے
محض بے خبر ہو۔ اور انسانوں کو ایسی خوبی کی قوت گویائی دے کر آپ دو حرف
سے عاجز ہو۔ بھلا ایسا خدا سوامی دیانند جی کے دل اور دماغ والے انسان
کو کیا تسلی دے سکتا تھا۔ کیونکہ ایسا خدا تو صرف ایک فرضی بت ہے۔ جو
انسانی دماغ کا ایک نتیجہ ہے۔ اور ایسی وحدانیت بت پرستی سے کوئی اتنا
زیادہ درجہ نہیں رکھتی۔ اور ایسے خدا کے پرستار حقیقی طور پر بت پرستی

سے بیزار نہیں ہوتے ۔ غرض یہ بات نہایت ہی سچی ہے ۔ اور آپ زور سے لکھنے کے لائق ہے ۔ کہ حقیقی روحانیت وہی ہے ۔ جو انبیاء کی اطاعت سے وابستہ ہوتی ہے ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

نوٹس بعض دوستوں نے یہ تجویز کی ہے ۔ کہ چونکہ ان اسباب کو جو قادیاں میں بکتے ہیں ۔ بازار سے خوراک وغیرہ کی متعلقہ اشیاء عمدہ اور ارزاں نہیں مل سکتیں بلکہ بعض اوقات بعض اشیاء کا ملنا قریباً نا ممکن ہوتا ہے ۔ اسلئے مشترک سرمایہ سے ایک دوکان کھول جاوے جسکا نام احمدیہ سٹور ہوگا ۔

سرمایہ کے لئے ہر ایک حصہ دار سے حصے لئے جاویں ۔ تاکہ قادیاں کے غریب لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں ۔ لیکن چونکہ اس قسم کی تکالیف قادیاں میں باہر والوں کو بھی اٹھانی پڑتی ہیں ۔ اور یہ دوکان انکے بھی فائدہ کے لئے ہوگی ۔ اس لئے بیرونی احباب میں سے کسی سے حصہ نہ لیا جاویگا ۔ اس دوکان کا کام بورڈ آف ڈائرکٹرز کے ماتحت ہوگا ۔ فی الحال مندرجہ ذیل ڈائرکٹرز تجویز ہوئے ہیں ۔ ماسٹر ضیاء اللہ صاحب ۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب شیخ یعقوب علی صاحب ۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب ۔ میاں محمد نور صاحب کابلی ۔ میاں شیر محمد صاحب دوکاندار اور خاکسار سکرٹری ۔

نوٹ ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے اپنے اخبار مورخہ ۱۸ ۔ فروری [illegible] میں بڑی خوبی [illegible] کی [illegible] کے ماتحت لکھتے ہوئے [illegible] سے انکار کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے متعلق [illegible] صاحب کے [illegible] کیا آپ [illegible] صاحب کے نام [illegible] آخر [illegible] کے نام [illegible] چاہیئے ۔ خاکسار عبدالرحیم سکرٹری

تناسخ

Digitized by Khilafat Library

میں نے گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں مجمل طور پر اسبابِ کا ذکر کیا گیا تھا کہ آریوں کا یہ دعویٰ کہ جیو آہستہ آہستہ پاک ہو کر نجات حاصل کر لیتا ہے۔ بالکل غلط اور بے دلیل ہے۔ اب میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کرنی چاہتا ہوں کیونکہ تناسخ کا تمام دار و مدار اسی ایک بات پر ہے۔

آریوں کی نجات آریوں کا اعتقاد ہے۔ کہ جس قدر مخلوقات سوائے ویدؑ کے ماننے والوں کے ہے۔ سب کی سب ہی کسی گذشتہ جنم کی بدعملیوں کی سزا میں گرفتار ہے۔ اور سزا کے لئے ہی عالم مقرر ہے۔ اور پھر جیو یعنی روح اس دنیا میں بار بار اگر آہستہ آہستہ پاک ہو کر مکتی یعنی نجات کا منہ دیکھتی ہے۔ مگر جہاں تک عقلِ سلیم اور فکرِ صحیح ہمکو لے جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بالکل فضول اور لغو معلوم ہوتا ہے۔

سزا کی فلاسفی دنیا میں جس قدر ہم دیکھتے اور نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہم کو یہی نظر آتا ہے۔ کہ سزا دینے کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ آئندہ اصلاح ہو جاوے اصلاح پھر آگے متعلق ہے۔ اس شخص کی بھی جسکو سزا دیجاتی ہے۔ اور دیگر مخلوقات کی بھی۔ چنانچہ استاد لڑکے کو سبق نہ یاد کرنے پر مارتا ہے۔ تو اوسکی غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ آئندہ لڑکا سدھر جاوے۔ اور سبق یاد کر کے لاوے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مدنظر ہوتا ہے۔ کہ کہیں باقی لڑکے بھی اس کے بد اثر سے متاثر ہو کر اپنی عمر کو ضائع نہ کریں۔ اسی طرح گورنمنٹ اپنے مجرموں کو سزا دیتی ہے۔ اسکی

ؑ [illegible]

بس یہی غرض ہوتی ہے۔ کہ آئندہ لوگ اسکو دیکھکر عبرت حاصل کریں۔ اور ایسے کاموں کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔ اور خود سزا یافتہ شخص بھی اپنی اصلاح کرلے غرضیکہ جو سزا ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ وہ سب کی سب اسی قسم کی ہوتی ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض آدمیوں کو گورنمنٹ مقرر کردہ وقت سے پہلے ہی قید سے رہائی دے دیتی ہے۔ کیونکہ وہ دیکھ لیتی ہے۔ کہ اب یہ آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آئندہ کبھی ایسا جرم نہیں کریگا۔ جس میں کہ وہ پہلے مبتلا ہوا ہے۔ اور اسی واسطے بعض مجرموں کو زیادہ سزا دیتی ہے۔ اور بعض کو کم۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی حالت کو پہچان کر سمجھ لیتی ہے۔ کہ یہ جلدی تھوڑی سزا سے ہی اپنی اصلاح کرلیگا۔ اور یہ آدمی پہلے سے زیادہ اپنی سنوار کی فکر کریگا۔

مجرم کو سزا کی وجہ کا علم ہونا ضروری ہے

جب یہ بات ثابت ہے۔ کہ سزا دینے کا اصل مقصد اصلاح ہی ہوتا ہے۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ سزا یافتہ کو اس کے جرم اور قصور سے بھی مطلع کیا جاوے۔ کیونکہ جب تک اس کو اپنے جرم کا علم ہی نہیں۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ اس کی اصلاح کرسکے مگر آریوں کا اصول اس کے بالکل ہی برعکس ہے۔ یہ تو وہ مانتے ہیں۔ کہ تمام دنیا اپنے گذشتہ بداعمالیوں کی وجہ سے سزائیں بھگت رہی ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے۔ کہ کسی کو بھی اس بات کی خبر ہو۔ کہ وہ کس جرم اور کس گناہ کی سزا میں گرفتار ہے۔ اگر سزا یافتہ کو علم نہیں دیا گیا تھا۔ تو کم از کم جسقدر جونیں ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اتنے ہی گناہوں کی ویدوں میں فہرست بھی ہوتی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہوتا کہ فلاں فلاں گناہ کے کرنے سے فلاں فلاں جنم میں روح جاتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ نہ تو خود مجرم کو اس بات کا علم ہے۔ کہ میں کس گناہ کی سزا میں گرفتار ہوں۔ اور نہ ہی ویدوں میں کوئی اس

امر پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اصلاح ہو تو کیونکر ہو۔ بیچارے مجرم عجیب مصیبت میں گرفتار ہیں ۔ نہ تو وہ اس گناہ سے بچ سکتے ہیں ۔ جسکی سزا میں وہ ہمیشہ جنم مرن میں پڑے رہتے ہیں ۔ کیونکہ ان کو علم نہیں ۔ اور نہ ہی وہ نجات کا منہ دیکھ سکتے ہیں ۔ کیونکہ گناہ سے چھوٹیں تو نجات حاصل کریں ۔ اس واسطے آریوں کا یہ کہنا ۔ کہ تناسخ کے ذریعہ سے انسان گناہوں سے پاک ہو کر کچھ عرصہ تک مکتی حاصل کر لیتا ہے ۔ بالکل ہی غلط ہے ۔ اور پاک ہو لینے کے بعد اسی عالم میں بار بار آنا ایک باطل عقیدہ اور بیہودہ سلسلہ ہے جسکو یہ لوگ مجبوراً خدا تعالے کو نعوذ باللہ روحوں اور مادہ کے پیدا کرنے سے عاجز سمجھ کر مان رہے ہیں ۔

گناہوں سے پاک ہو لینے کے لئے اور ان سے بالکل چھٹکارا حاصل کر لینے کے لئے ضروری ہے ۔ کہ ان گناہوں کا مجرم کو علم ہو ۔ اور اس کے بعد وہ سزا اٹھاوے کیونکہ اگر وہ بے سزا چھوڑا جاوے ۔ تو پھر وہ اور بھی دلیر ہو جاویگا ۔ اور گناہ میں ترقی کریگا ۔ اس لئے گنہگاروں کی سزا کے لئے قرآن شریف نے بھی ۔ . . . . . رکھا ہے ۔ گو یہاں بھی کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ سزا انسان بھگت ہی لیتا ہے ۔ مگر تاہم وہ ایسی ہو تی ہے ۔ کہ انسان اسکو سزا نہیں سمجھتا ۔ اس لئے اصل سزا کے لئے وہی جگہ مقرر کی ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ۔ ترجمہ تمام نفس ساتھ اس کے جو کمایا انہوں نے گروی ہیں ۔ مگر جو لوگ اصحاب الیمین ہیں ۔ وہ جنتوں میں ہونگے ۔ اور وہ مجرموں سے سوال کرینگے

کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے چلایا ہے۔ وہ جواب دینگے۔ کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور نہ ہی ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ہم بکواس کیا کرتے تھے۔ ساتھ بکواس کرنے والوں کے اور ہم جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت نے ہمکو آن پکڑا۔

پھر دوسری جگہ سورۃ ملک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا۔ انکے لئے عذاب جہنم اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جب یہ لوگ اسمیں ڈالے جائینگے۔ تو وہاں چلانا سنینگے اور وہ (جہنم کی آگ) ایسا جوش مارتی ہوگی۔ کہ قریب ہے۔ کہ وہ غصہ سے پھٹ جائے۔ جب اس میں ایک فوج ڈالی جاویگی۔ اس سے اسجگہ کا دربان پوچھیگا کیا تمہارے پاس نذیر (یعنی رسول) نہیں آیا۔ وہ کہینگے۔ ہمارے پاس نذیر آیا۔ مگر ہم نے اسکو جھٹلایا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری بیشک تم بڑی گمراہی میں تھے۔ اور وہ پھر کہینگے۔ کاش کہ ہم سنتے یا عقل رکھتے (یعنی بدیوں سے رکتے) تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرینگے۔ پس دوزخیوں کیلئے ہلاکت اور دوری ہے۔ ان آیتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جب مجرموں اور گنہگاروں کو انکی گناہ کی سزا دیگا تو یہ نہیں کہ ان لوگوں کو اپنے اپنے جرموں سے بالکل بے خبری ہوگی بلکہ ہر ایک آدمی اپنے اپنے گناہ کا اقرار کریگا۔ کہ واقعی میں نے یہ گناہ کیا ہے۔ اور

سکو اس کے اعمال دکھائے جاوینگے۔ جیسا کہ ایک دوسری جگہ خدا تعالےٰ سورہ کہف میں فرماتا ہے۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ یعنی لوگ صفوں میں تیرے رب کے حضور پیش کئے جاوینگے۔ اور تحقیق وہ اسی طرح آوینگے جس طرح کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کئے گئے تھے۔ بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم تمہارے لئے وعدہ کی جگہ نہیں بنائینگے۔ اور کتاب رکھی جاویگی۔ اور تو مجرموں کو دیکھیگا۔ کہ وہ اس چیز سے ڈرتے ہونگے جو اس کتاب میں ہوگی اور کہینگے۔ اے افسوس یہ کیسی کتاب ہے۔ کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے۔ اور نہ ہی کوئی بڑا گناہ چھوڑا ہے جسکو محفوظ نہ کیا ہو۔ اور جو کچھ کہ انہوں نے کیا ہے۔ اسکو حاضر پائینگے۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کریگا۔

اب صاف ثابت ہوگیا۔ کہ مجرموں کو اپنے بد اعمال کی اطلاع دیجاویگی کہ یہ تمہارے بد اعمال ہیں۔ جنکی وجہ سے تمکو یہ سزا ملنے لگی ہے۔ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص کو بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ تمہارا گناہ ہے۔ جسکے بدلہ میں تم پکڑے گئے ہو۔ تو پھر یقیناً اگر اسکو اس سزا کا ڈر ہے۔ تو وہ اس گناہ کو چھوڑ دیگا۔ اور جب اس نے اس گناہ کو چھوڑ دیا۔ تو پھر جیسا کہ میں بیان کر گیا ہوں۔ کہ سزا دینے کا اصل مقصد اصلاح ہی ہوتی ہے۔ تو جب وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ تو پھر خواہ نخواہ وہ اس سے پاک ہوکر نجات حاصل کریگا۔

مجرم کو ایسی سزا دینی چاہئیے جسکو وہ سزا سمجھے | دوسری شق اس بات کی یہ ہے۔ کہ انسان واقعی اس سزا کو جو اسے دیجاتی ہے۔ سزا سمجھے۔ اور اگر وہ

اس سزا کو سزا سمجھتا ہی نہیں۔ تو پھر کبھی بھی ممکن نہیں۔ کہ ان گناہوں کو جن کے بدلہ میں وہ سزا دیا جاتا ہے۔ کبھی بھی چھوڑے یہی سبب ہے۔ کہ بعض لوگ قید کے عادی ہو جانیکی وجہ سے باوجودیکہ کئی دفعہ شدید سے شدید قید خانوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جب قید سے نکلتے ہیں۔ فوراً جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پھر گورنمنٹ کو مجبوراً ایسے آدمیوں کے لئے پھانسی یا عمر قید کا حکم لگانا پڑتا ہے۔

کیا مخلوقات اپنے اپنے جنم کو گذشتہ بداعمالیوں کی سزا بھگتی ہے

چونکہ آریہ سمجھتے ہیں۔ کہ تمام دنیا اپنے گذشتہ بداعمالیوں کی سزا میں گرفتار ہو تی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کیا واقعی وہ مخلوقات جن کی نسبت انکا ایسا گمان ہے اپنے اپنے جنم کو گذشتہ بداعمالیوں کی سزا کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ ہم یہاں جانوروں کے ذکر کو چھوڑ تے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم تو کسی کو ہو نہیں سکتا۔ اور صرف انسانوں سے ہی دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ہر ایک آدمی اپنے آپ کو پچھلے جنم کے گناہوں میں گرفتار سمجھتا ہے۔ بیشک میں یہ تو مان لیتا ہوں۔ کہ ایک ہندو اپنی تعلیم کو نہ جھٹلانے کے لئے اگر کہہ دیوے۔ تو ممکن ہے۔ لیکن اگر دوسرے مذاہب والوں سے پوچھا جاوے۔ تو میرے خیال میں کوئی بھی بلحاظ فطرت انسانی اس امر کو نہیں مانیگا۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں کیا غریب کیا امیر اور کیا بادشاہ اپنے اپنے خیال میں مست ہیں۔ اور ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے اعلیٰ اور برتر سمجھتا ہے۔ دنیا میں فقیر اور یا کوئی غریب ایسا نہیں جو یہ سمجھتا ہو۔ کہ میں کسی گذشتہ بداعمالی کی وجہ سے فقیر بنایا گیا ہوں۔ بلکہ ہر ایک قوم اپنی ہی قوم کو دوسری قوموں پر ترجیح دیتی ہے۔ خواہ وہ مرجع علیہ قوم کیسی ہی اس سے اعلیٰ کیوں

نہ ہو ۔ اگر کوئی چوروں کو بھی پوچھے ۔ تو وہ بھی یہی کہینگے ۔ کہ ہماری ہی قوم سب سے اعلیٰ ہے ۔ اور ہم ہی لوگ بہشت کے وارث ہونگے ۔

اب جبکہ اس سزا کا جسکو آریہ لوگ پیش کرتے ہیں ۔ یہ حال ہے ۔ کہ اس سزا کو سزا سمجھا ہی نہیں جاتا ۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے ۔ کہ لوگ گناہوں کو چھوڑ سکیں ۔ اور پاک ہو کر نجات حاصل کر سکیں مگر اس کے بالمقابل قرآن شریف جس سزا کو پیش کرتا ہے ۔ وہ ایسی خطرناک ہے ۔ کہ لوگوں کے دل سنکر ہی ڈر جاتے ہیں ۔ چنانچہ فرماتا ہے ۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ (سورۃ المعارج) یعنی اس دن یعنی جزا سزا کے دن مجرم چاہیگا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اپنے بھائی اور اپنا وہ کنبہ جسکے پاس وہ جگہ پاتا تھا ۔ اور تمام کچھ جو زمین میں ہے ۔ فدیہ میں دیکر اس دن کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑا لیوے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ ہرگز نہیں تحقیق وہ ایک شعلہ والی آگ ہے ۔ اور چیڑ دینے والی ہے ۔ کھال کو اس شخص کو جس نے حق سے منہ اور پیٹھ پھیری اور مال کو جمع کیا ۔ اور اسکو بند کرکے رکھا خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا ۔ جلا دیتی ہے ۔ دیکھو اب اس آیت سے صاف پتا لگتا ہے کہ اس دن کی سزا ایسی سخت ہوگی ۔ کہ مجرم لوگ اس کی برداشت کی تاب نہ لاکر اس سے بچنے کی ہر طرح سے کوشش کرینگے ۔ تو اب بتائیے ۔ کہ کیا ایسا آدمی گناہوں کو چھوڑ سکتا ہے ۔ جسکو سزا ایسی ہیبت ناک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے ۔ کہ اس کی تاب لانا اس کیلئے مشکل ہو رہا ہے ۔ یا وہ شخص جسکو یہ علم ہی نہیں کہ یہ جو کچھ بھگت رہا ہے ۔ وہ ایک سزا ہے ۔ جو برعکس اسکے

بھی چاہتا ہے۔ کہ کاش کہ میں اور بھی دنیا میں رہوں۔ اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا رہوں حالانکہ سزا تو ایسی ہونی چاہیئے جس سے انسان چھوٹنے کی کوشش کرے۔ نہ یہ کہ وہ کہے کہ ایسی سزا مجھے اور بھی دی جاوے۔ اور اس سزا میں جتنی دیر اسکو زیادہ رکھا جاوے۔ اور بھی خوش ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ۔ یعنی ظالم لوگ اس وقت کو دیکھ لیں۔ جبدن کہ عذاب دیئے جاوینگے۔ تو مان لیں کہ واقعی تمام قوت اللہ ہی کیلئے ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالےٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

پھر سورۃ فاطر میں دوزخیوں کا ذکر کرکے فرمایا۔ کہ جب وہ عذاب کو دیکھینگے۔ تو کہا ٹھینگے۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ۔ یعنی اے ہمارے رب نکال ہم کو اس عذاب سے ہم ان عملوں کو چھوڑ دیں۔ جو ہم پہلے کیا کرتے تھے۔ اور نیک عمل بجالائیں۔ اب دیکھو کس طرح دوزخی سزا کو فوراً اپنی بدعملیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔

پھر سورۃ الحاقۃ میں فرماتا ہے۔ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۔ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۔ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۔ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۔ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۔ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۔ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۔ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۔ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۔ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۔

لَا يَأْكُلُهُ

إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝

یعنی جنکو انکے بائیں ہاتھ میں کتاب دیجاویگی۔ وہ کہینگے ہائے افسوس میری اپنی کتاب نہ دیا جاتا۔ اور نہ میں جانتا کہ کیا ہے۔ میرا حساب ہائے افسوس موت ہی آجاتی جو بالکل میرا فیصلہ کردیتی۔ نہ ہی تو میرا مال میرے کام آیا۔ اور نہ ہی میرا غلبہ بلکہ وہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ حکم ہوگا۔ کہ پکڑو اسکو اور اسکو طوق ڈالو اور پھر اسکو جہنم میں داخل کرو۔ پھر ایک زنجیر میں جسکی پیمائش ستر ہاتھ ہے۔ اس کو داخل کردو۔ تحقیق یہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ اور نہ وہ رغبت دلاتا تھا مسکین کے کھانے پر۔ پس آج کے دن اس کے لئے کوئی ساتھی نہیں اور اس کے لئے کوئی کھانا نہیں۔ مگر زخموں کا دھوون جسکو خطاکار لوگوں کے سوا کوئی نہ کہا سکیگا۔

پھر سورۃ قمر میں فرمایا۔ مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ۔ ترجمہ۔ پکارنے والے کو دوڑتے ہوئے کافر کہینگے۔ یہ بڑا سخت دن ہے۔ غرضیکہ اور بہت سی آتیں اس مضمون کی ہیں۔ جنکو مضمون کے لمبا ہوجانیکی خاطر سے یہاں درج نہیں کیا جاتا۔ جن سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ مجرموں کو جب سزا ملیگی تو وہ اس سزا کو بہت ہی بڑا اور سخت جانینگے۔ اور اس سے بچنے کی ہر طرح سے کوشش کرینگے۔ مگر جب تک کہ ان سے وہ گند (جو گناہوں کی وجہ سے انکے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اور جس نے کہ انکو اس پاک جگہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہے۔ جس جگہ کہ سوائے پاکوں کے اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا) دور نہیں ہوجاویگا۔ تب تک وہ اسی دوزخ میں رہینگے اور جب ان تمام گندوں سے پاک ہو جاوینگے۔ تب خداتعالے کی رحمت جوش میں آئیگی۔ اور ان لوگوں پر رحم کیا جائیگا۔ اور انکو پھر جنت میں داخل کیا جاوے گا۔ (جیساکہ اس حدیث

سے کھلے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ یأتی علیٰ جہنم زمان لیس فیھا احدٌ ونسیم الصبا تحقق ابوابھا۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اس میں کوئی بھی نہیں رہیگا۔ اور نسیم صبا اس کے دروازوں کو کھٹ کھٹائیگی) گنہگاروں کے پرمیشر کی طرح۔ اس بیچارے کو پاک کرنے کیلئے ہمیشہ جنم مرن کے چکر میں ڈال رکھا جس سے کہ وہ کبھی بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

اگر ہم آریوں کے اعتقاد کو مان بھی لیں کہ کسی زمانہ میں روحیں پاک ہو کر مکتی حاصل کرینگی۔ تو پھر بھی انہیں کچھ نہ کچھ گناہ رہ ہی جاویگا۔ جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے۔ جسکے سبب سے وہ پھر جنت سے نکالے جاوینگے۔ اور تناسخ کے چکر میں ڈالے جاوینگے۔ غرضیکہ ان کے اعتقاد کے بموجب یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ کہ روحیں کبھی بھی پاک ہو سکیں۔ اور کبھی بھی ان پر رحمت خداوندی جوش مارے۔ اور انکو اس مصیبت سے چھٹکارا ہو۔

جہنم ابدی نہیں ہے

بعض نادان لوگ اسجگہ یہ اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف دائمی جہنم بتلاتا ہے۔ اس لئے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ سزا کا اصلی مقصد جو اصلاح ہے۔ اس سے حاصل ہو سکے۔ کیونکہ وہ تو ہمیشہ ہی جہنم میں عذاب اور سزا کو بھگتتے رہینگے۔ اور کبھی بھی اس سے نہیں نکالے جاوینگے۔ اور اس پر اس آیت (خالدین فیھا ابدا) کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ لفظ ابد پر ہی غور کرتے تو ان کا یہ سوال حل ہو جاتا۔ ابد کا لفظ ہرگز اس بات پر دال نہیں کہ وہ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالے جاوینگے۔ بلکہ ابد ایک لمبی مدت کا نام ہے۔ ہم روزمرہ کے محاورہ میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی ایسا زمانہ مراد لینا ہوتا ہے جو بہت ہی

لمبا اور قریباً غیر منقطع ہو۔ تو وہاں لفظ ابد الآباد کا استعمال کرتے ہیں۔ صرف ابد پر ہی کفایت نہیں کی جاتی جس سے کم از کم اتنا تو پتہ لگ گیا۔ کہ ابد کے آگے بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اس امر کو قرآن شریف نے ایک اور جگہ پر بھی واضح کر دیا ہے۔ فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (سورہ ہود) یعنی شقی لوگ آگ میں ہونگے اور وہاں وہ لوگ چلائینگے اور چیخیں گے۔ اور وہ لوگ اس میں رہ پڑینگے۔ جب تک آسمان اور زمین رہے۔ مگر یہ کہ خدا چاہے (وہی ہوگا۔ یعنی جب اللہ چاہے گا نکال دیگا کیونکہ) تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے۔ وہ کر لیتا ہے۔

یاد رہے۔ کہ دام کا لفظ عربی زبان میں اس مطلب کے ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ کہ اس کے ما قبل کا حکم تب تک جاری رہیگا۔ جب تک کہ اسکی خبر کا ثبوت رہیگا۔ تو اس جگہ صاف پتہ لگ گیا۔ کہ جب تک آسمان اور زمین رہے۔ اتنے وقت تک جہنمی جہنم میں رہینگے۔ اس کے آگے فرمایا ہاں تیرا رب اگر چاہے۔ تو اسکو بڑھا بھی دے۔ یا کم بھی کر دے۔ کیونکہ وہ جو ارادہ کرے کر سکتا ہے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ اس آیت سے کم از کم اسقدر تو پتہ لگ گیا۔ کہ دوزخیوں کے لئے دوزخ میں رہنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ پھر دوسری جگہ سورہ انعام میں دوزخیوں کی نسبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی آگ تمہارا ٹھکانا ہے۔ رہنے والے ہو تم بیچ اس کے مگر جسقدر تمہارا رب چاہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر سورۃ القارعہ میں جہنم کی نسبت لفظ اُم کا استعمال کیا ہے۔ فرمایا فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ اُم کا لفظ بھی صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ دوزخی جہنم

میں ہمیشہ نہیں رہینگے کیونکہ ام (ماں) کی گود میں ہمیشہ آدمی نہیں رہتا۔ بلکہ کچھ عرصہ رہکر جب اسکی وہ کمزوری دور ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے اسکو ماں کی گود میں رہنا پڑا تھا۔ ماں کی گود کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح جہنم میں رہکر بھی جب انسان کے گند دور ہوجاوینگے تب وہ اس سے نکالا جائیگا۔ پھر ام کا لفظ شفقت اور مہربانی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ ام کے لفظ سے اشارہ کرتا ہے کہ دوزخیوں کے لئے دوزخ ایک قسم کی شفقت اور مہربانی کا رنگ رکھتی ہوگی۔ اور وہ شفقت اسی طرح ہوسکتی ہے۔ کہ ان کو گناہوں سے پاک کرکے پھر جنت میں داخل کیا جاوے۔ اور نیز یہ کہ اگر ماں سے کسی کو دکھ تکلیف پہونچی ہو تو یہ اسکی نادانی ہے۔ کہ اسکو ظلم سمجھے۔ بلکہ اگر وہ اسکو کسی قسم کی تکلیف دیتی ہے۔ تو اصلاح کے لئے ہی تو دیتی ہے۔ اسی طرح جہنم میں انسان کو جو تکلیف پہنچیگی وہ بھی اس کے اصلاح اور اس کے گندوں کو دور کرنے کے لئے ہوگی۔ اگر یہ باتیں نہیں تو پھر جہنم پر ام کا لفظ کسی طرح صادق نہیں آ سکتا۔ ام کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ جہنم انکے لئے ایک مقررہ وقت تک ہوگا۔ اب اس تمام بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ گناہوں سے پاک کرکے لوگوں کو نجات دینے کا طریق جو آریہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ کسی طرح بھی رحیم اور درست نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہر طرح سے مضر ہی ہے۔ بلکہ گنہگاروں کو آخر میں بخش کر نجات دے دینا ہی ٹھیک ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اتنی بڑی سزا کو دیکھ کر پھر کبھی بھی جرات نہیں کرسکتے۔ کہ گناہ کی طرف خیال تک بھی کریں۔ اس کا مرتکب ہوتا تو دور کنار رہا۔ جیسا کہ میں پہلے ثابت بھی کر آیا ہوں۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ سزا ان کے لئے دائمی ہو۔ حالانکہ قرآن شریف فرماتا ہے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (سورۂ انعام) یعنی جو نیکی کرتا ہے۔ اسکو دس گنا ثواب ملیگا۔ اور جو بدی کرتا ہے۔ اسکو ایک ہی بدی کے برابر عذاب ملیگا۔ اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا۔ جب بدی کی سزا اسی کی مثل ہے۔ تو پھر صاف پتہ لگ گیا۔ کہ کوئی مقررہ وقت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نیکی کی جزا بھی دس گنا ہے۔ تو وہ بھی آخر کبھی ختم ہو جاویگی۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اول تو قرآن شریف میں ان کی نسبت خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا کا لفظ آگیا ہے دوسرے وہ تو وہاں خدا کی یاد میں رہینگے۔ اور ان کی نیکی بڑھتی رہیگی برعکس اس کے کہ مجرم لوگ اپنے گناہوں کو وہاں چھوڑ دینگے۔

اب اگر ہم باوجود ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے آریوں کی اس بات کو مان بھی لیں۔ کہ ان کا پرمیشر واقعی کسی نہ کسی وقت روحوں کو پاک کر دیتا ہے تو یہ ایک سخت غلطی ہوگی۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ ان کا پرمیشر بالفرض اگر دو روحوں کو پاک کر دے۔ تو پھر اسکو بالکل نکما اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنا پڑیگا کیونکہ وہ خود کوئی روح پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر وقت اسی فکر میں رہیگا۔ کہ کہیں تمام روحیں نجات نہ پا جائیں۔ اور وہ ہر وقت یہی پسند کرتا ہوگا۔ کہ لوگ کسی نہ کسی طرح گناہوں میں ہی مبتلا رہیں۔ تاکہ یہ دنیا کا سلسلہ چلتا رہے۔

نیک آریوں کی نجات

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں جو لوگ ان کے زعم میں نیک اور دھرمی اور پرمیشور کے پرستار ہوتے ہیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں یہ لوگ دائمی نجات تو کیا کسی عارضی نجات کے بھی قائل نہیں

لیکن اگر ہم فرضی طور پر بھی اس بات کو تسلیم کر لیں جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ کچھ عرصہ کے لئے نیک روحوں کو نجات مل جاتی ہے۔ تو اسمیں بھی بڑی بڑی قباحتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ جس طرح وہ شخص جس کے پاس تمام عیش و عشرت کے سامان ہوں۔ اور ہر طرح آرام اور راحت کے اسباب بھی میسر ہوں۔ مگر باوجود اسکو یہ بھی علم ہو۔ کہ اس پر پھانسی کا حکم لگ چکا ہے۔ اور کل وہ پھانسی دیا جاویگا۔ ان خوش کن چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ اس کا سارا دن مصیبت میں گذر یگا۔ اسی طرح آریوں کے عقیدہ کے بموجب کوئی مکتی یافتہ روح خوش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسے معلوم ہے۔ کہ یہ سب آرام و آسائیش جو مکتی کر نیکے وجہ سے مجھے ملے ہیں۔ چند روزہ ہیں۔ آخر جیسے پہلے کی طرح تکالیف اٹھانی ہیں۔ دوسری وہ نجات ہی کس کام کی جس کے آخر میں دکھ ہی دکھ ہے۔ تیسرے یہ کہ انسانی فطرت اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتی۔ کہ وہ ایک تھوڑا سا راحت اور آرام پا کر پھر اس سے نکال دیا جاوے۔ دنیا میں جس انسان سے پوچھو وہی کہیگا۔ کہ کوئی ایسی بات ہاتھ لگ جاوے جس سے میں تمام مصیبتوں اور دکھوں سے رہائی پا کر حقیقی آرام کو حاصل کروں۔ بلکہ ستیارتھ پرکاش میں تو صاف طور سے لکھا ہے۔ کہ ہر ایک انسان دکھوں سے چھوٹنا چاہتا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۰۸ اور پھر سب سے بڑا دکھ جو بیان کیا جاتا ہے۔ وہ مکتی کا حاصل نہ کرنا ہی ہے جسکا نام یہ لوگ بندھن رکھتے ہیں۔ اور بندھن کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ روح کا جسم میں مقید ہونا گویا روح کا جسم میں مقید ہونا یہ ایک بڑا دکھ ہے۔ جس سے چھوٹنا انسانی روح کا ایک فطری تقاضا ہے۔ مگر یہ خواہش اس بیچارے کی کبھی بھی پوری نہیں ہوتی۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

میاں محمد علی صاحب کا	عبدالرحمٰن صاحب کا	میاں محمد ابراہیم صاحب کا
منشی حبیب احمد صاحب کا	سید ناصر شاہ صاحب کا	حافظ عنایت علی صاحب کا
میاں محمد عظیم صاحب کا	بابو عبدالحمید صاحب کا	ڈاکٹر محمد حسین صاحب کا
بابو غلام محمد صاحب کا	شیخ عبدالعزیز صاحب کا	چوہدری غلام دین صاحب کا
منشی نواب خان تحصیلدار کا	میر حامد شاہ صاحب کا	چوہدری محمد خان صاحب کا
ڈاکٹر شاہ نواز صاحب کا	شیخ سر بلند خان صاحب کا	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا
مولوی محمد علی صاحب	مرزا [illegible] محمد صاحب کا	مولوی محمد حسن صاحب کا
بابو محمد دین صاحب کا	بابو عبدالرحمٰن صاحب کا	محمد سلطان صاحب کا
منشی شمس الدین صاحب	مولوی غلام حسین صاحب کا	ماسٹر [illegible] صاحب
میاں [illegible] صاحب کا	ڈاکٹر کریم بخش صاحب کا	شیخ عطاء اللہ صاحب کا
ماسٹر محمد [illegible] کا	محمد حنیف صاحب کا	ڈاکٹر یعقوب [illegible] صاحب کا
شیخ محمد یوسف صاحب کا	چوہدری عبدالحق صاحب کا	میاں نذیر احمد صاحب
سید محمد شاہ صاحب کا	منشی [illegible] خان صاحب کا	میاں احمد دین صاحب کا
بابو فیض الرحمٰن صاحب کا	بابو محمد لطیف صاحب کا	میاں محمد دین صاحب کا
میاں احمد دین صاحب کا	مولوی غلام نبی صاحب کا	شیخ [illegible] صاحب کا
میاں خدا بخش صاحب کا	مولوی عزیز بخش صاحب کا	میاں علی محمد صاحب
عنایت اللہ خان صاحب کا	میاں عبدالرحمٰن صاحب کا	میاں نبی بخش صاحب کا
حکیم محمد حسین صاحب کا	میاں محمد یوسف صاحب کا	میاں تاج الدین صاحب کا
مولوی غلام حسین صاحب کا	مولوی غلام نبی صاحب کا	منشی فتح خان صاحب کا
ڈاکٹر عبداللہ صاحب کا	حاجی کریم بخش صاحب کا	منشی احمد علی صاحب کا
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کا	مرزا احمد [illegible] صاحب کا	میاں عبدالکریم صاحب کا

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

Digitized by Khilafat Library

TRADEMARK

اصلی عرق کافور

TRADEMARK

انیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے

ڈاکٹروں، حکیموں اور ویدوں کی یہ رائے ہے کہ ہیضہ کی یہ اکسیر دوا ہے ہیضہ کے شروع ہوتے ہی عرق کافور پلانے سے یہ اپنا فایدہ دکھاتا ہے دست و قے تھوڑے ہی دیر میں بند ہو جاتی ہے جسم کی حرارت بحال ہو جاتی ہے ہاتھ پیروں میں گرمی آتی ہے اور مریض کو نیند آ جاتی ہے کلوڈائین وغیرہ کی قسم ہیضہ کی دوسری دوائیں نشہ آور [illegible] اس عرق کافور کا ایسا نتیجہ خراب نہیں ہوتا ہیضہ کو بند کرنیوالی دوا سوائے عرق کافور کے دوسری نہیں ہے۔ کسی مقام میں ہیضہ پھیلا ہو تو روزانہ اسکو دس قطرہ انکا استعمال کرنے سے پھر اس بیماری کے پھیلنے کا اندیشہ نہیں رہ جاتا کیونکہ یہ ہیضہ کے زہر کو نکال کر دیتا ہے وقت پر ہیضہ سے بچنے کیلئے خالص عرق کافور ہی ہے اگر یہ عرق ہیضہ شروع ہوتے ہی دیا جاوے تو سو میں سو آدمی کی جان بچ جاتی ہے ہیضہ میں یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ چند دنوں میں ہاتھ پیر [illegible] نا ممکن ہو اس لئے ہر شخص کو اور مسافروں کو یہ لازم ہے کہ وہ عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست پیٹ کے درد اور بدہضمی میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہے نقلی عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور گول شیشی میں بھرکر جو پیلے کاغذ کے بکس میں بند رہتا ہے اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک کیواسطے ۱۰ر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن ۹۲۸۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

(باہتمام منشی مظفر الدین اسلامیہ سٹیم پریس میں چھپا)

رسالہ تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ مارچ	فہرست مضامین	[illegible]

مضامین	صاحب مضمون
ایڈیٹوریل نوٹ صفحہ ۷۷-۹۰	ایڈیٹر صاحب
یادِ حبیب صفحہ ۔۔	[illegible]
توحید قرآنی و کعبہ اسلامی / وحدت وجودی اور ویدانتہ سوامی / انبیاء مخصوص ہیں یا ترقی صفحہ ۔۔	منشی محمد ظہیر الدین صاحب
نجات صفحہ ۹۰-۱۲۰	ایڈیٹر صاحب

باہتمام حافظ عبدالرحیم مورخہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

بقیہ رسیدات زر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۰ء

میاں منصب علی و صاحب نیر [illegible] میاں پیر محمد صاحب [illegible] میاں محمد حمید صاحب [illegible]

میاں کریم خان صاحب [illegible] میاں فضل دین صاحب [illegible] منشی عبد الرحمن صاحب [illegible]

ماسٹر عبد العزیز صاحب [illegible] میاں ابراہیم صاحب [illegible] منشی غلام رسول صاحب [illegible]

عبد الکریم خان صاحب [illegible] منشی عبد العزیز صاحب [illegible] میاں صاحب دین صاحب [illegible]

حاجی رحمت اللہ صاحب [illegible] ڈاکٹر محمد الدین صاحب [illegible] میاں عبد الرحمن [illegible]

مولوی الٰہی بخش صاحب [illegible] بابو محمد الدین صاحب [illegible] میاں رحمت اللہ صاحب [illegible]

مولوی محمد قمر الدین صاحب [illegible] منشی ہاشم علی صاحب [illegible] منشی عبد الغنی صاحب [illegible]

مولوی سردار بشیر بہادر صاحب [illegible] میاں اللہ دتا صاحب [illegible] جلیل احمد خان صاحب [illegible]

بابو فخر الدین صاحب [illegible] میاں محمد عبد اللہ صاحب [illegible] میاں چراغ دین صاحب [illegible]

منشی محمد یعقوب صاحب [illegible] ملک عباس خان صاحب [illegible] بابو نذیر الدین صاحب [illegible]

منشی اکبر علی صاحب [illegible] چوہدری مراد خان صاحب [illegible] حکیم نظام الدین [illegible]

میاں عبد العزیز صاحب [illegible] بابو اشفاق حسین صاحب [illegible] میاں حشمت [illegible] صاحب [illegible]

قاری صدر الدین صاحب [illegible] میاں احمد دین صاحب [illegible] سید تفضل حسین صاحب [illegible]

علاؤ الدین صاحب [illegible] منشی عطاء الٰہی صاحب [illegible] سید احمد حسین صاحب [illegible]

میاں بوٹے شاہ صاحب [illegible] میاں محمد میر صاحب [illegible] مولوی غلام محمد صاحب [illegible]

اخوند محمد رمضان صاحب [illegible] میاں احمد دین صاحب [illegible] میاں علی محمد خان صاحب [illegible]

منشی مظفر الدین صاحب [illegible] سید محمد امری صاحب [illegible] قادر [illegible] صاحب [illegible]

منشی ذوالفقار علی [illegible] [illegible] سکرٹری انجمن احمدیہ [illegible] منشی عبد الحکیم صاحب [illegible]

قاضی عبد الحق صاحب [illegible] مولوی امیر احمد صاحب [illegible] منشی یار محمد صاحب [illegible]

منشی غلام اکبر صاحب [illegible] میاں محمد عبد اللہ صاحب [illegible] بابو نور محمد صاحب [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹس

پٹیالہ سڈیشن کیس کا فیصلہ

پٹیالہ سڈیشن کیس جس میں کئی درجن آریہ سماجی الزام سڈیشن میں ماخوذ تھے۔ آخر کار ختم کیا گیا ہے۔ اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے خاص حکم سے کل ملزموں کو معاف کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ مہاراجہ صاحب ایسے لوگوں کا اپنی ریاست میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ان کے کل ملازم ملازمت سے موقوف کئے گئے ہیں۔ اور سب کو ریاست سے باہر نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ حکم ملزموں کے خیالات کے تبدیل کرنیکے لئے کافی ثابت ہو۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ انہیں سے حقیقی ملزم کون تھے۔

ایک اور واردات

اب کے بھی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ واردات سڈیشن اور بغاوت کچھ کم نہیں ہوئیں۔ مجھے تو ان لوگوں کے حالات کو دیکھکر حیرت ہی ہوتی ہے۔ جو کام یہ لوگ اس چند روزہ زندگی کے لئے کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی اخلاق کے برخلاف جس کام میں سے احسان فراموشی اور فساد کی بو آتی ہے۔ اور جو کام ... فطرت انسانی کے برخلاف ہے۔ اگر اسکی بجائے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کا پتہ تلاش کرتے اور اس کے حضور میں عزت حاصل کرتے۔ اور اس کے دربار میں باریابی کی کوشش کرتے۔ اور اس دنیا کی بادشاہت کی بجائے آسمان کی بادشاہت کی طرف توجہ لگاتے تو معلوم کن کن احسانات و انعامات الٰہیہ کے مورد بنتے مگر افسوس کہ جن کے دل میں حشر و نشر پر ہی ایمان نہیں۔ وہ اگر اس دنیا کو سب

کچھ سمجھیں۔ اور ان کا کل زور جائز و ناجائز اس کے حصول پر خرچ ہو تو کیا تعجب۔ اے کاش انکو معلوم ہوتا۔ کہ حقیقی بادشاہت آسمانی بادشاہت ہے۔ اور یہی سچی روحانی راحت ہے۔ اور اصل معشوق اس پاک ذات کی ہستی ہے۔ جو کل موجودات کا خالق اور رازق ہے۔ کیا انکو یہ نظر نہیں آتا کہ دنیا میں اسوقت تین ہی رنگ کی بادشاہتیں ہیں جو یا تو آنحضرت کو یا مسیح کو اور یا بدھ کو مانتی ہیں یہ لوگ کون تھے۔ کیا انکی عزتیں سٹیڑشن کی وجہ سے ہیں۔ کیا ان کی حکومت دنیا پر بسبب سیسنز کی وجہ سے ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے لئے دنیا کو چھوڑ دیا۔ سو خدا نے کل دنیا کے بادشاہوں کو انکے ماتحت کردیا۔ تمام بادشاہ مرتے ہیں۔ اور ان کی جگہ کوئی اور تخت نشین ہوتا ہے۔ مگر کوئی بادشاہ بھی بیٹھا ہو ان میں سے کسی کے آگے مغرور گردن جھکانی پڑتی ہے۔ پس مبارک وہ جو دنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر خدا کے حضور گرتا ہے۔ اور اس کے آخری اور کامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی جان کو پیش کرتا ہے۔ اسپر موت کبھی نہ آئیگی۔ اور حیات ہمیشہ کی زندگی اُس کا حق ہوگی۔

تازہ واردات جس کا اشارہ شروع میں کیا ہے۔ وہ ہوگلی میں ایک اسپسر مسٹر ہال پر پستول کا وار ہے۔ ملزم بائیسکل پر سوار تھا۔ کہ بازار میں گزرتے ہوئے مسٹر ہال پر پستول کا وار کیا۔ مگر بحمد اللہ خالی گیا۔ گو ملزم فرار ہوگیا۔ پکڑا نہیں گیا۔ علاوہ ازیں بنگالہ میں ریلوے پر پتھر پھینکنے کی شرارت از سر نو عود کر آئی ہے۔ نہ معلوم یہ لوگ انسانیت سے باہر کیوں نکلے جاتے ہیں۔

عیسائیت اور امن حضور شاہ قیصر نے آرچ ڈیوک آف کنٹربری سے ایک ملاقات کے موقعہ پر فرمایا کہ دنیا میں امن کے پھیلانے میں عیسائیت نے بڑا کام کیا ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں۔ کہ حضور شاہ قیصر کی مراد اس سے عیسائی

سلطنتیں ہونگی کیوں کہ اسمیں شک نہیں کہ جہاں جہاں عیسائی سلطنتیں ہیں وہاں عموماً امن عامہ میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ خاصکر برٹش گورنمنٹ توامن کے پھیلانے میں آسمانی برکت ثابت ہوئی ہے۔ مگر کسی پادریوں نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر کبھی رکھی نہیں۔ ہاں گورنمنٹ کے زبردست ہاتھ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ لیکن مذہبی رنگ میں اگر کسی کو فخر ہے۔ تو وہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جنہوں نے تیرہ سو برس پہلے مسیح کے زمانہ میں یضع الحرب کی خبر دے چھوڑی تھی۔

نجات اس رسالہ میں دوسری جگہ پر ناظرین نجات کا مضمون ملاحظہ فرما دیں گے چونکہ یہ مضمون سلسلہ وار ہوگا۔ اور نہ معلوم کہ چار یا پانچ یا زیادہ رسالوں تک اس کا سلسلہ جاری رہے۔ اس لئے اس کے شائع کرنے میں دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرنی پڑیگی یعنے یا تو اس رنگ میں شائع ہو۔ کہ آخر میں ایک کتاب بن جائے یا الگ حصوں میں۔ اگر کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔ تو یہ نقص ضرور ہوگا۔ کہ مضمون کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ کہ کسی مناسب جگہ پر ختم ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ صفحوں کا لحاظ کیا جائیگا۔ اگر کتاب کی صورت میں شائع نہ ہو۔ تو مضمون کا لحاظ رکھا جاویگا۔ کہ ایسے حصوں میں شائع ہو کہ پڑھنے والے کا حرج نہ جاتا رہے۔ مگر اس صورت میں آخر کتاب نہ بن سکیگی۔ امید ہے۔ کہ ناظرین بہت جلد اپنی اپنی رائے سے مطلع فرما دیں گے۔ تاکہ آئندہ پرچہ کثرت رائے کے مطابق شائع ہو۔ مگر اطلاع جلد آنی چاہئے۔

یادِ حبیب

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند مختلف شعر جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے ۔ درج کئے جاتے ہیں

رائے واعظ گرچہ رائے من است | لیک عشق تو بنا پائے من است
آہ صد آہ رفت عمر بباد | نقش بکیش ما نشد منقاد
ہیچ دشمن بدشمنے نکند | آنچہ کردیم ما بخود بیداد
کافران مردگان دل باشند | بر نیاید ز مردگان فریاد
دل نہادن بعشرت دنیا | باز دارد ز کارہائے معاد
شخص دنیا پرست در دنیا | چند روزے بسر کند دلشاد
فضل حق باید و ریاضت سخت | تا بر آید ز کذب و شر و فساد
ہر کہ از شیر نفس خویش پرست | گنہش طاعت است و جودش داد

دیگر

من نہ واعظ کہ عاشق زارم | آید از طور واعظان عارم
نزد بیگانگان جنون زدہ ام | نزد معشوق نیک ہشیارم

دیگر

نہ در فراق قرار آیدم نہ وقت وصال | بحیرتم کہ من از عشق او چہ بجویم

دیگر

کاش تا دوست راہ یافتے | فرصت یک نگاہ یافتے

رفتیم و درد عشق ہمہ جا گذاشتی
ہیچم خبر نشد بدل اونچہ داشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید قرآنی و کعبۂ اسلامی

نیز

وحدتِ وجودی اور دیانند سوامی

(سلسلہ کے لئے گذشتہ رسالہ ملاحظہ ہو)

قرآن شریف نے ایک ایسے وجود کا ذکر کیا ہے۔ جو اپنی ذاتی وجاہت کے لحاظ سے اپنی قوم کا لیڈر تھا اور جب اپنی خوبیوں کے ادنےٰ حالت سے ترقی کر کے اعلےٰ سوسائٹیوں میں میل جول رکھنے کے قابل ہو گیا تھا جس سے امیرانہ وقار اور مغرورانہ واستکبار اس میں پیدا ہو گیا تھا۔ باوجود حکم الٰہی کے ایک عظیم الشان انسان کے ماتحت ہونا باعث ننگ و عار سمجھتا تھا۔ خدا کو ایک مانتا اور نیز اپنے آپکو اس کی مخلوق میں سے ایک نامی فرد خیال کرتا تھا۔ لیکن اسکو قرآن شریف میں باوجود اس کے کہ وہ اس وحدانیت کا قائل تھا۔ جو اس کے اپنے دماغ کا نتیجہ تھی شیطان کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور ایک مردود اور ملعون وجود مانا گیا ہے۔ اور یہ نتیجہ تھا۔ اس نفس کا جو اس نے اس توحید کو حاصل کرنے سے انکار کیا۔ جو انبیاء کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کرتا ہوں کہ سوامی جی نے بھی ایسی ایسی ٹھوکریں کھائی ہیں جن کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ انبیاء کی نافرمانی اور اس سے بڑھ کر بے عزتی کرنے میں اپنے زمانہ میں ایک خاص فرد تھے چنانچہ پرمیشر کے متعلق وہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ سب انسانوں میں ایشور کے پیچھے موجود اور ساری

دنیا کا مالک ہوں۔ میں ہی ظہور عالم کا قدیمی باعث ہوں"

اب غور کرنا چاہیے کہ مندرجہ بالا فقرہ میں سوامی جی نے ایشور کا، روح، مادہ وغیرہ سب سے پہلے موجود ہونا مانا ہے۔ اور سب چیزوں کے ظہور کا ایشور کو ہی قدیمی باعث بیان کیا ہے۔ اور نیز لکھا ہے، کہ پرمیشر کا آنکھ کان آلہ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے، کان نہیں، پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہے۔ صفحہ ۲۴۰۔ سرب شکتیمان، اپنی قدرت ہی سے سب دنیا کی پیدائش قیام اور فنا کرنے والا وہ کسی کی مدد نہیں لیتا۔ صفحہ ۲۴۴۔ جیو قوت ذرا بھی اپنی عقل کو وسیع کرکے نہیں سوچتے ہیں، کہ سب وشنو، رودر، شیو وغیرہ نام ایک لاشریک منتظم کل ہمہ دان پرمیشر کے کئی اوصاف افعال عادات والا ہونے کے باعث اسی کے مفہوم ہیں۔ بھلا کیا ایسے لوگوں پر پرمیشر کا غضب نہ ہوتا ہوگا۔ صفحہ ۴۰۶۔

مجھے مندرجہ بالا فقرات پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سوامی جی ایک شریف الطبع مسلمان کی طرح صاف صاف اسلامی عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ لیکن آپ صاحبان شاید یہ سن کر تعجب کریں گے کہ سوامی جی کی فلسفیانہ طبیعت کو جب جوش آتا ہے، تو پھر وہ بیجا مبالغہ بے تحاشا کچھ کا کچھ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۶۸۱ پر مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں، کہ تم جو کہتے ہو، کہ آفرینش کے پہلے سوائے خدا کے کوئی بھی دوسری چیز نہ تھی، تو یہ دنیا کہاں سے ہوئی۔ علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو اتنا بڑا جہان علت کے بغیر کہاں سے آگیا۔ اگر کہو کہ خدا کی مرضی سے تو کیا تمہاری مرضی سے مکھی کی ایک ٹانگ بھی بن سکتی ہے۔ جو کہتے ہو، کہ خدا کی مرضی سے یہ سارا جہان بن گیا۔ (نعوذ باللہ من ہذا الہفوات) کیا خدا اور انسان برابر درجہ رکھتے ہیں۔ اور نیز صفحہ ۲۹۲ پر لکھا ہے، کہ جیو اور ایشور دونوں بالذات چیتن ہیں۔ طبیعت دونوں کی پاک غیر فانی اور دھارمک وغیرہ ہے۔ پھر صفحہ ۵۰۰ پر کہا ہے، کہ پرکرتی، جیو اور پرمیشر تینوں غیر

موجود ہیں۔ یعنی ان کی کبھی پیدائش نہیں ہوئی۔ اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ تینوں اس عالم کے سبب ہیں۔ ان کی کوئی علت نہیں۔

ناظرین رسالہ آپ آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ ایک جگہ سوامی جی نے اگر خدا کو لاشریک مانا ہے۔ تو دوسری جگہ جیو کو ایک پہلو سے خدا کا شریک بھی مان لیا ہے۔ اور ایسے ہی پرکرتی کو بھی۔ اگر ایک جگہ بغیر مادی کانوں اور ہوا کے پرمیشر کا سننا مانتے ہیں۔ اور بغیر مادی آنکھوں اور روشنی کے دیکھنا تسلیم کرتے ہیں۔ تو دوسری جگہ اسکو بغیر مادہ کے بنانے سے عاجز تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ایک جگہ سرب شکتیمان پرمیشر کی طاقت ایسی تسلیم کی ہے۔ کہ اسے کسی کی مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ تو دوسری جگہ سے روح اور مادہ کی مدد کا محتاج مانا گیا ہے۔ اگر ایک جگہ یہ کہا ہے۔ کہ علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو دوسری جگہ تین معلول ایسے مانے ہیں۔ جن کی کوئی علت نہیں ایک جگہ پرمیشر کے سوائے پرکرتی اور روح دو ایسی چیزیں مانی گئی ہیں جن کی کوئی علت نہیں مانی گئی۔ غرض کہاں تک سوامی جی کی بلند پروازیاں اور اختلاف بیانیاں آپ لوگوں کے سامنے بیان کروں۔ اگر خدا تعالے نے محض اپنے فضل سے مجھے توفیق دی تو انشاء اللہ پھر کسی وقت مفصل مضمون آریہ مت کے متعلق تحریر کروں گا۔ فی الحال اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہوئے الزامی جواب کو بند کرکے تحقیقی جواب عرض کرتا ہوں۔ کہ ایسا انسان جو شرک اور توحید میں تمیز ہی نہیں کر سکتا۔ اور سب سے زیادہ اہم اصولوں میں متضاد باتیں لکھنے سے نہیں جھجکتا۔ اگر کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کو بت پرستی کہلائے تو کونسی بڑی بات ہے۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے۔ الٰہکم اللہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم۔ یعنی تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔ اور کوئی معبود نہیں۔ بجز اللہ جو کہ رحمن اور رحیم ہے۔ پھر لکھا ہے۔ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو۔ اب ہر ایک سمجھ سکتا

ہے۔ کہ اہل اسلام کو صرف اللہ تعالےٰ کی ہی عبادت اور پرستش کا حکم ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ یعنی اس سے زیادہ کون گمراہ ہے۔ جو اللہ کے سوائے دوسروں کی عبادت اور پرستش کرتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نماز ایک عبادت یا یوں کہو کہ ایک خاص دعا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے طریقہ پر اور انہیں کی اتباع اور اطاعت کا خیال کر کے خدا کے حضور کی جاتی ہے۔ ساری نماز خدا کی تحمید تقدیس اور دعا ہی دعا ہوتی ہے۔ کچھ دعائیں اپنے لئے کچھ دعائیں .. .. دیگر صالحین کیلئے اور کچھ انبیاء کے لئے اور نیز خاص طور پر افضل الرسل اور خاتم النبیین کے لئے جس کے ذریعہ سے ہم نے یہ نعمت حاصل کی ہے دعائیں خدا کے حضور کی جاتی ہیں۔ نماز اللہ کے نام سے یعنی اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ اور اللہ کے نام یعنی رحمت اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور کعبہ کا ذکر تک بھی نہیں ہوتا۔ ایک ذرہ اشارہ بھی نماز میں اس قسم کا نہیں پایا جاتا جس سے ثابت ہو کہ اہل اسلام نماز میں کعبہ کی تعریف کرتے یا کعبہ سے دعائیں مانگتے یا کعبہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان مقید فی الجہت ہے۔ جہت سے الگ رہ کر انسان عبادت کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں روح مقید فی الجہت نہیں۔ اور اس کا مادیات سے کام کیا وہ تو صرف آستانہ الوہیت پر گرنا جانتی ہے۔ بشرطیکہ شیطان روک ڈالنے میں کامیاب نہ ہو۔ انسان جو بظاہر ایک شے کا پتلا نظر آتا ہے۔ اس عالم میں جہت کے بغیر کبھی نہیں رہ سکتا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غرض ہر گھڑی انسان اپنے منہ کو ایک نہ ایک طرف ضرور رکھتا ہے۔ اور اس کے بغیر گذارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو جب یہ حال ہے تو کیا تمام دنیا کے انسان بُت پرست ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے روتے ہنستے۔ مانگتے ہوئے دیتے ہوئے غرض ہر وقت اور ہر لحظہ

ایک ہی ایک طرف منہ رکھتے ہیں۔ تو سوچنا چاہیئے۔ کہ خدا کی تمجید اور تقدیس کرتے ہوئے
ہر ایک انسان کا منہ مخلوقات میں سے کسی ایک نہ ایک چیز کی طرف ہمیشہ رہتا ہے
تو کیا یہ بت پرستی ہے؟ یا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ عابد انسان بت پرست
ہے۔ کیونکہ خدا کی یاد کرتے اور خدا کو پکارتے وقت اس کا منہ کسی نہ کسی چیز کی طرف
ہی ہے۔ جو از قسم جمادات وغیرہ ہے؟ ہر ایک منصف یہی جواب دیگا کہ ہرگز نہیں
ایسے ہی ایک نماز پڑھنے والا انسان جب خدا کے آگے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوتا ہے
جھکتا یا سجدہ کرتا ہے۔ تو ہزاروں دیواریں اور مکانات پہاڑ اور نباتات غرض ہزارہا
اشیاء اس کے آگے ہوتی ہیں۔ تو کیا وہ ان کو پوجتا اور ان کی پرستش کرتا ہے؟ ہر ایک
شریف انسان کہیگا۔ کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انسان مقید فی الجہت ہونے کے سبب
سے ایک نہ ایک طرف ضرور منہ رکھیگا پس ثابت ہوا کہ نماز پڑھتے وقت ایک خاص طرف
منہ کر لینا یہ بت پرستی نہیں۔ بلکہ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اور اس کے بغیر
ایک سیکنڈ بھی انسان دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ اسی اصول کی بنا پر خالق فطرت نے بنی
نوع انسانوں میں اتفاق اور یکجہتی کو پیدا کرنے کے لئے اپنی طرف سے اگر ایک
جہت اور سمت کو مقرر کر دیا ہے۔ تو اس میں اعتراض کون سا ہے۔ یہ حکم نہیں دیا
کہ اس مکان کی پرستش کرو۔ یہ نہیں کہا کہ وہ مکان تمہارے نفع و ضرر کا مالک ہے۔
یہ نہیں کہا کہ اس مکان کی طرف صرف منہ کر لینا کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ کہا تو
یہ کہا کہ اپنے اپنے قبلوں مقصودوں خواہشوں راؤں اور نیز مختلف جہتوں کو چھوڑ کر
آپس میں محبت اور اخلاص کو بڑھانے کے لئے نماز کے وقت صرف ایک جہت کی
طرف منہ کر لیا کرو۔ کیونکہ اس سے اتفاق پیدا ہوگا۔ اور نفاق کا ستیاناس ہوگا۔ اگر
خدا تعالیٰ نے خود کوئی خاص قبلہ انسانوں کے لئے مقرر نہ کرتا۔ تو یہ ضروری تھا کہ آپس
میں یکجہتی کو قائم رکھنے کے لئے انسان خود کوئی تجویز نکالتے۔ جیسے کہ ان سب

لوگوں کی روش سے ظاہر ہے۔ جو اسلام کے مخالف ہیں۔ بڑے بڑے مجمعوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس طور سے فرش بچھائے جاتے اور بیچ کرسیاں جاگزین کی جاتی ہیں۔ تاکہ یکجہتی میں فرق نہ آوے اور سب کے سب ایک ہوکر لیکچرار کی آواز کو سن سکیں۔ عام ہندو لوگ اکثر اوقات ایک قسم کی عبادت کیا کرتے ہیں جس میں ڈھولکی اور چھینے بڑے شوق اور تپاک سے بجاتے ہیں۔ گو یہ معمولی سی بات ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یکجہتی اور اتفاق کو قائم رکھنے کے لئے وہ بھی ایک دائرہ باندھ لیتے ہیں۔ غرضیکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو مختلف ملکوں میں قوموں کی پنچایتی مجلسوں میں لباسوں کی یکرنگی ایسے ہی رسموں کا قائم کرنا قاعدہ کا بنانا یہ سب کے سب انسانی افعال اس بات پر گواہی دیتے ہیں۔ کہ انسان کو اتفاق اور یکجہتی کو قائم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ وہ اسی غرض کیلئے انسان آئے دن اپنے رسموں میں کمی بیشی اور تغیرات کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ وہ عالم الغیب اور رحیم کریم ہستی ہے۔ کہ اس نے انسانوں کو پیدا کرکے ان کی طبیعت میں مختلف خواہشوں کو ودیعت کرکے یہ نہیں کہا کہ تم خود ان خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے اشیاء حاصل کرو بلکہ وہ سب اشیاء بھی خود مہیا کر دی ہیں۔ غور کرو کہ انسان کو دیکھنے کی خواہش تھی سو آنکھیں بنائیں۔ روشنی بنائی۔ پینے کی خواہش تھی تو اس کیلئے پانی پیدا کیا غرض جس قدر انسان کے اندر خدا نے اپنی طرف سے طاقتیں اور خواہشیں ڈال رکھی ہیں۔ ان طاقتوں کی ترقی کے اسباب اور خواہشوں کے پورا کرنے کا سامان بھی ساتھ ہی پیدا کیا ہے۔ اور ساتھ ہی انسان کو نیکی بدی کی تمیز کرنے کا آلہ اور عقل بھی دے دیا نصیحت وغیرہ کے احکام بھی جاری کر دیئے جن کا بجا لانا انسان کی استطاعت اور مقدرت کے اندر ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے۔ کہ انسان ان سامانوں کا استعمال بُری طرح کو شروع کر دے لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ سب سامان بھی خود خدا تعالیٰ نے ہی

انسان کے لئے پیدا کئے ہیں۔ مثلاً انسان جب بلوغت کو پہنچکر باہوش و عقل ہو جاتا ہے
تو اس بات سے صاف سمجھ آجاتا ہے۔ کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے وہ یقیناً اس صفحۂ ہستی پر
موجود نہ تھا۔ اور کچھ مدت بعد یقیناً یہاں سے اُسے کوچ کرنا پڑے گا۔ لاکھ تجویزیں کی
جائیں مگر پیش نہیں جائیگی لیجانے والے لے جائینگے۔ ایسے ہی جب وہ اپنی
بناوٹ سے مختلف طرح طرح کی حرکات و سکنات ظاہر کرتا۔ دکھ سکھ محسوس کرتا روتا
ہنستا کسی سے عداوت کسی سے محبت ان امور میں غور کرتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے دل میں اپنے سے برتر ہستی کی تلاش کے لئے ایک خواہش موجود ہے۔ ہاں
اگر ایک انسان دنیوی افکار اور شہوانی کاروبار نفسانی جذبات اور بُرے خیالات کے
سبب سے اس خواہش کو محسوس کرنیوالی حس سے ہی ہاتھ دھو چکا ہو تو یہ اور بات ہے
مگر ہر ایک انسان کے اندر اپنے سے برتر اور اعلیٰ ہستی کی تلاش کی ایک خواہش ضرور موجود
ہے۔ جب تک ایک انسان انسان رہے گا۔ خواہ اس جہان میں یا اس جہان میں جو
اس کے بعد آنیوالا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ اس فطرتی خواہش سے محروم ہو سکے
یا محروم کر جاوے۔ کیونکہ یہ انسانی طبیعت کا ایک جزو لاینفک ہے۔ لیکن اب دیکھنا یہ
ہے۔ کہ اس خواہش کے پورا ہونے کا بھی کوئی انتظام موجود ہے یا نہیں۔ سو ہم دیکھتے
ہیں۔ کہ جیسے خدا تعالیٰ نے انسان کی آنکھوں میں دیکھنے کی ایک طاقت رکھکر اور
روشنی کا محتاج بنا کر پھر خود ہی سورج چاند وغیرہ بھی پیدا کر رکھے ہیں۔ اسی طرح
جہاں اس نے انسان کے دل میں اپنے ملاپ کی خواہش پیدا کی ہے۔ وہاں دوسری
طرف خود ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے ہیں جن سے انسان اپنی اس خواہش کو پورا
کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور انسان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہزاروں رسل و انبیاء
اور راست بازوں کا گروہ دنیا میں مبعوث کیا ہے۔ ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مرد کے
دل میں عورت کے لئے ایک خواہش قدرتی طور پر موجود ہے۔ اگر کوئی انسان

بدعملیوں کی وجہ سے اپنے آپکو برباد نہیں کر چکا یا قدرتی طور پر نکما ہونے کے باعث مجرد رہنے کے لائق ہے۔ یا بہ سبب خاص وجوہات کے (مثلاً حیوانی خواہشات کو کسی اور ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہو) عورتوں سے نفرت ظاہر کرتا ہو تو یہ اور بات ہے۔ مگر ایک تندرست نیکوکار انسان کے دل میں عورت کے ملاپ کے لئے ایک زبردست خواہش موجود ہے (یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے ان مرد عورتوں کو جن کا آپس میں نکاح جائز ہے۔ سوائے نکاح کے آپس میں کھلے میل جول سے منع کیا ہے اور پردہ کا حکم دیا ہے) اور ایسے ہی عورت کے دل میں مرد کے لئے بھی۔ تو اب اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مرد عورت کو جوڑا بنایا ہے۔ کسی ایک کو تنہا پیدا نہیں کیا۔ غرض یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے دل میں جہاں ایک طرف خواہشات لگا دی ہیں۔ وہاں دوسری طرف دنیا میں ان خواہشات کے پورا ہونے کا سامان بھی موجود کر دیا ہے۔ اور پھر ان خواہشات کے استعمال کے لئے اسی ذات پاک نے جس نے انسان کو پیدا کر کے وہ خواہشات ڈالیں اپنی طرف سے اصول بھی بنا دیئے ہیں۔ انہیں خواہشات میں سے ایک فطرتی خواہش انسان کی یہ بھی ہے۔ کہ وہ آپس میں میل ملاپ اور اتفاق سے رہنے کی خواہش رکھتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے کی خاطر انسانوں کے لئے ایک ہی دین اور ایک ہی قبلہ مقرر کر دیا۔ اور خدا پرستش کے لئے ان سب سمتوں اور جہتوں سے جو انسان خود اپنے لئے تجویز کر لیتا ہے۔ منع کر کے ایک ہی جہت کو مقرر کر دیا۔ اور اسکے مقرر کرنے میں عظیم الشان خوبیاں نظر آتی ہیں۔ انسان کا اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کرنا ہے۔ نہ کہ کسی مکان کی طرف منہ کر چھوڑنا۔ تحویل قبلہ سے جہاں اور باتیں بھی مقصود تھیں (مثلاً جماعت کو قائم کر کے ان میں ایک جہتی کا قائم کرنا) ان میں سے اول مقصود یہی تھا۔ کہ بت پرستی سے روکنے کے لئے ایک زبردست سد راہ قائم کیا جائے

پھر کہ مقام ابراہیم اور اس کی جگہ ہو چکے سبب توحید پھیلانے کیلئے بطور ایک عظیم الشان خوشگوار چشمہ کے ہے۔ اور اس کی ترقی عزت اور حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص پیشگوئی ہے۔ جبکہ ہر آن پورا ہوتے دیکھ کر توحید الٰہی اور ہستی باری تعالیٰ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

اس سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ عبادت کیواسطے اور جہتوں کو چھوڑ کر مسجد الحرام کی سمت مقرر کرنا یہ تو نہایت ہی خوبی کی بات ہے۔ نہ کہ جائے اعتراض۔ ہاں اگر نماز میں کعبہ کی پوجا یا پرستش کا کوئی لفظ ہوتا یا پڑھی کسی اور پہلو سے بھی کوئی اشارہ یا کنایہ ہوتا تو البتہ ایک بات تھی مگر نماز میں تو ایک حرف بھی ایسا نہیں۔ جس میں کعبہ کا ذکر ہو۔ پھر ایک اور بات بھی گوش ہوش سے سننے والی ہے۔ کہ اہل اسلام کے نزدیک تو نماز کے وقت کعبہ کی طرف صرف منہ کرنا جہت کے (اور وہ بھی طغیان کی حالت میں خوف یا سواری کی حالت میں ضروری نہیں) منہ کرنا جائز رکھا ہے نیت استقبال کو ممنوع سمجھا گیا ہے۔ نیت تو صرف خدا کی عبادت کی ہوتی ہے۔

دیوار ہائے کعبہ کے بالمقابل ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں۔ اور پھر وہ دیواریں کئی دفعہ منہدم ہوئیں اور کئی دفعہ از سر نو تعمیر ہوئیں۔ اور ہونگی۔ غرض زیادہ کیا لکھا جاوے ایک عقل مند کبھی یہ اعتراض نہیں کریگا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا بت پرستی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ بت معبود ہوتے ہیں۔ ان سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ ان کی یاد کی جاتی ہے۔ ان کے سامنے انتہا عجز و نیاز کیا جاتا ہے۔ ان کو اپنے نفع اور ضرر کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ جہاں بت ہوں۔ وہیں پرستش ہوتی ہے۔ اور جگہ نہیں۔ بتوں کے سامنے بتوں کی تعریف کی جاتی اور گیت گائے جاتے ہیں۔ پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور ان سب باتوں کا نماز کے ساتھ ایک ذرہ تعلق نہیں۔ بت پرستی اور چیز ہے۔ اور اتفاق کے لئے ایک خاص جہت کی طرف

منہ کر لینا اور بات ہے۔ کہاں ایک خاص وجود دنیا کر کے اس سے مرادیں مانگنا۔ اوسکی تعظیم کرنا اوسکی عبادت کرنا اس کے پاس موجود ہونیکی حالت میں ادب سے اس کے ساتھ پیش آنا۔ غیر حاضری میں اس کی عبادت نہ کرنا۔ اور کہاں محض خدا کی عبادت کے لئے متفق ہو کر ایک ہی طرف کو منہ کر لینا۔ نہ خدا کی عبادت کرتے ہوئے اس کا نام لینا نہ اس سے مرادیں مانگنا نہ اس کے آگے اظہار عجز و نیاز کرنا۔ نہ اس کو اپنے نفع و ضرر کا مالک سمجھنا اور نہ ہی اسکی غیر موجودگی میں خدا تعالے کی عبادت سے باز رہنا۔ الغرض دنیا میں اگر کوئی قوم حقیقی توحید کی قائل اور بت پرستی کی دشمن ہے تو وہ صرف صرف اہل اسلام ہی ہیں نہ کوئی اور۔ خود دیانند جی بھی لکھتے ہیں کہ جب مسلمان بادشاہ بتوں کو توڑتے پھوڑتے ہوئے کاشی کے نزدیک آئے تب پوجاریوں نے اس پتھر کے لنگ کو کوئیں میں ڈال دیا اور بیٹی مادھو کو برہمن کے گھر میں چھپا دیا صفحہ ۴۰۹۔ اب اگر سوامی جی زندہ ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ مسلمانوں کی نسبت تو تم نے لکھا ہے کہ ان کا خدا اور وہ بڑے بت پرست اور جانی اور جینی چھوٹے بت پرست ہیں۔ اور اب انہیں کو بتوں کا خطرناک دشمن قرار دیتے ہو یہ کیا معاملہ ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ مسلمان لوگ بت پرستی سے سخت نفرت رکھنے والی قوم ہے۔ اور کعبہ کی طرف منہ کرنے کو بت پرستی سے کوئی تعلق نہیں پھر بھی سوامی جی نے مسلمانوں کے حق میں وہ بدزبانی کی ہے۔ جو سوامی جی کے لئے ایک طرح کی نہایت ہی بری یادگار ہے۔ کیسا ظلم ہے۔ کہ جینیوں سے بھی بڑھکر درجہ بت پرستی میں مسلمانوں کا رکھا ہے۔ حالانکہ خود ہی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ جینیوں نے بت ننگے دھیان کی حالت والے اور تارک الدنیا انسان کی مانند بنائے ہیں۔ ان کے برخلاف ویشنو وغیرہ نے اچھی طرح سجی ہوئی عورت کے ساتھ رنگ و رنگ عیش و عشرت کی صورت والے کھڑے اور بیٹھے ہوئے

بت بنائے صفحہ ۹۰۔ ان بتوں کو کوئی توڑ ڈالتا یا اڑا لے جاتا تب ہائے ہائے کرکے روتے رہتے ہیں صفحہ ۹۰ بہت سے پوجاری اپنے ٹاکر جی کو ڈبیا میں بند کر کے کپڑے وغیرہ سے باندھ گلے میں ڈالتے ہیں جس طرح کر بندر یا اپنے بچے کو گلے میں لٹکا لیتی ہے۔ ویسے پجاریوں کے گلے میں بھی لٹکتے ہیں۔ جب کوئی بت کو توڑتا ہے تب ہائے ہائے کرکے چھاتی پیٹ پیٹتے ہیں۔ کہ سیتا رام جی، رادھا کرشن جی اور شوبابجی جی کو بدمعاشوں نے توڑ ڈالا صفحہ ۹۷

میرے خیال میں آریہ صاحبان کے مقابلہ پر میں کافی جواب لکھ چکا ہوں۔ اگر کوئی حق کا شیدائی ہوگا اور انصاف سے مطالعہ کریگا۔ تو اس پر اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح کھل جائیگی۔ اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور اخیر پر صرف اس آیت کا مختصر طور پر مطلب بیان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ جو وحدت وجودی پیر نے جس کا ذکر میں نے شروع مضمون میں کیا تھا۔ اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پیش کی تھی۔ اور وہ آیت یہ ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ ؎ اب اگر اس آیت کا مطلب یہ بیان کریں۔ کہ جدھر منہ کریں۔ ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔ تو اس سے ثابت ہوگا۔ کہ سارا جہان خدا کا منہ ہی منہ ہے۔ یا یہ کہ خدا صرف منہ ہی منہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اصل بات یہ ہے وجہ کے معنے توجہ کے بھی ہیں۔ اور یہ آیت فتوحات صحابہ کے لئے بطور پیشگوئی کے ہے۔ یعنی جس طرف تمہاری توجہ ہوگی۔ اللہ تعالے کی توجہ بھی اسی طرف ہوگی۔ کیونکہ خدا رسولوں اور ان کے متبعین کا حامی اور مددگار ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا۔

اور پھر اسی آیت سے وحدت وجود کی بجائے کثرت وجود ثابت ہو رہا ہے جیسی مشرق مغرب۔ اللہ۔ توجہ کرنیوالے وغیرہ۔

خاکسار محمد ظہیر الدین مصنف رد چکڑالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

انبیاءؑ و منجمین میں فرق

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ انبیاء بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اور منجم بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ پھر انبیاء میں اور منجمین میں فرق کیا ہوا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض دفعہ منجمین کی پیشگوئیاں بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس طرح سے انبیاء کی بھی ہو جاتی ہیں۔ پھر ہم ایک منجم اور نبی میں کیا فرق کر سکتے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ ایک منجم ہی انکر نبی ہونیکا دعویٰ کرے۔ تو پھر مابہ الامتیاز کیا ہوا اور پہچاننے والا پہچانے کیونکر۔

اس کے بہت سے جواب ہیں۔ اور ایسے بہت سے طریق ہیں۔ کہ جن سے منجمین اور انبیاء میں ایسا فرق ہو سکتا ہے۔ کہ جیسے ظلمت اور نور میں۔ مگر میں اس موقعہ پر کسی لمبی بحث کو چھیڑنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ایک چھوٹا سا فرق بیان کرونگا کہ جو اچھی طرح سے ان دونوں گروہوں میں فرق کر دیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

سورۃ نحل رکوع ۶ میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ
مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي
إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ
الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا
۷ السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَشْعُرُونَ ۝ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوْ يَأْخُذَهُمْ علےٰ

فَعَمُوْنَ فَاِنَّ ذٰلِكُمْ نُوْرٌ وَّ رَحِيْمٌ۔ اس جگہ خدا تعالےٰ نے نبی کے متعلق تین باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تو اس کے متبعین کا ذکر دوسرے خود اسکی نبوت کا حال تیسرے اس کے مخالفین کا انجام۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ ایسے لوگ جو کہ خدا تعالےٰ کے انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہو نیکی سزا میں انپر ظلم کئے جاتے ہیں۔ اور مصیبتیں ڈالی جاتی ہیں۔ اور وہ تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ اور رنج و غم دیکھتے ہیں۔ اور درد و الم میں پڑتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو بوجہ اسکے کہ انہوں نے باوجود ان مصائب کے خدا تعالےٰ کا دامن نہیں چھوڑا۔ ... صبر سے کام لیا ہم اس دنیا میں بڑی بڑی ترقیات اور فتوحات انکو نصیب ہونگی۔ اور جس جگہ میں مخالف ان کے مقابلہ پر آئینگے۔ ذلیل ہونگے۔ اگر جوار کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ تو اسی جگہ میں ان کو ذلیل کیا جائیگا۔ اگر تم کے ساتھ سامنے آئینگے۔ تو اسی جگہ میں مومنین کا گروہ انپر غالب کیا جائیگا۔ دوسری بات نبوت کے متعلق یہ فرمائی ہے۔ کہ یہ لوگ جو شک کرتے ہیں۔ کہ تو نبی ہے۔ ... ... کہ نہیں کبھی مجنون کہتے ہیں کبھی ساحر کبھی منجم کبھی کاذب کبھی شاعر (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) انکی کوئی پرواہ مت کر بلکہ تجھ سے پہلے بھی ہم نے کئی نبی بھیجے اور ان پر بھی اعتراض ضرور ہوتے تھے۔ اور اس قسم کے اقوال انکو بھی کہے جاتے تھے۔ لیکن ہم نے آخر ان کی نبوت ثابت کر دی یا نہیں۔ پھر جبکہ ہم نے ان انبیاء کی نبوت کو ثابت کر دیا۔ تو پھر تجھے تو ہم نے خاتم النبیین کر کے بھیجا ہے۔ تیری نبوت کیا نہ ثابت کریں گے۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ یہ بھی گمان نہیں کرنا چاہئے کہ پہلے لوگ کوئی اور مخلوق تھے۔ بلکہ وہ بھی آدمی ہی تھے۔ پس جبکہ وہ بھی بشر ہی تھے اور بشر پر اس قسم کے اعتراض ہونے ضروری ہیں۔ تو اس لئے تجھ پر بھی ہونے چاہئیں تھے۔ اور جسطرح ان پر جسقدر اعتراض ہوتے تھے۔ ہم نے انکو دور کر دیا۔ تجھ پر جسقدر اعتراض ہوتے ہیں۔ انکو بھی دور کرینگے۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے وہ معیار بتایا ہے۔ اور

وہ یہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ منیات اور گبر ہوتے ہیں۔ یعنے وہ باتیں کہ جو اُن میں اور منجمین اور مجانین اور ساحرین اور شعراء میں فرق کر دیتی ہیں۔ اور ایسی تعلیم اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو عین فطرت کے مطابق ہوتی ہے تیسری بات پھر وہ کسری کی تغیر کے لئے فرمائی اور کل انبیاء کے مخالفین اور خصوصاً آنحضرت کے مخالفین کو مخاطب کر کے دنیا میں ذلت اور رسوائی کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اور یہ جو دنیا میں تجارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اور بڑے بنے ہوئے ہیں۔ اس حالت پر قائم رہینگے۔ اور ذلیل نہ ہونگے۔ اگر ان کا یہ خیال ہے۔ تو سخت غلطی پر ہیں۔ اور اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئینگے۔ تو ضرور سزائے سخت پائینگے۔

پس اس آیت سے ہمکو انبیاء اور منجمین کے درمیان فرق کرنے کا ایک کھلا کھلا معیار معلوم ہو گیا۔ جس سے کبھی بھی کوئی شخص دھوکے میں نہیں آ سکتا۔ اور وہ یہ کہ منجم تو کہتا ہے۔ کہ فلاں وقت بارش ہوگی۔ اور فلاں وقت فلاں شخص مر جائے گا۔ یا فلاں جگہ زلزلہ آئے گا۔ مگر نہیں جانتا۔ کہ اُس کے رشتہ دار اُس میں کتنے مرینگے یا اس کے مخالف کس طرح اس سے محفوظ رہینگے (یہ سب ہم اس بات کو فرض کر کے کہہ رہے ہیں۔ کہ منجم کی بات بھی سچی ہوتی ہے۔ ورنہ منجم سچ کہا کرتے ہیں۔ کہ نہیں وہ ایک اور بحث ہے) لیکن نبی کی پیشگوئیاں اُسکی تائید کے رنگ میں ہونگی مثلاً ممکن ہے۔ کہ ایک منجم کہے۔ کہ ایک زلزلہ آئیگا۔ اور واقعی آ بھی جائے مگر وہی پیشگوئی جب ایک نبی کرے گا۔ تو یہ کہیگا۔ کہ یہ میرے مخالفین کے عذاب کے لئے ہے۔ اور چنانچہ جب وہ عذاب آئیگا۔ تو اسکے مخالفین ہی ہلاک ہونگے۔ اور وہ خود اس عذاب میں کبھی گرفتار نہ ہوگا۔ اور اُس کے پیرو بھی کلیۃً یا بہت حصہ تک اس سے محفوظ رہینگے۔ پس نبی جس قدر پیشگوئیاں کرتا ہے۔ وہ اکثر یا تو اپنے مخالفین کے لئے عذاب کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ کہ جو باوجود عام ہونے کے اُس کے

پیروی پر نہیں آتا۔ اور یا اپنے متبعین کے لئے خوشخبریاں ہوتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ منجم تو کہتا ہے۔ کہ اب یہ کام یوں ہو جائے گا۔ اور گو اُس کی بات سچی بھی نکلے۔ مگر اُس میں اُس کا اختیار کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف نبی کہیگا کہ یہ عذاب آئیگا۔ مگر جو میرے متبع ہو جائینگے۔ وہ اس عذاب سے بچ جائینگے۔ اور ویسا ہی ہوگا۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک عذاب کی خبر دی۔ اور واقعی وہ آ بھی گیا۔ مگر جب انہوں نے توبہ کی۔ اور حضرت یونسؑ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور بہت روئے اور گڑگڑائے تو وہ اُس عذاب سے بچ بھی گئے۔ اس سے دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ ایک تو پیشگوئی بھی کیونکہ عذاب وقت مقررہ پر واقع ہو گیا۔ اور دوسرے نبوت کیونکہ جب انہوں نے توبہ کی تو وہ ٹل گیا۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ایک منجم خبر دے۔ کہ فلاں وقت زلزلہ آئیگا۔ اور وہ بات سچی بھی نکلے۔ تو اسوقت کل گاؤں کے لوگ ٹاٹ کے کپڑے پہن لیں۔ اور شہر سے باہر نکل کر ڈیرے ڈال دیں اور چلائیں اور مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ چھڑا کر الگ پھینک دیں۔ تاکہ اُن کے رونے سے ہی رحم نازل ہو۔ اور کل لوگ دعائیں مانگیں۔ کہ الٰہی زیڈکیل (جو ایک بڑا منجم ہے) بالکل سچا ہے۔ اور آج اسکی سچائی کا ہمکو کامل یقین ہو گیا۔ ہم آئندہ کیلئے توبہ کرتے ہیں۔ کہ کبھی ہم سے ایسی حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کہ ہم اُس کی بات کا انکار کریں۔ اور جو کچھ وہ کہیگا۔ ہمکو اس کے ماننے میں ذرہ بھی عذر نہ ہوگا۔ اور اس کے حکم کی تعمیل میں سرمو فرق نہ ہوگا۔ اور اُن کے اس دعا کے کرنے کے بعد یکلخت ایسا ہو۔ کہ عذاب کے آثار ٹل جائیں۔ اور پھر امن ہو جائے۔ اور لوگ پھر چین کے دن دیکھیں اور نہ کبھی یہ ہوگا۔ کہ ایک منجم یا ڈاکٹر کسیکی نسبت کہے۔ کہ اس جگہ خطرناک طاعون پڑیگی۔ اور پھر اس کی بات سچی نکلے۔ اور جب خطرناک طاعون پڑے تو وہ لوگ جو یہ مانتے ہوں کہ ڈاکٹر صاحب یا منجم صاحب کا اندازہ بالکل درست تھا۔ وہ تو بچ جاویں۔ اور جو

کہیں کہ ڈاکٹر صاحب ایک نادان آدمی ہیں۔ یا منجم صاحب کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ مگا و باشد کہ کودکے نادان والی مثال ہے۔ کبھی انکی بات سچی بھی پڑ گئی تو ایسے لوگ طاعون کا شکار ہو جائیں۔ مگر جب نبی پیشگوئی کریگا۔ تو تخویف یا انعام کے لئے ہوگی چنانچہ جب وہ طاعون کی پیشگوئی کریگا۔ تو کہیگا۔ کہ میرے مخالف ہلاک ہو جائیں گے۔ مگر میں بالکل اس مصیبت سے بچا رہونگا۔ اور وہ واقعی اس سے بچا رہیگا۔ (گو ممکن ہے۔ کہ وہ منجم یا ڈاکٹر خود بھی ہلاک ہو جائے) اور اس کے متبع بھی بہت حد تک بچے رہیں گے۔ سو یہ ایک بین بات ہو گی۔ کہ جو فرق کر دیگی کہ یہ ایک نبی ہے منجم نہیں۔ پس منجم جو کچھ کہتا ہے۔ وہ تو ستاروں کے تغیرات یا اور گرد حالات کو دیکھکر کچھ کہتا ہے۔ ممکن ہے جو باتوں میں سے کوئی سچی بھی نکل آئے۔ مگر نبی جو کچھ کہتا ہے۔ اس میں دنیا کے تغیرات پر مدار ہوتا ہے۔ اور دعا کا تعلق ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ایک مخالف جو موافق ہو جائے۔ سزا سے بچ جاتا اور ایک پیرو جو منحرف ہو جائے۔ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس نبی کی پیشگوئیوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ خدا کا تعلق ہے۔ کیونکہ جیسا کسی کا دل اس نبی کی نسبت ہوتا۔ اسی قسم کے سلوک کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ مگر منجم کا دشمن ممکن ہے۔ کہ کسی دن اس پر فتح حاصل کرے اور جب وہ زائچہ ڈال کر دیکھے تو اس میں یہی فیصلہ نکلے۔ کہ دشمن تجھ پر قائم ہوگا۔ اور تجھکو ذلیل کر دیگا۔ مگر جب نبی دعا کرے گا۔ تو انکو اس کے دشمن کے لئے یہ جواب ملیگا۔ ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ أَمْ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝

خاکسار

مرزا محمود احمد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

دیباچہ

مسیحیوں کی طرف سے ہمیشہ اعتراض ہوا کرتا ہے۔ کہ نجات کی حقیقت کو ہی غیر مذاہب کے لوگ نہیں سمجھتے۔ تو پھر اس کے حصول کے ذرائع انکو کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ جو چیز کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب کیونکر ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نہیں جانتا کہ وکالت کا کوئی امتحان ہوتا ہے۔ تو پھر وہ اسکے پاس کرنے کی تیاری کیونکر کر سکتا ہے۔ یا اگر کسی کو یہ بھی معلوم ہو کہ وکالت کا امتحان ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ نہ جانے کہ اس میں کیا کچھ پڑھایا جاتا ہے۔ اور کون کون سی کتاب کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ تو ایسے شخص سے اسکے پاس کرنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مرض کا علاج تب ہی ہوتا ہے۔ کہ جب مرض کی تشخیص بھی ہو چکی ہو۔ اگر کوئی مرض کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے۔ تو اُسکا علاج کیا خاک کرے گا۔ پس اس اعتراض کے ماتحت وہ کل مذاہب کو رد کرنے اور اُن کے پیرؤں کی ہنسی اڑانے پر بیٹھے ہیں۔ مگر دعوٰی اور دلیل میں بڑا فرق ہے۔ ایک انسان دعوے تو بہت کر سکتا ہے مگر ثبوت ہر ایک دعوے کا مشکل سے دیا جا سکتا ہے۔ مگر ثبوت کے بغیر تو دعوٰی کی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر پادری صاحبان ہم پر ہنسیں تو ہم بھی بقول حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی کہینگے۔ کہ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔

مگرچونکہ نجات کا مسئلہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں سلسلہ وار ایک مفصل مضمون لکھکر اس پر کچھ روشنی ڈالوں اور ثابت کروں کہ جو نجات کی حقیقت اسلام نے بتائی ہے۔ کوئی مذہب اس تک نہیں پہنچ سکا اور یہ کہ کل مذاہب اس معاملہ میں بہت حد تک غلطی پر ہیں۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم۔

ارادہ تو میرا اس مضمون پر کچھ لکھنے کا مدت سے تھا۔ مگر ایک عرصہ سے طبیعت کچھ علیل رہی ہے۔ چنانچہ اول تو قریباً ایک ماہ تک کسیقدر بخار ہوتا رہا۔ اور سخت سر درد کا دورہ رہا۔ اب کوئی ہفتہ بھر سے کھانسی ہو رہی ہے۔ مگر اس خیال سے کہ آخر یہ کام کرنا تو ہے ہی۔ خدا تعالےٰ کے بھروسہ پر شروع کرتا ہوں۔ اگر منشائے الٰہی ہوگا۔ تو پورا ہو جائیگا۔ اس علالت طبع کی وجہ سے ہی قوامت مادہ کا مضمون بھی شروع نہ کر سکا۔ حالانکہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ مارچ تک شروع کر دیا جائیگا۔ شاید ایک دو ماہ اُسمیں اور توقف پڑ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چونکہ یہ مضمون سلسلہ وار نکلیگا (انشاء اللہ) اس لئے خریداران رسالہ سے التجا ہے۔ کہ وہ اس کو سنبھال کر رکھیں۔ تو آخر میں انشاء اللہ ایک چھوٹی سی کتاب بن جائیگی۔ اور ممکن ہے۔ کہ کسی وقت کوئی سعید روح اس سے فائدہ اُٹھائے۔ وما علینا الّا البلاغ۔

راقم

خاکسار

مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجات کا فلسفہ

تمہید میں اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے اسقدر لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ اس وقت غیر مذاہب کو اپنے مذاہب کی طرف بلانیوالے تین ہی گروہ ہیں۔ اول مسلمان دوم مسیحی اور سوم آریہ۔ اس لئے میں اس مضمون میں سب سے پہلے فلسفۂ نجات پر جو کچھ اسلام نے۔ روشنی ڈالی ہے۔ اُس کو ایک حد تک ... مفصل بیان کرونگا۔ اور بعد ازاں مختصر طور سے غیر مذاہب کے بیانات پر کچھ تنقید کرونگا۔ اور چونکہ اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے بعد غیر مذاہب کے دلائل کو توڑنیکی چنداں ضرورت بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ جب اسلام کا دعویٰ دلائل قطعیہ سے ثابت ہوگیا۔ تو پھر دوسرے مذاہب آپ ہی باطل ہو گئے۔ اتنا لکھنے کے بعد میں دو امر اور بھی لکھ دینے ضروری سمجھتا ہوں۔

دعوی با دلائل ہو اول تو یہ کہ تینوں مذہب جن کا میں ذکر کر آیا ہوں اپنے خیالات اور دعاوی کی بنا ایک الہامی کتاب پر رکھتے ہیں۔ کہ جنکی نسبت اُن کا یقین واثق ہے۔ کہ وہ خدائے علیم وخبیر کی طرف سے ہے۔ پس جبکہ تینوں مذاہب کا یہی خیال ہے۔ اور وہ اس پر پکے ہیں۔ اور جو ان کی کتاب پر شک کرے اور اُسے جھوٹا کہے وہ اسکو دروغ گو اور نادان کہتے ہیں۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ ہر ایک مدعی اپنے مذہب کی طرف جو کچھ منسوب کرے۔ اُسکا دعویٰ اور دلیل اُس الہامی کتاب میں سے پیش کرے۔ کیونکہ جب وہ کتاب اپنے اندر کامل ہو۔ اور ہر قسم کے دعاوی جو اس مذہب کے قیام کے لئے ضروری ہوں۔ اُس کے اندر موجود ہوں۔ اور نہ صرف دعاوی ہی۔ بلکہ دلائل بھی وہ خود ہی

دیتی ہو۔ کیونکہ یہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ ایک بات خدا تو بھول گیا اور اپنی کتاب میں درج کرنے سے قاصر رہا مگر انسان اس کی مدد کے لیئے اٹھا۔ اور اس نے اس خدا کلام کو کامل کیا۔ اور اسطرح سے وہ بوجھ جو خدا سے نہ اٹھ سکا۔ وہ انسان نے اٹھایا اور خدا کو اس عیب سے بچا لیا۔

مثلاً جب کفارہ کا مسئلہ مسیحی صاحبان پیش کریں۔ تو ضروری ہے۔ کہ پہلے توریت و انجیل سے اس کا دعویٰ پیش کریں۔ اور پھر اس کے دلائل بھی انہیں کتابوں سے پیش کریں کیونکہ جب ایک نادان آدمی تک اپنی بات کے ساتھ دلائل بیان کرتا ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جو کوئی فعل لغو نہیں کرتا۔ ایک ایسا بڑا مسئلہ جسپر بنی نوع انسان کی نجات کا دارومدار ہو۔ اپنی کتاب میں بیان نہ کرے۔ اور ایک وقت کے بعد انسان کو یہ مسئلہ اپنی عقل سے بنانا پڑے۔ یا یہ کہ دعویٰ تو الہی کتاب میں ہو کہ کفارہ کا مسئلہ بھی ایک سچا اور پکا مسئلہ ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی دلیل نہ دیکھی ہو اور انسان کو مجبوراً اُس کے لئے دلائل تلاش کرنے پڑیں۔ اور خدا تعالےٰ کی مدد کیلئے اسے دن رات کوشش کی ضرورت ہو۔ اور پھر کہیں جاکر وہ دعویٰ جو خدا تعالےٰ نے کیا تھا۔ انسان کی مدد سے تکمیل کو پہنچے اور اس طرح خدا تعالےٰ کا انسان حامی اور مددگار بن جائے۔

پس ضروری ہے۔ کہ کل ایسے مسائل جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہو۔ اُن کا دعویٰ الہامی کتاب میں موجود ہو اور اُس کے ساتھ دلائل بھی دیئے گئے ہوں ورنہ جیسے مقدمہ والوں کو وکیلوں کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی اسکی کتابوں کے لئے بھی ایسے وکلاء کی ضرورت پڑیگی۔ کہ جو خدا تعالےٰ کے لیے دلائل و دعاوی کو ثابت کریں۔ پس جس مذہب میں کوئی مہتم بالشان مسئلہ اعتقادی یا عملی جس سے نجات کا تعلق ہو۔ ایسا پایا جائیگا۔ کہ جو اسکی الہامی کتاب میں نہیں۔ تو یا تو ہم کہینگے کہ

کہ اس مسئلہ کا تمہاری کتاب کو انکار ہے۔ یا یہ کہ وہ الہامی کتاب ناقص ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف نقص کو منسوب کرنا ایک سخت گناہ ہے۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا کہ یا تو وہ کتاب الہامی ہی نہیں۔ اور یا انسانی دستبرد سے تباہ ہو گئی ہے۔ ورنہ اگر انسان کو اجازت ہو کہ جو کچھ چاہے۔ الہامی کتاب کی طرف منسوب کر دے۔ اور کوئی ضرورت نہیں۔ کہ اُس میں ہو یا نہ ہو۔ تو دنیا میں شرارت کی کوئی حد نہیں رہیگی۔ اور جس کا جو خیال ہو گا۔ وہ اُسے خدا کی کتاب کی طرف منسوب کر دے گا۔ اور اعتراض پر جواب دیگا۔ کہ جیسے تم نے چند عقیدے بنا لئے۔ اور الہامی کتاب میں اُنکی کوئی اصل نہیں۔ ویسے ہی میں نے بھی بنا لئے۔ تو اس طرح ایمان اُٹھ جائیگا۔ اور امن جاتا رہیگا اور مذہب کی سچائی کا کوئی معیار نہ رہیگا۔ اور الہامی کتابوں کی کوئی حقیقت اور وقعت نہ رہیگی۔ پس ہر ایک مسئلہ کو پیش کرتے ہوئے چاہئے۔ کہ انسان اس کو اپنی کتاب میں دکھاتے۔ اور پھر اس کے دلائل بھی اسی کتاب میں سے دکھائے۔ اور اگر دعویٰ دکھا دیا ہے۔ تو پھر اس کے لئے دلائل بھی اُسی کتاب میں سے دکھائے تاکہ انسان پر اُس الہامی کتاب کی عزت ثابت ہو۔ مثلاً یہی نجات کا مسئلہ ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اول تو ایک کسی اپنی کتاب میں سے دکھائے۔ کہ نجات بھی کوئی چیز ہے۔ اور اگر ہے۔ تو وہ کیا ہے۔ اور پھر اُس کے حصول کے کون سے ذرائع ہیں اور یہ تمام باتیں جو بیان کی گئی ہوں۔ تو اُن کے ساتھ دلائل بھی دئے گئے ہوں۔ ورنہ یہی کہنا پڑے گا۔ کہ مدعی سُست اور گواہ چست۔

پس اس مضمون میں انشاء اللہ جو اسلامی اصل پیش کروں گا۔ اُسے قرآن شریف سے پیش کروں گا۔ اور اس کے دلائل بھی قرآن شریف سے ہی۔ دوں گا۔ اور اس کی مد میں اگر کوئی حدیث رسول اللہ ہوگی تو اسے بھی تفسیر کے طور پر پیش کر دوں گا۔ اور میرے خیال میں مذہبوں کا فیصلہ کرنے کے لئے اس سے زیادہ آسان اور

کوئی راہ نہیں۔ ورنہ اگر انسان من گھڑت اعتقاد بنانے شروع کر دے۔ تو پھر مذہب تو کچھ چیز نہیں رہتا۔ اور نہ الہامی کتاب کی ہی۔ کوئی ضرورت رہتی ہے۔ اور بات بھی کیسی لغو ہے۔ کہ جس خدا نے ہمکو پیدا کیا۔ اور ہم ماں کے رحم میں تھے۔ تو وہاں بھی ہماری پرورش کے سامان تیار کئے۔ پھر ہم پیدا ہوئے۔ تو یہاں ماں کی چھاتیوں میں دودھ پہلے سے تیار تھا۔ بڑے ہوئے تو ہر قسم کے خورونوش کے سامان ایسا پائے جس نے دن کے لئے سورج اور رات کے لئے چاند اور ستارے بنائے۔ پھر ایسا خدا جو قادر ہے۔ جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ اور ہر قسم کے وسادس اُس پر روشن ہیں۔ کیا اُس نے ہماری نجات کے ذرائع نہیں پیدا کئے۔ اور اپنی کتاب میں اُن عقائد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کہ جس پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے۔ اور اُس کے بتے اسے اور لوگوں سے التجا کرنی پڑی۔ کہ تم ہمارے لئے کچھ اعتقادات بنا دو۔ کہ جن پر ہم ایمان لائیں۔ اور اُن کے لئے کچھ دلائل بھی تلاش کرو کرنا ہم شخصوں کی نظروں میں سبک اور ذلیل نہ ہوں اگر مذہب کی یہی اصلیت ہے۔ تو پھر یہ مذہب آج بھی گئے۔ اور کل بھی گئے۔

میرے دعوےٰ کی دلیل

میں اس دعوےٰ کو بھی بغیر دلیل کے پیش کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خود قرآن شریف سے اس کا ثبوت دیتا ہوں۔ کہ قرآن شریف نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ اور اپنی سچائی کا اسے دارومدار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ ر ع ۱۱۔ ترجمہ تحقیق وہ لوگ کہ جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں اللہ کے بغیر دلیل کے کہ آئی ہو اُن کے پاس نہیں۔ بیچ سینوں اُن کے مگر تکبر کہ نہیں وہ پہنچنے والے اس تک۔ پس پناہ پکڑ ساتھ

اللہ کے تحقیق وہ ہے۔ سُننے والا دیکھنے والا۔ اس آیت میں خدا تعالٰے نے مخالفین اسلام پر یہ حجت قائم کی ہے۔ کہ جب تم مذاہب کے متعلق گفتگو کرتے ہو۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ دعویٰ اور دلیل پیش کیا کرو۔ مگر جب کہ تم کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کرتے۔ کہ جو خدا تعالٰے کی طرف سے تم کو ملی ہو۔ تو دعویٰ باطل سے کیا حاصل بلا دلائل مباحثہ کا کیا نتیجہ۔ پس اس آیت میں خدا تعالٰے نے کل مذہبی مباحثوں کا آسان اور سہل طریق بتا دیا ہے۔ کہ اگر فیصلہ چاہو تو سہل راہ یہ ہے۔ کہ دلائل پیش کرو جو کہ تمہاری کتب میں دیئے گئے ہوں۔ نہ کہ جس کی جو مرضی ہوئی عقیدہ گھڑ لیا اور شتر بے مہار کی طرح بولتے چلے گئے۔ مسیحی صاحبان میں اگر یہ عادت داخل ہوئی۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان کی جدت پسندی اور آئے دن کی ایجادوں کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ انہیں جہاں ہزاروں ہزار موجد اور سائنس کے علماء پیدا ہو گئے۔ وہاں پادریوں نے بھی اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے آئے دن نئے نئے عقیدے اور نئے نئے دعاوی ایجاد کرنے شروع کئے۔ مگر نہ معلوم آریہ صاحبان نے ان ایجادوں میں کہاں سے کمال حاصل کیا۔ غرض کہ یہ طرز خواہ مسلمان اختیار کریں یا مسیحی یا آریہ بہت ہی خطرناک اور ضرر رسان ہے۔ کہ جس کے دل میں جو کچھ آیا وہ کہہ دیا جس کا ثبوت تو ثبوت دعویٰ تک کتاب میں سے نہ نکلے۔ پس یہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ خدا جو ایک بے عیب ہستی ہے۔ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی بھی طاقت نہ رکھے۔ اور اپنا منشاء بیان کرنے سے قاصر رہے۔ اور انسان کا فرض ہو۔ کہ جو دعاوی خدا تعالٰے بیان کرنے میں رہ گئے تھے۔ یا جن کے لئے کوئی دلیل نہیں سمجھ میں آئی۔ ان دعاوی کو تلاش کرے۔ اور دلائل بھی اپنی طرف سے پیش کرے۔ میرے خیال میں تو اس اعتقاد کا شخص خدا تعالٰے کے علم اور طاقت کا منکر ہے اور مذاہب کا مصلح نہیں۔ بلکہ مفسد ہے۔

دیکھو قرآن شریف نے کیسے بین طور سے فرمایا ہے۔ کہ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔ پ رکوع ۔ یعنے قرآن شریف کوئی جھوٹی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو سچا کر دکھائی ہے۔ انکو جو کہ آگے آیا ہے۔ اور اس میں تو ہر ایک بات جو کہ دین کے متعلق ہے مفصل دعویٰ اور دلیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور اس میں گمراہوں کے لئے ہدایت راستی کے طریق میں اور یہ تو ایمانداروں کے لئے ایک رحمت کا موجب ہے۔ ایسا نہیں کہ اس کو ماننے والا انسان ایک مصیبت میں پڑ جائے اور آگے سے گھڑت دعاوی اور دلائل کیساتھ اس کی مدد کرنی پڑے۔

علاوہ اس کے قرآن شریف ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۔ پ رکوع ۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کی سچائی کا ثبوت دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی سچائی کا یہ ثبوت ہے۔ اور اس کے خدا کی طرف سے ہونیکی یہ دلیل ہے۔ کہ وساوس نفسانی کو کوئی انسان تو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی کو کیا معلوم ہے کہ دوسرے کے دل میں کیا کیا خیالات گذرتے ہیں۔ اور کون کون سی بات اُس کے دل میں کھٹکتی ہے۔ اگر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ تو وہ خالق ہی ہے۔ پس جبکہ خالق ہی سمجھ سکتا ہے۔ تو قرآن شریف کے ہماری طرف سے ہونیکی یہ دلیل ہے۔ کہ ہم نے کل وساوس انسانی کا اس میں بادلائل رد کیا ہے۔ اور یہ کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کلام جو ہے۔ تو اُسی ہستی کی طرف سے ہے۔ کہ جو خالق ہے۔ کل انسانوں کی تبھی تو اُس نے ہر ایک کے خیال کا اس میں رد کر دیا۔ ورنہ غیر تو غیر انسان تو اپنے بیوی بچے کے خیالات پر بھی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر کسطرح ممکن تھا۔ کہ کوئی انسان ایسی کامل کتاب اپنی طرف سے بنائے۔ کہ جس میں کل وساوس انسانی

کار د موجود ہو۔ اور باہر سے دعویٰ یا دلائل مانگنے کی کچھ ضرورت نہ پڑے۔ پس اس آیت میں قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ کل دعوے اور دلائل میرے اندر موجود ہیں۔ اور میں ایک کامل کتاب ہوں۔ اور کسی قسم کا بھی وسوسہ ہو۔ اور شیطانی خیال ہو اس کا جواب تدبر کرنے والے انسان کے لئے مجھ میں موجود ہوگا۔ اور کوئی اعتراض بھی ذات و صفات الٰہیہ پر نہ پڑیگا۔ کہ جس کا جواب نہ دیا گیا ہو۔ اور کوئی حرف گیری اسلامی عقائد پر نہ کی جائیگی۔ کہ جس کا رد نہ کیا گیا ہو۔ پس یہ کلام خدا کے سوا اور کسی کا ہو نہیں سکتا۔ اس لئے یہ کتاب ضرور الہامی ہے۔

اب میں کافی طور سے بتا چکا ہوں کہ قرآن شریف نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہر ایک الہامی کتاب کا فرض ہونا چاہئے۔ کہ کل ضروری باتوں کا اس میں بیان ہو۔ اور وہ بغیر دلائل کے بیان نہ کی گئی ہوں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کے لئے دلائل بھی آنے چاہئیں۔ اگر قرآن شریف کے بتائے ہوئے اس پاک اصول پر دنیا کاربند ہوتی۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے جھگڑے خود بخود ہی طے ہو جاتے۔ اور کچھ بیہودہ مباحثات نہ کرنے پڑتے۔ . . . مگر افسوس کہ چونکہ غیر مذاہب اس نعمت سے خالی ہیں۔ اس لئے حتی المقدور وہ اس کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر میں نے اس پر اسلئے زور دیا ہے۔ کہ شاید کسی سعید روح کو کچھ فائدہ پہنچے اور وہ سوچے اور غور کرے کہ کیا وجہ کہ ہم خدا کی مدد کو آئیں۔ اور وہ خود اپنی الہام کردہ کتاب کو ایسا ناقص رکھے۔ کہ دلائل تو دلائل دعاوی تک ہم کو خود تیار کرنے پڑیں۔ اور اس صورت میں پھر خدا تعالےٰ کا ہم پر کیا احسان ہوا۔ یہ تو ہماری اپنی کوششوں کا نتیجہ ہوا کہ لوگ خدا کو سمجھنے لگے ورنہ اگر ہم کوشش نہ کرتے۔ تو خدا کی کتاب ایک بے فائدہ چیز کی طرح رہ جاتی۔ مگر اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ کہ کہتا ہے۔ کہ تم ہماری مخلوق ہو۔ بلکہ تمہاری مدد کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب کو کامل بنایا ہے۔ اور دعاوی

اور دلائل میں ناقص نہیں رکھا ہیں اگر تم ہدایت پاتے ہو۔ تو نہ اس لئے کہ تم ہم پر احسان کرتے ہو۔ بلکہ اس لئے کہ ہم نے تمہارے لئے سچائی کو بیان کر کے کہدیا ہے کہ سوائے نادان یا شریر آدمی کے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ پس میں ہمت سے اسلام کو خدا تعالیٰ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس طرح اسلام پر اس کے ماننے والوں کا کوئی احسان نہیں۔ بلکہ اسلام کا اُن پر ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کا دارومدار اُنکے پیروں پر ہے۔ اگر انہوں نے اُنکی خبر گیری کی اور اپنے پاس سے اُن کے لئے دلائل بنا لئے۔ تب تو وہ کچھ بچ رہے۔ ورنہ جسم بے جان کی طرح زمین پر جا پڑے۔ جو کہ ایک بے مذہب کی نشانی نہیں۔ پس اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں تمام دعاوی اور ان کے دلائل قرآن شریف سے ہی بیان کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

یا تو اسلام میں نجات ہی یا کسی مذہب میں نہیں

مذاہب میں جھگڑا کیوں ہے

دوسری بات جو تمہید ہی میں بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ ہے کہ تمام مذاہب کا جو جھگڑا پڑتا ہے۔ تو صرف ایک دوسرے کو دعوت کرنے کی وجہ سے ہی پڑتا ہے۔ مثلاً یہی جب تمام دنیا کے مذاہب کے پیروؤں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کو ہی سچا سمجھکر دوسروں کو بھی اُس کے قبول کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تبھی دوسرے مذاہب کو بھی اُنکے رد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر دنیا میں کل مذہب ایسے ہی ہوتے کہ وہ ایک دوسرے کے پیروؤں کو اپنے مذہب کی طرف توجہ نہ کرتے۔ یا اُنہیں منع ہوتا تو ہرگز یہ ضرورت پیش نہ آتی۔ کہ ایک مذہب دوسرے مذہب کی اس زور شور سے تردید کرتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان فرقوں میں جو دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو اپنے اندر شامل نہیں کرتے۔ اس قسم کے مباحثات پیش نہیں آتے۔ مثلاً کہیں نظر

نہیں آئیگا۔ کو یہودی اور سناتن دہرم کے پیرو ایک دوسرے کے برخلاف سخت کوڑی مباحثات کر رہے ہوں۔ مگر یہودیوں مسیحیوں یا یہودیوں اور مسلمانوں میں اس قسم کے مباحثات بہت سے مقام پر مشاہدہ میں آسکتے ہیں۔ مگر پھر بھی کامل جوش کیساتھ نہیں کیونکہ کوئی مسیحی یا مسلمان کبھی یہودیوں کو اپنے اندر شامل نہیں کرتے۔

مگر جب یہی مباحثات مسلمانوں اور مسیحیوں یا مسیحیوں اور آریوں کے درمیان دیکھے جائیں تو بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ تینوں قومیں ایک دوسرے کو اپنے اندر شامل کر لینا جائز ہی نہیں سمجھتیں بلکہ صواب کا کام سمجھتی ہیں اور اس لئے چاہتی ہیں۔ کہ جسطرح ہو اپنے مد مقابل کو بھی اپنا ہمزبان بنالیں ایک مسلمان چاہتا ہے۔ کہ کل مسیحی بھی مسلمان ہو جائیں۔ اور ایک مسیحی چاہتا ہے۔ کہ کل مسلمان بھی مسیحی ہو جائیں۔ اور اسی طرح ایک آریہ ان دونوں گروہوں کی نسبت ایسے ہی خیال رکھتا ہے۔ گو میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ تینوں کے محرکات مختلف ہوں۔ مثلاً کوئی تو اس لئے چاہتا ہو۔ کہ خدا تعالےٰ کا فضل میری طرح سے دیگر بنی نوع انسان پر بھی نازل ہو۔ اور وہ بھی حقیقی نجات سے بہرہ ور ہوں۔ اور دوسرا اس لئے کہ مشرق میں ہمارا قدم خوب مضبوطی سے جم جائے۔ اور تیسرا اس لئے کہ ہمارے حق میں ووٹ دینے والوں کی کثرت ہو جائے۔ اور کونسلوں میں ہمارے ممبر کثرت سے ہوں۔ اور ہماری پولیٹیکل عزت بڑھ جائے۔

مگر اس جگہ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ انمیں سے ہر ایک کے محرکات کیا ہیں۔ بلکہ ہمارا منشاء صرف یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی خیال کے ماتحت یہ تینوں مذاہب تمام دنیا کو اپنے خیالات میں رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں تینوں گروہوں میں آپس میں زیادہ مباحثات ہوتے ہیں۔ پس اگر ثابت ہو جائے۔ اور مسیحی اصحاب کو مان لیں کہ ہمارے مذہب میں دوسرے لوگوں کا شامل کرنا جائز

نہیں۔ تو فوراً ان کا یہ جوش و خروش جاتا رہے۔ اور سب پادری اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ اور اگر آریہ اپنے شاتن دھرمی بھائیوں کی طرح شدھی کا ناجائز ہونا ...... یقین کریں۔ تو ابھی اُن کی یہ تمام تیزی جاتی رہے۔ اور یہ جسقدر مذہبی رسالہ اور اخبار نکل رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے سب بند ہو جائیں۔ اور کل مذہبی مباحثات یک لخت موقوف ہو جائیں۔

پس جب یہ بات ہے۔ تو میں بھی اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آیا مسیحیوں کو ہم سے مباحثات کرنے اور ہمکو اپنے مذہب میں شامل کرنیکی اجازت بھی ہے۔ کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کسی اور بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اسی طرح آریوں کی نسبت دیکھنا ہے۔ کہ کیا اُن کے مذہب نے انہیں دوسرے لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنے کی اجازت بھی دی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر آریوں سے بھی بحث کرنیکی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ پس نجات کے سوال پر بحث ہی تب ہو سکتی ہے۔ کہ اول یہ سوال حل کیا جائے۔ کہ یہ تینوں مذہب تبلیغ عام کے مجاز بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مذہب تبلیغ عامہ کا مجاز نہیں۔ تو پھر وہ ان مباحثات میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو ہم مسیحیوں کی کتاب انجیل میں دیکھتے ہیں کہ کیا انکو عام منادی کی اجازت بھی ہے۔ یا نہیں جس کے بعد پھر نجات کے مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہوگی۔

انجیل سب دنیا کے لئے نہیں

سوال میں مسیحیت کو دیکھتا ہوں کہ اس کے متعلق مسیح کا کیا حکم ہے۔ کہ آیا اس کی تلقین غیر مذاہب کے لوگوں کی جائے یا ... سو اول ہی جو حکم مجھے انجیل میں نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسیح کچھ واعظ مقرر کرتا ہے۔ اور اُن کو حکم کرتا ہے۔ کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ اور

نہیں منادی کرو۔ اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی (متی باب ۱ آیت ۵ و ۶ و ۷۔ چنانچہ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع غیر قوموں میں منادی کو ناجائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ حواریوں کو خاص طور سے منع کرتا ہے۔ کہ تم یہودی قوموں میں ہی منادی کرو مگر غیر قوموں میں مت جاؤ۔ گویا کہ وہ ایسے نجس اور ناپاک لوگ ہیں کہ انکو اپنے مذہب کی تلقین کرنی تو الگ رہی انکے پاس جانے سے بھی انسان ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے جسقدر ممکن ہو اُن سے دور رہنا ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔

پس جبکہ یسوع مسیح ہی غیر قوموں کی نسبت یہ حکم پاس کرتا ہے۔ تو پھر آج کسی صاحبان کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اُس پیغام کو جو یسوع خاص بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے دیا تھا کل دنیا کے سامنے پیش کریں یسوع کی اسطرح خاص طور سے تاکید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حواریوں کی عادات اور مزاجوں سے اُسے اس قسم کا خوف ضرور تھا۔ کہ یہ لوگ جرأت کر کے غیر مذاہب والوں کو بھی کہیں وعظ نہ شروع کر دیں۔ سو اُس نے اُس خرابی کو روکنے کے لئے شروع میں ہی نصیحت کر دی۔ کہ دیکھنا غیر مذاہب کے لوگوں میں جا کر نصیحت مت کرنا اور میری تعلیم کو اُن کے سامنے مت پیش کرنا بلکہ ہی نہیں اُن کے پاس تک نہ پھٹکنا پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ جب یسوع کا یہ فیصلہ ہے۔ تو پھر پادری صاحبان کس برتے پر دنیا میں انجیل کی منادی کرتے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کو جائز و ناجائز طریق سے اپنے مذہب میں شامل کرنے کی فکر میں لگو رہتے ہیں۔

ایک بات اس جگہ پر اور قابل غور ہے۔ کہ اگر کوئی صاحبان فرمادیں۔ کہ یہاں تو صاف لفظ آیا ہے۔ کہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ اس میں سے ہمیشہ کی ممانعت کہاں سے نکال لی۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس آیت سے

یہ ضرور نکلتا ہے۔ کہ جبتک یہودیوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں منادی نہ ہو جائے۔ تب تک غیر قوموں میں منادی نہ کی جائے۔ اب اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ انکو جبتک اپنے اندر شامل نہ کر لو تب تک دوسرے لوگوں کی طرف رُخ نہ کرو۔ اور یا یہ معنے ہیں۔ کہ انہیں ایک دفعہ خبر دیدو۔ کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔ اور پھر تمہارا کچھ غرض نہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں معنے کرکے بھی مسیحیوں پر سے الزام دور نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ معنے لئے جائیں۔ کہ جبتک یہودی مان نہ لیں اُسوقت تک غیر قوموں میں تبلیغ نہ کی جائے۔ تب بھی مسیحیوں پر اعتراض ہے کہ اب تک یہودی دنیا میں باقی ہیں۔ جبتک وہ کل کے کل تمہاری منادی میں نہ آ جائیں۔ تب تک غیر قوموں میں منادی کرنا سراسر ناجائز ہے۔ اور یسوع کے حکم کے ماتحت جبتک ایک یہودی بھی صفحۂ دنیا پر موجود ہے۔ تب تک مسیحی کسی اور کو اپنے مذہب کی تلقین نہیں کر سکتے۔ پس ان کا ہم لوگوں کو ابھی انجیل سنانا قبل از وقت ہے۔ پہلے اپنے خدا کے اکلوتے بیٹے کے حکم کے ماتحت کل یہودیوں کو مسیحی بنالیں۔ تو پھر ہماری طرف رخ کریں۔

اور اگر اس کے یہ معنے لئے جائیں کہ نہیں صرف ایک دفعہ منادی کردینی ہی کافی تھی۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اُس سے کچھ غرض نہیں۔ یہ اس کی اپنی دیانت اور امانت پر منحصر ہے۔ تو پھر بھی یہ اعتراض پڑتا ہے۔ کہ یسوع کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تو وہ تھیں۔ کہ جن کو بخت النصر یروشلم کے علاقہ سے لیگیا تھا چنانچہ بائبل پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ کہ اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ اور وہ تمام ملک شام اور اُس کے آس پاس پھیلے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب اُن میں شرارتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔ اور اللہ تعالٰے کے حدود کو انہوں نے توڑ دیا۔ اور دنیا میں کا امن تلف کرکے فساد مچانے لگے۔ تو بابل کا بادشاہ بخت النصر اُن پر حملہ آور ہوا۔

اور خدا نے اُنکے ہاتھوں اُنکو سزا دی چنانچہ بخت النصر اُن کے دس قبیلوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اُن کو افغانستان وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا (چنانچہ افغان اور کشمیری انہیں کی نسلوں میں سے ہیں) اور یروشلم اور اُس کے گرد و نواح میں صرف دو قبیلہ رہ گئے۔ سو وہ دس قبیلہ جو بخت النصر کی قید میں پڑ کر اپنے وطن سے دور جا پڑے۔ وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں کہلائے۔ اور انہیں کے لئے مسیح اپنے حواریوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ پہلے تم اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ مگر برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حواریوں نے اُن گم شدہ بھیڑوں کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بلکہ یسوع کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد ہی فوراً غیر قوموں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو کہ قطعاً ناجائز تھا۔ پس اگر صرف منادی کے معنے ہی لئے جائیں تب بھی تو کام نہیں چلتا۔ کیونکہ حواریوں نے یسوع کے حکم کے خلاف کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھی نہیں توجہ کی۔ اور اُن غریبوں کا خیال تک نہیں کیا بلکہ مالدار قوموں کے پھانسنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ان معنوں کی رو سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل یورپ و امریکہ کے مسیحی بے فائدہ اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب تک حواری کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش نہ کر لیتے۔ انہیں تبلیغ کرنا ہی اُن کے لئے ناجائز تھا۔ اور یسوع کی اس کے لئے ممانعت تھی۔ پس یورپ اور امریکہ کے لوگ تو ایشیا کے مسیحی بنانے کی فکر میں ہیں۔ اور انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ خود وہ بھی مسیحی نہیں ہیں۔

دوم مرقس باب ۷ آیت ۲۶ و ۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ ایک عورت جسکی لڑکی پر بھوت سوار تھا یسوع کے پاس آئی اور یہ عورت یونانی تھی۔ اور اُس نے اپنی لڑکی کے چنگا ہونے کی درخواست کی۔ پھر یسوع نے اُسے کہا کہ پہلے فرزندوں کو سیر ہونے دے۔ کیونکہ فرزندوں کی روٹی لیکے کتوں کے آگے ڈالنا لائق نہیں۔ پس اس جگہ تو

بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذہب کی تلقین تو الگ رہی۔ یسوع تو غیروں سے صرف مہربانی سے پیش آنا تک پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے۔ کہ تم کتے ہو۔ تمہارے آگے میں اپنے فرزندوں کی روٹی کیونکر ڈالدوں۔ پس ان آیات کو دیکھتے ہوئے بھی کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یسوع کا منشاء دیگر اقوام میں تبلیغ کرنیکا بھی تھا۔

سوم حزقیل باب ۳۴ آیت ۱۶ میں ہے۔ کہ میں اُسکو جو کھویا گیا ڈھونڈونگا۔ اور اُسے جو ہانکا گیا۔ پھر لاؤنگا۔ اور اس کی ہڈی کو جو ٹوٹ گئی ہے۔ باندھونگا اور بیماری کو تقویت دونگا۔ اس میں ایک پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے بارہ گھرانے اکٹھے کئے جائینگے۔ اور اُنہیں ایک نبی بھیجا جائیگا۔ کہ جو کمزوروں کو طاقتور اور بیماروں کو ضعیف کردیگا۔ اور اس کے ہاتھ پر پھر بنی اسرائیل کی جماعت ایک ہو جائیگی چنانچہ بائبل کے حاشیہ پر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا ذکر متی باب ۱۸ آیت ۱۱ میں بھی ہے۔ جسکے دیکھنے سے یہ عبارت نظر آتی ہے کہ ابن آدم آیا ہے۔ کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھ کے بچاوے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حزقیل نبی نے جو پیشگوئی کی تھی مسیح اُسے اپنی نسبت بتاتا ہے۔ اور لوگوں پر حجت تمام کرتا ہے۔ کہ کیا تمکو معلوم نہیں کہ حزقیل نبی نے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ایک نبی آئیگا۔ جو کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھیگا۔ پس جب میں اس کام کے لئے آگیا ہوں۔ تو پھر میرا انکار کیوں کرتے ہو پس معلوم ہوا کہ خود یسوع بھی اپنا کام بنی اسرائیل کے بارہ گھرانوں کی تلاش بتاتا ہے۔ پس کسطرح ہو سکتا ہے۔ کہ جسکا کام تھا۔ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو ڈھونڈنے کا وہ لگ جائے۔ یورپ کی بھیڑوں کی تلاش میں۔

کیا وہ افسر عقلمند سمجھا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ تو اُسے سوڈان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے۔ اور وہ جاپان پر حملہ کردے۔ اور کیا ایسا نوکر اعتبار کے قابل ہو سکتا ہے

کہ جسے کہا تو جائے کہ پینے کے لئے سرد پانی لاؤ۔ اور وہ منہ دھونے کے لئے گرم پانی لے آئے۔ یا وہ دو کاندار عین دین کے قابل سمجھا جائیگا۔ کہ جس سے ٹوپی منگوائی جائے۔ اور وہ جوتی بھیجدے۔ پس کسطرح ممکن ہے۔ کہ یسوع تو بھیجا جائے بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں مگر وہ اُس کام کو چھوڑ چھاڑ کر یورپ کیطرف متوجہ ہو۔ مگر چونکہ یہ کام ایک بہت ہی ناقص عقل اور کوتہ اندیش انسان کا ہے۔ اس لئے یسوع کی طرف ہم اس کو منسوب نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دوسرے مقامات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غیر قوموں میں تبلیغ کو بُرا جانتا تھا۔ پس ہم یہی کہینگے۔ کہ یسوع کے صلیب دیئے جانیکے بعد کس وقت یہ بدعت نکلی۔ کہ غیر قوموں میں مسیحیت کی تبلیغ شروع ہوئی جو کہ بائبل کی تعلیم کے بالکل برخلاف تھی۔ کیونکہ اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے ہی تھا۔ اور باقی دنیا سے اس کا کچھ کام نہ تھا۔

چہارم۔ متی باب ۵ آیت ۱۷ سے ۱۹ تک میں ہے۔ کہ "یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا۔ میں منسوخ کرنیکو نہیں۔ بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جب کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹالدیوے۔ اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلا ئیگا۔ پر جو کہ عمل کرے اور سکھاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں سب سے بڑا کہلا ئیگا"۔ اس آیت میں یسوع نے بین طور سے اپنا کام بتا دیا ہے۔ کہ میں توریت سے ایک نقطہ اور ایک شوشہ تک مٹا نہیں سکتا۔ اور نہ مٹانا چاہتا ہوں۔ اور کوئی حکم جو توریت میں ہو۔ اس کو منسوخ کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ یا میں ایسا کرنا ہی

نہیں چاہتا۔ اور یہ کہ نہ صرف توریت بلکہ علاوہ توریت کے مجموعہ بائبل میں جتنے نبیوں کی کتب ہیں۔ اُنہیں سے کسی کتاب کے کسی حکم کا بھی انکار کرنے یا اُسے منسوخ کرنے کے لئے میں مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ میرا تو یہ کام ہے۔ کہ میں اُن احکام کو پورا کروں۔ اور جن باتوں پر لوگوں نے عمل چھوڑ دیئے ہیں۔ اُن پر اُن سے عمل کرواؤں اور جو جو غلطیاں اُنمیں پھیل گئی ہیں۔ اُن کو دور کروں۔ اور پھر موسیٰ کے زمانہ کی طرح یہودیوں کو توریت کا پکا مطیع اور فرمانبردار بناؤں۔ اور اگر کوئی ایک حکم بھی مجھ سے چھڑوانا چاہے۔ تو میں اُسے نہیں چھوڑونگا۔ اور جیسے توریت اور دوسرے انبیاء کی کتب میں مذکور ہے۔ اُسی پر عمل کروں گا۔ اور اپنے پیروؤں سے عمل کرواؤنگا۔ بلکہ وہ کہتا ہو کہ توریت کے احکام سے تو ایک شوشہ کا ٹل جانا بھی اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ کہ آسمان و زمین ٹل جائیں۔ اور دنیا غارت ہوجائے پس ممکن ہے۔ کہ ایک دم میں تمام زمین و آسمان برباد ہوجائیں۔ مگر توریت کے کسی حکم کا ٹلنا یا منسوخ ہونا محال اور بالکل محال ہے۔ پس اس آیت سے بہت سے مسئلوں کا دجود ہی حل ہوجاتا ہے۔ مگر اس وقت تو ہمکو صرف اس معاملہ سے تعلق ہے۔ کہ آیا مسیحیوں کو غیر قوموں میں تبلیغ کرنیکی اجازت بھی ہے یا نہیں۔ سو جبکہ خود مسیح کہتا ہے۔ کہ میں توریت یا دوسرے نبیوں کے مقولوں میں سے کسی کو بھی رد کرنے نہیں آیا۔ تو صاف بات ہے۔ کہ ہم یہودیوں میں دیکھ لیں۔ کہ وہ کیا اس کے متعلق رائے رکھتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ توریت و دیگر صحف انبیاء نے یہودیوں کو اپنے مذہب کی تلقین تو الگ غیر قوموں سے میل ملاپ کرنے تک کو منع کیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ یہودی غیر اقوام کو بہت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اور نجات کو اپنے ہی اندر مخصوص رکھتے ہیں۔ اور اپنے سوا دوسری قوموں کو نفرت سے غیر مختون کہتے ہیں۔ اور اگر اُن میں یہ تعلیم نہ ہوتی۔ تو شاید مسیحی

تعلیم بڑھنے بھی نہ پاتی۔ اور وہیں کی وہیں رہ جاتی۔ مگر چونکہ یہودی تو لوگوں کو اپنے اندر شامل نہ کرتے تھے۔ مگر عیسی کر لیتے تھے۔ اس لئے ان کی طاقت روز بروز بڑھنے لگی۔ غرض کہ یہودیوں میں غیر قوموں کو اپنے اندر شامل کرنا ایک سخت گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس حکم کے برخلاف کرنا ایک بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ جو ایسا کرے خود اس کے ساتھ تعلق کرنا بھی ایک گناہ جانتے تھے۔ تو اس صورت میں مسیح کے اپنے قول کے مطابق ہی۔ کہ میں توریت کے احکام کا ایک شوشہ مٹانے یا منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اسے پورا کرنے آیا ہوں چاہئے تھا۔ کہ حواری یا جن لوگوں نے غیر مختون قوم کو اپنے اندر شامل کیا۔ وہ اس کام سے رکتے اور بچتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور اُن کے اس فعل سے انجیل کی عام منادی کا جواز نہیں نکلتا۔ بلکہ نافرمانی اور محسن کشی ثابت ہوتی ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ یسوع جس کام کے لئے آیا تھا۔ اور جس کا وہ بار بار اعلان کرتا ہے۔ اسکو ترک کرکے اپنے من گھڑنے کام شروع کر دیئے گئے ہیں۔ توریت اور صحف انبیاء سے غیر قوموں کی منادی منع تھی جسے مسیح اُن کی سچائی کو قبول کرتا ہے۔ پھر بتاؤ کہ کس حکم سے غیر قوموں سے تعلقات پیدا کرتے۔ اور اُن میں تبلیغ کرنیکا فتویٰ ملا۔ دوسرے یہ کہ نہ صرف توریت کی نسبت ہی۔ بلکہ مسیح تو فقیہوں کے اقوال کی نسبت بھی کہتا ہے۔ کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ وہ کرو پر جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ وہ نہ کرو۔ چنانچہ فقیہی اور فریسی تو اس کام کو بہت برا کہتے تھے۔ سو اُن کے اقوال کے مطابق بھی حواریوں کو ایسا کرنا ناجائز تھا۔ کیونکہ خود یسوع نے کہا ہے۔ کہ فقیہوں اور فریسیوں کے اقوال پر عمل کرو۔

اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہودیوں میں غیر قوموں میں تبلیغ کرنا منع تھا۔ مجھے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ خود اس رسول کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اعمال باب ۱۰ آیت ۲۸ میں اس رسول کی بابت لکھا ہے۔ کہ اُس

نے ایک سردار کو جو یہودی نہ تھا۔ کہا کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہودی کو بیگانے سے صحبت رکھنی یا اُس کے ہاں جانا روا نہیں ؎ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حواری بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ یہودی کو دوسرے سے صحبت رکھنی روا نہیں۔ اور اپنا مذہب اُسے تلقین کرنا ناجائز ہے۔ پس بموجب اُس قاعدہ کلیہ کہ جو یسوع نے مقرر فرمایا تھا۔ کہ میں ایک شوشہ تک توریت سے نہ مٹاؤنگا۔ مسیحیت کی تلقین غیر قوموں میں کرنی ناجائز تھی۔ اور ہے۔

پھر اعمال باب ۱۱ آیت ۱ سے ۳ تک لکھا ہے۔ کہ اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے۔ سنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کیا۔ اور جب پطرس یروشلم میں آیا۔ تو مختون اُس سے یہ کہکر بحث کرنے لگے۔ کہ تو نامختونوں کے پاس گیا۔ اور اُن کے ساتھ کھایا ؎ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع کے صلیب پانے کے بعد تک حواریوں کا یہی خیال تھا۔ کہ نامختونوں اور غیر قوموں میں تبلیغ ناجائز ہے جس سے یہودیوں کا مذہب خوب معلوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یسوع نے صلیبی واقعہ تک اپنے پہلے حکم کو غیر قوموں میں تبلیغ نہ کرنا موقوف نہیں کیا تھا۔

اس سے بھی زیادہ کھلی یہ بات ہے۔ کہ اعمال باب ۱۱ ۱۹ میں چند رسولوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ پھرتے پھرتے فینیکے و کپرس اور انطاکیا میں پہنچے۔ مگر یہودیوں کے سوا کسی کو کلام نہ سناتے تھے ؎ جس سے خوب اچھی طرح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہودیوں میں غیر قوموں کو ہدایت کرنا سخت ممنوع تھا۔ پس خود حواریوں کے اقوال اور افعال سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہودیوں میں غیر قوموں میں تبلیغ کرنا منع تھا۔ اور چونکہ خود یسوع نے کہا ہے۔ کہ میں توریت اور دوسرے انبیاء کے احکام کا ایک شوشہ تک نہیں مٹاؤں گا۔ بلکہ وہ ابد تک قائم رہینگے۔ تو پھر کسی حواری کا یا

۰۰۰ - منشی غلام محمد صاحب کا ۱۳۵ - سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کا ۶۷۰ - سردار خان صاحب کا
۰۰۰ - حکیم محمد یعقوب صاحب کا ۹۵ - سی۔ سی۔ حسین کلکتہ کا ۳۴ - مولوی عبدالدین صاحب کا
۳۰۰ - حکیم غلام محمد اختر صاحب کا ۹۹ - عبدالغفار ڈار کی صاحب کا ۹۴ - منشی عنایت علی [illegible] کا
۴۰۵ - منشی غلام محمد صاحب کا ۲۳۵ - میاں احمد علی صاحب کا ۲۳۰ - سید روشن علی صاحب کا
۶۹۹ - میاں رحمت خان صاحب کا ۲۰۲ - منشی قدرت اللہ صاحب کا ۶۳۷ - حکیم احمد علی صاحب کا
۶۴۰ - میاں سراج الدین صاحب کا ۴۱۹ - میاں نظام الدین صاحب کا ۲۱۳ - میاں محمد یوسف [illegible] کا
۵۴۰ - منشی فضل احمد صاحب کا ۴۲۵ - میاں محمد حسین صاحب حلوائی کا ۶۴ - مرزا محمد جمیل صاحب کا
۵۹۵ - میاں عبدالعزیز صاحب کا ۲۱۵ - شیخ حبیب الرحمن صاحب کا ۴۷ - میاں تاج الدین صاحب کا
[illegible] سکندر خان صاحب کا ۶۵۰ - سید اللہ حسین صاحب کا ۳۴۲ - میاں محمد الدین صاحب کا
۶۰۳ - منشی کریم بخش صاحب کا ۴۵۰ - گلاب الدین صاحب کا ۲۲۱ - میاں خیر الدین صاحب کا
۰۰۰ - حکیم عبدالمبین صاحب کا ۴۰۰ - باغ الدین صاحب کا ۴۴۰ - فیروز علی شاہ صاحب کا
۳۳۳ - میاں نور محمد صاحب کا ۳۰۰ - منشی کریم بخش صاحب کا ۶۱۳ - خلیفہ محمد صادق صاحب کا
۷۰۱ - مولوی نبی بخش صاحب کا ۵۰۶ - سید امیر علی شاہ صاحب کا ۱۰۱ - شیخ نور احمد صاحب کا
۵۰ - سید سعید الدین صاحب کا ۵۲۳ - مولوی عبدالحی صاحب کا ۹۰۱ - چوہدری [illegible] صاحب کا
۵۵۵ - بابو اکبر علی صاحب کا ۳۰۵ - منشی عبدالعظیم صاحب کا ۱۹۹ - ملک پھول محمد صاحب کا
۵۰۶ - سید محمد شاہ صاحب کا ۵۱۵ - نبی الدین صاحب کا ۳۴۲ - چوہدری [illegible] کا
۶۲۹ - میاں احمد الدین صاحب کا ۹۶۰ - میاں عبدالحق صاحب کا ۱۰۵ - خلیفہ تقی الدین صاحب کا
۶۷۰ - سید بابا گل شاہ صاحب کا ۳۵۲ - سید علیم الدین صاحب کا ۱۰۴ - میاں محمد اسمٰعیل صاحب کا
۵۴ - مستری علم الدین صاحب کا ۳۱۰ - بابو محمد فاضل صاحب کا ۳۴۴ - مولوی محمد یمین صاحب [illegible]
۳۳۵ - ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا ۳۱۳ - پیر افتخار صاحب کا ۵۲۳ - منشی اکبر علی صاحب کا
۱۶۰ - ابو محمد عمر صاحب کا ۵۱۱ - مرزا خدا بخش صاحب کا ۱۹۱ - ملک غلام محمد صاحب کا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۴

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

اصلی عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

[illegible]

[illegible]

ہیضہ کے سوا گرمی کے دست پیٹ کے درد وغیرہ میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہے نقل عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور گول شیشی میں بھر کر چھپے کاغذ کے بکس میں بند ہوتا ہے۔ اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا ہوتا ہے۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک [illegible]

المشتہر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام [illegible] پریس [illegible] میں چھپا

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد ۵

Digitized by Khalafat Library

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۰ء — **فہرست مضامین** — مطابق ربیع الثانی

آریہ اور جہاد ص ۱۲۷ تا ۱۳۱	ایڈیٹر
اسلام گناہوں کا علاج ہے ص ۱۳۲ تا ۱۳۶	شیخ عبدالرحمن صاحب لاہوری
بت پرستی کے نتائج ص ۱۳۷ تا ۱۴۰	ایڈیٹر
کفارہ ص ۱۴۰	"
نجات ص ۱۴۰ تا ۱۵۶	"

باہتمام حافظ عبدالرحیم مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

ریویوز

دیسی کلنڈر سنہ ۱۹۱۰ء

مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر قادیاں نے دفتر ہذا میں ریویو کے لئے بھیجا ہے۔ جن احباب کو تاریخوں کے معلوم کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔ اُن کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کلنڈر میں۔ انگریزی۔ قمری۔ بکرمی۔ اور سادی پڑی چار قسم کی تاریخیں ہیں۔ قیمت فی کلنڈر ۱ ہے۔

کلنڈر اصل مرتب نیاز علیخاں سوداگر تاجر کتب و مالک مطبع افغانی بازار حال شہر امرتسر یا مفتی صاحب مذکور سے مل سکتا ہے۔

احکام اللہ والرسول

یہ کتاب جناب سید عبد الحی صاحب قادیاں کی تالیف کی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں قرآن شریف اور احادیث سے اللہ اور رسول کے احکام کو ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا ہے جنپر عمل کرنا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ کتاب اصل مولف سے ملتی ہے۔ قیمت صرف ۲ ہے۔

ضروری اطلاع

جن احباب کی طرف سے سال سنہ ۱۹۱۰ء کی قیمتیں وصول نہیں ہوئیں۔ وہ برائے مہربانی بہت جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں۔ ورنہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آریہ مذہب اور جہاد

کہتے ہیں کہ خربوزہ خربوزہ کو دیکھکر رنگ پکڑتا ہے، پادریوں نے جو مسیح ناصری کی خدائی منوانے کے لئے زور مارنا شروع کیا اور اپنے مذہب میں کوئی خوبی نہ پاکر غیر مذاہب پر حملے شروع کئے تو آرین (پنڈت دیانند صاحب کے متبع) جو اس قسم کے لٹریچر کے پہلے سے ہی فدا تھے - دیانند جی آپ ہوئے بس ست کے مقولہ کے مطابق نہ تھے۔ اور پنڈت صاحب کے ساتھ مکر گئے بزرگان مذاہب پر اعتراض کرنے۔ اور تو اور خود اپنے بزرگوں تک کو نہ چھوڑا کیونکہ پادریوں کا پورا اتباع تو تبھی ہو سکتا تھا جنہوں نے بائبل کے کل نبیوں پر اتہام باندھے۔ اور ہر ایک کو گنہگار ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا، بلکہ تو ترقی کی اور پادریوں نے تو نبیوں پر بہت کچھ اعتراض جا کر بھی ان کو نبوت سے جواب نہ دیا تھا مگر آریوں نے کرشن اور رامچندر جیسے بزرگوں کو اپنے حقیقی عہدہ سے بھی معزول کر دیا۔ وہ لوگ جنہوں نے ہندوستان کو خطرناک گناہوں کے پنجہ سے چھوڑا نیکی اور ہدایت کا سبق دیا جنہوں نے حقیقی وحدت کی تعلیم دی (گو بعد میں لوگوں نے بگاڑ دی) انہیں کو مخرب اخلاق تعلیم کا بانی قرار دیا اور بت پرستی کا موجد ٹھہرایا۔ مگر پھر ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مذہبی کا طریق نکالا اور غیر مذاہب کے بزرگوں کی وہ وہ عیب چینی کی کہ ایک شریف آدمی تو ان کی تحریرات کو پڑھنے تک سے شرم کرتا ہے۔ پنڈت صاحب کی ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب تو خاص کر مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے ہی لکھا گیا تھا جسکا نتیجہ لیکھرام نے کلیات مسافر کی صورت میں شائع کیا۔ پھر تو ایک دریا اٹھ آیا کہ جسکا

اندازہ کرنا میرے لئے تو مشکل کام ہے۔ ہر سال ایک نہ ایک اخبار نیا نکل آتا ہے۔ جس کا سارا زور اسلام کے برخلاف گالیاں بکنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ دھرم پال صاحب بی اے کا تو ہر وقت کام ہی یہی ہے۔ اور نکالا تو اس غرض کو مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے۔ اور جب شروع کیا تو اسی پہلو کو مدنظر رکھکر کہ بزرگان اسلام پر بہتان باندھے جائیں۔ اور حق کو چھپایا جائے۔ ایک اعتراض کا جواب لکھکر دیدیا جاتا ہے۔ مگر اگلے پرچہ میں پھر وہی موجود۔ دوسری دفعہ پھر سمجھایا جاتا ہے۔ تیسری دفعہ پھر بیان کیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے آریہ مہربان ہیں سنتے تک نہیں۔ سینکڑوں دفعہ جواب دو مگر اعتراض وہیں کا وہیں۔ کیا اسی طرح مذہبی جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یا حق کو پرکھا جاتا ہے۔ بات تو تب ہو۔ کہ جو جواب ہماشہ پر غور کیا جائے۔ اس کے حسن اور سقم پر بحث ہو۔ اور ایک ہی بات کو بار بار نہ رٹا جائے۔ اور اس قسم کی تحریرات کے بعد دریدہ بیانی کو کسیقدر الگ کر کے رکھدیا جائے۔ یہ مدنظر نہ ہو۔ کہ اولیاء اللہ کو گالیاں دیے بغیر نہیں رہنا بلکہ تحقیق کی غرض ہو اور حق کی طلب +

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ چونکہ آرین صاحبان نے اس نصیحت کو ماننا ہے۔ اور نہ ان کو سنانے سے کچھ فائدہ ہے۔ اس لئے میں اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جہاں پنڈت دیانند اور اُن کے پیروؤں نے اسلام پر اور سینکڑوں حملے کئے ہیں۔ وہاں ایک حملہ جہاد کا بھی ہے۔ بار ہا ہی اسکا جواب دیا گیا ہے۔ اور بیسیوں دفعہ سمجھایا گیا ہے۔ مگر مقابل میں دل ہو۔ تو اسپر بات اثر بھی کرے۔ جس پرچہ کو دیکھو یہی نظر آئیگا۔ کہ مسلمان ایک خونریز قوم ہے۔ ان کے پیغمبر (فداہ ابی و امی) نے اپنے مخالفین سے بڑی بڑی لڑائیاں کیں۔ اور یہ ہمیشہ جہاد کرتے رہے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں لوٹ

مار کے خیالات جمے رہتے ہیں۔ اور انکی ترقی ہوئی ہی جہاد سے ہے۔ وہ یہ مذہب تھا ہی کیا نکلتے ہی تباہ ہو جاتا گویا کہ اسلام جب شروع ہوا ہے تو ایک جنگی فوج سے شروع ہوا ہے۔ کہ جس نے یکلخت دنیا میں چاروں طرف حملہ کر دیا۔ یا یہ کہ اسلام کا بانی ایک بڑا زبردست بادشاہ تھا کہ جس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوج تھی جس کے دعوی کرتے ہی کروڑوں آدمیوں نے اسکی بیعت کر لی۔ ان نادانوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ آنحضرت (فداہ ابی و امی) کے ساتھ تیرہ برس تک مکہ والوں نے کیا سلوک کیا۔ اور کس شکل سے آپ کے پیرواں گزارہ کرتے تھے۔ پھر جس مذہب نے اس حالت میں ترقی کی کہ اس کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے۔ جو ہر وقت اس کے تباہ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ کیا وہ مذہب جہاد سے پھیلا ہوا مذہب قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر اسوقت مجھے اس سے بحث نہیں۔ کیونکہ اس کا جواب کئی دفعہ دیا جا چکا ہے۔ اس موقعہ پر میں آریہ صاحبان سے انہیں کی الہامی کتب وید سے ایک منتر لکھکر دریافت کرتا ہوں کہ کیا اسلامی جہاد زیادہ خطرناک ہے یا کہ رگوید اھیا سلت انو کا وا سکت منترا کا واقعہ جنمیں اندر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکی جو جہاد سے خوش ہوتا ہے۔ ہوگ لگا کر پوجا کرو جس نے راجہوان کے ساتھ کرشنا کی حاملہ استریوں کو قتل کیا ہم رکشا کے خواہشمند انکو جو نعمتوں کا دینے والا ہے۔ اور جس کے ہمراہ ماروت ہیں اور جو خنجر کو داہنے ہاتھ میں دھارن کرتا ہو بلاتے ہیں تاکہ ہمارا مددگار ہو۔ جس وید کی یہ تعلیم ہو کہ جوان بچہ اور بوڑھے مرد اور عورتیں تو الگ دشمن کی حاملہ عورتیں تک قتل کر دی جائیں۔ کیا اس کے پیرو اسلام کی کسی لڑائی پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ راجہ ابھیوان کے ساتھ ملکر اس کے دشمن کرشنا کو جو کہ ہندوستان کے اصل باشندوں میں سے تھا۔ اور سیاہ فام

قوم میں سے تھا جس کے ساتھ راجہ سہجپال کی جنگ رہتی تھی۔ اندر کا نہ صرف کرشن کو قتل کر دینا بلکہ انکی حاملہ عورتوں تک کو قتل کر دینا کس انصاف کے ماتحت تھا۔ کیا آریہ صاحبان اپنے ویدوں میں اس قسم کے منتر پڑھکر پھر بھی مسلمانوں کے دفعیہ جنگوں پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ اس منتر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس منتر کا پڑھنے والا رشی جس پر وید نازل ہوا ہے۔ یا جس نے وید کو بنایا ہے۔ اس فعل کو یاد دلا کر اندر کو بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تو اگر ہمارا مددگار ہو جس سے اسکی صاف خواہش معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اس فعل کو دوبارہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور اندر سے درخواست کرتا ہے۔ کہ تو ہماری بھی مدد کرتا۔ کہ راجہ سہجپال کی طرح ہم بھی اپنے دشمنوں پر حملہ کر کے انکو قتل کر دیں۔ اور نہ صرف انکے جنگی جوانوں کو ہی قتل کر دیں۔ اور ایسی خونریزی ہو کہ حاملہ عورتیں تک بھی ماری جائیں۔ تاکہ آئندہ نسل کا بھی انقطاع ہو جائے تاکہ ہمارے برخلاف بولنے والا کوئی نہ رہے۔

اب میں آریہ صاحبان سے پوچھتا ہوں۔ کہ یہ جہاد زیادہ سخت ہے۔ یا اسلامی جہاد چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ میں امید کرتا ہوں کہ آریہ صاحبان اس قسم کے منتروں کو پہلے حل کر کے پھر کبھی جہاد پر اعتراض کرنیکی جرأت کرینگے۔ ورنہ بزرگان دین پر اعتراض کرنے سے کیا فائدہ صلح سے کام لو۔ اور فساد کے خیالات کو جانے دو۔ اور گورنمنٹ اور رعایا دونوں کے درمیان نیک تعلقات پیدا کرنیکی کوشش کرو۔ تو مذہب کا فیصلہ خدا خود کر دیگا۔ سچائی چھپی نہیں رہتی۔ اور جھوٹ کی پردہ دری ضرور ہوتی ہے۔ خدا اپنے دین کی مدد آپ کریگا۔ گالیوں سے خدا تعالےٰ کو کیا مدد ملسکتی ہے۔ الٹا دنیا میں فساد پڑ جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کے لئے بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ صلح کو دنیا میں قائم کرو۔ تاکہ خدا بھی تم سے صلح کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام گناہوں کا بیخ کن ہے

آج اتفاق سے جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ آریہ مسافر جالندھر میری نظر سے گزرا۔ جسکے صفحہ ۶۵ میں ایک نامہ نگار کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکی سرخی اسلام اور گناہ ہے۔ اس مضمون میں نامہ نگار نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام گناہ کرنیکی تعلیم دیتا ہے۔ اور جو شخص کہ مسلمان ہو۔ وہ بغیر گناہ کئے کے مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ مگر نامہ نگار صاحب کی تحریر کو دیکھ کر صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اسلام گناہ کرنے سے روکتا ہے۔ مگر بیچاری تعصب کی وجہ سے وہ شیریں کلام جو بالکل صاف اور سیدھا اور عین فطرت انسانی کے مطابق تھا۔ انکو کڑوا لگنے لگ پڑا ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی اپنے مضمون کے ابتداء میں لکھتے ہیں۔ "بادی النظر میں تو اسلام گناہ جائز قرار نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کے کرنیکی کسی مومن کو ترغیب اور تحریص کرتا ہے۔ لیکن اگر اسلام کی کتب کا معائنہ کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں گناہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر ایک مومن اس کے بغیر مومن کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ یعنی مومن وہ شخص کہلاتا ہے۔ کہ جو احکام اسلام کا اقرار باللسان کرتا ہو اور تصدیق قلب سے اقرار نہ کرتا ہو۔ ایسا مومن وارث بہشت ہوگا۔ وہ جو عقائد اسلامیہ کا اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کرتا ہے۔" اب اس عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ مضمون نویس صاحب اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام بادی النظر میں گناہ سے روکتا ہے۔ لیکن ہم نامہ نگار سے صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں۔ کہ بادی النظر میں تو خود آپ بھی اس امر کو مانتے ہیں۔ کہ اسلام گناہ سے روکتا ہی

لیکن ایک امر جو کہ باطنی تہا۔ اور جسکو وہ لوگ بھی آجتک نہ سمجھ سکے جنکی عمریں اسلامی کتب کے پڑہنے پڑہانے میں گذر گئیں۔ اور جنہوں نے اسلام کی تعلیم کی تہ تک پہنچنے کے لئے بیحد کوششیں کیں۔ اور وہ پہنچ بھی گئے۔ تو آج آپ جیسا شخص جو کہ بالکل اسلامی تعلیم سے بے بہرہ اور محض لاابلد ہے۔ اور جسکو اسلامی کتب کے سمجھنے کا ذرہ بھی مس نہیں۔ اور نہ وہ اس کی زبان سے واقفیت رکھتا ہے۔ اگر اس کے ایک باطنی امر پر اعتراض کرے۔ تو کسقدر تعجب کی بات ہے اور عقلمندوں کے نزدیک ایسے آدمی کی تحریر کس پایہ اور کس درجہ کی سمجھی اور کس وقعت کی نظر سے دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ مضمون ایک ایسا لغو اور بیہودہ مضمون ہے۔ جس کے جواب دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ہر ایک آدمی جسنے اسلامی تعلیم کا تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہے وہ خوب جان سکتا ہے۔ کہ یہ مضمون کسقدر سچائی اور انصاف اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا کوئی ناواقف شخص اس مضمون سے دہوکہ نہ کہا جاوے (کیونکہ آریوں کے اکثر کیا تمام کے تمام مضامین ہی ایسے ہوتے ہیں جو کہ محض ناواقف لوگوں کو دہوکہ میں ڈالنے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ باتیں بھی اسلام کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں جنکا اسلامی تعلیم میں شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا جیسا کہ خود نامہ نگار کی فطرت بھی اس بات کو مانتی ہے۔ اسلام کے ساتھ لفظ گناہ کا پڑھنا ہی مجھے تو تعجب آتا ہے۔ اور ہر ایک انصاف پسند اور ذی عقل آدمی کو واقعی تعجب آنا چاہئے۔

کہ جس کتاب کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ یعنی یہ کتاب ہم نے اسواسطے نازل کی ہے۔ کہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظلمت سے نکالکر نور یعنی

عزیز عبید خدا کے راستہ کی طرف سے جاوے اور جس کے تعلیم لانے والے یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وقلبی) کی نسبت فرمایا گیا ہو لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین یعنے اللہ تعالٰے نے مومنوں پر احسان کیا ہے۔ کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو انپر اسکی تعلیم کو پڑہتا اور پھر انکو پاک کرتا۔ اور انکو کتاب اور حکمت کی باتیں۔ جو کسی طرح بھی انکی ہلاکت کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی انکو کرتے ہوئے وہ کسی کے سامنے شرمندہ ہو سکتے ہیں۔ سکھاتا ہے۔ اور تحقیق وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ سبحان اللہ کیا پاک رسول ہے۔ خود کس قدر پاکیزگی کا نمونہ دکھایا۔ اور پھر اپنی قوت قدسی سے ایک جہان کو پاک کرکے اس دنیا سے رخصت ہوا کیا ایسا شخص جسکی نسبت دشمن بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جسوقت وہ دنیا میں ظاہر ہوا تمام دنیا میں کفر اور ظلمت کا گھٹا ٹوپ بادل چھایا ہوا تھا۔ اور جسوقت وہ دنیا سے گیا۔ اسوقت ایک ایسی جماعت پیدا کر کے گیا جنکا دل خدائی نور سے منور تھا۔ اور پھر اس جماعت نے اس نور کو اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ سورج کی طرح اس نور کو تمام دنیا میں پھیلایا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب طرح طرح کے گندوں میں مبتلا تھا۔ جن میں سے انکو نکالنا سوائے ایک حد درجہ کے پاک انسان کے کسی کا کام نہیں ہو سکتا اگر ان تمام گندوں کا جن میں وہ مبتلا تھے یہاں ذکر کیا جاوے تو میرے خیال میں وہ خود ایک مستقل مضمون بن جاتا ہے۔ جس کا ذکر بوجہ خوف طوالت مضمون یہاں چھوڑا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک بدیہی امر ہے جسکا انکار اگر کوئی کور باطن اور حد درجہ کا متعصب

اور تاریخ سے محض ناواقف انسان کرے تو کرے ورنہ ایک انصاف پسند تاریخ سے واقفیت رکھنے والا انسان کبھی نہیں کریگا۔ تو پھر ایسے شخص کی تعلیم کی نسبت یہ کہنا کہ وہ گناہ کرنے پر انسانوں کو مجبور کرتی ہے ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کا دل دکھانا نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر کیا ایسی کتاب کی طرف گناہ کی تعلیم منسوب ہو سکتی ہے جس کے پیرو کاروں کو یہ سکھایا گیا ہو کہ وہ دن میں پانچ دفعہ خدا کے حضور یہ دعا مانگا کریں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین کہ یا الٰہی تو ہم کو ہمیشہ اسی رستہ پر چلاتا رہو جس پر چل کر ہم تجھکو پا سکیں یعنی ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کئے اور ان بد بختوں کی راہ سے ہم کو بچائے جو اپنے گناہوں کے سبب سے تیرے غضب کے مورد ہوئے اور جو تیری راہ سے دور جا پڑے ہیں۔ پھر جس کتاب کی نسبت فرمایا ہو کہ لا یمسہ الا المطھرون یعنی اس کے حقایق کو وہی انسان سمجھ سکتا ہے جو اپنے اندر پاکیزگی پیدا کرے اور جس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہو کہ ان اللہ یحب المطھرین کہ اللہ تعالےٰ صرف پاکوں سے ہی محبت کرتا ہے۔ اور پھر جو یہ بتاوے کہ قد افلح من زکیھا وقد خاب من دسٰھا یعنی جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسکو گناہوں میں دبا ڈالا وہ خائب اور خاسر رہا اور جو اپنے متبعین کو یہ ارشاد کرے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ یعنی تم ایک بہترین امت ہو جو دنیا میں اس واسطے نکالی گئی ہو تاکہ تم لوگوں کو معروف باتوں کا حکم کرو اور بے حیائی کی باتوں سے روکو اور خود بھی اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر کتنی بار یہ حکم ہے کہ امنوا وعملوا الصالحات یعنی ایمان لاؤ اور عمل نیک کرو اور جسمیں گنہگاروں کو طرح طرح کے

عذاب سے ڈرایا گیا ہو۔ اور نیکوں کو طرح طرح کے انعامات کا وعدہ دیا گیا ہو۔ اور جیسیں کہا ہو۔ پھر کہا افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن اما الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت فلھم جنٰت الماوٰی نزلاً بما کانوا یعملون واما الذین فسقوا فماوٰھم النار یعنے کیا وہ شخص جو مومن ہو اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے۔ جو فاسق ہو۔ یہ دونو ہرگز برابر نہیں ہو سکتے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لاتے انکے لئے جنت ٹھکانا ہے۔ یہ مہمانی ہے۔ بدلہ اسکے جو وہ کرتے ہیں۔ اور لیکن وہ لوگ جو فاسق بنتے ہیں۔ انکا ٹھکانا آگ ہے۔ اور جس کے رسول کی نسبت یہ فرمایا گیا ہو۔ یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم یعنی اے مومنو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو مان لو۔ جبکہ وہ تمکو بلاتا ہے۔ تاکہ تم کو گناہوں سے پاک کر اور تمہاری مردہ روحوں میں جان ڈالے اور پھر جسکا خدا یہ کہتا ہو۔ کہ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور والذین کفروا اولیٰئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت و اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون یعنی اللہ دوست ہے۔ ان لوگوں کا جو مومن ہیں۔ انکو وہ ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے دوست سرکش روحیں ہیں۔ جو انکو نور سے ظلمت کی طرف نکال کر لے جاتی رہتی ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں۔ اور اسمیں رہنے والے ہیں۔ اور پھر جو ڈنکے کی چوٹ یہ حکم دیتا ہے۔ لا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون یعنی تم شیطان کی پیروی مت کرو تحقیق وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ اور وہ تحقیق تمکو حکم کرتا ہے۔ فحش اور بری باتوں کا اور یہ کہ کہو خدا پر جو تم نہیں جانتے اور پھر فرمایا اقیموا الصلوٰۃ اور صاحبہ

ہی یہ بھی فرمایا ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز فحش اور بےحیائی کی تمام باتوں سے روکتی ہے۔ بغرضکہ میں کہاں تک لکھتا جاؤں تمام قرآن شریف اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔ مگر افسوس کہ مخالفین کو تعصب نے اسقدر اندھا کر رکھا ہے۔ کہ باوجود آنکھیں رکھنے کے بھی نہیں دیکھتے ہو اور باوجود کان رکھنے کے بھی نہیں سنتے اللہ تعالےٰ ان کی حالت پر رحم کرے۔

تعجب ہے۔ کہ جس پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثوں پر نامہ نگار نے اپنی نافہمی یا دھوکہ دہی کی خاطر اعتراض کیا ہے۔ وہ تو اپنی پاک حدیثوں میں یہ فرماتا ہے۔ کہ تم سب کان دھر کر سن لو کہ ان اللہ طیب لا یقبل اللہ الا طیباً اللہ تعالےٰ پاک ہے اس کے حضور کسی شخص کے اعمال قبولیت نہیں پا سکتے جبتک کہ پاکیزہ نہ ہوں۔ مگر ان لوگوں کو ان صریح باتوں سے کیا غرض جنکی منشا ہی محض دوسروں کا دل دکھانا اور عوام کو دھوکہ میں ڈالنا ہو۔

اب میں ان حدیثوں کو لیتا ہوں جنپر نامہ نگار نے اعتراض کیا ہے اور جس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زنا اور چوری کی تعلیم دیتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اس شخص کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اسقدر دلیرانہ وار بہتان اسلام پر باندھ رہا ہے۔ او کم عقل کیا تونے اسلام کے اس حکم کو نہیں پڑھا۔ کہ لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا یعنی زنا کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ ایک بہت ہی فحش اور بری راہ ہے۔ اور پھر کیا تو بتا سکتا ہے۔ کہ کیا اسلام سے بڑھکر دنیا میں کسی مذہب نے اس بدذاتی کو دنیا سے اٹھانے کی کوشش کی ہے چنانچہ اگر اسکا مرتکب شادی شدہ ہو تو اسکو رجم کرنیکا حکم دیا ہے اور جو شادی شدہ نہ ہو۔ اس کیلئے سو

کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ و الیوم الاخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین یعنی زانی عورت اور زانی مرد ان ہر ایک کو سو سو کوڑا مارو اور تم کو ان دونوں کے لئے اللہ کے اس حکم میں کوئی نرمی نہ پکڑے اگر تم اللہ اور یوم الآخر پر ایمان رکھتے ہو۔ اب دیکھئے کہ کس قدر سخت حکم ہے۔ فرمایا کہ اگر تم کو یہ یقین ہے کہ اللہ موجود ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی علم ہے۔ کہ وہ مالک یوم الدین ہے اور کوئی آخرت کا دن آویگا جس میں جزا اور سزا دی جاویگی۔ تو یاد رکھو کہ اگر تم انکو یہ سزا نہ دوگے اور انکے ساتھ نرمی کروگے۔ تو تم اس دن پوچھے جاؤگے۔ اور پھر اس پر بھی مومنوں کو عبرت دلانے کے لئے فرما دیا۔ کہ مومنوں کا ایک گروہ انکی سزا کے وقت حاضر ہوا کرے اور دوسرے ان کو سزا گاہ میں موجود ہونیکا حکم دینے سے یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ اس بدذاتی کے ارتکاب سے لوگ بچتے رہینگے۔ کیونکہ انسان کی فطرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ کسی کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اسکا پردہ فاش کیا جاوے یہ حکم تو ان لوگوں کی نسبت ہے۔ جنکی شادی ابھی نہیں ہوئی۔ مگر ان لوگوں کا حکم جو شادی شدہ ہیں۔ اس پاک انسان یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں موجود ہے۔ جنکی کلام پاک پر ان معترض نے اعتراض کیا ہے۔ آنحضور نے فرمایا ہے۔ لا یحل دم الذی مسلم الا باحدی ثلاث۔ یعنی مسلمان آدمی کا خون کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ مگر ہاں جب وہ تین امروں میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو جاوے۔ ان امور میں سے سب سے پہلا امر یہ کہا ہے۔ کہ الثیب الزانی یعنی وہ آدمی جو شادی شدہ ہو۔ اور پھر وہ زنا کرے تو ضرور اسکو مار دو کیا اگر اس زریں اصول پر عمل کیا جاوے۔ تو دنیا میں کہیں زنا بھی نظر آ سکتا ہے۔

ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر اس پاک کتاب نے تو ایسے اصول باندھے ہیں جن پر
عمل کیا جاوے تو اس فعل کا ارتکاب ہونا ہی مشکل ہو جاتا چنانچہ فرمایا ہے۔ قل للمؤمنین
یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ان اللہ خبیر
بما یصنعون وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن
یعنی کہہ دے مومنوں کو کہ اپنی آنکھوں کو نیچے رکھا کریں۔ اور اپنے فرجوں کی حفاظت
کریں۔ یہ بہت ہی پاکیزہ بات ہے۔ انکے لئے تحقیق اللہ تعالیٰ خبردار ہے ساتھ
اس کے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں کو بھی کہہ دے۔ کہ وہ بھی اپنی آنکھیں
کو نیچا رکھا کریں۔ اور اپنے فرجوں کی حفاظت کیا کریں کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔
کہ اس اصول پر کاربند ہونے سے اس بدذاتی کا نام و نشان بھی باقی رہ سکتا ہے۔
تو جواب یقیناً یہی ہوگا ہرگز نہیں۔ نامہ نگار صاحب اور نہیں تو کم از کم قرآن شریف کی اگر
اس ایک آیت کو پڑھ لیتے۔ تو میرے خیال میں ایسا لغو اعتراض پیش کرنے کی
کبھی بھی جرأت نہ ہوتی۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ قد افلح المؤمنون
الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین
ھم للزکوۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حٰفظون الا علی ازواجھم او ما ملکت
ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون
تحقیق وہ مومن فلاح پاوینگے جن میں اور صفات کے علاوہ یہ بھی ایک صفت
ہوگی کہ وہ اپنے فرجوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں اور سوائے اپنی بیویوں اور
لونڈیوں کے اور کسی کی طرف نہیں دیکھتے۔ اور جو کوئی ان کے سوائے کسی اور کا
قصد کرے وہ حد سے بڑھنے والا ہے۔ اور فرمایا کہ ان اللہ لا یحب المعتدین
حد سے بڑھنے والوں سے اللہ تعالے محبت نہیں کرتا۔
ایسے ایسے صریح احکام کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہ کہے۔ کہ اسلام

زنا کو جائز قرار دیتا ہے۔ تو ناظرین خود ہی رائے لگا سکتے ہیں۔ کہ کیا ایسا آدمی
تعصب سے خالی اور عقلمند سمجھا جا سکتا ہے۔ اب میں اس حدیث کے معنی
کرتا ہوں جسکی بنا پر نادان معترض نے نہایت ہی کم فہمی اور کم سمجھی سے
اسلام پر زنا اور چوری جیسا بدنما دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے
جو ابوذر رضی اللہ تعالٰے سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وھو نائم علیہ ثوب ابیض ثم اتیتہ فاذا ھو نائم ثم اتیتہ وقد استیقظ فجلست الیہ
فقال ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذالک الا دخل الجنۃ قلت و
ان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت وان زنی وان سرق قال
وان زنی وان سرق ثلاثا الخ معنی اس حدیث کے یہ ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس حالت میں کہ آپ
سوئے ہوئے تھے۔ آپ پر سفید کپڑا تھا۔ پھر میں آیا پس اس وقت بھی آپ سوئے ہوئے
تھے پھر میں آیا۔ تو آپ اسوقت بیدار تھے۔ پس میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور آپ
نے فرمایا کہ ایسا کوئی آدمی نہیں جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور پھر مرتے دم تک اسی پر
قائم رہے۔ اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہو یعنی ضرور داخل ہوگا۔ میں نے (ابوذر
رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ اگر وہ زنا کر چکا ہو۔ اور چوری کر چکا ہو تو آپ نے فرمایا۔ کہ
ہاں اگرچہ چوری اور زنا کر چکا ہو۔ پھر اسی بات کو تین دفعہ دہرایا گیا۔ یہ ایک ایسی
صاف اور سیدہی حدیث ہے۔ جسمیں اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں۔
کہ زنا اور چوری اسلام میں جائز ہے۔ مگر نادان معترض نے محض مسلمانوں
کا دل دکہانے کے لئے اپنی بدباطنی کی وجہ سے اس کے الٹ پلٹ معنی
کر کے اعتراض جڑ دیا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے معنی کرتے ہیں۔ پس (نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم) فرمانے لگے۔ کہ جو کوئی کہے لا الٰہ الا اللہ اور اوسپر قائم رہ کر

مرے وہ بہشت میں داخل ہوگا یہاں تک تو آپ سیدھی طرح معنی کرتے چلے گئے ہیں۔ مگر آگے جاکر یہ حاشیہ یعنی صرف زبان کے اقرار سے بدون اعمال نیک کے معترض نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ جبکہ حدیث کے لفظوں میں نام ونشان تک بھی نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ثم مات کے لفظ کو سمجھنے میں دہوکہ کھایا ہے۔ اور عربی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے اس کے معنے یہ کر دیئے ہیں۔ کہ ادھر لا الٰہ الا اللہ کہے اور ادھر اسکی جان نکل جاوے۔ میں حیران ہوں کہ جس زبان کے سمجھنے کا ذرا بھی مس نہ ہو۔ اسپر اعتراض کرنیکی جرأت کس طرح ہو سکتی ہے مگر جب ہم غور کر کے دیکھتے ہیں۔ تو صاف پتہ لگتا ہے کہ اسکی وجہ صرف عربی زبان سے ناواقفی ہی نہیں۔ بلکہ وید ہ ودانستہ مسلمانوں کا دل دکھایا گیا ہے۔ کیونکہ خود معترض صاحب اس کے معنی کرتے ہیں۔ کہ جو کوئی لا الٰہ الا اللہ پر قائم رہ کر مرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ پھر جب وہ اس کلمہ طیبہ پر قائم رہکر مریگا تو پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہی مرجاوے۔ حالانکہ وہاں تو اسپر قائم رہنے کی شرط لگی ہوئی ہے۔ اور قائم وہی رہیگا۔ جو اس قول کے کہنے کے بعد زندہ بھی رہے۔ اور پھر ثم کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس کلمہ طیبہ کے کہنے کے بعد وہ اسپر کاربند بھی رہے۔ کیونکہ ثم کا لفظ عربی زبان میں تعقیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔ یعنی اس مطلب کے اظہار کے لئے کہ ثم کے ماقبل کے وقوعہ کے بعد فوراً ہی اس کے مابعد کا وقوع نہیں ہو جاویگا۔ بلکہ کچھ دیر کے بعد اس کے مابعد کا وقوع ہوگا۔ پس اس حدیث سے تو صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ اس کلمہ طیبہ کے کہنے والا ضرور ہے۔ کہ اسپر کاربند بھی رہا ہو جیسا کہ مات علیٰ ذالک بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ اور ایک اور حدیث سے بھی صاف پتہ لگتا ہے۔ عن سفیان بن عبد اللہ

الثقفی قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسأل عنہ احدا بعدک قال قل اٰمنت باللہ ثم استقم سفیان بن عبد اللہ ثقفیؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بتایئے جسکی نسبت میں آپ کے بعد پھر کسی اور سے نہ پوچھوں تو آپ نے فرمایا۔ کہ کہو میں ایمان لایا اللہ پر پھر اسپر استقامت کر۔ اسی طرح قرآن شریف میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الخ۔ یعنی تحقیق وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور پھر اسپر استقامت کرتے ہیں۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

مگر ہم اس امر کو بھی مان لیتے ہیں۔ کہ کسی نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اور اسکو اعمال کرنیکی توفیق ہی نہیں ملی۔ اور اسکو موت آگئی تو پھر بھی وہ نجات پا جائیگا اور اسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کے اگر معنوں پر غور کیا جاوے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پاک تعلیم پر ایمان لانیوالا ضرور ہے۔ کہ نجات پا جاوے۔ چنانچہ اس کلمہ طیبہ میں۔ دو ہی قابل غور ہیں اول لا الٰہ پھر الا اللہ۔ لا الٰہ کے معنے تو یہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں یعنی کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جسکی فرمانبرداری کی جاوے گویا اس کلمہ میں تو صاف فرما دیا۔ کہ مسلمان وہ ہوتا ہے۔ جو یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ میں کسی کی بھی فرمانبرداری نہیں کروں گا۔ اب جائے غور ہے۔ کہ سب سے بڑھکر انسان کو بدیوں کی طرف لیجانے والا نفس امارہ اور شیطان ہے۔ اور بدیوں کے کرنے کا وہی اسکو حکم دیتا ہو تو جب ہم اس کلمہ میں اقرار کر چکے ہیں۔ کہ ہم تو کسی کی بات کو نہیں مانینگے۔ تو اس حکم کا کہا جو برائی کا حکم دیتا ہے۔ ہم کسطرح مان سکتے ہیں۔ تو گویا تمام برائیوں سے بچنے کے لئے تو یہ کلمہ ہی کافی ہے۔ پھر آگے اس کے وہ اقرار کرتا ہے

کلا اللہ یعنی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں کروں گا۔ مگر اللہ کی یعنی اس ذات کی جو
تمام صفات حمیدہ سے متصف اور تمام برائیوں سے منزہ ہے۔ اب آپ سمجھ سکتے
ہیں۔ کہ جو ذات کہ خود تمام برائیوں سے منزہ ہو کسطرح دوسروں کو برائیوں کا
حکم دے سکتی ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے۔ جسکو ہم دنیا میں بھی ہر روز مشاہدہ
کرتے ہیں۔ کہ وہ انسان جو خود پاک ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھی پاکیزگی کا ہی
حکم دیتے ہیں۔ اسی واسطے ہر مذہب اور ملت میں اپنے آپکو نیک بنانیکے لئے یہ
سب سے اعلیٰ نسخہ سمجھا گیا ہے۔ کہ نیک آدمیوں کی صحبت میں زیادہ بیٹھا جاوے
توبس جب انسان اس بات پر سچے دل سے ایمان لاتا ہے۔ کہ میرا خدا تمام برائیوں
سے منزہ اور تمام صفات حمیدہ سے متصف ہے۔ تو اسکے ملنے کے لئے
ضروری ہے۔ کہ خود بھی اپنے آپ کو ایسا بنانیکی کوشش میں لگا رہے۔
اور جن باتوں کے کرنے کا اسنے حکم دیا ہے۔ انکو کرے اور جن باتوں سے
روکا ہے۔ ان سے رکے جیسا کہ خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فمن کان
یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ یعنی وہ شخص
جو اپنے رب کو ملنا چاہتا ہے۔ بس اسکو چاہیئے کہ وہ نیک عمل بجا لائے اور
اپنے رب کی فرمانبرداری میں کسی کو شریک نہ کرے تو بس لا الہ کا اقرار انسان
کو تمام گناہوں سے روکنا اور الا اللہ کا اقرار تمام نیکیوں کے حصول کا ذریعہ
ہے۔ اسواسطے تمام اولیا اللہ نے بالاتفاق اس بات کو لکھا ہے۔ کہ
اگر اس کلمہ طیبہ کا بہت ورد کیا جاوے۔ تو وہ تمام حجاب جو انسان اور خدا
کے درمیان ہوتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ دور ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسری طرف ہم دیکھتے
ہیں کہ اللہ کا لفظ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ اور باقی تمام اسماء جو خدا تعالیٰ
کے لئے آتے ہیں۔ وہ سب صفاتی نام ہیں۔ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ

گویا اللہ تعالیٰ کے تمام صفات پر ایمان لاتا ہے۔ تو ان تمام صفات میں شدید العقاب اور مالک یوم الدین بھی خدا تعالیٰ کی صفات ہیں۔ تو جب انسان اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے۔ کہ میرا خدا گناہ کرنے پر سخت سزا دینے والا اور جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ تو گویا جب انسان اس کلمہ کو مانتا اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ تو گویا وہ ان تمام گناہوں سے جو اس سے سرزد ہوئے ہوتے ہیں توبہ کرتا اور اقرار کرتا ہے۔ کہ یا الٰہی اب میں سوائے تیرے اور کسی کی فرمانبرداری نہیں کرونگا اور کسی کی نہیں۔ تو پھر اگر اسکو موت آجاوے۔ تو کیا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ضرور ہوگا۔ کیونکہ موت تو اس کے اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ تو اب سچے دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کر چکا۔ اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر چکا ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور اس پر قائم رہ کر نیک اعمال بجا لاتا باقی رہا یہ کہنا کہ اسطرح پر انسان مرنے کے بعد لا الٰہ الا اللہ کہکر خواہ کتنے ہی گناہ کر چکا ہو۔ نجات پا سکتا ہے۔ تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ دہوکہ تو ۔ انسان کو دے سکتا ہے جو اس کے اندرونی حالات سے ناواقف ہو۔ مگر وہ جو علیم بذات الصدور خدا ہے۔ وہ کیا ایسا دہوکہ کہا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ چنانچہ یہی معنے ہیں اس حدیث کے جسمیں فرمایا ہے۔ کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار کے اگر کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا تو پھر اور کونسا امر ہے جس کے ماننے سے انسان وارث جنت ہو سکتا ہے۔ فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین۔ یعنی اگر یہ سچے ہیں۔ تو پھر اسکی مثل کوئی بات تو پیش کریں۔

اسجگہ میں اس حاشیہ (یعنی صرف زبان کے اقرار سے بدون اعمال نیک کے) کی نسبت جو حدیث کے الفاظ پر اپنی طرف سے ہی بڑہایا گیا ہے۔ نامہ نگار کو اتنا جتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام ایسے آدمی کو جو صرف زبان سے ہی اقرار کرتا اور

دل سے نہ مانا ہو منافق سمجھتا اور اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین یعنی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم الآخر پر ایمان لائے لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ مومن ہی نہیں ہوئے۔ اور پھر فرمایا کہ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون یعنی کیا لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ صرف اتنی بات پر ہی چھوڑے جاوینگے۔ کہ زبان سے اتنا کہہ دیں۔ کہ ہم مومن ہیں۔ اور وہ امتحان میں نہ ڈالے جاویں۔ یعنی وہ ضرور امتحان میں ڈالے جاوینگے۔ تو جب اسلام ایسے آدمی کے ایمان کو ایمان ہی نہیں سمجھتا جو زبان سے تو اقرار کرتا ہو اور دل میں اس کے شرارت ہو۔ اور پھر ساتھ ہی یہ حکم دیتا ہے کہ اٰمنوا وعملوا الصالحات اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو ضرور وابستہ کرتا ہے۔ تو پھر اسکی تعلیم کی نسبت یہ کہنا کہ صرف زبان کے اقرار سے بدوں اعمال کئے کے عقلمندوں کے نزدیک کسقدر صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ پھر آگے چلکر نامہ نگار نے یہ معنی کئے ہیں۔ ابی ذر نے کہا کہ اگرچہ وہ زنا اور چوری کیا کرے تو بھی بہشت میں جائیگا۔ فرمایا حضرت نے زنا چوری کرکے بھی۔ مگر نامہ نگار نے ان زنی وان سرق کے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ اگرچہ وہ زنا یا چوری کرے۔ یعنی ماضی کے صیغہ کو مضارع کے معنی میں کرکے پھر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ چوری اور زنا کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔ زنا کی نسبت تو میں پہلے بحث کر چکا ہوں مگر چوری کی نسبت میں نامہ نگار صاحب کو قرآن شریف کی ایک آیت سناتا ہوں۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما یعنی چور مرد و عورت ہوں ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ کیوں صاحب دیکھا کہ اسلام نے چوری کو کیا جائز قرار دیا ہے۔ یہ تو آپ کی دینی کتب کی واقفیت کا حال ہے۔ کہ ان تمام صریح حکموں پر پانی پھیر دیا اور علمی لیاقت کا یہ حال ہے۔ کہ عربی میں ماضی

اور مضارع کے صیغوں میں بھی آپ تمیز نہیں کر سکے۔ اور پھر اعتراض کرنے میں
یہ جرأت کر لکھ دیا ہے۔ کہ ہر ایک مومن گناہ کرکے بغیر مومن کہلانے کا مستحق
نہیں ٹھہرتا۔

شاید نامہ نگار صاحب یہاں یہ اعتراض کردیں۔ کہ اِنْ کا لفظ ماضی کے
صیغہ پر داخل ہوکر مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اس لئے میں آپ کے
اس شبہ کو پہلے ہی سے دور کر چھوڑتا ہوں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ کہ اِنْ
ہر وقت ماضی کو مضارع بنا دیتا ہے۔ ہاں کبھی مضارع بھی کر دیتا ہے۔ اور
کبھی ماضی کو اسی کے معنوں میں بھی بحال رہنے دیتا ہے۔ چنانچہ مغنی جو نحو کی
اعلیٰ کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ اسمیں قطرب کا یہ قول درج ہے۔ کہ
ان جب ماضی کے صیغہ پر آتا ہے۔ تو کبھی قد کے معنے بھی دیتا ہے۔ اگر ہم چاہیں۔ تو
یہاں یہی معنے کرلیں اور معنے بھی بالکل درست بن جاتے ہیں۔ چنانچہ پھر یہ معنی ہونگے
کہ اس خیال میں کہ تحقیق وہ زنا اور چوری کر چکا ہو۔ لیکن جمہور نے اس کا خلاف کیا ہے
انہوں نے کہا ہو کہ معنی اس کے وہی رہتے ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ مضارع
کے معنی بھی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مثال حدیث میں سے دی ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں۔ ان کنت ألممت
بذنب فاستغفری یعنی اگر تو نے گناہ کر لیا ہوا ہے۔ تو بھی استغفار کرے
پھر قرآن شریف میں آیا ہے۔ ان کان قمیصہ قد من دبر۔ یہاں بھی ماضی
کے ہی معنی ہیں۔ پھر ایک شعر بھی ہم یہاں درج کر دیتے ہیں۔ أتغضب
ان اُذنا قتیبة حُزّتا۔ جهاراً ولم تغضب لقتل ابن خازم معنی کیا تو کہلا
کہلا ناراض ہوتا ہے اگر قتیبہ کے دونو کان کاٹے گئے ہیں۔ اور نہیں تو
ناراض ہوا ابن حازم کے قتل پر۔

چنانچہ دوسری حدیثیں ہمارے ان معنوں کی موید ہیں۔ قال ابو ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن الخ یعنی مومن ہونیکی حالت میں زنا اور چوری وغیرہ سرزد ہی نہیں ہو سکتیں۔ دوسری حدیث عبادۃ ابن الصامت سے مروی ہے۔ انھم بایعوہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ ان لا یسرقوا ولا یزنوا ولا یعصوا یعنی صحابہ نے نبی کریم کے ہاتھ پر تین امر دل کی بیعت کی کہ وہ کبھی نہ تو چوری کرینگے۔ اور نہ زنا اور نہ نافرمانی کرینگے۔

جب میں اس مضمون پر مزید غور کرتا ہوں تو مجھے نامہ نگار صاحب کی عقل اور دانائی پر حیرت آجاتی ہے کہ ایک معنی جو خود اہل زبان بھی جن کے سامنے یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔ نہیں سمجھ سکے۔ وہ آپ نے کسطرح کچھ لئے اگر اس حدیث کے یہی معنی ہوتے۔ جو آپ نے کئے ہیں۔ ....

.... تو حضرت دنیا میں سب سے پہلے تو وہی ان کے مرتکب ہونے۔ کیونکہ وہ لوگ تو ان گندوں کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ذرا سا بھی ان باتوں کا اشارہ پاتے تو وہ کھلم کھلا انکا ارتکاب کرتے۔ مگر وہ لوگ صرف خود ہی ان گندوں سے نہیں بچے بلکہ ایک دنیا کو انہوں نے ایسی بد ذاتیوں سے نکالا اور اب ایک دنیا انکا نام یاد کرتی ہے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے رحمتیں اور برکتیں مانگتی ہے۔

پھر اس حدیث کے بعد نامہ نگار نے ایک اور حدیث اپنے معنوں کی تائید میں پیش کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نبی کریم کو تلاش کرتے کرتے بنی نجار کے باغ میں آئے۔ اور جب وہ

آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی جوتیاں دیکر کہا اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیت من وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنۃ فکان اول من لقیت عمر یعنی یہ میری جوتیاں لے جا۔ اور جو شخص تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ گواہی دیتا ہو۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کی اور اسکا دل اس بات پر یقین کرتا ہو پس اسکو جنت کی بشارت دیدے۔ پس وہ ابوہریرہؓ کہتا ہے۔ کہ پہلا شخص جو مجھے ملا وہ حضرت عمرؓ تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ جوتیاں کیسی ہیں۔ اس نے پھر ساری بات حضرت عمرؓ کو بتلائی تو پھر انہوں نے اسکی چھاتی میں ایسا مکا مارا کہ وہ سرین کے بل گر پڑا۔ اور کہا کہ لوٹ جا۔ اے ابا ہریرہ پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ میں لوٹ کر نبی کریمؐ سے شکایت کی آپنے حضرت عمرؓ سے اسکا سبب پوچھا حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا آپ نے ابا ہریرہ کو بھیجا تھا آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت عمرؓ نے کہا۔ فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس علیہا فخلھم یعملون۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخلھم یعنی یا رسول اللہ ایسا نہ کیجئے پس میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اسپر بہروسہ کر لینگے پس انکو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں آپ نے فرمایا کہ ہاں انکو چھوڑ دو۔

اس حدیث میں اول تو نامہ نگار صاحب نے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ ابا ہریرہ نے حضرت عمر کو جب یہ بشارت دی تو انہوں نے لات ماری حالانکہ حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ معنے نکلتے ہوں۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو ابا ہریرہ کو صرف یہی تہا۔ کہ اس دیوار کے پیچھے جو آدمی ہو اسکو یہ بشارت دیدو مگر ابا ہریرہ نے تو حضرت عمر کو بتایا ہی نہیں۔ اور آگے چلا گیا۔ اسی واسطے حضرت عمرؓ اس کو مار کر واپس لوٹا دیا کیونکہ آپ سمجھ گئے تھے۔ کہ یہ حکم خاص میرے ہی

واسطے آنحضرتؐ نے یہ بات بتائی۔ ایہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے کہنے پر اس بات کے اظہار سے روکا ہے۔ تو یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ خود نبی کریمؐ نے معاذ بن جبلؓ کو یہ حدیث سنائی ہے۔ اور اسکو عام لوگوں کو سنانے سے روکا ہے۔ کیونکہ آپ خود سمجھتے تھے۔ کہ ایک آدمی قبضے میں ہو تو اور منہی ہر ایک آدمی لاکھوں کی بیتک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے معاذ بن جبل کو کہا۔ فان حق اللہ علی العباد ان یعبدو اللہ ولا یشرکوا بہ شیئاً وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ قلت یا رسول اللہ افلا ابشر الناس قال لا تبشرھم فیتکلوا یعنی نبی کریمؐ نے کہا۔ کہ اللہ تعالی کے حق بندوں پر یہ ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالی کی ہی فرمانبرداری کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔ اور بندوں کے حق اللہ پر یہ ہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کو سزا نہ دیوے جو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو بشارت نہ دوں۔ فرمایا انکو بشارت نہ دو۔ کیونکہ وہ اسپر توکل کر بیٹھیں گے

جب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اگر کہہ دیا تو کونسا حرج ہو گیا۔ اگر آپ نے دوسرے کے منہ سے اپنی ہی ہوئی حق بات کو مان لیا۔

میرے خیال میں جو کچھ میں نے لکھا ہے ایک عقلمند اور تعصب سے خالی انسان کے لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ اگلے پرچہ میں آپکی اگلی حدیثوں پر بھی بحث کی جاویگی۔ جو آپ نے استغفار کے متعلق پیش کی ہیں ✦

خاکسار

شیخ عبدالرحمن۔ قادیان

بت پرستی کے نتائج

کیا پاک ہے وہ تعلیم جو قرآن شریف نے ہمکو دی ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون - یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتا - تو ضرور فساد پڑ جاتا اور امن قائم نہ رہ سکتا پس پاک ہے اللہ جو رب ہے عرش کا ان مشرکانہ باتوں سے جو کہ بت پرست لوگ اسکی طرف منسوب کرتے ہیں -

چنانچہ ذیل کا واقعہ جو ابھی ہوا ہے - اسکا شاہد ہے - پایونیر کے گیارہ تاریخ کے پرچہ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے - کہ ایک شہر میں دو بت تھے - اور دونوں کے معتقدوں کی ایک جماعت تھی - جو اپنے اپنے بت کو مانتی تھی - ایک موقعہ پر ایک بت کے معتقدین نے اپنے بت کا جلوس نکالنے کا ارادہ کیا - مگر دوسرے بت کے ماننے والوں نے انکو روکا کہ تم اپنے حدود سے باہر نہ آؤ - اور اس بت کو اپنے ہی علاقہ میں پھراؤ - ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا - کیونکہ انہوں نے بتایا کہ اگر دو بت ایک ہی جگہ اکٹھے ہو جائیں - تو اس شہر میں آئندہ نسل بند ہو جاتی ہے اور گائیں دودھ دینا چھوڑ دیتی ہیں -

دوسرے گروہ کا یہ اعتقاد نہ تھا - اور اسکے ماننے کیلئے تیار نہ تھے - چنانچہ انہوں نے اس بات کے ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو اپنے بت کو ضرور سارے شہر میں پھرائینگے - جس پر جھگڑا اس حد تک بڑھا کہ نوبت کچہری تک پہنچی مجسٹریٹ نے فیصلہ دیا کہ ہر ایک بت اپنے علاقہ سے باہر نہ نکلے - کیونکہ اسمیں امن معلوم ہوتا ہے - عدالت بالا میں اپیل ہوئی مگر وہاں بھی یہی فیصلہ بحال رہا کہ ایک بت دوسرے بت کے علاقہ میں نہ جائے - مگر چیف کورٹ میں اپیل کرنے میں جہاں عدالت نے فیصلہ دیا کہ ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ کیوں دو بت شہر کی

سڑکوں پر نہ پھرے۔ کیونکہ سڑکیں پبلک ہیں اور جو چیز کل پبلک کی ہو اُس سے ہر ایک فرد بشر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور چونکہ یہ بت بھی پبلک میں ہی داخل ہیں۔ اسلئے انکو ہم کوئی خصوصیت نہیں دے سکتے جیسے اور لوگ پھرتے ہیں یہ بھی پھریں۔ مگر فریق ثانی نے ولایت میں پریوی کونسل میں اس فیصلہ کی اپیل کی گر وہاں بھی ججان عدالت عالیہ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ اور کہا کہ سرکاری سڑکوں پر جیسے زید بکر عمر کو پھرنیکا اختیار ہے۔ ویسے ہی خدا کو ہے۔ ہم انکو روک نہیں سکتے۔ مگر اس فیصلہ پر بھی طرف ثانی خوش نہ ہوئی۔ اور ارادہ کیا کہ پریوی کونسل میں نظرثانی کرائی جائے۔ مگر خوش قسمتی سے ججوں نے اجازت نہ دی ورنہ کئی ہزار روپیہ اور برباد کیا جاتا۔

اگر یہ واقعہ سچا ہے۔ اور صرف اپریل فول ہی نہیں تو واقعی تعجب انگیز ہے۔

کفارہ

اس مضمون پر جناب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر قادیان نے ایک مختصر سا ٹریکٹ لکھا ہے جسمیں کہ نہایت خوبی اور عمدگی سے مسئلہ کفارہ کا بطلان کیا ہے۔ اور نہ صرف عقلی دلائل سے بلکہ خود توریت و انجیل سے اس مسئلہ کی غلطی ثابت کی ہے۔ میں نے اس مضمون کو خوب غور سے سنا ہے۔ اور جہانتک میں دیکھتا ہوں مفید ہی مفید پاتا ہوں۔ اسوقت ایسے ٹریکٹوں کی بڑی ضرورت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ سچے دل اور اخلاص سے لکھے گئے ہوں اور یہ باتیں اس رسالہ میں خدا کے فضل سے پائی جاتی ہیں۔ خدا کرے طالبان حق کیلئے مفید ثابت ہو۔ احباب کو چاہئے کہ کچھ رسالہ خرید کر مسیحیوں میں مفت شائع کریں۔ قیمت ۳ ہے۔ اور مفتی صاحب سے ملسکتا ہے۔ عیسائیوں میں تقسیم کرنے کے لئے عہ ؍ میں ۱۰۰ رسالہ ملتے ہیں۔

انکی کونسل کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس قانون کو بدل سکیں خواہ کسی خواب یا الہام کی ہی بنا پر ہو کیونکہ جبکی نسبت خود خدا کا پیشوا نعوذ باللہ کہتا ہے کہ وہ قانون کو ذرا تک نہ بدلینگے انکو بدلنا کسی پطرس یا شمعون کے رؤیا یا الہام کی بنا پر کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ ورنہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ مان لیا جائے کہ یسوع کا علم ناقص تھا اور یا یہ کہ مذکورہ بالا کلمات انجیل میں پیچھے سے مل گئے ہیں انہوں حالتوں میں انجیل کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

پنجم ایک اور دلیل کا یہاں لکھدینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ یسوع ایک موقعہ پر حواریوں کو فرماتا ہے کہ "وہ چیز جو پاک ہے۔ کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو کہ وے انہیں پامال کریں۔ اور پھر کر تمہیں پھاڑیں۔"

متی باب ۷ اس آیت میں یسوع نے کیسے پرزور اور جوش دلانے والے الفاظ میں حواریوں سے التجا اور استدعا کی ہے کہ دیکھو اپنے جوشوں کو دباؤ اور نرمی سے کام لو میں جو تم کو تعلیم سکھاتا ہوں وہ موتیوں کی طرح ہے۔ اُسے ضائع مت کرو۔ اُسے غیر قوموں کے سامنے پیش مت کرو۔ کیونکہ جیسے موتیوں کی قدر کتے اور سوئر نہیں کر سکتے اُسیطرح یہ لوگ بھی اعلیٰ باتوں کی قدر اور پہچاننے سے عاری ہیں۔ اور اگر تم انکے سامنے یہ تعلیم پیش کروگے۔ تو جیسے سوئر موتیوں کو پاؤں میں روند ڈالتے ہیں اُسی طرح سے یہ لوگ اس تعلیم کو تباہ کردینگے۔ اور اس کی خوبی کو خاک میں ملادینگے۔ اور اسمیں اپنی طرف سے بہت سی باتیں ملادینگے۔ یہاں تک کہ وہ موتی جو تم انکے سامنے پیش کروگے۔ وہ ان ملے ہوئے موتیوں کی طرح ہو جائینگے جو زمین پر روندے گئے ہوں اور انمیں اور مٹی میں کچھ فرق نہ ہوسکیگا۔ اور نہ صرف وہ اس تعلیم کو ہی خراب کردینگے۔ بلکہ تم پر اور مجھ پر ایسے ایسے الزام باندھینگے کہ پھر بچنے کی کوئی راہ نہ ملیگی۔

پس کیسی ہی یہ تعلیم تھی جو یسوع نے دی۔ اور کیا ہی پاک وہ نصیحت تھی جو اوس نے کی مگر افسوس اسدن پر کہ جب حواریوں نے یا زمیرے خیال کے مطابق) انکے بعد اور لوگوں نے یسوع کے اُن دردبھرے کلمات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یونانیوں اور رومیوں پر یہ مذہب پیش کیا۔ اور ماتم اُس قوم کے لئے کہ جس نے اپنے محسن اپنے نجات دہندہ اپنے مہربان اپنے استاد کے ارشاد و بلکہ وصیت کو یوں خاک میں ملادیا۔ اور بت پرست قوموں کے سامنے مسیحیت کو پیش کیا۔ وہ لوگ جنکی گھٹی میں ہی بت پرستی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کب اس مذہب میں داخل ہوکر اسے ترک کر سکتے تھے۔ اگر پہلے محبت اور غضب اور وقت اور قسمت کے بت پوجتے تھے۔ تو اب انہوں نے یسوع اور مریم کے بتوں کے آگے سر جھکا دیے۔ اور اسیطرح وہ تعلیم جو توحید سکھاتی تھی سب سے زیادہ بت پرستی کی تلقین کرنیوالی تعلیم ہوگئی اور وہ یسوع جس نے کہ قوم کی خاطر بڑے بڑے دکھ اٹھائے تھے۔ اسکو انہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ ملعون قرار دیا (نعوذ باللہ) اور اسیطرح پہلے نوشتوں کا کلام پورا ہوا کہ اپنے موتی سوئروں کے آگے نہ ڈالو کہ وہ انہیں پامال کریں۔ اور پھر کر تمہیں پھاڑیں۔ یسوع کے احسانات فراموش کردیے گئے۔ اُنکی کل نیکیاں بھلادی گئیں۔ اُنکی کل مہربانیاں نظرانداز کردی گئیں۔ اور وہ قوم کا مصلح بغیر کسی جرم کے ملعون قرار دیا گیا اور اس کے پیرواں نے انکی تعلیم کو غیر قوموں کے سامنے پیش کرکے اسے پھڑوایا اور گالیاں دلوائیں۔ سچ ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔ یسوع کے اپنے ہی شاگردوں نے سادگی کی وجہ سے بت پرستوں کے آگے موتی ڈالدیے جنہوں نے انکو روندا اور خود اُن کے استاد کو پھاڑا کیا اس سے زیادہ کوئی حملہ ہوسکتا ہے۔ کہ ایک خدا کے قوم اور نیک آدمی کو من

مانے عیش اڑانے کے لئے ملعون قرار دیا گو پروٹسٹنٹ فرقہ نے کچھ اصلاح کی مگر کس طرح ممکن تھا۔ کہ نوشتوں کا کہا ٹل جائے۔

اب میں اس مسئلہ کو لمبا کرنا نہیں چاہتا میں انجیل سے اچھی طرح ثابت کر آیا ہوں۔ کہ مسیحی تعلیم کا غیر قوموں میں پھیلانا نہ صرف ممنوع ہے۔ بلکہ خطرناک گناہ ہے۔ پس جبکہ انجیلی نجات سوائے یہودیوں کے اور لوگوں کے لئے ہے ہی نہیں۔ تو مسیحی بننا ہی بالکل لغو اور بیہودہ فعل ہے۔ اور انکا نجات کے مسئلہ پر لوگوں سے بحث کرنا ہی فضول۔

آریہ تعلیم بھی عام نہیں

اس کے بعد میں آریہ تعلیم کو لیتا ہوں مگر اسے میں زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا اور اگر کروں تو بھی بڑی مشکلات ہیں کیونکہ یہ لوگ تاریخ سے نابلد ہیں۔ انکی کوئی بات سچی ملتی ہی نہیں۔ جو مرضی آئے یہ کہدیں۔ وہ سب سچ مگر غیر مذاہب والے اگر انکی پہلی کتابوں یا قدیم نشانات سے کوئی واقعہ نکالکر ثابت کر دیں تو وہ سب بالکل غلط اور نادرست ناقابل اعتبار ہوتا ہے۔ وید کا کوئی ترجمہ صحیح نہیں اور پنڈت دیانند نے جو کچھ لکھا اسمیں دشمنوں کی دست برد ہمیشہ ہوتی رہی۔ تاریخ دانی کا یہ حال ہے۔ کہ ان کے ایک اخبار نویس لکھتے ہیں۔ کہ بکرما جیت سے بھی پہلے ایک راجہ تھا جس نے سرحد پر حملہ کر کے مسلمانوں کی لڑکیاں چھین لی تھیں۔ گویا کہ آنحضرت سے بھی سات آٹھ سو برس پہلے مسلمان سرحد پر رہا کرتے تھے۔

مگر پھر بھی چونکہ تنقید کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے مگر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں صرف اسقدر کافی ہے۔ کہ بقول ان کے دنیا کروڑوں برس سے چلی آرہی ہے۔ تو اتنی مدت میں صرف آج پنڈت دیانند

کو یہ بات سوجھی کہ وید سب دنیا کے لئے ہے۔ اور جسقدر رشی منی گزرے ہیں سب اس سمجھ سے خالی تھے۔ تو پھر یہ بڑا پاپ اور ظلم ہے کہ وہ تعلیم جو ساری دنیا کے لئے تھی۔ وہ پرماتما نے صرف ہند میں مخصوص کر چھوڑی اور یہی نہیں۔ بلکہ صرف آرین قوم کیلئے خاص کردی جب کروڑوں برس سے تمام ہندو رشی۔ منی یہی کہتے آئے ہیں۔ تو آج پنڈت صاحب کو ہم کسطرح مان لیں کہ یہ درست کہہ رہے ہیں کیوں نہ کہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو دیکھکر انکو بھی شوق چرایا کہ ہم کیوں پیچھے رہیں۔ کیوں نہ وید کو بھی تمام دنیا کے لئے بتائیں بیشک ایک رنگ میں تو وید تمام عالم کیلئے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمالیہ سے پرے کچھ نہیں۔ بس دنیا وہاں ختم ہے۔ تو اس صورت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وید سب دنیا کیلئے اترا تھا۔ کیونکہ جب دنیا ہندوستان کا ہی نام ہے۔ تو بیشک وید سب دنیا میں شائع ہو چکا ہے اور ہمیشہ سے اسکی تعلیم دنیا کے (یعنے ہندوستان کے) ہر کونہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس بات کے مان لینے میں ہمکو بھی کچھ مضایقہ نہیں۔ لیکن اگر دنیا سے مراد کل عالم لیا جائے تو پھر ہم وید کو کل دنیا کے لئے نہیں مان سکتے۔ اور نہ خود ہندوؤں کی کتابیں ہمکو اس بات کی اجازت دیتی ہیں۔

مگر اصل بات یہی ہے۔ کہ جب سے آرین لوگ ہندوستان میں آئے ہیں اور جب سے کہ وید تصنیف ہوئے ہیں۔ اسی وقت سے انکی تعلیم کو ہندوؤں نے خاص رکھا گیا اور شودروں کیلئے ایسے سخت قانون بنائے گئے۔ کہ انکو پڑھکر حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے سوا دوسرے لوگوں کو کیا سمجھتے تھے چنانچہ حکم تھا کہ اگر کوئی شودر وید کو سن لے یا خود ہی نہ سنے انکے کان میں ہی آواز پڑ جائے تو اسکو سخت سزائیں دی جائیں اور کان کاٹ دیئے جائیں آنکھیں نکالدی جائیں وغیرہ

وغیرہ۔ اور وید کو چھونے پر تو بہت ہی سخت سزائیں ملتی تھیں۔ پس ایسی حالت میں یہ کہنا کہ وید سب دنیا کے لئے ہے کہاں تک ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جب آریوں کے بزرگوں کا عمل اور انکی کتب ہمکو یہ واقعات بتا رہی ہیں۔ تو پھر زبان سے وید کو کل عالم کے لئے کہدینے سے تو کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اگر کوئی تعلیم وید کی ایسی ہوتی کہ جسمیں سب دنیا کی ہدایت کا اقرار ہوتا۔ تو آخر اس اربوں میں کوئی رشی منی یا اوتار تو اس دھرم کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور کہتا کہ وید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب دنیا کو ہدایت کرو پھر اس کتاب کو اپنے گھر میں کیوں چھپائے بیٹھے ہو۔ اور اگر جب سے وید نازل ہوئے ہیں۔ سب ہندو دھرم کی دوا اور ہدایت سے خالی ہی رہے ہیں۔ اور کسی کو بھی ہندوستان سے باہر کے لوگوں کی حالت پر رحم نہیں آیا۔ اور نہ وید کی تعلیم کی حمایت کا ہی جوش پیدا ہوا تو ایسی کتاب جس نے دو اربوں میں ایک کو بھی ہدایت نہ کی۔ آج اس سے ہم کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور ہماری نجات کے لئے وہ کیا کر سکتی ہے۔

غرضکہ وید نہ تو تمام دنیا کے لئے ہونیکا دعوٰی کرتا ہے۔ اور نہ ہی اسکی وجہ بتاتا ہے اور علاوہ اس کے وید اب تک ہندوستان سے باہر نہیں پھیلایا گیا اور ہمالیہ سے باہر انکی تلقین نہیں ہوئی۔ اور شاستروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وید کو غیر قومیں سن تک نہیں۔ اور خود ہندو بزرگوں کا عمل بھی ظاہر کرتا ہے چنانچہ آریہ قوم کے سوا جو کہ بہت تھوڑی تعداد میں ہے۔ اور لاکھوں سے نہیں بلکہ قریباً کل فرقے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ وید کا باہر نکالنا۔ اور غیر قوموں کو اپنے اندر شامل کرنا بالکل ناجائز ہے۔ اور گناہ عظیم ہے۔ تو اس صورت میں آریوں کا ثابت کا وید تمام دنیا کیلئے کہلا ثابت کرنا بالکل غلط ہے۔ اور انکو کوئی حق نہیں کہ غیر قوموں میں اپنے مذہب کی تلقین کریں۔

اسلام سب دنیا کیلئے ہے

میں دیکھتا ہوں کہ تمہید بہت لمبی ہوتی جاتی ہے۔ مگر یہ بھی ضروری ہے۔ کہ میں قرآن شریف سے اسبات کا دعویٰ دکھاؤں کہ وہ سب دنیا کے لئے ہے۔ اور یہ کہ آنحضرت ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے خاتم النبیین ہوکر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ابتک جبکو تیرہ سو برس گزر گئے ہیں۔ یا آئندہ آپکی غلامی سے منکر شخص کی رسائی دربار الٰہی میں نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ اول ہی اول جو آیت ہمکو سورۃ فاتحہ میں نظر آتی ہے۔ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ جسکے معنے ہیں۔ کہ سب تعریف ہے اُس کے لئے جو سب دنیا کا رب ہے یعنے پرورش کرنے والا ہے۔ جیسیں کہ ہمکو بتایا گیا ہو کہ شکر کرو اُس خدا کا جس نے وہ کتاب بھیجی کہ جس نے پہلی سب کتابوں کو موقوف کرکے جو مختلف قوموں کے لئے تھیں اس کتاب کو ارسال کیا۔ جو ربوبیت عالمین کی صفت کے ماتحت اب سب دنیا کی ربوبیت کریگی۔ اور خواہ کسی مقام یا جگہ کا رہنے والا آدمی ہو سب کے لئے اس نے اپنے دروازوں کو کھول دیا ہے۔ اور کسی دکھیارے کو رد نہیں کرتی اور کسی سائل کو دھتکارتی نہیں۔ نہ کسی ملک کے ساتھ اپنے آپکو مخصوص کرتی ہے چنانچہ یہ وہ آیت ہے۔ کہ مسلمان اسکو دن میں کم سے کم چالیس دفعہ تو پڑھ ہی چھوڑتے ہیں۔

علاوہ اس کے سورۃ انعام رکوع ۲ میں خدا تعالٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہدے کہ اُوحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ یعنے وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں تمکو اس سے ڈراؤں اور اسکو ڈراؤں جسکو یہ پہنچے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن ہر ایک شخص کے لئے ہے۔ اور کسی قوم یا ملک کی اسمیں خصوصیت نہیں جسکے کان میں یہ پڑے وہی مخاطب ہے اور کوئی نہیں جو کہہ سکے کہ میں تو اس کے مخاطبین میں سے نہیں ہوں بلکہ

جسکو یہ پہنچ جائے اسکو آنحضرت کے دعوے کی طرف جھکنا پڑیگا۔ اور سستی یا شرارت پر کوئی عذر نہ سنا جاویگا۔ چنانچہ اس آیت میں ایک پیشگوئی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو فرماتا ہے۔ کہ قرآن شریف کے منکرین کے لئے جو سزائیں بتائی گئی ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ جو شرارت کریگا۔ اور اس کتاب سے ٹھٹھا کریگا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ اور دنیا میں ذلیل ہوگا۔ وہ صرف اہل عرب کے لئے نہیں بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں یہ جائیگا۔ وہیں اس کے مقابلہ کرنیوالے ذلیل وخوار ہونگے۔ اور انکے لئے بھی نذیر ہوگا چنانچہ اس لئے فرمایا کہ لانذرکم بہ ومن بلغ یعنے تاکہ انذاری پیشگوئی تمکو بھی اور جنکو یہ پہنچے ان کو بھی سنادی جائے۔ اور یہ قرآن شریف کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اور آیت ہے۔ کہ جس کے مقابلہ میں اور کوئی کتاب نہیں ٹھہر سکتی چنانچہ آتھم اور لیکھرام نے اس پیشگوئی کے مطابق اپنا انجام دیکھ لیا اور اس پیشگوئی کے شاہد بنے اور دیگر لوگوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا۔ پس علاوہ اس کے کہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے۔ کہ قرآن شریف سب دنیا کے لئے ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسکو یہ پہنچے اس کے لئے یہ انذار ساتھ موجود ہے۔ کہ اس شہنشاہی پروانہ سے اگر ٹھٹھا کروگے۔ تو آنحضرت اسی لئے آئے تھے کہ سب دنیا کو کہدیں کہ لانذرکم بہ ومن بلغ

علاوہ ازیں سورۃ اعراف رکوع ۱۹ میں ہے۔ کہ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے انکو کہدے کہ میں دو کے لئے نہ کسی خاص قوم کے لئے اور نہ ہی کسی خاص ملک کے لئے بلکہ میں دنیا کے ہر گوشہ کے باشندوں کے لئے مبعوث ہوکر آیا ہوں اور میرا بھیجنے والا اللہ ہے۔ جو کہ آسمان وزمین کا بادشاہ ہے۔ اور مالک ہے۔ اس لئے میری بات کو بکمال سنت خیال کرو بلکہ یاد رکھو کہ اگر تم نے میرا مقابلہ کیا تو لد

مطلق السموات والارض ملک ایکا ہے وہ تم سے فوراً چھین لیگا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت کا جس نے مقابلہ کیا وہ ذلیل ہوا اور علاوہ اور ذلتوں کے ملک بھی خالی کرنا پڑا پھر آپ کے پیچھے متبعین حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے زمانوں میں بھی جو کوئی سامنے آیا ذلیل ہوا اور خائب وخاسر ہوا۔ چنانچہ اس وقت تو اور رنگ تھا اب بھی پادری صاحبان نے جب وقت سے اسلام کے برخلاف سینہ زوری کرنی شروع کی ہے۔ اس وقت سے یورپ کے پادریوں کی حکومت گھٹتی جاتی ہے۔ اور اب صرف چند جگہ ہی رہگئی ہے۔ ورنہ کل یورپ میں انکا سکہ چلنا بند ہو گیا ہے۔ وہ طاقتیں جو کروڑوں روپیہ انکی مدد کے لئے خرچ کرتی تھیں۔ اب وہ پیسہ دینا تو الگ خود ان سے وصول کرنا چاہتی ہیں۔ انگلستان سے انکا دخل اٹھ گیا۔ فرانس و بلجیم سے انکا دخل اُٹھ گیا۔ جرمن سے انکو جواب ملا۔ ایشیا میں ان کی ذلت ہوئی تو امریکہ نے ان کی اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا۔ چنانچہ تاریخ کو اٹھا کر دیکھو کہ جب وقت سے اسلام کے برخلاف انہوں نے زہر اگلنا شروع کیا ہے اور قرآن شریف کی ہتک پر کمر باندھی ہے۔ تبھی سے انپر تباہی آنی شروع ہوئی ہے۔ اور کہاں تو بادشاہ تک پادریوں سے ڈرتے تھے۔ اور کہاں مذہب کے برخلاف فیصلے ہو رہے ہیں۔ اور اگر پادری صاحبان کچھ چوں چرا کریں تو گورنمنٹ تو الگ عوام تک بھی گرجہ پھونک دیتے ہیں۔ بلیں تحقیقات تو تاریخوں سے ہو سکتی ہے۔ میں ایک واقعہ بیان لکھدیتا ہوں جس سے میری تصدیق ہوتی ہے ڈاکٹر جے۔ ایف ارنلڈ اوسلم مشن سوسائٹی کے آنریری سیکرٹری کی کتاب اسلام اور عیسائیت سے جو کہ ۱۸۷۴ء میں چھپی ہے۔ ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب سے اول مسلمانوں کے برخلاف اگر کوئی باقاعدہ سوسائٹی تیار ہوئی ہے۔ تو وہ

۱۹۲۲ء میں بیل کے مقام پر ہوئی ہے۔ (جو کہ غالباً سوئٹزرلینڈ میں ہے۔) اچانچہ اس سوسائٹی نے ایکزاردے زائد مشنری ادھر اُدھر بھیجے تھے۔ مگر یہ سوسائٹی بہت جلد ۱۸۳۳ء میں گورنمنٹ کے حکم سے ملک بدر کی گئی۔ چنانچہ ڈاکٹر فانڈر جو میزان الحق کا مصنف ہے۔ وہ بھی اس گروہ کے ساتھ یورپ سے بھیجا گیا تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے فوراً ہی اس سوسائٹی کو مفسد قرار دلوا کر ذلت کے ساتھ ملک بدر کرا دیا۔ مگر چونکہ پادری صاحبان نے نصیحت حاصل نہیں کی۔ اس لئے آج ہم دیکھتے ہیں۔ تو یورپ میں کہیں یونیٹرین فرقہ کا زور ہے۔ جو یسوع کی ابنیت پر سو سو قہقہہ لگاتا ہے۔ تو کہیں فری تھنکر پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ جن کا کام ہی پادری صاحبان کو گالیاں دینا اور ان کے راز پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے۔ گر یہ باتیں بھی کچھ نہ تھیں۔ اگر یورپ مسیحیت پر قائم رہتا مگر جو لوگ یورپ سے دنیا کو نجات دینے کیلئے نکلے تھے۔ ان کے اپنے وطن میں اسی فی صدی سے بھی زیادہ لوگ دہریہ ہو گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے جہاں جہاں پادریوں کا کچھ اختیار رہتا۔ انکو اس سے بے دخل کر دیا گیا ہے۔ یہ اس آیت کے ماتحت ہے کہ لہ ملک السموٰت والارض بیشک سب کچھ خدا ہی کا ہے۔ وہ اس پاک کتاب پر نشتر کرنے والوں کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا۔ مگر اس کو جو توبہ کرے

Digitized by Khilafat Library

تیسری آیت اس بارہ میں سورۃ سباء کے رکوع ۳ میں ہے کہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنے ہم نے تجھکو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ اب تمام دنیا کے لئے ایک نبی کی ضرورت تھی اور وہ اسباب کی محتاج تھی کہ بجائے الگ الگ نبی آنیکے ایک ہی نبی آئے جو کامل اور مکمل ہو چکے۔ وجود پر تمام دنیا کی ہدایت کا مدار ہو اور

جس کے توسط سے لوگ اُس خالق حقیقی تک پہنچیں کہ جس تک پہنچنا تمام بزرگیوں سے بزرگ تر اور تمام انعامات سے بڑا انعام ہے۔ اس لئے ہم نے تجھکو اس کام کے لئے چنا اور بشیر و نذیر بناکر مبعوث کیا۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں اور تیری بیکسی کو دیکھکر کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص جو ایسا کمزور اور غیر مشہور ہے۔ اسکی تعلیم اور ہدایت تمام دنیا میں کسطرح پہنچیگی۔ اور کسطرح تمام دنیا کے لئے بشیر و نذیر ہو جائیگا۔ ایک ہمارا مقابلہ تو یہ کر نہیں سکتا۔ پھر سب دنیا میں اسکے پیرو کسطرح پھیل جائینگے۔ اور یہ چند آدمی بڑھتے بڑھتے کل دنیا کا احاطہ کسطرح کرینگے۔ چنانچہ خدا تعالٰے ان لوگوں کے خیالات و اقوال کو اسطرح ظاہر فرماتا ہے کہ جب مخالفین اسلام نے آنحضرت کا یہ قول سنا کہ میں سب دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں اور سب کے لئے بشیر و نذیر ہو کر آیا ہوں اور میری تعلیم ہر جگہ پھیل جائیگی تو وہ حیران ہوئے۔ و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ یعنے اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اور کب آپکی بشارت اور آپ کا انذار تمام دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور آپ کے دشمن ذلیل اور پیرو باعزت ہونگے۔ پھر خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ کہ قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنہ ساعۃ و لا تستقدمون۔ انکو کہدو کہ دوسروں سے تمکو کیا اپنی سنو کہ تمہارے لئے ایک یوم (جو الہامی کتب میں ایک قلیل مدت سے مراد ہوتی ہے) کی مدت مقرر ہو چکی ہے۔ اب اس مدت کے اندر اندر تمکو انذار سنا دیا جائیگا۔ اور موقعہ بدر پر تمکو اس انکار کی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ باقیوں کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ جب ان کا موقعہ آئیگا۔ اُن تک بھی یہ کلام پہنچ جائیگا۔ ہاں تمہارا واقعہ اُن کے لئے ایک عبرت کا کام دیگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بدر کے موقعہ پر اپنی قسمت کا انجام دیکھ لیا اور کچھ مدت کے اندر اندر ہی اسلام دنیا میں پھیل گیا۔ جو کہ

ایک عقلمند کے لئے ایک بڑی آیت ہے۔ جو مذکورہ بالا آیت کے مطابق پوری ہوئی۔

پھر چوتھی آیت جس میں آنحضرت کے عہدہ کی میعاد بیان کی گئی ہے۔ کہ کب تک آپ کا مذہب قائم رہیگا۔ یہ ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما سورۃ احزاب رکوع ۵۔ یعنے نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم تمہارے مَردوں میں سے کسیکے باپ لیکن آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اور رسول بھی کیسے کہ خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے۔ اور کوئی ذرہ بھی اُس کے علم سے باہر نہیں۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کے بعد اب کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جسکو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے۔ اور وہ آپکی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جسقدر اولیاء اللہ ہونگے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہونگے سب کو آپکی غلامی میں ہی ملیگا جو کچھ ملیگا۔ اسطرح خدا تعالےٰ نے بتا دیا کہ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے۔ بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئیگا بلکہ اب ہمیشہ کے لئے آپکی ہی تعلیم جاری رہیگی۔ اور یہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوگی جو اس سے باہر نکلیگا۔ وہ درگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکیگا۔

اس جگہ ایک اور نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ اس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کان اللہ بکل شیٔ علیما۔ مگر بظاہر اس جگہ اس کا جوڑ کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جس قدر باتیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ ان کے لئے یہ بتانا کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے۔ کچھ ضروری نہ تھا۔ سو اصل بات یہ ہے۔ کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونیکے متعلق ایک پیشگوئی

ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں۔ جنکو ہم جانتے ہیں۔ اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دیکھیں بلکہ کوئی صدی نہیں معلوم ہوتی کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو۔ چنانچہ کرشن، مہند بودھ، کنفیوشس، زرتشت، موسیٰ اور عیسیٰ تو ایسے ہیں کہ جن کے پیرو اب تک دنیا میں موجود ہیں۔ اور بڑے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی ہی سچائی کا دعویٰ پیش کرتا ہے۔ مگر آنحضرت کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں مگر کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور انہیں سے بہت سے کامیاب ہوئے۔ (جنکو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپکی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس کی طرف اشارہ تھا۔ کہ کان اللہ بکل شیئ علیما۔ یعنے ہم نے آپکو خاتم النبیین بنایا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ آپکے بعد اب کوئی نبی نہ آئیگا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کریگا۔ کہ ہم اسکو چک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے۔ کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہو تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اسطرح نہیں۔ کہ کسی نے دعویٰ کیا ہو۔ اور لاکھ دو لاکھ اس کے پیرو ہو گئے ہوں۔ بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا آپ سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے

غرض قرآن شریف نے بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے۔ کہ میں تمام دنیا کے لئے آیا ہوں اور ہر زمانہ کے لئے ہوں مگر برخلاف اسکے جیسے کہ

میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ دوسری کتب کا یہ دعویٰ نہیں۔ اس لئے اُنکا دعویٰ کرنا کہ ہم نجات سب عالم کے لئے پیش کرتے ہیں۔ کسیطرح بھی درست نہیں اور ان کا کوئی اختیار نہیں کہ اپنی تعلیم غیر مذاہب کے سامنے پیش کریں۔ اور جب انکو ان کی کتب اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتیں۔ تو ہمارے سامنے ان کا اپنی نجات کو پیش کرنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ انکی نجات تو انہیں تک محدود ہے اور اسلام کی نجات سب دنیا کے لئے ہے۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ رب العالمین ہے۔ اس لئے سچی بات یہ ہے۔ کہ اصل نجات وہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں میری غرض اس مضمون کو اس جگہ لکھنے سے صرف یہی ہے۔ کہ میں بتاؤں کہ ان لوگوں کی کتب تو انکو اجازت ہی نہیں دیتیں۔ کہ یہ اپنی نجات دوسروں کے سامنے پیش کریں۔ پھر ہمارا ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ میں نے ہر ایک مذہب کے متعلق الگ الگ ثابت کیا ہے۔ کہ سوائے اسلام کے مسیحیت اور آرین مذہب کا غیر قوموں میں پھیلانا بالکل خلاف اصول ہے۔ اور منع ہے۔ چنانچہ اس لئے اُنکا ہم سے نجات کے بارہ میں بحث کرنا خلاف اصول ہے۔

اب میں اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہوں اور سب سے پہلے یہ بتاتا ہوں کہ اسلامی نجات کیا ہے۔ اور یہ کہ واقعی وہی نجات سچی اور حقیقی ہے۔ ورنہ باقی سب مذاہب کی پیش کردہ نجاتیں ناقص ہیں۔

نجات کی تعریف

ہر ایک مضمون پر قلم اُٹھانے سے پہلے ضروری ہوتا ہے۔ کہ اُسکی تشریح کر دی جائے اور تعریف کر دی جائے۔ تاکہ ایک تو مضمون کے حصہ کرنے میں آسانی ہو۔ دوسرا ایک پڑھکر

والیکو انکے سمجھنے میں مدد ملے۔ اس لئے میں لفظ نجات کی تحقیقات کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔

یاد رہے۔ کہ نجات ایک عربی زبان کا لفظ ہے۔ کہ جس کے معنے دریافت کرنیکے لئے ہمکو عربی لغات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اول لفظ نجات کے وہ معنے جو لغت عربی ہم کو بتاتی ہے۔ لکھدوں۔

تاج العروس جلد دس صفحہ ۳۵۰ پر لکھا ہے۔ کہ النجاۃ الخلاص فارقۃ المخافۃ ونظیرھا السلامۃ ذکرہ الحرانی وقال غیرہ ھو من النجوۃ وھی الارتفاع من الھلاک وقال الراغب اصل النجاء الانفصال من الشیٔ ومنہ نجا فلان من فلان۔ اب اس صورت میں نجات کے تین معنی ہوئے۔ ایک تو خوف والی چیز سے خلاصی دوسرے یہ کہ ہلاکت کی جگہ سے اونچا کر دینا اور ٹیلہ پر جگہ دینا اور تیسرے کسی چیز سے جدا ہو جانا مگر بہر حال ہمکو ان تینوں معنوں سے اتنا معلوم ہو گیا کہ نجات کہتے ہیں کسی مکروہ چیز سے بچ جانیکو پس اب ہم مذاہب کو دیکھتے ہیں۔ تو انکا اصل مقصد خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے انسان کو بچانا اور اُس سے سچا تعلق پیدا کرانا ہوتا ہے۔ اس لئے مذاہب نے جو یہ لفظ لیا ہے۔ اور استعمال کیا ہے۔ تو انہوں نے اسکو انہیں مذکورہ بالا معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور نجات کے لفظوں کو اپنی اصطلاح میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے اور اسکی رضا حاصل کرنے پر حصر کیا ہے۔ اور واقعی اگر دیکھا جائے تو اصل خوف تو خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو پھر ہر ایک آفت سے انسان محفوظ ہے۔ اور اگر وہ ناراض ہے۔ تو ساری دنیا کی نعمتیں موجود ہوتے ہوئے بھی کوئی سکھ اور چین اور آرام نصیب نہیں ہو سکتا۔ کسی نے

سچ کہا ہے۔ کہ خدا راضی ہو تو کل جہاں راضی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ناراض ہو تو اور تو اور خود اپنے ہاتھ پاؤں تک نافرمان اور قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے اگر کسی چیز سے ڈر ہو سکتا ہے۔ تو وہ غضب الٰہی ہے۔ پس کل مذاہب نے غضب الٰہی سے بچنے اور رضائے الٰہی کے حصول کا نام نجات رکھا ہے۔ اور اسی حد تک کل مذاہب متفق ہیں۔ لیکن دوسرے قدم پر اختلاف شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض مذاہب تو ایک بات پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ جسکو یہ حاصل ہو جائے تو وہ خدا کی ناراضگی سے نجات پا گیا دوسرے انکے برخلاف کوئی اور بات پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ نہیں جبتک اس درجہ کو انسان حاصل نہ کرے تب تک نجات ناممکن ہے۔ پھر اس بات پر جھگڑا اُٹھتا ہے کہ ایک شخص اگر گناہ کرتا رہا۔ اور ایک خاص وقت تک خدا تعالےٰ سے باغی رہا تو اب اُسکی توبہ قبول کر کے نجات ملیگی یا نہیں۔ اور اگر ملیگی تو کس طرح اسیطرح اور بہت سے مسائل ہیں۔ کہ جنپر مختلف مذاہب آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے مسئلہ نجات کے حل کرنیکے لئے ضروری ہے۔ کہ ان تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھکر غور کیا جائے۔ کیونکہ ہر ایک مذہب کا پیرو جب اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ تو اپنے عقاید کے ماتحت وہ اس لفظ کے ایک خاص منے اپنے دل میں رکھتا ہے۔ چنانچہ جب ایک عیسائی اس لفظ کو استعمال کریگا۔ تو وہ اُس سے یہ مراد لیگا۔ کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کے ذریعہ نجات نہیں ہوتی۔ بلکہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے نجات ہوتی ہے۔ اور ایک آریہ جب اس لفظ کو استعمال کریگا۔ تو اس کا مقصد یہ ہوگا۔ کہ پچھلے گناہوں کی سزا بھگتے بغیر انسان نجات پا ہی نہیں سکتا۔ اور جبتک کہ وہ مختلف طرح کی جونوں کے چکر میں پڑ کر اپنے گناہوں کا کفارہ نہ کرے تب تک کسی قسم

کی مکتی کی امید کرنی اُسکا خیال خام ہے یا ایک مسیحی جب نجات کا ذکر کریگا۔ تو وہ اس بات پر پکا ہوگا۔ کہ گنہگاروں کے لئے دوزخ ابدی ہے۔ اور آریہ لوگوں کے لئے مکتی کو ابدی قرار نہ دیگا۔ مگر مسلمان ان دونوں کے برخلاف خیالات رکھتا ہوگا۔ پس جب نجات پر بحث کی جائے۔ تو ان تمام پہلوؤں پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے نجات کا مضمون کامل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس وجہ سے میں ارادہ رکھتا ہوں۔ کہ انشاءاللہ اپنے مضمون میں اُن تمام پہلوؤں پر بحث کروں۔ کہ جن سے نجات کا مسئلہ پورا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک حصہ میں جہاں غیر مذاہب سے اختلاف ہو اسکو بیان کروں۔ اور اُنکے دلائل اور اسلام کے دلائل کا موازنہ کرکے بتاؤں۔ کہ سوائے اسلام کے باقی سب مذاہب کی پیش کردہ نجاتیں۔ اپنے ایک حصہ یا دوسرے حصہ میں نقص رکھتی ہیں۔ اور اس وجہ سے ناقص ہیں۔ مگر چونکہ اسلام خدا کی طرف سے ہے۔ اس لئے اسلامی نجات ہر طرح کامل اور فطرت کے مطابق ہے۔

چنانچہ اس خیال کو مدنظر رکھکر سردست میرا ارادہ ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ نے عمر صحت اور طاقت دی۔ تو انشاءاللہ اس مضمون کو چھ حصوں میں لکھونگا۔ اول یہ کہ کیا اسلام میں پچھلے گناہوں سے نجات ہے یا نہیں۔ اگر ہے کسطرح۔ دوم یہ کہ کیا اسلام انسان کے گناہوں سے پاک ہونیکا قائل ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہے تو کسطرح۔ سوم یہ کہ کیا اسلام مرنے کے بعد گناہوں کی معافی کا قائل ہے یا نہیں۔ چہارم یہ کہ کیا دوزخ کا عذاب غیر محدود ہے؟ پنجم یہ کہ کیا جنت کا انعام منقطع ہے؟ اور ششم خاتمہ جس میں انشاءاللہ اس مضمون کے متعلق متفرق باتوں کو بیان کیا جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

Digitized by Khilafat Library

رسالہ تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ مئی ۱۹۱۰ء	فہرست مضامین	[illegible]

اڈیٹوریل نوٹس صفحہ ۱۵۷-۱۶۰

یا حبیب صفحہ ۱۶۱-۱۶۶

ریویوز ۱۶۷

قرآن کریم کے متعلق سائل کرہ کے اعتراضات

نکات صفحہ ۱۸۰-۱۹۶

رسیدات ۲۰۰

اسسٹنٹ اڈیٹر

—

—

اڈیٹر

صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام [illegible] مطبع [illegible] ۲۱ مئی ۱۹۱۰ء کو قادیان دارالامان سے مطبع ہوا

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سُرمہ

اصل ممیرا اور ممیرا کے سرمہ کا اعلان اخبار الحکم میں ہوا ہے اس عرصہ میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا
یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح حکیم مولوی نورالدین صاحب مدظلہ کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا
گیا ہے اور اصل ممیرا جو کہ حضرت نے دیکھکر اصل ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا گیا ہے
حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ بلحاظ امراض چشم ایسا مفیدات اس قدر ہے کہ بعد
کسی اور شہادت کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جابجا اکثر لوگوں کا [illegible] حیثیت اور تجربہ سے بھی [illegible]
کتابوں کا [illegible] مفید [illegible] شہادت [illegible] قیمت [illegible]
ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض کے لیے بہت مفید ہے [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible]
ممیرا قسم اول [illegible]

ست سلاجیت

[illegible] مقوی معدہ [illegible] ضعف [illegible]
[illegible]
[illegible] بہت مفید ہے [illegible] استعمال
کریں قیمت [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] ریشمی اور سوتی [illegible]
ٹوپیاں [illegible] ہر قسم کی [illegible] مل سکتی ہیں [illegible]

المشتہر

احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ایڈیٹوریل نوٹس

ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی وفات

ہز میجسٹی ملک معظم شاہ ایڈورڈ ہفتم ۶۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کے جمعہ کی رات کو پونے بارہ بجے فوت ہو گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ کی وفات کے وقت ملکہ شاہزادہ شاہزادی ویلس دیگر شاہزادگان ڈیوک آف فائف شاہزادی وکٹوریہ اور شاہزادی لوئیس موجود تھیں۔

بیماری کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ پہلے ہز میجسٹی کو زکام کھانسی تھی بعدہ یہاں تک بڑھی کہ ڈاکٹروں کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ سانس جانے کی نالیوں میں جو کھانسی سے اچھی حالت میں نہ تھیں۔ کھانسی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا ہے۔ جملہ اخبارات لکھ رہے ہیں کہ پولیٹیکل معاملات کی حالت نازک ہے جس کے باعث بادشاہ کی وفات بدنصیبی کی علامت ہے۔ آپ سنہ ۱۸۴۱ء میں تولد ہوئے۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنی والدہ وکٹوریہ آنجہانی کے انتقال پر تخت

انگلستان پر متمکن ہونے اور ۶۔ مئی ۱۹۱۰ء کو قریباً ۹ سال کی حکومت اور ۶۹ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

قیصر ایڈورڈ ہفتم دنیا کی چوٹی کے مدبرین اور خوش اقبال سلاطین میں سے تھے۔ آپ نے جب تخت انگلستان پر قدم رکھا تو انگلستان جنوبی افریقہ میں بوئروں سے برسر پرخاش تھا۔ مگر آپنے جلدی ہی اپنی طبعی تدبر سے بوئروں کو صلح سے مسخر کیا۔ پھر آپ نے جاپان فرانس اور روس سے یکے بعد دیگرے اتحاد اور دوستی کے عہد پیمان کئے۔ کہ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اگر انگلستان کو کسی جنگ کی ضرورت پڑے تو اس کیساتھ اس کے کئی دوست نکلنے کے لیئے تیار ہو گے۔

بہر حال یہ خبر بہت ہی افسوسناک ہے اور ہز میجسٹی کی وفادار رعایا میں سے ہر فرد بشر اس خبر کو بہت رنج سے سنیگا۔

کیا مذہب کی ضرورت نہیں | مسٹر کشیری میگرین نے ماڈرن میگزین سے ایک مضمون نقل کیا ہے جس کا ابتدا یہ ہے "یونیورسٹی کا طالب علم پارمین مقتولوں اور مغربی فلاسفروں کی کتابیں پڑھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسانی نسل جب زمانہ طفلی میں تھی اس نے مذہب ایجاد کیا اور موجودہ مذہب اس زمانہ طفلی کی یادگار ہے" دوسرا کہتا ہے" اسکی ابتدا بزرگ پرستی سے ہوئی ہے" تیسرا بتاتا ہو مذہبی جو انکا ڈھکوسلہ ہے" چوتھا بیان کرتا ہے" مذہب ایک قسم کا خبط ہے جس میں بیہودگی شامل ہے یونیورسٹی کے اس طالبعلم کو پھر بتایا جاتا ہے کہ مذہب کو سمجھدار لوگ حقیر جانتے ہیں ایک اور مصنف مسٹی ایم رینیں ایک قدم اور آگے نکلتا ہے اور وہ یقین دلاتا ہے کہ مذہبی اعتقادات رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے اور بہت قریب زمانہ میں ابتدائی تربیت اور مذہبی مسائل کو علمی تعلیم

شادیگی بمشر کاٹن ڈالین خوشی میں لکھتا ہے مذہب کی آئیندہ ہستی معض ایک خوش اعتقاد امید ہے ورنہ عقل تو اس کے معدوم ہو جانیکا فتوے دے رہی ہے۔ لیس اگر یہ نام نہاد علمی تعلیم انسان کو خدا کے اعتقاد سے منحرف کر دے۔ تو اس میں کیا تعجب ہے؟

اس کے بعد راقم مضمون نے مذہب کی ضرورت ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب لیسوعی مذہب کی مہربانیاں ہیں۔ کیونکہ لیسائین جو آجکل بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے۔ کہہ چکی ہے کہ یہ مذہب انسانی عقل کے برخلاف ہے اور اسی پر انہوں نے تمام مذہب کو قیاس کیا ہے اس لئے اکثر یسوعین اسطرف جا رہے ہیں کہ مذہب کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں وہ ناممکن ہے کہ باپ بیٹا۔ روح القدس تین خدا۔ پھر تین نہ کہو بلکہ ایک خدا والا مسئلہ بالکل عقل کے برخلاف ہے یہ مسلمہ امر ہے کہ ۱+۱+۱ برابر ہوتے ہیں تین کے پھر وہ تین چیزیں ملکر ایک کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح کفارہ کا مسئلہ ہے کیونکہ ہر ایک جانتا ہے جو چوری کریگا وہی سزا پائیگا۔ ایک کی جگہ دوسرا کس طرح سزا پا سکتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ یہ دونوں مسئلے لیسوعی مذہب کی جڑھ ہیں بلکہ اگر کیا جاوے تو لیسوعی مذہب بجز ان کے محض شریعت پر عمل کرنیکے کچھ نہیں رہجاتا۔ سو شریعت بھی بموجب اعتقاد لیسوعین قابل عمل نہیں لہٰذا یہ دو مسئلہ لیسوعی مذہب کا خلاصہ ہیں اور یہ ہر دو عقل کے برخلاف ہیں

ہاں اگر یہ لوگ مذہب اسلام کے متعلق تدبر کرتے تو کبھی ایسا نہ کرتے وہ دیکھ لیتے کہ جو قرآن کریم وعدہ دیتا ہے وہ اسی دنیا میں پورا کر کے دکھاتا ہے دوسرے مذاہب کی طرح صرف وعدہ ہی نہیں کرتا کہ آئیندہ ایسا ہوگا ایسا ہوگا اور انکو یہ بھی سمجھ آجاتی کہ نمازوں اور دعاؤں میں کیا مزہ ہوتا ہے اور پھر اسبات

کا بھی وعظ کر لیتے کہ اسلام ہر وقت ایسا نمونہ پیش کر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق ہوتا ہے گویا کہ اسلام ہر وقت کوئی نہ کوئی نمونہ سامنے رکھتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ مذہب خدا کی طرف سے ہے اور جیسا کہ ابتداء میں اسلام اعلیٰ قسم کے آدمی پیدا کر سکتا تھا۔ اب بھی کر سکتا ہے۔

افریقہ میں اشاعت اسلام

یہ خبر اخباری دنیا میں گشت کر رہی ہے۔ کہ افریقہ میں اسلام بلا کسی باقاعدہ تحریک کے حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے ڈاکٹر کول کرم جنہوں نے صرف اشاعت اسلام کا حال معلوم کرنے کے لئے سفر کیا ہے لکھتے ہیں " وہ وقت نزدیک ہے جب کہ سوائے صرف جنوبی افریقہ برٹش و شرقی افریقہ کے بعض حصص یوگنڈا اور حبش کے جو تمام کے تمام عیسائی رہجائیں گے باقی سارا افریقہ مسلمان ہو جائیگا۔ مسلمان تاجر اور مذہبی سفیر وہاں آتے جاتے ہیں اور اگرچہ اشاعت اسلام کے لیئے انکے پاس کوئی باقاعدہ انجمن نہیں ہے لیکن وہ اپنا اثر و رسوخ مغربی افریقہ مشرقی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں پھیلا رہے ہیں اور کالی اقوام کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ اگر وسطی سوڈان کی کالی اقوام جن پر گوری اقوام کا بڑا اقتدار ہے عیسائی بنا لیجاتیں تو [illegible] اسلام کے خلاف ایک بڑی دیوار کھڑی ہو جاتی " پادری صاحب کتنا ہی زور لگائیں اور کتنی ہی تجویزیں کریں جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

مبارک

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے گھر میں بتاریخ ۲۰ مئی بروز جمعہ بوقت ۹ بجے صبح لڑکا پیدا ہوا ہے۔ لڑکے کا نام حضرت امیر المومنین نے [illegible]الدین رکھا ہے خدا تعالیٰ اسکو نیک متقی اور دین کا خادم بنائے۔ آمین۔ — اسسٹنٹ ایڈیٹر

یادِ حبیب

{حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔}

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کرمی مولوی نور محمد صاحب۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ رامہ نامہ گرامی آں مخدوم پہنچا۔ یہ عاجز بوجہ کم فرصتی و شغل ملاقات بعض احباب و نیز بوجہ ضعف الطبیعت ابتک جواب لکھنے سے تقصیر رہا۔ اب بھی استقدر طاقت و فرصت نہیں کہ مفصل لکھوں صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ عاجز اپنی حالت کی رو سے فی الواقعہ نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنی کیجاوے تھوڑی ہے۔ من آنم کہ من دانم لیکن اگر یہ سچ ہے تو اس قدر ہے کہ جس بنا پر آپ اور آپ کے ان بزرگوں نے جن کے رویا اور کشف آپ کے زعم خام میں قطعی اور یقینی ہیں جن میں وحی انبیاء کی طرح ایک ذرہ خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس احقر عباد پر کذب اور افترا کا الزام لگایا ہے اور آپکا اپنے گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت کو بہ نسبت ایں احقر تسلیم کر لیا ہے ایسا تعین مسلمانوں کی حالت سے بعید ہے۔ اللھم اصلح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب آپکو اور آپ کے بزرگوار کو بڑی وحشت میں اسی خواب نے ڈالا ہے کہ جو لقا آپ کے اس بزرگ نے دیکھی ہے جس [illegible] کے تشحیذ پر ایسا ظاہر ہوا کہ گویا یہ عاجز ایک جبہ پہنے ہوئے ہے اور مجھے [illegible] جبہ سے کئی [illegible] ہے اور پھر اس بزرگ نے یہ دیکھا کہ یہ عاجز

ایک ریچھ کی کھال پر بیٹھا ہوا ہے اور اسپر قرآن شریف رکھا ہوا ہے اور پھر ایک دوسرے بزرگ نے بقول آپ کے اس عاجز کی بینائی میں زرق دیکھا۔ ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کر کے سیرت حسن ظن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا ہے اور جو کچھ ہمارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ تم مومنین اور مومنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہئیے۔ اس تاکید کو یک لخت بھول گئے اور بڑے دعوے کی زبان کھول کر ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ برادرم آپ ناراض نہ ہو جائیں یہ کلمہ کفر سے کچھ کم نہیں کاش اگر آپکو کچھ سمجھ ہوتی۔ کسی مومن کی نسبت ایسی ایسی وجوہات سے کفر یا شرک یا فسق اور افترا کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ دال میں کچھ کالا ہے پرہیزگار۔ اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں و من اللہ من یقول ما ہو مینین نہ معلوم آپ اور آپ کے بزرگوار کہاں سے اور کس سے سن آئے کہ جو صورت مثالی خواب یا کشف میں مشہود ہو وہی صورت حقیقت مقصود ہو جاتی ہے کیونکہ تمام معبرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ہر ایک نوع رویا اور کشوف میں اکثر یہی اصول ہے کہ جو امور صور حسیہ اور مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہیں وہ اپنی ظاہری شکل پر حمل نہیں کئے جاتے کیونکہ وہ تمام معانی ہیں جنکو ان صورتوں سے کوئی وجہ من الوجوہ مناسبت ہے اور یہ مناسبت ہے کہ جو صرف بوجہ اعتقاد رائے قوت متخیلہ میں پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً ایک شخص اپنے دشمن کو سانپ کی صورت میں دیکھتا ہے سو یہ نہیں کہ سانپ کی صفات وسمیہ فی الحقیقت اس دشمن میں موجود ہیں بلکہ ممکن ہے کہ دشمن اپنی ذاتی حالت کی رو سے ایک آدمی ہو ۔۔۔ جب اعتقاد نے سانپ کی صورت پیدا اسکو کر دیا ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو ۔۔۔ مثالیہ میں متشکل ہو

قوت متخیلہ پر ظاہر ہوتے ہیں اور شخص۔ اسے کی خود اپنی حالت ہوتی ہے اور ... جس خبث اور فساد کسی دوسرے کی نسبت وہ رائے دیتا ہے۔ حقیقت میں وہ تمام خبث اور فساد اس کے اپنے ہی نفس میں بھرا ہوا ہے جو فطرتی طور پر آئینہ صفت ہوتا ہے وہ آئینہ کی طرح وہ خبث اسپر ظاہر کر دیتا ہے مثلاً ایک شخص کہ جو نہایت بدشکل ہے جب وہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھیگا تو ضرور اسکی شکل کا عکس آئینہ میں پڑیگا۔ اب یہ بات نہیں کہ آئینہ بدشکل ہے۔ بلکہ بباعث نہایت صفائی کے اس میں انعکاس بدشکلی کا ہو گیا ہے اسی جہت سے محققین علم تعبیر لکھتے ہیں کہ جو لوگ نمانی ہیں۔ وہ بباعث آئینہ صفت ہونیکے محل انعکاسی صفات ہوجایا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے قدیم سے یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ اکثر کفارہ فجار و نے یا ایسوں نے جنکا خاتمہ بد تھا انبیاء اور اولیاء کو خراب اور فاسد حالتوں میں دیکھا ہے اور آخر انجام ایسے لوگوں کا بد ہوا ہے اور کفر پر مرے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ مولوی فضل احمد نام نے کہ جو موضع فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے ہیں اور ایام خوردسالی میں اس احقر کے استاد بھی تھے اور اب تک بقید حیات ہیں۔ اس عاجز کے پاس ذکر کیا کہ ایک شخص نے حضرت صلعم کو خراب حالت میں دیکھا۔ و بلباس و وضع و مکان و حالت وغیرہ امور میں نالائق باتیں مشاہدہ کیں اور مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اس خواب کے سننے سے مجھے بہت انقباض ہے اور ہر چند اس وسوسے کو دور کرتا ہوں مگر بے اختیار ہوں تب میں نے امام زین العابدین وغیرہ کے اقوال انکو پڑھکر سنائے اور معتبر رسائل تعبیر کے کھولکر انپر ظاہر کیا کہ اس پلید باطن نے اپنے ہی نفس کو دیکھا ہے نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اسکا خاتمہ بد ہوگا۔ تب مولوی صاحب سنکر بہت خوش ہوئے اور انکا تمام قبض دور ہوگیا

اور فرمانے لگے کہ وہ شخص کچھ تھوڑی مدت کے بعد عیسائی بھی ہوگیا۔ یہ خاتمہ کی بری یہ توبی علامت ہے اور نیز مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ مجھکو اس عمدہ تعبیر کی ہرگز خبر نہ تھی اب مجھکو بہت بصیرت حاصل ہوتی ہے سچ ہے کہ بغیر علم کے انسان اندھا ہوتا ہے۔ غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص فانیوں کو خراب حالت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت اپنے ہی نفس کیحالت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ سر اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس سے فانی ہے وہ باعث اپنی بنات شفقت کے کہ جو اسکو جاودانہ سے ہے دوسروں کیحالت پر کہ جن میں وہ شخص خود بھی داخل ہے ایسا ہی درد مند ہے کہ جیسا خود صاحب درد کو ہونا چاہیے۔ پس اس جہت سے شخصی رائے کی حالت نقشہ اس صاحب کمال میں کہ جو بوجہ نہایت شفقت محو فی الخلق بھی بطور انعکاس دکھائی دیتی ہے اور سادہ لوح کو یہ دھوکا لگتا ہے کہ واقعی طور پر یہ حالت اس میں موجود ہے اور کبھی اسکا باعث یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی شخص کا حال اور مقام دریافت کرنیکے لئے باطنی طور پر توجہ کرتا ہے اور وہ شخص جس کا حال دریافت کرنا منظور ہے۔ شخص متوجہ کی نظر سے بہت دور ہوتا ہے۔ ناچار نظر باطنی کے تھکان کیوجہ سے کچھ اپنے ہی حالات ظاہر ہوجاتے ہیں جیسے ایک شخص جو آسمان کی طرف نظر کرتا ہے تو آسمان بوجہ دور ہونیکے اس کو نظر نہیں آتا۔ لیکن اپنی ہی آنکھوں کی کبودی سامنے آسمان میں دکھائی دیتی ہے اور دھوکہ سے نادان آدمی یہ خیال کر لیتا ہے کہ آسمان بہ رنگ کبود ہے حالانکہ وہ ایک نورانی اور پاک جوہر ہے تو اسی طرح نقصان توجہ سے بھی دھوکے لگتے۔ بہتے ہیں جس میں سلب ایمان کا خطرہ رہا ہے۔

اب قصہ کو مختصر کرکے گزارش کرتا ہوں کہ جو آپ کے بزرگوار نے

خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے رو سے نہایت عمدہ خواب ہے۔ کاش آپ کے بزرگوار اور نیز آپکو کچھ حصہ علم تعبیر سے ہوتا۔ اونوں تھکنہ بد ظنی سے بچ جاتے سو جاننا چاہیے کہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زنار کا باندھنا مستور الحال کے لئے اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صاحب عزم ہے وہ کسی کام سے نہ تھکے گا جب تک اپنے دشمنوں سے انصاف نہ لے اور گاؤمیش سے قوم لا یعقل اور نفس پرست ذلیل ہو جائینگے اور حق ظاہر ہو جائیگا۔ اور یہ جو اس بزرگ نے دیکھا کہ سواری کی حالت میں دُم کی طرف منہ ہے یہ اعراض عن الجاہلین کی طرف اشارہ ہے یعنی جاہلوں سے منہ پھیرا ہوا ہے اور ان کے جاہلانہ شور و غوغا کی طرف التفات نہیں سو دم کی طرف منہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ جاہلوں سے اعراض کیا ہوا ہے اور آیت اعرض عن الجاھلین پر عمل ہے اور دوسری خواب بھی خواب کی تائید میں ہے ریچھ سے مراد احمق اور سفلہ آدمی ہے کہ جو ریچھ کی طرح ناحق اوجھتے ہیں اور ریچھ کی کھال پر بیٹھنا تسلط تام سے مراد ہے اور ریچھ کی کھال اس کے اخلاق ذمیمہ کا پردہ ہے جس پردہ کو خداوند کریم بذریعہ اس عاجز کے فاش کریگا اور یہ جو دیکھا کہ قرآن شریف اس کھال پر رکھا ہوا ہے اسکی تعبیر یہ ہے کہ حجت قرآنی ایسے ریچھوں پر قائم ہو جاویگی گویا قرآن اس کھال پر رکھا گیا اور فرق بینائی سے اندوہ و حزن مراد ہے کہ جو شفقتاً علیٰ خلق اللہ طاری حال ہے چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ معبروں نے شخص مستور الحال کے لئے یہی تعبیر لکھی ہے اور حوالہ اس آیت کا دیا ہے وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ یہ تعبیر اول کشف صحیح کے ذریعہ سے اور پھر ابن سیرین وغیرہ کے معتبر اقوال سے یہ بات پایہ صداقت پہنچ گئی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

افسوس کہ آپکو ان قطعی اور یقینی الہامات سے کہ جو مخالفوں کی شہادت سے پایۂ ثبوت کو پہنچگئی کچھ ہدایت نہ ہوئی کیا صدہا انوار یقینیہ قطعیہ کے سامنے کسی کی پیش جاتی ہے خدا تعالےٰ اس امت پر رحم کرے اور مرض خناش سیرتی سے کہ جو ظلمت سے پیار اور نور سے بغض رکھنے کا موجب ہوا ہے۔ آپ دور فرماوے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

اولاب الصدق و الدین

مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۳ء مطابق ۲۰- جمادی الاول ۱۳۳۱ ہجری

ریویو

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری یہ کتاب جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تصنیف سے ہے۔ اس کتاب میں شیخصاحب نے باواصاحب مذکور کی پیدائش سے وفات تک کی ستر سال کی عمر کے حالات درج ہیں اور یہ بیان کیا گیا کہ باواصاحب جو سکھوں کے گرو ہیں وہ در اصل مسلمان تھے۔ میرے خیال میں ایسی کتاب کی اشاعت میں بہت کوشش کرنی چاہیئے۔ خصوصاً سکھ صاحبان میں یہ کتاب کثرت سے تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ انکے گرو کا کیا مذہب تھا۔ اور وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتے تھے اور کیا کچھ باواصاحب نے کیا ہے یہ سکھ صاحبان کا مذہبی فرض ہے کہ اپنے مذہب کے بانی کے سوانح خود پڑھیں اور اسپر عمل کرنیکی کوشش کریں۔ واقعی یہ کتاب بہت مفید ہے یہ کتاب ۱۰۰ کے سائز کے ۹۶ صفحوں پر چھپی ہے قیمت فی جلد ۸ صرف ہے دفتر نور قادیان سے مل سکتی ہے۔

دہرم کی کسوٹی [illegible] صاحب [illegible] منشی [illegible] [illegible]

جو لکیہ [illegible] شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور [illegible]

قرآن کریم کے متعلق مسافر آگرہ کے اعتراضات اور انکے جوابات

پیشتر اس کے کہ میں مضمون شروع کروں۔ یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسافر آگرہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے۔ جو پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی یادگار میں آگرہ سے نکلتا ہے۔

اس اخبار میں ہمیشہ مسلمانوں پر کچھ اعتراض ہوتے ہیں۔ جن کے جواب اکثر دیئے جا چکے ہیں یا بعض دفعہ ایسے بیہودہ اعتراضات ہوتے ہیں جن کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جس پر اعتراض کیا جاتا ہے میں ذیل میں مثال کے طور پر اس کے چند سوال لکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں۔ کہ ان کے جواب کی توفیق عنایت فرمائے۔

مسافر آگرہ مورخہ ۱۵۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک اعتراض اس آیت پر کیا گیا ہے يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج وليس البر بان تأتوا البيوت من ظهورها ولكن البر من اتقى وأتوا البيوت من ابوابها واتقوا الله لعلكم تفلحون؀ ترجمہ تجھ سے لوگ چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو کہدے لوگوں کے لیے وقت ہیں اور چاند میں حج کے لئے وقت ہیں۔ اور یہ نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں کو ان کی پشت کی طرف سے جاؤ۔ اور

لیکن نیکی یہ ہے۔ کہ جو اتقاء کرے اور گھروں کو ان کے دروازوں کی طرف سے آؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ترجمہ کے بعد ویاتندی صاحب نے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں وہ چند اعتراض کرتے ہیں اول تو یہ کہ اس آیت میں نقل تو انصار لوگوں نے حضرت سے چاند کے بڑھنے گھٹنے کا سوال کیا جس قدر علم اللہ میاں کو تھا جواب دیا کہ یہ گھٹنا بڑھنا زمانہ کی شناخت کے لئے ہے مگر یہ نہ بتلا سکے کہ اس کے گھٹنے بڑھنے کی کیا وجہ ہے:

ڈاکٹر صاحب نے یہ تو کہدیا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی بابت دریافت کیا گیا تھا لیکن اگر ان سے اسکا ثبوت دریافت کیا جائے تو حیران رہجائیں قرآن شریف میں لفظ اھلة ہے جو ہلال کی جمع ہے ہلال کے معنے تاج العروس میں حسب ذیل لکھے ہیں

الھلال بالکسرۃ غرۃ القمر وھی اول لیلة او یسمی ھلالا للیلتین من الشھر ثم لا یسمی بہ الی ان یعود فی الشھر الثانی (تاج العروس جز ۸ ثامن صفحہ ۱۷۱) ترجمہ۔ ہلال کسرہ کیساتھ چاند کی پہلی تاریخ کو کہتے ہیں جو پہلی رات میں ہوتا ہے۔ یا ہلال نام رکھا جاتا ہے مہینے کی دو راتوں تک پھر اسکو ہلال نہیں کہتے یہاں تک کہ دوسرے مہینے میں لوٹ آئے اسکا خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور بعض کا یہ بھی قول ہے کہ دوسری رات کے چاند کو بھی ہلال کہتے ہیں۔ اس کے بعد کے چاند کو نہیں کہتے۔

اب اھلة جمع ہے ھلال کی جس کے معنے ہوئے کہ دو سے زائد مہینوں کی پہلی رات کا چاند۔ اب اگر سیاق سباق پر غور کیا جائے تو صاف پتہ لگتا ہے کہ اس سے پہلے رکوع میں رمضان کے مہینے کا ذکر ہے کہ اس میں روزے رکھنے چاہییے اور اس میں فلاں فلاں برکات ہیں جب رمضان شریف کا مفصل حال

گزرچکا تو وہ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ باقی مہینوں کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایئے کہ ان میں کیا کچھ کرنا چاہیئے جیسا کہ عام طور پر انسانی طبیعت کا حال ہے کہ جب بہت سے امور میں کسی کا کچھ حال یا حکم بیان ہو تو وہ باقی کی نسبت بھی تفصیل چاہتی ہے اسلئے انکے سوال کا جواب ملتا ہے قل ھی مواقیت للناس والحج کہدے۔ ان مہینوں کے پڑھنے میں اوقات کا پتہ چلتا ہے لوگوں کے لیئے اور حج کے لیئے۔ اب پنڈت صاحب بتائیں کہ قرآن شریف کے کس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاند گھٹتا بڑھتا تھا۔ میں مانتا ہوں کہ کسی مفسر[1] نے لکھا ہوگا۔ مگر ہم اسکو کیا کریں جبکہ قرآن شریف کے الفاظ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مجھے تعجب ہے کہ لالہ صاحب نے یسئلونک عن الاھلۃ کا ترجمہ یہ کیا ہے "تجھ سے پوچھتے ہیں چاند کا نیا نکلنا" اور پھر اعتراض کرتے وقت لکھتے ہیں کہ تجھ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اول تو ایسا لفظ نہیں کہ جو ہر ایک رات کے چاند کو کہا جاوے بلکہ وہ تو صرف پہلی رات کے چاند کا نام ہے۔ اگر گھٹنے بڑھنے کے معنے ہوتے تو اول تو ہلال کی جگہ قمر یا کچھ اور چاہیے تھا جو تمام مہینے کے چاند کے لیئے آتا ہو اور پھر اس کے گھٹنے بڑھنے کیلئے بھی کوئی لفظ چاہیے تھا۔ پہلی رات کا چاند کس طرح گھٹ بڑھ سکتا ہے جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں خدا تعالٰے نے فرمایا ہے کہ پہلی رات کے چاند کو بدلنا یا مہینوں کی تبدیلی میں اوقات ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لیئے یہاں ایک لفظ حج آیا ہے جسکی تشریح کے لیئے حج کے احکام شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقٰی واتوا البیوت من ابوابھا۔ یعنی یہ نیکی نہیں کہ گھروں کو ان کی پشت کی طرف

[1] اگر پنڈت صاحب ہمیں تفسیروں کے ماننے کے لیئے مجبور کرتے ہیں۔ تو بتائیں کہ کیا وہ وید بھی: تمام پہلی کتابوں سے اتفاق رکھتے ہیں یا نہیں۔

سے جاؤ۔ یہ عرب میں دستور تھا۔ کہ جب حج کر چکتے تھے اور پھر جب انکو واپس پہنچنے کی ضرورت پڑتی تھی تو گھروں کو پچھلی طرف سے آیا کرتے تھے سامنے سے نہیں آیا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنا کوئی نیکی کی بات نہیں نیکی تو وہ ہوتی ہے جس میں تقوی مد نظر ہو جب یہ نیکی نہیں ہے تو اے مسلمانو! تمہیں اس کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ پس اب (واتوا البیوت من ابوابها) گھروں کو دروازوں سے آیا کرو یہ ظالم رسم کو توڑ ڈالنے کے لئے فرمایا ہے۔ اسپر الا صاحب فرماتے ہیں

"بعد ازاں آیت ہذا میں دوسرا مضمون شامل کر دیا ہے۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حاجی بوقت احرام اپنے گھر آتے تھے چھت پر چڑھ کر یا پس دیوار سوراخ کر کے اپنے گھروں میں آتے تھے۔ دروازے سے آنا درست نہیں سمجھتے تھے ایک دن حضرت احرام میں اپنے دروازے سے برآمد ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو اللہ میاں نے فوراً اس آیت میں جو چاند کے متعلق تھی۔ یہ مضمون ٹھونس دیا۔ اور آیت بھی نازل کر دی۔" نعوذ باللہ۔

سلہ گو بظاہر اس جگہ صرف اس بیہودہ رسم کو توڑا ہے مگر حقیقت میں بتایا ہے کہ ایسی اپنی رسمیں بھی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ الٰہی حکم کے سوا ہی خود بخود کسی چیز کی نسبت تقیید اور شریعت چاہی جائے یہاں تک کہ جب کوئی نہیں ملتی۔ تو نفس کو شیطان کی دیا ہے۔ اور خود قوم کی خواہش سے ناعاقبت اندیش از خود کوئی تقیید اور شرع اس کی نسبت ایجاد کر دیتے ہیں۔

اس لئے یہاں سمجھایا ہے۔ کہ ایسا کرنا منع ہے کیونکہ اس سے بہت سے مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔

میں صاف طور پر اس آیت کا ترجمہ مع تشریح لکھ آیا ہوں اور جو لوگ اسکو پڑھینگے۔ ان کو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس آیت میں کوئی دوسرا مضمون نہیں ہے۔ بلکہ یک ہی مضمون ہے لوگوں نے مہینوں کے متعلق دریافت کیا ہے تو فرمایا ہے۔ انہیں لوگوں کے لئے وقت مقرر ہیں اور حج کے لئے بھی اوقات ہیں تو چونکہ حج کا ذکر آیا تھا اسلئے حج ہی کے متعلق یک اعینی رسم کو ذکر کر کے ایسی خواہش کی خرابی کا اظہار کیا ہے سو اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ سارا ایک ہی مضمون ہے۔ یہ کوئی نیا مضمون نہیں چنانچہ پہلے حج کا ذکر فرمایا ہے پھر یہ اسکی تشریح ہو رہی ہے۔ اور اس کے احکام ذکر ہو رہے ہیں۔

واتوا البیوت من ابوابھا کو رسول کریم کے نکلنے اور نہ نکلنے سے کوئی تعلق نہیں ہے حج کے احکام کے بیان کے لئے ضروری ہے کہ شروع احکام یہاں سے ہوں۔ کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو کیا کرے پس اس ضرورت کے مطابق یہ حکم بتایا ہے

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں "اب قرآن شریف کی ہمہ دانی فصاحت و بلاغت پر ناز کرنیوالے مسلمان اللہ میاں کی حسن لیاقت کی خود ہی داد دیں جن کو خدا نے علم و عقل عطا کی ہے وہ تو سمجھ ہی جائیں گے کہ ایسی حسن و خوبی کوئی عاقل؟ شریعت کو کیسے کلام ربانی کہہ سکتا ہے؟"

الجواب ہم بڑے فخر سے قرآن شریف کو خدا تعالیٰ کا کلام اور وحی سمجھتے ہی نہیں۔ بلکہ ہر طرح واثق سمجھتے ہیں۔ اگر شریر لوگ اسپر حملہ کریں یا اس کے مقابلہ کے لئے لوگ اٹھیں اور ایک بیہودہ گندی عبارت پیش کریں تو اسکی کیا پرواہ ہو سکتی ہو قرآن شریف کہتا ہے لا یمسہ الا المطہرون۔ یعنی قرآن کریم کا عرفان کماحقہ پاک لوگ ہی حاصل کر سکتے ہیں اگر کوئی شریر آدمی اعتراض کرے تو عقلمندوں پر اسکا

کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس آیت پر جو آپ نے اعتراض کئے تھے وہ بفضلہ تعالیٰ سب حل کر دیا ہوں زیادہ لکھنا باعث طوالت ہوگا۔

اب ہم ان اعتراضات کا جواب دیچکے ہیں جو پنڈت بھوجدت صاحب نے آیت ذکورہ کے متعلق اپنے اخبار کے ۱۱ اپریل ۱۹۱۳ء کے پرچے میں کئے تھے۔ لیکن ابھی ایک اور آیت باقی ہے جس پر ۲۳ اپریل کے ساتر میں اعتراض کئے گئے ہیں اور آیت یہ ہے وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ترجمہ۔ اور لڑو بیچ راہ اللہ تعالیٰ کے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ آیت ایسی عجیب ہے کہ کئی ایک آریوں کے اعتراض متعلقہ جہاد رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ صرف ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ جس مذہب کا دعویٰ ہو کہ کسی سے مقابلہ کرنا منع ہے بلکہ جو مقابلہ کریگا اس کو اللہ پسند نہیں کریگا سوائے ایسی حالت کے کہ مقابلہ پر وہ لوگ ہوں جو تم سے لڑائی کرتے ہوں۔ خود کسی پر حملہ کرنا منع ہے تو ایسے مذہب کے پیرو اشاعت اسلام کے لئے کس طرح لڑائی کر سکتے ہیں جس کی انکو اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مگر ہمارے پنڈت بھوجدت صاحب ایسے متعصب ہیں کہ انھوں نے اس آیت پر بھی فوراً اعتراض کر دیا کہ چونکہ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ چار مہینے ادب کے مکہ میں لڑائی بند رہتی جس کا سیلے میں مجاوروں کا نقصان نہ ہو سکا اسلئے اللہ تعالیٰ آداب جہاد فرماتا ہے جو تم سے لڑیں انکو مارو۔۔۔۔۔ القصہ یہ آیت قتل کفار پر صادر ہوئی تھی چونکہ اب کہ میں امن و امان ہے۔ یہ خونی آیت استعمال کر داخل دفتر کرنی چاہئیے۔

سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ قرآن کریم میں تو کہیں نہیں لکھا کہ یہ آیت موضح القرآن

کے متعلق ہے اگر موضح القرآن میں لکھا ہے تو مصنف موضح القرآن اس خصوصیت کا ذمہ وار ہے۔ لڑائیاں اب بھی ہوتی ہیں۔ یہ قانون عام ہے۔ اگر مسلمانوں کی سلطنت کی کسی دوسری سلطنت سے لڑائی ہو۔ تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس آیت کی پابندی کرے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلی آیت میں بتا چکا ہوں۔ کہ حج کے متعلق احکام ہیں یعنی حج کے لئے اگر جاؤ تو ایسا کرو ایسا کرو یہاں فرمایا ہے۔ کہ اگر کو لڑائی کی ضرورت پڑے تو ایسا کرنا چاہیے کہ اللہ کے راہ میں لڑو۔ حد سے زیادتی نہ کرو۔ مگر اس لڑائی کی ضرورت حج میں بھی پڑ جائے تو حرم کے بہانے سمجھکر خاموش نہ رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کریں بلکہ ایسے موقعہ پر تمہیں بھی چاہیئے کہ تم بھی ان سے لڑائی کرو۔ مگر جہاں تک وہ تم سے لڑائی کریں۔

یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ جو کام حج میں ہوتے ہیں وہ کہیں اور نہیں ہو سکتے۔ اس کی مثال تو یہ ہو بہو یہی ہے کہ حکم ہو کہ نماز میں الحمد للہ رب العلمین پڑھا کرو اور جس کو حکم دیا گیا ہے وہ کسی خوشی کے موقعہ پر کہے الحمد للہ رب العلمین۔ تو کوئی بیوقوف کہدے کہ بس جناب کو ایسا کرنیکی اجازت نہیں صرف نماز میں کہا کہ اگر خدا تعالیٰ نے کہا کہ حج میں ایسا کرو۔ تو کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ کسی اور موقعہ پر بھی اسی کام کی ضرورت پیش آئے تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً قرآن کریم کہتا ہے فاذکروا اللہ۔ تو کیا دوسرے اوقات میں ایسا کرنا منع ہے۔

پنڈت صاحب کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی۔ باقی رہی جنگ کی ضرورت پیش آتی ہے کہ نہیں سو اب بھی انکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کو مختلف اوقات میں لڑائی کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ مسلمانوں کی خدا کے فضل سے اب بھی سلطنتیں ہیں۔ خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر میں کہتا ہوں ۱۱ کہ حج کے متعلق ہے۔ اگر

کیا پنڈت صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ ہندو اب بھی امن کو توڑنیکی تجاویز میں مشغول رہتے ہیں اور ہر سال کچھ نہ کچھ حاجی مارے جاتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں اس آیت کی ضرورت نہیں لیکن یاد رہے خاص مکہ میں کوئی لڑائی نہیں کرسکتا ہے بلکہ میری مراد راستے کی لڑائی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں پنڈت صاحب نے بریکیٹ میں لکھا ہے کہ حج کے دنوں میں لڑائی اسلئے منع ہے کہ تا میلہ میں مجاور و لکا نقصان نہ ہو جاوے۔ افسوس! پنڈت صاحب کو معلوم نہیں کہ ایک مقدس جگہ میں خصوصاً جب کہ وہاں اکٹھ ہو لڑائی جائز نہیں ہونی چاہیئے کیا پنڈت صاحب اس بات کو اچھا سمجھتے ہیں کہ گورو کل کے جلسے کے دنوں میں وہاں جنگ شروع کر دی جاوے۔ میرے خیال میں پنڈت صاحب ایسا کبھی پسند نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ ان کو یہ فکر دامنگیر ہوگی کہ بہت سے بے قصور رہاشوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا پھر مکہ کو خدا تعالیٰ نے امن والا بنایا ہے۔ یہ جائے اعتراض نہیں بلکہ عظیم الشان نشان ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مکہ کو امن والا بنائے ہیں کون ہے۔ کہ جو ہمارے ارادہ کے برخلاف جنگ کرے یا اس میں لڑ سکے۔ کتنے مذاہب قوموں زمانوں کی تبدیلی ہو جاوے مکہ امن میں رہیگا۔

آپ اس آیت کو خونی آیت بتاتے ہیں۔ افسوس تعصب بالکل اندھا کر دیتا ہے ذرا پنڈت صاحب بتائیں تو سہی کہ آیت مذکورہ بالا خونی ہے۔ یا رگوید او بیانے سات اور کاوا سکت ۰ کا پہلا منتر خونی ہے جس میں اندر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اسکی جو ہمارے خوش ہوتا ہے پھر گ لگا کر پچھاڑو جس نے را جیوں

لہ آیت کا ترجمہ یہ ہے اور لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ۔

کے ساتھ کرشنا کی حاملہ استریوں کو قتل کیا۔ ہم رکھشا کے خواہش مند اسکو
ہر نعمتوں کا دینے والا ہے جس کے ہمراہ مارت ہیں اور جو یجروید کو داہنے ہاتھ
میں دھارن کرتا ہے جاتے ہیں تاکہ ہمارا مددگار ہو۔"

جس وید کی یہ تعلیم ہو کہ جوان بچے اور بوڑھے مرد اور عورتیں تو الگ
دشمن کی حاملہ عورتیں تک قتل کر دی جائیں کیا اسکا پیرو بھی کہہ سکتا ہے کہ
مندرجہ بالا آیت قرآن کریم کی یا کوئی اور آیت خونی ہے۔ پھر پنڈت صاحب
ذرا بتائیے تو سہی کہ یہ الفاظ خونی ہیں کہ حاکم اعلیٰ تسلیم کر کے روئے زمین کو
دشمنوں سے خالی کرو۔ یجروید ۹۔ ۳۸" دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۷

یہ سب باتیں تب ہوتی ہیں جب تعصب نہ ہو۔ پنڈت صاحب تو مسلمانوں
پر اعتراض کرنیکے لیئے تلے ہوئے بیٹھے ہیں پھر کیا جہاں اعتراض نہ ہو وہاں
بھی بنا لیا۔ کاش پنڈت صاحب غور فرمائیں۔

اب بتلایئے پنڈت صاحب کیا خونی ویدکا بھگو شا نتی کوشش کرنی چاہیئے
یا آپ کو تعصب کی عینک اتار کر غور و فکر کے بعد جواب دیں۔

پھر پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کانٹ چھانٹ پر رد و بدل
جہاں ہے وہ دین رب العالمین ہرگز نہیں۔"

میں تو ابھی بتا چکا ہوں کہ یہ آیت نہ منسوخ ہوئی ہے اسکی منسوخ کی
ضرورت ہے بلکہ یہ آیت کیا قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں اور نہ ہو
ہی سکتا ہے خصوصاً اس آیت کے متعلق جس پر بحث ہے میں ابھی ثابت کر
دیتا ہوں ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور تو جانے دو دیکھئے ابھی کرزن گزٹ میں
پڑھا ہے" البانیہ..... کے مختلف اضلاع میں سخت معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں
اور..... رپورٹ کیگئی ہے کہ ترکوں نے شمالی میں البانی باغیوں کو شکست

وہی کیا اب ان مسلمانوں کو نہیں چاہیئے کہ اس آیت پر غور کریں۔

کیا اب بھی یہ آیت نعوذ باللہ داخل دفتر ہونیکے قابل ہے۔ یا ستیارتھ پرکاش کے صفحات ۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰ وغیرہ قابل ترمیم ہیں۔ جہاں کہ مت کا ذکر ہے کہ کسکو حکومت کرنی چاہیئے اور راجا اور پرجا کو کیا کچھ کرنا چاہیئے اور فوج و اسلحہ جنگ وغیرہ کیسے مضبوط ہونے چاہئیں کیونکہ تو ہندوستان میں آریوں کی حکومت نہیں رہی اور کبھی ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے باہر آریوں کی کبھی سلطنت ہوئی ہے۔ اور نہ کبھی ہونے کی امید ہے۔ اسلئے یہ سب قواعد خصوصاً ویدوں کے منتر جہاں کہ یہ منتر [illegible] اور یجروید کا نواں ادھیا سارے کا سارا دیکھو کہ قریباً قریباً سارے ادھیائے میں یہی ذکر ہے۔ اس قابل ہے کہ داخل دفتر کئے جاویں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

اشتہار

[illegible]

المشتہر۔ مینیجر نیر اعظم ایجنسی یوپی مرادآباد دوہیا ہنڈل

(۱) کیا اسلام میں پچھلے گناہوں سے نجات ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح ؟

جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں نجات کے مضمون کو میں نے مختلف حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور اب پہلے میں مذکورہ بالا ہیڈنگ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ جب ایک انسان خدا کی طرف جھکتا ہے تو ضرور ہے کہ اُسے پہلے یہی سوال پیش آئے کہ کیا میرے پہلے گناہ جو میں اب تک کر چکا ہوں وہ معاف ہو سکتے ہیں کہ نہیں اور اس سوال کے حل کئے بغیر نجات پر بحث کرنا بھی فضول کیونکہ جب گناہ ہی معاف نہ ہوتے تو پھر نجات کس طرح ممکن ہے۔

یاد رہے کہ اسلام ہمکو اسبات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہم خدا تعالےٰ کے غفار ہونے پر ہر حالت میں ایمان لائیں۔ .... اور کسی وقت بھی اس کے بے پایان فضل و کرم سے ناامید نہ ہوں۔ بلکہ ہر دم یقین کریں۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کے انعامات ہمارے شامل حال نہ ہوں تو ہماری زندگیاں تلخ ہو جائیں اور جینا ہمارے لئے دوبھر ہو جائے اور یہ کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کرتا ہے اور اگر سچی توبہ کیجائے ہم فضل کی جاذب ہو تو ہمارے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے وہ محبت سے پرستش کے قابل ہستی ہے جس کے مدنظر انسان کی اصلاح ہے اس کی ہلاکت نہیں پس جس وقت انسان اصلاح کی طرف جھکتا ہے اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر آگے وہ نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے آسمان کے دروازے بھی اسکے لئے کھل جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ کی توجہ بھی اسکی اصلاح کی طرف منصرف ہو جاتی ہے پس مبارک

ہے وہ جو ان باتوں پر غور کرے اور فائدہ اٹھائے۔

برخلاف اس کے مسیحی اور آریہ یہ خیال کرتے ہیں کہ پچھلے گناہ قطعاً معاف نہیں ہو سکتے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اب واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اب اگر کوئی شخص اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ تو یہی طریق ہے کہ آیندہ کے لئے گناہوں سے بچے اور پچھلے گناہوں کی سزا کا منتظر رہے (مسیحی ایک طریق گناہوں کی سزا سے بچنے کو بتاتے ہیں مگر وہ اس جگہ کچھ تعلق نہیں رکھتا اسلئے انشاء اللہ آیندہ بیان ہوگا)

پس ہمارا اور دیگر مذاہب کا اس مسئلہ میں ایک عظیم الشان اختلاف ہے جس پر بحث کرنا ضروری ہے اور چونکہ گناہوں کی معافی کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفات سے ہے اور ساری بحث کا دارومدار اسپر آن رہتا ہے کہ آیا خدا تعالیٰ کی صفات یہ چاہتی ہیں کہ انسان کے گناہوں کو بروقت توبہ معاف کیا جائے۔ یا اسے ضرور ہی سزا دی جائے اور باوجود اس کی ندامت اور پشیمانی کے اور آیندہ اصلاح پر آمادہ ہو نیکے اسکو ہلاک کر کے چھوڑا جائے۔ اسلئے اولاً میں خدا تعالیٰ کی صفات پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

یاد رہے کہ یہی مسئلہ نہیں بلکہ جسقدر دیگر مسائل میں مذاہب کا اختلاف ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کی صفات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے چنانچہ دنیا کے مذاہب پر نظر رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ کل مذاہب میں جب برائیاں پڑی ہیں اور طرح طرح کی بدعات داخل ہوئی ہیں تو اسکا اصل باعث یہی ہے کہ مرور زمانہ سے ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کی کسی ایک صفت یا بہت سی صفات کے متعلق غلط فہمی ہو گئی جس کی وجہ سے انکے اعمال بھی بگڑتے بگڑتے کسی اور طرز پر آگئے مثلاً ایک فرقہ جو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ خیال کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کو ذرہ ذرہ کا علم ہوتا ہے اگر مرور زمانہ سے وہ خدا تعالیٰ کے علم کی صفت کے سمجھنے سے دھوکہ کھا جائے اور

اسلئے یہ خیال ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کو کلیات کا ہی علم ہے اور جزئیات کا علم نہیں۔ تو ضرور ہے کہ اُس کے بہت سے عقائد ساتھ ہی بدل جائیں گے مثال کے طور پر انکو ماننا پڑیگا کہ قیامت کو انکے بہت سے گناہ خدا تعالیٰ کی نظر سے پوشیدہ ہونگی وجہ سے سزا سے بچ جائیں گے۔ اور وہ یہ بھی خیال کرینگے کہ خدا تعالیٰ کو دہوکا بھی دیا جا سکتا ہے۔

غرض کہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت میں غلط فہمی ہو جانے کی وجہ سے ہی تمام دنیا میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور اگر سب مذاہب صفات الٰہیہ اور ان کے ظہور میں متفق ہوتے تو پھر کوئی اختلاف نہ ہوتا اور سب مذاہب ایک ہی بات کے ماننے والے ہوتے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سوائے بہت چھوٹے چھوٹے اختلافات کے سب مذاہب ایک ہی ہو جاتے مگر چونکہ صفات الٰہیہ کے سمجھنے اور ان کے ظہور کے طریق میں بہت کچھ اختلافات ہو گئے ہیں۔ اسلئے آپس میں اس قدر بعد واقعہ ہو گیا ہے کہ اگر ایک مذہب کو مانا جائے تو دوسرے کو ضرور ہی غلط کہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات میں کچھ کمی کر دی ہے یا زیادتی ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو کیا ہندو یا آریہ یا مسیحی یا یہودی یا زرتشتی جان بوجھکر اپنے آپکو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور دوزخ کو دیکھتے ہوئے اس میں کودنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اُس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں تو دہریت کو چھوڑ باقی کل مذاہب اس طاقتور ہستی سے تعلق پیدا کرنیکے لئے کوشاں ہیں اور مختلف طرق سے اور جائز اور ناجائز وسائل سے اسے خوش کرنے اور اپنے پر مہربان کرنیکے لئے لگے ہوئے ہیں صرف فرق اتنا ہے۔ کہ اس کی صفات میں دہوکہ کھایا ہے اور اسلئے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے چار آدمی ایک شہر کی تلاش میں نکلیں۔ اور ایک تو ٹھیک سیدھے راستہ پر چلتا جائے اور باقی اپنی جلد بازی اور نافہمی کی وجہ سے

اصل جہت کو چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کریں اور ان میں سے کوئی شمال کو چلا جائے کوئی جنوب کو چلا جائے اور کوئی مشرق کو چلا جائے۔ پس اس میں شک نہیں کہ یہ سب اس شہر کی تلاش میں سرگرداں و کوشاں ہیں۔ لیکن یہ فرق ہوگیا ہے کہ ایک تو ان نشانات پر جو بتائے گئے تھے چلا گیا ہے اور آخر منزل مقصود کو پہنچ ہی جائیگا مگر باقی تین نے اپنی طرف سے کچھ ایسی باتیں ان نشانات میں ملا لیں کہ اصل راستہ سے بھٹک کر کہیں کے کہیں چلے گئے۔ اور اگر اصل راستہ کی طرف نہ لوٹے تو ضرور ہے کہ اسی طرح چلتے چلتے مر جائیں گے اور منزل مقصود کو نہ پہنچیں گے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ انکو بھی اس شہر تک پہنچنے کی تڑپ ہے۔ اسی طرح موجودہ مذاہب میں سے سچے مذہب کو چھوڑ کر خواہ وہ کوئی مذہب ہو باقی سب مذاہب کے پیرو گو خدا تعالیٰ سے ملنے کی تڑپ رکھتے ہیں مگر وہ نشانات جو انکو اس کے ملنے کے لئے بتائے گئے تھے (یعنی اسکی صفات) ان میں انہوں نے ایسی خود ساختہ باتیں ملا لی ہیں کہ اب وہ اصل راستے سے بھٹک کر کہیں کے کہیں نکل گئے ہیں اور ان آمیزشوں کی وجہ سے جن میں آلودہ ہوگئے ہیں زمین و آسمان کے خدا کو چھوڑ کر اپنے خیالات کے بموجب کچھ اور خدا تجویز کر کے انکے پیچھے لگ گئے ہیں اور انکی مثال ان بکریوں کی ہے کہ جنہوں نے رات کے وقت اپنے مالک کے قدموں پر چلنا ترک کر دیا اور اِدھر اُدھر ہوگئیں اب چور انکو بلاتا ہے اور وہ اس کے پیچھے لگ جاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ انکا مالک ہے مگر صبح سے پہلے وہ ان کو قصاب کے سپرد کر دیگا اور پھر انکو اپنا گھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

چنانچہ اس دھوکے میں ہر کسی نے تو محبت کے جوش میں برہما وشن شو، کرشن اور رامچندر کے بھیس میں اسے دیکھا اور کسی نے اس پاک ہستی کو ماہ، شیر، مچھ، کچھ کی شکل میں اعتقاد کیا کسی نے یسوع کے رنگ میں رنگین پایا۔

تو کسی نے بدھ کی صورت میں جلوہ گر (نعوذ باللہ من کل ذالک) اور یہودیوں نے اگر موسیٰ کی معرفت اسکا دیدار چاہا۔ تو زرتشتیوں نے زرتشت کی وساطت سے اس کی ملاقات کی خواہش کی۔ گر سچی بات یہی ہے کہ وہ ورا الورا ہستی اس بات کی محتاج نہیں کہ پھر کسی انسان کی صورت اختیار کرے اور یہ بات اس کی صفات کے بھی برخلاف ہے اسکا دیدار اس کی صفات کی معرفت سے ہوتا ہے چنانچہ اس پیچیدہ مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت خدا تعالیٰ نے ہم تک پہنچایا اور فرمایا کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں کہ جس کے جیسے میں وہ آ سکے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ یعنی یہ مادی آنکھیں اس کی کنہ تک نہیں پہونچ سکتیں ہاں وہ ان آنکھوں کی کنہ کو خوب پہنچتا ہے۔ اور وہ بڑا لطیف اور خبیر ہے۔

پس ان سب بد عقائد کی جڑ صفات الٰہیہ سے بے خبری ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض نادان محبت کی وجہ سے بعض خدا نما لوگوں کو خدا ہی سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض مخلوقات الٰہیہ کو اسکا شریک قرار دیتے ہیں۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے پوری آگاہی حاصل نہیں کی اور نہ اسکی بڑائی کا پورا اندازہ کیا تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے کیا سبب کہ لوگ بد عقلت میں پڑ گئے ہیں اور ایسے معبودوں کی طرف جھک گئے ہیں جو خود ضعیف ہیں اور کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتے اور نقصوں سے پاک نہیں ہیں بلکہ طرح طرح کے نقائص سے آلودہ ہیں ایسے لوگوں نے صفات الٰہیہ کا پورے طرح سے مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اور بلا سوچے سمجھے من گھڑت صفات خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی ہیں کہ جن کی وجہ سے اصل معبود سے دور جا پڑے

ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسئلہ نجات میں بھی مختلف اقوام نے دھوکہ کھایا ہے"
اسلام کی تعلیم سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کی محبت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روحیں بیچین رہی ہیں اور ہیں اور رہیں گی تمام نقائص سے پاک ہے اور کسی قسم کی اس میں کمی نہیں ہے بلکہ تمام نیک صفات کی وہ جامع ہے اور بالکل بے عیب ہے اور کوئی اعلیٰ صفت نہیں کہ جسکا ہونا اس ذات کیلئے ضروری ہو اور وہ اُس میں نہ پائی جاتی ہو اور نہ کوئی ایسی صفت ہے کہ جس کے ہونے سے اس میں نقص لازم آتا ہو . . . . اور وہ اُس میں پائی جاتی ہو۔

اور انسان کو اللہ تعالےٰ کی صفات سے آگاہ کرنیکے لئے قرآن شریف میں مختلف جگہ پر صفات الٰہیہ کا ذکر کیا گیا ہے تا ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیرو کچھ مدت کے بعد خدا تعالیٰ کی صفات میں دھوکہ کھاجانے اور وہ سیدھے راستہ سے بھٹک جائیں اور نیکی کا طریق ان سے چھوٹ جاتے اور ضلالت اور گمراہی کی وجہ سے یہ لوگ خدا تعالےٰ کی طرف وہ صفات منسوب کریں کہ جو درحقیقت اس میں نہیں ہیں اور انکا ہونا اس کے لئے عیب کا موجب ہو اور ایسی صفات جن کے نہ پائے جانے سے اُسمیں کمی لازم آتی ہو اور نقص وارد ہوتا ہو اُن صفات کو اس سے جدا کریں اور اسکے نتیجہ میں اس حقیقی خدا کو اس چھوڑ کر مصنوعی خداؤں کے پیچھے لگجائیں پس قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے کہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اور ان میں طرح طرح کے جانور پیدا کئے اور انسان کو بنایا۔ اور بادلوں سے پانی اُتارا۔ اور آگ اور ہوا سے انسان کے فوائد کی تکمیل کی وہ خدا بڑا طاقتور خدا ہے اور اُس کے تمام فعل بالارادہ ہوتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کام کو وہ کرنا چاہے۔ اُسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس کام کو وہ روکنا

چاہیے اسے کوئی کرنیوالا نہیں

علاوہ اس کے قرآن شریف میں خدا تعالے نے ہمکو یہ بھی بتایا ہے۔ کہ انسان کی خلقت ہی میں نیکی اور تقویٰ رکھا گیا ہے۔ جس سے وہ نیک بات اور بری بات میں فرق کر سکے۔ چنانچہ فرماتا ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی اللہ کی طرف سے دی ہوئی فطرت وہی ہے جو اس نے اپنے بندوں میں رکھی ہے اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ یہ ایک دین ہے جو استوار ہے لیکن اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں یعنی اللہ کی طرف سے انسان میں ایسی صفات رکھی گئی ہیں۔ کہ جن سے وہ ایک حد تک صفات الٰہیہ کا مظہر بن سکتا ہے اور ایسی ایسی صفات حسنہ اس میں ودیعت کی گئی ہیں کہ جن کی مدد سے وہ نیک و بد کو پرکھ سکتا ہے اور اس طرح سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کن صفات کو منسوب کرنا جائز اور کن کو منسوب کرنا ناجائز ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ انسان میں بھی ایک حد تک الٰہی صفات کا رنگ دیا گیا ہے اور اسلئے جب فطرت کے مطابق انسان الٰہی صفات کو پرکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں فلاں صفات کا اللہ تعالے سے جوڑنا اور فلاں فلاں صفات کا اس کی منسوب کرنا برا ہے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان میں وہی صفات ہیں کہ جو میری طرف سے اسے میری معرفت حاصل کرنے کے لئے دی گئی ہیں اور چونکہ میری خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ اسلئے ایسا نہ ہو کہ تم خلاف فطرت ایسی صفات تجویز کرو۔ جو میری خلق کے خلاف ہیں۔ اور میں نے انکو پیدا کیا ہے کہ ہمیشہ عقل و فطرت سے کام لیا کرو۔ اور ان دونوں کو اپنا رہنما بناؤ۔ اور بیشک تم جب انہیں تبدیل نہ کرو گے اس وقت تک تم راہ راست پر رہو گے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام کو [illegible]

ہرگز نہیں کہ عقل سے بالا کوئی علوم نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ فطرت و عقل کے مطابق کل علوم ہونے چاہئیں اس کے خلاف نہ ہوں مثلاً کوئی شخص ہمکو آکر بتائے کہ زید لاہور گیا ہے تو یہ بات ہماری عقل سے بالا ہے خلاف نہیں۔ کیونکہ ہمکو سماع سے معلوم ہوتی ہے خود عقل بغیر کسی کی اطلاع کے اسبات کو دریافت نہ کر سکتی تھی مگر جب معتبر خبر ہمکو ملی۔ تو ہماری عقل نے کوئی وجہ اسکے رد کرنے کی نہیں پائی پس جہاں جہاں میں عقل و فطرت کو انسان کا رہنما بتلاؤنگا۔ میرا یہی مطلب ہوگا کہ ان باتوں کے وہ برخلاف نہ ہوں انکو قبول کرو خواہ وہ کسی ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوں؛

پس خدا تعالیٰ اس آیت میں ہمکو بتاتا ہے کہ فطرت انسانی تو ہماری ہی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور اس میں ہم نے اپنے صفات کا پرتو ڈالا ہے پس اس میں تبدیلی مت کرو۔ اور اسکو اپنا رہنما بنائے رہو جب تک تم اس اصول پر چلتے رہوگے اور اس راہ کو نہ چھوڑوگے تو تم سیدھی راہ پر رہوگے اور ہماری صفات کے سمجھنے میں دھوکہ نہ کھاؤگے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ یعنی یہ دین کہ اس طرح فطرت کے مطابق ہمکو چلاتا ہے اور وہ اصول ہمکو بتاتا ہے جو فطرت کے برخلاف نہ ہوں وہی سچا ہے اور باقی سب مذاہب جھوٹے ہیں۔ اور غلطی پر ہیں۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا اور وہ سیدھے راستے سے دور جا پڑے ہیں اور کیونکہ ان کی بات بے ثبوت ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کہ جس سے وہ اپنے دعوے کو ثابت کر سکیں اور یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جسکو اکثر لوگ نہیں جانتے؛

پس قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ایک حد تک انسان کو اپنے صفات کا مظہر بناتا ہے اور جو طاقتیں کہ خدا تعالیٰ میں ہیں۔ ایک حد تک

انسان پر اسکا پرتو ڈالا ہے چنانچہ اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی لے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے آپکو مظہر بناؤ۔ اور وہ صفات جو خدا تعالےٰ نے تم میں ودیعت کی ہیں۔ انکو ترک مت کرو۔ اور ان سے غافل مت ہو۔ بلکہ ان میں ترقی دو۔ اور اپنے آپکو کامل مظہر بناؤ۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اور بھی تشریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ جب مومن اپنے آپکو خدا تعالےٰ کے بالکل سپرد کر دیتا ہے۔ تو اسوقت خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور زبان ہوجاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور پاؤں ہوجاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ انسان ایسا اپنی فطرت پر پکا ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی بھی جائز نہیں رکھتا۔ اسلئے چونکہ انسانی فطرت میں الہی صفت رکھی گئی ہے اور اس کی کل حرکات فطرت کے مطابق ہوجاتی ہیں تو اسوقت گویا اسکا ہر ایک فعل خدا کا ہی فعل ہوجاتا ہے اور ایسا انسان خدا تعالےٰ کا محبوب بنجاتا ہے۔

پس اسلام نے سچے مذہب کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ فطرت کے مطابق ہو اس کے برخلاف نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب نہ کرتا ہو۔ جو خلاف فطرت ہوں بلکہ ایسی صفات کو منسوب کرتا ہو جو فطرت کے مطابق ہوں اور مشاہدہ بھی اسکی تائید کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان میں ایسی صفات رکھی ہیں کہ جن سے انسان فیصلہ کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کونسی صفت منسوب کر سکتے ہیں اور کونسی نہیں۔

Digitized by Khilafat Library

اسلئے مجھکو کوئی بڑے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر انسانی فطرت میں ایسی طاقت نہ ہوتی تو وہ خدا کی صفات کو سمجھ

ہو نہ سکتا کیونکہ جو طاقت ایک چیز میں رکھی ہی نہیں تو وہ اس قسم کا کام نہیں کر سکتی۔ مثلاً یہ
کہ طوطے میں بولنے کی طاقت ہے جب ہم اسکو بولنا سکھاتے ہیں تو وہ بولنے لگتا ہے
لیکن چونکہ بیل میں بولنے کی طاقت نہیں ہم اسکو کوشش کریں وہ کبھی نہیں بولیگا
کیونکہ اس میں وہ مادہ ہی نہیں۔ کہا گیا ہے کہ اونٹ کو پر نہیں دئے گئے اور اسمیں
اڑنے کی طاقت نہیں رکھی گئی۔ اب اگر کبھی ہم اس سے کہیں کہ تو اڑ اور ہوا پر تو
اڑتا ہوا دکھائی دے لیکن نہ تو اسکی توجہ ہی اس طرف جا سکتی ہے اور نہ وہ اڑ ہی سکتا ہے
اسی طرح کل جانور جنکو انسان کی طرح ترقی کی طاقت نہیں دی گئی۔ اگر ہم ان کو سمجھانا چاہیں
کہ دنیا کے لیے ہر وقت ترقی کی فکر میں لگا رہنا ضروری ہوتا ہے اور ایجادات سے اپنی قوم
کو فائدہ پہنچانا اسکا فرض ہوتا ہے تو وہ اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کیونکہ انمیں
یہ طاقت ہی نہیں رکھی گئی انسان کو دیکھو کہ کہاں سے کہاں ترقی کر کے آ گیا ہے مگر
جانور جس طرح آج سے دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار سال پہلے تھا اسی طرح آجکل
بھی ہے یعنی جس طرح مکھی آج سے ہزاروں سال پہلے شہد تیار کیا کرتی تھی۔ اسی
طرح اب بھی کرتی ہے یہ نہیں کہ انسان کی طرح نئی نئی ایجادیں کرتی رہے۔ مگر
آج سے دو ہزار سال پہلے اگر انسان رتھوں پر سوار ہوتا تھا اور اسکے بعد چنڈول
و بہلیں اور سکھپال وغیرہ سواریاں نکل آئیں پھر اور ترقی کی تو گھوڑے گاڑیاں
ایجاد ہوئیں۔ اور پھر انہیں مختلف قسم کی کثرت ہوتی رہی اور وہاں سے انسان
نے ترقی کی تو ریل ایجاد کی اور پہلے اگر دس میل فی گھنٹہ رفتار تھی تو پھر پندرہ میل اور
رفتہ رفتہ ایک سو دس میل تک لے آیا اور سٹیم سے ترقی کی تو برقی طاقت سے
کام لینے لگا اور اس سے بھی بڑھا تو ہوائی جہاز ایجاد کئے۔ مگر کسی نے شہد کی مکھی
کے طریق میں اور ریشم کے کیڑے نے کپڑے کے بنانے میں اس عرصہ میں نئی نئی
ایجادیں نہیں کیں جس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں یہ طاقت ہی نہیں رکھی گئی۔

اگر ہم کسی جانور کو فلسفہ کے مسائل سمجھانے بیٹھیں تو کیا سمجھا سکتے ہیں کبھی نہیں کیونکہ اس میں وہ مادہ ہی نہیں۔

پس جب تجربہ ہمکو بتاتا ہے کہ جو طاقت کسی چیز میں نہ ہو وہ اس سے کام نہیں لے سکتی تو پھر کسطرح ممکن ہے کہ اگر انسان میں ان صفات کا پرتو نہ ڈالا گیا ہو جو خدا تعالیٰ میں ہیں تو پھر بھی وہ اسکی صفات کو سمجھ سکے خدا تعالیٰ کو ملنے کا ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ اسکی صفات کا کامل علم ہے پس جب انسان ان صفات کا علم ہی نہیں حاصل کر سکے گا۔ تو وہ انکا عرفان کیونکر حاصل کریگا۔ پس الٰہی گیان یا عرفان کو حاصل کرنیکے لئے ضروری ہے کہ انسان میں الٰہی صفات کا جلوہ موجود ہو اور یہی مطلب ہے۔ ان آیات و احادیث کا جو میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ انسان میں الٰہی صفات کا پرتو ایک حد تک ڈالا گیا ہے۔ اور اسکی فطرت اس طرح نیک بنائی گئی ہے کہ اگر وہ اس سے کام لے تو وہ ضرور خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھ سکتا ہے پس معلوم ہوا۔ کہ الٰہی صفات کے سمجھنے کا ایک ہی طریق ہے کہ انسان فطرت انسانی کو دیکھے اور پھر ہر ایک مذہب کی بتائی ہوئی صفات کو اس کسوٹی پر پرکھے۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسا مذہب سچا ہے اور فطرت کے مطابق ہے اور کونسا جھوٹا اور فطرت کے برخلاف۔ پس اب میں اسلام کا دعویٰ شاہدات کے دلائل سے ثابت کر آیا ہوں کہ انسان میں الٰہی صفات کا ضرور ایک حد تک جلوہ ہونا چاہیئے۔ تا کہ انسان الٰہی صفات کو سمجھنے کے لائق ہو اور اگر اس میں وہ صفات نہ رکھے جاتے۔ تو وہ ایک جانور کی طرح جو فلسفہ کے مسائل ہزار برس پڑھانے پر بھی نہیں پڑھ سکتا۔ الٰہی صفات کے سمجھنے کے ناقابل ہوتا۔

پس اب مذاہب کے دعاوی کے پرکھنے کے لئے ہمارے لئے ایک بہت آسان راہ نکل آئی کہ اگر کسی مذہب کا دعوےٰ عقل انسانی اور فطرت کے خلاف ہو

اور متعارض ہو۔ تو وہ غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ جب ہماری فطرتیں الٰہی صفات کا جلوہ گاہ ہیں تو جو بات ہماری فطرتوں کے برخلاف اور صریح متعارض ہے ضروری ہے کہ وہ الٰہی صفات کے بھی برخلاف اور متعارض ہو۔ اسلئے اگر کوئی مذہب خدا کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب کرے۔ کہ جو ہماری فطرتوں کے برخلاف اور متعارض ہے۔ تو ہم فوراً سمجھ لیں گے۔ کہ یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف منسوب بالکل ناجائز اور منع ہے۔

اب جبکہ یہ طے ہو گیا۔ کہ کل مذاہب کی بتائی ہوئی الٰہی صفات کو مدنظر رکھکر ہم دیکھیں گے کہ انسانی خلقت کس طرح واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں ایسی صفات ہیں کہ جکو وہ فطرتاً نیک کہتا ہے اور بعض ایسے فعل ان سے سرزد ہوتے ہیں کہ انکو وہ فطرتاً برا کہتا ہے۔ چنانچہ پھر تجربہ اور مشاہدہ اسپر گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ فعل نیک ثمرات کا لانیوالا اور یہ فعل برے نتائج کا پیدا کرنیوالا ہے۔ مثلاً جب ایک انسان دوسرے سے محبت اور اخلاص سے پیش آتا ہے اور کشادہ پیشانی سے ملاقات کرتا ہے تو دوسرے کے دل میں فطرتاً اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی بہتری کا خیال اس کے دل میں جاگزین ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر برخلاف اس کے کوئی شخص دوسرے سے کج خلقی سے پیش آتا ہے اور اخلاق حمیدہ کو ترک کر دیتا ہے اور انسانیت کو چھوڑ کر درندگی کا رنگ اختیار کرلیتا ہے تو لوگ اس سے کنارہ کرتے ہیں اور الگ ہو جاتے ہیں۔ اور انکی صحبت کو ترک کر دیتے ہیں اور اس سے جدائی اختیار کر لیتے اور اسکی عزت انکے دلوں سے اٹھجاتی ہے اور اسکی بجائے نفرت گھر کر لیتی ہے اور تمام علاقہ میں اسکی شکایات کی آواز بلند ہو جاتی ہو اور وہ لوگوں میں انگشت نما ہو جاتا ہے۔

پس غور کرو کہ اس بداخلاق انسان کی محبت اور اس کی اخلاق کی نفرت کی کیا وجہ ہے۔ اور کیوں اس کے ساتھ لوگوں نے تعلقات کو بڑھایا۔ اور اس سے علیحدگی اختیار کی۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اس نے تو فطرت انسانی کے جذبات کو ملحوظ رکھا۔ اور اس نے فطرت کو بدل دیا۔

پھر اسی طرح ایک شخص جو بڑا سچا ہے اور سچ کی وجہ سے خواہ اس کا نقصان بھی ہو جائے۔ وہ اسے ترک نہیں کرتا۔ اور جھوٹ کے قریب نہیں جاتا۔ اس کی بات پر تمام لوگ اعتبار کرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور اس کی شہادتوں کی تصدیق کیجاتی ہے اور اسکو جھٹلانیوالا خود جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف وہ شخص جو اپنی فطرت کو مارتا ہے اور جھوٹ کی نجاست کو استعمال کرتا ہے۔ اور سچ کے بولنے کے پاک طریق کو چھوڑ دیتا ہے اسکا اعتبار اُٹھ جاتا ہے اور غیر تو غیر خود اسکے یار و غمگسار تک اس کی باتوں کو خلاف واقع سمجھتے ہیں۔ اور اس کی بات کا انکار کرنا برا نہیں بلکہ وہ اور نیکی سمجھا جاتا ہے اور اسکی بدی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح تمام نیک صفات کا نتیجہ نیک نکلتا ہے اور بدی سے خیال کا نتیجہ بد اور یہ ایک ایسا امر اور ایسی کسوٹی ہے کہ جس پر انسان اپنی صفات کو پرکھ سکتا ہے اور اس طرح اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ واقعی وہ صفات جو فطرتاً نیک معلوم ہوتی ہیں وہ میں بھی نیک اور یہ کہ جو صفات فطرتاً بد معلوم ہوتی ہیں اس کے نتائج بھی بد نکلتے ہیں پس فطرت کے پرکھنے کے لیئے ایک معیار بھی انسان کو دیا گیا ہے۔ کہ جس سے انسان اپنی فطرت کو پرکھتا رہتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ضمیر ہے۔ کہ جو اس کی مددگار بنی ہوئی ہے اور اسکو آگاہ کرتی رہتی ہے کہ اسکا کونسا کام فطرت کے مطابق ہے۔ اور کون برخلاف فطرت۔ پس جب انسان فطرت سے کام لیتا ہے۔ تو اُسے کوئی دقت نہیں ہوتی اور جب

وہ فطرت کے برخلاف کام کرتا ہے تو فوراً اسکو ملامت شروع ہو جاتی ہے اور اگر
ایک وقت تک فطرت کے برخلاف کام کرنے سے دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے
اور فطرت انسانی مسخ ہو جاتی ہے۔ اور اس آئینہ کی طرح ہو جاتی ہے۔ کہ جو زنگ کی
کثرت کیوجہ سے عکس قبول نہیں کرتا۔ اور اپنی اصلی حالت کو چھوڑ دیتا ہے

مگر پھر بھی ایسے انسان کسی نہ کسی وقت فطرت کے مطابق
بول ہی اٹھتے ہیں ایک چور اپنے گروہ میں چوری کو برا سمجھتا ہے ایک ٹھگ اپنے
گروہ میں ٹھگی کو مکروہ خیال کرتا ہے۔ کنجر تک اپنی بیوی سے پیشہ نہیں کراتے۔ پس معلوم
ہوتا ہے کہ فطرت کہیں نہ کہیں سے اپنا راستہ تلاش کر ہی لیتی ہے۔ علاوہ ازیں کٹر
دہریوں میں ایک حد تک اعتقاد کا خیال ہوتا ہے جس سے انسان کو اس کی فطرت
پر آگاہی ہوتی رہتی ہے۔ غرض کہ فطرت انسانی کو جب ہم دیکھتے ہیں تو بعض صفات
کو وہ نیک خیال کرتی ہے۔ اور بعض کو مکروہ۔ پس اس فطرت سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ
کونسی صفت خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنی نیک ہے اور کونسی بری۔ جو صفات کہ
انسان کے نقص پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ اس کے نقائص کو دور کرنیکے لئے
نہیں ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کی طرف انسان منسوب کرتا ہے۔ اور جو صفات کہ بری ہوں
یا نقائص پر دلالت کرتی ہوں تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیجاتیں۔ پس اب
ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں رحم کا مادہ ہے اور یہ ایک نیک صفت یقین کیگئی ہے
اور اس کے برخلاف جس انسان نے رحم کے برخلاف کام کیا ہو وہ خود لوگوں کی
نظر میں گر جاتا ہے فطرت انسانی کو مشاہدہ کر کے دیکھ لو کہ یہ شروع سے ہی رحم کی
محتاج چلی آئی ہے۔ چنانچہ اگر والدین کی طبیعت میں رحم کا مادہ نہ ہو تو پھر کس طرح
ممکن ہے کہ بچہ پرورش پا سکے۔ بچہ تو پیدا ہوتے ہی ہلاک ہو جائیگا۔ اور ایک دن بھی زندہ نہ
رہ سکیگا۔ پس جبکہ والدین جو صرف بچہ سے ایک عارضی تعلق رکھتے ہیں۔ اور

اس کے اس دنیا میں انکے وسیلے ہی ٹھہرے ہیں اور انکے پیدا کرنے میں خود انکی
کوششیں کوئی دخل نہیں رکھتیں اس قدر ان سے تعلق کیوجہ سے اپنے بچوں پر اس قدر
رحم کرنے لگتے ہیں جو کہ محبت بلکہ عشق کے نام سے موسوم ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ جو
کہ اصل خالق اور مالک ہے کیا رحم نہ کریگا۔ غرض کہ انسان بچپن سے ہی رحم کا محتاج
ہے۔ والدین جب تک اسپر رحم نہ کریں وہ ایک دم بھی گذارہ نہیں کرسکتا۔ پھر آگے
چل کر ہم دیکھتے ہیں تو بچوں کے بہت سے قصوروں پر نظر انداز ہی کیجاتی ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ بے علم بچے ہے انکو کیا سزا دینی ہے چنانچہ بچوں کو سزا دینے والے
سخت بیرحم اور ظالم تصور کئے جاتے ہیں اور اپنے بچے تو الگ رہے دوسرے کے
بچوں کو سزا ملتے ہوئے دیکھکر بھی انسانی فطرت جوش میں آجاتی ہے اور خود سفارشیں
شروع ہو جاتی ہیں کہ یہ بے علم معصوم بچہ ہے اسکو سزا کیوں دیتے ہو اور یہ سب
اسلئے کہ وہ ناقص ہے اور اسکا علم اپنے کمال کو نہیں پہونچا۔ اسی طرح جب انسان
بڑا ہوتا ہے۔ تو پھر اسوقت یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ جوان آدمی ہے۔ نادانی کی وجہ
سے جوش جوانی میں ایسا کام کر بیٹھا۔ اور اسکے لئے بھی ایک راہ رحم کرنے کی نکال لی
جاتی ہے اور جب وہ ذرا بڈھا ہو جاوے تو پھر کہا جاتا ہے ضعیف آدمی ہے سزا کے قابل
نہیں معافی بہتر ہے غرض کہ فطرت انسانی ہر وقت رحم کی بھوکی رہتی ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت میں رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ ہر
وقت اپنے اوپر رحم چاہتا ہے اور دوسرے کیلئے بھی رحم کی درخواست کرتا ہے
مگر جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اور انکے قصوروں اور خطاؤں کو نہیں بخشتا۔ وہ
اپنے ہم جنسوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے اور اوچھا کہلاتا ہے۔ اور یہ صفت
انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانوں میں بھی بعض دفعہ نظر آتی ہے۔ غرضیکہ احسان و
مغفرت انسانی سرشت میں ہے اور بنی نوع انسان روز ایکدوسرے کے گناہوں پر

چشم پوشی کرتے رہتے ہیں۔ اس اسپر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ بعض دفعہ رحمت یعنی مغفرت کرنے سے اور مجرم پر رحم کرنے سے برائی اور بڑھ جاتی ہے تو یاد رہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان عالم الغیب تو ہے ہی نہیں بعض دفعہ اپنے فیصلوں میں غلطی کرتا ہے اور جہاں مغفرت مناسب ہوتی ہے وہاں رحم کر بیٹھتا ہے تو اسکا نتیجہ بھی برا پیدا ہوتا ہے اس صفت رحم پر کچھ اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو اسکو بلحاظ فطرت استعمال کرنیکی وجہ سے بنتا ہے جیسے کہ ایک دوائی جو خواہ کیسی ہی مفید ہو اور کیسی ہی قیمتی اور شافی ہو اگر کسی ایسے مریض کو دیجائے کہ جس کیلئے وہ مضر ہے۔ تو ضرور نقصان کریگی۔ لیکن اس سے اس دوائی پر کوئی اعتراض نہیں پڑیگا کیونکہ یہ زہر اپنے مقدار کو بھی اگر بڑی مقدار میں ایک حاملہ عورت کو دیدی جائے تو وہ اسے نقصان کرتی ہے گو اس سے کونین پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو تشخیص کرنیوالے کی غلطی ہے کہ اس نے مریض کی حالت کو نہ دیکھا پس اگر رحم کو بے موقعہ استعمال کرنے پر اسکا کوئی برا نتیجہ نکلے تو یہ تشخیص کا نقص ہے نہ کہ رحم کا کیونکہ رحم تو ہر حال ایک صفت ہے ہاں جب اسے غیر محل استعمال کیا جائیگا تو ضرور اس سے نقصان ہوگا پس اس قسم کے نقصانوں سے خود رحم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور وہ بہرحال ایک عمدہ صفت ہے غرض کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رحم انسانی سرشت میں ازل سے پڑا ہوا ہے۔ اور رحم کرنیوالا اگر ظالم نہیں تو جاہل ضرور خیال کیا جا سکے۔ خدا تعالے نے ہر ایک روحانی بات کا ایک پہلو اس دنیا میں بھی دکھایا ہے تاکہ انسان اسکو دیکھکر سمجھ سکے کہ اسی طرح وہ سماوی بھی ہوگا۔ اسی کے مطابق اپنے کاموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ رحم کی صفت جب تک عمل نہ کیا جاوے تو ہمارے اخلاق وہ کمال حاصل نہیں کرتے چنانچہ عدل خود بھی ایک عمدہ صفت ہے جو رحم کے ماتحت ہے یعنی جبتک ہم کسیکو اسکا پورا بدلہ دیں تو وہ عدل کہلاتا ہے جب ہم اُسے زیادہ دیں۔ تو وہ احسان یا رحم کہلاتا ہے جیسے کہ ایک

مزدور جو سارا دن کام کرتا رہا اور شام کو اُسے آٹھ آنے مزدوری ملنی ہے اگر ہم اُسے ایک روپیہ دیدیں تو یہ ہمارا رحم ہے اور احسان ہے اور اس فعل سے ہماری دنیا میں کمی نہیں ہوگی بلکہ شہرت ہوگی اور ہماری نیکی کی لوگ تعریف کرینگے۔ یا ایک قرضدار جس نے ہمارا کچھ روپیہ دینا ہے۔ اگر ہم اس سے پورا روپیہ وصول کریں تو یہ ہمارا عدل ہوگا اور کوئی بھی اعتراض نہ کریگا۔ کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن اگر ہم اسکو روپیہ بخشدیں یا کم استطاعتی پر خیال کر کے اسکو اور ڈھیل دیدیں تو یہ ہمارا رحم ہوگا اور اسپر ہم بدنام نہیں نیک نام ہونگے اور خود اس شخص کے دل میں جو ہمارا ممنون ہے۔ ہماری عزت اور محبت بیٹھ جائیگی

جیسا کہ قرآن شریف نے بھی اس مسئلہ کو خوب وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ (پ ۲۵ ع ۵)۔ یعنی اس بات کی خدا تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ جس نے جسقدر بدی تم سے کی ہے اسی قدر اسکو سزا دے لو۔ لیکن اگر کوئی اصلاح سمجھکر معاف کر دے تو وہ عند اللہ ماجور ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں انعام کا مستحق ہوگا اس یہ خیال رہے کہ خدا تعالیٰ ظالمین کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی نہ انکو جنہوں نے ظلم کیا اور نہ انکو جنہوں نے اصلاح عفو میں دیکھکر پھر بھی سزا دی اور نہ انکو جنہوں نے بیجا عفو سے کام لیا اور عفو سے دنیا میں اور بھی فساد پیدا کیا۔ پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عفو اور رحم عدل سے زیادہ عمدہ صفتیں ہیں اور اس سے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور وجہ یہ ہمکو بتاتا ہے کہ جب ہم عدل کرتے ہیں تو اسکے لئے ہم ایسے شکریہ کے مستحق نہیں ہوتے جیسا کہ رحم کرتے مثلاً ایک مزدور کو اس کی پوری مزدوری دیکر ہم شکریہ کے مستحق نہیں ہوتے اور جب ہم اسکو کچھ انعام بھی دیدیں تو اسوقت وہ دل سے ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی ہم قابل تحسین ٹھہرتے ہیں جبکہ ایک شخص ہمکو گالیاں دیتا ہے یا مارتا ہے تو اگر ہم اسوقت عفو میں اصلاح دیکھیں

اسکو معاف کر دیں جس سے آئندہ اسکو نصیحت ہو جائے تو یہ ہمارا عیب نہیں سمجھا جائیگا۔ بلکہ ایک خوبی ہوگی اور لوگ بجائے اس کے کہ ہمکو ظالم کہیں۔ کہ ہمنے عدل نہیں کیا کہ مزدور کو بجائے آٹھ آنےکے سو روپیہ دیدیا۔ اور قرضخواہ کو معاف کر دیا اور ہمکو تکلیف دینے والے کو بغیر تکلیف کے چھوڑ دیا۔ بلکہ لوگ ہماری تعریف کرینگے اور ہمکو عادل قرار دینگے۔ اور بجائے نقص کے یہ فعل ہماری خوبی بھی جانیگی۔ غرضیکہ انسان میں رحم کا مادہ ہے اور عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور عدل سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور جب سو قسم ظلم کرنیوالا ظالم تصور کیا جاتا ہے پس جبکہ اس خوبی کو اپنے اندر دیکھتے اور روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو پھر ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس خوبی سے محروم ہے اور اس کی صفات میں رحم کا کوئی مادہ نہیں۔ پس انسانی مشاہدہ ہمکو بتاتا ہے۔ اور روز روشن کی طرح کھول دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ میں رحم کی صفت ضرور ہے ورنہ وہ ناقص ہوگا۔ اور ناقص ذات اپنے اندر آپ قائم نہیں رہ سکتی اور اس طرح خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی انکار کرنا پڑیگا۔ اور دہریت کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا کم سے کم یہ ماننا پڑیگا کہ جو نیک صفات ہم میں ہیں وہ خدا تعالیٰ میں نہیں اور بعض نیکیاں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ہم خدا سے بڑھ گئے ہیں۔ اور یہ ایک سخت کفر اور شرک کا کلمہ ہے کہ جو ایک نیک آدمی کبھی بھی اپنی زبان پر نہیں لاسکتا۔ غرض کہ اب میں ثابت کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کے سمجھانیکے لیے ہم میں اپنی صفات کا ایک پرتو رکھا ہے جس سے کہ ہم نیکی اور بدی کو پہچان سکتے ہیں۔ اور اندازہ کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف کونسی صفت کو منسوب کرنا خلاف شان ہے۔ اور کونسی صفت کا اس سے الگ کرنا اس کے نقص پر دلیل ہے چنانچہ قرآن شریف سے میں نے اسکا ثبوت دیا ہے اور پھر میں نے بتایا ہے کہ رحم کی صفت انسان میں ہے اور وہ عدل سے بڑھکر بھی جاتی ہے

اور اگر وہ نہ ہوتی تو دنیا کا کارخانہ ہی الٹ جائے۔ اور پھر قرآن شریف سے میں نے اس مسئلہ کو بھی حل کر دیا ہے۔ کہ اسلام بھی اسی کا قائل ہے چنانچہ جب یہ ثابت ہو چکا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ میں بھی رحم کا مادہ ہے اور چونکہ عدل سے بالا ہے اور اعلیٰ مرتبہ ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنی گوناگوں حکمتوں سے کام لیکر اس صفت کو بھی استعمال کرتا ہے۔ اور میرا اس مسئلہ کو یہاں لکھنا اس باعث سے ہے کہ اس مسئلہ کے حل ہونے سے نجات کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اسلام کے سوا اور دوسرے مذاہب نے عدل اور رحم میں فرق محسوس نہ کرنے میں نجات کے معاملہ میں غلطی کھائی ہے۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کی ان صفات میں دھوکہ نہ کھاتے تو کبھی بھی نجات کے معاملہ میں انکو غلطی نہ ہوتی۔

اب میں اسلام کی نجات کو بتاتا ہوں کہ وہ کیسے انسانی نجات کو قوانین فطرت کے مطابق قرار دیتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمکو بتاتا ہے کہ میں رحمٰن ہوں میں رحیم ہوں۔ اگر تم گنہگار ہو اور جہل اور کم علمی سے یا معرفت کی کمی سے تمہارے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ اور تمہاری عمر کو گناہوں کے کیڑے نے گھن لگو دیا۔ اور تم ایک عرصہ تک اپنی ماں کی چھاتیوں سے جدا رہے ہو اور معنوی بیماریوں کو جو روحوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بھوک جن سے وہ نہیں ہوتی۔ پوستے رہے ہو اور ان دشوار گذار راہوں میں پڑے رہے ہو جو انسان کو صراط مستقیم سے دور پھینک دیتی ہیں۔ اور اس بچھڑے کی طرح جو اپنی ماں کو بھول کر ایک مصنوعی گوئے کے پیچھے بھاگے کہ جس کے اندر سوا بھس کے اور کچھ نہیں۔ میری پرستش کو چھوڑ کر ہوا و ہوس کے غلام بنے رہے ہو۔ تو آؤ میں تمہارے گناہ بخشدونگا۔ اور جیسے ماں اپنے بچھڑے ہوئے بچہ کو جو ایک مدت تک آوارہ رہا ہو اور پھر اپنی آوارگی پر پشیمان ہو کر اپنی ماں کی گود میں رہنے کے لئے آیا ہو۔

اپنے کبیر سے تکلیف ہے۔ دیکھ میں تمہاری کل خطاؤں کو بھلا دونگا۔ اور نئے سرے سے تم سے عہد باندھونگا۔ اور تمہاری کل کمزوریوں کو نظر انداز کر دونگا اور تمہارے گناہوں کو میٹ دونگا۔ اور تمہاری بدیوں کو پوشیدہ کر دونگا۔ اور تمہیں وہ کچھ دونگا۔ کہ جس کا گمان تک بھی تمہیں نہ ہو۔

چنانچہ فرماتا ہے کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پ ۲۴۔ یعنی اے میرے بندو! کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور گناہوں میں ڈوب گئے اور خطاؤں میں غرق ہو گئے۔ اور ہر وقت ظلم و تعدی میں لگے رہے جو اس مضمون نے خدا کی راہ بھلا کر اور راہ اختیار کر لی ہے اور اس مہربان اور سچے محبوب کو چھوڑ کر اور اشیاء سے دل لگایا ہے اور حقیقت کی بجائے جھوٹ کو پسند کیا ہے اور خالق کی جگہ مخلوق کو چن لیا ہے۔ اور نیکی کو ترک کر کے بدی کو لے لیا ہے تا امید مت ہو اور میری درگاہ سے مایوسی مت کرو کیونکہ میں تو سب گناہوں کو معاف کر دیا کرتا ہوں اور ہر ایک قسم کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہوں اور بڑا مہربان ہوں تم گھبراتے کیوں ہو اور اس کیوں ہوتے ہو جس وقت تم کو یہ آتے۔ اور تم معلوم کر لو کہ اصل نیکی راہ کونسی ہے اور سلامتی کس طریق میں ہے اور ہدایت کا راستہ کونسا ہے اور نیکی اور تقوٰی کیا ہے۔ اور بدی میں کون کون سے نقائص ہیں اور گناہوں سے کیا نقصان ہے۔ تمہارے دل نیکی کی طرف جھکیں۔ اور تم کو سچائی کی رغبت ہو جائے اور پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے تم بے چین ہو جاؤ تو اس وقت میری طرف جھکو۔ اور اپنے گناہوں کا خیال مت کرو۔ یعنی نفسی جھکاؤ تم پہلی زندگی کو بھلا دو۔ اور آئندہ کے لئے بہتری کا ارادہ کر لو اور یاد رکھو کہ میں تمہارا رب ہوں

بقیہ رسیدات زر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

میاں مولا بخش صاحب	[illegible]	محمد الدین صاحب	[illegible]	میاں غلام رسول صاحب	[illegible]
چوہدری گل احمد صاحب	[illegible]	میاں فضل دین	[illegible]	میاں [illegible]	[illegible]
میاں نور احمد صاحب	[illegible]	سید محمد [illegible]	[illegible]	آغا محمد صاحب	[illegible]
بابو برکت علی صاحب	[illegible]	عبد العزیز صاحب	[illegible]	عبد العزیز صاحب [illegible]	[illegible]
میاں نیاز احمد صاحب	[illegible]	عبد الرحمن [illegible]	[illegible]	نصیر الدین صاحب	[illegible]
میاں عبد الکریم صاحب	[illegible]	منشی محمد یاسین صاحب	[illegible]	شیخ محمد صاحب	[illegible]
میاں فضل حق صاحب	[illegible]	حکیم محمد صادق [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ محمد حسین صاحب	[illegible]	چوہدری شیخ محمد صاحب [illegible]	[illegible]	عبد الرحمن صاحب	[illegible]
سید عبد الحق صاحب	[illegible]	ماسٹر محمد الدین صاحب	[illegible]	منشی علم الدین صاحب	[illegible]
چوہدری سردار خان صاحب	[illegible]	شیخ [illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	[illegible]
منشی غلام محمد صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	حافظ محمد حسین صاحب	[illegible]
منشی تاج الدین	[illegible]	حافظ شیخ محمد صاحب	[illegible]	خواجہ [illegible] صاحب	[illegible]
حکیم محمد حسین صاحب	[illegible]	محمد [illegible]	[illegible]	بابو [illegible] صاحب	[illegible]
[illegible] حسین صاحب	[illegible]	منشی [illegible] دین صاحب	[illegible]	بابو غلام محمد صاحب	[illegible]
منشی محمد لطیف صاحب	[illegible]	مولوی [illegible] صاحب	[illegible]	منشی محمد [illegible] صاحب	[illegible]
میاں کرم بخش صاحب	[illegible]	حکیم فضل الرحمن صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
محمد [illegible] صاحب	[illegible]	میاں اسمٰعیل صاحب [illegible]	[illegible]	میاں [illegible]	[illegible]
میاں [illegible] صاحب	[illegible]	منشی امیر محمد صاحب [illegible]	[illegible]	شیخ عبد الرحیم صاحب	[illegible]
[illegible] الدین صاحب	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی محمد [illegible] صاحب	[illegible]	بابو غلام محمد صاحب	[illegible]

بابو احمد علی صاحب	میاں عبدالاکبر صاحب	عبدالرحیم صاحب
محمد اکرم خان صاحب	منشی فضل الدین صاحب	غلام محی الدین صاحب
میاں سلطان صاحب	بابو غلام محی الدین صاحب	ماسٹر عبدالعزیز صاحب
میاں ولی محمد صاحب	میاں عبدالغنی صاحب	ڈاکٹر محمد الدین صاحب
میاں موسیٰ رضا صاحب	نور علی صاحب	محمد ابراہیم صاحب
چوہدری [illegible] خان صاحب	محمد فضل الدین صاحب	میاں شمس الدین صاحب
چوہدری [illegible] صاحب	میاں محمد عالم صاحب	منشی تاج الدین صاحب
میاں عبدالحکیم صاحب	عبدالعزیز صاحب	ڈاکٹر ممتاز علی صاحب
[illegible] محمد صاحب	شیخ نعمت علی صاحب	شیخ رحیم بخش صاحب
سید محمد شفیع صاحب	منشی عبدالرحیم صاحب	منشی [illegible] بخش صاحب
میر محمد [illegible] صاحب	مولوی نور محمد صاحب	شیخ محمد حنیف صاحب
جلال الدین صاحب	[illegible] صاحب	شیخ خدا بخش صاحب
میاں غلام محی الدین صاحب	[illegible] مظفر احمد صاحب	ماسٹر محمد فاضل صاحب
[illegible] محمد دین صاحب	شیخ عبدالرشید صاحب	بابو علی گوہر صاحب
ابو خدا بخش صاحب	[illegible] صاحب	بابو عبدالعزیز صاحب
راجہ بشیر محمد صاحب	شیخ ظفر [illegible] صاحب	منشی عبدالرحمن صاحب
[illegible] صاحب	میر [illegible] محمد صاحب	میاں محمد بخش صاحب
میاں امیر الدین صاحب	سید محمد اسماعیل صاحب	منشی محمد رشید احمد صاحب
بابو محمد علی صاحب	ڈاکٹر محمد دین صاحب	بابو [illegible] صاحب
[illegible] صاحب	میاں [illegible] الدین صاحب [illegible] صاحب	راجہ شیر محمد صاحب
بابو محمد افضل صاحب	شیخ [illegible] محمد صاحب	منشی شمس الدین صاحب

منشی امام دین صاحب	عہ	مولوی محمد حسین صاحب	عہ	میاں محمد بخش صاحب	عہ
منشی الٰہی بخش صاحب	عہ	منشی عبداللطیف صاحب	عہ	میاں سلطان محمد صاحب	عہ
قاضی عبدالحمید صاحب	عہ	میاں محمد عمر صاحب	عہ	میاں یحییٰ بخش صاحب	عہ
مولوی عبداللہ صاحب	عہ	محمد حیات صاحب	عہ	شیخ فضل کریم صاحب	عہ
میاں [illegible] صاحب	عہ	میاں نبی بخش صاحب	عہ	میاں عبدالستار صاحب	عہ
مستری عبدالرحمٰن صاحب	عہ	میاں محمد صادق صاحب	عہ	میاں شیر محمد صاحب	عہ
میاں الٰہی بخش صاحب	عہ	منشی خدا رسول صاحب	عہ	میاں کریم بخش صاحب	عہ
ملک محمد امین صاحب	عہ	میاں محمد اکبر صاحب	عہ	چوہدری نبی بخش صاحب	عہ
ماسٹر محمد سعید صاحب	عہ	میاں محمد حسین صاحب	عہ	میاں غلام مصطفیٰ صاحب	عہ
سید غلام رسول صاحب	عہ	میاں امام دین صاحب	عہ	منشی غلام نبی صاحب	عہ
عبدالمجید صاحب	عہ	عبدالغنی صاحب	عہ	چوہدری عبداللطیف صاحب	عہ
شیخ محمد حسین صاحب	عہ	میاں بقا محمد صاحب	عہ	چوہدری برکت علی صاحب	عہ
[illegible] صاحب	عہ	میاں غلام نبی صاحب	عہ	ملک [illegible] صاحب	عہ
[illegible] شیدی	عہ	خواجہ [illegible] حسین صاحب	عہ	بابو عبدالعزیز صاحب	عہ
چوہدری [illegible] حسن صاحب	عہ	منشی کرم الٰہی صاحب	عہ	مرزا غلام سرور صاحب	عہ
پیر جی احمد صاحب	عہ	مولوی نور محمد صاحب	عہ	محمد قطب خان صاحب	
میاں محمد حنیف صاحب	عہ	خادم المسلمین [illegible]	عہ	چندہ در رکتب [illegible]	عہ
مولوی نور حسین صاحب / چوہدری غلام محمد صاحب	عہ	ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب	عہ	عبدالغنی صاحب	عہ
سید میر [illegible] صاحب	عہ	منشی فرزند علی صاحب	عہ	چوہدری حسین صاحب	عہ
چوہدری فتح دین صاحب	عہ	میاں [illegible] بخش صاحب	عہ	منشی [illegible] صاحب	عہ
[illegible] صاحب	عہ	بابو منظور حسین صاحب	عہ	منشی [illegible] صاحب	عہ

[illegible] چوہدری عطاء الٰہی صاحب	[illegible] حاجی شیخ الٰہی بخش صاحب عہ	[illegible] منشی اللہ دتّہ محمد صاحب [illegible]
[illegible] ملک شیر علی صاحب	[illegible] ابو سراج الدین صاحب عہ	[illegible] نیاز احمد صاحب [illegible]
[illegible] منشی فضل الٰہی صاحب	[illegible] مولا بخش صاحب عہ	[illegible] سید حبیب اللہ صاحب [illegible]
[illegible] مرزا اکرم بیگ صاحب	[illegible] سید عطا محمد صاحب عہ	[illegible] منشی احسان الحق صاحب عہ
[illegible] محمد عبد المجید صاحب	[illegible] میاں سلطان بخش صاحب عہ	[illegible] میر احمد شاہ صاحب عہ
[illegible] ابو محمد حیات صاحب	[illegible] چوہدری غلام حسین عہ	[illegible] میاں غلام محی الدین … عہ
[illegible] حکیم احسان الحق صاحب	[illegible] میاں قطب الدین صاحب عہ	[illegible] مولوی محمد صدیق صاحب عہ
[illegible] چوہدری کرم بخش صاحب	[illegible] ملک کرم الٰہی صاحب عہ	[illegible] مولوی عبد العلیم … صاحب عہ
[illegible] محمد یحییٰ صاحب	[illegible] میاں اسد اللہ صاحب عہ	[illegible] منشی غلام حسین صاحب عہ
[illegible] شیخ محمد حسین صاحب	[illegible] میاں اسمٰعیل صاحب عہ	[illegible] میاں عبد العزیز صاحب عہ
[illegible] مولوی جمال الدین صاحب	[illegible] میاں عیسیٰ خان صاحب عہ	[illegible] منشی رئیس الدین صاحب عہ
[illegible] منشی عبد اللہ خان صاحب	[illegible] میاں محمد مراد صاحب عہ	[illegible] سید حیات علی صاحب عہ
[illegible] میاں … الدین صاحب	[illegible] میاں محمد عبد اللہ صاحب [illegible]	ڈاکٹر … ایڈیٹر اخبار … عہ
[illegible] منشی نذر علی صاحب	[illegible] مولوی نور اللہ صاحب عہ	[illegible] منشی محمد دین صاحب … عہ
[illegible] ڈاکٹر … عالم صاحب	[illegible] میاں نصیر الدین صاحب عہ	[illegible] منشی نیاز محمد صاحب عہ
[illegible] ڈاکٹر … صاحب	[illegible] … شاہ صاحب عہ	[illegible] ڈاکٹر محمد دین صاحب عہ
[illegible] میاں … الدین صاحب	مولوی عبد اللہ صاحب … عہ	[illegible] شیخ محمد عبد اللہ صاحب عہ
[illegible] میاں نور الٰہی صاحب	[illegible] … شاہ صاحب … عہ	[illegible] میاں محمد عبد اللہ صاحب [illegible]
[illegible] ابو … صاحب	[illegible] میاں … الدین صاحب … عہ	چوہدری عبد العلیم … [illegible]
[illegible] ابو … محمد صاحب …	[illegible] پیر اللہ صاحب [illegible]	[illegible] حافظ فضل احمد صاحب [illegible]
[illegible] شیخ … محمد صاحب	[illegible] ابو … صاحب عہ	میاں محمد صادق صاحب … عہ

[illegible] سید محمد حسین صاحب [illegible]	[illegible] میاں عزیز [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] منشی [illegible] صاحب [illegible]
منشی محمد حسین خان صاحب [illegible]	[illegible] میاں عبدالمجید صاحب [illegible]	[illegible] میاں عبدالرحمن صاحب [illegible]
[illegible] منشی محمد حسین خان [illegible]	[illegible] میاں محمد [illegible]	[illegible] چوہدری غلام [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] مولوی عبدالصمد صاحب [illegible]	میاں [illegible] الدین صاحب [illegible]	[illegible] صاحب [illegible]
[illegible]	[illegible] میاں [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] صاحب [illegible]
منشی محمد اصغر صاحب [illegible]	[illegible] پیر برکت علی صاحب [illegible]	[illegible]
[illegible] بابو عبد [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] صاحب [illegible]	[illegible] میاں [illegible] صاحب [illegible]
چوہدری علی محمد صاحب [illegible]	[illegible] ڈاکٹر محمد [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]
[illegible] خواجہ [illegible] حسن صاحب [illegible]	[illegible]	[illegible] میاں [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] حاجی [illegible] بخش صاحب [illegible]	[illegible] بابو عبدالعزیز صاحب [illegible]	ماسٹر محمد [illegible] الدین صاحب [illegible]
[illegible] منشی میاں عبداللہ صاحب [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible] منشی [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] نبی بخش صاحب	[illegible]

رسید زر

یکم جنوری ۱۹۱۱ء سے [illegible] تک [illegible] روپیہ دفتر میں وصول ہوا ہے۔ انکی تمام [illegible] ہیں رسالہ ہذا میں [illegible] ہذا عرض ہے کہ اگر کسی صاحب کی طرف سے [illegible] کوئی روپیہ وصول ہوا ہو۔ اور اسکی رسید نہ چھپی ہو۔ تو وہ بہت جلد راقم کو اطلاع دیکر ممنون فرمائیں اور یہ بھی لکھیں کہ کس تاریخ کو کس ذریعہ سے رقم بھیجی گئی۔ (مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان)

معذرت

پہلے رسالہ لاہور میں چھپا کرتا تھا۔ اسدفعہ انتظام کیا گیا کہ قادیان میں چھپایا جاوے۔ یہ نئے انتظام کا پہلا مہینہ تھا اسلئے رسالہ [illegible] میں نہیں چھپ سکا۔ امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے۔

مینیجر

نمبر ...

Reg. L. ...

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

TRADE MARK

اصلی عرق کافور

...برس سے تمام ہندوستان میں جاری ہے

ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے ہے کہ ہیضہ کی بیماری ... شروع ہو ... عرق کافور ... [illegible] ... ہند ہو جاتی ... [illegible] ... کی قسم ... [illegible] ... عرق کافور کا ... خراب نہیں ... ہیضہ کو ... [illegible] ... عرق کافور کے ... ہیضہ ... [illegible] ... عرق کافور ... ہیضہ شروع ہو ... [illegible] ... عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے ... [illegible] ... عرق کافور ... [illegible] ... ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور ... [illegible]

قیمت ... [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ... تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

... [illegible]

رسالہ تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

	فہرست مضامین	
ایڈیٹوریل نوٹس		اسسٹنٹ ایڈیٹر
خاتمۂ حضرت میر ناصر نواب کی نظم		
سلام و آداب کا علاج		شیخ مشکور حسین صاحب مرادآبادی
اپیل بخدمت مسلمانان		سید سکندر حسین صاحب
وظائف اسلام		اسسٹنٹ ایڈیٹر

باہتمام ... ۳۰ جون ... قادیان دارالامان سے طبع ہوا

اصلی ممیرا اور ممیریکا سرمہ

اصلی ممیرے اور ممیریکے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اشتہار میں [illegible]
لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ
کے برگزیدہ نسخہ کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔ اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے دیکھکر اس کے
اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا گیا ہے۔ یہ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ
"بنسبت امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے سوا کسی اور شہادت کی مجھے ضرورت نہیں
کیونکہ چار تا کہ [illegible] کا امام ہر طبقی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہو ممیرا جائز مقدار
سے اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال نزول الماء اور شبکوری اور
ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض کیلئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ اول فی تولہ [illegible] دوم
قسم سوم عہ اصلی ممیرا قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible]

ست سلاجیت

مقوی معدہ [illegible] اعضائے رئیسہ [illegible]
[illegible] ضعف [illegible] سنگ گردہ و مثانہ [illegible]
[illegible] وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] کے ساتھ استعمال کریں
قیمت فی تولہ [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] سفید [illegible] ریشمی اور سوتی [illegible] سفید اور [illegible]
[illegible]
اور پشاوری ٹوپیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں۔ [illegible] رنگ

المشتہر احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹس

عجیب اتفاق

چاروں رشیوں کے نام جن پر وید نازل ہوئے ہیں۔ وایو۔ آدت۔ انگرہ۔ اگنی ہے۔ یعنی چاروں رشیوں کے نام چاروں عناصر پر تھے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ یہ بناوٹی نام ہیں۔ یا در اصل یہ کوئی انسان نہیں تھے صرف عناصر ہی عناصر ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ وید محفوظ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہوا۔ مٹی پانی اور آگ کی کیا مجال ہے کہ کسی کتاب کو محفوظ رکھ سکیں۔ نیز گزشتہ زمانہ کی سائینس کے مطابق ہو گیا۔ کیونکہ اسوقت صرف چار ہی عنصر تھے۔ مگر اب تو بہت سارے عناصر معلوم ہوتے ہیں۔ تو کیا رشی بھی بہت سارے ہیں علیٰ ہٰذا القیاس وید بھی

ہم کسی قانون کے خلاف امر کو تسلیم نہیں کر سکتے

آریہ صاحبان ہمیشہ مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کہ فلاں بات اسلام میں خلاف قانون قدرت ہے ہم اسکو تسلیم نہیں کر سکتے۔ بہت سمجھایا۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ خلاف قانون قدرت ہے صرف قانون قدرت ہے کیا تم نے قوانین قدرت کا احاطہ کر لیا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ قوانین قدرت کیا ہیں!

ایک انسان اسوقت ایک بات کو اپنے سطحی خیالات کے مطابق خلاف قانون قدرت سمجھتا ہے مگر مشاہدہ بتا دیتا ہے کہ یہ خلاف قانون قدرت نہیں مثال کے طور پر یہ عرض ہے کہ ہر ایک جاندار چیز مذکر و مونث کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ عام لوگوں کے نزدیک ایک قانون قدرت ہے مگر ایک عالم جانتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک کوزہ میں دہی ڈال کر کوزہ کا منہ بند کر کے کسی کوڑے کے نیچے دبا دیا جاوے۔ تو اس سے زہریلے جانور بن جاتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں قانون قدرت کدھر گیا۔ گو آریہ صاحبان یہی سمجھتے ہیں۔ کہ نہیں ہم تمام قوانین قدرت کو خوب جانتے ہیں۔ اس لئے میں آریہ صاحبان سے دریافت کرتا ہوں کہ ذیل کا واقعہ کس قانون قدرت کے مطابق ہے:

اوتر پرکاش سورخہ ۰۰۔ جیسا کہ میں سیتا جی کے سوانح لکھتا ہوا کہتا ہے "ان کی آہ و زاری سے فضائے آسمان پر اڑنیوالے پرند تک لرز گئے جٹایو نے بھی جو پرندوں کا راجہ اور مہاراجہ دشرتھ کا پرانا رفیق تھا۔ اس آہ و بکا کو سنا اور جب اسے یہ ماجرا معلوم ہوا۔ تو وہ اپنی بساط بھر سیتا جی کی مدد پر مستعد ہو کر راون کے سر پر منڈلانے اور چونچیں مارنے لگا۔ تھوڑے عرصہ تک جٹایوں نے راون کا آگے چلنا محال کر دیا۔ اس کے رتھ اور رتھوان کے پرخچے اڑا دیئے۔ آخر اسکو پیادہ اور دیر تک بہت پریشان ہونا پڑا۔ راون غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اسنے تیر برسانے شروع کئے مگر جٹایوں نے اپنے زبردست پنجوں سے اس کی ہیئت کی چھلنی کر ڈالی ۹

کیا پنڈت صاحب بتائیں گے کہ یہ کونسا قانون قدرت ہے کہ اس طرح جٹایو نے سیتا جی کی مدد کی۔ اگر کوئی قانون ہے تو بتائیں کہ جٹایو نے

اور کس کس شخص کی مدد کی۔ ہاں یاد رہے۔ کہ ہندوؤں کی کہانیوں سے ثبوت نہ دیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ کا کوئی ثبوت دیں کیونکہ جو پہلے قانون قدرت تھا۔ اب بھی ہونا چاہیئے

کون سچا ہے

ستیارتھ پرکاش سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیوگ سے گیارہ بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں مگر سنرجی کہتے ہیں کہ "والد کا حکم پاکر ہوں میں گھی لگا کر خاموش ہو کر بیوہ عورت میں لڑکا پیدا کرے۔ سوائے ایک لڑکے کے دوسرا لڑکا کبھی نہ پیدا کرے" (منو ۹۔ ۶۰)

کیا دیانندی مہاشہ صاحبان! اس بات پر روشنی ڈالیں گے۔ کہ سنوجی حالی بھوتے ہیں۔ یا سوامی جی مہاراج بہرحال جو کوئی جھوٹا ہو۔ اس کی اتباع آریہ سماج کو ضرور چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ آریہ سماج کا چوتھا نیم دیا کر نیکے لیئے مجبور کرتا ہے

کیا ہندوستان تمام مذاہب کا مرکز ہے

پرکاش نے ۶۔ جون ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں اپنے لیڈنگ آرٹیکل میں تحریر فرمایا ہے۔ "یہ تحقیق ہے کہ جتنے علم اور مذاہب روئے زمین پر پھیلے ہیں وہ سب آریہ ورت ملک سے ہی پھیلے ہیں اسکے ثبوت کے لیئے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک جیکالٹ صاحب چیرس یعنی فرانس کے ملک کے رہنے والے اپنی کتاب بائبل ان انڈیا میں لکھتے ہیں کہ سب علوم اور نیکیوں کا منبع آریہ ورت کا ملک ہے۔ اور جملہ علوم نیز مذاہب اسی ملک سے پھیلے ہیں"

اب میں ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم ہر ایک کی بات کو تسلیم کر لیں اگر ایک فرانسیسی نے ایسا لکھا ہے تو ہم اسکو کیا کریں۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کا مرکز عرب ہے جسے بچہ بچہ بھی جانتا ہے۔ تو آپ کی کلیت میں سے ایک تو مذہب خارج ہو گیا۔ کیا وجہ اور کیا ثبوت ہے

کہ ہم آریہ ورت کو اسلام کا مرکز سمجھیں۔ اسکے تو یہی معنے ہونگے۔ کہ ہم ایک سورج کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ اور کوئی شخص ہمیں کہے کہ تم غلطی کرتے ہو سورج ہے ہی نہیں تو کیا ہم اس کی بات کو مان لینگے؟

اسی طرح جب کہ ہم خوب جانتے ہیں۔ اور تمام دنیا اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ اسلام کا مرکز عرب ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے۔ کہ نہیں تمام مذاہب آریہ ورت سے نکلے ہیں تو ہم کس طرح اسکی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مزید غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ سوائے ویدوں کے مذہب کے اور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کے متعلق ہم یہ کہہ سکیں کہ اسکا مرکز آریہ ورت ہے۔ تو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ تمام مذاہب کا مرکز آریہ ورت ہے؟

اسی طرح مضمون مذکورہ میں کہا گیا ہے کہ تمام نیکیاں آریہ ورت سے نکلی ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ سب سے بڑی نیکی تو یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان لایا جاوے۔ اس کے متعلق آریہ ورت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تمام لوگ جانتے ہیں یعنی وہ صرف آریہ ورت ہے جس میں ۳۳ کروڑ دیوتا کی پوجا کیجاتی۔ تو اس حالت میں کسطرح آریہ ورت تمام نیکیوں کی جڑ ہو سکتا ہے۔

شدھی بند مسٹر مہرپال نے اپنے اخبار ارجن مورخہ ۱۴۔ مئی سنہ میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ آئندہ کسی کو شدھ نہ کیا جاوے کیونکہ ابھی آریہ سماج اس قابل نہیں ہے ایڈیٹر مسافر آگرہ (جو کہ شدھی کے بڑے دلدادہ ہیں) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو بعض آریہ مہاشے لکھتے ہیں کہ مضمون مذکورہ کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔ دیکھئے شدھی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

دیانند مت میں راج کی تعلیم

آریہ مسافر جالندھر ۱۹۰۸ء کے اختتام اور ۱۹۰۹ء کے ابتدا میں چھ سات نمبروں میں بار بار لکھتا رہا کہ اسلام بغاوت کی تعلیم دیتا ہے اس کے جواب بہت سے مسلمان اخباروں کی طرف سے دیئے گئے۔ اور اسی اثنا میں رسالہ تشحیذ الاذہان نے بھی اس کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ خیر اسوقت تو آریہ مسافر صاحب جالندھر نے خاموشی اختیار کی۔ اور پھر جب تک سابق ایڈیٹر صاحب زندہ رہے۔ اس بات پر کبھی کچھ نہیں لکھا۔ اس دفعہ پھر ایک مختصر سا نوٹ نکلا ہے۔ جس کی سرخی غدر اور جہاد ہے۔ اب بجائے اسکے کہ ہم اس کے اعتراضات کا جواب دیں۔ ایک اور طرز اختیار کرتے ہیں شاید ہے کہ آریہ صاحبان کے لیے یہی طریق مناسب ہو وہ طریق جو ہم اختیار کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ذرا اس معاملہ کے متعلق ستیارتھ پرکاش اور ویدوں سے مشورہ لیں کہ وہ کیا بتاتے ہیں۔ اور پھر وید یا آریہ سماج کی اور کتب جو بتائیں وہ آریہ سماج کے پیش کرکے ان کی خدمت میں عرض کریں کہ پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کو دیکھیں۔ اور پھر کسی کی طرف انگلی اٹھائیں۔ پس جب ہم آریہ سماج کی پستکوں کو دیکھتے ہیں۔ تو معلوم کرتے ہیں کہ ان میں سے قریباً ساری کی ساری کتابوں میں اس جہاد کی تعلیم ہے

ؔ اصل میں لفظ جہاد کے معنے کوشش کرنے کے ہیں جس پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

جس سبھا پر آریہ سماج اعتراض کرتی ہے،

ویدوں میں ملک گیری کی تعلیم

اس تعلیم کو دیکھکر سب سے پہلے ہمارے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ تعلیم کیوں ہو۔ کم از کم ستیارتھ پرکاش اُس زمانہ میں لکھی گئی ہے جبکہ آریہ سماج کی سلطنت کسی جگہ بھی نہ تھی۔ اور نہ ہی یہ امید ہو سکتی تھی (اس وقت کیا اب بھی امید نہیں ہے) کہ کبھی آریہ سماج کی سلطنت ہوگی۔ اگر یہ صورت نہ تھی۔ تو پھر اس تعلیم کے ذکر سے پنڈت صاحب کا کیا منشاء تھا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آریہ سماج کو سلطنت کیلئے کوشش کرنی چاہیئے؛

دوسری طرف جب ہم ویدوں کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں بھی اس تعلیم کا ذکر ہے۔ جس سے تین صورتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ صورت ہے۔ کہ مصنف وید کو یہ علم نہ تھا کہ کوئی ایسا زمانہ بھی آنیوالا ہے کہ متبعین وید کی سلطنت دنیا کے کسی حصہ پر نہ رہے گی دوسری صورت یہ بھی ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کے بعض حکم وقتی ہیں تو اس سے یہ بھی خیال ہو سکتا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ سارا وید وقتی تعلیم کر لئے ہوئے ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ خواہ کیسا ہی وقت ہو متبعین وید کو چاہیئے۔ کہ ضرور اپنی سلطنت بنائیں ورنہ وید کے وہ منتر فضول جاتے ہیں جن میں یہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ اب ہم کسیقدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ وید کے متبعین کو کس طرح سلطنت کرنی چاہیئے۔ اسکے بعد ہم اپنی طرف سے آریہ صاحبان کی خدمت میں کچھ عرض کرینگے،

راج کس طرح کرنا چاہیئے

وید کے اکثر منتروں اور آریوں کی ایہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کا انتظام ایک مجلس کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ جس کا نام آریہ اصطلاح میں راج آریہ سبھا ہے

(دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۱) اس سبھا کے کم سے کم دس علماء اور اگر بہت ہی کم ہوں تو تین علما ممبر ہونے چاہئیں۔ یہ انجمن جیسے آئین باندھے ان کو کوئی تجاوز نہ کرے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۱)

اس سبھا کے ممبر کیسے ہونے چاہئیں؟

اس انجمن میں چاروں وید نیا شاستر نرکت دھرم شاستر وغیرہ کے جاننے والے تمام ممبر ہوں۔ وہ جس سبھا میں رگوید یجروید سام وید کے جاننے والے تین ممبر آئین باندھیں اس سبھا کی آئین کو کوئی بھی نہ توڑے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۰) راجہ اور راج سبھا کے ممبر وہ ہو سکتے ہیں جو چاروں ویدوں کے ان تین علوم یعنے کرم اپاسنا اور گیان رکھتے ہوں (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۰) یجروید ادھیائے کے منتر ۲۰ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ممبر وید جاننے والے ہوں۔ غرض راج سبھا کے ممبر سب وید کے عالم ہونے چاہئیں مگر اسوقت ایسا نہیں ہوتا۔ اسلئے آریہ صاحبان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ پارلیمنٹ کے تمام ممبروں کو وید پڑھائیں یا کم از کم ایسی پارلیمنٹ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے جس کے تمام ممبر وید کے عالم ہوں۔

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ وید ودیا سے محروم ہیں۔ وہ کبھی سبھا میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو جاہل بیوقوف ہیں۔ اور جاہل بیوقوف (خواہ مغربی باشندوں کی طرح کیسے ہی لائق ہوں مگر وید ودیا سے محروم ہوں) اگرچہ بڑا مجمع کیوں نہ کئے جاویں ان سے سبھا نہیں بن سکتی۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۱)

اس جگہ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ پنڈت دیانند صاحب نے تحریر

سلہ اس مضمون میں جہاں کہیں ستیارتھ پرکاش کا حوالہ ہوگا اس سے ستیارتھ پرکاش مترجمہ راما کشن مہتہ مطبوعہ ۱۸۹۹ء کی مراد ہوگی بشرطیکہ ستیارتھ پرکاش کی کوئی خصوصیت بیان نہ کی گئی

فرمایا ہے کہ کم از کم دس ممبر اور اگر کم بھی ہوں تو تین ممبر ایسی سبھا میں ہونے چاہئیں۔ جو راج کا انتظام کریں۔ اور وید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ راج ایک سبھا کے ماتحت ہونا چاہئے۔ مگر ان سب کے برخلاف پنڈت صاحب فرماتے ہیں کہ اگر صرف ایک ہی شخص چاروں ویدوں کا جاننے والا ہو کوئی قانون بنائے تو اس کے برخلاف کرنے کو کسی کو اختیار نہیں ہے چنانچہ پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۷۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "اکیلا سب ویدوں کا جاننے والا ودوانوں میں اعلیٰ سنیاسی جس دھرم کی آئین باندھے وہی اچھا ہے۔" ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا شخص اکیلا ہی سلطنت کرے تو کیا حرج ہے۔

راجہ یا پریزیڈنٹ سبھا کیسا ہونا چاہئے

اب ہم راجہ کے اوصاف میں سے کچھ حصہ بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو جائے۔ کہ آریوں کے راجہ کیسے ہونے چاہئیں (لکھا ہے کہ راجہ ایسا) نل ہو یعنی ہوا کی مانند سب کے لئے جان کی طرح پیارا اور دل کی بات جاننے والا ہو (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۸۰) مگر ہم دریافت کرتے ہیں کہ انسان کس قانون قدرت کے ماتحت دوسروں کے اندرونی حالات سے واقف ہو سکتا ہے۔ شاید وید نے کوئی ایسا منتر بتایا ہو گا۔ اسی لئے تو آریہ راجہ کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے۔

سب سے بڑی صفت یہ ہونی چاہئے کہ بادشاہ تخت حاصل کرنے والا اور دشمن کو ہلاک کرنے والا ہو۔ اسکا ذکر وید کے اتنے منتروں میں ہے کہ میں ان سب کو یہاں لکھنا فضول سمجھتا ہوں۔ صرف اسلئے تا کہ دوسرے لوگوں کو جو آریہ نہ ہوں۔ اپنے ملک سے باہر نکال دیں۔ میں ذیل میں کچھ حوالے اس صفت کے متعلق لکھتا ہوں

اے وودوان چونکہ آپ .... دشمنوں کے مارنیوالے ہیں .... چونکہ
آپ اپنے مخالف کو مارنیوالے ہیں۔ یجروید ادھیائے ۱۱ منتر ۸
میں زبردست نوج والیکو جو استت کرتا ہوں .... دشمنوں پر فتح
پانے کے قابل ہوتا ہے۔ یجروید۔

بقیہ حوالے اس مضمون کے آگے آئیں گے۔ اور بعض صفات بھی آگے
آئیں گے۔ جہاں راجہ کے کام آئیں گے۔ اسجگہ میں مختصر طور پر عرض کرنا
چاہتا ہوں کہ جن چیزوں سے راجہ کو روکا گیا ہے۔ ان میں سے شکار کھیلنا
بھی ہے۔ جیسا کہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۰ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا
ہے مگر ہمیں حیرانی ہوتی ہے۔ جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ دشمنوں کا
شکار انکے لئے جائز ہے جیسا کہ یجروید ادھیائے ۱ منتر ۸ کی اس عبارت
سے معلوم ہوتا ہے" جیسے آپ دشمنوں کے شکار کرتا ہیں" ان دونوں کا
تعلق سمجھ میں نہیں آیا۔ شاید مطلب یہ ہو کہ گائے کو نہیں مارنا چاہئے
انسان کو بیشک مار دو۔ کیونکہ آریہ صاحبان کے نزدیک ایک آدمی کی جان
سے ایک گائے کی جان بہت عزیز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ جو انسان ان
مفید (گائے وغیرہ) پشوؤں کو مارے انکو راجا وغیرہ حاکم بہ اندازہ سزا دیں
یجروید ۱۳: ۴۹ کا مطلب۔

ایک اور بات جو اسجگہ ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ ادھرمی کا کام ہے چنانچہ
لکھا ہے۔ پرجا راجہ کبھی ادھرمی کا کام نہ کریں (دیکھو یجروید ادھیائے ۸ منتر ۸)
مگر اگر کسی پرجا میں سے کسی سے کوئی ادھرمی کا کام سرزد ہو جائے۔ تو کیا ہونا
چاہئے۔ صاف بات ہے۔ راجہ انکو شکار کرے۔

اس منتر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اور عیسائی جو آریوں کے نزدیک

دہرم کو کام کرنیوالے کے لقب سے ہی پکارے جائینگے اسحالت میں انکے ساتھ نرم سے نرم یہ سلوک ہوسکتا ہے کہ ملک بدر کئے جاویں لیکن اگر تمام دنیا پر انکی سلطنت ہوجائے جیسا کہ انکی کتابوں سے خواہش پائی جاتی ہے تو سب جلا کر بھسم کئے جائیں گے یا راجہ کا شکار ہونگے!

راجہ کے کام

(۱) راجاؤں کے پاس وید ونکا لازوال خزانہ ہے۔ اس کی اشاعت کے لئے ایسے برہمنوں کی راجہ اور سبھا سب عزت کرے۔ جو کال برہمچرج سے وید وغیرہ شاستر پڑھکر گوروکل سے واپس آویں۔ نیز انکی بھی جن سے ان عالموں نے تعلیم پائی ہو (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۹) اگر کوئی راجہ ایسا نہ کرے۔ تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے۔ کوئی مہاشہ اسکا جواب عنایت فرمائے۔

(۲) علم کو پھیلانا۔ اس سے بھی غالباً وہی مراد معلوم ہوتی ہے۔ کہ ویدوں کا پھیلانا۔ کیونکہ بقول آریہ صاحبان وید علوم کا خزانہ ہے۔ دیکھو یجروید ادھیائے ۵ منتر ۵ "لیکن اے آرام کے دینے والے نیکوں کے راستہ میں چلانیوالے راجہ چونکہ تو میر مجلس اور علم کے پھیلانے میں مستعد ہے"

(۳) وید کو دل میں رکھکر راج اور رعایا کو ترقی دینا۔" اس سے صاف ظاہر ہو کہ راجہ اس رعایا کو ترقی دے جو وید کی فرمانبردار ہو (اصل منتر پر بحث کرکے میں بڑی تحقیقات سے سمجھتا ہوں۔ کہ آپ پرماتما وید کو دل میں قائم کرتے راج ۰۰۰۰۰ اور رعایا کو ترقی دینے کا (دیکھو یجروید ادھیائے ۹ منتر ۳)

(۴) راجہ کا چوتھا کام دشمنوں پر فتحیابی ہے۔ اور یہ بہت بڑی صفت ہے کیونکہ اس صفت کے علاوہ وہ اپنے مخالفین کو شکار نہیں کر سکتے۔ اسکے متعلق کچھ منتر ذیل میں لکھتا ہوں۔ تمام منتر درج کرنا باعث طوالت ہوگا۔

"جیسا کہ آپ دشمنوں پر فتح کے خواہشمندوں میں سب سے بڑے برگزیدہ ہیں" (یجروید ادھیائے ۲۸ منتر ۳۹) "اگر آپ دشمنوں پر فتح پانے کو تیار ہوں" (یجروید ادھیائے ۱۰ منتر ۱۰) "اے سبھا اور سبھا کے سوامی جو شخص ہم دھرماتماؤں سے مخالفت کرے اور جو ہمارے ساتھ دشمنی کرے۔ اور ہماری ہجو کرے۔ اور جو ہم کو دھوکہ دے اور جو ہمارے ساتھ چھل کرے۔ ان سب کو آپ جلا کر بھسم کر دیں" (یجروید ادھیائے ۱۱ منتر ۸۰) غالباً ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ آریوں کے مخالف مذہب والوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ اگر اب بھی سمجھ نہیں آیا۔ تو منتر مذکورہ کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھ جائیں۔ ایسا کرنے سے نتیجہ صاف نکل آئیگا۔ کہ وہ جلا کر بھسم کر دیے جائینگے اور بس۔

"چونکہ آپ پکڑنیوالے ہیں۔ ہاتھی نشین بہت مخبر والے راجہ کی طرح نہایت دکھ والی پھانسی سے دشمنوں کو ادھر مقابلہ سے دھکا دے" (یجروید ۱۳ : ۱۹)

"اے سخت سزا دینے والے سلح پُرش و ہر سمے ہر روز ہی دشمنوں کو ہمیشہ جلاؤ"

"اے زبردست تیجوان ہمارے دشمنوں کے ابھارنیوالے کو نیچ حالت میں کر خشک ایندھن کی طرح جلائے" (یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۱۲)

"اور اے اسطرے خیال ہمکو بہت زیادہ فتح کی ترکیبیں بتلا۔ تاکہ ہم لوگ ہمیشہ آپ کے مددگار رہیں" (یجروید ادھیائے ۱۵ منتر ۲) اس ادھیائے کا پہلا منتر بھی اسی قسم کا ہے۔

ناظرین! آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ آریہ صاحبان کسی راجہ یا بادشاہ کی اسقدر مدد کر سکتے ہیں جبکہ وہ انکو اپنے دشمنوں پر فتحیابی کی اعلیٰ اعلیٰ ترکیبیں بتائیں اور خود آریوں کے دشمنوں کو مارے۔ پھانسی دے۔ جلا کر بھسم کرے۔

اعلیٰ افسر کیسے ہوں | میرے خیال میں راجہ صاحب کے صفات بہت

ذکر ہو چکے ہیں۔ اب اعلیٰ افسرین کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کیسے ہونے چاہئیں سو عرض ہے۔ کہ

اعلیٰ افسر فوجی اعلیٰ حاکم شاہی اعلےٰ منصف راجا۔ یہ چاروں سب علوم سے (ویدک علوم سے) ماہر ہونے چاہئیں (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۱)

اعلیٰ افسروں کے متعلق یہ شرط آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ ویدک علوم سے واقف ہوں۔ اب ان سے ادنیٰ ملازمین کی شرط بھی سنیئے۔ ان کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ ویدوں کے علاوہ سب شاستروں میں بھی ماہر ہوں۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۶)

اگرچہ اب آریہ راج کی تمام کنسٹیٹیوشن کا ذکر کر چکا ہوں۔ لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اسلحہ جنگ بھی ایسے ہونے چاہئیں۔ جو دشمنوں کے جیتنے کے قابل ہوں اور فوج بھی ایسی ہونی چاہئیے۔ جو قابل تعریف ہو۔ اور جس سے راجا ہمیشہ فتیاب رہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷۷)

پہلی پنڈت صاحب نے اسی سلسلہ میں جنگ کی ترکیبیں بھی بتائی ہیں جس میں کی میں اسوقت صرف ایک کو خاص طور پر ذکر کرتا ہوں جس سے پنڈت صاحب کی عقل و دانش پر روشنی پڑتی ہے۔ "اگر سامنے توپ یا بندوق چل رہی ہو۔ تو سانپ کی طرح لیٹے لیٹے چلے جائیں جب توپوں کے پاس پہنچیں تو ان کو مار یا پکڑ کر توپوں کا منہ دشمن کی طرف پھیر کر انہیں توپوں یا بندوقوں وغیرہ سے دشمنوں کو مارے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۴) یہ ترکیب تو بہت عمدہ ہیں۔ مگر اسکے لئے ضروری ہے کہ دوپہر کا وقت ہو اور اگر صبح یا شام یا رات ہو تو سورج کینمنت میں تمام آریہ صاحبان ملکر عرض کریں۔ کہ اے خدا کے اوتار۔ دیکھ آریہ ورت تباہ ہوتا ہے۔ تو اپنی روشنی تیز کر اور پھر جب سورج تیز ہو جاوے۔ تو

موم لیکر دشمن کی فوج کے ہر ایک سپاہی کے سر پر تھوڑی رکھدینی چاہیئے۔ تاکہ وہ اندھے ہوجائیں کیونکہ انکے دیکھنے کی صورت میں ایسا ہونا ناممکن ہو۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ؎

نتیجہ اب ہم ناظرین کو آریوں کی سلطنت کے متعلق بہت کچھ بتا چکے ہیں۔ جس سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی ہے۔ کہ اگر وید سچا ہے اور آریہ چاہتے ہیں کہ اسکو سچا ثابت کریں تو ضروری ہے کہ ویدک سلطنت قائم کریں۔ و الّا ویدکی سلطنت کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب فضول ہوجائیں گے ؛

اس مضمون سے دوسری بات جو نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ وید کے بعض احکام وقتی بھی ہوتے ہیں جس سے یہ شک پڑتا ہے کہ کہیں سارا وید وقتی تو نہیں تھا یہ بات بھی صاف ہوگئی ہے۔ کہ اگر بفرض محال یہ تسلیم کیا جاوے کہ کبھی آریوں کی سلطنت ہوجائیگی تو مسلمانوں عیسائیوں بدھوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا کیونکہ وہ سلطنت تو اسی غرض سے ہوگی۔ کہ ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جاوے چنانچہ۔ رگوید بھاشہ مطبوعہ سنہ ۱۹۲۵ بکرمی صفحہ ۷۰۰ پر رگوید کے پہلے اسٹک کے پہلے ادھیائے کے ساتویں ورگ کے پانچویں منتر کے پچھلے حصہ (ترجمہ) کی یہ عبارت میرے بیان کی تصدیق کرتی ہے۔ جو ناستک نندک واز ہوت منش ہیں وے سب ہم لوگونکے نواس استھان سے دور چلے جاویں کتہ نشچے کرکے اور دیشوں سے بھی دور ہوجاویں ارتھات ادھرمی پرش کسی دیش میں نہ رہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ویدوں کے مخالف نہ صرف ٹک دہریوں کے دیش سے نکل بدر کئے جائیں۔ بلکہ صفحہ دنیا پر بھی نہ رہنے پائیں

آہ! اسی تعلیم کو دیانندی عالمگیر تعلیم بتا رہے ہیں۔ کیا ویدوں کے معتقد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پھر مخالف لوگ کہاں رہیں ؛

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ کیا دیانند تلوار کے زور سے وید کی اتباع کراتا ہے یا اسلام۔ اسلام کھلے طور پر فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین کو اور وید کھلے طور پر لکھتا ہے۔ کہ جو ہیں تسلیم نہ کرے۔ اسے صفحۂ ہستی سے دور کر دو۔ کیا اس تعلیم میں جبر نہیں ہے۔ کیا ویدک دھرم اپنے راج کے زور پر اپنے آپ کو تسلیم نہیں کرواتا!

ناظرین! ایسی ظالمانہ تعلیم یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ذرا اور بھی سنیے کہ پنڈت دیانند جی مہاراج انیسویں صدی کے مصلح اپنی کتاب آریہ بھے ونی کے چھٹے ایڈیشن مطبوعہ بکرمی کے صفحہ ۵۰ پر رگوید اشٹک اوّل ادھیائے ۲ ورگ ۸ منترہ کا بیان یوں درج فرماتے ہیں۔

"اور جو ناستک ڈاکو چور بشواس گھاتی مورکھ وشے لمپٹ۔ جتنا آدمی دوشٹ یکت اتم کرموں میں وگھن ڈالنے والے سوارتھی سوارتھ سادھن میں تت پر وید ودیا رودھی انادیہ ملیش وسرب اپکارک یگیہ میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ ان سب دشمنوں کو سول جبت نشٹ کر دیجئے"

اس عبارت میں پنڈت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ مورکھ یعنی ان پڑھ ہیں خود غرض ہیں۔ گوشت خور یا شراب خور ہیں۔ اچھے کاموں میں روک ڈالنے والے ہیں۔ ویدک علوم کے مخالف ہیں اور وید و نکا ایمان یا ان کی نندیا کرنیوالے ہیں اور اسلئے وہ بے دین ہیں۔ انہیں نہ صرف نیست و نابود ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ ان کی جڑوں تک غارت ہونے چاہئیں۔

کیوں آریہ ورت کے رہنے والے سناتن دھرمیوں۔ بدھو بدھ کے مقلدو۔ پارسیو عیسائیو مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ تمہارے حق میں ویدک ایشور کیا فرماتے ہیں۔

یہ امر دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں۔ راجا کو بھی تو دُشٹوں کا سنگھار کرنا چاہیئے تو کیا راجہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہونا چاہیئے۔ اور آریہ (جنکی خود غرضی پر ان شتروؤں کا دارومدار ہے) کیساتھ بھی ہمارے یہی سلوک ہونا چاہیئے اس طریق سے کوئی بچہ زمین پر نہیں بچ سکتا۔

کیوں آریہ صاحبان اسی تعلیم پر آتے دن مسلمانوں پر حملے کرتے ہو کہ اسلام بغاوت سکھاتا ہے۔ اسلام میں جہاد کی سپرٹ ہے کچھ گھر کا حال معلوم ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو اور سنیئے۔

آپ قرآن شریف کی آیت **وقاتلوهم حيث ثقفتموهم** پر تو فوراً اعتراض کر لیتے ہو۔ اور اس اعتراض کے وقت آگا پیچھا سب بھول جاتے ہو تمہیں یاد نہیں رہتا۔ کہ قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ **لا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين** ۵ زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالیکو پسند نہیں کرتا۔ **فلا عدوان الا على الظالمين** (پس نہیں ہے زیادتی مگر ظالمین پر) **وان احد من المشركين استجارك فاجره** (اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو تو اسکو پناہ دیدے) مگر کیا تمہیں یہ یاد نہیں رہتا۔ کہ اُسکے مقابلہ پر تمہاری اپ ٹو ڈیٹ کتاب ستیارتھ پرکاش کے دوسرے اڈیشن کے صفحہ ۱۴۸ پر پنڈت صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں۔ اگر یاد نہیں رہا۔ تو اب سُن لو۔ "دُشٹ پرش کے مارنے میں ہنتا کو پاپ نہیں ہونا چاہیئے۔ پرسدھ مارے چاہے اپرسدھ مارے کیونکہ کرودھی کو کرودھ مارنا جانو کہ کرودھ کی کرودھ سے لڑائی ہے۔ یعنے دُشٹ آدمیوں کے مارنے میں قاتل کو پاپ نہیں ہوتا۔ خواہ علانیہ کھلا قتل کرے۔ خواہ چھپ چھپا کر کرے۔"

کیوں آریہ صاحبان! یہ تعلیم خوفناک ہے کہ نہیں۔ ہمارے خیال میں اس سے

بڑھکر کوئی تعلیم اور کیا سفاک ہو سکتی ہے۔ کیا مخالفوں کو کھلم کھلا بیدھڑک قتل کرنا ظلم نہیں ہے۔ آہ! اگر یہ ظلم نہیں۔ تو اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

خاتمہ میں آریہ صاحبان کی دھرمی پستکوں سے اور بھی بہت کچھ ناظرین کو دکھانا چاہتا تھا۔ مگر اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں پھر ضرورت پڑی۔ تو انشاءاللہ تعالیٰ پھر سہی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم نے ابتدا نہیں کی۔ بلکہ ابتدا آریہ صاحبان کی طرف سے ہوئی ہے۔ ہم نے مجبوراً اس مضمون کو ناظرین کے پیش کیا ہے۔

نوٹ:۔ دیانندی صاحبان کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جو مہربان اس مضمون کا جواب دے وہ اس جواب کی ایک کاپی دفتر تشحیذالاذہان میں بھی ضرور بھیجدیں ٭ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

رسیدات زر
بابت ماہ جون ۱۹۱۰ء

	میاں عبدالہادی صاحب بنوں	[illegible]
[illegible]	۔ لطف الرحمٰن صاحب ۔۔۔	[illegible]
[illegible]	۔ حافظ غلام نبی صاحب کلکتہ	[illegible]
[illegible]	بابو گل حسن صاحب	[illegible]
[illegible]	۔ سلطان محمد صاحب	[illegible]
۱۲۳	منشی گلاب دین صاحب ۔۔۔	[illegible]

Digitized by Khilafat Library

اسلام و آریہ سماج

مسلمان اور آرین لوگوں کے تعلقات سے ناظرین خوب واقف ہیں۔ جتنے مضمون اسلام کی طرف سے ہوتے ہیں وہ آریوں کے اعتراض کے جواب میں ہوتے ہیں۔ اور آرین لوگ ہمیشہ پہل کرتے ہیں یہ طریق عمل خود بتا رہا ہے۔ کہ کس فریق کی غلطی ہے۔

آریوں کی طرف سے ہمیشہ سخت سے سخت لہجہ میں اعتراض ہوتے رہے۔ اور انکو مسلمانوں کی طرف سے تہذیب سے جواب دیئے گئے۔ اب چند ایک پرچے آریوں کو کسی قدر انکے لہجے میں جواب دینے کے لئے مسلمانوں نے جاری کئے ہیں یہ پرچے خواہ کتنا بھی زور لگائیں۔ آرین لٹریچر سے کبھی سبقت حاصل نہیں کر سکتے۔ جس شخص نے گندہ اور فحش لٹریچر دیکھنا ہو۔ وہ آریہ مسافر آگرہ کے کسی ایک پرچہ کو دیکھ لے۔ پھر اسی پر کیا ہے راجپوت گزٹ اندر وغیرہ بہت سے پرچے انکے بھائی ہیں۔ پرکاش نے اپنے ۱۰۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں معزز ہمعصر الحق دہلی کے اعتراض متعلق کتاب ذوالفقار حیدری بجواب نعرہ حیدری پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اگر اسکا جواب دیا جائیگا۔ تو مسلمانوں کو برا معلوم ہوگا۔ گو ہم کہتے ہیں کہ آپ نے مسافر آگرہ کے ایڈیٹر کو کیوں نہ منع کیا۔ کہ وہ نعرہ حیدری شائع نہ کریں۔ اب اسکا جواب لکھتا ہے قبل از وقت چیخنے

کے کیا معنے ہیں۔ آپ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کی طرف سے اسلام کے برخلاف کتابیں نکلتی رہیں۔ اور کوئی آگے سے انکا جواب نہ دے اگر آپ کسی جواب کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو کیوں اسلام پر اعتراض کرنے سے آریوں کو بند نہیں کرتے ہیں تاکہ کسی مسلمان کو آریوں کے خلاف لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اسیطرح آریہ مسافر آگرہ جالندھر کے اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں ایک مضمون بعنوان "آریہ سماج و اسلام" آریں تعصب کی نقرے لکھا گیا ہے۔ جس پر غور کرنا اسوقت ہمارا مقصد ہے۔ یہ مضمون پریم زائن شاکر کی قلم سے نکلا ہوا ہے۔

چنانچہ شاکر صاحب شروع ہی میں تحریر فرماتے ہیں "محمدی لوگ اکثر معترض ہوا کرتے ہیں۔ کہ آریہ سماج بوجہ تعصب دشمن اہل اسلام ہے اول تو معترضین کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ الفاظ محمدی۔ عیسائی۔ بودھ شٹ سے صاف طور پر تعصب کی بو آتی ہے" یہ عجیب نقرہ ہے۔ ایک طرف تو مسلمانوں کو ملامت کیگئی ہے۔ کہ وہ آریہ سماج کو متعصب کیوں کہتے ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کو صرف اس غرض کیلئے کہ انپر اعتراض کیا جاوے۔ محمدی کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ تعصب نہیں تو پھر تعصب اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں ہمارا نام مسلمان رکھا گیا ہے۔ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں۔ کہ مسلمان کہنے کی بجائے محمدی کہے تو پھر اس حال میں شاکر صاحب کا صرف اعتراض کے لئے محمدی کہنا کونسا بھلا مانس کہہ سکتا ہے کہ تعصب نہیں۔ پنڈت صاحب ذرا تعصب کی تشریح فرمائیں۔ کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ واہ! شاکر صاحب آپ نے اپنے آپ سے تعصب کے الزام کو خوب دور کیا۔ اسکے بعد شاکر صاحب فرماتے ہیں۔

کیونکہ ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے۔ کہ مذاہب مذکورہ بالا کے متقدمین کو اپنے پیشوا سے ایک نسبت و تعلق خاص ہے۔ اور اسی وجہ سے ان مذاہب کو منجانب متقدمین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں تعلیم نہیں پائی جاتی۔ بلکہ تنقیص ثابت ہے"

ناظرین آپنے دیکھا ہوگا۔ کہ یہ کیسا بیہودہ اور لغو اعتراض ہے۔ کیونکہ غلط بنا پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس کی بنا کہ مسلمان محمدی کہلاتے ہیں۔ سخت غلط ہے اتنی اسپر جتنی عمارت بنائی جائے اور اس عبارت سے جتنے نتیجے نکالے جائیں۔ وہ سب غلط ہونگے۔ لہٰذا اسکے متعلق ہم کچھ اور کہنا نہیں چاہتے۔ سوائے اسکے کہ قرآن کریم ہمارا نام مسلمان رکھتا ہے۔ اسلام کے مطیع مسلمان کہلاتے ہیں۔ نہ کہ محمدی جب کہ وہ مسلمان کہلاتے ہیں اور مسلمان کے معنے جیسا کہ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن سے ظاہر ہوتا ہے۔ فرمانبرداری کرنیوالے کے ہیں اس لئے جو کوئی اسلام کی فرمانبرداری کریگا۔ وہی مسلمان کہلائیگا۔ رسول کریم صلعم کے نام کیساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ہاں نبی کریم کی اطاعت ضروری ہے

باقی رہی یہ بات کہ آریہ نام میں تعمیم پائی جاتی ہے۔ سو اسکے متعلق عرض ہے کہ تعمیم تو دیانند مت میں بھی نہیں رہی۔ آجکل کے زمانہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پنڈت دیانند کی پیروی کرنیوالیکو آریہ یا دیانندی کہتے ہیں۔ اگر اس تعریف میں وسعت کو مد نظر رکھا جاوے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وید کے پیروؤں میں سے ایک حصہ ہے جس کو آریہ کہتے ہیں۔ الغرض اگر خصوصیت ہے۔ تو تمام مذاہب میں ہے۔ اگر تعمیم نہیں ہے تو تمام مذاہب میں نہیں ہے۔ یہ کیا کہ آریہ مت میں عمومیت پائی جاتی ہے اور باقی سب میں خصوصیت۔ اگر دوسرے مذاہب کو پیشوا سے خاص تعلق ہے تو کیا آریہ مت کو دیانند جی مہاراج سے خاص تعلق نہیں ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں "برخلاف اسکے آریہ کے جس سے کسی پیشوا کسی نبی

کسی اوتار کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ واہ واہ صاحب واہ لفظ آریہ زبان پر آتے ہی ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ اس کے بانی سبانی دیانندجی ہیں اگر کہا جائے کہ جب وید اترے ہیں تب سے ہی آریہ مذہب شروع ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کیا وہی آریہ دھرم جس کی بدولت بت پوجے گئے۔ اور تینتیس کروڑ دیوتا کی پرستش کی گئی۔ آپ لوگوں کا مذہب ہے۔ تو یقیناً آریہ لوگ اسکا انکار کرینگے۔ اگر آریوں کی پرانی کتب کے کچھ حصے نقل کئے جائیں اور دیانندی صاحبان سے دریافت کیا جائے کہ کیا آریوں کے معتقدات یہی ہیں۔ تو شاید دیانندی صاحبان کو اس کے سوا کچھ نہ سمجھ میں آئیگا۔ کہ ان کتابوں سے انکار کر دیں۔ بہرحال ہم اسوقت ان کتابوں کو نقل نہیں کرتے اگر آریہ صاحبان کو انہی پر فخر ہے۔ تو فبہا۔ مگر یہ بتلادیں کہ کیا انکے سابقین کا جنکا مختلف پرانی کتابوں میں ذکر ہے اور موجودہ دیانندی صاحبان کا ایک ہی مذہب ہے تو پھر ان میں اور ان میں اسقدر فرق کیوں ہے۔ غرضیکہ آریہ صاحبان کا پنڈت دیانند صاحب سے جو ان کے پیشوا ہیں۔ خاص تعلق ہے اور اسی لیے وہ بعض اوقات دیانندی کہلاتے ہیں اسلیے یہ بات بھی اسبارہ میں خصوصیت نہیں رکھتا۔ اگر خصوصیت ہے تو صرف اسلام کو جس نے اپنے پیرووں کو مسلمان کیا ہے۔ اگر کوئی مخالف محمدی لکھکر اعتراض کرے۔ تو اور بات ہے؛

پھر شاکر صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ "برخلاف مسلمانوں کے ہم ان کی نسبت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے۔" پنڈت صاحب کا یہ فقرہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کاش وہ غور کرتے۔ کہ جب کہ مسلمان مانتے ہیں کہ دعا کیساتھ ناممکن معاملات میں انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اور کوئی بات نہیں جو دعا سے حل نہیں ہو سکتی تو اگر وہ اپنے اس اعتقاد کے مطابق اپنے مطاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے خیر

سے یاد کریں۔ تو کونسا حرج ہے۔ ہم تو اس شخص کو بڑا ظالم سمجھتے ہیں۔ جو اپنے
بزرگوں کو خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان
کو دعا سے یاد نہ کرے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اور اسکی رضا کے
ماتحت مخلوق کی ہمدردی کے لئے ایسے ایسے تکالیف اٹھائے۔ کہ جن کے ذکر سے
قلم لرزاں ہے۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے آپ پر سجدہ کی
حالت میں اوجھڑی پھینکی گئی۔ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ کے قتل کی
سازش کیگئی۔ بلکہ آپکے قتل کے لئے انعام مقرر کئے گئے۔ غرض کہ جسطرح ہوسکا
شیطان کے بندوں نے آپکو ستایا اور آپکو مشکلات میں ڈالا۔ صرف اس لئے
کہ وہ کہتے تھے۔ کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ ایسے شخص کہ جس نے ہمارے لئے ہر قسم
کے دکھ اٹھائے۔ اگر ہم صرف زبان سے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہیں تو ہم بڑے
احسان فراموش ہونگے۔ غرض یہ ہے کہ یہ بہت ضروری ہے کہ رسول کریم (فداہ
روحی وجسمی) کا جب ہم نام لیں۔ تو اسکے ساتھ کم از کم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو
ضرور ہی کہا کریں

نہ معلوم شاکر صاحب نے اسپر کیوں اعتراض کیا ہے کیا یہ کوئی شرک ہے۔ ہم
تو کہتے ہیں کہ جتنے بزرگوں نے ہم پر احسان کئے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم کم از
کم انکے نام دعا کیساتھ یاد کریں۔ آپ تو کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ
آلہ وسلم کو ہی ایسا سمجھتے ہیں ہم تو ہر ایک شخص کو بھی کہتے ہیں جو سچے طور پر انکا
متبع ہو جیسے دعا عام ہے۔ تو پھر اسپر اعتراض کی کوئی صورت نظر نہیں آتی:
باقی رہی یہ بات کہ آریہ صاحبان ایسا کیوں نہیں کرتے۔ سو میں کہونگا
کہ آریہ صاحبان . . . . کی یہ ایک
غلطی ہے۔ بلکہ اسی غلطی کا نتیجہ ہے۔ کہ آریہ صاحبان دوسرے مذاہب کے بزرگوں

کے علاوہ اپنے بزرگوں بھی برا کہنے سے نہیں رک سکتے۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بزرگوں کو دعا کیساتھ یاد نہ کرنے کا ایسا برا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ تو ہم کیوں آریہ ست کے اعتراض سے ڈر کر اپنے پیارے آقا و مطاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا سے یاد نہ کریں۔

پھر شاکر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ویدک دھرم میں کسی انسان کا تعلق نہیں وہاں تو صرف پرماتما کی سلطنت ہے جسکا نہ کوئی شریک ہے۔ نہ مصاحب نہ پیغمبر نہ اوتار۔ اسکے متعلق میں شاکر صاحب سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ آدت۔ انگ۔ وایو وغیرہ کون تھے۔ وہ کس طرح اترے۔ آیا تمہیں لکھائے گئے تھے یا کسی انسان کے ذریعہ آپکو وید پہنچے ہیں۔ اسکا جواب غالباً آپ یہی دینگے۔ کہ آدت۔ انگر۔ وایو وغیرہ انسانوں کے ذریعے ملے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اس مختصر سے مضمون میں تسلیم کیا ہے۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا۔ کہ خدا تعالی نے چاروں رشیوں پر وید نازل کئے تو میں پوچھتا ہوں۔ وہ رشی کیا تھے۔ آخر آپ کو یہی کہنا پڑیگا۔ کہ وید جو خدا تعالے کا پیغام ہے مخلوق تک پہونچانیکا ذریعہ ہیں۔ پس اسی کو فارسی والے پیغامبر یا پیغمبر کہدینگے۔ آپ کس طرح دعوے کرتے ہیں۔ کہ ویدک دھرم کوئی پیغمبر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ایسی حالت میں آپ کا یہ فقرہ کیا صریح جھوٹ نہیں ہے؟

پھر اور سنئے۔ اور گوش ہوش سے سنئے۔ ہندوستان میں جتنے دیوتا تسلیم کئے گئے ہیں۔ کیا دنیا کے کسی اور حصہ میں بھی اسی قدر ۳۳ کروڑ دیوتا کی پوجا کی گئی ہے۔ اسکا جواب صاف ہے۔ کہ آریہ ورت اس امر میں دیوتا کی کثرت ہو نیمیں تمام ممالک سے بڑھا ہوا ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ جب یہ ہندوستان میں ویدک دھرم تھا۔ تو اس نے بتوں کی پوجا سے کیوں

نہ روکا۔ آپ اس بات کو کسی طرح ٹال نہیں سکتے۔ کیونکہ نمونہ موجود ہے۔ اگر آپ کو معلوم نہیں۔ تو سناتن دھرمیوں سے پوچھ لیجئے کہ آیا دیوتا کی پرستش ویدک ہے یا نہیں۔ ساتھ ہی ان سے یہ بھی دریافت کر لیں۔ کہ دیوتا کی پوجا میں آپ وید کو ہی پیش کرتے ہیں۔ یا کچھ اور۔ پس جبکہ نمونہ موجود ہے۔ اور سابقہ ہندوں کا عمل بتا رہا ہے۔ کہ ویدک مت دیوتا کی پوجا کی تعلیم دیتا ہے۔ تو آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اسلئے اب آپکو یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ ویدک دھرم میں پیغمبر بھی مانے جاتے ہیں تو پھر آپ ایسا کہنے کی کسطرح جرأت کر سکتے ہیں۔ کیوں شاکر صاحب! آپکو معلوم ہو گیا۔ کہ ویدک مت صرف ایشور کی بھگتی کی تعلیم دیتا ہے یا کچھ اور بھی؟ پھر شاکر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آریہ سماج کو نہ مسلمانوں سے عداوت ہے نہ ہندوؤں وعیسائیوں وغیرہ سے خصومت۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ان مذاہب باطلہ کا ضرور مخالف ہے۔ کیونکہ یہ سب جھوٹے ہیں"

اس بات پر کچھ لکھنے کی اتنی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ وہ اسلام کا دشمن ہے۔ کیونکہ میں اپنے ایک اس سے پہلے آرٹیکل میں بتا آیا ہوں۔ کہ اگر آریہ کے ہاتھ میں حکومت آجائے تو ہمارے ساتھ کیا سلوک بروئے رو کرینگے اسکے علاوہ مذہبی دنیا جانتی ہے کہ آریہ سماج کو مسلمانوں سے کتنی دشمنی ہے میں ایڈیٹر صاحب آریہ مسافر سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ اگر آپکو اسلام سے دشمنی نہیں تو آپ نے صرف اسلام کی مخالفت کیلئے (جیسا کہ آریہ مسافر کے ہم سے معلوم ہوتا ہے) اپنا پرچہ کیوں جاری کیا۔ پھر مسافر آگرہ جیسا گندہ پرچہ کیوں جاری ہوا۔ باقی رہا یہ کہ آریہ مسلمانوں سے کیا سلوک کرتے ہیں سو یہ صاف بات ہے۔ اسکے لئے میرے خیال میں دسمبر ۱۹۰۶ء کا واقعہ کافی ہے جبکہ آریہ سماج [illegible] بر سر بازار مسلمانوں کو مخاطب کرکے گالیاں ہی

نہیں دیں۔ بلکہ ان کی پرانی قیمت بھی چارج کی؛
پھر دیکھو پنڈت لیکھرام کے قتل پر آریوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ غرض اس بات کو دنیا خوب جانتی ہے کہ آریوں کو اسلام سے ایک خاص دشمنی ہے کیونکہ آریہ سماج جانتی ہے کہ ہمیں ترقی سے روکنے والا صرف اسلام ہی ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ آریوں کی طرف سے جتنی کتابیں اور جتنے اخبار شایع ہوتے ہیں ان سب کو دیکھا جاوے تو اسلام کی مخالفت میں کثرت سے مضمون ہونگے بہ نسبت اسکے کہ کسی اور مذہب کی مخالفت میں ہوں۔ یہ دعوے صحیح نہیں کہ سب مذاہب جھوٹے ہیں۔ صرف آریہ سماج ہی سچا ہے۔ اگرچہ اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ مگر تاہم کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مترجمہ رادھا کشن مطبوعہ لاہور سمت ۱۹۶۶ بکرمی کے صفحہ ۷۰۰ میں آیت کریمہ اھدنا الصراط المستقیم پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "یہ راستہ کیا مسلمانوں کا ہی ہے اوروں کا نہیں ...... اگر اچھی باتیں سب مذاہب میں مشترکہ ہیں تو پھر مسلمانوں میں کچھ خصوصیت مذہبی اور اچھی باتیں نہیں مانتے تو ثابت ہوا کہ وہ متعصب ہیں" پھر صفحہ ۷۰۷ پر فرماتے ہیں کہ جس کتاب میں متعصبانہ باتیں پائی جائیں۔ وہ کلام اللہ نہیں ہو سکتی" پھر صفحہ ۷۰۷ پر فرماتے ہیں کیا اپنے ہی منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا ریاکاری نہیں" پھر صفحہ ۷۰۹ پر فرماتے ہیں "نیکوں کاروں پر خواہ وہ کسی مذہب میں ہوں۔ رحم کریگا"

اب میں ان تمام حوالوں کے بعد آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آریوں کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اگر اور مذاہب میں بھی عمدہ باتیں ہیں تو پھر آپ ان مذاہب کو مذاہب باطلہ کیوں کہتے ہیں اور جب اور مذاہب میں بھی خوبیاں ہیں تو

انکو جڑھ سے اکھاڑ نا گویا خوبیوں کو نیست نابود کرنا ہے۔ اس سے ثابت ہوا
کہ آریہ سماج نیکیوں کو جڑھ سے اکھاڑنے کے لئے آیا ہے پھر دیکھو دوسرے
مذاہب میں بھی رہ کر نجات مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ نیک ہوں۔ تو وید ک
مت کی پیروی کی کیا ضرورت ہے اور اگر آپ کہیں کہ دوسرے مذاہب میں
بھی باقی نہیں۔ تو یقیناً بموجب فیصلہ پنڈت دیانند صاحب آپ متعصب ہیں
اور جو مذہب آپکو ایسا تعصب سکھلاتے وہ منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ گرچہ کہ
ویدنے آپ کو تعصب سکھلایا ہے۔ اسلئے بقول پنڈت دیانند صاحب
منجانب اللہ نہیں؛ اور اگر تم کہو کہ وید منجانب اللہ ہے تو اس میں یہ کہیں نہیں
نہیں ہے۔ . . . . جو کتاب خود دعوے نہیں کرتی تمہارا
کیا حق ہے کہ تم اسکو منجانب اللہ کہو اور اگر کہو کہ اسنے دعوے کیا ہے۔ کہ
میں ایشور کی طرف سے نازل ہوئی ہوں تو ایشور نے اپنے منہ سے اپنی کتاب
کی تعریف کی اور یہ بقول پنڈت دیانند صاحب ریاکاری ہو گی۔ و نعوذ باللہ
من ہذا الخرافات

یہ جو کچھ مینے بیان کیا ہے پنڈت دیانند صاحب کے مندرجہ بالا قول
سے لیا ہے۔ جس سے ناظرین اس نتیجہ پر ضرور پہنچگئے ہونگے۔ کہ ویدک
مذہب بقول پنڈت جی چھوٹا مذہب ہے۔ جب وہ خود چھوٹا مذہب ہے۔ تو
پھر دوسروں سے مباحثہ وغیرہ کرنیسے کیا فائدہ ہوگا۔

اس کے بعد شاکر صاحب فرماتے ہیں: "برخلاف اس کے اسلام
کو آریہ سماج سے سخت عداوت ہے" یہ ایک ایسا فقرہ ہے۔ جس کے لئے
ثبوت کی ضرورت ہے۔ . . . . اس کے ثابت کرنیکے لئے شاکر
صاحب فرماتے ہیں۔ کہ (۱) لیکھرام کو قاتل مسلمان تھا۔ (۲) پنڈت دیانند

کے زہر دینے میں ایک مسلمان کی شمولیت تھی (۳) مسلمانوں نے آریوں کی تذلیل اور خرابی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا؟

لیکھرام کے قتل کے متعلق یہ کہنا کہ مسلمان نے قتل کیا تھا جھوٹ ہے۔ اسکا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ اور نہ آریہ سماج کبھی اثبات کو پایۂ ثبوت پہونچا سکتی ہے۔ ہاں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مرشدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود کی پیشگوئی سے ہلاک ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

الا اے دشمن نادان بے راہ
بترس از تیغ بُرّان محمدؐ؟

لیکن اسکے مقابلہ میں خود لیکھرام کی بھی پیشگوئی تھی۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی نے سچا ہو کر اسلام کی صداقت اور آریہ دھرم کے کذب پر مہر لگا دی۔

پنڈت سوامی جیکو (بقول آریوں کے) زہر دینے میں اگر کوئی مسلمان شریک تھا تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ اصل زہر دینے والا کون تھا۔ اور زیادہ قصور کسکا تھا؟ یہ تیسری بات بھی ثبوت طلب ہے۔ اگر کوئی ثبوت پیش کریں۔ تو اسکی طرف توجہ کیجا سکتی ہے!

اب ہم حضرات انصاف پسند سے مستدعی ہیں۔ کہ وہ بروئے انصاف اس امر کا تصفیہ کر دیں۔ کہ کون فرق برسر حق ہے۔ اور کون برسر باطل۔ آریہ جب اسلام کے مقابلہ میں کچھ اور نہیں سوجھتا۔ تو اپنے تعصب سے مسلمانوں پر اتہام لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

اپیل بخدمت ممبران انجمن تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

رسالہ تشحیذ الاذہان صرف اسلئے جاری کیا گیا تھا۔ کہ اس کے ذریعہ سے نوجوانان سلسلہ احمدیہ عموماً اور ممبران رسالہ ہٰذا خصوصاً اپنے اپنے مضامین لکھکر اس رسالہ میں شائع کرائیں۔ تاکہ آئیندہ زندگی میں وہ اس بات کے مشاق ہو جائیں۔ کہ اپنے خیالات کو اچھی طرح سے مخلوق پر ظاہر کر سکیں۔ لیکن تجربہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ آجتک اسپر پورے طور سے عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ صرف چند اصحاب جوکہ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور انھوں نے بہت سا فائدہ بھی ماشاء اللہ اس سے حاصل کیا ہے۔ باقی سب خاموش ہیں۔ حالانکہ ان کا بھی حق ہے۔ بلکہ فرض ہے کہ اپنے فائدے کے لیئے اور نیز مخلوق کے فائدہ کے لیئے اس رسالہ کو اپنے مضامین سے رونق دیں؛

ممبر چونکہ مضامین کم بھیجتے ہیں۔ اسواسطے مجبوراً ہمارے مکرم ایڈیٹر صاحب کو خود اپنے مضامین سے رسالہ پر کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ماہ کے پرچہ میں سوائے ایک مضمون کے سب مضامین انہیں کے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض صاحبان اس خیال سے ہمت نہ کرتے ہوں کہ وہ اچھے مضامین نہیں لکھ سکتے۔ مگر یاد رہے کہ کوئی بڑے سے بڑا لیکچرار یا مضمون نگار پہلے ہی ویسا کمال نہیں رکھتا۔ جیسا کہ بعد ازاں مشق و استقلال سے پیدا کر لیتا ہے پہلے دن جب ڈیماسیتھنز اسٹیج پر لیکچر دینے کو کھڑا ہوا۔ تو سب حاضرین اسکی ناتجربہ کاری پر ہنستے۔ لیکن اس نے استقلال کو ہاتھ

نہ رہا۔ اور آخر کار اتنا بڑا لیکچرار ہو گیا۔ کہ آجتک تعلیم یورپ اسپر ناز کرتا ہے
بموجب حکم قرآن مجید لم تقولون ما لا تفعلون میں بھی چند سطور لکھ
کر خاموشی کر توڑتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ دیگر ممبر بھی اس حقیر سے
مضمون کو دیکھکر جرأت کرینگے؛

"دعا اور اسلام"

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي ؛

دعا بھی اللہ تعالیٰ کے ان بڑے بڑے احسانات میں سے ہے جن سے کہ اسنے اسلام کو دیگر مذاہب پر فضیلت دی۔ بڑے سے بڑا عقدہ اور بڑے سے بڑا کام جس کے آگے انسان کی سب تدبیریں اور کوششیں عاجز ہوں۔ اگر حل ہو سکتا ہے۔ تو اسی دعا سے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کو حقیقی قادر مطلق جانے اور غیر معمولی طور پر استقلال سے کام لے اسجگہ مجھے ایک کہانی یاد آئی جسکو اپنے آقا حضرت خلیفۃ المسیح سے سننے کا بہت دفعہ اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ جب کہ ایک بزرگ بڑے تضرع سے اللہ کے حضور میں ایک معاملہ کے متعلق دعا مانگ رہے تھے۔ تو انہیں آواز آئی۔ کہ تمہاری دعا ہرگز قبول نہ ہوگی اتفاق سے انکے ایک شاگرد بھی وہاں موجود تھے۔ وہ اس غیبی آواز کو سن کر بہت حیران ہوتے۔ لیکن اس روز انہوں نے اس بات کا ذکر ان بزرگ صاحب سے نہ کیا۔ لیکن تین روز تک متواتر جب انھوں نے یہی آواز سُنی تو آخر کار بنے ادب کے اپنے بزرگ

اُستاد سے عرض کیا۔ کہ جب آپکو اتنی نا امیدی دلائی جاتی ہے تو آپ کیوں اپنا وقت اس میں ضایع کرتے ہیں۔ اس پر وہ بزرگ مسکرائے اور فرمایا کہ تم تو تین دن میں ہی مایوس ہو گئے مجھے تو یہی آواز سنتے ۲۰ سال ہو گئے۔ میں عبد ہوں اور میرا کام عبودیت ہے اور اسلئے میرا فرض ہے کہ میں ہر وقت دعاؤں میں لگا رہوں اور خدا تعالے مالک ہے۔ اسلئے قبول کرنا یا نہ کرنا اس کا کام ہے۔ سو اسکے قبول نکرنیسے میں اپنا کام کیوں چھوڑ دوں۔ اور اپنے فرض منصبی سے کیوں اعراض کروں :

اللہ تعالے کو ان کا یہ استقلال ایسا بھلا معلوم ہوا۔ کہ اگلے روز ہی ان کو الہام ہوا۔ کہ تمہاری دعا قبول ہو گئی :

مذکورہ بالا حکایت سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ جب اتنی اتنی ہی مدت میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ تو ایسے امور کے لئے دعا مانگنے سے کیا فائدہ۔ جنکی میعاد بہت تھوڑی ہو۔ مثلاً ایک شخص کو پانچ منٹ کے بعد ایک امتحان دینا ہے۔ لیکن وہ اسلئے اسکے واسطے دعا نہیں کرتا۔ کہ اتنے عرصہ میں یہ کیونکر قبول ہو سکے گی۔ سو یہ خیال اسکا غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے مابین کوئی فاصلہ تو نہیں ہے کہ جس سے دُعا کے وہاں تک پہنچنے میں کچھ دیر لگ سکے۔ وہ خود فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ پھر فرماتا ہے۔ ان اللہ علیم بذات الصدور۔ پانچ منٹ تو ایک عرصہ ہوتا ہے۔ اگر ایک واقعہ جو ایک سیکنڈ کے بعد ہونیوالا ہو۔ اسکے لئے بھی اگر دعا کیجائے تو اللہ تعالیٰ اسکام کو پورا کر سکتا ہے :

بعض لوگ شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ ہم نے بہت دعائیں کیں لیکن ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ سو اول تو انکے یہ الفاظ ہی انکی عبودیت کی بے اعتدالی

ثابت کر رہے ہیں۔ دویم یہ بھی مسلّم بات ہے۔ کہ انسان بعض وقت ایسی دُعا
مانگتا ہے جو کہ حقیقتاً اسکے لئے مضر ہوتی ہے جیسے کہ قرآن شریف میں بھی
آیا ہے عسٰی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا
شیئاً وھو شر لکم واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون پ۲ اور بعض وقت
ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی دُعا کی قبولیت میں دوسرے کا نقصان ہوتا
ہے۔ مثلاً اگر آسمان پر گھنے بادل ہوں۔ اور بارش کے علامات ظاہر ہو رہی
ہوں۔ تو اسوقت ایک کمہار کے دل سے جس کے کچے برتن باہر دھوپ میں
سوکھنے کے لئے رکھے ہوئے ہوں۔ یقیناً یہی دعا نکلے گی۔ کہ اے رب
بارش کو تھامے رکھ۔ اور سورج کے آگے سے بادلوں کو ہٹا دے۔ تاکہ میرے
برتن سوکھ جائیں لیکن ادھر ایک مالی جس کے باغ کے پھل پانی کی قلت
سے مرجھائے ہوئے ہیں اور وہ کئی روز سے بارش کیلئے دعا کر رہا ہے اب
ایسی حالت میں دونوں کی دُعا کا قبول ہونا اور نہ ہونا قانون قدرت کے
خلاف ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں سے ایک کی دعا اللہ تعالیٰ
قبول فرمائے اور دوسرے کا جیسا نقصان ہوتا ہے اسکے نقصان کو کسی اور
راہ سے پورا کر دے۔ بلکہ کئی درجہ اور بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔

بعض وقت اللہ تعالےٰ انسان کو آزماتا ہے۔ جیسا کہ آپ صاحبان
نے پہلی حکایت میں ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ مگر یہ آزمائش انسان کو محض تکلیف
دینے کے واسطے نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ بہت سے انعامات کرنیکے لئے ایک
بہانہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے ولنبلونکم
بشیئٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات
وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا

للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ
واولٰئک ھم المھتدون۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی وقت انسان کی دعا قبول
نہیں فرماتا۔ بلکہ اسکی بجائے اسکے گناہ بخشدیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ قیامت
کے روز اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو صرف اسواسطے جنت میں بھیجیگا۔ کہ دنیا میں
انکی بہت سی دعائیں اسنے قبول نہیں فرمائیں تھیں۔ حالانکہ بلحاظ اعمال کے وہ
دوزخ میں جانیکے قابل ہونگے پھر اس موقعہ پر بعض لوگ تمنا کرینگے کہ کاش
ہماری ایک دعا دنیا میں نہ سنی جاتی۔ کہ اسوقت ہم کچھ فائدہ اٹھا سکتے۔ اس بات
کو مد نظر رکھکر میرے خیال میں کوئی شخص بھی اپنی دعا کے قبول نہ ہونیکی شکایت
دل میں نہیں لا سکتا ہے۔

غرضیکہ یہ ایک ضروری اور لابدی امر ہے کہ دردِ دل سے نکلی ہوئی دعا
کبھی ضائع نہیں جا سکتی۔ یہ ایک ایسے تیر کے مانند ہوتی ہے جسکو کوئی ڈھال ہرگز
نہیں روک سکتی۔ اور ایک ایسی آگ کی مانند ہوتی ہے جس کو پانی ہرگز نہیں ٹھنڈا
کر سکتا۔ کیا وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ہی دعا رب لاتذر علی الارض
من الکافرین دیارا الخ ہی نہ تھی۔ جس نے سب کفار کو ایک دم میں ملیا
میٹ کر دیا؟ اور کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پر اثر دعا کا اثر نہ تھا
کہ جس سے فرعون جیسا عظیم الشان بادشاہ ایک لمحہ میں اس کی آنکھوں کے
سامنے حسرت بھرے دل سے لقمہ اجل ہوا۔ پھر کیا وہ ہمارے شفیع الورا
سید المرسلین سرور عالم کی انتھک دعاؤں کا جادو خیز اثر نہ تھا کہ جس نے عرب
جیسی اجہل قوم کو افضل بنا دیا۔ اور جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمانوں کی قلیل اور بے
سر و سامان جماعت نے کفار کے ایک ہزار تجربہ کار بہادروں کو جو ہر طرح
مسلح تھے۔ پس پا کر دیا۔ اور آخر میں میں کہونگا۔ کہ یہ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود

کی پر درد دعاؤں کا ہی غیر معمولی اثر تھا کہ جس نے لیکھرام جیسے دشمن اسلام و دیگر حشرات الارض کو ان کی زندگی میں نابود کر کے اسلام کا بول بالا کر دیا۔

اب آخر میں ناظرین کو ایک دلچسپ واقعہ دعا کے متعلق سنا کر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ دعاؤں کو کس طرح قبول فرماتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص اللہ تعالےٰ کے حضور میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تو مجھے بلا محنت رزق عطا فرما۔ ایک عرصہ دراز تک وہ شخص یہ دعا بڑے تضرع و استقلال سے کرتا رہا۔ لیکن اتفاقاً ایک ہمسائے کی گائے اسکے ہاں آ گھسی تو اسنے اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھکر پکڑ لیا۔ اور ذبح کر کے خود بھی کھایا۔ اور غریبوں میں بھی تقسیم کیا۔ مالک کو جب اطلاع ملی تو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پر حضرت نے دونوں کو طلب فرمایا اور اظہار لئے جب مدعا علیہ کی باری آئی تو اس نے عرض کی کہ پہلی میری وہ دعا سن لیجئے کہ جس کے بدلے میں یہ گائے مجھکو ملی ہے اور نہایت ہی درد انگیز لہجہ میں اپنی دعا تمام پیش کر گئی۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو دل بھر آیا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آسکا۔ آخر کو مقدمہ کی تاریخ کل پر ڈال دی اور رات بھر اللہ تعالےٰ سے اصلی معاملہ کے انکشاف کے لئے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت اپر کھول دی اور فرمایا کہ صبح کو تم مدعی کو کہو۔ کہ ملزم کو معاف کر دے اگر وہ راضی نہ ہو تو پھر کہو اور اگر پھر بھی راضی نہ ہو تو اسکا سب مال و اسباب ملزم کو دلوا دو۔ کیونکہ مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو مار کر اسکا سب مال و اسباب اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اور فلاں پتھر کے نیچے مدعا علیہ کا باپ معہ اس تلوار کے جس سے وہ قتل کیا گیا تھا مدفون ہے چنانچہ صبح کو حضرت داؤد علیہ السلام نے بموجب حکم الٰہی مدعی سے ملزم کو معاف کرنیکی

سفارش کی لیکن وہ اسپر بہت بگڑا۔ اور آخر کار جب وہ کسی طرح سے نہ مانا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام مع مدعی و مدعا علیہ و دیگر اہل دربار اس پیڑ کے پاس تشریف لیگئے۔ اور جب اس پیڑ کے نیچے سے زمین کھدوائی تو واقعی اس میں سے ملزم کے باپ کی لاش نکلی۔ اور ایک تلوار بھی جس پر کہ مدعی کا نام کھدا ہوا تھا۔ چنانچہ مدعی کو آخر کار اس جرم کا اقرار کرنا پڑا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اسکا سارا مال و اسباب مدعا علیہ کو دلوا دیا۔ اور اس طرح اسکی دعا پوری ہوئی؛

ایکہ گوئی کہ دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق۔
قصہ کوتہ کن ہمیں از من دعا مستجاب

(منظور علی شاکر از مراد آباد)

پَردَہ

اس زمانہ میں یوروپین تہذیب کا اثر ہندوستانیوں کی طبیعتوں پہ اسقدر زیادہ ہوگیا ہے کہ جس کا بیان نہیں ہر بات میں یورپ ہی کی تقلید کو پسند کیا جاتا ہے۔ مذہب کچھ کہے اسلام کچھ بتائے وہ سب فضول۔ مگر جو بات عروس چمن یورپ کی زبان جادو بیان سے نکل جائے وہ پتھر پر لکیر ہو اسپر تمام یورپین تہذیب کے فدائی آمنا وصدقنا کہنے کے لئے تیار ہے

حیف گر از اثر فلسفہ مغربیان ✣ منکر فلسفہ سنت و قرآن باشی
منکر اسرار شیعدہ و جلوہ ربی ✣ منکر معجزہ عیسےٰ عمران باشی
گفتہ مسولن و آئین جہانبانی آر ✣ بر زبان وارہی و بیگانہ ز نعمان باشی
از ہنیبال صد افسانہ و دستان گوئی ✣ جاہل از معرکہ فاتح ایران باشی
قیصر ان را ہمہ یک یک بشماری آثار ✣ بیخبر از عمرؓ و حیدرؓ و عثمانؓ باشی

مگر میں بلا خوف لومت لائم۔ ڈنکے کی چوٹ پکار کر کہونگا کہ یہ تمام باتیں اور یہ اعتقادیاں اور صراط مستقیم سے لغزشیں اسلام سے ناواقف اور عقل سلیم سے بے بہرہ ہونیکا نتیجہ ہیں۔ رسم پردہ جو آجتک اسلامی ممالک میں نہایت عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی رہی ہے۔ اور جس کے فوائد اصحاب دانش وبینش پر ہویدا ہیں اور جس پر تیرہ سو برس سے لیکر آجتک مسلمان عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ آج یورپین تہذیب کے ازدحام ہائل میں نہ فقط غیر مفید چیز ہے بلکہ پہلے درجہ کی تباہ کن بھی۔ میں

اس موقعہ پر مضمون زیر بحث آیات قرآن اور آثار نبوی صلعم سے ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہتا۔ بلکہ روزمرہ کے واقعات اور شہادات کی بنا پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں:

"تاریخ شاہد ہے۔ کہ جس وقت آفتاب رسالت سرزمین عرب میں چمکا اسوقت عربوں کی بدچلنی اور بد اخلاقی درجہ کمال تک پہنچ چکی تھی۔ زناکاری اس حد تک ہوتی تھی۔ کہ چپ ہی بھلی۔ اس بے شرمی و بے غیرتی کو جڑھ سے اکھیڑنے کے لئے تاجدار دو عالم نے پردہ کو رواج دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہائم خصلت عرب اپنی خصلت جبلی کو بھول بھال کر پرلے درجہ کے نیک چلن بن گئے۔ اور آج پورے پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ تمام جہان میں سب سے زیادہ نیک چلن ملک عرب ہی ہے۔" یورپ جیسے آج اپنی تہذیب پر فخر ہے آزادی نسواں اور پردہ کے نہ ہونے کے باعث پرلے درجہ کی اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ بسقدر بدچلنی کا زور اس خطہ زمین میں ہے شاید جہان کے کسی دوسرے حصہ میں نہیں۔ آپ کی بیوی کو آپ کے سامنے دوسرا اپنے ساتھ بازو میں بازو دیئے لیجاتا ہے۔ مگر کیا مجال کہ آپ تاب دم زدن لائیں۔ ورنہ ابھی بیوی صاحبہ سے پچاس سننی پڑیں۔ اور چھپا چھڑانا مشکل ہو جائے آزادی نسواں یا بے پردگی کے زہریلے اثر کا پتہ پچھلے دنوں انگلستان کو لگ گیا۔ جبکہ عورتوں نے علی الاعلان پارلیمنٹ میں عورتوں کو ممبر بنائے جانیکے لئے تمام ملک کو سر پر اٹھا لیا۔ اور بوجہ ان کی درخواست کے نامنظور کئے جانیکے بلواؤں اور بلوؤں میں اپنے جوش کو ظاہر کیا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض عورتوں کو جیلخانہ میں بھیجا گیا (کہو صاحب اب بھی آزادی نسواں

ہی کو کھہ پڑھو گے)

جوان عورت کو کھلے منہ ہر گلی کوچہ میں خراماں ہونا صبر و شکیبائی کے رشتہ کو کاٹنے کیلئے مقراض کا کام دیتا ہے۔ اُدھر عاشق کی تلاش اِدھر معشوق کی جستجو۔

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو

برخلاف اسکے اگر عورتیں حیا اور شرم سے اپنے مکانات میں باپردہ رہیں تو بیتنا بدچلنی کا تخم جہان کے صفحۂ ہستی سے اُٹھ جائے۔ کیونکہ —

غیر از فصل گل وحشت میں دیوانہ نہیں آتا
نہ جب تک شمع روشن ہو تو پروانہ نہیں آتا

کئی برس کے غور و تامل کے بعد میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ رسم پردہ ہی کے نہ ہونے کے باعث ہندو مذہب نے نیوگ کو زیبا جائز ٹھہرایا۔

میں اپنے مضمون کو فخر ملک و قوم جناب نواب محسن الملک مرحوم کے ایک ریمارک پر ختم کرتا ہوں۔ جو انہوں نے بمقام بمبئی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقعہ پر پردہ پر کیا۔ نواب صاحب فرماتے ہیں۔

"مجھو افسوس ہو کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ کالج، انکی اور کانفرنس کی رائے ہے کہ پردہ اٹھا دیا جائے میں کہتا ہوں کہ نہ کانفرنس کا یہ منشا ہے اور نہ کالج کا۔ کالج کے بانی سرسید احمد خان تو جاہل سے جاہل اور کٹر سے کٹر مسلمان سے بھی اس معاملہ میں بڑھ کر تھے۔ ججوں۔ کلکٹروں کی بیویوں نے انکی بہو محمود بیگم سے ملنا چاہا۔ لیکن انہوں نے اسکو بھی جائز نہ رکھا علی گڑھ پارٹی اور ٹرسٹی کالج کے، وہ بھی طرفدار کی یہ رائے ہے کہ پردہ حیا کو موجودہ زمانہ میں بے تامل رکھا جائے۔ پردہ کی نسبت میری ذاتی

رائے یہ ہے کہ پردہ ایک مذہبی امر ہے اور مذہب سے جیسا ثابت ہو وہ رکھا جائے۔ والسلام خیر الختام

بقول ع ورنہ آں مباش کہ مضمون تلخ دوست بصد سال میتوان سخن از زلف یار گفت

نوٹ:- ایسے وسیع مضمون پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن اس خوف سے کہ طول سخن باعث ملال طبع ناظرین ہو۔ اسی پر اکتفا ہے۔

احقر العباد سید محمد مظہر حسین آنند از مجھار پور

ریویوز

تندرستی کا ہور یہ ایک نیا اخبار ہے جسکا دوسرا نمبر جو ۱۹ جون ۱۹۱۰ء کو شائع ہوا ہے ریویو کے لئے دفتر تشحیذ الاذہان میں موصول ہوا ہے یہ اخبار اسلئے جاری کیا گیا ہے کہ نوع انسان جن مرضوں میں گرفتار ہیں انکو ان کے بچنے کے قواعد بتائے اور ان مرضوں کے نقصانات سے آگاہ کرے اور پھر ایسے مرضوں کی تشخیص وعلاج وغیرہ بہ تحقیق بیان کیا جاوے۔ اسی طرح صحت کے متعلق مختلف تحقیقاتیں اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرے

اسکے دوسرے نمبر میں جو مضامین درج کئے گئے ہیں وہ انہی اغراض کو لئے ہوئے ہیں۔ یہ اہوار اخبار ہر انگریزی مہینے کی ۱۹ تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے اس اخبار کا دوسرا نمبر جو ہمارے سامنے ہے ۱۹×۲۲ کے ۲۰ صفحوں پر شائع کیا گیا ہے قیمت سالانہ صرف ۱۲ ہے۔ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ مینیجر تندرستی درچشمہ صحت لاہور (اچھرہ، روزہ) کے نام پر ہونی چاہئے

ہ دیکھو مجموعہ لیکچرز و اسپیچز جلد اول از جناب شیخ اول مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۹

اُولِی الامر

یہ ایک چھوٹا سا ٹریکٹ "قاضی غلام محی الدین صاحب آنکر ایڈیٹر العزیز بٹالہ نے تصنیف کرکے اپنے اخبار پرچہ العزیز کیساتھ بطور نمونہ شایع کیا ہے۔ اس ٹریکٹ کی بڑی بڑی سرخیاں یہ ہیں: "تابعداری حاکم وقت عین فرض ہے" انگریزی راج کے ہندوستان میں نوائد، مسلمان ہر جگہ اپنے اپنے بادشاہ کے خیر طلب اور اطاعت گزار ہیں؛ فساد اور مذمت فساد میں قرآنی احکام۔ برٹش گورنمنٹ کے احسانات و برکات منظوم۔ کتاب میں اختصار کو بہت ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ ٹریکٹ ۲۲×۲۹/۸ کے سفید کاغذ کے ۴۰ صفحوں پر شایع ہوا ہے قیمت فی جلد ۲ سو اصل مصنف سے طلب کرو۔

ٹریکٹ سیریز مدرسہ الٰہیات کانپور

ہمارے پاس مدرسہ الٰہیات کانپور کی طرف سے ٹریکٹ نمبر ۲ و ۳ پہونچے ہیں۔ ٹریکٹ نمبر ۲ میں مسئلہ اصول ازدواج پر بحث کی گئی ہے۔ اور ٹریکٹ نمبر ۳ میں سماجی پرمیشور یعنی ویدک توحید اور اسلامی توحید کا مقابلہ کیا گیا ہے یہ ٹریکٹ بڑی تحقیقات سے لکھے جاتے ہیں۔ انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے مصنف جو طلباء مدرسہ الٰہیات میں سے ہیں آریوں کی کتابوں سے خوب واقف ہیں۔ ان ٹریکٹوں میں سلسلہ وار ہر ایک ٹریکٹ میں ویدک مت پر چالیس اعتراض کئے گئے ہیں اور اعتراضوں کے نمبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ٹریکٹ میں بھی چالیس اعتراض درج تھے ہمارے خیال میں یہ سلسلہ ٹریکٹس بہت مفید ہے۔ ٹریکٹ مفت تقسیم ہوتے ہیں صرف محصول ٹکٹ محصول کیلئے بھیجنے پڑتے ہیں۔ درخواستیں حافظ احمد اللہ صاحب آنریری سکرٹری مدرسہ الٰہیات کانپور کے نام موسوم ہونی چاہئیں۔

خداتعالٰی کے قہری نشانات

خداتعالٰے کے ایک مامور نے آج سے قریباً پانچ سال پہلے یعنی ۸ اپریل ۱۹۰۵ء خداتعالٰے سے خبر پاکر دنیا کی ہمدردی کے لیے ایک خبر شائع کی تھی جسکا خلاصہ یہ ہے۔

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے ۔ جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر ۔ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم ۔ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

جس وقت یہ پیشگوئی شائع ہوئی اسپر ہر طرح سے ہنسی کیگئی یہانتک کہ بعض اخباروں نے لکھا کہ پبلک میں بد امنی پھیلانیکے لیئے یہ پیشگوئی شائع کی گئی ہے۔ غرض اسوقت دنیا کے بندوں نے جس طرح ہوسکا زور لگایا کہ پیشگوئی شائع نہ ہووے۔ مگر جوں جوں مخالفین نے اس پیشگوئی کی اشاعت کے روکنے کی کوشش کی توں توں خداتعالٰے نے اپنے بندے پر زور دیا کہ کثرت کیساتھ شائع کیجاوے چنانچہ یہ پیشگوئی بڑے زور سے شائع کی گئی۔ دنیا میں کوئی ملک نہیں جہاں یہ پیشگوئی نہ پہونچی ہو مگر دنیا نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اسلیئے خداتعالٰے کے قہری نشانات مختلف صورتوں میں واقع ہوتے رہتے ہیں ان قہری نشانات میں سے بہت کچھ مختلف اوقات میں بتائے جا چکے ہیں۔ ہر سال بہت سے واقعات اس پیشگوئی کی صداقت پر مہر کرجاتے ہیں جیسا کہ اخبار بین دنیا کی نظر سے مخفی نہیں ہے ذیل میں

دو چار واقعات ایسے اکتفا ہیں جو آجکل اخباروں میں چکر لگا رہے ہیں۔

وادی رائن (جرمنی) کا قصبہ الشی نامی اسی طوفان سے تمام و کمال برباد ہو گیا ہے۔ نقصان جان بے پایاں ہوا ہے۔ صحیح تعداد معلوم نہیں پاس کا قصبہ آدماو بھی برباد ہو گیا ہے ایک پل جس پر تماشائیوں کا جم غفیر جمع تھا۔ ٹوٹ کر مسمار ہو گیا سب لوگ دریا میں ڈوب گئے۔

بالائے صوبہ بویریا میں بھی عظیم طوفان آئے شہر آبیرمرگاؤ کیساتھ آمد و رفت ناممکن ہے۔ بہت سے برٹش و امریکن وزیٹران بباعث طوفان کے شہر میں اس خبر سے غیر معمولی ماتم طاری ہے۔

برہما میں کثرت باراں سے سخت سیلاب آیا جس سے ریل کی سڑک کئی جگہ سے ٹوٹ گئی اور بہت سا نقصان ہوا

اٹلی کا زلزلہ۔ کچھ عرصہ گزرا۔ اٹلی میں سخت زلزلہ آیا تھا۔ اب پھر اٹلی کے صوبہ ایولینو میں سخت زلزلہ آیا۔ بہت سے مکانات اور جانیں ضائع ہوئیں۔

یہ سب واقعات اسطرف توجہ دلا رہے ہیں۔ کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ اس پیشگوئی سے ظاہر ہے۔ جس کی تصدیق کیلئے یہ واقعات ہو رہے ہیں لہذا بہت جلد خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

اشتہار

[illegible]

المشتہر منیجر نیر اعظم ایجنسی یو-پی مراد آباد روہیلکھنڈ

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

TRADE MARK

اصلی عرق کافور

TRADE MARK

Digitized by Khilafat Library

انیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے

[illegible]

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست پیٹ کے درد [illegible] میں بھی عرق کافور دینا [illegible] ڈاکٹر ایس. کے. برمن کا اصلی عرق کافور [illegible]

[illegible]

قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک [illegible]

ڈاکٹر ایس. کے. برمن [illegible] تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

باہتمام [illegible] پریس [illegible] چھپا

یہ رسالہ ماہوار ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

جلد ۵

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۰ء | فہرست مضامین | مطابق رجب المرجب

تعصب کا پردہ ۲۴۱ - ۲۴۹

آریہ صاحبان توجہ کریں ۲۵۰ - ۲۵۳

دو عظیم الشان مذاہب کے بانیوں کا مقابلہ ۲۵۳ - ۲۶۰

نکات ۲۶۱ - ۲۶۹

اشتہارات متفرق

ایڈیٹر

حافظ عبدالرحیم

ایڈیٹر

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب ... جولائی ۱۹۱۰ء کو قادیان سے شائع ہوا

باہتمام ... میگزین پریس قادیان میں چھپا

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کا سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب ایدہ اللہ کے تجویز کردہ نسخہ کے موافق طیار کیا گیا ہے اور اصل ممیرا اسکو خود حضرت نے دیکھکر اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا گیا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ چار لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی ایسا امام کہلایا جائے حقدار ہے یہ اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا اور پڑبال اور سرخی اور ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ عہ دوم عہ سوم عہ اصلی ممیرا قسم اول عہ قسم دوم عہ

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضا اور مصلح و مشتہی طعام قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر ریحیہ اور ... نفخ و تنگی نفس و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و رسوبت معدہ و مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود صبح کو وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں قیمت فی تولہ عہ

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری و بخاری سیاہ و سفید اعلیٰ ریشمی سوتی شرعی صافے سفید اور اعلیٰ پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور قیمت کی مل سکتی ہیں

المشتہر احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تعصّب کا پردہ

افراط و تفریط کے نتائج ہمیشہ بُرے ہوتے ہیں ہر ایک بات موقعہ
پر ہی اچھی لگتی ہے۔ نمک و مرچ تک جن کے بغیر ہم باشندگانِ ہند کھانا
ہی نہیں کھا سکتے اگر حد سے بڑھ جائیں تو طعام کا لطف ہی جاتا رہتا ہے
بڑی جو انسان کا اپنا حصّہ ہے اگر زیادہ ہو جائے تو ڈاکٹر کو کچھ روپیہ دیکر
نکلوا دی جاتی ہے۔ بات اگر بڑھ جائے تو اس کے نتیجے سب جانتے ہی
ہیں۔ زبان و قلم سے انسان دنیا میں عزت بھی دیکھتا ہے۔ مگر کبھی اُسکے
سولی پر چڑھانے کے باعث بھی ہو جاتے ہیں۔ یورپین مورخین نے
حاطب اللیل کی طرح مختلف نشانات سے جو تاریخی واقعات اخذ کرنے
شروع کئے تو اس میں ایسی ایسی ٹھوکریں بھی کھائی ہیں کہ جو کسی طرح نظرانداز
نہیں کیجا سکتیں مگر پچھلے دنوں میں جو ایک خطرناک غلطی کی گئی ہے
وہ صرف جہالت کی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُسکے پردہ میں تعصّب بھی

جھلک مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے:

لنڈن کا اخبار ٹائمز ایسا مشہور ہے کہ اکثر اخبار خواں اس کے نام سے واقف ہونگے۔ اس نے ۱۹۰۷ء میں ایک تاریخ پچیس جلدوں میں چھاپ کر شائع کی ہے جسے اسوقت کے مشہور یورپین مورخین نے لکھا ہے اور کل پچھلی مستند کتب سے اس کے لئے ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے اور بڑے بڑے علماء کے ماتحت اس کی اشاعت ہوئی ہے اور چونکہ کل دنیا کی تاریخ ہے۔ اس لئے سو ڈیڑھ سو صفحہ اسلام کے حالات کے لئے بھی وقف کیا گیا ہے مگر میں نے جہانتک اسے دیکھا ہے کوئی موقعہ خالی نہیں جانے دیا گیا کہ جہاں نیش زنی نہ کی گئی ہو۔ سیدھی باتوں کو ٹیڑھا کر کے دکھایا گیا ہے مگر یہ سب الزام تو اتنا کہنے سے حل ہو سکتا ہے کہ ہم نے اپنی تحقیقات میں بھی واقعات صحیح پائے ہیں مگر چند باتیں ایسی ہیں کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے متعلق کوئی معقول جواب پیش کیا جا سکے۔

قرآن شریف کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جو ویدوں کی طرح تاریکی میں پڑی ہوئی ہو۔ جس کے جاننے والے دنیا کے ہر ملک میں نہ مل سکتے ہوں اور جس کا پڑھنا اور سمجھنا مشکلات سے ہو نہ یہ بائبل کی طرح مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں ترجمہ ہو کر اپنی اصل سے دور جا پڑی ہے۔ کہ جس کے لئے یونان اور روم کے قدیم کتب خانوں کی تلاش کرنے پڑے نہ زرد شتیوں اور بدھوں کی کتب کی طرح سکندر رومی اور شنکر اچارج کی دست برد میں آچکی ہے ہزاروں نہیں لاکھوں حافظ ہر زمانہ اور ہر ملک میں موجود رہے ہیں اور خدا کے فضل سے اس ظلمت کے زمانہ میں بھی موجود ہیں لاکھوں نہیں کروڑوں کاپیاں اس کی شائع ہو چکی ہیں اور

دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہیں ایشیا اور آفریقہ ہی نہیں خود سینٹ پیٹرز برگ لندن پیرس کے چھپے ہوئے قرآن ملسکتے ہیں۔ اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جاؤ اور ہر زمانہ کے نسخوں کا آپس میں مقابلہ کرو تو ان میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں پایا جائیگا پھر ایسی مشہور اور معروف اور سچائی کی کتاب ہونیوالی کتاب کا حوالہ اگر کوئی غلط دے تو سوائے اسکے کہ اسکے ایسے فعل کو تعصب کیطرف منسوب کیا جائے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے آٹھویں والیوم میں صفحہ ۲۶۳ پر اسلام کے متعلق مضمون لکھنے والا (اسکا نام نہیں معلوم ہوسکا) ایک عربی عبارت نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن شریف کے ایک پرانے نسخہ سے نقل کی گئی ہے اور وہ عبارت

وَلَن یَفُوتُ الْغِنیٰ مِنهُ یَدًا تَرِبَت اِنَّ الْحَیَا ؁

وَجزن مُثْقِلًا الْوَخِفَ طَفَ مُوَکَّلًا بِمَنْقُولِ ؁

اسکی دوسری لائن تو اچھی طرح پڑھی نہیں جاتی۔ مگر پہلی سطر قصیدہ بردہ کے ایک شعر کا ایک حصہ ہے جو کہ علامہ بوصیری نے رسول اللہ کی تعریف میں آپ کی وفات کے کئی سو سال بعد کہا ہے اور وہ پورا شعر یہ ہے:

وَلَن یَفُوتَ الْغِنیٰ مِنهُ یَدًا تَرِبَت

اِنَّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَکَمِ

اور اس شعر کا نشان شدہ حصہ ہے جو یہ عالم مورخ بیچ کچھ اور زیادتی کے قرآن شریف کے نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ عبارت جو نقل کی گئی ہے وہ بھی پوری نہیں ایک حصہ تو علامہ بوصیری کے شعر کا

لے لیا ہے اور ایک حصہ کسی اور کتاب کا اور دو ٹکڑے اس خوبی سے ملائے ہیں کہ ان کے معنے بھی کچھ نہیں بن سکتے۔ کیونکہ پہلی سطر میں جو الحق الحیا آیا ہے اسکے معنے ہیں "تحقیق بارش" اور آگے اس کی خبر نہیں آئی کہ بارش کو کیا ہو گیا یا وہ کیا کرتی ہے کہ جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں

اوّل تو یہ کہ راقم مضمون اوّل درجہ کے متعصب ہیں کہ ان کو اتنا خیال نہیں آیا کہ ایک عظیم الشان مذہب کے متعلق کچھ لکھنے لگا ہوں کچھ تحقیقات ہی کر لوں اور قرآن شریف کے کسی نسخہ سے یہ عبارت ملا تو لوں کہ واقعی یہ اس میں ہے بھی کہ نہیں کیونکہ کسی مذہب کے متعلق صحیح حوالہ جات دینے میں بھی چند دقتیں ہو سکتی ہیں۔ کہ

۱۔ تو وہ مذہب ایسا گمنام اور غیر معروف ہو کہ اسکے پیرووں کا ملنا یا انکی کتابوں کی صحیح کیفیت کا دریافت کرنا ایک مشکل بلکہ ناممکن امر ہو جائے مگر اسلام اس مد میں نہیں آسکتا کیونکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو شروع سے لیکر آجتک کے اپنے مخالفوں کی نظروں میں کھٹکتا رہا ہے اور اگر کسی مذہب کے اسباب کا خوف کیا گیا ہے کہ اس کی تعلیم پھیلی تو یہ اپنی سادگی اور سچائی کیوجہ سے کل مذاہب عالم کو نیست کر دیگا تو وہ یہی ایک مذہب ہے کہ جسکی وجہ سے تمام مذاہب کا وار ہمیشہ اسپر چلتا رہا ہے اور تیرہ سو برس سے آجتک یہ کل فرق اسے بالطلاع کا ہدف بنا رہا ہے مگر باوجود اس کے کوئی ملک نہیں کہ جس میں مسلمان نہ پائے جاتے ہوں اور خصوصاً ان دنوں تو قریباً یورپ کے ہر ملک میں مساجدیں تیار ہو گئی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ممالک میں نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ جماعتوں کی جماعتیں رہتی ہیں اور وہ اپنے مذہبی معاملات میں دلچسپی رکھنے والی ہیں کیونکہ اگر وہ اس قدر

ناواقف ہوتیں تو ہزاروں اور لاکھوں کے خرچ سے مساجد کیوں تیار کی جائیں خود انگلینڈ میں لیورپول میں ایک عظیم الشان مسجد ہے اور قرآن شریف تو اسقدر کثرت سے مسلمانوں کو یاد ہے کہ جو لوگ سفر اسلام سے ناواقف ہیں وہ بھی قرآن شریف کی کچھ نہ کچھ عبارت یاد رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں جبکہ مسلمان ہر ایک علاقہ میں اور ملک کے ہر گوشہ میں موجود ہیں پھر قرآن کی آیات کے متعلق تحقیقات کرنے میں کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں:

۲- یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ مذہب تو مشہور ہو اور اسکے پیرو بھی بہت کثرت سے ہوں مگر وہ کتاب جس کی طرف وہ اپنے آپکو منسوب کرتے ہوں قریباً معدوم ہو اور اسکا ملنا بہت دشوار ہو اور وقت طلب ہو اور بہت کچھ عرق ریزی کرنیکے بعد اسکا پتہ ملسکتا ہو تو اس صورت میں سنی سنائی بات پر بھی انسان کچھ لکھ سکتا ہے اور اسکو حوالہ کے طور پر استعمال کرسکتا ہے گو کہ یہ حوالہ اسوقت تک قابل اعتبار نہ ہوگا جب تک کہ اسکی نسبت کوشش کرکے اسکی سچائی دریافت نہ کرلیجائے جیسے وید ہیں کہ خود بڑے بڑے عالم ہندوؤں تک نے انکو پڑھنا تو الگ دیکھا تک بھی نہیں یہانتک کہ کہا جاتا ہے کہ خود پنڈت دیانند صاحب نے سنسکرت میں چاروں وید نہیں پڑھے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

پس اگر کوئی وید کا حوالہ دینا چاہے اور وہ بھی سنسکرت میں اور اسکے راستہ میں بہت سی مشکلات ہوں تو مجبوراً اسے دوسرے لوگوں کی تحقیقات پر ہی اکتفا کرنا پڑیگا۔ مگر قرآن شریف کی نسبت تو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اسکے لاکھوں کروڑوں نسخے دنیا میں موجود ہیں +

اور خود یورپ میں کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

۳۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب ہے بھی عام اور اس کے پیرو ان بھی کثرت سے ہیں۔ مگر اسکے نسخوں میں بڑا اختلاف ہے اور ایک نسخہ دوسرے نسخے سے نہیں ملتا۔ تو اس صورت میں یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ بعض ایک اور نسخہ سے حوالہ دیا ہے مگر قرآن شریف کے متعلق یہ عذر بھی قابل سماعت نہیں کیونکہ اسکے لاکھوں کروڑوں نسخوں میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں پایا جا سکتا اور کسی کی طاقت نہیں کہ اسکے بیشمار نسخوں میں اختلاف دکھا سکے۔

۴۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب ایسی زبان میں ہے کہ اسکے بولنے والے اور سمجھنے والے اب مل نہیں سکتے اور اگر ہتے بھی ہیں تو وہ بھی مثل عنقا مثلاً آئس لینڈ کی پرانی زبان یا فنلینڈ کا پرانا لٹریچر یا قبلیوں کی بہت پرانے زمانہ کی تحریرات انکے حوالجات میں اگر کوئی غلطی ہو۔ تو قابل معافی ہے مگر قرآن شریف جس زبان میں ہے اسکے بولنے والے اسوقت کروڑوں کی تعداد میں بستے ہیں اور ہر ایک ملک میں مل سکتے ہیں اور جو بتا سکتے ہیں کہ یہ قرآن شریف کی عبارت ہے اور یہ کسی اور کتاب کی سو اس مقعہ پر یہ عذر بھی نہیں۔ سکتا کہ راقم مضمون کے لیئے اس زبان کی تحقیقات میں بھی بڑی بڑی مشکلات تھیں۔

۵۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کتاب ایسے زمانہ میں لکھی جائے کہ اسوقت امن نہ ہو یا خط و کتابت کے ذریع میں دقتیں ہوں یا سفر میں مشکلات ہوں یا ان قوموں کے آپس میں ملاقات نہ ہوں مگر یہ سب باتیں آجکل نہیں ہیں امن ایسا ہے کہ کبھی نہ تھا خط و کتابت کے ذرایع ایسے

ہیں کہ ایک آنہ کے لفافہ میں ہزاروں کوس سے مشورہ طلب ہو سکتا ہو سفر میں وہ سہولتیں ہیں کہ مہینوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہوتا ہے خود مسیحی گورنمنٹوں کے ماتحت مسلمان بستے ہیں جس سے تعلقات کا پتہ خوب لگ سکتا ہے:

پس کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ جس میں اس عالم مورخ کو معذور قرار دیا جاسکے۔ مسلمان ہر جگہ موجود ہیں قرآن کی لاکھوں کاپیاں موجود ہیں۔ اور خود یورپ میں چھپ چکی ہیں پھر اس کے نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے پھر یہ کسی ایسی زبان میں نہیں ہے جو اس زمانہ میں بولی نہ جاتی ہو اور جس کے جاننے والے مشکل سے دستیاب ہوتے ہوں پھر یہ تاریخ ایسے زمانہ میں نہیں لکھی گئی کہ جو تحقیقات میں مشکلات پیدا کرتا ہو۔ نہ یہ جہالت کے زمانہ میں لکھی گئی ہے پس سوائے اسکے اور کچھ وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مذہبی تعصب کے جوش میں قرآن شریف کا مشغلہ تا نکلے لئے جو عبارت سامنے آئی اسی کو اُسکی طرف منسوب کر دیا:

دوسری بات جو اس حوالہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ راقم مضمون عربی زبان سے محض ناواقف ہیں کیونکہ جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اسکا مطلب بھی کچھ نہیں بنتا جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اِنَّ الحیٰا میں اسم اِنَّ تو ہے اور اسکی خبر[1] ہے ہی نہیں جس سے کچھ معانی معلوم ہو سکیں۔ اور کہیں کی اینٹ کہیں کے روڑے سے یہ عجیب عمارت بنا کر آپنے کھڑی کر دی ہے اور اگر اس عبارت میں ایک ایسے

[1] چونکہ دوسری سطر پڑھی نہیں جاتی اسلئے پہلی سطر سے ہی اندازہ کیا جاتا ہے کیونکہ جو اصل کتاب میں اِنَّ کی خبر ہے وہ اسجگہ درج نہیں ہے:

شاعر کا مصرعہ ہوتا ہو کہ رسول اللہ کے خدام میں سے آپ کے کئی سو
سال بعد ہوا ہے۔ اور عربی کی ناواقفیت کی وجہ سے کہیں کی عبارت
کہیں نہ ملائی ہوئی ہوتی۔ تو کوئی تعجب نہیں کہ کچھ مدت کے بعد مسیحی پادری
اور آریہ مہاشہ شور مچا دیتے کہ دیکھو قرآن شریف میں تحریف ہو چکی ہے
جیسے کہ ایک پرانے نسخہ سے ثابت ہوتا ہے کہ "لا یفلح الساحر حیث اتی"
جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے عقلمند لوگوں پر یہ کھل ہی گیا ہوگا
کہ اسلام کے متعلق جو کچھ اس تاریخ پر لکھا گیا ہے وہ کہاں تک قابل اعتبار
ہے مگر باوجود اسکے عالم مورخ اپنے اس مضمون میں لکھتا ہے کہ قرآن
شریف کی عبارت (نعوذ باللہ) بالکل بے جوڑ ہے اور اسکا کوئی مطلب نہیں
نکل سکتا اور لکھتا ہے "تفاخرانہ" الفاظ اور لبھانے والی باتیں اور وہ کثرت
سے آنیوالے بیوقوفانہ فقرات جنکا حقیقتاً کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ قرآن شریف
میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور نظم خیال کیے جاتے ہیں" آگے چلکر
لکھتا ہے "لیکن اگر ہم اپنی رائے دیں (قرآن شریف کے متعلق) تو ہمکو
اقرار کرنا پڑتا ہے کہ عربی کی مشہور پرانی کتب میں سے ہمیں کوئی ایسی کتاب
معلوم نہیں جو کہ مذاق سلیم اور حقیقت سے ایسی خالی ہو اور ایسی حد سے
زیادہ بات کو لمبا کرنیوالی اور تھکانیوالی ہو جیسے کہ قرآن (ترجمہ از انگریزی)
(نعوذ باللہ من ذالک) جس سے راقم مضمون کی علمیت اور بے تعصبی پر
اور بھی روشنی پڑتی ہے بیشک ہم مانتے ہیں کہ وہ قرآن جس میں سے آپ
نے مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے ایسا ہی ہوگا لیکن ہم جس قرآن پر ایمان
لاتے ہیں وہ وہ ہے کہ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائے وحدہٗ
لاشریک کی طرف سے اترا ہے کہ جس کے مقابلہ میں کسی کی طاقت نہیں

ہوئی کہ آجتک ایک آیت بھی پیش کرسکے مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس تحقیقات اور اس عربی دانی پر آپ کو اتنے بڑے دعوے کی جرأت کسطرح ہوئی۔

میرے خیال میں کل مسلمانوں کو اخبار ٹائمز کو مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ اس عظیم الشان غلطی کا ازالہ کریے کیونکہ علاوہ اسکے کہ یہ کروڑوں مسلمانوں کا دل دکھانیوالی بات ہے خلاف واقعہ بھی ہے:

مکتوبات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

محبی انویم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ آپکا عنایت نامہ پہونچا۔ ڈیڑھ میل تک شہر میں اپنے گاؤں سے آنا بمذہب کے متصور نہیں چونکہ گاؤں میں بھی سے اگر شہر کے نزدیک بھی ہے تب بھی ایک محلہ کا حکم رکھتا ہے کسی حدیث صحیح میں اس ممانعت کا نام و نشان نہیں بلاشبہ جمعہ جائز ہے خدا تعالےٰ کے دین میں حرج نہیں کتاب دافع الوساوس چھپ رہی ہے۔ والسلام ؛

خاکسار غلام احمد - ۱۳- اگست [illegible]

مشفقی محبی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ عنایت نامہ پہونچکر بہ ریافت واقعہ ہائلہ و حادثہ وفات آپ کی ہمشیرہ کے بہت غم و اندوہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ خدا تعالےٰ آپ کو صبر بخشے۔ اور اس مرحومہ کو راضیات جنت میں داخل فرمائے۔ آمین ثم آمین باقی بفضلہٖ تعالیٰ سب طرح سے خیریت ہے۔ والسلام

راقم خاکسار غلام احمد - ۱۰- مئی [illegible]

آریہ صاحبان توجہ کریں؟

مدت سے وید کی توحید کے متعلق سنتے ہیں اور اس کے معارف ونکات کی نسبت آریہ صاحبان نے ایک شور مچا رکھا ہے مگر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس قدر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وید کی تعلیم کے سرشار ہیں۔ اگر ان کی حقیقت معلوم ہوئی تو یہ کہ وہ خود بھی ویدوں سے ناواقف ہیں گویا وید کے عشاق ان لوگوں کی مثال ہیں کہ جنہوں نے چلتے چلتے راستہ میں ایک مردہ اژدہا پایا رات کا وقت اور تاریکی کا جوش تھا چھونے سے معلوم کیا کہ کوئی چیز نہایت ملایم نازک اور سڈول ہے سمجھے کہ کوئی نازنین آرام کناں ہے جوش عشق تو پہلے ہی سر پر سوار تھا اور محبوب کی تلاش تو مدت سے تھی یہی خیال کیا کہ اس سے بڑھکر اور کونسا معشوق ہاتھ آئیگا۔ وہیں ڈیرہ ڈالدیا اور ایک تنگ وتاریک مکان اس پر بنادیا اب لگے عشقیہ کلام پڑھنے اور غزلیں گانے کوئی تو اسکے سن کی تعریف کرتا ہے . . . . کوئی اس کے قدوقامت کی موزونی پر فدا ہے کسی کا دل اسکے اعضا کی مناسبت پر آیا ہے تو کوئی اُس کے رنگ وروپ کا شیدا ہے کسیکو اس کی صراحی دار گردن نے موہ لیا ہے تو کسیکو اس کی زلف پیچاں نے ڈس لیا ہے کسی پر اسکے ابروخم دار کی تلوار چل رہی ہو تو کسی پر اس کے تیر مژگان کی بوچھاڑ ہے کوئی اس کی نرگسی آنکھوں کا بیمار ہو تو کوئی اُسکے لب ولعل کے پیچھے بک گیا ہے کوئی اسکے رخسار کو آفتاب کے مقابل پر لاکر اُسے داغ دار ٹھہرا رہا ہے تو کوئی اسکے آبدار دانتوں کے مقابل

میں موتیوں کی لڑی کو شرما رہا ہے۔ غرض ایک شور برپا ہوگیا اور قیامت کا نقارہ آنکھوں کے آگے پھر گیا جو کوئی آتا حیران ہوتا کہ ایسا کونسا معشوق ہاتھ آگیا کہ جس کے پیچھے یہ سب کے سب اسقدر سرگردان و حیران ہیں اور محبت کے مارے انکو کھانا پینا تک حرام ہوگیا ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ادھر تو ان دیوانوں نے اپنے معشوق کو ابتک دیکھا تک بھی نہیں اور باوجود اسکے جو کوئی خوبی سنتے ہیں وہ جھٹ اپنے معشوق کی طرف منسوب کردیتے ہیں جو کتاب دیکھی اور اس میں سے جو بات پسند آئی رو دیئے اور کہنے لگے کہ بس ایسی ایسی باتیں ہمارا معشوق ہی کرتا ہے کوئی علم سنا اور کہہ اٹھے کہ یہ علم اول اول ہمارے محبوب نے ہی ایجاد کیا تھا جب شور بکا بہت بڑھا تو آس پاس کے لوگوں نے لیمپ روشن کئے اور دیکھا تو ایک مردہ اژدہا ہزاروں کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا ہوا ہے اور اسی کی الفت میں اسقدر گریہ و بکا ہو رہا ہے یہ دیکھنے پر ان لوگوں کو سمجھایا کہ یہ تمہارا ہے اور وہ بھی مرا ہوا گر وہ انکے گرد ہوگئے اور لگے گالیاں دینے کہ یہ روشنیاں ہی خراب ہیں انمیں طاقت ہی کیا ہے کہ یہ ہمارے معشوق کا چہرہ دکھا سکیں انکا نقص تم ہمارے معشوق کی طرف منسوب کرتے ہو۔ ان سے پوچھا گیا کہ اچھا تم نے دیکھا تو آہ بھر کر کہنے لگے کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہا گیا کہ اچھا جگہ سے باہر تو نکال کر کچھ نظر ہو تو جہوں نے یہی عذر کیا کہ روشنیاں ناقص ہیں ان سے ہمارے معشوق کی شکل کچھ اور سے اور نظر آتی ہے۔

آریہ صاحبان بھی وید کی تعریفوں میں اسی طرح رطب اللسان ہیں اور کوئی خوبی سن پائی جھٹ مدعی ہوجاتے ہیں کہ ہاں یہ ویدہی لوگوں نے لی ہے اور جو علم ہے اسی کی خوشہ چینی سے نصیب ہوا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم نے وید کو پڑھا ہے تو انکار کرتے ہیں جو اس کے ترجمہ ہوتے ہیں انکی

نسبت کہتے ہیں کہ یہ زبانیں ہی خراب ہیں۔ ان میں طاقت ہی نہیں کہ وید کے علوم کو بیان کرسکیں گویا سنسکرت کی آریکی سے باہر آکر وید کا حسن اس مادہ کی طرح بالکل برباد ہوجاتا ہے۔ اور خود سنسکرت کا عالم آریوں میں کوئی ہے نہیں کہ جو اس سراپا سے ہمکو آگاہ کرے۔ باوجود اس کے نہ معلوم آریوں کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اس میں یہ علوم بھرے ہوئے ہیں اسکے بیسیوں مضمون وید کے علوم پر دیکھا تو نہیں کوئی بات ایسی نہ نکلی کہ جسکو خود وید کی شرتیوں سے ثابت کریں جو ترجمہ وید کے شائع ہوئے ہیں وہ ستاتن دہرم والوں نے بھی کئے ہیں انگریزوں اور جرمن والوں نے بھی کئے ہیں۔ ان سب کو ملا کر دیکھتے ہیں تو وید میں کچھ نظر آتا ہی نہیں سوائے اسکے کہ مال مویشی کی حفاظت کے لئے چند دعائیں ہیں مگر ان سب کو لغو قرار دیا جاتا ہے ایسلئے سوائے اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ آریوں کو اس اژدہا کے مردہ کے عشاق کی طرح سمجھ لیا جائے کیونکہ نہ تو یہ وید کے علوم ہمکو دکھا سکتے ہیں اور نہ ہی خود دیکھتے ہیں اور اگر یہ اپنی بدنامی مٹانا چاہتے ہیں تو انکو چاہئیے کہ ایک تو ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں جو قسم اٹھا سکیں کہ ہم نے وید شروع سے آخر تک پڑھا ہے اور دوسرے ایک ایک کتاب کل علوم کی وید سے اخذ کرکے شائع کریں کہ یہ سائنس ہے جو وید کی فلاں فلاں شرتیوں سے نکلتی ہے اور یہ فلسفہ ہے جو وید سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کی مانند فلاں فلاں شرتیاں ہیں تاکہ دنیا پر ان کے بعض دعاوی کو کچھ تو راز کھلے۔ اور اگر یہ نہیں تو کس نگوید کہ دوغ من ترش است ✦

دو عظیم الشان مذاہب

کے

بانیوں کے خاتمہ پر نظر

آج جس مضمون پر میں لکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ناظرین کی توجہ اس طرف پھیروں کہ اسلام کے بانی رسول کریم محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے اور یسوعی مذہب کے بانی یسوع کے خاتمہ میں کیا فرق ہے۔

ایک طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو کامیابی اور تکمیل نعمت کے خزانے نظر آتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر دوسری طرف ناکامی و مایوسی کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا جس سے ایک عقلمند آدمی اس نتیجہ پر بہت اچھی طرح پہونچ سکتا ہے کہ ان میں سے عظیم الشان شخص کون تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی انسان خدا تعالٰی کی طرف سے آتا ہے۔ تو شیطان سیرت انسان اس کی مخالفت بڑے زور شور سے شروع کر دیتے ہیں اور بالآخر وہ خدا جو اپنے مُرسل کی حمایت کرتا ہے اس کے دشمنوں کو ہلاک کر کے سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر کے دکھا دیتا ہے۔

اگر خدا تعالٰی کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے جو کہ تمام یورپ تمام امریکہ اور اکثر حصہ ایشیا اور افریقہ بزرگ مانتا ہے تو آپ کے مقابل ایک شخص حسب عادت اٹھا جسکو لوگ نمرود کہتے ہیں اسی طرح حضرت موسٰی علیہ السلام تشریف لائے تو انکے مقابل پر فرعون تھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس جہاں تک ہم غور کرتے

ہیں ہر ایک نبی کے مقابل پر کوئی نہ کوئی بڑا سخت دشمن ضرور ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جھوٹے ہلاک ہو جاتے ہیں اور راستباز عزت پاتے ہیں۔

آجکل دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری پر فخر کرتا ہے مگر جب نمرود کی طرف دیکھا جائے تو یہ بھی مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آیا کوئی نمرود تھا بھی یا نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ہر فرد بشر حضرت ابراہیم جیسے بزرگ باپ کی اولاد ہونا فخر سمجھتا ہے۔ مگر کوئی شخص برداشت نہیں کرتا۔ کہ اسکو نمرود کا بچہ کہا جاوے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بڑے ادب اور بڑے فخر سے لیتے ہیں۔ اس کے مقابل پر کوئی شخص برداشت نہیں کرتا۔ کہ اس کو فرعون کا پیرو یا فرعون کی اولاد میں سے کہا جاوے۔

غرض کہ سچے اور جھوٹے کا انجام خود بتا دیتا ہے کہ سچا کون تھا۔ اور جھوٹا کون اسی اصول پر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع[ف] اور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی و امی کے انجام کیا بتلا رہے ہیں۔ انمیں کامیاب کون مرا۔ اور ناکام کون مرا اور اس انجام کے مطابق عظیم الشان انسان کون تھا آیا یسوع یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم؟

یسوعی صاحبان کی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کا بانی ایک ایسا شخص تہا جو کہ خدا بھی تھا اور انسان بھی تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اس میں بخیال یسوعین خدائی حصہ بھی تھا۔ کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی

اکثر ناظرین اسبات سے واقف ہونگے کہ یسوع کے تاریخی حالات

ف ناظرین ہوشیار رہیں کہ یسوع صاحب کے خیال میں وہ شخص جس میں ہی جو قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کہا گیا ہے۔ یسوع کے متعلق ہم پورے کر کے لکھیں گے۔ وہ بھی قرآن کے مقابلے کے بموجب ہوگا۔ منہ

کیا تھے۔ اور انہوں نے کیسی کس مپرسی کی زندگی گزاری۔ شروع شروع میں کسی نبی کسی پیغمبر کسی بزرگ کسی ولی اللہ کی مخالفت ضروری ہے۔ مگر جب ہم ایسے لوگوں کے خاتمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی زندگی انکے مخالفین سے کامیاب نظر آتی ہے؛

لیکن جب ہم ایسے لوگوں کے خاتمہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکا خاتمہ اچھی حالت میں نہیں ہوا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک یسوعی اپنی کتاب "مسیح کا نمونہ" میں لکھتا ہے:۔

"مگر جسمانی تکلیف جو یسوع نے آخری دم اٹھائی۔ نہایت ہی سخت قسم کی تھی۔ یاد کرو کہ کس طرح گتسمنی کے باغ میں اسکے خون کا پسینہ بہ نکلا کس طرح بیرحم سپاہیوں نے اسکو ستون سے باندھکر زور زور سے کوڑے مارے۔ اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ اور اسے صلیب کی ناقابل بیان حرکو اور درد برداشت کی ہم دعوے سے گو نہ کہہ سکیں کہ کبھی کسی شخص نے استقدر جسمانی دکھ نہیں اٹھایا جیسا اس نے تو بھی ایسا خیال کم سے کم ظن غالب کا رتبہ تو رکھتا ہے کیونکہ اسکے جسم کی صحیح و تندرست حالت کے سبب اغلباً اس نے اوروں کی نسبت درد کو زیادہ محسوس کیا"؛

اب ہم ناظرین کے سامنے یہ واقعات جو یسوع صاحب کو اس کی زندگی کے خاتمہ پر پیش آئے کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں

جمعرات کی شام کو یہود کا دستور تھا کہ سال کے بعد عید فسخ کیا کرتے تھے چنانچہ اس جمعرات کو جب شام کے بعد فسخ کا کھانا کھا چکا تھا یہودی لوگ یسوع کو پکڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ اور بالآخر رات کے آخری حصہ میں جب کہ یروشلم والے سوئے

ہوئے تھے ان میں سے بہت سے یہودی یسوع کی تلاش میں نکلے۔ اور تعجب کی بات ہے۔ کہ یہودا اسکریوطی اس قافلے کے آگے آگے چل رہا تھا۔ جو یسوع کے شاگردوں میں سے تھا۔ جو اس قافلہ کو اس جگہ لیگیا جہاں اس کا استاد یسوع رہا کرتا تھا اور وہ جگہ کوہ زیتون کے دامن میں واقع تھی اور گتسیمنے کا باغ کہلاتی تھی چنانچہ اس دن بھی یسوع صاحب کا۔ بحیثیت انسان ہونیکے (اپنے آپکے بحیثیت اسکے کہ وہ خدا تھا) وہاں رہے تھے

جب یہ قافلہ باغ کے دروازہ پر پہنچا۔ تو یسوع انکے پاس آیا۔ اور انکے حوالہ کردیا۔ اس کے بعد اس کو چھ پیشیاں ایک ہی دن میں بھگتنی پڑیں۔ یعنی تین پیشیاں دینی عدالت میں ہوئیں اور تین ہی حکومت کی عدالتوں میں۔

جبکہ وہ قیافہ کے سامنے پیشی بھگت رہا تھا۔ جو کہ سردار کاہن اور سنہڈرم کا پریذیڈنٹ تھا۔ تو ایک شخص نے اسکے رخسارے پر طمانچہ مارا۔ کیونکہ انہوں نے گستاخی سے اسکو جواب دیا تھا جب وہ سنہڈرم کے سامنے پیش ہوا جو یہودیوں کے دینی فیصلہ کے لیے مجلس تھی تو وہ خاموش کھڑا رہا آخر اس مجلس کا پریذیڈنٹ مجبور ہو کر رعد کی طرح کڑکا اور کہا۔ کہ تم جواب کیوں نہیں دیتے

یہ پیشیاں رات کے وقت میں ہوئی تھیں چنانچہ سنہڈرم نے فیصلہ کیا کہ سورج نکلنے پر باقاعدہ میٹنگ کر کے یسوع پر فرد جرم لگا کر اس کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاوے چنانچہ اس غرض کے لیئے وہ جیلخانہ میں بھیجا گیا۔ جہاں کہ ظلم پیشہ اور ستم شعار محافظان جیل جیسے بیرحم لوگوں نے بہت سی شرمناک حرکتیں کیں ؛

ایسی حالت میں یسوع کو گھونسے مارتے تھے۔ اسپر تھوکتے تھے اس کی آنکھیں بند کرکے اسے طمانچوں سے پیٹ کر کہتے تھے۔ بتا مجھے کس نے مارا ہے پھر چھ سات بجے دن کے وہ مسیح کے زنجیریں ڈال کر اسکو حاکم کی طرف لیگئے۔ چنانچہ پلاطوس کے پیش ہوا اس نے کہا۔ کہ اسنے کیا گناہ کیا ہے؟ تو وہ سب بولے کہ اگر یہ بدکار نہ ہوتا۔ تو ہم تمہارے پاس کیوں لاتے غرض اس نے اس کیس کو ہیرودیس کے سپرد کردیا

جب ہیرودیس کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ تو اسنے اور اسکے سپاہیوں نے یسوع کو ذلیل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ اسے ایک ایسی چمکدار پوشاک پہنائی جس کی مانند بڑی دربار میں وہ لوگ پہنا کرتے تھے جو شاہانہ تخت پر بیٹھنے کی امید رکھتے تھے۔ اور طرح طرح سے ذلیل تضحیک کی ہیرودیس نے دوبارہ پیلاطوس کے پاس مقدمہ بھیجا۔ پیلاطوس یسوع کو چھوڑنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے یہ خیال کرکے کہ کوڑے مار کر چھوڑ دونگا یسوع کو کوڑے مارنیکا حکم دیا۔

سپاہی یسوع کو اپنی بیرک کی طرف لیگئے اور وہاں اسکو بیہوش کرکے اور تحقیر و تضحیک کرکے اپنی ظلم پسند طبیعت کو سیر کیا۔ سپاہی اپنی ظالمانہ حرکات سے مزے لے رہے تھے اور ظلم پر ظلم کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ جب کوڑے لگا چکے۔ تو اسکو ایک کرسی پر بٹھایا اور بادشاہوں کے ارغوانی چوغہ کی نقل میں کہیں سے چیتھڑا پرانا چوغہ لاکر اسے پہنا دیا۔ عصا کی جگہ ایک سرکنڈا اس کے ہاتھ میں دیا اور ان جھاڑیوں میں سے جو آس پاس اگ رہی تھیں خاردار ٹہنیاں لیکر۔ اور انہیں موڑ مروڑ کر تاج کی مانند بنایا اور اس کے سر پر رکھکر ایسا دبایا۔ کہ کانٹے اس کی پیشانی میں جا گھسے۔ اسکے بعد ہر ایک ٹھٹھے سے اسکے سامنے جا کر سجدہ کرتا اور اس کے منہ پر تھوکتا تھا۔ اور جو سرکنڈا

Digitized by Khilafat Library

کے ہاتھ میں سے بید چھین کر اسکے سر اور منہ پر مارتا تھا!

اسی حالت میں وہ دوبارہ پیلاطوس کے سامنے پیش ہوا. لوگ اس عجوبہ کو دیکھکر ہنس رہے تھے یہاں آکر بھی یسوع صاحب خاموش کھڑے رہے اور آخر حاکم نے طیش میں آکر کہا تو بولتا کیوں نہیں؟

اگرچہ پیلاطوس نے بہت کوشش کی. کہ یسوع کو صلیب پر نہ کھینچے مگر بالآخر اسکو ایسا کرنا پڑا. غرضیکہ یہ قافلہ جو اب ہزاروں آدمیوں کا قافلہ ہو چکا تھا یسوع کو مقتل میں لے گیا اور بالآخر اسکو صلیب پر کھینچا گیا. صلیب کی موت بڑی ذلت کی موت تھی چنانچہ بقول پادری جیسیس اسٹاکز یہ سزا غلاموں اور باغیوں کو دیجاتی تھی اور ان کی ذلت کو خاص نشان بھی جاتی تھی؛ اسوقت یسوع صاحب دعا کرتے ہیں. ایلی ایلی لما سبقتانی. اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

ناظرین! یہ ہے یسوع کی ناکامی کے خاتمہ کا حال صلیب پر لٹکا کر بھی اسے آزاد نہ چھوڑا گیا. بلکہ جو اردگرد تھے. پاہو کرتے جاتے تھے. انھوں نے خوب ٹھٹھے کئے. آخر بقول عیسائی صاحبان اسی حالت میں مر گئے!

اس مختصر سے مضمون کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ گئے ہونگے. کہ یسوع کیسے ناکام مرے. یسوع کے خاتمہ کے وقت بھی اسکے کام کی حالت تھی وہ بھی تسلی بخش نہ تھی. یسوع کی ساری محنت تو یہ تھی کہ اس نے بارہ حواری طیار کئے ایک تو ایسا تھا جس نے مسیح کی زندگی ہی میں دغا کی. مسیح کے دشمنوں سے تیس روپے لیکر اسے مسیح کو پکڑوا دیا. باقیوں کا حال سنو. شاگردوں کی دلشکنی میں بھی کوئی کسر باقی نہ تھی چنانچہ جس وقت وہ پکڑا گیا. اسوقت وہ سب اسے چھوڑ کر بھاگ گئے پطرس سردار کاہن کے گھر تک اسکے ساتھ گیا. مگر وہاں جا کر اور بھی زیادہ شرمناک حالت میں گرفتار ہوا چنانچہ

اپنے مالک کا انکار کر بیٹھا۔۔۔۔۔۔ اب یہ شاگرد اسکے سوا اور کیا کرسکتے تھے۔ کہ اپنے اپنے گھروں کو مایوس ہو کر واپس آئیں اور پیشہ ماہی گیری پھر اختیار کریں اور عمر بھر اپنی غلطی کو جس کے سبب سے انھوں نے ایک جھوٹے مسیح کی پیروی کی تھی یاد کر کے اپنا سر دھنا کریں اور اپنے دل سے پوچھا کریں وہ تخت کہاں ہیں جن پر بیٹھا نیکا وعدہ اسنے کیا تھا جب شاگرد فراہم ہوئے تو انھوں نے رونا اور ماتم کرنا شروع کیا۔ ہاں ان لوگوں سے زیادہ کوئی مایوس ہو تنگ تر دل نہ تھا۔ (دیکھو حیات مسیح مصنفہ پادری جیمس شاکر کتب صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵)

غرض یسوع صاحب کی عمر کے خاتمہ پر ہر طرح ناکامی و نامرادی و مایوسی نظر آرہی تھی۔ اس کے بخلاف دوسری طرف رسول اکرم صلعم کی وفات کے وقت ہر طرح کی کامیابی نظر آتی تھی سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کو گئے ہیں اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا۔ کیونکہ اس کے بعد دوسرے سال میں آپ فوت ہو گئے۔ اس حج کے موقعہ پر رسول کریم صلعم نے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر وعظ فرماتے ہوئے بیان کیا۔ کہ شاید اگلے سال میں تم میں نہ رہوں۔ اسلیئے کہ تبلیغ رسالت کا کام ختم ہو چکا۔ دین الٰہی کامل ہو چکا پھر وعظ کرتے کرتے فرمایا کہ لوگو! جب قیامت کے دن تم سے خدا میری تبلیغ رسالت کی بابت سوال کریگا۔ تو تم کیا جواب دوگے سبھوں نے متفق ہو کر کہا آپ نے خدا کے احکام بخوبی پہنچائے اور امت کو کامل طور پر نصیحت کی اور تبلیغ رسالت کو پورا حق ادا کر دیا تب آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھم اشھد۔ عرفہ کے دن وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ آج میں نے تمہارے

دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا؛

ناظرین یہ ہے کامیابی رسول کریم صلعم کی اور یہی غرض ہے جس کے لئے نبی یا رسول آتے ہیں۔ پر یہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ کہ آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے آپ کو مبعوث کیا تھا فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم چنانچہ اس آیت کے نزول کے ۸۰ دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون؛

غرض رسول کریم ہر طرح سے بامراد اور کامیاب ہو کر فوت ہو گئے۔ اور یسوع صاحب ہر طرح یاس اور ناکامی کی حالت میں اس دنیا سے علیحدہ ہوئے جس سے خوب پتہ لگ سکتا ہے کہ اگر یسوع ابن اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے تو رسول کریم کو اس سے بڑھکر کوئی خطاب دیا جانا چاہئیے۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین؛

عبد الرحیم ساقی میونہ اسسٹنٹ ایڈیٹر تشحیذ الاذہان قادیان

جس نے تمہاری جسمانی کمزوریوں کے لیئے اور بیماریوں کے لیئے ہر ایک قسم کی دوا تجویز کی ہے۔ اور تمہاری جسمانی ضروریات کے لیے سامان مہیا کئے ہیں اور والدین کی محبت میری گود سے تمہاری دوری ہے پس جب کہ ہیں ایسا سبب ہوں تو اپنی روحانی مصیبتوں کے وقت بھی گھبراؤ مت اور بلا کھٹکے توبہ کرو۔ اور میری طرف جھکجاؤ اور آئیندہ میری فرمانبرداری کا اقرار کرلو اور ارادہ کرلو تاکہ تم اس عذاب سے بچ جاؤ جو کہ جب آئے تو پھر کسی کی مدد نہیں کیجاتی۔

پس کیسی پاک ہے یہ تعلیم اور کیسا پیارا ہے یہ کلام جو اسلام نے نجات کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو کہ نہ صرف کل اعتراضوں اور کمزوریوں سے ہی مبرا ہے بلکہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور ہمارے روزمرہ کے مشاہدات کی تائید کرتا ہے کیونکہ والدین کو الگ کر کے جب کہ ہمارے دوست و آشنا عزیز و اقربا اور ہمسائے اور واقف اور ملاقاتی تک بھی ہم پر رحم کرتے ہیں اور ہماری کمزوریوں پر چشم پوشی کرتے ہیں اور اگر ہمارے قصوروں کو یاد رکھیں اور ہمارے حافظہ سے گرا دیں تو کینہ توز اور کمینے کہلاتے ہیں تو پھر وہ خدا جو ہمیں وجود میں لایا اور ہمارے لیئے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ہر قسم کی نعمتوں سے ہمیں بہرہ مند کیا اور کرم اور فضل سے ہمارا گھر بھر دیا۔ اور ہر قسم کے سامان ہمارے لیئے مہیا کیئے اور ذرہ ذرہ چیز کا خیال رکھا اور کوئی چیز نہ رہی کہ جسکی ہم کو ضرورت ہو اور اس نے اسے پیدا نہ کیا ہو اور کوئی سامان نہ رہا جو ہمارے لیئے آرام کا موجب ہو اور اس نے اسے نظر انداز کر دیا ہو جس نے ہماری پرورش کے لیئے والدہ کی چھاتیوں میں سے دودھ نکالا اور ہم کو نامعلوم ذریعوں سے اسکے پینے کا علم سکھلایا جب کہ کوئی شئی ہمکو کچھ نہ سکھلاتی تھی اور جس نے چرند پرند اور درندوں پر ہمکو حکومت

بخشی اور چاند اور سورج کو ہمارے لیے مسخر کیا اور عناصر کو ہمارے تابع فرمان بنایا کیا ہمارے گناہوں پر چشم پوشی نہ کریگا اور ہماری خطاؤں سے درگزر نہ کریگا۔ اور جبکہ ہم اس کے پاس اپنی کمزوریاں سے واقف ہو کر مدد کے لیے جائیں۔ اور ہمدردی کے لیے چلائیں اور ہمارے سینے فرط غم سے پھٹ جائیں اور دوزخ کا نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ اور کرب و اندوہ سے ایک دیوانگی طاری ہو جائے تو کیا وہ مہربان اپنی محبت کے دامن کو ہم سے الگ رکھیگا۔ اور ہم پر رحم نہیں فرمائیگا اور کیا ایسے وقت میں اپنی الفت کی چادر میں ہمکو نہیں لپیٹ لیگا۔ اس کی مہربانیاں اور ہمدردیاں ظاہر کرتی ہیں اور فطرت انسانی اسبات کی گواہی دیتی ہے کہ وہ رحیم کریم ہستی وہ مہربان ذات جو ماں باپ سے زیادہ مہربان اور عزیز اقرباء سے زیادہ محبت کرنیوالی اور بھائی بندوں سے زیادہ الفت رکھنے والی اور بیوی بچوں سے زیادہ پیار کرنیوالی ہے ضرور ضرور اور ضرور ہماری توبہ کو قبول کریگی اور ہمیں ہلاکت کے گڑھے سے نکال لیگی کیونکہ جب کہ ہم اپنے پیاروں کی توبہ قبول کرتے ہیں اور اجنبیوں پر رحم کرتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ مہربان خدا ہم پر رحم نہ کریگا۔ یہ خیال اس کی نسبت دل میں لانا بھی کفر ہے وہ بڑا پاک ہے اور بڑا مہربان ہے۔

وہ ہم کو اپنے پاک کلام میں بتاتا ہے کہ ہرگز نا امید مت ہو اور مایوسی میں نہ پڑو۔ بلکہ جب تم اپنے گناہوں پر آگاہ ہو جاؤ اور نیکی کی قدر کو پہچان لو تو فوراً توبہ کرو اور یہ خیال مت کرو کہ اب کیا ہوگا اب تو تم بہت سے گناہ کر چکے ہو اور جہنمی ہو چکے ہو بلکہ ہر وقت میری رحمت کے امیدوار رہو کہ میں ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں اور بیوی بچوں سے زیادہ خیر خواہ۔ اور ایک

جگہ ہی نہیں بلکہ بیسیوں جگہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو لیا ہے کہ میں بخشنہار ہوں اور خطاؤں کو معاف کرتا ہوں چنانچہ نا امید ہونیوالے کو دور کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (پ ۱۳ ع ۳) یعنے اے لوگو! تم خدا تعالیٰ کی مہربانی سے نا امید مت ہو کیونکہ اس کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں کہ جو کافر ہوتے ہیں یعنی ان کو اس کے لطف اور کرم پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ اور جو اس کی مہربانیوں کو جو کہ پیدائش کے دن سے اس دن تک اُنپر ہوئی ہوتی ہیں بُھلائے ہوتے ہیں کیونکہ اگر وہ ایماندار ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفرہ کرچکے ہوتے تو کبھی بھی یہ گمان نہ کرتے کہ خدا تم اڑے وقت میں ان کے کام نہ آئیگا۔ اور توبہ قبول نہ کریگا۔ پھر اور بہت سی جگہوں میں بار بار فرماتا ہے کہ توبہ کرو توبہ قبول ہوگی چنانچہ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پ ۲۸ ع ۱۹) یعنی اے لوگو جنکو مجھپر ایمان آگیا ہے میری طرف توبہ کرو اور ایسی توبہ کہ جو خالص ہو تو قریب ہے کہ میں جو تمہارا رب ہوں، تمہاری بدیوں اور گناہوں اور خطاؤں اور کمزوریوں اور نقصوں کو دور کردوں اور پردہ ڈالدوں اور اس کے بعد تمکو وہ مدارج عنایت کروں کہ تم دین و دنیا میں بڑے ہوجاؤ اور میرے انعامات واکرامات کے مستحق بنجاؤ اور ملکوں کا بادشاہ تمکو بنا دیا جائے۔ پس اسجگہ خدا تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندوں کو دلیری دی ہے اور کہا ہے اگر تمہارے دل ایمان کی طرف جھک گئے۔ اور تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو آؤ توبہ کرو تاکہ تمہارے گناہ بخشدیئے جائیں اور انعامات آئیں کہ تم وارث ہوجاؤ اور پھر فرماتا ہے

کہ الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات
وان اللہ ھو التواب الرحیم پ ۱۱ یعنی کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ
ہی تو ہے جو کہ توبہ کو قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور صدقات لیتا ہے
اور یہ کہ تحقیق اللہ تعالٰے بڑا توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم ہے اسجگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ
اصل میں تو خدا تعالیٰ ہی توبہ قبول کرتا ہے اور کوئی نہیں جو کہ توبہ قبول کرسکے جسکا
یہ مطلب ہے کہ اوّل تو لوگ خدا تعالٰے جیسے مہربان اور عنایت فرما ہو نہیں سکتے
دوسرے جو لوگ مہربانی کرتے ہیں وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو کام
میں لاتے ہیں اسلیئے اصل توبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے پس خدا تعالیٰ نے یہ بتایا
ہے کہ انسانوں نے توبہ کیا قبول کرنی ہے اصل توبہ تو میں قبول کرتا ہوں کیونکہ
میں سب سے زیادہ محبت کرنیوالا ہوں پھر خدا تعالٰے فرماتا ہے کہ غافر الذنب
وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر
یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہے اور یہ اسلیئے نہیں
کہ وہ سزا دے نہیں سکتا بلکہ وہ شدید العقاب ہے۔ ہاں یہ مہربانی اسلیئے ہے کہ
وہ ذی الطول یعنی انعام کرنیوالا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اسی کی
طرف پھر جانا ہے غرض کہ اب میں ثابت کرچکا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں کل
نیک صفات پائی جاتی ہیں اور جو کوئی کسی نیک صفت کو اس سے الگ
کرتا ہے گویا کہ وہ اس میں نقص لاتا ہے اور اس طرح ناقص قرار دے کر اسکے
قائم بالذات ہونے سے بھی منکر ہے اور میں نے بتایا ہے کہ انسانی خلقت میں بھی
رحم بھرا ہوا ہے اور یہ کہ عدل رحم سے نیچے درجہ کی ایک صفت ہے اور خدا تعالیٰ
جو تمام محاسن کا جامع ہے۔ رحم سے کسی بھی الگ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ بڑا رحیم
کریم ہے اور جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے سچے دل سے پچھتانے اور خدا کے

حضور میں توبہ کرے تو چونکہ وہ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اسلیئے جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد کا قصور معاف کرتے ہیں اس سے زیادہ اور بہت زیادہ وہ اپنے بندوں کا قصور معاف کرتا ہے اور میں نے قرآن شریف سے ہر ایک بات کا ثبوت دیا ہے پس اب ہر ایک عقلمند سمجھتا ہے کہ جیسے اسلام نے پچھلے گناہوں سے عذاب سے بچنے کا طریق بتایا ہے اور جس قسم کی نجات اسلام نے بیان فرمائی ہے وہ کسی مذہب نے بیان نہیں کی اور چونکہ اسلام کی نجات ہی فطرت انسانی اور مشاہدۂ قدرت سے اور عقل سے ثابت ہوتی ہے اسلیئے سوائے اسکے اور کوئی نجات ٹھیک نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ با اخلاق انسان تو رحم کے پتلے ہوتے ہیں مگر وہ خدا جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور سب شفیقوں سے زیادہ شفیق ہے وہ اس صفت سے محروم ہو گویا کہ وہ ایک شوق ہے کہ جسکا ایک عضو ندارد ہے پس ایسا خدا قائم بالذات خدا ہو سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں پس یہ تمام نقص جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں صرف صفات الٰہیہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ اسلام تمام زمانہ کی دست بردوں سے پاک ہے اور قرآن شریف ایک ہی محفوظ کتاب ہے اسلیئے اس مسئلہ کو اسی کتاب نے ٹھیک طور پر حل کیا ہے اور ایسا پاک اور نقائص سے مبرا خدا انسان کے سامنے پیش کیا ہے کہ جس کی شفقت اور رحمت کو دیکھکر مُردہ دل زندگی پاتے اور گمراہ ہدایت حاصل کرتے ہیں پس اصل نجات وہی ہے جو کہ اسلام نے بیان فرمائی ہے:

ایک اور پہلو سے نظر ڈالنے پر بھی میرے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہو اور وہ یہ کہ دنیا میں تین قسم پر ایک چیز منقسم ہوتی ہے۔ ادنیٰ اوسط اور اعلیٰ ادنیٰ پر اوسط بہر حال فضیلت مانی جائے گی اور اوسط پر اعلیٰ کو فوقیت ہو گی۔ اور اس

روسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ظلم صفات میں سے ادنیٰ ہے کیونکہ اس کے معنے ہیں ایک چیز کو غیر موقعہ پر رکھنا اور اس طرح پر کسی کی حق تلفی کرنی اور اس سے اوپر پھر عدل کی صفت ہے کہ جس کے معنے ہیں کہ جس کا جتنا حق تھا۔ اس کو اسی قدر دیدینا یعنے اگر کوئی شخص ایک روپیہ کا مستحق ہے تو اسکو بغیر کمی یا زیادتی کے ایک روپیہ ہی حوالہ کر دینا۔ اور اس درجہ سے اوپر پھر ایک اور درجہ ہے جس کا نام ہے رحم جس کے معنے ہیں کہ ایک شخص کو جس قدر اس کا حق تھا۔ اس سے زیادہ دیدیا جائے مگر اس سے کسی اور کی حق تلفی نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ایک مزدور لگایا اور اس نے دو روپیہ کا کام کیا تو دو روپیہ کی بجائے اسے اگر تین روپئے دیدے تو یہ اسکا رحم ہے ہاں شرط یہ ہے کہ کسی اور کا حق مار کر ایسا نہ کیا گیا ہو کیونکہ اس صورت میں یہ رحم رحم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے مدارج بھی ہم دیکھتے ہیں تو تین ہی ہیں ایک تو وہ لوگ جو شریر ہیں اور شیطانی آدمی کہلاتے اور اس کے متبع سمجھے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو کہ نیک ہوتے ہیں اور ایک خود اس کائنات کا وجود دینے والا پس ظلم تو اصل صفت شیطان کی ہے کہ اس کے متبع اس صفت سے متصف ہیں اور عدل اصل صفت نیک لوگوں کی ہے اور رحم اصل صفت خدا تعالیٰ کی ہے اور یہی مناسب تقسیم ہے کیونکہ شیطانی کام تو شیطان سے ہی سرزد ہونگے اور چونکہ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہو سکتی اسلیئے ضرور ہے کہ اس کی اصل صفت وہ ہو جو کہ وسط میں ہے یعنی عدل اور خالق کی صفت سب سے اعلیٰ ہوئے ہم چنانچہ قرآن شریف سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے اور کہیں خدا تعالےٰ نے ظلم کا لفظ اپنے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ یہی فرمایا کہ لا یُظلمون فتیلاً یعنی جناب الٰہی درگاہ میں فیصلہ کے وقت ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں ہوتا اور نیک لوگوں کو جو

کی ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔ ان اللّٰہ یامر بالعدل (یعنے اللہ تعالیٰ تم کو نیک صفات میں سب سے پہلے عدل کی تعلیم دیتا ہے) ہاں جب تم کمال حاصل کرو تو تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے ماتحت تم کو پھر رحم کی صفت بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے چنانچہ فرماتا ہے و الاحسان و ایتاء ذی القربیٰ لیکن سارا کا سارا قرآن شریف دیکھ جاؤ ایک جگہ بھی تم عدل کا لفظ خدا تعالیٰ کے لیئے نہ پاؤ گے بلکہ یہی پاؤ گے اِنّ اللّٰہ غفورٌ رحیمٌ جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی اصل صفت رحم ہے جس کے ماتحت اگر عدل بھی ہوجاتا ہے ورنہ زیادہ تر وہ رحم سے ہی کام لیتا ہے پس قرآن شریف میرے اس دعوے کی تائید کرتا ہے اور یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جو میرا خود ساختہ ہو اور خود فطرت انسانی اسپر مُہر کرتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ مخلوق و خالق کی تقسیم اس طرح پر ہے کہ اوّل شیطان کہ جو ظلم کرتا ہے اور اسکی ترغیب دیتا ہے دوم خدا تعالیٰ کہ جو عدل کرتا ہے اور سب سے اعلیٰ مرتبہ پر انسان ہے کہ جو رحم کی صفت سے متصف ہے اور یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جس کے ماننے کے لیئے کوئی ذی عقل تیار نہیں جس سے لازمی طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے خدا تعالیٰ ضرور رحیم کریم ہے اور اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور انکے پچھتانے پر انکے ساتھ سختی کیساتھ پیش نہیں آتا۔ بلکہ نرمی کرتا ہے۔

اور اگر خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ رحیم نہ مانا جائے اور توبہ کو قبول کرنے والا نہ

ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو رحیم تو کہتے ہیں اور اسے دیالو کرپالو مانتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ اس صفت کے منکر ہیں کیونکہ توبہ کے قبول ہونے اور گناہوں پر چشم پوشی کرنے میں اسے قاصر مانتے ہیں۔ اسلیئے میں اس مضمون میں انکی نسبت لکھا ہے کہ وہ اس کے رحیم ہونے سے منکر ہیں۔

مانا جائے. تو ایک اور بھی عظیم الشان اعتراض پڑتا ہے کہ خدا تعالی ہمارا خالق
نہیں ہے کیونکہ خالق اپنی مخلوق کے خواص سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اور
فطرت انسانی میں ہم رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا پاتے ہیں پس اب
دو صورتوں میں سے ایک صورت ہے یا تو آریوں مسیحیوں کا خدا (نعوذ باللہ)
ہمارا خالق نہیں کیونکہ اسکو معلوم نہیں کہ فطرت انسانی میں محبت اور رحم کا مادہ
کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے تب ہی تو وہ ہم کو وہ تعلیم دیتا ہے جو ہماری فطرت
کے برخلاف ہے اور جب وہ ہماری فطرت کے برخلاف ہے تو اسپر عمل کرنا
تکلیف مالا یطاق ہے اور اگر وہ ہمارا خالق ہے اور ضرور ہے تو ماننا پڑیگا
کہ وہ ضرور رحیم ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ ہماری فطرت میں تو یہ بات رکھدے
کہ ہم رحم کو عدل سے زیادہ سمجھیں اور پسند کریں اور خود رحیم نہ ہو کیونکہ اس صورت
میں ہمکو (نعوذ باللہ) اس سے کبھی بھی محبت نہیں پیدا ہو سکتی۔

اب میں خدا کے فضل و کرم سے قوانین فطرت اور نیچر سے ثابت کر چکا
ہوں کہ خدا تعالی ضرور رحیم ہے اور توبہ کو قبول کرتا ہے کیونکہ محبت حسین سے ہوتی
ہے اور رحم ایک بڑا حسن ہے پس کسی صورت میں خدا تعالی جو اصل معشوق
ہے اس حسن سے خالی نہیں ہو سکتا اور یہ کسی صورت میں بھی ممکن نہیں کہ
وہ مہربان خدا جو والدین سے لا انتہا درجہ زیادہ محبت کرنیوالا ہے جب کہ اسکے
آگے ہم پشیمان ہو کر جائیں اور شرمندگی سے اس کی دہلیز پر اپنی گردن جھکا
دیں تو وہ ہمکو کند چھری سے ذبح کر دے اور اپنے قہری کی لات سے دور
پھینکدے (نعوذ باللہ) اور اگر ایسا ہو تو خدا تعالے اخلاق میں انسان سے بھی ادنیٰ
متصور ہوگا جو ناممکن ہے اور یہ بھی مینے ثابت کیا ہے تو اس عقیدہ سے پھر
خدا تعالی کے خالق ہونے سے بھی جواب دینا پڑتا ہے پس وہی طریق راست

اور درست ہے کہ جو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ میں آیات کے حوالوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ خدا تعالیٰ ضرور رحیم ہے اور گناہوں کو وہ ضرور بخشتا ہے اور اس جیسا توبہ کو قبول کرنیوالا اور کوئی ہے ہی نہیں۔

کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے چنانچہ مسیحیوں کے لیے تو یہ مثال کافی ہے کہ جب یونس نبی کی قوم پر اس کے کفر کی وجہ سے عذاب آیا تو انکے چیخنے اور چلانے پر وہ عذاب ہٹ گیا پھر یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو بخشا اور خدا نے اُسے ملامت نہ کی خود مسیح کہتا ہے کہ

"اور جب کبھی تم دعا کے لیئے کھڑے ہوتے ہو اگر تمہیں کسی پر کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصوروں کو معاف کرے اور اگر تم معاف نہ کروگے۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور معاف نہ کریگا" مرقس ۲۵-۲۶/۱۱ آریوں کا خدا دیا لو کرپالو ہے۔ اس سے بھی معاملہ فیصل ہوجاتا ہے۔

اُن اعتراضوں کا جواب جو توبہ پر کیئے جاتے ہیں

مسیحی صاحبان اور ان کی دیکھا دیکھی آریہ مہاشہ توبہ کے مسئلہ پر چند اعتراض کرتے ہیں جن کا جواب دینا بھی میں اسجگہ ضروری سمجھتا ہوں اور گو کہ اس سے مضمون لمبا ہوجائیگا۔ مگر اس کے ساتھ مضمون کو دیکھ... ناقص رہجاتا ہے اسلیئے ضروری ہے۔

پہلا اعتراض توبہ کی قبولیت پر

یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ تو گویا ظالم (نعوذ باللہ) ہے۔

مگر ایسا اعتراض کرنیوالے ظلم کی حقیقت کو جانتے ہی نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں اپنے مضمون میں ثابت کر آیا ہوں جب ایک شخص گناہوں سے پچھتا کر اور اپنی غلطی سمجھکر واپس آتا ہے اور خدا تعالے کے حضور سچی توبہ کرتا ہے تو اسوقت اس کی توبہ کا قبول نہ کرنا ایک حد تک ظلم کہلا سکتا ہے۔ مگر اسکی توبہ کو قبول کر لینا اور اس کے گناہوں پر چشم پوشی کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ احسان کہلاتا ہے۔ پس اگر خدا تعالے کسی پر احسان کرے تو اسپر کوئی الزام نہیں آتا بلکہ یہ بات اسکی شان کے شایاں ہے کیونکہ یہ بات ہر ایک پر عیاں و مبرہن ہے کہ اگر ایک شخص کسی کو اس کے کسی فعل کے بغیر کچھ روپیہ بطور احسان کے دیدے تو اسکو لوگ ظالم نہیں سمجھتے۔ بلکہ جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں ظلم کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی شخص کی حق تلفی کی جائے اور جب کسی کی حق تلفی نہ ہو تو وہ عطا ظلم نہیں بلکہ احسان ہوتی ہے مثلاً ہم جو ایک فقیر کو کچھ دیتے ہیں تو ہمارے نوکر کبھی شکایت نہیں کر سکتے کہ تم نے اسپر ظلم کیا۔ بلکہ اگر ہم انکی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ کر فقیروں کو دیں تو اسوقت ان کی شکایت بجا ہوگی کہ ہمارا حق کسی اور کو کیوں دیا گیا یا مثلاً ایک آقا کسی مزدور کی کمزور حالت کو دیکھکر اسے وقت سے پہلے رخصت کر دے۔ تو اسے ظلم نہیں کہتے ہم گورنمنٹ کو ہی دیکھتے ہیں کہ بعض قیدی اپنے میعاد سے پہلے چھوڑ دیتی ہے کہ ان کی صحت خطرہ میں تھی۔ مگر کوئی نہیں جو گورنمنٹ کے برخلاف شکایت کرے کہ اس نے سخت ظلم کیا اور ملک میں بدامنی پھیلانی کی کوشش کی ہے کہ اس قیدی کو میعاد سے پہلے ہی چھوڑ دیا ہے کیونکہ سب دیکھتے ہیں کہ اس قیدی کی حالت قابل رحم تھی اور گورنمنٹ نے جو کچھ کیا۔

بالکل مناسب کیا پس اگر خدا تعالےٰ بھی کسی مجرم کی حالت قابل رحم دیکھے اور جان لے کہ شرم وحیا کی آگ سے اس کی ہوا و ہوس جل کر خاک ہو گئی ہیں اور ندامت کے مارے اس کے لئے زندگی وبال جان ہے تو اُسے کیوں نہ بخشے اور کیوں اس کے دل میں اطمینان پیدا کر دے اور کیوں نہ کہے کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ غرض کہ گناہ کو بخشنا ظلم نہیں ہو تا ظلم وہ ہے کہ جس میں کسی کی حق تلفی ہو اور اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہاں بعض اوقات گناہوں کا نہ بخشنا ظلم ہو جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض توبہ کی قبولیت پر

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ کیا خدا تعالےٰ گناہوں کو پسند کرتا ہے کہ توبہ کو قبول کرتا ہے کیونکہ جب انسان کو یقین ہو جائے کہ میں جتنے گناہ بھی کروں اور کتنے قصور بھی مجھ سے سرزد ہو جائیں ایک توبہ سے سب پر پانی پھر جائے گا۔ اور میں پھر پاک وصاف ہو جاؤنگا اور کوئی دھبہ اور داغ مجھکو نہ پہونچیگا اور کسی قسم کی سزا مجھکو نہ ملے گی تو اس صورت میں وہ گناہوں پر دلیر ہو جائیگا اور کہیگا کہ اب تو گناہ کر لو پھر توبہ کر لیں گے اور اس کی کوئی صورت نہ باقی رہے گی اور گناہوں کی کثرت سے دنیا بھر جائے گی مگر یہ اعتراض گو کوتاہ چشموں کی نظروں میں کچھ وقعت رکھے مگر قرآن شریف اور قوانین نیچر کے دیکھنے والے اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ یہ محض بے حقیقت ہے

کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں توبہ اصلاح کے لئے ہے نہ کہ فساد پھیلانے کے لئے اگر کوئی شخص توبہ کے مسئلہ کی آڑ میں گناہ پھیلانا چاہتا ہے تو وہ شریر اور فسادی ہے اور چونکہ معاملہ ایک علیم وخبیر ہستی سے ہے

اسلئے اس کی یہ بات چل نہیں سکتی۔ ایک انسان دوسرے انسان کا ارادہ نہیں جان سکتا۔ گر پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ عدالتوں میں اس بات پر بڑے زور سے بحث ہوتی ہے اور صحیح طرح ہوتی ہے کہ مجرم کا ارادہ کیا تھا اور چند قرائن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مجرم نے جو جرم کیا ہے اس کے سرزد ہوتے وقت اسکا ارادہ فساد کا تھا یا صلح کا اور دوسری بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ آیا جس وقت مجرم نے یہ جرم کیا اسوقت وہ کسی اشتعال یا جوش میں تھا یا ٹھنڈے دل سے اور سوچ کر اس سے وہ فعل شنیعہ سرزد ہوا تھا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اُسنے وہ کام نیک نیتی سے یا کسی خاص جوش یا غیرت یا ضد کے ماتحت کیا ہے تو اُس کے جرم کو یا تو معاف کیا جاتا ہے۔ یا سزا میں بہت تخفیف کی جاتی ہے اور باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ جج کے پاس کوئی بدیہی ثبوت اثبات کا نہیں ہوتا۔ کہ واقعی یہ فعل کس ارادہ سے ہوا تھا مگر جس ہستی کے ساتھ توبہ کا معاملہ پیش ہے اسلامی عقاید کی رو سے وہ علیم و خبیر اور جبار (مصلح) ہے اور اسلام کا خدا نہیں بلکہ حقیقی خدا ذرہ ذرہ سی بات کو جانتا ہے اور کوئی چیز نہیں خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی جو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو پھر اس سے کسی کا ارادہ کس طرح مخفی ہو سکتا ہے اور وہ بغیر ارادہ کا لحاظ کرنیکے کس طرح کسی مجرم کو سزا دے سکتا یا چھوڑ سکتا ہے۔ حالانکہ وہ رحم کرتا ہے۔ اور ظالم نہیں اور فساد نہیں بلکہ اصلاح چاہتا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے کہ لکن یرید لیطھرکم یعنے اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ پس ایسا شخص تو گند پھیلاتا ہے اور توبہ کے بہانہ سے دنیا میں فساد چاہتا ہے۔ پس وہ کب اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس گندے ارادہ کیساتھ توبہ کے دروازہ میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ تو ایسے خبیث لوگوں کے لئے فرماتا ہے۔ کہ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ

تضرعاً وخفیۃ ؕ انہٗ لایحب المعتدین ؕ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفاً وطمعاً ؕ ان رحمۃ اللّٰہ قریبٌ من المحسنین ؕ یعنے خبردار خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے میں شوخی اور شرارت سے کام نہ لو۔ بلکہ جب اُسے پکارو تو بڑی عاجزی اور تضرع سے پکارو اور علاوہ اسکے لوگوں سے بالکل الگ ہوکر بھی اُسے یاد کرتے رہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ احکام جو بغرض اصلاح اترے ان کے نزول کے بعد فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوف وطمع سے یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین سے قریب ہے پس اس جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو احکام اصلاح کے لئے اترے ہیں اگر تم باوجود ان کے اترنے کے فریبوں کے ساتھ شرارت اور فساد کی راہ تلاش کروگے تو تمہارا انجام نیک نہ ہوگا"

پس جو شخص اس ارادہ سے گناہ کرتا ہے کہ توبہ کی آڑ میں میں سزا سے محفوظ رہونگا۔ وہ سخت دھوکے میں ہے اور سخت ٹھوکر کھائیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ دھوکہ نہیں کھاتا۔ اور ایسا دھوکہ دینے والا انسان تو مومن ہی نہیں کیونکہ اسکو صفات الٰہیہ پر ایمان ہی نہیں کہ وہ یہ سمجھ سکے کہ خدا تعالیٰ ان سب کمزوریوں سے پاک ہے پس اس قسم کے ارادہ والا انسان تو بجائے اس کے کہ توبہ سے کچھ فائدہ اٹھائے توبہ سے پہلے ہی ہلاک کیا جائے گا اور عذاب قہری اس پر نازل ہوگا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو ایسا شخص سمجھتا ہے کہ وہ دھوکے میں آجاتا ہے اور اس وجہ سے اُسے دھوکہ دینا چاہتا بھی ہے۔ دوسرے توبہ تو اُسے کہتے ہیں کہ ایک شخص یک لخت اپنی غلطی پر آگاہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف آئے۔ اور اسکا دل غم کے مارے پگھل جائے اور وہ رنج و الم کے پہاڑوں کے

نیچے دب جائے مگر اس ارادہ سے گناہ کرنے والا انسان کہ میں ایک مدت تک گناہ کرکے پھر چھوڑ دونگا تو پہلے سے ہی ایک سکیم تیار کر چکا تھا اس کی جھوٹی توبہ توبہ کہلا ہی کب سکتی ہے اور ایسے شخص کا دل تو ایسا ہو گا کہ اُسے توبہ کا موقعہ ہی نہ دیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (مائدہ) ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب (مومن) واللہ لا یھدی القوم الظالمین (بقرہ) پس پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے توبہ کا دروازہ کھول کر گویا گناہوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔

دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ مخالف کا اعتراض ان کہ بھی توبہ گناہوں کی محرک تب ہو سکتی تھی کہ اگر انسان کو اس کی موت کا وقت بتا دیا جاتا کہ فلاں شخص فلاں وقت مریگا اور فلاں فلاں وقت مریگا۔ کیونکہ اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ بعض لوگ کہتے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لینگے لیکن خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (سورۃ لقمان رکوع ۴) یعنی اللہ ہی جانتا ہے کسی کی مقررہ گھڑی کب آئیگی۔ اور وہی بارش نازل کرتا اور رحموں میں جو کچھ کہ ہے اسے جانتا ہے اور نہ کوئی جانتا ہے کہ اُس نے کل کیا کچھ کمانا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہو کہ اسکو کس مقام پر موت آنی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو بڑا جاننے والا اور خبردار ہے پس اس آیت میں خدا تعالیٰ زمانہ اور مکان دونوں کی نفی فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ نہ تو انسان یہ جانتا ہے کہ وہ کب مریگا کیوں کہ اس صورت میں وہ موت سے پہلے توبہ کر سکتا ہے اور نہ وہ یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں مریگا۔

کیونکہ اس صورت میں شریر آدمی اُس مقام پر جاتے ہی نہ اور اگر جانا پڑتا تو
وہاں رہنے کے زمانہ میں توبہ کرتے تب بیشک فساد کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ مگر
انسان کو نہ اپنے مرنے کے ایام معلوم نہ مقام معلوم اور علاوہ اس کے فرماتا ہے کہ
وہ یہ بھی تو نہیں جانتا ہے کہ کل اس کے حالات کیسے ہوں گے آیا توبہ کی
توفیق ملیگی یا نہیں کیونکہ وہ ناواقف ہے کہ کل اس نے کیا کمانا ہے۔ پس
اس آیت نے اس اعتراض کا کامل جواب دیدیا ہے کیونکہ ہم روزانہ دیکھتے
ہیں کہ بوڑھے ہی نہیں بچہ بھی اور جوان بھی اور ادھیڑ بھی مرتے رہتے ہیں
اور بیماریاں انسان پر ایسی اچانک آتی ہیں کہ ایک منٹ میں جان کا خاتمہ کر
دیتی ہیں بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ انسان سوتے سوتے مرگیا۔ بعض دفعہ
محفل دوستاں میں قہقہہ لگاتے لگاتے جان نکل گئی بیٹھے بیٹھے کھڑے ہوئے
اور گر کر مرگئے کام کرتے ہوئے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ دفعتاً نصف ہی رہگیا
اور مرغ روح قالب عنصری سے پرواز کرگیا۔ سیڑھیاں چڑھنے لگے کہ ایک پیر
اوپر رکھا اور ایک نیچے کہ جان نکل گئی دیوالہ نکل گیا اور ساتھ ہی پیغام اجل
بھی آگیا ایک دست آیا اور ختم ٹمپریچر گھٹی اور سرد ہو گئے ہیضہ ہوا اور چلدیا
طاعون آئی اور گھر کا گھر برباد کرگئی۔ غرض ایک نہیں لاکھوں نظیریں ہر سال
اس قسم کی پائی جاتی ہیں وبائیں اندرونی اور بیرونی بیماریاں رنج و غم دشمنوں
کے حملے لڑائیاں فساد بغاوتیں زلزلہ طوفان آبجلیاں ہزاروں چیزیں ہیں
کہ انسان کی جان کے درپے ہیں اس سے بچے تو اس میں جا پڑے اس
سے نجات پائی تو تیسری درپیش ہے غرض کہ اس صورت میں ممکن ہی نہیں
کہ انسان کہے کہ اب تو گناہ کر لو پھر توبہ کرلیں گے ممکن ہے کہ اس ارادہ
کے دل میں آتے ہی جان نکلجائے۔ پس چونکہ موت کا نہ زمانہ نہ مکان نشان

کو بتایا گیا ہے اسلیئے توبہ پر یہ اعتراض نہیں آسکتا کہ اس طرح گناہوں پر دلیری ہوگی اور یہ اعتراض تو خود مسیحی صاحبان پر بھی پڑتا ہے کیونکہ جب کفارہ پر ایمان لانے سے انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے اگر توبہ گناہوں کی محرک ہو سکتی ہے تو کفارہ بدرجہ اولیٰ بدیوں کی ترغیب دلانیوالا ہے۔

توبہ کے مسئلہ پر اس قسم کے اعتراض کرنیوالوں کی عقلوں پر تو مجھکو سخت تعجب آتا ہے کیونکہ توبہ جن لوگوں کے لیئے ہے انکا ذکر تو خود قرآن شریف نے کر دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۞ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ ۞ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ انہیں لوگوں کے لیئے ہے جو شرارت سے فساد پھیلانا نہیں چاہتے بلکہ غلطیوں یا غفلت کی وجہ سے گناہوں میں پھنسے ہوتے ہیں اور پھر اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے پھر قرآن شریف میں ایک دوسری جگہ پر ہے وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ اس آیت سے علاوہ اسکے کہ خدا تعالیٰ کی رحیمیت ثابت ہوتی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ توبہ انہی لوگوں کے لیئے ہے۔ جو نہ بدلنے والی رسم و عادت نامناسب تعلیم ضد اور غفلت اور صحبت کی جہالتوں کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں نہ کہ انکے لیئے جو شرعی احکام میں حیلہ جوئی کرتے اور اس طرح فساد کا راستہ تلاش کرتے ہیں پس توبہ کے مسئلہ پر کسی صورت

قابل قدر علمی فیاضی

رجسٹرڈ نمبر ۵۶۷

بنگال کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۳۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی ہی کھانسی کیوں نہ ہو [illegible] آرام کرتی ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ماہوار ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

جلد ۹ — نمبر ۸

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ اگست — فہرست مضامین — مطابق ماہ شعبان

سید الطعام اللحم صفحہ ۳۳۳ - ۳۴۸	بابو فخر الدین صاحب
ریویو	ایڈیٹر
نجات	ایڈیٹر

باہتمام چوہدری عبد السلام صاحب مینیجر — ماہ اگست ۱۹۱۴ء کو قادیان سے شائع ہوا

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس اشتہار میں بہت سے
لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب [illegible]
مجوزہ نسخہ کے مطابق تیار کیا گیا ہے اور اصلی ممیرا جس کو خود حضرت نے دیکھ کر اصل ممیرا ہونے کی تصدیق
کی ہے [illegible] ڈالا جاتا ہے۔ حضرت صاحب [illegible] اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ یہ امراض چشم کیلئے مفید ہے
اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت
اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانے کا حقدار ہے [illegible] اس کے مفید ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دھند
جالا [illegible] اور سرخی [illegible] وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ
قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible]
ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا [illegible] سرمہ [illegible] وغیرہ کے
سرمہ میں [illegible] ہوتے ہیں۔ بہت مجرب ہے۔

ست سلاجیت

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

لنگیاں اور کلاہ

[illegible]
[illegible]

المشتہر: احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سید الطعام لحم

رسالہ آریہ مسافر مئی سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون متعلق گوشت خوری ایک مسلمان مسمی فخرالدین نامی کا نظر سے گذرا۔ بس یہ ضرور نہیں کہ ہم تحقیقات کریں کہ مضمون نویسندہ مسلمان ہے۔ یا کوئی پہلے رستم جہاں شدہ صاحب ہم صرف اس کے پیش کردہ خیالات۔ علط کا بطلان پبلک پر ظاہر کریں گے اور اس کی اس عقل کا اندازہ اور نادانفیت اسلام کے راز گوشت از بام کریگے جو اس کے اس شور کا باعث ہوئے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس احسن الخالقین اور ارحم الراحمین نے بسبب اپنے فرمان مبارک خلق لکم ما فی الارض جمیعا کے اس انسان ضعیف البنیان کی خاطر انواع و اقسام کی اشیا کیا روحانی اور کیا جسمانی کیا زمینی اور کیا آسمانی سب اعلیٰ و ادنیٰ پیدا کر کے سب کو اس کی خدمت پر متعین کیا۔ اس کو سب پر مخدوم مقرر کیا پھر اس ناقص مخلوق کو محض اپنے فضل و کرم سے اور بمقتضائے اپنی رحمانی صفت کے اشرف المخلوقات کا تمغہ عطا فرمایا۔ قدس و تقدیس کے مطابق ہر مخلوق کی حد بھی مقرر کر دی۔ یعنی مخدوم کو مخدومیت کے جامے میں رکھا اور خادم کو خادمیت کے مرتبے پر۔

مبارک وہ جو اس حکیم و خبیر کی اس حکمت سے فائدہ اٹھا دیں اور بدقسمت

ہے جو روح جونا بھی سے تزاد ھم اللہ مرض کا داغ پیشانی پر لے ۔
گوشت خوری کے متعلق بار بار اہل اسلام کی طرف سے طمانیت بخش جوابات دے چکے ہیں۔ مگر افسوس انکے سمجھنے کے لئے آگے ایسے خر دماغ ہیں کہ بجائے تسلیم یا جواب الجواب دینے کے انہی اعتراضات کو بار بار دوہرایا جاتا ہے جو سراسر انکی حماقت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی نئے اعتراض اپنے خلائے ذہن سے نکال کر پیش کریں۔ تو ہم بھی ٹھنڈے دل سے جواب دینے کو طیار ہیں۔ مگر جنکا صرف شرارت اور دوسروں کو دکھ دینا ہی مقصود ہو۔ تو بھلا اس کے لئے سوائے عمل جراحی کے اور کونسا علاج ہے۔ خیر سے یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی آڑ ہے۔ سنئے

اسلام کی تعلیم کے مطابق روحانی حفاظت اور پرورش کا انحصار جسمانی حفاظت پر ہے۔ یعنی اگر انسان ننگا پھرے تو ضرور ہے کہ اسکی روح پر اسکا بد اثر پڑے اور اسکو بد تہذیب بنائے حیوانوں چار پایوں کی طرح اسکے افعال ہونگے۔ یا خوراک کلوا و اشربوا ولا تسرفوا کے حکم کے برخلاف کہائی جائے۔ تو ضرور اسکی روح بھی اعتدال سے گر جائے یعنی اگر انسان ہر وقت گوشت ہی کہاتا ہے۔ تو ایک دن آئیگا کہ وہ زمانہ قدیم کے مرہٹوں اور راجپوتوں سے بھی زیادہ قسی القلب اور جہل کا مرکب ہوگا۔ یا اگر انسان گھبے اور ہاتھی وغیرہ کی طرح صرف سبزی پر ہی زور دے۔ تو وہ ضرور آریہ ورت کے باشندوں کی طرح بزدل زرد اور نحیف البدن ہو جائیگا۔ سو اس لئے قرآن کریم ہمیشہ فطرت کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ کہ کہاؤ اور پیو مگر اتنا نہ کہ سے گے پیٹ اپنے تمہارا پھٹ کے بلکہ اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھو۔
مذکورہ بالا امثال سے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ خوراک کا

اثر روح پر ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ خوراک کی اصل غرض اور علت غائی کیا ہے؟ سو اسلام کی رو سے خوراک اور پوشاک کا اصل منشا ایک تو عبادت الہی کا مکمل کرنا ہے۔ دوم جسم کی حفاظت ہے "تا انسان و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر عمل کرنیکے قابل رہ سکے۔

مشاہدہ ایک ایسی دلیل ہے جو ہر کس و ناکس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ سو ہیئے ہم مشاہدہ کی رو سے ہی اپنے پیارے معصر کو بتاتے ہیں۔ کہ جب ہم خوراک جسم کی تربیت اور اس کی طاقت بڑہانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو ہم کو ضرور ایسی غذا استعمال کرنی پڑیگی جس سے ہمارے ہر دو اغراض پورے ہوں۔ سو اب ہم نے یہ دیکھنا ہے۔ کہ دنیا بھر میں سے کونسی اقوام زیادہ طاقتور اور شجاع اور مہذب ہیں۔ اور کیا خوراک وہ استعمال کرتے ہیں۔ اور کونسی زیادہ کمزور اور بزدل اور بد تہذیب ہیں۔ سو اس سوال کو حل کرنیکو ہم دور کیوں جائیں۔ اسی آریہ ورت کی

تواریخ کو ہم لیں۔ جہاں دنیا سے بڑھکر گھاس خوروں کی تعداد موجود ہے۔ تو اب ہمیں یہ مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو گیا ہے۔ کہ یہ ہمیشہ گوشت خور اقوام سے مغلوب اور مفتوح ہی ہوتے رہے۔ اور ذلتیں اٹھاتے رہے۔ وہم نحافظیو کی طرح تعصب اور ضد سے بھی کام نہیں لیتے۔ بیشک ہم جانتے ہیں۔ کہ بلعض قدیم ہندو راجہ فاتح بھی ہوتے رہے۔ جیسے راجہ رام چندر جی اور سری کرشن جی مہاراج جنکو شکار کا از حد شوق تھا۔ اور تیر و کمان اور تیغ و سنان ہر وقت ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اور راون جیسے زبردست راجہ اور کورو جیسے قوی دشمن پر فتحیاب ہوئے۔ بلکہ بابا نانک جی جیسے بزرگ انسان بھی جنکا نظیر اہل ہنود میں تا حال ملنا محال ہے۔ مچھلیوں کا شکار بڑے شوق سے کرتے

تناسخ کا مسئلہ کے رو سے بجائے بکری کو ذبح کرنا اسکو عذاب سے چھڑانا ہے اور پھر عذاب کی [illegible] سے رحم [illegible]

اور ان کو بھون کر کھاتے تھے۔

مجھے امید ہے۔ کہ اس مذکورہ بالا تمہیدی عبارت ایک سلیم الطبع روح کیلئے کافی تسلی بخش ہے۔ مگر اب ہم نمبروار بھی معترض جدید کے خیالات باطلہ کی تردید کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱ اگر ایک آدمی چند کھلونے بنا دے اور دوسرا انکو توڑدے تو بنانے والے کو رنج ہوگا۔ الخ

جواب معترض کا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالےٰ نے تمام جانداروں کو مٹی کے کھلونوں کی طرح بنایا ہے۔ ان کے توڑنے سے اس تماشے کو رنج ہوگا۔ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ پہلے خداوند تعالےٰ کی مقدس ذات کو جولیس کشتہ غنی ہے۔ ضعیف انسان سے تشبیہ دینا معترض صاحب کی عقل پر دال ہے۔ کیونکہ وہ احسن الخالقین ہے۔ اور اسکی ملکیت میں کسیطرح کوئی کمی بیوقت بھی نہیں ہوتی۔ معترض کو یہ سوچنا چاہئے تھا۔ کہ اگر سرسبز درختوں اور انکے پھلوں کو لینے اور گائے بھیس کا دودھ (جو بچھڑے اور گائے کو ناراض کرکے زبردستی چھینا جاتا ہے۔) لینے سے خدا ناراض نہیں ہوتا۔ تو ان تمام اشیا کا جنس سے ایک گوشت بھی ہے۔ ہمارے جائز طور پر استعمال کرنے سے کیوں ناراض ہونے لگا ہے۔ بلکہ وہ خوش ہوگا کہ ہم اس اپنے سے کمتریں مخلوقات کو اپنی اشرف المخلوقات جسم کا جزو بنانا پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت بھی ایسی ہی رکھی ہے۔ کہ اندر رحم میں بھی خون اور نطفے سے ہی اسکی پرورش ہوتی ہے۔ اور انہی چیزوں کا گوشت مرکب ہوتا ہے۔ دودھ اور گوشت کا ایک ہی منبع ہے۔ صرف ہیئت

کا ذرق ہے۔ افسوس ہے۔ کہ معترض کو یہ دو کہا کیوں لگا۔ میں نے بچشم خود کئی ایک آریہ ایسے بھی دیکھے ہیں۔ جواسی افراط رحم کی وجہ جیسا اب معترض کے دل میں جوش مارتا ہے۔ گھی دودھ اور جوتے وغیرہ سے بھی بالکل محروم ہیں اور تیل وغیرہ پر گذارہ کرتے ہیں۔ اب ایسے نادانوں کی پیروی کرنا خواہ نخواہ گڑھے میں ہی گرنا ہے۔

(۲) **سوال** آدمی کو جاندار کے ذبح کرنے وقت موت کا خیال نہیں آتا جس وقت وہ کسی جانعار کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے۔ اگر اسی کا نام اشرف المخلوقات ہے۔ تو اس سے بڑھکر اسفل الحیوانات کوئی اور نہیں ہے

الجواب۔ معترض کو معلوم نہیں کہ ہمیں مشاہدہ کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ بڑا ہی بیوقوف ہے وہ شخص جو اعلےٰ درجے کی چیز کے حصول کی خاطر ادنیٰ چیز کو قربان نہیں کرتا ابنائے روزگار یعنی اہل ہنود کو خصوصاً زر و مال سے از حد پیار ہے۔ مگر بیماری وہ دیگر مصائب زندگی پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ کیا اسپر کوئی ہر خوت اعتراض کر سکتا ہے؟ اسیطرح انسان کے لئے موت کو یاد کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے۔ کہ ایسی جانکنی کے وقت کو اپنے سے ادنےٰ درجے کی چیز یعنی بکری وغیرہ کو ذبح کرکے یاد رکھے۔ اگر کوئی نادان یہاں پر یہ اعتراض کرے۔ کہ جاندار تمام یکساں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صرف انسان ہی ہے۔ جو اشرف المخلوقات ہے باقی اس کے بطور خادم کے ہیں۔

دوم اگر معترض کے خیال میں صرف جانداروں کو ذبح کرنا ہی اشرف المخلوقات ہونے کا منافی ہے۔ تو اسکو یقین کر لینا چاہیے کہ دنیا میں کوئی قوم بھی ایسی نہیں۔ بلکہ کوئی فرد بھی ایسا نہیں جس نے ہزاروں جانوں کو تلف نہ

کیا ہو خصوصاً ہند کی قدیم جنگیں مثلاً کورو و پانڈو اور رام چندر جی اور راون کی لڑائیاں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ اگر انہیں بھی گوشت خوری کے مخالفوں خاصکر ہمارے معترض کی طرح رحم کا مادہ ہوتا۔ تو وہ تمام تباہ ہی ہو چکے تھے ٭ اور جوکوں اور سانپوں وغیرہ کی جانوں کو اگر تلف نہ کیا جائے تو یقیناً وہی رحم اپنے اوپر غضب کی صورت میں اٹھانا پڑیگا۔ ویدوں میں بھی اندر وغیرہ دیوتاؤں سے پرارتھنا کی گئی ہے کہ ہمارے مخالفین کو ہلاک کر کیا اس وقت اپنی موت اور اپنے اہل وعیال و اقربا کا فراق میں نوحنا یاد نہیں آیا۔ مگر نہیں اسکا بندوبست بھی ویدنے ہی خود ہی کر دیا ہے۔ کہ وہاں ان دیکھ سب کو مارنیکا حکم ہے۔ کیونکہ نہ کہلونے والا باقی بچیگا۔ اور نہ جدائی کی مصیبت میں گرفتار ہوگا۔

سوال گوشت کھانا دماغ کو کمزور کند اور آدمی کو کاہل وجود بناتا ہے اور حرارت کو تیز کرتا ہے۔ جو شہوت کا باعث ہے۔

الجواب۔ تمہیدی عبارت میں بیان کر چکا ہوں کہ از روئے قرآنی تعلیم کے گوشت خوری کی کثرت ضرررساں ہے گوشت ہی نہیں بلکہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ خوراک کی بے اعتدالی ان کمزوریوں اور بیماریوں کا موجب ہے۔ مگر اس کا اعتدال شجاعت ہمت اور استقلال اور قوائے جسمانی کو طاقت بخشتا ہے اور دماغ کی کمزوری دور کرکے عقل کو بڑھاتا ہے۔ تواریخ ہند سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اہل اسلام ہو گوشت خور اور فاتح قوم ہے) کے آنے سے پہلے کوئی باقاعدہ تواریخ اور سوانح نہیں تھی اور یہی تحریرات اور ایجادیں اعلیٰ دماغ کا نتیجہ ہوتی ہیں ہم ہر ایک گوشت نہ کھانے والے سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ ایمان سے کہے۔ کہ مسلمانوں اور دیگر گوشت خور اقوام

کی آمد سے پہلے ہندوستان ظلمت کدہ تھا۔ یا منبع علوم فنون۔ اگر کوئی نادان موجودہ ہند کی ترقیات کو جو محض گوشت خور قوموں کے دماغ کا نتیجہ ہیں۔ مد نظر رکھکر اسکو کہے کہ سن ۵ء ہند تو یہی تھا کبھی دنیا کا اتنا تو سخت جہالت ہوگی۔ ہزاروں یورپین ایجادیں اور فتوحات جو آجکل ہماری آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ شاید گوشت خور قوم کے کمزور اور کند دماغ کا نتیجہ ہیں۔ مگر نہیں دیانندی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ویدک تعلیم کے اثر کے نیچے ہیں۔ یعنی وید نے ہی اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر یعنی یورپ وغیرہ میں روشنی ڈالی۔ چہ عجب۔

اہل ہند کا دیس سے باہر قدم نہ رکھنا صریح ان کی بزدلی اور کاہلی پر دال ہے۔ اور عیسائیوں اور مسلمانوں کا اپنے پیارے وطنوں اور دوستوں کو خیرباد کہکر دوسرے ممالک پر شیر کی مانند حملہ آور ہونا ہی شجاعت اور استقلال پر دلالت کرتا ہے۔ تفصیل تمہید میں ملاحظہ ہو۔

اور مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ نیوگ وغیرہ ناجائز طرائق کی ضرورت نہ پڑنا ان کے قوائے شہوانی کی ترتیب حقیقی پر نظر بتاتا ہے۔ اور اہل ہنود کے ایسے شرمناک اور بے غیرت وسیلوں کا محتاج ہونا صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ گھاس خوری سے انسان ناقص ہوتا ہے۔ میں دعوے کو کہتا ہوں کہ اگر عیسائی قوم گھاس خور ہی ہوتی تو انگلینڈ سے نکلکر اور اتنے دور دراز سمندروں کو طے کرکے ہند کی سلطنت ہرگز کبھی نصیب نہ ہوتی۔

(۸) سوال قرآن شریف میں غالباً کسی جگہ اللہ تعالےٰ نے گوشت خوری کا جائز رکھا نہیں اور مکہ میں جوں کے مارنے کی بھی اجازت نہیں۔ حالانکہ وہ مخلوق کو کاٹتی اور دکھ دیتی ہے۔

(الجواب) معترض کا غالباً کا لفظ استعمال کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ قرآن شریف سے معترض بالکل جاہل اور بے خبر ہے۔ اسکو یہ بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف میں گوشت خوری جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی قانون کے ماتحت معترض بات کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنے خیالات فاسدہ سے زیر ہو کر جو دل میں آیا بلا سوچے سمجھے کہدیا۔

بیچارے بعصہ مندرجہ ذیل آیات قرآنی پڑھو اور پھر ایسے مجہول اعتراضات کرنے سے توبہ کرو۔ اور آریوں کی قوم پر رحم کرو۔ جو پہلے بھی مذہبی میدان میں قدم رکھکر سخت ذلیل اور نادم ہو رہی ہے۔ ؎

جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو مارا تو کیا مارا

سا مائدہ ۱ احلت لکم بھیمۃ الانعام۔ یعنی تمہارے لئے کھروالے جانور حلال کئے گئے۔

سا مائدہ ۲ احل لکم صید البحر۔ یعنی تمہارے لئے دریائی شکار حلال کیا گیا۔

النحل۔ وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحماً طریاً۔ یعنی وہ ذات پاک ہے۔ جس نے تمہارے لئے سمندروں کو مسخر کیا تاکہ تم تازہ گوشت کھاؤ۔

دوسرا یہ اعتراض کہ مکہ میں جوں مارنے کا بھی حکم نہیں۔

معترض نے اس حکم کو عام طور پر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ حکم صرف حج کے وقت تک ہی محدود ہے۔ جسطرح روزہ رکھنے میں روٹی جو حلال طیب منع کی گئی ہے۔ اسطرح اس سے بھی کوئی بیوقوف یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ روٹی چونکہ منع ہے۔ اس لئے حرام ہے۔ افسوس ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

حج کے وقت جوں نہ مارنا شکار نہ کرنا وغیرہ۔ ایسے ممنوعات ہیں۔ جیسا کہ ایک عاشق بیقرار مجنون وار اپنے محبوب کی تلاش میں پریشان اور سرگرداں دوڑتا ہے۔ اسکو تن من کی سدھ بدھ نہیں رہتی اور ایک ہی لگن میں مست رہتا ہے۔ سو یہ تو اللہ تعالیٰ نے ایک طریق سکھایا ہے۔ کہ جب تم محبوب مجازی کے لئے اسطرح دوڑ دھوپ کرتے ہو۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھکر میرے لئے بیقرار ہو۔ تاکہ میں بھی الاذکرونی فاذکرکم کے مطابق تمہارے ساتھ سلوک کروں۔

سوال قدرت بھی ہمیں اس امر کی اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ ہمارے دانت اور ناخن چیرنے پھاڑنے کے ڈھب کے نہیں ہیں۔ اگر ہم قدرتاً گوشت خور پیدا ہوتے۔ تو مذکور علامات مثل شیر چیتے بلی وغیرہ کے ہونی چاہئے تھیں۔

الجواب بالکل غلط ہے۔ قدرت نے چار دانت جس کو انگریزی میں Dog teeth بھی کہتے ہیں۔ بعض گوشت کے چیرنے پھاڑنے کیلئے بنائے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر گوشت کے کھانے کی طرز نکالنے کو عقل بھی عطا فرمائی ہے۔ گوشت کھانے میں دانت اور عقل لازم ملزوم ہیں۔ یعنی دانت اس قسم کے بنائے ہیں۔ جس قسم کا انسان عقل کے ذریعے تیار کرکے مہیا کر سکتا ہے۔ چونکہ انسان کو اشرف المخلوقات بنانا مقصود تھا۔ اس لئے اس کی ہر ایک چیز اسی کی زینت اور خوبصورتی کے مطابق مزین کی۔ احمق ہے۔ جو خدا کی طرز خلقت پر بوجہ جہالت کے اعتراض کرے گھاس خور جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی گردن لمبی اور لٹکوئیں ہوتی ہے۔ تاکہ ان کو گھاس وغیرہ چرنے میں آسانی ہو

کیا کوئی بیوقوف یہاں یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ انسان کے اعضا کی طرز گھاس خوری کے موافق ہے۔

(۸) **سوال** اگر گوشت خوری روا ہے۔ تو لوگ اسکو کیا بدوں نمک مرچ لگائے کیوں نہیں کھاتے۔ ہاں ملک حبش میں ایسا کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ تہذیب سے بعید ہیں۔ ننگے پھرتے ہیں۔

الجواب اس خیال کے اظہار کرنے وقت معترض کچھ تذبذب میں پڑ گیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کا اعتراض پہلے کر چکا ہے۔ اب کچھ مبہوت سا ہو گیا ہے۔ یعنی خود ہی سوال اٹھایا اور خود ہی بلکہ اس کی کانشنس نے اس کو جواب دیا کہ وہ حبشی بد تہذیب ہوتے ہیں۔ اس لئے بدوں نمک مرچ لگائے کھاتے ہیں۔ دروغ گو را حافظہ نباشد اس کا جواب میں نمبر ۵ سوال کے جواب میں دے چکا ہوں۔ پھر کہتا ہوں۔ کہ غیر مہذب عقل میں مانند چارپایوں کے ہوتا ہے۔ اور مہذب عقل سے کام لیتا ہے۔ اس لئے عاقل انسان اسکو طیب حلال بنا کر کھاتا ہے۔ اس پر اعتراض ہی کیا ہوا۔ شاید راقم مضمون نے کبھی روٹی پکا کر نہیں کھائی۔ بلکہ چھلکوں سمیت گیہوں کھاتا ہے۔ اور کچا ساگ بغیر نمک مرچ کے کھاتا ہے۔ اگر اسکو پکاتا ہے تو پھر گوشت کے پکانے پر اعتراض کیا ہے۔

(۹) **سوال** اہل اسلام گوشت خوری روا رکھتے ہیں۔ تو جھٹکا کیوں نہیں کھاتے۔ حلال شدہ میں کیا فرق ہے۔ جانور ہر دو صورتوں میں مردہ رہ جاتا ہے۔

الجواب۔ سوال مذکورہ سے معترض کا یہ مطلب حاصل ہوتا ہے۔ کہ

حلال کرنے میں یعنی خدا کا نام لیکر ذبح کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ انکو معلوم نہیں کہ اسلام انسان کو سکھلاتا ہے۔ کہ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین یعنی تمام جینا مرنا کھانا پینا عبادت کرنا سب خدا کے لئے ہی ہو۔ کسی اوتار۔ یا بت یا سورج چاند وغیرہ کے لئے نہیں ہیں اسلئے منع فرمایا۔ کہ بتوں پر چڑھاوا نہ چڑھایا جائے۔ جو مرض کہ ہند میں کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ انہی کے آباؤ اجداد تھے جن کے لئے اللہ تعالےٰ کو موسےٰ کی معرفت انکی معبود گائے ذبح کرانے کی نوبت پڑی۔ یعنی اس کے ذبح کرانے سے خدا کا یہ مقصود تھا۔ کہ کسی طرح یہ شرک کو خود توڑیں اور اس عاجز معبود کو ذبح کرکے دیکھیں کہ یہ عاجز گائے معبود ہونے کے لائق نہیں۔

دوم معترض اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر سے مردار اور خود حلال کئے ہوئے جانور کا فرق پوچھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ جانور کو اسلام کی ہدایت کے مطابق ذبح کرنے سے اس کا زہریلا خون جو سراسر نقصان دہ ہوتا ہے۔ شاہ رگ سے نکل جاتا ہے۔ اور اس طرح گوشت ان زہریلے مواد سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

معترض صاحب کو یقین کر لینا چاہئے۔ کہ گوشت خوری کے برخلاف کوشش کرنے سے اس خالق مالک پر نعوذ باللہ سخت الزام ٹھہرتا ہے جس نے تمام دنیا کو سوائے چند معدودے گھاس خور جانور اور ہندوں کے گوشت خوری پر مائل بنایا۔ دنیا کا $\frac{3}{4}$ حصہ پانی بیان کیا جاتا ہے۔ اور $\frac{1}{4}$ حصہ خشکی اب آبی پیدائش تمام کی تمام گوشت خور پائی ہے۔ اور $\frac{1}{4}$ حصہ میں سے صرف چند اہل ہنود جو آریہ کی گھاس پارٹی کہلاتے ہیں۔ تمام

گوشت خور ہیں افسوس. سخت افسوس سے

اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

(فخر الدین صادق ملتانی)

ریویو

ذوالفقار علی برگردن یوتقی

یہ کتاب میر قاسم علی صاحب کی طرف سے حال ہی میں خواجہ کے جواب میں شائع ہوئی ہے۔ اسمیں میر صاحب موصوف نے غلام حیدر [illegible] کی لاف گزاف کا اچھی طرح جواب دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ انکے کل دعاوی بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں اور یہ کہ انکی کوئی اصلیت نہیں اور خود انکی تحریر سے ثابت کیا ہے کہ اُس نے اپنی کتاب میں بہت کچھ جھوٹ سے کام لیا ہے چنانچہ واقعات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو سفرنامہ اُس نے اپنا لکھا ہے اسمیں خود انکے بیان کے مطابق کم سے کم سترہ برس خرچ ہو جانے چاہئیں لیکن اس نے سفر سنہ ۱۹۰۲ء میں شروع کیا ہے۔ گر گویا چھ برس کی مدت میں اپنا سترہ سال کا سفرنامہ پیش کر کے خود اپنی دروغ بیانی پر مہر لگا دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ صرف بغداد میں میں دس سال رہا۔ حالانکہ سنہ ۱۹۰۲ء سے ابھی تک کل چھ ہی برس گذرے ہیں۔ اور پھر انکے دعاوی شرافت خاندانی اور دولت تجر علمی پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور مختلف سوالات کے حل کیلئے تین سو روپیہ کا انعام بھی مقرر کیا ہے کتاب واقعی قابل دید ہے جو صاحب دینی ہمدردی کیلئے اس کتاب کو خود خریدنا چاہیں۔ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق پرانی پھول کی منڈی دہلی سے طلب کریں۔

بائبل کا پوجاری۔ یہ کتاب میاں رحیم بخش صاحب کی تحریر ہے جو آپ ایک عرصہ سے تبلیغ کے کام میں مشغول ہیں اور چونکہ عیسائیت سے خوب واقف ہیں اس لئے انکی کتاب اس مذہب کے بارہ میں ایک معتدبہ مفید ہوگی قیمت ڈیڑھ آنہ مصنف سے قادیاں کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

سے بھی یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ کہ اس سے گناہوں کی تحریک ہوگی بلکہ یہ تو گناہوں کی بیخکنی ہے اور دوسرے یہ بات بھی نظر انداز کرنیکے قابل نہیں کہ ساتھ ہی فرمایا ہے واصلحو یعنی نہ صرف زبانی توبہ کرے بلکہ اس حد تک وہ توبہ بڑھ جائے کہ اس کا اثر آکر بدن پر بھی پڑے۔ اور اس توبہ کرنیوالے کے اعمال بھی اسبات پر گواہی دیں کہ واقعی وہ صادق ہے۔ اور اپنے دعوے میں مفتری نہیں اور وہ کوشش کرے کہ اس نے جو کچھ کیا تھا۔ اس کی اصلاح ہوجاوے اور نیکی میں اس قدر غلو کرے کہ اس سے اسکے پچھلے اعمال بھی دھوئے جائیں مثلاً ایک شخص اگر بخیل تھا تو یہی نہیں کہ اپنا بخل چھوڑ دے بلکہ کامل توبہ تب ہوگی کہ وہ سخاوت بھی اختیار کرے بلکہ اور کربھی اس طرف مائل کرے تب بیشک وہ اس قابل ہوگا۔ کہ اس کے پچھلے گناہوں پر چشم پوشی کی جائے۔ اب بتاؤ کہ کیا اس تعلیم سے گناہ پھیلتا ہے کہ رکتا ہے۔ آیا وہ شخص جو توبہ کی تعلیم کے ماتحت بخل سے اس قدر بچکر سخاوت کا محرک ہوا ہے گناہ کو پھیلانیوالا کہلائیگا یا دور کرنیوالا

قبولیت توبہ پر تیسرا اعتراض

ایک اور اعتراض توبہ کے قبولیت پر آریوں کی طرف سے یہ سنا جاتا ہے کہ جو ہوگیا وہ ان ہوا کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ جس شخص نے ایک گناہ کیا فرض کرو کہ کسی کے گھر چوری کی تو اگر وہ توبہ کرے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسکا وہ فعل رہے ہی نہ اور اسکا وجود ہی معدوم ہو جائے کیونکہ جو کچھ ہو چکا وہ اب واپس لوٹ نہیں سکتا۔ پھر توبہ کے قبول کرنیکے کیا معنے کیونکہ جب ایک گنہگار ایک کام کر چکا۔ تو اسے یہ کہنا کہ اسنے کیا ہی نہیں کیا غلط اور خلاف عقل طریق ہے

گو کہ یہ اعتراض آریوں کی طرف سے اکثر سنا گیا ہے مگر مجھے آجتک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس دماغ سے نکلا ہے۔ قرآن شریف ہرگز کہیں نہیں کہتا کہ جس شخص نے گناہ کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ توبہ قبول ہو گئی تو اس شخص کا گناہ ایسا محو ہوا کہ یہ مت کہو کہ اسنے گناہ کیا تھا بلکہ کہو کہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ قرآن شریف نے تو اُسکا نام ہی غفران رکھا ہے یعنے ڈھانپ دینا۔ اور بار بار فرمایا ہے کہ ان اللہ غفور رحیم۔ جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ اُس گناہ کو ڈھانک دیتا ہے۔ چنانچہ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں یہ نہیں کہ لکڑی سے یا چاقو سے انکے گناہوں کو کھرچ دیتے ہیں بلکہ انکے گناہوں کے نتیجے سے انکو بچا لیتے ہیں۔ مثلاً ایک نوکر ہم کو ناراض کرے اور ہمارا کوئی کام خراب کر دے مگر پھر توبہ کرے اور اپنی غلطی کا اقرار کرے اور اپنی سچائی کو پوری طرح سے ظاہر کر دے اور ثابت کر دے کہ بیشک اب وہ سخت پشیمان ہے تو ہم اسکا کوئی اپریشن نہیں کرواتے نہ اسپر کوئی عمل جراحی کرتے ہیں کہ جس سے اسنے جو کچھ قصور کیا تھا وہ معدوم ہو جائے بلکہ یہی کرتے ہیں کہ جو اس نے کیا تھا اسکے نتیجے سے اسکو بچا لیتے ہیں۔ اور سزا نہیں دیتے۔

خود لفظ توبہ کے معنے ہی رجوع کرنیکے ہیں یعنی جب انسان کچھ قصور کر کے پھر وہ اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے اور اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسوقت مالک بھی اپنی مہربانی کی طرف لوٹ آتا ہے اور پہلا سا سلوک کرنے لگتا ہے پس توبہ کے قبول ہونیکے یہی معنی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس فعل کی جو انسان سے سرزد ہوا تھا۔ سزا نہیں دیتا بلکہ اپنی پہلی مہربانی پر لوٹ آتا ہے پس اس سے تو قطعاً یہ نہیں پایا جاتا۔ کہ اس سے گناہ سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ یہ معلوم ہوا کہ انسان نے گناہ کر کے پشیمانی ظاہر کی اور خدا تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی۔

اور سزا سے بچا لیا۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا لوگ ہمیشہ گناہ کرتے ہیں اور شریف اور محسن آقا انکے گناہ بخشا ہی کرتے ہیں۔ ابھی بادشاہ جارج پنجم کے تخت نشین ہونے پر پانچسو سال کی قید معاف کی گئی ہے کیا گورنمنٹ نے انکے قصور کسطرح مٹادئے تھے یا کسی خاص اوزار سے چھیل دئے تھے اگر گورنمنٹ بغیر کسی دقت کے یہ کام کر سکتی ہے تو کیا اللہ تعالےٰ ہی لوگوں کو پچھلے گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو اسی صورت میں کہ پہلے کسی ہتیارے انکے گناہوں کو چھیل دے افسوس اور تعجب ہے اس قسم کے معترضین پر۔

چوتھا اعتراض توبہ کی قبولیت پر

توبہ کی قبولیت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر توبہ واقعی قبول ہوتی ہے تو چاہیئے کہ ایک زانی جب توبہ کرے تو زنا کے سبب سے جو آتشک یا سوزاک اُسے ہوا تھا وہ دور ہو جائے۔ اسی طرح دوسرے نتائج جو گناہ کی وجہ سے بھگت رہا ہے اُن سے نجات پا جائے مگر واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ آتشک کا مریض ہزار توبہ کرنے پر پھر بھی اُسی مرض میں گرفتار رہتا ہے یا کسی اور گناہ کی وجہ سے اُسے کوئی صدمہ پہنچ گیا تھا تو وہ بھی موجود رہتا ہے دور نہیں ہوتا تو ہم کسطرح مان سکتے ہیں کہ توبہ کا کوئی اثر ہے اور واقعی اس سے انسان بدی کے نتائج سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم ہے اور ایک روح ہے اور دونوں کے الگ الگ کام ہیں اور الگ الگ طریق سے وہ اپنی غذائیں حاصل کرتے ہیں ہر ایک کی بیماریاں الگ ہیں اور انکے علاج بھی پھر الگ الگ ہی ہیں ایک کسی بات سے فرحت حاصل کرتا ہے تو دوسرا کسی

اور یہی بات ہے مگر باوجود اسکے چونکہ آپس میں دونوں کے تعلقات بہت ہیں اور مضبوط ہیں اسلیئے شدت فرح یا شدت غم میں ایکدوسرے پر اثر کرتے ہیں چنانچہ بعض لوگ کوئی خوشی کی خبر سن کر مرجاتے ہیں یا غم کی خبر سن کر کمزور ہو جاتے ہیں اور ضعف محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اسی طرح گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو خالص روحانی ہیں۔ اور انکا اثر جسم پر آکر نہیں پڑتا۔ اور ایک گناہ وہ ہیں کہ جن میں روح اور جسم دونوں شریک ہوتے ہیں پس جن گناہوں میں کہ جسم و روح دونوں شریک ہوتے ہیں۔ انہیں اکثر دونوں کو ہی سزا ملتی ہے پس جو شخص توبہ کرتا ہے اگر اسکو جو سزا ملنی تھی ہے صرف روحانی ہے تو اس کے لیئے اپنے اعتقاد کی درستی اور سچی توبہ کرنی ضروری ہے اور اگر یہ توبہ اپنی حد کو پہنچ جائیگی تو اسکا گناہ بخشا جائیگا۔ اور وہ اپنے دل میں ایک فرحت محسوس کرنے لگیگا لیکن اگر وہ گناہ جسم و روح دونوں سے مشترکہ سرزد ہوا ہے تو چاہیئے کہ دونوں ہی ملکر توبہ کریں اور اگر اس صورت میں توبہ کامل ہوگی تو دونوں سزا سے محفوظ ہو جائینگے اور اگر روحانی توبہ کامل اور جسمانی ناقص ہوگی تو روح تو بچ جائیگی لیکن جسم اپنی سزا بھگتتا رہیگا۔ مثلاً ایک شخص نے زنا کیا تو ایک تو اسکی روح نے خدا تعالےٰ کا گناہ کیا اور ایک اسکے جسم نے کہ وہی روح کے شریک حال ہوا۔ پس ایک تو وہ خدا تعالےٰ کے حضور میں گنہگار ہو کر روحانی عذاب کا مستوجب ہوگا۔ خواہ وہ یہاں سے یا آخرت میں اور ایک سزا اسکے جسم کو ملے گی اور وہ آتشک یا سوزاک کی شکل میں ہوگی پس اگر ایسا شخص توبہ کرتا ہے تو اگر اس کی توبہ کامل ہے یعنے اس نے پورے طور سے اپنے گناہوں کی معافی بھی چاہی اور سچے دل سے علاج بھی کر دیا تو ایسا شخص اس گناہ کی سزا سے بچ جائیگا اور اگر اس نے روحانی توبہ تو کی۔ مگر

علاج کروایا اور وہ اپنی حد کو پہنچ گیا تو اسکا جسم سزا سے بچ جائیگا یعنی آتشک سے وہ نجات پا جائیگا مگر اس کی روح اب بھی گنہگار رہیگی اور اگر روحانی توبہ کامل ہوگی اور علاج میں کسی وجہ سے نقص رہا۔ تو روح بچ جائیگی۔ مگر جسم سزا بھگتتا رہیگا۔

پس چونکہ جسم اور روح الگ الگ حصے ہیں اور ان دونوں کے علاج الگ الگ ہیں اسلیئے دانا انسان وہی ہے کہ جو توبہ کیوقت خیال رکھے کہ میں نے گناہ صرف روحانی کیا ہے یا اس میں میرا جسم اور روح دونوں شامل تھے اور میں جسمانی اور روحانی دونوں سزائیں بھگت رہا ہوں پس اگر وہ دونوں حصوں میں سزا محسوس کرتا ہے تو دونوں کا علاج الگ الگ طریق سے کرے اور وہ یہی ہے کہ روح کا علاج روحانی کرے اور توبہ و استغفار سے کام لے اور جسم کا جسمانی یعنے طبی علاج کرائے

پس جو شخص صرف توبہ و استغفار سے کام لیتا ہے اور اُس کے جسم نے جو گناہ کیا تھا اس کی تلافی نہیں کرتا تو ایسا شخص اگر اپنی جسمانی سزا سے نہیں بچتا تو اسلام کے بتائے ہوئے توبہ کے مسئلہ پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ اس شخص کی توبہ تو کامل ہی نہیں ہوئی کیونکہ اس نے خدا کے بتائے ہوئے راستہ کو یعنے طبیؔ علاج کو ترک کیا اور اسے اختیار نہیں کیا۔ پس ضرور ہے کہ جس حصہ میں اسکی توبہ ناقص رہی ہے اس میں وہ سزا پائے۔

لیکن جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں چونکہ روح کا جسم سے کمال درجہ کا تعلق ہے اسلیئے بعض دفعہ روح کا اثر آکر جسم پر بھی پڑ جاتا ہے اور کوئی بات روح پر کمال درجہ کا اثر کرے تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ جسم بھی اس سے متاثر

ہوجاتا ہے۔ ایسے جن لوگوں کی توبہ اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ روح شدت اثر سے تڑپ اٹھتی ہے اور وہ توبہ کی ضروری شرط عمل صالحہ سے بھی کام لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کامل طور سے کر لیتے ہیں۔ اور انکے دل میں ایسی تڑپ پیدا ہوجاتی ہے کہ نہ صرف پچھلے گناہوں کی ہی تلافی ہوجاتی ہے بلکہ آیندہ کے لئے بھی انکے خدا تعالیٰ سے ایسے تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں کہ وہ غیر منقطع ہوتے ہیں تو اُس صورت میں دیکھا جاتا ہے کہ روحانی توبہ ہی جسم پر آکر اثر کرتی ہے اور بغیر کسی جسمانی علاج کے وہ لوگ اپنے جسمانی دکھوں سے بھی نجات حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ اس کی مثالیں بزرگان اسلام کی لائف میں بکثرت ملتی ہیں بارہا ایسا ہوا ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ جب کمال درجہ کو پہنچ گئی تو نہ صرف ان کی روح نے ہی نجات پائی بلکہ اس دنیا میں اسکا اثر نمودار ہوا۔ اور وہ دکھ جو انکے پچھلے گناہوں کی وجہ سے انکا جسم پا رہا تھا وہ بھی خود بخود دور ہوگئے۔ اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ واقعی اس شخص کی توبہ نے اپنا اثر کیا۔ ہمارے حضرت مرزا صاحب کی دعاؤں سے ہی ہم نے بہت دفعہ مشاہدہ کیا ہے کہ بہت سے لوگوں نے شفا حاصل کی اور روحانی بیماریوں کیساتھ جسمانی بیماریوں سے بھی نجات پائی پس یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ توبہ سے کبھی بھی جسمانی بیماریاں دور نہیں ہوئیں۔ بلکہ ہوتی ہیں اور ضرور ہوتی ہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ توبہ خود اس درجہ کامل ہوجائے کہ وہ جسم پر بھی اثر کرے یا کسی کامل انسان کی دعا ساتھ مل جاوے کہ جو اسکے لئے رحمت کا باعث ہو جائے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں طب رہ گئی وہاں توبہ و دعا نے کام نکال دیا حضرت نوح علیہ السلام کے منہ ہی سے تھے کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا

کہ جنہوں نے آدمیوں پر ہی نہیں بلکہ زمینوں پر بھی اثر کر دکھلایا۔ مسیح کے پاس جب اندھوں اور کوڑھیوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ تو اُس نے انکو اچھا کیا یہ جسم پر اثر نہ تھا۔ رسول اللہ کے مخالفین نے جب قحط کا عذاب پایا۔ اور گھبرا کر توبہ کی تو بارش نازل ہوئی اور بارش سے تنگ آ گئے تو بند کی گئی یہ اجسام پر ہی اثر تھا یا کچھ اور ہمارے حضرت صاحب کے پاس کئی بیمار آئے اور آپ نے اُنکو بھی توبہ کرنے کیلئے کہا اور دُعا بھی کی آخر وہ لوگ اپنے دکھوں سے بچ گئے پس کون کہہ سکتا ہے کہ توبہ سے جسمانی بیماریاں کیوں دور نہیں ہوتیں جب توبہ کامل ہوتی ہے تو ضرور ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے اسلئے اُسے عموماً چاہیئے کہ روح کی بیماریوں کے لیئے روحانی توبہ کرے اور جسم کی بیماریوں کے لیئے جسمانی توبہ یعنی علاج اور یہی اصل اور سچا طریق ہے ہاں خدا تعالےٰ نے مخالفین کا منہ بند کرنیکے لیئے ایسی مثالیں بھی پیدا کر چھوڑی ہیں کہ صرف توبہ و دعا سے جسمانی بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں اگر کوئی شپرہ چشم انکار کرے تو اور بات ہے

پانچواں اعتراض توبہ کی قبولیت پر

اگر توبہ کا مسئلہ ایسا ہی سچا اور پکا ہے۔ تو دنیا کی گورنمنٹیں کیوں مجرموں کو انکے توبہ کرنے پر چھوڑ نہیں دیتیں؟

یہ اعتراض بھی توبہ کے منکر بہت کیا کرتے ہیں۔ کہ کیوں دنیا میں لوگ ایکدوسرے کی توبہ قبول نہیں کر لیا کرتے۔ اور عدالتیں کیوں سزا دیتی ہیں کیوں نہیں مجرموں کے اقرار پر اور آئیندہ احتیاط کے وعدہ پر انکو چھوڑ دیتیں یاد رہے کہ جیسا کہ پہلے میں لکھ آیا ہوں خدا تعالےٰ علیم و خبیر ہے اور

اندر دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ اور سچے اور جھوٹے کو جانتا ہے
خفیہ اور پوشیدہ اسرار اسپر ظاہر ہیں اور کوئی بات نہیں جو اس سے پوشیدہ ہو
خواہ سمندروں کی تہ میں کوئی چیز بیٹھی ہوئی ہو یا پانیوں کی گہرائیوں میں خواہ
مچھلی کے پیٹ میں خواہ عمیق کانوں میں خواہ پہاڑوں میں خواہ کوؤں میں خواہ
ہواؤں میں ملی ہوئی ہو خواہ انسانی دماغ میں خیالات کے رنگ میں پوشیدہ
ہو خواہ آسمان پر ہو خواہ زمین میں خواہ مادی ہو خواہ غیر مادی خواہ زمانہ ماضی کی
ہو یا حال کی یا استقبال کی وہ ایسا علیم ہے کہ کوئی معلوم اسکے احاطہ علم سے
باہر نہیں پس اسکا توبہ کو قبول کرنا اور رنگ کا ہے۔ اور گورنمنٹ کا حال اور ہے
گورنمنٹ کے جج مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا حال نہیں جانتے۔ انکو کیا معلوم
کہ آیا اپنی غلطی پر پریشان و پشیمان ہونیوالا انسان واقعہ میں سچا اور یا شرارت
کرتا اور سزا سے بچنا چاہتا ہے پس جس کو دوسرے کے ارادہ اور خیالات
سے واقفیت ہی نہ ہو تو وہ کس طرح جرأت کر کے اسے چھوڑ سکتا اور معاف
کر سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مجرم جسے مجسٹریٹ چھوڑنے کی نیت رکھتا ہو لیکن
دل میں یہ ارادہ کر رہا ہو کہ اب کے چھوٹے تو ضرور ایسی احتیاط سے جرم کروں گا کہ کسی
کو علم ہو ہی نہ سکے مجسٹریٹ کی حالت تو بہت ہی خطرناک ہوتی ہے وہ بیچارہ تو
بالکل اندھیرے میں ہوتا ہے۔ اور اصل حالات سے ناواقف اسے تو خود ظالم و مظلوم
میں ہی امتیاز نہیں ہوتا اور محض تاریکی میں پڑا ہوا اندازوں سے کام لیتا ہے اور
حاطب اللیل کی طرح خطا و ثواب دونو کا مرتکب ہوتا ہے۔

لطیفہ۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ شہر کے قاضی مقرر کئے گئے تو ان کے
دوست انکو ملنے گئے اور بڑی خوشی ظاہر کی اور مسرت کا اظہار کیا مگر جب
اندر جانے لگے اور ان سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ بیٹھے زور سے رو رہے ہیں

اور کثرت گریہ وزاری سے ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں اور سانس اکھڑا ہوا ہے دریافت
نے کہا حضرت اسوقت یہ تو ناگہانی اور اس بے موسم کی برسات کے کیا معنے۔ یہ
تو خوشی کا وقت تھا اور دوستوں کو موقعہ آپ اسقدر گھبرا کیوں رہے ہیں اس بزرگ
نے جواب دیا۔ کہ احمقو تم نہیں جانتے کہ میں کیسی خطرناک حالت میں ہوں۔ میں
ایک نابینا ہوں جو دو بیناؤں کے فیصلہ کے لئے مقرر کیا گیا ہوں اور ایک جاہل
ہوں جو دو عالموں کے فیصلہ کے لئے چنا گیا ہوں کیونکہ مدعی اور مدعا علیہ میرے
پاس آئیں گے اور وہ دونوں اپنا اپنا حال خوب جانتے ہونگے کہ سچے
ہیں یا جھوٹے ہیں مگر میں بالکل ناواقف اور جاہل انکا فیصلہ کرونگا۔ کیا یہ خوش ہونے
اور فرحت ظاہر کرنیکا موقعہ ہے یا رنج وغم میں کڑھنے کا۔

اس لطیفہ میں جو جج صاحب کی حالت بیان کی گئی ہے۔ واقعی ٹھیک
اور درست ہے۔ اور اس میں سر مو فرق نہیں پھر باوجود اسقدر عجز کے جج
کیا کر سکتا ہے۔ اور کس طرح ایک مجرم کو بخش سکتا ہے جبکہ وہ نہیں جانتا کہ
شخص شرارتی ہے یا سچے دل سے توبہ کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے
کہ کسی کے دل میں کیا مخفی ہے وہ شرارتی اور سچے آدمی میں فرق کر سکتا ہے
اور دونوں کے ارادوں کو جانتا ہے۔ اسلئے وہ توبہ قبول کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ گورنمنٹ اور خدا تعالے کے احکام کا آپس میں مقابلہ کرنا
ہی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ خدا تعالے تو مالک ہے اور ہر چیز اسکی اپنی بنائی ہوئی
ہے۔ اور اسکے قبضہ قدرت میں ہے برخلاف اس کے بادشاہوں اور گورنمنٹ
کے حالات اور ہیں کیونکہ وہ اپنی رعایا کے مالک نہیں ہوتے بلکہ انکے جھگڑوں
اور فسادوں کے دور کرنیکے لئے ایک آلہ کی طرح ہوتی ہیں۔ اور خواہ ایک
گورنمنٹ دوسرے ملک کو بزور بازو ہی فتح کرے اور اپنا مال و دولت کو خرچ

کرکے اس پر قابو پائے لیکن اگر غور کیا جائے تو اسکا حال ایسا ہی ہے کہ جیسے
چند آدمی ملکر ایک شخص کو مقرر کردیں کہ تم ہمارا فیصلہ کیا کرو۔ تاکہ ہم میں جھگڑے
اور فساد نہ پڑیں پس جیسا کہ اس شخص کا کام نہیں کہ کسی کو کچھ دیدے یا ترحم کرکے
معاف کردے ایسا ہی گورنمنٹ کا بھی یہ کام نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی پر
خاص رحم کرے کیونکہ وہ تو ایک ایجنٹ کی طرح ہے جسے پبلک نے اپنے کام
نکالنے کے لئے مقرر کیا ہے اور پھر جو گورنمنٹ کی طرف سے جج مقرر ہوئے
ہیں انکا تو بالکل کوئی دخل ہی نہیں کیونکہ نہ صرف وہ لوگوں کے حقوق کے
مالک ہی نہیں بلکہ وہ اس کے وہ مقرر ہی اس کام پر کئے گئے ہیں کہ جیسے
واقعات انکے سامنے پیش کئے گئے ہوں انکے مطابق فیصلہ کردیں اور
گورنمنٹ نے انکا اختیار ہی اس حد تک رکھا ہے پس انکے مقابلہ خدا تعالیٰ
سے کرنا کیسا سفیہانہ فعل ہے کیونکہ یہ لوگ تو کوئی بھی اختیار نہیں رکھتے اور
پبلک سے انکا کوئی تعلق وابستہ نہیں۔ انکا فرض منصبی یہی ہے اور وہ اس بات کی
تنخواہ لیتے ہیں کہ مدعیوں کے حالات سن کر اپنے اختیارات کے اندر اندر کسی کو
چھوڑ دیں۔ اور کسی کو سزا دیں لیکن خدا تعالیٰ تو کسی کا مقرر کردہ نہیں ہے اور
نہ وہ انکی طرح بے اختیار ہے بلکہ چونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور بنایا ہے
اور پھر اس کی زندگی کے قایم رکھنے کے لئے اور مختلف اشیاء کو بھی خلق کیا
ہے اور اس کے آرام کے لئے طرح طرح کے سامان مہیا کئے ہیں اسلئے وہ
انسان کا بلکہ ہر ایک چیز کا مالک ہے اور اسپر تصرف رکھتا ہے اور پھر بدلہ دینے
کی قدرت رکھتا ہے پس اگر وہ کسی پر رحم کرے تو یہ اسکے شایان شان ہے۔ لیکن
اگر جج بلا اختیار کے کسی پر رحم کرے تو گویا امانت میں خیانت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کام
کرتا ہے جو اس کے سپرد نہ تھا اور اگر اسے اختیار رہتا اور پھر کسی پر رحم کرتا۔ تو

اس میں کوئی ہرج نہ تھا اور خدا تعالیٰ مالک ہے اسلئے اُسے رحم کرنے کا پورا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ جج عام طور پر رحم نہیں کرتا بلکہ عدل کرتا ہے اور خداتعالےٰ عام طور پر رحم ہی نہیں بلکہ اُسکے ساتھ رحم بھی کرتا ہے پس ججوں یا گورنمنٹ کا مقابلہ خداتعالےٰ کے ساتھ کرنا بیوقوفی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے کہ گورنمنٹ رحم نہیں کرتی بلکہ گورنمنٹ کے رحم کثرت سے پائے جاتے ہیں دیگر گورنمنٹوں کو جانے دو ہندوستان کی گورنمنٹ کو ہی لیلو۔ کہ جہاں مجرموں کی سزاؤں کے لئے اور مختلف قوانین بنائے گئے ہیں۔ وہاں ساتھ ایک مد رحم کی بھی رکھی گئی ہے۔ چنانچہ صوبوں کے افسروں اور پھر وائسرائے کا اختیار ہے کہ کسی مجرم کو خاص حالات کے ماتحت معاف کردے چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص ہائیکورٹ تک سے مجرم قرار دیا گیا اور مستوجب سزا ہوا لیکن لفٹنٹ گورنر نے یا وائسرائے نے اسکے حالات پر غور کرکے قابل رحم سمجھا اور صاف معاف کردیا۔ ابھی پچھلے لالہ لاجپت رائے اور اجیت سنگھ گورنمنٹ برطانیہ کی خاص مہربانی اور وزیر ہند کے حکم سے جلاوطنی کی سزا سے آزاد کیے گئے۔ پھر بنگال کے سرحد آور وہ لوگ جو حسن کشی کے خطرناک جرم میں قید کیے گئے تھے معاف کر دیئے گئے۔ اور اپنے گھروں میں امن وامان سے زندگی بسر کر رہے ہیں بیسیوں قاتل چھوٹ چکے ہیں اور طرح طرح کے مجرم رحم سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں خاص خاص موقعوں مثلاً تاجپوشی۔ تخت نشینی۔ جشن وغیرہ پر بھی بہت سے قیدیوں کی سزا کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ گورنمنٹ کیوں رحم نہیں کرتی کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

جہاں تک مجھے علم تھا۔ کہ توبہ کے مسئلہ پر یہ اعتراض ہوا کرتے ہیں انکا جواب تو میں لکھ چکا ہوں۔ اب مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں (انشاءاللہ) کہ دیگر

مذاہب یعنی مسیحی اور آریہ اگر توبہ کے مسئلہ کو قبول نہیں کرتے تو وہ اسکی جگہ کیا تعلیم پیش کرتے ہیں۔ اور وہ کہاں تک درست ہے ؛

گناہوں کی معافی کے بارہ میں مسیحی تعلیم

پہلے میں مسیحی تعلیم کو دیکھتا ہوں کہ وہ انسان کے پچھلے گناہوں کی معافی کی نسبت کیا فتویٰ دیتی ہے اور وہ ہماری تسلی کے لئے کونسا طریق اختیار کرتی ہے۔

چنانچہ مسیحی کتب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے گناہ سوائے اس کے کہ وہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے نہیں معاف ہوسکتے اور جبتک وہ یہ یقین نہ کرے کہ مریم کا بیٹا یسوع جو اصل میں خدا ہی کا بیٹا تھا کل انسان کے گناہ اپنے سر پر اٹھا کر مظلومیت کی حالت میں مصلوب ہوا۔ تب تک نجات غیر ممکن ہے لیکن اس میں بہت سی دقتیں ہیں اول تو یہ کہ مسیحی صاحبان کے اس دعوے کے ثبوت کے لئے سخت مشکلات ہیں۔ سب سے اول جو مشکل پڑتی ہے وہ تثلیث کا ثبوت ہے۔ یعنے وہ یہ نہیں ثابت کرسکتے کہ کفارہ تین میں ہے اور کفارہ کے مسئلہ کے لئے سب سے پہلے انکو یہ بات ثابت کرنی ضروری ہے کیونکہ جبتک تین خدا ثابت نہ ہوں تو ایک خدا کا ان میں سے مصلوب ہونا باطل ٹھہرتا ہے اور گو محض مادی اشیا اور عقلی دلائل سے خدا تعالےٰ کا وجود بھی ثابت کرنا ایک حد تک مشکل ہے لیکن اسے مان کر بھی یہ سب کائنات

عالم اگر کسی پیدا کرنیوالے کو چاہتی ہے اور چونکہ کوئی مصنوع بغیر صانع کے
نہیں ہوتا۔ اسلئے کسی صانع عالم کے وجود کا اقرار کرنا پڑتا ہے لیکن اس سے صرف
اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی چاہیئے کہ جو اس عالم کی خالق ہو مگر یہ ثابت
نہیں ہوتا کہ وہ ایک سے زیادہ ہستیاں ہیں اور اگر بفرض محال مانا جائے کہ وہ ایک
سے زیادہ ہیں تو کیوں دو نہ مانی جائیں یا چار تصور نہ کیجائیں تین کی کیا خصوصیت
ہے پس مسیحی صاحبان کے لئے اول تو تثلیث کا ثابت کرنا ہی ناممکن ہے۔
کیونکہ جو کچھ وہ ثبوت دے سکتے ہیں وہ ایک خدا کو ثابت کرتا ہے زیادہ کو نہیں
اور اگر ایک سے زیادہ خدا تصور کئے جاسکیں تو پھر ہر ایک کو حق ہے کہ وہ دو خدا
مانے یا چار مانے یا پانچ مانے اس میں کوئی ہرج نہیں۔ پس نہ صرف تثلیث کا ثابت
کرنا ہی مشکل ہے نہیں بلکہ اسکے لئے کوئی دلیل بھی پیش نہیں کیجا سکتی تو پھر
مسیح کا کفارہ آپ ہی باطل ہوگیا اور اگر وہ مان بھی لیجائے تو اب یہ دقت ہے
کہ ایک کو باپ اور ایک کو بیٹا کیوں مانا جائے یہ کس دلیل سے ثابت ہے کہ
ایک باپ ہونا چاہیئے اور ایک بیٹا اور ایک روح القدس اور کیوں نہ کہا جائے
کہ تینوں باپ ہی ہیں۔ یا تینوں بیٹے ہی ہیں یا تینوں روح القدس ہی ہیں اور
یہ کیوں خیال کیا جائے کہ مسیح بیٹا تھا کیوں نہ اسکو باپ تصور کیا جائے۔ پس
تثلیث کے مسئلہ کے بعد بہت سے سوال ہیں جو حل کئے جانے ضروری
ہیں اور پھر یہ سوال بھی حل کرنیکے قابل ہے کہ اگر تین ہی خدا ہیں اور ہے بھی
ایک بیٹا اور ایک باپ اور ایک روح القدس تو پھر مسیح ہی کو تیسرا خدا کیوں
مانا جائے اور لوگ بھی ہیں جو کہ مسیح سے بہت زیادہ کامیاب ہوتے ہیں انکو
کیوں نہ خدا خیال کیا جائے۔ اور اگر مصیبتوں اور تکلیفوں کے اٹھانے پر ہی
خدا کا دارومدار ہے تو ایسے لوگ بھی کم نہیں جو اپنے ملک کو ترقی دینے کے

لیئے بڑے بڑے عذاب برداشت کرکے مر گئے انکو اس مرتبہ سے کیوں محروم رکھا جانے اور اس کے علاوہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ آیا خود یسوع بھی اس کے لیئے تیار تھا کہ نہیں اور اُسے اسکی مرضی سے پھانسی پر لٹکایا گیا تھا یا زبردستی اور اگر یہ سوال بھی حل ہو جائے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا یسوع پھر صلیب پر مرا بھی کہ نہیں کیونکہ اگر وہ پھانسی پر نہیں مرا تو سب کیا کرایا خاک میں مل جائیگا اور جب اتنے سوال حل ہو جائیں تو پھر کفارہ کے مسئلہ پر انسان گفتگو کر سکتا ہو اور تب صحیح موقعہ ہے کہ اس خلاف عقل مسئلہ پر توجہ کی جائے اور دیکھا جائے کہ آیا یہ واقعہ ہوا ہے یا ہو سکتا ہے

پس میں مختصراً انہی سوالوں پر روشنی ڈالتا ہوں اور اول اس بات کو دیکھتا ہوں کہ آیا ایک سے زیادہ خدا ہو سکتے ہیں اور چونکہ مخاطب میرے اسوقت مسیحی صاحبان ہیں اسلیئے سب سے پہلے بائبل کا حوالہ دیتا ہوں کہ حضرت موسیٰ اور انکے بعد کے نبیوں کی شریعت کی سچائی کے خود یسوع بھی معترف ہیں استثناء ۳۲ باب ۳۹ میں لکھا ہے " اب دیکھو کہ میں ہی وہ ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چنگا کرتا ہوں اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑا دے اور پھر یسعیاہ ۴۵ میں ہے یہ سب تعجب ہی کرو کہا گیا کہ تو جانے کہ خداوند وہی خدا ہے۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں پھر یسعیاہ ۴۵ میں ہے میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں پھر یسعیاہ ۴۵ میں ہے " کیا میں خداوند ہی نہیں کہا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں میری طرف رجوع لاؤ تاکہ تم نجات پاؤ۔ اے زمین کے کناروں کے سارے رہنے والو کہ میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں یہ آیات تو وہ ہیں کہ جو

پرانے عہدنامہ سے نقل کی گئی ہیں۔ اور جن سے تثلیث کا مردود ہونا بین ظاہر ہے اب نئے عہدنامہ یعنی انجیل سے میں ایک آیت نقل کرتا ہوں کہ جس سے منکشف ہوجائیگا کہ خود مسیح بھی تثلیث کا منکر اور توحید کا قائل تھا چنانچہ مرقس ۱۲ [illegible] میں مرقوم ہے کہ کسی نے مسیح سے پوچھا کہ سب حکموں میں سے اول کونسا ہے۔ تو یسوع نے اسکے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں سے اول یہ ہو کہ اے اسرائیل سن و[illegible] ند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند کو جو تیرا خدا [illegible] ے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے [illegible] ور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہ ہے"

پس باوجود اس حکم کے [illegible] کو بتاتا ہے کہ سب سے پہلے تیرا فرض یہ ہے کہ تو خدا تعالے کی توحید [illegible] جیسا کہنا کہ خدا تین ہیں کسقدر بعید از عقل ہے۔

یہ ثبوت تو وہ ہے جو خود مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں سے میرے دعوی کی تائید میں ملتا ہے اور علاوہ اس کے خود مسیح بھی توحید کی ہی تعلیم دیتا ہو لیکن قطع نظر اس ثبوت کے عقل بھی تثلیث کی موید نہیں کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں اس عالم مادی کو دیکھکر بیشک انسان کو خیال آتا ہے کہ اسکا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے۔ لیکن عقل قطعاً اسبات پر گواہی نہیں دیتی کہ ایک سے زیادہ خالقوں نے اس عالم کو بنایا ہے۔ کیونکہ یا تو اس دنیا کو ایک ہی ہستی نے بنایا ہے یا بہت سی ہستیوں نے بنایا ہے۔ اور ہر ایک اُسکے ایک حصّہ کے بنانے پر قادر تھی اور دوسرے پر نہیں یا یہ کہ ہر ایک ہستی اس دنیا کو پیدا کرسکتی تھی۔ لیکن اُسنے بنایا نہیں بلکہ سب نے ملکر بنایا ہے۔ سو پہلی صورت کو تو عقل تصور میں لاسکتی ہے اور دوسری دو صورتوں کو نہیں کیونکہ دوسری صورت میں تو خدا تعالے ناقص ٹھہرتا ہے۔ اور تیسری

صورت کو عقل دریافت نہیں کرسکتی کیونکہ ہمارے پاس کوئی آلہ نہیں کہ جس کے ذریعہ
سے معلوم کرسکیں کہ یہ دنیا ایک نے بنائی ہے یا دو نے یا تین نے یا چار نے پس
بہرحال یہی صورت اختیار کرنی پڑیگی کہ یہ سب عالم ایک ہی مقتدر خدا نے بنایا ہو
اور اسی کی موید ہیں وہ آیتیں جو کہ میں نے خود مسیحیوں کی کتب مقدسہ سے
نقل کی ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ کی توحید ثابت ہوگئی تو [illegible] لئے ایک خدا
کے مصلوب کردینے کی گنجائش بھی باقی نہ رہی
اس کے بعد دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ اگر ایک سے زیادہ ہستیاں قبول بھی
کرلیجائیں تو پھر اسکا فیصلہ کون کریگا۔ کہ وہ دو ہیں یا تین ہیں یا چار میں کیونکہ اگر
ایک سے زیادہ خدا ہیں تو پھر یہ بات برابر ہے کہ دو ہوں یا ہزاروں ہوں
پس اسکا ثابت کرنا بھی مسیحیوں کے لئے وقت طلب اور جبکہ مسیحیوں کے
عقیدہ کے مطابق مصلوب ہونیوالا بیٹا چاہئے تو یہ ثابت کرنا بھی مشکل ہوگا کہ
آیا وہ خدا آپس میں والدیت کا تعلق رکھتے ہیں یا بھائی بھائی ہیں کیونکہ جب تک
ان میں سے ایک بیٹا نہ ثابت ہوئے تو مسیح کا مصلوب ہونا بیفائدہ ہوتا ہو
پھر یہ مان کر کہ تین خدا ہیں۔ اور ان میں سے دو کو تعلق آپس میں باپ
بیٹے کا ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں مسیح کو ہی بیٹا تصور کیا جائے کیا وجہ ہو
کہ جب اس سے بہتر آدمی دنیا میں موجود ہیں تو انہیں ابن اللہ کا کام دیا جائے
کیونکہ خدا مخلوق سے بہرحال زیادہ طاقتور ہونا چاہئے۔ پس مسیح کسی طرح خدا نہیں
ہوسکتا۔ کیونکہ اس سے زیادہ لائق اور زیادہ کامیاب آدمی دنیا میں موجود ہیں
پس اگر ضرور کسی کو دنیا میں ابن اللہ بنانا ہے تو کیوں نہ انکو اسی خطاب سے
پکارا جائے کیونکہ وہ اسکے زیادہ مستحق ہیں اور جب اس مقابلہ پر کوئی دوسرا شخص
مسیح کو نیچا دکھائے تو پھر مسیح کی ابنیت کیساتھ کفارہ کا مسئلہ بھی خود بخود رد ہوجائیگا

اور چونکہ اس موقعہ پر میں مسیحیت اور اسلام کا مقابلہ کرتا ہوں اسلئے رسول اللہ اور مسیح کی زندگیوں کا نہایت مختصر الفاظ میں مقابلہ کرکے دکھلاتا ہوں کہ ان دونو میں سے کسکو دوسرے پر فضیلت ہے۔ مسیح کی پیدائش جس ملک میں ہوئی ہے وہ اپنے وقت میں امن و امان کے لئے مشہور تھا لیکن اسکے برخلاف رسول اللہ جس ملک میں پیدا ہوئے ہیں وہ اپنے فسادوں اور جنگوں کے لئے شہرہ آفاق تھا۔ اور ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھکر ایک عقلمند انسان خوب سمجھ سکتا ہے کہ آپکو اس ملک کے درست کرنیکے لئے کیا کیا مشکلات پیش سکتی تھیں اور برخلاف اسکے مسیح کس امن و چین میں تھا کیونکہ یروشلم پر اسوقت رومیوں کی حکومت تھی جو کہ اپنے وقت میں قانون کی پابندی کے لئے ایک خاص شہرت رکھتے تھے۔ اور انکے ملک میں کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ کسی شخص پر بلا قانون کی حکم کرسکے پس مسیح کا اس ملک میں پیدا ہونا اسکے لئے بہت سی آسانیوں کا باعث تھا کیونکہ گو اس کے مخالف اسکی تعلیمات کے اور اس کی جان کے لئے بھی مخالف ہوں لیکن جوش کے ماتحت اسپر حملہ نہیں کرسکتے تھے اور گو وہ غضب میں اندھے بھی ہوجاتے مگر انکے لئے بغیر قانون کی آڑ کے اور کوئی وسیلہ نہ تھا جس سے مسیح کو سیدھا کرسکیں برخلاف اسکے رسول اللہ کو جس قوم سے واسطہ پڑتا تھا وہ اپنے جوشوں کے پورا کرنیکے لئے بالکل آزاد اور مختار تھی اور کوئی قانون نہ تھا جو ایسے سخت سے سخت ارادوں کی روک تھام کرسکے اور نہ کوئی دنیاوی سلطنت یا قانون ہی اسکو اپنی حدود میں رکھ سکتا تھا۔ بلکہ کوئی شریعت بھی اس قوم کے پاس نہ تھی جو کہ اسے دہر سکوت کرتی ہو اور نہ ہی علوم سے انکو کچھ بہرہ تھا۔ کہ اخلاق کی رہنمائی سے ہی وہ اپنے جوشوں سے باز رہتی۔ پس اگر مسیح کی قوم قیدی تھی تو یہ اسکے برخلاف آزاد تھی اور اگر وہ بند تھی۔ تو یہ

لگی تھی۔ اور اگر اسکے رستہ میں رکاوٹیں تھیں تو یہ بے روک ٹوک تھیں اور اگر وہ اپنے جوشوں کے پورا کرنے سے قاصر تھی تو یہ قادر تھی اور وہ کسی شریعت کے یا کسی عذاب کے خوف کے نیچے تھی تو یہ ان دونوں باتوں سے بری۔ پس جو اعتبار کہ مسیح پر اُس کی قوم کر تھا۔ اس سے کہیں زیادہ رسول اللہ پر آپ کی قوم کو تھا اور جو نقصان کہ مسیح کی قوم اسکو بسبب گونا گوں رکاوٹوں کے نہ پہنچا سکتی تھی وہ رسول اللہ کی قوم اپنی آزادی کی وجہ سے پہنچا سکتی تھی۔ پھر مسیح قانون کی پناہ میں ہونیکے علاوہ اپنے ماں باپ کی پناہ اور اپنے بھائیوں کی حمایت میں تھا برخلاف اسکے رسول اللہ کے والدین اور دادا آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور صرف ایک چچا کی مدد آپ کے ساتھ تھی۔ پھر مسیح کی تعلیم وہی تھی جو کہ توریت و زبور وغیرہ کی ہے لیکن رسول اللہ کفار کے اپنے طرز عمل کو ہی برا نہ کہتے تھے بلکہ اُنکے معبودوں کو بھی حَصَبُ جَهَنَّمَ قرار دیتے تھے جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ مسیح کی قوم کو اُن سے کچھ زیادہ اختلاف نہ تھا مگر رسول اللہ کی قوم میں اور آپ میں ایک اختلافات کا سمندر حائل تھا جو انکو آپکی مخالفت کے لئے ہر دم ابھارتا تھا۔ پھر جو شخص مسیح کی پیروی کرتا تھا۔ اسے سوائے گالیوں کے اور کچھ نقصان نہ پہنچتا تھا۔ یا زیادہ ہوا تو کہیں ادھر پیٹ پڑ جاتی تھی۔ لیکن رسول اللہ کیساتھ تعلق پیدا کرنا نہ صرف عزیز و اقربا سے قطع تعلق کرنا تھا بلکہ اپنی جان سے بھی نا امید ہونا تھا چنانچہ حواریوں کا زیادہ سے زیادہ پیٹنا ثابت ہے اور صحابہ کا نہ صرف مار کھانا بلکہ قتل ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور پھر قتل بھی معمولی نہیں۔ ایسے واقعات بھی ہیں کہ مرد کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے باندھ دی اور دوسری دوسرے سے اور پھر دونوں کو مختلف سمتوں میں چلا دیا اور پھر مسیح کے ساتھ کی عورتوں کی نسبت تو گالی گلوچ بھی ثابت نہیں اور رسول اللہ کو

ماننے والی عورتوں میں سے بعض کو قتل اور ایسا قتل کر انکے فروج میں نیزہ مار کر مار دیا گیا ثابت ہے۔ پھر مسیح شہروں اور بستیوں میں کھلم کھلا وعظ دیتا پھرتا تھا اور رسول کریم کے مخالفین آپ کو اسقدر آزادی نہیں دیتے تھے بلکہ آپکا آکے دو ایک آدمیوں میں تبلیغ کرنا بھی وہ لوگ ناپسند کرتے تھے۔ اور جہاں آپ کو دیکھتے زدوکوب کرنے سے نہ ٹلتے تھے پھر اگر مسیح کہیں بھاگ جاتا تو وہ لوگ ایسے ناراض نہ تھے کہ اسکا پیچھا کرتے۔ لیکن رسول اللہ کے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لیگئے تو آپکا پیچھا لوگوں نے وہاں تک کیا۔ مسیح کے پکڑنے کا خیال انکے مخالفین کو ایسا نہ تھا جتنا کہ آپ کے مخالفین کو آپکے گرفتار اور قتل کرنیکا تھا کیونکہ مسیح کے سر کا انکے دشمنوں نے تیس درم انعام مقرر کیا لیکن رسول اللہ کے لیئے ایکسو اونٹ کا انعام اعلان کیا گیا پھر مسیح کی جنگ یعنی زبانی بات چیت صرف یہودیوں سے تھی اور رسول اللہ نے اپنی سچائی سے سب دنیا کو اپنے مقابل پر اکٹھا کیا تھا۔ اور مسیح اپنی حکومت کی پناہ میں تھا اور رسول اللہ کے مقابل پر نہ صرف آپکی اپنی قوم تھی بلکہ اسوقت کی دونوں زبردست یعنی قیصر روما اور کسرے کے ایران کی حکومتیں بھی آپ کو استیصال کا ارادہ رکھتی تھیں اور علاوہ انکے عرب کے مسیحی اور یہودی بھی آپکے ساتھ بڑی پلی کا بیر رکھتے تھے۔ مگر باوجود ان تمام مشکلات کے جو رسول اللہ کے راستہ میں تھیں اور ان خطرات کے جو آپ کی ہلاکت کے لیئے اگر آپ نعوذباللہ جھوٹے ہوتے کافی تھے آپ بڑھے اور پھولے اور پھلے اور دن رات آپ کا قدم آگے بڑھا اور جو کوئی آپکے مقابلہ میں آیا ہلاک ہوا۔ اور جو کوئی آپ پر گرا ہلاک ہوا اور جس پر آپ گرے اسے ہلاک کر دیا۔ آپکے مخالفین کے گھر ویران ہوگئے انکی بستیاں ویران ہوگئیں جس نے آپ پر تلوار چلائی قتل کیا گیا انکی بیویاں بیوہ

ہوگئیں اُسکے بچے یتیم ہونے اسپر رونیوالا بھی کوئی نہ ملا چیلیں اور کتے آپکے اعدا
کا گوشت کھا گئے۔ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل کئے گئے اور کوئی نہ تھا جو انکو بچاتا وہ
برباد کر دیئے گئے۔ اور کوئی نہ نکلا جو انکی مدد کو آتا جنہوں نے آپکو گمنام کرنا چاہا
تھا وہ خود گمنام ہوگئے اور آج تک انکے نام و نشان کا پتہ نہیں آج کوئی ہے جو
ابوجہل کی نسل ہونا اپنے لئے پسند کرے کیا کوئی ہے جو عتبہ و شیبہ کے نام اپنے
آباء میں لینا فخر سمجھے وہ صنادید عرب جو اپنے ملک کے باپ کہلاتے تھے۔ انکی
گردنیں آپکے سامنے گر گئیں وہ آپکی اطاعت میں سر کے بل گرائے گئے۔
انکے ماتھوں پر غلامی کا داغ لگایا گیا وہ بہادروں کا بہادر اور بادشاہوں کا بادشاہ
دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھ کر گیا اور وہ بت جو خدائے واحد کے مقابلہ
میں کھڑے کئے جاتے تھے اسی کے بندہ کے آگے سرنگوں کئے گئے۔ اور
اسکے زبردست ہاتھوں انکے ٹکڑے اڑا دیئے گئے زمین سے لیکر آسمان تک
اسکا نور چمکا اور خود خدا نے اسکے صدق پر شہادت دی اور اسکا رحیم کریم دل اپنے
مخالفین کیلئے پسیجا۔ اور لا تثریب علیکم الیوم کی کشش آور اُسنے نہ صرف آپکے
مخالفین کے جسموں کو ہی بچا لیا بلکہ انکی روحوں کو بھی ابدی دوزخ کے پھندے
سے نجات دلادی۔

لیکن یسوع باوجود اُن آسانیوں کے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ نہ اسکی قوم
ہی خطرناک تھی اور نہ اسکو اس سے ایسی دشمنی ہی تھی روز بروز کمزور ہی ہوتا
گیا۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ شخص اپنے حواریوں کو بارہ تختوں کا وعدہ دیتا
تھا اور ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کرتا تھا۔ اور اپنے آپکو شہزادہ کہتا تھا یہودیوں کی نجات
کی پیشگوئیاں کرتا تھا اور دنیوی سلطنت کی بھی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا جسے اپنی ترقیوں
کی بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ اور جو آسمانی بادشاہت کے وعدے دیکر اپنے حواریوں

کے وسیلہ سے بُھارہا تھا۔ یہودیوں کے قبضہ میں پڑا اور کچھ ایسا پھنسا۔ کہ آخر نہایت کرب و اندوہ اٹھا کر سولی پر لٹکایا گیا۔ اور اُس وقت اُسکے دشمنوں نے اسکے منہ پر تھوکا اور کانٹوں کا تاج پہنایا اور پانی کی جگہ سرکہ پلایا۔ اور اس بے بسی و بیکسی کی حالت میں رو چیخا۔ اور ایلی ایلی لما سبقتنی کی دردناک اور مایوسی کی مجسم آواز اسکے منہ سے نکلی اور بقول مسیحیوں کے ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور ساتھ ہی ان تمام وعدوں پر جو اُسنے اپنی ذات کی نسبت اور حواریوں کے بارہ میں کئے تھے پانی پھر گیا اب تبادکہ کیا وہ شخص جو باوجود سخت سے سخت مصیبتوں کے اور دشمنوں کے حملے کامیاب ہوا خدا کا بیٹا کہلانیکا مستحق ہے یا وہ جو مقابلۃً چین اور آرام سے زندگی بسر کر رہا تھا اور جس کے رستہ میں کوئی سخت روکیں نہیں تھیں۔ مگر باوجود اسکے ناکامی و نامرادی سے اس دنیا سے گذر گیا۔ (بقول مسیحی صاحبان کے)

یہ تو بنیادی کامیابی ہوئی علاوہ اسکے کامل تعلیم سچے اور مخلص مرید اور پاک زندگی اور بےنظیر معجزات اور قدسی صفات کے لحاظ سے بھی رسول اللہ کو مسیح پر بدرجہا فضیلت تھی۔ پس کوئی رنگ بھی لے لو اور کسی طرح پر بھی آپ کا مسیح سے مقابلہ کرلو۔ آپ کی فضیلت مسیح پر ثابت ہے۔ پس اگر کسی معنے میں کوئی خدا کا بیٹا کہلا سکتا ہے۔ تو وہ رسول اللہ ہیں نہ کہ مسیح۔ علاوہ ازیں مسیح نے اپنے آپکو خدا کا بیٹا کہا بھی نہیں بلکہ وہ تو ہمیشہ ابن آدم ہی کہلاتا رہا۔ ہاں اگر کہیں خدا کے بیٹے کا لفظ اپنے لئے استعمال کیا بھی تو ان معنوں میں کہ سب کو آدمی خدا کے بیٹے ہیں مثلاً کل یہودیوں کی نسبت توریت میں ہے "کہ تو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے۔ کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے" خروج۔ سو اس آیت سے تو کل بنی اسرائیل ہی خدا کے بیٹے بلکہ پلوٹھے۔ معلوم ہوتے ہیں

Digitized by Khilafat Library

مسیح کی خصوصیت ہی کیا ہے۔

یسوع صلیب پر خوشی سے نہیں چڑھا

اس کے بعد جو بات کفارہ کے مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہے یہ ہے کہ آیا مسیح صلیب پر لٹکایا جانے کیلئے خوش بھی تھا یا نہیں اگر وہ ناراض تھا تو پھر کفارہ کا مسئلہ کسی طرح بھی صادق نہیں ہو سکتا۔ اور اسکے لیے ہمکو دور جانیکی ضرورت نہیں خود مسیح کی اسوقت کی حالت کا بیان کافی ہوگا چنانچہ متی ٢٦ باب ٣٦ میں لکھا ہے کہ "پھر یسوع انکے ساتھ گتسمنی نام ایک مقام پر آیا اور شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھو جب تک میں وہاں جاکر دعا مانگوں تب اس نے پطرس اور زبدی کے دو بیٹے ساتھ لئے اور غمگین اور نہایت دلگیر ہونے لگا۔ تب اس نے ان سے کہا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو اور کچھ آگے بڑھ کر منہ کے بل گرا۔ اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو" پھر لوقا ٢٢ باب ٣٩ میں ہے کہ "اور وہ نکلکے اپنے دستور پر زیتون کے پہاڑ کی طرف چلا۔ اور اسکے شاگرد اس کے پیچھے ہو لیے اور اسجگہ پہنچکے اس نے ان سے کہا دعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو اور آپ ان سے تیر کے ایک ٹپے پر بڑھکے گھٹنے ٹیک کے دعا مانگی۔ اور کہا کہ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے دور کرے لیکن میری مرضی نہیں۔ بلکہ تیری مرضی کے موافق ہو اور آسمان سے ایک فرشتہ اسکو دکھائی دیا جو اسے قوت دیتا تھا۔ اور وہ جانکنی میں پڑ کے بہت گڑگڑا کے دعا مانگتا تھا اور اس کا پسینہ لہو کی بوند کی مانند ہو کر زمین پر گرتا تھا۔ اور دعا سے اٹھکر اپنے شاگردوں کے پاس آیا اور انہیں غم سے سوتے پایا۔ اور انسے کہا کہ تم کیوں سوتے ہو؟

اسنے کو دعا مانگو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو۔ اب ان دونوں حوالوں سے مندرجہ ذیل واقعات معلوم ہوتے ہیں۔

اول تو یہ کہ اس واقعہ کی اطلاع ملنے سے یسوع پر ایسا غم طاری تھا کہ اسکی حالت موت کی طرح ہو گئی تھی۔ دوم یہ کہ اُسنے اپنے شاگردوں سے بڑے زور سے التجا کی کہ وہ اسکے لیئے دعا کریں تاکہ وہ اس مصیبت سے بچ جائے۔ سوم یہ کہ وہ خود بھی بہت گریہ وزاری سے اس تلخ پیالے کے ٹلجانے کی دعا کرتا رہا۔ چہارم یہ کہ اسکی اپنی مرضی صلیب پر لٹکنے کی نہ تھی بلکہ مجبور تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اسکا کچھ بس نہ چلتا تھا۔ پنجم یہ کہ اسکا درد یہانتک بڑھ گیا کہ خدا تعالیٰ کو تسلی دینے کے لیئے ایک فرشتہ نازل کرنا پڑا۔ ششم یہ کہ پھر بھی اسکی تسلی نہوئی بلکہ اسنے دعا میں اسقدر زور لگایا کہ اسکا پسینہ خون کی طرح ٹپک ٹپک ہو کر بہنے لگا۔

ان سب باتوں کو غور سے دیکھو تو خود بخود کھلجائیگا کہ یسوع کا قطعاً منشا نہ تھا کہ وہ صلیب پر لٹکایا جائے بلکہ اس خبر کو سُن کر اسکے ہوش اڑگئے اور صبر کو اس ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ہلاکت کا خوفناک نظارہ اسکی آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ اور زمین پاؤں کے تلے سے نکل گئی اور دنیا اندھیر ہو گئی۔ اور اس نے اس خیال سے کہ شاید اسکی نہیں تو اسکے مریدوں کی دعا ہی بارگاہ الٰہی میں سنی جائے ان سے التجا کی اور عاجزی سے درخواست کی کہ وہ اسکے لیئے دعا کریں۔ کہ شاید وہ ابتلا ٹلجائے۔ اور وہ مصیبت گذر جائے اور خود بھی اس حد تک دعا کی کہ شدت غم میں پسینہ کی جگہ خون بہنے لگا۔ تو جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ گھٹنوں کے بل گر گر کر اپنے بچائے جانیکی درخواست کرے اور گڑگڑائے اور روئے اور چلائے اور آسمان کو سر پر اٹھائے اسکی نسبت کون عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ اسنے بنی نوع انسان کے گناہ اپنے سر پر اٹھا لیئے اور خوشی سے صلیب پر

چڑھ گیا۔ اگر یہی آثار خوشی کے ہوتے ہیں۔ تو جیلخانوں میں سینکڑوں آدمی ہر سال اسی خوشی سے جانیں دیتے ہیں۔

لوقا کا یہ لکھنا کہ اس کی تسلی کے لئے فرشتہ بھیجا گیا ظاہر کرتا ہے کہ یسوع کا غم کہاں تک پہنچ گیا تھا۔ ورنہ خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ فرشتہ بھیجتا کہ جو اسکے دل کو آکر سہارا دیتا۔ مگر عجیب بات ہے کہ باوجود فرشتہ کے تسلی دینے کے یسوع کا دل مطمئن نہ ہوا اور وہ برابر گھبراتا رہا۔ پس اگر واقعی وہ اپنی مرضی سے صلیب پر چڑھنے کیلئے اس دنیا میں آیا تھا تو یہ رنج اور یہ گھبراہٹ اور یہ گریہ وزاری کیونکر ہو سکتی تھی؟

پھر یسوع اپنی دعا میں یہ کہتا ہے کہ اے باپ جس طرح ہو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ مگر وہی ہو جو تیری مرضی ہو نہ کہ میری۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ یسوع کی مرضی تو یہی تھی کہ وہ صلیب پر نہ لٹکایا جائے۔ مگر حکم خداوندی کے آگے کچھ پیش نہ چلتی تھی تب ہی تو کہتا ہے کہ باوجود میری اس خواہش کے کہ میں صلیب سے بچ جاؤں میں تیری مرضی پر صابر ہوں۔ پس اس سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع خود صلیب پر نہ چڑھنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا باپ نے (نعوذ باللہ) اسکو زبردستی صلیب پر لٹکایا اور اسکا ایسا کرنا صریحاً عدل کے خلاف تھا کیونکہ کسی معصوم اور بیگناہ کو زبردستی صلیب پر لٹکانا سخت ظلم ہے۔ پس جس طریقے سے مسیحی خدا کا عدل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اسی سے اسکا ظلم ثابت ہوتا ہے اور خدا کی طرف ظلم منسوب کرنا خود ایک بڑا ظلم ہے۔

مگر سب سے بڑھکر یسوع کے وہ کلمات ہیں جو کہ اُسنے صلیب پر لٹکائے جانے کے وقت بار بار دہرائے۔ اور وہ یہ ہیں کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ کلمات ایسے توحید سے پُر اور

مایوسی میں ڈوبے ہوتے ہیں کہ عقلمند انسان انکو مسیح کی نسبت کبھی گمان نہیں کر سکتا کہ یسوع بھی خدائی کا شریک ہو سکتا تھا۔ اور پھر اگر وہ خوشی سے صلیب پر لٹکنا چاہتا تھا۔ تو وہ اس حد تک کیوں گھبراہا گا۔ کہ خدا پر اپنے عہد کے ترک کرنے کا الزام دیتا۔ اگر وہ مسیحی دنیا کے بچانے کے لیے ہی وہ دنیا میں آیا تھا۔ تو جبکہ اُن کو سنا تھا کہ مجھے صلیب پر لٹکانے لگے ہیں۔ اس دن اُسے بجائے غم کے خوشی ہونی چاہیئے تھی اور چاہیئے تھا کہ وہ اپنے کل مریدوں کو اکٹھا کر کے جشن کرتا۔ اور اپنی عادت کے مطابق وہ سب لوگ ملکر خوب شرابیں پیتے۔ اور ناچتے اور گاتے کہ وہ مبارک دن اور بابرکت گھڑی اب قریب آگئی ہے کہ جس کے شوق میں یسوع آسمان کو چھوڑ کر اس زمین پر آیا تھا۔ اور مصلوب ہوتے وقت بجائے یہ کہنے کے کہ اے میرے خدا اے میرے خدا۔ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا اُسے یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ اے میرے باپ۔ اے میرے باپ میں خوشی سے بنی نوع انسان کے لیے جان دیتا ہوں اور انکے گناہ اپنے سر پر اٹھاتا ہوں۔ مگر وہ گھبراہٹ وہ آہ وزاری ظاہر کرتی ہے۔ کہ جس کفارہ کو مسیحی صاحبان نجات کا ایک ہی ذریعہ قرار دیتے ہیں خود یسوعؑ بھی اس سے ناواقف تھا۔

یسوعؑ صلیب پر نہیں مرا ان سب باتوں کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیا یسوعؑ صلیب پر فوت بھی ہوا تھا۔ کہ نہیں اور چونکہ مسیحیوں کو قائل کرنیکے لیے سب سے بہتر ذریعہ اناجیل ہی ہیں۔ اسلیئے میں انہیں ہی سے روشنی ڈالتا ہوں۔ کہ یسوعؑ کی صلیبی موت قطعاً ثابت نہیں بلکہ صلیب پر سے بچ جانا ثابت ہے۔ متی باب ۲۷ میں ہے کہ جب یسوعؑ حاکم کے سامنے لیجایا گیا تو اس نے اس سے بہت سے سوال کیے مگر اُسنے کوئی جواب نہ دیا اور اسپر حاکم بہت متعجب ہوا۔ گو اسکا دستور تھا کہ ہر عید پر ایک قیدی کو یہودیوں کی خاطر چھوڑ دیتا تھا۔ سو

اس نے یہودیوں سے پوچھا میں کس کو چھوڑوں برابّاس کو جو ایک مشہور چور
تھا یا مسیح کو کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ مسیح حسد کی وجہ سے پکڑا گیا تھا۔ یہودیوں
نے برابّاس کو چھوڑنے کی درخواست کی۔ اتنے میں حاکم کی بیوی نے آدمی بھیجا
کہ خبردار اس نیک آدمی کو کچھ نہ کہنا کیونکہ میں نے آج رات کو اسکی وجہ سے بڑی
تکلیف اٹھائی ہے اسلیئے پلاطوس نے پھر یسوع کو بچانے کیلئے کوشش کی مگر
یہودیوں نے نہ مانا تو اس نے ان سے پوچھا۔ کہ کیوں اس نے کیا بدی کی
کہ میں اسے صلیب پر لٹکاؤں انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور یہی شور مچایا۔ کہ
نہیں اسے صلیب دو۔ تب اس نے سب یہودیوں کے سامنے ہاتھ دھوئے اور
کہا کہ تم جو چاہو کرو۔ میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں اور اسے یہودیوں
کے سپرد کر دیا جنہوں نے اسے جمعہ کے دن شام کے وقت صلیب پر لٹکا دیا اور
ابھی تین گھنٹہ نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک بڑا زلزلہ آیا اور اندھیرا چھا گیا اور
چونکہ یہودی سبت کے دن کسی کو صلیب پر نہ رکھ سکتے تھے۔ اسلیئے انہوں
نے سب کو اتار لیا اور یوحنا کے بیان کے مطابق اسکے ساتھ جو دو چور صلیب پر
لٹکائے گئے تھے انکی ہڈیاں توڑی گئیں۔ مگر مسیح کی کوئی ہڈی نہ توڑی۔ اور
ایک شخص نے جب اسکے پہلو کو چھیدا تو اس میں سے خون نکلا جیسا کہ متی
لکھتا ہے۔ یوسف آریمتیا مسیح کا ایک شاگرد پیلاطوس کے پاس گیا۔ اور
اس سے اسکی لاش مانگی۔ مگر پلاطوس نے بموجب بیان مرقس کے متعجب
ہو کر شبہ کیا۔ کہ کیا وہ ایسی جلدی مر گیا۔ اور اسے اسکے سپرد کر دیا اس نے اسے
ایک مکان میں جا کر ڈال دیا۔ اور مریم مگدلینی وغیرہ دروازہ پر بیٹھی رہیں پھر یہودیوں
کو شبہ ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ مسیح کے شاگرد اسے چرا کر لیجائیں۔ اور کہیں کہ وہ زندہ
ہو گیا اسلیئے اپنے پہرہ دار مقرر کئے۔ مگر جب وہ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پتھر قبر پر

سے ڈھلکا نکلے۔ اور ایک آدمی نے مریم مگدلینی وغیرہ سے جو وہاں یسوع کو دیکھنے کو آتی تھیں کہا کہ یسوع تو اب یہاں نہیں ہے بلکہ چلا گیا ہے تم جا کر اس کے شاگردوں سے کہو کہ وہ جلیل میں ملیگا۔ غرض وہ وہاں گئیں اور جلیل میں سب شاگرد اکٹھے ہوئے اور یسوع بھی چھپتا ہوا وہاں پہنچا مگر اُسکے شاگردوں نے شک کیا کہ شاید یہ اُسکی روح ہے مگر بقول یوحنا کے اسنے تھوما سے کہا کہ وہ اسکے زخموں میں انگلیاں ڈال کر دیکھے کیونکہ روح میں ہڈی نہیں ہوتی۔ اور پھر ان کے ساتھ بیٹھکر مچھلی اور روٹی اور شہد کھایا۔

اب ان تمام واقعات کو مد نظر رکھکر دیکھو کہ کیا ان سے یسوع کی وفات ثابت ہوتی ہے یا اسکا بچ جانا ثابت ہے۔ حاکم وقت اسکو بچانا چاہتا تھا۔ اور اس کی بیوی نے خواب دیکھا تھا۔ کہ اگر اسکو تکلیف پہنچی تو تمہاری خیر نہیں۔ اسکو یقین تھا کہ یسوع بیگناہ ہے۔ پھر جب وہ صلیب پر لٹکایا گیا ہے۔ تو جمعہ کا دن تھا اور شام کا وقت اور باوجود اسکے اندھیری آگئی۔ اور یہودی ڈرے کہ کہیں شام نہ پڑ گئی ہو کیونکہ انکے مذہب کے رو سے ہفتہ کے روز کسی کا صلیب پر لٹکانا عذاب کا موجب تھا پس افضل سے اُسے بموجب مختلف روایات کے ڈھائی گھنٹہ سے پانچ گھنٹہ تک رکھا گیا۔ حالانکہ صلیب پر آدمی تین دن تک لٹک کر بھی زندہ رہتے تھے اور ہڈیاں توڑے جانے پر مرتے تھے پھر مسیح دو تین گھنٹوں میں کیونکر مر گیا۔ پھر اسکے دو ساتھیوں کی ٹانگیں توڑی گئیں۔ اُسکی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں اور اس کا پہلو چھیدنے پر خون نکلا۔ جو زندگی کی علامت ہے پھر اسکے شاگرد یوسف نے جھٹ پٹ اس کی لاش حاصل کرنیکی کوشش کی اور خود حاکم وقت کو شبہ ہوا کہ اتنی جلدی یسوع کیونکر مر گیا۔ لاش حاصل کر کے یوسف نے کسی تنگ قبر میں نہیں۔ بلکہ ایک کمرہ میں رکھی تا کہ ہوا کا گزر ہے پھر یسوع ہوش آنے پر چھپ کر نکلا۔ اور

جلیل گیا اور خفیہ خفیہ ہی شاگردوں سے[1] ملا اگر وہ مر کر زندہ ہوا تھا۔ اور اب پھر خدا ہو گیا تھا تو اسے چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر خود یہودیوں کو شبہ تھا کہ وہ زندہ ہے تبھی انہوں نے پہرہ مقرر کیا۔ غرض یسوع پر مسیحیوں کی طرح حواریوں نے بھی شبہ کیا۔ کہ شاید یہ کوئی روح ہے۔ مگر اسنے انہیں اپنے زخم دکھائے۔ اور ان کے ساتھ مچھلی کھانا کھایا۔ اب ان سب واقعات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مر گیا تھا۔ بلکہ ثابت ہے کہ وہ زندہ تھا۔ اور علاوہ اس واقعات کے تاریخی شہادت بھی ہے۔ کہ یہودیوں نے اس کی تلاش کی اور وہ ان سے چھپا ہوا کشمیر میں آیا۔ اور یہاں ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔ اور خانیار محلہ میں اُس کی قبر ہے اور میں نے خود دیکھی ہے چنانچہ میں نے اس کی نگہبان بڑھیا سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے تو اس نے کہا کہ عیسیٰ نبی کی جو کسی اور ملک سے آیا تھا۔ پھر میں نے جب اُس سے سوال کیا۔ کہ مولوی تو کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ چلا گیا۔ تو کیونکر کہتی ہے کہ وہ مر گیا تو اس نے کہا کہ وہ تو بڑے ہوتے ہیں میں اُن کے مقابلہ میں کیا کہہ سکتی ہوں مگر بڑوں سے یونہی روایت آئی ہے۔ پھر خود مسیح کا کہنا کہ میں اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں ظاہر کرتا ہے کہ اسکا کشمیر اور افغانستان میں آنا ضروری تھا۔ چنانچہ کشمیر میں ایک بابل اور ہاروت ماروت کی قبریں موجود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کا بقیہ ہے۔ اور خود لفظ کشمیر جو اصل میں کسیر ہے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل ہی ہیں کشمیر والوں سے پوچھ کر دیکھو کہ وہ کون ہیں تو وہ یہی جواب دینگے کہ کاشر یعنی کشمیر کے رہنے والے جس کے معنے ہیں کہ شیر یعنے وہ ملک یروشلم کی مانند ہے چنانچہ یروشلم کا علاقہ شیر یا سیر کہلاتا تھا پس لفظاً بھی اور عقلاً بھی یسوع کا وہاں آنا ثابت ہے

[1] سیر یا قبلہ سوری سے نکلے ہیں جن کے معنے ہیں پھول اور میوہ کے [illegible] وہ زمین جو خوبصورت پھولوں والی ہو [illegible] کشمیر تو پھولوں کی [illegible] کی مانند ہے [illegible] اگر فردوس بر روئے زمین است۔ ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است۔

قابل قدر علمی فیاضی

مولوی [illegible] فضل الدین [illegible] نے اپنے [illegible] کی [illegible] زندگی میں [illegible]

کتب اصلی [illegible] نصف [illegible] [illegible] مستورات [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

حاشیہ [illegible] آٹھ [illegible] نمبر [illegible] کتب [illegible] [illegible] الفاظ [illegible] ورنہ پھر [illegible] افسوس [illegible] ہوگا:

پیارے نبی کے پیارے حالات [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] ریاست حبیب [illegible]

[illegible]

جامع التواریخ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی تعلیم [illegible] [illegible] کتب [illegible] اسلام

[illegible]

[illegible]

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی ہی کھانسی، کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے۔ اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھی کھانسی کو روکنا [illegible]

پرائس محصول ڈاک ۵ر

اس دوا پر جناب ایڈیٹر صاحب کی رائے [illegible]

[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ [illegible] تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۹ — یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے — جلد ۵

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

قیمت سالانہ عوام سے عہ اور طلبا سے ایک شلنگ [illegible] اور غیر ممالک سے [illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۰ء — فہرست مضامین — مطابق ماہ رمضان [illegible]

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراضات کا جواب صفحہ ۳۱۷ - [illegible]

عقدہ و حل کو حل ۳۳۳ - [illegible]

[illegible] ۳۵۰ - [illegible]

نجات ۳۵۳ - [illegible]

فہرست [illegible]

حافظ روشن علی

مرزا برکت علی

ایڈیٹر

مینیجر

[illegible] مینیجر [illegible] قادیان [illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سُرمہ

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے
لوگوں نے فائدہ اٹھایا یہ وہ سرمہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے
جز ماشتہ کیمیائی تیار کیا گیا ہے اور اصلی ممیرا آپکو خود حضرت نے دیکھکر اصلی ممیرا ہونیکی
تصدیق کی اسی سرمہ کا جو آپ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ بہت امراض چشم
بیمار مفید ہے" اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ افراد کو
امام ہونیکی حیثیت سے نبی امام کہلانیکا جائز حقدار ہے۔ اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہو
یہ سرمہ دھند جالا پھولا ککرے نزول آب اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کیلئے
بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible]
ترکیب استعمال۔ اصلی ممیرا پتھر پر گھسکر یا سرمہ کی طرح پیسکر آنکھوں میں ڈالا کرے۔ یہ سرمہ [illegible]
[illegible] کے موسموں میں [illegible] بہت مجرب ہے

ست سلاجیت

([illegible])

[illegible]
[illegible]
[illegible]
استعمال کریں قیمت [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] سیاہ سفید [illegible] ریشمی اور [illegible]
[illegible] زری کی [illegible] ہر قسم کی [illegible] قیمت کی [illegible]

المشتہر۔ احمد [illegible] سوداگر [illegible] ضلع گورداسپور [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراضات کا جواب

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح نے لوگوں پر شفقت کر کے کہ لوگ طریق ضلالت سے بچیں۔ اس امر کی طرف ہدایت فرمائی جس امر کو قرآن شریف میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو منوانے کے لیے بیان کیا ہے قل ما کنت بدعا من الرسل یعنی کہو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی نہ کسی رسول کو مانتے ہیں یا کم سے کم کسی کو راستباز مانتے ہیں اسی ذریعہ سے مرزا صاحب کی راستی پر اور راستبازی پر وہ غور کریں۔ کیونکہ وہ طریق سیدھا ہے۔ جس پر چل کر مقصود کو پہنچنا آسان ہے نئے راستے میں ہمیشہ دقت ہوتی ہے اور بہت سے اندیشوں کا سامنا ہوتا ہے مثلاً جس شخص کی یہ عادت ہو کہ وہ پنجابی یا اردو میں فہم و تفہیم کرتا ہے۔ تو اسکو عربی میں یا انگریزی میں بہت دقت ہوگی۔ بلکہ وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچیگا۔ تو اسی طرح جس دلیل سے کسی نے کسی رسول کو مانا ہے اور

و تھی اس دلیل سے ماناہے اور اس میں کوئی بناوٹ نہیں تو وہی دلیل حضرت مرزا پر لگا کر دیکھیں۔ تو بہت آسانی سے انکے دعوے کو سمجھ جائیں گے۔ یہ کیسا پاک راہ تھا۔ جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے نہایت رحم سے لوگوں کے آگے پیش کیا۔ لیکن بعض معاندین جو کہ ہمیشہ سے تصدیق رسل سے محروم ہوتے رہے ہیں انہوں نے اس پاک قول کو ایسے برے پیرایہ پر ڈھالا ہے کہ ہرچہ گیرد علتی علت شود کا مصداق ہوا ہے۔ یعنی ایسے ایسے معیار پیش کرنے شروع کئے جو کہ پہلے رسولوں کی تصدیق کے وقت ان کے وہم میں نہیں آئے تھے اور نہ انہوں نے اسکو معیار ٹھہرایا تھا۔ بعض نے کہا کہ مرزا صاحب آگ پر چل کے دکھائیں تو ہم مانتے ہیں۔ کسی نے کہا میدان میں ایک خالی کاغذ رکھتے ہیں غائب سے مرزا صاحب کی اس پر تصدیق لکھی جائے غرض یہ ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ چنانچہ فاضل ثناء اللہ امرتسری نے یہ معیار پیش کیا کہ میں پیشگوئیوں کے ذریعے سے تصدیق کیا کرتا ہوں حالانکہ یہ انکی بناوٹ ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذریعہ سے شناخت نہیں کیا۔ ورنہ جہاں پر انھوں نے مقدمہ تفسیر ثنائی میں چار معیار لکھے ہیں کہیں ٹوٹی قلم سے اسکو بھی لکھ جاتے مگر اسکا بالکل ذکر نہیں کیا۔ اسکے نہ ذکر کرنے کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں اول یہ کہ اسوقت معیار انکو معلوم نہ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اس معیار سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت نہیں کیا یا یہ کہ اسوقت تک شناخت ہو نہیں کیا تھا۔ گلے پڑا ڈھول بجایا کرتے تھے۔ دوسری یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ معیار انکو معلوم بھی تھا۔ اسی کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت بھی کیا تھا لیکن پبلک کی نظر میں اس معیار کو ایسا پورا پایا

کہ ذکر کے قابل نہ سمجھا کیوں نہ فضول سے ایسی فضول باتیں نکلنی چاہئیں۔ مگر آپ ہی وہ حضرت ہیں جن کے دکھانے کے دانت اور ہیں اور کھانے کے دانت اور۔ منشا تو یہ تھا کہ جس معیار سے تم نے شناخت کیا ہے اور دوسرے کو کرا سکتے ہو۔ وہ پیش کرو یہ نہ تھا۔ کہ کسی کاتب کے خوشخط نہیں ہونے کی یہ دلیل پوچھی جاتے کہ وہ ولکٹران اپنی ایچ پھیر سکے اسی طرح مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے کچھ معیار لکھے ہیں جن معیاس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے جس کے جواب دینے کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔ اللہ توفیق دے۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

اعتراضات کا جواب

مولوی ابراہیم سیالکوٹی سے کہ انکے دوست نے معیار صادق پوچھے ہیں۔ تین معیار انہوں نے قائم کئے ہیں۔ اظہار معجزہ تعلیم حق صدق وعدہ ویں۔ معلوم نہیں کہ لفظ معجزہ انہوں نے کہاں سے نکالا ہے تمام شریعت کی کتابوں میں یعنی قال اللہ و قال الرسول صلعم میں لفظ معجزہ کا نہیں آیا پھر معجزہ کی تعریف نہیں فرمائی معجزہ کسے کہتے ہیں۔ دلیل میں جس آیت کو پیش کیا ہے اس میں کہیں لفظ معجزہ کا نہیں۔ پھر صدق وعدہ کو کھول کر کے بیان نہیں کیا کہ آیا ہر وعدہ جو خدا نے کسی رسول سے کر دے پورا ہوتا ہے یعنی کہ اسی مفہوم کے مطابق پورا ہوتا ہے جو کہ رسول سمجھے ہیں پھر کیا اسی تنہ

سیار رسول کریم نے بیان کئے ہیں۔ پھر آگے رفیق طریق یہ والفاضل ثناء اللہ
امرتسری نے جو معیار مقدمہ تفسیر ثنائی میں لکھے ہیں ان میں اس نے معجزہ
کو کہیں ذکر نہیں کیا اور باقی معیار جو اس نے لکھے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب
نے انکا ذکر نہیں کیا۔ شاید انکی نگاہ میں غلط ہوں۔ اور انکو قابل بیان نہ سمجھتے
ہوں تحسبہم جمیعًا وقلوبہم شتّٰی وہ تفسیر ثنائی کے مقدمہ کے صفحہ ۱
میں لکھتے ہیں کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ قتل کیا جاتا ہے
اور یہ قانون الٰہی ہے یہ معیار جسکو فاضل امرتسری نے لکھا ہے۔ اس معیار
پر قرآن شریف میں بھی بار بار زور دیا گیا ہے۔ اور اسی کو پیش کیا گیا ہے۔ دیکھئے
قرآن شریف کے متعدد مقامات میں فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبًا او
کذب بآیٰتہ انہ لا یفلح الظالمون ۔ و قولہ تعالیٰ ولو تقول علینا بعض
الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۔ فاضل امرتسری
پر تعجب ہے کہ ثنائی کے مقدمہ میں کاذب کا قتل ہوجانا قانون الٰہی سمجھتا ہے
اور تورات سے اسکا استدلال کرتا ہے لیکن اس آیت شریف سے جس سے بھی یہ قانون
بعینہٖ ثابت ہوتا ہے تو چونکہ مسیح موعود نے اس سے استدلال کیا ہے اسلئے
اس پر اعتراض کرتا ہے اور تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں لکھتا ہے کہ یہ قضیہ
شرطیہ ہے وہ نہیں سمجھتا کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلعم کی صداقت کے
لئے جو دلیل بیان کی تھی وہ کسطرح صحیح رہتی ہے پھر قضیہ شرطیہ وہ ہوتا ہے۔
جسکا موضوع جزئی حقیقی ہو اور یہاں پر کسی امر حقیقی کا ذکر نہیں آپنے اتنا
نہیں سوچا کہ اگر اس آیت کے یہ معنے لئے جائیں کہ محمد رسول اللہ بعد
اس کے کہ اسکی رسالت ثابت ہے اگر افترا کرے تو اس کی قطع وتین
ہو۔ اس معنے کی رو سے یہ دلیل نہیں رہتی مصادرہ علی المطلوب بنتا ہے

اور توقف الشئ علی نفسہ لازم آتا ہے معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ اگر کوئی مدعی کاذب ہم پر افترا کرے تو ہم اسکی قطع وتین کریں نقول کا فاعل محذوف کیا گیا ہے تاکہ عموم پر دلالت کرے جیسا کہ یہ قاعدہ اہل بلاغت ہے کہ حذف الشیٔ یوذن بالعمومیۃ للعاصل۔ اس میں فاعل کا حذف اس طرح پر ہے جیسے سورہ واقعہ کے اس آیت میں فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ؕ اور سورہ قیامت میں کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق اور مفتری کی سزا قتل سپارہ نو کے رکوع نو میں خود بتاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذلک نجزی المفترین ذلت اور غضب سے قتل لکھے ہوئے دیکھو تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن تعجب ہے کہ تعصب نے مکو یہانتک اندھا کر دیا کہ توراۃ کے تو ایک دلیل کو لیکر پیش کیا جاتا ہے اور وہی دلیل جب قرآن شریف سے پیش کیجاوے تو انکار کیا جاتا ہے۔ اسپر طرہ یہ کہ اس توراۃ کے قول کو تو قانون الٰہی ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن کو قضیہ شخصیہ کہہ کر ٹالتا ہے۔ خلاصہ معیار مولوی ابراہیم فاضل یہ تم ا۔ کہ صادق کے لئے معجزہ وتعلیم حق وزجا ور غضب اور ذلت سے یعنی قتل سے بچنا اور بتدریج ترقی کرنا ہاں مولوی ابراہیم صاحب نے ایک معیار صدق وعدہ قرار دیا ہے اس کے متعلق کسی قدر تحقیق ضروری ہے اولاً مولوی ابراہیم صاحب نے کوئی آیت ایسی نہیں پڑھی جس میں یہ دکھایا ہو کہ سب کے سب وعدہ اور وعید پورے ہو جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی نہیں ٹلتا۔ آیت صرف ایک پڑھی ہے۔ ثم صدقناھم الوعد فانجیناھم ومن نشاء جس کے معنے لفظی یہ ہیں۔ کہ پھر ہمنے انکو ایک وعدہ سچا کر دیا۔ پس ہمنے انکو نجات دی اور جنکو ہمنے چاہا

اور خطاکاروں کو جنہے ہلاک کیا اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ کہ صدق وعدہ انکا معیار ہے۔ اور ہر وعدہ جو ان سے کہا گیا ہے وہ پورا ہوتا ہے پھر یہ کہ وہ وعدہ جس کے سچ ہونیکا ذکر کیا ہے۔ کیا وہ وعدہ تھا۔ اور مولوی صاحب نے یہ نہیں ثابت کیا کہ ایک وعدہ کے پورا ہونے سے سب کا پورا ہونا لازم آتا ہے اب میں وہ آیت پڑھتا ہوں جس میں کہ وعدہ کو بطور معیار بیان کیا گیا ہے۔ وقال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب ۔ اس آیت شریفہ میں وعدہ کو بطور معیار بیان کیا گیا ہے کہ اگر مدعی کاذب ہے تو وبال کذب اسی پر پڑیگا۔ اور اگر سچا ہے تو پہنچیگا تمکو کچھ حصہ اس کا جو تم کو وعدہ دیتا ہے یہاں بنظرِ انصاف غور کرو کہ صادق کے لیئے بعض وعدہ کا پورا ہونا ضروری رکھا گیا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے بیان سے تمہارا بیان مصفی ہے یا اس کے بیان کردہ معیار سے تمہارا معیار اعلےٰ ہے آیت دیگر وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب کوئی رسول کسی نشان کو جو اس پروانگی الٰہی نہیں لا سکتا۔ ہر ایک وقت کے لیئے ایک حکم لکھا ہوا ہوتا ہے ایسا کر مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو چاہے اور ثابت کر دیتا ہے۔ اور اسکے پاس ام الکتاب ہے اور اے رسول یا تو ہم دکھا دینگے تجھکو بعض اسکا جو ہم وعدہ دے رہے ہیں یا تجھے وفات دیدیں گے۔ پس تیرے اوپر صرف پہنچانا ہے۔ اور ہمپر حساب ہے۔ اب غور کرنیوالا غور کرے اور حق کا طالب شوق سے اسکو

بیچے وہ فرماتا ہے۔ کہ کوئی بھی نشان جن میں اولاً و بالذات شان وعدہ ہے کوئی
رسول بدوں پیدائشگی آہی نہیں لاسکتا۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک امر کو ایک وقت کے
ساتھ وابستہ کرتا ہے۔ پھر اسکو بھی چاہے تو مٹا دے اور چاہے تو ثابت رکھے
اسی قاعدہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو جو وعدے
ہم نے کئے ہیں ان میں کچھ دکھا دیں چاہیں تو بدوں دکھائے کے فوت کرلیں
جب سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان صداقت میں
بعض وعدہ نکلا و کہلایا بدوں دکھلائے وفات دیدیا قرآن شریف نے جائز کیا
ہے تو پھر اوروں کا کیا ٹھکانا۔ اب معلوم نہیں کہ مولوی ابراہیم صاحب نے صدق
وعدہ کو معیار قرار دیکر اسکے کیا معنے رکھے ہیں۔ اگر یہ معنے رکھے ہیں کہ سب کے
سب وعدے جو مامور سے کئے جائیں وہ پورے ہونے لازم ہیں۔ تو یہ ان کا
بیان نصوص قرآنیہ کے بالکل بخلاف ہے۔ کوئی آیت انہوں نے پیش نہیں
کی جس میں یہ ذکر ہو کہ سب وعدے پورے ہوتے ہیں جو پیش کی ہے۔ اسمیں
صرف ایک وعدہ کا ذکر ہے۔ سب وعدوں کے متعلق جو کلیۃً قاعدہ قرآن کریم نے
پیش کیا ہے۔ وہ یہی ہے جو ناظرین کرایا ہے یعنی بعض وعدے پورے ہوتے ہیں
اور بدوں وعدوں کے پورا ہونیکے بھی صادق نبی کی وفات جائز رکھی ہے۔ قرآن
شریف کے بعد اب ہدایت کے لیئے اور کس چیز کی ضرورت ہے۔ وضاحت بیان
کے لیئے چند سطریں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوح الغیب
سے نقل کرتا ہوں۔ سید عبد القادر جیلانی ایسا مرد ہے کہ ایک عالم نے ان سے
نور حاصل کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے عام قبولیت انکو عطا فرمائی تاکہ عام لوگوں کو
فائدہ ہو اور وہ سطریں یہ ہیں۔

اذا کنت ضعیف الایمان والیقین ووعدت یوعد وفی بوعدک

ولا یخلف لان لا یزول ایمانک ویذہب یقینک یعنی جب تو ایمان میں
کمزور ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تجھے کوئی وعدہ دیا جائے تو وہ پورا ہو جائیگا
تاکہ تیرا ایمان نہ ضائع ہو اور یقین نہ چلا جاوے۔ الغرض وعدہ کا پورا ہونا ضروری
طور پر ضعیف الایمان کیلئے ہے اور کامل انسان کے متعلق یوں فرماتے ہیں
"توعد بوعد فاذا طمأننت الیہ ووجدت فیک اشارۃ ارادۃ ما نقلت
عن ذلک الوعد الی ما ھو اعلیٰ منہ وصرفت الی اشرف منہ فاذا
الحققت ارادتک لذلک الشیئ ازیل الشیئ وعلام وصرفت عنہ
فلم تعطہ فی الدنیا اعضت عنہ فی الاخری ما یزیدک قربۃ و
زلفی الی العلی الاعلی وما تقربہ عینانک (دیکھو تفسیر ص) مولوی ابراہیم
نے تین معیار پیش کئے تھے جن میں سے ایک صدق وعدہ تھا جس کی تحقیق
و تنقید سن چکے ہو۔ اب دوسرا معیار اظہار معجزہ ہے اس میں جو مولوی صاحب
نے آیت پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے عصا
کا معجزہ دکھلایا۔ افسوس کہ مولوی صاحب نے یہاں پر وہ آیت نہ بتائی جس میں
بالقاعدہ بیان کیا جاتا کہ معیار صادق اظہار معجزہ ہے قرآن شریف میں تو کہیں
معجزہ کا لفظ ہی نہیں بلکہ اس نے معجزہ کی تعریف نہیں کی کہ معجزہ کیا چیز ہے پھر یہ
کہ کیا معجزہ کیلئے ضروری ہے کہ ہر مخالف اور موافق اس کو مانے اور گواہی دے
کہ بیشک یہ دلیل صدق مدعی ہے پھر یہ کہ معجزات سے کبھی لوگوں نے مانا ہے
یعنے لوگ جب معجزہ دیکھیں مان لیتے ہیں۔ کیا سحر مستمر کہکر نہیں ٹال دیتے
اگر معجزہ سے مولوی صاحب کا یہ منشا ہے کہ اس کے ظہور کے وقت ہر ایک
مخالف معاند گواہی دیتا ہے کہ یہ معجزہ ہے خواہ وہ نہ مانے اور ہر ایک متکبر معجزہ
دیکھکر سرنگوں ہو جاتا ہے اب سنیئے اس کی تحقیق جو کہ کتاب اللہ سے ظاہر

ہوتی ہے جس آیت سے مولوی صاحب نے استدلال کیا ہے اس میں لفظ آیت کو ہے فات بآیة ان کنت من الصادقین تو آیت کے معنے مولوی صاحب نے معجزہ کئے ہیں۔ اب آیت کے متعلق سنئے سپارہ ۹ رکوع ۶ میں ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق و ان یروا کل آیة لا یؤمنوا بھا و ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا۔ ترجمہ۔ میں ضرور منہ پھیر دونگا اپنے آیات کے دیکھنے سے انکا جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق گر سارے ہی آیات انکے سامنے ہوں تو ایک کو بھی نہ مانیں۔ ہدایت کو راستہ دیکھیں تو کبھی اسکو اپنے لئے راہ نہ بنائیں مولویصاحب پر وہ تعصب تکبر دور کرے تاکہ آیات کا ماننا انہیں نصیب ہو سوچو کہ نبی کے خوارق کو معجزے ہوں جو متکبر کے لئے معجزہ معیار صداقت کیونکر ہوگا۔ آیت دوئم واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم آیة لیؤمنن بھا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون و نقلب افئدتھم و ابصارھم کما لم یؤمنوا بہ اول مرة ونذرھم فی طغیانھم یعمھون ولو اننا نزلنا الیھم الملٰئکة وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا ترجمہ منکر قسم کھاتے ہیں بڑے زور کی قسمیں اگر ہمیں ایک بھی نشان دکھلایا جاوے۔ تو ہم ضرور ضرور اسکو مان لیں کہو نشانات تو ضرور اللہ کے پاس ہیں تمہیں کسطرح پتہ لگے کہ نشان آنیکے وقت یہ قسمیں کھانیوالے نہیں مانیں گے ہمارا قانون ہے ہم پلٹ دیتے ہیں۔ انکے دلوں کو اور انکی آنکھوں کو کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے نہیں مانا اور ہم انکو انکی سرکشی میں اندھے چھوڑ دیں گے اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر انپر فرشتوں کو بھی نازل کریں اور مردے بھی ان سے باتیں کریں۔ اور ہر ایک چیز انکے سامنے اکٹھی کر دیں پھر بھی نہ مانیں سوچو کہ جب اللہ

کے ماموروں کو پہلے سے انکار کر دیتے ہیں وہ خواہ ہمیں بھی کہالیں کہ ہم ایک ہی
نشان چاہتے ہیں تو پھر ہم مان لیں گے تو ان لوگوں کے حق میں یہ مقرر ہو چکا
ہے کہ خواہ سارے ہی نشان دیکھیں کبھی نہ مانیں گے کیونکہ پہلا انکار انکا اسبات
کا سبب ہوگیا کہ آیندہ اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو اور آنکھوں کو نشانوں سے پھیر دے
اور انکو انکی سرکشی میں ہی رکھے۔ الا ان یشاء اللہ۔ پس پہلی آیت میں تکبر نشانوں
سے محروم رکھنے کا سبب ہے دوسری آیت میں ماموروں کے آتے ہی انکار۔ پس اگر
مولوی ابراہیم صاحب کو اظہار معجزہ سے یہ منشا ہے کہ معجزہ معیار مقبول عامہ ہے
تو یہ منشا انکا نصوص قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ آیات مذکورہ سے
ظاہر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ معیار اگر مقبول عامہ ہے تو پھر لوگ استدراج
کے بھی قائل ہیں جیسا کہ دجال کے متعلق پیگوئی اور معیار چاہیئے جو ظاہر کرے
کہ یہ معجزہ ہے۔ اور یہ استدراج ہے۔ اگر یہ کہو کہ دعویٰ نبوت مع التحدی معجزہ
ہے۔ تو یہ بعینہ دجال میں بھی پایا جاتا ہے۔ افسوس کہ مولوی ابراہیم صاحب نے ایسا
معیار پیش کیا ہے جس کیواسطے کسی اور معیار کی ضرورت ہے۔ پھر اگر معیار سے
بھی پتہ لگ جاوے تو یہ معجزہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ نشان صادق ہے۔ پھر جو
فتور فی دماغ رکھتا ہے۔ اسکا کیا علاج نشان بین دیکھکر ساحر کہا اور ساحروں کو
دیکھکر یہ کہا کہ یہ تمہارا بڑا ہے تم آپس میں ملے ہوئے ہو کبھی بھلا منکروں نے
یہ مانا بھی ہے۔ کہ کسی نے کبھی معجزہ دکھلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
منکرین بھی کہتے رہے۔ لولا یاتینا بآیۃ من ربہ۔ ہمارے پاس کیوں کوئی
نشان نہیں لاتا۔ اگر ہم مرزا صاحب کے یا کسی اور اللہ کے رسول کے بیشمار
معجزے بھی گن جائیں مخالف یہی کہیگا کہ یہ سحر ہے مجازی ہے اس میں
کیا شک ہے۔ خلاصہ کلام مولویصاحب نے جو معجزہ معیار صداقت قرار دیا ہے یہ تو

آیت سے ثابت کر سکتے ہیں۔ نہ کوئی ایسی تعریف کر سکے ہیں کہ استدراج سے اسکو الگ کر دیں مطلق یہ کہدیا کہ معجزہ معیار ہوتا ہے یہ کیا معنی رکھتا ہے۔

تیسرا معیار مولوی ابراہیم صاحب نے تعلیم حق پیش کیا ہے اسکی بھی تفصیل نہیں کی کہ تعلیم حق سے انکی یہ مراد ہے کہ عام عرف اسکو مانتا ہو یا یہ کہ **قرآن کے وہ مطابق** ہو یا یہ کہ وہ خود مولوی **صاحب کے خیال کے مطابق** ہو یا کسی اور مولوی صاحب کا قول معیار بین تعلیم الحق والباطل ہے اگر معیار عرف ہے تو عرف میں کسی ایک قضیہ پر اتفاق نہیں اور اگر قرآن ہے تو کیا یہ معیار جو مولوی صاحب نے بیان کیا ہے صرف مرزا صاحب کے پرکھنے کے لیئے ہے۔ یا سب انبیاء اسی سے پرکھے جاتے ہیں تو پھر قرآن جب منکر قرآن کے سامنے پیش کرو۔ تو پھر کس معیار کے ساتھ وہ پرکھے کہ یہ تعلیم تعلیم حق ہے اور اگر آپکا خیال معیار ہے یا کسی اور مولوی کا تو فیر یہ حجت نہیں مانا کہ قرآن منکر قرآن کے سامنے معیار کے رنگ میں آپ پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن احمدیوں کے سامنے تو پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسپر بھی اتنا باقی ہے کہ قرآن معیار آپکے فہم کے مطابق ہوگا۔ یا ہمارے فہم کے مطابق یا اور کوئی ثالث بالخیر ہوگا۔ اسی معیار تعلیم کے متعلق بھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ قرآن کا یہ دعویٰ ہے۔ مگر افسوس کہ کوئی آیت نہ پڑھی پس مولوی صاحب کے تینوں معیاروں کا خاکسار نے **خاکہ** کھینچا ہے۔ اور یہ بھی دکھایا ہے کہ قرآن شریف میں جو معیار کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے اس کی طرف مولوی صاحب نے توجہ ہی نہیں کی اور جو انکے دوست نے مقدمہ ثنائی میں معیار بیان کئے ہیں وہ فاضل بھکر چوہڑ والے جو نسبتاً ... چھپر سیالکوٹی نے ان تین معیار کے بعد جو کہ اوپر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ادھورے اور کچے ہیں حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو

پر لکھا ہے۔ پہلے تو معیار ہی کچے تھے۔ پھر پرکھنا بھی نہیں آیا۔ گویا لکڑی کی تلوار
لیکر ایک مخنث لنڈا شیر کو شکار کرنے آیا۔ کہا ہے کہ چونکہ پہلا معیار اظہار معجزہ تھا
تو مرزا صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا اسلئے پہلے معیار کی رو سے مرزا صاحب
صادق نہیں ٹھہر سکتے گویا کہ نہیں یقیناً اس نے اپنے آپکو اس قوم کے مشابہ
بنایا جسکا ذکر سورہ ہود میں ہے قالوا یا ہود ما جئتنا ببینۃ وما نحن
بتارکی الہتنا عن قولک وما نحن لک بمومنین ۔ اے ہود تو تو ہمارے
پاس ایک بھی نشان نہ لایا ہم اپنے معبودوں کو صرف باتوں پر ہی چھوڑ دیں یہ
ہے کہ ہم تجھے کبھی نہ مانیں گے۔ مولوی صاحب خدا تعالیٰ ہی پردہ تعصب کو
آپکی آنکھوں سے اٹھادے۔ کیا اعجاز المسیح سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھکر تحدی کے
ساتھ تم کو عاجز نہیں کیا۔ اگر معجزہ کے معنے عاجز کرنیوالے نشان کے ہیں۔ تو
کیا اس نشان سے تمکو عاجز نہیں کیا اگر تم کہو کہ وہ کیا معجزہ ہے ہم ایسا خود کر
سکتے تھے تو یہ کہنا تمہارا کوئی اچھا نہیں تمہارے بزرگوں نے تو لو نشاء لقلنا
مثل ھذا پہلے سے کہدیا ہے۔ تم رگ واقع میں عاجز ہوئے جس کا انکار کوئی
موافق اور مخالف نہیں کر سکتا۔ دو جلد شہادت القرآن اور دیگر رسائل اور اخبارات
کے کئی کالم مرزا صاحب کے مقابلہ پر تم نے سیاہ کئے اور کئی اشتہاروں کو اپنے دل کی
سیاہی سے رنگا۔ لیکن جس مقابلہ کے لیے مرزا صاحب نے تمہیں بلایا اس میں تم
کیوں عاجز ہوئے اور کیوں پیٹھ دی؛

جب کہ اعجاز احمدی کے قصیدہ پر دس ہزار روپیہ تمہیں ملتا تھا۔ سیر الخلافہ
کے مقابلہ پر تمہیں بلایا گیا۔ حجت اللہ کی نظیر دینے پر تمہیں بلایا گیا اور نور الحق
کی نظیر لانیکے لیے تمہارے بھائی مخالف نصاریٰ کو بلایا گیا۔ کرامات الصادقین
کے مقابلہ میں تمہیں للکارا گیا علم اور بلاغت کے میدان اور تفسیر قرآن چالیس آیت

بقول انداز ی کے میدان میں تم لوگوں نے پاؤں بھی نہ رکھا اور اس کی طرف رُخ
بھی نہیں کیا۔ تمہارا سارا بارود اس میدان میں گیلا ہوگیا۔ اور بارود کی بجائے
سرسوں بھڑنے لگے پھر جاپ دن کی شفایابی کے لیئے دعا کرنے پر تمہیں آمادہ
کیا گیا لیکن اس میدان کا بھی تم نے نام نہ لیا کیا یہ معجزے نہیں ہیں نمونہ کے لیئے
یہ آٹھ معجزے پیش کرتا ہوں جو کہ تحقیق سے نہیں تمہیں عاجز کرنیوالے ہیں مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معجزات کا انکار بالکل نہیں کیا۔ بلکہ یہ ان کی غلط
کارروائی ہے۔ کہ انہوں نے خود معجزے دکھلائے ہیں جبکو تم خود معجزوں کا انکار
سمجھ رہے ہو۔ وہ تمہاری خود نادانی ہے وہ تو مرزا صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ جس
طرح تم لوگ معجزات کے قائل ہو اس طرح پر نہیں بلکہ جس طرح ہم قائل ہیں لمصول
کی کتابوں کو دیکھ کر ستقول پر کوئی اخذ نہیں ہوتا۔

دوم معیار تعلیم حق مولوی ابراہیم صاحب نے بیان کیا ہے کہ اس معیار
سے بھی مرزا صاحب صادق نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ انہوں نے تعلیم باطل
کی ہے ایک یہ کہ دعویٰ رسالت کیا ہے۔ اور یہ خاتم النبیین کے خلاف ہے
اور بخاری مسلم کی حدیثوں میں آیا ہے کہ جو اپنے آپکو میرے بعد رسول کہے
وہ دجال ہے اور دجال ہونیکی یہی دلیل ہے۔ دوسری یہ کہ مسیح علیہ السلام کو صریحاً
صلیب پر چڑہانے سے انکار کیا ہے اور یہ مسیح کا صلیب پر چڑہنا مانتے ہیں
اور اپنی نبوت کے ثبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں تیسری یہ کہ نزول ملائکہ ہوا کے
جناح کا انکار کیا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب نے مسیح کی حیات کا مسئلہ یہاں
ذکر نہیں کیا کہ اسکا خلاف بھی تعلیم باطل ہے حالانکہ شہادت القرآن میں اسے بحث
نہ دیا ہے شاید آج اس سے رجوع کر لیا ہو یا قرآن اور حدیث سے اسکے
حیات کے لیے کوئی دلیل نہ ملی ہو۔ اب نمبر وار مولوی صاحب کی غلط بیانی کا جواب

دیا جاتا ہے۔ اللہ الموفق والمعین ۔

اول یہ کہ مرزا صاحب نے دعویٰ رسالت کیا ہے اور وہ باطل ہے اور دلیلیں جو بیان کی ہیں اور یزعم انی رسول اللہ ۔ دلیل اول کے متعلق اولاً یہ عرض ہے کہ یہ کہاں سے پتہ لگا کہ تمام ہی نبیوں کے خاتم ہیں کیا النبیین کے الف لام سے وہ کہ استغراق کا ہے۔ یہ تو منقوض ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول کیسا تھ ویقتلون النبیین بغیر الحق کیا یہود کی تلوار سارے ہی نبی کے مقابلے میں چلی تھی وثانیاً خاتم یا تو بمعنی اسم فاعل ہے یا بمعنی اسم مفعول۔ اسم فاعل کے رو سے آپکا استدلال ہے یا اسم مفعول کی رُو سے اگر اسم فاعل کی رو سے ہے تو اسکے معنے یہ ہونے کہ مہر کرنیوالے نبیوں پر یعنی مصدق ہے۔ اگر بمعنے مختوم ہے تو معنی یہ ہوئے کہ مہر کیا ہے اسپر نبیوں نے یعنی انبیاء اس کے مصدق ہیں۔ وثالثاً اسکے معنے آخر کے کرتے ہیں کہ نبیوں کے آخر تو یہ معنی ہی غلط ہیں۔ اس حدیث کی رو سے انا اولھا وعیسےٰ اٰخرھا ورابعاً یا یہ کہتے ہو کہ ہم مطلق مہر کے معنے کرتے ہیں۔ نہ اسم فاعل نہ اسم مفعول نہ بمعنے آخر تو پھر اسکا حمل رسول اللہ صلعم پر کس لحاظ سے آیا ہے آیا تشبیہاً تو وجہ شبہ کیا ہے اور فرض کیا ہے یا حمل بالمواطات ہے اس آیت سے دعویٰ رسالت کو باطل ٹھہرانا سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت کے مولوی صاحب کیا معنے کرتے ہیں اور کس طرح سے دلیل پکڑتے ہیں ایک دعویٰ کرتے ہیں اور ایک آیت پڑھ دیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ اس آیت کا اس دعوے کیساتھ کیا تعلق ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مسیح زندہ ہے اور دلیل میں ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھ دے اور دوسری دلیل کے متعلق اولاً یہ عرض ہے کہ اگر رسول اللہ کے بعد جو نبوت کا اثبات اپنے

لے کرے وہ دجال ہے اور اس سے کوئی بھی استثنا نہیں تو مسیح علیہ السلام نازل ہو کر کیا کہو لینگے کیا مسلم میں رسول اللہ صلعم کا یہ قول ینزل نبی اللہ عیسیٰ ہمارے نزدیک غلط ہے۔ پس یہ دلیل بھی کسی طور صحیح نہیں ہوئی۔ اس سے تمسک پکڑنا غلط ہوا اور ثانیاً حضرت معین الدین اجمیری رحؒ کے متعلق آپکا کیا فتویٰ ہے جب انہوں نے یہ کہا

دمبدم روح القدس اندر معین می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

جب مولوی صاحب کی دو نوں دلیلیں جو کہ خلاف دعویٰ رسالت تھیں باطل ہوگئیں تو دعویٰ رسالت ثابت ہوا۔

دوئم یہ کہ مسیح ناصری کے صلیب پر چڑھنے کا قرآن صریح انکار کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب مانتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اثبات دعویٰ کیلئے کوئی آیت نہیں پڑھی جس میں یہ لکھا ہو کہ ما حملوہ علی الصلیب و رفعوہ علیہا اور یقیناً قرآن میں ایسا کہیں نہیں آیا۔ اور نہ مولوی صاحب اب بنا کر قرآن میں ڈال سکتے ہیں شاید گر عالم ایسی نادانی نہیں کر سکتا۔ مولوی سیالکوٹی نے اس آیت سے استدلال کیا ہو وما قتلوہ وما صلبوہ اور ما صلبوا کے معنے یہ کئے ہوں جو کہ لغت کے بالکل خلاف ہیں نہیں صلیب پر چڑھایا انہوں نے لغت کی رو سے اسکے معنے یہ ہیں۔ ما قتلوا بالصلیب کہ صلیب کے ساتھ انہوں نے قتل نہیں کیا۔ دیکھو لسان العرب الصلب القتلۃ المعروفۃ یعنے صلیب کے معنے ایک مشہور طرح سے مارنا ہے پھر یہاں چڑھانے کی کوئی نفی نہیں بلکہ ولکن شبہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ صلیب پر مارا تو نہیں گیا۔ لیکن مرے ہوؤں جیسا ہوا۔ پھر کہاں سے ثابت ہوا کہ صلیب پر مسیح کا چڑھنا بعد فوت ہونیکے عقیدہ

باطل ہے شہادۃ القرآن میں سیالکوٹی نے اپنے معنے موہوم کے ثابت کرنیکے لئے
یہ آیت بھی تائیداً پیش کی ہے۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ جس کے معنے
یہ کئے گئے ہیں کہ بنی اسرائیل کو تجھ سے دور ہٹائے رکھا۔ اور تیرے قریب بھی نہ
آنے دیا۔ حالانکہ اس سے بھی انکے مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ اور کففت
اذ جئتھم کیا تہ مقید ہے۔ جس سے دوام نہیں ثابت ہوتا۔ یعنے تیرے آنے
کیوقت انکو تجھ سے روکا۔ اس سے ہمیشگی کہاں ثابت ہوتی ہے وثانیاً رسول
صلعم کے متعلق اور مومنین کے متعلق یہی لفظ بعینہٖ موجود ہیں گو یہ لفظ سیالکوٹی
والے وہاں بالکل نہیں بتے حالانکہ دلیل صحیح مقصاتہ جاری ہے اور معنی مخالف
ہے (سورہ فتح رکوع ۳) وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم
ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون اٰیۃ للمؤمنین ۔
اسنے لوگوں کے ہاتھ تم سے ہٹائے رکھے کہ کسی صحابی پر لوگوں کے ہاتھ
نہ چلے۔ لوگوں کے ہاتھوں نے رسول اللہ صلعم کو بھی ایذا سے سلامت نہیں رکھا
سوم یہ کہ نزول ملائکہ اور انکے پروں کا انکار کیا ہے۔ الجواب۔ ملائکہ کے نزول
سے تو انکار نہیں کیا۔ آپکے موہومی اور خیالی نزول کا انکار کیا ہے جس طرح پر
قرآن اور حدیث میں ملائکہ کا نزول تمثیل لکھا ہے وہ مانا ہے۔ آپ کی طرح جسمانی
نزول اور چیلوں اور گدھوں کی طرح پر نہیں مانتے آپکا حال یہودیوں کی طرح جسم
پروری میں ایسا ہو گیا ہے کہ آپکو سوائے عالم جسمانی کے اور کچھ نظر ہی نہیں
آتا اسلئے آپ ہر چیز کو امر جسمانی سے متجاوز نہیں ہونے دیتے آپ ڈالے
حضرت ہیں کہ اگر آپکے سامنے یہ حدیث پڑھی جاوے ینزل ربنا تبارک
وتعالیٰ فی اٰخر کل لیلۃ الی السماء الدنیا۔ یعنی ہر ایک رات میں جبکہ
اسکا ثلث باقی رہتا ہے تو ہمارا رب پہلے آسمان پر اترتا ہے۔ اس کے بھی

آپ ہی سے کہ کیجئے کہ عرش کو چھوڑ دیتا ہے اور پہلے آسمان پر آ بیٹھتا ہے صبح
ہوتے ہی پھر عرش کو تشریف لیجاتا ہے اگر کوئی مخالف اسلام یہ کہے کہ شرق
کو زمین کی گولائی کے سبب سے ثلث میل تو ہر وقت موجود رہتا ہے تو پھر
باریتعالیٰ ہر وقت پہلے ہی آسمان پر اترا رہتا ہے۔ پھر رات کے آخری حصے
کے ساتھ اس کے نزول کو کیا تعلق ہوا۔ پھر آپ ایسے سائل کو کیا فرمائینگے اور کیونکر
باتیں بناکر جاگتے بنیگے افسوس۔ خیر وہ جو کچھ ہوا۔ افسوس یہ بات ہے
کہ آپ نے مرزا صاحب کے نزول وغیرہ کے عقیدہ کو ایسا بگاڑ کر پیش کیا ہے۔ کہ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ جھوٹ آپ کے نزدیک شیر مادر سے بھی غالباً زیادہ
حلال ہے کیونکہ شیر مادر تو دو سال سے زیادہ پینا جائز نہیں لیکن شیر کذب ساری
عمر بھی آپ چھوڑ نہیں سکتے۔ کیا مرزا صاحب کا یہ قول آپ کو یاد نہیں کہ لیکھرام
کے قتل کی خبر دینے کے لیے میرے پاس فرشتہ آیا۔ جس کے ہاتھ میں چھرا
تھا۔ ابراہیم نے تین معیار وضع کئے تھے جن میں سے تو دو معیار تو مرزا صاحب
پر صادق آگئے۔ اظہار معجزہ اور تعیین وقت معیار قیصر الصدق وعدہ مولوی صاحب
نے بیان کیا ہے جس معیار کی پوری تنقید تو ہم اوپر لکھ آئے ہیں قولہ ایسے
قادیانی منہاج نبوت کے رو سے جو ثابت ہے کہ اس نے جو جو پیشگوئی منذر الہام
سے کی وہ غلط تھی اور ان میں کوئی بھی پوری نہ ہوئی اقول اول تو یہ پیشگوئی
کا سچا نکلنا ضروری ہے قرآن میں بعض الذی یعدکم اور نرینک بعض
الذی نعدھم لکھا ہے پھر یہ بھی قول درست نہیں کہ ساری پیشگوئیاں پوری
ہونی ضروری ہیں۔ بلکہ یہ قول قرآن کے خلاف ہیں ثانیاً یہ کہنا قول کہ کوئی
بھی پیشگوئی سچی نہ ہوئی صریح غلط ہے۔ دیکھو میں نمونہ کے طور پر پیشگوئیوں کا ذکر
کرتا ہوں جس سے مولوی صاحب کا سیاہ جھوٹ ظاہر ہو جائیگا۔ اول پیشگوئی تو یہ ہے

ہوکر ایسے وقت میں کہ مرزا صاحب کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس گاؤں کی کوئی ہستی نہ تھی باہر کیا گاؤں میں بھی کم ہی لوگ جانتے تھے جس زمانہ میں براہین احمدیہ لکھی گئی اسوقت میں مرزا صاحب نے کی اور اللہ تعالےٰ کے نام سے شائع کی یعنی یاتیک من کل فج عمیق کہ دور دور سے تیرے پاس تحائف آئینگے۔ ویاتون من کل فج عمیق کہ دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس تیرے پاس بہت مخلوق آئیگی تم ان سے اپنا پہلو نہ پھیرنا اور ملول نہ ہونا ینصرک اللہ من عندہ وینصرک رجال نوحی الیھم من السماء یعنے خدا اپنی طرف سے تیری مدد کریگا۔ تیری ،، وہ لوگ کرینگے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف کے الہام کرینگے آئی لو یو۔ آئی شیل گو یو۔ لارج پارٹی آف اسلام۔ یعنی میں تم سے محبت کرتا ہوں میں تجھے ضرور ضرور ایک جماعت اسلام کی عطا کرونگا۔ الامراض تشاع والنفوس تضاع مرضیں پھیلینگی جانیں ضائع ہونگی۔ شاتان تذبحان دو آدمی تمہاری جماعت کے قتل کیے جائیں گے عنایۃ اللہ حافظک اللہ کی مہربانی تیری حفاظت کریگی وان لم یعصمک الناس یعصمک اللہ من عندہ۔ اگرچہ لوگ تجھے بچانا نہیں چاہیں گے۔ لیکن تیرا خدا تجھے بچائیگا۔ فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ پس قریب ہے کہ تیری مدد کیجائے اور لوگوں میں تیری شہرت کیجاوے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرینگے وہ اللہ سے بیعت کرینگے۔ اللہ کا ہاتھ انکے اوپر ہے اور اردو میں یہ الہام ہے میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسکو قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کریگا۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ میں تیری ذلت چاہنے والوں کو ذلیل کرونگا۔ انی احافظ کل من فی الدار

جو لوگ تیری چار دیواری میں ہیں ان کی طاعون سے حفاظت کرونگا۔ اصحٰب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ۔ یعنی تیرے اور گرد نیک لوگ بسیں گے۔ ان سب امور پر غور کرو اور دیکھو کہ کس بیکسی کے زمانہ میں یہ خدا تعالی کے الہام شایع کئے گئے ہیں پھر کیسے پورے ہوئے اب شک وہی کر سکتا ہے جو نصف النہار میں وجود شمس سے انکار کر سکتا ہے۔ اور ایسے آدمی کا وجود شمس ہی انکار کر سکتا ہے۔ اور ایسے آدمی وجود دنیا میں محال نہیں۔ سوفسطائی دنیا میں موجود ہیں پھر دیکھو کہ طاعون کے دورے سے پہلے طاعون کی خبر دینی اور خاص خاص مقامات میں اس کے پودوں کا لگتا بیان کرنا لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی اور یہ پیشگوئی کہ اعجاز المسیح کے جواب کے لئے کوئی نہیں کھڑا ہوگا کیسی کیسی اپنے وقت میں پوری ہوئیں کوئی اعتراض ان پیشگوئیوں پر جو پہلے نبیوں کے پیشگوئیوں پر نہ چلتا ہو نہیں ہو سکتا۔

اگر سارا ہی سلسلہ نبیوں کا عام فہم ہوتا اگر دن سے کوئی بھی اس کے سب حقایق کو پہنچ جاتا تو قرآن شریف میں اس آیت کے نازل کرنیکی کیا ضرورت تھی ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب و اخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یعنی خدا تعالی کی کتاب نازل کردہ کے دو حصے ہیں۔ ایک محکمات دوسری متشابہات کج بھی کے پیچھے پڑینگے۔ تاکہ لوگوں میں فتنہ ڈالیں اور اسکی تاویل ڈھونڈیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ یہی تمہارا حال ہے کہ جو پیشگوئیاں ایسے کھلے طور پر پوری ہوئی ہیں کہ ان میں شک کی گنجایش نہیں اور معیار جو کہ صحیح ہیں انکی طرف تم نہیں آتے متشابہات اور ادھورے معیاروں کے اوپر گرتے ہو

فی الحال مرزا صاحب نے منہاج نبوت کے معنی پیشگوئیوں کی وقت پر سمجھانیکے بتائے
ہیں ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی پیشگوئی اسکے وقت مقررہ سے نہیں
ٹلی انتہا ملخصاً اقول مرزا صاحب نے کس کتاب میں منہاج نبوت کے یہ معنی
فرمائے ہیں کہ منہاج نبوت کو موضوع بنایا ہو اور اس ابراہیم والے معنے کو بطور
قول شارح کے اسکا محمول بنایا ہو افسوس ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کا تو مسیح موعود
ہونے نہیں مانتے کیونکہ انکو جھوٹا سمجھتے ہیں لیکن خود جھوٹ سے اتنا پیار کرتے
ہیں کہ گویا انکا یار غمگسار ہے۔ اگر مرزا صاحب کی عداوت انکے جھوٹا ہونیکے
سبب تھی تو خود جھوٹ سے پرہیزگاری چاہیئے تھی۔ یہی نظیر قرآن شریف
سے بھی اور حدیث شریف سے بھی لیجئے ادخلوا الارض المقدسة التی کتب
الله لکم۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اے قوم ملک شام میں داخل
ہو جاؤ یہ تو خدا نے تمہارے واسطے لکھدیا کیا موسیٰ کے مخاطب اس ارض مقدسہ میں داخل
ہوئے یا وہ اس سے محروم کئے گئے یقیناً وہ اس سے محروم کئے گئے۔ اور وہ
اس میں ہرگز داخل نہیں ہوئے۔ مگر انکی نسلیں داخل ہوئیں جو کہ موسیٰ کے
مخاطب نہ تھے جیسے اس آیت شریفہ سے ظاہر ہوتا ہے قال فانها محرمة
علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین
جب قوم نے ادخلوا کا حکم سنا اور موسیٰ کو گستاخی سے یہ کہا کہ جا تو اور تیرا خدا
لڑے ہم بیٹھے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے وہ زمین انپر حرام کردی کہ
یہ اس زمین میں ہلاک ہو جائیں گے ان فاسقوں پر کوئی افسوس نہ کر کیا جو لکھا
کے مخاطب تھے جن کے لیے خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ کہ وہ ارض شام کے
مالک ہیں وہ اس میں رہتے۔ دوسری نظیر حدیث شریف کی لو۔ قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم انا والساعة کهاتین۔ میری وفات اور واقعہ قیامت

دو انگشتوں کی طرح جڑی ہوئی ہیں کیا رسول اللہ صلعم کی وفات کو تیرہ سو برس نہیں ہوا
اگر ہوا ہے تو وقوع قیامت کہاں ہے۔ جسکو آپ نے مفصل فرمایا۔ (۴) انما بقاؤکم
فی من کان قبلکم من الامم کما بین وقت العصر الی غروب الشمس الخ
کہ تم لوگ بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے اتنا رہو گے جتنا کہ عصر اور غروب کے درمیان
کا وقت ہے پھر اس کی تفصیل اس طرح فرمائی کہ خدا تعالےٰ نے یہود کو نصف النہار
تک اپنی خدمت میں لگایا۔ پھر نصاریٰ کو ظہر سے عصر تک ان دونوں قوموں کو
ایک ایک قیراط مزدوری عطا کی۔ پھر ہمیں عصر سے لیکر مغرب تک لگایا۔
ہمیں دو دو قیراط مزدوری دی۔ ہمارا کام تھوڑا ہے اور مزدوری بہت دی۔
امام محمد نے موطا میں اس حدیث سے تاخیر عصر ثابت کرنیکے لیے دلیل پکڑی
ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان
کا وقت لمبا ہوتا ہے بہ نسبت اسوقت کے جو درمیان عصر اور مغرب کے ہے۔
تاکہ یہ ثابت ہوجائے کہ ہمارا کام تھوڑا اور مزدوری زیادہ ہے عیسائیوں کا وقت
صرف چھ سو برس تھا ہمارا وقت اب تیرہ سو برس سے متجاوز ہے چوتھی نظیر
رسول اللہ صلعم نے ایک شب کو نماز عشاء کے بعد فرمایا کہ کوئی بھی جاندار چیز
روئے زمین پر نہیں ہے مگر وہ سو برس کے اندر اندر فنا ہوجائیگی۔ یہ پیشگوئی
بقول علماء مخالفین صریح غلط نکلی ہے۔ کیونکہ وہ دجال جو کہ جزیرہ میں مقید ہے وہ تو
اس صدی میں نہیں مرا۔ بلکہ آجتک مرنے کی کوئی امید نہیں (۵) قال عسیٰ
ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض۔ ترجمہ جب موسیٰ علیہ السلام
سے بنی اسرائیل نے فرعون کی سختیوں کی شکایت کی تو موسیٰ علیہ السلام نے
فرمایا کہ عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کریگا۔ اور اسکے بعد تمہیں
اس زمین کا جانشین بنائیگا۔

کیا ابراہیم یہ بتلا سکتا ہے کہ فرعون کے بعد آج تک بنی اسرائیل ارض مصر کے وارث ہوئے کس قرآنی آیت سے کس دنیا کی تاریخ سے یا وہ اس آیت کے کیا معنی کرتا ہے جب استخلاف کے معنی کے طور پر جانشین کرنا ہے نظریں اور بھی بہت سی ہیں لیکن ان چار نظیروں پر اسلئے اکتفا کیا گیا ہے کہ شریعت نے بنسبت سے بڑی گمراہی جاری رکھی ہے (باقی آئندہ)

اعلان

یہ چٹھی انجاب سیکرٹری صاحب میموریل فنڈ میں موصول ہوئی جو بعینہٖ ہم بیاں درج کرتے ہیں امید ہے کہ تعلیم سے دلچسپی لینیوالے اس طرف متوجہ ہونگے۔ (ایڈیٹر)

سر سید میموریل فنڈ دفتر ریلیف فنڈ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ

لیس للانسان الا ما سعیٰ

حضرات ہم مسلمان ہر روز قرآن کریم میں پڑھتے ہیں کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت آپ نہ بدلے اور خدا تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اسلامی یونیورسٹی کی جس قدر اشد ضرورت فی زمانہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہے وہ ایک عرصہ دراز سے بذریعہ تحریروں تقریروں اخباروں رسالوں اور کانفرنس کے بذریعہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مسلمانوں کے سامنے پیش کیجاتی ہے اسی ضمن میں نبض شناسان قوم نے سنہ ۱۹۰۷ء میں بعنوان فنڈ تعلیم قائم کی تھی جسکو خاص بیگمات صاحبات نے اپنی حیثیت سے بڑھکر امداد دی اور اسمیں کو بہت کچھ کامیابی ہوئی اور جو ہو رہی ہے وللہ الحمد

لیکن جب تک سب کی سب یکلخت اسلامی اس قومی کام میں شامل ہو منزل مقصود تک پہنچنا ناممکن ہے اسلیئے سرسید میموریل فنڈ کمیٹی نے بمصداق حافظ علیہ الرحمۃ

عقدۂ لاینحل کا حل

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر و اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ انہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ ہزار ہزار شکر رب العالمین کا جو ہر ایک ذرہ ذرہ کو پیدا کرتا ہے اور پھر تدریجاً ہر ایک شے کو ترقی دیکر درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اسی نے اپنے خاص فضل سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔ علمی اخلاقی اور روحانی ترقیات کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا۔ ایک ایسا دل عطا فرمایا کہ جس میں محبت الٰہی کا چشمہ مخفی ہے اور جو کہ انوار و برکات الٰہیہ کے نزول کا مقام ہے۔ پھر اس محبت کے چشمہ کے جوش اور انوار و برکات کے نزول کے واسطے ہدایت نامے بھیجے اور ان کا نمونہ عملدرآمد کر کے دکھانے والے استاد بھیجے۔ بالآخر جب دنیا نے جسمانی رنگ میں ترقی کر کے کمال حاصل کیا۔ تو اس کے لیے ایک کامل کتاب ایک کامل اور مقدس مظہر انسان کے ذریعہ دنیا میں بھیجی۔ نہ کوئی عیب اس پر لگایا جا سکتا ہے۔ نہ ہی کوئی باطل اس کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے بلکہ ہر ایک ترقی کی راہ ہر ایک سچائی کا راز اس میں موجود ہے۔ کوئی باطل اس کے سامنے ایک لحظہ بھر نہیں رک سکتا۔ جس طرح آفتاب کے سامنے تمام تاریکیاں معاً کافور ہو جاتی ہیں۔ کوئی حکمت کوئی خوبی اس سے باہر نہیں کیونکہ

یہ کلام پاک حمید و حکیم کی طرف سے ہے اور اس ذات پاک نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے یہ وہ سورج ہے۔ کہ اس کے سامنے باقی مذاہب کی شمعیں ہیچ ہیں۔

اب دنیا میں صحیح کی پیاس بجھانیوالی۔ کو مہاجیوں کے مارے نیالی ترقیات کے نقطہ الکمال تک پہنچانیوالی بلکہ منزل مقصود پر پہنچانیوالی الغرض اس محبوب و معبود حقیقی سے ملانیوالی اگر کوئی کتاب ہے۔ تو بس یہی ایک کتاب قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ کیونکہ پیشتر کی تمام کتابیں (۱) مختص الزمان (۲) مختص القوم تھیں پھر اسپر یہ مصیبت کہ انکی اصلی صورت نہیں رہی انسانی دسترس نے بہت سی کمی بیشی کر کے مفر نہیں خطرناک بنا دیا ہو کوئی کتاب ایسی ہو کہ اسکو ہر ایک انسان سیکھنے کو مجاز ہی نہیں۔ پھر کامل طور پر سکھانیوالے ہی ترسنے معدوم ہیں۔

غرض اسوقت بجز قرآن کریم کے دستور العمل بنانے کے لائق اور کوئی کتاب ہے ہی نہیں مبارک ہیں وہ لوگ جو اس آفتاب کی روشنی کو مستفید ہونیکے لئے اپنے دروازوں کو کھولتے ہیں اور اس کی اتباع کے لئے کامل طور پر کوشاں ہیں دنیا میں بہت سے شپر صفت خفاش لوگ نہ تو خود اس آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ ہی وہ پسند کرتے ہیں کہ دوسرا کوئی اس سے متمتع ہو کر اپنے منزل مقصود کو پہنچے۔ بلکہ ظلمت اور تاریکی کی غاروں میں پڑے ہوئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اس آفتاب صداقت کو خواہ مخواہ برا بھلا کہتے ہیں نہ انکو خوف خدا و عاقبت کا فکر نہ دانوں کچھ عقل سے کام لو۔ ضد تعصب کی تاریکی و ظلمت کو نکالو تا تم اس نور سے بہرہ ور ہو سکو خدا کے خوف کو دلوں میں جگہ دو۔ تاکہ تم کو حق نصیب ہو جس حکیم و حمید نے یہ کتاب پاک نازل فرمائی ہے۔ وہ غیور بھی بڑا ہو وہ کہیں گزشتہ شریروں کی طرح تمہارا بھی انجام بد ہو ہر ایک انسان کو اپنے مآل کیلئے غیرت ہوتی ہے یہ اس شہنشاہ عالمین کی کلام ہے۔ اس کی

گرفت بہت سخت ہے اسکا عذاب بہت خطرناک ہے دنیا میں ذلیل اور خوار کرنا
اور ناکامی کی موت دینا یہ وہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر آخرۃ میں سخت شدید
عذاب کی وعید ہے۔ پس ڈرو اور پیر زادو گستاخیوں اور شوخیوں سے باز آجاؤ۔

ناظرین آپنے دیکھا ہوگا کہ "مسافر آگرہ" نام ایک اخبار آگرہ سے نکلتا ہو
اس کے مضامین مسلمانوں کے دلوں کو بہت دکھ دینے والے ہوتے ہیں بہت
گندہ دہنی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی گندہ دہنی اور بیہودگی کو دیکھکر آدمی برداشت
نہیں کرسکتا۔ اس لیے مجھکو تو اس اخبار اور بھی جو کہ اسی طرز کے ہیں ان کے
پڑھنے سے سخت نفرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۲۲۔ فروری کے سوال کا جواب
ستمبر میں لکھتا ہوں۔ وہ بھی میرے ایک مکرم معظم دوست نے کہیں ورق گردانی
کرتے دیکھا تو ایک درخواست بھیجو کہ بظاہر نرمی اور تہذیب سے لکھی ہے اور
علمائے اسلام سے التجا کی ہے کہ ضرور اس بات کا جواب دیویں۔ اسپر مجھکو جواب
دینے کیلئے ارشاد فرمایا۔

ناظرین! ایڈیٹر صاحب نے ایک بہت ہی معمولی سوال کو دانستہ یا نادانستہ
بہت ہی اہم و پیچیدہ سمجھکر جسکو "عقدہ لا ینحل" کے عنوان سے پیش کیا ہے اور وہ
یہ ہے کہ "قرآن میں سورہ رعد شریف کے آخیر رکوع میں یہ آیت شریف وارد ہے
ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا وذرية ۔ ترجمہ۔ البتہ
تحقیق بھیجے ہم نے رسول پہلے تجھ سے اور دیئے ہم نے انکو بیبیاں اور اولاد۔
"برعکس اس کے تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و
حضرت یحییٰ علیہ السلام ہر دو مجرد رہے"
"اور روایات اسلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخر
دیکھے [۱]) ہر دو صاحب نہ صرف مجرد ہی تھے بلکہ دوسروں کو بھی تعلیم دیتے تھے کہ مجرد رہنا ہی بہتر ہے

[۱] ہم کوئی کلام اسکی صحت پر اسکی ضمانت نہیں کرسکتے ... ایڈیٹر

یعنی حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ کا مجرد رہنا اور مجرد رہنے کی تعلیم دینا مذکورہ بالا آیت شریفہ کے متضاد ہو۔ ایڈیٹر صاحب اس کی تطبیق یا حل جو کہہ چاہتے ہیں۔ معزز ناظرین! میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت ہی معمولی بات کو لاینحل بنایا گیا ہے۔ سو اب انشاء اللہ العزیز بفضلہ و بعونہٖ اسکو واضح کرتا ہوں۔

اول تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ ہر دو صاحبان مجرد تھے اور یہ اسلامی عقیدہ ہے اور مسلمہ امر ہے (بقول ایڈیٹر صاحب) اب تعجب کا مقام ہے کہ اس میں دقت کیا ہے۔ جہاں ایک رسول بیان کیا کہ سب نبی صاحب ازواج و اولاد تھے وہاں یہ استثنا کر دی کہ یہ دونوں مجرد تھے۔ اور یہ عام قاعدہ ہے ہر ایک ملک ہر ایک زبان میں استثنا کا طریق مروج ہے اور قریباً ہر ایک شخص ایسے کلام کرتا ہو جس میں استثنا کو استعمال کرتا ہے پھر اگر قرآن کریم بیان کرے تو کیا تعجب ہے۔ اور کونسی مشکل ہو۔ مگر تعصب کی پٹی آنکھوں پر ہو تو ذرہ تامل اسکے سمجھنے میں ہوتا۔

(۲) اس سے بڑھکر تعجب کا مقام ہے کہ سائل نے ہر دو حضرات کے مجرد رہنے اور مجرد رہنے کی تعلیم دینے کا کوئی حوالہ اپنے مضمون میں نہیں دیا۔ کہ فلاں سورۃ شریف میں ہے۔ یا فلاں حدیث صحیح میں درج ہے وغیرہ۔ مزید براں جب خط کے ذریعہ حوالہ طلب کیا گیا تو جواب میں فرماتے ہیں۔

کہ مجھ پر اسی قدر کھلا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ قرآن کریم میں سیداً و حصوراً کے لقب سے ملقب فرمائے گئے ہیں اور اسکا مفہوم صرف مجرد سے بنتا ہی ہے۔ اگر آپکو شک ہو تو کسی عالم اسلام سے دریافت فرمائیں کہ آیا حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ شادی شدہ تھے یا نہیں مجھ امید ہے کہ کوئی بھی اسکا منکر نہ ہوگا۔ کہ یہ ہر دو صاحب مجرد تھے۔ اور رہا یہ کہ انہوں نے منع بھی

کیا یا نہیں تو اسکا جواب اگر بنظر انصاف دیکھنا چاہو تو قرآن کے ماخذ یعنے **انجیل** سے دیکھ سکتے ہو"

معزز ناظرین آپنے دیکھ لیا کہ اول مضمون میں حوالہ نہیں دیا۔ دوم قلب ہے یہوں "؟ لیا کر علمائے اسلام سے دیانت کر سکتے ہو (آپ مومن ہیں) اور معاملہ کے دعوی کو ثبوت مانگتے ہیں) اور "قرآن کے ماخذ انجیل سے دیکھو"

میں تو کبھی نہیں سنا اور شاید آپنے بھی کبھی نہ سنا ہوگا۔ کہ دفاتر اسلام سے مراد انجیل ہوتی ہے بھلا اس سے بڑھکر دھوکہ کی مثال اور کیا ہو بیچارے کو دفاتر اسلام کا لفظ بولکر اس سے مراد انجیل لی جاتی ہے اور اسی کو عین انصاف کہا جاتا ہے بہت معقول۔

اب غور فرمائیں کہ ساری بنیاد آپکے "مقصد لانجیل" کی اسی پر قائم تھی کہ ہر دو حضرات مجبور تھے۔ مگر اسکا ثبوت سائل نے نہ دیا۔ اور نہ دیکھ اور نہ ہی انشاء العزیز دیکھیگا۔ البتہ حضور نے معترض نے "ناحق سہارا لینا چاہا ہے۔ سو بفضل خدا انشاء اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے بھی اطمینان ہو جائیگا۔ اب چونکہ یہ بات نہیں تھی جسکا کوئی اصل نہیں تو اعتراض ہی کیا رہا اب اس آیت کریمہ پر کوئی اعتراض نہیں کہ رب نبی صاحب از … ج را و وجو تھیں۔ یہ بات علام الغیوب کہتا ہے۔ اور بالکل سچی بات ہو "ناظرین کیسی معمولی اور آسان بات تھی کہ جس کو کچھ تو نادانی اور کچھ دھوکا دہی سے "مقصد الانجیل" بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

اب دو باتوں کے متعلق کچھ بیان کرکے مضمون کو انشاء اللہ ختم کرونگا۔

اول قرآن شریف کا ماخذ انجیل۔ دوم لفظ حضور جیپر سائل نے کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔

اگر انجیل کی تعلیم … وہی تعلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحیٰی … موجود

رہنے کی تعلیم دی ہے۔ تو اگر اس سے بڑھ کر صریح ظلم کیا ہوگا کہ قرآن شریف تو
بڑے زور سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ:-
رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم کہ رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم خدائی
تعلیم نہیں یہ ان عیسائیوں نے اپنی طرف سے بنالی ہے ہم نے ہرگز تعلیم نہیں دی
کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر دنیا سے منہ پھیر کر جنگل میں الگ تھلگ جا بیٹھو اور
انجیل میں بقول سائل ہردو حضرات . . . . . سو یہ تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ پھر
بھی انجیل کو ماخذ ٹھہرانا کیسا ظلم صریح ہے قرآن کریم تو کہتا ہے کہ مجرد رہنا ٹھیک نہیں
اور تم پہلے انبیاء کا نام لیکر جھوٹ بولتے ہو کہ انہوں نے یہ تعلیم دی اور ایڈیٹر
صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن کا ماخذ انجیل ہے۔ اور اس میں سے ثابت ہوتا ہے
کہ انہوں یا ہر دو حضرات نے مجرد رہنے کی تعلیم دی پس ثابت ہوا کہ قرآن کی
بھی تعلیم یہی ہے۔ بہت عمدہ طرز ہے ماخذ بتانے کی اور حوالہ دینے کی۔

حاشیہ۔ اسلام کے رو سے مجرد رہنا خوبی نہیں بلکہ یہ نقص ہے ایک مثال لکھ کر چند شعر سناتا ہوں

کاملاں کز شوق دلبر می روند | یاد و صد بار ے سبکتر می روند
ایں کمال آمد کہ با فرزند و زن | از ہمہ فرزند و زن یکسو شدن
در جہان دارند بیروں از جہاں | بس ہمیں آمد نشان کاملاں
چوں ستورے زیر بار اندر بسر | در تہی رفتن سرت باشد تیز تر
اینچنیں اسپے کہ آید بکار | تا بجا ماند ایں رہ اینش دار
اسپ آں اسپ است کو بار گراں | میکشد ہم میرود بس خوش خراں
کاشتہ گر زن بیارد صد ہزار | صد کند گر صد ہزاراں کاروبار
پس گرفتہ در حضور او فتور | نیست آں کامل ز قرب بہشت دور
نیست آں کامل نہ مرد زندہ جاں | گر جز و سندی ز مردانش مخواں

کل کو یہ بھی کہدینا کہ وید میں تناسخ اور نیوگ کی تعلیم ہے اور وید کی رو سے خدا خالق ارواح و مادہ وغیرہ نہیں یا رحیم کریم نہیں وغیرہ اور چونکہ وید ماخذ قرآن ہے پس میں منصف ہو کر یہ کہدیتا ہوں کہ تمام مذکورہ باتیں قرآن کی ہی تعلیم ہیں۔

ناظرین لیہ بھی خیال کیا ہوگا کہ انجیل کو بھی کوئی مقام نہیں بتایا۔ مجھے گمان نہیں بلکہ یقین ہے کہ سائل صاحب کہیں سے یہ حوالہ نہیں دے سکتے کہ حضرت عیسیٰؑ یا حضرت یحییٰؑ نے مجرد رہنے کی تعلیم دی ہے۔ ہاں اگر ایڈیٹر صاحب (رسائل) کو معلوم ہے۔ تو ضرور مطلع فرمائیں مگر یہ یاد رکھیں۔ کہ کہیں کسی حواری کی تعلیم کو حضرت عیسیٰؑ یا حضرت یحییٰؑ کی تعلیم سمجھ کر پیش نہ کر دیں۔ بلکہ آپ نے حوالہ اس امر کا دینا ہے کہ یہ مرد صاحب مجرد رہنے کی تعلیم دیتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library

نیز یہ کہ آپ نے ماخذ کو لفظ بہت جلدی سے کہدیا۔ لہذا یہ بھی تحریر کر دیں کہ انجیل کیونکر ماخذ قرآن بن سکتی ہے ذرا ہوش میں آکر جواب دینا۔ ایسا ہی جس طرح حوالہ کا جواب دیا ہے اسی طرح کا جواب یہ بھی ہو۔ بڑی تاکید کرتا ہوں۔

اب لفظ "حصور" کے متعلق (اصولی) کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں سائل نے (یا معترض نے) حصور کے معنے یا مفہوم "عورتوں سے بچنا" بتائے ہیں۔ جس کا مطلب یہ کہ شادی نہ کرنی اور مجرد رہنا بہت اچھا تو ذرا دیر کے لئے اسی مفہوم و مطلب کو صحیح تصور کر لیتا ہوں۔ تو اس کی دو صورتیں ہوئیں (۱) اول یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام مخنث تھے (۲) یا خود طاقت رجولیت کے ہوتے ہوئے مجرد رہنا پسند کیا یا مجبوراً مجرد رہے

اب ذرا لفظ حصور کے سیاق سباق پر نظر کریں کیونکہ بغیر سیاق سباق کے دیکھنے کے ترجمہ کرنا سخت نادانی ہے۔ سو دیکھو سورہ آل عمران رکوع ۴ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جہاں حضرت زکریاؑ دعا کرتے ہیں۔ رب هب لی

من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔ اے میرے رب عطا کر مجھکو اپنے حضور سے اولاد طیب تو ہی دعا سننے اور قبول کرنیوالا ہے۔

طیب کہتے ہیں پاکیزہ۔ پسندیدہ چیز کو یعنی حضرت زکریاؑ اولاد کے دعا فرماتے ہیں مگر وہ اولاد کیسی چاہتے ہیں جو پاکیزہ ہو عیب دار نہ ہو نہ جسمانی عیب ہو نہ اخلاقی اور روحانی پھر اپنے پسندیدہ بھی ہو۔ اب اللہ جل شانہ نے بھی کیسی قبولیت فرمائی ہے۔ ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقا بکلمۃ من اللہ و سیدا و حصورا و نبیا من الصالحین یعنی فرمایا کہ اے زکریاؑ تجھکو خوشی کی خبر سناتے ہیں کہ تم کو ایک لڑکا مسمی یحییٰ عطا کرینگے جو ایک پیشگوئی کا مصدق ہوگا وہ سردار ہوگا۔ وہ حصور ہوگا۔ وہ نبی ہوگا صالحین میں سے۔

اب آپ نے سیاق و سباق کو دیکھا سو قد محل پہچانا کہ حضرت زکریاؑ پاکیزہ و پسندیدہ اولاد کی دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ جل شانہ نے قبولیت فرمائی اور بڑی خوشخبری سنائی۔ اب بیلا سائل کے سننے کی پہلی صورت کہ نامرد ہوگا ذرا چسپاں کر کے تو دکھاوے کیا ناقص الخلقت مخنث کو بے نقص کر سکتے ہیں؟ اور کیا خوشخبری کے ماتحت یہ الفاظ بول سکتے ہیں۔ کہ تیرا بیٹا نامرد ناقص الخلقت ہوگا؟ ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں افسوس یہ لوگ اعتراض کرتے وقت آگا پیچھا نہیں دیکھتے درمیان سے ایک لفظ پکڑ لیا اعتراض کر دیا ہے وہ کسی طرح سے ہی کیوں نہ ضرور کر دیتے گویا کہ اس کے ماقبل و مابعد کچھ لکھا ہی نہیں۔ اور دوسری صورت کہ باوجود طاقت رجولیت کے اس طاقت سے کام بالکل نہ لیتے تام کو بھی شادی نہ کریں گے اس کی نسبت بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ فطرت انسانی کے خلاف کام کرنا سخت غلطی ہے جب یہ طاقت بقائے نسل کے لئے ہے اور اسی ... لئے دی گئی ہے۔ تو پھر اس سے کام نہ لینا

جائز طریق سے فطرت سلیم کے تقاضا کے خلاف قدم اٹھانا ہے۔ نیز جبکہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک طاقت دی ہے تو اس سے کام نہ لینا اس نعمت کا کفران ہے اور گویا یہ ایک فضول اور لغو کام تھا۔ جو کہ نعوذ باللہ اللہ جل شانہ نے کیا کہ ایک ایسی قوت عطا کی جس کے استعمال کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ پھر روزانہ تجربہ و مشاہدہ میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جب کسی قوت کا استعمال ترک کیا جاتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ طاقت ایسی مفقود ہو جاتی ہے گویا کبھی تھی ہی نہیں مثلاً بہت سے سادھو وغیرہ ہاتھوں کو اونچا رکھتے ہیں اور ان سے کسی قسم کی حرکت نہیں کرتے پس وہ کچھ مدت بعد اسی جگہ پر کھڑے کے کھڑے خشک ہو جاتے ہیں یا اگر کسی مضبوط جفاکش کاشتکار کو یا دوسرے پیشہ ور مثلاً لوہار بڑھئی وغیرہ کو اس کے اپنے پیشہ سے ہٹا کر بیکار رکھکر عمدہ خوراک پر ڈال دیے جائیں تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی پہلی قوتیں مضبوطی جفاکشی وغیرہ بالکل مفقود ہو جائیں گی اس قسم کی بہت سی مثالیں دنیا میں موجود ہیں کہ جس طاقت سے کام نہ لیا جاوے وہ آہستہ آہستہ مفقود ہو جاتی ہے یہی حال رجولیت کا ہے۔ کہ اگر اس سے کام نہ لیا جاوے تو کچھ عرصہ کے بعد یہی جواب دے جاتی ہے لہذا اگر حضرت یحییٰ پیدائشی نامرد نہ تھے تو مجبور رہنے سے کچھ عرصہ بعد بھی اسکا نتیجہ ہی بالآخر یہی ہے کہ نامرد ہو جائے تو اب پھر وہی سوال ہے کہ وہ بات کس طرح خوشی کا موجب یا خوشخبری ہو سکتی ہے جبکہ لازمی نتیجہ اولاد کو "نامرد" بنانا ہے۔ جس کو پیشتر ذکر کر آیا ہوں پھر یہ کہ ایک انسان اپنے اخلاق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا جب تک بیوی بچے نہ ہوں تو اس لحاظ سے جسمانی نقص تو نہ سہی اخلاقی نقص ہی لازم تھا میرا اسکے بھی یہی سوال ہے کہ کیا خوشی کا مقام یا خوشخبری ہو سکتی ہے کہ وہ بیٹا "اخلاق میں ناقص ہوگا" ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں۔ کسی باپ کے لیے ناقص الخلقت یا نامرد یا ناقص الاخلاق والا بیٹا خوشخبری نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی اس خبر سے خوش نہیں ہوگا۔

ایک بات اور بھی ہے کہ نبی یا رسول بطور استاد کے ہوتے ہیں وہ اپنی جماعت کو تعلیم
بھی دیتے ہیں اور اس پر عمل بھی کر کے دکھاتے ہیں کیونکہ صرف تعلیم دینا اور خود
اس پر عمل کر کے نہ دکھانے سے فائدہ نہیں ہوتا دیکھا ہوگا۔ کہ کئی پنڈت پادری یا عالم
لیکچر دیتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے تو ان کے ساتھ والے کوئی عملی نمونہ نہیں
دیکھ سکتے کیونکہ استاد نے کر کے نہیں دکھایا۔ سائنس کو دیکھو بلکہ دیگر امور دنیا پر نظر
ڈال کر دیکھو کہ خود استاد کر کے دکھاتے ہیں۔ تبھی شاگرد سیکھتے ہیں انبیاء کی
غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ تعلیم سکھلائیں۔ مگر اپنا نمونہ دکھا کر پس اگر حضرت یحییٰ
کے بیوی بچے نہ تھے اور انہوں نے اپنی قوم کو کوئی نمونہ ہی نہیں دکھایا کہ کس طرح کا سلوک
بیوی کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح اولاد کی تربیت کرنی چاہیئے۔ دیکھو تو وہ بیچارے
سوکھی تعلیم سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے تھے بلکہ اس کا نتیجہ لازمی یہی ہوتا کہ وہ لوگ انکی
دیکھا دیکھی مجرد رہنا اختیار کرتے البتہ یہ نمونہ ان کے لیے حجت ہوتا مگر قرآن کریم نے
اسکا رد کر دیا ہے جیسا کہ پیشتر ذکر کر چکا ہوں کہ مجرد رہنا بدعت ہے کسی رسول
کی نہ یہ تعلیم ہے اور نہ کسی رسول کا ایسا عمل ہے اب یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ
حصور کے معنے عورتوں سے بچنا کرنے غلط ہیں اور یہ کسی صورت سے
صحیح نہیں ٹھہر سکتے۔

ہاں اگر آپ کو اسکا مطلب یا مفہوم سمجھنا تھا تو سورہ مریم کا پہلا رکوع بھی
دیکھ لیا ہوتا جس جگہ دعا اور قبولیت یا بشارت وغیرہ تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔
دیکھو حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ جل شانہ اپنی **رحمت** کا ذکر فرماتا ہے۔ اس
تمام رکوع کو غور سے پڑھو کہ حضرت زکریا علیہ السلام ایک ولی کی درخواست کرتے
ہیں کہ جو انکا اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو اور طیبہ ہو لفظ رضیاً سے حل کیا
اور حصور کو اس طرح سے سمجھا دیا۔ وحنانا من لدنا و زکوۃ وکان تقیا و برا
بوالدیہ و لم یکن جبارا عصیا۔

ہم نے اسکو اپنے فضل سے رحم کرنیوالا۔ مہربانی کرنیوالا بنایا۔ اسکو پاکیزگی بخش عطا فرمایا۔ وہ ہر ایک بدی سے بچنے والا تہا۔ زنا کار عورت سے بچتا ہوا کیونکہ وہ متقی تہا۔ یہ سب باتیں لوگوں کے دکہانیکے لیے نہیں۔ بلکہ خدا کے خوف و خشیت سے تھیں۔ وہ والدین سے حسن سلوک کرنیوالا تہا۔ سرکشی اور نافرمانی سے بچتا تہا۔

تو حصور کے کیا معنی ہوئے کہ اے زکریا تیرا بیٹا بدیوں کے ارتکاب سے محفوظ ہوگا نیک اور فرمانبردار ہوگا۔ یہ وہ معنی ہیں جو قرآن کریم نے خود بیان فرما دئیے کیا یہ معنی موقع و محل کے مطابق اور صحیح ہیں کہ سائل کے (مجرد رہنا)؟

اب بل کا عقدہ "انجیل" بفضل خدا نہایت عمدگی سے حل ہو گیا حضرت یحییٰ کی نسبت لفظ حصور کا حوالہ دیا تہا۔ سو اسکو حتی الامکان اچہی طرح سے صاف کر دیا حضرت عیسیٰ کی نسبت کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اسلئے خود ہی اس کی تردید ہو گئی اب اس علام الغیوب کی کتاب پر جو اعتراض کیا تہا وہ بالکل ردی اور لغو ثابت ہو گیا اور محض ضد اور تعصب کی تاریکی یا نادانی کی وجہ سے پیدا شدہ ثابت ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یاد رکہیں کہ اس کتاب پاک پر کوئی صحیح اعتراض نہیں آسکتا۔ اور ہرگز نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس کے بہیجنے والا علیم و حکیم خدا ہے۔ اب دوبارہ تاکید سے کہتا ہوں کہ انجیل سے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کے قول تلاش کریں کہ کہاں انہوں نے مجرد رہنے کی تعلیم دی ہے دوسرے یہ کہ کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کا ماخذ ٹھہرانے کے لیے کیا کیا شرائط ہیں ذرا سوچ سمجھکر جواب دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ انجیل قرآن شریف کا ماخذ کس طرح بن سکتی ہے۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کر چکا ہوں اور سائل کو خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں

کہ اپنی زبان کی اصلاح کرے بلکہ اپنی تمام عادات و اخلاق کی اصلاح کی کوشش کرے یہ باتیں خدا کے خوف و خشیت سے اور اس کی محبت سے پیدا ہوتی ہیں خدا کے خوف کو دل میں جگہ دو اور اس کی عظمت کو نگاہ رکھو لوگوں کو اگر خوش نہیں کر سکتے اور سکھ نہیں پہنچا سکتے۔ تو کم سے کم دکھ تو نہ دو۔

مقدس انسانوں کو برا بھلا کہنے سے اور مقدس کتابوں کی توہین سے زبان کو روک لو۔ مبادا اس دنیا میں کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔ کیونکہ سنت اللہ یہی چلی آتی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(برکت علی احمدی عفا اللہ عنہ)

پنجاب ریویو

یہ ماہوار رسالہ مولوی ظفر علی صاحب بی۔ اے کی زیر ایڈیٹری نکلنا شروع ہوا ہے اس وقت اردو زبان کی ترقی کیلئے اور اردو دان پبلک کی دلچسپی کے لئے عمدہ اور مفید مضامین کی ضرورت تھی وہ اس لحاظ سے ہر ایک شخص جو زبان اردو سے دلچسپی رکھتا ہو کسی نہ کسی رسالہ کو دیکھ کر اپنے ذہن کے دوڑ پر درست اور مفید باتیں کھینچ کر ان میں آ جاتا ہو لیکن اکثر دیکھا گیا ہو کہ بہت سے بڑے امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں اور وہ پودہ جس پر آئندہ زمانہ میں آثار اور ثمر پیدا ہونے کی امید تھی یاس سے بھی محروم نظر آتا ہو بہت بڑے بڑے وعدے کئے جاتے اور خوشنما لیکن نقشے پیش کئے جاتے ہیں مگر وقت آنے پر وہ وعدے سب امید غروب اور وہ نقارہ ایک پیاسے کے لئے سراب ثابت ہوتے اگر ایک ایک رسالہ میں ایک ایک مفید بات ہوا کرے تو وہ نفع رساں ہو سکتے ہیں مگر وہاں تو الٹے ایسے سین نظر آتے ہیں کہ پہلی پہلی نمبر

والوں کو بھی آنکھیں بند کرنی پڑتی ہیں۔ اور اسوجہ سے اکثر رسالہ بجائے نیک نامی بڑھانے کے
رسوائی بڑھانے کے باعث ہو جاتے ہیں اور یہ سب دقتیں یک ہی سبب سے ہیں کہ جن کو خدا نے
سمجھ بھی دی ہو اور عقل دی ہو اور ساتھ اسکے لکھنے کی لیاقت بخشی ہے وہ اس میدان میں
آنے سے گریز کرتے ہیں اور ہندوستان کے رسالہ اڈیٹروں کا اکثر ایسے ہوتے ہیں
پہلے رسالہ میں بیشک چند لائق آدمیوں کے آرٹیکل ہوتے ہیں مگر دوسرے یا تیسرے
نمبر میں خاتمہ ہو جاتا ہے اور سب جوش و خروش ہانڈی کے ابال کی طرح بیٹھ جاتا ہے اول تو
ایڈیٹر توجہ نہیں کرتا۔ اگر کرے بھی تو اکیلا انسان کیا کرے جب تک نامہ نگاروں کی کثرت
اور پھر لائق نامہ نگاروں کی کثرت نہ ہوگی تب تک رسالہ قدر و منزلت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا
جا سکتا خدا نے ہر ایک کام کے لیے الگ الگ آدمی پیدا کئے ہیں۔ جیسا کہ ہر ایک فن کا شائق
اپنے علم کی کتابیں بھی بجز ان کے ہم خاک فائدہ اٹھا سکتے ہیں بہت عجب آیا کرتا ہے جبکہ
اردو کے اخباروں میں اکثر چین و جاپان یا ایران و روس یا امریکہ اور روس یا جرمن و
فرانس یا آسٹریلیا اور اٹلی یا انگلینڈ اور ایجپٹ کے تعلقات پر بحث ہوتی ہے
اور ان آرٹیکلوں کے لکھنے والے اکثر وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ملک چھوڑ کر اپنے
صوبہ کے حالات سے ناواقف ہوتے ہیں اور ان ممالک کی طاقتوں ان کی قومی
روایتوں اور انکے پولیٹیکل دعووں سے محض جاہل ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں کچھ بھی
واقفیت رکھنے والا انسان ان اخبارات کو کیونکر پڑھے جو لوگ واقف ہیں وہ خاموش
رہیں اور آخر اکثر خبریں شتر گربہ بازیچہ اطفال کے مصداق بن رہی ہیں غرض ایسی صورت
میں کسی نئے رسالہ کا نکلنا بھی خواہ ان ملک کے لئے کسی بڑی خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا
ہاں اگر ایک سال کامل گزر جائے اور پھر بھی اسکا بجائے تنزل کے ترقی ہی نظر آئے
تو وہ رسالہ بیشک اس قابل ہے کہ ہر شخص اسکے ایڈیٹر کی تعریف بھی کرے۔ اور
اور سوکر وائے یہ جو کچھ لکھا گیا اسکا اصل محرک خود اس رسالہ کی طرف سے اڈیٹر

رسالہ نے اسے انگریزی میگزینوں کی طرز پر چلانیکا ارادہ کیا ہے۔ جو بڑا وقت طلب امر ہے لیکن بصورت کامیابی کے قابل شکریہ بھی۔ پہلے نمبر میں جو تعلیمیں درج کی ہیں وہ تو کچھ قابل قدر نہیں۔ ہاں مضامین میں سے مسلم پولٹیکس محررہ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے سیکرٹری مسلم لیگ۔ عربی زبان محررہ مولوی اسلم صاحب جیراجپوری۔ اسلام کی برکتیں محررہ ایڈیٹر صاحب رسالہ۔ سیرت محررہ کرمی منشی مرزا سلطان احمد صاحب۔ پیر بال ہیادل پور۔ یہ چار مضامین عمدہ ہیں اور اگر ان مضامین پر ترقی کا قدم بڑہایا گیا تو امید کامیابی ہے انشاء اللہ تعالیٰ مگر ان مضامین میں عربی زبان کی نسبت میرے خیال میں کسی قدر حد سے زیادہ فراخدلی سے کام لیا گیا ہے۔ اس شخص نے اسلام کو سخت نقصان پہونچانے کی کوشش کی ہے اللہ ہم ہرگز تیار نہیں کہ اسکا کوئی احسان قبول کریں۔ ایڈیٹر صاحب نے بھی اپنے مضمون میں ایک عجیب بات لکھی ہے یعنی حضرت مسیح شہید ہوئے۔ یہ بات خود تو بیان چھپنے کی بات ہے۔ لیکن نقاش کے نقش قدم میں ہو کچھ جبتک لنکر آتی ہیں اسکے کیسے خلاف ضرور ہیں۔ بہر حال رسالہ قابل قدر ہے ہم امید کرتے ہیں.......... کہ با استطاعت احباب اسکی مدد میں کمی نہ کرینگے مگر ایڈیٹر صاحب کو نامہ نگاران کے پیدا کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے رسالہ کی قیمت خاص ۶ روپے اور عام ہے مقام اشاعت کرم آباد ہے الہ ایڈیٹر صاحب سے درخواست کرنے پر ملسکتا ہے

ویدکے ظہور میں فتور

یہ چھوٹا سا پمفلٹ منشی ظہیر الدین صاحب نے لکہا ہے اور مولوی محمد امین صاحب حکیم دروازہ دیانگر کے پتہ سے ۵ روپے کی قیمت پر ملسکتا ہے اس مختصر سے رسالہ میں منشی صاحب نے بعض آرین عقاید کی عمدگی سے تردید کی ہے اللہ اگر مذاق خاص کی طرف منسوب نہ کیا جاوے تو میں اس رسالہ کو پڑھ کر بہت پسند کیا اور امید کرتا ہوں کہ وہ سرورکے لئے بھی مفید ثابت ہوگا۔ اور آریوں کی سرخ کوششوں کے مقابل پر اگر مسلمان بھی اس قسم کے رسالوں کو خرید کر مستحق اجر نہیں تقسیم کریں

اور اُس کا صلیب سے بچ رہنا یقینی پس جب ثابت ہو گیا کہ یسوع صلیب سے زندہ اُتر آیا تھا۔ اور مرا نہ تھا تو کفارہ خود باطل ہو گیا۔

کفارہ پر دیگر اعتراضات

جسقدر ثبوت ہمنے کفارہ کے ابطال کے دیئے ہیں اُن سے کافی طور سے ثابت ہو گیا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ من گھڑت ہے اور بائبل سے اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ اوّل تو خدا تعالیٰ کی توحید ثابت ہے اور تثلیث بے ثبوت ہے پھر یہ ثابت نہیں کہ ایک سے زیادہ خدا اگر مان لیئے جائیں تو وہ باپ بیٹا ہیں اور پھر اگر باپ بیٹا بھی ہیں تو مسیح ہی وہ بیٹا ہے کیونکہ اگر بیٹا ہونا ضروری ہو تو اور آدمی سرور ہیں کہ جو ہر طرح زینت کے یسوع سے زیادہ حقدار ہیں اور اگر یسوع کو بیٹا مان بھی لیا جائے تو یہ ثابت نہیں کہ اسنے خوشی سے صلیب پر لٹکایا جانا پسند بھی کیا تھا تو اسکا صلیب پر مرنا ثابت نہیں بلکہ صلیب سے صاف بچکر کشمیر کی طرف چلا جانا ثابت ہے لیکن اب ہمیں کفارہ کے متعلق اور چند اعتراضات پیش کرتا ہوں کہ جن سے کفارہ کے خیال کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ بائبل میں ہے کہ جو کاٹھ یعنے صلیب پر لٹکایا جاتا ہے وہ لعنتی موت مریگا۔ اور خدا سے دور ہوگا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص کی نسبت جو خدا کا بیٹا بھی مانا جاتا ہے یہ بات کہی جائے کہ ایکوقت اسپر ایسا آیا تھا کہ وہ خدا سے دور ہو گیا تھا کیونکہ خدا سے دور ہونا دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جب ایک شخص خدا تعالیٰ سے غافل ہو جائے اور اس سے نفرت کرنے لگے۔ تو کہا جاتا ہے کہ وہ خدا سے دور ہے یا لعنتی ہے پس یسوع کی نسبت کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کسی وقت اُسے خدا سے نفرت ہو گئی تھی اور وہ اس سے دور ہو گیا تھا حالانکہ جھوٹے نبیوں کی نسبت پیشگوئی تھی کہ وہ تو کاٹھ پر لٹکائے جائیں گے

گنہگاروں کی ساتھ ایسا سلوک کبھی نہ ہوگا۔ پس اگر یسوع کاٹھ پر مر گیا تھا تو کفارہ تو کفارہ خود یسوع کی نبوت تک ثابت نہیں ہوتی۔

دوم یہ کہ کفارہ کو مان کر بھی خدا تعالیٰ کی عدالت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کیسے ظلم کی بات ہے کہ اگر ایک کمزور مخلوق یعنی انسان گناہ کرے تو اسے ابدالآباد کے لئے جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور اپنے بیٹے کو باوجود اس کے کہ اُس کے سر پر کروڑوں گناہ ہیں صرف تین دن کے لئے دوزخ میں رکھا جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ خدا تھا اور غیر محدود تھا۔ اس لئے اُسے تین دن کی سزا کافی تھی۔ تو اس پر یہ الزام آتا ہے۔ کہ پھر خدا محدود ہو جاتا ہے۔ کیونکہ غیر محدود کیساتھ محدود کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اور جب دو چیزوں میں نسبت ہوگی۔ تو وہ ضرور محدود ہونگی۔ کبھی کسی حساب میں یہ سوال نہ دیکھا ہوگا کہ اگر کسی محدود چیز کو اسقدر کام کے بدلہ میں اتنا بدلہ دیا جائے۔ تو غیر محدود ہستی کو اپنے ہی کام کے بدلہ میں کتنا دیا جائیگا۔ پس اس صورت میں یسوع کو تین دن کیا ایک سیکنڈ کی بھی سزا نہیں مل سکتی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ گو نسبت تو کوئی نہیں بیٹھی مگر حسن حساب سزا دیدی گئی تھی تو یہ ظلم ہے پس یسوع کو تین دن تک سزا کا ملنا ممکن ہی نہیں اگر ممکن ہو تبھی تو ظلم ہے۔

سوم یہ کہ یسوع کو جو تین دن تک دوزخ کی سزا ملی تو یہ خدا بیٹے کو سزا ملی تھی یا یسوع انسان کو۔ اگر بیٹے کو سزا ملی تھی تو خدا میں تقسیم لازم آتی ہے۔ یعنی اگر تین خدا نہیں تو ان دونوں میں سے ایک رہ گئے تھے اور اگر ایک نہیں تو اسکا کچھ حصہ رہ گیا تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ سزا یسوع انسان کو ملی تھی تو پھر وہی اعتراض پڑتا ہے کہ اس صورت میں اسے صرف تین دن کی سزا دینا مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق ظلم تھا۔ اور دوسرے ایک دھوکہ تھا کیونکہ جب واقعہ میں خدا بیٹا خدا باپ کے پاس موجود تھا۔ تو پھر اس نے ایک خاک کا پتلا بنا کر اسکا نام اپنا بیٹا

رکھدیا اور اُسے صلیب دیکر اپنے عدل کو قایم رکھنے کی کوشش کی دوسری وجہ یہ

چہارم کفارہ کا عقیدہ خلاف عقل ہے کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ زید کے پیٹ میں درد ہو اور عمر اپنی پسلی میں چھری مارلے۔ اور زید اچھا ہو جائے۔

پنجم اگر کفارہ سچا ہے تو پہلے نبیوں کا کیا حشر ہوگا کہ جو توحید کے قائل تھے اور انہیں مسیح کے کفارہ پر ایمان لانیکا موقعہ نہیں ملا اگر وہ کفارہ پر ایمان لائے بغیر نجات پا سکتے تھے تو ہم کیوں نہیں پا سکتے۔ اور کیا نئی ضرورت پیدا ہوئی تھی کہ یسوع کو صلیب پر لٹکنا پڑا۔ پہلے نبی بڑے زور سے توحید باری کے قائل تھے پس وہ کفارہ کے قائل کس طرح ہو سکتے تھے اور حضرت یوسف سے جب اُنکے بھائیوں نے کہا کہ بنیامین کے بدلے میں انکو قید کرے تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو ظلم ہے۔ اگر کفارہ درست تھا تو انہوں نے کیوں نہ بدلہ منظور کر لیا۔

ششم۔ اس وقت کی مسیحی سلطنتیں کیوں کفارہ پر عمل کرکے ایک کے بدلے میں دوسرے آدمی کو پھانسی نہیں دے دیتیں کیونکہ اگر وہ اس کو جائز رکھیں تو ہزاروں آدمی روپیہ کے زور سے اپنے قائمقام دے دیں اور خود کو سزا سے بچالیں۔

ہفتم۔ کیا وجہ ہے کہ مسیحی گورنمنٹیں مسیحیوں کو سزا دیتی ہیں کیونکہ جب ان کے گناہ معاف ہو چکے ہیں تو اب وہ جو چاہیں کریں انپر کوئی الزام نہیں۔ اور اگر باوجود کفارہ پر ایمان لانے کے انسان کے لیے گناہوں سے بچنا لازمی ہے تو کفارہ کا فائدہ کیا ہوا پھر تو کفارہ بالکل بے سود ہے اور دوسرے کفارہ کے مسئلہ کی ضرورت تو تب پڑی جب کہ مان لیا گیا کہ انسان گناہوں سے نہیں بچ سکتا اسلیئے اس کی نجات کے لیے یسوع صلیب پر لٹکایا گیا۔ پس اگر کفارہ کیساتھ نیک اعمال کی شرط بھی ہوئی ہے تو نجات محال ہے کیونکہ مسیحی عقیدہ کے رو سے انسان گناہوں سے بچ ہی نہیں سکتا۔ پس جب انسان نے

ضرور گناہ کرتے ہیں اور کفارہ نے اسوقت تک کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ جب تک
اعمال نیک نہ ہوں تو نجات ناممکن ہوگئی اور اگر کہا جائے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے
کلی معاف ہو جاتے ہیں تو پھر کسی مجرم کو سزا دینا ناجائز ہوا۔ بلکہ اگر وہ گندہ سو
گناہ خون ہی کرے تو اسے تسلی دینی چاہیئے کہ تو نے بہت عمدہ کیا تیرے سب
مسیح یسوع نے اٹھائے ہیں تو اب ناجی ہے اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ جب انسان
کفارہ پر ایمان لاتا ہو تو وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے تو یہ بالکل جھوٹ ہے
کیونکہ مسیحی ممالک کے حالات اظہر من الشمس ہیں۔ اور یورپین تہذیب کے
واقف خوب جانتے ہیں۔ دوسرے بفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ
مسیحیوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تو یہ اعتراض پڑتا ہے کہ جب مسیحی گناہ کرتے ہی
نہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مسیح نے ہمارے گناہ اٹھا لیے جب گناہ ہی
نہ ہوتے تو پھر اٹھایا کیا۔

غرض کہ کوئی پہلو بھی لے لو کفارہ کا مسئلہ غلط ہی ثابت ہوتا اور عقل سے
باور نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔ پس جو طریق کہ مسیحی مذہب نے گناہوں سے
نجات حاصل کرنیکا بتایا ہے۔ بالکل باطل اور بیہودہ ہے اور کوئی ذی عقل
اس طریق سے اپنے گناہوں کی معافی کا امیدوار نہیں ہو سکتا۔

بقیہ رسیدات زر ماہ فروری سنہ ۱۹۱۰

[illegible] حکیم نور محمد صاحب [illegible]	[illegible] محمد ابراہیم صاحب [illegible]	[illegible] بابو محمد اسمٰعیل صاحب [illegible]
[illegible] شیخ فتح الدین صاحب [illegible]	[illegible] میاں عنایت اللہ [illegible]	[illegible] چوہدری [illegible] صاحب نمبردار [illegible]
[illegible] میاں حیات محمد صاحب [illegible]	[illegible] مرزا یعقوب بیگ [illegible]	[illegible] چوہدری حکم الدین صاحب [illegible]
[illegible] میاں نبی بخش صاحب [illegible]	[illegible] میاں رحمت اللہ صاحب [illegible]	[illegible] منشی سلطان عالم خانصاحب [illegible]
[illegible] ملک غلام محمد صاحب [illegible]	[illegible] مرزا امیر احمد صاحب [illegible]	[illegible] ماسٹر قمر الدین صاحب [illegible]
[illegible] نواب خان صاحب [illegible]	[illegible] محمد رمضان صاحب [illegible]	[illegible] میاں اسد اللہ صاحب [illegible]
[illegible] منشی دولت خانصاحب [illegible]	[illegible] سید ولایت صاحب [illegible]	[illegible] میاں دین محمد صاحب [illegible]
[illegible] حکیم محمد اکرم صاحب [illegible]	[illegible] بابو برکت علی صاحب [illegible]	[illegible] بابو عطاء اللہ صاحب [illegible]
[illegible] محمد وزیر خان صاحب [illegible]	[illegible] میاں محمد ابراہیم صاحب [illegible]	[illegible] منشی غلام محمد صاحب [illegible]
[illegible] شیخ محمد حسین صاحب [illegible]	[illegible] منشی نواب خان صاحب [illegible]	[illegible] بابو [illegible] خانصاحب [illegible]
[illegible] سیٹھ [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] میاں [illegible] الدین صاحب [illegible]	[illegible] سید صادق حسین صاحب [illegible]
[illegible] میاں جلال الدین صاحب [illegible]	[illegible] میاں [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] چوہدری گوہر علی صاحب [illegible]
[illegible] بابو روشن الدین صاحب [illegible]	[illegible] بابو برکت علی صاحب [illegible]	[illegible] منشی امیر الدین صاحب [illegible]
[illegible] شیخ نیاز محمد صاحب [illegible]	[illegible] میاں رحمت اللہ صاحب [illegible]	[illegible] ڈاکٹر رحیم بخش صاحب [illegible]
[illegible] عبد اللہ صاحب [illegible]	[illegible] میاں محمد کریم الدین صاحب [illegible]	[illegible] میاں عبد العزیز صاحب [illegible]
[illegible] مرزا سلطان احمد صاحب [illegible]	[illegible] حاجی امیر الدین صاحب [illegible]	[illegible] میاں محمد افضل صاحب [illegible]
[illegible] میاں غلام رسول صاحب [illegible]	[illegible] ملک [illegible] خان صاحب [illegible]	[illegible] منشی غلام حیدر صاحب [illegible]
[illegible] قاضی [illegible] الدین صاحب [illegible]	[illegible] بابو غلام الٰہی صاحب [illegible]	[illegible] منشی ظہور احمد صاحب [illegible]
[illegible] ماسٹر غلام محمد صاحب [illegible]	[illegible] غلام علی صاحب [illegible]	[illegible] منشی محمد حسین صاحب [illegible]
[illegible] حکیم محمد قاسم صاحب [illegible]	[illegible] چوہدری محمد اسمٰعیل [illegible]	[illegible] میاں بشیر احمد صاحب [illegible]

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

اصلی عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

اکیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے

ڈاکٹر، بید، اور حکیم بھی یہ مانتے ہیں کہ ہیضہ کی بیماری میں ہیضہ کے شروع ہوتے ہی عرق کافور پلا دیجیے یہ بڑا فائدہ دیکھا گیا ہے۔ دست اور قے تھوڑی ہی دیر میں بند ہو جاتی ہے۔ جگر کی رنگت بن جاتی ہے ہاتھ پیروں میں گرمی آتی ہے۔ اور مریض کو نیند آ جاتی ہے۔ دیکھو ڈاکٹر وغیرہ کی قسم ہیضہ کی دوسری دوائیوں کے مانند جنہیں افیون ملی ہوتی ہے۔ اس عرق کا اثر کافور تیز تر خراب نہیں ہوتا۔ ہیضہ کو بند کر دینے والی دوا سوائے عرق کافور کے دوسری نہیں ہے۔ کسی مقام میں ہیضہ پھیلا ہو تو روزانہ صبح دو تین قطروں کا استعمال کرو تو پھر اس بیماری کے ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ یہ ہیضہ کے زہر کو بیکام کر دیتا ہے۔ وقت پر ہیضہ سے بچنے کیلئے خاص دوا عرق کافور ہی ہے۔ اگر یہ عرق ہیضہ شروع ہوتے ہی دیا جاوے تو سو میں نوے آدمیوں کی جان بچ جاتی ہے۔ ہیضہ میں یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ پردیس میں رات کے پچھلے پہر دفعتہً ہوا کرتا ہے جس وقت اس کیلئے دوا کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو خاصکر مسافروں کو یہ لازم ہے۔ کہ وہ عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست پیٹ کے درد اور بدہضمی میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہے۔ نقلی عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور گول شیشی میں بھر کر چھپے کاغذ کے بکس میں بند رہتا ہے۔ اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک کیواسطے (۵ر)

المشتہر

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۰ یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے جلد ۵

[illegible]

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ۱؎ اور طلباء سے ۱۲؎ اور غیر ممالک والوں سے ۲؎

تشحیذ الاذہان

قادیان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۰ء | فہرست مضامین | مطابق شوال

[illegible]

باہتمام چوہدری عبد السلام صاحب مینیجر ... قادیان ... شائع ہوا

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے
فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب مدظلہ العالی کے
مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جس کو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق
کی اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ یہ امراض چشم کیلئے بیحد مفید ہے
اس شہادت کے بعد ہم کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ افراد کا امام طبی حیثیت
اور تجربہ میں بھی طبی امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ
دھند جالا پھولا پڑوال بال اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے
قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible]
ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا ہر رنگ کی آنکھوں میں ملا کرے یہ سرمہ [illegible] گرمی وغیرہ کے
موسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں بہت مجرب ہے۔

سلاجیت

مقوی جمیع اعضاء [illegible] دافع [illegible] بواسیر و جذام و استسقا و زردی رنگ
[illegible]
اور [illegible] وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] ترکیب استعمال [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] پشاوری [illegible] سفید [illegible] سفید اور [illegible]
اور پشاوری ٹوپیاں [illegible] ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں۔

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان کا آئیندہ رنگ

تشحیذ الاذہان کو جاری کئے ہوئے پانچ سال ہو چکے ہیں۔ پانچویں سال کا بھی یہ دوسرا نمبر ہے۔ تشحیذ کے اجرا کی غرض نوجوان مسلمانوں میں مذہبی مذاق پیدا کرنا اور انہیں اسلام اور اہل اسلام کی عملی خدمتگذاری کا سچا جذبہ پیدا کرنا تھا۔ پانچ سال کے اندر تشحیذ اپنے اس مقصد میں محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے جس حد تک کامیاب ہوا ہے۔ وہ اسکے شاندار ہونے کا حوصلہ افزا ثبوت ہے۔

تشحیذ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ بھی ضروری قاعدہ رکھا گیا تھا کہ تشحیذ میں ممبران انجمن تشحیذ مضامین لکھا کریں۔ اس وقت تک بعض نے اس طرف توجہ کی اور اکثر نے کسی وجہ سے غفلت جو افسوسناک امر ہے

سلسلہ کے نوجوانوں کا یہ اپنا رسالہ ہے اسکے متعلق انکے دو فرض ہیں اول رسالہ کو دلچسپ اور مفید بنانے میں وہ عملی حصہ لیں دوم اسکی اشاعت کے لیے دوسروں کو توجہ دلائیں۔ اس پہلو میں ہر ممبر انجمن تشحیذ الاذہان نے جو کام کیا ہے وہ بجائے خود اسپر غور کرے

اور اگر اپنا فرض ادا نہیں کیا تو **تلافی مافات کرے۔**

اسکے بعد اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تشحیذ الاذہان کی **مجلس ناظم** اسے آیندہ زیادہ مفید بنانیکے لیے ہر طرح کوشش کر رہی ہے اور آیندہ جو تجویز اس کے سامنے ہو کہ ممبران انجمن کو مضامین حاصل کرنیکی پوری کوشش کیجاوے کہ انجمن کی غرض . . . نوجوانان قوم میں علمی اور عملی مذاق پیدا کرنیکے اصل پر مبنی ہے۔

اسلیے ممبران انجمن کو مناسب ہے کہ وہ اپنے اس **فرض** کو شناخت کریں رسالہ کی ترتیب کے متعلق آیندہ خاص تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کیجارہی ہے اور اس مقصد کے لیے اسکے حجم میں اضافہ کرنیکا خیال بھی مد نظر ہے۔ رسالہ کی ترتیب میں جو تبدیلی ہوگی اسکی کسیقدر **جھلک** ناظرین اس نمبر میں مشاہدہ کرینگے۔ اور اسی پر وہ اسکے آیندہ رنگ کو قیاس کر سکینگے۔

خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ایسی کوشش جاری ہو کہ رسالہ کے مضامین لیے ہوں اور مختلف واقفیت کا مجموعہ ہوں۔ مسلسل مضمون **حضرت صاحبزادہ** صاحب کا جو **مسئلہ نجات** پر جاری ہے۔ اسکے متعلق بھی غور کیا جارہا ہے کہ وہ الگ کتاب کی صورت میں شایع کر دیا جاوے یا اسے اسی طرح جاری رکھا جاوے۔ اسکے متعلق ناظرین رسالہ کی رائے کا انتظار ہوگا۔ بہرحال یہ رسالہ ان تبدیلیوں کا نمونہ ہے جو آیندہ ملحوظ ہیں۔ رسالہ کے حجم میں بھی کسی قدر اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں رسالہ کی دلچسپی کے لیے اختیار کی گئی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ ہی کے فضل سے ہوگا۔ وباللہ التوفیق

مختصر نوٹ

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ لاریب اللہ متقین کیساتھ ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ لاریب اللہ محسنوں کیساتھ ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ۔ لاریب اللہ صابرین کے ساتھ ہو یعنی اللہ مومنین محسنین صابرین کا رفیق غمگسار اور یار و مددگار اور ہر جا ہر حال قال میں انکے ساتھ رہتا شریروں کی شرارت اور نفس کی خباثت سے انکو بچاتا دکھ اور درد کے وقت میں اطمینان دیکر غم غلط کرتا اور ہر غلطی اور خطا کیوقت انکو طرح طرح سے آگاہ کر دیتا اور انکو اخلاقی اور روحانی معاملات میں عجیب استقامت جرأت اور شجاعت عطا فرماتا ہو۔ الغرض جب اللہ ساتھ ہے تو سمجھ لو کہ کیا کچھ اس کے ہاتھ ہے۔ اس لئے ہے

خدا داری چہ غم داری؟

تقویٰ کے معنے ہیں خوف الٰہی کا طالب ہونا اور اسی سے ڈرکر اسکی رضا کے موافق عمل کرنا۔ نہ تکبر رعونت اور خود نمائی کے طریقوں کے مطابق نہ دنیاداری رسم پرستی اور ہوا و ہوس یا کسی شہوت کے مطابق غرض ہر حال اور قال میں اللہ ہی کی رضا کا طالب ہونا اور اسی سے ڈرتے رہنا اور حق پر استقامت رکھنا یہ تقویٰ عجیب نمونہ ہے اور اسی پر تمام **ترک دنیا و ترک شہوات** منحصر ہے اور یہی تمام نیک اعمال اور **خدا پرستی** کی بنیاد ہے۔ پس جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی خلاصی کا راستہ خود پیدا کر دیتا ہے یعنی اگر کسی وقت حق گوئی اور خدا ترسی کی وجہ سے شریر لوگ اسکے دشمن بنکر اسکو تکلیف دینا اور ذلیل و خوار کرنا چاہیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ خود بخود خلاصی کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے اور اسکا مشکل اور وبال بنکر نئے نئے طریق سو

اسکو رزق پہنچاتا ہے یعنی اگر دنیا پرست اور بد معاش لوگ اس کو رزق سے تنگ کرنا چاہیں اور جو جو ظاہرا صورتیں اسکے معاش کی ہوں اسکو بند کر دیں تو اللہ تعالیٰ خود کسی نئے طریق سے رزق پہنچانا شروع کر دیتا ہے۔

یہ تو تقویٰ کے نتائج ہیں مختصر الفاظ میں سب۔ تقویٰ نام ہے عقاید صحیحہ اور اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا

محسن کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا یا اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنے آپکو یقین کر لیوالا۔ پہلا حصہ تو اعلیٰ درجہ کا ایمان اور معرفت سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ ادنیٰ درجہ کا ہے۔ یہ ایمان بھی اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائے۔ تو وہ گناہوں سے بچ سکتا ہے بلکہ بچ جاتا ہے اور پھر ترقی کرتے کرتے وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے۔

محسن کے معنے قرآن کریم میں ایک تو یوں بتائے ہیں بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن۔ یعنی محسن وہ ہوتا ہے جو اعتقادی اور عملی رنگ میں خدا ہی کا ہو جاوے محسن اور مسلم کو ہم بلحاظ مفہوم مترادف کہہ سکتے ہیں اور اس طرح اسکے معنے ہونگے کہ محسن وہ ہوتا ہے جو اپنے وجود کو ایسی شے سمجھے کہ جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی طاعت اور اسکے عشق و محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنیکے لیے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر تمام نیکیاں بجالاوے گو یا ایسے ذوق و شوق اور حضور سے گو یا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں وہ اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے حقیقت احسان کی۔

صبر کے معنے ہیں رنج و راحت عسر و یسر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط رکھنا اور بلاؤں اور مصائب میں رضا بالقضا کا عملی نمونہ دکھانا۔ ایسا ہی نیکیوں پر

استقلال اور ثبات قدم دکھانا اور بدیوں سے توبہ کرکے اس پر ثابت قدم رہنا ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کا جو طرز ہوتا ہے اسکا ذکر اسی آیت میں ہے علیھم صلوٰت من ربھم و رحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون اور صابرین کی بھی حالت اس طرح بتائی ہے کہ مصائب کے وقت رضا بالقضا کا یوں ثبوت دیتے ہیں قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون جب انکی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض اور انعامات اور رحمت کے مورد بن جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور ہدایت انکے شامل حال ہو جاتی ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے ایمان کے حصول کے پانچ ذرائع بتلائے ہیں جو جواہر خمسہ ہیں۔

اول۔ صبر کرے صبر کے معنے ہیں مصائب کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو الزام نہ دے۔ شہوت کے مقابلہ میں عفت ضبط ہے۔ مقابلہ میں حلم مصائب کے مقابلہ میں ہمت غرض ہر بدی کو ترک کرنا اور ہر نیکی کر لیکر اسپر ڈٹے رہنا:

دوم اگر کسی بدی کا موقعہ آیا ہے تو اس بدی کو کسی احسن تدبیر سے ہٹا دینا اور اس بدی اور اس کے شر سے بچ جانا:

سوم جو کچھ خدا تعالیٰ نے دیا ہوا ہے اس سے خواہ جسمانی طاقت ہو خواہ مال کی طاقت ہو آنکھ ہو کہ زبان سے ہو کہ قلم سے ہو غرض جس طرح بن پڑے اور جس چیز کی ضرورت ہو خرچ کرے مگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیواسطے

چہارم وہ افعال و اقوال جن سے حق اللہ اور حق العباد کا کوئی حصہ نہیں نکلتا انکو ترک کر دیں اسکا نام اعراض عن اللغو ہے:

پنجم۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور خود بھی عامل ہونا۔

حقایق القرآن

(آئندہ کیلئے سردست تجویز ہے کہ اگر کوئی روک واقع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی توفیق شریک حال ہو تو اس عنوان کے نیچے قرآن مجید کی کسی ایک آیت کی تفسیر مسلسل ہوا کرے)

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

یعنی آج ہی نے قرآن کریم کے نزول سے اور تکمیل اقدس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔ یہ آیت قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے روشن دلائل میں سے ایک زبردست دلیل ہے اور نہ صرف آپ کی نبوت کی بلکہ آپ کے ختم نبوت اور قرآن کریم کے خاتم الکتب ہونے کی بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کو قرآن مجید نے دو بڑے حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اول یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف فرما ہوئے جبکہ دنیا کے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور ہر قسم کی برائیاں اور بدکاریاں دنیا میں محیط ہو رہی تھیں۔ اہل عالم روحانی طور پر مر چکے تھے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے کہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ اور کہیں کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ کہکر عرب کی جاہلیت کا خاکہ کھینچا ہے۔ غرض اول یہ ثابت کیا ہے کہ فی الواقعہ دنیا کی حالت بگڑ چکی تھی اور بالطبع زمانہ تقاضا کرتا تھا۔ کہ کوئی عظیم الشان مصلح ربانی آئے اور اس بگڑی ہوئی حالت کو درست کرے۔ اسی لئے دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ

دوسرا پہلو آپ کی دلیلِ نبوت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت دنیا سے
رفیق اعلیٰ کی طرف چلے گئے جبکہ پورے طور پر اس مقصد کی تکمیل ہو گئی تھی اسی پہلو
کو ذکر اس آیت میں ہے جو اوپر بیان درج کی ہے۔ اس آیت میں پہلا **نکتہ معرفت**
تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مقام پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو خطاب کیا ہے کیونکہ اوّلاً بالذات وہی مخاطب تھے۔ کہ میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا اور
تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اس میں یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آج تمہیں قرآن کریم کو کامل کر دیا
اس میں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کریم کی تکمیل ہی نہیں ہوئی بلکہ اس کی
تکمیل بھی ہو گئی جن کو قرآن کریم پہنچایا گیا۔ اور رسالت کی غرض غائی **کمال تک پہنچ گئی**

اس آیت کی تصدیق اور تائید قرآن مجید کی ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے
جس میں صحابہ کرام کے متعلق فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور یہاں فرمایا
ورضیت لکم الاسلام دینا۔ پہلی آیت میں تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کی
تکمیل اور تزکیہ نفس ایسے مقام پر پہنچ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور
وہ رضا **بالقضاء** کا عملی نمونہ تھے انسان کی روحانی تکمیل بجز ان دو صورتوں کے ممکن
ہی نہیں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی راضی نہ ہو جائے۔ اور اس کے قلب کے کسی
گوشہ میں کوئی شکوہ یا شکایت جناب باری سے نہ ہو انسان پر مختلف قسم کے ابتلاء اور
مشکلات آتے ہیں انہیں ثابت قدم رہنا اور راضی برضا رہنا آسان امر نہیں ہوتا
گو صحابہ کرام یہ تمام شرطیں طے کر چکے تھے۔ اور یہ ایک اور ثبوت ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی **صداقت** کا کیونکہ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بھی
فرمایا ہے: ویزکیھم یعنی آپ تزکیہ نفس فرماتے ہیں۔ اور ایک مزکی ہیں۔ یہ آپ
کی نبوت کا **عملی ثبوت** ہے:

غرض یہ آیت جو اوپر لکھی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کامل دلیل ہے کیونکہ آپ نے کوچ نہیں کیا جب تک دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل شرائع سے کامل نہ کر لیا۔ اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ کیونکہ کاذب ہرگز نہیں دیا جاتی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس قسم کا کامل نشان کسی نے بھی نہیں دکھایا کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آ کر امن کیساتھ پوری ہو جاوے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور باایں ہمہ کفر کو ہر ایک پہلو سے فتح نمایاں ہو کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیات سے ہوتی ہے جن میں سے ایک یہ ہے۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

یعنی حق آ گیا اور باطل اپنی نحوستوں کو لیکر بھاگ گیا۔ اور باطل بھاگنے والا ہی تھا۔

پھر دوسرا **نکتہ معرفت** یہ ہے کہ اس آیت میں آنحضرت کی دو **تجلیوں** کا ذکر ہے یعنی تکمیل دو قسم کی ہوگی ایک تکمیل **ہدایت** دوم تکمیل **اشاعت ہدایت**۔

تکمیل ہدایت کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تجلی کا تھا۔ اور تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ زمانہ مقدر کیا تھا۔ جو احادیث صحیحہ میں مہدی کے زمانے سے موسوم ہوا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مہدی میرے نام پر آئیگا۔ اس میں سر یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ آخری **تجلی** ہوگی اور اسی کا ذکر سورۃ جمعہ کی اس آیت میں ہے۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ط

اس زمانہ میں **تکمیل اشاعت ہدایت** کے تمام سامان پورے ہو گئے ہیں اور اس طرح پر آج بھی اس آیت کی **صداقت** ظاہر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ وللہ الحمد ط

نامۂ عید

Digitized by Khilafat Library

ذیل میں اس خط و کتابت کو درج کیا جاتا ہے جو مراسم عید کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی اور حلقۃ المشائخ دہلی کے بانی حسن نظامی کے درمیان ہوئی خواجہ حسن نظامی کی غرض اپنے رسالہ نظام المشائخ کے عید نمبر کے لئے میٹر لینا تھا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے جو جواب دیا ہے وہ نہایت ہی غور کے قابل ہے حلقۃ المشائخ کے رسالہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کا جو خط چھپا ہے افسوس کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس میں بعض حصے درج نہیں ہوئے جو گو اصل خط کی روح تھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں حلقہ کے ممبر گزین کے ایڈیٹر نے یہ روا رکھا اور اس قسم کی تحریف سے انہیں کیا حاصل تھا۔ اسلئے جس حصہ کو انھوں نے نہیں چھاپا ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اس حصہ کو خط کشیدہ کر دیا جاوے۔ ناظرین غور کریں گے کہ صوفی منش خواجہ حسن نظامی نے حضرت خلیفۃ المسیح کے **نامۂ عید** کیساتھ کیسا **ظلم** کیا ہے۔ اور پھر ایک اور عجیب بات ہے کہ ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ نے ایک طرف تو پورا خط درج نہیں کیا۔ دوسری طرف اسی خط پر مبارک کرتے ہوتے لکھا ہے کہ "حکیم صاحب اور ان کے مشن کے عقاید سے ہمکو قلبی اختلاف ہے" اگر وہ اس خط کو جو حضرت خلیفۃ المسیح نے انہیں لکھا تھا پورا درج کر دیتے اور پھر جو جی چاہتے لکھتے تو انکی دیانت اور امانت کی اور بھی حقیقت کھلتی مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس اصل خط میں حضرت مسیح موعود حضور کا یہ ارشاد نکلا ہی

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

پھر احمدی عقاید سے قلبی اختلاف کو اظہار میں نہیں سمجھتا کی دقت رکھتا ہے
نظام المشائخ کو حقیقت سے میں ناواقف نہیں ہوں اور میں نہیں چاہتا۔ کہ اس پر
مزید روشنی ڈالوں مگر تصوف کے مدعی گروہ کا یہ حال قابل لحاظ ضرور ہے۔

تقویٰ اور رضا رسی کا یہ طریق نہ تھا کہ اس طرح پر محض علم معدودی کو حاصل کرنے کے
لیے ایک مومن غلطیات بیان کر دی جاتی۔ گر احمدی عقاید سے کلی اختلاف ہے
تو دوسرے الفاظ میں اس کے یہ معنی ہیں کہ انہیں اسلام سے نفرت ہے "نظام المشائخ"
نے یہی لکھا ہے کہ گویا احمدی عقاید کو "تصوف" سے بہت کم سروکار ہے۔ "انکی بڑی
مہربانی ہوگی اگر اپنے رسالہ میں" اس کی تشریح کریں۔ کہ تصوف کا وہ کونسا حصہ ہے
جس کو احمدی عقاید کو سروکار نہیں اگر حق گوئی اور حق جوئی ہمارے زعم اور کی کا
شیوہ ہونا چاہیے۔ تو وہ صحیح مرتج کے لیے تیار ہو نگے۔ مگر مجھے خطرہ ہے کہ وہ اس
خصوص میں زبان نہیں کھول سکتے۔ ورنہ انہیں سخت مشکلات کا سامنا ہو گا بہر حال
ایک لمبی تمہید کے بعد اس نامۂ عید کو درج کیا جاتا ہے اور رسالہ اخیر میں
اضافہ کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ عید کے روز نماز سے پیشتر دودھ
میں چھوہارے ڈال کر خود بھی اور اپنے احباب کو بھی کھلایا کرتے ہیں
اور بطرف ادائے سنت کے لئے۔ نیا ہی حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ بھی معمول ہے کہ آپ
خصوصیت سے صدقۃ الفطر کے علاوہ جو خیرات بھی کر آپ مساکین کے ہاں
ہم پہنچا دیتے ہیں یوم العید کی صبح سے نماز کو جاتے وقت تک خیرات کا ایک خاص
سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور راستہ میں دعاؤں میں خصوصیت سے مصروف رہتے ہیں۔"

اتنا اور لکھ دینا ہے کہ ان ایام میں یہ خط بغرض جواب آیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ
کی طبیعت سخت ناساز تھی اور ضعف بہت تھا۔ اسی لئے جواب میں آپ نے لکھ کر کہ ہر کیا
مجھے افاقہ ہے۔ گویا ذرا افاقہ ہی تو آپ نے خط لکھ دیا۔

حلقۃ المشائخ کا سوال جناب میرزا صاحب عید کے روز نماز کیونکر پڑھتے تھے بعد نماز گلے ملنے کی رسم آپ اس جگہ پاتے ہیں یا نہیں جو اظہار مسرت کے لیے اور کیا طریقے استعمال فرماتے تھے۔ احباب و اقارب سے اس دن کیونکر ملتے تھے۔ میرا تو مطلب یہ ہے کہ اس روز کوئی سوا اس کے خصوصیت ہوتی تھی جو عید کے دن کچھ خاص اعمال یا اشغال بھی کرتے تھے جو خود آپ کا کیا معمول ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا جواب جناب کا استفسار پڑھ کر دیر تک میں متعجب رہا اور دنیوی عجائبات کا مطالعہ کرنے کے قریب تھا کہ میری حالت وجد میں آ جاوے بلکہ ایک قسم کا وجد رہا۔ اس وقت مجھے افاقہ ہے۔

مولانا فقہائے کرام نے جس قدر قیاس اور استحسان سے مسائل اور حوادثات پر باریک بینوں سے کام لیا ہے اسکو اگر ایک کتاب میں لکھا جاوے اور صوفیائے کرام کی تحقیقات اور مکاشفات اور حالات وجد کو ساتھ ملائیں اور ایک پلڑے میں رکھیں اور ڈیڑھ سو آیت قرآنی جو اصل اور سرمایہ احکام فقہیہ ہے اور ڈیڑھ سو صحیح حدیث جو کہ مدار احکام فقہیہ علاوہ قرآن کریم کے ہے ایک طرف رکھا جاوے۔ تو ان لوگوں کے انصاف پر جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت فتاوی تیار کر رہے ہیں۔ کیا وجد آ سکتا ہے کہ نہیں۔

مرزا صاحب کے متعلق میں جناب کو ایک شعر سناتا ہوں جو میں نے انکی زبان سے علی وس لاتعداد سنا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

اس شعر کے بعد جناب کا جواب کافی سے زیادہ ہو سکتا ہے مگر باس خاطر سے عرض ہے کہ عید کے دن مرزا صاحب غسل فرماتے اور جدید لباس کرتے اور خوشبو لگا کر مع احباب کے عید گاہ میں تشریف لیجاتے تھے اور گاہے احاطہ مسجد میں جہاں ہم لوگ جمعہ پڑھتے

دیں وہاں ہی عید پڑھ لیتے تھے۔

عید کا خطبہ ہمیشہ یہ خاکسار پڑھ دیتا تھا۔ یا مولوی عبدالکریم واپسی میں دوسرے رستے سے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ صدقۃ الفطر پہلے جمع کیا جاتا تھا۔ اور قربانی کی عید میں بعد نماز کے معاً قربانی کرتے تھے۔

میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ آپ کسی کے گلے لگے ہوں۔ یا کسی کو پان وا ہو وغیرہ میں ہی نئے آئے ہوئے دوست مصافحہ کر لیتے تھے۔ سیر و تفریح کے لئے کہیں نہیں جاتے تھے۔ کوئی خصوصیت نہ تھی۔ اقارب سے بھی کوئی خصوصیت کی ملاقات وسلام نہیں کرتے تھے۔ راستہ میں لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پڑھنے کی عادت تھی مگر آہستہ اور بعض لوگ بلند آواز سے پڑھتے تو روک نہ سکتے تھے۔ والعبد میں تنبیہہ کرنی فرض ہے کہ معانقہ عام طور پر قطعاً آپکی عادت میں نہ تھا۔ والسلام (نورالدین)

ثبوت نبوت وجدانی طریق ہے؟

مرقومہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السمٰوٰت و الارض یعنی اے نبی لوگوں سے کہدو کہ میں تم سب کی طرف ایسے بادشاہ کی جانب سے رسول آیا ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ انسان کی عادت میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ وہ بادشاہوں اور نوابوں کے قاصدوں اور ایلچیوں کی طرف عظمت کی نگاہ سے دیکھتا اور انکی رسالت کا واجب احترام کرتا ہے۔ اور انکی پیروی اطاعت اور تعظیم بہ تفاوت مراتب ہر بادشاہ اور نواب کی وسعت ملک اور اسکی عظمت و جلالت پر موقوف ہوتی ہے۔ اسی معتاد و متعارف دستور کے موافق جناب نبی کامل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے آشنا

بڑا جلیل الشان موعود کیا گیا ہے کہ میں کل دنیا کے انسانوں کی طرف رسول بنکر آیا ہوں کسی چھوٹی سی بستی کے ایک حصہ کی طرف نہیں اور الاختیار بادشاہ کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی جانب سے کہ جو زمین آسمان کا مالک شہنشاہ ہے۔ پھر فرمایا۔ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب الذین اٰمنوا قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم اٰیات اللہ مبینات لیخرج الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت من الظلمٰت الی النور یعنی اے دانشمندو جن میں ایمان کا بیج ہے اللہ سے ڈرو اس نے تمہاری طرف تمہیں بھولی بسری ہوئی تعلیم حق یاد دلانے والا رسول بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیتیں اور حق کی کھلی کھلی تعلیم تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔ یعنی انسان پرست نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث وکفارہ کی طرح ناقابل فہم اور عقل پر بوجھ کوئی بات نہیں۔ بلکہ سچائی صفائی اور وضاحت میں یہ تعلیم اپنی صداقت کی آپ گواہ ہے۔ اور اس تعلیم کی غرض غائی یہ ہے کہ راستباز اور نیکوکار مومنوں کو ہر طرح کی شک وتردد اور خلاف حق عقائد کی تاریکیوں سے نکال کر اس حقیقی نور کی راہ دکھاوے جو تمام نوروں کا سرچشمہ اور تمام راحتوں اور لذتوں کا منبع ہے پھر فرمایا یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا یعنی اے نبی ہم نے تجھے بھیجا ہے دنیا کے لیے ایک گواہ اور بشارت دینے والا اور آنیوالے خطرے سے ڈرانیوالا۔ اور اللہ کی طرف اسی کی مرضی سے دعوت کرنیوالا اور روشن چراغ جو خود بھی روشن ہے اور دوسرے بھی اس سے ایمان کے چراغوں کو روشن کر سکیں۔

وہ لوگ جن کے اندر رشد وہدایت کا مادہ تھا اور سعادت انکی مددگار رہتی ہے۔ ان دعووں کو سنکر خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ایک بااغرض مکار یا بیہودہ مقصد کا ادعا کی یہ بنیاد نہیں ہو سکتی کہ ایسی طمانیت وقار اور دلی جرأت سے پھر ایسا دعویٰ کرے اور جب یہ دیکھا جائے کہ کس استقامت اور استقلال سے برابر تیئیس برس دعویٰ کرنیوالے نے اس بلند دعویٰ کو نبھایا کس قدر خطرات مصائب زلازل اور زہرہ گداز آفتیں اسکے سامنے آئیں کس قدر

کسقدر تحریکات اور ترغیبات دلفریب صورتوں اور ہوش ربا بھیسوں میں اس کے روبرو
جلوہ نما ہوئیں کہ وہ اس دعویٰ سے دست بردار ہو جائے مگر اسنے نہ تو ترہیب کی پرواہ کی
اور نہ ترغیب کی طرف التفات کیا۔ اور برابر اپنے دعویٰ پر قائم رہا۔ ان حالات کو دیکھکر سلیم
عقل اور خدا ترس دل کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ ایسے دعوے کرنیوالے کی نسبت خفیف سے
حقیر رائے قائم کرے بہت سے دل کے کچے اپنی اندرونی ابتر سے واقف اور باشعور کاذب بھی
کبھی کبھی بلند دعوی کر بیٹھتے ہیں مگر جلد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مختلف تحریکوں
ترغیبوں اور تہدیدوں کے زور آور صدمہ کے مقابل انکے پاؤں بہت دیر تک جم نہیں
سکتے ادنی ادنی سے تحریکات انکے ارادوں میں فرق آجاتا ہے اور خفیف سی جانستان
دھمکی انکے بہروپ کا تار و پود ادھیڑ کر رکھدیتی ہے۔ نہایت حیرت انگیز امر ہے کہ ایک شخص
چالیس برس کی عمر میں اتنے بڑے دعاوی کو شروع کرتا ہے اور تریسٹھ برس کی عمر تک
باوجود ہزارہا انقلاب اور صدمات کے پیش آنیکے اسے پوری طرح نبھاتا ہے اسکی زندگی اول
و متضاد باتوں اور مختلف متناقض حالتوں کا سچا اور صحیح نمونہ ہے۔ ایک عرصہ دراز تک وہ
بے بس مظلوم اور قوم کے دست ظلم و شر کا ہدف ہے۔ اور چپکے ستموں میں بیکس صابر درویش
ہے اور دوسرے وقت میں ایک زبردست جری اور جان نثار قوم کا مالک اور کامیاب مقتدر
مطلق بادشاہ ہے۔ مگر ان دونوں حالتوں میں تمام گفتار حرکات سکنات اور ہر طرح کے معاملات
میں کمال انسانیت فوق العادت مروت و فتوت اور اعلیٰ اخلاق و خصائل کا قابل تقلید نمونہ ہو
نہ تو ظلم اور دشمن کی مہیب صورت نے اسکے اولوالعزم کو کچلا ہے صبر اور جزع فزع کرنیوالا اور
اپنے امر مفوضہ سے دست بردار ہو جانیوالا ثابت کیا۔ نہ کامیابی کی فوق الفوق خوشی اور
شہنشاہی اور اقتدار مطلق کے سنہری تاج نے اسے بہکانے کو موقعہ پایا۔ کہ وہ متکبر
اترانے والا اور قابو پاکر دشمنوں سے انتقام لینے والا اور ایک سکے قابو مغلوب النفس انسان ہے
بلکہ دونوں حالتوں میں درویشی نفس کشی تواضع حلم رعایت عفو عبادت اور ایثار کی صفت

اس کے پاک وجود میں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں۔ نبوت سے پہلی حالت جس میں وہ عام سوسائٹی کا بظاہر شریک تھا اور ہر طرح جائز طور پر خوف ملامت انکے متعارف وجود اور ناسزا کو لب سے اعدا سے سکتا تھا۔ اسکی نسبت وہ کس وثوق سے دعویٰ کرتا ہے فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ۔ یعنی میں اس دعویٰ نبوت کے پہلے عمر کا بہت بڑا حصہ تم میں بسر کر چکا ہوں تم میں کوئی ہے کہ مجھ میں کوئی افترا اور جھوٹ کی صفت خیانت اور بددیانتی کی صفت بداخلاقی اور بدمعاشگی کی صفت ثابت کر سکے۔ سیرت کے پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ دشمنوں کے سر اس تحدی آمیز دعویٰ کے سامنے نیچے ہو گئے۔ وہ جرأت نہ کر سکے کہ اس چاند جیسی جبین مصطفیٰ پر کوئی دھبہ لگا سکیں کیونکہ وہ بہت مدت اس سے پہلے اُس صادق ذی عزم کو **الامین و المامون** تسلیم کر چکے ہیں۔ اور درحقیقت کس کا حوصلہ تھا کہ وہ جسکا نام عرش عظیم پر **محمد** رکھا گیا ہے اسکا نام مذمم رکھتے۔

الغرض جناب ہادی کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک زندگی ایسا زبردست معجزہ ہے جو تنہا آپ ہی کا حصہ ہے۔ اور بغیر فرقان اور ہر زمانہ میں کام آنیوالا کامل معجزہ آغاز آفرینش سے کسی نبی کو بھی نہیں دیا گیا۔ آپ نے جس قسم کا دعویٰ کیا خود اسکا غیر متبدل پاک نمونہ دیا۔ اور اپنے پر اثر نمونہ سے ایک عظیم و کثیر قوم ایسی تیار کر دی جو تمام قوموں اور مذہبوں کے لئے کامل نمونہ اور گواہ کے ٹھہر گئی۔ اور انھوں نے اپنی مقدس زندگیوں سے ثابت کر دیا کہ کامل اُستاد کے ہوشیار شاگرد ایسے ہوتے ہیں وہ کس مپرسانی لوگ رومیوں اور ایرانیوں کی نگاہ میں حقیر یہود و نصاریٰ کے نزدیک ذلیل تھے اس رسول کی پیروی سے جس نے شہنشاہ زمین و آسمان کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کیا۔ دنیا کی قوموں اور ملکوں کے مقتدر مالک اور متصرف بن گئے۔ اور اس **نور اللہ** اور **سراج منیر** کی تائید و امداد سے کفر اور گمراہی کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکل کر شہرت عام اور بقائے دوام کے نورانی میدان میں آ گئے۔ اللّٰھم صل وسلم علیہ وآلہ الاف الاف تحیات وصلوات۔ آمین۔

دُعا کے متعلق کچھ

دُعا تمام مشکلات اور مصیبتوں کی کلید ہے۔ مگر یہ امر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اوّل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سرے سے دعا ہی کے منکر ہیں اور جو منکر نہیں ہیں۔ ان میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو آداب الدعا سے محض ناواقف ہیں ایسا ہی وہ لوگ جو اپنے آپکو دعا کرنیوالے ٹھہراتے ہیں وہ ان طریقوں سے ناواقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں۔

جو لوگ دعا کے منکر تو نہیں ہیں مگر چونکہ انکی دعائیں آداب الدعا کی ناواقفیت کی وجہ سے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں ایسے لوگ بعض اوقات دہریت تک جا پہونچتے ہیں۔

دُعا کے لیے سب سے اول ضروری بات یہ ہے۔ کہ دعا کرنیوالا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر کبھی سوء ظن نہ کرے بعض اوقات دعاؤں کی قبولیت میں ایک لمبا عرصہ صرف ہوتا ہے۔

جو لوگ تھک کر رہجاتے ہیں اور استقلال کو ہاتھ سے دیدیتے ہیں۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں نامراد رہتے ہیں۔

دعا کی مثال زمیندار کے بیج بونے کی سی ہے۔ اسکے لیے جیسے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ ویسے ہی دُعا کے واسطے بھی۔

چاہیے دعا کرنیوالا تعوق اور عجلت سے کام نہ لے۔ بلکہ صبر اور حوصلہ سے دعا ہی میں لگا رہے کیونکہ یہ ضروری امر ہے۔ کہ اس کی قبولیت کے لیئے دعا کو اس قسم تک

پہونچایا جاوے جہاں پہونچکر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جس طرح آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آکر جمع ہو جاتی ہیں اور انکی حرارت وہ اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ **دعا** اس مقام تک پہونچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جائے کہ **نامرادیوں** کو جلادے اور **مقصد مراد** کو پیدا کرنیوالی ثابت ہو

پھر یہ ضروری امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی **قدرت و طاقت** پر کامل ایمان ہو اور ہر وقت اپنے قریب یقین کرے اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعاؤں کے رد ہونیکا یہی سبب ہوتا ہے۔ کہ دعا کرنیوالا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو رد کرا لیتا ہے۔

پس ان امور کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ **کامل دعا** کی شناخت کا نشان یہ ہے کہ اسمیں تین باتیں ہوں۔ اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو اس کی شان کے شایان اور سزاوار ہو اور پھر وہ حمد و ثنا ایسی ہو کہ عبودیت کیساتھ اسکا کامل تعلق ہو جو کچھ انسان سے نکلے وہ ایسے **الفاظ** ہوں کہ کہنے والے کے دل پر بڑا اثر ڈالنے والے ہوں اور ایسا گہرا نقش پیدا کریں کہ اسوقت وہ نئی پیدائش کا موجب ہو سکیں۔

دوسرا مقصد کامل دعا کا یہ ہے۔ کہ اس میں تمام منافع اور فلاح کی چیزوں کو مانگا گیا ہو۔ اور **سوم** اس دعا میں تمام مضرتوں سے بچنے کی التجا ہو جو دنیا اور آخرت میں پہنچ سکتی ہیں؛

اس اصول پر **سورۃ فاتحہ** کامل دعا ہے جس میں ان تینوں باتوں کو جمع کر دیا ہے الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک کامل حمد و ثنا ہے پھر اہدنا الصراط المستقیم سے لیکر انعمت علیہم تک وہ راہ مانگی ہے جو ہر قسم کی بھلائیوں اور فلاح کی راہ ہے اور آخری حصہ وہ ہے جس میں تمام مضرتوں سے پناہ چاہی ہے۔

اس لیے یہ **اکسیر** ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے؛

۹- رتن

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور آپؐ کی نبوت کے ثبوت میں آپؐ کی تعلیم آیات بینات کا حکم رکھتی ہے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو پڑھتے ہیں اور پھر اس پر غور کرتے ہیں وہ بے اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ

لاریب آپؐ خاتم الانبیاء ہیں؟

تعجب اور افسوس ہے اُن لوگوں پر جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نہیں پڑھتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر غور کئے بدوں اعتراض کر دیتے ہیں آج ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات میں سے ایک **حدیث** پیش کرتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے کہ اس میں نو باتوں کا ذکر ہے اسکا عنوان **نو رتن** تجویز کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ربی بتسع خشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ وکلمۃ العدل فی الغضب والرضا والقصد فی الفقر والغنا وان اصل من قطعنی واعطی من حرمنی واعفو عمن ظلمنی وان یکون صمتی فکراً ونطقی ذکراً ونظری عبرۃ۔

مندرجہ بالا حدیث میں جو نو امور پیش کئے گئے ہیں اس سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیم کا پتہ لگتا ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کی پاک اور اعلیٰ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے متعلق اللہ نے فرمایا۔

انک لعلیٰ خلقٍ عظیم۔

حدیث مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔

اوّل ۔ خدا کا خوف خلوت وجلوت میں

دوم ۔ انصاف کی بات ہر حالت میں کہو۔ خواہ حالت غضب ہو۔ یا حالت خوشی۔

سوم ۔ اور میانہ روی کو ہاتھ سے نہ دو خواہ حالت فقر ہو خواہ حالت غنا۔

چہارم ۔ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے قطع تعلق نہ کر بلکہ اس سے مل

پنجم ۔ جو تجھے محروم رکھنا چاہے تو اسکو عطا کر۔

ششم ۔ جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر۔

ہفتم ۔ اگر تو خاموش رہے تو فکر سے دل خالی نہ ہو

ہشتم ۔ اگر بولے ۔ تو ذکر الٰہی زبان پر ہو۔

نہم ۔ اگر کسی طرف نگاہ کرے تو نظر عبرت سے دیکھ۔

ان نو باتوں پر غور کرو کہ کس قدر عظیم الشان مکارم اخلاق پر مبنی ہیں۔

اوّل ایسی بات رکھی ہے جس سے انسان گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے یعنی خدا کا خوف۔ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **"خدا کا خوف حکمت کا شروع ہے"**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم میں یہ مدنظر رکھا ہے کہ یہ خوف آنی ہی نہ یا ظاہری رنگ ہی نہ رکھتا ہو بلکہ خلوت وجلوت میں ہر حالت اور ہر وقت خوف الٰہی سے سینہ معمور اور لبریز رہے۔ ایک شخص ظاہر میں خدا تعالیٰ کے خوف کی باتیں کر سکتا ہے۔ اور دوسروں کو یقین دلا سکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہے مگر جب وہ تنہا ہو تو اسکے مقابلہ میں ان باتوں کا خیال ہو اور ایسے طرز سے وہ اپنی تنہائی کی گھڑیوں کو پورا کرے گویا

اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود ہی نہیں

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی وہ نہایت اخلاص اور صدق پر مبنی ہے کہ

انسان خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں خدا کا خوف اس کے دل پر ہو اس سے اس کے تمام افعال اور اقوال میں **صداقت** اور **استقامت** پیدا ہو جائیگی۔ اور وہ تمام گناہوں سے بچ جائیگا۔ کیونکہ گناہ کا صدور ایسی حالت میں ہوتا ہے جبکہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات پر پورا ایمان نہیں لاتا۔ یہ امر **حق اللہ** کے متعلق تھا۔ پھر نمبر دوم میں ایک ایسی عجیب تعلیم دی ہے جو انسان کو **کامل** انسان بنا دیتی ہے جب انسان حالت غضب و جوش میں ہوتا ہو اسکی عقل تیرہ و تار ہوتی ہے۔ اور وہ نشیب و فراز سے ناواقف ہوتا ہے اسوقت وہ عواقب سے خبردار نہیں ہوتا اور نہ سوچ سکتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ وہ جوش سے سرآشفتہ ہو رہا ہے۔ حق اور انصاف کی بات کہنا **کمال** ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ انسان اپنے قویٰ پر **پوری حکومت رکھتا ہو**

ایسا انسان جب مسرت کی حالت میں ہوتا ہے اسوقت بھی ایک جوش اس کے قلب پر احاطہ کئے بیٹھا ہوتا ہے۔ مگر قربان جائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جوش اور رضا دونوں حالتوں میں انسان کو عدل و انصاف کی تعلیم دیتے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ فطرت انسانی کے صحیح تقاضوں سے خوب واقف اور اپنے قویٰ پر پوری حکومت رکھتے تھے **تیسری ہدایت** اس سے بھی بڑھکر ہے انسان جب فارغ البال اور آسودہ حال ہوتا ہے۔ اسوقت وہ بڑا دلیر اور فراخ حوصلہ ہو جاتا ہے پھر کنگالی حالت بھی ہوتی ہے ایسے تنگ دستیوں میں اسی طرح خرچ کرتے ہوئے کوئی بوجھ معلوم نہیں ہوتا۔ اور جب عسر ہوتا ہے اور قسم کی تنگی ہوتی ہے۔ اسوقت پھر بخل سے کام لیتا ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حالتوں میں افراط و تفریط سے بچا کر راہ مستقیم پکڑا دیا۔ اور **اقتصاد و کلام** نبر ہو رہ دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کمال کا اظہار ہے۔ انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے کہ جو شخص اس سے یکبار قطع کرے وہ اس سے دس بار الگ ہونے کو آمادہ رہتا ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسی پاک اور اعلیٰ فطرت رکھتے ہیں اور صلح

انسان کیسی شفقت رکھتے ہیں کہ جو آپ سے قطع کرے آپ اس سے قطع نہیں کرتے
بلکہ اسکو پیوند کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس سے ملتے ہیں ۔۔۔۔ آپ ان سے
سلوک کرتے ہیں جو آپ سے بدسلوکی کرے اسے دیتے ہیں جو آپ کو محروم کرتا ہے۔ اور جو
ظلم کرتا ہے اسے معاف کرتے ہیں۔ اس تعلیم پر عملی رنگ میں نمونہ بننا ہر شخص کا کام نہیں
مگر سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسکا لانظیر نمونہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے اور آپ
کی جماعت کیساتھ جو سلوک کیا ہے۔ وہ نہایت دردناک داستان اور آپ کی زندگی میں
خون سے لکھا ہوا ورق ہے مگر جب آپ کو موقعہ اور قدرت ملی تو آپ نے

لا تثریب علیکم الیوم

کہکر سب کو معاف کر دیا۔ یہ کیسی بلند ہمتی اور ایثار و عفو کی نظیر ہے کہ دنیا کی تاریخ اسکے
پیش کرنے سے عاجز ہے

اس طرح پر ساتویں آٹھویں اور نویں تعلیم بھی اپنے اندر بہت خوبیاں رکھتی ہے اور ان میں سے
ہر ایک اس قابل ہے کہ اس پر مبسوط تشریح لکھی جاویں تاہم ان سب پر بہ نیت مجموعی غور
کرنے سے ایک دشمن سے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ فی الواقعہ یہ رؤف الرحیم
نبی ہے اور یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور ایسا ہی آپکا
مزکی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرض یہ نو باتیں جو پیش کی گئی ہیں۔

۹۔ رتن ہیں ❖

قطب شمالی اور آریہ مذہب

کچھ عرصہ گزرا ہے کہ آریہ سماجی معترض اسلام پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ جو لوگ قطب شمالی میں رہتے ہیں وہ روزے کس طرح رکھتے ہونگے؟ نمازیں کس طرح پڑھتے ہونگے ایسے اعتراضات کے جواب انہیں اپنے وقت پر اسلام کی طرف سے دیئے گئے جن پر انہیں کچھ کہنے کا حوصلہ اور جرات نہیں ہوئی۔ مگر اب آریہ مہاشوں کو خود ایک مصیبت پیش آئی ہے۔ آریوں میں غیر قوموں کے ساتھ کھانے پینے کا سوال بہت زور شور سے چل رہا ہے۔ ایک جماعت اسی آفت کو اٹھانا چاہتی ہے۔ اسی سلسلہ میں رسالہ اندر میں ایک عجیب استفسار شائع ہوا ہے۔ جس کا جواب آریوں کو عجیب مشکلات میں ڈال دیگا۔ اس سوال کو رسالہ اندر سے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

شمالی قطب کے اردگرد جہاں جہاں زمین انسانی آبادی کے قابل ہے وہاں وہاں ہی ایک نامعلوم عرصہ سے انسان کی نسل آباد چلی آتی ہے ان لوگوں کو اسکیمو کہتے ہیں۔ بیرونوں کے اسکیمو نو مہینے برف میں گزارتے ہیں وہاں پر تو نہ اناج ہوتا ہے نہ پھل پھول وہ لوگ صرف مچھلی پر گزارہ کرتے ہیں۔ انکے حالات بڑے عجیب و غریب ہیں۔ اسکیمو شہرت اور نمود سے اوپر ہے۔ وہ اپنی زندگی کا مقصد اسی بات کو سمجھتا ہے۔ کہ اسکو پہننے کے لیے سیل کا چمڑا اور کھانے کے لیے سیل کا گوشت مل جائے۔ یا اسکا پوست اس کے ہاتھ آجائے جس سے کہ وہ اپنا خیمہ بنا سکے جب یہ چیزیں اس کو مل جاتی ہیں۔ تو وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی شخص خوش نہیں ہے۔ اسکیمو لوگ ایک برفانی طبقہ میں رہتے ہیں اسلیئے وہ نہانے کا موقع کم پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انکے ہاں سردی کے موسم میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کو مہینوں تک نہانے

کے لیے پانی نہیں ملتا۔ اسکیمو عموماً پیٹ کر جانوروں کی طرح زبان سے چاٹ کر صاف کرتی ہے۔ اسکیمو ایک خانہ بدوش قوم ہے وہ زیادہ تر اس جگہ رہتے ہیں جہاں سیل یا ہرن مچھلی زیادہ ہو۔ سردی کے موسم میں جبکہ برف جم جاتی ہے وہ اپنا ڈیرا اٹھا لیتے ہیں۔ اور جہاں کہیں سیل یا مچھلی کا ذخیرہ ہو وہاں چلے جاتے ہیں۔ وہ ہرن کا شکار بھی کرتے ہیں۔ انکی خوراک سوائے سیل یا مچھلی یا ہرن کے اور کچھ نہیں وہ بعض اوقات سیل یا مچھلی کا ذخیرہ اپنے برف کے گھر میں جمع رکھتے ہیں جو کہ قحط کے دنوں میں یا فاقہ بندی کی حالت میں کام آتا ہے۔ گوشت کے ٹکڑے یا مچھلی کے ڈھیر ہی ان کی جائداد ہے اور یہی انکے گھر کی پونجی سمجھی جاتی ہے عیسائی مشنریوں کے جانے سے پہلے وہ کپڑے کا نام تک بھی نہیں جانتے تھے لیکن اب مشنری لوگ وہاں پر کپڑے بھی لے گئے ہیں اور اسکیموؤں کے بہت سے ممبر عیسائی ہو چکے ہیں کرسچن چلن ڈراتے نظر آتے ہیں۔ عیسائی مشنری ان میں بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ اور انکو مہذب بنا رہے ہیں۔ مشنریوں کی اس کوشش کا حال پڑھکر کئی دفعہ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم جو ویدک دھرم کو منش ماتر کے لیے مانتے ہیں کیا ممکن ہے کہ کبھی ان اسکیمو کے اندر بھی ویدک دھرم کی روشنی پہنچ سکے اور ویدک مشنری وہاں جا کر کام کر سکیں اس سوال کے اٹھنے کے ساتھ ہی کئی دوسرے سوال سامنے آجاتے ہیں۔ اسکیمو لوگ گوشت خور ہیں سوائے مچھلی سیل ہرن کے وہاں اور کوئی چیز پیٹ بھرنے کے لیے نہیں ملتی ویدک دھرم اوپدیش دیتا ہے کہ ہنسا مت کرو۔ اگر ہم اسکیمو کو اہنسا کا اوپدیش کرتے ہیں تو وہ پھر پیٹ کس چیز سے بھریں۔ وہاں نہ اناج ہے نہ پھل پھول نہ کند مول پھر خیال آتا ہے کہ ہمارے مشنری جو وہاں جانے کے لیے تیار ہوں وہ نہ صرف اپنے لیے اناج پھل پھول ساتھ لیجائیں۔ بلکہ ان لوگوں کو جنہوں نے دھرم کا اپدیش دینا ہے۔ اور اہنسک بنانا ہے۔ انکے لیے بھی اناج کا ذخیرہ ساتھ لیجائیں مگر یہ ناممکن ہے پھر ہم ان میں

دھرم کا اپدیش کیسے کریں۔ ایک دور اندیش شخص یہ صلاح دیگا کہ انکو قطب شمالی سے اٹھا کر
ہندوستان میں لے آنا چاہیئے کیونکہ یہاں اناج بہت کثرت سے ہے مگر یہ سوال کہ قطب
شمالی کے باشندے ہندوستان کی گرم ہوا میں آکر زندہ رہ سکینگے یا نہیں ایک پیچیدہ
سا سوال ہے دوسرے انکو وہاں سے یہاں تک لانے کے اخراجات کون برداشت کریگا۔
ممالک متحدہ کا ایک برہمن یہ سوال اٹھائیگا۔ کہ ویدوں کی بانی ہمارے لیئے ہی ہے کیونکہ یہی
برہم ورش ہے پرماتما نے اسی ملک کے لیئے ویدوں کو پرکاش کیا ہے۔ جب قطب شمالی
انسانوں کے رہنے کی جگہ ہی نہیں ہے تو جو لوگ وہاں جا کر آباد ہوں وہ معذور رکھے ہیں۔
انکو دھرم کا اپدیش دینا ہی فضول ہے یہ سب ہی کچھ سن لیا مگر سوال ہمارے سامنے
یہ ہے۔ کہ آیا ہم اسکیمو کو ہنسک کہہ سکتے ہیں یا نہیں آیا اسکیمو کا سیل مچھلی وغیرہ کھانا ہنسا
میں شامل ہے یا نہیں اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ جن حالات میں اسکیمو رہتے ہیں خصوصاً
اس صورت میں جبکہ وہاں پر نہ اناج ہو نہ پھل پھول نہ قند مول اور سیل مچھلی وغیرہ
وہ کسی لذت کے لیئے یا کسی عیش و عشرت کے لیئے نہ کھاتے ہوں بلکہ ان کی زندگی کا
مول ادھار یہی چیزیں ہوں آیا اس صورت میں ہم انکو ہنسک کہہ سکینگے۔ یا نہیں اگر
انکا یہ طرز زندگی ہنسا میں شامل نہیں ہے۔ تو ہم کھلے ماتھوں ان میں ویدوں کا پرچار
کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم انکے اس طرز زندگی کو ہنسا میں شامل کرتے ہیں تو وہ اسوقت تک
ویدک دھرم سے قطعی محروم رہینگے جب تک کہ قطب شمالی کی تمام برف کو ہٹا کر وہاں پر
اناج وغیرہ پیدا کرنیکا سامان نہ کیا جائے تاہم بذریعہ ریل یا جہازوں کے وہاں پر اس
قدر اناج نہ پہنچا دیں کہ جس کے ہوتے ہوئے ان کو سیل مچھلی وغیرہ کی ضرورت
نہ رہے کیا کوئی وچار وان پرش اسکیمو کی زندگی کو ہنسا یا اہنسا یکت سدھ کرنے
کے لیئے یکتی سے اتر دینے کے لیئے آگے آئیگا۔

الاخوۃ

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ؕ الآیۃ مومن آپس میں بھائی ہیں آپس بھائی بھائی ان میں ؏

قبل از بعثت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی جو حالت تھی۔ وہ اہل تاریخ سے پوشیدہ نہیں عرب کے باہم تباغض وتحاسد کا کون اندازہ کرسکتا ہے انکی دشمنی کی مثال کہاں مل سکتی ہے۔ ان کی خانہ جنگیوں سے کون واقف نہیں۔ اگر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے کسی بات پر خواہ وہ کیسی ہی خفیف کیوں نہ ہو اڑ بیٹھتا تو صدیوں تک دشمنی کی آگ فرو نہ ہوتی۔ ہر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا رہتا۔ دوسرے پر طعن وتشنیع۔ نوک جھونک۔ انکا ایک دلی لگن کا کام تھا۔ حسد بغض کینہ ان کی پسندیدہ عادات تھیں۔ غرض ان کے اخلاق ایسے بُرے اور گھناؤنے تھے کہ جن کے خیال سے بھی بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ؏

دوسرے ملکوں کی حالت بھی سخت تاریک تھی۔ ہر ایک قوم تنزل کے گڑھے میں اُتری ہوئی تھی نصارٰی یہود مجوس ہندو تمام کینہ عادات اور فضول رسموں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی کتابوں اور شریعتوں سے بیگانہ اور دور پڑے تھے۔ قرآن کریم نے ظہر الفساد فی البر والبحر کے مختصر فقرہ سے تمام دنیا کی حالت کا نقشہ کھینچ دیا ہے ایسے تاریک زمانہ میں اخوت جیسی

گراں بہا چیز دنیا سے مفقود ہو چکی تھی۔ لڑائی جھگڑے برپا۔ تمدنی برکات معدوم اور نا معلوم تھیں ایسے وقت میں آسمان سے ایک نور اترا۔ اس نور نے علاوہ انسانیت سکھانے کے تمام دنیا کو یہ آواز دی۔ کہ قولوا للناس حسناً یعنے بنی نوع انسان کیساتھ مکالمہ اور مخاطبہ میں نیکی کا پہلو اختیار کرو۔ اور اس کی زندہ مثال اس پاک جماعت میں جسکو قرآن کریم نے مومن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے قائم کر کے دنیا میں ایک نمونہ پیش کیا۔ اور ان عرب کے جاہلوں میں جن کی جہالت ضرب المثل تھی۔ الاخوۃ کا رشتہ جوڑا۔ اور اسکے تعلق کو ایسا مٹایا کہ اس کی نظیر کسی ریفارمر کے حالات میں نہیں ملتی۔ یہ تعلیم دیگر مذہبوں کے کینوں کو جلا دیا اور دیرینہ بغضوں اور حسدوں کو اٹھا دیا اور خانہ دانی اور قدیمی دشمنیوں اور لڑائیوں کو صلح اور امن سے بدل دیا۔ قرآن شریف خود اس کی نسبت فرماتا ہے فاذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً یعنے اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ پہلے تم ایکدوسرے کے دشمن تھے پھر اسنے تم پر یہ احسان کیا کہ تالیف قلوب کی اور اب تم بھائی بھائی بن گئے۔ پس وہ نبی لاکھوں صلوٰۃ کا مستحق ہے جس نے حیوان بسیرت انسانوں کو با اخلاق اور با خدا انسان بنا دیا۔

عزیزان! ہم مسلمانوں کو اس نعمت عظمیٰ یعنی اخوت کی دل سے قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس تعلیم پر کاربند رہنا چاہیئے جس کی تاکید قرآن شریف نے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو صلح اور آشتی کا نمونہ دنیا میں بنا کے چھوڑا ہے اور قرآن شریف نے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا تمغہ ہمارے زیب تن کیا ہے۔ پس اسلام میں پہلا اصول جو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیئے وہ یہی ہے کہ ہم تمام دنیا کے ساتھ اخلاق کیساتھ پیش آویں اور خصوصیت کیساتھ ہم مومنین کو اپنا

بھائی بنیں اور بغض اور دشمنی کے کھاٹ کو چھوڑ کر محبت اور شفقت کا اپنا طریق بنائیں کر ہم حسب ارشاد خداوندی محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم دیکھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو رور ہو سکیں اور ہم حقیقی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھی کہلائیں۔ ہم کسی سے حسد نہ رکھیں کیونکہ حسد جیسا کہ حدیث میں آیا ہے انسان کے اعمال کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسا کہ لکڑی کو آگ ہم سب ایک خدا کے پرستار ایک نبی کے پیرو اور ایک ہی کتاب کے حامل ہیں پس کیا یہ کم تعلق ہے کیا یہ تھوڑا رشتہ ہے جو ہم میں ہے۔

عزیزان! ہماری کامیابی ہماری دین و دنیا کی بہتری اسی امر میں مرکوز ہے کہ ہم آپس کے سلوک ایسے رکھیں جو حقیقی طور پر برادرانہ سلوک کہلا سکیں جس طرح ایک کنبہ کے ممبر آپس میں ہمدردی رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ہوا خواہی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مسلمانوں کو ایک دوسرے کا ہمدرد اور ہوا خواہ رہنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کرینگے اور قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم اخوت کو برقرار رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے بہت بہت فضل ہم پر ہونگے۔

عزیزان! وہ کونسی چیز تھی جس نے صحابہ کرام کو دنیا کا آفتاب بنا دیا۔ وہ کونسی طاقت تھی جس نے اسلام کے دشمنوں کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا وہ کونسی قوت تھی جس نے اسلام کو دنیا کا فاتح بنا دیا وہی اخوت تھی کہ حضرت معاویہ رض کو باوجود اس کے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دنیاوی امور میں گو نہ اختلاف تھا مگر جب ایک غیر مسلم دشمن نے انکے ساتھ حضرت علی کے خلاف سازش کرنی چاہی تو حضرت معاویہ نے صاف کہدیا کہ او دشمن مجھکو اور حضرت علی رض کو دو نہ سمجھ اگر تو علی کے خلاف حملہ آور ہوگا۔ تو پہلا جرنیل جو حضرت علی رض کی طرف سے مقابلہ کریگا وہ معاویہ ہی ہوگا سبحان اللہ! کیا غیرت تھی اور کسقدر احساس تھا۔ (الاخوۃ)

ایک اور ارشاد خداوندی کو سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا یعنی اللہ کی رسی کو سب ملکر پکڑے رہو اور تفرقہ اندازی مت کرو وہ اللہ کی رسی کیا ہے ؟ وہ اخوت ہی ہے جس پر کاربند رہکر اسلام ایک مدت تک ایسی سرعت سے سرسبز ہوا۔ کہ دوسری اقوام میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہو گیا افسوس جیسا کہ مقدر تھا اسلام میں پھر تفرقہ پڑنا شروع ہوا۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آپس میں حسد اور دشمنی پیدا ہو گئی۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر اور قابل قتل بتلانے لگا۔ آہ! وہ اخوت دلوں سے ایسی پھوٹی کہ گویا کبھی سنی ہی نہیں تھی۔ آہ! وحدت کی جگہ پھوٹ نے لے لی اخوت کی جگہ کینہ اور بغض اور حسد اور دشمنی نے لے لی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی قوت گھٹتے گھٹتے ضعیف ہو گئی۔ اور وحدت کی روح نکل گئی۔ مسلمانوں کی طاقت آپس میں ہی حملہ کرنے میں صرف ہونے لگی۔ الغرض نااتفاقی اور اخوت کے عدم احساس نے اسلامی طاقت کو کمزور کر دیا۔ اور دشمن نے کمزور دیکھکر اپنا وار شروع کر دیا۔ آہ! اے جمعیت مذہبی وہ وحدت مذہبی دشمن کا انقطاع کیونکر ہو سے

اگر عمل کرتے ہم نہ قول پیغمبر ✤ کہ ہیں سب مسلمان باہم برادر
برادر ہے جب تک برادر کا یاور ✤ معین اسکا ہو خود خداوند داور
تو آتی نہ ہر گز یہ اپنی تباہی ✤ فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

قرآن کریم کا وعدہ تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ذکر سے مراد خواہ قرآن کریم ہو خواہ اسلام ایک ہی بات ہو پھر فرمایا لیستخلفنھم فی الارض یعنی ہم مومنوں کو جنکا ذکر آیت میں ہو اپنا خلیفہ کرتے رہیں گے پس ان خلفاء کے ذریعے اس ذکر کی حفاظت عمل میں آتی رہی مگر اخیر زمانہ جسکو دجالی زمانہ یا شیطانی زمانہ کہنا چاہیئے اس کی خبر بھی قرآن کریم اور احادیث میں مذکور تھی یہ وہی زمانہ ہو کہ جس میں پھر نئے سرے سے وہی بغض اور تحاسد ہر ایک قوم میں اور وہی خشونت اور خلاف

زور کیساتھ موجزن ہوگئے اور مسلمانوں میں بھی الاخوۃ کا رشتہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ پس خداوند کریم نے اپنے وعدہ خلافت کو مدنظر رکھکر ہم میں ایک خلیفہ بھیجا اور اس نے اس رسی اخوت کو نئے سرے سے گانٹھا یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے پر آفت زمانہ میں مبعوث فرمایا جس کی بعثت سے ہمیں وہی زمانہ یاد آگیا کہ کس طرح عرب کی سرزمین کے دشمن آپس میں بھائی بھائی بنگئے اس امام کو مسکار نے اخوت کی جڑ کو پھر مضبوط کیا۔ شیعہ سنی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ خارجی۔ علاحتی وغیرہ تمام فرقوں کو ایک دین کی طرف دعوت فرمائی اور انکے تفرقات مٹا کر سب کو ایک جھنڈے کے ماتحت کھڑا کر لیا۔ اور ان میں اخوۃ کی وہ روح پھونکی اور ان میں ایسا قومی اتفاق پیدا کردیا۔ اور آپس میں ایسی محبت سکھائی کہ جس کی دنیا گواہ ہے اور اپنی وفات کے بعد بھی احباب کا مجموعہ دیدیا۔ کہ وہ پاک وجود دنیا میں وحدت لیکر آیا تھا۔ اور اسلئے اسکے ایک خلیفہ پر تمام جماعت متفق ہوگئی؛

ہمیں ان بد اندیش مخالفین پر افسوس آتا ہے جو باوجود احباب کے دیکھنے کہ اس نور انسان کے اٹھا لینے کے بعد بھی اسکی جماعت میں اسی طرح الاخوت کا رشتہ قائم رہا جس طرح کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ میں قائم رہا پھر بھی وہ اس پاک انسان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں کہ اس نے دنیا میں آکر کونسا اہم کام پورا کیا۔ ہم انکو اطلاع کرتے ہیں کہ اس نے الاخوۃ کو جو دنیا میں اور خصوصاً مسلمانوں میں گم ہو چکی تھی۔ از سر نو قائم کردیا۔ وہ کونسی چیز ہے جس نے چار لاکھ انسانوں کی نظروں کو نور الدین (خدا و رحمی) کے قدموں پر جھکا دیا۔ وہ کس کی تعلیم ہے کہ باوجود اپنی عدم موجودگی کے اپنے متبعین میں وہ جوش پیدا کردیا کہ وہ قادیان کی آواز کے سامنے اپنے ورود دراز و بار و احصار میں انکو سرنگوں جھکا دیتے ہیں ایک لی سٹوڈنٹ اپنے پرنسپل کی

ایک کلرک اپنے آفیسر کی اور ایک محکوم اپنے حاکم کی بالطبع خاطر اس واسطے فرمانبرداری کرتا ہے کہ اسکو قادیان کے خلیفۃ اللہ خلیفۃ المسیح نے اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دے رکھا ہے اس جماعت میں کیا عجیب جذبہ ہے کہ وہ اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات کو محض خدا کے لیے خلیفہ برحق کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ پس جو لوگ تفرقہ اندازی کا الزام اس پاک وجود پر لگاتے ہیں۔ وہ بتلائیں کہ یہ اخوت ہے یا تفرقہ۔ یہ جمعیت ہے یا پریشانی یہ اسلام ہے یا کفر یہ نور ہے یا تاریکی ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اگر تفرقہ ہے تو دنیا میں کوئی نبی اور رسول یا امام بتاؤ جس نے ایسا تفرقہ نہ ڈالا ہو۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسلام میں آگئے اور اس اخوت کو قائم رکھا۔ بدنصیب ہیں وہ جو الگ رہے ہم خدا کے فضلوں کے امیدوار ہیں ضرور ہے کہ قوم سمجھے کہ اس اخوت میں کیا میٹھے پھل لگتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سعید روحیں اس سلسلہ میں منسلک ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ فقط

محمد مرتضیٰ خاں افسر ریاست پٹیالہ

حضرت فاروق اعظم کے اقوال

۱۔ طمع فقر ہے اور قناعت غنا ہے
۲۔ جو کلمہ تیرے مسلمان بھائی کے منہ سے نکلے جب تک اسے اچھا محمل سکتا ہو اسکو شرارت نہ خیال کر
۳۔ برے آدمیوں کے ملنے سے ہجرت کرنے میں آرام ہے۔
۴۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے کنبہ میں بچہ کی طرح ہو اور جب گھر سے باہر ہو تو مرد کی طرح۔
۵۔ اے لوگو علم کو حاصل کرو کیونکہ اس میں ایک چادر ہے جو خدا طالب علم کو اڑھاتا ہے
۶۔ اس شخص پر خدا رحمت کرے جو اپنے بھائی کو اسکے عیبوں سے مطلع کرتا ہے
۷۔ جو شخص طمع اور حرص اور غضب سے بچا اسنے نجات پائی۔
۸۔ احمق کی دوستی سے بچو کیونکہ وہ نفع کے ارادہ سے نقصان کر بیٹھتا ہے۔
۹۔ قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جاوے امانت یہ ہے کہ باطن ظاہر کے خلاف نہ ہو۔
ہر چیز کا [illegible] نام ہے۔ جو شخص اپنے [illegible] ہے۔ [illegible] بچا لیتا ہے

ماہِ رواں کے اہم واقعات

انقلاب پرتگال اس مہینے کے اہم واقعات میں سے پرتگال کا انقلاب ہے جہاں بدون کشت و خونریزی کے جمہوری سلطنت قائم ہو گئی ہے اور ۵ اکتوبر کو لزبن پایۂ تخت پرتگال میں جمہوری سلطنت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ فساد کی ابتدا جمہوری سلطنت کا مطالبہ کرنیوالی پارٹی کے ایک ممبر کے قتل سے ہوئی۔ اس قتل کو بادشاہ کی تحریک اور سازش کا نتیجہ قرار دیکر آتش فساد مشتعل کر دی گئی۔ اور بالآخر کشت و خون تک نوبت پہنچی اور بادشاہ کو جلا وطن ہو کر بھاگنا پڑا لزبن میں جمہوری سلطنت کا آغاز شروع ہوا۔ سینیر بریگا پہلا پریزیڈنٹ جمہوریت کا منتخب ہوا۔ قرین کی سرزمین وقتاً فوقتاً خون کی ندیوں سے سیراب ہوئی ہے ۷۱۱ء میں مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا۔ اسکے بعد چار سو برس تک مسلمان اس پر حکمران رہے اسکے عہد کی ترقیوں کا ذکر اب بعض فسانہ ہو گیا ہے ۱۱۴۷ء میں الفنسو اول نے مسلمانوں سے فتح کیا۔ اور پرتگیزوں کی ریاست ۱۵۸۰ء میں کیسٹین فوج نے اسے جلا کر خاک سیاہ کر دیا ۱۶۴۰ء میں اسی فوج نے محاصرہ کیا۔ ۱۶۴۰ء میں موجودہ خاندان کے بانی کے قبضہ میں آیا۔ اب تک بہت سے انقلابات ہوئے مگر ۵ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو جمہوریت کا پھریرا لہرانے لگا۔ سچ تو ہے کہ بقا صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ باقی تمام اشیاء تو زوال کے زبردست ہاتھ کے نیچے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ دنیا کے لئے یہ صدی انقلاب کی صدی ہے ایران کو روم میں جو انقلاب ہوا ہے اسے لوگ بھولے نہیں کوریا کا الحاق ابھی ہوا ہے چین میں بھی دستوری حکومت کے آثار نظر آ رہے ہیں وہ افغانستان کی سازش کا راز فاش ہو گیا۔ غرض ہر طرف **انقلاب انقلاب** کی آوازیں ہیں خدا رحم کرے۔ (آمین)

ہندو کانفرنس کا اجلاس

ہندو کانفرنس کا اجلاس دسہرہ کے ایام میں بمقام ملتان ہوا جس سے ہندو قوم کی بیداری کا پتہ لگتا ہے ہزاروں وکلائے قوم شریک ہوئے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے ہر قسم کی تقریریں اور تجویزیں ہوئیں پریزیڈنٹ سکھ قوم کا ایک مشہور لیڈر تھا اگرچہ بعض سکھوں نے اسکو ناپسند کیا کانفرنس میں بہت سے ریزولیوشن پاس ہوئے جن میں قومی اتحاد صنعت و حرفت کے سوال کے علاوہ سنسکرت، ہندی اور پنجابی کی ترقی اور ہندو تہواروں میں دلچسپی پیدا کرنے کے ریزولیوشن خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ہندو شاستروں کی کتھاؤں کا سلسلہ بھی جاری کرنا مقصود ہے ہم ان تجاویز پر کوئی رائے زنی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ کہ کیا وہ بھی اپنی مذہبی اور قومی زبان **عربی** کی ترقی کے لیے کوئی قدم اٹھائیں گے؟ مسلمانوں میں اتحاد اور ان میں صنعت و حرفت کا مذاق پیدا کرنے کی کوشش کریں گے؟

کانپور مدرسہ الٰہیات کا سالانہ جلسہ

کانپور کے مدرسہ الٰہیات کا سالانہ جلسہ دینی ہوا جس میں سے قابل قدر تقریریں ہوئیں۔ سات فارغ التحصیل طلباء کو سندات دی گئیں۔ سات ہزار چندہ ہوا۔ صاحبزادہ **آفتاب احمد خان** کی صدارت میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر چیف کورٹ کا لیکچر ہوا۔ جس نے احمدی سلسلہ کو کانپور میں اپنے کام کے لحاظ سے معروف کرا دیا۔ ایسے تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے جو خدمت دین کے لیے اپنے قلم اور زبان سے کام لیں۔ اور ایسے مدرسوں کی حاجت ہے جہاں سے ایسے لوگ لیے جاویں جو خدمت دین کرنے کے لیے نکلیں۔ مدرسہ احمدیہ **قادیان** پر قوم کی نظر ہے۔ اور وہ امید کرتی ہے کہ خدا کے فضل سے ایسے لوگ یہاں سے نکلیں گے۔

انجمن تشحیذ الاذہان کی ماہوار رپورٹ

اس سے پہلے یہ التزام نہیں تھا کہ انجمن کی ماہوار رپورٹ رسالہ میں شائع ہوا کرے مگر آئندہ کے لیے مجلس ناظم کے پیش نظر یہ معاملہ ہے۔ کہ انجمن کے متعلق نوجوانوں میں عام دلچسپی اور مذاق پیدا کرنے کے واسطے ماہوار رپورٹ شائع ہوتی رہے۔

اسی خیال سے یہ رپورٹ پیش کیجاتی ہے اور امید کیجاتی ہے کہ ناظرین رسالہ اپنی راؤں سے آگاہ کرینگے۔ عام طور پر انجمنوں اور سوسائیٹیوں کے کام میں ایک نقص یہ پیدا ہو رہا ہے۔ کہ انجمنیں اپنے نقائص اور کمزوریوں کی پردہ پوشی کی کوشش کرتی ہیں۔ اور بیرونی دنیا کو ایک حد تک تاریکی میں رکھتی ہیں۔ انجمن تشحیذ اس مسلک کے قطعاً اختیار کرنیکے لیے تیار نہیں۔ اسلیئے اس کی ماہوار رپورٹ اگر دلچسپ اور شاندار نہ ہو تو وہ اس کی پرواہ نہ کریگی۔ بلکہ اس کی جو کچھ بھی حالت ہو وہ اسے پبلک کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ ہے پس ہمارے ناظرین بجائے اسکے کہ ہم شاندار اور فوق البھڑک الفاظ میں محض نام کے لیے شائع کریں اسکو غنیمت سمجھینگے کہ ہمیں کام مطلوب ہے۔ نمود اور خودنمائی کی ضرورت نہیں۔

عام حالت انجمن تشحیذ الاذہان حضرت مسیح موعود مغفور کے حکم و ہدایت کے ماتحت اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی سرپرستی کے نیچے قائم ہو کر اپنا کام خاموشی سے کر رہی ہے۔ جیسا کہ علی العموم انجمنوں کے ابتدا میں جوش ہوتا ہے اس کے بانی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد میں تو وہ جوش اسی طرح قائم ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ممبروں میں وہ جوش دائمی نہیں رہا جو کہنا چاہیئے کہ تشحیذ الاذہان

کے ممبر اسوقت حالت جمود میں ہیں۔ جو افسوسناک امر ہے۔ باوجودیکہ ان میں آنا دونوں ہے اور وہ نوجوان ہیں مگر انجمن کے کاموں میں انکی عدم دلچسپی قابل اعتراض ہے۔ انجمن نوجوانوں میں احساس اور بیداری پیدا کرنا چاہتی ہے۔ خود اس کے اپنے ممبر جب مست خواب گراں ہوں تو پھر وہی بات ہوگی خفتہ را خفتہ کے کند بیدار جدید ممبروں کی درخواستیں آتی رہتی ہیں اس مہینے میں بھی چند نوجوان شامل ہوئے ہیں مگر ضرورت ہے۔ کام کرنیوالے لوگوں کی

پس انجمن کی عام حالت جہانتک ممبروں کی دلچسپی سے وابستہ ہے حالت جمود کا حکم رکھتی ہے۔

ایسا ہی ممبران انجمن چندہ دینے میں بھی سست ہیں انجمن کی ماہوار رپورٹیں خدا کے فضل سے انکو بیدار کرنے کا ذریعہ ہو سکیں تو کیا عجب ہے۔

کتب خانہ انجمن کے متعلق ایک کتبخانہ ہے قادیان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مرکز ہے۔ اور اس جگہ ایک ایسے کتبخانہ یا لائبریری کی ضرورت ہے۔ جہاں حضرت مسیح موعود و مخالفین کی تصنیفات اور دوسری مذہبی اور علمی کتابیں جمع رہیں۔ اور وارد ین صادرین ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں اسی مقصد کو مدنظر رکھکر یہ کتب خانہ قائم کیا گیا ہے اس کتبخانہ کی سرپرستی عملی رنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح خلد اسعالی نے فرمائی اور اپنے کتبخانہ کا بہت بڑا حصہ آپ نے اس کتبخانہ کو عطا فرمایا۔ اور آپکے تتبع پر حضرت حکیم فضل دین صاحب نے بھی بہت سی کتابیں دیں اور بھی بعض احباب نے کتابیں عنایت کردی ہیں۔ مگر سچ یہ ہے۔ کہ کتبخانہ کی حالت بھی ہنوز روز اول ہے۔ جب تک خانصاحب محمد اکبر شاہ خان نجیب آبادی جو افسر کتبخانہ تھے شہر میں رہے وہ کتبخانہ ہی میں رہتے اور کتابوں کی ترتیب اصلاح کے کام میں لگے رہتے مگر جب سے وہ رنگ کو کچھ حصہ باہر چلا گیا ہے۔ کتبخانہ کی حالت قابل توجہ ہو رہی ہے اور وہ ایسے نوجوانوں کی خدمات چاہتا ہے۔ جو اس سے پوری

دلچسپی ہے۔ کتبخانہ میں بہت سے اخبارات آتے ہیں مگر مزید تغیر و تبدل کے ساتھ
ان کی اصلاح اور ترتیب بھی محتاج اصلاح ہے۔

رسالہ۔ رسالہ کے خریداروں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور مجلس ناظم اس کی بہتری اور دلچسپی بڑھانے کی فکر میں ہے۔ رسالہ کے لیے مستقل طور پر ایک سب ایڈیٹر کی تلاش در پیش ہے اس سال کی ایڈیٹری کا کام آنریری ہو سکتا ہے بشرطیکہ اہل قلم نوجوان توجہ کریں۔ انجمن تشحیذ کے ممبروں میں قابل گریجویٹ انڈر گریجویٹ مدرس اور طالب علم ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ اور تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ دو اڑھائی جزو کے ماہوار رسالہ کے لیے مضمون بہم پہونچانے میں دقت ہوتی ہے ممبران انجمن اگر توجہ کریں اور وہ اپنے فرض کو شناخت کریں تو رسالہ نہایت قابلیت سے ایڈٹ ہو سکتا ہے۔ اس مذاق کو پیدا کرنے کے لیے خاکسار ایڈیٹر الحکم نے اس رسالہ کو ترتیب دیا ہے اسلیے کہ وہ بھی اس انجمن کا ممبر ہے اور اسکا بھی فرض ہے کہ وہ کسی رنگ میں حصہ لے بہرحال اگر رسالہ کو مفید اور دلچسپ بنانے کے لیے ممبران انجمن رسالہ میں مضامین لکھیں تو یہ رسالہ سکولوں اور کالجوں میں مفید اور مقبول ہو سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رسالہ کی اشاعت ہزار کے قریب ہے۔ اور کوشش ہونی چاہیے کہ اس سال کا آخری نمبر کم از کم ابدہ شائع ہو۔ ایک ہزار طبع ہوتا ہے۔

مجلس ناظم۔ انتظامی امور کے لیے ایک مجلس ناظم مقامی ممبروں کی تجویز ہوئی ہے اس کے قواعد عنقریب شائع کر دیے جائیں گے اور اس طرح پر انجمن کی کانسٹیٹیوشن میں یہ تغیر کیا گیا ہے۔ کہ ایک کونسل ٹرسٹیاں رہے گی اور ایک اس کے ماتحت مجلس ناظم یا کارکن کمیٹی۔

عہدہ داران میں بھی مناسب تغیر و تبدل ہوا ہے آئندہ سیکرٹری **میر محمد اسحاق** صاحب مقرر ہوئے ہیں اور جناب شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے اور ناظر ماسٹر محمد دین صاحب بی اے

ایسا ہی انجمن کے حسابات کی پڑتال کے لیے صدر انجمن احمدیہ کے سپرنٹنڈنٹ دفاتر ماسٹر فقیر اللہ صاحب سے درخواست کیگئی ہے کہ وہ تشحیذ کے دفاتر کی بھی پڑتال کیا کریں جو انھوں نے منظور کر لیا ہے؛

ممبران انجمن کو اطلاع باؤخر ممبران انجمن کی خدمت میں التماس ہے کہ اخیر دسمبر ۱۹۱۰ء تک جس جس قدر چندہ ممبری کسی کے ذمہ باقی ہے اس کے لیے نومبر ۱۹۱۰ء کا پرچہ انکے نام وی۔پی کیا جائیگا اور آیندہ جنوری کا پہلا پرچہ چندہ ممبری کے لیے بھیجا جایا کریگا۔ تاکہ بقایا کا جھگڑا نہ رہے بقایا رہنے کیوجہ سے دفتر میں ایسا کام بڑھجاتا ہے جو دوسرے ضروری اور مفید کاموں سے روک دیتا ہے؛

ممبران انجمن کے متعلق

مذاہب غیر کی تنقید و تحقیق تشحیذ الاذہان کے مقاصد میں یہ امر داخل ہے کہ جہاں وہ اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرے وہاں ان اعتراضات کا بھی جواب دے جو اسلام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن کریم پر یا سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کیے جاتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً دوسرے مذاہب باطلہ پر تنقیدی نوٹ ایسے سوالات اور اعتراضات اس میں شائع ہوتے رہیں جن سے پڑھنے والوں کو دوسرے مذاہب کی حقیقت اور کمزوری کا علم ہو جاوے اسی ضمن میں ایسے مضامین بھی آ سکتے ہیں جو اسلام اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ پر مشتمل ہوں۔ رسالہ تشحیذ الاذہان بڑی خوشی سے اس قسم کے مضامین کو چھاپنے کے لیے تیار ہے۔ مگر لکھنے والوں کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات کا دیا جانا ضروری ہے۔

اوّل ایسے تمام مضامین معقولیت اور متانت سے لکھے جاویں۔

دوم - طرز تحریر سادہ اور سلیس ہو اور مشکل سے مشکل مسائل کو عام فہم بنانے کی کوشش کی جاوے اور کوئی درشت اور ناسزا کلمہ بانظر کسی مذہب کے ہادی یا بزرگ کے متعلق استعمال نہ کیا جاوے۔

سوم - اس قسم کے مضامین حاشیہ چھوڑ کر لکھے جاویں تاکہ اگر ایڈیٹران میں کسی اصلاح اور ترمیم کی ضرورت سمجھے تو آسانی سے کر سکے۔ اور اسے اختیار ہوگا کہ ایسا کرے

چہارم - کوئی مضمون رسالہ کے آٹھ صفحے سے زیادہ نہیں کیونکہ اس مقصد کے لیے رسالہ کے زیادہ سے زیادہ آٹھ صفحے مختص ہو سکتے ہیں۔

پنجم - ایسے تمام مضامین کے لفافہ پر موٹی قلم سے **تنقید و تحقیق** لکھ دینا چاہیئے۔

امید ہے ممبران تشحیذ الاذہان اپنے معلومات کے وسیع کرنے کے لیے اس دلچسپ باب میں حصہ لیں گے۔

اسی سلسلہ میں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر ممبران انجمن تشحیذ توجہ کریں اور پسند کریں تو انجمن تشحیذ الاذہان کے متعلق ایک شعبہ تصنیفات و تالیفات کا بھی ہو سکتا ہے اور ایسے قابل بزرگوں کی تصانیف جو حقائق الاسلام یا تردید مذاہب باطلہ کے متعلق ہوں عمدہ اور خوشنما چھپوا کر شائع کیا جاویں جس میں وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اور اشتہارات بھی ہوا کریں جیسا کہ اس سے پہلے بعض پمفلٹ مثلاً **رسالہ نجات** یا اشتہارات وغیرہ شائع ہوئے ہیں ایسے اشتہارات اور رسالجات کی اشاعت نوجوانوں میں مذہبی ذوق پیدا کرنے والی ہوگی۔ اور انجمن اور رسالہ تشحیذ الاذہان کا کام موجودہ حالت سے زیادہ وسیع ہو سکے گا۔ یہ ترقی ضروری ہیں اور بعض سلسلہ میں چاہیئے ہے یہ غرض نہیں کہ یہ سلسلہ ابھی شروع ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک ضرورت ہے۔ جو ممبرانِ انجمن کے سامنے پیش کی گئی ہے اگر ممبران انجمن اس کو مفید اور ضروری سمجھیں تو وہ اپنی راؤں سے اطلاع دیویں تا کہ باقاعدہ طور اس تحریک کو انجمن میں پیش کیا جاوے اور

اگر اسے غیر مفید قرار دیا جاوے تو اسے چھوڑ دیا جاوے۔ یا ملتوی کیا جاوے کسی امر کو ضروری قرار دینے کے بعد دوسرا سوال اس کی عملی صورت اختیار کرنے کے متعلق ہوتا ہے۔ پس پہلے ہی اس کے مشکلات کا اندازہ کرنا غلط راہ ہے۔ جو علی العموم کسی امر کے فیصلہ میں اختیار کیجاتی ہے کیونکہ اس میں یہ اور وہ مشکلات ہیں لہذا اس کا چھوڑ دینا چاہئیے یہ کم ہمتی اور ضعف حوصلہ کا نشان ہے۔ اصل سوال جو ہر امر کے متعلق سب سے اول طے ہونا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ کیا یہ **ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت** ہے فیصلہ ہو تو پھر اس کے پورا کرنے کی کوشش شروع ہوتی ہے پس ان ہر دو امر کے متعلق ممبران انجمن اپنی اپنی رائوں سے اطلاع دیں تاکہ بعد غور انہیں کسی مناسب صورت میں انجمن کے سامنے رکھا جاوے۔

انجمن تشحیذ کا سالانہ جلسہ

سالانہ جلسہ انجمن کا ہمیشہ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ہوا کرتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنا غیر ضروری ہے۔ البتہ ایک امر قابل غور ہے کہ اگر انتظامی امور کے لیے ایک جلسہ ممبران انجمن کا ہو تا۔ جو آئندہ گویا کونسل مشیان کے ممبر ہونگے اس سالانہ اجتماع سے پیشتر کسی موقعہ پر ہو کر بحث وغیرہ ضروری امور پر بحث ہو جایا کرے تو شاید زیادہ مفید ہو سکے۔ ابھی تک سالانہ جلسہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ کب ہو اگر سالگذشتہ کی طرح ایسٹر کی تعطیلات میں ہوا تو کرسمس کی تعطیلات میں انجمن تشحیذ اپنے مالی اور انتظامی حالات پر غور کرنے کے لیے موقعہ نکال سکتی ہے اور اگر دسمبر ہی میں جلسہ ہو تو پھر آئندہ اس سوال پر غور کرنا ہوگا۔

اقتباس

فرمودہ امیر المومنین

للفقراء ۔ محتاج جس کے پاس ضرورت صحیحہ کے لیے کچھ نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے ریل کا ٹکٹ لینا ہے۔ مگر اتفاق سے اس کے پاس چند پیسے کم ہیں۔ اور وہ اس کے بغیر جہاں جانا چاہے نہیں جا سکتا۔

المساکین ۔ جو کما تو سکتا ہے۔ مگر اس کے پاس سامان نہیں مثلاً کوئی جلد ساز ہے وہ سب اسباب نہیں رکھتا جس سے اپنی دکان کھول سکے۔

والعاملین علیہا ۔ صدقات کے انتظام و وصولی کے لیے جو محکمہ ہو اس کے ملازموں کی تنخواہ۔

والمؤلفۃ قلوبھم ۔ اس مد کو بعض علماء نے غلطی سے اڑا دیا ہے۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے۔ مثلاً کوئی آریہ یا عیسائی تحقیق دین کے لیے آتا ہے۔ اب اس کے لیے مکان خوراک وغیرہ کی ضرورت ہے یا کوئی نو مسلم ہے ابھی وجہ معاش کے لیے کچھ نہیں رکھتا ہیں یا اسی مد سے خرچ کیا جاویگا۔

وفی الرقاب ۔ غلاموں کو آزاد کرنیکے لیے کوئی مذہب سوائے اسلام کے نہیں جس نے غلاموں کی آزادی کے لیے باضابطہ طور پر ایک حصہ رکھا ہو میں نے اب بھی کچھ روپیہ اس مد کے لیے بھیجا ہے اور اس آیت پر عمل کیا ہے۔

والغارمین ۔ سکا حبہ قرضدار غلط ہے ان لوگوں سے مراد ہے جن پر کوئی تاوان پڑ گیا ہو مثلاً کسی نیک و شریف کی ضمانت دی تھی وہ بھاگ گیا یا کسی پر جرمانہ عدالت میں ہو گیا ہو اور وہ اس کی ادا کے بغیر قید ہو جاویگا۔

وفی سبیل اللہ ۔ دینی کاموں میں جو امام کی مصلحت کے مطابق ہوں۔ کیسر ذوق

میں تو قرآن شریف نہایت خوشخط اعلیٰ کاغذ پر چھپوائے جائیں۔ قرآن شریف کا ایک مدرسہ ہو
جس میں نابینا بالخصوص اگر قرآن مجید یاد کریں۔
حدیث کی کتابیں صحیح صحیح چھپوائی جاویں ان کی اشاعت ہو اس کی تعلیم پر خرچ ہو
اشاعت سلسلہ نیک ہیم پہونچائے جاویں۔ مشن بہت صالح ہوں اور با عمل۔ واعظ
ہوں اور متکلم ہوں۔
ابن السبیل۔ جہاد میں جو خرچ ہو۔ وہ اس مدے ہو جائی بنا کر روانہ کریں۔ بعض
علماء کے نزدیک اردو کی عمارتیں بھی اس میں شامل ہیں اگر کسی کو توفیق ہو تو ریلوے
سٹیشن پر مسجدیں بنوائے تاکہ مسافروں کو نماز پڑھنے میں دقت نہ ہو۔
ایک اور بحث اس کے متعلق ہے کہ ان آٹھوں میں سے کسی ایک کو زکوٰۃ دی
جاوے تو بھی جائز ہے۔ یا نہیں بلکہ ہر ایک کو ضرور دی جاوے اور پھر ہر ایک مد کے
کم از کم تین آدمی ہوں کیونکہ جمع کا صیغہ ہے یا خواہ ایک ہی ہو پھر سب کو ایک وقت میں
دی جاوے یہ بات اختلافی مسائل میں سے ہے اور ہم اس بحث میں پڑنے کی ضرورت
نہیں دیکھتے۔
مسلمانوں نے تو زکوٰۃ کو ادا کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ اور بحث مصارف کے متعلق
چھیڑ رکھی ہے۔
حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ اگر کشتی بلا وجہ ماری جاوے تو اس کا
کیا کفارہ ہے آپ نے سوچ سوچ کر کہا کہ تم کوفہ کے رہنے والے ہو اس نے کہا۔
ہاں کسی نے عرض کیا یہ سوال جناب نے کیوں فرمایا۔ اور کس طرح سے معلوم کر لیا۔ فرمایا ایسے
سوال انہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے جنہوں نے امام حسینؑ کو شہید کر دیا تب مجھ سے یہ مسئلہ
نہ پوچھا اور اب کشتی کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ (جلد)

اطلاع

خریداران اجن کے نام رسالہ تشحیذ الاذہان کا بقایا ہے وہ اپنا بقایا بہت جلد ارسال فرمادیں اور اس رسالے کے لیے خریدار پیدا کریں اور جو انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبر ہیں وہ اپنی قیمت رسالہ بمبلغ دو روپے فی اور ایک روپیہ چندہ ممبری ارسال فرمادیں روپے کی بڑی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ خریداران رسالہ اور ممبران اپنا اپنا بقایا بہت جلد ارسال فرمائینگے۔

مینیجر

گوشوارہ آمد و خرچ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء

چندہ ممبری	قیمت رسالہ	میزان	کیفیت
۰	[illegible]	[illegible]	

[illegible]	محصول	طبع	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]
۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	[illegible]	[illegible]

بقایا گذشتہ تاریخ ۳۱ اگست ۱۹۱۱ء — [illegible]

آمد — [illegible]

میزان — [illegible]

خرچ ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء — [illegible]

بقایا تاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۱ء — [illegible]

رجسٹری شدہ

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی شائع کی ہوئی مجرّب
دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

[illegible]

اس دوا کے متعلق ... صاحب کی رائے

[illegible]

دردِ سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تا ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۱ — یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے — جلد ۵

[illegible]

قیمت سالانہ عوام سے [illegible] اور طلبا سے [illegible] اور غیر ممالک والوں سے [illegible]

تشحیذ الاذہان

قادیان

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ نومبر [illegible] — فہرست مضامین — مطابق [illegible]

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
تشریح آسمانی حافظ	[illegible]	ایڈیٹر
[illegible] مسلمان	[illegible]	[illegible] صاحب
استغفار	[illegible]	"
نزول المسیح	[illegible]	قاضی ظہور الدین اکمل
دنیا میں عیسائیت	[illegible]	"
لو کان من عند غیر الله [illegible]	[illegible]	سید ولی اللہ شاہ

باہتمام [illegible] قادیان سے شائع ہوا [illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصے سے شائع ہو رہا ہے اس اشتہار میں بہت
لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اول حکیم نور الدین صاحب
[illegible] کے مجوزہ نسخہ کے موافق لیا گیا حضرت نے اس سرمہ کے متعلق [illegible]
امراض چشم کیلیے مفید است" اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ
کسی ایک انسان کا علم طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہے اسکے
مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال دھبل اور سرخی اور ابتدائی
موتیابند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ [illegible]
دوم قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible]

ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا پتھر پر گھس کر آنکھوں میں لگاؤ کرے یہ سرمہ خاصکر گرمی دانیوں کے موسم
تمام بیمار ہوتے ہیں۔ بہت مجرب ہے

ست سلاجیت

[illegible]

[illegible] مقوی [illegible] مقوی معدہ دافع [illegible] اور [illegible] اشتہا [illegible] رنگ [illegible]
[illegible] شاداب [illegible] بیماریوں [illegible]
اور [illegible] وغیرہ [illegible] کیا قیمت [illegible] استعمال [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

[illegible] ہر قسم کی لنگیاں [illegible] سیاہ اور [illegible] اور [illegible] سفید [illegible]

اور [illegible] کی [illegible] ہیں

المشتہر [illegible] محمد [illegible] سوداگر [illegible] قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نشان آسمانی

وکاین من آیۃ فی السّموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون
اور کس قدر نشانیاں زمین و آسمان میں ہیں کہ لوگ اُنپر سے گذرتے ہیں اور پھر بھی اُن سے
اعراض کرتے ہیں۔

گو دنیا میں اس قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو ایک نہیں دو نہیں بیسیوں آیات
اللہ کو دیکھ کر پھر بھی اعراض ہی کرتے ہیں۔ بلکہ اُنپر ٹھٹھا ہنسی کرتے اور مسخر اڑاتے ہیں۔ مگر
ساتھ ہی ایسے وجود بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں جو کہ سچائی کے طالب اور راستی کے
شیدا ہوتے ہیں اور ہر وقت اُن کی طبیعتیں اسباب پر ستعد ہوتی ہیں کہ ابھی آواز کو سنتے
ہی اُس کی طرف دیوانہ وار دوڑیں اُن کے دل خشیت اللہ سے پُر اور سینہ نور الٰہی
سے معمور ہوتے ہیں اور جونہی کہ کسی امر کی سچائی اُنپر روشن ہو جائے وہ اُسے قبول
کر لیتے ہیں اور کسی قسم کا نقصان یا گھاٹا اُن کو اس فعل سے روک نہیں سکتا۔ میں
اس موقعہ پر ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی غیر محدود طاقتوں اور بے
شمار قدرتوں کو مد نظر رکھکر یہ کہیں کہ کیا یہ اُس کی شان کے بعید معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی نازک
حالت اور مسلمانوں کی ذلت و ادبار کے ایام میں رسول کریم کی اُمت میں سے ایک شخص
کو چنکر اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کرے اور اُس کی معرفت دنیا پر اپنا چہرہ روشن کرے
اگر یہ خدا تعالیٰ کی شان سے بعید نہیں ہے اور خلاف نہیں ہے تو پھر ہزاروں نشانوں کے
دیکھنے کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ماموریت سے کیوں انکار کیا جاتا ہے

زمانہ کی حالت شاہد ہے۔ مسلمانوں کا ادبار گواہی دے رہا ہے۔ وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ سنّتِ رسولِ کریم کی پاک رو بے نقص خدمات کا روشن کرنے والا اور قرآن شریف کی بے عیب تعلیم کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے اور اس کی روشنی کو ان کے گھروں میں پہنچانے والا انسان پیدا ہو جانا چاہیے۔ غیر تو غیر خود مسلمانوں میں بے دینی کے خیالات پھیل رہے ہیں اور یورپ کے فلسفہ سے ڈر کر لاکھوں کروڑوں مسلمان ہیں کہ اسلام کے بہت سے پاک مسائل کو ترک کرتے جاتے ہیں اور وہ برباد خیالات ان کے دلوں میں جاگزیں ہو رہے ہیں ان کو اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کہ قرآن و حدیث کیا کہتے ہیں بلکہ وہ ہر ایک مسئلہ کو یورپ کے فلسفہ کے ماتحت لانا چاہتے ہیں چنانچہ کوئی تو قدم مادہ کا قائل ہو رہا ہے تو کوئی فرشتوں کا انکار کر رہا ہے اور کوئی کل انبیاء کے متفقہ مسئلہ دعا کا منکر ہے پس ایسی صورت میں خصوصاً جبکہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد پیدا ہوگا اور اب چودھویں صدی کے بھی اٹھائیس سال گذر گئے ہیں ضروری تھا کہ کوئی مجدد آتا۔ بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا تباہ ہو جاتی مگر خدا تعالیٰ جو رحیم و کریم ہے اور اس نے اس موقع پر اپنے فضل سے ایک عظیم الشان مجدد بھیجا

نما مجدد دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ زمانہ موجودہ میں جو گندے خیالات پھیل رہے ہیں ان کا ازالہ جڑ بیخ سے ان کا استیصال کریں اور اس پر آشوب زمانہ میں اپنی پاک صحبت سے ایک ایسی جماعت قائم کر جائیں جو ہمیشہ کی مشعل راہ بن کر دنیا پر رہے ایک ایسی جماعت قائم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے محبوب حقیقی کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور ان کے بعد ان کے متبعین اپنی اپنی طاقت تک اشاعت دین کا کام کرتے رہتے ہیں اور دنیا کی ہدایت کا باعث ہوتے ہیں اور مجدد کی بعثت سے یہ گمان کرنا کہ سب کی سب دنیا بالکل نیک پاک ہو جائے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ قلیل من عبادی الشکور۔ اور ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ اور پھر فرمایا کہ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی جماعت تھوڑی (ایڈیٹر)

اور بڑے بڑے نشانات اُن کے ہاتھ پر دکھائے۔ مگر بہت ہیں جو اب تک اُس کی سچائی میں متردد ہیں۔ بعض تو غلط فہمی کی وجہ سے اور بعض شرارت سے۔ میں اول الذکر گروہ کو ایک تازہ نشان کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد خاص طور سے نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا ظاہر کرنیوالا ہے۔ عرصہ قریباً پانچسال یا اس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ حضرت صاحب نے اپنا ایک خواب شائع کیا تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گرے ہیں جو کہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو بعینہٖ پوری ہوگئی۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر حضرت مولوی صاحب نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے واپس لوٹتے ہوئے جس گھوڑے پر آپ سوار تھے وہ بدکا اور ایک گلی کے موڑ پر آپ نیچے گر گئے اور ایک پتھر کی ضرب سے ماتھے پر سخت چوٹ آئی جو اُس کی وجہ سے کئی دن سے بڑی تکلیف ہے یہ ایک ایسا نشان ہے جس پر مخالف خواہ کسی قدر ہی زور طبع صرف کرے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ خواب کیسا صاف اور کھلا ہے کہ حضرت مولوی صاحب گھوڑے پر سے گرے اور کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ پانچ برس گذر جاتے ہیں یہانتک کہ لوگوں کو اس خواب کا خیال تک بھی نہیں رہتا خود حضرت مسیح موعود اس عرصہ میں فوت ہو جاتے ہیں اور پھر کس صفائی اور جلالی قسم کے پیرایہ میں پیشگوئی پوری ہوتی ہے کیا کسی انسان کی یہ طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی وفات کے بعد کی

(بقیہ صفحہ ۲) خاکسار مشہور ہی ہوتی ہے چنانچہ شاہ [illegible] رسول اللہ تک کو سب دنیا نے مانا۔ ایسا ہی مسیح کے متعلق کہ حضرت مسیح کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن آپ ایک ایسی جماعت تیار کر گئے ہیں کہ جو انشاء اللہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے کل دنیا کو نور سے بھر دیگی۔

ایک خبر پانچسال پہلے کھول کر سنا دے اور پھر اسی طرح واقع بھی ہو جائے۔ اگر یہ قدرت انسان کو ہے اور جھوٹا آدمی بھی ایسا کر سکتا ہے تو سچوں اور جھوٹوں میں کیا فرق رہیگا خدا تعالیٰ تو ایسے نبیوں سے قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لا یظہر علی غیبہٖ احدا ۔ الا من ارتضیٰ من رسول ۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک مفتری علی اللہ پانچسال پہلے ایک خبر دے اور پھر وہ اسی طرح اس کی وفات کے بعد بلا کم و کاست پوری ہو جائے

حضرت مسیح موعود کی تائید میں خدا تعالیٰ نے ہزاروں نشان دکھلائے ہیں اور ابتک دکھا رہا ہے لیکن یہ تازہ واقع عظیم الشان نشانوں میں سے ہے کیونکہ یہ ایک ایسے خلاف معمول طور پر پورا ہوا ہے کہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے

جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی اور اس کا اعلان بتلا دی گئی تھی اس وقت مولوی صاحب کے گھر میں کوئی گھوڑا نہ تھا اور آپ ایک مدت سے سواری ترک کر چکے تھے اور ایک ایسی بستی میں رہتے تھے جہاں کے باشندے گھوڑے کی سواری کے کچھ ایسے شائق نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو دشمن اعتراض کر سکتا تھا کہ ایسے گاؤں کے رہنے والے انسان کی نسبت جسکے باشندوں کا گھوڑے کی سواری جزو زندگی ہے اور جو خود بھی ساتھ ایسے کام میں مشغول رہتا ہے یہ پیشگوئی کرنا کہ وہ گھوڑے سے گر جائیگا چنداں مشکل نہیں لیکن اس جگہ پر واقعہ بالکل برعکس ہے کیونکہ یہ خواب اس وقت کی ہے جبکہ حضرت مولوی صاحب سواری بالکل ترک کر چکے تھے نہ آپ کے پاس گھوڑا تھا اور یہاں کے رہنے والے احمدیوں میں سے کسی کے پاس بھی گھوڑا نہ تھا اور نہ یہ جگہ ہی ایسی ہے کہ یہاں کے باشندے کثرت سے اس شغل میں لگے رہتے ہوں پس ایک ایسے انسان کی نسبت جو نہ تو اس بستی میں رہتا ہو جس کے باشندے گھوڑے کی سواری کا خاص شوق رکھتے ہوں نہ وہ ان دنوں میں خود ہی سواری کا شائق ہو نہ اس کے پاس گھوڑا ہو نہ اس کے دوستوں کے پاس ہو جو گھوڑے کی سواری کئی سالوں سے ترک کر چکا ہو جس کی عمر ستر کے قریب ہو

کہ میں بیمار انسان جسمانی کمزوری کی وجہ سے باوجود شوق رکھنے کے بھی ان کاموں کو چھوڑ دیتا ہے ایک شخص کا یہ پیشگوئی کرنا کہ مجھکو خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کبھی گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے گر پڑیگا اور پھر اُس کے قول کے مطابق ہو بھی جانا ایک ایسی عجیب بات ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو ذرہ بھی دیانت داری سے کام لے اور تعصب کے پردوں کو آنکھوں سے دور کرکے اُسپر نظر کرے تو کبھی بھی شک نہیں کر سکتا کہ ضرور بالضرور یہ خدا ہی کی طرف سے تھی اور اُسکی بتائی ہوئی تھی ورنہ انسان میں یہ مقدرت نہیں ہو سکتی اور کبھی نہیں ہو سکتی کہ کسی واقعہ سے پانچ سال پہلے اُس کی خبر دے اور ایسے وقت میں دے کہ اُس کے لئے کوئی قرینہ موجود نہ ہو اور پھر وہ اُسی طرح جیسا کہ کہا تھا پوری بھی ہو جائے۔

اس خواب نے اپنے وقت پر پوری ہو کر حضرت مسیح موعود کے دعویٰ پر تصدیق کی اور ایک مہر لگا دی ہے اور اُن لوگوں کے لئے جو اپنے اندر نور ایمان رکھتے ہیں اور خشیت خدا ان میں باقی ہے اور دنیا کے بغض اور عنادوں کی کچھ پروا نہ رکھتے ہوئے سچائی کے قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ راستہ صاف کر دیا ہے۔ اب جو کوئی اپنے سینہ میں قلب سلیم رکھتا ہے اسپر غور کرے اور اپنے وقت کو ضائع ہونے نہ دے اور پیشتر اس کے کہ موت اسپر توبہ کا دروازہ بند کر دے اپنے وقت کے مامور کو قبول کرے تاکہ ضلالت کی موت سے محفوظ رہے کیونکہ یہ پیشگوئی جیسا کہ میں اوپر تفصیل سے بیان کر آیا ہوں حضرت مسیح موعود کے صدق دعویٰ پر ایک بین دلیل ہے۔ اور اپنے اندر ایک خاص شان رکھتی ہے اور انسانی دست برد سے بالکل پاک ہے اور جسقدر انسان اس پر غور کرتا ہے اس کی سچائی کا زیادہ قائل ہوتا جاتا ہے مثلاً جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں یہ خواب حضرت مسیح صاحب نے اپنی زندگی میں آج سے پانچ سال پہلے دیکھا تھا اس وقت کوئی گھوڑی یہاں موجود نہ تھی نہ آپ کی سواری کی عادت ہی تھی پس حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد اس طرح گرتے ہوئے پورا ہونا آپ کی سچائی کی ایک بڑی پکی دلیل ہے لیکن ان ہی

واقعات پر بھی ہیں نہیں اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں اور بھی ایسے واقعات ہیں کہ جو
اس کی عظمت کو بڑھاتے ہیں۔ منجملہ یہ کہ گھوڑی عزیزم عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ کو کسی جماعت
نے مدد دی تھی اگر خود مول لیجاتی تو جب بھی عظمت نہ ہوتی جو اس صورت میں ہے کہ اس
گھوڑی کے آنے میں بھی کوئی انسانی منصوبہ کا دخل نہ تھا بلکہ گھوڑی پیدا کرنے کی خبر
دینے والے خدا نے خود ہی ایک شخص کے دل میں تحریک کی کہ وہ عزیزم عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ
کو ایک گھوڑا بطور ہدیہ کے پیش کرے۔ پھر آپ نواب محمد علی خان صاحب کے ہاں اس
لئے تشریف لے گئے تھے کہ نواب صاحب اپنے وطن مالیر کوٹلہ سے چند مہینوں کے
بعد تشریف لائے تھے اور آپ چاہتے تھے کہ بموجب سنت اُن کے گھر پر تشریف
لے جائیں۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نواب صاحب معہ اپنے کل خاندان کے خاص قصبہ
قادیان میں تشریف لائے ہوئے تھے اور بعد نماز جمعہ کے جب آپ جانے کا ارادہ کر رہے
تھے خود ہی آپ سے ملنے کے لئے آ گئے تھے اور اس صورت میں کوئی ضرورت نہ تھی
کہ آپ پھر اُن کے مکان پر جو قادیان سے قریباً ایک میل پر واقع ہے تشریف لیجاتے
لیکن جب خدا تعالیٰ کا منشا پورا ہونا تھا تو یہ کیونکر ممکن تھا۔ آپ باوجود نواب محمد علیخاں
صاحب کے آنے کے پھر بھی اُن کے ساتھ اُن کے مکان پر تشریف لے گئے
اور یہ ایک ایسی غیر معمولی بات تھی کہ میں نے بعض دوستوں سے اُسوقت کہا بھی کہ
جب نواب صاحب خود ہی تشریف لے آئے تھے تو آپ حضرت کا وہاں جانا غیر
معمولی بات ہے۔ گو مجھے کیا علم تھا کہ یہ سب کچھ ایک خاص پیشگوئی کو پورا کرنے کے
لئے خدا تعالیٰ کروا رہا ہے۔ واپسی کے وقت جس گھوڑے پر آپ سوار ہوئے ہیں
اس کی رکابیں بہت چھوٹی تھیں کیونکہ بچوں کی سواری کے لئے تھیں ایک شخص نے
عرض کیا کہ رکابیں لمبی کر دی جائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں بچوں کو بعد میں تکلیف ہوگی حالانکہ
رکابوں کو چھوٹا بڑا کرنا کوئی بڑا کام نہیں پھر چھوٹی ہو سکتی تھیں مگر یہ بھی اسی تقدیر خدا کی ایک

حکمت تھی پھر جس وقت آپ وہاں سے چلے ہیں تو بہت سے احباب ساتھ چلنا چاہتے تھے مگر آپ نے روک دیا کہ نہیں پیچھے آہستہ آہستہ چلے آؤ یہ بھی ایک حکمت الٰہی تھا صرف دو آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ مگر گھوڑی کے بدک کر تیز ہو جانے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے اور اس طرح گویا کسی واقعہ کے پیش آنے کے موقعہ پر کوئی بچانے والا بھی نہ تھا جو کسی خطرناک موقعہ پر گھوڑی کو پکڑ سکے یا روک سکے آپ کے مکان کی طرف دو راستے آتے ہیں ایک بازار سے دوسرا تنگ گلی میں سے جو کہ اس خیال سے کہ بازار کا راستہ زیادہ صاف ہے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے زیادہ محفوظ ہے پہلے آپ اسی طرف چلے لیکن عین وہاں پہنچ کر دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ یہاں عورتیں اور بچے ہوں گے ایسا نہ ہو کہ کسی کو تکلیف ہو آپ وہاں سے لوٹ کر دوسرے راستہ کی طرف چل پڑے جو کہ نسبتاً بہت زیادہ خطرناک تھا گھوڑی اتنے میں تیز ہو رہی تھی اس راستہ میں وہ بھڑک گئی اور اس طرح بدک کر ایک موڑ کے قریب آپ اس پر سے گر گئے اور عجیب قدرت الٰہی یہ ہے کہ گلی کے اس حصہ میں پتھر کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے مگر اس خاص موقعہ پر جہاں آپ گرے ہیں ایک دو پتھر پڑے ہیں جن پر گر کر آپ کے ماتھے پر چوٹ ضرب آئی اور ضرب کا سخت آنا پیشگوئی سے ظاہر تھا کیونکہ جو خدا تعالیٰ نے ایک مامور من اللہ کی معرفت اُس کی وفات کے بعد کے ایک واقعہ کی نسبت جو اس کے خلیفہ کے ساتھ پیش آنا تھی دی تھی کوئی چھوٹی سی تو نہیں ہو سکتی تھی ضرور تھا کہ وہ سخت اور تکلیف دہ ہوتی پس یہ بھی قدرت الٰہی ہے کہ آپ خاص اس جگہ پر گرے کہ جہاں پتھر تھے حالانکہ اس حصہ میں پتھر صرف اسی جگہ پڑے تھے ورنہ گز نصف گز بھی ادھر ادھر گرتے تو چوٹ کچھ بھی نہ آتی اور اس طرح پانچ سال پہلے اس خبر کے بتانے کی کچھ ضرورت نہ ہوئی اب ان تمام واقعات پر غور کر کے دیکھو اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ اس تمام واقعات کے سلسلہ میں کہیں بھی انسانی بناوٹ یا منصوبہ پایا جاتا ہے کیا

کسی جگہ بھی انسانی دست برد کا دخل ہے۔ کیا انسان کی طاقت ہے کہ اس طرح ان اتفاقات کو اکٹھا کر دے۔

پیشگوئی کا ایسے وقت میں ہونا جب آپ کے پاس کیا قادیان کے امیروں میں سے کسی کے پاس بھی گھوڑا نہ تھا پھر اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود کا فوت بھی ہو جانا بعد اس پیشگوئی کا بالکل ظہور ہونا پھر کسی شخص کا عزیزم عبد الحی سلمہ اللہ تعالیٰ کو گھوڑا ہدیۃً پیش کرنا اور خریدا ہوا ہونا نواب صاحب کے خود اگر ملنے کے باوجود حضرت مولوی صاحب کا وہاں تشریف لیجانا۔ کابل کا چھوٹا ہونا اور باوجود کہنے کے آپ کا بچوں کی تکلیف کے خیال سے ان کے بے خبر کرنے سے منع کرنا احباب کا ساتھ چلنے کی خواہش کرنا آپ کا روک دینا گھوڑے کا یک دم تیز ہو جانا اور دونوں ساتھیوں کا پیچھے رہ جانا اور پھر آپ کا خاص اس جگہ پر گرنا جہاں پتھر تھے ایسے عجیب واقعات ہیں کہ سوائے اس کے کہ یقین کیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے خاص ارادے کے ماتحت حضرت صاحب کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہوئے ہیں اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

پس میں پھر ان لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جن کو حق کی طلب ہے کہ اس عظیم الشان نشان کے پورا ہونے کے بعد بھی سستی سے کام نہ لیں اور خدا کا خوف کریں اور اس دن سے ڈریں کہ لا خلة فيها ولا شفاعة خدا تعالیٰ جہاں بڑا رحم کرتا ہے وہاں اپنے الہامات و آیات کے مکذبین کے لئے شدید العقاب بھی ہے پس چاہئے کہ وقت کے ہاتھ سے نکل جانے کے پہلے توبہ کریں تا عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس قدر آیات کے دیکھنے کے بعد بھی مامورین اللہ کی تکذیب کئے جاتے ہیں۔ خدا کے لئے کچھ تو غور کرو کیا زمانہ کسی مامور من اللہ کو چاہتا ہے کہ نہیں کیا رسول اللہ نے وعدہ نہیں کیا کہ ہر ایک صدی کے سر پر امت میں سے مجدد بھیجے جائینگے کیا صدی کا سر چھوڑ کر دوسری صدی کے بھی اٹھائیس سال نہیں گذر گئے کیا رسول اللہ

نے فرمایا تھا کہ جب مسیحیت کا زور ہوگا تو تم میں سے تمھارا امام مسیح کے رنگ میں رنگین ہوکر دجالی فتنہ کو پاش پاش کر دیگا کیا حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے سینکڑوں نشانات نہیں دکھلائے کیا یہ سب سے تازہ نشان ایک عظیم الشان نشان نہیں یہ سب کچھ درست ہے اور آپکی ماموریت اظہر من الشمس ہے گو خود حضرت مسیح موعود ہم میں موجود نہیں مگر آپکے خلیفہ موجود ہیں اور ابھی بہت سے لوگ باقی ہیں کہ جو صحبت یافتہ ہیں۔ وقت کو ہاتھ سے مت کھوؤ اور پیشتر اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو تم توبہ کرو وما علینا الا البلاغ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مرزا محمود احمد)

Digitized by Khilafat Library

یہودی صفت مسلمان

[illegible] صاحب نے [illegible] مضمون میں ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف میں جو صفات یہودیوں کی لکھی ہیں بعینہٖ بموجب حدیث رسول اللہ اس وقت کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ مضمون عیسائیوں کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہو مگر مسلمانوں کو چاہئے کہ دیکھنا چاہئے کہ کہیں وہ ٹھوکر نہ کھائیں۔ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے مضمون کسیقدر مفصل ہوتا تو بہتر تھا ابھی اس میں بہت سی زیادتی ہو سکتی ہے مگر میں شکر کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنے قومی اخباروں اور رسالوں کا ہاتھ بٹانیکا خیال آگیا۔ بہت سے روایتیں ہیں جو [illegible] مستقلات کے تو ہم نہیں کرتے [illegible]

ملہ احباب کو چاہئے کہ اس نشان کی تذکرہ اور [illegible] میں عام طور سے شائع کریں تاکہ خدا تعالیٰ کے حضور [illegible] کے مستحق ٹھہریں۔

ہو جائیں۔ (دعائے سورۃ فاتحہ)

اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

ہر ایک نماز گذار مسلمان دن رات میں کم از کم تیس چالیس دفعہ اللہ تعالیٰ سے سنجیدہ بالا دعا مانگتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن لوگوں کی راہ دکھانے جنہوں نے چل کر سابقین نے قسم قسم کے انعام پائے نہ راہ اُن لوگوں کی جو انعام پانے کے بعد مورد غضب الٰہی بن گئے۔ اور نہ اُن کی جو گمراہ ہو گئے۔ اس دعا کے الفاظ میں صریح پیش گوئی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ جہاں اُمت محمدیہ مرحومہ کے افراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے سے نعمائے الٰہی سے متمتع ہونگے۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج ترقی پر پہنچینگے وہاں ان ہی میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جو اللہ اور رسول کے احکام کی مخالفت یا عدم تعمیل کی وجہ سے مغضوب علیہم یا ضالین کے مصداق بنینگے۔ کیونکہ اگر اُمت مرحومہ کو یہ خطرہ درپیش نہ تھا تو پھر اس دعا کے مانگنے کا حکم عبث ٹھہرتا اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صادق کی شان کے خلاف ہوتا۔

حضرت نبی کریم نے بھی حدیث مبارک میں فرمایا ہے کہ میری اُمت میں بھی ایک وقت میں یہودی صفت لوگ پیدا ہونگے۔ ہم اس مضمون میں انشاء اللہ دکھائینگے کہ یہ پیشگوئی جو مغضوب علیہم کے تحت میں آتی ہے موجودہ زمانہ میں کیسی صفائی اور وضاحت کے ساتھ پوری ہو رہی ہے کہ بے اختیار درود شریف اس ذات جامع صفات کے لئے زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

اس مضمون میں میں چند آیات قرآنی بیان کرونگا جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے مخالف یہود کے صفات کا ذکر ہے۔ منصف ناظرین خود قیاس کریں کہ کس طرح
ایک کثیر حصہ مخلوق کا اس وقت یہود ملعون کے قدم بقدم چل رہا ہے

(۱) قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ تلک امانیھم
قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین پ۱ع۱۳ ترجمہ۔ یہود کہتے ہیں کہ ہمارے
سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا یہ سب خیالی پلاؤ ہیں۔ کہہ اگر سچے ہو تو دلیل لاؤ
آج مسلمانوں کے مختلف فرقے یہی دعویٰ کر رہے ہیں کہ اسلام کے ۷۳ فرقوں میں سے
ہمارا فرقہ ہی نجات پانے والا ہے باقی سب جہنمی ہیں جب اُن کو پوچھا جائے کہ
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس فرقے کے پابند تھے تو مبہوت ہو جاتے ہیں
اور پوچھنے والے کو بے اختیار یاأھل الکتاب[1] لم تحاجون فی ابراھیم
وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہٖ اور ما کان[2] ابراھیم
یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یاد آجاتی ہیں اور مخالف پر
اتمام حجت ہو جاتا ہے کہ سنی حنفی۔ وہابی یا شیعہ کہلانا فائدہ نہیں دے سکتا اصل مدار
نجات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے۔ چنانچہ ارشاد بھی ہے کہ
بلیٰ[3] من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم
ولا ھم یحزنون

جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ آیت چاہتی تھی کہ یہودی
اور دوسرے لوگ آنحضرت صلعم پر ایمان لائیں۔ اسی طرح آج اس آیت کا تقاضا ہے

---

[1] اے اہل کتاب تم ابراہیم کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو تورات اور انجیل تو اس کے بعد نازل ہوئیں۔

[2] ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی وہ تو پکے مسلمان تھے۔

[3] جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے۔ اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اپنے رب کے پاس ہے ایسے
لوگوں پر کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔

کہ دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرے اور احمدی جماعت نجات کو اپنے ساتھ مخصوص نہیں کرتی اور ایمان رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخشے۔ جبتک ہم یہ ضرور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ماموروں کو مان لینا اس کی فرمانبرداری کی ایک شاخ ہے اور جو اس سے انحراف کرے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوگا

(۲) قالت الیہود والنصاریٰ نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم ع (ترجمہ) یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں کہہ کہ پھر وہ تمکو تمھارے گناہوں کی عوض سزا کیوں دیتا ہے!

(۳) وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ ع

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ سوائے گنتی کے چند روز کے دوزخ کی آگ ہمکو نہ چھوئیگی۔

یہ اس مضمون کا وعظ بڑی کثرت کے ساتھ ہوتا سنا ہے اور یہاں بھی یہ مسئلہ نہایت خوش خلق ہو رہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت کو سجدے میں گر کر اس وقت سے شفاعت کرینگے کہ جب تک آپ کی امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں باقی رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر نہ اٹھائینگے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں تو ایک صاحب نے اس مضمون کا بیان کرنا بالالتزام اپنے ذمے رکھا ہے اور یوں بھی یہ خاص رنگ میں شفاعت کا بیان کرنا لوگوں کے خوش کرنے کا ایک ذریعہ ہے واعظین بھی اسی رنگ کو اختیار کرکے لوگوں کی جیبیں کاٹتے ہیں اس قسم کے وعظوں سے عام مسلمانوں میں اس قدر بیباکی اور بدعملی پھیلتی ہے کہ جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ زمانہ کی حالت انذار کو چاہتی ہے یہ لوگ بشارت کا پہلو اختیار کرکے اور اس میں غلو کرکے لوگوں کو سخت گمراہ کر رہے ہیں۔

(۴) ان الذین یکتمون ما انزل اللّٰہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولٰئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار ع

(ترجمہ) جو لوگ خدا کے نازل کئے ہوئے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے دنیاوی متاع

لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں۔

(۵) من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ ترجمہ

(ترجمہ) یہود میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کے اصل معنوں سے پھیرتے ہیں کئی ہیں آسانی سے ہر قسم کا فتویٰ مسلمانوں کے علماء کرام سے مل سکتا ہے وہ کسکو معلوم نہیں۔ ہمارے علم میں ایک مولوی نے جس نے پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا ہے۔ عام اعلان کیا ہوا ہے کہ جو شخص کسی منکوحہ عورت سے نکاح کرنا چاہے مجھے دہ ، نیس روپے میں نکاح پڑھ دونگا۔ عدالتوں میں بھی کثرت سے ایسے مقدمات پیش ہوتے ہیں جن میں ایک عورت کا نکاح دو مردوں سے پڑھا ہوا ثابت کیا جاتا ہے

(۶) ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ھم الا یظنون

(ترجمہ) ان میں ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے سوائے بڑبڑ کرلے کے۔ صرف ظن بازی سے کام لیتے ہیں۔ ایسے وجود اسلام میں کثرت سے ملتے ہیں جو پیشوایان دین بنے بیٹھے ہیں کتاب و سنت کا ذرا بھی علم نہیں رکھتے۔ یہ مدعیان علم کا حال ہے عوام الناس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ یہودی امت کے پاس توریت کے نسخے کثرت سے موجود نہ تھے۔ ہمارے زمانہ میں باوجودیکہ قرآن مجید نہایت ارزاں قیمت پر کثرت سے ملسکتا ہے اور اکثر مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتا ہے۔ مگر اہل خانہ بالعموم اس کے مطالب سے ایسے ہی ناواقف ہوتے ہیں جیسے یہودی اپنی کتاب سے ہوا کرتے تھے۔

(۷) قال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون کہ

(ترجمہ) منکر لوگ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو مگر سنانے لگیں تو بیچ میں شور مچادیا کرو شاید اس تدبیر سے تم غالب آجاؤ۔

حضرت مسیح موعود کی تبلیغ تو بہت دور دور تک پہنچ چکی ہے۔ جیسے کئی سال ہوئے احباب کے حلقہ میں تجویز پیش کی کہ حضرت کے دعاوی کے متعلق قادیان چلکر تحقیق

گرانی اور حالات دیکھنے چاہئیں کیونکہ بغیر تحقیق کے اعراض یا تکذیب کرنا درست نہیں تو مباحثے ہی سے صلاح دی کہ جانا مناسب نہیں کیونکہ ہو جاتا ہے دین کا بن جاتا ہے اس کے علاوہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ مولوی لوگ اپنے اتباع کو احمدیوں کی باتیں سننے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو تقریریں کرنے کی ایسی مشق ہے کہ سننے والے کے دل پر اثر ڈال دیتے ہیں۔ نادان یہ نہیں سوچتے کہ حق کے اوپر باطل کس طرح غالب آ سکتا ہے یا اپنا اثر ڈال سکتا ہے۔

(۸) قالوا قلوبنا غلف ﴿پ۱﴾ (ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہمارے دل محجوب ہیں ایک مولوی کی موجودگی میں ہم نے شکایت کی کہ تم ہماری تقریروں کو سننے کے لئے بھی نہیں آتے باوجودیکہ ہم اس قدر محبت اور شوق سے سنانا چاہتے ہیں اس کا ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے بہت زور سے کہا کہ ہم کو ہرگز نہیں سننا چاہئے ہاں تم ہمیں سناؤ۔ الحمدللہ کس طرح میرے قلب نے گواہی دی کہ یہ شخص قلوبنا غلف کا قائل ہو رہا ہے۔

(۹) الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب ... یقولون للذین کفروا ہؤلاء اھدیٰ من الذین آمنوا سبیلا ﴿پ۵﴾ (ترجمہ) کیا تو نے نہیں دیکھے وہ لوگ جن کو کتاب آسمانی سے حصہ دیا گیا ہے ... کہتے ہیں مشرکین کی نسبت کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ رہ براہ ہیں

ہمارے مکفرین باقی سب مذاہب کے لوگوں کے ساتھ خلا ملا رکھتے ہیں مگر اجتناب کرتے ہیں تو ایک ہم احمدیوں سے۔ اور باوجودیکہ ہم تمام اصول مذہب میں ان کے ساتھ متفق ہیں ان کو دیگر مذاہب والوں کی نسبت برا کہتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب ہمارا اور ان کا خدا ایک رسول ایک کتاب ایک۔ قبلہ ایک اور امرو نواہی ایک تو اس تھوڑے سے اختلاف کے متعلق جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے غور کرتے اور سوچتے کہ کون سا فریق حق بجانب ہے

برخلاف اس کے باوجودیکہ ہم خدا اور رسول کے ماننے والے ہیں۔ کتابوں اور ملائکہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخرت اور جزا سزا پر ہمارا یقین ہے اور عمل ہمارے بھی بحمداللہ بحیثیت مجموعی ان سے بہتر ہیں ہم کو کافر بتایا جاتا ہے اور برعکس اس کے خواہ زنا کریں شراب پئیں۔ رشوتیں لیں۔ جھوٹ بولیں۔ ناجائز مال کھا جائیں۔ پکے مسلمان بنے رہتے ہیں۔

(۱۰) قالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ ؁

(ترجمہ) یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے تھے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے تھے

آج بھی فرقہائے اسلام ایسے پائے جاتے ہیں جو حضرت نبی کریم کو خدا کے مجسم مانتے ہیں

(۱۱) قالت طائفۃ من اہل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون ؁

(ترجمہ) کہتے ہیں اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہ ایمان لے آؤ دن کے اول حصہ میں اس چیز پر جو نازل ہوئی ہے مسلمانوں پر اور منکر ہو جاؤ اس سے دن کے آخری حصہ میں تاکہ شاید لوگ اس نئے دین سے پھر جائیں

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آچکی ہے کہ بعض احمدیوں کو جو اس دعا میں پیش کر کے یا ان سے توبہ کرائی گئی یا توبہ کرانے کے منصوبے بنائے گئے مگر رکاوٹ پیدا ہو گئی

(۱۲) اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ؁

(ترجمہ) جب تم سے اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصہ کے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں

ہر ایک احمدی کا ذاتی تجربہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ اگر سرکار انگریزی کا تسلط نہ ہو تو شاید مخالفین ہمارا اس ملک میں رہنا مشکل کر دیں

ناظرین دیکھیں کہ یہ تمام آیتیں کس طرح اس وقت کے مسلمانوں پر چسپاں ہو رہی ہیں۔ تمام

غرض ہے کہ جب اس طرح زور سے یہودیت مسلمانوں پر مسلط ہو رہی ہے تو کیا ابھی وقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے لئے مسیح کو بھیجے اور کیا مسلمانوں کی غیرت اس بات کے ماننے کی اجازت دیتی ہے کہ ان میں سے یہودی صفت لوگ پیدا ہو جائیں مگر جس طرح بنی اسرائیل یہود کی اصلاح کے لئے ان میں کا ہی ایک مسیح آیا تھا۔ ان مسلمان یہودیوں کو دوبارہ کرنے کے لئے ایک غیر ذات کے مسیح کا آنا لازم رکھا جائے؟ -

([illegible] فیروزپور حال وارد قادیان دارالامان)

استخارہ

- یہ طریق استخارہ حضرت [illegible] صاحب کا لکھا ہوا ہے اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہے امید ہے کہ احباب اس سے فائدہ اٹھاویں گے - ایڈیٹر ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اس بات کو بہت پسند فرماتے ہیں کہ ہمارے احباب تمام غیر معمولی کاموں کے متعلق استخارہ کرنے کی عادت ڈالیں اہم کاموں میں مثلاً کسی کو دوکان یا کاروبار میں شریک بنانے میں۔ رشتے ناتے قائم کرنے میں۔ دوستی لگانے میں کسی کو ہم سفر یا طالب علم بنانے میں سات دفعہ استخارہ کر لیا کریں۔ چونکہ استخارہ کا طریق عام طور پر معلوم نہیں اس لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

- سوائے ان اوقات کے جن میں نوافل کا پڑھنا منع ہے مثلاً صبح صادق کے پھٹنے سے طلوع آفتاب تک یا نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک غرض ملحوظ کو مد نظر رکھ کر کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھی جائے اس کے بعد دعائے مندرجہ ذیل بعد فراغت از نماز یا تشہد پڑھ لی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ

وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ
وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ
اَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ
اَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ
كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ ۔

(ترجمہ) یا الٰہی میں تیرے علم سے خیر مانگتا ہوں۔ تیری قدرت میں سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم میں سے فضل مانگتا ہوں کیونکہ تو سب طاقتوں والا ہو میں بےکس ہوں تو علیم ہے۔ میں جاہل ہوں تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اگر تیرے علم میں یہ کام ہے۔ میرے دین و دنیا اور عاقبت کے لئے اچھا ہو تو اسے میرے لئے مقدر کر دے۔ اور میرے لئے آسان کر دے۔ پھر مجھے اس میں برکت عطا فرما۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین و دنیا اور عاقبت کے لئے برا ہو تو اس کام کو مجھ سے روک دے۔ اور مجھے اس سے پھیر دے اور جیسے بھی یہ کام ہو مجھے اس میں خیر دے اور مجھے اس سے راضی کر دے۔

استخارہ کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مشیر بنا لیتا ہے۔ استخارہ کے معنے ہیں خیر و برکت طلب کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ضروری نہیں ہوتا جیسا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کے کرنے کی توفیق دے تو اس میں سہولت و برکت رکھ دے۔ یا اگر کام مفید نہ ہو تو اس سے روک دے۔

پس مناسب ہے کہ جو احباب کسی بڑے کام کو شروع کرنے لگیں مستقل طور سے ایک دن سے لیکر سات دن تک استخارہ کر لیا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب

ایک معمولی آدمی سے مشورہ لیا جاوے تو سوچ بچار کر دیتا ہے تو اگر خدا تعالیٰ کو اپنا سب کام سونپ دیا جاوے تو وہ کیوں مفید راہ پر نہ چلائیگا۔

نزول المسیح

(ترجمانی مضمون ریویو آف ریلیجنز)

عیسائیوں کے لئے مسیح کا فیصلہ کہ الیاس یوحنا کی روح وقوت میں آگیا ایسا سنگین فیصلہ ہے کہ وہ اب مسیح کے بعینہٖ نزول کے مدعی نہیں ہو سکتے۔

ملاکی نبی کی کتاب میں دو پیشگوئیاں بایں الفاظ درج ہیں:۔ ملاکی باب ۳۔ آیت ۱۔ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو اور عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آئیگا اور یقیناً آئیگا۔

پھر باب ۴۔ آیت ۵ سے پڑھو۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو ان کے باپ دادوں کی طرف مائل کریگا۔

اب ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے عہد نامہ جدید میں تلاش کرتے ہیں تو پہلے متی باب ۱۱۔ آیت ۷ سے پڑھنا شروع کریں۔ یسوع یوحنا کی بابت جماعتوں سے کہنے لگا۔ ۔۔ پھر تم کیا دیکھنے کو گئے کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑا کیونکہ یہ وہ جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیرے آگے تیری راہ درست کریگا۔ (ان خط کشیدہ الفاظ کو پیشگوئی نمبر ۱ باب ۳۔ درس ۱ سے ملاؤ اور

(اور غور کرو) میں تم سے سچ کہتا ہوں ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ × × × × سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک نبوت کی خبر دی۔ اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے۔ دیکھا کیا صاف فیصلہ ہے۔ اسکو ملاکی کی پیشگوئی سے ملا کر پڑھو۔

اب متی باب ۱۷۔ ورس ۱۰ سے پڑھنا شروع کرو۔

اور اس کے شاگردوں نے پوچھا کہ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضرور ہے (اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملاکی کی پیشگوئی کے ظہور کا سب کو انتظار تھا) یسوع نے انہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا۔ (یعنی یہ بات ٹھیک ہے کہ الیاس پہلے آئیگا) پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائیگا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا کہ (وہی الیاس ہے)

انجیل مرقس باب ۹۔ ورس ۱۱ سے ۱۳ تک بھی یہی مضمون ہے کہ پھر انہوں نے اس سے کہا اور پوچھا فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضرور ہے۔ اس نے جواب میں انہیں کہا الیاس تو پہلے آتا ہے اور سب کچھ بحال کرتا ہے × × × × لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا ہے اور جیسا کہ اس کے حق میں لکھا گیا تھا انہوں نے جو کچھ چاہا اس کے ساتھ کیا۔ یہ وہی یوحنا ہے جس کی بابت پہلے ہی ذکریا کو خبر دی گئی تھی۔ انجیل لوقا باب ۱ ورس ۱۳۔ فرشتے نے اس سے کہا اے ذکریا مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اس کا نام یوحنا رکھنا × × × اور بہتیرے اس کی پیدائش سے خوش ہونگے۔ لیکن وہ خدا کے حضور بزرگ ہوگا۔ × × × اور بنی اسرائیل

میں سے بہتوں کو ان کے خداوند خدا کی طرف پھیریگا۔ اور وہ اس کے آگے الیاس کی طبیعت
اور قوت کے ساتھ چلیگا۔ کہ باپ دادوں کے دل لڑکوں کی طرف اور نافرمانوں کو راست
بازوں کی دانائی کی طرف پھیرے گے خداوند کے لئے ایک مستعد قوم طیار کرے
(خط کشیدہ الفاظ کو پیشگوئی ملاکی باب ۴۔ درس ۵ سے ملاکر پڑھو) پس ثابت ہو گیا کہ
ملاکی کی پیشگوئی یوحنا میں بوجہ سے پوری ہوئی کہ اس کی روح اور قوت میں آیا۔
باقی رہی یہ بات کہ یوحنا نے الیاس ہونے سے کیوں انکار کیا۔ جیسا کہ یوحنا باب ۱ درس ۱۹
۔ ۲۳ سے پایا جاتا ہے کہ جب شخصوں نے اس سے پوچھا کہ تو اور کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے
اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یوحنا نے یہ بتانے کے لئے انکار کیا
کہ "میں اصلی الیاس نہیں ہوں" ہاں بروزی رنگ میں ہوں چنانچہ اس کو ان الفاظ
میں ظاہر کیا کہ۔ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے
کی آواز ہوں۔ کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو۔ تو اب یسعیاہ نبی کی پیشگوئی پڑھیں وہاں لکھا
ہے (۴۰ باب درس ۳) یسعیاہ بیابان میں ایک منادی کرنیوالے کی آواز۔ تم خداوند کی راہ
درست کرو۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لئے ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو۔ (خط کشیدہ الفاظ کو
جب ملاکی کی پیشگوئی "میرے آگے میری راہ کو درست کریگا" سے ملا کر پڑھیں تو صاف
ظاہر ہے کہ یہ وہی ہے جو مسیح سے پہلے آنیوالا ہے چنانچہ خود یوحنا بھی یہی کہتا ہے۔
کہ میں ہی اس سے پہلے آنے والا ہوں۔ جیسا کہ یوحنا باب ۱ درس ۱۵۔۲۰ میں لکھا
ہے یوحنا نے اس کی بابت گواہی دی اور پکار کے کہا کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر میں کرتا تھا۔
وہ جو میرے پیچھے آنے والا ہے (یعنی میں اس سے پہلے آنے والا ہوں۔ اب غور کیجئے
کہ مسیح سے پہلے اس کی خبر دینے والے کا آنا ضروری ہے۔ اور یوحنا کا اقرار ہے
کہ وہ میں ہی ہوں اور دوسری پیشگوئیوں سے ثابت ہے کہ آنے والا ایلیا تھا تو پھر کیا وجہ
ہے کہ ہم یوحنا ہی کو ایلیاہ نہ کہیں۔ ہاں اس کے سمجھانے کے لئے کہ کوئی شخص جسم دنیا میں

نہیں آ سکتا۔ اگر وہ ہو تو بروز کے رنگ میں پورا ہوتا ہے۔ اپنے تئیں اس کی آواز سے مشابہت دی ہے پس اس کی خو بو اور طبیعت پر ہوں پس ان دونوں باتوں میں کوئی تناقض نہیں نیز ممکن ہے کہ یوحنا کو اس مسئلہ سے ابھی آگاہی نہ ہو اور مسیح نے اس کا فیصلہ جب کیا ہو تو سب آگاہ ہوئے ہوں۔

یہ اعتراض رہ گیا کہ جو ایلیا کا اقرار ہے تو پھر ضرور ایلیا پر بھی ایمان لاؤ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو واقعہ خلاف قرآن کریم ہو ہم اسے کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم اصول سائنس سے کسی واقعہ کی تردید نہیں کرتے و سائنس کو قرآن کریم پر مقدم کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن کو کل باتوں کا حکم قرار دیتے ہیں۔ جب اس میں یہ سنت اللہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو کیونکر تسلیم کریں۔ دوم کتاب سلاطین کی عبارت پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ رفع روحانی کا ذکر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لیا جائیگا۔ کسی کے سر پر سے اٹھا لینے کے معنے ہمیشہ موت ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر تسلیم بھی کریں کہ ایلیا آسمان پر چڑھ گیا اور جیسا ہی یسوع بھی آسمان پر چڑھ گیا تو کیا وجہ ہے کہ دونوں کا دوبارہ آنا ایک ہی طرح سے نہ ہو جیسا مسیح کی آمد کی پیشگوئی میں ہے کہ ابن آدم آئیگا ایسا ہی ایلیاہ کا صاف نام مذکور ہے۔ پس ایلیا کی بجائے تو شبیہ ایلیا آئے اور مسیح بعینہٖ یہ کیوں؟ کیا ایلیا کے دعا اپنے تئیں خود ہی نہ جھٹلائیگا۔ اور یہودی بھی کہینگے کہ جب ایک شخص بعینہٖ واپس آ سکتا ہے (جیسے کہ تم آسمان سے آ گئے) تو کیا وجہ ہے ایلیاہ دوبارہ خود ہی نہ آتا۔ یوحنا۔ باب ۳ درس ۱۳ میں ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے سب کے اوپر ہے اب یہ امر مسلم ہے کہ یہ "وہ" (مسیح) آسمان سے بجسدہ نہیں اترا تھا

ایک اعتراض انا نبشرک بغلام ن اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا کے معنی مثیل کے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یحیی کا کوئی مثیل نہیں ہوا

اس کا جواب یہ ہے کہ سمی کے معنی ہمنام کے ہیں اور لغات الناس حضرت ابن عباس نے بھی

یہاں پر ہنام کے معنی کئے ہیں۔ لسان العرب میں ہے کہ تسمی المسمی باسمہ ہو سمی فلان
وافق اسمہ اسمہ کما تقول ہو کنیہ وفی التنزیل لم نجعل لہ من قبل سمیا۔ قال ابن عباس
لم یسم قبلہ احد یحیی۔ وقیل معنی لم نجعل لہ من قبل سمیا نظیرا او مثلا۔ پس ایسے معنی سے جو کہ
حقیقی ہیں اور بصیغہ تمریض (قیل) بیان کئے گئے ہیں امام ہمام حکم علیہ السلام کا یہ قول رد نہیں
ہوسکتا کہ یحیی مثیل الیاس تھے خاصکر جب کہ اس کی موید نہیں بھی ہے الغرض جب تک
معترض یہ ثابت نہ کرے کہ ابن عباس نے جو تفسیر حقیقی معنوں سے مطابق کی ہے وہ
یقیناً مردود اور غلط ہے اور صحیح معنی مثیل ہی کے ہیں تب تک وہ حضرت اقدس کے قول
کی تردید نہیں کرسکتا نیز اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ سمی کے معنی یہاں پر بجز مثیل کے اور کچھ نہیں
تو بھی حضرت اقدس کے ارشاد پر اعتراض نہیں پڑتا اس سے کہ مثلیت کی کل نفی تو ہو ہی
نہیں سکتی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تخلق۔ موجود۔ تولد۔ انسان۔ اکل۔ شرب۔ نام وغیرہ
صفات انسانیہ میں اور نیز مامور من اللہ۔ مومن وغیرہ ہونے میں ان کی مثلیت منفی
نہیں ورنہ نفی کلی سے وہ خدا وحدہ لاشریک کی مثل ہیں کہ لاشی ہوکر علاوہ صفت مختصہ
باری میں شریک ہونے کے مثل باری ٹھہریں گے۔ اور پھر بھی مثلیت کی نفی کلی نہ ہوگی
پس ثابت ہوا کہ ایک خاص امر میں ان کی کوئی مثل نہ ہوا اور دوسرا امور میں ان کی نظائر
مثلیں ہوں تو اب معترض کو اول یہ ثابت کرنا چاہئے کہ سمی سے یہاں پر بجز مثیل کے
اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا۔ دوم یہ کہ یہ نفی کلی ہے یا نفی خاص ہے۔ اگر خاص ہے تو پھر
ثابت کرے کہ جس خاص کی نفی ہے سیدنا المولود نے اسی خاص کا اثبات کیا ہے اور بجز
ان دو امروں کے ہرگز اعتراض نہیں پڑسکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسم ذات پیدا الست کرتا ہے
جس سے باری تعالیٰ کو تناسخ کا رد مقصود ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ الیاس کی ذات یحیی
میں آگئی تھی نہیں بلکہ صرف اس کی خو اور قوت میں آیا تھا یہ بھی زیر نظر رہے کہ حضرت
احمد قادیانی پر مسیح کا اطلاق ہوسکتا ہے تو اب یہ ضرور نہیں کہ عیسی علیہ السلام پر بھی احمد قادیانی

کا اطلاق ہو سکے۔

دُنیا میں مُصیبتیں

اس مضمون میں مکرمی قاضی اکمل صاحب ایک خاص رنگ میں یقین معلوم ہوتے ہیں۔ ناظرین پُر حکمت لذت اُٹھا سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

اس مختصر مضمون میں اس بات پر بحث کی جاتی ہے کہ دُنیا میں مصیبتوں سے خالی نہ تو کبیرہ نہ فقیر۔ نہ مرید نہ پیر نہ پیغمبر نہ کافر نہ مومن نہ فاسق۔ پس مابہ الامتیاز کیا ہے۔ یعنی جب ہر دو فریق کو دکھوں سے نجات نہیں تو پھر بقول بعض نادانوں کے کفر و اسلام کوئی بات نہیں۔

سو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکوں کے لئے مصیبتیں ان کی ترقی کا موجب ہوتی ہیں اور بدوں کے واسطے وہی دکھ ان کی تباہی کا سبب بنجاتے ہیں ایک نیکوکار خدا کا فرمانبردار کیسی مصیبت میں آرام اور ایک طرح کی لذت پاتا ہے وہاں ایک بد اطوار نافرمان پروردگار اسی دکھ میں اپنے اندر عذاب اور سوزش محسوس کرتا ہے۔

میں ان دونوں باتوں کو مثالوں سے واضح کرونگا۔

دنیا میں کئی لوگ جیلخانے بھیجے جاتے ہیں اور وہ حکومت قاہرہ کے دباؤ سے قید ہوتے ہیں اسی طرح حضرت یوسف بھی قید کئے گئے لیکن یہاں دوسرے قیدیوں کی زندگی تلخ ہوتی ہے اور انجام کار تباہ ہوتے ہیں وہاں ایک قیدی ایسا بھی تھا جس کی قید کا انجام بادشاہی ہوا اور خدا نے اپنے فضلوں سے اسی سرزمین کا حاکم بنایا جس میں اسے باندھا گیا اور ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ دُنیا میں ایسے لوگ ہیں جو جلاوطن کئے جاتے ہیں اور پھر اپنے وطن میں واپس نہیں آسکتے۔ بلکہ غریب الوطنی ہی میں رسیدہ و طریدہ خراب و خستہ

حال میں رسوا ہو کر مرجاتے ہیں کہ ان کو پانی دینے والا کوئی نہیں ۔ مرجائیں تو کوئی ایسا نہیں کہ ان کا جنازہ ہی پڑھ دے ۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دشمنوں کے تشدد سے بچنے کے لئے راتوں رات نکلنے پر مجبور ہوئے مصیبت تو یکساں پڑی مگر آخر یہی اپنی بستی سے بھاگے ہوئے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ بڑے جاہ و جلال سے اپنے وطن میں داخل ہوئے اللھم صل علیہ وسلم

کون آدم زاد ہے جو کبھی نہ کبھی بیمار نہ ہو ۔ پھر بیماری کی بھی کئی قسمیں ہیں ۔ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ کوئی قریب تک نہیں پھٹکتا

حضرت ایوب پر بھی ایک ایسا ابتلا آیا ۔ لکھا ہے کہ ان کے بیوی بچے بھی ان سے جدا ہو گئے ۔ اور وہ بھی بستی سے باہر جا پڑا مگر ایک وقت آیا کہ اسی ایوب پر خدا نے فضل کیا اور خدا نے حضرت ایوب کو صحت بخشی ووھبنا لہ اھلہ ومثلھم معھم کا شان نزول بنایا ۔ دنیا میں بہت ہیں جو اسی حالت میں سسکیاں لیتے مر جاتے ہیں ۔ اور ان کے دیکھتے دیکھتے ان کے یار و آشنا ان کے احباب رشتہ دار آنکھیں پھیر لیتے ہیں

پھانسی پر جانا کس قدر ذلت کی بات ہے ہر سال کئی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جو ان کا انجام ہے وہ سب کو معلوم ہے یہاں تک کہ بعض وقت پھانسی کے بعد بھی ایک گروہ نیکوں کا ایسا رہتا ہے جو ان پر لعنت کرے ۔ حضرت عیسیٰ بھی صلیب پر چڑھائے گئے مگر آخر کار وہ اس صلیب سے زندہ اترے اور کشمیر میں شاہزادے کہلائے وجیھا فی الدنیا والآخرۃ آپ کی شان میں نازل ہوا

دریا میں غرق ہونے والے بھی ہر سال کئی ایک ہیں ۔ ہر سال کئی واقعات ہوتے رہتے ہیں ان کا جو انجام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ بس تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ موسیٰ نبی نے سیدنا ہو کر ہی ۔ قیامت برپا کر دی ان لطیفہ غرض یہ کہ یہ ابتلا بھی پڑی اس کا ذکر ابھی تک

اخباروں میں ہے۔ لیکن خدا اپنے پاک بندوں کے لئے یہی مصیبت نجات کا موجب بنا دیتا ہے۔ دیکھو پہلے جب حضرت موسیٰ بچے تھے اور ان کو دریا میں ڈالا گیا تو وہ بجائے غرق ہونے کے شاہی گھر میں پہنچے اور اس طرح پر اس غریب و مسکین بچے کا خادم بادشاہ اور بادشاہ بھی وہ جو خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا بنایا گیا پھر جس دریا کے خوفناک سیلاب سے حضرت موسیٰ مع اپنی جماعت کے صحیح و سلامت نکل گئے اور اس طرح پر نہ صرف ڈوبنے سے بلکہ ہمیشہ کی غلامی سے بھی نجات پائی۔

اسی دریا کے سیلاب میں فرعون اور اس کا لشکر سب اپنے ساز و سامان کے غرق ہوا اور وہ پانی ان کے لئے آگ بن گیا۔

ہزاروں گڈریئے یا جنگل میں بکریاں چرانے والے ہیں ان کی جو زندگی ہے سب پر ظاہر ہے۔ انسان اور حیوان کے درمیان حد فاصل بھی اسباب میں گڈریوں میں سے ایک وہ گڈریئے بھی تھے جو آخر ایک قوم بلکہ ایک دنیا کے علماء و فضلاء و حکماء کی سیاسی پر مامور ہوئے چنانچہ ان میں سے ایک کا نام موسیٰ علیہ السلام تھا۔

پس میرے دوستو! کسی کو مصیبت میں دیکھ کر جلدی سے رائے زنی شروع نہ کرو بلکہ اول تحمل سے کام لو اور عاقبت اندیشی کیا کرو اس کا انجام دیکھو جن لوگوں نے سیدنا حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر رائے زنی شروع کر دی ہوگی کہ یوں ذلت ہوئی وہ اندازہ کیسے نادم کیسے شرمندہ ہوئے ہوں گے۔ یوسف بھی ڈالا گیا تھا کنوئیں میں ڈالا گیا غلام بنا پھر قید ہوا ان حالات میں جلد بازی سے کام لینے والے اس وقت کیسے نادم ہوئے جب وہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔

حضرت موسیٰ اور ایک عبد من عباد اللہ کا بیان قرآن مجید میں ہے۔ دیوار کا بنانا اور ایک نوجوان کو قتل کر دینا کشتی کو پھاڑ دینا پہلے ان کی نگاہوں میں موجب اعتراض تھے لیکن جب حقیقت کھلی تو اپنے اعتراضوں کی کمزوری کا علم ہوا۔

وہ شخص کیسا نادان ہے جو دانے کو زمین میں ملتا ہوا پاکر حقارت سے دیکھے کہ ایک دن وہی دانہ بار آور درخت بن کر اسی شخص کا مایۂ حیات بننے والا ہے۔ یہی حال لوگوں کا مصائب جھیلنے والوں کی عزت میں فرق نہیں آ گیا نبی کریم صلعم گاؤں سے نکلے تو ان کی عزت گھٹ گئی یا بڑھی یوسف علیہ السلام قید ہوئے تو ان کی عزت پر حرف آیا یا شاہ منصور کو سولی دیا گیا تو کیا ان کی ولایت میں فرق آ گیا اسی طرح امام حسین میدان کربلا میں شہید ہوئے ظالموں نے گھوڑے کے پاؤں تلے ان کی لاشوں کو روندا مگر آج وہی حسین ہے جس کا ڈنکا ایک عالم میں بج رہا ہے اور وہ شمر و یزید ہیں کہ ان پر لعنتیں پڑ رہی ہیں

امام اعظم علیہ الرحمۃ سے بیٹھیں چھڑائی گئیں۔ غوث اعظم کا پانی بند کیا گیا۔ امام مالک کا ہاتھ اکھیڑ دیا گیا امام بخاری نے عداوت ملنے کا اعلان کیا جبار خبیث پر یہ تمام مصیبتیں ہوا ہو گئیں اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے ان کے متبعین کی ایک جماعت پیدا کر دی جو ہر نماز میں ان کیلئے دعا مانگتی ہے۔ غرض مصیبتیں ہر طریق پر آتی ہیں پر ان کا نتیجہ دونوں کے حق میں جدا جدا نکلتا ہے مومنین کی آزمائش و تمحیص مقصود ہوتی ہے پھر انہیں انعام ملتے ہیں لیکن فاسقین کے برے طرح کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے اور ان پر تباہی آتی ہے۔ مصیبت میں مومنوں کے ایمان پختہ ہوتے ہیں اور وہ ایسے مشکلات میں اور بھی خدا کی طرف جھکتے ہیں تو دنیا میں ان کی قلبی کیفیت کا اظہار ہو۔ مومن مصیبت میں کبھی نہیں گھبراتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ زرگر جب بھٹی میں چاندی ڈالتا ہے تو اس کا مقصود جلانا نہیں ہوتا، جلتا تو فاسد مادہ ہے صرف کھوٹ بلکہ وہ زیور بناتا ہے جو محبوب کے زیب گلو ہو یا اس کے ہاتھ میں پہنچے

اس مضمون کو پڑھ کر [illegible] حسب ذیل آیات کا مطالعہ ایک خاص لطف دے گا۔

(۱) ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال

(۲) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم

(۳) احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون

(۴) واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن
(۵) وبلونھم بالحسنت والسیات لعلھم یرجعون
(الکل)

لو کان من عند غیر اللہ
لوجدوا فیہ اختلافاً
کثیرا

آریہ مسافر آگرہ میں ایک مضمون قرآنی اختلافات کے ہیڈنگ سے چھپا ہے گو اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اختلاف کے معنی تک بھی نہیں جانتا لیکن جو آیات اس نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی ہیں ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون تعصب کے جوش میں اندھا ہو کر لکھا گیا ہے ورنہ اس کی اصلیت کچھ نہیں چنانچہ ذیل میں ہم وہ آیات بھی درج کرتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں جو غلطی آریہ مہاشہ کو لگی ہے وہ بھی تحریر کرتے ہیں۔

(۱) (وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ — وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ
یعنی ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا — اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا

اس جگہ آریہ مہاشہ نے سراسر فریب دہی سے کام لیا ہے کہ اس نے آیت کا آدھا ٹکڑا قرآن کا دیا ہے اور باقی ماندہ نہیں۔ آریہ مہاشہ نے یہ کیوں کیا اس کی وجہ سوائے دھوکہ دینے کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اگر وہ تحقیق حق سے کام لیتا تو ان آیات کو پڑھ کر ایک لڑکے کو بھی اسے کوئی اختلاف نہ سوجھتا۔ آیت اصل میں یوں ہے۔ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ (اعراف)

یعنی ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور ہم نے دس راتیں اور بڑھا کر پوری چالیس راتیں کر دیں اور یوں پروردگار موسیٰ کا وعدہ چالیس رات کا پورا ہوا: ناظرین: یہ اصل آیت ہے جو اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کرنے کے لئے دو دفعہ وعدہ کیا تھا ایک دفعہ تو تیس رات کا اور ان کے گذرنے پر یا ان کے ختم ہونے سے پہلے ہی پھر دوبارہ وعدہ کیا کہ ہم دس رات اور بڑھا کر اپنا فعل کامل کرینگے۔ چنانچہ اول آیت جو آریہ سماج نے لکھی ہے اس واقعہ کو باتفصیل بیان کرتی ہے۔ اور پہلی آیت میں جسے وہ دوسرے کے خلاف کہتا ہے خدا تعالیٰ نے مجمل بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ سے ہم کل چالیس رات ہی ہم کلام رہے

(۲) ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون — ہم نے انسان کو خشک اور خوشبو دار کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔

خلق الانسان من نطفۃ — انسان کو نطفہ یعنی قلیل قطرے سے پیدا کیا

اس جگہ نہ معلوم آریہ سماج کو کونسا اختلاف معلوم ہوا ہے کہ خواہ مخواہ اپنی افترا پردازی کے نیچے ان آیات بینات کو بھی لے آیا ہے۔ سماج ہی سماج اکیا وہ نطفہ جو حماء مسنون کا خلاصہ ہو نطفہ یعنی قلیل نہیں ہو سکتی!

(۳) فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون — پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ آپس میں رشتے ہوں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے

واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون — اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

ناظرین! اس جگہ بھی سماج نے اپنی چالاکی اور نبث باطنی کو نہیں چھوڑا کوشش ایک جگہ بھی انصاف کو مد نظر رکھ کر بات کی۔ اور یہی وہ موقعہ تھا کہ ہم اس کے متعلق سنجیدہ کلمات کہتا

[illegible]

[illegible]

کرتے۔ مگر کیا کریں یہ مجبوری پبلک کی خاطر اس کی اکثر بیہودگیوں کی تلافی کرنی پڑتی ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں جو اختلاف نظر آتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ظالم معترض نے اصل آیات کو کاٹ چھانٹ کر آدھی آدھی آیات ناظرین کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ ہاں تو تب اختلاف کی ہوتی کہ مندرجہ بالا آیات کا ماقبل و مابعد بھی درج اخبار کرتا اور پھر ان میں اختلاف بتلاتا۔ وہ آیات بینات اصل میں یوں ہیں

حتی اذا جاء احدھم الموت

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ موجود

قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا

ہوگی تو کہیگا اے میرے پروردگار مجھے کو واپس

فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا

لوٹا دے کہ جو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں۔ ہر

ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون

ہرگز نہیں یہ اس کے منہ کی بات ہے اور ان کے پیچھے ایک

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم

پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے جب صور پھونکا جائیگا تو اس دن

یومئذ ولا یتساءلون

نہ ان میں رشتہ داریاں ہونگی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھینگے

واقبل بعضھم علی بعض

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر

یتساءلون قالوا انا کنا قبل فی

باتیں کرینگے کہ ہم اس سے پہلے اپنے

اھلنا مشفقین فمن اللہ علینا

اہل میں رہ کر خدا تعالیٰ سے خشیت کرتے تھے

ووقنا عذاب السموم

سو خدا تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور ہم کو

عذاب السموم سے بچا لیا

اب مندرجہ بالا آیات سے ناظرین کو صاف معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان میں مختلف گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں تو ان لوگوں کا ذکر ہے جو دنیا میں برے کام کرتے رہتے ہیں اور بوقت موت کے وقت اس بات کی خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ہم کو ذرا اور مہلت مل جائے تو ہم نیک اعمال کریں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ان کے دنیاوی رشتہ دار کچھ کی

وجہ سے وہ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں کسی کام نہیں آئیں گے بلکہ ان کو اپنی مصیبت کی وجہ سے تو پوچھنا تک بھی محال ہو جائے گا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو دنیاوی زندگی میں پھنسے اور عیال میں بھی۔ مگر خدا تعالیٰ سے خشیت کرتے ہیں اور اس کی یاد سے غافل نہیں ہیں وہ اس دن خوشی و خرمی سے خدا تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کریں گے۔ مگر یہ مباحثہ ان دو قسم کے گروہوں کو ایک گروہ بتلا کر ناحق پبلک کو دھوکے میں ڈالتا ہے

(۲) فالقٰی عصاہ فاذا ھی حیۃ تسعٰی	فالقٰی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین
پس اس نے اپنا عصا ڈالا تو اسی وقت وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا	جب اس نے اپنا عصا ڈالا تو اسی وقت وہ اژدہا ہو گیا

ایک چھوٹا بچہ بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہوگا کہ اژدہا بھی سانپ کی قسم سے ہے مگر اسلام کی مخالفت کے جوش میں کیا مجال کہ یہ مباحثہ اژدہا کو بھی سانپ سمجھے اور بچے بھی کیونکر دیتا اس کو جو ہو سکے۔

(۵) ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون	تعرج الملٰئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ
بیشک ایک وقت تیرے رب کے نزدیک ایک ہزار سال جتنا ہے جس کو تم گنتی کرتے ہو۔	ملائکہ اور روح اس کی طرف عروج کرتے ہیں ایک ایسے وقت میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے

ناظرین بھلے تو ان آیات بینات میں کوئی ایسی متضادات نہیں جس سے اعتراض پیدا ہو سکے کیونکہ یہ تیں ایک دوسرے کے متعلق ہیں۔ اور یہ مباحثہ نے بھی کوئی بات نہیں بتلائی کہ کیوں اس نے ان آیات کو پبلک کے سامنے پیش کیا ہے ہاں مگر اس نے صرف اس وجہ سے ان آیات کو درج کیا ہے کہ ان آیات میں ایک وقت کی میعاد ایک ہزار سال بیان کی گئی ہے اور ایک دوسرے وقت کی میعاد پچاس ہزار سال بتلائی گئی ہے تو یہ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں

کیا یہ بیان بھی نہ جانے معترض ہو سکتا ہے کہ آریہ مہاشہ کے پیدا ہونے کے لئے خدا تعالیٰ نے ۹ ماہ کی میعاد مقرر کی ہے اور ایک کتے کے پیدا ہونے کے لئے ڈھائی ماہ کی میعاد ہاں آریہ مہاشوں کا کوئی اعتبار نہیں ہو خواہ مخواہ کھینچ تان کر بات کا بتنگڑ بنا دیں ناظرین اصل میں پہلی میعاد خدا تعالیٰ نے ایک خاص قوم کی ہلاکت کے متعلق بیان فرمائی ہو اور دوسری میعاد بالکل ایک الگ میعاد ہے۔ یوم کے معنے دن ہی کے نہیں ہوا کرتے بلکہ مطلق وقت مراد ہوتا ہے۔ دن کے لئے خاص نہار کا لفظ آتا ہے۔

آریہ مہاشہ نے کبھی غالباً لیل و نہار کی اصطلاح رات دن کے لئے استعمال کی ہوگی۔ انکار کرے تو اس کا میں ذمہ دار نہیں

(۱) من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً
اضعافاً کثیرا۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا
مال دے سو اللہ سے کئی گنا کر کے اللہ تعالیٰ اسے
بڑھ چڑھ کر عنایت کریگا۔

(۲) قل یا ایہا الذین لا اعبد
ما تعبدون ولا انتم عابدون
ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم
یعنی اے منکرو میں نہیں پوجتا جس کو
تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم عبادت کرنے والے اس ذات کی
جس کی میں عبادت کرتا ہوں

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا
الربوٰا اضعافاً مضعفۃ
اے ایمان والو سود کو دگنا کھا کر اپنے
اوپر مت ڈال

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
وخذوہم واحصروہم واقعدوا لہم
کل مرصد۔ یعنی پس ان مشرکوں سے
تم بھی لڑائی کرو۔ جہاں کہیں کہ تم پاؤ۔ ان کو پکڑو
اور قید کرو۔ ان کے لئے ہر گھات میں
بیٹھ جاؤ

ناظرین میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آریہ مہاشہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اضعاف اور ضعف کسے کہتے ہیں۔ آپ ہی انصاف سے کہیں کہ ان مندرجہ بالا آیات میں سے کونسی متضاد آیات ہیں ہیں کس وجہ سے آریہ مہاشہ کو سنت کی ضرورت پڑ گئی ہے کیا خدا تعالیٰ کا اپنی دست

ہدایت کا جتلانا کہ جو شخص اس کی راہ میں خرچ کریگا تو وہ اسپر بڑھ چڑھ کر فضل کریگا۔ اور ایمانداروں کو رحم و ملاطفت کی تعلیم دینا۔ یہ دونوں مضامین ہیں یا کہ مومن کا بت پرستی اور ان سے بیزاری کا اعلان اس حکم کے متضاد واقع ہوا ہے کہ تم بھی ان مشرکوں سے جو تم سے لڑتے ہیں مگر جو تم سے صلح رکھنا پسند کرتے ہیں ان کے ساتھ تم بھی صلح رکھو جیسا کہ فاقتلوا المشرکین کی آیت کے پہلے ہی آیا ہے الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم۔ ان اللّٰہ یحب المتقین یعنی تم ان مشرکوں سے جنگ مت کرو جو اپنا عہد پر قائم ہیں اور تمہارے ذرہ بھر نقصان کرتے ہیں اور نہ تم پر لشکر کشی کرتے ہیں تم ان کے ساتھ بھی ان کے وقت تک عہد پر قائم رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ گویا یہ معاشی نے نہایت دھوکے سے اس حصہ آیت کو چھوڑ کر اور باقیماندہ آیت پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا کہ وہ اختلاف کی حقیقت کو بھی نہیں جانتا۔ حفظ معاشی بھی

. . . . دو امور میں اختلاف تب ہو سکتا ہے جبکہ ان کا مسند یہ

ذیل امور میں اتحاد ہو (۱) موضوع (۲) محمول۔ سوم مکان۔ چہارم زمانہ۔ پنجم قوت اور فعل۔ ششم شرط۔ ہفتم جزو اور کل۔ ہشتم اضافت اگر یہ معاشی کوئی شرط کا جزو نہیں تو وہ پہلے مجھ سے یا کسی اور عالم سے ان کو سیکھ آئے اور پھر اس بات کی شیخی مارے کہ وہ اس کتاب میں بارہ ہزار اختلاف ثابت کریگا جس کا ایک ایک فقرہ چند موتیوں کی طرح عبارت کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔

(۲) وللّٰہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ	فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ
اور اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے جہاں کہیں کہ تم منہ پھیرو وہیں خدا تعالیٰ کی بھی توجہ پاؤ گے۔	تو اپنے منہ کو مسجد الحرام کی طرف پھیر اور جہاں کہیں تم ہو اسی طرف اپنے منہ پھیرا کرو۔

ناچ دیجانے آنگن ٹیڑھا۔ آیات کے معانی تو خود سمجھتا نہیں اور یونہی انصاف پسند پبلک کو غلط فہمی میں ڈالتا ہے۔ مہاشہ جی! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ پہلی آیت کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کا مشرق اور مغرب ہے اے مسلمانو! جہاں کہیں کر تم اپنے مخالف پر چڑھو گے خدا تعالیٰ تمہارا ساتھ دیگا۔ وہ تمہیں فتح دیگا۔ یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جو مسلمانوں کی مشرقی و مغربی فتوحات کے متعلق ہے لیکن دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو حکم فرماتا ہے کہ تم لے میری عبادت کرتے وقت عزت والی مسجد کی طرف منہ کرنا تیرا منہ کرنا بھی میرے حکم کے ماتحت ہو اور جس طرح اسلام کا مفہوم ہے یعنی ہر سکون و حرکت کا خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہونا ہر طرح سے تیرے اقوال و افعال میں ظاہر ہو جانے۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اپنے پیرو کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ تیرا اٹھنا یا بیٹھنا اور تیرا چلنا یا ٹھہرنا اور تیرا کھانا یا پینا اور تیرا بولنا و چپ ہونا غرضیکہ تیرا ہر ایک قول و فعل خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہونا چاہئے۔ دیکر جس طرح دل نے چاہا شتر بے مہار کی طرح نفس کی باگ موڑ دی اسے۔ آریہ مہاشہ یہی اصل اور حقیقی توحید ہے جو اسلام سکھلاتا ہے اور جس سے وید بے ثمر یا دیگر کتب خالی پڑی ہیں۔

(۹) ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا

ہم کوئی آیت منسوخ کر دیں یا اس کو ذہن سے بھلا دیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی ہم لے آتے ہیں (معاذ اللہ زمانہ تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں)

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمتہ

سنا جو وحی ہوئی تیرے رب کی وحی سے تجھ پر نازل کیا وہ پڑھ اور سے خدا تعالیٰ کی بات کو کوئی بدلانے والا نہیں

مہاشہ جی بہتر ہوگا کہ آپ اپنی سمجھ کا علاج پہلے کرا لیجئے اور پھر کسی بہانے پر اسلام کی مخالفت میں قلم اٹھائیے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ کی سمجھ میں کچھ فرق آ گیا ہوا ہے یا مضمون

نکلتے رہتے نئے کرامات ہونگی ایسی خوابیدہ اور مدہوش فطرت کو میں تو مخاطب بھی نہیں کرنا چاہتا۔ اگر یہ میری راستے درست نہیں ہے تو مجھے ہوش دلانے سے اس بات کا جواب دیجئے کہ پہلی آیت میں جو خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو نسخ یا نسی کسی آیت میں ہم کرتے ہیں تو نسخ کی حالت میں اس آیت سے بہتر آیت اور نسی کی حالت میں اس جیسی آیت نازل کر دیتے ہیں اور دوسری آیت میں وجہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات کو کوئی بدلانے والا نہیں ان دونوں آیات میں کونسا اختلاف ہے یہی نسخ یا نسی کا فاعل اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو قرار دیتا ہے اور لا مبدل لکلماتہ کا فاعل ہر شخص کو ٹھہراتا ہے اور اس میں تنگ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا سب کے سب اس کی باتوں کے رد کرنے میں بعض عاجز ہیں اور ساتھ کو بیان ہے کہ واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ کے پہلے ایک زبردست پیشگوئی یعنی دجال کے متعلق تھی جو اس زمانہ میں نقطاً نقطاً پوری ہو کر لا مبدل لکلماتہ کی شہادت دے رہی ہے

قال ربی الذی یحیی و یمیت	قال رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ
ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے	ابراہیم نے کہا کہ اے رب تو مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے اس جگہ پبلک کو ڈبل دھوکا دیا ہے کہ نہ صرف مختلف المکان اور مختلف الزمان واقعات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی کاٹ چھانٹ بھی کی ہے ناظرین اس میں دوسرا دھوکہ یہ ہے پوری آیت یوں ہے قال رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ ابراہیم نے کہا کہ اے رب تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تو اس کے ساتھ ایمان نہیں لاتا۔ ابراہیم نے جواب دیا ہاں لاتا ہوں۔ لیکن کامل اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ اب اس آیت میں کہاں یہ لکھا ہے کہ میرا رب مردے کو زندہ نہیں

ہوتا تو کچھ اختلاف کی بات ہوتی۔ مگر یہ مباحثہ کو یہ بھی خبر نہیں کہ درمیان کے بھی واسطے ہوتے ہیں۔ بھلا اگر میں کسی دہریہ کے سامنے یہ کہوں کہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا ہوں اور پھر کسی دوسرے وقت یہ دعا مانگوں کہ اے اللہ مجھے اپنی ہستی پر کامل ایمان نصیب کر تو کیا ان میرے دو قولوں میں کچھ اختلاف ہوگا۔ ہرگز نہیں یہ محض جہالت ہوگی اگر کوئی تعصب سے یا شور مچا دے کہ ان اقوال میں اختلاف ہے۔ مگر یہ مباحثہ کو یاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلا قول ایک دہریہ کے سامنے کہا تھا اگر اسے میری بات پر یقین نہیں تو آؤ قرآن شریف کے تیسرے پارے کے شروع میں دیکھے۔

(۱۰) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی	وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ
کسی دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں کیونکہ نیکی کی راہ بدی کی راہ سے ظاہر ہو چکی ہے۔	اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ و فساد دور ہو جائے اور دین اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو جائے۔

ناظرین ان دونوں آیات کو بھی مباحثہ نے متضاد سمجھ کر پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مگر یہاں بھی مباحثہ نے اپنی خورد برد کرنے کی عادت کو نہیں چھوڑا۔ کاش اگر وہ تمام آیت کو نقل کر دیتا اور خواہ مخواہ اپنی پردہ دری نہ کراتا۔ یہ تو آخر اس غبار کو پبلک کی آنکھ سے دھونا ہی ہے جس کو اس نے بڑے فخر سے اڑایا تھا۔ ناظرین! اصل میں تمام آیت یوں ہے
وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے راستے میں ان سے لڑو۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور ان دشمنوں کو جہاں پاؤ

قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی ان کو نکالو اور فساد ایسے جنگ سے بڑھ کر ہے اور جب تک کافر حرمت والی مسجد کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اس جگہ ان سے نہ لڑو۔ مگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے مقابلہ اور جنگ کرو ایسے کافروں کی یہی سزا ہے ہاں اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بلاشبہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور ان سے لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فساد نہ رہے اور دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے ۔ اب اس تمام آیت کو مد نظر رکھ کر ناظرین غور فرمائیں کہ کونسی متضاد باتیں یہاں موجود ہیں جو آریہ مہاشے کو ایک خطرناک جرم کا ارتکاب کرنا پڑا کیا یہ حکم کہ تم ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر ہوشیار رہنا کہیں تم سے زیادتی نہ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ باز آجائیں تو تمہیں بھی لڑائی سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے۔ اور یہ حکم کہ دین کے بارے زبردستی اور جبر نہ کرنا دو متضاد امور ہیں۔ بلکہ یہ دو احکام ہیں ایک دوسرے کے مطالب کی تائید کر رہے ہیں۔ کیا اپنے بچاؤ کے لئے لڑنا یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرے کے مذہب پر زبردستی ہو گی ہرگز نہیں بلکہ یکون الدین للہ کے معنی ہی یہی ہیں کہ اس اکراہ کو دور کرنے کے لئے جنگ کرو تا ہر شخص اپنے اپنے مذہب پر آزادی سے قائم رہ سکے۔ مہاشہ جی اس بات کے سمجھنے کے لئے اپنی گذشتہ تاریخ پر نظر ڈالو کہ جب ہندوؤں کو بیرونی حملوں کا دفعیہ کرنا پڑا تو انہیں حملہ آوروں کے مذہب پر کونسی زبردستی کرنی پڑی تھی پس اگر اپنی حفاظت کیلئے خدا تعالیٰ نے ان بے سروسامان ظلم رسیدہ مسلمانوں کو کہ جن کی تاریخ پڑھنے سے بدن پر لرزہ چھا جاتا ہے دل کٹنے لگتا ہے اور آنسو ڈبڈبا آتے ہیں ایسا حکم دیا تو اس میں لا اکراہ فی الدین کے حکم کے متضاد کونسا امر ہوا۔ ہاں اگر مہاشہ جی کو یکون الدین للہ سے کچھ شک پڑتا ہے جبکہ مہاشہ جی نے ترجمہ ہی غلط کیا ہے تو یہ انکی اپنی جہالت کا نتیجہ ہے نہ کہ اس آیت کا۔ آریہ مہاشہ ترجمہ اس آیت کا یوں کرتا ہے "یہاں تک کہ اللہ کا دین ہو جائے" اسکا اگر عربی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو

ہے جو کہ ویکون الدین للہ ۔ ناظرین خوب جانتے ہیں کہ آیت یوں نہیں ہے بلکہ یوں ہے ویکون الدین للہ ۔ یعنے اللہ کے لیے دین ہو جائے یعنی لوگ اپنا دین محض اللہ تعالیٰ کی خاطر مانیں نہ یہ کہ آدمیوں کے خوف سے اس بات کی تائید ایک اور آیت بھی کرتی ہے جو اس طرح ہے ویکون الدین کلہ للہ ۔ یعنی سب کے سب دین اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائیں ناظرین آریہ مہاشے نے نہ صرف ان آیات میں کانٹ چھانٹ ہی کی ہے بلکہ ترجمہ بھی غلط کر کے پبلک کو سراسر غلطی میں ڈالا اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا اسلام ہرگز ہرگز دین کیلئے لڑانے کا حکم نہیں دیتا بلکہ وہ یہاں تک تعلیم دیتا ہے کہ تم دوسروں کے معبد خانوں کی حفاظت کرو جیسا کہ اس آیت کا منشا ہے اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوٰت و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا الخ یعنے جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں انکو بھی ان کافروں سے لڑنیکی اجازت ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایکدوسرے سے نہ ہٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے گرائے جا چکتے ناظرین یہ وہ آیات بینات ہیں جن سے اسلام کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے یہ آریہ مہاشے اسلام کو اور مسلمانوں کو یونہی غلط اتہامات پیش کر کے بدنام کرتے ہیں اگر مسلمان قرآن شریف کی ان بدیہی آیات کی برخلاف یہ تعدی جائز رکھتے تو یہ گزشتہ زمانے کے مندر اور گرجے جو پبلک آج دیکھتی ہی ہے ہرگز موجود نہ ہوتے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ محمود نے سومنات کا بت توڑا اور

کئی ہزار اشرفیاں اس سے نکلیں یہ سراسر دروغ بے فروغ ہے کیونکہ سومنات کا بت تو بالکل ٹھوس تھا جیسا کہ سومنات کے لفظ سے ہی ظاہر ہے یہ سب افتراء پردازیاں بعد میں انہی مہاشوں نے گھڑیں جو محمود یا دیگر مسلمان فاتحوں کیساتھ مذہبی عداوت اور تعصب رکھتے تھے آجکل یہ مہاشے اس قسم کی افتراء پردازیوں میں کچھ تھوڑی کمی کرتے ہیں جو ہمیں گزشتہ زمانے کے حوالوں کی ضرورت پڑے ناظرین اسی ایک مہاشے کے مضمون میں دیکھ چکے ہیں کہ اسنے جھوٹ کا وہ طومار باندھا ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔

(۱۱) وبینهما حجاب ...... الخ فضرب بینهم بسور له باب، باطنه فیه الرحمة من قبله العذاب ۔ پس انکے درمیان ایک دیوار حائل ہو جاویگی۔ اور جس میں ایک دروازہ ہوگا اسکے اندرونی طرف تو رحمت ہوگی اور باہر عذاب ہوگا۔

ناظرین! آپنے خیال فرمایا کہ آریہ مہاشہ نے بینهما حجاب یہ دو الفاظ کاٹ چھانٹ کر پبلک کے سامنے کیوں رکھدیئے ہیں ہائے تعصب تیرا ستیاناس محض مغالطہ دینے کیواسطے۔ حالانکہ ان الفاظ میں کوئی معنوی اختلاف نہیں ہو مثلاً میں جو کہوں کہ آریہ مہاشے کی آنکھوں پر ایک حجاب ہے جس سے وہ سچائی کی باتوں کو دیکھ نہیں سکتا اور پھر یہ کہوں کہ آریہ مہاشے اور سچائی کے درمیان ایک رکاوٹ واقع ہے جس سے وہ حق و حکمت کی باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ میرے ان دو بیانوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

ہاں اگر باب اور باطنه فیه الرحمة سے آریہ مہاشے نے پبلک کو فریب دینا چاہا ہے تو ناظرین میں آپکو ان آیات کے اصل مطالب سے بھی آگاہ کئے دیتا ہوں بینهما حجاب کے سباق و سیاق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ

مومنوں اور کافروں کا ذکر کرتے کرتے یہ فرماتا ہے فاذن موذن بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین ۔ الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجاً وھم بالاخرۃ کافرون وبینھما حجاب ۔ یعنے تب ایک پکارنیوالا ان میں پکار اٹھیگا کہ ان ظالموں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے جو اللہ تعالیٰ کے رستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن و کجی تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ اور ان مومنوں اور کافروں کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہوجائیگی۔ ناظرین اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کے درمیان ایک مطلق رکاوٹ حائل ہوجائیگی اور دوسری آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کا ذکر کرتے کرتے یوں فرماتا ہے یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً فضرب بینھم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب یعنی تب مومنوں کی کامیابی دیکھکر منافق آدمی اور عورتیں سب کے سب مومنوں کو کہینگے کہ ہماری انتظار کرو یا یہ کہ ہماری طرف بھی منتظر رہو کہ تمہارے اس نور کی روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھائیں تب انکو کہا جائیگا کہ پیچھے ہٹو۔ اور نور تلاش کرو۔ تب انکے درمیان ایک دیوار حائل ہوجائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا اسکے اندرونی طرف (یعنی مومنوں کی طرف) نور رحمت ہوگی اور باہر اسکے سامنے عذاب وہ منافق پکار رہینگے کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ تو جواب دینگے ہاں تھے مگر تمنے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا تم کسی اور بات کا انتظار کرتے رہے اور شک و شبہ میں پڑے رہے تمکو تمہاری آرزوؤں نے دھوکا دیا الآخر الجزو ۲۷ سورہ حدید۔

ناظرین ان مندرجہ بالا آیات سے آپ پر واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ پہلی آیت میں مطلق کا فروں کا ذکر تھا۔ اور دوسری آیت میں منافقوں کا تو بتایئے کہ ان آیات میں تناقض کونسا ہے؟ ہاں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ منافقوں اور مومنوں کے درمیان جو ایک اوٹ قائم ہوگی۔ تو اس میں ایک دروازہ کیوں ہوگا۔ تو اسکا جواب اول یہ ہے کہ دروازہ کے ہونیسے بھی دونوں آیات میں تناقض لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حجاب تو ہر صورت میں حجاب ہی ہے خواہ دروازہ ہو یا نہ ہو لیکن ناظرین کی دلچسپی کے لیئے میں اسکی وجہ بھی بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات بڑی ہی رحیم کریم ہے جو کسی کے عمل کو خواہ ایک ذرہ ہی ہو ضایع نہیں ہونے دیتی۔ جیسا کہ اسنے ارشاد فرمایا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنے جو کوئی ذرہ بھر نیکی کریگا۔ وہ اسے دیکھ لیگا۔ اور جو کوئی ذرہ بھر بدی کریگا۔ وہ بھی اسے دیکھ لیگا۔ قیامت کے دن ہر ایک شخص کے اعمال شکلوں اور صورتوں میں متمثل ہو کر ظاہر ہونگے۔ اسبات کا سمجھنا بعید از عقل نہیں کیونکہ عالم خواب میں بسا اوقات ایسا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو کوئی سخت بخار یا طاعون میں مبتلا ہونیکو ہوتا ہے وہ اپنے آپکو آگ میں دیکھتا ہے چنانچہ میں نے بھی ایک دفعہ خواب میں طاعون کو آگ کی شکل میں دیکھا تھا۔ اور ناظرین چراغدین جمونی سے خوب واقف ہونگے جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اسکے گھر آگ لگ گئی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز کے بعد وہ بمعہ اپنے کنبہ کے طاعون کو ہلاک ہوگیا۔ غرضیکہ اعمال کا قیامت کے دن صورتوں میں متمثل ہونا بعید از عقل نہیں ہے اب چونکہ دنیا میں منافق لوگ اپنے آپکو مومن ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح سے اپنے اور مومنوں کے درمیان ایک قسم کا تعلق کا دروازہ

کھڑے رکھتے ہیں اور ہاں میں ہاں ملا دینا اپنے حصول اغراض کا ذریعہ ٹھہراتے ہیں حالانکہ در اصل مومنوں سے کوئی حقیقی تعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا قیامت کے دن بھی ایک ایسی دیوار ان کے درمیان حائل ہوگی جس میں منافق لوگ ظاہری دروازہ کی طرح ہی ایک دروازہ پائینگے اور جس طرح مومنوں سے دنیا میں فائدہ حاصل کرنیکی کوشش کیا کرتے تھے ویسا ہی اسوقت بھی کرینگے انظرونا نقتبس من نورکم مگر ان کی یہ کوشش محض بے سود ہوگی کیونکہ آخرت دار الابتلا نہیں بلکہ دار الجزاء و سزا ہے اور ایسا ہی چونکہ دنیا کی زندگی میں مومنوں اور کافروں کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا نہ ظاہری نہ باطنی بلکہ کافر لوگ مومن لوگوں کے جانی دشمن ہوتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی ان محجوب الفطرت کافروں اور مومنوں کے درمیان کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ ایک مطلق حجاب درمیان ہو جائیگا۔

ناظرین! یہ فلاسفی ہے ان سہ مختلف قسم کے حجابوں کی جو اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے روحانی حالات کے مطابق مقرر کئے ہیں اور جن پر ملون آریہ نے اعتراض کرکے اپنی جہالت اور خباثت کا اظہار کیا ہے۔ آریہ مہاشوں کو یاد رہے کہ قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے جسکا ایک ایک لفظ عبارت کی لڑیوں میں اس حکیم مطلق کے ہاتھ سے پرویا گیا ہے۔ کہ جس کے قبضہ قدرت کے زیر یہ تمام نظام عالم توازن سے منضبط ہو کر چل رہا ہے اس ایک کتاب کا یہ دعویٰ ہے کہ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا اگر غیر اللہ سے ہوتی تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا۔ آریہ جانتے کو میں اس کے وید کے دھرم کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنی بات کا پورا ہے تو وہ پبلک کے سامنے ان [illegible] اختلاف کو پیش کرکے دکھائے جس کو اس نے مسافر آگرہ کے پرچوں میں دعویٰ کی ہے۔

(سید ولی اللہ شاہ)

رجسٹرڈ ...

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

Digitized by Khilafat Library

یہ دوا ... کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو تمام کر دیتی ہے ... [illegible]

... کھانسی کو ... کف کو ... کھانسی کو روکتی ہے قیمت بڑی شیشی ... [illegible]

... [illegible]

اس دوا کے بارے میں ... صاحب کی رائے

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

درد و ریاح کی دوا

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۲ — یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے — جلد ۵

[illegible]

ایڈیٹر
صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے عہ اور طلبا سے ... اور غیر ممالک والوں سے عہ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء — مطابق ذی الحجہ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون	[illegible]	سید ولی اللہ شاہ صاحب
ادب	[illegible]	گلاب الدین ...
قرآن شریف کی قسمیں	[illegible]	میر محمد اسحٰق
دین کو دنیا پر مقدم کرو	[illegible]	ایڈیٹر
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب	[illegible]	سید ولی اللہ شاہ
اشتہار	صفحہ ۳ ب ۳	

... منشی عبد السلام صاحب ... قادیان سے شائع ہوا — اسلامیہ ... پریس ... میں باہتمام ... [illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں
نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ العالی کے
مجوزہ نسخہ کے مطابق طیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جس کو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی
اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ یہ [illegible] امراض چشم کیلئے مفید ہے
اس شہادت کے بعد ہمیں کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک [illegible] امام ہونیکی
حیثیت اور تجربہ سے بھی ایسی امام کی [illegible] ہے انکے مفید ہونیکی شہادت [illegible]
[illegible] پڑ بال [illegible] اور سرخی ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے
قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible]
ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا [illegible] آنکھوں میں ڈالا کریں یہ سرمہ خاص کر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں
جو [illegible] ہوتے ہیں بہت مفید ہے۔

سلاجیت

[illegible]

[illegible] اعضاء [illegible] مقوی معدہ [illegible] جسم [illegible]
[illegible] تنگی [illegible]
[illegible] وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] ترکیب استعمال [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] اور پشاوری [illegible] ریشمی سوتی [illegible]
اور پشاوری ٹوپیاں [illegible] کی پشاوری [illegible] ہر قسم کی [illegible] کی سکتی ہیں

المشتہر:۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خریداران جواب دیں؟

رسالہ تشحیذ الاذھان کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے
لیکن چونکہ انہی دنوں میں جلسہ کے اخراجات احباب کو
برداشت کرنے پڑتے ہیں اور مختلف رسائل و اخبار بھی
آجکل ہی وی۔ پی ہوتے ہیں اسلیئے خرچ بڑھجاتا ہے اسلیے
اگر خریداران رسالہ پسند کریں تو رسالہ کا سال بجائے جنوری
کے جون سے شروع ہوا کرے اور اُسی وقت وی۔ پی
کرکے قیمت وصول کیجایا کرے احباب بہت جلد اپنی اپنی رائے
سے مطلع فرماویں +

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

ہم ہی نے یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

انا علینا جمعہ وقرانہ

بیشک ہم ہی اس کو جمع کرتا ہے اور اسکا پڑھنا

مسافر آگرہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء کے پرچہ میں دو مضامین "قرآن میں سخت گڑبڑ" کونٹ چھانٹ کتر بیونت اور قرآنی اختلافات کے عنوانوں سے شائع ہوئے ہیں۔ جس میں آریہ مہاشہ بڑے زور شور سے دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ہم قرآن پر ریویو کرتے ہوئے یہ امر پایہ ثبوت تک پہونچا چکے ہیں اور محمدیوں کی طرف سے آج تک اسکا کوئی جواب نہیں ملا۔ اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی مان لیں کہ اللہ میاں نے یہ قرآن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تو بھی ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ وہ کتاب آج دنیا میں موجود نہیں اور موجودہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کونٹ چھانٹ کر تیار کر رکھا ہے اسی طرح سو ناحق آریہ مہاشہ ایک دو ورق سیاہ کرتے ہوئے پبلک کے سامنے یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ اصلی قرآن آج دنیا میں موجود نہیں اور موجودہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کونٹ چھانٹ کر تیار کیا تھا اس دعویٰ کے اثبات کے لیے آریہ مہاشہ ایک نقشہ تیار کرتا ہے جس میں وہ قرآن شریف کی چند آیات پیش کرکے انکے بالمقابل انہی آیات کی دوسری قرأت جو کہ ایک آدھ راوی سے مروی ہے درج کرتا ہے مثلاً پہلی آیت جو اسنے اس نقشہ میں پیش کی ہے وہ یہ ہے واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلیٰ وماخلق الذکر والانثیٰ اور اسکے مقابل وہ علقمہ سے مرویہ قرأت نقل کرتا ہے جو کہ اس طرح پر ہے واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلیٰ والذکر والانثیٰ۔ غرض اس طرح پر آریہ مہاشہ قرآن

کی چھ سات آیات کو پیش کر کے ایک نقشہ تیار کرتا ہے اور بڑی چالاکی سے پبلک کو دھوکا دیتا ہے کہ اس نے اس نقشہ سے قطعی ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ قرآن شریف دراصل وہ قرآن نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا حالانکہ اس نقشہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ نتیجہ صرف اسی صورت میں کسی قدر درست اور قابل تسلیم ہو سکتا تھا اگر آریہ مباشر اس نقشہ کیساتھ یہ بھی ثابت کر دکھاتا کہ یہی قرائتیں جو ایک دو راویوں سے مروی ہیں اور جو قرآن شریف میں درج نہیں ہوئیں فی الحقیقت وہی قرائتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں مگر چونکہ آریہ مباشر نے محض دھوکے سے کام لیا ہے اور اس بات کو ہرگز ثابت نہیں کیا۔ کہ یہی چند ایک راویوں سے مروی قرائتیں ہی اصلی قرائتیں ہیں اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکیگا لہذا اسکا یہ دعویٰ نرا دعویٰ ہی رہا کہ موجودہ قرآن شریف اصلی نہیں بلکہ عثمانؓ نے کانٹ چھانٹ کی ہے وہ سوا تین سو سال بعد بخاری نے یا کسی اور محدث نے ایک دو راویوں کے قول سے اگر علقمہ کا ایک جگہ ایک مختلف طرز سے پڑھنا اپنی کتاب میں نقل کر دیا تو اس سے اسکا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ زمانہ مبارک میں بھی بعض اشخاص قرآن کی بعض آیات کے پڑھنے میں غلطی کر بیٹھتے تھے کیا اس زمانہ میں ایسے لوگ موجود نہیں جو بعض اوقات قرآن کی آیات غلط پڑھ دیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کے غلط پڑھنے سے قرآن شریف کی ذات پر کوئی حرف آ سکتا ہے ہرگز نہیں یہ نادان آریہ کا کذب اور افترا ہے کہ اس نے چند روایات کی بنا پر پبلک کو یہ دھوکا دیا ہے کہ اصلی قرائتیں قرآن شریف میں چونکہ درج نہیں کی گئیں اسلئے اصلی قرآن شریف دنیا میں موجود نہیں ہے آریہ مباشر کو یہ جائز نہ تھا کہ وہ نتیجہ نکالنے میں فریب اور دھوکے سے کام لیتا ہاں اگر وہ بھی یہ سوال کرتا کہ ان مختلف فیہ قرائتوں سے درست اور صحیح قرأت کونسی ہے تو اسکا یقین

حق تھا اور اس سے ہمارے دل کو بھی خوشی پہونچی کہ آریہ مہاشہ نے تہذیب اور متانت
سے ایک جائز سوال کا استفسار کیا ہے مگر یہ امید ان مہاشوں سے کہاں ہو سکتی ہو
کہ اسلام کی مخالفت میں متانت اور تہذیب اور سچائی سے کام لیں خیر ہم آریہ مہاشہ
کی دریدہ دہنی اور ژولیدہ زبانی سے درگذر کرتے ہیں اور مندرجہ بالا سوال کو بھی
حل کئے دیتے ہیں ناظرین اصل بات یہ ہے کہ ہم مسلمان لوگ اسبات کو زیادہ قوی
اور قابل اعتبار مانتے ہیں جسکی تصدیق میں ایک تواتر کی شہادت موجود ہو۔ اور
اسکے برخلاف چند ایک روایات کو قابل وثوق نہیں ٹھہراتے یہ بات صرف ہم مسلمانوں
ہی سے منصوص نہیں بلکہ تمام مذاہب کے نزدیک یہ مسلمہ امر ہے کہ تواتر کے خلاف
چند ایک راویوں کے اقوال ساقط الاعتبار رہتے ہیں اگر میں آج چند ایک روایات
کی بنا پر یہ کہوں کہ بت پرستی کی تعلیم جو ویدوں میں موجود ہے وہ اصلی تعلیم نہیں۔ تو
کیا سناتن دہرم کے پیرو اسبات کو تسلیم کر لینگے ہرگز نہیں وجہ یہ کہ اُنکے پاس تواتر
قومی کی زبردست شہادت موجود ہے میرا یا کسی آریہ مہاشہ کا کوئی حق نہیں کہ محض
ایک آدھ روایات کی بنا پر انکی تواتر سے تصدیق یافتہ اور وید میں کثرت سے
مندرجہ مسئلے کی تکذیب کرنی شروع کر دیویں اور خواہ مخواہ شور مچائیں کہ بت پرستی
کی تعلیم وید میں نہیں کوئی عقلمند تواتر سے تصدیق یافتہ امر کو محض ایک یا دو روایات
کی بنا پر رد نہیں کریگا پس اسی اصول پر میں مندرجہ بالا سوال کا جواب دیتا ہوں
اور اسی روایات سے ہی اسبات کو ثابت کرتا ہوں کہ واللیل اذا یغشیٰ ۝ والنھار
اذا تجلّیٰ ۝ وما خلق الذکر والانثیٰ ۝ کی قرأت تواتر سے تصدیق یافتہ ہے
اور برخلاف اسکے واللیل اذا یغشیٰ ۝ والنھار اذا تجلّیٰ ۝ والذکر والانثیٰ ۝
کی قرأت صرف ایک راوی سے مروی ہے۔ چنانچہ وہ روایت یوں ہے حدثنا
قبیصة بن عقبة حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمة قال

دخلت فی نفر من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرء فقلنا نعم قال فایکم اقرء فاشاروا الی فقال اقرء فقرأت و اللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی قال انت سمعتہا من فی صاحبک قلت نعم قال وانا سمعتہا من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھؤلاء یابون علینا یعنے علقمہ کہتا ہے کہ میں عبد اللہ کے اصحاب کے ساتھ شام میں پہونچا جب ہماری خبر سنکر ابو درداء آئے اور ہم سے پوچھنے لگے کہ تم سے عمدہ قاری کون ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا ابو درداء نے مجھے پڑھنے کے لئے کہا میں نے یہ آیت واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی پڑھی تب ابو درداء نے کہا کہ تو نے عبد اللہ بن مسعود سے یہ قرأت اسی طرح سنی تھی میں نے کہا ہاں اسی طرح سنی تھی تب ابو درداء کہنے لگے میں نے بھی نبی کریم سے اسی طرح سے سنی تھی مگر یہ تمام لوگ اسکا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل میں یہ آیت یوں ہے واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی ناظرین انصافاً بتائیں کہ اس روایت میں وہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اصل آیت درج نہیں کی گئی بلکہ اس کی بجائے ایک دوسری آیت درج کر دی گئی تھی جیسا کہ آریہ مہاشہ اپنے مسافر آگرہ میں کذب بیانی کرتا ہے ہمیں مطلقاً سمجھ نہیں آتا کون سے ایسے الفاظ متذکرہ بالا روایت میں تھے جو آریہ مہاشہ اسقدر زور شور سے یہ دعوی کرتا ہے کہ اصلی قرآن شریف آج دنیا میں موجود نہیں کیونکہ اصلی آیات اس میں درج نہیں کی گئیں حالانکہ اگر غور اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو متذکرہ بالا روایت سے اسکے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علقمہ کی تردید اسی وقت ایک جماعت نے کر دی تھی کہ یوں آیت درست نہیں کیونکہ ابو درداء* کہتا ہے کہ میں نے بھی ایسا ہی سنا تھا مگر ھؤلاء یابون علینا

* حاشیہ۔ ناظرین ابو درداء ان چار اصحاب میں سے ایک تھا جنہوں نے آنحضرت صلعم

یعنی یہ تمام لوگ ہماری قرأت کا انکار کرتے ہیں کہ اصل میں یہ آیت یوں ہے واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلّیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ۔ ناظرین یہ دیکھئے آریہ مہاشہ کی بے انصافی تعصب بھی بری بلا ہے کہ دیکھتے ہوئے کو اندھا کر دیتا ہے۔ آریہ مہاشہ نے اس روایت کو پیش کرتے ہوئے نہایت چالاکی سے کام لیا ہے جو اسنے اپنی مطلب کی بات تو کاٹ کر اتنا پیش کر دی اور باقیماندہ روایت کو وہیں ہضم کر گیا آریہ مہاشہ کے پانچ اکاذیب۔

(۱) آریہ مہاشہ قرآن میں سخت گڑبڑ اور کتر بیونت کے عنوان سے پبلک پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بدلائل قوی اپنے دعوی کو ثابت کریگا لیکن ناظرین پر بخوبی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اسنے خود ہی مندکرہ بالا روایت میں کانٹ چھانٹ شروع کر دی اور پبلک کو آدھی روایت بتلا کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ دوئم عنوان میں ظاہر کرتا ہے کہ قرآن شریف میں سخت گڑبڑ ثابت کریگا مگر چند ایسی آیات پیش کر دی ہیں کہ جن کی قرأت صرف دو طرز پر آئی ہے لیکن اسکے معانی میں اختلاف نہیں مطالب میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن شریف میں کیسی گڑبڑ ہوئی سوئم۔ تمہید ی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۔ کی وفات کے بعد ہی قرآن شریف یکجا جمع کیا تھا۔ اگر لفظی قرأت کر جسکی تصدیق ایک دفعہ ابو درداء نے کی تھی فی الواقعہ درست اور صحیح قرأت ہوتی تو ضرور تھا کہ جو درد غلط آیت کی جگہ وہی درست آیت لکھتا۔ اور دوسرے ساتھیوں سے لکھواتا مگر اسنے ایسا نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو درست تو اسکی تصدیق سے پہلے غلطی مان چکا تھا اور وہ تمام حدیث جس کی بنا پہلے مندکرہ بالا واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ ہے بخاری باب تالیف القرآن۔ عن انس قال لما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعة ابو درداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ یعنے انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے چار شخصوں کے

بیان میں لکھتا ہے کہ موجودہ قرآن شریف کی ان آیات کے بالمقابل ہم نے وہ اصل آیات بھی نقل کر دی ہیں جو بقول علمائے اسلام و راصل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں جو کہ صریح بہتان ہے کوئی علمائے اسلام اسبات کو تسلیم نہیں کرتا۔ چہارم۔ مختلف قرأت کو بیان کرکے فوراً اس نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ وہ قرأت جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی جس کی تصدیق میں ایک زبردست تواتر کی شہادت موجود ہے اور جو کہ تمام کے نزدیک متفق علیہ قرأت ہے اور قرآن شریف میں درج ہے وہ اصلی قرأت نہیں۔

پنجم۔ آریہ مہاشہ لکھتا ہے کہ "والذکر والانثیٰ" جو کہ اصل آیات کا حصہ ہے قرآن شریف کی موجودہ نقلی آیات میں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ والذکر والانثیٰ قرآن شریف کی اس آیت میں موجود ہے مگر جس نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھکر جھوٹ بولنے کی عادت ٹھان لی ہے اُسے کون دکھائے اور کون سمجھائے یہاں تک تو آپ پر بخوبی روشن ہوگیا ہے کہ مہاشے کو اپنے دعوے کے ثابت کرنیکے لیے کسقدر افترا سے کام لینا پڑتا ہے اور عنوان میں وہ ویرہ لگی ہے جسکا نہ سر ہے نہ پاؤں۔ یعنی دعوے تو یہ کیا تھا کہ وہ یہ دلائل قوی ثابت کریگا کہ موجودہ قرآن شریف اصلی نہیں۔ بلکہ عثمان نے انکو چند پرانے سے سنائے نسخوں سے کانٹ چھانٹ کر تیار کیا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ اس دعوے کو ہرگز ثابت نہ کرسکا

بقیہ حاشیہ صفحہ   ۱۔ اور کسی نے قرآن شریف جمع نہیں کیا۔ ابو درداء معاذ بن جبل زید بن ثابت ابو زید۔ پس یہ اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ قرأت جو بطریق تواتر ہے بلکہ اسی ابو درداء سے تصدیق یافتہ ہو کر قرآن شریف میں درج کی گئی تحریک کو مغالطہ دینے کے لیے پیش کیجاتی ہے۔

بلکہ یہ نہی نتیجہ پر نتیجہ نکالا گیا ہے اور برخلاف اسکے ہم نے محض خدا تعالےٰ کے
فضل وکرم سے اسکے دعوے کو ہر طرح سے توڑ دکھایا ہے یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا
کہ حق کے سامنے باطل ٹھہر سکے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
قرآن شریف وہ کتاب ہے جسکا ایک ایک لفظ اسی وحدہٗ لاشریک کی کلام سے
ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تہا۔ اور جسکو نہ صرف اہل عرب کے
حافظوں نے محفوظ رکھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیر حفاظت اور زیر
نگرانی سارے کا سارا . . . . . . قلمبند کروا لیا تھا اور پھر حضور علیہ السلام کی
وفات کے بعد فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن شریف کو بڑی
احتیاط سے یکجا جمع کرا دیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ سراسر افترا اور تہمت
ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے چند پرانے سے پرانے نسخوں کو کاٹ چھانٹ کر
ایک قرآن تیار کر لیا تھا۔ ایسے گروہ نے بیشک ایسی روایات بیان کی ہونگی
جنکے نزدیک تقیہ جائز ہے اور جنکے متعلق تاریخ نے شہادت دیدی ہے کہ انہوں
نے کئی ہزار روایات افترا کیں اور انہیں سے بعض نے آخر مرتے وقت
اقرار بھی کر لیا کہ انہوں نے جہوٹی روایات گھڑیں ورنہ آریہ مباحثے کے لیئے
میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ ہماری مستند کتابوں سے ایسی
صحیح اور معتبر روایات نکال سکے جن سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے کبھی کوئی کاٹ چھانٹ کرکے قرآن شریف طیار کیا تھا۔ برخلاف اسکے
یہ امر پایۂ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حفاظت
ہی تمام کا تمام قرآن شریف قلمبند کر لیا گیا تھا یہ میرا بیان یونہی اٹکل سے نہیں
بلکہ زبردست تاریخی شہادتوں کی بناء پر ہے جسکو کہ موافق اور مخالف دونوں نے
تسلیم کیا ہے چنانچہ سر ولیم میور بھی لائف آف محمد کے دیباچے میں اس امر کا

اقرار ان الفاظ سے کرتا ہے لیکن اس بات کو ماننے کے لیے بہت سے وجوہ موجود ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کی زندگی ہی میں متفرق طور پر قرآن شریف کے نسخے لکھے ہوئے اصحابہ کے پاس موجود تھے اور ان نسخوں میں سارا قرآن موجود تھا اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعوےٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا اور مدینہ میں جاکر تو خود آپ نے مراسلات لکھوانے کے لیے کئی اصحابی مقرر کیے ہوئے تھے جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے تو انہیں اس شرط پر وعدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کے برابر تعلیم یافتہ تو نہ تھے تو یہ شہادت ایک دشمن اسلام کی تاریخی شہادت ہے پھر جو خدا تعالےٰ نے اسکی قلم سے لکھوائی۔ ناظرین اس بات سے خوب واقف ہو نگے کہ پچھلے دنوں مصر کے شاہی کھنڈرات سے ایک ڈبیا ملی تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط بند کیا ہوا تھا۔ یہ ایک موجودہ زبردست ثبات ہے جس سے کسی طرح سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحریر کی رسم تھی وہ لوگ کاغذوں اور تختیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھا کرتے تھے۔ اگرچہ اہل عرب میں قوت حافظہ عظیم الشان طور پر قوی تھی اور ہزار ہا اشعار نوک زبان یاد ہوتے تھے مگر وہ بعض اوقات ایسا بھی کر لیا کرتے تھے کہ جب کوئی شاعر نہایت اعلیٰ درجہ کی نظم کہتا۔ تو وہ پبلک کے سامنے لکھکر پیش کیجاتی چنانچہ سبعہ معلقات کا وجود میرے اس بیان پر شاہد ہے جو سات نظمیں تھیں اور خانہ کعبہ کی دیوار پر زمانہ جہالت میں لٹکائی گئی تھیں۔ اس زبردست شہادت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں زمانہ جاہلیت سے تحریر کا رواج تھا پس اس مختصر تمہید کے بعد میں نمبروار اپنے متذکرہ بالا دعوے کا ثبوت پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اول ہم قرآن شریف ہی میں ایسی آیات پاتے ہیں جو صاف ظاہر کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف کتاب کی شکل میں تھا چنانچہ ذیل میں ایسی آیات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ذٰلِكَ الكتٰبُ لا ريبَ فيه۔ یعنی یہی ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں۔

۲۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون۔ یعنی یہ ایک قرآن قابل عزت ہے ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا اسے وہی چھوتے ہیں جو پاک لوگ ہیں اگر یہ لکھا ہوا نہ تھا تو تقدس کا اظہار کی طرح سے اپنی کتاب قالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ و اصیلا۔ یعنی مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنکو وہ صبح و شام کسی سے لکھوا لیتا ہے مخالف لوگ اعتراض کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً لکھوا لیا کرتے تھے۔

۴۔ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو تختی میں محفوظ ہے

۵۔ کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔ یعنے قرآن تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرلے وہ ورقوں میں محفوظ ہے جن کی تعظیم کیجاتی ہے اور بلند جگہ پر رکھے جاتے ہیں۔

دوئم احادیث سے اس دعوے کا ثبوت کہ قرآن شریف فوراً ساتھ ساتھ لکھ لیا جاتا تھا۔ عن عثمان بن عفان۔ قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مما یاتی علیہ الزمان ینزل علیہ من السور ذوات العدد وکان اذا نزل علیہ الشی یدعو البعض من یکتب عنہ فیقول ضعوا ھذا فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۹) یعنے حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ایسے اوقات میں جب آپ پر چند سورتیں ایک ہی وقت میں نازل ہوتی رہتی تھیں جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ان شخصوں میں سے جو قرآن کریم لکھا کرتے تھے کسی ایک کو بلا بھیجتے اور اسکو فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں جہاں ایسا ذکر ہے لکھو احمد نے اور اصحاب السنن الثلاثہ نے اسکو روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح حدیث بیان کیا اس حدیث سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صرف ایک ہی دفعہ عمل کیا۔ بلکہ اثبات کا کلمہ اوپر بیان ہے کہ آپکا یہی ہمیشہ عمل تھا۔ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان جیسے جلیل القدر اور عظیم الشان صحابی ہیں جو ابتدا ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے۔

۲۔ بخاری باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں براء کی روایت سے یہ حدیث ہے قال لما انزلت لا یستوی القاعدون من المؤمنین الخ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ادعالی زیدا ولیجی باللوح والدواۃ والکتف او الکتف والدواۃ ثم قال اکتب لا یستوی القاعدون الخ یعنے جب لا یستوی القاعدون کی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا زید کو میرے پاس بلاؤ اور کہو کہ دوات اور لوح ساتھ لاوے پھر جب وہ آیا تو حکم دیا کہ لکھ لا یستوی القاعدون الخ

۳۔ ایسے ہی بخاری کے اسی باب میں ایک اور حدیث آئی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے زید کو مخاطب کرکے فرمایا کہ انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنے بیشک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا ہے گویا عزت کی نگاہ سے حضرت ابوبکر نے زید کو مخاطب کیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ زید ہی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا کاتب نہیں تھا بلکہ تیرہ اشخاص کے نام متواتر سے ثابت شدہ ہیں دیکھو فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۹

۴۔ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ وحی لکھ لیا کرتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کرکے فرمایا۔ لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن۔ یعنی مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھا کرو اور یہ ہدایت احتیاطی حفظ ماتقدم کے طور پر لگیئی تھی کہ کہیں وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے خلط ملط نہ ہو جائے

۵۔ پھر ناظرین کو یہ بخوبی یاد ہوگا۔ کہ حضرت عمرؓ کس طرح مسلمان ہوئے تھے انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو قرآن مجید کی ایک جلد میں سورہ طٰہٰ پڑھتے سنا اور اس سورۃ نے آپ پر یہ اثر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر تائب ہوئے

۶۔ بخاری باب جمع القرآن میں ایک لمبی حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن شریف جمع کیا تو اس وقت کے واقعات سے بھی جو پیش آئے تھے اور جو کتب میں صحیح اور مستند طور سے درج ہیں، یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن شریف کی ہر ایک آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی جا چکی تھی اس وقت سورہ توبہ کی دو آیتوں کے متعلق یہ واقعہ پیش آیا کہ باوجود حضرت زیدؓ کو یہ علم ہونے کے کہ وہ آیات قرآن شریف کی ہیں انکو نہ لیا گیا جب تک وہ لکھی ہوئی نہ ملیں چنانچہ حضرت زید خود یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں موجود ہے اگر کسی آیہ والے کو شک ہو جمع القرآن کے باب میں دیکھ لے۔ فتتبعت القرآن اجمع ... حتی وجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری۔ لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمہ براءۃ۔ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے قرآن شریف کو تلاش کرکے جمع کرنا شروع کیا۔ یہانتک کہ سورہ توبہ کا آخری حصہ مجھ ابو خزیمہ کے پاس ملا۔ جو اور کسی کے

پاس نہ تھا اور وہ یہ ہے نقل جاء کم رسول من انفسکم الخ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید رض کو یہ علم تھا کہ یہ آیتیں سورہ توبہ کے آخر میں ہیں مگر انکو لکھا جب تک انکو کسی کے پاس لکھا ہوا نہ پا لیا۔

۷۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ فلعل ابا بکر کان لا یکتب الا ما کان مکتوبا ولذلک توقف زید عن کتابۃ الایۃ من آخر سورۃ براءۃ حتی وجدھا مکتوبۃ مع انہ کان یستحضرھا ھو و من ذکر معہ اور پھر لکھا ہے وکان القرآن مکتوبا فی الصحف ولکن کانت مفرقۃ 8
فجمعہ فی مکان واحد۔ ترجمہ۔ حضرت ابو بکر رض سوائے اسکے جو لکھا ہوا موجود رہتا کسی اور شے کے لکھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یعنی انہوں نے قرآن شریف جمع کرنے میں اتنی بڑی احتیاط فرمائی کہ بس اسی اور جو کچھ آنحضرت صلعم کی حیات میں لکھا جا چکا تھا وہی لکھنے دیا اور اسی وجہ سے زید کو جو سورہ توبہ کے آخری حصہ کی آیات کو جانتا تھا کہ یہ بھی قرآن ہی کا حصہ ہیں انکے درج کرلینے میں بہت تامل رہا جب تک کہ اسے وہ لکھی ہوئی نہ مل گئیں اور سارا قرآن لکھا ہوا تھا مگر یہ قلمی لکھے ہوئے تھے متفرق لوگوں کے پاس تھے اور حضرت ابو بکر رض کوشش کر کے انہیں ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ منظ

۸۔ پھر اسی کتاب میں ابن ابی داؤد سے یوں روایت آئی ہے قال قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا من القرآن فلیات بہ وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب قال وکان لا یقبل من احد شیئا حتی یشھد شاھدان وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بجرد الحفظ۔ ترجمہ جب حضرت ابو بکر صدیق رض نے قرآن شریف کو جمع کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو حضرت عمر رض نے عام طور پر اعلان کر دیا۔ کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہوا ہے وہ لے آوے ان دنوں میں لوگ قرآن شریف کو کاغذ یعنی تختیوں اور کھجور کے

٭ [illegible]

پتوں پر لکھا کرتے تھے کسی شخص سے کوئی حرف بھی لکھا ہوا منظور نہ کیا جاتا تھا جبتک دو گواہوں کی گواہی نہ ہوتی تھی کہ وہ تحریر آنحضرت صلعم کے روبرو لکھی گئی تھی باوجود قاریوں اور حافظوں کے موجود ہونیکے یہ اسقدر احتیاط اسلئے ہوتی تھی کہ سوائے اس کے کچھ نہ لکھا جاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے لکھا گیا تھا اور محض حافظہ کو بنا نہ کیا جاوے۔ بلفظہ

ناظرین مندرجہ بالا شہادتوں سے اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حفاظت ہی قرآن شریف کا ایک ایک لفظ مختلف صحیفوں میں لکھا جا چکا تھا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام قرآن شریف کو بڑی احتیاط سے ایک جگہ جمع کرایا آپ نے محض ہزاروں کے توی حافظوں پر ہی اعتبار نہیں کیا یہاں تک کہ قرآن شریف کی ایک ایک آیت کو لکھا ہوا نہ پالیا۔ پھر بھی آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا یہاں تک کہ دو معتبر آدمیوں سے اسبات کی شہادت نے لی کہ فلاں آیت وصحیفہ یا تختی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی گئی تھی۔ ناظرین از یادہ اطمینان قلب کی خاطر میں معتبر روایات کی بناپر ذیل میں یہ ثابت بھی کئے دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں سینکڑوں ماہر حافظ قرآن موجود تھے جو صرف ایک ہی رات میں سارے کا سارا قرآن مجید کھڑے کھڑے ختم کر دیا کرتے تھے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال یارسول اللہ فی کم اختم القرآن قال اختمہ فی شہر قلت انی اطیق قال اختمہ فی خمس عشرۃ قلت انی اطیق قال اختمہ فی خمس قلت انی اطیق قال لا۔ یعنی عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے حضور صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں کتنے عرصہ میں قرآن ختم کروں فرمایا ایک ماہ میں اس نے عرض کیا کہ میں اس سے جلدی ختم کر سکتا ہوں تو فرمایا پچیس دنوں میں

کے ذریعہ سے ایک کو ... ناظرین آپ دیکھ لیا کہ قرآن آج ہمیں کہ ایک ایک لفظ یا نقطہ کو جانے ... مسلمان ... کی طرف سے نازل شدہ ... سے برابر بیٹھ کر

ختم کیا کرو۔ اس نے عرض کیا میں اس سے جلدی ختم کر سکتا ہوں تو فرمایا کہ بیس دن میں ختم کیا کرو۔ یعنے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی جلدی ختم کر سکتا ہوں غرض ہوتے ہوتے آپ نے پانچ دنوں کی میعاد مقرر کر دی۔

۲۔ فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۵ جلد ۹۔ عن ابن مسعود اقرءوا القرآن فی سبع ولا تقرءوا فی اقل من ثلث یعنے قرآن کو سات دنوں میں پڑھا کرو اور تین دنوں سے کم مدت میں ہرگز ختم نہ کیا کرو۔

9 ۳۔ نہایت معتبر راویوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ عن عبد اللہ بن عمرو قال جمعت القرآن فی کل لیلۃ سلم النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال فی شہر۔ عبد اللہ بن عمرو روایت کرتا ہے کہ میں ہر رات قرآن ایک دفعہ ختم کر لیتا تھا۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچی آپ نے فرمایا کہ ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔

۴۔ اکثر معتبر اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر جماعت کو قرآن کریم حفظ تھا۔ چنانچہ قرا کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ قرا کے معنے وہ نہیں جو آجکل لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ دے بلکہ الذین اشتھروا بحفظ القرآن و تعلیمہ۔ شرح صحیح بخاری یعنے وہ لوگ جو قرآن شریف اوروں کے سکھلانے کے لیے حفظ کرتے تھے۔

۵۔ پھر صحیح بخاری باب جمع القرآن میں یہ روایت موجود ہے قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن۔ یعنے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ عمر رضہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ غزوہ یمامہ میں قرآن شریف کے قاری بہت قتل ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرآن شریف کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ پس اس روایات سے بدیہی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ قرا یعنی حافظ قرآن بکثرت موجود تھے۔

ہر ایک ... [illegible] ... آپ ... [illegible] ... وہ تمام احادیث ... [illegible] ... واقعات کو چھپانا

دہریہاتک احادیث معتبرہ صحیحہ میں آیا ہے کہ بچوں اور عورتوں کو بھی قرآن شریف حفظ تھا چنانچہ مسند بعہ ذیل ایک روایت میرے اس بیان کی شہادت دیتی ہے عن عمرو بن سلمۃ قال کذا وکذا وکنت غلاما سافظاً فحفظت من ذلک قرآنا کثیرا ..... ما کنت احفظ فقدموني فکنت او مسلم یعنی عمرو بن سلمہ سے روایت ہے کہ ہم کسی مقام پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے جو پانی کے نزدیک تھا اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے وہ اسی راہ سے جاتے تھے جو ہمارے پاس کو گزرتا تھا جب وہ واپس آتے تو ہمیں تمام وحی جو آپ پر نازل ہوتی تھی سنا جاتے تھے میں ابھی بچہ ہی سا تھا قریب ۸ سال کے، پر میری قوت حافظہ بہت تیز تھی جو وحی میں سنتا جاتا تھا میں حفظ کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اکثر حصہ قرآن شریف اسی طرح ان لوگوں سے سن سن کے حفظ یاد کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد میرا باپ اپنی قوم کے بہت سارے لوگوں کو ساتھ لیکر اسلام قبول کرنے کیلئے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں آنحضرت صلعم نے داخل اسلام فرمایا اور انکو نماز کی تلقین فرمائی اور حکم دیا کہ تم میں نماز میں امامت وہ کرایا کرے جو سب سے زیادہ قرآن کو جانتا ہو چونکہ میں نے قرآن کا بہت سا حصہ پہلے ہی حفظ کیا ہوا تھا اسلئے امامت کا میرا ہی حق ہوا۔ پس انہوں نے مجھے اپنا امام منتخب کیا اور میں انکا امام ہو گیا۔

غرض کوئی بھی ان واقعات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی زمانہ میں بہت سے حافظ قرآن موجود ہو گئے تھے خاصکر اسحالت میں کہ جب تاریخ بھی اسبات کی شہادت دے رہی ہے کہ اہل عرب کی حافظہ نہایت ہی تیز تھے۔ ہم اپنے پنجابی ڈھگ دماغ والوں کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی دس بارہ سال کی عمر میں بڑی آسانی سے قرآن شریف کو حفظ کر لیتے ہیں چنانچہ میرے کو بھی دو بھائی حافظ ہیں جن میں سے ایک نے تو صرف سات سال کی عمر میں قرآن شریف

؎ ابو داؤد عن ہشام بن عروۃ ..... ان ابا بکر قال لہما ..... اقعدا علی باب المسجد فمن جاء کما بشاہدین علی شیء من کتاب اللہ فاکتباہ [illegible]

حفظ کی انتہا اور وہ میرے نئے آٹھ سال کی عمر میں پس مندرجہ بالا واقعات سے کوئی
وجہ نہیں ہے کہ ہم انکار کر دیں اسے جو کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عثمان رضی اللہ
نے چند پرانے سنائے نسخوں کو کانٹ چھانٹ کر ایک قرآن شریف تیار کر لیا تھا
یہ محض وہابی شیعی کی افترا پردازی اور اڑ خائی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
تو اشاعت قرآن شریف کی تھی جیسا کہ ایک لمبی اور نہایت ہی معتبر روایت سے
ظاہر و باہر ہے جسکو کہ نہ صرف امام بخاری جیسے عظیم الشان محدث نے اپنی کتاب
میں درج کیا ہے بلکہ بالاتفاق قریباً تمام کے تمام اماموں نے اپنی اپنی صحاح میں
نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے حدثنا ابن شہاب ان انس ابن مالک ان حذیفۃ
بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیۃ واذر
بیجان مع اھل العراق فافزع حذیفۃ اختلافھم فی القراءۃ فقال لعثمان
یا امیر المومنین ادرک ھذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود
والنصاری فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا بالصحف ننسخھا فی
المصاحف ثم نردھا الیک فارسلت بھا حفصۃ الی عثمان فامر زید بن
ثابت وعبد اللہ بن زبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحرث بن
الحشام فنسخوھا فی المصاحف ... حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد
عثمان الصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا۔ اسی طرح ایک اور
حدیث بخاری کے پہلے پارہ میں موجود ہے مگر طوالت کے خوف سے ہم صرف
مندرجہ بالا متفق علیہ حدیث کے ہی ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن شہاب انس ابن
مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حذیفہ بن الیمان عثمان کے پاس پہنچے اور وہ
ارمینیہ اور آذربیجان کے فتح کرنیکے لیے اہل عراق کی مدد سے اہل شام کے ساتھ جنگ
کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے قرآن شریف کے پڑھنے کے اختلاف کی وجہ سے حذیفہ

صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بھا اشتمل من علی اللغات من الوجوہ التی نزل بھا القرآن و [illegible]
[illegible] وکان [illegible] لا یکتب الا من [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

گھبرائے اور حضرت عثمانؓ کو کہنے لگے کہ اے امیرالمومنین امت کو پہنچ۔ قبل اسکے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اختلاف کرنے لگ پڑیں پس عثمان نے حفصہ کی طرف کہلا بھیجا کہ مجھے قرآن شریف بھیجو تاکہ میں بہت سے نسخے لکھواؤں اور پھر تیری طرف واپس بھیج دونگا چنانچہ جب حفصہؓ نے عثمانؓ کی طرف قرآن شریف بھیجدیا۔ تو آپ نے زید بن ثابت کو عبداللہ ابن زبیر سعید ابن العاص اور عبدالرحمن ابن الحرث ابن ہشام کو کہا کہ بہت سے قرآن شریف کے نسخے لکھو اور اگر تمکو آپس میں اختلاف ہو تو قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ انہی کی زبان میں یہ نازل ہوا تھا جب نسخے لکھے گئے تو عثمانؓ نے وہ اصلی نسخہ حفصہ کو واپس بھیجدیا اور باقی نسخے مختلف اطراف میں روانہ کردیئے بلفظہٖ۔ ناظرین یہ ہے وہ اصلی تاریخی واقعہ جسکو نظر انداز کرکے آریہ مہاشہ جی سے اکاذیب کا مرتکب ہوا ہے٭

سید ولی اللہ شاہ

سے تو بھی نہیں ڈرتا۔ افسوس! وہ لکھتے وقت اتنا خیال کرتے۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں افسوس اپنی پبلک ان افتراء پردازیوں سے مطلع ہو کر میری نسبت کیا خیال کریگی۔ اسے آریہ مہاشہ سچ بتا کر تو اس حدیث کا ترجمہ کرتا کیوں بھول گیا کہ اس ڈر سے کہ کہیں پبلک پر یہ ظاہر نہ ہوجائے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ نے صرف حافظان قرآن کے قوی حافظہ پر ہی بھروسہ کرکے قرآن شریف یکجا جمع نہیں کیا جب تک کہ آپ نے لکھا ہوا نہ پا لیا۔ اور پھر بھی آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا یہاں تک کہ دو معتبر آدمیوں نے اس بات کی شہادت نہ دے دی۔ کہ فی الواقعہ وہ صحیفہ یا تختی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی گئی تھی یا پیچھے۔ کہیں … ترجمہ کو دیکھکر پبلک … اس دروغ بے فروغ سے مطلع نہ ہوجائے ورنہ تیری اس ٹیڑھی چال کا جو کہ وہی کے سوسائٹی اور کی خوش ہوسکتی ہے۔ منہ

ناظرین! میری طرف سے آریہ مہاشے کو یہ دوسرا چیلنج ہے کہ اگر وہ اپنی بات کا پکا ہے تو آکے مقابل پر میرے دلائل کو توڑ دکھائے اور پھر اپنے دعوی کو پبلک کے سامنے مع دلائل قوی پیش کرے٭

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

Digitized by Khilafat Library

کیا ہی دلچسپ اور پیارا شعر ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مؤدب آدمی جس قدر جھکتا ہے اور اپنی منکسر المزاجی سے پچھلی صف میں یا سب سے نچلی جگہ میں بیٹھنا پسند کرتا ہے اتنا ہی لوگ اُسے سروں پر اٹھا لیتے اور چشموں پر جگہ دیتے ہیں اور بے ادب نامراد جسقدر اپنے تئیں اونچی طرف کھینچتا اور تصنع اور تکلف سے جتلاتے ہیں اور بڑا آدمی بننے کے لیے کوشش کرتا ہے اسی قدر خائب و خاسر ہو کر منہ کی کھاتا ہے۔ میں اس مضمون کو تین نمبروں میں بیان کرونگا۔ (۱) ادب کی تعریف۔ (۲) ادب کے فائدے (۳) اسکے حاصل ہونیکے ذرائع اور وسائل

(تعریف) ادب کے معنے عزت کرنی سلام کرنا تعظیم کرنا قاعدہ طریقہ علم اور آداب قاعدہ عمدہ خصلتیں اور حکمت عملی (یا علم اخلاق) کی چاروں قسموں حکمت شجاعت عفت عدالت سے بھی مراد ہے ادب ہر شے کا اندازہ حد نگاہ۔ دانش اچھی روش اور نام ہے ایک علم کا جس کے جاننے سے کسی زبان کے بولنے میں لغزش اور خطا نہیں واقع ہوتی اسکی کئی قسمیں ہیں جیسے علم لغت علم صرف علم نحو علم بیان معانی عروض قافیہ علم رسم الخط علم قرض الشعراء علم انشاء وغیرہ وغیرہ زباندانی چنانچہ ادیب ادب دینے والے استاد۔ علم ادب جاننے والے۔ زباندان کو کہتے ہیں۔ ہم اپنے خیال میں عبادت کے سارے اقسام یعنے زبانی بدنی مالی وغیرہ سب

ادب ہی میں داخل ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ پوجا پاٹ وغیرہ آداب ہی کے ذیل میں
گنے جائینگے۔ اخلاق کی کتابوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ یعنی بول و براز کے اداب
لیکر کھانے پینے نشست برخاست وغیرہ وغیرہ کے قواعد و ضوابط مندرج ہیں
یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عطا فرمائی ہوئی روحانی اور جسمانی گراں بہا
نعمتیں جس سے یہ پتلا سرتاپا مرتب اور منقش اور مرصع ہو رہا ہے یعنے حواس
قوی جوارح و اعضا کو ہیں اپنے اپنے محل اور موقع پر استعمال کرنیکا نام ادب ہے
حضرتِ انسان خلیفۃ اللہ الانسان سرا کا الرحمٰن کے پیدائش کی علت غائی بھی ادب
ہی ادب ٹھہرائی جاسکتی ہو اسی لئے کہا گیا ہے باادب بانصیب بے ادب۔ بے
نصیب اور یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام پیشہ سوز و گداز سے وحالائے سحری نیم شبی
میں حالت وجد و رقص میں رقت قلبی کے ساتھ مثنوی شریف کا یہ شعر پڑھا کرتے
ہیں **شعر** از خدا خواہیم توفیق ادب ؎ بے ادب محروم ماند از لطف رب الغرض
ادب کی تعریف یا صفت و ثنا کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں جن سے اس کی گوناگوں
ماہیت اور حیثیت اور کیفیت کا نقشہ پورا کھینچکر معزز ناظرین کے ذہن نشین کر
سکوں اسلئے اس کوشش بیفائدہ سے منہ پھیر کر اسکے اقسام مشتے نمونہ از خروارے
کیطور پر بیان کرتا ہوں۔ ایسے بابرکت اور بہتر اور ضروری صفت سے متصف ہوئے
بغیر تو انسان انسان ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کو اسی حالت میں انسانیت کا
سرٹیفکیٹ حاصل ہو سکتا ہے کہ اس میں دو قسمیں ہوں۔ ایک تو اپنے خالق سے
جس میں تعظیم لامر اللہ یعنی حقوق اللہ یا بالفاظ دیگر عبادات ہر قسم عبادات اور مراقبات
و مکاشفات شمار ہو گئے ہیں۔ دوم مخلوق سے جسکو شفقت علی خلق اللہ یعنے
حقوق العباد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس میں ہر ایک قسم کی ہمدردیاں اور
خیر خواہیاں کرتے کرتے گزری ہوں اب کون احمق اور بیوقوف ہوگا۔ جیسے کہ

سرتاسر تمام کمال و نفع ہی نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہونے میں کلام ہو یا ذرہ بھی تامل ہو
فی الحقیقت با ادب آدمی اپنے لیے اور اپنے لواحقین اور متوسلین کے لیے نری رحمت
ہی رحمت اور برکت ہی برکت ہے اور بس اب میں اسکے ذرائع اور وسائل کی طرف
توجہ دلا کر مضمون کو ختم کرتا ہوں سارے ذریعوں اور وسیلوں کی جڑ اور بنیاد تو دعا ہے
جو اللہ تعالے نے سورۃ فاتحہ کی شکل اور پیرایہ میں اپنے خاص بندے پر نازل فرمائی
ہے اور نماز میں پانچ چھ وقت کئی کئی دفعہ پڑھنے کی تاکید شدید کی ہے جسکا خلاصہ
اور انتخاب یہ ہے کہ پہلے تو تمہید کے طور پر اللہ تعالے کے چار صفات ربوبیت
رحمانیت رحیمیت مالکیت بیان کرے عبادت اور استعانت کو خاص اسی کے لیے
مخصوص کرنا اور پھر صراط مستقیم جسکو ہم بالفاظ دیگر ادب کے نام سے موسوم کرتے
ہیں۔ اللہ تعالی سے مانگنا پھر منعم علیہ لوگوں کی راہ طلب کرنا جو ایسے باادب تھے
کہ سارے جہان کے لوگوں کے لیے نمونہ اور اسوہ تھے اور دنیا بھر کی تادیب کا بیڑا
اٹھا کر آئے تھے پھر ایسے بے ادب اور گستاخ گروہ کے اعمال و افعال سے بچنے
کی دعا مانگنا جو اپنے ادب و قواعد سکھلانے والے اوامر الٰہی سے منحرف اور باغی
ہو کر مغضوب اور لائق اور مستحق عذاب ٹھہرے اور نیز ایسی بے تمیز جماعت کے
کرتوت سے بھی علیحدہ رہنے کی التجا کرنا جنہوں نے اپنے ادب اور ہدایت سکھلانے
اور سمجھانے والے مرشدوں کی تعلیم اور تادیب کے خلاف انہی کو خالق کی جگہ اپنا معبود
اور مطلوب اور محبوب اور مقصود بنا کر ضالین کا خطاب پر لے سرا حاصل کیا اب اگر
اسکی دعا قبول و منظور ہو گئی تو اسکے لیے ساری راہیں کشادہ ہیں علم سے تعلیم سے
استاد سے پیر سے مرشد سے کتابوں سے سفر میں حضر میں صبح و شام دن دونی رات
چوگنی ادب و ہدایت میں ترقی کرتا رہیگا دوسرے لوگوں کے لیے بھی ایک نظیر اور مثال
ہو جاویگا ورنہ صرف کتابوں کے پڑھنے اور خشک الفاظی سے سورۃ کجھو والی مثال

کا مصداق ہونا پڑیگا جہاں پر اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ پڑھ سنکر عملدرآمد نہیں کرتے انکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لادو دی جاویں۔

خر عیسےٰ اگر بمکہ رود ۔ چوں بیایدہنوز خر باشد

اللہ تعالےٰ کے فضل اور توجہ بغیر کوئی یونیورسٹی یا کالج یا سکول مکتب مدرسہ صحبت سنگت وعظ و پند اسکو با ادب نہیں بنا سکتا۔ شعر

صحبت نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ۔ تربیت نااہل راچوں گردگاں برگنبدست

برخلاف اسکے اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنیوالے دعاؤں میں لگا رہنے والے کے لیئے ہر ایک چیز موجب ہدایت اور باعث تادیب تادب ہوجاویگی جیسے کہ حضرت لقمان سے کیسنے سوال کیا کہ آپ یہ ادب و ہدایت کہاں سے سیکھی اور حاصل کی ہو فرمایا بے ادبوں سے۔ نگوید از سر بازیچہ حرفے ۔ کزو پندے نگیرد صاحب ہوش وگر صد باب حکمت پیش ناداں ۔ بخوانی آیدش بازیچہ درگوش ۔ جیسے آدمی کیلئے ناصحان مشفق اور خیر خواہان حامی و دلی کے علاوہ سخت دل سیاہ باطن مخالف اور معاند بھی ادب سکھلانیوالے اور موجب ہدایت ہوجایا کرتے ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہو کہ مذہبی تعلیم اگر لازمی کردیجاتی اور بجائے کہ دو آتی اور رسمی ہونیکے اچھی طرح سمجھ سمجھا کر ضیعہ گی سے چھوٹی عمر میں ذہن نشین کرنیکا پورا پورا اہتمام اور انتظام کیا جاوے تو کیا تعجب ہے کہ ادب و ہدایت کی گم شدہ اور کھوئی ہوئی دولت ہمارے گھروں میں واپس آجاوے۔

گلاب الدین احمدی رہتاسی

قرآن شریف کی صداقت

(نمبر اوّل)

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصانیف میں جہاں قرآن شریف کی اور بیشمار خوبیاں تحریر کی ہیں۔ وہاں سب سے اعلیٰ اور بےنظیر خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن شریف نے جو دعویٰ کیا ہے ساتھ ہی اس دعوے کی دلیل بھی دی ہے اور یہ خوبی قرآن مجید میں ایسی ہے جس سے دنیا کی تمام آسمانی کتابیں محروم ہیں حضرت مرسل یزدانی کے اس مقولہ طیبہ کو پڑھکر جب میں نے قرآن کریم میں حسب لیاقت و فہم خود تدبر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ واقعی قرآن شریف اس صفت علیا سے موصوف ہے اور چونکہ میرا اعتقاد ہے حضرت اقدس کے کسی ایک قول کی بھی تائید کرنا ثواب دارین کا موجب ہے۔ اسلئے میں چند آیات قرآنی بطور نمونہ مشتے از نمونہ خروارے ناظرین کے سامنے پیش کرکے قرآن مجید میں اس صداقت عظیم کو دکھلاؤنگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

آیت نمونہ اول

پارہ الٓمّ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے وقالوا اتخذ اللہ ولدًا سبحانہٗ بل لہ ما فی السمٰوٰت والارض کل لہ قانتون ۔ بدیع السمٰوٰت والارض واذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون

ناظرین یہ پہلی آیت ہے جس کو میں اپنے دعوی میں پیش کرتا ہوں اسکے پہلے حصہ میں تو خدا تعالےٰ نے ایک دعوی بیان فرمایا اور باقی حصہ میں اس دعوے کی دلیلیں ہیں اسلیئے پہلے دعوی سناتا ہوں پھر اس کے بعد دلائل پیش کرونگا چنانچہ فرماتا ہے

دعوی وقالوا اتخذ اللہ ولداً۔ یعنی یہ نصاری کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے لیکن یہ بات واقعہ کے لحاظ سے غلط ہے مسیح ہرگز خدا کا بیٹا نہیں تھا بلکہ وہ خدا کی ایک معمولی مخلوق تھا۔ ناظرین یہ تو ہوا قرآن کا دعوی مگر اس دعوی کی اسی ایک آیت میں پانچ دلیلیں بیان کرتا ہے۔

دلیل اول فرماتا ہے سبحانہٗ (وہ تمام نقصوں سے پاک ہے) اس کلمہ سے عیسائیوں کا دو طرح پر رد کیا ہے ایک تو اس طرح پر کہ عیسائیوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تم بھی مانتے ہو کہ خدا کی ذات تمام نقصوں اور کمزوریوں سے پاک ہے اور کوئی نقص یا کمزوری اس کو نہیں پہنچ سکتی تو اب تم ہی سوچو کہ خدا کا بیٹا تو وہ ہونا چاہیئے جو خود آپ بھی اپنے باپ کی طرح تمام نقصوں اور کمزوریوں جیسے حدوث تغیر تحلیل حلول و اولادت اور محدودیت مکانی اور روحانی سے پاک ہو لیکن مسیح جسکو تم خدا کا بیٹا کہتے ہو وہ تو تمام ان کمزوریوں اور نقصوں میں گرفتار تھا جو خدا کی ایک کمزور مخلوق انسان پر وارد ہوتی ہیں تو کسطرح ہو سکتا ہے کہ مسیح جیسا کمزور ہو وہ اس خدا کا بیٹا ہو جو تمام کمزوریوں سے پاک ہے اسجگہ مجھے قرآن شریف اور انجیل کے الفاظ ملانے سے

لطیفہ ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ قرآن میں خدا فرماتا ہے (سبحانہٗ) یعنی خدا تعالیٰ پاک ہے اور ادھر انجیل میں مسیح کہتا ہے کہ میں نیک نہیں گویا مسیح نے قرآن کی دلیل کی تصدیق کی کہ میں تو نیک بھی نہیں خدا کا بیٹا کسطرح پر ہو سکتا ہوں پھر اسی کلمہ سے دوسری طرح پر عیسائیوں کا رد کرتا ہے اور فرماتا ہے سبحانہٗ یعنی خدا تمام کمزوریوں اور نقصوں سے پاک ہو اور تم کہتے ہو کہ مسیح اسکا بیٹا ہے حالانکہ بیٹا وہ ہوتا ہے جو باپ کے

اجزاء میں کمی ڈالکر نئی صورت سے دوسرا وجود اختیار کرے گو وہ بظاہر نیا وجود ہوتا ہے لیکن دراصل باپ کے اجزاء کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی ایک نقص ہوتا ہو کیونکہ جو اجزاء بیٹے میں باپ سے جدا ہو کر آتے ہیں وہ باپ میں ایک نقص پیدا کرتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام نقصوں سے بری ہے تو صاف نتیجہ نکل آتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز ہرگز کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیٹا ہونا باپ میں نقص ثابت کرتا ہے اسلئے کہ بیٹا کہتے ہی اسے ہیں جو اپنے باپ کا ایک حصہ اس سے الگ ہو کر نیا وجود اختیار کرے مگر خدا تعالیٰ احد ہے اور وہ تمام باتوں میں ایک ہے اور تمام نقصوں سے اور ہر قسم کی کمیوں سے پاک ہے تو چونکہ بیٹا ہونا بھی ایک نقص ہے اسلئے لازماً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹا اختیار کرنے سے بھی پاک ہے۔

دلیل دوم

پھر آگے فرماتا ہے بل لہ ما فی السمٰوٰت والارض بلکہ اسی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس دوسری دلیل سے عیسائیوں کو اس طرح پر قائل کرتا ہے کہ فطرتاً ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی چیز میرے قبضہ میں ہو جسکو وہ اپنی کہہ سکے اور اسے اپنی طرف منسوب کر سکے تم کہہ سکتے ہو کہ خدا کو بیٹے کی اسی لیئے خواہش ہے اور اسی لئے اسنے مسیح کو اختیار کیا مگر تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں تو سب دنیا و ما فیہا کی چیزیں اور سب اسکی اپنی ہیں۔ تو کس طرح اس پاک ذات کو بیٹے کی حاجت ہو سکتی ہے اس کلمہ میں ایک اور دلیل بھی دی ہے جو میرے خیال میں اس سے بھی عمدہ ہے وہ یہ کہ ایک انسان جس کے پاس ایک چیز نہ ہو اور وہ انسان اس چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہو مگر طاقت نہ ہو تو فطرتاً اس انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی میرا اپنا قریبی ہو جو میری خواہش کے مطابق اس چیز کو میرے قبضہ میں کر دے مگر خدا کہتا ہے بل لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض یعنی کہ اس صورت سے بھی مجھے بیٹے کی

ضرورت نہیں کیونکہ تمام زمین و آسمان کی اشیاء سب کی سب میری اپنے ہیں پھر جب
کوئی شے بھی ایسی نہیں جو میرے قبضہ میں نہ ہو تو پھر کونسا اقتضاء ہے جو مجھ کو بیٹے
کے پیدا کرنے پر مجبور کرے۔

تیسری دلیل | پھر فرماتا ہے کل لہ قانتون (ہر شئی اسکی فرمانبردار ہی) اس دلیل کو
عیسائیوں کے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے کہ انسان کو دشمنوں سے بچانے اور اس
کے اعدا سے محفوظ رکھنے کے لیے یا اسکے نافرمان نوکروں کے سیدھا کرنے کے لیے
کسی اپنے ہم جنس کی ضرورت ہوتی ہے ہو سکتا کہ خدا نے ایسے موقعوں کے لیئے بیٹے
کو اختیار کیا ہو مگر وہ بات بھی غلط ہے کیونکہ جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب کی سب اسکی
فرمانبردار ہیں اور کوئی ایک چیز بھی اسکے مقابلہ میں شوخ اور سرکش نہیں ہو سکتی۔
بلکہ سب موجودات اس کی مطیع ہیں اور نافرمانی کا خوف ہی نہیں تو پھر اسے بیٹے کی
پیدائش کی کیا ضرورت ہے پس اس طرح بھی ثابت ہوا کہ مسیح خدا کا بیٹا نہیں۔

دلیل چہارم | پھر فرماتا ہے بدیع السمٰوٰت والارض (پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں
اور زمینوں کا) اس دلیل کو اس طرح واضح کیا ہے کہ انسان ایک چیز
بنانا چاہتا ہے مگر بعض وقت اسکو درست نہیں بنا سکتا یا اس کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ تو
اسے کسی ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو اسکے کام کی درستگی اور تکمیل کر سکے۔
جیسا کہ فارسی کی مثل ہے
یعنی باپ ایک کام مکمل نہیں کر سکا تو بیٹا کر لیگا۔ مگر خدا کی ذات اس نقص
سے بھی پاک ہے کیونکہ وہ تو اپنے تمام کاموں میں یعنی آسمان سے لیکر زمین تک
کی صنعتوں کا خود ہی مکمل کرنیوالا ہے تو اسے بیٹے یا کسی اور مددگار کی ضرورت کیوں
پڑنے لگی۔ وہ تو خود بدیع سمٰوٰت اور بدیع ارض ہے۔

دلیل پنجم | پھر فرماتا ہے واذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون (الخ) اس دلیل کو

عیسائیوں پر اس طریق سے حجت بنتا ہے کہ ایک شخص ساری کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر کام بہت سے شخص ملکر کرتے ہیں ایک شخص تجویز کرتا ہے ایک حکم دیتا ہے ایک اس حکم کو اجرا کرتا ہو دنیا کی سلطنتوں اور حکومتوں میں بھی یہی طریق جاری ہے بادشاہ کا کام ہے حکم دینا مگر اس حکم کا اجرا وہ خود نہیں کر سکتا بلکہ اسکے بیٹے یا اور بڑے بڑے نائب اور اراکین دربار کرتے ہیں کیونکہ تمام کام ایک انسان کے ضبط کمال سے باہر ہیں اسلئے حکموں کے اجرا کے لیے مددگاروں کی ضرورت پڑتی ہو تم کہہ سکتے ہو کہ اسی غرض کے لیے خدا نے بیٹے کو اختیار کیا ہے مگر یہ بات بھی غلط اطرابی ہے کیونکہ جتنے کاموں کے متعلق وہ حکم دیتا ہے۔ انکا اجرا بھی اسی کی طاقت سے بغیر کسی کی مدد کے انجام پذیر ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسا قادر ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اس کی مرضی کافی ہوتی ہے اور وہ کام اسکے کلمہ کن کہنے سے ہو جاتا ہے اور اسکے احکام کے اجرا کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تو پھر کونسی ضرورت ہے یا ایسا کونسا اقتضا ہو سکتا ہو جو رب العالمین کو بیٹے کے اختیار پر مجبور کرسکے (کلا بل ھو لا الہ الا ھو) (میر از قادیان)

ریویو

جری اللہ فی حلل الانبیاء امام الوقت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم میں سے ایک اعلیٰ اور افضل نظم جس میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں محمد یٰسین و محمد یمین سہارنپوری نے عمدہ سفید موٹے سفید کاغذ پر خوشخط چھپا کر بصورت کتاب شائع کیا ہے قیمت فی جلد ۱؎ اور ۲۰ جلد کا ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ قادیان دار الامان محمد یٰسین و محمد یمین مہاجران سہارنپور

دین کو دنیا پر مقدم کرو

ان دنوں یورپ کا جسقدر زور ہے اور مخالفین اسلام جو جو کارروائیاں اسلام کے نابود کر دینے کے لیئے کر رہے ہیں وہ ظاہر ہی ہیں کوئی وقت خالی نہیں جاتا۔ کہ جس میں دشمنانِ اسلام اسلام پر حملہ نہ کر رہے ہوں ایک تو مسیحیت کا غلبہ دوسرے آریہ مذہب کا جوش تیسرے فلسفہ اور سائنس کا چرچا اور چوتھے مسلمانوں کی اپنے مذہب سے ناواقفی یہ ایسے روگ ہیں کہ جنکا علاج سوائے رحمت الٰہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا اگر مسلمان مذہب سے واقف ہوتے تو یہ بیرونی حملے چند دنوں میں ہی زائل ہو جاتے لیکن سب سے زیادہ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمان خود اپنے مذہب سے واقف نہیں کیونکہ جب اسلام جیسا کہ ہم یقین رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر اس میں کسی قسم کا نقص کیونکر ہو سکتا ہے پس اگر کہیں بھی دشمنانِ دین سے ہمکو شرمندگی اٹھانی پڑے (خدانخواستہ) تو وہ ہماری ہی سمجھ کا قصور ہے نہ کہ اسلام کا اور دشمن بھی تبھی جوش سے حملہ کر رہا ہے جب اسے ہماری کمزوری کا یقین ہوگیا ہے۔

پس سب سے بڑا نقص جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے کلام اللہ اور کلام الرسول کو چھوڑ دیا۔ اور دیگر لغویات میں پڑ گئے جسکی وجہ سے انکے اعتقاد بگڑ گئے اور اعمال و اقوال خراب ہوگئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود نے اس نقص کو دور کیا اور لاکھوں کی ایک جماعت قائم کر دی جو خدا کے فضل سے قرآن شریف سے سچا اخلاص رکھتے ہیں اور رسولؐ

کی بات بات پر قربان ہونیکے لیے تیار ہیں وہ اسلام کے شیدا اور سچائی کے فدائی ہیں اور نور ایمان بہت سے میدانوں میں انکی رہنمائی کرتا ہے۔

اس جماعت کو صراط مستقیم پر ثابت کرنیکے لئے حضرت صاحب نے بہت سی تجاویز پر عمل کیا اور ہر ایک تجویز اپنے رنگ میں ایسی مفید ثابت ہوئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے چنانچہ سب سے آخر میں آپ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری جماعت میں علماء کی بڑی ضرورت ہے جو کہ جماعت میں اسلام کے سچے اصولوں کی تعلیم دیں اور لوگوں کو وعظ و نصیحت سے خدا کے فضل و کرم سے بھٹکنے نہ دیں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکا مقصد دینیات کی تعلیم دینا تھا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے پسند فرمایا کہ آپ کی یادگار کے طور پر اس مدرسہ کو بڑے پیمانہ پر قائم کیا جائے اور اس میں ایسے علماء پیدا کرنیکی کوشش کیجائے جو موجودہ ضروریات کو پورا کرنیکے لیے اچھی طرح سے قابل ہوں چنانچہ اس مدرسہ کا نام مدرسہ احمدیہ رکھا گیا اور اسوقت سے اسکے مفید اور کارآمد بنانیکی متواتر کوشش چلی آ رہی ہے لیکن وہی فساد جسے دور کرنیکے لئے اس مدرسہ کے قائم کرنیکی ضرورت پڑی تھی اس کے سدراہ ہوا یعنی لوگوں کا دنیا کی طرف بڑھتا ہوا میلان چنانچہ ابتک سوائے چند ایک طالبعلموں کے باقی کل کے کل وہی طالب العلم ہیں جنکو وظیفہ کے ذریعے اس مدرسہ میں داخل کیا گیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ باوجود حضرت اقدس کی یادگار ہونیکے اس مدرسہ کی طرف احباب نے بہت کم توجہ کی ہے ورنہ چار لاکھ کی جماعت میں سے سو ڈیڑھ سو لڑکا اب تک مل جانا کیا مشکل تھا جو اپنے خرچ پر دین کے لیے تعلیم پاتا۔ قرآن شریف میں صریح حکم ہے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اور پھر فرمایا۔ کہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ ط فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم

اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ پس بموجب ان آیات کے ایک ایسی جماعت
ہونی چاہیئے کہ جو اپنی زندگی کو ایک حصہ دین کے حاصل کرنے میں لگادیں اور پھر خواہ
یہ لوگ تبلیغ دین پر ہی لگ جائیں اور خواہ دوسرے کام بھی کرتے رہیں اور تبلیغ دین میں
بھی مشغول رہیں اور ہماری جماعت کا تو ایسے علماء کا گروہ پیدا کرنا فرض مقدم ہے کیونکہ
انھوں نے بیعت کرتے وقت عہد کیا ہوا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے
اب ایک طرف دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں اور ترقیات کا سلسلہ نظر آتا ہے اور دوسری
طرف یہ شان و شوکت نظر نہیں آتی۔ پس یہی موقعہ ہے کہ صادقوں کا صدق آزمایا
جائے اور متقیوں کے اتقاء کی آزمائش کیجائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ احباب ضرور
اس کام کو پورا کرتے رہیں گے جن لوگوں نے اپنے پیارے کو چھوڑ کر اور طرح طرح کے
دکھ اٹھا کر بھی سچے راستہ کو نہیں چھوڑا اور صراط مستقیم پر قائم رہے اُن پر یہ گمان کب ہو
سکتا ہے کہ وہ اس کار ثواب کے پورا کرنے میں قاصر رہیں گے اور اب تک جو کچھ سستی ہوئی
ہے اس میں صرف احباب کا ہی قصور نہیں بلکہ مجھے ماننا پڑتا ہے کہ خود ہمارا بھی
قصور ہے کیونکہ جب لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہمارا فرض تھا کہ ہم ان کو اس
طرف متوجہ کرتے اور اگر پھر بھی وہ متوجہ نہ ہوتے تو بیشک ان پر الزام آتا۔ مگر گزشتہ
را صلوٰۃ کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے میں احباب کو اس طرف توجہ دلانے کی جرأت
کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف مال سے بلکہ اولاد سے اس سلسلہ میں مدد دیں اور جنکو خدا نے
دو یا تین لڑکے دیئے ہیں وہ اس کے راہ میں ایک لڑکا دیدیں جو مدرسہ احمدیہ میں تعلیم
دینی حاصل کرے اور خدا چاہے تو ہزاروں لاکھوں کو راہ ہدایت دکھلا کر اپنے اور
اپنے والدین کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور اجر کا مستحق ٹھہرے یاد رکھو کہ جو خدا کے
کے لیے ایک دانہ بھی خرچ کرتا ہے خدا تعالیٰ اُسے بڑھاتا ہے اور اتنا بڑھاتا ہے
کہ کسیکو اسکی امید بھی نہیں ہوتی۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ

لہٗ اضعافاً کثیرۃً۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹا قربان کرنیکا ارادہ کیا تھا انکو اسکے بدلہ میں اتنی اولاد کا وعدہ دیا گیا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح جنکا شمار نہ ہو سکے اسی طرح حضرت اسماعیل نے اپنی زندگی خدا کے راہ میں قربان کر دینے کا ارادہ کیا تہا جس کے بدلہ میں انکو یہ رتبہ ملا۔ کہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہو کر جسکی راہ میں مرنیوالوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔

بس یہ گمان مت کرو کہ تمہاری قربانیاں یا خدمتیں ضائع جائینگی انکے بدلہ میں جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لیئے انعام مقرر کیا ہے وہ یہ ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یہ مت سمجھو کہ عربی یا دینیات کی تعلیم میں دنیاوی نفع نہیں رزق اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اسوقت تمام دنیا کی اصلاح کے لیئے جس شخص کو خدا تعالیٰ نے چنا وہ انگریزی نہیں جانتا تھا نہ اسکا خلیفہ اس زبان سے واقف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے انسان کی کوششوں سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ قل للہ العزۃ جمیعاً ۔

غرضیکہ نہ یہی کہ ہماری موجودہ حالت ایک علماء کے گروہ کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور یہ کہ حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ ہم میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو دین سے بکلی واقف ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیئے یہ وقت خدمت کا ہے جو ثواب کمانا چاہے کما لے ورنہ وہ دن آتے ہیں کہ جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونگی۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں اپنا مال و اسباب اپنی جان اور اپنی اولاد خدا کی راہ میں پیش کرینگے لیکن آجکل کی خدمت کرنیوالوں کی نسبت وہ درجہ میں بہت کم ہونگے ۔

میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد احباب اپنے لڑکوں کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے بھیجینگے اور خدا تعالےٰ کے حضور ثواب کے مستحق ٹھہرینگے جن احباب کو کوئی بات دریافت کرنی ہو وہ مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں +

(خاکسار مرزا محمود احمد)

اِلَا بِذِکْرِاللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خبردار ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہی اصلی اطمانیت قلوب ہے

دنیا کی روزمرہ تاریخ پر ایک سطحی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک جاندار نے جو اپنے تئیں محنت اور مشقت میں ڈالا ہوا ہے تو ساتھ ہی ایک ایسے نتیجہ کا بھی منتظر ہے جو اسکی راحت اور سکھ کا موجب ہو ایک چیونٹی ہی کو دیکھیے۔ کہ قبل اسکے کہ موسم سرما شروع ہو اُسے اپنی خوراک کے جمع کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے اور پھر وہ اس کام کو ایسے جوش اور سرگرمی سے کرتی ہے کہ بیچاری کو اپنی ننھی جان کا بھی خیال نہیں رہتا بہت دور فاصلے سے اپنے سے دوگنے بوجھ کو اٹھائے ہوئے اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے اپنے محفوظ گھر کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہے اسی دُھن میں دن بھر آنے جانے کی مشقت وہ اپنی ننھی سی جان پر سہتی اور اپنے اس سرمایہ کو فراہم کرتی ہے جو بالآخر موسم سرما میں اُسکی آرام اور راحت کا موجب ہونیوالا ہے ایک کسان کو اسی طرح دیکھیے کہ سخت جاڑے کی دھوپ میں ننگے سر ننگے بدن اور ننگے پاؤں اکیلا کھیت میں وہ وہ محنت کشیاں جھیلتا ہے کہ جنکو تصور میں لاکر بھی بسے بھیجے انسان کا بدن لرزتا ہے سخت گرمیوں میں عین اسوقت جب کہ آگ کی طرح گرم سورج سر پر جلتا ہو

اور گرم لوؤں کے لپٹے منہ بدن کو جھلس دیتے ہیں اور زمین بھی نیچے تانبے کی طرح تپی ہوئی ہوتی ہے۔ دیکھو کہ ایک آدم زاد سر سے لیکر ٹخنوں تک پسینے میں غرق ننگا جھری دار بدن گرمی کی تپش میں جھلسا ہوا چہرہ زرد اور غبار آلود آنکھیں پیلی ایک ہاتھ میں ہل دوسرے ہاتھ سونٹا غرضیکہ ایک عجیب قابل رحم حالت میں بیچارا کھیت کی اونچ نیچ میں ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے ہوئے دن بھر سرگردانی کرتا اور خاک اڑاتا ہے لیکن کیا یہ خواری اُسنے یونہی اپنے لیے پسند کی ہوئی ہے نہیں بلکہ وہ اسکے ساتھ ہی ایک ایسے نتیجے کا بھی امیدوار ہے جو کہ انجام کار۔ اسکے لیئے آرام و راحت کا موجب ہوگا ورنہ اگر ان عرق ریزیوں اور محنت کشیوں کا نتیجہ سوائے اس دُکھ اور مصیبت کے اور کچھ نہ ہوتا تو کسلیو وہ مفت اپنی جان پر مصیبتوں اور مشقتوں کا بوجھ رکھتا الغرض ہر ایک جو کوئی دکھ یا مشقت اور محنت کر رہا ہے تو ساتھ ہی وہ فطرتاً اور طبعاً یہ چاہتا ہے کہ جس کام کے لیئے اسنے محنت اور مشقت برداشت کی ہے وہ کام عین مقصود کے مطابق پورا ہو کر اسکے سکھ اور راحت کا موجب ہو یعنے ہر ایک کی محنت کی انتہائی غرض یہ ہے کہ انجام میں اسے راحت اور سکھ ملے۔

اس انتہائی غرض کے حصول کے لیئے مختلف زمانوں میں مختلف اسباب تمام لوگوں کی کوششوں سے مہیا ہوتے رہے ہیں لیکن آج اس ہمارے زمانہ میں قریباً تمام دنیا کی توجہ ان اسباب کے پیدا کرنیکے لیئے اس انداز سے جھک گئی ہے کہ آخرت کا خیال کرنا ایک جنون سمجھا گیا ہے بلکہ یہانتک تعلیم دیجاتی ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں ایسی سرگرمی اور جوش سے مشغول رہو کہ موت کا خیال بھی نہ آئے تا ایسا نہ ہو کہیں یہ خیال بھی تمہاری توجہ کو کمزور کردے اس کیطرف توجہ کی زبردست اثر سے وہ وہ آرام اور راحت کے

سازوسامان پیدا ہوگئے کہ جن کی نظیر پہلے زمانوں میں مفقود ہے اگر میں ان اسباب
تنعم کو تصور میں لانیکی کوشش کروں تو شاید ہی ممکن ہو چہ جائیکہ ان کو حیطہ میں لا کر
انکی اہمیت کا فوٹو کھینچ سکے۔ بفرض محال اگر ان گوناگوں اسباب کو بیان بھی کروں
تو بہت طول ہوگا خلاصہ یہی ہوگا کہ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ
وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ
الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔
لوگوں کے لیے شہوات نفسانی خوب زینت دی گئی ہیں مثلاً بی بی بیٹوں سونے چاندی کے
بڑے ڈھیروں عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیت کے ساتھ انہیں ایک
خاص دلبستگی ہے یہی دنیا کی حیاتی کا سازوسامان ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک
تو بہترین ٹھکانہ ہے جان لو کہ یہ دنیوی زندگی محض حقیقت اور غافل کردینے والی
ہے یہ سوائے زینت اور آپس میں ایکدوسرے پر بڑائی کرنے مال و اولاد میں
ایک دوسرے سے بڑھ جانیکے اور کچھ نہیں ہے۔

یعنی خلاصہ اس دنیاوی سازوسامان کا کہ جو لوگوں کے نزدیک باعث راحت
اور سکھ میں صرف یہی ہے کہ مال بہت ہاتھ لگجائے لوگوں میں بڑائی اور عزت
حاصل ہوجائے خوبصورت بی بی سامنے ہو اور پھر اولاد بھی ہو آنکھوں کی
ٹھنڈک کا باعث ہے پیدا ہوجائے الغرض ہر ایک قسم کی زینت کا سامان
میسر آجائے اور بس دستوا یہ ہے خلاصہ ان نعمائے دنیا کا کہ جو ایک دنیادار
کی نظر میں موجب راحت و سکھ ہوجاتے ہیں اور جس کے حاصل کرنے کے
لیے ایک دنیادار تن من دھن قربان کرنیکے لیے تیار ہوجاتا ہے مگر سوال پھر بھی
رہجاتا ہے کہ آیا فی الواقعہ حقیقی سکھ اور طمانیت ان متذکرہ بالا سامان کے حاصل

کرنے سے میسر آجاتا ہے اگرچہ سچ مچ یہ سامان باعث حقیقی راحت اور سکھ ہیں تو پھر دنیا میں سب سے زیادہ مطمئن اور آرام یافتہ وہ لوگ ہونے چاہئیں جنہوں نے جان جوکھوں میں ڈالکر ان اسباب تنعم کو حاصل کیا ہوا ہوتا ہے مگر نہیں سچ پوچھو تو یہی لوگ زیادہ زنجیروں اور پھندوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں یہ ان پھوڑوں سے مشابہ ہیں جو اوپر سے تو صاف اور شفاف دکھائی دیتے ہیں اور اندر پیپ بھری ہوئی ہوتی ہے ذرا ٹھیس لگی نہیں کہ بہنی شروع ہوگئی اور طرح طرح کی موہومہ مصیبتوں کا خوف انکے دل کو پہلے ہی دھڑکا لگائے رکھتا ہے مثلاً اول وہ مال ہی انکے لیئے وبال جان ہوجاتا ہے جس کی خاطر انہیں طرح طرح کی مشقتیں اور مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں اور جس کی خاطر انکی مجبوبہ فطرت سے نہایت ہی ذلیل اور کمینہ پن کی حرکتیں صادر ہوجاتی ہیں اور جس کو وہ بعض اوقات دغا اور فریب اور ناجائز طریقوں سے حاصل کرتے ہیں اور جس پر کہ وہ اپنی خوشی اور خوشحالی کا سارا دارومدار سمجھے ہوئے ہیں افسوس کہ دنیا مال کی محبت میں اندھی ہو رہی ہے اس مال کی خاطر جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا جائز فریب اور دغا دینا جائز چوری کرنا اور نقب لگانا جائز اور رشوت کھانا جائز لوٹنا اور سود سے پیٹ بھرنا جائز زنا کروانا جائز ماں بہنوں کو بیچنا جائز غرضیکہ ہر ایک ناجائز اور خبیث کام کرنا اس ایک قاضی الحاجات کے خاطر جائز ہے ایسا مال موجب راحت ہوگا یا موجب وبال جان ان دونوں کو ہم اکثر یہی دیکھتے ہیں کہ اس مال کی خاطر نہ عزت کی پرواہ کیجاتی ہے اور نہ پاک کانشنس کا لحاظ رکھا جاتا ہے - فطرتوں سے غیرت اسکی خاطر معدوم ہوگئی ہے جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہے اسی کا سینہ بخل اور حسد سے جلا ہوا ہے - اس بات کو گوارا تک نہیں کیا جاتا کہ دوسرا بھی انکے سامنے آرام سے دو چار لقمے کھا لے اگر کسی کا نصیب ہو

بڑھیں جاتی تو حسد اور بغض کی آگ اسی کو جلائے رکھتی ہے اور وہ دل ہی دل میں
کڑھتا رہتا ہے کہ کیوں دوسرا اسکے سامنے آرام سے سوتا اور رزق کھاتا ہے ذرا مصیبت
زدہ حال میں کسی کو دیکھا فوراً سوچ میں ڈوب جاتا ہے کہ شکر ہے ہمارا محتاج تو ہوگا۔ دوستو!
ایسا مال تو زندگی ہی میں جہنم ہو جاتا ہے خاصکر جبکہ ضائع ہو جائے کیونکہ بمشقت حاصل
شدہ شے بہت عزیز ہوتی ہے اور جب یہ مال تو دل وجان سے بھی زیادہ پیارا ہوتا ہے
اسکا ضائع ہو جانا تو اس شخص کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو جاتی ہے جو اپنے مال کو
قاضی الحاجات سمجھے ہوا ہو مالک الملک کی قبولیت اور رزاقیت پر ایمان تو ہوتا نہیں
بلکہ قاضی الحاجات کا ضائع ہونا گویا سارے گھر بار کی بربادی ہے اطمینان ہو تو کیسے
ہو افسوس ہے ان بھی دنیا کے قاضی الحاجات سمجھے ہوئے ہیں جو بدتر سے بدتر کام
کے لیئے فطرت انسانی کو ذلیل کراتا ہے جیسے تو بارہا ہی مشاہدہ کیا ہے کہ جوں جوں انسان
کی حرص مال کے لیئے اپنا دامن پھیلاتی ہے توں توں اسکی حاجتیں بھی بڑھتی جاتی ہیں
اور حقیقت میں یہی درست ہے کہ مال کی زیادتی ساتھ ہی حاجتوں کو بھی بڑھا دیتی ہے تو
بتاؤ یہ مال قاضی الحاجات خاک کا ہوا۔ اگر کسی نے چند روز آرام سے اس مال سے فائدہ
بھی اٹھا لیا تو دوسرے ساتھیوں سے بڑھکر کرنا کام کیا قسام ازل نے تو ہر ایک
کا حصہ مقرر کر ہی دیا ہے اور موت بھی برابر تاک لگائے رہتی ہے اور آج کا کھایا کل
کو کب کام آتا ہے بلکہ یاد تک بھی نہیں رہتا تو پھر جدائی اور مفارقت کے وقت یہ مال موجب
حسرت اور رنج کیسے نہ ہوگا۔ اسکے لیئے کہ جسقدر اسکے حاصل کرنے میں بڑی دقتیں اٹھائی
تھیں اسی کے لیئے جسکی تھیلیاں اسکی بھری ہوئی تھیں اور جس کی خوشحالی کا دار
ومدار صرف یہی تھا اور جسکو کہ اسکی جدائی کا ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا مگر دیکھو کہ آخر اسکا نتیجہ
کیا ہوا۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ اور کوئی ناکامیابی کی زندگی ہو گی کہ جسکا مدعا مال ہو
آہ! یہ انسانی وجود جو کہ سینکڑوں چکروں کے بعد طیار ہوا ہے اسکا مدعا اس مال فانی

کی محبت ہونی چاہیئے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں کیا یہ بات رنج دہ نہیں کہ یہ پاک انسانی فطرت جس کی خاطر تمام نظام عالم ایک خدمت بجا لا رہا ہے ان فانی زینتوں اور جھوٹی محبتوں کے آگے سجدہ کرے

میں اپنے دل کے ولولوں اور جوشوں کو کن الفاظ میں بیان کروں زبان تو گونگی ہی تھی مگر آج رات قلم بھی جواب دیتی معلوم ہوتی ہے میرے دوستو! یہ مال ہرگز قاضی الحاجات نہیں یہ بیوی اور بچوں کی محبت بھی زوال پذیر ہے یہ تو دنیا میں ہی مصائب میں کام نہیں آسکتے بلکہ الٹے حسرت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ روتے اور چلاتے ہی رہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یا یہی تمکو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور تم انکی خاطر ہاتھ پیر مارتے رہجاتے ہو قاضی الحاجات کی جگہ پر کانونکے پردوں میں ہی غائب ہو جاتی ہیں اور تمہاری حاجتیں ویسی کی ویسی ہی رہجاتی ہیں یہ دنیا کی زینتیں دنیا ہی میں رہتی ہیں اگر فریفتہ ہونیوالا دل بعد حسرت خاک کے اندر نہاں ہو جاتا ہے محبوب بیوی کی محبت بال بچوں کی محبت مال کی محبت یہ سب کے سب زور لگا کر تمہیں اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں کہ اچانک موت کا پنجہ ان سب کشیدگیوں کو توڑ دیتا ہے خویش و اقارب کی پیاری پیاری نگاہیں نہیں چاہتیں کہ تم ایسی بے بسی و بیکسی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ اور تم بھی انکو محبت بھری نگاہ سے دیکھتے ہو تعجب ہے کہ کشش میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بیچارہ خیال کرتے ہو نہیں نہیں یہ معدود تو ہم بے خواب ہو رہے ہیں یہ کیا ہوتا جاتا ہے ہائے یہ مزین خاک کیوں مٹا جاتا ہے میری بیوی کی نازبرداریاں کون کریگا میری اولاد کا نگہبان اور رکھوالا کون ہوگا میرے مال و ملکیت کا وارث کون بنیگا اسی یاس کی حالت میں موت اپنا کام تمام کئے دیتی ہے یہ ہر روز کا مشاہدہ ہے کوئی وہمی یا مبالغہ آمیز باتیں نہیں میرے دوستو! یقیناً سمجھو کہ یہ وجاہت اور عزت جو دنیا میں تم پیدا کر کے اپنی راحت اور سکھ کا موجب سمجھتے ہو یہ حقیقی وجاہت

اور عزت نہیں بھلا بادشاہ سو کس کی زیادہ وجاہت اور عزت دنیا میں ہوگی مگر تم ہی اپنے دلوں سے سوال کرو دیکھو کیا حقیقتاً ایسی ہی وجاہت اور عزت اسکی تمہارے دلوں میں بھی موجود ہو جیسی کہ تم ظاہر کرتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دل بہت تھوڑے ہیں پس ایسا ہی سمجھ لو کہ جن کے سامنے تم اپنے آپکو معزز سمجھکر اپنی غرور کی گردن بلند کرتے ہو وہی تمکو ذلیل اور حقارت کی نظرت دیکھتے ہیں بسا اوقات پیٹنے ایسے لوگوں کو کثرت سے دیکھا ہو کہ جن لوگوں کے سامنے ایک وقت وہ نہایت ادب سے نیچی نگاہیں کیے موء دب بیٹھے حاضر جناب حاضر جناب کی آوازیں دبی زبان سے نکالتے ہیں وہی ان لوگوں کو دوسرے وقت میں نہایت گستاخانہ کلام سے یاد کرتے ہیں اور ان کی جہالتوں پر ہنسی اور مضحکہ اڑاتے ہیں اسکی وجہ کیا ہے صرف یہی کہ انہیں حقیقی عزت اور وجاہت حاصل نہیں ہوتی حقیقی عزت تو وہ ہے جو دلوں میں دھنس جائے میرے دوستو! ان خزانوں اور بڑے بڑے ملکوں کے مالک ہو جانا اور تمام قسم کی زینتوں کو اپنے آپکو فرض کر لینا یہ حقیقی عزت اور وجاہت پیدا نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ سب اشیاء قبل اور زوال پذیر ہیں اور نتیجہ انکا بھی حسرت اور مایوسی ہے حقیقی راحت اور طمانیت حاصل کرنیکے لیے ایک ہی آواز کو سنو اور دل سے قبول کرو اور وہ آواز اس مالک الملک اور علیم کل کی ہے جو بایں الفاظ لوگوں کو خبر دیتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنے اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اصل طمانیت میسر آجاتی ہے۔

= اسباب تنعم جو دنیا نے موجب راحت تجویز کیے ہیں ان سے ہمنے حقیقی سکھ تو کبھی ملتے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ ہی یہ فی الواقع حقیقی سکھ اور طمانیت قلب کے باعث ہو سکتے ہیں۔ ہاں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کی شہادتیں ہمکو نہ صرف گزشتہ تواریخ کے اوراق میں پڑھیں اور اپنے بزرگوں سے قصے کہانیوں کے پیرایوں

کیا سنیں بلکہ آج اس زمانہ میں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کی شہادت ہم بچشم خود ملاحظہ کر رہی ہیں اور اسی لئے مجھے ان چند سطروں کے لکھنے کا جوش پیدا ہوا ہے ہم سنا کرتے تھے کہ پچھلے زمانوں میں کئی پاک روحیں بھی گزری ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کی یاد میں اپنے تمام آرام اور سرور کو کھو دیا تھا اسی ایک محبوب کے فراق میں دیوانہ وار تمام خویش و اقارب سے منہ پھیر گھر بار چھوڑ بیابانوں اور جنگلوں میں جا ڈیرا لایا اور اس دلفریب دنیا کے دلکش نظاروں سے دامن چھڑ کر زاویہ گمنامی اختیار کیا اسی واحد یگانہ کی محبت اور تڑپ میں انہیں صحرا نوردی اور اپنی جان تک کی بھی قربانی کرنی پڑی اور انھوں نے بڑی دلیری سے اس واحد یگانہ کی خاطر یہ سب کچھ کیا اور آخر وہ محبوب جب انہیں ملا تو اس طرح کہ جس طرح کسی ساتھ کے دو بچھڑے ہوئے یار اور یہ بھی سنا کرتے تھے کہ اس حقیقی یار نے انہیں بیٹھے ہوؤں کا احسان کر وہ سب کچھ واپس بھی دے دیا جو انہوں نے اسکے ملنے کی وجہ سے فرط اضطرار میں پھینک دیا تھا لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ جو سنائی کہانی تھی فی الواقعہ مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں بچشم خود بھی دیکھ لی وہ حقیقی محبوب اس پاک وجود کیساتھ زاویہ گمنامی میں بولا کہ تمام دنیا کو اسکی تعریف میں بلوایا ایک تو وہ وقت تھا کہ یہ پاک وجود اپنے حقیقی معبود کے سوز و فراق میں سربسجود ہوئے ہوئے اپنی ناتوانی اور کم مائیگی یاد کر کے روتا اور چلاتا ہو گا پھر وہ وقت آیا کہ اس محبوب حقیقی کی آواز کان میں یہ الفاظ پڑے یا عبد القادر انی معك غرست لك بیدی رحمتی وقدرتی نجیناك من الغم وفتناك فتونا انا ابدك اللازم انا محییك نفخت فیك من لدنی روح الصدق والقیت علیك محبة منی ولتصنع علی عینی بورکت یا احمد وکان ما بارك الله فیك حقا فیك شانك عجیب اجرك قریب الارض والسماء

کیا ہو سکی کل برکت من محمد صلی اللہ علیہ وسلم ([illegible]) یعنی اے عبد القادر میں تیرے ساتھ ہوں میں نے تیرے لیے اپنی رحمت اور قدرت کا درخت لگایا۔ اور میں تجھکو ہر ایک غم سے نجات دوں گا۔ ہم نے تجھکو خوب آزما آزما کر دیکھا اور تیری استقامت کو جانچا اب میں ہی تیرا لازمی چارہ ہوں اور میں ہی تیرے دردوں کا علاج ہوں اور میں ہی ہوں جس نے تجھے زندہ کیا میں نے اپنی طرف۔ تیرے صدق کی تخم ریزی کر دی اور اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈالدی میں نے ایسا اسلیے کیا کہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائے اور میرے روبرو تیرا نشوونما ہو اے اللہ تجھی برکت دیگی۔ اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں۔

میرے آقا مہدی مسعود کے وجد کا کون اندازہ کر سکتا ہے کہ جسوقت یہ محبت بھرے الفاظ کان میں گونجے اور دل میں جاگزیں ہوئے ہو دو جہان کے بادشاہ کا تسلی سے بھرا ہوا مکالمہ کیا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے مفہوم کی تفسیر نہیں کرتا۔ دنیا کے ایک بادشاہ کی محبت آمیز گفتگو کیا حقیقت رکھتی ہے وہ بیچارا تو اپنی بے ثباتی پر روتا ہو کسی اور کو کیا تسلی دے سکیگا دوستو! مالک الاملاک کے محبت بھرے کلمات تسلی آمیز الفاظ۔ اور یہ گفتگو کے وعدے کس کی خاطر تھے اس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا در جو تیرا وسیلہ ہو کر اپنے حقیقی معبود کی محبت میں سرشار تھا حقیقی دوستانہ تعلق یہ ہوتا ہے جو سر تو ہوری کبھی نہ مٹ سکے اس دنیا کے تعلقات تو تم نے دیکھ لیے کہ آج جسکے لیے محبت کا اظہار ہو رہا ہے تو کل اسکا خیال تک بھی نہیں آج جس کے ساتھ دوستی کی گرہ بندھ رہی ہے تو کل ذرا سی بات پر وہ گرہ کاٹ بھی دیجاتی ہے آج جسکی ثناخوانی میں مبالغے ہو رہے ہیں تو کل اس کی مبالغہ آمیز ہجو بھی ہو رہی ہے آج جس کے آگے سر جھکے دست بستہ دو زانو ہوتے ہیں تو کل اسکے سامنے نہایت شوخی سے

تنگ و ترکی جواب دیا جاتا ہو اس دنیا کے بے بنیاد تعلقات کا تو یہ حال ہے مگر حقیقی تعلق
تو وہ تعلق ہے جسکے توڑنے کی کوشش میں دنیا اکیطرف ہو جاتی ہو اور کیا مجال کہ وہ ٹوٹ
بھی جائے اس میں شک نہیں کہ اس حقیقی تعلق کی گرہ باندھنے میں تمام دیگر تعلقات توڑنے
پڑتے ہیں دل لٹانا پڑتا ہے خویش و اقارب کو چھوڑنا پڑتا ہے اور نہایت خطرناک اور ہیبتناک
شدائد و مصائب کا سامنا پڑتا ہے غرضیکہ اپنے ہاتھوں سے اپنی شاہ رگ پر چھری کی تیز دھار
رکھکر اس محبوب کیطرف اشارہ کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور تب جا کر اس حقیقی تعلق کی گرہ مضبوط
ہوتی ہے اور مضبوط بھی ایسی ہوتی ہے کہ ابد الآباد تک ٹوٹنے کی نہیں ہوتی جیسا کہ اس کی
کہانی آج ہمنے مشاہدہ کی کہ ایک شخص مدت سے اپنے حقیقی محبوب کی محبت کے دلوں میں گریہ
زاری کرتا ہو تڑپتا ہے کسی طرح سے چین نہیں آتا اسکی خطا پکڑ کر اور بے گناہی میں معصوم
کر دیتا ہے آخر وہ محبوب اسے بلاتا ہے مگر ساتھ ہی یہ احسان بھی جتا دیتا ہے
کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سے
ہیں۔ فداہ نفسی و ابی و امی۔ (باقی آئندہ) (سید ولی اللہ شاہ)

نصائح۔ خویش و اقارب کے چھوڑنے سے مراد نہیں کہ گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ جاؤ جیسا کہ
بعض نادان کیا کرتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنے خویش و اقارب کی محبت
پر مقدم کرو اگر ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنا ہے یا انکی خدمت کرتا ہے تو صرف اسلئے کہ خدا تعالیٰ
کا یہ حکم ہو ایسا ہی اگر اپنے نفس کو کھلاتا پلاتا ہے تو صرف اسی غرض سے کہ خدا تعالیٰ کے
احکام بجا لانے کے قابل ہو سکے حقیقی مسلمان کی رفتار اور اسکا ہر ایک عمل یہ پکار پکار کے کہتا ہو
قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ بیشک میری نماز میری قربانی
میری زندگی اور میری موت اسی اللہ ہی کے لئے ہو جو رب العلمین ہے۔

رجسٹرڈ دہلی نمبر ۹۵۵

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی شاہی مجرب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا جانچ کی کھانسی کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اس میں یہ فوائد ہیں (۱) [illegible] کھانسی کو دور (۲) اس کف کو [illegible] کھانسی کو دور [illegible] قیمت بڑی شیشی [illegible] [illegible] چھوٹی شیشی [illegible]

اس دوا پر جناب [illegible] صاحب کی رائے

[illegible] ڈپٹی [illegible] ضلع [illegible] لکھتے ہیں [illegible] کھانسی کی دوا کے لیے مشکور ہوں [illegible] کھانسی [illegible] ہو گئی [illegible] کھانسی [illegible] آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند سٹریٹ کلکتہ

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلبا سے عہ اور غیر ممالک والوں سے ع

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حضرت مرزا عبدالحق صاحب سرگودھا - صوبائی امیر (پنجاب)

رسالہ تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

ایڈیٹر صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۱ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء | جلد ۶

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
فرعون موسیٰ	۳	ایڈیٹر
وَ اِذْ نَادٰی رَبُّہٗ ...	۱۳	سید ولی اللہ شاہ صاحب
مسیح محمدی مسیح ناصری	[illegible]	محمد ظہور الدین اکمل
محرم اور اسکی قباحتیں	[illegible]	غلام مصطفےٰ
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ	[illegible]	سید ولی اللہ شاہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

باہتمام چوہدری عبدالسلام صاحب ... قادیان سے شائع ہوا ... اسلامیہ سٹیم پریس ... لاہور ...

اصلی میرا اور میریکا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی میرے اور میریکے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا جاتا ہے اور اصلی میرا جسکو خود حضرت نے اس سرمہ کیمتعلق تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کیمتعلق خود فرمایا۔ "کہ برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھکو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی [illegible] افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہو اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال تھیلا اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی میرا قسم اول [illegible] ترکیب استعمال۔ یہ میرا چھٹانک بھر کو گھس کر آنکھوں میں ڈالا کرے یہ سرمہ خاصکر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت مجرب ہے۔

ست سلاجیت

[illegible]

مقوی جمیع اعضا [illegible] مشتہی الطعام قاطع بلغم و ریاح [illegible] بواسیر و جذام و استسقا و [illegible] رنگ [illegible] و رفع [illegible] بلغم و ریاح و قاتل کرم شکم [illegible] سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی [illegible] و مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے [illegible] کیسا [illegible] استعمال [illegible] قیمت [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری [illegible] سیاہ اور سفید [illegible] ریشمی اور سوتی [illegible] سفید اور [illegible] اور پشاوری ٹوپیاں [illegible] کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی [illegible] مل سکتی ہیں۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

فرعونِ موسیٰ

فرعون کا حال قرآن شریف میں پڑھکر اکثر عوام لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کسی خاص بادشاہ کا نام تھا۔ مگر اصل یہ ہے کہ جیسے چین کے بادشاہ خاقان فغفور ایران کے کسریٰ روم کے قیصر۔ جاپان کے میکاڈو اور روس کے زار کہلاتے ہیں۔ اسی طرح مصر کے بادشاہ اور صاحب تخت کو فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسلئے جیسے حضرت یوسف کے وقت میں فرعون حکمران تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اُسی کی حکومت تھی لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فرعون یوسف تھا اور یہ فرعون موسیٰ۔ اس نے تو ایک نبی کی عزت و اکرام کرکے اپنے ملک کو قحط کی مصیبت سے بچا لیا اور اس نے ایک نبی کی جنگ کرکے اپنا ملک اور دولت دونوں کو ویران و برباد کروایا اسنے تو حضرت یوسف اور انکے بھائیوں کو بلا کر بڑے آرام سے رکھا اور اسنے اس مہمان کے بیٹے بڑی بیدردی سے قتل کروا دئے پس فرعون یوسف اور فرعون موسیٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ بانصیب تھا یہ کمبخت۔

یہ یقینی طور سے تو نہیں بتایا جا سکتا کہ فرعون یوسف اور فرعون موسیٰ میں کتنے بادشاہ گزرے ہیں مگر پھر بھی اندازاً کہا جا سکتا ہے کہ چودہ پندرہ تو گزرے ہی ہونگے۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے مصر کی سرزمین میں قریباً دو صدیاں گزار دی تھیں اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے خوب ترقی کی اور علاوہ چند انفاس

سے ہزاروں کی تعداد کو پہونچ گئے۔ اسلئے فراعنہ ان سے کسی قدر خائف رہنے لگے جسکا نتیجہ ہوا کہ انپر طرح طرح کے ظلم ہونے شروع ہو گئے۔

فراعنہ (فرعون کی جمع) کے ان سے ڈرنے کی ایک یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود فراعنہ بھی مصر کے اصلی باشندے نہ تھے۔ بلکہ مشرق سے جا کر اس ملک پر قابض ہو گئے تھے اور یہ بنی اسرائیل اہل عرب کی طرح سامی النسل تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے خاندان کا اس ملک سے خاص تعلق بھی اس خیال پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ پس ان کو ہر وقت خیال رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی قوم زبردست ہو کر اصل باشندوں سے یا کسی اور قوم سے مل کر ہمکو اس ملک سے نکال دے۔ پس جب بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت انہوں نے دیکھی۔ تو ارادہ کیا کہ کسی طرح انکو روکا جائے۔ چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کے دکھ دینے شروع

لہ چنانچہ مصری زبان میں فراعنہ کے خاندان کو کسوز کہتے تھے جس کے معنے ہیں اجنبی۔ چونکہ یہ لوگ مشرق سے گئے تھے۔ اس لئے انکا نام بھی اجنبی پڑ گیا تھا۔ بائبل سے بھی اسکا کچھ پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ خروج باب آیت ۱۰،۹ میں ہے "اور اس نے (فرعون نے) اپنے لوگوں کو کہا دیکھو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم ان سے دانشمندانہ معاملہ کریں تا نہ ہووے کہ جب وے اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جاویں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جاویں" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فراعنہ اجنبی تھے کیونکہ ڈیڑھ سو سال میں دس بارہ آدمیوں کی نسل اسقدر کب بڑھ سکتی ہے کہ ملک کے اصل باشندوں سے بھی زیادہ ہو جائے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے آئے ہوئے تھے اور تعداد میں تھوڑے سے ہی تھے۔ باقی ان دونوں خاندانوں کے سوا اور قومیں بستی ہونگی +

کیئے۔ اور علاوہ ان کے بچے قتل کرنیکے کل کی کل قوم سے زمینیں پاتھنے کا کام لینا شروع کیا اور ان کے مشغول رکھنے کے لیئے دو شہر فسوم اور کرسیس تیار کروانے شروع کردیئے۔ جن میں سے مؤخرالذکر شہر اسوقت کے فرعون کے نام پر تھا اس شخص کا بیٹا منفتاح وہ مشہور شخص ہے جس نے ایک نبی کی مخالفت کرکے اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے باپ دادو ں کا نام بھی بدنام کردیا کیونکہ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ ہر ایک فرعون نے موسیٰ کی مثل نے تو گویا ہر ایک فرعون ظالم و خودسری قرار دیدیا۔ یہ شخص بڑا متکبر تھا۔ اور اسے بھی اپنے باپ کی طرح عمارتیں بنانیکا بہت شوق تھا۔ جسکا ایک باعث تو یہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل کام میں لگے رہیں دوسرے اسوقت اردگرد کے بادشاہوں سے صلح ہونیکی وجہ سے اسے فرصت بھی بہت تھی اور تیسرے اس خاندان میں عمارتیں بنوانیکا شوق مدتوں سے چلا آیا تھا۔ چنانچہ لفظ فرعون بھی اصل میں "آر" اور "او" سے مرکب ہے جس کے معنے ہیں "بڑا مکان" اوّل تو یہ لفظ صرف مکانوں پر ہی بولا جاتا تھا لیکن غالباً آخر میں شاہی قلعہ کی عظمت کو دیکھکر اُسی کے لیئے یہ لفظ مخصوص ہوگیا اور شاہی قلعہ کے بعد خود بادشاہ پر یہ لفظ بولا جانے لگا چنانچہ اسوقت بھی اس کی ایک مثال ہے۔ اعلیٰ سلطان روم کے وزرا کو باب عالی کہتے ہیں۔ غرضیکہ اس کی زندگی کے شوق اور پھر بنی اسرائیل کو کام میں لگائے رکھنے کے خیال نے فرعون منفتاح کو بھی عمارتوں کی تعمیر کی طرف متوجہ رکھا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں بڑی کمزوری اور پست ہمتی پھیل گئی اور ان کی دل فرعون کے ڈر سے مرعوب ہوگئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ

حالانکہ ناامیدی اور مجبوری کمزور سے کمزور انسان کو مقابلہ پر ابھار دیتی ہے مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل اسوقت ایسے پست ہمت ہوگئے تھے

کہ اُن میں ایسے موقعہ پر بھی جرأت وکہانیکی جرأت باقی نہ تھی۔

جب یہ حالت ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُن وعدوں کے مطابق جو حضرت ابراہیم سے اُنکی اولاد کے متعلق کئے تھے ایک شخص کو پیدا کیا۔ جس کا نام اُس کے والدین نے موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کی پیدائیش کے وقت بچوں کے قتل کا حکم ظالم بادشاہ کی طرف سے عام ہورہا تھا۔ اُنکی والدہ بھی خائف تھیں۔ کہ کہیں ہی میں یہ بچہ بھی ظالموں کے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بموجب آیت شریفہ واوحینا الی اُمّ موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیمّ ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین ط (اور ہم نے وحی کی والدہ موسیٰ کی طرف کہ اسکو دودھ پلا اور جب تو ڈرے اسکی جان کے متعلق تو اُسے دریا میں ڈالدے اور ڈر نہیں اور غم کھا میں اُسے تیری طرف واپس لاؤنگا۔ اور رسولوں کی جماعت میں داخل کرونگا) انہیں اللہ تعالےٰ نے ظالموں کے ہاتھوں سے بچا لیا۔ پھر یہ ہوا۔ کہ دریا کے کنارے پر اُنکو فرعون کی لڑکی نے دیکھا اور اسکو انپر رحم آیا۔ اُنکو نکال کر پلوانیکا ارادہ کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ فالتقطہ آلُ فرعون لیکون لھم عدوًّا وحزنًا ط ان فرعون وھامان وجنودھما کانوا خاطئین ط یعنی اُسے اٹھا لیا فراعنہ کی اولاد میں سے کسی نے تاکہ ہو انکے لیے دشمن اور غم کا باعث تحقیق فرعون اور ہامان اور انکا لشکر خطاکار تھے۔ فرعون نے ارادہ چاہا۔ لیکن بیٹی کی دلبری یا کسی اور غرض کے لیے اسکی بیوی شفیع ہوئی اور انکو بیٹا بنا لینے کا ارادہ ظاہر کیا اور قتل سے روکا۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وقالت امراۃ فرعون قرّۃ عینٍ لی ولک لا تقتلوہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدًا وھم لا یشعرون

دودھ پلانے کے لئے آپکی والدہ ہی مقرر ہوئیں۔ اسلئے بچپن ہی آپ کو فراعنہ اور بنی اسرائیل کے تعلقات کا حال معلوم ہوتا رہا۔ اور خوب اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا کہ اسوقت انکی حالت جانوروں سے بدتر ہے۔ بڑے ہوئے تو شہزادوں کی زندگی بسر کرنیکی وجہ سے قویٰ خوب مضبوط اور خیالات عالی تھے۔ مظلوموں کی مدد پر ہر وقت تیار رہتے۔ ایکدفعہ دیکھا کہ ایک عبری سے ایک فرعونی لڑ رہا ہے۔ آپ سے اسکا ظلم نہ دیکھا گیا۔ بڑھکر اس فرعونی کو مکا مارا۔ اور اتفاقاً وہ ایسے مقام پر لگا کہ وہ مر گیا۔ دوسرے دن پھر دو شخصوں کو لڑتے دیکھا جن میں سے ایک وہی کل والا عبری تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا شریر ہے روز لڑائی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ان دونوں کی طرف چلے۔ اس نے سمجھا کہ مجھے مارنے آتے ہیں۔ بول اٹھا کہ آپ نے جیسے کل فلاں کو مارا تھا۔ آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں آپ مجھے کہ اب بات کھل گئی اور فراعنہ سے لڑائی کی ابتدا ہوگئی مصر کو چھوڑ کر ایک اور ملک میں آگئے۔ جہاں قریباً دس سال رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا حکم پاکر پھر مصر میں واپس آئے۔ راستہ میں فرعون کی ہدایت کا کام سپرد ہوا۔ اب یہ وہ فرعون نہ تھا جس کے عہد میں یہ بھاگے تھے۔ بلکہ رمیسیں کے بعد اسکا بیٹا منفتاح بیٹھا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اس کے پاس پیغام الٰہی لیکر پہونچے اور حکم الٰہی کے ماتحت بڑی نرمی سے عرض کیا کہ آپ کے رب کی طرف سے ہم رسول ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیجدیں۔

یہ کل واقعہ قرآن شریف میں یوں ہے اذھبا الٰی فرعون انّہ طغٰی۔ فقولا لہ قولاً لیناً لعلّہ یتذکّر اویخشٰی۔ قالا ربّنا انّنا نخاف ان یفرط علینا اوان یطغٰی۔ قال لا تخافا انّنی معکما اسمع وارٰی۔ فأتیٰہ فقولا انّا رسولا ربّک فارسل معنا بنی اسرائیل

ولا تعذبھم قد جئناک بایۃ من ربک والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ انا قد اوحی الینا ان العذاب علیٰ من کذب وتولیٰ قال فمن ربکما یا موسیٰ قال ربنا الذی اعطی کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون کو فرمایا کہ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ پس دونوں اس سے بڑی نرم باتیں کرو تاکہ وہ اپنی عمل کرے اور ڈرے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم تو ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے معاملہ میں زیادتی سے کام نہ لے اور حضور کے پیغام کے مقابل سرکشی کام میں نہ لائے۔ فرمایا کہ تم اس بات سے خوف مت کرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کی طرف سے رسول ہیں پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے اور انہیں عذاب مت دے ہم تیرے پاس دلائل بھی لائے ہیں جو تیرے رب کی طرف سے ہیں اور سلامت وہی رہتا ہے جو ہدایت کے پیچھے چلے ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے یا منہ پھیرے اس کے لیے عذاب ہوگا فرعون نے انکی بات کی کچھ پرواہ نہ کی اور بحث شروع کردی اور کہا کہ اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے (وہ حضرت ہارون کی طرف مخاطب بھی نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے وہ انکو نعوذ باللہ بہت حقیر جانتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ چونکہ قلعہ میں رہتے رہے تھے اور اس کے بھائیوں کی طرح پرورش پاتے رہے تھے اسلئے انکو مخاطب کیا آپ نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر اسے راہ دکھائی۔

اس مباحثہ کے بعد آپس میں اور جھگڑے ہوتے رہے لیکن فرعون نے قطعاً اس کی پرواہ نہ کی اور بنی اسرائیل کو دکھ دہی اور ایذا رسانی میں بڑھتا

گیا۔ اور بیا تنگ بڑھا۔ کہ بنی اسرائیل چلا اٹھے کہ اے موسیٰ تیرے آنے سے تو ہمارے دکھ اور بھی بڑھ گئے ہیں آخر معاملہ جب حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا۔ کہ اب ملک مصر سے راتوں رات نکل بھاگو۔ چنانچہ وہ ایک رات مصر سے چلے اور شام کا رستہ لیا۔ خشکی کا راستہ جس میں آجکل نہر سویز نکالی گئی ہے دور تھا۔ جلدی میں سمندر کے ساحل کی راہ لی اتنے میں فرعون منفتاح کو خبر ہو گئی وہ پیچھے بھاگا۔ اور کنارہ سمندر پر انکو جا لیا۔ بنی اسرائیل تو گھبرا گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ نے انکو سمندر میں گھس جانیکا حکم دیا۔ پانی پھٹ گیا۔ اور وہ بیچ میں سے صاف نکل گئے۔ فرعون کو بھی یہ نظارہ دیکھکر دلیری پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی مع لشکر اندر گھس گیا۔ لیکن ایک دفعہ گھسنے کے بعد پھر باہر نکلنا نصیب نہ ہوا۔ ایک ہی لہر سی آئی۔ کہ اُسے مع لشکر کے بہا کرلے گئی۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ اس موقعہ پر اس نے کہا کہ امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین۔ یعنی میں ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں لیکن یہ وقت توبہ کا نہ تھا۔ بہت سے ایسے موقعہ توبہ کے ملے۔ پھر اس نے قدر نہ کی۔ ہر دفعہ شرارت میں ترقی ہی کی۔ پس جب عذاب آ ہی گیا۔ اور پانی نتھنوں سے نیچے اتر گیا تو اب توبہ کا کون موقعہ تھا۔ اسلئے فرماتا ہے۔ کہ آلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ۝ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ، وان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغافلون ۝ یعنی اب تو توبہ کرتا ہے اور پہلے نافرمانیاں کر چکا ہے۔ اور فسادیوں کے گروہ میں شامل رہا ہے۔ پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیتے ہیں تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لیئے نشان ہو اور لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہیں

اس آیت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ فرعون کی لاش غرق ہونے سے بچ گئی۔ بلکہ سمندر کے باہر جا پڑی اور اُس کے لشکریوں نے اُسے اُٹھا کر دفن کیا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا وجود قرآن شریف کے سوا اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ نہ تو توریت میں کہیں اس کا ذکر ہے نہ انجیل میں اور نہ انبیاء کی کتب میں۔ لیکن یہ ثابت کرنا کہ آج سے تین ہزار سال پہلے ایک شخص کی لاش دریا سے نکلی تھی۔ یا نہیں؟ بہت مشکل تھا گو کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اسکے سچا ہونے میں بھی کچھ کلام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکے لیے یہ سامان بنا دیا۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ ہر ایک علم کی ترقی ہو رہی ہے۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات کا شوق بھی لوگوں کو لگا ہوا ہے جیسے لوگوں میں سے بعض آدمی مصر کے آثار قدیمہ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شخص مسٹر لارٹ نے مقابر فراعنہ میں ۱۸۹۸ء میں ایک بادشاہ کو تابوت سے پڑا پایا۔ اور جو کچھ اس پر لکھا ہوا تھا اسے پڑھ کر معلوم کیا کہ یہ "خون اتن" بادشاہ کی لاش ہے۔ لیکن چونکہ ہیروغلیف خط میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ اسلیے مسٹر بروف کے سامنے اس نے یہ معاملہ پیش کیا جس نے اس لفظ کو ریان پا پڑھا۔ دونوں کے تنازعہ کو دور کرنے کیلئے بیرو کو بلایا گیا۔ اور اُسکے ساتھ اور علماء بھی تھے۔ جب انہوں نے وہ حروف دیکھے تو فوراً بول اُٹھے کہ یہ ریان پا ہے۔ ریان پا ہے جو موسیٰ کا فرعون تھا۔ اس تابوت کو اور کھولا گیا۔ تو اسپر منفتاح بھی لکھا ملا۔ جو فرعون موسیٰ کا دوسرا نام تھا۔ تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے فوراً وہ لاش قاہرہ دار الخلافہ مصر میں لائی گئی۔ اور وہاں کے عجائب خانہ کے ایوان قیصری میں رکھی گئی جس میں کہ اور بہت سے بادشاہوں اور بیگمات کی لاشیں رکھی گئی ہیں اس تحقیقات سے زمانہ قدیم کے آثار کے شائقین کو تو جو خوشی ہوئی ہوگی وہ سمجھ میں آ ہی سکتی ہے مگر مسلمانوں

کے لیے تو اس تحقیقات نے بڑی بڑی خوشیوں کے دروازے کھول دیے ہیں۔ کیونکہ جو بات آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی وہ آج پایۂ صداقت کو پہنچ رہی ہے کیونکہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں فرعون کے جسم کے محفوظ رہنے کی خبر سوائے قرآن شریف کے اور کتاب میں نہیں ہے پس آج اس لاش نے نکل کر اسلام کی سچائی پر ایک بین دلیل قائم کر دی ہے کہاں تین ہزار سال کا مردہ اور کہاں اس کی نسبت یہ بتا دینا کہ یہ آئندہ قوموں کے لیے ہدایت کا باعث ہوگا۔ کچھ کم تعجب کی بات نہیں۔ یہ لاش عمدگی سے مسالہ لگی ہوئی ہے اور فرعون کی شکل اچھی طرح سے پہچانی جاتی ہے اور بہت سی علامتیں جن کا ذکر کتب تواریخ میں تھا۔ اس میں پائی جاتی ہیں اس کی تصویر بھی بعض اخباروں میں چھپی ہے لیکن وہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی اس لیے یہاں نہیں دی جا سکتی ورنہ اگر کہیں سے مل جاتی۔ تو ہم کو بڑی خوشی ہوتی کہ ہم اس کو بھی شائع کر دیتے تاکہ لوگ دیکھتے۔ کہ یہ وہ شخص ہے جو آج سے تین ہزار سال پہلے سمندر میں غرق ہوا تھا۔ اور جس کی نسبت قرآن شریف میں بتایا گیا تھا۔ کہ اس کی لاش بچ گئی ہے اور محفوظ رکھی ہوئی ہے اور یہ کہ ایک زمانہ میں وہ مل بھی جائیگی۔ اور لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہوگی۔ اور اس طرح ایک پیشگوئی میں گویا پانچ باتیں بتائی گئی تھیں

اول تو یہ کہ فرعون کی لاش سمندر میں رہ نہیں گئی بلکہ وہ سلامت باہر پہنچ گئی کیونکہ سمندر میں ڈوبنے والے کا اکثر تو یہی حال ہوتا ہے۔ کہ یا تو اسے جانور کھا جاتے ہیں اور یا وہ دور دراز بہ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ لاش کسی قسم کے نقص کے کنارہ پر لگا دی گئی تھی۔

ہ مصر میں ایک خاص قسم کا مسالہ ہوتا تھا جسے لگا دینے سے مردہ ہزاروں سال تک [illegible] ہوتی تھی۔ اور اس مسالہ کی بدولت فرعون کی لاش بھی ہم تک پہنچی ہے اس مسالہ کی لگی ہوئی لاش ممی کہلاتی ہے

دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی کہ اُسکو مسالہ بھی لگایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے مسالہ نہ لگایا جاتا۔ جیسا کہ اس فرعون منفتاح کے باپ رعمسیس کی نعش کو مسالہ نہیں لگایا گیا تھا کیونکہ وہ کوڑھ کی وجہ سے بہت گل گیا تھا اور اسی طرح یہ ضروری نہ تھا۔ کہ ہر ایک بادشاہ کی لاش کو مسالہ لگایا جائے۔ پس آیت قرآن شریف کے اس حصہ یعنی لتکون آیۃ لمن خلفک سے صاف ثابت ہے کہ اسے مسالہ بھی لگایا جانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر مسالہ نہ لگایا جاتا۔ تو وہ اسوقت تک گل سڑ جاتی ہم تک پہنچتی ہی کیونکر۔

تیسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخر زمانہ تک محفوظ بھی رہیگی۔ کیونکہ یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ سب مسالہ والی لاشیں آجتک محفوظ ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لاشیں تھیں۔ جو مسالہ دار تھیں لیکن ضائع ہو گئیں۔ کیونکہ ایک زمانہ مصر میں ایسا آیا ہے کہ جو بات کہ شمع کی بجائے مسالہ دار لاشوں کے ٹکڑے جلاتے تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جلتی ہیں کہ جیسے کافوری شمع اور اور بھی کئی ذریعہ ہیں جن سے وہ ضائع ہو سکتی ہیں۔ پس اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لاش ہر قسم کی مہلک چیزوں سے بچکر پچھلے لوگوں تک پہونچ بھی جائیگی۔

چوتھے یہ معلوم ہوا کہ نہ صرف وہ محفوظ رہیگی بلکہ وہ مل بھی جائیگی کیونکہ اگر کسی کھوہ یا غار میں پڑی رہتی۔ تو لوگوں کے لیے کس نفع کا باعث ہو سکتی تھی۔

پانچویں یہ کہ وہ پہچانی بھی جائیگی کیونکہ تبھی ہو سکتی تھی کہ اگر اس کی شناخت بھی ہو جاتی۔ اگر بالفرض وہ مل بھی جاتی۔ مگر اس کی شناخت نہ ہوتی۔ تب بھی اس میں نقص رہجاتا۔

پس اس ایک آیت میں پانچ آیتیں ہیں۔ جو قرآن شریف کی سچائی کی دلیل ہیں۔ اور مومنوں کے لیے ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔

پس اس لاش پر مجھے سخت تعجب ہے۔ کہ جب اس میں جان تھی۔ تب تو اس نے ہزاروں کو بھی گمراہ کیا ہوگا۔ لیکن روح سے جدا ہو کر اور ہزاروں سال تہ زمین میں رہکر اس میں کیا کیمیائی اثر پیدا ہو گیا۔ کہ آج یہ لاکھوں کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو گئی۔

سب سے بڑھکر تعجب کی یہ بات ہے کہ اس لاش کو فرعون موسیٰ کی لاش کہنے والے مسلمان نہیں کہ انپر یہ الزام آسکے کہ انہوں نے قرآن شریف کی ایک آیت درست کرنیکے لیے یہ جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ خود عیسائی مورخ ہیں اور وہ بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لاش منفتاح لعنی فرعون موسیٰ کی لاش ہے۔

اسبات کا ثبوت کہ یہ لاش واقعی منفتاح کی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس لاش کے اوپر کپڑے پر لکھا ہوا تھا کہ یہ منفتاح کی لاش ہے۔ بلکہ اس کی ایک تصویر بھی اوپر رنگین تھی جو کہ کئی انگریزی اخباروں میں شائع کی گئی ہے اور جس کو ہم انشاء اللہ عنقریب شائع کرنیکی کوشش کرینگے۔ تاکہ فرعون موسیٰ کا حال پڑھنے کے بعد ہمارے ناظرین اس کی تصویر کے ذریعے گویا خود اسے ہی دیکھ لیں۔

دوسرا یہ کہ کئی علامتیں اس کے بدن پر ایسی پائی گئی ہیں جو کہ فرعون موسیٰ میں پائی جاتی تھیں مثلاً مسوڑوں کی بیماری کہ اسکا نشان اس لاش میں بھی پایا گیا ہو۔

تیسرے اسکی شکل بیتی اول سے جو اس کا دادا تھا ملتی ہے اور اسبات کا ثبوت کہ منفتاح ہی فرعون موسیٰ تھا۔ اول تو یہ ہے۔ کہ اسکا زمانہ حکومت اور بنی اسرائیل کے خروج کا زمانہ ایک ہے پس سوائے اس کے کہ مانا جائے کہ بنی اسرائیل اسی کے دوران حکومت میں مصر سے نکلے تھے اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل رعمسیس شہر کی تعمیر کرتے تھے۔ اور رعمسیس

منفتاح کے باپ کا نام تھا۔ پس بہرحال وہ زمانہ منفتاح کے باپ کی حکومت کا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ موسیٰ کے وطن چھوڑ دینے کے بعد وہ فرعون مرگیا۔ اور دوسرے فرعون کے عہد میں موسیٰ واپس آئے۔ اور بنی اسرائیل کو طلب کیا۔ پس ضرور ہے کہ اسوقت منفتاح حکمران ہو۔

تیسرے قرآن شریف اور توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فرعون کے بعد اُس خاندان پر زوال آگیا۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ فراعنہ کی اس شاخ کا آخری بادشاہ جس کے بعد زوال آگیا۔ وہ منفتاح ہی تھا۔

چوتھے یہ کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو دریا میں ڈلوانے والا بادشاہ رعمسیس ہی تھا۔ پس اس صورت میں بھی بنی اسرائیل کا مصر سے خروج اسکے بیٹے منفتاح ہی کے زمانہ میں ہو سکتا ہے۔ اس کی نسبت طالمود میں لکھا ہے کہ بڑا ہوشیار اور مکار تھا۔ اور اسکا قد چھوٹا تھا

چونکہ یہ بیمار رہتا تھا۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ جلد ضعیف ہوگیا۔ کیونکہ جو لاش ملی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت کمزور تھا۔ حالانکہ یہ حضرت موسیٰ سے اندازاً تین سال چھوٹا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے اس کی ماں نے حضرت موسیٰ کو اس بہانہ سے بچایا تھا کہ ہمارا بیٹا کوئی نہیں ہم پال لیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اس کے اولاد کوئی نہ تھی اور یہ بادشاہ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اور اسکا بڑا بھائی بوجہ سادہ لوح ہونے کے بادشاہ کو پسند نہ تھا۔ اور اس نے اُسے تخت سے محروم کر دیا تھا پس کم سے کم حضرت موسیٰ کے اٹھانے کے دو سال بعد اسکے بڑے بھائی کی پیدائش مانیں۔ اور اس کی تیسرے سال تو اس حساب سے تین سال یا دو سال آپ سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس کی بہن جس نے اول اول آپکو اُٹھایا ہے آپ سے کوئی پندرہ سولہ برس بڑی

ہوگی اسکا نام منفتاح ہیرو غلوفی حروف میں اس طرح لکھا جاتا ہے

" اسم منفتاح "

(خاکسار مرزا محمود احمد)

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ

آجکل پابندی اوقات میں دنیا اسقدر بڑھ گئی ہے اور لوگ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں مقررہ وقت سے تاخیر نہ ہوجائے عدالت کے کمرہ کے دروازہ پر کسی وقت عدالت سے پیشتر جاکر دیکھو تو بہت سے لوگوں کا گروہ نظر آئیگا بیٹھا ہوا ہے ابھی سے وہاں موجود ہیں کہ ایسا نہ ہو ہم پیچھے رہ جائیں اور نقصان اٹھائیں۔ تو کیا اس بات کو خیال کرکے نہیں گھبراتے۔ کہ ایک معمولی آفیسر کے روبرو پیش ہونے کے لیئے اسقدر احتیاط کیجاتی ہے کہ ایک آدھ گھنٹہ وقت سے پہلے ہی اس کی پچہری کے ساتھ ادہر ادہر ٹہلنا شروع کردیا جاتا ہے اور وہاں اسکے انتظار میں دہڑکتے لگتا ہے مگر اس مالک محبوب او محسن اور دو جہاں کے بادشاہ کے حضور حاضر ہونیکو تضیع اوقات یا خفیف سمجھکر یونہی ٹال دیا جاتا ہے توحید کا دعوٰی کرنیکے لیئے پلیٹ فارموں پر فصیح اور بلیغ لیکچر دینا تو آسان ہے اور " دین کو دنیا پر مقدم کرونگا " وعدہ کرنا بھی آسان ہے مگر عملی رنگ میں توحید کو کہنا اور اس وعدے کو پورا کرنا بہت مشکل ہے دنیا کے کاموں میں پابندیٔ وقت (punctuality

کا لحاظ رکھنا باعث فخر اور تعریف سمجھا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی آواز کو سنکر اس کی
وقت پر تعمیل کرنا اولڈ فیشن اور پرانا طریقہ خیال کیا جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون
یورپ نے پابندیِ وقت کا سبق تو خوب سیکھا ہے۔ اور قوموں نے اس
اصول پر ایک حد تک عمل کر کے دنیا کے کاروبار میں ایک نمایاں ترقی کی ہے اور
ہمارے مسلمان بھائیوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ دین کے کاموں میں
غافل اور سست ہو گئے۔ بجائے پابندی وقت کے اصول پر عمل کرنے کے ہر
ایک دین کے کام کو دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا ہے۔ اور تو اور نماز جیسے ضروری
حکم کو کہ جو شریعت اسلام کے سب سے بڑے فرائض میں سے ہے۔ اس کی طرف
بہی کم توجہی ہو رہی ہے نماز تو پڑھینگے لیکن ظہر کی عصر سے اور مغرب کی عشاء سے
ملا کر اور وہ بھی جب فرصت ہو وقت مقررہ پر دنیا کے کاروبار یا علالت طبع یا تفریح
طبع کے شوق کا عذر پیش کر دیا جاتا ہے اور اس طرح وہ وقت یونہی باتوں ہی باتوں
میں گزر جاتا ہے اور مطلق پرواہ تک نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اس وقت کسی صاحب بہادر کا
چپڑاسی بلانے کے لئے آجائے تو اس وقت نہ علالت طبع کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی
تفریح طبع کا شوق اسکی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ حقیقی ایمان دلوں میں نہیں ہے کیا وجہ
کہ کبھی مقدمہ کی تاریخ پر بعد از مغرب حاضر نہیں ہو جاتے اسلئے کہ وہاں حاکم کا ڈر
ہوتا ہے اور یہاں یہ حالت ہے کہ نماز کا وقت آگیا ہو اور گزر بھی جاتا ہے لیکن کچھ فکر
نہیں اگر خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں حقیقی عزت ہوتی تو ایسی لاپرواہی کبھی
بھی ان سے سرزد نہ ہوتی۔

دوستو! خدا کے لئے اس بات پر ذرا توجہ کرو کہ ایسی لاپرواہی اور بے توجہی ظاہر
کرنیوالوں کو خدا تعالیٰ نے کیا خطاب دیا ہے ذٰلک بانھم قوم لا یعقلون ط
انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ (سید ولی اللہ شاہ ۰۰ م)

مسیح محمدی مسیح ناصری

اس مضمون پر قاضی اکمل صاحب نے بتایا ہے کہ حضرت مسیح کو جس رنگ میں مسیحی پیش کرتے ہیں اور کیا برا ہے کاش کہ وہ لوگ ایسے پاک انسان کی عظمت کر سکتے۔ جو شش کرتے کہ دنیا ہر قسم کی کمزوریوں اور غلطیوں سے پاک ہو سکتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

مسیح محمدی

(۱) آپ کریم ابن الکریم شریف و معزز خاندان سے تھے۔ آپ کی پیدائش پر کوئی الزام و شبہ نہیں بلکہ ایک غیر معمولی طریق سے ہوئی۔ تا جہان کے رہنے والوں کے لئے نشان بنے۔ آپ کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو مرگئی اور آپ زندہ رہے

(۲) آپ کا لڑکپن ایک نہایت ممتاز گھرانے میں علماء کی زیر تربیت گزرا۔ اور یوں آپ کے قویٰ جو پہلے ہی بازبوت

مسیح ناصری

(۱) عیسائی ایک سے زیادہ مریمی کو زنا کہتے ہیں آپ کے آباؤ اجداد میں سلیمان و داؤد وغیرہ کی کثیر التعداد بیبیاں تھیں پھر آپ کی ماں کنواری حاملہ ہوئی اور یہودیوں نے جس سختی سے اس پر اعتراض کئے ہیں وہ ناگفتہ بہ ہیں۔ یہ قرآن مجید کا احسان ہے کہ ان کی تطہیر فرمائی۔

(۲) آپ کا بچپن یوسف نجار کے زیر سایہ گزرا جس سے ظاہر ہے کہ سوا چند کھوڑوں کے بنا لینے کے آپ کو کوئی سخت

کے حامل بنائے گئے تھے۔ ایسی اعلیٰ حالات میں نشو ونما پاتے رہے۔

(۳) بار رسالت اٹھانے پر آپ کی ہمت اور جوش نے تمام جہان کو اپنی تبلیغ کے لئے منتخب فرمایا اور خدا تعالیٰ نے بھی آپ کے لئے ایسے ذرائع بہم پہنچا دیئے کہ دنیا جہان کے اکثر ملک اور شہر بمنزلہ ایک شہر کے ہو گئے اور آپ گھر بیٹھے سب کو ہی پیغام پہنچا سکے۔

(۴) دعویٰ ماموریت کرتے ہی آپ نے خدا کی طرف سے شائع کیا کہ لوگ دور دور سے تیری طرف آئیں گے یہاں تک کہ رستے گھس جائیں گے اور تحائف کی وہ کثرت کہ تو گن بھی نہ سکیگا۔ مکانوں کی وسعت کر لوگ تیری کشتی میں پناہ لینگے آخر وہ وقت آیا کہ چار لاکھ سے زیادہ مرید ہو گئے۔ فرشتی کا یہ حال کہ سب ہی مرادیں پوری ہو گئیں۔

(۵) آپ کے مرید ایسے وفادار جاں نثار ہیں کہ ان میں سے کسی مال تو مال جان

فائدہ نہ حاصل کر سکے اور یوں آپکی آئندہ زندگی کی بنیاد ایسے معمولی پیمانے پر پڑی۔

(۳) جس پیمانے پر تربیت تھی۔ اسی کے موافق آپ نے صرف اپنی قوم کے محدود فرقوں کو اصلاح کے لئے خاص کیا اور کہا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قرآن مجید میں بھی ہے بنی اسرائیل کی طرف رسول

(۴) ابتدائے محتاجی و مفلسی میں زندگی بسر کی۔ اور اپنی بے سر و سامانی کی یہ کیفیت کہ خود پکار اٹھے۔ لومڑیوں کے لئے بل ہیں مگر ابن آدم کے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ لے دے کے باہر بٹنے والے دھوبیوں اور مچھیروں سے دس بارہ آدمی تابع ہوئے۔

(۵) ایسے بے وفا نکلے کہ جب مصیبت بنی تو سب بھاگ گئے بعض نے

تک قربان کو تیار، ثابت الایمان ایسے کہ جان دیدی مگر کلمہ انکار زبان تک نہ لائے۔

(۶) تعلیم ایسی کامل و اعلیٰ کہ تمام مذاہب عالم کی سچائیاں اور خوبیاں اس میں جمع ہیں۔ تمدن کے ہر عمدہ اصول پر حاوی کہ اگر جسمانی ترقی کو اعلیٰ معراج پر پہنچاتی ہے تو روحانی ارتقار کے اعلےٰ مدارج پر بھی طے کرا دیتی ہے اور اسی دنیا میں وہ جنت دکھا دیتی ہو جس کے حصول کے لیئے یہ جدوجہد ہے۔

(۷) سمجھایا کہ مذہب کی حکومت کشور قلوب پر ہے۔ تلوار چلانا مذہب کو منوانیکے لیئے ایک نامعقول حرکت ہے اور سب دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیا۔

(۸) ہزاروں نشان دکہائے جن میں سے بعض حقیقۃ الوحی میں درج ہیں۔ اور ملک کے علما و فقرا کو پکار پکار کر اشتہار دیکر بلایا کہ میرے پاس آؤ اور جو نشان دیکھنا چاہتے ہو دیکھو اور کہا کہ تم میں علم یا قوت ہو تو میرا مقابلہ کرو۔ مگر کوئی نہ آیا۔

لعنت کی۔ بعض نے چند درہموں کے عوض آپکو پکڑوا دیا۔ ایمان ایسا کمزور کہ عمر بھر شکوک ہی میں مبتلا رہے

(۶) تعلیم ایسی ناقص و ادنیٰ کہ زندگی کی صرف ایک شاخ کو لے لیا گیا ہے اور باقی سب قوی کو نکما اور بیکار رہنے دیا پھر ایسی کہ اسپر کسی مرید نے عمل کرکے نہیں دکہایا۔ مثلاً ایک گال پر تھپیڑ مارے تو دوسری بھی کر دے وغیرہ ذالک۔

(۷) فرمایا کہ میں تلوار چلانے کے لیے آیا ہوں اور شاگردوں کو کپڑے بیچ کر تلواریں خریدنے کے لیے کہا مگر کامیابی نہ ہوئی۔

(۸) آپ نے نشان مانگنے والوں سے کہا۔ اس زمانے کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں مگر یونس نبی کے سوا انہیں کوئی معجزہ نہ دکہایا جائیگا آخر اسے بھی عیسائیوں نے مشتبہ کر دیا اور کہا کہ قبر میں تین دن مردہ رہا حالانکہ یونسؑ زندہ رہا تھا

(۹) آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ہی جو ابن مریم سے بڑھکر ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ تمام انبیاء کے کمالات کو وارث سارے جہان کی رسالت سے فضیلت ظاہر ہے پھر کار روائی سے قوت قدسیہ سو جو مریدوں کے استقلال سو ظاہر ہے پھر خدا نے فرمایا تو مجھ سے بمنزلہ اولاد ہو اور بمنزلہ عرش میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سو عرش سے خدا تیری حمد کرتا ہو اور تو اس منزلت پر ہے کہ خلق کا علم اسے احاطہ نہیں کرسکتا۔

(۱۰) کئی ہزار اندھوں مردوں اور لنگڑوں اور مجذوم القلبوں کو اچھا اور زندہ کیا ایسے زندہ کہ ابدالاباد تک زندہ رہیں اور پھر ایسے جنہیں حاذق حکیم موت کا حکم دے چکے اس کی مسیحائی سے زندہ ہوئے ہزاروں غیب کی

(۹) یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک ہے جو سلیمان سے بڑھکر ہے مگر سلیمان کے اسباب شوکت و حکمت تو حاصل نہ ہوئے زبانی دعوے کا کبھی خیال نہیں کیا گیا۔ ہاں زندہ مسیح کے لیے تمام وہ جو سلیمان کے لیے تنہا حاصل ہے بلکہ اس سے بڑھکر اسکی خادم ریل ہے اور تار اور جہاز اور ویسی کلیں کہ اس زمانہ میں حاصل نہ تھیں خدا نے روح منہ اور کلمہ کہا۔ مگر یہ کسی وصف کے ظاہر کے لیے بلکہ الزام کو مٹانے کے لئے پیدائش کے جائز ہونے میں دشمن شبہ کرتے جواب میں کہا گیا۔ اسکی روح خدا کی طرف سے ہے اور بیٹا انجیل میں آیا ہو تو بنی اسرائیل میں سے وہ بھی تھے۔ جنہیں خدا کے بیٹے تو کہا تم خدا ہو کہا گیا اسمیں کوئی فضیلت نہیں

(۱۰) کہتے ہیں کہ ایک مردہ زندہ کیا مگر تھوڑی دیر بعد مر گیا اور پھر بیماروں کو اچھا کرنے میں کچھ کمال خود کہا یا کہ ایک آپ کی مٹی سے بھی یہ کام نکلتا تھا اب یہ کام چند و مرد خدا کی ہستی کے منکر بھی کرتے

باتیں ان پر لکھیں جو قبل از وقت شائع کی گئیں۔ لوگوں نے اسکے خلاف زور لگایا۔ مگر وہی ہوا جو پہلے بتایا۔ لیکھرام کی موت۔ طاعون زلزلہ کی پیشگوئی وغیرہ

(۱۱) تحدّی سے شائع کیا۔ تم میں سے کوئی ہے جو مجھ پر گناہ ثابت کر سکے؟ آپ نے شادی کی حسب پیشگوئی اولاد ہوئی۔ ان سے اعلیٰ سلوک اور باوجود اس کے بلوقیس اور دینی خدمت میں یہ زور علو مرتبت پر شاہد ہے۔

(۱۲) اپنے مخالفوں سے علماء ہوں یا صوفیاء یا امراء للکار کر کہدیا کہ تم جس قدر ممکن ہو زور لگاؤ مجھ پر قابو نہ پاؤ گے نہ مجھے قتل کر سکو گے نہ مجھے ذلیل کر سکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو مقدمہ کیا اس میں شکست پائی جس حاکم کے سامنے پیش ہوئے اس نے کہا۔ میں کوئی گناہ نہیں پاتا۔ اور بری کیا جس نے ذلیل کرنا چاہا۔ وہ خود ذلیل ہوا۔

(۱۳) ہزاروں دعائیں کیں اور خدا نے قبول کیں اس کے زندہ گواہ بیسیوں نہیں ہیں۔ آنکھیں بناتے غرق شدہ مردہ زندہ کرتے اور ہاتھ پھیرنے سے شفا بخشتے ہیں علم الغیب جاننے کا یہ حال کہ معلوم نہ ہو سکا اس درخت میں پھل ہے یا نہیں

(۱۱) خود انجیل میں لکھا ہے کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے"۔ کسی کے کھیت سے بالیں لے لینے کی اجازت دیتا۔ نہ بیوی کی نہ بچے ہوتے۔ نہ دنیاوی معاملات میں پڑے کہ اخلاق کے تمام پہلو ظاہر ہوتے۔

(۱۲) یہودی علماء نے مخالفت کی عدالت تک کشاں کشاں لے گئے تحقیر کی۔ کانٹوں کا تاج پہنایا جو چاہا کیا اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے یعنی صلیب پر جو ان کے نزدیک لعنتی موت کا آلہ تھا چڑھا کر چھوڑا نہ صرف چڑھا دیا بلکہ بقول عیسائیاں جان سے مار دیا۔ گو ہمارے نزدیک یہ غلط ہے بلکہ آپ باعزت زندگی بسر کرتے رہے

(۱۳) ایک دعا کی گھٹنے ٹیک ٹیک کر ساری رات جاگ کر بقول عیسائیاں

سینکڑوں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں ہزار ہا نہیں لاکھوں موجود ہیں جو دشمن سامنے آیا ہلاک ہوا جو باقی ہیں ان کی ہلاکت کی پیشگوئی ہو چکی ہے اور یوں خدا کا مامور مظفر و منصور کر دیا اور اعلان کیا کہ میری موت تمہارے ہاتھ سے نہیں۔

قبول نہ ہوئی وہ پیالہ جس کے ٹلنے کے لئے رو رو کر دعائیں کیں نہ ٹلا۔ آخری کلمات قلبی حالات کے گواہ ہیں۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ میرے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کہ اس میں رضامندی نہیں بلکہ جینے کی حسرت ہے۔ دشمن چھوڑ دے میں کامیاب ہوتے بجائے اس کے کہ وہ ہلاک ہوتے۔ خود ان کے ہاتھ سے بقول عیسائیاں ہلاک ہوا۔

ناظرین رسالہ کا خادم محمد ظہور الدین اکمل آف گولیکی ضلع گجرات پنجاب

اعلان

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کی تصنیف شدہ کتابیں جو صاحب منگوانا چاہیں۔ وہ ہم سے طلب کریں۔

المشتہر محمد یمین و محمد یٰسین مہاجران قادیان ضلع گورداسپور

محرم اور اُسکی قباحتیں

میرے دل میں شوق ہُوا کہ دیکھا جاوے کہ محرم میں ہمارے برادران شیعہ کیا کچھ کرتے ہیں اور اسلام کے فائدہ کے لیئے انکی کیا کوششیں ہیں وہ اسلام جس کے لئے ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مبلغ ہو۔ اور اِسکی اشاعت میں اپنے من تن دھن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے۔ اسلیئے میری خواہش تھی کہ ان کی مجالس کو بھی دیکھا جاوے کہ کیا کچھ کرتے ہیں جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ ذاکر صاحب مرثیے پڑھ رہے ہیں اور ایسی بے ربط اور بے بنیاد کہانیاں اور قصے سنا رہے ہیں کہ سن کر حیرت ہوتی ہے۔ رونے اور پیٹنے والوں کو آخرت میں وہ بڑے بڑے اجر اور نعمتوں کا ذکر سنا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک آنسو گرانیوالوں کو بھی بہشت نصیب ہوگا خواہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے لوگ تو اسلیئے رو رہے ہیں کہ انہیں بہشت ملے اور مجھ اسلیئے رونا آگیا کہ وہ اسلام جس نے فرمایا تھا کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ یعنی کوئی آدمی کسی کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ اُس کے پیرووں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ رونے دھونے سے فارغ ہوکر بے باک لوگوں نے تبرے بازی شروع کردی جسکو سنکر کلیجہ پھٹ گیا اور ان لوگوں پر گالیوں کی بوچھاڑ شروع کی جن کے ہ مسلمان نام لیوا ہیں۔ اور جن کا دوسری قوموں نے بھی لوہا مانا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخاطر تن من دھن کی پرواہ نہیں کی۔ اور جو رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار حرا میں گیا۔ جس کو خداوند کریم بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کو رسول اللہ فرماتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا اور دوسرے حضرت عمر جیسے جرار کو جس کا نام لینے سے عیسائی قوم بھی تھراتی ہے اور جسکو اشاعت اسلام کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہو اور جس نے ہمارے ہندوستان جیسے ضلالت اور تاریکی میں پڑے ہوئے ملک کو بھی اسلام کا منور چہرہ دکھایا اور تیسرے حضرت عثمان جیسے نیک اور خیر خواہ خلق کو جن کے عہد میں ہی خبیث لوگ پیدا ہو گئے تھے اور انکو سخت ستاتے اور تنگ کرتے تھے اور ایکدفعہ جب انکے غلاموں نے کہا کہ حضور حکم دیں کہ ہم انکو قتل کردیں تو آپ نے کیا میٹھی زبان اور لطافت سے فرمایا۔ کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے عہد میں مسلمان بھائیوں کا خون ہو پھر ہم نے دیکھا کہ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں وہ اسلام جو کہتا ہے کہ دوسری عورتوں کی طرف نہ دیکھو۔ وہ بھی بیٹھکر ماتم کر رہی ہیں اور بعض عورتیں ایسی ہیں کہ گلی کوچوں میں ادہر ادہر پھر رہی ہیں اور برقعے اتارے ہوئے ہیں۔ پھر ہمارا ارادہ ہوا کہ چلو ولدل دیکھیں جب ہم جہائی دروازہ سے باہر مصنوعی کربلا میں پہنچے تو آگے کیا دیکھتے ہیں کہ کربلا کے اندر ایک تابوت کی شکل بنی ہوئی ہے جس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ کا مزار شریف ہے ہم نے دیکھا کہ اسپر بعض نادان لوگ سجدہ کر رہے ہیں جبکہ خدا یہ فرماتا ہے کہ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر یعنی نہ تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ کی پرستش کرو جو واحد و غائب ہے سجدہ کرنیکے علاوہ چڑھاوے بھی چڑھا رہے ہیں۔ اور ایک بزرگ آدمی بیٹھے ہیں اور چیتے بڑ رہے ہیں پھر ہم مسجد کے اندر داخل ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں ہم اس بات پر تو اعتراض نہیں کرتے کہ وہ کیوں کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے

ہیں لیکن افسوس اسبات کا ہے کہ انہوں نے بدعتیں نکال رکھی ہیں یعنی ایک مٹی کا چورس ٹکڑا جو کہا جاتا ہے کہ کربلا کی مٹی ہے سجدے کی جگہ رکھا ہوا ہے۔ اور اسکے اوپر سجدہ کیا جاتا ہے اور نماز کے فارغ ہونیکے بعد مرثیہ خوانی کیجاتی ہے بجائیکہ قرآن شریف پڑھا جاوے۔ مرثیے ان کے نزدیک شاید قرآن شریف سے زیادہ معتبر ہیں ہائے افسوس! کیا یہی مسلمانی ہے اور یہی عبادت ہے پھر ہم مرحوم شیخ محمد حسین صاحبؒ کی قبر پر گئے جہاں کہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے لاالہ الا اللہ محمد رسول علی ولی اللہ وصی رسول اللہ لکھا ہوا تھا تو یہ پڑھ کر میرے دل میں سخت ڈر پیدا ہوا۔ اور میں اس معبود حقیقی سے ڈرا جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جو ہر معاملہ میں حکم دیتا ہے کہ لا تعتدوا یعنے کسی معاملہ میں حد سے نہ بڑھو بلکہ خدا کی حدوں کو قایم رکھو پھر ہم ایک اور جگہ گھوڑے دلدل کو دیکھنے گئے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی روتا آرہا ہے اور اس نے زنجیریں مار مار کر چھاتی اور پیٹھ پر سے خون جاری کر لیا ہے وہ نظارہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور دل میں رقت سی طاری ہوگئی کہ اس طریقہ سے اسلام کا منور چہرہ غیر قوموں کو دکھایا جاتا ہے کہ میرے دل میں معاً خیال پیدا ہوگیا کہ اسکو تو اس دنیا میں ہی سزا ملگئی آخرت تو کجا ابھی کھڑے ہی تھے کہ بعض آدمیوں کی ٹولیاں ٹولیاں چھاتیوں پر ہاتھ مار کر یا حسین یا حسین کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آرہے ہیں اور عموماً ان میں سے مشٹنڈے معلوم ہوتے ہیں اور کسی معتبر آدمی نے مجھ سے کہا کہ بعض کشمیری مزدوری پر بھی لگائے گئے ہیں اور اسی طرح اور بہت سی ٹولیاں آئیں اور پیچھے ان کے ایک گھوڑا آیا جس کو دلدل ثانی کہا جاتا ہے اور جس کو خون مہندی لگا کر زیب و زیبائش کے ساتھ آراستہ کیا ہوا تھا۔ اور اس کے آگے ٹولیاں اور

ٹولیاں لوگ پیتے ہوئے بھاگ رہے تھے اور ہم نے اسی اثنا میں دیکھا۔ کہ بعض عورتیں جہاں زیادہ آدمیوں کی بھیڑ ہوتی ہے وہاں سے گزرتی ہے انکو اپنی عصمت کی ذرا بھی پروا نہیں اور دوسری طرف عورتیں برقعے اتار کر غیر مردوں کی جانب دیکھ رہی ہیں پھر ہم ایک میدان میں گئے وہاں جاکر دیکھا کہ لوگ گتکے کھیل رہے ہیں اور خوشیاں منارہے ہیں اور تازیے رکھے ہوئے ہیں اور انکے ارد گرد گندی نالیوں کا پانی چھڑکا جاتا ہے جب میں نے ان حالات کو بغور مطالعہ کیا۔ تو بے انتہا رہی خیال دل میں پیدا ہوا کہ وہ کوتاہ اندیش جو یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں کسی مصلح قوم کی ضرورت نہیں سخت خداوند کریم سے دور جا پڑے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس تمہارے زمانہ میں اسلام نے کیا کچھ ترقی کی ہے اور دیگر قوموں کو کیا جنک اسلام کا ستور چہرہ دکھایا ہے جبھی بھی اسوقت آم ہے جبکہ دنیا پر ضلالت کے گھنگھور بادل چھا جاتے ہیں اور لوگ گمراہ ہو کر خداوند کریم سے دور جا پڑتے ہیں قرآن کو غور کرنے سے اور مطالعہ کرنے سے یہی معلوم ہوگا کہ خداوند کریم کی یہی سنت ہے کہ وہ ایسے وقت میں مامور مبعوث فرماتا ہے جب کہ لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اور دین سے انکو کچھ سروکار نہیں ہوتا اور اللہ کی حدوں کو توڑ دیتے ہیں ہمیں تو موجودہ زمانے کا اسلام دیکھکر اور اسکی یہ حالات دیکھکر سخت رونا آتا ہے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالٰے کے احسان سے آنکھوں کے آگے کہ اسنے ان دنوں میں بھی لوگوں کی رہنمائی کے لیئے ایک مامور مبعوث فرمایا لیکن افسوس کوتاہ اندیش سنے نہیں بلکہ طرح طرح کی اذیتیں دیں جو پہلے رسولوں کو بھی پیش آتی تھیں خدا کے لیئے موجودہ اسلام کا پہلے اسلام سے مقابلہ کرو کہ تمہیں زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا وہ پاک اسلام جس نے دوسری قوموں کی رہبری کے لیئے بڑی نورانی

پھر ظاہر کیا تھا۔ اور لوگوں کو ناپاکیوں بدعتوں بت پرستیوں اور گندگیوں سے
نکال کر توحید کے چشمہ کی طرف لے گیا تھا پھر آج مسلمانوں کا نمونہ ہے وہ مسلمان جنکو
یہ پاک تعلیم دی تھی کہ تم سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کرو آج اپنے اپنے
بت بنا کر سجدے کرتے اور منتیں چڑھاتے ہیں وہ پاک اسلام جس کی پاک تعلیم
تھی لا تغلوا فی دینکم۔ یعنے تم دین میں غلو نہ کرو آج اسی میں غلو حد درجہ
کا ہوگیا ہے اور بڑی بیباکی سے غلو کیا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ غلو کرتے
کرتے خدا کی ہستی سے بھی انکار کر دیتے ہیں وہ پاک اسلام جو عورتوں کو یہ تعلیم
دیتا ہے کہ عورتیں غیر مردوں کی طرف نہ دیکھیں اور مرد غیر عورتوں کو نہ دیکھیں۔
آج اس کی تعلیم سے ناآشنا ہوکر مسلمان طرح طرح کی بے اعتدالیاں کر رہے ہیں
وہ پاک اسلام جس کی تعلیم ہو کہ کافروں کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دو۔ آج اس
اسلام کی گت بن رہی ہے کہ صحابہ جیسے نیک طینت اور پاک لوگوں کو گالیاں
نکالنا فخر سمجھا جاتا ہے اور ایسے شخصوں کو جنہوں نے دین کی خاطر ذرا بھی اپنی جان
کی پرواہ نہ کی سخت سست کہا جاتا ہے وہ پاک اسلام جس کی پاک کتاب بڑے
زور سے یہ کہہ رہی تھی کہ انا نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنی تحقیق ہم ہی نے
اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اب اس کو ترک کرکے روایات
پر عملدرآمد کیا جاتا ہے بلکہ انکو بھی الہامی کتاب کے برابر درجہ دیا جاتا ہے وہ
اسلام جس نے بڑا اپرنسپل یہ بیان کیا تھا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اب انکو
ترک کرکے یہ نئے کلمات گھڑ لئے گئے ہیں اور خدا کے قانون کی خلاف ورزی
کرکے بدعات پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اور اس قسم کا غلو کیا جاتا ہے کہ الامان! الامان! *

* یہ اسلام ہے وہ لوگ ہیں کہ بزرگوں کی محبت کی آڑ میں جنگ کر رہے ہیں اور پاک لوگوں
اور نیک طینتوں پر دروغ بیجے درکنار پیٹ پیٹ کر دوسری قوموں کو اپنی بدتہذیبی کا نمونہ دکھا رہے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہم اسلام کے خیر خواہ ہیں۔

اے پاک اسلام تجھ کو بھی دوسری قوموں کی طرح آج روز بد دیکھنا نصیب تھا او
پاک اسلام تیری خوبیاں کہاں تک بیان کروں تیرے محاسن کو کس زبان سے
ادا کروں میری زبان یہ طاقت نہیں رکھتی اے پاک اسلام تو قیامت کے
دن ان سے پوچھیگا جو حد سے بڑھ گئے ہیں اور سرکش ہو کر ارتداد کی حد تک
جا پہونچے ہیں اور انکے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرائیگا لیکن افسوس کہ
آج یہ لوگ تیری ترقی کے سد راہ ہو گئے ہیں اور تجھ پر تبر لیکر کھڑے ہوئے
ہیں کہ امید نہیں کہ تیرا منور چہرہ دنیا پر روشن ہونے دیں اور تو لوگوں کو ظلمت
سے نکالکر نور کی طرف لے آئے لیکن خدا کے وعدے سچے ہیں اور ایک دن
آئیگا کہ تیرے دشمنوں کا قلع قمع ہو جائیگا اور تو ضرور اپنے نورانی چہرہ کو دکھائیگا
اور تو ضرور ان پیاسوں کی پیاس کو بجھائیگا جو پیاس سے سخت تڑپ رہے ہیں
یہ خواہ تیرے راستے میں پہاڑ کھڑا کریں یا پتھر پھینکیں تو عنقریب ان مصنوعی
دیواروں کو جنکی بنیادیں کمزور ہیں گرا کر اور ریزہ ریزہ کر کے اپنی پاک شبیہ اور
اس رسول کا منور چہرہ (جسپر کروڑوں انسان قربان ہونیکے لیے تیار ہیں اور
جسپر کروڑوں انسان درود بھیجتے ہیں اور جس کے نام پر بادشاہ تخت سے
نیچے اتر بیٹھتے ہیں اور جس پر ہمارا جان و مال قربان ہے) دنیا کو روز روشن کی
طرح دکھا دیگا ہمیں پرواہ نہیں ہو کہ تیرا یہ نام مٹا دینگے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا
تیرے ساتھ وہ معبود حقیقی ہے کہ جس نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا ہے کہ میرے
نزدیک تو ہی سچا ہے تجھ کو کیا ڈر لیکن ڈر ہے اسبات کا کہ یہ تجھپر تبر چلانیوالے اور
کلہاڑی مارنے والے دوسروں کو بھی ساتھ نہ لے ڈوبیں کیونکہ سنت الہی
ہے کہ جب کسی بدبخت اور سرکش قوم پر عذاب الٰہی وارد ہوتا ہے تو وہ لوگ بھی
اسکو ہی ہلاک ہو جاتے ہیں جنہوں نے ان کمبخت لوگوں کو نہ سمجھایا اور ان کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

گذشتہ سے پیوستہ

(ملاحظہ ہو پرچہ ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء)

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تمام برکتیں جنکا مجھے وعدہ دیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے ہیں۔ دوستو! یہ نتیجہ ہے اُس حقیقی تعلق کا کہ جس کے پیوست میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قلیل عرصہ خرچ کیا تھا اور اس کی جزا یہ ملتی ہو کہ تیرہ سو برس گذرنے کے بعد بھی اُسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اوروں پر نظر رحمت ہوتی ہو تیرہ سو برس کیا بلکہ ابدالآباد تک اسی اپنے محبوب کے محبوں کو مقبولیت ایزدی کا خلعت عطا ہوگا وعدہ ہوتا ہو جیسا کہ فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو۔ تو

تو میری تابعداری کرو۔ اور اللہ تمکو بھی اپنا محبوب بنالیگا۔ دنیاوی محبتوں میں یہ پائیداری اور استقلال کہاں ہوتا ہے بلکہ وہ تو ہر آن میں زوال پذیر اور آفل ہوتی ہیں۔ آج ایک سے محبت ہے تو کل اسی سے نفرت ہے۔ ہر روز نئی نئی یاریاں اور نئی نئی عداوتیں ہیں زمانہ نئے نئے رنگوں کے گل ان کے سامنے کھلاتا ہے اور پھر وہی گل انکے سامنے ہی خاک میں ملاتا ہے وہ دلفریب چیزیں کی تصویریں ان کی آنکھوں کے سامنے لاتا ہے اور پھر انہی کے سامنے ان کو مٹا بھی دیتا ہے۔ غرض وہ جس انداز سے ہنساتا ہے اسی انداز سے رُلا بھی دیتا ہے ہر روز یہی اٹکھیلیاں اُسے سوجھتی ہیں اور ان نئے نئے طلسمات پر شیدا ہونیوالے دلوں کو کبھی بھی طمانیت اور سکینت نہیں بخشتا۔ یہ کام اسی وحدۂ لاشریک خدا کا ہے کہ جس نے تیرہ سو برس ہوئے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے دلربا اور جاں فزا کلمات سے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل طمانیت اور سکینت حاصل کرنیکا گر بتلا دیا۔ اور پھر آج بھی لا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب کا پیغام احمدؐ کے شیدائی کو سنا کر حقیقی طمانیت اور سکینت کا وعدہ دیا اور ایک دنیا کو شاہد مقرر کرکے اس وعدے کو پورا بھی کر دیا لیکن افسوس کہ دنیا نے اسکی پرواہ تک نہیں کی اور اپنی ہی ٹیڑھی چال چلتی رہی۔

کون نہیں جانتا کہ قریباً تیس برس کا عرصہ ہوا ایک گوشہ نشین اکیلی جان کو غیب الغیب ہستی نے ان الفاظ سے مخاطب کیا تھا: اے عبد القادر ہم نے تجھکو خوب آزما آزما کر دیکھا اور تیرے استقامت کو جانچا اب میں ہی تیرا لازمی چارہ ہوں اور تیری دردوں کا علاج ہوں میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈالدی ہے تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے۔ اور

میرے روبرو تیرا نشوونما ہو۔ اے احمد تجھے برکت دی گئی اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔ تو خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے ناامید مت ہو۔ ہوشیار ہوجا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور نصرتیں قریب آ پہنچی ہیں۔

. . . .

واتل علیہم ما اوحی الیک من ربک۔ ینصرک اللہ من
لوگوں میں اپنے رب کی وحی کا اعلان کردو یعنی جو کچھ ان میں پیشگوئیاں
عندہ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔ یاتون من
ہیں وہ اسکی ربوبیت کے کرشمے ہیں تیری مدد وہ لوگ کرینگے کہ جنکو ہم آسمان سے الہام
کل فج عمیق یاتیک من کل فج عمیق ولا تصعر لخلق اللہ ولا
کرینگے دور دراز رستوں سے لوگ تیرے پاس آئینگے اور اس کثرت سے آئینگے کہ رستوں میں
تسئم من الناس اصحاب الصفۃ۔ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ
گڑھے پڑ جائینگے جن راہوں سے وہ آئینگے وہ سڑکیں ٹوٹ جائینگی اور گہری ہو
تری اعینہم تفیض من الدمع یصلون علیک۔ ربنا اننا سمعنا
جائیں گی دیکھنا کہیں خلق خدا کی کثرت سے گھبرا کر ان سے تیوری نہ چڑھالینا ان کی کثرت
منادیا ینادی للایمان۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر
کی وجہ سے خبردار رہنا تھکنا نہیں۔ لوگ بھی ہیں جو اپنے وطنوں کو ہجرت کرکے تیرے حجروں میں
لم یکن شیئا مذکورا۔ فحان ان تعان وتعرف بین
آکر آباد ہونگے وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ ہونگے بہت قوی الایمان ہونگے
الناس۔ یا احمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتک
تو دیکھیگا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے وہ تیرے پر درود بھیجینگے اور کہینگے کہ اے ہمارے خدا ہمنے
بیدی۔ واعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا
ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے سو ہم ایمان لائے ان باتوں کو لوگ عجیب سمجھتے

قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مومنین

[illegible]

جری اللہ فی حلل الانبیاء و قالوا ان هو الا افک افتری

[illegible]

وما سمعنا بهذا فی اٰباءنا الاولین قل هو اللہ عجیب

[illegible]

ویخوفونک من دونه ائمة الکفر انک انت الاعلیٰ

[illegible]

ینصرک اللہ فی مواطن کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

[illegible]

انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق یریدون ان یطفئوا

[illegible]

نور اللہ قل اللہ حافظه عنایة اللہ حافظک نحن نزلناه

[illegible]

وانا له لحافظون اللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین

[illegible]

وان یتخذونک الا هزوا اهذا الذی بعث اللہ قل انما

[illegible]

انا بشر مثلکم یوحی الی انما الهکم اله واحد والخیر کله فی

[illegible]

القرآن ولا تهنوا ولا تحزنوا الیس اللہ بکاف عبده

[illegible]

الم تعلم ان الله على كل شيءٍ قدير و قالوا انى لك هذا

[illegible]

ان هذا الا اختلاق قل الله ثم ذرهم فى خوضهم

[illegible]

يلعبون و لا تخاطبنى فى الذين ظلموا انهم مغرقون و

[illegible]

و اذ يمكر بك الذى كفر او قد لى يا هامان تبت يدا

[illegible]

ابى لهب وتب ما كان له ان يدخل فيها الا خائفا

[illegible]

وما اصابك من الله يا ابراهيم اعرض عن هذا

[illegible]

انه عبد غير صالح انما انت مذكر و ما انت عليهم

[illegible]

بمسيطر الفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولو العزم الا

[illegible]

انها فتنة من الله ليحب حبا جما عطاء غير مجذوذ و

[illegible]

والله موهن كيد الكافرين ونظرنا اليك و قلنا يا نار

[illegible]

كونى بردا و سلاما على ابراهيم لا يصدق السفيه الا

[illegible]

سیفۃ الھلاک عدوّلی وعدوّ لک قل اتی امر اللہ فلا
اس کفر کو مناسب نہ تھا کہ اس سلسلہ میں [illegible] گواہ ہوتے ڈرتے (یعنی ہم [illegible]) اور [illegible] فتح کرتا [illegible]
تستعجلوہ اذا نصر المومن جعل لہ الحاسدین فی الارض
دنیا میں بڑا شور اٹھیگا اور بڑا فتنہ ہوگا پس تجھکو چاہیئے کہ اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کرو یہ سب کچھ
فالنار موعدھم عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور وہ تجھ پر [illegible] پیار کرے [illegible] خدا کی طرف سے وہ [illegible] تجھ پر
عدنا وجعلنا جھنم للکفرین حصیرا توبوا واصلحوا
چین نہیں ہوگا [illegible] ہم تیری طرف نظر رحمت کرینگے اور کہینگے [illegible] اور مقدر [illegible]
والی اللہ توجھوا وعلی اللہ توکلوا واستعینوا بالصبر و
کی آگ اس ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے اور دشمنوں کے تمام منصوبے [illegible]
الصلوٰۃ بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی غرسک
پست کردیگا [illegible] تو کسی نشان کو نہیں مانتا بجز موت کے نشان کے وہ میرا اور تیرا دشمن کہ
وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر
ان سفلوں کو کہہ دو کہ موت کا نشان بھی دیکھا پس تم مجھ سے جلدی مت کرو یہ سب کچھ اپنے
منار بلند تر محکم افتاد فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ
وقت پر ظاہر ہوگا جب خدا تعالیٰ مومن کی مدد کرتا ہو تو زمین پر اسکے کئی حاسد بنا دیتا ہے
دکا قوۃ الرحمان لعبید اللہ الصمد انا انزلناہ قریبا
سو جو لوگ حسد پر اصرار کریں گے اور باز نہ آویں گے تو ایک آگ کا عذاب یعنی طاعون انکا وعدہ گاہ ہے
من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق
خدا تعالیٰ کا ارادہ [illegible] کی طرف متوجہ ہو تو تیرے پر رحم کرے اور اگر تم نے سرکشی کی طرف رجوع کیا
اللہ وصدق رسولہ وکان امر اللہ مفعولا
تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کرینگے [illegible] ان کافروں کے لئے [illegible]

ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع و یولون

وہ ذبح تیار کر کیا ہو توبہ کرو اور فسق و فجور اور معصیت سے باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو۔ اور

الدبر و ان یروا اٰیۃ یعرضوا و یقولوا سحر

اور خدا کی طرف سے توجہ ہو جاؤ اسپر توکل کرو صبر و صلوٰۃ کیساتھ اس سے مدد طلب کرو اور میرے احمد

مستمر و استیقنتھا انفسھم و قالوا لات

تیرے کو لوگو بشارت ہو تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے خوش رہ کہ تیرا وقت نزدیک پہنچ

حین مناص انک الیوم لدینا مکین امین

اور محمدیوں کے پاؤں بلند منارہ پر مضبوط جگہ پر پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار خدا تیرے سب کام

و ان علیک رحمتی فی الدنیا و الدین و انک

درست کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا رب الافواج اس طرف توجہ کریگا اس نشان کا

من المنصورین و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

معلوم ہو کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں جناب الٰہی کے احسانات کا

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ لا

دروازہ کھلا ہو اور اسکی پاک رحمتیں اس طرف متوجہ ہیں وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد

تقف ما لیس لک بہ علم۔ و لا تخاطبنی فی

کریگا خدا کو خود جلال آور شیشہ زمین و آسمان جب وہ خدا پہاڑ پر تجلی کریگا تو اسکو پاش پاش کر دیگا پھر جن

الذین ظلموا انھم مغرقون۔ یعصمک اللہ من

کی قوت کی تجلی [illegible] کی ظالم سرگی میں اپنی چمکار دکھا [illegible] اپنی قدرت نمائی سے تجھی کو [illegible]

عندہ و ان لم یعصمک الناس سبحان اللہ

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے

زاد مجدک وینقطع اٰباؤک و یبدء منک

[illegible] کے قریب اتارا ہے اور وہ ضرورت حق کیساتھ [illegible]

انك باعيننا يرفع الله ذكرك و يتم نعمته

[illegible] ہم قوی جماعت ہیں عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائیگی

عليك فى الدنيا و الاخرة - الا ان نصر

[illegible]

الله قريب اصنع الفلك باعيننا و وحينا

[illegible]

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله

[illegible]

يد الله فوق ايديهم يخرون على الاذقان

[illegible]

سجدا ربنا اغفرلنا انا كنا خاطئين

[illegible]

لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله

[illegible]

لكم و هو ارحم الراحمين [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] دو بڑا مہربان ہے

[illegible] کی خبر غیب [illegible]

نے قریباً تیس برس پہلے اپنے غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی تھی۔ اور آج ہم اس بات کے شاہد ہیں۔ ہم نے انکو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا کوئی ان سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے لیکن ان واقعات نے پورے طور پر تمام دنیا پر ہر طرح سے یہ اتمام حجت کر دی ہے کہ حقیقی طمانیت اور راحت فی الواقعہ ذکر اللہ میں ہے اور اور جن مختلف اسباب کے پیچھے پڑ کر اہل دنیا ایک موہوم راحت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں اسباب سے قطع تعلق کر کے اہل اللہ حقیقی جاودانی راحت اور سکینت حاصل کر لیتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے لئے لوگوں سے کنارہ کشی کر کے زاویہ گمنامی اختیار کرتے ہیں اور لوگ ان کی طرف بھاگے چلے آتے ہیں وہ خدا کی محبت کو اپنے خویش و اقارب کی محبت پر مقدم رکھتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ رفیق عنایت کرتا ہے وہ مال کو اپنے معبود حقیقی کی راہ میں لٹاتے ہیں اور اہل دنیا اپنے عزیز مال کے ڈھیر ان کے قدموں کے آگے رکھتے ہیں اور اس کے بدلہ میں صرف ایک پیاری نگاہ کے امیدوار ہوتے ہیں وہ اپنے محبوب کے لئے جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور وہ پھر ایسے وفادار لوگ اس کی تابع کر دیتا ہے کہ جو اس کی خاطر اپنی جانوں کو ہتھیلیوں رکھے ہوئے اس کے اشارہ ہی کا انتظار کرتے ہیں وہ اس محبوب کی خاطر اپنی عزت کو بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ان کے لئے ایسی عزت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے کہ جس کا اثر کبھی بھی زائل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ تک قائم رہتا ہے وہ عزت ان دنیاوی عزتوں کی طرح نہیں ہوتی کہ سامنے تو آداب عرض ہم و آداب عرض کی کورنش بجا لاتے ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں اسے گالیاں نکالتے ہیں بلکہ وہ ایک حقیقی عزت ہوتی ہے جو ہر حال میں انکا سر تسلیم خم کروائے رکھتی ہے اور کیا مجال کہ انکے متعلق کوئی ناپاک خیال دل میں گزرنے بھی پائے وہ اس کی پاک باتوں پر غور کرتے کرتے وجد

کی حالت میں آتے ہیں اور بے اختیار سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور اس طرح
یخرون علی الاذقان سجدًا کے وعدہ کو عملی طور پر پورا کرتے ہیں۔

الغرض اہل دنیا اور اہل اللہ میں اس دنیوی اور ظاہری لحاظ سے ایک عظیم الشان فرق یہ ہو کہ اہل دنیا کی نظر صرف انہی اسباب تک محدود ہوتی ہو یعنی وہ اپنا تمام آرام و راحت انہی اسباب کے حاصل کر لینے میں خیال کرتے ہیں اور ان کی خاطر ہزاروں قسم کی مصیبتیں اپنی جانوں پر سہتے ہیں اور جب وہ ان اسباب کو حاصل کر لیتے ہیں تو عین خوشی کے وقت جدائی کی گھڑی انہیں مایوس کر دیتی ہو اسوقت بیفائدہ ٹھنڈے سانس بھرتے ہیں کہ کاش ہمیں مہلت ملے اور ہم دنیا کے دلفریب منظر کی ذرا اور سیر کر لیں اسوقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان تغیر و تبدل ہونیوالے اسباب کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترون عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ مطلب یہ کہ دنیا کی کثرت حرص و ہوا نے تمہیں (حقیقی مقصود سے) روک رکھا ہو۔ اور ہلاک کر دیا ہو یہانتک کہ تم قبروں میں جا پڑے۔ دنیا سے دل مت لگاؤ تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا سے دل لگانا اور تکاثر کے پیچھے پڑنیکا نتیجہ اچھا نہیں ہو۔ اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لو۔ پھر تم (عالم برزخ میں) یقینی علم سے دیکھو گے۔ پھر تم (عالم آخرت میں) پوری مواخذے میں آجاؤ گے اور تم ان نعمتوں سے پوچھے جاؤ گے
حاصل مطلب یہ کہ دنیاوی اسباب جنکو کہ ایک دنیا دار اپنی راحت اور آرام کے باعث سمجھ رہا ہوتا ہو اسی دنیا میں موجب حسرت اور رنج ہو جاتے

ہیں اور وہ حقیقی طمانیت اور تسلی اور خوشی محض ان اسباب سے حاصل نہیں کر
سکتا کیونکہ یہ تمام اسباب معرض تغیر تبدل میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ اپنی
ذات میں قائم نہیں ہیں لیکن اُن اسباب پر بھروسہ کر کے اپنی امیدوں کی
بلند اور عالیشان عمارتیں کھڑی کرتا ہو ہر آن خطرے اور خسارے میں
پڑا ہوا ہے کیونکہ اس کی عمارتوں کی بنیاد بہت کمزور ہے وہ بنیاد
تو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں دوستو! میں دردمند دل سے پھر یہ کہتا ہوں
کہ دنیا و مافیہا جو کچھ بھی ہو وہ اپنی ذات میں ہرگز ہرگز قائم نہیں ہو بلکہ ہر ایک
چیز کے قیام کا باعث کوئی اور چیز ہو دیکھنے والیکو یہ دھوکہ لگا ہوا ہو جو وہ
یہ خیال کرتا ہو کہ یہ اشیاء اپنی ذات میں قائم ہیں اور یہ میری سچی خوشحالی
کا باعث ہو سکینگی یہ مت خیال کرو کہ قریباً تمام دنیا جو ان اسباب کے پیچھے
پڑی ہوئی ہو آخر یونہی بیفائدہ یقیناً سمجھو کہ جس طرح دنیاوی اسباب
باوجودیکہ یہ اپنی ذات میں قائم نہیں ہیں اور پھر قائم بالذات دکھائی دیتو
تھے ویسے ہی وہ جو ان اسباب پر اپنی کامیابی کا دارومدار سمجھ رہا
ہو حقیقتاً دھوکے میں پڑا ہوا ہو انجام کار وہ موہومہ کامیابی ناکامیابی کی
صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور بجائے راحت اور سکھ پہنچانے کے حسرت
اور مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ جب کبھی کہ میں اپنی قسمت کی نوشت کو
الٹ کر کورے کا کورا دیکھتا ہوں تو میں بے اختیار وجد کی حالت میں چلا اٹھتا
ہوں کہ کیا ہی باریک بیں نظر انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہو جو وہ ان اسباب
کی ہستی کو بے حقیقت جان کر حقیقی مبداء فیوض کے سامنے اسلمت لرب
العالمین پکارتے ہوئے سرنگوں ہو جاتے ہیں انکی تیز بین نظریں اسباب کی
تہ کو پہنچ جاتی ہیں کہ یہ تمام اشیاء جو بزبان حال مستقل وجود کا دعویٰ کر رہی ہیں

تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ مخلوقیت اور انانیت کے حجاب میں مغشوش ہیں
ورنہ در پردہ وہ حقیقی قیوم کی قیومیت کے زیر اثر قائم ہیں پس وہ سراب کی طرح
دھوکہ دینے والے اسباب سے متنفر ہوکر اسی ایک مبدا فیوض کی طرف
متوجہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے سارے وجود کو مع اس کے تمام قوتوں اور
خواہشوں اور ارادوں کو حوالہ بخدا کر دیتے ہیں وہ اپنی خواہشوں اور قوتوں
کو بحکم قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین خدا تعالی
کی مرضی کے لیے تابع کر دیتے ہیں جیسا کہ اپنے اعضا انکے تابع ہوتے
ہیں گویا وہ اعضا اور قوی اس کے اپنے نہیں ہوتے بلکہ جوارح الحق ہوتے
ہیں اس کامل توحید کے بعد خدا تعالی انکا متکفل اور لازمی چارہ اور ان کے
دردوں کا علاج بنجاتا ہو اور جو کچھ کہ انھوں نے اس کی راہ میں کھویا ہوتا ہے
وہ اس کے ہاتھ سے پاتے ہیں جیسا کہ آج تم نے اسکا مشاہدہ کیا ہے تب
وہ انہی اسباب سے کامل خوشی اور راحت کیساتھ اپنی زندگی کے دن گزارتے
ہیں اللہ تعالی ایک جگہ فرماتا ہو قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج
لعبادہ والطیبت من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ
الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ۔ کہہ کہ اللہ نے جو زینت کے ساز و سامان اور
کھانے پینے کی پاکیزہ اشیاء اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں انکو کس نے
حرام کیا وہ مومنوں کے لیے دنیا کی حیاتی میں بھی ہیں اور قیامت کے دن
تو انکے لیے خاص کر ہیں اور فرماتا ہو کہ یرزقہ من حیث لا یحتسب
یعنی اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اسے وہم و گمان نہیں ہوتا
کیونکہ وہ تو سب کچھ اپنا خدا تعالی کی رضامندی کے لیے کھو بیٹھا ہوا اور سوائے
اللہ تعالی کی رضامندی کے انکی اور کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ سب شور اور

راحت انکو اپنے محبوب کی خوشنودی اور رضا مندی میں ہوتا ہے ان پر تکالیف اور مصائب بھی آتے ہیں مگر وہ کامل محبت کیوجہ سے ان تکالیف میں ایک لذت اور ذوق کو محسوس کرتے ہیں ان کے دل ان سخت مصیبتوں میں دنیا دار کے دل کی طرح منقبض اور پژمردہ اور افسردہ نہیں ہوجاتے بلکہ وہ اور جوش اور تپاک سے اس کی راہ میں قدم بڑھاتے ہیں اور اس طرح اپنا کامل صدق کا ثبوت اور نمونہ دنیا میں قائم کرتے ہیں اور ان تکالیف اور مصائب سے بارگاہ ایزدی میں مقبولیت اور محبوبیت اور محبیت کے تاج سے سرفراز کئے جاتے ہیں اور برخلاف اس کے انہی قسم کے مصائب ایک دنیا دار کی کمر کو توڑ ڈالتی ہیں اور تمام دنیوی خوشیاں آناً فاناً غائب ہوجاتی ہیں اور وہ موہومہ آرام و راحت کے سامان آخرکار انکے لیے جہنم ہو جاتے ہیں مومن کو بھی شروع شروع میں آخر کار خطرناک مصائب کا سامنا پڑتا ہے اور دنیا انکے لیے ایک جہنم معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں بھی آیا ہے مگر بموجب اس آیت کریمہ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا٭ وہ حقیقی نجات پا جاتے ہیں اور دنیا میں بھی انہیں ایک جنت عطا کیجاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کیلیے دو جنت ہیں ایک تو اسی دنیا کی حیات میں اور ایک آخرت میں اور فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا الخ یعنی بیشک وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب وہ اللہ ہے اور پھر اس پر پوری استقامت دکھاتے ہیں فرشتے اترتے ہیں خوف اور حزن مت کرو اس

٭ یعنی ہر ایک تم سے جہنم میں وارد ہونیوالا ہے مگر متقی کو آخرکار ہم نجات دینگے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے اس میں چھوڑ دینگے۔ منہ

جنت سے خوش ہو جاؤ جسکا تمکو وعدہ دیا گیا تھا۔

غرض دنیادار اور مومن میں ایک فرق یہ ہو کہ دنیادار تو اپنی راحت اور سکھ کے سامان خود تجویز کرتا ہو اور ان کے حاصل کرنیکے لئے دن رات طرح طرح کی تکالیف اپنے اوپر برداشت کرتا ہو لیکن انجام کار وہ آرام و راحت کے مجوزہ ساز و سامان اس کے لئے باعث حسرت اور دکھ ہو جاتے ہیں اور ایک مومن ان تغیر و تبدل ہونیوالے اسباب سے منہ پھیر کر حقیقی قیوم کی طرف خالص محبت کیساتھ متوجہ ہو جاتا ہو اور وہ رحیم کریم خدا اسکا مشفق* اور چارہ ساز بنجاتا ہو اور وہ اس طرح حقیقی اور سرمدی راحت اور سکینت کا وارث بنجاتا ہے پیارے دوستو! اپنے حقیقی مالک کی الا بذکر اللہ کی صدا کو دل کے کانوں سے سنو! اور دنیا کے سامنے اس پاک اصول کو عملی نمونہ قایم کرکے حقیقی شاہد بنجاؤ۔ ایک خدا کا رسول تم میں آیا اور اپنے عملی نمونہ سے تمپر حجت قائم کر گیا پس اسی طرح تمہارا بھی یہ فرض ہو کہ تم دنیا پر حجت کر دو کہ فی الواقع الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کا پاک اصول درست اور صحیح اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ (سید ولی اللہ شاہ)

حاشیہ* میں بارہا یہ خیال کرکے وجد میں آ جاتا ہوں کہ وہ خدا کیسا رحیم و کریم ہو کہ انسان جب اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتا ہو تو [illegible] اسکو صبغۃ اللہ میں رنگین کر لیتا ہو یہانتک کہ اسکے تمام قویٰ اور اعضا میں بھی نور چمک اٹھتا ہو تب وہ مہربان مولیٰ سب اشیا ملائکہ نیز نباتات اور جمادات تک کو اسکے سجدہ کا حکم دیتا ہی اور وہ اسکے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ انسان بھی جو اسکا دشمن ہو جاتا ہو اسکے [illegible] نہیں ہوتا بلکہ حقیقی کامیابی کا باعث ہو [illegible] جو جسم ہو سکشی اور مخالفت میں ہی ایک ہلکت منظر کرتا ہو وہ اسکی مخالفت کے مقابل میں [illegible] زبردست [illegible] کو اس طرح [illegible] کرتا ہو اور [illegible] بلکہ آپ ہی آئیدہ اسی کی یاد ہو [illegible] تمام موجودات [illegible] اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں [illegible]

گوشوارہ آمد و خرچ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء

آمد

چندہ ممبری	قیمت رسالہ	متفرق	میزان
۰	[illegible]	۱۰/	[illegible]

خرچ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	کیفیت
۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا سالگذشتہ ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء [illegible]

آمد بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء [illegible]

میزان

[illegible]

خرچ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء [illegible]

باقی موجودہ خزانہ انجمن تشحیذ الاذہان [illegible]

[illegible]

جسٹرڈ ایل نمبر ۴۹

کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی عجیب دوائیں جو برسوں سے تمام ہندوستان میں استعمال کی جاتی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا جاڑے کی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو دور کرتی ہے اسکے فوائد ہیں (۱) [illegible] (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھی کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی جس میں خوراک ہیں [illegible] محصولڈاک [illegible] چھوٹی شیشی [illegible] خوراک [illegible] محصولڈاک [illegible]

اس دوا پر جناب [illegible] صاحب کی رائے۔

[illegible] ڈپٹی چیف [illegible] ضلع [illegible] کہتے ہیں جناب [illegible] کھانسی کی دوا کے [illegible] اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل [illegible] کھانسی [illegible] آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

درد سر و ریاح کی دوا

ریاحی درد [illegible] میں [illegible] کر دیتا ہے [illegible] ریاح جیسے [illegible] ٹیک [illegible] رگوں میں [illegible] جسم کے کسی حصہ میں [illegible] دوا سے [illegible] درد سر [illegible] اس [illegible] درد [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] [illegible] عشرت میں [illegible] [illegible] کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا [illegible] استعمال [illegible] گھر میں [illegible] لازم ہے قیمت [illegible] محصولڈاک [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

قیمت سالانہ عوام سے ۲ روپے ڈاکٹر اور طلباء سے ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٓئک ھم المفلحون ؁

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۲ — فہرست مضامین — جلد ۶

بابت ماہ فروری ۱۹۱۱ء

جواب الہامات مرزا ۱-۱۰ — قاضی اکمل صاحب
ایمان خریدا ہے ۳۲-۳۷ — ایڈیٹر
اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے ۳۸-۳۹ — ایڈیٹر
ادعیہ ۴۰

باہتمام چوہدری عبد السلام صاحب مینجر [illegible] ہوا۔ اور [illegible] پریس [illegible] چھپا

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے۔

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس عرصہ میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہو یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب [illegible] کے مجوزہ نسخہ کیمطابق طیار کیا جاتا ہو اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد ہمکو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی [illegible] کا امام ہو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی ایسی امام کو [illegible] اعتقاد ہے اس کے مفید ہونیکی شہادت دینا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑوال بال اور سرخی بینائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible] ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا [illegible] آنکھوں میں ڈالا کریں ممیرا خاصکر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں [illegible] جاتے ہیں بہت مجرب ہے۔

ست سلاجیت

(رسید اصغر سے نقل کی ہوئی [illegible] یہ ہے)

مقوی جمیع اعضا نافع وجع مثانہ [illegible] ذیابیطس و دافع بواسیر [illegible] استسقا و [illegible] تنگی نفس و دق [illegible] ضعف [illegible] و [illegible] گرم [illegible] سنگ گردہ و مثانہ و [illegible] سیلان منی [illegible] و [illegible] وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہو [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی [illegible] اور سفید [illegible] اور سوتی [illegible] بادامی اور پشاوری [illegible] ٹوپیاں [illegible] کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی [illegible] مل سکتی ہیں +

مشتہر [illegible] نور [illegible] مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواب الہامات مرزا

یہ مضمون قلمی اکمل صاحب نے "الہامات مرزا" کے جواب میں ساڑھے چھ برس ہونے جولائی ۱۹۰۳ء میں لکھا تھا۔ اور مختلف جگہوں میں حضرت صاحب کی طرف اشارہ ہو کرتے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح ہم میں موجود تھے ہیں مناسب سمجھا کہ یہ مضمون اپنی اصلی حالت پر شائع ہو اسلئے گھٹایا بڑھایا نہیں گیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مضمون اصل میں ایک کتاب کا حصہ ہے الگ طور سے نہیں لکھا گیا۔ اس لئے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ والسلام . . . . (ایڈیٹر)

اب میں حضرت حجۃ اللہ کی پیشگوئیوں کے اعتراضوں پر ایک نظر کروں گا۔ اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی دلائل بیان کرونگا تاکہ آپ کا سینہ ہر طرح کے اوہام سے پاک ہوجائے سب سے پہلے اس رسالہ کی طرف توجہ کرتا ہوں جو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا کے نام سے لکھا ہے۔ اور ابھی ابھی میرے پاس پہنچا ہے میں اس کا علیحدہ جواب لکھنے کا ارادہ نہیں

رکھتا اسلیئے جو کچھ لکھونگا مختصر ہی لکھونگا۔ اور گویا یہ ایک دیباچہ اس پر ایک سرسری
نظر ہی ہے سب سے اول آتھم کی پیشگوئی کا فیصلہ کئیے دیتے ہیں اس کے الفاظ
یہ ہیں۔ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز
انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں میں مباحثہ کے لحاظ سے فی دن ایک
مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی
بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا
کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ الخ

یہ الہٰی کلام ہے جس کی کئی ایک توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ گو مآل ایک ہی ہے
قرآن شریف کی کئی ایک آیات ہیں جن کے لئے ظہر و بطن کے مطابق کئی معنے
کئے جاتے ہیں اور اس کے کئی نکات بیان کرتے ہیں۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں
اسلیئے ہم ان کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے۔ لتنذر قوما ما انذر اباؤھم
میں ما کو نافیہ بھی بتایا جاتا ہے اور موصولہ بھی۔ تو کیا ہم کہینگے۔ کہ قرآن مجید میں اختلاف
ہے نہیں ہرگز نہیں پس اس پیشگوئی میں جو کلام اللہ ہے بھی کئی نکات ہیں۔ مثلاً
رجوع کا لفظ عام ہے اسلام لانا بھی ایک رجوع ہے جو کامل ہے پس اس کا نتیجہ
یہ ہونا چاہئے تھا کہ "آتھم مسلم بھی ہوتا"۔ اتنی جلدی مرنے سے بچ جاتا۔ اور ہاویہ
میں (بعد از موت) نہ گرتا۔ اور یہ بھی رجوع کی ایک قسم ہے۔ جو آتھم سے ظاہر
ہوا۔ کہ وہ خوف سے سراسیمہ ہو کر بیقرار پھرتا رہا اپنی قدیم عادتیں چھوڑ دیں۔ وہ
بحث و مباحثہ اور اسلام کے رد میں کتابیں لکھنا یک قلم موقوف ہو گیا اسلام
اور نبی اسلام کی علانیہ توہین چھوڑ دی۔ خاموش اور غمگین رہنے لگا۔ امرتسر
کی سکونت چھوڑ دی۔ کچھ حصہ زندگی کا لدھیانہ میں کچھ فیروزپور میں گزارا جیسا کہ
بقول حضرت اقدس اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنے حرکات سے اپنی

سکنات سے اپنے خوف زدہ چہرہ اور سخت غم کی حالت سے اپنے بے اصل اور بے ثبوت افتراؤں سوا اپنی قسم سے کنارہ کشی کرنے سے اپنی نالش سے دست برداری سے اپنے اقرار سے کہ ایام پیشگوئی میں میں ڈرتا رہا ہوں اور اپنی عادت سابقہ کو یک لخت چھوڑنے سے ثابت کر دیا کہ اس نے الہامی پیشگوئی کے سننے کے بعد اپنی مخالفانہ عادت اور مذہبی مخالفت سے اور ہر ایک قسم کی بیباکی و گستاخی و بد زبانی سے رجوع کیا تھا۔

پس اتنے رجوع سے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی عظمت اور منجانب اللہ ہونیکا ضرور قائل ہو گیا تھا۔ آتھم نے فائدہ اٹھایا کہ میعاد معینہ کے اندر مرنے سے بچ گیا۔ اور حضرت اقدس کی پیشگوئی بوجہ احسن پوری ہوئی کہ "اگر رجوع کریگا۔ تو بچ جائیگا" "البتہ سوت ہاویہ میں گرایا جائیگا بشرطیکہ رجوع نہ کرے یعنی رجوع کیا تو بچ جائیگا" پس جیسا رجوع کیا ویسا ہی سنت اللہ کے موافق کہ خوف کیوقت وعید کی پیشگوئی ٹل جاتی ہے فائدہ حاصل کر لیا۔ اور چونکہ رجوع کامل نہ تھا اسلئے پیشگوئی کے موافق بیقراری کے ہاویہ میں رہا۔ اور اسکا دن رات بے آرام رہنا اسپر شاہد ناطق ہے پس یہ اعتراض کہ جس امر کو رجوع کہتے ہیں اسی کو ہاویہ اور یہ اجتماع نقیضین ہے" بالکل اڑ گیا حضرت مرزا صاحب نے جہاں ارقام فرمایا ہے "مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی" وہاں ہاویہ سے مراد یہی دنیا کی بے آرامی اور بیقراری ہے جو ہاویہ سے کم نہیں اور رجوع سے مراد اسلام کا اقرار ہے یعنی اسلام نہ لایا۔ اس لیئے اس دنیاوی ہی ہاویہ میں گرا۔ جو ہاویہ کا لفظ عام ہونے کے سبب سے اس میں داخل ہے

اور جہاں عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجوع کیا اسلئے ہاویہ میں نہ گرا۔ اس میں رجوع سے مراد اس کا ڈر جانا ہے اور اسپر خوف الٰہی مستولی ہونا جس کے آثار یہاں تک ظاہر ہوئے۔ کہ یونسؑ کی قوم کی طرح ہولناک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دینے لگے اور سانپ وغیرہ کے تمثلات ظاہر ہوئے۔ اور یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ کچھ ڈرانیوالی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھے۔ تمثلات شدت وخوف کے بڑھتے جاتے ہیں یاد ہے کہ جب تک کسی کے دل پر خوفناک خوف مستولی نہ ہو چکا ل وجہ تک پہونچ جائے۔ تب تک ایسے نظارے پیش نہیں آتے پس جب اس خوف نے ثابت کر دیا کہ وہ شخص دہشت یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصداق ہو گیا ہے۔ جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی تھی تو رجوع الی الحق کے معنے کھل گئے کیونکہ یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ پس اس رجوع سے یہ فائدہ اٹھایا کہ کامل ہاویہ میں (جس کی موت سے تعبیر کی گئی ہے) ڈالا جانے سے تاخیر وقوع پیش آئی۔ لیکن جب مدت منقضی ہو گئی۔ اور وہ وقت نکل آیا تو آتھم دلیر ہو گیا۔ اور باوجود انعامیہ اشتہار جاری ہونیکے کہ اگر قسم کہائی اور آتنا انعام

نہ خلاصہ کلام یہ کہ جہاں آپنے فرمایا۔ ہاویہ میں گرا اور مخالفین نے اس سے نتیجہ نکالا کہ رجوع نہیں کیا وہاں رجوع سے مراد اسلام لانا اور ہاویہ میں گرنے سے مراد بے آرامی بیقراری ہے جو دوزخ سے کم نہیں اور جہاں آپنے فرمایا کہ رجوع کیا۔ اور مخالفین نے نتیجہ نکالا کہ ہاویہ میں نہیں گرا تو وہاں رجوع سے مراد خائف و مضطر ہونا اور ہاویہ سے مراد موت اور جس کو پہنچ گیا پس یہ تناقض نہیں بلکہ کلام الٰہی کی دو توجیہیں بطور تفسیر ہیں۔ ۱۲

پائے۔ اس نے سکوت اختیار کیا۔ اور امرِ حق کو چھپایا۔ پس پیشگوئی کے مطابق جس میں پہلے ہی سے یہ لفظ بطور پیشگوئی لکھے ہوئے تھے۔ کہ عمداً حق کو چھپائیگا چنانچہ لکھا ہے کہ جو "فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ جلدی ہی چند ماہ کے اندر اندر فوت ہوگیا۔ اور نیز حضرت حجتہ اللہ نے اپنے اشتہار اخیری میں بھی یہ امر ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیوں؟ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے۔ پس آتھم کو اگر عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ قسم نہ کھائینگے۔ پس یہ ایک اور پیشگوئی تھی جو پوری ہوگئی۔ کہ قسم نہ کھائی اور یہ جو عذر پیش کیا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے اس کی شہادتیں دیدی گئیں تھیں کہ یہ نرا عذر ہی ہے ورنہ حق اور باطل کی تمیز کے لیئے اور اطمینان قلبی کے واسطے کسی معیار کا نہ ہونا مذہب کے نقص کو ظاہر کر رہا ہے۔

اور یہ جو اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ "دوسرے پندرہ مہینے کہاں سے لائے" اور نیز یہ کہ جب قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت ملنی تھی۔ تو بغیر قسم کھائے بھی وہ سال کے اندر ہی کیوں مر گیا" بالکل فضول ہیں۔ ابھی حضرت ذرا عقل کو کام میں لانا چاہیئے۔ قسم دینے سے حضرت مرزا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ چونکہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا اس لیئے یہ امر عام پبلک پر بھی واضح ہو جائے۔ کیونکہ اگر آتھم نے قسم کھائی۔ تو پھر وہی دفعہ جاری ہوگی کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گریگا۔" خیال کرنے کی بات ہے کہ جب یہ بات اس کے تجربہ میں بھی آگئی کہ رجوع کرنے سے بچ رہا۔ پس حضرت مرزا صاحب ہی سچے ہیں، تو پھر اس کا قسم کھا کر پینے رجوع نہیں کیا۔ جو فریق عمداً

والے فقرے کی زد میں آرہا ہے۔ اور قسم نہ کھانا بطریق اولیٰ اس زد میں آتا ہے کیونکہ قسم نہ کھانے سے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ واقعی میں نے رجوع کیا۔ ورنہ ضرور قسم کھاتا۔ اور پھر اس عملی اقرار کا زبانی اظہار نہ دینا عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا ہے جس سے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ سال کے اندر اندر فوت ہو گر یا تین مہینے بطور سزا کاٹ دیئے گئے۔ اور اگر عتاب چڑھا ہوا ہے تو دن موجود کی طرح عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا اور پندرہ ماہ کے اندر اندر ہاویہ میں گرنا لازم و ملزوم ہیں۔ اور رجوع الی الحق اس الٰہی وعیدسے حسب مقدار بچانیوالا۔ پس اس سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ تو ہاویہ میں کیوں گرا جی حضرت! پہلے پندرہ مہینے میں کب موت کے ہاویہ میں گرا؟ ہاں چونکہ کامل رجوع نہیں تھا اسلیئے جاودیا اضطرار و خوف کے ہاویہ میں رہا اور اپنے خوف کھانے سے ثابت کر دیا کہ وہ اس پیشگوئی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لے آیا۔ اگر پیشگوئی کے منجانب اللہ اور مسیح موعود کے حق پر ہونے پر ایمان نہیں لایا تھا۔ تو بتلایئے ایسا خوف شدید کیوں طاری ہوا۔ کہ تمثلات کی صورت میں عذاب نظر آنے لگا۔ اگر وہ شکلیں موہومی نہیں تھیں بلکہ واقعی طور سے حضرت خلیفۃ اللہ کی طرف سے حملے تھے۔ تو باوجود ہشیار تحریک کے اقدام قتل کی نالش کیوں حضرت مرزا صاحب پر نہ کر دی اور کیوں باوجود اصرار کے خموشی اختیار کی اور بعض عیسائیوں نے اسکو برانگیخت کیا اور کہا کہ ہم تیری جگہ مقدمے کی پیروی کرینگے صرف دستخط کر دے۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پس اس تحریر مسند رجہ بالا میں اس اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ کہ اگرچہ یونس کی قوم سے عذاب ٹل گیا تھا۔ مگر اس آیت میں لما اٰمنوا اجب ایمان لائے آیا ہے۔ اٰمنوا کا لفظ عام ہے پس جیسا ایمان ویسا بچاؤ۔ آتھم جتنا ایمان لایا اتنا فائدہ اٹھایا پیشگوئی کی صداقت

کی عظمت نے تاخیر وعید کا فائدہ دیا۔ مگر جب حق کو چھپا کر عمداً جھوٹ کو اختیار کیا۔ تو پھر الٰہی وعید آگیا۔ آیا خیال شریف میں؟ اور یہ جو حدیث بیان کیجاتی ہے۔ کہ سعد نے امیہ بن خلف کو کہا۔ کہ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ وہ ڈرتا رہا اور چھپتا پھرا مگر پھر بھی قتل ہوگیا ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہماری معاون ہے آپ کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا تو ہر جگہ ڈرتا۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ اس نے قسم کھائی میں مکہ سے باہر نہ نکلونگا۔ کیا پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ بھی تھا جس سے یہ مفہوم ہو۔ کہ وہ مکہ میں بچ جائیگا؟ بس مکہ میں اس کا بیخوف زندگی بسر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرتا تھا۔ دوسرا اس حدیث میں رجوع بحق کی کوئی شرط نہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی میں صاف لکھا ہوا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ آتھم کے نہ ڈرنے کے متعلق جو یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف تحریر شایع کی۔ اس کی نسبت معترض کو غلطی ہوئی ہے خلاصہ مباحثہ میں اسی مباحثہ کا حال ہے جو اس پیشگوئی سے پہلے ہو چکا۔ پس اس کے واقعات قلمبند کرنا اسی پہلی رائے سے متعلق ہے اور مباحثہ کے بعد کے خیالات کے زمرے میں نہیں آسکتا۔ کتابیں چھپنے میں دیر بھی ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ دوسرا مقابلۃً دیکھنا چاہیئے کہ مباحثہ سے پہلے پندرہ ماہ میں کسقدر تحریریں شایع کیں اور کتنے مباحثہ کئے۔ اور مباحثہ سے پیچھے کتنی تحریریں شایع کیں۔ اور کتنے مباحثے کئے۔ مشکل ہے ایک کا حوالہ دے سکتے ہو اور وہ بھی مباحثہ کے واقعات کی نقل کا جن پر پیشگوئی کی بنا تھی۔

تیسرا پیشگوئی کی بنا تو آنحضرت صلعم کو (معاذ اللہ) دجال کہنے پر تھی پس حضرت مرزا صاحب کے خلاف لکھنا صرف اتنا ہی ثابت کریگا۔ کہ اس نے رجوع

کلی نہیں کیا۔ اور وہ بھی صرف پہلے ایام میں جن میں ذرا ہوش غالب تھا۔ پھر تو بالکل خوف کے نیچے آگیا۔ اور دم بخود رہ گیا۔ جان کے لالے پڑے رہے۔ اگر یسوع مسیح کے خداوند اور رب ہونے پر کامل یقین تھا۔ اور اپنی صداقت پر اور نیز اس بات پر کہ یسوع مسیح نجات دہندہ ہے اور وہ ضرور بچانیوالا ہے تو پھر یہ اضطرار خوف شدید ایسا خوف کہ اپنا فرض منصبی بھی بھول جائے (بحث مباحثہ وغیرہ) کیسا تھا؟ پس جیسا رجوع کلی نہیں کیا۔ ویسی ہی کلی نجات بھی نہیں پائی بلکہ سرایمگی اور دہشت کے مارے میں گرا رہا۔ اور پھر اپنے رجوع کی شہادت کو چھپا کر پورے طور اس وعید کا مستحق ہوا۔

یہ اعتراض کہ آپ لیکھرام کے قتل کے بعد گورنمنٹ سے کیوں حفاظت کے طالب ہوئے گویا آریہ سے ڈرے۔ مجھے ایسے نادان معترض سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہ کر دے کہ وہ کیوں خوف کی حالت میں پکار اٹھے من انصاری الی اللہ اور وہ کیوں؟ انسانوں سے مدد کے خواستگار ہوئے یا آنحضرت صلعم کیوں مکہ معظمہ سے راتوں رات مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اگر اس قسم کی خود حفاظتی بھی دوسرے کے مذہب کا پیرو بنا دیتی ہے تو پھر فرمائیے مولوی محمد حسین بٹالوی کیوں پیشگوئی ذلت سے خائف ہو کر، باوجود اسبات کے کہ وہ پیشگوئی کو جھوٹا سمجھتے تھے گورنمنٹ سے ہتیار رکھنے کے خواستگار ہوئے؟ اور آتھم کی سرایمگی و پریشانی خود حفاظتی میں داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ اسکی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے۔ یہ تو نہیں کہ رات دن اسی خیال میں خواب و خورش بھی حرام ہو جائے اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جب لیکھرام نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ شخص تین سال کے اندر اندر مر جائیگا۔ اسوقت حضرت مرزا صاحب کیوں خائف نہ ہوئے اور کیوں پورے جوش سے تبلیغ حق میں سرگرم رہے اور لیکھرام کے قتل کے بعد اگر حفاظت کا انتظام کیا ہے تو کیا آتھم کی طرح مخالفانہ تحریر میں

شایع کرنا اور اپنے فرض منصبی کا ادا کرنا بھی چھوڑ دیا اور سیر میں جاتے وقت آگے پیچھے آدمیوں کا ہونا تو اقبالمندی کی دلیل ہے جس پر آتش زبان حساد جل جل کر کوئلہ ہو رہے ہیں جب بادشاہ کے ساتھ باڈی گارڈ ہو یا پارہ کا کچھ حصہ تو کہیں آپ یہ نہ کہدیں کہ بادشاہ بزدل ہے جبھی تو اتنے آدمی آگے پیچھے لیئے جا رہا ہے حضرت یہ تو شوکت کی دلیل ہے لازم تو حکماً ساتھ ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو پروانہ وار اس شمع نبوت پر گرتے ہیں وہ تو سوز محبت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ کوئی بلایا تھوڑا ہی ہے یاد کرو اسوقت کو جبکہ اس خدا کے برگزیدہ کے ساتھ کوئی بھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اور الہام ہوا تھا یاتون من کل فج عمیق وغیرہ وغیرہ۔ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے اسی وقت کیوں نہ کہدیا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ابی حضرت اپیشگوئی کی مدت تھوڑے سے پہلے رائے دینا تو جلد بازوں کا کام ہے ممکن تھا آتھم پھر اپنے اقوال کو رجوع کرکے اسی وعید کے نیچے آجاتا۔ پس پندرہ ماہ سے قبل کوئی رائے نہیں دی جا سکتی
اور یہ اعتراض کہ آنحضرت کو دجال کہنے کا پیشگوئی میں ذکر نہیں بالکل لغو ہے کیا آنحضرت کو معاذ اللہ دجال کہنا اور پھر فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے آپس میں منافی ہیں۔ پھر اعتراض کیا ہے کہ پیشگوئی میں تھا حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ارے میاں کچھ تو ہوش کرو جب جھوٹے کے بشرطیکہ رجوع نہ کرے۔ پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرنا اور دوسرے سچے کی عزت کا ظاہر ہونا لکھا گیا تو کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی کہ سچا ضرور جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیگا۔ بلکہ اس کے بعد بھی طبعی عمر تک تو کیا پیشگوئی کا یہی خلاصہ نہیں تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ ہمیں ایسے فضول اعتراضوں کے جواب دیتے اپنے تضیع اوقات پر افسوس آتا ہے پھر اعتراض ہے کہ حضرت

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے وقوع سے عزت ظاہر نہ ہوئی۔ یہ بالکل غلط کیوں عزت
نہیں ظاہر ہوئی ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد کئی دل
کے اندھے جن کی آنکھوں سے حق کی راہ پوشیدہ تھی سوجاکھے ہوئے کئی لنگڑے
جن کے قدم صراط مستقیم سے ڈگمگا رہے تھے۔ چلنے لگے۔ کئی حق کی بات سننے
سے بہرے سننے لگے اور آسمانی بادشاہت میں آگئے اگر مخالفین کے استیصال
کا خیال ہے تو دوسرے الفاظ میں انبیاء علیہم السلام پر اعتراض ہے کیا آپ کو
معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ساحروں کے مقابلے میں کامیاب ہوگئے
تو فرعونیوں کی رائے ان کے حق میں کیا تھی؟ کبیرکم الذی علمکم السحر۔ غرض
مخالفین تو ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہتے ہیں اور ہر میدان میں اپنی کامیابی اور عزت
اور مامور من اللہ کی ناکامی اور ذلت کا اشتہار دیتے ہیں انبیاء علیہم السلام نے جو معجزے
دکھائے ان پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوئے جیسا کچھ انھوں نے کہا وہ کتب
سیر میں پڑھو۔ پھر اعتراض کرو۔ پھر پیشگوئی کے منہاج نبوت پر پورے ہونیکا
اعتراض ہے کہ صفائی سے پوری ہونی چاہیئے۔ ابھی حضرت! صفائی سے جب
نمبر ا پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر جن کی آنکھوں پر پردہ اور آئینہ دل میں غبار ہو
ان پر حق کس طرح ظاہر ہو۔ آپ سے بھی اگر پوچھا جائے کیا آتھم زندہ ہے تو آپ بھی
بول اٹھینگے نہیں۔ بس وقت میں تو کوئی شبہ نہیں صرف ایسی ہی باتیں
ہیں جو اس فطرت کے لوگوں کا خاصہ ہے کہ فلاں وقت موت واقع کیوں نہیں
ہوئی یہ نہیں ہوا وہ نہیں ہوا جیسے معجزہ شق القمر کی نسبت کیا سب مخالفین
نے تسلیم کرلیا کہ واقعی شق قمر ہوگیا۔ ذرا آریہ وعیسائیوں کی کتابیں دیکھو۔ خود
اسلام میں ایسے فرقے ہیں جو اس کے وقوع کو بدلیل اقتربت الساعۃ قیامت
کے دن پر پھینکتے ہیں دخان والی پیشگوئی میں جو اختلاف ہے وہ غالباً

آپ نہیں بھیجے ہو گئے۔ غرض میں کہاں تک موے ودان۔ منہاج نبوت کے موافق تو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور صاف طور سے ہو گئی اور اس عبارت کی تصدیق بھی ہو گئی مگر اگر پیشگوئی ظہور پذیر نہ ہو تو خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ اس نے اسوقت سے آج تک کئی ہزار دلوں کو کھینچا۔ جو احمدی سلسلے میں داخل ہوئے حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب کو اگر کچھ شک ظاہر ہوا۔ تو آخر وہ بھی دور ہو گیا۔ کیا صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ کے شکوک کو بھول گئے اور اللہ کی فتح کی بشارت کو بھی نوابصاحب مکرم کے اس فقرے کو پڑھیے "اگر آپ فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت ہو" کیوں نوابصاحب پھر علیحدہ ہوئے؟ کیا اس سے حضرت جی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا اگر غور کیا جائے۔ اور انصاف سے دیکھا جائے تو اس چھوٹی سی پیشگوئی کی ذیل میں خداوند کریم نے بہت سی پیشگوئیاں اور صداقت کے نشانوں کو ظاہر کر دیا جن کے وقوع کو اظہر من الشمس دیکھکر ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور پیشگوئی کی شرط رجوع ذکر نے کی ذیل میں اللہ تعالےٰ نے جو آئیدیں اپنے برگزیدہ امام کی ظاہر کر دی تھیں۔ ان کا ظہور دیکھکر سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے ہمارے رسول کریم خاتم الانبیاء کی پیشگوئی کو پورا کیا۔ کہ آل محمدؐ و آل عیسیٰ میں جنگ ہو گی۔ زمین سے آواز آئے گی حق آل عیسےٰ یعنی عیسائیوں کے ساتھ ہے اور آسمانی آواز اسکی تردید کرے گی کہ حق آل محمد یعنی اہل اسلام کیساتھ ہے کیوں حضرت اس حدیث کو پڑھتے ہوئے آتھم کے مباحثہ کے واقعات اور پیشگوئی کے حالات کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے یا نہیں؟ پھر آنحضرت کا الہام پورا ہوا۔ جو براہین احمدیہ میں اس سے پہلے کئی برس شائع ہو چکا تھا۔ کہ لن ترضیٰ عنک الیہود والنصاریٰ الفتنۃ

فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ اصل میں یہ سارا واقعہ اس واقعہ کے
مشابہ ہے جو آنحضرت صلعم کو پیش آیا کہ آپ نے ایک خط قیصر روم کو لکھا جس کا فقرہ
فقرہ یہ ہے اسلم تسلم۔ اسلام لا تو سلامت رہیگا . . . . ورنہ تیری
کی موت اور تباہی تیرے پر پڑے گی۔ اس نے کسی قدر رجوع کیا۔ مگر عیسائی جماعت سے
الگ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وعید میں تاخیر ہو گئی۔

(۲) لیکھرام کی موت جس صفائی سے ہوئی۔ اس سے تو دشمن کو بھی انکار نہیں ہو
اور ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کا ظہور ایسے طریق
سے ہوتا ہے کہ اس کے وقوع میں کسی موافق یا مخالف کو تردد نہیں رہتا۔
وہ اس پیشگوئی کے چھ سال کے اندر اندر وقوع ہونے سے انکار کریں۔ یہاں ادھر
اُدھر کی باتیں ہیں جو صرف نہ ماننے کی راہیں ہیں۔ اور حیلہ وبہانہ صرف اپنی ذلت
کے جو ان کے کفر کی پیشگوئی کے ظہور پر لاحق حال ہوئی دور کرنیکا ذریعہ۔ پہلے تو
پیشگوئی کے الفاظ پر چند اعتراض ہیں کہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں عجل جسد
له خوار له نصب وعذاب یہ فرمایا۔ اگر اس شخص پر چھ برس کے اندر آج
کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا۔ اور
خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف
سے نہیں اور ان سے موت متشرح نہیں ہوتی بھلا اس بندہ خدا سے کوئی
پوچھے کہ کیا تمہیں عجل کا لفظ دکھائی نہیں دیتا۔ اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ
گوسالہ سامری کا انجام کیا ہوا۔ کیا اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا تھا؟ کیا اسے
جلایا نہیں گیا تھا؟ کیا اسے دریا میں نہیں پھینکا گیا تھا؟ اور کیا بعینہٖ یہی واقعات
اس شخص کے ساتھ پیش نہیں آئے۔ میرے خیال میں تو صرف عجل کا لفظ
پیشگوئی کے متعلق تمام واقعات ظاہر کرنیکے لیے کافی تھا۔ پھر خوار کیطرف

غور سے دیکھیے۔ اور لسان العرب میں ملاحظہ کیجیے کہ غرور خوار کے لفظ کو انسان پر اس حالت میں بولتے ہیں۔ جب وہ قتل ہونیکے وقت فریاد کرتا ہے۔ اور ہتھیار کی آواز کو بھی کہتے ہیں جو قتل ہونے کیوقت پیدا ہوتی ہے پھر نصب کے لفظ کی تحقیق کیجیے لسان العرب میں اس کے معنے لکھے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی پر جان لینے کے لیے حملہ کرے تو اسوقت بولتے ہیں نصب فلان لفلان پھر عذاب کا لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ عذاب کے نمونے جو قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ سب موت کے ساتھ تھے۔ کیا تم بھول گئے۔ کہ لوط کی قوم کیساتھ کیا ہوا۔ یہی نا کہ انپر پتھراؤ ہوا تو اس کا انجام کیا تھا موت! نوح کی قوم پر کونسا عذاب نازل ہوا۔ طوفان۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے مخالفین پر کیا عذاب نازل ہوا۔ تلوار۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت پس عذاب کا لفظ حقیقت حال جتانے کے لیے کافی تھا۔ بشرطیکہ کوئی سمجھنے والا ہو پھر اور وہ پیشگوئی میں صاف فرمایا۔ معمولی تکلیفوں اور بیماریوں سے نرالا اور خارق عادت یعنی طبعی موتوں سے جو عادت میں داخل ہیں ان سے الگ ایسی ہیبت رکھتا ہو۔ کہ جس کا وقوع دلوں کو ہلادے پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی تشریح فرماتے رہے ہیں اور اگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ الہام کے معنے میں امور من اللہ سے غلطی بھی ہوجاتی ہو تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ان کے کوئی بھی معنی معتبر نہ ہوں۔ بلکہ غلطی کا وقوع صرف اسی الہام کے معنے میں ممکن ہوتا ہے جس کی تفہیم نہ ہو اور وہ بھی عارضی طور سے ہوتی ہے اسپر اصرار نہیں ہوتا۔ اور اس واقعہ کے متعلق تو حضرت صاحب نے کئی تحریروں میں اشارے کئے ہیں۔ چنانچہ کرامات الصادقین میں تحریر فرمایا۔ کہ بشرنی ربی بموته فی ست سنین ان فی ذلك لاٰیة للطالبین۔ اسکی موت کی

بشارت چھ سال کے اندر اندر دی اور اس میں طالبان حق کے لئے نشان ہیں) یہ مت کہو کہ جب ایکبار پیشگوئی ہو چکی۔ تو بار بار پیشگوئی کرنے سے فائدہ کیا کیونکہ وہ پیشگوئی ہے تو جب سوقع اس کی تشریح ہے۔ کیونکہ مخالفین کی تقریر سے اصرار کیا جاتا تھا۔ کہ ٹھیک طور سے اطلاع دیجاوے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے صرف سر درد یا کوئی اور روگ ہو۔ اور آپ اسے تکلیف وعذاب میں داخل فرمالیں۔ سو ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے صاف صاف لکھدیا گیا۔ سرسید کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق ۔ قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب (دیکھو صفحہ ۲-۳-۴ سرورق برکات الدعا) کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر درج ہے۔ وبشرنی ربی وقال مبشرا۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب میرے رب نے بشارت دی۔ اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا اور عید اس واقعہ کے بہت نزدیک ہے۔ یہ معنے تو نہیں ہو سکتے۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا اور عید بہت نزدیک ہے عید کے پہچاننے میں کونسی نرالی اور کبھی بات ہے اس طرح تو کلام لغو ٹھہرتا ہے۔ پس لامحالہ یہ ایک پیشگوئی تھی جس کی تائید بشیر الٰہی رقی سے بھی ہوتی ہے (الغرض وحی الٰہی نے سب کچھ بتا دیا۔ چھ سال کے اندر اندر چھٹی تاریخ چھٹے دن (ہفتہ) اور پھر طرہ یہ کہ چھ بجے غالباً یہ واقعہ پیش آیا۔ اس شعر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے آگے پیچھے لیکھرام کا ذکر نہیں ہی اسکے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت جی اپنے مخالف کو کہہ رہے ہیں کہ میں ہر حرب میں غالب ہوں چنانچہ آریہ اور ہم میں ایک حرب واقعہ ہوئی ہے سو اسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ ستعرف یوم العید والعید اقرب یعنی اب؟ اپنے صداقت کی دلیل دی ہے۔ کہ عنقریب ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اس کو

پہلے شعر میں فرماتے ہیں الا انی فی کل حرب غالب؛ فکدنی بما زورت فالحق یغلب (میں ہر میدان میں غالب ہوں۔ تو اپنا زور لگا لے آخر کار حق ہی غالب ہوگا) چنانچہ حق ہی کی فتح ہوئی۔ گویا اپنے مخالف کو جو کذب ہے عام اس سے کہ وہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔ مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ اے میرے دشمن۔ تو میری کب تک تکذیب کریگا۔ تو ایک مومن کو کافر کہے گا۔ اور خود خدا کا فرمانبردار بندہ بنیگا۔ پھر اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ دیکھو میری صداقت کا نشان ظاہر ہونیوالا ہے چنانچہ اس کی نسبت نشان بھی دیدیا کہ بشر، فدریتی الخ باوجود اسباب کے کہ پیشگوئی بالکل صفائی سے پوری ہو گئی پھر بھی یہ لوگ خواہ مخواہ جھوٹے اعتراض کرتے ہیں کہ موت میں خرق عادت نہیں ہے ارے میاں؟ کیا کسی کا موت کا یقینا تاریخ وفات بتا دینا خرق ہے یا نہیں ہے اگر کہو ایسا نجومی بھی کر سکتے ہیں تو اول تو انکو یقینی علم حاصل نہیں پھر وہ اس تحدی سے دعویٰ نہیں کر سکتے دوم یہ اعتراض تو دوسرے نبیوں پر بھی ہو سکتا ہے جو ان کی بابت جواب دوگے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ مثلاً کوئی کہدے کہ غلبہ روم کی خبر ایسے ہی طریقے سے تھی۔ تو اسکا کیا جواب ہے۔ پھر عذاب کی نوعیت پر جھگڑا کرتے ہیں ایک حضرت نظیر میں پیش کرتے ہیں کہ چھری سے مارا جانا معمولی بات ہے وہ صاحب ذرا مہربانی فرما کر خود ہی فرما دیں کہ کیسا اس پر عذاب نازل ہونا چاہئیے تھا۔ اور کس طریقے سے اس کی موت ہونی چاہئیے تھی۔ جو آپ کے نزدیک مسلم ہوتی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ آپ پیش کرینگے اس کی کئی نظیریں دی جائینگی۔ اور پھر آپکا یہی اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ قتل کی موت سے بڑھکر کوئی اور صورت بھی ایسی ہے جو دنیا میں دہشت اور شور و غوغا کو پھیلا دے۔ اور دلوں کو ہلا دے جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا

یہ کہنا کہ یہ سب باتیں مرزا صاحب نے بعد میں بنالیں کسقدر افسوس کی بات ہے یہ اعتراض پڑھکر مجھے ایک عیسائی کا اعتراض یاد آگیا۔ کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن میں وہ باتیں نہ سوجھی ہونگی جو خود محمدی عالموں نے بعد میں نکات قرآنیہ کی صورت میں پیش کیں پھر وہ عیسائی کہنے لگا کہ ایسی کئی کتابیں ہیں جنکو مصنفوں نے بالکل سادہ لکھا۔ مگر بعد میں اس کے پڑھنے والوں نے کئی کئی نکات بیان کئے وغیرہ وغیرہ اگر کسی میں ذرا بھی انصاف ہو تو وہ ان اشعار کو پڑھے جن میں ایک یہ شعر بھی ہے۔ ؎

الا اے دشمن نادان و بیراہ ۔ بترس از تیغ بران محمد

اسی قصیدہ کے نیچے ایک ہاتھ بنا ہوا ہے اور لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی میں لکھا ہوا ہے۔ کیا انہی باتوں کے ہوتے بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی صاف طور سے بیان نہیں کی گئی۔ یا یہ کسی پہلو سے پوری نہیں ہوئی۔ ہاں خوب یاد آیا اس بات پر بھی اعتراض ہے۔ کہ عید کے دن گوسالہ سامری کو نہیں جلایا گیا۔ اچھا صاحب نہ سہی۔ تو بھی اتنا تو آپ کو اقرار ہے۔ کہ عید کے بعد قریب قریب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ جیسا کہ خروج ۳۲ باب ۲۰ آیت سے آگے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے پس پھر بھی لیکھرام کی اس سے مماثلت ہوگی۔ کیونکہ اسکا قتل بھی عید کے بعد قریب ہی واقعہ ہوا ہے باقی رہیں حضرت مرزا صاحب کی نسبت سو ان طغیان سو یہ سنت اللہ ہی اسطرح ہے چنانچہ ایک تمثیل کے پیرایہ میں حضرت آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت یسفک الدماء (خونریزیاں کریگا)، فرماکر ظاہر کردیا کہ آدم ثانی کی نسبت بھی لوگوں کا ایسا ہی خیال ہوگا۔ مگر یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہوگا جیسا کہ حکام بالا دست کی تحقیقات سے ثابت ہوگیا۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کی نسبت عیسائی اعتراض کرتے ہیں

کہ انھوں نے کئی آدمیوں کو جبراً مروا دیا حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور وہ ذات مبارک اس قسم کے امور سے بالکل پاک. ایسا ہی مسیح موعود کی نسبت اس قسم کی بظنیاں خباثت طبع سے ہیں اخیر میں ہم یہ بھی ظاہر کئے دیتے ہیں. کہ اس واقعہ قتل سے آنحضرت صلعم کی حدیث والی پیشگوئی پوری ہو گئی. کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایک شخص قتل کیا جائیگا. اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئیگی. گواہی دیگی کہ یہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دیگا. کہ مظلوم مارا گیا. کہ آسمانی آواز کے متعلق جو کشف حضرت مسیح موعود کو ہوا. اور پیش از وقت شائع کیا گیا. اس کا ذکر کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے. یاد رکھو. کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پوری پوری مماثلت رکھتا ہے جو حضرت رسالتمآب خاتم الانبیاء کو پیش آیا. کہ خسرو پرویز کی شامت آئی تو اس نے اپنے گورنر کی معرفت آنحضرت کی گرفتاری کا پروانہ بھیجدیا. آپ نے فرمایا. میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو اسی کے بیٹے شیرویہ کو اسپر مسلط کر کے قتل کر دیا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسی جلالی رنگ میں یہ پیشگوئی تھی. ویسی ہی یہ لیکھرام والی پیشگوئی ہے. واقعی اس نے بہت سے دلوں کو کھینچ لیا. اور ایک محضر نامہ طیار ہوا. جس پر اس کے پتے نکلنے کی بلا تفریق مذہب تین ہزار ہندو مسلمانوں نے تصدیق کی.

(۳) مرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی جو ہے اس میں اس کی موت تو جب پیشگوئی میعاد کے اندر ہو چکی باقی
ایک حصہ باقی تھا جو چونکہ وعید تھا. اور وعید الٰہی میں توبہ استغفار سے تاخیر[۱]

[۱] وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون. اور نہیں ہے اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں.

ہوا ممکن ہے اسلیئے اس میں تاخیر واقع ہوئی جیسے حضرت یونسؑ کی پیشگوئی والا
عذاب توبہ استغفار سے ٹل گیا ایسے ہی جب اس خاندان میں موت واقع ہوئی
تو سب کے سب ڈر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اور اوروں میں زلزل آگیا تو سنت اللہ
کے موافق وعید میں تاخیر واقع ہو گئی۔ الہام **یردھا الیک** میں یہ بھی ایک نکتہ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ موافق آیت قرآنی انا رادوہ الیک۔ یہ ضروری تھا۔ کہ پہلے کسی اور
کے قبضہ میں جاتے اور یہ جو خطوط پیش کئے جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے
اپنے متعلقین کو لکھے ان سے تو ان کی اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں
اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری کرنے کی کس قدر فکر ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اور
نبی باوجود وعدہ نصرت کے جنگ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ پیشگوئی حق کی طرف
سے ہے۔ اس طرح طرح کے مساعی جمیلہ عمل میں لاتے تھے تو کیا ان پر اعتراض
ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے کیوں کوشش کی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنی میں اور میرے رسول
ضرور غالب ہوتے رہیں گے اور حقا علینا نصر المومنین یعنی ہم پر ایمانداروں کی
نصرت ضروری ہے اس کر یہ چاہیئے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہیں کیونکہ غالب
کرنیکا وعدہ ہو چکا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے کوشش چاہیئے یہ دوسری
بات ہے۔ کہ بعض مصلحتوں کے سبب سے اسکے پورا ہونے میں تاخیر ہو جائے
ہم تو ان خطوط کو جب پڑھتے ہیں۔ تو ان سے ایک مزید ایمان حاصل ہوتا ہے اور
ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے مولیٰ کریم کا کس قدر بھروسہ ہے
تم تمام خطوط غور سے پڑھ جاؤ کہیں بھی اپنی نفس کی بہتری کا ذکر نہیں بلکہ محض
اللہ اللہ اس کے رسول کے دین کے غلبے کا تذکرہ ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے

بقیہ

ہیں محض ﷲ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو دین کی پروا نہیں رکھتے۔ اسی فقرے سے فضل الرحمٰن کے عاق کرنے کے سوال کا جواب ہوسکتا ہے۔ اصل میں پیشگوئی کے باقی حصے کی نسبت جواب سوال محض فضول ہیں جب تک کہ فریقین زندہ ہیں صبر سے انتظار کرنا چاہئیے اور حسن ظن سے کام لینا چاہئیے۔ میں نے فتوح الغیب میں پڑھا ہو کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ولی اللہ سے کوئی وعدہ کیا جاتا ہے اور پھر اس میں تغیر ڈالی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ وعدہ تبدیل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اپنے ولی کو دیتا ہے۔ ممکن ہے یہ وعدہ اسی قسم سے ہو اور کسی الٰہی مصلحت سے موخر ہو اور اسکا نعم البدل کسی اور شان میں مل جائے۔ غرض اس کے متعلق زیادہ گفتگو ایسی ہے جیسی حضرت مرزا صاحب کے بیچ اور قبر کے ایک ہونیکے متعلق۔ Digitized by Khilafat Library

(۴) مولوی محمد حسین کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ وہ بالکل صفائی سے پوری ہوگئی مگر مخالفین ہیں کہ اپنی عادت کے موافق بربنا اعتراض کئے جاتے ہیں پیشگوئی کی بنا اسبات پر تھی کہ مولوی صاحب موصوف نے ایک استفتا لکھا یا تھا۔ کہ مرزا صاحب مہدی کے منکر ہیں اور اس پر کفر کی مہریں ثبت کرائیں دوسرا مشہور کیا کہ جاہل ہے اور علم عربی سے بے بہرہ اور گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیال رکھتا ہے۔ الہام الٰہی میں یہ لفظ تھے کہ جزاء سیئة بمثلها کہ یہی کی سزا اسکی مثل ہے۔ پس مثلی ذلت مقصود تھی۔ جو پورے طور سے واقعہ ہو گئی حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی ان کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے

مقاصد کی تائید کی ہے۔ کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے کہ مہدی
کی حدیثیں صحیح نہیں۔ یہ پوشیدہ راز کھل گیا۔ اور وہ ذلت ہوگئی جس کی
پیشگوئی ہوچکی تھی۔ ایک عالم کیلئے اس سے بڑھکر کیا ذلت ہوسکتی ہے کہ اسکے
متعلق ظاہر ہو کہ وہ ظاہر میں اور اعتقاد رکھتا ہے اور باطن میں اور یہ دورنگی قابل
افسوس تھی ایک استفتا مرتب ہو کر علماء کے اسپر دستخط بھی ہوگئے کہ جو شخص
ایسا عقیدہ رکھے وہ ایسا ایسا ہے یعنی بعینہ وہی الفاظ جو حضرت مرزا صاحب کے
متعلق لکھے جاتے تھے۔ مگر جب فتویٰ دینے والوں کو معلوم ہوا کہ ہم نے یہ
سب کچھ مولوی محمد حسین کے متعلق لکھا ہے تو وہ الہام پورا ہوا۔ کہ یعض
الظالم علی یدیہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور افسوس کریگا۔ کہ مینے ایسا کیوں
لکھا۔ اگر یہ اعتراض ہے کہ پھر ایسا عقیدہ ظاہر ہونے سے علماء کو اس سے
ایسی نفرت ہی کیوں نہیں ہوگئی جیسی مرزا صاحب سے ہوچکی ہے تو اس کا
جواب خود معترضین کے ذمہ ہی ہے جب تک دو دلوں میں کوئی خاص
مناسبت نہ ہو۔ یہ اتحاد نہ ہوتا۔ آپ خود ہی فرمائیں کہ کیا ایسی کارروائی
عام نگاہ میں پسندیدگی سے دیکھے جانیکے قابل ہو۔ غرض خداوند غریب وان
کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ پھر عربی کی نسبت ذلت ہونے کی پیشگوئی اسی طرح
پوری ہوئی کہ مولوی صاحب نے حضرت جی کے اس الہامی فقرے التعجب
لامری پر اعتراض کردیا کہ لام صلہ نہیں چاہیئے تھا۔ من امری
آتا ہے اس کے متعلق جب حدیث پیش کی گئی کہ جبنا زینباً وعجب تؤ
کیسے درست ہوئی۔ تو واقعی ایک سرگروہ اہلحدیث کے لیئے جسکو علم حدیث
کا دعویٰ ہے پیشگوئی پوری ہونے میں کچھ بھی کسر نہیں رہ جاتی۔ اسکے
علاوہ بہت سی عربی شعراء کے اشعار پیش کئے گئے۔ عجبا لاحمد

عجبت لعبد عجبت بلسرا اها دانا تخلصت الخ۔ اس کے جواب الجواب
میں یہ کہنا کہ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ قرآن شریف میں صلہ من آیا ہے عذر گناہ
بدتر از گناہ ہے۔ بھلا ان حضرت سے کوئی پوچھے۔ کہ لام کے ساتھ صلہ آنے میں
آخر آپ کو کوئی شک ہی تھا۔ تو اعتراض کیا۔ اگر درست سمجھتے تھے تو پھر ایسا
لکھنے کی وجہ کیا تھی۔ غرض اس چھوٹے سے اعتراض سے جو بڑے دعوے
سے کیا گیا تھا۔ یہ شہادت مل گئی۔ کہ مولوی موصوف آئے دن جو حضرت صاحب
کی عربی کتب کی غلطیاں شائع کرتا ہے۔ تو وہ غلطیاں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی
عجب کے لام صلہ آنے کی نسبت گویا اس اعتراض سے ہمیشہ کے لیئے ان اغلاط
کا فیصلہ ہوگیا۔ جو مخالف بڑے دعوے سے پیش کرتا ہے اسے صرف اتنی بات
سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اپنی نادانی سے کہتا ہے پس یہ اعتراض
کہ اگر مولوی محمد حسین کی ایک غلطی ہوگئی۔ تو کیا ہوا مرزا صاحب ہزاروں غلطیاں
کرتے ہیں۔ دور ہوگیا۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ مخالف جو غلطیاں نکالتا ہے
وہ کس قسم کی ہوتی ہیں پھر مقدمہ میں عدالت کے سامنے اس معاہدہ
پر مولوی محمد حسین سے دستخط کرائے گئے تھے۔ کہ وہ آئندہ حضرت خلیفۃ اللہ کو دجال
کافر نہ کہیگا۔ حضرت مرزا صاحب اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ "اس اقرار کے
بعد وہ استفتا اس کو کہاں گیا جسکو اسنے بارہ برس تک ترمیم و رسائی کرکے طیار کیا
تھا۔ اگر فتوی دینے میں راستی پر ہوتا تو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے
تھا کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے۔ اسلیئے میں اسکو کافر کہتا ہوں۔ اور
دجال بھی ہے اسلیئے اسکا نام دجال رکھتا ہوں۔ پھر آگے چل کر تحریر فرماتے
ہیں اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت
کو اپنے ہاتھوں سے گرایا یہ کس قسم کی ذلت آئی کہ اس نے حاکم کے خوف

تمام فتووں کو برباد کر لیا۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت صاحب کی طرف سے بھی اس معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ سو اس میں کوئی ہرج نہیں اور نہ ذلت کا موجب ہے۔ چنانچہ اسکا جواب حضرت اقدس خود دیتے ہیں کہ" اگر میں نے اسبات کا انکار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہونگا۔ تو واقعی میرا مذہب یہی ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بنجاتے ہیں۔ ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن انکے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایکدن چراغ سحری کی طرح گل۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لے سمجھ فرما لیا! اگر میں اللہ تعالے کے نزدیک مسلمان ہوں۔ تو مجھکو کافر بنانے سے رسول اللہ صلعم کا فتوے انپر یہی ہو کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں انکو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھکو کافر کہکر خود فتوے نبوی کے نیچے آتے ہیں" باقی رہی یہ بات کہ موت کی پیشگوئیاں شائع کرنے سے روکا گیا ہے۔ سو یہ بھی ان کی تبلیغ دین حق میں مانع نہیں کیونکہ آپ اپنی انجام آتھم میں وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم اب ان علماء کو مخاطب نہیں کرینگے۔ پس جب تک کسی سے درخواست نہ ہو اس قسم کی پیشگوئی شائع نہ کرینگا پہلے ہی آپ عہد کر چکے ہیں پس ان مولوی صاحبان نے حضرت اقدس کی پرائیویٹ زندگی کے متعلق استقدر گندے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کیے کہ خدا کی پناہ۔ یہ اشتہار مقدمہ میں شامل کیے گئے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں" پس ایک عقلمند انسان کے لیے یہ ذلت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات

عدالت میں پیش کیے جائیں اور پڑھے جائیں۔ اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزار ہا لوگوں میں شہرت پاتے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں گندے عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی۔ پھر فرماتے ہیں جب محمد حسین کو یہ فہمایش کی گئی کہ آیندہ ایسی گندی تحریریں شایع نہ کرے اور کافر دجال کاذب بھی نہ کہے۔ تو مسٹر ہروں صاحب کا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا۔ کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ عدالت نے اس روک میں فریقین کو احتیاطاً شامل کیا تھا۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس کارروائی کے دوران میں جب کہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کے گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے۔ کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ نکلا۔

غرض ایسے دشنام آمیز اشتہارات کی اشاعت سے روکا جانا بھی حضرت کی صداقت کا نشان ہے۔ اور اس الہام کو پورا کرتا ہے۔ "ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور اپنی شرارتوں سے روکا جائیگا" ایک اور امر بھی موجب ذلت ہوا وہ یہ کہ مولوی محمد حسین نے اخبار میں شایع کیا۔ کہ مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب بری نہیں ہوئے بلکہ مقدمہ ڈسچارج ہوا ہے اور بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ کہ ڈسچارج بری کو نہیں کہتے۔ بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے اسکا نام ڈسچارج ہے۔ یہ ایک محض افترا تھا۔ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہی ہے۔ جہاں حاکم مجوزہ کی نظر میں جرم کا ابتدا ہی سے کچھ ثبوت نہ ہو اور کسی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرایا جاسکے اور ایکٹ انگریزی بتلاتے ہیں جہاں جرم ثابت ہو جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض پہلی صورت میں بری بولینگے اور دوسری میں مبرا۔ حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں اگر بری کا لفظ جو قرآن

نے آیت یرم بہ بریاً میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت میں بولا جاتا ہو
جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اسپر فرد قرارداد جرم لگائی جائے ہو پھر گواہوں کی شہادت
سوا اپنی صفائی ثابت کرے۔ اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ
جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہوجاتی۔ کہ ایسی تمام عورتوں
پر زنا کا الزام لگائے جنہوں نے گواہوں کے ذریعے سے عدالت میں ثابت
نہیں کردیا۔ کہ وہ زانیہ نہیں ہیں۔ اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی
عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے۔ ان کی عفت
پر حملہ کیا کرے اور انکو شریر ہی قرار دے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی آیت کے
صریح مخالف ہیں۔ اس ذلت پر اعتراض کیا جاتا ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی
اپنا بعض انگریزی کے الہام کے معنے نہیں لکھے۔ ابی حضرت! انگریزی کا نہ جاننا
ذلت نہیں ہو بلکہ یہاں تو آنکس کہ نداند و نداند کہ بداند الخ والا معاملہ ہو
کی سرے سے ہی انکار اور کجا شیخی آپ بنکر دعوے کرنا کہ ہاں اس سے مراد
ہے اور پھر اس میں خطا کا رہنا۔ سمجھے آپ؟ اسی میعاد میں صاحبزادہ والا شان
مبارک احمد (سلمہ اللہ الاحد) کا پیدا ہونا بھی حضرت مسیح موعود کی عزت کا نشان
تھا کیونکہ اس کی پیدائش کی نسبت پہلے اطلاع دی جاچکی تھی اور یہ بھی پیشگوئی
تھی کہ عبدالحق نہ مریگا جب تک یہ مولود پیدا نہ ہولے۔

یاد رہے کہ دنیا میں تین قسم کی ذلت ہے۔ جسمانی جو جرائم پیشہ اور کمینہ
لوگوں کو ہوتی ہے۔ دوسرے اخلاقی ذلت جبکہ کسی کی اخلاقی حالت گندی
ثابت ہو تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت۔ اب دیکھیے۔ کہ اخلاقی ذلت ظہور
میں آگئی۔ عالمانہ ذلت بھی۔ اب کیوں ایسی گالیاں نہیں دے سکتا؟ چند
حوالے دیے گئے ہیں کہ مولوی موصوف کے رفیق لاہوری نے مخالفانہ

اشتہار شائع کیے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ قسمی طرز تحریر بدلا ہے یا نہیں۔ کیا وہ اسی طرح گندہ زبانی سے کام لیتا ہے یا اس میں کچھ اور رنگ آگیا ہے۔ بس فقیہوں کے سوائے بیہودہ ہیں کیونکہ مطلب تو دجال وغیرہ کہنے اور ذاتیات پر بیجا حملہ کرنے سے ہے۔ کہ آیا اس سے رکے گئے یا نہیں؟

مخالفین کی طرف سے بار بار سنایا جاتا ہے کہ ان کو زمین مل گئی۔ یہ موجب عزت ہے ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمین ان کا [illegible] کا جو حضرت مرزا صاحب کی تائید وصداقت کی پیشگوئیں ظاہر ہوئیں ایک بین نشان ہے گویا جب تک وہ زمین ان کے قبضہ میں رہے گی۔ یہ بات یاد رہے کہ کہ یہ زمین فلاں طریقے سے حاصل کی گئی تھی جس کا ذکر پچھلی سطور میں ہو چکا ہے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لیے مہدی کا انکار کر دیا۔ وہ رسالہ اس کا پکڑا گیا۔ اہلحدیث کے بھائیوں نے کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا۔ اب کہو کہ اس منافقانہ کارروائی سے اس کی عزت ہوئی۔ یا ذلت۔ جو شخص مولوی و متقی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اسکا منافقانہ چلن اگر ثابت ہو جائے تو اس سے بڑھکر کوئی ذلت نہیں۔ منافق سے ذلیل تر کوئی نہیں ہوتا پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہتے ہیں ان کو تو زمین ملگئی حالانکہ یہی زمین تو انکی ذلت کی گواہ ہے۔ اور دوری کی پیشگوئی مطابق۔ جبتک وہ زمین ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دوری بھی اس زمین کا ایک جل مستمر ہوگی۔ اور ہم تحقیق کر یہ کر یہ تمام کامیابی ایک منافقانہ کارروائی کا نتیجہ ہے۔

رہی عزت جعفر زٹلی کی پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ میں پیدا ہو ایڈوکیٹ ہو ہوا۔ جبکہ ان کے ایڈوکیٹ

کی ذلت ثابت ہو گئی۔ تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہو جبکہ اصل درخت ہی گر پڑا۔ تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی دردمندانہ دعا مانگی تھی۔ کہ اے میرے قادر مطلق خدا میری تائید میں تین سال کے اندر اندر کوئی نشان ظاہر کر چنانچہ اس کے مطابق ایک چھوڑ کئی نشان ظاہر ہوئے اور ان تین سالوں کے اندر جماعت سوا لاکھ کے قریب ہو گئی۔ کہاں چند ہزار اور کہاں لاکھ یہ سب فضل خداوندی ہے۔ سب سے بڑا نشان تو یہی تھا۔ کہ باوجود اس قدر مخالفانہ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی گئی نیز آپ نے پانچ دن کے اندر اندر ایک کتاب اعجاز احمدی چھپوا کر شائع کی جس میں مخالفین کو بڑی تحدی کیساتھ اسکی مثل لا دینے کے لئے لکھا چنانچہ تحریر فرمایا "اگر انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب شائع کر دیا۔ تو سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا" غرض اس قصیدہ کا جواب لکھنے کی غیرت دلانیوالے الفاظ سے طلب کیا گیا۔ مگر افسوس کہ مخالفین سے کسی کو بھی یہ طاقت حاصل نہ ہوئی کہ وہ آپکے مقابل کچھ بھی شائع کر دیتے۔ سب کے قلم ٹوٹ گئے اور کھسیانے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہنے لگا عربی کی کیا ضرورت ہے ذرا انگریزی یا سنسکرت لکھو۔ یہی اعتراض عیسائی کرتے ہیں جب ہم انہیں قرآن شریف کی مثل ایک سورۃ لا دینے کے لئے کہتے ہیں وہ کہتے شکسپیر کی پوئیٹریوں کا جواب بھی کسی نے نہیں دیا۔ عربی کی کیوں قید ہے فلاں کتاب کی مثل دکھاؤ۔ غرض کہ کئی حیلے بنائے اور اصل غرض کی طرف نہ آئے

ف ہم یہ حیلے ہوسے دیکھکر وہ آیت یاد آجاتی ہے ولو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ اگر ہم چاہتے ہم اس کی مثل کہہ دیتے کیونکہ یہ پہلوں کی اساطیر ہیں ایسا ہی وہ لوگ بھی جو کہتے ہیں وہ۔ اگر ہم کہنا چاہیں تو مرزا کی عربی کی مثل لادیں مگر فرصت ہی نہیں۔ یا

وہ شخص جو کہتا تھا ہاں میں اعجاز المسیح کا جواب لکھ سکتا ہوں۔ وہ بالکل ناکام رہا۔ اور چھوٹے چھوٹے اعتراض کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ اس قصیدے میں غلطیاں ہیں وہ پہلے درست کرلیں۔ مگر اس نے یوں کیوں نہ کیا کہ اس اعجاز احمدی کا جواب ہی لکھ دیتا۔ اسی میں وہ غلطیاں بھی لکھ دیتا۔ اور اسی میں اپنا بے عیب قصیدہ جس میں اقوا اور اصراف کا عیب بھی نہ ہوتا۔ نہ کوئی اور امر مخل فصاحت۔ بلاغت پیش کر دیتا۔ پبلک پر خود ہی کھل جاتا۔ کہ تم حق پر ہو۔ اور دس ہزار جو ملتا وہ علیحدہ۔ وہ قصیدہ کوئی شاعروں کے قصیدے کی طرح محض الفاظ پر ہی مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس میں قرآنی حقایق و معارف تھے۔ اور کئی ایک پیشگوئیاں جو کلام الٰہی کا خاصہ ہیں پس یہ کہنا کہ تمہیں بڑا شاعر ہوا ہے کیسی نامناسب بات ہے پھر کہنا کہ پیغمبری سے شاعری کو کچھ نسبت نہیں۔ کس قدر حمق ہے۔ کیا یہ لوگ فی کل وادٍ یھیمون کیساتھ الا الذین اٰمنوا نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ زبور اشعار میں ہو۔ غرض ایسے فضول اعتراضوں کا کیا جواب دیں۔ ہاں جب دیکھا جاتا ہے کہ آریہ و عیسائی بھی ایسے ہی اعتراض قرآن کے مقابل سورۃ لانے پر کرتے ہیں تو تاریب

بقیہ حاشیہ:۔ ضرورت ہی نہیں۔ خدا جانے نہ معلوم کس وقت کے لئے رکھی ہوئی ہے کہ اس سے بڑھکر بھی کوئی موقعہ ضرورت یا فرصت نکالنے کا آئیگا جب ایک مدعی پر زور تحدی سے کہہ رہا ہے۔ کہ اس کی مثل لاؤ۔ اہم پر جیسا کہ ان لم تفعلوا و لن تفعلوا اب ہرگز ہرگز نہ کر وگے اشارہ ہے۔ وہ پھر کہتے ہیں پچھلے انشا پردازوں کی عبارتیں کی چوریاں ہیں۔ کاش وہ بھی ایسا کر کے دکھاتے۔ یہ اعتراض اعانہ علیہ قوم اٰخرون (الآیۃ) کی طرح کا ہو کر ہمارے نبی کریم صلعم کو بھی لوگ ایسا کہتے تھے بعض کہتے کہ اس کی مدد کوئی شک ہو۔ مگر شکر ہو ان کی عربی ادب کا نمونہ ہی ادھ ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کوئی کہتا ہے قصیدہ لکھنا تو معجزے میں داخل ہو گرہ پریس کی قید کیوں ہے کیا یہ بھی اعجاز ہے۔ اے نادان اس مخالف سے جو ایسا کہتا ہو پوچھ کہ خدا نے تمہیں کیوں معزول رکھا ہو کیوں تمہیں ایسے ساز و سامان نہیں دے رکھے یہ تو سراسر تمہاری بدبختی کی دلیل ہے پھر کوئی کہتا ہے کہ بیس دن کے اندر اندر مثل لانے کی کیوں شرط لگا رکھی ہے۔ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والے بات کو سمجھ بھی یا یونہی اعتراض کے لیئے منہ کھولے جاتے ہیں یہ مدت اسلیئے ہے تاکہ عوام الناس بھی سمجھ جائیں کہ واقعی اس کی مثل لانے سے کل اہل علم مخالفین عاجز ہیں اول تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پانچ دن میں لکھیں اور تمہیں مدت کی جہالت دیں اور پھر یہ بھی اجازت کہ اپنے ساتھ جسے چاہو ملالو۔ دوسرا اگر مدت مقرر نہ کرے تو طرح طرح کے حیلے کر سکتے ہیں کہ ہم لکھ تو سکتے ہیں فرصت نہیں مثلاً اب جب ایک خاص مدت مقرر کیگئی۔ تو روز روشن کی طرح کھل گیا۔ کہ واقعی اسکی مثل لانے سے یہ لوگ عاجز ہیں۔ ورنہ دس ہزار کا انعام یہ لوگ کب چھوڑ سکتے ہیں کیونکر کافی مدت میں مثل نہ لاسکنا اس بات کی دلیل ہے کہ مخالفوں کے پاس صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ معجزہ تو پہلے ہی سے حضرت مرزا صاحب کو حاصل تھا پس اس کے لیے دعا تحصیل حاصل ہے اسکا جواب بالکل سہل ہے کہ پانچ دن میں اتنے ناممکن الوقوع کام کا ہوجانا بھی اس اعجاز کی ایک شان ہے جو اس سے پہلے حاصل نہ تھی۔ پھر ایک نادان کہتا ہے۔ کہ انسانی ہاتھوں سے بالا ہو کی شرط تھی اور یہ کتاب تو ہاتھوں سے لکھی گئی ہے کیا اس معترض کو معجزہ کی تعریف یاد نہیں ہی کہ وہ ایک الہی

فضل ہے جو امورمن اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مخالفین اسکے مقابل سو باوجود قدرت کے عاجز رہتے ہیں کیسی معجزے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں تو کیا ہم انہیں آسمانی نشان نہیں کہینگے مطلب تصرف آنا ہے کہ باوجود تحدی کے دوسرے انسان اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہ جائیں چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ تمام مخالفین عاجز رہ گئے۔ یہ ایک الٰہی فضل تھا جب ہی تو عاجز رہے ورنہ کیا ایک انسان کے کام کا مقابلہ دوسرا انسان نہیں کرسکتا؟

(۶) طاعون کے متعلق حضور نے ۶ر فروری ۹۸ء کو اشتہار دیا۔ کہ میں نے دیکھا ہے کہ ملک پنجاب میں طاعون کے پودے لگائے ہیں تو بہ سے یہ ایسے عذاب ٹل سکتے ہیں۔ نادان لوگوں نے ناعاقبت اندیشی سے اس خبر کی جو محض ہمدردی بنی نوع انسان کے لیئے دی گئی تھی ہنسی اڑائی۔ مگر آخر دیکھ لیا جو کچھ اس ہنسی اڑانیکا نتیجہ ہوا۔ دوسرے جاڑے کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ طاعون زور سے نہ پھیلا تھا۔ تو یہ کوئی اس خواب کے منافی نہیں کیونکہ اشتہار میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اسی سال زور سے پھیلیگا۔ بلکہ شروع ہونے کی خبر دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کسی خاص شہر کا حوالہ کہ اس میں اموات کم ہوئی فضول ہے کیونکہ اپنے اپنے مقررہ وقت پر ہر کام ہوا کرتا ہے۔ عذاب کے لیئے مستعجل نہیں ہونا چاہیئے امید ہے کہ اس سال زیادہ زور سے نہ پھیلنے کی شکایت رفع ہو گئی ہوگی۔

نومبر کا مہینہ بیماری کے زور کا دافع البلاء میں نہیں لکھا گیا۔ بلکہ ابھی ابھی دروازہ کھولا جائیگا خبر ہے یعنی پھر شروع ہو جائیگی۔

(۷) حفاظت قادیان کے متعلق انہ اوی القریۃ کا الہام ہے۔ اوی اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مصیبت کے بعد آرام آئے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا

یعنی طاعون جارف نہ ہوگا یہ مطلق طاعون کی نفی نہیں اور یہی مریدین کی نسبت وعدہ بھی الا الذین علوا باستکبار کا استثنا موجود ہے۔ سوچ سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیے۔ الحمدللہ کہ ابھی تک قادیان طاعون سے بالکل پاک ہے چند آدمیوں کے نام مشتہر کیے گئے تھے۔ کہ طاعون سے مرے۔ مگر ایڈیٹر صاحب الحکم نے نام بنام اس کی تردید اور ان کی اصلی بیماری کی تشریح کر دی تھی اس خبر کے جھوٹا ہونے کی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ بڑے زور شور سے لکھا گیا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب حکیم الامت کی ایک رشتہ دار عورت اس مرض میں گرفتار ہوئی۔ مگر جب اس کی تردید ہوئی تو مخالفین شرمندہ ہوئے نوٹس دینے پر پیسہ نے بھی اس خبر کو واپس لیا۔ "نبشا آرام ہے" سے یہی مطلب ہے کہ جو کچھ اور مقامات میں گذر رہا ہے۔ وہ یہاں نہیں بلکہ آرام ہے۔ تاویل ما یرضی بہ القائل نہیں کرنی چاہیے۔

(۸) اعجاز احمدی میں لکھا ہوا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہ آئیگے۔ اور سچی پیشگوئی کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا انکے لیے موت ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی مذکور صرف پبلک میں سچا ہونے کے لیے قادیان گیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ گیا۔ بلکہ آریہ کے مکان پر اترا ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا ٭ پہلے تو بڑی سیدھی سادھی عبارت میں خط لکھا۔ اور اپنے تئیں طالب حق ظاہر کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب سے ذاتی خصومت و عناد نہ ہونے کی قسم کھائی مگر جب مسیح موعود کی طرف سے جواب آیا۔ تو پھر رنگ بدل لیا۔ حضرت صاحب نے صاف لکھدیا کہ "اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے نیت ہو کر اپنے شکوک

شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا انکے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتی ہوں رفع کرائیں۔ تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ پھر فرمایا آپ نے اس رقعہ میں دعوی تو کر دیا ہے۔ کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوے پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں (صدقت یا رسول اللہ) پھر فرمایا۔ آپ اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائینگے وہی اعتراض کرینگے جو آنحضرت صلعم یا حضرت عیسیٰ یا موسیٰ یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو (۲) آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہونگے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر کر دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے (کیوں؟) اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں اور صرف اسلئے کہ مباحثہ کی صورت واقعہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ مباحثات کرنے سے قسم کھا چکے ہیں (۳) پھر یہ بھی لکھا۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائیگا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھکر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اسکو سنائیں۔ ہم خود پڑھینگے۔

اس طرز میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں میں با آواز بلند سنا دونگا۔ کہ پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ اور اسکا جواب یہ ہے اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائینگے **اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقعہ دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔** پھر صرف اسلئے کہ جو فیصلہ نہ جائے یہ لکھا کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں اول چونکہ میں انجام آتھم

میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہ کروں گا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہ سنوں گا اب ہم دونوں میں سے جو ان دونوں قسموں سے جو انحراف کریگا۔ اس پر خدا کی لعنت ہو
افسوس کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا جواب دیا جو سراسر طالب حق ہونے کے خلاف ہے۔ ایک نہایت ہی لطیف طریقے سے انکار کر دیا۔ پہلے تو اعتراض کر کے میرے لیے دو سطریں اور آپ کے لیے تین گھنٹے۔ مگر اس بات کی طرف خیال نہیں کہ سوال ہمیشہ دو تین سطر میں آسکتا ہے مگر جواب جواب دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق جتنا وقت چاہے مقرر کرے۔ کیا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے ہونے کے ثبوت مطلوب ہیں" اور پھر کہے کہ مجھے اتنی مدت میں ہی جواب مطلوب ہے جتنے میں میں نے لکھا ہے تو کیا کوئی اس کی تسلی کر سکتا ہے اب دیکھیے کہ یہ سوال صرف ایک سطر میں آیا ہے۔ مگر اس کے جواب میں ۵۰۰ صفحے کی ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ پس یہ دستور صحیح نہیں۔ بلکہ سراسر منصفانہ تقسیم ہے بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جائے۔ اگر کوئی تحقیق حق کے لیے آئے تو اسکے لیے یہی وقت کافی ہے کیونکہ وہ اپنے شبہات ایک غیر محدود عرصہ تک پیش کر سکتا تھا جب تک کہ حق نہ کھلے مگر مولوی مذکور تحقیق کے لئے گیا ہوتا۔ تو اس بات کو مانتا بھی وہ تو تکذیب کے لیے گیا تھا جیسا کہ خود اسکے ایک شاگرد کا اقرار مسطور ہے کہ مولوی صاحب تو آپ کی تکذیب کو آئے ہیں" ذرا خیال فرمائیے کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑے ہو کر سناؤں گا سے آپ کی کیا مراد ہے کیا صرف یہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب قسم کھاتے ہیں میں آپ کی کوئی بات زبانی نہیں سنوں گا۔ اسلئے یہ شرط کر دی تاکہ بظاہر معلوم ہو

کہ انشاء اللہ نے یہ شرطیں قبول کر لیں اور باطن میں سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ
ان شرطوں کے قبول کرنے سے انکار ہے بھلا اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے
کہ جب حضرت مسیح موعود آپ کی لکھی ہوئی سطریں پڑھ کر سنا دینے کا اقرار کرتے ہیں
تو پھر خود آپ کے اپنی زبان سے پڑھکر سنانے سے سوائے اسکے کیا مطلب ہے
کہ کسی طرح یہ موقعہ مل جائے تا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اتمام حجت ہو جائے اور میرے
تمام شبہات رد کر دیے جائیں اور مجھے میں ساکت رہ جاؤں اور جو آپ ہر گھنٹے کے
بعد پانچ منٹ رائے دینے کی شرط لگاتے ہیں کیا وہ لکھکر نہیں پیش کر سکتے تھے
مطلب صرف یہ تھا کہ میں زبانی بولوں اور پھر حضرت مرزا صاحب اگر جلسہ کو
انتشار و شکوک کریں تو میں کہدوں کہ اچھی قسم پر نہیں رہے اور اگر منظور کریں حسب
معاہدہ بھی، تو بھی میں مشہور کر دوں کہ مرزا صاحب نے انکار کر دیا خیر ہم ایسی
باتوں کو خوب سمجھتے ہیں اور ان ابلہ فریبیوں میں نہیں آتے اور نہ آئینگے پھر
اپنی طرف سے الزام کر دیا ہے کہ "مرزا صاحب کو مجمع عام ناپسند ہے" حالانکہ یہ
بالکل غلط ہے جس عبارت کا حوالہ دیا گیا وہ یہ ہے "کہ ہرگز نہیں ہوگا عوام کالانعام
کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ اس فقرے سے تو زبانی
گفتگو کی ممانعت ہے نہ کہ مجمع عام کی وہ تو صاف لکھ رہے ہیں" یہ بھی منظور
نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو جبکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے
مجتمع ہوں حضرت مرزا صاحب تو تحقیق کے لیے بلائیں کہ طالبان حق کی طرح
حق دریافت کرو مگر آپ اسکو مناظرہ کے معنے میں لیتے ہیں تا کہ جلد کہیں دو ہاتھ
کرنے کا موقعہ ملے مگر یہ تو فرمائیے کہ کیا اس طریقہ سے جو حضرت حجۃ اللہ نے تحریر
فرمایا تحقیق نہیں ہو سکتی کہ اس طرح پیشگوئیوں کی پڑتال اور شبہات کا رد نہیں ہو
سکتا جب ایک طریقہ امن سے زیادہ قریب ہے اور اس میں طرفین میں سے

کسی کی حق تلفی نہیں۔ بلکہ اس طرز سے ایک فریق کو قسم توڑنے کی مشکلات بھی پیش
نہیں آتیں تو پھر اس سے انکار کی آپ کو کیا ضرورت ہے سوائے اس کے کہ
پیشگوئیوں کی تحقیق کا موقعہ ہی پیش آئے۔ حضرت صاحب کا "صمٌ بکمٌ" لکھنا کہ آپ
اس طرح بیٹھے رہیں۔ جیسے صم بکم صرف محاورے کے لحاظ سے ہے کیا تم لوگوں
کو یاد نہیں کہ بعض دفعہ ایک شخص اپنے خادم کو کوئی چیز ضائع کرنے پر کہہ دیتا ہے کہ
اندھے۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ واقعی اندھا ہے۔ مطلب تو صرف
یہ ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہیں زبان سے کچھ نہ بولیں تا کہ گفتگو مباحثے کے رنگ
میں نہ آ جائے۔ اس طرح بیٹھیں جیسے ایک بہرا گونگا کسی مجلس میں خاموش بیٹھا
ہے۔ نہ یہ کہ بقیہ ۔ تو کیا واقعی اس وقت زید کی درندوں کی طرح دُم بھی ہوتی ہے اور
پھاڑ کھانے والے ناخن اور یہ کہنا کہ پیشگوئیوں کے جھوٹا ہونے پر اتنے روپے
دیئے جائیں گے۔ اور وہ روپے مریدوں سے بھی وصول ہو سکتے ہیں اور اس پر یہ اعتراض
کہ کیا پیشگوئیوں کے جھوٹا نکلنے پر مرید آپ کو روپیہ دیں گے۔ محض تمسخر کے طور پر ہے
اس عبارت سے تو ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ حضرت اقدس کو اپنی صداقت پر
اس قدر یقین ہے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں تھی۔ کہ کوئی پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرنے
میں کامیاب ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ معیار الاخیار کا پیش کرنا کہ
اس میں علماء کو احقاق حق کے لئے بلایا ہے۔ معاہدہ انجام آتھم کے مخالف
نہیں کیونکہ اس میں آپ نے صرف یہی لکھا کہ مجھ سے تسلی کر لیں "قرآن و حدیث
کے رو سے۔ عقل کے رو سے سماوی تائیدات کے رو سے پس اگر میں ان تینوں
طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا۔ تو تمام دنیا گواہ ہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔
اور تسلی اس طرز میں بھی ہو سکتی ہے کہ مخالف طالب حق بنکر اپنا شبہات لکھ کر
پیش کرتا جائے اور حضرت حجۃ اللہ اسکا جواب دیتے جائیں۔ کہنے کو تو اس اشتہار

کا حوالہ دیدیا۔ مگر یہ کوئی نہیں بتا سکا۔ کہ آخر علماء کیوں نہیں آئے۔ اور ان کو مجلس
منعقد کرنے سے کونسا امر مانع ہوا۔ جلسہ ندوۃ العلماء کے وقت اگر کسی نے بڑا
بھی تو مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے پہلے کہاں تھے کیا سوئے ہوئے
تھے اور نیز وہ مباحثہ کی درخواست تھی جو کسی طرح بھی منظور نہ ہو سکتی تھی اسی جلسہ
میں فاضل امروہی وغیرہ بزرگان ملت موجود تھے اور مخالفین کو بذریعہ رجسٹری
اپنے آنے کی اطلاع بھی دے چکے تھے۔ ان سے کیوں فیصلہ نہ کرلیا۔ علماء ایسے
ہونے چاہیئے تھے جو تمام اہل اسلام میں معتبر اور مستند ہوں۔ یہ تو نہیں کہ ادہر
ادھر کے چند آدمی نوٹس دیدیں۔ اسی اعجاز احمدی میں دوسرے دو نشان یہ
تھے کہ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہونے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے۔ تو
وہ ضرور پہلے مرینگے۔ سو اس چیلنج پر مولوی ثناء اللہ مستعد نہیں ہوئے خود ان کو
بھی ایسا کرنے میں پس و پیش ہے ما تدری نفس بای ارض تموت کو
پیش کرتے ہیں مگر یہاں کسی خاص زمین میں مرنیکا ذکر نہیں یہاں تو کاذب
وصادق کی تمیز کا ذکر ہے کیا آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ
نہیں کیا تھا۔ اور کیا آپ کو دعا پر یقین نہیں کیا اسبات پر ایمان نہیں کہ اللہ
کافروں کے مقابل میں ایماندروں کی مدد ضرور کیا کرتا ہے کیا اللہ تعالےٰ عمر کے
گھٹانے بڑھانے پر قادر نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مقصد کی قرآنی
آیات بھول گئے تخوبخر الصدود کا الہام ہوتے ہی اس کارروائی کا شروع
ہوجانا نشان نہیں تو اور کیا ہے صدور سے مراد صرف بڑی عمر کے تو نہیں بلکہ
ان سے مراد ہے جن کو قوم میں بڑی وجاہت حاصل ہے اور وہ صدر سمجھے
جاتے ہوں قادیان جانے کا اثر جو کچھ مریدین یا دوسرے اہل اسلام پر ہوا
وہ سب کو معلوم ہے کیا کوئی مرید بیعت سے نکل گیا۔ یا آئندہ کے لئے سلسلہ

[illegible]

دین غربا کا ہے

مدرسہ احمدیہ کے متعلق ایک پچھلے رسالے میں میں نے تحریک کی تھی۔ اور احمدی احباب کو اسکی غریب حالت کی طرف متوجہ کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اسکی آواز کا جواب بہت ہی کم لوگوں نے دیا سینکڑوں نے ہی اس مضمون کو پڑھا ہوگا کیونکہ وہ نہ صرف تشحیذ بدر اور الحکم میں بھی شائع ہوا تھا لیکن ان سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں سے صرف پانچ یا چھ نے لبیک کی خوش کن آواز سے مجھے مسرور کیا اور باقیوں کی طرف سے ایک ایسی خاموشی رہی ہے کہ شک ہوتا ہے کہ وہ مضمون انکی نظر ہی نہیں پڑا اب سب سے زیادہ جوش سے اس تحریک میں حصہ لینے والے میاں حشمت اللہ طالب علم میڈیکل سکول لاہور میں جنہوں نے اپنے بھائیوں میں پر زور تحریک کر کے تین لڑکوں کے بھجوانے کا وعدہ کیا ہے انکے بعد میاں عبد الحمید ہیں جنکا گزارہ بہت قلیل ہے اور ایک ٹھیکیدار کے ملازم ہیں کہ جنکی ملازمت ہر وقت معرض خطر میں ہے لیکن پھر بھی وہ دین کی خدمت کے جوش میں اپنے لیے تکلیف بھی گوارا کر کے اپنے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہتے ہیں بعد ازاں میاں فقیر علی صاحب ہیں جنہوں نے اس اعلان کو پڑھکر فوراً اپنے لڑکے کی نسبت مجھ سے خط و کتابت شروع کی پھر میاں یعقوب خان ڈیرہ غازی خان ہیں جو وعدہ کرتے ہیں کہ امتحان دلاتے ہی وہ اپنے لڑکے قادیان تعلیم کیلیے بھیجدینگے اور سب سے آخر جو خط ملا ہے اور جسکو میں درجہ میں آخر نہیں سمجھتا وہ مکرمی صادق حسین صاحب صادق مختار عدالت اٹاوہ کا ہے جو کہ اپنے چھوٹے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنیکا ارادہ ظاہر کرتے ہیں ان لوگوں کے دل بہت روشن ہو کر نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کے شوق میں انگریزی ڈگریوں پر نظر کرنیکا موقعہ ہی نہیں ملتا گویا عشق

کو یک دیا ہے جو انکے سینوں میں جل رہا ہے اور یہی لوگ ہیں کہ جنکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ابشروا بجعلکم اللہ یبعثهم۔ انکے پیچھے ہر شخص ایک اور دن ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہیں لیکن کیا وجہ انکے اخلاص کے بعد تعالیٰ بھی ان کو ضائع کریگا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر دن بسر کرینگے نہیں جو ایسا خیال کرتا ہے وہ خدا پر ایمان نہیں اور اسکا دل ایسا تاریک ہو گیا ہے کہ نور الٰہی اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اسنے خدا پر بدگمانی کی اور اسکی سزا تو اسکو ملیگی کیونکہ خدا تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا اگر انھوں نے خلوص سے اپنی اولاد کو اس مدرسہ میں داخل کرنیکا ارادہ کیا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا خدا تعالیٰ نے انکی اولاد میں وہ برکت رکھی جسکا اندازہ لگانا انسانی طاقتوں کو بعید ہے اور وہ دن میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے ہیں جب لاکھوں کروڑوں انسان انکے دروازہ پر بیٹھینگے اور بادشاہ انکے گھروں کی عزت کرینگے رحمت فرمانے شروع ہے اور فرمایا ہے کہ بڑائی وہ ہے جو خدا کی نظر میں ہو دنیا کی نظر میں گو ذلیل ہو اور جو خدا کی نظر میں بزرگ ہوں تو دنیا انہیں کیونکر چھوڑ سکتی ہے اس کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ایسے لوگ بھی ہیں اور ضرور ہیں کہ جنکے گھروں میں صرف دین کی دولت ہے بلکہ خدا نے دنیا کی بزرگی بھی انہیں عنایت کی ہو لیکن یہ لوگ بہت کم ہیں۔

آخر میں میں اپنے دوسرے احباب کو پھر اس طرف متوجہ کرتا ہوں جنکو خدا نے متعدد لڑکے دیے ہیں اور وہ انکی تعلیم کا خرچ بھی برداشت کر سکتے ہیں اپنا اپنا ایک لڑکا مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پانیکے لئے ارسال کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا نمونہ دکھلائیں بہت سمجھو کہ دنیا انگریزی پڑھنے سے ملتی ہے اس وقت دو سلطنتیں ہمکو نظر آتے ہیں ایک تو وہ کہ جسے خدا نے قائم کیا اور ایک وہ جس کی دنیا کے شہنشاہ بھی لیکن دونو سلطنت کے بانی ہیں جو مطلقاً انگریزی نہیں جانتے تھے حضرت مسیح موعود کی نسبت تو ہر ایک احمدی کو علم ہوگا کہ آپ انگریزی سے ناواقف تھے لیکن سید احمد خان ہو کر یورپ کی تقلید میں ستائے ہوئے تھے انھوں نے بھی انگریزی تعلیم نہیں پائی تھی پس کیا نیچریوں کی نظر میں مولوی ایم اے بی اے سرسید احمد خان کی نسبت زیادہ معزز ہیں یا احمدیوں کے ایمان میں

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے

چونکہ طاعون اس سال پھر بڑے زور سے بڑھ رہی ہے۔ اور ہر ہفتہ ترقی پر ہو اور اس کی بڑھتی ہوئی رفتار دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب موسم کے شروع میں یہ حال ہے تو نہ معلوم اور چند دنوں کو کیا حال ہوگا۔ پس میں اپنے احباب کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ ابھی سے دعاؤں میں لگ جائیں۔ اور صدقہ و خیرات کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ صدقہ کا حکم یہ ہے کہ اول اپنے عزیز و اقارب کو دیا جائے اور پھر ہمسایوں اور پڑوسیوں کو اور پھر عام طور سے غریب یا مساکین کو اور ہر ایک شخص پر اسی قدر صدقہ ہے جتنی کہ اسکی حیثیت ہو۔ چونکہ یہاں بھی غربا مہاجرین بہت رہتے ہیں اسلئے جو صاحب مناسب سمجھیں یہاں بھیجدیں صدقہ میں زیادہ تر مناسب کھانا کھلانا اور قربانی ہے اور سنت سے انکو ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن ساتھ اسکے یاد رکھو کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھو ولکن ینالہ التقوی منکم پس صرف قربانیوں اور مساکین کو کھانا کھلانے سے کچھ کام نہیں بنتا جب تک اپنے نفوس کو پاک نہ کرو اور طرح طرح کے مخفی در مخفی گند جو دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں نکال نہ دو موت کا کچھ اعتبار نہیں پس کیا معلوم کہ کب اور کس وقت اس مالک حقیقی کی طرف سے پیغام اجل آجائے۔ اسلئے جیسے وہ انسان کہ جس کو ہر وقت امید لگی رہتی ہو کہ بادشاہ وقت مجھے نہ معلوم کب بلالے اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھتا ہے۔ اپنے روحانی لباس کو پاک رکھو اور ہر قسم کے گناہوں کی

آلودگیوں سے بچاؤ۔ تا خدا تعالیٰ کے حضور شرمندگی نصیب نہ ہو اور اگر کچھ غلطی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے اس غلطی کے گندے اثر کو آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالو۔ تقویٰ کرو کہ اس کے سوا کوئی اور راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا نہیں سچائی کو اختیار کرو کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اتفاق کے کڑے کو مضبوط پکڑو کہ وہی نیض عام کو حاصل کرنیکے لیئے بندے اور خدا میں ایک واسطہ کا کام دیتا ہے تسبیح و تحمید میں لگے رہو کہ اپنے مالک کی بزرگی بیان کرنے والیکو اللہ تعالیٰ کبھی ہلاک نہیں کرتا۔ ہر دم اللہ تعالیٰ کے غضب سے خائف رہو اور شیخی اور تکبر میں نہ آؤ کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ بھی بڑا ہے مگر ساتھ ہی اسکا رحم بھی بڑا وسیع ہے۔ جب یونس کی قوم کو جو نبی کی منکر ہو چکی تھی۔ ان کی زاری کی وقت بچا لیا۔ تو تم تو ماموری اللہ کے ماننے والے ہو۔ تمہاری وہ کیوں نہ سنیگا۔ سنیگا اور ضرور سنے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے فاذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یعنے جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو کہو کہ میں قریب ہوں۔ اور پکارنیوالیکی پکار کا جب وہ مجھے پکارتا ہے جواب دیتا ہوں پس پکارنے لگے رہو ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کمزوروں کی کمزوری کیوجہ سے ساری جماعت پر کوئی الزام آئے اللہ تعالیٰ کے آگے چلانیوالے کبھی نامراد نہیں رہتے پس دعا کرو دعا کرو۔ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ (خاکسار مرزا محمود احمد)

یادِ حبیب

(۱) اے شوخ زنا تواں چہ جوئی
از خستہ و نیم جاں چہ جوئی

(۲) رفتیم و فنا شدیم و مُردیم
از جسم شدگاں نشاں چہ جوئی

(۳) یار است قریب تر زجاں ہم
اے ابلہ تو از بتاں چہ جوئی

(۴) پیراں نہ کنند توبہ از عشق
اے محتسب از جواں چہ جوئی

(۵) دنیائے دنی است چند روزہ
زو راحت جاوداں چہ جوئی

(۶) زینجا بشتاب آ تہی دست
از مزبلہ ارمغاں چہ جوئی

(۷) تیرش زکسے خطا نہ کردست
از ناوک او ... اماں چہ جوئی

(۸) بر کاخ ملک ترا بخوانند
از خار و خس آشیاں چہ جوئی

(۹) فرخ در یار را فرا گیر
ہر اسن ... ایں و آں چہ جوئی

رسیدات زر بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۱۱ء

(بابت جنوری)

جناب شیخ محمد صاحب [illegible] آزاد

جناب عبد اللہ صاحب بابو [illegible]

جناب احمد امین صاحب [illegible]

جناب قاضی عبد اللہ صاحب [illegible]

جناب ماسٹر سکندر علی صاحب

مولوی منشی محمد یاسین صاحب

جناب فضل دین صاحب

جناب صاحبزادہ صاحب [illegible] بشیر الدین محمود احمد صاحب

جناب محمد شاہ صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر

جناب غلام حسین صاحب

جناب پیر فقیر علی صاحب

جناب سید نذیر حسن صاحب

جناب احمد امین صاحب [illegible]

جناب محمد امین صاحب [illegible]

جناب علی جان صاحب

جناب خدا بخش [illegible] صاحب

جناب یوسف علی صاحب

جناب خلیفہ فضل حسین صاحب

بابت ماہ فروری ۱۹۱۱ء

جناب مفتی محمد [illegible] حسین صاحب

جناب منشی [illegible] صاحب پٹواری [illegible]

جناب عبد الحکیم صاحب [illegible]

مولوی رحیم بخش صاحب

[illegible] منشی برکت علی صاحب [illegible]

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

جناب علی اکبر شاہ

جناب غلام حسین صاحب پٹواری

جناب [illegible] عبد اللہ صاحب سیالکوٹ

جناب رحمت اللہ صاحب [illegible]

جناب سید محمد حسین صاحب

منشی [illegible] خان صاحب [illegible]

جناب منشی احمد الدین صاحب

جناب شیخ نیاز احمد صاحب

جناب حافظ غلام رسول صاحب

جناب میاں غلام محمد صاحب

جناب محمد ابراہیم صاحب

جناب بابو روشن دین صاحب

جناب حکیم محمد حسین صاحب

(باقی آئندہ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۴۳۶

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں
۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا ہر قسم کی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے [illegible]
[illegible] کھانسی کو دور کرتی ہے [illegible] کف کو [illegible] کھانسی کو روکتی ہے قیمت [illegible]
[illegible]

اس دوا پر [illegible] صاحب کی رائے

[illegible]
کھانسی کی دوا [illegible] بیماری کھانسی بالکل [illegible]
[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ڈاکٹر برمن کی دوا [illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] اسٹریٹ [illegible]

قیمت سالانہ عوام سے دو روپے (عہ) طلباء سے ایک روپیہ (عہ) غیر ممالک ڈاک سے (عہ)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۳ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۱ء | جلد ۶

فہرست مضامین

شناخت مذہب صفحہ ۸۱-۸۵	سید ولی اللہ شاہ اسسٹنٹ ایڈیٹر
یہود کے حالات ۸۵-۸۷	سیف الدین خاں ترک
دونوں کا نفع ہے ۸۹-۹۲	ایڈیٹر
لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا	سید ولی اللہ شاہ اسسٹنٹ ایڈیٹر

باہتمام چوہدری عبد السلام صاحب مینیجر قادیان سے ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو شائع ہوتا ہے

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصل ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اشتہار میں بہت سے
لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ العالی
کے مجربہ نسخہ کیمیا اثر سے تیار کیا جاتا ہے اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اس سرمہ کے متعلق تصدیق
کی ہے اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ بڑے امراض چشم
اس شہادت کے بعد ہم کو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی ایک بزرگ کا امام ہونے کی حیثیت اور
تجربہ سے بھی لیتی امام کہلانا بڑی بات ہے مفید ہونے کی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا
پھولا آل سبل دھند سرخی ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ
قسم اول فی تولہ قسم دوم قسم سوم اصل ممیرا قسم اول دوم ۔ ترکیب استعمال ۔ یہ ممیرا پتھر پر
گھسکر آنکھوں میں ڈالا کیجئے ۔ یہ ممیرا خاصکر گرمی وغیرہ کے موسم میں بہت مفید ہوتے ہیں ۔ بہشتی زیور

ست سلاجیت (اصل رجسٹرڈ)

مقوی قلب ... اعضا رئیسہ ... مقوی معدہ ... بلغم ... ریاح ... بواسیر ... مستقل رنگ
نقرس ... ضعف ... گردہ و مثانہ ... درد کمر ... سنگ گردہ و مثانہ ... سیلان
منی ... سوزاک ... مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر ... ہمراہ دودھ کے ساتھ استعمال
فرماویں قیمت فی تولہ ۱۲

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بارامی سیاہ اور سفید ماشی ریشمی اور سوتی شرتی جالی
سفید اور بارامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی ہر وقت مل سکتی ہیں

المشتہر ۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شناختِ مذہب

اس دنیا دار الابتلا میں سینکڑوں اور ہزاروں ہی مذاہب ہیں جن کا ما بستثنائے اسلام اگرچہ خود تو دعویٰ نہیں کہ وہ کامل ہدایت کے ذمہ دار ہیں۔ مگر ان کے پیرو مصداق پیراں نمی پرند مریداں می پرانند اپنے اپنے مذہب کی تعریف میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مبالغہ آمیز دعاوی کے طومار لگا رہے ہیں۔ لیکن محققانہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ان مبالغوں کی ذرا بھی حقیقت نہیں ہوتی۔ یونہی اپنے مذہب کو خوبصورت دکھانے کے لئے ان ملمع سازیوں سے کام لیا جاتا ہے ان مریدوں نے محض اس بات کو سہل سمجھا ہے کہ دوسروں کے مذہب پر بے بنیاد اور بے حقیقت اعتراضات جڑتے جاویں اور اپنے مذہب کی تعریف میں ہر ایک قسم کا غلو کر کے پبلک کو دھوکہ دیا جائے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اصولوں کو چھوڑ کر جزئیات کی تفتیش شروع کر دیتے ہیں جس سے عوام پر ایک بات مشتبہ رہتی ہے اور کسی طرح سے انکے دلوں کو تسلی اور تیقن حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رہے کہ مذہب کا تعلق کسی خاص گروہ ہی سے نہیں بلکہ عام لوگوں کے ساتھ ہے لہذا شناخت مذہب کے لئے بھی ایسے ہی اصول ہونے چاہئیں۔ جو عام فہم ہوں

پیشتر اس کے کہ میں ان اصولوں کو ذیل میں بیان کروں۔ ناظرین کی سہولت کے لئے یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے۔ کیونکہ کسی مذہب کی سچائی کی شناخت کا سارا دارومدار صرف اثبات

ناظرین ان دونوں مضامین کو غور سے پڑھیں

پرہے کہ آیا وہ مذہب اس مدعا کو کس حد تک پورا کرتا ہے کہ نہیں اگر وہ مذہب اس مدعا کو ہر رنگ اور ہر پیرایہ میں پورا کرتا ہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب خدا کی طرف سے ہے ورنہ نہیں پس انسانی زندگی کا مدعا جیسا کہ قانون قدرت سے معلوم ہوتا ہے ایک بالاتر اور غیب در غیب ہستی کی فرمانبرداری ہے کیونکہ ہم منظر قدرت میں دیکھتے ہیں کہ تمام موجودات اپنے سے اعلیٰ ہستی یعنی ایک انسان کی خاطر اپنے اپنے دائرے میں اپنے اپنے فرائض کو پورا کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ قدرت پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسانی وجود کا انتہائی مدعا اپنے سے اعلےٰ ہستی یعنی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری ہونی چاہیئے۔
اور قرآن شریف اس مدعا کو بایں الفاظ بیان کرتا ہے وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون یعنی جن اور انس کو میں نے اسلیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ عبادت کے معنے تخلقو باخلاق اللہ کے ہیں یعنی خدا تعالےٰ کے اخلاق کے مطابق اپنے اخلاق کو بنانا جسکو دوسرے الفاظ میں صبغۃ اللہ کہتے ہیں یعنی خدا تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہوجانا یہی عبادت کا اصلی مفہوم ہے اور یہی انسانی زندگی کا حقیقی مدعا ہے عقل بھی اس بات کو ماننے کے لئے ہر طرح سے تیار ہے کیونکہ انسان خدا تعالیٰ جیسے اخلاق و اوصاف کے ساتھ ہی اپنے فرائض منصبی یعنی حقوق نفس اور حقوق عباد کو کماینبغی پورا ادا کرسکتا ہے جس شخص کے اخلاق و اوصاف پوشاک کے خلق و خدا کی اطاعت نہیں ... وہ اپنے نفس کے حقوق کو پورے طور سے ادا نہیں کرسکتا۔ اس لئے انسانی زندگی کا اصل اور اول مدعا عبادت الٰہی ٹھیرا ہے پس سب سے اول اور ضروری اصول کسی مذہب کی شناخت کے لئے یہ ہوگا کہ اس مذہب میں خدا تعالیٰ کی نسبت کیا تعلیم ہے یعنی وہ خدا تعالیٰ کی توحید و تفرید۔ اس کی

قدرت وعظمت اس کے علم اور فضل اور اس کی ستاری اور رحمت اور دیگر صفات
اور نیت کے متعلق کیا بیان کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی مذہب اللہ تعالیٰ کے اوصاف
حمیدہ اور کمالات عظیمہ اور اس کے حسن واحسان کا ہو بہو نقش نہیں کھینچتا اور
اپنے پیرو کو ایک کامل معرفت نہیں بخشتا تو یقیناً سمجھو کہ وہ انسانی رشتہ کو
بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہرگز محکم نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ دعا کو پورا کر سکتا ہے
کیونکہ ناقص علم ناقص ہدایت کا اور کامل علم کامل ہدایت کا رہنما ہے پس ظاہر ہے
کہ جو مذہب خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک نہیں قرار دیتا اور ماسوا اللہ کو اس
کے برابر ٹھیراتا یا ان کی پرستش سے اپنے پیرو کو منع نہیں کرتا ہے وہ مذہب
خدا تعالیٰ کی حقیقی عزت اور عظمت دلوں میں ہرگز ہرگز قائم نہیں کر سکتا جو مذہب
قادر مطلق خدا کی قدرت کو ناقص خیال کرتا ہے اور جہاں تک امکان قدرت ہے
وہاں تک اسکی قدرت کے سلسلہ کو نہیں پہنچاتا وہ ہرگز ہرگز کامل ہدایت نہیں
دے سکتا کیونکہ کامل ہدایت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ خدا تعالیٰ کی وسیع قدرتوں
پر ایمان لایا جائے جو مذہب علیم وحکیم خدا کے علم اور حکمت کو ناقص خیال کرتا ہو
وہ اپنے پیرو کو بدی کے زہریلے اثرات سے ہرگز ہرگز پاک و مطہر نہیں کر سکتا۔ جو
مذہب خدا تعالیٰ کے سزا اور رحمت کے قانون میں افراط وتفریط کی راہ لیتا ہے
یا اس کی رحمت عامہ کے برخلاف کسی خاص قوم سے خدا تعالیٰ کے تعلق اور
روحانی نعمت کے وسائل کو مخصوص رکھتا ہے وہ مذہب نہ ہی خدا تعالیٰ کی
طرف سے ہے اور نہ ہی عاجز بندے کا تعلق اس عظیم الشان محسن سے قائم کر سکتا
ہے۔ خدا تعالیٰ کے اخلاق واوصاف حمیدہ اس کی قدرتوں عظمتوں اسکی رحمتوں
اور بخششوں کے متعلق وہ مذہب کی تعلیم دیتا ہو

دوسرا اصول یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ مذہب انسانی نفس اور اس کے

چال چلن کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے کیا وہ کوئی ایسی تعلیم تو نہیں دیتا جو انسانی حقوق کے باہمی رشتے کو توڑتی ہے اور اسکو حیا و شرم کے برخلاف دیوثی کی طرف کھینچتی ہے اور یا کوئی ایسی تعلیم تو نہیں جو اللہ تعالےٰ کے قانون قدرت کے مخالف اور مباین پڑتی ہو جس کی پابندی غیر ممکن اور منتج خطرات ہو۔ اور یا اسکی پیش کردہ تعلیم میں ایسی فروگذاشتیں ہوں جن کیوجہ سے قسم قسم کے مفاسد کا سدباب نہ ہو سکتا ہو اگر ایسا ہے تو وہ مذہب کبھی خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ مذہب حقوق النفس اور حقوق عبادت کو قائم رکھتا ہے اور ایسے احکام سکھلاتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو عظیم الشان محسن قرار دیکر بندہ کا رشتۂ محبت اس سے مضبوط کرتے ہیں ایسا مذہب یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے

تیسرا اصول شناخت مذہب کے لیئے یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ آیا اس مذہب میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور رحمتوں کے زندہ آثار موجود ہیں۔ یا وہ ایک فرضی خدا اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کرتا ہے جو محض قصوں اور کہانیوں کے سہارے پر کھڑا ہے۔ زندہ مذہب وہ ہے جس میں زندہ خدا اپنے فوق العادت نشانات دکھلا کر اپنی ہستی کا آپ ثبوت دیتا ہے نہ یہ کہ وہ اپنی ہستی کے لیئے خود مذہب کا محتاج ہو مردہ مذہب کبھی بھی زندگی کے آثار نہیں دکھا سکتا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے پس جو مذہب اپنا تازہ بتازہ پھل نہیں دیتا یقیناً سمجھو کہ وہ مردہ مذہب ہے۔ اس اصول کو مد نظر رکھکر اپنے چاروں طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ کونسا مذہب ہے جس کی پیروی کرنے والے اپنے حقیقی محبوب کے ملتے رہے اور ایک دنیا کو مقابل پر بلا کر اس زندہ خدا کی قدرتوں کا جلوہ دکھاتے رہے۔

الغرض یہ تین اصول ایسے ہیں جن سے ہر کوئی حقیقی مذہب کی بآسانی

شناخت کر سکتے ہیں پس مسیحی صاحبان اور آریہ صاحبان کو خصوصاً واضح رہے کہ جن باتوں کو وہ مذہب سمجھ رہے ہیں وہ باتیں ہرگز ہرگز مذہب نہیں کہلا سکتیں میں انکو با ادب عرض کرتا ہوں کہ ان پانچ اصولوں کے ماتحت انکی الہامی کتابیں اگر کچھ دعاوی کرتی ہیں اور پھر ان دعاوی کا زندہ ثبوت بھی ساتھ رکھتی ہیں تو آمنا وصدقنا ورنہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اسلام پر جو مفتریات اور اعتراضات کے انبار باندھ رہے ہیں ان سے باز آئیں ہم انشاءاللہ تعالیٰ انہی اصولوں کے ماتحت قرآن کریم کی طرف سے دیگر مذاہب کو چیلنج پیش کرینگے جس کے جواب میں ان کی مبالغہ آمیز تاویلات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ انکی حیثیت پہلے بھی خوب ہو چکی ہے۔ (سید ولی اللہ شاہ اسسٹنٹ ایڈیٹر)

یہود کے حالات

(۱) قولہ تعالیٰ۔ ولما جاءهم كتب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين۔ (سورۃ بقرہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قبل از ظہور حضرت نبی کریم یہود اور نصاریٰ کو جناب نبی کریم کا انتظار تھا۔ اور لوگوں پر آپ کی بشارتیں ظاہر کرتے تھے۔ مگر جب آپ کی ذات پاک نے ظہور کیا تو صاف انکار کر گئے اور طرح طرح کی تاویلیں کرنے لگے حتیٰ کہ زمانہ حال تک انکار پر جمے ہیں۔ اور اپنے خیال میں منتظر خاتم نبی کے ہیں۔

(۲) باعث انکار کیا تھا۔ وہ یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ خاتم نبی بنی اسرائیل سے ہوگا اور تا حال انکا یہی خیال ہے حالانکہ انکا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قولہ تعالیٰ قال انی جاعلك للناس اماما۔ قال ومن ذريتي قال لا ينال عهدي الظالمين۔ سورہ بقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم

ت تھا جو کہ انکو انکی اولاد کے حق میں بھی دیا گیا تھا اور جو صالح اولاد کی شرط پر تھا دیکھو قولہ تعالیٰ واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم سورہ بقر۔ ترجمہ اور اللہ خاص کر لیتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ متذکرہ صدر واقعات پر ہم نے یہود و نصاریٰ کو منکر حضرت نبی کریم تسلیم کر لیا ہے۔ مگر اس میں ایک تدبر کرنیوالے مسلمان کو ضرور سمجھ آجائیگا کہ ایسے واقعات کے اظہار کا حضرت نبی کریمؐ پر باعث کیا تھا میرے نزدیک اس کے دو باعث تھے۔ اول تو یہود و نصاریٰ کو انکے حالات سے اطلاع دینا تھا دوسرے ہم مسلمانان کے لیے یادداشت چھوڑی تھی کہ مسلمان بھی ایک وقت پر مثیل یہود ہو جائینگے اگر میرا یہ خیال غلط ہے تو تردید کرو ورنہ تدبر سے کام لو۔

تدبر اب اس میں یہ ہے کہ ہم مسلمانان بھی عرصہ سے حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام کے منتظر تھے مگر جب آپ کی ذات پاک نے ظہور فرمایا۔ تو سوائے چند کے باقیوں نے صاف انکار کیا اور طرح طرح کی تحویلیں کیں اور بہت تاحال انکو پرچے میں اسکا بحث کیا ہے کہ وہ خیالات مثل یہود و نصاریٰ دل میں ٹھانے بیٹھے ہیں کہ حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام بنی اسماعیل سے ہوگا حالانکہ یہ خیال آیات متذکرہ صدر کے رو سے مثل یہود و نصاریٰ بالکل غلط ہے۔ اس غلطی کو میں اوپر ثابت کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تھا جو کہ انکو ان کی اپنی ذات اور اولاد کے حق میں تھا مگر بخیال یہود و نصاریٰ صرف بنی اسرائیل کے لیے ہی یہ وعدہ مخصوص نہ تھا اور نہ ہی بخیال غیر احمدی مسلمانان صرف بنی اسرائیل کیلئے مختص تھا۔ دوم تحت آیت واللہ یختص

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ اور اللہ خاص کر لیتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں کیونکہ پیشتر وہ حضرت نبی کریم کو بنی اسماعیل سے ظاہر کرتے وقت بنی اسرائیل کا محکوم نہ بنا۔ تو اب حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام کی نسبت پھر کیسے بنی اسماعیل کا محکوم بن سکتا تھا۔ ایسے میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جب حضرت مرزا غلام احمد مہدی مسعود علیہ السلام جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بنی اسحاق سے ہیں تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو حضرت ابراہیم سے تھا۔ وہ پورا نہ ہوتا۔ اور اور صالحین سے ہونے کا یہ پورا ثبوت ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں صدی کا چہارم حصہ زندہ رہے اور آئے دن انکے سلسلہ کو ترقی ہو حالانکہ مخالف جان و مال سے انکی مخالفت پر تلے ہیں۔ مگر منہ کی کھا رہے ہیں اور دنیا سے نیست و نابود ہو رہے پیارے مسلمان بھائیو! اگر فاتح بننا چاہتے ہو یعنی مختلف مذاہب پر اپنی سچائی ثابت کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور حضرت امام مہدی مسعود علیہ السلام کا خلیفہ حضرت مولوی حاجی نور الدین صاحب جو دین کا نور ہے انکے ہاتھ بیعت کرو۔ وہ تمہیں بہت اچھی تعلیم دیگا جس کے عمل سے دین بچ جائے اور وہ تمہارے لیے دعا کریگا جس سے دین و دنیا میں برکت ہوگی۔ اور تمہارا اخلاص اٹھایا جائیگا۔ والسلام۔ راقم سیف الدین ترک ڈاک تحصیلدار حکم بند وبست کرشتہ مولتان

اطلاع

خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں

مینجر

دونوں کا نفع ہے

اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ اور ضرور توجہ فرمائیں

رسالہ تشحیذ الاذہان کو اب چھٹا سال لگا ہے اور پانچ سال کے عرصہ میں مختلف قسم کے ابتلاؤں سے گزرتا ہوا یہ ۱۹۱۱ء میں داخل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اس کو آئندہ بھی مصائب سے بچائے۔ بڑی بڑی سخت گھڑیاں اس پر آئیں کبھی روپیہ ختم ہو گیا کبھی پریس نہ ملا جس پر چھپوایا جائے کبھی کاغذ غائب ہو گیا کبھی منیجر نے جواب دیدیا۔ غرض یہ کہ ایک جسکا تعلق بلا وقفہ کے اس سے رہا ہے وہ یہی خاکسار ایڈیٹر ہے قضاء و قدر نہ معلوم کہاں کہاں اسکو لئے پھری لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ کشاں کشاں اس کے ساتھ رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی حتی الوسع اس پودہ کو پانی دینے میں کوشاں رہونگا جہانتک ہو سکا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رسالہ کی امداد میں اپنی گرہ سے روپیہ بھی خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھکر اپنا وقت اور اپنا دماغ بھی اور یہ جو کچھ کیا اسی لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی دینی خدمت ہو جائے اور یہ رسالہ بھی دین اسلام کی شاعت کا باعث ہو جائے میرے ساتھ میرے بعض اور دوستوں اور ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی مدد کی اور بہت کی اور اسکا اجر اللہ تعالیٰ ہی ان سے انکو دیگا۔ ان تمام مشکلات کے زمانہ میں خریداران رسالہ سے بہت کم مدد کی درخواست کی گئی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ کی ہی نہیں گئی۔ اب بھی بہت سی مشکلات سامنے

ناظرین! مضمون دونوں کا نفع ہے کو ضرور ملاحظہ فرمائیں

ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کم سے کم تین ہزار خریدار ہو۔ تو تب رسالہ اپنے خرچ پر چل سکتا ہے۔ آجتک ہم بڑی مشکلوں سے رسالہ کا کام چلاتے رہے ہیں اور اب تو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں بھی مشکلات ہو رہے ہیں۔ رسالہ کا کام بھی تبھی چل سکتا ہے جب کہ اسپر ایک سارے وقت کا نگران ہو جو منیجر بھی ہو اور ایڈیٹر کو بھی اس کے کام میں مدد دے کیونکہ گو میں ایڈیٹر تو ہوں لیکن اپنا سارا دن تو اسپر خرچ نہیں کر سکتا میرے اور بھی ایسے کام ہیں کہ جنکو میں رسالہ کے کام سے کم ضروری نہیں سمجھتا بلکہ بعض کو اس سے زیادہ ضروری جانتا ہوں۔ مثلاً مدرسہ احمدیہ کا کام ہے کہ وہ بھی کچھ ماہ سے مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں آئندہ مہمان خانہ کے کام کی بھی ایک حد تک نگرانی مجھے کرنی پڑیگی۔ اور ان کاموں کے علاوہ میرا اپنا مطالعہ الگ رہا۔ دن کے کل چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ مگر اڑتالیس ہوتے تو شاید یہ کام میں کر سکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں انسانی کوشش کا دخل نہیں اور قضائے الٰہی ہی پھر یہ سب کام کرے تو کون؟ غرض میں دیکھتا ہوں کہ بغیر ایک ہوشیار آدمی کے اب رسالہ کا کام چلنا ناممکن ہو رہا ہے اور ادھر رسالہ کی آمدنی ایسی ہے نہیں کہ وہ اپنا خرچ بھی چلا سکے اس نئے آدمی کو کس مد میں داخل کیا جائے اسلیئے میں آج خریداران رسالہ کے سامنے ایک اپیل پیش کرتا ہوں کہ اگر رسالہ کا قیام منظور ہو اور اسکو آپ کسی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو جسقدر جلد ممکن ہو ہماری امداد کریں۔ دنیاوی اخباروں کے خریدار ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ تب کہیں انکا کام چلتا ہے ولایت میں تو بعض روزانہ اخباروں کی خریداری دس لاکھ تک ہے اور ہندوستان میں بھی دنیاوی اخبار دس دس ہزار پندرہ پندرہ ہزار خریدار رکھنے والے موجود ہیں پھر وہ طرح طرح کے اشتہار شائع کر کے روپیہ بٹورتے ہیں اور ساتھ ساتھ دواؤں اور کتابوں کی تجارت کرتے ہیں لیکن یہاں ان باتوں

[illegible]

میں سے کوئی بھی نہیں پھر کام خراب ہو یا نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کریگا۔ اور ایک دن آئے کہ جب ہر قسم کے ابتلاؤں سے گزر امن و چین کی حالت آجائیگی لیکن جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ اس الہی منشاء کو پورا کرنیکے لیے ہمارے خریداروں کو بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسوقت نوسو کے قریب ہمارا خریدار ہے۔ اور اگر سب خریداروں کی قیمت وصول ہوجائے تو اٹھارہ سو روپیہ کی آمدنی ہو سکتی ہے لیکن خرچ کا اندازہ دو ہزار سات سو روپیہ ہے گویا آمد حقیقی سے نوسو روپیہ زائد خرچ ہوگا اور یہ نو سو بھی تنگی ہے کیونکہ سو کے قریب تو خریداراں ہوتا ہے جن کی قیمت بقایا ہی میں پڑی رہتی ہے اصل میں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کوئی پندرہ سو روپیہ کے قریب آمد ہے تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہمارا ہی فرض نہیں کہ اس مشکل کا حل سوچیں بلکہ سب خریداراں کا بھی فرض ہے کیونکہ اخبار اصل میں ایک خاندان ہوتا ہے جس کے خریدار اُسکے ممبران ہوتے ہیں پس خاندان کی مصیبت میں حصہ لینا ہر ایک فرد کا کام ہے اور فرض ہے۔ یہ غلط ہے کہ آپ لوگ کچھ نہیں کرسکتے آپ اگر اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں تو آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مشکل کو حل کرسکتے ہیں اور وہ یہ کہ

۱۔ ہمارے رسالہ کے خریداراں میں سے تین سو کے قریب ایسے آدمی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے اور وہ صر روپیہ سالانہ بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں یہ قریباً پونے سات آنہ مہینہ بنتا ہے اور جن کو اللہ تعالےٰ نے کشائش دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں پس خریداران رسالہ میں سے تین سو خریدار عام کی بجائے صر ۱۹۱۱ء سے کم سے کم سالانہ دیا کریں۔ جن کو اللہ تعالیٰ

ناظرین! عنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون غور سے پڑھیں

زیادہ توفیق دے۔ وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

۲- جو صر روپیہ سالانہ نہیں دے سکتے۔ وہ ے روپیہ سالانہ دیا کریں اور ایسے لوگ بھی کوئی دوسو کے قریب ہونگے۔

۳- علاوہ مذکورہ بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کر سکتے وہ فی خریدار کم سے کم تین خریدار مہیا کرے۔ اور اگر ہمارے سب خریدار اس ذمہ داری کو سمجھیں اور انشاء اللہ امید ہے کہ وہ اس موقعہ پر ایسی تندہی سے کام لینگے کہ جس سے خاص طور سے نصرت الٰہی کے نشان ظاہر ہونگے تو ایک ماہ یا دو ماہ کے عرصہ میں تین ہزار سے زیادہ خریدار ہو سکتا ہے اور خریداروں کا ملنا مشکل نہیں۔ لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کے لیے لیجاتے ہیں۔ اور ان سے بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی جذب نہیں کہ ایک دینی کام میں پئے سال میں دو روپیہ ان سے خرچ کروا دیں اور وہاں تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا بھلا اور نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر انکو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے۔

غرض ان تینوں تجاویز پر اگر ہمارے احباب نے توجہ کی۔ تو بہت جلد رسالہ کی مشکلات انشاء اللہ حل ہو جائینگی صر روپیہ دے سکیں وہ صر روپیہ سالانہ دیں جو ے روپیہ دے سکیں وہ ے روپیہ دیں اور علاوہ ازیں سب خریدار کم سے کم تین تین خریدار اس سہ ماہی میں مہیا کر دیں ہم ایسے سب دوستوں کے نام رسالہ میں شایع کرتے رہا کرینگے۔ تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔

اور یاد رہے کہ جب تک میری اس تحریر پر کافی توجہ نہ دیگئی۔ آیندہ ہر پرچہ میں یہی مضمون بار بار شایع کیا جائیگا۔ پس اگر خریداران رسالہ ان صفحات میں کوئی اور مفید مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً اس کی طرف توجہ کریں۔ اور

براہ راست مجھے اطلاع دیں کہ وہ ان تینوں طریقوں میں سے کون سے طریق سے مدد کرینگے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں۔ ان سے خریدار مہیا کرنے کا فرض نہیں اتریگا۔ صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کے لئے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ سالانہ چندہ نہیں دے سکتے۔

غرض کہ ان تجاویز پر عمل ہونیکے بعد انشاء اللہ رسالہ بھی اپنی مشکلات سے نکلجائیگا۔ اور اس میں ہمارا نفع ہوگا۔ اور مدد کرنیوالوں کو جو ثواب ہوگا اس میں انکا نفع ہوگا۔ گویا کہ اس کام میں دونوں کا نفع ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

ناظرین! ایک مضمون بعنوان مندرجہ بالا بجواب "قرآنی اختلافات" رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا تھا جس پر ایڈیٹر مسافر آگرہ نے آگ بگولا ہو کر خواہ مخواہ ہمارے محسن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ کو صلواتیں سنانی شروع کر دیں۔ میرے جواب میں اگر مہاشہ صاحب کے پاس انہی ناشائستہ الفاظ کا ذخیرہ تھا۔ اور کسی طرح سے وہ اپنی جبلی فطرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے تو وہ اس زہر آلودہ بخار کو مجھ پر نکال کر اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیتے نہ یہ کہ ایک تیسرے شخص پر اس زہر کو اگلنے لگ پڑتے۔ آریہ مہاشہ

ناظرین! عنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون ضرور پڑھیں

صاحب نے ”پبلک کا گمراہ کنندہ“ کے الفاظ سے مجھے متہم کیا ہے۔ لیکن افسوس! اُن غلطیوں کو پبلک پر ظاہر نہ کرکے جن سے مینے پبلک کو مغالطے میں ڈالنا چاہا تھا۔ اگر مہاشہ صاحب میں میرے جوابات کو توڑنے کی ہمت نہ تھی۔ تو وہ انکو پبلک کے سامنے ہی پیش کردیتے اور ساتھ ہی اپنے طبع زاد اعتراضات کو بھی (جنکو کہ وہ بار بار پیش کرتے ہیں) لکھدیتے۔ تاکہ انصاف پسند پبلک خود ہی فیصلہ کرلیتی کہ آیا فی الواقعہ مینے پبلک کو کسی قسم کا مغالطہ دیا ہے۔ یا آریہ مہاشہ صاحب ہی حق کا خون کررہے ہیں۔ میرے جوابات کو نہ توڑنا یا ان کو پبلک کے سامنے نہ پیش کرنا اور صرف اپنے ہی لغویات پر پبلک سے انصاف چاہنا کیا اس سے کوئی حق پسند یقین کرسکتا ہے کہ مہاشہ صاحب کا منشا اظہار حق ہے اگر فی الحقیقت آپکو اظہار حق کا شوق ہوتا تو آپ ضرور ضرور میرے جوابات کو توڑتے یا الخصوص نقل کردیتے۔ اور اس طرح پبلک پر ظاہر کرتے کہ میں نے فلاں فلاں غلطی کی ہے مگر آریہ مہاشہ صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ایسا نہیں کرینگے کیونکہ ایسا کرنے میں آپ کی اپنی ہی پردہ دری ہے وہ تو ایک لمحہ بھر کے لیے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ پبلک پر حق بات ظاہر ہو۔ اگر واقعی وہ اظہار حق کے دل سے خواہاں ہیں تو وہ اب کس موقعہ کا انتظار کرتے ہیں۔ مناظرے کا میدان تو آپنے مسافر آگرہ کے کالموں میں کھول ہی دیا ہے میرے جوابات پر بحث کرکے اپنے دعوی کا ثبوت دیں اور اپنی سچائی ظاہر کریں۔

مہاشہ صاحب! سنیئے اور غور سے سنیئے کہ قرآن کریم کا دعوی لو کان من عند غیر اللہ لوجدو فیہ اختلافاً کثیرا۔ اپنی ذات کے متعلق ہے یہ دعوی تو نہیں ہے کہ قصص الانبیاء کی روایات اور مصنفان موضح القرآن اور تفسیر

ناظرین! عنوان ”دونوں کا نفع ہے“ والا مضمون ضرور پڑھیں۔

قادری کے صحیح زاد حواشی اور قرآن مجید کے بیانات میں اختلافات نہیں ہے آپ
تو سارا زور گرو کے کالموں میں بجائے "قرآنی اختلافات" ظاہر کرنیکے قصص الانبیاء
کے قصوں اور مفسروں کے حاشیوں کو لے بیٹھے ہیں۔ دعویٰ تو یہ کیا ہے۔ کہ آپ
قرآن کریم کی متضاد آیات کی قلمی پبلک پر کھولینگے۔ مگر نہ معلوم کہ لکھتے وقت
کیا ہو گیا کہ ایک آیت قرآن مجید کی لکھکر ساتھ دو چار حوالے کبھی قصص الانبیاء
اور کبھی تفسیری روایات کے پیش کر کے راقم کو برا بھلا کہہ دیا ہے۔ اور بس!
مہاشہ صاحب! ہوش سنبھال کر جواب دیجیئگا۔ کہ آیا کسی کتاب کے مضامین
میں اختلاف اسی طرح ثابت کیا کرتے ہیں کہ ایک بات اس کی لی اور دو چار باتیں
کسی دوسری کتاب کی لے لیں چلو جی اختلاف ثابت ہو گیا۔ اگر فی الحقیقت کسی
کتاب میں اختلاف ثابت کرنیکا یہی طریقہ ہے تو پھر سب سے پہلے اپنے وید کی خیر
منائیے گا۔ جو بہت سے اختلافات کا مجموعہ ہے۔ اگر درحقیقت اسکی اصل تعلیموں
میں اسقدر تین اور صریح اختلاف موجود ہے کہ نہ کسی اصول کا پتہ لگتا ہے اور نہ
ہی کسی فروع کا۔ اگر ہم بھی وید کی تفسیروں کو مد نظر رکھکر آپ پر اعتراض شروع
کر دیں۔ اور جو باتیں ان تفاسیر میں بیان کی گئی ہیں انکو وید کی طرف منسوب کریں
تو کیا آپ اسبات کو قبول کرینگے۔ اور ان اعتراضات کے جواب دینے کی جرأت
کرینگے۔ ہاں اگر آپ اس اصول کو مان لیں۔ کہ جو کچھ اصل الہامی کتاب کی
تفاسیر مفسر لکھ جائیں۔ وہ بھی ماننے کے قابل ہو گا۔ اور اسپر بھی ایمان لانا
ویسا ہی ضروری ہو گا جیسا الہامی کتاب پر تو ہم اس مقابلہ کے لیے بھی تیار
ہیں۔ اور آپ کے اقرار پر ہم قرآن شریف کی تفاسیر میں بھی دیکھینگے کہ آیا
ان میں خدا تعالیٰ کی نسبت لکھا ہے کہ کسی سینیا برہمن کے قتل کی وجہ سے
مدتوں کاسہ گدائی لیکر شہروں اور گاؤں میں پھرنا پڑا ہو اور مدتوں کی

ناظرین! [illegible] والا مضمون ضرور پڑھیں

گداگری کے بعد برہمن کے تخم کا سراپ دور ہوا ہو۔ اور پھر دیکھینگے کہ پرمیشور مختلف
وقتوں میں مختلف عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوتا رہا۔ بلکہ ہمارا حق ہوگا کہ وراہ اوتار
کا دلچسپ مسئلہ بھی کسی تفسیر میں سے تلاش کریں۔ اور ہم کو پرمیشور کے عشق کی
حکایات کی تلاش کے لیئے بھی قرآن شریف کی تفاسیر کی ورق گردانی کرنی
پڑیگی۔ اور جالندھر کی بیوی کیساتھ وشنو کے زنا کا حال بھی دریافت کرنا ہوگا۔ اور
وشنو کے ننگ سید اور منشا کے تلاش کرنیکے لیئے برہما اور وشنو کی جستجو والی تیری
کے لیئے بھی میدان تجسس میں دوڑنا پڑیگا۔ اور ہم دیکھینگے کہ کیا قرآن شریف
کی تفاسیر میں بھی خدا کا رتھوں میں سوار ہونا اور سوم کا رس مزے سے اڑانے
کا ذکر ہے کہ نہیں لیکن یہ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ان باتوں سے کسی
کے تلاش کرنیمیں بھی ہم کامیاب نہ ہونگے اور مجبوراً وید کی تفاسیر میں اُن کی
تلاش کرنی ہوگی۔ جہاں کہ آپ کو بھی علم ہے کہ نہ صرف یہ واقعات بلکہ اس
قسم کے اور بھی مزخرافات بڑی کثرت سے ملینگے پس آپ انصاف سے کام
لیں۔ اور اگر قرآن شریف میں اختلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو خاص قرآن
شریف کے الفاظ سے ثابت کریں۔ ورنہ وید کی تفاسیر کی بیہودگی کے سننے کے
لیئے تیار ہو جائیں۔ اور اُس وقت آپکو ہم پر اعتراض کرنیکا کوئی حق نہیں ہوگا۔ جو آپ
کی تفاسیر سے باتیں لینگے۔ اور وید کی طرف منسوب کرکے اس کی غلطی کھولینگے
اور ہمپر کوئی الزام نہیں آسکیگا۔ کیونکہ ابتدا آپ کی طرف سے ہوئی بہرحال میں
آپ کو ایک دفعہ پھر متنبہ کرتا ہوں۔ کہ قرآن شریف پر اگر اعتراض کرنا
ہو تو خاص قرآن کی آیات پر اعتراض کریں۔ اور اسی طرح اگر ہمکو وید کی
تنقید منظور ہوگی۔ تو ہم بھی اُسکے اپنے الفاظ سے باہر نہ جائینگے۔

غرضیکہ اب آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ قرآن کریم میں اختلافات ثابت

کرنیکی جو کوشش آپنے کی ہے۔ وہ آپ کے لیئے کیسی خطرناک اور مہلک ہے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسوقت آپنے یہ طریق اعتراضات کا اختیار کیا۔ اسکے انجام
پر آپنے غور نہیں کیا۔ بلکہ پبلک کو دھوکہ دینے کے جوش میں جو چاہا لکھتے چلے
گئے۔ آپ ہی بتائیں۔ مہاشہ صاحب! اس قاعدہ کے ماتحت اگر میں بھی
وید کے سینکڑا پالغو پوچ روایات کو کہ جنکو سناتن دھرم والے وید کا ہی حصہ
مانتے ہیں۔ پبلک کے سامنے پیش کروں تو آپ برا نہ منائیں۔ ہم مسلمانوں
میں تو ایک بھی ایسا فرقہ نہیں ہو کہ جو موضح القرآن اور تفسیر قادری کو قرآن مجید
کا حصہ مانتا ہو۔ بلکہ سب کے سب ہی یقین رکھتے ہیں کہ انکے حواشی میں جتنی
مزید روایات ہیں۔ وہ انا جیل اور تورات وغیرہ کتب سے منقول ہیں۔ مگر وید کے
پیرووں میں سے ایک کثیر التعداد گروہ (سناتن دھرم) کا اس بات کا قائل ہو
کہ در اصل میں وید کا ہی حصہ ہیں جس طریق سے آپنے موضح القرآن کے حواشی
اور قصص الانبیاء کے روایات کا حوالہ دے دیکر قرآن کریم میں اختلافات ثابت
کرنیکی کوشش کی ہے اگر اسی طریق سے میں بھی کروں تو مجھے بڑے پر چڑھا کر یہ
کہنے کا حق ہوگا۔ کہ وید سرے لیکر مرایک رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ جب
کبھی کہ ان باتوں کو پبلک کے سامنے پیش کیا جائے۔ تو آپ شور مچا اٹھتے ہیں
کہ یہ وید کا حصہ نہیں بلکہ دوسروں کے حاشیے ہیں (جس کی تردید فوراً آپکے
مہاشے بندی کر دیا کرتے ہیں) مگر یہ کیسا ظلم اور بے انصافی ہے کہ تفسیر وغیرہ
حواشی اور دیگر قصص کو پبلک کے سامنے پیش کر کے یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کہ یہ قرآن کریم
کے اختلافات ہیں۔ یہ وتیرہ اور یہ طریق کن لوگوں کا ہوا کرتا ہے کیا انہی مہذب
اور شائستہ لوگوں کا۔ کہ جنکو سچ اور حق کے اظہار کا دل سے شوق ہوتا ہے
قرآن کریم کا دعوی اپنی ذات سے متعلق ہے۔ نہ کہ سارے جہان کی کتب کے

ناظرین! بعنوان دونوں نظر سے والا مضمون ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

متعلق کہ آپ نے دوسروں کے اقوال کو قرآن کریم کے ذمے تھوپ کر یونہی اپنی لیاقت و قابلیت ہمہ دانی کا اظہار کر کے پبلک کو تضحیک اور ہنسی اڑانیکا موقعہ دیا ہے۔ اگرچہ میں نے پہلے بھی یہ نصیحت کی تھی۔ اور اب بھی کرتا ہوں کہ آپ لکھتے وقت ذرا یہ خیال کر لیا کریں۔ کہ کل کو پبلک آپ کی ہزلیات کو دیکھکر آپ کی نسبت کیا خیال کریگی۔ میرے نصیحت آمیز کلمات پر برا نہ منائیں۔ اور نہ ہی طعن و تشنیع سے مجھے پریشان کریں۔ اپنے اخبار کے کالموں کو ذرا غور سے دیکھیں۔ کہ لکھنے کیا بیٹھے تھے اور لکھ کیا دیا ہے۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی افترا پردازیوں کی قلعی ہدایات کے ساتھ ساتھ کھولنے کی کوشش کرونگا۔ ذرا توجہ سے سنتے جائیے۔

۱۔ وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ و اتممنٰھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا۔ اور مکمل کئے دس۔ یعنی اور بڑھا کر ان سے تیس کو پورا چالیس کر دیا۔ اور یوں پروردگار موسیٰ کا وعدہ چالیس رات کو پورا ہوا۔

ناظرین! اس آیت کے پیش کرنے میں مہاشہ جی نے پہلے جو کانٹ چھانٹ کی تھی۔ وہ تو آپ پر بخوبی واضح ہے اور جس رنگ میں ان دو آیات یعنی مذکورہ بالا آیت اور اذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ میں اختلاف پیش کیا تھا وہ بھی آپ کو خوب معلوم ہے۔ اب سنئے کہ کیا شاندار فرسائی کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ جو حضرت موسیٰ سے تیس دن کی بجائے چالیس دن تک ہمکلام رہا۔ تو گویا "اللہ میاں نے اپنے وعدہ سابق کو آگاہ و ضیا و حقیقہ ایفا نہیں کیا۔ تو اپنے حکم سابق کا اختلاف کیا" انتہیٰ از مسافر آگرہ یعنی مہاشہ صاحب کے خیال شریف میں حضرت موسیٰ سے خدا تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کا وعدہ کیا تھا جو تیس

دن میں اسکو پوری دینی تھی لیکن بجائے اسکے چالیس دن میں دی۔ اسی لیے آپ کے خیال میں تیس اور چالیس راتوں میں ایک اختلاف عظیم نظر آیا مہاشہ صاحب! ذرا بینائی کا علاج کرائیں۔ اور دیکھیں کہ واتممنٰها کی ضمیر تیس راتوں کی طرف ہے یا کسی اور موعود چیز کی طرف آپ بات سوچ سمجھ کیا کریں۔ پہلے تو آپ آدھی کی آدھی آیت ہی خورد برد کر گئے تھے۔ اور آج یہ کیا ہے کہ پبلک کو آیت کا غلط مفہوم بتا رہے ہیں۔ جناب من! اس آیت کے معنے تو یہ ہیں کہ موسیٰ سے خدا تعالیٰ نے تیس رات کا وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں بجائے تیس کے چالیس تک وقت کو بڑھا دیا۔ اب آپ ذرہ غور کریں کہ اگر ایک افسر کو کوئی شخص ملنے جائے اور وہ افسر اُسے کہے کہ میں تم کو آدھا گھنٹہ دیتا ہوں۔ اور پھر احسان کرکے بجائے آدھ گھنٹہ کے ایک گھنٹہ اس سے ہمکلام رہے تو اسکو وعدہ خلافی کہینگے۔ یا احسان کہینگے۔ آپ نے اپنی کم فہمی کیوجہ سے یہ سمجھ لیا کہ خدا نے موسیٰ سے کسی چیز کا وعدہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ تیس دن میں وہ تجھے ملجائیگی۔ لیکن بجائے تیس کے اُسے ٹالتا رہا۔ اور چالیس دن میں وہ چیز اُسے دی۔ جیسا آجکل پیشہ وروں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ ایک چیز کی نسبت تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم فلاں تاریخ تک تیار کر دینگے لیکن بعد میں ٹال دیتے ہیں۔ اور مدتوں اس کی ٹانگیں تڑوا کر پھر کہیں وہ چیز اُسے دیتے ہیں لیکن آپ اس خیال میں دُور نکل گئے۔ اور جو کچھ سمجھے۔ غلط سمجھے۔ بلکہ خاک نہ سمجھے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ غلطی آپکو عربی زبان کی ناواقفیت کیوجہ سے ہوئی۔ کیونکہ اگر آپ غور کرتے تو ثلثین لیلة مفعول ثانی واقع ہوا ہے۔ اور اس لحاظ خود تیس راتیں موعود ہیں نہ کوئی اور چیز یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا ہے۔ نہ کہ تیس راتوں میں کسی اور چیز کے دینے کا کہ آپکو خیال ہوا کہ جب وہ چیز بجائے تیس

ناظرین! عنوان "دو قسم نسخ" والا مضمون ضرور پڑھیں

نے چالیس راتوں میں دی۔ تو وعدہ خلافی ہوئی۔ اور اگر آپ یہ کہیں۔ کہ اس طرح تو یہ عبارت مہمل ہو جائیگی تیس راتوں کے وعدہ کے کیا معنے رات اور دن تو ہر ایک شخص پر گزرتا ہے۔ موسیٰ سے کیا خصوصیت تھی۔ اور اسکا یہی جواب ہے کہ جس طرح ایک افسر اپنے ملاقاتی کو کہتا ہے۔ کہ میں تمکو آدھ گھنٹہ دونگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو وعدہ دیا۔ کہ میں تمکو تیس راتیں دونگا۔ لیکن کسی وجہ سے جو کہ یہاں مذکور نہیں بجائے تیس کے چالیس کر دیں۔ اور جس طرح وہ افسر اپنے ملاقاتی کو آدھ گھنٹہ دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ کو تیس راتیں دیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس افسر کی مراد تو اس سے ملاقات کا وقت ہوتا ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی مراد تھی۔ اور یہی مطلب تھا کہ تیس راتیں اسکو خصوصیت سے دیگئیں۔ کہ وہ ان میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ اور اسکی میٹھی اور شیریں باتوں کو سنے۔ اور کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسپر زیادہ احسان کیا۔ اور بجائے تیس رات کے اسے فرمایا۔ کہ ہم چالیس رات تجھ سے مخاطبہ و مکالمہ کرینگے۔ اب بتاؤ کہ اس میں کون اختلاف ہے۔ کیا یہ بھی کوئی اختلاف کی بات ہے کہ ہم کسی کو کہیں کہ تجھکو ایک روپیہ دینگے۔ اور بجائے ایک روپیہ کے اسے دو روپیہ دیدیں۔ اور کیا کوئی شخص اگر وائسرائے کو ملنے جائے۔ اور وہ اسکے آدھ گھنٹہ کا وعدہ فرمائیں۔ لیکن وقت الملاقات ایک گھنٹہ تک اس سے گفتگو جاری رکھیں۔ تو وہ باہر نکل کر شور مچائیگا۔ کہ مجھپر بڑا ظلم ہوا اور حضور وائسرائے نے سخت وعدہ خلافی کی۔ کہ پہلے تو مجھے صرف آدھ گھنٹہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن دیدیا ایک گھنٹہ کیا ایسا شخص داناؤں میں گنا جائیگا۔ اور دنیا اسے پاگل نہ کہیگی۔ اور عقلمند لوگ اسپر ہنسی نہ اڑائینگے۔ یہی حال ہے۔ اس شخص کا جو موسیٰ کے واقعہ پر اعتراض سوجھتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ موسیٰ سے بجائے تیس

رات کے چالیس رات کیوں ہمکلام رہا۔ مہاشہ جی یاد رکھیے۔ کہ کلام الٰہی ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ جسے آپ کے تمہیں باپ دادوں نے وید کے رشیوں کے بعد کسی اور کو دینے سے انکار کر دیا ہے۔ پھر بجائے تیس رات کے اگر موسیٰ سے خدا تعالیٰ چالیس رات کلام کیا۔ اور اپنے خاص فضل اور احسان کی بارش اسپر کی تو اس میں کونسا اختلاف ہوا۔ وعدہ خلافی تو تب ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص معین چیز کا وعدہ فرماتا۔ اور کہتا کہ میں یہ چیز تیس دن تک تمکو دونگا۔ لیکن وہی چالیس دن میں لیکن یہاں موعود خود راتیں ہیں۔ نہ کہ کوئی اور چیز پس آپ ہوش سے کام لیں۔ اور جواب دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جو حضرت موسیٰ سے بجائے تیس رات کے چالیس رات ہمکلام رہا۔ تو کیا یہ اسنے اپنے حکم سابق کے برخلاف کیا۔ یا حضرت موسیٰ پر فضل مزید کیا۔ مہاشہ صاحب! آپ بھی عجب قسم کے انسان ہیں۔ کہ جس ہمکلامی کو وکلم اللہ موسیٰ تکلیما سے خدا تعالیٰ اپنا انعام اور فضل بیان کرتا ہے۔ اسے آپ باعث ناراضگی خیال کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے تو آپنے تفسیر موضح القرآن کے حواشی سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "حضرت موسیٰ نے مسواک کی۔ فرشتوں کو انکے منہ کی بو سے خوشی آتی۔ وہ جاتی رہی۔ اور اس کے بدلے دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی"۔ ورنہ اس عبارت کے نقل کرنے سے مہاشہ صاحب کا اور کیا منشا ہو سکتا تھا۔ اس میں تو مدت کے بڑھائے جانیکا سبب ہی بیان کیا ہے۔ اور تو کوئی زیادتی نہیں۔ لیکن قرآن کریم تو خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کو اپنی خوشنودی اور رضامندی کا نتیجہ بیان فرماتا ہے۔ نہ کہ باعث ناراضگی۔ حضرت من۔ آپ ہوش کی دوا کیجئے۔ آپنے تو قرآن کریم کے اختلافات پبلک پر ظاہر کرنے تھے لیکن موضح القرآن کی نقلیں کرنے لگ بیٹھے۔ انکا تو قرآن کریم میں کہیں نام و نشان بھی نہیں*

* مہاشہ جی!

۲- اسکے بعد مباشہ صاحب نے تین اور مختلف فیہ آیات قرآن کریم کی پیش کی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت کا پورا ترجمہ نہیں کیا۔ نہ معلوم کہ اختلافات ثابت کرنے کیلئے یہ بھی کوئی . . . . ضروری شرط ہے۔ کہ بعض الفاظ کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا جائے۔ یا شاید نسیان کی مرض میں مبتلا ہیں خیر کچھ بھی ہو۔ ہم ہی بتلا دیتے ہیں۔ کہ صلصال کے معنے خلاصہ و خلاصہ شے کے ہیں۔ اور ذیل میں ہم وہ آیات بھی بمعہ ترجمہ اور بمعہ مباشہ صاحب کے لیپ زدہ اختلافات کے ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ و ہو ہذا۔

Digitized by Khilafat Library

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون۔ سورہ حجر پارہ ۱۴ رکوع ۳۔ ترجمہ۔ اور بیشک ہم نے انسان کو ایک ایسے گلے سڑے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ جو خلاصہ و خلاصہ شے ہے۔

۲- خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔ سورہ نحل پ ۱۴ ، رکوع ۱۔ ترجمہ۔ اسی ذات نے حق و حکمت کے ساتھ بلندیوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یہ لوگ منکر اسکا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے۔

۳- یاایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ سورہ حج رکوع ۱۔ اے لوگو! اگر تم کو قیامت کے دن اٹھ ہی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو تو (غور کرو) کہ ہمنے تمکو مٹی سے اور پھر نطفہ سے اور پھر علقہ سے . . . پیدا کیا ہے الخ

ناظرین! یہ تین آیات بینات ہیں جن میں مباشہ صاحب کو اختلاف نظر آتا ہے ان میں سے پہلی دو آیتیں آپ نے بہ پیش کی تھیں جس کے جواب میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ ان آیات میں تضاد اور اختلاف تب ہو سکتا ہے۔ کہ

وہ کسی چیز سے پیدا ہو کر کہا ہیں۔ کہ مٹی لاکا لارا ہے کہ کچھ کیچڑ کی طرح کی متعفن شے کو کہتے ہیں۔ مگ

جب حماء مسنون کا تیار شدہ خلاصہ نطفہ ہو سکے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ مٹی حمار یعنی کیچڑ کی طرح بھی ہوتی ہے۔ اور مسنون یعنی بدبودار بھی ہوتی ہے۔ اور باایں ہمہ وہ نطفہ یعنی قلیل المقدار بھی ہوتی ہے۔ بھلا مباحثہ صاحب! جس شے کو آپ نطفہ کہتے ہیں کیا اس میں مندرجہ بالا وصف موجود نہیں ہوتے۔ یعنی کیا وہ گارے کی طرح گاڑھا اور بدبودار نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو پھر بتاؤ۔ کہ ان آیات میں اختلاف کیسا ہوا۔ بلکہ یہ باتیں تو عین ہمارے مشاہدے کے مطابق ہیں۔ مگر نہ معلوم کہ مباحثے جی کو کہیں پنڈت کے منطقی گھسی مارنا کس نے سکھا دیا ہے۔ مباحثہ جی اگر آپ ہماری بات یوں نہ سمجھیں تو آؤ ہم آپ کو مثال دیکر سمجھاتے ہیں کیونکہ مثال سے کودن سے کودن انسان کی سمجھ میں بڑے بڑے مشکل مسائل آجاتے ہیں۔ سنئے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان بولتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کسی اور بات پر کہے کہ انسان سنتا ہے۔ اور دوران گفتگو میں کسی تیسرے موقعہ پر اُسے کہنا پڑے۔ کہ انسان دیکھتا ہے۔ تو کیا اسکے ان تینوں کلمات میں اختلاف ہے۔ اور کیا کوئی عقلمند انسان اُسکے ان اقوال پر تعجب کریگا۔ بلکہ ہر ایک شخص جس کو خدا نے ذرہ بھی عقل دی ہو یا آپ کے ازل سے ہی اسکی روح میں فہم کا مادہ ہو۔ تو وہ سمجھ لیگا۔ کہ انسان میں تین مختلف صفات کا ذکر کیا گیا ہے اور اختلاف کی طرف اسکا ذہن نہیں جائیگا۔ لیکن آپ چونکہ عداوت کی کرسی پر بیٹھکر اور تعصب کی عینک لگا کر اعتراضوں کی قلم کو بے دیکھے بھالے چلانا شروع کر دیتے ہیں آپ کو صفات مختلفہ بھی اختلاف ہی نظر پڑتی ہے۔ تعجب ہے آپ کی عقل و دانائی پر کہ ان آیات میں تو اللہ تعالیٰ نے انسانی نطفہ کی تین صفات بتائی ہیں یعنی ایک تو وہ کیچڑ کی طرح لیسدار ہوتا ہے اور دوسرے اس میں بو ہوتی ہے۔ اور تیسرے وہ ایک قلیل سی چیز ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں

مختلف موقعوں پر انسان کو اسکی اصلی حالت کی طرف متوجہ کیا۔ اور اُسے آگاہ کیا ہے۔ کہ تو اپنے ابتدا کو دیکھ۔ کہ تو ایک ایسے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ جو کیچڑ کی طرح لیسدار اور متغیر اور بدبودار اور قلیل سی چیز ہے۔ پس تجھے چاہیئے۔ کہ میرے احکام کے خلاف شرارت سے کام مت لے۔ میں وہ خدا ہوں جس نے تجھے ایسی ذلیل چیز سے کیا سے کیا بنا دیا۔ اگر تو نے مجھے ناراض کیا۔ تو اسکا انجام نیک نہ ہوگا۔ اور تیری شرارت تیرے لیئے ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اب بتاؤ کہ ان باتوں میں آپ کو کونسا اختلاف سوجھا۔ اور کس بات نے آپ کی صفت غضبیہ کو بھڑکا دیا۔ ہاں ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں۔ کیا آپ نے کبھی اپنے خریداروں کو خوش کرنے کے لیئے اپنی ضمیر کا خون کرتے ہوئے کبھی نہیں کہا۔ کہ وید میں سچائی ہے۔ وید میں گیان ہے وید میں توحید ہے۔ پس کیا اسوقت کوئی شخص آپ کو کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ کے کلام میں اختلاف ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابھی تو آپ نے کہا تھا۔ کہ وید میں سچائی ہے۔ اور اب کہتے ہیں کہ وید میں گیان ہے۔ اب ایسے شخص کو سوائے اس کے کیا جواب دینگے۔ کہ یہ تو میں نے وید کی مختلف صفات بیان کی ہیں۔ پس جب روزمرہ ایسی قسم کی باتیں آپ کے منہ سے نکلتی ہیں۔ تو کیوں قرآن شریف کی سچائیوں پر آپ نے حملہ شروع کر دیا۔ اور جہاں ایک چیز کی تین صفات بیان کی گئی تھی۔ اُسکو آپ نے اختلاف قرار دیدیا۔ اور یہ جو آپنے لکھا ہے۔ کہ قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی اختلاف ہو گیا۔ کہ اس میں بھی آپ نے اسی طرح دھوکہ کھایا ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز مختلف حالتوں پر ترقی پاتی ہوئی کمال کو پہنچتی ہے۔ پس اگر قرآن شریف نے یہ بیان کیا۔ کہ انسان کی پیدائش اصل میں مٹی سے ہے۔ جسکا خلاصہ نکلتے نکلتے نطفہ کی شکل میں آیا۔ اور وہ چند قسم قسم کے تغیرات کے انسان بن گیا۔ تو اس میں کونسا اختلاف ہو گیا۔ حاشا کی!

کبھی وہ وقت بھی ہوگا کہ جب آپ ماں کی چھاتیوں سے دودھ پیتے ہونگے۔ اور پھر وہ
وقت بھی ہوگا۔ کہ جب آپ بلا کسی قسم کے لباس کے لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں
کھیلتے پھرتے ہونگے۔ اور پھر کسی وقت میں آپ پڑھنے بیٹھے ہونگے۔ اور نہ معلوم
کس کس استاد کی جھڑکیاں کھا کر علم سیکھا ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص آپ کو مخاطب
کرکے کہے۔ کہ پنڈت جی۔ آپ وہی تو ہیں۔ جو کسی زمانہ بال وغیرہ بھی نہ رکھتے تھے
اور ماں کا دودھ آپ کی غذا تھا۔ اور پھر کہے کہ پنڈت جی کبھی وہ زمانہ تھا کہ آپ
بچوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ تو کیا آپ اسکو اختلاف قرار دینگے۔ پس اگر قرآن
شریف نے انسان کی پیدائش کے مختلف حصوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ انسان پر
ایک وہ وقت آیا ہے۔ کہ اسکے اجزا مٹی کا رنگ اختیار رکھتے تھے اور پھر تغیرات
کے بعد یہ نطفہ بنا۔ اور پھر تغیرات کے بعد اسکو انسانی شکل ملی۔ تو اس میں کیا
اختلاف ہوا۔ ہاں آپکو گر انسان کے اجزا کی نسبت اعتراض ہے۔ کہ وہ مٹی
سے نہیں بنے۔ تو یہ اور بات ہے۔ اور اس سے قرآن شریف میں تضاد ثابت
نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ اس حصہ کو اس رنگ میں کہہ سکتے تھے۔ کہ قرآن شریف
میں بعض باتیں خلاف واقعہ بیان کی گئی ہیں لیکن اگر آپ ایسا کرینگے تو اپنا
پردہ آپ چاک کرینگے۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی موت خریدینگے۔ اور داناؤں کے
سامنے اپنی خفت کروائینگے۔ کیونکہ اس سے علم کیمسٹری اور باٹنی میں جو آپ دعویٰ
رکھتے ہیں۔ اسکی قلعی کھل جائیگی۔ اور چھپی بات ظاہر ہو جائیگی۔ اور ساتھ ہی وید کی انسانی
پیدائش کی تھیوری کا پتہ لگ جائیگا۔ کیونکہ یہ علوم کے ذریعہ اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ کہ پہلے
یہ مٹی کے اجزا اپنے اندر پراسس آف ایسیمیلیشن (Process of assimilation)
جذب کرتا ہے یہانتک کہ وہ ایک پھلدار پودا یا درخت ہو جاتا ہے۔ وہ دانے اور
پودے اور انکے پھل کیا ہوتے ہیں۔ اصل میں مٹی کے اجزا ہی ہوتے ہیں جنہوں نے

خداوند قادر مطلق کی قدرت اور حکمت کاملہ سے ایک اور شکل اختیار کی ہوئی ہوتی ہو اور پھر انہی پھلوں سے انسان اپنے لئے ایک معجون یعنی غذا تیار کرتا ہے جو کہ اس کی معدہ کی مشین میں عجیب طور سے تغیر پذیر ہو کر آخر خون اور خون سے اس کے اجزائے جسم اور نطفہ منی تیار ہوتے ہیں۔ اور یہ مؤخر الذکر خوردبین کے ذریعے دیکھنے سے باریک کیڑوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہی مٹی کے اجزا ہی مختلف تبدیلیوں میں تغیر پذیر ہوتے ہوتے آخر کار ذرہ کی شکل میں آن ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانی پیدایش کا ابتدا من تراب مٹی سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ بھی اسکی تصریح ایں الفاظ کرتا ہے وبدء خلق الانسان من طین۔ یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ غرضیکہ مندرجہ بالا آیت میں تین صداقتوں کا بیان ہے۔ جن کی تصدیق ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ کرتا ہے مگر مہاشہ صاحب ہیں۔ کہ ان صداقتوں کو چھپاتے ہوئے انکار پر انکار کئے جاتے ہیں۔ جناب من! ان آیات میں تو اختلاف ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ ان آیات میں خدا تعالےٰ نے نہایت لطافت اور حکمت سے پرمعنی اسرار معارف اور حکمت کو کمال وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ اور انسانی پیدایش کے مختلف طبقوں کو عین موقعہ اور محل کے مناسب ذکر کیا ہے جہاں صرف اجمالی رنگ کی ضرورت تھی۔ وہاں مجمل ہی بیان کیا ہے۔ اور جہاں تفصیل کی ضرورت تھی۔ وہاں تفصیل کر دی ہے۔ لیکن مہاشہ صاحب ان اجمال کی تفصیل کو اختلاف اور تضاد ثابت کرتے ہیں۔ اور طریق ثبوت بھی پچھ دیکھئے۔ کہ کس نئے طرز کا ہے۔ آپ قرآن کریم کی آیات میں اختلافات ثابت کرنے کے لیے موضح القرآن تفسیر قادری بائبل اور قصص سے مندرجہ ذیل عبارات نقل کرتے ہیں "مٹی کو پانی میں ترکیا۔ اور خمیر اٹھایا کہ کھن کھن بولنے لگی وہی بان ہوا۔ انسان کا" موضح۔ ب

ناظرین! بعنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا۔ اسطرح کہ اپنے لطف و کرم کا پانی اُس خاک پر برسایا یہانتک کہ وہ کیچڑ ہو گئی۔ پھر مدت تک اُسے چھوڑ دیا کہ وہ سیاہ مٹی ہو گئی۔ اور پھر وہ خشک ہو کر صلصال کے رتبہ کو پہنچ گئی۔ تیز تغاری . . . . . "خدا نے آدم کو دھول سے بنایا" بائبل۔ "اللہ میاں نے جبرئیل کو حکم دیا کہ کعبہ سے ایک مُشت خاک اٹھا لا۔ مجھکو خلیفہ بنانا ہے۔ جبرئیل سے زمین بولی خدا کی پناہ مجھ سے خاک نہ اٹھا . . . . الخ از قصص۔

واہ کیا کہنا مہاشے صاحب کے طرز استدلال کا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ان مندرجہ بالا روایات کو نقل کرتے ہی آپنے راقم کو مفتری اور گمراہ کنندہ پبلک بتلانا شروع کر دیا ہے۔ مہاشہ صاحب! آپکا جواب اور طریق استدلال میں نے سن لیا ہے۔ بیشک کسی کتاب میں اختلاف ثابت کرنیکے لیے دوسری کتب کی حکایات و روایات ہی پیش کرنی چاہئیے۔ لیکن اس طریق سے جو مشکلات آپکو پیش آئینگی اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں جو اُن کتب کو قرآن کریم کیا بلکہ احادیث کے پایہ کا بھی سمجھتا ہو۔ مہاشہ صاحب ایچ بتلائیے: آپ کو یہ کیا سوجھی کیا ویدک سٹور (Vedic store) میں ایسی روایات کچھ کم تھیں کہ آپنے قصص اور بائبل اور تفسیروں کے اوراق گرداننے شروع کر دیے۔ آپ پہلے اپنے وید مقدس کی خبر لیجیئگا کہ کیا کیا عجیب تحقیقاتیں اُس کے اندر موجود ہیں۔

تیسرا اختلاف جو مہاشہ صاحب نے پہلے پیش کیا تھا۔ وہ ان آیات یعنی فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون اور اقبل بعضہم علی بعض۔ مگر اب کی دفعہ شکر ہے کہ آپنے بایں الفاظ اپنی غلطی کا اعتراف تو کر لیا ہے "ہم زیرکشتہ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر دو مختلف گروہوں کے دو مختلف

احکام ہیں۔ گو باہمی اختلاف بتلانا غلط فہمی پر مبنی ہو سکتا ہے نہ کہ دھوکہ دہی پر" مہاشہ صاحب مجھے آپ اس لفظ کے استعمال کرنیسے معذور سمجھینگے۔ میں مجبور تھا کیا کرتا۔ مجھے تو آپ کا اخبار مطالعہ کرتے کرتے آپ کی جبلی فطرت کا یقین ہو گیا تھا بغیر عوض معاوضہ گذارہ آپنے بھی تو ہمارے ایک محسن کیساتھ کمی نہیں کی ہے۔

۴ چوتھا اختلاف آپ یہ پیش کرتے ہیں۔ قال القہا یموسی فالقہا فاذا ھی حیۃ تسعٰی ۵ لاتخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ۔ سورہ طٰہٰ رکوع ترجمہ۔ کہا اے موسیٰ اسکو ڈالدے۔ پس اسنے ڈال دیا۔ پس وہ دوڑتا ہوا سانپ ہوگیا۔ ڈر نہیں ہم ابھی اسکی پہلی حالت کردیتے ہیں۔ ۲۔ والق عصاک فلما راٰھا تھتز کانھا جان ولیٰ مدبرا ولم یعقب ۵ یاموسیٰ لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون۔ سورہ نمل اور اپنا عصا ڈالدو۔ جب موسیٰ نے اسکو اس طرح ہلتا دیکھا کہ گویا وہ ایک سانپ ہے۔ تو پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اور پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا۔ تو فرمایا موسیٰ مت ڈرو۔ ہمارے حضور رسول نہیں ڈرا کرتے۔

۳۔ فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین (سورہ اعراف اور سورہ الشعراء دونوں میں ہے) پس جب اُسنے اپنا عصا ڈالدیا۔ تو وہ ایک بڑا اژدہا ہوگیا۔

ناظرین! ان مذکرہ بالا آیات میں اختلاف ثابت کرنے کے لیے مہاشہ جی نے جو ورزش بُرد کی ہے۔ وہ میں آپکے سامنے پیش کیے دیتا ہوں۔ تا آپکو بھی یقین ہو جائے۔ کہ میری رائے مہاشہ صاحب کی نسبت درست اور بالکل درست ہے۔ اور پھر بعد ازیں انشاء اللہ تعالیٰ اصل حقیقت آپکو بتائی جائیگی۔

آپ مندرجہ بالا آیات میں اختلاف ظاہر کرنیکے لیے سب سے اول تفسیر قادری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ" وہ اژدہا ہوگیا منہ کھولے ہوئے۔ اُس

کے دونوں کلوں میں اسّی گز کا فاصلہ تھا اور پھر آپ موضح القرآن کی شہادت سے جان کے معنی چھوٹے سانپ کے کرکے یوں رطب اللسان ہیں "ناظرین اب جو آیت (یعنی موسیٰ کو اسّی گز چوڑے منہ والا اژدہا) ہونا بیان کرتی ہے۔ اس کی مخالفت آیات سورۂ طٰہٰ و نمل (دیکھو ...) اور موضح القرآن سے صریح ہے مگر بایں ہمہ قادیانی مسیح کے برخوردار فرماتے ہیں۔ کہ سانپ و اژدہا میں کیا فرق ہے۔ کوئی اختلاف نہ ہوا" ماشاء اللہ اس وقت آپ کہاں سے کہاں نکل گئے۔ وہ قرآن شریف کا کون سا لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ وہ سانپ اتنا بڑا تھا۔ کہ اسکے دونوں کلوں میں اسّی گز کا فاصلہ تھا۔ آخر دیدہ دلیری کی بھی کوئی حد ہوتی ہے قرآن شریف میں جو لفظ ہے۔ وہ تو ثعبان کا ہے۔ اور آپ اس کے معنی کسی اور کتاب میں سے لیکر پیش کرتے ہیں کہ ایسا سانپ جس کے دونوں کلوں کا فاصلہ اسّی گز ہو۔ ہاں لغت کی کسی کتاب میں ثعبان کے معنے ایسے مہیب سانپ کے دکھاتے تو بھی۔ اگر زیادہ سے زیادہ لغت اس کے معنی کرنیکی اجازت دیتی ہے تو یہی کہ ثعبان کے معنے بڑے سانپ کے ہوتے ہیں۔ نہ یہ کہ اتنا بڑا سانپ ہو۔ جس کے دونوں کلوں کا فاصلہ اسّی گز ہو۔ اور جس سانپ کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں غالباً دو میل سے لمبائی میں کیا کم ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن شریف کے کسی لفظ سے یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ اور اگر کسی اور شخص نے یہ معنی کئے ہوں۔ تو وہ اس کی تفسیر کہلا سکتی ہے۔ نہ کہ معنی کیونکہ ثعبان کے معنوں میں اس قدر طول کا کہیں نشان نہیں پایا جاتا۔ اور کسی اور شخص کے معنے ہم پر حجت نہیں ہو سکتے۔ اور مسلمانوں نے تیرہ سو سال میں آج تک ان تفاسیر کو کبھی بھی قرآن شریف کا حصہ قرار نہیں دیا۔ پس اگر اعتراض کی نیت ہو۔ تو قرآن کریم کی ذات پر اعتراض کرو۔ نہ یہ کہ موضح القرآن اور دیگر تفاسیر کی منقولہ روایات کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرکے

یونہی پبلک کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کرو۔ مہاشہ جی! آپ فرماتے ہیں کہ اس دموہومہ آیت اور مخصوص آیت کی مخالفت موضع القرآن سے صحیح ہے۔ خوب! اس بے معنی مخالف کا بھلا "قرآنی اختلافات" سے کیا تعلق ہے۔ ایسے "مخالف اور تضاد" ہزاروں ہوتے پھریں۔ پبلک تھوڑا ہی آپ کی بڑ ماننے لگی ہے۔ آپ مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں نے شاید آپ بعارضہ نسیان آپکے پہلے آیات ۱ اور ۲ کو درج اخبار کرکے پبلک پر یہ ظاہر کیا تھا کہ حیہ (سانپ) اور ثعبان (اژدہا) میں بڑا اختلاف ہے جس کے جواب میں آپ کو یہ کہا گیا تھا۔ کہ حیہ عام سانپ کو کہتے ہیں خواہ وہ اژدہا ہو یا سنپ کسی قسم کا ہو۔ اسے عربی زبان میں حیہ ہی کہینگے میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ لفظ اژدہا اور سانپ میں ان معنوں کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ مہاشہ آپ ہی بتائیں۔ کہ وہ سانپ اژدہا ہے۔ اس میں سانپ اور اژدہا میں کیا اختلاف ہے۔ جو قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہوئیں آپ کی اُڑ پرواز یاں۔ اب سنیئے اپنی غلط فہمی کی حقیقت۔

مہاشہ صاحب! اصل میں آپ یہ سمجھے ہیں کہ یہ تینوں آیات ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے آیات ۱ و ۲ تو اس وقت کا ذکر کرتی ہیں۔ کہ جب حضرت موسیٰ خدا تعالےٰ سے وادی مقدس میں ہم کلام ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا کرشمہ ظاہر کرنیکے لیے آپکے سامنے اس عصا کو ایک چھوٹے سانپ کی ہیئت اور شکل میں تبدیل کردیا! لیکن تیسری آیت اس واقعہ کے متعلق بیان کرتی ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ فرعون اور اسکے لشکر کے سامنے آئے۔ اور اپنے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت اپنا عصا پیش کیا جس کو قادر مطلق نے کامل شگفتی کے ساتھ عین موقعہ اور محل کے مناسب ایک اژدہا کی شکل میں تبدیل کردیا۔ اگر خدا تعالیٰ اس عصا کو وادی

مقدس میں اژدہا بنانا چاہتا۔ تو بنا سکتا تھا۔ مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو ڈرانا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ آپ کو اس عصا کی عجیب الخاصیت حالت کے متعلق آگاہ کرنا تھا اس لیے ایک چھوٹے سانپ کی ہیئت ہی میں ظاہر کر دیا جسکو دیکھکر حضرت موسیٰ اُس خوف زدہ ہوئے۔ کہ آپ نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے خداتعالیٰ آپ کو یہ تسلی دیتا ہے لا تخف لا یخاف لدی المرسلون۔ ڈرو نہیں۔ میرے حضور میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ پس یہ تو حکیم و قادر مطلق خدا کی عین حکمت اور قدرت کے مطابق ہوا۔ حضرت موسیٰ پر اپنا جلالی اور جبروتیت اور قہاریت کی تجلی تھوڑی ہی ظاہر کرنی تھی۔ کہ آپ کو ایک بڑا اژدہا بنا کر عذاب کا نمونہ دکھایا جاتا۔

الغرض قرآن کریم کو شروع سے لیکر آخیر تک دیکھ جاؤ۔ کہ جانّ کا لفظ جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ وہ اسی موقع کے لیے ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ کیلئے وادی مبارک میں ہمکلام ہوئے تھے۔ اور برخلاف اسکے ثعبانٌ کا لفظ اس موقع کے لیے ہے کہ جب فرعون اور اسکے درباریوں کے سامنے اور ساحروں کے مقابل میں حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو ڈالا تھا۔ اور وہ اس موقع اور محل کے مناسب ایک اژدہا ہوگیا۔ ناظرین! یہ حقیقت ہے اس اختلاف کی کہ جس کی اصل حقیقت مہاشہ صاحبکو بوجہ ذہنی کوتاہی نظر کے پا نہیں سکے۔ اور اپنی کمزوری کو قرآن شریف کیطرف منسوب کر دیا

ل اسجگہ ہم عصا کے سانپ ہونے پر بحث نہیں کرتے۔ کہ ان آیات سے کیا مراد ہے۔ بلکہ اس امر کو اسطرح تسلیم کر کے ثابت کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں۔ ورنہ ان آیات کے اور معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ اور یہ اسلئے لکھا جاتا ہے کہ آریوں کی عادت ہے کہ جب ایک سوال پر رہ جائیں تو دوسرا پہلو لیکر پھر حسبِ سابق شروع کر دیتے ہیں مثلاً اختلاف ثابت نہ ہو سکا۔ تو کہدیا کہ سونٹا سانپ کسطرح بنگیا یہ بیہودہ بات ہے۔ اسلیے اس غلط بحث سے بچنے کے لیے ہم پہلے ہی مہاشہ صاحبکو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ گھبرا کر دوسری طرف نہ چلے جائیں بلکہ اگر عصا کے سانپ بننے پر زیر بحث ہو۔ تو اسپر الگ مضمون لکھیں۔ اسکا بھی انشاءاللہ کافی جواب دیا جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم منہ

ناظرین! عنوان دونوں لفظ سے والا مضمون خوب پڑھیں۔

جواب نمبر ۲۔ اب جبکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ثعبان کے معنے اگر بڑے سانپ کے ہیں اور جان کے معنے چھوٹے سانپ کے تو ان معنوں میں کوئی حرج نہیں بلکہ اختلاف کی بجائے اس میں خوبی ہے۔ کہ دوست کے سامنے اور طرح سے شان دکھلائی گئی۔ اور دشمن کے سامنے اور طرح سے۔ اس کے بعد ہم ایک اور جواب پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ لغت میں ثعبان کے معنے عام سانپ کے بھی ہیں چنانچہ لسان العرب جلد اول میں ہے۔ کہ وقیل حیۃ صغیرۃ اوکبیرۃ یعنے اس لفظ کے یہ معنے بھی ہیں۔ کہ کسی قسم کا سانپ ہو۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پس ثعبان اور جان میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور ان دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ثعبان کا لفظ استعمال کر کے یہ بتایا۔ کہ وہ عصا سانپ ہو گیا تھا۔ اور دوسری جگہ جان کا لفظ استعمال کر کے یہ بتایا۔ کہ گو ثعبان سے مراد بڑا اور چھوٹا دونوں قسم کے سانپ ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہماری مراد جان سے ہے۔ اور چاہیے کہ تم ثعبان کے معنے جان کے کرو۔ پس اس میں کیا اختلاف ہوا ایک جگہ پر ایک عام لفظ استعمال کیا تھا۔ اور دوسری جگہ ایک خاص بول کر اس کی تخصیص کر دی پس ان معنوں کے لحاظ سے بھی ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں ثابت ہوتا۔

جواب نمبر ۳۔ تیسرا جواب آپ کے اس اعتراض کا یہ ہے۔ کہ گو ہم مان بھی لیں کہ ثعبان کے معنے بڑے سانپ کے ہیں۔ اور جان کے معنے چھوٹے سانپ کے اور نظاروں میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بلکہ جو چیز موسیٰ کو وادی مقدس میں دکھائی گئی تھی۔ وہی فرعون کو دکھائی گئی تھی۔ تب بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ اگر آپ غور سے اس آیت کو دیکھتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ جہاں جان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں آیت اس طرح ہے کہ کانھا جان۔ یعنے وہ عصا ایسا تھا کہ گویا

ناظرین! عنوان "دونوں کا نفع ہے" والا مضمون ضرور پڑھیں

وہ ایک سانپ ہے۔ پس مہاشہ جی آپکا اعتراض اس آیت پر کسی صورت میں بھی نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ اس عصا کو جان نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حرکت کو جان کی حرکت قرار دیا ہے یعنی بتایا ہے۔ کہ وہ جان کی طرح ہلتا تھا۔ اس سے تو ثابت نہیں ہوتا کہ اسکا جسم جان کی طرح تھا۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی حرکت جان کی طرح تھی پس اس میں کیا اختلاف ہوا۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کا عصا ایک ثعبان بنگیا۔ جس کی حرکت جان کی طرح تھی یعنے گو شکل میں تو وہ ایک ثعبان کے مشابہ تھا۔ لیکن حرکت میں وہ ایسا تیز تھا کہ ایک سانپ کی طرح حرکت کرتا تھا۔ اور اسکی حرکت میں بڑی سرعت پائی جاتی تھی۔ اس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ کا عصا ایک بڑا اور پھرتیلا سانپ بنگیا۔ اگر قرآن شریف میں صرف کا ثعبان کے الفاظ ہوتے۔ اور تھتز کا لفظ شروع میں نہ ہوتا۔ تب تو آپ اس کے یہ معنی کرتے۔ کہ وہ چھوٹے سانپ کی شکل پر بنگیا۔ لیکن اس آیت میں تو اس سانپ کو جان نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حرکت کو جان کی حرکت کہا گیا ہے پس آپکو بیجا اعتراض کرنیکی کوئی ضرورت نہیں امید ہے۔ کہ آپ ان تینوں جوابوں کو سنکر آئیندہ اس آیت پر اعتراض کرنیکی جرأت نہ کرینگے۔ اور اگر آپنے پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ تو پھر سوائے اسکے کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ آپ کو کاٹنے کی عادت ہے۔

ناظرین اب اختلاف نمبرہ کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ مختلف فیہ آیات جو مہاشہ جی نے پیش کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ ترجمہ: یہ لوگ تجھ سے عذاب کے لیئے جلدی کر رہے ہیں۔ اور اللہ تو کبھی بھی اپنا وعدہ خلاف نہیں کریگا اور کچھ شک نہیں کہ تمہارے پروردگار کے ہاں تم لوگوں کی گنتی

کے مطابق ہزار برس کے برابر ایک دن ہے۔

(۲) سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (سورہ معارج رکوع ۱) (ترجمہ) کسی سائل نے اس آنیوالے عذاب کے متعلق سوال کیا جو کافروں کے لیے اُٹل ہے۔ اُس خدا سے جو فضلوں اور نعمتوں والا ہے۔ ملائکہ اور روح اسکی طرف ایک ایسے دن یا وقت میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

ناظرین! مہاشہ جی فرماتے ہیں۔ کہ "اللہ میاں ہر دو مقامات پر یہ کمی بیشی الفاظ بطرز جداگانہ عذاب قیامت بتلا رہے ہیں۔ مگر بسبب مرض نسیان کے آپنے کہیں ہزار اور کہیں پچاس ہزار لکھ مارا ہے۔" مرض نسیان ہے یا کچھ اور ہے۔ یہ تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ کہ جنہیں اکثر ہزیان اور بیہودہ اور زٹل بکنے کی عادت ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ آنکھوں کے بھی خوب بینا ہیں۔ اسی لیے تو آپ کو اندھیرے میں خوب دور کی سوجھی ہیں۔ اور آپ زبان کے بھی خوب شستہ ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور جامع صفات پر بھی منہ کھول کر ایک آدھ بالشت کی زبان نکالنی شروع کر دی ہے۔ یہ باتیں تو آپکے اندرونہ کی اُس اصلیت کو پبلک پر ظاہر کر رہی ہیں جس کا راقم کو مدتوں سے یقین تھا۔ اور آپکے ہزلیات اور خرافات کو سُن سُن کر خاموش رہتا تھا۔ مگر پبلک چراگاہیں چرانے کے لیے آپ کی رسّی کا اسقدر دراز چھوڑنا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اسلیے اب ہماری کھینچ تان سے بھی آپ کو ذرا ہوشیار اور محتاط رہنا ہوگا۔ یہ تو ہوئی آپکے لیے تنبیہ۔ اب ہنے اس لمبے زاد اختلاف کی حقیقت بھی سُن لیجیے جس کو کہ آپنے پہلے بھی پیش کیا تھا۔ اور آج پھر پبلک کو محض مغالطہ دیکیے

ناظرین! عنوان درج کا نقشہ کھینچ کر مضمون بغور پڑھیں۔

یئے پیش کر دیا ہے۔ مہاشہ صاحب! ذرا آنکھوں سے دیکھیئے اگر آپ کو خدا نے کچھ آنکھیں دی ہیں۔ اگر ان مندرجہ بالا آیات میں قیامت کا ذکر کہاں ہے۔ کہ آپ اسقدر شور مچا رہے ہیں۔ کرانشہ میاں ہر دو مقام میں عذاب قیامت کی میعاد بتلائی ہے۔ غور سے دیکھیئے۔ اور پھر غور سے دیکھیئے۔ کہ آیا ان آیات میں یا انکے ماقبل و مابعد میں کہیں بھی قیامت کا ذکر آیا ہے۔ یا یونہی آپ افترا پردازی کرکے نامۂ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ بلکہ آیت نمبر ۱ کے ماقبل کو غور سے پڑھیئے کہ کس صراحت اور وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کے والوں کو دنیا میں عذاب کے متعلق خبر دے رہا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ (ترجمہ) یعنی ان مسلمانوں کو جو قتل کیئے جا رہے ہیں۔ اب کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور ضرور ضرور اللہ انکی نصرت پر قادر ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ بیان کرکے کہ بہت سی ظالم قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور ہمنے انکو تباہ کر دیا فرماتا ہے يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ . . . وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (ترجمہ) یعنی یہ لوگ بھی عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ بھی اپنے وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کریگا۔ بیشک تمہارے رب کے ہاں تم لوگوں کی گنتی کے مطابق ہزار برس کے برابر ایک یوم ہے یعنی تم جلدی کس بات کی کرتے ہو۔ وہ وقت جو کسی قوم کی تباہی کا خدا تعالےٰ نے مقرر کیا ہے وہ تو ہزار برس ہے۔ اور تم لوگوں کو بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا ہوئے ایک ہزار برس ہو گیا ہے۔ اور یہی آخری میعاد ہے جس سے کوئی قوم بھی تجاوز نہ کر سکی۔ اور نہ کر

ناظرین! [illegible]

سکتی ہے۔ اسی مدت کے اندر اندر ہر ایک سرکش قوم ہلاک کر دیجاتی ہے۔ اب تم جلدی کر دیا نہ کرو۔ وہ مدت گزر چکی ہے۔ یعنی ایک ہزار برس تک تم بت پرستی اور بدی کرتے رہے ہو۔ اور تمہارے پاس ایک نذیر مبلغ بھی آگیا ہے۔ پس اب دیر کسی بات کی نہیں ہے۔ وہ عذاب آگیا ہے۔

الغرض ان آیات کے ماقبل و مابعد سے وضاحت اور صراحت کیساتھ اظہر من الشمس ہو کہ یہ ہزار برس کی میعاد وہ میعاد ہے جس میں قومیں بدیوں اور سرکشیوں میں بڑھتی جاتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس مدت کے اندر ہی اندر یا اس کے اختتام پر خدا تعالیٰ کا عذاب انہیں تباہ کر ڈالتا ہے۔ یہ ایک بدیہی صداقت ہے۔ جس کا مصدق ہمارا مشاہدہ ہے۔ مگر مہاشہ جی ہیں کہ نہ آگا دیکھتے ہیں۔ اور نہ پیچھا۔ الٹی سیدھی راہ چلے جاتے ہیں ناظرین ذرا آپ انکے اخبار کے صفحہ ۸ کو دیکھیے۔ کہ آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت اور دلیل کیا پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ابن عباس وعکرمہ وضحاک و ابن زید بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ آیت نمبر ۲ میں جو پچاس ہزار سال کا وقت ہے۔ اس سے وہ قیامت کا ہی وقت مراد ہے۔ اور مفسر قادری بھی یہی کہتا ہے۔ اسلیئے صاف ظاہر ہو کہ ہر دو آیات میں عذاب قیامت ہی کی مراد ہے (از مسافر آگرہ) ۔ فرد فرقہ بیشک مہاشہ صاحب استدلال اسی کو کہتے ہیں۔ کہ آیت نمبر ۲ کے متعلق تو ثبوت دیا جا رہا ہے۔ اور پھر استنباط اس سے یہ کیا جاتا ہے۔ کہ آیت نمبر ۱ میں بھی عذاب قیامت ہی مراد ہے۔ واہ کیا کہنا آپ کی لیاقت کا پیارے ناظرین! دیکھا۔ یہ قرآن کریم کے اختلافات ثابت ہو رہے ہیں۔ اب بتائیے کہ نسیان ہے۔ یا جنون ہے۔ یا سر پھر گیا ہے۔ تو کیا ہو گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کے اختلافات ثابت کرتے کرتے عقل بھی ماری گئی ہے حضرت! آپ دوسروں کے اقوال کو اتنی جلدی کیوں

ناظرین! قرآن دو نشان کا شاندار مضمون ضرور پڑھیں

ے بیٹھتے ہیں۔ اب قرآن کریم کی ذات میں پہلے مدلل طور پر کوئی نقص ثابت کریں اور پھر ناجی تائیدات کیلئے ہاتھ پیر ماریں۔ آپ کو پہلے چاہیئے تھا۔ کہ آپ پبلک پر آیت نمبر ۱ کے ماقبل و مابعد میں وہ آیات بتلاتے جن میں خدا تعالےٰ نے قیامت کے عذاب کا ذکر کیا ہو۔ اور اگر زیادہ ضرورت سمجھتے۔ تو مزید تائید کے لیئے دیگر اقوال بھی نقل کر دیتے۔ ایسا ہی آیت نمبر ۲ میں یہ ثابت کرتے۔ کہ وہاں بھی خدا نے قیامت کا ہی ذکر کیا ہے۔ اور پھر پبلک کو بتاتے کہ اس طرح پر مندرجہ بالا آیات میں اختلاف اور تضاد ہے۔ مگر بجائے ایسا کرنے کے آپ نے تو صرف آیۃ نمبر ۲ میں مختلف فیہ اقوال سے آشنا بتا کر یہاں پر بعض کے نزدیک قیامت کی میعاد مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ وقت مراد ہے جس میں ملائکہ اور روح دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کر جاتے ہیں فوراً ہی یہ نتیجہ نکال لیا کہ یہ دو آیات میں صریح تخالف ہے۔ اور ساتھ ہی راقم کو بھی دو چار سناویں۔ کہ بیٹے پبلک کو گمراہ کیا ہے خیر اس کی تو مجھے بالکل پرواہ نہیں۔ اور نہ ہی میں ان گالیوں کا آپ کے پاس شاکی ہوں۔ آپ جی بھر کر مجھے اور گالیاں نکال لیں مگر میں اسبات کا افسوس ضرور کرتا ہوں۔ اور پبلک کے نوٹس میں لا کر کہتا ہوں۔ کہ آپ نے یہ کیا احمقانہ حرکت کی ہے۔ کہ آیت نمبر ۲ میں یہ بھی ثابت نہ کیا۔ کہ وہاں پر دو مختلف اقوال میں سے کونسا قول درست ہے۔ اور پبلک بیچاری کو باتوں ہی باتوں میں یہ دھوکہ دیگئے۔ کہ آیت نمبر ۱ اور آیت نمبر ۲ میں اختلاف ہے۔ آپ نے آیت نمبر ۱ میں یہ ثابت ہی کب کیا ہے۔ کہ وہاں پر بھی قیامت کی میعاد مراد ہے۔ آپ نے تو اُسے چھوا تک بھی نہیں۔ یونہی آنکھیں بند کر کے کہدیا کہ یہاں بھی میعاد قیامت مراد ہے۔

مہاشہ جی! کیا آپ یہ امید کرتے ہیں۔ کہ جب تک آپ مندرجہ بالا آیات

ناظرین! بعنوان "دونوں کا فیصلہ" والا مضمون ضرور پڑھیں۔

میں کسی اختلاف کے ثابت ذکرینگے پبلک بنی نوع حادثہ آپ کی ذہنیات اور خرافات کو مانتی چلی جائیگی۔ کیا ایک ہزار اور پچاس ہزار کو صرف سوئے الفاظ میں ہی کہہ دیئے سے پبلک آپ کے داؤں میں آجائیگی۔ ہاں کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ آخر آپ جانتے ہونگے۔ کہ آپ کے اخبار کے خریدار بھی آپ ہی کی طرز کے ہونگے۔ اپنے جو مرضی آئے لکھ جاؤ ایسا ہے کون جو بات کو سمجھ سکے۔ ہاں ذرہ مجھے ہوش سے اس سوال کا جواب دیجئے۔ کہ آپ کے لیے جو پرمیشر نے پیدا ہونیکا وقت نو ماہ مقرر کئے ہیں۔ اور ایک خرگوش کے پیدا ہونیکے لیے پندرہ دن کی میعاد مقرر کی ہے تو کیا یہ اختلافات اوقات قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کل کو کہیں اپنے پرمیشر پر یہ اعتراض نہ جڑ دینا۔ کہ پرمیشر صاحب! یہ آپ نے کیا غضب کیا ہے۔ کہ خرگوش کے پیدا ہونے کی میعاد دو سو ساٹھ دن کم رکھدی ہے کہیں مرض نسیان تو نہیں ہو گیا تھا۔ آپ کے منہ سے ایسا اعتراض نکلنا کچھ بعید از عقل نہیں ہے۔ بار بار دیدہ دیکھتے ہوئے کہ ایک آیت میں دنیاوی عذاب کے وقت کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں قیامت یا ملائکہ کے عروج کا جیسا کہ خود آپ ہی نے ثابت کیا ہے۔ اگر آپ کچھ کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ ان میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بلکہ آپ کے خیال میں یہ چاہئے تھا۔ کہ جہاں کہیں بھی کسی مدت کا ذکر ہوتا۔ تو اسکو ایک ہزار برس سے ہی ظاہر کیا جاتا۔ اس قسم کی بیہودہ مطابقت اور احمقانہ موافقت اگر دیکھنی ہو۔ تو وید میں جا کر ڈھونڈیئے۔ قرآن کریم میں تو ملنے کی نہیں۔ دیکھو اگر اس وجہ سے یہ طبع زاد اختلاف سوجھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر دو آیات میں یوم کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ تو یہ خیال آپ کا آپ کی علمی پردہ دری اور بھی وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ مہاشہ صاحب! مجھ سے سنیئے! اور لغت کو دیکھ لیں یا کسی علم والے سے ہی پوچھ لیں۔ اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو) کریم کے معنے خاص چوبیس گھنٹے کے دن کے ہی نہیں ہوا کرتے بلکہ عام

مطلق وقت کے معنے ہوتے ہیں۔ آپ اقرب الموارد دیکھیں۔ یا قاموس یا کوئی اور لغت تلاش کریں۔ آپ کو یہی معنی ملیں گے۔ کہ قد یراد بالیوم الوقت مطلقاً۔ یعنی یوم سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے۔ اسلئے ہر ایک لفظ کے معنے اس کے موقعہ اور محل کے مناسب کرنے چاہئیں۔ یہ نہیں۔ کہ انہیں پیچ کر کہ جہاں کہیں کہ یوم کا لفظ آئے اس کے معنے چوبیس گھنٹے کے سمجھ لیں۔ عقلمند انسان تو ایسی نامعقول حرکت کر نہیں سکتا۔ اور بیوقوف اور احمق آدمی کا ہم ذمہ نہیں اٹھاتے۔ مہاشہ صاحب! اگر ابتک بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔ تو میں ایک دفعہ اور آپ کو ایک موٹے اور آسان طریقے سے ہی سمجھائے دیتا ہوں۔ آپ ذرا غور فرمائیں۔ کہ آیت نمبر ا میں اللہ فرماتا ہے۔ کہ تیرے رب کا ایک یوم تم لوگوں کے ہزار سال کے برابر ہے۔" اور آیت نمبر ۲ میں (ابن عباس کے قول کے مطابق) یہ بیان ہے کہ "وہ عذاب ایک ایسے یوم میں واقعہ ہونیوالا ہے۔ کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ اب دیکھئے کہ ان آیات میں کونسا مختلف فیہ بیان ہے۔ کہ آپ کو اعتراض کی سوجھ گئی۔ کیا خدا نے دوسری آیت میں یہ بیان کر دیا ہے کہ تیرے رب کا ایک یوم پچاس ہزار سال کا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہاں تو صرف اتنا ذکر ہے۔ کہ وہ آنیوالا عذاب ایک ایسے وقت میں آئیگا۔ کہ جس کی میعاد پچاس ہزار سال ہے۔ مہاشہ صاحب! غرض تو آپ موقعہ دیکھتے ہیں اور نہ محل بس کوئی آیت سامنے آئی اور آپ کو اعتراض جڑنے کی فکر پڑجاتی ہے میں سچ سچ کہتا ہوں۔ اور ناظرین کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ یہ آیات بینات ایسی بدیہی اور صاف ہیں۔ کہ اگر آپ کو یوم کے معنے معلوم نہ بھی ہوتے تب بھی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ آپ کے کسی گوشہ دل میں کوئی اعتراض خلجان کرتا کیونکہ ہر دو آیات میں مختلف الزمان اور مختلف المکان عذابوں کا ذکر ہے۔ ایک ہی عذاب کی میعاد کا ذکر نہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۲ میں خود آپنے عذاب قیامت

تسلیم کیا ہے۔ اور آیت نمبر۱ میں (جس کو آپ بھول ہی گئے تھے) ہم نے عذاب دینا مراد ہونا ثابت کر دیا۔ پس ایسی متبادر الی الفہم اور روشن صداقت کے باوجود بھی آپ لوگوں کو اسلام کی مخالفت کے جوش میں نہ معلوم کیا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اناپ شناپ منہ میں آتا ہے۔ بک دیتے ہیں۔ اسبات کی مطلقاً پروا نہیں۔ کہ کل کو پبلک ان افترا پردازیوں اور روباہ بازیوں کی حقیقت طشت از بام ہونے پر آپ کی نسبت کیا خیال کریگی۔

الغرض ناظرین اسی طرح پر مہاشہ صاحب کحل الجواہر کی پھبتیاں اڑاتے اور قافیہ بندی کرتے ہوئے کل چھ طبعزاد اختلافات پر بمشکل ہی پہنچ سکے ہیں جن میں سے پانچ اختلافوں کی قلعی تو ہمنے دوبارہ کھولدی ہے اور باقیماندہ کی حقیقت چونکہ ہمنے تشحیذ ۱۹۱۲ء کے پرچے میں بوضاحت کھدی تھی اور ان کا جواب مہاشہ صاحب نے بھی کچھ نہیں دیا ہے۔ ہاں چھٹے اختلافات کو صرف دوبارہ نقل کرکے یہ پھبتی ضرور اڑائی ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحبکو اگر یہ تین اختلاف نظر نہ آویں۔ تو کحل الجواہر استعمال کریں۔ اللہ میاں دوچند وعدے پر قرض مانگتا ہے۔ اور اور وں کو سود لینے سے منع کرتا ہے جسکے جواب میں صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتا ہوں کہ قرض پنجابی لفظ نہیں کہ مہاشہ صاحب اور ان کے معنے سمجھ سکیں بلکہ عربی لفظ ہے۔ جسکے معنی (القرض ضرب من القطع) کاٹ کر الگ کرنے کے ہیں قینچی کو بھی مقراض اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ کاٹتی ہے۔ قرآن کریم میں قرض جہاں کہیں بھی کہ استعمال ہوا ہے۔ وہاں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنیکے ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور ادھار کے لئے الگ دین کا لفظ آیا ہے۔ پس یہ مہاشہ صاحب کی عین جہالت اور حماقت ہے کہ وہ من یقرض اللہ قرضاً حسنا کی پاک تعلیم کو حرمت سود کے مخالف بتلاتے ہیں۔ کیونکہ کوئی عقلمند اور ذی فہم

انسان بھی انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم اور حرمت سود کی تعلیم کو آپس میں متضاد نہیں کہہ سکتا۔ غرض مہاشہ صاحب صرف چھ اختلافات تک ہی پہنچ کر باقی تنقید کے لئے عدم ضرورت کا عذر پیش کرتے ہیں جس کا مطلب ہمارے ناظرین خوب سمجھتے ہیں۔ مہاشہ صاحب! عدم ضرورت اور فرصت کا خیال جانے دیجئے ابھی تو آپنے "ایک ہزار اختلاف" میں سے کل گیارہ ہی بتلائے ہیں اور پھر ان کا بھی فیصلہ نہیں ہوتے دیتے۔ آپ نے ہمارا قرض کھرے داموں میں ادا کرنا ہوگا۔ اب آپ کھسکتے کہاں ہیں۔ مرد میدان بنیں۔ اور جس بات کا دعویٰ کیا تھا۔ اسکو ثابت کریں۔ ورنہ آپ پبلک کی نظر میں مفتری اور دروغگو اور جھگڑے ثابت ہو گئے۔

سید ولی شاہ اسسٹنٹ ایڈیٹر۔م

انجمن نے سنہ حال میں قواعد انجمن تشحیذ الاذہان تو بدستور سابق ہی رکھے ہیں مگر بجٹ میں ترمیم و تنسیخ کی ہے جو ذیل میں درج ہے

تخمینہ بجٹ آمد انجمن تشحیذ الاذہان برائے سنہ ۱۹۱۱ء

الف تخمینہ بجٹ آمد انجمن تشحیذ الاذہان بابت سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر شمار	نام صیغہ	مد	تخمینہ: [illegible]	تخمینہ: صیغہ	کیفیت
۱	دفتر انجمن	چندہ ممبری	۷	۷۰	
۲	رسالہ	فروخت رسالہ	۱۰۰م	۱۰۰م	
۳	دار الکتب احمدیہ	چندہ وامانت	۴۰۰	۴۰۰	
۴	کاتب	اجرت	۲۴۰	۲۴۰	
۵	اشتہارات	اجرت	۳۰	۳۰	[illegible]

ناظرین! بعنوان دونوں کالموں کا تشخیص والا مضمون ضرور پڑھیں

(ب) تخمینہ بجٹ خرچ انجمن تشحیذ الاذہان سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر	ابواب	مد	تفصیل	تخمینہ بجٹ سنہ — تفصیل	مد	میزان	کیفیت
۱	[illegible]	[illegible]	۰	۰	۵۵	۵۵	
۲	۰	۰	دفتر [illegible]	۱۰	۰	۰	
۳	۰	۰	دفتر حساب	۵	۰	۰	
۴	۰	۰	دفتر [illegible]	۵	۰	۰	
۵	۰	۰	دفتر [illegible]	۵	۰	۰	
۶	رسالہ	۰	۰	۰	۰	۲۳۳۰	
۷	۰	[illegible]	۰	۰	۹۳	۰	
۸			[illegible]	۳۰۰	۰	۰	
۹			کلرک	۱۸۰	۰	۰	
۱۰	۰	۰	[illegible]	۹۰	۰	۰	
۱۱	۰	۰	[illegible]	۳۱۰	۰	۰	
۱۲	۰	طبع	۰	۰	۹۰		
۱۳	۰	۰	کاغذ	۳۰۰	۰	۰	
۱۴	۰	۰	کتابت	۱۴۴	۰	۰	
۱۵	۰	۰	چھپوائی	۳۱۰	۰	۰	
۱۶	۰	۰	[illegible]	۹۹	۰	۰	
۱۷	۰	سامان [illegible]	۰	۰	۶۰۰	۰	
۱۸	۰	۰	[illegible]	۳۰۰	۰	۰	
۱۹	۰	۰	[illegible]	۱۴۰	۰	۰	
۲۰	۰	۰	سامان [illegible]	۲۰	۰	۰	
۲۱	۰	سامان [illegible]	۰	۰	۵۰	۰	
۲۲	۰	[illegible]	۰	۰	۵۰	۰	
۲۳	۰	۰	کتب	۱۰۰	۰	۰	
۲۴	۰	۰	اشتہارات	۵۰	۰	۰	
۲۵	[illegible]	۰	۰	۰	۰	۳۲۵	
۲۶	۰	[illegible]	۰	۱۵	۰	۰	
۲۷	۰	اسباب	۰	۱۰۰	۰	۰	
۲۸	۰	[illegible]	۰	۱۰۰	۰	۰	
۲۹	۰	متفرق [illegible]	۰	۵۰	۰	۰	

پریذیڈنٹ — [illegible]

کل میزان — (۲۸۳۳) [illegible]

[illegible] سیکرٹری

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی عجیب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں؟

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا ... کھانسی ... کی بیماری ... کو رفع کرتی ہے ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس دوا پر مہاراجہ ... کی رائے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۴ | بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء | جلد ۶

فہرست مضامین

مسلمان وہی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے صفحہ ۱۲۱ - ۱۶۰ — ایڈیٹر

باہتمام چوہدری عبدالعلیم صاحب مینیجر ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

باہتمام مینیجر ... پریس میں چھپا

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصے سے شایع ہو رہا ہے۔ اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کے موافق طیار کیا جاتا ہے۔ اور اصلی ممیرا جس کو خود اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "**برائے امراض چشم بسیار مفید است**" اس شہادت کے بعد مجھے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی [illegible] کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانے کا جائز حقدار ہے۔ اس کے مفید ہونے کی ضرورت ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑوال بال اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصلی ممیرا قسم اول [illegible]

ترکیب استعمال [illegible] آنکھوں میں لگا [illegible] گرمی وغیرہ کے سوجن ہو جایا کرتے ہیں۔ بہت مفید [illegible]

ست سلاجیت

[illegible] اعضاء [illegible] ضعف [illegible] نسیان [illegible] دفع [illegible] لنگڑی [illegible] نقرس [illegible] تنگ [illegible] سلسل البول [illegible] وجع المفاصل وغیرہ کے لیے بہت مفید ہے [illegible]

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں [illegible] پشاوری [illegible] سیاہ [illegible] سفید [illegible] پشاوری [illegible] ہر قسم کی [illegible] ترتیب کی منگتی ہیں۔

المشتہر ـ احمد نور کابلی مہاجر [illegible] قادیان ضلع گورداسپور

مُسلمان وُہی ہے جو سب ماموروں کو مانے

دیباچہ

چند دنوں سے وطن اور المنیر میں حضرت اقدس مسیح موعود اور حضرۃ خلیفۃ المسیح پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے احمدیوں اور غیراحمدیوں میں ایک ناسے فرق پر اختلاف ڈلوا دیا۔ اور لکھا ہے کہ ہم میں اصولی فرق ہے۔ اسی طرح پیسہ اخبار میں کسی شخص جشم نے ایک مضمون دیا ہے کہ امید ہے حضرت خلیفۃ المسیح اس فیصلہ کو واپس لیکر حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو باطل کر دیں گے۔ اور ان پر سے کفر کا فتویٰ واپس لے لینگے لیکن تعجب ہے۔ کہ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم لوگ جب حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ تو کیونکر آپ کے فتویٰ کو رد کر سکتے ہیں۔ اور حضرۃ خلیفۃ المسیح تو آپ کے خلیفہ اور آپ کے کاموں کو پورا کرنے والے ہیں۔ آپ کیونکر آپ کے الہاموں کو رد کر سکتے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ ماموریں اور انبیاء و رسل کی مخالفت کی حقیقت کو سمجھتے ہی نہیں۔ تب ہی تو کہتے ہیں کہ حضرت کے مخالف کیونکر کافر ہوئے۔ یا کم سے کم نیک نیتی سے نہ ماننے والے کیونکر کافر ہوئے۔ حالانکہ رسول اللہ کو نہ ماننے والے کیا سب کے سب بدنیت تھے اور

اور کیا سب پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں میں کون تبلیغ کرنے گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اسلام کی رو سے وہ کافر ہیں۔ باقی رہا کہ ان کو سزا ملیگی یا نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ شریعت کا فتویٰ تو ظاہر پر ہے۔ اسلئے ہم ان کو کافر کہینگے۔ پس جب تبت اور سوئٹزرلینڈ کے باشندہ رسول اللہ کے نہ ماننے پر کافر ہیں۔ تو ہندوستان کے باشندہ مسیح موعود کو نہ ماننے سے کیونکر مومن ٹھہر سکتے ہیں۔ غرض کہ یہ خیال بالکل بیہودہ اور عقل سے بعید تھا۔ اسلئے اس کی تردید لازمی نظر آئی تا کہ احمدی بھائی دھوکہ نہ کھائیں۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا فتویٰ بھی ضروری تھا اسلئے یہ مضمون بتمام و کمال آپکو دکھایا گیا۔ اور آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ مجھے اس مضمون سے مخالفت نہیں۔ اور ہرگز مخالفت نہیں۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ اسے چھاپ دو۔ اب اسے عام مخلوق کی ہدایت کے لیئے شایع کرتا ہوں احمدی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اس کی خوب اشاعت کریں۔ اور یہ مضمون دوسرے دوستوں کو جا کر سنائیں۔ کیونکہ غیر احمدی اسوقت پورے زور سے ہم کو اپنے اندر ملانا چاہتے ہیں۔ اور جب حضرت کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان رہتا ہے۔ تو پھر آپ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود

۱؎ [illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا

آیات صراط الذین انعمت علیہم اور تشابہت قلوبہم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کی جماعتوں اور اُن کے مخالفین کا ایک ہی طریق ہوتا ہے نبیوں کی مشابہت نبیوں سے انکی جماعتوں کی مشابہت اپنے سے پہلی جماعتوں سے۔ اور ان کے مکفرین کی مشابہت ان سے پہلے کے مکفرین سے ہوتی ہے۔ جس طرح نبی اور انکی جماعتیں ایک ہی راستہ پر قدم مارتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے مخالفوں کے پیرو بھی اپنے پیشروؤں کی سنت پر عامل ہوتے ہیں خصوصاً جن انبیاء کی آپس میں مشابہت اور مماثلت ہو۔ اور ایک ہی قسم کے کام ان کے سپرد ہوں۔ تو ان کے حالات تو آپس میں بہت ہی کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ان پر اور ان کی جماعتوں پر ایک ہی سے ابتلا آتے ہیں۔ ایک ہی سے شیطانی حملہ ان پر ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی راہوں سے ان کو پھسلانے کی کوشش کیجاتی ہیں۔ ہمارے حضرت کو چونکہ حضرت مسیح سے مشابہت تھی۔ اور آپ ان کے مثیل تھے۔ آپ کے واقعات بھی ان سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے وہاں ایک امن و امان کی سلطنت

تھی. یہاں اس سے بڑھکر امن و امان کی حکومت ہے. جیسے وہاں ایک غیر ملک کے باشندوں کی گورنمنٹ تھی. یہاں بھی غیر ملک کے باشندوں کی گورنمنٹ ہے. جیسے وہاں تقریر و تحریر سے تبلیغ کیجاتی تھی. ویسے ہی یہاں بھی کیجاتی ہے جس طرح ایک خون کا مقدمہ کیا گیا. اور آخر میں آپ کی نجات ہو گئی. اسی طرح یہاں بھی ایک خون کا مقدمہ ہوا جس میں آخر میں آپ کی نجات ہوئی. جس طرح وہاں کفر کے فتوے لگے. یہاں بھی لگے. جس طرح آپ کے مخالف مولوی آپکے پیچھے پھرتے. اسی طرح اب بھی پھرتے رہے. پس ضرور تھا کہ جس طرح مسیح کی وفات کے بعد آپ کی جماعت پر ابتلا آئے اسی طرح حضرت صاحب کی وفات کے بعد بھی جماعت پر اسی طرح ابتلاء آتے چنانچہ ایک وقت بلکہ شاید میں غلطی پر نہ ہونگا. اگر کہوں کہ حضرت صاحب کی زندگی کے زمانہ سے مجھے ابتلا کا خیال تھا. اور خوف تھا. اور میں دیکھتا ہوں. کہ ایک وقت آثار ظاہر ہو رہے ہیں لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود صرف مثیل مسیح ہی نہ تھے بلکہ مہدی مسعود بھی تھے. اسلیئے امید بلکہ یقین ہے. کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت ان ابتلاؤں کے زمانہ سے صاف اور بے عیب نکلجائیگی. چنانچہ اگر میں بھولتا نہیں. تو میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح کے منہ سے یہ سنا ہے. کہ ایک دفعہ آپنے حضرت صاحب سے پوچھا. کہ آپ مثیل مسیح ہیں اس لیئے ان واقعات سے خوف آتا ہے جو مسیح کی جماعت سے پیش آئے فرمایا کہ ہاں خوف تو ہے. لیکن چونکہ میں مہدی بھی ہوں اسلیئے اللہ تعالیٰ انجام نیک کریگا. پس گو خوف ہے. لیکن نیک انجام کی بڑی امیدیں لگی ہوئی ہیں

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور بیان کرتا ہوں. کہ وہ ابتلا کیا تھا جو حضرت مسیح کے بعد آپ کی جماعت کو آیا. انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ

کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد آپ کی جماعت کو غیر قوموں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اور حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہوتے گئے۔ کہ جن کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسیحی لوگ ان میں مل گئے۔ اور جس طرح سیر بھر نجاست میں پڑکر تولہ بھر پانی بھی ناپاک ہوجاتا ہے۔ ان مٹھی بھر آدمیوں پر وہ کثرت غالب آئی۔ اور یونانی اور رومی مشرکانہ خیالات اور بدسنت ان میں پیدا ہوگئی بعض جو الگ رہے۔ الکابقیہ خاتم النبیین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم الدین کے وقت تک چلا۔ لیکن چونکہ اصل توحید آگئی اسلئے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اُٹھا لیا۔ اور وہ اپنا کام کرکے خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے گزر گئے۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ بھی انہیں لوگوں کے بتانے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

ہمارے حضرت کی زندگی کے آخری ایام میں اور بعد وفات کے بھی اس قسم کی تحریکات مخالفین سلسلہ کی طرف سے ہوتی رہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ ہمارے برخلاف چاروں طرف سے کفر کے فتوے شائع ہوتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے کمزور اور ضعیف انسانوں کو بے طرح کچلا جاتا تھا۔ وہ مارے کھاتے تھے گالیاں سنتے تھے قتل کئے جاتے تھے بیگناہ ہوتے تھے عدالتوں میں گھسیٹے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ کس لئے ہوتا صرف اس لئے کہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا قادر ہے۔ اور رسول اللہ کی پیشگوئی کے مطابق اُس نے اس اُمت میں سے ایک مامور بھیجا ہے۔ جو دنیا کو گمراہی سے بچائے اور اس کا نام اُس نے مسیح موعود اور مہدی مسعود رکھا ہے۔ گویا ہم پر فرد جرم اس لئے لگائی گئی۔ کہ ہم نے خدا کے حکم کو کیوں مانا۔ اور کیوں نہ اُسے کہا۔ کہ ہم کب تک تیرے احکام کو مانتے چلے جائیں۔ آج تک بہت سے انبیاء کو تو مان لیا۔ اب بس کرو

اور یہ

اور ہم کو اس اطاعت سے معاف کرو۔ ہاں ہم اسلئے واجب القتل قرار دیئے گئے کہ ہم حقیقی بادشاہ کے فرماں بردار ہوئے۔ اور ان باغیوں کے ساتھ نہیں ملے۔ جنھوں نے اُس کے ماموروں کا انکار کیا۔ اور اگر واقعی یہ کوئی ایسا جرم تھا جس کی سزا ہمکو ملنی چاہیئے تھی۔ تو خدا کی قسم ہم اس جرم کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں اور جس طرح ہمارے حضرت نے رسول اللہ کی نسبت فرمایا ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ❊ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر خدا کے ماموروں اور رسولوں کا اقرار اور ان کی اطاعت کفر ہے۔ تو خدا کی قسم ہم اس قسم کے کافر ضرور ہیں۔ اور اگر اسی کا نام کفر رکھا گیا ہے تو اس کفر کو ہم ذریعۂ نجات یقین کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ زمانہ آیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہمکو فتوحات دیں۔ اور ہماری جماعت کو روز بروز ترقی ہونی شروع ہوئی۔ اور جوں جوں مخالفین سلسلہ نے شور مچایا۔ یہ سلسلہ اور بھی بڑھا۔ اور سینکڑوں ہیں جو مخالفین ہی کی کتب کو پڑھکر اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور جس قدر عذاب ہمکو دیئے گئے۔ اُن سے بجائے ہماری ذلت و کمزوری کے ترقی اور عزت ہی ہوتی گئی جسقدر ہمارے مخالفین نے ہمیں چاہ گمنامی میں پھینکنا چاہا۔ خدا نے اُسی قدر ہمکو شہرت کے ٹیلہ پر بلند کھڑا کیا۔ اور ہماری جماعت کا رعب مخالفین کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ اور خدا کی دی ہوئی نصرت و فتح کو انہوں نے مشاہدہ کیا۔ اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ اسلام کے دشمنوں کی فوجیں ہمارے آگے سے فرار ہو گئیں اور انھوں نے سُن لیا۔ کہ دجال اس مسیح کے مقابل میں ٹھہر نہیں سکا۔ اور ملائکہ کی ہیبت ناک آوازیں ان کے کانوں تک پہنچیں۔ تب ان کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سلسلہ بڑھیگا۔ اور ہر ایک سر سبز وادی اور ویران جنگل اور اونچے پہاڑ اور وسیع سمندر پر ان کی آواز بلند ہوگی۔ اور وہ

اسلام کا نشان جس میں مشرکانہ خیالات کی وجہ سے بے رونقی اور زنگ پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی کلمۂ شہادت وہ پھر اپنی اصلی رونق سے دنیا پر ظاہر ہو گا۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالٰے کے فرمودہ کے مطابق دنیا دیکھ لے گی کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا۔ مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کریگا۔" جب حق کھل گیا۔ اور بات ظاہر ہو گئی تو شیطان نے وہی حربہ کرنا چاہا جس سے کہ حضرت مسیح کی جماعت کو دق کیا تھا۔ اور اُن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑ دیا تھا۔ یعنی اس نے مولویوں اور گدی نشینوں سے کام بگڑتا ہوا دیکھکر اُمرا اور تعلیمیافتہ گروہ کو چنا۔ اور چونکہ یہ لوگ یا تو لامذہب ہوتے ہیں یا دین کی حقیقت سے غالباً ناواقف اور عملی حصہ میں تو فیصدی بہت ہی کم نکلینگے۔ جو باجماعت نماز بلکہ صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ کے پابند ہوں۔ اسلئے ان کے ہاتھوں میں وہی حربہ دیا۔ جو حواریوں کے مقابلہ میں دیگر قوموں کو دیا تھا۔ یعنی وہ صلح کے لئے بڑھے۔ اور انھوں نے اپنے چہرے ایسے بنائے۔ گویا اسلام کے غم نے ان کی کمر توڑ دی ہے۔ اور مختلف فرقوں کا تفرقہ دیکھکر ان کے اوپر کھانا اور پینا تک حرام ہو گیا ہے۔ اور اسلام کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے ان کے دل پراگندہ اور آنکھیں پرنم ہیں۔ اور یہ ایسا بوجھ ہے کہ جس کر ان کی پشت خم ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی تباہی کو دیکھکر وہ بے موت مر رہے ہیں۔ اور ایسی حالت بنا کر وہ ہمارے پاس آئے۔ اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ ہماری غلطی تھی۔ کہ ہم آپ لوگوں سے الگ ہوئے۔ اور بزرگوں کا کام ہمیشہ خطاؤں سے چشم پوشی کرنا ہوتا ہے۔ پس آپ ہماری غفلت سے نظر انداز کریں۔ اور ہمکو اپنا خیرخواہ تصور کریں۔ اور آج سے ہم میں اور آپ میں یگانگت ہو جائے۔ اور ہم ایک ہو کر اسلام کو دشمنوں سے بچائیں۔ اور اس کے بعد ایک

عاشق صادق کی طرح انھوں نے ہم سے گلہ شروع کیا۔ اور کہا۔ کہ جب ہم میں اور آپ میں کوئی اصولی فرق نہیں۔ اور ہمارا ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول ہے تو آپ ہم سے الگ کیوں ہوئے۔ اور ہمارے پیچھے نمازیں پڑھنی کیوں چھوڑ دیں اور کیا ضرور تھا۔ کہ اگر ہمارے جہال سے کوئی غلطی ہوئی تھی۔ تو آپ اس کا نوٹس لیتے۔ اور اس پر بگڑ بیٹھتے۔ آپ کو تو بڑے حلم اور وسعت نظر سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور صرف اس بات پر کہ ہم مرزا صاحب کو مامور من اللہ نہیں مانتے۔ کافر قرار دینا آپ کی شان سے بہت بعید تھا۔ اور ہم تو مرزا صاحب کو ایک بڑا راستباز انسان اور اسلام کا سچا خادم تصور کرتے ہیں۔ اور صرف آپ سے اس قدر اختلاف ہے۔ کہ ہم آپ کے بعض ان دعاوی کو نہیں مانتے کہ جن میں وہ اپنے آپ کو خدا کی طرف سے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور مختلف موقعوں پر مختلف لوگوں کے سامنے ان باتوں پر اتنا زور دیا۔ کہ قریب تھا کہ بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ اور وہ مدت کے بچھڑے ہوؤں کی طرح ان سے لپٹ جاتے۔ اور آپس کے اختلافات گلے لگ کر مٹائے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ اور حضرت صاحب کا مہدویت کا رنگ غالب رہا۔ اور عین مصیبت میں پڑ جانے کے وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ اور کئی لوگوں کو یہ بات سمجھ میں آگئی۔ کہ اگر ایک مامور کے بھیجنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور باوجود اس کے انکار کے پھر بھی انسان خدا تعالیٰ کا پیارا ہی رہتا ہے۔ تو ہم کو اس قدر مشکلات میں پڑ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کیوں خدا نے ایک مامور کو بھیج کر خواہ مخواہ ہم کو مصیبتوں میں ڈالا اور اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں حقیر کیا۔ اور کافر ٹھہرایا۔ اور انھوں نے خیال کیا کہ اگر ایک مامور کا انکار ایسا ہی ایک چھوٹا سا انکار تھا۔ اور خفیف بات تھی۔ تو

خدا نے یہ کیوں کہا کہ میں اس کے انکار کے بدلہ میں دنیا کو ہلاک و برباد کرونگا۔ اور طرح طرح کے عذاب اُس نے دنیا میں بھیجے۔ اور لاکھوں انسانوں کو دیکھتے دیکھتے ہلاک کر دیا۔ اور کیوں اتنی مدت تک ملک کے علماء و فضلا کو اُس کی مخالفت کی وجہ سے ذلت سے مارتا رہا۔ اور کیا وجہ ہوئی کہ آج سے ہزاروں سال پہلے نبیوں کی زبان پر اُس کی خبر دی۔ اور انجیل میں اُس کا ذکر کیا۔ اور قرآن شریف میں اُس کی بعثت کی نسبت پیشگوئی کی۔ اور اگر یہ ایک معمولی بات تھی۔ اور ایک فروعی سا فرق تھا۔ تو کیوں اُس نے خود اُس کو الہام کے ذریعہ سے کہا کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنی وہ مسلمان جو تیرا انکار کرتے ہیں۔ اور تیرے منکر ہیں۔ ان کو رفتہ رفتہ کمزور کر دوں گا۔ اور تجھے وہ طاقت دونگا کہ تیرے پیرو ہمیشہ اُن سے معزز رہینگے۔ اور ان باتوں کے سوچنے کے بعد اُن کے دل بشاش ہو گئے۔ اور انھوں نے جان لیا۔ کہ عین گڑھے میں گرتے ہوئے خدا تعالے نے ہماری رہبری کی۔ لیکن یہ شور بڑھتا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے مخالف کھلے طور پر اخباروں میں اشتہارات پر زور دے رہے ہیں کہ اس جدائی کو جانے دو۔ اور ہم سے آملو۔ گو مرزا صاحب سے دعاوی میں غلطی ہوئی۔ اور ایسے موقعہ پر مجھے ضروری جانا کہ ایسے لوگوں کی دھوکہ دہی کو ظاہر کروں۔ اور اس خطرہ سے جو اُس تعلق کے نیچے مخفی ہے۔ انہیں آگاہ کروں۔ اور اس معاملہ میں حضرت صاحب کی جو رائے ہے۔ اس سے بھی ان کو مطلع کروں۔ تاکہ وہ اپنے قدموں پر مضبوط ہو کر جم جائیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ میں یہ سب کچھ سچے دل سے اور نیک نیتی سے کہتا ہوں۔ اور میرے دل میں اشتہارات کے لکھنے میں کوئی نفاق کا شبہ نہیں۔ اگر میں نفاق کو پسند کرتا۔ تو سب سے پہلے غیر احمدیوں کی عظیم الشان جماعت میں ملنے کی کوشش کرتا۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس طرح حضرت صاحب

کو جو گالیاں دیجاتی ہیں۔ وہ کم ہو جائیں۔ اور کون نہیں چاہتا کہ اس کے باپ کو لوگ گالیاں نہ دیں۔ اور اس کے والد کی نسبت فحش الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ پس اگر آپ لوگ ان کو پیر سمجھکر دشمنوں کے حملہ سے بچانا چاہتے ہیں تو میرے ان سے دو رشتے ہیں۔ وہ میرے والد بھی ہیں اور آقا اور پیر بھی لیکن میں نفاق پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور اسوقت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب میں وہ بات کہوں۔ جو میرے دل میں نہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں نصرت چاہتا ہوں۔ اور میں اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ کہ وہ مجھے گناہوں میں پڑنے سے بچائے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ کوئی مجھے گناہوں کی بھٹی سے نہیں بچا سکتا۔ مگر اللہ اور مجھے کامل یقین ہے۔ کہ من یھدی اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہ۔ پس اس سے ہر قسم کی شرارت نفس اور خبث باطن سے پناہ مانگتے ہوئے میں نے اس کام کو کیا ہے۔ اور میں اس سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے ضرور بچائے گا۔ اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھیگا۔

غرضیکہ اے عزیزو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت صاحب خدا کے مُرسل تھے۔ اور مامور من اللہ تھے۔ اور ہمارا یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ہمیشہ بھیجتا رہتا ہے اور نہ معلوم اور کتنے انبیاء آگے بھیجیگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت نبی کریم محمد رؤف رحیم رسول اللہ خاتم النبیین کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آئیگا۔ اور آپ ہر قسم کی نبوتوں کے خاتم ہیں۔ اور آئندہ جس کو اللہ تک رسوخ ہوگا۔ وہ آپ ہی کی اطاعت کے دروازہ سے گزر کر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور اسی میں آپ کی عزت ہے کیونکہ کیا وہ شخص معزز کہلا سکتا ہے جس کے ماتحت کوئی بھی افسر نہ ہو۔ بلکہ معزز وہی ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت

نسبت سے افسر ہوں۔ دنیا میں ہی دیکھ لو۔ کہ تم بادشاہ کے لقب کو زیادہ معزز جانتے ہو یا شہنشاہ کے لقب کو۔ پس شہنشاہ کا لفظ اس لیئے کہ اس میں بادشاہوں پر حکومت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ بادشاہ پر معزز ہے۔ ادنیٰ نہیں۔ اسی طرح ایسی نبوت جس کے ماتحت اور نبوتیں بھی ہوں۔ اُس نبوت سے اعلیٰ اور افضل ہے جس کے ماتحت اور نبوت کوئی نہ ہو۔ کیا وہ شخص زیادہ معزز ہوگا۔ جو دربار شاہی تک انسان کو پہنچا دے۔ یا جو دروازہ پر ہی لیجا کر چھوڑ دے۔ پس ہمارا یقین ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت میں سے لوگوں کو اُٹھا کر اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔ اور آپ کے ماتحت ہزاروں نبی ہونگے۔ جو آپ کے ایک ایک لفظ کو قابل اطاعت جانینگے۔ اور آپ کی محبت اور فرماں برداری کو ذریعہ نجات یقین کرینگے۔ کیا یہ زیادہ معزز درجہ ہے۔ یا وہ جو ہمارے مخالف پیش کرتے ہیں۔ پس ہم اسی اصل کے ماتحت حضرت مسیح موعود کو بموجب احادیث صحیحہ نبی اور مامور مانتے ہیں۔ اور اس اعتقاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرق نہیں آتا بلکہ اور بھی اعلیٰ ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اور انبیاء کے منکرین اللہ کی درگاہ سے بعید کیے جاتے تھے۔ آپ کے منکرین کا بھی یہی حال ہے۔ اور اسکا نمونہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پس کیسے تعجب کی بات ہوگی۔ اگر ہم باوجود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنیکے پھر اسبات سے انکار کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخالفین کو سخت ذلت دی ہے۔ اور دنیادی عزت کو دیکھکر ہماری آنکھیں چندھیا جائیں ہمیں وہ دقتیں اور مشکلات پیش نہیں آئیں جو صحابہ کو پیش آئیں تھیں۔ پھر ہماری بزدلی کیا ایمان کی کمزوری پر دال نہ ہوگی ہم یہ کب کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالف کافر باللہ ہیں۔ لیکن اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہ کافر بالمامور ہیں کافر کے معنی منکر کے ہیں۔ پس یہ کیسا جھوٹ ہے۔ کہ اگر ہم باوجود ان کے انکار کے

پھر ان کو مومن کا مومن ہی کہیں۔ مومن تو وہ تب ہو سکتے ہیں۔ کہ جب اپنے عقاید باطلہ سے رجوع کریں۔ اور حضرت مسیح کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جو حقیقت میں منکر ہے۔ اُسے ہم مومن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ پس جو لوگ کہ باوجود ہزاروں نشان کے دیکھنے کے انکار کرتے ہیں۔ ان کے کافر یا نامومن ہونے میں کوئی شک نہیں اور وہ خدا تعالےٰ کے احکام کے توڑنیوالے ہیں۔ اور اس سے کیا انکار ہو سکتا ہو کہ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کے احکام کی ایک ذرہ بھر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ خوف خدا رکھتے۔ اور ان کے دل میں نور ایمان ہوتا۔ تو وہ ایک مامور کی بیقدری اسقدر کیوں کرتے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس موعود فانی کو تو اس قدر درجہ دیتے ہیں۔ کہ اس کے منکر کافر ہونگے۔ اور جو اُس کی مخالفت کریگا۔ وہ دجال ہوگا۔ اور ہلاک کیا جائیگا پھر جب حضرت مسیح موعود اسباب کے مدعی ہیں۔ کہ میں وہی ہوں۔ تو پھر آپ کی مخالفت کے باوجود ہم سے کسی اور فتوے کے کیوں امیدوار ہیں جو کچھ اس آنے والے موعود کے مخالفین کی نسبت انکا خیال ہے۔ ہم تو اُس سے ان لوگوں کو کم ہی جانتے ہیں۔

حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اُٹھایا گیا ہے۔ اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے۔ اور ایسا کھول دیا ہے۔ کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ زمانہ یاد کریں۔ جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی۔ اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا۔ اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے۔ اور ایسے وقت میں خدا نے ہماری تائید کی۔ اور ہر ایک

دکھ اور درد سے ہم کو بچایا۔ اور ہر ایک شر سے ہمکو محفوظ رکھا۔ تو ہم کیسے ناشکر گزار ہونگے کہ جب خدانے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر اس کی زندگی عطا فرمائی۔ تو ہم کس سے تعلق رکھیں وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کی نہی کو نعوذباللہ کہیں پس پشت ڈالدیں ہاں سوچو تو سہی کہ جس کے باپ کو کوئی جھوٹا سمجھتا اور مفتری خیال کرتا ہے تو وہ اُس سے تعلق توڑ دیتا ہے۔ اور اس سے دوستی اور محبت پیدا نہیں کر سکتا پس ہم کس طرح ان لوگوں سے جو ہمارے والد سے زیادہ معزز اور محبوب انسان کی ہتک کریں۔ اور اُسے جھوٹا خیال کریں صلح کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا خیال کریں۔ تو ہم سے زیادہ بے شرم کون ہو سکتا ہے۔ اسلام نے دنیا کے معاملات میں تعصب اور مخالفت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ پس ہم جہاں تک دنیا کا تعلق ہے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں یہ اور راہ پر قدم زن ہیں۔ اور ہم اور راہ پر اور یہ ایسا ہی معاملہ ہے۔ جیسا کوئی شخص مسلمان ہو کر اپنے والدین سے ہر قسم کا سلوک کرتا ہے۔ اور شرع اس کی ممانعت نہیں۔ بلکہ حکم ہے۔ لیکن ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے میں ہمکو تامل ہے۔ اور اس کے وقت وار خود ہی رنگ میں کفر کی ابتدا انھوں نے کی نہ ہم نے اوّل اوّل تو خدانے رحم کیا اور کوئی حکم نہ دیا۔ لیکن جب مخالفت حد سے بڑھ گئی تو خدانے چاہا۔ کہ ان کو اُس فیض سے محروم کر دے جو ان کو اُس مامور من اللہ سے رہائے نام تعلق تھا۔ اور اُسنے فیصلہ کر دیا۔ کہ اب ان لوگوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ تو اب کس طرح ممکن ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے فیصلہ کو توڑ کر ان سے مل جائیں۔

اور ہمارے مخالف اپنے دل میں اتنا تو سوچیں۔ کہ جب وہ حضرت مسیح موعودؑ کو راستباز مانتے ہیں۔ تو کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پر وہ جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں ہم ان کو جھوٹا نہیں بلکہ غلطی خوردہ

جانتے ہیں۔ وہ الہام کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور وہ حقیقت اس سے منکر ہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص روزانہ اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے کلام کیا۔ اور کہا کہ تو مامور ہے۔ اور مُرسل ہے۔ اور پھر بھی وہ غلطی پر ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے زید روزانہ ہم کو کہے۔ کہ میں آج عمر سے ملا ہوں۔ اور ہم باوجود اس کلام کے روزمرہ سننے کے پھر یہ کہیں۔ کہ اُس کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ ایسے شخص کی نسبت کوئی عقلمند غلطی کا فتوےٰ نہیں دیتا۔ بلکہ یا تو اُسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ یا سچا پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ تیس سال تک حضرت صاحب اس بات کا دعویٰ کرتے رہے۔ کہ قریباً روز خدا تعالےٰ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور ہزاروں عبارتیں پیش کردیں۔ کہ یہ مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ اور اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ محض دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) پس جو شخص کہتا ہے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کو راستباز اور اسلام کا سچا خیر خواہ یقین کرتا ہوں۔ اور پھر آپ کے الہامات کو نہیں مانتا۔ وہ یا تو منافق ہے۔ کہ اپنے دل کا خبث ظاہر نہیں کرتا۔ اور اصل میں پورے طور سے منکر ہے۔ اور یا پاگل ہے۔ کہ اس میں اتنی بھی تمیز نہیں کہ وہ سمجھ سکے۔ کہ کوئی شخص تیس سال تک اس بات میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ کہ خدا تعالےٰ روز مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اور حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ پس دونوں صورتوں میں اُس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔

اب میں وہ عبارتیں درج کرتا ہوں۔ کہ جو حضرت صاحب نے مختلف کتب میں لکھی ہیں۔ تاکہ میرے دوستوں کو معلوم ہو۔ کہ حضرت اقدس کا منشا کیا تھا۔ سب سے پہلے میں وہ عبارت درج کرتا ہوں۔ جو حضرت صاحب نے الہام کی بنا پر لکھی ہے اور جس کا کوئی احمدی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اُس خط میں درج ہے جو آپ نے عبدالحکیم کے جواب میں لکھا ہے۔ وھو ہذا۔

اگر آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ ہزارہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں۔ کیا راستبازوں سے خالی ہیں۔ تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ ہزارہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہلتر بات یہ ہے۔ کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت میں سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی قدر صریح الفاظ سے آپ اپنی توبہ شایع کریں۔ اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجائیں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنیکے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے۔ جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔

اب اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت صاحب کو اسبات کا الہام ہوا ہے۔ کہ جس کو آپ کی دعوت پہنچی۔ اور اس نے آپ کو قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس الزام کے نیچے وہی لوگ نہیں ہیں۔ کہ جنھوں نے تکفیر میں جد و جہد کی ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور تیسرے یہ کہ وہ خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ چوتھے یہ کہ اس عقیدہ کی وجہ سے کہ حضرت صاحب کے منکر کافر نہیں۔ بلکہ ناجی ہیں۔ عبد الحکیم مرتد کو آپ نے جب تک وہ اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے۔ جماعت سے خارج کر دیا۔ پانچویں یہ کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ

خبیث

خبیث ہے۔ چھٹے یہ کہ جو شخص حضرت صاحبؑ کے منکرین کو اور آپکے دعاوی کے نہ ماننے والیکو راستباز قرار دیتا ہے۔ اسکا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے پاس سے نہیں بتائیں۔ بلکہ حضرت کے لفظوں میں جو نقل کیے گئے ہیں۔ جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے رد کرے۔

اس عبارت میں جو آیا ہے۔ کہ یہ بات مجھے الہام سے بتائی گئی ہے اس کی تائید ان الہامات سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں کہ منکرین حضرت کو کافر کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم مؤمنون. قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم مسلمون. وقل اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون. عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا. یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون. قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین. ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ رد علیہم رجل من فارس شکر اللہ سعیہٗ. قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین. وعندی شہادۃ من اللہ وانی امرت وانا اول المؤمنین لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ غرض جیسا کہ حضرت صاحبؑ نے مذکورہ بالا عبارت میں فرمایا ہے۔ کہ مجھے الہام سے بتایا گیا ہے کہ تیرے نہ ماننے والے خواہ مکفر ہوں یا خاموش مسلمان نہیں ہیں۔ اور خدا کے حضور سزا کے مستحق ہیں یعنی ان کو راستباز جاننے والا شیطانی خیال کے درپے ہے جب تک توبہ نہ کرے۔ ان باتوں کی تصدیق مذکورہ بالا الہامات سے بھی ہوتی ہے۔

پس جب کہ مجھکو سچائی کے ماننے کا دعویٰ ہے تو کیا ہمارا اتفاق نہ ہوگا۔

اگر

اگر ہم ان باتوں کو چھپا دیں۔ کیا کوئی مسلمان برداشت کرتا ہے۔ اُس کا کوئی دوست ہندوؤں سے بھی کچھ تعلق رکھے۔ اور کبھی اُن کو یہ سنا دے۔ کہ ہم آپ کو بھی ناجی اور اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ وہاں کیوں اس اعتقاد کو بُرا کہا جاتا ہے۔ اسی لیے کہ نفاق ہے پس اس جگہ بھی وہی نفاق ہوگا۔ بلکہ اگر ہم مخالف کے سامنے دبی زبان سے اس کے حق پر ہونے کا بھی کچھ اقرار کرینگے تو اس کے دو بُرے نتیجے ہونگے۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے دنوں بعد جب ہمارا اصلی عقیدہ وہ دشمن کو معلوم ہوگا۔ تو اس کے دل میں ہماری طرف سے سخت نفرت بیٹھ جائیگی۔ اور وہ سمجھیگا کہ یہ اول درجہ کے جھوٹے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جب حضرت صاحب نے ایسا صاف فتویٰ دیا ہے۔ تو لوگ مروڑ توڑ کر کچھ کے کچھ معنی کرتے ہیں۔ تو اگر اس موقعہ پر ذرا بھی غفلت سے کام لیا گیا۔ تو اس سے آئندہ کے لیے سخت بُرے نتیجے پیدا ہونگے۔ اور آئندہ اس خاموشی کو اجماع قرار دیا جا کر اس سے نہ معلوم کیا کیا نتیجے نکالے جائینگے۔ اور آئندہ زمانہ میں نیک لوگ ہماری نسبت وہی الفاظ استعمال کرینگے۔ جو اب ہم پولس وغیرہ کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ اور بجائے نیک دعا دینے کے بد دعاؤں کے نشانہ ہونگے اور اس وقت کی ہماری کوتاہی آئندہ زمانہ کے لیے نمونہ ہو گی۔ کیونکہ کسی مامور کے قرب کے زمانہ کے لوگوں کے افعال بھی بطور سند کے پکڑے جاتے ہیں۔

اور یہ خیال کرنا کہ مخالف زیادہ ہیں اس لیے ہمکو ڈر کر قدم رکھنا چاہیے ایک خیال باطل ہے کیونکہ حضرت صاحب کے زمانہ کی نسبت ہم اس وقت زیادہ ہیں اور حضرت صاحب نے کبھی ڈرنے کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ صاف مقابلہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمکو کچھ نقصان نہیں پہونچا۔ ہماری جماعت آگے سے بہت زیادہ ہے۔ اور بڑھ رہی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں ایک لفظ قابل تشریح ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جس کو میری دعوت پہنچ گئی۔ اور اس نے نہ مانا۔ تو وہ مسلمان نہیں اور دعوت پہنچنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے رنگ میں پہونچے۔ کہ جس کو وہ قبول کرے لیکن مخالفین کو ابھی ایسے رنگ میں دعوت نہیں پہنچی۔ اور یہ اعتراض عبدالحکیم نے بھی کیا ہے جس کے جواب میں حضرت صاحب کی اپنی کتاب سے دیتا ہوں۔ آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

دو امر ضروری ہیں وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دیدے۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو ان غلطیوں پر متنبہ کر دے۔ کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو یا فلاں فلاں عملی حالت میں تم سست ہو۔ دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔

Digitized by Khilafat Library

پھر فرماتے ہیں۔ کہ

کیا آپ نے دعوت پہنچا دی؟

میں نے پنجاب ہندوستان کے بعض شہروں میں خود جاکر خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا۔ اور اسی کے قریب کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں حقانیت اسلام کے بارے میں جن کی جلدیں ایک لاکھ کے قریب ہونگی۔ تالیف کر کے ممالک اسلام میں شائع کی ہیں۔ اور اسی مقصد کے لئے کئی لاکھ اشتہار شائع کیا ہے۔ اور ہمارے سلسلہ سے غیر ملکوں کے لوگ بے خبر نہیں ہیں۔ بلکہ ممالک امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے۔

جن پر اتمام حجت نہیں ہوا ان کا حکم

اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور وہ مکذب اور منکر ہے۔ تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر پر ہے اُس کا نام بھی

کافر کہا ہے۔ اور ہم بھی اتباع شریعت اُنکو کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

ان مندرجہ بالا آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ زید یا بکر کہے۔ کہ مجھ پر اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور مجھے دعوت نہیں پہنچی۔ بلکہ اتنا کافی ہوگا۔ کہ وہ نبی لوگوں کو اطلاع دیدے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ نشانات ہوں۔ اور بس اتمام حجت ہوئی۔ اور دعوت پہنچ گئی۔ اور بات بھی درست ہے کیونکہ جب اُس شخص نے لوگوں کو کھول کھول کر سنا دیا۔ اور نشانات آسمانی ظاہر ہوگئے۔ تو پھر کسی کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کو ابھی دعوت نہیں پہنچی۔ کیسا غلط مسئلہ ہے۔ اگر یہ اصول لیا جائیگا۔ تو ماننا پڑیگا کہ کسی مامور کی دعوت سوائے ان لوگوں کے جو اُنکی بیعت میں داخل ہوئے۔ کیسی کو نہیں پہنچی۔ اور قرآن شریف اور رسول اللہ اور دیگر اولیا نے جو لوگوں کو کافر کہا ہے۔ سب جھوٹ ہو جائیگا۔

دوسری بات یہ نکلتی ہے۔ کہ حضرت صاحب نے پوری طرح سے تبلیغ کر دی ہے۔ اور ہندوستان میں تبلیغ ہو چکی ہے۔ بلکہ بعض دیگر ممالک میں بھی۔

تیسری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی۔ اسکا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے۔ یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات سے آگاہ نہیں۔ اسلیئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے۔ ہم اُن کو کافر کہینگے گو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ وہ سزا کے لائق ہیں۔ یا بموجب حدیث صحیحہ پھر موقعہ دیئے جانیکے لائق ہیں۔

پھر حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا۔ اور کافر بھی نہیں کہتا۔ وہ بھی کافر ہے

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم کے ہیں۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افترا کرنیوالا سب کافروں سے بڑھکر کافر ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳) حاشیہ پر لکھتے ہیں" سو جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے" پھر فرماتے ہیں کہ علاوہ اسکے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے" پھر فرماتے ہیں" اب جو شخص خدا و رسول کے بیان کو نہیں مانتا۔ اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالےٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے۔ اور مجھکو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے" (حقیقۃ الوحی)

اب جبکہ میں حضرت صاحب کی ایک ایسی عبارت نقل کرچکا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے لوگ ہیں۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور جس طرح کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہکر کافر بنتا ہے۔ اسی طرح ایک نبی کو نہ ماننے والا اُسے نہ ماننے کیوجہ سے کافر ٹھہرتا ہے۔ میں ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں۔ جس میں آپ نے اُس شخص کو بھی جو آپکو سچا جانتا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے۔ کافر ٹھہرایا ہو چنانچہ آپ ضمیمہ براہین احمدیہ میں صفحہ ۱۰۱ میں اس سوال کے جواب میں کہ جبکہ حضرت کی ابتک کوئی ایسی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی ہے۔ اور دو تین لاکھ

آدمی کا حضرتؑ کے سلسلہ میں داخل ہونا گویا دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ پس اگر تاثیر
بین کے ظہور تک کوئی بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف اور تاخیر کرے۔
تو یہ جائز ہوگا یا نہیں" فرماتے ہیں کہ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے" اب
ہر ایک دانا اور عقلمند انسان دیکھ سکتا ہے۔ کہ سائل نے اپنے سوال میں کس قدر
شرائط لگائی ہیں۔ کہ ایک شخص آپ کو جھوٹا بھی نہیں مانتا۔ اور آپ کا انکار بھی نہیں
کرتا۔ اور محض مزید اطمینان کے لئے بیعت میں ابھی توقف کرتا ہے۔ تو اس کی نسبت
کیا فتویٰ ہے۔ جس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسکا بھی وہی حال ہے جو
منکر کا حال ہے۔ اور منکر کا حال اوپر کے فتویٰ میں جو حقیقۃ الوحی سے نقل کیا گیا
ہے درج ہے یعنی اُسے کافر قرار دیا گیا ہے۔ اور وہی درجہ دیا گیا ہے جو اس شخص
کو دیا گیا ہے۔ جو آپ کو کافر کہتا ہے پس نہ صرف اسکو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپکے
دعویٰ کو نہیں مانتا۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا
ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف
ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ پس سوچنے کا مقام ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اس
معاملہ میں کس قدر تشدد سے کام لیا ہے : : : : : : : اور عقل بھی یہی چاہتی
ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہندو رسول اللہ کو سچا مانے۔ اور دل میں اقرار بھی کرے اور ظاہر
طور پر انکار بھی نہ کرے۔ ہاں بعض واقعات کیوجہ سے ابھی کھلم کھلا اسلام لانیسے
پرہیز کرے تو ہم اُسے کبھی بھی مسلمان نہیں کہتے۔ بلکہ اُسے کافر ہی کہتے ہیں۔ اور
شریعت اسلام کبھی اُس کے ساتھ ناطہ رشتہ کو جائز نہیں رکھتی یعنی اُسکے
ساتھ کسی مسلمان عورت کے بیاہ دینے کی اجازت نہیں دیتی۔ پس اسی طرح
اُس غیر احمدی کا حال ہے۔ جو حضرت صاحب کو دل میں سچا بھی جانتا ہے۔ لیکن
ابھی بیعت کرنے میں متردد ہے۔ پس جو لوگ ابھی آپکے دعویٰ کے ماننے میں

متردد ہیں۔ انکی نسبت حضرت صاحب نے کفر کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ میں حضرت صاحب کی عبارتیں اوپر نقل کر آیا ہوں۔

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اسلئے ہم منکرین کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہیں۔ اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اسکو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اسلئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے **کافر ہے**۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کرنے کے خدا و رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔"

ان عبارتوں سے یہ نتائج نکلتے ہیں۔ اول تو یہ کہ مکفر اور خاموش ایک ہی گروہ میں سے ہے۔ کیونکہ جو مانتا ہے اُسے مومن کہتے ہیں۔ اور کافر مومن کے مقابل میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو نہیں مانتا۔ خواہ وہ مکفر ہو یا خاموش ہو کافر ہے۔ اور یہ دونوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ وہ ضرور آپ کو مفتری قرار دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ اسکا

ایمان درحقیقت خدا تعالےٰ پر بھی نہیں۔ اور نہ رسول اللہ پر ہی ہے۔ چوتھے یہ کہ چونکہ وہ شخص آیات اللہ کا منکر ہے۔ اسلیئے مومن نہیں ہو سکتا۔ پانچویں یہ کہ چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اُسے ہم مومن نہیں کہہ سکتے۔ اور چھٹے یہ کہ وہ مواخذہ سے بری نہیں۔ ساتویں یہ کہ کفر دو قسم کا ہے۔ ایک اللہ اور رسول کا کفر۔ اور ایک دیگر آیات کا کفر جس میں حضرت صاحب کا کفر بھی شامل ہے۔ آٹھویں یہ کہ اصل میں یہ سب کفر ایک ہی ہے۔ جس نے آپ کا کفر کیا۔ اسنے خدا اور رسول کا کفر بھی ساتھ ہی کیا۔ نویں یہ کہ جس پر ان دونوں کفروں میں سے کوئی اسی قسم کفر کی ثابت ہو جائے۔ وہ قیامت کے دن زیر مواخذہ ہوگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت صاحب نے کل ان لوگوں کو جن پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور دعوت پہنچ چکی ہے شرعاً قابل مواخذہ ٹھہرایا ہے۔ یہ عبارت کافی ہے۔

میں یہ کہتا ہوں۔ کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور خدا تعالےٰ نے عام طور پر میرے لیئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونیکے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے قابل مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے۔ کہ اسپر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ہی ہے۔ جس کی تائید کے لیئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ میرا نہیں۔ بلکہ اس کا نافرمان ہے۔ جس نے میرے آنیکی پیشگوئی کی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

پھر اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۰ میں فرمایا کہ "ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّیٰ اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو

جائیگا

جائینگے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا" اور اسی طرح براہین میں فرماتے ہیں کہ "انہی دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائیگی۔ اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لیے ایک کرنا بجائیگا۔ اور اس کرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئیگا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں"

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک حلفیہ بیان بھی نقل کرتا ہوں۔ جو آپ نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد تحریر کیا۔ عصر جدید میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں کہ نامہ نگار نے بڑے زور سے پیشگوئی کی تھی کہ اب چونکہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں اور ان کے بعد حضرت مولوی صاحب جانشین ہوئے ہیں اور آپکے عقاید اصل میں مرزا صاحب کے خلاف ہیں۔ اور آپ درحقیقت [illegible] کو نہیں مانتے۔ جو مرزا صاحب نے بیان کی ہیں اور اسلئے عنقریب وہ دن آنیوالا ہے کہ جب مولوی صاحب تمام جماعت احمدیہ کو پھر مسلمانوں میں شامل کرینگے۔ اور میں نے اس کے جواب میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس پر آپ نے یہ عبارت تحریر فرمائی جو کہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۹ میں شائع ہو چکی ہے۔ **وھوھذا**

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے۔ دستخط حضرت خلیفۃ المسیح۔ **نور الدین**

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے معتقدات بھی نجات کا ایک مدار ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کو ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ

"پھر ان انبیا کی خلاف ورزی کے متعلق ہم آپ کو ایک آیت سناتے ہیں
ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فاخذنھم بالباساء والضراء لعلھم یتضرعون فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم و زین لھم الشیطان ما کانوا یعملون فلما نسوا ما ذکروا بہٖ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون ۔ اس آیت پر غور کرو" انتھی تحریر حضرت خلیفۃ المسیح۔

اسی طرح اُسی خط میں حضرت مسیح کے مخالفین کی نجات کی نسبت ڈاکٹر عبدالحکیم کو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور ذکر کیا ہے۔ کہ تیرہ سو سال میں تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہیئے حکیم و ڈاکٹر صاحب وہ رب اللہ کی مخلوق اسوقت موجود ہے تیرہ کروڑ اگر محمد رسول اللہ کے باعث تیار ہوئے ہیں۔ تو وہ رب اللہ کی مخلوق ڈارون کے طریق سے لاکھوں برس اور معلوم نہیں کہ کب سے جو تیار ہوئی۔ ان سب نے اگر نجات نہ پائی تو تیرہ کروڑ پیر ہی کیا ہیں۔"

اس مندرجہ بالا عبارت میں حضرت خلیفۃ المسیح اس کے اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی مخالفت کیوجہ سے تیرہ سو سال کی کوششوں کا نتیجہ تیرہ کروڑ مسلمان کیوں غیر ناجی قرار دیا جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ کی مخالفت کیوجہ سے وہ رب انسان غیر ناجی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اب اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت مرزا صاحب کی وجہ سے یہ تیرہ کروڑ غیر ناجی ہو سکتے ہیں اور ان مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت خلیفۃ المسیح کا عقیدہ خوب ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "نجات فضل سے ہے۔ اور فضل کا جاذب تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کا بیان لیس البر والی آیت میں ہے۔ اور اس میں شاید مرزا کا بھی کہیں ذکر آیا ہو" اس میں آپ نے آیت کے اس حصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس میں نجات کے واروں میں نبیوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا ہے

اب میں حضرت صاحب کی وہ عبارت نقل کرتا ہوں جس میں کہ آپ نے خاموش لوگوں کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اگر وہ ان لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شایع کریں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انھوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لونگا۔ بشرطیکہ انہیں کوئی نفاق کا شعبہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں۔" پھر آخر پر لکھتے ہیں۔ "دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شایع کریں۔ بعد اس کے حرام ہوگا۔ کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جائے۔" پھر حاشیہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں دیکھتا ہوں جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنھوں نے مجھے کافر ٹھہرایا ہے پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ انہیں کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

اب ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب ان لوگوں کو بھی جو آپکو کافر نہیں کہتے۔ اور نہ ان مولویوں کو کافر کہتے ہیں جنھوں نے آپکو کافر قرار دیا ہے کافر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ مجھے کافر نہیں کہتے۔ وہ میرے مکفرین کو بھی کافر نہیں کہتے۔ اور اس کیسی خود انہیں کے ہاتھ سے وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ اس طرح آپ نے مکفرین کو کافر نہ کہنے کو بھی آپ نے وجہ کفر قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے اور ساتھ ہی غیر احمدیوں کو بھی مسلمان ہی جانتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اور کسی صورت میں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اور صرف یہی کافی نہیں رکھا گیا۔ کہ وہ ان کو کافر کہیں۔ بلکہ نام بنام ان لوگوں کے کفر کا اعلان اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے شایع کریں۔ جنھوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور جو فتوے کہ ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں شایع ہو چکا ہے۔"

اور وفات سے چند ہی دن پہلے مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "جو ہمیں کافر نہیں کہتے۔ ہم انھیں بھی اسوقت تک ان کے ساتھ ہی سمجھینگے۔ (مکفروں کے ساتھ) جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونیکا اشتہار بذریعہ اعلان نہ کریں۔ اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں" (دیکھو بدر صفحہ ۲، ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء) **یاد رہے۔ کہ یہ فقرہ اس تقریر کا آخری فقرہ ہے**

یہی وہ حوالے ہیں۔ کہ جن کو ہمارے مخالف بار بار پیش کرتے ہیں۔ اور اصرار کرتے ہیں کہ تمہارے امام نے جب کہدیا ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو جو ہمارے معاملہ میں خاموش ہیں کافر نہیں سمجھتے۔ تو اب تم ہم لوگوں سے بچاؤ۔ لیکن ایسے لوگوں کی عقلوں پر سخت تعجب اور افسوس آتا ہے۔ کیا انہیں اس عبارت میں یہ بات نظر نہیں آتی

کہ اس میں بڑی بڑی شرائط لگائی گئی ہیں۔ اور کیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے ان شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ ذرا ہمیں اس شخص کا نام تو بتاؤ۔ جس نے بموجب حضرت صاحب کی تحریر کے دو سو مولویوں کا نام لیکر انہیں کافر قرار دیا ہو۔ اور اس بات کا اقرار کیا ہو۔ کہ حضرت صاحب کے معجزات ٹھیک تھے۔ اور آپ راستباز تھے اور یہی نہیں۔ بلکہ اُس کے ایمان میں نفاق کا کوئی شبہ نہ ہو۔ پس جب ایسا کوئی شخص نہیں اور کسی نے ان شرائط کو پورا نہیں کیا۔ تو ہم کس طرح ان کو الگ سمجھ لیں۔ اور گھر بیٹھے زبانی باتوں کے دھوکے میں آجائیں جب ہمارے امام نے صریح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتے۔ ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونیکا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں۔ اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں پس ہم کیوں کر اس شخص کی اطاعت سے نکل جائیں جس کو ہم نے سچا یقین کیا۔ اور جس کے معجزات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور جس کا خدا سے تعلق ہم نے مدتوں مشاہدہ کیا۔ ہم اپنے اس سردار اور حاکم کی بات کو کیونکر رد کر دیں۔ جس کے ہاتھ پر ہم نے اپنے آپ کو بیچ دیا۔ اور اپنے خیالات اور اپنی خواہشات اُس کے لیئے قربان کر دیں۔ ایسی جرأت تو وہ شخص کر سکتا ہے۔ کہ جس کے دل میں ایمان نہ ہو جو نور یقین سے کورا ہو۔ اور جس کو خدا نے معرفت کی آنکھیں نہ دی ہوں۔ اور یہ قطعاً خیال نہ کرو۔ کہ اس قول کا پہلے قول سے کچھ اختلاف ہے۔ اور اس میں حضرت صاحب نے پہلے کی نسبت نرمی کر دی ہے کیونکہ انبیاء اپنے الہاموں کے سب سے زیادہ قائل اور مومن ہوتے ہیں دیکھو حضرت صاحب اپنی کتاب اربعین میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر" پس یہ خیال سخت گندہ ہوگا۔ اگر ہم

کہیں کہ حضرت صاحب نے اس پہلی الہامی بات کو رد کر دیا بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان میں تطبیق کریں۔ اور بہرحال ہمکو اس عبارت کو پہلی عبارت کے ماتحت کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ الہامی ہے۔ اور اُس کے معنی بھی ہم نے نہیں۔ خود حضرت صاحب نے کئے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے۔ تو اسجگہ حضرت صاحب نے تعلیق محال بالمحال سے کام لیا ہے کیونکہ جو شخص حضرت صاحب کے منکرین کو نام بنام کافر قرار دیگا۔ اور باوجود حضرت صاحب کے ان دعاوی کے آپ کو سچا قرار دیگا۔ اور آپ کے الہامات اور معجزات پر یقین لائیگا۔ اور پھر آپکی بیعت نہ کریگا تو ایسا شخص دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ منافق ہوگا۔ کہ لوگوں کے ڈر سے سچ کو قبول نہیں کرتا۔ اور یا حکم الٰہی کا صریح منکر ہوگا کیونکہ حضرت صاحب نے بیعت الہام کے ذریعہ سے شروع کی ہے۔ اور قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے۔ پس ایسا شخص جس پر حق کھل گیا اور اس نے حضرت کے راستباز ہونیکو سمجھ لیا۔ تو پھر جو وہ بیعت نہیں کرتا۔ تو اس میں یا تو نفاق کا شعبہ ہے یا کفر کا اور حضرت صاحب نے یہ شرط ساتھ قرار دی ہے۔ کہ پھر ایسا شخص منافق بھی نہ ہو پس جو شخص ان شرائط پر عمل کریگا۔ اس کے لیے تو بیعت ضروری ہو جائیگی۔ اور اگر بیعت نہ کریگا۔ تو منافق ہوگا۔ پس جو شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس میں مخالف مولویوں پر کفر کا فتوے دے اور پھر بھی بیعت نہ کرے۔ تو ایسا شخص ضرور منافق ہے۔ پس حضرت صاحب نے تو ایک محال بات پیش کرکے مخالفین پر حجت قائم کی ہے۔ نہ یہ کہ ان کے لیے راستہ کھولا ہے۔ اس عبارت کو پیش کرکے ہم سے صلح چاہنے والا بعینہ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قرآن شریف کی آیت قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین کو پیش کرکے ہم سے یہ چاہے کہ ہم یسوع کی عبادت کریں۔ اور اُسے خدا کا بیٹا مان لیں۔ یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے

کر دو تو تم خدا کا بیٹا ثابت کر سکو گے۔ اور نہ میں قبول کروں گا۔ اسی طرح مذکورہ بالا عبارت میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی ہمارے مخالفین کا نام لے لیکر قریباً دو سو کفر مولویوں پر کفر کا فتویٰ اشتہار کے ذریعہ شائع کرائے۔ اور پھر اس میں نفاق بھی نہ ہو۔ تو ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اور یہ بات ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص ایسا کرے۔ اور پھر باوجود بیعت نہ کرنیکے منافق بھی نہ ہو۔ پس یہ تو ایک تعلیق محال بالمحال تھی۔ اسے سند کے طور سے پیش کرنا تو ایک بڑی جہالت ہے۔

اور اس لمبی تقریر پر بھی ہم کو کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابھی تو کوئی شخص نہیں پیش کیا گیا جس نے ان شرائط پر عمل کیا ہو۔ پس اس کے ذریعہ صلح چاہنا اوّل درجہ کی نادانی ہے جس قدر لوگ متفرق طور سے احمدیوں کے پاس آکر یا جماعتوں میں اس قسم کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون اور وہ اگر ہم سے صلح چاہتے ہیں۔ تو اپنی دنیاوی حیثیت بڑھانے کیلئے نہ کہ ان کے دلوں میں دین کی تڑپ ہے۔ اگر واقعی ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ محبت ہوتی۔ اور دین کی تڑپ ہوتی۔ اور تقویٰ کا ایک ذرہ بھی ان کے دلوں میں باقی ہوتا۔ تو وہ کیوں کوشش سے اس شخص کے دعویٰ کو نہ سنتے جس نے تیئیس برس پکار پکار کر سنایا۔ کہ خدا نے مجھ سے کلام کیا۔ اور مجھے دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے اور میں اس کی طرف سے مامور مقرر کیا گیا ہوں اس نے لیکچروں کے ذریعہ اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعے کتابوں کے ذریعہ اپنی آمد کا اعلان کیا لیکن کیا ان لوگوں نے ذرہ بھر بھی توجہ کی۔ ایک آریہ اخبار ذرہ بھر بھی انکے پولیٹکل حقوق کے برخلاف لکھتا ہے۔ تو ان کے تن بدن میں

آگ بھڑک جاتی ہے آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ناسزا الفاظ بے اختیار انکے منہ سے نکلجاتے ہیں۔ اور راس کماری سے لیکر ہمالیہ کی چوٹیوں اور کلکتہ سے لیکر پشاور تک تاربرقی کی طرح ایک جوش پھیلجاتا ہے۔ اور چاروں طرف غور و فکر شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن خدا کے مامور کی آواز انکے کانوں میں تئیس سال تک پڑتی رہی۔ اور دنیا کی بے توجہی پر غضب الہی نازل ہوا۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ یہ مست پڑے رہے۔ اور غفلت کے لحافوں کو انھوں نے اپنے سر سے نہ اُتارا۔ انھوں نے آنکھ اٹھاکر دیکھا کہ یہ ہے کون اور پروا تک نہ کی۔ خدا کی پکار کو سننے سے انکار کردیا۔ اور حقارت سے منہ پھیر لیا یہ انکا ایمان ہے۔ اور یہ وہ تڑپ ہے جو دین کے لیے ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے اور باوجود اس حالت کے یہ لوگ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور ہمیں صلح کے لیے بلاتے ہیں اور پھر زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے۔ کہ یہ تحریک جس گروہ سے اٹھی ہے۔ اور جو گروہ کہ ہمکو اپنے پیچھے نمازیں پڑھوانا چاہتا ہے۔ وہ خود نماز نہیں پڑھتا جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جو ٹھٹھے اور ہنسی میں اپنا دن گزارتے ہیں اور اسلام کے پاک احکام پر تمسخر کرتے ہیں جن پر یورپ کا رنگ تہ بہ تہ چڑھا ہوا ہے۔ ہمیں بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بلاؤ اور ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا اُن لوگوں کے پیچھے جنکے پیچھے اگر ان کو مسلمان بھی سمجھ لیا جائے۔ تو شاید نماز پڑھنی ناجائز ہو۔ ہاں ہم کن کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیا ان لوگوں کے پیچھے جن کے دلوں میں اسلام محض ایک قومیت ہے۔ اور رسول اللہ کی عزت صرف اپنے پولیٹیکل حقوق کے محفوظ رکھنے کے لیے کیجاتی ہے۔ بیشک اس تحریک کا اس گروہ سے اُٹھنا ہی اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہ تحریک رحمٰن کی طرف سے نہیں۔

اب میں حضرت صاحب کا وہ فتویٰ نقل کرتا ہوں۔ جس میں کہ غیر احمدیوں

کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"پس یاد رکھو۔ کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤگے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ کیونکہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

اب اس عبارت پر غور کیجیے اول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو۔ یا غیر احمدیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو قطعی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لیے لازمی ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو قطعی طور سے الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اُس پر خدا کا الزام ہے چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جائیں گے پانچویں یہ کہ جو حضرت صاحب کا دل سے معتقد ہے۔ وہ آپکے اس فیصلہ اور دیگر فیصلوں کو مانتا ہے چھٹے یہ کہ جو نہیں مانتا۔ اُسکے دل میں خود اختیاری کا مرض ہے۔ ساتویں یہ کہ حضرت صاحب ان الفاظ میں کہ وہ

مجھ سے نہیں۔ اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ آخر میں یہ کہ ایسا کرنیوالے کی عزت
آسمان پر بھی نہیں کیجائے گی۔ اب باوجود ان فتووں کے ہم کیا کریں۔ اور کس طرح
اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہوجائیں۔ جو ہلاکت کے گڑھے کی طرف ہمکو بلاتے ہیں۔
اب ایک طرف تو خدا کا کلام ہمکو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور دوسری طرف چند
لوگ جن کے ایمانوں کا ہمکو کوئی علم نہیں۔ بلکہ واضح طور سے ایک مامور کے کفر میں
ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں پس بہتر ہے۔ کہ ہم خدا کی آواز کو قبول کریں۔ اور جس طرح
پہلی دفعہ ہم نے انسانوں پر خدا کے احکام کو مقدم کیا۔ اب کر کے بھی نمونہ دکھائیں۔
حضرت صاحب خدا سے خبر پاکر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نہ قبول کرنیوالوں کو راستباز
جاننے والا انکے پیچھے نماز پڑھنے والا اور ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنیوالا شیطان
کے پنجہ میں ہے۔ اور آپ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے اعمال حبط ہوجاینگے
اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہوگی۔ پس ہمارے لیے کیسا خطرناک امر ہے۔ ایک
طرف تو ظاہری چین اور امن نظر آرہا ہے۔ دشمنوں کی نظروں میں ایک عزت
ہوتی ہے۔ اور شاید گورنمنٹ کی نظروں میں بوجہ سرگروہ سے تعلق ہوجانیکے زیادہ
وقعت پانے کی امید ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے مامور کا فتویٰ ہے۔ کہ اگر تم
ان سے بکلی قطع تعلق نہیں کرتے۔ تو پھر تمہارا مجھ سے قطع تعلق ہے۔ اگر عاجلہ کو دیکھا
جائے۔ تو پہلی بات میں فائدہ ہے۔ لیکن اگر یوم ثقیل کا خیال کیا جائے تو سوائے
دوسری بات پر عمل کرنیکے کوئی چارہ نہیں۔ ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے
ان آیات قرآنی کو کہاں چھپائیں۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من
دون المؤمنین۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ یا ایھا
الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین اتریدون ان
تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون

ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون
ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکافرین
عذابا مھینا ۔ اور خصوصیت سے آخری آیت میں تو ہم خاص طور سے اُسی گروہ کا
ذکر پاتے ہیں۔ جو مدعی ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان متقی اور راستباز انسان
مانتے ہیں۔ لیکن نبی نہیں مانتے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ نجات ایمان باللہ پر ہے۔ نہ
ایمان بالرسل پر اور جن کا خیال ہے کہ رسول اللہ کے انکار کی وجہ سے عذاب ہوا
بھی۔ لیکن مرزا صاحب کے نہ ماننے کا کوئی حرج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ
یہ لوگ سچے ہیں اور پکے کافر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عذاب کے مستحق ہیں۔
اور حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں کہ من فرق بینی و بین المصطفٰی فما عرفنی
وما رأی۔ اور پھر فرماتا ہے کہ من اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذّب
بآیاتہ۔ پس باوجود ان صریح نصوص کے ہم کیونکر انکار کر دیں۔ اور کہدیں کہ تمام
رسولوں کا ماننا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ مسیح موعود کا ماننا مدار نجات میں شامل نہیں
اگر ہم ایسا کہیں۔ تو ہم بھی اُسی گروہ میں شامل ہو جاوینگے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اولٰئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ اور
جن کی نسبت فرماتا ہے۔ او کذّب بآیاتہ فنعوذ باللہ من ذٰلک الکذب و
البھتان و نعوذ بہ من ھمزۃ الشیطان۔ اور اگر ہم ایسا کریں۔ تو گویا
عبد الحکیم مرتد کی پیشگوئی کو پورا کر دیں۔ اور شیطان کے مؤید ہو جائیں۔ کیونکہ اُس
کی مخالفت بھی اسی بات پر ہوئی تھی۔ اور وہ جماعت سے اسی لیے خارج
کیا گیا تھا۔ کہ اُس کا دعویٰ تھا۔ کہ سوائے ان چند مکفرین کے جنہوں نے مخالفت
میں زور لگایا ہے۔ باقی سب ناجی ہونے چاہئیں۔ اور کفر کا فتویٰ ان پر نہیں
دینا چاہیے۔ پس ہمارا بھی ایسے ہی عقائد رکھنا گویا عبد الحکیم کی پیروی کرنا اور حضرت

مسیح موعود کا انکار کرتا ہے۔ اور اُس کی شیطانی پیشگوئی کو پورا کرتا ہے کہ عنقریب مرزائی مرزا صاحب پر ایمان کو غیر ضروری قرار دیکر باقی تمام غیر فرقوں کو بھی مسلمان قرار دینگے۔ اور اعمال پر نجات کا مدار جانینگے۔ اور ایمان بالرسل کو بیہودہ کر دینگے پس ان باتوں کا ماننا ہمارے لیے موت ہے۔ اور سلسلہ کی تکذیب آخر میں یہ لکھنا بھی ضروری جانتا ہوں۔ کہ میں ہی ان خیالات سے ایسا متنفر نہیں۔ بلکہ جہانتک مجھے علم ہے۔ خود ہمارا امام اور دیگر ہمارا لوگ سب کے سب ان خیالات کو پسند نہیں کرتے۔ پس میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم سب خدا کے فضل سے اس پر امید کرتے ہیں۔ اور اسی کو اپنا سہارا قرار دیتے ہوئے اور مسیح ناصری کی جماعت کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے شرح صدر کیساتھ اسبات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ جنے خدا کے مامور کو قبول کیا ہے۔ اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں اسلئے بلا کسی تامل کے کہتے ہیں۔ کہ انا براؤ منکم ومما تعبدون من دون الله

خاکسار مرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود

تتمۂ مضمون

بعض لوگ پیش کرتے ہیں کہ تریاق القلوب میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں اپنے منکرین کو کافر نہیں کہتا بلکہ صرف شرعی نبی کے منکر کافر ہوتے ہیں اور میرے منکرین میں سے صرف وہی کافر ہیں جو مجھے کافر کہہ کر خود بموجب حدیث کافر ہو جاتے ہیں اس لئے خود آپکے مطلع نے یہ فیصلہ کر کے بات صاف کر دی ہے لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بات خود حضرت صاحب کے سامنے پیش ہو چکی ہے اور اس کے دو جواب حضرت صاحب نے دئے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں ایک شخص

کے اعتراض پر کہ آپ نے تریاق القلوب میں صرف اپنے مکفرین کو کافر کہا ہے اور اب سب نہ ماننے والوں کو کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والوں کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک وہ ایک ہی قسم کے انسان ہیں اور جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے کافر ہی ٹھہرا کر نہیں مانتا یہاں حضرت صاحب نے اس شخص کو یہ بتایا ہے کہ نہ ماننا اور کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اور جو آپ کو نہیں مانتا وہ خدا کے نزدیک آپ کو کافر ہی جانتا ہے پس تریاق القلوب کے فتوے کی بعد کے فتووں سے اس طرح تطبیق ہو گئی اگر صرف آپ کو کافر کہنے والا انسان کافر ہے لیکن چونکہ ایک نبی کو نہ ماننا اور اُسے کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اس لئے جو کوئی اسے نہیں مانتا وہ اُسے خدا کے نزدیک کافر قرار دیتا ہے گو زبانی نہ کہے پس اسی طرح کل نہ ماننے والے مکفر ہوئے اور کل کفر کافر ہوئے پس تریاق القلوب کا فتوے بھی درست رہا اور پھر بھی آپکے نہ ماننے والے شریعت اسلام کے رو سے کافر ہوئے۔

دوسرا جواب جو آپنے دیا ہے وہ یہ ہے کہ میرے نہ ماننے سے ایک شرعی نبی کا انکار بھی لازم آتا ہے یعنی جبکہ میں رسول اللہ کی پیش گوئی کے مطابق دنیا میں ظاہر ہوا ہوں تو جو مجھ کو نہیں مانتا وہ رسول اللہ کو بھی نہیں مانتا اور آپ بھی اسکے نبی تعلق نہیں پس چونکہ آپکے انکار اور رسول اللہ کا انکار لازم و ملزوم ہیں پہلے جس نے آپ کا انکار کیا اس نے ایک شرعی نبی کا بھی انکار کیا اس لئے کافر ٹھہرا پس اس صورت میں بھی جو کل آپکے نہ ماننے والے ہیں کافر ٹھہرے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہوئے۔

تیسرے یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت صاحب کا کلام قرآن شریف سے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور قرآن شریف میں ایک رسول کو نہ ماننے والے اور دوسروں کو

نہ ماننے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے اور وہاں کوئی شرعی نبی کی شرط نہیں لگائی گئی
بلکہ داؤد و سلیمان اور ہود اور صالح اور مسیح علیہم و علی نبینا السلام کے منکرین
کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کیونکہ کوئی وجہ معلوم
نہیں ہوتی کہ ایک شخص کے صدق میں تردد کرنے والا تو قابل مواخذہ ہو اور
دوسرے کے صدق میں تردد کرنے والا قابل مواخذہ نہ ہو۔ ہاں کیسے تعجب
کی بات ہے کہ شرعی نبی تو الگ ایک معمولی مومن کے انکار سے جس کو ساری عمر میں
ایک خواب بھی نہیں آئی تو ایک انسان کافر ہو جاتا ہے اور اس کو مومن نہ جاننے
پر قابل مواخذہ ہوتا ہے لیکن ایک نبی کو نہیں نہ ماننے والا اس عذر پر کہ وہ نبی کوئی
شریعت نہیں لایا کافر نہیں ہوتا۔ ایسا خیال رکھنے والے بتائیں تو سہی کہ کیا وہ
مسیح و داؤد اور ہود اور یعقوب اور اسحق اور لوط کے منکرین کی نسبت کیا فتویٰ
دیتے ہیں اور ان کے مخالفین کو جو خدا نے کافر کہا ہے تو اس کی کیا تاویل کرتے
ہیں پس سوائے اس کے کہ تریاق القلوب کے فتوے کو اس طریق سے حضرت
صاحب کے آخری فتووں سے ملایا جائے تو خود آپ ہی نے بتایا ہے اور کوئی راہ
نہیں۔

چوتھے یہ کہ تریاق القلوب میں جو فتوے چھپا ہے۔ وہ حضرت صاحب کا اپنا
خیال ہے اور دوسرا الہامی ہے۔ چنانچہ عبدالحکیم کے خط میں آپ تحریر فرماتے
ہیں کہ یہ بات مجھے الہام سے بتائی گئی ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر ہے پس یہ
فتوے بہرحال اس فتوے کا ناسخ ہوگا۔

پانچویں یہ کہ بے شک شروع میں حضرت صاحب کا یہی فتویٰ تھا کہ صرف میرے
منکرین کافر ہوتے ہیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا!
پس نہ صرف یہ کہ یہ فتویٰ الہامی ہے بلکہ بعد کا بھی ہے اور باوجود اس فتوے

کے اس پہلے فتوے کو لے جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مسیح کی وفات کے مقابلہ میں حضرت صاحب کی براہین کی تحریر پیش کرے کہ اس میں تو لکھا ہے کہ مسیح آسمان کو اُتریگا۔ پس جیسے وہ شخص حق سے دُور ہے یہ بھی دُور ہے۔

چھٹے یہ کہ اگر حضرت صاحب کا مطلب تریاق القلوب سے وہی ہوتا جو پیش کیا جاتا ہے تو جب حقیقۃ الوحی کے تحریر کرنے کے وقت آپ پر اعتراض ہوا ہے کہ آپ اپنے نہ ماننے والے کو جو کافر نہیں کہتا ہے کافر کیوں قرار دیتے ہیں جبکہ تریاق القلوب میں آپ نے اس کے خلاف لکھا ہے تو آپ کا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تریاق القلوب کا فتوے ہی درست ہے اور دوسرے فتویٰ کے معنے تم غلط سمجھے ہو حالانکہ حضرت صاحب نے دوسرے فتویٰ کے مطلب کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ تم تریاق القلوب کے معنے نہیں سمجھے اس کے معنے بھی بتا دیئے ہیں چنانچہ اس کی تطبیق بھی کردی جیسا کہ اُوپر درج ہے پس کسی کا حق نہیں کہ جس طرح اپنی مرضی ہو اس کے معنے کرلے بلکہ اس کے معنے وہی کرنے پڑیں گے جو حقیقۃ الوحی میں درج ہیں اور جو میں اُوپر درج کر آیا ہوں۔

پس اب میں ثابت کر چکا ہوں کہ تریاق القلوب کے فتویٰ کو پیش کرنا مغالطہ میں ڈالنا ہے اس کے باوجود فتوے وہی ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے

احادیث نبوی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اول من یدعٰی یوم القیامۃ ادم فتراءی ذریتہ فیقال ھذا ابوکم فیقول لبیک وسعدیک فیقول اخرج بعث جھنم من ذریتک فیقول یا ربّ کم اخرج فیقول اخرج من کل مأۃ تسعۃ وتسعین فقالوا یا رسول اللہ فماذا بقی منا - قال ان اُمّتی فی الامم کالشعرۃ البیضاء فی الثور الاسود (بخاری)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے کہا جائیگا اپنی ذریّت سے جہنم کے قابل نکال - پھر ہر ایک سو میں سے ۹۹ نکال دیں گے اور رسول اللہ کی اُمّت دوسری اُمّتوں کے مقابل میں ایسی ہے جیسی کالے بیل میں سفید بال - اس حدیث میں اس اُمّت کی نسبت امم سابقہ سے بیان کی گئی ہے -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم - الا من قبلکم من اھل الکتٰب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وان ھذہ الملۃ ستفترق علی ثلث و سبعین - ثنتان وسبعون فی النّار وواحدۃ فی الجنّۃ وہی الجماعۃ (ابو داؤد باب شرح السنۃ جلد ۲)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس اُمّت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ۷۲ دوزخ میں اور ایک جنّت میں جائے گا - اور وہ الجماعۃ ہے -

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ بیعت الامام فقد مات میتۃ جاھلیۃ ۔ (ابو داؤد)

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مرجائے اور اس کی گردن مین امام کی بیعت کا رسن نہین ۔ وہ جاہلیت کی موت مریگا ۔

جو ہم کو کافر کہتے ہین ان کی نسبت ۔ قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم ایما رجل مسلم اکفر رجلاً فان کان کافراً والا کان ھو الکافر (ابو داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کافر کہا پس اگر وہ کافر نہین تو وہ کافر ہوگا ۔

حدیث صحیح مسلم مین مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا ہے اور نبی کے انکار کے متعلق پارہ چھ کے ابتدائی رکوع کو پڑھا جاوے ۔

علمِ فلسفہ

معیار الخیالات

اس عالمانہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مضامین مفصلہ ذیل مثلاً روحانی سیر۔ خدا۔ فضل خدائی۔ عبادت۔ پرستش یعنی پوجا۔ خیرات۔ مذہب۔ جیو آتما بمراد روح انسانی۔ تعلیم۔ دولت عشق ادب۔ دوستی۔ رحم۔ عمل مین آنے سے ناموت قواعد حفاظت جسم (تناسخ) استغفر نزع۔ موت۔ حیات بعد الموت کے اوپر کن عالمانہ دلائل سے بحث کی ہے اور ہر ایک مذہب و ملت کے انسان کو کتاب ہذا کا مطالعہ کر کے کن کن معلومات کا ذخیرہ پیدا کرنا ہے۔

چونکہ فاضل مصنف نے اس کتاب کے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے باعلم سیالکوٹی مین بالکل مفت بلکہ محصول ڈاک بھی اپنی طرف سے چھپوا کر کے تقسیم کیا ہے اس لئے نوٹس ہذا کا مطالعہ فرماتے ہی بذریعہ کارڈ تمام جلد اطلاع دیوین۔ کیونکہ یہ رسالہ روزمرہ ہزارہا کی تعداد مین معززین و طالبان کی خدمت مین روانہ ہونا شروع ہوگیا ہے اسلئے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جاوے اور پھر جناب کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اور رسالہ پریم بھی چھپ گیا ہے۔ جو کہ بغیر قیمت اسی رسالہ کے ہمراہ روانہ ہوگا

سکرٹری لائبریری رسالہ معیار الخیالات جگادھری ضلع انبالہ پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴۲

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۴۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

کھانسی کی دوا

[illegible]

[illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۵ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء جلد ۶

فہرست مضامین

من انصاری الی اللہ	صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۷	ایڈیٹر
مجدد	۱۶۸ - ۱۷۲	محمد مرتضیٰ خان قمر
سلسلۃ العسل فی اسرار اسم الرحمٰن	۱۹۲	سید صادق حسین مختار
دو نوں کا نتیجہ ہے	۱۹۳ - ۱۹۷	ایڈیٹر
فہرست مساعدین	۱۹۸	
کچھ صاحبین کی ...	۱۹۹ - ۲۰۰	مسٹر عبدالرحمن صاحب نو مسلم

[illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرے کے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب کے مجوزہ نسخہ کے موافق تیار کیا جاتا ہے۔ اور اصلی ممیرا جس کو خود اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ **"برائے امراض چشم بسیار مفید است"** اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ انسانوں کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے طبی امام کہلانیکا بجا طور مستحق ہے۔ اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دھند جالا پھولا پڑبال سبل اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ [illegible] قسم دوم [illegible] قسم سوم [illegible] اصل ممیرا قسم اول [illegible] دوم [illegible] ترکیب استعمال یہ ممیرا چھڑک کر آنکھوں میں لگاؤ یہ ممیرا خاصکر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت مفید اور مجرب ہے۔

ست سلاجیت (منقول از [illegible] اعظم)

مقوی تیج اعضاء دافع ضیق النفس الصاعد قاطع بلغم و ریاح و رفع بواسیر و جذام و استسقاء و شدت رنگ و تنگی نفس و دق و ضعف و فساد بلغم و مقاصل کرم شکم سنگ گردہ و سلسل البول و سیلان منی ازبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود جگر کی قوت و درد کے ساتھ استعمال کریں قیمت فی تولہ ۱۲

لنگیاں اور کلاہ

پشاور کی لنگیں مشہدی اور پٹ وری بادامی سیاہ اور سفید ناشی ریشمی اور سوتی شہری اور صافے سفید اور بادامی اور شادی کی نو پہاں اور ندی کی پٹ وری جوتیاں ہر قسم کی اور قیمت کی مل سکتی ہیں۔

المشتہر احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

کا ذکر ہے کہ صبح کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک بڑا محل ہے۔ اور اسکا ایک حصہ گرا رہے ہیں اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے اور اس میں ہزاروں آدمی پتھیروں کا کام کر رہے ہیں اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیسا مکان ہے اور یہ کون لوگ ہیں اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں تو ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا ایک حصہ اسلئے گرا رہے ہیں تا پرانی اینٹیں خارج کیجائیں (اللہ رحم کرے) اور بعض کچی اینٹیں پکی کی جائیں اور یہ لوگ اینٹیں اس لیے پاتھتے ہیں تا اس مکان کو بڑھایا جاوے اور وسیع کیا جائے یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب پتھیروں کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ اسوقت دل میں خیال گذرا کہ یہ پتھیرے فرشتے ہیں اور معلوم ہوا کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہمکو بہت کم ہے بلکہ فرشتے ہی اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر کام کر رہے ہیں چنانچہ میں نے سوچا

کہ جو کوئی کسی کے کام میں آتے مدد دیتا ہے تو وہ اس کا دوست اور پیارا بن جاتا
ہے تو اگر ہم اس وقت ملائکہ کے کاموں میں مدد کرینگے جو خود اپنی ہی مدد ہے تو نتیجہ
ہے کہ ملائکہ کا ہم سے خالص تعلق ہو جائے اور اس تعلق کی وجہ سے خود ہمارے
نفوس کی بھی اصلاح ہو اور ملائکہ ہمارے دلوں میں کثرت سے نیک تحریکیں
شروع کر دیں چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں دو تحریکیں
پیدا کیں کہ جن سے سلسلہ کی خدمت مد نظر ہے ایک تو یہ کہ طاعون شروع اور
اب کے سال بہت بڑھیگا۔ اسلئے ایک اشتہار دیا جائے کہ جس میں
لوگوں کو اس سلسلہ کی دعوت دی جائے۔ اور اس موقعہ پر لوگوں کے دل
نسبتاً زیادہ سخت نہیں ہوتے اسلئے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت فائدہ ہوگا اور
یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے بلاد ہند میں شائع کیا جائے۔
چنانچہ یہ اشتہار میں نے لکھکر چھپنے کے لئے دیدیا ہے جو چند دنوں تک ہی طیار ہو
جائیگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ احمدی احباب خصوصاً ان علاقوں میں طاعون
کا زور ہو اس اشتہار کی کثرت سے اشاعت کرینگے اور جن کے دل میں
اللہ تعالیٰ یہ تحریک پیدا کرے وہ مجھ سے اشتہار طلب کریں جو فوراً ان کی خدمت
میں بھیجدیا جائیگا۔ دوسری تحریک جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے
کہ ایک انجمن قائم کی جائے جس کے ممبر خصوصیت سے قرآن و حدیث اور
سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کی طرف توجہ رکھیں اور افراد جماعت میں صلح و آشتی
پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے ممبران اپنے دنیاوی کام کرتے ہوئے
بھی اپنے آپکو دین کے لئے وقف کر دیں یعنی ہر ایک موقعہ سے جو تبلیغ حق کا
ملے فائدہ اٹھائیں اور گویا اسی نسل میں اپنے اوپر آرام چین حرام کر دیں
پس اسلئے میں اس اعلان کے ذریعہ سے ہر ایک اس روح کو جو اپنے اند

حق کے پہنچانیکا جوش رکھتی ہے بلا کم ہوں کہ وہ اس کام میں مدد دے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امیدوار رہو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا منشا تو پورا ہو کر رہیگا یہ ایک موقعہ ہے کہ جو ہمکو دیا گیا ہے کیا جس نے ایک مامور کو دنیا کی ہدایت اور روشنی کے لیے بھیجا۔ وہ اس کے نور کو اور ہدایت کو دنیا میں پھیلائیگا۔ کیا دنیا باوجود ایک مامور من اللہ کے آنیکے تاریک کی تاریک ہی رہیگی ہرگز نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا خدا تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ باقی مبارک وہ جو اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں اپنے ارادوں کو شامل کر دیتا ہو اور جیتے جی اپنے مولا کی راہ میں اپنی خواہشوں اور امنگوں پر موت وارد کر لیتا ہے یہ شخص ہے جو حقیقی زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی حیات سچی حیات ہے۔ ورنہ وہ انسان جو باوجود اشرف المخلوقات ہونیکے سگ دنیا بن کر طمع و حرص کے مردار پر گرتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور پڑوسی سے لڑ اور جھگڑ کر اپنی زندگی بسر کرتا اس کی زندگی ہی کیا اور اس کے جینے کا فائدہ ہی کیا بہتر ہوتا کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا اور وہ دن دور نہیں جب کہ اسکو کہنا پڑے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پس مت سمجھو کہ دنیا کی ترقیوں اور مال و جلال کے بڑھانے سے تم اپنے اصل مقصد کو پہنچ گئے بلکہ جب تک اپنی اپنے بھائی کی فکر نہ کرو۔ اور دین کی فکر تمہیں سوہان جان ہو کر نہ لگے۔ تم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور قیمتی وقت بیہودہ باتوں میں کھو دیا کاش تم اتنا سمجھتے کہ جس مسافر نے دور جانا ہو اور لمبی منزل طے کرنی ہو وہ جس قدر ممکن ہو بوجھ کو ہلکا کرتا ہے اور فضول اور زائد چیزوں کو نہیں اٹھاتا۔ پس کیا افسوس ہے اُس پر جس نے نہ معلوم کیسے دشوار گذار راستوں سے گذر کر میدان حشر میں پہنچنا ہو اور ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ جو کچھ بھی ملے وہ اپنے کندھے پر اٹھا لوں دنیا کی آسائشوں اور عیش و عشرت کی زندگی ایک بوجھ ہے جو اس

مسافر کو تھکا کر چور کر دیگا اور جنت کے دروازہ پر پہنچنے سے پہلے ہی اس کی ٹانگیں توڑ دیگا۔ لیکن خدمتِ دین میں ایک ایسی سواری ہے جو ہر وقت اسے بہشت بریں کی طرف اڑائے لیے جا رہی ہے۔ کتنے دل ہیں کہ جو اپنے بھائیوں کیلیے غمگین ہیں اور کتنی آنکھیں ہیں جو دنیا کی گمراہی کو دیکھکر چشم پر آب ہیں۔ ان کتنے جگر دین کی پراگندگی پر چاک چاک ہو رہے ہیں اور کن کن کے گریبان ایسے پھٹے ہیں کہ وہ بس سے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں بھائی ہیں کہ جنہوں نے خدا کو بھی نہیں پہچانا۔ جو ملائکہ کے منکر ہیں جو کتب سماوی کے قائل نہیں جو رسولوں پر ہنسا کرتے ہیں جن کے زمانہ میں خدا کا ایک مامور آیا لیکن انھوں نے اسکی قدر نہ کی اور اپنی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار کر اُسے نہیں دیکھا ہم نے انکے لیے کیا کیا اور ان تک اس مجددِ دین کے پاک و شیریں کلمات کے پہنچانے میں کس قدر کوشش کی کیا تم نے سنا نہیں کہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار جب ہم خود ہی سوتے رہے اور دنیا کی جھوٹی چمک اور یورپ کی فریب دہ جلوہ آرائیوں پر مرتے رہے۔ تو غیر کو جگانے سے پہلے بہتر ہے کہ اپنے آپکو جگائیں اور دوسرے کی آنکھوں سے جہل کی پٹی اتارنے سے پہلے اپنی ہی آنکھوں کا فکر کریں۔ ملائکہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں پس بہتر ہے کہ ہم بھی لہو لگا کر شہیدوں میں مل جائیں کام کو اللہ ہی نے کرنا ہے ہماری تو کوششیں ہی ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ کوشش کی توفیق بھی اللہ تعالی ہی دیتا ہو ؎

ہمارا کچھ نہیں سب کچھ اسی در سے ملتا ہو
بلا حکم خدا اک تنکا بھی ہلتا ہو

یہ مت سمجھو کہ ہم اس کام کے لایق نہیں اگر ہمت و استقلال ہو اور خدا سے

سے سچا تعلق ہو تو پھر وہ خود ہی قرآن و حدیث کا علم سکھلا دیتا ہے حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات میں کئی ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھلا دیا گیا تھا پس خدا کے خزانے وسیع ہیں کمر ہمت کو چست کرو اور دنیا کے کان کھول کر سنا دو کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کریگا۔ اسلام کا سورج گہن کے نیچے ہے خدا کی حضور میں تڑپو آہ و زاری کرو تا وہ گہن دور ہو اور دنیا خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھے اور قرآن اور رسول کریم کی عظمت اسپر ظاہر ہو اور حضرت مسیح موعود کی سچائی سے صاف آگاہ ہو صاف گر ہو اور سچ اور دھوکے کو چھوڑ دو اور صاف صاف الفاظ میں دنیا پر وہ سچائیاں ظاہر کرو جو خدا نے تمکو دی ہیں تا قیامت کے دن سبکدوش ہو کر ہم نے اپنی طرف سے تبلیغ کر دی تھی کون جانتا ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا پس ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ کل کے آنے سے پہلے ہی اپنے خیالات کا دنیا پر اظہار کرے اور مولیٰ سے جو کچھ ہدایت پائی اسکو لوگوں پر پیش کرے پھر جس کا دل چاہے مانے اور جو چاہے انکار کرے حضرت مسیح نے اس تبلیغ کے کام کے لیئے اپنے حواریوں کو کہا تھا کہ من انصاری الی اللہ آج میں بھی حضرت مسیح کے تتبع کے طور پر اپنے دوستوں کے آگے یہی کلمہ دہراتا ہوں کہ اپنی کمر ہمت باندھ کر میری ساتھ اس کام میں شامل ہو اور جہاں تک ہو سکے اس کام کو کرو تا خدا تعالیٰ کی درگاہ سے انعام کے مستحق ہو یہ سلسلہ تو ضرور پھیلیگا ہی لیکن ہم نے سستی دکھائی تو ہم انعام سے محروم رہ جائینگے لیکن چونکہ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے اسلیئے ہم یہ شرط لگانی پسند کرتا ہوں کہ جس نے اس کام میں حصہ لینا ہو وہ پہلے سات دفعہ استخارہ کرے تا اللہ تعالیٰ اسکے کام کا ذمہ وار ہو جاوے اور اگر سات دفعہ استخارہ کرنے

گے بعد اس کے دل کو اللہ تعالیٰ اس طرف جھکا دے تو پھر شوق سے اس انجمن میں داخل ہو چنانچہ میں نے بھی اس اعلان کے پہلے خود کئی دفعہ استخارہ کیا۔ اور نہ صرف خود ہی کیا۔ بلکہ کئی ایک نیک اور صالح دوستوں سے بھی استخارہ کروایا اور کئی ایک دوستوں کو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات بھی ہوئیں تب جا کر یہ کام میں نے شروع کیا اور استخارہ کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت لی چنانچہ اس انجمن کے وہ قواعد جن کی پابندی ہر ایک ممبر کو لازمی ہوگی وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کر لی گئی ہے وہ قواعد یہ ہیں (۱) اس مجلس کے ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ حتی الوسع تبلیغ کے کام میں لگا رہے اور جب موقعہ ملے اس کام میں اپنا وقت صرف کرے جو اپنے گاؤں یا شہروں میں کر سکیں وہاں کریں جنہیں زیادہ موقعہ ملے اور علاقہ میں بھی (۲) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ قرآن شریف اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں کوشاں رہے (۳) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کے افراد کی آپس میں صلح اور اتحاد پیدا کرنے میں کوشاں رہے اور لڑائی اور جھگڑوں سے بچے خصوصاً جبکہ آپس میں کوئی جھگڑا ہو تو خود فیصلہ کر لیں ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح سے دریافت کر لیں (۴) ہر ایک قسم کی بدظنیوں سے بچے۔ جو اتحاد اور اتفاق کو کاٹتی ہیں (۵) ہر ماہ کے آخر میں وہ مجھ یا جس کو اللہ تعالیٰ اس کام پر مقرر کرے اطلاع دیں کہ انہوں نے اس ماہ میں کیا کام کیا (۶) اس مجلس کے ممبر آپس میں رشتہ اتحاد پختہ کرنے کیلئے کوشاں رہیں اور تعلق بڑھانے کیلئے ایک دوسرے کے لئے دعا کریں اور حدیث صحیحہ کے مطابق جو قریب کے دوست ہوں ایک دوسرے کی دعوت کریں اور تہادوا تحابوا پر عمل کریں اور عام طور سے عموماً اور ممبران سے خصوصاً ہمدردی کا اظہار کریں اور بوقت مشکلات

مدد کریں (۷) تسبیح اور تحمید پر کوشش کریں اور چونکہ رسول کریم کے ہم پر لاکھوں کروڑوں احسانات ہیں ان پر کثرت سے درود بھیجیں اور نماز کے علاوہ درود پڑھنے کے وقت خاص طور پر خلفاء کا لفظ بڑھا کر خصوصیت سے حضرت مسیح موعود کو مد نظر رکھیں (۸) اس مجلس کے ممبر خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا خیال رکھیں (۹) نماز میں پابندی اوقات سے ادا کریں اور نوافل صلوٰۃ و صدقہ اور روزہ کے لیے بھی کوشش کریں کیونکہ ترقیات روحانی نوافل سے ہوتی ہیں۔

جو صاحب استخارہ مقررہ کے بعد ممبر ہونا چاہیں مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ انکا نام درج کیا جائے اور آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؎

(خاکسار مرزا محمود احمد از قادیان)

المجدّد

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (ابوداؤد) یعنی ضرور اللہ تعالےٰ ہر ایک صدی کے سر پر ایک شخص کو مبعوث کرتا رہیگا جو دین اسلام کی تجدید کریگا۔

جب رسول اللہ جو ہدایت کے آفتاب تھے۔ تاریکی کے تمام فرزندوں کو اندھیرے سے نکال کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے تو آپ نے دنیا میں اپنے پیروں کے لیئے دو چیزیں چھوڑیں ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی سنت۔ ساتھ ہی اپنے متبعین کو یہ ایک خوش کن بشارت دی کہ اگرچہ جمیع کمالات نبوت اُس

ذات پر ختم ہو گئے مگر ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی خدمت اور احیائے سنت کے لیے ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرماتا رہے یہ بشارت تو درحقیقت قرآن عظیم کے بعض استعارات لطیفہ کی تفسیر تھی جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کے سچے متبعین اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے خادموں کو نعمت قرب الی ذاتہ سے متمتع فرمانیکا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ سبع مثانی کی دعا منجملہ انکے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو شہید انبیاء صلحاء اور صدیق بننے کی ترغیب دی ہے کیونکہ اس دوسری آیت میں بتادیا ہے کہ منعم علیہ گروہ کونسا ہے چنانچہ فرمایا و من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ۝

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم سکھائی ہے اور اس میں خود اس تبارک و تعالیٰ کا منشا ہے کہ اس امت مرحومہ میں صالحین انبیاء صدیق اور شہداء پیدا ہوں پھر سورہ نور میں اس دعا کو قبولیت کا جامہ پہنا کر ایک وعدہ مومنین کو جو در اصل منعم علیہ گروہ کہلانے کے مستحق ہوں دیا کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین میں خلیفے بنائیگا چنانچہ اصل آیت یوں ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ۝

نہ صرف یہی بلکہ جہاں انبیاء کا ذکر فرمایا ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ محسنین کو جو در اصل انبیاء جیسے صفات حسنہ اپنے اندر پیدا کرلیں۔ اور تقویٰ کے باریک در باریک رستے طے کریں اور اپنے تئیں آسمانی روشنی کے

موجود نہ ہوں تو ہم ان کو نبوت اور حکمت سے بہرہ اندوز فرمائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ووھبنا لہٗ اسحاق ویعقوب کلا ھدینا و نوحاً ھدینا من قبل ومن ذریتہٖ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون ط وکذٰلک نجزی المحسنین ط (جزء ۷ سورہ انعام) اور اسکے ساتھ ہی دوسرے انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ومن اٰبائھم و ذریٰتھم و اخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الیٰ صراط مستقیم ط

اس آیت میں صراط مستقیم کی ہدایت جن لوگوں کو دی گئی ہے ظاہر ہے کہ وہ انبیاء ہیں پس اسلام میں جو دعا اھدنا الصراط المستقیم کی سکھائی گئی ہے اس میں بھی اس نعمت و نبوت و حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

غرض اسلام میں ایسے ریفارمروں اور مصلحوں کا پیدا ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور عقلی طور پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور لا تبدیل لسنۃ اللہ نص صریح ہے کہ وہ ہر ایک گمراہی کیوقت کوئی نہ کوئی مصلح مبعوث فرماتا رہا ہے تو یہ ضرور ہے کہ جب تک بنی آدم صفحہ ہستی پر موجود ہیں ایسے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے رہیں جو خلقت خدا کو راہ راست دکھاتے رہیں اور ایسا نہ ہونا گویا اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کو بٹہ لگنا ہے۔ جبکہ شروع سے اسکا یہ دستور ہے کہ ضرورت زمانہ کے موافق وہ مجددوں اور مصلحوں کو بھیجتا رہا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ اپنی سنت اور دستور بالا کے طاق رکھدے اور خواہ کتنی ہی نافرمانی اور سرکشی اور خیانت دنیا میں رواج پا جاوے مگر آئندہ کوئی مصلح اور ریفارمر مبعوث نہ ہو غرض یہ امر عقل اور نقل دونوں طرح سے مبرہن ہے کہ دنیا میں مصلح اور ریفارمر

جو خاص اللہ تعالےٰ کے منشار کے ماتحت کام کرنیوالے ہوں اور جو خاص اُسکی تجلیات کے مظہر ہوں وہ دنیا میں پیدا ہوتے رہیں اسی امر کی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے یابنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی (سورہ اعراف) پس جب تک بنی آدم ہیں خدا کے فرستادوں کا آنا بھی ضروری اور لابد ہے اور انسانی کانشنس کے عین موافق اور مطابق اور درحقیقت مذہب اُسی زمانہ تک علم کے رنگ میں رہ سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کی صفات تازہ بتازہ تجلی فرمائی رہیں ظاہر ہے کہ جب ایک امر صدہا سال سے قصہ کی صورت میں ہی چلا جائے اور اس کی تصدیق کے لیے کوئی تازہ نمونہ پیدا نہ ہو تو اکثر طبیعتیں جو فلسفی رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اس قصہ کو بغیر قوی دلیل کے قبول نہیں کر سکتیں جب کہ وہی خدا ہے۔ اور وہی صفات اور وہی ضرورتیں درپیش ہیں تو پھر ماموریں کا سلسلہ کیوں بند ہو اسی پاک عقیدہ کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ علیہا السلام نے مجمع البحار صفحہ ۵۰۲ ظاہر فرمایا ہے چنانچہ فرماتی ہیں قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ ۔ یعنی آنحضرت کو خاتم الانبیاء تو مانو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ چونکہ قرآن شریف نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے ثابت کر دیا ہے کہ تمام تکمیل دین کی بلحاظ احکام امر و نواہی یا شریعت کے ہو چکی ہے اور اس تکمیل کے بعد کسی تمہ کی ضرورت نہیں اور اسی لیے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم جیسی مکمل و کامل کتاب بھیکر جو فیہا کتب قیمۃ کی مصداق ہے تمام آنیوالے زمانہ کے مفاسد کے روکنے کی تدبیریں اور تمام آنیوالی خرابیوں کے بیخکنی کی تدبیریں

سمجھا دی ہیں اور تمدن اور سیاست کے اصول حصول دین و دنیا کے اسباب
اور خداشناسی کے تمام ذریعے اور کامیابی کے تمام وسائل اور نجات کے تمام
مدارت اور اعلیٰ اخلاق اور شائستہ اطوار بتلا دیئے ہیں اسلیئے کسی اور کتاب
کا آنا اس کتاب کے بعد جو کامل اور مکمل ہر طرح اور ہر پہلو اور ہر رنگ میں ہے
لغو اور عبث ٹھہرتا ہے بالخصوص اس حالت جب کہ اسکی حفاظت کا وعدہ
اور اسکی عدم تحریف کا بیڑا خود اس قادر مطلق نے اُٹھایا ہو۔

تجربہ نے بھی یہی ثابت کر دیا ہے کہ اس تیرہ سو کے عرصہ میں تمام
لطفاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کتاب سے تمسک کیا ہے اور اسی طرح
سے انھوں نے ہر ایک فتنہ کا اندفاع کیا ہے ہر ایک خرابی کا دفعیہ کیا ہے
اور اسلام کے خلاف ہر ایک اعتراض کا جواب اسی سے دیا ہے۔ غرض شاہد
اور تجربہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ قرآن کریم تمام زمانوں اور ضرورتوں کے لیے
کافی ہے اسلیئے تمام آیندہ کے آنیوالے اسی چشمہ کی فیض رسانی خلقت خدا کو
کریں گے اور اسی سے ہی اپنی تعلیم اخذ کریں گے اور جس پر ایسی کتاب اتری اسی
سے ہی نور معرفت یا نور نبوت حاصل کریں گے اور کیا اچھا کہا ہے ایک مجذوب نے

اس نور پر فدا ہوں۔ اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں۔ بس فیصلہ یہی ہے

غرض جمیع احکام شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئے ہیں۔ مگر جیسا
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لن یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات
بشارات کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ تشریعی وحی بند ہو گئی ہے اس لئے اب
کوئی مصلح نئی شریعت لیکر نہیں آسکتا بلکہ اسی شریعت کامل کی پوری پوری
متبع کا امت کے بعض افراد کو امامت حقہ کا فخر دیگا۔ اور یہی ایک امتیازی

نشان اسلام کو دوسری اقوام کے مقابل میں حاصل ہے۔

یہ امام یا خلیفہ یا مجدد اپنے وقت کا ظلی اور امتی نبی ہوتا ہے کیونکہ انی جاعل فی الارض خلیفہ کا مصداق نبی ہی تھا مولانا روم امام الزمان کی تعریف میں فرماتے ہیں " او نبی وقت خود باشد اے مرید " اور شاہ اسماعیل شہید اپنی کتاب منصب امامت صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں " خلیفہ راشد نبی حکمی ست " اور دیگر صوفیائے کرام کا بھی یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلفاء لقب نبی سے ملقب ہو سکتے ہیں چنانچہ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی نبوۃ التشریع فلا مقام لھا۔ یعنی نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے منقطع ہوئی ہے وہ نبوت تشریعی ہے نہ کہ نبوت تبشیری پھر اس کیساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے معنی " و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین " اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی کے یہی معنے ہیں کہ کوئی نبی تشریعی اب ایسا نہیں آسکتا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنسیخ ملت کرے علاوہ ازیں ابو الحسنات مولانا عبد الحی لکھنوی نے اپنے رسالہ دافع الوساوس فی اثر ابن عباس مطبوعہ مطبع علوی لکھنوی کے صفحہ بارہ میں تحریر فرمایا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یا زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں ہے بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے چنانچہ ملا علی قاری رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں " لو عاش لکان من اتباعہ کعیسیٰ وخضر والیاس فلا ینافض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ "۔

اب ان امور کے بیان کر دینے کے بعد کہ خلفاء یا مجددین کا آنا اسلام میں قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور یہ کہ کوئی خلیفہ یا مجدد یا امام قرآن شریف کی تعلیم سے باہر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے باہر نہیں آ سکتا اور نیز یہ کہ آپ کے جانشینوں کا لقب نبی ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ایسے مجددین یا خلفاء کی اطاعت کو اپنا جزو ایمان سمجھیں تو ہم اس کے بارے میں آیت استخلاف کو ہی لیتے ہیں چنانچہ یہ آیت ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون (الجزو ۱۸ سورۃ النور) یعنی جنھوں نے خلافت محمدی کی ناشکرانی کی۔ یا اس نعمت کی قدر نہ کی۔ اور ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ تہدید ایک مومن کے دل کو کپکپا دینے والی تہدید ہے کہ انکار خلافت درحقیقت فسق میں داخل ہے اس کے علاوہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا اسود بن عامر انا ابو بکر عن عاصم عن ابی صالح عن معاویہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغیر امامہ مات میتۃ جاھلیۃ مسند احمد صفحہ ۹۶ جلد ۴۔ یعنی جو شخص بغیر اقرار اطاعت یا شناخت امام کے مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ قرآن و حدیث دونوں سخت تہدید کر رہے ہیں کہ خلفائے آئندہ کا انکار سخت بے بدبختی اور بدنصیبی ہے جس سے ہر ایک مسلمان کو ڈرنا چاہیئے۔

پھر شاہ اسماعیل صاحب منصب امامت میں فرماتے ہیں کہ جو خلیفۂ وقت کا منکر ہے اسکا ایمان معرض خطر ہے ایسے شخص کا نماز روزہ قبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ عبارت یوں ہے "تا وقتیکہ در اطاعت امام وقت

گردن نہند و اقرار بامامت نکنند ہر گز عبادات مذکورہ در آخرت کار آمدنی نیست واز واعہ گیر بت قدیر خلاص یافتی نہ بمن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان خدا ترس کا فرض ہے کہ وہ امام وقت کی شناخت کرے اور اسکی اطاعت کو اپنا فرض عین سمجھے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی سچی خواب آئی ہو۔ یا کوئی الہام ہوجائے تو وہ اس منصب کے لائق نہیں ہوسکتا کیونکہ خواب اور الہام کا ہونا تو عام مومنوں کے لیے وعدہ دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا بلکہ امام الزمان اپنے اندر چند ایسی خصوصیتیں رکھتا ہے۔ جس سے وہ عام مومنوں سے تمیز کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت امام کو وہ کامل تامہ حالت دیجاتی ہے جو دوسروں میں خواہ وہ ہزاروں نیک اعمال کریں موجود نہیں ہوسکتی۔ امام کو اللہ تعالیٰ ایک خاص قوت عطا فرماتا ہے جو اسکو امت کے قابل بناتی ہے یعنی قوت امامت یا قوت پیشروی۔

پھر امام الزمان کو اللہ تعالیٰ اخلاق حمیدہ عطا کرتا ہے کیونکہ اگر بدخلق ہوگا تو کون آدمی اس کی صحبت میں مشرف ہوکر فائدہ حاصل کریگا اللہ تعالیٰ آنحضرت کی نسبت فرماتا ہے لِنتَ لھم پس جو سچا خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اس میں حلم بردباری صبر تحمل یہ تمام صفات موجود ہونگی کیونکہ دنیا کے بدخلقوں اور شریروں سے اسکو مقابلہ کرنا ہوتا ہے اسلیئے یہ ضروری ہے کہ وہ عفو اور معافی اپنا طریق رکھتا ہو اور اس امر کا یعنی اخلاق حسنہ کا ہونا امام الزمان کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ زیادہ تر چیز جو اسکو دینی لوگوں سے ممیز کر سکتی ہے وہ اعلیٰ اخلاق کی طاقت ہے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا گیا ہو انک لعلیٰ خلق عظیم۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا سچا

خلیفہ ہوگا۔ وہ خلق عظیم کیساتھ مبعوث ہوگا۔

پھر امام کے لیئے وحی الہی کا ہونا نہایت ضروری ہے جو سخت وقتوں میں اسکو بشارت دے اور جن کے ذریعہ علوم دینی اور خدا تعالےٰ کے حقائق کھلیں اور جن سے وہ مخالفین کے مقابلہ پر انذاری نشان بذریعہ پیشگوئی کے دکھلائیں اور جس کے ذریعہ وہ عام مخلوق کو اللہ تعالےٰ کے عین منشار کے ماتحت لائیں

پھر امام کے لیے بسطۃ فی العلم کا ہونا لازمی ہے تاکہ اپنے مذہب کے علمی معجزات کا اظہار اس کے ہاتھوں سے ہو اور وہ صحیح تعلیم اور قرآن مجید کے اصل مفہوم پر خلق خدا کو آگاہ کرے۔ پھر امام الزمان کے لیے اعلیٰ نسب اور شریف خاندان کا ہونا لازمی ہے تاکہ بعض لوگوں کو اسکے ماننے میں کوئی کراہیت نہ پیدا ہو۔

پھر امام الزمان کے لیے عفت اور پرہیزگاری کا ہونا ضروری ہے اور اس کے چال چلن پر کسی قسم کا دھبا نہیں ہونا چاہیے لقد لبثت فیکم عمراً مگر ہاں ایک امام کو اپنی صداقت کے لیے محض یہ دعوی کرنا کافی نہیں ہے کہ اسکا دامن تمام قسم کی بدیوں سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی پوری پوری تابعداری کرتا ہے اور اس کا چال چلن نہایت درجہ کا اعلیٰ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص محض ریاکاری یا دکھاوے کے لیے اپنے تئیں متقی اور راستبازی ظاہر کرے اور اپنے ظاہری اعمال ایسے بنالے جس سے کسی شخص کو اسپر حرف گیری کا موقعہ نہ ملے اور ممکن ہے کہ اس کے دل میں تو اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی عظمت اور محبت نہ ہو مگر وہ نہ اپنے تئیں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنیوالا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنیوالا بنالے اسلیئے ظاہر ہے کہ محض ظاہری چال چلن کا عمدہ ہونا کسی راستباز کے لیئے اسکی راستبازی کی مہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا کہ اکثر لوگوں

کہ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ در پردہ اول درجہ کے بدمعاش ہوتے ہیں مگر ظاہری
اعمال اُن کے اچھے نظر آتے ہیں اسلیئے حقیقی اور سچی راستبازی کے
لیئے خدا تعالیٰ کی شہادت کی ضرورت ہے جو عالم الغیب ہے۔ اور در
حقیقت اگر یہ شہادت خداوندی نہو تو دنیا میں اندھیر پڑجانے کا اندیشہ ہے کیونکہ
ایک شخص در پردہ بُرے اعمال کرنیوالا بھی نیکی کا دعویدار ہو سکتا ہے اسواسطے
اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی امین صدق اور کذب کے ایک مابہ الامتیاز رکھا
ہے جس سے صادق پہچانا جاتا ہے۔

گرچہ ہر کس زرِ و لاف بیانے دارد ۔ صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

اور جو امر کہ امین صادق اور کاذب کے امتیاز دکھاوے اسکا نام دوسرے
لفظوں میں **نشان** ہے پس ایک صادق امام اور قابل اطاعت امام کے
لیئے نشان کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ شناخت کیا جاوے اور اس کو عام
لوگوں سے تمیز دیجاوے اس نشان کا دکھانیوالا دنیا میں ایک ہی مذہب
ہے جسکا نام ہے اسلام نہ صرف اسلیئے کہ اس کے نشانات معجزات نبوی
سے ہی منقطع ہو گئے بلکہ اس لئے کہ وہ ہر زمانہ مجددین اور خلفاء کے ہاتھوں پر
وہ وہ نشانات تازے ظاہر کرتا ہے جس سے دوسرے مذاہب بالکل تہیدست
ہیں وہ کامل کتب ان تمام نشانات سے بھری پڑی ہے جنکا وقوع حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور نوابوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور
ہوتا رہیگا چنانچہ دنیا نے اس زمانہ میں ہی ایک امام کے ذریعے ان بعض نشانات
کے ظہور کو بچشم العین مشاہدہ کر لیا ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض متعصب اور
بیشرم لوگ ان کو انکار کریں مگر ایسے لوگ وہی ہیں جو کہ ہمیشہ کر غلطی سے چمگادڑ ہی بکتے
ہیں ؎ ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہمنے ۔ کوئی دین دینِ محمد سا نہ پایا ہمنے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے ۔ یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہمنے

فقط محمد ملتفظان عنبر از پشاور

سُلَّمُ الوُصُول اِلیٰ اَسرارِ اِسراء الرَّسُول

Digitized by Khilafat Library

(مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو)

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اسلام کی ترقی کے لیے [illegible] دکھائے گئے تھے ان
نے اس راز کو نہیں سمجھا اور انہوں نے معراج ایک سیر [illegible] روحانی [illegible]
اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کو معراج ایک نورانی جسم کے ساتھ عین بیداری
میں ہوا [illegible] اس کے متعلق سید صاحب کی تشریح غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔"

ناظرین پر واضح ہو کہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے دو رسالے جن میں سے ایک کا نام سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول اور دوسرے کا نام نزول الملائکہ ہے۔ ایک ساتھ طبع کرائے ہیں اور ان دونوں رسالوں کے اخیر پر ایک اعلان درج کیا ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

اعلان

"اگر مرزا صاحب ان رسائل ثلثہ یعنی شہادت القرآن اور سلم الوصول اور نزول الملائکہ کے دلائل کو ضعیف اور غلط ثابت کر کے ان رسائل کے مدعا کے خلاف کو بہ دلائل قرآنیہ پایۂ ثبوت تک پہنچا دیں تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دیگا۔ اور مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی اور رسول اللہ صلعم کے معراج جسمانی کے خلاف پر اعتقاد کر لینے میں ہرگز تامل نہیں کریگا۔ اور میں اس امر کو نہایت شد

سے باواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکینگے۔ رسالہ شہادت القرآن کا جواب مرزا صاحب کی لیاقت علمی سے باہر ہے"

ریویو نگار۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ شاید بعض روشن خیال ذی فہم و نکتہ رس حضرات اس شہرت طلب مشیخت آب مولوی کی طفلانہ و سفیہانہ تعلی پر ہنس کر چپ ہو جائینگے مگر میرے نزدیک چونکہ اس اعلان سے ناواقف مسلمان دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ اس لیئے ضروری اور نہایت ضروری ہے کہ ایسے متکبرو بد دماغ مدعی علم کی حقیقت لغت از بام کر دیجائے اور انکو انکے اصلی روپ میں دکھلا دیا جائے۔ اس لیئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ ابراہیم کے دونوں رسالوں یعنے سلم الوصول اور نزول الملائکہ پر ترتیب وار ریویو شائع کیا جائے۔ وباللہ التوفیق وھو المستعان

سیالکوٹی مولوی نے سلم الوصول کے صفحہ میں لکھا ہے

"کہ رسالہ شہادۃ القرآن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا بغایت تحقیق و نہایت دقیق معقولاً و منقولاً ثابت کردیا گیا ہے اور لفظ توفی کی نسبت بڑی بڑی عجیب و دلچسپ بحث سے بحوالہ کتب لغت و محاورات عرب و تفاسیر معتبرہ محقق کردیا گیا ہے کہ اس لفظ کے معنے بحسب الوضع اخذ الشئ وافیاً ہیں۔ یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا اور براہین قویہ قاہرہ سے رفع الی السماء کو معقولی طور پر ممکن الوقوع ثابت کر دکھایا ہے اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول ثانی کی حکمت لطیف طور پر قرآن شریف سے بیان کی گئی ہے۔ جس کے بعد سلیم الفطرت انصاف پسند محقق شخص کو کوئی شک باقی

نہیں رہ سکتا۔ اور مخالف کے پاس اس کے نقض و تردید میں بجز انواع حیل کاسدہ و اوہام فاسدہ کے اور کچھ نہیں"۔

مولوی ابراہیم کی یہ خود ستائی سراسر خلاف واقع و کذب صریح ہے ہمنے رسالہ شہادت القرآن بغور پڑھا ہے اس میں کوئی مجتہدانہ و محققانہ بات نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا ابراہیم تو کیا دنیا میں کوئی بھی زمین پر ثابت کرسکے۔ قرآن کریم کی آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون ہی اس عقیدہ کے ابطال کے لیئے کافی ہے۔ وہ شخص تو اسی زمین پر اپنی زندگی کے ایام یعنی ایکسو بیس برس پورے کر کے فی الحقیقت وفات پا گیا۔ اور اٹھارہ سو برس سے سری نگر محلہ خانیار میں مدفون چلا آتا ہے۔ اُسکا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا بھلا کوئی شخص معقولاً و منقولاً کیونکر ثابت کرسکتا ہے اگر مولوی ابراہیم کو اپنے رسالہ شہادت القرآن پر ناز ہے۔ تو اُسے لازم ہے۔ کہ وہ اپنے رسالہ سے اُس دلیل کو جسے وہ نہایت زبردست قطعی اور اول اور مایۂ ناز دلیل سمجھتا ہو۔ منتخب کرکے کسی اخبار کے ذریعہ سے پبلک میں پیش کرے پھر انشاء اللہ العزیز اُسے خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ جس چیز کو وہ چشمۂ آبحیات سمجھ رہا تھا۔ وہ محض سراب ہے۔ اجی مولوی صاحب! ہمارا یہ زمانہ عقل کی تیزی ذہن کی صفائی اور علم کی روشنی کا زمانہ ہے۔ اس لیئے آجکل اگر ایسا کوئی مولوی ملا بیہودہ تخیلات و بے بنیاد توہمات کو براہین قویہ قاہرہ قرار دیکر حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہے۔ تو قریب قریب یہ بات غیر ممکن معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو علم و عقل کی روشنی سے کافی حصہ لے چکے ہیں۔ آپ کے ادلہ کو تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف

سمجھکر براہین احمدیہ کی نورانی شمع پر پروانہ وار فدا ہوتے جاتے۔ اور گروہ در گروہ اور جوق در جوق سلسلہ عالیہ میں داخل ہونیکو چلے آتے ہیں۔ چنانچہ فرزند علی بجواب ابراہیم اس دعوے کی تصدیق کے لیے ایک تازہ گواہ موجود ہے۔ الغرض آپ نے جو دلائل حیات مسیح اور رفع الی السماء بجسدہ العنصری کے متعلق شہادۃ القرآن میں پیش کیے ہیں۔ انپر آپکا ناز بیجا ہے۔ علاوہ بریں ان سب دلائل کے جواب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابوں اور رسالوں مثل عسل مصفیٰ اور شہادۃ القرآن۔ الدلیل المحکم۔ کشف الغطاء وغیرہ میں کافی ووافی موجود ہیں۔ اور میرا ایک رسالہ کشف الاسرار نام جو مطبع بدر قادیان سے حال میں ہی شائع ہوچکا ہے۔ اس میں مدعیان حیات مسیح اور رفع الی السماء بجسدہ العنصری کے تمام حیل کاسدہ اور اوہام فاسدہ کا قلع قمع کردیا گیا ہے۔ اسے منگا کر ضرور دیکھیے اور ہو سکے۔ تو جواب تحریر فرمائیے۔ مگر اس امر کو میں نہایت زور سے باواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی ابراہیم صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکینگے۔ اور ہرگز نہیں ہوسکینگے کیونکہ رسالہ کشف الاسرار کا جواب مولویصاحب کی لیاقت علمی اور قوت عقلی سے باہر ہے۔ اگر خدانخواستہ مولوی صاحب اسکا جواب لکھدینگے۔ تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دیگا۔ اور اسے پھر کبھی نہ بنائیگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب کو جس تحقیق و تدقیق پر ناز ہے اور جس کو وہ شہادۃ القرآن کی بڑی عجیب و دلچسپ بحث قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی تحقیق و تدقیق ہے۔ جسکا ذکر انہوں نے سلّم الوصول میں بہت کچھ فخر کے ساتھ مختصراً تحریر فرمایا ہے۔ یعنی لفظ توفی کی نسبت یہ تحقیق

کہ اس لفظ کے معنے بحسب الوضع پورا پورا کر لینا ہے جگہ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کی یہ تحقیق و تدقیق نہ ان کے عجیب و غریب دماغ کی خالص پیداوار ہے۔ نہ اس سے درمیان حیات مسیح کے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالے فاعل اور انسان مفعول ہو تو باب تفعل سے جو لفظ توفی آتا ہے۔ اسکے معنی از روئے لغت صرف روح کو پکڑ لینے کے ہی ہوا کرتے ہیں۔ خواہ وہ پکڑ لینا پورے طور پر ہو یا ادھورے طور پر ہو۔ اب مولوی صاحب کی تحقیق و تدقیق کے مطابق لفظ توفی کے معنے اگر ہر حالت میں پورا پکڑ لینے کے مان لئے جاویں تو ہم تسلیم کرینگے مگر پورا پورا پکڑ لینے کا معنی صرف روح کی نسبت ہوگا نہ جسم کے ساتھ ہرگز نہیں۔ اسلئے مولوی صاحب کے مسلک پر اس لفظ کے معنے بحسب الوضع اخذ الشئ وافیاً بلکہ بھی صرف اخذ الروح وافیاً ہی ثابت ہوتا ہے اخذ الروح مع الجسم ہرگز ثابت نہیں ہوتا بنا و علیہ مولوی صاحب کی غایت تحقیق و نہایت تدقیق سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ آیت کریمہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کی صرف روح کو قابض الارواح نے پورا پورا پکڑ کر آسمان پر اوٹھا لیا۔ اور ان کے جسم کو زمین پر بیکار چھوڑ دیا۔ اور اسی کا نام موت ہے۔ پس مولوی صاحب کی اس تحقیق و تدقیق سے حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ بجسد عنصری آسمان پر اوٹھایا جانا تو ثابت نہ ہو سکا۔ البتہ مولوی صاحب کا بعید الطبع غبی الذہن سطحی الخیال ہونا بیشک ثابت ہو گیا۔

معزز ناظرین! مولوی ابراہیم صاحب کا رسالہ سلم الوصول صفحہ ۸۸ پر ختم ہوا ہے۔ جس میں ایک مقدمہ اور ایک وصل اور دو فصلیں ہیں مولوی صاحب نے مقدمہ رسالہ میں یہ دکھلایا ہے۔ کہ "تفاوت طبائع کا مسئلہ

حکمائے سلف وخلف میں بالاتفاق مسلم ہے۔" اور پھر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ "یہ افراد صلوات اللہ علیہم وسلامہ حسب استعداد فیوض رحمانیہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور اپنی فطرت کے مطابق انعام جزئیہ ومواہب جلیلہ کے مورد بنتے ہیں۔ ان افراد سے میری مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین میں سے اکابر اولیائے عظام ہیں کہ مخلوق الٰہی میں ان کے میزان پر اور کوئی نہیں تل سکتا۔"

پھر چند معجزات کو مثالاً پیش کرکے لکھا ہے کہ "انکے دیگر کمالات اعجازی طور پر دوسروں سے بدرجہا قوی تر ہیں۔ گو ان کے جسم اور اعضاء دوسروں کی مانند نظر آتے ہیں۔"

اس مقدمہ کے درج کرنے سے اگر مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی نسبت جو معجزات و خوارق عادات منسوب کیے جائیں وہ اگرچہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے خلاف اور سنن الٰہیہ کے برعکس ہی کیوں نہوں لیکن تفاوت طبائع کے مسئلہ پر بلا ثبوت وبے چون وچرا تسلیم کرلیے جائیں تو ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا یہ مطلب سراسر خبط بے ربط ہے اور اگر منشاء یہ ہے کہ جو معجزات وخوارق عادات حضرات انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام کے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ وسنن الٰہیہ کے موافق دلائل یقینیہ وغیرہ وواقعات صحیحہ وشہادات معتبرہ سے ثابت ہوں وہ قابل تسلیم بلکہ واجب القبول ہیں تو اس سے ہم احمدیوں کو انکار نہیں پس اس مقدمہ کا فیصلہ مولوی صاحب کے حق میں کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صریحاً انکے مقصد کے خلاف ہے۔ لہٰذا محض تفاوت طبائع کے مسئلہ کو معراج جسمانی کی دلیل ٹھہرانا سراسر نادانی ہے۔

مقدمہ کے بعد جس کے زیر عنوان مولوی ابراہیم صاحب اس طرح قمطراز ہیں "بعض لوگ آیت ولن تجد لسنة الله تحویلا کو معجزہ اور کرامت کے انکار کا بہانہ بناتے ہیں حقیقت میں وہ اس قول وخیال میں سخت غلطی پر ہیں کیونکہ اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں سنت اللہ پر عدم تبدیل کا حکم لگایا ہے۔ ان سب مقامات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔ اور قرآن شریف میں اس امر کا ایسا التزام کیا گیا ہے کہ سارے قرآن شریف میں ایک مقام بھی اس سے خالی نہیں۔ سو اللہ تعالے اس عذاب مہلک کی نسبت فرماتا ہے کہ میرے بھیجے ہوئے عذاب کو نہ تو کوئی بدل سکتا ہے اور نہ کوئی ٹال سکتا ہے۔ اس امر کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ انصاف پسند طالب وہ سب مقامات جہاں یہ الفاظ یا ان کے ہم معنی الفاظ وارد ہوئے ہیں نکالکر ماقبل و مابعد پر بغور نظر کرے۔ تو بفضلہ تعالے ان الفاظ کے ساتھ ہی عذاب الٰہی کا ذکر بالتصریح موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم و ارتباط قرآن کریم اس کو اس امر کی تسلیم پر مجبور کردیگا۔ کہ ان سب آیات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔"

ناظرین! مولوی صاحب کی اس تفسیر کی اصل حقیقت ظاہر ہونیکے لیے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ لفظ سنت کے معنے کیا ہیں۔ چونکہ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ لغت کی کتابوں میں سنت کے معنے راہ و روش اور عادت کے لکھے ہوئے ہیں اسلیئے حوالجات پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ اصطلاح فقہ میں اس لفظ کے جو معنی ہیں۔ وہ بھی مشہور ہیں۔ احادیث میں یہ لفظ جس معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ وہ بھی مخفی نہیں حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفا

الراشدین المھدیین بطور نمونہ کافی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس غرض کے پورا کرنیکے لیے قرآن کریم کے وہ تمام مقامات جہاں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف و ان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولین۔ پارہ ۹ رکوع ۱۸

(۲) ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین ۰ وما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ۰ کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین لا یومنون بہ وقد خلت سنۃ الاولین۔ پ۱۴ رکوع ۱

(۳) وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا واذا لا یلبثون خلفک الا قلیلا سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا۔ پارہ ۱۵ رکوع ۸

---

(۱) ترجمہ مولوی نذیر احمد۔ اے پیغمبر کافروں کو کہو کہ اگر اب بھی اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو انکے پچھلے قصور معاف کر دیئے جائینگے۔ اور اگر پھر شرارت کرینگے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے (وہی انجام انکا بھی ہوتا ہے)

(۲) اور اے پیغمبر ہمنے تم سے بھی اگلے لوگوں میں (بہت سے) گروہوں میں پیغمبر بھیجے تھے اور ان لوگوں کا بھی دستور تھا کہ جب انکے پاس پیغمبر آتا۔ اس کی ہنسی اڑاتے تو جس طرح اگلے لوگ اپنے پیغمبروں کیساتھ شرارتیں کرتے رہے اسی طرح ہم ان کافروں کے دلوں میں بھی ویسی ہی شرارت ڈالدیتے ہیں (تو) یہ قرآن پر ایمان لانیوالے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں ہی سے ہوتی چلی آئی ہے۔

(۳) اور یہ لوگ تو تمکو اس سرزمین (مکہ) سے دل برداشتہ کرنے چلے تھے۔ تاکہ تمکو

(۴) وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدٰی ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او یاتیھم العذاب قبلا پارہ ۱۵ رکوع ۲۰

(۵) ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہٗ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا ۰ الذین یبلغون رسلٰت اللہ ویخشونہٗ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفٰی باللہ حسیبا پارہ ۲۲ رکوع ۲

(۶) لئن لم ینتہ المنٰفقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا پارہ ۲۲ رکوع ۵

یہاں سے نکال باہر کریں اور ایسا ہوتا تو تمہارے (آگے) پیچھے یہ لوگ بھی چند روز سے زیادہ (اطمینان سے اپنے وطن میں) نہ رہنے پاتے تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں انکا بھی دستور رہا ہے اور جو دستور رہا ہے ٹھہرے ہوئے ہیں، ان میں تم کبھی بھی رد و بدل ہوتا ہوا نہ پاؤگے۔

(۴) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو (اب) ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے انکو اسکے سوا اور کون امر مانع ہو سکتا تھا کہ اگلے لوگوں کا سا (معاملہ) انکو بھی پیش آئے یا (ہمارا) عذاب ان کے سامنے آموجود ہو۔

(۵) اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھہرا دی ہو اس کے کرنے میں پیغمبر کیلئے کچھ مضائقہ (کی بات) نہیں جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں انمیں (بھی) یہی (عادت الٰہی) رہی ہے (اور) خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری (ہیں) جو روز ازل سے (ا)ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے۔ کہ خدا

(۸) ولا یحیق المکر السیء الا باھلہ فھل ینظرون الا سنت الاولین فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ولن تجد لسنت اللہ تحویلا پارہ ۲۲ رکوع ۱۶

(۹) فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنت اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکفرون پارہ ۲۴ رکوع ۱۳

کے پیغام (لوگوں کو) پہونچاتے تھے۔ اور خوف خدا رکھتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے تو (اے پیغمبر تم کیوں ڈرو اور حساب (اعمال) کیلئے اللہ بس ہے (وہ سب سمجھ لیگا۔ لوگی)

(۷) منافق اور وہ لوگ جنکی نیتیں بری ہیں اور جو لوگ مدینے میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو ایک نہ ایک دن انپر اکسا دیں گے پھر یہ لوگ مدینے میں تو تمہارے پڑوس میں ٹھہرنے پائینگے نہیں مگر چند روز (مارے مارے پھر) (انکا یہ خیال ہوگا) کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مارے گئے اڑا دیئے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے (اے پیغمبر) تم خدا کے دستور میں ہرگز کسی طرح کا ردوبدل نہ پاؤ گے۔

(۸) اور بری تدبیر (الٹی) بری تدبیر کرنیوالے ہی پر پڑتی ہے تو جو یہ لوگ (اسی بات) کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ تو اے پیغمبر تم خدا کے قاعدے کو ہرگز نہ بدلتا ہوا پاؤ گے

(۹) مگر جب انھوں نے عذاب کو آتے دیکھ لیا تو اسوقت انکا ایمان لانا ان کو کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوا۔ (یہی) دستور الہی ہے۔ جو سدا سے اس کے بندوں میں جاری ہے۔ اور جو لوگ منکر تھے نزول عذاب کے وقت وہی گھاٹے میں رہے۔

(۱۰) اور اگر کافر اسوقت تم مسلمانوں سے لڑتے۔ تو ضرور پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگتے

(۶) ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ پارہ ۲۶ رکوع ۱۱

اب ان تمام آیات قرآنیہ پر نظر ڈالنے سے لفظ سنت کے وہی معنی ثابت ہوتے ہیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں یعنی راہ و روش اور عادت پس لفظ سنت کے معنی قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو جانے کے بعد دو باتیں اور تحقیق طلب باقی رہتی ہیں (۱) یہ کہ آیا خداوند تعالے کی صرف ایک یہی روش اور عادت ہے۔ کہ وہ اپنے بھیجے ہوئے عذاب کو تبدیل و تحویل نہیں کیا کرتا۔ یا اسکی کچھ اور روشیں اور عادتیں بھی ہیں (۲) یہ کہ اگر خداوند کی اور روشیں اور عادتیں بھی ہیں۔ تو ان میں تبدیل و تحویل ہوا کرتی ہو یا نہیں۔ ان دونوں باتوں کے متعلق ہم چند آیات قرآنیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) (الف) ان اللہ لا یخلف المیعاد ۔ اللہ تعالے اپنے قطعی وعدوں میں تخلف روا نہیں رکھتا (ب) لا تبدیل لکلمات اللہ ۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں (۲) وما کنا مھلکی القری الا و اھلھا ظالمون ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے۔ مگر صرف ایسی حالت میں کہ جب وہ لوگ ظالم ہوں۔

(۳) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم عذاب عام نازل نہیں کیا کرتے۔ جب تک پہلے کوئی رسول نہ بھیج لیں۔

پھر انکو نہ کوئی حامی ملیگا۔ اور نہ کوئی مددگار (۲) اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اے پیغمبر تم اللہ کے دستور میں کچھ تغیر و تبدل ہوتا ہوا نہ پاؤ گے۔

(۴) وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ۔ سنت اللہ ہے۔ کہ جب لوگ استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو پھر عذاب نازل نہیں ہوا کرتا یعنی استغفار کی وجہ سے عذاب ملتوی یا موقوف ہو جاتا ہے۔

(۵) (الف) ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۔ (ب) قد خاب من افتری ۔ سنت اللہ ہے کہ مفتری علی اللہ خائب و خاسر جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔

(۶) (الف) کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی (ب) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ مجنے یہ لکھ رکھا ہے کہ ہم اور ہمارے رسول ہی غالب رہینگے پھر فرماتا ہے۔ کہ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد کیا کرتے ہیں۔ اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

(۷) فیمسک التی قضی علیھا الموت ۔ سنت اللہ ہے کہ جن لوگوں پر حقیقتاً موت وارد ہو جاتی ہے۔ وہ پھر دنیا میں زندگی بسر کرنیکے لیے واپس نہیں بھیجے جاتے۔

(۸) والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں۔ ہم انکو اپنی راہیں دکھایا کرتے ہیں

(۹) اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے لوگو! یقیناً جان لو کہ اللہ زمین کو اسکے مرنیکے بعد جلایا کرتا ہے۔

یہ چند آیات قرآنیہ جو نمونے کے طور پر نقل کی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالے کی صرف یک ہی عادت و روش نہیں۔ کہ اسکے بھیجے ہوئے عذاب میں تبدیل و تحویل نہیں ہوا کرتی چنانچہ کوئی عقلمند اس بات

سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خداوند تعالےٰ جس طرح پہلے وعدہ شکنی نہیں کیا کرتا تھا۔ اب بھی نہیں کرتا۔ نہ آئندہ کریگا۔ اور وہ جس طرح پہلے ظالموں کو سزا دیا کرتا تھا۔ اب بھی دیتا ہے۔ اور آئندہ بھی دیگا۔ اور خدا جس طرح پہلے استغفار کرنیوالوں پر عذاب نازل نہیں کیا کرتا تھا۔ اب بھی نازل نہیں کرتا۔ اور آئندہ بھی نازل نہیں کریگا۔ جس طرح اللہ اور رسول اور سچے مومنین پہلے غالب ہوتے رہے اب بھی غالب ہوتے ہیں۔ اور آئندہ بھی غالب ہوتے رہینگے۔ خدا جس طرح پہلے مردہ زمین کو بارش سے جلایا کرتا تھا۔ اب بھی جلاتا ہے۔ اور آئندہ بھی جلائیگا خدا جس طرح پہلے اپنی راہ میں مجاہدہ کرنیوالوں کو ہدایت کیا کرتا تھا اب بھی کرتا ہے۔ اور آئندہ بھی کرتا رہیگا۔ وغیرہ وغیرہ

اب اگر کوئی نادان اور ضدی آدمی ان عادات آلہیہ یا مستمرہ ودائمی تو نیز آلہیہ کو متبدل ومتحول قرار دیکر صرف ایک عادت الہی متعلق بعذاب کو غیر متبدل وغیر محول قرار دے تو پھر تمام صفات الہیہ مثل ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت کا سلسلہ درہم برہم ہوکر توبہ توبہ نعوذ باللہ خدا ہی ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ عذاب کے متعلق جو سنت اللہ ہے۔ اسکے علاوہ سنن الہیہ اور بھی ہیں جن میں تبدیل وتحویل غیر ممکن ہے اور ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلاً کا حکم ان سے بھی متعلق ہے۔

جب نصوص قرآنیہ ودلایل نقلیہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوگئی۔ کہ سنۃ اللہ سے مراد صرف ایک عادت ارسال عذاب ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی عادتیں ہیں جن میں تبدیل وتحویل ممکن نہیں۔ یا یوں کہا جائے۔ کہ سنت اللہ عذاب الہی کے معنے میں محدود نہیں۔ تو مولوی ابراہیم کا یہ من گھڑت اور خود تراشیدہ قاعدہ کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں سنت اللہ پر عدم تبدیل کا حکم

نکلا ہے۔ ان سب مقامات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے محض غلط و خطا نکلا۔ اور اس قاعدہ کی بنا پر انہوں نے جو یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ عذاب الٰہی کے سوائے اور سنن الٰہیہ میں تبدیل و تحویل ممکن ہے۔ یہ نتیجہ بھی باطل اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ عجیب بات ہے۔ مولوی ابراہیم صاحب کی تفسیر کے مطابق سنت اللہ سے مراد صرف عذاب الٰہی ہے۔ اور سورہ یونس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عذاب ٹل جاتا ہے۔ اس صورت میں آیت کریمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا محض بے معنی قرار پاتی ہے۔ مولوی صاحب کسی نے سچ کہا ہے ؎

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی

مزید تشریح کے لیے پارہ ۲۲ رکوع ۲ کی آیت ذیل کی طرف مولوی ابراہیم صاحب کو مکرر اور خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے

ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا ۝ الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا ۝ ترجمہ اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھہرا دی ہو اس (کے کرنے میں) پیغمبر کے لیے کچھ حرج کی بات نہیں۔ جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں۔ ان میں (بھی) یہی عادت الٰہی رہی ہے کہ ان پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی۔ اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری (ہیں جو روز ازل سے ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر اس صفت کے تھے کہ خدا کے پیغام لوگوں کو پہنچاتے۔ اور خوف خدا رکھتے تھے۔ اور خدا کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو اور حساب اعمال کیلئے اللہ بس ہے وہ سب سمجھ لیگا۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایک سنت اللہ کا بیان

کی گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ سنت اللہ صرف گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص ومحدود تھی۔ یا ایک دائمی وغیر متبدل قانون کی طرح مستمر وطریق پر جاری وساری چلی آتی ہے۔ اور اسی طرح چلی جائیگی۔ اگر کہا جائے۔ کہ صرف گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص ومحدود تھی۔ تو پھر یہ بتایا جائے۔ کہ مسیح موعود کا نکاح جو احادیث مین بیان کیا گیا ہے۔ وہ سنت اللہ کے مطابق ہوگا۔ یا اس کے خلاف۔ اگر مطابق ہوگا۔ تو پھر اس سنت اللہ کا متبدل وزمانہ گزشتہ زمانہ کے ساتھ مخصوص ومحدود ہونا باطل ہوا۔ اور لفظ سنت اللہ کا استعمال شادی کے محل بلکہ بیبیوں کی شادی کے محل پر بھی ثابت ہوگیا۔

بوجوہ مذکورہ بالا روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ آیت کریمہ ولن تجد لسنة الله تحويلا کی صحیح تفسیر وہ نہیں ہے جو مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے سمجھ رکھی ہے۔ بلکہ صحیح تفسیر آیت مذکورہ کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلاتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے مکذبین ومستہزئین کو مغلوب ومقہور وتباہ وہلاک کرنا ہماری ایک سنت مستمرہ ومجوسنن مستمرہ ہے۔ پس اگر یہ مخالفین شرارت وعناد ومخالفت وفساد سے باز نہیں آئینگے۔ تو سنت اللہ کے مطابق ذلیل وخوار وتباہ وہلاک کئے جائینگے۔ اس پیشگوئی یا وعید کو قطعی اور اٹل سمجھو چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

جب آیت کریمہ ولن تجد لسنة الله تحويلا صرف مخصوص بعذاب نہ ہی بلکہ عام ٹھہری۔ تو جو معجزات وخوارق عادات نصوص قرآنیہ وحدیثیہ وسنن الیہ کے خلاف بیان کئے جائیں۔ انکے ابطال پر آیت ولن تجد لسنة الله تحويلا سے تمسک بالکل بجا ودرست ہے۔ جس کی صحت ودرستی پر آیت کریمہ لا تبدیل لکلمات اللہ شاہد ناطق ہے۔ پس مولوی ابراہیم نے جو حکم امتناعی جاری

کیا تھا۔ وہ باطل کالعدم قرار پایا۔

ناظرین! ہم اس بات کو قبول کرتے اور مانتے ہیں۔ کہ قوانین الٰہیہ کا کوئی شخص احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور معجزات صادقہ و کرامات صحیحہ خلاف قانون قدرت نہیں ہو سکتے۔ مگر ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی و قطعی اعتقاد جانتے ہیں کہ علیم وحکیم خداوند خدا نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دائمی اور غیر متبدل قوانین قدرت ہمیں بتا دیے ہیں۔ ان کے خلاف کوئی معجزہ یا کرامت ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ خدا کا قول خدا کے فعل کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دونوں میں تطابق لازمی ہے۔ فافہم ولا تکن من المجادلین۔ (باقی آئندہ)

(راقم سید صادق حسین مختار عدالت)

ریویو

علامات خلف — تعالی میر قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق و رسالہ احمدی ترانہ بیر حکمات دہلی کو ہم سے گہرا ربط ہے کہ انہوں نے حدیث نبوی علامات ہذہ شر من تحت ادیم السماء۔ من عندہم تخرج الفتنۃ وفیہم تعود کی تفسیر میں آجکل کے علماء کے ان فتن کا حال لکھا ہے جو انہی کے ہاتھوں سے برپا ہو کر پھر انہی میں پوشیدہ ہو گئے۔ بظاہر یہ رسالہ بہت سخت معلوم ہوتا ہے مگر غور دیکھا جاوے۔ تو میر صاحب نے ایک حرف اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ جو کچھ لکھا ہے انہی کے سر پر مارا ہے۔ آپس میں جو گندے بندگان قوم ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے۔ چونکہ اس کو کسی سفید پوش بھلے مانس کے کپڑے خراب ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے آپ نے نہایت احتیاط سے وہ سب کچھ جمع کر کے انہی کے گھر دھیں پھینک دیا ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے۔ آجکل کے علماء و فقراء کے حالات کا آئینہ ہے۔ اپنے عزیز بیران فتن کو مرکز ہے اسے خصوصیت سے مخاطب فرمایا ہے۔ ہر ایک احمدی کو اسے منگوا کر

دونوں کا نفع ہے

اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ اور ضرور توجہ فرمائیں

رسالہ تشحیذ الاذہان کو اب چھٹا سال لگا ہے۔ اور پانچ سال کے عرصہ میں مختلف قسم کے ابتلاؤں سے گزرتا ہوا ۱۹۱۱ء میں داخل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اور اس کو آئندہ بھی مصائب سے بچائے۔ بڑی بڑی سخت گھڑیاں اس پر آئی ہیں۔ کبھی روپیہ ختم ہو گیا۔ کبھی پریس نہ ملا جس پر چھپوایا جائے۔ کبھی کلرک غائب ہو گیا۔ کبھی ایڈیٹر نے جواب دیدیا۔ شروع سے لیکر ابتک جسکا تعلق بلا وقفہ کے اس سے رہا ہے۔ وہ یہی خاکسار ایڈیٹر ہی ہے۔ قضاء و قدر نہ معلوم کہاں کہاں اسکو لئے پھری۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ کشاں کشاں اس کے ساتھ رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی حتی الوسع اس پودہ کو پانی دینے میں کوشاں رہونگا۔ جہاں تک ہوسکا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رسالہ کی امداد میں اپنی گرہ سے روپیہ بھی خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھ کر اپنا وقت اور اپنا دماغ بھی اور یہ جو کچھ کیا اسی لئے کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی دینی خدمت ہو جائیگی اور یہ رسالہ بھی دین اسلام کی اشاعت کا باعث ہو جائے۔ میرے ساتھ میرے بعض اور دوستوں اور ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی مدد کی اور بہت کی اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی سے انکو دیگا۔ ان تمام مشکلات کے زمانہ میں خریداران رسالہ سے بہت کم مدد کی درخواست کیگئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ کی ہی نہیں گئی۔ اب بھی

بہت سی مشکلات سامنے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کم سے کم تین ہزار خریدار ہو تو تب رسالہ اپنے خرچ پر چل سکتا ہے۔ آجتک ہم بڑی مشکلوں سے رسالہ کا کام چلاتے رہے ہیں۔ اور اب تو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں بھی مشکلات ہو رہی ہیں رسالہ کا کام بھی تبھی چل سکتا ہے جب کہ اسپر ایک سارے وقت کا نگران ہو جو مینجر بھی ہو۔ اور ایڈیٹر کو بھی اس کے کام میں مدد دے کیونکہ گو میں ایڈیٹر تو ہوں لیکن میں اپنا سارا دن تو اسپر خرچ نہیں کر سکتا۔ میرے اور بھی ایسے کام ہیں کہ جنکو میں رسالہ کے کام سے کم ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ بعض کو اس سے زیادہ ضروری جانتا ہوں۔ مثلاً مدرسہ احمدیہ کا کام ہے۔ کہ وہ بھی کچھ اوسے مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں آیندہ مہمان خانہ کے کام کی بھی ایک حد تک نگرانی بھی کرنی پڑیگی۔ اور ان کاموں کے علاوہ میرا مطالعہ الگ رہا ان کے کل چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں گر اڑتالیس ہوتے تو شاید یہ کام میں کر سکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں انسانی کوشش کا دخل نہیں اور قضائے الٰہی ہی پھر یہ سب کام کرے تو کون؟ غرض میں دیکھتا ہوں کہ بغیر ایک ہوشیار آدمی کے اب رسالہ کا کام چلنا ناممکن ہو رہا ہے۔ ادھر رسالہ کی آمدنی ایسی ہے نہیں۔ کہ وہ اپنا خرچ بھی چلا سکے۔ اس نئے آدمی کو کس مد میں داخل کیا جائے۔ اسلئے میں آج خریداران رسالہ کے سامنے ایک اپیل پیش کرتا ہوں۔ کہ اگر رسالہ کا قیام منظور ہے۔ اور اسکو آپ کسی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو ہماری امداد کریں۔ دنیاوی اخباروں کے خریدار ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں تب کہیں انکا کام چلتا ہے۔ ولایت میں تو بعض روزانہ اخباروں کی خریداری دس لاکھ تک ہے۔ اور ہندوستان میں بھی دنیاوی اخبار دس دس ہزار اور پندرہ پندرہ ہزار خریدار رکھنے والے موجود ہیں پھر وہ طرح طرح کے اشتہار

شایع کرکے روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ دواؤں اور کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر کام خراب ہو یا نہ ہو مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہماری مدد ضرور کریگا۔ اور ایک دن آئیگا۔ کہ جب ہر قسم کے ابتلاؤں سے گزر کر امن وچین کی حالت آجائیگی۔ لیکن جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ بھی اس کی مدد نہیں کرتا ہے۔ اس الٰہی منشا کو پورا ہونے کے لیئے ہمارے خریداروں کو بھی تو کچھ کوشش کرنی چاہیئے۔ اسوقت نو سو کے قریب ہمارا خریدار ہے۔ اور اگر سب خریداروں کی قیمت وصول ہو جائے۔ تو اٹھارہ سو روپیہ کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ لیکن خرچ کا اندازہ دو ہزار سات سو روپیہ ہے گویا آمد حقیقی سے نو سو روپیہ زیادہ خرچ ہوگا۔ اور یہ نو سو بھی شکی ہے۔ کیونکہ سو کے قریب تو خریداران ہوتا ہے۔ جن کی قیمت بقایا ہی میں پڑتی رہتی ہے۔ اصل میں تو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ کوئی پندرہ سو روپیہ کے قریب آمد ہے۔ تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا ہی فرض نہیں۔ کہ اس مشکل کا حل سوچیں بلکہ سب خریداران کا بھی فرض ہے۔ کیونکہ اخبار اصل میں ایک خاندان ہوتا ہے جس کے خریدار اس کے ممبران ہوتے ہیں۔ پس خاندان کی مصیبت میں حصہ لینا ہر ایک فرد کا کام ہے۔ اور فرض ہے۔ یہ غلط ہے۔ کہ آپ لوگ کچھ نہیں کرسکتے۔ آپ اگر اپنے فرض کو سمجھیں۔ اور اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں۔ تو آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مشکل کو حل کرسکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہمارے رسالہ کے خریداران میں سے تین سو کے قریب ایسے آدمی ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے وسعت دی ہے۔ اور وہ عہ روپیہ سالانہ بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں یہ قریباً پونے سات آنہ مہینا بنتا ہے اور جن کو اللہ تعالےٰ نے کشایش دی ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں۔ پس خریداران سلسلہ

میں سے تین خریدار عگ روپیہ کی بجائے عہ ر ۱۹۱۱ سے کم سے کم سالانہ دیا
کریں جن کو اللہ تعالےٰ زیادہ توفیق دے۔ وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔

۲- جو صہ ر سالانہ نہیں دے سکیگے۔ وہ تین روپیہ سالانہ دیا کریں۔ اور ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے۔

۳- علاوہ مذکورہ بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کر سکتے۔ وہ فی خریدار کم سے کم تین خریدار مہیا کرے۔ اور اگر ہمارے سب خریدار اس ذمہ واری کو سمجھیں۔ اور انشاء اللہ امید ہے۔ کہ وہ اس موقعہ پر بڑی تن دہی سے کام لینگے۔ کہ جس میں خاص طور سے نصرت الٰہی کے نشان ظاہر ہونگے تو ایک ماہ یا دو ماہ کے عرصہ میں تین ہزار سے زیادہ خریدار ہو سکتا ہے۔ اور خریداروں کا ملنا مشکل نہیں لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کے لئے لیجاتے ہیں اور ان سے بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں۔ تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی جذب نہیں۔ کہ ایک دینی کام کے لئے سال میں دو روپیہ ان سے خرچ کروادیں اور وہاں تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا بھلا اور نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر ان کو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے۔

غرض ان تینوں تجاویز پر اگر ہمارے احباب نے توجہ کی۔ تو بہت جلد رسالہ کی مشکلات انشاءاللہ حل ہو جائینگی جو صہ ر روپیہ دے سکیں۔ وہ صہ ر روپیہ سالانہ دیں جو سے روپیہ دے سکیں۔ وہ سے روپیہ دیں۔ اور علاوہ ازیں سب خریدار کم سے کم تین تین خریدار اس سہ ماہی میں مہیا کردیں۔ ہم ایسے سب دوستوں کے نام رسالہ میں شایع کرتے رہا کرینگے۔ تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔

اور یاد رہے۔ کہ جب تک میری اس تحریر پر کافی توجہ نہ دیگئی۔ آئندہ مربیعہ

میں یہی مضمون بار بار شایع کیا جائیگا۔ پس اگر خریداران رسالہ ان صفحات میں کوئی اور مفید مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً اس کی طرف توجہ کریں۔ اور براہ راست مجھے اطلاع دیں۔ کہ وہ ان تینوں طریقوں میں سے کون سے طریق سے مدد کرینگے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں۔ ان سے خریدار مہیا کرنے کا فرض نہیں اتریگا۔ صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کے لیے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ سالانہ چندہ نہیں دے سکتے۔

غرضیکہ۔ ان تجاویز پر عمل ہونیکے بعد انشاءاللہ رسالہ بھی اپنی مشکلات سے نکلجائیگا۔ اور اس میں ہمارا نفع ہوگا۔ اور مدد کرنیوالوں کو جو ثواب ہوگا۔ اس میں انکا نفع ہوگا گویا کہ اس کام میں دونوں کا نفع ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

مضمون مندرجہ بالا بعنوان "دونوں کا نفع" رسالہ ماہ مارچ میں بھی شایع ہوا تھا۔ مگر اس مضمون پر آپ صاحبان نے جیسی کہ توجہ مطلوب تھی۔ نہیں فرمائی حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تجویز کہ اگر تین ہزار خریدار ہوں۔ تو رسالہ کے مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ تین ہزار خریدار کا ہونا تو درکنار۔ مگر ابتک پچاس خریدار بھی نہیں بڑھے لہذا آپ صاحبان کے اس مضمون پر پھر توجہ مبذول کرائی جاتی ہے کہ ہر ایک صاحبان اپنے آپکو ذمہ وار سمجھکر اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کرے۔ تاکہ اس رسالہ کے مشکلات دور ہوں۔

اور ان اصحاب کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے مالی یا خریدار دیکر اس تحریک کا عملی ثبوت دیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ان بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مینیجر

کیفیت	اعانت ماہواری یا خریداری کی: تعداد خریدار	اعانت ماہواری یا خریداری کی: وعدہ اعانت ماہوار	نام معاونین	نمبر شمار
		عہ	شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس [illegible]	۱
	۴	ے ر	میاں عبد الحق صاحب [illegible] کلرک [illegible]	۲
[illegible]	۱	عہ	منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک [illegible]	۳
[illegible]	۳	ے ر	بابو فضل کریم صاحب اکونٹنٹ [illegible]	۴
		عہ	سید امیر علی شاہ صاحب [illegible]	۵
		عہ	بابو محمد اسمٰعیل صاحب پنشنر [illegible]	۶
		ے ر	قطب الدین صاحب [illegible]	۷
		ے ر	ماسٹر شیر علی صاحب قادیان	۸
[illegible]	۲	عہ	شیخ [illegible] صاحب [illegible] میرٹھ	۹
[illegible]	۱	ے ر	میاں [illegible] صاحب [illegible]	۱۰
		عہ	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب [illegible]	۱۱
	۴	ے	عبد الرحمن صاحب [illegible]	۱۲
		ے ر	محمد احسن [illegible] صاحب [illegible]	۱۳
		ے ر	سید صادق حسین صاحب مختار [illegible]	۱۴
		ے	عبد الرحمن صاحب [illegible]	۱۵
		ے ر	رحمت اللہ صاحب [illegible]	۱۶
		ے ر	محمد یاسین صاحب [illegible]	۱۷
	۳		شیر محمد صاحب [illegible]	۱۸
	۱		جناب غلام [illegible] صاحب [illegible]	۱۹
[illegible]	۵		منشی غلام نبی صاحب [illegible]	۲۰

[illegible]

سکھ صاحبان اور گرو نانک دیو جی

کچھ عرصہ سے سکھوں میں میرے رسالہ چولہ گرو نانک دیو جی پر بہت شور برپا ہو رہا ہے۔ اور کئی چیلنج بھی آگئے۔ اور ہماری طرف سے منظور بھی کئے گئے۔ مگر تعجب ہے کہ سکھ قوم کا ابتدا ہی سے۔ ان لوگوں کو میدان مباحثہ میں پہلی مرتبہ قدم رکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اسلئے ضروری شرائط سے یا تو یہ بزرگ بالکل بیخبر ہیں۔ یا عمداً تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیئے تھا۔ کہ اول تو کتاب کا جواب کتابی صورت میں دیتے۔ اگر وہ نہیں تو مباحثہ کے لئے اخباروں میں باقاعدہ اشتہار شایع کئے جاتے۔ اور انتظام پولیس کرا کر تسلی بخش صورت پیدا کر لیجاتی ہر ایک جانتا ہے کہ بغیر انتظام کے مباحثہ کرنا بجز فتنہ و فساد کے بہتری کا موجب نہیں ہو سکتا۔

میں دیگر اشتہار دینے والے سیکرٹری خالصہ ست سنگ امرتسر اور ایڈیٹر خالصہ سیوک و نہنگ سنگھ وغیرہم کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ آپ بزرگوں نے ایسے شبدوں کے لکھنے میں خواہ مخواہ کیوں تکلیف اٹھائی جنکو باور کرنیکے لئے کوئی دانشمند سکھ بھی تیار نہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ گرنتھ نانک دیو جی کی تصنیف کردہ وہ کتاب نہیں ہے جسے گرنتھ صاحب کہتے ہیں کیونکہ یہ کتاب گرو نانک جی مہاراج کے دو اڑھائی سو سال بعد جا کر پندرہ آدمیوں کے اشعار اور نتائج طبع سے تیار ہوئی۔ اور بقول فیل گرنتھ صاحب میں گرو نانک جی مہاراج کے سنے سنائے شبد بھی درج کر لئے گئے۔ آپ خود داتا ہیں کہ جب گرو نانک رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر گرنتھ صاحب کا ایک ورق بھی تیار نہ ہوا تھا۔ اور جب گرو نانک جی کے چیلے اور شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بھی مر گئے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ گرو جی کے وہ تمام سچن سو اقوال بعد میں

آنیوالی نسلوں کو حرف بحرف یاد ہو گئے۔ اس طرح یہ گرنتھ صاحب کی تالیف کا اصل محرک امر جو تھا۔ وہ یہی تھا۔ کہ پولیٹیکل اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھکر گدی نشین گرو جی نے وہ وہ اشعار بھی درج کتاب کئے جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ سکھوں کو اسلام سے دور پھینکا جاوے۔ اگر اس گرنتھ صاحب میں جسے آدگرنتھ کہتے ہیں بھگت کبیر جی رامداس جی ارجن داس جی وغیرہم کے اشعار نہ ہوتے۔ اور صرف گرو نانک جی کے بچن ہوتے۔ اور یہ کتاب بھی گرو نانک صاحب کی عین حیات میں طیار ہو کر شائع ہو جاتی۔ تو بیشک یہ کتاب استعمال ہوتی۔ اور اس سے گرو نانک جی کے اقوال و اعمال کا موازنہ کر لیا جاتا۔ اس سے تو کسی قدر جنم ساکھی جاتی والی ہی بہتر ہے جو آپ کی وفات کے بعد تھوڑے سال میں طیار ہوئی۔ اور وہ مقدس مہا پرشوں کے ہاتھ سے طیار ہوئی مگر اس میں بھی بعض مہربانوں نے بعد کی ایڈیشنوں میں دست برد سے پاک نہیں رکھا۔ جنم ساکھی بھائی بالے والی اور کئی ایک دوسری سے متاثر و مختلف ہیں ہاں اصل تحریر اور صحیح گرنتھ بمقابل سنہرے دو تو چولہ صاحب ہی ہے جو گرو نانک جی مہاراج کی عین حیات میں لوگوں کے لیے نور و رحمت کا موجب ہوا جس میں آجتک بحمداللہ کوئی تحریف و تبدیل وقوع میں نہیں آئی۔

جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب کے لکھنے والوں نے ایک بڑی کوتاہی کی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ ان بزرگوں نے گرو نانک جی مہاراج کے ہر دو اقسام اشعار بلا تفریق اول و آخر درج کتاب کر دیے۔ جو گرو صاحب نے اول عمر اور آخری عمر میں فرمائے تھے حالانکہ آخری عمر میں جو ایک عظیم الشان روحانی انقلاب آیا ہے اس سے وہ کچھ کے کچھ ہو گئے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اول عمر میں گرو صاحب راقم کی طرح ہندو مذہب کے مؤید تھے۔ اور اس زمانہ کے بہت سے شبد ایسے بھی آپ کے منہ سے نکلے ہیں جو صریح اسلام کے خلاف اور ہندو کے مؤید ہیں لیکن آخری عمر میں نزول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشحیذ الاذہان 1911

مئی صفحہ End Page 1 سائیڈ لائن کٹی ہے۔

یہ صفحہ لائبریری کی ساری جلدوں میں اسی طرح

ہے۔

نے اسلام اور بانئ اسلام کی راست بازی کی ہے وہ درحقیقت لائق ہیں۔ سکھوں جیسے
ہو میرے بزرگ گرو نانک جی کے ایسے شبد اور شکوک پیش کرتے ہیں جو اسلامی تعلیم کے
مخالف ہیں انہیں غور کرنا چاہئیے تھا کہ اسی کتاب میں اسلام کی تائید میں بھی تو ایسے ہی شبد
اور شلوک ہیں۔ اب ہر عقلمند نہایت آسانی سے فیصلہ خود تک پہنچ سکتا ہے کہ گرو نانک
جی مہاراج ایسے منافق طبع تو ہرگز نہ تھے کہ ایک ہی منہ سے دو متضاد باتیں نکالا کرتے
تھے۔ اور آپکی عقل اور حواس میں فرق آیا ہوا تھا۔ جو طبعاً انسان اس بزرگ پر حسن ظن کرکے
یہ نتیجہ [illegible] دیتا ہے کہ آخری عمر کے شبد اسلامی تعلیم کے موید ہیں۔ اور اوائل کے شبد توہم ہندو
کے اعتقاد کی تائید میں ہیں جن سے گرو صاحب [illegible] تائب ہو گئے تھے جیسے کہ چولہ صاحب
میں خود فرماتے ہیں لا الٰہ الا انت [illegible] انی کنت من الظالمین۔ یعنی اے قادر کردگار اول
عمر میں ظالم یعنی بت پرست مشرک تھا۔ اب تیرے دروازے کو [illegible] ہوں [illegible] معاف تو
ہو کہ اور کل عمر [illegible] نسیان اور سہو میں گئی۔ [illegible] ہم پاپی [illegible]
[illegible] یعنی ہم [illegible] پاپی اور گنہگار ہیں کوئی نیکی نہیں خدا ہی اپنا فضل کرے
تب [illegible] یعنی نجات پا دیں پس اکثر اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] اپنی
گزشتہ زندگی جو جہالت میں گزری اسکو خطا اور گناہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں پس [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ یہاں پر یہ لکھ دیا جاوے ،، پرچہ نہیں جا

Digitized by Khilafat Library

Doctor S. K. Bermon No5
6 Tara Chand Street
Calcata

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

زیر ایڈیٹری

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

حافظ عبد الکریم شاہجہانپوری کے [illegible] مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور کا جواب

مولوی فضل الدین صاحب نوٹ

صفحہ ۱۰۴ - ۴۳۰

مکرم خواجہ کمال الدین وکیل لاہور کی نسبت آلنیر کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اخبار اہلحدیث مورخہ [illegible] کے پرچہ میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کی نسبت ایک
نہایت بیہودہ غلط فہمی پھیلائی گئی ہے [illegible] کہ خواجہ کمال الدین صاحب وہی بات کہتے ہیں جو
عبدالحکیم مرتد کہتا تھا [illegible] عبدالحکیم کی طرح مرتد کر کے خارج [illegible]
جائے [illegible] کی بات ہرگز احمدی [illegible] ہی نکلے چلے جاتے ہیں [illegible]
[illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] متعلق [illegible] جس قسم کے احمدی [illegible]
[illegible] جانتی ہے [illegible] نہیں [illegible] خواجہ صاحب [illegible] ہیں جو حضرت [illegible]
مسلمان کہتے ہیں مسلمان کا لفظ استعمال کر کے [illegible] کے مضمون کا اعلان کیا [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] لکھیں [illegible] اور [illegible] کسی [illegible] ہمیں [illegible]
[illegible] مسلمان کے [illegible] مسیح موعود [illegible] جی [illegible]
[illegible] مسلمان [illegible] نہیں [illegible] خواجہ صاحب کا [illegible]
[illegible] میں [illegible] کہ [illegible] احمدی [illegible] مسلمان [illegible] اس میں [illegible]
[illegible] البیر کے ایڈیٹر [illegible] طریقے [illegible] ایڈیٹر [illegible]
[illegible] خواجہ صاحب [illegible] آلنیر کے [illegible] ایڈیٹری [illegible]
خواجہ صاحب کے اس [illegible] کرتے ہیں [illegible] کہتے ہیں۔ [illegible]
[illegible] حسن شناس [illegible]
اگر آپ حضرت [illegible] کی کتاب حقیقۃ [illegible] صفحہ [illegible] کی عبارات پڑھ لیتے "ہر شخص [illegible]"
[illegible] کافر [illegible] آپ [illegible]
[illegible] آپ کی [illegible] بھی بات [illegible]
[illegible] مسیح [illegible] احمدی [illegible]
[illegible] احمدی [illegible] مسلمانوں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ عبد الکریم شاہجہانپوری کے اعتراضات (مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور) کا جواب

(نوشتہ خاکسار فضل دین عفی اللہ عنہ قادیان)

خداتعالیٰ مولوی فضل دین صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس محققانہ مضمون کو خاص رنگ میں لکھکر اس بحث میں بہت سے ایسے معلومات کا اضافہ کیا جو مباحث میں نہایت کار آمد ہیں۔ ہم اس مضمون کو شکریہ کیساتھ درج کرکے ناظرین سے خواہاں ہیں۔ کہ اسکو بغور پڑھکر فائدہ حاصل کریں۔ راقم خاکسار ایڈیٹر

باعث تحریر ہذا کوئی آٹھ ماہ کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ ہمارے ایک دوست میاں غلام حسین صاحب سیالکوٹی نے پیسہ اخبار لاہور میں عیسائیوں کی تردید میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا۔ (حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات) ان دنوں غالباً اس بحث پر کئی ایک مضامین مخالف اور موافق دونوں طرف سے نکلے تھے۔ اس مباحثہ میں شاہجہانپور کے ایک غیر احمدی نے بھی ایک تحریر مرتبہ کر کے پیسہ اخبار میں چھپوائی تھی جس میں یہ کوشش کی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام

صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔" اس پر قریباً چھ ماہ کی مدت گزرتی ہے۔ کہ شاہجہانپور کے ہی ایک معزز دوست* نے مجھکو فرمائش کی۔ کہ اس کی تردید لکھکر انکی خدمت میں بھیجدوں۔ اس اثنا میں ان کی طرف سے کئی خطوط پہنچے۔ مگر مجھے چونکہ فرصت نہ ملتی تھی۔ میں انکی اس فرمائش کی تعمیل سے قاصر رہا۔ تاہم توفیق الٰہی اندنوں مجھے موقعہ ملا کہ انکے بار بار کے اصرار پر کچھ لکھ سکوں۔ امید ہے کہ یہ اوراق اس تاخیر کی تلافی کا موجب ہو جاویں گے۔

اس تحریر سے میرا یہ منشا نہیں کہ میں ان تمام مباحث کا اعادہ کروں جو آجتک اس باب میں پیش آ چکے ہیں۔ میری غرض محض ان اعتراضات کا ازالہ کرنا ہی ہے۔ جو ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک غیر احمدی کی طرف سے ہم پر کئے گئے ہیں۔ اس جواب کیساتھ سلسلہ احمدیہ کی دیگر مستقل تالیفات کی طرف احباب نظر مراجعت فرماویں اور جن احباب کو اشتیاق ہو۔ انکا مطالعہ کریں۔ سب سے اول

حضرت مسیحؑ کے صلیبی نزاع میں یادگار امور متعلق ہو

سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی نزاع میں یہود مسیحؑ کے قاتل ہونیکے مدعی ہیں۔ اور وہ مسیح کو خوب جانتے تھے۔ انکے واسطے مسیح کوئی اجنبی شخص نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں بموجب کتاب تورات مسیح دعوی نبوت میں جھوٹا تھا۔ اور وہ ہمارے ہاتھوں میں مارا گیا۔ نصاریٰ بھی یہود کے دعوی قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ فرق صرف نتیجہ میں جا پڑتے ہیں۔ یہود انکے قتل کو ان کے کذب کی دلیل گردانتے۔ اور انکی موت کو لعنتی موت مانتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کی موت کو اپنی نجات کا ذریعہ اور اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔ واقعہ مقتول میں کسی کو بھی فریقین میں سے اختلاف نہیں۔ گو بعض محققین نے تح صلیب کے پیش آمدہ واقعات اور بعض تاریخی اسناد کی بنا پر مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد موت علی الصلیب سے انکار بھی کیا ہے۔ مگر علم یہود ہی ہے غیر احمدی مسلمان

* سید حافظ مختار احمد صاحب

کہتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، اور وہ آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح اور قتل دجال وغیرہ کے لئے زمین پر اترینگے۔ غیر احمدی مسلمانوں کو ایک شخص کے صلیب پر مارے جانیکا اتفاق ہے۔ مگر ذات مقتول میں انکو یہود و نصاریٰ کیساتھ اختلاف ہے۔ اور وہ مدعی ہیں کہ مسیح کے بجائے ایک اور شخص مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا۔ اور اس موقعہ پر مسیح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

اسجگہ مجھے یہ مقصود نہیں کہ میں یہود اور نصاریٰ کے دلائل کا ذکر کروں یا غیر احمدیوں کے متضاد بیانات کا تذکرہ کرکے ان پر بحث کروں اور بتاؤں کہ احمدی اس باب میں یہود اور نصاریٰ اور غیر احمدی مسلمانوں کیساتھ کیا کیا اختلاف رکھتے ہیں اور ان کے پاس اس امر کیواسطے کسقدر قوی شہادتیں ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں اس نزاع میں مستقل رسائل سلسلہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔

اس تحریر میں مجھے صرف یہ بتانا مدنظر ہے۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے بحیثیت غیر احمدی ہونیکے ایک احمدی کے روزنامہ پیسہ اخبار والے مضمون کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح کے صلیب پر نہ چڑھائے جانیکے دعویٰ کے اثبات میں کیا کیا دلائل دیئے ہیں اور ان میں کیا کیا غلطیاں ہیں۔ ان مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھکر میری آیندہ تحریر کو پڑھنا ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ

+ اس [illegible] موجودہ زمانے کے [illegible] مسلمان ہیں۔ ورنہ متقدمین کا اس باب میں اتفاق نہیں ہے [illegible] مسیح کا [illegible] صلیب اور قتل شبیہ کے بارے میں لکھا ہے۔ لم یثبت بذلک عن رسول اللہ صلعم حدیث۔ ابو مسعود نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا کہ کوئی شخص قتل ہوا ہو شبیہ کے قتل کا کوئی اصل نہیں۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے ما قتلوا وقیل انہم ما قتلوا الذی شبہ لہم [illegible] کو [illegible] امام فخر الدین رازی کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اکثر متکلمین کا یہی مذہب ہے۔ تفصیل کیواسطے ملاحظہ ہو [illegible]

شاہجہانپوری نامہ نگار کے تین دعوے

شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں تین دعوے کئے ہیں (۱) اول یہ کہ اسکا مضمون احادیث نبوی (صلعم) سے مبرہن کیا گیا ہے اور احمدی کا مضمون خلاف احادیث نبی کریم صلعم لکھا گیا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ احمدی نے قواعد عربیت کا خلاف کیا ہے۔ اور نامہ نگار نے انکی پابندی کرکے احمدی کے مضمون کی تردید کی ہے (۳) تیسرے یہ کہ احمدی نے قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ان تینوں دعووں میں نامہ نگار کہاں تک سچا ہے۔ اور ان امور کی اس نے خود کس حد تک پابندی کی ہے۔ اسکی تفصیل آگے آتی ہے۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعوے کے دلائل کی تردید کہ قرآن و حدیث سے یہود کا صرف یہ ایک خیال ثابت ہوتا ہے کہ پہلے مسیح کو مارا اور پھر مسیح صلیب پر چڑھایا گیا

احمدیوں کا اس باب میں کیا عقیدہ ہے۔ اسکا مفصل ذکر سلسلہ کی تالیفات میں بسط تمام کئی بار ہو چکا ہے۔ اور تتمہ میں بھی نہایت مختصر لفظوں میں خاتمہ میں اسکا کچھ بیان کرونگا۔ اس جگہ جو بات زیر بحث ہے۔ وہ یہ ہے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار رکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے صلیبی نزاع میں یہود کا جو خیال احادیث رسول (صلعم) اور آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہو وہ صرف یہ ہے۔ کہ وہ مدعی ہیں ہم نے مسیح کو پہلے مارا۔ اور پھر صلیب پر چڑھایا۔ اثبات دعوی میں۔ اول یہ دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ (۱) فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل (۲) لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم اجمعین۔ دوم حدیث ابن عباس وجاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ" اس پر ہماری بحث بالترتیب اول آیات پر ہوگی۔ اور پھر حدیث ابن عباس پر

آیات قرآنی سے یہود کا دعوی ثابت نہیں ہے

آپکا دعوی یہ تھا کہ ان آیات سے یہود کا صرف یہ خیال ثابت ہوتا ہے

؎ دیکھو صفحہ ۲۴

کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو پہلے مارا اور پھر صلیب پر چڑھایا۔ مگر قرآنی الفاظ
شاہد ہیں کہ ان دونوں آیتوں کو آپ کے اثبات دعویٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ
ان دونوں آیات میں صلیب دینے سے پہلے قتل کرنیکا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ان
آیتوں سے اگر کچھ ثابت ہے تو صرف یہ کہ صلیب دینے سے پہلے تقطیع ایدی وارجل
کا دستور تھا (جو کہ دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہی دستور تھا۔ پڑھو آیت انما جزاؤا
الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض ان یقتلوا او یصلبوا
او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف۔ کہ اس میں بھی صریح او یصلبوا کے بعد
او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف بیان کرکے تقطیع ایدی وارجل کو ایک منفرد
سزا تجویز کیا گیا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ تقطیع قبل الصلیب اور قتل قبل الصلیب
دونوں کا ایک مفہوم ہرگز نہیں ہے قتل نام ہے اخراج الروح من البدن کا اور
تقطیع نام ہے صرف پاؤں اور ہاتھ کے کاٹ دینے کا۔ یہ دونوں مترادف نہیں۔ پھر
(۲) آیت فلا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی جذوع النخل
کے ترجمہ میں آپ خود لکھتے ہیں ضرور میں تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو خلاف
جانب سے کٹواؤنگا جس سے ظاہر ہے۔ کہ آیت میں قتل قبل التصلیب کا ذکر نہیں
بلکہ تقطیع کا بیان ہے اور نیز (۳) اس بات کو آپ ایک اور مقام پر بھی محسوس کرتے
ہیں کہ آپکا دعوی درست نہیں اور اسپر آپکی یہ عبارت گواہ ہے "اسوقت کا تمام دستور
ہو رہا تھا۔ کہ اگر مجرم کو صلیب کی سزا دیجاتی۔ تو پہلے اسکو دوسری تکالیف مثل قتل کے
ہاتھ پیر کاٹنے کی سزا دے لیتے تھے۔ پھر صلیب پر چڑھایا کرتے تھے۔ اس میں آپ
مانتے ہیں۔ کہ صلیب سے پہلے بعض تکالیف دیجاتی تھیں۔ نہ کہ سر سے قتل۔ مگر آپ کی
تحریر میں الفاظ دوسری تکالیف مثل قتل کے محض زیادت علی کتاب اللہ اور تقول
ہو کیونکہ ہاتھ پیر کاٹنے کے سوا قبل صلیب اور کوئی تکلیف دینا بلحاظ قرآنی آیات تو ثابت

نہیں۔ ایک اور بات علاوہ ازیں جو آپ کی اپنی تحریر میں آپکے اس دعوی کے برخلاف پائی جاتی ہو کہ صلیب پر دینے سے پہلے قتل کا دستور تھا" یہ بھی ہے کہ آپ لکھتے ہیں" الصلب الذی ھو تعلیق الانسان للقتل (ترجمہ) کہ قتل کی غرض سے انسان کو لکڑی پر چڑھانا یعنی صلیب کرنا کہتے ہیں" اگر آپکا یہ قول درست اور صحیح ہے۔ کہ صلیب پر چڑھانے سے پہلے قتل مجرم کا دستور تھا۔ تو تعلیق کے معنے میں للقتل کا کیا مطلب ہوگا۔ قتل مردہ کو تو ہوا نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ اگر صلیب کے وہ معنی صحیح ہیں جو آپنے کئے ہیں۔ تو آپ کا یہ دعوی ضرور غلط ہے۔ کہ قتل کرنیکا صلیب دینے سے پہلے انہیں دستور تھا۔ اور اس کو واضح ہو کہ آپکا یہ دعوی قرآنی آیات سے ہرگز ثابت نہیں۔ اگر آپکے پاس کوئی اور آیت ہو جس سے آپکا مدعا ثابت ہوتا ہو۔ تو اس سے دعوی کو مدلل کیجئے گو آپکے لئے ناممکن۔

ایک اور غلطی جو آپنے ان دونوں آیات کے پیش کرنے میں کی ہے اسپر بھی آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی ان آیات میں یہود کے کسی دستور کا بیان نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں فرعون کی اس تخویف اور توعد اور تہدید کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اسنے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانیوالے سحرہ کو کی تھی جب کہ انھوں نے فرعون کے خلاف منشاء رب موسیٰ کو مان لیا۔ اور فرعون کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب فرعون کے اس قول سے آپ کا یہ ثابت کرنا کہ یہود میں یہ دستور تھا۔ آپ کی نہایت سوفہم پر دال ہو اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ایک مجرم کسی شخص کو نقصان رسانی کی تخویف کرتا ہے۔ اور آپ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ شخص مخوف کا نقصان رسانی کی تخویف کرنا دستور چلا آتا ہے حالانکہ یہ نتیجہ واقعہ کے نقیض ہے پھر آپکے مسئلہ میں دستور رکہ صلیب کی سزا سے پہلے قتل کا دستور تھا) کی تردید میں قرآن کریم کی سورہ مائدہ کی یہ آیت تصور پر مبنی ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم الآیۃ کیہاں حرف او نے جو واسطے تردید کے ہوتا ہے۔ بتا دیا کہ

صلیب و قتل کی بیہودہ سزائیں منفرد ہوتی ہیں۔ کہ بس دیکھ لیں۔

دوسری دلیل میں آپنے لکھا ہے کہ مرفوع حدیث ابن عباس کو | حدیث سے بھی ثابت نہیں
بھی یہی ثابت ہوتا ہو کہ یہود میں ایسا دستور تھا۔ اور اس کے الفاظ | کہ یہود کا خیال تھا کہ ہمنے مسیح
لکھے ہیں۔ جاءوا الطلب من الیہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ | کو پہلے مار کر صلیب پر چڑھایا

ثم صلبوہ۔ مگر آپنے یہ نہیں بتایا۔ کہ کس قسم کی مرفوع حدیث ہے۔ حدیث کی اصطلاح سے شاید آپ واقف نہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ حدیث مرفوع کس چیز کا نام ہے تو آپ ایسا دیکھتے۔ حدیث مرفوع میں ضروری ہے۔ کہ سند روایت آنحضرت صلعم تک پہنچتی ہو۔ اسکا نام اگر کچھ رکھ سکتے ہیں۔ تو بس قول صحابی۔ مگر جبکہ اُسکے قول صحابی قبول کرنے میں بھی کلام ہے۔ جیسا کہ اسکی تفصیل بعد میں بیان ہوگی۔

دوسرے یہ کہ آپکے نزدیک جب صلب کے معنے لازمی تعلیق الانسان للقتل ہیں۔ قتل داخل ہے۔ تو کیونکر جائز ہے۔ کہ آپ اسکے خلاف ایسی دلیل پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ صلب کے معنے میں قتل داخل نہیں۔ کیونکہ جس صورت میں آپنے یہ مان لیا کہ قتل کا دستور صلیب پر چڑھانے سے پہلے تھا تو ساتھ ہی آپ کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ صلب کے معنے تعلیق الانسان للقتل صحیح نہیں۔ حالانکہ آپنے اس مضمون میں اسپر آگے چلکر بڑا زور دیا ہے۔ جس کی نسبت ہم آگے چل کر بحث کرینگے۔ ان ھذا لا خبط عشوا۔

تیسرے یہ کہ قتل قبل الصلیب۔ تو اس قول ابن عباس سے جب ثابت ہو کہ پہلے

---

* میں نے آگے چل کر دکھلایا ہے کہ یہ روایت دراصل نصرانیوں سے لی گئی ہے دیکھو تفسیر ابن کثیر ہے جو کہ شخص نصرانی کی اس روایت ابن کثیر میں فقتلوہ ثم صلبوہ کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ فقتلوہ فصلبوہ آیا ہے۔ اپنے اس روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہو۔ کہ فقتلوہ ثم کی ایزادی اپنی طرف سے نیز جب تحقیق سے شبیہ مسیح اور قتل شبیہ کی داستان ہی غلط ثابت ہوگئی۔ تو یہ جھگڑا ہی فضول ٹھہرا۔ اور اس سے مخالف کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ منہ

اخذ شبیہ کا وقوع ثابت ہو سکتا تھا کہ دوسری روایات اس قسم کی موجود ہیں جن سے شبیہ اور اخذ شبیہ کا وقوع ہی غلط ثابت ہوتا ہے۔ مختصر دلائل یہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ ابوحیان اپنی تفسیر بحر المحیط میں لکھتے ہیں۔ کان عیسٰی علی طور سینا وهبت ریح فهرول فرفعه الله فی هرولته وعلیه مدرعة صوف اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسٰی طور سینا پر تھے کہ ایک تیز ہوا چلی آپ وہاں کو دوڑے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت میں اٹھا لیا۔ دیکھیے۔ ابوحیان کی اس روایت میں نہ شبیہ کا ذکر ہے۔ اور نہ اخذ شبیہ کا۔ اور نہ قتل کا اور نہ صلیب پر چڑھانے کا۔ اور نہ کوئی ایسا موقعہ ہے جس میں شبیہ کا تجویز کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو۔ کیونکہ مسیح کسی گرفتاری میں نہیں تھے۔ کہ اخفائے راز کے لیے القائے شبہ کی ضرورت ہوتی۔

۲۔ یہ کہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ قال ابو علی الجبائی۔ ان رؤساء الیهود اخذوا انسانا فقتلوه وصلبوه علی موضع عال ولم یمکنوا احدا من الدنو منه فتغیرت حلیته وقالوا انا قتلنا عیسٰی لیوهموا بذلك علی عوامهم لانهم کانوا احاطوا بالبیت الذی فیه عیسٰی فلما دخلوه ولم یجدوه خافوا ان یکون ذلك سببا لایمان الیهود ففعلوا ما فعلوا۔

روح المعانی کی اس روایت کا حاصل یہی ہے کہ شبیہ اور اخذ شبیہ کا وقوع غلط ہے نہ وہاں کسی شخص پر حضرت مسیح کی شبہ ڈالی گئی اور نہ کسی شبیہ کی گرفتاری کا واقعہ پیش آیا۔ بلکہ جب یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنا چاہا۔ اور آپ کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے۔ تو آپ کو نہ پایا۔ اور نہ وہاں کسی ایسے شخص کو پایا جو حضرت مسیح کا القا شبیہ یکہ ہم سو شبیہ تھا۔ اس خوف سے کہ مبادا عوام یہودیوں سے کوئی مرتد نہ ہو جائے۔ انہوں نے ایک انسان کو گرفتار کر کے ایک اونچی جگہ پر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور اس کے نزدیک کسی کو نہ آنے دیا جب اس مصلوب کی ہیئت اور صورت بدل گئی تو عوام کو دھوکہ اور مغالطہ میں رکھنے کے لیے کہہ دیا کہ حضرت مسیح کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔ اس روایت سے

گو تا ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے انہوں نے مار دیا تھا گو یہ اصل یہ بھی غلط ہے مگر کہیں نہیں لکھا کہ وہ شبیہ المسیح تھا بلکہ روایت کے الفاظ میں اس کا انکار ظاہر ہے۔ ۳۔ ابو حیان اس بحث شبیہ میں کیا ایک لطیف فقرہ لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں "اختلف الرواۃ فی کیفیۃ القتل والصلب ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیء غیر مادل علیہ القرآن" ایک اور مقام پر فرماتے ہیں لم نعلم کیفیۃ القتل ولا من القی علیہ الشبہ ولم یغرم بذلک حدیث ان عبارات کا ماحصل یہ ہو کہ القاء شبہ کے باب میں کوئی حدیث بھی آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں گو راویوں کا اسباب میں بہت سا اختلاف ہوا ہے۔ اسکے کہ یہ کچھ الفاظ قرآنی سے ثابت ہوتا ہو ابن عباس کے ایک غیر معتبر قول کو جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اور جسکی نسبت پوری بحث بعد میں ہوگی یہ مضمون میں نقل کرکے آپنے اسبات پر ناحق شور ڈالا ہے۔ کہ دیکھو ایک احمدی نے نبی کریم صلعم کی حدیث کے خلاف کیا ہے۔ اب بتاؤ کہ آپ کی اس فرضی حدیث کو مفسرین نے کب تک مانا ہے۔ آپ تو ابن عباس کے قول کو نبی کریم کی حدیث بنانیکی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آپکے اپنے مفسرین صاف اعتراف کرتے ہیں کہ جو کچھ اسباب میں اختلاف ہے۔ اسکے ذمہ وار راوی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات گرامی سے اس باب میں ایک حدیث بھی ثابت نہیں کیا آپکے نزدیک ان لوگوں کا بھی یہ رائے ہے۔ ابن عباس کی روایت کی اصلاح نہیں حالانکہ آپکی یہ روایت جسکی حقیقت کو آگے چل کر میں اور بھی انشاء اللہ کھول کر بتاؤنگا انہی کی کتابوں سے نکلی ہے کیا آپکے نزدیک یہ مفسرین بھی اسی طرح موردالزام ہیں جسطرح آپنے ایک احمدی پر الزام لگایا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر آپ میں کچھ بھی انصاف ہو گا تو آئندہ آپ یہ بھی نہ کہینگے کہ ابن المنذر کا وہ قول جاء الطلب من یہود فاخذوا الشبیہ فقتلوہ ثم صلبوہ " رسول کریم کی مرفوع حدیث ہے۔ تفاسیر کے بعض اور اقوال آپ کی دید

میں نقل کر کے بحث کے اس حصہ کو اب ختم کرتا ہوں۔ بحر المحیط میں ہے۔

۳۔ قیل لم یلق شبہہ علی احد وانما معنی ولکن شبہ لهم ای شبه علیهم الملك المخرقون لیستدیم بما نقص واحد من العدة وکان باذن الصلب وعمی احد الناس عنه وقال هذا عیسٰی وهذا القول هو الذی ینبغی ان یعتقد ع قوله ولکن شبه لهم اما ان القی شبهه علی الشخص فلم یصح ذلك عن رسول الله صلعم فیعتمد علیه۔ اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مسیح کی شبہ کسی اور شخص پر ہرگز نہیں ڈالی گئی۔ اور نہ اصحاب میں نبی کریم صلعم کی ایسی کوئی حدیث ثابت ہوئی ہے جس پر اعتماد کر سکیں۔ علاوہ ازیں امام فخر الدین رازی بھی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (۹۰) قال کثیر من المتکلمین ان الیهود لما قصدوا قتله رفعه الله تعالی الی السماء فخاف رؤساء الیهود من وقوع الفتنة من عوامهم فاخذوا انسانا وقتلوه وصلبوه ولبسوا علی الناس انه المسیح والناس ماکانوا یعرفون المسیح الا بالاسم لانه کان قلیل المخالطة للناس" اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اکثر متکلمین نے شبیہ المسیح کے واقعہ سے انکار کیا ہے اور القاء شبہ کے منکرین امام فخر الدین رازی نے اس معاملہ میں یہ لکھتے ہیں کہ جس قدر وجوہ اس باب میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ سب متعارض اور متدافع ہیں۔ اور کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔ (۹۱) تفسیر ابو سعود میں بعض مسلمانوں کا یہ مذہب درج ہے جو نہایت ہی توجہ کے لائق ہے انه لم یقتل احد ولکن ارجف بقتله فشاع بین الناس۔ کہ در اصل کسی شخص کا بھی قتل نہیں ہوا تھا لیکن افواہ اڑا دی گئی ہے۔

آخر میں میں یہ بھی کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب قرآن کریم کی آیات سے قطعی طور پر اس سلسلہ کی آیات میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنی طبعی موت سے حسب وعدہ الٰہی انی متوفیک کے وفات پا چکے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ نبی صلعم سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ نہیں اور آیت

غلط تو غلط ہیں اور حدیث صحیح و غیر ذالک ابن عباس کی تفسیر سے تو نیک بسنی ہوتک بھیا کر ابھی تعلیمات تصنیفات سے مرین لکھی ہے۔ انکو وفات یافتگان میں داخل کرچکے ہیں اور یہ امر بھی ببراہین ثابت ہو چکا ہے۔ کہ واقعہ صلیب حضرت مسیح کی ہی ذات پر گذرا ہے۔ تو اب ان باتوں کے پیش کرنے سے کیا حاصل ہوگا ایسی روایات کے پیش کرنیسے نہ معلوم ہمارے مخالفوں کو کیوں شرم نہیں آتی سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش۔

شاہجہانپوری نامہ نگار کے اس دعوی کے دلائل کی تردید کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑہائے گئے۔

اس دعوے کے اثبات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑہائے گئے۔ بلکہ آپکا کوئی شبیہ سولی دیا گیا تھا شاہجہانپوری نامہ نگار دو دلیلیں پیش کرتا ہے۔ اول آیت ما قتلوہ وما صلبوہ جسکا ترجمہ کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ انہوں نے صلیب پر چڑہایا۔ دوم وہی قول ابن عباس جسکو نامہ نگار حدیث ابن عباس بتاتا ہے۔ اور اسکی نسبت لکھتا ہے کہ یہ حدیث نسائی کی ہے۔ اور قول ابن عباس کو حدیث مرفوع بنانیکی غرض سے لکھتا ہے حضرت ابن عباس وہ صحابی ہیں کہ اگر آپ کوئی قصہ بیان کرتے ہیں تو کبھی اہل کتاب سے اسکو نہیں نقل کرتے۔ اور اہل کتاب سے نقل کرنیکو دوسروں کو بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوگیا۔ کہ یہ قصہ ابن عباس اہل کتاب سے نقل نہیں کرتے ہیں اب ضروری ہے یا تو اپنی عقل سے انہوں نے بیان کیا ہو۔ یا رسول صلعم سے سنکر نقل ہو تو بیان کر نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے اس میں عقل کو دخل نہیں۔ بلکہ وہ عام قانون الہی کے خلاف۔ پس ضرور ہے کہ رسول صلعم سے سنکر فرماتے ہیں اور جب رسول صلعم سے سنکر فرماتے ہیں تو اسکی حجت ہونیمیں کیا کلام ہے اس کی بنا میں سخاوی کا یہ قول بھی پیش کیا ہے کہ جن اصحاب کی اہل کتاب سے نقل کی عادت نہ ہو وہ اگر کوئی قصہ بیان کریں تو وہ حدیث مرفوع ہوجاتی ہے۔ اس پر ہماری بحث اس طرح ہوگی۔ پہلے قول

ابن عباس پر گفتگو ہوگی پھر آیت قرآنی پر۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ آیت ما قتلوہ وما صلبوہ میں صلبوہ کا ترجمہ نہ انہوں نے صلیب پر چڑھایا۔ دراصل اسی قول پر نامہ نگار نے تفرع کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں حدیث ابن عباس جسکو نسائی نے روایت کیا ہے یہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

حدیث ابن عباس پر بحث

لما اراد الله ان یرفع عیسٰی الی السماء خرج الی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا فخرج علیهم من عین فی البیت ورأسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی فیکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم عاد علیهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاک فالقی علیه شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء (نسائی)۔ اس روایت میں مجھکو کئی طرح سے کلام کرتا ہے۔ (۱) سب سے اول تو یہ بات ثبوت طلب ہے کہ آیا یہ قول ابن عباس نسائی میں موجود ہے؟ جہانتک مجھے معلوم ہے یہ قول نسائی میں ہرگز نہیں ہے (۲) دوم نامہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مرفوع نہیں۔ بالفرض گر مان بھی لیا جائے کہ ابن عباسؓ تک اسکی سند پہنچتی ہے تب بھی اسکو قول ابن عباس کہینگے نہ کہ حدیث مرفوع کیا اصول حدیث میں کسی نے یہ بات لکھی ہے کہ جو بات کوئی صحابی بیان کرے اسکو سمجھ لیا جاویگا کہ وہ حدیث مرفوع ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ (۳) تیسرے یہ دعویٰ غلط ہے کہ ابن عباس اہل کتاب سے نہیں لیتے۔ تفسیر ابن جریر طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۱۶ میں سند جو

٭ سارے مضمون میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے قول ابن عباسؓ کو حدیث سمجھکر ہر جگہ حدیث مرفوع لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ منہ

٭ میرے ازالہ اوہام کا ترجمہ صحیح ہے اس کے واسطے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۳ روایت ۱۱۱

ذیل روایت درج ہے حدثنا ھناد قال ثنا عبیدۃ بن عبید عن عمار الذھبی
عن رجل عن کریب قال دعانی ابن عباس فقال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم
من عبد اللہ بن عباس الی فلان حبرھا سلام علیک فانی احمد الیک اللہ
الذی لا الہ الا ھو اما بعد قال فقلت تبدأ تقول السلام علیک فقال ان
اللہ ھو السلام ثم قال اکتب سلام علیک اما بعد فحدثنی عن مستقر و
مستودع قال ثم بعث بالکتاب الی الیہودی فاعطیتہ ایاہ فلما نظر الیہ قال
مرحبا بکتاب خلیلی من المسلمین فذھب بی الی بیتہ ففتح اسفاطا لہ کبیرۃ فجعل
یطرح تلک الاشیاء لا یلتفت الیھا قال قلت ما شانک ھذہ اشیاء کتبھا الیھود
حتی اخرج سفر موسیٰ قال فنظر الیہ مرتین فقال المستقر الرحم انتھی

اس روایت سے ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ اہل کتاب سے قرآن مجید کی تفسیر اور اسکے
معانی پوچھ لیتے تھے اور اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرا نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن عباس
جب ایسے الفاظ کے معانی بھی ان سے دریافت کرتے تھے کہ جنکی نسبت اہل کتاب کو
اوروں کی نسبت کوئی خاص علومات حاصل نہ ہوتے۔ تو کیا یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ جو واقعات
اہل کتاب کے گھر میں ہوئے ہوں اور جنکا علم ان سے بہتر کسی اور کو ہونا ممکن نہ تھا۔ ان کی
بابت ابن عباس نے ضرور انہی سے یہ واقفیت حاصل کی ہے چنانچہ اس کو آگے
چلکر کسی قدر ثبوت بھی دیتا ہوں۔ امید ہے کہ نامہ نگار صاحب اسکو بغور ملاحظہ کریں گے

۴۔ چہارم یہ کہ ابن عباس سے اس نکاح میں کئی روایتیں مروی ہیں ایک روایت
جسکو آپ نے نقل کیا ہے اور میں اسکو اوپر لکھ چکا ہوں۔ دو اور روایتیں ہیں جنکو آپ چھوڑ
گئے ہیں۔ ان تینوں روایتوں میں واقعات کا اسقدر اختلاف ہے جس سے صاف ظاہر
ہے۔ کہ یہ ایک شخص کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں۔ اور ایسے باہم متعارض اور متناقض
ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔ از اختصار ضا شا قلد سنیئے۔

ابن عباس کی جس روایت کو ابو سعود نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے " لما قصد ملک بنی اسرائیل قتلہ علیہ السلام امرہ جبریل ان یدخل بیتاً فیہ روزنۃ فرفعہ جبریل من تلک الروزنۃ الی السماء فقال الملک لرجل خبیث منہم ادخل علیہ فاقتلہ فادخل فالقی اللہ عزوجل شبہہ علیہ فخرج یخبرھم انہ لیس فی البیت فقتلوہ وصلبوہ " اور لیجئے ابن عباس کی تیسری روایت جسکو خازن نے نقل کیا ہے قال ابن عباس ان عیسیٰ استقبل رھطاً من الیھود فلما رأوہ قالوا قد جاء الساحر ابن الساحرۃ والفاعل ابن الفاعلۃ فقذفوہ وامہ فلما سمع عیسیٰ ذلک دعا علیہم ولعنہم فمسخہم خنازیر فلما رأی ذلک یھوذا رأس الیھود وملکہم فزع لذلک وخاف دعوتہ فاجتمعت کلمۃ الیھود علی قتل عیسیٰ وثاروا الیہ لیقتلوہ فبعث اللہ عزوجل جبریل فادخلہ خوخۃ فی سقفہا روزنۃ فرفعہ اللہ من تلک الروزنۃ الی السماء فامر یھوذا رأس الیھود رجلاً من اصحابہ یقال لہ ططیانوس ان یدخل الخوخۃ فیقتلہ فلما دخل لم یر عیسیٰ وابطأ علیہم فظنوا انہ یقاتلہ فیہا والقی اللہ علیہ شبہ عیسیٰ فلما خرج ظنوا انہ عیسیٰ فاخذوہ وقتلوہ وصلبوہ - اب آپ ان دونوں روایتوں کو اچھی طرح اس روایت سے مقابلہ کیجئے جس کو آپ نے نقل کیا ہے - اور بتائیے کہ ان تینوں روایتوں میں جو ابن عباس کے نام پر مروی ہیں کوئی اختلاف ہے یا نہیں - کیا ان پچھلی دونوں روایتوں میں (۱) حضرت مسیح کا اپنے اصحاب کے پاس جانا مذکور ہے اور (۲) کیا ان میں کسی چشمہ کا ذکر کیا گیا ہے جس میں غوطہ لگا کر حضرت مسیح حواریوں کے گھر میں پہنچے ہوں اور (۳) کیا ان روایتوں میں بارہ حواریوں کا بیان ہے جن میں ایک کی نسبت بتایا گیا ہو کہ وہ میرا انکار کریگا - (۴) کیا ان میں یہ کہیں لکھا ہے - کہ حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا ہو کہ

تو میرا شبیہ بن جا اور میری جگہ مارا جا اور برگزیدہ ہو جا۔ (۴) کیا کسی نوجوان کا ان پہلی روایتوں میں کوئی تذکرہ ہے جسکو یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ تو میرے درجہ میں میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

علی ہذا میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ خازن نے ابن عباس کی جس روایت کو نقل کیا ہے۔ کیا اس کے مندرجہ ذیل واقعات آپ والی روایت میں ذکر ہے۔ جبکہ تذکرہ کہ خازن والی روایت میں تصریح موجود ہے کہ (۱) مسیح کی بددعا سے یہودیوں کی ایک جماعت بصورت خنزیر ہو گئی۔ اور مسیح نے ان پر لعنت کی تھی۔ (۲) یہودیوں نے کمیٹی کی کہ مسیح کو مار ڈالنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسکی دعوت کو قبول کرنے لگیں۔ (۳) یہودیوں نے مسیح کے کسی حواری کو نہیں مارا بلکہ انکا اپنا ایک آدمی مسیح کی شبیہ بنگیا۔ اور اس کو انہوں نے قتل کردیا اور صلیب دیدیا۔ وغیرہ وغیرہ جنکو میں فضول سمجھکر ترک کرتا ہوں۔

۵- پانچویں یہ کہ ابن عباس کی اس روایت کا ماخذ جسکی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ابن جریر ہے۔ مگر وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ اس باب میں اور قسم بھی اقوال منقول ہوئے ہیں۔ انھیں وہب ابن منبہ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کے سوا باقی اقوال ہیں بعید از صواب ہیں اب آپ بتلائیں کہ کیا ابن جریر کی رائے آپ کے نزدیک لائق قبول ہے یا نہیں۔ ۶- شرح اتقان میں امام سیوطی فرماتے ہیں فلا التفاسیر الطوال التی اسندوھا الی ابن عباس غیر مرضیۃ ورواتھا مجاہیل۔ کہ لمبی لمبی روایتیں جو ابن عباس کی طرف منسوب ہیں ناپسندیدہ ہیں اور انکے راوی نامعلوم اور مجہول ہیں۔ آپ تو مطلقاً لکھتے ہیں۔ کہ ابن عباس کی روایات قصص کے باب میں حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں۔ مگر دیکھئے ابن عباس کے ان لمبے لمبے روایات کی بابت امام سیوطی کیا لکھ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دیکھئے مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے واوھی طرق تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیہ محمد ابن مروان السدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب وبعدہ مقاتل بن سلیمان سر ان فی

مقاتل مذاهب ردِّ امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، تفسیر الکلبی من اولہ الی آخرہ کذب لا یحل النظر فیھا ان عبارات کی اصل سے میرا مدعا یہ ہے کہ آپ نے ابن عباس کے نام کی روایات کے متعلق جو غلط دعویٰ کیا ہے کہ وہ مطلقاً بحکم حدیث مرفوع ہیں۔ آپ پر واضح ہو جاوے کہ یہ صحیح نہیں اور جو آپ نے لکھا ہے از سرتا پا غلط ہے۔ ساتویں یہ کہ ابن عباس کے اس قصہ کا اصل ناقل مفسرین میں صاحب تفسیر ابن جریر ہے۔ اور اسکی نسبت نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں قد ذوبت قصتہ الطیبی من طرق مختلفۃ وساقھا عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علی صفۃ قریبۃ من معانی الانجیل جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت ابن عباس کی اپنی طرف سے نہیں بلکہ اہل انجیل سے لی گئی ہے۔ ۸۔ اسبات کو کہ یہ روایت اہل کتاب سے لی گئی ہو شبہ کے علاوہ اور بھی کئی ثبوت موجود ہیں۔ (۱) اول اسبات کہ بعض روایات ہیں جن میں ابن عباس کی روایتیں بھی داخل ہیں۔ انہیں اہم کتب تناقض ہے۔ اور امام شوکانی فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۴۳ میں فرماتے ہیں هذه التفاسير المتناقضة لعلها وصلت الى هولاء الاعلام من جهة اليهود اقماهم الله في اد بعضا لا امر نقصد التلاعب بالمسلمين والتشكيك عليهم وهكذا كل منقول عن بني اسرائيل متناقض ويشتمل على ما لا يعقل في الغالب ولا يصح ان يكون مثل هذه التفاسير المتناقضة مروية عن النبي صلعم و* لو كانت لهم مجال فكرا من التغيير بالرأي ولما لا مجال للاجتهاد فيه اما حد ال ... هذه الامور المعلقة المتناقضة اس مشہور عبارت میں امام شوکانی صاحب نے کئی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے (۱) اول یہ

---

* اس عبارت کو نامہ نگار اپنے مضمون کے منقولہ قول ... الذی یکون کذالک اذا خبر بما لا مجال للرای والاجتہاد فیہ یکون للحدیث حکم الرفع کے ہمراہ ہوکر غور فرمادیں تو انکو اسکی حقیقت معلوم ہوجائیگی۔ منہ

بتایا ہے۔ کہ یہ ناممکن ہو کہ نبی کریمؐ سے متناقض تفسیریں منقول ہوں اسواسطے بطور اصول یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ جہاں متناقض تفسیریں کسی آیت میں منقول ہوں وہ نبی کریمؐ سے ہرگز بروایت صحیح نقل نہ ہونگی۔ بلکہ دشمنان دین کی کارستانی ہوگی۔

(۲) دوسرے یہ بتایا ہے کہ اہل کتاب دین اسلام اور مسلمانوں کیساتھ مخالفت کی غرض سے اس قسم کے روایات کو بیان کیا کرتے تھے جنمیں علی العموم نہایت غیر معقول باتیں ہوتی تھیں اور بنی اسرائیل کی اس قسم کی روایات کی بڑی تین پہچانیں بتائی ہیں

(۱) کل منقول عن بنی اسرائیل متناقض (۲) ویشتمل علی ما لا یعقل فی الغالب

(۳) لا یعلم ان یکون مثل ھذہ التفاسیر المتناقضۃ مرویا عن النبی۔

اب ہم یہ انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں کہ اس بارہ میں جو روایات اقوال منقول ہیں وہ اس طرح کی ہیں یا نہیں (۱) متناقض روایات کا ایک خاکہ آگے چل کر کھینچونگا اسکو غور سے پڑھئیے (۲) دوسرا ثبوت اسبات کا یہ ہے کہ ابن کثیر میں ایک روایت ہے جو اسطرح ہے۔ قال ابن اسحاق وحدثنی رجل کان نصرانیا فاسلم ان عیسی حین جاءہ من اللہ انی رافعک قال یا معشر الحواریین ایکم یحب ان یکون رفیقی فی الجنۃ علی ان یشبہ للقوم فی صورتی فیقتلوہ فی مکانی فقال سرجس انا یا روح اللہ قال فاجلس فی مجلسی فجلس فیہ ورفع عیسی فدخلوا علیہ فاخذوہ فصلبوہ فکان ھو الذی صلبوہ وشبہ لھم" نصرانی کے یہ الفاظ آپ اپنی فرضی حدیث ابن عباس کو ملاکر غور کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ ابن عباس کی روایت بھی در اصل انہی سے لیگئی ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک شہادتیں اس امر کیواسطے موجود ہیں۔ کہ یہ روایت اہل کتاب سے لیگئی ہو مگر میں انکو تطویل کیوجہ سے چھوڑتا ہوں۔

(۵) اس روایت (قول ابن عباس جسکو مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور جو زیر بحث ہے) ابن عباس میں بیان ہوا ہے۔ فالقی علیہ شبہ عیسی۔ یعنی ایک حواری پر

حضرت مسیح کی شبیہ ڈالی۔ اور میں سابق میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ شبیہ مسیح میں اس قدر مختلف خیال ہیں۔ کہ بعض نے اسبات سے بھی انکار کر دیا ہے۔ کہ کوئی شخص قتل ہوا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے القاء شبہ اور اس پر متفرع واقعات کو نہایت لغو سمجھا ہے۔ پھر ابو حیان اور ابو علی الجبائی امام فخر الدین رازی اور جمہور متکلمین کا جو مذہب اس بارے میں ہے۔ اسکو بھی نقل کر چکا ہوں۔ انکی تفصیل پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ محققین ان باتوں کو ہمیشہ سے بیہودہ اور لغو سمجھتے آئے ہیں

(۱۰) دسویں یہ کہ ابن عباس کی یہ روایت ان کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے جو باعتبار صحت وشہرت وقبول کے طبقہ رابعہ کی کتابیں ہیں اور جنکی نسبت حضرت شاہ عبد العزیز عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں "طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند۔ اور پھر فرماتے ہیں "ایں احادیث قابل اعتماد نیستند۔ کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" پھر فرماتے ہیں "ایں قسم احادیث را او بسیاری از محدثین زدہ است وبجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودند وقطع یقین بدان تمسک جستہ بر خلاف احادیث طبقات اولی وثانیہ وثالثہ مذہبے برآوردہ اند ودریں قسم احادیث کتب بسیار تصنیف شدہ اند برئے راشتمام" پھر فرماتے ہیں "بیشتر ساقط وموضوع احادیث در باب مناقب ومثالب ودر تفسیر ودر بیان اسباب نزول ودر باب تاریخ وذکر احوال بنی اسرائیل وقصص انبیاء سابقین وغیر ذلک نیز ایں جا وارد شدہ"

تھے۔ آپ نے ابن عباس کی روایت کو حدیث مرفوع بنانیکے واسطے ایک قیاس چلایا تھا۔ اور لکھا تھا۔ "ضروری بات ہے کہ ابن عباس نے اپنی عقل سے یہ قصہ بیان کیا ہے یا رسول اللہ صلعم سے سنکر۔ عقل سے تو بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تاریخی بات ہے۔ اس میں عقل کو دخل نہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم سے سنکر فرماتے ہیں۔ انتہی

* تفسیر ابن جریر کو بھی جو آپ کی روایت کا ماخذ ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طبقہ کی کتب میں

رسول اللہ سے سن کر فرماتے ہیں تو انکی حجیت میں کیا کلام ہے؟ مگر دیکھیے شاہ صاحب بالکل اسکے برخلاف لکھتے ہیں۔ (۱) تاریخ اور قصص انبیاء، سابقین اور تفسیرین اکثر احادیث (اور زیر بحث روایت تو حدیث بھی نہیں محض ایک قول ہے) موضوع ہیں۔ اور ان میں نہایت مسابقت سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی استثنا نہیں کرتے۔

۲۔ دوسرا نتیجہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ احادیث طبقہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے خلاف جو مذہب یا عقیدہ اس طبقہ رابعہ کی احادیث پر مبنی ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں۔ اور جن محدثین نے ان احادیث سے تمسک کرکے کوئی مذہب یا عقیدہ قائم کیا ہے۔ انہوں نے ٹھیک نہیں کیا (۱) صحیح بخاری میں آنحضرت صلعم کا شب معراج میں حضرت مسیح کو اموات میں دیکھنا مرفوعاً مروی ہے۔ (۲) صحیح بخاری میں جو طبقہ اولیٰ کی کتاب حدیث ہے۔ ابن عباس کی مرفوع حدیث مروی ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ فاقول کما قال العبد الصالح عیسے ابن مریم و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علی کل شیئ شھید۔ جس کو صاف طور پر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات ثابت ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ اس کے بخلاف طبقہ رابعہ کی کسی حدیث کو کیونکر قابل وثوق سمجھا جاوے جبکہ کل محدثین کا یہ فیصلہ ہے۔

(۳) اگر آپ ابن عباس کی روایت (قول ابن عباس) پیش کرتے ہیں تو تابعین سابقون اور دیگر کو کیوں پیش نہیں کرتے ہیں جن کو وفات حضرت مسیح ثابت ہو رہی ہے اور آپکے اس عقیدہ کی پوری تردید ان کو سوتی ہو جنمیں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) اول عن عائشۃ رض انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ رض ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ و انہ عارضنی بالقرآن العام مرتین و اخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ و اخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ فلا ارانی الا ذاھبا علی راس الستین (۲) مرفوع حدیث میں ہے۔ لو کان عیسیٰ و موسیٰ

حیث ما وسعها الا اتباعی (۴) عن ابن عمر انّ ابن عیسیٰ عاش مأة وعشرین سنة (رواہ
الحاکم) (۵) قال مالک رحمہ اللہ عیسیٰ مات وتمسک ابن حزم بظاهر الآیة وقال بموتہ۔
(۶) حضرت ابن جریر علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۷۳۹ جلد دوم میں ایک کتبہ کا ذکر
کرتے ہیں جس میں یہ عبارت بھی ہے ھذا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام الی اھل
ھذہ البلاد (۷) شرح عقائد نسفیہ میں ہے فقتلوا انہ الصلیب حیا ثم بقی بعد الصلیب ... الخ

صلبوہ کے ترجمہ شاہجہانپوری پر میری اعتراض

قول ابن عباس ذکر دار پر بحث کر چکنے کے بعد اب میں چاہتا ہوں
کہ آیت ماقتلوہ وما صلبوہ سے جو استدلال شاہجہانپوری صاحب نے ظاہر
کیا ہے۔ اور اس بارہ میں جو کچھ اس کی تحریر ہے۔ اس پر کچھ عرض کروں۔ آپ لکھتے ہیں آیت
ماقتلوہ وما صلبوہ میں صلبوہ کا ترجمہ ہے "مسیح علیہ السلام کو انہوں نے صلیب پر نہیں چڑھایا"
اور اس ترجمہ کی صحت کیواسطے آپ نے بزعم خود کئی ایک دلیلیں بھی لکھی ہیں جن پر نمبروار ذیل
میں عرض کرتا ہوں۔ پہلی دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ مفردات راغب میں لکھا ہے الصلب
الذی ھو تعلیق الانسان للقتل جس کا ترجمہ کئے ہیں۔ انسان کو کسی چیز پر لٹکا کر صلیب کو
کہتے ہیں قتل کی غرض سے۔ ماحصل اس کا یہ ہے کہ مصلوب صرف اسی کو نہیں کہتے جو قتل
کیواسطے صلیب پر لٹکایا جا کر صلیب پر ہی جان دیدے۔ بلکہ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ جو
صلیب پر مر جاوے۔ اور ایک وہ جو اس پر نہ مرے اور زندہ ہی اتار لیا جاوے۔ یعنی جس طرح
مصلوب کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو صلیب پر ہی مر جاوے۔ اسی طرح اس لفظ کا اطلاق
اس پر بھی ہو سکتا ہے۔ جو صلیب پر قتل کیواسطے لٹکایا گیا ہو گو صلیب پر اس کی موت واقع نہ ہو
اور وہ زندہ ہی اتار لیا جائے جیسا کہ ہم احمدی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو صلیب پر بغرض قتل چڑھایا
گیا۔ مگر خدا نے بحکمت و قدرت و تصرف مشیت آپ کو صلیبی موت سے محفوظ رکھا۔ جو بحث
کی اصل غرض تھی یہی اصل دلیل ہے جس کا اچھی طرح تصفیہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ شخص مصلوب
کہلا سکتا ہے یا نہیں جو صلیب پر صرف لٹکایا گیا ہو۔ اور مرے نہیں۔ اگر یہ ثابت ہو گیا

بوعض صلیب پر لٹکانے سے بھی صلب کا مفہوم متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ایک نہج سے میں اس امر کا اعتراف کرونگا کہ ما صلبوہ کا جملہ جس طرح حضرت مسیح کی موت علی الصلیب کی نفی کرتا ہو۔ اسی طرح تعلیق بلا موت کا بھی نافی ہے۔ لیکن صلب کے معانی میں مفردات راغب میں محض تعلیق الانسان للقتل کے موجود ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بلا موت علی الصلیب کے بھی صلب کا اطلاق شخص معلق علی الصلیب پر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ان امور کے جنکا بعد میں ذکر ہوگا خود اس کتاب کے رو سے بھی قابل تسلیم نہیں ہو جس کے بعض وجوہ یہ ہیں۔ (۱) الصّلب الذی ھو تعلیق الانسان للقتل قیل انما ھو من صلب الودک جس کو ظاہر ہو کہ صلب اسی تعلیق کو کہینگے جس میں شخص معلق کی چربی بہتی ہو (۲) دوسرے یہ کہ مفردات راغب میں آیت (۱) لاصلبنّکم اجمعین اور (۲) لاصلبنّکم فی جذوع النخل اور آیت اَن یقتّلوا او یصلّبوا اور (۴) آیت ما صلبوہ کو قتل کے ایک ہی سلک میں منسلک کیا گیا ہے جس سے صاحب مفردات کا یہ منشا ظاہر ہوتا ہو کہ صلب کے جو معنی ان دوسری آیات میں ہیں۔ وہی ما صلبوہ میں ہونگے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ لاصلبنّکم کے سوا جو تینوں آیتیں مذکور ہیں۔ ان میں محض تعلیق للقتل ہرگز مراد نہیں۔ بلکہ قتل علی الصلیب مراد ہے (۳) تیسرے یہ کہ مفردات راغب میں صلب کے اصلی اور مقدم معنے استخراج ودک (چربی نکالنا) لکھتے ہیں۔ جو کہ محض تعلیق للقتل میں متحقق نہیں ہو سکتے جب تک کہ موت سابقہ واقع نہ ہو اور اصلی معنی کا بلا وجہ ترک کرنا ناجائز ہے۔ اب دیگر آئمہ لغت کی تصریح پر غور کیجئے (۱) الصَّلبُ ھذہ القتلۃ المعروفۃ لان ودکہ وصدیدہ یسیل (۲) الصلب اصلہ الودک (۳) حتی الصلب ایسیل من ودکہ (۴) الصَّلیبُ الودکُ فی حدیث انّہ استفتی فی استعمال صلیب الموتیٰ۔ اس لغوی تصریح سے چار دلیلیں پیدا ہوتی ہیں دلیل (۱) صلب کے معنے قتلہ معروفہ سے یہ بدیہی ہے کہ قتلہ معروفہ موت کی خاص صورت ہو علی الصلیب واقع ہوتی ہے۔ محض تعلیق للقتل سے تکمیل کو پہنچتی نہیں۔

دلیل (۲) مصلوب کی اصلیت ۔ وہ ودک یعنی چربی ہے اور یہ کھلی بات ہے کہ یہ اصلیت صلب
میں ثابت نہیں ہوگی جب تک کہ صلیب پر موت واقع نہ ہو محض تعلیق معلق ہو اسکا تحقق نہ ہوگا
دلیل (۳) مصلوب کی وجہ تسمیہ جیسی کہ بتلایا گیا ہے کہ مصلوب صرف اس شخص کو کہیں گے
جس کی چربی اور پیپ اسکے صلیبی موت کے وارد ہونیکی وجہ سے بہتی ہو ۔ مصلوب کی وجہ تسمیہ
اہل لغت نے بتائی ہے کیا اسکا اس شخص کے وجود میں تحقق ہوتا ہے جو صلیب پر سے زندہ
ہی اتار لیا گیا ہو ۔ ہرگز نہیں ۔ (ملاحظہ ہو تاج العروس شرح قاموس اور لسان العرب)
دلیل (۴) لفظ صلیب ۔ اس میں وہ بتایا گیا ہے کہ صلیب کو اس وجہ سے صلیب کہتے ہیں
کہ وہ ذریعہ ہے شخص مصلوب کی چربی نکلنے اور بہنے کا ۔

ان مذکورہ بالا وجوہ سے ثابت ہے ۔ کہ شاہجہانپوری نامہ نگار کا یہ لکھنا کہ وقوع موت
صلب کے معنی سے خارج ہے بالکل غلط ہے اگر وقوع قتل صلب کے معنے میں داخل نہیں ہے تو
ظاہر ہے کہ جو شخص دوسرے کو صلیب پر چڑھائیگا وہ ضرور اس حالت میں قاتل بھی ہوگا جبکہ
شخص معلق علی الصلیب کو زندہ اتار لیا جائے اور مرا ہوا بعض تاریخیں صلیب کی ایسی بھی ہونگی جنمیں
اس چڑھانے والے کو قاتل نہ ٹھہرایا جائیگا حالانکہ تاج العروس میں بغیر کسی صورت کے استثنا کے
صلب کو خاص قتل بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس میں بحوالہ مصباح لکھا ہے ۔ صلبہ ای قتلہ
کقتلہ ۔ جملہ مصلوبین جس سے عیاں ہے کہ مصلوب صرف مقتول کو کہتے ہیں ۔ اور مصلوب کی دو
قسمیں مقتول و غیر مقتول نہیں ہیں ۔ بلکہ فقط ایک ہی قسم ہے جس پر لفظ مصلوب کا اطلاق
ہوتا ہے یعنی وہ شخص صلیب پر جان دیدے اور زندہ نہ اتار لیا جاوے

المصلوب کے ترجمہ نوشتہ نامہ نگار کہ مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر بھی نہیں
چڑھایا کی صحت پہ دوسری دلیل انہوں نے یہ لکھی ہے کہ مسیح کا تو رفع[1] جسمانی ہو چکا تھا

[1] رفع میں روایات کو یہ اختلاف تھا کہ فوت
ایک روایت میں ہے کہ ۔ ا ۔ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے
دوسری روایت میں ہے
۔ تین دن کی موت کے بعد آپ کا رفع ہوا۔

وہ کیسے صلیب پر چڑھائے جاتے۔ اور اس مقام پر عیسیٰ کے رفع جسمانی پر دو دلیلیں انعام فرماتے ہیں۔ لفظ بل اور تمع آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کو جس* دلیل بنایا ہو اس کو بمدعا یہ ہے کہ اس طرح پر کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے سب جگہ اس کے

دلیل بل | قبل والے جملہ کو حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ضرور ضرور مخالف ہوتا ہے یعنی کہیں پر دونوں حکم جمع نہیں ہو سکتے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ میں بل سے قبل جملہ ما قتلوہ یقیناً واقع ہے۔ اس کا حکم عیسیٰ کا دفع قتل کرنا ہے۔ اور بل کے بعد جملہ رفعہ اللہ الیہ واقع ہو جس کا حکم عیسیٰ کو اٹھا لینا ہے۔ ان دونوں میں مخالفت ایسی ہونی چاہئے کہ کہیں جمع نہ ہوں۔ لیکن یہ مخالفت تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب عیسیٰ کی رفعت مع جسم کے مانی جاوے۔ اگر ایسا نہ کیا جاویگا۔ تو جمع ہونا بھی ممکن ہو جاویگا۔ کیونکہ عیسیٰ نبی رسول تھے اگر آپ قتل بھی کیے جاتے تب بھی آپ کی روح کی رفعت ہوتی پس اگر رفع سے روح کا رفع مانا جاویگا۔ تو قتل اور رفع روح بھی جمع ہو سکیںگے۔ اور ایسے وقت میں بل کا لفظ بیکار رہ جاویگا۔ اسلئے کہ قرآن کی شان بہت بعید ہے۔ کہ کوئی لفظ بیکار ہو ضرور ہے کہ جسم کا اٹھایا مانا جاوے۔" اس دلیل سے حضرت مسیح کا رفع جسمانی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اسکی تفصیل ذیل میں ہے۔ مقدم اور سب سے بڑی بات اس عبارت میں نامہ نگار نے یہ بھی ہے کہ اگر رفعناہ الیہ سے رفع روحانی مراد لیا جاوے تو بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع ہو جاوینگے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا اگر صلیب پر قتل ہونا بھی مانا جائے تب بھی آپ کا

۲۔ پھر جبرئیل فرشتہ آکر لے گئے۔
۳۔ بحالت یقظہ آپکو رفع ہوا
۴۔ مسیح کے رفع سے مریم کو علم تھی ... پاس آکر ... دی۔
۵۔ مسیح نے بوقت رفع مریم کو قیامت کے دن کی ملاقات کا وعدہ دیا۔
۶۔ بادل میں لٹک کر آسمان پر گئے۔
۷۔ بحالت نوم آپ آسمان پر تشریف لیگئے۔
۸۔ مریم نے مسیح کیساتھ آسمان پر جانا چاہا۔ مگر مسیح نے ساتھ لے جانا پسند نہ کیا۔
۹۔ رفع کے بعد نزول فرما کر حواریوں کو تسلی دی اور حواریوں کو ممالک میں تبلیغ کی خدمت سپرد کی

* دوسری دلیل کا بیان بعد میں آئیگا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۷

تب بھی آپکا رفع ہوسکتا ہو۔ اسواسطے کہ آپ بھی رسول تھے۔ مگر تعجب ہے کہ نامہ نگار نے اتنا نہیں سمجھا
کہ اگر حضرت مسیح صلیب پر قتل ہوجاتے تو انکو بھی کون مانتا جبکہ اس وقت کی شریعت میں مصلوب
مدعی نبوت کی بابت یہ لکھا تھا کہ ایسے شخص کا رفع روحانی نہیں ہوسکتا۔ اور وہ ملعون ہوتا ہے۔
یہ بات کہ حضرت مسیح نبی ہیں اور انکا رفع روحانی ہوا ہے۔ انکی تو بنیاد ہی یہی ہے کہ وہ صلیبی
موت سے بچائے گئے۔ ورنہ اگر انکا صلیب پر مرنا قبول کیا جاوے۔ تو نہ انکی نبوت ثابت ہوسکتی ہو
اور نہ انکا رفع روحانی۔ ہم جو انکا رفع روحانی مانتے ہیں۔ تو محض اسی بنا پر کہ وہ خدا کے رسول تھے
جو مصلوب نہیں ہوئے۔ ورنہ جو شخص کہ نبوت کا مدعی ہو اور وہ مصلوب ہوجاوے۔ بموجب توراۃ
شریف اسکی نہ تو نبوت ثابت ہوگی۔ اور نہ اسکا رفع روحانی ہی ہوگا کیونکہ جو شخص نبوت کا
دعویدار ہو کر صلیب کے ذریعہ مارا جاویگا۔ وہ خدا کا سچا نبی نہیں ہوگا۔ اور صلیبی موت کی وجہ سے
لعنتی ٹھہریگا جس کے معنی ہیں ملعون کہ نہ خدا سے تعلق ہوگا اور نہ خدا کو اس سے تعلق۔ وہ خدا کی رحمت
سے دور رہیگا۔ اور اسکا رفع روحانی ہرگز نہ ہوگا۔ جب اصل حقیقت یہ ہو تو اس صورت میں نامہ
نگار صاحب بتاویں۔ کہ بل کے ماقبل و مابعد کا حکم قتل بالصلیب اور رفع روحانی کیسے
جمع ہوسکتے ہیں۔ فتفکر وتدبر۔ اسکے بعد ہم پوچھتے ہیں۔ کہ (۲) نامہ نگار صاحب یہ بتاویں
کہ وہ صورت آپکے کیسی ہو کہ جس میں بل کے ماقبل و مابعد کے دونوں حکم جمع نہیں ہو سکے
جمع ہوگئے ہیں۔ مگر آپکو خبر نہیں۔ ذرا غور کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں۔ بل سے قبل جملہ ما قتلوہ ہو
اور اس کا حکم عیسیٰ کا نفی قتل کرتا ہے۔ اور بل کے بعد جملہ رفعہ اللہ الیہ ہے۔ اور اس کا
حکم عیسیٰ کو اٹھا لینا ہے۔ اب بتائیے کہ کیا آپ کا یہ اعتقاد نہیں کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوئے۔
اور کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ وہ عیسیٰ اٹھائے گئے ہیں بہ رفع جسمانی۔ جب یہ دونوں ہی
حکم آپ مانتے ہیں۔ اور دونوں کو حضرت مسیح کی ذات میں جمع ہونا بھی قبول کرتے ہیں تو
ہمیں بتلائیے۔ آپ کا یہ قضیہ کدھر گیا کہ بل کے قبل والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم
کے ضرور مخالف ہوتا ہو۔ اور وہ کسی جگہ جمع نہیں ہوسکتے ع الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

* ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲۰

(۳) تیسری مجبوری آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہو کہ یہ قاعدہ آپ نے کہاں پڑھا ہے کہ بل کے قبل
والے جملہ کا حکم مابعد والے جملہ کے حکم کے ایسا مخالف ہوتا ہو کہ وہ دونوں کہیں بھی
جمع نہیں ہو سکتے۔ اسکا جواب ملاحظہ ہو۔

بل کی بحث اصل یہ ہو کہ بل ایک حرف اضراب ہے۔ اگر اس بل کے بعد جملہ واقع ہو تو ایسی
حالت میں یا تو ابطال کیلئے ہوگا۔ اور اسکی مثالیں یہ ہیں (۱) قالوا اتخذ الرحمن ولدا
سبحانه بل عباد مکرمون یعنی بل هم عباد (۲) ام یقولون به جنة بل جاءهم بالحق
اور یا انتقال (من غرض الی آخر) کیلئے ہوگا بدون ابطال کے اسکی مثالیں یہ ہیں (۱)
ولدینا کتاب ینطق بالحق وهم لا یظلمون بل قلوبهم فی غمرة (۲) قد افلح من تزکی وذکر
اسم ربه فصلی بل تؤثرون الحیوة الدنیا (۳) جاؤ علی قمیصه بدم کذب قال بل
سولت لکم انفسکم امرا (۴) اتاتون الذکران الی قوله بل انتم قوم عادون اس
بیان سے ظاہر ہے کہ بل ابطالیہ کو اسلئے ابطالیہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جملہ کا
ابطال کیا جاتا ہے۔ برخلاف بل انتقالیہ کے کہ اس میں پہلے جملہ کا ابطال نہیں ہوتا بلکہ
دونوں جملے سچے ہوتے ہیں اور بل کے بعد کا جملہ ما قبل کے جملہ کو بھی باطل نہیں کرتا
ہے دونوں جملے واقع میں حق ہوتے ہیں یعنی جس طرح بل ابطالیہ کے استعمال سے بل کے
قبل کا ابطال منظور ہوتا ہے اسی طرح اسکو (انتقالیہ) بدون ابطال ما قبل محض ایک بیان
سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کرنیکی غرض سے لایا جاتا ہے۔ اس بیان سے بل ابطالیہ
اور بل انتقالیہ کا فرق واضح ہے۔

اسکے بعد اگر آپ یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ زیر بحث یعنی ما قتلوه یقینا بل رفعه
الیہ میں کون بل مراد ہے۔ تو میں آپ کو کہونگا۔ اس آیت میں دونوں قسم کا بل ہو سکتا ہو
انتقالیہ بھی اور ابطالیہ بھی۔ بل انتقالیہ تو اسواسطے کہ وہ محض ایک بیان سے دوسرے
بیان کی طرف انتقال کیلئے ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه

ف یاد رہے کہ آیت زیر بحث میں جو بل ہے اسکو اصطلاح نحو میں بل ابتدائیہ کہتے ہیں اور بل عاطفہ اور ابتدائیہ میں
حرف اضراب ہو واضح ہو کہ ... ابطال ہو ... انتقال ہو ... منہ

میں ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کیا گیا ہے۔ بعد ان دونوں جملوں میں کوئی جملہ بھی خلاف واقعہ نہیں۔ کیونکہ دونوں جملے ماقتلوہ اور رفعہ جناب الٰہی کے فرمودہ ہیں اگر بل انتقالیہ کی گذشتہ مثالیں لاکر پڑھینگے۔ تو آپکو اطمینان ہوجائیگا۔ اور بل ابطالیہ قرار دینے کیواسطے بل سے پہلے ایک تقدیر ہوگی۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہے اور وہ اس قسم کی ہوسکتی ہے۔ مثلاً قالوا نحن المسیح یقیناً فما قتلوہ کلا بل رفعہ اللہ الیہ - بات کی نظیر کہ بل سے پہلے بعض اوقات ایسا جملہ مقدر ہوجایا کرتا ہے۔ جو کلام سابق سے مفہوم ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے۔ جو سورہ رعد میں ہو ولو ان قرآنا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتیٰ بل للّٰه الامر جمیعا۔ اس آیت میں بل للّٰہ الامر جمیعا سے پہلے ایک مقدر جملہ مانا گیا ہے جس کو بل کے ذریعہ اضراب کیا گیا ہے۔ مگر کسی نے کچھ لکھا ہے۔ اور کسی نے کچھ۔ مثلاً روح المعانی میں لکھا ہے۔ تقدیرہ لیس لک من الامر شیء بل الامر للّٰه جمیعا۔ ایسا ہی ابن جلیل نے لکھا ہے۔ بہرصورت آیت ماقتلوہ یقیناً میں بل انتقالیہ کہا جائے یا بل ابطالیہ۔ ہر دو حال میں معنی بالکل صاف ہیں جس کی توضیح ہر دو قسم کے بل کی تمثیلات گذشتہ سے ہوسکتی ہے۔ (رفع کی مزید بحث بعد میں آتی ہے) باقی جو کچھ آپ نے بل کی نسبت لکھا ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ گو میں سمجھتا ہوں۔ کہ غالباً آپکو قاموس کی عبارت ذیل سے مغالطہ ہوا ہے۔ "وفي التقرير ما قبلها على حاله وجعل ضده لما بعدها" مگر یہ عبارت بل عاطفہ کی نسبت ہے نہ بل ابتدائیہ کے متعلق۔

رفع جسمانی کی دوسری دلیل

دوسری دلیل نامہ نگار نے حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے اثبات میں یہ بیان کی ہے۔ کہ رفعہ میں ہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اسکے قبل ماقتلوہ وما صلبوہ وغیرہ میں جتنی ضمیریں ہیں۔ انکا مرجع عیسیٰ ہیں۔ عیسیٰ نام چونکہ روح اور جسم دونوکا ہے اسلئے۔ رفع عیسیٰ میں دونوں روح وجسم کا مرفوع ہونا مراد ہوگا۔"

؎ معلوم ہوتا ہے کہ قول انا قتلنا المسیح یقیناً کے بعد جب ان پر [illegible] بیان ہوگا [illegible] ہوتے ہیں۔ منہ

مگر مجھکو اس میں یہ کئی اعتراض ہیں۔

اول۔ رفعہ (۵) سے پہلے جو ضمیریں ہیں۔ ان سب کا مرجع عیسیٰ نہیں ہیں۔

(۱) تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ شبہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہرگز نہیں ہیں

(۲) اسپر اتفاق نہیں کہ اختلفوا فیہ اور شک منہ اور الہم کی ضمائر کا مرجع عیسیٰ ہیں۔

(۳) ما قتلوہ میں ابن عباس کو مروی ہے۔ کہ اس (ہ) کا مرجع ظن ہے نہ کہ عیسیٰ۔ اے ما قتلوا ظنھم یقیناً۔ دوم۔ اس پر اتفاق نہیں کہ عیسیٰ روح وجسم دونوں کے مجموعہ کا نام

اول) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ آیات ہیں۔ (۱) اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین (عمران) ۲۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الی مریم وروح منہ (نساء) ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح منہ فرماتا ہے اور یہ آپکو معلوم ہوگا۔ کہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ۔ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کو نہیں کہتے۔ (دوم) شیخ محمد عبدہ مصری جو اس زمانہ میں مجدد اللغۃ العربیہ سمجھا گیا ہے وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ ان الروح ہی حقیقۃ الانسان والجسد کالثوب المستعار فانہ یزید وینقص ویتغیر و الانسان انسان لان روحہ ہی ہی (سوم) امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ثبت ان الانسان لیس عبارۃ عن ھذا الھیکل بل ھو اما جسم لطیف فی ھذا البدن و اما جوہر روحانی مجردۃ فی ذاتہ وھو مدبر فی ھذا البدن۔

چہارم۔ حقیقت محمدیہ اور حقیقت مسیحیہ اور حقیقت حضرت یحییٰ اس وقت بھی متحقق تھی جبکہ انکا اس عالم میں ظہور نہ تھا۔ یہ بات آپکو آیات ذیل سے واضح ہوگی۔ (۱) ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (۲) ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم (۳) ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقاً بکلمۃ من اللہ (۵) حضرت مسیح کی نسبت اور بھی رازی [illegible]

+ ان ضمائر کی تفصیل تفسیر والا میں تشریح سے موجود ہے۔ اختصار کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ منہ

ڈالی گئی تھی۔ اسکی نسبت روایات میں ثابت ہے فخرج الیہم فقال انا عیسیٰ حالانکہ مسیح کی روح اور جسم کوئی چیز بھی اس میں منتقل نہ تھی۔ (۵) شب معراج میں آنحضرت صلعم نے انبیاء کی ارواح سے ملاقات کی۔ اور انپر آدم و ابراہیم نوح وغیرہ ہر ایک نبی کا جو نام تھا اطلاق فرمایا حالانکہ اطلاق اسم کیواسطے آپکے نزدیک جو دوسری شرط تھی۔ وہ موجود نہ تھی۔

میری اس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ دلیل کے یہ دونوں جزو جن پر استدلال تھا بالکل باطل ہیں یعنی (۱) یہ جزو کہ رفع سے پہلے وفات ضروری ہیں۔ اور مسیح عیسیٰ میں (۲) دوسرا یہ جزو کہ عیسیٰ روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے جب دلیل کے یہ دونوں جزو باطل ہو گئے تو ظاہر ہے کہ انکا نتیجہ جو یہ تھا کہ رفع عیسیٰ میں جسم اور روح دونوں کا مرفوع ہونا مراد ہو گا خود بخود باطل ہو گیا۔ پس اصل بات وہی ہے جو احمدی نے بیان کی یعنی کہ بل رفعہ میں حضرت مسیح کا رفع روحانی بعد الموت مراد ہے۔ جس کے بعض اور قرینے ہیں۔

(۱) سب سے بڑھکر جو دلیل قرآن مجید نے حضرت مسیح کے رفع روحانی میں بیان کی ہے وہ آیت اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الخ ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح سے وعدہ فرماتا ہو کہ میں تمکو طبعی موت دیکر تیرا رفع کرونگا۔ اور وہ رفع روحانی ہو جس کیواسطے آنحضرت صلعم نے بھی دعا مانگی اللھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ اور حضرت یوسف نے جناب الٰہی میں عرض کی اللھم توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

(۲) رفع روحانی پر دوسری دلیل جو قرآن مجید میں ہے۔ وہ حضرت مسیح کا اپنا اقرار ہے جسکو جناب باری سورہ مائدہ میں بیان کرتے ہیں۔ فلما توفیتنی* کنت انت الرقیب علیہم۔

* بل رفعہ اللہ میں جو حضرت مسیح کا رفع ثابت ہے وہ آیت انی متوفیک ورافعک کے بموجب ہے جس میں حضرت مسیح کو رفع کا وعدہ دیا تھا ظاہر ہو کہ یہ رفع بعد التوفی ہوا ہے اور آیت فلما توفیتنی آ جانے کے بعد ظاہر ہو جو شخص قرآن مجید کے برخلاف یہ دعوی کرتا ہو کہ خدا نے حضرت مسیح کا رفع قبل التوفی کیا وہ گویا خدا تعالیٰ کے اس کلام کی تکذیب کرتا ہے جس میں خدا نے فرمایا تھا کہ اے مسیح میں تیری طبعی موت کے بعد تیرا رفع کرونگا۔ انی متوفیک ورافعک

(۳) تیسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ولو شئنا لرفعناہ ولکنہ اخلد الی الارض۔ کہ اس میں اخلد الی الارض کے مقابل میں جناب الٰہی نے رفع الی اللہ کی تفسیر یہ کی کہ ان الرفع ھو التقریب کما قال وقربناہ نجیا۔ وقال فی حق عیسیٰ ومن المقربین۔ وجاء فی آیۃ اخری ورفعناہ مکانا علیا (۴) آنحضرت صلعم کی وہ حدیث پاک جس میں آیا ہے من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ الی السماء السابعۃ (۵) پانچویں دلیل رفع سے رفع روحانی لیے ہر مومن کی یہ دعا ہے جس کے نماز میں پڑھنے کا حکم ہے "اللھم ارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی" (۶) ششم تفسیر کبیر میں ہی ہے انہ رفع الرفعۃ بالدرجۃ والمنقبۃ لا بالمکان والجہۃ۔ ساتویں وہ تمام شہادتیں جن سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے اور جو بیان کی گئی ہیں۔ کہ بل رفعہ اللہ میں سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

شاہجہانپوری ہم رنگ کے تیسرے ورق کے دلائل کی تردید

ہمارے احمدی دوست عــ ایڈیٹر صاحب انجار بدر نے مضمون میں تیسری آیت یہ لکھی تھی کہ الفاظ قرآنی لکن شبہ لھم سے یہ مطلب نہیں کہ صلیب پر مسیح کا کوئی شبیہ چڑھایا گیا تھا بلکہ ان الفاظ سے جناب باری کا یہ منشا ہے کہ مسیح کے آپ میں ان کو آپ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد شبہ ہوا۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ مسیح صلیبی موت سے مر گئے حالانکہ واقع یہ ہے کہ مسیح ابھی زندہ ہی تھے کہ صلیب پر سے اتار لیے گئے۔ ایڈیٹر شاہجہانپوری نامہ نگار رقمطراز ہیں۔ کہ نہیں (۱) حدیث ابن عباس اس کے خلاف ہے۔ (۲) آیت ما قتلوہ وما صلبوہ میں الفاظ ولکن شبہ لھم سے ثابت ہے کہ ایک شخص کو حضرت عیسیٰ کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ اور اسکو بجائے حضرت عیسیٰ کے مصلوب کیا گیا تھا۔ (۳) حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے کیونکہ یہ ما صلبوہ کے خلاف ہے۔ ان تین دلیلوں کو ملحوظ فرماتے ہیں۔ کہ مرزائی کا دعویٰ غلط ہے۔ اچھا کہ میں پیشتر ثابت کر چکا ہوں کہ عــ حدیث ابن عباس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اس پر پوری بحث گذر چکی ہے۔ اور اسی طرح عــ ما قتلوہ عــ تشبیہ مسیح کی حقیقت بھی بیان ہو چکی ہے اور نیز ۳ صلب کی تشریح میں ما صلبوہ کے ترجمہ

عــ دیکھو صفحہ ۲۲۳۔ عــ دیکھو صفحہ ۲۲۱۔ عــ دیکھو صفحہ ۲۲۰۔

کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے کی اصلیت بھی کھل آئی ہوں۔ اس لئے ضرورت نہیں۔ کہ میں ان ابحاث کا اسجگہ اعادہ کروں۔ البتہ ایک امر ہے کہ جسکو مگر جسکی نسبت اس کو پہلے نہیں لکھا گیا۔ مضمون نگار نے اسکو اس موقعہ پر بیان کیا ہے اور وہ ہے "لکن" کی بحث

"لکن" کا بیان | فرماتے ہیں لکن معناها الاستدراك وهو ان تثبت لما بعدها حكما مخالفا لما قبلها ولذلك لابد ان يتقدمها كلام مناقض لما بعدها او ضد له قاموس۔ اس عبارت کو نقل کرکے لکھتے ہیں چونکہ لکن کے پہلے حصہ کا حکم بالکل مغائر اور مخالف اور ضد بعد والے حصہ کے ہوتے ہیں۔ اسواسطے مرزائی "لکن شبہ لہم" کے یہ معنے کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔ کہ یہود کو مسیح کے بارے میں شبہ ہوا" کیونکہ اس صورت میں لکن کے پہلے حصہ کا حکم اور لکن کے مابعد کے حصہ کا حکم ضد نہیں رہتی۔ اسلئے کہ ان کے نزدیک بالصلیب صلیب پر چڑھائے جانیکا منافی نہیں۔ اور شبہ لہم کے معنے بھی یہ لوگ کرتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے جانیکے بعد یہود کو شبہ ہوا۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ مسیح صلیبی موت سے مرگئے اور ظاہر ہے۔ کہ اس حالت میں لکن کے ماقبل و مابعد کے حصوں کے حکم میں ضد باقی نہیں رہتی۔ اور دونوں جملے مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانیکو ثابت کرتے ہیں حالانکہ لکن کی ماہیت اور حقیقت چاہتی ہے۔ کہ ان دونوں میں ضد اور منافات ہوتی (یہ خلاصہ ہے نامہ نگار کی لکن کی تقریر کا)۔

نامہ نگار کی اس تقریر پر میرا اتنا لکھ دینا کافی ہوگا۔ کہ آپنے جو کچھ لکن کے متعلق قاموس سے نقل کیا ہے۔ اسکو زیر بحث آیت لکن شبہ لہم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان نتائج کا یہاں کوئی تعلق ہے جو آپنے قاموس کی عبارت پر متفرع کئے ہیں۔ اور آپنے یہ سخت مغالطہ کھایا ہے کہ لکن مخففہ اور لکن مشددہ میں آپکو تمیز نہیں رہی۔ زیر بحث لکن شبہ لہم میں لکن مخففہ واقع تھا۔ اور آپنے قاموس سے بحث لکن مشددہ کی نقل کر دی۔ اور آخر تک بنا الفاسد علی الفاسد کے مرتکب ہوئے۔ قاموس میں لکن مخففہ کی نسبت صرف اتنی عبارت بھی "فان"

ولیها الکلام فهی حرف ابتداء لمجرد الاستدراک۔ مگر اسکو تو آپ ترک کر گئے۔ اور لکن
مشددہ کی بحث چھیڑ دی ؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا ۔ الا یا ایها الساقی ادر کاساً وناولہا
یاد رکہنا چاہیئے۔ کہ لکن مخففہ واسطے استدراک کے ہوتا ہو۔ اور استدراک کے معنی ہیں۔ دفع
ما یتوهم ثبوته۔ جیسے کہ لکن مشددہ کی بحث میں مغنی اللبیب میں لکہا ہو "ما زید شجاعاً
لکنہ کریم لان الشجاعة والکرم لا یکاد ان یفترقا فان نفی احدهما یوهم انتفاء
الآخر" خلاصہ اسکا مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ شجاعت اور سخاوت دو ایسے وصف ہیں کہ
جہاں ایک کا وجود ہوتا ہے۔ وہاں دوسرا بھی اغلباً موجود ہوتا ہے۔ اور قریباً یہ ایسے ہیں
کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتا۔ اس واسطے جب ایک شخص نے زید کی نسبت یہ کہا۔ کہ
اس میں شجاعت کا وصف مفقود ہے ساتھ ہی اس بات کا وہم ہوتا تہا کہ اس میں سخاوت
بھی نہیں (اسی وہم کے دور کرنیکے واسطے حرف لایا جاتا ہو۔ جسکو حرف استدراک کہتے ہیں)
جب اس نے ساتھ یہ بھی کہدیا لکنہ کریم تو یہ وہم دور ہوگیا اور معلوم ہوگیا۔ کہ زید میں گو شجاعت
تو نہیں لیکن سخاوت موجود ہے۔

اب آیت زیر بحث میں لکن مشددہ بلم کے متعلق معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ یہ لکن کے جو
واسطے استدراک کے ہو کس وہم کا ازالہ کر رہی ہے جس کے ثبوت کا توہم بعبارت ما قبل لکن
کے ہو سکتا ہے۔ سو غیر احمدی تو کہتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ شخص جو صلیب پر چڑہایا گیا تہا۔ مسیح
کی صورت و شکل پر تہا۔ اسواسطے یہ وہم ہو سکتا تہا۔ کہ وہ خود مسیح تہا۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے
لکن حرف استدراک کے لانے سے اس توہم کو دور کر دیا۔ اور بتا دیا کہ وہ مصلوب مسیح
نہیں تہا۔ در اصل وہ ایک شبیہ تہا جو مسیح کی بجائے صلیب دیا گیا۔ مگر
چونکہ یہ تاویل اس تسلیم پر مبنی ہے کہ مسیح کی جگہ کوئی دوسرا شخص انکا شبیہ صلیب دیا گیا
ہے۔ اسواسطے ہم (احمدی) اس تاویل کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ بدلائل عقلی و نقلی یہ بات ثابت
ہو چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح کا کوئی شخص شبیہ نہیں بنا تہا۔ اور نہ انکی جگہ کوئی اور شخص صلیب

دیا گیا تھا۔ وہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اعتقاد شبہ المسیحؑ کی داستان بالکل لغو ہے جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔ مگر ہم کہ ساتھ ہی وہ بات بھی محقق ہے۔ اور یہود اور نصاریٰ اور جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت مسیحؑ کی صورت اور شکل کو ایک انسان ضرور صلیب پر چڑھایا گیا ہے اور قبل ساٹھ تاریخی ذہن میں وہ شہادتیں بھی داخل ہیں جو حضرت مسیحؑ کی وفات اور موت طبعی ثابت ہوئی ہے، یعنی اس امر کو ثابت کرتی ہیں اس واسطے ہم بات کے قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ درحقیقت خود حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے۔ گو ہم اہل کتاب کے ساتھ اس میں قطعی اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ مسیحؑ کی موت صلیب پر واقع ہوئی کیونکہ جن دلائل سے

(۱) اعتقاد شبہ کا مسئلہ سو جب منقش ہے اس سے تمام مسلسلات سے ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اس کو تمام شرائع اور نبوتوں کا ابطال لازم آتا ہے۔ اور اس سے تمام اخبار متواترہ کا اعتبار جاتا رہتا ہے تفسیر کبیر رحمۃ

وہ عقائد جو کہ اس باب میں تفسیری اسلام کے اہم اعتقاد	انجیل برنباس میں ہے	انجیل یوحنا میں ہے
۱۔ فقط ایک یہودی حضرت مسیحؑ کا شبیہ بنا تھا۔		۱۔ بجز یہودی تھوڑی آپکی شبیہ ہو گئے۔
۲۔ وہ یہودی جو مسیح کی صورت کی گرفتاری پر شبیہ ہوا		۲۔ وہ حضرت جناب باری نے ایک شخص کو شبیہ بنا
۳۔ مسیح آسمان پر اٹھایا گیا اور وہ اس کے بیچ میں تھا		۳۔ مسیح کے ساتھ صرف ایک شبیہ تھا۔ اور کوئی نہ تھا
۴۔ شبیہ مسیح نے کہا۔ انا عیسیٰ		۴۔ شبیہ نے کہا انا عیسیٰ انا انا صاحبکم
۵۔ اس بات سے کہ یہود جزع فزع کی		۵۔ مسیحؑ کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔
۶۔ شبیہ یہودی تھا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ (۱) اعداء من الناس تھا۔ یا (۲) قیصر کا خلیفہ تھا۔ یا (۳) قاتل مسیح تھا۔		۶۔ ایک شخص حواری تھا جس کو آپ نے اس عوض میں جنت کا وعدہ کیا۔
(۷) اعتقاد شبیہ کو واقع صحیح ہو		(۷) ایسا واقع نہیں ہوا۔
(۸) مسیح کی جگہ وہ شخص قتل ہوا۔		(۸) مارا کوئی نہیں گیا صرف خواہ دار رہ گئی
(۹) مسیح کو چند سپاہی قید گرفتار کرنے آئے		(۹) جالیس آدمی وہی گرفتاری کیلئے آیا تھا۔

مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ ہمارے نزدیک ثابت ہے اسی درجہ کے دلائل کو یہ بات بھی پایۂ ثبوت
کو پہنچتی ہے کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔

پس ہمارے نزدیک ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم میں بذریعہ لکن استدراک کے واسطے استعمال ہوا ہے جس توہم کو ازالہ کیا گیا ہے۔ اور جس وہم کے ثبوت کا ازالہ بذریعہ لکن کے دلایا گیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ اگر لکن شبہ لہم کی زیادتی نہ ہوتی۔ اور فقط ما قتلوہ وما صلبوہ پر اکتفا کیا جاتا تو اس سے ممکن تھا کہ کوئی شخص اس واقعہ کو بھی انکار سمجھ لیتا جو کہ مسیح کے ساتھ پیش آیا کہ ان کی حالت صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد کو مصلوب ہوگئی تھی کیونکہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہو کہ ایک شخص صلیب پر چڑھایا گیا ہو اور اس پر ایسی حالت طاری ہوئی ہو جیسی کہ مسیح پر طاری ہوئی تھی۔ اور وہ صلیب پر نہ مرا ہو جس کی وجہ سے اہل کتاب نے یہ سمجھ لیا کہ مسیح نے صلیب پر جان دیدی حالانکہ وہ زندہ ہی صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہو وہ اس کو واضح کر رہا ہے کہ شاہجہانپوری نامہ نگار نے اپنے مضمون میں جو یہ الزام احمدی پر لگایا تھا کہ مسیح احادیث نبی اکرم صلعم کو خلاف کیا ہے اور اسکا مضمون قرآن اور حدیث کے بھی مخالف ہو محض غلط ہو بلکہ دکھا دیا گیا ہو کہ اس کا بیان خود مشرکانہ ہے اور کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ اسکے بعد اب میں نامہ نگار کے اس بیان پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو اس نے اپنے مضمون کی تمہید میں التزام کیا ہے۔ کہ

لکھا ہے وہ دلیل جسکی نقل سلسلہ احمدیہ کی تالیفات میں حضرت مسیح کے رفع جسمانی اور قتل شبیہ اور القاء شبہ کے ابطال میں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ ان کی ناانصافی یہ تینوں دعوی ثابت ہیں کہ

(۱) القاء شبہ کی داستان } (ورمرا) غلط اور فضول ہے
(۲) قتل شبیہ کی داستان

(۳) یہ کہ اصل واقعہ یہ ہو کہ حضرت مسیح کو یہود نے بغرض قتل صلیب پر ضرور چڑھایا۔ مگر خدا نے یہود دشمن کو نامراد کرکے انکو لعنتی موت سے بچا لیا اور آپ بحکمت و تصرف الٰہی زندہ ہی صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ یہود نے غلطی کی کہ آپ مر گئے ہیں حالانکہ آپ زندہ تھے۔

انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لی ہے حالانکہ آنحضرت صلعم نے اسے منع فرمایا ہے۔ دوسرے جب تورات شریف اور انجیل محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ تو ان سے قرآن میں مدد لینا یا ثبوت میں پیش کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ نیز ایک محرف و مبدل کتاب کی تصدیق مطلق بیہودہ ہے۔

نامہ نگار نے اس تحریر میں تین باتوں کا دعویٰ کیا ہے۔ (۱) قرآن کریم کی تفسیر میں کتب سابقہ سے مدد لینے سے آنحضرت نے منع فرمایا ہو (۲) انجیل اور تورات محرف و مبدل ہیں۔ اگر ثبوت میں پیش کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا (۳) محرف و مبدل کتاب اگر کسی بات کی تصدیق کرے تو بیہودہ ہے۔

یہ تینوں دعوی غلط ہیں۔ بالصحیح انکی تفصیل بعد میں ہے۔

کیا آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن کی تفسیر میں مدد لینے سے منع کیا ہے

(۱) عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (رواہ البخاری) ترجمہ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا پہنچاؤ مجھ سے گرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور حدیث بیان کرو بنی اسرائیل سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولیگا۔ تو اسکو اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیئے۔ (۲) فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اہل الذکر سے اہل التوراة والانجیل یعنی الیہود والنصاریٰ (۱) اس حدیث اور آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے کتب سابقہ سے قرآن شریف کی تفسیر میں کسی جگہ مدد لینے سے منع نہیں فرمایا۔ گو اس میں ہمارے نزدیک یہ تفصیل ہو کہ کتب سابقہ سے اس حد تک مدد لینا جائز ہوگا۔ جہاں تک کہ قرآن مجید کی صریح نصوص کی مخالفت نہ ہو اور وہ بھی اس حد میں جسکی تائید عقل و نقل سے ہو سکتی ہو مگر عمل متقدمین کو تفاسیر قدیمہ و جدیدہ میں ثابت ہوا اس کا ظاہر ہو کہ اگر کوئی ممانعت بھی اس باب میں آنحضرت سے ثابت ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔ بلکہ انہوں نے تو پرواہ بھی نہیں کی۔ کہ ان روایات میں کس قدر گند بھرا ہوا ہے اور تمام رطب و یابس کو تفاسیر میں نقل کر دیا ہے۔ محدث حافظ ابن کثیر آیت

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنا عشر نقیبا کی تفسیر میں لکھتے ہیں فقد رأیت فی السفر الرابع من التوراۃ تعداد ہٰؤلاء النقباء علی اسباط بنی اسرائیل اور اس کے بعد ان نقباء کے نام لکھے ہیں جن کا تورات میں ذکر ہے۔ امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر جلد اول کے صفحہ ۵۱۲ میں تورات کی روایات کی بحث میں لکھتے ہیں "حاصلہا راجع الی اخبار بنی اسرائیل" مختصر یہ کہ مضمون نگار کا یہ دعوے مطلقاً صحیح نہیں کہ آنحضرت نے کتب سابقہ سے روایت سے ممانعت فرمائی ہو گو ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہدایت کیلئے اکمل مجموعہ قرآن مجید ہی ہے۔

کیا یہ درست ہے کہ انجیل و تورات محرف و مبدل ہیں۔ اور انکو کسی ثبوت کیواسطے پیش کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔	چونکہ مضمون نگار بجز کے اہلحدیث ہونیکا مدعی ہو اور جن اہلحدیث ہوگا میسر ہوتا ہو اور اس نے مدرسہ دار الحدیث ہی میں تعلیم پائی ہو اسواسطے اس عنوان کے ماتحت سب سے مقدم ہم رئیس المحدثین حضرت محمد بن اسماعیل بخاری کی گواہی پیش کرتے ہیں۔

انکا فیصلہ تحریف و تبدیل کتب سابقہ کی نسبت صرف یہ ہے کہ ان میں لفظی تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی۔ اور قرآن شریف میں جو یحرفون الکلم عن مواضعہ وارد ہوا اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ معنوی تحریف تھی یعنی اسکا یہ مطلب ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں الفاظ کی تبدیلی مگر تفسیر کرتے تھے۔ انکی تحریف صرف اتنی تھی کہ اس کتاب کے الفاظ کی اس قسم کی تشریح بتاتے تھے کہ جو کلام الٰہی کا مقصود نہ ہوتی۔ اس فیصلہ کی خوبی یہ ہے کہ ابن عباس کی بھی یہی روایت ہے اسکے بعد اور دیگر محدثین کا یہ مذہب اس باب میں منقول ہے۔ اسکو بھی نقل کیا ہے۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ اعلم ان التوراۃ والانجیل الذین عند الیہود والنصاری الان اختلف فیہما ہل ہما مبدلان ومحرفان لفظا او معنا فذہب طائفۃ من العلماء الی انہما الی ان ذلک انما وقع فی التاویل لقد صرح بہ البخاری واختارہ الفخر الرازی غیرہ لقولہ تعالیٰ فاتوا بالتورات فاتلوہا ان کنتم صادقین۔ وھو امر لنبی صلعم

بالاستعمال یجعلہ المبدل لا یحتج بہ ولما اختلفوا فی الرجم لم یمکنہم تغییر آیتہ منہا
اپنے مقدورات راسب کر بھی قابل اعتماد و وثوق اعتبار قرار دیا ہو ایسی بڑی ہے۔ وہاں
لکھا ہے یحرفون الکلم تبع الکلم کیل انہم کانوا یبدلون الالفاظ ومعانیہا وقیل انہ کان
من جہت المعنی وہو حملہ علی غیر المقصود بہ واقتضاہ وہو الاشہر فی القولین فان اللفظ اذا
تواترت الالسنۃ اشتہر واستصعب تبدیلہ" ان عبارات کا ماحصل یہ ہو کہ کتب سابقہ کے
متعلق جس تحریف کا قرآن مجید نے اثبات کیا ہو اس کو مراد تحریف لفظی ہرگز نہیں ہو
اس کو مراد صرف یہود کے اس وطیرہ کا بیان کرنا ہو جو کلام الٰہی کے مرادات کی نسبت انکا
تھا کہ وہ خلاف منشائے الٰہی الفاظ کے ایسے معانی بتا دیتے تھے جو کہ کتاب میں مقصود نہ
ہوتے یہی مذہب ہے امام بخاری اور اکثر محدثین کا۔ اور امام فخرالدین رازی اور ایک طائفہ
فقہا کا؛ میں نہیں سمجھتا کہ محدثین کا یہ مذہب ہوتے ہوئے نامہ نگار کو یہ جرأت کیوں پڑی کہ
کتب سابقہ کی نسبت اس نے دعویٰ کر دیا کہ ان میں ایسی تحریف لفظی ہو گئی ہو کہ وہ اب
بالکل کسی امر میں بھی لائق اعتبار نہیں۔ اگر کتب سابقہ میں ایسی ہی تحریف ہو چکی تھی جیسے کہ
نامہ نگار کا زعم ہو۔ تو وہ بتائیں تو سہی کہ قرآن شریف میں جو یہ آیات وارد ہیں اور اسی
قسم کی دیگر آیات ان کا پھر کیا مطلب اور مراد ہے۔ (۱) فاسئلوا اہل الذکر (۲)
اہل التوراۃ والانجیل الیہود والنصاریٰ (۳) الذین یتبعون الرسول النبی الامی
الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل (۴) یا اہل الکتاب قد جاءکم
رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب (۵ التوراۃ والانجیل) (۶)
وعندہم التوراۃ فیہا حکم اللہ یحکم بہا النبیون (۷) قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا
لم یکن عندہم التوراۃ التی فیہا حکم اللہ (۸) و آمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم
ولا تکونوا اول کافر بہ (۹ صدقوا بما انزلت علی محمد من القرآن والقرآن
مصدق لما مع الیہود من بنی اسرائیل من التوراۃ ۔

چنانچہ بیان میں لکھا ہے قال عبد الرحمن بن خلدون فی کتاب العبر ۔ واما ما یقال من ان علماءهم بدلوا مواضع من التوراة بحسب اغراضهم فی دیانتهم فقد قال ابن عباس علی ما نقل عنه البخاری فی صحیحه ان ذلك بعید وقال معاذ الله ان تعمد امة من الامم الی کتابها المنزل علی نبیها فتبدله او ما فی معناه قال وانما بدلوه وحرفوه بالتاویل ویشهد لذلك قوله تعالی وعندهم التوراة فیها حکم الله ولو بدلوا من التوراة الفاظها لم یکن عندهم التوراة التی فیها حکم الله وما وقع فی القرآن الکریم من نسبة التحریف والتبدیل فیها الیهم فانما المعنی به التاویل اللهم الا ان یطرقها التبدیل فی الکلمات علی طریق الغفلة وعدم الضبط وتحریف من لا یحسن الکتابة بنسخها فذلك یمکن فی العادة لا سیما وملکهم قد ذهب وجماعتهم انتشرت فی الآفاق واستوی الضابط منهم وغیر الضابط والعالم والجاهل ولم یکن وازع یحفظ لهم ذلك لذهاب القدرة بذهاب الملك فتطرق من اجل ذلك الی صحف التوراة فی الغالب تبدیل وتحریف غیر معتمد من علمائهم واحبارهم ویمکن مع ذلك الوقوف علی الصحیح منها اذا تحری القاصد لذلك بالبحث

اس عبارت میں نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طور پر بتایا گیا ہے کہ کتب سابقہ کی نسبت جو خیال نامہ نگار نے ظاہر کیا ہے۔ نہایت غلط ہے:

کیا یہ صحیح ہے کہ قرآن میں توراۃ سے کسی بات کی تصدیق کرائی یہ درست ہے	دیکھو خیال کی تردید کے دلائل یہ ہیں۔ ۱۔ فاسئلوا اهل الذکر فی باب تصدیق النبی۔ ۲۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی

الذی یجدونه مکتوبا فی التوراة والانجیل وثبت نقل انه قد ورد حدیثا من التوراة والزامهم التصدیق بمحمد بما استخرجه من کتابهم) ۳۔ قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین رنزل فی واقعة رجم یہ ایسا ناسخ آیات ہے ایجاز سے نامہ نگار کے تیسوں خیالات متعلق کتب سابقہ کی تردید کر دی ہے۔ خلاصہ ان مباحث کا یہ ہے کہ مہدی نے حضرت مسیح کے صلیبی ذبح کے باب میں ان اسناد کے پیش کرنے میں جو کتب سابقہ سے ماخوذ ہیں کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا

ارتکاب نہیں کیا ہو، اسکو نہیں کرنا چاہیئے علاوہ بریں ان واقعات پر اہل کتاب کی دونوں قوموں یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے اور ان دونوں دشمن قوموں کا یہ اتفاق بھی بنیاد امر حقیقی پر ہے۔ کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر آپ نہیں بتا سکتے کہ یہ واقعات کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی کے مخالف ہیں۔ ان متفقہ واقعات کی اصلیت کا انکار بلا دلیل کسی ذی عقل کے نزدیک بھی قابل تسلیم نہیں ہو گا۔ بالخصوص جب کہ آیت لکن شبہ لہم سے اسکی تصدیق پائی جاتی ہو اور مفسرین نے جسقدر روایات مخالفہ اس تنازع میں نقل کی ہیں وہ سب دور از عقل اور خلاف احادیث صحیحہ اور باہم متناقض ہیں۔ اور ان واقعات کی نسبت جو کتب سابقہ سے اس باب میں مروی ہیں کوئی وجہ عقلی یا نقلی تحریف کیواسطے ثابت نہیں ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔

معترض کے اعتراضات کا جواب یہاں تمام ہوا۔ اب آیت زیر بحث کے ترجمہ پر اس مضمون کو میں ختم کرتا ہوں اور اختصار کی وجہ سے تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔

آیت قرآنی یہ ہے وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما۔

حل لغات قتلہ۔ اماتہ بضرب او حجر او سم او علۃ فھو قاتل یعنی قتل کے معنی ہیں ضرب یا پتھر یا زہر یا کسی اور صورت سے مار ڈالا اور کہا ہے والقتل اخراج الروح من البدن یعنی روح کا بدن کو نکال دینا قتل ہے۔ الصلب قتلۃ معروفۃ یعنی صلب ایک خاص صورت کی موت کا نام ہے جو ذریعہ خشب کے ہوتی ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ حال۔ لکن۔ حرف مشبہ رفع التوھم یعنی لکن کا حرف وہم باطل کے ازالہ کیواسطے دیا جاتا ہے۔ شبہ لہم۔ شبہۃ

* اور شبہ سے مراد یہ کہ حضرت مسیح کو لعنتی صلیب پر چڑھایا گیا۔ الیہود اعداؤہ وھم یعلمون ذلک والنصاریٰ اولیاؤہ وھم یقرون لہم بہ۔ منہ

الضمیر مسند الی الامر و شُبِّهَ من الشُّبۡهَةِ ای التبس علیهم الامر یعنی شُبِّهَ کی ضمیر امر کی طرف
پھرتی ہو اور شُبِّهَ کا کلمہ لفظ شُبۡهَة سے مشتق ہو جو شبہ ام کے معنی میں ہے۔ ان پر معاملہ مشتبہ اور مشتبہ ہو
گیا۔ تفسیر روح المعانی زیر و الذین اختلفوا۔ المراد من الموصول ایم الیهود والنصاریٰ
جمیعاً یعنی الذین اختلفوا سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مراد ہیں۔ نہ صرف ایک قوم
بل رفعه الله الیه ۔ وقع الاضراب فیها عن جملة القول، عن الجملة المحکیة بالقول
وجملة القول اخبار من الله عن مقالتهم صادقة غیر باطلة لم یبطلها الا قوله انا قتلنا الخ
الاستقلال فقد ار الکفار الی اخبار عن وصف ما وقع الکلام فیه من الله۔ یعنی اس آیت میں
بل رفعه الله بل کے یہود کے دعوی انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله کو اضراب
واعراض واقع ہوا ہے اور اس اضراب کا فائدہ اسکے کفار یہود کے دعوی قتل مسیح سے
انتقال کرنا ہے طرف اس خبر کے جو اللہ جل شانہ نے رفعه الله میں دی ہے۔

اس مذکورہ بالا تشریح کے رو سے جو تفاسیر کی ہم نے اس آیت قرآنی کا ترجمہ یہ ہوا جو
ذیل میں ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس آیت کے ترجمہ کے بنسبت متعدد [illegible] کے یہ ترجمہ ایک مکمل ہو۔ وجہ
اسکا ترجمہ کئی طرح پر سلسلہ کے لوگوں نے کیا ہے جو باہم ایک دوسرے کا مخالف اور متضاد ہے اور مآل سب
کا واحد ہے

ترجمہ الآیت لعنت کا سزاوار ہے یہود کا یہ قول کہ ضرور ہم نے مار ڈالا ہے مسیح ابن مریم رسول اللہ
کو حالانکہ نہ تو قتل کیا انہوں نے اسکو اور نہ چڑھایا صلیب پر بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا
اور بیشک جنہوں نے اختلاف کیا ہے مسیح کے اس معاملہ میں ضرور وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں
اصل حقیقت الحال کا مطلق علم سوائے پیروی گمان کے اور نہیں مارا انہوں نے مسیح کو یقیناً۔ بلکہ رفع
کیا اسنے مسیح کو اپنی طرف [illegible]

۱۔ صلیبو کے اس معنی کی صحت [illegible] بحث [illegible] ہم [illegible] تفاسیر میں [illegible]
۲۔ ترجمہ میں ان الفاظ کو مد نظر رکھ کر یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی [illegible]

مختصر تشریح :- مسیح کے قتل کے دعوی میں یہودیوں کا اتفاق نہیں کہ وہ کس طرح مقتول اور ہلاک ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو خود ہی قتل کر دیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسیح کو پہلے سنگسار کیا گیا تھا۔ اور بعد میں عبرت کے لئے کاٹھ پر لٹکایا گیا۔ اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ پہلے مسیح کو پھانسی دی گئی۔ اور بعد میں تحقیر کے لئے سر جدا کیا گیا۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ صرف پھانسی سے مارا گیا آیت اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ میں یہود کے انہی خیالات کا مآل بیان ہوا ہے۔ جس سے ان بے بہودہ کا یہ مدعا ہے کہ مسیح جو مقتول اور مصلوب ہو جانے کے نعوذ باللہ کاذب و لعنتی ہو گئے کیونکہ تورات کی کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰ میں لکھا ہے۔ وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے۔ کہ کوئی بات میرے نام سے کہے۔ جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاوے گا۔ اور باب ۲۱ آیت ۲۲ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاوے اور تو اُسے درخت میں لٹکا دے۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اُسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔

استثنا باب ۱۳ آیت ۵ میں ہے۔ جھوٹا نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جاویگا۔ اور یرمیاہ ۱۴ آیت ۱۵ میں ہے۔ جھوٹے نبی تلوار یا کال سے ہلاک کئے جاوینگے۔ زکریا باب ۱۳ آیت ۳ میں جھوٹوں پر خدا کی تلوار چلنے کا ذکر ہے۔ جناب باری نے ان فقروں میں یہود کے اس دعوی قتل کا انکار کیا ہے

میں اس وعدہ کے ایفا کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں پہلے بتایا ہے [illegible] موت طبعی واقع ہو گی اور اس کے بعد رفع ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع میں یک ترتیب طبعی واقع ہے۔ ہر ایک مومن کی پہلے وفات ہوتی ہے پھر اس کا رفع ہوتا ہے۔ بخلاف کفار کے کہ ان کے حق میں جناب باری نے لا تفتح لہم ابواب السماء کہکر ان پر رفع کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ رفعہ کی حدیث بصلوٰۃ [illegible] اور وہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شرک کے لئے [illegible] حتف انفہ تفسیر کشاف میں موجود ہیں۔ منہ

اس کے بعد نفس [illegible] اسلام کی شریعت [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] فرمایا ہے۔ اور

[illegible] اس [illegible] فرمایا ہے [illegible]

[illegible] اس معاملہ میں یہود [illegible]

الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم [illegible]

یقینا میں فرمایا ہے۔ کہ اس کی بنیاد محض ظن پر ہے۔ [illegible]

[illegible] میں یہود کے [illegible] انا قتلنا المسیح [illegible]

[illegible] بیقینا [illegible] حقیقت [illegible]

[illegible] متوفیک و رافعک الی [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک عجیب [illegible]

[illegible]

مثل [illegible] الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خاکسار

فضل الدین نونی عفا اللہ عنہ

رجسٹری نمبر ۵۶۲۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۶۰ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized By Khilafat Library

کھانسی کی دوا

یہ دوا ہر قسم کی کھانسی [illegible] کی بیماری [illegible] دم [illegible] کرتی ہے [illegible] میں [illegible] کھانسی [illegible] قیمت [illegible] شیشی [illegible]

[illegible]

اس دوا پر صاحبزادہ [illegible] سنگھ صاحب کی رائے

[illegible] کھانسی کی دوا [illegible] کھانسی [illegible]

درد سر و ریاح کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵ — جلد ۶

رسالہ تشحیذ الاذہان

مئی ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

محبوب کنعانی ... صفحہ ۲۳۱ - ۲۴۶

گوشت خوری - ۲۴۷ - ۲۶۱

سیدنا نور الدین - ۲۶۱ - ۲۶۵

جمعہ کی ... - ۲۶۶ - ۲۷۱

... - ۲۷۲ - ۲۷۵

بقایا داران توجہ فرماوین

اسباب کا وارومدار کہ رسالہ وقت پر چھپے وقت پر اپنے خریدارون
کے پاس پہنچے تمام ناظرین باتمکین جانتے ہیں پیشگی چندہ سالانہ وصول
ہونے پر ہے مگر بڑے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کیا جاتا ہو کہ تشحیذ کے
کئی خریدار ایسے ہیں جنھوں نے تاحال سنہ ۱۹۱۰ء کا چندہ بھی ادا نہیں کیا
چہ جائیکہ سنہ ۱۹۱۱ء کا ادا کرتے جسکا بہت سا حصہ اب گزر چکا ہے اور رسالہ
برابر ایسے حضرات کی خدمت میں پہنچ رہا ہو خیر مضی مامضی اب ان سب
احباب کی خدمت میں تاکید اگذارش ہو جنکے نام تشحیذ کا کچھ بھی بقایا ہے
کہ وہ اپنے اپنے ذمہ کا چندہ ادا کرنیکی طرف توجہ فرماویں اگر بذریعہ منی آرڈر
بھیجکر ہمیں وی پی کی محنت سے بچالیں تو انکی عنایت ورنہ بذریعہ اطلاع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبوب سبحانی

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے مندرجہ ذیل اقتباس ان لوگوں کے لیے بہت کچھ ہدایت کا موجب ہوگا۔ جو درویشی۔ تصوف۔ روحانیت اس بات کا نام سمجھتے ہیں کہ گیروے کپڑے پہنیں خوراک میں دیدہ دانستہ کچھ خرابی پیدا کریں مثلاً وہ دودھ پینا چاہیں تو ایک چٹکی راکھ ڈال لیں۔ لکھا ہے کہ آپ ہر صبح بہترین لباس زیب تن فرماتے اور ایسا اتفاق کم ہوتا کہ ایک دن کا لباس دوسرے دن جسم مبارک پر رہے۔ آپ بہت بیش قیمت بعض اوقات دور دراز ممالک سے لطیف و نفیس کپڑے منگوایا کرتے۔ شیخ ابو الفضل احمد بن قاسم بزاز بغدادی کے پاس آپ کا خادم آیا اور کہا کہ مجھے ایسا کپڑا دو جو فی گز ایک دینار ہو۔ اس نے پوچھا کہ یہ کپڑا کس کے لیے چاہیے؟ شیخ عبدالقادر کے لیے۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں نہیں پہنتا جب تک مجھ کو اوپر سے پہننے کا حکم نہیں ہوتا۔ اور فرماتے میت کا کفن اچھا ہونا چاہیے۔ میرا لباس میرا کفن ہے۔ جو ہزارہا موت کے بعد میں نے حاصل کیا۔

آپ معراج کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ثم سألت عن المعراج فقیل لی المعراج عروج من کل شیٔ سواہ۔ وکمال العروج مازاغ البصر وماطغیٰ

دولت اور پانی انما مثل الحیوۃ الدنیا۔ کماء انزلناہ من السماء

مال اور پانی میں بعض مناسبتیں بہت عجیب ہیں۔

(۱) پانی کو قرار نہیں
(۲) پانی کی کثرت خرابی لاتی ہے۔
(۳) پانی بند رکھیں۔ تو بو پیدا ہوجاتی ہے۔
(۴) پانی سے عمدہ و شور زمین کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔
(۵) پانی قطرہ قطرہ جمع ہوتا اور یکدم چلا جاتا ہے۔
(۶) پانی سے نشیب و فراز برابر ہوجاتا ہو
(۷) پانی کسی جگہ کم کسی جگہ زیادہ
(۸) ہر ایک پانی صاف اور عمدہ نہیں ہوتا
(۹) پانی سے نجاست دور ہوتی ہے۔
(۱۰) پانی اوپر سے ڈھلتا ہے جو نشیب ہو
(۱۱) پانی مغرب کی طرف بہتا ہے۔

(۱) مال کو بھی قرار نہیں۔
(۲) مال کی کثرت بھی خدا سے غافل کردیتی ہے
(۳) مال کو بند رکھیں صدقہ میں خرچ نہ کریں تو ضائع ہوجاتا ہے
(۴) مال سے سخی اور کنجوس کا حال کھلتا ہے۔
(۵) مال بڑی مشکل سے جمع ہوتا اور یکبارگی خرچ ہوسکتا ہے۔
(۶) مال کو اکثر اوقات عیوب ڈھک لیتے ہیں
(۷) ایسا ہی دولت کسی کے پاس کم ہوتی ہے کسی کے پاس زیادہ
(۸) مال بھی کئی قسم کا ہوتا ہو حلال حرام مشکوک
(۹) مال کے صدقہ سے گناہ اور عیوب دور ہوجاتے ہیں۔
(۱۰) مال متواضع کے پاس بہت آتا ہو۔
(۱۱) دولت کا عشق بھی زیادہ تر مغرب کیطرف ہے

(۱۲) پانی آسمان سے آتا ہے	(۱۳) دولت بھی آسمانی فضل سے ملتی ہے
(۱۴) پانی محنت کے سوا نہیں ملتا	(۱۵) دولت بھی بغیر محنت کے نہیں ملتی

نبی کریم کی محبت کسی بزرگ کا ستودہ ہونا ہر حال مسلم کرنا ہو۔ تو اس کے پیرووں کا طرز عمل دیکھو۔ میں دو تاریخی واقعے بیان کرونگا جس سے یہ امر ثابت ہوگا کہ نبی کریم کی صداقت کا اثر کس قدر زبردست تھا۔ اور آپ پر ایمان لانیوالے کس مضبوط چٹان پر قائم تھے۔

انسان کے اندرونی حالات و خصائل سے سب سے زیادہ واقف اس کی بیوی ہوتی ہے۔ اس کے سامنے وہ کسی قسم کا تصنع یا بناوٹ نہیں کر سکتا۔ آپ صلعم کے منجانب اللہ ہونیکا یقین حضرت عائشہ صدیقہ کے دل میں جس قدر تھا۔ اس کا اظہار مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

(۱) ہجرت کے پانچویں برس غزوہ مصطلق میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھ تھیں واپسی کے وقت جب کہ مدینہ نزدیک تھا۔ آپ قضاء حاجت کو چلی گئیں۔ وہاں ہار گر پڑا جو ان کی بہن اسماء کا تھا۔ ساربان سمجھا آپ کجاوے میں آگئیں۔ اس نے اونٹ چلا دیا۔ اس طرح یہ آپ پیچھے رہ گئیں۔ صفوان بن معطل آ رہا تھا۔ اس نے حضرت عائشہ کو سوار کیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق نے شور مچایا۔ اور اس قماش کے لوگوں میں کچھ چرچا ہونے لگا۔ نبی کریم صلعم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ اور اس وقت تک علیحدگی اختیار کر لی۔ آخر عائشہ صدیقہ کی بریت میں آیات نازل ہوئیں جب نبی کریم صلعم سنانے گئے۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا۔ کہ بیٹی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شکریہ ادا کرو۔ تو آپ کہنے لگیں خدا کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے میری براءت نازل کی۔ اس واقعے سے ظاہر ہے کہ صدیقہ کو یقین تھا نبی کریم صلعم پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

(۲) کعب نامی ایک صحابی بڑے دولتمند تھے۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔

جب واپسی پر آپ سے جواب طلب ہوا۔ تو آپ نے کہا جھوٹ تو بولنا نہیں چاہیئے صاف صاف جو بات تھی۔ کہدی۔ آپ صلعم نے فرمایا۔ خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور دوسرے صحابیوں کو حکم دیا گیا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی کلام نہ کرے۔ پچاس راتیں بیچارے نے اسی حالت میں گذاریں۔ نمازوں میں شریک ہوتا۔ مگر کوئی اس سے کلام نہ کرتا۔ سلام کا جواب تک نہ ملتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے پاس گئے۔ اسے السلام علیکم کہا تو اس نے جواب نہ دیا۔ کعبؓ نے کہا آخر میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت رکھتا ہوں۔ اس پر بھی ابوقتادہ چپ رہے۔ زیادہ اصرار پر اتنا بولا کہ اللہ و رسولہٗ اعلم۔ احباب کا یہ حال تھا۔ رسول اللہ کی بارگاہ سے یوں جواب مل چکا تھا۔ گھر میں بیوی سے مجالست کی ممانعت تھی۔ اس حالت میں غسان کے حاکم کا خط آیا۔ کہ ہم نے سنا ہے تمہارا آقا تم سے ناراض ہے تم یہاں چلے آؤ۔ ہم تمہیں بہت عزت دینگے کعب نے یہ خط نہایت حقارت کے ساتھ تنور میں جھونک دیا اور کہا۔ کہ اللہ اور اسکے رسول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ تمہارا ایمان۔ ایسے تھا نبی کریم صلعم کی صداقت کا زبردست اثر کہ ان حالات میں بھی آپ کے دن رات پاس بیٹھنے والوں کو آپ کے منجانب اللہ ہونے پر یقین تھا۔ اور وہ آپ کے قدموں میں بیٹھنے کو کئی ملکوں کی حکومت سے ترجیح دیتے تھے رضی اللہ عنہم ۔

مسیح موعود کی صداقت

یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ فرمایا اگر تم اللہ کی دوستی کا دم بھرتے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ اللہ تمہارا دوست ہے۔ تو پھر موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ سچے کو موت سے کیا ڈر۔ یہ دنیا تو دار المحن ہے۔ صادق کے لیے اگلے جہان میں بہتر سے بہتر نعمت اور اچھے سے اچھا گھر ہے۔ اسی بات پر مباہلہ کی بنا ہے۔ نبی کریم صلعم نے کس جرأت و تحدی سے نصاریٰ کے مقتداؤں کیساتھ مباہلہ کا اعلان کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود نے

دعوت مباہلہ میں تمام علماء و فقرا کو نام بنام پکارا ہے۔ مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور بڑھتا بھی کس طرح جبکہ اپنے صدق کو یقین نہیں تھا۔ حضرت اقدس کی ایک دعا نے میرے دل پر ایک خاص اثر پیدا کیا جس میں آپ جھوٹا ہونیکی صورت میں اپنی موت مانگتے ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ صادق تھے جبھی تو آپ نے اپنی موت چاہی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پر فسق و شر — گر تو دیدی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضل خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تبہ کن کار من
ور مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

با من از روئے محبت کار کن
اندکے اظہار آں اسرار کن

کیا یہ اشعار کسی ایسے دل سے نکل سکتے ہیں جو مفتری ہو یا جسے ذرا بھی اپنے سچا ہونیکی بابت تامل ہو ہرگز نہیں۔

دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں۔ کہ تم جو بڑے بڑے عامل ساحر اور تعویذ نویس سیفیاں پڑھنے والے منصوبے باز ہو اس عظیم الشان شخص مدعی رسالت کی موت چاہو اور خدا سے رو رو کر دعائیں مانگو۔ پھر دیکھتے ہیں کس کی دعا سنی جاتی ہے۔ نبی کریم صلعم ایسے زمانہ ایسے ملک میں تھے کہ آپ کو قتل کر دینا ایسا ہر حالت کوئی بڑی بات نہ تھی۔ دیکھو حضرت عمر و حضرت عثمان جیسی شوکت اسلام کے وقت شہید ہوئے۔ مگر آپ واللہ یعصمک

من الناس کے وعدے کے مطابق الکمات اکو دو ینگوں کی دسترس کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں سرتوڑ کوششیں ہوئیں۔ مقدمے بنائے گئے۔ قتل کی سازشیں کی گئیں ہر ممکن سے ممکن منصوبے کئے گئے۔ مگر خدا کا برگزیدہ نبی اپنے وقت پر اٹھایا گیا۔ اللھم صل علی محمد و علی خلفاءھم

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو اس کے لئے سامان بھی پیدا کر دیئے۔ (۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی۔ اسی وقت لکھ لی جاتی (۲) لکھنے والے بڑے معزز اور پاکباز لوگ تھے (۳) اسلامی سلطنتوں میں اس کے حفظ کا خاص اہتمام کیا گیا۔ (۴) نمازمیں امامت اس کا حق تھا۔ جو قرآن ہو۔ (۵) نماز پنجگانہ کے فرضوں اور آٹھ وقت کے نوافل۔ تقریباً ۔ رکعتوں میں بالالتزام پڑھا جاتا ہے۔ (۶) مسلمان اس کا تدارس کرتے ہیں اور مریضوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے (۷) لوگ خطوط تصانیف بات چیت میں اس کی آیات پڑھتے ہیں۔ (۸) باوجود سخت عداوت کے شیعہ سنی۔ خوارج میں قرآن مجید ایک ہی ہے (۹) رمضان شریف میں اسکا دور کیا جاتا ہے تراویح میں سنایا جاتا

وفاتِ مسیح حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے سب سے آخری خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا واجب ہے۔ ایھا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ھل خلا نبی قبلی فیمن بعث فاخلد فیکم۔ اے لوگو مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم اپنے نبی کی وفات سے ڈرتے ہو۔ بھلا بتاؤ تو کوئی نبی جو مبعوث ہوا۔ زندہ رہا۔ کہ میں تم میں رہوں (حجاب الکبار مثل)

گوشت خوری

کل تمام قوموں میں گوشت خوری کی عادت پائی جاتی ہے۔ اور کسی ملک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو تو جب کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ اس کے افراد میں گوشت خوری کا رواج ضرور ہوگا۔ الا شاذو نادر کالمعدوم۔

کسی قوم میں کسی جانور کا گوشت پسند کیا جاتا ہے۔ تو کسی قوم میں کسی جانور کا۔ بعض قومیں بکرے کے گوشت کو اعلیٰ سے اعلیٰ گوشت قرار دیتی ہیں۔ بعض دنبہ کے گوشت کو پسند کرتی ہیں۔ بعض گائے کے گوشت کو سب سے زیادہ مزیدار قرار دیتی ہیں۔ بعض اونٹ کو لطیف سمجھتی ہیں۔ پھر بعض کے خیال میں مچھلی کا سا گوشت کسی جانور کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک لیوہ کا گوشت سب سے پر مذاق ہے بعض جنگلی جانوروں کے شکار کو پسند کرتی ہیں لیکن گوشت کا رواج دنیا کے اکثر حصوں میں ہے۔ اور دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ اس کا استعمال رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں آریوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا ہے۔ کہ گوشت خوری سخت گناہ ہے۔ اور اپنے جیسے جانداروں پر ظلم ہے۔ جب کہ دیگر حیوان بھی ویسی ہی روح رکھتے ہیں جیسے ہم اور ہماری طرح تکلیف کا احساس ان میں بھی ہے۔ تو پھر گوشت خوری کے کیا معنی اور کیوں اپنے مزے کی خاطر جانوروں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔ اور جب کہ گوشت کے علاوہ اور کھانے بھی موجود ہیں۔ تو پھر گوشت کا استعمال بے رحمی سنگدلی پر دال ہے۔

لیکن آریہ بھی اس کے مزے سے نہیں بچ سکتے جب کہ ان میں گوشت خوری کے خلاف تحریک ہوئی۔ تو ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک گھاس خور کہلائی اور

دوسری نے اس نوع نام پایا چنانچہ کالج پارٹی اس خوبی سے۔ اور وہی زیادہ کام کر رہی ہیں دیانند کالج جو پنجاب کے کالجوں میں خاص شہرت رکھتا ہے اسی پارٹی کا بنایا ہوا ہے اور اسی کی کوششوں پر چلتا ہے۔

تعجب ہے کہ حیوانوں کی تکلیف پر تو آریہ اس قدر ناراض ہوتے ہیں اور تمام قوموں اور قوموں کو دست بگریبان ہو جانے کے لئے تیار ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں ان کی طرف سے یہ لوگ بیان کر کے گوشت خور قوموں کو ظالم اور مجرم قرار دیتے ہیں لیکن انسانوں کا گوشت کھانا ان کا شیوہ ہے۔ کوئی بزرگ کوئی ولی کوئی ریفارمر ایسا نہیں گزرا جس پر ذاتی طور سے گند اور خبث کا الزام انھوں نے نہ لگایا ہو۔ عجب قسم کی گالیوں میں خوش نہ قرار دیا ہو مسلمان ان کے ہمسایہ ہیں۔ ان کے ہاتھ مدتوں تک آرام و چین سے یہ لوگ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ان کی راستگوئی سے بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی ذمہ داری کا کام ان کے سپرد رہے ہیں لیکن ان کے اسقدر احسانوں کے باوجود جو سلوک اہل ہنود کا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہ ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے۔ غیر مسلمانوں کی سلطنت تو گذر چکی تھی۔ اب اس زمانہ میں انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت ہندو مسلمان کس سکھ اور چین سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ہمارے فائدے کے لئے انگریز کیا کیا محنتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور کس کس طرح کی کاوشوں سے ہمارے فائدہ کی صورتیں نکالتے ہیں لیکن باوجود اس احسان کے ہر سال سے اہل ہنود میں سے ایک مستقل گروہ انکا دشمن ہو رہا ہے۔ اور احسان کے بدلہ ان کی جانوں کے درپے ہو رہا ہے۔ تنزل کے طور پر مان بھی لیں۔ کہ گورنمنٹ نے بعض ہمارے حقوق دبا لئے ہیں تو کیا محسنوں کی بعض غلطیوں پر چشم پوشی نہیں کیا کرتے۔ کیا احسان کی قدر اسی طرح کیجاتی ہے۔ کہ جب تک محسن کچھ دیتا رہا آدم رہے۔ اور ذرا اس سے غلطی ہوئی تو دست و گریبان ہوگئے۔ اور اس کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

جو قوم حیوانوں کے گوشت کھانے پر ناراض ہے۔ اُسے کم سے کم انسانوں کے گوشت کھانے سے تو پرہیز کرنا چاہیے تھا مگر افسوس کہ آریہ حیوانوں کے لیے تو اس قدر پیٹتے اور چلاتے ہیں۔ مگر انسانوں کی ہمدردی ان میں نام کو باقی نہیں۔ ہر ایک فرقہ اور گروہ ان کے ہاتھوں سے نالاں ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی وجہ سے کسی مذہب کو خطرہ ہے بلکہ اس لئے کہ ان کے وجود سے خود تہذیب کے وجود کو خطرہ لگا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ ان کے ہاتھوں ہندوستان کی اخلاقی حالت بہت ہی نیچے گر جائے۔

ست جگ کا حال آجکل کے آریہ تو گوشت خوری پر اس قدر شور و شر کرتے ہیں اور ایک گائے کے بدلہ اگر سو انسان بھی مارنا پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ سکھوں کے زمانہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں کہ ایک گائے کے بدلہ میں بیسیوں انسانوں کا خون کیا گیا۔ اور اب بھی ہندو ریاستوں میں گائے کا مارنا قتل انسان کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور پچھلے دنوں کلکتہ میں گائے کی قربانی پر جو فساد ہوئے ہیں اور انسانی خون تک نوبت پہونچی ہے یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اسوقت ہندوؤں میں حیوانوں کے ذبح کرنے اور خصوصیت سے گائے کی قربانی کرنے سے کیا جوش پیدا ہوتا ہے اور کس طرح وہ ایسے موقعہ پر انسانی خون سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

لیکن اگر اُن کے آبا کا حال پڑھیں۔ اور اُس زمانہ پر نظر کریں جب ہندو اپنے پورے زور میں تھے اور ہندوستان انہیں کے قبضہ میں تھا۔ اور جس وقت کے گیت گاتے ہوئے آج بھی ان کی زبانیں خشک ہوتی ہیں۔ اور جس زمانہ کو یاد کر کے ان کے مردہ دلوں میں فرحت کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو واقعہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم صرف عام جانوروں کے گوشت کو ہی لکڑیوں کے انباروں پر بھنتا ہوا دیکھتے ہیں۔ بلکہ برہمنوں کو گائے کے گوشت کے کباب کھاتے ہوئے پاتے ہیں۔ اور یہ نظارہ ان کے دلوں میں ایک خاص ولولہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ان دعاؤں میں جو وہ اپنے معبودوں

کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کو پیش کرکے اپنے لیے برکتیں اور بخشش طلب کرتے ہیں۔

وید کی کئی شرتیوں سے دوسرے جانوروں کی قربانی تو الگ رہی۔ گھوڑے تک کی قربانی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رگ وید میں ہے۔

"اے اندر ہم کو تیز رفتار طاقتور اور سب کا سوامی ہو۔ اس وترا پر اپنا بجر چلا اور اس کو جدا جدا کر جیسے قصائی گوئے کو کاٹتا ہے تاکہ مینہ برسے اور پانی زمین پر بہے۔ چوتھا ادھیائے انوواک سکت ۶ منتر ۱۰۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے ذبح کی جاتی تھی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے ذبح کی جاتی تھی کیونکہ قصائی کا پیشہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کثرت سے جانور ذبح کیے جائیں۔ ورنہ کبھی کبھار ذبح کرنیکے لئے قصائی نہیں ہوتے۔ لوگ خود کر لیتے ہیں۔ قصائی اسی جگہ ہونگے۔ جہاں ذبح کی اجرت سے ان کا گذارہ چل سکتا ہو۔

ڈاکٹر راجندر لعل صاحب مترجو سنسکرت کے ایک بڑے عالم بنگالی گزرے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ جو حیوان ذبح کیے جاتے تھے۔ ان کو ہم ٹکڑے کرتے بھی تھے۔ چنانچہ وہ بتاتے ہیں اسوتیا سوتروں میں ہر ٹکڑے کے حصے کی نسبت ہدایتیں دی گئی ہیں اور اتھرون وید کی گوتھ برہمن میں مفصل طور سے ان ٹکڑوں کے نام دیے جاتے ہیں جو قربانی کی رسم کے ادا کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا کرتے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کو قربانی شدہ جانور کا کون کونسا حصہ ملنا چاہیے۔

اسی طرح پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ گھوڑا ذبح کیا جاتا تھا اور اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کرکے درست کیا جاتا تھا۔ اور اس میں سے کچھ ٹکڑے تو کھائے جاتے تھے اور کچھ بھونے جاتے تھے۔"

ڈاکٹر راجندر لعل مترا اپنی کتاب انڈین آرین میں لکھتے ہیں کہ ہندو مذہب کی تعلیم خواہ کیسی ہی رحم اور مہربانی کی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ حیوانوں کی قربانی کے بالکل مخالف نہیں ہے

بلکہ بہت سی بڑی بڑی رسموں کے ادا کرتے وقت کسی قسم کے حیوان اور پرندے کثرت کے ساتھ ذبح کئے جاتے تھے۔ ایک رسم کے پورا کرنے کے لئے رسم ادا کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں ڈوب کر مر جائے۔ اس کو وہ جل پرستھنا کہتے تھے۔ ایک اور رسم کفارے کے لئے ہوتی تھی جس میں گنہگار ہو تو انہیں جیتا ہی جلا کر راکھ کر دیتا تھا۔ اسکو شنا کہتے تھے۔ بنگال کی جاہل عورتیں بہت عرصہ تک اپنے پہلوٹھی بچوں کو دریائے گنگا میں پھینکتی رہی ہیں۔ آجکل اگرچہ ہندو مذہب کے پیرووں نے ان باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے (گورنمنٹ کے ڈر سے۔ مؤلف مضمون ہذا) تو یہ فرض کرنا بھی خلاف عقل سلیم نہیں ہوتا کہ قدیم زمانہ میں دیوتاؤں کے غضب کے شانت کے لئے انسان قربان کئے جاتے تھے۔ اس اقتباس سے بھی ظاہر ہے کہ ست جگ میں قربانی کیجاتی تھی۔ بلکہ انسان بھی قربان کئے جاتے تھے۔

مونٹ سٹورٹ الفنسٹن لکھتے ہیں کہ منو کے دھرم شاستر میں بڑے بڑے تہواروں میں چاول کے گوشت کے کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے اگر نہ کھائیں تو گنہگار ہوں۔

شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ اسلئے اگر شاستر کے طور پر انہیں کھاویں تو کچھ گناہ نہیں اور دیوتاؤں اور پتروں کو گوشت چڑھا کر کھانا کچھ پاپ نہیں۔ اور برہمنوں کو سانبھر، ہرن، چیتل گو، خرگوش وغیرہ کا کھانا درست ہے (ترجمہ الہند)۔ منوشاستر میں ہے کہ سورج کی نذر دیں اور دکشائن میں بلیدان یعنی قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے (ترجمہ الہند)

اسی طرح پنچ دا اتھرون وید میں ہے کہ جن حیوانات کے ذبح کے وقت میں وہ خوشنود ہیں خدا کے خوشنود کو ثواب حاصل ہے (ترجمہ الہند)

اس کے علاوہ مہابھارت وغیرہ کتب سے تو گوشت خوری کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ خود راجہ رامچند شکار کرتے تھے اور بھون کر کھاتے تھے۔

پس جبکہ اچھی طرح ثابت ہے کہ ست جگ میں جبکہ دنیا میں بدی کا نام و نشان نہ تھا

اور یہ امر ثابت ہے کہ گوشت خوری جاری تھی۔ اور بعض تیوہاروں کے موقعہ پر فرض تھی۔ تو اس زمانہ میں نعوذ باللہ آریہ صاحبان اس کے خلاف اس قدر کیوں زور لگا رہے ہیں۔ یا تو ویدوں کو اور اس زمانہ کے تمام لوگوں کو گندہ اور ناپاک قرار دیں یا اقرار کریں کہ گوشت خوری کے معاملہ میں جو انکی رائے ہے۔ وہ صرف کمزوری اور ضعف قلب کی وجہ سے ہے۔

اس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ اگر گوشت خوری بُری ہو تو ہندو مذہب بھی اس بُرائی میں مبتلا ہو اور خود وید اور منوشاستر جس کی عظمت کا اقرار پنڈت دیانند کر چکے ہیں اس پر شاہد ہیں اور اس رسم کے مؤید ہیں۔ میں ایک اور پہلو سے گوشت خوری کے مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں!

گوشت خوری کیوں بُری ہے؟ اوّل سوال یہ ہے کہ گوشت خوری بُری کیوں ہے۔ اسکا جواب سوائے اس کے کیا ہو کہ اس وجہ سے بُری ہے کہ دوسری روحوں کو تکلیف دیجاتی ہے۔ اور ان پر ظلم کیا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ گوشت خوری اپنی ذات میں بُری نہیں بلکہ اس لئے بُری ہے کہ جس ذریعہ سے گوشت آتا ہے۔ اس پر ظلم کا شائبہ ہے کہ جب ایک جانور ذبح ہو چکا۔ اس کے بعد اس کو کیا تکلیف محسوس ہو سکتی ہے۔ اس کو تکلیف تو تب تک تھی جب تک وہ ذبح ہو رہا تھا۔ ذبح ہو چکنے کے بعد وہ ایک جسم بیجان ہے۔ اسکے ٹکڑے کرو اس کی بوٹیاں پیس دو۔ جلادو۔ خاک کر دو۔ اس میں اب تکلیف کا کوئی احساس باقی نہیں رہا جیسے پتھر لکڑی وغیرہ اشیا جیسی بیجان ہیں ویسا ہی وہ جسم بیجان ہے۔ پس ظلم گوشت کھانے میں نہیں۔ ظلم اس طریق حصول میں ہے جس سے گوشت انسان کو ملتا ہے۔ اگر گوشت کھانے والا اس لئے ظالم ہے کہ یا تو وہ خود کسی روح کو تکلیف دیتا ہے یا اس کے باعث کسی روح کو تکلیف دیجاتی ہے کیونکہ اگر وہ گوشت نہ کھائے تو لوگ جانور ذبح

ل لطیفہ۔ اگر یہ اصول درست مان لیا جائے کہ جو کہ گوشت کھانیوالا گوشت کھاتا ہے اسی لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اس لئے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے تو خود آریہ بھی ملزم ہونگے کیونکہ اس پارٹی کے ممبر جو جوتیاں وہاٹ پہنتے ہیں وہ بھی آخر جانوروں کے چمڑے سے بنتی ہیں اور انکا جوتی وہاٹ خریدنا

قربانی ہی میں زندگی ہے

بھی نہ کریں۔ غرضیکہ اصل میں مُردہ جانور کا مارنا ہی نہ کھانا آریوں کو تو چاہئیے کہ اس بات پر زور دیں کہ جانور ذبح نہ کئے جائیں نہ کہ اسبات پر کہ کھائے نہ جائیں۔ دریائی شکار بغیر مارنے کے ہے اور بہت سی قومیں مردہ مچھلی کھاتی ہیں۔ اس اصول کے ماتحت انکا کھانا جائز ہو گا۔ اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ گوشت خوری میں بری چیز جانوروں کا مارنا یا ذبح کرنا ہے جو ہم بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ اور پرمیشور کی طرف سے ہی لگا ہوا ہے اور کوئی جان زندہ ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اور جانوں کو اپنے لیے قربان نہ کرے اس لیے اس میں اگر کوئی ظلم ہے تو اس کا پیدا کنندہ خود پرمیشور ہے۔ اور پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ بلکہ جو بات خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے اور ثابت ہو جائے تو اس کو ہم ہم ہی قرار دیتے ہیں۔ ہاں اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کسی چیز کی وجہ سمجھ میں نہ آنے سے کسی مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مذہب کے لئے اتنا ضروری ہو کہ وہ یہ ثابت کردے کہ فلاں بات خدا کی طرف سے ہے اور جب وہ ایسا ثابت کردے تو اب اس کی وجہ سمجھ نہ آنے سے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً اگر آریہ یہ ثابت کردیں کہ مادہ غیر مخلوق ہوا اور اس پر شہادت کی گواہی لائیں اور کسی شخص پر کھول دیا ہو کہ آپ ہی خدا تعالیٰ نے ہی یہ کہا ہے۔ تو اب وہ اس بات کی بنا پر کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ آریہ مذہب کو جھوٹا نہیں کہ سکتا کیونکہ سینکڑوں باتیں ہیں جن کی وجہ اور حکمت سب لوگوں کو نہیں معلوم لیکن اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲۔ اس فعل میں شریک ہوتا ہو اگر یہ ریاں نہ پہنیں تو ضرور کیڑوں کی خریداری کم ہو جاوے اسی طرح لاکھوں من ہزاروں چیزیں ہیں جو کی استعمال ہوتی ہیں ان کو معلوم ہو کر پہلے کے لئے ہر سال لاکھوں جانور مار دیئے جاتے ہیں چنانچہ بعض جانور اسی وجہ سے قریباً مفقود ہو گئے ہیں جس کے شکار کی ممانعت کے لئے کئی ایکٹ پاس کئے گئے ہیں تو جب کہ ہندو مسلمان اور دیگر اقوام ان کی اشیاء کو خریدتے ہیں تو تجارت کی ترقی کی وجہ سے جانور بھی زیادہ مارے جاتے ہیں اسلئے ہندو بھی غیر مذاہب کی طرح اس ظلم میں شریک ہیں اور جیسے گوشت کھانیوالا مجرم ہے ویسے ہی جوتی یا بوٹ پہننے والا اور پروں کی اشیاء استعمال کرنیوالا مجرم ہے۔ منہ

سوان کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ایک مریض کے اگر پیٹ میں درد ہوتی ہو تو اس وجہ سے کہ اس درد کا باعث معلوم نہیں اس درد کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زندگی کا قیام ہی اس بات پر ہے کہ ایک جنس دوسری جنس کو قتل کرے یا ہلاک کرے تو اب اس کا نام ظلم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہا جائیگا کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی وہ اس کے لئے ہو جس کی سمجھ میں نہ آئے ورنہ ہماری سمجھ میں تو آئی ہوا

دنیا میں ایسے جانور بھی ہیں جو گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے

سیر کہ اس دعویٰ کی تائید میں کہ بعض جانوروں کا گذارہ دوسرے جانوروں پر ہو سب سے پہلے یہ بات ہے کہ پرمیشور نے ایسے جانور پیدا کئے ہیں جو سوائے گوشت کے اور کچھ کھا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً شیر چیتا باز شکرہ وغیرہ ان کی خوراک ہی گوشت ہے اور اس کے بغیر ان کی زندگی ہی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر قتل ناپسند تھا تو ایسی مخلوق پیدا ہی کیوں کی اور ایک روح کو ایک گناہ کرنے پر مجبور کیوں کر دیا۔ اگر شیر چیتے وغیرہ کو اختیار دیا جاتا کہ خواہ وہ گوشت کھائیں اور خواہ گھاس وغیرہ تب تو یہ جواب ہو سکتا تھا کہ جب دونوں قدرتیں اس میں رکھی گئی ہیں تو اب یہ اسکا قصور ہے اور پاپ ہے کہ وہ گوشت کھاتا ہے لیکن یہاں تو اس میں کوئی اور طاقت اور قدرت رکھی ہی نہیں گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشور اسی طرز زندگی کو اس کے لئے پسند کرتا ہے پھر اگر یہ ظلم ہے تو پرمیشور کی طرف ہے لیکن پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مجبور ہے انسان تو مجبور نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ظلم تھا تو پرمیشور نے شیر کو کیوں کیا کیا پرمیشور ظلم پر مجبور کرتا ہے خدا تعالیٰ کا اسے مجبور کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

ایک اور یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جون اس شخص کو سزا کیلئے ملی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ سچ تھا اس شیر کی روح نے اگر عذاب ہونا ہے تو دوسروں کو وہ کسی ہرن کو کسی گائے کو کسی انسان کو کھا رہا ہے سزا تو دوسروں کو مل رہی ہے اسکا کیا نقصان ہوا لیکن اعتراض

تو یہ ہے کہ کیسی سزا ہے جس کا نتیجہ اس گناہ سے پیدا ہوا ہے۔ گورنمنٹ کسی کو قید اس لیے کرتی ہے کہ وہ چوری اور ڈاکے سے بچے۔ یا اس لیے کرتی ہے کہ وہ چوریاں کرے۔ تو ایسی سزا ہے۔ جیسے ایک جج کسی چور کو یہ سزا دے کہ وہ اور چوریاں کرے۔ سزا تو مجرم کو گناہ سے بچانے کے لیے دی جاتی ہے یہاں ایک گنہگار کو ایسی سزا دی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اور گناہ کرے۔ اور اب اللہ ان کے نیو جیوں کے چکر میں پھنسا ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ شیر کی جون میں جو خون وہ کریگا۔ اگلی سزا اس کو ملیگی۔ تو پھر لازم آئیگا کہ جب اس کے اقتضاء سے خون کرانیکا کوئی نتیجہ نکلیگا تو اس سے خون کرانا جانوروں پر بلا وجہ ظلم کرنا ہے۔ تو اس ظلم کی ابتدا نعوذ باللہ خدا کی طرف سے ہوگی۔ نہ کہ انسان کی طرف سے

غرض جس قسم کے گوشت خور جانور ہیں کے وجودی جو گوشت کے سوا کچھ اور نہیں کھاتے۔ ثابت ہوتا ہے کہ کسی جاندار کو ذبح کرنا ظلم نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر نعوذ باللہ ظلم کا اطلاق ہوگا۔

گوشت خوری کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آریوں کے اعتقاد کے موجب کل حیوانوں کی روحیں اصل میں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ کبھی ایک روح سانپ بن جاتی ہے۔ اور کبھی انسان اور کبھی شیر اور کبھی بندر پس تناسخ کے مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب حیوانوں کی روحیں ایک ہی قسم کی ہیں خواہ وہ خورد بینی کیڑے کی روح ہو یا ہاتھی کی اور چونکہ روح کو آریہ غیر فانی مانتے ہیں اس لیے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ روح میں تغیر نہیں جس حالت میں روح انسان میں تھی۔ اسی حالت میں اب وہ سانپ یا بچھو کی قالب میں ہوگی پس بندر یا کسی باریک کیڑوں کی حرکت ایسی ہی عاقلانہ کاروائی ہوگی جیسی کہ انسان یا ہاتھی کی حرکت۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ ان جانوروں کے جو کہ پیدا ہی گوشت خور کئے گئے ہیں۔ باقی سب جاندار بھی اپنی زندگی کے قیام کے لیے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں۔

پیدائش سے موت تک انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتا ہو بارہا اسے زخم لگتے ہیں اندرونی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں خوردبینی کیڑوں کی وجہ سے کئی بیماریاں اسکو لاحق ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج یہی ہوتا ہے کہ ایسی کرم کش دوائیاں استعمال کیجائیں کہ جن سے وہ کرم ہلاک ہوں اور انسان اس دکھ اور بیماری سے بچے اور کوئی مذہب اس فعل کو برا نہیں کہتا۔

جب تک خوردبین کی ایجاد نہ ہوئی تھی۔ اسوقت تک تو بہت سے کیڑے دریافت نہ ہوتے تھے لیکن خوردبین کی ایجاد نے ثابت کر دیا ہو کہ اس ہماری دنیا میں ایک ایک کیڑے موجود ہیں جنکی ہزاروں قسمیں ہیں۔ اور جن کے ہلاک کرنے سے ہم بچ نہیں سکتے۔ اور وہ ایسے چھوٹے قد کے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوردبین کے بغیر ہم انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ زولوجیکل اصطلاح کے رو سے ان کیڑوں کو پروٹوزوا کہتے ہیں علاوہ بعض انتڑیوں کی بیماریاں اور زخموں کے تشنگ کی ایک قسم بھی کیڑوں کی ہی پیدا ہوئی ہو لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ ان کیڑوں کا ہلاک کرنا گناہ ہی خود آریہ ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے ہزارہا کیڑوں کا روزانہ خون کرتے ہونگے مگر انہیں کوئی ظالم نہیں کہتا حالانکہ جیسی انسانی روح ہو ویسی ہی آریا اعتقاد کے رو سے ان کیڑوں کی روح ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جان بچانے کے لئے ہزاروں جانوں کو ہلاک کیا جائے۔ بجائے اپنی طرف سے بڑی کوشش کرتے ہیں اور بعض منہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں تاکہ جرم منہ میں داخل نہ ہو سکیں لیکن خوردبینی اجرام کو یہ رکاوٹیں کب روک سکتی ہیں اور انسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے زندگی و حرکت سوکھ معطل رہ سکتا ہو۔ پس یہ خیال کہ مسلمان ہی بیچارے جانداروں کو ہلاک کرتے ہیں غلط ہو آریہ بھی روزانہ ہزاروں پروٹوزوا کا خون کرتے ہیں اور انکے مذہب کے رو سے انسانی روح اور ان کیڑوں کی روح میں کچھ فرق نہیں۔

اسی طرح سوتی ریشم اور مشک ایسی اشیا ہیں کہ بغیر جان لینے کے حاصل ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور مشک کا استعمال تو ہندو بھی عبادت میں کیا کرتے ہیں۔

سل کا علاج یہی مچھلی کا تیل ثابت ہوا ہو اسی طرح معدہ کی مختلف بیماریوں کی پیپسین نظیر دوائی

مانی گئی ہے جو کہ معدہ کے گلینڈ کا رس ہوتا ہے گر جس نہیں جانتا کہ ان مفید دواؤں کے استعمال سے تو یہ پرہیز کرینگے۔

اسی طرح انسان کی پیدائش میں ہی مختلف کیڑوں کی ہلاکت رکھی گئی ہے انسان کی منی میں بہت سے سپرمیٹوزوا پائے جاتے ہیں اور انہی میں سے ایک کا بچہ بنتا ہے اور وہ رحم مادر میں زیگو کام دیتا ہے لیکن باقی سب کے سب فنا ہو جاتے ہیں مر جاتے ہیں یا ضائع ہو جاتے ہیں اب بتائیے اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے جو سینکڑوں دفعہ انسان اپنی عمر میں جماع کرتا ہوگا اور اس کو کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا تو ہر دفعہ وہ کئی جانوں کا قاتل بنتا ہے لیکن اس پر اعتراض نہیں کرتے۔

چونکہ شہوت انسان کے اندر ایک زبردست طاقت رکھی گئی ہے اس لئے اس خون سے بچنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے ہر ایک انسان کو اس میں مبتلا ہونا پڑیگا۔ اور اگر انسان جماع کرنا ہی چھوڑ دیں تو پھر نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔ اور اگر ایک جماع میں ایک بچہ بھی پیدا ہو تب بھی بہت سے سپرمیٹوزوا پھر بھی ہلاک ہو جائینگے پس معلوم ہوا کہ انسان وحیوان کو زندگی کے مختلف اوقات میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے مختلف جانوں کا خون کرنا پڑتا ہے بلکہ انسان وحیوان کی نسل ہی تب چل سکتی ہے جبکہ بعض جانوں کا خون کیا جائے اب اگر یہ بھی ظلم ہے تو اس ظلم کا بانی نعوذ باللہ پرمیشور ہے جس کی طرف ظلم کا منسوب کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے اس لئے ماننا پڑیگا کہ یہ ظلم نہیں ہے۔

حیوان تو حیوان بعض پودوں کو بھی اپنی پرورش کے لئے جان لینی پڑتی ہے چنانچہ فلائی ٹریپ ایک پودہ ہوتا ہے کہ جس کے پتوں میں ایک خاص حس ہوتی ہے اور جس وقت ان پر کوئی کیڑا آکر بیٹھے۔ تو وہ چھوئی موئی کے پودہ کی طرح اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہے اور اسکو کھا جاتا ہے۔ اور بغیر اس کے اس کی کامل پرورش ہوتی ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اگر کیڑوں کو نہ کھائیں تو کافی نائٹروجن ان کے جسم میں نہیں پہنچتی اور اس کے بغیر ان کی پرورش محال ہے پس انسان تو خیر انسان تھا پرمیشور نے تو جانداروں کو ہلاک کرکے کھانا بعض پودوں کے

اب باوجود اس قدر دلائل کے کہ تمام حیوان اور بعض پودے اپنی جان کی حفاظت کیلئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں یہ الزام لگانا کہ جانداروں کا ذبح کرنا ایک بڑا ظلم بلکہ خود ظلم ہے جب ہماری زندگی کا دارومدار ہی اسبات پر رکھا گیا ہے تو پھر یہ ظلم کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ ظلم نہیں تو ہم اپنی ضرورت کے پورا کرنیکے لیے بعض جانور ذبح کر سکتے ہیں اور جب ذبح کرنا ہی ظلم ثابت نہ ہوا۔ تو گوشت کا کھانا تو پھر کسی صورت میں قابلِ اعتراض رہا ہی نہیں کیونکہ ذبح کردہ جانور کا گوشت ایک بیجان چیز ہے۔ اس کے کھانے یا پکانے میں کسی قسم کے ظلم یا دکھ کا کچھ تعلق نہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جس قدر مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں تو انسان مجبوری کو یہ کام کرتا ہے اور گوشت کھانیکے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان میں کوئی مجبوری ہی اور نہ اشد ضرورت۔ اسکا جواب میں پہلے دے چکا ہوں لیکن اب پھر لکھتا ہوں کہ مجبوری بیشک استثنا میں داخل ہوتی ہے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس ہلاکت کے فعل پر تمام کے تمام انسان قریبًا ہر روز کسی نہ کسی طرق پر مجبور ہیں اگر یہ مجبوری اس قسم کی ہوتی کہ کروڑوں میں سے ایک آدمی برسوں میں ایک دفعہ اس فعل پر مجبور ہو جاتا تو ہم کہتے کہ تھا تو یہ ظلم لیکن مجبوری پیش آگئی کیا کیا جائے لیکن یہاں تو بات ہی اور ہے۔ ایک فعل کے کرنے پر ہم سب کے سب قریبًا ہر روز مجبور رہتے ہیں۔ اب اسے ظلم کیونکر کہہ سکتے ہیں اتفاقی بات ہوتی تو خیر یہ بہانہ ہو سکتا تھا لیکن یہ رکاوٹ تو ہر ایک انسان کی زندگی کے راستہ میں روز پیش ہے اسلئے اسکو مجبوری کہکر ظلم نہیں کہہ سکتے۔

دوسرے جس قدر مثالیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب مجبوری سے نہیں ہیں مثلاً مشک ریشم کا حصول اور سیر و شکار اور ان چیزوں کا استعمال اس میں کوئی مجبوری نہیں لیکن ہزاروں ہیں جو گوشت کے استعمال کو ترک کر گئے ہیں اور ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں پھر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ایک رضائی کے جامہ میں کئی جانوروں کا نقصان ہو جاتا ہے وہ کہاں گئی۔

آریہ گوشت خور ہیں مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک بات اور خاص طور سے قابل غور ہے
وہ یہ کہ خود پنڈت دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں
وہ چلنے والے درخت وغیرہ کا کیڑے کوڑوں کا مچھلی سانپ کچھوے، مویشی اور مرگ جنگلی
چوپایہ کا جنم پاتے ہیں۔ صفحہ ۳۳۶۔
اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پودے اور درخت بھی جیو رکھتے ہیں کہ جو انسان میں ہے
پھر جانور کے ذبح کرنے یا درخت کے کاٹنے یا اس کا پھل توڑنے یا کھیتی کو کاٹنے میں
کیا فرق رہ گیا جیسا کہ ایک جانور کو ذبح کرنے سے ہوتا ہوگا۔ ویسا ہی اس کو بھی زندہ درخت
یا اس کے پھل کے کاٹنے سے ہوتا ہوگا کیونکہ جانور تو ایک منٹ میں ذبح ہو جاتا ہے اور درخت کٹ کر
سوکھنے میں بھی دیر لگتی ہے۔ پھر پھل کاٹنا یا شاخ کاٹنا تو اور بھی خطرناک ہے اور بالکل ایسا ہے جیسے
ہم آدمی کی آنکھیں کاٹ دیں یا ہاتھ پاؤں توڑ دیں پس اس صورت میں آریہ مسلمانوں
کی نسبت زیادہ پاپ کماتے ہیں اور گوشت خوروں کی نسبت انکو زیادہ خون لگا ہوا ہے۔
اور جب ان اشیاء میں بھی جان ہے تو انسان اب کھائے کیا۔ اور زندہ کس طرح رہے۔

حرام و حلال کی حقیقت اب اسبات کے ثابت کرنے کے بعد کہ جانوروں کے ذبح کرنے کا
کل پاپ نعوذ باللہ پرمیشور کے اوپر ہے اور میرے سر ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی مسلمانوں یا دیگر
اقوام کی طرح اس فعل میں شریک ہیں میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فعل
حرام یا حلال کیوں قرار دیا ہے سو یاد رہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حرام نہیں
کیجاتی ہے کہ جب وہ عقل کے لیے یا جسم کے لیے اخلاق کے لیے یا روحانی ترقی کے لیے مضر ہو
اس کے سوا اللہ تعالیٰ کسی فعل کو منع نہیں کرتا خواہ وہ کھانے کا ہو۔ پینے کا ہو معاملات
رسوم عبادات سے ہو اور منع صرف اسی صورت میں کرتا ہے کہ جب مذکورہ شرائط میں کوئی
شرط پائی جاوے۔ یا ایک سے زیادہ شرائط پائی جائیں اسی طرح گوشت خوری کے متعلق جن
جانوروں کا گوشت مذکورہ بالا شرائط کے ماتحت آ جاتا، اس کو منع کر دیا جیسے سؤر کا گوشت

کھانا یا انسان کو مارنا کہ یہ کام اخلاق کیلئے اور روح کے لئے مضر ہیں اور جن جانوروں کا مارنا یا کھانا ان شرائط کے تحت نہ تھا۔ انکی نسبت منع نہیں فرمایا جسکا جی چاہے کھائے اور فائدہ اٹھائے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جسم انسانی گوشت پوست ہڈیوں اور اعصاب وغیرہ سے بنا ہوا ہے اور اس کی اصلی غذا وہی ہو گی جو ان اشیا کی جن سے انسان مرکب ہے، پرورش کرے۔ اور ایسی غذائیں اکثر حیوانات و نباتات میں پائی جاتی ہیں اور انسان کے لیے ضروری ہے کہ جن کروہ غذائیں استعمال کرے جو اس کے لیے زیادہ مفید ہوں ادنیٰ سے ادنیٰ پودہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ حیوانات ان غذاؤں کو استعمال کرتے ہیں جو ادنیٰ درجہ کی مرکب ہوتی ہیں۔ اور جوں جوں وہ نباتی یا حیوانی مادہ میں ترقی کرتے ہیں انکی غذا زیادہ مرکب ہوتی جاتی ہے اور وہ ضروری اغذیہ کو ادنیٰ مرکبات سے نہیں لے سکتے۔ انسان چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان ہے اسکے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مرکبات کا استعمال ضروری ہے اور البیومن کے استعمال کے بغیر انسانی جسم کی زندگی بالکل ناقص رہتی ہے بعض پودوں میں بھی البیومن ضرور پایا جاتا ہے لیکن گوشت میں تو ایک بڑا حصہ البیومن کا ہوتا ہے اسلئے البیومن کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے گوشت بہ نسبت دوسرے پودوں کے زیادہ مفید ہے ہاں بعض اغذیہ ایسی ہیں جو نباتات سے زیادہ عمدہ ملتی ہیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو نباتات و حیوانات دونوں کے استعمال سے نہیں روکا۔ اور دونوں کا استعمال انکے لیے جائز قرار دیا ہے لیکن جو اشیا کسی خصوصیت میں مضر تھیں ان سے منع کر دیا ہے چونکہ انسانی جسم کے لیے البیومن کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور یہ بہت جلد خرچ ہو جاتی ہے۔ اسلئے گوشت کا کھانا بھی انسان کے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ گوشت میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اسی طرح بعض ضرورتوں کے لیئے نباتات کا استعمال عمدہ و مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مفید اشیا کے استعمال سے انسان کو نہیں روکتا۔

گوشت کا استعمال ایک بہت معمولی بات تھی لیکن آریوں نے خواہ مخواہ سے بڑھا دیا ہو اور ایسی اہمیت دی ہو کہ ایک دوست کے ہیٹل کرنے پر ہم کو بھی رسالہ کے کئی صفحہ وقف کرنے پڑے لیکن ان صفحات کا کوئی افسوس نہ ہوگا اگر کسی شخص کو فائدہ پہونچ جائے اور وہ سمجھ لے کہ یہ باتیں معمولی ہیں اور مذہب کی سچائی کا ان سے کچھ تعلق نہیں مذہب کچھ اور ہی ہے اور پھر اس اصول کو سمجھکر مذہب کی طرف توجہ کرے +

(مرزا محمود احمد)

Digitized by Khilafat Library

سیدنا نور الدین

شاہ پور کی خاک سے وہ بے بہا لعل اور بیش بہا ہیرا پیدا کیا۔ کہ جس کی ایک ایک بات کا سوال اگر کوہ نور ہیرا رکھدیا جائے تو بھی شرح بالا گن کہ ازاں ہنوز گفتہ پڑا ہو:

جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات . . . . تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کی جامع تھی ویسے ہی ہمارے مقتدا خلیفۃ المسیح کا وجود باجود ذات محمدیہ کے ان کے فضائل کبھی لمبی اپنی اندر رکھتا ہو آپکے بزرگی و ریاست کسی وراثت میں حاصل نہیں کی جیسا آجکل کے گدی نشینوں میں طریقہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا، بیٹے کے بعد پوتا خواہ وہ کس قدر نالائق اور اس عہدے کے نااہل ہو. بلکہ آپنے باقاعدہ تحصیل علم کی اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یمن و عرب میں اپنی عمر کا حصہ گذارا۔ اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے عارف باللہ مہاجر الی اللہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے پھر خدا تعالےٰ نے دنیا میں آپکو طرح عزت و برتری دی اور شاہی طبیب ایک معقول تنخواہ پر رہے لیکن اس ملازمت میں آپ کی ذاتی آزادی قائم رہی اور اپنے مسلمی شغل کو ترک نہیں کیا جس میں زیادہ تر قرآن مجید

کی اشاعت کی غرض تھا۔ یہی تھی کہ آپ نے زندگیاں میں پائی۔ اور آپ نے تنگی کی گھڑیوں میں اپنے امام کی وہ اطاعت
کی اور مر کر خدمت کی، اور مخدوم مرشد کے مطابق خادم سے مخدوم تک آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ گو تمام
قوم نے آپکو بالاتفاق اپنا امام تسلیم کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کے وہم میں بھی کبھی
یہ بات نہیں گذری کہ لوگ مجھ کو پیر بنالیں۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں بیعت لینے
لگتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا اور اس پر عمل کر اس قول کی تصدیق کی ہو کر میں کسی بات میں تمہارا
محتاج نہیں۔ نہ تم سے کوئی اجر مانگتا ہوں حتیٰ کہ تمہارے سلاموں کا خواہشمند بھی نہیں۔
جب میں رات کو سوتا ہوں تو الحمد للہ کسی کے ساتھ کوئی ناراضگی کوئی حرص میرے دل میں نہیں ہوتی
اور میں فارغ البال ہو کر سوتا ہوں۔

آپ کی طبیعت میں فیض رسانی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ دوست دشمن آپ کے
احسانوں کے دست منت ہیں۔ جس شفقت دلسوزی سے آپ طبابت کرتے ہیں وہ آپ ہی کا
حصہ ہے۔ اور کسی سے ہرگز ہرگز کبھی کچھ معاوضہ لینے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ بلکہ وہ
بھی اپنی گرہ سے دیتے ہیں غریبوں مسکینوں کی بلکہ نفیس ساتوں کو وہ شکر نہ لیتے ہیں کبھی نسخہ
بتاتے ہیں آپ نے بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ کی طبابت کا طریق وید کے یونانی ڈاکٹری کا مجموعہ
ہو اور اپنے مجربات کو کبھی پوشیدہ نہیں رکھا اور آپ نے کبھی یہ خیال نہیں کیا جیسے بعض
طبیب کیا کرتے ہیں کہ ہمارا نسخہ اگر ظاہر ہو گیا تو دوکان نہیں چلیگی۔ باوجود اس قدر علم کھلا
کاروائی کے آپکا مقابلہ کوئی نہیں کر سکا۔ تشخیص مرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص
مہارت بخشی ہے۔ غرضیکہ آپ کے طبی فن کو ایک شہرت ہے لیکن جس بات نے آپکو حضرت مسیح
موعود کے بعد چودھویں صدی کا ایک بے نظیر صاحب علامہ ثابت کیا ہے وہ آپ کا دینی علم اور پھر
اس کے مطابق عمل ہے۔ آپ کی زندگی نبی کریم صلعم کی زندگی کا نمونہ ہے اور بہت سے لکھے
صرف آپ کے طرز عمل سے دلیل ہوتے ہیں۔ آپ صبح سے لیکر عشاء کے بعد تک قرآن شریف

اور حدیث پڑھاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ سننے والے تھک جائیں۔ مگر حضرت یہی فرمایا کرتے ہیں کہ میری پیاس نہیں بجھی۔ اور پھر ہر روز باقاعدہ ایسا ہی کرتے ہیں نہ صرف مردوں میں بلکہ عورتوں میں بھی باقاعدہ درس دیتے ہیں اور کئی سبق پڑھاتے ہیں۔

جس طرح قرآن شریف ہر طبقے ہر مذاق کے لوگوں کے لئے یکساں مفید و بابرکت ہے اسی طرح پر آپ کے درس سے ہر قسم کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں بی۔ اے ایم۔ اے اور بڑے بڑے آزاد و فلسفی مزاج اور بڑے بڑے عالم آپ سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور وہ وہ نکات معرفت سنتے ہیں کہ سر دھنتے ہیں۔ آپ میں حاضر جوابی کا وصف ایسا بے نظیر ہے۔ کہ ابھی سائل سوال پورا کرنے نہیں پاتا۔ کہ اس کا مفصل و مدلل جواب سن لیتا ہو اور آپ کے معلومات کی وسعت کا یہ حال ہے کہ کوئی مسئلہ ہو آپ کی رائے اس میں نہایت ہی صائب ہوگی اور آپکو مطالعہ کا ایسا شوق ہے کہ جہاں کسی علمی کتاب کی خبر پائی فوراً منگوائی اور کئی ہزار روپیہ صرف نادر الوجود کتابوں کے مہیا کرنے میں خرچ کر دیا ہو اور پھر منگوا کر ان کو اول سے آخر تک پڑھتے ہیں ان پر نوٹ لکھتے ہیں چنانچہ آپ کے کتبخانہ میں جس قدر کتابیں ہیں اُن پر آپ کے حواشی لکھے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں اگرچہ دوا بھی نہیں پیتا۔ مگر میرے قویٰ ایسے مضبوط ہیں اور دماغ ایسا قوی کہ میں خدا کے فضل سے سو سو سات سو صفحے کی کتاب ایک رات میں پڑھ سکتا بلکہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔

باوجود اس علم و فضل کے آپ اعلیٰ درجہ کے خوش اخلاق ہیں

آپ ایسی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے اس زمانہ میں جبکہ پوشاک و خوراک کے اخراجات ایسے بے حد بڑھ گئے ہیں اور طرح طرح کی دلربا چیزیں نکل آئی ہیں آپکا ذاتی خرچ صرف چند روپے ہے۔ تکلف اور بناوٹ سے آپ کی طبیعت کوسوں دور ہے۔ اور آپ کی سادگی تو اعلیٰ نور ہے۔ پھر مشکل سے مشکل وقت میں بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ ایسے بشاش رہتے ہیں جیسے معمولی حالات میں اور ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں مومن لا خوف و لا یحزن

ہوتا ہے۔ آپ یتامیٰ کی پرورش کا خاص خیال رکھتے ہیں اور ہمیشہ آپ نے کسی یتیم لڑکے لڑکی کو اپنے گھر
میں اپنی اولاد کے برابر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ سے خاص وعدہ ہے کہ وہ آپ کو غیب سے رزق
دیتا ہے اور بارہا آپ نے سنایا ہے کہ میرے رزق کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتا کہ کہاں سے اور کس طرح سے
آتا ہے۔ پہلے طبابت کو گھر پر روپیہ آتا تھا۔ پھر بیماری میں اللہ تعالیٰ نے وہ بھی اٹھا دیا اور آگے سے بڑھ کر
روپیہ آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بے حساب رزق دیتا ہے اور اسی طرح آپ اسے اپنے دامن کے نیچے
والے غربا و مساکین و فقرا پر خرچ کرتے ہیں۔ سائل کے سوال کو آپ نے
رد نہیں کیا بارہا دیکھا گیا۔ پانچ ایک کی حاجت آپ نے اپنا مال نثار کرکے کر دیا ہے مگر
آپ نے کبھی ان سے کوئی طمع نہیں رکھی بلکہ ہر کار خیر میں جب کا اعلان ہو حضور جیب سے
حصہ لیتے ہیں اور اتنا دیتے ہیں کہ زیادہ سے بڑھ جاتے ہیں۔ عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ
کے خاص طور پر حامی ہیں اور ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحم کو بتانے کے متعلق ہر
ہر ایک وعظ میں کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کرتے ہیں۔ آپ کے علم و فضل کے دوست دشمن مداح ہیں
چنانچہ ہمارے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ایک بے نظیر عالم ہیں اور آپ کا طرز
سلوک کچھ ایسا ہے کہ باوجود مذہبی مخالفت کے سب آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ علم
مناظرہ میں بھی ایک خاص طرز کے موجد ہیں اور خصم کو ایک دو باتوں ہی میں روک دیتے
ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا حال یہ ہے کہ کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی سکون ایسا
نہیں جو نبی کریمؐ کی سنت کے خلاف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسے گداز
ہیں کہ حد بیان سے باہر ہے۔ آپ باوجود اس سادگی و بے تکلفی کے ایک خاص رعب
رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے امرا و فضلا دم بخود رہ جاتے ہیں۔ ایک اور بات عجیب ہے کہ جو لوگ
اپنا رعب قائم رکھنا چاہتے ہیں یا اس بات کے خواہشمند ہوں کہ ہماری بات کا اثر ہو
وہ اکثر اختلاط سے پرہیز رکھتے ہیں لیکن آپ صبح سے شام تک پبلک میں رہتے ہیں پھر
بھی خاص رعب ہے اور جو بات کرتے ہیں چونکہ دل سے نکلتی ہے اسلئے دل پر اثر کرتی ہے

آپ کی عمر ستر برس کی ہو چکی ہے مگر آپ کے ہوش و حواس عقل اور قویٰ اس قدر ہوگی کہ حالت میں ہیں کہ جوانوں کو شرم آتی ہو۔

اس بیماری میں آپ کے بہت چھپے ہوئے اوصاف کا اظہار ہوا ہو سخت سے سخت کرب کی حالت میں بھی آپ کے منہ سے سبحان اللہ و بحمدہ ہی نکلتا رہا۔ اور آپ پورے طور پر راضی برضا تھے پھر اپنے متعلقہ امور میں دلچسپی لیتے۔ اور خدام کو نیک مشورہ دیتے رہے اور جب ہوش آیا قرآن مجید سنا یا سنایا۔ غرض آپ ایک بے مثال بے نظیر بزرگ ہیں اللہ تم بہت مدت تک آپکو ہمارے سروں پر قائم رکھے ہم لوگ غیر تو خوشامد یا مبالغہ کا گمان ہو سکتا ہے مگر حضرت مسیح موعود جو خدا کے مرسل تھے اور جن میں خوشامد بالکل نہیں ہوتی اور جو خدا تم کے مقابل میں مخلوق کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ انھوں نے آپ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

الحکم

ارشادات امیر

ہمیشہ یہ دستور العمل چاہیے۔ (۱) پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں (۲) قرآن شریف ترجمہ کیساتھ ضرور پڑھو (۳) اکثر برائی چھوڑ دو (۴) بری صحبتوں کو لازمی طور پر کنارہ کش رہو (۵) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر بہت کرتے رہو۔

۲۔ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت تین علاج ہیں (۱) اللہ کا ذکر کرتے رہنا (۲) قرآن شریف اکثر پڑھتے رہنا (۳) پاک لوگوں کی صحبت میں رہنا۔ اور غافلوں کی صحبت سے کنارہ کشی۔

۳۔ اللہ کے تمام اسماء کے فرمانبردار بنجاؤ۔ راستباز ہو۔ شرک نہ کرو۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرتے رہو۔ تو اس کا فائدہ ہوگا کہ اللہ اپنی جناب سے دین و دنیا کے امور کی ہدایت کریگا۔

نماز جمعہ کی ادائگی کیلئے میموریل

شہنشاہ جارج پنجم شاہ برطانیہ و قیصر ہند کے دربار تاجپوشی کا عظیم الشان دربار جو ۱۲ دسمبر کو ہندوستان کے شاہان اسلامی کے قدیم دار الخلافہ میں منعقد ہونیوالا ہے وہ تاریخ ہندوستان میں ایک ایسا اہم واقعہ ہے کہ اس کے متعلق طبائع میں عجیب ولولے پیدا ہو رہے ہیں ہندوستان کو صدیوں بعد یہ حسرت نصیب ہوگی کہ اس کا شہنشاہ اسکے قدیم دار الخلافہ میں تخت نشین ہوگا اور شہنشاہ بھی ایسا کہ اپنی وسعت ملک کے لحاظ سے اس زمانہ میں اسنے کسی پہلے زمانہ میں اپنی نظیر رکھتا ہے پس یہ ایک امر تھا کہ ایسے عظیم الشان اور مبارک موقعہ پر ہر طرح کی امنگیں طبائع میں پیدا ہوئیں اور خصوصاً رعایا کے اس حصہ کے دلوں میں جو اپنے بادشاہ کی وفاداری کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں،

اس مبارک موقعہ پر میں سلسلہ احمدیہ کا امام ہونے کی حیثیت سے ایک اہم امر کی طرف تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت انگریزی نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے یہ زرین اصول ہمیشہ اپنے مد نظر رکھا ہے کہ ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہو۔ اور اپنے فرائض مذہبی کی ادائگی میں اسکو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو چنانچہ یہ سب قومیں جو اس وسیع ملک میں آباد ہیں۔ اپنے اپنے مذہبی فرائض اور مذہبی رسوم کی ادائگی میں ویسی ہی آزاد ہیں جیسے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کی حکومت کے نیچے ہوتیں گورنمنٹ انگریزی کا یہی منشا رہا اور یہی ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کو بلا وجہ کے کسی مذہبی فرض کی ادائگی سے روکا جاوے یا ایسے اسباب پیدا کئے جاویں جن سے ایسی ادائگی میں کسی قسم کی رکاوٹ واقع ہو اور اگر کسی قوم کو کوئی ایسی تکلیف محسوس ہو تو گورنمنٹ کو اسکی اطلاع دینا یا اسکی طرف متوجہ کرانا خود اس قوم کا فرض ہے اہل اسلام سلطنت انگریزی کی ان برکات سے پوری طرح سے فائدہ اٹھا

نشاءت میں لیکن ایک امر ابھی تک ایسا ہے کہ اس کی طرف گورنمنٹ کو پورے زور سے توجہ نہیں دلائی گئی۔ اور مسلمانوں کو قیصر ہند کے ہندوستان میں تاجپوشی کے مبارک موقعہ سے بڑھکر بہتر موقعہ اس غرض کیلیے میسر ہونا مشکل ہوگا۔

جمعہ کا دن اسلام میں ایک نہایت مبارک دن ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے بلکہ اس عید کی فرضیت پر جس قدر زور اسلام میں دیا گیا ہے۔ اور دوسری عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا جن کو سب لوگ عام جانتے ہیں کہ جمعہ نہ صرف عید ہے۔ بلکہ اس دن کے لئے قرآن کریم میں بالخصوص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ہر قسم کے کاروبار چھوڑ کر جمعہ میں جمع ہو جاؤ جیسا کہ فرمایا یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یہی سبب ہے کہ جب اسلام ظاہر ہوا۔ اسلامی ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے اور خود اس ملک ہندوستان میں برابر کئی صدیوں تک جمعہ تعطیل کا دن رہا ہے کیونکہ آیت مذکورہ بالا کے رو سے وہ گنجائش نہیں دیکھتی کہ جمعہ کی نماز کو معمولی نمازوں کی طرح علیحدہ علیحدہ بھی ادا کیا جاسکتا ہو بلکہ جماعت میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کیلئے ضروری قرار دیئے گئے ہیں بلکہ عید کی نماز کے لیے بھی اس قدر تاکید اسلام میں نہیں جس قدر کہ جمعہ کی نماز کے لیے ہے اور مذہب اسلام کے رو سے جو شخص جمعہ کو چھوڑتا ہے۔ وہ سخت گنہگار ہے۔ ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے ایک خاص دن میں عبادت کے لیے جس شد و مد سے قرآن شریف میں جمعہ کے متعلق حکم ہے باقی دو قوموں کے سبت کے متعلق اس زور سے قطعاً انکی مقدس کتابوں میں ذکر نہیں۔ ان تمام باتوں کو ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے۔ اور نماز جمعہ کے تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ایک مسلمان کو ایسی سخت تاکید کی گئی ہے کہ بڑے صاف الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت کسی دوسرے کام کو قطعاً نہ کرے۔

اب یہ امر ظاہر ہے کہ جس قدر کسی بڑی قوم کے بڑے بڑے تہوار ہیں۔ اُنکے منانے کے لیے گورنمنٹ نے اپنی سب رعایا کو یکساں آسانی دے رکھی ہے سب سے زیادہ مشکلات ایسے تہواروں کے منانے میں ان لوگوں کو ہو سکتی ہیں جو بوجہ ملازمت گورنمنٹ اپنے وقت کے آپ مالک نہیں مگر ہماری مہربان گورنمنٹ نے صرف مذہبی آزادی کو مدنظر رکھکر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ سب قوموں کے بڑے بڑے تہواروں کے دنوں میں تمام سرکاری دفاتر اور سب عدالتیں وغیرہ بند رہیں تاکہ وہ حصہ رعایا جو ملازم گورنمنٹ ہیں۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ان تہواروں کے منانے میں شریک ہو سکیں درحقیقت اگر گورنمنٹ اپنے ملازمین کو اتنی آزادی نہ دیتی۔ تو پھر مذہبی آزادی برائے نام ہوتی لیکن گورنمنٹ کے اس طریق عمل سے کہ اپنے ملازمین کی خاطر وہ بڑے بڑے قومی تہواروں کے دنوں میں اپنے سب دفاتر کو بند رکھتی ہے یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ گورنمنٹ کا دلی منشا یہ ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں کسی قسم کی روک محسوس ہو لیکن جمعہ کی نماز کی ادائگی کے لیے یہاں تک دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی آزادی ابھی تک حاصل نہیں اور شہنشاہ ہند کی تاجپوشی کے مبارک موقعہ پر اس آزادی کے حصول کیلئے جس قدر زور دیا جائے کم ہے؛

یہ تو ظاہر ہے کہ انتظام گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اتوار شاہ وقت کے مذہب کے لحاظ سے تعطیل کا ضروری دن ہے پس کوئی ایسی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنی چاہیے جس سے انتظام گورنمنٹ میں بھی کوئی مشکلات پیش نہ آویں اور اہل اسلام کو یہ مذہبی آزادی بھی مل جائے اسکی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں سکول کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لیے بند ہو جاویں یا کم از کم اتنی دیر کے لیے مسلمان ملازمین یا مسلمان طلبا کو اجازت ہو کہ وہ نماز جمعہ ادا کریں اور اس کے متعلق جملہ دفاتر و دیگر محکموں میں گورنمنٹ کی طرف سے سرکلر ہو جاوے گو اس وقت بعض افسر اس قسم کی اجازت اپنے ماتحتوں کو دیتے ہیں مگر ایسی مثالیں

کم ہیں اور خصوصاً سکولوں اور کالجوں میں تو بالکل نہیں۔ ایسی اجازت نہ صرف مسلمانوں کی راہ سے ایک بڑی روک کو اٹھا دیگی بلکہ آخرکار گورنمنٹ کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی کیونکہ نماز جمعہ میں ایک لازمی جزو خطبہ کا سننا ہے اور خطبہ کیا ہے اس میں یا تو اخلاقی حکم ہوتا ہے یا بہتری تمدن امور میں مسلمانوں کو جو راہ اختیار کرنی چاہیے اسکا ذکر ہوتا ہے گورنمنٹ خود اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ طلباء کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام ہو تاکہ جو نتائج خالی دنیوی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں جن کیساتھ اخلاقی اور دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ انکا انسداد ہو سکے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ اور علمائے اہل اسلام توجہ کریں تو جمعہ کے خطبہ سے بڑھکر کوئی بہتر صورت اخلاقی اور دینی وعظ و تعلیم کی نہیں ملیگی اس ذریعہ سے عمدہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دوسرا امر کہ جمعہ کے دن دو گھنٹوں کے لیے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلباء کو نماز جمعہ کی ادائگی کے لیے اجازت دیدی جاوے کوئی ایسا امر نہیں ہے جو گورنمنٹ کی راہ میں کوئی مشکلات پیدا ہوتی ہوں کیونکہ سکولوں اور کالجوں میں تو یہ ضرورت صرف سردیوں کے موسم میں پیش آتی ہے گویا سال میں صرف چند ماہ کے لیے اس انتظام کی ضرورت ہوگی باقی چھ ماہ اس وجہ سے کہ سکول اور کالج گرمیوں میں گیارہ یا بارہ بجے بند ہوجاتے ہیں کسی ضرورت نہ ہوگی اور ملازمین گورنمنٹ کی اسقدر دیر کے لیے غیر حاضری سے جس قدر نقصان ہوگا اسکی تلافی وہ خود بعد از وقت کام کرکے کر سکتے ہیں کیونکہ جو کام انکے ذمہ ڈالا گیا ہے وہ انہیں بہر حال پورا کرنا ہوگا۔ برٹش گورنمنٹ کے نظام میں اس قسم کی مثالیں پہلے موجود ہیں کیونکہ اس گورنمنٹ کو مختلف قوموں پر حکمرانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے اسلیے وہ حتی الوسع ان مختلف اقوام کی مذہبی اصولوں کو مدنظر رکھکر کام کرتی ہے چنانچہ مصر میں جہاں بڑا حصہ آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش نگرانی کے نیچے حکمرانی کرتے ہیں وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہی ہے چنانچہ سکول کالج دفاتر عدالتیں وہاں جمعہ کو بند ہوتی ہیں۔

اسی طرح پر اہل اسلام کو اس حکم کے بجالانے میں جو نماز جمعہ کے متعلق تاکیدی طور پر قرآن کریم میں دیا گیا ہے کوئی دقت نہیں۔ مگر وہاں چونکہ ایک کثیر حصہ اعلیٰ عہدہ داران کا انگریز ہے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں تو گورنمنٹ نے انکو یہ سہولت دے رکھی ہے کہ وہ اتوار کے دن چاہیں تو کام پر حاضر نہوں اور اپنے کام کو باقی دنوں میں پورا کریں۔ پس جہاں اعلیٰ عہدہ داران کو محض انکی مذہبی آزادی قائم رکھنے کیلئے برٹش گورنمنٹ نے اس قدر اجازت دی ہوئی ہے ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو جن کی نسبت بھی کل عملہ سے بہت تھوڑی ہے۔ صرف دو گھنٹے کے لیے اجازت کا ملنا ایک یقینی امر ہے کیونکہ صرف ساتویں دن دو گھنٹے کے لیے چند ملازمین کی غیرحاضری سے ہرگز بھی اکثر ذمہ داری کے عہدوں پر سے بڑے کام کا کوئی ہرج متصور نہیں اور اگر کوئی ہرج ہو بھی تو وہی ملازم خود اپنے کام کو پورا کرنیکے ذمہ وار ہونگے۔

غرضیکہ ایک طرف ہم جب نماز جمعہ کے لیے سخت تاکیدی حکم قرآن شریف میں پاتے ہیں جس میں اس قدر تاکید ہو کہ صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب نماز جمعہ کا وقت آجائے تو تم دنیا کے ہر ایک قسم کے کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائگی میں مصروف ہو جاؤ۔ اور جب تک نماز ادا نہ کرلو کسی کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت کے نیچے آؤ گے۔ اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں جو اخلاقی تعلیم مسلمانوں کو دیجاتی ہے وہ ملک اور گورنمنٹ کے لیے کس قدر مفید ہے اور پھر دوسری طرف ہم ایسی نظیر بھی پاتے ہیں جس میں اسی قسم کی دقت ایک دوسرے ملک میں پیش آنے پر انگریزی گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کے مذہبی حقوق کی ادائگی کو ان کے سرکاری کام میں حاضری پر ترجیح دیکر علاوہ تعطیل کے دن کے ایکدن اور بھی انہیں غیرحاضر رہنے کی اجازت دی ہے اور جو امر ہم پیش کرتے ہیں اسکی دقت اس دقت سے بہت کم بھی ہے کیونکہ صرف دو گھنٹے کی رخصت نماز جمعہ کی ادائگی کے لیے نہ آرام کے لیے ہم

چاہئے ہیں تو ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر اگر کل ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر اس مذہبی رکاوٹ کے دور کیا جانے کی درخواست کریں تو گورنمنٹ انگریزی ضرور اُس وقت پر غور فرما کر اسکی اصلاح اس مبارک موقعہ پر کر کے چند سات کروڑ نہیں بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کر لیگی کیونکہ مسلمان قوم سب سے بڑھ کر مذہبی آزادی کی دل سے قدر کرنیوالی قوم ہے

وجوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ہم نے ایک میموریل تیار کیا ہے جو حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جاویگا لیکن چونکہ جس امر کی اس میموریل میں درخواست کی گئی ہے وہ جملہ اہل اسلام کا مشترک کام ہے اس لئے قبل اس کے کہ یہ میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں بھیجا جاوے مناسب و ضروری سمجھا ہے کہ اس کو تمام مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور انجمنوں کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ سب اس پر اپنی اتفاق رائے کا اظہار بذریعہ ریزولیوشن و تحریرات وغیرہ کے کر کے گورنمنٹ پر اس کی ضرورت کو ظاہر کریں تاکہ اس مبارک موقعہ پر یہ آزادی اہل اسلام کو حاصل ہو جاوے ہمیں غرض صرف اس امر سے ہے کہ جملہ اہل اسلام کے اتفاق سے یہ بات ہو کہ بضرورت شفقت یہ درخواست حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش ہو ہمیں یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اسکو پیش کرنیوالے ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے اسلئے ہم سب سے پہلے پیش کرتے ہیں اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے اجازت دیتے ہیں کہ یہ میموریل گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجنے بجز اسکے بھیجنے کا اور کوئی مناسب انتظام کر لیا جاوے۔

پس حسب منشاء جملہ ایڈیٹران اخبارات اسلامی و سکرٹریان انجمنہائے و شاخہائے لیگ و حضرات اہل اسلام کی خدمت میں اس غرض کیلئے بھیجا جاتا ہے کہ بہت جلد بذریعہ ریزولیوشنوں کے اور بذریعہ تحریرات کے اس پر اظہار رائے کریں تاکہ عام مسلمانوں کی طبیعت کا میلان دیکھکر اس درخواست کو پیش کیا جاوے

المعلن

نور الدین (خلیفۃ المسیح الموعود) قادیان ضلع گورداسپور ۲۶ جولائی ۱۹۱۱ء

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

آریہ سماج کا سارا دارومدار ستیارتھ پرکاش پر ہے۔ اور اسی کی وہ کثرت سے اشاعت کرتے ہیں اس میں علاوہ اپنے مذہب کے اصول بیان کرنے کے پنڈت دیانند صاحب نے دوسرے مذاہب پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ اور اسطرح اپنے متبعین کے لیے مباحثات کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے اور اسی کا اثر ہے۔ کہ آریہ سماج تمام مذاہب پر اعتراض کرنے میں دریدہ طول رکھتی ہے۔ اور غلط و درست عیب چینی میں لگی رہتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں یوں تو بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم چند مجابات پر ریویو کرنا چاہتے ہیں جن کا حل ہماری سمجھ میں کوئی نہیں آتا۔ امید ہے کہ آریہ سماجی پرچارک اور اخبارات خصوصاً پرکاش و مسافران آگرہ و جالندھر ان اعتراضوں کو حل کرکے ستیارتھ پرکاش کے مصنف کا دامن بیہودہ تحریروں کے الزام سے پاک کریں گے۔

پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے باب ۱۳ میں عیسویوں کے خلاف لکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۶۴۔ جس پر کوئی ان مسکینوں میں کہ سب سے چھوٹے گرادیے۔ اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھلاوے گا آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلاویگا (دیکھو باب ۵ آیت ۱۹) ودوان محقق (یعنی پنڈت دیانند) . . . . یہ تو صرف لالچ اور خوف دکھلایا ہے کہ جو ان حکموں کو نہ مانیگا۔ وہ آسمان میں سب سے چھوٹا شمار کیا جائیگا (الخ)

پنڈت صاحب معلوم نہیں کس حالت میں تھے کیا یہ کہنا کہ فلاں آیت کے خلاف کرنیوالا وہ کہ بادشاہ اور بڑا نہ ہوگا۔ لالچ اور خوف ہے؟ اور اگر ایسا ہو تو کیا پنڈت دیانند جو بالخیال ہیکتے ہیں۔ کہ جس پاپی وہی ہے۔ جو وید کی تعلیم پر عمل کرے۔ اور دوسرے سب

جو نوں میں پڑے رہینگے تو کیا یہ واہیات خوف نہیں اگر یہ واہیات خوف نہیں تو مسیح کا مسئلہ بالا فقرات کہنا بھی واہیات خوف نہیں۔ اسکا جواب تو یہ ہوسکتا تھا کہ مسیحیت کی تعلیم کو ناقص و غلط ثابت کرکے پنڈت صاحب کہتے کہ یہ تعلیم الہی نہیں اور اسکا خلاف کرنے سے کچھ خوف نہیں نہ کہ وہ جواب دیتے جو لکھا گیا ہے

اعتراض نمبر ۹۶۔ ہر ایک جو مجھ کو خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ (متی باب ۷ آیت ۲۱) محقق غور کیجئے کہ اگر بڑے بڑے پادری بشپ اور کرسچن لوگ عیسیٰ کا یہ قول سچا سمجھتے ہوں تو عیسیٰ کو خداوند کبھی نہ پکاریں۔ اگر اس بات کو نہ مانیں گے تو گناہ سے کبھی نہ بچ سکینگے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۴)

مسیح تو اپنے مریدوں کو یہ کہتا ہے کہ صرف زبانی خداوند خداوند کہنے سے کام نہ چلیگا بلکہ ایمان بھی ہونا چاہیے۔ پنڈت صاحب یہ نہ سمجھے کہ یہ خداوند کا لفظ مسیح کی نسبت استعمال کرو وہ گنہگار ہو جاوے گا مگر عبارت سے تو ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ الفاظ پنڈت صاحب کے معانی کی تائید کرتے ہیں جو شخص اردو کی عبارت بھی نہیں سمجھ سکتا اس کو یہ حق کس طرح مل سکتا ہے کہ کل دنیا کی مذہبی کتب پر ریویو کرنے بیٹھے۔ پنڈت صاحب کے اس اعتراض سے آپ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ کاش کہ آریہ پرتی ندھی سبھا اس قسم کے فضول تعلقات کو ستیارتھ پرکاش سے نکالدیں۔

اعتراض نمبر ۹۷۔ اس واسطے ایسے خدا کے تخت کے آگے ہیں اور اس ہیکل میں رات دن اسکی بندگی کرتے ہیں (مکاشفات یوحنا باب ۷ آیت ۱۵)

محقق۔ کیا یہ اول درجہ کی بت پرستی نہیں ہے اور کیا انکا خدا انسان کی مانند مجسم اور محدود المکان نہیں ہے کیا وہ رات کو سوتا نہیں ہے اگر سوتا ہے تو رات کو بندگی کیسے کرتے ہونگے اور اس کی نیند بھی دور ہو جاتی ہوگی اور اگر رات دن جاگتا رہتا ہوگا تو ترت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ (ستیارتھ پرکاش ۲۴۹)

اس اعتراض کو دیکھ کر بے ساختہ پنڈت صاحب کے ذہن رسائی اور دینی پرتی پر کیا معقولیت کیساتھ وہ قضیہ بنا ہے جس میں اصل توبہ کریکا میں وہ انگنہ رہتا ہے اگر رہتا ہو تو وہ لوگ اس کی بات ان بندگی کیوں ذکر کرتے ہیں اور اگر نہیں ہوتا۔ تو پھر خرمرد اور بیکار رہتا ہوگا۔ پنڈت صاحبکو یہ خیال نہ آیا کہ آریوں کے خدا کا کیا حال ہے جو بکھو بنا گول ہے ایسے ہر وقت اس کی عبادت ہوتی ہوگی پھر اگر وہ سوتا ہے تو عبادت کیونکر ہوتی ہے اور اگر جاگتا ہے تو خود بقول پنڈت صاحب کے وہ بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ واہ پنڈت صاحب کی معرفت یہ بات نئی معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان کے لیے بھی عرب ہے۔ سه

بہ ایں عقل و دانش بباید گریست

پھر اسلام کی نسبت اعتراض کرنیکی سوجھی ہے اور قرآن شریف کا کوئی ترجمہ لیکر ایک آیت کا ترجمہ پیش نقل کرتے ہیں پھر اس پر اعتراض جماتے ہیں اعتراض تو سب غلط و بے بنیاد ہیں لیکن بعض بعض تو نہایت قابل مضحکہ ہیں چنانچہ چند ایک ذیل میں لکھے جاتے ہیں

اعتراض نمبر ۱۳۴ – اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے (سورہ بقر آیت ۲۰۴) محقق۔ اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونے سے خدا راضی ہوتا ہو تو وہ مسلمانوں ہی کا طرفدار ہے سب دنیا کا خدا نہیں اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں کسی اور کا ہو سکتا ہے

اول تو پنڈت صاحب نے آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے آیت تو یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمام کے تمام کمال فرمانبرداری اور سلامت روی کے طریقوں کو اختیار کرو۔ دیکھو جبکہ وہ پہلے ہی مسلمان تھے تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تو ظاہری ایمان کے بعد حقیقی اخلاص اور نیکی کی تعلیم دی گئی ہے دوسرے اگر بفرض محال پنڈت صاحب کے اعتراض کرنے کے لئے اس ترجمہ کو صحیح قرار بھی دیا جائے تب بھی اعتراض فضول اور خلاف عقل ہے کیونکہ جب خود پنڈت دیانند کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ آریہ مذہب میں داخل ہوکر ہی نجات مل سکتی ہے اور بغیر ویدوں کے اتھو

کے انسان سرخرو نہیں ہو سکتا۔ تو کیا انکے اعتقاد پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ کیا خدا صرف ویدوں کے ماننے سے خوش ہوتا ہے کیا وہ آریوں کا طرفدار ہے۔ اور پھر ہر ایک سچائی پر اعتراض ہوگا کہ کیا خدا اس سچائی کا طرفدار ہے۔ جب اسلام کا دعویٰ ہے کہ کل سچائیاں اسکے اندر پائی جاتی ہیں۔ تو کیا یہ کہا جائے کہ اسلام کے اوامر جسقدر کتنے میں انپر بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور ان میں موجب انسان کو نجات عطا کرتا ہے۔ جب آریہ لوگ ویدوں کی نسبت یہی عقیدہ ہے تو پنڈت صاحبکو اسلام پر اعتراض کرنے کی کیا سوجھی۔ ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است ۔ مقتضائے طبیعتش این است

اعتراض نمبر ۱۴۔ جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اسی کے لیے ہے (سورہ حجرات)

محقق۔ جو آسمان اور زمین پر چیزیں ہیں۔ وے سب انسانوں کیواسطے خدا نے پیدا کی ہیں اپنے واسطے نہیں کیونکر اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۶۷۹

جس آیت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے لہ ما فی السمٰوٰت و الارض یعنی جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہی اعتقاد زبانی طور سے آریوں کا بھی ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی دانا انسان جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان رکھتا ہو یہ کہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں نہیں ہیں بلکہ کسی اور کے قبضہ میں ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک سچائی کو بیان کیا ہے تو سچ پنڈت صاحبکو کیا اعتراض ہے۔ یہ زیادتی انھوں نے کہاں سے نکالی کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے خدا خود استعمال کرتا ہے اور بندوں کی طرح ان اشیا کا محتاج ہے یہاں اس بات کا ذکر تو نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اشیا کس کے لیے پیدا کی ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب چیزیں کس کی ملکیت میں ہیں اور ان اشیاء پر خدا تعالیٰ کی ملکیت کا انکار خود آریہ صاحب بھی نہیں کرتے۔ پھر یہ اعتراض نہ معلوم کیا سوچکر کیا تھا۔ شاید کہا جائے کہ یہ پریس کی غلطی تھی۔ پنڈت صاحب نے یہ اعتراض نہیں کیا تھا۔

بلکہ بعض علماء نے اپنی طرف سے لا دیا لیکن یہ بات تب درست ہوگی کہ جب آریہ پرتی ندھی سبھا اس اعتراض اور اسی طرح دیگر کل اس قسم کے اعتراضات کے اخراج کا ریزولیوشن پاس کر دے اور آئندہ ایڈیشن میں ستیارتھ پرکاش میں درج نہ کئے جائیں۔

اعتراض نمبر ۱۴۵ ۔ اور نہیں کہ اللہ کو خبردار کرے تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے پس ایمان لاؤ اوپر اللہ کے اور اس کے رسولوں کے (سورہ آل عمران ۱۰۳)

محقق۔ جب مسلمان لوگ سوائے خدا کے کسی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ کسی کو خدا کا شریک مانتے ہیں تو پیغمبر صاحب کو کیوں خدا کے ساتھ ایمان میں شریک کیا ہے اللہ نے پیغمبروں پر ایمان لانا لکھا ہے۔ اس لئے پیغمبر بھی شریک ہو گیا۔ پھر لاشریک کہنا ٹھیک نہ ہوا۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ محمد صاحب کے پیغمبر ہونے پر ایمان لانا چاہیے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کی کیا ضرورت ہے اگر خدا بلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ (آنحضرت خیال از حقیقت بجاء صفحہ ۲۹۰)

اس اعتراض میں پنڈت صاحب نے دو اعتراض کئے ہیں۔ اور دونوں عجیب ہیں۔ اول تو یہ کہ خدا کے سوا کسی اور پر ایمان لانا بھی گناہ ہے۔ اور شرک ہے لیکن آپ کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ ایمان کہتے ہیں ماننے کو کیا پنڈت دیانند صاحب کے پیرو بتا سکتے ہیں کہ وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہیں مانتے۔ اگر ایسا ہے تو خود آریہ سماج ہی کا ماننا اور یہ کہنا کہ آریہ سماج کوئی چیز ہے۔ شرک ہو جائیگا کیونکہ وجود میں خدا اور آریہ سماج برابر ہو جائینگے۔ اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی فرمانبرداری شرک ہے یا کسی کی بات ماننی شرک ہے۔ تو والدین کی فرمانبرداری اور گورنمنٹ کی اطاعت خود پنڈت جی کی اتباع اور وید وغیرہ سب شرک ہوگا اور کوئی کام نہ رہیگا جس میں شرک نہ ہو کھاتے پیتے ہوئے شرک کرنا پڑیگا۔ کہ ایک چیز الگ ہے پھر وہ جگہ دوسری اشیاء

کو پکاتی ہے پھر ایک چیز آٹا ہے۔ جو کھانے سے پیٹ کو بھر دیتا ہے۔ اور ان تمام اشیاء
کا وجود ماننا اور ان کے خواص پر یقین لانا بھی شرک ہوگا۔ پانی پیتے ہوئے پانی کے
وجود کا ایمان اور اس کے خواص پر یقین بھی شرک ہوگا۔ خود شرک کا ماننا یعنی شرک پر
ایمان لانا شرک ہو جاویگا۔ اور ایک عجیب دور تسلسل ہو جاویگا۔ شرک کی یہ تعریف تو نہیں کہ
خدا کے سوا کسی اور چیز کو مانا جائے۔ بلکہ شرک کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان صفات
میں کسی کو خدا کا شریک کرنا جو اس کے لیے خاص ہیں اور جس میں کسی اور کا دخل نہیں
اور یا اس سے زیادہ کسی کو صفات الہیہ میں شریک کرنا جو اس نے مخلوقات و مصنوعات
میں ودیعت کی ہیں۔ شرک اول کی مثال خلق ہے کہ اس میں اس نے کسی کو شریک
نہیں کیا۔ اور شرک دوم کی مثال سمع ہے کہ اس نے انسانوں اور حیوانوں میں سمع کی طاقت
رکھی ہے لیکن ایسی طاقت کسی کو نہیں دی کہ انہیں کانوں کے ساتھ کل دنیا کی چھوٹی سے
چھوٹی اور بڑی سے بڑی آوازوں کو سن لے پس کسی کو خالق ماننا یا اس قسم کا سمیع
ماننا کہ کل باریک اور موٹی مخفی اور جلی آہستہ اور اونچی سب آواز و تحکیم سن لیتا ہے شرک
ہوگا نہ کہ کسی کا محض وجود ماننا یا کسی کی عام فرمانبرداری شرک ہوگی۔

دوسری بات جو پنڈت صاحب نے اس آیت سے نکالی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایمان کے معنی
آنحضرت کی رسالت کا ماننا ہے جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے تو اس پر دوسرا اعتراض
پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کیا تھی اور جبکہ آپ کی خدا کو کوئی ضرورت
تھی اور آپ کے بغیر خدا کوئی کام نہ کر سکتا تھا تو ضرور قدرت سے خالی ہوا۔ لیکن اس اعتراض
کے کرتے وقت گھر کا خیال نہیں رہا۔ انکو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بھی ایک کی بجائے چار
رشیوں کو قبول کرتے ہیں پس یہی اعتراض ان پر پڑیگا۔ کہ ان چار رشیوں کی ضرورت کیا
تھی جو کیا پرمیشور ان کے بغیر کام نہیں کر سکتا تھا۔ اور وید ان کے سوا نہیں بھیج سکتا تھا
اور اگر نہیں بھیج سکتا تھا تو پھر پرمیشور بے قدرت ہوا۔ بلکہ خود ہی کیوں نہیں کر گیا

ویدوں کا خدا محتاج تھا۔ اور کیا ان کے بغیر دنیا کو ہدایت نہیں دے سکتا تھا۔ اور اگر نہیں تو وید و رشیوں کا محتاج ہوا لیکن کیا آریہ صاحبان اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کو اپنے رشیوں اور اپنی کتب ساوی کی نسبت برداشت کریں گے۔ اور اگر نہیں تو قرآن شریف پر ان اعتراضات کے کرنے کے کیا معنی ہیں؟

کاش! پنڈت صاحب سمجھتے کہ خدا کو ہماری یا کسی نبی کی ضرورت نہیں لیکن اس دنیا کو اس نے ایک حد تک اسباب کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔ بیشک نبی کی اس کو ضرورت نہیں لیکن ہم کو ضرورت ہے۔ ہر ایک تو اس لائق نہیں ہوتا کہ اس پر کلام آئے۔ جیسے چار رشیوں پر وید آئے۔ لیکن ان کے علاوہ دوسری مخلوقات پر نہ آئے۔ پس ہم کہ ہر ایک پر کلام نہیں اتر سکتا۔ اور بندوں کو کلام الٰہی کی بھی ضرورت ہے۔ جیسے آریہ ویدوں کے وجود کو مان کر اس بات کے قائل ہیں تو ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو چن کر ان پر کلام نازل کرے جو دوسروں کو اس کلام سے خبردار کریں۔ اب اگر رشیوں کے وجود سے شرک لازم نہیں آتا۔ تو رسولوں کے وجود سے بھی شرک لازم نہیں آتا۔ اور اگر اسبابی سلسلہ کو دیکھیں تو جیسے انسانوں کی معرفت مختلف اشیاء کے ملنے سے معطی خدا کا شریک نہیں بن جاتا۔ اور نہ ہی مذکورہ بالا اشیاء کے وجود سے خدا کا بیقدرت ہونا ثابت ہوتا ہے ویسا ہی رشیوں کے وجود سے بھی خدا کا بیقدرت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

یہ اعتراضات تو نمونہ از خروارے ہیں اگر آدمی جواب لکھنے لگے تو چودہ سو اس سارے کا سارا غلط اور بے بنیاد اعتراضات سے بھرا ہوا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم انشاء اللہ ان اعتراضات کا جواب کبھی کبھی مختصراً اسی رسالہ کے نیچے دیا کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

خاکسار مرزا محمود احمد

خریداران رسالہ

توجہ فرمائیں کہ انکے ذمہ تشحیذ کا بہت کچھ قرض ہے یعنی
انھوں نے ابتک رسالہ کی مدد اور اشاعت کی ترقی میں کوئی
خاص کوشش نہیں کی سو اب مضیٰ ما مضیٰ پر عمل کرتے ہوئے
آیندہ کیلئے خاص کوشش فرمائیں۔ اور اس سال کے ختم ہونے
سے پہلے کم سے کم تین ہزار خریدار مہیا کرنیکی کوشش کریں۔ اور
خدا تعالیٰ سے مدد و نصرت کی امید رکھیں ہم دو دفعہ ناظرین کو
اس بات کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور اب تیسری دفعہ پھر توجہ
دلاتے ہیں اور اس وقت تک توجہ دلاتے رہینگے جب تک وہ
متوجہ نہوں۔ ان احباب کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنھوں نے

رسالہ کی خریداری کی ترقی میں سعی فرمائی ہو جزاہم اللہ احسن الجزا
و دیگر احباب بھی توجہ فرماویں۔ اور خریداران رسالہ میں سے
تین سو خریدار عہ کی بجائے صرف ۱۹۱۱ء سے کم سے کم سالانہ دیا کریں جنکو اللہ تعالیٰ
زیادہ توفیق دی ہو وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں جو چھ سالانہ نہیں دے سکتے۔ وہ
ے سالانہ دیا کریں ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے والے لوگ ذکرِ
بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کرسکتے۔ وہ فی خریدار کم سے کم
تین خریدار مہیا کریں۔ لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کیلئے لیجاتے ہیں اور
انسے بہت سارے روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی
جذب نہیں کہ ایک دینی کام کیلئے سال میں جتنا انسے خرچ کروا دیں وہاں
تو تھوڑی دیر لذت حاصل کرکے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا
بھلا نہ دنیا کا۔ اور یہاں تو سال بھر ان کو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے کہ کچھ نہ
کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں انسے خریدار مہیا
کرنیکا فرض نہیں اتریگا صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کیلئے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ
سالانہ چندہ نہیں دے سکتے

(ایڈیٹر)

سن لیں کہ اگست کا پرچہ ایسے سب اصحاب کے نام وی پی کیا جاویگا۔ اور مجھے کامل امید ہے کہ تشحیذ الاذہان کے خوش معاملہ خریداران بڑی خوشی سے یہ وی پی وصول فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دینگے۔ انکی بروقت امداد سے کارخانہ کی حالت بہتر ہو جائیگی اور پھر تشحیذ بہت اچھے طریق سے ان کی خدمت ادا کرنیکے قابل ہوگا۔ روپے کے نہ ہونیکی وجہ سے بعض وقت ایسی مشکلات پیش آجاتی ہیں کہ رسالہ تیار پڑا ہے مگر روانہ نہیں ہو سکتا۔ اور اسطرح ان خریداروں کی بھی حق تلفی ہوتی ہے جو پہلے قیمت ادا کر چکے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ تحریر بقایاداران کی توجہ مبذول کرنیکے لئے کافی ہوگی۔ وفقکم اللہ لخدمات الدین۔ آمین یا رب العالمین

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آ گیا جہاں تک ممکن ہو ... آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے ... [illegible] ... عرق کافور ... [illegible] ... ہیضہ ... [illegible] ... قیمت فی شیشی ... محصول ڈاک چار تک ...

عرق پودینہ

دیسی پودینہ کی ہری پتیوں سے صرف بنایا گیا ... رنگ ... اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ... [illegible] ... ڈاکٹر برمن کی اصلاح ... ریاح کیلئے نہایت مفید دوا ہے ... پیٹ کا پھولنا ... [illegible] ... ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے ... قیمت فی شیشی ... محصول ڈاک ...

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ ... دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا ... [illegible] ... ڈاکٹر برمن ... جلاب ... [illegible] ... قیمت ... [illegible] ... محصول ڈاک ...

درد سر یا ہر قسم کے درد کی دوا

[illegible] ... درد ... [illegible] ... محصول ڈاک ...

[illegible]

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

[illegible]

[illegible]

خریداران تشحیذ الاذہان کو اطلاع

ہم اس امر کو محسوس کرتے ہیں کہ تشحیذ بوجہ چند وجوہات لیٹ ہوا۔ اب سب کا انتظام کر لیا
گیا ہے۔ امید ہے کہ ماہ اکتوبر کا رسالہ اپنے وقت پر شائع ہوگا۔ مضامین کی ترتیب کے متعلق بھی
ایک خاص پیرایہ بدل دیا گیا ہے۔ امید ہے ناظرین کی نظروں میں یہ پہلے سے پسندیدہ ہوگا۔

۲۔ ہر ایک خریدار مہربانی فرما کر اپنے پتے کی چٹ کو غور سے پڑھے۔ اگر کوئی اس میں غلطی ہو
تو دفتر کو اطلاع دے تا کہ درستی کر لی جاوے۔ بعض صاحب اپنے مقام سے تبدیل ہو جاتے ہیں
مگر ہمیں اطلاع نہیں دیتے۔ بعض شکایت کرتے ہیں کہ رسالہ نہیں پہنچا۔ اطلاع دینے کا یہ طریق
نہیں کہ دوسرے دفتروں میں خط کے کسی گوشہ پر لکھ دیا۔ اسی طرح ہر وقت وہ جس وقت اطلاع
ہمیں نہیں پہنچتی۔ غرض اپنے اپنے ایڈریس ضرور مستقل طور پر درست کر لئے جائیں۔

۳۔ ماہ ستمبر کا رسالہ ان خریداروں کے نام وی پی ہوگا جنہوں نے تا حال چندہ ۱۹۱۳ء
صرف ... نہیں دیا۔ اگر کسی صاحب کو ... نہ ہو تو وی پی واپس ... نہ
کریں کہ چندہ ... وی پی واپس کریں کہ اس طرح نقصان ہوتا ہے۔

۴۔ جن صاحبان نے تا حال مضمون ... کی ... نہیں فرمائی۔ وہ براہ مہربانی اپنے
... سے سبکدوش ہوں۔

... صاحب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اعانت رسالہ منظور فرمائی ہے ہم
... اعانت کریں۔ ... مضمون ... سبکدوش ہوں یعنی
اپنا اپنا ... مہیا کر دیں۔

فہرست اسماء معاونین رسالہ

نمبر شمار	علم مضامین ...	اعانت مالی	کیفیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول

(مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو)

گذشتہ اشاعت سے پیوستہ

مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الوصول کے صفحہ ۱ فصل اول سے معراج جسمانی کا ثبوت پیش کر کے بحث شروع کی ہے۔ آپ نے پہلے آیت کریمہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر نقل کی ہے پھر اس سے معراج نبوی کے جسد عنصری ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ خلاصہ استدلال مولوی صاحب حسب ذیل ہے:

"سبحان الذی . . . تسبیح ایک ایسا کلمہ ہے جسے ذات باری نے صرف اپنی ذات کے لیے خاص کیا ہے اور غیر پر اس کا اطلاق جائز نہیں اور چونکہ واقعہ معراج میں اللہ سبحانہ کے کسی مکان میں متحیز ہونے کا وہم ہو سکتا تھا جو شان الٰہی کے شایان نہیں اس لیے اس سورۃ اسراء کو لفظ سبحان سے شروع کر کے وہم تحیز و مکان کو دور کر دیا"

دیگر یہ کہ معجزہ ایک ایسا عظیم امر ہے کہ بوجہ خلاف عادت ہونے کے بہت سے کم فہم منطقیین کے لیے موجب حیرانی و باعث سرگردانی ہوتا ہے اور سیر معراج رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجازی کمال ہے۔ اور اس میں جسم عنصری کیسا تھ جانا ان کے نزدیک مستبعد ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم و علیم نے اس سورہ اسراء کو عنوان سبحان سے بیان فرمایا۔

اسرٰی۔ فعل اسراء متعلق معراج کے ہے۔ نہ اراد ح کے چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں سریت لیل وسریت بہ سریٰ والاسم السریۃ اور تعطیر بالسیر اور لسان العرب میں اسی آیۃ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ کے معنی سیر عبدہ نقل کئے ہیں پس ثابت ہوا کہ اسراء نبوی صلعم جسمانی تھا۔ نہ کشفی و مقامی قرآن شریف میں دیگر مقامات میں یہ لفظ انتقال مکانی کے معنوں میں آیا ہے۔

دیگر یہ کہ ذات باری سبحانہٗ نے فعل اسراء کی اسناد اپنی طرف کی ہے۔ نہ رسول اللہ صلعم کی طرف کیونکہ سیر معراجی جسمانی اگرچہ رسول اللہ صلعم کی ذاتی قوت سے مستبعد معلوم ہوتا ہو مگر نظر بہ قدرت باری سبحانہٗ اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

بِعَبْدِہٖ فرمایا۔ بروح عبدہ نہیں کہا۔ کیونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ فان العبد عبارۃ عن مجموع الروح والجسد وقد قال اسریٰ بعبدہٖ اور امام فخر الدین رازی نے بھی آیت کے ذیل میں اس امر کو بسط محقق کیا ہے۔

لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ جملہ کتب نحو میں یہ امر صحیح ہے۔ کہ من ابتداء کے لیے آتا ہے اور الی انتہا و غایت کے لیے پس جب اس سیر کی ابتداء اور انتہا ذکر کی تو تاویل کشف باطل ہوا اور صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ سیر بصورت انتقال من مکان الی مکان آخر تھا کیونکہ حالات کشفیہ کے ذکر میں ابتداء اور انتہا سے بحث نہیں کی جاتی۔ بلکہ صرف شی مکشوف کا ذکر ضروری ہوتا ہے اور بس۔ . . . کیونکہ کشف کی حقیقت یہ ہے۔ کہ درمیانی حجاب جو شی مکشوف دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں مرتفع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ بینائی میں ایسی قوت بخشدے۔ کہ شی مکشوف کا ادراک حسب دل خواہ الیہ اچھی طرح سے ہو سکے۔

پس جب اس قصہ اسراء میں اس سیر کی ابتدا و انتہا ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ انتقال مکانی بجسدہ تھا۔ نہ اور کسی طرح سے ::

مولوی ابراہیم صاحب کے نزدیک یہ دو دلائل ایسے زبردست اور قطعی دلائل ہیں کہ ان سے معراج نبوی کا بجسدہ العنصری ہونا خواہ مخواہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ مگر میرے نزدیک دلائل مذکورہ بالا میں سے کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں جس سے قطعیت کیساتھ مولوی صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو۔ اب میں ان دلائل میں سے ہر ایک دلیل پر علیحدہ بحث کرتا ہوں۔

مولوی صاحب کی پہلی دلیل سبحان الذی کی تفسیر پر مبنی ہے۔ مگر مولوی صاحب کی یہ دلیل ان کے دعوے کو ثابت کرنے کی بجائے قطعی طور پر اس کا ابطال کر رہی ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر قطعاً ظاہر ہے کہ خدا جسمانی نہیں نہ محدود و متحیز ہے بلکہ لطیف و غیر محدود اور ہر جگہ موجود ہے اس کی صفت قرآن کریم میں اس طرح بیان ہوئی ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اے لوگو! تم جس طرف منہ کرو خدا اسی طرف ہے۔ پھر فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ پس جب خدا انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب اور ہر جگہ موجود ہے۔ تو اس سے ملنے کے لیے آسمان پر جسم عنصری کیساتھ چڑھ کر جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی کیونکر ممکن ہے اس کی معراج نبوی کو عنصری اور خاکی جسم کیساتھ ماننا فی الحقیقت دوسرے لفظوں میں خداوند تعالیٰ کو جسمانی اور کسی مکان میں متحیز قرار دینا ہے جو شان الٰہی کے شایاں نہیں چونکہ واقعہ اسراء کے بیان سے بعض لوگوں کو سیر جسمانی عنصری کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اور یہ شبہ خدا کی ذات میں جسمانیت و تحیز کا نقص پیدا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو رفع کرنے اور ذات الٰہی کو جسمانیت اور تحیز کے نقص سے منزہ اور پاک ثابت کرنے کے لیے خدا روز عظیم و حکیم نے واقعہ اسراء کے شروع میں ہی لفظ سبحان استعمال فرمایا ہے کہ اس قرینہ قویہ سے مخاطبین متنبہ ہو جائیں کہ اس سورت میں جس واقعہ اسراء کا بیان آگے آتا ہے وہ عنصری جسمانی رنگ میں نہیں چنانچہ مولوی صاحب نے

خود ہی اس امر کو تسلیم کر لیا ہو کہ تم ذرا شب معراج میں اللہ سبحانہ کے کسی مکان میں تحیز ہونیکا وہم ہو سکتا تھا۔ جو شان الٰہی کے شایاں نہیں۔ اسلئے اس سورت اسراء کو لفظ سبحان سے شروع کر کے وہم تحیز و تمکن کو دور کر دیا۔ مگر افسوس کہ مولوی صاحب مجھ کو بھی اپنی خیالی اور علمی پندار شیخ کی دیرینہ محبت کی وجہ سے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و دلائل عقلیہ کے خلاف معراج کو عنصری جسمانی قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے انکے کلام میں جو تناقض اور تضاد کا نقص پیدا ہوتا ہے۔ اسکی بھی پروا نہیں کرتے۔

خداوند حکیم و علیم نے قرآن مجید میں علاوہ اس قرینہ کے جو لفظ سبحان میں پوشیدہ ہے۔ اور بھی قرآن قرینہ سورہ بنی اسرائیل اور نیز اور سورتوں میں ایسے قائم کر دیئے ہیں کہ جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو کر روحانی انقلاب جو شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے۔ وہ عنصری جسمانی رنگ کے نہ تھے بلکہ عالم مثال و کشف کے حیرت انگیز و حیرت خیز نظارات میں سے اعلیٰ و بے مثل و بے نظیر تجلیات تھے چنانچہ دوسرا قرینہ جس سے معراج نبوی کا عنصری جسمانی رنگ میں نہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہ بھی اسی سورت بنی اسرائیل میں موجود ہے۔ جس میں واقعہ معراج بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس	ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب۔ اور نہیں کیا ہم نے وہ نمود یعنی خواب جو دکھائی ہم نے تجھکو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے

شاہ عبد القادر صاحب نے موضح القرآن میں اس آیت پر یہ تفسیری نوٹ لکھا ہے "اور وہ دکھاوا معراج ہے کہ لوگ جانچے گئے۔"

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے کہ جو کفار کہتے ہیں کہ اگر حضرت محمد صلعم آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے ایک کتاب لے آئیں جسے ہم پڑھ لیں تو پھر ہم آپ کی رسالت و نبوت و معراج پر ایمان لے آئینگے۔ کہ اے پیغمبر تو ان کافروں سے کہدے کہ تمہاری یہ درخواست منظور نہیں ہو سکتی کیونکہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ وہ

آیت یہ ہے۔

اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

ترجمہ شاہ عبد القادر۔ اور چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کرینگے تیرا چڑھنا جب تک نہ اتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا۔

اب اس آیت پر غور و تدبر کی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کافروں کی یہ درخواست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں کر کتاب لے آئیں۔ اس بنا پر نامنظور کی کہ آنحضرت بشر رسول ہیں۔ اور بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا ورنہ کفار کی اس درخواست کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دلانا کہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ تمہاری درخواست کے مطابق آسمان پر نہیں جا سکتا۔ محض ایک غیر متعلق جواب ہو جاتا ہے جو علیم و حکیم خداوند خدا کی شان کے شایان نہیں۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گو بقدرت الٰہی آسمان پر چڑھ سکتے تھے مگر چونکہ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے آسمان پر نہیں چڑھ سکتے تھے اسلئے ایسا جواب دیا گیا تو میری گزارش یہ ہے کہ اول تو اس آیت کے کسی لفظ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست اس بنا پر کی تھی کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی کا دعویٰ تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر خداوند تعالیٰ کا منشا اس کلام سے یہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارادہ اور اختیار سے تو آسمان پر نہیں چڑھ سکتے تھے مگر جب خدا انکو آسمان پر چڑھا لینا چاہے تو چڑھ سکتے ہیں تو پھر جواب بھی اسی رنگ میں ہونا چاہیئے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کا جو جواب باعلام الٰہی دیا ہے وہ تو یہی ہے کہ میں ایک بشر رسول ہوں۔ پس اس جواب میں لفظ بشر کے استعمال سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آسمان پر چڑھ جانیکا انکار بشر رسول ہونیکی وجہ سے ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منشا ہوتا کہ جسم میں خدائی کی طاقتیں نہیں ہیں۔ میں تو صرف ایک رسول ہوں اپنی ارادہ اور اختیار سے ایسا کام نہیں کر سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بات صرف هل كنت الا رسولا کہنے سے بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ لفظ بشر کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ حکیم و علیم خدا کے کلام میں کوئی لفظ بیکار اور حشو کے طور پر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ لفظ اس بات پر قطع واجب کرتی ہے کہ یہ قید اس لیے لگائی گئی ہے۔ کہ ملک رسول آسمان پر چڑھ سکتا ہو مگر بشر رسول آسمان پر نہیں چڑھ سکتا۔ مفصل بحث اس آیت پر ہم وہاں کرینگے جہاں مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے رسالہ میں اس آیت کے متعلق بحث کی ہے۔

چوتھا قرینہ جو اسی سورہ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے اور جو واقعہ معراج کو عنصری جسمانی رنگ میں ہونے سے رد کرتا ہو وہ آیت کریمہ وان کادوا لیستفزونک ہے جس پر ہم پہلے مفصل بحث لکھ چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔

علاوہ ان قرآن کے جو اسی سورت میں بیان ہوئے ہیں جس میں واقعہ اسراء کو عنصری جسمانی رنگ کا واقعہ قبول کرنے سے منع کرتے ہیں تمام قرآن کے ایک آیت کریمہ میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض كفاتا احياء و امواتا | کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو اپنی ایک طرف اور کائی ستارے چیز اپنی طرف کھینچنے والی اور اپنے پاس جمع کرنے والی نہیں بنایا؟

ناظرین اب یہ امر غور طلب ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام میں یہ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ اپنی کشش کی طاقت یا قوت جاذبہ کی وجہ سے ارضی چیزوں کو اپنے پاس ہر وقت کھینچتی رہتی ہے اور ان کو اوپر جانے نہیں دیتی۔ اور قانون قدرت اس کلام کی صداقت پر زبان حال سے شہادت دے رہا ہے تو قرآن اور قانون قدرت کے خلاف عنصری خاکی جسم زمین کی قوت جاذبہ کو مغلوب کر کے نظام عالم کو درہم برہم کرتا ہوا آسمان پر کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

کلام الٰہی کی صحیح تفسیر اور اسکے رموز و نکات معلوم کرنیکے لیے قرآن کریم میں نیچرل فلاسفی یعنی علم مناظر قدرت و مظاہر فطرت کی تحصیل کی طرف مختلف پیرایوں میں رغبت دلائی گئی ہے چنانچہ ایک آیت نمونہ کیطور پر یہاں نقل کیجاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ۔

ان فی السمٰوٰت والارض لآیٰت للمؤمنین، وفی خلقکم وما یبث من دابۃ اٰیات لقوم یوقنون، واختلاف الیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا وتصریف الریٰح اٰیات لقوم یعقلون (جاثیہ)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ آسمانوں اور زمین کی خلقت میں مومنین کے لیے نشانات ہیں اور اے لوگو! تمہاری خلقت میں اور جو متحرک اور جاندار مخلوق دنیا میں پھیلائی گئی ہے اسکی خلقت میں یقین کرنیوالوں کے لیے نشانات ہیں اور دن رات کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رزق کی قسم سے آسمان سے اتارا پھر اسکے ساتھ زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کے ادھر ادھر چلانے میں اس قوم کے لیے نشانات ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اس فرمان الٰہی کے مطابق جب نظام عالم اور انسان کی خلقت اور فطرت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قدرت نے انسان کی خلقت اس قابل نہیں بنائی کہ وہ جسم عنصری کیساتھ ہوا میں اڑ کر آسمانوں تک بلند پروازی کرے۔ پس انسانی فطرت خود ایک بڑا قرینہ ہے اس بات پر کہ معراج جسم خاکی کیساتھ نہیں ہوا۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

(سید صادق حسین مختار رسالات اٹاوہ)

بقایا دار توجہ فرماویں جن صاحبان نے ابتک سنہ ۱۹۱۱ء و سنہ ۱۹۱۲ء کا چندہ سالانہ نہیں فرمایا وہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ بڑی عنایت ہوگی۔

مینیجر

پہاڑی وعظ

انسان کو اپنی عمر میں کئی ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ جنکو اگر محفوظ کیا جائے۔ اور تحریر میں لایا جائے۔ تو نہ صرف اس کے لیے بلکہ بہت سے اور لوگوں کے لیے مفید و بابرکت ثابت ہوں۔ بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات بڑے بڑے نتائج پیدا کرتی اور ایسے ایسے ثمرات اس سے نکلتے ہیں کہ جو سننے والے کے لیے خضر راہ ہو جاتے ہیں مسیحیوں میں پہاڑی وعظ ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا پر مغز اور پر معارف وعظ سمجھا جاتا ہے۔ کہ جس کے مقابل میں دنیا کی کوئی تقریر اور نوشتہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور وہ انیس سو سال سے اہنگ سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کی لطافت و نزاکت پر سر دھنتے ہیں۔ مسیح نے نہ معلوم کن جذبات اور کن خیالات کے ماتحت وہ الفاظ کہے ہونگے مگر مسیحیوں کے نزدیک آئندہ آنے والے خطرناک اور مہیب راستوں میں اور قبر کے اندھیروں اور حشر و نشر کی تشویش افزا میدان میں وہ ایک ایسا درست اور راہنما ہے۔ کہ جس پر عمل کر کے انسان ہر قسم کے دکھوں اور مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔

مجھے بھی پچھلے دنوں پہاڑ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اور وہاں پنجاب کے ایک مشہور و معروف پادری صاحب سے ہمکلامی کا موقعہ ملا۔ چونکہ وہ گفتگو جو میرے اور پادری صاحب کے درمیان ہوئی میرے خیال میں صراط مستقیم کے متلاشیوں کے لیے کسی صورت میں پہاڑی وعظ سے کم نہیں۔ اور چونکہ ہمارے متکلمین ایک مسیحی صاحب ہیں۔ اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ میں بھی اس گفتگو کا نام پہاڑی وعظ ہی رکھوں۔ امید ہے کہ پادری صاحبان مندرجہ بالا وجوہات پر غور کرتے ہوئے اس پر اظہار ناپسندیدگی نہ فرمائینگے۔

عصر کے بعد حسب معمول میں اور میرے دوست ڈلہوزی سے ہیلوان کی طرف سیر کے لیے گئے۔ شام کے وقت گھر کو واپس آتے ہوئے راستہ میں ایک طویل القامت کثیر الجثہ پادری صاحب سڑک پر جاتے ہوئے ملے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ پادری صاحب نہ معلوم کہاں سے اور کن کن امیدوں کو ساتھ لیئے ہوئے اس دور دراز اور گوشہ میں پڑے ہوئے پہاڑ پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسلئے مناسب ہے۔ کہ ان سے ملکر ان کی کوششوں کی داد دیجائے۔ اسلئے میں نے سید عبد الحیی صاحب عرب مولوی فاضل کو جو اسوقت میرے ہمراہ تھے کہا کہ وہ پادری صاحب سے پڑھکر دریافت کریں۔ کہ ہم ان کی کوٹھی پر ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ اسے ناپسند تو نہ فرمائیں گے۔ پادری صاحب نے اس بات پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہمیں مسیحیت کا شکار سمجھکر بڑی خوشی سے ملاقات کی اجازت دی۔ اور بتا دیا کہ آپ کی کوٹھی فلاں جانب پوسٹ آفس کے نیچے ہے اور یہ کہ ہم جبوقت چاہیں۔ ان سے مل سکتے ہیں؛

دوسرے یا تیسرے روز پادری صاحب مجھکو ڈلہوزی کے بازار میں پھر ملے اور ایک بنڈل ہاتھ میں لیئے ہوئے نظر آئے۔ جو قریباً تمام کی تمام اسلام کے خلاف تھیں۔ اور اسی غرض سے لکھی گئی تھیں۔ کہ نادان اور جاہل مسلمانوں کو پھسلا کر دائرہ اسلام سے خارج کرکے مسیح کی بھیڑوں میں شامل کیا جائے۔ پادری صاحب نے عند الملاقات دو رسالے مجھے بھی دیئے۔ جن میں اسلام اور اس کے بانی پر مختلف پیرایوں میں حملے کیے گئے تھے۔ انہیں پڑھکر میری طبیعت میں اور بھی جوش آیا۔ کہ پادری صاحب سے ملکر ضرور چند باتوں کا تصفیہ کرنا چاہیئے؛

اس اتفاقی ملاقات کے دو تین روز بعد ایک دن فرصت نکال کر میں اور مولوی صاحب پادری صاحب کی ملاقات کے لیے گئے۔ نصف گھنٹہ کی تلاش کے بعد پادری صاحب کی کوٹھی کا پتہ لگا۔ جو ایک ایسی پر فضا اور خوبصورت مقام پر بنی ہوئی تھی۔ کہ

اس کو دیکھکر بے اختیار مسیح کا وہ قول یاد آتا ہے کہ دولتمند اسوقت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گذر جائے۔ ڈلہوزی پر بہت ہی عمدہ کوٹھیاں ہیں۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات پر بنی ہوئی ہیں لیکن ایسی خوبصورت اور دلکش جگہ کسی کو بھی میسر نہیں آئی۔ یہ صرف مشن ہی کی کوٹھی ہے کہ جس کو ایسی دلربا جگہ میں واقع ہونیکا فخر حاصل ہے چونکہ پہلے روز عرب صاحب ہی پادری صاحب کو ملے تھے اسلئے انہی کو آگے کیا گیا۔ کہ اجازت ملاقات حاصل کریں پادری صاحب برآمدے میں ہی کھڑے تھے۔ دیکھکر بڑے تپاک سے ملے۔ اور اندر لے گئے۔ اور ملاقات کے کمرے میں ہم تینوں کو بٹھا کر ایک دو منٹ کے لیے باہر تشریف لیگئے۔ واپس آنے پر پادری صاحب نے حسب معمول مختلف واقعات پر گفتگو شروع کی۔ اور انگلستان کی موجودہ حالت پر باتیں ہوتی رہیں۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ پادری صاحب چھتیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ اور گجرات وزیرآباد سیالکوٹ میں مدت مدید تک آپ نے مشن کی خدمات کی ہیں۔ اور آجکل ایک سال سے یہاں ہیں۔ ان پادری صاحب کا نام ینگسن ہے چونکہ ہمارے رسالہ کے بہت سے ناظرین جو سیالکوٹ گجرات اور وزیرآباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ سے واقف ہونگے۔ جیسا کہ پہلے باہر سنا تھا ہم نے عند الملاقات پادری صاحبکو بہت ہی خلیق اور نرم پایا؛

ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد پادری صاحب نے گفتگو کا رخ مسیحیت کی طرف پھیرا۔ اور چاہتے تھے کہ مسیحیت کے متعلق طول و طویل تفصیلوں میں پھر لیجائیں۔ اور وہ احسانات مسیحیت نے یورپ پر کئے ہیں ہمارے سامنے بیان کریں لیکن چونکہ وقت کم اور فرصت قلیل تھی ہم نے عرض کی۔ کہ ہم صرف تثلیث کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ جس کی پادری صاحب نے بڑی خوشی سے اجازت دی؛

یہ گفتگو گو کہ دو گھنٹے تک رہی لیکن چونکہ نامکمل رہ گئی اسے ہم یہاں درج کرتے

ہیں۔ اور جس طرح سوال وجواب کے پیرایہ میں ہوئی۔ اسی طرح لکھتے ہیں۔ چونکہ میں نے پہلے ہی پادری صاحب سے عرض کر دیا تھا۔ کہ میں آپ سے جو گفتگو کرونگا۔ وہ طالب حق ہونیکی حیثیت سے کرونگا نہ کہ کسی مذہب کے پیرو ہونیکی حیثیت سے۔ اسلیئے میں مضمون ذیل گفتگو میں اپنے نام کی جگہ طالب حق کا لفظ استعمال کرونگا۔

طالب حق۔ پادری صاحب آپکا تثلیث کے متعلق کیا خیال ہے؟

پادری صاحب۔ میرا خیال ہے کہ تثلیث تین اقنوم کا نام ہے۔ ایک اقنوم خدا باپ۔ ایک اقنوم مسیح بیٹا۔ اور ایک روح القدس۔ اور میں ان تینوں کی خدائی کا قائل ہوں۔

طالب حق۔ پادری صاحب۔ آپکی اقنوم سے کیا مراد ہے۔

پادری صاحب (مسکرا کر) اقنوم آپ ہی کی زبان کا لفظ ہے

طالب حق۔ بیشک ہماری زبان کا لفظ ہے لیکن ہم خدا تعالیٰ کی نسبت اس لفظ کا استعمال نہیں کرتے۔ اسلیئے جب خدا تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ استعمال ہو۔ تو ہمیں اسکے معنے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے

پادری صاحب۔ میں تو اور اس کے لیئے کوئی لفظ تجویز نہیں کر سکتا۔

طالب حق! اگر آپ اردو یا عربی میں اس کے لیئے کوئی اور لفظ تجویز نہیں کر سکتے تو انگریزی میں ارشاد ہو۔

پادری صاحب! انگریزی میں ہم اس کے لیئے پرسنیلیٹی[ے] استعمال کرتے ہیں۔

طالب حق۔ مینے ایک امریکن پادری سے دریافت کیا تھا۔ تو انھوں نے اس کے معنے ہستی[ع ح] کے بتائے تھے۔

پادری صاحب۔ نہیں نہیں اس کے معنے پرسنیلیٹی کے ہیں۔

ے پرسنیلیٹی کے معنی ذات اقنوم کے معنی اصل (الخ) فرماتے ہیں۔ ع ح حیثیت

طالب حق۔ مجھ کو تو۔ . . . . نہ اقنوم کے معنی سمجھ آتے ہیں۔ اور نہ یہ مسئلہ تثلیث کے میں آپ سے مکمل کر پوچھنا چاہتا ہوں آپ یہ فرمایئے کہ یہ تینوں کیا حیثیت رکھتے ہیں مثلاً یہی کہ دنیا کا خالق کون ہے۔

پادری صاحب۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبت ہے۔ اس میں محبت کا مادہ ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی چیز سے محبت کرے۔ اور یہ تمام دنیا کی چیزیں فانی ہیں۔ اصلی نہیں ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ایک ایسا وجود ہوتا۔ کہ جس سے خدا محبت کرتا۔ سو اسلئے بیٹے کی ضرورت تھی اور اس کو تو آپ بھی مانتے ہونگے کہ اگر کوئی ایسا وجود نہ ہو کہ جس سے خدا محبت نہ کرے۔ تو وہ محبت فضول ہو جائیگی۔

طالب حق۔ پادری صاحب! آپ نے بہت ہی معقول بات فرمائی ہے۔ لیکن میں اسوقت تثلیث کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ نہ کہ تثلیث کی ضرورت کو۔ میرا سوال تو یہ تھا۔ کہ یہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی۔ اور کس نے کی؟

پادری صاحب۔ کلمے سے پیدا ہوئی۔ خدا نے کی۔

طالب حق۔ کلمہ دنیا بن گیا۔ اور یہ دنیا اسی کا حصہ ہے۔ یا خدا نے حکم دیا اور وہ ہو گئی۔

پادری صاحب۔ ہرگز ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ دنیا نیست سے پیدا ہوئی۔ یہ آریوں کا خیال ہے۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک آریہ ملا تھا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی نیست سے ہست کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا۔ کہ ہمارا ہرگز یہ مذہب نہیں۔ کہ نیست سے ہست ہوا۔ خدا نے حکم کیا جو چاہا وہ ہو گئی ہم نہیں مانتے۔ کہ اس نے نیست کو کہا۔ کہ تو کچھ بن جا۔

طالب حق۔ او ہو آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ اور بہت لطیف بات کہی۔ لیکن میری عقل نہیں پہنچی کہ کیسے دنیا پیدا ہوئی یا خدا کے امر پر دنیا موجود ہو گئی۔

پادری صاحب۔ ہاں کلمہ سچ ہے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام

خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی۔ زندگی اس میں تھی۔ اور وہ زندگی انسان کا نور تھی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابتدا میں خدا کے ساتھ مسیح تھا۔ اور مسیح سے دنیا پیدا ہوئی۔ آپکے مذہب اسلام میں بھی مسیح کو کلمۃ کہا گیا ہے۔ کیا میں آپ کو اس کی نسبت کچھ سناؤں؟

طالب حق۔ پادری صاحب میں نے آپ سے ابتدا ہی میں عرض کر دیا تھا کہ میں ایک ایسے انسان کی حیثیت میں آپکے پاس آیا ہوں جس کی نظر میں تمام مذہب برابر ہیں۔ اور گو میں مسلمان ہوں لیکن اسوقت میں ایسے پیرایہ میں گفتگو کرونگا۔ گویا کل مذاہب ابھی میرے لئے زیر تحقیق ہیں۔ اسلئے آپ ابھی انجیل کی نسبت کلام فرماویں۔ اگر قرآن شریف کی تحقیقات کی ضرورت ہوگی تو میں کسی مولوی کے پاس چلا جاؤنگا۔ قرآن شریف کی تحقیقات کے لئے مجھے کسی پادری کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وید کی نسبت میں پنڈت سے پوچھونگا۔ قرآن شریف کی نسبت کسی مولوی سے اور بائبل کی نسبت پادری صاحب سے تحقیقات کروں گا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ میں بائبل سمجھنے کے لئے کسی مولوی کے پاس جاؤں اور قرآن شریف سمجھنے کے لئے کسی پادری کے پاس۔ آپ اسوقت بائبل سے کلام فرماویں۔

پادری صاحب (مسکرا کر) ہاں تو بیشک آپ بائبل کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ بائبل سے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلام سے دنیا پیدا ہوئی۔

طالب حق۔ تو پادری صاحب آپ تثلیث کے کیوں قائل ہیں۔ کلام ایک صفت ہے اور خدا میں بہتیری صفات پائی جاتی ہیں۔ یکتا ہے۔ ستار ہے۔ قادر ہے۔ علیم ہے۔ خالق ہے۔ تو آپ صرف صفت کلام کو ہی کیوں خدا قرار دیتے ہیں۔ آپ کل صفات الٰہیہ کو بنائے الٰہیہ قرار دیں۔ آپکے مذہب کے رو سے تو صرف تثلیث پر ہی کفایت نہیں کیجا سکتی۔

پادری صاحب (او ہو!) آپکو غلطی لگ گئی کیا آپ خدا کے کلام کو انسانی کلام

سمجھتے ہیں۔ اسی بات کو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ خدا میں اور انسان میں مشابہت نہیں ہے کلام صفت نہیں کلام قدرت ہے۔

طالب حق! پادری صاحب! کلام وہ ذریعہ ہے کہ جس سے ہم اپنا مافی الضمیر دوسرے پر ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں۔ لیکن جیسے انسان کے دیکھنے کی طاقت سننے کی طاقت اور اس کے علم کو آپ لوگ صفات انسانی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی بھی ان طاقتوں کو صفات ہی قرار دیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی صفت علم کو یا صفات سمع کو تو آپ صفت قرار دیں۔ وہ صفت کلام کو اس بنا پر کہ خدا اور انسان میں بہت فرق ہے۔ دوسری ذات قرار دیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ہم زبان سے زید کو حکم دیتے ہیں کہ تو آ۔ اور وہ آجاتا ہے ہمارے مافی الضمیر کے اظہار کا یہی طریقہ ہے لیکن ہم اپنے اس کلام کو اپنے جیسا انسان قرار نہیں دیتے۔ نہ یہ کہتے ہیں کہ ہم دو ہیں۔ ایک ہم اور ایک ہمارا کلام۔ اور اگر ایسا ہو تو کلام کو ایک ذات قرار دینا اور سمع و بصر کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہوگا۔ پھر علاوہ ازیں آپ صرف اسی کلام کو جس کے واسطے سے دنیا پیدا کی گئی۔ کیوں خدا کہتے ہیں کیوں توریت اور انجیل اور دیگر صحف انبیاء کو خدا قرار نہیں دیتے۔ اگر آپ خدا کی صفات سمع و بصر اور علم کو خدا قرار نہیں دیتے تو آپ کو بجز انجیل یوحنا کے اس کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ انجیل و توریت کو اور دیگر صحف انبیاء کو خدا قرار دیں۔

پادری صاحب (مسکرا کر) نہیں نہیں ہم انجیل توریت کو خدا نہیں مانتے۔ ہمارے مذہب میں ایسا جائز نہیں۔ اور ہم تو کلام کو صفت قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ایک ذات قرار دیتے ہیں۔

طالب حق۔ تو آپ کلام کو کیا سمجھتے ہیں۔

پادری صاحب۔ قدرت!

طالب حق ۔ آپ جناب نے فرمایا ہے کہ ہم کلام کو قدرت سمجھتے ہیں لیکن آپکو یاد رکھنا چاہیئے کہ قدرت بھی کوئی علیحدہ ذات نہیں ۔ مثلاً میرے ہاتھ میں پکڑنے کی قدرت ہے ۔ یہ قدرت میرے ارادے کے ماتحت ہے ۔ اس میں خود کوئی علم نہیں جب ہاتھ کو حکم دیتا ہوں ۔ کہ تو پکڑ تو وہ پکڑ لیتا ہے ۔ اسی ہاتھ سے میں مفید سے مفید اور مضر سے مضر چیز کو پکڑ سکتا ہوں ۔ اور میرے علم اور ارادے کے ماتحت میرے ہاتھ کو جس چیز کو میں چاہوں پکڑنا ہوگا ۔ مثال کے طور پر یہ چیز میرے سامنے پڑی ہوئی ہے ۔ پس اپنے ہاتھ کو حکم دیتا ہوں ۔ کہ تو اسکو پکڑ ۔ چنانچہ اس نے میرے ارادے کے ماتحت اسکو پکڑ لیا ۔ لیکن خود میرے ہاتھ کے پکڑنے کی قدرت میں تو کوئی علم نہیں ۔ اگر آپ مسیح کو قدرت بھی قرار دیں ۔ اور کلام کا دوسرا نام قدرت رکھیں ۔ تب بھی تو مسیح کوئی علیحدہ ذات قرار نہیں پا سکتا ۔ ورنہ ہر ایک چیز میں کچھ نہ کچھ قدرت ہوتی ہے ۔ تو اس طرح ہر ایک ذات کو دو ذاتیں قرار دینا پڑیگا ۔ اور دوسرے اس صورت میں یہ بھی لازم آتا ہے ۔ کہ مسیح علم اور ارادے سے خالی تھا کیونکہ جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں ۔ کہ قدرت صفت علم و ارادہ کے بالکل ماتحت ہوتی ہے ۔ اس صورت میں مسیح خدا کے علم و ارادہ کے بالکل ماتحت ہوا ۔ اور وہ چیز جو علیم و قدیر ہستی کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کے طور پر ہو ۔ اور خود اس کا کوئی دخل نہ ہو ۔ وہ خدا نہیں کہلا سکتی ۔ خدا تو وہی ہے ۔ جو علیم و قدیر ہو ۔ اور تمام نقائص سے مبرّا اور خوبیوں سے متصف ہو ۔

پادری صاحب ۔ ہم تو مسیح کو علم سے خالی نہیں کہتے ۔ مسیح ضرور علیم ہے ۔

طالب حق ۔ یہ بیشک درست ہے ۔ کہ آپ مسیح کو ایک علیم ہستی مانتے ہیں ۔ اور گو مسیح انجیل میں اپنے علم کا منکر ہے مگر اس وقت مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں میں آپ ہی کی بات کو مانتا ہوں ۔ اور چونکہ مسیح خدا ہے ۔ اسلئے ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے ۔ لیکن یہ اعتقاد کی بات ہے ۔ اور جیسا کہ پہلے بیان کر آیا ہوں ۔ آپ کی خدمت میں ایسے انسان کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں جس نے عالم دنیا کے اعتقادوں کو دیکھکر فیصلہ کرنا ہے ۔ کہ کون سا

اعتقاد سچا ہے۔ اور چونکہ ایسا متلاشی کسی کتاب کا قائل نہیں ہوتا۔ ضروری ہے۔ کہ اس کے سامنے عقلی دلائل پیش کیے جائیں۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مسیح کو اگر کلمہ مان لیا جاوے تو اول تو وہ ایک صفت اور پھر علم سے مثال ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ میں عقلی دلیل سے ہی فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ اسلئے ضرور ہے کہ یا تو حضرت مسیح کے کلمہ ہونیکا ہی انکار کر دوں یا آپکے قول کو مانتے ہوئے اسے کلمہ تو قرار دوں۔ لیکن علم سے خالی۔

پادری صاحب: بیشک عقل تو یہی کہتی ہے۔ لیکن انجیل اس بات کو نہیں مانتی۔

طالب حق۔ تو کیا عقل کی رو سے تثلیث کا ماننا ممکن ہے۔

پادری صاحب: اس میں کیا شک ہے۔ کہ عقل انسانی ہستی باری کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

طالب حق۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے عقل ہی ایک سمجھ کا ذریعہ بنایا ہے تو بغیر عقل کے ہم کسی بات کو مان کیونکر سکتے ہیں۔ بیشک بعض باتیں عقل سے بالا ہوتی ہیں لیکن کوئی الٰہی مذہب اپنے پیروؤں سے خلاف عقل باتیں نہیں منواتا۔ میں اس بات میں آپ کا متفق ہوں۔ کہ ذات الٰہی کی کنہ کو پہنچنا انسانی عقل کا کام نہیں۔ کیونکہ وہ محدود ہے۔ مگر یہ ضروری ہے۔ کہ جن باتوں کا ماننا مدار نجات ہے۔ وہ انسانی عقل کی پہنچ کے اندر ہونی چاہئیں۔ کیونکہ اگر بعض ایسی باتیں مدار نجات قرار دی جائیں۔ جو عقل کے خلاف ہوں تو انسان کیلئے نجات کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا نجات کے لیے ضروری ہے۔ تو ہستی باری کا ثبوت ضرور ایسا ہونا چاہیئے۔ جو عقل کے خلاف نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ واقعی انسانی عقل مختلف ذرائع سے اس بات پر مجبور ہے۔ کہ ہستی باری کو مانے۔ اور خلاف اس کے اللہ تعالیٰ کے وجود کی کیفیت انسان کے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ اسلئے اس کو الٰہی مذہب چھیڑتے تک نہیں۔ ہاں جو حصہ صفات الٰہیہ کا تھا۔ چونکہ وہ سمجھ میں آ سکتا تھا۔ اسلئے وہ بیان بھی کر دیا گیا۔ پس چونکہ تثلیث کا مسئلہ آپکے مذہب کی رو سے نجات کو

جزو اعظم ہو اسلیئے یہ ضروری ہے کہ یہ ایسے پیرایہ میں بیان کیا جاتا جس کو عقل انسانی سمجھ سکتی
پادری صاحب: بیشک عقل یہی کہتی ہے۔ لیکن تثلیث کے ماننے سے پہلے انجیل کا ماننا ضروری ہے۔

طالب حق: انجیل کو انسان تب مانے جب اصول مسیحیت ثابت ہو جائیں ان مسائل کے حل ہونیسے پہلے انسان انجیل کو کب مان سکتا ہو۔

پادری صاحب: جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ انجیل کے ماننے سے پہلے ان مسائل کا سمجھنا مشکل ہے۔

طالب حق: بہت اچھا۔ آپ اس مسئلہ کو اگر عقلی طور پر حل نہیں کر سکتے یہی فرمایئے موجودہ زمانے میں اس تمام دنیا کا انتظام کس کے سپرد ہے۔ خدا باپ کے یا خدا بیٹے کے۔

پادری صاحب: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات کا انتظام مسیح یعنی بیٹے کے سپرد ہے

طالب حق: تو کیا خدا باپ دنیا کو محض معرفت پیدا کر کے بیکار خالی بیٹھا ہے۔

پادری صاحب: نہیں صفات الٰہیہ کا تعطل تو جائز نہیں۔ تمام جہان کا انتظام وہی کرتا ہو

طالب حق: پادری صاحب! ابھی تو آپنے فرمایا تھا کہ بیٹا انتظام کرتا ہے۔ اب اس بات کے تین پہلو ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ایک معطل ہے۔ اور ایک کام میں لگا ہوا ہے۔ اس صورت میں ایک خدا کی صفات پر تعطل ثابت آئیگا۔ جو جائز نہیں۔ دوسری صورت یہ ہو گی دونو بانٹ کر کام کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا۔ کہ ایک خدا سارا کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ دونوں خدا اپنے اپنے حصہ کا کام نبیڑتے ہیں۔ اس صورت میں خدا تعالیٰ پر نعوذ باللہ محدودیت کا الزام ثابت آتا ہے۔ اور اگر یہ مانا جائے۔ کہ دونوں مل کے سارا کام کر رہے ہیں تو اس صورت میں بھی یہ الزام آئیگا۔ کہ وہ تعالیٰ نعوذ باللہ بیہودہ کام میں لگا ہوا ہے۔

پادری صاحب: میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں۔ کہ یہ مسائل عقل میں نہیں آ سکتے۔ بلکہ خدا کے کلام انجیل پر ایمان لانیکے بعد سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

طالب حق: جبکہ مبادی اصول ہی کچھ میں نہیں۔ تو ہم تحلیل کو کیونکر جانیں۔ اور چونکہ آپ مسئلہ تثلیث کو خود عقل کے خلاف تسلیم فرماتے ہیں۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ مزید گفتگو فضول ہے۔ میں کچھ اور بھی مسائل پوچھنے تھے۔ مگر اس کے لیے پھر کسی وقت آؤنگا۔

پادری صاحب: ذات باری کی نسبت عقل فیصلہ نہیں کرسکتی۔ ہمارا بڑا اصول کفارہ کا مسئلہ ہے۔ اور اسی پر ہم زیادہ زور دیتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ پھر کسی وقت تشریف لاکر اس مسئلہ پر گفتگو فرمائینگے۔

اسی بات کے وعدہ کرنیکے بعد ہم پادری صاحب سے رخصت ہوکر اپنے گھر واپس آئے۔ اور ویر سنگھ پادری صاحب کے اس جواب پر حیران اور ششدر رہے۔ اور بعض بعض احباب ہمارے منع کرنیکے اس گفتگو کو لیکر گئے۔ اور با کمال لکھاکر ضرور پڑتے تھے۔ فقط

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

تشحیذ الاذہان کے مضامین کچھ ایسے تو ہوتے نہیں کہ صرف وقتی بہار رکھتے ہوں۔ ایسے اسکی پچھلی جلدیں اپنے اندر بہت سے معارف و حقائق اور دلاویز و مفید و دلپسند تحریروں کا خزینہ رکھتی ہیں۔ سابق پانچ سال [illegible] کے مکمل فائل موجود ہیں۔ دو روپے فی سال کے حساب سے احباب منگوا سکتے ہیں۔

نبی کا ظہور

منشی محمد ظہیر الدین صاحب [illegible] نے اس نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک نبی کی حیثیت میں پبلک کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ منشی صاحب نے پہلے تو خاتم النبیین کے معنے سمجھائے ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت ممتنع نہیں بلکہ ضروری ہے کہ آپ کے متبعین میں کوئی پیدا ہوں۔ پھر ایک نبی کے دعوے کو پرکھنے کے نشان بتائے ہیں۔ اور ان کا مسیح موعود پر صادق آنا ثابت کرکے آپ کی وحی و الہام پر تقسیم پیش کی ہے۔ جو بجز اپنے مطالعہ کے یقین دلا سکتی ہے کہ یہ پاک تعلیمیں وحی کے سرچشمے کے سوا کہیں سے نہیں نکل سکتیں۔ ایک سو چھتیس صفحے پر یہ کتاب ختم ہوئی۔

شیخ الٰہی بخش محمد بخش تاجران کتب گجرات پنجاب سے اور قیمت ۸ فی جلد مل سکتی ہے۔

مقامِ محمودؐ

انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اپنی نسبت تعریف سننا چاہتا ہے جب کوئی اس کو برا کہے تو ضرور اسکو برا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے دل پر ایک انقباض محسوس کرتا ہے لیکن جب اسے کوئی اچھا کہے تو اسے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے قلب میں ایک انبساط معلوم کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہر انسان فطرتاً مقامِ محمود حاصل کرنیکے درپے ہے!

مگر خالق قدرت کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف چل کر کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر مقصد کے حصول کیلئے ایک اصل ہے جب تک اسپر کاربند نہ ہوں۔ کامیابی محال بلکہ ناممکن ہے۔

ہمارے سامنے نبی کریم صلعم کا نمونہ موجود ہے۔ آپ ایک ریگستانی ملک میں پیدا ہوئے۔ جہاں اپنی قومیت بڑھانے کے ظاہری سامان موجود نہ تھے آپ نے اپنا اصل کیرکٹر ایسا دکھایا کہ امین کہلایا اور سب لوگ یک زبان ہو کر آپکو محمد امین پکارتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب آپکو خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ حاصل ہوا۔ تو آپ نے اپنی قوم سے مقابلہ شروع کیا۔ یہ وقت امتحان کا وقت تھا۔ جب ان کے مزعومہ معبودوں کے خلاف تقریریں ہونے لگیں تو تمام مشرکین آپ کی مذمت کرنے لگے۔ مگر یہ عارضی بات تھی۔ تھوڑے عرصے کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ اور زمین پر آپ کی حمد ہونے لگی۔ جیسا کہ آسمان پر ہوتی تھی۔ یہ تو بلحاظ مکان ہوئی باعتبار زمان دیکھئے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اور مختلف تجارب کے بعد کوئی قوم اپنا قانون مقرر کرتی ہے تو وہ قانون وہی ہوتا ہے جو اسلام پہلے مقرر کر چکا۔ اور اس طرح پر نبی کریم صلعم کی حمد ہوتی ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ مقامِ محمود پر پہنچ چکے ہیں چنانچہ اسی نشان کے لیے تمام مسلمان دن میں کئی بار ہر ایک نماز میں نبی کریم صلعم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ کی حمد کیجاتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے۔ وہاں ساتھ ہی اس سرور کائنات فخر موجودات

کا ہم آخر یہ ہوتا ہے کہ دنیا کا مال آنحضرت ﷺ کے متعلق ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ لوگ حضرت آدم کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے مگر ان کے انکار پر پھر اور انبیاء اولوالعزم کے حضور دوڑے جائیں گے جب سب کی طرف سے معذرت ہی ملے گی تو انہی کی ہدایت کے مطابق حضرت خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تب نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میں سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور بہت عرصہ تک خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ آخر ارشاد الٰہی ہو گا کہ آپ کی شفاعت سنی جاوے گی اور آپ کی شفاعت سے ایک تعداد معین جنت میں داخل کی جائے گی۔ پھر آپ سجدہ میں پڑ جائیں گے تو پھر ایک جماعت کثیر بخشی جاوے گی۔ تین بار ایسا ہی ہو گا یہ مقام محمود کی برکات ہیں۔ اس مقام محمود کے حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو طریق بتایا ہے وہ اس آیت میں ہے

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ وَقُلْ
رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا
نَّصِيْرًا

یعنی زوال کو لیکر رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھو۔ اور فجر کا قرآن جس کو طلب ہو وہ کہ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ پھر رات کو تہجد بھی پڑھنے سے جاگ کر نماز پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ دن رات [illegible]

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

پردہ کا حکم قرآن مجید میں

مسلمانوں میں بعض اوقات ایسی بحثیں چھڑ جاتی ہیں کہ انکو پڑھکر دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اصل میں ایسی باتوں کی تہ میں یہ بات ہے کہ لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈالدیا ہو۔ اور وہ اپنے من گھڑت خیالوں اور اپنی رسموں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ جب کسی مسئلہ پر بحث شروع کرتے ہیں تو بجائے پہلے خدا کی کتاب کھولکر یہ دیکھنے کہ اس میں کیا حکم ہے۔ بلکہ وہ اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔ اور اس طرح بحث بے طرح بڑھ جاتی ہو۔ اور کبھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ پردے کو لیجئے۔ بیسیوں کتابیں اسپر لکھی گئی ہیں۔ پھر کوئی رسالہ اٹھاؤ۔ کوئی اخبار کھولو۔ پردے پر ضرور بحث ہوگی۔ نہیں معلوم کہ یہ بحث کیوں ہو۔ جو لوگ پردہ اٹھانا چاہتے ہیں اور پردہ کو تہذیب شائستگی و ترقی کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ انکے گھروں میں دیکھو۔ تو انکے خلاف عملدرآمد ہے۔ جو پردے کے حامی ہیں۔ انکے اعمال دیکھو۔ تو انکے گھروں میں بھی وہ پردہ نہیں جسکا حکم خدا اور رسول نے دیا ہیں۔ یہ محض نیک نیتی سے پیدا ہوکر صرف وہ آیات جو قرآن کریم میں پردے کے متعلق ہیں۔ لفظی ترجمہ کیساتھ درج کردی جائیں۔ اگر کم از کم مسلمانوں میں تو بحث بند ہوسکے وہ سمجھ جائیں کہ خدا تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔ پھر وہ اپنے گھروں پر نظر کریں۔ کہ ان کا عملدرآمد خدا کے حکم کے مطابق ہو یا خاندانی رسموں میں اٹکا ہے۔ یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسلام ہمیں بے نوا بزرگی کا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے جو آنحضرت جری اللہ فی حلل الانبیا بھی پکارا کرتے تھے ؎ بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ۔ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ ۔ بس یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ رسول اکرم یا صحابہ کرام سے بڑھکر پردے میں شدت دکھلائی

جا سکتی ہو۔ کہا جائے کہ ہمارے ملک کے حالات اور ہیں۔ کیونکہ خدا نے جو شریعت الی یوم القیامۃ مقرر کی تو وہ خوب جانتا تھا کہ اسلام مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں ہوگا۔ پس اس نے جو حکم دیا ہے تو وہ ضرور ایسا ہے جس پر ہر مقام پر عمل ہو سکتا ہے۔ اور یہی اسلام کی خوبی ہے کہ اس کے احکام عملی زندگی میں آسکتے ہیں۔ تخیلی کوئی حکم نہیں ہے۔ جو دیکھنے میں خوشنما ہوں مگر عمل میں نہ آسکیں۔ مثلاً یہ حکم ہو کہ جو تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے۔ تو اب کوئی اس کی عملی مثال نظر نہیں آتی۔ اگر اس پر عمل ہونے لگے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور تمام عدالتیں موقوف کرنی پڑیں۔ پس اسلام میں یہی تو خوبی ہے۔ کہ اس کے حکم ہر زمانہ و ہر حالت میں قابل عمل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آیات مع ترجمہ کے لکھتا ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا
غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى
اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا
فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۔
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ
مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ
ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا غیروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ پوچھ نہ لو۔ اور ان گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ پھر اگر ان گھروں میں کوئی نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے ان میں داخل نہ ہو۔ اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے پاکیزہ ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم غیر رہائشی مکانات میں جن میں تمہارا اسباب ہو چلے جاؤ۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے آگاہ ہے۔ پس مومن عورتوں کو کہہ دے

يَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ
آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ
أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا
عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى
اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اگر کسی انسان پر بات ظاہر نہیں ہوگی تو خدا جانتا ہے اور
مومن عورتوں کو بھی کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی
رکھیں۔ اور اپنی ستروں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی
زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جاوے اور اپنی
اوڑھنیوں کو [illegible] اپنے سینوں پر
ڈالے رکھا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں
بجز اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپ دادا کے یا خاوند کے
باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا خاوند کے بیٹوں کے
یا اپنے بھائیوں کے یا بھائی کے بیٹوں کے یا بہنوں کے
یا اپنی عورتوں کے اور ایسے خدمتگار مردوں کے جو عورتوں
کی حاجت نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردہ کی
باتوں سے واقف نہیں اور چاہیے کہ اپنے پاؤں زمین پر
مار کر نہ چلیں کہ ان کی زینت پوشیدہ ظاہر ہو اور تم سب
خدا کی طرف رجوع کرو اے مومنو تاکہ تم فلاح پاؤ

ملے یعنی [illegible] عورتیں [illegible] سے [illegible]
[illegible] حضرت ام سلمہ [illegible] آنحضرت صلعم کی خدمت میں [illegible] ام کلثوم [illegible]
ہمیں فرمایا پردہ میں ہو جاؤ [illegible] وہ تو نابینا ہے [illegible] تم تو دیکھ
سکتی ہو۔

ملے ان لوگوں پر افسوس ہے جو یہاں تک سختی کرتے ہیں کہ [illegible]
[illegible] عورتیں [illegible]
آزادی میں بھی سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے مومنو! اجازت لیکر آئیں تمہارے غلام لونڈی اور جو بالغ نہیں ہوئے تین اوقات میں نماز فجر سے پہلے دوپہر کو جب تم کپڑے وغیرہ اتار دیتے ہو۔ اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین پردے کے وقت ہیں۔ ان اوقات کے بعد پھر تم پر یا ان پر کوئی مضائقہ نہیں۔ کہ وہ آئیں جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ علیم حکیم ہے۔ اور جب لڑکے جوان ہو جائیں۔ تو وہ بھی غیر مردوں کی طرح اطلاع دیکر آیا کریں۔ اسی طرح اللہ آیات بیان کرتا ہے۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ اور جو عورتیں اب بیٹھ گئی ہیں نکاح کی امیدوار نہیں۔ ان پر گناہ نہیں اگر وہ اپنی اوڑھنی اتار کر رکھیں۔ اور زینت کی نمائش نہ ہو اور اگر بچا کریں یہیں تو بہت بہتر ہو۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(۳) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ

جب ان سے کچھ مانگنا ہو۔ تو پردے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر مانگو۔

یہ بیٹھنے کو اور عورتیں بے تکلف سے بیٹھی ہوتی ہیں۔ یکدم اندر چلے جانا یا معمولی کام کے لئے بار بار غیر مرد کا پردہ کروانا ایک تکلیف کا موجب ہے۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مومنوں

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کی عورتوں کو کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کو (ذرا) آگے بڑھا کر (گھونگٹ نکال کر) پہنا کریں تاکہ پہچانی جاویں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو بچے اور لوگ راستہ سے ایک طرف ہٹ جایا کریں کہ پردہ دار بی بی آ رہی ہے)

(۵) فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ۝

تم بات میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں مرض ہو [illegible] اپنے گھروں میں بیٹھی رہو [illegible] کھلم کھلا جاہلیت سابقہ کے طریق پر نہ نکلو۔

پس یہ ہیں پردے کے متعلق احکام۔ اب ہر مسلمان عورت خود دیکھ لے کہ کس طرح کی ہوں پر عمل کر سکتی ہیں۔ یہ پردہ نہ تو کاروبار میں حارج ہے۔ اور نہ کسی کی عزت خانگی [illegible] میں خلل انداز [illegible] وہ اس پر عمل کرے۔

(مکمل)

ثنائی مرزہ سرائی یہ قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق دہلی نے کتاب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے جواب میں لکھی ہے [illegible] مضمون [illegible] عمل کرتے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے شاید مولوی ثناء اللہ پر خوش نہ ہوں۔ لیکن حق پسند لوگ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ قیمت [illegible] کاغذ پر خوشخط چھاپا ہے

صادقوں کی روشنی یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی [illegible] کے جواب میں [illegible] لکھی ہے [illegible]

[illegible]

انبیار کی جماعت

سنت اللہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ جب لوگوں کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ ان میں دینی غیرت نہیں رہتی۔ نیک و بد میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ عالم و جاہل ایک ہی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ محقق اور فاسق سوسائٹی میں یکساں تعظیم سے پکارے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ ایک نبی کو مبعوث کرتا ہے جو اُنکے سینوں میں ایک پاکیزگی کی روح پھونکتا ہے اور وہ زندہ قوم بنجاتے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کے لیے بطور نمونہ کے بنتے ہیں۔ جو ان کے طرز عمل کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاکت سے بچایا جاتا ہے اور جو ان کی مخالفت کرتا ہے۔ یا ان کے نیک نمونہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میرے بیان کی مصدق ہے۔ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

انبیار نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے۔ کہ ان کی قوم دوسری قوموں سے الگ رہے۔ تا کہ اغیار کی صحبت کے بد اثرات سے محفوظ رہے۔ اور جو ان کی تحت تمدن اور صفت اجتماعی کے بڑے کمالات میں وہ اپنی ہستی کو نہ کھو بیٹھے۔ چنانچہ اس کا یہاں تک اہتمام ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل کو ہر طرح فرعون اور فرعونیوں کے شکنجے میں دیکھا۔ تو حضرت موسیٰ نے باعلام الٰہی انہیں ان کے پنجے سے نکال کر اس ملک سے ہجرت کروانا ضروری سمجھا تا کہ سارے تعلقات منقطع ہو جائیں۔

پھر اس کامل و اکمل کتاب میں جو تمام جہان کے لیے ہدایت ہے۔ خود نبی کریم کو ارشاد ہے۔

جو ہمیں مخل استقلال میں تمام اہل اسلام کی بڑی طاقت سے بھی بڑھ کر ہیں۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا

قریب تھا کہ یہ کافر اس سے جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہٹا کر تم جانے اور اس کے سوا افتراء کرو، پھر تمہیں دوست بنا لیں اور اگر ہماری طرف ثبات کی قوت نہ ہو تو ان کی طرف جھک جاتا پھر تمہیں دوہرا عذاب زندگی کا اور دوہرا عذاب موت کا دیتے۔

پھر نبی کریم صلعم کے صحابہ کرام کی صفت میں ارشاد ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ یعنی وہ کفار کے اثر سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور ان کی صفت میں یہ کیوں نہ آتے جبکہ دلائل اوقات میں بھی نبی صلعم دشمنی کفروں سے تعلق نہ رکھو۔

چنانچہ انہیں کہا گیا۔ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ان ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ تمہیں بھی وہ آگ چھو جائے گی پھر تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی نہ ہوگا۔ پھر تم مدد نہ دیے جاؤگے۔

پھر ارشاد ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ مومن مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کریگا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں۔ ہاں جو ایک شر سے بچے۔ اور اللہ تمہیں اپنے جلال سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ گویا نبی کے کام کا کوئی شخص اگر کفار سے تعلق پیدا کریگا۔ اللہ کی حمایت سے محروم رہ جائیگا۔ اور اسے کوئی نصرت نہیں ملیگی۔

(۴) وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا

چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن جاؤ جیسے کہ وہ کافر ہوگئے ہیں کہ سب یکساں ہوجاؤ۔ دیکھو تم انہیں دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کرجائیں۔ اگر وہ منہ پھیرتے ہیں، تو انہیں پکڑو، قتل کرو، جہاں کہیں تم پاؤ اور کسی کو اپنا دوست و مددگار نہ بناؤ۔ ان آیات سے بھی واضح ہے کہ کفار چاہتے ہیں کہ نبی کی جماعت ہمارے ساتھ مل جائے۔ اور ہم اور وہ ایک ہی ہوجائیں۔ مگر اس پاک گروہ کو تاکید فرماتا ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا اور اپنے کسی دینی کام میں ان سے مدد بھی نہ لینا کیونکہ اگر تم ایسی بناوٹ سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ

اے مسلمانو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کریگا وہ بھی انہی میں سے ہوجائیگا۔ (۴) لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ [illegible] وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ [illegible] کبھی کامیاب نہیں کرتا جن لوگوں کے دل میں مرض ہے۔ وہ کفار کی محبت کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم مشکلات میں نہ پڑجائیں (جب کفار کی قوم کو دنیا میں عروج ہوتے دیکھتے ہیں۔ تو کمزور لوگ یہ خیال کرتے کہ اگر ہم ان کے ساتھ تعلقات رکھیں گے۔ تو ہمارا دنیا میں عزت سے رہنا دشوار ہوجائیگا۔ ان کے ساتھ محبت کرنے لگتے۔ اور تعلقات بڑھا لیتے ہیں۔)

عنقریب اللہ فتح ظہور میں لائیگا۔ یا کوئی اور امر ایسا جاری ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت ان خیالات والے جو دل میں چھپا رہے ہیں پشیمان ہونگے۔ اس وقت مومن کہینگے کہ یہی لوگ ہیں جو بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال اکارت اور وقت گھاٹے میں رہینگے۔ ان آیات میں صاف ان تعلقات کا انجام بھی بتادیا۔ کہ جس امید پر ان سے تعلقات پیدا کرتے ہیں وہ بجائے فائدہ کے

نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔

(۴) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ
بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ تو کبھی ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم الآخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان سے تعلقات دوستی
رکھتے نہیں پائیگا جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا
بیٹے یا بھائی یا انکے عزیز رشتہ دار۔ پس یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ اللہ نے
اپنے کلام سے انکو مدد دی۔

(۵) قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا
مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ
اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ۔ تمہارے لیے اچھا نمونہ ہے حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں
میں جب انھوں نے اپنی قوم کو کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں۔ اور جس کی تم اس کے سوا پرستش
کرتے ہو ہم تمہارے معبود کے منکر ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت
ہو چکا تاوقتیکہ تم اللہ پر ان صفات کے ساتھ جنکا ماننے سے ہی وقت پر ایمان لانا یعنی
وہ ہم آپ ہے ایمان لاؤ۔

ان آیات میں نبی کی جماعت کے طرز عمل کو واضح کر دیا ہے۔ کہ اسے اپنے دوسرے
بھائیوں سے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔

اس زمانہ میں بھی خدا کا ایک فرستادہ آیا جسے خدا نے اپنے الہاموں میں یا نبی اللہ کو
مخاطب فرمایا خود نبی کریم صلعم نے اسے نبی اللہ کہا خود مسیح نے اپنے تئیں نبی کہہ کر اس نے
اپنے کافر کہنے والوں اور ستانے والوں کو یکساں ٹھہرایا۔ اپنی جماعت کو اس دودھ سے اور دوسرے
مسلمانوں کی جماعت کو پھٹے ہوئے دودھ[1] سے تشبیہ دی۔ اور بتایا کہ ان دونوں کے ملنے سے
دودھوں دودھ پھٹ جائیگا۔ آپ نے جن باتوں میں اشتراک ہو سکتا تھا۔ ان میں مشترکت

[1] حضرت اقدس کے اصل الفاظ الحکم ... پر دیکھو۔

سے قطعی ممانعت کر دی۔ منشاء ثانی ہے جو امامت پڑھنے کی تاکید ہے۔ آپ نے فرمایا تم پر حرام ہے
اور قطعی حرام ہے۔ (دیکھو اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸)

اس کلام سے بھی ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اسلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے۔ اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خودپسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اسلئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔

مساوات میں اشتراک نکاح کے بارے میں تھا۔ سو اس کی نسبت بھی اپنی جماعت کی پوزیشن واضح کر دی۔ یعنی لڑکی دو نہیں لڑکی لے لیں۔ دوسرے مسلمانوں کو بمنزلہ اہل کتاب سمجھا جیسا کہ اس پیشگوئی سے بھی واضح ہو گیا ہے جو حدیث میں ہے کہ اخیر زمانہ میں میری امت کے بعض لوگ یہود ہو جائیں گے۔ اور یہ سب مسیح کی مخالفت سے ہوگا۔

غرض نبی کی جماعت کو دعوۃ الی اللہ میں اور نیز طعن و الزام کی طرح کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہر طرح سے خود غرض ان کو پھسلاتے ہیں۔ مگر ان کے قدم ایسے استوار ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ بعض چالاک اس نبی کی بعثت کو ایک امر عبث قرار دیکر پہلے اس

طرح گمراہ کرتے ہیں کہ جس خدا کی طرف رہنمائی ہو جب ہم پر ایمان لائے۔ تو پھر اس نبی کے ہم کی کیا ضرورت۔ مثلاً نبی کریم صلعم کی بعثت کا مقصد تو یہ تھا کہ لوگ ایک خدا پر ایمان لائیں جب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھ لیا۔ تو محمد رسول اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح توحید میں افتراق و فساد پڑتا ہے۔ دراصل یہ توحید ناقص توحید ہے کیونکہ خدا کو دیکھنے کا یہ آئینہ ہے جبھی آپ اسکو ہٹا لیا گیا۔ تو پھر خدا تعالیٰ بھی نظر نہیں آئیگا بلکہ جو کچھ ہوگا وہ ان کے وہموں کا بنایا ہوا خیالی بت ہوگا۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ مسیح موعود نبی کریم صلعم کی متابعت اور اسلام کی تعلیم دینے کے لئے آیا جب ہم اس خاتم النبیین کو مانتے ہیں۔ اسکی تعلیم پر چلتے ہیں۔ تو پھر اسکو ماننے کی کیا ضرورت۔ نادان کو معلوم نہیں۔ کہ اسی خاتم النبیین تک پہونچنے کی یہی ایک کھڑکی ہے۔ جبتک اس میں سے نہ گزرینگے۔ اس شہنشاہ دوجہاں کے رسالت کے تو بہرہ ور نہ ہو سکیں گے۔ اصل بات

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں[1] "یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاپرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور انکی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملا دینا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی۔ اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے"۔

(حکم)

[1] دیکھو پارہ ششم رکوع ۱

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

"جولائی کے پرچہ میں پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کے بعض اعتراضوں کا جواب لکھا تھا جو انھوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں مسیحیت اور اسلام پر کئے ہیں۔ اور ناظرین سے وعدہ کیا تھا کہ انشاءاللہ اس مضمون پر آئندہ بھی اسی ہیڈنگ کے نیچے کچھ نہ کچھ لکھا کریگا۔ چنانچہ اس پرچہ میں اس وعدہ کا ایفا کیا جاتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو جب تک اسکا منشا ہوگا یہ سلسلہ جاری رہیگا۔"

میں نے پچھلے پرچہ میں ان اعتراضات پر بھی کچھ لکھا تھا جو پنڈت صاحب نے مسیحیت پر کئے ہیں۔ لیکن آئندہ سے میرا ارادہ ہے۔ کہ صرف انہی سوالات کو لیا کروں۔ جو اسلام کی نسبت پیش کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیم کو اصل رنگ میں پیش کرکے دکھایا جاوے۔ کہ کیا اس پر کسی قسم کے اعتراض پڑتے ہیں۔ یا پنڈت صاحب نے محض تعصب سے اپنے دماغ سے اس قسم کے اعتراض پیدا کئے ہیں۔ مینے یہ بھی مناسب جانا ہے۔ کہ چودھواں سمولاس چونکہ سارے کا سارا اسلام کے خلاف اعتراضات سے بھرا ہوا ہے۔ اور بانی آریہ سماج نے قرآن شریف پر شروع سے لیکر ترتیب سے اعتراض کئے ہیں۔ اسلئے میں بھی اسی ترتیب سے ان اعتراضات کا جواب لکھوں۔ تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہ جوابات تکمیل کو پہنچ جاویں۔ تو آخر میں ایک کتاب بن جائے۔

بہتر تو یہ ہوتا کہ چند صفحے رسالہ کے اس کام کے لیے وقف کئے جاتے۔ اور کتاب کی صورت میں ہر رسالہ میں چند صفحات لکھے جاتے۔ تا آخر میں ناظرین ان کو اکٹھا کرکے جلد بندھوا سکتے۔ لیکن اس صورت میں اکثر ہر رسالہ میں مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور پڑھنے

وہ لطف نہیں آتا۔ اور بعض اوقات جواب کا سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے مجبوری کی وجہ سے یہی تجویز ہے۔ کہ رسالہ میں تھوڑے تھوڑے جوابات شائع کئے جاویں۔ اگر ختم ہوتے پر ضرورت سمجھی جائے۔ تو کتاب کی صورت میں اس کو شائع کر دیا جائے۔ اتنی تمہید کے بعد اب میں اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

اعتراض اول پنڈت صاحب کا سب سے پہلا اعتراض بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہے (یہی ٹھیک ہے ورنہ پنڈت صاحب کو چاہیئے تھا کہ لفظ قرآن سے اعتراضات کا سلسلہ شروع کرتے۔ من المؤلف) اور اپنے آپ کو محقق قرار دیکر یوں اعتراض کئے ہیں۔

محقق۔ مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوا ہوتا۔ تو "شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا۔ بلکہ "شروع واسطے ہدایت انسانوں کے" ایسا کہتا۔

اس اعتراض کرنے سے پنڈت صاحب کو یہ مطلب ہے۔ کہ چونکہ اس میں مخاطب خدا ہے۔ اسلئے یہ کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کا ہے کیونکہ اگر خدا نازل کرنیوالا ہوتا۔ تو قرآن شریف ایسی طرز سے شروع ہوتا۔ جس میں یوں معلوم ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ بول رہا ہے۔ اور بندہ مخاطب ہے لیکن اس آیت سے تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندہ بول رہا ہے۔ اور خدا مخاطب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کلام انسانی ہے۔

جواب اول۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ اور سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی ہے۔ کہ وہ اسے خدا کے سامنے پڑھکر اپنا حال عرض کرے۔ چنانچہ عربی کے قاعدہ کے مطابق بسم اللہ میں جو با آتی ہے۔ اسکا ایک متعلق ضرور مقدر ماننا پڑیگا۔ کیونکہ جار بلا متعلق نہیں آتا ہے جو کہ فعل ہوتا ہے۔ یا معنی فعل یا شبہ فعل پس اس قاعدہ کے ماتحت بسم اللہ کا مقدر متعلق جب ہم نکالتے ہیں۔ تو فقرہ یوں بن جاتا ہے اقرأ بسم اللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دعا یا یہ قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ سورۃ کے

حدیث میں ہے کہ کل امر ذی بال لم یبدء بسم اللہ فھو اقطع وابتر۔ اس قرینہ سے یہاں تو اقرأ کے ابتدا کی تقدیر نکلیگی۔ اور اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے استعانت طلب کرتا ہوا اس کلام کو پڑھنا شروع کرتا ہوں یا اس کلام کو کہتا ہوں۔ پس سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دعا خدا کی طرف سے نہیں۔ بلکہ بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر پنڈت صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سائل ہوتا اور بندہ مسئول تب قرآن شریف خدا کا کلام ثابت ہوتا۔ تو آریہ سماج کو ضرور بہت جلد یہ اعتراض ستیارتھ پرکاش میں سے مثل اور اصول و دانش کی ہنسی سے بچنا چاہیئے۔ دعا بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ جو شخص سوال کرتا ہے۔ وہ محتاج ہوتا ہے۔ اور جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ وہ محتاج الیہ یعنی اسکے حضور میں دوسرے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ اور زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا مالک ہے کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر وہ محتاج ہو۔ تو اس لفظ اللہ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ کے معنی ہیں۔ ہر ایک خوبی سے متصف۔ اور ہر ایک عیب سے مبرا۔ اور کسی کا محتاج ہونا تو بہت بڑا بھاری عیب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ میں ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ پنڈت صاحب کو اس اعتراض کرنیکا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے جو کہ اللہ نے بندوں کو سکھائی ہے۔ تو ضرور تھا کہ وہ ایسے الفاظ میں ہوتی جس سے ظاہر ہوتا کہ بندہ عرض کرتا ہے۔ اور مالک سن رہا ہے

اس کی مثالیں دنیاوی گورنمنٹوں کے دفاتر میں بھی بہت کثرت سے مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی نے بھی مختلف عرائض کے لیے خود الفاظ بنا کر دیئے ہیں۔ اور لازمی ہو جاتا ہے کہ ہر ایک سائل جب کوئی درخواست کسی خاص محکمہ میں دے۔ تو وہی الفاظ استعمال کرے۔ جو گورنمنٹ نے اس غرض کے لیے خود مقرر کیے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو کہ دفاتر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ یا جنہیں کبھی کسی عدالت میں حاضر ہونا پڑا ہو۔ اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ وکلاء کے

لیے بھی چیف کورٹ نے خاص الفاظ مقرر کیے ہوئے ہیں کہ جو انہیں جج کے سامنے تقریر کرتے پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح مختلف سوسائٹیوں میں دعا کے لیے خاص طرز پر ترجمہ کرنے پڑتے ہیں اور یہ سب کچھ اسلئے ہوتا ہو کہ ہر ایک انسان کچھ بھی نہیں سکتا۔ کہ کن الفاظ میں اپنا مافی الضمیر ادا کرے۔ اور وہ وہ بہان سکتا ہے کہ گو نے الفاظ مختصر اور نقص سے زیادہ پاک ہیں۔ سب دنیاوی گورنمنٹیں اسی احتیاط خود وہ خود سے کے الفاظ مقرر کرتی ہیں۔ اور سائل کو ضروری ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو استعمال کرے۔ تاکہ بہت حد تک نقصوں سے محفوظ رہے۔

اسی قاعدہ کو مد نظر رکھکر اللہ تعالیٰ نے بھی ابتداء ے قرآن میں سورۃ فاتحہ جیسی نہایت ہی پاک اور بے عیب الفاظ میں انسان کو سکھائی ہے۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے ہر قسم کے مطالب کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس پھر اعتراض کرنا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا کی وجہ سے مسلمان ہر ایک مذہب پر غالب ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں جو اپنے پیروؤں کو ایسی [illegible] اور جامع دعا سکھاتا ہو جس میں مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کل صفات کا بیان بھی ہو۔ بندوں اور انسان کے تعلقات بھی بیان کیے گئے ہوں۔ پھر انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی مذکور ہوں۔ اور پھر ایک جامع و مانع دعا ہو۔ یہ ایک اسلام اور صرف اسلام ہی ہے جس میں اپنے پیروؤں کو اس کامل دعا کا تحفہ دیا گیا ہے۔ اور جو اس دعا کے ماتحت ہی نتائج نکلتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کی طرح کوئی قوم خدا تعالیٰ سے نیک فراست کی امیدوار نہیں ہو سکتی۔

وید خدا کا کلام نہیں

یہاں تک یہ ثابت کرنے کے بعد کہ چونکہ انسان دعا میں اپنے الفاظ میں پوری طرح مدعا کو نہیں پہنچا سکتا۔ اسلیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ ایک کامل دعا سکھلائی ہے۔ اور یہ کہ اس کی مثال دنیاوی گورنمنٹوں کے انتظام میں بھی ملتی ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پنڈت صاحب نے جو اعتراض قرآن پر کیا ہے۔ وہی وید پر الٹ کر پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف میں تو صرف ایک قلیل حصہ ہے جو بطور حکایت از انسان بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وید سارے کا

سلسلہ اس الہام کے نیچے ہے۔ اور چونکہ پنڈت صاحب اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ جس کلام کو کوئی حصہ انسان کی مدح کا شایان ہو وہ الہٰی نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کا کلام ہوتا ہے۔ پس ان کے پیروؤں کو لازماً اقرار کرنا پڑیگا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہے۔ کیونکہ چاروں ویدوں میں سے سب معتبر مانا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیکھنے پر ہم نے ایک بھی منتر ایسا نہیں پایا جس میں خدا مخاطب ہو اور بندہ مخاطب ہو۔ بلکہ ہر جگہ برعکس ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ پس بقول پنڈت دیانند صاحب وید خدا کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ گر وہ خدا کا کلام ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ بولنے والا ہوتا۔ چند مثال کے طور پر ہم رگ وید کے چند منتر ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے ناظرین پر کھل جائیگا کہ پنڈت صاحب قرآن شریف پر اعتراض کرتے وقت کس قدر حقیقت کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ رگوید اشٹک اول ادھیائے اول سکت اول کا منتر اول اس طرح شروع ہوتا ہے۔

۱۔ میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا گرو کا رکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا ہے۔ اور بڑا ثروت والا ہے۔ مہما کرتا ہوں۔

اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ جب قرآن شریف کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اسی طرح وید کا شروع بھی اس رنگ میں کیا گیا ہے کہ بندہ بول رہا ہے۔ اور خدا مخاطب ہے پھر جو انسان اس وید کے شروع میں اس منتر کو پڑھ کر پھر بھی اسے خدا کا کلام مانتا رہے اور ہمیشہ دیوتاؤں کی بڑائی کے گن گاتا رہے کیسے شرم کی بات ہے۔ کجا قرآن شریف کی طرف آتا ہے۔ تو بات اسے تعجب میں ڈالتی ہے۔ اور بے اختیار چلا اٹھتا ہے کہ ایسا کلام خدا کا نہیں ہو سکتا۔ کاش وہ غور کرتا۔ اگر قرآن شریف جیسی چند آیتوں کی وجہ سے جو کہ گویا انسان کو سکھانے کی گئی ہیں خدا کا کلام نہیں ہو سکتا تو وید جس کا سارا اسی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا کا کلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ وید کے کل منتروں کو خدا کا کلام تو مانا جائے لیکن یہ بھی یقین کیا جائے۔ کہ وید کے عقیدہ کی رو سے خدا میں

اور وید میں ایک منتر دوسرے منتر سے جو اس سے بڑا اور چھوٹا ہے۔ ہم کو عجب ہے لیکن آریہ صاحبان امید نہیں کہ اس پر تعجب سے بھی متفق ہو سکیں۔

یہ تو ابتدا کا حال ہے۔ لیکن اگر وید کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو۔ ہر جگہ بندہ خدا سے دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس سے یقین ہوتا ہے۔ کہ وید ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہندوستان کے بزرگوں نے جو دعائیں کی ہیں۔ انکا مجموعہ ہے۔ ہم مختلف جگہوں سے چند ایک مثالیں درج کرکے دکھاتے ہیں۔ کہ رگوید میں ایک بھی منتر نہیں جس میں خدا متکلم ہو۔ اور بندہ مخاطب چنانچہ اتھروا وید سکت ۲ کا پہلا منتر یوں ہے۔

میں اندر کے وہ بہادرانہ کام جو اس نے یعنی بجلی والے نے پہلے زمانہ میں کئے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ اسنے بادل کو چیرا۔ اسنے مینہ برسایا۔ اس نے ان ندیوں کیواسطے جو پہاڑ سے آتی ہیں۔ راستہ بنایا۔

پھر اتھروا وید سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

اے تیز اور عبرے دیوتا اے اگنی تیرے قدموں کے کھرچ لگاتے ہوئے تیرے پیچھے ہولئے جبکہ تو نے اپنے منتر کو پانی ہی کی تشبیہ میں اس طرح چھپایا جیسے مرغابی کو وہ اپنے عشق چھپاتا ہے۔ اٹھوگی بیٹے تلاش علمی کر چکے۔ وہ عبرگ کو دعوی کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ تو دیوتاؤں تک اس عبرگ کو پہنچائے تمام دیوتا جو پوجا کے مستحق ہیں اے تیرے پاس بیٹھ گئے

اتھروا وید سکت ۱ میں یوں لکھا ہے۔

یگ میں جلدی جا کر اے ہم اگنی کی وہ اعلیٰ منتر پڑھیں جو ہماری دور سے سنتا ہے۔

اسی طرح ساتوں ادھیا کے اتھروا سکت ۱ میں ہے۔

تیری جو بڑا ابر ان ہے۔ یعنی اور تحت روشنی آسمان میں پھیل جاتی ہے۔ اے اگنی جنے مجھ و دعل کیا ہے ہمیں اپنی بے عیب اور کشادہ زبانی کلام سے بچا۔

نمونہ چند منتر مختلف جگہ سے لیکے نقل کر دئے ہیں۔ کہ جس کے متلاشیوں کو معلوم ہو جاوے کہ

کہ گویا سارے کا سارا اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کہ پنڈت دیانند جی کو عقل سلیم اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔ اور دوسروں کی آنکھ کے خود ساختہ تنکے نکالنے کی فکر میں پڑ گئے۔

قرآن شریف ضرور تھا کہ بسم اللہ سے شروع ہوتا

اس کے جواب میں ہم ثابت کرتے ہیں (انشاءاللہ) کہ ضرور تھا کہ قرآن شریف اسی آیت سے شروع ہوتا۔ اور اس آیت سے شروع ہونا قرآن شریف کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

جب کوئی کام بھی انسان شروع کرتا ہے۔ تو دو قسم کی اغراض اس کے مدنظر ہوتی ہیں۔ یا نیک یا بد۔ بعض لوگ بدنیتی سے کام شروع کرتے ہیں۔ اور بعض نیک نیتی سے۔ اسی طرح بعض اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس پر یا دوسرے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی لیکن غور کر کے دیکھا جائے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسی کام میں برکت ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہاتھوں سے کام کرے۔ اسی کے دیئے ہوئے پیروں سے چلے۔ اسی کی عطا کردہ آنکھوں سے دیکھے۔ دماغ سے غور کرے۔ اور پھر اپنے نفس پر بھروسہ کرے۔ پھر بعض دفعہ یوں بھی ہو جاتا ہے۔ کہ انسان اول تو نیک نیتی سے کام شروع کرتا ہے بعد میں نیت بدل جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا۔ کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ اور ہر ایک سورت کے شروع میں یہ آیت نازل فرما کر انسان پر لازم کر دیا کہ ابتدا اسی آیت سے ہو۔ پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں یہ کام اپنے نفس کے لیے نہیں کرتا۔ اور کوئی گندی اور ناجائز خواہشات کو دل میں چھپاتے ہوئے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اسی پر بھروسہ کر کے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھ کو ہر ایک قسم کی

بزرگ ہستوں اور شرارتوں سے بچانے شروع کرتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ پاک الفاظ اس قسم کے ہیں جن پر اعتراض ہو سکے۔ ان مختصر سے الفاظ میں کیسے معارف بھر دیئے گئے ہیں۔ کہ کوئی کتاب انکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وید کا ابتدا ابھی میں اوپر درج کر چکا ہوں کہ آگ کی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ توریت و انجیل کے ابتدا بھی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں پھر قرآن شریف کے ابتدا کو بھی دیکھو کہ کس طرح ہوا ہے۔ اور پھر غور کرو۔ کہ کیا یہ خدا کا کلام ہے۔ یا وہ ان تین چار الفاظ میں کس طرح اول انسان کو اپنی نیت صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر خاص خدا پر بھروسہ رکھنے کا حکم ہے۔ پھر وہ ہدایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ہر ایک کام کے شروع میں مدد اور استعانت طلب کرنی چاہیئے۔ تاکہ انسان راہ سے گمراہ نہ ہو جائے۔ اور جادہ اعتدال سے اسکا پاؤں دوسری طرف نہ پھر جائے۔ کیا اس کلام کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ خدا کا کلام نہیں تو پھر اور کونسا کلام ہو سکتا ہے۔ جسے خدا کا کلام کہا جائے۔

پھر اسی آیت پر پنڈت صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں۔ کہ اگر اس آیت کے معنی اس لیے جائیں۔ کہ انسان کو حکم ہے۔ کہ ہر ایک کام کے ابتدا میں یہ آیت پڑھا کر تو پھر گناہوں کا ابتدا بھی اسی آیت سے لازم آئیگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مسلمان گوشت وغیرہ کے ذبح کیوقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔

جواب اول۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مطلق بیان نہیں فرمایا کہ ہر ایک کام کے ابتدا کیوقت یہ آیت استعمال کی جائے۔ بلکہ یہاں تو صرف سورہ فاتحہ کے ابتدا میں بیان فرمائی ہے۔

جواب دوم۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہ آیت تو ابتدا قرآن میں اسلئے رکھی گئی ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ کہ الٰہی مجھے ہر ایک بدی سے محفوظ رکھ۔ اور گناہ سے بچا اور میں نفس کی خطاکاریوں میں پڑنے سے بچنے کے لیئے تیرے نام سے برکت طلب کرتا اور تیری استعانت کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ آیت گناہ کے ابتدا میں کس طرح پڑھی جا سکتی ہو۔

جواب سوم۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بدیوں کو اور گناہوں کو جائز قرار دیا ہوتا۔

تب تو یہ اعتراض پڑ سکتا لیکن جب کہ اسلام کا خدا ہر ایک مسلمان کو قطعی حکم دیتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ یعنی اے انسان اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور قریبیوں کے ساتھ سلوک کرنیکا حکم کرتا ہے۔ اور ایسی باتوں سے جو فحش ہوں۔ جو لوگوں کے لیے ضرر رساں ہوں جن سے حکام یا ماتحتوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں منع کرتا ہے۔ تو باوجود ایسے صریح حکم کے جو شخص بدیوں میں مبتلا ہے۔ وہ مسلمان کب ہو سکتا ہے۔ اور اُسکے کاموں کا اسلام پر کیا الزام۔

جانور وغیرہ ذبح کرنیکے متعلق ہم آگے چل کر بحث کرینگے۔ کہ ظلم ہے یا نہیں؟

(محمود)

روزہ کی فلاسفی ایک کافر بھی کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے۔ اپنی بی بی کو تعلقات زوجیت نبھاتا ہو اور ایک مسلمان بھی لیکن مسلمان کا دعویٰ ہے کہ میں خدا کے حکم کے ماتحت ہی کھاتا ہوں خدا کے حکم سے پانی پیتا ہوں۔ خدا کے حکم سے بیوی کیساتھ رہتا ہوں۔ اور یہی بات اور تیا ہے ایک کافر کے عمل میں لیکن اس بات کا علم دوسروں کو کس طرح ہو۔ اور یہ بات پایہ ثبوت کو کیونکر پہنچے کہ مسلمان واقعی اللہ کے لیے یہ سب کام کر رہا ہے کیونکہ زبان سے تو ایک منافق بھی کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کے لیے سب کچھ کرتا ہوں۔ پس اس صدق کے امتحان کے لیے روزہ فرض ہوا۔ جس سے عملی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلمان واقعی اللہ کے لیے کھاتا پیتا اور بیوی سے مجامعت کرتا ہے کیونکہ جب اس کے مولیٰ کا حکم ہوا کہ تم فجر سے مغرب تک نہ کھاؤ نہ پیو۔ تو مسلمان نے فوراً کھانا پینا اور اپنی عورت کا پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور اس طرح وہ امتحان میں کامیاب نکلا۔

البرق مرزا احمد علی بیگ کی کتاب الفرق پر ایک تنقید رد نظر ہے۔ جو حکیم منصور علی خان مشرقی آف اسلام نے کی جو ہمارے بعض شیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب ہے۔ جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر کرتے ہیں۔ قیمت ہر دو آنے۔ مجلد کے صاحب احباب منگا سکتے ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

نمبر	نام	مقام	اعانت	کیفیت
۶۱	چوہدری [illegible] خان صاحب	[illegible]	عہ سالانہ	
۶۲	میاں [illegible] علی صاحب سٹیشن ماسٹر	[illegible]	ے	
۶۳	بابو [illegible] الدین صاحب سٹیشن ماسٹر	[illegible]	ے	
۶۴	[illegible] صاحب	پٹیالہ	ے	
۶۵	بابو ظہور الحسن صاحب			ایک نسخہ [illegible]
۶۶	میاں محمد اسمٰعیل صاحب [illegible]	[illegible]	صہ	
۶۷	سید [illegible] شاہ صاحب [illegible]	[illegible]	ے	
۶۸	میاں [illegible] صاحب	[illegible]		[illegible]
۶۹	میاں [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]	ے	
۷۰	منشی [illegible]	[illegible]	صہ	
۷۱	مولوی [illegible] صاحب	[illegible]	صہ	
۷۲	میاں [illegible]	[illegible]	ے	

قابلِ توجہ ناظرین

تشحیذ کو وقت پر لانے کے لیے ایک تنخواہ دار کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جس کے لیے دس روز کا کام تو رسالہ کو ہے۔ باقی بیس دن خالی ہیں۔ ہمارے احباب تشحیذ الاذہان کی مدد فرائیں اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار لکھوانا ہو تو [illegible] کے ساتھ [illegible] نہایت عمدہ کتابت سے ہو سکتا ہے [illegible] بھیجیں۔ ہم [illegible] سکتے ہیں۔ [illegible] اس کی طرف توجہ کی جاوے گی۔

مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

درد سر ریاحی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۳ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ [illegible]

ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

[illegible] ۳۲۱-۳۳۰ [illegible]

[illegible] ۳۳۰-۳۳۶ ایڈیٹر

[illegible] ۳۳۶-۳۴۲ [illegible]

[illegible] ۳۴۳-۳۴۰ [illegible]

[illegible]

[illegible] ۳۵۰-۳۵۲ [illegible]

[illegible]

خریداران تشحیذ الاذہان کو اطلاع

۱- ہر ایک خریدار مہربانی فرما کر پوسٹ کی چٹ کو خوب پڑھ لے۔ اور اگر کوئی اس میں غلطی ہو تو فوراً مطلع کر دیں تاکہ درستی کر دیا جاوے۔ بعض احباب اپنے مقام سے تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ہمیں اطلاع نہیں دیتے بعد میں شکایت کرتے ہیں کہ رسالہ نہیں پہنچا۔ اطلاع دینا ضروری نہیں کہ دفتروں میں خط کے کسی گوشے پر لکھ دیا۔ اس طرح بروقت اور بعض اوقات اطلاع نہیں پہنچتی غرض اپنا پتہ بالکل صاف اور خوشخط حروف میں درست کرا دیا جاویں۔

۲- رسالہ ان خریداروں کے نام وی پی ہوگا جنہوں نے سال حال ۱۹۱۴ء و ماسبق ۱۹۱۳ء ادا نہیں فرمایا۔ اگر کسی صاحب کو حساب میں تامل ہو تو وی پی وصول کر کے دفتر میں لکھ کر فیصلہ کریں۔ وی پی واپس نہ کریں کہ اس طرح نقصان ہوتا ہے۔

قابل توجہ ناظرین

تشحیذ کو وقت پر نکالنے کے لئے ایک تنخواہ دار کاتب کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جس کے لئے دس روز کا کام تو رسالہ کا ہو۔ باقی بیس دن خالی ہیں۔ ہمارے احباب تشحیذ الاذہان کی مدد فرماویں جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار لکھوانا ہو تو پیشگی اجرت کیساتھ اس کا فیصلہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے یہاں بھیج دیں ہم انشاء اللہ اس کو خوشخط لکھوا کر بھیج سکتے ہیں۔ امید کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے گی۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سُلَّمُ الوُصُولِ اِلیٰ اَسْرَارِ اِسْرَاءِ الرَّسُولِ

مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ اور بالخصوص احادیث معراج میں بہت سے ایسے قرائن موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسراء اور اسراء معراج کی کیا حقیقت تھی چنانچہ اس موقع پر ایک حدیث معراج سے چند قرائن پیش کیے جاتے ہیں

(۱) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۰۱۴ میں ایک متفق علیہ حدیث قتادہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے میرے سینہ کو شق کیا زیر ناف تک پھر میرا دل نکالا پھر ایک سونے کا طشت ایمان کا بھرا ہوا میرے سامنے لایا گیا پھر میرا دل دھویا گیا اور بدستور رکھ دیا گیا

اب مولوی ابراہیم صاحب اور ان کے ہم خیال گو ظاہر پرستی کے کارن تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج کے شروع میں ہی ایسے قرائن بیان فرما دیے ہیں جن کو ایک نکتہ رس اور فہیم انسان خیال کر سکتا ہے کہ معراج کا واقعہ اس عالم شہادت کا واقعہ نہیں بلکہ کشفی واقعہ ہے کیونکہ دل کی حرکت بند ہو جانا موت کا طاری ہو جانا ہے پھر حلق سے زیر ناف تک سینہ کا چیرا جانا اور پھر دل باہر نکال لینا اور پھر اس کا دھویا جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ جسمانی

تک گئے نہیں۔ بلکہ ان کو مراد حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم شہادت سے عالم مثال میں داخل ہونا ہے جیسا کہ اس کی تائید دوسرے واقعات سے بھی ہوتی ہے جو اسی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی ایک سونے کا طشت ایمان کو بھرا ہوا آپ کے سامنے لایا گیا۔ کیونکہ یہ بات تو ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان کوئی محسوس مجسم شے نہیں ہے جو سونے کے طشت میں بھر جائے پس کچھ شک نہیں کہ اس سے مراد عالم مثال کی ایک ایسی کیفیت ہو جس کی تعبیر ان لفظوں میں کی گئی ہو جس سے عالم شہادت و عالم مثال کے واقعات متمیز ہو سکیں۔

(۲) دوسرا قرینہ جو اسی حدیث معراج میں اس توجیہ کی تائید کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمان پر ایک درخت کا دیکھنا بیان فرمایا ہے جس کا نام حدیث معراج میں سدرۃ المنتہیٰ آیا ہے۔ شارحان حدیث لکھتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جو علوم و عقول خلائق کا منتہیٰ ہے۔ پھر سدرہ کے بعد آسمان پر چار نہروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ جس میں ناگہاں وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں چھپی ہوئی اور دو نہریں ظاہر، میں نے کہا یہ دونوں طرح کی نہریں ظاہر و باطن کی اے جبرئیل کیا ہیں جبرئیل نے کہا دو نہریں چھپی ہوئی تو بہشت میں ہیں سلسبیل اور کوثر اور . . . . دو نہریں ظاہر . . . . نیل اور فرات۔ (بخاری شریف) ملاحظہ فرمایئے کہ نیل و فرات سے مراد نیل مصر اور فرات کوفہ ہے۔

معزز ناظرین! اس حدیث میں آسمانی نہروں کے سلسلہ کو نیل مصر اور فرات کوفہ کا آسمان پر مشہود ہونا بیان کیا ہے۔ کیا اس بات پر ایک زبردست قرینہ قائم نہیں کرتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ العنصری نیل مصر اور فرات کوفہ کو دیکھنے کے لئے آسمان پر تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ نے مقام است پر پہنچ کر زمانی جسم کیا تھا روحانی انکشاف آپ نے دیکھا کہ ان نہروں میں کوئی دوسرا آپ کا شریک میسر نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسرا قرینہ معراج نبوی کو بجسدہ العنصری ماننے سے روکتا ہے وہ یہ ہے جو اسی حدیث معراج میں آگے چل کر اس طرح بیان کیا گیا ہے

پھر لایا گیا میرے پاس ایک باسن شراب کا اور ایک باسن دودھ کا اور ایک باسن شہد
کا پس مجھے اختیار کرنے میں سے کہا گیا ہوں ان میں سے کہ پس لیا میں نے دودھ پس کہا جبرئیل نے کہ
دودھ فطرت ہے تو ہو گا اس پر تو اور امت تیری" مظاہر حق صفحہ ۴۸۵

شارح مظاہر حق لکھتے ہیں کہ دودھ صاف عالم مثال میں دین اور علم کی صورت ہے یہاں تک کہ اگر کوئی
خواب میں دیکھے کہ دودھ پیتا ہوں تو تعبیر اس کی یہ ہے کہ دین اور علم سے منتفع اور محظوظ ہو گا۔"

دیکھا آپ نے کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مثالات سیر معراج میں دودھ
کو پیش کیا گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ تعبیر دینا کہ دودھ سے مراد فطرت ہے اور علماء
اسلام کا اس واقعہ کو عالم مثال کا واقعہ تسلیم کرنا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن سے معراج نبوی
کے مثالی و کشفی ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ پھر بھی اس واقعہ کو جسمانی قالب میں ڈھالنا
اور دین اسلام پر مخالفین کو [illegible] کا موقعہ دینا مولوی ابراہیم صاحب جیسے ہی حضرات
کا کام ہے۔

(۴) ہم اللہ قرینہ جو معراج نبوی کو بجسدہ العنصری ہونے سے مانع ہے۔ وہ اسی حدیث میں جو
ابن شہاب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"پھر لے گیا مجھ کو یہاں تک پہنچایا گیا مجھ کو طرف سدرۃ المنتہی جا ڈھکا تھا
سدرۃ المنتہی کو رنگوں نے پھر داخل کیا گیا میں بہشت میں پس ناگہاں اس میں تھے گنبد موتی کے"

حضرات! اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم معراج
کی رات بہشت میں داخل ہو گئے اور بہشت میں داخل ہونے والوں کے لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے
وما هم منها بمخرجین یعنی بہشت میں داخل ہونے والے بہشت سے نکالے نہیں جائیں گے
مولوی ابراہیم [illegible] کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات
بہشت میں داخل ہو کر پھر نکل آئے یہ عقیدہ ان کا قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اور ان کے
لئے سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں کہ معراج نبوی کو کشفی و مثالی واقعہ تسلیم کریں۔

(۵) پانچواں قرینہ جو معراج نبوی کو خاکی جسم کے ساتھ ثابت کرتا ہے وہ اس حدیث معراج میں مذکور ہے جو مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انھوں نے نماز پڑھی (مقام حق صفحہ ۳۰۴)

اب ہر شخص جسے تعصب اور ضد دامنگیر نہ ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ شب معراج میں سیر خاکی بجسد العنصری نہ تھی بلکہ ایسے جسم لطیف کے ساتھ تھی کہ جیسے اجسام لطیفہ انبیاء علیہم السلام کو بعد وفات عطا ہوئے ہیں۔ کسی عاقل کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شب معراج میں متوفی انبیاء علیہم السلام کے جو اجسام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس میں نظر آئے وہ خاکی اجسام نہ تھے کیونکہ متوفی انبیاء علیہم السلام کے خاکی اجسام تو ان میں سے ہر ایک کی وفات کے بعد قبروں میں مدفون تھے۔ انکا آسمان کو اترنا اور پھر آسمان پر چڑھ جانا کیا معنی رکھتا ہے پس یہ امر بھی ایک نہایت قوی قرینہ ہے اس امر پر کہ واقعہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ نہ تھا۔

(۶) چھٹواں قرینہ جس کو اسرا یا معراج نبوی کے مثالی اور کشفی ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا وہ ایک اور واقعہ ہے جو احادیث صحاح میں مذکور ہے۔ اور جس کو مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الوصول کے صفحہ میں نقل کیا ہے۔ اقتباس اس کا حسب ذیل ہے۔

"روایت ابو ہریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے البتہ تحقیق دیکھا میں نے اپنے تئیں بیچ حجر یعنی حطیم میں کھڑے ہوئے اس حال میں کہ جماعت قریش پوچھتی تھی مجھ کو احوال جانے میرے کا شب معراج میں طرف بیت المقدس کے پس پوچھیں مجھ سے چیزیں اور نشانیاں بیت المقدس کی کہ یاد نہیں رکھتا تھا میں انکو یعنی   وقت جانے کے بسبب مشغول ہونے کے امر اہم میں پس غمگین کیا گیا میں غمگینی کہ ہوا ہرگز نہیں غمگین کیا گیا میں مانند اس کے پس بلند کیا بیت المقدس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دیکھتا تھا میں اسکو طرف اسکی یعنی اٹھا لایا کہ اسکو اٹھا لایا پردہ درمیان سے تا دیکھوں اسکو اور بتلاؤں لوگوں کو جو پوچھیں۔ فرماتے ہیں:

نہیں پا سکتے تھے تو ایسی بات کہ پھر کو نہ دیتا تھا بس اسی حالت مستمر رہیں۔"

ناظرین یہ حدیث مسئلہ معراج کی تحقیق کشائی کے لیے پیمانہ کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ اسراء نبوی جس طرح دوسری مرتبہ ہوا اسی طرح پہلے بھی ہوا تھا۔ آپ اس سیر کے لیے، جب وہ مکاشفہ کہیں تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے مقام پر قائم رہ کر کشفی طور پر عجائبات عالم کی سیر فرماتے رہے پس احادیث معراج کے ان قرائن و شواہد سے معراج کے مثالی و کشفی ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہتا

دوسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے دعوی کی تائید میں پیش کی ہے اسکا انحصار لفظ اسراء کے معنی پر ہے جو مولوی صاحب بتاتے ہیں کہ فعل اسری متعلق ہوا روح کے بدن و روح کے جسم کے۔ اس عذر کو ہم تسلیم کر کے یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم بھی اور ہمارے احمدیوں کے عقائد میں کچھ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم احمدی اسراء و معراج کو صرف روحی قرار نہیں دیتے بلکہ روح اور ایک مثالی و نورانی جسم کے ساتھ قرار دیتے ہیں پس ظاہر ہے کہ فعل اسری کا متعلق ہمارے اعتقاد کے خلاف کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اگر مولوی صاحب یہ فرمائیں کہ اس جسم خاکی کے جوارح اور اعضاء کے سوا کے ہم کسی مثالی و نورانی جسم کے جوارح اور اعضاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے تو ان کا یہ انکار سراسر نادانی یا تعصب یا ضد پر مبنی ہوگا کیونکہ محققین اسلام نے تسلیم کر لیا ہے کہ بعض ارواح انسانی کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت جسم خاکی کے ساتھ تعلق رکھنے کے علاوہ ایک مثالی جسم کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب [illegible] میں لکھتے ہیں

"متعلق روح کو وہ بدن کے ساتھ [illegible] ہیں سے ہر ایک جدا جدا عالم میں جو محال نہیں بلکہ درویش پر مختلف بدنوں میں نظر آتے ہیں۔ مشہور [illegible] بزرگوں کو بھی لوگوں نے دیکھا [illegible] بارے میں [illegible] کہتے [illegible] ایک روح دو جسموں میں نظر آئی . . . . . قیامت کے [illegible] کے بہت سے مثال میں ایک خاص عالم مثال کا وجود اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے جس میں اس عالم کی ہر چیز کا نمونہ وہاں موجود ہے اسے عالم مثال کہتے ہیں۔ اور اس میں جسموں کا وجود اگرچہ ایک [illegible] ظاہر کرے اور ان جسموں کو اپنی [illegible] قدرت سے وجود [illegible] رنگ بخشے تو کیا

میزان ہی یہ عالم جاہر اپنی ہی عالم میں اپنا جسم پیدا کرے۔ اور جدا کی ہوئی روحوں کو جو کہ باقی ہیں ان
کو متعلق کرو کہ انسان کی حقیقت یہی روح مجرد ہے۔ اور بدن اس کا لباس ہے۔ اور ہر ثواب اور
عذاب بدن پر ہوتا ہے۔ اگر روح مجرد ہے جو پہلے اس جسم میں تھی۔ تو عذاب و ثواب کسی دوسرے
آدمی پر نہیں ہوگا۔ امام غزالی کا مسلک اس مسئلہ میں ایسا ہی ہے۔ یا تو یہ ٹھیک ہے۔ اگر تسلیم دوسری
ہوائی ترکیب میں ہے۔ تو یہ مخبر صادق کی ترکیب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دوبارہ ان بدنوں کو پیدا کریگا۔ اور ان کے
اعمال کی جزا دیگا۔ وہ دوسرے جو پیدا کیے ہیں۔ ان کو کریگا۔ یعنی بہشت اور دوزخ۔ لیکن یہ بات کہ دونوں
جدا پیدا ہونگے یہ مسئلہ کہ نہیں ہوگا کہ جو متفرق ہوگئے ہیں جمع کریگا۔ اور اس کے اور روحیں بنا دیگا۔
صاف طور سے نصوص میں نہیں۔ یعنی قرآن و حدیث میں۔ (مطالعہ حق ترجمہ تکاث حق مطبوعہ [illegible]
دہلی صفحہ ۸۸)۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس عالم شہادت کے علاوہ ایک عالم مثال بھی ہے اور بعض اس عالم کے
ہی وقت اجسام عنصری کے علاوہ اجسام مثالی سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ
اجسام مثالیہ اعضاء ہوا سے شامل نہیں ہوتے بلکہ جسم مثالی انہیں کے پیکر کا جسم ہے کیونکہ وہ
اجسام عنصری کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ اجسام مثالی بہ نسبت اجسام عنصری کے
نہایت لطیف ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ عالم مثال عالم شہادت سے بہت زیادہ لطیف اور عالم ارواح
و ملائکہ سے بہت زیادہ وسیع ہے چنانچہ عالم مثال کا حال زبانی دانوں کی سمجھ میں آ سکیگا۔ کتاب تعیین
مصنفہ سید صفدر حسین صاحب مہتمم تعمیرات سرکار نظام مطبوعہ حیدرآباد دکن کے صفحہ ۷ عبارت ذیل
درج کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

" عالم مثال کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جس کے ادراک میں قوت متخیلہ شرط ہے اور اصطلاح
قوم میں اسکو مثال متصل کہتے ہیں۔ یہ عالم خواب و خیال ہے کیونکہ اسکا ظہور بذریعہ خواب و تخیل کے متعلق
ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ جس کے ادراک میں قوت متخیلہ کی شرط نہیں۔ اسکا نام مثال منفصل ہے
یہ عالم نہایت وسیع ہے۔ اسی عالم میں جبرئیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتے تھے اور آپ

جو ظاہر ہوتے تھے وہ نظر نہ آیا اور پھر جسم مثالی سیکر اسی عالم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ امیر المومنین عمر رضی
کا مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے ملک شام میں حضرت ساریہ پر ظاہر ہو کر یا ساریۃ الجبل کہنا اور حضرت
ساریہ کے ہمراہی صحابہ کا ایک پہاڑی کی طرف سے ایک مرد کی آواز سننا اسی عالم کا ایک نمونہ
ہے۔ اسی عالم میں حضرت عزرائیل علیہ السلام آن واحد میں لاکھوں مومنوں اور کافروں کی روح قبض کرتے اور
مشہود ہوتے ہیں۔ اور بعد موت کے روح اسی عالم میں تجرد ہوتی ہے۔ اور اسی عالم میں منکر نکیر کا سوال
واقع ہوتا ہے۔ اسی عالم میں عذاب و سوال قبر کا ہوتا ہے۔ اسی عالم میں اعمال صور مثالیہ لیتے ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کے متعلق بھی اس پر اسی عالم میں نظر آتے ہیں۔ روایات صحیح ہیں کہ آپ کا جسد
مطہر حجرہ مدینہ منورہ میں مدفون ہے اور وہ قبر میں سے نکل کر اس میں پھر روح داخل ہو کر آپ اولیاء اللہ
کو اپنی زیارت مشرف فرماتے ہوں۔

غرض عالم مثال کے عجائبات اور اجسام مثالیہ کیساتھ مختلف ہیں اور اسرار وکے حیرت انگیز
حالات اور علمائے اسلام و محققین صوفیہ کرام کی تصنیفات میں بکثرت پائے جاتے ہیں حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی سوانحعمری میں جو حال میں دہلی سے شائع ہوئی ہے اسکی بہت
سی نظیر مثالیں موجود ہیں۔

جب یہ بات ثابت و متحقق ہو گئی کہ بعض ارواح طیبہ ایک ہی وقت جسم خاکی کے ساتھ
جو مثالی اور نورانی ہوتا ہے۔ اور بوجہ لطافت کے اعتبار سے روح کا حکم رکھتا ہے تعلق رکھتے
ہیں۔ اور جسم مثالی جو روح اور اعضا کے اعتبار سے جسم خاکی کا نمونہ ہوتا ہے۔ تو تعلق سری کو
عنصری خاکی جسم کے ساتھ محصور ٹھیرا کر دینا ایک فاش غلطی ہے۔ اسلئے مولوی ابراہیم صاحب کا یہ
خیال کہ فقط اسری سے معراج بدنی کا عنصری و خاکی جسم کیساتھ ہونا ثابت ہو گیا غلط اور غلط ہے

تیسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسری بعبدہ
فرمایا اور چونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح۔ اسیلئے ثابت ہو گیا کہ معراج نبوی روح
اور جسم خاکی دونوں کیساتھ تھا۔

مولوی صاحب کی اس دلیل کو پڑھ کر مجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بےساختہ ہنسی آگئی اور دل میں اس بات کے ماننے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا کہ میرے نزدیک مولوی صاحب ایسے لوگ اگر سلسلہ عالیہ کی مخالفت کر رہے ہیں تو بےشک معذور ہیں۔ ناظرین! ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ احمدی اصحاب مسیح موعود کی صرف روحی رفع کے قائل نہیں تو بلکہ روح اور مثالی یا نورانی جسم دونوں کے ساتھ قائل ہیں۔ پس اس حق کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی یہ دلیل ہرگز قطعی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر خدانخواستہ مولوی صاحب یہ ثابت کر دیتے کہ عرب کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر ہی بولا جاتا ہے اور روح مع جسم مثالی کے مجموعہ پر نہیں بولا جاتا۔ نہ مجرد روح پر بولا جاتا ہے بلکہ روح اور جسم مثالی کے مجموعہ اور مجرد روح پر اس کا اطلاق قواعد و محاورات لسان عرب کے مطابق غلط ہے تو ان کی یہ دلیل بےشک ایک نہایت زبردست اور بڑی قطعی ہوتی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ خود مولوی صاحب نے بھی اپنی رسالہ نزول المسیح میں اپنی اس دلیل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ایسا رد کر دیا ہے کہ ہمیں اس کی کمزوری کے متعلق اور زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی رسالہ نزول الملائکہ میں جو ابھی شائع ہوا ہے کے صفحہ ۲۱۰ میں ایک طویل حدیث مشکوٰۃ شریف سے روح اور عالم برزخ کے متعلق نقل کی ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشتمل ہوکر اس کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ مولوی صاحب کے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس وقت کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑ کر آخرت میں جانے کو ہوتا ہے تو اس کی طرف فرشتے اترتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہتا ہے کہ اے پاک جان چل اللہ تعالیٰ کی بخشش اور خوشنودی کی طرف پس وہ پاک جان ایسی سہولت سے نکلتی ہے جیسے پانی کی مشک سے قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اس جان کو قبض کر لیتا ہے۔ اور اس کو دوسرے فرشتے جھٹ ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ پس وہ اس کو لے کر چڑھتے ہیں۔ اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ یہ کون پاک روح ہے تو وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں

۱؎ حدیث کے الفاظ میں فلاں ابن فلاں [illegible]
[illegible]

کی روح ہے۔ اور اسکو نیک جسم عطا کرتے ہیں جس کو وہ دنیا میں پیدا کرتا تھا۔ اسی طرح سوال کیا ہوتا جاتا ہے۔ . . . یعنی کہ اسکو ساتویں آسمان تک لے پہنچتے ہیں۔ اور جناب الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمالنامہ علیین میں ثابت رکھو۔ اور اس کی روح کو زمین کی طرف جہاں اس کا بدن مدفون ہے واپس لیجاؤ۔"

آخری فقرہ کے متعلق الفاظ حدیث نبوی جو خود مولوی صاحب نے نقل کئے ہیں یہ ہیں۔

(فیقول اللہ اکتبوا کتاب عبدی فی اعلی علیین واعیدوہ الی الارض)

اب ظاہر ہے۔ کہ خود مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق اور اس حدیث نبوی کی شہادت کے موافق خداوند رحیم وکریم نے عبد کا لفظ روح یا روح و مثالی جسم پر بولا ہے۔ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر نہیں بولا کیونکہ فرشتے مومن کی وفات کے بعد صرف اس کی روح کو آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اور اس روح کی نسبت بارگاہ خداوندی سے یہ حکم صادر ہوتا ہے۔

"اکتبوا کتاب عبدی فی اعلی علیین واعیدوہ الی الارض"

پس اس حدیث کے پڑھ لینے کے بعد مولوی ابراہیم صاحب کی اس دلیل کے باطل اور غلط ہونے میں جو انہوں نے ہم الاصول میں عبد کی نسبت تحریر فرمائی ہے کچھ شک باقی نہیں رہا۔ کیونکہ مولوی صاحب کی دلیل کے ابطال پر ایک طرف تو خدا اور رسول کی شہادت اور دوسری طرف خود مولوی صاحب کی عبارت بھی موجود ہے۔ ایسی صورت میں امید ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب پھر انصاف دیانت سے کام لیکر خدا اور رسول سے زیادہ عربی دانی کے مدعی نہ بنینگے۔ اور اپنی علمی حیثیت اور سخن پروری کی عادت کو چھوڑ دینگے۔ لیکن اگر وہ اب بھی اپنے اس دعوے کہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح ہمیشہ کے لئے دست بردار نہ ہونگے اور مجھ سے حدیث وغیرہ عبارات میں یاد دعویٰ شائع کر دینگے تو میں انہیں چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ یہ بات ثابت کر دیں کہ حدیث "اکتبوا کتاب عبدی" سے قطع نظر کر کے اس میں عبد کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر بولا گیا ہو اگر مولوی صاحب ایسا ثبوت پیش کر دیں۔ تو میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ مبلغ سو ۱۰۰ روپیہ نقد مولوی صاحب

1911

موصوف کی خدمت میں اجرت محنت پیش کر دیگا بجنسہٖ مولوی صاحب کی علمی لیاقت اور انکے
رسالہ مسلم الرسول کی اصل حقیقت پبلک پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگی (باقی آئندہ انشاء اللہ)

(بیہ صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ)

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

پنڈت دیانند صاحب نے چودہ اعتراضات آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم پر کئے ہیں۔ انکے جواب میں لکھا
ہوں اس ایک اعتراض کو جو گوشت خوری کے متعلق پنڈت جی نے ترک کر دیا ہے کیونکہ میں جگہ
گوشت خوری کا مسئلہ بیان ہو گا وہیں اس اعتراض کو حل کیا جاویگا۔ سردست اس دوسری آیت پر جو
اعتراض کیا گیا ہے اسکو لیتا ہوں۔

پنڈت صاحب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر دو
اعتراض کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر خدا رب العالمین ہے اور رحیم ذات ہے تو قتل کا کیوں حکم دیا
جو اور واسطے ہے کہ اگر دشمن ہو تو ترحم کیا گیا ہوگا خطائیں معاف کریگا۔ اور اگر معاف کریگا تو پھر
گناہ کی نسبت ہلاکت کا ذکر کیوں دیا۔ در اصل ان دونوں اعتراضوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ جب
اسلام نے خدا کو رب العالمین قرار دیا ہے اور اس کی صفت بیان کرتا ہے تو ترحم کرتا اور سب کیساتھ ایک
سلوک کیوں نہیں۔ اور بعض پر تو مہربانی اور بعض کی ہلاکت کا حکم کیوں دیا گیا ہو۔

جواب اول۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کل دنیا کا رب ہے۔ اور کوئی نہیں جیسا کہ
انسان اپنی خدمت میں فرض کرتا ہو کہ رب تو میرے لئے ہے۔ بلکہ کل دنیا کا رب ہے یعنی ترقی کو
سو کوئی شے ایسی نہیں جو ایک درجہ پر ہو اور جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا جیسے چھوٹے سے چھوٹے
جاندار سے لیکر بڑے سے بڑے کرہ ارض کو دیکھو وہ اپنا خود رب نہیں ہو سکتا بلکہ فیض پا کر اس کے
چاروں طرف ہے بس جیسے ایک پیدا ہوتی ہے پھر ذرہ ذرہ کا رب ہے۔ اسی طرح زمین اور سورج

اور ستاروں کے وجود اپنے اندر کمال نہیں بلکہ بیرونی مدد کے بغیر ایک دم بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ اور ہر ایک چیز شہادت دے رہی ہے کہ خدا ہی سب کا رب ہے۔ اور وہی سب ہے۔ پس اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی نہ ہونگے کہ سب سے پہلے ایک وجود تمام کی اللہ تعالیٰ ربوبیت کرتا ہے بلکہ یہ معنی ہونگے کہ جس کی ربوبیت ہوتی ہے خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہو۔ اور غیر کی وہ ربوبیت نہیں کرتا۔ اس کی ربوبیت کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور اس بات کو کسی عقلمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بجز کل مذاہب کا متفق مسئلہ ہے۔ اور اس پر اعتبارہ کرنا نادانی سے خالی نہیں خدا کا نہ مقابل اگر کوئی ہو تو وہ اس کے مقابل میں کسی کی ربوبیت کرے جب وہ ایک ہے تو وہی سب میں ہے۔ ایک وقت اس تک کہ ہمیں رہتا ہو جب تک خدا اس کی ربوبیت کرتا ہے جب وہ ربوبیت بند ہو جاتی ہو۔ وہ مر کر جاتا ہے۔ ایک انسان چلتا پھرتا ہے جب تک خدا کی ربوبیت اس کو، تندرستی ہے جب وہ روک دی جاتی ہو۔ تو وہی انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا فخر کرتا تھا۔ اور تمام عمر حرکت کرتا تھا۔ اور زمین آسمان پر علم کی ... بے حس و حرکت ہو جاتا ہے بیجان ہو جاتا ہو اور تمام کے شعبہ زمین کے کیڑے اسپر حملہ کرتے ہیں اس کو کھا جاتے ہیں پس خدا کے سوا کون ہے جو کسی کی ربوبیت کرتا ہو۔ اس آیت میں اس بات کا دعویٰ نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کا وجود سب کی ربوبیت ضرور کرتا ہو بلکہ یہ دعویٰ ہو وہی سب کا رب ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ جب وہ کسی کی ربوبیت ترک کرے تو اور کوئی شخص اس کی ربوبیت کا دعویٰ کرے جیسا کہ ہم انسانوں میں دیکھتے ہیں کہ ایک نوکر کو ایک آقا موقوف کرتا ہو اور دوسرا اس کو لیتا ہو کر پہلی ملک کی ربوبیت ہو رہی تھی وہ دوسرے کی البتہ ہو جاتی ہو لیکن خدا کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہو جب وہ کسی کی ربوبیت ترک کر دے تو پھر اسکے اور کوئی طرح نہیں اور وہ انسان ... کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتی جس سے ثابت ہو گیا کہ رب العالمین وہی ہے اور کوئی نہیں۔

جواب دوم۔ دوسرا معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ خدا ہر ایک ذرہ ذرہ کا رب ہے ... ہر پانی میں ہر ایک شکل پر وہ ہو ... کا ظہور ہو اس کی ربوبیت کو ...

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب جاندار جو ہوا میں پرندے ہیں یا جو زمین پر رہتے ہیں جب بچے دیتے ہیں تو ان کے بچے پانی اور دانہ
کھاتے ہیں گو کہ وہی طاقت لئے حاصل کرتے ہیں جیسے خدا کی بنائی ہوئی ہوا میں سے سانس لیتے
ہیں گو کہ وہی لیتے ہیں اور جس طرح مومن اس کی زمین پر چلتے ہیں گو کہ وہی چلتے ہیں۔ اور اس صورت میں
دونوں میں ہم کوئی تفاوت نہیں پاتے۔ ہاں بعض شیاء ہیں جو بعض لوگ زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں
وہ سبب کسب اور ربوبیت دونوں کی ہوتی ہیں کیا پنڈت صاحب کے خیال میں گو کہ وہ کے لئے جو کسی دینے
بنائی ہوئی پیدا ہوئے کے ماننے والا کو روحانی کوئی اور دیتا ہے پھر ایک کی کیا کوئی بات ہے جیسے مومن ان کے
رزق پاتے ہیں گو کہ وہی ایسے ہی کھانے پر زندگی گزارتے ہیں اس مشاہدہ کا انکار کون کر
سکتا ہے ہاں یہ کہ ہم کافر سے اپنا پیار رکھیں اور قرآن شریف میں کافر کو دوزخی وجہ ہونے کا
کوئی حکم نہیں ہاں پیار کی شرطیں وہ ہیں جو وقت پر کسی جائیگی لیکن اتنا کہنا یہاں ضروری ہے کہ باوجود
اجازت قتل کے پھر بھی خدا کی ربوبیت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات ہیں
چنانچہ اسی سورۃ میں چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ رب العالمین بھی ہے رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے اور پھر مالک
یوم الدین بھی ہے یعنی شریر کو سزا دیتا اور نیک کو اس کے اعمال کی جزا دیتا ہے پس جب کہ
دنیا میں ہر اس طرف ربوبیت عامہ کی صفت اپنا کام کر رہی ہے۔ تو مالک یوم الدین کی صفت کیوں
معطل رہے؟ کیا جب مومن کو اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ اسی طرح چاہیئے کہ شریر سزا بھی پائیں اور
کیونکہ کوئی ربوبیت کا امر نہیں لگتا۔ مثلاً ایک شخص کو چوری کی وجہ سے قید کی سزا دی جاتی ہے
تو کیا وہ صفت ربوبیت سے الگ ہو جاتا ہے کیونکہ مالک یوم الدین کی صفت نے اس کو پکڑا ہے
لیکن ربوبیت کی صفت اس کے لئے اب بھی باقی ہے عمدہ پانی لطیف ہوا لطیف غذائیں
خوبصورت خوبصورت لباس تیار کر رہی ہے پھر شریر کو اس کی شرارت پر سزا دینے کی وجہ سے رب العالمین
کی صفت پر اعتراض کرنا دانائی نہیں تو کیا ہو ایک شریر آدمی جو قتل کیا جاتا ہو اور وہ قتل ہو
جائے تو خدا کی ربوبیت سے الگ نہیں ہو جاتا۔ اس کا جسم ایک طرف خدا کی ربوبیت کے ماتحت رہتا ہے
اور روح دوسری طرف اس کی ربوبیت کے ماتحت رہتی ہے جو سخت سے سخت سزا پاتے ہوئے بھی کوئی

جو ربوبیت بھی پر منطبق نہیں کی جاتا۔ سمجھ کیا وجہ ہو کہ پنڈت صاحب کی نظر میں کسی مجرم کو سزا دینا ربوبیت عالمین کے خلاف نظر آیا۔ ہم تو روزانہ مشاہدہ میں یہ دونوں کام یکجا ہوتے دیکھتے ہیں ایک چور کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا ہے جو جسم کی بیماری پر ہوتی ہو جو دو سانس بھی لے رہا ہوتا ہوں اس نکتہ کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان رب العالمین کی صفت کیساتھ صفات شدید العقاب اور منتقم کو بھی زیر نظر رکھے۔

تیسرا جواب۔ اس اعتراض کا یہ ہے کہ خود صفت رب العالمین کے ماتحت شریر کو سزا دینا بھی آجاتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے تو دنیا کی بہتری کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا کرنا اپنی شفقت اور رحمت سے اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان اشیاء کو جو ترقیات عالم یا ربوبیت عالم کے راستہ میں روکاوٹ کے طور پر آتی ہیں، دور کرے۔ جس طرح ایک باغبان ہر قسم کے درخت لگاتا ہے پھر ان کی ربوبیت کرتا ہے۔ اور ان شاخوں کو جو ایک یا ایک سے زیادہ درختوں کے لیے مضر ہوں تراش دیتا ہے کبھی اس بات کا فرض نہیں قرار دیتا کہ تو ایک شاخ کی رعایت کرتا ہے۔ اور دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ ہر ایک دانا اور ذی عقل انسان اسے کل باغ کا محافظ اور سب درختوں کا رب جانتا ہے اسی طرح اگر ان انسانوں یا اشیاء کو جو اپنے گند اور خبث کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں روحوں کے لئے ہلاکت یا گمراہی کا باعث ہو جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ باغ عالم سے اکھاڑ کر پھینک دے تو اس پر کب یہ الزام آسکتا ہے کہ وہ کسی کا طرفدار ہو۔ اور رب العالمین نہیں رب العالمین کی صفت ہی چاہتی ہے کہ اس نقصان دہ وجود کو علیحدہ کر دیا جائے۔ ایک ڈاکٹر ایک انسان کی ٹانگ کاٹ دیتا ہے یا ہاتھ قطع کر دیتا ہے یا آنکھ نکال دیتا ہے لیکن مریض یہی کہتا ہے کہ آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا یہ نہیں کہتا کہ آپ نے میرے دوسرے حصہ پر احسان کیا۔ وہ اس سارے انسان کا محسن کہلاتا ہے اور اس کے ساتھ استثنا شامل کر دیئے جاتے ہیں کہ اس کا ہاتھ یا ٹانگ نکال کر جو باقی کا وہ محسن ہو گورنمنٹ شریروں کو سزا دیتی ہے لیکن نہیں کہا جاتا کہ وہ سارے ملک کی محسن نہیں بلکہ ایک حصہ کی ہے۔

اور کبھی نہیں ہوا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان پر احسان کیا ہے تو کوئی اسکا منکر ہوا ہو۔ اور نہ سنا ہے کہ اسکی تردید کی ہو۔ کرشن صرف ایک ہندو ہی کے محسن ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و رب العالمین ہونیکے شریر کو سزا دیتا ہے تو یہ صفت رب العالمین کا مقتضیٰ ہے۔ اسکے خلاف نہیں اور اس میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں مسلمان ہو کہ یہودی ہندو ہو کہ سکھ، عیسائی، پارسی یا جو کوئی ہو جو دنیا کے لئے مضر ہو۔ اور لوگوں کی ربوبیت جسمانی اور روحانی میں رکاوٹیں حائل کرتا ہو اسکو اسی اس دنیا سے جدا کر کے دوسرے جہان میں بھیج دیتا ہے۔ اور یہ بات رب العالمین ہونے کے مقتضا خلاف نہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ کوئی انسان نہیں جس کی ربوبیت کو قطع کیا جاتا ہو۔ بلکہ شریر قاتل یا فتنہ پرداز مفسد کو اگر قتل یا پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔ تو صرف اس دنیا میں اس سوسائٹی سے الگ ہوتی ہے۔ اگلے جہان میں تو پھر بھی وہ ربوبیت اسی طرح جاری ہے کیا اگر کوئی مدرسہ کا شخص جو بہت بیمار ہو تو اسکو کہا جاتا ہے کہ اسکی ربوبیت بند ہو گئی ہے۔ پھر اگر اس دنیا کے لئے مضر انسان کو ایک شخص کو ایسی دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں اسکی شرارت کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ بیمار سپیرے ہسپتال کی طرح وہ خود بھی وہاں ٹھیک ہو جاتا ہے تو اس تبدیلی سے صفت ربوبیت کے انقطاع کا پتہ کیونکر چلتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کی ربوبیت کرتا تھا بعد میں اگلے جہان میں ربوبیت تبدیل ہو گئی۔

پانچواں جواب مسلمانوں یا آریوں کے عقائد کو رنگ۔ کہتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ تم خود میں دنیا میں خدا کی طرف سے کافروں کی ربوبیت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے اور باوجود انکے شریر کو سزا بھی ہے تو اس وقت بتاؤ پر اعتراض کرنا کیسا فضول ہے اور اگر کوئی اعتراض پڑتا ہے تو اس کے جواب وہ جیسے مسلمان ہیں ویسے ہی آریہ بھی ہیں کیونکہ گو مختلف اعتقادات کے لحاظ سے دونوں مذاہب پر مختلف اعتراضات ہونگے لیکن جو اعتراض کہ ودیا شاستروں کی بنا پر خدا پر مشترک ہو اس کے جواب دونوں میں کیونکر بھی اسکا حل کیا کرتے ہیں۔ اور وہ بھی

بس جب باوجود کو فردوس کی رہ بیچ کے دنیا میں ہو کر سوال ہی ہو۔ اور مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔ تو اعتراض صرف اسلام پر نہیں بلکہ کل مذہب پر پڑتا ہے۔

چھٹا جواب۔ پنڈت صاحب اسلام پر اعتراض کرنے کو تو تیار ہو گئے لیکن دروغگو را حافظہ نباشد کی مثال پر عمل کرتے ہوئے آپکو یہ یاد نہ رہا کہ آپ ستیارتھ پرکاش کے ساتویں باب میں کی بحث کے نئے میں صفحہ [illegible] پر آپ لکھتے ہیں کہ ایشور دنیا کا پیدا اور پرورش کنندہ ہے۔ اس کی تائید میں رگوید منڈل [illegible] سوکت [illegible] کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ ایشور کہتا ہے کہ میں کل جگت کے لیے راحت دینے والی قسم قسم کی اشیا اور ان کی تقسیم بطرز پرورش کرتا ہوں۔ اسی طرح صفحہ [illegible] پر لکھتے ہیں کہ **وہی تمام دنیا کا پیدا کرنیوالا قائم رکھنے والا** فنا کرنے والا اور منصف حکم ہے۔ جس کا معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف پنڈت صاحب اللہ تعالیٰ کو رب العالمین قرار دیتے ہیں بلکہ وید میں بھی یہی مذکور ہے لیکن ستیارتھ پرکاش صفحہ [illegible] پر پنڈت صاحب یجروید ۱۹-۹ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انسان کو یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ اے پرمیشور آپ ہمارے کام اور ہمارے کام کرنیوالے لوگوں پر فضل کریں مجھکو بھی ویسا ہی کر دیجئے۔ پھر رگوید اشٹک [illegible] سوکت [illegible] منتر [illegible] میں ہے کہ اے خدا **اس گدھے** کو جو ہمارا مخالف ہے مار ڈال [illegible] تیری تعریف کرتا ہے **غارت کر** اور تو ہمارے لا انتہا دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوئیں دیکر خوشحال کر۔ پھر اسی کے منتر سات میں ہے۔ **ہر ایک کو ہمیں گالی دیتا ہے۔ غارت کر** ہر ایک ایسے شخص پہنچاتا ہے قتل کر [illegible] یہ دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوئیں دے۔ پھر رگوید ساتواں [illegible] سوکت [illegible] منتر اول میں لکھا ہے۔ اس کی بجائے خوش ہوتا ہو [illegible] کر جس نے [illegible] گذشتہ کی عادی [illegible] کو قتل کیا ہم [illegible] کے خواہشمند اسکو جو [illegible] کو دینے والا ہے [illegible] کے ہمراہ [illegible] ہیں۔ اور [illegible] کو اپنے ہاتھ میں دھارن کرتا ہے بلاتے ہیں تاکہ وہ ہمارا مددگار ہو۔

یہ تو ستیارتھ پرکاش اور وید سے میں پہلے ثابت کرتا ہوں کہ خدا رب العالمین ہے اب

ان منتروں سے معلوم ہو گیا کہ بے قصور جانور کا مارنا، عام عورتوں کا قتل پھر گالی دینے والے کو ہلاک کرنا وکرانا یہ سب کام ان میں پرم ایشر کی طرف منسوب کئے گئے ہیں پھر باوجود اپنے گھر میں سب کچھ موجود ہونے کے اسلام پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

اقبالی ڈگری

آخر میں ہم پنڈت دیانند صاحب کا ایک اپنا اقبال درج کرتے ہیں جس کو سب معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۰ پر لکھتے ہیں کہ "اگر مجرم کو سزا نہ دی جائے تو دھرم صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ کیونکہ ایک مجرم ڈاکو کو چھوڑ دینا گویا ہزاروں دھرم آتما لوگوں کو دکھ دینا ہے جب ایک کے چھوڑنے سے ہزاروں آدمیوں کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ رحم کس طرح ہو سکتا ہے۔ رحم یہی ہے کہ اس ڈاکو کو قید خانہ میں رکھکر پاپ کرنے سے بچایا جائے تو اس پر رحم کا مطلب اور اسپر رحم ہے اور اسکو مار ڈالنے سے دوسرے ہزاروں لوگوں پر رحم ظاہر ہوگا۔" اس عبارت میں پنڈت صاحب نے خود قبول کیا ہے کہ شریر کو سزا دینا بھی رحم ہوا ہے اور اس کے خدا رحیم ہوتا ہو پھر اگر اسلام نے ایسے انسان کا قتل جائز قرار دیا ہو کہ جو جنگ کرتا ہے۔ اور شرارت سے باز نہیں آتا۔ اور لوگوں کے مذہب میں تو وہ خود دخل انداز ہوتا ہو۔ تو اس فعل سے خدا کے رحیم ہونے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

اگرچہ جیسے ہم نے دکھا دیا ہے کہ اوپر درج شدہ یقین ہونے کے گوشت کے عادت کرنے کی وہ سکھلائی گئی ہے لیکن پھر بھی جانوروں کے ذبیحہ کرنے کے متعلق ہم گوشت خوری کے موقع پر بحث کریں گے

(مرزا محمود احمد ایڈیٹر)

جنت کی کفالت

(۱) اس شخص کے لئے جو بات کہے تو سچ کہے۔

(۲) وعدہ کرے تو خلاف نہ کرے۔

(۳) امانت میں خیانت نہ کرے۔

(۴) بد نگاہ نہ کرے (۵) ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دے۔

(۶) شرمگاہ کی حفاظت رکھے۔

تثلیث کا رد

ایک شخص سوال کرتا ہے کہ سورۃ نور رکوع ۵ میں جو آیت ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔

اس کو تثلیث کا ثبوت دیا ہے۔ خدا نے کی مثال لیمپ کی دی ہے جو مخلوق اور اس چمنی کی ساتھ کی روشنی کا نام بیٹا ہو اور چمنی کے نام کے نور کا نام روح القدس رکھا ہے۔

میرے خیال میں یہ بھی حق یا شر ہے جو شخص جو تثلیث کا ثبوت قرآن مجید سے دیتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات محکمات سے یہ مضمون روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہو کہ وہ تثلیث کا رد کرتی ہو۔ اور قالین تثلیث کو صریح الفاظ میں کفر ٹھہراتا ہے۔

چنانچہ مندرجہ ذیل آیت کا صرف ترجمہ کر دینا ہی اس امر کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰہَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَہُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗٓ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُہُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا سورۃ النساء ۱۷۲-۱۷۳۔ رکوع ۲۳

ترجمہ:- اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح مریم کا بیٹا اور صرف اللہ کا رسول ہو۔ اور اس کا ایک کلام ہے جو مریم کی طرف القا کیا۔ اور اسی کی طرف سے

ایک روح ہو یعنی پیدائش نطفہ نہیں۔ اب اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو۔
اس کو چھوڑ دو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔ پاک ہے اس کو کہ اس کا
بیٹا ہو۔ اور اس کا ثبوت یہی کہ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ کارساز
کافی ہے۔ مسیح کو اللہ کا بندہ بننے سے انکار نہیں۔ اور نہ کسی فرشتہ مقرب والے کو بھی اس کا انکار
نہیں۔

پھر فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي
إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا
وَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ
وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ
مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ
انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (پ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۰)

(ترجمہ) البتہ ضرور کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا
کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی پروردگار ہے۔ اور تمہارا بھی۔ اور بات یہ ہے کہ جو اللہ کے
ساتھ شریک بنائے گا۔ اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو چکا۔ اور ایسے
مشرکوں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ اور کوئی
معبود نہیں سوا اس یگانہ ذات مستحق کے اور اگر یہ کہنے سے باز نہ آئیں گے تو جو
ان میں کفر کرتے ہیں۔ وہ دردناک عذاب پھیلیگا کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے۔ اور اس کو استغفار
نہیں کرتے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح مریم کا بیٹا ایک رسول ہے اور اس سے پہلے کے
تمام رسول مر چکے۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ دونوں کھانا کھاتے تھے (ان تینوں باتوں کا مطلب یہ
کہ کسی کو عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والا ایشر ہی ہو گا۔ اور کھانا جو تمام عوارض بشری کا

میں اصول تو جب اس کی وہ محتاج تھا تو گویا بشریت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ہم کیسے کھول کھول کر دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔

ان نصوص صریحہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی کہے۔ کہ قرآن مجید تثلیث کا قائل ہو تو اس کو بڑھ کر سفسطہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص قرآن مجید کو پیش کرتا ہو۔ اول سے قرآن مجید پر ایمان لاوے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہونا چاہیئے۔ تب کوئی اور بات کرے۔ پھر لطف یہ ہے کہ نہ صرف قرآن مجید بلکہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور بالخصوص مسیح ابن مریم کی اصلی تعلیم فقط خدا ایک ہی ہے ہاں بعد میں اگر یونانی اثرات سے متاثر ہو کر پولوسیوں نے ایک کے تین خدا بنائے ہوں۔ تو ہم اس کے ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ حوالے یہ ہیں۔

اکرنتھیوں پ اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ زمین و آسمان میں بہت سے الٰہ کہلاتے ہیں چنانچہ بہتیرے الٰہ اور بہتیرے خداوند ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی اللہ ہے۔ متی ۱۹۔ ایک شخص نے پاس آکر اس کو کہا اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے **نیک تو ایک ہی ہے** (یعنی خدا)

ایوب انسان کیونکر خدا کے نزدیک پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ استثناء اب دیکھو میں ہاں میں ہی ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں۔ استثناء سن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ۔ اور یہ باتیں جو آج کے دن میں تجھے فرماتا ہوں تیرے دل میں رہیں۔ حضرت مسیح سے جب پوچھا گیا۔ کہ سب سے بڑا حکم کون ہے؟ تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کی سارے دل اور سارے جی اور ساری جان سے عبادت کرے۔

پھر ایک یہ بھی دلیل تثلیث کے بطلان کے لیے کافی ہے جو یہ ہے کہ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس جو تینوں تمام رنگ رنگ ہیں۔ تو آخر کسی ما بہ الامتیاز کی وجہ سے ہیں۔ یہ ما بہ الامتیاز یا وجہ نقص رکھتا ہو یا وجہ کمال پس جس ذات میں یہ نقص ہوگا وہ الوہیت کے مرتبہ سے گر جائیگی کیونکہ الوہیت کے قابل تو وہ ذات ہے کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام نقصوں سے مبرا اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔

اس قدر تمہید کے بعد میں اس آیت مقدسہ کے معنی واضح کر کے لکھوں جو حضرت اقدس نے لکھے ہیں اس کے پڑھنے سے تمام اعتراضات حل ہو جائینگے۔ انشاء اللہ

اس نور کی مثال (نور کامل جو پیغمبر ہے) **یہ ہے جیسے ایک طاق** (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) **اور طاق میں ایک چراغ** (یعنی وحی اللہ) **اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفی ہے** (یعنی نہایت پاک مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر ایک طور کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) **اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کیساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دری کہتے ہیں** (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) **وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے** (یعنی زیتون کے روغن سے) **روشن کیا گیا ہے۔** (شجرہ طیبہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے۔ کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام علی سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) **اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے۔ نہ غربی** (یعنی

طینت پاک محمدی میں نہاں تھا۔ وہ نہایت بہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے۔ اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے وہ چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد محل لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس محل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی ان لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور انہی اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھے۔

اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقع کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) **نورٌ علیٰ نور نور فائض ہوا نور پر** (یعنی جبکہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا۔ اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونیکا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے۔ اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے۔ وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے

نہ اُس میں عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نور مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین (الجزو نمبر ۶) وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (الجزو نمبر ۲۲) یہی حکمت ہو کہ نور وحی جس کے لیے نور فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔

پس اس مثال میں خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشہ مصفیٰ سے تشبیہ دی جس میں کسی قسم کی کدورت نہیں یہ نور قلب ہے پھر آنحضرت کے فہم و ادراک و عقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ حسنہ فطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور وہ ذریعہ روشنی چراغ ہے۔ یہ نور عقل ہے کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائف اندرونی کا قوت عقلیہ ہی ہے پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی کا وارد ہونا جو نازل ہو بیان فرمایا یہ نور وحی ہے۔ اور نور وحی کا نازل ہونا لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے یہی حقانی اصول ہے جو وحی کے بارے میں قدوس قدیم کی طرف سے قانون قدیم ہے۔ اور اس کی ذات پاک کے مناسب۔

اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو

مومن شکر و صبر میں مشغول رہتا ہے منافق حرص و آز میں۔ مومن سوائے خدا کے کسی سے توقع نہیں رکھتا منافق بجز اللہ تعالیٰ کے سب سے توقع رکھتا ہو مومن سوائے خدا کے سب سے امن میں ہو منافق سوائے خدا کے سب سے خائف۔ مومن مال دیتا ہو دین نہیں دیتا منافق دین دیتا ہو مال نہیں دیتا۔ مومن نیکی کر کے روتا ہو منافق گناہ کر کے ہنستا ہو۔ مومن تنہائی پسند کرتا ہو اور اس کے بھائے رہتا ہے۔ منافق بیچ کئی کرتا ہو اور خرمن کی توقع رکھتا ہے۔ (مذاق العارفین)

حلم

قیس بن عاصم گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک لونڈی کباب کی سیخ لائی جو اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر ان کے صغیر سن لڑکے پر پڑی اور وہ مر گیا۔ لونڈی کانپنے لگی آپ نے کہا کچھ خوف نہ کر میں نے تجھ کو آزاد کیا۔

چند سوالوں کے جواب

سوال اول۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ سے واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو ہمیشہ منکرین پر غالب رہیں گے سو اب تو عیسائی قومیں ہی اصل پیرستار معلوم ہوتی ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں پر بھی حاکم ہیں۔

جواب۔ حضرت عیسیٰ کے پیرو دو قسم ہیں۔ ایک حقیقی۔ دوم روحانی۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی پیروان کو جو صرف مسلمان ہیں۔ ہر رنگ میں اس کے منکرین پر غلبہ دیا ہوا جب زمینی مقابلے تلوار کے ذریعے ہوتے تھے تو اس وقت سلطنت مسلمانوں کو بخشی۔ اور تمام منکرین عیسیٰ پر ان کو غلبہ عطا کیا۔ پھر اس زمانہ میں جب کہ دلائل و براہین سے مقابلہ ہوتا ہے مسلمانوں کو حجت نیرہ و براہین قاطعہ دی گئی اور وہ امام موعود کے ذریعے مظفر و منصور۔ غالب و فائق ہوئے چنانچہ اس نے اعلان کر دیا ہے

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند ۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یہ تو ہوا حقیقی متبعین کا حال اب خدا تعالیٰ نے ہر پہلو سے اتمام حجت کرنے کے واسطے روحانی متبعین کو بھی ظاہری غلبہ بخش دیا جیسا کہ وہ ظاہری طور سے حضرت عیسیٰ کے فدائی بنتے ہیں۔

الغرض آپ یہ خوب غور کر کے دیکھ لیں کہ منکرین نبوت حضرت عیسیٰ حقیقی یا روحانی متبعین حضرت عیسیٰ کے ماتحت ہیں اور انشاء اللہ ماتحت چلے جائیں گے۔

سوال دوم۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے لیے غلبہ کا وعدہ ہے۔ پھر اس وقت مسلمان لوگ ان کے تابع ہیں اور ان کا سر چشمہ عیسائی اقتدار میں ہیں کے ماتحت کا وعدہ ہو۔

جواب۔ آپ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط کو مد نظر رکھیں جب مسلمان سچے مومن تھے تبھی غالب ہوئے

نیز یہ آیت زور سے تائید کرتی ہے کہ پھر اس کے پیچھے وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا (سست مت ہو اور حزن کو
کام میں جب مسلمان کاہلی و سستی چھوڑ دیں گے تو ضرور وہی غالب ہوں گے۔ اور کسی کے ماتحت ہو
جانا اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ ضروری تھا کیونکہ اس کے آگے فرماتا ہے۔ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ
قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ (آل عمران ۱۴۱) یعنی اگر تمہیں کوئی
چشم زخم پہنچتا ہے تو دوسروں کو بھی اسی طرح چشم زخم پہنچتا رہتا ہے۔ اور یہ دن ہم لوگوں میں
باری باری لاتے رہتے ہیں۔ اور وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا
عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء ۱۰۶) اور تمام کتب الٰہیہ میں ذکر کے بعد یہ بھی لکھا ہو کہ سرزمین جنت کے وارث
صالح بندے ہیں۔ یہاں ارض سے مراد جنت ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا (۱) تِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا اور فرمایا

پھر دوسرے معنی سرزمین بیت المقدس شام جیسا کہ
مفسرین نے لکھا ہے۔ اب تک خدا کے فضل سے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ پس الصالحون کا لفظ
دعوے میں زمانے کی دوسری قوموں کے مقابل میں استعمال فرمایا۔ وہ قوم ہر ایک قوم سے زیادہ صالح
ہوتے ہیں وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے ہیں۔ آنحضرت نبی کریم اور آپ کے صحابہ سے جو وعدے تھے
حضرت مسیح اور آپ کی جماعت سے جو وعدے تھے وہ سب کے سب ایک مدت مقررہ کے بعد پورے ہو گئے۔
بس اب احمدی و غیر احمدی کو سوال کا حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی مخلصین کو سربلند کرنے
کے پیشگوئی کے مطابق لوگوں کو اس آیت سے ڈرایا تھا (اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ
اَطْرَافِهَا۔ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ) ہم کفر کی سرزمین چاروں طرف سے دبائے چلے آتے ہیں پس جب
اس حالت میں شامل ہو رہے ہیں تو پس کیا یہ مخالفین غالب رہیں گے؟ اور غلبہ ہر نبی کو زمانہ کے
حالات کے مطابق دیا گیا ہے۔ اس زمانے کے رسول کی نسبت ان الفاظ میں پیشگوئی ہے۔ هُوَ
الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ یعنی یہ رسول تمام ادیان
پر اسلام کو غالب ثابت کرے گا مگر سیف و سنان سے نہیں بلکہ حجت و براہین سے چنانچہ اس کو

ہایت و دین الحق کے ہتھیاروں سے بھیجا جائیگا۔ وکفیٰ باللہ شہیدا اور اللہ تعالیٰ اس کی صداقت
پر کافی گواہ ہے یعنی اس کی صداقت کا اظہار آسمانی نشانوں سے ہوگا۔ ابھی اسباب کی ضرورت نہیں
یہی وجہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق نزول کا لفظ آیا ہے۔ یہ باتیں جواب کو واضح کرنے اور
آیندہ شبہات کو دور کرنے کے لئے لکھی گئیں۔

سوال سوم۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ انسان کی خلقت میں تبدیلی نہ کرو۔ داڑھی کیوں کٹوایا جاتا ہے اور
عورتوں کو ناک کان میں چھید منع ہے۔

جواب۔ تعجب ہے کہ معترض نے یہ کیوں نہ پوچھا کہ ناخن کیوں کٹائے جاتے ہیں مرد اپنے سر کے
بال عورتوں کی طرح کیوں بڑھنے نہیں دیتے۔ ختنہ کیوں کیا جاتا ہے۔ [illegible] لڑکا [illegible] کے لئے پیدا
کیوں ہوا ہے کہ یہ بھی خلقت میں تبدیلی ہے پھر آدمی بچے سے جوان ہو ان سے بوڑھے کیوں
ہوتے ہیں بلکہ مرتے کیوں ہیں کیونکہ یہ بھی تبدیلی خلق اللہ ہے۔ اگر کہو کہ خدا نے حکم دیا ہے
ہے۔ تو پھر ختنہ کرنا بھی خدا کا حکم ہے جس آیت سے ایک دھوکا لگا ہے۔ وہ لا تبدیل لخلق اللہ
ہے اور وہ ساری آیت یوں ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ جس کا
مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آدمیوں کو ایک فطرت پر پیدا کیا پس اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں یعنی ہر
ہر بچہ ایک فرمانبردار فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے پھر جب ہوش آتا ہے۔ تو ماں باپ و دیگر اقارب
و احباب کے اثر سے فرمانبرداری [illegible] اختیار کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ دین قیم یہی ہے کہ انسان اپنے مولیٰ
کا فرمانبردار ہو۔ اور اس کے [illegible] کی مانند ہو جو اپنے والدین کی زیر تربیت ہوتا ہو۔

پھر لا تبدیل لخلق اللہ میں [illegible] ان کی تفسیر [illegible] کر
فرمایا۔ انقلاب ایسے نہیں ہو سکتا کوئی مرد کبھی عورت نہیں بنیگا۔ نہ کوئی عورت مرد بنے گی
نہ کوئی انسان کتا یا سور بن سکتا ہے نہ کوئی [illegible] انسان بن سکتا ہے۔ ختنہ یا ناک کان میں چھید
اصلاح و زینت کے لئے ہے۔ نہ کہ تبدیل خلق کے لئے جب ہم رستے کو صفائی سے بناتے ہیں
علاوہ [illegible] زینت سے [illegible] پیدا کرے اور وہ وقت کسی بہتر مصرف میں آئے۔ ختنہ اسلئے

کیا جاتا ہے کہ وہ اعمال کے نتیجے میں جو کیل وغیرہ تم جانتے ہو ظاہر ہوتی ہے وہ سب ہم
وہ ایک اشارہ ہے اسباب کی طرف کہ اس وقت کا نتیجہ غیر عمل پر نہ ہوگا پس یہ تبدیل خلق اللہ نہیں

سوال چہارم ۔ انجیل میں عزیر کا قصہ نیز قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے لیے احیاء موتی کا ذکر ہے ۔ تو پھر ان معجزات ؑ کی تاویل کر کے روحانی مردہ کیوں مراد لیا جاتا ہے

جواب ۔ ہم ان قصوں کے معتقد نہیں ۔ ہمارے لیے تو قصہ قرآن کا حکم ہے پھر ان کے تو مصدق ہیں کہ سچا اور باطل کو باطل قرار دینے والا ہے ہمارے پاس قرآن مجید ہے اس میں احیاء موتی کا مسئلہ خوب حل کیا گیا ہے خود ہمارے نبی کریم صلعم کے لیے بھی یہی لفظ آیا ہے۔

(۱) دعوت کو دیکھو (جب تمہیں زندہ کرتے ہیں تو لبیک کہو) اور کسی معتبر مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ رسول کریم صلعم نے کسی مردے کو زندہ کیا ۔ اور زندہ کیا کر دکھاتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت بیان کرتا ہو فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت جس پر موت کا فتویٰ لگا دیا اس کی روح کو روک رکھتا ہے

(۲) ومن ورائہم برزخ الیٰ یوم یبعثون قیامت تک ان کے آگے ایک پردہ ہے (۳) انہم لا یرجعون (یہ کبھی بھی اس دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے) پھر صفت احیاء صرف اللہ جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اور خاصۃ الشی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ ۔ اسی اختصاص کی وجہ سے اس کے ذکر میں زور دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ایک مشرک کے مقابل یوں فرماتے ہیں ربی الذی یحیی ویمیت میرا رب وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے (۴) اللہ یحیی الموتیٰ ۔ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے (۵) ان الذی احیاہا لمحی الموتیٰ (جو اس مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلے زندہ کیا) (۶) نحن نحیی ونمیت ہم ہی جلاتے ہیں ہم ہی مارتے ہیں (۷) اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ہل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیء سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون (۸) اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں پھر رزق دیا پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو یہ کرسکے پاک ہے اس کو جو شریک بناتے ہیں ۔ یعنی یہ چاروں صفات صرف ذات الٰہی سے مخصوص ہیں احیا کی اختصاص فادرءوا ان کنتم صادقین قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الیٰ یوم القیامۃ ...

احیاء کو زندہ کردو۔ اگر تم پہلے جو کچھ کہ واقعہ نہیں مانتے پھر وہی زندہ کرینگے)

پس احیاء سے مراد یا تو روحانی مردوں کا زندہ کرنا یا ایسے قریب المرگ بیماروں کو چنگا کرنا جن پر منظر سماوات ظاہری موت کا نشانی رنگ چڑھ چکا ہے۔ اسلام میں احیاء موتیٰ کے یہی معنی سمجھے گئے ہیں تخرج الموتیٰ سے آپ کو دھوکہ لگے کیونکہ یہ مرسیمون الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج اسی کی حیثیت سے واضح ہے کہ یوم الخروج سے مراد قیامت ہے۔

سوال پنجم۔ حضرت اقدس نے کشتی نوح میں لکھا ہے کہ اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کے اہم اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا مگر قرآن کو پورا کیا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم

جواب۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود دیا ہے کہ تکمیل دو طرح ہے۔ ایک لحاظ ہدایت دوم تکمیل اشاعت ہدایت۔ سو دین تو کامل ہو چکا اور اس میں کوئی سنگ مشق اب بڑھا یا گھٹایا نہیں جاسکتا۔ مگر اس دین کی اشاعت اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا کام باقی ہے جو تکمیل ابتدائی مہدی ومہدی کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے مخلوق میں مسیح موعود و مہدی معہود کی پیشگوئی فرمائی۔ اور اسی لئے ہر صدی کے سر پر مجدد دین کی بعثت کی اطلاع دی گئی۔ اگر اکملت لکم دینکم کے یہ معنی تھے جو آپ سمجھے تو مجددین کی بعثت کی ضرورت تھی اور عمارت کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ایک عمارت کا کمرہ کے ساتھ بنا دیا گیا۔ بعد ازاں اگر کوئی گنجائش نہیں تو اصلاح کی ضرور ضرورت رہیگی۔ والسلام۔ (اکمل)

ریا کرنے والے کے تین نشانات ہیں تفاوت رہ جو پایا جاسکتا ہو جب تنہا ہو تو سستی
جب مجمع میں ہو تو خوش کرنے کی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے مذمت کرے تو کم

موٹر۔ انسان آپ کی مانند نہیں کہ جہاں ذرا پیچ گرتی جو بے سمجھی سے رہ جائے ہر ایک علاج ہو کرنے سے حکمت کی باتیں نکلتی ہوں اور سینہ میں کدورت بھری ہے۔

میاں ثناء اللہ صاحب کے ایک اعتراض کا جواب

ایک جسم میں جب اپنی ذات کو اخلاق و تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر پہنچانے کے لیے بعض اوقات ذات کو کرتا ہو، اور اس ذات میں ایسے الفاظ کہتا ہو جس سے فوقیت پیدا ہو کر دینی امور میں السابقون الاولون بننے کیلئے ایک خاص جوش پیدا ہوتا ہو۔ ان لفظوں کو کوئی بطور سند کے لیکر کسی جماعت کے خلاف حملہ کرے۔ تو یہ اس کی نادانی ہو، اس نکتہ معرفت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ثناء اللہ نے کل اشتہار نمبر شہادۃ القرآن کی بعض عبارتیں پیش کر کے کہا ہے کہ جماعت احمدی نے کوئی خاص ترقی اخلاق و فرمانبرداری میں نہیں کی۔ حالانکہ ابتدائی وقت تھا جبکہ ابھی یہ جماعت بن رہی تھی۔ اور کفر و شرک و بدعات سے نکل کر توحید و اتباع سنت نبوی کی طرف آ رہی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود فی الحقیقت چاہتے تھے کہ وہ ہر ایک نقص میں اعلیٰ درجہ پر ہو۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی سوء ظن کر کے انکو فوقیت دلاتے رہے۔ اس کو یہ سمجھ لینا کہ تمام جماعت ہی ایسی ہو۔ نہ صرف نادانی بلکہ شرارت ہے کیونکہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر حضور سے منافقانہ پیش آئے جس کو ثابت ہو کہ بہت سے ایسے بھی ہیں جن میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ میں اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام ہی کی عبارت کو خود ہی نقل کرتا ہوں جو ڈاکٹر عبدالحکیم کے نام آپ نے ۱۹۰۶ء میں لکھی۔ اور اس میں جماعت کو سرٹیفکیٹ دیا ہے۔

"تمام نبی ہدایت کرتے آئے ہیں۔ جو مسیح موعود کے احکام کو دل سے قبول کرلو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت کی۔ پھر مسیح موعود کا نام حکم رکھا۔ مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں کیا یہی تصدیق ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نور الدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ میں ہیں۔ (یہ تو نہ کہتے) دوسرے ایسے اور جیسے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا کیا جواب دیں گے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں

کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں
اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان
تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے
پیروؤں سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو
بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں
شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں
داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی
ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے
دست بردار ہو جاؤ۔ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لیے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں
ہمیشہ ان کو ترقیات کے لیے ترغیب دیتا ہوں۔ اور ان کی نیکیاں
ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔ (خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی)

صادقوں کی روشنی

صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وفات پر جس قدر اعتراضات ہوئے ان سب کا نہایت محققانہ جواب دیا ہے
یہ رسالہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوشخط نہایت اعلیٰ چھپوایا گیا ہے صرف چند جلدیں باقی ہیں احباب منگوا کر
خود پڑھیں۔ اور اہل استطاعت مفت تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

اگر آپ ان معارف و حقائق کو جو سلسلہ احمدیہ کے امتیازی نشانات ہیں
خاص طور پر مضامین کے رنگ میں دیکھنے کے طالب ہیں۔ اگر آپ سلسلہ کی خوبیاں اور مخالفین
کے اعتراضات کے جواب پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ تشحیذ کی پچھلی جلدیں
عار روپیہ سالانہ کے حساب سے منگوا کر مطالعہ فرماویں ہر چند ایک

دفتر تشحیذ میں موجود ہیں

Digitized by Khilafat Library

اِیفاءِ عہد

پچھلے دنوں رسالہ تشحیذ الاذہان میں چند مشکلات کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا کہ خریداران رسالہ اگر ہماری مدد کریں تو بہت جلدی وقتیں دور ہو سکتی ہیں اور رسالہ ایک خاص رنگ میں ترقی کر سکتا ہے میری اس تحریک پر بعض دوستوں نے خاص طور پر جوش دکھایا اور ان دوستوں کو رسالہ کی ترقی میں کوشاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اگر خاص طور پر اپنے فضل کے سایہ کے نیچے رکھے اور ان کے دیگر کاموں میں بھی برکت دے تو امید ہے ایسا ہی لیکن پانچ دس آدمیوں کی کوشش کردہ کام جو سینکڑوں کے کرنے کے ہوں کس طرح ہو سکتے ہیں لہذا ازراہ مہربانی دیگر خریداران رسالہ بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور جہاں تک جلد ہو رسالہ تشحیذ کو موجودہ مشکلات سے نکالنے کی کوشش کریں۔ واللہ المستعان

اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی کوششوں کا انتظار نہ کرتے ہوئے اور اس یقین پر کہ جب رسالہ تشحیذ الاذہان محض رضاء الٰہی اور خدمت اسلام کے لیے جاری کیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی مدد کی تحریک کریگا۔ رسالہ کے سائز میں بھی اور دیگر اخراجات میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے اور امید ہے کہ عنقریب رسالہ اپنی اصلی شکل پر شائع ہونا شروع ہوگا۔ رسالہ نے جانا تو پہلے اس شکل کی زینت ہو گی جیسے کہ آجکل چھپائی پر بھیا رہیں میں چند مضمون دونوں کا نتیجہ ایسے میں لکھ رہا ہوں۔ وہ سب ایک گراں قدر کے ذمہ ہوگی لیکن پہلی ستمبر ۱۹۱۱ء سے قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی خدمات ایڈیٹری کے واسطے حاصل کر لی گئی ہیں اور تمام متعلقہ کام اس تاریخ سے رسالہ تشحیذ کے دفتر میں تبدیل ہو کر آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو مبارک اور مفید کرے۔ آمین۔ اس انتظام کی وجہ سے میرا بہت سا وقت جو تشحیذ کے انتظام کے متعلق خرچ ہوتا تھا بچ جایا کریگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ رسالہ کے مضامین کی طرف زیادہ توجہ دینے کا موقعہ ملیگا چنانچہ آئندہ کے لیے غور و مشورہ کے بعد رسالہ کے مضامین کے متعلق ایک تقسیم کی گئی ہے جس کی امید ہے کہ ناظرین رسالہ کے لیے بہت مفید و بابرکت

ہوگی نیز ہر رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مضمون ضرور ہوا کریگا۔ شروع رسالہ میں ایک دیباچہ ہوگا جس میں ناظرین رسالہ کو خاص خاص عبادات کی طرف توجہ دلائی جایا کریگی اور قومی ضروریات یا اہم مسائل اور تبلیغ اسلام کے ذرائع وغیرہ وغیرہ پر بحث کر کے احمدی جماعت کو توجہ دلائی جائیگی کہ فلاں کام میں ان کو کس طرح حصہ لینا چاہئیے فلاں مسئلہ میں ان کا کیا اعتقاد ہونا چاہئیے یا یہ کہ تبلیغ کے لئے فلاں فلاں ذرائع اختیار کرنے چاہئیں امید ہے کہ ناظرین رسالہ سب سے اول اس مضمون کی طرف توجہ فرماوینگے جو کہ ہمیشہ شروع رسالہ میں ہوگا

علاوہ ازیں ایک اور سلسلہ جاری کرنیکا ارادہ ہے اور وہ یہ کہ ہر رسالہ میں کسی نہ کسی مذہب کا کامل تحریر کیا جائیگا کہ ان کے کیا اعتقاد ہیں اور کیا طریق عبادت ہے۔ اس مذہب کی کیا خصوصیات ہیں جس کو ناظرین رسالہ کو انشاء اللہ نہایت آسانی سے کل مذاہب کا حال معلوم ہو جاویگا۔ اور کسی قسم کے صاحب مذہب سے ملاقات ہو جاوے تو انہیں ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کوئی تردد پیدا نہ ہوگا اور علاوہ ازدیاد علم کے اسلام کی خوبی بھی ظاہر ہوگی کہ ان مذاہب کے مقابل میں اسلام کیسا درخشندہ گوہر ہے

تیسرا ایک مضمون ہر رسالہ میں انشاء اللہ ان اعتراضات کے جواب میں ہوگا جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں جن کے لئے سردست ستیارتھ پرکاش کو انتخاب کیا گیا ہے جو چاہو تو چند وقت پر یہ کام ختم ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں اور بھی مضامین کی تقسیم کی گئی ہے لیکن انکا بیان کرنا ضروری نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ اس تقسیم کے ماتحت ہر رسالہ میں مضامین ہوں۔

خوشی کی خبر یہ ہے کہ کتابت وغیرہ بھی پہلے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا کرتا ہوں۔ رسالہ کے انتظام کے لئے ایک تجربہ کار آدمی بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اور مضامین کی درستی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی ہے۔ اب ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں اور خریداران رسالہ کا بوجھ ابھی باقی ہے کیا اس کے اٹھانے کیلئے کوئی اور قوم نکلیگی کیا اس بوجھ کو آریہ اٹھائیں گے غیر احمدی اٹھاینگے یا مسیحی اٹھاینگے آپ لوگوں سے ہی کوشش کرنی ہے اور آپکو ہی کرنی پڑیگی۔ خریداران ہم نے بڑھانے ہیں۔ ان کا پورا کرنا آپکا کام ہے اور ہم ہرگز امید نہیں کرتے کہ آپ اپنے فرض کے پورا کرنے سے پہلو تہی کرینگے

اگر آپ لوگ ایک ذرا سی ہمت کریں۔ یعنی رسالہ کی خریداری بڑھا دیں کی تعداد بہت تک پہونچ سکتی ہے میں پھر ہے زور سے کہتا ہوں کہ ہم ایجاز عہد کو بچے آپ خریداران رسالہ کا فرض ہو کر جو حاجت رکھتے ہوں وہ حاجات کے مطابق ... سالانہ قیمت بڑھا دیں۔ اور جو استطاعت نہیں رکھتے کم سے کم تین خریدار اس سال کے دوران میں رسالہ کے لیے مہیا کریں اگر وہ پختہ ارادہ کریں تو یہ بات کچھ مشکل نہیں حق تعالیٰ آپ کا مددگار ہو۔

(مرزا محمود رقم)

اخلاقی جرأت

خلیفہ مہدی جب کہ معظمہ میں آیا تو طواف کرنے کے وقت لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق جست کر کے پیچھے سے گریبان پکڑ کر ایک جھٹکا دیا اور کہا کہ تو نے اس گھر کو کیا سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سواء ن العاکف فیه و الباد۔ اس میں مکرات کرنے والے مسافر کے برابر ہیں۔ خلیفہ ... رہ گیا۔

(۲) خلیفہ ہارون کی مسخرے بہلول نے آواز دی۔ اے امیر المومنین۔ ہارون نے سر اٹھا کر فرمایا ہاں بہلول۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے سوار عرفات سے واپس آتے دیکھا تو حضور کی صدا تھی نہ زدو کوب۔ پس اس سفر میں تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے۔

پھر ہارون نے کہا اگر تمہارا ہو تو کچھ قرض ہو تو کہیں ادا کریں۔ فرمایا علما کو ذمیں بہت ہیں سب مستحق میں کہ دین کا ادا کرنا دین کو درست نہیں۔

بہلول نے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہم تم دونوں خدا تعالیٰ کے عیال ہیں۔ ناممکن ہے کہ وہ تمہیں تو یاد رکھے اور ہم کو بھول جائے۔

نکتہ وجعل ما جانی الدیح من ذکر الله کی تفسیر میں آیا ہو۔ کہ اس آدمی کو اگر کسی دن سستی سوتے بغیر چوٹ کے یا لیٹے کے لیے ہوتا تو ایسے ہی بس چوٹ یا لیٹنے کے بعد سو ڈال دیا۔

اطلاع خط و کتابت کے وقت نمبر چٹ کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ **مینیجر**

نکات قرآنیہ

مقتبس از درس علامۂ نورالدین

قرآن میں عظمت الٰہی کا ذکر زیادہ ہے

احکام کے متعلق تو (بالی) سو کے قریب آیات ہیں۔ مگر عظمت الٰہی کے بیان کو کوئی گن نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں اللہ کی عظمت بیٹھ جائے تو دولت و اسباب و دیگر سامان دنیا کی پروا، جو احکام الٰہی کی بجا آوری میں مانع ہو سکتے ہیں، مطلق نہیں رہتی۔ اور خود بخود انسان اپنے مولیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔

قرآن مجید کے مقابلہ میں انجیل

متی کی انجیل کا پہلا صفحہ اٹھا کر دیکھو۔ وہاں کیا لکھا ہے۔ نسب نامہ یسوع مسیح داؤد اور ابراہیم کے بیٹے کا۔ ابراہام سے اسحاق پیدا ہوا اور اسحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ تا ایں کہ ... سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ جو مریم کا شوہر تھا جس کے پیٹ سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔

حالانکہ یہ وہ کام ہے جو ہمارے ملک میں تو میراثی کرتے ہیں۔ اس کے مقابل میں قرآن مجید شروع ہوتا ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے۔ وہ آیت ہے جس کو تمام مذاہب باطلہ کا رد کہا ہے۔ نہ عیسائیوں کا خداوند اقنوم ثالث رہ سکتا ہے۔ نہ ہم ... اوتار کے بہانے سے کسی جگہ کو اپنا مسکن بنا سکتا ہے۔ اور نہ آریوں کا مادہ و روح ازلی و ابدی بن سکتا ہے۔ اور نہ تناسخ والوں کی کوئی دلیل باقی رہتی ہے جس کا رد اس سے نہ ہو سکے۔ نہ سوفسطائیوں کو بولنے کی تاب ہے۔ اور نہ برہموں کو مسئلہ الہام میں گنجائش رہ سکتی ہے۔ اور نہ شیعہ صحابہ کرام پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ نہ دہریہ کسی حجت نیرہ کی بنا پر خدا کی ہستی کے منکر رہ سکتے ہیں۔ یہ تو

ایک آیت کے متعلق ہی اگر سات آیتیں بھی چاہیں تو بھی تمام مذاہب کی صداقتوں کا عطر مجموعہ اس میں شامل ہے۔ اور دنیا کے آخر تک پیش آنیوالے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہے یا پانچ مضامین کے اس مجموعہ میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی بھی موجود ہے۔ ان تمام مفاسد عقلیہ فاسدہ کا ابطال جو دنیا میں پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں۔ اور ان اعمال صالحہ و عقاید صحیحہ کا ذکر ہے جو انسان کی روحانی و جسمانی ترقیات کے لئے ضروری ہیں۔

اسی طرح انجیل کا خاتمہ دیکھو۔ اس میں لکھا ہے کہ یسوع جو خداوند کہلاتا تھا۔ اپنے دشمنوں کے قبضے میں آگیا۔ اور اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کہتے ہوئے اپنی جان دی۔ برخلاف اس کے قرآن مجید ختم ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

قرآن مجید پڑھنے والا قرآن شریف کا ختم بڑے زور سے علی الاعلان دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس خدا کی پناہ میں ہوں جو تمام انسانوں کو پیدا کرنیوالا اور پھر انہیں کمال تک پہنچانیوالا ہے۔ وہ سب کا حقیقی بادشاہ حقیقی معبود ہے۔ شہنشاہ اکبر ایک معمولی تھانیدار یا صاحب ضلع یا کمشنر اور لفٹنٹ کی پناہ میں آکر کس قدر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ پس کیا مرتبہ ہے اس شخص کا جو تمام جہان کے رب اور بادشاہ اور سچے معبود کی پناہ میں آجائے۔

غرض اس کتاب کا اول و آخر ہی اسلام اور عیسائیت میں فیصلہ کن ہے۔ اگر کوئی فہمیدہ دل بیدار ہو۔

فرعون کو بھی زیر کیجیو فرعون کیسا بڑا انسان تھا کیسا دلیر اور گستاخ کہ انا ربکم الاعلیٰ کہنے والی جنس کا تھا۔ اس کی تعلیم کا اثر میاں یہ ہوا کہ آج تک مصر کا بادشاہ فرعون کہلاتا ہے۔ بلکہ جنہی کے بتعاویذ ایسی اولاد ہیں کہ ان میں جو بعض ارباب کہلاتے ہیں باوجود اس کفر اور دعاوی ربوبیت کے اس کی منصف مزاجی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں حلیم الطبع لیڈر تھا۔ اور بمقابلہ کوئی موسیٰ انسان اپنے تئیں جب مباحثہ کرنا چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے۔

وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً ۔ یعنی اپنے مکانات کو قبلہ بناؤ ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں یہ معنے کئے ہیں کہ ایک مکان جہاں یہ تمہاری عبادت کا مقام اور خدا کی یاد کا ایک مرکز ہو اس کو اپنے مکان کے ساتھ ملحق رکھو۔ اور ایک مکان یہودیوں کا مشترک طور پر ہو ۔ یعنی عبادت گاہوں کی تعمیر بھی مکانات سے ملحق تھی ۔ مگر کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ آج کے مسلمانوں کی عبادت گاہیں ان کی شان میں آ رہی ہیں ۔ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ ۔ مسجدیں جو منع کرنے والے کے لیے یہ وعید ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا ذکر کرنے سے روکے ۔ احمدیوں کو روکا جاتا ہے ۔ اور روکنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ عبادت بلفظ کیوں ہو ۔ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۔ اور ان کو کچھ نہیں کہتے ۔ مگر صرف اس لیے کہ وہ اس صاحب عزت حمید پر ایمان لے آئے ہیں ۔ اس لیے ایمان لائے اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک خدا کی طرف سے عظیم الشان پکارنے والے کی آواز سنی ۔ اور ہم ایمان لائے

کاش ! یہ لوگ پچھلے زمانہ کے مخالفین کے انجام جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کو چشم عبرت سے پڑھتے ۔ اور وہ سمجھتے

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

کیا وہ لوگ جو بیت اللہ سے صحابہ کرام اور نبی کریم صلعم کو روکتے تھے ۔ آخر خود ہی بڑی ذلت کے ساتھ وہاں سے نہیں نکالے گئے ۔ اور انھوں نے اپنے لیے وہ ذلت کا حکم سن لیا فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۔ وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں ۔ حضرت مسیح کو سولی چڑھانے والے اور ستانے والے تھے مگر خدا نے مسیح کے متبعین کو وہ شان دی کہ اس کے اعلیٰ متبعین کو بھی سارے جہان کی حکومت بخشی ۔ ہم زبان کے پہنچنے والوں کو سنا دیتے ہیں کہ خدا کے وعید سچے ہیں جو ان الفاظ میں ہیں

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ

اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۬ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۗ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مسجدوں کی خرابی چاہتے ہیں، انکو چاہیے تھا کہ ڈرتے ہوئے لرزتے ہوئے داخل ہوتے۔ مسجد ویران کرنی ہے۔ اس میں دنیاوی بات یعنی ذکر کرنے کی ممانعت ہو وہ بھی اسکو عدالت کی جنگ ہوتی ہے چہ جائیکہ اس میں فساد کیا جائے نماز پڑھنے سے روکا جائے۔ ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں خرابی ہے اور آخرت میں اس کا بڑا عذاب۔ ایسے روکنے والے یاد رکھیں مشرق مغرب سب خدا ہی کا ہے۔ خدا کے فرمانبرداروں کی جہاں جگہ ہو جب اسی طرف اللہ کی توجہ ہوگی کیونکہ وہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔

طواف میں سات گردشیں کیوں ہیں؟

حضرت ابراہیم نے سات دعائیں کی ہیں۔

(۱) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ (۲) وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (۳) وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا (۴) وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۵) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ (۶) وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (۷) وَیُزَکِّیْھِمْ ۭ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

(۱) تو ہم سب کو اپنا فرمانبردار بنا لے (۲) ہماری اولاد میں ایک فرمانبردار جماعت ہو جائے کیلئے اسلام ہو جائے (۳) ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا۔ اس میں تنبیہ ہے اس بات کی طرف کہ کوئی من گھڑت طریقہ مقبول نہیں ہے (۴) اور ہماری فرمانبرداری میں جو غلطیاں ہوں ان کو درگذر فرما (۵-۶-۷) اور پھر ان میں ایک رسول مبعوث کر جو ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہو اور ان کا تزکیہ کرے۔

اسلام میں ایک امتیاز

جس پانی جب گرتی ہے تو پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ پانی بہتی ہے اس کا رخ ہر موڑ پر پیچھے بھی پستی کو پکڑتی ہے۔ اسلام نے اگر مشرکین سے کچھ چھڑایا تو اس کو بہتر لگا دیا مثلاً آخر وقت شراب پیتے تھے جب اس کی ممانعت کا حکم آیا تو اس کی بجائے وقت نماز کے رکھے۔ بت پرستی چھڑائی اور ایک اللہ کی عبادت سکھائی۔

انبیاء جتھے کا انتظار نہیں کرتے

یہ غلط ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تک جتھا نہ تھا آپ نے جنگ نہ کی حضرت نوح کے پاس کونسا جتھا تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ مگر جب وقت آیا تو ایک ہی دعا سے سب کافروں کو غرق کر دیا وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کی جماعت کی بابت فرعونی تو وہ کہتے ہیں إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ یہ ایک معدودی جماعت ہے مگر حضرت موسیٰ گھبرائے نہیں اور إِنَّا لَمُدْرَكُونَ کے جواب میں كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ فرماتے ہیں۔ اور ایک ہی دعا سے مخالفین کو قلع قمع کراتے ہیں جیسے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ اور خوب ان کے اموال پر جھاڑو پھیر دے۔ اور ان کے دل سخت کر دے کہ یہ ایمان نہ لائیں جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔

اسی طرح نبی کریم صلعم کی تھوڑی جماعت جتھے کے بھروسے پر نہ بیٹھیں۔ بلکہ غزوہ حنین میں اور جب مسلمانوں کو گھمنڈ ہوا لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ ... إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کی آیت نازل ہوئی کہ کثرت نے تمہیں اترایا تو کثرت کسی کام نہ آئی بلکہ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ ایسی تنگ گھڑی میں سب کے سب ساتھ چھوٹ گیا حضرت صلعم کا ثابت ہونا أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ پکارتے جاتے تھے۔

مومن میں تبلیغ کا جوش کیسا ہونا چاہیئے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف میں گئے۔ وہاں کے شریروں نے چند غنڈے لڑکے آپ کے پیچھے لگا دیئے آپ کی پنڈلیاں لہولہان ہو گئیں۔ فرماتے ہیں بارہ کوس میں بھاگتا آیا۔ اور مجھے اتنا معلوم نہیں ہوا کہ کہاں ہوں۔ پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی اگر فرمائیں تو یہ پہاڑ ان پر الٹ دوں فرمایا میں امید کرتا ہوں۔ ان کی اولاد کو خدا اسلام نصیب کرے۔

سبحان اللہ کیا حوصلہ کیا وسعت قلب ہے۔ اور پھر اپنے مولیٰ پر کیا کیا امیدیں ہیں ان

سو امید نہیں ہوتی۔ آخر ایک شخص کے باغ میں دم آ گیا۔ وہاں میں کلام سے تھا تو پیش کو
اس کو پوچھا تو کہاں گھاس [illegible] اس نے کہا بیٹا کو۔ کہا کہ اں دو [illegible] بھائی پر تس کا وطن
ہو پھر تو اس نے دینی تعلیم شروع کر دی۔ بس مومن کو چاہیے کہ ایسی ہمت ہو۔ ایسا عزم ہو۔ ایسا
استقلال ہو۔

نصرت الٰہی کن لوگوں کے لیے ہے

[illegible]
[illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرت الٰہی ان لوگوں کے
لیے ہے۔ جو اللہ کے کاموں میں نصرت کریں۔ اس کے دین کی حمایت کریں۔

(۱) نمازیں سنوار کر پڑھیں چنانچہ صحابہ کرام کی نماز اب تک بے نظیر نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ
صحابہ جو نماز نہ پڑھتا اسے مسلم نہیں سمجھتے تھے۔ وہ مسلمان ہونے کا امتیازی نشان سمجھتے تھے گو کہ
فرمایا [illegible] اگر توبہ کریں اور نماز
قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور حدیث میں ہو [illegible]
[illegible] اور جو ہماری نماز پڑھو
اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرو اور ہمارا ذبیحہ کھاوے وہ مسلم ہو۔ اس کے لیے اللہ کا عہد اور رسول کا
ذمہ ہے اور ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔ [illegible] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]
الصلوٰۃ۔ مومن وہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ دوسری طرف
جب دوزخیوں کو پوچھا جائیگا۔ [illegible] تمہیں دوزخ میں
کیا شئی لائی تو وہ جواب دیں گے ہم نمازی نہ تھے باوجود اس تاکید شدید کے افسوس اس
زمانہ میں ہم کے مسلمانوں اور زبان کو کلمہ پڑھنے والوں میں نمازی نہیں۔

(۲) زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔

(۳) امر بالمعروف اور

(۴) نہی عن المنکر کرتے رہیں۔

انصار اللہ

میں کل انصار اللہ کو رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام باقاعدہ ہو رہا ہے۔ اور ایک کثیر تعداد انصار کی غیر معمولی جوش کیساتھ اپنا کام کر رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر خاص کامیابی ہوئی ہے اور قریباً تیس کے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور آجکل تو کثرت کیساتھ انصار کی رپورٹوں سے خوشخبری کی بو آ رہی ہے۔ اپنے مولا سے آپ لوگوں کی کامیابی کیلئے خاص طور سے دعا میں مشغول ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ قبولیت کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ روکاوٹیں جو پہلے پیش آتی تھیں خود بخود اٹھ رہی ہیں اور غفلت کے پردے چاک ہو رہے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو عنقریب انصار کی طرف سے ایک بڑی فہرست ان اسماء کی شائع کی جائیگی جو ان کی کوششوں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونگے۔

مگر باوجود اس خوشخبری کے میں افسوس کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنے کام سے ناواقف ہے۔ اور سمجھتی ہے کہ ہمارے بدلے دوسرے بھائی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو سچ سچ بتاتا ہوں کہ کسی کی قبر میں کوئی دوسرا نہیں جائیگا اور ہر ایک شخص اسی کام کا نفع اٹھا سکتا ہے جو اس کے ہاتھوں سے کیا۔ پس ہوشیار ہو جاؤ اور ان وعدوں کو یاد کرو جو آپ لوگوں نے اپنے مولیٰ سے جماعت انصار میں داخل ہوتے وقت کئے کیا کسی کی عزت ہے کہ وہ اپنے خالق و حاکم سے ایک بات کہکر پھر جائے۔ اگر نہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ ان وعدوں کو توڑ کر کون نفع حاصل کر سکتا ہے [illegible] واقف ہو کر ناواقف انسان طور کیا تو اپنی محبت اور اتفاق کے رشتہ کو مضبوط کر لو۔ تا کہ تم بڑے بڑے انعام کے مستحق ہو۔ تمام احمدی جماعت کی بہتری اور اس کے شیرازہ کے مضبوط بنانے میں کوشش کرو اور اگر کسی جگہ جھگڑا اور فساد ہو تو اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پورے زور سے

انکو منع کرو۔ مسلمان محض خدا کا بنایا ہوا ہے تم اس کے خادم ہو اور ہر ایک قوم کی بہتری کا خیال کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہتری کا خیال کرے۔ میں سنتا ہوں کہ لوگ آپ لوگوں پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ایجاد ہوئی ہے۔ گھبراؤ نہیں کہ جب تک مخالفت نہ ہو کوئی کام ترقی نہیں پاتا۔ وہ لوگ خود کام نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اس جماعت کی دیکھا دیکھی دوسری کئی جماعتیں بھی قوم کے پورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتیں۔ [illegible] کام ہو سکتے ہیں۔ پس خدا پر بھروسہ رکھو۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق رکھو اور دعا کرو کہ خدا جن کو اپنے کام کے لئے چنتا ہے انکے کلام میں برکت دیتا ہے۔ [illegible] تیر بہدف ہو جاتی ہے۔ اگر انصار بہت بیچ میں سست ہیں اس سستی کو دور کرنا چاہئیے۔ جہاں جہاں کسی انصار کے ذریعہ سے کوئی شخص جماعت میں داخل ہو وہ فوراً مجھے اطلاع دیں۔ اور چاہئیے کہ ان لوگوں کے ناموں کا ایک رجسٹر رکھا جاوے تاکہ دوسروں کے لئے تحریص کا موجب ہو۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

لا تتبعوا خطوات الشیطٰن

(۱) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ [illegible] نے شکایت کی کہ میرے دل میں وسوسہ ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا چور اسی گھر میں گھستا ہے جس میں مال ہو۔ اگر کچھ نہ ہو گا تو وہ کیوں آتے۔ پس جو دل ہر قسم کی نفسانی سے خالی ہو۔ اس میں شیطان کا کیا کام

(۲) بعض لوگ شیطان کی ماہیت پر بحث شروع کر دیتے ہیں کہ اس کا جسم کیسا ہے شکل کیسی ہوتی ہے کیا چیز ہے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے کپڑوں میں سانپ گھس گیا ہو اور وہ اس کے کاٹنے سے بچنے کی فکر تو نہ کرے اور اس کی رنگت اس کی لمبائی کی تحقیقات شروع کر دے۔

(۳) شیطان کا سب سے بڑا داؤ یہ ہے کہ وہ شر کو خیر کی صورت میں پیش کرے۔

کسی بزرگ کے سفر کسی نے شکایت کی کہ ہمارا حاکم ظالم ہے۔ بزرگ نے جواب دیا۔ تم تو ظالم ہو پہلے اپنے ظلم کو دور کرو کہ حکم خدا [illegible] ہو۔ کذٰلک نولی بعض الظالمین بعضاً

ممبران تشحیذ الاذہان اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوں

انجمن تشحیذ الاذہان کے جس قدر ممبر ہیں بموجب قاعدہ کے انکا فرض ہے کہ وہ رسالہ کے خریدار بہم پہنچائیں یا ایک نسخہ یا دو نسخے لیں اور جو پہلے انکے ذمہ کوئی بقایا ہو تا کہ وہ دوسروں کیلئے اسوۂ حسنہ بن سکیں۔

میں بذریعہ اس تحریر کے تمام معزز ممبران کی قومی حمیت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حسب سال ۱۹۱۱ء [illegible] دنیا کو دکھا دیں کہ احمدی قوم کے نوجوانوں کے اندر کونسی روح کام کر رہی ہے۔ اپنے ذمہ کا بقایا ادا فرماویں اور چندہ ممبری بھی عطا ہو پھر ہر ایک ممبر کم از کم پانچ خریدار مہیا کر دے۔ جو اہل قلم ہیں وہ اپنے قلم کو ہر قسم کی حرکت دیں۔ غرض دامے درمے سخنے امداد کا پہلو تہی نہ فرماویں۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔ میں امید کرتا ہوں دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت نہ رہیگی۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصلی عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

دردسر ریاحی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۴

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۱۰ رسالہ جلد ۹

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر [illegible] میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

ہم مسلمان اصحاب کہف کیا کہتے ہیں	۳۳۱ - ۳۴۰	ایڈیٹر
پارسی مذہب	۳۴۱ - ۳۵۵	سید ولی اللہ شاہ
[illegible]	۳۵۶ - ۳۶۰	ایڈیٹر
[illegible]	۳۶۱ - ۳۶۲	
نکات قرآنیہ	۳۶۳ - ۳۶۶	
کل	۳۹۹ - ۴۰۰	

[illegible]

قومی ترانہ

سارے جہاں سے اچھا ۔ دارالاماں ہمارا ۔ دارالاماں ہمارا ۔ جنت نشاں ہمارا
جس جا پہ اپنا عیسیٰ اترا ہے آسمان سے ۔ ہے سننے والے سن لیں وہ مکاں ہمارا
مسجود قدسیاں ہے یہ سرزمین ۔ واللہ ۔ وہ لب پہ ذکر جاری ۔ ہے ہر زباں ہمارا
گلہائے معرفت پر ہم بلبلیں ہیں گویا ۔ اب بن چکا نشیمن یہ بوستاں ہمارا
یارب یہ آرزو ہے ۔ پوری ضرور کرنا ۔ مسکن ہو یہاں ہمارا ۔ مدفن ہو یاں ہمارا
کیا خوف ہے خزاں کا اس بوستاں میں کر ۔ مرزا غلام احمد ہے ۔ باغباں ہمارا
جو کام کر دکھایا مہدی! تیرے قلم نے ۔ وہ کام کر نہ سکتے سیف و سناں ہمارا
حد سے بڑھیں نہایت ایذائیں دشمنوں کی ۔ ناموس حق نے بھیجا پھر پاسباں ہمارا
تم اے زمینی لوگو! نقصان کیا کرو گے ۔ ہے سرزمیں سے نسب آسماں ہمارا
وہ دن بھی آ رہا ہے جب ہو گا یک عالم ۔ ان گولیوں کے بدلے پھولوں جہاں ہمارا
برباد ہو رہے ہیں پر مانتے نہیں ہیں ۔ کب سمجھیگا الٰہی ہندوستاں ہمارا
غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر ۔ مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا
بھر بھر کے جام عرفاں ۔ ہم کو پلائے ہر آں ۔ یہ نور دین یارب یہ داستاں ہمارا
سب خوبیوں میں کامل ۔ پاکوں میں ہیں شامل ۔ محمود دین مہدی ۔ یہ نوجواں ہمارا
دنیا و آخرت کی ۔ کھیتی ہمیں ہے گی ۔ صاحبقران ہو گا ۔ قرآں خواں ہمارا
دکھ درد کی حکایت ۔ دل کھول کر سنائیں ۔ بنجائے کوئی اگر گر رازداں ہمارا
دلیں اپنے چھوڑ آئے ۔ ڈیرہ کہیں نہیں جائے ۔ ہم قادیاں کے "اکمل" ہو قادیاں ہمارا

رسیدات زر

جناب نبی بخش صاحب	[illegible]	جناب عنایت اللہ صاحب	[illegible]
جناب شیخ مولا بخش صاحب	[illegible]	جناب حاجی رحیم بخش "	[illegible]
جناب منشی گلاب دین "	[illegible]	جناب ابو محمد الدین "	[illegible]
جناب منشی محبوب الرحمن "	[illegible]	جناب منشی امام علی خان "	[illegible]
جناب عبدالرحمن "	[illegible]	جناب منشی [illegible] "	[illegible]
جناب رحمت اللہ "	[illegible]	جناب مولا بخش "	[illegible]
جناب شیخ غلام نبی سیٹھی "	[illegible]	جناب چودھری مولا بخش "	[illegible]
جناب محمد حسین صاحب "	[illegible]	جناب شیخ رحمت اللہ "	[illegible]
جناب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام "	[illegible]	جناب میر حامد شاہ "	[illegible]
جناب منشی شاہ محمد صاحب	[illegible]	جناب حکیم محمد اکرم "	[illegible]
جناب ابو منصور الٰہی "	[illegible]	جناب عبدالعزیز "	[illegible]
جناب مولوی عزیز بخش "	[illegible]	جناب [illegible] اللہ "	[illegible]
جناب ڈاکٹر محمد الدین "	[illegible]	جناب چراغ دین "	[illegible]
جناب بابو عبدالرحمن "	[illegible]	جناب منشی فضل احمد "	[illegible]
جناب ڈاکٹر رحیم بخش "	[illegible]	جناب حاجی [illegible] الدین "	[illegible]
جناب شیخ غلام [illegible] پشاور "	[illegible]	جناب سید ناصر شاہ "	[illegible]
جناب عظمت خان "	[illegible]	جناب حافظ محمد اسحاق "	[illegible]
جناب غلام حسین "	[illegible]	جناب [illegible] بخش "	[illegible]
جناب میاں عنایت اللہ "	[illegible]	جناب [illegible] فضل الرحمن "	[illegible]
جناب نیاز محمد "	[illegible]	جناب حکیم محمد قاسم "	[illegible]

[illegible]	جناب مولوی جلال الدین صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الحمید	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر کرپا واللہ	[illegible]
[illegible]	جناب سید محمد علیشاہ	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی فضل	[illegible]
[illegible]	جناب محمود ظفر صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ لطیف الدین	[illegible]
[illegible]	جناب پیر علیشاہ	[illegible]
[illegible]	جناب محمد یوسف	[illegible]
[illegible]	جناب چودری شیر علی	[illegible]
[illegible]	جناب ہدایت اللہ	[illegible]
[illegible]	پیر بخش ہیڈ مسٹری اسسٹنٹ	[illegible]
[illegible]	جناب محمد حسین	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الکریم	[illegible]
[illegible]	جناب قمر احمد	[illegible]
[illegible]	جناب حکیم محمد صالح	[illegible]
[illegible]	جناب غلام رسول	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الخالق	[illegible]
[illegible]	جناب حافظ نور احمد	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر من بیگ	[illegible]
[illegible]	جناب مبارک علی	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر کرم الہی صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب احمد دین	[illegible]
[illegible]	جناب محمد الدین	[illegible]
[illegible]	جناب فضل دین	[illegible]
[illegible]	جناب چودری سرفراز خاں	[illegible]
[illegible]	جناب جلال دین	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد اسمٰعیل	[illegible]
[illegible]	جناب بابو محمد سعید	[illegible]
[illegible]	جناب ماسٹر غلام محمد	[illegible]
[illegible]	جناب محمد نذیر خان	[illegible]
[illegible]	جناب کرم علی	[illegible]
[illegible]	جناب محمد اکبر	[illegible]
[illegible]	جناب چودری نصر اللہ خان	[illegible]
[illegible]	جناب قمر الدین	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی عبد الغنی	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی محمد علی	[illegible]
[illegible]	جناب اکبر علی	[illegible]
[illegible]	جناب ماسٹر عبد الرحمٰن	[illegible]
[illegible]	جناب ولی محمد بیگ	[illegible]
[illegible]	جناب سید آدم علی	[illegible]

جناب امیر خان صاحب	[illegible]	جناب محمد الدین صاحب	[illegible]
جناب چوہدری علم دین	[illegible]	جناب محمد اسماعیل	[illegible]
جناب علی شیر	[illegible]	جناب شیخ عبدالرحیم	[illegible]
		جناب فتح خان	[illegible]
جناب شیخ محمد عالم	[illegible]	جناب سیٹھ موسیٰ	[illegible]
جناب مولوی فضل دین	[illegible]	جناب سید محمد	[illegible]
جناب چوہدری فضل احمد	[illegible]	جناب چوہدری حیات محمد	[illegible]
جناب سید محمد شاہ	[illegible]	جناب فقیر محمد مستری	[illegible]
جناب سید سردار علی شاہ	[illegible]	جناب تاج الدین	[illegible]
جناب حکیم جمیل احمد	[illegible]	جناب محمد یوسف	[illegible]
جناب ڈاکٹر برکت علی	[illegible]	جناب سید داؤد شاہ	[illegible]
		جناب سلطان ابراہیم	[illegible]
جناب نظام الدین	[illegible]	جناب چوہدری نظام الدین	[illegible]
جناب شیخ محمد حسین	[illegible]	جناب کریم بخش	[illegible]
جناب چوہدری اللہ رکھا	[illegible]	جناب محمد یوسف صاحب	[illegible]
جناب محمد خان	[illegible]	جناب مولوی امیر محمد سعید	[illegible]
جناب تاج الدین	[illegible]	جناب قاضی عطاء الٰہی	[illegible]
جناب شیخ مظفر حسین	[illegible]	جناب پیر عطا محمد	[illegible]
جناب محمد ابراہیم	[illegible]	جناب شیخ محمد بخش	[illegible]
جناب عبدالکریم	[illegible]	جناب محمد شفیع	[illegible]
جناب چوہدری علم محمد	[illegible]	جناب چوہدری غلام محمد	[illegible]

[illegible] جناب نواب خان صاحب	[illegible]
[illegible] جناب محمد بخش	[illegible]
[illegible] جناب بابو عطا محمد	[illegible]
[illegible] جناب محمد سلیمان	[illegible]
[illegible] جناب میر احمد شاہ	[illegible]
[illegible] جناب خواجہ کمال الدین	[illegible]
[illegible] جناب سید اسماعیل شاہ	[illegible]
[illegible] جناب عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب احمد امین	[illegible]
[illegible] محمد شفیع شیخ فضل الٰہی	[illegible]
[illegible] جناب عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب عبد الرحمٰن	[illegible]
[illegible] جناب پیر احمد	[illegible]
[illegible] جناب نور الدین	[illegible]
[illegible] جناب نجابت علی	[illegible]
[illegible] جناب منشی حبیب الرحمٰن	[illegible]
[illegible] جناب بابو مشتاق حسین	[illegible]
[illegible] جناب خدا بخش صاحب	[illegible]
[illegible] جناب سردار امام بخش	[illegible]
[illegible] جناب چراغ محمد	[illegible]
[illegible] جناب حکیم محمد امین	[illegible]
[illegible] جناب نصیر الدین صاحب	[illegible]
[illegible] جناب شیخ محمد حسین صاحب	[illegible]
[illegible] جناب مرزا امیر اکبر	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری محمد خاں	[illegible]
[illegible] جناب میاں نبی محمد	[illegible]
[illegible] جناب ظہور الحسن	[illegible]
[illegible] جناب قاضی محمد رشید	[illegible]
[illegible] جناب حکیم غلام علی	[illegible]
[illegible] جناب منشی محمد حسین خان	[illegible]
[illegible] جناب سلطان احمد	[illegible]
[illegible] جناب منشی دوست خاں	[illegible]
[illegible] جناب منشی رحیم الدین	[illegible]
[illegible] جناب شیر محمد خاں	[illegible]
[illegible] جناب خواجہ احمد حسن	[illegible]
[illegible] جناب محمد عبد العزیز	[illegible]
[illegible] جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible] جناب کریم بخش	[illegible]
[illegible] جناب مرزا محمد جمیل بیگ	[illegible]
[illegible] جناب منشی عنایت علی خاں	[illegible]
[illegible] جناب میاں [illegible] خاں	[illegible]
[illegible] جناب [illegible] شاہ خاں	[illegible]

نام	رقم
[illegible] جناب عزیز الرحمن صاحب	[illegible]
[illegible] جناب مولوی عبد الحمید	[illegible]
[illegible] جناب مولوی نور احمد	[illegible]
[illegible] جناب عبد الصمد خان	[illegible]
[illegible] جناب مولوی احمد حسن	[illegible]
[illegible] جناب محمد دین	[illegible]
[illegible] جناب حکیم بخش	[illegible]
[illegible] جناب حافظ محی الدین صاحب	[illegible]
[illegible] جناب عبد الولی	[illegible]
[illegible] جناب شیخ فضل کریم	[illegible]
[illegible] جناب محمد اکبر صاحب	[illegible]
[illegible] مولوی محمد قمر الدین	[illegible]
[illegible] چوہدری حاکم علی	[illegible]

بابت ماہ اپریل

نام	رقم
[illegible] جناب بابو سید رجب علی صاحب	[illegible]
[illegible] جناب چوہدری رکن الدین	[illegible]
[illegible] جناب منشی عبد اللطیف	[illegible]
[illegible] جناب فتح محمد	[illegible]
[illegible] جناب راجہ بشیر محمد	[illegible]
[illegible] جناب محمد افضل خان	[illegible]
[illegible] جناب آغا محمد	[illegible]
[illegible] جناب اختر علی	[illegible]
[illegible] جناب عبد الرزاق	[illegible]
[illegible] ابو الفضل الٰہی	[illegible]
[illegible] جناب ابو فخر الدین	[illegible]
[illegible] جناب مولوی محمد علی	[illegible]
[illegible] جناب کرم الٰہی صاحب	[illegible]
[illegible] جناب سید سعید الدین	[illegible]
[illegible] جناب ظہور الدین	[illegible]
[illegible] جناب مخدوم محمد صدیق	[illegible]
[illegible] جناب سیٹھ غلام محمد	[illegible]
[illegible] جناب میاں محمد حسین خان	[illegible]
[illegible] جناب بابو مظفر حسین	[illegible]
[illegible] جناب میاں عبد الغنی	[illegible]
[illegible] جناب جمال الدین	[illegible]
[illegible] جناب منشی غلام محمد	[illegible]
[illegible] جناب محمد ابو الحسن	[illegible]
[illegible] جناب نصر اللہ خان	[illegible]

[illegible]	جناب سلطان محمد صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب مسٹر نور الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب حاجی محمد مولوی 〃	[illegible]
[illegible]	جناب نبی بخش 〃	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری احمد 〃	[illegible]
[illegible]	جناب سید عادل شاہ 〃	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری [illegible] خان 〃	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الواحد 〃	[illegible]
[illegible]	جناب ابو القاسم حمید 〃	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری کریم بخش 〃	[illegible]
[illegible]	جناب سید حیات علی 〃	[illegible]
[illegible]	جناب محمد عبد اللہ خان 〃	[illegible]
[illegible]	جناب سید مرحابی احمد 〃	[illegible]
[illegible]	جناب عبد اللہ 〃	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ محمد اصغر 〃	[illegible]
[illegible]	جناب محمد سعد اللہ 〃	[illegible]
[illegible]	جناب محمد یحییٰ محمد یعقوب 〃	[illegible]
[illegible]	جناب میاں عبد اللہ 〃	[illegible]
[illegible]	جناب محمد امین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب سید تفضل حسین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی نور محمد 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مسٹر عنایت خان گوہر صاحب	[illegible]
[illegible]	جناب بابو عبد الرحمٰن 〃	[illegible]
[illegible]	جناب شیخ نور الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب ڈاکٹر محمد حسین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری غلام قادر 〃	[illegible]
[illegible]	جناب بابو عزیز الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب عبد العزیز 〃	[illegible]
[illegible]	جناب چوہدری نور خان 〃	[illegible]
[illegible]	جناب بابو غلام حسین 〃	[illegible]
[illegible]	محمد عظیم الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مستری عبد الرحمٰن 〃	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد ابراہیم 〃	[illegible]
[illegible]	جناب عبد الحکیم 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی [illegible] 〃	[illegible]
[illegible]	جناب قاضی محمد اکرم 〃	[illegible]
[illegible]	جناب منشی محمد الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب نور الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مسٹر عبد العزیز 〃	[illegible]
[illegible]	جناب غلام احمد 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مستری نجم الدین 〃	[illegible]
[illegible]	جناب مولوی محمد یعقوب 〃	[illegible]

[illegible]

جناب حکیم محمد دین صاحب	[illegible]
جناب ڈاکٹر سید محمد اسماعیل "	[illegible]
شیخ سوا بخش "	[illegible]
جناب سید سردار شاہ علی "	[illegible]
جناب چوہدری گوہر علی "	[illegible]
جناب بابو عبد العزیز "	[illegible]
جناب منشی محمد دین "	[illegible]
جناب ملک عبد اللہ "	[illegible]
جناب سید عابد حسین تحصیلدار "	[illegible]
جناب مولوی عبد القادر "	[illegible]
جناب محمد حبیب اللہ "	[illegible]
جناب منشی امیر الدین "	[illegible]
جناب سلطان محمود "	[illegible]
جناب بابو علی گوہر "	[illegible]
جناب منشی فرزند علی "	[illegible]
جناب منشی عبد الغنی خان "	[illegible]
جناب بابو برکت علی صاحب "	[illegible]
جناب رحمت خان "	[illegible]
جناب نذر محمد "	[illegible]
جناب چوہدری غلام احمد "	[illegible]
جناب میاں لطیف الرحمن "	[illegible]

جناب الہی بخش صاحب	[illegible]
جناب شیخ منظور الدین "	[illegible]
جناب منشی حسن علی "	[illegible]
جناب غلام محمد "	[illegible]
جناب خواجہ جمال الدین "	[illegible]
جناب محمد اسماعیل "	[illegible]
جناب میاں محمد "	[illegible]
جناب مہدی علی "	[illegible]
جناب عبد الستار "	[illegible]
جناب منشی عبد الرحیم "	[illegible]
جناب مرزا رسول بیگ "	[illegible]
جناب ملک عباس خان "	[illegible]
جناب عبد الرحمن خان "	[illegible]
جناب چوہدری شاہ دار "	[illegible]
جناب چوہدری مکین "	[illegible]
جناب محمد صغیر "	[illegible]
جناب شمس الدین "	[illegible]
جناب رحمت اللہ "	[illegible]
جناب رحیم بخش "	[illegible]
جناب شیخ خدا بخش "	[illegible]
جناب عبد اللہ خان "	[illegible]

میاں لطیف الرحمن صاحب	[illegible]	جناب مولوی نور حسین صاحب	[illegible]
جناب حاجی منشی نور دین	[illegible]	جناب احمد الدین	[illegible]
جناب منشی محمد دین	[illegible]	جناب محمد عبدالحمید	[illegible]
جناب حبیب اللہ	[illegible]	جناب شیخ محمد عبداللہ	[illegible]
جناب ابراہیم	[illegible]	جناب بابو زین الدین	[illegible]
شیخ خیراتی	[illegible]	جناب روشن دین	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب قاضی عبداللطیف	[illegible]
جناب بابو مظفر احمد	[illegible]	جناب مرزا غلام سرور	[illegible]
جناب بابو غلام محی الدین	[illegible]	جناب مولوی عبدالرحیم	[illegible]
جناب غلام مصطفے	[illegible]	جناب غلام صفدر	[illegible]
جناب عبدالعزیز	[illegible]	جناب نظام الدین	[illegible]
جناب شمس الدین	[illegible]	جناب محمد سلیمان	[illegible]
جناب شیخ محمد	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب اللہ دیا	[illegible]
جناب منشی غلام مرتضیٰ خان [illegible]	[illegible]	جناب عبدالغنی	[illegible]
جناب منشی افضل [illegible]	[illegible]	جناب عبدالحمید	[illegible]
جناب رحمت علی	[illegible]	جناب چوہدری نبی بخش	[illegible]
جناب میاں امام الدین	[illegible]	بابو محمد اسماعیل	[illegible]
جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم	[illegible]	جناب سید صادق حسین	[illegible]
جناب بابو عبدالعزیز	[illegible]	جناب مستری کریم بخش	[illegible]
جناب ڈاکٹر محبوب عالم	[illegible]	جناب بابو حیات محمد	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان رسالہ

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء

ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں؟

دانا انسان جب کسی کام کو شروع کرتا ہے تو سوچ لیتا ہے کہ میں کیا کام کرنے لگا ہوں۔ اور اگر دانا نہ کرے تو دشمنوں کی ہنسی کا موجب ہوتا ہے۔ چونکہ ہم بھی حضرت مسیح موعود کو قبول کر چکے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ ہم آپکو کیا سمجھتے ہیں۔ بعض دفعہ دشمن یہ سوال کر بیٹھتا ہے کہ آپ مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں تو اسکا جواب بعض لوگ تو اچھی طرح نہیں دے سکتے اور بعض دفعہ تو چالاک دشمن خود حضرت صاحب کے متعلق ایک سوال جاہلانہ پیش کر کے ان کو مطابق کرکے دکھانا ہر ایک کا کام نہیں ہوتا۔ خصوصاً ان پڑھ یا کم علم لوگ بہت مشکل میں پڑ جاتے ہیں لیکن اگر یہ مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہو تو پھر کسی کو جواب دینے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک احمدی بڑی آسانی سے مخالف کے اعتراض کا جواب دے سکے۔ اسلئے میرا ارادہ ہے کہ حضرت صاحب کے دعاوی اور الہامات کو نقل کروں تاکہ احمدی صاحبان اپنے خیالات کو اس مسئلہ کے متعلق یکسو کرلیں۔

یہ بات تو صاف ہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تھے اور ساتھ ہی آپکے مہدی بھی تھے

لیکن یہ سوال ضرور ہے کہ رسول کریمؐ کے ساتھ آپ کا کیا تعلق تھا۔ اس بارہ میں جس طرح احادیث میں بظاہر اختلاف ہے اسی طرح حضرت صاحب کے اقوال میں بھی بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان میں تطبیق پیدا کریں۔

حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اپنے آپ کو امتی کہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میرا ع یک قطرہ ز بحر کمال محمد است۔ اسی طرح فرماتے ہیں ع خاکم نثار کوچۂ آل محمد است۔ اسی طرح ارشاد کرتے ہیں ع وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔ علاوہ اس قسم کی کئی عبارتیں آپ کی کتب میں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے تئیں کچھ بھی نہیں سمجھتے۔

لیکن ساتھ ہی جب اور کتب کو دیکھا جاتا ہے۔ اور دیگر ابیات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوں بھی فرماتے ہیں۔ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

اسی طرح آپ خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔

انی[1] نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس۔ وانّ سری اخفٰی و انأی من اکثر اهل الله فضلًا عن عامة الاناس۔

[1] اور میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے چہ جائیکہ عام لوگوں کو اس کا کچھ علم ہو سکے

فلا تقیسونی باحد ولا احدًا بی۔ ویا قومی انی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امرکم الی الابلاس۔ ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان۔ ومن کذب ھذا البیان فقد مان۔ وباء بغضب الرحمن۔ وجعلنی مظھر النبی المھدی الاکرم وبلغنی الی مقام الختم من الولایۃ کما کان سیدی المصطفٰی علٰی مقام الختم من النبوۃ۔ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء۔ لا ولی بعدی الا الذی ھو منی وعلٰی عھدی۔ وانی ارسلت من ربی بکل قوۃ وبرکۃ وعزۃ۔ وان قدمی ھذہ علٰی منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ۔ پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ وعلموا ان نبینا

پس مجھ کو کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ اور میرے بھائیو میں احمد ہوں پس میری تعریف کرو اور مجھ کو گالیاں مت دو اور اپنے امر کو ناامیدی تک مت پہنچاؤ۔ اور جو شخص میری تعریف کرے اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑے تو اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور جس شخص نے اس بیان کو جھٹلایا پس اس نے جھوٹ بولا اور خدا کے غضب کا مورد ہوا۔ اور مجھ کو نبی ہادی اکرم کا مظہر بنایا اور مجھ کو ولایت کے سلسلہ کا ختم کرنے والا بنایا جیسا کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ اور جان کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار برس

صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث فی الالف الخامس کذالک بعث
فی آخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود۔
اسی طرح فرماتے ہیں فثبت من ھذا ان المسیح الموعود مظہر الحقیقة
المحمدیة۔ ونازل فی الحلل الجلالیة۔ فلذالک علّق ظہورہ بعد الالف
ظہور نبیہ المصطفٰی۔ پھر فرماتے ہیں ولما کان المسیح الموعود لوجود نبینا
کالمرآة ومتمم امرہ باشاعة البرکات واظہار الاسلام علی الادیان
کلہا بالآیات۔ شکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعیہ کشکر الآباء للابناء
اسی طرح اسی کتاب میں فرماتے ہیں فاتخذ علی طریق البروز مظہر الامة اسمہ
وھو لہ کالعین فی اسمہ وماھیتہ۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین
المصطفٰی فما عرفنی وما رأی۔ غرضیکہ متعدد جگہ الہامات میں آپ اپنے آپ کو کل
انبیاء کا جامع قرار دیتے ہیں اور یہ شان رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی اسی طرح یہ بھی
دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی رسول اللہ ہوں۔ اور آپ کا بروز کامل ہوں اور مظہر اتم ہوں۔ اور ایک
آئینہ ہوں جس پر رسول اللہ کی کل اشکال کا عکس پڑا ہے۔ پھر یہ بھی دعویٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں خدا م

میں مبعوث ہوئے۔ ویسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث
ہوئے۔ پس بیان سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے اور جلالی طور میں نازل ہوا ہے
اسی لئے ہزار کے قریب اسکا ظہور نبی مصطفٰی کا ظہور ہو گیا ہے۔ اور چونکہ مسیح موعود نبی کریم کے
وجود کا آئینہ ہے برکات کی اشاعت اور تمام دینوں پر اسلام کے غلبہ سے آنحضرت کے امر کا تمام کرنیوالا
تھا۔ اس لئے نبی کریم نے اسکی کوشش کو پسند کیا جیسا کہ باپ بیٹوں کی کوشش کا شکر کرتے ہیں۔ پس اسکی
اسکے نام کا بطور بروز ظہور ہوا اور وہ اسکے لئے اسم و ماہیت میں عین کی مانند ہوگئے اور جو شخص مجھ میں
اور مصطفٰی میں تفریق کرتا ہو۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے۔

کو مظہر ہوں اور سر مو بھی فرق نہیں، وہ مجھ میں سما گیا ہو اسی طرح، اور فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ اور مجھ میں کسی قسم کا فرق کرتا ہو وہ گمراہ ہے اور فرماتے ہیں کہ ہم ہر قسم کے انسانی کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ [illegible] ہے۔

اپنی عبارتوں پر بس نہیں، آپ کے الہاموں کو ہم دیکھیں تو وہاں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت کو اپنی نسبت الہام ہوا کہ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی انت منی بمنزلۃ عرشی انت منی بمنزلۃ ولدی لولاک لما خلقت الافلاک انا اعطیناک الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا جری اللہ فی حلل الانبیاء۔

اب غور طلب یہ بات ہے کہ ان دونوں قسم کے اقوال میں تطبیق کیا ہو اور ہم حضرت مسیح موعود کو کیا سمجھیں۔ سب سے پہلے جو بات ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن اقوال میں انکسار پایا جاتا ہے وہ سب حضرت صاحب کے نثر میں ہیں۔ اور الہامات میں انکساری الفاظ نہیں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اقوال کو بہت توجہ سے پڑھو تو دوسری بات جو غور کرنے کے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ ایسے اقوال قریباً کل اشعار میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور دوسرے نثر اور نظم دونوں میں نثر کو نظم پر فضیلت ہوتی ہے کیونکہ نظم جذبات عشقیہ کو اظہار کرتی ہے اور عشق کے جوش میں عاشق اپنے معشوق کے لیے جو الفاظ برتتا ہے وہ دوسرے وقت میں استعمال نہیں کرتا۔ اس بات پر بھی غور کر کے وہ انسان معلوم کرتا ہو کہ وہ اقوال جن میں حضرت صاحب نے اپنا رتبہ بتایا ہے پہلے انکساری اقوال سے زیادہ قابل غور ہیں۔

لیکن سوال یہ ہو گا کہ آیا پہلے خیالات غلط ہیں یا دوسرے۔ پہلے تو آپ فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں رسول اللہ کی خاک پا ہوں۔ اور آپ کی آل کا غلام ہوں اور دوسرے اقوال میں فرماتے ہیں کہ میں آپ کا مظہر اتم ہوں۔ آپ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اور جو کوئی فرق کرتا ہے جھوٹا ہو۔

اس عقدہ کے حل کرنے کے لیے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود حضرت صاحب کے الہامات کو

ہی اس کا اصل ہوتا ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ... پر آپ ایک الہام درج کرتے ہیں کل برکة من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم وتعلّم یعنی ہر ایک برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ملتی ہے اور آپ کی رسالت کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی جناب سے کسی فیض روحانی کا امیدوار نہیں ہو سکتا اور یہ استاد یعنی رسول اللہ صلعم بڑے برکت والے ہیں اور یہ شاگرد یعنی مسیح موعود بھی بہت برکت والا ہے اس جگہ پہلے تبارک کا لفظ رسول اللہ ہی کی طرف لگتا ہے اور بعد میں رسول اللہ اور مسیح موعود دونوں کیلئے تبارک کا ایک ہی لفظ لایا گیا ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ حقیقتاً ذاتی طور پر کل برکات رسول اللہ میں ہیں لیکن مسیح موعود شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کے فیض سے مستفیض ہوا ہے مگر آپ کے کل علوم کو اس نے اخذ کر لیا ہے۔ اس طرح دونوں میں دو نسبتیں قائم ہو گئی ہیں ایک تو نسبت تعلیمی اور دوسری نسبت علمی۔ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے مسیح موعود ہمیشہ شاگرد رہیگا رسول اللہ کے مقابل میں کچھ بھی نہیں کیونکہ اس کا کل علم رسول اللہ کے فیض ہی کا نتیجہ ہو جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک استاد جس سے کسی طالب علم نے پڑھا ہو جب وہ طالب علم تعلیم سے فارغ ہو تب بھی وہ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے اپنے استاد کے سامنے وہ اتنی ترقی کر کے بھی یہ نہیں کہتا کہ اب تو میں علم میں اس کو پہنچ گیا ہوں بلکہ ہمیشہ اسی بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کی اولاد کا بھی غلام ہوں کیونکہ باوجود اس علم کے حاصل ہو جانے کے استاد کا احسان اسکے سر پر ہے۔ اور جو بڑا ... ہو گا وہ احسان اس پر نہیں ... وہ ہمیشہ ... استاد کو محسن اور شاگرد کو محسن ... ہو۔ اسی طرح ایک موجد جو ایک دماغ سے ایک ایجاد کرتا ہو اگر کسی انجینئر کو ایجاد بتاوے تو گو کہ بہت ہی علم تھا ... اس انجینئر کو سکھا دیا۔ تب ہی تو وہ اسکے بنانے پر قادر ہوا۔ لیکن باوجود وہ موجد موجد ہی ہے اور وہ انجینئر انجینئر ہی ہو۔ نسبت تعلیمی کے لحاظ سے وہ انجینئر اسکے نیچے ... کر سکتے نجات نہیں پا سکتا۔ گو نسبت علمی میں دونوں برابر بھی ہو جائیں۔ اسی طرح رسول اللہ تو استاد اور موجد کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسیح موعود شاگرد اور انجینئر کی نسبت تعلیمی کے لحاظ سے تو آپ کیلئے یہی مناسب تھا کہ آپ فرماتے کہ خاکم نثار کوچۂ آل محمد است۔ اور نسبت علمی کے لحاظ سے

بھی درست تھا کہ آپ فرماتے کہ مسیح موعود ہے نہ کہ مجتبیٰ یا شہید کیونکہ رسول اللہ نے کشفی طور پر اپنے علوم کا آپکو وارث کر دیا اور یہ ضروری بھی تھا کیونکہ جب مسیح موعود کو وہی کام پورا کرنا تھا جو رسول اللہ کو سونپا گیا تھا اور کل دنیا کی ہدایت آپکا کام تھا اور بموجب احادیث شیطان کے آخری حملہ کو رد کرنے کے لئے آپکی بعثت ہوئی تھی تو ضرور تھا کہ وہ علوم حقہ کے ذریعہ سے جو رسول اللہ نے اپنے زمانہ میں شیطان کا مقابلہ کیا مسیح موعود کو بھی دیئے جاتے ہم کو ضرورت نہیں ہے ان کے ذریعہ شیطان کا مقابلہ کر کے اس کا چوک کر دو۔ پس پہلی قسم کے اقوال تو آپکے نسبت تعلیمی کے لحاظ سے ہیں اور شاگرد کا بھی یہی حق ہے کہ اپنے استاد کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال کرے اسی نمونہ خیالات آپکے نظم میں ادا کئے ہیں کیونکہ وہ بوجہ عشق کامل کے ہوتا ہے وہ دوسرے خیالات کا اظہار نظم و نثر دونوں میں کیا۔ اور اصلاحات میں انکی ایسے پائی جاتی ہے

ایک بڑی اور بات یاد رکھنا چاہیئے کہ معمولی قسم کے استاد و شاگرد کے تعلق سے یہاں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ وہاں تو استاد ایک حد تک اپنا علم سکھا کر فارغ ہو جاتا ہے لیکن رسول اللہ کی شاگردی سے انسان کبھی فارغ نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا علم ہر روز ترقی کر رہا ہے ہر شخص کل آپکے علوم کا محتاج تھا آج بھی ہے۔ اور جسقدر ترقی کرتا جاوے محتاج رہے گا کیونکہ تیرہ سو سال ہو گئے ہیں آپ کو گئے ہوئے مگر اب بھی ہر روز آپکی ترقی اور اسی طرح ہو رہی ہے پس دوسرے استاد کی طرح آپ کے شاگرد آپکے کل علوم کو وارث ہو کر بھی آپ سے مستغنی نہیں ہوتے بلکہ ہر روز آپکے علوم انہی کی اتباع سے حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

اس عقدہ کے حل کرنے کا ایک تو یہی طریق ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے اور ایک دوسرا طریق بھی ہے جیسے حضرت صاحب نے کئی کتب میں اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ کو بادشاہ قرار دیا جائے اور مسیح موعود کو وزیر۔ بادشاہ اور بادشاہ کی غیر حاضری کے وقت مقرر کیا گیا ہو پس باوجود اس کے کہ وزیر بادشاہ کی غیر حاضری کے وقت ویسا ہی با اختیار ہوتا ہے جیسا کہ بادشاہ اور بعض وقت چاہے بادشاہ کو اختیار رہتا ویسا ہی [illegible]

نوٹ * چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ منطبق ہونے کا ثبوت ہے

لیکن اگر غور کریں تو وہ آقا ہی ہے غلام وہ ملک ہے یہ غلام وہ افسر ہے یہ ماتحت غرضیکہ وزیر اعظم میں اور بادشاہوں میں جو نسبتیں پائی جاتی ہیں اگر اس لحاظ سے دیکھیں کہ کل اختیارات وزیر اعظم کو بادشاہ کے طفیل ملتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ غلام یا ماتحت کی نسبت رکھتا ہے۔ اگر کام اور قبضہ اور قدرت کی نسبت کریں تو بادشاہ کی غیر حاضری میں اس وزیر اعظم اور بادشاہ میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔ پس مسیح موعود ایک وزیر اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ کے تمام کمالات اور اختیارات رسول اللہ کی طرف سے ہیں آپ غلام اور امتی کہلاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ اسی کام پر مامور ہو کر ہیں جس پر رسول اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب اور ذلت اور رسوائی کی خبریں دی ہیں جیسی کہ رسول اللہ کے مخالفین کو دی تھیں اور آپ اسی حضرت کا وہ وجود ہیں جو رسول اللہ سے تھا۔ آپ کہتے ہیں من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی۔

علاوہ ازیں ایک تیسرا راہ بھی ہے جس کے لحاظ سے یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ اس طریق کی طرف بھی اور حضرت کی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے آپ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ "ما کان المسیح الموعود وجودا مبینا کالمرآۃ لشکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسعیدا۔" یعنی آپ کے وجود کو ایک آئینہ سے مشابہت دی گئی ہے۔ آئینہ چونکہ جو چیز اس کے سامنے آئے اس کا عکس دکھاتا ہے گویا اس چیز کا منظر قائم ہو جاتا ہے پس اگر ہم اس مثال پر غور کریں تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کیونکہ انبیاء کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اخلاق کے اظہار کرنے میں ایک آئینہ کا کام دیتا ہے اور اصل صفات یا حسن اور جمال تو خدا کا ہی ہوتا ہے وہ اس کے حضور میں ایک آئینہ کی مانند ہو جاتے ہیں اور اسکا نور اسی طرح انعکاس کرتے ہیں کہ ہر ایک مدت کے بعد کوئی ہی نور بجھ جاتے ہیں پس جو کسی زمانہ میں زیادہ جلا ہوتی ہے اور کسی میں کم۔ اسی طرح انبیاء میں بھی کوئی زیادہ جلا رکھتا ہے اور کوئی کم اور رسول اللہ چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اور سب سے بڑھ کر آپ نے اپنا وجود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بالکل مٹا دیا تھا۔ ایسے صاف اور مطہر اور مصفیٰ ہو گئے تھے کہ جیسا عکس آپ نے صفات و اخلاق الٰہی کا حاصل کیا اور جس طرح آپ میں اللہ تعالیٰ کا حسن نظر آتا ہے اور کسی نبی میں وہ شان نہیں پائی

جاتی۔ آپ کے بعد ہو کر نبوت مستقلہ کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب تو آپ ہی کا عکس الٰہی کو اپنے ظل پیدا کرنا چاہیے ۔۔
نیکی رہ گئی یہ کر سکتا ہے ایک ہی سمت میں ہو کسی نے وہ جلا و صفائی حاصل نہیں کی تھی جیسے
کہ مسیح موعود نے اپنے دل کو صیقل کر دیا۔ اور صرف بعض خوبیوں کے مظہر نہ ہوئے۔ مسیح موعود اپنی صفائی قلب
کے کمال اور مکمل ہو جانے کی وجہ سے آپ کے کل نقشہ کا مظہر ہوا۔ اور اس نے ایسی جلا پائی کہ ہر ایک ظل آپ کے
خط و خال کے دل پر جا گریں۔ ہاں۔ اور مسیح کے تو سب نبیوں کی ہم ایک ظلی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اسی واسطے خلاف
پہلے انبیاء کے آپ کی کل دنیا کی بہتری کا کام سپرد ہوا۔ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کی طرف ۔۔
مبعوث ہوا۔ اور چونکہ آپ کا کامل مشابہت رکھنے کے آپ کی طرح اس حکم کے ماتحت آگئے کہ تبارک
الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور یہ تو قدرتی ایک عام مسئلہ ہے کہ
جب ایک شکل کی نقل دوسری جگہ کامل اور سچی پائی جاوے تو پھر بھی وہی حکم لگتا ہے جو پہلے پر۔ مسیح موعود
نے اپنے آپ کو رسول اللہ کی کامل نقل کر کے خود پر منتقل کیا۔ تو جس طرح آپ کو ان کمالات کے حصول پر
کل دنیا کی طرف نذیر کر کے بھیجا گیا تھا۔ مسیح موعود کو بھی کل دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ
میں جو نقشہ نظر آتا ہے وہ سب رسول اللہ کا ہے۔ اور رسول اللہ میں جو نقشہ نظر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا
ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک تالاب پر سورج چڑھا ہوا ہے تو اس پانی میں سورج کا نقشہ نظر آجائیگا
اور اگر اس تالاب کے اوپر ایک آئینہ رکھیں تو اس آئینہ میں بھی وہی نقش نظر آئیگا لیکن شرط ہے
کہ اس تالاب کے مقابل میں آئینہ کو رکھا جاوے۔ اسی طرح رسول اللہ ایک تالاب ہیں کہ جن پر خدا کا عکس پڑ
رہا ہے اور مسیح موعود ایک آئینہ ہے کہ جو اس تالاب سے عکس حاصل کر رہا ہے گو اس آئینہ پر بھی وہی نور الٰہی
جلوہ گر ہے۔ مگر چشمہ محمدی سے فیضان حاصل کر کے اگر اس آئینہ کو چشمہ محمدی سے دور کر دیں تو پھر کچھ
بھی نہیں رہتا۔ پس اسی واسطے کہ مسیح موعود کی نسبت محمدی ہو کر ہے اسکی اپنی ذات کچھ بھی
نہیں۔ اور یہ اس کے کمال اور تمام تر محمود کمال ہیں۔ پھر جدا گانہ ہے۔ مسیح موعود رسول اللہ کا مظہر
اتم ہے اور بلحاظ نفس دونوں میں فرق کرنا جاہلیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور اگر مخالفت مخالف
اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان بھی نہ پیدا کرتا۔ یہ صرف شان محمدی ہے۔ پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول کریم سے ایسی مشابہت دی ہے کہ جو کمال آپ کے ختم نبوت کا موجب تھا آپ کو بھی تمام نبوت
کا موجب وہ ایک ایسی مشابہت تھا جو پیدا کی گئی کہ جس امت کا دم تو ٹوٹ گیا ہی والا سلسلہ ہو گیا۔ اس کو ظاہر
اور کیا وجہ ہو کہ جس طرح رسول اللہ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا تھا جب تک آپ کی اطاعت اور
حکومت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائے اور جب تک آپ کے نقش قدم کو اپنے دل پر منعکس نہ کرے اسی طرح
مسیح موعود کے لیئے بھی یہ درجہ عطا فرمایا کہ آئندہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ
مسیح موعود کے نور کو [illegible]
جب تک رسول اللہ کی اتباع کی مہر اس کی دستاویز پر نہ ہو۔ اسی طرح رسول اللہ کے متبعین میں کوئی شخص
نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسے کوئی قبولیت عطا ہو سکتی ہے جب تک مسیح موعود کی
فرمانبرداری کی مہر اس کے دل پر نہ ہو۔

مذکورہ بالا طریقوں سے حضرت صاحب کے دونوں قولوں کی ایسی مطابقت ہو جاتی ہے
کہ بغیر کسی نکتہ چینی کے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لحاظ سے کہ رسول کریم بادشاہ
ہیں اور مسیح موعود رعیت۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ استاد ہیں اور یہ شاگرد۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ
جو اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کرتے ہیں اپنے آپ کے واسطے آپ فرماتے ہیں۔ اور وہ سب اولاد
ہیں کہ جب وہ سب میں ایسے کیا ہوں لیکن وہ ایسی ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ اس زمانے
کے تو کل وہ تعلیمات و نشانات لیکر آئے ہیں جو رسول اللہ لیکر آئے تھے۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ کے
زمانہ نے استعداد پائی کہ رسول اللہ کے کل نقوش اپنے اوپر منعکس کر لے۔ اور اس لحاظ سے کہ رسول
اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیا۔ آپ رسول اللہ کے مظہر اتم ہیں۔ اور جو ان
دونوں میں فرق کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی جماعتوں کو بھی تربیت کے
لحاظ سے ہم میں مشابہ قرار دیا۔ پس آپ کے اقوال میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور وہ بالکل مطابق ہیں۔ اور
مذکورہ بالا طریق سے ہمارا یہ ایمان ہے۔ اور ہر ایک احمدی کو ہم آواز بلند کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم مسیح موعود کو
رسول اللہ کا کامل نمونہ اور مظہر اتم جانتے اور یقین کرتے ہیں۔

مرزا محمود احمد

پارسی مذہب

Digitized by Khilafat Library

جیسا کہ ہم نے پچھلے پرچہ میں لکھا تھا ہم اس سے ارادہ رکھتے ہیں کہ آئندہ ہم ناظرین کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے ہر اشاعت میں کسی نہ کسی مذہب کا حال بیان کیا جاوے تاکہ ناظرین ہر ایک مذہب کے متعلق کما حقہٗ واقف ہو جاویں۔ اور اسی طرح کسی مذہب کے پیرو سے کبھی انہیں کوئی پریشانی حاصل نہ ہو بلکہ اس کے اعتقادات سے مختصر اس طرح واقف ہوں کہ کسی مذہبی گفتگو کے پیش آنے پر اس کا جواب دے سکیں اس سلسلہ کا پہلا مضمون ہم اس وقت ناظرین ہمدرد کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پارسی مذہب جو کہ پارسی گو تعداد میں تھوڑے ہیں مگر کوئی غیر معروف نہیں لیکن ہندوستان میں جو وقعت و عزت دنیاوی امور کو انہوں نے حاصل کی ہے وہ بہت سی بڑی بڑی قوموں کو حاصل نہیں ہے۔ تمدن میں بھی کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔ جیسی کہ ایک یک گونہ ہندوستان کو اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کا یہ دین ایسا ہے جس کے پیرو بہت تھوڑے لوگ ہیں کیونکہ یک یک پشت سے ان کے نشو و نما کا یہ بیان کر رہی ہے۔ اگر ان کی اس تعداد کو پیش نظر رکھا جائے جو کہ ہماری ترقی کا مرکز تھا اور اس پر جماعت کا ہے وہاں انہوں نے تجارت کی طرف بہت کم توجہ کی ہو اور ان کی نسبت کے اپنی قوم کی عزت کو قائم رکھا ہے اور دوسری سلطنتوں میں بڑا زور تجارت کی طرف توجہ کی ہے۔

پارسیوں کا اکثر حصہ بمبئی اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہے۔ اور کچھ پونا میں آباد ہیں۔ تاہم کل ہندوستان میں بیس ہزار سے زیادہ ان کی آبادی نہیں ہے۔ پارسی مذہب کے پیرو ایران میں بھی ہیں لیکن پارسی انکو [illegible] کہتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی ہندوستان میں آتا ہے تو ایرانی کہلاتا ہے پارسی نہیں کہلاتا۔ [illegible] خاص عبادتگاہوں میں ان کو گھسنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان میں بعض خاص رسومات میں ان کو شامل ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔

پارسیوں کے متعلق اس وقت کے حالات ہم ناظرین ہمدرد کو اختصار کے ساتھ بتانا چاہتے ہیں کہ

ہو کر ہم بھی کوشش ہوا اور شروع شروع میں ہر ایک کام میں مشکلات ہوتی ہیں اسی طرح اس
طرح میں جو چاہتا تھا یہ مضمون تیار نہیں ہو سکا۔ باوجود کوشش کے بعض ضروری حصص نا مکمل
رہ گئے ہیں لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ پانچ صفحات میں کسی مذہب کے کل اصول کو اور حالات
و اعتقادات کو بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ پیر زادہ بھی اس مذہب کے لیے ہیں اس میں قدر تو
سامنا ہوا ہم چاہتے ہیں کہ ایک ایک مذہب کے ایسے حالات لکھیں اور وہ بھی ایک مسلم مذہب کے
حالات جو کہ قدیم زمانہ سے دنیا میں [illegible] ہے۔ ہم اس بارے میں جناب سید علی اللہ شاہ صاحب کے مشکور
نگاہ ہیں جنہوں نے پارسی مذہب کے حالات ہمیں لکھ کر دیئے ہیں اور ہم آئندہ بھی ان سے [illegible] کے
خواہاں ہیں یہ مضمون ہم کو حاصل ہوا ہے . . . . (ایڈیٹر)

پارسی مذہب دنیا کی تاریخ میں ایک بڑا کام کر دکھایا ہے اس وقت بھی یہ لوگ ہندوستان میں ایک معزز قوم گنے جاتے ہیں پر اس لئے ان کے مذہب کے متعلق کچھ لکھنا ناظرین رسالہ کے خیال میں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس مذہب کے متعلق کچھ موٹی موٹی ایک باتوں کی طرف توجہ دلانا ہے بلکہ ان اصولوں کی تحقیق کچھ تحریر کرونگا جو کہ ان کی مذہبی کتب اور تواتر قومی کی شہادت سے ثابت شدہ ہیں تاکہ ناظرین کو اس مذہب کی بھی حقیقت ہو جاوے۔

ایمان باللہ سب سے پہلا اصول ہر ایک مذہب میں ہستی باری تعالیٰ پر ایمان ہے پارسی لوگ بھی سب سے بڑے اور موحد گروہ دنیا کے ہیں بجاے ان معروف سامیوں اور آریوں کی طرح خدا تعالیٰ کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک ہی ذات کامل الصفات ہے جس کا نام اہورمزدا[۱] (یعنی حی قیوم اور علیم) ہے جو زمین و سموات کا خالق و مالک ہے۔ اوستا[۲] کے پہلے حصہ یعنی گاتھا میں جو زرتشت کی دعائیں ہیں ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہورمزدا کو تمام نیکیوں کا منبع اور سرچشمہ مانتا ہے اور اسی کو اپنا ہادی اور مقصد تصور کرتا ہے۔ مگر اوستا کی کتاب سے یہ عقیدہ بھی بہ ثابت پایا جاتا ہے کہ اہورمزدا کے مقابل ایک دوسری طاقت بھی ہے جو اہرمن کی طرح [illegible] اور بدی اور تاریکی کا سرچشمہ اور

---

۱ اہورامزدا کو ہرمزد بھی کہتے ہیں۔ ۲ ان کی مذہبی کتاب

خالق ہو اور جس کا نام انگرہ منش (اہرمن) ہے چنانچہ یسنا ۳۰ میں لکھا ہے کہ دنیا میں دو خود مختار طاقتیں تھیں۔ ایک خالق نیکی اور نور۔ دوسرا خالق بدی اور تاریکی۔ اس جہان میں وہ تمام اسباب جو کہ زندگی اور ترقی کے قائم کرنیوالے ہیں۔ ان کا خالق اور مسبب ہرمزد ہے۔ اور وہ تمام اسباب جو کہ موت اور بدی کا موجب ہیں۔ ان کا سرچشمہ اور خالق اہرمن ہے پھر یسنا ۳۰ میں اور بندہشن میں لکھا ہے کہ ہرمزد کا تخت لا محدود روشنی اور نور کے درمیان مستقل بہشت میں ہے۔ اور اہرمن کا تخت ظلمات غیر محدود دوزخ کی تاریکی کے درمیان نہایت سرد شمال میں ہے۔ اور اسی طرح ہرمزد کہتا ہے: "میں اور نہایت محمود مخلوق کا خالق میں ہوں۔ ہاں میں ہی ہوں کہ ہرمزد ہوں تمام محمود مخلوق کا خالق میں ہوں۔ انگرہ منش نے جو کہ موت اور ہلاکت کا سرچشمہ ہے مقابل میں ایک مخلوق پیدا کی۔ دریا میں ایک بڑے سانپ کو۔ سردی کو۔ خونخوار اور زہریلے حیوانات اور مہلک نباتات کو۔ . . . علی ہذا القیاس۔ گتھا اشتی اور دیگر مختلف مواقع میں بھی اسی طرح کا بیان کثرت سے موجود ہے جس کو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں کے بزرگ دو خداؤں کے قائل تھے۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے پارسیوں کی کتاب مقدس کی بنا پر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور قوموں کی شہادت بھی اسی عقیدے کی تائید کرتی ہے کیونکہ قریباً تین ہزار برس سے لیکر اب تک سب پارسی یہی خدا اور کرتے ہی رستے چلے آئے ہیں۔ کہ ایک خالق نیکی ہے۔ اور ایک خالق شر ہے۔ انکی تصنیفوں میں جابجا اسی عقیدے کے اثبات میں دلائل ہیں۔ مگر چونکہ اس زمانہ نے ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا ہے۔ اسلئے تعلیم یافتہ پارسی بھی ثنویت کو ترک کر رہے ہیں۔ اور آریوں کی طرح اوستا کی عبارتوں کی عجیب عجیب توضیحیں کرتے ہیں۔ اور ہمارا ابھی یقین ہے کہ زرتشت کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مختلف زمانہ کے مصنفوں کے حاشیوں نے اصل حقیقت کو چھپا دیا۔ ایسا چھپا دیا ہو کہ حق و باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہو۔ لیکن اگر یہ اعتقادات پارسیوں کی مذہبی کتب میں موجود ہیں۔ تو ہم پارسیوں کا کوئی حق نہیں دیکھتے کہ وہ زمانہ کی ترقی کیساتھ اپنے اعتقادات کو بھی تبدیل کرتے جائیں کیا اس طرح وہ اپنی کتابوں کو ملیامیٹ کر دینگے۔ اور کیا دوسرے مذاہب کے ماننے والے اندھے ہیں۔ کہ اصل حقیقت ان کی نظروں سے پوشیدہ رہیگی۔ لیکن اس تبدیلی سے

پیرایہ میں یہ خوشی ہے کہ اسلام کی پیش کردہ اصول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ایک ایسا جوہر اور سچا اصول ہے کہ سب مذاہب کو رفتہ رفتہ جیسا اسی کی طرف آنا پڑا ہے

ایمان بالملائکہ علاوہ ان دو خداؤں کے پارسیوں کا اعتقاد ہے کہ اور بھی طاقتیں ہیں جن کو انتظام عالم میں دست تصرف حاصل ہے چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ آہورامزدا کے ماتحت چھ فرشتوں کی ایک کونسل ہے جس کا نام امشاسپنتا[1] ہے۔ ان فرشتوں کے نام مع ان کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ وہومنو۔ فرشتہ نیکی۔ ۲۔ اشہ۔ آگ کا فرشتہ۔ ۳۔ کشترم۔ دھات کا فرشتہ ۴۔ آرمیتی۔ زمین کا فرشتہ۔ ۵۔ ہورتات۔ صحت بخش پانیوں کا فرشتہ ۶۔ امرتات۔ نباتات کا فرشتہ۔ یہ ملکوت ہورمزد کے ارد گرد بیٹھے جاتے ہیں۔ اور وہ ان سے انتظامی امور کے متعلق مشورہ کرتا ہو اور ان کے ماتحت اور ہزاروں فرشتے ہیں۔ جو ان کے حکم کے مطابق کسی فیصلہ شدہ امر کو سر انجام دیتے ہیں ان چھ ملکوت کے تنفیذ و تصرف کے متعلق یہاں تک تسلیم کیا جاتا ہو کہ ان کا [illegible] میں اصل ہو جیسا کہ یسنا ۲۹ میں آیا ہے۔ اہرمیں تمھیں کہتا ہوں کہ میری طرف کان رکھو۔ [illegible] ایک ہو۔ اور جو [illegible] ہو۔ اس بات کو سنو جس کی خواہش کی گئی ہو۔ یہ بات ظاہر ہے کہ امشاسپنتا نے سب کچھ پیدا کیا ہو[2] وسپرد میں ایک دعا ہے جس کو پڑھتے ہیں کہ دعا گو امشاسپنتا کی طاقتوں پر کیا بھروسہ ہے امشاسپنتا میں [illegible] کو گویا آپ کی تحمید و ستائش کرتا ہوں۔ اپنی نیاری کے لیے فتح کے تو امان اور [illegible] کی سلامتی کے لیے جو پاک اوصاف ہیں۔ . . . . وسپرد ۲۴۔ اے امشاسپنتا ہم آپ کی تحمید شروع کرتے ہیں ہم پاکیزہ پانیوں (ہورتات) اور ان درختوں (امرتات) کی ستائش کرتے ہیں۔ جو پھل لاتے ہیں . . . . ہم امشاسپنتا وہومنو کی تحمید کرتے ہیں . . . ہم اشا وہستا کی جو کہ خوبصورت امشاسپنتا ہے ستائش کرتے ہیں . . . . الخ"

ملائکہ جہنم ان ملکوت کے مقابل شیاطین اور ناپاک روحیں ہیں جو اہرمن کی مخلوق ہیں یسنا ۳۰ اور ۴۵ میں چند جنش [illegible] میں لکھا ہے کہ ابتدا میں جب اسپنت مینو اور انگرومینو دونوں کو ایک دوسرے کی مخالفت اور ضد کی خبر ہوئی۔ تو دونوں نے ایجاد

[1] اسکے معنی ہیں خدائی فرشتوں کے ہیں۔

تھے جنگ کی قسم کھائی تب انہوں نے ایک دوسری کی ضد مخلوق پیدا کرنی شروع کی۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی مخلوق کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ لڑائی ہوتی رہیگی یہاں تک کہ دنیا کے خاتمے کے دن قریب جا پہنچیں تب جاکر کہیں اہورامزد کو فتح نصیب ہو گی۔

الہامی کتاب پارسی لوگ صرف اوستا کو الہامی کتاب مانتے ہیں جو کہ کئی حصوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ یزدان نے زرتشت کو آپ کوہ پر تیسے اوستا جیسی کتاب دی تھی۔ اور اس پارسیوں نے شرح تفسیر ژند کی ہے اور یہ بیان ہے کہ آخیر زمانہ میں لوگ تیرے بیٹے ثواب کا کام کرینگے۔ اسی طرح کے اور دوسرے بھی دیئے جاتے ہیں۔ جو اوستا کو الہامی کتاب بتلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی پارسی لوگوں کا بھی بلکہ یہی بیان ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو خود اوستا سے ہی معاملہ برعکس نظر آتا ہے کیونکہ اوستا کا پہلا حصہ یعنی گاتھا کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا طرز اور اسلوب باقی حصہ اوستا سے بالکل الگ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی زبان صرف و نحو اور لغت میں باقی حصہ اوستا سے مختلف اور پرانی ہے اور دیگر زبردست ثبوت یہ ہے کہ گاتھا میں اکثر جگہ میں زرتشت کی گفتگو پائی جاتی ہے۔ زرتشت ہمیشہ نہایت منکسر لہجہ میں متکلم کے صیغے سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہے۔ خط گاتھا اشتوتی میں دعا کا ہو مزدا جو اکھنا ثواب ہے وہ مجھے دے زرتشت کو عنایت کر" اور گاتھا سپنتا میں ہے کہ میں جو کہ زرتشت ہوں دعا التجا کرتا ہوں ..... مگر یزدان اور باقی اوستا میں ہم پڑھتے ہیں کہ "پاک زرتشت نے ہورمزد کو کہا ....." اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ گاتھا تو خود زرتشت کی دعائیں ہیں۔ اور باقی حصص اوستا کو مختلف مصنفوں نے مختلف زمانوں میں تصنیف کیا ہے کیونکہ ان حصص کا طرز اسلوب عبارت الگ الگ ہے۔ اس جگہ سے بیان کی تائید ہوتی ہے کہ "پاک زرتشت کی کتھا" اسکول محققوں نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ بعض حصص اوستا چار سو سال بعد تصنیف کی گئی تھیں۔ ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں کی مذہبی کتب اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی کتب کی طرح انسانی دستبرد کے نیچے آ چکی ہیں اور ان میں بہت کچھ انسانی کلام بھی مل چکا ہے۔ لیکن مذہب پر ایمان رکھنے والے پارسی لوگ

دوست داشتے ہیں اور ان کو حکم ہے کہ وہ اوستا کو صحیح لفظوں میں یاد کریں اور ہمیشہ اسکو پڑھتے رہیں اور اگر کوئی بھول جائیگا تو بہت گناہ ہوگا۔

ایمان بالرسل اوستا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت سے پہلے اور بھی کئی نبی ہو چکے ہیں چنانچہ زرتشت انہیں کی تعلیم کو چلانے کے لیے آیا تھا۔ وہ کوئی نئی تعلیم نہیں لایا۔ ایک نبی کا نام جمشید بھی ہو گزرا ہے۔ جو کہ ایران کا پرانے زمانہ کا ایک بادشاہ ہے۔ اسکے جو حالات لکھے ہیں وہ حضرت نوح کے حالات سے ملتے ہیں۔ دساتیر اعظم (انتساب پارسیوں کی کتاب) اوستا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایمان بالرسل ضروری ہے چنانچہ وہ شخص نجات نہیں پاسکتا جو کہ نبی زرتشت پر ایمان نہ لاتا ہو۔ زرتشت کے سوا آیندہ زمانہ کے لیے بھی انبیاء کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ پارسیوں کی کتب اوستا میں لکھا ہے کہ

زرتشت نبی کے بعد تین اور نبی پیدا ہونگے۔ ایک کا نام ہوشیدر ہوگا۔ دوسرے کا نام ہوشیدر ماہ ہوگا تیسرے کا نام سوشیانس ہوگا اور کہا ہے کہ سوشیانس زرتشت کے تین ہزار برس بعد اسکی نسل کو پیدا ہوگا۔ اگرچہ زرتشت کے سن ولادت کے متعلق مورخ ابتک مختلف ہیں۔ تاہم بعض محقق متفق ہیں کہ اس اختلاف کے ساتھ تقریباً چودہ سو برس قبل از مسیح بتاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام چھ سو برس گزرے ہیں۔ تو اس حساب سے چاہیے تھا کہ اس زمانہ میں وہ موعود سوشیانس شاہ فارس کی نسل کو پیدا ہوتا لیکن پارسیوں نے اسکی طرف اصلاً توجہ نہیں۔ اور ہوا بھی یہی کہ انھوں نے توجہ نہ دیا تو بھی نہیں۔ اسلام کے لشکروں نے عرب میں سے نکل کر ایران میں بھی توحید کا ڈنکا بجادیا۔

ایمان بالاخرة پارسی لوگ روز رستاخیز یوم القیامت کے قائل ہیں۔ انکا اعتقاد ہے کہ انسان میں دو حصے ہیں ایک زمینی اور دوسرا آسمانی تیسرے دن موت کے بعد انسان کی روح اپنے عملوں کا نتیجہ بھگتنے کے لیے ساتھ پل پر حاضر ہوگی۔ اس پل پر تمام عمل جو دنیا میں کئے گئے تھے ظاہر ہو جاینگے۔

نوٹ: یہ مسئلہ حقیقتاً سمجھنا ہے۔ اور اس پل کا نام ... پیدا ہوا ہے۔ کاش کہ پارسی بھائیوں میں سے اس کے متعلق بہت تحقیقات کی ہے جو کہ اپنے وقت پر ظاہر کی جائیگی۔ ایڈیٹر

اور دو فرشتے مہر اور رشنو حساب کریں گے اور وہ ہر ایک آدمی کی نیکی اور بدی تولیں گے جس شخص کی نیکیاں زیادہ ہونگی اس کے نیکیوں کی ترازو جھک جائیگا اور وہ اس پل سے آرام سے گذر جائیگا اور اس کا مذہب ایک خوبصورت عورت کی شکل میں متشکل ہو کر اسکا استقبال کریگا۔ اور وہ دونوں جنت میں خوش خرمی سے رہنے بیٹھیں گے۔ اور جس شخص کی بدیاں نیکیوں پر غالب ہونگی۔ اسکے قدموں تلے پل کی دھار بھی زیادہ باریک اور تیز ہو جائیگی اور بدکار اس کے درمیان پہنچ کر اس کے نیچے بہتے دوزخ میں گر جائیگا جس کی نیکیاں اور بدیاں یکساں ہونگی۔ تو وہ زندگی کے ایک درمیانی حصہ میں جس کا نام ہمیستگان ہے رہیگا یہانتک کہ بڑے فیصلہ کا دن آئیگا۔ اس کے متعلق اہورا مزدا فیصلہ کریگا۔ ان کا ایمان ہو کہ صرف زرتشتی ہی نجات پا جائیگا۔ اور نجات اور جنت اسی کے حصہ میں ہے۔ وندیداد ۱۹ فقرہ ۲۰ وسنا ۱۲۔ اور وندیداد ۵ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص تمام پاک مذہب کی رہنمائی پیدا کریگا۔

طریق عبادت عبادت کے طریق پارسیوں میں کئی ہیں۔ بعض آفتاب کی طرف منہ کرکے بعض سمندر کی طرف بعض چاند کی طرف اور بعض آگ کی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھتے ہیں لیکن اس عرصہ میں کھڑے رہتے ہیں اور بعض اوقات سجدہ بھی کرتے ہیں خصوصیت سے پرانے زمانہ میں آتشکدہ کی عبادت کا بہت زور تھا۔ اب تو چونکہ اکثر بمبئی میں رہتے ہیں اکثر سمندر پر جا کر اسکی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھا کرتے ہیں۔

پارسی مذہب کی تعلیم پارسی مذہب کی بنیاد ایک سو سوال پر ہے جن میں سے ہم چیدہ چیدہ بطور نمونہ کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱- اصل اصول تعلیم یہ ہے کہ عقاید اور خیالات پاک ہوں۔ اعمال پاک ہوں۔

۲- اہورا مزدا کی عبادت اور تعظیم کرنا۔ اعتقاد بر نبوت زرتشت۔ ایمان بر جنت و دوزخ

۳- حاکموں کی اطاعت۔ اپنے مال کا دسواں حصہ دینا

۴- ہم تصور گناہ کو بہت جان کر اس سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر نیکیوں کے برابر ایک گناہ سے زیادہ ہونگی۔ تو انسان بہشت میں جائیگا۔ ورنہ نہیں۔

۵۔ خدا کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے ہمیشہ توبہ کرتے رہو۔

۶۔ راست جو ہے ہمیشہ زبان اور دل کو راست رکھو۔ اگر کسی کو اس کام میں دیکھو تو دونوں کو پاک کر دو۔

۷۔ مرد و عورت اپنی کمر پر ایک ڈورا باندھیں اور اسے جدا نہ کریں۔ اس بات کی کہ خدا ایک ہے، اور وہ یکرنگی ہے سوائے کشتی فرشتہ و خدا کے جدا ہو کر حالت بیہودگی کرے گا۔

۸۔ ماں اور باپ اور دوسرے بزرگوں کی عزت کریں۔ والدین کی جان کو خوش رکھیں اور ان کے لیے دعا کرنی چاہیئے۔ اور دن میں تین بار سورج کی عبادت اور تعظیم کرنی چاہیئے۔ اور چاند کی ہر مہینے میں تعظیم شروع اور درمیان اور آخر میں۔

۹۔ آگ کو روشن رکھیں اور پلید چیز اس میں نہ جلائیں۔

۱۰۔ جائے ولادت کے گھر میں ہمیشہ آگ جلتی رہے۔ اور جب بچہ پیدا ہو تو تین دن تک چراغ روشن رہنا چاہیئے گل نہ ہو۔

۱۱۔ جو بات پسند ہو اسے خدا کا نام دینا چاہیئے۔

۱۲۔ درویش مسکین کے ساتھ نیکی کرے۔ اور قرض بھی دے۔ یعنی مشکور کی نظر اور ستر کھولے۔

۱۳۔ لڑکے اور لڑکی کی شادی جلد کرنی چاہیئے جس کے دو کوئی نہ ہو گا۔ وہ پل صراط پر سے نہ گزر سکیگا۔ اور اگر نہ ہو تو متبنّے بنائے۔

۱۴۔ روزہ سوائے گناہوں سے بچنے کے اور کسی چیز کا نام نہیں۔ تمام سال روزہ رکھو یعنی صبح سے شام تک بھوکے رہو اور اس کام روزہ رکھو۔

۱۵۔ جب کسی کا بیٹا یا بیٹی ہو اور مر جائے تو اس پر گریہ اور ماتم نہیں۔

۱۶۔ حائضہ عورت آسمان، ستاروں، آگ اور جاری پانی اور بہشتی آدمی کی طرف نہ دیکھے اور کسی کے برتن کو پانی پینے والے ہاتھ نہیں لگائے۔ اور سر پر رومال باندھے۔

خصوصیات مذہب اس مذہب میں عجیب خصوصیت مُردوں کو سونپنے کی ہے۔ مختلف قوموں میں مختلف طریق مردہ کو ٹھکانے لگانے کے ہیں لیکن ان کو سب سے نرالا ہے۔ پارسی مُردہ جہاں ان کو چھوڑ

وہ ایک گول عمارت پتھر کی اندر سے پولی ہوتی ہے اس کے اندر پجاریوں کے مکانات بنے ہوئے ہوتے ہیں
وہ جو لوگ اس کے اندر پجاری ہوں انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اندر ہی کھانے کو ملتا ہے جو
اس قلعہ کے اندر ایک پنجرہ بنا ہوا ہوتا ہے جس میں گدھ لٹکتے ہوئے ہوتے ہیں جو کہ مردوں عورتوں اور
بچوں کے لئے ہیں ہر ایک مردہ اپنی جنس کی سڑک پر لیجا کر رکھا جاتا ہے۔ وہاں سے پھر لوگ واپس آ
جاتے ہیں۔ اور چیلیں جو وہاں بہت کثرت سے رہتی ہیں۔ بعض جگہ کتوں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔
مردوں پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ اور ایک دم میں سب گوشت کھا جاتی ہیں۔ ہڈیاں نیچے کے خانے میں پھینک دی
جاتی ہیں جہاں آخر ایک بارش کی رو سے وہ ہمیشہ کے لئے صاف کر دی جاتی ہیں

صادقوں کی روشنی

یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا نے لکھی ہے کتاب ہر ایک پہلو سے مکمل اور ہر اعتراض کا کافی وافی مفصل و مدلل جواب ہے ہر احمدی کے پاس اس کا ایک نسخہ ہونا چاہیے۔ ثناء اللہ و ڈاکٹر عبد الحکیم و غیرہ کے اعتراضات جو آپ پر کئے گئے تھے ان سب کا بیخ و بن سے قلع قمع کر دیا ہے۔ اور ہر ایک مضمون پر حضرت مسیح موعود کی اہمیت بھی کامل طور سے ثابت کی ہے نہایت عمدہ چکنے کاغذ پر خوشخط کتاب چھپوائی گئی ہے۔ باوجود اس کے خوبیوں کے قیمت صرف ۳ رکھی ہے [illegible] جلد منگوا لی جائے تو بعد میں یہ کتاب نایاب ہو جائیگی۔ اور طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

تشحیذ الاذہان کے مضامین کی بابت تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے صرف اتنی بات کہتے ہیں۔ کہ اس کی کاپیاں بہت سی بہت سے مفید مضامین و مقالات و دلائل مضمونوں اور پسندیدہ تحریروں کا خزینہ ہیں۔ ہمارے پاس ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء کے مکمل فائل موجود ہیں۔ [illegible] روپے فی سال کے حساب سے مع محصول ڈاک [illegible]

البرق

مرزا حیرت بیگ کی کتاب الفاروق پر ایک تنقید از قلم حکیم مقصود علی خان صاحب [illegible] کی جس میں شیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی [illegible] ثابت کی گئی ہے قیمت [illegible] تشحیذ کے ساتھ [illegible] منگوا لیں۔ دفتر تشحیذ قادیان

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

اعتراض نمبر سوم۔ ۱۰۔ اس کے بعد پنڈت صاحب نے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پر اعتراض کیا ہے کہ کیا خدا صرف کسی خاص دن انصاف کریگا۔ اور باقی دنوں میں انصاف نہیں کرتا۔

۲۔ اعتراض نہایت بیہودہ اور فضول ہے اور ہم کو جا بجا تنگ کرتی ہوں۔ سوائے تکرار کے اور زیادہ عرصہ اور کچھ ترقی نہیں ہوتی۔ معلوم پنڈت صاحب اسوقت کسی خاص خیال میں تھے کہ سوال لکھتے وقت اسقدر بھی نہیں سوچ سکے کہ یہ اعتراض جو میں کر رہا ہوں۔ اس کے معنی ہی کیا ہوئے۔ اگر کوئی شخص ریگی یا بچار کردہ طرز پر اس اعتراض کا جواب دیتا۔ تو آریوں کو ہوش آجاتی لیکن ہم وہ ان شرارت کر یا قسے نہیں دینگے۔ اور ضرورت نہیں کہ یہ جاشوں کی انصاف پسندی کا پردہ چاک کرتے ہوئے اپنی تحریر کو بھی خراب کریں۔ علاوہ اس آیت کے معنی کرنے کے انصاف خود اعتراض پر ہی ہو سکتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی جسنے پنڈت صاحب کو اس اعتراض کی طرف متوجہ کیا۔

تاویل اول۔ اول تاویل مطلب تو اس آیت کی رو سے یوم الدین کے معنی ہیں قیامت کا دن چنانچہ اسلامی اصطلاح کے رو سے یوم الدین سے مراد وہی دن ہے کہ جب تمام بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے اور ہر ایک شخص جو کچھ اس دنیا میں کریگا۔ اس کا بدلہ پائیگا۔ اور جو شخص کہ اس دنیا میں برے کام کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دور رہکر طرح طرح کی بدیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اس ذات حقیقی کی رضا کی راہوں سے بے راہ ہو گیا ہے۔ وہ عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور جس نے اپنے جسم اور روح اور گندی خواہشات اور ہوائے نفس اور نامناسب جوشوں پر فتح پاکر نیکی کو اختیار کیا ہے اپنے اعمال کو رضا الٰہی کے ماتحت کرکے اپنے نفس کو درمیان سے بالکل مٹا دیا ہے۔ وہ بڑے بڑے انعامات کا مستحق ہوگا۔ اور اپنے اعمال کے مطابق نیک

دے پایا گیا۔ حضرت کا نام اللہ تعالیٰ نے یوم الدین رکھا ہے۔ پس اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ انسان کا حصہ ایک ہوگا۔ اور جیسے اس دنیا میں بعض بعض کی مدد کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں اور بعض حاکم ہیں اور بعض ماتحت بعض تاجر ہیں۔ اور بعض عوام بعض نادار ہیں اور بعض دولتمند اور بعض تعلیم یافتہ ہیں اور بعض نادان۔ اس دن ایسا نہ ہوگا بلکہ سب لوگ خدا کے روبرو پیش ہونگے۔ اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ ہوگی مگر جس کو خدا فضیلت دے۔ یہ تمام امتیازی خصوصیات اور طاقتیں معطل ہونگی اور اس دن کوئی نصرت اور قبضہ اصل ہوگا بلکہ سب کو یکساں اس فیصلہ کے انتظار میں کھڑا ہونا ہوگا جو زمین و آسمان کا خدا منتظم عدل اور مثیل جم کیسا نظر کریگا۔ اب بتائیے ان معنوں کے رو سے کونسا الزام ہے جو قرآن شریف پر آتا ہے۔ اور کن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم ہی کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن سب لوگوں کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اور خدا کے حضور میں اپنی بڑائی اور اپنی [illegible] کا حساب صاف کرنا پڑیگا۔ پھر کیا آریہ اس بات کے قائل نہیں۔ وہ بھی تو مانتے ہیں کہ تمام روحیں مرنے کے بعد مختلف شکلوں میں پڑتی ہیں۔ تو کیا اس حقیقت کو مان کر یہ الزام آتا ہے۔ کہ اس زندگی میں خدا ظلم کر رہا ہے۔

تاویل ثانی۔ دوسری تاویل اس آیت کی یہ ہے کہ یوم کے معنی عربی زبان میں مطلق وقت کے ہیں اور زمانہ بھی اس سے مراد ہوتا ہے چنانچہ لسان العرب جلد ۱۶ صفحات ۱۰۸، ۱۰۹ پر یوم کے یہ معنی لکھے ہیں۔ وقیل یراد بالیوم الوقت مطلقاً یعنی یوم کے معنی عربی زبان میں صرف وقت کے بھی لئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ یوما و یوما نعم و یوما بوس فالیوم مفعلها یعنی ایک وقت نعمتوں کا اور ایک وقت بوس کا۔ عربی زبان میں کہتے ہیں۔ کہ دو دن ہیں ایک دن نعمتوں کا اور ایک دن تنگیوں کا اور یہاں پس ایک دن سے مراد وقت ہے۔ انتہیٰ پس اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ یوم کے معنی عربی زبان میں زمانہ اور مطلق وقت کے بھی ہیں۔

اسی طرح دین کے معنی جزا و سزا کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب کی جلد ۱۰ میں

لکھا ہے۔ الدین الجزاء والمکافات۔ ودنتہ بفعلہ دینا جزیتہ . . . . . و یوم الدین
یوم الجزاء۔ وفی المثل کما تدین تدان ای کما تجازی تجازی ای تجازی بفعلک قال
خویلد ابن نوفل الکلابی للحرث ابن ابی شمر الغسانی وکان اغتصبہ ابنتہ۔

یا حار ایقن ان ملکک زایل
واعلم بان کما تدین تدان

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ دین کے معنی جزا اور مکافات کے بھی ہوتے ہیں اور عربی میں کہتے ہیں ودنتہ بفعلہ دینا یعنی میں نے اسکے کام کا پورا بدلہ دیا اور یوم الدین یوم الجزاء کو کہتے ہیں۔ اور مثال ہے کہ جیسا کریگا۔ ویسا بدلہ پائیگا چنانچہ خویلد ابن نوفل کلابی نے حارث ابن ابی شمر غسانی کو جو اس نے اسکی لڑکی چھین لی تھی یہ شعر کہا (ترجمہ شعر) اے حارث یقین کر کہ تیرا ملک زائل ہونے والا ہے۔ اور جان لے کہ تو جیسا کرتا ہے ویسا پائیگا (انتہی ترجمہ عبارت عربی) اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ ءانا لمدینون۔ یعنی ہم جزا دیے جاوینگے۔ اور اللہ تعالی کا نام ہے دیان یعنی جزا دینے والا۔

پس جب کہ یوم کے معنی مطلق وقت اور زمانہ کے ہیں اور دین کے معنی مطلق جزا کے خواہ کیسی وقت ہو۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی ہی مالک ہے۔ اس تمام زمانہ کا جس میں کہ بدی شرارت کی سزا دیجاوے۔ اور نیک اپنی نیکی کا انعام یعنی اس کا عوض پائیگا۔ اس آیت سے اللہ تعالی تنبیہ کرتا ہے کہ اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہو کہ یہ مت خیال کرو کہ اعمال کا بدلہ خواہ اس دنیا میں مل رہا ہو یا آیندہ زمانہ میں ملیگا۔ وہ کسی اور ہستی کے اختیار میں بھی ہے۔ بلکہ بھلے اور برے کی جزا میری ہی طرف سے آتی ہے خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو۔ اور میں ہی اس کا مالک ہوں میرے سوا کوئی اور نہیں جو تنگی ہو یا سرسبزی۔ [illegible] کیونکہ تم لوگ نیک کام کرو اور دیوں کا [illegible] کہ کوئی اور ذوات میں بھی ہو یہ مت خیال کرنا کہ تم نیک کام کرو گے۔ تو شاید وہ ضایع ہو جاویں۔ اور ان کا بدلہ نہ ملے۔ اور جب کام کرو گے تو شاید اس کا نیک بدلہ پاؤ۔ بلکہ ہر زمانہ میں بدلہ دینے والا میں مالک خدا ہوں جو شریر کو سزا دیتا اور نیک کو جزا دیتا ہوں۔ اور کوئی اتفاقی حادثہ رکھا نہیں ہے۔ چنانچہ [illegible]

کرے

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

پس ان معنوں کے رُو سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت انصاف میں لگا ہوا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے انصاف کا ظہور نہ ہو۔ اور لوگوں کے اعمال کی جتنی جزا ہے بلکہ ہر ایک اچھے برے اعمال کو ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جاتا ہے اور اس کی حکمت ہر ایک کے لیے ظاہر نہیں۔ پس وہ کونسی بات تھی جس کو پنڈت صاحب نے نتیجہ نکالا کہ خدا تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم کرتا ہے۔

تاویل ثالث تیسری تاویل اس آیت کی یہ ہے کہ یوم کے معنی ہیں ایام جیسا کہ عربی زبان کے محاورات سے ثابت ہے۔ جیسا کہ چنانچہ لسان العرب جلد ۱۵ میں لفظ یوم کے ماتحت یہ معنی بھی لکھے ہیں۔ اور صاحب لسان قرآن شریف کی آیت اسس علی التقوی من اول یوم کو مثال میں پیش کرتا ہے۔ اور بجائے یوم کے معنی زمانہ کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ من اول یوم ای من اول الایام کی مثل لغت کی رجل توبکل رجال یعنی من اول یوم کے معنی ہیں من اول ایام جیسا کہ کہتے ہیں لغت کی رجل اور مراد لیتے ہیں یعنی لغت کل رجال اور ہیں کل آدمیوں کو۔

اسی طرح دین کے معنی مذہب یا اطاعت یا عبادت کے ہیں چنانچہ عربی زبان میں مذہب کو دین ہی کہتے ہیں اور خود قرآن شریف میں دوسری جگہ یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم آج میں نے تمہارے مذہب کو کامل کر دیا۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے مذہب کے ساتھ بھیجا تاکہ اس ہدایت اور سچائی کے ذریعہ سے مذہب کو تمام دوسرے ادیان پر غالب کرے۔ گو اس خبر کو مشرک لوگ ناپسند ہی کریں۔ اسی طرح لغت میں لکھا ہے۔ الدین الاطاعة دین کے معنی ہیں اطاعت۔ قال عمرو بن کلثوم

وایاما لنا غرا کراما ✦ عصینا الملک فیها ان ندینا

غلبہ۔ اور بادشاہ کے تمام احکام مفید اور بے عیب بھی ہیں کہ جب ہم نے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ والدین لله من هٰذا ... ما هو طاعة والتعبد لہ۔ اور دین جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ وہ بھی اسی معنی سے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ وہ بھی اطاعت الٰہی اور اسی کی عبادت کا ہی نام ہے۔ لسان العرب جلد ۱۰، تاج العروس جلد ۹

ان معنی کے لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ مذہب کے ایام کا یعنی جب اس کی طرف سے کوئی نیا مذہب آتا ہے۔ تو اس وقت وہ اپنی مالکیت کا جلوہ دکھاتا ہے اور گو عام دنوں میں بچے اور جھوٹے دونوں میں کچھ ایسا فرق نظر نہ آئے لیکن جب اس کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہو کر دنیا کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اور سچائی کا رستہ دکھاتا ہے اور جب لوگ اس کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت اپنا مالکانہ اقتدار دکھاتا ہے۔ اور شریر و سرکش کو ایسی سخت سزا دیتا ہے کہ دنیا پکار اٹھتی ہے کہ واقعی اس دنیا کا مالک خدا ہے۔ اور کوئی اس کے دست تصرف سے باہر نہیں۔ چنانچہ اس جگہ یہ معنی بھی نہایت مناسب ہیں کیونکہ رسول اللہ کی بعثت پر سارے وہی حالات اسی طرح ظاہر ہوئے جو آپ کو دکھائے گئے۔ اور مخالفت ہر پہلوؤں سے آپکے اتباع کو اور آپ کو پیش آیا۔ اور جن لوگوں نے سچائی کے ترک کر دینے سے انکار کیا۔ وہ قتل کئے گئے۔ دکھ دیئے گئے اور جلاوطن کئے گئے۔ ایسے اللہ تعالیٰ نے مخالفین رسول اللہ کو فرمایا کہ یاد رکھو کہ جب کسی دین کو بھیجتا ہوں تو اس کی تائید کیلئے انکار اللہ بھی کیا کرتا ہوں۔ اور جس طرح ایک شخص کے ملازم جب شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ اور فساد اور شر سے نہیں رکتے تو وہ انہیں سزا دیتا اور اپنے کام سے برطرف کر دیتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اس قسم لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرونگا۔ اور تمہارا نام مٹا دونگا کہ ان دنوں میں ہمنے صفت مالکیت کا خاص طور سے ظاہر کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے ماتحت رسول اللہ کے دشمن ہمیشہ ہلاک ہوتے اور تباہ ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی پنڈت لیکھرام اسی پیشگوئی کے ماتحت خدا کے غضب کا مورد ہوا۔ اور خدا کی کھینچی ہوئی تلوار سے اس کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا مالکانہ اقتدار دکھایا کہ آج تک حیرت

ہیں۔ اسی طرح کئی صاحبان بھی اور غیر احمدی مولوی بھی مر گئے سو غیر نہیں ہیں اپس سب ہی پیشگوئی کے نیچے والی پیشگوئی کو انکار کون کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسی دین کے ایام کو لاتا ہے۔ اور اسکی ابدی درست تحقیق نے ثابت کر دیا ہے مادام رسول اللہ تک اس کا ثبوت دیا ہے اور آپ کی بعثت سے پہلے تو یہ معاملہ ایسا یقینی ہو گیا ہے کہ کوئی انسان بھی اس کا انکار کر کے ذکر کرے۔ اس زمانہ میں بھی ایک شخص نے تجدید دین کا دعویٰ کیا پھر کیونکر کوئی ایسا انسان نکلا جس نے اس کی مخالفت کر کے کچھ نقصان اٹھایا ہو جس نے اس رنگ میں مقابلہ کیا ہو اپنی تو ہر شخص اور خدا نے اسکے ہاتھ پر بیشی مالکانہ قدرت کا وہ نظارہ دکھا دیا کہ صاحب بصیرت لوگوں کو یوں معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت آنجل کے زمانہ کے متعلق ہی اتری تھی لیکن درحقیقت تمام سو برس تک جب تک اس آیت کا مطلب ہے اور معلوم پنڈت دیانند صاحب کو کہیں کوئی خیال پیدا ہو کہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ خدا ایک انسان انتخاب کرے گا

اس جگہ میں یہ لکھ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ان تینوں معنوں میں سے جو اوپر بیان کئے گئے ایک ہی معنی درست ہیں۔ بلکہ تینوں کے تینوں معانی جو اوپر بیان کئے گئے ہیں بالکل درست ہیں۔ اور ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ اور جس کے دل میں ذرہ بھر بھی سچائی کی قدر ہو وہ ان تینوں میں سے ایک کا بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اعتراض ۳ (ب) پنڈت دیانند اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا اس دعا سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ گمراہی کا بھی سیدھا راستہ طلب کیا جائے۔

جواب اوّل - یہ اعتراض صرف عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ورنہ لفظ مستقیم خواہ راستہ اور گمراہ پر بولا ہی نہیں جاتا بلکہ ہمیشہ اسکا مفہوم نیک اور حق ہوتا ہے اور گندہ رستوں اور طریقوں کو صراط مستقیم نہیں کہتے۔ مستقیم کا لفظ قیام سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور قیام کے معنی علاوہ معتدل کے حفاظت اور اصلاح کے بھی ہیں چنانچہ صاحب لسان العرب جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں بمعنی المحافظۃ والاصلاح ومنہ قولہ تعالیٰ

الرجال قوامون علی النساء آیا یعنی قیام کے معنی محافظت اور اصلاح کے ہوتے ہیں اور
انہیں معنوں میں یہ لفظ آیت شریفہ الرجال قوامون علی النساء میں مستعمل ہوا ہے یعنی مردوں کا
فرض ہے کہ وہ عورتوں کے محافظ ہوں۔ اور ان کی اصلاح میں لگے رہیں۔ پس صراط مستقیم
تو ہمیشہ وہی راستہ ہوگا جو نیکی اور اصلاح کا ہو۔ گناہ کے راستہ کو صراط مستقیم کبھی نہیں کہینگے ہاں
یہ بات تو میں دیکھتا ہوں کہ قریباً کل زبانوں میں پائی جاتی ہے۔ اردو میں بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ
تجھے سیدھا راستہ دکھائے۔ پھر اگر مستقیم کے معنے صرف سیدھا ہی کریں تو پھر کیا اعتراض ہو
سکتا ہے کل بدیاں اور شرارتیں تب ہی پیدا ہوتی ہیں۔ کہ جب انسان طریق حق سے ادھر ادھر ہو
جائے۔ اسلئے سیدھا راستہ یا صراط مستقیم ہمیشہ نیک معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور عربی زبان
خصوصاً صراط مستقیم نیک اور پاک طریق کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس نیت پر پنڈت
صاحب کے اعتراض نے بجائے اسلام میں کسی قسم کا نقص نکالنے کے الٹی پنڈت صاحب
کی بیہودگی کی ہے۔ اور ان کی حق پوشی اور ضد سے پرہیز کرنے پر ایک مہر لگا دی ہے۔
جواب دوم پنڈت صاحب آج اسوقت معلوم کن کن جونوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہونگے
اور کن کن آفتوں میں مبتلا ہو کر اپنے کئے کا بدلا پا رہے ہونگے۔ لیکن انکے پیرو اور جاں نثار تو
شاید کہیں کہ پنڈت صاحب تو عربی زبان بالکل نہ جانتے تھے۔ اور سوائے ایک [illegible]
زبان ہندی بھاشا کے اور کسی زبان سے انکو واقفیت نہ تھی۔ اور علم بھی کچھ زیادہ نہ تھا۔ ہاں حق کی
طلب تھی۔ اور بیشک وہ قوم کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے۔ پھر ایسے شخص نے
قرآن کی تحقیق میں کبھی اس قسم کی غلطی کا کی تو اس پر اعتراض کرنا بیہودگی ہے۔ تو
اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص دوسرے مذاہب کے اصولوں سے ناواقف ہو وہ ان پر
اعتراض کرے ہی نہیں اگر کرے بھی تو چاہیئے کہ اسوقت کے عالم اور فاضل لوگوں سے
اس مسئلہ کو اچھی طرح دریافت کرے پنڈت صاحب ہندوستان کے رہنے والے تھے اور اس
ملک میں اسوقت بھی عربی دانوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ مولوی محمد قاسم صاحب کی نسبت انکو مقابلہ میں

شکست دے چکے تھے۔ پھر عربی زبان کے متعلق اگر وہ کسی واقفکار آدمی سے دریافت کرتے تو ایسی حق پسندی کی نوبت ہوتی۔ اب اس صورت میں کوئی انہیں کیا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر اگر ایک دو جگہ غلطی ہوتی تو بات بھی تھی یہاں تو ساری ستیارتھ پرکاش اسی قسم کی غلطیوں اور کمزوریوں سے بھری ہے۔ پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ انکو حق کی تلاش تھی۔ انہوں نے غیر مذہب پر اعتراض کیئے ہیں۔ ان سے تو انکا اندرونہ بہت بھیانک نظر آتا ہے

چنانچہ اس کا ثبوت ایک تو اس مضمون میں سب سے پہلے نکل چکا ہے۔ اور ایک یہ موجودہ اعتراض بھی کچھ کم روشنی نہیں دیتا کیونکہ ہم انکی اپنی تحریر سے ثابت کرتے ہیں کہ پنڈت صاحب نے جو صراط مستقیم پر اعتراض کیا ہے۔ یہ عربی زبان سے ناواقفی کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھکر حق سے بے رخی کیلئے لکھا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ میرا اعتراض حقیقت سے دور ہے کیونکہ اسی صفحہ میں صرف تین سطروں کے بعد وہ اس آیت سے اگلی آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جن پر فضل کیا تو نے انکو راست دکھا۔ نہ جن پر تو نے غصہ کیا اور گمراہ ہوئے راستہ دکھا۔ ہمیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ صراط مستقیم کے کیا معنی ہیں کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ نہ گمراہوں کا راستہ دکھا۔ پھر جب گمراہی کے راستے سے بچنے کے لیئے دعا کی گئی ہے تو پھر کب صراط مستقیم کے مطلب کیئے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے۔ کہ دوزخ کا راستہ تلاش کیا جائے کیسی قابل شرم حرکت ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم کے صحیح معنی نہ جانتے تھے۔ تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے معنے تو انہوں نے لکھے ہیں۔ اس سے سمجھ سکتے تھے غرضیکہ وہ بات صرف تین سطروں کے فاصلہ سے درج ہے۔ تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ پنڈت صاحب سے بھول ہوگئی۔ اگر ایک آیت ابتدائے قرآن میں ہوتی۔ اور ایک کہیں دور جاکر آتی۔ تو بات بھی تھی لیکن ایک ہی سطر پر دونوں آیات ہیں۔ اور انکا ترجمہ خود پنڈت دیانند لکھتے ہیں۔ اور پھر ان پر اعتراض کرتے ہیں کیا یہ تاریخ علمی کے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو محقق کہا جا سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم بہتات کا دعویٰ نہ کریں کہ پنڈت صاحب نے محض ہٹ دھرمی کی بنیاد

ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں اس قسم کے اعتراض کئے ہوئے ہیں۔

اعتراض ۳۔ (ج) تیسرا اعتراض اسی آیت پر کیا گیا ہے کہ صراط مستقیم کے لئے جو دعا سکھائی گئی ہے تو صرف اسلام ہے۔ یا دیگر مذاہب بھی اس میں شامل ہیں۔ اگر شامل ہیں تو پھر اسلام میں کیا خصوصیت ہے۔ اور پھر مسلمان دوسروں کی اچھی باتیں کیوں نہیں مانتے۔

جواب۔ صراط مستقیم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ راستہ اسلام کا ہو یا کسی اور مذہب کا۔ ہاں اس سورۃ میں اسلام کا نام آیا ہے۔ تو ایسی دعا ہے کہ اس سے بڑھ کر کامل دعا بنانی ممکن ہے۔ اور نہ کوئی اس کی مثل لا سکتا ہے۔ اور خود یہ دعا ہی قرآن شریف کے اسلامی ہونے پر کافی شہادت ہے۔ آریہ صاحبان بھی اس بات کے تو قائل ہیں کہ کوشش کرنا اور پھر ساتھ دعا کرنا مفید ہوتا ہے۔ پس جب انسان مذاہب کی تحقیقات کے وقت ساتھ ہی دعا کا استعمال بھی کرے تو یقین ہے کہ اسے ہدایت کا راستہ دکھایا جاوے۔ اس دعا میں صرف یہ بیان ہے کہ جو راستہ سیدھی طرف جاتا ہے وہ مجھے دکھا دے۔ اور جو راستہ غلط ہے اور جو اس سے الگ چلے۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ اس طالب کو اگر اس کی دعا اپنی حد کو پہنچ گئی ہے تو سیدھے اور صاف راستہ کی ہدایت کرے۔ جس کی نسبت ہم مسلمانوں کا یقین ہے کہ وہ اسلام کا ہی راستہ ہے۔ اور اس ہمارے دعوے پر اس قدر ثبوت ہیں کہ ان کو جمع کرنا انسانی کام نہیں۔ ہاں مختصر ان میں مختلف لوگوں نے قرآن شریف سے اقتباس کر کے ایک کثیر تعداد کتابوں کی شائع کی ہے جن میں بعض بعض دلائل اسلام کے حق ہونے کی بیان کی ہیں جن سے طالب حق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور آئندہ پنڈت صاحب کے کسی سوال کے وقت اسلام کی سچائی کے ثبوت بھی مانگے گئے تو مجملاً میں بھی چند ثبوت پیش کروں گا۔

پنڈت صاحب کے اعتراض کی دوسری شق یہ ہے کہ کیا غیر مذاہب میں سچائیاں نہیں اور وہ سچ ہے مانتے نہیں ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ اسلام نے ہرگز یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی چیز بیکار پیدا نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک چیز اپنے اپنے رنگ میں کچھ فائدہ ضرور رکھتی ہے۔ اس نوع پر

کثرت و قلت کے لحاظ سے تفاوت ضرور ہے۔ اور اشیاء عالم چار قسم پر منقسم ہیں۔ ایک تو وہ اشیاء جن میں فائدہ تو قلیل اور نقصان کثیر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن میں نفع و ضرر دونوں برابر ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ جن میں خیر زیادہ اور شر کم ہوتا ہے۔ چوتھی وہ جن میں کہ بکلی خیر اور سراسر برکت ہی شامل ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف چوتھی قسم میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ابتدائے قرآن میں ہی فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو حقیقی شک میں ڈالے۔ اور حق و باطل کو مشتبہ کرے۔ چنانچہ تیرہ سو سال کے تجربہ نے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے کوئی شخص دکھ میں نہیں پڑا اور کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص نے قرآن شریف کی تعلیم پر پورے طور سے عمل کیا ہو اور وہ کبھی [illegible] ہو بلکہ اسے چھوڑ کر ہی ذلت اور [illegible] نصیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جب سے اس تعلیم کو چھوڑ دیا ہے دکھوں اور مصیبتوں میں پڑ گئے ہیں اور روز بروز ذلت ہو رہی ہے۔ اگلے جو متقین ہو گزرے ہیں وہ عزت و اقبال ان سے اس طرح بھاگ گئے ہیں کہ جس طرح [illegible] پسند قوت [illegible] غرضیکہ قرآن شریف کی تعلیم کے آگے انسان تباہ نہیں ہو سکتا بلکہ [illegible] اس [illegible] جیسا قرآن شریف [illegible] کوئی ایسا حکم نہیں [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] ہر قسم کی برکتیں ہیں [illegible] کہ ایک چیز میں نقصان کچھ نہ ہو لیکن نفع بھی کچھ نہ ہو [illegible] اس طرح وہ پھر کوئی ایسی چیز کے قابل نہ ہو [illegible] اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے هٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ یعنی قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے کہ ہم کو پہنچا ہے۔ اور مبارک ہے۔ مبارک عربی زبان میں اس کو کہتے ہیں کہ جو سب خوبیوں کی جامع ہو کیونکہ برکہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو نیچی ہو اور جہاں بارش کا سب پانی اکٹھا ہو جائے۔ اسی طرح کتاب مبارک وہ ہوئی جس میں تمام پہلی کتابوں کی خوبیاں آگئیں اور وہ کل خوبیوں کی جامع ہو گئی پس قرآن شریف کی نسبت تو ہمارا یقین ہے کہ یہ مبارک ہی ہے۔ اور دوسری کتب کی نسبت ہمارا مذہب یہ ہے کہ گو ان میں تحریف ہو گئی ہے مگر ان میں سے [illegible]

کی طرف سے ہیں کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر لیکن تغیرات زمانہ میں ہر گروہ اب محفوظ نہیں رہیں۔ بلکہ بہت سی قسم کی غلطیاں اور نقائص ان میں آگئے ہیں۔ اسلئے اب وہ قابل عمل نہیں رہیں۔ اور اب انکی وہ مثال ہے کہ اثمهما اکبر من نفعهما ان کے نقصان اور ضرر انکے نفع سے بہت بڑھ گئے ہیں کیونکہ اب ان سے وہ اصل غرض جو الہامی کتب کا مقصود ہوتی ہے نہیں پیدا ہوتی اور وہ خدا سے تعلق نہیں پیدا کر سکتیں لیکن ہمارا مذہب نہیں کہ ان میں کوئی اچھی بات نہیں۔ ان میں بھی اچھی باتیں ہیں لیکن جو اچھی باتیں ہیں۔ وہ سب اسلام میں آ چکی ہیں۔ اور اسلام ان سے خالی نہیں۔ اسلئے مسلمان کو ان مذاہب یا ان کتب کے مطالعہ کی اب ضرورت نہیں ہے۔

اس جواب میں پنڈت صاحب کے اعتراض کے دوسرے حصہ کا جواب بھی آگیا ہے یعنی اگر دوسرے مذہبوں میں بھی سچائیاں ہیں۔ تو مسلمان انکو کیوں قبول نہیں کرتے کیونکہ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ باوجود اسکے کہ دوسرے مذہبوں میں سچائیاں ہیں۔ اسلام میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ کامل خیر ہی خیر ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں گو خیر بھی ہے لیکن قلیل اور شر زیادہ ہے اور ہم انکی کسی بات کو اسلئے اختیار نہیں کرتے کہ جو کچھ ان میں خیر ہے۔ وہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور جو قرآن شریف میں نہیں ہے وہ خیر ہی نہیں۔ اسلئے انکے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کو اس بات میں شک ہو۔ تو دنیا کے سب مذاہب کو ہم چیلنج دیتے ہیں کہ اپنے مذہبوں کی کوئی ایسی خوبی پیش کریں جو ہم قرآن شریف میں سے نہ نکال سکیں۔ اگر وہ ایسا ثابت کریں تو پھر بیشک قرآن پر فی الجملہ ایک اعتراض ہوگا۔ لیکن ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مذہب اپنے اندر ایسی بات نہیں بتا سکتا کہ جو واقعی خوبی ہو۔ اور پھر قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔

وی پی ہو چکے تمام بقایا داروں کی خدمت میں وی پی کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ وصول فرما کر مشکور فرمائیں گے (۱) ممبران انجمن تشحیذ الاذہان اپنے فرائض کی تعمیل میں سرگرم ہوں (۲) انصار اللہ تبلیغ سلسلہ احمدیہ میں خصوصیت سے حصہ لیں۔ اللہ انہیں توفیق دے۔

جنگ ٹرکی و اطالین

مسلمانوں کو بدقسمتی سے آئے دن نئی نئی مشکلات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ایک تو وہ دن تھا کہ کل یورپ ٹرکی سے خائف اور ترساں تھا۔ اور آج بڑی بڑی سلطنتیں تو الگ رہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی اسکو گھونٹنے کے لیے تیار ہیں۔ اٹلی کی حکومت ابھی پچاس سال ہوئے قائم ہوئی ہے۔ اور یورپ میں درجہ دوم بلکہ سوم کی طاقت سمجھی جاتی ہے۔ اسنے خلاف دستوں کو اپنے حدود کے بڑھانے میں مشغول کوشش دیکھکر طرابلس پر حملہ کر دیا ہے۔ اور عذر ہے کہ ترکوں نے اطالین رعایا کو طرابلس میں زمین خریدنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ یہ ایک ایسا عذر ہے کہ جس کی معقولیت کی کوئی دلیل نہیں [illegible] طرابلس میں زمین خریدنا چاہتا ہے۔ اگر ان شرائط پر ترکی حکومت اطالین حکومت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر زمین خریدنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اطالین [illegible] ضرور اسے مجنون ہونیکا خطاب دیدے۔ [illegible] دنیا کے اخبارات میں یہ [illegible] کہ شاید ترکوں کو [illegible] مشکل ہو جاتا۔ [illegible] کہ اطالین آبادی کو طرابلس غرب میں [illegible] زمین چاہئے۔ [illegible] اجازت دی جاسکے [illegible] ہمیشہ [illegible] ہے۔ [illegible] طرابلس کی زمینیں [illegible] لیکن اطالین [illegible] اور [illegible] طرابلس غرب [illegible] حکومت [illegible] ان خیالات کی لغویت ہندوستانی [illegible] جنھوں نے [illegible] کہ [illegible] ایک وقت [illegible] کے [illegible] ترکی گورنمنٹ کے [illegible] اطالین [illegible] ہو گئے۔ اور [illegible] پر حملہ کر دیا۔ چونکہ اطالین بحری طاقت ترکی طاقت سے زیادہ ہے اسلیے ترکوں کے لیے بہت مشکلات ہیں [illegible] اطالین [illegible] طرابلس پر [illegible] نہیں [illegible] لیکن [illegible] طرابلس کو

رقبہ قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ساڑھے گیارہ لاکھ ہے [illegible] عرب میں

اطالیہ کی اس حریصانہ دست درازی پر تمام مسلمان نہایت مشتعل ہیں اور دنیا کے ہر گوشہ میں اسکے خلاف جوش
پیدا ہو رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کی پوزیشن بھی اس وقت بہت نازک ہے کیونکہ بیشتر مسلمان آبادی اس کی سلطنت میں ہے
اور کسی سلطنت کے ماتحت نہیں۔ ہندوستان کے تمام مسلمان [illegible] اسبات کے خواہشمند ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ [illegible]
جوش میں آئے۔ دوسری طرف ٹرکی کیساتھ تعلقات تو کچھ ایسے ہی ہیں [illegible] برٹش گورنمنٹ کیا نہیں کر سکتی اور مسٹر [illegible]
صاحب نے انگلستان کے دارالعوام میں خصوصیت سے اسبات کا اظہار کر دیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں کچھ
نہیں کر سکتے ہیں مگر جوش میں آکر انسان ضرورت سے زیادہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔ اسلئے ہندوستانی اخبار دو کو بہت
پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ اسلام کا حکم یہی ہے کہ جس سلطنت کے ماتحت رہو اسکی کامل وفاداری کرو
اسلئے تمام مسلمانوں کو [illegible] چاہیئے [illegible] برٹش گورنمنٹ کی مرضی سے اجازت سے۔ برٹش گورنمنٹ
کی وفاداری [illegible] نہیں لیکن یہ وقت بہت نازک ہے مسلمانوں کو [illegible] کر قدم رکھنا ضروری
ہے۔ ایک سلطنت اسلامی حکومت ہے اس طرح صریح ظلم ہوا دیکھ کر طبعی جوش پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف
اس جوش کے تقاضا سے ممکن ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ ناخوش ہو اور قرآن شریف حکم دیتا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم۔ گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت ہمارا فرض ہے ٹرکش گورنمنٹ سے ہمدردی ظاہر کرنے
کی نسبت جس قدر جائز طریق ہے اسلامی دنیا کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالی کا کلام ہے اور قرآن شریف میں
فرمایا کہ ما انا بظلام للعبید میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہیں یہ وقت ہمارے ہی شامت اعمال
کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان [illegible] کیا جائے [illegible] ہی جانوں پر کرتے ہیں۔ ان اللہ لا
یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

(محمود علی)

نکاتِ قرآنیہ

منتخبہ از درس و تشریحات حضرت خلیفۃ المسیح

دل مریض کا نشان جس آدمی میں قوت فیصلہ نہ ہو۔ کتاب متشابہ ہو۔ سمجھو کہ اس کا دل مریض ہے۔

اسباب ذلت اللہ تعالیٰ نے آدمی کی فطرت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ وہ اپنی ذلت نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ بھی اپنے حسب میں وہ پسند نہیں کرتے کہ کسی کھاتے میں ان کی ذلت ہو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسباب ذلت لکھے ہیں۔ ان کو غور سے معلوم کر کے مومن کو چاہیئے کہ بچے تاوہ دنیا و آخرت میں ذلیل نہ ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ (پ ۲۸ سورۃ مجادلہ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں۔ وہ کچلے جائیں گے جیسے کہ پہلے لوگ کچلے گئے۔ اور ہم کھلے کھلے نشان اتار چکے ہیں۔ انکے منکروں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ گویا ایک سبب ذلت کا اللہ اور اسکے فرستادہ کی خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو مخالفت ہے۔ اور خدا کے کھلے کھلے نشانوں کا انکار۔

دوم إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (آل عمران رکوع ۱۸)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان کے بدلے کفر خریدتے ہیں وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اور کافر نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں تو ان کے لئے بھلی ہے۔ ہم تو انہیں مہلت دیتے ہیں۔ اور وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے لئے

ذلت کی مار ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کی باتوں کو چھوڑ کر، تم انکار کرتے جائیں حتی کہ سب حد بندیوں کے منکر ہو جائیں جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے انسان کی دنیا کے ذریعے ظاہر کیں۔ اور اللہ کی نافرمانی میں بڑھتے جائیں۔

سوم وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء رکوع ۲)

اور جو وراثت کی بتائی ہوئی تقسیم میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو وہ داخل کریگا آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے ذلت کرنے والا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وراثت میں جو تقسیم اللہ نے کی ہے اس پابندیاں اس کے بموجب عمل نہ کریں۔ تو اسی دنیا میں ذلیل ہو کر رہیں گے۔ لڑکیوں کو وراثت نہ دینے والے غور کریں۔

چہارم (۱) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ الحج رکوع ۷)
(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمان رکوع ۱)

اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اور ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (۲) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو لغو بیہودہ باتوں کے خریدار ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے گمراہ کریں اور ان احادیث کو بسبب استخفاف قرآن شمار کریں ایسے لوگوں کے لیے عذاب مہین ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں کی تکذیب اور رسالت الٰہی کے انکار کے بعد بے نتیجہ لغو باتوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور خدا کی راہ

جو رخصت تک لیجانیوالی ہے چھوڑ دیں، احکام الٰہی کو خفیف سمجھیں۔ اور اپنی ساری توجہ انہیں لغو کہانیوں اور بیہودہ امور کی طرف لگائے رکھیں۔ دن رات گندے ناول پڑھنے والے، دنیا کے ظاہری سامان آرائش پر مٹنے والے قرآنی احکام کے مقابل میں اپنے دوستوں کی مخرب اخلاق مجلسوں کو ترجیح دینے والے غور فرماویں۔

پنجم اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (سورۃ النساء)

اللہ تعالےٰ اسے اکڑباز شیخی خور ہو، اسے دوست نہیں رکھتا جو بخل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو بخل کی تحریک کرتے رہتے ہیں اور جو اللہ نے اپنے فضل سے انکو دیا ہے چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے منکروں کے لئے اہانت کرنیوالا عذاب تیار کیا ہے۔

پس اکڑبازی، شیخی، بخل اور دوسروں کو بخل کی تحریک، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپانا بھی باعث ذلت ہے۔

ششم اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (سورۃ الاحزاب، رکوع ۷)

جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اپنی رحمت سے دور کر دیا انکو اللہ نے دنیا اور آخرت میں انکے لئے اہانت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اپنی بد اعمالی یا بدزبانی سے اللہ کے رسول یا اس کے جانشین کو دکھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی ہے۔ کہ انسان اسی دنیا میں ذلت کی مار اٹھاتا ہے۔

ہفتم اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

عَذَابًا مُّهِيْنًا (پارہ ۶ ، رکوع ۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں، اور ارادہ کرتے ہیں کہ اس کے بین بین راہ اختیار کریں، یہی سچے کافر ہیں، اور ایسے کافروں کے لیے ذلت کرنے والا عذاب ہے۔

یعنی فلاح تک پہنچنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم تمام احکامِ الٰہی پر ایمان لائیں، اگر بعض فرستادوں کو مانیں، اور بعض کا انکار کریں اور ایک ایسی درمیانی راہ اختیار کرنا چاہیں جس سے سب مذہب والوں کو خوش کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ بجائے اس کے کہ سب طرف سے واہ! واہ! ہو یہ ہوگا کہ سب قوموں کو شرمندگی پڑے گی، اور اسی دنیا میں ایسے اعتقاد والوں کی ذلت کی مار پڑتی ہے۔

نبی کریم کا تعلق بارگاہِ ایزدی سے عرب لوگوں میں باہم لڑائی جھگڑوں وغیرہ کا ذکر ہوا کرتا تھا یا صرف بے ہودہ گپ اور یا شراب، شہوت کے کاموں کا، دشمنیوں کا، فخروں کا۔ مگر حضرت نبی کریم کے صفات افعال کا کوئی ذکر نہیں تھا قرآن مجید کا یک ایک رکوع خوف دیکھو اللہ کی عظمت اور جلال سے خالی نہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ صلعم کو کتنا اعلیٰ تعلق بارگاہ ایزدی سے تھا۔

فتحمندی کے لیے کچھ قاعدے یہیں پر صحابہ کرام نے عمل کر کے اس کا نتیجہ دیکھ لیا (۱) خشوع فی الصلوٰۃ مومن خاشع ہوتا ہے جو اپنی قوت اپنے گھر اپنے جتھے کسی کا گھمنڈ نہیں اس زمین کی طرح جو پانی کی محتاج اور اس کے اثرات قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہو وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲) اعراض عن اللغو وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۳) زکوٰۃ، اپنے مال ترقی کا حصہ اللہ کے نام پر دینا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (۴) حفظ فروج۔ اپنے سوالوں کی حفاظت۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۵) امانت و عہد کا لحاظ کرتے رہنا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۶) محافظت صلوٰۃ وَالَّذِيْنَ

ھو شانے سلامہم یحما الظنون)

صحابہ کرام کی خصوصیات

جیسے کوئی نبی بہرہ نہیں ہوا۔ ایسا ہی کوئی صحابی بہرہ نہیں تھا مگر کلام نبوی کو محروم رہا ہے۔ پھر اتنی بڑی قوم میں روایت کے اعتبار سے کسی کا جھوٹ ثابت نہیں ہوگا سبحان اللہ۔ نبی الصادق المصدوق صلعم کی صداقت کیلئے صرف اس قدر ثبوت کافی ہے۔ کہ ایک صحابی کہتا ہے۔ کہ میں نے نبی کریم صلعم سے سنا۔

وعدہ و وعید دونو ٹل سکتے ہیں

سورہ مومنون میں جب ہم یہ آیات پڑھتے ہیں۔ قل رب اما ترینی ما یوعدون۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ وانا علی ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ تو یہ آیتیں کھلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کی ذات کس قدر شان میں بڑی ہوئی ہے کہ وہ دنیا جیسے مبارک وجود کی خاطر بعض اوقات تمام ملک کو بھی ہلاک کرتا ہے۔ اسکے حضور میں عاجزی سے گڑگڑانے کے محتاج ہیں۔ وہ عالی احتیاج سے خالی نہیں۔ اب دیکھیئے حضرت نبی کریم صلعم کی خاطر عذاب آتا ہے۔ مگر دوسری جانب آپ ہی کے منہ سے کہلواتا ہے۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ یعنی اے میرے رب مجھے ظالم قوم میں ذکر رہیو۔ اس ذلت میں میں نہ کبھو نہ پھنساؤں۔ دوم یہ کہ وعدہ یا وعید دونوں ٹل سکتا ہو جیسا ہم فرماتا ہے۔ انا علی ان نریک ما نعدھم لقادرون۔ یعنی ہم جو انکو وعدے دیتے ہیں انکے دکھانے پر قادر ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ ضرور وہ وعدہ اسی رنگ میں پورا کرینگے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ قادر ہیں چاہیں تو اسے بدل کر کسی اور رنگ میں پورا کردیں۔ یہ نکتہ سنت اگر خوب سمجھا جاتا تو آج رسول محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

آجکل کی تہذیب غلط ہے

آجکل کے مہذب جو شین کہلاتے ہیں جب اپنی کسی کمزوری کو چھپانا چاہتے ہیں۔ تو عذر کر دیتے ہیں۔ یہ پرائیویٹ بات ہے۔ مگر یہ طرز اسلام کو پسند نہیں مومن جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں کرتا ہے ایسے وہ بزدل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ نبی کریم صلعم کے خانگی امور کا ذکر ہے کیونکہ آپ کی ذات ستودہ

صفات تمام جہانوں کے لئے اسوۂ حسنہ تھی۔ آپ کا شکر کرنا آپ کا پیشاب کرنا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا آپ کا اپنی بیویوں سے طرز معاشرت سب ہی کچھ محفوظ ہے۔

منکر فضیلت ابوبکرؓ منکر قرآن ہے؟

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اولو الفضل صاحب فضیلت فرمایا ہے۔ (دیکھو یہ آیت ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم) بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ فضل سے مراد مال ہے۔ مگر ان کی تردید کے لئے والسعۃ ساتھ ہی فرمایا۔ اگر فضل سے مراد مال ہوتا۔ تو سعۃ کو علیحدہ نہ فرماتا۔ فقط

امام کی اطاعت

امام جو ہو اس کا اتباع واجب ہے۔ قرآن مجید میں یہ ذکر صراحت سے فرمایا ہے کہ قوم میں قائم ہو سکتی ہے کہ جماعت کا ایک امام ہو اور اسکی اطاعت مستحق ہو کر کیا ہو بیان کیا گیا کہ امام کی صریح غلطی ہی معلوم ہو۔ تو صف میں ہی رہنا ہے کہ اشارے سے اس کے ساتھ تنبیہ کرے اور جیسا امام کرے ویسا ہی کرے۔ اسکی بہترین مثال سجدہ سہو کا ہے۔ اگر امام دو کی بجائے تین سجدے کرتا ہے تو صف بچھاں سے کھڑے ہو کر یہاں تک کہ پھر امام کی اتباع کرنا لازم ہے کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر ہے جس میں نص صریح وارد ہے۔ یعنی دو سجدوں کا حکم ہے۔ مگر امام کی اطاعت میں تین سجدے بھی جائز ہو گئے۔ وجہ یہ کہ اسکی اطاعت اصل ہو جاتی ہے جیسا کہ اجتہادی امور میں تو بالضرور امام ہی کی اطاعت چاہیئے۔ اطاعت در معروف کے یہ معنی نہیں کہ جسے وہ شخص اپنے نزدیک معروف سمجھتا ہے۔ اس طرح تو ہر شخص امام کی اطاعت نہیں بلکہ اپنی اطاعت کرتا ہے۔ پس اطاعت تو اسی کا نام ہے کہ بات اگرچہ اپنی رائے کے خلاف بھی ہو تو بھی امام کی اتباع کی جائے۔

آدم و آپ صلعم

حضرت امیر المومنین مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں جماعت بالکل یہی ہے کہ آنحضرتؐ اپنے مرتبہ میں آدم ہیں۔ آپ کی کوئی مرتبہ میں بے مثل ہیں کہ کسی علاوہ کو شخص اس کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ضمن میں حضرت کا نام کسی دوسرے کے ساتھ پیش نہ ہو۔ اس آدم کے جیسے اگر کوئی اسلام کو ماننے والا ہو تو حضرت نبی کریم

عبرت

آجکل ناول بہت پڑھے جاتے ہیں پبلک کے اس مذاق سے مجبور ہو کر انجمن نے بھی ناچار ناول ہی کے پیرائے میں لوگوں کو نصیحت دینی شروع کی جسلئے ملک کرم الٰہی ان تجربہ یافتہ خواتین میں سے ہے جو اپنی صنف کی بہتری و بہبودی کی دل سے خواہاں ہیں۔ اور ہر وقت اس امر میں ساعی ہیں کہ فرقہ نسواں پوری ترقی کرے۔

اس ۱۰۸ صفحہ کی کتاب میں جو خوشخط میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر افق دہلی کے اہتمام میں چھپی ہے۔ عیسائی پادریوں کی کارروائیوں کا فوٹو الزام کیا گیا ہے۔ اور دکھلایا ہے کہ کیونکر مسلمان بھولی بھالی لڑکیاں انکے شکنجے میں آتی ہیں اور پھر کیا انکا حال ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اس کے علاوہ تعلیم نسواں کے فوائد اور فرد مستورات کے **رسوم و رواج** کی اصلاح کے متعلق قابل ستائش مضمون ہیں یعنی اور آزادی پر مضمون ہے۔ اور جیسے واقع ہو ہے پھر بغیر ولی کی اجازت کے لڑکیوں کے نکاح میں جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور بعد میں جو خرابیاں نکلتی ہیں۔ انکو بھی خوب دلآویز طریقے سے دکھایا ہے چونکہ کوئی ناول حسن و عشق کے قصے کے بغیر **ناول** ہی نہیں سمجھا جاتا پبلک کی اس بد مذاقی کی وجہ سے عبرت کی مصنفہ کو بھی اس ناول میں کچھ ایسے سین دکھانے پڑے ہیں جو اگرچہ واقعات کے رو سے صحیح کہے جا سکیں مگر ناگفتہ بہ ہیں۔ غالباً اسی مجبوری کی وجہ سے بعض اشعار ایسے درج کئے گئے ہیں جو شریف بیبیوں میں پڑھے جانے معیوب سمجھے گئے ہوں لیکن بحیثیت مجموعی اور خصوصاً ان اعتراضات کے جوابات کے جو سردہ مشن اسلام پر کر کے اکثر بھولی بھالی لڑکیوں کو گمراہ کرتی ہیں یہ کتاب اس قابل ہے کہ کثرت سے شائع ہو۔ اگر میر قاسم علی صاحب اس پر نظر ثانی کر لیتے۔ تو زبان کے اعتبار سے بھی اس ناول پر کوئی حرف نہ رکھ سکتا۔ پھر بھی ایک عورت کی قلم سے نکلی ہوئی کتاب کا نقص قابل داد ہے۔ قیمت ۸؎

ملنے کا پتہ۔ میر قاسم علی۔ تاجر کتب۔ دفتر افق دہلی

امۃ الحفیظ کی آمین

میرے سید مولیٰ حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

بچوں کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں آمین کے نام سے نظمیں لکھی ہیں۔ جو در ثمین میں موجود ہیں اسی سنت کے تتبع میں اسی طرز پر صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ الحفیظ کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں ایک نظم لکھی ہے جو بہت مرغوب ہے۔ اخیر میں جناب میر محمد اسحاق صاحب کی نظم بھی ہے۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں۔ [illegible] کے حساب منگوا لیں۔ محصول ڈاک علاوہ

گوشت خوری

ایک رسالہ ہے جو شیخ برکت علی صاحب [illegible] نے چھپوایا ہے۔ گوشت کھانا عقلی و نقلی طور سے آریوں کے مقابل میں جائز ثابت کیا گیا ہے۔ ہر ایک احمدی کے پاس یہ رسالہ ہونا چاہیے۔ ہمارے پاس چند نسخے آگئے ہیں۔ جو صاحب کثرت اشاعت چاہتے ہوں [illegible] قریباً اصل لاگت پر [illegible] کے حساب [illegible] جو صاحب چاہیں [illegible] منگوا سکتے ہیں۔

ظہور المسیح

تمام مخالف کتابوں کو جو وفات مسیح کی تردید میں لکھی گئی ہیں سامنے رکھ کر [illegible] ایک کتاب ظہور المسیح لکھی گئی ہے جس میں قریباً تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ [illegible] ہے اب [illegible] اس کی اشاعت کے خیال سے [illegible] میں [illegible] مطلوب ہوں منگوا لیں [illegible] [illegible] ہے۔ [illegible] انکار کرتا ہے۔ اسکے لئے [illegible]

نعمۃ الجلیل

یہ ان نظموں کا مجموعہ ہے جو [illegible] نے اپنے حبیب [illegible] کی [illegible] سلسلہ احمدیہ کی تائید میں کہیں ہیں۔ اکثر احباب کی فرمائش تھی کہ ان نظموں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کریں [illegible] چھپوایا گیا ہے۔ احباب [illegible]

تاجر کتب یا منیجر بدر [illegible] اکمل قادیان کے پتے سے منگوا لیں۔ قیمت [illegible]

کشف یا سیر عالم عقل
معجزہ علم [illegible]

اس کتاب کے پڑھنے سے [illegible] خدا کے [illegible] کھلے [illegible] ایک [illegible] شخص کی [illegible] [illegible] کے لئے [illegible] [illegible] صورت میں لکھے گئے ہیں [illegible] [illegible] مسلمان [illegible] قیمت [illegible] ملنے کا پتہ مولوی [illegible]

مدینۃ المہدی

۱۔ حضرت امیر المومنین کی صحت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ صبح درس قرآن مجید دیتے تھے اب تجویز قرار پائی ہے کہ عصر کے بعد درس دیا کریں۔ تاکہ سکول کے طالبعلم بھی اس نعمت عظمیٰ کو [illegible]

۲۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب و دیگر اہل بیت نبوی بخیر و عافیت ہیں۔

۳۔ جناب میر ناصر نواب صاحب سفر کشمیر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ عمارت فنڈ میں تقریباً ۵۰۰ اور ضعفا کے لیے ۳۰۰ روپے کے قریب وصول ہوئے ہیں۔ [illegible]

۴۔ دارالعلوم میں بورڈنگ کی عمارت تقریباً مکمل ہوچکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ کچھ روپیہ کے لیے عمارات کا کام بند کرکے اشاعت سلسلہ احمدیہ کی طرف توجہ کی جائے۔ مقبرہ بہشتی میں بھی کنواں بن گیا ہے۔

۵۔ مدرسہ احمدیہ بھی تعطیلات موسم گرما کے بعد یکم اکتوبر سے کھل گیا ہے۔ اور سپرنٹنڈنٹ مدرسہ کی انتھک کوششیں انکی انتظامی مشنری میں قابل قدر اصلاحیں کر رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر ایک ذی استطاعت مخلص صاحب اولاد احمدی اپنا ایک ذہین بچہ اس سکول میں بھی پڑھائے۔ تاکہ وہ آئندہ لوگوں کے لیے مبلغ اور اسوۂ حسنہ ہو۔

۶۔ سیالکوٹ میں انجمن احمدیہ کا جلسہ کامیابی سے ہوا۔ عالم حقانی آقا و مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب اور جناب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر و مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکے* نے تبلیغ سلسلہ حقہ میں خصوصیت سے نمایاں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

* اور شیخ تیمور صاحب

ہر خریدار اپنے پتہ کی چٹ کو غور سے پڑھے۔ اور جو غلطی ہو۔ اس سے اطلاع دے۔

مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

[illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور [illegible] ہندوستان میں مشہور ہے [illegible] گرمی کے دست ہیضہ [illegible]
ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی [illegible]

عرق پودینہ

[illegible] ڈاکٹر برمن کی [illegible]
[illegible]
قیمت فی شیشی [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]
[illegible] ڈاکٹر برمن [illegible]
[illegible]
قیمت [illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر [illegible] تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

نمبر رسالہ جلد

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ سنہ

ایڈیٹر جناب صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض ۳۰۱ - ۳۱۳ مکمل

مولوی [illegible] ۳۱۴ - ۳۱۹

آریہ سماج کا مذہب ۳۲۰ - ۳۲۵ مکمل

علم الوصول الی اسماء اسرار الرسول ۳۲۶ - ۳۳۱

نکات قرآنیہ ۳۳۲ - ۳۳۴ مکمل

انسان کی سرگذشت

(جناب [illegible] اکبر آبادی کی زبانی)

بتلاؤں کیا تھا عالم اول میں کیا ہوں میں | رہ عافیت کے [illegible] میں [illegible] رہا ہوں میں
دکھلائی مجھ کو [illegible] | آئینہ منیر ہوں قدرت نما ہوں میں
نقد سرائیوں سے مری [illegible] | مرغ درخت باغ حیات و قضا ہوں میں
وہ [illegible] غریب ہوں لیکن ہوں [illegible] | [illegible] ہوں کیسی [illegible] ہوں میں
میں سرگذشت اپنی سناؤں یہ تم سنو | جنت میں [illegible] عزت سے رہا تھا میں
اک روز اک روش پہ نظر سایہ سا پڑا | کہنے لگا کہ کون [illegible] ہوں میں
پھر مجھ سے [illegible] اٹھا کے ہاتھ | [illegible] کے وصف کو بجا رہا ہوں میں
نعمت ہے [illegible] یہی اسکو کھا کے دیکھ | [illegible] اس کو کر جھکا رہا ہوں میں
بیٹے کہا کہ خالق اکبر نے ایک بار | منع کیا ہے مجھ کو [illegible] میں
اُس نے کہا کہ دیکھئے پچھتایئے گا پھر | [illegible] تو پیچھے پچھتا رہا ہوں میں
[illegible] اور شریک حیات نے | [illegible] دیکھتا ہوں میں
[illegible] کیسا تھا | رنج و غم و الم میں [illegible] ہوں میں
ہم دونوں پھر تو عالم [illegible] کی سمت کو | پھینکے گئے [illegible] ہوں میں
مطلب تھا اس کو عالم [illegible] ہو | اور اس جہاں میں [illegible] ہوں میں
[illegible] نے پیٹھ کو میری جھکا دیا | [illegible] ہوں میں
[illegible] حیات [illegible] | [illegible] ہوں میں
شیطاں [illegible] | [illegible] ہوں میں
ہے سب طفیل احمد مرسل [illegible] | افضل [illegible] ہوں میں

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء

مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض

یوں تو خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کر کے اسکو ایک کام میں لگا دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ خلق فسوّی والذی قدّر فھدیٰ۔ مگر انسان جو عالم صغیر یعنی اپنے اندر تمام مخلوقات عالم کا نمونہ رکھتا ہے۔ اسے خصوصیت سے ایک زندہ اور جیتی تصویر بنایا ہے۔ اس پر وہ بار امانت لادا ہے جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان انکاری ہوئے چنانچہ اس کی وجہ بھی فرما دی کہ انہ کان ظلوماً جہولاً۔ یعنی وہ خدا کے لئے خدا کی راہ میں اپنی جان پر ظلم کر سکتا ہے اور اس کی محبت میں غیر کو دور کر کے اپنے تئیں بھی بھول سکتا ہے۔ پھر اپنے خاص فضل و کرم سے زندہ وری کی راہیں بچھانے کے لئے ایسے مبارک وجود ان میں مبعوث کرتا رہتا ہے جو مخلوق الٰہی کی ہمدردی میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں

اور جان و مال پیش کر کے بہت سی مشکلات کو سہار کرتے ہوئے اس شاہراہ کو تیار کرتے ہیں
جس پر چل کر انسان منزل مقصود کو پہنچ سکیں۔ ان رہبروں میں سے سب سے بڑا رہبر وہ تھا
جس کا نام ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جنہے ہمارے لئے وہ مصیبتیں جھیلیں
وہ وہ سختیاں اٹھائیں کہ ایسے محسن پر ہر وقت درود پڑھنے کو ہی جی چاہتا ہے۔ اللھم صل علیٰ
محمد وعلیٰ آل محمد۔ پھر یہیں تک بس نہیں بلکہ اپنے وصال کے بعد بھی اسکی "روح" میں ہماری
بہتری ہماری بہبودی کا خیال موجزن رہا ہے چنانچہ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ جب ہم
چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں آگئے۔ مذہب کی تاریکی ہم پر چھا گئی۔ اور ہم منتشر
ہو کر آپس میں نا اتفاقی کی وجہ سے لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ راستہ چلنا دشوار ہو گیا۔ اور جان
کے لالے پڑ گئے تو اس ظلمت میں اسکی روحانیت سیدنا مرزا غلام احمد کی شکل میں چودھویں
کا چاند بن کر ظاہر ہوئی اس نے ہمارے دشمنوں کے سرغنوں کو ایک ایک کر کے مار کر انکا
زور کم کیا۔ اور ہم میں صلح کرادی۔ اور منکرین سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ اور ایک مدت تک ہم
میں رہ کر خدا کی درگاہ میں واپس گیا۔ اب اسکی وفات کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بات
پر غور کریں کہ بحیثیت آپ کے متبعین ہونے کے ہمیں کیا کرنا اور آپ کے مقاصد پورا کرنے
کیلئے کن کن تجاویز پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ سو اس کیلئے ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ آج سے
تیرہ سو سال پہلے خود اللہ تعالیٰ ہی نے اسے بیان کر دیا: "ھو الذی ارسل رسولہ
بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" کہ ہم ہدایت اور دین حق پیش کریں۔ اور تمام
مذاہب عالم پر اس کو غالب ثابت کریں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ
تکمیل اشاعت ہدایت و دین حق۔ درحقیقت یہ فرض بہت بھاری ہے۔ اور تمام انبیاء
کا مجموعی طور پر یہی فرض تھا جو اب ہم کو ادا کرنا ہے۔ لیکن اگر ہم اخلاص صواب کے
ساتھ اٹھینگے۔ تو خدا اپنے وعدے کے مطابق روح القدس کو ہماری تائید میں نازل کریگا
اور سب مشکلیں ہمارے لئے آسان کر جائینگی۔ اور تمام روکیں ہماری راہ سے ہٹا دی جائینگی

کامیابی ہمارے استقبال کو آئیگی اور فوز و فلاح ہمارے پاؤں کی گرد ہونگے۔ لیکن یہ سوال یہ ہے کہ اس فرض کے ادا کرنیکے لئے کیا طریق ہے۔ سو اسکا جواب میں آج یہی دونگا۔ کہ صدائے اذان جو اسلامی تبلیغ کا سب سے بڑا آلہ ہے۔ وہی اس قفل کی کلید ہے۔ اس میں ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ ہم کونسی روش اختیار کریں اور سب سے پہلے مخلوق الہی کو کیا پہنچائیں۔ اور کس طریق سے پہنچائیں۔ اصل الاصول تمام نیکیوں کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اللہ تعالیٰ کا جلال اللہ تعالیٰ کی بزرگی عامۃ الناس کے دلوں پر خوب مستولی ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں احکام کے لئے تو صرف ڈیڑھ سو آیت ہے۔ کہ عظمت و جلال الہی کا ذکر ہر پارے ہر سورۃ ہر رکوع بلکہ ہر آیت میں ہے کیونکہ جب تک دل میں خدا کی عظمت بیٹھ نہ جاوے اور یہ نہ ہو کہ اس کے مقابل کوئی دوسرا خیال کوئی کشش کوئی محبت کوئی شوق نہ ٹھہر سکے۔ تب تک یہ محال ہے۔ کہ آدمی اللہ کا ہوجائے۔ اور ہر حالت میں اسی کا سچا فرمانبردار ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم جب مامور بالتبلیغ ہوئے تو سب سے پہلا حکم جو حضرت کو ہوا۔ وہ یہی تھا قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ کہ کمر بستہ ہو ہوشیار ہوجا لوگوں کو ڈرا۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ یعنی اپنی عملی حالت کو اپنے اخلاق کو بالکل پاکیزہ رکھ۔ تمام قسم کے گندے عقیدوں گندے اعمال بلکہ گندے لوگوں کی صحبت سے الگ ہوجا۔ اور کبھی اس محنت کا احسان نہ جتا کیونکہ ان اجری الا علی اللہ کہتا رہ۔ اور اپنے رب کی عظمت بیان کرنے میں کمزوری نہ دکھا۔ بلکہ روز بروز ترقی کر۔ اور ان باتوں پر جما رہ۔ جو راہ میں تجھے آئیں مشکلات کا سامنا ہو۔ لوگ مقابلہ کریں۔ مگر تو اس طوفان بے تمیزی میں چٹان کی طرح ایک مرکز پر قائم رہ۔

یہ طریق تبلیغ ہے۔ جو خدا نے اپنے پیارے نبی کو سکھایا جس کی اتباع کا ہمکو

حکم دیا گیا ہے۔ اذان میں اللہ اکبر چار دفعہ آیا ہے۔ گویا ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ذات میں صفات و اسماء میں افعال میں عبادات میں ایک لیس کمثلہ شیءٍ ہستی بتائیں۔ اور اس کی تکبیر ہمارا فرض ہو۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ چونکہ ہم اس قدوس کے داعی بنتے ہیں۔ اس لئے اپنے تئیں پاک بنالیں۔ کوئی گندہ عقیدہ ہمارا نہ ہو۔ کوئی گندہ عمل ہم سے صادر نہ ہو۔ کسی گند کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو ہم کچھ کریں۔ اللہ کے لئے۔ اس کام میں کسی قسم کی کمزوری یا سستی نہ دکھائیں۔ بلکہ ہمارا قدم آگے ہی آگے ہو۔ اور اپنے مرکز سے ہٹیں نہیں۔ اللہ کی بزرگی کے خلاف جس قدر عقائد ہیں۔ ان سے صرف خود ہی الگ نہ ہوں۔ بلکہ ایک دنیا کو ہٹا دیں ہم یقین کریں کہ اللہ ہی وہ ذات ہے۔ جو ازلی ابدی کہلانے کی سزاوار ہے۔ پس آریوں کے اس گندے عقیدے کی حتی المقدور تردید کریں۔ کہ روح اور مادہ فضا زمانہ کو ازلی کہکر خدا کی صفات میں اس کو شریک کرنے میں عیسائیوں کو سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ یگانہ ہے۔ واحد ہے۔ بے ہمتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا اقنوم نہیں جس کے بغیر اس کی ذات مکمل نہ ہو سکتی ہو وہ رحم بلا مبادلہ کر سکتا ہے۔ وہ ظالم نہیں۔ کہ جب تک ایک بیگناہ کو صلیب نہ دے لے خلقت کے گناہ نہ بخش سکے۔ وہ عاجز اور کمزور انسان سے بھی گیا گذرا نہیں۔ کہ اپنے قصور واروں کے گناہ بخشنے پر قادر نہ ہو۔ وہ قادر مطلق مقتدر و توانا خدا ہے وہ نیستی سے ہستی کرنے پر قادر ہے جیسے بغیر آنکھ کے دیکھتا اور کانوں کے سنتا بغیر زبان کے بولتا بغیر ہاتھوں کے کام کرتا ہے۔ ویسا ہی بغیر مادے کے وہ ہر چیز پیدا کرتا ہے۔ وہ زندہ اور زندگی بخش ہے۔ اور کوئی اپنی فطرت کے خلاف زندہ رہنے والا نہیں۔ یہ جھوٹ ہے کہ مسیح ابتک زندہ ہے۔ وہ مر چکا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں مدت ہوئی مدفون ہے کیونکہ اس سے افضل و اکمل مبارک وجود خاتم النبیین بھی فوت ہو چکا۔ خدا ایسے ہزاروں مسیح پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ کوئی عاجز نہیں کہ آخری زمانے کی ہدایت کیلئے

اسی مسیح کو محفوظ رکھ چھوڑتا۔ جو اپنے زمانے میں اپنی نبوت چند مچھیروں کے سوا
کسی کو منوا نہ سکا۔

اس لئے جس طرح جسمانی ترقیات کے لئے سامان مہیا کئے ہیں۔ اور ہر موسم پر
برسنے والا پانی پھیکر مردہ شہر زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے روحانی ترقیات کے
لئے ہر قسم کے اسباب رکھے ہیں۔ وہ جیسے تاریک رات کے بعد روشن دن چڑھاتا ہے
اسی طرح جب دنیا میں تاریکی پھیلتی ہے۔ اور اس کا چہرہ مخلوق کی نظروں سے پردہ
میں آجاتا ہے۔ تو ایک آفتاب چڑھاتا ہے جس سے سب نشیب و فراز نظر آنے لگتا ہے
جب لوگوں کے دل مرجاتے ہیں۔ تو وہ ابر کرم کا ایک چھینٹا ڈال دیتا ہے۔ ایک مسیحا
مبعوث کر دیتا ہے۔ جو اذسر نو جان ڈالتا ہے۔ اور پھر توحید کی دنیا آباد نظر آنے لگتی ہے
وہ کلام کرتا رہا ہے۔ گونگا نہیں۔ وہ ہر زمانے میں اپنے پیاروں کے ساتھ کلام کرتا ہے
وہ پیارے بر خلاف ان کے عقیدے کے مطابق دروغ مصلحت آمیز سے کام نہیں لیتے
بلکہ جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں۔ اور حق کہتے ہیں جس طرح آسمان سے
جب تک پانی نہ برسے چشموں کا پانی کافی نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو گندہ ہو جاتا ہے اسی
طرح عقل انسانی کافی نہیں جب تک آسمانی وحی کا پانی نہ برسے جس طرح ہماری ظاہری
آنکھ بیکار ہے جب تک کہ آفتاب کی روشنی نہ ہو۔ اسی طرح عقل کی آنکھ تجربہ کی آنکھ نکمی
ہے۔ جب تک آسمان سے روشنی نہ پہنچے۔ غرض خدا کی عظمت خدا کے جلال کی راہ میں
جو جو روکیں پیش آئیں یا دکھائی دیں سب کو دور کرے۔ کوئی ایسا عقیدہ جو خدا کی عظمت
خدا کے جلال خدا کی کبریائی کے خلاف ہو۔ اسکو دنیا سے مٹانے کی کوشش کی جانے
اور پھر اپنی عملی زندگی سے ثبوت دیں۔ اور تمام جہان کے سامنے یہ شہادت پیش کریں کہ
ہمارا کوئی معبود کوئی مطلوب کوئی محبوب نہیں۔ مگر ایک ہی ذات والصفات جس کا نام
ہے اللہ۔ یہی معنی ہیں۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے گواہی ایسی پر زور ہو۔

کہ ایک عالم کے سر ہماری بادشاہت پر جھکجائیں۔ اور وہ زبان سے اقرار کریں۔ کہ دنیا میں ان لوگوں کی رفتار گفتار کردار سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ خدا ہی کو اپنا محبوب۔ خدا ہی کو اپنا معبود خدا ہی کو اپنا مطلوب سمجھتے ہیں۔ ہم دنیا کے کام کریں۔ اور بیشک بڑے جوش سے کریں مگر ان میں بھی ہمارا مقصود اللہ ہی ہو۔ پھر ہمارے وہ کام ابھی گورنمنٹ کی بابت ہوں یعنی ان پر محمد رسول اللہ کی مُہر لگی ہوئی ہو کیونکہ وہ خاتم النبیین ہے جیسے دنیا کی کوئی چیز پسندیدہ نہیں ہوتی جب تک اس پر کسی خاص کارخانہ کی مہر لگی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح کوئی کام مقبول اور پسندیدہ نہیں۔ جب تک اس پر محمدی مہر نہ ہو۔ ہم اس حقیقت کو لوگوں پر واضح کریں۔ اور سارے جہان کو یہ پیغام سنا دیں۔ کہ تمہارا کوئی عمل مقبول نہیں۔ جب تک محمدی اجازت اسکے ساتھ نہیں۔ تم کبھی حصار عافیت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ تم کبھی دارالسلام میں ٹھہرنے کی مجاز نہیں۔ جب تک محمدی راہداری محمدی پروانگی تمہارے ہاتھ میں نہ ہو۔ محمدی رنگ میں رنگین نہ ہو۔ محمدی لباس محمدی شعار محمدی وضع تم اختیار نہ کرلو۔ ہمارا فرض ہے کہ ڈنکے کی چوٹ میں دنیا کو سنا دیں۔ کہ وہ خدا کی بادشاہت جس کے لئے مسیح دعا کرتا رہا۔ پھر اپنی امت کو سکھا گیا کہ وہ کہا کریں۔ کہ کہیں تیری بادشاہت زمین پر آوے۔ زمین پر آچکی۔ اس کے احکام نافذ ہو رہے ہیں۔ مبارک وہ جو اس کی رعایا بنیں۔ محمدی نبوت محمدی بادشاہت کا ثبوت دینے کے لیے لمبے چوڑے دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لیے یہ مشکل نہایت آسان کر دی گئی ہے۔ کیونکہ اسی کے فیض سے مستفیض ایک نبی ہم میں آیا جس نے اسکی غلامی سے یہ درجہ پایا۔ اسکے وجود سے جب ایسے معجزانہ اعمال صادر ہوئے جو اور انسانوں سے صادر نہیں ہو سکتے۔ تو ہمیں یقین آ گیا کہ ایک ایسی مقتدر ہستی ہے۔ اور جب اس نے قبل از وقت غیب کی خبریں سنائیں جن تک قیاس انسانی نہیں پہنچ سکتا۔ تو یقین آ گیا کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور جب ہم نے دیکھا

کہ ایک شخص گمنامی کی حالت میں خدا سے خبر پاکر کہتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ دور دراز سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ تحفے تحائف لائیں گے۔ تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دی جائیگی پھر باوجود اس قدر سخت مخالفت کے جو نہ صرف بیگانوں سے ہوئی بلکہ اپنوں سے بھی ہوئی جس کا مقابلہ کسی انسان کی قدرت میں نہیں۔ ان سب باتوں کا پورا ہو جانا اس بات پر گواہ ٹھہرا کہ روح میں خدا نہ صرف غیبوں کا جاننے والا ہے۔ بلکہ مدبر متصرف بالارادہ یفعل ما یشاء ہے دیکھکر صاف صاف جیسے مجرب من اللہ لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ جو باوجود ہر روز محسوس کر لینے کے بیٹھے بیٹھے انسانی قلب میں باہر سے نیکی کی ایک تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور ضرور اس تحریک کا کوئی محرک بھی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سبب بغیر مسبب کے نہیں۔ فرشتوں کے وجود کے منکر تھے۔ مگر اس ہی کے وجود سے فرشتوں کی ہستی کا ثبوت بھی ملا۔ وحی و الہام کا مسئلہ بھی حل ہوا۔ کلام مجید کے بینظیر کلام اللہ اور اسکی تعلیم کے مفید و بابرکت ہونے میں اگر کسی کو کلام تھا۔ تو وہ بھی جاتا رہا کیونکہ چودھویں صدی میں ہم پر کھل گیا۔ اور تمام مخلوقات پر حجت قائم ہو گئی کہ قرآن مجید کی تعلیم سے تمام جسمانی و روحانی کمالات انسان حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان نبی بن سکتا ہے۔ قرآن مجید ایسی بے مثال کتاب ہے۔ کہ تمام دنیا کی مجموعی طاقت اس کی مثل لانے پر قادر نہیں۔ اگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تو وہ ہمارے امام مرزا کی ان کتابوں کو دیکھے جو تحدی کے ساتھ شایع کی گئیں کہ اگر کسی میں طاقت ہے۔ تو انکی مثل لاوے۔ دس دس بیس بیس ہزار تک انعام بھی مقرر کئے۔ مگر کبھی کسی کو کوئی قادر نہ ہوا۔ پھر اسی دنیا میں جب مخالفان حق پر وعدہ کے مطابق عذاب نازل ہوا تو جزا و سزا کی حقیقت واضح ہوئی۔ غرض محمد رسول اللہ کو منوانے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں کہ ہم غلام احمد کو پیش کریں کیونکہ وہ اس محبوب کا چہرہ دیکھنے کے لیے ایک آئینہ ہے۔ اگر اس آفتاب نبوت کے انوار دیکھنے سے دنیا کی آنکھیں

چند ہیولے ہیں۔ تو وہ پیکر رسالت ہی کو دیکھیں۔ اگر اس نظارۂ حسن کی تاب نہیں لا سکتے
تو وہ اس کے عکس ہی کو دیکھ لیں۔ اگر ہم اپنا اتنا ہی فرض سمجھے ہیں۔ کہ سیدنا مرزا
غلام احمد کو ایک **مسلمان** ثابت کریں۔ تو تف ہے ہماری سمجھ پر۔ اور افسوس ہے
ہماری محبت پر۔ کیا وہ جو نبیوں کے حلہ میں آیا۔ وہ جو خدا کی مجسم قدرت کے رنگ
میں ظاہر ہوا۔ وہ جس کی ثنا اپنے عرش سے حمد کرتا ہے۔ وہ جسے خدا فرماتا ہے۔ میں تجھ
سے ہوں۔ اور تو مجھ سے۔ وہ جو خدا کے لیے بمنزلہ اولاد ہے۔ وہ جس کا غلبہ خدا اپنا غلبہ قرار دیتا ہے
جس نے چار پانچ لاکھ انسانوں کو مسلمان بنا دیا اس بات کا محتاج ہے۔ کہ ہم اسے
مسلمان ثابت کریں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم اسے خدا کے
فرستادہ کی حیثیت میں محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کریں۔ اور اس
سچائی کو ہرگز نہ چھپائیں۔ کیونکہ منافقت اور اسلام ایسی دو متضاد حقیقتیں ہیں جیسے
دن اور رات اگر تقیہ جائز ہوتا۔ اگر نفاق کو کوئی شعبہ بھی نظر استحسان سے دیکھا جاتا
تو ذات محمدیہ کبھی **مامور بالاذان** نہ ہوتی جس میں ایک مسلمان مجبور ہے۔ کہ وہ
چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے دن رات میں ایکبار نہیں پانچ بار اپنے عقائد کا اعلان
کرے۔ اور دنیا کو سوتے وقت بھی سنائے۔ جاگتے وقت بھی سنائے کام کرتے وقت
بھی سنائے۔ کہ **محمد اللہ کا رسول** ہے۔ خود نبی کریم کا نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے
اس شہر میں جہاں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ کوئی حاکم نہیں تھا۔ آپ نے خدا کا پیغام
سنایا۔ اور کھول کر سنایا۔ اور کئی کئی طرق سے سنایا جب کوئی میلہ ہوا۔ آپ وہاں ضرور
پہنچے جب کوئی مجمع ہوا۔ آپ بھی کسی نہ کسی حیلے سے وہاں جا ہی نکلے۔ اور حق بات
پہنچا ہی دی۔ آپ نے گھر سے خرچ کر کے دعوتیں دیں۔ اور اس طرح پر عمائد مکہ
کو اپنے مولیٰ کا پیغام سنایا۔ آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ اور اپنے قبیلہ اور ر
شتہ داروں کو نام بنام پکارا۔ یہاں تک کہ صبح سے شام کے قریب وقت ہو گیا

اور آپ نے اس طرح بھی حق انکے کانوں میں ڈالا۔ آپ اپنا وطن چھوڑ کر طائف گئے اور وہاں بھی جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ ہی آئے۔ آپ کی ساق مبارک زخمی ہو گئی۔ اور کوس ایسی حالت میں بھاگتے آئے کہ فرماتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہوا۔ کہ میں کدھر جا رہا ہوں جب ایک باغ میں دم لینے کے لیے ٹھہرے ہیں۔ تو وہاں بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوئے۔ بلکہ انگور وغیرہ لانے والے خادم کو کچھ ہدایت کی بات سنا ہی دی۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خاتم النبیین تھے۔ انکی شان کے شایاں تھا۔ مگر صاحبان! ہم کو بھی اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ اگر ہم انکی تقلید نہ کرینگے۔ تو کس کی اطاعت کی کرینگے۔ پھر حضرت یوسفؑ کو معاملہ دیکھیئے۔ **آپ قید میں ہیں**۔ لیکن وہاں بھی بات میں ایک موقعہ نکال لیا ہے اور تبلیغ کر گئے ہیں۔ یہ نہیں کیا کہ اپنے تئیں چھپا لیا۔ بلکہ صاف کہا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ اور ہمارا خاندان نبیوں کا خاندان ہے۔ شرک سے رکنا چاہیئے۔ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ بہت سے صاحب اچھے یا ایک یگانہ و غالب اللہ۔ اس آل فرعون کے ایک مومن کی نظیر قرآن مجید میں ملتی ہے جس نے اپنی تقریر کو اس حالت میں شروع کیا ہے۔ کہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ یعنی پہلے ہی نہیں بتا دیا کہ میں موسیٰ کو ماننے والا ہوں۔ یعنی پتھر نہیں کھینچ مارا۔ بلکہ آہستہ آہستہ انکو سمجھایا۔ پس بعض موقع پر حالات مقامی کے لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ ہمیں ارشاد ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن۔ یہاں حکمت کے معنی پالیسی کے نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری باتیں پختہ باتیں ہوں۔ جو ایسی مدلل ہوں کہ رد نہ ہو سکیں۔ وعظ نیک پیرائے میں ہو۔ اور ہمارا جھگڑا بہت نرمی کے ساتھ ہو۔ خیر وہ لوگ تو مامور تھے۔ گو ہمیں بھی ماموروں کی اتباع ہی کا حکم ہے۔ لیکن پھر بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہم مامور نہیں۔ اول تو میں بتاتا ہوں کہ ہم بھی مامور بالتبلیغ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر
یہاں خیر سے مراد اسلام ہے۔ پھر صحابہ کرام کی نظیر ہمارے سامنے ہے۔ کیا وہ
اپنے نبی کی وفات کے بعد ہاتھوں پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہے۔ یا اپنے دنیاوی کاموں
میں لگ گئے۔ یا آپس میں لڑائیاں شروع کر دیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ گھروں میں کفنیاں
باندھ کر ایک ہاتھ میں قرآن ایک ہاتھ میں تلوار لیکر نکلے۔ اور ایسے جوش کیساتھ نکلے کہ
سینکڑوں ان میں سے پھر اپنے گھر کو واپس نہ آئے۔ وہ صرف اپنے علاقوں ہی میں
نہیں رہے بلکہ دور دور تک نکل گئے۔ نہ زبان کا نہ جاننا انکے لئے روک ہوا۔ نہ سمندر ان
کے لئے روک ہوا۔ نہ پہاڑ انکے لئے روک ہوئے۔ نہ بے زاد ہونا سفر سے مانع ہوا۔ اور
نہ گھر والوں کے خرچ کا خیال انکے سد راہ ہوا۔ نہ دنیاوی کام تبلیغ سے ان کو روکتے
رہے۔ نہ ان میں سے کسی نے کہا کہ میں خواندہ نہیں میں کیا تبلیغ کروں گا۔ بلکہ سب کے
سب یک زبان یک جان ہو کر نکلے۔ اور ایک دنیا کے فاتح کہلائے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ
ہمارے لئے وہ مشکلات نہیں۔ وہ طوائف الملوکی کا زمانہ نہیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا راج
ہے ہر ایک شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ڈاک اور تار اور ریل کی وجہ سے سفر
کے ذرائع آسان ہیں۔ بلکہ گھر بیٹھے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے جن کو خدا نے فن تحریر دیا
ہے۔ انکا فرض ہے کہ وہ کتابیں لکھیں۔ دنیا میں جس قدر عقائد فاسدہ و اعمال فاسدہ ہیں
انکی بیخکنی کے لئے اپنے اپنے فہم کے مطابق ساعی ہوں۔ جن کو بولنا آتا ہے۔ وہ اپنے فرض
سے غافل نہ ہوں۔ وہ مجمعوں میں جلسوں میلوں میں دائروں میں مسجدوں میں کنووں
پر ڈیروں میں کوٹھوں پر چڑھ کر خدا کا کلام حق کا پیغام امن اور آشتی کے متلاشی
سوئے ہوؤں کو جگائیں۔ جو جاگ چکے ہیں۔ انکو چلائیں۔ جو چلتے ہیں۔ ان کو دوڑائیں۔ جو
دوڑ رہے ہیں۔ انکے ساتھ ہو کر اس قلعہ تک پہنچائیں۔ جو اس زمانہ کے فتن سے بچانے
کے لئے جناب مسیح نے بنایا ہوا اور دروازے پر کھڑے ہیں۔ انکے استقبال کو نکلیں گر

اس نیت سے نہیں کہ ہم بھی قلعہ کے نام ان میں آ کر مل جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اندر لے جائیں جو وہ دولتمند ہیں۔ وہ اپنا مال اس راہ میں خرچ کریں۔ اور بہت خرچ کریں چند پیسوں پر ابدالآباد کی جنت ملے تو زہے قسمت۔ اپنے روپے کو چوروں کے لئے کیوں رکھتے ہو۔ اس الٰہی بنک میں جمع کرادو۔ جہاں نہ چور کا ڈر نہ دیوالہ نکلنے کا خطرہ۔ بلکہ جب واپس لوگے تو کئی گنا چوگنا کر کے واپس لوگے۔ جو ناخواندہ ہیں۔ وہ بھی تبلیغ سے سبکدوش نہیں۔ صحابہ کونسی صرف و نحو پڑھے ہوئے تھے۔ اور مناظرے اور منطق کی کتابیں حفظ کر چکے تھے۔ وہ اپنے نیک نمونے سے لوگوں کو متوجہ کریں۔ خدا نے زبان انکے منہ میں بھی دی ہے۔ وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے بھائیوں کو حق سنائیں۔ جہاں اور باتیں کرتے رہتے ہیں۔ وہاں خدا کی باتیں بھی سنائیں۔ علم کو آسان کر دیا گیا۔ مثنوی کو اہل علم کلام کی ایک کتاب ہے۔ لوگوں نے ہست قرآن در زبان پہلوی کہدیا۔ تو کیا ہمارے امام کی کتابیں مثنوی جیسی بھی نہیں۔ ان میں معارف و حقائق کا ایک خزینہ ہے۔ مبارک وہ جو اسکو پائے۔ اور خدا کی راہ میں لٹائے۔ دنیا میں کوئی ایسا مذہب باطل نہیں کوئی ایسا عقیدہ فاسدہ نہیں۔ کوئی ایسا عمل قبیح نہیں۔ جس کا رد ان کتابوں میں نہ کیا گیا ہو۔ اسلام کی کوئی ایسی خوبی نہیں۔ جس کا مذکور ان کتابوں میں نہ ہو۔ کوئی ایسی دلاویز دلیل نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ جو خواندہ ہیں۔ وہ خود پڑھیں۔ جو ناخواندہ ہیں۔ وہ اپنے خواندہ بھائیوں سے پڑھوا کر سنیں۔ اور پھر لوگوں تک* پہنچائیں۔ کہ حضرت اقدس

* حضرت اقدس فتح اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگر درحقیقت تکمیل اشاعت ہی ہماری غرض ہے۔ تو ہمارا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں تک پہنچ جائیں۔ جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر ہلاک بیماریوں میں گرفتار۔ یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں۔ اور ہر وقت یہ امر

کی کتابیں میسر، دیکھا پر قسم مخرب اخلاق قصوں سے بھی گئی گزری ہیں۔ میں دیکھتا
ہوں۔ کہ گرمی کے دنوں میں سردی کی راتوں میں ؛ چند لوگ کسی پڑھے ہوئے سے
قصے کہانیوں کی کتابیں سنتے ہیں۔ پڑھے ہوئے وقت گزارنے کے لئے ناول پڑھتے
ہیں۔ وہ کیوں اپنے امام کی کتابیں نہیں پڑھتے۔ تا ان کا بھی بھلا ہو۔ اور ان کے دوستوں کا
بھی۔ ان میں دینی دنیوی بہتری و بہبودی کی ذرائع موجود ہیں۔ اگر ان کو شعر خوانی
یا شعر سننے کا شوق ہے۔ تو در ثمین ایک مجموعہ موجود ہے۔ سلسلہ کے اور دوستوں نے
پنجابی میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ پڑھو یا سنو۔ بلکہ میں تو چاہتا ہوں۔ کہ اگر تم
گیت گاؤ۔ تو وہ بھی اپنے ہی مسیحا کے کوئی بات کر۔ تو ہمیں یہی ہے مسیح کو یا اسکے
سلسلہ کا ضرور ذکر ہو۔ تم اپنے امام کے قدموں پر چلو کیا تم بھول گئے۔ کہ وہ خواہ کسی
قسم کی باتیں کر رہا ہو۔ مسیح کی وفات کا ذکر ضرور لے آتا۔ میں نے دیکھا۔ اور اپنے
کانوں سے سنا۔ کہ کسی نسخے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس میں بھی آپ مرہم عیسےٰ کا ذکر
لے آئے ہیں۔ اور پھر مسیح کی وفات پر ذکر چھیڑ دیا ہے ⁂

پیارے بھائیو! تم دانشمند ہو کر دیوانے ہو جاؤ۔ عاقل ہو کر مجنون ہو جاؤ۔
چاہئے کہ تمہارے سروں میں ایک سودا ہو۔ اور تم اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایک
ہی خیال میں ہو۔ ایک ہی دھن میں لگے ہو۔ وہ کیا یہی کہ **لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ**۔ اور اس کلمہ کی حقیقت کے ثبوت میں پیش کردہ امام غلام احمد
علیہ السلام کو۔ کوئی شہادت زیادہ قوی اس سے دیکھو گے۔ کوئی دلیل اس سے بڑھ
کر دو گے۔ حضرت اقدس کی کتابوں سے انتخاب کر کے چھوٹے ٹریکٹ شائع
کرو۔ انہیں مرے کے لاکھوں میں پہنچاؤ۔ عام لوگوں کو سناؤ ⁂

ہماری منتظر رہنا چاہیے۔ کہ ہمیں ملک کی موجودہ حالت خیالات کے سم قاتل سے نجات
نظر وہیں پڑتی ہو۔ تو فقط ہماری کتابیں اس ملک میں پھیلاؤ۔ اور ہر ایک تشنگی
حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں ⁂

پھر لوگوں کو صلوٰۃ کی طرف بلاؤ۔ یعنی اشہد ان محمداً رسول اللہ کو دو بار کہنے اسکی بعثت اول وثانی کا ثبوت دینے کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہو۔ دنیا و عاقبت سے بہتر ہے۔ تم دعا کے فوائد ذہن نشین کرو۔ اور انہیں سمجھاؤ کہ انسان عبادت کے لیے پیدا ہوا۔ اور اس عبادت کی بہترین صورت نماز ہے۔ اسوقت ۸۰ فی صدی مسلمان بے نماز ہیں۔ تم کوشش کرو کہ یہ سب نمازی ہو جائیں۔ اور باجماعت نمازی ہوں۔ عورتیں خصوصیت سے بے نماز ہیں۔ اس طرف پوری توجہ کرو۔ تم جو اپنی مسجدیں بنانے میں لگے ہوئے ہو۔ ان نمازی بنانے میں لگو۔ محمد رسول اللہ صلعم نے جو مسجد ہمارے لیے بنائی ہے۔ وہ جو ہیں ہزار میل محیط رکھتی ہے۔ اور ایسی وسیع ہے کہ اب اور مسجد بنانے کی ضرورت کیا ہو۔ جبکہ گنجائش ہی نہیں۔ پس پہلے تم لوگوں کو مسلمان بناؤ۔ پھر نمازی بناؤ۔ پھر باوقت فریضہ ادا کرنیوالے نمازی بناؤ۔ پھر باجماعت نمازی بناؤ۔ پھر حی علی الصلوٰۃ سنا کر انہیں دنیا و آخرت میں مظفر و منصور و کامیاب و بامراد ہونے کی راہیں بتاؤ۔ جو قرآن مجید و احادیث شریف میں مرقوم ہیں۔ اور جنکو اردو میں اگر دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اپنے امام کی کتابوں میں پاؤ گے۔ پھر ہر حالت میں اللہ کی عظمت اللہ کا جلال اور اس کے معبود برحق ہونے کا اعلان کرتے رہو۔ اور تم میں وہ جوش ہو۔ کہ اگر ایک فلاں کی آواز ایک محلہ کے لوگوں تک پہنچتی ہے تو تمہاری آواز محلہ سے نکل کر تمام شہر میں پھر اس شہر سے دوسرے شہر میں اور پھر اس طرح اس تحصیل میں اور اس تحصیل سے اس ضلع میں اور ضلع سے نکل کر کمشنری میں اور کمشنری سے نکل کر صوبہ اور صوبہ سے نکل کر ملک میں اور ملک سے نکل کر براعظم میں اور پھر براعظم سے نکل کر غیر ممالک میں پہنچے۔ اور اس شان و شوکت سے پہنچے کہ ایک عالم لا الہ الا اللہ کی آواز سے گونج اٹھے۔ اور چاروں طرف سے اللھم صل علی محمد کی آوازیں آنے لگیں۔ اور وہ زبانیں جو گالیاں دیتی ہیں حضرت غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ کی ستائش کریں۔ اللھم آمین ۔

مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری

ایک ضروری اعلان

تیماپور، ملک دکن کے ایک صاحب مولوی عبداللہ آجکل ایک اشتہار میں لکھتے ہیں۔ اور اسبات کے مدعی ہیں کہ وہ مہدی موعود وہی ہیں۔ اور حضرت صاحب مسیح تھے۔ چنانچہ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں جو دو شخصوں کا ذکر ہے کہ مسیح کا نزول ہوگا اور مہدی موعود انہیں کے معتقدوں میں سے امام ہوگا۔ وہ امام ہونے پر بھی عاجز ہے۔ اس طرح گویا وہ حضرت صاحب کے تمام دعاوی پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب ہمیشہ اپنی کتابوں میں زور دیتے رہے۔ کہ میں مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں کا جامع ہوں۔ بلکہ آپ نے اسبات کے ثابت کرنیکے لئے مختلف احادیث اور کشوف اولیا سے بھی استدلال کئے ہیں۔ اور ہمیشہ اس پر زور دیتے رہے ہیں۔ کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو عہدوں کے نام ہیں۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب اسبات کے مدعی ہیں کہ وہ مہدی موعود ہیں۔ اور حضرت صاحب مسیح موعود تھے۔ لیکن اس پر بس نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحبکو حضرت صاحب سے بھی کچھ بڑے ہونیکا دعویٰ ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب مظہر احمد تھے تو جمالی رنگ میں انکا ظہور تھا۔ یہ عاجز مظہر احمد و محمد ہو کر جامع جلال و جمال ہے۔ پھر اس سے اور بھی ترقی کرتے ہیں۔ اور اپنے آپکو حضرت صاحب سے درجہ میں بڑا ہی منوانا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی تعلیم ناقص تھی چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اسلئے مامور کیا گیا ہوں۔ کہ جو کمزوری مرزا صاحب کی کمزور تعلیم کی وجہ سے قوم میں رہگئی تھی۔ اسکو دور کر دوں"

مولوی صاحب کو مہم ہونیکا دعویٰ حضرت صاحب کے زمانہ سے ہے۔ اور

اسوقت بھی یہ حضرت صاحب کو اپنے الہامات لکھتے رہتے تھے۔ اور ایک دفعہ قادیان آئے بھی تھے۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے۔ کہیں جنون تک نوبت نہ پہنچے۔ اور چونکہ اسوقت بھی ابتداء ابتداء تھی۔ انہوں نے دوبارہ بیعت بھی کر لی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کی ڈائری میں یہ بات شائع ہو چکی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک خواب سے بھی ایسا ہی کچھ ثابت ہوتا ہے ؂

حضرت صاحب کی وفات کے بعد پھر انکو جوش آیا۔ اور دو دفعہ قادیان بھی آئے اور اب بڑھتے بڑھتے انکی وہ حالت ہو گئی ہے۔ جو اوپر لکھی گئی۔ چونکہ آدمی جوشیلے ہیں اسلئے ممکن ہے۔ کہ مختلف جماعتوں میں چکر بھی لگائیں۔ اور کسی سادہ لوح کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو جائیں۔ اسلئے عام طور سے اطلاع دیجاتی ہے۔ تا ہر جگہ کے احمدی انکے حالات سے مطلع رہیں۔ اور انکو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ احمدیت سے بے تعلق ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ مفتری نہیں ہیں۔ لیکن دماغی حالت کیوجہ سے بیمار و معذور ہیں۔ اور آجکل انکے جوش بہت ترقی پر ہیں۔ چنانچہ یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی نکاح کی پیشگوئی اس لئے ملتوی ہوئی کہ انھوں نے آپ کے نکاح کی پیشگوئی کی تصدیق نہیں کی۔ اور اسی طرح عمر والی پیشگوئی بھی ٹالدی گئی۔ کیونکہ آپ کو حضرت صاحب نے پہچانا نہیں۔ تعجب ہے۔ کہ باوجود صریح حدیث کے موجود ہوتے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اور جو بعد میں ہو۔ اسکی نسبت رسول اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اسلامی سلطنت میں وہ قتل کیا جائے۔ مولوی صاحب کیوں خلافت کے مدعی بنکر جماعت میں فساد ڈلواتے ہیں۔ یہ بیشک درست ہے۔ کہ اسوقت گورنمنٹ انگریزی کی حکومت ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ اور حکم شریعت کا حکم ہے۔ کہ ہم اسکے قوانین کے ماتحت گذارہ کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے تو بچنا مشکل ہے۔ انکو تو چاہیے تھا۔ کہ غیر مذاہب میں تبلیغ کرتے۔ غیر احمدیوں کو سمجھاتے۔ وہ لگے اپنی جماعت میں ہی فساد ڈلوانے

حضرت مسیح موعود کی نصیحت سے یہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آخر میں یہ لکھ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس اعلان سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے جب جماعت بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ تو اچھے برے ہر دو قسم کے لوگ اس میں قدرتاً پیدا ہو جاتے ہیں ۔ (مرزا محمود احمد)

ملہم صادق کا نشان
(از مسیح موعودؑ)

ہوئی۔ وہ کلام قرآن شریف سے مخالف اور معارض نہ ہو مگر یہ علامت بغیر تیسری علامت کے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے ناقص ہے۔ سو وہ یہ کہ وہ کلام ایسے شخص پر نازل ہو جس کا تزکیہ نفس بخوبی ہو چکا ہو اور وہ ان فانیوں کی جماعت میں داخل ہو جو بکلی جذبات نفسانیہ سے الگ ہو گئے ہیں اور ان کے نفس پر ایک ایسی موت وارد ہو گئی ہے جس کے ذریعہ سے وہ خدا سے قریب اور شیطان سے دور جا پڑے ہیں کیونکہ جو شخص جس کے قریب ہے اسی کی آواز سنتا ہے۔ اور جو خدا سے قریب ہے۔ وہ خدا کی آواز سنتا ہے۔ اور انتہائی کوشش انسان کی تزکیہ نفس ہے۔ یہ تیسری علامت ملہم صادق کی یہ ہے کہ جس کلام کو وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے خدا کے متواتر افعال اس پر گواہی دیں یعنی اس قدر اس کی تائید میں نشانات ظاہر ہوں۔ کہ عقل سلیم اس بات کو ممتنع سمجھے۔ کہ باوجود اس قدر نشانوں کے پھر بھی وہ خدا کا کلام نہیں۔

۴۔ ایک یہ کہ اکثر ان کے مکاشفات نہایت صاف ہوتے ہیں۔ اور شاذ و نادر مشتبہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عام لوگوں کی نسبت اس قدر کثیر الوقوع ہوتے ہیں۔ کہ اگر مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ مقابلہ ایسا فرق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ اور گدا کے مال کا مقابلہ کیا جائے۔ تیسرے۔ اُن سے ایسے عظیم الشان نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا شخص ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ چوتھے۔ ان نشانوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محبوب حقیقی کی محبت اور نصرت کے آثار ان میں نمودار ہوتے ہیں

آریہ سماج کا مذہب

قاضی صاحب نے یہ مضمون بہت محنت اور کوشش سے تیار کیا ہے۔ اور حتی الوسع اصل الفاظ تک وہ پنڈت دیانند کے رکھے ہیں اس لئے امید ہے کہ ناظرین رسالہ کو آریہ سماج کے مذہب کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جاوے گی اور وہ بھی نہایت قابل اعتبار ذریعہ سے۔ دیانند جی

دنیا کی تمام موجودات میں جا سو ہو ... کو انتظام میں رکھتا ہے۔ جو حیات وغیرہ تعالیف۔ اچھے برے پسند نا پسند مختلف نتیجے پیدا کرنے والے کاموں کی جوجس سے آزاد اور سب جیووں سے اعلیٰ ہے وہ ایشور ہے جس سے ہر طرح کی خلقت ظاہر ہوتی ہے وہ اس کو قائم رکھتا اور فنا کرتا ہے اور جو اس دنیا کا مالک ہے جس میں موجود کل جیو سب دنیا پیدائش قیام فنا کی ہے۔ وہ پرمیشور ہے۔

(۲) پرمیشور ایک ہے وہ تینتیس دیوتاؤں کا جو کائنات کے سب قسموں میں منقسم ہونے کا ہم ۳۳ دیوتا ہے جن میں سے آٹھ تمام دنیا کے جائے قیام ہونے کے باعث وسو کہلاتے ہیں (یعنی زمین پانی آگ ہوا آکاش چاند سورج ستارے) گیارہ رودر (۱۲) ادتیہ یعنی مہینے ہیں، اور آتما اور سب سے بڑا ہونے کے باعث پرجاپتی ہے۔ (۳) وہ دیوتاؤں کا اظہار کرتا ہے۔ اس میں رحم اور انصاف ہے مگر انصاف و رحم میں بڑا بھاری فرق ہے انصاف یہ ہے کہ عمل کے مطابق دکھ سکھ پہنچایا جاوے۔ اور رحم یہ کہ قصوروار کو بلا سزا دینے کے چھوڑا جائے۔ (۴) وہ غیر مجسم ہے کبھی جسم اختیار نہیں کرتا (۵) وہ قادر مطلق یعنی اپنے کام پیدائش پرورش فنا وغیرہ کرنے اور تمام جیووں کے پن پاپ کے متعلق آئین کو واجب طور پر چلانے میں کسی کی ذرہ بھی امداد نہیں لیتا۔ یعنی اپنی ہی طاقت سے اپنے کل کام کو انجام دیتا ہے۔ جو کام اس کی صفات کے خلاف ہوں

وہ نہیں کرسکتا (۳) وہ اپنے تئیں نہیں سکتا۔ بے علم نہیں ہو سکتا۔ دکھی بھی نہیں ہو سکتا (۵)
وہ قدیم ہے یعنی (ازلی) جس کا مطلب یہ ہے کہ باعث (ابتدا) اس کا کوئی علت یا زمانہ
نہیں (۶) وہ سب کے لیے بھلائی اور سب کے لیے سکھ چاہتا ہے۔ یعنی آزاد رکھ کر
وہ کسی کو پاپ کیے بغیر دوسرے کا محتاج نہیں بناتا (۷) وہ منزہ از حواس ہے۔ مگر
حواسوں کا کام اپنی طاقت سے کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ
سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں۔ لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے
زیادہ صاحب رفتار و حرکت دینے والا ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں۔ لیکن سب کو ٹھیک ٹھاک
دیکھتا ہے کان نہیں پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے (۸) وہ تعالیٰ داخل خالی اوصاف
نہیں اس کا فعل حسب ضرورت ہوتا ہے (۱۲) وہ (اوتار) نہیں لیتا۔ یہ غلط ہے کہ پرمیشر
نے چوبیس اوتار لیے۔ یہ فرقہ بند لوگوں کے بہکانے اور خود بے علم ہونے سے ایسے
عقائد ہیں۔ ایسا ہی چونکہ وہ محیط کل ہے۔ اسلئے کسی بت میں اس کا تصور نہیں کر سکتے
(۱۰) وہ کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا
رہتا ہے۔ اور جیو کام کرنے میں خود مختار ہیں۔ مگر نتیجہ بھوگنے میں تابع مرضی ایشور ہیں۔
(۱۱) پرمیشر میں نہ تو رنگ (الف) ہے نہ رگت (۱۲) پرمیشور کا اسم ذات اوم ہے
علاوہ اس کے بہت سے صفات سو نام سے زیادہ اور بھی بیشمار نام پرمیشر کے ہیں ✦

ایمان بالملائکہ آریہ سماج خدا تعالیٰ کے ظاہری انتظام میں وسائط کی قائل ہے یعنی
پرمیشور نور ہے۔ مگر اس کا نور دنیا کو بذریعہ سورج پہنچتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس پانی بادلوں
کے ذریعہ آتا ہے۔ مگر روحانی عالم میں کسی واسطے کو نہیں مانتے ان کے نزدیک فرشتوں
رہبر واسطے سے خدا کا صاحب احتیاج ہونا ثابت ہوتا ہے ✦

ایمان بالرسل پیدائش کے شروع میں پرماتما نے اگنی۔ وایو۔ آدت اور انگرا
رشیوں کے آتما میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا۔ کیونکہ بغیر چلر سب

ویدوں سے زیادہ تر پاک آتما تھے۔ دوسرے لوگ ان کی مانند نہیں تھے۔ اسلئے پاک علم کو اظہار انہی کے باطن میں کیا۔ اور یہ رشی منتروں کے بنانے والے نہیں بلکہ ان کے معنوں کو ظاہر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ چونکہ پرمیشور بے شکل اور موجود کل ہے پس اپنی تمام وید ودیا کا اپدیش جیووں کے اندر موجود ہونے سے جیو آتما پر روشن کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ آدمی اپنے منہ کے تلفظ سے دوسرے کو سناتا ہے۔ اس زبان کو جس میں وید نازل ہوئے۔ وہ دھرماتما یوگی مہرشی لوگ جب جب جس جس منتر کے معنی جاننے کی خواہش سے توجہ کو یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں دھیان (سمادھی) کے اندر قائم ہوئے۔ تب تب پرماتما نے معلوم منتروں کے معنے جتائے۔ پس اس کے بعد ان (رشی) کہو یا منی کہو کا سلسلہ منقطع ہے جب تک کہ یہ جہان پرلے نہ ہوئے۔

ایمان بالکتب وید چار ہیں (۱) رگوید (۲) یجروید (۳) سام وید (۴) اتھروید۔ وید پرماتما جو خود بخود موجود، ہر جگہ موجود، پاک ازلی، بے جسم و شکل پرمیشور ہے۔ وہ یہی ازلی، علما جیووں کی بہبودی کی خاطر تمام علوم کا اپدیش (تعلیم) بذریعہ ویدوں کے ٹھیک ٹھیک طریقہ پر کرتا ہے۔ وید سنسکرت میں ظاہر ہوئے جو کسی ملک کی زبان نہیں۔ اگر کسی خاص ملک کی زبان میں ظاہر کرنے سے ایشور طرفدار ٹھہرتا ہے۔ وید کی زبان تمام زبانوں کا منبع ہے جیسا پرمیشور ہے ویسا ہی یہ ایشور کے اوصاف ہیں۔ انکے عین مطابق اور جس طرح سلسلہ کائنات رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ایشور، جگت، معلول، علت اور جیو کا جس میں بیان ہو۔ جو پرتیکش وغیرہ ارکان ثبوت کے غیر خلاف ہو۔ جو پاک آتما کی طبیعت کے خلاف نہ ہو۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ اگر ابتدا میں ویدوں کا گیان نہ ملتا تو تمام لوگ جاہل رہتے۔

(۱) جیسے ایک راجا کی انتظام سلطنت کے قانون سب ملکوں میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس شہنشاہ عالم پرمیشور کے وید کت قانون تمام راج میں یکساں ہیں

پس نہ صرف اس کُرّہ میں بلکہ دوسرے کُرّوں میں بھی یہی دیتی ہیں ۔

ایمان بالقیامۃ جیسے دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن میں دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش سے پیچھے پرلے اور پرلے سے پیچھے پیدائش۔ پیدائش کے پیچھے پرلے اور پرلے کے بعد پیدائش ازلی زمانہ سے بھی اور چلا آتا ہے۔ اس کا شروع یا انتہا نہیں جیسے پرمیشور کی صفتیں اوّل اور خاتمہ ازلی ہیں ایسے ہی اس دنیا کی پیدائش۔ قیام اور پرلے کرنا بھی ازلی ہیں۔ جیسے پرمیشور کے اوصاف افعال عادات کا شروع اور خاتمہ نہیں۔ اسی طرح اس کے کاموں کا بھی شروع اور خاتمہ نہیں ۔

بعث بعد الموت روح جب جسم سے نکلتی ہے تو روح کی موت کہی جاتی ہے اور جسم کیساتھ ملنے کا نام جنم ہے جب جیو جسم چھوڑتا ہے تب خلاء میں ٹھہری ہوئی ہوا کے اندر رہتا ہے پرمیشور اس جیو کے پاپ پن کے مطابق جنم دیتا ہے۔ وہ ہوا۔ اناج پانی نیز جسم کے مساموں کے ذریعے سے دوسرے کے جسم میں ایشور کی تحریک سے داخل ہوتا ہے۔ بعد داخل ہونے کے سلسلہ وار منی میں جا کر حمل میں قائم ہو کر جسم اختیار کر کے باہر آتا ہے۔ اگر کرم (عمل) عورت کا جسم حاصل کرنے کے لائق ہوں تو عورت کے جسم میں اور اگر مرد کے جسم حاصل کرنے کے کرم ہوں تو مرد کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اس طرح قسم قسم کے جنم اور موت میں جیو اس وقت تک پڑا رہتا ہے جب تک کہ نیک کرم اپاسنا اور گیان کے ذریعہ مکتی نہیں پاتا ۔

(۲) مکتی کئی جنموں میں جا کر حاصل ہوتی ہے (۳) مکتی سے مراد دکھ سے چھوٹنا اور سکھ کو پاتا ہے (۴) مکتی میں جیو معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ برہم جو ہر جگہ بھرپور ہے اس میں قائم رہتا ہے اور نجات یافتہ جیو بے روک ٹوک معرفت و آرام کیساتھ پھرتا ہے (۵) نجات یافتہ جیو کوئی جسم نہیں رکھتا۔ بلکہ ذاتی طاقت سے تمام آنند حاصل کر لیتا ہے (۶) مکتی میں جیو

کیسا شد ہے وہاں قیس قائم رہتی ہیں دنیا کی گتی ۔ نجات ابدی نہیں ۔ بلکہ خاص عرصہ کیواسطے ہوتی
ہے کیونکہ ہمیشہ رہنا اور بے انتہا دے کرموں کو انتہا نہیں ہوسے ۔ تو اس کا انصاف جاتا رہتا ہے تمام
مکتی پالوا ہیں تو دنیا کی آبادی نہیں رہتی ۔

الجنۃ والنار دنیا ہی سکھ معمولی سورگ ہے اور بہشت کے بنے سے جو آنند آتا ہے
وہی غیر معمولی سورگ کہلاتا ہے ۔ اس کے خلاف دکھ پانا نرک کہلاتا ہے ۔ غرض غیر معمولی
سکھ سورگ اور مصیبت کی حالت میں پھنس کر خاص دکھ بھوگنا نرک کہلاتا ہے ۔

عبادات سندھیا اور اگنی ہوتر صبح و شام دونوں وقت ہیں کیسے ۔ رات اور دن کے ملنے
کے دونوں وقت ہیں تیسرا کوئی نہیں کم از کم ایک گھنٹہ ضرور دھیان کرے جیسے مراقبہ
میں یوگی لوگ پرماتما کا تصور باندھتے ہیں ۔ ایسے ہی سندھیا اپاسنا بھی کیا کرے ۔ ایسا ہی
سورج نکلنے کے بعد اور اس کے چھپنے سے پہلے اگنی ہوتری کرنے کا بھی وقت ہے ۔

سندھیا کرنیکا طریق آچمن ہتھیلی میں اس قدر پانی لیوے کہ وہ پانی حلق سے نیچے
تک پہنچے ۔ پانی نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ ۔ پھر ہتھیلی سے کنارہ اور اس کے درمیانی جگہ کو
منہ سے لگا کر آچمن کرے ۔ اس سے حلق کا بلغم اور صفرا کسی قدر دفع ہوتے ہیں
بعد ازاں مارجن کرے یعنی درمیانی انگلی کی نوک سے آنکھوں وغیرہ اعضا پر پانی
چھڑکے اس سے سستی دور ہوتی ہے ۔ اگر سستی اور پانی نہ ہو تو نہ کرے ۔ بعد ازاں
منتروں کو جپ کرتے ہوئے پرانایام* جیسی دم کرے ۔ یہ سندھیا اور اپاسنا اکیلا جگہ
میں توجہ کو ایک طرف لگا کر کرنی چاہیے ۔

اگنی ہوتر کرنیکا طریق ایک کنڈ بنا لو جو (۱۲) انگل چوکون ہو اور اتنا ہی
گہرا اور نیچے تین یا چار انگل [illegible] جس تہ چوڑی ہو ۔ اگر [illegible] نیچے ہو اس

* دم کو زور سے باہر نکال کر جب طاقت باہر ہی روک دینا چاہیے پھر آہستہ آہستہ ہوا کو لیکر جس قدر
طاقت رکھو [illegible] ہو ۔ [illegible] دم کو چپ کر جائے ۔ یہی پرانایام [illegible]
ہوتا ہے ۔

میں چندن گیہو ڈھاک کے پھل یا آم وغیرہ کی لکڑیوں کے ٹکڑے بڑے چھوٹے کر کے رکھے درمیان میں آگ لگا کر اوپر لکڑیاں رکھ دے۔ پھر ایک برتن ہو جس میں پانی رکھا جاوے اور اس کا نام پرنیتا پاتر ہے۔ ایک اور چمچ کی طرح برتن ہے جس کا نام پروکشنی ہے اس سے ہاتھ دھونے کے واسطے پانی لینا آسان ہوتا ہے۔ اور ایک چھوٹا برتن بطور لشت گھی رکھنے کے واسطے اور چمچہ سونے یا چاندی یا لکڑی کا بنوانا چاہیے۔ گھی کو گرم کرکے پھر چند منتروں سے ہوم کرے۔ پھر ایک منتر کو پڑھ کر ایک ایک آہوتی دے۔ ہوم کے وقت جو گھی وغیرہ چیزیں آگ میں چمچے کے ذریعے سے یا ہاتھ سے ڈالیں۔ انکو آہوتی کہتے ہیں ہر ایک آدمی کو سولہ سولہ آہوتی کرنی چاہیے۔ اور چھ چھ ماشہ گھی وغیرہ ہر ایک آہوتی کا اندازہ کم از کم ہونا چاہیے۔ منتر پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ہوم کرنے کے فوائد ظاہر ہو جائیں۔ اور ہوم وہ دہرائے جانے کے منتر حفظ رہیں ✣

روزے ورت یا خصوصیت سے کوئی نہیں۔ دان کے لئے وقت مقرر ہے۔ بلکہ ارشاد ہے۔ چاندرائن یا ایسی ورت رکھے ہو۔ ان لوگوں کو کبھی فاقہ نہ کرنا چاہیے۔ جس دن بدہضمی ہو بھوک نہ لگے اس دن شربت یا دودھ پی کر رہنا چاہیے۔ جو بھوک کے وقت نہیں کھاتے اور بغیر بھوک کے کھانا کھاتے ہیں۔ وے دونوں بیماریوں کے سمندر میں غوطے کھا کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حج کے طریق پر بھی کوئی عبادت نہیں۔ گنگا گنگا ہرے۔ رام کرشن، نارائن، شیو اور بھگوتی کا نام لینے سے کبھی گناہ نہیں چھوٹتے ایسا ہی کسی تیرتھ کا نام لینے یا وہاں پر جانے سے گناہ نہیں چھوٹتے ✣

باقی تیرتھوں کا ذکر ان الفاظ میں سوامی جی مہاراج نے فرمایا ہے

ہردوار۔ سچ پوچھو تو ہاڑ پوڑی ہے۔ کیونکہ ملک ملک کے مردوں کی ہڈیاں اس میں پڑا کرتی ہیں

تتھوبن۔ اب تو جنگل بن ہے۔ اسی طرح اجودھیا، پریاگ، گپت کاشی، کیدار

ہردی دار، رشی، وند جیوتی، کالی، اشٹ بھجی، پربھاگ، دیوجھیا، متھرا، بدھنا، اِن کی زیارت پرستش کی ترغیب کی ہے۔ اور وہاں کے متعلق جو معجزات اور اچنبے مشہور ہیں۔ ان کی اصلیت کھولی ہے۔ سچا تیرتھ ہے وید کا پڑھنا پڑھانا۔ دھارمک عالموں کی صحبت سب کی بھلائی، دھرم پر چلنا، دشمنی اور فریب کو نہ کرنا، راست بازی، راست گفتاری، برہمچریہ رکھنا، پرمیشر کی حمد وثنا، مناجات، مراقبہ، نفس کشی، نیک سیرتی، نیک کوششیں، بزرگوں کی عزت وغیرہ۔ اچھے اوصاف اعمال دکھوں سے عبور کرنے والے ہو سکتے ہیں سب تیرتھ ہیں اور جو تری یا خشکی والے ہیں تیرتھ کبھی نہیں ہو سکتے۔ انسان جن کے ذریعے دکھوں سے تر جائیں، ان کا نام تیرتھ ہے +

مورتی پوجا کی ہرگز اجازت نہیں، بت پرست گنہگار ہیں۔ پتھر کی بت پرستی شریف لوگوں کے لئے قطعی ممنوع ہے۔ سولہ خرابیاں ہیں +

خصوصیات پرمیشور دنیا کی علت مادی نہیں بلکہ علت فاعل ہے۔ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی کیونکہ جس کا وجود نہیں اس کا ہست ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ پس پرکرتی، مادہ کی حالت اولین جسے پران کائنات کی علت مادی کہنا چاہیے۔ اور جیو (روح) اور پرمیشور

روح مادہ ازلی تینوں غیر پیدا شدہ ہیں۔ یہ تینوں اس عالم کے سبب یا علت ہیں ان کی کوئی علت نہیں۔ پرمیشور اور جیو دونوں ذی شعور اور ان میں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں۔ ان میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے اور باہم مانوس۔ ان تینوں کے صفت فعل اور عادات بھی ازلی ہیں۔ جیو اس کائنات میں پاپ اور پن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا ہے۔ اور پرماتما کرموں کے پھل کو نہیں بھوگتا۔ اور چاروں طرف ان میں اور باہر سب جگہ موجود ہے +

تناسخ (۱) پرمیشور نے بعض جیووں کو انسان کا جسم اور بعض جیووں کو شیر وغیرہ بیرحم جانوروں کا جسم اور بعض کو ہرن گائے وغیرہ حیوانوں کا اور بعض کو درخت وغیرہ اور

کیڑے مکوڑے پتنگ وغیرہ کے جنم دیے ہیں ۞
یہ اختلاف ان جیووں کے پچھلے جنم میں کیے ہوئے کرموں کے مطابق ہے۔ پس جیو تو سب یکساں ہیں۔ پاک اور ناپاکی کی تاثیر سے ناپاک اور پاک اور مختلف قالبوں میں جنم پاتے ہیں ۞

عقد ثانی نیوگ

(۱) برہمن۔ کھتری۔ ویش۔ دوجوں میں وہ عورت و مرد جن کی مجامعت ہو چکی ہو۔ ان کا مکرر بیاہ نہ ہو۔ (۲) بیاہی عورت مرد ایک خاوند اور ایک ہی عورت مگر دس اولاد پیدا کر سکتے ہیں (۳) جب بیاہ کیے ہوئے مرد کو کوئی کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کو کوئی کنوارہ مرد پسند نہ کریگا۔ تو مرد اور عورت کو نیوگ کرنے کی ضرورت ہوگی (۴) جب خاوند اولاد پیدا کرنیکے ناقابل ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے۔ کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے کے ساتھ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلے لیکن اس بیاہے حالی عورت خاوند کی خدمت میں کمر بستہ رہے ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنیکے ناقابل ہو جب اپنے خاوند کو اجازت دے۔ کہ اے مالک آپ اولاد کی امید مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کیجئے (۵) اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو تو بیاہی عورت آٹھ برس۔ اگر علم و نیک نامی کے لیے گیا ہو تو چھ برس اور دولت وغیرہ مقصد کے لیے گیا ہو۔ تو تین برس تک انتظار کرکے پھر نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ جب شادی شدہ خاوند آجائے۔ تب نیوگ شدہ خاوند سے قطع تعلق ہو جاوے۔ (۶) اگر مرد نہایت سخت مزاج ہو۔ تو عورت کو چاہیے کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرکے اسی بیاہے خاوند کی وارث اولاد کرلے (۷) اگر عورت سے ایک سال صحبت کرنیکے عرصہ میں مر جاوے یا دائم المریض مرد کی موت سے رنڈوا ہو جاوے۔ تو کسی سے نیوگ کرکے اس کے لیے اولاد پیدا کرے۔ لیکن رنڈی بازی یا زناکاری کبھی نہ کریں ۞

عام دستور العمل زندگی انسانوں کو واجب ہے کہ برہمچریہ آشرم کو پورا کرکے برہمچریہ کے
تین اقسام ہیں۔ ۲۴ سال تک ۳۶ سال تک ۴۸ سال تک جیسی ہے۔ ۴۸ سال عمر ہوسکتی ہے
گرہست میں داخل ہوں۔ اور اس کے بعد بان پرستھ اختیار کریں (جب گرہستی کے سر کے بال سفید
ہوجائیں کی کھال ڈھیلی پڑجائے۔ اور پوتا بھی ہو گیا ہو تب جنگل میں جا کر رہے۔ گاؤں کے کھانے
پینے کا سامان اور پوشاک وغیرہ عمدہ چیزیں ترک کرکے عورت کو لڑکوں کے پاس چھوڑ یا اپنے
ساتھ لیکر بن میں قیام کرے۔

اس طرح جنگل میں عمر کے تیسرے حصے یعنی ۵۰ برس سے ۷۵ برس تک بان پرستھ رہ
کر عمر کے چوتھے حصے میں تعلقات کو چھوڑ کر سنیاسی ہو جاوے۔

عام عقاید ۱۔ دھرم کی بنیاد چار چیزیں ہیں۔ وید، سمرتی، شیشٹوں کے تصنیف کئے
ہوئے شاستر، نیک آدمیوں کے چلن، اور جس جس کام میں اپنا آتما خوش رہے۔

۲۔ جو شخص وید کے مطابق اہل کمال کی تصانیف کی بے وقری کرے، اس کو نیک لوگ
ذات سے خارج کریں۔ جو شخص وید کی مذمت کرتا ہے، وہی ناستک (ملحد) کہلاتا ہے۔

۳۔ برہمن کے سولھویں، کشتری کے بائیسویں، ویش کے چوبیسویں سال میں موڈن ہونا
چاہئے یعنی اس رسم کے بعد صرف چوٹی رکھکر باقی داڑھی مونچھ اور سر کے بال ہمیشہ منڈاتے
رہنا چاہئے۔ اور کبھی نہ رکھنا چاہئے۔ اگر ناسیبت سرد ہو تو اپنی مرضی ہے کہ جتنے چاہے بال
رکھے۔ اگر بہت گرم ملک ہو تو چوٹی سمیت سب کٹوا دینا چاہئیں۔

۴۔ آریہ ورت میں غیر ملک والوں کے تسلط ہونے کے باعث پھوٹ وغیرہ ہیں۔

۵۔ سب انسانوں کو واجب ہے کہ کسی کا پس خوردہ نہ کھائیں حتی کہ عورت مرد بھی ایک
دوسرے کا۔

(۶) دنیا کے کل علوم کا منبع آریہ ورت ہی ہے۔ توپ وغیرہ جادو سب اس زمانہ میں تھے

(۷) مرے ہوؤں کا شرادھ و ترپن کرنا سخت نادانی ہے۔ فقط

سُلَّمُ الْوُصُولِ اِلٰی اَسْرَارِ اِسْرَاءِ الرَّسُول

مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی

Digitized by Khilafat Library

پر ریویو

گزشتہ سے پیوستہ

چوتھی دلیل معراج نبوی کے بجسدہ العنصری ہونے کی تائید میں مولوی ابراہیم صاحب نے پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم میں لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ وارد ہے۔ اور جملہ کتب نحو میں مصرح ہے۔ کہ من ابتدا کے لیے آتا ہے۔ اور الیٰ انتہا غایت کے لیے پس جب اس سیر کی ابتدا اور انتہا ذکر کی تو قول بالکشف باطل ہو اور صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ یہ سیر بصورتِ انتقال من مکان الی مکان آخر تھا کیونکہ حالات کشفیہ کے ذکر میں ابتدا اور انتہا سے بحث نہیں کیجاتی بلکہ صرف شیٔ مکشوف کا ذکر ضروری ہوتا ہے۔ اور بس ؛

ادریویو نگار۔ مولوی صاحب کی اس تقریر کا مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ ابتدا و انتہا کا ذکر صرف اسی سیر کیساتھ ہوسکتا ہے۔ جو بجسدہ عنصری ہو۔ اسلئے آیۂ کریمہ مذکورہ بالا میں من اور الیٰ کے آنے سے ثابت ہوگیا۔ کہ معراج نبوی بجسد عنصری تھا۔ مگر مولوی صاحب کا یہ دعویٰ محض تحکم ہے کیونکہ انھوں نے کوئی دلیل قوی یا ضعیف ایسی پیش نہیں کی جس سے من اور الیٰ کا ذکر مثالی جسم کیساتھ ہونا ممنوع ثابت ہوتا ہو۔ میں اس مضمون میں کئی بار عرض کرچکا ہوں۔ کہ اہل اللہ کو مثالی جسم کے ساتھ بھی سیر کا موقعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ کہ مثالی جسم کے ساتھ جو سیر ہو۔

اس کے ساتھ بھی حق اور اس کا ذکر صحیح طور پر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی ناقص ہے۔ اور اس سے ان کا دعوےٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ امر کہ مثالی جسم کے ساتھ جو سیر ہو اس کا نام کشف ہے یا کیا ہو سو اس کی نسبت مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ وہ اپنی اصطلاح کے موافق اس کا جو نام چاہیں تجویز کریں۔ مگر اصطلاح قوم میں چونکہ ایسی سیر پر حق الہام یا خواب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسلئے ہمارے نزدیک یہ سیر کشف میں ہی داخل ہے۔ میں اس موقعہ پر افادۂ ناظرین کشفی سیر کے دو نمونے کتاب حیات ولی یعنی سوانح عمری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے نقل کرتا ہوں۔ شیخ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے۔

"ایکدفعہ **محمد فاضل** نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا اسلئے خود بھی اس کے ہمراہ جانے کا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا تمہارے جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لڑکا بخیر و عافیت واپس آجائیگا۔ اور رستہ میں کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہ پہنچیگی۔ البتہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر وہاں کے ڈاکو قافلہ کو لوٹینگے۔ لیکن تم مطمئن رہو۔ اس کی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ہاں لڑکے سے اتنا کہدو۔ کہ اسوقت اپنی سواری کو یکسو کرلے یکے ڈاکو حملہ آور ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخصاحب متوجہ ہوئے۔ اور اس توجہ میں حزن و ملال کے آثار آپ کے چہرے سے ظاہر ہوئے۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ مسافت چند روزہ طے کرنے کے سبب سے کچھ ماندگی عارض ہوگئی ہے چنانچہ جب **محمد فاضل** کا لڑکا وطن کو واپس آیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ میں نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی۔ اسی اثنا میں جناب شیخصاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی۔ ڈاکوؤں نے اگرچہ بڑی بیہودگی اور ظلم

سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کر تنگ کر دیا لیکن ہماری سواری ان کی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔" حیات ولی صفحہ ۵۴ - ۱۵۵

پھر اسی کتاب میں بضمن حالات شیخ ابوالرضا محمد صاحب لکھا ہے۔

"شیخ مظفر بنگی کہتے ہیں کہ ورگ داس کے واقعہ میں جب رہتک میں فتنہ وفساد شروع ہوا۔ اور اس کے تمام اطراف و اضلاع تاراج کروائے گئے۔ تو میں اپنے قبائل وعشائر کو ساتھ لیکر دہلی میں آنے لگا۔ اسوقت تمام دہقانی درندوں کی طرح آدمیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اور وحشیوں جیسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ بوجہ کثرت قبائل و مستورات کے اسباب و اقمشہ کے بہت سے بوجھ تھے جنہیں میں اسوقت اپنی جان سمجھتا تھا لیکن فضل خدا سے ہم تمام راہ میں محفوظ رہے۔ اور امن وامان کیساتھ دشوار گزار اور سنگلاخ گھاٹیاں طے کر چکے۔ مگر ایک مقام پر دہقانوں کا ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا۔ جنہے نہایت جرأت کیساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھی۔ اور بڑی دلیری ودستی کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ دہقانیوں کا غول فوراً منتشر ہوگیا۔ اور سب مرعوب وخوف زدہ ہو کر بھیڑوں اور بھیڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔ مجھے تعجب تھا کہ باوجود اس کثرت کے ان لوگوں کو اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھا کر چھپنے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن جب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ عقدہ تمام وکمال حل ہوا۔ شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر میں تمہارے ساتھ تھے اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت ونگرانی کرتے چلے آتے تھے کیا تمنے نہیں دیکھا کہ جب دہقانیوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا۔ اور تم بالکل تنہا تھے۔ اور سوائے ان کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے۔ ہم نے انہیں متفرق اور پریشان کر دیا۔ اور وہ مرعوب ہو کر بھیڑ بکریوں کے پیچھے جا چھپے" حیات ولی صفحہ ۱۰۰ - ۱۵۵

اب مولوی ابراہیم صاحب ان دونوں روایتوں کو بغور ملاحظہ کرکے بتلا ہمارلی

بیان فرمائیں کہ شیخ عبد الرحیم صاحب اور شیخ ابو الرضا محمد صاحب کا سیر و سیاحت معہ زاد یا جسم خاکی کیساتھ تھی یا جسم مثالی کے ساتھ اور یہ سفر جو دونوں بزرگوں کو منزل بمنزل یک مقام سے دوسرے مقام تک طے کرنا پڑا۔ وہ بصورت انتقال من مکان الی مکان آخر تھا یا کچھ اور اور اسکے متعلق من اور الی کا استعمال جائز ہے یا نا جائز۔ اور پھر اس سیر و سیاحت کا نام وحی و الہام اور خواب ہے یا کشف ؟

اخیر پر مولوی صاحب یہ وہم پیش کرتے ہیں۔ کہ جب کفار مکہ نے بعض علامات بیت المقدس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے۔ تو آپ کو نہایت غم و قلق ہوا۔ اگر آپ کا دعوی سیر کشفی یا روحانی و مثالی کا تھا تو اس گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی وہ آپ نہایت آسانی سے کہہ سکتے تھے۔ کہ میرا دعوی سیر جسمانی کا تو نہیں کہ علامات کا بتانا ضروری ہو۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ معراج جسمانی تھا۔ مولوی صاحب کے وہم کا ازالہ اس طرح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں مثالی جسم کے ساتھ سیر کا دعوی تھا۔ اور اس قسم کی کشفی سیر خصوصاً معراجی سیر بیداری کی معمولی سیر سے بھی زیادہ وثوق رکھتی ہے۔ پس ایسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر بھول جانیکی وجہ سے بعض علامات بیت المقدس کے متعلق کفار مکہ کے سوالات کا جواب نہ دے سکتے۔ تو پھر تکذیب کے لیے بازار لو پھر انہیں ایک موقعہ ہاتھ آجاتا۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت کرب و اضطراب پیدا ہوا۔ مگر اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ کشفی حالت طاری کرکے آپ کا وہ کرب و اضطراب فوراً رفع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے بیت المقدس کو کشفی نظر سے دیکھکر کفار مکہ کے تمام سوالات کے جواب دیدیئے۔ اور اتمام حجت ہو گیا۔ پس اس واقعہ میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے معراج نبوی کا بجسد عنصری ہونا ثابت ہوتا ہو۔

مولوی صاحب کا یہ خیال کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی روحانی یا منامی معراج کا ہوتا۔ تو کفار مکہ اعتراض نہ کرتے۔ شاید صحیح ہو۔ اور کفار مکہ نے منامی یا

روحانی طور پر اپنے دلی خیال سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا ہو۔ اسلئے ہم اس امر پر کچھ بحث کرنا نہیں چاہتے۔ مگر یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ مکہ کے ان پڑھ اور اجڈ کافر لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کشفی سیر کا دعویٰ سن کر بھی اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ کشفی سیر سے جب بڑے عالم فاضل مولوی ابراہیم صاحب ہی منکر ہیں۔ تو کفار مکہ تو باعتبار علم وفضل ان سے بہت کمتر تھے۔ پھر بھلا وہ کس طرح چپ رہ سکتے تھے۔ علاوہ بریں کسی کو صاحب کشف صحیح مان لینا اسے راستباز تسلیم کر لینا ہے مگر کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بیانی پر ایمان لے آتے۔ تو پھر وہ کفر پر قائم کیوں رہتے۔ اسلئے مولوی صاحب کا یہ خیال بھی بالکل کچا خیال ہے۔

آگے چل کر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اس سیر کے لئے سواری براق روایت صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ نیز اس امر کی مؤید قوی ہے کہ یہ سیر بجسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا کیونکہ سواری کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔ نہ کہ روح کو کیونکہ روح ایک ایسی لطیف شے ہے۔ کہ اپنی حرکت کے لئے کسی سواری وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی" صفحہ ۱۵

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ ست

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا مے رود دیوار کج

مولوی صاحب چونکہ غلط فہمی سے لفظ جسم کو صرف خاکی جسم میں محدود مانتے ہیں۔ اسلئے جہاں کہیں جسم مثالی کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں بھی جسم خاکی کا ہی ذکر جانتے ہیں۔ اس ہو تو

تو محتاج ہونا الگ بات ہے۔ ورنہ سواری پر سیر رنگ امر ہے۔ کیا لوگوں کو خواب نہیں آتے۔ کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر خواب میں کسی جگہ گئے۔ حالانکہ یہ جسم خاکی تو چارپائی پر پڑا سوتا ہے پھر براق کا تمثل اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ حضور عالی قوت جیسے پورے طور سے غالب ہیں چنانچہ یہ نکتہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ ۱۲

پر بھی وہی غلط فہمی مولوی صاحب کی لغزش کا موجب ہو رہی ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ احمدی حضرات معراج کو نہ خواب کا واقعہ جانتے ہیں۔ نہ صرف روحی مانتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کا اعتراض احمدیوں پر وارد نہیں ہوتا۔ سچی بات ہے کہ سواری کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔ نہ کہ روح کو۔ مگر جسم صرف خاکی نہیں ہوتا بلکہ مثالی بھی ہوتا ہے۔ اور روح جب مثالی جسم سے متعلق ہو۔ تو اسوقت براق پر سوار ہوسکتا ہے۔ اسلئے براق کی سواری سے معراج کا بجسد عنصری ہونا لازم نہیں آتا۔ بہذا مولوی صاحب کی دلیل ناقص ہے۔ اور اس سے معراج نبوی کا بجسد عنصری ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے

مولوی صاحب کے استدلال کا بڑا اور اہم حصہ جو آیۂ کریمہ سبحان الذی اسری بعبدہ پر مبنی تھا یہاں ختم ہوا۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے جو اور تائیدی مسائل پیش کئے ہیں۔ ان پر ہم علیحدہ مضمون میں بحث کرینگے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

(سید صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ)

امۃ الحفیظ کی آمین

صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنی ہمشیرہ عزیزہ کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں ایک نظم لکھی ہے جو حضرت اقدس کی طرز پر ہے۔ ہر فی جلد قیمت ہے

گوشت خوری

جس میں گوشت کھانا بدلائل عقلی و نقلی طور سے آریوں کے مقابلہ پر جائز ثابت کیا گیا ہے۔ مصنفہ منشی برکت علی صاحب شملوی۔ ہر صفحہ اصل لاگت ہے ہر فی جلد

نغمۂ اکمل

قاضی اکمل کی تمام نظموں کا مجموعہ جو حضرت مسیح موعود کی شان میں لکھی گئیں۔ ۲ فی جلد

صادقوں کی روشنی

حضرت اقدس کی وفات پر جس قدر اعتراض ہوئے ان سب کو مدلل جواب۔ صرف ۴ر (یہ سب کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے منگواؤ)

Digitized by Khilafat Library

نکات قرآنیہ

مقتبسہ از انوارِ فیوضاتِ علامہ نورالدین ایدہ اللہ

مطاعن کی راہ بڑی خطرناک ہے۔ دنیا کی تاریخ خوب غور سے پڑھو۔ جس قوم نے مطاعن کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار مختلف مقامات پر خلافت کا ذکر کیا ہے۔ چاروں جگہ امرِ خلافت کو اپنے قبضۂ قدرت میں بتایا ہے۔ اور اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ خدا کے بنانے سے بنتا ہے۔ اس میں مخلوق کا کوئی احسان اس خلیفہ پر نہیں ہوتا۔

سب سے پہلے آدم کے بارے میں فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

دوم۔ داؤد کی نسبت ارشاد کیا۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ

سوم۔ تمام انسانوں کو فرمایا۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ

چہارم۔ امت محمدیہ کے صالح الاعمال کامل الایمان لوگوں کو بشارت دی۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ان چاروں میں خلافت کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ حضرت آدم پر لوگوں نے مطاعن کئے۔ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ کہنے والے نیک نیت تھے۔ اسلئے سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کہکر انہوں نے اپنے قول کو واپس لیا۔ مگر ابلیس نے جو راہ اختیار کی وہ خطرناک تھی اسلئے ہلاک ہوا۔ اور اس نے اپنی مساعی کا نتیجہ پایا۔ وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ کہ تجھ پر جزا و سزا کے روز تک لعنت۔

پھر حضرت داؤد خلیفۃ اللہ کا مقابلہ بعض ناعاقبت اندیشوں نے کرنا چاہا۔ یہاں تک

کہ وہ دیواریں پھاند کر ان کے قلعہ میں گھس آئے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کو ایک خاص رعب وداب بھی دیا ہے۔ اسلئے وہ داخل ہوتے ہی ایسے گھبرائے۔ کہ سوائے ایک جھوٹا قصہ تراشنے کے کچھ بن نہ آیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ذکر آیا۔ وھل اتٰک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب اذ دخلوا علٰی داؤد ففزع منھم قالوا لا تخف خصمٰن بغٰی بعضنا علٰی بعض۔ داؤد کو ان دشمنوں کی خبر پہنچی جب وہ محراب میں دیوار کود کر آئے۔ جب داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا نہ ڈر۔ دو دشمن ہیں زیادتی کی ہے۔ ایک نے دوسرے پر۔ آخر وہ دشمن بھی لعنتی ہی بنے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد وعیسٰی ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون لعنتی ہوئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر یہ اسلئے کہ انہوں نے سرکشی کی۔ اور حد سے بڑھتے تھے۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت میں لوگ اٹھے۔ زکوٰۃ سے اکثر حصہ لوگوں کا منکر ہو گیا اور فتنہ یہاں تک بڑھا۔ کہ سوائے مکہ اور مدینہ کے کسی جگہ متحد ہو کر لوگ باجماعت نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ ایسی نازک حالت میں بھی آپ نے ہمت نہ ہاری نہ گھبراہٹ اسامہؓ کو بیس ہزار فوج دیکر شام کی حدود پر بھیجدیا۔ اور باوجودیکہ بڑے لوگ مثل حضرت عمرؓ وغیرہ مانع ہوئے۔ ان سب کا مقابلہ کیا۔ آخر سب ناکام رہے۔ پھر شیعہ قوم بھی خلفاء راشدین مہدیین پر مطاعن کرتی ہے۔ مگر اس معاملہ میں کبھی ان کو کامیابی نہیں ہوئی نہ ہوگی۔

چوتھے خلفاء جو ہم تم سب ہیں۔ وہ بھی خدا کے اختیار میں ہے کیونکر کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ ضرور اسکے اولاد ہی پیدا ہو۔ پھر وہ زندہ بھی رہے۔ پھر زندہ رہکر اس قابل بھی ہو کہ اپنے باپ دادا کا خلیفہ بن سکے۔ ہزاروں ہیں جو اپنے دشمنوں کے حق

رقم لغت جیتے ہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے وارث ہیں۔

سچا علم کونسا علم ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھنے والے ہیں۔ تو اس کے بندوں سے عالم لوگ گویا سچے علم کی پہچان یہ ہے کہ اس کے صاحب کا قلب خشیۃ اللہ سے لبریز ہوتا ہے۔ بڑا تعجب ہے کہ اس زمانے میں لوگ جوں جوں زیادہ پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دل سے خشیت الٰہی نکلجاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو سب سے بڑا عالم ہونے کا مدعی ہو۔ وہ سب سے بڑا اللہ سے نڈر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرماوے۔ اور ہمیں اپنے جناب سے وہ علوم دے۔ جن کے پڑھنے سے خشیت الٰہی ان میں آئے۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق

آپ کے متعلق شریر لوگوں نے یہ قصے مشہور کر رکھے ہیں کہ ان کی بیوی مشرک تھی۔ اور ایک انگوٹھی کے زور سے سب حکومت کرتے تھے۔ جب وہ گم ہوگئی۔ تو سلطنت بھی چھن گئی۔ اور ایک دیو ان کی شکل پر ہو کر اس ملک پر متصرف و قابض ہوا۔ وغیر ذالک من الخرافات۔ جن کی نقل بھی ایک مومن کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب مطاعن کی تردید کے لیے یہ بیان مفصل کیا۔ اور بتایا کہ ان کی بیوی تو مسلمان تھی چنانچہ وہ خود کہتی ہے۔ واوتینا العلم من قبلها وکنا مسلمین اور پھر کہا۔ واسلمت مع سلیمٰن للہ رب العالمین۔

۲۔ آپ کے لشکر میں تین قسم کے آدمی تھے۔ شریر جو آپ نے اپنے قابو میں کر رکھے تھے ان کو جن فرمایا۔ دوسروں سے انس رکھنے والے اچھے لوگ ان کو انس فرمایا۔ ایسے کام ایک طرف خالق سے تعلق رکھیں۔ دوسری طرف مخلوق کے لیے رسالہ۔ فارغ۔

ان کو طیر فرمایا۔ اور عربی میں یہ محاورہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔

۳۔ آپ کا ایک بڑا کارخانہ بھی تھا۔ ایک بات سے دوسری بات بھی یاد آجاتی ہے۔ جب جانور کو دیکھا۔ تو ہدہد اپنا ملازم بھی یاد آگیا۔ اس کے ذو العقول ہونے کے ثبوت میں من حفاظتیں

پیش کیا جا سکتا ہے کہ جمیع ذوی العقول کے لئے ہے۔ ورنہ من الغائبات فرماتا۔ کلام اللہ سے بھی دھوکہ نہ لگے۔ کہ یہ بجوت ابناء وھو بمعنی قتل قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آ چکا ہے۔

۴۔ نمل ایک قوم ہے۔ چنانچہ لغت کی کتاب میں ہے۔ برقۃ من میاہ نملۃ۔ وہاں کے لوگ پہاڑ سے سونا جمع کرتے تھے۔ جانوروں کے نام پر کئی قوموں کے نام ہوتے ہیں۔ پنجاب میں بھی پائے جاتے ہیں۔

نملہ کی اس بات پر کہ یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ وھم لا یشعرون۔ ایک نکتہ معرفت ہے جو ہر مومن کے لئے نصیحت ہے سبق آموز ہے کہ باوجود اس قوم کے نملہ نے اصحاب سلیمان پر بدظنی نہیں کی۔ اور ان کو ظالم نہیں کہا بلکہ وھم لا یشعرون سے اپنا حسن ظن ظاہر کیا۔ وائے افسوس بدحال شیعہ گروہ اصحاب سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظالم کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

۵۔ زمانہ نے بہت ترقی کی ہے۔ اور آجکل کی تہذیب کو انسانی ترقیات کا انتہائی درجہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور بعض باتوں پر ناز ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خطوط میں نہ سروپا طول طویل القاب نہیں۔ مشکل ترکیبیں نہیں۔ جن کے مبتدا کی خبر دوسرے صفحے ورق پر جا لگتی ہو۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے تیرہ سو برس پہلے ایک خط کا نمونہ دیا ہے کئی سو برس پہلے کا ہے۔ اور حقیقی مہذب گروہ کے ایک ممبر کا لکھا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الا تعلوا علی و اتونی مسلمین۔ اس سے زیادہ مختصر نویسی پر جامع مانع کلمات اور عمدہ طرز تحریر کیا ہو سکتی ہے اسی نمونے پر حضرت نبی کریم صلعم کے خطوط ہیں۔ جو معتبر روایات سے ثابت ہیں۔ بلکہ بعض کے اصل بھی مل گئے ہیں۔

۶۔ آداب شاہی کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ دیکھئے جب حضرت موسیٰ کو تبلیغ کا حکم ہوا

تو فرعون کے بارے میں فرمایا۔ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی۔ کہ اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا تاکہ وہ نصیحت پکڑے۔ یا ڈر جائے۔

اس طرح جناب سلیمان ہدہد کو حکم دیتے ہیں۔ کہ خط ادب کے ساتھ آگے رکھ دینا۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ اذھب بکتابی ھذا فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون۔ یہ خط لے جاؤ۔ ان کے آگے رکھدو۔ پھر ہٹ کر اپنے مقام پر بیٹھ جاؤ۔ اور انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

ابلیس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟

ابلیس اور شیطان کی اصل جن ہے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ جو چیز اپنی ذات میں بری اور پر ضرر ہو وہ تو ابلیس ہے۔ اور جس چیز کا ضرر متعدی ہو۔ دوسروں کو بھی دکھ پہنچائے۔ تو وہ شیطان ہے۔ چنانچہ پارہ اول رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکفرین۔ جب تک اس میں انکار و استکبار تھا۔ وہ ابلیس تھا۔ لیکن جب اسکا ضرر متعدی ہوا۔ اور فازلھما الشیطن عنھا اسکی شان ہوئی۔ دوسروں کو بہکانے لگا۔ تو پھر اسے شیطان فرمایا۔ سارے قرآن مجید میں خوب غور کر کے دیکھ لو۔ جہاں جہاں ابلیس آیا ہے وہاں اس کا ضرر اپنی ذات میں ہے۔ اور جہاں اس کا ضرر دوسروں تک پہنچا۔ تو وہ شیطان ہے۔ احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان کا لفظ بہت وسیع ہے۔ آپ صلعم نے ایک آدمی کو کبوتری کے پیچھے جاتا دیکھکر فرمایا۔ شیطان یتبع شیطانۃ۔ النساء حبائل الشیطان۔ غرض ظلمت کے مظاہر شیاطین ہیں اور نور کے مظاہر ملائکہ۔

منطق الطیر

یہ علم سنسکرت میں لسنتر اج۔ عبرانی میں وہر عرف اور یونانی میں ارنی سو بوجیا کہلاتا ہے۔ جو لوگ مرغیاں پالتے ہیں۔ وہ بھی ذرا غور کریں۔ تو ان کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جب مرغی نے انڈا دینا ہو۔ تو اس کی آواز کیا ہوتی ہے۔ جب وہ دے چکے

توکیا ہو جب بچوں کیساتھ چلے تو کیا۔ جب کوئی مشکل پیش آئے۔ تو کیا۔ جب بھوک لگے تو کیا۔ وغیر ذالک۔

روپیہ بت ہے

اس زمانہ میں سب سے بڑا بت لوگوں کے لیے جس کے لیے خدا کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور آخرت کی مطلق پروا نہیں۔ روپیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے لئے کہ اس زمانہ کی بت پرستی یہی ہے۔ جس سے ہر ایک مومن کو بچنا چاہئے۔ اس پر بت کا نشان ہونیکا سامان کر دیا ہے کہ انگریزی زبان میں ہر وقت ان کو متنبہ کرتا رہتا ہے کہ دیکھو میں بت ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے لئے اپنے حقیقی مالک و محسن و معبود کو بھول جاؤ۔ پائی سے لیکر اکنی۔ دونی۔ روپے اور پھر پونڈ تک بت ہے۔ تاکہ بت پرستی کا شعور ہو۔ اور انکے حصول کے لئے لوگ خدا کی نافرمانیاں کرنیکی ہرگز نہ کریں۔ اور اس میں ایسے منہمک نہ ہوں کہ خدا ہی بھول جائے۔

دنیا سے بدی مٹانے کی فکر میں رہو

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا علم دیا ہے۔ اور وہ سچے فرمانبردار ہیں۔ انکا نشان یہ بتایا کہ وہ دنیا سے بدی مٹانے اور اس کی جگہ نیکی کو قائم کرنیکی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ اور یہ تڑپ انکے دل میں ہر وقت لگی رہتی ہے۔ کہ یہ بدی کیوں نہیں گھٹتی۔ اور اس کی بجائے نیکی کیوں نہیں بڑھتی۔ وہ اپنے مولیٰ کے حضور تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگتے ہیں جب پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ تو وہ استغفار اور لاحول پڑھتے ہیں۔ تا دعا کی قبولیت میں جو روکیں بوجہ اپنی خطاکاری اور کمزوری کے پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ دور ہوں۔ جب پھر بھی ان کا مقصود دلی پورا نہیں ہوتا۔ تو پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتے۔ بلکہ اپنے مولیٰ ہی کی جناب میں گڑگڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے میرے پیارے خدا نہ توفیق دعا ملتی ہے۔ نہ توفیق لاحول۔ تو خود ہی رحم کر۔ اور کوئی راہ نکال۔ پھر اسی پر بس نہیں کر دیتے ہیں۔ بلکہ کچھ نقد وسعت خدا کی راہ میں دیتے ہیں۔ تا ان کے حق میں کوئی دعا

کسی درد مند دل اور پاک زبان سے نکلوانے۔ اور میر نشانے پر بیٹھے۔ پھر بھی جب وہ بدی کو دیکھتے ہیں۔ تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم تم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے جاہلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکے بعد وہ رضاء قضا ہوتے ہیں۔ یہ تمام مضامین اس آیت میں ہے۔ وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ

إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا	کسی کے ہم اسکے دوست کی چٹھی آجائے۔ یا کسی حاکم کا پروانہ۔ تو وہ شخص خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ۔ سب کام چھوڑ چھاڑ کر پہلے اسے

پڑھا کر سنتا ہے۔ اور پھر اس پر عمل کرتا ہے۔ تجارتی معاملات میں بعض اوقات ایک ایک چٹھی کی اتنی قدر ہوتی ہے کہ اسکے سب سے پہلے حاصل کرنے کے کئی سو روپے خرچ کردیتے ہیں۔ پھر باوجود کئی خطرات کے مثلاً ممکن ہے جس جگہ سے مال کی زیادہ بکری کی خبر آئی ہے۔ وہاں کوئی اور سوداگر پہنچ گیا ہو یا رستے میں اس کا مال ہی ضائع ہو جائے۔ وہ اس مقام پر فوراً اپنا مال پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ حسن و احسان کے سرچشمے احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین کی چٹھی ہو۔ اور چٹھی رساں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا جلیل القدر خاتم کمالات نبوۃ خاتم کمالات انسانیت انسان ہو۔ اور پھر ایک مسلمان اس کی پروا نہ کرے۔ قرآن مجید ان میں ہو۔ مگر محض اسلئے کہ گھر کے طاقچے میں پڑا رہے۔ اور بچے سے دو ماہ کے دنوں میں مل مولوٹی گزار دیں۔ یا اسکی کوئی آیت لکھ کر گھول کر کسی بیمار کو پلا دیں۔ عدالت میں جھوٹا حلف اٹھانا ہو۔ تو اسے ہاتھ میں لے لیں۔ اور اسے یاد کریں۔ تو محض اسلئے کہ رمضان شریف میں تراویح میں سنائینگے۔ تو چند روپے بچا لینگے۔ یا حافظ کہلائینگے تو کابل میں حصول سے رہ جا ئینگے۔ افسوس ہے۔ ان خیالات کے لوگوں پر۔ کہ وہ ملازمت کے حصول کے لئے کسقدر تکالیف اپنے اوپر اٹھاتے ہیں۔ پھر وہ برس تک

بی اے ایم اے بننے کے واسطے پڑھتے ہیں۔ مدرسہ کی فیسوں اور دیگر اخراجات میں گھر کا اثاثہ تک بک جاتا ہے۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ پاس ہو سکیں گے یا نہیں۔ اور پاس ہو کر ملازمت ملیگی یا نہیں ہو لیکن نہیں پڑھتے تو قرآن مجید۔ نہیں سیکھتے تو قرآن مجید نہیں عمل کرتے تو قرآن مجید جس کے پڑھنے۔ سیکھنے اور جس پر عمل کرنے سے یقیناً یقیناً دنیا و آخرت میں سکھ اور آرام کی زندگی ملتی ہے۔ اور بیشمار نمونے موجود ہیں۔ جنہوں نے قرآن پر عمل کر کے دنیا کی سلطنتیں بھی پائیں۔ اور آخرت میں اپنا گھر جنت الفردوس بنایا۔ مبارک وہ جو اس دردمندوں کی تقریر کو پڑھکر قرآن مجید کی طرف توجہ کرے۔

حقوق نسواں ہندوستان میں بالخصوص عورتوں کی ایسی بے قدری ہے۔ کہ جسے کوئی دینی جہت کہتے ہیں سسر یا سالا گو یا لڑکی تو کیا۔ لڑکی کا باپ لڑکی کی ماں۔ لڑکی کا بھائی بھی مجرم ہیں۔ اور دنیا میں بدترین انسان ہیں گویا خبیث الطین ہیں۔ جب اپنی بی بی پر ناراض ہوتے ہیں۔ تو اسے کہتے ہیں۔ اپنے باپ کے گھر سے کیا لائی تھی۔ گویا باپ کا جہاں یہ فرض ہے۔ کہ اپنی لڑکی دے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ بہت سا مال و اسباب اپنے داماد کو دے۔ یہ طریق انبیاء کا نہیں۔ حضرت موسیٰ ایک بزرگ کے ہاں جاتے ہیں۔ جو انہیں ارشاد فرماتے ہیں۔ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تجھے اپنی ایک لڑکی ان دونوں میں سے نکاح کر دوں۔ اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے۔ اور اگر تو دس سال پورے کرے تو یہ تیری برخورداری ہے اسی طرح حضرت یعقوب کو بھی اپنے سسرال کی خدمت کرنی پڑی۔ اور جب اس لڑکی کی بجائے دوسری لڑکی کی خواہش کی تو انہیں ستایا گیا۔ کہ اتنے سال اور خدمت کرنی ہو گی۔

اب، پھر افسوس ہے، کہ لوگ مال و دولت، اور قومیت دیکھتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ وہ دیندار ہے یا کیسی۔ حضرت نبی کریم صلعم کا صریح ارشاد ہے۔ علیك بذات الدین تربت یداك۔ (ج) حضرت موسیٰ کے بیان میں یہ لکھا ہے، کہ قال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اٰتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون۔ اپنے ساتھ والوں سے کہ ٹھہرو، میں نے آگ معلوم کی۔ وہاں سے کوئی خبر یا انگارا لاؤں۔ تاکہ تم تاپو، اس سے یہ مسئلہ استنباط ہوتا ہے کہ خاوند کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات خانگی کا انتظام کرے اسی واسطے فرمایا کہ الرجال قوامون علی النساء۔ قوامون کے معنی منتظم ہی لکھے ہیں۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہانڈی میں اگر نمک زیادہ ہو جائے۔ تو شور برپا کر دیتے ہیں لیکن اشد دین کا ذرا بھی فکر نہیں۔ کتنے ہیں بعضوں نے گھر میں اپنی بی بی کیساتھ قرآن مجید کے درس کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کتنے ہیں جنکو ہر لحظہ یہ تڑپ لگی رہتی ہے۔ کہ انکی بی بی دینداری میں پختہ ہو جائے ؎

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل

دینی معارف کا مجموعہ۔ عار سالانہ کے حساب سے دفتر تشحیذ الاذہان سے منگوالیں۔

البرق

تردید شیعہ میں ایک رسالہ ہے۔ قیمت ۱۰ فی جلد

التجاء دعا

منظہر حسین متعلم مدرسہ احمدیہ اپنے دینی و دنیوی حسنات کے لیے تمام بھائیوں سے دعا خیر بتوجہ تام کے خواستگار ہیں۔

جنازہ غائب

احباب اہلیہ شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی کا جنازہ غائب پڑھ دیں ؎

وی پی واپس کرنیوالے

توجہ فرمائیں۔ جیسے کہ تین رسالوں میں نوٹس دیا کہ سنہ ۱۹۱۲ کے چندہ وصول کریں گے وی پی ڈالتے ہیں۔ پھر ہر ایک دائی ور کے نام کارڈ بھیجا جس میں مفصل حساب لکھ دیا افسوس کہ باوجود اس قدر احتیاط کے پھر بھی ۲۰ فیصدی لوگوں نے وی پی واپس کرکے کارخانہ کو اور بھی زیربار کیا۔ کیا یہ اسبات کا ارادہ ہے کہ کسی نے قیمت پیشگی وصول کرکے رسالہ جاری نہ کیا گیا۔ سال بھر رسالہ پڑھنے کے لیے تو بڑی خوشی سے حاضر ہیں مگر وی پی کی وصولی کے وقت مکتوب الیہ مرگیا ہے۔ سفر کر گیا ہے۔ عدم پتہ یا انکاری لکھا میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب دسمبر کے ختم ہونے سے پہلے اپنے اپنے ذمہ کا چندہ جنکے بابت انکو اطلاع دیجا چکی ہے ادا فرمادینگے۔ اور آئندہ اس قسم کی دوستانہ شکایت کا موقعہ نہ دینگے۔ ۲۔ قادیانوں کو شیخ بننے کے عنوان سے جو تحریک چھاپی گئی تھی اسکے متعلق ہی ہمارے دوست سست پڑ گئے ہیں۔ حضرات اگر آپ اپنے قومی رسالہ کو مہینہ میں دوبار دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمت کیجئے۔ اور پیشگی قیمت دینے والے خرید دیجئے۔ اور اگر کچھ اتنے استطاعت دی ہے تو بجائے ۱۰ روپیہ سالانہ کے تین یا پانچ روپیہ مستقل فرمائیے۔ ۳۔ ممبران انجمن تشحیذ کی خدمت میں کیا عرض کروں وہ خود ہی غور فرمائیں۔ انھوں نے رسالہ کی ممبری اور ترقی میں کیا حصہ لیا ہے۔ جو احباب چندہ سالانہ و چندہ ممبری سنہ ۱۹۱۲ کا ادا کر دیا ہے بہتر ورنہ تو بہت ہم اگر کمیل کے کہیں تو شکایت ہوگی۔ آپ بھی غور کریں۔ سب عنایت ہوگی۔

ضروری گذارش | تشحیذ کے لیے ایک کاتب کی خدمات حاصل کی ہیں گی کہ واسطے صرف دس دن کا کام ہے۔ باقی دنوں میں کام کیے۔ اسلئے احباب مدد فرماویں کسی نے کوئی رسالہ یا اشتہار بھیجنا ہو تو پیشگی اجرت کیساتھ بھیجے بہت ہی ارزاں اور عمدہ اور جلد وعدہ پر لکھ دیا جائیگا۔ **مینیجر** تشحیذ قادیان۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۰۳

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۹ رسالہ جلد ۶

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۱

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ حضرت بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

کرسس قیمتہ

تحقیق واقعات کی

قدوم بہمنت لزوم

رپورٹ

متفرق

نظم

خادم ستان

نظم

حمامة البشریٰ

انکل کا پیام اہالیان طرابلس کے نام

اے کبوتر ذرا پیغام مرا لے جانا
ایک دن تھا کہ حکومت تھی تمہاری ایسا
امن سے چین سے دن رات بسر کرتے تھے
قہر نازل ہوا مولیٰ کا یکایک ایسا
چھن گیا ملک کئی بھائی ہوئے ہیں مقتول
اب خبر جو پڑھتا ہوں تو کھل جاتا ہے
سلطنت سے ہوئے محروم جو مانند یہود
وہ مسیحا کہ غلام احمد مختار کا ہے
وہی مہدی ہے جو ہونا تھا بروز احمد
جو نشاں اپنی سچائی کے بہت لایا ہے
جسنے بتلایا کہ عیسیٰ تو جہاں سے گئے
سطح کسر صلیب آپنے کی اکرم میں
روح میں اسکی محمد کا خلیفہ آیا ہ
دیکھو انجیل میں عیسیٰ نے یہ فرمایا ہے
اور قرآں میں کیا منکشف فرمایا ہے
جس سے ظاہر ہو موعود کوئی اور ہی تھا
ہند میں بستی ہے اک کدعہ ، جا احمد
آگیا اپنی صداقت کے نشاں لایا ہے

جو شریر چوٹی کے سکھ ہیں انہیں دے آنا
نہ تو دشمن کو خطر اور نہ تھا اسکی کا
ہوگئے اپنی خوشی اپنی خوشی رہتے تھے
دیکھنے سننے میں آیا نہیں اب تک ایسا
سچ تو مصیبت ہو ضرور اسکی ہو وجہ مقتول
لوگ جب جائیں تو انعام بھی ہو جاتا ہے
بے یقینی ہوا انکار مسیح موعود
اور بھیجا ہوا پھر حضرت مختار کا ہے
جسپہ الطاف و عنایات خدا ہیں دیکھو
جس کی بیعت کے لئے علم رسول آیا ہے
دفن کشمیر میں ہے جسکو وہاں تم گئے
وہ خونریز ہوئے قتل سبھی عالم میں
ہے تائید مبارک پہ بہا صحیفہ آیا ہ
بھیجی اتقاء کی خوشبو یہاں آیا ہے
سمی میں پہلے کا پچھلے سے جدا آیا ہے
جسکے بارے میں ہے کاملہ ہم عیسیٰ
اہل فارس سے بس آنا تھا غلام احمد
تھمود و طاعون و زلازل کا عذاب آیا ہے

جناب [illegible] الدین صاحب	[illegible]	جناب [illegible] صاحب	[illegible]	جناب [illegible] صاحب	[illegible]
جناب شمس الدین	[illegible]	جناب [illegible] اسحاق	[illegible]	جناب [illegible] خان	[illegible]
جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible] علی	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب سید [illegible]	[illegible]	جناب سید [illegible] حسین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible] علی	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب محمد جان	[illegible]
جناب [illegible] رشید	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]		
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] خان	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب عبد القادر	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] حسین	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]		[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]
جناب [illegible] الدین	[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]
جناب [illegible]	[illegible]	ایضاً	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب [illegible] عبد العزیز	[illegible]	جناب [illegible] حسین	[illegible]
جناب [illegible] حسین	[illegible]	جناب محمد اسحاق	[illegible]	جناب [illegible] الدین	[illegible]
جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
جناب [illegible] علی	[illegible]	جناب [illegible] محمد	[illegible]	جناب [illegible] علی	[illegible]
جناب سید [illegible] علی	[illegible]	جناب [illegible] حکیم	[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]

جناب عبد العزیز صاحب
جناب [illegible] عبد الرحمن
جناب چوہدری [illegible] خان
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب منشی [illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب مولوی [illegible]
جناب [illegible] حسین [illegible]
جناب منشی [illegible]
جناب [illegible] عبد العزیز
جناب [illegible]

بابت ماہ اپریل [illegible]

جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible]
جناب [illegible]
جناب منشی [illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible]

جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible]
جناب مولوی [illegible]
جناب [illegible]
[illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
[illegible] صاحب
جناب [illegible] محمد اسمٰعیل
جناب عبد العزیز
[illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible] بخش
جناب منشی [illegible]
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب چوہدری [illegible]
جناب [illegible]
جناب منشی [illegible]
[illegible]
جناب [illegible]

جناب [illegible] محمد امیر صاحب
جناب [illegible]
ڈاکٹر [illegible]
[illegible]
جناب [illegible]
[illegible]
جناب [illegible]
[illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible]
جناب محمد [illegible]
جناب [illegible]
جناب منشی [illegible]

بابت ماہ مئی [illegible]

جناب [illegible]
جناب [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible]
جناب چوہدری [illegible]
جناب سید [illegible]
جناب [illegible]
جناب منشی [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible]

[illegible] جناب غلام [illegible] خان صاحب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] عباس [illegible]	[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] محمد	[illegible] جناب [illegible] الدین [illegible]
جناب سید [illegible]	[illegible] جناب چودھری [illegible]	[illegible] جناب [illegible] عبد اللطیف [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] محمد [illegible]	[illegible] جناب منشی عبد الرحیم [illegible]
جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] غلام [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] جناب مولوی سید محمد [illegible]	[illegible] جناب [illegible] منشی [illegible] محمد	[illegible] جناب مولوی [illegible] محمد [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] بخش	[illegible] جناب محمد [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]	جناب محمد حسین [illegible]
[illegible] جناب منشی محمد [illegible]	[illegible] جناب میاں [illegible] بخش	[illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible]	[illegible] جناب سید محمد [illegible]	[illegible] جناب [illegible] بخش صاحب [illegible]
[illegible] جناب مولوی محمد [illegible]	[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible]	[illegible] جناب [illegible] الدین	جناب محمد [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب چودھری [illegible]	[illegible] جناب مولوی محمد [illegible]
[illegible] جناب [illegible] الدین	[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] جناب [illegible] بیگ	[illegible] جناب [illegible] صاحب	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] جناب چودھری [illegible] احمد	[illegible] جناب چودھری [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible] چودھری فضل احمد	[illegible] جناب میاں [illegible] الدین	[illegible] جناب عبد الکریم [illegible]
[illegible] جناب نظام الدین	[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] عبد اللطیف [illegible]
[illegible] جناب [illegible] الدین	[illegible] جناب [illegible] خان	[illegible] جناب [illegible] الدین [illegible]
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] جناب چودھری [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible]		

جناب قاضی … صاحب	[illegible]	جناب … محمد ابراہیم	[illegible]	جناب محمد شفیع صاحب	[illegible]
جناب شیخ عبد العزیز …	[illegible]	جناب محمد صادق	[illegible]	جناب عطا محمد	[illegible]
جناب … بخش	[illegible]	جناب محمد خان	[illegible]	جناب قمر الدین	[illegible]
جناب … عبد العزیز	[illegible]	جناب مولوی حیدر علی	[illegible]	جناب …	[illegible]
جناب … محمد امین	[illegible]	جناب … بیگ	[illegible]	جناب محمد افضل	[illegible]
جناب … محمد شریف …	[illegible]	**ماہ جولائی ۱۹۱۱ء**		جناب … حسین …	[illegible]
جناب … مرتضیٰ	[illegible]	جناب مولوی محمد سلطان …	[illegible]	جناب … بخش	[illegible]
جناب …	[illegible]	جناب … محمد	[illegible]	جناب بشیر احمد	[illegible]
جناب چوہدری فتح محمد	[illegible]	جناب … محمد …	[illegible]	جناب علی محمد	[illegible]
جناب … الدین	[illegible]	جناب … بخش	[illegible]	جناب …	[illegible]
جناب میاں عبد الرحمن	[illegible]	جناب … الدین	[illegible]	جناب … الدین	[illegible]
جناب … محمد	[illegible]	جناب … عبد العزیز …	[illegible]	جناب …	[illegible]
جناب … الدین	[illegible]	جناب شیخ عبد الرحمن …	[illegible]	**ماہ اگست ۱۹۱۱ء**	
جناب عبد الرحمن	[illegible]	جناب …	[illegible]	جناب … صاحب	[illegible]
جناب مولوی محمد اسماعیل	[illegible]	جناب عنایت اللہ	[illegible]	جناب …	[illegible]
جناب قاضی … الدین	[illegible]	…	[illegible]	جناب عبد … خان	[illegible]
جناب کریم بخش	[illegible]	جناب … حسین	[illegible]	جناب کرامت …	[illegible]
جناب … برکت علی	[illegible]	جناب محمد عظیم	[illegible]	جناب … الدین	[illegible]
جناب …	[illegible]	…	[illegible]	جناب … الدین	[illegible]
جناب …	[illegible]	جناب … محمد …	[illegible]	جناب … اللہ	[illegible]
جناب … علی	[illegible]	جناب حکیم … احمد	[illegible]	جناب منشی محمد …	[illegible]

جناب منشی محی الدین صاحب
جناب بیگم [illegible]
جناب غلام محی الدین
جناب عبد السلام
جناب ماسٹر نظام الدین
[illegible]
صندوقوں کی [illegible]

ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء

جناب منشی امیر احمد صاحب
جناب میاں شیر محمد خان
جناب عبد الرحیم خان
جناب منشی فرزند علی
جناب منشی فضل کریم
جناب [illegible] محمد امین
جناب مرزا یعقوب بیگ
جناب شیخ رحمت اللہ
جناب ڈاکٹر فضل کریم
جناب میاں برکت اللہ
جناب بابو محمد [illegible]
جناب سید صادق حسین
جناب پیر [illegible] شاہ

جناب احسان الحق صاحب
جناب جمال الدین
جناب عبد الرحمن [illegible]
جناب عبد الغنی خان
جناب الٰہی بخش
جناب [illegible] الدین
جناب منشی عبد الحق
جناب ڈاکٹر حسن علی
جناب محمد یوسف علی
جناب عبد الخالق [illegible]
جناب ڈاکٹر بشارت احمد
جناب عبد الحق
جناب پیر بشارت احمد
جناب محمد مبارک
منشی [illegible]
عبد الرحمن [illegible] خان [illegible]
جناب محمد امین
جناب [illegible] خان
جناب پیر برکت علی
جناب محمد صادق
جناب [illegible]

جناب نور احمد صاحب
جناب عزیز الدین [illegible]

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

جناب میاں محمد صادق
جناب [illegible]
جناب اسد [illegible]
جناب [illegible] محمد فضل [illegible]
جناب شیخ الٰہی بخش
جناب [illegible] محمد
جناب میاں [illegible] الدین
جناب [illegible] سراج الدین
جناب منشی [illegible]
جناب سلطان عالم
جناب محمد فضل [illegible] صاحب
جناب [illegible]
جناب [illegible]
جناب پیر منظور محمد
جناب [illegible] الٰہی بخش
جناب [illegible] شاہ
جناب [illegible] صاحب
جناب سلطان عالم [illegible]

- جناب ابو الحسن ... [illegible]
- جناب شیخ عبد الرشید
- جناب محمد امین
- جناب فضل الٰہی
- جناب منشی عبد العزیز
- جناب فتح محمد
- جناب مستری غلام حسین
- جناب الٰہ دین
- جناب احمد دین
- جناب ڈاکٹر ممتاز علی
- جناب اللہ داد خان
- جناب منشی عبد الکریم
- جناب منشی برکت علی
- جناب مستری محمد دین
- جناب حبیب احمد
- جناب سردار خان
- جناب غلام حیدر
- جناب خدا بخش
- جناب محمد اسمٰعیل (?)
- جناب غلام محمد
- جناب منشی رحمت اللہ

- جناب عبد اللہ خان صاحب
- جناب حافظ امیر احمد
- جناب محمد علی
- جناب شیخ خدا بخش
- جناب فتح محمد
- جناب علی اکبر
- جناب عبد الصمد
- جناب ... سلطان علی
- جناب منشی عبد الرحمٰن
- جناب ... فیروز خان
- جناب محمد شفیع
- جناب عبد الغفور
- جناب احمد علی
- جناب عبد اللطیف
- جناب محمد اسلم
- جناب حکیم احسان الٰہی
- جناب اکبر علی
- جناب الٰہی بخش
- جناب مولوی عبد الرحمٰن
- جناب میاں محمد
- جناب ... الدین

- جناب سید انعام رسول صاحب
- جناب میاں غلام محمد
- جناب شیخ خدا بخش
- جناب میاں امیر الدین
- جناب نیاز محمد
- جناب منشی عبد العزیز
- جناب محمد عبد الحق
- جناب مولوی محمد ابراہیم
- جناب منشی محمد الدین
- جناب میرزا اعجاز حسین
- جناب چوہدری غلام محمد
- جناب ... بخش
- جناب ڈاکٹر فضل کریم
- جناب فتح محمد
- جناب ... محمد صدیق
- جناب سید نور الحسن
- جناب منشی نور محمد
- منشی ... بخش
- جناب منشی قمر الدین
- جناب منشی محمد ... الدین
- جناب چوہدری ... [illegible]

جناب محمد قریشی صاحب [illegible]	جناب سردار محمد صاحب [illegible]	جناب چودھری [illegible] [illegible]
جناب مولوی محمد حسین [illegible]	جناب چودھری محمد [illegible] [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب پیر محمد [illegible] [illegible]	جناب منشی [illegible] [illegible]
جناب [illegible] محمد [illegible] [illegible]	جناب شیخ [illegible] محمد [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب راجہ [illegible] [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب مولوی محمد [illegible] [illegible]	جناب منشی محمد [illegible] [illegible]	جناب محمد حیات [illegible]
جناب شیخ محمد [illegible] صاحب [illegible]	جناب شیخ [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] محمد [illegible] [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]	جناب چودھری [illegible] [illegible]
جناب منشی غلام محمد [illegible]	جناب شاہ [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب پیر برکت علی [illegible]	جناب منشی عبد [illegible] [illegible]
جناب مولوی [illegible] [illegible]	جناب محمد سلطان [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب ملک غلام محمد [illegible]	جناب عبد الرحمن [illegible]	جناب عبد العزیز [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب مولوی محمد تقی [illegible]	جناب [illegible] غلام محمد [illegible]
جناب ڈاکٹر [illegible] [illegible]	جناب منشی احمد [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب ملک [illegible] محمد [illegible]	جناب حکیم محمد [illegible] [illegible]
جناب حکیم [illegible] [illegible]	جناب محمد [illegible] [illegible]	منشی [illegible] [illegible]
جناب غلام رسول [illegible]	جناب [illegible] محمد [illegible]	جناب مولوی [illegible] [illegible]
جناب شیخ [illegible] [illegible]	جناب پیر [illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب [illegible] [illegible]	جناب محمد سعید اللہ [illegible]	جناب [illegible] [illegible]
جناب چودھری [illegible] محمد [illegible]	جناب مرزا احمد بیگ [illegible]	بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء
جناب [illegible] محمد [illegible] [illegible]	[illegible] [illegible]	جناب [illegible] [illegible]

جناب شیخ محمد ... صاحب
جناب کریم الدین صاحب
مولوی عبد الحق سوداگر
جناب ... علی ...
جناب محمد حبیب اللہ
جناب ... عبد الرحیم
جناب منشی غلام رسول
جناب ... اللہ
جناب ... امیر الدین
جناب امیر حسن
جناب ... خان
جناب ... حسن
جناب مرزا عبد الغنی
جناب شیخ غلام الدین
شیخ ... حسین
جناب شیخ ... احمد
جناب محمد سلیم خان
جناب ... اعظم ...
جناب محمد امین خان
... الدین ...
جناب ... خان
احمد ... کابلی ...

جناب ... محمد صاحب
جناب حکیم احمد علی
جناب فتح الدین
جناب غلام مصطفےٰ
جناب ... بشیر الدین صاحب
جناب محمد اسمٰعیل
جناب عبد الکریم
جناب امیر اللہ
جناب غلام محمد
جناب محمد ... اسلم
جناب منشی محمد حسین
جناب منشی ... الرحمٰن
جناب سید ... شاہ
جناب رحمت علی
جناب محمد عثمان
جناب منشی محمد حسین ...
جناب ڈاکٹر حسن علی
جناب غلام محمد صاحب
جناب ... الدین
جناب ... کرم الٰہی ...
... صاحب

جناب ... محبوب خان صاحب
جناب منشی محمد ... الدین
جناب ماسٹر محمد ... الدین
جناب ... گل محمد
جناب ڈاکٹر ... صاحب
... محمد ... صاحب
جناب سر سکندر ... صاحب
جناب مولوی شیر علی صاحب

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

جناب ... احمد صاحب
جناب مستری ... الدین
جناب ... محمد ... صاحب
جناب ... حسین ...
جناب منشی ... محمد صاحب
جناب ... الدین ...
جناب کرم الٰہی
جناب عبد الرحمٰن
جناب مرزا ... بیگ
جناب مولوی ... الدین

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

مال مانگتے ہم جان نہیں مانگتے

میرا مخاطب اس جماعت سے ہے جو صحابہ کرام کی جانشین ہے جن کی پیشانیوں میں سعادت کا نور چمکتا ہے۔ جنہوں نے ایک نبی کی آغوش تربیت میں کئی سال پرورش پا کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا سبق سیکھا۔ جو اپنے پیارے رشتہ داروں اور محبوب دوستوں اور کام آنیوالے متعلقین کو چھوڑ کر خدا کے ہو گئے۔ اور اس دنیا کی جھوٹی عزت کی کچھ پروا نہ کی۔ اس طوفان ضلالت میں جبکہ لوگ قعر جہنم کی طرف بہے جارہے تھے۔ انھوں نے ایک منجات دہندہ کی آواز سنی۔ اُسے لبیک کہا اور اپنے استقلال کے ساتھ طوفان میں چٹان بن گئے۔ ہزاروں بلائیں اُن کے سر پر نازل ہوئیں لاکھوں مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ کروڑوں مشکلات سے مقابلہ پڑا۔ مگر وہ زمین ہے اُنکے ایمان پر گرے اپنے مرکز سے نہیں ہٹے۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے

جس کے ہو چکے تھے۔ اسی کے رہے۔ اپنی عزت اپنی آبرو اپنا مال۔ اپنی جان انھوں نے اپنے محبوب پر قربان کردی۔ اور دنیا کی دلفریب باتوں کی کچھ پروا نہ کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ انکے مساعی جمیلہ کے مشکور ہونے کے ثبوت میں خود ان کی ترقی کا نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایک سے ایک سو ہوئے۔ سو سے ہزار اور ہزار سے لاکھ۔ اور لاکھ سے پھر کئی لاکھ۔ انھوں نے اپنی جان نثاری خدا کی راہ میں وہ کچھ دکھلائی کہ باید شاید۔ سو اسی ایثار کے انعام میں انکو حیات طیبہ دی گئی۔ ان کو ایک نور ملا۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے کاروبار بڑے احترام بڑے اکرام کے ساتھ ادا کرنیکے قابل ہیں۔ لیکن میرے دوستو! خدا کا کسی قوم سے رشتہ نہیں اگر ہم سست ہو جاوینگے۔ تو خدا تعالی کے اس قانون سے بچنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ جو ایسے سست لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ اگر ہم ذرا بھی غفلت سے کام لیں گے۔ تو سب بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور ہماری ساری اگلی پچھلی کاروائیوں پر پانی پھر جائیگا۔ سو قبل اسکے کہ ایسا منحوس وقت آئے ہمیں چاہئیے کہ بیدار ہوں۔ اور پیشتر اسکے کہ ہمارا مقابلہ ناکامی کی بلاؤں سے پڑے ہمیں لازم ہے۔ کہ تیار ہوں۔ اور کیوں تیار نہ ہوں۔ جب کہ ہم اس جماعت کے معزز افراد ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہونی روز ازل سے قرار پا چکی تھی۔ جنھوں نے ایک جہان کے لئے امت قائمہ بنکر انکا پیشرو بننا تھا۔ جو اس تاریکی کے زمانے میں نورانی ستارے بن کر آسمان رفعت پر چمکنے والے تھے۔ جن کے اقبال کا آفتاب وہ ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے۔ ابدا علی افق العلی لا تغرب۔ جو اس مصفّٰی چشمہ کی مانند ہیں۔ جس میں نہانے سے تمام قسم کے امراض دور ہوتے ہوں اور جس

کے پانی سے تمام تشنہ کاماں ملت نے سیراب ہونا تھا۔ جو دنیا میں اس لئے منتخب کئے جاتے تھے کہ صحابہ کرام کی شان ایکدفعہ پھر مخلوق کو دکھا دیں۔ اور انہیں بتا دیں۔ کہ یوں دنیا پر لات مار کر دنیا کو اپنا خادم بنایا جاتا ہے۔ اور یوں قرآن شریف پر عمل کر کے ان انعامات کے وارث ہوتے ہیں۔ جو اسکے متبعین کے لئے مقدر ہیں۔ اور یوں اسی زندگی میں جنت الفردوس کے مزے لوٹے جاتے ہیں۔ جو اسکے پیرووں کے لئے مقرر ہیں۔ اگر ہم یہ بات اپنے حریفوں کو نہیں دکھا سکتے۔ تو میرے دوستو! میں سچ کہتا ہوں کہ ہم کچھ بھی نہیں۔ اور ہماری ہستیاں بجائے اسکے کہ مفید ثابت ہوں اسلام کے لئے مضر ہیں۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ دنیا پرستی کی بو اس قوم سے آئے۔ جو خدا کے ہاتھوں سے مطہر کئے ہوئے مسیح کی صحبت سے فیض اٹھا چکی ہے۔ جس کو پہلے روز سے یہی سبق دیا گیا ہو۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہوگا۔ اور جیسے یہ بارہا سنایا گیا ہو۔ کہ سہ

جہنم کز و وا دو قرآن خبر ہ ہمیں حرص دنیا است جان پدر

چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاما من طغیٰ و اٰثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ۔ و اما من خاف مقام ربہٖ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ جس نے خدا کے حکم سے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کیا۔ دوزخ اسی کا ٹھکانا ہے۔ اور جو اپنے رب کے حضور حاضر ہونے سے ڈرا۔ اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا جنت اسی کا ملجاء و ماویٰ ہے۔ گویا دوزخ کیا ہے۔ یہی حرص دنیا دوسرے مقام پر نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ سے اس کی تشریح فرمادی کہ دوزخ کی آگ انسان اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور وہ یہی حرص دنیا ہے۔

اسی دنیا کی محبت کو کم کرنے اور خدا کی محبت کو زیادہ کرنے کے لئے زہد کی بحث ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام زہاد کے مواعظ حسنہ کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ الکم من الہٖ غیرہ۔ اللہ کی ذات ستودہ صفات کے سوا کوئی تمہارا محبوب تمہارا مطلوب تمہارا مقصد نہیں۔ تمہارا قول تمہارا فعل۔ تمہاری حرکت تمہارا سکون تمہارا چلنا۔ پھرنا تمہارا اٹھنا بیٹھنا۔ تمہارا کمانا تمہارا خرچ کرنا۔ الغرض تمہاری زندگی تمہاری موت محض خدا کے لئے اسی آیت کی مصداق ہو۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ اسی روح کو پیدا کرنے کیلئے نماز ہے۔ روزہ ہے۔ حج ہے زکوٰۃ ہے۔ اور کل شعائر عبادات میں سے ہر ایک کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ انسان تقویٰ سیکھے۔ کہ انسان ایثار پیدا ہو گناہ کی زندگی سے جو لذت ہے۔ تا قربانی حضرت رب الوری کی ہے۔ اس سے نجات ہو۔ چنانچہ نماز کے بارے میں فرمایا۔ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز کے وقت میں اپنے کام کو اپنے متعلقین کو اپنے دلپسند مشاغل کو خدا کے نام پر چھوڑنے کی تعلیم اور روز پانچ دفعہ بار بار مشق کرائی جاتی ہے پھر روزہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ یعنی روزہ کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ تم خدا کے لئے حلال کی چیزیں بھی چھوڑنے کے عادی ہو جاؤ۔ تاکہ حرام سے قطعی نفرت ہو گے۔ اگر کسی موقعہ پر اپنے بجائے نفس ربقائے زندگی کے دونوں ذریعوں (کھانا اور جماع) سے بھی ہاتھ اٹھانا پڑے۔ تو یہ کام بطیب خاطر کیا جا سکے۔ پھر زکوٰۃ ہے۔ تو اسکا نتیجہ بھی یہی ہو کہ مال کی محبت کم ہو۔ اور مال صرف اسلئے جمع کیا جائے کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو سکے۔ جس پر تزکیہ نفس کا دارومدار ہے۔ حج ہے تو وہ بھی اسی تعلیم کے

نے جس میں خدا کے لئے اپنے خویش واقارب اپنے وطن اپنے ملک اپنے مال واسباب اپنے مشاغل بلکہ اپنے معمولی لباس کو چھوڑ دینے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اسکا مقصد بھی واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ اور تزودوا فان خیر الزاد التقوٰی میں بھی بتلایا۔ اور کلمۂ شہادت میں تو مال وجان سے زیادہ پیارے اپنے پچھلے مذہبی معتقدات کو خدا کے لئے چھوڑ دینے کا اشارہ ہے۔ سو میرے دوستو! اگر ان پرپنج ارکان اسلام کی تعمیل نے ہم میں وہ بات پیدا نہیں کی۔ جو ان کا موضوع لہ ہے۔ تو پھر کچھ بھی نہیں یاد رکھو کہ ان لوگوں کی نسبت جو مال کی محبت میں محو ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ جو سونا چاندی جمع کرتے۔ بے اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے۔ انہیں درد دینے والے عذاب کی خبر کھول کر سنا دو۔ جنھوں نے خدا کی راہ میں کچھ دیا۔ ان کے سب کام آسان ہو گئے چنانچہ فرماتا ہے۔ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنٰی فسنیسرہ للیسرٰی اور جنھوں نے بخل کیا۔ وہ مشکلوں میں پڑ گئے واما من بخل واستغنٰی وکذب بالحسنٰی فسنیسرہ للعسرٰی دینے والوں کی مثالیں میں دے چکا نہ دینے والوں کے دو قصّے تو قرآن مجید میں ہی پڑھ لو۔ ایک قارون کے مال و دولت کا یہ حال تھا کہ ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ مگر بخل نے یہ انجام کر دیا کہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین۔ اپنے گھر بار واسباب سمیت زمین میں دھسا دیا گیا۔ کوئی جماعت اس کی مدد کو کھڑی نہ ہوئی۔ اور نہ وہ آپ اپنی مدد کر سکا۔ ایک اور اصحاب الجنۃ تھے۔ جنکے ذکر

سے زمینداروں کو خصوصیت سے سبق لینا چاہئے۔ کیا تو انکے یہ دعوی کہ لیصرمنّہا مصبحین اور ان لا یدخلنہا الیوم علیکم المسکین کہ کوئی مسکین آنے نہ پائے۔ اور یا یہ حال کہ فطاف علیہا طائف من ربک وھم نائمون۔ راتوں رات انکے سوتے عذاب الٰہی اپنا کام کر گیا اور انہیں کہنا پڑا۔ بل نحن محرومون۔ ہماری تقدیر پھوٹ گئی۔ انا کنا طٰغین ہمنے سرکشی کی۔ قرآن کا یہ پھل پایا۔ غرض یہ وہ تنتدی کوئی آرام کا موجب نہیں نہ کسی عذاب سے چھڑا سکتی ہے وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّی اور ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ بلکہ عذاب سے چھڑانیوالا تو مال کا خدا کی راہ میں دینا ہے۔ الصدقۃ تطفئ غضب الرب۔ ایک مشہور حدیث ہے پس وہ جو جنت میں اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں معزز و مکرم ہوں۔ اور رزق کریم جناب ایزدی سے پائیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنا مال خدا کی راہ میں لگائیں۔ یہ مال جو تم سے مانگا جاتا ہے۔ ان گدی نشینوں کی طرح نہیں۔ جو اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں۔ گھوڑے خرید لئے۔ اونٹ لے لئے تکیے بنا لئے۔ خانقاہ کی عمارت عالیشان بنا دی۔ جو نہ کسی کے رہنے کے کام آوے۔ اور نہ کسی اور مصرف کی ہو۔ نہ زمینیں خرید لیں۔ کہ اولاد آسایش سے زندگی بسر کرسکے۔ یہ مال تو دین کی اشاعت کے لئے ہے اور اس خدا کے خزانے میں جمع ہونیوالا ہے۔ جو دگنا چوگنا ستر گنا بلکہ سات سو گنا کرکے واپس دینے والا ہے۔ جس کے نام پر مال دینے سے گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم مثال ان لوگوں کی جو اپنا مال خدا کی راہ میں

خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی مانند ہے۔ جس کے بونے سے سات بالیں اُگیں پھر ہر بال میں سو دانے۔ اور اللہ چاہے۔ تو اس سے بھی بڑھکر دے۔ کیونکہ اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔ سو میرے دوستو! تم کیوں خواہ مخواہ مال اپنے گھروں میں جمع کرتے اور چوروں سے ڈرتے ہو۔ کیوں بینکوں میں رکھکر ہروقت انکے دیوالہ نکلجانے کا خطر رکھتے ہو۔ اس بینک میں جمع کرا دو جہاں نہ چور کا ڈر نہ راہزن کا خطر نہ دیوالے کا خوف۔ نہ کسی جعلسازی کا اندیشہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا و اعظم اجرا۔ اور کون کہتا ہے۔ کہ تم سب کا سب ہی دے ڈالو۔ بلکہ ماذا ینفقون کے جواب میں قل العفو ہی فرمایا۔ یعنی جو حاجت بشری سے بڑھکر ہو۔ اور جتنا خدا نے کسی کو دیا ہے۔ اسی میں سے خرچ کرے۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا مگر ہو پاکیزہ اور عمدہ۔ نکر ردی اور خراب يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی کا عمدہ و پاکیزہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور خراب و ناکارہ دینے کا ارادہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہاری فطرت اسپر گواہ ہے۔ کہ وہ اس قابل نہیں۔ کہ خدا کے نام پر دیا جاوے۔ جو مالوں کا حقیقی مالک اور وارث ہے۔ ہاں دینے میں فقر سے نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ تنگدستی سے تو شیطان ڈراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اسے بڑھانے کا وعدہ دیتا ہے۔ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ پھر میرے دوستو! تمہارا

مال کیسے پاکیزہ کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک کام ان میں سے خود تمہارے لئے نافع ہے۔ حضرت اقدس رسالہ فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلایق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے **ایک شاخ** تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقایق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں۔ بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی تکلّف سے نہیں۔ بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دئے گئے (پس احمدیوں کا فرض ہو کہ حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت کریں۔ اور آپ کی اس عبارت کو زیر نظر رکھیں)

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنیکا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور ابتک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنیکے لئے شائع ہو چکے ہیں۔ اور آیندہ ضرورتوں کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہینگے (اس سلسلہ کو اب بھی جاری رکھنا چاہئے۔ اور کوئی موقعہ تبلیغ سلسلہ کا ہاتھ سے نہ نکلنے پائے)

تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنیوالے ہیں۔ جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی

نبیوں کی تحریک سے دنیا کے نیچے آتے رہتے ہیں۔ شاخ بھی
برابر نشوونما میں ہے۔

اگر صحبت صادقین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا۔ تو خدا
اپنے کلام کو بغیر بھیجنے رسولوں اور نبیوں کے اور ملہموں کی نازل کر
سکتا تھا۔ یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا
اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کو منقطع
کر دیتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور
نہیں رکھا۔ اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی
اور خدا پرستی اور تقویٰ طہارت وغیرہ امور روحانیہ میں فرق آتا ہے
مقدس لوگ خدا تعالیٰ سے وحی پاکر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے
رہے ہیں۔ اور یہ دونوں قضیئے باہم لازم و ملزوم ہیں۔ کہ اگر خدا تعالیٰ
کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے۔ تو یہ بھی نہایت
ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کے لئے آتے رہیں۔ کو جن کو خدا
نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو۔ اور اپنی مرضیات کی راہ
پر ثابت قدم کیا ہو۔ سو اسی بنا پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم
رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ صحبت میں
رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے
اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں۔ کہ جو ایمان اور محبت
اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں۔ اور ان پر
وہ انوار ظاہر ہوں۔ کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور وہ
ذوق انکو عطا ہو۔ جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے۔ تا اسلام کی

روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے۔ اور حقارت اور ذلّت کا سیہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔ اسی کی بشارت دے کر خداوند خدا نے مجھے بھیجا اور کہا۔ کہ **بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد** اب بھی اسکا جانشین جس کی پیشانی میں اسی کا نور ہے۔ یہاں موجود ہے۔

چوتھی شاخ۔ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں۔ جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابتک عرصہ مذکورہ بالا میں نوّے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے۔ اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے۔ اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔

پانچویں شاخ۔ اس کارخانہ کی جو خدا تعالٰے نے اپنے خاص وحی اور الہام سے قائم کی۔ مریدوں اور بیعت کرنیوالوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا۔ اور جو انکار میں رہیگا۔ اُس کے لئے موت درپیش ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا۔ اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں

ہاتھ دیا اور اس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی۔ کہ میں تجھے وفات دونگا۔ اور اپنی طرف اُٹھاؤنگا۔ مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ دیگا یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھیگا۔ اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کریگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں اور جس اصلاح کے لئے اُس نے ارادہ فرمایا ہے۔ وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچوں طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی

اب میں اسپر کوئی زاید حاشیہ نہیں چڑھانا چاہتا۔ یہی شاخیں ہیں جنکے لئے تم سے آئے دن چندہ مانگا جاتا ہے۔ اور یہ طلبی چندہ کوئی بدعت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے۔ کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ انکے مالوں سے چندہ لو۔ تو انہیں اس کے ذریعے سے پاک وصاف بنادے۔ اور انکے لئے دعائیں کر۔ اور جو رسول کی اس صدا پر لبیک نہیں کہتے۔ یا خوشدلی و انشراح صدر سے نہیں بڑھتے۔ انکو یہ ڈانٹ بتائی ہے۔ کہ هَاۤ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۤءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۔ کہ سن رکھو تم وہی ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بلائے جاؤ۔ تم میں سے بعض بخل کریں۔ اور جو بخل کرے۔ وہ گویا اپنے نفس ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو غنی ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ پس اگر دینے سے

سنہ پھیرو گے۔ تو وہ ایک اور قوم تمہاری بجائے لائیگا۔ اور تم جیسے تنگدل نہ
ہونگے۔ اب تم اپنی نسبت غور کرلو کہ تمہارا شمار ان دو فریقوں میں سے
کس میں ہونا چاہیئے۔ ایک تو وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چٹی سمجھتے ہیں
وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا۔ اور ایک وہ جن کی شان میں
مندرجہ ذیل آیت آئی ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ
الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا
قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (وہ
اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اور جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول کی دعاؤں کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور
واقعہ میں یہ موجب قربت ہے۔ اللہ انکو اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ وہ
بخشنے والا مہربان ہے) چونکہ آپ لوگ بھی صحابہ کرام کے بروز کہلاتے ہیں
اسلئے میں ان میں سے بعض کے نقشے عرض کر دیتا ہوں۔ تاکہ آپ
اپنی حالتوں کا ان سے مقابلہ اور اپنے اپنے ایمان کا اندازہ لگا سکیں
اور دیکھیں کہ ان میں کس قدر ایثار تھا۔ اور وہ دشمنوں کے مقابلہ کیلئے
کس قدر جوش میں ہوا کرتے تھے۔ جنگ تبوک میں جاتے ہیں۔ اور ایسے
وقت میں انہیں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ فصلیں پک کر تیار کھڑی
ہیں۔ مگر وہ پاک گروہ اس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ کہ ان کا کیا حشر ہوگا
ہم آکر کیا کھائینگے۔ دس دس آدمی ہیں۔ اور صرف ایک اونٹ۔ مگر پھر
بھی انکے جوش ان کی ہمت میں کوئی کمی نہیں آتی حضرت ابوبکرؓ اپنا
سارا مال و اسباب لے آتے ہیں۔ اور جب دربار نبوی سے پوچھا جاتا ہے
خلافت ابوبکر۔ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ تو کس ذوق

سے مستانہ وار کہتے ہیں۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ اللہ اور اسکا رسول۔ حضرت
عمرؓ نے اپنا نصف مال حاضر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ایک اونٹ دو سو اوقیہ
چاندی اور ہزار اشرفی سے مدد دیتے ہیں۔ اور عثمان اعمل بعد ہیں
عبدالرحمن بن عوف کے پاس چار ہزار درہم تھے۔ وہی لے آئے۔ اور بارگاہ
ستار۔ اگرچہ دولتمند گروہ کا ذکر ہے۔ تو ذرا معمولی حیثیت کے صحابہ کی بھی سنئے
ابو عقیل انصاری نے سارا دن مزدوری کرکے دو صاع جو لائے۔
آپ نے وہی دیدیئے۔ اور ایک اور جان نثار اٹھتا ہے۔ اور کسی یہودی
کے پاس کھینچتا ہے کھیتی کے چند خرمے لیتے ہیں۔ وہی پیش کر دیتا ہے۔ یہ تو
مال کا حال ہے۔ جان کی سنئے کہ کچھ اشخاص آتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں
کہ ہمیں سواری چاہیئے۔ جواب ملتا ہے۔ لا اجد ما احملکم علیہ تولوا
واعینہم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون کہ ہمارے
پاس تو کوئی سواری نہیں۔ تو اس پر غم کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو
بہنے لگتے ہیں۔ دیکھئے خوب جانتے ہیں کہ وہاں جان جانیکا خطرہ ہے۔ مگر
جب پہنچنے کا ذریعہ نہیں ملا۔ تو بجائے اسکے کہ خوش ہوں۔ بیچارے غم
کے مارے روتے ہیں۔ یہ تھی صحابہ کرام کی حالت۔ اور یہ تھی انکی قلبی کیفیت
اب اپنی طرف دیکھو۔ کہ تم سے اُنکے مقابلہ میں کیا خدمت طلب کی جاتی
ہے۔ اُن سے مال جان عزت آبرو۔ وطن عزیز و اقربا سب کچھ چھڑوا دیا جاتا
تھا۔ اور تم سے تو صرف خدمت دین کے لئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے۔ پھر اگر
اس میں سستی ہو۔ تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ آجکل چندوں میں سستی
اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ ایک لنگرخانہ جیسی ضروری مد پر دو ہزار قرض ہے
دوسری مدات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ خصوصیت سے مدرسہ احمدیہ کیطرف

بہت کم توجہ دیجاتی ہے۔ اور احباب اُسکے نفع کے بڑھانے کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ دوستو! یہ دنیا کے مال و اسباب دھرے رہجائینگے۔ خدا کے حضور میں یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ آپ نے دنیا میں کتنا مال جمع کیا۔ بلکہ یہ پوچھا جائیگا کہ خدا کے راہ میں دیا کتنا۔ پس اس فرض کو سمجھو۔ جو خدا نے تم پر مقرر کیا ہے اور اپنے فانی مالوں میں سے یکمشت اور ماہواری زکوٰۃ دیکر الٰہی بنک میں تمہارا حساب کھلجائے۔ اور تم ہمیشہ کے لئے امن کی زندگی پالو۔

امۃ الحفیظ کی آمین صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنی ہمشیرہ عزیزہ کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں ایک نظم لکھی ہے۔ جو حضرت اقدس کی طرز پر ہے۔ ۲ر فی جلد قیمت ہے۔

گوشت خوری جس میں گوشت کھانیکا جواز عقلی و نقلی طور سے آریوں کے مقابلہ پر جائز ثابت کیا گیا ہے۔ مصنفہ منشی برکت علی صاحب شملوی ۲۰ صفحہ اصل لاگت پر ۱ر فی جلد

نعم الکمل قاضی اکمل کی تمام نظموں کا مجموعہ جو حضرت مسیح موعود کی شان لکھی گئیں ۲ر فی جلد

صادقوں کی روشنی حضرت اقدس کی وفات پر جسقدر اعتراض ہوئے۔ ان سب کا مدلل جواب صرف ۲ر

بقایاداران زرِ بقایا صاف کریں۔ منیجر

بڑے دن یا کرسمس ڈیز

مسیحی مذہب کے پیرواں جہاں کہیں بھی ہیں۔ وہ کرسمس ڈیز میں خصوصیت سے خوشیاں مناتے ہیں۔ اور پچیس دسمبر کو بمنزلہ ایک عید کے سمجھتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ کہ یہ دن یسوع کی پیدائش کا دن ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک پچیس دسمبر سے یکم جنوری تک تمام دفاتر کو رخصت ہوتی ہے۔ اور مسیحی صاحبان کے ساتھ دوسرے مذاہب کے پیرواں بھی ان دنوں میں روزانہ کام کی محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور چونکہ ان دنوں میں قریباً ایک ہفتہ کی رخصتیں ہوتی ہیں بہت سی انجمنوں کے جلسے بھی انہیں ایام میں ہوتے ہیں۔ ہمارا جلسہ سالانہ بھی شروع ایام سے سوائے ایک مرتبہ کے ہمیشہ انہیں دنوں میں ہوتا آیا ہے۔ اور اب کے بھی انشاء اللہ اس موقعہ پر ہر جگہ کے احمدی احباب تشریف لاویں گے۔ غرضیکہ یہ ایام مسیحی گروہ میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جیسے مسلمانوں میں عیدین اور ہندوؤں میں دسہرہ اور ہولی کے

لیکن یہ معلوم کرنا غالباً ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ ان ایام سے مسیحیوں کو ایسی ہی بے تعلقی ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں یا ہندوؤں کو۔ اور ان دنوں میں عید منانے کی وجہ تاریخی طور پر مسیح کی پیدائش ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سبب اور ہی ہے۔ یہ بات آج کل دنیا سے پوشیدہ نہیں کہ ابتداء ابتداء میں مسیحیت کو بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ اور کئی صدی تک اس مذہب کی ترقی بہت محدود رہی ہے۔ اور ان محدود ماننے والوں میں بھی ایسے لوگ بہت تھے کہ جو خالص توحید

کی خاطر جو نہ ہوئے تھے۔ رفتار ترقی کو ایسی سست دیکھکر مسیحی منادوں نے ایسے سامان مہیا کرنے شروع کئے۔ کہ جنکی وجہ سے مسیحی مذہب کی طرف لوگوں کو توجہ پیدا ہو۔ چنانچہ سب سے اول جس کی توجہ اس ضرورت کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ پولوس تھا۔ پولوس کے بعد زمانہ کی ترقی کے ساتھ ان تدبیروں میں بھی ترقی ہو گئی منجملہ دیگر تدابیر کے مسیحیت کی ترقی کے لئے ایک تجویز یہ بھی سوچی گئی کہ یورپ کی بت پرست قوموں کے رسم و رواج کو صرف ناموں کی تبدیلی کے ساتھ مذہب مسیحیت میں شامل کر لیا جاوے۔ تو وہ قومیں مسیحیت کی طرف جلد راغب ہو جائیں گی چنانچہ اسی چال کے ماتحت سبت جو ہفتہ کے دن ہوتا ہے۔ اسے اتوار کے ساتھ بدل دیا گیا۔ اور واحد خدا کی بجائے تثلیث جاری کی گئی۔ کل آرین نسلیں تثلیث کی قائل تھیں۔ اور یورپ میں بھی یہی قومیں آباد تھیں۔ اور اس طرح یورپ کی مختلف اقوام کو مسیحیت کی طرف کھینچا گیا۔

بڑے دنوں کا تہوار بھی مسیحیت کے وجود سے بہت پہلے یورپ میں بڑے شوق سے منایا جاتا تھا۔ اور جہاں کہیں جرمن نسل جاتی تھی۔ اس ملک میں اپنے دیوتاؤں کی عزت کو قائم رکھتی تھی چنانچہ انگلستان فرانس سپین۔ اور آسٹریلیا جیسے ممالک میں جب اصل باشندوں کو نکال کر انھوں نے اپنی آبادیاں قائم کیں۔ تو ان ممالک کے دیوتاؤں کو ساتھ ہی نکلنا پڑا۔ اور ان کی بجائے جرمن دیوتاؤں نے جگہ لی۔ ان دیوتاؤں میں سے جنکو زمانہ کی دستبرد نے ابھی تک فراموشی میں نہیں ڈالا۔ ایک مدر برتھا یا مسز برتھا بھی ہے۔ اس دیوی کی نسبت پرانے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ رات کے وقت وہ کل شہروں میں پھرا کرتی ہے۔ اور اگر کسی عورت نے غفلت سے رات کے وقت سن کو سن بٹنے کی تکڑی پر چھوڑ دیا ہو۔ تو اس سن کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیتی ہے۔ اور خصوصیت سے پچیس دسمبر

سے چھ جنوری تک ایسا ضرور کرتی ہے۔ تاکہ غافل عورتوں کو کان ہو جائیں۔ پرانے
زمانے میں یورپ میں یہ خیال عام تھا کہ ان کو روہ یا بارہ دنوں میں یہ خصوصیت
ہے کہ آیندہ آنیوالے سال میں جو کچھ ہونا ہو وہ ان بارہ دنوں میں ہو جاتا ہے
مثلاً اگر پچیس دسمبر کو آندھی آئے۔ تو جنوری کے مہینہ میں آندھیاں کثرت سے
آئینگی۔ اور چھبیس کو دھوپ ہو۔ تو فروری صاف مہینہ ہوگا۔ اسی طرح چھ جنوری
تک ہر ایک دن ایک مہینہ کے مقابل پر ہے۔ لیکن یکم جنوری کی رات کو یہ خصوصیت
ہے کہ اس رات کو سارے سال کے واقعات مختصراً کھول دیئے جاتے ہیں۔ پچھلے
پرانے زمانے میں یورپ میں پچیس دسمبر اور یکم اور چھ جنوری کو خاص طور سے
خوشیاں منائی جاتی تھیں۔ اور ان بارہ دنوں میں کسی مجرم کو سزا نہ دی جاتی
تھی اور کسی عدالت کی مجال نہ تھی کہ خواہ کوئی کیسا سخت مجرم ہی کیوں نہ ہو۔
اُسے اُسکے جرم پر تنبیہ کرسکے۔ جرمن میں ابھی قریب کے زمانہ میں ہی یہ رسم ادا
کیجاتی تھی کہ یکم جنوری کی رات کو کسی اونچے ٹیلہ پر بڑی آگ روشن کیجاتی تھی
اور لوگوں کا خیال تھا کہ جہانتک اس آگ کی روشنی پڑیگی۔ وہاں تک
درختوں کو پھل اچھے لگینگے۔ اور کھیتیاں عمدہ ہونگی۔ بلکہ جرمن میں بعض
علاقوں میں یکم جنوری کی رات کو عین نصف رات گزرنے پر کسان اپنے
کھیتوں اور باغوں میں جاتے ہیں۔ اور درختوں کے اردگرد بت پرستی کے
زمانہ کے کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح سمجھتے ہیں۔ کہ اُنکے درخت آیندہ سال
میں ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہوگئے۔ اور اُنکو عمدہ سے عمدہ پھل لگینگے
گو جرمن میں یہ رسومات ایک ہوتی ہیں۔ لیکن انگلستان سے مٹے ہوئے کچھ
زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔

غرضیکہ گو بڑے دنوں کی عید اپنی شکل بدلکر ایک مسیحی تہوار ہوگئی ہے

لیکن درحقیقت بت پرستوں کی ایک رسم تھی۔ وہ دسمبر کے مہینہ کو پہلا یول اور جنوری کو پچھلا یول کہتے تھے۔ اور پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک کے ایام کو یول کی عیدیں کہتے تھے۔ پہلی جنوری کا دن یول ٹائڈ کہلاتا تھا۔ ان بارہ دنوں میں آگ بہت کثرت سے روشن کیجاتی تھی۔ اور مسز برتھا کے ساتھ ان دنوں کا خاص تعلق یہ تھا۔ کہ ان دنوں میں برف پڑنی شروع ہوتی ہے۔ اور برف پڑتی تھی۔ تو وہ لوگ کہتے تھے۔ کہ مسز برتھا اپنا بستر تیار کر رہی ہے۔ اور برف اُسکے بستر کے جھڑے ہوئے پر ہیں۔ ان ایام میں پیگنز (بت پرست) کثرت سے آگ جلاتے تھے۔ اور انگیٹھی میں ایک بڑا لگ لکڑی کا رکھ دیتے تھے۔ اور انکی عبادتگاہیں اور مکانات مسلٹو (ایک قسم کی بیل ہے) سے سجائے جاتے تھے رومیوں میں یہ بھی رواج تھا۔ کہ وہ ان دنوں میں اپنے غلاموں کو تحفہ بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ رسم اب تک یورپ میں پائی جاتی ہے۔ غرضیکہ کرسمس ڈیز کی رسم بت پرستوں کے زمانہ کی ایک رسم ہے۔ اور اُن کے خوش کرنے کیلئے جہاں مسیحیوں نے اور بہت سی رسومات انکی اپنے اندر ڈالیں۔ اور کئی عقائد اپنے اندر جاری کرلئے۔ یہ رسم بھی مسیحیت میں شامل کرلی گئی۔ اور اسکا نام بدل کر کرسمس ڈیز رکھ لیا۔ اور پہلے مسز برتھا کی شان میں یہ عید تھی۔ انھوں نے اسکی بجائے یسوع ناصری کی پیدائش کی طرف منسوب کردی۔ اور اس بات سے انکو یہ فائدہ ہوا۔ کہ پیگنز مسیحیت کو بھی اپنا ہی مذہب سمجھنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں شامل ہوگئے۔ اور انکے لئے مسیحیت میں شامل ہونا اب کچھ مشکل بھی نہیں تھا۔ وہی رسوم تھے۔ وہی عقاید تھے صرف ناموں میں کسی قدر فرق کر دیا گیا۔ بلکہ بعض رسموں کے تو نام بھی وہی ہیں۔ مثلاً ایسٹر کی عید جو مسیح کے دوبارہ اُٹھنے کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ یہ رسم بھی بت پرستوں کے زمانے سے چلی

آتی ہے۔ اور ان دنوں میں اپنے دیوتا ایسٹر کی خوشی میں عید منایا کرتے تھے۔ اب مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ اور نام وہی پیگنز کے زمانہ کا قائم رکھا گیا ہے ؂

شاید مسیحی صاحبان یہ کہیں کہ نہیں یہ عید بت پرستوں کے زمانہ کی نہیں ہے۔ بلکہ پچیس دسمبر کو واقعی مسیح کی ولادت ہوئی۔ اسلئے میں اس سوال کے متعلق کچھ وضاحت سے لکھنا چاہتا ہوں اوّل تو یہ کہ بائبل اناجیل سے مسیح کی پیدائش کی کوئی تاریخ نہیں معلوم ہوتی پھر لوگوں کو کہاں سے معلوم ہوا کہ مسیح کی ولادت پچیس دسمبر کو ہوئی کیونکہ مسیح کے حالات معلوم کرنے کے ذرائع یہی اناجیل اور حواریوں کے خطوط ہیں۔ اور ان میں مسیح کی ولادت کی تاریخ کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے اس تاریخ کی تصدیق ہوئی۔ اگر کوئی روایت گھڑی گئی ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ ایک نہایت ضعیف اور کمزور روایت جو تیار کی گئی ہے۔ وہ مسیح کی وفات کے پانچسو سال بعد تیار ہوئی ہے۔ اور خود مسیحی مورخ اسکی اصلیت و حقیقت کو بالکل مشکوک سمجھتے ہیں۔

دوسرے خود مسیحی فرقوں میں مسیح کے روز ولادت کے متعلق اختلاف ہے آرمینین چرچ والے جو گریک چرچ اور رومن کیتھلکوں سے بھی پرانے ہیں۔ وہ پچیس دسمبر کو روز ولادت نہیں مانتے۔ اور اُس دن عید نہیں مناتے۔ بلکہ بجائے اسکے چھ جنوری کو عید ولادت کرتے ہیں۔ لیکن لطیفہ یہ ہے۔ کہ اختلاف بھی ہوا ہے تو وہ بھی واضح رہے۔ رومن کیتھلک چرچ نے گو پچیس دسمبر کو روز ولادت قرار دیا ہے جو کہ بت پرستوں کا ایک عید کا دن ہے۔ تو آرمینین چرچ نے چھ جنوری کو قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی پیگنز کا عید کا روز ہے۔ جیسے کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن قوموں سے رومن چرچ کا واسطہ تھا۔ ان میں

پچیس دسمبر کو بڑی عید کرتے ہونگے۔ اور جن کے ساتھ آرمینین چرچ کا تعلق ہوگا ان میں چھ جنوری کو عید کرنیکا زیادہ رواج ہوگا۔ انھوں نے اسکو روز ولادت قرار دیا ہے۔ لیکن دونوں کی نیتیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں۔

تیسرے اگر ایک ہی بات پر کفایت ہوتی۔ تو سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ اتفاق سے بیکٹز کی عید اور مسیح کا روز ولادت ایک ہی دن ہوگیا۔ لیکن جب کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ آرمینین چرچ نے پچیس دسمبر سے اختلاف کیا ہے۔ تو انھوں نے بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی بت پرستوں کی عید کا دن تھا۔ اور یہی نہیں دوسری عید جو مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی ہے۔ وہ بھی ایسٹر کے دنوں میں ہے۔ اور اسوقت بھی بت پرستوں میں عید منائی جاتی تھی چنانچہ ایسٹر ایک دیوی کا ہی نام ہے۔ اب اسے کوئی اتفاق کیونکر کہہ سکتے ہے کہ مسیح کی ولادت کی عید بھی عین بت پرستوں کی عید کے ساتھ منطبق ہے۔ اور اُنکے دوبارہ جی اٹھنے کا دن بھی عین ایسٹر دیوی کی عید کے مقابل پر آتا ہے۔ اور پھر یہ کہ آرمینین روز ولادت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیتے ہیں۔ تو وہ بھی بت پرستوں کی عید کا ہی دن ہے۔ اور ایک عید یعنی ایسٹر کا نام بھی وہی رہتا ہے۔ جو بت پرستوں میں رائج تھا۔ اگر یہ سب کچھ اتفاق سے ہوا۔ تو واقعی غیر معمولی اتفاق ہے۔

مذکورہ بالا اتفاق کے ساتھ اگر یہ اتفاق ملا لیا جائے۔ کہ دسمبر میں جو کچھ رسومات ہوتی ہیں۔ وہ بھی عین ان رسومات کے مطابق ہیں۔ جو کہ بت پرستان یورپ میں اس موقعہ پر رائج تھیں۔ تو اور بھی حیرت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف اتفاق سے دو تاریخیں منطبق ہوگئیں۔ بلکہ کچھ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ دونوں عیدوں پر جو رسومات کیجاتی تھیں وہ بھی بالکل مطابق ہوگئیں لیکن بہرحال یہ اتفاق مسیحیوں کے

نے بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی مگر اس سے پیگنز بہت جلد مسیحیت کی طرف راغب ہو گئے۔

ایک اور امر جو غور کرنے والے کو حیرت میں ڈالتا ہے یہ ہے کہ بفرض محال مسیح کی پیدائش تو پچیس دسمبر کو ہوئی۔ لیکن عید متواتر دو جنوری تک کیوں منائی جاتی ہے۔ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ عرصہ اس لئے لمبا کر دیا گیا ہے۔ کہ یوں نامڈیا نوروز یعنی یکم جنوری کی عید بھی ساتھ ہی شامل ہو جائے۔ کیونکہ اس عید کو پیگنز بہت اہمیت دیتے تھے۔

ایک اور عجیب اتفاق ہوا ہے۔ کہ گو برمن نسل کے پیگنز پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک عید مناتے اور خصوصیت سے پچیس دسمبر یکم جنوری اور چھ جنوری کو رسومات ادا کرتے تھے۔ رومی جو کہ مسیحیت کا پہلا بڑا شکار ہیں۔ خاص طور سے پچیس دسمبر کو عید کرتے تھے۔ اور انکے ہاں اس دن کا نام "غیر مغلوب سورج کی پیدائش کا دن" تھا۔ سو نہ صرف یہی اتفاق ہوا ہے کہ مسیحیوں کی ایک عید پچیس دسمبر کو ہوتی ہے بلکہ یہ اتفاق بھی ہوا ہے۔ کہ وہ دن رومیوں میں تو سورج دیوتا یا متھرا کی پیدائش کا دن تھا۔ اور مسیحیوں میں مسیح کی پیدائش کا دن بھی وہی ثابت ہوا۔ پروفیسر ٹیلر نے اپنی کتاب پرمٹو کلچر میں اس مضمون کو بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کس طرح پچیس دسمبر کو متھرا دیوتا کی پوجا کیجاتی تھی۔ اور سورج کے خط سرطان پر آنے پر کس طرح خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ اور وہ اسے سورج کی پیدائش کا دن قرار دیتے تھے۔ اور پروفیسر مذکور نے لکھا ہے کہ یہ رومیوں کی عید اپنے پورے رسومات کے ساتھ گو بغیر کسی تاریخ کی شہادت کے مغربی گرجانے اپنے اندر جاری کر لی اور چوتھی صدی مسیحی سے اسکا عام اظہار ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ مشرقی گرجوں نے بھی اس دن کو مسیح کی روز ولادت کی عید کے لئے قبول کر لیا۔ انسائکلوپیڈیا برٹینکا کی جلد تیرہ میں ذاتی مضمون نگار

لکھتے ہیں کہ مسیح کے روز ولادت اور ماہ ولادت کی نسبت یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ وہ دریافت نہیں ہو سکتے۔ اور ابتدائی مسیحیوں کو بھی قطعاً معلوم نہ تھے۔ اور سال کے مہینوں میں سے مشکل سے ہی کوئی مہینہ ہوگا جس کی نسبت ناعمال کے متقدمین نے دعویٰ کیا ہو کہ غالباً یہ مہینہ مسیح کی پیدائش کا ہے پچیس دسمبر کی تاریخ جو مقرر کی جاتی ہے۔ اُسکا پتہ چوتھی صدی کے وسط سے آگے نہیں چلتا لیکن سینٹ جروم وغیرہ لوگوں نے اسے ہی اختیار کر لیا ۔

مسٹر سی۔ ایف کیری اپنے ایک لیکچر میں کتاب ریلیجنز آف دی ورلڈ میں شائع ہوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسیح کے روز ولادت کے منانے کا مناسب موقع کیا ہے۔ یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ وہ روایت جس سے وہ تاریخ ثابت ہوتی ہے۔ جس تاریخ آجکل یہ عید مناتے ہیں۔ وہ صرف ایک روایت ہی ہے انجیل سے اس معاملہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ لیکن ہمارے بت پرست آباؤ اجداد کے عقائد کے یہ بات بالکل مناسب تھی کہ اس روایت کے مطابق عمل کر لیا جاتا۔“ پھر یہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ علاوہ ازیں وہ طریقہ جس میں کہ یہ عید منائی جاتی ہے۔ وہ بلاشک مسیحیت کی نسبت بت پرستوں سے آیا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس کافی ثبوت موجود ہے۔ کہ کس طرح یول کی عید سیکنڈ نیوین علاقوں میں اسوقت منائی جاتی تھی کہ جب وہ ابھی اوڈن (ایک بت کا نام ہے) کے پرستار تھے۔ اور ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ عید جتنی ممکن ہو سکتی ہے کرسمس کی عید سے مشابہ تھی۔“ پھر یہی صاحب فرماتے ہیں کہ مسیحیت کا بت پرستی کے زمانہ سے اس رسم کا ایسے صاف طور سے مستعار لے لینا . . . . . . تو ان بت پرستانہ عقائد و رسومات کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے جو کہ ودیانی زمانہ میں مسیحیت کے پائے جاتے تھے۔“ بیشک فاضل لیکچرار نے اپنے پردے

الزام افکار اپنے دیہاتی آباؤ اجداد پر ڈالا ہے۔ لیکن وثنیوں کو تو اب تک مسیحیت میں وہ رسومات و عقائد نظر آتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کی پانچویں جلد میں ایک فاضل مضمون نگار لکھتا ہے کہ "مگر پانچویں صدی میں یا تو کسی روایت سے متاثر ہو کر یا اس وقت کے بت پرستوں کی عید کو اپنے اندر داخل کرنے کے لئے (جیسے کرسمس ڈے) رفتہ رفتہ پچیس دسمبر پر ہی اتفاق ہو گیا۔ پھر یہی فاضل مصنف کرسمس کی بابت لکھتا ہے۔ کہ پچیس دسمبر کو منائی جاتی ہے" مگر اسکو پیدائش کا دن ماننے میں ایک مشکل ہے کہ شام میں دسمبر سخت بارش کا زمانہ ہے۔ جبکہ جنگل کے میدانوں میں رات کے وقت نہ گڈریے رہ سکتے تھے۔ ذکر"

ان تمام مذکورہ بالا ثبوتوں کے بعد مسیحی صاحبان اسبات کا انکار نہیں کر سکتے کہ کرسمس ڈے یا بڑے دنوں کی عید نامذ بت پرستی کی ایک یادگار ہے اور مسیحیت کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں۔ اور صرف مسیحیت میں اسے شامل کر لی گئی کہ پیگنز کو اس مذہب سے دلچسپی ہو جائے۔ اور گو کہ اور جائز و ناجائز ذرائع سے بھی مسیحیت کے پھیلانے کے لئے کوششیں کی گئی تھیں۔ لیکن وہ تدبیر کچھ کم مؤثر نہیں تھی کہ نام مسیح کا رکھا جاوے۔ اور مذہب پیگنز کا لے لیا جائے اس بات کو دیکھکر ان لوگوں کا تعجب بالکل دور ہو جائیگا۔ جو حیران ہیں۔ کہ مسیحیت یورپ میں کسطرح پھیل گئی۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ مسیحیت پھیلی نہیں۔ بلکہ یورپ کے اصلی مذاہب پر صرف نئے ناموں کا چولہ پہنا دیا گیا ہے اور بجائے برتھا ایسٹر ڈاورین کے ناموں کے رسومات میں مسیح کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسیحیت اور یہودیت میں جو مذہب مسیحیت کا سرچشمہ ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اب مسیحیت وہ مذہب نہیں رہا

کر بیٹے تا صرو کے وزرا نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، بلکہ یہ وہ مذہب ہے جسے ہزاروں سال سے جرمن و روما کے پریسٹ پیش کیا کرتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library

تحقیق واقعات کربلا

منشی خادم حسین صاحب ان ذی علم مستند احباب میں سے ہیں، جو شیعہ کتب کے مطالعہ کا خاص شوق رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ اپنے اوقات فرصت کا بہت سا حصہ انھوں نے اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ آپکی وسعت معلومات کا دوست دشمن قائل ہے۔ اور جب وہ قلم اٹھاتے ہیں، تو مضمون کو نہایت تحقیق سے نیک نیتی کے ساتھ لکھتے ہیں مندرجہ ذیل مضمون جو انھوں نے لکھا ہے معتبر شیعہ کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو صرف تاریخی پہلو سے اسکو دیکھنا چاہیئے چنانچہ اورونگ، واشنگٹن کی تاریخ سے بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے پس ہماری نظر میں یہ مضمون قابل قدر ہے۔ اور اس تفصیل سے اسکی اشاعت سنی شیعہ کے تعلقات کو اور بھی مستحکم کر دینے والی ہوگی۔ اور اسکے خلاف کوئی صاحب اپنی تحقیق رکھتے ہوں تو ہم اسے بھی خوشی سے غور کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہمارا مقصد تو اس تاریخی واقعہ کے متعلق مورخانہ تنقید ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ہم یزید سے الزام اٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس واقعہ پر انہوں نے تاریخی طور پر روشنی ڈالی ہے۔ اور یزید کے متعلق ہمارا مذہبی

عقیدہ تھا جیسا کہ حضرت اقدس نے بھی لکھا ہے ایسا ہی ہے کہ وہ ایک گندہ انسان تھا ورنہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؑ ایسا وجیہ اور عظیم انسان شہید نہ کیا جاتا کوفیوں کا دستور بھی بادشاہ ہونیکی حیثیت سے ایسی تھا۔

ہر ایک واقعہ کے وقوع سے پیشتر اسکے کچھ نہ کچھ باعث اور اسباب ہوتے ہیں۔ اور جب کہ کسی واقعہ کے ابتدائی اسباب کا کافی علم نہ ہو۔ بلا سوچے سمجھے اس واقعہ کے مخالف یا موافق رائے قائم کر لینا عقلمندی اور انصاف کے خلاف ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا بھی ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے۔ اسکے افسوسناک وقوع سے پیشتر اسکے بھی کئی اسباب پیدا ہو چکے تھے۔ جن کو معلوم کرنا نہایت ضروری ہے بزرگان ملت کی یہ رائے ہے کہ یہ ایک ملکی واقعہ ہے اور اسکو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ برخلاف اسکے شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ اسلام کی تکمیل ہی شہادت امام مظلوم علیہ السلام سے ہوئی چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

دین است حسینؑ و دین پناہ است حسینؑ شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
سرداد و نداد دست در دست یزیدؑ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

قبل اسکے کہ خاکسار اپنی رائے کا اظہار کرے بہتر ہوگا کہ اسباب واقعہ مذکورہ کو شیعہ کی کتابوں سے تلاش کیا جائے حسن اتفاق سے مجھے ایک ایسی کتاب مل گئی ہے جس کے مصنف کی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ خود معرکہ کربلا کے وقت زندہ تھا۔ اس کتاب کا نام مقتل ابو مخنف ہے۔ جو خود مصنف کے نام پر مشہور ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ صاحبان نے مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیوں کو آسمانی نوشتے سمجھ رکھا ہے۔ اور جو ضعیف اور موضوع روایات ان بزرگوں نے نظم فرمائیں۔ انکو اسقدر وقعت دیدی ہے۔ کہ اب جو کوئی ان کے برخلاف لکھے۔ خواہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی استدلال کیا جائے۔ معتبر و مستند

نہیں مانتے عوام کا تو کیا ذکر، انکے علماء اور اہل قلم بھی اصل روایات کو ظاہر نہیں کرتے۔ خدا جانے اس اخفا اور اغماض و تجاہل عارفانہ کا باعث کیا ہے۔

اول ابو مخنف کے متعلق بتانا ضروری ہے، کہ کس پایہ کا وقائع نگار ہے مورخ تاریخ التواریخ فرماتے ہیں "ابو مخنف خود دراں ہنگامہ حاضر و ناظر بود چہ ابو مخنف کینت لوط بن یحییٰ است۔ و یحییٰ در شمار اصحاب امیر المومنین علیہ السلام است" دیکھو تاریخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ ایران

قبل اسکے کہ اسباب شہادت کو ابو مخنف کے مقتل سے عرض کیا جاتا ہے۔ تھوڑا سا ذکر کوفہ اور اہل کوفہ کا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت امام مظلوم کے باعث کوفی ہی ہوئے تھے۔

معزز ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کوفہ اور بصرہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تھے۔ اور دونوں شہر حضرت عمرؓ نے ہی آباد کئے تھے۔ پہلے تینوں خلفائے رسول صلعم مدینۃ الرسول میں ہی اپنی اپنی نوبت پر خلافت کرتے رہے۔ برخلاف اسکے جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنالیا خدا جانے دراصل اسکی کیا وجہ تھی۔ مگر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کوفہ والوں کو اہل مصر کی طرح آنجناب کے ساتھ شہادت حضرت عثمانؓ سے پہلے کا قدرتی انس تھا۔ اور اسی سابقہ تعلق نے ہی تقاضا کیا ہوگا کہ جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے اگر کوفہ کو شیعیان کی پہلی بستی کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ کو کوفیوں کی وفاداری اور شجاعت پر بڑی شروع میں پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں جناب علیؓ کا ایک خط مندرج ہے جو بوقت جنگ جمل جو حضرت عائشہ کے ساتھ بصرہ میں ہوا۔ اور جناب علیؓ کو اپنا چار لشکر تیار کرنیکی ضرورت درپیش آئی۔ تو ان کوفیوں کو دعوت فرماتے ہوئے ان کو

جبھۃ الانصار و سنام العرب کہ کر خطاب فرمایا تھا جس کے معنی وہ گروہ کی پیشانی و عرب کی کوہان ہے۔ پیشانی کو جسم انسانی میں جو رتبہ اور شرف دیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ گویا کوفیوں کو اپنے انصار و مددگاروں کو ماتھا فرمایا ہے۔ اور سنام کے معنی اونٹ کی کوہان کے ہیں۔ جو تمام جسم شتر میں بلند تر مقام ہے۔ گویا کوفی تمام اقوام عرب میں یا ملک عرب میں اس طرح معلوم ہوں اور رفیع المنزلت ہیں جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ اصل عبارت خط مذکور کی یوں شروع ہوتی ہے
من کتاب له علیه السلام لاهل الکوفة عند مسیره من المدینة الی البصرة من عبد الله علی امیر المؤمنین الی اهل الکوفة جبهة الانصار و سنام العرب الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کتاب مراسلات صفحہ ۲۰۳۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آنجناب کا یہ حسن ظن کوفیوں کے متعلق زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا کیونکہ لشکر شام کے ساتھ معرکے ہوئے۔ تو یہ لوگ پرلے درجے کے بزدل اور ناصبور ثابت ہوئے۔ ان کمبختوں نے حضرت علیؓ کو ناک میں دم کر دیا چنانچہ نہج البلاغۃ میں دوسرے موقعہ پر انہی کوفیوں کے حق میں آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ واللہ! میں پسند کرتا ہوں۔ کہ معاویہؓ اپنے لشکریوں کے عوض میں تمکو مجھ سے درہم و دینار کے تناسب سے بدلا لے۔ یعنی وہ دس کا ایک آدمی مجھکو دے۔ اور دس آدمی تمہارے مجھ سے لے لے۔ اصل عربی عبارت یوں ہے۔ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلا منھم یا اھل الکوفۃ۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۹۰۔

انہی شیعیان کوفہ نے جناب علیؓ کو مجبور کیا۔ کہ امیر معاویہ کے ساتھ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کریں۔ تو بہتر ہے۔ ہم سے تو لشکر شام سے جنگ

اور جدل کی زحمت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اگر ہماری بات نہ مانے گا تو ہم آپ کی بیعت کو توڑ دیں گے۔ جس پر جناب علیؓ نے مجبور ہو کر ثالثی کو منظور فرمایا۔ لیکن اسے منظور فرماتے ہی بہت سے شیعہ ان کی بیعت سے خارج ہو گئے اور اسی واسطے خارجی کہلائے۔ ان کمبختوں نے انارکسٹوں کی طرح آپس میں یہ سمجھوتا کیا کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو قتل کر دو۔ تاکہ آئے دن کے ملکی تنازعوں کی وجہ سے جو کشت و خون کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو امان ملے۔ چنانچہ جناب علیؓ اسی خارجی گروہ کے ایک بیباک ممبر عبدالرحمن ابن ملجم نامی کے زہر آلودہ تلوار کی ضرب سے ایسے مجروح ہوئے۔ کہ جانبر نہ ہو سکے

آپ کی شہادت کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے چونکہ تنازعے ہنوز ختم نہیں ہوئے تھے۔ اور امام حسنؑ کو ایسا ہی کوفیوں کی مدد سے لشکر شام کا مقابلہ بدستور جاری رکھنا پڑا۔ لیکن آپ کو ایک دو موقعوں پر جلدی ہی ثابت ہو گیا۔ کہ کوفیوں کے بھروسہ پر اجرائے جنگ و جدل بے سود اور مزید برآں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ اسواسطے آپ نے امیر معاویہ سے بجز صلح و صفائی کے چارہ نہ دیکھا۔ آپ نے امر خلافت امیر معاویہ کو سونپ دیا۔ اور اپنے اور اپنے متعلقین کے گذارہ کے موافق سالانہ تنخواہ منظور فرمائی۔ یہ معاملہ محض زبانی طے نہیں کیا گیا۔ بلکہ مستقل طور پر ایک صلحنامہ لکھا گیا۔ جس میں کئی ایک ایسے شرائط قلمبند کئے گئے۔ جن کی پوری کیفیت بہت قلیل ہوا خواہوں کو بتلائی گئی۔ اور جنکا مفہوم کچھ ایسا واضح تھا جس سے خاندان نبوت کو دوبارہ حق خلافت کے لئے دعوی کرنے کی شکل گنجائش نکل سکتی تھی۔ لیکن جو کچھ مالک الملک کی مشیت میں تھا۔ وہ عمل میں آ گیا۔

تاہم جب کوفیوں پر امام حسنؑ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کر لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو وہ سخت برہم ہوئے۔ اور اس ارادہ کو امام کی بزدلی پر محمول کیا۔ پھر کیا تھا ان کمبختوں نے امام عالیمقام کی ایسی بے ادبی کی۔ کہ خدا کی پناہ۔ کسی نے کہا۔ السلام علیک یا عار المومنین کسی نے کہا۔ السلام علیک یا ذول المومنین۔ ایک شیطان نے آپ کے پائے مبارک کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ایک نے ران مبارک پر خنجر کا وار کیا۔ یہ سب غصہ وغضب اسلئے تھا کہ امیر معاویہ سے کیوں صلح کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ اور ہم شیعوں مومنوں کو کیوں ذلیل کیا۔ ان سب واقعات کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب جلاء العیون ملا باقر مجلسی حالات امام حسنؑ۔ اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے سے آیندہ واقعات کربلا اور اسکے اسباب پر حاوی ہونیکے لئے ناظرین کو آسانی ہوگی۔ اب میں بخوف طوالت مقتل ابومخنف سے جو عربی میں ہے۔ خلاصۃً ترجمہ کرتا جاؤنگا۔

ابن جندب الازدی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ کیا اس نے میں اور سلیمان بن صرد الخزاعی اور مسیب بن نجبۃ وسعید بن عبد اللہ الحنفی جناب حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور سلام عرض کیا۔ انھوں نے وعلیکم السلام کہا۔ اور یہ اسوقت کا ذکر ہے۔ جب کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمائی تھی۔ اور آپ اسوقت کوفہ میں مقیم تھے۔ پس سلیمان نے ابتداءِ کلام امام سے کی۔ اور عرض کیا۔ اے فرزند دختر رسول خدا ہم حیران ہیں۔ کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل کوفہ سے چالیس ہزار جان نثار موجود تھے۔ جو سب تنخواہ خور ہیں۔ اور ایسے ہی انکی اولاد سوائے مددگار اہل بصرہ وحجاز کے۔ اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی پختہ شرط عہد نامہ میں نہ لکھوائی۔ اور عطیہ میں بھی معقول حصہ نہیں لیا۔ اگر میں شامل

ہو ہم تو ایک نوشتہ لکھواتے۔ اور مشرق و مغرب والوں کی شہادت اسپر کرواتے کہ ہم خلافت کے بعد انکے آپ ہی مستحق تھے۔ لیکن آپ یونہی اس بات پر راضی ہو گئے اپنے آپکو معزول کیا۔ اور خود بیعت کر لے لیا۔ انکے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔ کہ ایک عہد کروں پھر اسکو توڑ دوں۔ اور میں کوئی قرار نہیں کرتا۔ جس سے پھر پشیمان ہو کر رجوع کر لوں۔ اب جب خدا نے پھر ہمکو توفیق دی۔ اور ہماری آرزوؤں کو پورا کیا۔ تو میں ایسا کام نہیں کرونگا لیکن تم ہمارے شیعہ ہو اور ہمارے مددگار اور ہمارے اہل مودت ہو (اصل عبارت وَ اَنتُم شِیعَتُنَا وَ اَنصَارُنَا وَ اَهلُ مَوَدَّتِنَا) اور علیٰ ہٰذا القیاس اور لوگ جو ہماری نصیحت کو سنے۔ اور ہماری خیر خواہی کرے۔ اور ثابت قدمی دکھلائے۔ اور اگر میں طالب دنیا و سلطنت ہوتا۔ تو معاویہ مجھ سے شدت قوت و شجاعت میں زیادہ نہ تھا۔ لیکن جو مصلحت مجھے مد نظر ہے۔ اسکو تم نہیں جان سکتے۔ اور قسم ہے خدا کی کہ اس صلح سے مجھے سوائے تمہاری حفاظت خون ریزی اور اصلاح حالت کے اور کوئی مقصود نہیں تھا۔ پس تم بھی راضی بقضائے الٰہی ہو جاؤ۔ اور اسکو تسلیم کر لو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور قسم ہے۔ کہ تم ہمارے شیعہ اور محب ہو۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علیؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جو کوئی جس قوم سے محبت رکھتا ہے۔ قیامت کے دن وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہمارے زمرہ میں ہو۔ تم ہم سے جدا نہ ہوگے۔ ہم تم سے جدا نہ ہونگے۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا کہ امام حسنؑ سے فارغ ہو کر ہم انکے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہ اپنے نوکروں کو حکم دے رہے تھے کہ کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ امام حسین ہماری طرف تشریف لائے۔ اور

ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور ہمکو سلام کیا۔ اور ہمنے بھی سلام کا جواب عرض کیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے چہروں پر رنج و غم کے آثار ملاحظہ فرمائے۔ اور پہلے ابتداءً کلام فرمائی۔ اور کہا کہ خدا کا شکر ہے جس کے کرنے والی ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی مشیت جس طرح مقرر تھی پوری ہوگئی۔ خدا کی قسم اگر تمام جن وانس اکٹھے ہو کر مشیت ایزدی کو روکنا چاہیں۔ تو وہ نہیں روک سکتے۔ خدا کی قسم ہے کہ مجھکو موت آجاتی جبکہ حسنؑ نے مجھکو مجبور فرمایا۔ اور مجھ سے حلف لے لی کہ میں نہ انحراف نہ کروں۔ اور نہ سکوت سے حرکت کروں۔ پس میں نے بھی مان لیا۔ اور وہ ایسا معاملہ تھا ہے۔ گویا کاٹنے والے نے چھری سے میری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یا وہ سے میرے جسم کے ٹکڑے اڑائے گئے ہیں۔ پس میں نے مجبور ہو کر اُن کی بات کو مان لیا۔ اصل عبارت لقد کنت طیب النفس بالموت حتی عزم علی الحسن وناشدنی اللہ ان لا اقلد امرا ولا احرک ساکنا فاطعتہ وکانما یجذع جاذع انفی بالسکاکین او یشرح لحمی بالمناشیر فاطعتہ کرھا۔ اور فرمایا ہے خدا تعالےٰ نے عسیٰ ان تکرھوا شیئا الخ یعنی کہ قریب ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو۔ وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو۔ وہی تمہارے لئے شر کا باعث ہو اور خدا جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

اب تو صلح ہوگئی۔ اور بیعت بھی ہوگئی۔ تاکہ ہم منتظر رہیں جب تک وہ شخص (معاویہ) زندہ ہے۔ اور جب مرگیا تو ہم بھی دیکھینگے۔ اور تم بھی دیکھو کہ ہم کیا کرنا چاہیئے) پس ہم نے کہا قسم ہے خدا کی اے ابا عبد اللہ ہمیں کوئی رنج نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر تاکہ آپ اپنے حق سے محروم نہ ہوں اور ہم تو آپ کے مددگار اور ہوا خواہ ہیں۔ پس جب آپ ہم کو دعوت کرینگے۔ ہم قبول کرینگے۔ اور جب آپ حکم کرینگے۔ ہم اطاعت کرینگے۔

پھر سلیمان کہتا ہے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام دونوں نے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ اور ہم بھی ساتھ تھے۔ تاکہ ان سے وداع کریں۔ اور مشایعت کریں جب ہم دارالہند کے آگے نکل گئے۔ تو امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور آہ سرد بھری۔ اور یہ شعر ارشاد فرمائے۔

"میں نے خود سرد دل ہوکر اپنے عزیزوں کے گھروں کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ خود وہ بھائی اعادے دست بردار ہوگئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا مخلوق میں جاری ہے اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے" پھر کہا سلیمان نے کہ سب سے پہلے جو شخص امام حسنؑ کو جا کر ملا۔ اور انکو جنگ و قتال کی ترغیب دی۔ حجر بن عدی تھا۔ اور جس دن وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اور لوگ تیری طرح نہیں۔ اور جس امر کو تم دوست رکھتے ہو۔ وہ نہیں رکھتے۔

پھر کہا سلیمان نے کہ حجر بن عدی امام حسینؑ سے رخصت ہوکر چلے آئے اسکے بعد جب امام حسنؑ فوت ہوگئے۔ تو اہل کوفہ جمع ہوئے۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں انکے برادر مکرم کا تعزیت نامہ لکھا۔ اور یہ اجتماع سلیمان بن صرد کے گھر میں ہوا تھا۔ پس انہوں نے اس تعزیت نامہ کو یوں لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طرف حسین بن علی بن ابیطالب کے منجانب انکے شیعہ اور انکے والد کے شیعوں کے اصل عبارت (الی الحسین بن علی بن ابی طالب من شیعتہ و شیعۃ ابیہ) بعد حمد و نعت آنکہ ہمکو آپ کے بھائی حسین کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ پس ان پر خدا کی رحمت ہو۔ اور آپ کو اس مصیبت کا اجر نیک عطا کرے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پس آپ صبر فرمائیں۔ ان ذلک من عزم الامور۔ اور آپ خدا کے فضل سے انکے قائمقام ہیں اور ہم آپ کی پیروی کریگے۔ اور آپ کی ہدایت پر کاربند ہوں گے۔ اسکو خدا کامیاب

کریگا۔ اور ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ کی مصیبت میں شریک ہیں۔ اور آپ کے حزن سے محزون ہیں۔ اور آپکی خوشنودی سے خوش ہیں۔ اور آپ کے امر خلافت کے منتظر ہیں۔ اصل عبارت نحن شیعتك المصاب بمصیبتك المحزونون بحزنك المسرورون بسرورك المنتظرون لامرك۔ خدا آپ کا شرح صدر کرے۔ اور آپ کی حالت کو بلند کرے۔ اور آپ کے قدر کو رفع دے۔ اور آپکے حق خلافت کو آپکو دوبارہ دے دے (ورد علیك حقك) والسلام علیك ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

پھر عام لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسینؑ کے بارہ میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ پس امام حسینؑ کے پاس آمد و رفت شروع کر دی اور اس اقدام سے انقطاع نہیں کیا۔ پس اسکی خبر امیر معاویہ کو بھی پہنچی پس انھوں نے امام حسینؑ کو ایک خط حسب ذیل لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے۔ امابعد۔ آنکہ مجھکو آپ کی طرف سے چند امور اور اسباب کی اطلاع آئی ہے جنکو میں باطل خیال کرتا ہوں۔ اور اگر وہ سچے ہیں جیسا کہ میرا گمان ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ زیادہ سعید ہیں۔ اور خدا کے عہد کو زیادہ ایفا کرنیوالے ہیں۔ پس آپ مجھکو مجبور نہ کریں۔ کہ میں آپ سے قطع کروں کیونکہ آپ میرے عزیز ہیں (رفاقتك منی) پس اگر آپ مجھ سے فریب کریں گے۔ تو میں بھی فریب دونگا۔ اگر آپ میری تکریم کریں۔ تو میں بھی آپ کی تکریم کرونگا۔ اور اس امت میں آپ تفرقہ کے موجب نہ ہوں۔ تحقیق آپ انکو ابتلا میں ڈالینگے۔ اور خود بھی مبتلا ہونگے۔ پس آپ اپنے آپ میں اور اپنے دین میں نظر رکھیں۔ ولا یستخفنك السفهاء الذین لا یعلمون والسلام علیك ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ یعنے نادان لوگ آپکو خفیف نہ کرنے پاویں جو کہ حقیقت حال سے واقف نہیں۔ والسلام

پھر کہا سلیمان نے کہ امام حسینؑ نے اس خط کے جواب میں یوں خط روانہ فرمایا جس میں تحریر کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اما بعد مجھکو تمہارا خط پہنچا اور جو کچھ تمنے اس میں لکھا ہے۔ اسکے مدعا کو سمجھ لیا اور معاذ اللہ جو میں اس عہد میں فرق لاؤں۔ جو تمہارے ساتھ میرے بھائی حسنؑ نے کیا ہے (اصل عبارت و معاذ اللہ ان انقض عهدا عهده الیك اخی الحسنؑ) حقیقت یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے تمکو یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ سخن چین جھوٹے اور چغلخور اور قوم میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں (فانما اوصله الیك الوشاة الملقون بالنمائم المفرقون بین الجماعات فانهم و الله یکذبون۔) پس جب یہ خط امیر معاویہ کو پہنچا تو باز رہا اُن سے یعنی امام حسینؑ سے۔ اور اُن کی صلہ رحمی میں خیانت نہ کی۔ اور اُنکے معاوضہ کو کبھی قطع نہ کیا اور سال بسال اُنکی خدمت میں ہزار ہزار دینار (اشرفی) روانہ کرتا تھا۔ سوائے ہر قسم کے تحائف اور ہدایا کے۔ اصل عبارت فلما وصل الکتاب الی معویة امسك عنه ولم یخنه وصله ولم یقطع ملته وکان یبعث الیه فی کل سنة الف الف دینار سوی العروض والهدایا من کل صنف ترجمہ ختم ہوا۔ دیکھو منتقل از تحفت مطبوعہ بمبئی فصل اول

کوائف مندرجہ بالا سے جو یک معتبر ترین کتب شیعہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ امر خلافت میں امام حسنؑ کے صلح کر لینے پر شیعیان کوفہ کو کس قدر اعتراض تھا۔ اور علاوہ اُنکے جناب امام حسینؑ کو کس قدر قلق تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بایں ہمہ امیر معاویہ کی حکمت سے آخر کار کسطرح امام حسینؑ اور اُنکے درمیان صفائی ہو گئی۔ اور اسکے عوض میں امیر معاویہ کسطرح امام حسینؑ کی دلجوئی وخوشنودی خاطر کو مدنظر رکھتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے

کہ یہ واقعات بیٹے محض الزامی طور پر شیعوں کی توجہ کیلئے نہیں لکھے۔ بلکہ میرا یقین ہے کہ درحقیقت یہ سچے واقعات ہیں۔ جو کہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان سوز جگر کے واقعات اور انکی تحویل ممکن نہیں۔ کہ کسی اسلامی تاریخ سے دریافت ہوسکے۔

آمدیم برسر مطلب۔ امیر معاویہ کے دل میں جو تعظیم و تکریم امام حسینؓ کی بابت مرکوز تھی۔ اسکی تائید ان کی اس وصیت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے آخری وقت میں امر خلافت کے متعلق یزید کو فرمائی۔ اور جس کو خاکسار راقم اس مخالف کی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ جو مخالف کہتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ سخت بیمار ہو گئے اور وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو یزید موجود نہ تھا۔ وہ اسوقت حمص کا حاکم تھا انہوں نے قلم دوات منگائی۔ اور یہ خط اسکو لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد و نعت آنکہ اے بیٹے میں تمہارے لئے وصیت لکھتا ہوں جب تک اسپر کاربند ہو گے خیر پاؤ گے میں تمکو وصیت کرتا ہوں۔ اہل شام کے بارے میں کہ وہ تجھ سے ہیں۔ اور تو انسے ہے۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے۔ اسکی خاطر کرنا۔ اور جو اور ہو۔ اس کے حال سے مطلع رہنا جب کوئی دشمن تجھ پر حملہ آور ہو۔ تو انکو ہمراہ لینا۔ جب فتح نصیب ہو۔ تو پھر انکو اپنے مقاموں پر واپس بھیجدینا۔ اور جو کوئی اہل حجاز سے تیرے پاس آئے۔ تو انکے ساتھ نیکی کرنا اے بیٹے اہل عراق (کوفی) کے معاملات میں متوجہ رہنا اگر وہ خواہش کریں۔ کہ ہر روز انکے عامل کو معزول کرتے رہو۔ تو ایسا ہی کرنا۔ ایسا کرنا تیرے لئے آسان ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ بادشاہ وقت پر امت بلوہ کرے اے بیٹے جان تو کہ میں نے تیرے لئے سب بلاد کو مطیع اور سب آدمیوں کو زیردست کر دیا ہے اور اب میں تیرے لئے کسی سے خوف میں نہیں ہوں مگر صرف چار اشخاص سے وہ نہ تیری بیعت کرینگے۔ اور نہ تجھ سے اس امر خلافت میں تنازعہ برپا کرینگے۔ پہلے

عبد الرحمن بن ابی بکر ہے۔ پس وہ دنیا اور بیٹے اسکو دنیا داری میں مشغول رہنے دے۔ اور چھوڑ دے اسکو اور اسکے ارادوں کو وہ تیرے موافق ہوگا۔ نہ مخالف۔ دوسرا عبد اللہ بن عمر ہیں۔ وہ صاحب قرآن (قرآن خوان) اور صاحب محراب (عابد) ہیں۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور آخرت کے دھیان میں راغب ہیں۔ اور گمان نہیں کہ وہ اس امر میں تمہارے ساتھ تنازعہ کریں۔ اور نہ اُن کا ارادہ ہوگا۔ تیسرے عبد اللہ بن زبیر ہیں وہ تجھ سے لومڑی کی طرح فریب کرینگے۔ اور شیر کیطرح تجھ پر حملہ کرینگے پس اگر وہ تجھ سے آمادہ جنگ ہوں تو تو بھی جنگ کرنا۔ اگر صلح کریں۔ تو صلح رکھنا اگر وہ تجھ سے مشورہ کرنا چاہیں۔ تو اُن کے مشورہ کو قبول کرنا۔ اور چوتھے حسینؓ بن ابی طالب ہیں۔ پس یقین ہے۔ کہ لوگ انکو دعوت کرینگے یہاں تک کہ تجھ پر خروج فرمائینگے۔ پس اگر تو انپر فتح پائے۔ تو تو انکی قرابت کو لحاظ رکھنا جو انکو رسول اللہ صلعم سے ہے۔ جان تو اے بیٹے کہ انکے والد بزرگوار تیرے باپ سے اور انکی والدہ ماجدہ تیری ماں سے اور اُنکے جد امجد تیری جد سے بہتر ہیں اور واسطے انسان کے ہے۔ جو کچھ اسکے دل میں ہے۔ اور یہ میری وصیت ہے تیرے لئے والسلام۔ امام حسینؓ کے بارے میں اصل عربی عبارت یوں ہے والرابع الحسین بن علی ابن ابی طالب صلوۃ اللہ علیہما فان الناس یدعونہ حتی یخرج الیک فان ظفرت بہ فاحفظ قرابتہ من رسول اللہ و اعلم یا بنی ان اباہ خیر من ابیک و امہ خیر من امک وجدہ خیر من جدک ولیس اما یقلبہ وھذہ وصیتی الیک والسلام۔ بعدہٗ خط بند کیا گیا۔ اور ضحاک بن قیس الفہری کو دیا گیا کہ یزید کو پہنچا دے الخ مقتل ابو مخنف صفحہ ۸ مطبوعہ بمبئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امیر معاویہ اور امام حسینؓ کے تعلقات اس

حد تک وہ ستائے و برباد رہ چکے تھے، تو وہ نقد بانہ کرنا کی نوبت کیوں اور کب اور کس وقت آئی۔

اسکے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ تا حین حیات امیر معاویہ تو مصالحت حکمی کی صورت حسب دلخواہ رہی لیکن انکے فوت ہو جانیکے ساتھ ہی وہ فتنۂ خوابیدہ جاگ اٹھا جسکو بر وقت صلح امام حسنؓ دبا دیا گیا تھا۔ امام حسینؓ کی ذات ملکوتی صفات پر یہ کسی حالت میں بھی گراں نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے اپنے معزز و محترم بھائی کی کئی وصیت صبر کے خلاف خلافت و سلطنت کے دوبارہ خاندان نبوت میں لانیکی ہوس کو دل میں پالا ہو۔ لیکن برا ہو خانہ خراب کوفیوں کا جن کے پیٹ میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر پاتے ہی حب جاہ و ریاست کے لئے چوہے کودنے لگے۔ اور امام حسینؓ کو یزید کے برخلاف خروج کرنیکی پہلی تحریک انکو ہی سوجھی۔ ادھر سے یزید نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ان چاروں بزرگوں کو جن میں امام حسینؓ بھی داخل تھے عامل مدینہ کو لکھا کہ بیعت لی جائے لیکن ان چاروں بزرگواروں نے عامل مدینہ کو بیعت سے جواب دیا پہلے دو بزرگ تو وا جود انکار بیعت اول سے آخر تک مدینۃ الرسول میں اقامت گزیں رہے۔ نہ کسی نے انپر جبر کیا۔ اور نہ وہ کسی کے دباؤ سے خائف ہوئے۔ لیکن پچھلے دونوں صاحب عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؓ نہ معلوم اس سوال بیعت سے اسقدر گبھرائے کہ موقعہ پا کر مدینہ سے راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف نکل آئے۔

کوفیوں نے جو سمجھوتا امیر معاویہ کی زندگی میں امام حسینؓ سے کر رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً انکی یاد دہانی بھی امام سے کرتے رہتے تھے اسی جواب کار بند ہونیکے درپے ہوگئے۔ انکو بوجہ در مدینہ ہوا خواہ خاندان رسالت مآب ہونے کے کسی حالت میں منظور نہ تھا کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد بھی عہد صلح امام حسنؓ کے

بدستور باقی رہیں۔ اگر یزید کی اطاعت سے اسقدر نفرت تھی جس قدر کہ ائمہ اہل بیت کرام کے زیر سایۂ دولت و ثروت کے مزے اڑانے کا خیال تھا امام حسینؑ ابھی مکہ میں رونق افروز تھے۔ کہ کوفیوں نے اسی سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہو کر ایک جلسہ قائم کیا۔ اور یہ تحریک کی کہ اب فوراً امام حسینؑ کو طلب کرنا چاہیے۔ کہ کوفہ میں تشریف لائیں۔ اور اپنے وجود مسعود سے دار الخلافت کو مشرف فرمائیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم انکے شیعہ پھر یزید کا کیا اجارہ ہے کہ وہ خلیفۂ وقت ہو اور ہم اسکی اطاعت میں بدستور جکڑے رہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب نے اتفاق رائے کیا۔ اس پر سلیمان بن صرد نے انسب کو خطاب کیا۔ کہ دیکھو تمہی تم امام حسینؑ اور انکے والد بزرگوار کے شیعہ ہو۔ لازم ہے۔ کہ اپنے اقرار پر اور عزم پر ثابت رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ امام کو بلا کر اُن سے بیوفائی کرو۔ ناسخ التواریخ میں اس خطاب میں یہ عربی الفاظ ہیں۔ انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ دیکھو صفحہ ۱۳۰ جلاء العیون مجلسی اردو [illegible] مطبوعہ ایران مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان نے کہا تھا۔ کہ نحن شیعتہ والنصارہ یعنی ہم سب شیعہ حسینؑ اور انکے مددگار ہیں۔ جواب میں ان سب حاضرین نے کہا کہ ہم انکے دشمنوں سے جنگ کرینگے۔ اور اپنی جانوں کو انکے آگے قربان کر دینگے۔ ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہیم کرد و جانہا را در برابر او فدا خواہیم نمود ریاض الاحزان صفحہ ۴۸۔ پس سب شیعوں نے ملکر امام کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ اور قاصد بھیجے اور پھر لا تعداد بیشمار خطوط اور قاصد روانہ کئے جن کی تعداد بارہ ہزار لکھی گئی ہے شیعیان کوفہ کے اس پرشوق اصرار نے امام کے دل پر بھی اثر کیا۔ آخر انہوں نے لکھدیا کہ ہم عنقریب آتے ہیں۔ اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں روانہ فرمایا وہاں بقول ناسخ التواریخ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے انکی بیعت امام حسینؑ کے واسطے کر لی چنانچہ لکھا ہے کہ بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کردند ناسخ

امام حسینؑ نے شاید اس تعداد کو اپنی نصرت کے لئے کافی اندازہ لگایا تھا کیونکہ سب کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل بصرہ کے رؤسا کو بھی لکھا گیا کہ کوفہ چلنے کے لئے لشکر جرار بہم پہنچائیں۔ چنانچہ ایک رئیس بصرہ یزید بن مسعود نہشلی نے وہاں تین قبائل بنو تمیم بنی حنظلہ و بنی اسد کو خاص طور پر بلا کر نصرت امام کی ترغیب دی۔ اور انھوں نے اسکو قبول کر لیا۔ امام کو جب اسکی اطلاع ملی۔ تو یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی مگر افسوس ہے کہ بصرہ کے لشکر کربلا میں اسوقت پہنچے جبکہ امام مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ مسلم کے وارد کوفہ ہوتے اور کوفیوں کے آمادہ بغاوت ہونے کی خبر جب یزید کو پہنچی تو اسنے بھی سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کا حاکم بنا کر اسقدر قوت کا اس پر مقرر کر دیا اسنے کوفہ میں پہنچتے ہی ایسا بندوبست کیا۔ کہ سب کوفی بیعت امام سے منحرف ہو گئے حضرت مسلم کو شہید کرایا۔ اسوقت امام حسینؑ مکہ سے عازم کوفہ ہو چکے تھے اور کوفہ کے نزدیک آگئے تھے ابن زیاد نے پیشدستی کر کے حر شہید کو مقرر کیا۔ کہ امام سے جہاں مڈبھیڑ ہو وہیں روک دو۔ اور کوفہ میں نہ پہنچنے دو۔

حضرت امام حسینؑ جب اول دفعہ مدینہ سے عازم مکہ ہو رہے تھے۔ تو جب کہ وہ مکہ سے کوفہ کی طرف جانے لگے جب بھی سب عزیز و احباب مثل محمد بن حنفیہ بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم آپ کو مدینہ چھوڑنے سے منع فرماتے رہے۔ خصوصاً کوفہ جانے سے تو بہت لوگوں نے منع کیا۔ اور کوفیوں کی اس بیوفائی کو بھی جتلاتے رہے جو وہ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سے کر چکے تھے لیکن امام نے کسی کی نہ سنی۔ اور کوفہ کو روانہ ہو ہی گئے۔ روانگی مکہ سے پہلے ایک خط حضرت مسلم کا بھی کوفہ سے آپ کو مل چکا تھا جس میں انھوں نے عرض حال کیا تھا۔ کہ اسی ہزار کوفیوں نے آپکی بیعت میرے ہاتھ پر کی ہے۔ جس پر امام کو تشفی ہو گئی تھی۔ کہ صورت معاملہ حسب دلخواہ ہے۔

اور ایک خط آپ نے خود بھی مکہ سے روانہ ہو کر منزل قادسیہ کے متصل ایک مقام بطن رمہ سے کوفیوں کو بدیں مضمون تحریر فرمایا تھا۔ مابعد بدستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمکو تمہاری حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے بدستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا۔ اور تمہاری جانب آ رہا ہوں جب میرا قاصد تمکو پہنچے تم اطاعت مضبوط باندھو۔ اور اسباب کارزار آمادہ رکھو۔ اور میری نصرت کے لئے مہیا رہو۔ کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بالفاظہ دیکھو جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۴۹

ادھر حضرت مسلم جب کوفیوں کے نرغہ میں آ گئے۔ اور وقت شہادت نزدیک آ پہنچا تو اسوقت آپ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ اس وصیت کو امام حسین تک جلدی پہنچا دیا جائے کیونکہ وہ مکہ سے روانہ ہونے والے ہیں ایسا نہ ہو۔ کہ پہلے خط پر بھروسہ کر کے کوفہ آ جائیں اور میری طرح معرض ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ اس وصیت کا ایک فقرہ یہ ہے۔ ارجع فداك ابی وامی باهل بيتك ولا يغررك اهل الكوفة فانهم اصحاب ابيك الذی يتمنى فراقهم بالموت والقتل ان اهل الكوفة قد كذبوك وليس لكذوب راى۔ تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۹

جلاء العیون فاضل مجلسی کے الفاظ میں اس روایت کا ترجمہ اردو میں یوں ہے۔

"آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ مراجعت فرمایئے کہ میں یہاں اسیر ہو گیا ہوں۔ اور مستعد قتل ہوں۔ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنکے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہو کے آرزوئے مرگ کرتے تھے۔"
(ترجمہ جلاء العیون مجلسی ۱)

غرض یہ ہے کہ امام حسینؑ کوفہ کو جاتے ہوئے جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے۔ تو اسوقت پہلی دفعہ آپکو اپنے پیارے چچازاد اور غریب الوطن بھائی مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی اسوقت آپکو اس سفر کے حسرتناک انجام کا یقین ہوگیا۔ آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے واپس ہوجانیکے لئے مشورہ کیا۔ لیکن انھوں نے عرض کی بخدا سوگند ہم واپس نہ جائینگے جب تک حضرت مسلم کا بدلہ ان اشقیاء سے نہ لیں۔ یا جو شربت انہوں نے پیا ہے۔ ہم بھی نوش کریں۔ جلاء العیون ص۳۲۴ اسی روایت کی تائید میں خاکسار ایک اور قدیم کتاب حالات کربلا سے استدلال کرتا ہے۔ جسکا نام مقتل ابی مخنف ہے جس میں امام کے رجوع سفر کی خواہش صاف الفاظ میں مذکور ہے۔ شہادت حضرت مسلم کی خبر سنکر لکھا ہے۔ کہ امامؑ سخت روئے اور اپنے عزیزوں کے مفقود ہونے کے رنج و افسوس کے مارے واپس ہوجانیکا ارادہ فرمایا۔ اور ایک بلد تک چلے گئے لیکن پھر پہلی رائے پر قائم ہوگئے اور فرمایا کہ جس پر مجھے اعتماد ہے وہی قائم رہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ثم اراد الرجوع حزنا وجزعا لفقد احبته و مضی الی بلدة ثم تاب الیه رائه الاول وقال علی ما کنت علیه معول۔ ابی مخنف صد۲۴ مطبوعہ بمبئی

اسی کوچ و مقام میں امام علیہ السلام نے ایک اور خط کوفیوں کو لکھا۔ اور عبد اللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی اور ایک روایت کے رو سے قیس ابن مسہر کے ہاتھ کوفہ روانہ فرما دیا تھا۔ یہ خط بروایت کتاب اللہوف سید ابن طاؤس انہی سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ شیعوں کو لکھا جنکی نسبت بروایت مقتل ابو مخنف پہلے ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ بوقت صلح امام حسنؑ سے دریافت کرتے آئے تھے کہ باوجود اس قدر لشکر و انصار کے آپ نے امیر معاویہ سے صلح کیوں فرمائی ہے وہ قاصد جب کوفہ میں داخل ہوا۔ تو کسی مخبر نے عبید اللہ بن زیاد کو مخبری کردی

وہاں تو پہلے ہی فتنہ کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ عبد اللہ بن یقطر قاصد مذکور کو جو پکڑ کر ابن زیاد نے ہر چند پوچھا اور ڈرایا دھمکایا کہ بتلاؤ خط کن کن لوگوں کے نام ہے مگر اسنے خط کو تو پہلے ہی چاک کر دیا تھا، نام بھی کسی کے نہ بتلائے۔ آخر قتل کر دینے کا حکم ہوا قتل سے پہلے اس قاصد نے خاص و عام کے سامنے کوفیوں کو بلند آواز سے خبر کر دی کہ امام حسینؑ تمہاری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ اور فلاں جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ پس انکی دعوت کو قبول کرو۔ یہ سب کیفیت ابن زیاد کے گوش گذار کی گئی جب عبد اللہ بن یقطر کی شہادت کا بھی امامؑ کو علم ہو گیا۔ تو کوفیوں کی طرف سے اب آپکو بالکل ناامیدی ہو گئی اسوقت آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا۔ اور انکو حضرت مسلمؑ اور ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر کی شہادت سے مطلع کیا اور فرمایا کہ بیشک ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ تمکو بھی اختیار دیا جاتا ہے جسکو تیغ و شمشیر کی پروا نہ ہو وہ رہ جائے۔ اور جو برداشت نہ کر سکے وہ چلا جائے امام کا یہ جملہ کہ ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ خاص قابل غور ہے۔ دو تین حوالے اسکی تصدیق کے لئے عرض کئے دیتا ہوں "ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے" جلاء العیون ص۴۴۳ "وقد خذلنا شیعتنا" مقتل ابو مخنف ص۳۱ و ناسخ التواریخ ص[illegible] و خلاصۃ المصائب روایت ہفتم ص[illegible] یہ حال معلوم کرتے ہی بہت سے ہمراہی جدا ہو گئے جو بقول جلاء العیون مجلسی و ابو مخنف بطمع مال غنیمت کو ساتھ ہوئے تھے اور اب صرف عیال و اطفال اور بنی ہاشم و کچھ سے ہی آپ کے ہمرکاب تھے۔ اور [illegible] وہ تھے۔ باقی رہ گئے۔

ادھر حر شہید جو امامؑ کی تلاش میں کوفہ سے ایکہزار فوج کے سرگروہ بن تھا۔ امام کو دو منزلیں آگے جا کر ملگیا۔ دوچار ہوتے ہی امام نے حر سے پوچھا۔ ہماری نصرت کے لئے آئے یا مقابلہ کے لئے حر نے کہا مقابلہ کے لئے۔ امامؑ نے فرمایا

لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ پھر کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر امام ؑ نے حر اور ساتھ کے کوفیوں کو فرمایا کہ جو کچھ مجھکو لکھتے رہے مراسلات میں اور قاصدوں کی زبانی کہلا کر بھیجتے رہے۔ اگر آپ اسکے برخلاف ہوگئے۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابن نما کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں فانی ارجع الی الموضع الذی اتیت منہ ص۳۱ ابومخنف کے الفاظ وان کنتم کارھین لقدومی رجعت منکم الی ماشئت من الارض ص۴۷ فاضل مجلسی کے الفاظ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد وپیمان کو شکست کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں ص۲۴۴ مورخ ناسخ التواریخ کے الفاظ واگر شما را اے وارگون کنید وعہد بشکنید وحمل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علی ؑ وبرادر من حسن ؑ جز این نکردید فریفتہ کسے است کہ بہ عہد وپیمان شما مغرور شود الخ ص

یہ خطوط ورسائل کا حال سنکر حر نے کہا کہ مجھکو اسکی کچھ خبر نہیں۔ امام ؑ نے اپنی خرجین منگائی۔ اور حر کو دکھائی۔ یہ خرجین کوفیوں کے خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ آخر حر نے عرض کیا کہ مجھے تو ان خطوط سے غرض نہیں۔ مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے۔ کہ جہاں آپکو پاؤں جدا نہ ہوں تاوقتیکہ آپ کو ابن زیاد پاس نہ لیجاؤں۔ حضرت نے فرمایا جب تک زندہ ہوں۔ یہ ذلت مجھے گوارا نہ ہوگی۔ پس اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہوں جب ہو چکے حرم محترم اونٹوں پر چڑھ گئیں حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھکے سوار ہوئے جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا۔ حضرت نے فرمایا تیرا مقصد کیا ہے حر نے کہا میں چاہتا ہوں آپکو ابن زیاد پاس لے چلوں حضرت نے فرمایا۔ میں تیری اطاعت نہ کرونگا۔ حر نے کہا میں بھی دست بردار نہ ہونگا جب درمیان میں طول سخن ہوا حر نے کہا مجھے

حکم نہیں ہے۔ کہ آپ سے جنگ کروں۔ اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے۔ تو مدینہ و کوفہ راستے سے جائیے کہ میں کیفیت ابن زیاد کو لکھوں۔ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ میں آپ سے پیشوا سے محاربہ مبتلا نہ ہوں۔ حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی۔ اور وہ لشکر ضلالت اثر بھی ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ آکے کہا یا حضرت آپکو میں قسم دیتا ہوں۔ کہ اس گروہ سے مقابلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائے گا۔" الخ جلاء العیون اردو صفحہ ۴۴۳ باب ۵ فصل ۱۲

جیسا کہ روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ امام حسینؑ کو حر نے واپس تشریف لے جانے کی اجازت دے دی ہے مگر کوئی کمبخت مانع ہوئے۔ آخر مجبوراً امام معہ حر اور لشکر کوفی روانی کے کربلا میں وارد ہو گئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ دوسری محرم کو پہنچے اور ایک اور روایت میں لکھا ہے۔ کہ آٹھویں محرم کو وارد ہوئے حر نے ابن زیاد کو سب حالات سے مطلع کیا۔ جس پر اُسنے ایک عریضہ امام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس میں تحریر کیا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے۔ کہ آپکو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے۔ تو یزید پاس بھیجدوں" جلاء العیون اردو صفحہ ۴۵۱

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عشرہ محرم تک یزید کی طرف سے کوئی حکم ابن زیاد کے نام یا اس سے ماقبل حاکم مدینہ کے نام قتل حسینؑ کے بارہ میں صادر نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یزید نے سلطنت شام پر قابض ہوتے ہی حاکم مدینہ کو خط لکھا تھا کہ امام حسینؑ سے بیعت لے لو۔ اور اگر وہ انکار کریں تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو۔ درست نہیں ہے۔ خود مجلسی کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکم بیعت کے وقت سے لیکر اس وقت تک کہ جسمیں موقعہ شورش و فساد و بغاوت کوفہ و بیعت مسلم وغیرہ کے یزید کو دیئے گئے۔ امام علیہ السلام کربلا پہنچ

جانے تک۔ اس قسم کا کوئی حکم یزید نے کسی کے نام جاری نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن زیاد اپنے خط میں یہ نہ لکھتا۔ کہ یزید کا حکم یہ ہے۔ کہ یا تو آپ سے بیعت لوں یا بصورت انکار انکے پاس شام میں بھیجدوں۔

امام علیہ السلام نے ابن زیاد کا یہ خط پڑھکر پھینک دیا۔ اور قاصد کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت غضبناک ہوا۔ اور پھر اس نے عمر بن سعد کو سرداری لشکر کی دی۔ وہ چار ہزار لشکر کوفیان بیوفا کا ہمراہ لیکر روانہ کربلا ہوا عمر بن سعد مذکور نے امام کی خدمت میں پیغام بھیجکر دریافت کیا۔ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ امام نے جواب میں کہلا بھیجا۔ "تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے۔ اور بہت مبالغہ و اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے۔ تو مجھے واپس جانے دو۔" ناسخ التواریخ صفحہ [illegible] امام کا جب یہ جواب عمر بن سعد کو پہنچا۔ اس نے کہا "امیدوار ہوں۔ کہ خدا مجھے محاربہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے۔" پس اس نے ایک خط ابن زیاد کو لکھا۔ اور اس میں سب حقیقت حال درج کی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اسنے امام کے واپس مدینہ کو تشریف لیجانیکی سفارش بھی کی تھی۔ اس موقعہ پر علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ وہ شقی راضی ہوا۔ کہ امام حسینؑ چلے جائیں مگر شمر ذی الجوشن حرامی نے ابن زیاد کو پشیمان کیا۔" پس عمر بن سعد کو خط لکھا۔ کہ حضرت سے کہو۔ مع اصحاب بیعت کریں۔ جب یہ خط اسکو پہنچا۔ اسے امام حسینؑ سے وہ مضمون نہ کہلا بھیجا اسلئے کہ جانتا تھا حضرت بیعت یزید پر راضی نہ ہونگے۔ دیکھو جلاء العیون صفحہ [illegible]

جب کہ امام کربلا میں خیمہ زن ہو گئے۔ تو مورخ ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر امامؑ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور خطوط کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ جب اسنے وجہ اس بیکسی اور بیوطنی کی دریافت کی۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ کہ بنی امیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی۔ اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا۔ دیکھو

یہ آنکے خطوط ہیں۔ حالانکہ میرے قاتل یہی ہیں لیکن جب انھوں نے اس امر کا ارتکاب کیا۔ اور پردہ محرمات کو چاک کیا۔ خداوند کریم انپر ایک ایسے آدمی کو مقرر کریگا۔ کہ وہ سب کو قتل کردے۔ اور وہ قوم بلقیس سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائینگے۔ اصل عبارت ناسخ یہ ہے۔ "بنی امیہ مرا بیم قتل دادند۔ و مردم کوفہ مرا دعوت نمودند۔ اینک مکاتیب ایشان است و حال آنکہ کشندہ من ایشان اند لکن گاہے کہ مرتکب این معنی شدند و پردہ محرمات و محظورات را چاک کردند۔ خداوند بر ایشان مے گمارد کسے را کہ جملگی ایشان را بقتل رساند۔ و ایشان را خوار تر از قوم بلقیس گرداند" [۱۵۸]

روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت سید الشہداء علیہ السلام اپنے قتل کا باعث کوفیوں کی دعوت کو قرار دیتے ہیں۔ اور خاکسار راقم کا بھی یہی اعتقاد ہے یزید کی طرف سے کوئی حکم قتل ابن زیاد کو نہیں دیا گیا جیسا کہ بروایت ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ لکھا ہے۔ کہ جب ایک شخص زحر بن قیس نے دمشق میں اہلبیت کرام کے پہنچنے پر یزید کو فتح معرکہ کربلا کی جا کر خوشخبری سنائی۔ تو یزید دیر تک حیران و خاموش رہا۔ پھر کہا اگر حسینؑ سے سوائے قتل کے بیعت لیتے تو میں زیادہ راضی ہوتا۔ اور اگر میں آپ انکے پاس ہوتا۔ تو ان سے درگذر کرتا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ یزید لختے سر فرود داشت و سخن نکرد و پس سر بر آورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل حسین اما لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو میداشتم [۲۲۹]

چونکہ خاکسار کو واقعات کربلا لکھنے کے لئے وقت بہت کم دیا گیا ہے اسواسطے مجبوراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بالغ نظر ناظرین کو اسی قدر اختصار سے معلوم ہو جائیگا کہ ایک عاجز ہیچمدان خادم حسینؑ نے اپنے مخدوم امام حسینؑ مظلوم کے کوائف شہادت کی تحقیق میں کہاں تک پکے معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ رسالہ تحقیق واقعات میں اسی قسم کی تحقیق تنقید ہے۔ اگر یہ مفید خدمت ہے تو خدا مجھکو توفیق دے۔ کہ اس رسالہ

کی ہدایت سے جلدی فارغ البال ہوں اس رسالہ تحقیق سے میری ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ کسی فریق کی دل آزاری ہو بلکہ محض اظہار امر حق مقصود ہے۔ اور بس خداوند کریم ہم کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(خاکسار خادم حسین قادم بھیروی احمدی)

قدوم میمنت لزوم

اس مہینے کا سب سے بڑا مسرت انگیز واقعہ حضور شہنشاہ ہند و ملک معظم جارج پنجم اعلیٰ حضرت کا مع اپنی شہنشاہ بیگم کے ہندوستان میں تاجپوشی کے لئے بعلوہ افروزی ہے۔ وہ ہم تمام احمدیوں کیلئے خصوصیت کیساتھ موجب شکر و امتنان باری تعالیٰ ہے کیونکہ ہم نے اس عہد حکومت میں جو آرام پایا ہے وہ انیا آئندہ کنار پنجاب بھائیوں کی معاندانہ مخالفت کے باوجود جو امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے جسم کا رونگٹا رونگٹا زبان بنکر اپنے شہنشاہ ذی جاہ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور یہ شکریہ ہمارا محض رسمی طور پر نہیں بلکہ ہماری پاک کتاب میں ارشاد ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اسکے رسول اور اپنے صاحبان حکومت کی فرمانبرداری کرو۔ اور ہمارے رسول کریم صلعم کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد نے بھی یہی تعلیم دی کہ اپنے بادشاہ کے پورے مطیع رہو۔ اور یہ اطاعت یہاں تک ضروری ہے کہ آپ نے اپنی ہر ایک تصنیف میں اسکا ذکر کیا ہے اور علیحدہ کئی اشتہار بھی شائع کئے چنانچہ ایک اشتہار کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا۔ اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا۔ اور اسکو وحدہ لاشریک

[illegible] اور بھی [illegible] ہو جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے حکم سے تقسیم بنگالہ منسوخ ہو گئی اور حضرت

[illegible]

جاننا اور اسکے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اسکا مرتبہ نہ دینا اور درحقیقت اسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنیوالا اور مالک یقین کرنا دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کو پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا۔ اور کم از کم بھلائی کا ارادہ رکھنا سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہمکو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اسکی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور کو دور ہٹانا جو اسکو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلثہ ہیں جنکی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔ سو اے دوستو ان اصول کو محکم پکڑو۔ اور ہر ایک قوم کیساتھ نرمی سے پیش آؤ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہم دنیا میں فروتنی کیساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقص امن کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنیکے لئے تیار ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے۔ فقط الراقم ۔۔ ستمبر ۱۸۹۷ء انتہی بلفظہ الشریف

اشتہار واجب الاظہار۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان صفحہ ۲ لغایت ۴

اس کوٹیشن کے پڑھنے سے واضح ہو سکتا ہو کہ آپ نے اپنی تمام ہدایات کا خلاصہ جو بیان کیا ہے۔ اسمیں تیسرا حصہ گورنمنٹ کی اطاعت اور اسکی خیر خواہی اور اسکے ساتھ خلوص کی تاکید ہے۔ پس ہم تمام احمدی شہنشاہ عالیجاہ کے حضور اپنی اطاعت و خلوص قلبی کی نذر پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ الٰہی ہمارے قیصر کو سلامت با کرامت رکھ۔ اور اس حکومت کے اقبال اور جاہ و جلال میں ترقی دے۔ جو ہمارے لئے امن و امان راحت و آرام کا موجب ہے۔ اللّٰھم آمین ثم آمین

تشحیذ کی سالانہ رپورٹ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس نمبر کے ساتھ تشحیذ کی چھٹی جلد بخیر و خوبی ختم ہوئی اس سال رسالہ کو بہتر و مفید بنانے کی بہت کوشش کی گئی۔ کاغذ و سستی مہیا کیا گیا اور چھپائی وغیرہ کے اخراجات بھی آگے سے زیادہ برداشت کئے گئے۔ اور ایک کاتب خوشخط کی خدمات بھی صرف رسالہ کی خاطر مخصوص رکھی گئیں۔ ہر وقت پر عمدہ مضامین کے ساتھ رکھانے کے لئے سٹاف کو بڑھایا گیا۔ اور سال کے آخر چار ماہ کے رسالے ٹھیک وقت پر ناظرین کو پہنچائے گئے۔ اور آئندہ انشاء اللہ اس سے بہترین شش انتظام کے ساتھ رسالہ شائع کرنیکا ارادہ ہے۔

اس سال جناب صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے قلم سے بڑے قیمتی مضامین نکلے۔ ان میں سے فرعون موسیٰ۔ مسلمان وہی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے۔ ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو۔ گوشت خوری۔ ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں۔ براہ راست خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جو بہت پسند کئے گئے اور نہ صرف احمدیوں بلکہ غیر احمدیوں نے بھی انکی تعریف کی علاوہ اسکے مسیح محمدی و مسیح ناصری بجواب اتہامات مرزا۔ انبیاء کی جماعت۔ تثلیث کا رد۔ آریہ سماج کا مذہب۔ مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض۔ مال مانگتے ہیں جان نہیں۔ شکستہ روشنا الحق اور شناخت مذہب۔ الاذکرات متعلق مکتوب سید ولی اللہ شاہ کی قلم سے۔ اور شاہجہانپوری کے اعتراضات کا جواب محررہ مولوی فضل الدین صاحب نوٹی احمد سلم الوصول الی اسرار اسرار الرسول مرقومہ سید صادق حسین صاحب اٹاوی ا

تحقیق و اقعات کرتا مسٹر ۔ منشی غلام حسین صاحب یہ سب مضامین بھی اپنے
اندر بہت سے معارف و حقائق کا خزینہ رکھتے ہیں۔ اور جب ہم ان سب کو بحیثیت
مجموعی دیکھتے ہیں تو ہمارا قلب مطمئن ہے کہ خریداران تشحیذ نے عام سالانہ خرچ کے
کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ بلکہ بہت کچھ فائدہ پایا ہے۔

اب جہاں ان حق شناس معزز ناظرین کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہو
جنھوں نے اپنے چندہ کا بقایا ادا کرکے کارخانہ کو زیر باری سے محفوظ رکھا
وہاں ان مہربانوں کا دوستانہ شکوہ بھی کئے دیتا ہوں جو کسی خاص وجہ کو اب
تک ہماری متواتر گذارشوں اور تقاضوں کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اور اپنی
بے اعتنائی سے نہ صرف کارخانہ کو زیر بار کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات وقت
پر چندہ سالانہ ادا کر دینے والوں کی حق تلفی بھی کرا دیتے ہیں گو ہم نے حتی الوسع
ایسا نہیں ہونے دیا خیال فرمائیے کہ ۱۹۰۸ء کے تین سالوں کا بقایا کتنا

۷۹۸
سات سو اٹھانوے روپے

۲۵۶
دو سو چھپن خریداروں کے نام ہے۔ ایک سو ترپن خریدار تو ایسے ہیں جنھوں
نے زیادہ تر ۱۹۰۸ء کا چندہ (جس کی مجموعی تعداد دو سو اٹھاون روپے کے
قریب ہے) ادا نہیں فرمایا۔ اور باقی ایک سو دو وہ بزرگ ہیں جو تین سال
سے نہ تو اپنے نام سے رسالہ بند کراتے ہیں۔ اور نہ مطالبات دینے میں آتے ہیں۔
حاصل کر ان کے نام پانسو چالیس روپے ہیں۔ اور اسی طرح پر قریباً آٹھ سو
روپیہ ہے جو تشحیذ الاذہان کے دفتر میں قابل وصول ہے۔ باوجود ان مشکلات اور
زیر باریوں کے رسالہ پھر بھی جاری ہے۔ اور بڑی آب و تاب سے شائع ہوتا
ہے۔ اس کامیابی کا سہرا سیدی محمود کے سر ہے جو اپنے اوقات

خریدارانِ تشحیذ کو اطلاع

۱۔ یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ دس دن تک رسالہ نہ پہنچے تو اطلاع دیں ورنہ بعد میں بقیمت ۵/ رسالہ مل سکیگا۔

۲۔ مستحبہ کو پرچہ جن صاحبان کے فائل میں بوجہ ایکسی وی پی موجود نہیں۔ وہ ٹکٹ بھیجکر یا وی پی بھیجوا کر رسالہ منگوا سکتے ہیں

۳۔ رسالہ کی قیمت سالانہ عا/ ہے۔ اور خط و کتابت متعلق رسالہ بحیثیت مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے پتہ سے ہونی چاہیئے۔ بعض احباب صاحبزادہ صاحب کے نام سے خط بھیجتے ہیں۔ اسطرح تعمیل میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ جو صاحب اپنا مکان بدلیں ضرور اطلاعی کارڈ دفتر میں بھیجدیں۔

ضروری گذارش — تشحیذ کے لئے ایک دقیق و خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ جس دن اسکے لئے فارغ ہیں۔ جو صاحب کوئی اشتہار یا کتاب لکھوانا چاہیں۔ وہ ہماری معرفت نہایت مناسب اجرت پر لکھوا سکتے ہیں۔

مینیجر تشحیذ الاذہان

اطلاع — ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کا رسالہ تمام خریداران تشحیذ الاذہان کے نام سنہ ۱۳ء کی پیشگی قیمت وصول کرنے کیلئے وی پی ہوگا۔ جو صاحب وی پی وصول کرنیکے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ ۲۰ جنوری تک اطلاع دیں۔ مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]

درد سر ... درد کی دوا

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ... تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر [illegible]

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

ہم میں نفاق بازی کی ایک جماعت ہونی چاہئے … [illegible] … اکمل

مجالس روح … [illegible] … اسماعیل

مہدی جماعت کا عقیدہ امام مہدی کے متعلق … [illegible] … اکمل

[illegible] … [illegible]

[illegible] … منشی غلام حسین

[illegible] … [illegible]

[illegible] … اکمل

[illegible]

[illegible]

رسیدات زر بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

جناب مولوی ابو الحسن صاحب	جناب میاں نظام الدین صاحب	بابت ماہ جنوری ۱۹۱۲ء
جناب حبیب اللہ خان صاحب	جناب منشی امام الدین	جناب گلاب خان صاحب
جناب حکیم [illegible] شریف صاحب	جناب [illegible] محمد	جناب حکیم محمد صالح
جناب حکیم محمد حبیب صاحب	جناب شیخ محمد قریش	جناب منشی عبد اللہ
جناب محمد اسماعیل [illegible]	جناب حیات محمد	جناب [illegible]
جناب [illegible] اسماعیل [illegible]	جناب عبد الغنی	جناب مولوی غلام رسول [illegible]
جناب سید [illegible]	جناب منشی [illegible]	جناب [illegible] الحسن
مولوی محمد [illegible]	جناب [illegible] غلام محمد	جناب عبد المجید
[illegible]	جناب نظام الدین	جناب [illegible] الدین
[illegible]	جناب میاں عزیز الرحمن	جناب [illegible]
[illegible]	جناب [illegible] بخش	جناب عبد العزیز
جناب منشی محمد علی [illegible]	جناب [illegible] بخش	جناب منشی امام الدین
جناب محمد رشید صاحب	جناب منشی عبد العزیز	جناب منشی رحیم بخش
جناب مولوی محمد اسماعیل [illegible]	[illegible] صاحب	جناب عبد الغنی
جناب محمد افضل صاحب	[illegible]	جناب [illegible] محمد
جناب [illegible]	جناب سید [illegible] علی	جناب عبد الحمید
جناب [illegible]	[illegible]	جناب محمد یوسف
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible]	جناب [illegible] علی
جناب حکیم [illegible] صاحب	جناب [illegible]	جناب عبد الرحمن
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible] حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

ہم میں فقہا کی ایک جماعت ہونی چاہئیے

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ایک جماعت پیدا کی ہے جو دوسروں کو نیکیوں پر متنبہ اور بدی سے روکنے اور نیکی کی ہدایت کرتی رہتی ہے جب بحر و بر میں فساد پھیل گیا اور کتابی غیر کتابی بگڑ گئے تو خدا تعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گمراہ جماعت گمراہوں کی ہدایت کے لئے مامور ہوئے اور انکو ارشاد ہوا کہ تم دوسروں کے لئے نمونہ بنو اور ایک عالم کو دکھا دو کہ خدا کے فرمانبردار یوں ہوتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا آپ کے بعد یہ امانت کسی نیک پاک گروہ کے سپرد ہوتی رہی اور وہ ہر صدی میں اپنا فرض ادا کرتے رہے یہاں تک کہ یہ امانت ہمارے سپرد کیا گیا اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے اسکو ادا کیا ہے اور اسکے مطابق ہم نے کام کیا تو دشمن کی دعوت

کے لیے یہ آیت: واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به
عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم وما
تنفقوا من شيء في سبيل الله يوف إليكم وأنتم لا تظلمون ہے۔ کہ ہم کی تیاری
کی موجود ہے۔ وآخرين منهم لما يلحقوا بهم ہماری شان میں نازل ہوئی ہے تیاری کا جو حال ہے وہ ہر ایک
بھائی جو اس جماعت آخرین کا فرد ہے۔ اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر معلوم کر سکتا ہے کہ اس نے
اپنی حالت کو کس حد تک سنوارا اور اپنی تکمیل کہاں تک اس قابل بنایا کہ دوسروں کے لئے واعظ بنے
اور ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر کے ارشاد کی تعمیل
کرنے کی کوشش کرے۔ اس آیت میں اسلام ہی ہے اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ ایک جگہ کنتم خیر امة
أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله کے آگے
ولو آمن أهل الكتاب لكان خيرا لهم فرمایا ہے اور نبی کریم صلعم کی شان میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے يعلمهم الكتب والحكمة اور حکمت کی نسبت فرمایا ومن أوتي الحكمة فقد أوتي
خيرا كثيرا اور اسی [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام کا اہم ہے و [illegible] فی القرآن [illegible]
و [illegible] اسلام کیلئے یہ بھی ہے کہ اول ہمیں اسلام کا علم ہو جزئیات سے پورے آگاہ ہوں۔ پھر
دوسروں کو [illegible] جب تک کوئی خود روشن نہ ہو دوسروں تک روشنی نہیں پہنچا سکتا۔

اس امر کو مد نظر رکھ کر میں نے چند ایک تجاویز سوچی ہیں جنہیں میں اپنی قوم کے سامنے پیش کرتا
ہوں کہ ہم میں سے ایک منتخب جماعت اس ارشاد ربانی کی تعمیل سے عہدہ برآ ہو جو کہ ان
الفاظ میں ہے وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم
طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون۔
یعنی نہیں کہ سب مومن کوچ کر نکلیں بلکہ ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر ایک فرقہ سے ایک گروہ
دین میں سمجھ (تفقہ فی الدین) کو پیدا کرنے کیلئے نکل کھڑا ہو اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو تعلیم
دین دے اور وہ گمراہی اور فساد کی راہوں میں پڑنے سے بچ جائے۔

تو ان کے لئے تو مدرسہ احمدیہ کافی ہو۔ پس کیا نہ ہر ایک بڑی جماعت سے کم از کم ایک لڑکا تو خدا
اپنا چاہیے بلکہ اگر کوئی دیر کرتا ہے تو میں کہونگا کہ ہر ایک خاندان کا فرض ہے کہ وہ ایک لڑکا دین میں ماہر
پیدا کرنیکے لئے یہاں بھیجے تاکہ وہ صحبت صالحین میں تربیت پاکر قوم کا مصلح بنے بلکہ ہر ایک احمدی
کے لئے ضروری ہے کہ اگر اسے خدا نے بہت بچے دئے ہیں تو ایک بچہ مخلص دین کے لئے وقف کرے
اور اگر .... اپنے سارے بچے ہی کسی راہ میں یا وہ انگریزی سکول میں
پڑھانے کی استطاعت رکھنے کے لگ ہے تو یہ قابل ستائش امر ہے اور اپنے لئے کرسی [illegible]
بچے کا خرچ مدرسہ احمدیہ پر پڑے اور اس طرح پر انتظامی رکاوٹ کا موجب ہو یہ بہتر ہے کہ ہر ایک
کی جماعت اپنے ذاتی امداد یا چندہ سے اس رنگ کے طالبعلموں کے لئے اس طرح پر علاوہ ماہوار خرچ کے
پانچ چھ سال کے بعد اپنے لئے ایک عالم باعمل صالح کو حاصل کرسکتی ہے جس نے دارالامان کی پاک ہوا میں
حضرت خلیفۃ المسیح کے زیر سایہ پرورش پائی ہے [illegible] اور پھر وہ عالم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت
کے لئے بہت سی بہبودیوں اور بہتریوں کا موجب ہوگا۔

مدرسہ احمدیہ کا موجودہ نصاب عرض کئے دیتا ہوں تاکہ اس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ اعلیٰ دینی
لائق پیدا کرنیکے لئے یہ کالج کس قدر کارآمد ہے۔ فی الحال اس میں پانچ جماعتیں ہیں اور [illegible]
جس میں پرائمری پاس یا اس لیاقت کے لڑکے مدرسہ احمدیہ کی جماعت اول میں داخل ہونیکے لئے
تیار کئے جاتے ہیں۔

جماعت اول - قرآن کریم ترجمہ پارہ اول حفظ ربع آخر پارہ [illegible] حدیث تیسیر [illegible]
دینیات کا پہلا رسالہ عربی دروس النحو حصہ اول [illegible] الادب حصہ اول میزان الصرف [illegible]
انگریزی نیلسن ریڈر اردو [illegible] حساب [illegible] کسور [illegible] کی پیمائش تک

جماعت دوم قرآن کریم ترجمہ تا سورہ [illegible] حفظ ربع ثالث پارہ عم [illegible] سورۃ الاعلیٰ تا آخر
[illegible] حدیث عمدۃ الاحکام عربی دروس النحو حصہ دوم [illegible] الادب حصہ دوم
[illegible] صرف [illegible] انگریزی نیلسن ریڈر [illegible] گرامر [illegible]

اردو۔ اردو کورس معہ نقل حساب مسلمات لیکر کسر، اعشاریہ ختم

جماعت سوم قرآن کریم ترجمہ تا سورہ ابراہیم حفظ پنجسورہ مع سورہ یٰس۔ حدیث بلوغ المرام
عربی دروس النحو حصہ سوم۔ علم الادب بانت سعاد۔ قصہ نور الدین زنگی دستور المبتدی۔ ہدایۃ النحو
تعلیم دین۔ آئینہ کمالات اسلام۔ انگریزی نیلسن ریڈرز تا [illegible] گرامر [illegible] لیکر [illegible]
(سنی وفی عباراتہ) اردو۔ اردو کورس سوم نقل حساب سود در سود ختم فقہ۔ قدوری آدھا

جماعت چہارم۔ قرآن کریم۔ ترجمہ قرآن کریم ختم۔ حفظ سورہ ق۔ النجم۔ القمر۔ الرحمن۔ حدیث
جامع ترمذی نصف اول عربی۔ دروس النحو حصہ چہارم۔ دروس البلاغۃ۔ سبع معلقات۔ الہدیٰ
قصہ حسن بصری فصول اکبری تا بحث [illegible] رسائکین انگریزی [illegible] گرامر ختم
فقہ قدوری ختم سراجی منطق۔ مرقات حساب [illegible] سہارا ربع [illegible]

جماعت پنجم۔ تفسیر۔ فوز الکبیر تمام۔ کشاف دو رکوع اول حدیث جامع ترمذی ختم عربی
فصول کبری ختم مع مباحث زائدہ شافیہ۔ فرائد جواہر۔ خلاصہ المطول۔ التبلیغ قصیدہ [illegible]
حماسہ باب الحماسہ ختم۔ کلام ومناظرہ۔ تقریر جلسہ اعظم مذاہب۔ سرمہ چشم آریہ۔ تاریخ وجغرافیہ
باب النیا۔ منطق قطبی فقہ واصول فقہ شرح وقایہ نصف اول۔ اصول شاشی انگریزی
[illegible] نصف [illegible] ختم

اسکے آگے جماعت ششم وہفتم کے لئے تفسیر بیضاوی کا کچھ حصہ ہے صحیح مسلم مفتی لبیب
مقامات حریری۔ رشیدیہ چشمہ معرفت۔ ہدیہ۔ صحیح البخاری۔ نور الانوار شرح ہدایت الحکمۃ [illegible]
محی الدین [illegible] الاسلام وغیرہ کتب ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ حضرت صاحبزادہ صاحب ہیں جو اپنے
مقدس باپ کی مانند قوم کے بچوں کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے اور اپنے اوقات گرامی کا بہت
سا حصہ مدرسہ کی اصلاح کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اس مدرسہ کے سپرنٹنڈنٹ مولوی [illegible] صاحب
صاحب ایسے عالم متقی آدمی اور متقی [illegible] کتاب [illegible] ہیں۔ آپ مدرسہ میں ادب و تفسیر پڑھاتے
ہیں اور شاں الفضل الجلیل قاضی امیر حسین صاحب حدیث فقہ منطق اور مولوی فاضل مولوی محمد اسمٰعیل

علوم ادب تاریخ حدیث اور مولوی غلام نبی صاحب بیان مع قرآن مجید اور شیخ عبد الرحمن صاحب مولوی علم ادب۔ انگریزی ماسٹر حکیم قیوم صاحب انگریزی کا سبق دیتے ہیں علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح کے درس سے تمام طلباء ہر وقت مستفید ہوتے ہیں۔

دو جماعتیں ابھی [illegible] میں بہت ترقی ہوئی ہے اس وقت قریباً [illegible] طلبہ ہیں جن میں سے [illegible] کے قریب تو نئے خواہش ہیں باقی انٹرنس پر پڑھتے ہیں اور اس سال جلسہ سالانہ کے بعد کچھ اور بھی داخل ہوئے ہیں۔

دوسری تجویز یہ کہ چھ ماہ کے واسطے ہر جماعت سے ایک فہیم شخص جو دینی علوم کے حصول اور اعلاء کلمۃ اللہ کا شوق رکھتا ہو یہاں آ جائے۔ وہ اول قرآن مجید تو بیاسر کوع روزانہ کے حساب اور بخاری شریف [illegible] پڑھ کے [illegible] آپس [illegible] استاد یہاں مقرر ہو جاویں جو انہیں قرآن و حدیث پڑھاتے ہوئے اصول فقہ اصول تفسیر علوم پر توجہ کرتے جاویں اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا متقی عالم و فاضل متبحر تجربہ کار حضرت مولوی حکیم نور الدین کے سوا کون ہو سکتا ہے لیکن اگر ان سے باقاعدہ عرصہ تک [illegible] ہوں تو پھر حضور ہی کے شاگردوں میں ایسے استاد منتخب ہو سکتے ہیں جو آپ ہی کے فیض کے مستفیض ہیں مثلاً مولانا [illegible] شیر علی صاحب ہیں شیخ عبد الرحیم صاحب ہیں مولوی محمد [illegible] صاحب ہیں قرآن مجید بخاری کے علاوہ صرف و نحو کے لئے میزان منشعب کا مطالعہ ضروری ہے [illegible] کی [illegible] کہ ایک [illegible] اپنے طور پر مطالعہ کر کے ایک [illegible] بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

تیسری تجویز اگر کوئی یہاں آنے سے معذور ہے تو پھر وہ [illegible] چاہئے کہ ہر ایک [illegible] کسی وقت مثلاً [illegible] صبح [illegible] ان میں سے عالم ہے وہ پہلے حضرت [illegible] کے درس کے نوٹ جو [illegible] ہیں [illegible] کے تفسیری پرچے دیکھے اور اگر ان آیات کے متعلق کوئی تفسیر حضرت مسیح موعود [illegible] کی ہے تو اسے بھی پڑھے پھر اپنے فہم کے مطابق بیان کرے

پھر بخاری جو آجکل با اعراب و مترجم مل سکتی ہے اس میں سے چند احادیث سناوے تیسرے درس حضرت مسیح موعود کی کتب کا ہونا چاہیے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اکثر احباب ان مسائل میں الجھتے یا غلط طور قائم کرتے ہیں جنکے بارہ میں حضور علیہ السلام تشریح و بسط سے اپنی کتب میں لکھ چکے ہیں علاوہ ازیں ان کتابوں میں حقائق و معارف کا ایک گنجینہ ہے اور غیر مذہب کی تردید اور نیز تمام مباحث کے لئے کافی ذخیرہ ہے جو عام طور پر ہے اور جو ان میں سے دین کے لئے ایک خاص وقت دینا چاہیے کم از کم حدیث کا سارا مجموعہ تو اردو میں بلوغ المرام اور منتقی آ چکی ہیں جو سب مترجم مل سکتے ہیں سفر السعادۃ و زاد المعاد بھی بہت مفید ہیں اچھا ہو منہاج الطالبین اور ایک مختصر رسالہ فقہ کی شرح نور الایضاح کے نام سے مشہور ہے وہ ہو تو ایک سال تک پڑھ جائے جس سے اسے مختلف احادیث سے فقہی مسائل مستنبط ہونیکا علم ہو گا

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بہت عمدہ کتاب ہے وہ بھی مترجم مل سکتی ہے عقائد و اعمال کے متعلق اسکے مطالعہ سے کافی استعداد حاصل ہو سکتی ہے اور مذاہب اربعہ میں خوب تطبیق کی ہے تصوف بھی ہے اسکے سوا احیاء العلوم امام غزالی اردو میں بھی مل سکتی ہے اور جسکی پہلی دو جلدوں کا مطالعہ بہت سی وسعت معلومات اور اخلاق فاضلہ کے حصول کا ذریعہ ہو سکتے علاوہ ان کتب کے جو حضور نے آریوں و عیسائیوں یہودیوں اور سکھوں شیعوں کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں مثلاً چشمہ معرفت نسیم دعوت سراج منیر آریہ دھرم وغیرہ ان میں سے الخلافۃ حضرت خلیفۃ المسیح کی تصانیف میں سے فصل الخطاب تو از بس بڑے اسلام کی پہلی کتاب ضرورت زمانہ . کتاب اور اس قسم کی بہت سی کتابیں ہیں جنکے پڑھنے سے معلومات میں بہت سا اضافہ ہو سکتا ہے . خدا انکو توفیق بخشے اب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے دوست اس تحریر کی جو بڑی دلسوزی سے انکی بہتری کے لئے لکھی گئی ہے کہاں تک قدر کرتے ہیں۔

ے منہاج الطالبین سے مینو بہت فائدہ اٹھایا ہے گو اس میں ایک نقص ہے کہ اس کی حقیقتوں سے جو چند ایک نور الدین ساقط ہو تو اعتدال کی راہ اختیار کی اس بسی کو مخفی مہمات کی کتابیں پڑھنے کے بعد جن میں حضرت تالیف کی جس میں ہر مسئلہ کے ساتھ فرض کی بیان کر دو حدیث لکھ کر اس میں رکھا گیا ہے +

چند خواص و قویٰ و استعدادات روح

بعض کور باطن نور بصیرت سے محروم ہونے کے باعث قرآن کریم جیسی فرقان بے نظیر کتاب پر جس کو علم ہی کا خزینہ کہا جائے تو بجا ہے نہ صرف یہی بلکہ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس میں روح کے خواص بیان نہیں کئے گئے حالانکہ دنیا میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے روح کی حقیقت بیان فرمائی اور کچھ متفرق طور پر عالم علوی و سفلی میں خواص عجیبہ پائے جاتے ہیں وہ سب انسانی روح کے وجود میں جمع ہیں چنانچہ فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم روح کی حقیقت اور اس کے خواص ایسے مفصل بیان کئے گئے ہیں کہ دنیا میں کوئی کتاب نہیں جو اس بارہ میں اس کا مقابلہ کر سکے اگر کوئی چند قوتیں اور استعدادیں حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں تحریر فرما کر وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آریہ صاحبان بالمقابل کر کے اسی بارہ میں بالمقابل ایک رسالہ لکھنے کے لئے تیار ہو جائیں تو ہم بھی ایک رسالہ علم روح کے متعلق ہم لکھیں اور اسی طرح آریہ صاحبان بھی اسی مضمون پر ایک الگ رسالہ لکھیں اور ہم دونوں فریق اپنی اپنی الہامی کتابوں وید اور قرآن سے دلائل پیش کریں اور آزمائش ہو جائے آخر میں سب قوتوں اور خواص کو جو آیات بینات قرآنی سے منقول ہوں مفصل اور مدلل طور پر اسی رسالہ میں لکھا جاوے اور قرآن کے موازنہ کی غرض سے ہم آریوں کو دکھلائیں مگر افسوس کہ اس چیلنج کا کسی نے جواب نہ دیا اور نہ کسی کو مقابل آنے کی جرأت ہوئی اور اب بھی ہم حاضر ہیں باقی خواص تحریر ہیں جو قرآن کریم کی آیات سے دئے گئے ہیں ان چند خواص کو اپنی فہم کے مطابق ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

(۱) قوت اشتیاق علم و معرفت۔ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ رب زدنی علما (۲) قوت تحصیل علم۔ علم آدم الاسماء کلہا۔ علم الانسان ما لم یعلم۔ الرحمن علم القرآن۔ علمہ شدید القویٰ (۳) قوت حفظ علوم حاصلہ۔ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ (۴) قوت محبت الٰہی۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ یحبہم ویحبونہ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۵) قوت عشق اور وصال الٰہی۔ الیٰ ربہا ناظرۃ رب ارنی انظر الیک۔ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت۔ (۶) قوت مکاشفات۔ فکشفنا عنک

ملائکہ ۔ انی سمیت ۔ احد عشر کوکبا ۔ انی اریٰک ۔ انی اسمعهم ۔ حمل قوتیں [illegible]
(٧) قوت فعل و انفعال ۔ کونوا مع الصادقین ۔ یوسف آویا ۔ فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ
(٨) قوت تبدیل تعلق اجسام ۔ واللہ خلقکم [illegible] ۔ وقضیں وما سوا [illegible]
(٩) قوت تعلق بالافاق ۔ [illegible] بالمؤمنین رؤف رحیم ۔ رسول کریم
(١٠) قوت ہیئت انقلابی [illegible] ۔ فالہمہا فجورہا وتقوٰہا ۔ فلما تجلی [illegible] استوی آتیناہ حکما وعلما وکذلک نجزی المحسنین ۔ [illegible] موسیٰ [illegible] ۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ
(١١) قوت حالات قبضیہ و بسطیہ ۔ [illegible] ثانی اثنین [illegible] ۔ [illegible] قال سلام قوم منکرون ۔ [illegible] فالقیہا الآیۃ
(١٢) قوت قبول [illegible] غیر متشابہ ۔ عطاء غیر مجذوذ ۔ رب زدنی علما
(١٣) قوت اصطباغ بصبغۃ اللہ ۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ
(١٤) قوت تمیز حسن و قبیح ۔ اعطی کل شیء خلقہ ثم ہدیٰ ۔ فالہمہا فجورہا وتقوٰہا ۔ لعلکم تعقلون
(١٥) قوت فعل و انفعال بمقابلہ اجسام ۔ یخرون للاذقان ویزیدہم خشوعا ۔ [illegible] خشوعا ۔ [illegible] المحسنین الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ
(١٦) قوت تاثر وجود خارجی حقیقی ۔ قالوا بلیٰ (١٧) قوت اظہار خواص تجسد یا انفصال اجسام و اشکال فاخرج لہم عجلا جسدا لہ خوار ۔ اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فیکون طیرا باذن اللہ
(١٨) قوت تجاذب یا قوت مقناطیسی ۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ الآیۃ ۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ۔
(١٩) بڑی اور ہر مقام پر بڑھنے کی قوت ۔ عطاء غیر مجذوذ
(٢٠) بعد مفارقت جسم سے تعلق رکھنے کی قوت جو ارباب کشف پر ظاہر ہوتی ہے ۔ [illegible] صل علیہم ان صلوٰتک سکن لہم ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(خاکسار محمد اسماعیل [illegible])

احمدی جماعت کا عقیدہ
امام مہدی کے متعلق

امام مہدی ضرور ہونے والا ہے جو شخص امام مہدی کے متعلق تمام روایات و احادیث کو غور سے دیکھے۔ وہ باوجود اختلاف اور پیشگوئی غور طلبیوں کے پایا جانے کے اس قدر مشترک پر ضرور ایمان لے آئیگا۔ کہ مہدی موعود آخر زمانے میں مبعوث ہونیوالا ہو۔ چنانچہ حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان (جنھوں نے بڑے تفحص سے مہدی کے متعلق روایات کو جمع کیا ہے) بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور لکھتے ہیں: "لاشک نیست کہ مجموع اخبار و آثار کہ در بارہ وجود وے و وقائع و حوادث و فتن و فتوح وغیرہ وارد شدہ افادہ صحت ظہور وے می کنند کیف ما کان"

روایات کی صحت کا معیار مہدی کے متعلق جو روایات ہیں وہ پیشگوئیوں کے رنگ میں ہیں۔ پس ان کی صحت کے متعلق ہیں۔ راویوں پر جرح قدح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ وقوع ثابت کر دیگا کہ کونسی روایت صحیح اور کونسی ضعیف ہے۔

شیعہ کا عقیدہ در بارہ مہدی ہمارے شیعہ دوستوں کی روایات بے عجیب اور جداگانہ نرالی۔ اس گروہ نے اپنے وقوم نے مہدی کے متعلق بھی جو عقیدہ وضع کیا ہے وہ تماشا ہے اور سراپا افسانہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے کئی صدیاں گذریں کہ مہدی صاحب پیدا ہو چکے۔ اور پھر ایک غار میں چھپے بیٹھے ہیں خدایاں نت ہم عرض کرتے ہیں عجیب ہے مولینا گر آپ ہیں کہ نکلنے کا نام نہیں لیتے۔ اگلے بھائیوں نے مسیح کو آٹھ صدیاں زندہ رکھنے کے لئے آسمان پر چڑھایا تھا کہ مگر

کیونکہ زمین پر تو آج تک کسی کا زندہ رہنا سنت اللہ و قول رسول کے خلاف ہے مگر ہم تو ان میں کہ زمین پر تو نہیں مگر زمین کی انتہا یک ستارہ کی زمین سے زندہ ثابت کر رہے ہیں اس عقیدہ کی نزاکت تو ایسی نہج پر ٹکا ہے۔ کہ میرے خیال میں آئندہ اس تردید کی بھی ضرورت نہیں۔

نزول مسیح .... اس عقیدہ کی تردید یوں بھی ہوسکتی ہے کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اور وہ آخری زمانہ میں بجسدہ العنصری نازل ہوگا کیونکہ یہ مقدمہ پہلے ایک دفعہ فیصل ہوچکا ہے اور ہم اسکی نظیر سو فیصد اٹھا چکے پورے تھے۔ میں میری مراد ایلیا کے نزول کو ہے جو اہل کتاب کے عقاید کے مطابق آسمان سے مسیح کے پہلے اترنے والا تھا۔ اور حضرت مسیح ناصری نے فیصلہ کیا کہ وہ یوحنا ہے جو اس کی خو بو پر ہے گویا کسی کے نزول سے مراد اسکی اس وقت میں کسی دوسرے شخص کا مبعوث ہونا ہے پھر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ان لوگوں کے عقیدے میں بموجب حدیث امامکم منکم امامت کا حق حضرت مہدی کو پہنچتا ہے۔ تو مسیح کو زندہ رکھنے اور اسکے اتنے ہزار سال خلاف کلام اللہ و کلام الرسول زندہ رہنے کا بار ثبوت اپنے ذمہ لینے کا فائدہ کیا ہے۔ امام تو وہ ہوگا ہی نہیں پس اسکے بارے میں اتنی بحثوں کی کیا ضرورت ہو

مسیح و مہدی ایک ہی شخص ہے ایک ہی صورت ہے جس سے یہ تمام اختلافات رفع اور تمام معضلات حل ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ آنیوالا مسیح و مہدی ایک ہی شخص ہو اور اسکے لئے سند جداگانہ ثبوت ہیں۔

(۱) یہ بات حدیث مشکوٰۃ سے ثابت ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفے دو امام نہیں ہوسکتے اگر ہوں تو ایک ان میں سے بشرط حکومت اسلام قتل کیا جائے پس امام مہدی اور عیسیٰ ابن مریم دو علیحدہ علیحدہ کیونکر امام ہوسکتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ مسیح تابع ہوگا۔ تو قرآن کو کہ رکھے گئے "امامکم منکم" اور "امامنا [illegible] منقطعا" جو آیا ہے اسکے کیا معنے ہیں۔ یہ سوال بھی قابل ہے کہ اگر امام مہدی مزعومہ اس سے پہلے فوت ہوگیا۔ تو اسکے بعد میں کون امام ہوگا کیا مسیح جس کے لئے یہ عقیدہ ہے کہ فی الحال [illegible] امام نہیں ہوسکتا

(۲) یسلب الملک من قریش۔ ایک مسلم حدیث ہے یعنی عیسیٰ کے نزول کے وقت قریش
سے ملک چھین لیا جائیگا پس جب مسیح آئیگا تو آپکی قریشی و سید مہدی کس طرح ہو سکیگا کیونکہ ان
سے اور ملک چھین لیا جائیگا بعض لوگ کہتے ہیں مسیح کے مشورے سے سب کام کرینگے مگر مہدی
کے لئے لکھا ہے کہ یقفو اثری ولا یخطی کہ میرے پیچھے پیچھے چلیگا۔ اور غلطی نہیں کریگا بلکہ
حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۹ میں تو یہاں تک ہے کہ یہ مقدمہ امام مہدی کے حضور پیش ہو اور یہ فیصلہ
اسنے کیا۔ اگر وہی حدیث نبی کریم کے پیش کیا جاوے تو یقیناً وہی یہی فیصلہ دیں۔

(۳) مفصلہ ذیل باتیں ایسی ہیں جو مسیح اور مہدی دونوں کے متعلق بیان کی گئی ہیں
(ا) مسیح کے متعلق ہے۔ یضع الحرب لڑائی موقوف کردیگا۔ یضع الجزیۃ اگر ایسی روایت
میں ہے۔ تو اسکے بھی یہی معنی ہیں کیونکہ کوئی شریعت محمدیہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔ پس حتی یعطوا
الجزیۃ کے حکم پر عمل نہ ہونے کے یہی معنی ہیں کہ لڑائی ہی نہ ہوگی اور جب نہ ایسے حالات میں
رکھیگا۔ کہ دین کے لئے کوئی جنگ پیش آئے تو جزیہ کیسا۔ اسی طرح مہدی کے بارے میں
حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۹ پر ہے۔ بیدار شد کشتہ مہدی عالم را و ترزیع و قوان را مہدی سوتے
کردیگا اور دونوں جہاں یگہ (ب) دونوں کے متعلق قسط و عدل سے زمین کو بھر دینے کا
ذکر آیا ہے لما ملئت ظلما و جورا یملا الارض قسطا و عدلا (ج) دونوں
پر علماء کی طرف سے کفر کا فتویٰ لگیگا۔ حضرت احمد سرہندی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ
یہ علماء جب انکے نکات معرفت کو نہ سمجھ سکینگے تو انکار کا فتویٰ دینگے۔ اور نواب صدیق حسن خان
لکھتے ہیں کہ علماء وقت تقلید کی عادت اور اپنے مشائخ کی اقتدا کے خوگر ہو رہے ہیں یہ مہدی
کو خانہ بر انداز دین و ملت کہنے میں جہل ذکر دینگے بلکہ حسب معمول علم و فقہاء وقت تکفیر کا
فتویٰ لگا دینگے۔ (د) مدت قیام بھی دونوں کے لئے چالیس سال آئی ہے مہدی کے متعلق
مختلف روایات میں ۵ سال، ۷ سال، ۹ سال، ۱۰ سال، ۱۹، ۲۰، ۴۰ سال، ۴۰ سال، چہل
مگر آخری روایت کو ترجیح ہے۔

(ھ) دونوں کیلئے تقسیم مال (مراد اس سے حقائق و معارف قرآنیہ سے ہے) کا ذکر ہے چنانچہ ابو داؤد میں تقسیم المال مہدی کے لئے آیا ہے اور مسلم میں یفیض المال حتی لا یقبلہ احد مسیح کے بارے میں ہے جبکہ یہ امر مسلم ہے کہ دنیاوی مال و دولت فانی ہے اور دنیا داروں کو دین کی محبت کم کرنیکے لئے آتے ہیں تو سخت نادانی ہے وہ شخص جو بوجہ اپنی شدت حرص کے یہ سمجھتا ہو کہ امام مہدی آئیگا اور مال و دولت بانٹے گا۔ ایسا ہی ابو نعیم مہدی کا نشان لکھتا ہے یستخرج الکنوز ویفتح مدائن الشرک اور الصدیق حسن صاحب مسیح کے متعلق اسی کا ترجمہ کرتے ہیں یعنی ظاہر شوند کنوز و فتح شود در زمان او (و) دونوں کا حلیہ بھی ایک ہی بتایا گیا ہے دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۴ کہ مسیح نہایت خوبصورت گندم گوں ہوگا ایسا ہی مہدی کے بارے میں ہے اور ضرب من الرجال (نعیم بن حماد)

(ز) ایسا ہی ابو نعیم مہدی کی دو چادریں علیہ عباتان سے بتاتا ہے۔ اور کانہ من رجال بنی اسرائیل سے اسکی سیادت شان کی طرف اشارہ کرتا ہے اور داعز ترمذی میں بین مھرودتین یعنی دو زرد چادروں میں۔ یعنی دو بیماریوں سے مراد ہے جو مہدی کے بدن کے حصہ اعلیٰ و اسفل میں ہونگی۔ (ح) دونوں پر وحی کا نزول ہوگا اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴ و ۴۳۰ سے ثابت ہوگا۔ جہاں لکھا ہے عیسیٰ را بعد نزول وحی می آید اور مہدی کے بارے میں ہے۔ وے حکم نکند مگر بالقائے ملک مسدد کہ خدا تعالیٰ سوئے او فرستادہ باشد (ط) مسیح موعود کے متعلق لیظھرہ علی الدین کلہ آیا ہے اور حدیث میں اسی آیت قرآنی کی تشریح یھلک اللہ فی زمنہ الملل کلھا الا الاسلام کی گئی ہے یعنی لیھلک من ھلک عن بینۃ کی رو سے تمام مذہب سوائے اسلام اسکے زمانہ میں دلائل و براہین سے مغلوب ہو جائینگے۔ اور مہدی کیلئے بھی یہی نشان مقرر ہے (ی) اگر خلیفۃ اللہ المہدی کے لئے فبایعوہ کا حکم ہے کہ اسکی بیعت کرو۔ تو مسیح کے لئے بھی رسول اللہ کا سلام پہنچانے اور کیف انتم سے اسکی اطاعت کا حکم ہے

اشارہ ہے کہ ایک تو مثیل مسیح و مہدی کی ایک پیشگوئی یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم میں مسیح موعود کے نزول کا
ذکر ہے اور مہدی کا ذکر نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مسیح و مہدی ایک شخص ہو
اور یہ امر اور بھی کھل جاتا ہے جب ہم امام بخاری کے اس عقیدہ پر غور کرتے ہیں کہ وہ وفات مسیح کے
قائل ہیں اور اس بات کے کہ مسیح امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اس مسیح کے لئے یکسر
الصلیب و یقتل الخنزیر تو مشہور ہے ہی مگر جب ہم ان علامات مہدی کو پڑھتے ہیں
جو ابن حجر نے (جزو قول مختصر میں لکھے ہیں کہ صلیب را بشکند و خوک را بکشد تو کوئی یقین ہو جاتا
ہے کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص ہے جو دو شانوں کے اعتبار سے ہے اندرونی اصلاح مہدیت
کے لحاظ سے ہوگی اور بیرونی فتن کا اندفاع مسیحیت کے اعتبار سے۔ لن تهلك
امة انا اولها و عیسٰی بن مریم آخرها۔ اس حدیث پر غور فرمایئے کہ نبی کریم صلعم
ابتداء میں اپنے ظہور اور آخیر میں عیسٰی کے نزول کا ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس امت
کو ہلاکت کا کچھ خطرہ نہیں بلکہ اس امت کا سب سے بہتر حصہ یا ابتدا میں ہے یا آخر میں۔ درمیان
میں فیج اعوج ہے۔ دیکھئے کسی تیسرے کا ذکر نہیں بلکہ جب ہم سورہ جمعہ کی پہلی آیات پر
غور کرتے ہیں تو وہاں بھی دو گروہ ہی پائے جاتے ہیں ایک بعث فی الامیین رسولاً
منهم دوسرے و آخرین منهم لما یلحقوا بهم۔ ایک تو وہ جن میں رسول اللہ مبعوث
ہوئے اور ایک وہ جو ابھی تک ان میں نہیں ملے اور ان میں بھی یہی رسول مبعوث ہوگا۔ اسی
آخرین کے متعلق اگر اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھیں جو سنی و شیعہ میں بالاتفاق مسلم ہے تو اور
بھی اس معاملہ پر روشنی پڑتی ہے کہ مسیح و مہدی ایک ہیں اور یہ کہ مہدی اہل فارس میں سے ہوگا
اور بخاری وہ صرف ایک ہی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جب صحابہؓ نے آخرین کے بارہ میں
سوال کیا تو رسول اللہ صلعم نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لو کان الایمان معلقا
بالثریا لناله رجل من ابناء فارس کہ اگر ثریا پر بھی ایمان چڑھ جائے تو ایک فارسی الاصل
اسے نیچے اتار لائیگا۔ یہ پیشگوئی امام ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ اس وقت

ایمان ثریا پر نہیں چلا گیا تھا اور پھر سب سے آخری اور قطعی دلیل ہے تو ابن ماجہ و حاکم کی حدیث ہے
کہ لا مھدی الا عیسیٰ کہ مہدی عیسیٰ بن مریم ہی ہے اور مہدی سے مراد من یھدی و
یصلح بہ الناس ہے نبی کریم صلعم نے اپنے خلفاء راشدین کو مہدیین فرمایا ہے

اب جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو
ہم اسکے نام نسب اور مولد کے متعلق تحقیق کرینگے

مہدی کا نام نام کے متعلق روایت ہے یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی اور اس لئے
اور اس اعتبار سے لوگوں نے اسکا نام محمد بن عبداللہ سمجھا ہے مگر تعجب ہے کہ اس نام کے بعض
مہدی ہو چکے مگر انہوں نے تسلیم نہیں کیا لیکن اسی حدیث اور میں یعنی واسم نبیہ کو بھی آیا
ہوا ہے جس سے ثابت ہے کہ نبی کریم کا نام احمد بھی تھا چنانچہ حضرت عیسیٰ نے اسی نام کے متعلق
پیشگوئی فرمائی اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر لکھتے ہیں کہ حضرت کا نام دنیا
میں محمد اور فرشتوں میں احمد ہے (دیکھو شرح) اور پھر اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵ میں صاف لکھا ہے
فان المھدی واسمہ احمد گویا دو روایات سے احمد نام کی تصدیق ہوتی اور باپ کے
نام کے متعلق اختلاف ہے چنانچہ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ مہدی کے باپ کا نام حسن ہوگا۔ پس قدر
مشترک اور متفق بات جس کو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ یہی ہے کہ مہدی کا نام احمد ہوگا اور
وہ اسی امت محمدیہ کا ایک فرد کامل اور آنحضرت صلعم کا ایک غلام ہوگا پس اس کا نام غلام احمد ہی
چاہیئے اور کیا ہے

نسب کے متعلق ایک حدیث میں ہے المھدی من عترتی من ولد فاطمہ یعنی میری عترت
سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ اب اسکے آگے اختلاف ہے کوئی کہتا ہے امام حسن کی اولاد سے
کوئی کہتا ہے امام حسین کی اولاد سے اور کوئی کہتا ہے المھدی من ولد عباس۔ یعنی عباس
میں سے ہوگا۔ اور کوئی اسے حضرت علی کی اولاد سے بتاتا ہے

قدر مشترک ان حدیثوں کا یہ ہے کہ مہدی اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور یہ امر سنی و شیعہ دونوں کے

اتفاق سے ثابت ہے کہ سلمان کو آنحضرت صلعم نے سلمان منا اهل البیت فرمایا ہے یعنی سلمان فارسی ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ پہلے میں بتا چکا ہوں کہ آخری مصلح ابنائے فارس میں سے ہونا ہے اور یہ بھی کہ نزول مسیح کے وقت قریش سے ملک چھینا جائیگا اور یہ بھی کہ مصلح ایک ہی ہے جو مسیح کہلائیگا۔ ان تمام روایات میں تطبیق کی ایک ہی صورت اور صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اس حدیث کو صحیح سمجھیں جو ابوداؤد میں روایت ابو سعید الخدری ہے کہ یخرج رجل من امتی یقول بسنتی کہ ایک عظیم الشان شخص میری امت سے پیدا ہوگا جو میری سنت کی ترویج کریگا۔ اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیگا دوسری حدیث میں بعث فیہ رجل منی فرمایا اور منی کے معنی وہی ہیں جو ذلک فانہ منی لیس منی ولست منہ کے حل ہوتے ہیں یعنی روحانی تعلق بشرطیکہ میرے ساتھ ہوگا۔ اور حقیقت دنیا کے رشتے روحانی تعلق کے اعتبار سے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کے متعلق جب بلکہ رحم عرض کرتے ہیں۔ ان ابنی من اهلی تو ارشاد ہوتا ہے انه لیس من اهلك۔

پس ایک منصف مزاج انسان ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اسے ان احادیث مختلفۃ الالفاظ کو جو مشترک ہی ثابت ہوگا کہ مہدی اس امت میں سے ہونے والا تھا۔ اور وہ بوجہ تعلق شدید آنحضرت صلعم سے ہوگا۔ اسی واسطے یشبہہ فی الخلق فرمایا یعنی آپ صلعم کی خو بو پر ہوگا۔ اور ہم بھی ایک ہی ہوگا بلکہ ایک ہی قبر روحانی میں داخل ہونگے۔ تو یہ ثابت ہوا کہ وہ بروز محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اور وہ ابنائے فارس میں سے ہوگا اور اہل بیت میں سے بھی ہوگا۔ اور اسکی نسبت فاطمی ہوگی جیسی کہ ہمارے امام مہدی مرزا غلام احمد صاحب کی بعض دادیاں فاطمی نسل میں سے تھیں۔ اور آپ کے ایک کشف صحیح سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔

مہدی کا مقام مولد کے متعلق بھی روایات میں اختلاف ہے۔ کوئی مدینہ بتاتا ہے کوئی مکہ کوئی مغرب کوئی مشرق کوئی خراسان کی طرف مگر محققین نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ دالی روایت کو ترجیح ہے چنانچہ صدیق حسن خان حجج الکرامہ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں۔

کہ باقی اقوال مقصود نیست بالاتفاق و ذکر باشد۔ مگر جس حدیث سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ روایت ام سلمہ ابو داؤد میں ہے اور جب ہم اسے ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف **عبداللہ بن زبیر** کے تاریخی واقعہ کو پڑھیں تو اس میں کچھ شک نہیں رہتا کہ یہ حدیث اسی پر صادق آتی ہے کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس نے معاویہ کی وفات پر یزید کی بیعت سے انکار کیا اور بھاگ کر مدینہ سے مکہ میں پناہ گزین ہوا اور یہاں مسلمانوں نے اسے خلیفہ مانا اور اس کی بیعت کی اور لطف یہ کہ اس حدیث میں **مہدی** کا نام بھی نہیں بلکہ **رجل** فرمایا۔ اس بات کو مد نظر رکھکر اور مسیح و مہدی کے ایک ہونے اور مسیح کے آدم کے ساتھ نسبت رکھنے اور بموجب آیۃ کریمہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم ارض ہند کے ساتھ ایک خاص مناسبت کے لحاظ سے اور ان احادیث پر غور کرنے کے اعتبار سے جو درج ذیل ہیں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ **مہدی** نے مشرق میں ہی پیدا ہونا تھا۔ سمرقند اور خراسان کی روایت کی بھی تطبیق ہوتی ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے آباؤ اجداد وہیں سے آئے تھے۔ مسجد اقصیٰ والی روایت بھی ٹھیک ہو سکتی ہے کیونکہ خدا نے نبی کریم کے زمانہ میں ہی کے لحاظ سے قادیان کی بڑی مسجد کو مسجد اقصیٰ فرمایا ہے گویا تمام روایات کو اکٹھا کر کے قدر مشترک پر ایمان لانے کی صورت میں منحصر ہے کہ مہدی موعود کا ظہور ہندوستان میں ہو جائے۔ کیونکہ جیسا کہ عام علماء کا خیال ہے کہ وہ امام کوئی یمن میں نہیں مگر دمشق کے مشرق کی طرف ہوگا۔ کاوین صوبہ اور حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ دیکھو جواہر الاسرار مطبوعہ سنہ ۱۳۰۱ء میں خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد قال النبی صلعم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعہ اور کدعہ مشرق میں ہے۔ اور دمشق کے بارہ میں جو روایات ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ یخرج رجل من ولد الحسن بن علی من قبل المشرق
دمشق کا لفظ تو آپ نے پڑھ دیا اور اولاد حسنؑ سے ہونے کی حقیقت میں پہلے بیان کر چکا ہوں

یہ حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰ کی روایت کے متعلق تو آپ نے ذکر فرمایا ہے جو دوسری جگہ مروی ہے۔ منہ

۲- اِن ابیہ یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمہدی سلطانہ کہ مشرق کے لوگ سلطان مشرق کی تائید کریں گے۔

۳- دجال کے ظہور کے متعلق صدیق حسن خان صفحہ ۳۹۰ حج الکرامہ میں لکھتے ہیں۔ اما محل خروجش پس مشرق است جزما پس مہدی نیز جو دجال کے فتن کو دور کرنے کے لئے مبعوث ہوں گے لا محالہ اسکا ظہور بھی مشرق میں ہی چاہیئے چنانچہ نواب صاحب لکھتے ہیں مشرق بناخر محل فتن است پس محل مبعث او ایمان نیز ہست

Digitized by Khilafat Library

۴- مسیح اور مہدی کے فرض لیظہرہ علی الدین کلہ اور یضع الحرب پر جب غور کیا جائے تو صاف کھلتا ہے کہ انکا ظہور ایسی جگہ چاہیئے جہاں تمام مذاہب باطلہ کے نمونے موجود ہوں اور پھر ایک پُر امن سلطنت ہو تا کہ کسی ناحق کی روک سے احقاق حق و ابطال باطل ہو سکے اور اس امر کے ماننے میں کسی کو پس و پیش نہیں ہو سکتا کہ صرف ہندوستان ہی وہ ملک ہے جس میں تمام مذاہب کے نمونے پائے جاتے ہیں اور جس پر ایک عادل اور پر امن سلطنت حکمران ہے۔

۵- ایسے ہی اور اشارات جو علامات ظہور مہدی میں وارد ہیں مشرق میں ہی ظاہر ہونے بیان کئے گئے ہیں مثلاً ستارہ ذوالسنین کی نسبت یطلع من المشرق آیا ہے۔ ایک اور حدیث کے ہے من قبل المشرق ہے۔ بلکہ طاعون قحط زلازل بھی مشرق ہی میں ہو

۶- کتب سابقہ میں بھی مشرق کے متعلق پیشگوئی ہے چنانچہ یسعیاہ باب ۴۱ آیت ۲ کے پڑھنے سے امر واضح ہے۔

ہم اب ظہور کے مقام کے بارہ میں بحث کر چکنے کے بعد اس امر پر غور کرنا باقی رہ گیا کہ وہ علامات پوری ہو چکیں یا نہیں جو ظہور مہدی کے لئے مقرر ہیں سو انکے لئے جزئیات کا گننا کوئی ضروری تو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ صدیق حسن خان نے تمام روایات و علامات کو اپنی کتاب میں جمع کیا اور انکے بارے میں لکھا کہ سب پوری ہو چکی ہیں صرف ظہور مہدی باقی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

زمانہ قائمی منتظر قریب الوصول وجود اقرب است نیز اگر . . . . . . وقوع امارات صغریٰ
دیکھیں وآخر عظیم عالم و اہل علم و ضعف اسم اسلام و رفع علم . . . . . . امارات جلیہ و علامات
بینہ قرب زمان ظہور است اور اقتراب الساعۃ کے صفحہ ۹۴ و ۱۴۹ پر بھی یہی مضمون ہے۔

علامات ظہور مہدی گزشتہ ظہور مسیح میں یک رنگ ایسے نشانات بیان کئے گئے تھے سو چند ایک یہاں بھی لکھے دیتا ہوں۔

(۱) خروج دجال جس کے فتنے سے بچنے کے لئے سورہ کہف کی اول و آخر دس آیات کے پڑھنے کا حکم ہے صرف انہی کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ وہ کونسی قوم ہے اور پھر دجال کے معنوں کو اختلاف کیجئے معہ القضائین کی اطراف اور دوسری طرف دجال واحد اگر یغطون الدنیا بالدین جمع ہو۔ اور لغت میں اسکے معنی طائفۃ عظیمۃ یحمل المتاع للتجارۃ لکھا ہو۔ اس حقیقت کا مشرب میری تشریح کی حاجت نہیں۔

(۲) خروج یاجوج ماجوج جن کی حقیقت ان قوموں سے واضح ہے جو جرمنی و برطانیہ میں اب تک موجود ہیں اور انکے لغوی معنی یعنی آگ سے کام لینے والی قومیں اور پھر حزقیل نبی کی کتاب جس میں اسے جوج و روس و مسک و توبال کے سردار ٹھہرایا گیا ہے اور پھر جنوں کو سکھ دینا اور آسمانی اجرام کی تحقیقات میں کامیابی اور ہر بلندی پر چڑھنا یعنی ہر مشکل کام میں دخل اور کان ایسے لمبے ہونا کہ ہزاروں میل کی خبر سن لیں ان تمام باتوں سے واضح ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔

دجال یاجوج ماجوج کی حقیقت دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق جس قدر نشانات ہیں انکے متعلق دو باتوں کا خیال ضرور رہنا چاہئے۔ ایک یہ کہ یہ دونوں قومیں آدم کی نسل میں سے ہیں پس جو نشانات ہیں انکے ظاہری معنی وہی ہوں ٹھیک ہے جو انسانی حالات کے مناسب ہے۔ دوم یہ کہ کشفی الفاظ ہیں جو کشف و خواب کی باتیں معانی کی تصاویر ہوتی ہیں کوئی ضرور نہیں کہ وہی صورت نظر آئے جو خواب میں کبھی کبھی تمثال کے پیچھے ایک تو

دجال کے گدھے کی پیشگوئی پر غور کیجئے جس قدر بھی باتیں ہیں یعنی اس کا لمبا ہونا۔ صبح و شام چلنا
ایسی تیز کہ ریل پیچھے رہ جائیں آگے پیچھے حرکت پیدا ہونا آوازیں دینا یہ سب ریل پر صادق آتے
گو سواری اور بار برداری دونوں کے مقصد کو پورا کرنیوالی سواری گو نبی کریم کے کشف میں گدھے
کی صورت میں پیش ہوئی تو تعجب کی بات نہیں سورہ یوسف میں جو خواب ہیں ان پر غور کرنے
خوابوں کا فلسفہ معلوم ہو سکتا ہے دیکھو وہاں قحط کے سالوں کو گائیوں اور بالوں کی صورت
میں دکھایا گیا اور بھائیوں کی فرمانبرداری کو ستاروں کے سجدہ کرنے کی شکل میں۔ دوم ابتداء حس
یہ طاعون بیماری تھی کیونکہ اسی پر یہ بات صادق آتی ہے کہ تکلمھم ان الناس کانوا
بایاتنا لا یوقنون گو آپ صلعم نے کشفی نگاہ میں ایک عجیب مخلوق [illegible] کی صورت
میں دیکھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اب بھی لوگوں کو کسی بیماری کی آمد کی خبر ایسے کشوف
میں دی جاتی ہے کئی لوگوں کو امراض کا تجربہ ہوگا کہ انہوں نے خنزیروں کو دیکھا یا بعض
کو ہاتھیوں کو یا اونٹوں کو کہ وہ گاؤں میں آ رہے ہیں اور بعد ازاں وہاں بیماری پھیل گئی
ایک غور طلب امر ہے لیکر میری اس تشریح پر غور کریں۔

۳۔ نصاریٰ کی حکومت کا تمام روئے زمین پر پھیلنا۔ (تاریخ انگریز صفحہ [illegible])
۴۔ امت محمدیہ کے افراد کا یہودی صفت ہو جانا (صفحہ [illegible]) لکھنے سے بہتر طریق یہ ہے کہ
یہودیوں کے تمام حالات و صفات قرآن مجید سے الگ لکھ لیں اور پھر افراد امت پر غور
کریں کہ کیا یہ سب باتیں آجکل کے مسلمان کہلانے والوں میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔
۵۔ قرآن کی کس طرح بے ادبی ہوئی جو اسلام کا صرف نام یعنی صرف نام کے مسلمان کا کام [illegible]
مسلموں کے اپنی شادیوں بیاہوں موتوں اور عورتوں کے مراسم پر غور کرو۔ کوئی بھی ایسی
جو رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام یا ائمہ عظام سے ثابت ہو اور علماء کی کوشش فقہا
[illegible]
احمدی ہی سے منگوا کر پڑھئے۔ اور ہرگز نہ کہیں کہ میں کیوں احمدی ہو گیا [illegible]

[illegible]

نواب صدیق حسن خان اس بات کے مقر ہیں دیکھو صفحہ ۱۰۰ مصداق تمام وہی حدیث زمانہ است ۶۔ تجارت کا پھیلنا حتیٰ کہ عورتوں کا اس میں دلچسپی لینا۔ ۷۔ شراب خوری کی کثرت ۸۔ دنیا میں ڈوگری کا عام ہو جانا۔ ۹۔ ناجائز اولاد کی کثرت ۱۰۔ جھوٹی گواہیاں ۱۱۔ مختلف خیالات و مذاہب کا ظہور حتیٰ کہ ایک ایک گھر میں کئی مذہب ۱۲۔ قطع رحم ۱۳۔ کثرت ارتداد ۱۴۔ کتابوں اور اخباروں کا پھیلنا ۱۵۔ ۱۶۔ اونٹنیوں کا بیکار ہو جانا ۱۷۔ زمین کا اپنے خزانے اگل دینا ۔ آسمان سے جلد بڑھنا ۱۸۔ کاشتکاروں اور تجارتیوں کا زور ۱۹۔ دل ایسے سخت کہ ہر بات پر قسم کھائیں اس سے نہ ڈریں ۲۰۔ بھائیوں کا اختلاف ۲۱۔ اہل مسجد کی حرمت کم کرنے بجائے داڑھی ۲۲۔ ۲۳۔ صالحین سے دشمنی رکھنا ۲۳۔ امانات میں خیانت ۲۴۔ علماء کا امراء کے تابع ہو جانا ۲۵۔ مسجدیں بہت مگر نمازیوں سے خالی ۲۶۔ فتنے پر فتنے مصیبت پر مصیبت ۲۷۔ دجال کا خروج ہونا ۲۸۔ حلال اور حرام کی تمیز کا اٹھ جانا ۲۹۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا ترک۔ ایسی ہی اور کئی علامتیں ہیں۔ جن کے ظہور میں کسی کو شک نہیں۔

مہدی کے ظہور کا وقت پھر علمائے مصر اور اہل کشف نے جو وقت مقرر کیا جس صدی کو متعین کیا وہ بھی تیرھویں یا چودھویں صدی جس کی طرف وہ حدیث رہنمائی کرتی ہے جس میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا اور اس کل امت کے دوسرے معنوں کے لحاظ سے یہ بھی نکلتا ہے کہ عظیم الشان مجدد اس وقت پیدا ہوگا جب ہر صدی کا سر ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ یہ صدی ایسی ہے جس میں تمام قوموں کے سنوں کی صدیوں کے سر ختم ہو جاتے ہیں۔ جنتری نکال کر دیکھو تو پھر چودھویں صدی کا شروع ہو جانا، بلکہ ایک چوتھائی سے زیادہ عرصہ گزر جانا اور کسی مدعی مجددیت کا سوائے حضرت مرزا صاحب کے ظاہر نہ ہونا اور پھر جو فتن اس وقت ظاہر ہیں ان میں سے بڑا فتنہ پرستاری صلیب اس کے رفع کی طرف سوائے آپ کے کسی کا متوجہ نہ ہونا اور کسر الصلیب اور قتل الخنزیر کے ادعا اور دوسری طرف غلام احمد قادیانی کے ادعا وہ سب باتیں مل کر بتاتی ہیں کہ مہدی کے ظہور کے لئے یہی صدی تھی۔ حدیث مجدد

قوم احمد قادیانی ہی کے لئے مقدر تھی پیدا کر سکے۔ اس کے اندر یہ اشارہ مخفی تھا پھر اللہ
محمدی کا غلام دوسری کا مثیل ہوگا اور مسیح خلافت محمدیہ کے اندر جس میں تمام خلافتوں کا نمونہ
جمع ہونا تھا اور ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ اور ان اللہ متم نورہ اور اسلام
کو دجال سے ایک تعلق اور نبی کریم کے نور سے منسوب ہونا بتلاتے۔ یہی پیشگوئی صاف بتاتی ہے کہ جیسا
چودہویں صدی میں اسلامی قانون قدرت بدر ہو سکتا ہے۔ اور اس صدی میں آپ کا ظہور قریب
ہو خوارق پھر بڑی بڑی نشانیوں کا آپ کے دعوے پر اللہ تعالیٰ بدر کی طرح ہے ورنہ ظاہر
ہوتا اور یہی اس کی تائید کرتا ہے

مرزا غلام احمد امام مہدی ہیں

چنانچہ سنہ ۱۸۹۴ء مسیحیین ۱۹۶۶ء میں ظاہر ہوئی (۱) آگ ہو گئی اس کی تشہیر آسمان کے افق کو سرخ بنانے رہی اور صدیق حسن خان
اس کی تصدیق کرتا ہے اور پھر سنی شیعہ کی متفقہ روایت کے مطابق سنہ ۱۳۱۱ھ میں چاند کو
تیرھویں رات کو اور سورج کو اٹھائیسویں تاریخ ماہ رمضان میں غیر معمولی طور سے گرہن لگا اور جمع
الشمس والقمر کے بعد ابن المغیرہ کے ماتحت دم دار ستارہ طلوع ہوا (۳) آسمان سے ندا کا آنا حق
کی تجدید اور مسیح موعود پر یقین کی گئی ہیں ہے جو حدیث "قمر کی پیشگوئی" کی طرف اشارہ ہے
جس کی حضرت مرزا صاحب کے ساتھ چند روز کشتی رہی اور آخر ان سے ... میں مرزا کی پیشگوئی
فرمائی تھی ... قرآن ... جس میں آنحضرت صلعم کو داخل کئے گئے ہیں
کہ اور اس برج سے ... اور مسیح ... کا جسد ... قسم دکھ ... ثابت
ہوتا ہے۔ ایک سال کے اندر ... رمضان میں جمعرات کو ایک دن اور دن کے آخری حصہ
میں کسی کے قتل ہونے کی خبر اور ... ہونا۔ اور اسی کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا
لیکھرام کے مقتول ہونے کی پیشگوئی کرنا اور کشف میں کسی فرشتہ کو اس کے قتل پر آمادہ دیکھنا۔

---

(۱) ... میں کر ... کی گرہن ... ماہ رمضان ... کہ ... القرآن ...
اور حدیث میں خسوف القمر ... تیرھویں ... گرہن ... اور ... الشمس ... کی ...
نہیں آیا۔

پھر دوبارہ [illegible] کی [illegible] جہاد اور قومی [illegible] کا پیدا ہونا اور اس کے بعد شور محشر بپا ہو۔
(۶) ایک شخص ذکیہ کا شہید ہونا جس کو شان [illegible] کی پیشگوئی کے مطابق صاحبزادہ
عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ اور دین شخص اس جرم پر سنگسار کیا گیا اور [illegible] جہاد کا قائل نہیں
اور حضرت مرزا صاحب کو امام مہدی مانتا ہے (۷) [illegible] آسمان اور زمین [illegible] یہ سب
مہدی ہے [illegible] مشرق سے مغرب تک [illegible] اسی فرشتے کے مطابق [illegible] لوگوں کو خواب آ
اور اولیاء عظام کو کشوف ہیں [illegible] بعض کو الہام ہونا کہ یہی مسیح آسمانی آواز کے [illegible]
جس کی تصدیق میں کم از کم بیس ہزار احمدی کو پیش کیا جا سکتا ہے اور [illegible] انبیاء [illegible]
[illegible] کے ذریعہ مشرق سے مغرب تک یہ خبر پھیل جانا (۸) اور مہدی کے وقت ایک پُر امن
سلطنت کا ہونا جس میں بکری اور شیر [illegible] ایک گھاٹ پانی پئیں گے اور القت ما فیہا کے
مطابق زمین کے مختلف خزانوں اور عجائبات کا نکل آنا (۹) اور [illegible] کثرت کے
ساتھ ہونا (حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۴) (۱۰) اور اذا زلزلت الارض زلزالها اور ترجف
الراجفة تتبعها الرادفة کے مطابق پے در پے زلزلوں کا آنا (۱۱) اور جیسا کہ حدیث [illegible]
[illegible] ۳۴۴ اور [illegible] میں آیا ہے کہ مسیح کے نزول ثانی کے وقت چاند اپنی روشنی نہ دے گا سورج
بے نور ہو جائیگا اور بڑی بڑی [illegible] طاعون اور موت [illegible] کا زور ہوگا (۱۲) [illegible]
جو بوجہ شدت طاعون کئی سال بند رہا (اقترب الساعۃ صفحہ ۳۶) (۱۳) دنیا کی [illegible]
کا [illegible] (اقترب [illegible]) [illegible] کی تباہی اور زلزلوں سے [illegible] کی تباہی
(۱۴) اور آپ کے زمانہ میں اسلام کو اس قوت [illegible] حسب فرمان [illegible] لیظهره
على الدين كله کی پیشگوئی کے ماتحت آپ کے [illegible] سب پر غالب رہنا (۱۵) اور ایسے علامات میں
[illegible] کہ قومیں [illegible] ہونگی۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت مرزا غلام احمد ہی مہدی موعود
ہیں جن کا نام [illegible] مقام مشرقی [illegible] قادیان [illegible] فارسی [illegible] اور دیگر علامات

میں ولی اللہ ہونے میں دیکھ چکا ہوں اور وہ حلیہ بھی آپ ہی کا ہے صادق آتا ہے جو احادیث میں ہے کہ گندم
گوں سرخی مائل رنگ اکثر صحت میانہ قد روشن پیشانی اونچی ناک کمان ابرو کلام جسم زبان میں
کسی قدر ثقل ریش مبارک گھنی سر کے بال کانوں تک حدیث اللہ علیہ السلام اور میانہ معلوم ہوا
کو بھی الہام سے آئے ہیں وہ سب علامتیں آپ میں موجود ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے پچیس چالیس سال
کے درمیان میں خدمت دین پر کمربستہ ہوں اور چالیس سال تک رہنا جیسا کہ براہین احمدیہ پر لکھتے
ہیں کہ دمشق میں الہام ہوا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور ۱۹۰۸ء
میں آپ کا وصال ہوا جس کے بارے میں ڈھائی سال پہلے آپ نے خبر دی اور مطابق آیت
قرآنی الوصیت لکھ دی۔

آپ کے صدق پر حجت ناطقہ

اگر یہ باتیں کسی کی سمجھ میں آئیں تو آپ پر ایمان لانے کے لئے کافی نہ سمجھے تو ایک
اور طریق ہے وہ یہ کہ تمام دعاوی کا فیصلہ قریب ہے کہ آپ نے خدا کا فرستادہ ہونے کا
دعویٰ کیا لیکن آپ کے دعویٰ کی پڑتال ابھی ہو سکتی ہے اور اس پر کہا جائے کہ کسی اللہ کے بھیجے ہوئے کو شناخت
کرنے کے لئے ضروری ہے ہر ایک شخص کسی نہ کسی کو راستباز تسلیم کرتا ہے پس وہ اپنے ذوق کے مطابق
ہی بشرطیکہ وہ ذوق صحیح مطابق آیات قرآنی و احادیث نبویہ ہو تحقیق کرے مختصر اتنا ہی غور کرے کہ
نبی کریم صلعم نے جلیل القدر انسان کے بارے میں فرمایا ہے و لو تقول علینا بعض الاقاویل
لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کہ اگر وہ تقول کریں تو ہم رگ جان کاٹ دیں اور فرمایا
ہے قد خاب من افترٰی مگر آپ چالیس سال نزول وحی کا دعویٰ بڑے زور شور سے متواتر
کرتے ہیں اور پھر عذاب الٰہی کا نزول خارق عادت ہوتا ہے اور آپ پیشگوئی انی احافظ
خاصۃ شخصوں وہ موت سے بچتے ہیں اور جو کام شروع کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں اور اس میں کامیاب
ہو کر مرتے ہیں کیا ایسا شخص مفتری ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ دعویٰ گورنمنٹ میں ایک مفتری
تھا کیونکہ دشمن وہ ابھی پکڑا جائے اور خدا کی سلطنت میں یہ اندھیر کہ چالیس سال وہ سچے دعوے کرتا
رہے اور ایک عالم اس کا متبع ہو پھر وہ کامیابی پر کامیابی دیکھتا جائے ابتدا میں تنہا و بے کس ہو

یہ تمام نشان جو ہزارہا کی تعداد میں شائع ہیں کہ وہ قانون حسن کامل تحقیق اور پیرا کے مطابق ہیں جو علماء و شعراء اور فقراء کے دشمنوں تک نے زور لگایا کہ آپ کی طرف سے جھوٹ منسوب ہو عالم ہو کہ امریکہ تک سے لوگ آئیں اور پھر وہ عارضی طور پر جوش و محبت کی کشش نہ ہو بلکہ آپ کی وفات کے بعد اب تک تین چار سو کی ایک دینی جماعت دیکھی جائے جو دن رات قرآن پڑھتے ہوں اور دین خدا کی اشاعت میں مگر اور پھر اپنے طور پر ہر ایک ان میں سے کسی نہ کسی بات میں کامل ہو اور وہ جماعت جمع بھی ایسے گاؤں میں ہو جس کو نہ ریل نہ دیوان نہ وضع قطع نہ کوئی کشش دنیا میں موجب کشش ہو بلکہ معمولی طور پر کیا تم دنیا کے کسی حصہ میں ایسے گاؤں کا پتہ دے سکتے ہو جہاں ایم۔ اے مولوی فاضل اور بڑے بڑے محقق عالم اس سنسان گاؤں میں گاؤں والوں کی اتباع ہوں اور قرآن کے ماتحت ہیں جو اور وہ اپنی زندگی دین کے لئے وقف رکھتے ہوں میرے خیال میں یہی ایک زندہ نشان آپ کی صداقت کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ اس حالت کی خبر قبل از وقت شائع کی گئی ہو تو

آپ کی صداقت پر براہین ساطعہ

ایک معجزہ ہے ان کرامات میں سے جو آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئیں اگر آپ معجزات اور سب کرامتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تو تریاق القلوب حقیقۃ الوحی دیکھیں فہرست ذیل ہے تو کرامات الصادقین منگوا کر دیکھیں اور دیکھیں کہ اس قدر شہادت کسی جھوٹے کے لئے بھی خدا کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہے اور اگر آپ ان نشانوں سے کچھ جانچ کے اصول مستنبط از قرآن و حدیث دیکھنا چاہیں تو معیار الصادقین حصہ اول دیکھیں اور پھر ان معیاروں پر حضرت امام کا دعویٰ پرکھیں اور اگر آپ تعلیم دیکھنا چاہیں تو تعلیم المہدی پڑھیں اور دیکھیں کہ ایسی پاک تعلیم کا سر چشمہ سوائے اس دل کے ہو سکتا ہے جو خدا کے ہاتھوں سے صاف اور مطہر اور وحی الٰہی سے منور کیا گیا ہو مگر ان میں سے کچھ بھی جس پر سے آگاہ نہ کرنا ہو تو آپ صرف اتنا ہی غور کریں کہ آپ کا اگر حضرت نے دعویٰ کیا تو کیوں کیا کیا آپ نعوذ باللہ مجنون تھے کیا ۸۰ کتابوں کا مصنف کہ ہر ایک ان میں سے معارف و حقائق کا ایک گنجینہ اور تمام مذاہب باطلہ کا پول کھولنے والی ہے مجنون ہو سکتا ہے کیا آپ کی بڑی جماعت کا امام اور ان میں وحدت کی روح پھونکنے والا

دیوانہ ہے اور آپ نعوذ باللہ دنیا پرست تھے گر تھوڑا آخر اسکا کوئی نشان بھی چاہیئے اگر مرزا صاحب
روپیہ کی آمد کو ڈاکخانہ کے رجسٹروں سے پتہ لگ سکتا ہے۔ پھر آپ نے کوئی جائداد خریدی کوئی زمین
حاصل کی کوئی مکان عالیشان اپنی ذات کے لئے بنوایا اپنی اولاد کے لئے گدی نشینی کی وصیت
کی ہرگز نہیں جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو آپ بتائیے کہ پھر یہ دعویٰ کیوں کیا اور آپ
کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ساری دنیا کو اپنا دشمن بنائیں اور سخت مشکلات میں گزاری کیا ایسے
موقعوں میں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اگر دعویٰ مسیحائی نہ کرتے تو ہم انکی جوتیوں کو
سرمہ بناتے کیا یہ صحیح نہیں کہ اگر آپ یہ دعویٰ نہ کرتے محمد حسین بٹالوی کا سا مولوی آپ کا
مطیع فرمان رہتا مگر آپ نے خدا کے حکم کے سامنے مخلوق کی کچھ پروا نہ کی اور اس نے آپ
کی ایسی تائید کی کہ ہزاروں دشمن مولوی آپ کی آنکھوں کے سامنے ذلیل ہو کر اور خوار کی
زندگی دوسروں کے لئے نمونۂ عبرت ہیں۔

اطمینان کی تیسری صورت

یہ طریق بھی اگر کسی کے اطمینان کے لئے کافی نہیں تو میں
ایک اور صورت بتاتا ہوں وہ یہ کہ دو فریق ہیں ایک مہدی کا منکر ہے لیکن دوسرا فریق مہدی
کو مانتا ہے اور اس عقیدہ پر واسطے نبی کریم صلعم کی پیشگوئیوں کی بھی تصدیق کرتا ہے اور ان
فیوضات و انعامات کا وارث ہوتا ہے جو اس ایمان کے ساتھ مختص ہیں اب ان دو میں سے
کونسا فریق حق پر ہے اگر بفرض محال دو مزعومہ مہدی ہی نکلا تو حضرت مرزا صاحب کے مہدی
ماننے والے فریق کا کیا نقصان ہے وہ اسکو بھی مان لیں گے لیکن اگر یہی مہدی موعود ہے اور
ضرور ہے تو پھر منکرین کا کیا حال ہو آپ خود ہی سمجھ لیں۔

اطمینان کا چوتھا پہلو

دوم اس وقت تمام قوموں میں ترقی کا خیال موجزن ہے اور ترقی کا دار و مدار
وحدت پر موقوف ہے اپنی جگہ آریہ ہیں عیسائی اپنی جگہ مسلمان اپنی جگہ
چنانچہ اس کوشش کیلئے کئی انجمنیں قائم ہو چکی ہیں مگر ایمان سے کہئے ان میں سے کسی کو بھی
کامیابی ہوئی ہرگز نہیں مگر یہ مسئلہ ہے کہ حضرت مرزا کی جماعت میں باوجود مختلف المذاق

مختلف الطبائع مختلف الاحوال مختلف الالوان ہونگے وحدت کا نمونہ اور مقلد غیر مقلد شیعہ وہابی نقشبندی قادری چشتی پرانے اور نئی روشنی کے تعلیمیافتہ غرض سب کے سب اس جماعت میں داخل ہوتے ہی بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں رہتا اور ایک شخص کے اشارے پر کٹ پتلی کی طرح چلتے ہیں یہی کیا ایک بین ثبوت اس کا نہیں کہ تمام دینی اور دنیوی ترقیوں کا راز اب اس بات کی طرف داعی نہیں کہ آپ سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہو جائیں پھر گرنٹ کے لئے سب کچھ ہے ان خصوصیات جماعت کی ہی ہو سکتی ہے جو حقیقی مہدی کی آمد کی منتظر نہیں جو امام کے ... ہے بالکل منفرد ہے اور حقیقی مہدی تو یقیناً انسانوں کی زندگی سے جو یقیناً ایک بہشتی زندگی ہے اور شناخت کی ہوئی ہے اور اپنی قوم کے لئے تیار کر رہا ہو اور رکھنے کے لحاظ سے بہت ہی مفید ہے وہ قوت ہے اس سے اقوال قویہ و براہین قاطعہ سے مسلح ہونگے باعث اور اپنے مظفر و منصور و مصلح عالم ہے اور اس کا ثبوت اس کو بخوبی دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ جب آریہ یا عیسائیوں سے مباحثہ پیش آتا ہے تو ہمارے علماء سلسلہ کی کتابیں بہت کام آتی ہیں اور جب کوئی مباحثہ ہوتا ہے تو اس میں ان کو جانے کے کہ احمدی مبلغ احمدیوں کو کیا جانتے ہیں کوئی نہ کوئی احمدی لیکچرار ضرور طلب ہوتا ہے اور جب کوئی عیسائی سوال کرتا ہے کہ تمہارا نبی کہاں ہے وہ تو آسمان پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا اور گناہوں سے پاک ہے یا وہ جو مدینہ کی خاک میں مدفون ہے اور جس نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اور جس کے لئے قرآن مجید میں آیا کہ اپنے گناہوں کی توبہ کر تو ایک احمدی ہی کو جواب کے لئے کھڑا کرنا پڑتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عزت اور عظمت بھی اسی طرح قائم و ثابت ہوتی ہے کہ اسی امت سے آپ کے فیض سے مستفیض آپ کے اتباع میں فنا ہو کر آپ کی پاک مہر سے ایک مسیح پیدا ہو نہ کہ دوسری امت سے ایک اگر نبوت کی مہر کو توڑ کر آئے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اسی سلسلہ میں داخل نہ ہو جائیں

اطمینان کی چوتھی صورت اس پر بھی تشفی نہ ہو تو اگر آپ ان اسلامی خدمات کو دیکھیں جو آپ کی ذات ستودہ صفات نے انجام دیں۔

مثلاً (۱) تمام دنیا کو دعوت اسلام بڑے بڑے امراء و سلاطین کو پیغام حق پہنچا دیا اور جس بزرگ

قریب تھا کہ شائع کر دی جاوے مگر پھر یہ خیال آیا کہ قرآنی پیشگوئیوں اور خود حضرت مسیح موعود کی ضرورت بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت اور ان کی راہ کھولنا اور ہر مومن کو ان پر ایمان لانا اور دلیل کی ضرورت بتاتا ہے اسکے بعد آپ نے سیرت مسیح موعود کی تصنیف (کی) اس کے لئے سرمہ چشم آریہ اور آئینہ کمالات اسلام جیسی معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں جو آریوں اور عیسائیوں کے لئے اور اس کے بعد قرآن کریم کی موجودگی کا ثبوت اور پادریوں کے لئے انجام آتھم اور مسیحی وغیرہ کتابیں اور ان مذاہب کے لیڈروں سے فیصلہ کن مباحثے ہوئے وفات مسیح کا ثبوت اس شد و مد اور اس زور شور سے ہوا دوسرے سلسلوں میں کہ عجیب ہے اور ایک ایسی فرقوں پر تمام حجت ہوئی اور قرآن شریف کے ترجمہ سے اور سید احمد خان بہادر کی پر برکات الدعا اور آئینہ کمالات سے اور رسوم و بدعات کا اپنے پیروؤں میں سے استیصال کیا اور انہیں سنت نبوی کا صحیح طور پر پیرو اور قرآن مجید اور اصل صحابہ کرام کی طرز پر لانے کی کوشش کی کہ ان کا ذکر کیا جاوے تو [illegible] اور کیا اس سے بانی سلسلہ احمدیہ کی عظمت اور ان کی صداقت ایک طالب حق کو اس بات کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی کہ علماء میں سے اگر کوئی علامت ان کے تابع ہو تو مرزا صاحب ہیں اگر پیشگوئیوں میں سے کوئی پیشگوئی پوری ہوئی ہے تو مرزا صاحب اور اگر لیڈروں میں سے کوئی لیڈر سزاوار ستائش و تقلید ہے تو مرزا علیہ الصلوۃ والسلام

اعتراضوں کا ایک ہی جواب میں جانتا ہوں کہ حضرت اقدس کی طرف بعض پیشگوئیاں منسوب کئے جاتے ہیں اور بعض کے معنی اپنی پیشگوئیوں سے بناتے ہیں مگر اسطرح جھگڑا بڑھانے سے کبھی کسی بات کا فیصلہ نہیں ہوتا جب کسی ایک دلیل سے ہم ان کا مامور من اللہ ہونا ثابت کر چکے تو یہ سوالات از خود حل ہو جاتے ہیں۔

کیا تمام پیشگوئیوں کا بلفظہٖ پورا ہونا ضروری ہے کیا معترضین ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم بھول گئے کیا فتوح الغیب میں سید عبدالقادر جیلانی کا نوشتہ نہیں پڑھتے کہ جو شخص ان یعد اللہ لوعدہ و لایظھر العبد وفاۃ بذالک اور محمدی بیگم کے نکاح کا اعتراض لے پھرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں حضرت مرزا

کا فرق ہو بیدا کیونکہ وہ جیتہ مگر وہ شکیوں کے حریص ہوتے تو کیا ہیں ان کو جماعت میں سے معزز و ذات
بینا جہید و جمیع حسینیاں ان کو مل سکتی تھیں یا پھر اس نکاح پر زور دینے کی کیا وجوہات صاف ہے کہ آپ
نے اس خاندان کو ان منافقات کا وارث کر دینا تھا جو انہی کے ایک بھائی خدا کے برگزیدہ رسول کے ہم
سب تھے ایک پیشگوئی انہوں نے اشتہار کی اور خدا کا حکم سنا اب وہ اس انعام سے محروم
کئے گئے۔ ایسی صاف اور محکمات بات ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں آتا کہ پھر اتنا جھگڑا کیوں ہے
عبدالحکیم نے تو اپنی پیشگوئی کی تاریخیں بدل بدل کر اپنے مجبور ہو جانے پر مہر لگا دی ثناءاللہ
نے خود ہی معیار قائم کیا کہ مفسد بن کو مہلت ملتی ہے خود نے اسی راہ سے اسکو پکڑ لیا جس راہ سے
اسنے پکڑنا چاہا۔ عمر کی نسبت آپ نے نصرۃ الحق میں کئی برس پہلے لکھ دیا کہ الہام الٰہی سے یہ
ایسا معلوم ہوتی ہے پانچ چھ سال قمری حساب سے فرمائی غرض ایسی پیشگوئیوں کو اگر منسلک نہ ہیت
پر پر کی جائے تو کوئی اعتراض نہیں رہتا اور یہ اعتراضوں کے جواب الہامات مرزا کے جواب
میں میں دیکھا ہوں لیکن ایسی پیشگوئیاں بھی تو ہیں جن کے سچا ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں
ہوسکتا انہی پر نظر کر کے ایمان لاؤ اور متشابہات کو محکمات کے تابع کرو

غرض ماننے کے لئے تو کئی راہیں کھلی ہیں لیکن اگر کوئی بوجہ طلوع آفتاب صداقت
کسی اندھیرے گوشے میں منہ سر لپیٹ کر کہتا ہے آفتاب کوئی نہیں تو میں اسکی بے بصیرتی
پر افسوس کرتا ہوں اور اسکی بصارت کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ والحمد
فی الاخرۃ والاولیٰ

۱؎ اگرچہ [illegible] ہو گئی تھی تو [illegible] حضرت خلیفۃ المسیح سے [illegible] لکھوایا [illegible]
[illegible]

۲؎ اس قسم کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں انہی پر نظر کرو۔ (۱) بنگال کی تقسیم (۲) [illegible] زلزلہ [illegible] کسریٰ
ایران کے متعلق (۳) غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبہم سیغلبون
[illegible] کے بارے میں

سُلَّمُ الوُصُولِ اِلیٰ اَسرَارِ اِسرَاءِ الرَّسُولُ

مصنفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو

(گذشتہ اشاعت سے پیوستہ)

مولوی ابراہیم صاحب سلم الوصول کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ سورۃ بنی اسرائیل میں صرف مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کا ذکر ہے اور آسمان کا ذکر نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں کسی جگہ ایجاز و اختصار ہوتا ہے اور کسی جگہ اطناب و اسہاب ...... دیگر یہ کہ نزد بعض محدثین اسراء صرف مسجد اقصیٰ تک کی سیر ہے جو اس صورت میں مذکور ہے اور معراج سے مراد سیر آسمانی ہے جو سورۃ نجم میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نجم میں فرمایا

ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ عندھا جنۃ الماویٰ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی ما زاغ البصر وما طغیٰ لقد رایٰ من ایات ربہ الکبریٰ۔

ترجمہ۔ بیشک اس پیغمبر نے جبرائیل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جہاں جنۃ الماویٰ ہے ایک دوسری دفعہ بھی اس کی اپنی اصلی صورت پر دیکھا

جب اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا یعنی انوار و تجلیات الٰہیہ اس وقت بھی پیغمبر کی نظر دیکھی طرف کو جھکی اور نہ مقصود سے بڑھی کچھ شک نہیں کہ پیغمبر نے اس موقع پر اپنے رب کی قدرت کے بڑے عجائبات دیکھے۔"

"مفسرین علیہم الرحمۃ اس امر پر متفق ہیں کہ متعین ہے معراج آسمانی کا قصہ میں الخ آیات معراج کے جسمانی اور آسمانی ہونے پر صاف شہادت دے رہی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے ایک بار تو ابتدائے وحی میں .... دوسری دفعہ آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کا ذکر اس آیات میں ہے ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا صحیح بخاری کی حدیث معراج میں ذکر ہے چنانچہ حضرت صلعم ساتویں آسمان پر پہنچنے کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں ثم انطلق بی حتی انتہی بی الی سدرۃ المنتہیٰ وغشیہا الوان لا ادری ما ھی [illegible] پھر حضرت جبریل مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے تو میں نے اس سدرۃ کو دیکھا انوار و تجلیات نے ڈھکے دیکھے جن کی بابت کچھ میں جانتا نہیں تھا .... پس جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اوپر ہے تو رسول اللہ صلعم کے معراج آسمانی و جسمانی میں کیا شک باقی رہا ..... وغیرہ کہ آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب رسول اللہ صلعم نے شب معراج میں جو کچھ عجائبات دیکھے [illegible] اس کی کیفیت یوں فرماتا ہے اذ یغشی السدرۃ ما یغشی ما زاغ البصر وما طغی لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ [illegible] جب اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا یعنی انوار و تجلیات آپ کی [illegible] نظر [illegible] کسی طرف کو [illegible] تصور [illegible] آپ کی قدرت کے بڑے عجائبات دیکھے [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان انوار و تجلیات کی کثرت کو یغشی سے ایسے لطیف طور پر بیان کیا [illegible] شان [illegible] ما زاغ البصر وما طغی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال [illegible] قوت [illegible] بیان فرمایا کہ عجائبات قدرت کے دیکھنے اور انوار و تجلیات کے مشاہدہ [illegible] آپ کی چشم مبارک نہ تو کسی طرف کو بہکی اور نہ مقصود سے آگے بڑھ کر [illegible] ذوالجلال والاکرام نے [illegible] عجائبات قدرت اور انوار تجلیات الٰہیہ کو [illegible] مشاہدہ کیا [illegible] اللہ

نے لفظ البصر فرمایا یعنی آنکھ۔ تو معلوم ہے کہ بصر ذات روح و جسم میں سے ہے جس طرح دیگر اعضائے
بدن میں گو آیات معراج میں سو اسطے قرآن شریف سے بھی ثابت ہوا کہ معراج جسمانی آپکا جسم مبارک کے
ساتھ کرایا گیا تھا۔ . . .

اس سورہ نجم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سب کمالات و منازلات کے ذکر کر
بعد اللہ تعالیٰ نے اس قصہ معراج کو اس آیت پر ختم کیا ہے لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ
یعنی بیشک ہمارے پیغمبر نے اپنے رب کے بڑے بڑے عجائبات قدرت مشاہدہ کے اور سورہ بنی اسرائیل میں
بھی اس قصہ کو ان لفظوں پر ختم کیا ہے لنریہ من آیاتنا یعنی محمد کو ہم نے اسلئے سیر کرائی کہ ہم انکو اپنی
عجائبات قدرت مشاہدہ کرائیں۔ سبحان اللہ کیسے عجیب طور پر دونوں سورتوں میں اس قصہ معراج جسمانی
کو ایک ہی طرح ختم کیا ہے۔ تا ظاہر ہو کہ ان دونوں سورتوں میں ایک ہی واقعہ ہے گو جسکا بیت اللہ
شریف سے بیت المقدس تک ذکر سورہ اسرائیل میں ہے اور پھر وہاں کو ساتوں آسمان تک کا بیان
اس سورہ نجم میں ہے:

معترض نے حضرت مولوی صاحب کی اس طول طویل عبارت سے جو ہم نے درج نقل کر دی ہے صاف ظاہر
ہے کہ مولوی صاحب اپنے اس کوشش میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسم خاکی کیساتھ ہوا بالکل
ناکامیاب ہے۔ مولوی صاحب نے تو تسلیم کر لیا ہے کہ بیت اللہ شریف سے بیت المقدس کا ذکر
سورہ اسرائیل میں ہے پس سورہ اسراء کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم خاکی کیساتھ آسمان پر جانا
تو خود مولوی صاحب کے مسلک پر بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ باقی سورہ نجم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا جسد عنصری آسمان پر تشریف لیجانا ثابت کرنا سو اس میں بھی ہرگز ثابت نہیں مولوی صاحب کے استدلال
کا سارا زور اسبات پر ہے کہ سورہ اسراء اور سورہ نجم دونوں میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی تھیں
جن کو معراج کا روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہونا ثابت ہوتا ہے صرف روح کیساتھ نہیں مگر وہ
ثابت نہیں کر سکے کہ جسم سے مراد جسم خاکی ہے جب تک یہ بات ثابت نہ ہو مولوی صاحب کا
دعوی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہم اس مضمون کی بابت سے قرآن قوی پیش کر چکے ہیں جس کو مثل

البتہ بات یہ امر تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ واقعہ معراج میں آپ جسم سے مراد جسم مثالی ہے جسم خاکی نہیں لیکن مولوی صاحب چونکہ جسم کے لفظ البصر سے استدلال فرمایا ہے کہ ابصار ذات و جسم میں چاہیے ذکر آلات سے نہیں ہے اور اس سے معراج نبوی کو جسم خاکی ہونا ثابت ہے یہ استدلال بھی انکا نہایت ضعیف ہے کیونکہ بصر جس طرح جسم خاکی کے اعضا میں سے ایک عضو ہے اسی طرح جسم مثالی کے اعضا میں سے بھی ایک عضو ہے پس اس سوال کا جسم سے مراد جسم خاکی نہیں جسم مثالی ہے بدستور قائم رہا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ خود حکیم حمید نے قرآن مجید کی اسی سورہ یعنی النجم میں ایک ایسا زبردست قرینہ قائم کر دیا ہے جس سے اول نظر کی بات کے ان لینے میں کچھ شک نہیں رہتا کہ معراج نبوی اس عالم شہادت کا واقعہ نہیں بلکہ فی الحقیقت ایک کشفی و مثالی واقعہ ہے اور وہ قرینہ جسکو مولوی ابراہیم صاحب نے قصداً مخفی رکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کذب الفؤاد ما رای یعنی آنحضرت صلعم ہی کے دل نے جو کچھ دیکھا اس میں مغالطہ نہیں کھایا۔

پس روایت باواز بلند شہادت دے رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے متعلق جو کچھ دیکھا اس دیکھنے کا سرچشمہ دل تھا نہ آنکھیں کیونکہ سرچشمہ دل تھا تو ظاہر ہے کہ اسکے دیکھنے کے ذریعہ بھی دل ہی ہونی چاہیے چنانچہ ما زاغ البصر میں دل ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے لہذا ایک فہیم اور ذی شعور طبیعت اس قرینہ قویہ پر نظر ڈالکر آسانی سے نتیجہ نکال سکتی ہے کہ معراج نبوی جسم خاکی کیساتھ نہ تھا سورہ نجم کی روایات جو معراج کے متعلق سمجھی جاتی ہیں انکی نہایت لطیف تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح خلف نے تصدیق براہین میں لکھی ہے اگر ناظرین اس مضمون کو دیکھنا چاہیں تو بصیرت حاصل کر سکتے ہیں لیکن خوف سے ہم اس مضمون میں اسکو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سورہ النجم میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس سے معراج نبوی کا جسد عنصری ہونا ثابت ہوتا ہو نہ سورہ اسراء میں کوئی ایسا لفظ جو جسم سورہ اسراء کا تعلق حسب اقرار مولوی صاحب صرف بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہے۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض محبوب مفسرین نے قرآنی الفاظ پر بہت سے حاشیے چڑھا کر ایک علمی وجہ کے کشفی واقعہ کو جسمانی رنگ کا ایک واقعہ بنا کر معراج نبوی کو بجسد العنصری مان

لیا ہے اگرچہ کہ یہ عقیدہ اصل مذہب کو محمد حنفی کے خلاف ہے مولوی ابراہیم سیالکوٹی اس عقیدہ کو قرآنی الفاظ سے ثابت نہیں کر سکتے چنانچہ مولوی ابراہیم صاحب بھی اس عقدہ استدلال کے بعد جس کی حقیقت ہم ظاہر کر چکے ہیں تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور باوجود اہلحدیث بننے کے کسی حدیث سے بھی اپنے عقیدہ کو ثابت نہ کر سکے۔ (باقی آئندہ)

سید صادق حسین مختار عدالت آگرہ

السلمان منا اہل البیت

شیعوں کا سوال ہے کہ حضرت میرزا صاحب نے جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہونے کے باعث مہدویت کا دعویٰ کیا ہے اور السلمان منا اہل البیت کی حدیث سے اپنا اہل بیت ہونا استدلال کیا ہے اسکا ثبوت کتب معتبرہ شیعہ سے دیا جائے

واضح ہو کہ خواہ باقر مجلسی کی کتاب حیوۃ القلوب میں اور محقق ابن بابویہ کی کتاب اکمال الدین میں سلمان فارسی کا حال بڑے شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور اسی طرح دوسری کتب میں بھی ہے اور امید نہیں کہ کسی عالم شیعہ کو سلمان فارسی کی بزرگی اور علو منزلت اور ان کے اہل بیت میں سے ہونے سے انکار ہو۔

اوّل بروایت حضرت امام موسیٰ بن جعفر محقق ابن بابویہ ان کے ایمان لانے کی کیفیت میں خود انکی زبانی لکھتے ہیں کہ وہ شیراز کے دہقان زادوں میں سے تھے اصل عبارت من مردے بودم از اہل شیراز از دہقان زادہائے بزرگان ایشان بودم حیوۃ القلوب باب ۵۴ صفحہ ۱۰۰۰ مطبوعہ نولکشور یہی روایت جو بہت طول طویل ہے کتاب اکمال الدین کے باب ۵۷ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۹۱ میں بھی ہے
صحاح ستہ میں ایک حدیث میں مہدی موعود کی بابت بھی آیا ہے کہ وہ دہقان ہو گا
علامت مہدی حضرت میرزا صاحب بھی بڑے بھاری زمیندار تھے

دوم رجال کشی وغیرہ امام صادق سے روایت کرتے ہیں کہ سلمان نے علم اول و آخر کو پالیا اور علم

کے وہ ایک دریا تھے جو کہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا اور وہ ہمارے اہلبیت سے تھے اصل عبارت سلمان علم اول و آخر را میدانست و او دریائے بود از علم کہ ختم نمیشد و او از ما اہلبیت است حیوۃ القلوب ص ۸۲۳ سلمان درگاہ خدا است و در زمین ہر کہ اورا بشناسد مومن است ہر کہ انکار او کند کافر است و بروایت دیگر سلمان از ما اہلبیت است ص ۸۳۴ کہ سلمان خدا کی درگاہ ہے زمین میں جو اسکو پہچانے مومن ہے اور جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ آجکل حضرت مرزا صاحب کے ماننے اور نہ ماننے پر بحث ہو رہی ہے امید ہے کہ ناظرین اس حدیث کو بھی دیکھیں گے۔ یہ روایت شیعوں کی نہایت معتبر رجال کشی میں بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے

کشی بسند معتبر روایت کرده است کہ روزے نزد حضرت امام محمد باقر نام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مذکور شد سلمان محمدی است بلکہ سلمان از ما اہلبیت است حیوۃ القلوب جلد ۲ ص ۸۲۳

سوم وہ ائمہ علیہم السلام کو شہید ہو کر قتل ہوتے ناسخ التواریخ وغیرہ سے یہی نقل ہوئی ہے کہ خود ائمہ نے اپنی بابت جو کچھ فرمایا اور اصول کافی کتاب الحجۃ میں اسکا بیان ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام محدث تھے جو رسول اور نبی سے دوسرے درجہ پر ہوتے ہیں اور یہی شیعوں کا اعتقاد ہے کہ وہ درجہ بغیر کوئی امام نہیں ہے خواہ وہ رسول کے بھائی ہوں یا عزیز ہوں یا بزرگ ہوں حتی کہ ان کے رتبہ کو حضرت سید الشہدا حمزہ و حضرت جعفر طیار بھی نہیں پہنچ سکتے حضرت عباس اور عقیل کا تو کچھ ذکر ہی نہیں لیکن اسی کیساتھ نہایت تعجب ہے کہ سلمان فارسی کو بھی محدث کہا گیا ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ کشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ علی بن ابی طالب محدث بود و سلمان محدث بود و معنی محدث آن است کہ سخن میگفتند۔ دیکھو حیوۃ القلوب ص ۸۲۶

اس سب کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی محدث ہونیکا دعویٰ فرمایا ہو تو کیا نقصان ہوا اور کیا حرج ہے

معلوم ہو گیا کہ شیعوں نے جو امامت کا منصب صرف بارہ اماموں تک محدود رکھا ہوا ہے اور کسی بزرگ دین کو امام کہنے سے پرہیز کرتے ہیں یہ امر درست نہیں ہے

چہارم صحت سند کی ۔ یہ حدیث صحیح ہے ۔ اصل یہ ہے کہ آنحضرت نے سلمان فارسی پر ہاتھ رکھا
اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کو چلا جائے تب بھی سلمان کی قوم سے ایک شخص اسے پکڑ لیگا اور ایمان کو پالیگا اور اس
حدیث کا مصداق حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ظاہر کیا یہی حدیث اسی طرح سے کتب شیعہ میں بھی
موجود ہے ۔ اول تفسیر مجمع البیان اردو مولوی سید عمار علی صاحب مجتہد کی میں زیر آیت و آخرین
منہم لما یلحقوا بہم لکھا ہے کہ رسول حضرت پر نازل ہونے اس آیت کے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول
اللہ وہ کون لوگ ہونگے حضرت نے دست مبارک پر سلمان فارسی کے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا اگر
ایمان ثریا پر بھی ہو تو اسکو لے بیٹھے اس قوم کے آدمی یعنی فارس کے باشندے مطبوعہ دہلی صفحہ
تفسیر صافی میں جس میں بالخصوص ائمہ کرام کی احادیث مستندہ سے تفسیر کر کے ترجمہ کی گئی ہے
زیر آیت یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم ہو تحت تفسیر مجمع البیان طبرسی لکھا ہے
کہ بعض صحابہ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں تو حضرت سلمان
فارسی آنحضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ
مراد ہیں یہ اور اسکی قوم قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا سے بھی
متعلق ہوگا تو اسکو پالے گا ایک شخص فارسی اصل روایت یوں ہے ان ناسا من اصحاب
رسول اللہ قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین ذکر اللہ فی کتابہ وکان سلمان
الی جنب رسول اللہ فضرب یدہ علی فخذ سلمان فقال ھذا وقومہ والذی
نفسی بیدہ لو کان الایمان منوطا بالثریا لتناولہ رجال من فارس

صادقوں کی روشنی حضرت اقدس کی وفات پر جس قدر اعتراض ہوئے ان سب
کا مدلل جواب صرف [illegible]

نغمۂ اکمل قاضی اکمل کی تمام نظموں کا مجموعہ جو حضرت مسیح موعود کی شان میں
لکھی گئیں ۔ [illegible]

دفتر تشحیذ سے منگواؤ

گناہوں سے بچنے کا طریق

اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ عدل کرو، عدل تقویٰ سے قریب تر ہے
وزنوا بالقسطاس المستقیم ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولا کرو

جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف اقوام و مختلف ممالک میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے ہیں ان سب کی بعثت کی مشترک غرض ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اپنے اپنے مخاطبوں کو گناہ سے پاک کریں اس کا ذریعہ اور علاج صرف یہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں معرفت الٰہی پیدا ہو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین کہ سمیع البصیر اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین اور یوم جزا و سزا کے لئے اس کے حضور حاضر ہونے کا یقین دل میں بیٹھ جاتا ہے تو تب ہی انسان کا دل پاک ہو سکتا ہے اور تب ہی وہ گناہ سے بچ سکتا ہے کیونکہ اسکو یقین ہو کہ میرا مخفی در مخفی خیال بھی احکم الحاکمین کی باریک نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور میرے ہر ایک فعل پر جزا و سزا کا مترتب ہونا لازمی اور ابدی ہے۔

جب معرفت الٰہی کا نشہ اس طرح انسانی قلب پر مسلط ہو جائے تب تو انسان کامل طور سے گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے مگر اس کے واسطے درجات بھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور جزا و سزا کے برحق ہونے پر ایمان تو ہوتا ہے مگر یہ ایمان ایسا نہیں ہوتا کہ عین الیقین و حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ گیا ہو۔ اس ادنیٰ حالت میں انسان گناہ سے بہت کچھ بچ سکتا ہے مگر کوئی نہ کوئی شیطان غلبہ پا کر اسے اور مومن کو غافل پا کر اسکو گناہ کی طرف کھینچتا ہے ان خطرات سے بچنے کے لئے مسنون اور طریقے ایک علاج یہ ہے کہ جو چیز تمہیں اپنے لئے ناپسند ہو اسکو دوسرے کے لئے تجویز نہ کرو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ یعنی مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس اصول کو زندگی کے کسی شعبہ پر لگا کر دیکھو نتیجہ صحیح نکلے گا ایک تاجر جو خود دن رات تجارت اور اسکے متعلقات میں مشغول رہتا ہے ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی ماں بیٹی بہن بیوی کے ساتھ کسی

غیر کا بہانہ تحقیق ہو تو وہ لوگ کے ننگ و ناموس میں [illegible] کے نزدیک یہ کیسی تماشا ہے کہ اگر اپنی سستی
کو سفت پر [illegible] میں مصروف کہتے تھے یہ کہ اسی طرح ایک ہے۔ دوسرے لوگوں کو محنت سے کمایا ہوا روپیہ نہایت
بیدردی اور بیحیائی کے ساتھ بیچ دیکھ کر اگر کسی ہمارے بھائی میں سے کوئی اسکا ہم شہر جاکر کچھ چرچ
ے تو اسے سخت گراں گذرتا ہے مگر کیا کوئی حاکم کسی قوم کے ساتھ یا ایک قوم اپنے ماتحتوں کے ساتھ کسی
معاملہ کے فیصلہ کرتے وقت اس بات پر غور کرے کہ اگر میں بجائے حاکم ہونے کے اس وقت ملازم یا ماتحت کی
حیثیت میں ہوتا تو میں کیا چاہتا کہ میرے ساتھ کیسا سلوک کیا جاوے تو جس نتیجہ پر وہ پہنچے گا اسی کے
ساتھ پہنچے وہی صحیح ہے اس طرح ایک با اختیار شخص ہر طرح کے ظلم اور بے انصافی سے بچ سکتا ہے
اور حقیقی سکھ اور چین حاصل کر سکتا ہے یہ ایک زبردست گر ہے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ کوئی اور اس کی
خدمت اور عزت کرے تو اسکو چاہیے کہ وہ خود اپنے والدین کی خبرگیری اور فرمانبرداری کرے۔ اگر
تم نہیں چاہتے کہ لوگ تمہاری غیبت کریں اور تمہارے متعلق بھی ایسی خبریں مشتہر کریں جو تمہارے
پردہ کی باتوں کا عوام الناس میں افشا کریں تو تمہیں چاہیے کہ لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت کو
پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیبت ایک نہایت ہی مکروہ چیز ہے چنانچہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ
فرماتا ہے: ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ
واتقوا اللہ ۔ ترجمہ تم میں سے بعض بعضوں کی غیبت نہ کیا کرو بھلا کوئی تم میں سے پسند کرتا
ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے وہ تو تم یقیناً گوارا نہیں پھر غیبت کیوں گوارا
کرتے ہو جو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو چونکہ غیبت کا مرض ہمارے
ملک میں بہت کثرت سے پھیلا ہوا ہے اسواسطے [illegible] مختصر طور پر اس عادت بد کے متعلق کچھ لکھنا
چاہتا ہوں۔

پس واضح ہو کہ غیبت کے یہ معنی نہیں کہ کسی کے متعلق کوئی جھوٹ اور بے بنیاد خبر مشتہر کی جائے
کیونکہ یہ تو بہتان کہلاتا ہے غیبت یہ ہے کہ کسی کے پس پشت اسکا عیب بیان کیا جاوے جس کی شناعت
سے اس شخص کو جس کی وہ بات متعلق ہو دکھ اور تکلیف پہنچے اس سے صرف وہ حالتیں مستثنے

میں ایک تو یہ کہ مظلوم اپنی تکلیف کو اظہار کرسکتا ہے۔ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم۔ اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتا کہ سوائے مظلوم کے کوئی کسی کو برا کہے ہاں مظلوم ظالم کی شکایت کرسکتا ہے۔

(۲) یہ کہ کوئی شخص خیرخواہی کے طور پر کسی دوست کی کمزوری یا عیب بیان کرکرے بشرطیکہ ایسا ذکر کرنے سے غائب دوست کی بھلائی مقصود ہو مثلاً میرے علم میں ایک میرے دوست طرار خواری کی بدعادت میں گرفتار ہیں میں ایک بزرگ سے اس کا ذکر اس نیت سے کرتا ہوں کہ آپ ان کے لئے دعا فرمائیے یا اس شخص کو کوئی ہدایت فرمائیں شاید موثر ثابت ہو ایسا ذکر کرنا غیبت آمیز نہ ہوگا مگر یہ ادب ضرور ہے کہ خالصۃً اس کی اصلاح ہو۔ ایسے بسا اوقات دیکھا ہے کہ کسی شخص کا ذکر ایک دوسرے شخص سے بظاہر تو ایسے انداز میں کیا جاتا ہے جس سے دوسرا اس شخص کی بھلائی اور ہمدردی جھلکتی ہے مگر اصل میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے متعلق مخاطب کے دل میں بدظنی اور نفرت بٹھائی جائے اس قسم کی شیطانی ہیں آدمی دونوں قسم کی حالتوں میں امتیاز کرنا مومن کے لئے بوجہ فطرت شیرہ دل رکھنا ہے نہایت آسان ہے جب کسی کی غیبت میں اسکا ذکر کرنے لگو تو اپنے دل سے پوچھ لیا کرو کہ میں یہ بات کس نیت سے کرنا چاہتا ہوں جو فیصلہ تمہارا دل نیک نیتی سے دیگا وہ صحیح ہوگا۔

یحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا کے متعلق کہ شاہیں ... ہیں ریل کی سواری میں اکثر یہ تجربہ ہوتا ہے کہ گاڑی ایک سٹیشن پر کھڑی ہے اس کے چلنے کا وقت ہے کہ تے میں ایک مسافر مجھ کی لئے آتا ہے اور ایک کمرے میں داخل ہونا چاہتا ہے لگے سواری ... ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی اور گاڑی میں جگہ تلاش کرو یہاں ہرگز گنجائش نہیں وہ نیا مسافر بیچارہ نہایت عاجزی کی حالت میں منت خوشامد کرتا ہے کہ مجھے بیٹھ لینے دو گاڑی چلنے والی ہے مجبور ہوں آخر گنجائش نکل آتی ہے آدھ گھنٹہ کا سفر ہے کھڑے کھڑے چلا جاؤں گا تمہیں تکلیف نہ دوں گا جب وہ اندر آجاتا ہے تو پھر کسی نہ کسی طرح اس کے بیٹھنے کی بھی صورت نکل آتی ہے دوسرے سٹیشن پر گاڑی جب ٹھہرتی ہے تو ایک اور مسافر اسی پہلے مسافر کی طرح آتا ہے اب پھر وہ دیاں شور مچاتے ہیں کہ یہاں گنجائش مطلق نہیں کہیں اور جگہ جا ملو لطف

ہے کہ ان شکر گذاروں میں دوسرا قول بھی شامل ہوتا ہے جو ابھی پچھلے سٹیشن سے سوار ہوئے ہوں پہلے وقت میں پہنچ جاتا ہے۔ ابھی پچھلے سٹیشن پر میرے ساتھ کیا ہوا تھا اور میں کیسا مضطرب تھا کہ مجھے چڑھا لیا جاوے گا۔ وہ اس نقشے کو ذہن میں رکھتا ہوا جو اسکو پچھلے سٹیشن پر پیش آیا تھا تو اس نے چڑھنے والے کو موسم دیکھ کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے پس جب کوئی سائل تمہارے پاس آئے تو اپنے تئیں اسکی جگہ میں رکھکر دیکھو اگر تو کسی کے پاس حاجت لیکر جاؤ تو کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارا محتاج ایسے تمہاری حاجت کو پورا کر دے پس اگر خدا کسی کو محتاج بنا کر تمہارے پاس بھیجے تو چاہیئے کہ حتی الوسع اسکی حاجت روائی کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمسٰکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ ترجمہ تم میں سے جو لوگ صاحب فضل وسعت ہیں انکو چاہیئے کہ قرابت والوں اور محتاجوں اور اللہ کے رستہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ چاہیئے کہ انکے قصور بخشیں اور اس کو درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمہارے قصور معاف کر دے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو مختلف واقعات میں لکھے ہی سلسلے ہیں کہ ہم حالتوں میں انسان کو آزمائے اور دیکھے کہ کون تنگی اور تکلیفوں میں اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور کون فراخی اور آسائش میں اسکی فرمانبرداری سے الگ ہو جاتا ہے کسی کے پاس کوئی سائل آئے تو اسے خوش ہو کر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اسکو خدا نے ایسی حالت میں نہیں پہنچایا کہ کوئی دوسرا انسان اپنی حاجت لیکر اس کی طرف آتا اگر تم سوال کی حاجت ہو اگرچہ ثواب تجھے کچھ بھی تمہیں مقدر رہتا ہے حاصل ہے میں سائل سے پہلو تہی کرو گے تو بھی ثواب کوئی دوسرا شخص لے جائیگا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ خود براہ راست اس تمہارے سائل کو غنی کر دیتا تمہیں اسکی حاجت روائی کی توفیق دیکر دیکھتا ہے کہ تم کہاں تک اسکی دی ہوئی نعمت کی قدر کرتے ہو اور اسکو کس طرح استعمال کرتے ہو۔

جب تم ایک شخص کو چند روپے ماہوار تنخواہ پر ملازم رکھتے ہو تو اس سے کس طرح مستعدی کے

ساتھ کام لیتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو دیانتداری کے ساتھ ادا کرے اور کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت کا مرتکب ہو پھر تم کیوں ان فرائض کی پرواہ نہیں کرتے جو تمہارے خالق، مالک اور رازق کی طرف سے تم پر عائد ہوتے ہیں وہ تمہاری تمام حاجتوں کا متکفل اور ہر وقت کا محافظ ہے اس کے احسانات احاطہ شمار سے باہر ہیں پھر اس کا پانچ وقت کی نماز کا حکم کیا تکلیف مالا یطاق ہو رمضان کے روزے کیا بہت بھاری ہیں کیا سال بھر وہ تمہارے لئے خدا کے دئے ہوئے رزق میں سے ایک خفیف حصہ کا حکم اس مولیٰ کے شایان نہیں۔ یہ امکان تعمیل سے باہر ہے۔ پھر کیسا کوتاہ عقل اور کم اندیش وہ شخص ہے جو ان حکموں کی تعمیل سے پہلو تہی کرتا ہے بالخصوص جب کہ فرمانبرداری میں اپنا ہی فائدہ ہے اور نافرمانی میں اپنا ہی نقصان ہو۔ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے نہ تو تمام دنیا کی عبادت سے اس کی خدائی بڑھ سکتی ہے اور نہ تمام مخلوق کی سرکشی سے اس میں کمی واقع ہوتی ہے وہ تمہارے تقویٰ کو پسند کرتا ہے اور اس پر انعامات مترتب فرماتا ہے۔ سو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے وسیع خزانوں سے حصہ حاصل کرو ورنہ جب وقت گزر گیا تو پچھتاؤ گے مگر پچھتانا کام نہ آئیگا۔ (فرزند علی بیدار کلرک قصور سیکرٹری انجمن)

تقویٰ کے تین درجے ہیں

صابر متقی۔ جو حرام خواہشات سے پرہیز کرے۔ مصیبت پڑنے تو گھبرائے نہیں حق کی پیروی سے گیا وہ جو یہی ہے پرہیز کرے نفس کو لگام دے جائے رکھے۔ احسانات اور نعمات اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہوں اس سے بڑھکر کوئی حرص نہ کرے **شاکر متقی**۔ شاکر انسان پر جب دکھ آتا ہے تو وہ صابر کی طرح صرف اتنا ہی نہیں کہ رضا کو مال تجارت یک دیکھ مصیبت پڑتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ گھبرانے کی بات نہیں ... نعمت ایسی کسی کی دی ہوئی نہیں ہے اس کی ... میں شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے **محسن متقی**۔ محسن کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ساتھ خیال آتا ہے کہ میرے بھائی بھی ہیں اگر میں تکلیف ہوتی ہوگی میرا فرض ہے کہ ان کی ہمدردی کروں ہیں۔ حضرت ... ہمدردی کرتے ہیں
(مولوی)

معارفِ قرآن مجید

از فیوضات علامہ نور الدین ادام اللہ العالمین

مجددین کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے دین اسلام پسند فرمایا اور حضرت محمد رسول اللہ کے لئے یہ دین کامل کیا۔ اب اس دین میں جب کوئی بے ترتیبی رسم و رواج الف و عادات یا کسی وجہ سے پہنچتی ہے تو ہر امر کو با ترتیب کرنے اور ہر شیا کے اکھاڑنے کے لئے کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ مبعوث ہوتا ہے۔ جب نبی کریم کی خلافت سے کچھ گزر گئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت ملی وہ بڑا ہی نیک دل متقی خلیفہ تھا۔ لکھا ہے کہ شاعر اس کے دربار میں مدح و قصائد لکھ کر لاتے اور بہت انعام کی امید رکھتے ہے۔ آخر حضرت خلیفہ کے ایک دوست نے کہا کہ کوئی وجہ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ میرے سارے کام اور خطبات سنت ہیں کہ شاعروں کو کس مد سے دیا جائے کیونکہ مجھے معلوم ہوتی ہے کہ میری ذاتی روپیہ سات سو درہم ہے دو رہا سکتے ہیں ہے اس شاعر کو دے سکتے ہو جس نے نبی کریم صلعم کی مدح میں ایک شعر کہا ہے اسی طرح کسی نے کہا کہ ایک شخص نے کہا آپ اپنی زندگی میں اپنے بعد کے لئے فلاں کو وصی بنا جاتے آپ عالم الغیب ہیں یا اس کو اس جگہ کے لئے ذکر کرو جو حقوق اللہ حقوق العباد ادا کرنیوالا ہو کافی اسکا جواب میں کچھ دن بعد دوں گا۔ اسکے بعد آپ پر خشیت اللہ غالب ہوئی اور رونے لگے اتنے روئے اتنے روئے کہ اسی حالت میں جان نکل گئی۔

اسی طرح جب تشیع کا فتنہ بڑھنے لگا تو خدا نے مجدد الف ثانی کو مبعوث کیا اور انہوں نے بہت کچھ سنت اللہ فاسدہ کی تردید فرمائی۔ پھر جب لوگ احادیث رسول صلعم کو بھول گئے اور دین کا دور اور احادیث اقوال پر رہ گیا تو اللہ نے شاہ ولی اللہ محدث صاحب علیہ الرحمۃ کو پیدا کیا خصوصاً احادیث کی کتب احادیث کے مسائل کا رواج دیا چنانچہ اسکے بعد لوگ کم از کم صحاح ستہ کے نام سے

واقف ہو گئے اور ایک گروہ ہندوستان میں بھی سنت نبوی کو زندہ کرنے والا پیدا ہو گیا۔

پھر جب صلیبی آزمائشیں آئیں تو قرآن پڑھے اور جن لوگوں نے اپنے دین کو پھیلانے اور انسان کے پیشے کو مقدم سمجھا گئے تو ہر ایک میں بہت جو کسی انسانی ذہن میں آ سکتی ہے کام لینا شروع کیا یہاں تک کہ الخصوص جاہل اور ثریب عیسائی اور ہیجانی الشیطان میں اور بھی مسلمان ہو گئے تو خدا نے پھر ہر ایک کو سبوشکی اور یختہ کر دیا اور انکے خدام کی ایک جماعت پیدا ہو گئی جو انکے مقاصد کو پورا کرتے رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

عباد الرحمٰن کون ہیں جو شکیبا ہوں عاجز ہوں سکونت اور وقار انکا شیوہ ہو سوائے خدا کے کسی کو نہ پکارتے ہوں کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرتے ہوں زنا کے مرتکب نہ ہوں ایک دن کی عبادت کرنے والے ہوں جھوٹی گواہی نہ دیتے ہوں لغو سے اعراض کرنے والے ہوں آیات الٰہی کی پوری تعظیم کرنے والے ہوں اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

برہمو سماج کے فتنے سے بچو یہ لوگ اگرچہ بہت نرم گفتگو کرتے ہیں مگر اصل میں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام الٰہی جماعات کو بشری اور دروغ مصلحت آمیز بولنے والے قرار دیتے ہیں ہاں لیکن یہ لوگ تمام انبیاء کے متبعین کی دل آزاری کرتے ہیں اور انکے کلام کو جھوٹا اور لوگوں کو دھوکا دینے والے قرار دیتے ہیں انکے نزدیک نماز جنت کا ذکر گویا بہلا دینے کا ایک ذریعہ ہو اور الہام تو انکے نزدیک ایک خیال ہے جو دل میں پیدا ہوئے انکی دیکھا دیکھی بعض مسلمان کہلانے والے بھی ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور ان کو مراد اچھے ولولے لیتے ہیں جو کچھ کہ کتاب سے نہیں لیتے قرآن پر ہنسا کرتے ہیں خود بخود ہماری گفتگو عجیب ہے کہ قرآن کریم خدا ان لوگوں کو ہدایت دے یہ لوگ دنیا کی تعلیم پالیسی سے چاہتے ہیں ان کا اور دوسرا کے بے ایمان ہیں۔

قرآن مجید کی صداقت سچائی خود اپنے ثبوت رکھتی ہے سچائی کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اسکا صدق ان ہی کو ہتھ قرآن مجید کی صداقت پر ضمیر انسانی گواہ ہے پھر نظر ... صاحب کتب ... قوموں کی تاریخ دیکھو تو ہم

کتاب ہذا کا منصہ قرآن کی چھپت زات کا ترجمہ ہے پھر صحابہ کی زندگی قرآن مجید کی صداقت پر زندہ
گواہ ہے حضرت ابوبکر رض کے اپنے باوجہ حیثیت تاریخی انسان ہونیکے کسی تاریخ میں اپنے گراب
حضرت ابوبکر رض کی تو صحیح کھینچی ہے اور دنیا کے ہر حصہ میں موجود اور معتبر ترجمہ ہے

دردمند دل کی پکار

کل کہ غریب الوطن مہاجر۔ مرزا مہدی پہ رو رہا تھا

کہ اے امام زماں مسیحا پیام تیرا سنا چکے ہیں
مگر جگا دیئے یہ سونیوالے۔ یہ دین و دنیا کے کھونیوالے

یہ بیچ غفلت کا بونیوالے۔ کسی طرح سے جگا چکے ہیں
نہ مانتے ہیں کلام مولے نہ جانتے ہیں نبی کو اولے

حدیث و قرآں بھلا چکے ہیں۔ لقب فقیہوں کا پا چکے ہیں
نہیں وہ پہلا سا جوش باقی نہیں وہ دل کا خروش باقی

ہوئے تو دنیا کا ہوش باقی۔ کہ دین اپنا بھلا چکے ہیں
نہ شان و شوکت نہ تمکنت ہے نہ جاہ و حشمت نہ سلطنت ہے

نہ کوئی عزت نہ مملکت ہے۔ نشان اپنا مٹا چکے ہیں
جو دیکھو آپس میں لڑ رہے ہیں۔ بگڑ رہے ہیں جھگڑ رہے ہیں

قدم تو ان کے اکھڑ رہے ہیں۔ حریف ڈیرے جما چکے ہیں
یہ اک تڑپتی کو رو رہے ہیں۔ میں ساری دنیا کو رو رہا ہوں

یہ جس کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ جنازہ اسکا اٹھا چکے ہیں
کنار دوزخ کھڑے ہوئے ہیں یہ ضد پر اپنی اڑے ہوئے ہیں
صنم کدہ میں پڑے ہوئے ہیں تو گھر میں مولا کے جا چکے ہیں

نہ پاس مذہب، نہ رسم ملت، نہ فکر عزت، نہ خوف ذلت،
نہ شوق کثرت، نہ رنج قلت، یہ ایسی گردش میں آ چکے ہیں
یہ ہو دین کر خراب ہوں گے، غم و الم سے کباب ہوں گے
کہ ہر طرف سے عذاب ہوں گے، یہ بات سچی بتا چکے ہیں
الٰہی تو ہی انہیں سمجھا دے، مطیع ہو جائیں مرسلوں کے
یہ صلح کر لیں اسی ولی سے، کہ جس کو دشمن بنا چکے ہیں
فلک سے ہو پھر نزول رحمت، وہی ہو عزت وہی ہو حرمت،
وہی ہو شوکت وہی ہو حشمت، جو اپنے ہاتھوں گنوا چکے ہیں
وہی بہاریں ہوں پھر چمن میں، وہی شعوریں ہوں پھر وطن میں،
وہی ظہوریں ہوں انجمن میں، جو قرن اول میں گا چکے ہیں
الٰہی مجھکو وہ دن دکھانا، حبیب میرا مجھے ملانا،
اور اپنے انکل کو بھی پلانا، جو دوسرے پی پلا چکے ہیں

(۱) جماعت ترقی دیانت و تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ حضرت عائشہؓ بہت کم عمر تھیں جو حال [illegible] ہے۔ میں اسلام نہیں ان کے جاننے نے کہیں ذکر کیا اگر یہی حال رہا تو عورتوں کو کیا ملیگا۔ آپ تک جب یہ بات پہونچی تو ناراض ہو کر لکھا اب وہ ہمارے دل گھٹنے لگے پھر مدت گزرگئی [illegible] حاصل کر [illegible] اپنے خیر سے برگزیدہ اصحاب سے جو دلیل کر گئے [illegible] دیکر دعوت کی ہم [illegible] جب [illegible] تو اس طریق سے [illegible] جماعت بھی نہ چلی گئی۔ نماز میں کوئی ایسی ہے کہ [illegible] ہوتے ہیں کوئی گناہ کیا کرو تو آپ یک فرد دیا کہ نہیں کہتے ہیں تو سب ہی کے ساتھ قبول ہو جائیگی امید ہوتی ہے سو اگر [illegible] دکانوں میں نکالا کرو اچھی نہیں کیا [illegible] آتی ہے [illegible] بھی نہیں۔ افسوس مسلمانوں نے [illegible] جماعت کی پابندی [illegible] ہوگئی [illegible] کیں۔ مجھوں

"احمدیوں کیلئے نادر تحفہ"

ادعیۃ الاحادیث

ہمارے سید المعصومین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف اوقات و حالات کے مناسب جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں وہ احادیث کی معتبر کتابوں کو اس چھوٹے سے رسالہ میں با اعراب مع ترجمہ اردو جمع کر دی گئی ہیں اکثر صاحب کی فرمائش تھی کہ ایسی دعائیں اکٹھی جمع ہو جائیں تو بہت سہولت ہو انکی فرمائش کی تعمیل ہو گئی ہے دفتر تشحیذ الاذہان سے ایک آنہ پر یہ رسالہ مل سکتا ہے جو شوقین ہے کاغذ پر نہایت عمدہ چھپوایا گیا ہے تین سے کم رسالہ منگوانے والے کو علاوہ محصول کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں زیادہ وی پی ہو سکتے ہیں۔ فہرست حسب ذیل ہے

۱ مسنون طریق میں جانے کی دعا ۲ کھانے کے وقت کیا پڑھے ۳ وضو کی دعا ۴ گھر سے نکلتے وقت ۵ مسجد میں آتے جاتے وقت ۶ صبح کی نماز کو جاتے ہوئے پڑھے ۷ اذان سن کر کیا پڑھے ۸ الحمد سے پہلے پڑھے ۹ رکوع میں ۱۰ رکوع سے اٹھتے ہوئے ۱۱ سجدہ میں کیا ۱۲ دو سجدوں کے درمیان ۱۳ تشہد کے بعد پڑھے ۱۴ التحیات کے بعد کی دعائیں ۱۵ دعا استخارہ ۱۶ صبح و شام کے وقت کیا دعا پڑھے ۱۷ وتر میں قنوت ۱۸ نیند سے اٹھ کر کیا کہے ۱۹ جب رات کو سونے لگے ۲۰ دعائے حاجت ۲۱ دعوت طعام پر کیا پڑھے ۲۲ روزہ کھولنے کے وقت یہ دعا پڑھے ۲۳ لیلۃ القدر کی دعا ۲۴ نیا کپڑا پہنے پر دعا ۲۵ مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا کہے ۲۶ کسی مجلس سے اٹھے تو یہ پڑھے ۲۷ کوئی تکلیف ہو ۲۸ کعبہ کو دیکھے ۲۹ ... ۳۰ جنازہ پر ... ۳۱ ... ۳۲ ... ۳۳ ... ۳۴ ... ۳۵ ... ۳۶ نقصان ہو جائے تو ۳۷ کام کے شروع کرنے کے وقت ۳۸ جب غصہ آجائے تو پڑھے ۳۹ کسی قوم سے ڈر ہو ۴۰ ... ۴۱ دعا استسقاء ۴۲ جب بیت الخلاء ... ۴۳ ...

یوں دعا کرے ... بہت پسند ہے تو پہلے ۵۵ دعا ... آیت ہو تو پڑھے ۵۷ دعا ... دیکھتے وقت پڑھے ۵۸ دعا چھینک
[illegible] دعا ... کی ... ۵۰ ... کی دعا ... چل کر ... تو دعا کرے ۵۱ کھانا کھانے
کی دعا ... گھر میں ... وقت پڑھے ... گھر میں آ ... بجے ہم ۵۵ ... کی دعا ... ۵۵ ... کی
پہنچے تو ... ۵۶ کسی ... میں ... پہنچے ... ۵۷ ... کی دعا ۵۸ ... کی دعا ۵۹
[illegible] ... پڑھے ۶۰ ... پڑھے ۶۱ ... کی دعا ۶۲ ... مرض سے شفا کی دعا ۶۳
اپنے ... بھائی کے لئے ... دعا ... کے قریب پڑھے ۶۵ جنازہ کی دعا ۶۶ [illegible]
کے لئے ۶۷ ... دعا ... ۶۹ ... ۷۰ ... دعا

محمد رسول اللہ سرکاری ... کی ... عیسائی مذہب کی تردید میں ... سر ... عبدالرحمٰن کا
مشہور ... نے ... عیسائیوں کی تردید کے لئے ... کی ... ہے اور ... ایڈیشن ... ہے
کیا ہے ... کامل حضرت رسول اللہ صلعم ... ہو سکتے ہیں ... قیمت ...

اسلام کی پہلی کتاب ... کی ... کا ثبوت ہے ... صاحب ... احمدی ...
کے ... حضرت مسیح کے دعاوی کے ثبوت ...
کے ... قیمت ...

نور فرقان ... احمدیہ ... رسالے میں ... شائع ہو کر
چھپ گیا ہے ... اسلام کو ... ثابت کر کے قرآن کریم کی ... حفاظت
کے ذرائع پر بحث کرتے ہوئے ... حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت دیا ہے
... کو ... شائع کیا ہے بہت پسندیدہ
رسالہ ہے ہر احمدی ... کے پاس ہونا چاہئے قیمت ... زیادہ کے لئے ...

ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار ... صاحب ... احمدی ... ہے ... میں
... کرے ... کا ... اپنے ... ہے ... کو
... کی ... ہے ...

کر دیا ہے۔ نیز [illegible] کو [illegible] اعتراض [illegible] ہے۔ جو پچھلے سالوں میں [illegible] اپنے [illegible] کی
بھی لکھتے میں [illegible] کی تحریر [illegible] کو [illegible] کے متعلق لازم
قرار دیتے ہیں اس سال [illegible] میں [illegible] کتب کا [illegible] کے مقابلہ
مباحثے [illegible] ثبوت دیا ہے۔ [illegible] کی [illegible] کرتے ہوئے
کبھی اپنی درخواست کو [illegible] اور کبھی مباحثہ [illegible] کی [illegible] کے [illegible]
حرب ہے [illegible] آخیر میں اپنی مباحثہ [illegible] تقریر کو درج کیا ہے قیمت [illegible]

چودہویں صدی کا یہودی +

اس میں کتب [illegible] کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں [illegible] کی
اور عیسائی [illegible] کا [illegible] ہے پھر [illegible] کی
[illegible] سے [illegible] درج کیا ہے [illegible] تفسیر [illegible] میں [illegible]
کی [illegible] کے ثبوت میں [illegible] مولوی [illegible] صاحب [illegible] اور عیسائیوں کے مقابل [illegible]
[illegible] کی عبارت [illegible] کے حضرت مسیح موعود [illegible] ثابت کی ہے یہ ایک بہت ہی
دلچسپ [illegible] احباب [illegible] منگوا کر [illegible] صفحہ [illegible] قیمت [illegible]
میر [illegible] علی صاحب [illegible] سے

آریہ دھرم کا پول

[illegible] صاحب [illegible] کی [illegible] احمدیہ [illegible] کے
جلسہ [illegible] میں [illegible] کی [illegible] کے دلائل [illegible]
پیرایہ میں دکھائی گئی ہیں [illegible] آریوں سے مباحثات
کا اتفاق ہوتا رہتا ہے ان کے لئے بہت مفید ہوگا [illegible] دفتر نور قادیان

میری اسلامی الفت

[illegible] شیخ [illegible] صاحب [illegible] کا رسالہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے [illegible] میں
[illegible] کی [illegible] کتاب [illegible] کا [illegible]
[illegible] کیا ہے [illegible]

[illegible] مطبع [illegible] قادیان

خریداران رسالہ تشحیذ توجہ فرمائیں

[illegible] ختم ہو چکا ہے [illegible] ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] رسالہ [illegible]

[illegible] افسوس کی بات ہے [illegible]

[illegible] نوٹس [illegible]

[illegible] تشحیذ [illegible] رسالہ [illegible]

[illegible] نقصان [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] اطلاع [illegible]

[illegible]

[illegible] خریداری کا نمبر [illegible] اطلاع [illegible]

[illegible]

[illegible] مہینہ [illegible]

[illegible] جنوری کے رسالہ میں [illegible]

[illegible] اشاعت [illegible]

[illegible] مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

کیا آپ نے اپنا فرض ادا کیا؟

یعنی رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے [illegible]

[illegible]

[illegible] استطاعت ہو تین روپے یا پانچ روپے سالانہ چندہ دینے کی تحریک کرتا ہوں

معاونین رسالہ

جزاہم اللہ احسن الجزاء

مفصلہ ذیل اصحاب پانچ روپیہ سالانہ کا وعدہ فرماتے ہیں

(۱) مولوی نور حسین خان صاحب ہردوئی (۲) منشی غلام مجتبیٰ صاحب ہانگ کانگ

(۳) منشی نذیر احمد صاحب گرداور ملتان شریف

مفصلہ ذیل اصحاب تین روپیہ سالانہ کا وعدہ فرماتے ہیں

(۱) منشی جان محمد صاحب پٹواری کرناب (۲) جناب محمد عبد الرزاق صاحب [illegible]

(۳) جناب پیر زادہ صاحب ضلع گجرات (۴) بابو نذیر امین صاحب رنگون

(۵) منشی کریم بخش صاحب [illegible] (۶) سیٹھ موسیٰ بھائی عثمان صاحب جام نگر

(۷) چودھری احمد دین صاحب کوٹلی [illegible] (۸) بابو الٰہی بخش صاحب [illegible]

اللّٰہم زد فزد و بارک فی اعمالہم

مفصلہ ذیل اصحاب نے خریدار دیے

(۱) مولوی غلام مجتبیٰ صاحب تین خریدار (۲) منشی غلام نبی صاحب [illegible] ایک خریدار (۳) بابو ظہور الحسن صاحب [illegible] تین [illegible] ایک خریدار (۵) سید [illegible] دو خریدار (۶) منشی [illegible] ایک خریدار (۷) میاں محمد حسین [illegible] دو خریدار (۸) چودھری غلام محمد صاحب [illegible] ایک خریدار

اشتہار دینے والوں کو مژدہ

جو صاحب ہمارے اس رسالہ تشحیذ میں اشتہار [illegible] بہت [illegible] اجرت [illegible] پبلک میں خاص [illegible] سے دیکھا جاتا ہے

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آگیا ہے [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور [illegible] ہندوستان [illegible] مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد [illegible]

ہیضہ [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

عرق پودینہ

[illegible] ڈاکٹر برمن کی [illegible] پیٹ [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible] گولیاں [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک [illegible]

درد سر یا جی درد کی دوا

[illegible]

[illegible]

۱۹۱۲ء

بابت ماہ فروری

Digitized by Khilafat Library

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

احمدی خواتین توجہ فرماویں [illegible] اکمل طریقۂ [illegible] مولوی [illegible]

حضرت محمد اور حضرت مسیح [illegible] ۵۰ [illegible] مسائل [illegible] ۶۱-۶۲ [illegible] سکان [illegible]

بیان القرآن مجید [illegible] اکمل نکات حدیث ۶۱-۶۳ اکمل

متفرقات۔ مجلس انتشار۔ قابل [illegible] ۶۳-۹۲

[illegible]

قیمت سالانہ عوام سے للعہ طلباء سے ۱؎
غیر ممالک سے دو روپے آٹھ آنہ
لی جاتی ہے

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے [illegible]

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۲ء

[illegible] جناب مرزا غلام محی الدین صاحب [illegible]
[illegible] جناب شیخ محمد صاحب [illegible]
[illegible] جناب عبد الشکور [illegible]
[illegible] جناب گلاب دین [illegible]
[illegible] جناب غلام حسین [illegible]
[illegible] جناب چوہدری گوہر علی [illegible]
[illegible] چوہدری فتح محمد [illegible]
[illegible] محمد الدین [illegible]
[illegible] جلال الدین [illegible]
[illegible] جناب عبد السلام [illegible]
[illegible] محمد اسمعیل [illegible]
[illegible] جناب سید محمد حسین [illegible]
[illegible] منشی امام الدین [illegible]
ڈاکٹر محمد رمضان [illegible]
جناب حضرت خلیفۃ المسیح صاحب [illegible]

ماہ فروری ۱۹۱۲ء

[illegible] جناب مستر محمد امین صاحب [illegible]
[illegible] جناب مولا بخش [illegible]
[illegible] جناب میاں فضل الرحمن [illegible]
[illegible] جناب محمد عطاء صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد افضل صاحب [illegible]
[illegible] جناب ماسٹر وزیر محمد صاحب [illegible]
[illegible] جناب پیر [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] جناب سید محمد شاہ [illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] [illegible]
[illegible] جناب منشی غلام محی الدین [illegible]
[illegible] جناب مولوی علم الدین [illegible]
[illegible] جناب محمد رمضان [illegible] [illegible]
[illegible] جناب [illegible] الدین [illegible]
[illegible] جناب منشی محمد حسین [illegible]
[illegible] جناب [illegible] [illegible]
[illegible] جناب غلام رسول [illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] [illegible]
[illegible] جناب خان [illegible] [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] جناب علم الدین صاحب [illegible]
[illegible] مولوی محمد علی [illegible]
[illegible] جناب مولوی محمد [illegible] [illegible]
[illegible] جناب [illegible] سراج دین [illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] حسین [illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible] بخش [illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] الدین [illegible]

[illegible] جناب میر [illegible] [illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible] بخش [illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible] [illegible]
[illegible] جناب حکیم عبد الرحمن [illegible]
[illegible] جناب [illegible] خان [illegible]
[illegible] جناب [illegible] خان [illegible]
[illegible] جناب [illegible] محمد [illegible]
[illegible] جناب محمد حسین [illegible]
[illegible] جناب مولوی محمد علی [illegible]
[illegible] جناب حکیم [illegible] الدین [illegible]
مولوی [illegible] الدین صاحب [illegible]
مولوی [illegible] اسمعیل صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] جناب منشی [illegible] [illegible]
[illegible] جناب شیخ سلطان محمد [illegible]
[illegible] جناب چوہدری [illegible] [illegible]
[illegible] جناب حاکم [illegible] [illegible]
ادعیۃ الاحادیث [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۲ء

احمدی خواتین توجہ فرماوین

"ایک مٹھی آٹا"

میں اپنی عزیز بہنوں کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ بحکم آیت من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب وہ جنت کی نعماء میں برابر کی حصہ دار ہیں اور اس دنیا میں بھی محمدی کہلا کر وہ آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے پاک گروہ میں شامل ہیں مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے دین میں کونسے ایسے کارنامے کئے ہیں جو آئندہ نسلوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دئے جا سکیں اور جب تمہارا کوئی جانشین مسیح موعودؑ کی صحابیہ عورتوں کے حالات کا تجسس کریں گے اور اپنی دوسری بہنوں کی تحریص و ترغیب و تقلید کے لئے سنانا چاہیں گے تو وہ کس بات کو پیش کریں گے تم نے کونسا ایثار دکھایا اپنے محترم امام کے مقاصد کی تکمیل میں کہاں تک حصہ لیا اسلام کے گروہ میں شامل ہوئی خالصتاً غیروں سے کیا کچھ پیش کیا سلسلہ احمدیہ کی موجودہ شاخیں جو ہیں اُن کی اپنی دوسری بہنوں کو چھوڑ کر

نے احمدی میں کب سمجھایا اور کیا سمجھایا بلکہ میں پوچھتا ہوں خود دین کو حاصل کرنے کے لئے کبھی کوئی وقت نکال سکی یا بچوں کی خور و پرداخت گھر کا دھندا یہ تو تم غیر احمدی ہونے کی حالت میں بھی ذوق شوق سے کیا کرتی تھیں احمدی ہو کر کیا کر رہی ہو۔ کیا تبدیلی کی کوئی تبدیلی نہیں کی اگر آپ بیک نشست میں گذری ہو تو بھی وقت ہے تلافی مافات کرو تم میں تبلیغ حق کا ایک جوش ہو [illegible] وقت ہو نازک حالت میں وہ لوگوں کی غیبت سننے سنانے دوسری بہنوں کے لباس و زیور پر نکتہ چینی کیا ہوا اور لغو قصے اور کہانیوں میں خرچ ہوتا تھا اب سے اپنے امام کا پیغام سنانے میں خرچ کرو۔ باقی اوقات میں اپنی بہنوں کو سمجھاؤ کہ عاقبت کی فکر کرو اور خدا کو ذکر کرو اس زمانے کے امام کو پہچانو اسے سچا جانو اس مہدی موعود کو مانو پھر اس کے اپنے سلسلہ کی شرائط کے موافق متقیوں کے بیان میں اپنا عمل کرو کیونکہ دنیا روز ہے چند عاقبت کو [illegible] دنیا اور [illegible] سامان تو چند روز کی باتیں ہیں آخر اس عالم میں جانا ہے جہاں سوائے اپنے اعمال کے کچھ کام نہیں آتا وہاں یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ تم کتنی کے آئے کیا لائے وہاں تو یہ سوال ہوگا کہ تم نے اپنی اس زندگی کے لئے کیا تیاری کی جنت کی غذا تو ہمارے اعمال ہی کے افعال ہیں اگر یہاں سے خالی ہاتھ جائینگے تو وہاں بھی سوائے حرماں نصیبی کے اور کچھ نہ ہوگا میں ایک نہایت آسان تجویز حصول ثواب کی بتاتا ہوں اگر آپ اس پر عمل کریں عمل ہو تو کہتا ہے کہ کوئی مشکل بات نہیں کوئی غیر معمولی اہتمام نہیں کوئی خاص بار برداشت نہیں کرنی [illegible] نہیں بلکہ تمہاری بھلائی کے لئے ایک آسان ترکیب ہے جس میں صرف عزم اور استقلال کی ضرورت ہے جس قدر آٹا روز پکانے والی ہو اس کے لئے [illegible] [illegible] کا حکم دیتی ہو اس میں ایک مٹھی آٹا [illegible] رکھ دیا کرو۔ [illegible] جمع ہوئے [illegible] پیسے رکھ لے [illegible] ہماری انجمن کے سیکرٹری کو دیدو [illegible] لنگر خانہ میں بھیج ہو جہاں تمہارے امام کے شہر میں [illegible] مسافر کھانا کھاتے ہیں اور اس قسم کے [illegible] ہوتے ہیں کہ [illegible] اہتمام پہلے ہی عورتوں کے سپرد ہے میں چاہتا ہوں یہ لنگر [illegible] میری بہنوں کے خرچ سے چلے [illegible] ثواب حاصل کریں اور [illegible] ہے۔ کر

اس میں کوئی مزید خرچ بھی نہیں ایک شخص آنہ ڈالنے سے میں سچ کہتا ہوں اور بڑے اطمینان کیساتھ کہتا
ہوں کہ کوئی تمہارے گھر میں سے بھوکا نہیں رہیگا اور حضرت ایک شاخ کے اخراجات کی وجہ بھی پورے
ہو جائینگے آنہ تو کسی قسم کا بوجھ نہیں بلکہ جیسا کہ اکثر روایات کی بنا پر میں نے سنا گیا
ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ کیسوں تھوڑا کھاتے ہیں جو کچھ بھی ہو احمدی کا یہ فرض ہے کہ بے شک
بڑے شکرانے کیساتھ وصول ہوگا ہے تم میں سے کوئی ہو میری اس تجویز پر صرف خود عمل کرے
بلکہ اپنے سارے محلہ سارے گاؤں سارے شہر میں سے رواج دے اور میں بھی شامت میں
اسکا شکریہ ادا کر سکوں ہے تم میں سے کوئی جو وہ کام کر دکھائے جو نیک مردوں سے نہیں ہو سکا
اور میں کی طرف پوری توجہ نہ دینے سے ہر سالانہ جلسہ پر رونا رونا پڑتا ہے کہ لنگر پر اتنا قرض
ہے اور یہ ہے اور وہ ہے پھر انہوں کہا اگر یہ طریق تمام احمدی گھروں میں استقلال کے ساتھ
جاری ہو جائے تو لنگر کے اخراجات سے کوئی بے فکری ہو سکتی ہے مردوں کے کئی بہت سے
کام ہیں سلسلہ کی بہت سی شاخیں ہیں انکو اگر اس بارے سبکدوش کر دو تو صحابیات جیسی
عورتوں کا نمونہ دکھلاؤ آئندہ ولی نہیں تمہارا مروت اور محبت سے لیٹی ہوا کریم تم پر تمہاری اولاد پر
تمہارے گھر والوں پر مزید برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیگا اگر پہلی تاریخی بہنوں کے حالات سنو جو
رسول اللہ صلعم کے پاک زمانے میں جنھیں خیر القرون میں ہو گزری ہیں تو تمہیں اپنی
سستی اور غفلت آمیز حالت پر بڑی شرم آنی چاہیئے اماں سمیہ جیسی تمہاری ہی بہن تھی جو اپنے
واقعہ میں ضرب المثل تھی اور پھر اس کے بعد شام کی معرکہ آرائی اور وہاں اپنی جانبازی کا ثبوت
دیا میدان جنگ میں سپاہیوں کو وہ جانبازی سکھائی کہ وہ اکثر مخالف کی پیٹھ پھیری اور بہادری کا ثبوت
دیا اور ایک متین ثبوت ہے یہ اسم جنہیں صحابہ کرام کی ایک جماعت میں صحابی تھا بیعت الرضوان
میں حضرت رسول اللہ کے دست حق پرست پر جن لوگوں نے اپنی جانیں اللہ کو دینے کے عہد کئے
تھے ان میں آپ بھی شامل تھیں ایک دفعہ آنحضرت کو فرمیں گئے ہوئے تھے انکا ذکر آنحضرت اس میں آیا ہے ان
شادی کی رات کو گئے دیکھا ایک چادر سے اور گھڑے پر پڑی ہیں ان کے پاس کچھ بھی نہیں حضرت نے فرش

کیا آپ کے صاحبزادے ہیں۔ اللہ دین آپ کس حال میں ہیں فرمایا مجھے ایسی حالت جس میں میرے مولیٰ
نے رکھا ہے پسند ہے دنیا کے متعلق پیرایہ ہے وہ مالک ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے سوال کرتے نہیں شرم
رکھتی ہوں تو اسکے پاس اپنی حاجات کیوں لیجانے لگی جو دوسری چیز کے متعلق مالک ہیں بلکہ کسی کی قطعی ملک
پر قادر بلکہ خود دوسروں کے محتاج ہیں میری عزیز بہنو یہ تھی ان عورتوں کی حالت اب اپنی حالت سے
انکا مقابلہ کرو اور سنو! قبیلہ خزرج میں سے ایک مشہور صحابیہ انس بن مالک کی ماں گزری ہیں جنکو
آپ جو دیکھیں ابو طلحہ نے انہیں پیغام نکاح دیا اور تھے وہ اس وقت کافر اس دلیر عورت نے کس جرأت
سے اسکے پیغام کا جواب دیا اور کس دلیری سے تبلیغ کی کہا سُن ابو طلحہ مجھے تیری حالت پر افسوس ہے
نکاح کرنا تو کچھ فکر ہے مگر اپنی عاقبت کی فکر نہیں تیری عقل پر بڑا افسوس۔ ایسی چیزوں کی پرستش
کرتا ہے جو زمین کو پیدا ہوتی ہیں اور پھر یہ زمین بن کر آگ میں پڑتی ہیں کیا تجھ کو اسکو اپنا معبود بناؤ
میں شرم نہیں آتی ہے دوسرے وقت میں خود ہی آگ میں جبھ خطاب ہے ابو طلحہ سے اسکا کچھ
جواب بن آیا اور وہ فوراً مسلمان ہو گیا اس تمہاری بہن نے ایک مرد کو مسلمان بنایا تم نے کبھی
کسی اپنی جنس عورت کو کوئی نصیحت ایسے طریق سے سنائی ہے کہ وہ اس کی ہو جائیں میں ام کلثوم
تھیں میری مراد اس حوا خاتون سے نہیں بہن نے اپنا عزم کیا یہ خود لکھ دیا اس کو قیصر روم کو جنہ
اشیاء نفیس بطور تحفہ بھیجکر اس طرح پر تبلیغ سلسلہ حقہ کا ایک موقعہ نکالا بلکہ میں اس وقت ابن ابی
معیط کی بیٹی ام کلثوم کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئیں اور مدینہ منورہ میں ہجرت
کر کے گئیں وہ تھی ہجرت اور یہ تھا دین کا شوق پھر وہاں جا کر بھی دین سے غافل نہیں ہو گئیں بلکہ
علم حدیث میں ایک نمایاں تبحر حاصل کیا بہت سے تابعین ان سے روایت کرتے ہیں بیوہ کے
نکاح کے متعلق جو علمی سبق انھوں نے امت مرحومہ کو دیا ہے وہ قابل صد آفرین ہے پھر کیا تمہیں
قبیلہ غفار کی مشہور صحابیہ امیہ کا حال معلوم ہے جنکے بارہ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے
غزوہ خیبر کا ارادہ فرمایا تو یہ چند بیبیوں کو ہمراہ لیکر حضور رسالتمآب میں حاضر ہوئیں اور زخمیوں کی
مرہم پٹی اور بیکی خدمات کے لئے اپنے تئیں پیش کیا اور اس نیک شوق کا یہ اثر ہوا کہ کئی بیبیاں اس

کا خیر میں شریک ہوں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات ہی سے ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے اسی وقت فقرا میں تقسیم کر دئے آپ اس دن روزے سے تھیں افطاری کے لئے کچھ نہ رکھا اور نہ کوئی چیز گھر میں تھی پتا چلا ہے کہ ان کا ایسا ہی حال ہو گیا ہے کیونکہ تنگ ہے میں ستر ہزار درہم آتے ہیں آپ راہ مولیٰ میں لٹا دیتی ہیں اور اپنے تن من کے لئے ذرا فکر نہیں کیا کرتیں ہیں جو لوگ اب ہماری بہنوں کا یہ حال ہے کہ جب بیگم ہو کر رہنے لگیں تو پچیس پچیس تیس صحنچیں ہوں ہزار پانسو کا زیور بھی ہو جیسا کہ اور جب یہ چیزیں قصہ کہانی سنایا کریں بعض اوقات پہنے سنا ہے کہ ان کو کچھ ملتا تو کپڑے اور زیور بھی پہنیں جیسے دیکھو ملتا تو بہت کچھ تھا مگر دنیا سے ایسی کیا کچھ کیا تھا دنیا کو مزرعۃ الآخرۃ سمجھتی تھیں یہی وہ دنیا سے اپنی عاقبت کے لئے سامان ساتھ لے گئیں اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں ایسا نمونہ ہو گئی ہیں کہ خدا تک پہنچا دیں انہی میں سے ایک مشہور واعظہ میمونہ گذری ہیں جو تصوف کے رنگ میں رنگیں تھیں ایک روز اپنے وعظ میں فرمانے لگیں جو کپڑا محل کی اس کا ہو۔ پہننے والی بھی لاکھوں سے ہیں ہیں تو کوئی سال دو سال تک نہیں پہنتا دیکھو یہ کپڑا میرے جسم پر ہے جو سات برس سے ہے اور ابھی تک ویسا ہی ہے گلی قبا والے کے لوگ تو انکی بات اور کیا سمجھتے جو اہل دل تھے انہیں سمجھ آگیا اور ان کا مطلب اپنے دن کے کپڑے سے تھا تیسری صدی کے ابتدا میں ایک بی بی نفیسہ گذری ہیں جو اسحاق بن جعفر صادق کی بیوی تھیں انکی حق گوئی کا یہ حال تھا کہ جب مصر کے بادشاہ کا ظلم حد سے بڑھا تو وہ شاہی سواری کی رہگذر میں کھڑی ہو گئیں اور ایک رقعہ اس کے پاس پہنچایا جس کے چند فقرے یہ ہیں اعملوا ما شئتم فانا صابرون وجوروا فانا مستجیرون واظلموا فانا متظلمون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون بادشاہ پر اسکا ایسا اثر ہوا کہ اسنے سب ظلم چھوڑ دیے اور توبہ کرلی یہ تو مختلف قصے اسلئے سنائے کہ میری بہنوں کو معلوم ہو عورتوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام کئے ہیں اور انہیں ہر قسم کی استعدادیں ہیں پس تم جو انکی جانشین ہو تم بھی ہمت کرو اور اپنی جانشینوں کے لئے ایسا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ اور انکی ہی سست کر دو کیا ہے کہ ہم کسی ایسی زندہ مثالیں قائم کرو کہ تمہارے وارث

پیر و مرشد میں ایک سنی آدمی کی درخواست اور انکی لیمپی تہذیب لطف یاد و حکایت و راز مختم امید ہے
سب بھائی اپنے اپنے گھروں میں یہ مضمون سنا دینگے اور بہنیں گھروں میں اس تجویز پر عمل
کرکے اجر جزیل حاصل کرینگے خدا آپکو توفیق دے اللھم آمین

طریقۂ قادریہ و سہروردیہ

تمسلسل اول مریدی طریقہ فقراء کے بہت مشہور ہیں چشتی سہروردی قادری نقشبندی ہیں
سو سلسلہ حضرت قادریہ و سہروردیہ میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اس میں کچھ کچھ جناب مولوی امام الدین
صاحب ساکن گولیکی ضلع گجرات نے اپنے تجربات کی بناء پر ظاہر فرمایا ہے ناظرین کی اطلاع
کیلئے درج کیا جاتا ہے امید ہے یہ مضمون دلچسپی سے پڑھا جائیگا یہ ذکر کسی کتاب سے نقل نہیں
کیا گیا بلکہ مولوی صاحب نے اپنے حالات لکھے ہیں جو حضرت کے پاس فقراء کے سلسلہ میں ہوا کرتے
فرقہ قادریہ میں مراتب ستہ کمال انسانی کے دو بیان کئے گئے ہیں جسم عالم شہادت روح قلب
نفس ان تینوں کو مراتب امکان کہتے ہیں اور واحدیت وحدت احدیت ان مراتب ثلثہ کا نام مراتب
الہی ہے انسان ان چھ مراتب کا جامع ہوجاتے ہیں

طریقہ یہ ہے کہ ذکر و مراقبہ اشارہ عالم مثال میں سیر کرتے لگتا ہے مکاشفات حالات قبور
وغیرہ یا کسی کی صورتیں ہیں مگر وہ وجہ ہدایت سے نہیں ہیں سب اس سلسلہ میں طے ہو جاتے ہیں اور
تصرفات روحانی بصرف ہمت اور مکاشفات بہ توجہ سب اس وجہ سے ہیں اس مشغول کو بذریعہ تصور
شیخ یا تصور محبوب طے کرتے یہ طریق مشائخ میں جاری و ساری ہے اور چند مریدوں کو حبس نفس پاس انفاس
قلب اول قلت طعام دوم قلت کلام سوم قلت صحبت مع الانام چہارم یکسوئی توجہ پنجم مشغولیت شیخ ششم تصور ہفتم ذکر قلبی
ذکر قلب کے ہمراہ ذکر لطیفہ نفس زیر ناف بقدر چار انگشت شغل کہ جس کی تقریر یہ حضرت کرتے ہیں کانوں
کی آواز سے بھی ذکر کیا جاتا ہے جو شغل ان کو توجہ مشائخ سے خود بخود پیدا ہوجاتا ہے میرے والد مرحوم

حضرت مولانا بدرالدین فرماتے تھے کہ جالندھر میں ایک سائیں صاحب رہتے تھے میں
بھی ایک طالب علم کی حالت میں وہاں جا آتا کبھی کبھی بیٹھ جاتا، ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ یوں یہاں آ کے کچھ
نظر نہ سکو گے اس کا کرشمہ دیکھنا چاہتے ہو تو میں نے عرض کیا ہاں فرمایا وضو کر کے بیٹھ جاؤ اور آنکھیں بند
کر کے توجہ کرو جب میں حسب ہدایت آگے بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ
مجھ کو کچھ ہوش نہ رہا ایک نہایت لذیذ آواز **ھُوھُو** کی میرے کانوں میں آنے لگی اس میں
کچھ اس غضب کا سرور تھا کہ میں مستی کے عالم میں جھومنے لگا آخر خود سائیں صاحب نے مجھ کو بیدار کیا
اور فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ اسی حالت میں مست رہو میں نے کہا نہیں مجھ کو پڑھنے کا شوق ہے تحصیل علم
کے لئے میں نے وطن چھوڑ کر یہاں درویشانہ بسر کرتا ہوں، وہ فرماتے کہ میں عالم مستی کی رنجیاؤں فرمایا اچھا
جاؤ جب کبھی تمہارا دل چاہے آ کر بیٹھ کر ہو لیا کرو یہ حالت طاری ہو جایا کرے گی، والد مرحوم فرماتے تھے
اب بھی جب میں کسی گوشے میں متوجہ ہو کر بیٹھ جاؤں تو وہ آواز آنے لگتی ہے اور زیادہ مشق کر لیتے
کئی اسرار غیبیہ بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

قادریہ طریقہ میں بھی ایسے ہی مراقبات ہیں ان میں ایک طریقہ ہے آپ یہ کہتے ہیں زیادہ ہے وہ
یہ کہ رو بہ بغداد ہو کر سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی صورت کا تصور کیا جاتا ہے یہ تصور آپ کی
تصویر کو بھی بندھوایا جاتا ہے جو مشائخ قادریہ کے بعض خاندانوں میں محفوظ چلی آتی ہے اس سلسلے کے
ایک مشہور پیر کا ذکر ہے جو اب وفات پا چکے ہیں کہ شروع صدی میں اکثر مجھے فرمایا کرتے تھے عالم
بالا میں کسی وقت اور وقت کو نہ چھوڑا جائے معلوم نہیں کون ہوتا ہوا ہو گیا ہے مگر تم بچے کہ جب حضرت
قدس کی خبر انہیں پہنچی تو خوش نہیں تھے۔

ایک طریقہ قادریہ سنی ہے جو بتایا زاہدی نامی ہے کہتے ہیں یہ طریقہ بھی حضرت سید
عبدالقادر سے ہے جو سلطان باہو قدس سرہ سے زیادہ رائج ہے اس سلسلے کے پیر اسم ذات: اللہ
سونے سے لکھا ہوا یا نورانی حروف دل پر پڑھ کر نقش کر دیتا ہے تو بزرگ کا نام ہی یہ بات رکھی ہے
کیونکہ کوئی صاحب ذکر ذکر میرے علم میں نہیں ہے جو ایسا کر سکیں زیارت نبوی اور حضور

حضرات کا پہلا سبق ہے کہتے ہیں کہ سلطان ذکر کے مرشد مبارک سے فیض کسی کسی کو بشرط دوام تک دنیا ہوجاتا ہے آپ کی کتب میں تصورات کلمات طیبات قلب بلکہ قالب پر اور تلاوت کلام اللہ کی تاکید پائی جاتی ہے

الغرض ایسے تصورات سے عالم مثال کی سیر کر کے پھر ترقی کا تیسرا درجہ **عالم روح** ہے یہیں ذکر معنی اسم ذات ترقی کی دلیل ہے کیونکہ عالم شہادت میں تو ذکر لسانی اعمال بدنی موجب ترقی اور عالم مثال میں تصور صورت کا صورت محبوب ہو خواہ غیر مشہود اور جو کوئی اسم ہی لکھا ہو کوئی ستارہ ہی ہو جس کا تعلق ذاتی ہو اور اسی کا ہیرو کہا جاتا ہے مگر **عالم روح** جو مادی صورت سے مجرد ہے فرض کی گئی ہے یہیں معانی ہی پیش ہوتے ہیں جیسے کلام نفسی کہ با تفصیل مجمل صورت قوت متخیلہ میں بصورت کلام موزون یا غیر موزون آجاتا ہے اور پھر وہ کلام لفظی یا کتابت میں آجاتا ہے ایسے ہی روح عالم مثال میں آکر مجسم یا بصورۃ المثالی ہو جاتی ہے پھر وہ مجسم ہو کر بنظر ظاہر بھی دیکھی جا سکتی ہے اس عالم میں ملائکہ و ارواح کی ملاقات ہوتی ہے اور بہت سے علوم کے مسائل حل ہو جاتے ہیں کلمہ طیبہ کے معنی کا تصور اور اسم ذات اللہ کا تصور اس عالم روح کی سیر میں بڑی ترقی کرتا ہے

اس کے آگے جو محقق ہیں وہ کہتے ہیں کہ آگے سیر قدمی نہیں صرف سیر نظری ہے مگر وحدت وجودی کہتے ہیں مراتب امکانیہ کی حقیقت مراتب وجوبیہ ہے وہاں بھی سیر قدمی ہی ہو جاتی ہے خود کیفیت ما کان آگے اس سے **مرتبہ واحدیت** ہو یعنی صفات تفصیلیہ اللہ کریم رب رحمٰن رحیم مالک سمیع بصیر علیم ولی قدیر ثنائیہ کا علم حاصل کرنا عالم روح میں تو فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول کا مرتبہ طے ہو چکا اور اس عالم میں **سیر فی اللہ** کا درجہ طے کرنا شروع ہوتا ہے ہر ایک اسم الٰہی کا ظہور اپنے اپنے مظاہر میں نظر آتا ہے اور بذریعہ تفہیم سمجھایا جاتا ہے کہ وہ رفیع الشان اپنی صفت احدیت ہر ذرہ میں ظاہر کر رہا ہے اور وہی سمیع بصیر احدیت آنکھوں اور کانوں میں بات ہے ہیت سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ شئے بالتصور ہو کر رہی ہے وہ تو مطلق ہے مگر صورتیں ہیں بہ ترکیب صفات محدود ہو کر آ رہا ہے غرض اعلیٰ پر صفات اللہ کی سیر ہوتی ہے اور اس تفصیل میں ملا وہم وحدت پیدا

ہوتی جاتی ہو عالم شہادت عالم مثال عالم ارواح اس سند کی رہیں نظر آتی ہیں اور بڑی عجیب کیفیت قلب پر طاری ہوتی ہے بڑے بڑے علوم دل پر کھلتے ہیں پھر اس سے آگے ہے مرتبہ وحدت جو کہ پانچواں درجہ ہو کمال انسانی کا۔ اسکے معنے ہیں حقیقت جامع جمیع کمالات مقدس ہمہ عیوب و نقائص جو معنی ہیں اسم اللہ کے لیکن بحیثیت صفت جامعیت اور یہی ہے حقیقت جسکا مظہر ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں صفت کمال کی تکمیل اسماء حسنیٰ اور صفات غیر متناہیہ میں۔

اسکے آگے ہو مرتبہ احدیت جس کے معنی ہیں مطلق ذات اور ذات بحت بدون اعتبار صفات جسکے لئے اسم ھو واسطہ بناتے ہیں وجود مطلق اور بعض مطلق بھی اسی کو اب صوفی کی اصطلاح میں اس پر اور جو وحدۃ فرماتے ہیں یعنی مقصد یعنی یہ ہوں بلکہ یعنی ہے یعنی میں اسکا موضوع بار کے ساتھ کسی شرط لحوظ کے ہوتے ہیں جس کا کوئی قید ہو کسی قوم کا ثبات کا وجود و عدم اسکے لئے مساوی ہے یہ کہ وہ مطلق ہے واضح ہو کہ اس مرتبہ میں صفات سے انکار نہیں بلکہ صفات کا اعتبار و لحاظ نہیں کیا جاتا جیسے ہم سے کسی وقت کو دیکھتے وقت اسکے پیدا ہونے کی وقت میں بات نظر تفصیلی اس میں شاخیں نہیں ہیں پتے ہیں اصل میں پھل ہیں لیکن اس وقت انکا لحاظ نہیں کیا گیا یہاں پر ہم بحث نہیں کرتے کہ حق ہو یا نہیں کیونکہ غرض صرف بیان عادت ہے۔ سہروردی طریقہ جو اسی آنا کی ایک شاخ ہے حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اسکے بھی یہی اصول ہیں صرف ابتدائی اذکار اور وظائف میں فرق ہے پہلے ذکر نفی ہے اور اسکے ساتھ تصور شیخ جسے فنا فی الشیخ کہتے ہیں پھر فنا فی الرسول ہے۔ اور اسی تصور شیخ ہی کی ایک دوسری صورت ہے کہ صورت شیخ ہی کو صورت رسول قرار دے لیتے ہیں اور اس میں صفات رسول کا لحاظ کرتے ہیں بعض صاحب دل وظائف و اعمال کے ذریعے سے زیارت نبی سے مشرف کرتے ہیں اور فنا فی الرسول کا مراقبہ کرتے ہیں بعض تصوروں سے کام لیتے ہیں فنا فی الرسول سے ترقی کر کے آگے جس درجے میں پہنچتے ہیں اسکا نام فنا فی اللہ ہے اس میں اپنی صفات کو

رنگ ہو کر صفات باری سے متاثر ہوکر انہی صفات سے موصوف بنجانیکا خیال ہوتا ہے پھر سیر فی اللہ ہے یعنی رنگ برنگ صفات کا مطالعہ اور انکا استغراقی مطالعہ دوور میں سیر الی اللہ اور سیر من اللہ یعنی عروج کرکے پھر نزول صفات وجوبیہ کے بعد صفات امکانیہ میں آجانا۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور

حضرت مسیح (علیہ السلام)

اخبار ایپی فینی کلکتہ کی ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں کسی مسلمان نما عیسائی کیطرف سے ایک مضمون بعنوان بالا شائع ہوا ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی خیالی صفات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالی عیوب کے سامنے رکھکر اول الذکر کو فوقیت دیکر قابل تعظیم ٹھہرایا گیا ہو اور آخر الذکر کو نعوذ باللہ گناہ گار شریر وغیرہ وغیرہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے چونکہ مضمون کے آخر میں راقم مضمون نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا ہے اور وہ کورانہ اعتقادات کو پیش نظر رکھکر ایک منٹ کے لئے بھی صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور دیگر مسلمانوں سے اپنے خیالات کی تردید چاہی ہے اسلئے ہم ذیل میں ان باتوں کا مختصر جواب دیتے ہیں جو راقم مضمون نے مندرجہ بالا نتائج کیلئے بطور دلائل پیش کی ہیں

سب سے پہلی بات جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان پیغمبر ﷺ بزرگ اور آخری معلم محمد (صلعم) کو رسول اللہ کہتے ہیں اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کو صرف نبی اللہ ہی نہیں روح اللہ کا خطاب بھی دیتے ہیں جب دیکھو کہ لفظ رسول کے معنی صرف ایک ایلچی یا پیغام لانیوالے کے ہیں اور روح کے معنی بہت سول اور روح کے ہیں یعنی روح اللہ یعنی مسیح تو خدا کے روح ہوئے اور محمد

صرف اتنی ہی زیادہ نہیں وہ خداوند یسوع کے مقابلہ میں کس طرح اعلیٰ ہو سکتا ہے۔"

ناظرین! مندرجہ بالا عبارت میں مضمون نگار صاحب کی مسلمانی کا راز تو کھل گیا
کیا ہمارے خداوند یسوع مسیح کے فقرہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ ہمارے فقرے کے اور کوئی یسوع
کے چیلے صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کوئی مسلمان کسی نے سچ کہا ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ خیر اس
جملہ معترضہ سے اجتناب کر کے ہم نفس مضمون پر غور کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون کو نہ قرآن
کریم سے ہی واقفیت ہے اور نہ ہی دیگر اسلامی کتب سے جن میں ان اعتراضوں کے سینکڑوں دفعہ
جواب دیئے گئے ہیں ورنہ وہ اس لغو اعتراض کے پیش کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۹ء کے اپریل یا مئی کے کسی پرچہ میں کسی ہندو کی طرف سے یہی
اعتراض پیش کیا گیا تھا اور اسی طرح سے اس وقت بھی کسی ہندو یا مسیحی نے حضرت مسیح کو کل نبیوں
سے افضل ٹھہرا کر اہل اسلام کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت جو جواب حضرت
خلیفۃ المسیح اول مولوی مرحوم و مغفور نے دیا تھا وہ اخبار الحکم قادیان مورخہ ۔۔ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء کے
صفحہ ۔۔ پر چھپا ہوا ہے میرے خیال میں اگر اسے یہاں پر ہو بہو نقل کر دیا جائے تو پھر اور کسی جواب کے
بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی لہٰذا ہم ذیل میں اسے ہو بہو نقل کئے دیتے ہیں۔

روح منہ | اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح علیہ السلام کو روح منہ فرمانے سے اصل مطلب یہ ہے
کہ ان تمام اعتراضات کا جو یہود کی جانب سے نبی کی ولادت کے متعلق کئے جاتے ہیں رد ہو۔ کیونکہ ولادت دو
قسم کی ہوتی ہے ایک ولادت تو وہ ہوتی ہے کہ اس میں روح اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور ایک وہ ہوتی ہے
کہ اس میں شیطانی حصہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں بھی آیا ہے کہ وشارکہم فی الاموال
والاولاد۔ شیطان کو شریک کر۔ غرض خدا تعالیٰ نے روح منہ فرما کر یہودیوں کے اس اعتراض
کو رد کیا ہے جو وہ نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کو ناجائز ٹھہراتے تھے۔ اور روح منہ
کہہ کر صاف کر دیا کہ نبی کی ولادت پاک ہے۔

یہودی تو ایسے بیباک اور دلیر تھے کہ آگے منہ پر بھی نبی کی ولادت پر حملہ کرتے تھے۔ حدیث

شریف میں آیا ہے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہے اس میں بھی اسی کی تصدیق ہے ورنہ تمام انبیاء اور صلحا مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں حضرت مسیحؑ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ان کی صراحت اس واسطے کی ہے کہ ان پر ایسے اعتراض ہوئے اور کسی نبی پر ایسا اعتراض نہیں ہوئے اس لئے ان کے لئے صراحت کی ضرورت بھی نہ پڑی دوسرے نبیوں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے الفاظ ہوتے تو یہ بھی ایک قسم کی توہین ہوتی کیونکہ اگر ایک مسلم و مقبول نیک آدمی کی نسبت کہا جاوے کہ وہ قزاق نہیں ہے تو اس کی ایک رنگ میں ہتک ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو وہ اپنی تعلیم کر چکے ہوئے تھے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہے تب ہی تو آپ کا نام انھوں نے امین رکھا ہوا تھا اور آپ نے بڑی تحدی سے کہا فقد لبثت فیکم عمراً پھر کیا ضرورت تھی کہ آپ کی نسبت بھی کہا جاتا۔ الغرض حضرت مسیح کی عزت کو بڑھانے والے عیسائی ہیں جو ان کی ہتک کرتے ہیں اور ساتھ ہی ایک کلنک کا بھی پتہ دیتے ہیں کہ ان پر الزام تھا۔

یاد رکھو کہ کلمہ اور روح کا لفظ عام ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں ہے نعوذ باللہ وکلمات اللہ اب اللہ تعالیٰ کے کلمات تو ناپیدا کنار ہیں اور ایسا ہی صحابہؓ کی تعریف میں آیا ہے ایدهم بروح منه پھر مسیح کی کیا خصوصیت رہی۔

حضرت مسیح کی ماں کی نسبت جو صدیقہ کا لفظ آیا ہے یہ بھی دراصل دفع الزام ہی کے لئے آیا ہے۔ یہودی جو معاذ اللہ ان کو فاسقہ فاجرہ ٹھہراتے تھے قرآن شریف نے صدیقہ کہہ کر ان الزاموں کو دور کیا ہے کہ وہ صدیقہ تھیں اس سے کوئی خصوصیت اور فخر ثابت نہیں ہوتا اور نہ عیسائی کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ ان کو یہ امر پیش ہی نہیں کرنے چاہئیں۔ انتہی بلفظہ الشریف

از اخبار الحکم مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۴

معزز ناظرین! حسب بالا عبارات سے حضرت روح اللہ کی تمام حقیقت کھل گئی اور حضرت مسیح کی افضلیت ظاہر ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ یہ لفظ حضرت مسیح کی افضلیت کو ظاہر کرتا ہے۔ یا کسی کلنک کا پتہ دیتا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان کلمات کو نقل کرتے ہیں جو قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کی بابت استعمال
کئے ہیں تا کہ روح اللہ کے مقابلہ میں ہمارے ناظرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نظارہ ہو
جائے اور معلوم ہوجائے کہ سورج کے مقابلہ میں چاند کو کس قدر اول درجہ کی غلطی ہے

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں زیادہ تر لفظ رسول اللہ پر زور دیا ہے کہ رسول
کے معنی ایلچی کے ہیں اور یہ کوئی ممتاز تعریفی کلمہ نہیں ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے صرف لفظ
رسول اللہ پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ایسے ایسے کلمات استعمال
کئے ہیں کہ جن کے مقابلہ میں حضرت مسیح کی خدائی تو درکنار انسان کامل ہونے کا ثبوت بھی امر
محال معلوم ہوتا ہے اور سوائے ایک معمولی نبی کے ہمیں کوئی امتیازی فضیلت دکھائی نہیں دیتی اگر ہم قرآن
کریم پر غور کریں تو ہمیں ذیل کے الفاظ آنحضرت صلعم کے حق میں ملتے ہیں جو جا بجا قرآن کریم میں وارد
ہوئے ہیں۔

(۱) ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ یعنے وہ حضرت نبی کریم صلعم اپنی
ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تر یعنی آنحضرت
خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے جو ایک وتر کی دو قوسوں سے بلکہ وہ قوس الوہیت کی
طرف اس سے بھی نزدیک تر ہے۔

(۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور نہیں پھینکا کنکریوں کو جب تو نے
پھینکا ہاں مگر خدا نے پھینکا یعنی رسول کا پھینکنا گویا خود خدا کا پھینکنا ہے۔

(۳) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ بیشک وہ لوگ
جو تیری بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں وہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے
ہاتھوں کے اوپر ہے یہاں رسول اللہ کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ کہا گیا ہے۔

(۴) قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ
یغفر الذنوب جمیعا۔ ترجمہ کہو اے رسول کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی

جانوں پر اسراف کیا ہو خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو بیشک خداوند تعالیٰ سارے کے سارے گناہ بخش دیگا
(یہاں کل مخلوق کو رسول اللہ کے بندے کہا گیا ہے)

(۵) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کہدے حق آیا اور باطل بھاگ گیا بیشک باطل نے بھاگنا ہی تھا (اسجگہ حق سے مراد خداوند کریم قرآن کریم اور آنحضرت صلعم ہیں اور باطل سے مراد شیطان شیطانی تعلیمیں اور شیطانی گروہ ہیں پس دیکھئے کس طرح سے خداوند تعالیٰ نے اپنے ہم کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور فرمانا گویا خدا کا ظہور فرمانا ہوا)

(۶) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم کہدے اے رسول کہ اگر تم خدا کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ) اللہ تمکو اپنا محبوب بنالیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے (اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو خدا کی پیروی اور آمرزش گناہوں کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

(۷) ولا يملك الذين يدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم يعلمون (اور وہ لوگ کہ جنہیں وہ سوائے اسکے شفاعت کرنیکے لئے پکارتے ہیں کچھ اختیار نہیں رکھتے ہاں مگر وہ کہ جس نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں کہ وہ کون ہے (اسجگہ حق کی گواہی دینے والے سے مراد آنحضرت صلعم ہیں جنہوں نے سخت کفر و ضلالت کے وقت میں حق بات کہی)

(۸) وكان فضل الله عليك عظيما (اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے) ذرا غور فرمائیے کہ اس مالک ملکوت ارض و سموات کا فضل کیا وجہ رکھتا ہے

(۹) فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم (وہ لوگ اسکے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونے یا دکھ دینے والے عذاب سے ڈریں) دیکھو نبی کریم صلعم کی شان کتنی عظیم ہے کہ آپکے حکم کی خلاف ورزی عذاب الیم [illegible] ہے۔
بتلاؤ عیسائی صاحبان اب بھی کچھ گنجائش باقی رہی اور حضرت روح اللہ کی خدائی ظہور میں [illegible]

ہوئی یا انہیں مشتبہ کر دیا۔ کلمۃ اللہ کے ہوتے ہوئے حیران ہیں کہ عیسائی لوگ فقرہ روح منہ پر کیوں اتنے جوش و خروش میں آتے جاتے ہیں اور خواہ مخواہ حضرت مسیح کو خدائی کا رتبہ دے رہے ہیں کہ عیسائیوں کے دو معانی ہیں۔ فقرہ روح منہ کے کہتے ہیں بالکل ٹھیک ہیں اور اگر وہ آپ حضرت مسیح اس لفظ سے خدا ٹھہراتے ہیں تو پھر وہ نہیں جانتا کہ عیسائی مسئلہ جو والا پاک ذات کے کیا معنی کرینگے جو قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت آئی ہیں تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت مسیح کا خدا ماننا پڑتا ہے اور یا جیسا کہ حق ہے حضرت مسیح کو خدائی کے رتبے سے آنحضرت کا درجہ بڑھا چاہئے ورنہ آنحضرت صلعم کو تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کے ماتحت خدا تعالیٰ نے فرمودہ کے بموجب ان سے فضل جاننا چاہئے مگر عیسائیوں کو تو اپنے کام سے کام ہے انہیں کسی کی فضیلت سے کیا تعلق وہ تو صرف اپنے یسوع کی خدائی ثابت کرنیکے درپے ہیں۔ کوئی فقرہ انہیں قرآن کریم یا کسی کتاب سے حضرت مسیح کی بابت ملجائے بس وہ دنیا کو سر پر اٹھالیتے ہیں وہ اس فقرہ کے موقع محل کو نہیں دیکھتے وہ خوشی سے [illegible] اسکو پیش کرنا ہمارے لئے عزت کا باعث ہے باوجود تنگی وقت یاد رکھو کہ قرآن کریم نے تو پر یہ ایک بہت بڑا احسان کیا ہے کہ حضرت مسیح کو روح منہ فرما کر کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں سے اس ناپاک الزام کو دور کر دیا ہے جو یہودی لوگ محض اپنی خباثت طبع سے آپ پر لگاتے تھے۔ یہ یہودی کہاں مانتے تھے حضرت مسیح یا انکی [illegible] قسم کی ولادت اور دیگر ایسے ہی بڑے بڑے قرآن کے جو وہ پیش کرتے ہیں پھر بھی پاک اور لاکلام ہے قرآن کریم کا بہت بڑا احسان ان عیسائیوں پر ہے جسنے ایک بہت بڑے اعتراض کو کئی کروڑ مخلوق کے دلوں سے دور کر دیا۔

اس کے آگے چلکر معترض صاحب فرماتے ہیں کہ وہ امی رسول کریم صلعم اور وہ لوگ جو کسی [illegible] میں پیدا ہوا اور جس نے اپنی زندگی دوسرے لوگوں کی طرح گنتی اور ظلم اور لوٹ کھسوٹ میں بسر کی ترک بندی میں اور اپنے دین کو ترقی دے اور انکی عورتیں انکے ساتھ میدان جنگ میں جایا کرتی تھیں اور جہاد نہ وہ ذریعہ شدہ کا مقصد ہوا اسکا مطلب ہے وہ دوسرے لوگوں کی طرح

گناہ میں پیدا نہیں ہوا اور اس نے اس دنیا میں معصومانہ زندگی بسر کی اور اسکے تمام نشانات اور تعلیمات پاک تھیں۔ اسکے تمام کلام حکیمانہ و محبت آمیز میٹھے سادے اور ظاہر ہوتے تھے۔ اسنے خدا کا استخلاص محبت کیساتھ دکھایا اور وہ آپ بھری ہوئی بھیڑوں کو خدا کے راستہ پر محض ہمدردی سے لایا نہ کہ سختی اور تیز تلوار کے زور سے یہ باتیں ثابت کرتی ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود خداوند کی روح یعنی روح اللہ تھی"۔

واہ کیا عجیب منطق ہے پہلے تو معترض صاحب نے صرف قرآن کریم پر ہی اکتفا کیا تھا اور کہا تھا کہ چونکہ قرآن میں مسیح کو روح اللہ کہا گیا ہے اسلئے وہ روح اللہ ہے مگر اب آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ یسوع کی زندگی گناہوں سے پاک تھی اور دوسرے لوگوں کی طرح گناہ میں پیدا نہیں ہوئے اسلئے وہ روح اللہ ہے

Digitized by Khilafat Library

پادری صاحب نے کیا ہی تکلیف کرنے کی ضرورت تھی ہم تو پہلے ہی مانتے ہوئے ہیں کہ وہ روح اللہ تھے اور صرف وہی بلکہ ہر ایک نبی جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں مگر آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ یسوع کی زندگی گناہوں سے پاک تھی کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اسے انجیل سے ثابت کر کے دکھلاتے وہاں تو صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ یسوع ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا تا کہ اپنی بھوک کی تسکین کرے مگر اس پر سوائے پتوں کے کچھ نہ پا کر اسے بد دعا دینی شروع کر دی دیکھو متی باب ۲۱ آیت ۔ افسوس یسوع کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ درخت کا پھل دینا اسکے اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ تو اس مالک حقیقی کے بس میں ہے لیکن اس کا اندرونی غصہ جو تھمتا نہ تھا بجائے خدا پر بجا کر بد دعا دینے کے اپنی قدرت سے پھل پیدا کر لیتے مگر ہم پوچھتے ہیں کیا وہ درخت جس سے آپ پھل توڑنے کیلئے گئے یسوع کا اپنا تھا ہرگز نہیں اس حال کو کیا کہیں کہ ایک شخص خود تو کسی دوسرے آدمی کے درخت پر سے میوہ چننے کیلئے جائے اور پھر جب وہ اسپر میوے نہ پائے تو اسے بد دعا دینی شروع کر دے اور طرفہ یہ کہ پھل تو پیدا نہ کرے اور خدائی کا دعوی کرے ناظرین فرمائیں کیا یہ ایک معصوم انسان اور یسوع صاحب کی معصومانہ زندگی کا واقعہ کہے

خدا آپ انجیل کے اس مضمون پر غور کریں جس سے ظاہر ہوتا ہے ... کہ ایک فاحشہ عورت یسوع کے پاس آئی اسنے نہایت ناز و نخرے سے اسکے پاؤں پر اپنے بال ڈالے اور حرامکاری کے عطر سے اسکے سر پر مالش کی۔ (تفصیل کے لئے دیکھو [illegible])

پھر ہم عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ یسوع کی زندگی والوں نانیوں کے احوال انجیل میں کیسے پاک طریقہ میں بیان کئے گئے ہیں افسوس جس شخص کی زندگی عیب دار انجیل میں دکھائی گئی ہو اور جو خود اپنے نیک نہ ہونے کا اعلان کرے اس کی زندگی کو معصومانہ زندگی کہا جائے اور جو شخص اپنی شان رفیع میں مخالفین اور جانی دشمنوں کے پیاسوں سے موحدوں سے زمین و آسمان سے زیادہ نیک کہلائے اور سخت مخالفت کے وقت فقد لبثت فیکم عمرا کہکر اپنی تمام زندگی کی معصومیت کا اقرار مخالفین سے کرائے اسے گنہگار تصور کیا جائے اسکا ثبوت ان مسیحی بزرگوں پر ہے جو خواہ مخواہ صرف زبانی باتوں سے سند کے ایک پاک نبی کی زندگی کو تو الزام دیتے ہیں اور دوسرے کی زندگی کو معصوم بتاتے ہیں حالانکہ انجیل کے سراسر خلاف ہے ہمارے نزدیک تو حضرت کل نبی معصوم پیدا ہوئے انہوں نے معصومانہ زندگی بسر کی اور معصوم ہی اس دنیا سے گزر گئے اگر کسی صاحبان کو حضرت مسیح کی پیدائش پر کچھ تعجب ہو اور وہ اسلئے انہیں آسمان پر چڑھا رہے ہوں تو وہ بھی تو انجیل ہی میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم کے وقت ایک شخص ملک صدق نام تھا جس کا نہ کوئی باپ تھا اور نہ ماں اور پھر قرآن کریم نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنی کہ تم حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر متعجب کیوں ہوتے ہو آخر اس سے پہلے بھی حضرت آدم کو بھی تو پیدا کیا تھا اور انہیں بھی اسی طرح مٹی سے بنایا تھا اور پھر کن کا اشارہ کیا تھا جس سے وہ ہو گیا خدا جانے ان آدمیوں کی عقل پر کیوں پردہ پڑ گیا ہے کہ یہ خواہ مخواہ ایک معمولی سی بات کو بتنگڑ بنا لیتے ہیں کیا اس شخص کی ولادت پاکیزگی کو لئے ہوئے تھی جسنے پیدا ہوتے ہی اپنے آپ کو نعوذ باللہ ولد الحرام کا الزام گویا اور بچپن چھوٹی ہی عمر میں [illegible] کا معزز خطاب حاصل کیا۔

معترض صاحب کچھ تو شرم کرو اور خدا کے نیک بندوں پر جھوٹے الزام نہ لگاؤ آخر تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے اور اس احکم الحاکمین کے سامنے جواب دینا ہے ہائے افسوس یہ لوگ کس قدر بیباک ہوتے جاتے ہیں ان باتوں کو جنکے جواب سینکڑوں دفعہ اہل اسلام کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں بار بار دہرائے چلے جاتے ہیں حالانکہ یہ بات بدلائل ثابت کر دی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں کبھی ظلم روا نہیں رکھا آپ نے خون بہانے کے بجائے اپنے وطن مالوف کو چھوڑا آپ نے ہر طرح کی مصائب اپنے اوپر برداشت کیں مگر کبھی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پیش قدمی نہ کی ہاں اسوقت ہاتھ اٹھایا کہ جب بات حد سے گزر گئی اور کوئی بھی تدبیر ایسی نہ رہی کہ جس سے امن اور صلح جوئی سے کام چل جائے آپ نے ہر طرح سے تنگ آکر کفار کا مقابلہ کیا اور آپ کے تمام جنگ دفاعیہ تھے نہ کہ آنحضرت صلعم جبر

مسیحی دوست ہیں کہ ایک ہی بات کو دہرائے چلے جاتے ہیں اور خوامخواہ اعلام اور لٹریچر کے اس کام کے لئے استعمال کرتے ہیں ذیل میں ہم چند ایک آیات قرآنی اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ معترض صاحب کو معلوم ہو کہ قرآن کریم نے اشاعت اسلام کے بارے میں کس قدر نرمی روا رکھی ہے اگر ہمارے مخاطب مسیحی معترض کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو اور وہ ان آیات قرآنی پر آنحضرت صلعم اور تیرہ سو برس کا عمل دیکھنا چاہتے ہوں تو انہیں چاہیئے کہ ریویو آف ریلیجنز بابت ۱۹۱۴ء کی جلد میں مکرم مولوی شیر علی صاحب بی اے کا مضمون اشاعت اسلام بزور شمشیر پڑھیں اور راہ ہدایت اختیار کریں بہر حال قرآن کریم کی تعلیم اس بارے میں حسب ذیل ہے

(۱) وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۔ اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ہرگز زیادتی نہ کرو خدا زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا (زیادتی کرنا اسی کا کام ہے)

(۲) ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا یعنی اور نہیں چھوڑیں گے وہ لوگ تم سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں اگر وہ ایسا کر سکیں دیکھا اسی ان کی بات کا مقابلہ کرنے کا حکم مثل قرآن ہے

(۳) ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ (ترجمہ) اور اگر وہ تمہیں تکلیف دیں تو بس تم بھی انہیں اتنی ہی تکلیف دو جتنی انھوں نے تمہیں تکلیف دی ہے (کیا اسی کا نام زیادتی ہے)

(۴) لا اکراہ فی الدین (ترجمہ) دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ (کیا اسی کا نام جبر ہے)

(۵) فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم (ترجمہ) اگر کوئی زیادتی کرے تم پر تو تم زیادتی کرو اس پر اتنی ہی جتنی اس نے تم پر زیادتی کی (کیا اسی کا نام جبر ہے)

(۶) ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (ترجمہ) اور نہ قتل کرو کسی جان کو جس کا قتل کرنا خدا نے حرام کر دیا ہے مگر ساتھ حق کے (کیا اسی کا نام خونریزی ہے) ایسی ہی اور بہت سی آیات ہیں جنہیں ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں اور ناظرین سے پوچھتے ہیں کیا کوئی منصف ایسے صریح احکام قرآنی کے ہوتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے جبر تعدی اور ظلم سکھایا ہے؟ آنحضرت صلعم کے عمل پر بھی جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہ صاف لفظوں میں پکار پکار کر اسلام کے نام پر [illegible] جس دن میں آپ نہیں رہے [illegible] لفظوں میں اسی بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھایا جائے مگر دوسری طرف جب ہم عیسائی راجوں پر نظر ڈالتے ہیں تو قتل و غارت لوٹ اور غضب ان کی قسمت کا مادہ ہی دکھائی دیتا ہے بلکہ [illegible] ضعیف مخلوق بھی جس پر کبھی کسی مذہب والے ہاتھ نہیں اٹھاتے [illegible] ترقی ہوتی نظر آتی ہے حال ہی میں جنگ [illegible] کے موقعہ پر [illegible] سلوک اٹالیان طرابلس کے ساتھ کیا ہے وہ اس کا شاہد ہے [illegible] یہ سلوک شاید معترض صاحب کے خیال میں [illegible] دوسری طرف یورپ کے [illegible] مستحق انسان ہو کر ایک [illegible] قرار دیا ہے [illegible] [illegible] ایک [illegible] کو [illegible] نظر انداز کر [illegible] افریقہ میں [illegible] حلقہ بگوش مذہب عیسویت ہو جانے اور [illegible] نہایت ستم [illegible] سے اسلام کا مقابلہ کریں [illegible] کو بھی [illegible] ہے مگر شاید ہمارے مخاطب

مسیحی مسٹر حقی کی ڈکشنری میں جیسا علم دونوں کے ایک ہی معنی لکھے ہوئے ہیں کیا یہی علم جسکا اظہار آجکل بعض مسیحی سلطنتوں کو ہو رہا ہے یسوع صاحب نے بھی برتا تھا اور ایسے ہی علم کی تعلیم اپنے پیروؤں کو دی تھی کیا یسوع کے احکام ایسے ہی علیمانہ محبت آمیز میٹھے سادے اور ظاہر تھے کیا انہے ایسی ہی خالص محبت کیساتھ خدا کا راستہ دکھلایا اور وہ ایسی ہی ہمدردی سے اپنی بکھری ہوئی بھیڑوں کو خدا کے راستے پر لایا انجیل پر بھی جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف لفظوں میں دکھائی دیتا ہے کہ کہیں تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں متی ۱۰۔ ۳۴ اور کہیں آپ پر خشم ہو کر فرماتے ہیں کہ

... کیا تم گمان

کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں نہیں میں تمہیں کہتا ہوں بلکہ جدائی کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی تین دو کے برخلاف ہونگے اور دو تین کے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے اور ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے اور ساس بہو سے اور بہو ساس سے برخلاف ہوگی لوقا ۱۲۔ ۵۱ تا ۵۳ ایک اور موقعہ پر آپ اپنے حواریوں کو یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے بیچ کر بھی تلواریں خریدو۔ دوسری جگہ بائبل کے خدا کا یہ جبری حکم بھی قابل فراموش نہیں کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام لشکرگاہ میں گزرتے پھرو اور ہر مرد تم میں سے اپنے بھائی کو اور ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے خروج ۳۲۔ ۲۷ ایک اور موقعہ پر جب فقیہی اور فریسی یسوع سے معجزہ طلب کرتے ہیں تو آپ انہیں ان نرم الفاظ کیساتھ مخاطب فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں متی ۱۲۔ ۳۹ اے ریاکار فقیہیو اور فریسیو وغیرہ وغیرہ اب بتلایئے کیا یہ علیمانہ اور انکسارانہ برتاؤ ہے اور کیا یہ اس محبت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے جو بقول مسٹر حقی صاحب یسوع صاحب مخلوق کیساتھ رکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لیکچرر صاحب کو انجیل سے بھی پورے طور سے واقفیت نہیں۔ اسی لئے تو وہ

بغیر سوچے سمجھے جو کچھ سر میں آئے کہتے چلے جاتے ہیں اور وہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس میں انکی اپنی ہی ذلت ہے خواہی نہیں سمجھتے اور انہیں انکی دینداریوں کی سزا دے۔ ایک اور اعتراض پیش کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کیساتھ انکی عورتیں بھی جنگوں میں جایا کرتی تھیں۔ خدا جانے معترض صاحب نے اس میں کونسی قباحت دیکھی ہے کہ خواہ مخواہ اسے اعتراض کی صورت میں پیش کر دیا گیا اپنی محرم یا منکوحہ بیوی کو اپنے ساتھ لڑائی میں لیجانا گناہ ہے اور بجائے اسکے غیر شادی شدہ نامحرم عورتوں کو ساتھ لشکر میں داخل ہے جیسا کہ فوجوں کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ مسیحی معترض اپنے گھر کو تو دیکھتے نہیں اور خواہ مخواہ دوسروں کے جائز باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں آنحضرت صلعم کیساتھ انکی عورتیں مردوں کی خبر گیری اور دیگر ضروریات بہم پہنچانے کے لئے جایا کرتی تھیں اور یہ کوئی اسلام ہی میں خصوصیت نہیں حال ہی میں جنگ ٹرکی و اٹلی کے موقعہ پر پہلے سے زیادہ مشہور ہوا کہ ایک مسیحی شاہزادی ایک جہاز پر سوار ہو کر مع شفاخانہ کا کام دیتا طرابلس کو روانہ ہوئی ہیں پھر خدا جانے مسیحی لوگ کیوں خواہ مخواہ مسلمانوں کے منہ آتے ہیں اور اپنے گھر کو نہیں دیکھتے

آخر میں مسیحی معترض نے ایک ایسی عجیب و غریب بات لکھی ہے جسے پڑھ کر ہمیں بے اختیار ہنسی آتی ہے اور معترض صاحب کی قرآن دانی کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اور گو مسلمان کہتے ہیں کہ محمد صلعم ایک براق پر سوار ہو کر خداوند تعالے کے حضور آسمانی بادشاہت میں گئے اور وہ خدا سے براہ راست ہم کلام ہوا لیکن عجیب بات ہے کہ انکا چہرہ کبھی بھی روشن نہیں ہوا موسیٰ نے خدا تعالے سے گفتگو کی اور انکا چہرہ روشن ہو گیا اور اسلئے وہ جب اپنے مریدوں کے سامنے آتے تھے تو برقع پہن لیتے تھے کیونکہ وہ اسکی روشنی کو سہار نہ سکتے تھے [illegible] دنیا میں برقع کی ضرورت تو نہ ہی ہوئی اور اسلئے وہ اپنا چہرہ ہر ایک پر قدرت سے دکھانے پر مجبور تھے اسکا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے جی ہاں کیوں نہ ہو آپکے [illegible] ثابت

* بریکٹ ہمارے اپنے ہیں۔

کرتا ہے کہ موسیٰ نے خدا سے بہو بہو گفتگو کی۔ وہ اپنی مسلمان اس فرق کی بابت کیا خیال کرتے ہیں
آپ کیا چاہتے ہیں اگر حدیث صحیح ہو تو اس سے ثابت نہیں ہوتی اسے خوب غور سے سمجھو اور غور کرو
جو ہم ہو آپ اگر تم اپنی نجات کے خواہشمند ہو اور اپنے خالق کو راضی کرنا چاہتے ہو اور ابدی
زندگی کی خواہش رکھتے ہو تو یسوع کی طرف آؤ۔ یہ مسلمان کب دیانت سے اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں کہ
یہ بندگی مسلمان کس جوش میں ہیں کہ خدا اور انسان کے درمیان بطور واسطے کے رکھی
ہاں کیوں نہ ہو مثل مشہور ہے کہ روپیہ بادشاہ کے خزانے میں ہو کرتا ہے اور یہ جھوٹے کی لات میں
میں مسلمان ہوں ابھی آپ بجائے تحقیق تقلید کیوں کرتے ہیں ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا ہے کہ آپ
کون ہیں اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ آگے بڑھتے ان باتوں کو میری
تسلی کے لیے آشکارا کریں۔ اب تو شاید آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی اگر ابھی کچھ باقی ہے تو لیجئے
ہم آپ کی خاطر اور بھی کچھ لکھ دیتے ہیں)

پادری صاحب نے ابابیل اف گراف سے کچھ نہیں بیان کیا آپ نے مرقومۃ الصدر عبارت
میں جو کچھ لکھا ہے اور اسے قرآن کی طرف منسوب کیا ہے یہ باتیں تو قرآن کریم میں نہ بطور اشارہ
باتیں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتیں قرآن ایسی مزخرفات سے پاک ہے ایسی بیہودہ باتیں تو
انجیل میں بہت پائی جاتی ہیں اسلئے ہم مذکورہ بالا اعتراض کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے جب تک معترض
صاحب قرآن کی کوئی آیت پیش نہ کریں۔

آخر میں ہم بڑے ادب و انکسار سے سائل صاحب سے التجا کرتے ہیں کہ وہ خدا وحدہٗ لا
شریک ہیں اگر وہ اپنی نجات کے خواہشمند ہیں اور اپنے خالق کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور ابدی
زندگی کی خواہش رکھتے ہیں تو انکو چاہئے کہ آنحضرت صلعم کی متابعت اختیار کریں کیونکہ خدا نے فرمایا
ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے رسول کہہ دے کہ اگر تم اللہ
کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔ ہاں وہی ایک رسول ہے جو قاب
قوسین او ادنیٰ کے باعث خدا اور مخلوق کے درمیان بطور واسطے کے ہے اور اسی کی اتباع کر

انسان نجات پا سکتے ہیں یہی اور یہی نجات اور خوشی حاصل کر رضاء تعالیٰ کی عاجز مخلوق کو
خدائی لباس پہنانا شرک نہیں اور یہ میں ہی نہیں کہتا بلکہ آپکے بھائی کونٹ ٹالسٹائے صاحب
بھی اسی بات میں میرے ہم آواز ہیں اگر آپ اُسکا ثبوت چاہیں تو برٹش انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۳ کو
بڑے غور سے پڑھیں اس میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح ایک روحانی معلم تھے اور وہ خدا کو
یا خدا سمجھکر پرستش کرنا سب سے بڑا کفر ہے بس اگر آپ سچی نجات چاہتے ہیں تو اس کفر کو چھوڑیں
اور اسلام کی طرف آئیں۔ وما علینا الا البلاغ — خاکسار دوست محمد از لاہور کوچہ چابک سواران

سُلّم الوصول الی اسرار اسراء الرسول

مصنفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو

گذشتہ سے پیوستہ

آگے چلکر مولوی صاحب نے بعض مفسرین و محدثین کی رائیں صفحہ ۷۰ و ۷۱ پر پیش کی ہیں کہ ظاہر ہے کہ مفسرین و محدثین کی ذاتی رائیں شرعاً حجت نہیں ہو سکتیں اور اسکے پیش کرنا بحث بیشک فضول امر ہے علاوہ ازیں جب الفاظ قرآنیہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہو گیا کہ معراج بجسد مثالی تھا تو اسکے مقابلہ میں غیر نبی کے قول کو پیش کرنا سراسر نبوت کی ناقدر شناسی ہے لیکن بعض مفسرین و محدثین کے اقوال پر جو کہ معراج بجسد مثالی کا انکار ہرگز جائز نہیں مگر ہم تمام حجت کیلئے مولوی صاحب نے اس حصہ مضمون پر جو ایسا عنوان در مفسرین و محدثین کی متفقہ عبارتیں قائم کیا ہے ہم اسکے متعلق کچھ الگ کئے دیتے ہیں

عنوان مذکورہ بالا کے نیچے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

جمہور سلف و خلف اہل سنت اسی معراج جسمانی ہی کے قائل ہیں اور متقدمین اسلام کیا متقدمین اور کیا متاخرین سب کے سب بالاتفاق اسی معراج جسمانی ہی کو ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور اہل سنت کی کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں جس میں معراج کشفی و روحانی یا منامی کو صحیح و ثابت قرار دیا ہو بلکہ منکرین معراج کو کافر و ضال اور مبتدع لکھتے ہیں"۔

عبارت مذکورہ بالا کے بعد مولوی صاحب نے تفسیر فتح البیان اور تفسیر ابن کثیر شرح صحیح مسلم شرح فقہ اکبر شرح عقائد نسفی اور علاوہ فتح البیان کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

ہم پہلے مولوی صاحب کی خاص تحریر و مستقل کتب پر جو کہ پر ظاہر کر کے پھر تفسیر فتح البیان و غیرہ کی نسبت بھی اپنے خیالات ظاہر کریں گے اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اہل اسلام میں معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کے متعلق صدر اسلام سے برابر اختلاف چلا آیا ہے مگر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مولوی صاحب بکمال جرأت کے ساتھ اس اختلاف پر پردہ ڈال کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ متقدمین و متاخرین سب کے سب بالاتفاق معراج نبوی کو جسمانی اور وہ بھی بیداری کی مانتے چلے آئے ہیں اس مختصر مضمون میں بہت سی کتابوں کی عبارتیں نقل کر کے ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا سنہ ۱۳۰۸ھ میں جناب مخدوم مولوی محمد فضل صاحب چکڑالوی نے اپنی کتاب نصرۃ الحق میں (جو بطور ضمیمہ انبار الحکم میں شائع ہوئی تھی) معراج نبوی کے متعلق ایک نوٹ لکھا تھا اسے افادۃً للناظرین یہاں نقل کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

"تحقیق آنکہ صحابہ کرام و سلف را در بحث است کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحانی بود چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی در مکتوبات خود تحریر فرمودہ اند کہ معراج پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم روحانی بود و حضرت امام غزالی ہم قائل معراج روحانی است و در شفاء قاضی عیاض مسطور است فذهب طائفة الى ان الاسراء بالروح وانه رؤيا منام مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء حق و وحى والى هذا ذهب معاوية واليه اشار محمد ابن اسحاق و در تفسیر کبیر و حکی عن محمد بن جرير الطبري عن حذيفة انه قال ذلك

رؤیا و انہ ما فقد جسد رسول اللہ صلعم و انما اسری بروحہ و حکی ھذا القول ایضاً عن عائشۃ و عن معاویۃ۔"

اس نوٹ سے ظاہر ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ حضرت حذیفہؓ محمد بن جریر طبری محمد ابن اسحاق امام غزالی امام ربانی مجدد الف ثانی اور انکے علاوہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ سے یہی اعتقاد رکھتا چلا آتا ہے کہ معراج نبوی جسم خاکی کیساتھ نہیں تھا پس ایسا اعتقاد رکھنے والا گروہ اگر منکر معراج سمجھا جا کر کافر و ضال و مبتدع کہا جا سکتا ہے تو نعوذ باللہ اس علامہ فتوے کا نشانہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت امیر معاویہ حضرت حذیفہ وغیرہم صحابہ کرام و علمائے عظام بھی قرار پاتے ہیں مگر ایسی جرأت کسی متقی مسلمان اور ذی علم باایمان کا کام نہیں اسلئے مولوی ابراہیم کی تحریر بالکل خلاف واقع اور سراسر فضول و نامعقول ہے

فاضل سیالکوٹی کے نوٹ کے علاوہ میں ایک نوٹ تصوف کی طرف کا بھی یہاں لکھدینا مناسب سمجھتا ہوں شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے

حضرت خواجہ سلطان نظام الدین اولیاء زری زر بخش قدس اللہ سرہ کے ملفوظ مبارک موسوم بہ فوائد الفواد (اردو ترجمہ) مطبوعہ مسلم پریس دہلی کے ص۴۲ میں لکھا ہے۔

"ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ معلوم شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لیگئے تھے کہ عرش و کرسی بہشت و دوزخ وغیرہ آپکے ملاحظہ فرمائیں وہاں ان سب چیزوں کو اسی دنیا میں آپکے حضور میں لائے تھے یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں یہاں ہی لائی گئی ہوں پس یہ معراج اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے کہ آپکا رتبہ ان سب سے بالا ہے۔"

اب ہم مولوی صاحب کی پیش کردہ عبارات کی ذرا جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

(۱) صاحب تفسیر فتح البیان لکھتے ہیں۔ والذی دلت علیہ الاحادیث الکثیرۃ ھو ما ذھب الیہ معظم السلف والخلف من ان الاسراء بجسدہ وروحہ یقظۃ او ...

ثم الی السموات۔ یعنی وہ امر جس پر احادیث کثیرہ دلالت کرتی ہیں اور جس کی طرف سلف و خلف کا ایک بڑا گروہ گیا ہے یہ ہے کہ اسراء نبوی جسد اور روح کیساتھ بیداری میں بیت المقدس تک پھر آسمانوں تک تھا۔

صاحب تفسیر البیان اس عبارت میں دو باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اسراء جسد و روح دونوں کیساتھ تھا دوسرے یہ کہ بڑا گروہ سلف و خلف کا اسی طرف گیا ہے۔

مگر ناظرین کیا ان دونوں باتوں سے معراج نبوی کا جسم خاکی ہونا ثابت ہوتا ہے ہرگز نہیں ہم مانتے ہیں کہ اسراء نبوی روح اور جسد مثالی کے ساتھ تھا جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں پس یہ دلیل صاحب فتح البیان یا مولوی ابراہیم کے لئے کچھ مفید نہیں۔

یہی دوسری دلیل کہ سلف و خلف کا ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ اسراء نبوی روح اور جسم عنصری دونوں کیساتھ تھا کچھ دلیل نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون۔ سورہ انعام رکوع [illegible] پھر فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ سورہ النساء رکوع ۸ یعنی اے مومنو! اگر باہم تمہارے کسی مسئلہ پر تنازع ہو تو اللہ اور رسول اور قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرو۔ اگرچہ کتنے ہی [illegible] مقامات پر یہی [illegible] ہے ان دونوں آیتوں سے ثابت ہو گیا کہ دنیا میں اکثر لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔ انکی پیروی نہیں کرنا چاہئے بلکہ مومنین کو اللہ اور رسول کی پیروی کرنا چاہئے۔

بعض مفسرین نے آیت ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک کی تفسیر میں کہا ہے کہ فیہا دلالۃ علی ان لا اعتبار فی دین اللہ ومعرفۃ الحق بالقلۃ والکثرۃ یجوز ان یکون الحق مع [illegible] یعنی آیت دلالت کرتی ہے کہ کچھ اعتبار نہیں ہے خدا کے دین میں اور حق کے پہچاننے میں قلت اور کثرت کا اسلئے کہ جائز ہے کہ حق وہی ہو جس طرف تھوڑے لوگ ہیں۔ ابن جوزی نے

تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف ابن اسباط سے کہا کہ اذا بلغک عن رجل
بالمشرق انہ صاحب سنۃ فابعث الیہ بالسلام واذا بلغک عن آخر بالمغرب
انہ صاحب سنۃ فابعث الیہ بالسلام فقد قل اھل السنۃ ۔ اگر مشرق میں ایک اور مغرب
میں دوسرا پابند سنت کا ہو تو اسکو سلام بھیجو اسلئے کہ سنت پر چلنے والے بہت ہی کم ہیں امام فخر الدین
رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ سواد اعظم وہی ہے جو تابع کتاب یعنی قرآن اور سنت کا ہو وان ما
سواھما لا یلتفت الیھم وان استلزم الحال مخالفۃ کتاب و سنت کے سوا ہو پھر التفات
نہ کرنا چاہیئے گرچہ ان سے جہان بھرا ہوا ہو جماعت کے معنی میں ایک بزرگ نے کہا ہے کہ
الجماعۃ مجموعۃ اھل الحق وان قلوا کہ جماعت نام ہے اہل حق کے مجمع ہونیکا ایک حق
بات پر گرچہ وہ بہت ہی کم ہوں سواد اعظم کے معنی میں ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے
ہیں کہ ان ہذہ من الصفات الوھبیۃ فیقول ما الوم مقام العدد فکثیر من خلیھم ملا
میت مثل ھذا لاما امۃ قال اللہ تعالی ان ابراھیم کان امۃ ۔ ملاکہ فیجتمع فیہ
من الصفات ما لا یوجد متفرقۃ الا فی جماعۃ ولذا قال الشاعر لیس من اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد وقد قیل فی حدیث المشہور علیکم بالسواد الاعظم ای
الاورع والاعلم پس جب کہ ایک شخص پر اطلاق امت کا خدا کے کلام سے ثابت ہوا اسلئے
کہ وہ ایک ان باتوں کا جامع تھا کہ جو متفرق ہوں بہت سے شخصوں میں اور خدا کا ایک شخص کو
بمنزلہ ایک جہان کے بنا دینا عجیب نہیں اور سواد اعظم سے مراد زیادہ پرہیزگار ہے لیکن ہو تو بھی
کثرت عوام کو کسی مسئلہ کی صحت پر دلیل لانا پچھو کھیلنا اور عوام کو خوش کرنا ہے اور یہ حاصل ہے
بطال باطل ہیں ہے پس حدیث لا یزال فی طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من
خذلھم حتی تقوم الساعۃ کو ذکر کیا لکھتے ہیں فی اصل الحدیث لا تزال الطائفۃ قلیلۃ من
امتی منصورین بالحجۃ والبرھان پس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ایک جماعت قلیل دلیل اور حجت
کے ساتھ غالب اور کامیاب ہو ہمیشہ رہیگی پس معلوم ہوا کہ وہ گروہ ہمیشہ غالب رہیگا وہی قلیل

آدمیوں کا گروہ ہے کہ یہی جماعت شرعی سوادوں پر غالب ہوگا اور کوئی اسکو مغلوب نہ کریگا اور
یہ گروہ وہی ہے جو کہ تابع کتاب و سنت کے ہیں انکے سامنے رسم و رواج کی سن پوش ہو جاتی ہے نہ بعض
کے پیچ اور پیچیدہ دلیلیں چل سکتی ہیں نہ علماء دنیا طلب کی چکنی چپڑی باتوں کی حیثیت اڑ جاتی
ہے نہ تو مولوی کثرت اور عوام کی جمعیت اور تعیت اسکو دور کر سکتی ہے خدا کی کتاب اور رسول کی
حدیث کے سامنے سب کو مغلوبیت ہو جاتی ہے . . . . .

ابو محمد علی ابن احمد بن سعید بن حزم بن غالب اندلسی اپنی کتاب محلی کی کتاب الاشربہ میں
بہ نسبت دعوی اجماع کے لکھتا ہے (ترجمہ) کہ اجماع کا دعوے کرنا ایک ایسا قول ہے جسکا فساد
ظاہر ہے اسلئے کہ اس سے سارے اقوال باطل ہوتے ہیں اور ایسے دعوے کرنے والوں پر لازم آتا
ہے کہ وہ نماز کو واجب جانیں نہ حج و نماز کی فرضیت کے قائل ہوں اور نہ زنا کی برائی پر اعتقاد
رکھیں مگر اسوجہ سے کہ اسپر اجماع ہے اور جو ایسا کرے وہ دین اسلام سے خارج ہے دو وجہ سے
اول یہ کہ یہ بنایا ہوا مذہب ہے کہ نہ خدا نے حکم کیا ہے کہ سوائے اجماع کے اور کسی کا اتباع نہ کرو اور نہ
رسول نے فرمایا ہے بلکہ خدا نے تو قرآن و سنت اور اولو الامر کے اتباع کا حکم کیا ہے یہ بھی خدا نے
نہیں کہا کہ جب کسی امر میں اختلاف ہو تو وہی بات مانو جسپر اجماع ہو جو ایسا دعوے کرے
وہ خدا پر تہمت کرتا ہے اور نیا دین بنانا چاہتا ہے اسلئے کہ خدا نے صاف صاف کہدیا ہے کہ جو
تمہارے رب نے بھیجا اُسکی اتباع کرو اور پھر فرما دیا ہے کہ جو رسول کہے اسے لو اور جس سے
منع کرے اُسے چھوڑ دو اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی بات میں جھگڑا ہو تو خدا رسول کو رجوع
کرو اسلئے ہم اس امر میں اجماع کا اتباع کرتے ہیں جس میں ہمکو ثابت ہو کہ سب اسپر متفق
ہیں اور انکا اجماع کتاب و سنت کے مخالف نہیں ہے اور اگر آپس میں اختلاف ہو تو ہم
قرآن و حدیث پر رجوع کرتے ہیں جسکو اسکے مطابق پاتے ہیں اسپر عمل کرتے ہیں گو اسپر اجماع
نہ ہو اور بس یہی وہ طریقہ ہے جسکا حکم خدا و رسول نے دیا ہے دوسرے یہ کہ اجماع کے دعوے
سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت اختلاف میں ہمکو قرآن و حدیث پر رجوع نہ کرنا چاہیے بلکہ اجماع پر

کہ یہ کس کی رائے ہے تو حقیقت میں یہ بات دین کی نہیں آئی۔

اقتباس از رسالہ تصفیہ در عقیدہ حدیث مصنفہ نواب محسن الملک مرحوم جسکو مولوی کرم الدین صاحب مرحوم ... نے اہلحدیث امرتسر نے چھپوایا) پھر صاحب تفسیر البیان لکھتے ہیں ولا تقفوا ما لیس لک بہ علم۔ بمجرد الاستبعاد وتحکیم محض العقول القاصرة عن ما هو معلوم انه لا یستحیل علیه سبحانه شیئ اور کو دل عرف استبعاد اور عقل قاصر الفہم کو حکم بنانے کا نتیجہ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے محال نہیں ہے۔

صاحب تفسیر فتح البیان کی اس تحریر سے بھی احمدیوں پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ احمدیوں کے نزدیک کسی شخص کا جسم خاکی آسمان پر جانا محض عقلاً مستبعد نہیں بلکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ چونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں بطور سنت اللہ یہ بات بیان فرمائی ہے کہ کوئی بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا اور سنت اللہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اس لئے جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا پس احمدیوں کے مقابل میں یہ وہی استبعاد پیش کرنا اور اگر کر کے پھر سنت اللہ کو نظر انداز کر کے محض قدرت ہی کی بحث لے بیٹھنا سراسر نادانی ہے۔

اتنی اور جو صاحب تفسیر فتح البیان نے پیش کی ہیں وہ وہی ہیں جو مولوی ابراہیم نے پیش کی ہیں اور جنکا جواب ہم مفصل لکھ چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں ہاں ایک بات کا ذکر ہم ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ صاحب تفسیر فتح البیان اس گروہ کے مقابلہ میں جو معراج کو صرف روحی یا منامی مانتا ہے یہ دلائل پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔

فالاولی ما ذهب الیه الجمهور۔ پس جمہور کا مذہب اولیٰ ہے

میرا مطلب اس ذکر سے یہ ہے کہ صاحب تفسیر فتح البیان اپنے مذہب کو بمقابلہ فریق ثانی اولیٰ بتاتے ہیں مولوی ابراہیم وغیرہ کی طرح فریق ثانی کو ضال و مبتدع نہیں ٹھہراتے پس احمدی لوگ جو معراج نبوی کو روح اور جسم مثالی دونوں کیساتھ مانتے ہیں انکو ضال و مبتدع ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

(۲) آگے چلکر تفسیر ابن کثیر کی عبارت شروع ہوتی ہے صاحب تفسیر مذکور نے معجزات انبیاء کے جن پر اس مضمون میں مکمل بحث ہو چکی ہے کوئی دلیل پیش نہیں کی اسلئے ہم انکی تحریر کے متعلق صرف اسقدر عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ صاحب تفسیر مذکور شروع عبارت میں لکھتے ہیں

فاما الآخرون من العلماء على انه اسری بعد مناماً ثم روحه یقظة یا مناماً و لا ینکران یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی قبل ذلک مناماً ثم رآہ بعد یقظة۔ اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ سیر معراج آپکو عالم بیداری میں کرایا گیا وہ خواب میں اور اگر پہلے کبھی بطور خواب دیکھا اور اسکے بعد بیداری میں اسکے متعلق سیر کیا ہو تو کچھ تعجب نہیں۔

اس عبارت سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مفسر کی رائے بجسمی معراج بالجسد بیداری کی طرف جھکی ہوئی ہے ویسی ہی ان کے قریب قریب معراج بالروح و منام کی طرف بھی جھکی ہوئی ہے دوسرے یہ کہ علمائے اسلام میں اس بات پر کہ معراج نبوی خواب میں تھا یا بیداری میں اور صرف روحی تھا یا روح اور جسم دونوں کیساتھ ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے۔

(۳) تیسرے نمبر پر مولانا صاحب نے امام نووی کی تحریر پیش کی ہے وہ لکھتے ہیں والحق الذی علیہ اکثر الناس ومعظم السلف وعامة المتأخرین من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انہ اسری بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم والآثار تدل علیہ لمن طالعہا وبحث عنہا ولا یعدل عن ظاہرہا الا بدلیل ولا استحالة فی حملہا علیہ فیحتاج الی تاویل۔ حق بات جس پر اکثر لوگ اور سلف کا بڑا گروہ اور عامہ متاخرین فقہاء محدثین متکلمین گئے ہیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسم کیساتھ ہوا اور آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں ظاہر سے عدول نہیں ہو سکتا مگر دلیل کے ساتھ اور اسباب میں کوئی محال نہیں جس کو تاویل کی احتیاج ہو۔

معزز ناظرین! ظاہر ہے کہ امام نووی صاحب کی یہ ذاتی رائے حجت شرعی نہیں ہو سکتی یہ صرف ہے کہ اکثری لوگ اس بات سے کہ انکا دعویٰ میں بحث تو جسد کے عنصری اور مثالی ہونے میں ہے سو اس پر کہ جسد عنصری کا ثبوت امام نووی صاحب بھی نہیں پیش کر سکے انہوں نے صرف دو باتیں لکھی

ہیں ایک تو یہ کہ جو امر ہے عدول کیلئے کوئی دلیل چاہئے مگر ہم بفضلہ تعالیٰ ایک دلیل کیا کئی دلیلیں لکھ چکے ہیں دوسری بات انھوں نے یہ پیش کی ہے کہ کوئی اتحاد پیش نہیں ہوتا جس سے تاویل کی احتیاج ہو اسکے متعلق ہم سنت اللہ دکھلا چکے ہیں کہ کوئی بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا اور ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ایک مسلم امر ہے پس امام نووی کی تحریر سے بھی مولوی ابراہیم صاحب اور انکے ہم خیالوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

آگے بڑھکر اہلحدیث مولوی صاحب احمدیوں کے مقابلہ میں یوں فرماتے ہیں۔

"فقہ اکبر میں امام اول امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں وخبر المعراج حق ومن ردہ فہو مبتدع ضال اور ملا علی قاری حنفی اسکی شرح میں فرماتے ہیں فمن ردہ ای ذلک الخبر ولم یؤمن بمقتضی ذلک الاثر فہو ضال مبتدع ای جامع بین الضلالۃ والبدعۃ"

ناظرین اہلحدیث مولوی نے حنفیوں کو خوش کرنیکے لئے حضرت امام ابوحنیفہ کو امام اول تو لکھدیا مگر احمدیوں کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی بات چلتی پھر بھی نظر نہیں آتی کیونکہ احمدی لوگ معراج کو حق جانتے اور اسکے مقتضا پر تحقیقی اور واقعی طور پر ایمان رکھتے ہیں پس مولوی صاحب کی یہ مطلب نیز روایت کشی بھی محض تضیع اوقات اور فعل عبث ہے

اور مولوی صاحب نے اسکے بعد شرح عقائد نسفی کی ایک عبارت پیش کی ہے جس سے تین باتیں لکھی ہیں جو تفسیر ابن کثیر وغیرہ کی عبارتوں میں اوپر نقل ہو چکی ہیں ہاں اسبات پر زیادہ زور دیا ہے کہ آسمانوں کا خرق والتیام یعنی پھٹ جانا اور ملجانا جائز اور ممکن ہے ہم بھی کہتے ہیں بیشک درست ہے مگر کیا اس جواز و امکان سے ہر امر ممکن الوقوع کو واقعہ ہونا مان لیا جا سکتا ہے یا علاوہ امکان کے وقوع کا ثبوت بھی ضروری ہے مثلاً ممکن ہے کہ صاحب شرح عقائد یا مولوی ابراہیم مسئلہ زیر بحث میں خطا پر ہوں تو کیا اس امکان پر جائز ہے کہ ہم صاحب شرح عقائد یا مولوی ابراہیم کو محض امکان کی وجہ کی بنا پر خطی مان لیں۔

شرح عقائد کی جن عبارتوں میں سے ایک عبارت جو مولوی ابراہیم صاحب کی تنبیہ کیلئے

آئینہ کارگر ہو گی ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔
فی الیقظۃ اشارۃ الی الرد علی من زعم ان المعراج کان فی المنام علی ما روی عن معاویۃ انہ سئل عن المعراج فقال کانت رؤیا صالحۃ و روی عن عائشۃ انہا قالت ما فقد جسد محمد لیلۃ المعراج وقد قال اللہ تعالی وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ فی الیقظۃ میں اس شخص کے رد کی طرف اشارہ ہے جو کہ معراج خواب میں تھا جیسا کہ روایت کیا گیا ہے معاویہؓ سے کہ ان سے کسی معراج کے بارہ میں سوال کیا تو معاویہؓ نے کہا کہ معراج رویائے صالحہ تھا اور عائشہؓ سے روایت کی گیا کہ انھوں نے کہا کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا۔ اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جو رویا تجھے دکھائی وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہے اس عبارت کے بعد شرح عقائد میں ان دونوں کو جواب بھی دیئے گئے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے قول رویائے صالحہ سے رویا بالعین یعنی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے اور حضرت عائشہؓ کے قول سے یہ مراد ہے کہ شب معراج میں آنحضرت کا جسم روح سے غائب نہیں ہوا۔ بلکہ روح کیسا تھ تھا۔ یہ تو ہوتی کس قدر بیچ در بیچ ہیں مجھے اس کے متعلق کچھ خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی مگر میں اس مقام پر ناظرین کی توجہ صرف اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ معراج نبوی خواب کا واقعہ تھا یا بیداری کا واقعہ اور جسم عنصری کیساتھ تھا یا نہیں اس معاملہ میں صحابہؓ سے لیکر آج تک برابر اختلاف چلا آیا ہے اور مولوی ابراہیم صاحب جو عوام الناس کے دلوں میں یہ بات جمانا چاہتے ہیں کہ معراج نبوی کا جسد عنصری ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہمیشہ سے اہل اسلام میں اسپر اتفاق چلا آیا ہے اور صرف احمدیوں نے اب اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے یہ بات قطعی طور سے دروغ بے فروغ اور سراسر دھوکا اور جالبازی پر مبنی ہے

(۵۵) آخر مولوی ابراہیم صاحب کی روایت کشی امام ابن قیم کی زاد المعاد اور تبیان پر ختم ہوتی ہے زاد المعاد کی عبارت زیر بحث معراج کا قصہ اور کتابوں کی طرح اقتصادی جگہ میں بیان کیا گیا ہے استدلالی رنگ میں ایک حرف بھی نہیں لکھا گیا تبیان کی عبارت سے صرف نظر کیئے

گیا ہے کہ بیت المعمور آسمان پر ایک محل ہے جو شب معراج میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا پس یہی وہ الہامات ہیں جو مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے مقابلہ میں نہایت طمطراق کے ساتھ پیش کئے ہیں اور بزعم خود سمجھ لیا ہے کہ میدان مار لیا اور جوش مسرت میں از خود رفتہ ہو کر صفحہ ۸ پر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اس معراج جسمانی پر چاروں مذاہب کا اجماع ہے۔ شرم! شرم!! شرم!!!

اجماع کی حقیقت ہم پہلے مکمل لکھ چکے ہیں اور مولوی صاحب کے تمام دعاوی کا ضعیف و بودا ہونا بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ اسلئے ہم اب مزید اس اجماع کے متعلق کچھ اور لکھنا نہیں چاہتے۔ البتہ مولوی ابراہیم صاحب چونکہ علامہ ابن قیم کی قرآن دانی پر نہایت فریفتہ نظر آتے ہیں اسلئے ہم موصوف موصوف کا ایک عقیدہ نقل اور مسئلہ رفع کے متعلق پیش کر کے پھر ناظرین کی خدمت میں وہ نکتہ کی لکھی ہوئی ایک عرض داشت پیش کرینگے۔

علامہ ابن قیم کا قول۔ لکن لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مقام خرق العوائد حتی شق بطنه وهو حي لا يتألم بذلك عرج بذات روحه المقدسة حقيقة من غير اماتة ومن سواه لا ينال بذات روحه الصعود الى السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبياء انما استقرت ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان (زاد المعاد) جلد اول صفحہ ۳۰۰-۳۰۲ مشتمل یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر خرق عادت میں دیکھو کہ خلاف عادت لوازم حال پیدا ہوتے کہ آپکا شکم بھی شق ہو گیا اور وہ زندہ بھی ہے۔ اور کوئی درد بھی محسوس نہ ہوا روح پاک کے ساتھ فی الحقیقت معراج میں گئے اور زندہ ہی تھے اور انکے سوا کسی شخص کی روح آسمان پر موت سے پہلے نہیں جا سکتی اور تمام انبیاء کی روحیں بھی آسمان پر بعد موت و مفارقت بدن پہنچی ہیں۔

امام ابن قیم کی اس قول سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جسم خاکی کیساتھ آسمان پر تشریف نہیں لیگئے بلکہ حالت کشفی میں آپ کی روح پاک آسمان پر گئی۔

اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی روح مکی زندگی میں آسمان پر نہیں گئی یعنی مولوی ابراہیم صاحب کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے بالکل غلط ہو گر مولوی ابراہیم صاحب امام ابن قیم کی اس شہادت پر ایمان لائیں تو سبحان اللہ بلکہ ہم دو روپیہ خود اشتہار جس کا جیتنے والا پرنٹ کر رکھا ہے اور جو لفظ بلفظ مولوی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم ناظرین کی خدمت میں انصاف طلبی کے لیے پیش کرتے ہیں۔

ناظرین ایک طرف قرآن شریف میں آدھ سطر مجسم رکھ کر سامنے رکھیں اور دوسری طرف امام ابن قیم کی اس تحریر کو پیش نظر کر کے ملاحظہ فرمادیں تو اگر قرآن شریف کی فصاحت اور خوبی بیان اور رسول اللہ صلعم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے گرویدہ ہو کر اس امام ہمام کی قرآن دانی پر فریفتہ نہ ہوں تو کہئے واہ! افسوس ان خفافیش بے بصیرت پر جن کی آنکھیں اس آفتاب علم و ہدایت کے سامنے نہیں کھلتیں۔ انہی کے مناسب حال شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

علم الوصول یعنی رسالہ معراج صفحہ ۲۰۰ (باقی پھر ان شاء اللہ تعالیٰ)

صادقوں کی روشنی مصنفہ حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب حضرت اقدس کی وفات پر جس قدر اعتراض ہیں ان کے مدلل جواب خوشخط دستی چکنے کاغذ پر قیمت صرف ۴ر

تفریح الکمل حضرت اکمل صاحب کی عاشقانہ نظموں کا مجموعہ تازہ سلسلہ ۸ر

ادعیۃ الاحادیث :- مولفہ قاضی اکمل صاحب کی ان دعاؤں کا ترجمہ با اعراب مجموعہ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات کے متعلق فرمائیں۔ قیمت ۱ر ٹکٹ محصولڈاک

تجلیات مصنفہ حضرت صاحبزادہ صاحب جس میں اسلامی برکات کی حقیقت اور دوسرے مذاہب

فرقی برکات کی تخفیف ہے۔ صرف ۸ر

البرق شیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب جو حضرت فاروق کی ذات بابرکات پر کرتے ہیں اصل قیمت ۸ر رعایتی قیمت ۴ر

معارف قرآن مجید

(منتخبہ از انوار افاضات حضرت نور الدین ایدہ اللہ رب العالمین)

مذاہب عالم پر سرسری نظر

سناتن دھرم تو کوئی مذہب نہیں جب تک اسکا ثبوت نہ ہو کہ ہندؤں کے تمام اسے مسلم ہیں ہندو کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں کر سکے [illegible] بیان کا ممتاز [illegible] ہر مذہب [illegible] گائے وید کے ماننے [illegible] جانور ان کا ذبح [illegible] گوشت نہ کھانے [illegible] اور [illegible] ہیں جو مرگھٹ میں آگ جلا کر انسان کی کھوپڑی میں کھانا پکا کر کھاتے ہیں اور انسانی ہاتھوں کی [illegible] رکھتے ہیں۔

عیسائی مذہب

یہ کوئی مذہب نہیں [illegible] شریعت [illegible] مذہب کے دستور العمل کا نام ہے [illegible] اور [illegible] ہے سارا دارومدار کفارہ ہے معلوم نہیں کہ کسے نے [illegible] اور کس طرح سب کی نجات کا موجب ہو گیا [illegible] گناہ کی [illegible] موت [illegible] جاتی ہے [illegible] اور آدمی اپنے بیٹیاں کے [illegible] [illegible] [illegible] کفارہ [illegible] [illegible] لیا [illegible] دیا۔

آریہ دھرم

سناتن دھرم والے تو بت پرست ہیں انکے بتوں کی تعداد [illegible] ہے مگر [illegible] کائنات [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] اور روح کو خدا کے برابر [illegible] کہتے ہیں [illegible] ساتھ تھا اور اس [illegible] انادی ہونا لازم آتا ہے اس [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کیا ہوگی کہ وہ چیزیں [illegible] وہ [illegible] کا محتاج ہے اور [illegible] ہے انکے خواص ہے [illegible] آتشی اور [illegible] کا کوئی حق نہیں [illegible] یہ لوگ [illegible] نجات کے قائل نہیں تو اس صورت میں ایک مسلمان اور آریہ میں کیا فرق [illegible] مسلمان [illegible]

نہ ایک کی تیر میں پڑیگا تو ایک آدمی بھی آزادی کلی سے محروم ہے۔

سکھ ازم

یہ لوگ بھی دوسروں کے مذہب پر چلنے والے ہیں اصل تو سنگھ کہتے ہی سپاہی کو ہیں پھر ان کی اپنی شریعت کوئی نہیں کچھ مسلمانوں کے ملتے ہیں کچھ ہندوؤں کے۔

برہمو سماج

یہ لوگ بھی عجیب مذہب رکھتے ہیں، مثلاً قول ہے کہ ہم ریزنبل بات اور کانشنس کی ہدایت پر چلتے ہیں مگر اس کانشنس پر بڑا افسوس ہے جو یہ تعلیم دے کہ تمام دنیا اچھے اور درست مصلح آمیز کے پابند تھے ساری دنیا کے مذہب کے پیغمبروں کو ماننا اور ان کو راستباز جاننا مگر ان کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور عجیب دعویٰ ہے کہ ہم تو ریزنبل بات ضرور مانتے ہیں اور تجربہ و مشاہدہ کو صحیح جانتے ہیں لیکن یہ بات اگر تجربہ و عقل پر کہ دیکھے کہ ہمیشہ کلام الہی کی تحریک ہوئی ہے جب ہر شخص کا لیکچر محرک ہے تو کیا وجہ اس یونیورسٹی کے محرک نہیں مانا اس لئے ایمان نہیں لاتے

معیار صداقت مذاہب

مختلف مذاہب کا یہ حال ہے اب یہ سوال کہ سچا مذہب کونسا ہے بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے وہی جو فطرت صحیحہ کے مطابق انسان کو وہی فطری ترقیات دلانے والا ہو اور ہر زمانہ میں اسکے نمونے خلقت کے سامنے پیش ہوتے ہیں ایک پیر نے مجھے کہا کہ پرانا دین مذہب سچا ہو سکتا ہے (اسکا مطلب تھا کہ اسلام تو تیرہ سو برس سے ہے وہ سچا نہیں ہو سکتا) میں نے کہا بہت ٹھیک اسلام بھی پرانا دین ہی ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے فبھداھم اقتدہ وہ کہنے لگا۔ رامچندر جی بہت پہلے ہوئے ہیں میں نے کہا وہ کس کی پرستش کرتے تھے کہا وہ شو جی کی میں نے کہا شو کس کی کہا وہ کسی کی نہیں میں نے کہا وہ کس کی کیا میں نے کہا بہرحال شو کی پیشوائی کی ہیں وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے جو ہمارے مذہب اسلام کا خلاصہ ہے اور یہی پرانا دین مذہب ہے۔

انبیاء کس قدر محتاط ہوتے ہیں

ابن صیاد کی بعض مشابہ دجال تھے۔ بڑے دلاول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا آپ اسکے پاس تشریف لیگئے اور اس کو پوچھا اتشہد انی رسول اللہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے

جواب دیا آپ امیوں کے رسول ہیں پھر اس نے اپنی نسبت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کے سب رسولوں کو مانتا ہوں اس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے جو انبیاء کرتے ہیں یعنی وہ اس کے بیہودہ لوگ کبھی تکذیب کی راہ اختیار نہیں کرتے پھر آپ نے پوچھا کہ میرے دل میں سوچ کیا ہے تو اس نے دخ کہا روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلعم نے سورۃ یوم تاتی السماء بدخان مبین کا خیال فرمایا تھا ابن عربی نے اپنا ایک ذوقی لطیفہ اس دخ کے متعلق لکھا ہے وہ کہتے ہیں ابن صیاد کو دخ بھی معلوم نہ ہو اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر بغیر صریح امر الٰہی تشریف لے گئے تھے جیسے اس حکایت سے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ مباحثہ کبھی اپنی خواہش سے نہیں کرنا چاہئے۔ کبھی پہل نہ کرو چنانچہ میرا معمول ہے کہ جب بات مجھے پڑ جائے تو پھر میں اس سے دعا مانگتا ہوں وہ خدا کے فضل سے ہمیشہ کامیاب ہوتا ہوں اور مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں کہ مجھے کسی مباحثہ میں زک اٹھانی ہو ہاں جہاں کوئی بات ہے انہیں تو ان کے حکم سے بعض وقت چیلنج کرنا پڑتا ہے مگر فوقیت دکھائی جائے تو ابتدا اپنی طرف سے کبھی نہیں ہوتی۔

ایک علمی لطیفہ

بعض لوگوں نے قرآن مجید کی زبان پر اعتراض کیا کہ ان ھذا لشیئ عجاب لکھا ہے اور ھذا بھی خلاف محاورہ ہے وغیر فصیح الفاظ ہیں آپ نے فرمایا کہ آپ کسی نادان بڈھے کو بلاؤ چنانچہ ایک کو مجلس میں لائے آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ جب بیٹھا تو فرمایا فوراً اٹھ پھر بیٹھا تو پھر فرمایا فوراً آپ اٹھ کر اس طرف تشریف رکھیں جب وہ اس طرف بیٹھا تو پھر آپ نے فرمایا آپ ذرا یہاں آ کر بیٹھئے اور ادھر آ جائیے تو وہ جھنجھلا کر بول اٹھا یا محمد اتخذنی ھزوا وانا شیخ کبیر ان ھذا لشیئ عجاب۔ اے محمد کیا تو مجھے خفیف بنانا چاہتا ہے حالانکہ میں ایک بڈھا بڑی عمر کا آدمی ہوں یہ بڑی عجیب بات ہے اس طرح وہ دونوں الفاظ اس نادان بڈھے کی فصیح زبان سے نکل گئے اور معترضین نادم ہو کر دم بخود ہو گئے۔

لوگ کیوں غافل میں

ایک بچہ بھی عاقل میں فرق سمجھتا ہے آپ اسے ایک چیز دیکر پھر

اس سے آدمی کی روزی تو وہ فوت نہیں ہوتی، دنیا کی کا انضباط کر لیا جس کو ثابت ہو گا کہ جزو کل میں ضبط حق
کھلتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کسی چیز کے حصول کے لئے ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے مگر کوئی چیز کے
دست قدرت سے اوپر اور بڑی ہوئی تو وہ آپ اس سے خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے یہی معنی ہیں
جوں کہ بالکل سچی نسبی ہیں خدا تعالیٰ ہے میں پچاس سال سے طب کا پیشہ کرتا ہوں میں نے کوئی کنجوں
ایسا نہیں دیکھا جو کھانا کھاتے ہوئے منہ کی بجائے کسی اور جگہ ڈالتا ہے ایک زمیندار بھی
اس نکتہ کو خوب سمجھتا ہے کہ غلے کے حصول کے لئے زمین کی کاشت اور پھر اس میں تخم ریزی پھر پانی
کی ضرورت ہے اور وہ اس وجود حق تعالیٰ کو خیر الرازقین جانتے اور ما من دابۃ الا علی اللہ رزقہا
(کوئی جاندار نہیں مگر کہ اس کا رزق اللہ کے ذمے ہی پر) اپنے ماننے کو ضرور اور ان اسباب کو کام میں لیتا
ہے ایک بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی مانتا ہے کہ آنکھیں بند کر لیں تو زبان سے نہیں دیکھ سکتے
اور منہ کا منہ اگر کھاویں تو ضرور ہے کہ پانی سے خالی ہو جائے غرض یہ تو سب جانتے ہیں کہ
سلسلہ اسباب و مسببات سے وابستہ ہے اور ہر ایک شخص کو ایک تجربہ ہے اور خدا تعالیٰ کے قواعد و
ضوابط ازل میں گر بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ دین میں بد اعمالی و نیک اعمالی کے
نتائج سے غافل ہیں اور جنت کو بغیر کسی عمل صالح و ایمان صحیح کے حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے
بارے میں ان اللہ غفور رحیم (اللہ بخشنے والا ہے) ان اللہ علی کل شیء قدیر (اللہ ہر
چیز پر قادر ہے) اپنے منہ میں بہت دلیر ہیں۔

کچھ داؤد و سلیمان علیہم السلام کی نسبت

سورہ ص میں چند آیات کے معانی نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرت داؤد پر
تہمت لگا دی ہے کہ انھوں نے ایک بی بی کے خاوند کو جنگ میں بھیج کر
مروا دیا اور اس کی بی بی سے خود نکاح کر لیا اور فرشتے انہیں سمجھانے آئے
حالانکہ یہ بات ہے کہ وہ فرشتہ نہ تھے بلکہ دشمن تھے کہ دیواریں پھاند کر آپ کے مکان میں گھس آئے
آپ بہت گھبرائے کہ کہیں ان کو کسی کا غلبہ ہے اور وہ یہاں تک دلیر ہو گئے ہیں کہ شاہی
نیموں میں کو وہ کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔

گر سخانتا ہی رعب پیر غالب آیا اور انھوں نے ایک جھوٹی بات بنالی آپ نے نہایت متانت سے انہیں جواب دیا اور وظن داؤد انما فتناہ فاستغفر ربہ کے یہی معنی ہیں کہ جب داؤد نے یقین کیا کہ رعایا میں بغاوت اور بد امنی کا زور ہے تو سمجھا کہ آخر کوئی کمزوری اور نقص ہے جس کی وجہ سے حکومت کے رعب و جلال میں فرق آ رہا ہے اسلئے خدا سے مغفرت طلب کی اور خدا کے حضور گر پڑے تو خدا نے آپ کی حفاظت کی اور اپنے تسلی بخش کلام سے ممتاز فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ خلیفہ تو میں نے تجھے بنایا اس واسطے ان شریروں کا کیا خوف اور کیوں پریشان ہوتے ہو تم حق فیصلہ کرتے جاؤ اور عدل و انصاف پر قائم ہو تمہاری ہی فتح ہوگی۔

حضرت سلیمان کی نسبت بعض لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ آپ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں توڑ ڈالیں ایسا سمجھنا نفس پاک نبی کی شان سے بعید ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا کہ جب بھی اس قسم کے بعض بہترین گھوڑوں کا موجب ہوتی ہیں جیسے عشق کہ میری یہ محبت جو ان گھوڑوں سے ہے یہ پسندیدہ محبت ہے کیونکہ ان سے میں اپنے مولیٰ کو یاد کرتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے "الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة" آپ خدا تعالیٰ کے فضل و احسان بیان کرنے میں مشغول تھے اتنے میں گھوڑے سامنے سے گزر گئے توارت بالحجاب آپ نے فرمایا انہیں پھر واپس لاؤ جب پھر گزرنے لگے تو آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے گھوڑوں کو پیار کرنیکا یہی طریق ہے اگر مسح کے معنی تلوار سے ہی کے ہوں تو پھر مسح بالراس وضو کرنے والے بھی گردن کاٹ لیا کریں۔

آپ ہی کے متعلق القینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب آیا جس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا بیٹا نالائق تھا اور هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی سے مراد رضاء و قرب الٰہی کا مقام ہے۔

ایوب صابر

دوسری کتابوں کے قصے اور خدا کی کتاب میں جو قصہ گزشتہ بیان ہو اس میں فرق یہ ہے کہ خدا کی کتاب میں صرف قصہ نہیں ہوتا بلکہ بتایا جاتا ہے کہ جو ایسا کریگا وہ بھی

انہی انعامات سے سرفراز ہو گو۔ چنانچہ وذکری لاولی الالباب وکذلک نجزی المحسنین میں
ان پاک کلمات سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت ایوب کے صبر کو بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام خدا کے حضور میں بڑے صبر سے کام لیتے ہیں
وہ کسی دکھ کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے جب وہ خدا کے حضور اپنی تکالیف کے متعلق گریہ کرتے
تو ارشاد ہوا ارکض برجلک اپنی سواری کو اس سرزمین کی طرف لے چل جہاں آپ کے لئے آرام کے
سامان مہیا ہیں اور وہاں اہل و عیال اور اسباب اس کی مثل دیے جائینگے اور اپنی سواری کو درخت
کی ایسی شاخوں سے جس کے ساتھ پتے بھی ہوں ہانکتے جاؤ اس سے ضرر نہ پہنچاؤ۔ اصل ایک پیشگوئی
تھی نبی کریم صلعم سے بھی ویسا ہی معاملہ پیش آنے والا تھا چنانچہ آپ نے بھی مکہ سے ہجرت فرمائی
اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے بہت سے اہل اور وفادار احباب پائے۔ اب بھی جو خدا
کی راہ میں ہجرت کرے اس کے لئے امن و آسائش ہو جب وعدہ آلہی ہے الا ان ارض اللہ واسعۃ
کتنی وسعت موجود ہے اور ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ گھر یا اپنا گھر یا اپنے رشتہ دار چھوڑ کر
جاؤنگا تو نقصان اٹھاؤنگا خدا تعالیٰ ایسے شخص کو بہتر سے بہتر احباب اصحاب اور رشتہ دار دیگا۔

راستباز کی پہچان اسی نبی کسی قوم کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ میں لوگوں کا
حاکم بنوں اور بڑا آدمی کہلاؤں وہ مخلوق سے کنارہ کش اور گوشہ نشین ہوتے ہیں پھر خدا تعالیٰ
انہیں اپنے حکم سے نکالتا ہے تو وہ مجبور ہو کر میدان میں آتے ہیں حضرت موسیٰ کو دیکھو کہ آپ کے
دل میں ہرگز یہ بات نہ تھی کہ میں قوم کا امام بنوں چنانچہ ارشاد ہونے پر عذر و معذرت
کرتے اور اپنے بھائی کو اپنے سے پیش کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم صلعم فرماتے ہیں ما کان لی من علم بالملاء الاعلیٰ اذ یختصمون
مجھے کیا علم تھا کہ ملاء اعلیٰ میں میری نبوت کی نسبت کیا مباحثات ہو رہے ہیں جیسا کہ ہر مامور کی
بعثت پر آسمانوں میں بڑی بحث ہوتی ہے۔

پھر ہر نبی کے لئے ایک بڑا دشمن ابلیس ہے جسے ایک وقت مقررہ تک مہلت دی جاتی ہے

آکر پیر تو رہ جائے اور اپنے تمام قومی اور شکر کے ساتھ اکلام پر ثابت کردے کہ یہ امور واقعی اللہ کا برگزیدہ ہے۔

اسی ابن کے ہر ایک قول فعل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بناوٹ اس میں داخل نہیں انکی کوئی بات بناوٹ سے نہیں ہوتی اور نہ ان کا کوئی فعل تکلف سے ہوتا ہے اور نہ وہ خلقت کو نصیحت دنیوی فائدہ اٹھانیکی امید و نیت پر کرتے ہیں بلکہ وہ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا اجر اللہ پر ہے چنانچہ سید الانبیاء حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کہدے ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین اسی معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے آپ اپنے بارے میں لکھتے ہیں ؎

[illegible]

[illegible]

اور آپ میں تکلف اور بناوٹ نام کو بھی نہ تھی اسکی شہادت ہزاروں آدمی دیتے ہیں نہ تقریر میں کوئی بناوٹ تھی نہ تحریر میں نہ لباس میں اور ان امور کی اعلیٰ مثال ہے جو عمل فرمایا وہ تو آپ ہی کا حصہ ہے کیونکہ خاص اپنے لئے باوجود استقدر روپے کے آنے کے کوئی جائداد نہیں خریدی اور نہ کوئی شے اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا اللھم صل علی محمد وعلی عبدک المسیح الموعود

رسالہ گوشت خوری گوشت کھانا کیسا ہے عقلی نقلی ثبوت آریوں کے مقابلہ پر جواز ثابت کیا گیا ہے مصنفہ منشی برکت علی قیمت اصل لاگت [illegible] فی جلد

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل معارف و حقائق کا مجموعہ فی سال [illegible]

تصحیح اخبار ... صحیح بخاری ... کی ... اسکی ترجمہ جو اس شخص نے ... حاشیہ میں حضرت قدس کے ... کسی ... اور بلاغ المبین میں بھی ... منسوب کئے گئے ہیں ... امام ... عظیم الشان انسان ... ہو ... کی مخالفت نیک نتیجہ نہیں رکھتی

نکات حدیث

مکتبہ از افادات مولانا نورالدین امام مسجد انگلستان

اسلام حقیقت پر مبنی ہے

اسوقت دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں یا دنیا پر کسی وقت موجود تھے ان تمام کی جس قدر بھی مذہبی عبادات ہیں جنمیں لوگوں کو شامل کرنے اور عبادت کیوقت لوگوں کو جمع کرنے کے لیے باجے کی قسم کی اشیاء سے کام لیا جاتا ہے کوئی قوم آتش جرس سے کام لیتی ہے کوئی ناقوس بجا کر کوئی مزامیر کے ذریعہ سے لیکن صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ان تمام بے حقیقت اشیاء سے پاک و صاف ہے اور ان تمام فضولیات کی بجائے وہ ایسی چیز سے اپنے متبعین کو عبادت کے لیے بلاتا ہے جو خود عبادت میں داخل ہے بلکہ تمام اسلام کی تعلیم کا ایک مختصر مگر جامع نقشہ ہے جو عابد کو مسجد میں جانے سے پہلے دکھایا جاتا ہے وہ کیا ہے؟ وہ اذان ہے جو تمام تعلیم اسلام کا نچوڑ ہے جس میں عابد کے ذہن نشین کر دیا جاتا ہے کہ تم کس ذات کی عبادت کو جاتے ہو وہ ان تمام صفات و تعریف ہے جو اس اذان میں بیان کیگئی ہیں لیکن برخلاف اسکے اور مذہبوں کی آوازیں صرف ایک بے معنی اور محض غفلت میں ڈالنے والی آوازیں ہیں جو گونجتے رہتے ہیں گھنٹے کی بے سُری اور کریہ آواز سے زیادہ خوشنما نہیں میرے دل میں یہ بات آیا کرتی ہے کہ اگر منصف مزاج انسان تمام مذاہب کے بجتے ہوؤں کی دھن دھن کو ایکطرف سنے اور اسلام کی آواز کے پہلے کلمہ اللہ اکبر کو دوسری طرف سنے تو سنتا ہی اسکے دل میں تیر کی طرح گذر جائیگا کہ اللہ اکبر کا کہنے والا سچا ہے میرے اعتقاد میں سب سے بڑی تبلیغ جو اسلام کی طرف سے غیر مذاہب والوں کو ہوتی ہے وہ یہ اذان ہی ہے جو تیرہ سو برس سے کوٹھوں پر چڑھ چڑھ کر روزانہ پانچ دفعہ شب و روز میں لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جاتی ہے ہر ایک شخص دیکھیگا جنہیں صرف اسی کی دلربائی اور حقیقت سے پُر آواز اسلام میں لائی ہے

اسکے بعد منا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اور مذاہب میں جو ناقوس وغیرہ مستعمل ہیں انکی کیا وجہ ہے کیونکہ
جس مذہب کو دیکھو اسی قسم کی آوازوں سے لبریز ہے تو ضرور ان اشیاء میں کوئی بات ایسی ہونی
چاہیے جس کی وجہ سے تمام مذہبوں نے انکو اختیار کیا اور کوئی مذہب بھی ان سے خالی نہ رہا۔ اس
سوال کا جواب دینے سے تمام مذاہب عاری ہیں اور کوئی بھی اسکی حقیقت سے آشنا نہیں۔ لیکن
اسلام جس طرح آپکی اذان میں کامل ہے اسی طرح دوسرے مذہب کی آوازوں کے وجوہات سے بھی
واقف ہے یہ بات میں بے دلیل نہیں کہتا بلکہ اسکا ثبوت پیش کرتا ہوں چنانچہ صحیح بخاری جلد اول
پارہ اول کی دوسری ہی حدیث میں ہے کہ عن عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ان
الحارث بن ھشام سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف
یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یاتینی مثل صلصلۃ
الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیانا یتمثل
لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت
نے فرمایا کبھی ایسی آتی ہے جیسی گھنٹے کی جھنکار اور یہ وحی مجھ پر سخت گزرتی ہے پھر وہ موقوف ہو
جاتی ہے اور جو کچھ وحی کے الفاظ ہوتے ہیں وہ حفظ کر چکے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ فرشتہ مرد انسان
کی صورت بنکر میرے پاس آتا ہے اور وحی کے الفاظ مجھے کہتا ہے پس میں اسکا کہا یاد کر لیتا
ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات انبیاء کو وحی ہونیکے وقت اور وحی کے الفاظ
سنتے وقت جرس کی آواز کے مشابہ ایک آواز ساتھ ساتھ سنائی دیتی ہے تو جب ان انبیاء نے
عبادت کو اپنی قوم میں قائم کیا تو خدا تعالیٰ کے اس تعلق کو جو بندوں سے بذریعہ وحی ہوتا ہے قائم رکھنے
کے لئے اس جرس کی آواز کو مقرر کر دیا تاکہ ہمیشہ انکے متبعین خدا کے ساتھ رشتہ محبت کو مضبوط رکھیں
اور جرس اور ناقوس وغیرہ کی آواز سن کر اسی تعلق کو اور پھر اس ذریعہ تعلق یاد کرکے خود بھی خدا سے تعلق
رکھنے میں کوشاں رہیں اور اس تعلق کو جو خدا نے انکے باپ دادوں سے کیا ہمیشہ تازہ کرتے رہیں

یہی وجہ ہے کہ ناقوس اور جرس وغیرہ کی آواز کو عبادات کے اور نمازوں کے وقت کیلئے مقرر فرمایا
کہ تاوہ لوگ اس آواز سے اپنے ہر دو کے تعلق کو پیدا کرکے اسوقت کی نمازوں اور عبادتوں میں خضوع
اور خشوع سے دعا وغیرہ میں مصروف ہوں کیونکہ خدا کے ساتھ تعلق صرف عبادت کے ذریعے سے ہوتا ہے
اور دعا کے ذریعے جو مخ العبادات ہے اسلئے اس جرس اور ناقوس کو جو تعلق کو یاد دلانے والے ہیں
نماز اور عبادت کے وقت مقرر فرمایا تاکہ ان آوازوں سے متاثر ہو کر ان نمازوں میں اس تعلق کو قائم
کرنیکے لئے دعائیں اور خدا سے استقامت طلب فرمائیں مگر یہ بات کچھ عرصہ کے لئے مفقود ہو گئی
اور وہی جرس اور ناقوس جو عابدوں کو اس الہی ذات سے زبانی تعلق کو یاد دلاتے تھے اب صرف ایک
دل کو غافل کرنیوالی اور بے معنی آواز کانوں کو بجائے متنبہ کرنیکے مکروہ معلوم ہونے والی بے ہنگم
آوازیں بن گئیں جو بجائے عاقلوں کو ہوشیار کرنیکے صرف چھوٹے بچوں کو اپنے اردگرد لطف اٹھانا
کھلانے میں کارآمد ثابت ہوئیں لیکن اسلام چونکہ گزشتہ تمام مذاہب سے زیادہ کامل بلکہ اکمل ہے
اسلئے اسنے ایسی بات اختیار کی جس کا انجام کسی صورت سے برا نہیں کیونکہ اس نے حقیقت کو لیا
اور بجائے اسکے کہ وہ دوسرے مذاہب کی طرح وحی کے وقت ٹن ٹن کو لیتا خود وحی کے الفاظ کو اسنے چنا
اور عبادت کے لئے انہیں اذان بنایا تاکہ کوئی وقت بھی ایسا نہ آوے جس میں اسکے متبعین
اس اذان کی حقیقت کو بھول جائیں اسلئے اسنے بجائے کسی بے معنی آواز کے ایک معنی والی آواز کو
مقرر فرمایا جو ایک زندہ زبان کے الفاظ ہیں جو ہمیشہ ہر ملک میں مسلمانوں کو انکی عبادت
کی حقیقت سمجھاتی ہے اور دیگر مذاہب کی طرح کسی ناقوس یا جرس کو اسلام نے نہیں لیا کہ کچھ مدت
کے بعد وہ صرف ایک بے معنی آواز رہ جائے جس سے سوائے غفلت کے اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو
بلکہ اسلام نے سب مذاہب سے بڑھ کر کام کیا کہ بجائے وحی کے لوازمات کے خود وحی کو چنا اور بجائے
چھلکے کے مغز کو اختیار کر لیا اور یہ خصوصیت اسلام کو ایسی حاصل ہے جس سے اسلام کی صداقت
روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے پھر میں خلاصے کے طور پر بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ
اسلام کے سوا جتنے مذاہب ہیں ان سب میں عبادات کے وقت ناقوس جرس مزمار باجوں وغیرہ

یعنی آواز وغیرہ کا درج ہے لیکن اسلام میں جو قرآن ہے وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ اور اس میں وہ معنی الفاظ ہیں جو اسلام کے خدا کی طرف سے پہنچے ہیں۔ ان دونوں باتوں کی وجہ یہ ہے کہ وحی کے وقت ایک حصہ تو وحی کے الفاظ کا ہوتا ہے اور ایک حصہ کچھ تمثیل کا ہوتا ہے جو الفاظ کے ساتھ ساتھ سنائی دیتا ہے تو چونکہ اور مذاہب کامل نہیں اسلئے پہلی الہامی کتابوں میں وحی کا وہ حصہ رکھا گیا جو یعنی اور وحی کے مقدس الفاظ کے سوا تھا لیکن اسلام چونکہ حقیقت ہے پر اور کامل مذہب ہے اسلئے اسنے اپنی عبادت کیوقت وحی کا وہ حصہ لیا جو اصل مقصد اور غرض تھی

مخمس بر نظم حضرت اقدس

بہو وحشت رہو غافل تجھے اٹھ جائے گا ٭ خدا کے روبرو اُس روز تو کس منہ سے آئے گا
کرے گا ہاں کب تک کب تک یہیں رہ جائے گا ٭ نشانوں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک دن تو بھولوں پہ قیامت آنیوالی ہے

موہم احساس کیا ہیں کیوں تو اتنا خوف کھاتا ہے ٭ خدا سے برتر اعلیٰ کسی پر لڑکے پڑا ہے
کہ جس کے خوف سے تو حق کو باطل سے ملاتا ہے ٭ یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

تری پاکبازوں سے کوئی آساں نہیں ہرگز ٭ سہا ل بنکے چڑھنا کبھی شیطاں نہیں ہرگز
ہوئے پھونکوں سے شعلے نور کے لرزاں نہیں ہرگز ٭ تیرے مکروں سے اے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے

کرے بیجا سے غافل مصیبت آتی سہتا ہوں ٭ خدا کے آستانے پر مثال آب بہتا ہوں
تری ہی مفلسی کی فکر میں دن رات رہتا ہوں ٭ اگر تو بھی کچھ دین ہے بدل تو اور میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھکو اور تجھکو ملامت آنیوالی ہے

تجھے ہر روز ہر صورت میں ہے پیش نشان حق ÷ کتاب حق نے بھی اچھی طرح تجھ کو بتایا حق
لگایا تو نے باطل کو گلے سے اور بھلایا حق ÷ بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کیں تو نے چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنیوالی ہے

نہیں دنیا سے ڈرتا ہوں نہ اسکا خوف کھاتا ہوں ÷ میں بڑھ کر تارک دنیا خدا سے اجر پاؤں گا
تمہیں پیغام پہنچایا خدا نے کہہ سناؤں گا ÷ خدا رسوا کریگا تجھ کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنیوالی ہے

شہادت دے رہی ہے بعد مرزا کی بھی حجت ÷ خدا کا جو مقرب ہے وہی پاتا ہے ہر عزت
سنبھل جاؤ ابھی پیارو نہ پاؤ کہیں ذلت ÷ خدا ظاہر کریگا اک نشاں پر مت رہو بیت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

نہ بڑھتا سلسلہ حقہ نہ پھیلتے اس طرح کالب ÷ نہ ہوتا گر خدا یاور نہ ہوتے احمدی غالب
صدائے میرزا آتی ہے ہر سو سے یہی طالب ÷ خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
میری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

(محمد بخش گجراتی طالبعلم مدرسہ احمدیہ قادیان)

ریویوز

جہاد وید مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر نے ایک رسالہ جہاد وید نام حال میں لکھا ہے جس میں جہاد کا ثبوت ویدوں اور دیگر دھرم شاستروں کے حوالہ سے دیکر ان آریہ معترضین پر حجت تمام کی ہے جو اسلامی جہاد پر بیجا اعتراض کرتے ہیں اور جہاد کے معنے یہ کرتے ہیں کہ بزور شمشیر اپنا دین منوایا جاوے حالانکہ اس قسم کا جہاد اسلام میں نہیں چنانچہ امام الزمان مجدد اسلام حضرت میرزا نے اپنی مختلف تصانیف و تقاریر میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جسقدر جنگ کئے وہ بطور مدافعت اور لوگوں کو امن دینے کے لئے کئے گئے تھے

یہ ہیں کہ ہر ایک فریق نے اپنے مذہب پر امن و آشتی سے دوسرے کے حقوق میں خلل اندازی کئے بغیر عمل کر کے بعض نہ ہو اور ویدوں کی مستند کتابوں میں کہیں جہاد کا ثبوت ملتا ہے اس کو نہ غرض بھی نہیں پائی جاتی بلکہ اپنے مذہبی دشمنوں کو قتل اور نیست کر دینے کی غرض ہی پائی جاتی ہے

یہ رسالہ اپنے موضوع میں عمدہ اور ناظرین کے لئے مفید ہوگا حجم ۲۸ صفحے قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر اہلحدیث امرتسر

دی ٹیچنگ آف اسلام تمام احمدی بھائیوں کو معلوم ہوگا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست سے پوری ہونے والی تھی اس کا ظہور یک شان میں جلسہ مذاہب اعظم پر ہوا۔ وہ تقریر دلپذیر جس میں آپ نے پانچ اہم سوالوں کا جواب نہایت دلاویز طریقے سے اسلام کی طرف سے دیا ہے۔ اسلام اسلام کی فلاسفی ہے اس رسالہ پر میں کیا ریویو کر سکتا ہوں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ چودھویں صدی کے عظیم الشان مجدد کی تصنیف ہے جس کا کلام معجز نظام تمام اقوام عالم پر حجت تسلیم کر لیا گیا۔ آپ نے اس میں اسلام کی اخلاقی اور روحانی ترقیات کے ذرائع بتلاتے ہوئے اسلام کی تعلیم کا خلاصہ دکھایا ہے اور بہشت و دوزخ کی حقیقت ایسے طریق پر واضح کی ہے کہ جو تعلیم کے پیاسوں میں اس رسالہ کو انگریزی میں ترجمہ کر کے ولایت سے چھپوایا گیا ہے اور مجلد پر مجلد دفتر ریویو قادیان سے مل سکتا ہے۔ ہماری احمدی جماعت دوست اس رسالہ کو منگوا کر اگر انگریزی جانتے ہیں تو خود بھی پڑھیں ورنہ اپنے غیر مسلم اور غیر احمدی دوستوں میں مفت تقسیم کریں کیونکہ اس کو پڑھنے والا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام کی قدر معلوم کر کے امید واثق ہے کہ اس حق کو پائیگا جو خدا کا برگزیدہ نبی اس چودھویں صدی کے سر پر لایا

اشتہار قابل توجہ مبایعین مخلصین

حضرت اقدس مغفور و مرحوم مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں بیعت کنندوں کو وصیت کے لئے ترغیب کی ہے کہ تمام فرماتے ہیں جو بیعت کرتے وہ پہلے دیکھ جانا ضرور

بغیر استقلال کرتا ہے کہ وہ اس کے راہوں میں حصول کی تمیز ہمیشہ کے لیے دین کی راہ میں اصل حکم [illegible] یہ وہ آنی کی ہوا سے متوجہ ہیں اور تحصیل کریں [illegible] اس کے [illegible] اس اور وہ بھی [illegible] اسلام کی تائید کے کام میں دیا جاوے اور کتاب کے شبہات اور کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور وہ جو [illegible] کو اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس ابھی انتظام پر اطلاع پا کر تو قف اس جگہ میں پڑے ہیں کہ وہ اس اصل یا مال کا افادہ کی راہ میں دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ جوش دکھلاتے ہیں وہ آئی زیادتی [illegible] ہیں اور وہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں اسی ارادہ کا امتحان جانوں کے مطابق پر کیا گیا اور انھوں نے اپنے صدق کی راہ میں وہ نمونہ دکھلایا جو ایک زمانہ میں امتحان کی حالت میں ہے [illegible] اور طیب میں فرق کر کے دکھلا دیں گے اب بھی ایسا ہی کیا اس وقت کے [illegible] سے بھی اس کی وجہ کے مخلص جنھوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا اقرار انھوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے اور صدق ظاہر کر دیا ہے بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزریگا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے [illegible] لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہونگی میں سچ سچ کہتا ہوں جنھوں نے میرے حکم کی تعمیل کی وہ خدا کے نزدیک سچے مومن وہی ہیں اور ان کے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے اور وہ عنقریب دیکھیں گے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹالا وہ عذاب کے وقت کس طرح ہائے ہائے کریگا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دے دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔ میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے تب آخری وقت میں کہیں گے ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ [illegible]

المشتھر [illegible]

مژدہ مدیہ غیبری یعنی تفسیر مظہری مصنفہ حافظ قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی

یہ امر تو مسلم ہو کہ بہترین تفسیر معانی اسرار قرآنی ہی علم میں ہے کیونکہ اس تفسیر میں ہر آیت کی تفسیر آیات و احادیث
و آثار سے کی گئی ہو تو تحریر یہ بہترین تفسیر ہے قاضی صاحب موصوف اسکے کمال [illegible] کے پیر صاحب
ملقب علم الہدیٰ اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی [illegible] فرمایا کرتے تھے [illegible]
کن الدین [illegible] سے چار سورتیں چھپ [illegible] اور [illegible]
واسطے مسلسل چھپ کر انشاء اللہ [illegible] چار سورتیں ابھی چھپ [illegible]
ہوگی [illegible] پانچ ہی نسخہ جات قلمی [illegible] تفسیر [illegible]
آیات تفسیر ہر آیت با احادیث [illegible] تحقیق [illegible] آیات [illegible]
بیان ناسخ و منسوخ [illegible] و قصص [illegible]
انبیاء کرام [illegible] مسائل عبادات و معاملات [illegible] آیات و احادیث
بیان [illegible] علوم ظاہری و باطنی [illegible]
وحدت [illegible] آیات و احادیث [illegible]
و نحوی و نحوی [illegible] فہرست مضامین [illegible] قیمت [illegible]
[illegible] کا پتہ سید محمد [illegible] میرٹھ

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تہائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible] بمطابق قواعد [illegible] پیشگی [illegible]
[illegible] زیادہ [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

[illegible]
[illegible]
[illegible]

عرق پودینہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

۱۹۱۳ء

بابت ماہ مارچ

Digitized by Khilafat Library

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

ہم میں خشیۃ القرآن [illegible]	۹۷-۱۰۲	اکمل	شیعہ مذہب	۱۰۳-۱۱۲	منشی [illegible]
[illegible]	۱۱۳-۱۲۳	سید آل محمد	[illegible]	۱۲۴-۱۲۹	اکمل
[illegible] الوصول	۱۳۰-۱۳۲	سید صادق [illegible]	[illegible]	۱۳۳-۱۴۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	اکمل	[illegible]	[illegible]	[illegible]

قیمت سالانہ - [illegible] سے [illegible] دو روپے

طلباء سے [illegible] لیجاتی ہے

[illegible]

[illegible]

کچھ تشحیذ کی نسبت

ظہور مہدی | اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں کہ آجکل غیر احمدی مسلمانوں میں امام مہدی کے ظہور کی نسبت بہت کچھ ذکر اذکار ہو رہا ہے اور اسکی وجہ وہ بار بار تنزل کی گھٹائیں ہیں جو اسلامی افق پر مختلف مہیب اور خوفناک صورتوں میں چھا رہی ہیں ان تمام مشکلات کا حل ایک ہی امر میں سمجھا گیا ہے وہ آفتاب ۱۳۶۰ھ یا مہدی امت کا ظہور ہے چنانچہ ۲۱ مارچ کے روزنامہ میں ایک ولی اللہ کے ایک قصیدہ سے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو ۵۷۰ھ میں اس بزرگ نے خدا سے خبر پاکر رقم فرمائے ہیں پہلے اسی طرح جس کے جنگ کا ذکر ہے پھر آخر میں یہ دو مصرعے ہیں ؎

تا غروب سال ہجری مہدی خروج سازد ۔ در سال کنت کنزاً باشد جہاں بیاراند

اسی آخری مصرعہ میں جس حدیث کنت کنزاً مخفیاً کی طرف اشارہ ہے اس کے اعداد ۱۳۶۰ھ ہیں اور یہ سال ظہور مہدی ہے بات تو صاف ہے مگر جو مسلمان کہلانے والے ابھی انتظار میں ہیں اب ہمارا فرض ہو کر انہیں یہ مژدہ جانفزا سنائیں کہ آپ کا مبارک وجود ہم ایمان رکھتے ہیں ہمارے احمدی برادران طریقت ارباب متفرقات میں بہت سی باتیں جن سے پریشان ہیں اور شدت تشنگی سے بیقرار ہو رہے اور سرگرداں ہیں انہیں اس چشمہ آب حیات پر پہنچاویں۔ اسی لیے مجلس نے ٹریکٹ تعلیمیات احمدیہ میں تقسیم کر دئے جن میں مہدی کے بارے میں صحیح معلومات مندرج ہیں جو جنوری کے تشحیذ میں ایک مختصر جامع اور مدلل مضمون سیدنا حضرت غلام احمد علیہ السلام کے بارے میں چھاپا گیا ہے ذی استطاعت احباب اسکی کاپیاں فی مجلد کے حساب سے خرید کر تقسیم کریں۔

۲۔ کاپیاں اور پروف بڑی احتیاط سے پڑھے جاتے ہیں پھر بھی انسان میں سہو و نسیان ہے اگر کوئی عبارت یا آیت غلط چھپے تو ضرور اطلاع دیں تاکہ اس سے زیادہ تصحیح کا انتظام ہو سکے رسالہ لاہور چھپتا ہے پروف دوبارہ نہیں دیکھ سکتا اس لئے حسب منشا صحت نہیں ہو سکتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۳ء

ہم میں حفاظ قرآن ہوں

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے تقاضے سے قرآن مجید نازل کیا اور اسکے جمع
و بیان کو اپنے ذمہ لیا جیسا کہ فرمایا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ پھر اسکی حفاظت کا وعدہ بھی
فرمایا چنانچہ یہ آیت انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اسکی مشعر ہے۔ یہ بات بھی کہ
پڑھی جائیگی کہ ہمارے خدا کا نام السلام ہے اور ہمارے دین کا نام اسلام ہے اور ہمارا قبلہ
بھی سلامتی کا گھر ہے چنانچہ اسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ کوئی غیر قوم اس پر مسلط نہ ہوگی بلکہ من دخلہ
کان آمنا یعنی جو اس میں داخل ہو وہ امن پا گیا اسی طرح ہماری کتاب جو خدا کی طرف
سے ہمارے لئے نازل ہوئی وہ بھی ہر قسم کے نقصوں عیبوں اور باطل کے حملوں سے محفوظ
ہے فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ اور اسی سے ہی یہ بات مستنبط

ہوسکتی ہے کہ جس قوم میں یہ خدا کا کلام ہوگا وہ بھی محفوظ رہے گی بلکہ میں تو یہاں تک اعتقاد رکھتا ہوں کہ جس سینے میں قرآن مجید ہوگا اُسے اللہ تعالیٰ اُن وساوس شیطانی وہواجس نفسانی سے محفوظ رکھے گا جو انسان کو جہنم میں لیجاتے اور دنیا میں نافرمانی کی راہ دکھاتے ہیں شیطان کا اس سینے میں کس طرح دخل ہوسکتا ہے جس میں کہ خدا کا نور بھرا ہو ہوگیا کہ شیطان تو اسی جگہ حملہ کرسکتا ہے جس میں تاریکی ظلمت ہو کلام الٰہی ایک نور ہے اسکی روشنی میں کوئی تاریکی کا فرزند نہیں ٹھہر سکتا یہی وجہ ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب فرمایا ہے کہ ذکر قرآن مجید ہے اور دل کی بے اطمینانی پریشانی اعمال شیطانی سے پیدا ہوتی ہے وہ کلام یزدانی سے دور ہوجاتی ہے۔

پس میرے بھائی پیارے بھائی اگر برکات سماوی روحی سے حصہ لینا چاہتے ہیں اور اسکی کوشش ہے کہ ان کی زندگانی بے اطمینانی سے خالی ہو اور خدا کی نازل کردہ برکات نبوت سے حصہ لیں تو وضو جس طرح بھی ہو پڑھے بیٹھا ہو کے کلام الٰہی یاد کریں حفظ قرآن کریں مگر قرآن کے حافظ حقیقی معنی کے رو سے نہیں صرف الفاظ از بر نہ ہوں بلکہ ان الفاظ پر عمل بھی ہو پھر اسی قرآن مجید کو اس دنیائے دنی کے چند روزہ فوائد کے حصول کا ذریعہ نہ بنائیں اور ان پیشہ میں سے ایک پیشہ نہ گردانیں جو حصول معاش کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں ہمارے نبی کریم صلعم کو اس امر کا بڑا اہتمام تھا مشیت ایزدی نے آپکو امی رکھا تا کہ قرآن مجید قبل ازیں کہ لکھی میں آئے آپ کے سینہ پر لکھا جاوے پھر جو ہمیں سے ایک دیا گیا وہ تھا جنکا کام ہی یہی تھا کہ صبح سے شام تک اور پھر وہ تہائی آدھی بلکہ دو تہائی رات اسی قرآن مجید کے پڑھنے میں گذاریں اور اس ارشاد ربانی کی تعمیل ہو جو یہ ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا صحابہ کرام نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہی سمجھ لیا کہ قرآن حفظ کریں قرآن پر عمل کریں قرآن کی اشاعت کریں ان میں سے کئی ایسے تھے جو باہم طرز درس کرتے اور قرآن کے حصے آپس میں تقسیم کر لیتے ایک بھائی اگر سورہ بقرہ یاد کرتا ہے تو دوسرا آل عمران از بر کرے اور تیسرے کو سورہ نساء یاد ہے اس طرح پر ایک جماعت ملکر قرآن مجید کو

اپنے سینوں میں محفوظ رکھتی ہے مت سمجھو کہ اسباب کتابت نہ موجود ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا پڑا ہے
اب کیا ضرورت ہے بیسیوں قسم کے چھاپے خانے نکل آئے ہیں اور قرآن مجید کی اشاعت
ہو سکتی ہے یہ بات محال ہے محال تو یقیناً پہلے بھی نہ تھا جبکہ ابھی کوئی چھاپنے کی کل ایجاد نہ ہوئی تھی
خداوند عزوجل اسکا محافظ تھا

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو دیکھئے کہ اسکے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کیا
اہتمام فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھا لیجاتی اور دکھائی بھی ایسے لوگوں سے جاتی جنکی
تعریف میں کرام بررة آیا ہے اور پھر کرام صحابہ میں پھیلائی جاتی اور وہ اسے حفظ کر لیتے نمازوں میں اسکا
کا حق اسے دیا جو اترا ہم نے کتاب اللہ ہو پھر نمازوں میں اسی کا کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا واجب
قرار دیا اور ہر رکعت میں اگر ایک رکوع مستقل پڑھائی جائے تو دن رات کی فرض رکعتوں کے نو
آپ خیال فرمائیں کہ کسقدر قرآن مجید یاد کرنا پڑا [illegible] قرآن مجید تھا جسکا کچھ حصہ نمازوں میں پڑھا
جاتا جہاں کہ ندائی کے وقت پڑھا جاتا پھر رمضان شریف میں کم از کم ایک ختم [illegible] ضروری تھی
کہ قرآن مجید مسلمانوں کے ارواح کی غذا ہے [illegible] الصالحین سلف صالحین
رضوان اللہ علیہم اجمعین پر [illegible] رحمتیں نازل کرے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے منشاء کو خوب سمجھا اور اس قرآن مجید کے محفوظ رکھنے میں کوئی طریقہ فرو گذاشت نہ کیا اسکے
حفظ کے لئے باقاعدہ مدرسے قائم کئے جن میں بڑے بڑے علماء [illegible] الحمد للہ آج تک بھی
حفاظ قرآن تیار ہوتے لیکن متاخرین میں یہ بات صرف رہ گئی کہ قرآن مجید کے معنی سمجھنے
یا اسپر عمل کرنے سے کوئی ذوق نہ رہا محض حروف کے مخارج پر بحث ہو رہی ہے اور یہی گویا
اس پیشگوئی پر صادق آ رہے ہیں جو ان الفاظ میں ہے کہ یقرؤن القرآن لا یجاوز
حلوقہم پھر اسی قرآن مجید کو اپنا ذریعہ معاش بنا رہے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت
ہوگی کہ جیسے دیکھا وہ اپاہج ہے لنگڑا لولا اندھا ہے یا کمبخت اسکی تربیت اور [illegible] سے
قرآن مجید کے حفظ میں لگا دیا گویا قرآن یاد کرنا صرف ان لوگوں کا کام رہ گیا جو کسی کام کے نہ سمجھے جاتے

یہ ٹھیک ہے کہ ماشاء اللہ اب تک بیسیوں حفاظ ہو گئے مگر پھر بھی میرے نزدیک یہ دستور بہت مبارک تھا اب قوم کی بدقسمتی سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے اور حالات بھی کچھ ایسے پیدا ہو گئے کہ جو قرآن مجید کو یاد کرنا ایک فضول کام سمجھتے ہیں یاد کر کے آج کل بچپن میں پڑھانا بھی محض تضیع اوقات خیال کیا جاتا ہے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں عمل بالقرآن تو پہلے ہی سے اٹھ گیا ہے الا ماشاء اللہ اور علم القرآن بھی بہت کم ہے صرف قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھنا پڑھانا جو رہ گیا ہے یہ بھی جاتا رہیگا اور وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا کا عملی نمونہ ان روز نمودار ہو جائیگا۔

پس

واقعات کی موجودہ صورت میں وہ قوم جو پرجوش قوم ہو روح القدس سے مؤید ہے جو امت قائمہ ہے جو شھداء علی الناس ہے جو اس بحر ضلالت میں آج غرق کرنیوالوں کے لئے ایک بوٹ ہے جو گم گشتگان راہ ہدایت کے لئے نجم الھدیٰ ہے اٹھے اور قرآن اپنے پیارے محسن کے قرآن کی حفاظت کا فرض ادا کرے اس دنیا میں سلسلہ اسباب کا مسببات سے وابستہ ہی پس وہ خدا قدوس اگر اپنے محافظوں کے وعدہ کو جو پورا کریگا تو آخر انسانوں کے ذریعے سے ہی کریگا میرے دل اخلاص سے معمور دل کی آرزو ہے کہ وہ انسان وہ پاک انسان وہ مطیع فرمان بندے ان شاء اللہ ہم ہی ہوں اور کیوں نہ ہوں جب کہ خدا نے اپنے دین کی خدمت کے لئے ہمیں چن لیا اپنے برگزیدہ نبی کی شناخت کی توفیق عطا کی جہاں سنت یہ بندہ نوازیاں ہم پر فرمائیں ہیں اسکی رحمت نوازش کے بھروسے پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ خدمت بھی ہم ہی سے لیگا

کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر ایک احمدی خاندان میں ایک بچہ حافظ قرآن ہو یہ بھی کچھ کوئی بڑی بات نہیں صرف عزم و ہمت درکار ہے آؤ ہم اپنے اپنے دلوں میں یہ عہد کریں کہ ہر روز تین آیات کم از کم یاد کر لیا کریں گے یہ بظاہر بہت معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر وہ دن آئیگا کہ ہم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قرآن مجید کے حفاظ کی پیدا ہو جائیگی میرے مخاطب صرف تعلیم یافتہ بھائی ہی نہیں بلکہ وہ عزیز بھی اس خطاب میں شامل ہیں جو خواندہ نہیں کیونکہ وہ کسی

بیٹھے ہوئے بھائی سے ایک آیت ابھی پڑھ صبح سبق لیکر یاد کر سکتے ہیں اور یہ یاد کرنا کسی کا نصیبی میں انشاء اللہ علاج نہیں ہو سکتا ایک زمیندار ہل جوت رہا ہے جوتے گری پر بیٹھا کنوئیں چلا رہا ہے جلاہو کپڑا بن رہا ہے درزی کپڑے سی رہا ہے ان کے فرائض میں قرآن مجید کا حفظ حارج نہیں ہو سکتا بلکہ بعض اوقات دیکھا ہے کہ ایسے پیشہ ور لوگ دل بہلانے وقت گزارنے تنہائی کی وحشت دور کرنے کیلئے بیہودہ اور لغو گیت گاتے ہیں کیا اچھا ہو کہ ہمارے احمدی زمیندار اور دوسرے اہل حرفہ ایسے اوقات میں قرآن مجید یاد کر لیا کریں زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی سہی بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ کم از کم آخری سورتیں تو یاد کریں جو نماز کی ہر ایک رکعت میں قل ھو اللہ ہی پڑھتے رہتے ہیں بلکہ وہ ہر رکعت میں نئی نئی سورت پڑھ سکیں اور نماز میں ذوق شوق سے حصہ لے سکیں میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خلاف سنت ہے اور قرآن مسلمانوں میں پہلے ہیں ان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی طرف توجہ کم ہے دل میں شوق ہے اخلاص ہے دینی جوش ہے خدا کی محبت ہو تہجد کے لئے اٹھتے ہیں اب سوائے ایک سورۃ کے اور کچھ یاد نہیں اور انہیں چند منٹوں میں ختم ہو گئیں اب بیٹھے سوچ رہے ہیں کیا کریں کوئی بزرگ مل گئے انہوں نے کہدیا کہ بعد درود کی تسبیح آٹھ ہزار بار پڑھا کرو بس وہ شروع کر دی اور نہ جانا کہ ایسی دنیا کو تباہ کر رہے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ وہ صاحب اس فرصت میں قرآن مجید یاد کر لیتے ہیں العشاء میں جو وقت ہے اب صبح کی نماز کے بعد دن چڑھے تک جو فرصت بعض احباب کو ملتی ہے نماز کے انتظار میں جو وقت رہتا ہے اگر ان میں ہی یہ عزم کر لیا جاوے کہ قرآن مجید یاد کریں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

پھر ایک اور تحریک کرتا ہوں جب اگر قرآن مجید حفظ کرنے کا عہد کریں جیسا کہ یہاں بھی ایک دو حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہ دوستوں کو ہدایت کی کہ اصحاب الصفہ کی طرح دو دو کریں۔ اگر ہر جگہ کی احمدی جماعت یہ انتظام کرے تو بھی قرآن مجید کے حفاظ کی ایک جماعت تیار ہو سکتی ہے اسی حفظ کے اہتمام کے ساتھ ہی میں علم تجوید و ترتیل و قراءت کی طرف بھی اپنے احباب کو توجہ دلاتا ہوں کیونکہ اس علم کے لئے ایک قوت فطرتی اور انتشار کی تو دوسری نے تقریر کی ایک گر ... تو حرف

کے مخارج کی بحث میں بہاؤ ڈٹ منہمک تھے اس قدر مستغرق تھے کہ ... نماز پڑھا رہا تھا ... مغرب کی نماز
میں ایک آیت پڑھنی بھی دو دفعہ معلوم ہونے لگی لیکچر دے رہے تھے جس وقت آیت پڑھنے کا
موقعہ آیا تو سر جھکانے لگے اور کہا صاحبان! میں کلام اللہ کی دو آیت اسوقت کہ آپ بے وضو
ہو گئے پڑھ کر اس کی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا ان کا ترجمہ یہ ہے اور اگر قرآن کی اور پڑھ بھی دی
تو اس کے پیچھے سے کاٹ کر یا غلط ہی پڑھ دی ایسی کمزوریوں سے بچنے کے لئے بہت ضروری ہے
کہ قرآن مجید کی اکثر تلاوت کی جاتی ہو اور مگر ایک نقص یہ عیب ہماری جماعت کے افراد میں نہ ہو پھر جو
پڑھیں صحیح پڑھیں اور اپنے بچوں کے لئے خصوصیت سے یہ فکر کریں کہ وہ قرآن مجید صحیح پڑھنا
سیکھیں کیونکہ بچپن میں جن لوگوں نے قرآن نہیں پڑھا وہ خواہ کیسے ہوشیار ہوں پھر بھی پڑھنے
میں غلطی کر جاتے ہیں غلطی نہ کریں تو ایسا تو ضرور پڑھیں گے الا ماشاء اللہ جیسے کوئی نو مسلم انگریز
میں اپنے دوستو! کیا اچھا ہو کہ خدا وند علیم کی درگاہ میں اپنے سر جھکا کر دعا کریں کہ وہ
مخلصانہ کوششوں میں تاثیر کی روح ڈالے اور عنقریب سن سکوں کہ مختلف علاقوں مختلف
جماعتوں میں اس پر عمل شروع ہو گیا۔ واللہ الموفق

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل — معارف و حقائق کا ذخیرہ فی سال ۰۰ — ضرورت زمانہ ...
محمد رسول اللہ قیمت — مجاور گرو نانک صاحب — لیکچر سردار مہر سنگھ نو مسلم نمبر ا قیمت
لیکچر سردار مہر سنگھ نو مسلم نمبر ۲ قیمت — اسلام کی پہلی کتاب مع ضمیمہ قیمت — ۸
معیار حق یا اچھے مذہب کی شناخت قیمت — تاریخ انگلستان انگریزی قیمت
میں مسلمان ہو گیا — اختیار الاسلام حصہ دوم قیمت ——
سوم قیمت ——
تعلیم الاسلام مع ضمیمہ — چہارم قیمت ——
ترجمہ انگریزی نمبر ا (انگریزی دان) بچوں کے سیکھنے کے لئے ۹ قیمت ——
نمبر ۲ قیمت ——

شیعہ مذہب

ناظرین کو معلوم ہے کہ تشحیذ میں ایک سلسلہ مضامین مذاہب دنیا کے متعلق شروع ہے اسی سلسلہ میں یہ مضمون ہمارے دوست منشی غلام حسین صاحب نے لکھا ہے جو بغرض ناظرین کیا جاتا ہے امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھا جائیگا اگر ہمارے شیعہ بھائی اس میں کوئی غلطی پائیں تو کافی ثبوت دینے پر ہم اسکی اصلاح کو تیار ہیں۔

تعریف۔ شیعہ عربی لفظ ہے جس کے معنی گروہ و مددگار کے ہیں اصطلاح میں وہ گروہ جو اپنے آپکو حضرت علی اور دوسرے اماموں کے ہوا خواہ اور انکی احادیث و تعلیموں کو رواج دینے کا مدعی ہے شیعوں کو رافضی بھی کہتے ہیں گو یہ نام سے شیعہ برا مناتے ہیں مگر ائمہ کی احادیث میں لکھا ہے کہ جب شکایت کی گئی تو انہوں نے فرمایا لوگ تمکو نہیں کہتے بلکہ خدا نے یہ تمہارا نام رکھا ہے واللہ ما ہم سموکم بل اللہ سماکم (فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۳۳)

اصول دین

شیعہ کا اصل اصول دین تو تقیہ ہے یعنی کتمان چھپانا اپنے مذہب کا۔ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔ ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ و لا دین لمن لا تقیۃ لہ (اصول کافی باب التقیہ) یعنی کوئی ایمان نہیں اس شخص کا جو تقیہ نہ کرے اور دین کے نو حصے تقیہ میں ہے اسی طرح ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اعملکم بالتقیۃ یعنی اکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ تقیہ پر عامل ہے۔ تمام شیعوں کے عام طور پر پانچ اصول دین ہیں اول توحید دوم عدل سوم نبوت چہارم امامت پنجم قیامت (حق الیقین) عدل اور امامت کے دو اصول قابل غور ہیں عدل کا استدلال آیت ان اللہ یامر بالعدل سے کرتے ہیں خدا جانے عدل کو جو صفات

آئینہ میں شیعوں نے خاص طور پر علیحدہ جتلا کر داخل اصول دین کیا ہے۔ اسکا کیا باعث ہے۔ اگر یہ صفت تعلیم ہے تو پھر خلافت و امامت کے شیوع کیا معنی رکھتے ہیں اگر اسکا تعلق جمعیت یا جماعت سے ہے تو بجائے عدل کے جمعیت ہوتی تو بہتر تھا یا قیامت ہی کافی تھی۔ اور پھر اس آیت کیساتھ ہی جو یامر بالعدل والاحسان وایتائی ذی القربی ہے تعجب ہے کہ ایسی عالمگیر صفات اور احکام کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔

امامت کا استدلال اولی الامر منکم سے کیا جاتا ہے لیکن وہاں تنازعتم سے یہ بھی تنازعہ ہو جاتا ہے غرض ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب کے اصول کی جگہ عدل اور امامت کو داخل کرنے میں شیعہ اصول نے دوراندیشی نہیں لی ہے۔ **فروع دین** علاوہ اصول خمسہ مذکورہ بالا کے فروع دین آٹھ ہیں میں اول نماز دوم روزہ ماہ رمضان سوم زکوۃ چہارم خمس پنجم حج ششم جہاد۔

تحفۃ العوام میں لکھا ہے کہ اصل تو فروع یہی چھ تھے لیکن ایک مجتہد عراق سرکار مرزا محمد حسین صاحب شیرازی نے چار فروع اور بھی اضافہ فرمائے ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر تولا (دوستی اہلبیت و دوستان اہلبیت) اور تبرا (بیزاری دشمنان اہلبیت اور انکے دوستوں کی)

تشریح۔ شیعوں کی کتابوں میں سوائے فرائض کے سنت و نوافل و نماز تہجد کی بھی سخت تاکید لکھی ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ملک کا شیعہ صرف فرائض پر ہی اکتفا کرتے ہیں بلکہ عام تو کہتے ہیں نماز خدا کی ہے رسول کی نہیں پھر سنت رسول نماز کی کیا ضرورت ہے اسی طرح پنجوقتوں کی پابندی کے احکام موجود ہیں لیکن شیعہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ہمیشہ ہر حالت میں بلا عذر جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہے کہ میری عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو (فلا یشرک بعبادۃ ربہ احدا) دوسری جگہ فرمایا ہے مخلصین له الدین لیکن خاک شفا کی ٹکیہ کے بغیر سجدہ نہیں کرتے پھر شیعہ کی مساجد اول تو کم ہیں جو ہیں وہ بھی اکثر غیر آباد ہیں البتہ امام باڑوں میں خوب چہل پہل رہتی ہے نماز باجماعت اور نماز جمعہ کی سعادت سے بھی عام شیعہ محروم ہیں حالانکہ وارکعوا مع الراکعین اور سورہ جمعہ میں فاسعوا الی ذکر اللہ قرآن میں موجود ہے۔ اسی طرح روزہ اور زکوۃ دینے کی بھی ان کی

ترددوں میں خوف بڑھ گیا ہے لیکن انکی بجائے افسوس ہے کہ عشرہ محرم کے فاقوں اور تذہین نے کالوں اور بدوں اور عورتوں کی رنگوں سے اکثر بین تکمیل بھی بڑھنے ہم نے جیسی صورتیں شاہ میں محبت اہلبیت شریف کے اشتیاق کو واسطوں کے ذریعات کی کوشش نے ابھوار کر دیا ہے اس کوشش کا باعث روایات میں جو فضائل زیارات نجف اشرف و کربلا کے متعلق میں ایسے منقول ہیں مثال کے طور پر زیارت کربلا کی ایک حدیث ہے من زار قبر ابی عبداللہ الحسین بشط الفرات کان کمن زار اللہ فوق عرشہ (تاریخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۰۴)

جہاد کے فضائل کے متعلق بھی حدیثوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ نعمت ابھی شیعوں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی زیادہ سے زیادہ جنگ جمل صفین کربلا کے معرکوں کو پیش کیا جاتا ہے لیکن یہاں رسول صلعم و خلفائے راشدین کے جہاد جو کفار اور مشرکین عجم کے مقابلہ میں ہوتے تھے انکی بجائے مسلمانوں کے باہمی مناقشات اور فسادات ہیں

بہرحال جس حال میں کہ تقیہ کرنے اور دین کو چھپانے کی فضیلت اور ثواب بیشمار بتلایا گیا ہو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تعمیل بھی ہوئے ہم نے بالی دو تو اور تبرا تو ولائے اہلبیت میں شیعوں نے یہاں تک غلو کیا ہے کہ جیسا کہ تو والے حق میں بات کرو شیعہ خوب جانتے ہیں کہ کسی مسلمان کو اہلبیت رسول صلعم کی سوائے خوارج کے جو شیعوں سے ہی نکلے ہوئے ہیں بغض و عداوت نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ جس طرح عیسائی سب مسلمانوں کو حضرت مسیح کا محب نہیں مانتا تو اور منکر کرتے ہیں اسی طرح شیعہ صاحبان بھی دوسرے مسلمانوں کو محب اہلبیت رسول نہیں شمار کریں یا محبت علی میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا اور اس میں غلو کرنے کے متعلق آنحضرت صلعم کی ایک حدیث خوب فیصلہ کرتی ہے جو کتاب حیات القلوب کی جلد اول میں اور اسی طرح تفسیر صافی میں میری نظر سے گزری اس میں آنحضرت نے حضرت علی کو مثل مسیح قرار صاف طور پر فرمایا ہو

کہ ان دونوں کی محبت میں غلو کرنیوالے ہلاک ہونے اور اسی طرح ان سے بغض رکھنے میں غلو کرنے والے بھی لیکن ایک تیسرا گروہ ہے جو اعتدال و اقتصاد کو قائم رکھنے والا ہے پس وہی حق ہے

تبرا سے مراد دشمنان اہلبیت سے بیزاری ہے اور اس میں دوسرے مسلمان بھی شامل ہیں لیکن اسکا پہلا فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ دراصل دشمنان اہلبیت کون ہیں معترض کی مراد ہے کہ یہی تبرا بازی جس کے باعث شیعہ سب مسلمانوں میں انگشت نما ہو رہے ہیں وہ اصل نہ داخل اصول ہے نہ داخل فروع صرف ایک مجتہد صاحب شیعہ نے اسکو اپنی رائے سے داخل فروع دین کر دیا ہے اور اسی پر شیعہ صاحبان زیادہ تر عامل ہیں جس طریق سے شیعہ تبرا کیا کرتے ہیں اول تو اسکا جواز کتب شیعہ سے ثابت ہی نہیں کیونکہ تبرا کا تعلق دل سے ہے دوسرے زبان سے اسکا استعمال کرنا تقیہ اور کتمان کی پابندی کے بھی خلاف ہے قاضی نور اللہ صاحب شوستری فرماتے ہیں "منظوم تشیع نزد کہ رسد ہمچہ سلام شدہ سب و لعن در او معتبر نیست بلکہ کہ نام خلفائے ثلثہ مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نشود لعن ایشان واجب نیست اگر جاہلان شیعہ بگو وجوب لعن کنند سخن ایشان معتبر نیست چنانچہ جاہلان اہلسنت حکم بہ وجوب بتو شیعہ میکنند" اسکے بعد حضرت عائشہ پر بوجہ جنگ کرنیکے ساتھ حضرت علی کے لعن کرنے کے بارہ میں لکھا ہے "لعن او از برائے حرب نباید کرد" مجالس المومنین طبع تہران ص

دوازدہ امام کے نام۔ حضرت علیؑ حضرت امام حسنؑ حضرت امام حسینؑ حضرت امام زین العابدینؑ حضرت امام محمد باقرؑ حضرت امام جعفر صادقؑ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ حضرت امام رضاؑ حضرت امام محمد تقیؑ حضرت امام علی نقیؑ حضرت امام حسن عسکریؑ حضرت امام محمد مہدیؑ جنکی پیدائش ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں ہوئی یہی بارہ امام ہیں جنکی محبت میں شیعوں نے بیحد افراط و تفریط کی ہے اور انہی اماموں کو ایک خاص مذہب قرار دیکر انکی پابندی کا دعویٰ کرتے ہیں انکا دعویٰ ہے کہ خداوند کریم نے حضرت علیؑ اور دوسرے اماموں کے نور کو دوسرے مخلوق سے ہزاروں برس پہلے پیدا کیا تھا اور عالم ارواح میں انکی امامت کا اقرار لیا تھا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔ مگر

انکی امامت کی تبلیغ بھی نہ کی تھی تمام گذشتہ اور آئندہ کے واقعات کا انکو علم ہوتا ہے تمام انبیاء کے معجزات مثل عصائے موسیٰ، تابوت سکینہ، انگشتری سلیمان اور حضرت شعیب کی ترازو انکے پاس ہو انکو اسم اعظم یاد ہے جس کے ۷۳ حروف ہیں تمام انبیاء کے معجزات انہی حروف کی برکت سے ہوتے تھے مثلاً حضرت عیسیٰ کو ایک حرف معلوم تھا اور وہ کرتے تھے جو کرتے تھے تمام صحف انبیاء میں انکا نام اور فضائل مندرج تھے تمام زمین انکی ملکیت ہے تمام موجودات پر انکا تصرف ہے موت پر بھی انکو اختیار ہے جب چاہیں مرتے ہیں جب چاہیں نہیں مرتے ہیں زمین کا قیام ان ہی کے دم قدم سے ہے ابر پر بھی انکا تصرف ہے ابر پر سوار ہو کر جہاں چاہیں زمین و آسمان اور ہوا میں سیر کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے لیکن چونکہ یہ سب عقائد اختراعی ہیں اور قرآن و سنت سے انکا پتہ لگانا مشکل ہے اس واسطے شیعوں نے ان انوکھی تعلیموں کے ماتحت بھی عجیب بیان فرمائے ہیں مثلاً اصول کافی باب فضل القرآن میں لکھا ہے کہ وہ قرآن جو حضور صلعم پر جبریل لائے تھے اسکی سترہ ہزار آیتیں تھیں صافی شرح کافی میں اسکی تائید میں لکھا ہے کہ شیعوں کے نزدیک یہ جو صاحب قرآن سے کچھ عجب نہیں کہ انھوں نے بہت سا حصہ قرآن کا ساقط کر دیا ہو۔

دوم۔ کتاب علی ہے جو ایک مجلد ہے ستر گز ہے مطابق رسول صلعم کے لکھ کر حضرت صلعم کے املا سے اسکو حضرت علی نے اپنے قلم سے لکھا

سوم۔ جفر جو ایک چمڑے کا صندوق تھا اور اس میں تمام انبیائے سابق کے صحیفے توریت انجیل زبور وغیرہ اصلی زبانوں میں محفوظ ہیں اور امام چونکہ سب زبانوں سے واقف ہوتے ہیں اسواسطے سب کتابوں کو بلا وقت پڑھ سکتے تھے

چہارم مصحف فاطمہ جو وحی جبریل بعد وفات آنحضرت صلعم کے حضرت فاطمہ پر نازل کرتے تھے وہ حضرت علی لکھتے رہتے تھے قرآن موجودہ سے تین گنا اسکی ضخامت ہے اور اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے مگر چونکہ یہ کتابیں اور صحیفے تو تھے کبھی کسی نے چھوا تک نہ کسی نے

(کہا یا امام زادہ کر احوال کی فرزین ایک مستقل رسالہ میں مندرج ہے

شیعوں کے فرقے عام لوگوں کا خیال ہے کہ شیعہ صرف ایک گروہ ہے لیکن ایسا نہیں ہے شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

اول غلاۃ یعنی غالی شیعہ جنھوں نے حضرت علی کو خدا بنایا اس گروہ کا بانی عبداللہ بن سبا ہے اسی گروہ کا دوسرا نام نصیری بھی ہے (دیکھو رشادہ شرح اعتقادیہ)

دوم مفوضہ اس کا بانی ابن سبا کو بتایا ہے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت علی خود تو خدا نہیں لیکن خدا کی خدائی کا منتظم ضرور ہے تعالی کی یہی تعالطے تو کیا کی آج کل ظاہرا کوئی شیعہ غلاۃ و مفوضہ نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ انکی تعلیم کا اثر بیک عالمگیر ہے عام شیعوں کے زبان زد ہے (اشلوفتیح)

سوم کیسانیہ اس کا سرگروہ مختار ثقفی ہے جس نے حضرت امام حسین کا انتقام ابن زیاد وغیرہ سے لیا تھا اور ابراہیم بن مالک اشتر اس کا نائب تھا انھوں نے حضرت محمد بن حنفیہ کو جو حضرت علی کے صاحبزادے اور بعد شہادت امام حسین زندہ تھے امام زین العابدین کی امامت کی پرواہ نہ کرکے امام بنایا اور انتقام علی و حسین کی وفات کے بعد جلدی ہی اس گروہ کا پیدا ہو جانا اور امام زین العابدین علیہ السلام کو امام مفترض الطاعۃ نہ ماننا اثنا عشری شیعوں کے عقیدہ متعلقہ نص امامت دوازدہ امام پر بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔

محمد حنفیہ کے متعلق کیسانیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کوہ رضوی میں غائب ہو گئے اور وہی امام موعود ہیں اور قیامت سے پہلے کسی وقت خروج کریں گے (دیکھو اساس الاصولین ص)

چہارم زیدیہ جو حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے زید سے منسوب ہوئے انھوں نے اپنے بھائی امام محمد باقر کو امام مفترض الطاعۃ نہ مانا اور برخلاف بنی امیہ کے خروج فرمایا انکا اعتقاد تھا کہ امام بنی فاطمہ سے ہونا چاہئے اور وہ صاحب شمشیر و جہاد ہو اس وقت بھی لوگ یمن و عرب میں ہزاروں زیدیہ شیعہ موجود ہیں اور امام یحییٰ کو امام زمان مانتے ہیں وہ ایسے بہادر ہیں اور وہ ہیں کہ کئی سالوں تک ترکوں سے مقابلہ کرتے رہے ہیں لیکن آج کی ہمدردی ہیں بھی نظر میں آ کل

بیار جنگ طرح جس برخلاف طایقہ جعفری ہوئی ہے آنا مرحمینی نے اپنے مرید کی بیرہ ماتحداء تر کونی کی دلاد کے لیئے مسلح کر کے حاضر کر دی ہے

اسمعیلیہ جنکا دوسرا نام ششی شاہ بھی ہے امام اسمعیل بن امام جعفر صادق کو آخری امام جانتے تھے اور حضرت صادق کے بعد کسی کو امام نہیں جانتے تھے فاطمی اسمعیلیہ نے مصر میں سیکڑوں برس حکمرانی کی ہے۔ اغنیہ بھی اسی گروہ کی ایک شاخ ہو سرا آغاخان صاحب اسکا پیشوا ہے اور بوہرہ قوم بھی اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔

باقی فرقوں کا حال بخوف طوالت نہیں لکھا مختصر یہ ہے کہ تقریباً ہر ایک امام کے ساتھ ایک نہ ایک گروہ منسوب ہوا اور ہر ایک اپنے ہی امام کو مہدی موعود مانتا ہے جسکے قبل از قیامت ظہور فرمانیکا مدعی ہے۔

اثنا عشریہ۔ عام شیعہ جو ہند و پنجاب و ایران میں پائے جاتے ہیں اثنا عشریہ کہلاتے ہیں انکا اعتقاد ہے کہ درحقیقت بارہویں امام محمد بن حسن عسکری ہی مہدی موعود تھے جو ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور پانچ سال کی عمر میں ہی غائب ہو گئے اور ابتک سنہ [illegible] سے خروج ہوا ہے بدستور زندہ و غائب ہیں وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ دشمن کے خوف سے اور شیعوں کی عدم نصرت کے باعث غائب ہیں اور وہی امام آخر الزمان ہیں۔ شیعہ اپنے آپکو امامیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ بارہ کے بارہ امام مانتے ہیں اور جعفری بھی کہلاتے ہیں کیونکہ امام جعفر صادق نے ہی خاص طور پر احادیث اور تعلیم ائمہ کو پھیلایا یہی وجہ ہے کہ شیعہ کی احادیث کی کتابوں میں سے کوئی بھی تیسری صدی سے پہلے کی نہیں بلکہ حدیث کی کتب چوتھی پانچویں صدی کی ہیں جیسے اوپر ذکر ہوا۔ احادیث کے لئے اسقدر طویل مدت اور کافی مہلت کے بعد بھی افسوس ہے کہ سینکڑوں اختلاف باقی رہ گئے ہیں اور ائمہ کی اصل تعلیم کو بہت سے عجائب و غرائب الفاظ کی رنگ آمیزی سے بالکل خود دار کر دیا گیا صحابہ کرام کے تتبع مطاعن کو وہ رواج پڑ گیا کہ اہلبیت کی امامت بھی پردہ میں پڑ گئی۔

شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک نہ صرف اہلسنت ہی گمراہ اور اہل دوزخ ہیں بلکہ سوائے اپنے گروہ
کے دوسرے تمام شیعہ فرقوں کو بھی جو ان سے جدا ہیں گمراہ بلکہ کافر جانتے ہیں ؎

تا توانی کرد زبیباں اُنس کن از زشتی گریز تا کہ نامم بر باد رفتہ باشد

اُن کا اعتقاد ہے کہ حضرت مہدی قیامت سے پہلے ظہور فرمائینگے اور آجکل کے شیعہ کا یہ عقیدہ
کہ قاضی نور اللہ شوستری اور ملا باقر مجلسی کے زمانہ تک شیعوں کا اعتقاد تھا کہ امام ایک مستقل خطہ میں مع
اولاد و اصحاب و ازواج سکونت پذیر ہیں اس خطہ کا نام جزیرہ خضرا ہے زمانہ ظہور امام کو رجعت کا زمانہ
کہتے ہیں رجعت کی بابت لکھا ہے کہ مہدی کے ساتھ حضور رسول صلعم و جناب علی اور امام حسین اور اصحاب
کہف اور دیگر انبیاء اور امام دوبارہ پیدا ہونگے اور امام کے زیر رکاب ہونگے بلکہ ملا باقر مجلسی نے حق الیقین
میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت محمد بھی مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرینگے دوسری روایت میں ہے کہ
جبرئیل اول السابقین ہونگے۔ تاریخ التواریخ میں بھی دیکھو جہاں مترجم موصوف لکھتے ہیں کہ

شیعہ کا مسئلہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہلبیت اولوالعزم پیغمبروں سے بھی افضل ہیں حیات القلوب اصل الفاظ یہ

مذکور ہے کہ یہیں تک کہ علمائے امامیہ ائمہ اثنا عشریہ را از پیغمبران اولوالعزم افضل دانستہ اند تاریخ جلد
کتاب دوم صفحہ ۔۔ تو میں نے تعجب کیا تھا کہ ایسا کہیں ہوسکتا ہے کہ امام جو بجائے انبیاء ہوتے ہیں
وہ ان سے کس طرح افضل ہوسکتے ہیں مگر جب حق الیقین میں یہ دیکھا کہ آنحضرت صلعم سب سے پہلے مہدی
کی بیعت کرینگے تو پھر میرا وہ تعجب جاتا رہا رجعت کا عقیدہ ایسا ضروری ہے کہ جو شیعہ اسکو برحق نہ مانے
وہ شیعہ ہو ہی نہیں سکتا اور اسی طرح متعہ پر ایمان نہ لانے سے بھی وہ مستوجب عتاب ہوتا ہے
چنانچہ مشہور حدیث ہے لیس منا من لم یومن برجعتنا (حق الیقین) رجعت کے وقت حضرت مہدی
مشارق و مغارب عالم کو فتح کرینگے جناب علی کا جمع کیا ہوا قرآن جو انکے پاس دست بدست پہنچا اور
محفوظ ہے اسکو شائع کرینگے کعبہ بھی موجودہ بنیادوں سے گرا کر اصل ابراہیمی بنیاد پر تعمیر کرینگے
صحیفہ جفر مصحف فاطمہ کے علاوہ تبرکات انبیاء عصائے موسیٰ انگشتر سلیمان اور حضرت صلعم کے
سلاح و ہتھیار بلکہ آنحضرت صلعم کے جانور دلدل اونٹنی گدھا وغیرہ سب انکے پاس ہونگے اور

یہی نکے مہدی موعود کی نہیں ہوئی (غایت المقصد، علامہ عازی کی لاہوری (ظہیرہ) آل محمد اثنا عشر رسال
تک دنیا میں سلطنت کرینگے حضرت علی پر ایک ہزار سال سلطنت کرینگے حضرت امام حسین پھر دوبارہ سلطنت کرینگے
کہ جب وہ کمال ضعیف ہو جائیں گے (مرقق الیقین) اب دیکھیں محبت امام حسینؑ کو انسان کہاں لے گئے ہیں اور
انکی شہادت کو کفارہ قرار دیتے جبکہ اب اصول و فروع سے زیادہ تعزیہ داری امام حسینؑ پر زیادہ زور دیا
جاتا ہے غم حسینؑ میں ایک آنسو بہانا بھی موجب نجات ہو جاتا ہے لیکن مرثیہ خوانوں نے اس میں وہ
وہ جدتیں پیدا کئے کہ ایران کے ایک شیعہ عالم کو ایک خاص کتاب لکھنی پڑی جسکا نام لولو والمرجان ہے

کتب احادیث شیعہ۔ حدیث شیعوں کی کتابیں چار ہیں اول اصول کافی و فروع کافی از شیخ محمد
بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۹ھ اس کتاب کو حضرت مہدی کے واسطہ کا شرف بھی حاصل
ہو چکا ہے دوم من لا یحضرہ الفقیہ از شیخ ابو جعفر ابن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ھ سوم تہذیب الاحکام
چہارم استبصار ہر دو از شیخ مفتی ابو جعفر طوسی صاحب کتاب الفہرست طوسی متوفی ۴۶۰ھ ہے تہذیب کے
باقی کتابیں لکھنؤ سے ہی مل سکتی ہیں۔

تفاسیر۔ تفسیر امام حسن عسکری جو کہ امام کی تفسیر ہے لیکن محققین کو اس سے بھی انکار
اطمینان نہیں تفسیر علی ابن ابراہیم قمی تفسیر مجمع البیان طبرسی تفسیر صافی وغیرہ مشہور ہیں ہے
مجمع البیان کے ذیل میں تفاسیر کو بہت ہی عجیب مقالات سے مطالعہ کیا ہوا ہے۔

نہج البلاغہ۔ نہایت مشہور کتاب ہے سید شریف رضی متوفی ۴۰۶ھ نے مرتب کی اس میں بہت
سے خطبات و مراسلات ہیں جو حضرت علیؑ سے منسوب ہیں۔

مشہور علمائے شیعہ اور مصنفین۔ علاوہ جامعان کتب احادیث کے جنکا نام اوپر لکھا گیا ہے
اور جنکی تصانیف کا عام چرچا ہے۔ شیخ مفید صاحب اور شیخ طبرسی سید شریف المرتضی علم الہدی
و سید رضی تینوں صاحبان شاگردان رشید شیخ مفید سے ہیں۔ حیدر آملی علامہ حلی سید ابن
طاؤس قاضی نوراللہ شوستری ملا عبدالرزاق لاہیجی ملا محمد باقر مجلسی ایران و ہندوستان میں سب سے
زیادہ ملا باقر مجلسی کی تصانیف عام ہیں مشہور نزدیک والدہ میں سوائے تاریخ اسلام کے دیگر

علوم میں شیعوں کی تصانیف بکثرت ہیں۔

دیگر حالات۔ تمام شیعیان اثنا عشریہ پر اپنے اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید لازمی ہے سب سے بڑے مجتہد نجف اشرف میں رہتے ہیں۔ لکھنؤ کے مجتہدوں میں سے قبلہ سید ناصر حسین و قبلہ سید نجم الحسن صاحب اور پنجاب میں سید علی حائری صاحب مشہور ہیں۔ ایک مجتہد فوت ہو جاتا ہے تو اس کے فتاوی کا اثر بھی مفقود ہو جاتا ہے اور نئے مجتہد کی تقلید لازمی ہو جاتی ہے۔ سب مجتہد اپنے آپ کو حضرت امام غائب مہدی کے نائب اور بعض اوقات قائم مقام جانتے ہیں۔ اثنا عشریوں میں دو اور فرقے بھی ہیں ایک اخباری جو مقلد ہیں اپنے مجتہدوں کے اور ہر قسم کی روایات و احادیث کو قابل مانتے ہیں۔ دوسرا اصولی جو پابند اجتہاد مجتہدین خاص ہیں ہمارے ملک کے شیعہ عام طور پر تو اخباری نہیں لیکن بحث کے وقت اعتراضات سے بچنے کے لئے اصولی بن جاتے ہیں۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ایران کے شیعوں سے ایک جدید فرقہ پیدا ہوا ہے جس کو بابی یا بہائی کہتے ہیں۔ اس کے بانی بہاء صاحب اور محمد علی بانی ہوئے ہیں انہوں نے رسول صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کر کے بانی فرقہ کو نبی مانا ہے اور اسی طرح قرآن مجید کو بھی منسوخ قرار دے کر ایک کتاب البیان کو ناسخ الکتب مان کر تسلیم کر لیا ہے۔ چونکہ مضمون بالا اصل اندازہ سے زیادہ ہو گیا ہے اس واسطے سر دست اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ (خاکسار غلام حسین خادم مجھیروی)

صادقوں کی شیخی مصنفہ [illegible] حضرت [illegible] کی وفات پر [illegible] کے [illegible] جواب [illegible] پر قیمت صرف [illegible] **نغمۂ اکمل** [illegible] کی [illegible]
ادعیۃ الاحاد [illegible] کی [illegible] کے [illegible] قیمت [illegible] **نجات** مصنفہ حضرت صاحبزادہ صاحب جس میں [illegible] نجات کی حقیقت [illegible] طریق نجات کی تعلیم ہے صرف [illegible] **البرق** شیعہ کے [illegible] جواب [illegible] کی ذات [illegible] کرتے ہیں [illegible] قیمت [illegible] **رسالہ گوشت خوری** [illegible] ثابت کیا گیا [illegible] قیمت [illegible]

تنبیہ السفیہ

فاضل اجل حسن کمالہ الممدوح حضرت مسیح موعود کے ان برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے حضور کے
نبی کی رسالت و صداقت میں نصرت کی ہے اپنی علمی تصانیف سے جو قابل قدر ہیں خدمت سلسلہ عالیہ
احمدیہ کی کرتے رہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اب باوجود ضعف پیری اور بعض عوارضات کے
آپ بہت کم لکھ پڑھ سکتے ہیں مگر تاہم اس بوڑھے بزرگ نے پسند نہیں فرمایا کہ دین
حق کی خدمت سے اپنے آپ کو بیکار رکھیں۔ اسلئے جب کبھی موقعہ ملتا ہے آپ اپنی نکات
معرفت سے تشنگان بادہ روحانی کے لئے قوت روح مہیا کرتے رہتے ہیں
حال ہی میں آپ نے حضرت کے اس کشف کی تعبیر جو براہین احمدیہ میں درج ہے
اور جس کو ایک شخص نے اپنی کم علمی یا بعض دیگر وجوہ کے اظہار کرتا ہے اس مضمون کو آپ نے
ایک مستفیض خاص سید آل محمد صاحب کے ہاں بھیجا ہے ناظرین کی دلچسپی کیلئے

بخدمت مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری ہداکم اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم
والسلام علی من اتبع الہدیٰ آپکا تین سالہ بنام جناب مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل
آنے مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ بلحاظ تو ہمارے پریشان و مکاشفات عظمیٰ کے جواب
دینے کی ضرورت نہیں ہوئی ہے لیکن کسی بزرگ نے توجہ مختصر تحریر کر کے مولوی
عبداللہ کو روانہ کر دو۔ بوجہ تضیع اوقات نہیں کرتے تاہم مولوی کے جواب آپکے ہر سہ سوالات کا
نمبر وار مختصر تحریر کر کے خدمت میں ارسال کیا ہے مولوی صاحب عرض رہے کہ آپکا رسالہ جو فرکر
ہے اس میں تو آپ نے حضرت اقدس کے دعاوی نبوت و کمال نبوت کے طلب سے قبول کرنے کو
فرمایا گر بعض مضامین میں سخت غلطی کی ہے لیکن جو دو رسالے دیگر آپکے ہیں ان میں جو آپ نے
دعویٰ مسیحیت و مہدویت و قدرت ثانی کا ادعا فرمایا ہے کوئی ثبوت اور دلیل اپنی دعاوی پر قائم نہیں کی

سوائے اسکے اگر دعویٰ مجددیت پکا سچا ہوتا تو جس وقت حضرت اقدس نے دعویٰ کیا تھا اسی وقت آپ کو مناسب تھا کہ آپ بھی دعویٰ مجددیت کرتے تو فیصلہ قطعی ہو جاتا کہ کون مجدد ی وقت ہے جیسا کہ چراغ الدین جمونی اور عصائے موسیٰ والے چراغ الدین صاحب اور فقیر مرزا وغیرہ وغیرہ کا حضرت اقدس کی حیات میں ہی فیصلہ ہو گیا اب جبکہ لاکھوں آدمیوں نے حضرت اقدس کو مجدد اور موعود قبول کر لیا وہ اول بینہ اور نشان تقلید بھی دعویٰ کے دیکھ لے تو آپ کیونکر آپکے دعویٰ قدرت ثانی اور امامت کو بلا دلیل بغیر ثبوت آپکی جیسے اضغاث احلام کے ذریعہ سے قبول کر سکتے ہیں کہ وہ خاصکر جبکہ آپکے بعض عقائد بھی حضرت اقدس کے الہامات سے مخالف ہیں اور یاد رہے کہ الہام کسی شخص کا بغیر ثبوت اسکی صداقت کے کسی پر حجت نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ آپ بعد وفات حضرت اقدس کے ایسے دعویٰ کر چکے ثبوت آپ سوائے اپنی خوابہائے پریشان و مکاشفات بلا ثبوت کے کچھ پیش نہیں کر سکتے ہیں کہ ذرا بھی قبول کرے اب آپکو اس مثل پر عمل کرنا چاہیے مشتیکہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد اگر آپکو قدرت ثانی کا دعویٰ ہے تو یہ دعویٰ صرف آپ پر کسی طرح سرسبز نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ دعویٰ خاص قدرت ثانی کو خاص ایک شخص کے وجود میں منحصر سمجھنا غلطی ہے کیونکہ حضرت اقدس قدرت ثانی کی نسبت رسالہ الوصیت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا سو ضرور ہے اور میری جدائی کے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ اور چاہئیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں اور میرے سلسلہ حضرت اقدس کے اس الہام پیشگوئی سے بھی ثابت ہے کہ وہ سب لوگ پیروکار حضرت اقدس کے ہونگے وہی قیامت تک مخالفین پر غالب رہینگے کما قال اللہ تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ پس صرف متبعین کاملین ہی مظہر اول قدرت ثانی کے ہو سکتے ہیں۔ اور

چونکہ صیغہ جمع کا ہر جگہ ہے اسلئے قدرت ثانی کا ایک شخص جو عبداللہ میں کیونکر منحصر ہو سکتا ہے
خصوصاً جبکہ یہ شخص حضرت اقدس پر بھی امام ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور انکو نہیں متبوع اور مقتدا ہونیکا
بھی ہے تو بڑیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اگر تنزلی ہو کے لئے انحصار قدرت ثانی کا ایک
شخص واحد عبداللہ میں تسلیم کر لیا جاوے اور کل اعتراضات سے قطع نظر کیجاوے تو عرض ہے
کہ اول آپ جبتک مخالفین اسلام پر اپنا ثبوت پیش کر کر جماعت احمدیہ میں داخل فرمائینگے اور
غیر مخالفین اندرونی سلسلہ احمدیہ کو کہ جو حضرت اقدس کی تحقیر و تذلیل میں مصروف ہو کر جماعت احمدیہ
کو اول ذکیا ہے ہیں آپ انکو جماعت احمدیہ میں اپنی قدرت ثانی کی قوت سے داخل نفرمائیں یا انکو
حجت ظاہر ہو جاوے بلکہ فرمائیں تب تک آپ قدرت ثانیہ کا بھی ثبوت نہیں دے سکتے گو آپ انکا
ساتھ دیتے ہیں کیونکہ حضرت اقدس نے تو قدرت اول کے ذریعے کل مخالفین پر اتمام حجت فرما
دیا ہے کما قال الالہام وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین وغیرہ وغیرہ جبتک شخص مدعی قدرت ثانی
سے انکا داخل اسلام میں ہونا ضروری ہے اس طرف آپکے دعویٰ کا ثبوت سے جماعت احمدیہ میں لوگ
لوگ ہیں شکوک کا احتمال ہے لیکن مثل آپکے اور آپکے بھائیوں کے ایک فرقہ بانگشت نمائی خلافت صدیقی
سے لیکر جبتک وجود ہے ہمیشہ کوئی کچھ پیدا نہیں ہوا بجز مثل فرقہ مذکورہ کے آپنے حضرت خلیفۃ المسیح کو خلافت
سے اپنے زعم فاسد میں معزول قرار دیا ہے پھر آپنے دعویٰ مہدویت کا کوئی ثبوت نہیں دیا اور نہ کوئی
دلیل پیش کی حضرت اقدس نے اپنے مہدی موعود ہونیکے اسقدر دلائل پیش کئے ہیں کہ ہم لوگ دعویٰ
کے قبول کرنیمیں مجبور ہو گئے نشانات آسمانی و زمینی کا اسقدر ثبوت دیا کہ بجز قبول کرنے دعویٰ مہدویت
و مسیحیت کے کوئی مفر نظر نہ آیا حضرت اقدس دلائل پیشتر مسیح و مہدی کا انحصار صرف اپنے وجود میں
ہمیشہ فرماتے رہے کبھی کسی تحریر و تقریر میں یہ ارشاد فرمایا کہ مسیح و مہدی دو شخص ہیں اور انکا مصداق کا
علیحدہ ابن مریم حدیث شریف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد ناطق ہے جسکے معنی آپ

سنا مسند احمد جلد دوم صفحہ ... میں یہ حدیث موجود ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماما مہدیا و حکما عدلا فیکسر الصلیب

بالکل نہیں لکھو اگر چاہو تو ہم بتا سکتے ہیں علاوہ اسکے آپ کے رسالہ کی عبارت جیسی ہے اہل زبان پر منکشف ہے کہ فصاحت و بلاغت کو جواب صاف دے رہی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] القدس حضرت اقدس کی کتابیں اردو و فارسی و عربی میں جو تحریر فرمائی گئیں ہیں انکی فصاحت و بلاغت کی نسبت مخالفین نے بھی صاف اقرار کیا ہے کہ حضرت سلطان القلم ہیں اور ہونا بھی یونہی چاہیے کہ مامورین کے کلام میں بوجہ کمال رسالت آسمانی فصاحت و بلاغت کا ہونا ضروریات سے ہے پھر اکثر مقامات آپ کے رسالہ کے ایسے ہیں کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کچھ حصہ میں تو حضرت اقدس کے عبارات کی تقلید کی ہے اور کچھ احیاء العلوم وغیرہ کتب تصوف سے منقول فرمائی ہیں اور کچھ بے ربط ہیں۔ اگر مقامات میں مطلب خبط ہے تو یہ ایسی عبارات مامورین اللہ کی ہو سکتی ہیں اگر ایسی عبارات و فصاحت و بلاغت جیسی آپ کی ہے اگر حضرت اقدس کی ہوتیں تو حضرت اقدس کو کوئی مامور من اللہ قبول کرتا۔ آپ خلاصہ یہ کہ اگر آپ کو قدرت ثانی کا دعویٰ ہے تو مخالفین اسلام اور نیز حضرت اقدس کے مخالفین کو اول قبول کرائے بعد ازاں ہم کہ مہدی موعود و مسیح موعود ہیں یا قدرت ثانی قبول کریں جب آپ جماعت احمدیہ سے فرمائیں کہ دیکھو میں قدرت ثانی ہوں کہ جس کی خبر حضرت اقدس رسالہ الوصیت میں دے گئے ہیں دیکھیے یہ دو چند یا سہ چند آدمی جو حضرت اقدس کی وفات کے بعد داخل اسلام کیا ہے اور اصل وجہ ثبات آپ کے دعویٰ یہ ہے کہ مخالفین کی نظروں میں براہین احمدیہ میں تین سو دلیل موجود نہیں ہیں گو مجملاً کتب و رسائل اور اشتہارات حضرت اقدس سے تین سو دلیل ماخوذ ہو سکتے ہیں آپ اتنا ہی کیجئے کہ فقط وہ تین سو دلیل حقیقت کتاب اللہ و النبوت المحمدیہ کے جو کہ حسب وعدہ حضرت اقدس سے استنباط کر کر ہر ایک دلیل کو علیحدہ تحریر کر کر شائع کر دیجیے کہ سلسلہ احمدیہ و دعوت محمدیہ کا رنگ کچھ تو ظاہر ہو اور حضرت اقدس کی کتاب براہین احمدیہ کی حقیقت کتاب اللہ و النبوت المحمدیہ کا مضمون آپ کے لئے کسی قدر مصداق ہو جائیگا۔ دوسرا اصل وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو عبارات مخالفین کی نظروں

بقیہ حاشیہ۔ و قتل الخنزیر و [illegible] الجزیہ و [illegible] الحرب [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قریب ہے کہ [illegible] میں [illegible] عیسیٰ بن مریم [illegible] حکم عدل ہیں کسر صلیب کریگا اور قتل خنزیر کریگا [illegible] عیسیٰ [illegible] اپنے [illegible] رکھیگی

میں پیدا نہیں ہوئے۔ اب [illegible] رسالت [illegible] تو ایسا پیدا ہو گئے کہ مخالفین کو مجال انکار کی نہ رہی [illegible]
ڈاکٹر عبدالحکیم کی [illegible] تھا۔ اسلام [illegible] سے سبیل [illegible] بنا ہوا ہے قدرت ثانی [illegible]
معلوم ہوتے ہیں [illegible] مثل [illegible] قدرت ثانی صدیق سے
ہلاک ہوئے [illegible] مخالفین کو [illegible] نہ رہے اور جماعت احمدیہ کو دیکھنے کی [illegible] ہو کر
[illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی [illegible] آپ کی [illegible] حضرت صدیق اکبر کے
ذریعے جو قدرت اول سو قدرت ثانی تھے [illegible] آپ کی قدرت ثانی سے یہ مخالفین [illegible]
جو گفتگو [illegible] ظاہر [illegible] اس قدر [illegible] دعوی قدرت ثانی کا کرنا اپنے منہ سے آپ میاں محمود صاحب
یہ معاملات اور [illegible] آپ کے اٹھنے کے بارے میں کرتے اپنے دعوی پر ثبوت کے شائع کر
ہے [illegible] مثل مشہور ہے [illegible] لیکن [illegible] اسی طرح کے دعوی
ثبوت [illegible] ہوتے ہیں [illegible] کی جو [illegible] لکھی ہے [illegible] پڑھا
گیا تو بعض مطالب [illegible] کے متعلق تصدیق [illegible] ہیں وہ مرتب بہ ترتیب حسن [illegible]
چنانچہ [illegible] بھی [illegible] الملک [illegible]
ثانی کے مضامین [illegible] کے [illegible] طرح [illegible] غرض [illegible]
از اقسام [illegible] آثار میں [illegible] ہوا ہے [illegible]
[illegible] قدرت ثانی کے
مضامین [illegible] دیکھئے [illegible] کسی عبارت میں [illegible]
[illegible] کسی جگہ [illegible] حضرت اقدس کے [illegible]
[illegible] رسالت الا رحمۃ للعالمین [illegible] آپ [illegible] میں سے ایک الہام ہے
[illegible] حضرت اقدس [illegible] چاہتے ہو یعنی حضرت اقدس رحمۃ للعالمین سے
[illegible]

اور عبارات میں [illegible] دوسری [illegible] ہوگی

بعد ازاں الہامیہ میں سے یہ بھی لکھا ہے کہ اصحاب بنش یوں سخن گر دیدہ سامع اور عقب گذری و شور و شغب و غلغلہ
وغیرہ اقدس اور بحقیقت وہی اور رسالہ سوم کو مطالعہ کیا گیا تو اسکے مضامین کچھ تو الہامات
سے ماخوذ ہیں اور اکثر حضرت اقدس کی کتابوں سے کسی قدر متغیر کر کے لکھے گئے ہیں اور بعض مضامین
شامیین حدیث سے بھی لئے گئے ہیں مگر آپکے دعوی سے تو کچھ بھی مس نہیں اور جبکہ آپکے
دعوے کے ہیں جیسا کہ مثل مشہور ہے چہ خوش گفت سعدی در زلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
یہ عوارض بھی تمام الہامیہ کے مخزن اسرار وغیرہ میں لکھے ہوئے ہیں نیز جواب مطابق سوال نگوید و
فرمودند شور و عشق اور رعونت بھی تمام الہامیہ میں ہے مگر دونوں آپکے تینوں رسالوں میں وہ اشتہار
میں موجود ہے بجز اس عشق و رعونت کے حضرت خلیفۃ المسیح کی معزولی خلافت کا حکم ہے جیسے علم
ربانی کی نسبت جبکی نسبت حضرت اقدس کے الہامات اور دعائے مستجاب موجود ہیں نیز کرامات
وغیرہ وہ تمام سلسلہ احمدیہ اور انکے اہل حل و عقد نے انکی خلافت راشدہ کو تسلیم کر لیا ہے اور حضرت
اقدس ایک شعر میں فرماتے ہیں شعر چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دین بودے ہمیں بودے
اگر ہر یک پر از نور یقین بودے وہ انکی نسبت معزولی خلافت کا حکم دینا اگر حق و رعونت نہیں تو اور
کیا ہے تنبیہ میں یہاں پر مولوی عبداللہ صاحب کے اس استدلال کی حقیقت کو احباب کے
روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جسکو انھوں نے اپنے دعویٰ کا اور صداقت کا اول اور سب سے قرار
دیا ہے حالانکہ واقعات تمیز شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت اقدس کا وہ مکاشفہ مشترک ہے جسکو
عبداللہ نے مناط ثبوت اپنے دعوی کا گردانا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حضرت اقدس اور حضرت خلیفۃ المسیح پر
پورے طور پر ایسا واضح ہو گیا ہے کہ اب کسی کے پورے ہونیکا کوئی انتظار باقی نہیں رہا گو دیگر جماعت
احمدیہ کی ذات یا برکات بھی سب یا بعضہا اسکی مصداق ہو جاویں مگر یہ ممکن نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح
یا خاندان نبوت کے سے بہترین نظروں کو معطل من الخلافت کر کر وہ حضرت اقدس کا اپنے تئیں الہام
کی انکار و مخالف ہو کر حضرت اقدس کے اس مکاشفہ مشترکہ کا اپنے تئیں کوئی شخص مصداق
گردانے یہ تو محض ادعا ہے چنانچہ مختصر بیان اسکا یہ ہے حضرت اقدس اس مکاشفہ کی نسبت

براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۸ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں یعنی اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم
میں مشغول تھا نبی کریم علیہ السلام … پس ظاہر ہو کہ یہ مکاشفہ ۲۰ یا ۲۱ برس کا ہوا اور خود حضرت اقدس
اس مکاشفہ کی نسبت بوقت تحریر حصہ سوم براہین احمدیہ کے تحریر فرماتے ہیں کہ مکاشفہ کی سچائی ابھی ان
مخالفین اسلام کے روبرو بھی ظاہر ہو گئی ہے۔ اور جو بیان کیا گیا تھا یعنی کتاب یہ مکاشفہ اور کتاب مولوی
عبد اللہ کو یہ دہلوی رہنے والے تھے اس وقت سنہ ۱۸۶۴ء میں کیا گیا ہے۔ براہین … یہ بات
تا بجائے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرف حضوری حاصل ہوا
جو کتاب دینی میری تالیف میرے ہاتھ میں تھی اس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا
تو میں نے عرض کیا کہ اس کا نام قطبی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ ایسی کتاب ہے
کہ قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا
ہو اور پھر آپ مولوی عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب قطبی تصنیف کی ہے کہ جو خدا و
رسول کے ہاں مقبول ہوئی ہو اور مخالفین اسلام اس کے آگے جب تک ظاہر ہو گئے ہیں وہ تو قدرت
اول ہی کی جہت ثابت ہو آئے تو قدرت ثانی کو ………… کیا سمجھ
کی … آگے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ جب وہ کتاب حضرت مقدس
نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی
کہ امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے
کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک شہد سے بھر گیا تب ایک
مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا
اور یہ عاجز … آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاش اس مردہ کو دی
کہ تا وہ … اس شخص کو کھلا کر جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں
اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھا لی … علیہ السلام اول
… کہ وہ مردہ … کتاب قطبی براہین احمدیہ … قرآنی سے بھری ہوئی

ہوا۔ پانچواں حصہ براہین کے معہ دوسری کتابوں کے اور رسالوں مصنفہ حضرت اقدس کے
جو تصنیفات اس کتاب قطبی کے ہیں وہ اسکی تاثیریں ہیں جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اقدس
کے دامن میں ڈالی ہیں جس کو یہ کمال شدت اور کامل حضرت اقدس پر پیدا ہو گیا لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہ کیا کتاب ہے
مجھکو بھی دیکھنی ہے مگر دعوی آپکا واقعات کے خلاف کیونکر ہو تو اس حضرت خلیفۃ المسیح کو دیکھی ہے
ثبوت کامل اسکا یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایک کتاب جس میں نہایت تصدیق براہین احمدیہ بمقابلہ اعدائے
اور مخالف دین اسلام کے تصنیف فرما چکے ہیں وہ کتاب ایسی لاجواب ہے کہ اسکا ایک نمونہ دیکھکر
تو زبان بند ہے اور تکذیب براہین احمدیہ کا ارادہ تو ہوا ہی ہے کہ اسکا جواب کو بھی ہے اور جبکہ کذب
اپنی تکذیب کو دیکھ تصدیق براہین احمدیہ کے ترک کیا تو کل دنیا پر ظاہر ہے کہ اسکا انجام کیا ہوا جو
وہ تصنیف حضرت اقدس کی برکات کا ثمرہ ہے اسے دشمن اور ان حریر وہ برسر انتشار برازن محمد
کرامت گری ہے نام و نشان ست و نیا بگرز غیران محمد ہوا ہے اور کاش یہ حضرت خلیفۃ المسیح کو ہی
اب آپ فرمائیں کہ آپنے کوئی کتاب ایسی لکھی ہے جو براہین احمدیہ کی تصدیق آئینہ میں بمقابلہ اشد
مکذب کے جو منظر کتاب ہو یقینا نہیں پس یہ عجز اسکا خود کافی ثبوت خلیفۃ المسیح کی ذات بابرکات ہی پر
ہو گیا اور جبکہ تمام وہ تاثیریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اقدس کے دامن میں ڈالی ہیں تو
انکی تعریف صرف یہ ہے کہ خاندان نبوت کے سید حضرت صاحبزادہ کو ورثہ میں ملا ہے جیسی ہیں اسی تفصیل
کما قال اللہ تعالی وورث سلیمان داؤد ہذا۔ آپکے تمام خواب و خیالات کو جو
مثل تار عنکبوت کے تھا دینا گیا اب کون وہ تمام حقیقی ہے توڑ پھوڑ کر پھینک دیا اور
تمام جو اسکا شغل کے واقعی طور پر پورے ہوئے اور مجھکو بڑا افسوس ہے کہ آپکے علم خامہ کو
تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیا جاوے تو عرض ہے کہ یا حضرت حضرت اقدس نے آپکو بہ تقاضا
شان کریمی ایک قاش عنایت فرمائی ہے اور بقیہ تمام تاثیریں حضرت اقدس کے دامن میں جناب
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی ہیں اور اسی خدمت کا خون ہے دعوی ہے کہ آپ
دعوی کرتے ہیں کہ میں مسیح موعود کا بھی امام ہوں اور خلیفۃ المسیح کی معزولی خلافت کا حکم صادر کرتا ہوں

اب یہ بالکل نہیں آ سکتا ہے آگے رہا سلسلہ محمدی سے مودودی سو یہ بھی پورے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح
کی ذات بابرکات میں پورا واضح ہو چکا اگر روحانی طور پر یہ بھی تو بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات بابرکات پر واضح ہو
چکا کیونکہ آپ اول بیعت حضرت اقدس کے ہاتھ پر بارشاد حضرت خلیفۃ المسیح نے کی ہے اور حضرت
مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب بھی جو کتاب اعلام الناس کے ذریعہ مولوی حضرت اقدس کی
سب سے اول تشریح کی ہے کہ خلیفۃ المسیح سب پر مقدم ہیں اور اسلئے وہ خلیفۃ المسیح ہوئے پس یہ کاشفہ
بھی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی ذات بابرکات سے پورا ہو گیا کہ قال اللہ تعالیٰ لیخرجن من
جوانب الحی میت و تخرج المیت من الحی اگر آپ جسمانی طور پر پیدا کرنا چاہیں تو بھی سب پر واضح
ہے اس سال میں حضرت خلیفۃ المسیح سخت بیمار ہو گئے تھے امید حیات باقی نہ رہی تھی لیکن بعد
ایک شدہ گھڑے کے آپکو علاوہ حیات روحانیہ کے حیات جسمانی بھی مل گئی اور مخالف اور حاسد بے موت
ڈرنگ بے غرض اس مسئلہ کا اب کوئی جز باقی نہیں رہا جسکا انتظار کیا جائے وتمت کلمۃ
ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلمٰتہ یہ جواب ہے نبوت کا ثبوت اور الہامات کا جو بیان
ہے اگر آپ ایسا ہی کوئی ثبوت دیکھنا چاہتے تو بھی ہمیں انکار اور فخر کیجاویگی اور آپ اس بات
پر محنت کریں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں کہ انکو الہام ہوتے ہیں کیونکہ مشکل ایک عبداللہ کاتب وحی کو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فتبارک اللہ احسن الخالقین الہام ہوا تھا وہ بھی مرتد ہو گیا تھا
مگر اسکے ارتداد سے دین محمدی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکا پس اگر انشاء اللہ سلسلہ احمدیہ بروز سلسلہ محمدیہ
کو کیا نقصان پہنچا سکے گا دیکھو تفسیر کبیر کو روی الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
خلقا آخر عجب من ذلک فقال فتبارک اللہ احسن الخالقین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اکتب ھکذا نزلت فشک عبداللہ فقال ان کان محمد صادقا فیما یقول فانی اوحی
الی کما اوحی الیہ وان کان کاذبا فلا خیر فی دینہ فہرب الی مکۃ فقیل انہ مات علی الکفر
وقیل انہ اسلم یوم الفتح پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب ثبوت بروز محمدی کا ہے جس طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الہام میں ایک شک کرنیوالا مرتد ہو گیا ایک شخص کی نسبت

ہی تھا اسی طرح پر بروز محمدی کے عہد میں مرتد ہونے والے صاحب اشد ہی ہے کہ دجال نشان صورت معنوی رکھتے
معشوق و عاشق دونوں واسطے لگے ہے بہر پر طولی و برگ غیر نثر اور ہم یہ واضح ہو کر حضرت سید محمد حسن کے
نے جو بعد حکم اُوسی کی مشابہت بھی جو سوقت کا دجال ہے ساتھ عبد اللہ ابن صیاد کے جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک قسم کا دجال تھا بہت حد تک ہونے ثابت کی ہے اور صدرہ یہ تو اہل
اہل بصیرت کو ذرا سی غور کرنے سے بخوبی ثابت ہو گئی ہو گی اس مکاشفہ کے آخری اجزا بھی حضرت خلیفۃ المسیح
علیہ السلام پر چسپاں کیا جائے ویسے ہی پورے ہوئے ہیں کیونکہ بفہم حضرت خلیفۃ المسیح کو جن کے معنی
پیچھے مسیح کے کھڑے ہونے کے ہیں واقع ہو گیا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں نے بھی آپ کے ہاتھ پر
بیعت کرلی یہ واقعہ بھی بجانب اللہ واقع ہو گیا اور اتباع کامل حضرت اقدس کا بھی آپ کو حاصل ہے بخلاف
آپ کے کیونکہ آپ تو ان سے آگے کھڑے ہونے کے مدعی ہیں اب پیچھے کھڑے ہونے کے معنی کیونکر صادق
آسکتے ہیں سو یہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا پھر تو آپ امام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اگر کوئی کہو
کہ خلیفۃ المسیح کو الہامات کثرت سے نہیں ہوتے تو یہ اعتراض معترض کی سو فہمی ہے کیونکہ حضرت
اقدس کو جو الہامات کثرت سے ہوئے اس میں ایک سِر بھی تھا کہ تمام دنیا الہام سے منکر ہو گئی
تھی جس کا ثبوت حضرت اقدس کی ذات بابرکات سے بخوبی واقع ہو گیا اب چنداں ضرورت الہامات کی بھی
باقی نہیں اور نزول الہامات بضرورت ہوا کرتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ و بالحق انزلناہ و بالحق
نزل۔ اور نیز حضرت صدیق کو کونسی کثرت سے الہامات کب ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتے
تھے علیٰ ہذا القیاس ہر ایک کو بھی ویسی ہی شرائط نبوت ہونا ضروری تھا پس اب واضح ہو کہ آپ کے خیالات
فاسدہ کی اقسام جو بیان ہوئیں سو واسطے حصر کیا ہے کہ ایسے خیالات اور علم سوائے کلام شعراء
کے مومن اللہ کے کلام میں ہرگز ہرگز نہیں پائے جا سکتے قال اللہ تعالیٰ وما ھو بقول شاعر
قلیلاً ما تذکرون لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آپ کے مضامین خیالیہ شعراء کے سے بھی نہیں کیونکہ
شعراء کے مضامین بھی دعاوی کے ثبوت کے لئے ایک سلسلہ خیالی رکھتے ہیں مگر آپ کے مضامین آپ کے
دعویٰ نبی اللہ کے لئے مستلزم یا سلسلہ خیالی بھی ہرگز نہیں ہو سکتے پس آپ کے مضامین شاعرانہ

بھی نہیں ہیں میرے پیارے بطور مثال کے ایک شعر لکھتا ہوں جس میں مولوی ثبوت بطور استعارہ خیالی پایا جاتا
ہے قال الشاعر حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم۔ اس شعر میں
شاعر اپنے اسیر ہونیکا کسی حسین کی محبت میں دعویٰ کرتا ہے اور اسکا ثبوت یوں دیتا ہے کہ جیسا کہ یہ امر
ظاہر بھی موجود ہے یعنی میرے محبوب میں حسن سبز موجود ہے اور سبزہ اگانیکی جگہ بھی سبز ہے دام سبز کے [illegible]
[illegible] صیاد [illegible] ہے کہ زمین سبز ہوتی ہیں دام سبز کر بچھاتے ہیں تاکہ صید مطلوب دھوکے میں آ
کر اس کو دام نہ سمجھے اور گرفتار ہو جاوے پس میں بھی اسی طرح بے خبر تھا کہ اسیر محبت ہو گیا گو یہاں
پر کوئی سبزہ زار ہے اور نہ کوئی دام سبز موجود ہے لیکن ایک خیالی مضمون سے خیالی اسیر ہو شاعر کا
ثابت ہو گیا جو اسکا دعویٰ تھا لیکن آپ کے مضامین اثبات دعویٰ میں شاعرانہ بھی نہیں ہو سکتے
پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ وہ صرف آپ کے مضامین شاعرانہ بھی نہیں تو قسم
[illegible] میں سے ہیں کہ [illegible] والبرہان میں آپ کو نصیحت بطور غرض کے ہوتی ہے کہ اس تحقیق [illegible]
[illegible] کو دکان کو [illegible] میں حاضر ہو کر پھر خود حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی خدمت والا میں
حاضر با ادب ہو کر علاج و معالجہ کرائے کیونکہ حضرت موصوف طبیب روحانی و جسمانی ہیں [illegible]
[illegible] طبیب [illegible] حسن [illegible] طبیب [illegible] آپکی نسبت [illegible] الملک وغیرہ سے
[illegible] ہو چکا ہے کہ [illegible] تحقیق [illegible] تخیل [illegible] تخیل کو دکان [illegible] صحیح [illegible]
ہمارا مضمون [illegible] کی نسبت کی طرح ہے اسلئے ان چند سطور میں اس امر کی بحث نہیں کرتے کہ فلاں
مضمون حق ہے یا فلاں مضمون مسروقہ ہے یا [illegible] کا طبعزاد ہے بلکہ یہاں تک ہم کو ثابت
کرنا ہے کہ کوئی مضمون کیسا ہی لطیف ہو جبتک کہ کوئی الہام پیدا ہوا ہو [illegible]
مولوی [illegible] صاحب کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس مصرعہ کا قال الشاعر

معارف گر ہمہ [illegible] باشد بدیع حاصل [illegible] باشد

قال اللہ تعالیٰ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ
وھو الد الخصام (کتبہ خاکسار [illegible] محمد [illegible])

چند ضروری نوٹ

تقسیم بنگال

جب اس تقسیم کیا یعنی ایک نئے صوبہ ہو گئی تمام بنگالیوں میں ایک شور مچ گئی اس وقت
اس کے ابھی ہے منہ سے خبر پاکر وہ اعلان شائع کیا گیا بنگالہ کی نسبت پہلے جو
حکم جاری کیا گیا اب نئی دہلی ہو گی ابھی آئی ہیں دہلی کا لفظ ہے خوش نہیں لیکن عام
توقعات اس کے برخلاف تھیں ایک طرف گورنمنٹ کے ذمہ دار عہدہ دار بار بار سے طے شدہ امر قرار
دیے تھے خواہ پارلیمنٹ میں بار بار سوال کرنے پر بھی جواب اور دوسری طرف بعض توقعات
یقین کرتقسیم بنگالہ بنگالیوں کی ایجیٹیشن سے منسوخ ہو جائیگی لیکن خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے
وہ فرماتا ہے دہلی ہوگی آخر وہی ہوا جو خدا نے فرمایا یعنی بنگالیوں کی دلجوئی شروع ہوئی
اور مختلف واقعات سے اسکی تکمیل شہنشاہ معظم کی زبان مبارک سے اس کا اعلان دربار میں
ہوئی جبکہ تقسیم بنگالہ میں ایک غیر متوقع ترمیم کی گئی تمام اخبارات تمام اہل الرائے اصحاب نے
یہ تسلیم ہوئی صداقت قبول کرلی کہ یہ کچھ نہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آتا تھا اور گورنمنٹ
کے خاص خاص عہدہ داروں کو بھی یہ معلوم نہ تھا اب اس عظیم الشان اعجاز سماوی پر لیڈر
اور ہل نقادوں کی دریدہ دہنی بجائے اس کے کہ اعتراض کرے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اپنی
کتاب حقیقۃ الوحی اور ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر صاحب اپنے مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ سر
فولر کے استعفاء کی منظوری سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی تھی اب تو کوئی حق نہیں کہ تم تقسیم بنگالہ
کی ترمیم کو دلجوئی کی پیشگوئی [illegible]

ہم ان کو جواب میں [illegible] آسانا نرالت [illegible] رسول فاکتنا مع الشاہدین
پڑھتے ہیں جب استعفاء منظور ہوا تو دلجوئی کا لفظ ایک حد تک صادق آیا پھر بنگالی اخبارات
نے بھی اسکا اقرار کیا اور آتش غضب ٹھنڈی ہوگئی اور اب تقسیم بنگالہ کی ترمیم سے تمام بنگالی مطمئن ہو

مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کی دہرائی کی گئی تو اس وقت میں ہم دو اعلیٰ قوم بیٹھے گھر میں داخل ہوا تو کیا تمہارے گھر میں انکا رشتہ آیا ہے اور ہم کو تو اپنا تمہاری نسبت میں کچھ ہی لکھا ہے اگر اس وقت پوری ہوگئی تھی تو بہت [illegible] بیان [illegible] اگر اس وقت کی پیشگوئی ابھی پوری نہیں ہوئی تو کیا اب پوری ہوگی کیا فریقین سے کوئی یہ جرات کر سکتا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر حضرت صاحب انکا رشتہ پوچھتے ہوئے ایک مجلس میں یہ کہے کہ بنگالیوں کی دلجوئی نہیں کی گئی تو قوم [illegible] ہے دلجوئی کا مفہوم تو اسی وقت پورا ہوگیا تھا [illegible] اسی وقت [illegible] لیکن ضدی [illegible] آدمی [illegible] قائم کریگی سو خدا نے اپنی [illegible] وعدہ دکھایا اگر دشمن سے دشمن کو بھی مجال انکار ہے اب تمہاری انگلیاں بند ہوگئیں اور تم نہیں کہہ سکتے کہ بنگالیوں کی دلجوئی نہیں ہوئی۔

پہلی رات کے چاند کو بھی چاند ہی کہتے ہیں اور جسکی نظر تیز ہوتی ہے وہ خوب دیکھ لیتا ہے اور تیسری رات کے چاند کو بھی چاند ہی کہتے ہیں اور ساتویں کے چاند کو بھی چاند ہی کہتے اور اور چودھویں کو بھی چاند ہی کہا جائیگا ایک تیز نظر پہلی رات جسے چاند کہتا ہے ایک موٹی نظر والے چودھویں کو اسے دیکھے گا۔ اور چودھویں رات کے چاند کو تو اندھا بھی بغیر بصیرت ہے دیکھ لیتا ہے سو خدا کے منشا کے وقت دلجوئی ہوگئی مومنوں نے جو بات اس وقت دیکھی اور پھر ایمان لانے والے کا فرقہ اسی دلجوئی کے بعد جو [illegible] تمام کی صورت میں دیکھیگی [illegible] ایک اور مثال کے ذریعے سے میں اسے واضح کرتا ہوں۔

ایک شخص ایک تاریک کمرہ کی نسبت اطلاع دیتا ہے یہاں روشنی ہوگی جو [illegible] چراغ رکھدیا گیا تو اس کی بات پوری ہوگئی لیکن پھر اسی چراغ کو لیمپ سے تبدیل کر دیا جاوے پھر اس [illegible] کی بجائے گیس [illegible] لگادی جاوے تو یہاں روشنی ہوگی اس مخبر کے [illegible] صداقت کھلی بہت ہی آگئی اور [illegible] وہ شخص جو یہ کہے کہ پہلے ایک چراغ کے جلنے کے وقت جو تو کیا کہے کہ روشنی ہوگئی اور میری بات روشنی ہوگئی پوری ہوگئی اب لیمپ یا روشنی لیمپ [illegible] ہونیکے وقت کہتا ہے کہ میری بات پوری ہوئی اور اب [illegible]

کہ حد کسی دا قرض کی گنجائش نہ رہی بشرطیکہ خدا ترس دل لیکر سوچے ورنہ اتفاقاً اختیار کرے تقسیم کے منسوخ ہونیکے الفاظ اس میں ہرگز نہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ منسوخ ہوئی ہی نہیں بلکہ ترمیم ہوئی ہے۔

گورو کل اور ہمارا تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ آجکل ایک طرف آریہ سماج کا تو جہاں گورو کل کے بہت کچھ حالات شائع کرتا ہے اور دوسری طرف ہمارے بعض مسلمان اخبار نویس ایک انگریز کے مضمون کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں جس میں گوروکل ایک بے نظیر انسٹیٹیوٹ ظاہر کیا گیا ہے۔ ہمیں اس پر بس نہیں اب مدرسہ الٰہیات کے آثار بھی ساتھ ہی لگے ہم تو ہوتے ہیں۔ بہانہ اتنا کوئی مضائقہ نہ تھا اگر کوئی تعلیمی انسٹیٹیوشن اچھا انتظام کر رہی ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ افسوس کسی اسلامی سکول کے طلبہ اعلیٰ ایسے نہیں جیسے گوروکل میں پائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ علیگڈہ اور دیوبند اور ندوہ سے زیادہ قادیان کے تعلیم الاسلام کی ہتک ہے جو نوجوان وہ گوروکل کے طلبا اس میں بیان کرتے ہیں اس سے کہیں اعلیٰ بڑھکر بھی مثالیں خدا کے فضل سے ہمارا مدرسہ احمدیہ و تعلیم الاسلام پیش کر سکتا ہے۔ گوروکل کے طلبہ اسلئے قابل ستائش ہیں کہ زمانہ حال میں وہ ننگے پاؤں ایسی ایک لگاتے ہیں کہ بڑے بڑے ہوشیار زمانے ہوئے طلبا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو میں اپنے سکول کے ایسے طلبا کو دیکھ چکا ہوں جو اس محکمہ پر زیادہ خوش ثابت ہوئے۔ اور اگر گوروکل کے طلبا کی اسلئے تعریف کیجاتی ہے کہ وہ ۱۲-۱۲ میل روزانہ جو سفر کر سکتے ہیں تو میں سکتی کہ لیتے ہیں کی صورت میں یہاں تبدیل پاتا ہوں یہاں خدا کے فضل سے ایسے طالب علم موجود ہیں جو شام کو دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے اور بٹالہ سے چند مہمانوں کو یکہ پر سوار کرکے ان کے ساتھ دوڑتے ہوئے واپس قادیان ڈھائی گھنٹے کے عرصہ میں دم تک نہیں لیا اور پھر سکول میں حاضر ہوگئے۔ اور ہرگز کسل مند نہیں ہوئے اگر گوروکل کے طلبا کی یہ تعریف ہے کہ وہ بھی بنی نوع انسان ہی کام کر سکتے ہیں کہیں آگ لگے تو دوڑے جاتے ہیں کوئی خطرہ میں ہو تو اسکو نکالنے کے لئے بڑے جوش سے پہنچتے ہیں تو ایسی مثالیں بھی خدا کے فضل سے پیش کیجا سکتی ہیں

کچھ عرصہ کی بات ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جو بھرتی پڑی ہوئی ہے اسے کھود کر ایک مین روز گنبد بنانے کی ضرورت تھی مگر مزدور یہ کام کرتے تو وہاں ایک ماہ خرچ ہوتا مگر سکول کے طلبا نے اس جوش سے اس کو خیر میں اپنی مرضی سے حصہ لیا کہ نہیں ان کے اندر [illegible] کے طلباء اپنے دیوانگی کی تیاری کرتے ہوئے شام سے صبح کر دیتے ہیں تو یہاں کی اتنی تقریریں ہیں کہ ان کے بیان کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے ابھی پچھلے دنوں ایک طالب علم ذات شہاب سے بیمار ہو چلا تھا پانچ پانچ لڑکے اس کے پاس بیٹھے رات کو صبح کر دیتے اور ان عزیزوں نے اس کی تیمارداری اور خبر گیری میں وہ نمونہ دکھایا کہ کوئی بھائی اپنے کسی بھائی کے لئے کیا دکھا سکتا ہے اس بات کا زندہ گواہ ہے کہ اگر وہ گھر میں بیمار ہوتا تو اس کے رشتہ دار اس سے بڑھ کر قطعاً اس کی ہمدردی نہ دکھا سکتے اس کے ساتھ والوں نے نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد کی نماز میں رو رو کر اس کی صحت کے لئے دعائیں کی ہیں۔

یہ اخوت یہ محبت یہ ایثار دیکھ کر میں بے اختیار اپنے امام اپنے مسیح اپنے مہدی کی یہ وہ دیکھتا تھا گورڈن کالج کے طلباء اگر گورنر کے سامنے حاضر ہو کر اپنے قصور کا علانیہ اقرار کرتے ہیں تو اس مدرسہ کے طلباء اپنے پیر و مرشد اپنے مربی اپنے محسن کے حضور اپنے گناہ جو کئے تھے کا اقرار و عہد کرتے ہیں تم نے دیکھا کہ کس طرح بعض بیرونی لڑکوں میں سیگرٹ پینے کی عادت پھیل گئی جب یہ فساد نے اپنے درس میں فرمایا کہ میں تمہارے بھلے کے لئے کہتا ہوں کہ سیگرٹ پینا کوئی اچھا نہیں تو یکدم سب ایسی عادت رکھنے والوں نے عہد کیا کہ ہم اس خبیث چیز کو کبھی منہ نہ لگائیں گے اور پھر اس عہد پر استوار رہ کر اپنی سعادت و اطاعت کا ثبوت دیا۔

اگر وہ طلباء اپنے گورنر سے خوف نہیں کرتے بلکہ عشق کرتے ہیں تو آپ یہاں آکر دیکھو کہ جہاں ہر ننھے ننھے بچے کی سطح پر اس سراپا نور کے ... پروانہ وار گرتے ہیں اور اسے اپنا محبوب مربی یقین کرتے اور اس کے اشارے پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

میں جناب آزاد سبحانی اور ان کے ہمنواؤں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہاں تشریف

کہ ہم جو قول کی تصدیق کریں اور اپنے سچی قول کو واپس لیں کہ ہندوستان کا کوئی مذہبی درسگاہ بھی اس
سے آگے نہیں ہو سکتا اگر گولی کے طلبا سینکڑوں اقوال متواتر یاد رکھتے ہیں۔ تو میں تو پیشین
گوئی کرتا ہوں کہ آپ یہاں کے طلبا کی اسی طرح ہزاروں ایسے فتوے تیار کر سکتے ہیں اگر وہ یہوں
کرتے یا پڑھاؤ میں خوش عقیدت رکھتے ہیں تو یہاں میں نے دیکھا سکتا ہوں کہ جو مدرسے کے
وقت انگریزی پڑھائی میں منہمک نظر آتے ہیں وہ پابندیٔ وقت کی یاد کھو دیتا با جماعت حضور خشوع
کے ساتھ اور کچھ علاوہ آدھی رات کے بعد اٹھ کر تہجد پڑھتے اور اپنے مولیٰ کے حضور گڑگڑاتے
ہیں اور اس وقت اور دیکھئے وہ کس شکل سے تصور کر سکتے ہیں کہ دنیا بھی ان کے مقاصد زندگی میں
شامل ہے آہ پیاری پیاری صورتیں ابھی تک میری آنکھوں میں پھر رہی ہیں کہ سارا امتحان کا دیکھ
ہو کر سر پہ ہے سید بچہ دن کو علمی مشغلہ اختیار ہے مگر اپنے فرائض میں کچھ فرق نہیں آنے دیتا
اور رات کے بارہ بجے تک وہ اپنی پڑھائی میں مشغول ہے اور پھر صبح ہونے کے قریب وہ تہجد میں
مشغول ہو گیا ہے دو گھنٹے کے بعد وہ نماز صبح میں شامل ہو گیا ہے اور پھر قرآن مجید کی تلاوت اس
ذوق شوق سے کر رہا ہے کہ گویا آج سکول میں جانا ہی نہیں لیکن جب گھنٹی ہوتی ہے تو سب سے
پہلے مستعدی سے مدرسہ میں پہنچ جاتا اور یہی وجہ ان کو وہ لطف کرائی کا وقت میں کچھ فرق نہیں؟
کیونکہ اس کو روحانی غذا کافی ملتی ہے

حضرت مرزا و سبحانی اور ان کے ہم نوا میرے مخاطب ہیں بہتر تھا کہ آپ اور آپ جیسے مسلمانوں کے
چھپنے ہوئے تو اس طرح سال کے مذہبی میدان سے دیکھتے تاہم نشہ شیدا اگر زندگی کی کوشش صحیح پر
کسی اسلامی جماعت میں کوشش کرنے کی سیر کرتے ہیں اور آپ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کوئی
جماعت میری تصویر کی ایک ہی پالی نہ دے کو وہ کہہ کر بھی آتی ہیں تو کچھ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ امام کی جماعت
اور سکول سے جو قادیان میں ہے آپ یقیناً یقیناً یہاں شمعی کی روح پائیں گے ۔ ان کا کل کی زمین
میں جو آتش کر رہی ہے اس کو ان کی حقیقت کی اپنے جیسا کر اوقات متحد ہے ان میں خود اسی کی
عبادت اور درس کے مقدس سینوں میں جو آگ دبی ہوئی ہے وہ روشن ہو کر اس ظلمت کدہ
عالم کو روشن کر دیگی و ما علم ہمیں خود کو ادا کر دی

سُلّم الوصول الیٰ اسرار اسراء الرسول

مصنفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو

گذشتہ سے پیوستہ

مولوی ابراہیم صاحب سلم الوصول کے صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ میں بعنوان **حکمت معراج جسمانی** لکھتے ہیں کہ اگر سیر معراج کی حکمت اور وقت سے بنظر کیجائے تو سوائے معراج جسمانی کے سب کچھ باطل نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ شوریٰ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ۔ اللہ تعالیٰ جو بہت بلند اور بڑی حکمت والا ہے کسی بشر کے ساتھ کلام نہیں کرتا مگر اس طور پر نہیں کہ اس کو خفیہ وحی کے ذریعہ کچھ بتا دے یا پس پردہ کوئی بات سنادے یا اپنا فرشتہ بھیجے جو اس کے اذن سے اس بشر کو پیغام پہنچا دے

اور چونکہ یہ امر ثابت و مسلم ہے کہ رسول اللہ صلعم سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں یعنی آپ کی نبوت درجہ کمال کے اوپر کے نقطہ پر ہے اور اس کے اوپر بشر کے لئے کوئی رتبہ نہیں ہے اسلئے یہ مراتب آپ میں ضرور ثابت ہونے چاہئیں صورت اول اور ثانی بموجودگی سے اکثر احادیث نبویہ ہیں اور صورت سوم ہے یعنی بواسطہ جبریل حق یہ کلام معجز نظام قرآن مجید نازل ہوا اور صورت دوم سے یعنی آپ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان صرف حجاب ہو ایسا ہونا نبی صلعم اللہ تعالیٰ سے سوائے شب معراج کے کبھی ہمکلام نہیں ہوئے پس یہ درجہ حاصل ہونے کیلئے ضرور ہے کہ معراج جسمانی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کوہ طور پر ہمکلام ہونا بنص صریح وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا اور کلمہ ربہ ثابت ہے اور رفع بھی حضرت روح اللہ کا آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے محقق ہے سلیے

حکمت آپ اس امر کی متقضی ہوئی کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں کمال بوجہ اتم واحسن ایک وقت میں عطا کرے پس یہ کمالات اسی شب معراج کو حاصل ہوئے ...... ان کمالات کا حصول بغیر عروج جسمی کے نہیں ہو سکتا۔

معترض نے اس کو دیکھا جس بات کو ہم خود حکمت آپ سمجھ رہے ہیں وہ در حقیقت حکمت الٰہیہ نہیں بلکہ خود مولوی صاحب کی کھلی ہوئی حماقت و صریح جہالت ہے اور ایسی حماقت کا سبب یہ ہے کہ مولوی صاحب اپنی شامت اعمال کے سبب قرآن دانی سے بے نصیب اور آیت کریمہ لا یمسہ الا المطہرون کی نفی کی تحت میں داخل ہیں ماشاء اللہ آپ آیت کریمہ مذکورہ بالا میں او ادنیٰ دنیٰ کے جواب کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو آسمان و عرش کرسی سے اوپر لامکان پر اپنے پاس بلائے اور اس قدر قریب ٹھہرے کہ خدا اور اس بندہ کے درمیان صرف ایک یا دو ہاتھ رہ جائے اور خدا اس وقت اس بندہ سے ایسا ہم کلام ہو تو آیت من ورائے حجاب کا مطلب [illegible] ہو۔ سبحان اللہ و بحمدہ ایسے ہی مولویوں کے لئے کسی نے خوب کہا ہے ع

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی

طرفہ تر بات یہ ہے کہ آپ [illegible] اتنا بھی نہیں جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کوہ طور پر جو کلام فرمایا ہے کہ ہم کلامی مولوی صاحب کی بیان کردہ تین صورتوں میں سے پہلی اور تیسری صورت میں تو داخل نہیں ہوتی البتہ صرف دوسری صورت پائی جاتی ہے اور تیسری صورت کی ہم کلامی جب کوہ طور پر بھی حاصل ہو سکتی ہے تو نعوذ باللہ آسمان پر بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی مولوی صاحب کے عقیدہ کے موافق تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے موسیٰ علیہ السلام ہی اچھے رہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سے ہم کلامی کے لئے لامکان پر اور کہیں طور پر جانا نہیں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غرض کیلئے سات آسمانوں کو طے کر کے سفر کرنا پڑا ہے [illegible]

افسوس کہ اس پاک [illegible] لطیف [illegible] اور علمی کی ذات صفات کی طرف ان لوگوں نے کیسی کیسی خرافات منسوب کی ہیں وہ خدا جس کی تعریف قرآن کریم میں یہ بیان ہوئی ہے کہ

وہ انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں جیسا ہمارا رسالہ تو جولاہوں سے کوئی چیز
اس کے علاوہ علمی بحث سے باہر نہیں کی نسبت بعض نادان مولوی یہ بہتان تراشی کرتے ہیں کہ وہ کسی سے کلام ہی
ہی کر سکتا ہے جب کوئی سات آسمانوں کا سفر طے کر کے اس کے آستانہ پر پہنچے اس قسم کا ہر ایک جو
جواب ہے جس سے کان لگا رہیے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اصل بات یہ ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب حقیقت شناسی سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان کا ذہن علم ربانی کے اصل مفہوم تک پہنچنے سے نہایت قاصر ہے اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی برتر شان کا خیال رکھتے ہیں نہ سلسلہ کلام و سیاق و سباق پر کچھ غور و فکر کرتے ہیں بلکہ جہاں کہیں ان کے ذہن ودماغ میں اور بدقسمتی سے یہی معلوم نہیں کر سکتے کہ جا بجا احتمال ہو گئے ہو رہے ہیں۔

حالانکہ آیت کریمہ زیر بحث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی یہ طاقت نہیں کہ خدا اس سے براہ راست کلام کرے مگر ہاں خدا انسان سے تین طرح پر کلام کرتا ہے ایک تو بذریعہ وحی دوسرے پس پردہ تیسرے بذریعہ فرشتہ

مگر مولوی ابراہیم صاحب اس آیت کی تفسیر اور تفسیروں میں بھی دیکھ لیتے تو یہ غلطی ان کو سرزد ہوئی نہ وہ اس کے مرتکب ہوتے

چنانچہ مولوی قطب الدین خان صاحب جامع التفاسیر کے صفحہ ۳۳۸-۳۳۹ میں تفسیر مدارک اور معالم کے حوالہ سے لکھتے ہیں الا وحیا سے الہام مراد ہے جیسا کہ روایت کی گئی ہے نفث فی روعی یعنی پھونکا دل میرے کی میں یا خواب جیسا کہ فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ رؤیا الانبیاء وحی یعنی خواب انبیاء کا وحی ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم نے دیکھا لڑکے کو ذبح کرتے یا پس پردہ کے یعنی سنے کلام اللہ تعالیٰ سے بغیر اس کے کہ دیکھے سننے والا کلام کہنے والے کو جیسا کہ سنا موسیٰ نے اور مراد اس کی پردہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں نہیں ہوا بلکہ جو پردہ ہوتا ہے اجسام کے حق میں ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے ولیکن مراد اس سے یہ ہے کہ سننے والا

میں جو دیکھنے سے رہتا ہمیں فرشتے کو جیسے جبریل تھے بھیجکر وحی کیا کرتا ہے کہ جیسے آنحضرت کو کہا
کہ کسو سے نہیں خدا تجھ سے بالمواجہ کلام نہیں کرتا اگر تو پیغمبر ہے تو جیسا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
کلام کرتا تھا رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰ کیساتھ بھی بالمواجہ نہ تھا پیچھے حجاب و پردے تھا واسطے
تصدیق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آیت اتری کہ کسی بشر کے ساتھ کلام بالمواجہ نہیں ہوتا۔

اس تفسیر سے یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ میاں نہیں جو سات آسمانوں کے اوپر کسی پہاڑ پر
بیٹھا ہوا ہو بلکہ پردہ سے صرف یہ مراد ہے کہ سننے والا [illegible] میں جو علاوہ بریں جس طرح اور نبیوں پر خدا
نے وحی نازل کی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا پس نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ
مولوی ابراہیم صاحب نے خدا تعالیٰ کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ کسی طرح اس کی شان عالی کے شایان نہیں۔

بخلاف اس کے آیت مذکورہ بالا کی جو تفسیر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضرت مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم کو سمجھائی ہے وہ ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ وحی کے معنی قاموس میں یوں لکھے ہیں
الوحی الاشارۃ والکتابۃ والمکتوب والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وکل ما القیتہ
الیٰ غیرک وحی کے معنی ہیں اشارہ اور کتابت اور مکتوب اور رسالت اور الہام اور کلام مخفی اور ہر ایک
جو ڈالے تو اسکو طرف غیر اپنے کے۔

پس لغت کے اعتبار سے خدا تعالیٰ کی وہ آواز جو رسول بلا واسطہ سنتے اور وہ بات جو پردہ
میں چھپی ہوئی ہو اور وہ جو کسی کے ذریعے سے کہلا بھیجا جائے سب وحی ہے۔

مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا کلام بندہ یعنی وحی دو طرح پر ہوتا ہے ایک بلا واسطہ اور دوسرا بالواسطہ
یعنی بذریعہ فرشتہ اس لئے آیت کریمہ میں وحی کی دو قسمیں بیان کیگئیں پھر جو وحی کہ آتی بلاواسطہ ہوتی
ہے اسکی بھی دو قسمیں ہیں ایک لفظی دوسری یا صرف معنوی جسکو بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں (۱)
دل کے اندر آواز سننا (۲) باہر سے آواز سننا جسکو وحی متلو و غیر متلو یا جلی و خفی سے تعبیر کرتے ہیں

دوسرے کشفی صورتوں میں خواہ وہ مثال منفصل ہو یا متصل جیسے کشف و رویا انہیں بھی
مثال کے پردہ میں چھپی ہوتی ہے اور استعارات کا غلبہ پایا جاتا ہے برعکس وحی متلو و غیر متلو کے

یہی وجہ ہے کہ تمثل اور تمثل والی وحی استعارات کے پردہ کے نیچے ہے۔ ایک عظیم قسم وحی کی ہے قرآن کریم
میں وحی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً یعنی فرشتہ خواہ
فرشتہ کلام الٰہی کو اصلی صورت میں دکھلائے یا تمثلی صورت میں۔ مگر چونکہ یہ تینوں صورتیں فی الحقیقت وحی کی تعریف
میں داخل ہیں اسلئے وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا میں تینوں صورتوں کو ایک ہی جگہ میں کہدیا اور سورہ نساء
رکوع ۲۳ میں ارشاد ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ یعنی ہم نے وحی کی
تیری طرف جیسے وحی کی تھی نوح کو اور اور نبیوں کو اسکے بعد۔

اس نکتہ کے سمجھ لینے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ان تینوں صورتوں میں جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اسی طرح کلام کیا۔ جس طرح وہ دوسرے نبیوں سے کلام کرتا رہا
ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ان تینوں صورتوں کے ساتھ اعلیٰ اور بہ نسبت
دوسروں کے اکمل اور اتم طور پر ہوئی۔

نتیجہ یہ ہے کہ اگر دوسری قسم کی وحی یعنی من وراء حجاب میں پردہ کیلئے جسم خاکی کا آسمان پر جانا ضروری
ہے تو پھر اس وحی کیلئے ہر نبی کا جسم خاکی آسمان پر جانا ضروری ہے۔ مگر چونکہ مولوی ابراہیم صاحب اور انکے قبیل
حضرات کے نزدیک بھی اور نبیوں کا پس پردہ وحی کے لئے آسمان پر جسم خاکی کا جانا ضروری نہیں اس لئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی بغرض مذکورہ آسمان پر جانا ضروری نہیں۔

لہٰذا یہ حکمت اور ضرورت معراج نبوی کی جسم عنصری میں جو مولوی ابراہیم صاحب نے بیان
کی تھی اسکی حقیقت تو ظاہر ہوگئی۔ دوسری حکمت اور ضرورت آپ نے یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت مسیح کو مع جسم
عنصری آسمان پر جا بیٹھے اس کمال کے حاصل کرنے کیلئے شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے جسم خاکی کا آسمان پر جانا ضروری ہے۔ مگر ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب کی یہ تحریر کسقدر مضحکہ خیز ہے
بھلا کس عقلمند نے مان لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا مع بحالت حیات جسم عنصری کے آسمان پر جانا بغرض حضرت محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بجسم عنصری ہو جانا ضروری قرار پائے۔

علامہ ابن قیم جنکی قرآن دانی پر مولوی ابراہیم صاحب اپنے رسالہ میں فخر کرتے ہیں وہ تو یہی

فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے سوائے زندگی میں آسمان پر نہیں گئی۔ پس مولوی ابراہیم صاحب کا خیال بر خلاف جسم تعلیق المحال بالمحال ہے۔ وکرچہ

مولوی صاحب نے جو حکمت و ضرورت معراج نبوی کے بجسم عنصری ہونے کی بیان کی تھی جب وہ غلط بے بنیاد نکلی تو معراج نبوی کا بجسم عنصری ہونا بھی ثابت نہ ہوا اسلئے اب ہم معراج نبوی کے کشفی ہونے کی حکمت و ضرورت بیان کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ) صادق حسین مکہ

Digitized by Khilafat Library

معارف قرآن مجید

منتخب از ارشادات حضرت مولانا نور الدین [illegible]

انہ لعلم للساعۃ

سورہ زخرف کو اگر غور سے مطالعہ کیا جاوے تو صاف کھل جاتا ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے جیسا کہ شروع سورۃ میں ہے انا جعلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ انہ قرآن مجید ہے پھر اس سے آگے اسی سورۃ میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون۔ یہاں بھی انہ قرآن مجید ہے آگے چل کر تیسرے مقام پر فرمایا وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون ھذا صراط مستقیم۔ یہاں بھی انہ قرآن مجید مراد ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں انسان کے نزول و ترقی کی گھڑی کا علم ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ قومیں کیونکر ترقی اور گرتی ہیں پس تم لوگ قرآن پڑھنے والے اس میں شک نہ کرو کیونکہ یہ بہت سچی اور صحیح اور سچی باتیں ہیں

اگر ضمیر عیسیٰ کی طرف پھیری جائے تو یہ خرابی پڑتی ہے کہ علم صفت ہے اور عیسیٰ کی بجز صفت نہیں ہو سکتی پھر اسکا علی وعندہ علم الساعۃ۔ اس ترجیح آگئی فیصلہ ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام علم الساعۃ وعندہ علم الساعۃ خدا کے پاس ہے اور تم بھی اسے خالص اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ترجعون انا للہ وانا الیہ راجعون سے ثابت ہے کہ اللہ کے پاس زندہ بجسم عنصری موجود نہیں بلکہ جس طرح اور انبیاء مر کر جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی چلا گیا۔

سیدنا محمد خاتم النبیین ہیں

مشرق میں ایرانیوں کا زور تھا اور مغرب میں عیسائیوں کا تمام یورپ اور کچھ افریقہ کے کنارہ اور ادھر مشرق پر ایرانیوں کا زور تھا ایران اور اس کے قریب کے علاقہ اور ہندوستان تمام ایرانیوں کی حکومتوں کا زور تھا اور عرب پر کسی کا اثر نہ تھا ان میں بت پرستی تھی اور یک لا مرکز تھا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مرکز قائم کیا جس پر کوئی مغرب یا مشرق کا بادشاہ کامیاب نہیں ہوا حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں پہلا حملہ ایران کی طرف ہوا اور پھر اسلامی تسلط ہوا اور ادھر شام کے ملک کو فتح کر لیا گیا تو تنقیح حضرت عمرؓ کی اس طرح پر تمام دنیا پر حجت قائم ہو گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ جب تینوں مشہور مذہبوں کے مرکز ہمارے نبی نے فتح کر لئے تو اب کسی ہادی کے لئے کونسا عظیم الشان کام باقی رہ گیا جو کرنے کے لئے اس کی بعثت ہو ضروری تھا اور اب بھی باوجودیکہ اسلام کی حالت نازک ہے اس خصوص میں اسلام کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کہ کسی کے مذہب کا مرکز اس کے اپنے قبضے میں ہو بلکہ دوسری قوموں کے مذہبی مرکز بھی اسلام ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ بے نظیر فتح ہے اور عالی الشان ہے ایک تو ختم نبوت کی دلیل ہو

دوم - ایک دعوی ہوتا ہے ایک دلیل - ان کتابوں میں دعوے تو بیشک بہت ہیں مگر دونوں کو قرآن مجید نے دونوں کو ملا کے دعاوی اور دعاوی کے ساتھ دلائل بھی دیئے ہیں تاکہ انہیں کوئی بنیادی طاقت باطل نہیں کر سکتی مثلاً مخلوق پرستی سے منع فرمایا اور بہت سی دلیلوں میں کہ ایک دلیل یہ بھی دی ہے و فضلنکم علی العالمین یعنی انسان غور کرے تو دنیا کی تمام چیزیں اسی کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں پس جو چیزیں مخدوم ہونے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتیں معبود کس طرح ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے کہ جو دعوی کیا ہے اس کی دلیل بھی دی ہے اور یہ بات اور کسی الہامی کتاب میں نہیں اور آئندہ اس سے بڑھ کر کیا کوئی لا سکیگا۔

سوم - تمام مذاہب جو خدا کی طرف سے ہوتے ہوئے ملی ہیں ان میں ایک امر مشترک پایا جاتا ہے کہ وہ دعا کے قائل ہیں الفاظ دعا میں خواہ اختلاف ہو مگر اصل ماہیت میں کسی کو اختلاف نہیں اب یہ بات بھی دنیا میں نبی کریم صلعم کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کے متبعین اسکے نمونہ دن

رات کے ہر ایک حصے میں علمائے ترقی درجات مانگتے ہیں کسی مذہب کا ہرگز ہرگز کوئی مقتدا نہیں جس کے لئے اُسکے مقتدیوں نے اس قدر دعا کی ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کم از کم ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور زمین گول ہے پس دنیا میں ہر ایک وقت کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور رہتا ہے اور نماز میں ضرور پڑھا جاتا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترقی درجات وازدیاد برکات کے لئے خلوص سے دعا کی جاتی ہے دوسرا کوئی جیسے عیسائی مسیح کے لئے دعا بھی نہیں کرتے اور ایسے ہی بدھ اور سری رامچندر و کرشن جی کے لئے اسکی ضرورت نہیں سمجھتے اہل اسلام ہیں جو اپنے محسن نبی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ہر روز سو بار اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد پڑھتے ہیں پھر دنیا میں مومن مسلمان جو نیک کام آپکی تحریک و ارشاد کے ماتحت کرتا ہے اسکا ثواب بھی آپکو ملتا ہے پس اس لحاظ سے بھی آپ ہی کی ذات بابرکات خاتم النبیین ظاہر ہوتی ہے۔

شفاعۃ النبی بعض لوگ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شافع ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے طلب کرتے ہیں اُنکے لئے یہ آیت حجت ہے ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شہد بالحق وھم یعلمون (زخرف) کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کے مالک نہیں الا وہ جس نے ایک شافع ہے جس نے حق کی گواہی دی اور وہ لوگ خوب جانتے ہیں یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ایک اور آیت ہے پارہ ۵ رکوع ۹ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور اگر ان لوگوں نے اپنی جان پر کوئی ظلم کیا تو وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی انکے لیے مغفرت مانگتا تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پاتے۔

شفاعت کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ یہ لفظ شفع سے نکلا ہے اور مندرجہ ذیل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کی اتباع انسان کے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے حضور انور کی ذات ستودہ صفات ایک نور ہے جو اس نور سے تعلق پیدا کرتا ہے اس سے ظلمات دور ہوتی ہیں

پر شفاعت ہے جو مرنے کے بعد ہوگی کا نام شفاعت نہیں جیسا کہ بعض نادانوں نے غلطی سے سمجھا ہے
اور اس پر اعتراض کرتے ہیں

حل مشکل جب کوئی ایسا مسئلہ تمہارے سامنے پیش ہو جس کا جواب تمہیں نہ آتا ہو تو خصم کو بغض الٰہی جواب دینا جو ضروری نہیں کیونکہ جس بات پر خود تم کو یقین نہیں اسے دوسرے کو منوانا یا ماننے کے لئے کہنا دیانتداری کے خلاف ہے چاہئے کہ اس آیت یا سوال کو لکھ کر یاد رکھو کسی تنہائی کی جگہ جہاں پر وقت تمہاری منتظر نظر ہے آنسو بہاؤ اور صدقہ و خیرات کرو استغفار بہت پڑھو جناب الٰہی کے رنگ میں اس تعالیٰ سے بہت بہت دعائیں کرو یقیناً یقیناً تم کو سچائی کی راہ نظر آجائیگی قرآن کریم کے ابتدا میں ہی اس نکتہ کو بیان کیا گیا ہے فرمایا ہے هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلوٰة ومما رزقنٰهم ينفقون ہدایت ان لوگوں کا حصہ ہے جو گناہ کی زندگی سے بچنے والے ہوں ایمان بالغیب رکھیں دعاؤں میں لگے رہیں اور کچھ صدقہ و خیرات بھی کریں حضرت امام شافعی کا ایک شعر ہے فان العلم نور من اله و نور الله لا یعطی لعاصی یہ دراصل تفسیر ہے لا یمسه الا المطهرون کی پس قرآن مجید کے غوامض کی تہ کو پہنچنے اور معضلات [illegible] مسائل کے حل کے لئے پاک زندگی اور مطہر قلب ہونا چاہئے ایک معمولی مہمان کے لئے مکان صاف کیا جاتا ہے اور حتی الوسع کوئی نجاست و گندگی نہیں رہنے دیجاتی تو خدا کے کلام کے معانی کے نزول کے لئے ایک مصفّی دل کی کیوں ضرورت نہ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاملہ میں اگر لوگ اس اصل پر چلتے تو کبھی ادھر کو نہ آتے اور مستوجب وعید ہوتے چاہئے تھا کہ وہ خدا کے حضور رو رو کر عرض کرتے کہ الٰہی ہم پر حق کھل جائے استغفار کرتے صدقہ خیرات دیتے اور پاک زندگی اختیار کرتے انسان جو تجربہ سے کام کرتا ہے اُنکی ابتداء ان وسوسوں سے ہوتی ہے جو سینہ میں اٹھتے ہیں انکا علاج یہ ہے کہ جب ایسے خیالات کا سلسلہ اٹھنے لگے تو اس جگہ کو بدل کر باہر چلا جاؤ کسی سے باتوں میں لگ جاؤ یا [illegible] ایک شغل میں لگ جاؤ اگر وہ سلسلہ ٹوٹے تو دوسرا مشغلہ اختیار کرے مثلاً [illegible] یا قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دے عام طور پر [illegible]

[illegible]

الحمد پڑھنے استغفار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرنے
اختلافات سے گھبرا جانا بھی مومن کا کام نہیں اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے رفع کیلئے یہ آیت فرمائی ہے۔
لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط
وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس یعنی اختلاف رفع ہوتے ہیں کتاب
اور میزان سے جس میں علم مناظرہ شامل ہو پھر بھی فیصلہ کرتا ہے جو پچھلے زمانہ میں اگر بصورت
تلوار فیصلہ کن تھا تو اس زمانے میں بصورت قلم غرض اسلام نے ہر مشکل کے حل کرنے کے لئے طریق رکھا
ہے مبارک وہ جو قرآن شریف پر عمل کرتے ہیں

نکاتِ حدیث

نواس بن سمعان کی حدیث

(مکتوبہ افادات سیدنا نورالدین ادام اللہ ...)

قرآن مجید ایسے وقت نازل ہو کر دنیا میں ایک زبردست تھا اور وہ حقیقی ماوے اور بڑے
بڑے کل دنیا کی تعلیم کا حسین قرآن مجید ہے اسلئے ضروری ہوا کہ عربوں کو سمجھانے کے لئے زبان کو
وسعت دی جائے مثلاً صلوٰۃ حج زکوٰۃ صوم الفاظ عربی الفاظ ہیں مگر نبی کریم صلعم نے اپنے عمل سے
واضح کر دیا کہ اسلام میں صلوٰۃ کسکو کہتے ہیں اور زکوٰۃ کس کو اور صوم کسکو اور حج کس طرح کی عبادت کا
نام ہے اور انکا مفہوم کیا ہے حقیقی معنی کیا ہیں اسے مجازی نہیں کہینگے اس سے ثابت ہوا
کہ قرآن مجید کے معنوں کا ایک حصہ ہم رسول کریم صلعم کے تعامل سے لے سکتے ہیں

۲- ایک حصہ قرآن مجید کے معانی کا ہم لغت کے ذریعے حل کرینگے جس قدر لغت پرانی ہوگی
وہ زیادہ مفید ہوگی۔

۳- ایک حصہ کل مشاہدہ تجربہ صحیحہ کو پیش نظر رکھنے سے حل ہوگا تیسرا ذریعہ تو پچھلے نقول
رسول کریم صلعم لغت صحیح مشاہدات و تجارب صحیحہ ہو تھا ذریعہ علم التعبیر والرؤیا ہے یعنی ہم واقعات قبل

زقت کو سمجھ نہیں سکتے معانی اس علم کے ذریعے سے حل ہوتے ہیں اور سلف و خلفائے کرام نے خوب سمجھا ہے سورۂ یوسف پڑھ کر دیکھئے یہ بات خوب حل ہوتی ہے اس میں دو خواب ہوں گے دیا ہے لیکن سلف کا سلیقہ ہے کہ وہ سوس کو ادنیٰ اصل پر جھنے کے انسانوں کے رنگ میں ابھی اس قابل توجہ ہے کہ فی الشام کو اکثر بھی نہیں ابھی مرحی علم سے کہ نبی کا خواب وحی کے حکم میں ہوتا ہے مگر حضرت ابراہیم کا خواب

اگر مورد اصول کو مد نظر رکھ کر ابن صیاد کی حدیث پر غور کریں تو اس میں کوئی مشکل نہیں اور کوئی تبدیل کرنی پڑتی اگر مجازی معنی لینے پڑتے ہیں ہاں اس سے پہلے اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ خود ان علماء کرام میں با وجود تحقیقات مجازی معنی لینے کا الزام دیتے رہتے ہیں دجال کے متعلق بہت سی مشکلیں پیش آتی ہیں ان سے نکلنے کے لئے مخرج ہو اور کوئی ہے ہمیں اس کا علم ہو جائے مثلاً دجال کی نسبت ہے کان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری والی حدیث میں ہے دجال کو کسی آدمی سے بیعت ایک جزیرہ میں قید دیکھا دوسری طرف حضرت جابر حضرت عمر حضور نبوی میں قسم کھاتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور آپ کی تردید نہیں فرماتے انی سمعت عمر یحلف علی ذلک عند النبی صلعم فلم ینکرہ النبی صلعم (متفق علیہ) بخاری کی حدیث ہے کہ جو لوگ اس وقت دنیا میں موجود ہیں سو برس کے بعد ان میں سے کوئی بھی نہ ہوگا اس حدیث صحیح سے ابن صیاد دجال تھا تو وہ بھی مر گیا وہ شخص زندہ تھا تو وہ دونوں زندہ رہے پھر ہم پڑھتے ہیں کہ دجال چالیس دن رہیگا یوم کسنۃ و یوم کشہر و یوم کجمعۃ و سائر ایامہ کایامکم دوسری طرف حدیث میں ہے اربعون سنۃ یعنی چالیس سال ایک حدیث میں ہے کہ دجال جوان ہے گھونگریالے بال ہیں جو تمیم داری نے جزیرہ میں قید دیکھا وہ زمانہ نبوی میں موجود تھا تو اب تک یقیناً بوڑھا ہو گیا ہوگا ایک حدیث میں ہے کہ جنت اور اسکے ساتھ ہیں دوسری میں بخاری ہے کہ وہ ذلیل ہے ایک میں لکھا ہے کہ بیٹھے اسے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا دوسری میں ہے کہ وہ مکہ و مدینہ کے سوا سب جگہ پھر جائیگا ایک میں اس کی آنکھ خراب ہوگیا ذکر ہے دوسری میں بائیں آنکھ سے کانا ہوگا مذکور ہے غرض اس قسم کے متعلقات متعلق دجال بے شمار نقل کئے جاتے ہیں۔

جو طریق مسیح نے اختیار کیا ہے اس سے ایسی تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں کلام دو قسم ہیں متشابہات محکمات مگر متشابہات کو محکمات کے تابع کر لیا جاوے اور ان چار ذریعوں سے کام لیا جاوے تو اصلی منشاء کھل جاتے ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث شریف میں دجال کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے سورہ کہف کی دس پہلی یا پچھلی آیات پڑھنی چاہئیں سو جب انکو دیکھیں تو اس میں یہ آیت ہے وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا اس سے ایک صفت کا پتہ لگ گیا ایسا ہی آخری دس آیات میں ایک آیت ہے الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا یہ دوسری صفت ہے اور ان دونوں صفتوں میں قرآن و حدیث متفق ہیں ایک مذہبی عقیدہ کی نسبت فرمایا اور ایک دنیاوی ترقی کے بارے میں بتلایا۔

پھر ہم لغت عرب کو دیکھیں تو اس میں لکھا ہے الدجال ہو الکذاب اور ساتھ ہی قرآن مجید میں ان یقولون الا کذبا اور حدیث میں کذاب آیا ہے گویا اس نشان کو قرآن و حدیث و لغت متفق ہیں پھر لغت میں لکھا ہے دیکھو تاج العروس الدجال من الدجالۃ طائفۃ عظیمۃ تحمل متاع التجارۃ یہ تیسرا نشان ہے تجارت کے اعتبار سے کونسے لوگ تمام روئے زمین پر پھیل رہے ہیں الارض کی صفت کو پیدا کرتے ہیں پھر معنی الدجال کی یہ بتائی گئی ہے لغض بہ فی الارض وقطعہا اکثر نواحیہا از زمین میں سفر کرنے اور اکثر علاقوں کو طے کرنے کی وجہ اسی طرح لغت میں ہے الدجل ہو الکذب والتمویہ وخلط الحق بالباطل اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ النساء حبائل الشیطان اور الخمر جماع الاثم یہ دو ایسی بڑی چیزیں ہیں جن کو ترقی یاجوج ماجوج اجت النار اجیجا التہبت آگ بھڑک اٹھی اور اجر الماء اجوجا پانی موج زن ہوا ان دونوں لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ آگ اور پانی سے غیر معمولی کام لینے والی قوموں کی طرف اشارہ ہے اور بائبل میں حزقی ایل باب ۳۸ آیت ۳ اے جوج روس اور مسک اور توبال کے سردار دوسری طرف لنڈن کے گلڈ ہال میں دونوں قوموں کے مورثان اعظم کے اشیہ دست موجود ہیں چنانچہ اگلے زمانے میں لارڈ میئر کی نمائش کے دن انکو

باہر رکھا ہوا تھا کہتے ہیں کہ بت اسلئے بنائے گئے کہ زمانہ قدیم کے یاجوج ماجوج اور کارتھی کی یادگار رہیں جو اس جزیرہ انگلستان پر قدیم باشندوں سے جنگ کیا کرتے تھے اور ہمارے شہر لنڈن کی بنیاد اسی قوم یاجوج ماجوج نے ڈالی تھی دونوں بت جو گلڈ ہال کے دروازے میں رکھے ہیں ہر ایک چودہ فٹ بلند ہے یاجوج جو بائیں پہلو ہے اسکے ہاتھ ایک لمبا عصا ہے جس کیساتھ زنجیر سے ایک گولہ بندھا ہے اور یاجوج کی پشت پر ایک کمان و ترکش ہے جو تیروں سے بھرا ہے دائیں طرف دوسرا بت ماجوج کا ہے جو ڈھال اور برچھی سے مسلح ہے (دیکھو [illegible]) رسالہ گائڈ ٹو دی گلڈ ہال آف لنڈن (تشحیذ الاذہان صفحہ [illegible])

اور تمام لغت طب ہیئت جغرافیہ تاریخ کی کتابیں باتفاق یہی بتاتی ہیں کہ یاجوج ماجوج چوتھی ولایت سے شمال کی طرف ہیں قرآن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے ملوک [illegible] کے لئے ذوالقرنین نے سد [illegible] بنائے ہیں اس سد کو [illegible] لکھا ہے ان [illegible] میں سے کہ [illegible] کا دوسرا [illegible] جبل قوقاز یا کاکیشیا اور اس پہاڑ کو جبل یاجوج ماجوج کہتے ہیں۔

ماحصل کلام یہ ہے یاجوج ماجوج کی حقیقت بغیر کسی لوازم و [illegible] کے کھل گئی اب حدیث صاف ہے [illegible] واضح ہو گیا [illegible] قرآن شریف [illegible] گئے ہیں اسلئے اسی طرح اسکے معنی [illegible] کے متعلق [illegible] موضوع ہے [illegible] تعبیر و [illegible] کے طور پر دیکھو اسی حدیث میں ایک شاب کے قتل کا ذکر ہے [illegible] ربانی حضرت [illegible] دیکھئے کہ [illegible] (الا یقتل فالقاتل حیوۃ ولا المقتول یصیب حیاۃ) جو دیکھے کہ وہ مقتول [illegible] ہوگی [illegible] مقتول کو [illegible] ہوگا [illegible] ظاہری نظر سے [illegible] دکھائی دیگا کہ اب کوئی دم میں فنا ہوا مگر پھر وہ زندہ ہو جائیگا اور اس میں خیر و برکت ہوگی اور [illegible] ترقی ہوتی رہیگی۔

جنگ بدر سے جنگ یرموک تک

[illegible] تاریخ اسلام [illegible]
[illegible] شائع ہو [illegible]

بگذشت و رفت

جناب محمود طرزی صاحب سراج الاخبار کابل کے مندرجہ ذیل اشعار میں منادی ترقیات موجودہ و حالات کا منظر دکھاتے ہیں۔

وقت شور و شر اموی بگذشت و رفت | وقت سحر و ساحری بگذشت و رفت
وقت تقدیم است و سعی و جستجو | غفلت و تن پروری بگذشت و رفت
عصر عصر موٹر و ریل است و برق | کار ہائے اشتری بگذشت و رفت
کیمیا از جملہ اشیاء زر کشید | وقت اکسیر آوری بگذشت و رفت
علم افزرت سید صنعت پری | قصۂ دیو و پری بگذشت و رفت
تلگراف آورد خبر از شرق و غرب | قاصد و نامہ بری بگذشت و رفت
سیم آہن در سخن آمد ز برق | تیلفون بشنو کری بگذشت و رفت
کوہہا سوراخ و برما سحر شد | جانشینی را گفتری بگذشت و رفت
شہ ہوا جولانگہ نوع بشر | رشک بیبال و پری بگذشت و رفت
گفت محمود این سخن را و برفت | سعی کن تنبلگری بگذشت و رفت

اس پر ہمارے دوست غلام محمدی صاحب اشعار ذیل میں مستقبل کی ترقیات کا ذکر کرتے ہیں

فتنۂ دجال عالمگیر شد | فکر دین پروری بگذشت و رفت
آتش ما جوش در دادہ جہاں | عیش و عشرت و زری بگذشت و رفت
برز برہوپی بہ بید است و رور | ترکی ترک جبری بگذشت و رفت
حال ما این زار شد از دست شر | نعرہ ہائے حیدری بگذشت و رفت
شامت ما صورت تا در گرفت | عز و جاہ نادری بگذشت و رفت
نور دین را پیشوائے خود بساز | عہد عشرت و کافری بگذشت و رفت
مہدی و مسیح احمدی است | آں مسیح ناصری بگذشت و رفت
ہم ز تیغ بسم عیسی شد غلو | از ذوق چوں صندلی بگذشت و رفت

تحفہ بنارس مخدوم مکرم مفتی صاحب نے جو تحفہ بنارس کے نام سے شائع کیا ہے اس میں سے اپنی ان تقریروں کو جو بنارس میں ایک خاص رنگ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے آپ کو بنارس کا سفر پیش آیا تو اپنے بھائیوں کے لئے کسی تحفہ کی فکر ہوئی اور تحفہ جیسی چیز کا پیش کرنا پسند ہوا ہے اس غرض میں کہ مسلمان کو اس کی کے لئے توحید سے بڑھ کر نافع ہو سکتا ہے آپ نے اسلام کی کشتی میں لگا کر اپنی نصرت اور بشریت کے اسی فلسفے کے صحیح معنی بنے جانے کی علاوہ اس کے سہارا کر لیجئے توحید کو دیکھو کہ کس بات سے اس میں وہ خوبیاں ہیں جو سب کو توحید کا صحیح نفع کرنے والے لوگوں میں وحدت کی روح پھونکنے والے ہوں گے یعنی کہ اسلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو صاحب تحفہ نے اس کے بعد مرسل ربانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کیا ہے

اسلام عیسائی کے فاضل مصنف نے [illegible] سے مسئلہ توحید کے ساتھ مسئلہ رسالت اور پھر اپنے نبی محمد مصطفےٰ اور اپنے امام حضرت مسیح موعود کی صداقت پیش کی ہے اور آپ ہی کا حصہ ہے اس رسالہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق ہمیں تبلیغ کرنی چاہیئے یہ ایسے مجمع میں جہاں مخالفین کی کثرت ہو جس بات سے اسلام کی صداقت ہے کی تبلیغ کھول کھول کر کی ہے اور نہ صرف ہندوؤں اور عیسائیوں کو بلکہ مسلمان کہلانے والے بھائیوں کو بھی اپنی کی مسلم کتب کے حوالے سے صفائی کے ساتھ سمجھایا ہے کہ حق کیا ہے اور اس کا راستہ کونسا ہے اس کی اشاعت کرنی [illegible] [illegible] [illegible] جس طرح ہم سب سکتے ہیں [illegible] اس بات کے کہ کوئی بات نہیں [illegible] کو حق کس طرح [illegible] [illegible] [illegible] کرتا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] واسطے قیمت صرف ۲ روپی [illegible] کے نسخے خرید کر مفت تقسیم کریں

اخبارات | ریویو ایک اخبار ہے جو ہفتہ وار ... سے ایک شہر ... سے جاری کرنے کے بعد سے ... ایڈیٹر صاحب اسی طرز پر آگئے جس طرح آریہ اخبار ... میں مسلم احمدیہ کے امام کی پیشگوئی پر بھی ... تعریف کرتے ہوئے الفاظ میں حملہ کیا ہے ہم کسی امر سے اختلاف رائے کسی مسئلہ پر ... نہیں سمجھتا ... کسی ... کے ... انسان کے ... امام کی نیت پر حملہ کرنا ... انشاء اللہ ... کی شوخ چشمی ... بھی ہے مگر ... بیان کیا گیا ہے ...

الحق | ہمارا ... حقیقت کو معلوم ہے کہ ... ایڈیٹر ... مشہور ... میں ... کے مضمون کو ... اسلام کی خوبیاں ... بیان کیا ہے ... جس ... مشکلات کے ... جاتے ہیں ... ہے کہ کسی ... کریں ... نقصان ... برداشت کرتے ہیں اسکی ... ایسے بھی ہو سکتی ہے ... بعض اخبارات اپنے ... کرتے ہیں کیونکہ ... دارالسلطنت سے ... اخلاقی ... یہ خوشی کی بات ہے کہ ... ایک اخبار بھی دارالسلطنت میں ... ترقی کی ... ہیں ... کوشش کر رہا ہے۔

الحکم قادیان | سلسلہ احمدیہ میں ... اخبار ... پیدا کر ... مشکلات میں ... اسلامی ... اشاعت ... فرق ... کہ اب شروع سال سے ہفتہ ... شائع ہونا ہے ... ہے ... سال ... فرمائیں ... ہے ... خصوصیت سے کوشش ہونی چاہیئے ... اپنے پاؤں پر ... امید ... ہے ... بھی اسے مفید بنانے میں ... سے ... ہے ... کے فضل ... ہیں ... ایک ... پیدا کرے اور ... ایڈیٹر کی ... تحریروں کے ... [illegible]

تاہم اپنی طرف سے بہت کوشش کی جاتی ہے۔

۳۔ مضامین کی موجودہ ترتیب میں اگر کوئی نقص ہو یا کسی خاص قسم کے مضامین ضروری ہوں تو مطلع فرمایا جاوں تاکہ اس پر غور کر کے تعمیل ارشاد کر سکوں حجم و صفحے بڑھا دیا گیا ہے چندہ سالانہ وہی ہے۔

تشحیذ بک ایجنسی | منیجر تشحیذ کے ساتھ بک ایجنسی بھی کھولدی ہے احباب ہر ایک قسم کی کتاب جو سلسلہ احمدیہ کے متعلق ہو منگوا سکتے ہیں اسکے علاوہ اور اسلامی کتابوں کا سٹاک مہیا کرنے کی بھی تجویز ہو رہی ہے۔

عمدۃ الاحکام ۔ حدیث کی نہایت معتبر و مستند کتاب جو یا اعراب مترجم حضرت خلیفۃ المسیح کو بہت پسند ہے جو مدرسہ احمدیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور عورتوں میں بھی اسکا درس ہوتا ہے تشحیذ سے قیمت ہے علاوہ محصول ڈاک منگوائیں تعداد کثرت ہے منیجر تشحیذ الاذہان کے پتہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کی نام نہ ہو حضرت صاحبزادہ صاحب کو تکلیف دیا کرے۔

ڈاکٹر الیس کے برمن کا اشتہار سلسلہ کے ساتھ بطور ضمیمہ رسال ہو ڈاکٹر صاحب کے مستند کثیر اخباروں اور رسالوں میں ہوتے ہیں اور وہ لیکن ہم معاملہ کے خاص اسلوب ہیں ناظرین تشحیذ اپنی مہربانی سے مزید اعتنا کے ساتھ انکی مشتہرہ ادویہ سے فائدہ اٹھائیں۔

مسلسل نو کاشمیر | اخبار کشمیر میں ایک علمی اور قومی حقوق کا محافظ اور اسکی تعلیم کا حامی ان میں تمام دینی زندگی اور علمی اخلاقی مسیحی اور روحانی ذوق پیدا کرنا اور ملک میں عربی زبان کا سبق اور اشاعت ہے قیمت صرف تین روپے سالانہ اطلاع منیجر اخبار المشیر مراد آباد

ضیاء الاسلام | اسم بشنویسک ایک طرز کا واحد علمی و مذہبی ماہوار رسالہ ہے جس میں علمی تمدنی اخلاقی تاریخی مضامین اور مضامین سلسلہ کے متعلق اور مذاق کے مضمون بجواب ہوتے ہیں قیمت سالانہ عہ روپیہ تھا لیکن آخر فروری ۱۹۱۳ء تک نصف قیمت عہ پر دینے کا اعلان کیا جاتا ہے **المشتہر** منیجر ضیاء الاسلام مراد آباد

وی پی واپس کرنیوالے حضرات!

جن حضرات کے نام سلسلہ [illegible] کے ماہ جنوری میں وی پی کئے گئے تھے
[illegible] اطلاعی کارڈ بھیجنے کے وہ واپس کر دیئے وہ اپنی مرضی سے اطلاع دیں کر
[illegible] رسالہ آیندہ جاری رہے یا بند کر دیا جائے [illegible]
[illegible] کہ ایک کارڈ پر اپنی مرضی سے اطلاع دی جاوے۔

دوم [illegible] حاصل کرینگے ہم اُن اصحاب کے نام ماہ فروری کا رسالہ
وی پی [illegible] اطلاع کے شائع کرینگے انھوں نے واپس کر دیا ہے وہ
ہمارے [illegible] اطلاع دیں کہ کس مہینے میں [illegible] فرماوینگے۔ دونوں قسم کے [illegible]
ماہ جنوری یا فروری کا وی پی واپس شدہ رسالہ دیکھنا چاہتے ہیں تو [illegible] ٹکٹ
[illegible] وی پی [illegible] کی تعمیل ہو گی۔

Digitized by Khilafat Library

شرح اجرت اشتہارات

	ایک سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible] کی تقطیع پر مطابق [illegible] تقسیم کر [illegible] فیصدی ہوگی
[illegible] [illegible]
[illegible] ایک پیسہ کے ٹکٹ [illegible] نوٹ [illegible]
[illegible] کوئی اشتہار [illegible] واپس [illegible]

۱۹۱۳ع

بابت ماہ اپریل

[illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

نمبر ۴ — جلد ۸

Digitized by Khilafat Library

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

[illegible]

[illegible]

قیمت سالانہ [illegible]

[illegible]

دفتر تشحیذ کی موجودہ کتابیں

ضرورت زمانہ۔ ایک سو سوال جو اسلام پر کئے گئے ان کے نہایت مدلل جواب حجم قریباً دو سو صفحے قیمت ۸ر

اسلام کی پہلی کتاب۔ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق پہلی کتاب نہایت مدلل اور کامل ثبوت بچوں کے پڑھانے کے لئے حجم ۳۰ صفحے قیمت ۳ر

چولہ بابا نانک } گرو نانک صاحب کے سچے مسلمان ہونیکا ثبوت۔ اور اعتراضوں کے جواب
لیکچر نمبر ۱ }

معیار حق۔ سچے مذہب کی شناخت

تعلیم الاسلام معہ ضمیمہ۔ دہرسوال کی تہذیب الاسلام حصہ اول کا جواب ۹ر

میں مسلمان ہو گیا حصہ دوم و سوم۔ اسلام کی حقانیت اور آریوں کے اعتراضوں کا جواب ۳ر

ترجمۃ القرآن پارہ نمبر ۲۶۔ ۵ر } تفسیر شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے نہایت قابلیت سے لکھی ہے رابط اور دلائل کا خوب لحاظ رکھا ہے
۲۷۔ ۶ر }

مکتوبات احمدیہ۔ حضرت اقدس کے پرانے خطوط معارف و حقائق کے خزانے قیمت ۸ر

اربعین۔ میں ۵۴ رکو فروخت کرتا ہوں یہ اسے رسالوں میں حضرت اقدس نے اپنی صداقت کا

الاسماء الحسنیٰ ۵ر اسماء الٰہی کی تشریح بچوں کے پڑھانیکے لئے نہایت مفید رسالہ

خطبات کریمیہ۔ حضرت مولوی عبدالکریم کے چند خطبات کا مجموعہ قیمت ۸ر

پرانی تحریریں۔ حضرت اقدس کی بعض نایاب تحریریں جو [illegible] کہیں نہیں ملتیں قیمت ۸ر

الموعظۃ الحسنۃ۔ سود قیمت کی رشتہ تحریر مصنفہ حضرت مولانا احسن قیمت ۲ر

سلک مروارید حصہ اول ۱ر مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب ناول کے پیرایہ میں عورتوں کے لئے اسلام و احمدی
دوم ۸ر سلسلہ کے مسائل کی دلچسپ [illegible]

مجربات حصہ اول ۱ر حضرت مولانا حکیم نورالدین کے طبی مجربات کا مجموعہ لئے اچھا۔ [illegible]
دوم ۱ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۲ء

سچائی کی فتح

ف

اگرچہ باطل کی طرف سے پہلے پہلے سچائی کی سخت مخالفت ہوتی ہے مگر سچائی آخر سچائی ہی ہے آخرکار کامیابی اور فتح سی کا سہرا صداقت کے سر پر باندھا جاتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس سچائی کا اظہار کیا کہ مسلمان اب مسلمان نہیں ہے اسلئے ضروری ہے کہ مسلماں را مسلماں باز کردند کے الہام ہدایت التیام کے ماتحت انہیں پھر مسلمان بنایا جائے تو ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ اور جوان گر شوخ گستاخ بچوں کی طرح یہ لوگ دشمنیں اور پتھر اٹھا کر اپنے ہادی اپنے محسن اپنے خیرخواہ اپنے ہی خیرخواہ کی طرف لپکے۔ اس نے نہایت محبت اور پیار سے انکو سمجھایا کہ خلاف سمجھ کیوں ہے

تمہارا نوشتہ بگڑ چکا ہے۔ اسلئے تم اصل کو زہر اول سمجھ رہے ہو۔ پھر اپنا دست مسیحائی اُن کے سروں پر پھیرا اور الحمد للہ کہتے ہوئے انکا علاج کیا۔ آخر بیمار جب کسی قدر ٹھیک ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہم ہی غلطی پر تھے۔ اب یکلخت دیگر زبان ہو کر تقریریں کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور رسالوں میں مضمون لکھ رہے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ چنانچہ وکیل لکھتا ہے کہ "جو لوگ قرآن پاک یا تاریخ کے ذریعہ سے حقیقی اسلام سے روشناس ہو جاتے ہیں کہ سواد مسلمان اسلام کی مسخ شدہ صورت میں ہیں۔ پر اسلام کے امتیازی خد و خال کا نشان تک باقی نہیں۔ سنجیدہ عقائد کے بجائے باطل توہمات پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال حسنہ کی جگہ بدعات سیئہ نے لی ہے۔ نماز جس کا وصف تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر تھا صرف ایک ہی خشک ہیئت کذائی کا نام ہے۔ صوم جس کا منشا تزکیہ نفس غربا اور فاقہ کشوں کی ہمدردی و اعانت کے جذبات پیدا کرنا تھا وہ صرف اوقات غذا کے تغیر سے عبارت ہے زکوٰۃ جس کی غرض تمام قومی ضروریات کی کفالت تھی اس کا کوئی نظام نہیں عام مسلمانوں میں مذہب سے سرد مہری اور بے اعتنائی بڑھتی جاتی ہے۔ جدید تعلیمیافتہ جماعت مذہبی تربیت کی وجہ سے مذہب سے متنفر و برگشتہ ہوتی جاتی ہے۔ یورپ کے فلسفہ و الحاد کا ادنیٰ سا اُچھا اور انکی مذہبی ہلاکت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بعض مقامات ایسے ہیں جہاں کے مسلمان ہندوانہ مراسم مذہبی سے آلودہ ہیں۔ ان کے نام ہندوانہ ہوتے ہیں" اور مرکز سب مسلمان کیا کریں۔ اس سوال کا جواب یہی ہے کہ مسلمان بنیں۔ اور قرآن مجید کی روحانی حکومت کا جوا اپنے کندھوں پر رکھ کر مزرعۂ آخرت کی کاشت کریں۔ اور گلشن وحدت کے پھول چنیں۔ اخبار دین حضرت سے یہ امر بات مخفی نہیں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

پھر اس روحانی معالج مسیح الزمان نے فرمایا کہ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقی کے لئے وحدت کی ضرورت ہے۔ اور وحدت قائم نہیں ہو سکتی اور نہ رہ سکتی جب تک کہ سب

کہ سب ایک امام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں اور اپنی خواہشوں اپنی اناؤں اپنی آسودگیوں کو اسکے ارشاد کے مقابل پر قربان نہ کریں اس وقت تو یہ بات تلخ معلوم ہوتی اور بے مستبعد سمجھائی گئی جب ایک قوم کو اس وحدت کے ثمرہ سے متمتع ہوتے دیکھا تو اب ان کا ہی بھی خیال آیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ وحدت ہرگز ہرگز انجمنوں کے انعقاد سے حاصل نہیں ہو گی جیسا کہ پچھلا تجربہ اسکا گواہ ہے۔ شکر ہے اب یہ نیک قوم کے فہیم طبقہ کا رنگ مانتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ اس سچائی کا اظہار جو دلی زبان سے کیا جاتا ہے کھلی زبان سے ہونے لگے چنانچہ حسن نظامی کا رسالہ ظہور مہدی بڑی دلچسپی سے مسلمانوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اور سب یہ کہتے ہیں کہ اب موجودہ مشکلات کا حل نہ تو انجمنوں سے ہو سکتا ہے نہ کسی دنیاوی خطاب یافتہ لیڈر یا ایسے لیڈروں کی جماعت سے بلکہ اب تو یہ کشتی وقت ہے کہ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند یعنی مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کا دارومدار کسی روحانی بزرگ کے دست حق پرست پر ہو سکتا ہے۔ جو بارگاہ ایزدی سے مہدیکے خطاب سے ممتاز ہو مسلمانوں کی نہ دینی حالت اچھی ہے نہ دنیاوی نہ انکے علماء و فقراء میں روحانیت باقی ہے۔ نہ انکے امراء میں کچھ طاقت ہے۔ نہ اب انکی کوئی سلطنت ہے جو ایکدو باقی ہیں وہ بھی یوں سمجھو کہ دم توڑ رہی ہیں۔ ایسے وقت میں کسی آسمانی ہتھیاروں سے مسلح مہدی کے مسیحانہ اعجاز نمائی کی ضرورت ہے۔ اب زمینی ہتھیاروں زمینی طاقتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو بالکل صحیح ہے۔ مگر اسکے ظہور کے لیے جو شخص خدا نے مقرر کیا ہے اسکی نسبت میں بڑے یقین اور زور کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ تسلیم ہرگز نہ کیا جائیگا۔ مگر تمہارا مزعومہ مہدی نہ آئیگا یہاں تک کہ یہ صدی گزر جائیگی۔ اور تمہاری آنکھیں یونہی کھلی کی کھلی رہ جائینگی مسیح آسمان سے نازل نہیں ہوگا۔ اور تمہارے سر اسی طرح اٹھنے کے اٹھے رہ جائینگے۔ آخر ہار کر تھک کر تم جب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو گے تو یہ سچائی روز روشن کی طرح کھل جائیگی کہ آنیوالا آچکا مگر تم نے اسے نہ دیکھا نہ پہچانا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ

خدا نے تمہیں آنکھیں تو دی ہیں، ان میں بصارت پیدا کرے۔ اور وہ حق کی بینا ہوں۔ کان تو
عطا فرمائے ہیں، ان میں شنوائی بخشے۔ اور وہ حق کے شنوا ہوں۔ دل تو دئے ہیں۔ ان میں فہم
دے۔ اور حق کے سمجھنے والے ہوں۔

پھر اسی محبوب رب العالمین نے تمام مذاہب عالم کو یہ نیک مشورہ دیا کہ ایک دوسری
کی عیب چینی چھوڑ دو۔ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرو۔ سو افسوس اس نیک صلاح کی
قدر نہیں کی گئی۔ لیکن اک طرف پریس ایکٹ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے قلم و زبان کو قبضے
میں رکھیں۔ اور دوسری طرف خود ان میں ایسا سنجیدہ گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس صداقت
کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہے۔ تو اور خود وہ سماج جو پاکان حق پر حملہ کرنے میں
خصوصیت سے مشہور تھی۔ اسی کا ورنباق دھرم پال اپنے ہم مذہبوں کو ایک پرتگیا پتر پر دستخط
کرنے کی تحریک کر رہا ہے جس میں آریہ سماج کے ہر ممبر کو یہ اقرار کرنا پڑے کہ وہ دوسرے
مذاہب کی عیب چینی سے کچھ سروکار نہیں رکھیگا چنانچہ اسکے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ہم
پرتگیا پتر میں کچھ ایزادی بھی کرنا چاہتے ہیں جس سے آریہ سماج کی پوزیشن دیگر مذاہب
کیساتھ [illegible] کی پوزیشن نہ ہے۔ بلکہ اسکے افراد دیگر مذاہب کا کھنڈن چھوڑ کر ویدوں
کے پرچار پر بھی زور دئے جائیں۔ پھر ۲۴ فروری کے اندر میں لکھا ہے کہ آریا تو کھنڈن کے سوا کچھ
بالکل لاوارث بنا دیگا۔ یا ان میں کسی غیر معمولی اصلاح کرنی پڑیگی جس سے موجودہ ستیارتھ
پرکاش کا وہ نامرغوب حصہ جو کہ دیگر مذاہب کی سخت دل شکنی کا باعث ہو رہا ہے اپنی نکتہ
سے دھویا جا کر مناسب نکتہ چینی کی حد پر آ جائیگا۔ اسی عہد نامہ میں گورنمنٹ کی وفاداری
کا اقرار بھی ہے یہ بھی حضرت مسیح موعود کی شرائط بیعت میں سے ایک شرط ہے۔ الغرض دنیا کے
فرزند اگرچہ مسیح کی بیعت نہیں کرتے لیکن اسکے پیش کردہ اصول پر آہستہ آہستہ ایمان
لا رہے ہیں۔ یہ پانچ باتوں کا ذکر میں کر چکا ہوں (۱) مسلمان مسلمان نہیں رہے۔ پھر درست ہو اسلام
لائیں (۲) وحدت بذریعہ ایک امام کے قائم کریں (۳) تمام مشکلات دینی و دنیاوی کا حل

اس کا علم مہدی پر موقوف ہے (۴) گورنمنٹ کی وفاداری اطاعت ضروری ہے۔ (۵) سچا مذہب وہ ہے جو اپنی خوبیوں کے اظہار سے دوسروں پر فتح پائے۔ اب چھٹی بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ حضرت امام السلام علیہ السلام نے فرمایا کہ سچا مذہب وہ ہے جس کے پیرو اس پر عمل کر کے اسی دنیا میں وہ نتائج پالیں جو النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کے لئے مقرر ہیں۔ ان انعامات میں سے سب سے بڑا انعام الہام ہے۔ اور الہام کا سلسلہ بند نہیں ہو گیا بلکہ الی یوم القیامۃ جاری ہے۔ اس صداقت کا بھی تقریباً تمام ہی مذاہب نے انکار کیا لیکن اب یہ سچائی بھی اپنا کام کر رہی ہے چنانچہ الہامات الٰہی کی سب سے بڑی منکر قوم یہودیوں کے بعد نہ الہام کی ضرورت سمجھتی رہی ہے نہ الہام کی قائل ہے آج ہے انہی میں سے اب ایسے افراد پیدا ہو گئے جو مانتے ہیں کہ سلسلہ الہام بند نہیں ہوگیا۔ ہمارے جالندھر سے ایک اخبار نکلتا ہے اس میں بھی زور سے یہ لکھا گیا ہے کہ گو ان کا خیال ہے کہ رشی دیانند ان دو دیانند جو لوگ وید کا نزول شدہ سے قائل تھے مکالمہ الٰہی کا قائل نہیں میں کہتا ہوں اگر رشی دیانند مکالمہ الٰہی کا قائل نہ تھا تو پھر لوگ وید کس مرض کی دوا ہے۔ ساتویں بات آپ نے یہ تعلیم کی کہ سکھ ہندو نہیں بلکہ سکھ (جب تعلیم گرو نانک کے سچے مسلمان اور ولی اللہ تھے) اب خود سکھ خود اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ہم ہندو نہیں چنانچہ پچھلے دنوں تصوف میں اسی مضمون پر ایک بڑا بھاری سیاسی شور اٹھا۔ ایک قدم تو ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں نے اٹھایا ہے۔ دوسرا اٹھا اور ہمارے گلے لگ گئے۔

آخری بات سنئے یورپ کے مشہور و معروف رسالہ ریویو آف ریویوز میں تمام ممتاز [illegible] و جیل اصحاب کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا کہ دنیا کے سب سے بڑے بیس آدمی کون ہیں۔ آپ تعجب و حیرت مگر مسرت سے سنیں گے کہ ان کی مجلس رائے سے جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں یسوع کا نام نہیں یعنی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اب وہ لوگ جسے خدا کہتے تھے اسے انسان کامل کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں رہے یہ بھی ہماری ہی فتح ہے کیونکہ ہمارے امام نے عمر بھر اسی پر زور لگایا کہ یسوع ایک انسان تھا خدا نہ تھا اب خود انہی لوگوں میں سے ایک گروہ پیدا ہو رہا ہے

جو اس صداقت کو مان گیا۔

غرض دنیا آہستہ آہستہ ہمارے اصول طوعاً و کرہاً ماننے میں اپنی نجات سمجھتی ہے۔ اور اب فرض ہے کہ ہم اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور تمام مذاہب عالم کو یہ خوشخبری سنائیں کہ تمہارا مصلح ربانی تمہارا موعود آچکا ہے۔ وہ مہدی تھا مسیح تھا کرشن اور گوپال تھا جیسا کہ اسکی زندگی کے واقعات اسکے مثیل ہونے پر شاہد عادل ہیں جیسے کرشن ایک بیرحم زمیندار سے پیدا ہوا ایسے ہی یہ موعود اور جیسے کرشن کی ایک دھرمی بہن تھی۔ اور یہ بہن بھائی ایک ہی وقت پیدا ہوئے اور پھر بھائی پر بہن نثار ہوئی ایسے ہی اس موعود کی پیدائش توام تھی اور بہن فوت ہو گئی اور بھائی دنیا کا ہادی بنا جیسے تھا جیسے کی لڑائی پانڈو اور کورو قوم کی دینی لڑائی رنگ ہی ایسے ہی امرتسر میں دھرم کے چاہنے والوں والے نے ایک دینی بحث ہندو قوم کے پیشواؤں سے مباحثہ کیا۔ اور یہ جنگ مقدس پندرہ روز تک رہی اور جیسے جنگ مہابھارت میں دیو کنس بچ گیا تھا اور بعد میں کرشن کے ہاتھوں سے مارا گیا ایسا ہی آتھم رجوع الی الحق کے سبب بچ گیا مگر قسم سے انکار کرنے پر فوراً ماخوذ ہوا۔ اور آپکی دعا سے ہلاک ہو گیا۔ دوستو!

رحمت کی ہوائیں چاروں سوئے عالم میں چل رہی ہیں تم ہوشیار رہو اور اپنا پیام ان ہواؤں کے ذریعے اکناف عالم میں پہنچا دو۔

ادعیۃ الاحادیث ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعائیں جو مختلف اوقات و حالات کے مناسب حال فرمائی ہیں۔ با اعراب مترجم نہایت مفید مجموعہ ایک جلد کے لئے ڈیڑھ آنے کے ٹکٹ دو جلد کے لئے ڈھائی آنے کے تین جلد کے لئے ساڑھے تین آنے کے اس سے زیادہ کے لئے وی پی کی فرمائش قیمت فی جلد ۱ر

تشحیذ کی توسیع اشاعت آپکا فرض ہے کم از کم دو خریدار مہیا فرماویں + مینیجر

* کرشن جس رات پیدا ہوا اسکو ایک گوالے کے ہاں پہنچا دیا اور لڑکی اسکی جگہ حفاظت میں پہنچا دی گئی تاکہ کرشن قتل ہونے سے بچ جائے اور اسکی عوض لڑکی راجہ کنس کے ظلم کی شکار ہو۔

طریقہ نقشبندیہ

ماہ فروری کے رسالہ میں طریقہ قادریہ و سہروردیہ کے مراقبات و تعلیمات درج ہو چکے ہیں۔ یہاں طریقہ نقشبندیہ کے مراقبات سے مختصر اطلاع دیجاتی ہے جو امید ہے ناظرین توجہ سے پڑھیں گے گو آجکل تصوف کی طرف سے توجہ ہٹ جانے کے سبب یہ مضمون کچھ بیجا معلوم ہو اور ممکن ہے کہ بعض نئی روشنی کے احباب اسے پڑھنا بھی گوارا نہ کریں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہی وہ رستہ ہیں جنکے حصول کے لئے اور جنکو معلوم کرنیکے لئے لوگوں نے اپنے گھر بار لٹا دیئے۔ لہذا ہم جناب مولوی امام الدین صاحب کی صحیح تحریرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے فائدہ عام کے لئے یہ مضمون لکھا

حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ نے جو بیس مراقبے انسان کی تکمیل کے لئے وضع فرمائے ہیں قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ نفس۔ قالب (ہیئت وحدانی یا مجموعہ عناصر) آپ فرماتے ہیں کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ پانچ لطائف عالم امر سے ہیں۔ یعنی جن کو خدا نے بغیر مادہ کے کن سے پیدا کیا۔ تدریجی طور پر نہیں۔

اخفیٰ۔ جو مظہر ذات بحت ہے۔ اسکا تعلق سر کے درمیان ہے۔ یہ لطیفہ بیرنگ ہے۔

خفی۔ جو مظہر شیون ذاتیہ ہے یعنی وہ صفات جو مشروط بہ تعلق بہ کائنات نہیں۔ مثلاً حیات قدرت علم وغیرہ۔ اسکا تعلق پستان چپ کے اوپر ہوتا ہے۔ یہ لطیفہ سیاہ رنگ ہے۔

سر۔ جو مظہر صفات سلبیہ ہے جیسے لاشریک لہ۔ لامثیل لہ۔ سبحانہ۔ اسکا تعلق پستان راست کے اوپر ہے۔ یہ لطیفہ سپید رنگ ہے۔

روح۔ جو مظہر صفات ثبوتیہ ہے جیسے سمیع بصیر علیم۔ اسکا تعلق زیر پستان راست ہے

قلب۔ جو مظہر افعال الٰہیہ ہے۔ جیسے خلق صناع۔ اسکا تعلق زیر پستان چپ ہے۔ اور

پانچ لطائف عالم خلق سے ہیں جن کی پیدائش تدریجی ہے۔ وہ یہ ہیں نفس، جو کہ خون اور اخلاط اربعہ یعنی تحتی کے اجزاء لطیفہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ قوتیں اور حواس خمسہ کا تعلق اسی سے ہے اسکا اور قلب کا اصل ایک ہی ہوتے ہیں اور اصل قلب کا فوق العرش ہوتے ہیں۔ اسکا تعلق بین الحاجبین سر یعنی دماغ سے ہے جو قوت نفسانی کا منبع ہے پھر نار، ہوا، ماء، تراب جن کی اصلیت روح، سر، خفی، اخفیٰ بتائی جاتی ہے یہ سارے بدن میں مشترک طور پر موجود ہے۔ اور اس مجموعہ کا نام لطیفہ قالب ہے جس کو جاری کرنے کیلئے بدن کی ہیئت مجموعی پر توجہ کیجاتی ہے۔ الغرض سات مراقبے تو یہ ہوئے۔

ان سے آگے مراقبہ حضور، مراقبہ معیت ہے۔ جو بخیال کلمہ اینما کنتم حاضری و ناظری و اللہ معی کے کیا جاتا ہے۔ اس میں حالات وحدت وجود قلب پر طاری ہوتے ہیں۔ اور شوق و ذوق میں ایک خاص جوش پیدا ہوجاتا ہے کشف اور تصرفات بھی اس مراقبہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور صبر، رضا، تسلیم، توکل، قناعت، شکر، اخلاص، رضا سب صفات حسنہ اس میں حاصل ہو جاتی ہیں پھر اسی مراقبہ کے ذریعہ سالک ولایت، ابدالیت، قطبیت، غوثیت کے درجات حاصل کرلیتا استعداد پیدا کرلیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور اسکی معیت میں تقویٰ و احسان لازم ہے۔ وجہ یہ کہ حاکم کے حضور میں کوئی گناہ اور بیفرمانی نہیں کیجا سکتی اور اس کی معیت میں خدمت اور بندگی حسن نیت اور خوبی آداب ہوتی ہے یہی احسان ہے۔ مراقبہ کا اثر لطائف عالم امر پر عموماً اور قلب پر خصوصاً وارد ہوتا ہے سیر عالم مثال اور عالم روح اور عالم صفات یعنی ملکوت ان ہر دو مراقبوں کے ثمرے کو **ولایت صغریٰ** کہتے ہیں۔

اس سے آگے مراقبہ اقربیت اور محبت خاصہ ہے۔ جو مضمون آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور یحبہم و یحبونہ پر تدبر کا نام ہے۔ یہ مراقبہ لطیفہ نفس پر کیا جاتا ہے جس سے اس لطیفہ نفس کی اناکی اور انانیت فنا ہوجاتی ہے یہاں سمجھ کر خیالات کا وجود صرف ذہن کی توجہ سے وابستہ ہے۔ انکی مع صرف توجہ قوت حافظہ ہے اسکے ذریعے

وہ پیچ میں ایسا ہی نفس بلکہ تمام مخلوق خالق کی طرف توجہ قربیت سے موجود ہے۔ ورنہ مخلوقات اعدام محض ہیں۔ اقربیت کے یہی معنی ہیں۔ وحدت شہودی کا مسئلہ اس میں حل ہو جاتا ہے نفس نفس الامر سمجھا جاتا ہے۔ بشرطیکہ مراقبہ کا مشاہدہ مصرف نہ ہو۔ توجہ ہی نہ ہو۔ عالیشان کا وجود نرا فنائی ہی نہیں کل شیٴ ھالک الا وجھہ کا انکشاف یہاں کرلی ہوگا ہے۔ وحدت وجود کے معنی الموجود ھوالوجود الاحد ھوالحی القیوم یا حسن الوجود واضح ہوتے ہیں یہ نہیں کہ انا الحق اس وجود بے بود پر اطلاق کی جائے بلکہ انا کا منظر وہی اصلی وجود جو ان مظاہر کے وجودوں سے الگ ہے۔ معلوم ہوتا ہے وجود الحق پھر محبت جو اصل کو فرع سے اور فرع کو اصل سے ہونی چاہیئے۔ وہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان ہر دو مراقبات کے مجموعہ کو **ولایت کبری** نام رکھتے ہیں۔

اس سے آگے **ولایت علیا** کا مراقبہ ہے۔ اور اسکا نام ہے مسمی **اسم الباطن**۔ اس کا تعلق آب و آتش و ہوا یعنی سوائے عنصر خاک بقیہ عناصر سے ہے۔ چونکہ بقیہ ہر سہ عنصر عنصر خاک کی نسبت لطیف اور پوشیدہ ہیں۔ اسلئے مسمی الباطن کے مناسب حال دیکھکر یہ فیضان مقرر کر دئے گئے ہیں۔ ولایت جو کہ مراد قرب نوافل سے اور بحکم اللہ ولی الذین آمنوا وھو یتولی الصالحین ان اولیاؤہ الا المتقون۔ ایمان اتقا اور صلاح کا ثمرہ ہے۔ اور محبت اسی پر مرتب ہے۔ اسکا اعلی درجہ یہی ولایت علیا ہے۔ جو کہ اسم الباطن کے کمال درجہ کے مشاہدہ پر حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی فنافی الشیخ کی تکمیل ہے۔ وہ جیسا کہ ظاہر ہے حدیث لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی اکون سمعہ الذی یسمع بہ اس کا انجام قرب ہے

اور محبت عامہ پھر یہ قرب باطن محبت عامہ سے بڑھکر ہے۔ اس میں ملائکہ سے بھی میل جول ہوتا ہے کیونکہ وہ مسمی الباطن ہی کے مظہر ہیں۔ اور اس قرب میں سب سے بے تعلقی ہوتی ہے جیسے ملائکہ دنیا کے کھانے پینے اور دنیاوی تعلقات سے بے خبر ہیں۔ اور ساتھ ہی استقامت کا بڑا اعلی درجہ ہے۔

اور اسی کا مؤیّد تنزّل و حکم ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم
الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون

اس سے آگے مراقبہ **کمالات نبوت** ہے۔ اس مراقبہ کا تعلق مورد عنصر خاک ہے جس
طرح عنصر خاک باقی عناصر کا قیوم ہے بلکہ تمام لطائف کا مقام ورستہ ہے۔ اسی طرح نبوت اصل
ہے ولایت کا۔ نبوت میں محبت ذاتیہ ہوتی ہے۔ جیسے والدہ کا تعلق بچے سے بلا غرض بے غایت
ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین میں النبیین منعم علیہم میں مقدم ہیں کیونکہ ان پر انعام
بواسطہ محبت ذاتیہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو مصطفیٰ حق کے مہبط اور مکالمات سے مشرف ہوتے
ہیں۔ اس مقام کی سیر اولیاء امت کی بہت تھوڑی ہے۔ ذکر نفی اس مقام پر پہنچ کر ولی اللہ بہم
ہوجاتا ہے۔ اور انبیاء کا پیرو یعنی تبع کمالات نبوت بن جاتا ہے۔ عبادات جو پہلے مرتبہ ولایت
میں تصفیہ ہی ہوتے ہیں نبی کے تحقیقی ہوتے ہیں۔ اور بغیر مشاہدہ محض ذاتی محبت سے۔ اور عرفان
بھی اصل ہوتا ہے۔ ذکر عکسی اور قرب عنصر خاک کی نسبت خمرت طینۃ آدم بیدی کی۔
اربعین صباحا آیا ہے۔ اور ولقد کرمنا بنی آدم اسی کی شان میں وارد ہوا۔
اور انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم
سب عنصر خاک کی خاطر ہے۔ اصل استقامت اسی کا حق ہے۔ اور نزول والا بھی اسی کیلئے
مختص ہے۔

پھر مراقبہ **کمالات رسالت** ہے یعنی کمال کے حامل رو بہ عبودیت پر پہنچ کر منبسط ہو
ہوکر پیغام رسالت اور تبلیغ احکام کا کام بامر الٰہی کرتا۔ ولی اللہ جب اس مقام پر مشرف ہوتا
ہے احقاق حق و ابطال باطل کی تدبیر بامر اللہ کرتا ہے۔ اور مجاہد ہو کر یجاہد لنا دینہا کی شان رکھتا
ہے۔ اہل نظر بعض اس مقام بطور سیر دیکھتا ہے۔ ذکر بطور قیام اس مراقبہ کے فیض کا مورد
ہیئت وحدانی یعنی تمام لطائف عشرہ کا مجموعہ بحیثیت ایک ہونگے ہے۔

اس سے آگے مرتبہ کمالات اولوالعزم ہے۔ یہ نبی رسالت کا کام کرتے ہوئے جس میں
ڈالا جاتا ہے۔ یہاں میں صبر، مجاہدہ، رضا، تسلیم، توکل اور انعام میں قناعت، شکر، رضوان پھر پھر
وہ حالات فنا و بقا کا رنگ دکھاتا ہے۔ غرض اخلاقی جواہرات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ولی اللہ
کو بھی اس مقام پر لا کھڑا کرتے اور اس کا کمال بڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فنا فی الرسول کا درجہ ملتا ہے
اب اس سے آگے ارتقا کا رنگ ہے یعنی ان مدارج کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انہی کی سیر نصیب
ہوتی ہے۔ حقائق دو قسم ہیں۔ حقائق انبیاء اور حقائق الٰہیہ۔

حقائق انبیاء میں سے پہلی **حقیقت ابراہیمی** ہے جسے خلت۔ اللہ والی دوستی اور محبت
سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اس مرتبہ میں اعراض عن الاغنیاء اور توحید اور پاک دلستعین کا اصل اور
بت شکنی کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے۔

پھر **حقیقت موسوی** ہے جسے محبت ذات الٰہیہ کا اصل سبب ہوا اللہ تعالیٰ کا بیان کرتے
ہیں۔ اس میں ادب اور اعلیٰ حالات اور نہایت درجہ کا شوق و عشق ذات الٰہی سے ہے۔ اطلاع آتی
ہے اور محبت حقیقی کی اطاعت میں فراعنہ و شیاطین سے مقابلہ کرنا اور ہر امر دین میں اعلیٰ درجہ
کی عملی ہمت دکھانی مقصود ہے نہ کہ صرف رونا دھونا اور کانپنا جو ابتدائی حالات میں ہوتا ہے۔

پھر **حقیقت محمدی** ہے جسے محبوبیت و محبت مرتبہ یعنی کامل درجہ کی محبوبی اور محبی
سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں موسوی حالات کیساتھ محبوبی بھی ہوتی ہے۔ یعنی رحمت الٰہی کا
ہر قسم کے سامان مراد دینی و دنیوی کا مہیا کر دینا۔ اور امور مقصود وغیرہ کی آسانیاں دکھانا۔ لن
ترانی والے جواب یہاں نہیں ملتے۔ اور ہیبت اک نقاب سے دکھائے جاتے ہیں۔ ولی کو
اس درجہ میں سیر و قیام عارضی یا استطرادی ہوتا ہے۔ اور ویسے ہی حالات طفیلی طور پر پیش آتے
ہیں۔

پھر **حقیقت احمدی** ہے جسکو محبوبیت کا درجہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں انکا کوئی نہیں
بلکہ دین و دنیا کی سب نعمتیں اور علو درجات اور مقام محمود و القاب و تحسین وغیرہ کرامات بخشے جاتے

اور اولیاء اللہ کو اس مقام میں محبوب قبی پکارا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب الیہم وھو علےٰ کل شئ قدیر وھو ارحم الراحمین۔

اس سے آگے حقائق الٰہیہ کے مراقبے ہیں۔

پہلا مراقبہ حقیقت کعبۂ ربانی ہے۔ اس سے مراد ہے کبریائی اور عظمت شان الٰہی۔ اس میں اشیاء کی مسجودیت اور بندگی اور اللہ اکبر کے معنے اور تکبیر کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور صاحب مراقبہ پر کھل جاتا ہے کہ اصل مسجود کعبہ نہیں۔ بلکہ اللہ اکبر وصف التکبر والتعالی۔ قبلہ صرف آئینہ تجلی کبریائی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسکے انوار سے ولی اللہ کی زندگی اور عظمت شان اور مرجع انام ہوتا ہے۔

پھر حقیقت القرآن ہے۔ اس سے مراد وسعت ذات اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کلام الٰہی خصوصاً قرآن کریم میں جو وسعت نظر آتی ہے وہ کسی اور صفت میں نہیں۔ علم الٰہی آئینہ ہے تمام اسماء و صفات و ذات باری عزاسمہ کا اور قرآن کریم آئینہ ہے علم باری جل شانہ کا۔ اور علم کی وسعت گو کلام سے بڑھکر ہے۔ مگر اسکا مستودہ کوئی خارج میں موجود نہیں۔ اسلئے حقیقۃ القرآن کو درمیان میں لیا گیا ہے۔ اور انسانی کمال بھی اسکے اتباع میں ہے۔ اس میں متشابہات مقطعات کے متعلق کھلتے ہیں۔

پھر حقیقۃ الصلوٰۃ ہے جس کی تعبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کمال وسعت ذاتی سے۔ اسکی وسعت حقیقۃ القرآن سے بڑھکر ہے کیونکہ قرآن اسکا ایک رکن ہے۔ اور اس میں عبودیت کے سب درجات ہیں اور یہ معبودیت کا پورا آئینہ ہے۔ گویا معبودیت مطلق کی ساری حقیقت اجمالی طور سے اس میں پیش نظر ہوتی ہے۔ واسجد واقترب۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتہم خاشعون اور الذین ھم علیٰ صلوٰتہم یحافظون۔ سب کچھ نماز ہی کی شان میں ہے۔

پھر حبّ صرفہ جس سے مراد محبت ہے۔ بغیر تعلق محب ہونے اور محبوب ہونیکے یہ ایک مقام ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف کا اور یہ ایک خاص صفت ہے

ذات ذات البرکات اقدس کی جو منشاء ہے تمام ظہور کا بلکہ خود اپنی ذات کی محبت ذاتیہ بھی اسی میں مخفی ہے۔ وہ مقام حقیقۃ الامر

پھر محبوبیت ذاتیہ مطلقہ کا مرتبہ ہے ہر ایک شے کا معبود ہو جیسے یہ مرتبہ حقیقت کعبہ سے بھی زیادہ وسیع ہے یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کا بھی منبع ہے۔

ایک مراقبہ قیومیت کا ہے۔ یہ ہے مقام خلافت۔ اس خلافت کا تعلق تصرف [illegible] غوثیت الکون والمکان کی طرح مخلوق سے نہیں بلکہ اس سے مراد اپنے طریقہ نقشبندیہ کے قائم رکھنے اور اسکی اشاعت کی طرف توجہ و ہمت باطنی اور دعائیں کرنے سے ہے اسکے اسکا نام انہوں نے قیومیت لکھدیا کچھ وظائف بھی ہیں، جو متفرق اوقات میں معین کئے ہیں۔ مثلاً استغفار ۵۰۰ بار، درود شریف اللھم صل علی سیدنا محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لک ۱۱۱ بار۔ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ ۱۱۱ بار وغیرہ ذالک

اس طریق میں توجہ و القاء حال کا اصل یہ ہے۔ کہ مرید جب یہ حالت طاری ہوتی ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے کہ میں صاحب حال ہو گیا ہوں۔ حالانکہ وہ صرف توجہ سے طاری شدہ حال ہے۔ یا مشق اور کثرت توجہ سے پختہ ہو کر ایک خیال حاوی ہو گیا ہے۔ ابتک کیونکہ ان حالات کے اثر بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں مگر ہمارا ارادہ اسوقت اسپر کوئی تنقیدی نظر ڈالنے کا نہیں

عمدۃ الاحکام بخاری و مسلم کی فقہی احادیث کا مجموعہ جس میں کل احکام طہارت نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج بیع۔ نکاح۔ طلاق۔ رضاع قصاص حدود۔ کھانے پینے کے مسائل قریباً آ گئے ہیں با اعراب تحت اللفظ ترجمہ۔ مبسوط حاشیے خوشخط قیمت اصلی [illegible] رعایتی [illegible] حضرت خلیفۃ المسیح چنانچہ آپ نے اسے مستورات کے درس میں بھی شامل کیا ہے۔

بقایا داران توجہ فرماویں۔ جن صاحبان نے تمام ۱۹۱۱ء کا چندہ سالانہ تشحیذ مرحمت نہیں فرمایا۔ وہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔

مینیجر

بدوں اتباع محمد رسول اللہ نجات نہیں

تہذیب الاخلاق جو سید احمد خان صاحب کی یادگار میں امرتسر دفتر وکیل سے ماہوار شائع ہوتا ہے اسکو اپنی اسلامی خدمات پر بہت کچھ ناز ہے مگر مجھ کو افسوس ہے کہ اس میں بعض مضامین ایسے بھی شائع ہو جاتے ہیں جو اسلام کی تعلیم کے صریح خلاف ہیں۔ منجملہ ایک یہ مضمون ہے جس پر جلسہ عالیہ احمدیہ کے رکن حضرت فاضل مولوی حافظ روشن علی صاحب کی عالمانہ تنقید فرمودہ تحقیق ہو گی مسئلہ [illegible] ابھی میرے زیر نظر ہے جس کا بہت غلط فیصلہ اس رسالہ نے کیا ہے اور مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ جمہور علماء کے خلاف اور پایہ تحقیق سے گرے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد اس پر میں بھی کچھ لکھ سکونگا۔

رسالہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۰ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ میں زیر عنوان تعلیم القرآن ایک مضمون نکلا ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ بدوں اتباع محمد رسول اللہ کے نجات ہو سکتی ہے گو کسی کتاب پر چلے ہاں اتنا خیال رکھے کہ محمد رسول اللہ بھی ایک نبی ہیں۔ اور اس امر کے ثبات کے لئے کچھ آیتیں پیش کی ہیں کلمۃ الحق ارید بھا الباطل۔ اسلئے ہم نے ارادہ کیا جو حکم اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنیوالا ہے۔ کہ اسکے مقابل میں ایک مضمون لکھیں جس کے دو حصے ہوں۔ اول کا عنوان تو یہ ہو کہ بدوں اتباع محمد رسول اللہ کے نجات نہیں۔ اور دوسرے میں اسکے دلائل کا جواب ہو۔

حافظ روشن علی

قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

انسانی تاریخ کا جب پتہ چلتا ہے۔ انسان کی ہدایت کے لئے اور اسکو مہذب بنانے کے لئے

ہمیشہ ہمیشہ شمس رسالت کی روشنی سے جدا ہوئی ہے عقل نے بدوں نور رسالت کبھی کسی منزل پر رہبری
نہیں دکھلائی کہ محبوب حقیقی کو اسنے پالیا ہو عقل نور رسالت کے بغیر ایسی اندھی ہے جیسے
آفتاب کے بغیر آنکھ جیسے آنکھ بڑی ضروری چیز ہے۔ اور تمام کاروبار اسی سے چلتے ہیں۔ اسکے
بغیر گذارہ نہیں۔ اسی طرح عقل بھی ہے۔ مگر جیسے آنکھ بیرونی روشنی کے بغیر کام نہیں دے سکتی۔ اور
کان بیرونی ہوا کے بغیر کام نہیں دے سکتے۔ اسی طرح عقل بھی تہذیب کی راہ میں روشنی کی محتاج
ہے۔ اللہ تعالے نے انسان کو اپنی راہ دکھانے کے لئے مختلف وقتوں میں اور مختلف ممالک میں
اپنے رسول بھیجے۔ اور رسالت کو اس پانی کے ساتھ تشبیہ دی جسکے بغیر زیست محال ہے۔ اگر
بارش رک جائے۔ تو تھوڑے ہی وقت کے بعد زمین کی رونق اور روئیدگی جاتی رہتی ہے
اسی طرح اگر ابر رحمت رسول کا سایہ انسان سے الگ ہو جاوے۔ تو دل کی زمین بالکل مردہ
ہو جاتی ہے۔ ہر ایک قوم میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا۔ کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ بَعَثْنَا
فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ
هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ ترجمہ۔ ہم نے ہر ایک امت میں ایک
رسول مبعوث کیا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور شیطان سے پرہیز کرو۔ سو اللہ نے رسول کے ذریعہ کسی
کو ہدایت کر دی۔ اور کسی پر گمراہی ہی جمی رہی۔ زمین کی سیاحت میں پھر بھی غور کیا کرو جھٹلانے
والونکا انجام کیا ہوا۔ یعنی جن لوگوں نے اپنی ہوا ہی پرستی کی۔ اور اس نور سے آنکھیں
بند کیں۔ کیا ان میں تہذیب کا نام و نشان بھی رہا۔ کیا وہ ہلاک نہ ہوئے۔ یا باوجود انسان ہونے
کے وحشی بندروں اور سوروں کی طرح نہ بنے۔ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ
اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ ترجمہ کیا منکرین رسالت پر یہ عیاں نہیں کہ آسمان بند ہوا۔ اور
زمین بند ہوئی ہم ہی کھولتے ہیں جبکہ ہر ایک چیز کی زیست پانی سے ہی ہے نظر آتی ہے

کیوں وہ ان کے ماننے پر مجبور نہیں ہوتے ”وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۔ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۔
أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا ۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ
زَبَدًا رَّابِيًا ۔ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ
زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۔ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۔ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ
جُفَاءً ۔ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۔ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ
اللَّهُ الْأَمْثَالَ“ ترجمہ: تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہوتی ہے جب ہم پانی اس پر نازل کرتے ہیں کیسی جلدی لہلہاتی اور بڑھتی ہے۔ اور ہر ایک قسم کے خوبصورت نفیس درخت اس میں اگ آتے ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی بادل سے پانی اتارتا ہے۔ پھر زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم نہایت عمیق ہے۔ بادل سے پانی اترتا ہے پھر ہر ایک وادی اپنے اندازہ کے موافق چلتی ہے پھر وہ سیلاب ایک جھاگ کو بھی اپنے اوپر اٹھاتا ہے۔ جو کہ ابھار اس پر غالب نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح جو سونا چاندی گرم کیا جاتا ہے۔ اسکے اوپر بھی اس پر جھاگ چڑھ جاتی ہے۔ آخر جھاگ خشک ہو کر زائل ہو جاتی ہے۔ اور نفع بخش چیز زمین میں رہتی ہے۔ یہ حق اور باطل کا سمجھانا ہے۔

(ب) ان آیات سے یہ ظاہر ہے کہ منکرین رسالت کو اللہ تعالیٰ یہ امور دکھلا کر رسالت کے ماننے پر انکی عقلوں کو مجبور کرتا ہے کہ پانی ہو کر مختلف وقتوں میں آتا ہے۔ اور مختلف زمین کے حصوں میں پڑتا ہے۔ اسکے بغیر اگر زمین اپنا فعل چھوڑ دیتی ہے۔ تو کیا بدوں ابر رسالت والوں کی زمین کبھی اپنا فعل کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت رہی ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف رسولوں کو بھیجتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں یہ ارادہ ہوا کہ ان تمام چشموں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرے اور بچھڑے ہوئے کو ملائے۔ اور تمام رسولوں کی تعلیمات کو اور تمام

ان نمونوں کو اس کامل انسان نے ثابت کرے۔ آپ کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا کہ پہلے انبیاء کے باغیچے بالکل خشک ہو چکے تھے۔ اور پہلے رسولوں کی تعلیمات اور نمونے کلاً کل قومیں اور علماء کر کے محو ہو چکی تھیں۔ کچھ تو ایسے زمانہ دراز کی طرح ایسے ہو گئے تھے۔ کہ ان کے دل میں نبوت و رسالت کا خیال تک نہیں آتا تھا اور کچھ ایسے بنے تھے کہ انکو خواب کی طرح کچھ یاد تھا اور بعض ایسے کہ وہ تحقیق رکھتے تھے مگر روشنی نہیں تھی کہ جس سے وہ کام لیتے ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ براعظموں کے رہنے والے اور جزائر کے رہنے والے انسانی آبادی چھوڑ کر حد اعتدال سے نکل چکے تھے۔ یہ ظاہری آفتاب تو ساری روئے زمین پر ایک پہر چھپا کر ہر یک رات نہیں رہ سکتا لیکن شمس رسالت نے ساری زمین سے آنکھ بند کر لی تھی۔ اس وقت جو پہلی شریعتیں تھیں بھول چکے تھے۔ تو تم کو یہ خطاب کرتا تھا جن کے پاس ابھی شریعت آئے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا انکو بھی یوں خطاب کیا گیا۔ کہ یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر ونذیر۔ ترجمہ۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا بھیجا ہوا آیا ہے وہ تمہیں روشنی دے جبکہ تمام رسولوں کی روشنی منقطع ہو چکی ہے کہیں تم بھی یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر آیا ہی نہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اہل کتاب میں کیسی کتنا بچا ہوا خیال کیا گیا ہو۔ ان پر بھی ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ وہ بالکل عہد رسالت کو بھول جائیں۔ اور ہمارے زمانہ کی طرح یہ کہدیں کہ کبھی کوئی روشنی ہوئی ہی نہیں۔ دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تمام رسولوں کا انقطاع ہو چکا تھا۔ یعنی ان کے وہ روحانی اثر جن سے وہ دوسروں کو ہدایت کرتے اور انکی وہ آتش جس سے وہ لوگ گرمائے جاتے وہ بالکل بجھ چکی تھی اور انکی اتباع میں کوئی چاشنی نہ رہا تھا اور انکے درخت ایسے پرانے ہو چکے تھے۔ کہ ان میں کوئی نئی شاخ نہیں نکل سکتی تھی۔ کیونکہ ہمیشہ پھل نئی شاخ کو آیا کرتا ہے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے ان مخلوق

فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ تمام خوبیوں کی جامع
وہ ذات ہے کہ جس نے فرقان یعنی حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والی کتاب کو اپنے بندے پر نازل کیا تو
تاکہ وہ جہانوں کے لئے ڈرانیوالا ہو۔ قل اللہ شہید بینی وبینکم واوحی الیّ ھذا القرآن
لانذرکم بہ ومن بلغ۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ ترجمہ کہ
کہہ دے۔ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس
اور اسکو بھی جسے یہ قرآن پہنچے۔ کہہ دے نوع انسانی میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ آپ
کو کیا بلند مقام کے دیا یعنی تمام جہان کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور یوں فرمایا۔ ھو
الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ وکفیٰ باللہ
شہیدا۔ خدا نے اپنے ایسے رسول کو سچے دین کیساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ کہ اسکو تمام دینوں
پر غالب کرے اور تمام دینوں کو اسکے ماتحت کرے۔ اور اسکے ساتھ ہمیشہ آپ کو وہ بڑے اس
سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو دین حضرت محمد رسول اللہ صلعم لائے ہیں۔ اسکے ماتحت کل دینوں نے چلنا
ہے۔ اگر کوئی دین اسکی ماتحتی نہیں اختیار کرتا تو وہ باغی ہے۔ وہ کسی عزت کے قابل نہیں۔
وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب ومھیمنا
علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق
(۱) وقل اٰمنت بما انزل اللہ من کتب وامرت لاعدل بینکم (۲) وما
انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (۳) صحفا مطھرۃ
فیھا کتب قیمۃ۔ ترجمہ۔ ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے۔ کہ جو سچ اسکے پہلے
کتابیں ہیں۔ انکی تصدیق کرے۔ اور انپر نگہبان اور حاکم ہو پس اسکی نازل کی ہوئی کے ساتھ
انکے درمیان فیصلے کرے۔ جو حق تجھے پہنچا ہے۔ اسکو چھوڑ کر انکی مرضی کے تابع نہ ہو۔ اور کہو کہ
جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے میں اسپر ایمان لاتا ہوں۔ اور تم سب میں انصاف کرنے اور حد
اعتدال پر لانیکے لئے میں مامور کیا گیا ہوں۔ اور یہ کتاب تجھ پر اسلئے نازل کی گئی ہے۔ کہ ان کے

مزخرفات کو مٹانے اور نیکو بنانے۔ ایسی کتاب ہے جو انسانی تصرفات سے بالکل محفوظ اور پاک ہو اور تمام ضروری مسائل اسی میں ہی موجود ہیں۔ ان آیات بینات سے کیا امر واضح نہیں کہ قرآن کے بغیر کوئی بھی مذہب اور کسی مذہب کا کوئی مسئلہ قابل قبول نہیں جب تک کہ یہ اسکی تصدیق نہ کرے اور اسکی مخالفت نہ کرے۔ اسکے بغیر کوئی فیصلہ شرعی فیصلہ نہ سمجھا جائے۔ اور یہی ہے جو تمام مذہب کو حد اعتدال پر لانیوالا ہے۔ نیز جس مذہب کو خدا تعالیٰ نے قیامت تک محفوظ رکھنا منظور ہے۔ اور جس کتاب کو زندہ رکھنا مقصود ہے۔ وہ انہیں صفات مطہرہ میں آگئی ہے

وہ ہی قرآن ہے کہ اک عالم ہے ؎ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ؎ مے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
مجھکو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا ؎ اب آسمان کے نیچے دین خدا یہی ہے

میں اس شخص سے پوچھتا ہوں جو روز روشن میں آنکھیں بند کرکے یہ کہتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ہوتے کوئی اور نبی بھی ہے یہ بات ہوتی۔ تو کیا رات میں تو مختلف ستارے نکلتے اور روشنی دیتے ہیں لیکن سراج منیر کے ظہور میں تو کبھی دوسرا سورج نہیں ہوا کرتا۔ کبھی دو سورج زمین کو دو سورج بھی ایک ہی وقت میں روشنی دیتے ہوئے دیکھے ہیں کیا اور سورج کے وقت میں کبھی کوئی ستارہ بھی دیکھا ہے؟ اور اگر دیکھا ہے۔ تو اسکا کیا فائدہ اور اسکی کیا روشنی۔ محمد رسول اللہ صلعم تو سورج ہے قمر منیر کے وقت میں بھی ستاروں پر شرم کی چادر پڑ جاتی ہے۔

کیا وہ شخص جو محمد رسول اللہ صلعم کے ہوتے ہوئے کسی اور رسول کا تابع ہوتا ہے۔ اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کا تابع ہوتا ہے۔ اسکی ایسی مثال نہیں کہ ایک شخص کو ایک رات میں ایک چھوٹا سا کمرہ روشن کرنیکے لئے ایک چراغ ملا جس میں تھوڑا سا تیل اور چھوٹی سی بتی تھی۔ کچھ رات تو وہ چراغ جلا۔ اور اسنے خوب روشنی دی۔ اور اسکا وہ کمرہ روشن رہا۔ پھر اسکا تیل ختم ہوگیا اور بتی جل چکی۔ تو اسنے کسی اور چراغ کی فکر نہ کی۔ بلکہ اسی چراغ کے پیچھے پڑا رہا یہانتک کہ اسنے اپنی باقی رات تاریکی میں کاٹی۔ جب سورج چڑھا۔ اور اسکی روشنی سے جہان کو گرمایا تو

لئے اپنے تمام دریچوں کو بند کیا اور کہا کہ مجھے تو یہی دیا کافی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ میں اپنے تمام کام کروں گا
یہ مثال ہے پہلے رسولوں اور شریعتوں کے مقابلہ میں محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم سے مراد آفتاب درخشاں کی
ہے۔ اور بتی سے مراد روشنی پانی ہو اسکے تابع ہے جو کہ اس تیل کے ذریعے روشنی کرتا ہے سورج
کے چڑھنے کے وقت جو اس دیئے پر گرا ہوا ہے کیا اسکو مجنون سمجھ کر پاگل خانہ میں نہیں بھیجا
جائیگا جب اسے کہا جائے کہ سورج سے روشنی لے۔ تو وہ کہتا ہے بیشک سورج کی بڑی روشنی
ہے۔ اور بہت اچھا ہے۔ لیکن ہم اپنے گھر کا دیا کیونکر چھوڑیں۔ خواہ اب وہ کچھ بھی روشنی نہیں دیتا
قرآن شریف نے اگر بصراحت یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ بدوں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع
کے نجات نہیں تب تو یہ کہنے کی شاید گنجائش ہوتی کہ باقی رسولوں کی اتباع بعد محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ لیکن جب قرآن اور محمد رسول اللہ بصراحت کہہ رہے ہیں کہ کسی انسان
کو اس خیال کو اپنے اندر جگہ دینا کیونکر ممکن ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ومن یبتغ
غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔ ترجمہ جو
شخص الاسلام کے بغیر کسی اور دین کو اختیار کرنیکی خواہش کرے سو ہرگز نہیں قبول کیا
جائیگا۔ اس سے اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں سے ہوگا۔ اس آیت سے واضح ہے۔ کہ وہ
الاسلام ہی ہے۔ جسکے بغیر کسی دین کو اختیار کرنا تو درکنار اسکی خواہش کرنا بھی دربار الٰہی سے
مردود اور آخرت میں سخت سزا دیتا ہے۔ اب یہی یہ بات کہ الاسلام کا لفظ قرآن شریف میں کن
معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ہم تو وہی لکھتے ہیں جو شارع علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جو
اس وحی کے شارح اور اسکے بیان کرنیکے لئے مامور تھے جنکے حق میں یہ آیت ہے لتبین للناس
ما نزل الیہم۔ ترجمہ تاکہ لوگوں کو کھول کر سنادے جو انکی طرف نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے
فرمایا ہے الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ و
تقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتحج البیت وتصوم رمضان۔ گواہی دینا
کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور نمازوں کو قائم کرنا۔ اور

زکوٰۃ کا دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا بھی فرمایا ہے۔ بنی الاسلام علیٰ خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت۔ اگر اسلام کے معنی صرف فرمانبرداری کے لیں۔ تو یہ ان معنی کے معارض نہیں۔ بلکہ یہ اس فرمانبرداری سے معین مراد ہے کیونکہ اگر فرمانبرداری سے معین مراد نہ بتائی جائے بلکہ اس مراد پر عامل کوئی نمونہ نہ ہو۔ تو اسکا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مطلق فرمانبرداری کا تو ایسا ہی صحیح ہے کہ نفس کی فرمانبرداری شیطان کی فرمانبرداری پر بھی اسلام ہی بنتا ہے۔ اور ایسی فرمانبرداری سے یا اسلام سے تو کوئی فرد بشر خواہ بدمعاش سے بدمعاش ہو باہر نہیں رہ سکتا۔ پس مراد فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم لے کے نیا کوئی رسول لیکر آوے۔ اسکے آگے گردن جھکا دو۔ یہی ہے جو کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور دیگر انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو وصیت کی ہوئی ہے۔ اس شخص کے حال پر اور بھی بہتر نہیں اسکی عقل پر جو کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی قدیم الایام میں فرمان آیا ہے۔ اُس کو تو مانے بیٹھے لیکن جب کوئی نیا پیغام بر آتا ہے۔ تو اسے کہتا ہے کہ آپ بیشک پیغمبر ہیں اور آپ بہت اچھے ہیں۔ اور آپکو ضرورت کے مطابق خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے لیکن ہمارے پاس پہلا فرمان موجود ہے ہم تو اُسی پر چلیں گے۔ اسکو فرمانبردار کبھی نہیں سمجھا جاویگا۔ فرمانبردار کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ جب فرمان آوے جو لیکر آوے۔ اُسی کو مانے جسکی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ فرماتی ہے۔ ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلعبون۔ ترجمہ کبھی بھی کوئی انکے پاس انکے رب کا نیا پیغام آتا ہے۔ اسکی طرف کان تو رکھتے ہیں لیکن اُسے لغو سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری دیکھنے کے لیے کچھ احکام بھیجتا ہے انہیں احکام پر چلنا جو کسی وقت میں آئیں۔ فرمانبرداری ہے کیونکہ اس وقت کی ضرورت ایسے ہی احکام کی مقتضی ہے پس ہم اصل آیت کے معنے کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ الاسلام کے

بغیر کوئی بھی دین ہو اس دین کی خواہش انسان کو ہو وہ اور خاسر بنا دیتی ہے۔ اسلام وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ اور جن امور پر اس کی بنا رکھی ہے۔

آیت ثانیہ جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ بدوں سید المرسلین کے اتباع کے نجات نہیں

قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِي لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلْأُمِّيِّ ٱلَّذِي يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (پ ۹ ع ۱۰)

(۲) قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ (۱) اس آیت شریفہ کا ابتدا موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو کہ انھوں نے طور پر اپنی قوم کو ہمراہ لے ہوئے کی تھی جس وقت کفارہ کی تجلی ہوئی اور زمین ہلی۔ اسے انکی قوم نے سنیں اور کہا کہ ہم آئندہ خدا کی آواز سننا نہیں چاہتے جبکہ سید المرسلین کے متعلق پیشگوئی موسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمائی کہ اگر تم اس کلام کو نہیں سنتے تو میں تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی پیدا کروں گا (کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸)

(۲) انعام آٹھواں پارہ ع

ترجمہ آیت۔ فرمایا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں پہنچاؤں اور میری رحمت نے ہر ایک

پھیر رکھا ہے۔ اس حالت کو میں بتلاؤنگا ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ کرینگے اور زکوٰۃ دینگے۔ اور ہماری آیتوں کو مانیں گے جو لوگ کہ تابع ہوتے ہیں۔ اس نبی امی رسول کے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھہراتا ہے سو جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ اور تعظیم و مدد کی۔ اور اس نور کے تابع ہوئے جو اسکے ساتھ اتارا گیا ہے نجات پانیوالے صرف یہی ہیں۔ کہدے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہوں۔ اس اللہ کی طرف سے جسکا راج آسمان و زمین میں ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں مارنا جلانا ہے۔ تم ایمان لے آؤ اس پر اور اسکے نبی امی رسول پر۔ صرف ایمان ہی نہ بلکہ اسکے **عملی طور پر پیرو ہو جاؤ**۔ تو تم ہدایت پاؤ گے۔ یہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں آئی ہیں۔ سو جو بینا بنے گا تو اسکا اپنا بھلا ہوگا اور جو اندھا ہی رہنا چاہے تو اسکا ہی برا ہوگا میں تم پر داروغہ نہیں۔

ان آیات بینات میں کم سے کم تین امر غور کرنیکے قابل ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ہی کے ماننے والوں کو بلکہ اس نور کے پیرو ہونیکو جو آپ پر اترا ہے۔ نجات کے لئے مخصوص فرمایا۔ اور نجات کا ان پر حصر کیا۔ جو بواسطہ ضمیر الفصل ہم۔ معرف باللام سے ظاہر ہے۔ اولئک ہم المفلحون۔ دوم یہ کہ اس رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین نے سارے جہان کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس امی رسول کو ماننے کے یہ معنی ہیں کہ تم اسکے **تابع ہو جاؤ**۔ تب تمہیں ہدایت پانیکی امید ہے تیسرا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ رسول کے پاس آیا ہے۔ وہ آنکھیں ہیں اور کسی نے بینا بننا ہے۔ تو انہیں کے ذریعہ بنے گا۔ انکے بغیر نہ جائے۔

ہم اس شخص سے جو کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کے ہوتے ہوئے کسی اور رسول کے اتباع میں برکت سمجھتا ہے اور اسے باعث نجات سمجھتا ہے ایک مطلب کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک مؤثر کا پتہ اسکے اثر سے لگتا ہے اور ہر ایک علت یا سبب کا پتہ اسکے مسبب سے۔ پس اگر آگے انبیاء کے بھی مثمرات اور فیضان اسی طرح پر جاری ہیں جیسے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو برس تک جسقدر ظاہر ہوئے ہیں صلحا اولیاء۔ اللہ کا الہام

پائے اے ہزاروں نے اپنے نفس کو بدیوں سے پاک کر دینے والے اخلاق رذائل سے لاکھوں کو مطہر بنا دینے والے نبی پر ہزاروں انوار غیبیہ کا کشف ہو رہا ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں محمدیوں کے ساتھ پیش ہوتے رہے۔ بے اتحاد پیدا ہوئے۔ غرض جو تاثیر ایمان کی ہوا کرتی ہے۔ اسی شان سے ہوا جس میں ہر بات میں ساتھ دستے ہیں ہم ہوں میں اور لہوت اور کنفوشس اور زردشت کو بیرو ڈرامہ میں لا کی نظیر دکھاؤ۔ اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کے ہاتھ لاکھوں شیر قربان ہیں اسی طرف ایک پرندگی کی تصویر دو کہلاؤ اگر شیر نیستان نہیں تو شیر قالین ہی سہی ؎

عجب نوریست در جان محمد	عجب لعلیست در کان محمد
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف	کہ گردد از محبان محمد
دگر استاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستان محمد
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را	کہ ناید کس بہ میدان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است	بیا بنگر ز غلمان محمد

اسلام کے روحانی اور چیتر سو برس سے مسلمان لیتے چلے آئے اتباع غیر سبیل المومنین موجب جہنم ہے۔

صادقوں کی روشنی مصنفہ صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب حضرت اقدس کی وفات پر جس قدر اعتراض ہیں ان کے دندان شکن جواب دوستی چکنے کا قدر ہے قیمت صرف ۴ر

نعم الحکم چودھری افضل صاحب کی بناء استاد انجمن کے مجموعہ تائید سلسلہ ۶ر

نجات اسلامی نجات کی حقیقت اور دیگر مذاہب کے طریق نجات کی تنقید صرف ۶ر

البرق شیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب جو حضرت فاروق کی ذات بابرکات پر کرتے ہیں کل قیمت ۸ر رعایتی ۶ر

Digitized by Khilafat Library

سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول

مصنفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ریویو

گذشتہ سے پیوستہ

لیکن قبل اسکے کہ ہم وہ حکمت و ضرورت بیان کریں چند ایسی باتیں ہم بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن سے معراج نبوی کی حقیقت کا سمجھنا آسان ہو جو قطعاً و نقلاً ثابت ہو۔ اور وہ باتیں یہ ہیں۔ (۱) خدا ہر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جیسا کہ آیت کریمہ ھو معکم اینما کنتم سے ظاہر ہے (۲) خدا انکے ساتھ ہمکلام ہوتا تھا جیسا کہ آیت وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی سے ظاہر ہے (۳) جبرئیل کو آپ اول دفعہ ہی بصورت اصلی دیکھ چکے تھے اور تمثیلی صورت میں جبرئیل ہمیشہ آپ کے پاس آتے رہتے تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ سے ثابت ہے (۴) عرش کوئی مستقل مخلوق شئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا کنایہ ہے (دیکھو) نسیم دعوت ملاحظہ ہو (۵) کرسی خدا کا علم ہے کرسیہ علمہ بخاری (۶) خدا نے حضرت موسیٰ سے من وراء حجاب زمین پر ہی کلام کیا۔ اسلئے لا نفرق بین احد من رسلہ کے مطابق معراج نبوی بجسد عنصری نہیں ہو سکتا۔ و اسکے لئے کوئی موثر پایا جاتا ہے۔

معراج نبوی کے کشفی ہونیکی حکمت و ضرورت حسب ذیل ہے۔

صحیح بخاری پارہ ثالث میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہا اُنہوں نے آفتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گرہن لگا سو آپ نے نماز پڑھی کہا لوگوں نے یا رسول اللہ ہم نے آپ کی جگہ پر دیکھا کہ آپ نے کچھ چیز پکڑی ہے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے پس فرمایا آپ نے میں نے جنت کو دیکھا سو اس سے میں نے ایک خوشہ کا ارادہ کیا۔ اور اگر میں اسکو پکڑ ہی لیتا تو تم اس سے جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے۔"

اور بخاری کے سی پارہ میں اسماء بنت ابی بکر سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ الفاظ

بیان ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا۔ کہ نماز کی حالت میں جنت اور دوزخ میرے قریب کی گئیں یہاں تک کہ اگر میں دلیری کرتا تو جنت کے میووں میں سے کچھ میوے تمہارے لئے توڑ لیتا۔ اور دوزخ اس قدر قریب کی گئی کہ میں نے کہا کہ اے میرے رب کیا میں انکے ساتھ ہوں اسی حالت میں ایک عورت کو دوزخ میں دیکھا جس نے بلی کو ایسا باندھ رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی تھی اس عورت کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔

پھر بخاری کے اسی باب میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور دونوں ہاتھوں سے مسجد کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا۔ البتہ میں نے اب جبکہ اس وقت سے کہ میں نے تمکو نماز پڑھائی ہے جنت اور آگ (دوزخ) کی صورت   اس دیوار کے قبلہ میں دیکھی ہے۔"

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ بہشت و دوزخ اسی زمین پر نماز کی حالت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئیں سدرۃ المنتہٰی کا بہشت کے پاس ہونا مولوی ابراہیم صاحب کو مسلم ہے پس جب بہشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی زمین پر نماز کی حالت میں پیش کی گئی۔ تو سدرۃ المنتہٰی کا اسی طرح پیش ہو جانا کیا مشکل ہے۔

لہذا عقل اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ شب معراج میں جو نظارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے۔ وہ کشفی نظارے تھے۔

اب ان کشفی نظاروں کی حکمت اور ضرورت بھی سن لیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی زمین پر کشفی طور پر ملکوت السموات والارض کی سیر کرائی چنانچہ آیت کریمہ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض ولیکون من الموقنین (سورۃ الانعام) اس پر شاہد ہے۔ اسلئے اقتضاء ضروری تھا کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زمین پر ہی ملکوت السموٰات والارض کی کشفی سیر کرائی جاتی چنانچہ ایسا ہی ہوا فضل الہی سے موقعہ پر یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس طرح اللہ تم

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک کشفی سیر کرانیکے متعلق فرمایا وکذٰلک نری ابراھیم اور حضور آگی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیر کشفی کے متعلق فرمایا لنریہ من آیاتنا۔ پس کچھ شک نہیں
کہ جس قسم کی رویت ملکوت السموات والارض کی ابراہیم کو پیش آئی اسی قسم کی رویت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نصیب ہوئی۔ مثال براہیمی معراج اور محمدی معراج میں جو فرق ہے وہ کتب
کے مطالعہ کرنیوالے سے پوشیدہ نہیں لیکن ناظرین شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے ترجمۃ القرآن پارہ
پانزدہم میں جو ایک تفسیری نوٹ بعنوان معراج اور اسکی حقیقت لکھا ہے۔ اس سے یہ فرق بہت
عظیم الشان اور لطیف رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور معراج کی حکمت اور ضرورت بھی روز روشن
کی طرح ظاہر ہوجاتی ہے۔ اسلئے اسکا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔

واقعہ معراج ایک رویا ہے۔ تو پھر رؤیا کے واقعات کی تفسیر علم الرؤیا سے کرنی چاہئے مگر
ان لوگوں نے جو مفسرین اسلام نے رویا نگاروں کی سنت کو نہیں دیکھا . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا معراج ایک کشفی نظارہ تھا جس میں آپ کی آئندہ تمام کامیابیوں کا نقشہ دکھلایا گیا تھا
اس علم کی اصطلاحیں اور لغات چونکہ اور ہیں۔ اسلئے انکے معنی اسی زبان کے محاورات پر کرنے
چاہئیں۔ اور اگر اس طریق کو مدنظر نہ رکھا جائے تو سخت غلطی کا احتمال ہے۔ پس اب میں ان
واقعات کے معانی علم الرؤیا کی لغات کے موافق ذیل میں اپنا کر دیتا ہوں۔ اور ناظرین کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کی طرف متوجہ کرتا ہوں وہ دیکھیں کہ کس طرح پورے پورے
ہوئے۔

رؤیا میں اگر دیکھے (۱) بیت المقدس۔ تعبیر عزت و کامیابی ہو اور تمام انبیاء کے علوم اس پر
کھولے جاویں وارث انبیاء بنے (۲) براق۔ گھوڑے پر (۳) دلیل ہے۔ اس امر کی کہ دین اور
دنیا کی بزرگی حاصل کرے۔ سفر کے بعد بڑا مرتبہ حاصل ہو (۳) رؤیا میں اگر دیکھے۔ جبرئیل علیہ
السلام کے لئے سفر کرنا امن پانا اور اعداء پر مظفر و منصور ہونا (۴) میکائیل بجا ئز کاموں کا حکم دے
اور ناجائز سے روکے اور عزت حاصل ہو (۵) آسمان اول پر چڑھنا۔ لمبی عمر کی دلیل ہے (۶)

آسمان سوم پر پڑھنا دنیا میں عزت و اقبال حاصل ہو (۵) آسمان چہارم پر پڑھنا قرب سلطان اور حصول سلطنت (۶) آسمان پنجم پر پڑھنا جزع فزع اور جنگ و مخالفت (۷) آسمان ششم میں پر پڑھنا انزول سعادت و جاہ حاصل ہو (۸) آسمان ہفتم پر پڑھنا علو قدر میں بے نظیر و بے مثل ہو (۹) آسمان کے دروازے کھلنا قبولیت دعا و حصول خیر و برکت کی دلیل ہے (۱۰) اگر رویا میں دیکھے (۱۱) اللہ تعالیٰ (۱۲) استجابت حصول عزت و طاقت دین (۱۳) نزول ارحم نصرت و مغفرت و توبہ (۱۴) اگر رویا میں دیکھے (۱۵) عرش عز و جاہ مرتبہ ریاست اور نجات (۱۶) اگر رویا میں دیکھے کرسی۔ علم صدق کی جئے (۱۷) لوح محفوظ کو دیکھے علم مومن اور مقبول الکلام ہونیکی دلیل ہے (۱۸) آدم علیہ السلام کو دیکھے بزرگی و دولت حاصل ہو۔ آدم علیہ السلام سے کلام کرنا تحصیل علم لدنی کی دلیل ہے (۱۹) عیسیٰ کو دیکھنا علیم ہونے کی علامت ہے (۲۰) زکریا کو دیکھنا حق تعالیٰ کی طرف سے توفیق خیر عطا ہو (۲۱) یوسف کو دیکھنا دلیل ہے کہ قوی رشتہ داروں سے اسپر ظلم کرینگے پر انجام میں شرف و بزرگی حاصل ہو اگر رویا میں (۲۲) ادریس کو دیکھے کامیاب اور بلند مرتبہ ہونیکی دلیل ہے (۲۳) موسیٰ علیہ السلام کو دیکھے اہل وعیال کے ساتھ ابتلا میں پڑے مگر بعد میں حال اچھا ہو جاوے۔ اور دشمنوں پر فتح پاوے اور اس ملک کا بادشاہ اور سرکش سردار ہلاک ہو (۲۴) اگر فرشتے رویا میں دیکھے دلیل ہے کہ بادشاہ باقبال ہو دین اور با دیانت ہو اور عالم پرہیزگار (۲۵) سورۃ فاتحہ رویا میں دیکھے کل وعدے پورے ہو جائیں (۲۶) شراب، خوشبو و خوش ذائقہ چیز روزی اور ستائش دین۔ علم نافع ذکر الٰہی (۲۷) شہد علم و دانش، فراخی روزی قرآن کریم (۲۸) دودھ فطرت (۲۹) مروارید علم و حکمت پہلوان تنومند ترقی دین و دیانت مال و دولت (۳۰) نخلیں امور حق و بعد اللہ تعالیٰ (۳۱) قطب کو پیر کر آب زمزم سے دھونا ترقی جسم و عقل کی علامت ہے (۳۲) ملاقات انبیاء علیہم السلام۔ اسکی امت میں ایسے لوگ ہوں جو انبیاء کے مثیل ہیں (۳۳) جنات کا آنا دیکھنا دلیل ہے کہ عظیم الشان لوگ اسکے ماتحت ہو جاویں ان واقعات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر جب ہم نظر کرتے ہیں۔ تو یہ تمام امور پورے ہوگئے۔ اس پر کوئی دہریہ طبیعت بھی اعتراض اور

انکار نہیں کر سکتا نہایت ہی اختصار کیساتھ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ واقعات کس طرح پورے
ہوئے اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کامیابی میں کیا شک ہے اور آپ پر کل انبیاء کے
علوم کھولے گئے۔ قرآن مجید کو فیہا کتب قیمۃ کا مصداق بتایا گیا دوم براق کے لحاظ سے دین اور دنیا
کی زینت کی آپ کو جو سفر عطا ہوئی یعنی ہجرت آپ کی تمام کامیابیوں کا پیش خیمہ ٹھیری۔ سوم دیا۔ تو
انبیاء کی کثرت کم بکثرۃ وقت علیہم فضیلت کی گئی اور آپ نے سب کی امامت اور شرف اور رشد کی کان
فضل اللہ علیک عظیما آپکی شان میں اللہ تعالے نے فرمایا اب اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا۔
چہارم جبرئیل کے رنگ سے آپ مکی بے امنی کی زندگی سے نکل کر امن میں آئے۔ اور پھر مدینہ میں
خود واقعات پیش آئے آخر تمام بدامنیاں امن سے مبدل ہو گئیں۔ اور عطا پنجم یعنی کامیابی
اور فتح و ظفر کہ آپ کی زندگی میں آپ کے دشمن ہلاک ہو گئے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا
اور اذا جاء نصر اللہ والفتح کی پاک صدائیں آچکی تھیں اور دنیا نے دیکھ لیا کہ
وہ فتح و ظفر آپ کو عطا ہوئی کہ دنیا میں کسی کو نہیں ملی ششم آپ نے میکائیل کو دیکھا جسکے
معنی تھے کہ آپ جابر ہو کر حکم کریں۔ اور برے کاموں سے روکیں جیسے یامرھم بالمعروف و
ینھٰھم عن المنکر آپ کی شان ہے تمام بدیوں سے آپ نے روکا اور منع کیا۔ اور تمام نیکیوں کی
ہدایت کی دلالت بھی جو آپ کی ظاہر ہے کہ صرف ترلیسٹھ سال کی عمر پائی۔ جو دوسرے تمام انبیاء کے
مقابلہ اعمار میں کم ہے اول علم و حکمت جو قرآن کریم کے ذریعہ دیا گیا۔ اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ آپکی
شان ہے دوم دنیا میں عزت و اقبال حاصل ہوا۔ وہ ایک ظاہر امر ہے سوم سلاطین کا قرب
بھی ظاہر امر ہے۔ آپ کے اتباع یعنی صحابہ کو سلاطین ہی بنا دیا۔ پھر جنگ و مخالفت آپ کی
جس قدر ہوئی ہے وہ بھی ظاہر امر ہے۔ غرض اس طرح پر جو کچھ آپ کو دکھایا گیا تھا وہ اسی
طرح پر پورا ہوا۔ پس یہ تمام واقعات آپ کی آئندہ زندگی کی پیشگوئیاں تھیں۔ اور اپنے اپنے وقت
پر وہ پوری ہو گئیں۔ یہ تھا اصل معراج اس پر کسی شخص کا کوئی بھی اعتراض انشاءاللہ نہیں ہو سکتا
آپکی زندگی آپ کے تمام واقعات اور حالات حجت نیرہ تھے اور ہیں دنیا کے لیے پس جس

رنگ میں مسیح کو سمجھا گیا ہے۔ وہ کوئی حجت پوری نہیں کرسکتے۔ اس حجابات میں داخل ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے علماء میں اختلاف پیدا ہوا۔ سرسید منکرین نے اس پر اعتراض بھی کئے لیکن جو کچھ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایک صاف امر ہے۔ اور آپ کی زندگی کا وہ روشن حصہ ہے۔ جو یہی معراج اور اسکی حقیقت ہے۔ اور کافی ہے سوچنے کو اگر دل کوئی ہے۔"

الرؤیا کی تعبیرات مذکورہ بالا میں اگر کسی کو تامل ہو تو وہ یاد رکھے کہ شب معراج میں آنحضرت کے روبرو جب دو دودھ پیش ہوا۔ اور آپ نے پسند فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل نے دودھ کی تعبیر فطرت اسلام سے کی تھی۔ معراج کے تمام واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کی تعبیر حضرت جبرائیل کی طرف سے ہوئی اور اہل حکمت الاشارہ کے مطابق یہ اشارہ تھا کہ اہل عقل باقی واقعات معراج کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے مطابق خود سمجھ لیں پس معراج نبوی کے کشفی ہونے کی حکمت وضرورت اب اظہر من الشمس ہوگئی۔ اور نادان علماء نے اس امر کو نہ سمجھکر جو معراج نبوی کو جسد عنصری ٹھہرایا تھا اس کی غلطی و بطالت اور انکے اصل وہم کی حقیقت کھل گئی۔ سر مشتی یہ کہے ہے ؎

ڈالو نہ جسد بہ فلک برشد ❊ سر در گویہ فلک در جسد در شد

(الٰی آئینہ۔ سید صادق حسین)

رسالہ گوشت خوری
گوشت کھانیکا جواز عقل ونقل سے آیات کے متعلق ہر پہلو ثابت کیا گیا ہے۔ مصنفہ منشی برکت علی صاحب قیمت اصل ٹکٹ ۲ فی جلد

ظہور المسیح
وفات مسیح کے متعلق مخالفین مسئلہ کے جس قدر اعتراض ہیں۔ انکے کافی جواب اور حضرت مغفور کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قیمت بجائے ۳ صرف ۲

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل
حقائق و معارف کا مجموعہ عارسالہ کے حساب سے تشحیذ جلد اول جس میں الہامات مرزا لشکر ایشناء الہ امرتسری کا جواب۔ تشحیذ نمبر ۱ جس میں کے مسیح و فتحات مندرج ہیں۔ تشحیذ نمبر ایک جس میں حضرت مرزا غلام احمد کا امام مہدی ہونا ثابت کیا گیا ہے مختصر و جامع مضمون ہر ایک نمبر کی قیمت ۲ ر ہے

معارف قرآن مجید

مقتبس از افاضات مولانا نور الدین ادام اللہ مجدہ
رب العالمین

مومن کبھی ذلیل نہیں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ عزت اللہ کے لئے اور اسکے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے منافقین ایسی باتوں سے بےعلم ہیں پس مومن کا پھر ذلیل ہونا غیر ممکن ہے مومن تو اسی دنیا میں بہشت پا لیتا ہے صحابہ کرام نے جب جاہلیت کے اعتقاد فاسدہ سے توبہ کی اور اسلام کے پاک عقائد پاک اعمال اختیار کئے تو سب سے پہلی جنت انکے لئے یہی تھی پھر جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو بھی انکے لئے جنت ہی تھی پھر جب مالک ہو کر مکہ فتح کئے تو ایک دنیا کے فاتح کہلائے تو بھی انکے لئے جنت تھی پھر جب دنیا سے کوچ کرتے ہیں پہلی منزل قبر ہوتی ہے جہاں انسان اپنے اعمال کے بدلے میں بعد الموت رہتا ہے ابھی۔ ہر مومن کو اصل جنت ملتی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیاں جنگ میں اپنے ساتھ لے جاتے دراصل آپ ان لوگوں کو یہ بتاتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل نہیں کرنا ورنہ جنگ جیسے خطرہ کا موقع ہے اور دشمن کے ہاتھ سے بیبیوں کا قید میں پڑ جانا یا اسی طرح ذلیل ہونا ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی وعدہ ہے وہ مومنین اعدا کو کوئی ایسا موقع نہیں دیتا۔

حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہو ... انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کے خلاف نہیں موت تو سبھی کو آتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ دنیا میں معزز و مکرم کون ہے وہ جنکی

نسل کا بچہ پیدا ہوتے ہی سید سردار کا لقب پاتا ہے یا وہ جس کے ہم پر کوئی اپنا نام بھی نہیں رکھتا، نہ کوئی منتسب کرتا ہے کہ میں کسی نسل سے ہوں جس کے نام کا قصہ قرآن مجید کی متعدد آیات کے پڑھتے ہوئے بھی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (پارہ دوم رکوع ۱۲ میں) واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل۔

احیاء موتی سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید کو بغور تمام مطالعہ کیجیے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صفات و افعال میں بے مثل ہے ویسی کشف جیسی ایک اللہ تعالیٰ کا احیا ہے ایک نبیا کا احیا ہے جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا احیا کیا ہے اور اسی سے مسیح کے احیا کی حقیقت کھل جاتی ہے لیکن اگر کسی کی اس آیت سے تسلی نہ ہو تو اسکے لیے پارہ ہشتم سورہ انعام رکوع ۱۵ کا ارشاد ہے او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا ہدایت کی اور معنوی زندگی یہاں صاف بتا دی ہے کہ دنیا میں مردہ کون ہے جو ظلمات میں پڑا ہے اور زندہ کون جس کے لیے نور ہے کہ وہ اس کی روشنی میں لوگوں میں چلتا ہے۔

کرمیوقوں کو نصیحت مومن کو چاہیے کہ وہ ہر ایک چیز سے کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل کرے گرامو فون کو محض تفریح کا ذریعہ سمجھا گیا ہے مگر انسان غور کرے تو اسکے لیے عبرت کا موجب ہے جس طرح ایک شخص کی آواز اس میں بند ہوتی ہے وہ پھر اسکے تمام الفاظ محفوظ ہو جاتے اور عام مجلس میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح اگر انسان یقین رکھے کہ کرام کاتبین اسکا ریکارڈ بھر رہے ہیں ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کے ماتحت پاس ہی موجود ہوتے ہیں اور اسکے اعمال و اقوال کا اثر ذرات عالم پر پڑ کر محفوظ رہتا ہے اور پھر وہ سب کچھ ظاہر ہوگا تو وہ کبھی ایسا جرأت نہ کرے وہ کام کرے جو خلاف شریعت ہو کیا کوئی شخص جسے یقین ہو کہ میری آواز گراموفون میں بھری جا رہی ہے کوئی ایسا

نقص پیدا ہوتا ہے جس سے اسلام پاک و خبیث ہونا ہرگز ظاہر نہیں۔ تو پھر باوجود یکہ کلام الٰہی میں نص صریح ہے۔ کہ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ وہ کیوں گندی باتیں کرے ایک دن آتا ہے کہ یہ سب کچھ ظاہر کیا جاوے گا۔ اس وقت جو ندامت و فضیحت ہوگی۔ وہ ایک شریف انسان کے لئے عذاب سے بڑھ کر ہے۔ یاد رکھو کہ جو کچھ ہم منہ سے بولتے ہیں۔ اسے محفوظ کرنے والے خدا کے فرشتہ موجود ہوتے ہیں۔ اور ہماری باتوں اور کاموں کا اثر ذرات عالم اور اعضاء انسانی پر پڑتا ہے قیامت کے دن گراموفون کی طرح یہ سب کچھ واپس ہوگا اور اس وقت فضیحت ہوگی۔ اگر پہلے ہی سے ہم نہ سنبھل گئے۔

تنزل کے اسباب اور اس کا علاج۔

مسلمانوں میں کسل ہے۔ خود پسندی ہے۔ خود غرضی ہے۔ چشم پوشی ہے۔ تفرقہ ہے۔ ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ تکبر اور دوسرے کی تحقیر ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ دعاؤں میں لگے رہیں۔ اسباب سے کام لیں اور پھر نتائج کے لئے اللہ پر بھروسہ کریں۔ خود پسندی اور تکبر چھوڑ دیں۔ وحدت اختیار کریں۔ نیک نمونہ کو دیکھیں۔ نمک کھانا سنوارنے والی چیز ہے لیکن اگر نمک ہی بگڑ گیا تو کھانے کو بجائے سنوارنے کے خراب کریگا۔ صدق و راستبازی سے پیار کریں۔ اتحاد و اتفاق کی طرف مائل ہوں۔ اپنے دکھوں اپنے مرضوں کا علاج قرآن مجید سے تلاش کریں قرآن مجید کو ہر امر میں حکم اور امام بنائیں عجز و کسل کو عبادت سے اسباب مہیا نہ کرنے اور مہیا شدہ سے کام نہ لینے سے اس سے بھاگیں مستعد ہو جائیں۔ کیونکہ مومن سست نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ کوئی خطرہ پیش آیا۔ صحابہ کرام میں سے ہوشیار لوگ فوراً اس طرف دوڑے گئے دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑا دوڑاتے ہوئے واپس آ رہے ہیں۔ پھر اور لوگ تو ایک ایک زرہ پہنتے تھے مگر آپ دو دو پہنتے۔ اس ایک بات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مومن کو کس قدر چست و ہوشیار رہنا چاہئیے مگر افسوس ہے کہ جو آجکل مومن بلکہ مومنوں کے پیشوا کہلاتے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ سست ہوتے ہیں۔ نہ اپنی اولاد کا فکر کہ کیا کھائیگی کیا پہنیگی۔ بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا سے کیا

سامان جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے، وہ عبارت ہے اس مال و سامان میں انہماک سے جو خدا سے غافل کردے، اور بے حقیقت کاموں میں لگا دے جیسے لہو و لعب کا مصداق قرار دیا۔ انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو الخ۔ اچھے کپڑے اچھے کھانے اور دین کے اسباب مہیا کرنے سے ... مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا تم کو دعویٰ ہے، ان کا تو یہ حال تھا کہ جب ایک جنگ میں بعض صحابہ کی غلطی سے مومنوں کے پاؤں اکھڑ گئے، تو آپ تن تنہا جس طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی بڑھے، اور انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب کا نعرہ لگانا شروع کیا دیکھو صاحب لڑائی ہے۔ تو مجھ سے بچے میں موجود ہوں۔ اگر کوئی بھاگ جائے میں میدان جنگ میں موجود ہوں، یہ تھا آپ کا استقلال، اور یہ تھی آپ کی ہمت، یہ تو نبوت کے وقت کا ذکر ہے اس سے پہلے بھی آپ نے نوجوانی کے عالم میں بے عدیل بیدار مغزی کا ثبوت دیا۔ آپ نے نوجوانوں کی ایک انجمن بنائی جس کا کام تھا مظلوموں کی حمایت۔ ایک مظلوم آپ کے پاس آیا جس کی شکایت سن کر، وہ بڑا آدمی تھا، کوئی اسے کہنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ آپ خود گئے اور کچھ ایسے دل نواز طریق سے تقریر کی کہ اس کا حق اسے دلا دیا۔ اسی طرح قیصر روم کی طرف سے ایک شخص مقرر ہوا کہ وہ جوڑ توڑ کر کے عرب پر قیصر روم کا اثر بڑھائے۔ اور یہ ملک اس کے قبضے میں آجائے۔ آپ نے تو اسے بھانپ لیا اور اس تجویز کو ناکام کر دیا، پس اے دوستو! تم اس نبی کی امت ہو تو ویسا ہی حزم و احتیاط، ہمت، استقلال اور محنت اختیار کرو۔ فلا تھنوا و تدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم۔

اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا لا اسئلکم علیہ من اجر۔ کہ میں اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ہاں مودۃ فی القربیٰ چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اس کے معنے کئے ہیں حضرت امام حسن و حسین و سیدہ فاطمہ سے محبت کرو۔ یہ بات تو بہت اچھی ہے۔ مگر مودۃ

کی ہے۔ اور اس وقت امام حسینؓ پیدا نہیں ہوئے تھے حضرت ابن عباسؓ نے اسکے تین معنے کئے ہیں کہ تمام عرب آپس میں خانہ جنگیاں چھوڑ کر اتحاد و محبت پیدا کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قوم میں رشتہ تھا پس آپ نے فرمایا ان خانہ جنگیوں کو چھوڑ کر وحدت اختیار کرو کہ اس میں بھی تمہارا ہی بھلا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں تمہیں اللہ کے نزدیک کرتی ہیں۔ ان کی محبت پیدا کرو اور انکے حصول کی کوشش کرو۔ اور میں تیسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کی محبت رکھو تینوں معنی صحیح اور پاکیزہ ہیں

ماکنت بدعا من الرسل جو لوگ پیچھے آتے ہیں۔ وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں کیونکہ پہلے لوگوں کے حالات ان تک پہنچ جاتے ہیں پس غفلت ان سے فائدہ اٹھا کر وہ ان غلطیوں میں نہیں پڑتے جن میں وہ پڑ کر ہلاک ہوئے بلکہ ان راہوں پر چلتے ہیں جن پر اگلے چل کر فائز المرام ہوئے حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی صداقت کی دلیل پیش کی۔ اور لوگو سوچو کہ مجھ سے پہلے کئی رسول ہو چکے ہیں خصوصاً بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان اپنے مثیل ہونے کی گواہی دے چکا ہے وشہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثلہ۔ اسکے منہاج پر غور کرو۔ تو میرا صدق کھلا پڑا ہے ہم صحابہ کرام سے بڑھکر خوش قسمت ہیں کہ ہم میں جو ولی اللہ آیا۔ اس سے پہلے ہزاروں اولیاء اللہ گزر چکے ہیں۔ ان کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ تمام دنیا کی رسالتیں علی کرم اللہ وجہہ پہنچ گئی ہیں مجوسیوں یہودیوں نصرانیوں۔ ہندوؤں کے پیغمبروں اور ان کے مذہب کی کتابیں مل سکتی ہیں پس ایسے وقت میں اگر کوئی تقوی سے لبریز دل لیکر غور کرے۔ تو اس فرستادہ الٰہی کی شناخت میں اسے کیا مشکل تھی۔ آسمان سے نزول کے معنے بھی الیاس کی پیشگوئی یوحنا میں پوری ہونے سے حل ہو چکے ہیں۔ ملاکی نبی باب ۴ آیت ۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔ اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹیوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کریگا۔ یہ پیشگوئی ہے اسکے پورا ہونیکا حال متی باب ۱۱ آیت ۱۴ میں پڑھو الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ انجیل متی

باب ۶ درس ۱۰۔۱۰ میں یہی مضمون ہے

پیشگوئی کا علم قبل از وقوع نہیں کھلتا

ہجرت سے چھٹے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خواب ہوا کہ ہم مع صحابہؓ مکہ میں گئے ہیں اور عمرہ کے بعد حلق کرا رہے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے پندرہ سو کے ہمراہ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ حدیبیہ کے پاس مقام فرمایا اور ادھر سے مکہ کے لوگ مقابلہ کو نکل آئے۔ آپ نے فرمایا ہم آپ سے لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ آپ ہم کو اجازت دیں کہ بیت اللہ کا طواف کرکے چلے جائیں۔ اس پر بڑا لمبا مباحثہ ہوا۔ آخر قرار پایا کہ ایک عہد نامہ لکھا جاوے۔ وہ شرطیں تھا۔ یہاں۔ ایک میں نبی کریم صلعم اور ان قبیلوں کے نام ہوں جو آپ کے ساتھ ہیں اور ایک طرف مشرکین اور ان کے ہمراہی قبیلوں کے نام ہوں۔ دوم یہ کہ اس سال آپ واپس تشریف لے جائیں اور آئندہ سال حج کے لئے آویں۔ آپ نے اسے منظور فرمالیا۔ عام طور پر صحابہؓ سے بہت اس پر راضی نہ تھے۔ سوم یہ کہ اگر کوئی ہم مشرکین میں سے مسلمان ہو جائے تو وہ آپ ہمراہ نہ لیجائیں۔ مدینہ میں رہنے دیں۔ اور اگر آپ نبی صلعم میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو ہمیں واپس دیا جائے۔ اسے بھی آپ نے مان لیا۔ حضرت عمرؓ خصوصیت سے اس پر گھبرا رہے تھے۔ چہارم یہ کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھنے لگے تو مشرکین مانع ہوئے اور کہا کہ ہم اگر آپ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں کرتے۔ یہ الفاظ چونکہ لکھے جا چکے تھے حضرت علیؓ کو ان کا مٹانا گوارا نہ تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود مٹا دیا۔ یہ چاروں شرطیں ایسی تھیں کہ صحابہ کو نہایت قلق تھا۔ ایسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ اب بتاؤ کہ اس پیشگوئی کا سمجھنا آسان تھا۔ ہرگز نہیں۔ مگر صحابہؓ نہایت سعید تھے وہ خدا کے وعدوں پر ایمان لائے تو منزل جزیل انعامات سے سرفراز ہوئے۔

ایمان بالغیب کے انعامات

اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک۔ شیعہ اس مقام پر غور کریں جو صحابہ کو منافق قرار دیتے ہیں۔ فعلم ما فی قلوبہم سے ظاہر ہے کہ ان کے دلوں میں بھی اخلاص ہی بھرا ہوا تھا۔ اور خیبر کی فتح (و

اثابہم فتحا قریبا (۲) بہت سی غنیمتیں ہیں و مغانم کثیرۃ یاخذونہا (۳)
سکینت کا نزول ہوا فانزل السکینۃ علیہم، ھو الذی انزل السکینۃ فی
قلوب المومنین سے ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ کے معنے حل ہوتے
ہیں۔ کہ تابوت سے مراد وہ دل ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے دلوں میں اس خلافت سے
اطمینان پیدا ہو جائیگا (۴) وکف ایدی الناس عنکم۔ لوگوں کی دست اندازی روک دی۔
لڑائی نہ ہونے دی (۵) صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی (ویہدیکم صراطا مستقیما) (۶)
پھر اسی صلح والی آیت کی وجہ سے (۷) واخری لم تقدروا علیہا قد احاط اللہ بہا اور ایسی
فتحیں جن کا ان حالات میں وہ اندازہ نہ لگا سکتے تھے۔

دیکھئے شرائط جو بوقت نقصان دہ اور موجب ہتک معلوم ہوتی تھیں۔ اس عظیم الشان
فتح کا موجب ہو گئیں۔ جو مسلمان مرتد ہوتا وہ آنحضرت کریم صلعم اور ان کی جماعت کے کام کا نہ تھا۔ اسکے جانے
سے انہیں کیا نقصان اور جو مشرکین میں سے مسلمان ہوتا وہ مکہ میں رہتا۔ تو وہ دوسروں کی ہدایت کا
موجب بنتا۔ پھر وہ شرط خود بخود کہ ابو بصیر مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ آیا۔ دو آدمی مکہ سے اسکو پکڑنے کو
روانہ ہوئے جب حضور رسالتمآب میں پہنچے۔ تو آپ نے حکم دیا کہ ابو بصیر کو لیجاؤ۔ اس نے بہت
عذر کئے مگر آپ نے فرمایا ہم معاہدہ کے خلاف نہیں کرینگے۔ راستے میں اس نے اپنے ساتھ
مشرکوں میں سے ایک کی تلوار لیکر ایک کو مار دیا دوسرا بھاگ کر مدینہ آیا۔ ابو بصیر بھی پہنچا۔ آپ
نے کہا تو لڑائی کرانا چاہتا ہے۔ میں تجھے واپس دونگا۔ وہ یہ سن کر وہاں سے بھاگ گیا
اور ایک جگہ پر ڈیرہ ڈال دیا۔ اب جو مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ کر آتا ان کے پاس آ جاتا۔ اور اسطرح ان کی
ایک بہت بڑی جماعت بن گئی۔ چونکہ وہ لٹے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اخراجات خوراک
وغیرہ کے لئے مکہ ہی کے قافلوں سے اپنا حصہ لینا شروع کیا۔ اس طرح پھر یہ شرط اہل مکہ مشرکین
کے لئے موجب ضرر ہوئی۔ اور وہ نبی کریم کی خدمت میں آئے۔ کہ آپ اپنے آدمیوں کو بلا
لیجئے۔ ہم اس شرط کو توڑتے ہیں۔

دوم ان خبر ستونکے لئے یکا فائدہ ہوا کہ خزاعہ جو نبی کریم صلعم کے حمایت میں تھے بنو بکر
وال نے حملہ کیا۔ اور مشرکین نے انکا خفیہ خفیہ ساتھ دیا۔ خزاعہ میں سے دو آدمی نبی کریم صلعم کے
حضور فریاد لیکر حاضر ہوئے۔ ابو سفیان نے بھی اپنا ایک سردار بھیجا کہ معاہدہ نئے سرے سے
ہو لیکن کہ میں اسوقت موجود نہ تھا اس طرح پر وہ معاہدہ آپ ہی انہوں نے اپنے عمل اور اپنے
قول سے توڑ دیا۔ اور نبی کریم صلعم نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی۔ اور اس طرح پر خدا
کا کلام انا فتحنا لک فتحا مبینا پورا ہوا۔ اور اسی فتح کے ذریعہ ثابت ہوا۔ کہ نبی کریم صلعم

فتح مکہ سے مشرکین مکہ کے گناہ معاف ہوئے

کی زندگی ہر قسم کے عیبوں اور الزاموں سے پاک ہے جو آپ
کی ذات سے منسوب کئے جاتے تھے۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم
من ذنبک وما تاخر کے یہی معنی ہیں۔ کہ تیری ذات پر جو الزام مکہ کی ہجرت سے پہلے
پیچھے لگاتے تھے وہ سب دور ہو جائیں اور سب مٹتے ہیں۔ کہ ان مشرکین نے جو تیرے گناہ
اسوقت کئے تھے۔ جب کہ تو ان سے بچی پہلے کہیں رہتا تھا۔ اور پھر وہ قصور جو اسوقت کئے جبکہ
تو مکہ سے چلا آیا۔ اس فتح کے ذریعہ اللہ تعالے انکو معاف کر دے چنانچہ جب وہ مشرکین پکڑے
حضور رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم
وھو ارحم الراحمین تم پر آج کے دن کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں بخشے۔ اور وہ رحم
کرنیوالا ہے۔

صحابہ کرام کا ذکر انجیل میں

اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا
یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم
من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ۔ وہ بت پرستوں یعنی کفار کا اثر قبول
نہیں کرتے ہاں آپس میں ایک دوسرے سے نیک متاثر ہوتے ہیں۔ تو انکو عبادت کرتے۔ اللہ کے
فضل و رضوان کا امیدوار پائیگا۔ فرمانبرداری کے آثار انکے چہروں سے ظاہر ہیں۔ دیکھو ۳۳
باب استثنا آیت ۲۔ خداوند کریم سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ

سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اسکے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے

اور **ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار**۔ اسکے لئے دیکھو متی باب ۱۳ آیت ۳۱-۳۲ وہاں لکھا ہے ایک اور تمثیل لایا کہ **آسمان کی بادشاہت** خردل کے دانہ کی مانند ہے جسے ایک شخص نے لیکر اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے پر جب اُگتا تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیاں آکے اسکی ڈالیوں پر بسیرا کریں

تصوف کیا ہے؟

اس سوال کا جواب مختلف صاحبوں نے دیا ہے۔ ان میں سے چند کے اقوال میں نقل کرتا ہوں

(۱) تمسک بالفقر (یعنی) صاحب دل کا نادار ہونا اور غرض اختیار کو چھوڑ دینا
۲- یکرنگ تعالیٰ کے ساتھ توجہ بغیر اسکے کوئی غرض متعلق ہو (جنید)
۳- حصول حقائق و یاس از مال متاع خلائق کا نام ہے (کرخی)
۴- حق کے سوا کسی دوسری چیز کی پرواہ نہ کرے یہ تصوف ہے۔ (شبلی)
۵- فقیر کی صفت یہ ہے کہ سکون نہ ہو نیکی وقت اور بذل و ایثار کرے۔ (ابو حسین نوری)
۶- فقیر وہ ہے جو فنا سے بایں خوف احتراز کرے کہ فنا اسکے فقر کو بگاڑ دیگی جیسے غنی فقر سے ڈرتا ہے
۷- فقیر ہے کہ صاحب فقر دل کسی کا مالک ہو نہ اسکا کوئی مالک ہو (ابو بکر مصری)
(۸) ہمارا یک امر کی فتح میں اللہ ہر ایک اور خلق سے الگ ہوا (رومگی)

۹۔ صوفی وہ ہے کہ نہ طلب اسے تھکائے، اور نہ سلب اسے جگہ سے ہلائے (ذوالنون مصری)

۱۰۔ صوفی وہ ہے کہ جب اس کے سامنے دو اچھے حال ہوں، تو وہ احسن اور بہت اچھے کے ساتھ ہو

۱۱۔ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف اور مستی و شوق سے پُر ہو، اور آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو اور سونا و مٹی اس کے نزدیک برابر ہوں۔

۱۲۔ اخلاق طبعی کی مفارقت سے دل کی صفائی اور صفات بشری سے افسردگی اور نفسانی خواہشوں سے یکسوئی اور صفات روحانی کے نزول اور علوم حقیقی سے تعلق اور شریعت میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام تصوف ہے۔

۱۳۔ ایک عورت نے ان کی تعریف عربی اشعار میں کی ہے جن کا ترجمہ یہ ہے

وہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ارادہ اللہ تعالیٰ کیساتھ متعلق ہیں اور ان کی ہمتیں کسی اور چیز کی طرف نہیں پہنچتیں۔ اس قوم کا مقصود ان کا مولیٰ ہے کیا ہی اچھا ان کا مطلب ہے۔ جو اللہ پاک یکتا کے لئے ہے دنیا ان کو نزاع میں نہیں ڈالتی ہے۔ اور نہ کھانے پینے اور دوسری لذتیں ان کے لئے موجب شرف ہیں۔ نہ انہیں نفیس و عمدہ پوشاک کا خیال ہے۔ اور نہ کسی اور سرور کا جو آبادیوں میں پایا جاتا ہے۔ ہاں وہ جلدی کر رہے ہیں ابدی دور دراز منزل کے لئے بس وہ سیل گاہوں اور گھاٹیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں بیٹھے۔

۱۴۔ صوفی ہمیشہ اپنے اوقات کدورت سے پاک کرتا رہتا ہے یعنی قلب کو کدورت نفس سے ملوث نہیں ہونے دیتا۔ یہی فکر کہ مدام اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب کبھی اس کا نفس جنبش کرتا ہے، تو وہ اپنے مولیٰ کی طرف گریز کرتا ہے

۱۵۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صوفیہ اہل صفہ کی نسبت سے ہے۔ جو رسول اللہ صلعم کے عہد میں چار سو آدمی کے قریب تھے جن کا کوئی گھر و کنبہ نہ تھا مسجد میں بیٹھے رہتے۔ کھیتی کرتے نہ دودھ دینے والے جانور پالتے نہ بیوپاری، پھر بھی محنت سے جی نہ چراتے۔ جن کو لکڑیاں جمع کیں، گٹھلیاں پھوڑیں۔ ان کو عبادت کرتے کلام اللہ سیکھتے اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ انہی کی شان میں

(ا) ہے ۱۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ (۲) واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغدوۃ والعشی

اسبابِ تنزّل اور ان کا علاج

اک باخدا بزرگ سے میں نے کیا سوال
دس بادشاہیاں تھیں الٹ کوئی گئیں تمام

پھر سب طرابلس بھی چھٹائی پر روم کی
اسکا سبب بتائیے میں حیراں ہوں بڑا
کیا ہم سے ہو نہ دور پروردگار الحق
یہ کیا ہوا کہ غیر کے قبضہ میں سبیل
مولی تھا جنکا۔ ان کا تو مولی نہیں رہا
ہو چکے ہمارے رت نگر ور بھی توقف
کہنے لگے حضور یہ آثار کا جوش
ورنہ قصور ہے یہ تمہارا ہی اے عزیز
حیف ہے تم میں کچھ بھی دیانت نہیں رہی
تم ہو گئے تمہاری وہ صحبت نہیں رہی
کیونکر ہو وہ نظر کرم تمہاری وہ دل نہیں
تقوی کے جانے جتنے تھے سب پاک ہو گئے

دیکھا حضور آپ نے ہم مسلموں کا حال
ماں رہ گئی ہیں ننگ حالیاں بچے تمام

وہ قوم جس رہی ہے جس کی بڑی دھوم تھی
گرداب میں پڑ کے جہاز انکے گر پڑا
دنیا میں بول بالا ہے اسلام کا سدا
دیکھو بھی حضور ہری مسلمان بن ذلیل
جنکا نہیں تھا کچھ بھی کبھی انکا ہو گیا
آیا ہے ہم پر کس قسم کا یہ الٹ پھیر
جاتے ہیں جسے شدت سے غم میں پرورش
اے کاش میری قوم کو کوئی آ رہا تمیز
اپنا کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ حقیقت نہیں رہی
شیطان کے ہیں ہمد کے پیارے وہ دل نہیں
جتنے خیال ہیں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک وہ تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے
تھی آپ نے چھوڑ دیا دین کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو
اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے
سب پر یہ کھل گیا ہے کہ رستہ نہیں یہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے
اس پر سے یہ شامت عصیاں جو آ پڑی
پھر کیا کہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا
ترکیب خوب قوم کو تم پر سبیل ہو
اور کیوں نہ ان پہ فضل خدا کی تکمیل ہو
اب بھی جو حبل حق سے کبھی اعتصام ہو
وحدت کا تقاضا ہے یہی اہتمام ہو
کرتے رہو دعائیں مسلمان تم بنو
علم و عمل میں کامل ہو باطن میں ایک ہو
ظاہر سکھایا جائے جو باطن میں ہے نہاں
باطن میں جو تمہارے ہے ظاہر رہی کرو
یہ چھوٹ یہ تکبر و تحقیر چھوڑ دو
یہ سستی و فضول کی زنجیر توڑ دو
تو پھر میں کیا یہ فلک بھی تمہارا ہے
انسان کیا ہے ایک ملک بھی تمہارا ہے
شمس و قمر نجوم مسخر تمہارے ہیں
اب اپنا کام بھیجیں گے جو حق کے پیارے ہیں
دھوکا یہ ہے کہ ہم بھی سمجھے ہیں
موتی تھے ابر قضا کے ٹوٹے ہیں
ہرگز نہ قوم دنگی میں کچھ لڑائیاں
غیروں کی زحمتی جا بنیگی ہوتی تھیں لڑائیاں
اب بھی مسیح پاک کے قدموں میں آ رہیں
اکمل کی ہے امید کہ ابھی دن پھریں
مومن جو بنکے نیک نمونہ دکھائیں گے
شاہان روزگار مسلمان ہو جائیں گے
پھر سلطنت ہماری ہے عزت ہماری ہے
شان و شکوہ و دولت و ثروت ہماری ہے
ہم میں سے جس کو دین و دیانت کی کچھ پڑی
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کے ستون
لوگوں کو وہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام و قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو ہیں کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

ریویو

اصلاح الایضاح | ابو العزیز شفیق نعیمی صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے جس میں غلط الفاظ کی تحقیق کے علاوہ ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکر آج تک جتنے الفاظ متروک کئے ہیں ان سب کا بیان ہے۔ علاوہ اسکے تعقید لفظی گریہ ذم کا پہلو تذکیر و تانیث جمع مفردات کے متعلق عمدہ عمدہ فوائد لکھے ہیں۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا کلام اغلاط و نقائص سے پاک ہو۔ وہ اسے منگوا کر ضرور پڑھیں حجم ۲۰ صفحات ۲۲ تقطیع قیمت مرسلہ کا پتہ دفتر [illegible] سیالکوٹ

ثنائی روسیاہی | جس میں حضرت مسیح موعود کے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے اشتہار کا بیان۔ اور تمام ان اعتراضات کا جواب ہے جو اس پر کئے گئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ سعادت اڈیٹر الحق کے حصہ میں مقدر تھی۔ آپ نے جس اعلیٰ طریق سے ثابت کیا ہے کہ وہ فیصلہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے حق میں ہے۔ وہ قابل داد ہے۔ لائق صاحب نے یہ بات صاف کر دی ہے کہ حضور مقبول نے کسی الہام الہی کی بنا پر پیشگوئی نہیں کی بلکہ دعا کے ذریعہ ایک استغاثہ بارگاہ الٰہی میں دائر کیا۔ اور ایک طریق فیصلہ پیش کر دیا۔ ثناء اللہ نے اسکے متعلق لکھا ہے کہ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں۔ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ مکذب کا صادق کی زندگی میں مرجانا مکذب کے کذب پر دلیل نہیں۔ بلکہ وہ اس کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ مر گئے تو کیا دیکھیں گے۔ پھر کیا بہترین فیصلہ ہوا ہے۔ کہ بر بنائے مسلمات مدعا علیہ ہوتے ہوئے خدا نے مکذب کو اسی راہ سے پکڑا۔ اور یوں صادق کا صدق ظاہر ہو گیا۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد کی ڈائری سے ظاہر ہے کہ یہ اشتہار خدا کے حکم اور منشا سے تھا۔ اور یہ دعا قبول بھی ہو چکی ہے۔ اور کہ مکذب کے انکار

مجریہ ۵ مارچ اپریل محمدیہ کے بعد بھی احمدی جماعت اور ان کا مریہ دعا فیصلہ کن جانتا رہا ہے جیسا کہ
بقول خصم و رسمی سنت ۱۹ کے بارے میں ثابت ہوتا ہے۔ ان دونوں اعتراضوں کا جواب مولوی قاسم علی صاحب
نے نہایت مدلل و مسکت خصم دیگر روشن دلائل کی طرح یہ بتایا ہے کہ اس ڈائری کو اور الہام اور حبیب
وقت الاطلاع کو اس آخری فیصلہ والے اشتہار سے کچھ تعلق نہیں۔ اور ایسا ہی یہ جو کہا جاتا ہے
کہ خدائی حکم ثناء اللہ کے انکار سے ٹل سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی دیا کہ خدائی حکم کہیں تھا۔ بلکہ یہ فیصلہ
چاہا گیا تھا کہ جو سلسلہ خصم کی بنا پر خصم پر حجت ہو۔ ۲۰ صفحے پر یہ کتاب ختم ہوئی ہے اور تین سو روپیہ انعام
مقرر ہے۔ اور اپنے پرزور دلائل اور لطیف طرز بیان کی وجہ سے اس قابل ہے کہ تمام احمدی احباب
اسکو منگوا کر پڑھیں۔ بحث کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا ثناء اللہ کسی دوسرے رسالہ میں بیان کریگے۔ قیمت ۵

مہرِ سکوت

یہ رسالہ ۴ صفحے کا سیکرٹری انجمن ہدایت الاسلام پانی پت نے شائع کیا ہے اس
میں انجمن اور سیتہ دیو جی کی آریہ سابق غلام جیو ملی سنگھ کی خط و کتابت درج ہے جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ ستان آریہ کا دعویٰ عربی و فارسی کے اعلیٰ فاضل ہونیکا بالکل ہیچ ہے۔ اور اپنے دعویٰ
کا کوئی ثبوت دے سکا۔ نہ انجمن کے کسی سوال کا جواب دینے کی جرأت ہوئی۔ اور یوں اپنے
کذب پر مہر لگا دی۔

قرآن کریم کی دعائیں

تمام دعائیں جو قرآن مجید میں درج ہیں۔ اس رسالہ میں درج ہیں۔ ترجمہ ساتھ ہے
اور اردو نظم ہے جس سے لطف دوبالا ہوتا ہے پہلے ایک جامع قصیدہ تصدیق النبی
نام ہے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ ثانی کے لئے درخواستیں آتی جاتی ہیں۔

فتح الرحمٰن

مالا بار میں ایک شہر ہے جس کا نام بیگا ڈی ہے وہاں کے فاضل مولوی صاحب اگر
بن علی احمدی ہیں۔ وہ پچھلے دنوں قادیان بھی تشریف لائے تھے۔ حضرت مسیح موعود سے بہت ہی
اخلاص رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے یہاں حضور کی شان میں چار قصائد لکھے۔ بدر سلطان
مبل قادیان۔ نشان الفرسان۔ قصیدۃ الصدۃ۔ اور ان سے پہلے ایک نثر ہے جس کا عنوان
لسان الصبیان ہے۔ آپ نے اس میں سلسلہ احمدیہ کی حقانیت کے متعلق دلائل دئے ہیں۔

عوام پسند سادہ دفتر تشحیذ سے بقیمت ۲ مل سکتا ہے اہل علم احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔

تفسیر پنجابی اس تصنیف عالم باعمل مولوی محمد عبد اللہ صاحب احمدی کھیوال نمبر ۲ کا پہلا پارہ تو چھپ کر ہوا۔ ترجمہ تحت اللفظ اسکے بعد پنجابی نظم میں تفسیر۔ مفسر صاحب گو ہمارے وسیع کے بزرگ ہیں۔ مگر میرا خیال ہے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پنجابی نظم میں انگریزی نظم کا رنگ پیدا کر کے اپنی بہت پسند طبیعت کا ثبوت دیا ہے۔ نمونہ واسطہ ہو پہلا مصرعہ ہے زمین وچ حضرت نبی کی بات کائی فراوانی دوسرا مصرعہ فرماتے ہیں تو بکر بیتی کافی۔ مولوی صاحب موصوف سلسلہ احمدیہ کے قابل رشک مخلص ہیں اور اپنے اندر تبلیغ حق کا جوش رکھتے ہیں۔ احباب قدردانی فرمائیں۔ تفسیر سورہ فاتحہ قیمت ۲ تفسیر پارہ اول قیمت ۸ ملنے کا پتہ سیٹھ خیر میگزین قادیان

نظام المشائخ رسول نما نمبر یہ رسالہ خواجہ حسن نظامی کی سرپرستی میں سید محمد ارتضیٰ واحدی کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے۔ **صفر و ربیع الاول** نمبر میں اول سے آخر تک حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر مبارک ہے۔ مختلف اہل قلم کے مضامین ہیں جناب محمد الواحدی نے ہجرت تک واقعات لکھے ہیں اور خوب لکھے ہیں۔ ایک روایتیں تحقیق طلب ہیں۔ انکا ایک فقرہ مجھے پسند نہیں آیا۔ فرماتے ہیں "عالم ظاہر میں آتے ہی آپ کو پہلی تعلیم جو آپ کو دی گئی وہ اصنام پرستی کی تھی"۔

روز بطحیٰ کا چاند دوسرے مضمون کا عنوان ہے جس کے عنوان میں امیر مطلوب احمد صاحب لکھتے ہیں۔ لوگوں کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ رہی ہیں کہ کہیں جناب مسیح کی آمد نہیں۔ پیر و مرشد دوست ہر جگہ یہ ہے کہ مسیح تو آ بھی چکا اور پہچاننے والوں نے اسے پہچان بھی لیا۔ مگر وہ جن کی نگاہیں آسمان کی طرف نہیں بلکہ زمین کی طرف گری ہوئی ہوں گی اور مادیات کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ وہ اس آسمانی نور کو نازل ہوتے نہ دیکھ سکے۔ اپنا اپنا انتظار ہے۔ وہ ان اہل کتاب کی قسمت میں ہر ایک کے حصہ میں ہیں جو ایک دیا کو آسمان سے اترتے دیکھنے کا ارمان دل میں لئے بیٹھے ہیں۔ **امی نبی** مرزا سلطان محمد صاحب شہود فلسفیا یہ مضمون ان کے خوب ہر قسم

سے انقلاب ہے۔ نیز میں آپ قوم کی موجودہ حالت اور موجودہ پستی کے دور ہونے کے واسطے صدق دل سے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ہمارے پیارے اکابر کا ہم پر یہ بہار کا موسم آ پہنچا ہے۔ مگر یہ بادی اپنے ہاتھوں بیابان ضلالت میں بھٹکتی پھرتی ہیں کوئی ہے جو ان کو راہ دے اور گلشن ہدیٰ کی راہ دکھا دے۔

عبدالرسل شیخ محمد حنیف نے اچھا مضمون لکھا ہے **حبیب و خلیل** بہت عجیب مضمون ہے۔ اور محمد سعید صاحب نے اس میں خوب موشگافی کی ہے خلیل حضرت ابراہیم کا لقب ہے و حبیب جناب نبی ﷺ کا حدیث و قرآن سے استشہاد ہے۔ گر شاعرانہ رنگ غالب ہے میاں حسن پھلواری نے کتب سابقہ کی بشارتیں عاشقانہ رنگ میں اور بطرز مرثیہ لکھی ہیں۔ فرید احمد عباسی نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا ایک مکالمہ حال کے رنگ میں لکھا ہے جس میں آپ عربی طرز معاشرت اور اصحاب رسول کی بے تکلفی و شیخ کا لحاظ رکھتے تو بہتر ہوتا۔ زیادہ لکھتے۔ رسول کا سچا ساتھی **سعید احمد مارہروی** کا مضمون ہے جو بلاغت مشحون ہے۔ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت منطقیانہ ثبوتوں کے ساتھ اچھا مضمون ہے۔ مگر آج کل کے طرز پر اس قسم کے استدلالات سے سیر نہیں ہوتیں **معراج رسول**۔ مقبول احمد آغائی نے حقتا [illegible] معراج کے جسد العنصری ہونے پر لکھا ہے۔ اگر معراج کی حقیقت اور ان ترقیات کا ذکر دیتے جن کا نظارہ آپ کو عین بیداری میں اس عالم کشف کے ذریعہ دکھایا گیا۔ تو بہت اچھا ہوتا۔ انکے دعوے کی تردید خود انہی کے مضمون میں موجود ہے۔ چنانچہ دنیٰ کے معنے ایک مفسر کے حوالے سے لکھتے ہیں دنیٰ محمد الی ربہ تعالیٰ یعنی قرب بقرب المنزلة لا بالمکان فانہ تعالیٰ منزہ عن ... معراج خواب ہرگز نہیں معمولی کشف بھی نہیں بلکہ عین بیداری میں تھا اور جسم کے ساتھ تھا مگر اسی طرح جس طرح خدا نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض دکھائی جاتی ہے۔ منظر فراق میں خواجہ حسن نظامی نے وفات الرسول کا سین خوب دکھایا ہے۔ آپ اپنی شاعرانہ ترنگ میں ایک غلو کر گئے ہیں جو آیات و احادیث کے بالکل خلاف ہے "جبرئیل جاتے ہیں اب نہ آئیں گے"۔ وحی و الہام کا سلسلہ تا روز قیامت جاری ہے۔ اور اسکی شہادت خواجہ حسن کے گھر

بھی لگ سکتی ہے۔ دوسرا محل تشحیذ کے اس شمارہ کا ایک مضمون مدینہ کا داخلہ ہے جس میں روضہ رسول کے حالات مندرجہ ذیل بعض دعوات کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے جنہیں سن کر ایک اسلام کے شیدائی کا دل گڑھتا ہے۔ نیز اس میں ایک دعا ہے جو روضہ اقدس کی جالی پکڑ کر کی گئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کی حالت زار درد انگیز پیرایہ میں دکھا کر آپ سے درخواست کرتے ہیں یا رسول اللہ کا سلسلہ بند ہو چکا جلد ہی ظہور فرمائیے۔ یہ ایک حسرتناک نظارہ ہے۔ جو تمام قوم کی زبان بلکہ خواجہ حسن نے ظاہر کی ہے حقیقت میں حالات کچھ ایسے ہی پیش ہیں اور آخر میں منصفانہ ملا طبقہ کی پیشگوئی بھی بتائی ہے۔ کہ وہ رسول آخری زمانہ میں مبعوث ہو۔ تو آخر زمانہ میں ابھی ہو میں خواجہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی درخواست منظور ہو چکی۔ اور ہم میں ایک نبی آیا جس نے کہا۔ اور ڈنکے کی چوٹ کہا نیز برابر ساتھ کے ساتھ کہا

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ۔ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

حسن نے اور اس نور کی روشنی میں نور السموات والارض کا جلوہ دیکھئے جو کوئی سے ظہور پذیر ہوا اس سے آگے ایک نظم ہے۔ عرب ولیس گراچ کا عجیب نظم ہے۔ رعب انصاری کی تنہ پارس اور صحیبہ لبالبی کا شعر و شعر جو کیفیت پیدا کرتا ہے وہ کچھ مجھ سے پوچھئے دل ہی جان سکتے ہیں غرض نہایت دلچسپ مجموعہ ہے یہ دیکھ کر کہ جب پہلی بار اس سیلاب تھا تو جب جوشیلے لباس نے کس رنگ میں اپنی تعداد اور کتاب سنت سے لوگوں کی راہ پیدا کرنے کی قابل الاعتراض روش کا ظہور کیا ہے۔ اس رسالہ کی سالانہ قیمت ۱۲ ہے۔ پتہ دفتر نظام المشائخ دہلی

الحکم کا ندوہ نمبر

شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر و موقعہ شناس سلیقہ ہونے کے ساتھ ہر دل عزیز احمدی احباب سے خراج تحسین لینے کا بڑا مستحق رکھتا ہے۔ آپ نے ندوۃ العلماء کے جلسہ پر تقسیم کرنیکے لئے الحکم کا ایک نمبر نکالا ہے جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارہ میں مضمون ذکر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کا وہ مکتوب بھی ہے جو آپ نے ایکبار ندوۃ العلماء کو لکھا جس میں خوب کھول کھول کر تبلیغ کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے

ودیہ کہ تمام فرقوں کے مسلمان مسیح موعود کے حضور ارادت و اخلاص کی نذریں لیکر حاضر ہوں۔ اور اسلام بھی وہی اسلام ہے جو احمدیہ سلسلہ کا اسلام پیش کرتا ہے باقی سب رد۔ ایک خط عربی میں المنار کے ایڈیٹر کے نام ہے جو مولوی عطاء الٰہی کی صدارت کے لئے مصر سے تشریف لائے ہیں جس میں حضور مقصود کی تعلیم ہے غرض یہ دلچسپ مجموعہ قابل دید اور قابل اشاعت ہے۔ یہ شیخ صاحب نے باوجود بڑی مالی مشکلات کے چند سو کاپیاں زائد چھپوائی ہیں جو مفت تقسیم کریں گے۔ احباب کو چاہئیے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اگرچہ شیخ صاحب نے پہلے اس بارے میں خواہش نہیں دی اور اتنا تا تاہم کرائی ثواب میں شامل ہونا چاہے۔ تو انکو اس میں کوئی عذر نہیں کہ وہ بھائی بھی اس سعادت حصہ لے لیں۔

سالانہ رپورٹ صدر انجمن نے اپنی پچھلی سالانہ رپورٹ یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء سے ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء تک یکم اپریل ۱۹۲۰ء کو شائع کی ہے۔ ہمارے احمدی احباب کے پاس پہنچ گئی ہوگی ضرورت ہے کہ اسکو بنظر استحسان مطالعہ کیا جاوے۔ اور جن مدوں میں کمی ہے اور سلسلہ کی جو ضرورتیں ہیں۔ انکو صحابہ کے رنگ میں مستعد ہو کر پورا کیا جائے۔ موقعہ ملا تو ہم بھی اس پر مفصل ریویو کرینگے

قطعات الیس اللہ بکاف عبدہٗ۔ وہ مشہور الہام ہے جو نہایت ہی محبت سے اعزاز کہتا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کا آفتاب سے زیادہ روشن نشان ہے۔ نہایت خوشخط ہے اور محمد یٰسین صاحب سہارنپوری قادیان نے دیدہ زیب رنگوں میں چھپایا ہے۔ سنہری۔ سرخ۔ سیاہ۔

عسل مصفی طبع ثانی احمدی لٹریچر میں یہ ایک کتاب ہے جس میں وفات مسیح اور حضرت امام مہدی کے دعاوی کے متعلق ہر قسم کے ثبوت کو دکھانے معتبر موجود ہیں۔ اور جس کے مصنف مشہور و معروف عالم مرزا خدابخش صاحب ہیں۔ اسکا پہلا ایڈیشن مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے۔ اب وہ مؤلف نے اس پر نظر ثانی کی ہے اور بہت سی ترمیم و اصلاح کے بعد اسے مرتب کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اسکا مسودہ پسند فرمایا ہے۔ لکھنے کے واسطے ایک خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ پریس عمدہ وسیع کا غیر

تصحیح | رسالہ تشحیذ بابت ماہ ماہ صفحہ ۱۲ سطر ۱۵ کے بعد تفسیر کبیر کی کچھ عبارت رہ گئی ہے جو یہ ہے۔ ان عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کان یکتب ھذہ الایات لرسول اللہ صلعم فلما انتھی الی قولہ تعالیٰ خلقا آخر۔ ناظرین اسکی تصحیح فرمالیں

شکریہ | ان صاحبان کا جنہوں نے خریدار دیے۔ منشی غلام حسین صاحب کلکتہ دو خریدار

(۲) سید حیات علی شاہ صاحب (ہزارہ) تین خریدار

(۳) سیکرٹری انجمن احمدیہ کلکتہ ایک خریدار

معاونین کا شکریہ | ۱۔ منشی محمد قاسم صاحب ۔۔۔ تین روپے سالانہ

۲۔ جناب شیخ محمد صاحب ۔۔۔

۳۔ خان زادہ محمد شریف خان ۔۔۔ چار روپے سالانہ

۴۔ چوہدری غلام حسین صاحب ۔۔۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اور ضمیمہ رسالہ کی تقطیع کے مطابق ۔۔۔ کی تقسیم کرائی ۔۔۔ فی صدی ہوگی۔ ۔۔۔ اور اس ۔۔۔ کے لئے ۔۔۔ فی صدی ۔۔۔

۔۔۔ اشتہار کا مضمون پہلے دیکھ کر منظوری دیں گے ۔۔۔ کو اختیار ہوگا جب چاہے کوئی اشتہار بند کر کے بقیہ قیمت واپس کر دے۔

جنگ بدر سے جنگ یرموک تک | ۔۔۔ تاریخ اسلام کے ۔۔۔ رسالہ ۔۔۔ شائع ہوئے ۔۔۔ تمام دنیا ۔۔۔ حضرت ۔۔۔

صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی سفارش ۔۔۔ جناب ۔۔۔ خریدیں ۔۔۔ تقریباً ۔۔۔ قیمت ۔۔۔ غلام ۔۔۔ ایڈیٹر تاریخ اسلام شہر سیالکوٹ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آگیا ہیضہ اور [illegible] کا آنا بھی ممکن ہے اس کے دفع کیلئے آسان علاج ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے جو ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد متلی کے [illegible] کو فوراً [illegible] ہے ہیضہ ایجنٹوں سے لیجئے مگر قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

عرق کافور

[illegible] برمن کا یہ عرق بنا ہے [illegible] کے رنگ کا ہے [illegible] بھی [illegible] سی آتی ہے وہ عرق ڈاکٹر برمن کا اصلی ہے [illegible] کے نامی [illegible] فروش سے [illegible] ہے [illegible] کے لئے [illegible] پیٹ کا [illegible] پیٹ میں [illegible] کم ہونا [illegible] کی علامت جلد دور ہوجاتی ہے قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible] گولی کی [illegible] بہت [illegible] پیٹ میں گرمی [illegible] نہیں ہوگی [illegible] معمول [illegible] اور کھانے پینے میں کچھ [illegible] نہیں ہوگی ۳۰ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں یہ گولیاں [illegible] میں گولیاں [illegible] کو ایک ڈبیا [illegible] چاہیے قیمت [illegible] ایک ڈبیا [illegible] محصول ڈاک [illegible]

دردِ سر یا گی دوا

[illegible] میں [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] میں اسکو [illegible] جیسے [illegible] رگوں [illegible] سے [illegible] ہوجاتا ہے [illegible] کسی وجہ سے [illegible] درد ہوجاتا ہے اسکے [illegible] قیمت [illegible] ایک شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر [illegible] تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

بابت ماہ مئی ۱۹۱۲ء

Digitized by Khilafat Library

[illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

ہماری زندگی [illegible] ہونی چاہیئے

نظم

معارف قرآن مجید

عبداللہ بن سبا

[illegible]

[illegible] حدیث

اجتماع [illegible]

[illegible]

ریویو

مینیجر رسالہ تشحیذ نے

قیمت [illegible]

[illegible]

[illegible] قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جناب [illegible] بخش صاحب احمدی	جناب پیر [illegible] صاحب	جناب ماسٹر [illegible]
جناب [illegible] حسین صاحب	جناب قاضی محمد اکرم صاحب	جناب [illegible]
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] امین صاحب	جناب منشی [illegible]
جناب میاں [illegible] بخش صاحب	جناب حکیم محمد اکرم صاحب	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible]	جناب [illegible] محمد صاحب	جناب ماسٹر [illegible]
جناب [illegible] احمد صاحب	جناب منشی کریم بخش صاحب	جناب [illegible] عبد العزیز صاحب
جناب میاں [illegible] صاحب	جناب میاں عبد الکریم صاحب	جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب	جناب میاں [illegible] صاحب
جناب عبد العزیز صاحب	جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب
جناب شیخ محمد اسمٰعیل	ڈاکٹر [illegible]	[illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب	جناب شیخ [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب	جناب محمد دین صاحب	جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] محمد صاحب	جناب [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] خان صاحب	جناب میاں [illegible] بخش صاحب	جناب ڈاکٹر [illegible]
جناب [illegible] فضل [illegible]	جناب میاں [illegible] حسین صاحب	جناب [illegible] عبد الرحمن صاحب
جناب منشی [illegible]	جناب [illegible] اسمٰعیل صاحب	جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible]	جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] دین صاحب	جناب [illegible] بخش صاحب
جناب منشی [illegible]	جناب شیخ [illegible]	جناب حکیم [illegible] صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۲ء

ہمیں سادہ زندگی بسر کرنی چاہیئے

ایک امت وسط، امت قائمہ شہداء علی الناس کہلانے والی قوم، آخرین منہم لما یلحقوا بہم کی مصداق ایک خشن پوش قوم کی جانشین بننے والی قوم کی زندگی نہایت ہی سادہ ہونی چاہیے دنیا کی دلفریب گو عارضی تجمل و شان کی قدر اس کی آنکھوں میں پر کاہ کے برابر بھی ہو تو افسوس کا مقام ہے۔ دنیا فانی دنیا کے ساز و سامان اس کی نظر میں کچھ بھی جچتے ہوں تو رب الاقوام کے کلام ہدایت التیام وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ان قسم کی آرائش دنیا کی چیزوں کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ تاکہ ہم آزمائش کی کسوٹی میں ڈالیں۔ اور تیرے پروردگار کا رزق اس سے اچھا اور پائدار ہے کے مطابق دینے میں کیا کلام ہے۔ یہ دولت یہ مال و منال یہ حشمت و جاہ و جلال کچھ شک نہیں کہ اسکا حقیقی وارث اسلام ہے۔ مگر اس افتادِ ثم رائت

تعیشاً وصدقاً کہیں دیا۔ پر ایمان رکھنے والے گروہ کے دل ہیں۔ اگر ذرا بھی اس کی عظمت ہو، اگر کچھ بھی اس کی محبت ہو، تو یہ حال موجب رنج و ملال اور یہ نام باعث حزن و آلام ہے۔ وہ جہان کا بادشاہ جس کے نام نامی پر تیرہ سو برس گزرنے پر بھی بڑی حیرت انگیز قیامت خیز فرمانروائی ہے۔ کہ بڑے بڑے پرسطوت و شوکت شہنشاہان زمین اس کا نام لینے پر تختوں سے اتر کر اپنے لئے موجب فخر و مباہات بلکہ ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ اور جس کی ابدی سلطنت اور روحانی بادشاہت کا نقارہ تمام اسلامی دنیا میں پانچ پہر بجایا جاتا ہے۔ اور جس کی شان میں لولاک لما خلقت الافلاک فرما کر خالق پاک نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ سب کچھ اسی ذات بابرکات کی طفیل منصۂ ظہور میں آیا جب اس کے متعلق تحریر میں الفقر فخری کا تمام جہان کی نظروں میں چکا چوند ڈالنے والا درخشندہ ہیرا جلوہ گر ہے۔ اور جب اس کی کتاب حکمت کا دیباچہ اس دعا سے شروع ہوتا ہے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ (ابن ماجہ) کی کیا ہم بھولتے ہیں (۱) ما اعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رغیفا مرققا حتی لحق باللہ ولا رای شاۃ سمیطا بعینہ قط۔ میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی دیکھی ہو۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوا اور نہ مسلّم بھنی ہوئی بکری۔

(۲) مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم مُنْخُلًا مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَہُ اللّٰہُ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ قِیْلَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ غَیْرَ مَنْخُوْلٍ قَالَ کُنَّا نَطْحَنُہٗ وَنَنْفُخُہٗ فَیَطِیْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِیَ ثَرَّیْنَاہُ فَاَکَلْنَاہُ (رواہ البخاری) سہل کہتے ہیں رسول اللہ نے چھلنی نہیں دیکھی یہاں تک کہ وفات فرمائی۔ پوچھا گیا۔ بے بن چھنے جو کس طرح کھاتے تھے۔ جواب دیا ہم پیستے اور پھونک دیتے جو اڑ جاتا اڑ جاتا۔ جو باقی بچتا گوندھ لیتے۔

(۳) حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کَانَ یَاْتِیْ عَلَیْنَا الشَّھْرُ مَا نُوْقِدُ فِیْہِ نَارًا اِنَّمَا ھُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنْ نُّؤْتٰی بِاللُّحَیْمِ۔ متفق علیہ ایک ایک مہینہ گذر جاتا تھا۔ اور ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی بس کھجور اور پانی۔ ہاں کسی دن گوشت آ جاتا تو خیر۔ بہر کیف

ما شبع آل محمد من خبز الشعير يومين متتابعين حتى قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ اہل بیت کا وفات رسول اللہ صلعم تک یہ حال تھا کہ دو دن متواتر پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔ اور نعمان بن بشیر گواہی دیتے ہیں۔ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ (مسلم) میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ردی کھجور اس قدر کہ پیٹ بھرے نہیں پاتے تھے۔ پھر ایک اور صحابی کی شہادت ہے کہ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صلعم عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ (ترمذی) ہم نے رسول اللہ کے حضور اپنے پیٹوں پر پتھر باندھے ہوئے دکھائے اور بھوک کی شکایت کی۔ تو آپ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے دکھائے۔ یہ تو کھانے کے متعلق آپ نے سنا۔ اب ذرا لباس کی کیفیت سنئے۔ ابو ہریرہ راوی ہیں۔ اور بخاری و مسلم دونوں میں یہ حدیث مذکور ہے۔ اخرجت الينا عائشة كساء ملبدا وازارا غليظا فقالت قبض روح رسول الله صلعم في هذين۔ حضرت عائشہؓ نے ایک چادر پیوند لگی ہوئی اور ایک تہ بند موٹا دکھایا کہ ان دونوں میں رسول اللہ صلعم نے وفات پائی۔ اور دوسرے گھر کے ساز و سامان کی نسبت بھی ارشاد نبوی آویزہ گوش ہوش ہو۔ عن جابر ان رسول الله صلعم قال فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان (مسلم) فرمایا۔ ایک بستر مرد کا، اور ایک بیوی کا، ایک مہمان کے لئے۔ چوتھا شیطان کے لئے۔

تو پھر اے میرے دوستو! اے میرے پیارے بھائیو اور عزیز بہنو! ہم جو اس سرکار کا طوق غلامی اپنی گردنوں میں رکھنا موجب عزو شرف جانتے۔ اور اس کی پاکیزگی کو اپنے لئے اسوہ حسنہ مانتے ہیں۔ اگر بابو جو دس پندرہ روپے تنخواہ ہونے کے ہمارے ناشتہ کا خرچ تو دس آنے روز ہو۔ یا ہم اپنے لباس کو نامکمل سمجھیں جب تک مرحوم کے لئے دس

پہننے قمیص اور پاجامے دیکھوں تو کس قدر افسوس و شرم کا مقام ہے۔ کیا اس صورت میں ہم صحیح معنوں میں اس خستہ پوش قوم کے جانشین بن سکتے ہیں جس کے افراد مقدسہ کے حالات اگر میں تفصیل سے سناؤں تو حیران رہ جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی کریم کے حضور ایک جماعت رہتی تھی جسے اصحاب الصفہ کہتے تھے۔ ابو ہریرہؓ ان کی حالت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ستر آدمی تھے مگر چادر کسی کے پاس بھی نہ تھی بس یا تہہ بند یا کملی وہ بیچارے اسی کو بھی رسی کے ساتھ اپنے گلے میں باندھے پھرتے تھے۔ نصف پنڈلی تک یا ٹخنوں تک کپڑا پہنچتا تھا پھر اس ڈر سے کہ بے ستری نہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے سمیٹے رہتے تھے۔ یہ حدیث بہت معتبر ہے اور بخاری میں موجود ہے۔ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ۔ اللباس یا لباس کو اپنی زندگی کا ماحصل بنانے والے اور بالضرورت اعلیٰ درجہ کے لباس کو اپنے سرمایۂ افتخار یا اعزاز سمجھنے والے ذرا اس پر نظر ڈالیں کہ یہ ایک مقدس گروہ تھا جس کا کام صرف مسجد میں بیٹھ کر قرآن یاد کرنا تھا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ فارس و روم و مصر و شام کے فاتح بھی اسی قسم کا لباس رکھتے تھے اور وہ اپنے معمولی لباس کے ساتھ شاہی درباروں میں اس جرأت و دلیری کے ساتھ گئے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ سب سے بڑے فاتح تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کھجور کے بورئیے پر لیٹے تھے جس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر لگ رہے تھے۔ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ۔ عرض کیا حضور دعا فرمائیں کہ امت کو کشائش حاصل ہو۔ اہل فارس و روم کیسے ساز و سامان رکھتے ہیں۔ وہ خدا کے پرستار نہیں۔ تو آپ نے کیا مست کر دینے والا فقرہ فرمایا۔ اما ترضیٰ ان تکون لهم الدنیا و لنا الاٰخرة۔ کیا تو راضی نہیں

ان کے لئے دنیا ہو اور تمہارے لئے آخرت ہو اور یہی ہے۔ پھر اسی پاک رسول کے
غلاموں میں سے ایک غلام نیک فرجام۔ اسی حدیث کا راوی حضرت عمرؓ کا جب بیت المقدس
کے قلعہ کی چابیاں رومی الطریق کے استدعا واتی کے مطابق اپنے دست مبارک میں لینے کے
لئے گیا۔ تو آپ جانتے ہیں کہ وہ شام اور فارس کا فاتح شاہ عرب جانشین مصطفےٰ کس ساز
وسامان کیساتھ روانہ ہوا۔ سنئے ایک تھیلی ستو کی بھری۔ ایک کھجوروں کی اور ایک برتن لکڑی کا
لے لیا۔ اور ایک مشکیزہ پانی پینے کا اپنے ہمراہ ایک غلام لیا۔ اور اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ کسی نے
حفاظت کے لئے باڈی گارڈ ہمراہ لے جانے کے واسطے عرض کیا۔ کہ آپ نے لَنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا
مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ سنا کر سب کو خاموش
کر دیا۔ ہر منزل کا نصف رستہ خود اونٹ پر سوار ہوتے۔ اور نصف غلام کو بٹھاتے۔ اور اس بات
کی بھی پرواہ نہ کی۔ کہ بیت المقدس کے قریب غلام اونٹ پر سوار ہے اور آپ نکیل پکڑے جا
رہے ہیں حضرت ابو عبیدہؓ نے درخواست کی کہ آپ کا لباس پھٹا ہوا ہے۔ اور پیوند لگے ہیں۔
ذرا تبدیل فرمائیں۔ اور گھوڑے پر سوار ہوویں۔ آپ نے ان کی خاطر سے منظور فرمایا گھوڑا ہی
ذرا چلا تھا اور بوسیدہ پیراہن زیب تن کر لیا۔ اور فرمایا لاؤ میرا اونٹ۔ باوجود اس سادگی
کے لوگ آپ کی رعب وہیبت سے کانپتے تھے جس سے کم از کم یہ تو واضح ہوتا ہے کہ شان و
شوکت۔ رعب وہیبت۔ کوئی زرق برق لباس پر منحصر نہیں۔ بلکہ یہ تو اللہ کا عطیہ ہے۔ جسے
چاہے دے۔ اور سنئے۔ ایرانی افواج کا سپہ سالار رستم صلح کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے مسلمانوں
کی امن پسندی و صلح جوئی کی چوٹ باوجود آثار غلبہ و فتح کے اس کی درخواست منظور کر لیتی ہے
وہ ایک شاندار دربار کا اہتمام کر کے مسلمانوں پر رعب ڈالنا چاہتا ہے چنانچہ مسند و اور مرصع قالین
بچھائے جاتے ہیں۔ مسند میں تخت رکھی ہے۔ ایرانی امرا لباس فاخرہ زیب تن کئے بڑی شان
وشوکت سے اپنے اپنے درجہ و مراتب کے مطابق نیچے بیٹھے ہیں۔ ادھر سے ایک مسلمان گھوڑے
پر سوار پھٹے پرانے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے دربار میں پہنچتا ہے۔ ایرانی کیطرف اس کی

سادہ زین۔ لکڑی کی رکابیں اور کھجور کے پتوں کا نیام اور ایسا ہی ایک ترکش دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی آزادی نامانوس بے پروائی پر نظر کرکے حیران ہو رہے ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر وہ اپنے نیزہ کی انی سے ان کے قیمتی قالین کو چھیدتا ہوا تخت کے پاس پہنچتا ہے اور اس بیباکی سے گفتگو کرتا ہے کہ سپہ سالار افواج سے کچھ جواب بن نہیں آتا۔ پھر ایک کامل خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا واقعہ آپ سن چکے ہوں گے عید کا دن ہے بیوی کہتی ہے آج تو بچوں کو نئے کپڑے پہنوا دو۔ آپ فرماتے ہیں میری تنخواہ میں گنجائش نہیں۔ اگر کل تک زندہ رہنے کی ضمانت دے سکتی ہو تو کل کا وظیفہ آج نکلوا سکتا ہوں۔ یا انہیں ان کے رعب و داب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سن لیا آپ نے یہ تھے آپ کے اسلاف۔ اب ہم جو ان کے اخلاف ہیں، ہمارے لئے تو وہی اسلاف سے کچھ ضروری ہے یا نہیں کہ ہم اپنے نمونے سے تمام اقوام عالم کو جو زینت ظاہری پر مرتے ہیں جس کی علت غائی فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ میں مال و اولاد دنیاوی زندگی میں انہیں عذاب دینے اور سکرات کو مزہ چکھانے کے لئے گئے ہیں اور جس کا انجام ہی کلام ربانی علام ان الفاظ میں بتا چکا ہے۔ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا دکھا دیں کہ حقیقی راحت ابدی آرام کی کامیابی واقعی اعزاز واکرام ایمان و عمل صالح پر ہے نہ کہ زرق برق لباس اور زبان کو چٹخارے دینے والے مزے کو ضیعت کرنے کھانے پر اور بقدر ضرورت سادہ اسباب پر، اگر ہم موٹے کپڑوں میں اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دس پندرہ جوڑے ہی بنائیں۔ اگر ایک معمولی کھدر کی سلائی سے لباس زیبائی سے ہو تو آپ کے ارشاد واجب الاتباع کی تعمیل ہو سکتی ہے۔ تو ویکن کے کارخانہ میں آرڈر دینے سے کیا فائدہ۔ اگر ایک معمولی امام کا بوٹ ہمارے پاؤں کو بے خطر چلنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ تو کیوں خواہ مخواہ ڈرسن کا بوٹ پہنیں جبکہ ہماری تنخواہ بیس تیس روپے سے زیادہ نہیں مجھے تو اس انوکھی

تہذیب پر حیرت آتی ہے کہ ایک شخص رومال سے پاؤں لپیٹ کر اپنے بستر پر بیٹھا ہے اور باہر نہیں نکلتا کہتا ہے مجھے جرابیں اور جوتے ہوں بھی دس آنے کی چپلیاں پہن کر نکلتے شرم آتی ہے۔ یعنی آیت حجاب میں عورتوں کا کیا مذکور، مردوں کے پاؤں بھی ستر میں شامل ہونے چاہئیں تبھی جب تک شیونگ نہ ہو باہر کسی سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ نہانے کے لئے جب تک حمام نہ ہو جہاں گرم پانی تولیہ اور ایک روپیہ والے صابن کی ٹکی موجود ہونی چاہیئے آپ نہا ہی نہیں سکتے۔ کھانا حلق سے نیچے ہی نہیں اترتا جب تک کسی ہوٹل میں فرش نہ ہو۔ شرم کی بات ہے۔ اگر ہم آزادانہ کھلا کر اپنے تئیں اسقدر پابندیوں میں ڈال لیں۔ اور ڈوب مرنا چاہیئے اسقدر حرکات پیدا کر لینے پر کہ ہماری حیثیت تو ہو معمولی، اور آمد ہو قلیل، توقعات ولایت پھر کوئی چیز ہے۔ لیاقت خود اٹھانا یا کوئی سادہ کھانا یا کوئی پیوند لگا ہوا تو کجا معمولی لباس پہننا اپنی ہتک عزت کا موجب سمجھیں۔ کوئی نکاح ہو جس کا انصرام حسب سنت نبیرالانام چند آنے کے چھواروں میں ہو سکتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ جب تک سات آٹھ سو روپیہ خرچ نہ ہو، اسکا نام نکاح نہیں بلکہ ماتم سمجھیں۔ حیف ہے ہماری زندگی پر اگر مسلمان کہلا کر اس امی نبی کی اطاعت کو چھوڑ اپنی گردنوں میں ڈال کر ان رسومات ناشائستہ و رواجہائے ناپائستہ کا شکار ہیں جو کفار سے مخصوص ہیں۔ ولیمہ کرنا نصیب نہ ہو، مگر بیاہ سے پہلے اپنی برادری کو طعام تفاخر کھلانے میں اپنی جائداد غیر منقولہ و منقولہ کو بیچ دینے یا رہن رکھنے میں کچھ تامل نہ کریں۔ بسنو! وہ محبوب دو عالم کو شہنشاہ خود مختار، وہ سرور کائنات سید الابرار جب اپنا نکاح کرتے ہیں تو دو مد جو سے اپنا ولیمہ فرماتا ہے۔ اور اس میں اپنی ہتک عزت نہیں سمجھتا۔ یہ بات میں اپنی طرف سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ صحیح حدیث میں ذکر ہے کہ اَوْلَمَ النَّبِيُّ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ (رواہ البخاری) بلکہ یہاں تک بے تکلفی اور سادگی تھی کہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے کھانا لائے ہیں۔ اور ایک جگہ بیٹھکر کھا لیا ہے۔ اور یہ ولیمہ ہو گیا۔ آپ ایسی باتوں کو افسانہ نہ سمجھیں۔ قادیان میں ایسے نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں

کچھ تجہیز و تکفین ہے۔ اس پر عجیب عجیب تھگلیاں ہیں۔ رنگ بھی کئی قسم کی ہیں ظاہر رکھی ہیں۔ ایک
مہمان منا ہے۔ تو ایک بڑا جامہ لمبا چوڑا چھ ماہ بلکہ ایک ایک سال تک مزید اور مرکر اس کی ٹیاں
بھی بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ مگر کسی وارثوں کو پوچھا نہیں جو تنا یہ تو ہوا ہے پیچھلم ہے۔ یہ سادگی
بے پشتش ہی ہے یہ بری ہے۔ کیا آپکو معلوم ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلا فصل حضرت
نبی اکرم وصیت فرماتے ہیں کہ میری دو مستعمل چادریں دھو کر انہی میں مجھے کفنا دینا۔ کیونکہ
میں تمہارا باپ ہوں۔ اگر عمدہ کپڑوں میں کفنایا تو میں کچھ برہنہ جاؤنگا۔ اور برے کپڑوں
میں کفنایا۔ تو گفت نہ جاؤنگا۔ اب تو جب تک تنگی یا نیٹے کا دھلا ہوا لٹھا نہ ہو چار پائی پر
ایک قیمتی دو شالہ نہ ہو۔ مردے کو قبر تک لیجانا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

میرے پیارے بھائیو! اپنے اسلاف کے کارنامے دیکھو۔ اور ان کی سادہ زندگی
پر نظر کرو۔ اور پھر خدا سے ڈرو۔ یہ تکبر یہ تفاخر یہ فضولیاں فضول خرچیاں اگر خدانخواستہ تم میں
ابھی تک ہیں۔ تو چھوڑ دو۔ چند روزہ زیب و آرائش کے سامان سے منہ موڑ لو۔ تم اس خدائے
ذو الجلال کا آخری پیام ہو۔ تم رسول اللہ صلعم کی آخری جماعت ہو۔ اگر تم نے نیک و قابل تعریف
نمونہ کفایت شعاری اور سادہ زندگی بسر کرنیکا نہ دکھایا۔ تو پھر اور کون دکھائیگا۔ تم اس قصر
اسلام کے لئے جو ہمارے امام مسیح الزمان علیہ السلام نے تیار کیا بمنزلہ ان اینٹوں کے ہو جو
بنیادوں میں پڑتی ہیں تم بہت سے بوجھوں کے نیچے دبے ہوئے ہو۔ مگر تمہاری استقامت
پر تمام عمارت کی پختگی کا دارومدار ہے۔ تم گلستان احمد کے شجرہ طیبہ کی جڑ ہو اگرچہ جڑ ہی ہے
سب کچھ رہا ہے ہستی میں رلنا تمہاری قسمت ہے۔ اگر تم اپنی پوزیشن کو چھوڑ دو گے اور اپنے
مرکز پر قائم نہ رہوگے۔ تو موسم پر پھل دینے والی رنگا رنگ پھولوں سے مزین ڈالیاں کسی اور
باغ میں نظر آئینگی۔ صحابہ کرام کا نمونہ اختیار کرو جن کے لئے زور ماہ سوتی کی ایک کملی کافی تھی
اور اصل قیمتی لباس۔ لباس تقویٰ۔ ولباس التقویٰ ذلک خیر۔ اور جن کی غذا ذکر اللہ
تھی۔ اور جن کا اوڑھنا بچھونا۔ دن رات خدا کا نام۔ اسلام اور اسکے مبلغ نبی اکرم صلعم کی

ستائش تھی۔ میرے کان منتظر ہیں۔ ان سریلی دل لبھانے والی پاک آوازوں کے جو اس مضمون پر لبیک کہیں۔ اور اپنا طرز معاشرت بالکل سادہ بنالیں۔ میری آنکھیں مشتاق ہیں۔ ان پاکیزہ صورتوں کے دیکھنے کی۔ جن کی خوراک جن کی پوشاک صحابہ رضی اللہ عنہم کی یاد دلانیوالی ہو میری زبان پر ان نور کے پتلوں کی توصیف ہے جنکا شعار و دثار۔ اس مضمون میں ظاہر کردہ آرزو کے مطابق ہو میرے ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان پیارے بھائیوں کے لئے جن کی روش قرن اول کے موافق ہو۔ میرے پاؤں ان بزرگوں کی خدمت میں نیاز حاصل کرنیکے لئے تیار ہیں۔ جن کا فیشن وہی ہو جو

السابقون الاولون من المہاجرین والانصار

کا تھا۔ الٰہی میری آرزو دل سے اخلاص کیساتھ چاہی ہوئی آرزو کو پورا کر۔ اور مجھے بھی ایسا ہی بنا۔ جیسا کہ میرا سید و مولی رسول خدا و مسیح موعود چاہتا تھا۔ کہ ہم بن جائیں۔ اللھم آمین

ادعیۃ الاحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعائیں جو مختلف اوقات و حالات کے مناسب حال فرمائی ہیں۔ با اعراب مترجم نہایت خوشخط مجلد ایک جلد کے لئے ڈیڑھ آنے کے ٹکٹ دو جلد کے لئے ڈھائی آنے تین جلد کے لئے ساڑھے تین آنے کے اس سے زیادہ کے لئے وی پی کی فرمائش قیمت فی جلد ۱ر

عمدۃ الاحکام۔ بخاری و مسلم کی فقہی احادیث کا مجموعہ جس میں کل احکام طہارت نماز۔ روزہ زکوٰۃ حج بیع نکاح۔ طلاق۔ رضاع قصاص حدود کھانے پینے کے مسائل قریباً آگئے ہیں۔ با اعراب تحت اللفظ ترجمہ معتبر حاشیہ خوشخط قیمت اصل مجلد ۸ آنی مجلد پسندیدہ حضرت خلیفۃ المسیح چنانچہ آپ نے اسے مستورات کے درس میں بھی شامل کیا ہے

صادقوں کی روشنی مصنفہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب حضرت اقدس کی وفات پر جس قدر اعتراض ہیں۔ انکے دندان شکن جواب۔ دبیز چکنے کاغذ پر نہایت خوشخط قیمت صرف ۴ر

عبداللہ ابن سبا

اس شخص کا نام تو زبان زد عوام ہے لیکن اس کے حالات سے سوائے خواص کے کم لوگ ہی واقف ہونگے۔ عام طور مشہور ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی یہی شخص ہے حتی کہ میں نے سید سجاد حسین مشہور شیعہ متکلم کے ایک رسالہ تصویر غالب مغلوب میں دیکھا کہ شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم دہلوی نے بھی ایسا لکھا ہے لیکن رسالہ مذکور میں اس نسبت کی کی تردید کی گئی ہے اسی طرح نواب محسن الملک صاحب مرحوم نے بھی آیات بینات میں لکھا ہے کہ بانی مذہب شیعہ عبد اللہ ابن سبا ہے لیکن کچھ تفصیل نہیں کی۔

غرض یہ ہے کہ اہل سنت آجتک شیعوں کو یہ الزام دیتے آتے ہیں لیکن شیعہ صاحبان ہیں کہ عوام عبد اللہ بن سبا کے نام سے بھی واقف نہیں اور خواص اسکو پتہ بھی نہیں لگنے دیتے۔ اور اس الزام کو محض اتہام اور افترا ظاہر کرتے ہیں۔ دوران تحقیق مسائل متنازعہ فریقین میں دو ایک معتبر کتب شیعہ سے خاکسار کو عبد اللہ بن سبا کے حالات معلوم ہوئے ہیں جنکو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

مرزا محمد تقی لسان الملک مستوفی اول دیوان اعلی سلطان ناصر الدین شاہ قاچار نے اپنی مشہور کتاب ناسخ التواریخ فارسی میں لکھا ہے جس کا ترجمہ اردو حسب ذیل ہے

ذکر پیدا آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنجم ہجری

عبد اللہ بن سبا ایک یہودی تھا عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں مسلمان ہو گیا۔ اور اگلی کتابوں اور صحیفوں سے بخوبی واقف تھا جب مسلمان ہوا۔ تو عثمان کی خلافت اسکو کچھ پسند نہ ہوئی۔ پس اصحاب کی مجلسوں اور محفلوں میں جا بیٹھتا۔ اور عثمان کی برائیوں کو جس قدر کہ ہو سکتے بیان کرتا۔ لوگوں نے عثمان سے کہا۔ اس نے کہا یہ یہودی ہے کون؟ اور حکم دیا کہ اسکو مدینہ سے نکالدیا جائے عبد اللہ مصر میں آگیا چونکہ عالم اور دانا آدمی تھا لوگ

اس کے پاس جمع ہوتے۔ اور اس کی باتوں پر یقین کرتے۔ اس نے کہا سنو بھائی لوگو تمنے
کیا نہیں سنا۔ نصاریٰ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اس جہان میں لوٹ کر آئینگے چنانچہ ہماری
شریعت میں بھی یہ بات یقینی ہے۔ تو جب عیسیٰ رجعت کر سکتے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) جو عیسیٰ سے بھی بلاشبہ افضل ہیں کیوں رجعت نہ کرینگے۔ اور خدا بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے
ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد جب اس بات کو لوگ تسلیم کر گئے تو اس نے کہنا شروع
کردیا۔ تو کہا خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر زمین میں بھیجے ہیں۔ اور ہر پیغمبر کا کوئی وزیر یا
خلیفہ ہوا ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ پیغمبر دنیا سے جائے۔ خصوصاً جبکہ وہ صاحب شریعت
بھی ہو۔ اور کوئی نائب یا خلیفہ مقرر نہ کرے۔ اور امت کے کام کو مہمل چھوڑ جائے۔ اصل یہ ہے
کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصی اور خلیفہ علی علیہ السلام ہی تھے چنانچہ خود فرمایا تھا انت
منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ علی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کے خلیفے ہیں۔ اور عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اس منصب کو غصب اور اپنے ساتھ وابستہ کر لیا
عمرؓ نے بھی ناحق اس امر کو شوریٰ میں ڈالدیا۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے خواہش نفسانی
کیساتھ عثمانؓ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور جو علی کا ہاتھ بیعت کرنے کیلئے پکڑ رکھا تھا۔ اسکو چھوڑ
دیا۔ اب ہم لوگ جو شریعت محمدی پر ہیں۔ لازم ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے
میں شرم نہ کریں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون
بالمعروف و تنہون عن المنکر۔ پھر اپنے لوگوں کو کہا ہم کو ابھی عثمانؓ کے مقابلہ
کی طاقت نہیں۔ اسلئے واجب ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے عثمان کے عاملوں اور گورنروں کو
جو ظلم و ستم کی آگ کو بھڑکاتے ہیں کمزور بنائیں۔ اور ان کی بداعمالیوں کو جہان میں ظاہر
کریں۔ اور لوگوں کے دلوں کو عثمانؓ اور اسکے گورنروں کی طرف سے پھیر دیں۔ پس مراسلے
لکھے گئے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی جو مصر کا حاکم تھا اطراف جہاں میں شکایتیں
بھیجیں۔ اور لوگوں کو اس بات پر متفق کیا (مردم را یکدل و یکجہت کرد) کہ مدینہ میں جمع ہو

آئیں۔ اور عثمانؓ پر امر بالمعروف کریں اور انکو خلافت سے اتار دیں۔ عثمانؓ اس راز کی تحقیق کرتے تھے۔ اور مروان بن الحکم نے شہروں میں جاسوس بھیجے جو یہ خبر لائے کہ ہر شہر کے بڑے بڑے لوگ عثمانؓ کو خلافت سے اتارنے میں اتفاق رکھتے ہیں۔ ناچار عثمانؓ عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئے۔" ترجمہ ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم در حالات عثمانؓ ص۴۲۲ مطبوعہ ایران

رئیس المحدثین شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر قمی نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں اور حضرت باقر علی نے ارشاد و شرح اعتقادیہ میں بھی عبداللہ بن سبا اور اسکے اعتقاد کا ذکر کیا ہے جسکو خاکسار نے اپنے رسالہ شیعہ الاولین میں مفصل لکھا ہے۔ بخوف طوالت یہاں اس کا اختصار عرض کئے دیتا ہوں۔ ارشاد میں غالی شیعوں کے متعلق لکھا ہے۔

"جاننا چاہیئے کہ غالی ایک فرقہ ہے شیعوں میں سے کہ جو غلو کرتے ہیں امر دین میں خصوصاً فرقہ سبائیہ کہ ان کا گرو عبداللہ بن سبا ہے۔ وہ لعین جناب امیر کو خدا جانتا ہے۔ اول یہ شخص یہودی تھا۔ پھر بظاہر اسلام لایا پھر رجوع کی اس نے طرف کفر کے اور گمان کیا کہ امیرالمومنین خدا ہیں۔ جناب امیر جب اسکے حالات سے مطلع ہوئے۔ تو سخت سرزنش کی لیکن نہ مانا۔ آخر آپ نے اسکو قید خانہ سے نکال کر آگ میں جلا دیا۔" ارشاد

لیکن افسوس ہے۔ کہ اس فتنہ کی آگ ابھی بھی نہ بجھی کیونکہ لکھا ہے۔ کہ عبداللہ کے بعد اسکا بیٹا عبداللہ نام الغا۔ شارح اعتقادیہ تحریر فرماتے ہیں۔" اور ایک بیٹا اس کا عبیداللہ بن سبا تھا وہ لعین بھی فاسد العقیدہ تھا مگر اپنے باپ سے ایک درجہ کم تھا۔ کہ وہ جناب امیر کے خدا ہونیکا قائل نہ تھا۔ مگر تفویض کا قائل ہوا تھا۔ یعنی کہتا تھا کہ خدا تعالے نے اپنے سب کام پیغمبر خدا اور جناب امیر کو سپرد کر دیے ہیں۔ اور آپ معطل ہو گیا ہے۔ یہی حضرت پیدا کرتے ہیں۔ اور یہی مارتے ہیں۔ اور یہی رزق بانٹتے ہیں۔ غرض جو کام کہ خدا کے ہیں ان کے نزدیک وہ سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کچھ نہیں کرتا۔"

(ارشاد)

یاد ہے کہ عقیدہ تفویض کے معتقدوں کو مفوضہ کہتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قمی رسالہ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں روی عن زرارۃ انہ قال قلت للصادق ان رجلا من ولد عبد اللہ بن سبا یقول بالتفویض الخ دیکھو اعتقادیہ مع شرح ارشادیہ صفحہ ۱۳ یعنی زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صادق ؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص عبد اللہ بن سبا کی اولاد سے ہے وہ کہتا ہے کہ تفویض برحق ہے

ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارہ میں باعتبار اعتقاد چار قسم کے لوگ ہیں اول غالی دوم خارجی سوم اثنا عشری چہارم وہ جو آنجناب کو خلافت میں چوتھے درجہ پر مانتے ہیں (یعنی اہل سنت) پھر غالیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرقہ سبائیہ کی بابت لکھتے ہیں۔

سبائیہ اصحاب عبد اللہ بن سبا اند از نصیریان۔ روزے عبد اللہ بآں حضرت علی گفت انت انت یعنی انت اللہ ترجمہ سبائیہ یا سبائیہ عبد اللہ بن سبا کے پیرو ہیں نصیریوں میں سے ایک دن عبد اللہ نے جناب علیؓ سے کہا کہ آپ آپ ہی ہیں یعنی آپ خدا ہیں۔ دیکھو تذکرۃ الائمہ مجلسی مطبوعہ ایران ص۹۱

ایک اور موقعہ پر اسی کتاب تذکرہ میں لکھا ہے۔

و بعضے گفتہ اند کہ زنادقہ قومے اند کہ در اسلام بہم رسیدند و از اصحاب عبد اللہ بن سبا اند و ایں عبد اللہ مردم را بطلب خون عثمان برانگیخت و جہال ایشاں یعنی شیعیاں را گمراہ ساخت و بخدائی علی قائل شدند ص۷۲ مطبوعہ ایران۔

یعنی زنادقہ کے بارہ میں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے پیرواں میں ہیں۔ اور یہ عبد اللہ وہ ہے کہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قتل کر دینے پر ابھارتا تھا اور ان کے جاہلوں کو یعنی شیعوں کو گمراہ کر دیا کہ وہ علی کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔

مورخ روضۃ الصفا نے بھی عبد اللہ بن سبا کا حال لکھا ہے۔ جو تاریخ المتواریخ سے ملتا جلتا ہے۔ البتہ ایک بات اس میں زائد لکھی ہے۔ وہ یہ کہ عبد اللہ بن سبا جو پہلے یہودی تھا

ابن سبا بسبب آنکہ عثمان اورا معزز نداشت بہ مدینہ آمدہ ایمان آوردہ ولی چوں مطلوب او را حاصل نشد برگشت۔ و در زمان عثمان استاد امارت اظہار کرد الخ۔ اور آخر میں اس کے ہمراہیوں اور جنواؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "و در مصر و کوفہ اکثر اہل خلاف با او گرفت" دیکھو روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۹۲۔ ترجمہ عبارات مذکورہ کہ عبداللہ بن سبا علاوہ صنعاء کے یہودی فاضلوں میں سے ایک فاضل تھا۔ اس خیال سے کہ حضرت عثمان اس پر نوازش فرمائیں۔ مدینہ میں آیا اور ایمان لایا۔ جب اس کا مطلب پورا نہ ہوا عثمانؓ کے مخالفوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا اور مصر اور کوفہ میں مخالف گروہ نے خوب زور پکڑ لیا۔

فوائد

معروضہ بالا کوائف سے کئی باتیں معلوم ہو گئیں۔ اول یہ کہ عبداللہ بن سبا حضرت عثمانؓ کا غیر معمولی مخالف تھا۔ اور اس کی مخالفت کی بناء ذاتی اغراض پر مبنی تھی۔ اس نے اس مخالفت کو نہ صرف حضرت عثمانؓ اور اپنی ذات تک محدود رکھا بلکہ دیگر صحابہ و شیخین کو بھی مطعون کیا۔ اور اہل مصر اور اہل کوفہ میں بھی مخالفت کی آگ کو مشتعل کیا۔ جس کا نتیجہ حضرت عثمان کی شہادت ہوئی۔ دوم جس قدر اسے حضرت عثمان کی مخالفت میں تشدد کیا۔ اسی قدر جناب علیؓ کی محبت میں غلو کیا۔ اور سب سے پہلے ان کی الوہیت کا اعلان کیا۔ سوم یہ کہ بقول ناسخ التواریخ عبداللہ بن سبا عقیدہ رجعت یعنی حضرت رسول اور ائمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آنے کا بانی بھی تھا جس طرح کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی رجعت کے قائل ہیں۔ اور آیت ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد سے استدلال کرتا تھا۔ چہارم اسکا عقیدہ تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں ہر پیغمبر کا کوئی وزیر و خلیفہ ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت علی مطابق حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہوئے ہیں پنجم یہ کہ بقول علامہ مجلسی بعض محققین کا خیال ہے۔ کہ زندیقوں کا گروہ جو ابتدائے اسلام میں پیدا ہوا۔ اسکا بانی بھی عبداللہ

ابن سبا ہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن سبا کا یہ عقیدہ تفویض کا بانی ہوا یعنی یہ کہ خدا نے اپنے سب کام رسول صلعم اور حضرت علیؓ کے سپرد کر دئے ہیں۔ اور آپ معطل ہو بیٹھا ہے۔

مشابہت عقاید مذکورہ باعتقاد شیعہ

ابن سبا کے مخترعہ عقاید کو بہ نظر غور دیکھا جائے تو تعجب ہوتا ہے کہ وہ عام عقاید شیعہ سے کس طرح اور کیوں آ ملتے ہیں۔ اور عقاید بھی وہ جنکو شیعہ مذہب کا سنگ بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ ناظرین کو بخوبی ذہن نشین کرنیکے لئے بہتر ہوگا اگر نمبروار مقابلہ کرکے دکھلایا جاوے

(۱) ابن سبا اگر حضرت عثمانؓ کا ذاتی مخالف اور حاسد تھا۔ اور اسی بنا پر اس نے صحابہ اور شیخینؓ کی خلافت پر بھی طعن کیا۔ تو شیعہ بھی خلفائے ثلاثہ رضہ کی عیب جوئی اور سب و طعن کرنے میں ابن سبا سے دو قدم آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں۔ حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا خاص طور پر بھی کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ ایک منادی کرنیوالا آسمان سے ہر صبح ندا کرتا ہے۔ کہ جناب علیؓ اور انکے شیعہ حق پر ہیں۔ لیکن شام کے وقت منادی آواز دیتا ہے کہ عثمانؓ اور انکے شیعہ حق پر ہیں۔ دیکھو کافی اور اکمال الدین۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جناب علیؓ کے حریف حضرت عثمانؓ آگئے ہیں۔

(۲) غلو محبت مرتضوی۔ شیعہ کی روایات متعلق مسئلہ امامت و فضائل مبالغہ آمیز برخلاف قرآن و سنت اور شیعہ کا عموماً اٹھتے بیٹھتے بجائے خدا کے یا علیؓ کہنا۔ جناب علیؓ کو مشکلکشا اور حاجت روا جاننا۔ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن سے نمایاں طور پر ان کا غلو اور غالی ہونا ثابت ہے۔ پھر دوسرے طور پر جب ہم کتب احادیث و کتب رجال مثل منتہی المقال وغیرہ میں شیعہ فرقوں اور انکے عقاید کی تفصیل دیکھتے ہیں۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ہر زمانہ میں جاری و ساری رہا ہے۔ یہاں تک کہ ملوک دیلم کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ سب حضرت علیؓ کی صورت کو اپنی شمشیروں میں کھدواتے تھے تا کہ فتح و ظفر نصیب ہو۔ "وکانت ملوک دیلم صورت آنحضرت را در شمشیرہائے خود بوسیلہ فتح و ظفر کشیدہ اند" تذکرۃ الائمہ

اسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ عزرائیل جناب علی کے حکم سے روح قبض کرتا ہے۔ اور جب تک وہ حاضر نہ ہوں۔ فرزند پیدا نہیں ہوتا۔ کہاں تک لکھا جائے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ پہنچ یا پچھ۔ تو تشیع کی شان ہی طرح سے یا انا القتام بحقوق رل علی اللہ وغیرہ باطل تحریر کرو (ص۱۳)

(۳) عقیدہ رجعت۔ شیعہ مذہب میں رجعت کا عقیدہ ایسا ضروری ہے۔ کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔ جو رجعت ہماری کا قائل نہ ہو وہ ہم میں سے ہی نہیں ہے۔ لیس منا من لم یؤمن برجعتنا۔ اور حضرت صادق کہ ازما نیست کسے کہ ایمان برجعت ما نداشتہ باشد و متعہ ما حلال نہ داند۔ دیکھو رسالہ رجعت مجلسی اور حق الیقین مجلسی میں باب رجعت کو۔ گویا رجعت کیا ہے۔ یاسوں کی امید اور ناامیدوں کی ڈھارس۔ رجعت کو نہ مانا جائے۔ تو تشیع قالب بیجان اور جسم بے روح رہ جاتا ہے۔ تمام اہلسنت خود جناب علی کو خلیفہ بلا فصل مان لیں۔ تاہم جب تک کہ رجعت اور متعہ کو حلال نہ جانیں بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ امام صادق کی حدیث ہے لیس منا من لم یؤمن برجعتنا۔ اور رجعت کو کتاب حق الیقین وغیرہ میں آیت ان الذی فرض علیک القرآن سے استدلال کیا گیا ہے۔

(۴) خلفاء و اوصیاء کا منصوص ہونا۔ یہ عقیدہ بھی شیعوں کا اہم عقیدہ ہے۔ مسئلہ خلافت میں مابہ النزاع یہی امر ہے۔ کہ شیعہ خلافت صدیق کی نصوص پوچھتے رہتے ہیں۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر قمی نے تو کمال کر دیا۔ کہ حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک منصوص خلفاء کی ایک فہرست بھی دے دی۔ اور علامہ مجلسی نے اسکو حیات القلوب میں تبرکاً نقل فرمایا۔ جناب امیر کی خلافت بلافصل کے لئے حدیث منزلت عام طور پر مشہور ہے۔ تفصیل اس کی تحصیل حاصل ہے

(۵) زندیقیت۔ اس بارے میں کوئی وجہ مشابہت تلاش کر کے میں اپنے شیعہ احباب کے روبرو تذکرہ کرنے کی جسارت نہیں کرتا۔

(۶) عقیدہ تفویض جس کا بانی عبداللہ بن سبا تھا۔ اسلئے اثر بھی شیعوں میں

ظاہر ہے جب غلو محبت ان میں عام ہے۔ تو تفویض کے عام ہونے میں کون سی کسر رہ گئی ہے لیکن بہر حال تفویض سے غلو ہی کی تکمیل کی گئی ہے مگر جو کمی کی بھی ظالم نے تو کیا کہ شیعوں نے اپنے سارے کام پنجتن پاک اور امام ضامن کو سونپے ہوئے ہیں۔

خاکسار کے خیال میں شاید یہی عقائد اور اسی قسم دیگر معتقدات عبد اللہ ابن سبا کی طرف منسوب ہیں جن کی وجہ سے ہمارے مخالفین نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ درحقیقت عبد اللہ بن سبا ہی شیعہ مذہب کا بانی مبانی ہے۔ خدا جانے یہ فتویٰ کہاں تک درست ہے۔ جس کی تائید واقعات سے بھی ہو گئی ہے لیکن اس میں تو ہرگز شک نہیں۔ کہ عبد اللہ بن سبا اگر شیعہ مذہب کا بانی نہیں۔ صحابہ رسول صلعم پر طعن اور تبرا بازی کا بانی تو وہی یہودی الاصل غالی ہوا۔ ائمہ کرام کے اخلاق شیعہ سے ضائع ہو گئے۔ لیکن ابن سبا کے اخلاق کا اثر ہنوز باقی رہ گیا۔ چنانچہ شیعہ اگر ٹھنڈے دل سے خالی الذہن ہو کر غور کریں۔ تو ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارے اصول عقائد میں عبد اللہ بن سبا کے عقائد کا بہت کچھ حصہ ملا ہوا ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا اسلام عام اہل اسلام سے نرالا نہ تھا ان کی مبارک تعلیم جو بہت کچھ خلط ملط ہو گئی ہے۔ اور ان کے پاک اقوال اب بھی سعید روحوں کے واسطے مشعل ہدایت ہیں جس تعلیم کو ائمہ کی تعلیم سمجھ کر وہ اہلسنت سے برسر پرخاش ہیں کاش کہ وہ ائمہ کی تعلیم ہوتی۔ بھائیو! یہ خلاف قرآن وسنت عقاید جو عقل سلیم بھی تسلیم کرنے سے گھبراتی ہے۔ سب عبد اللہ بن سبا کی جدت طرازی کے کرشمے ہیں۔ ورنہ اگر حیثیت مجموعی کتب سابقہ کی سب احادیث ائمہ کی احادیث ہوتیں۔ تو ان میں وہ اختلاف نہ ہوتا۔ جو تعداد کثیر فرقے نہ برآمد ہوتے جن کا مفصل ذکر میں منتہی المقال میں دیکھا۔ اور دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ پس اگر غیرت اسلامی رکھتے ہو۔ تو عبد اللہ بن سبا کی تعلیم پر تبرا کہو۔ اور خالص ائمہ اہلبیت کرام کی تعلیم کو تلاش کرو۔ آیندہ اختیار ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار خادم حسین خادم سراج [illegible]

بدوں اتباع محمد رسول اللہ نجات نہیں

نمبر ۲

یہ اس مضمون کا دوسرا نمبر ہے جس میں قابل مضمون نگار حافظ روشن علی صاحب نے تہذیب الاخلاق کے دلائل پر تنقیدی نظر کی ہے۔ امید ہے ناظرین اسے غور سے مطالعہ فرما کر اس نتیجہ تک پہنچ جائینگے جو اس مضمون نصرت مشحون کا عنوان ہے۔

اب ہم ڈاکٹر صادق علی صاحب کے مضمون کا خلاصہ مطلب نقل کر کے جواب لکھنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے مضمون میں ساری باتیں غلط نہیں۔ بعض باتیں ہیں جن میں انکو غلطی لگی ہے یا شبہ مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے یغفر اللہ لنا ولہ وھدانا وایاہ الی صراط مستقیم۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین یارب العالمین ۔

قولہ۔ قرآن شریف کوئی نئی کتاب نہیں پہلے نبیوں کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ سوائے مخصوص بالزمان یا مقام احکام کے سب ہدایتیں اس میں ہیں الخ

اقول۔ یہ دعوی کہ یہ نئی کتاب نہیں اس سے یہ غرض ہے۔ کہ یہ کتاب خواہ کسی اور زبان میں ہو . . . .

رہو۔ اور دوسرے زمانہ میں اسی ہم جنسیت کیساتھ دوبارہ آتی ہے تو ہرگز نہیں بلکہ مختلف نبیوں کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے تو وہ نئی ہے کیونکہ کسی قوم کے سامنے پیش ہوئی۔ علاوہ اس قوم کے نبی کی ہدایت کے وہ بھی اگر انکو یاد ہو باقی سب نئی ہوگی۔ اور گروہ اپنے نبی کی ہدایت کو بھول چکے ہیں۔ تو بھی انکے لئے نئی ہے۔ کیا نئے کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ ایک دوسری چیز پہلی سے اپنے مادہ اور صورت جنسیت۔ نوعیت ہیئت۔ اغراض و غرض سب میں مخالف ہو۔ نئی ہونیکے لئے اس قدر ہونے کی کسی میں خلاف ہونا کافی ہے کیا وہ پانی جو بارش کے ذریعہ آتا ہے۔ دوبارہ انکے گروہ اس پانی سے جیسے بخارات سے وہ بنا ہے گو بعینہٖ وہ ہو تاہم ہے پھر نیا نہیں کہلاتا۔ دیکھو قرآن شریف اپنی نسبت کیا فرماتا ہے۔ سورہ انبیاء رکوع اول اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون۔ ما يأتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون۔ ترجمہ قریب آگیا لوگوں کے لئے ان کا حساب اور وہ غفلت میں مست ہوئے ہوئے ہیں۔ جب کبھی انکے پروردگار کی طرف سے نیا ذکر آتا ہے۔ تو وہ اسکی طرف کھیلتے ہوئے کان لگاتے ہیں۔ ذکر قرآن شریف کا نام ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ سو یہاں رکوع اول میں نئے ذکر آتا ہے۔ اور ہم ہی اسکی حفاظت کرتے ہیں تو آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہوا کہ جب کبھی قرآن شریف کا کوئی حصہ ہو کر سامنا ہی نیا ہے انکے پاس آتا ہے۔ تو اسکو وہ ہنسی سے سنتے ہیں۔ پھر آپکو اسکا نیا کہنا قرآن شریف کے بھی خلاف ہے۔ روزمرہ محاورہ کے بھی خلاف ہے۔ دنیا تمام تعلیمات کا اس کتاب مجید کو اپنے اندر جمع کرنا اور کسی ضروری کو باہر نہ چھوڑنا اس سے کیا غرض ہے۔ یا تو یہ ہے۔ کہ پہلی کتابیں الگ الگ پہلی تھیں۔ دیکھ آتی تھیں تو محدود تھیں۔ کہ قول اللہ و قول العبد میں امتیاز نہیں رہا تحریف کی گئی تھی یا ترمیمات کے سبب سے انکو ہر ایک اس درجہ تک پہنچایا کہ خدا کی کتاب ہے مشکل ہو گیا تھا تب اس کتاب مجید کو نازل کیا جو کہ سچی پہلی کتابوں کو یاد دلائے اور مخلوط میں امتیاز بخشے۔ اور بے ثبوت کو ثبوت بنائے۔ اور تمام مخلوقات کو ایک جھنڈے کے تلے لائے۔ یا کوئی اور غرض

اور غرض رحمتی کی ہے پھر غرض اول ہی ثابت ہوئی کیونکہ پہلی امتوں میں کچھ تھا وہ صرف اس کتاب
کو ہی کہہ دینا کافی تھا کہ سب امتوں کے پاس رہی ہے اور مجھے پاس کتابیں ہیں وہ اس پر [illegible]
یہ بالکل کچھ حاجت نہیں کہ یہ کتاب مہیمن ہے اور فیہا کتب قیمہ کہ جتنے قدیم ہونے والی
کتابیں ہیں وہ سب اسی میں ہیں اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے باغوں میں جس قدر
پھل تھے ان سب کے عرق کھینچے ہیں اور سب قابل درخت اکھاڑ کر اپنے باغ میں لگائے ہیں
تو اسکے سوا کوئی روحانی ثمر پیدا ہوتا نہیں۔

قولہ۔ کسی مسلمان کو خیال کرنا جائز نہیں کہ کسی اور نبی کی اتباع نہیں کرنی چاہئے جبکہ
اللہ تعالیٰ فبھداھم اقتدہ اور صراط الذین انعمت علیہم فرماتا ہے اور [illegible]
ہے یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم

اقول۔ دعوی سے مقصود یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کی کوئی ضرورت نہیں خواہ
کوئی وید کے تابع ہو یا کرشن کے یا کنفیوشس یا لیوٹ کے۔ تعجب ہے کہ کہا کہ قرآن شریف سارے
نبیوں کی تعلیمات کا جامع کیے ہوئے ہے پھر تو اس کتاب کی پیروی کرکے کہ اسکو چھوڑ کر خواہ کسی کے پیچھے لگ
جاو ہوکر اسکے پابند کی نہیں۔ اب جو شخص محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع چھوڑ کر کسی اور نبی کی اتباع
. . . . . . کریگا وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ رسول کریم کو مانتا ہوگا یا
ان سے منکر ہوگا حالت اولی میں کہ باوجود نبی کریم کے ماننے کے اور کتاب مہیمن پر ایمان رکھنے
کے دوسری نبی کی چال اختیار کریگا اول تو اسکی وجہ نہیں۔ اور یہ عقل کی طرح ہے اگر اسکا وجود
بفرض محال ہو تو یا وہ مجنون ہے یا کم سے کم احمق ہے گو مجنون اور احمق ذہنیت میں ایک ہیں کیا
اسلئے کہ جب وہ جانتا ہے کہ میری کتاب اس کتاب کے ہم پلہ نہیں۔ اور میرا نبی اس نبی کی
برابری نہیں کرسکتا۔ اور اس کتاب کے مہیمن اور فیہا کتب قیمہ ہونیکے باعث میری کتاب بھی
اسی میں ہے۔ اور میرا نبی اس نبی کی تصدیق کا محتاج ہے پھر وہ کیونکر اپنی کتاب کی اتباع
کریگا کیا وہ خزف کے مقابلہ میں ہیرے کو ترجیح دیگا۔ اور ایک [illegible] کے مقابلہ میں ایک کوند آب

کو اپنا رہے۔ بحالت ثانیہ اگر وہ منکر ہے تو اسکی نجات قطعاً ہو نہیں سکتی نہ اسکو ڈاکٹر صادق علی صاحب
مانتے ہیں کیونکہ آخرت میں اسکے لئے جہنم لیا ہے اور دنیا میں وہ بدترین مخلوقات ہے نہ انکے
سزاوار کے برابر کسی کی شفاعت ہمیں نہیں پہنچتی۔ کما قال تعالیٰ ومن لم یؤمن باللہ و
رسولہ فانا اعتدنا للکافرین سعیرا کہ جو صادق محمد رسول اللہ صلعم کو نہیں مانتا ایسے
منکر کے لئے تو جہنم ہمنے تیار کیا ہے ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین
فی نار جھنم خالدین فیھا اولئک ھم شر البریۃ بیشک جنھوں نے انکار کیا۔ اہل
اہل کتاب ہوں یا مشرک آتش جہنم میں ہمیشہ رہینگے وہ بدترین مخلوقات ہیں۔

جواب دلائل خلاصہ دلائل پہلے نبیوں کی اتباع کا حکم ہے اور انکے رستے کا طلب
کرنا مطلوب ہے۔ اور خدا یہی چاہتا ہے کہ پہلوں کے طریق تمہیں سکھلائے

فبھداھم اقتدہ ہیں محمد رسول اللہ صلعم مامور ہیں جیسا کہ وہ خدا کی طرف کے بھیجے اور
قل لا اسئلکم علیہ اجرا کے قائل ہے۔ اگر اتباع سے مراد انہیں امور میں اتباع ہے
جنکو قرآن شریف اپنے اندر لئے ہوئے ہے تو وہ مسلم ہے جیسا کہ آپ بھی اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ
قرآن شریف انبیائے سابقین کی تمام ہدایات کا جامع ہے۔ سوائے مختص الزمان و مقام
کے کوئی امر اس سے باہر نہیں۔ تو اب یا تو انہیں امور کی اتباع مطلوب ہے جنپر قرآن شریف
محیط ہے۔ یا وہ جو مختص بالزمان و مقام تھے۔ شق اول ہے تو قرآن شریف کی اتباع میں انکی
اتباع ہے۔ اور شق ثانی سے گو آپ کا یہ مقصود ہے۔ کہ جو انکے لئے زمانہ یا مقام کے لحاظ سے
احکام مخصوص تھے۔ انکی اتباع کیجائے جبکہ ضروری نہ ہو تا آپ اوپر تسلیم کرتے ہیں خود قرآن
شریف میں ایسی کی حکایت کی گئی ہو۔ اسی طرح دعا کرتے ہیں وہی رستہ مطلوب ہے۔ جس کو
قرآن شریف میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور آیت یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن
الذین من قبلکم۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے جسکو آپنے تیسری دلیل بنایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ
کا ارادہ ہے کہ تمہیں ہدایت کرے اور پہلوں کے طریق تمہیں کھول سنائے۔ اب دیکھیں

کے طرق اللہ تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں بیان فرمائے ہیں۔ یا تو وہ مراد ہیں یا کوئی اور۔ اور تو مراد
ہو نہیں سکتے کیونکہ جو طریق ہدایت بانگ نے خصوصیت زمان و مقام تھیں وہ سب کچھ
اس میں آگئیں پھر غیر کی احتیاج کیا۔ علاوہ کتاب جس میں تمام کتب قیمہ جو خدا تعالیٰ کا کلام
منظور ہے۔ آگئیں فماذا بعد الحق الا الضلال فانی تصرفون پھر جب کہتے
ہیں کہ آپ کی پیش کردہ تحریں ہیں اگر قرآن شریف کی اتباع کے بغیر اور ان احکام کے بغیر جو
قرآن شریف نے بیان کیے ہے۔ اگر کسی اور چیز کی اتباع مراد ہے۔ تو آپ شارع علیہ السلام
کی نسبت یہ ثابت کریں۔ کہ جب یہ آیات آپ پر نازل ہوئی تھیں تو آپ فی الفور بھاگے ہوئے
یہود کے احبار کے پاس گئے۔ کہ آپ مہربانی کر کے مجھے تورات دکھائیں تاکہ میں اس کی اتباع
کروں۔ یا نصاریٰ کے پادریوں اور راہبوں کے پاس گئے ہونگے کہ مہربانی کر کے انجیل مجھے
سکھا دیجئے تاکہ اس کی اتباع سے ہم محروم نہ رہ جاویں۔ یا پارسیوں کے مغوں اور ان کے مذہبی علماء
کے پاس ژند اوستا کے صحائف لیکر پہنچے ہوں۔ کہ کہیں ژند و اوستا و ساتیر کا وعظ فرمایئے کہیں اس
ہدایت سے محروم نہ رہ جاویں۔ یا انڈیا میں کرشن جی کی تعلیم اور ویدوں کی گیا حاصل کرنے کے
لئے آپ نے ایک صحابہ کی جماعت روانہ کی ہو کہ وہ اس تعلیم و اتباع کو وہاں سے
لاویں تا فبھداھم اقتدہ کی شان تعمیل ہو جاوے۔ کیونکہ یہ سارے وحشیوں اور پارسیوں میں
باقی ہیں۔ اور اس امر کو ثابت ہم نہیں کہتے کہ قرآن شریف سے ہو بلکہ کسی تاریخ کی کتاب سے
خواہ وہ ضعیف ترین ہی ہو یا کسی کافر کا ہی قول لکھا ہو [illegible] ہو۔ آپ
پیش کریں کہ فبھداھم اقتدہ کی تعمیل میں آپ نے اس قسم کی مشقت اٹھائی تھی کیونکہ
یہ سورہ انعام کی آیت ہے اور سورہ انعام مکیہ ہے یہاں تو آپکو بہت ہی مشکل پیش آتی
ہوگی کیونکہ مکہ میں دیگر مذاہب والے سکونت پذیر نہیں تھے۔ شاید حبشہ میں ہی صحابہ کو اسی
مطلب کے لئے بھیجے ہوں۔ کہ نجاشی کی سنت تو شہ سے انجیل کا علم حاصل کر کے آویں
اگر آپ اس کو ثابت نہ کر سکیں۔ اور آپ ہرگز نہ کر سکیں گے۔ تو فبھداھم اقتدہ کے معنی

وہی کریں جو یقیناً مسلمان کرتے آئے اور جس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول شاہد ہے

قولہ: جو لوگ قرآن شریف سے پہلے شریعت رکھتے تھے ان سے یہ مطالبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنی شریعت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوں بلکہ اتنا ہی کہ وہ یہ خیال کریں کہ محمد رسول بھی ایک اللہ کے رسول ہیں اور قرآن شریف بھی ایک اللہ کی کتاب ہے۔ ہاں جو شخص بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا البتہ مشرکین یا جنکا کوئی دین نہ تھا ان سے سوائے پورا پورا اسلام میں داخل ہونے کے کوئی مصالحت قبول نہیں کیجاتی۔ ثبوت یہ آیت ہے کہ وان من اھل الکتاب لمن یؤمن باللہ بما انزل الیکم وما انزل الیھم ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری۔ ان آیات میں اہل کتاب سے مراد وہی اہل کتاب ہیں جو اپنے اپنے مذہب میں تھے انتہی ملخصاً

اقول۔ اہل کتاب سے مراد ان دونوں آیتوں میں وہی ہیں جو بالکل اسلام میں داخل ہوگئے تھے وہ ہرگز نہیں جو محض اتنا کہدیں کہ محمد رسول اللہ صلعم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن شریف اللہ کی کتاب ہے مگر وہ رسول اللہ صلعم کی اتباع نہ کرے تو وہ اہل کتاب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ انکی کتابوں میں یعنی توریت و انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی تھی اور آپ پر ایمان لانا ان پر واجب تھا آپ اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کی ایک حصہ کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ پس یہ لوگ کہ محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان نہ لائیں تو یہ خود کافر ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ صرف تصدیق کر دینا کہ یہ رسول ہیں اور یہ کتاب کتاب اللہ ہے۔ اور انکی اتباع نہ کرنا یہ نجات کے لئے کافی ہو یہ بالکل غلط ہے۔ اول تو آپ نے کہ آپ اسلام کے معنی مطلق فرمانبرداری کے کرتے ہیں اور پھر آپ مسلمان کہتے ہیں تو آپ یہ دکھلائیں کہ رسول اللہ صلعم نے یا صحابہؓ نے کسی کو رسول اللہ صلعم کی بعثت کے بعد مسلمان کہا ہو جو ان کے دین پر ثابت اسلام پر کاربند ہو۔ وہ یہ کہ قرآن پر ایمان لاوے اور اسکے مطابق عمل نہ کرتا ہو بالکل فرمانبرداری نہیں۔ اسکی مثال تو یہ ہو جائیگی کہ

گر جہاں قلبی مضر است تعزیت ٭ زندگی قلبی سخن دریں است

کہ دل تو ایمان کی سطے سے پورا پورا دیتے ہیں لیکن تسلیم کر ان رسولوں میں الہامیے و جناب تھے ہیں اور اس قسم کا ایمان تو دنیا میں بھی کسی نے کبھی نہیں مانا۔ رہی اب اہل کتاب کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کتاب ہماری سب خوبی ہی پر تو ثبوت لئے ہوئے ہے۔ اور ہمارے رسول کی تمام طرزوں کو رسول اپنے میں جمع کئے ہوئے ہے تو پھر وہ انکی اتباع کریں پھر اس والے ایمان میں اور تو وہ مومنوں میں واشامل ہیں۔ دونوں امور قول مذکورہ ایمان انکا موجب نجات نہیں۔ شرائع اگر ان شریعتوں پر چلنا کوئی برکت والا ہے۔ تو پھر کیوں تیرہ سو برس سے ان میں خدا تعالیٰ سے خاص فیضان یا نبوت الہیہ نہیں ہوگا رہا۔ چونکہ کسی ایسے اہل کتاب کو ہوتا جو کہ ہمارے فرقہ کی ہمارے رسول اور کتاب پر ایمان رکھے یہ ممکن تھا۔ اسی لئے تو اکا وجود اتفاق ہے مگر دنیا بھر میں کوئی ایسے عقیدہ والا ہے۔ تو اسکو چھوڑو تا ہم اس سے پوچھیں۔ کہ آپ کے دوس کو کیا ہو گیا۔ کہ باوجود ریل گاڑی کے دیکھ لینے اور سان لینے کے پھر آپ بڑے بڑے کٹھن اور لمبے راستوں میں پیدل سے یا گدھوں اور گھوڑوں پر چار ہے ہیں۔ باوجود تار کے پھر آپ جانوروں اور آدمیوں کے ذریعہ پیغام پہنچاتے ہیں۔

باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ مشرک کو بھی اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اہل کتاب کو نہیں۔ اول تو یہ کہ آپ نے یہ تقسیم کہاں سے نکالی۔ اور آپکو کیونکر معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسی بھی قوم ہے جس کا کوئی دین نہیں۔ دین ہر ایک کے گھروں میں ہے۔ خواہ وہ کتاب کے رنگ میں ہے یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے کسی امت کو بغیر دین کے نہیں چھوڑا۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک قوم میں الگ الگ رسول بھیجے پھر محمد رسول اللہ صلعم کو بھیجا تا کہ ان سب کو جمع کرے۔ وہ الگ الگ چراغ جلائے ہوئے تھے۔ ان سب پر آفتاب کی طرح طلوع کرے جو ان سب سے جامع ہے۔

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت سورہ نحل رکوع ۵ وان من امۃ الا خلا فیها نذیر سورہ فاطر رکوع ۳۔ ترجمہ

نہ ہو۔ فرو ہے کہ ایک ایک مت کے تمام میں رسول بھیجے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور شیطان سے
پرہیز کرو۔ اور کوئی ایک بھی مت نہیں جس میں کوئی خدا کا نذیر پیدا ہو کر فوت ہوا ہو۔ اب ان
آیتوں کو پڑھ کر سچا قرآن پر ایمان رکھنے والا نہیں کہہ سکتا کہ فلاں مت میں کوئی رسول نہیں آیا
اور فلاں مت دین سے خالی رہی ہے جب آپ کے نزدیک قرآن کی ایک نص سے انکار کر دینا
کافر ہونا ہے۔ تو دو نصوں سے انکار کر دینے کو کیا ٹھہراتا ہے۔ اگرچہ کہ انہوں نے ان
دینوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اور عملی اور اعتقادی دونوں رنگوں میں ان دینوں کے خلاف ہو
بیٹھے تھے۔ سو یہی حال ان اہل کتاب کا بھی تھا جن کو آپ بار بار پیش کرتے ہیں۔ پس جب
ان لوگوں کو جو مشرک ہو گئے ہیں۔ باوجود اپنے دین کو چھوڑ دینے کے اسلام میں داخل ہونا
واجب ہوا تو اسی طرح ان اہل کتاب کو بھی پھر وہ کتاب تو بتلاؤ۔ جو کہ اسی طرح محفوظ ہے
جس طرح کہ وہ پیغمبر دیے گئے تھے۔ سب سے نئے اسلام سے پہلے نصاریٰ ہیں۔ ان کے
گھر میں کیا خاک اوڑھی ہوئی ہے۔ کیا مسیح کی انجیل ان کے گھر میں کوئی ہے۔ یہ وہ
مانتے ہیں۔ اور کتابوں یا کتاب والوں کے متعلق تو کیا کہنا ہے۔ باقی رہا آپ کا کہنا
کہ مشرکین سے سوائے اسلام میں داخل ہونے کے کوئی مصالحت نہیں ہوتی تھی۔ اور
اہل کتاب سے ہوتی تھی۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا ہوتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے تو ساری دنیا کو مصالحت کا اعلان کر دیا تھا۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ
مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدتُّمْ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ
ترجمہ۔ تمام کافروں سے تمام اپنے منکروں سے خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک
یہ کہہ دے کہ میں وہ طریق عبادت نہیں اختیار کرتا۔ جو تم کرتے ہو۔ اور تمہارے طریق بھی کچھ
اختیار کرنے والے ہی نظر آتے ہیں۔ اور ہم سے بھی امید نہ رکھو کہ تمہاری طرز پر چلیں گے
جیسا کہ تم ہماری طرز پر نہیں چلتے۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے۔ اور ہمارے لئے ہمارا دین

بیان پر تمام کافروں کو صاحب دین بتلایا ہے۔ کوئی کافر ایسا نہیں بتلایا جسکا کوئی دین نہ ہو۔

Digitized by Khilafat Library

ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ عرب کے مشرک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر تھے کیونکہ اکثر ان میں سے اولاد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انکو تعلیم شریعت کر چکے ہیں۔ جو اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔ واذکر فی الکتاب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا۔ سورہ مریم رکوع ۴ ترجمہ اسماعیل کا بھی اس کتاب میں تذکرہ ہو۔ وہ وعدہ کا سچا اور خدا کا رسول اور نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم سناتا تھا۔ اور اپنے رب کے حضور پسندیدہ تھا۔ اسماعیل کو اللہ تعالےٰ نے رسول بھی فرمایا۔ اور نبی بھی فرمایا۔ یہ کہنا کیونکر صحیح ہے۔ کہ عرب کے مشرک کوئی دین نہیں رکھتے تھے۔ ہاں درازی زمانہ کے سبب سے انھوں نے بھی اپنے دین میں کئی کئی بدعات نکال لی تھیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے وجود سے پہلے انکو گذرے ہوئے چند ہی صدیاں ہوئی تھیں۔ اور یہ حالت انکی کوئی انوکھی نہ تھی۔ یہی حالت اہل کتاب کی بھی تھی جب انپر بھی بہت زمانہ گذر گیا۔ تو انکے دل بھی سخت ہوئے۔ اور کتاب ان کی کچھ اصلاح کی محتاج ہوئی نئے نئے بدعات انھوں نے نکال لئے چنانچہ اسی کی تائید میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت تفسیر فوز الکبیر سے نقل کرتے ہیں۔

اما مشرکین خود را حنفا می گفتند۔ و دعوی تدین بملت براہیمی میکردند۔ و حنیف کسے را میگویند۔ کہ بملت ابراہیمی متدین باشد۔ و شعار آن ملت را لازم گیرد ۔۔۔۔۔ و در اصل ملت وضو و نماز و صوم از طلوع فجر تا غروب آفتاب و صدقہ بر یتامی و مساکین و اعانت بر نوائب حق و صلہ ارحام مشروع بود۔ و تمدح بفعل این اشیا درمیان ایشاں جاری بود۔ و اکثر مشرکین این را ترک نمودہ بودند ۔۔ تحریم قتل و سرقہ و زنا و ربا و غصب نیز داخل

مت ثابت بود و انکار فعل آنہا فی الجملہ جاری ساختہ جمہور مشرکین مرتکب آں بودند و عقیدۂ اثبات خدا تعالیٰ و آنکہ خدا خالق آسمان و زمین است و مدبر حوادث عظام است و قادر بر ارسال رسل و مجازی عباد بر اعمال ایشان و مقدر حوادث عظام است و قادر بر قبل از وقوع آں

با جمہور مشرکین دریں عقائد شبہات بسیار ناشی از استبعاد آں امور و عدم الفت حاکہ آں بہم رسانیدہ بودند و گمراہی ایشاں شرک بود و تشبیہ و تحریف و انکار معاد و استبعاد رسالت آنحضرت صلعم و فاش بودن اعمال قبیحہ و مظالم در میان یکدیگر و ابتداع رسوم فاسدہ و مقدس ساختن عبادات انتہی کلامہ

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب کا دین کتاب کی صورت میں ان کے پاس نہ تھا۔ انکے حافظے تمام امور ہائے قدیمہ کو یاد رکھتے تھے۔ ان کے ہاں تحریر کی کوئی بڑی عزت یا رواج نہیں ہوتا تھا انکے قصاید فصیحہ اور کتب بلیغہ حافظے کے صندوقوں میں محفوظ چلے آتے تھے۔ اسی طریق کے مطابق رسول اللہ صلعم نے قرآن شریف کو کتاب کی صورت میں لکھکر شایع نہیں فرمایا۔ آپ کے عہد مبارک میں قراء و حفاظ ہی تبلیغ کے لیے جاتے رہے جو خطاب اہل کتاب کو قرآن شریف میں توحید کی طرف بلانیکا کیا گیا ہے۔ وہ اس امر پر شاہد ہے کہ وہ توحید پر قائم نہیں رہے تھے۔ وہ تحصیل حاصل سے کیا حاصل۔ پس جب وہ توحید ہی کو قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو باقی امور کو قائم رکھنے کی ان سے کیا توقع رکھی ولکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ فلا ینازعنک ۔ اس آیت سے استدلال کرنا کہ پہلی شریعتیں بھی محفوظ ہیں۔ اور ان پر بھی چلا جائے باوجودیکہ عہد کے کے اور یہ تسلیم کرنے کے کہ جو ضروری ہدایات تھے سوائے خصوصیت زمان و مکان قرآن شریف نے اپنے اندر جمع کرلئے ہیں۔ جائے تعجب ہے۔ اس آیت کا منشاء تو مخالفین کو الزام دیتا ہے کہ تمہیں اس رسول سے جھگڑا کرنیکا کوئی حق نہیں اور تم رسول کے

بند میں اس سے تنازع نہیں کر سکتے۔ انکو رسول سے نزاع کرنے سے روکا ہے۔ تو رسول کو وہ ریں ہونا چاہیئے تھا۔ فلا ینازعنك في الامر۔ وہ تجھ سے جھگڑا کریں۔ ورنہ تو ان کو جھگڑا کرے۔ رسول اللہ صلعم نے اپنے ان خطوں میں جو آپ نے اہل کتاب وغیرہم کی طرف لکھے۔ یہ لکھا ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين وان توليت فان عليك اثم الاريسيين۔ کہ میں اسلام کی تجھے دعوت کرتا ہوں اسلام میں داخل ہوجا تا سلامت رہے۔ اور اللہ سے دوہرا اجر پائے۔ اگر منہ پھیروگے۔ تو تمام رعایا کا بھی گناہ اپنے اوپر لوگے۔ کیا یہ خطوط دنیا سے مٹ گئے ہیں۔ ان کے ذریعہ دنیا میں شائع نہیں ہوئے۔ یہ کس طرح کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اہل کتاب کو اسلام کی طرف نہیں بلایا گیا۔

قولہ۔ لیکن کوئی دوسرے مذہب والا راستی پر چلتا ہو اور اللہ پر اور نبیوں پر اور کتابوں پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اور نیک عمل کرتا ہو۔ تو ہم کو قرآن کے رو سے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کو اللہ کی رحمت سے دور سمجھیں۔ اور کہیں۔ کہ جب تک تو پورا اسلام نہیں دیگا۔ اور اپنا دین نہیں چھوڑیگا۔ تب تک نجات نہیں پائیگا۔

اقول۔ رحمت سے محروم تو کوئی بھی اللہ کی مخلوق سے نہیں۔ رحمتی وسعت کل شیئ۔ باقی سارے نبیوں کو ماننے والا اور راستی پر چلنے والا سوائے اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کے ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ دوسرے مذاہب راستی اور ناراستی سے مخلوط ہیں۔ کیونکہ راستی اور ناراستی پرکھنے کا معیار قرآن شریف ہے۔ اسکے بغیر کوئی کل نہیں۔ جس سے دودھ کو پانی دلوں، گوبر سے الگ کیا جائے۔ پھر قرآن سے کوئی چارہ نہیں۔ تو کیسے کوئی شخص بجز اسلام نجات پاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر تو ہم قفل لگاتے نہیں۔ اسکا فضل تو بہت وسیع ہے۔ وہ جسکو چاہے بخش دے خواہ وہ کوئی مذہب بھی رکھتا ہو۔ قرآن شریف کے رو سے تو قیامت پر ایمان رکھنے والا قرآن پر چلنے کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

(۱) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ
(۲) يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ
اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۔ وَاٰمِنُوْا
بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا
بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ (پ ۱ ع ۵) ترجمہ۔ (۱) یہ بابرکت کتاب ہم نے
نازل کی ہے۔ سچا کرنیوالی ہے اسکے جو آگے ہے۔ تاکہ تو ڈرائے ام القریٰ اور اسکے گرد والوں کو جو آخرت
کو مانتے ہیں۔ وہ اسے بھی مانینگے۔ اور نمازوں کے محافظین بنینگے۔ جنکو ہمنے کتاب دی ہے
جو اس کے پڑھنے کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ اسکو ضرور مانینگے کیونکہ جو اسکا انکار کرتے ہیں
وہ ٹوٹے میں رہینگے۔ (۲) اے بنی اسرائیل میری احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور میرے
عہدوں کا ایفا کرو۔ کہ میں تمہارے عہدوں کا ایفا کروں۔ اور فقط مجھ سے ہی ڈرو۔ اور جو
میں نے نازل کیا ہے۔ اسکو مان لو۔ جو تمہارے پاس ہے۔ اس کی یہ تصدیق کرتا ہے۔ اور پہلے کافر
تم ہی نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول نہ لو صرف میرا ہی ڈر رکھو۔

فوائد۔ رسول عربی تمام انسانوں کے لئے مرسل ہیں۔ سب کو ان کی پیروی کرنی چاہیئے
جن کے پاس کوئی کتاب ہدایت کی منجانب اللہ موجود نہیں ہے۔ ان کو لازم ہے کہ قرآن
کو اپنی ہدایت مانیں اور مناسک اور شریعت اور ایمان۔ اخلاق جو کچھ اس میں موجود ہے
سب پر ایمان لاویں اور عمل کریں۔ اور جو لوگ پہلے سے کتاب رکھتے ہیں۔ انکو بھی اپنی
کتاب کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا قرآن سے اور رسول عربی سے سیکھنا چاہیئے کیونکہ وہ۔

مختلفوں کے باعث سے تمام ادیان میں غلو اور افراط اور تفریط و بدعات وغیرہ واقع ہوگئے تھے۔ اور ایسی باتوں کو لوگ اپنا دین جاننے لگے تھے۔ اور جبکہ وہ لوگ نبی امی پر اور قرآن پر ایمان لاتے تو ان کی اصلاح سے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتے۔ اس طرح رسول عربی سارے جہان کے مقتدا ہیں۔

اقول۔ اس حصہ کی تردید تو ہم مضمون کے حصہ اول میں کرتے ہیں۔ اس جگہ پر صرف اتنے کی تردید مقصود ہے۔ جو ڈاکٹر صادق علی صاحب نے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ رسول اللہ صلعم سارے جہان کی طرف رسول تو ہیں۔ وہ اس طرح پر کہ ان کے پاس دین نہیں۔ انکو دین سکھلاتے ہیں۔ اور جیسے بے دیندار ہیں۔ انکو انہیں کے دین پر چلاتے ہیں۔ ہاں ان کی غلطیاں جو انہوں نے اپنی کتاب میں ملا رکھی ہیں۔ انکو نکالیں۔ اور ان کی کتاب کا مطلب انکو سمجھائیں۔ اور ہر ایک اہل مذہب کو لازم ہے کہ اپنی اپنی کتاب ان سے پڑھیں۔ اور سیکھیں تا اس طرح پر رسول اللہ صلعم سب کے مقتدا ٹھہریں۔ مجھے یہ ڈاکٹر صاحب کی توجیہ کسی طرح پر سمجھ نہیں آسکتی کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے فرض سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام اہل کتاب کی کتابیں آپکے سامنے پیش نہ ہوں۔ اور ہر ایک کے کچھ اوراق آپ نکالیں اور کچھ داخل کر دیں۔ اور ان پر ظاہر کریں کہ یہ باتیں تم نے اپنی کتاب میں بڑھا لی تھیں۔ اور یہ گھٹا دی تھیں۔ اور ہر ایک قوم کو اس کی زبان میں سمجھایا جائے۔ پارسیوں کو پارسیوں کی زبان میں اور ہندوؤں کو ہندوؤں کی زبان میں علی ہذا القیاس ہر ایک مذہب والے کو اس کی زبان میں اور چاہئے تھا کہ رسول اللہ صلعم بعثت کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان کالج طیار کرتے۔ اور زمین کے مشرق اور مغرب میں ہر اہل مذہب کی طرف اپنے ایلچی دوڑاتے جو کہ تمام زمین میں ان آوازوں کو پہنچا دیتے۔ اے وید کے پیرو وید کی کتاب لاؤ۔ تا مکہ اور مدینہ میں تعلیم پاؤ۔ اے آریہ ورت والو! ویدوں کو لیکر دوڑو اسکے معانی مکہ اور مدینہ میں تمہیں سکھائے جائینگے

اے کرشن کے سیوکو! اور ہندو! اے آریہ ورت کے رہنے والو! اور پارسیوں کے خداوند! اے فضائی
پادریو اور راہبو! اے کنفیوشس اور بدھ کے تابعدارو! الغرض تمام جماعات زمین میں اس
آدم کو بھیجتے ہیں کہ اٹھو اور سب کے سب بستر سے اور کتابوں کے لئے آؤ۔

پھر تمام روئے زمین کے علما جوق در جوق مکہ و مدینہ میں آتے اور شور پڑ جاتا۔ ایک کہتا
کہ حضور مجھے وید کی شرتیاں کہتی ہے۔ دوسرا گیتا لیکر آتے ہوئے ایک چینی زبان میں پوچھتا ہے
تو دوسرا عبرانی میں ڈالتا ہے۔ اس کالج میں جماعات بندی تو ممکن نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ
ایک کرنے کے لئے تو آئے نہیں بلکہ جیسے ان کی صفیں پہلے پراگندہ تھیں۔ اسی پراگندگی
کی حالت میں انکو وہ تم کرنے کے لئے آئے تھے۔ یہ طوفان بے تمیزی جو مکہ یا مدینہ کے کالج میں آتا
بپا ہوتا پھر سب کو پڑھا دینا یہ بھی رسول اللہ صلعم کا معجزہ بے بہا اور بے انتہا ہوتا۔ افسوس
کہ اس غرض کو جو ڈاکٹر صاحب رسول اللہ صلعم کا بیان فرماتے ہیں۔ ایک دن کو بھی ادا
کیا۔ نہ آپ نے کیا۔ اور نہ آپ کے صحابہ نے سپاہیوں سے لیکر سیکڑوں برس تک حکومت کی مگر ایسا کالج
تیار نہ کیا۔ اور نہ ایسا کبھی انکو وہم آیا۔ الغرض تیرہ سو برس میں کسی مسلمان کی عقل یہاں تک
نہیں پہنچی۔ کہ یہ رسول اللہ صلعم کا غرض تھا وہ بے ادا کئے ہوئے چلے گئے تو ہم اس کو
پورا کریں۔ اور اس کی قضا کریں بلکہ سچا اور پکا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو
فرائض حق کے ہیں۔ سب کو پورا کر دیا ہے۔ وہ خدا کا بندہ کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر نہیں گیا۔
دنیا سے ایسا کامیاب ہو کر گیا۔ کہ کسی کے وہم میں بھی ایسی کامیابی ذاتی ہوئی ہوگی
اگر یہ غرض تھی کہ تمام مذاہب کی اصلاح کرتے۔ آپ نے اصلاح اس طرح پر کی کہ خدا تعالیٰ
نے آپکو ایسی پاک کتاب عطا فرمائی کہ فیہا کتب قیمۃ۔ کہ اس میں تمام پکی کتابیں آگئیں
اور کہدیا واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ مجھے یہ قرآن وحی
ہوا ہے کہ اس کے ساتھ میں تمہیں ڈراؤں۔ اور تمام ان لوگوں کو جہاں یہ پہنچے۔
الغرض تمام قوموں کو کہدیا کہ یہ قرآن ہے جس میں تمہاری کتابیں ہیں تمہارے

پاس ہوتیں ہیں انہیں۔ وہ تمہاری دسترس سے محفوظ رہیں۔ اگر گھڑے وہ دوں میں قطرہ پیشاب کا پڑ جاوے۔ تو اسکو کون پئیگا۔ سب کی سب کتابیں چھوڑ دو۔ اور اس ایک کے اوپر پنجہ مارو۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کر کے سب اس کے دین پر چنگل مارو۔ اور جدا جدا نہ ہو۔ اللہ کا احسان یاد کرو۔ کہ تم آپس میں دشمن تھے تمہارے دلوں میں اس نے محبت ڈالی۔ اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ تمام تم جہنم کے کنارے پر تھے۔ اللہ نے تمہیں اس سے نجات دی۔ بالآخر ہم ڈاکٹر صاحب کی آخری بات کیکر مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ کوئی ایسا مذہب اس دنیا میں ہے جو مسلمان تو نہ ہو لیکن تمام رسولوں اور کتابوں اور آخرت کو مانتا ہو جسنے اپنی کتاب کو رسول کریم صلعم سے یا قرآن کریم سے درست کر دیا ہو۔ اور اس کے معانی کو سمجھا ہو۔ پھر وہ راستی پر چلا ہو۔

اللھم صل علیٰ محمد

وہ دمرا ہے راستہ صلِّ علیٰ محمد
صلِّ علیٰ محمد - صلِّ علیٰ محمد

اس کی مصیبت میں ہیں سب کی مشکل کشا یہیں
دل ہے اس سے مطمئن صلِّ علیٰ محمد

کیوں نہ کہیں ... کیوں نہ ...
تو ہے امین و مؤتمن - صلِّ علیٰ محمد

ہند و عرب میں ... سمجھے ہیں ...
تیرے جمال تیرے حسن صلِّ علیٰ محمد

شان بڑے نبی کی کیا کہتے ہیں ...
جوش طیور و انس و جن صلِّ علیٰ محمد

ہو ہے ہمارا شہر ... کرم میں ...
تو ہی نگاہوں پہ گن - صلِّ علیٰ محمد

ہم میں ... پاک ...
ہائے وہ راتیں اور وہ دن صلِّ علیٰ محمد

انجمن جان نثار کی ... ہزار کی
حق سے کریگا ... - صلِّ علیٰ محمد

معارف قرآن مجید

مقتبسہ از افادات علامہ نور الدین ایدہ اللہ رب العالمین

ما ضل صاحبکم وما غوٰے

اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی ضرورت اور پھر اس میں جو ضروری اوصاف ہونے چاہئیں پھر ان اوصاف کا اعلیٰ اور اکمل و اتم طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں پایا جانا جس دلآویز و دلنشین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان اعجازی خواص سے ہے۔ جو بالخصوص اسی کتاب حکیم میں پائے جاتے ہیں جیسے تو النجم (وہ خوبی) فرما کر جسمانی انتظام سے روحانی انتظام کی طرف متوجہ کیا۔ النجم کے سمت اور اس کے نیچے ہونے کی وجہ سے مغرب۔ مشرق۔ جنوب شمال کے رستوں کا علم ہوتا ہے۔ جب جسمانی بہتری و بہبودی کے لئے یہ انتظام ہے۔ تو روحانی دنیا میں صراط مستقیم کی ہدایت کے واسطے کسی النجم کی ضرورت کیوں نہ ہو سکے جو ہادی کہ چند صفت اس رہنما میں ہونے ضروری ہیں۔ ایک تو وہ خود واقفکار ہو۔ اسے نیکی و بدی نفع و ضرر کا علم ہو۔ دوم وہ اجنبی نہ ہو اس ملک کے رسم و رواج مذاق عادات حالات سے آگاہ ہو اور اس ملک کے باشندے بھی اسکے کیرکٹر طرز چال چلن کو خوب جانتے ہوں تاکہ وہ دھوکہ کھائے۔ نہ اسکے بارے میں احتمال ہو کہ ہمیں دھوکہ دیگا۔ سوم عالم باعمل ہو۔ چہارم اپنے علم کو اپنی اور اپنے بھائی بندوں کی اصلاح میں خرچ کرنیوالا ہو۔ نہ یہ کہ وہ اپنے علم سے مفاسد و شرارت کو بڑھانیوالا ہو۔

یہ اوصاف حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں اعلیٰ درجے کے انتہائی کمال کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ آپ کا علم ایسا کہ شدید القویٰ نے آپ کو سکھایا وھو بالافق الاعلیٰ کا خطاب پاکر یعلمھم الکتاب والحکمۃ آپ کی شان میں آیا۔ پھر جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ھوٰی

نہیں تھا بلکہ وحی پر مبنی تھا۔ اسلئے آپ پر صاحبکم خوب صادق آئے۔ اور اجنبی نہیں۔ اسکے لئے صاحبکم فرمایا۔ عرب کے عمائد، اہل الرائے آپ کے مکارم اخلاق کے معترف تھے۔ آپ نے اہل کو کبھی ادعا بڑی تندہی سے پیش کیا اور فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔ امین کا لقب تو آپ پا ہی چکے تھے

اور یہ کہ آپ اپنے عہدے کو حکم سے ہی اور پیدا کی کوشش کرتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً اسکی تصدیق کرتے تھے۔ وہ لوگ جو زنا، شراب، جوا وغیرہ جیسے بدترین گناہ ہونگو اپنی مجالس میں بڑے فخر کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے۔ وہ آپ کے پیرو ہوئے اور شراب کے پیالے خود دختروں کی بجائے اتنے وقتوں کی نمازیں پڑھنے لگے۔ ایسا ہی ہر بدی کو چھوڑ کر [illegible] کے مقابلہ میں انہوں نے یکدیگر کی تنہا کرلی۔ پس صاحبکم آپ پر صادق آیا۔

الشمس والقمر بحسبان

انسان کے الفاظ میں کمزوری ہے۔ انسان کے فلسفے میں کمزوری ہے جوں جوں زمانہ نئے نئے علوم دریافت کرتا ہے۔ وہ اپنے حالات اپنی اصطلاحات کو بدلتا آتا ہے۔ لیکن خدا کے کلام میں اس قسم کی کمزوری نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں سائنس ترقی کرتا ہے اسکی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ دیکھئے انسان کے جبر و اختیار پر بعض علماء نے بڑی بحث کی ہے اور اس میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی گئی۔ قرآن مجید نے ان الفاظ کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ ان کی بجائے استطاعت۔ مقدرت اور تمکین فرمایا اور [illegible] بہت سلطان و آیات رکھا۔ اسی طرح حسبان ایسا لفظ ہے کہ تمام دنیا کا فلسفہ [illegible] ہو گیا۔ اسکو نہیں ہٹا سکتے ہمارے سنے گئے ہیں۔ حسبان کے معنی اسکی [illegible] سورج اور چاند کو حساب دیکھو۔ ایک سیکنڈ کی بھی اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ اگر ہم قطب شمالی و قطب جنوبی پر ہوں تو چاند اور سورج چکی کی طرح چلتے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم خط استوا پر ہوں تو فلک المستقیم کی طرح چلتے معلوم ہونگے۔ حسبان ان دونوں صورتوں میں صادق آتا ہے۔

کیا بہشت آسمان پر ہے

بہشت کے متعلق علماء سے یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر ہے

لیکن وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ پر غور کریں۔ تو بالجزم ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب جنت کی چوڑائی زمین و آسمان دونوں کے برابر ہوتی ہے۔ تو پھر اسکا صرف آسمان پر ہونا کیونکر اس آیت کے مطابق ہو سکتا ہے

کل کی فکر آج کرو

قرآن مجید میں ایک آیت ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اے ایمان دارو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور ہر نفس کو چاہیئے کہ دیکھتا رہے کہ کل کے لئے اس نے کیا کیا۔ اور تقویٰ اپنا شعار بنائے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔

غرض دنیا و عقبیٰ میں کامیابی کو ایک گر بتایا کہ انسان کل کی فکر آج کرے اور اپنے ہر قول فعل میں یہ دیکھے کہ خدا تعالیٰ میرے کاموں سے خبردار ہے۔ یہی تقویٰ کی جڑ ہے۔ اور یہی ہر ایک کامیابی کی روح رواں ہے۔ برخلاف اسکے انجیل کی یہ تعلیم ہے جو باب ۶ آیت ۳۴ میں مذکور ہے یعنی "پس کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کرلیگا۔ آج کا دکھ آج کے لئے کافی ہے"۔

اگر ان دونوں تعلیموں پر غور کریں۔ تو صرف اسی ایک مسئلہ سے اسلام و عیسائیت کی صداقت کا فیصلہ ہو سکتا ہے اور ایک نیکدل پارسا طالب نجات طالب حق خوب سمجھ لیگا کہ عملی زندگی کے لحاظ سے کونسا مذہب لائق القبول ہے۔

اگر انجیل کی اس آیت پر عمل کیا جاوے انجیل کے ماننے والے عیسائی بھی عمل کریں تو دنیا کی تمام ترقیاں رک جائیں۔ اور تمام کاروبار بند ہو جائیں۔ نہ تو کارخانے چلیں۔ نہ ان کے مطابق ٹائم ٹیبل ہو نہ ریل گاڑیوں اور جہازوں کے پروگرام پہلے شائع ہوں۔ نہ کسی تجارتی کارخانے کو اشتہار دینے کا موقعہ ملے۔ نہ کسی گھر میں کھانا پکانے کی کوئی چیز رکھی جائے۔ اور نہ فاقہ زدوں سے مل سکے

کیونکہ عمل کی تو فکر ہی نہیں ۔ بلکہ فکر کرہی گئی ہے ۔ برخلاف اسکے

قرآن مجید کی تعلیم کیا پاک اور عملی زندگی میں کام آنیوالی ہے ۔ اور لطف یہ ہے کہ جیسا پہلا اپنا فلسفہ ، ہم بھی اسی آیت پر ہے ۔ نہ آج ہی سے سب کاروبار عالم بند ہوجاتا ہے ۔ اور کوئی نظام سلطنت قائم نہ رہے ۔ قرآن پاک کی تعلیم ولتنظر نفس ما قدمت لغد پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف دنیا میں کامران ہوتا ہے ۔ بلکہ عقبیٰ میں بھی خدا کے فضل سے سرخرو ہوگا ۔ ہم کبھی جنت کے لئے سرمایہ حسنات جمع نہیں کرسکتے جب تک آج ہی سے اس دارالقرار کے لئے تیاری نہ شروع کریں ۔

تعلقات کی نگہداشت

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے ۔ کہ کچھ عجب نہیں کہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہیں عداوت ہے ایک وقت دوستی پیدا کردے ۔ اور اللہ اس بات پر قادر ہے ۔ اسکے متعلق کلام نبوت میں نہایت عمدہ نصیحت فرمائی ۔ احبب حبیبک عسیٰ ان یکون بغیضک یوما ما و ابغض بغیضک عسیٰ ان یکون حبیبک یوما ما ۔ کسی سے دوستی کرو ۔ تو اعتدال پر رہو ۔ اور ایسا نہ ہو کہ اسے اپنا راز دار بنالو کہ اگر وہ تمہارا دشمن ہوجائے ۔ تو تمہیں نقصان پہنچائے ۔ اور اگر کسی سے دشمنی کرو تو اعتدال پر رہو کہ اگر وہ تمہارا دوست بن جائے ۔ تو پھر تمہیں اپنی باتوں پر شرمسار ہونا پڑے ۔ کیا پاک تعلیم ہے ۔ دنیا میں ہزاروں مثالیں اسکی موجود ہیں ۔ انقلاب موجودہ صورت حالات نے ہی فتوی دیا ہے کہ اب ان اشخاص میں کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا ۔ مگر خدا کچھ ایسے واقعات پیدا ہوگئے ہیں کہ وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ۔ ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے ۔ اسوقت اس قریبی دوستی سے گذشتہ سلوکوں کی یاد کیا تکلیف پہنچاتی ہے ۔ پس انسان کو چاہیے کہ پہلے ہی سے متوازن روش اختیار کرے ۔ تاکہ بعد میں شرم یا ندامت پیش نہ آئے ۔

لا الٰہ الا ھو

لوگ دنیا میں واسطے کسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں ۔ کہ وہ پاک اور مقدس ہے

یا اسلئے کہ وہ بادشاہ ہے۔ اگر نافرمانی کرینگے۔ تو سزا دیگا۔ یا اسواسطے کہ وہ ہمارا محسن ہے ہمپر انعام کرتا ہے۔ اسلئے اس کی اطاعت ضروری ہے

اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی طرف اپنی انہیں تین صفتوں کا ذکر فرما کر بلاتا ہے لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ملک بھی اسی کا اور سب خوبیوں کا سرچشمہ بھی وہی اور ہر چیز پر قادر بھی وہی۔ وہی پیدا کرنیوالا وہی نگران حال۔ بس عبادت کے لایق بھی وہی۔ اگر تم کسی کی اسلئے اطاعت کرتے ہو۔ کہ وہ حسن رکھتا ہے۔ تو یاد رکھو تمام کائنات کے حسن کا سرچشمہ تو وہی ذات بابرکات ہے۔ کوئی خوبی اگر کسی میں ہے۔ تو اسکا پیدا کرنیوالا وہی اللہ ہے۔ اسی طرح اگر تم کسی کی اسلئے اطاعت کرتے ہو۔ کہ وہ محسن ہے تو سب محسنوں سے بڑا محسن تو اللہ ہے۔ جس نے تمہارے محسن کو بھی سب سامان اپنی جناب سے دیا۔ اور پھر اس سامان سے تمتع حاصل کرنیکا موقعہ اور توفیق بھی اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ اگر کسی کی اطاعت اسلئے کرتے ہو کہ وہ بادشاہ حکمران ہے۔ تو تم خیال کرو کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ جس کا احاطہ سلطنت اسقدر وسیع ہے کہ تم اس سے نکل کر کہیں بھی نہیں جاسکتے جیسا کہ فرماتا ہے۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ پس دنیا کے حاکم تو یہ شان نہیں رکھتے۔ جب ان کی اطاعت کرتے ہو۔ تو پھر اس احکم الحاکمین کی اطاعت تو ضروری ہے۔

جن | جن اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ اور اس کی پیدائش نار السموم سے ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ پس اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی مخلوق کا جسے ہم دیکھ نہ سکتے ہوں محض اس بنا پر انکار کرنا کہ وہ اگر ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتی۔ دانشمندی سے بعید ہے۔ خود جن کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے۔ کہ وہ ایک

انسانی نظروں سے پوشیدہ مخلوق ہے۔ اس مادہ سے جس قدر الفاظ نکلے ہیں ان میں یہی معنے
پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جنت۔ جُنّہ جو انسان کو چھپا کر تلوار کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنین
وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہو۔ جنون۔ عقل کو چھپانے والا مرض۔ جن کا اطلاق۔ حدیث میں
سانپ، کوے، کتے، مکھی، چیونٹی [illegible] بائیں ہاتھ سے کھانا
بال پراگندہ رکھنے والا، خراب، ناک یا کان کٹا، شریر، سردار وغیرہ پر بولا گیا ہے۔ جن لغت
میں بڑے آدمیوں پر بھی بولا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے جن الناس معظمہم۔ شاید
بڑے پیسے والے ساہوکاروں کو بھی اسی لئے مہاجن کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی
یہ لفظ غریب لوگوں کے مقابل ایک گروہ پر بولا گیا ہے۔ جیسے فرمایا وَقَالَ الَّذِينَ
اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا
أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا۔ اس سے آگے فرمایا بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ
أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ (سبا) [illegible]

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ	پس کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہم شہادت پیش کرتے
وَمَا لَا تُبْصِرُونَ	ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی جو ابھی تم

نہیں دیکھتے، جس سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ قرآن مجید کسی کے خیال کی پیداوار
نہیں، بلکہ ایک معزز پیغمبر کے ذریعہ بھیجا ہوا رب العالمین کا نازل شدہ کلام ہے

بما تبصرون کے متعلق مختصراً یہ سن لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا محمد
بچپن سے ارشاد الٰہی کی تعمیل میں دعویٰ نبوت کیا۔ اور تمام مشرکان عرب کو کھول کھول کر
سنا دیا کہ یہ تمہارے بت کسی کے کام کے نہیں۔ پرستش کے لائق صرف ایک ذات
جامع صفات ہے جس کا نام ہے اللہ۔ تو چاروں طرف سے بڑے بڑے لوگ مخالفت کے
لئے اٹھے اور ناخنوں تک زور لگایا۔ آپ ایک یتیم بے سر و سامان مقابلہ میں بڑے بڑے
کام بڑے بڑے ارکین اور دولت مند [illegible]

صداقت نشان پورا ہوا۔ اور اسکو نیا دیکھتا تھا۔ جس قدر ابتدائی موافق لوگ تھے، وہ سب کے سب آپ ہی کے غلاموں میں نگے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ جیسے علم سیاست جاننے والے خالد بن ولید، ابو عبیدہ جیسے سپہ سالار سب آپ ہی کے منتخب شدہ تھے۔

یہ تو سب نے اسوقت دیکھ لیا۔ پھر بعد میں جو اللہ نے اپنے دین کی نصرت فرمائی جس طرح پر مصر و شام و ایران سب وسطی پر فتح حاصل ہوئی۔ وہ کچھ ایسا نظارہ نہیں کہ بھول جانے والا ہو۔ اور اس شان، شوکت، رعب، وسطوت اور حیرتناک تغیر و تبدل کو دیکھکر اور اس کے ساتھ ان کی پیشگوئیوں کو پڑھکر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور جو بے بسی اور بے کسی کے عالم میں کی گئیں۔ کون خدا ترس شخص ہے۔ جو بے نفیہ اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ نہ کہہ اٹھے۔ اللھم صل علے محمد وعلیٰ آل محمد۔

دفتر تشحیذ کی موجودہ کتابیں

ضرورت زمانہ یکصد و پنجاہ اسلام ہونے کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ جو ہم نے مصنفہ علم تحقیق اور ضرورت ...

اسلام کی پہلی کتاب حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق یہ کتاب نہایت مدلل اور کامل ثبوت بچوں کے پڑھانے کے لئے حجم ... صفحے قیمت ...

چولا بابا نانک گرو نانک صاحب کے مسلمان ہونیکا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب

لیکچر نمبر ا قیمت **لیکچر نمبر ۲** قیمت ... **معیار حق** ہے۔ مذہب کی شناخت ...

نعلیم الاسلام مع ضمیمہ ... کی تہذیب اسلام حضرت ... کا جواب ...

میں مسلمان ہو گیا حصہ دوم، سوم۔ اسلام کی حقانیت۔ اور آریوں کے اعتراضوں کا جواب ...

ترجمۃ القرآن ... جو تفسیر شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے نہایت قابلیت سے لکھی ہے۔ اور ... کو خوب کھولا گیا ہے۔

نکات حدیث

جماعت المسلمین و دعات الجحیم

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ قَوْمٌ مِّنْ جِلْدَتِنَا يَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ فَالْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ كَذٰلِكَ (ابن ماجه) حذیفہ بن یمان سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کے دروازے پر بلانے والے پیدا ہونگے جو کوئی ان کی طرف گیا۔ اس کو انہوں نے اٹھا کر جہنم میں ڈال دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں کا حال مجھ سے بیان کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ یعنی جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہماری قوم کے ہونگے اور ہماری زبان بولینگے میں نے عرض کیا جناب آپ مجھکو کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو لازم کرلے مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو اگر جماعت اور امام بھی نہ ہو اور مسلمانوں کے جدا جدا کئی فرقے ہو جاویں تو ان سب فرقوں سے الگ رہ اگرچہ تو جنگل میں ایک جھاڑ کی جڑ دانتوں سے پکڑ کر چمٹا رہے یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے اور تو اسی حال میں ہو۔ افسوس ہے آجکل کے مسلمانوں پر جو ایسی حدیثیں پڑھکر بھی امام وقت کو شناخت نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے ضد اور تعصب کے پردے ان کے دلوں اور آنکھوں پر پڑ گئے۔ ورنہ ایک حق شناس اور منصف مزاج انسان جس کے دل میں سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے فرمودوں کی قدر ہے وہ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہمارا زمانہ بھی وہ زمانہ ہے جس کی نسبت آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی کیونکہ اسی زمانہ میں ان دعاۃ یعنی بلانے والوں کی

جوش اور باہر کے پیدا ہو گئے۔ وہ کثرت ہے۔ کہ جس کی نظیر زمانہ ماضیہ میں نہیں پائی جاتی۔
نیز مذاہب کو جانے دو۔ مذہب اسلام سے جو مرتد ہو کر گلی کوچوں میں پڑے ہیں۔ انہیں
کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو مسلمانو کیا آج عربی زبان میں بول کر تمہارا مقابلہ نہیں کرتے
پھر تم کیوں اس سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل نہیں کرتے جو
تیرہ سو برس ہوئے تمہارے فائدہ کے لئے کی گئی یعنی فالزم جماعت المسلمین وامامہم
جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے دعاۃ کے وقت اس جماعت میں شامل ہونا چاہیئے جو ایک
امام رکھتی ہے۔ تم لوگ ہر طرف دیکھ بھال چکے ہو بتاؤ تمہیں احمدی جماعت کے سوا کوئی
ایسی جماعت نظر آتی ہے جس کا کوئی امام اپنی امامت کو منجانب اللہ سمجھے اور موجودہ
ان دعاۃ کے فتنوں سے بچانے کے لئے آئے اور دلائل کا لشکر عطا کیا گیا ہو۔ غور کے واسطے
نقد دعاۃ پر غور کرو۔ تاکہ خونی امام کا خیال تمہارے دلوں سے دور ہو۔ جو پیشگوئی تمہارے سامنے
تمہارے ملک میں پوری ہوئی تمہارے ہی بھائیوں نے زمرہ دعاۃ میں شامل ہو کر اعتراضوں
کے تیروں سے تمہارے جگر چھید ڈالے مگر ہائے افسوس ابھی بھی تم نے وہ وصیت نبوی
کے امام المسلمین کو قبول نہ کیا۔ بلکہ جماعت المسلمین کو وہ بات الکافرین تم رکھا پھر ترقی
اور بڑھ رہا ہے۔ کیا اب بھی تم کو اس جماعت کی صداقت میں کچھ شبہ ہے جس نے تم کو پانچ
چھوٹا ہاتھ میں لیکر ان دعاۃ سے وہ جنگ کی۔ کہ پہلی قوموں میں اس کی مثال نہیں ملتی تم تو
خود اپنے ہاتھوں سے اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ خدا اپنی جماعت کی ان صفوں کو توڑ چکے۔ حتی
یاتی قوم من قبل المشرق معہم رایات سود فیسئلون الخیر فلا یعطونہ
فیصبرون فیعطون ما سألوا الخیر ثم تطلع الرایات من قبل المشرق
فیقتلونکم قتلا لم یقتلہ قوم ... قال اذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبوا
علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی ... یخرج ناس من المشرق فیوطئون
المہدی یعنی سلطانہ۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ مہدی مشرق میں ہوگا اور اسکی

فوج کے ہاتھوں میں سیاہ جھنڈے ہونگے وہ اس خزانہ کو طلب کرینگے۔ لوگ انکو دینگے وہ نہیں لینگے
اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دیے جائینگے جو خزانہ وہ مانگتے تھے۔ انکو دیا جائیگا ہمارے ایل
تم جیسے ہو مبارک۔ پیش یہ خزانہ کے سلسلہ میں آیا۔ مہدی کی وہ مشرقی فوج جب تم اس خزانہ
پر ان سے لڑوگے تمکو ایسا قتل کرینگے کہ ویسا انکو کسی نے قتل نہیں کیا۔ وہ مہدی کی سلطنت
کو دنیا پر چھا دینگے۔ وہ وہ ایسے امام کو ہیں کہ جو کوئی انکا زمانہ پائے برف پر بھی ہاتھوں
اور گھٹنوں کے بل چلکر ان میں جا شامل ہو۔ فمن ادرک ذلک منکم فلیأتهم ولو حبوا
علی الثلج۔

اب میں پوچھتا ہوں۔ اگر امام مہدی نے مغرب میں آنا ہوتا۔ جدھر تمہاری آنکھیں لگی ہوئی
ہیں۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ مغرب کے لوگوں سے کوئی انکا مددگار نہ ہو۔ تمہارے ہی مقرر کردہ
نشانوں کے ساتھ آئے۔ پھر تم کیوں انکے ساتھ لڑوگے۔ اس میں تو سمجھایا گیا کہ اس مہدی
کیوقت تم اپنی غلطی سے یہ خیال کروگے کہ ہم اس خزانہ کے مالک ہیں۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت
کرنیوالے ہیں۔ لیکن دراصل تم اسوقت صرف نام کے مالک ہوگے۔ نہ کوئی تمہارے پاس
خرچ ہوگا۔ نہ اسکے سنبھالنے کی قابلیت۔ اسلئے تم مہدی اور اس کی مشرقی فوج کے ساتھ
جھگڑا کروگے تو ہمارے خزانہ کو برباد کرنے لگے ہیں۔ لڑائی شروع کردوگے۔ پھر تم اس سلطان المظفر
کے ہاتھ سے اور اسکے لشکر کے سیاہ جھنڈے لیکر قہر جرجانی کریگا۔ قتل کئے جاؤگے۔ اور وہی امام
اس خزانہ کو مالک کیا جائیگا جو تمہیں وہیں سے دولت سے مالامال کردیگا۔ والمال یومئذ کدس
فیقوم الرجل یا مہدی اعطنی فیقول خذ (ابن ماجہ) یہ سلطان منصور تمہیں
خلیفہ اور جماعت المسلمین سے منہ موڑو۔ خروج و بغاوت کے زمانہ میں جب تک تم اس امام کی
کی پیروی نہ کروگے۔ یہ فرقہ بندی تمہارے کچھ کام نہ آئیگی۔ اسی مخبر صادق صلعم کے فرمودہ پر غور
کرو۔ فاعتزل تلک الفرق کلہا۔ جس سے یہی ہے کہ متعدد گروہ مسلمانوں اور اس کے
زمانہ میں مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہونگے۔ لیکن وہ کسی ایک امام کے ماتحت نہ ہونگے

اسلئے آپ نے ان سے جدا رہنے کی یہاں تک تاکید فرمائی کہ مومن کو جنگل کی جڑیں چبا چبا کر گذارہ کرنا ایسی فتنوں سے بہتر ہے۔ سو میری اس نصیحت کو دل سے سنو یہ محض تمہاری خیرخواہی کے لئے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ شاید تم میں سے کوئی سعید روح فائدہ اٹھا کر میرے لئے ثواب کا موجب ہو۔ اللہ تعالیٰ تمکو امام الوقت کی شناخت عطا کرے۔ آمین۔ [illegible] جہلم

ریویو

کتاب الامر جس کا دوسرا نام امام مہدی کے انصار اور ان کے فرائض ہے خواجہ حسن نظامی ومدیر حلقہ نظام المشائخ دہلی نے مرتب کیا ہے۔ رسالہ ہذا میں ان خیالات کو جو آجکل عموم مسلمانوں میں مختلف طرح سے پائے جاتے ہیں یا پیدا کئے جا رہے ہیں جب ہر طرف سے مصائب و مشکلات کا سامنا ہو تو لوگوں کی نظریں ظہور مہدی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اس قسم کی باتیں خدا کے موعود مہدی و مسیح نے آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی نسبت فرمائیں۔ تو ان پر ان نا عاقبت اندیش اور پرجوش علماء نے کفر کے فتوے لگانے سے دریغ نہ کیا مگر اب انتہائے یاس میں خود اس بات پر مجبور ہیں کہ ان احادیث کی پیشگوئیوں کے کچھ اور معنے کریں۔ خواہ وہ حقیقت سے دور ہی ہوں

(۱) تحشر الناس من المشرق الی المغرب کے متعلق تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ [illegible] ہے اور (۲) دخان سے مراد توپ کی کثرت لیتے ہیں (۳) دجال سے [illegible] ہے [illegible] صاحب [illegible] کی کتاب دیکھئے تو [illegible] طائفۃ عظیمۃ تحمل الناس [illegible] (۴) خرجنا الامام [illegible] سے مراد [illegible] کلمات [illegible] (۵) [illegible] مسلمانوں کو جوش [illegible] کی [illegible] خلیفۃ [illegible] کے متعلق [illegible]

کے بعد تمام عرب والے موجودہ ترکی پارلیمنٹ کے سخت مخالف ہیں۔ اور یہی وقت ہے کہ مہدی خروج کرے۔ (۸) یخرج رجل من وراء النہر۔ یہ شاہ افغانستان ہے جو مشہد کے رستے خروج کرکے اسکو زیر نگین کرتے ہوئے حضرت مہدی کی خدمت میں حاضر ہونگے علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور۔ یہ منصور نمبر (۹) و نصر اللہ خان ہے۔ (۱۰) انگریزی تابعدار کو مسلمان ہوجانا ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔ اور آپ مشورہ دیتے ہیں۔ توحید و رسالت محمدیہ کا اقرار و تصدیق سے کرلیں۔ سرکاری حیثیت میں باضابطہ اعلان کی ضرورت نہیں (۱۱) آپ تمام لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا علی جامع التماس (۱۲) کے جدت پر کلی بیان (۱۳) جناب حضرت موعود کے ظہور کا یہی وقت بتاتے ہیں (۱۴) پھر تورات کی بشارات اور یوحنا کے مکاشفات سے کچھ اسکا پتہ دیتے ہیں کہ یاجوج ماجوج تو موتکا فرسب ذکر **مقدسوں کی چھاونی** یعنی مدینہ منورہ اور **عزیز شہر** یعنی مکہ مکرمہ پر چڑھ جاینگے (۱۵) پھر ابن عربی کی پیشگوئی سے حساب کرکے ۱۳۳۵ھ میں ظہور مہدی کی خبر دی ہے۔ آخیر میں بادو فرائض لکھے ہیں۔ جبکا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ ایک جو اور نیک ہو۔

غرض اس قسم کے خوش کن مگر حقیقت سے بہت دور باتوں سے یہ رسالہ پر ہے۔ اور اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں میں کام کرنیوالی سپرٹ تو اب رہی نہیں۔ وہ صرف خیالی پلاؤ پکا کر خوش ہو رہے ہیں۔ بہرحال ہماری یہی مرضی ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ رشتہ بھی گذر جائیگا۔ اور انکا کوئی مہدی ان کے خیالات کے مطابق ظہور نہ کریگا۔ آخر ان ندامت کے ساتھ خدا کے سچے مہدی مرزا غلام احمد علیہ السلام کے آستانہ پر اپنا سر تسلیم خم کرینگے۔

اس رسالہ میں باوجود حکومت انگریزی سے وفاداری میں وہ قدم اور آگے بڑھنے کی تحریک ہے۔ یہ وہی بات ہے جو تیس سال قبل ہمارے امام علیہ السلام نے ہمیں تعلیم دی ہے بلکہ اسے اپنے شرائط بیعت میں رکھا غرض خدا اپنے صادق کا صدق ظاہر کر رہا ہے اور اسلام کی ترقی مسیح موعود کے ذریعہ ہو رہی ہے۔

خطبات اسلام | مولوی ابو الحسن یونس الہاشمی رئیس آنولی ضلع علیگڈھ نے مسلمانان کیلئے تجویز
تو یہ اٹھائی ہے۔ کہ وہ جمعہ کے دن اتنا اہم امور بیٹے پر خطبہ وعظ کیا کریں۔ جو بہت عمدہ بات ہے
سب سے زیادہ امر اہم تو یہ ہے۔ کہ مسیح آنے کے موعود پر ایمان لاکر سچے مسلمان بنیں۔ حجم ۳۲
صفحے کاغذ ڈبل

میلاد الرسول | شاہ محمد حسن میاں صاحب پھلواری نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ آنحضرت صلعم کے
واقعات زندگی باقاعدہ تاریخ وار اگر مسلمانوں کو سنائے جائیں۔ اور اس طرح پر انہیں اپنے
مقدس نبی کی سیرت سے آگاہ کیا جائے۔ تو اس سے زیادہ مفید اور بہتر کام کیا ہو سکتا ہے
مگر مسلمانوں میں جہاں اور بدعات کا رواج ہے۔ وہاں اس پاک بات میں بہت سی باتیں
ایسی ملا دی گئی ہیں۔ کہ اصل مطلب فوت ہونیکے علاوہ بیہودگیاں بھی پڑ گئی ہیں۔ مؤلف
میلاد نے اس نقص کو محسوس کیا ہے۔ مگر ان کو جرأت نہیں ہوئی۔ کہ وہ اس رسم کو قطع قمع
ہی کر دیں۔ آپ نے اپنی تحقیق کے مطابق نہایت معتبر روایات سے ایک مولود نامہ تیار کیا
ہے جس سے حضور انور کی سیرت پر تو کچھ روشنی نہیں پڑتی۔ مگر کتب سابقہ بالخصوص بائبل کی
جو بشارات ہیں۔ ان کی تشریح خاصی کر دی گئی ہے۔ اور عبارت بھی دلچسپ و دلآویز ہے
آپ ہر ایک بات کی سند قرآن و حدیث سے حاشیے پر دیتے جاتے ہیں جس نے رسالہ کو قابل
قدر بنا دیا ہے۔ مگر حدیثیں جو پیش کی ہیں۔ انکا اکثر حصہ ایسا ہے جو اعلیٰ طبقے کی نہیں۔ ختم
نبوت کو بھی آپ ٹھیک نہیں سمجھے جو دلیل دی ہے۔ اس سے بھی یہی نکلتا ہے۔ کہ آئندہ
جدید امت کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ کہیں سے نکل آئے کہ آنحضرت صلعم کے
فیض سے مستفیض اور اسی سراج منیر کے نور سے مستنیر ہو کر کوئی نبی نہیں پیدا ہو سکتا۔ بلکہ ختم
کا تو تقاضا ہے کہ اب جو نبی آپ کی مہر سے مہر شدہ نبی بنا کر بھیجا جائیگا۔ جسکے آنے کی آپ
رقم فرما ہیں۔ کہ یہ نبوت کی صداقت کا قطعی فیصلہ ہے کیونکہ اگر معاذ اللہ آپ سچے رسول اور
نبی مبشر و موعود نہ ہوتے۔ تو اسی آیت کے بموجب ضرور قتل کئے جاتے۔ حسن معاملہ

اگر اسی دلیل کو لیکر حضرت مسیح موعود کے دعاوی میں غور کریں تو انشاء اللہ پھر حق کھل جائے گا۔

بہرحال رسالہ قابل دید ہے۔ اور بشارات نبوی کا حصہ بہت دلچسپ ہے۔ میلاد میں ہم تعظیم کے لئے اٹھتے ہیں۔ اور آپ شریعت سے کوئی اس کی دلیل نہیں لاسکتے۔ البتہ آپ لکھتے ہیں۔ اے محبان نبی اللہ اللہ عالم تصور ہی میں سہی۔ دربار رسول میں ایک بار باادب تعظیم سے کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرو مجھ۔ دیکھنے والا مصر ڈاک میں محکمہ ڈاک کی وجہ سے ان کا فقد اچھا

الندوہ۔ فروری کے نمبر میں یہ دعوی کیا گیا ہے "کہ جب گنہگار جماعت پر عذاب بھیجتا ہے تو بعض اس میں سے ایسے نیک دل ہیں کہ اس عذاب سے نکالتا ہے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ دو گناہ گاروں کی مصیبت میں شریک ہو"

میرے نزدیک یہ دعوی صحیح نہیں۔ اور قرآن مجید و حدیث نبوی کے خلاف ہے جن آیات سے ایسا استدلال کیا گیا ہے۔۔۔ دعوی مذکورہ بالا کو ثابت نہیں کرتیں۔

(۲) آیت واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ اس بارے میں نص صریح ہے کہ ظالموں کے علاوہ۔۔۔ دوسرے بھی عذاب میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اسکے متعلق کی حیثیت سے تین ترکیبیں بنا کر ترجیح دی گئی ہیں۔ یہ کیا جانا چاہتے ہے۔ باقی دعوی ثبت نہ کرنے کی غرض اس کی دلیل ہے جو پیش کی۔ مورد حشری کا قول انکی کو کم کرنا ہے۔ سورہ۔۔۔ کی مثال ہوتی ہے کہ جس

(۱) وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھورھما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصادقون۔ اس کی ترکیب تو چند اور مگر اس کا ظاہر ان کی۔۔۔ کی

الطاہر یہ (۲) قال فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین۔ حضرت موسیٰ کی قوم نے حکم عدولی کی یہ سزا پائی۔ مگر حضرت موسیٰ کو بھی اسی سے حصہ ملا۔ حضرت کی وفات اسی جنگل میں ہوئی کہ جہاں ہو نہیں سکتا وہ میں سب

(۳) فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوٰھا ولا یخاف عقبٰھا۔ گناہ کی وجہ سے

نہ صرف اس قوم کو ہلاک کیا بلکہ ان کی اولاد کو بھی۔ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی قرآنی کتاب کی
تعلیمات ہے۔ اس کی اصل کتاب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ آپ ملاحظہ فرمالیں۔ جب کوئی
عذاب بہ رنگ طوفان یا وبا اس آجائے تو سب سے پہلے بے چارے غریبوں اور مزدوروں پر نوبت نازل
ہوتی ہے۔ حالانکہ ان کا کچھ قصور نہیں ہوتا۔ خود انسان کے اعضاء میں دیکھا جاوے۔ نظر اگر
گناہ ایک عضو کرتا ہے۔ اور اسکا نتیجہ دوسرے اعضاء کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ بلکہ گورنمنٹ کے حکم
سے چور ہی گرفتار ہے بچے کو بیوہ اور کمین پکڑے گئے ہیں کشتی میں ایک سوراخ کرے سب ہی ڈوبینگے۔
پھر میں صحیح البخاری سے ایک حدیث سناتا ہوں جو اس تنازع میں فیصلہ کن ہے۔ اور
وہ یہ ہے حدثنا محمد بن جبیر بن مطعم قال حدثتنی عائشۃ قال قالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یغزو جیش الکعبۃ فاذا کانوا ببیداء من الارض
یخسف باولھم واٰخرھم قالت قلت یا رسول اللہ کیف یخسف باولھم واٰخرھم
وفیھم اسواقھم ومن لیس منھم قال یخسف باولھم واٰخرھم ثم یبعثون
علیٰ نیاتھم۔ بخاری کتاب البیوع باب ما ذکر فی الاسواق
اس حدیث میں من لیس منھم قابل غور ہے۔ رسول کریم صلعم کے جواب یبعثون علیٰ
نیاتھم سے واضح ہے کہ اسی دنیا میں ہر جرم کی سزا یا نیکی کی جزا ضروری نہیں۔ ایسا امتیاز
جو ہر طرح سے واضح ہو یوم القیامت کے لئے مخصوص ہے۔ اگر فاضل مضمون نگار کو اپنی
رائے پر اصرار ہو تو ہم انشاء اللہ پھر مفصل لکھ سکیں گے۔

ضیاء الاسلام اس سال میں یہ انوکھی رائے دیکھی ہے کہ سائنس اور مذہب کا منشا
غیریت کے مشتمل ہے۔ اور یہ کہ عقلی دلائل کا پورا پورا اثر رہتے اور انسان کو مذہب سے بیگانہ بنا دیتے
ہیں۔ ہمارے معاصر کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید میں بار بار افلا تعقلون آیا ہے جس سے معلوم
ہوا کہ عقل مذہب کی شناخت اور عقائد کی صحت کا یقین کرنے کیلئے ضروری ہے گو عقل کی
مثال اس نردبان کی طرح ہے۔ جس کا کام صرف بام مقصود تک پہنچانا ہے۔ بعد ازاں اس کی ضرورت

نہیں۔ اور سائینس کے بارے میں بھی مضمون لکھنے والے کا یہی منشا ہوگا۔ اگر اسلام کا تعلق صرف روحانی ترقیات سے ہوتا۔ مگر اسلام تو انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ترقی کے لئے ایک ہدایت نامہ پیش کرتا ہے۔ پس سچا مذہب تو سائنس کو اپنا خادم بنا لیتا ہے۔ اور سچے مذہب کا تعلق سائنس سے نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ انسان خلیفۃ فی الارض ہو اور تمام مخلوقات بموجب آیہ والی پارہ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض۔ انسان کی مسخر ہے لیکن وہ اس بات پر مامور ہے۔ کہ ان سے حسب منشاء موافق قوانین الٰہی اپنے قویٰ کے اندازے پر کام لے۔ باوجود اس آیت کے قرآن مجید میں موجود ہونیکے ایک مسلمان کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ سائنس کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ یا سائنس کے دخل دینے سے مذہب کی خیر نہیں۔ ہمارا مذہب تو سائنس سے اپنی شان کمال دکھاتا ہے جوں جوں سائنس کے مسائل حل ہونگے۔ اسلام کی اور بھی صداقت ظاہر ہوگی۔ ہم اس مضمون پر کسی آئندہ اشاعت میں بشرط ضرورت ایک سیر کن بحث کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

مکتوبات احمدیہ حضرت اقدس کے پرانے خط معارف وحقائق کے خزانے قیمت ۱۲ر

الاربعین ۸ر کو فرصت ہوگی۔ بجائے ۱۲ر جس میں حضرت نے اپنی صداقت کا پر زور ثبوت

الاسماء الحسنیٰ ۸ر اسماء الٰہی کی تشریح ہیچ ن کے پڑھانے کے لئے نہایت مفید رسالہ

خطبات کریمیہ حضرت مولوی عبد الکریمؓ کے چند خطبات کا مجموعہ قیمت ۸ر

پرانی تحریریں حضرت اقدس کی بعض نایاب تحریریں جو اور کہیں نہیں ملتی قیمت ۴ر

الموعظۃ الحسنۃ سورہ تبت کی بے نظیر تفسیر مصنفہ حضرت مولانا احسن قیمت ۴ر

سلاک مروارید حصہ اول ۸ر مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب ناول کے پیرایہ میں عورتوں کے
" دوم ۸ر لئے اسلام اور احمدی سلسلہ کے مسائل کی دلچسپ مثال تشریح

مجربات حصہ اول ۱۲ر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کے طبی مجربات کا مخزن
" دوم ۸ر

ملنے کا پتہ۔ تشحیذ قادیان۔ ضلع گورداسپور

خریداران تشحیذ کو اطلاع

ماہ جون سنہ ۱۹۱۳ء کا پرچہ تمام ان اصحاب کے نام جنہوں نے سنہ ۱۳ء کی قیمت نہیں دی، وی پی کیا جائیگا۔ اگر کوئی صاحب وی پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، تو پہلے اطلاع دیں وی پی واپس کر کے نقصان نہ پہنچائیں۔ (مینجر)

جنگ بدر سے جنگ یرموک تک

۱۹۰ صفحہ تک واقعات تاریخ اسلام کے [illegible] میں نہایت دلکش اور دلچسپ پیرایہ میں شائع ہوئے ہیں۔ جن کو تمام دنیا میں [illegible] چلی آتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی سفارش ہے کہ احباب اسکو خرید کریں۔ امید کہ اس سفارش کی خاطر خواہ قدر کی جاوے گی۔ [illegible] صفحے قیمت [illegible] ملنے کا پتہ غلام قادر فصیح ایڈیٹر اسلام [illegible]

شرح اجرت اشتہارات [illegible]

[illegible] مطابق [illegible] کی تقسیم [illegible]

[illegible]

[illegible] اشتہار [illegible]

[illegible] اشتہار [illegible] واپس کر دے [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا [illegible] ممکن ہو تو اس سے بچنے کے لئے آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے
برمن کا اصل عرق کافور ہے یہ [illegible] برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست
پیٹ کا درد [illegible] کے لئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ر
محصول ڈاک [illegible] ۶ر

عرق کافور

عرق پودینہ [illegible] ہری پتیوں کا یہ عرق ہے اس کا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی
پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی اصلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے
بدہضمی کے لئے نہایت مفید ہے پیٹ کا پھولنا [illegible] پیٹ میں درد بدہضمی متلی اور
کم بھوک وغیرہ کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی ۱ر محصول ڈاک ۵ر

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولیاں کھا کر سو جاؤ صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی اور مروڑ کچھ نہیں ہوگی سب معمول [illegible]
پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی [illegible] ڈاکٹر برمن کا اپنے [illegible] کو دیتے تھے یہ گولیاں
کل مرض میں بے تعداد وزن میں گولیاں [illegible] ہر میعاد کو ایک ڈبیا کافی ہے قیمت
سو گولیوں کی ایک ڈبیا [illegible] ڈبیا تک محصول ڈاک ۵ر

درد سر و یا کسی درد کی دوا

یا کسی درد کی [illegible] درد [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] آرام کر دیتا ہے اور [illegible] جیسے ٹیس [illegible]
[illegible] گنگنی سے [illegible] اس [illegible] آرام ہو جاتا ہے [illegible] سر میں [illegible]
تمام سر کی [illegible] دور ہو جاتا ہے [illegible] کو دوا اپنے گھر میں رکھنا لازم ہے قیمت
[illegible] فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible] ڈبیا تک [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ [illegible] تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

درکنون ۲۴۱ - ۲۵۰ ایڈیٹر	اطلاعات الشیعہ ۲۵۱ - ۲۶۰ خاکسار
سلم الوصول ۲۶۱ - ۲۶۴ صادق	معارف قرآن مجید ۲۶۳ - ۲۸۰ ایڈیٹر
ثبوت حدیث ۲۸۰ - ۲۸۲ ایڈیٹر	ریویوز ۲۸۳ - ۲۹۶
نظم ۲۸۴ - ۲۸۸	میر ناصر نواب صاحب

قیمت سالانہ

[illegible] طلباء سے ایک روپیہ آٹھ آنہ [illegible]

[illegible] مطبع [illegible] قادیان

[illegible]

قابلِ توجہ خریداران

(۱) جن خریداروں کی قیمت جون ... میں ختم ہوئی ہے انکے نام ماہ جولائی کا پرچہ [illegible] انکی قیمت مع محصول [illegible] کے بھیجا جائیگا جن اصحاب نے امسال [illegible] کا چندہ [illegible] کا بھی نہیں دیا وہ مہربانی فرما کر اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ رسالہ کا باقاعدہ وقت پر نکلنا بہت کچھ رسالہ چندہ کے وصول ہونے پر منحصر ہے۔

(۲) باوجود پہلے اطلاع کر دینے اور مفصل حساب بھجوا دینے کے جن صاحبوں نے تشحیذ کے وی پی واپس کر کے کارخانہ کو نقصان پہنچایا ہے وہ بھی اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں۔

(۳) ادارہ [illegible] انجمن تشحیذ [illegible] بذریعہ کارڈوں کے [illegible] سے اطلاع دی جا چکی ہے کہ صرف وی پی صاحب [illegible] جنکا بقیہ چندہ [illegible] وصول ہو جاوے [illegible] بھی توجہ فرمائیں۔

(۴) **حضرت صاحبزادہ صاحب کی اپیل بذریعہ خطوط کی طرف صرف چالیس** اصحاب نے توجہ فرمائی۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے تمام دوست جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے محبت و نیاز مندی کا تعلق رکھتے ہیں اس کی [illegible] کو پورا فرمادینگے۔ نیز استدعا ہے حضرات تشحیذ کے چندہ سالانہ میں [illegible] قبول فرماویں اور ان کے علاوہ [illegible] خریداروں میں سے ہر ایک کم از کم دو خریدار پیشگی قیمت دینے والے پیدا کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء [illegible] تمام [illegible] کے نام انشاء اللہ رسالہ میں چھاپ دیئے جاوینگے

نوائے محمود — یہ [illegible] نظم ہے جو صاحبزادہ [illegible] محمود احمد صاحب [illegible] کی کاپیاں [illegible] ہاتھوں ہاتھ بک گئیں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۲ء

درِّ مکنون

۱۹۰۹ء میں جو خطوط امام مقدس علیہ السلام نے ایک مرحوم کے نام جیسے حسن تعلق کو وہ بھول گئے ان کے مطالعہ سے جو روحانی سرور مجھے حاصل ہو رہا ہے تو کچھ میرا ہی دل جانتا ہے لیکن اس سرور آسمانی پر اپنے احباب کی دعوت بھی ضروری جان کر ان تشحیذ پر رسالے کے عام دیتا ہوں یہ صفحات لیٹنگ زیگل کے لئے مخصوص تھے۔ مگر اس جو عبارت پر میرے بزرگ ذیل قربان۔

اخراجات متعلقہ | مینے عربی میں بلاد شام اور عرب اور حرمین شریفین کے لئے کتاب مکمل شروع کی ہے چنانچہ آج کی تاریخ تک دو صفحے چھپ چکی ہے۔ ایکسو سو چھپ پڑی ہے ڈیڑھ سو پچاس روپے کے قریب اسکا ماہواری خرچ ہوتا ہے۔

(۳) ہمارے سلسلہ کے لنگرخانہ کا خرچ کچھ ایسا بڑھ گیا ہے کہ تخمیناً گیارہ سو روپیہ ماہوار باوجود سخت کفایت شعاری کے ہو جاتا ہے کیونکہ چاروں طرف سے حق کے طالب آرہے ہیں اور ضروری جلسے بھی ہوتے ہیں۔

اللہ پر بھروسہ پھر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے سب کام میں کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیگا اور ہمیشہ کرتا ہے لیکن کوشش بھی شرط ہے۔ (۲ اپریل سنہ[illegible] خطوط)

شرم حضور ادعیہ مغفور مجھے اس بات سے بہت شرم آتی ہے کہ میں اپنے نفس کے لئے آپ کو تکلیف دوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک خدمت کا بہت بہت بدلہ دے اور ہمیشہ کروہات زمانہ سے بچاوے۔ آمین ثم آمین

عنبر کی پہچان عنبر میرے نزدیک وہ عمدہ ہے جس میں خوشبو زیادہ ہے۔ اور دانت کے نیچے چبانے سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ اور عنبر کا رنگ زیادہ بھی ہوتا ہے۔ اور سفید بھی ہوتا ہے اور کسی قدر پرانا ہونے سے سیاہ بھی ہو جاتا ہے۔ بہرحال جو خوشبودار اور دانت کے نیچے چبانے کے وقت ریت کی طرح متفرق نہ ہو جائے بلکہ موم کی طرح اکٹھا رہے۔ وہی اچھا ہوتا ہے

بیماری کا علاج کس نیت سے فرماتے ایسی چیزوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ اور وہ بھی اس خیال سے کرتا ہوں کہ میں خدمت میں لگا ہوا ہوں۔ اس خدمت میں باعث بیماری حرج واقع نہ ہو۔

فراست مومن آپ کے بھائی روشن علی صاحب چند روز سے قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ بباعث کثرت آدمیوں کے بہت کم دیکھنے کا اتفاق پڑا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ درویش غریب طبع لڑکا ہے۔ اور نیک خیال رکھتا ہے (۲۰ مئی سنہ[illegible] خطوط)

جماعت کو سند خوشنودی مجھ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے بہت خوشی ہے۔ کہ جس قسم کے اخلاص اور جوش اپنی جماعت کی طرف سے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ اکثر پائے جاتے ہیں۔ اور ترقی کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان ترقیات تک پہنچاوے۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو

(ٹی ٹیس ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۹ء خط ۱۳)

لاغری کے اسباب اور اس کا علاج

لاغری بدن کی ۔ اسباب کے لحاظ سے ضرور تدبیر کرنی چاہیئے ۔ بسا اوقات شدت محنت و قلت غذا اور قصور ہاضمہ اور کثرت فکر و غم اور کبھی پیدائشی کمزوری یا کسی قسم کی حرارت غریبہ لاغری کا موجب ہو جاتی ہے ۔ اور اگر معدہ کے افعال میں قصور نہ ہو تو عمدہ غذا میں کمی نہ کرنا ۔ دودھ پینا ۔ انڈے کی ناگ پینا ۔ اسکاٹ ایملشن پینا اور شیرہ بادام پیتے رہنا ۔ اور کونین فولاد تقویت معدہ کے لئے استعمال کرنا ۔ اور راحت و آرام کرنا اور نیند کافی سونا بہت مفید ہوتا ہے ۔ اور اگر میسر ہو تو تبدیل آب و ہوا کرنا ۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ جناب الٰہی میں عافیت کے لئے دعا کرتے رہنا مفید ہے

ایک مقدمہ میں کامیابی کی پیشگوئی

گوجرانوالہ میں ایک نیم پاگل مولوی نے ہزار روپے کی نالش میرے پر دائر کر دی ہے ۔ اس بنا پر کہ مدت ہوئی کہ اس طرف سے یہ اشتہار عیسائیوں کے مقابل پر نکلا تھا کہ اگر کوئی عیسائی ہماری نشانوں کے مقابل حضرت عیسیٰ کے معجزات کو ثبوت کے رو سے قوی ثابت کر دے ۔ تو اس کو مبلغ ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا ۔ اب وہ مولوی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا صاحب معجزات ہونا ثابت ہے اور کہتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اسلئے ہزار روپے انعام کا حقدار ہوں اس کا مقدمہ ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کے سپرد ہوا ہے مگر وہ لوگ ہر ایک شر میں آخر شرمندہ ہوتے ہیں (۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء خط ۱۳)

دور والے زیادہ اجر کے مستحق ہیں

انسان نزدیک سے تو حضرت کو محسوس کر کے یا دیکھ کر مدد کرتا ہے مگر صدہا کوس کی دوری سے مدد کرنا بڑی قوت ایمانی کی نشانی ہے

(۱۶ اپریل ۱۹۰۸ء خط ۱۲)

بیعت کرنیوالوں کی دو قسمیں ہیں؟

بفضل خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہی ڈالا ہے کہ بیعت کرنے والے دو قسم میں لکھے جائینگے ۔ ایک بااخلاص اور صاف زندگی کے

خوشنود ہو خدا تعالیٰ کے منشاء کی اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ اور ایک وہ جو کسی قدر کمزور ہیں جیسا کہ اشتہار درسہ سے ظاہر ہوگا۔

جماعت کے لوگ کیسے ہیں؟ میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ آپ اور آپ کے دوست جو ہماری جماعت میں ہیں ایک ذرہ فرق نہیں کرتے بلکہ اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال پر اس سلسلہ کو مقدم رکھتے ہیں۔

تالیفات کی اشاعت ضروری ہو اگر ہماری تالیفات کا سلسلہ بافراط اور متواتر جاری رہا۔ تو امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ جلد تر ایک دنیا اس سلسلہ میں داخل ہو جائیگی۔ گو جو پہلے ہیں وہی پہلے ہونگے انشاء اللہ۔

میرے لئے مفید تحفہ عنبر میرے لئے بہت مفید تحفہ ہے مجھ کو ایک اعصابی بیماری ہے سکر یہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور بیماری کے دورہ کے وقت کسی وقت تک [illegible] ہو جاتا ہوں۔ پھر عنبر اور مشک کے استعمال سے اکثر طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

تریاق القلوب میں خیال کرتا ہوں کہ یہ رسالہ میری جماعت کے لئے نہایت ہی مفید ہوگا۔ اور جو دوست اس سلسلہ میں دعوت و تبلیغ کا شوق رکھتے ہیں ان کو بہت مدد دیگا۔ اور اس کے دیکھنے سے ان کی معلومات بہت وسیع ہو جائینگی۔ اور وہ دوسروں کو بڑی قوت اور بصیرت سے سمجھا سکیں گے (۱۰۔ اکتوبر ۹۹ء خط [illegible])

تعزیت بچے کے فوت ہونے کا بڑا رنج ہوا۔ لیکن چونکہ اسی مالک کا فعل ہے جس نے بچہ کو دنیا میں بھیجا تھا۔ اور وہ رحیم و کریم ہے۔ اس لئے بجز صبر کے چارہ نہیں۔ امید ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اس کا بدل عطا کر دیگا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ماہ رمضان میں دعا ماہ رمضان میں تمام دوستوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور آپ کے لئے بھی نماز و خارج نماز میں دعا کرتا ہوں۔ (۲۰ جنوری ۱۹۰۰ء)

مسیح کا پیغام احباب کے نام

تمام دوستوں و مخلصوں کو آپ میری طرف سے السلام علیکم پہنچا دیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی نصیحت کریں۔ عمر کا اعتبار نہیں اور موت سر پر کھڑی ہے عقلمندی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ ۲۰ اپریل ۱۹۱۴ء

امام کا ذاتی کام بھی دینی کام ہے

میرا ذاتی کام بھی بحقیقت دین کا کام ہے کیونکہ وہ میری صحت کے متعلق ہے اور میری زندگی محض دین کے لئے وقف ہے۔

ہمارا کام اور طریق سر انجام

ہمارا کام یہ ہے کہ اسلام کی عمارت کو نئے سرے سے درست کیا جائے اسلئے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی وہی ضرورتیں ہمیں پیش آگئی ہیں۔

مصارف

ہم کو ایام قحط میں اور نیز ہمارے لنگر خانے کا خرچ بباعث کثرت جماعت کے جو آجکل ایک فوج کی طرح قادیان میں فروکش ہو اکثر ہزار روپیہ مہینے سے زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ اور متفرق اخراجات کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے یقین ہے کہ خدا غیب سے اسباب مہیا کر جائیگا۔ مگر زیادہ تر دینی تالیفات کے چھپنے کا بہت خیال ہے کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے

حضور کیا چاہتے ہیں

ابھی تک بہت سی اصلاحیں ہمارے ذمے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت دیانت اور امانت اور خدا شناسی سے بھر جائے اور وہ آپس میں محبت اور صلحکاری اختیار کریں جن کے باہم دل صاف نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور موت کو قریب سمجھیں۔ اور باہم کی بات کہیں اور باہم مشفقانہ طریق اختیار کریں۔ ۲۰ اگست ۱۹۰۶ء

(خلاصہ)

عورتوں کو کافی خرچ دینے کی تاکید

کو کافی خرچ نہیں دیتا۔ ایسے موقعہ پر جو لڑکا شیر خوار ہے اور اگر وہ دیتا ہے عورت کو عمدہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا دودھ عمدہ

پیدا ہو اور نیز بچوں کے تعلیم کے لئے ضروری اخراجات کی حاجت پڑتی ہے۔ مناسب ہے کہ سب باتوں اور ضرورتوں کا لحاظ کر کے اسکو پیدا کریں۔ (۸۔ مئی ۱۸۹۹ء مخدوم)

ایک تجویز | میں نے اسجگہ پر ایک کتاب تالیف کرنے کا انتظام کیا ہے۔ کہ لنڈن میں وہ کتاب چھاپی جائے کتاب جیسی زبردست ہے جس کو عیسائی مذہب اور عیسائی اصول تحفۃ الفنا ہے۔ کتاب کیا ہے خدا نے وہ ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اور میری تجویز ہے کہ پروف دیکھنے اور انتظام چھپوائی کے لئے دو آدمی بھیجے جائیں کہتے ہیں کہ اس طرح خرچ سات سو روپیہ کے قریب ہوگا۔ (۲۹۔ مئی ۱۸۹۹ء) میں نے وہ خط اس خیال سے درج کیا ہے تا ارادہ نفت کو حضرت اقدس کے ارادوں اور خواہشوں کا علم ہو اور کوئی سعادتمند روح آئندہ زمانے میں انکو پورا کرے۔

مقدمہ فوجداری کا انجام کیا ہوگا | گو مقدمہ اپنی صورت میں سخت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے وہ جو حال بہتر ہوگا۔

ولادت فرزند | میرے گھر میں ۱۴ صفر ۱۳۱۶ھ روز چہارشنبہ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے یہ پسر چہارم ہے۔ اسکا نام مبارک احمد رکھا گیا ہے۔ عرصہ چار دو سال کا ہوا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی تھی کہ چار لڑکے پیدا ہونگے۔ اور یہ چوتھا لڑکا ہوگا۔ اسکا عقیقہ بروز دوشنبہ ہوگا سو اب یہ چوتھا لڑکا ہے مجھے وہ خواب بھول گئی تھی۔ اور میں نے تجویز کی تھی کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو لیکن خدا تعالیٰ نے ایسے اسباب ہوگئے کہ عقیقہ اتوار کو نہ ہو سکا۔ سخت روکیں پیش آگئیں۔ آخر دوشنبہ کو مقرر ہوا۔ تب وہ خواب یاد آیا۔ کہ عقیقہ پسر چہارم کا دوشنبہ کو ہوگا۔ (۲۴۔ جون ۱۸۹۹ء مخدوم)

دعا کو انتہائی نقطے پر پہنچا کر خدا پر چھوڑ دو | میں نے آپکے منشاء کے موافق کئی دفعہ بہت بہت دعا کی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ انسان اپنے صدق کو آخری مرحلہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور خدا جانتا ہے جس میں اس کی بہتری اور بھلائی ہو۔ اکثر غرض حاجت کی گئی ہے۔ اگر اس دعا

کے موافق نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ خیر اسی میں ہے جو ظہور میں آیا (۲۰ ستمبر ۱۹۰۰ء خطوط)

منارۃ المسیح ایک خط میں منارہ کے چندے کی طرف حضور نے بہت توجہ دلائی ہے اور مولوی عبدالکریم اس کی تشریح فرماتے ہیں۔

"یہ منارہ وہی ہوگا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں مندرج ہے اس کے اسرار و حکم پر مفصل اشتہار میں بحث کی گئی ہے۔ حضرت اقدس کو بڑا جوش ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک منہ کی باتیں پوری ہو جائیں۔ احباب سوچیں کہ جنے اس میں کہاں تک ساعی ہیں"

حضور کا ایک الہام اسی خط میں ایک الہام درج ہے۔ رات عشاء کی نماز میں حضرت اقدس کی زبان پر الہاماً جاری ہوا۔ واجعل افئدۃً کثیرۃً من الناس تھوی الیّ یعنی انسانوں کے بہت سے دلوں کو میری طرف جھکا دے۔ یہ ایک بشارت ہے سلسلہ کی ترقی کے متعلق (آج ۱۹۵۹ء میں اس کی صداقت ملاحظہ ہو) (۲ مئی ۱۸۹۹ء خطوط)

ایک نشان مولوی عبدالکریم صاحب حضور کی خط و کتابت کا کام بھی کرتے تھے۔ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔ حضرت اقدس آپ پر اور جماعت ازقنوج پر سلام بھیجتے ہیں اور اپنی خوشنودی سب کی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا وعدہ ارسال روپیہ آنے سے ایک دن قبل حضرت اقدس کو رؤیا ہوئی کہ عبدالعلی آکر کہتا ہے کہ باہر ایک ہندو کھڑا ہے اور دعا کے لئے درخواست کرتا ہے حضور اقدس سے کہتے ہیں کہ ہم نے تو دعا کر دی ہے۔ پھر باہر واپس آتا ہے تو ایک پھوپھیرک اور دو چادریں ہیں۔ ان میں روپیہ بھرا ہے

فرمایا ہندو سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو دنیا کے غم و ہم میں مبتلا ہو اور چاہے کہ کسی طرح دنیوی ابتلاؤں سے نجات ہو۔ پھر جب نام بنام فہرست چندہ پر مشتمل خط آیا تو رؤیا کی تصدیق واضح ہو گئی۔

چند الہام ۲۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ ۲۴ کو الہام ہوا۔ انی اسقط من اللّٰہ واصیبہ۔ اور چہار شنبہ تین بجے بعد دوپہر حضرت اقدس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کی نسبت ۲۵ اپریل کو الہام ہوا تھا۔ اصبر ملیًا۔ ساھب لک غلامًا زکیًا۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۴ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲)

ایک الہام ۲۵ ستمبر ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ انا الرحمٰن ذو المجد والعلیٰ۔ یا ابراہیم ... حضرت اقدس تریاق القلوب کی تالیف میں مصروف ہیں۔ (بدر ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲)

مومن کا ہتھیار دعا ہے ایک خط میں ایک صادق دوست نے لکھا ہے حضرت اقدس نے ہمیشہ یہ حکم دیا ہے کہ اگر تیرے راہ میں کوئی دقت آوے۔ تو دعا کے ذریعے سے اسکو دور کر۔ اگر دشمن کیساتھ مقابلہ ہے تو دعا کی تلوار سے اسکو کاٹ ڈال۔ اگر دوست کے ساتھ معاملہ ہے تو دعا کی مدد سے اسکو قائم رکھنے کی کوشش کر۔ اگر کسی بھائی سے تو کوئی حرکت ناجائز دیکھتا ہے تو دیا نہ کر کہ جلد بازی کے ساتھ تو اس سے توڑ بیٹھے۔ بلکہ ملائمت کیساتھ علیحدگی میں اسکو سمجھا اور اسکے آگے نرمی اور عاجزی اختیار کر اور اس کی شکایت سے پہلے اسکے حق میں بہت دعا کر تا کہ جماعت میں تفرقہ پیدا نہ ہووے۔ اور یاد رکھ کہ انسانی کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں۔ ہر ایک خود بہت اچھے نہ کمزوریوں کا حصہ رکھتا ہے چاہئیے کہ تم چشم پوشی سے کام لو۔ دو قلعہ جو توپوں اور جنگوں سے فتح نہیں ہو سکتے۔ اسکو دعا کے ذریعے کھول سکتے ہیں۔ وہ دل شیر جو کسی کے قابو میں نہیں آتا۔ دعا کے ذریعے سے تابع کیا جا سکتا ہے۔ (بدر ۱۲ اگست ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

جنوری ۱۹۰۶ء کا ایک نظارہ ایک دوست خط میں لکھتے ہیں مخالفین نے اذیت رسانی میں حد کر دی ہے۔ آپ کے سامنے مکانات کا نقشہ ہو گا مسجد کی سیڑھیوں اور بازار کو جو راہ جاتی تھی۔ وہ بد اندیش مخالفوں نے بند کر دی ہے جس سے تکلیف بہت بڑھ گئی ہے مسجد میں جانے کے لئے قریبًا حضرت اقدس کے بیت السلام کا طواف کرنا پڑتا ہے اس تکلیف نے ایمان کو اور بھی وسعت اور ترقی دی ہے۔ اور نماز کے لئے چکر کاٹ کر جاتے ہیں

یکہ مرا سلام دیوے۔

(نوٹ) یہ خط اسلئے درج کیا ہے۔ تا اس وقت کی حالت کا مقابلہ موجودہ حالت کے ساتھ کرکے نبی کریم صلعم پر درود پڑھا جاوے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء (خط ۵)

دنیا کی عظیم المنفعت تجارت درحقیقت اس ناپائدار دنیا میں سے یہی بڑا بھاری فائدہ اور عظیم المنفعت تجارت ہے کہ کوئی ایسی نیکی ہو جس سے اللہ جل شانہ راضی ہو جائے۔ ورنہ دنیا کی زندگی میں بجز کھانے پینے اور چند بیکاری کے کاموں کے اور حاصل کیا ہے۔ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۰۳ء (خط ۸)

محبت الٰہیہ حضرت خلیفۃ المسیح اپنے ایک خط ۱۹۰۷ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ محبت الٰہیہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو مطالعہ کرنے قرآن کریم پر تدبر مطالعہ کرنے اور الحمد شریف کے بہت پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

لذت عبادت نماز کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھنے اور ہر موقعہ پر دعا سے کام لینے سے اور کثرت استغفار و کثرت لاحول سے دل کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

کلمات طیبات امام کائنات حضرت اقدس کے کلمات جو ایک دوست نے افریقہ پہنچائے۔ ان میں کچھ آپ تک پہنچاتا ہوں۔ خدا کے کلام کی فصاحت اور بلاغت الفاظ کے ماتحت ہوتی ہے اور اس میں سوائے قافیہ بندی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے ایک عرب نے لکھا ہے کہ صافرت الی روم و انا علی الجمل ما قوم میں روم کو روانہ ہوا۔ اور میں ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوا جسکا پیشاب بند تھا۔ یہ الفاظ صرف قافیہ بندی کے واسطے لائے گئے ہیں۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس میں سارے الفاظ موتی کی طرح پروئے گئے ہیں۔ اور ایسے اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن باوجود اسکے قافیہ بندی اور فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی تاکید کیوں ہے فرمایا یہ جو بات ان مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کہنے کے واسطے تاکید اور تاکید ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر اس کے کوئی شجاعت پیدا نہیں ہو سکتی جب آدمی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو تمام انسانوں، پیغمبروں اور حاکموں اور افسروں اور دشمنوں اور دوستوں کی قوت اور طاقت ہیچ ہو کر انسان صرف اللہ کو دیکھتا ہے اور اس کے سوا سب اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں پس وہ شجاعت اور بہادری کے ساتھ کام کرتا ہے اور کوئی ذرا بھی اس کو ڈرا نہیں سکتا۔

حضور کی آرزو میں چاہتا ہوں ایک کتاب تعلیم لکھوں اس کتاب کے تین حصے ہوں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہمارے کیا فرائض ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے کیا کیا حقوق ہم پر ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں (اب کوئی دوست حضور کی کتابوں سے انتخاب کر کے ایسی کتاب تالیف کر دے)

کشف قبور فرمایا یہ لوگ جو کشف قبور لئے پھرتے ہیں یہ سب جھوٹ اور لغو اور بیہودہ بات ہے اور شرک ہے ہم نے سنا ہے کہ اس طرف ایک شخص پھرتا ہے اور اس کو بڑا دعویٰ کشف قبور کا ہے اگر اس کا علم سچا ہے تو چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس آئے اور ہم اس کو بعض ایسی قبروں پر لے جاویں گے جن سے ہم خوب واقف ہیں۔ مگر وہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ ان کے پیچھے پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ سعید آدمی کو چاہیئے کہ ایسے خیالات میں اپنے اوقات کو خراب نہ کرے اور اس طریق کو اختیار کرے جو اللہ کے رسول اور صحابہؓ نے اختیار کیا۔

موجودہ زمانے میں ہمارا فرض اس زمانہ میں جو فتنہ اسلام پر پڑا ہوا ہے۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس کے دور کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دور کرنے میں لگ جاوے۔ اس وقت جو بیہودہ اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں چاہیئے کہ اپنی تقریر اور علم کے ساتھ اور ہر ایک قوت کے ساتھ جو اس کو دی گئی ہے مخلص ہو کر کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اٹھا دے۔ ہر ایک کو خدا کی توحید و تفرید کے لئے ایسا جوش ہونا چاہیئے جیسا خود خدا کو اپنی توحید کا جوش ہے

نماز بغیر کیفیت کے نہیں نماز میں جو سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ

کہا جاتا ہے وہ بھی خدا کے کمال کے ثبوت میں کہا جاتا ہے خدا کی ایسی عظمت ہو کر اسکی انتہا نہ ہو جو خدا کی
عظمت اور جلال اور تقدس کیواسطے جوش نہیں رکھتے۔ ان کی نمازیں جسمانی ہیں۔ وہ ننگے بھرے
بیکار ہیں جب تک خدا کے لئے جوش نہ ہو صرف نماز پڑھ لیتے ہیں یا روزہ رکھ لو کوئی روحانی بات جب تک
ساتھ کیفیت نہ ہو۔ فائدہ مند نہیں ہو سکتی جیسا کہ خدا کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے ایسے ہی انکا
رکوع و سجود بھی نہیں پہنچتے جب تک ان کے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ خدا کیفیت کو چاہتا ہے۔ خدا
ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی عظمت اور عزت کے لئے جوش رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے
ہیں وہ ایک باریک راہ سے جاتے ہیں اور کوئی دوسرا ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔

شہودیوں والی بات درست ہو قرآن شریف کے شروع میں جو کہا گیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ عالمین کا لفظ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رب اور ہے اور عالم اور ہے۔ وحدت الوجود والی بات صحیح ہوتی۔ تو رب العالمین کہا جاتا۔

علامات الشیعہ

ہمارے دوست منشی غلام حسین صاحب نے قریب قریب علامات شیعہ تدوین کر کے ہم کو بھیجا ہے۔ ہم
اس کو شائع کرتے ہیں کہ ہمارے بھائی احمدی ان پر غور کریں اور تحقیق کر کے اپنے امام کی تعلیم
کے مطابق بننے کی کوشش کریں۔

خداوند کریم نے کلام مجید میں فرقان مومنوں منافقوں کی علامتیں متعدد مقامات پر بیان
فرمائی ہیں۔ اسی طرح احادیث شریف میں بھی مومنوں اور منافقوں کی نشانیاں مذکور ہیں
انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ نے سچے مسیحیوں کی علامت لکھی ہے کہ اگر ان میں رائی بھر بھی
ایمان ہے۔ تو وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ٹال سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور تفصیل درمیان کھوٹے
کھرے نیک و بد کی تمیز کے لئے نہایت ضروری تھا۔

اسی طرح کتب شیعہ میں سچے شیعوں کی بھی خاص علامتیں پائی گئیں جو بطور مشتے نمونہ

خبر ذیل میں جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

اول۔ سوید بن غفلت سے روایت ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام کوفہ کی مسجد سے نکلتے تھے ایک گروہ سامنے آیا۔ اور عرض کی۔ السلام علیک یا امیر المومنین لیکن جناب کو ناگوار ہوا۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہم تو آپ کے اصحاب ہیں۔ اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں جناب نے جواب فرمایا کہ کیا سبب ہے۔ کہ وہ شیعوں کی علامتیں تم میں مجھ کو نظر نہیں پڑتیں۔ انھوں نے عرض کیا۔ کہ وہ کونسی علامتیں ہیں جناب نے فرمایا کہ جن کی آنکھیں گریہ بکاء و خوف خدا سے اندھی ہو جائیں۔ روزے رکھتے رکھتے شکم پشت کے ساتھ لگ جائیں اور عالی پیاس سے ان کے ہونٹ خشک رہیں۔ کثرت رکوع و سجود سے ان کی پیٹھ خم ہو۔ ذکر الٰہی کیوجہ سے ان کے منہ سے خوشبو آئے۔ و من لم یکن کذالک فلیسوا منی و انا منھم بریء۔ یہ آخری فقرہ حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شیعہ ایسے نہ ہوں وہ مجھ سے نہیں۔ اور میں ان سے بیزار ہوں۔ (دیکھو جامع الاخبار شیخ صدوق فصل ۱۰ مطبوعہ ایران)

دوم۔ اس باب میں ایک اور حدیث امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے مروی ہے کہ جناب علی ایک دن کوفہ سے خانہ کی طرف تشریف لے گئے۔ کہ وہیں نماز پڑھیں ایک گروہ ان کے پیچھے ہو لیا۔ آنجناب نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے عرض کیا نحن شیعتک یا امیر المومنین۔ یعنی اے امیر المومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ جناب نے فرمایا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ شیعوں کی علامتیں تم میں ہم نہیں دیکھتے۔ انھوں نے عرض کیا یا امیر المومنین شیعوں کی علامتیں کیا ہیں آنجناب نے فرمایا ان کے چہرے زرد ہوتے ہیں۔ جاگ جاگ کر راتوں شب کے لئے اور رو رو کر انکی آنکھیں تقریباً اندھی ہو جاتی ہیں۔ دعائیں مانگ مانگ کر انکے ہونٹ گھس گئے ہوں۔ اور پچکے ہو گئے ہوں۔ روزوں سے پیٹ تحت ہو گئے ہوں قیام نماز کی وجہ سے پیٹھ خم ہو گئی ہو۔ خدا کے حضور میں خشوع کرنیوالے آثار ان سے نمایاں ہوتے ہیں۔ دیکھو جامع الاخبار فصل ۱۰

سوم۔ اسناد حدیث مذکورہ سے ہی ایک اور حدیث ہے۔ کہ فرمایا حضرت امیر المومنین

لے زیادہ کرد دیکھو میرے شیعوں کو خصلتوں سے اگر وہ ان میں ہوں، تو وہ میرے شیعہ ہیں محافظتہم
علی اوقات الصلوٰۃ ومواساتہم مع اخوانہم بالمال یعنی نماز کے اوقات کی محافظت رکھتے
ہیں اور مال سے اپنے بھائیوں کے ساتھ مروت کرتے ہیں۔ وان لم تکونا فیہم فاغرب
ثم اغرب۔ یعنی اگر وہ دونوں عادتیں ان میں نہ ہوں۔ پس دور ہو اور دور ہو (کذا
دو میں، جامع اخبار فصل ۱۰)

چہارم جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا اے جابر
جو لوگ اپنے آپ کو شیعہ سمجھتے ہیں کیا ان کے لئے یہی کافی ہو سکتا ہے کہ ہماری محبت کا دعوی
کرتے ہیں۔ قسم بخدا ہمارا شیعہ نہیں۔ مگر وہی شخص جو خدا کی فرمانبرداری کرے پرہیزگار و متقی ہو
اے جابر پیشتر شیعوں کی شناخت یہ تھی کہ ان میں تواضع و انکسار ہوا کرتا تھا۔ ذکر الٰہی بہت کرتے
تھے۔ روزہ نماز میں مشغول رہتے تھے فقرا مساکین قرضداروں اور اپنے ہمسایوں سے نیک
سلوک کرتے تھے۔ بات سیدھی کہتے تھے تلاوت قرآن بہت کرتے تھے۔ لوگوں کی بھلائی کے
سوا زبان کو گفتار سے بند رکھتے تھے تمام امور میں اپنے عزیز قریبوں کے محافظ اور امانت دار
ہوتے تھے جابر نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ اس زمانہ میں ان صفات سے متصف کسی کو
میں نہیں دیکھتا ہوں حضرت نے فرمایا اس خیال پرست جاؤ کب کافی ہو سکتا ہے کہ کوئی کہہ
دے میں علی کو دوست رکھتا ہوں۔ خواہ وہ یہی دعوی کرے کہ رسول خدا صلعم کو دوست رکھتا
ہوں کیونکہ آپ علی سے افضل ہیں لہذا آنحضرت صلعم کے احکام پر عمل نہ کرے سنت پر
نہ چلے یہ محبت ہرگز کام نہ آئیگی تم کو چاہیے کہ خدا سے ڈرو۔ نیک عمل کرو تاکہ ثواب حاصل کرو
تحقیق خداوند تعالی کی رشتہ داری و قرابت کسی کے ساتھ نہیں سب سے زیادہ خدا کا دوست وہ
ہے جو سب سے زیادہ . . . . پرہیزگار ہو اور اس کے احکام پر سب سے زیادہ
عمل کرے۔ قسم بخدا خدا کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا مگر اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے
آتش دوزخ سے چھڑانے کے لئے ہم تمہارے ذمہ دار نہیں اور نہ خدا پر کسی کو حجت ہو سکتی ہے

جو خدا کا فرمانبردار ہو شیعہ ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے۔ اور جو اسکی نافرمانی کرے ہمارا دشمن ہے ہماری دوستی تو حاصل نہیں ہوتی مگر پرہیزگاری اور نیک عمل سے" بعینہ دیکھو عین الحیات مجلسی اردو شیعہ اخبار ص ۳۶۶

پنجم بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے شیعہ وہی ہیں جو شکستہ رنگ اور جسم خشک اور لب ہائے خشک کر کے رنگ متغیر اور چہرے زرد ہیں۔ تاریکی شب میں زمین کو اپنا فرش بنائے ہیں۔ اور اپنی پیشانی اس پر جھکاتے ہیں بہت سجدے کرتے ہیں۔ بہت روتے ہیں۔ خوب دعا و زاری کرتے ہیں۔ لوگ خوش و خرم ہوں مگر وہ غمناک دکھائی دیتے" عین الحیات اردو ص ۳۶۶

ششم حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا شیعہ جعفری وہی ہے جو اپنے شکم و فرج کو حرام سے محفوظ رکھے عبادت و ریاضت میں بہت ساعی ہو۔ جو کام کرے خدا کے لئے کیونکہ کرے۔ اسکے ثواب کا امیدوار و عذاب کا خائف ہو۔ اگر ایسے لوگوں کو دیکھو جان لو کہ ہمارے شیعہ ہیں" بعینہ عین الحیات اردو ص ۳۶۶

ہفتم ایک حدیث عین الحیات فارسی سے بالکل عرض کرتا ہوں مطلب اسکا تقریباً وہی ہے جو حدیث امام محمد باقر نمبر چہارم میں مذکور ہو چکا ہے۔ (عبوثا)

وحضرت صادق بجابر جعفی گفت سلام مرا بہ شیعیان من برسان و ایشان را بگو میان ما و خدا خویشی و قرابت نیست و تقرب نمی توان بخدا جست مگر به اطاعت خدا۔ اے جابر ہر کہ اطاعت خدا کند محبت ما داشتہ باشد شیعہ است و ہر کہ معصیت خدا کند محبت ما او را نفع نمی دہد۔

اسکے ساتھ ہی جناب علی کی زبان مبارک سے ایک نہایت بیش بہا نصیحت ہے جس کا مطالعہ یقین ہے کہ ناظرین کی مزید معرفت کا باعث ہوگا۔

وحضرت امیر المومنین فرمود ہر کہ بخواہد بدون عشیرہ و قوم عزیز باشد و بے سلطنت و حکم صاحب مہابت باشد و بے نیاز باشد و مردم را محتاج کند بدون آنکہ مال داشتہ باشد پس باید کہ از ذلت معصیت خدا بیرون آید و بعزت اطاعت و فرمانبرداری خدا داخل شود کہ اینہا ہمہ برائے او

ہی حاصل ہے۔"

ہشتم۔ ایک شخص نے جناب صادق سے عرض کیا یا حضرت آپ کے شیعوں میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ گناہ کرتے ہیں اور خدا کی رحمت کے بھی امیدوار ہیں فرمایا وہ جھوٹے ہیں ہرگز ہمارے شیعہ نہیں۔ اپنی خواہشات نفسانی پر مائل ہیں۔ اسی کو امید کہتے ہیں وہ کسی شے کی امید کرنیوالا ضرور اسکے حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے دور بھاگتا ہے (عین الحیات اردو صفحہ ۲)

نہم۔ حدیث میں وارد ہے کہ مومن کو دو خوف ہوتے ہیں۔ ایک گذشتہ گناہوں کا کہ نہ معلوم خدا معاف کریگا یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ نہ معلوم آئندہ اس سے کیسے کیسے گناہ ہونگے کسی وقت میں اسکا دل ان دو خوف سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اس کی اصلاح سوائے خوف اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ (عین الحیات اردو صفحہ ۲۱)

دہم۔ منقول ہے کہ جناب صادق نے نجم سے فرمایا اے نجم تم تمام شیعہ ہمارے ہمراہ بہشت میں ہو گے۔ مگر برا ہو گا تم میں سے وہ شخص کہ جس کی رسوائی لوگوں پر ظاہر ہو گی اور عیب ظاہر کئے جائینگے نجم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا حضرت کیا آپ کے شیعوں کا یہ حال ہوگا۔ فرمایا ہاں اگر اپنے شکم و فرج کی حفاظت نہیں کی ہو گی۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اپنے بعد اپنی امت پر مجھے ان چیزوں سے زیادہ خوف ہے۔ حرام کھانا۔ پوشیدہ خواہشوں کا پورا کرنا یا کاری سود اور قرض (عین الحیات اردو صفحہ ۲۲)

یازدہم۔ ملا باقر مجلسی اس قسم کے علامات و فضائل مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "واضح ہو کہ احادیث معتبرہ سے کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال و کردار کو ایمان میں دخل ہے۔ فرائض کا ترک۔ اور کبائر کا ارتکاب انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے چنانچہ بیشتر عمل اسے ظاہر کرتا ہے۔ بندہ فاسق کو کبھی مومن کہہ دیتے ہیں۔ کبھی شیعہ کبھی ولی بھی کہہ دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات مومن اور شیعہ کے لفظ سے اسکو تعبیر کرتے ہیں۔

جس کے اعتقادات درست ہوں پس ان روایات و احادیث پر مغرور نہ ہونا چاہیئے یہ مومن و شیعہ کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یقین سمجھنا چاہیئے کہ "مومن ہو بیا کم ہے" در اصل عبارت کتاب فارسی مومن الصفت مومنیت بہت کم ہوا کرتے ہیں چنانچہ جناب صادق نے فرمایا ہے کہ مومن سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہے۔" عین الحیات اردو صفحہ ۳۶۶

چونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض سادات اور سیدزادے اکثر خوشامد پرست اور ریاکاروں کی خوشامدانہ اور چکنی چپڑی باتوں پر فریب کھا کر اعمال و عبادات سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور سیادت کے فخر پر وہ نہ تو پابندی صوم و صلوٰۃ کی تکلیف گوارا فرماتے ہیں۔ اور نہ دوسرے خوشامدیوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ اس واسطے اس جسارت کی معافی مانگتے ہوئے میں خود سادات کی خدمت میں بھی چند احادیث عرض کر دیتا ہوں

یازدہم۔ حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوہ صفا پر خطبہ فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا یا بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب میں خدا کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں اور مجھکو تمہارے پر بہت شفقت ہے اور حقیقت واسطے میرے عمل میرے ہی عمل اور تم میں سے ہر ایک شخص کے لئے ہے۔ اس کا عمل پس مت کہو کہ محمد ہم میں سے ہیں اور ہم بھی داخل ہونگے جہاں وہ داخل ہونے۔ مگر نہیں قسم ہے خدا کی نہ تم میں سے کوئی میرا دوست ہے۔ نہ تمہارے غیر میں سے اے بنی عبد المطلب۔ مگر متقی لوگ خبردار رہو۔ قیامت کے دن میں تمکو نہ پہچانونگا الخ (کچھ اصل عبارت حدیث وان لی عملی ولکل رجل منکم عملہ لا تقولوا ان محمداً منا ولن ندخل مدخلہ فلا واللّٰہ ما اولیائی منکم ولا من غیرکم یا بنی عبد المطلب الا المتقون الا فلا اعرفکم یوم القیامۃ

دیکھو کتاب ارشاد القلوب فرع کافی جلد ۳ صفحہ ۹۱

دوازدہم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ بہشت تو واسطے متقی کے ہے۔ اگرچہ غلام حبشی ہو اور دوزخ واسطے گنہگار کے ہے۔ اگرچہ سید قریشی ہو۔" دیکھو تفسیر

عمدۃ البیان اردو جلد اول زیر آیت فلا انساب بینہم یومئذ ص [illegible]

سیزدہم ۔ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی خدا نے ذات اور قبیلے اس واسطے بنائے ہیں کہ تم شناخت کر سکو اور تم سے زیادہ معزز اور مکرم وہ ہے جو خدا کے نزدیک بہت زیادہ متقی ہے۔ تو آپ نے ذات پات کی اونچ نیچ کو مٹانے اور تمام مسلمانوں میں خواہ وہ ادنیٰ ہوں خواہ اعلیٰ اخوت عامہ اور مساوات کی شمع روشن کرنے کے لیے آپ نے بہ حیثیت اسوہ حسنہ ہونے کے زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی کو مقداد بن اسود سے نکاح کر دیا تاکہ تمام امت اس مثال کی تقلید کرے اور جان لیں کہ جیسے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ہے ویسے ہی عند الرسول بھی وہی معزز ہے جو متقی ہو سکتا ہے۔ دیکھو فروع کافی جلد دوم کتاب النکاح ص [illegible]

چہاردہم ۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنے بھائی زید یعنی زید النار سے جو ان کے کامل متقی نہ ہونے کی نا خوش ہو کر حسن الوشاء راوی حدیث سے یوں خطاب فرمایا تھا

ای حسن این آیت مبارکہ از قرآن کریم چگونہ قرائت میکنی قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح چون او حضرت حق تعالیٰ را رشد نداد او را از پیغمبر خارج کرد کذا من کان منا لم یطع اللہ فلیس منا و انت اذا اطعت اللہ فانت منا اھل البیت ۔ ناسخ التواریخ جلد دہم کتاب [illegible] ص [illegible]

یعنی امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے حسن اس آیت مبارک کو قرآن مجید میں کس طرح پڑھا کرتے ہو کہ خدا نے فرمایا اے نوح یہ تیرا لڑکا تیرے اہلبیت سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں جب خدا کے نزدیک وہ گنہگار ہو گیا تو خدا نے نوح کے بیٹے ہونے سے اسکو نکال دیا۔ اسی طرح سے جو شخص ہم میں سے ہے مگر خدا کا فرمانبردار نہیں ہے وہ ہرگز ہم میں سے نہیں ہے۔ اور تو اے حسن اگر تو بھی مطیع و فرمانبردار خدا ہے تو اے

اہلبیت میں سے ہو سکتا ہے۔

اس روایت میں امام رضا علیہ السلام نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک قول یا حدیث بیان فرمائی ہے ان علی بن الحسین کان یقول لمحسننا کفلان من الاجر ولمسیئنا ضعفان من العذاب "مورخ: تاریخ التواریخ" اسکا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ علی ابن الحسین علیہما السلام میفرمود کہ نیکوان مارا یک ثواب دو اجری دو چند ہے اور ہمارے لیے ایک برے فعل پر دو عذاب فرمایئے یعنی سادات ہوکر ہم میں سے جو صالح ہوں۔ انکو ایک نیکی کا دو چند اجر دیا جائیگا اور جو غیر صالح ہیں۔ انکو ایک برائی کے بدلے دوچند عذاب ملے گا۔

معزز ناظرین! ملاحظہ فرمائے آپنے سچے شیعوں کے علامات؟ آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ائمہ اہلبیت نبوت علیہم السلام بھی اپنے زمانہ حیات میں کس پایہ کے روحانی معلم تھے میں کچھ بلا تامل یقین دلا سکتا ہوں کہ ان بزرگوں کا دین کوئی علیحدہ مشرب نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی قرآن اور سنت پر عامل تھے اور اپنے پیروؤں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تاکید کیا فرمایا کرتے تھے اللھم صل علی محمد وآل محمد۔ اور اگر بالفرض کوئی بات ہمکو ان کی تعلیم اسلام سے جدید بھی معلوم ہوتی تو وہ اصل وہ جدید نہیں بلکہ تجدید کا رنگ رکھتی ہے۔ ٹھیک جیسے کہ آج کل عام لوگوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عقائد میں بعض باتیں جدید معلوم ہوتی ہیں۔ صحابہ کرام اور ائمہ اہلبیت اور دیگر بزرگان دین کی تعظیم اور ان کی پاک زندگیوں سے اخلاقی سبق حاصل کرنا اور انکے پاک ارشادوں اور ہدایتوں پر عمل کرنا تو پہلے سے ہی ہمارے سلسلہ کے اصولوں میں داخل ہے۔ لیکن خاص ائمہ اہلبیت کرام کے اصل ارشادات کو دیکھنے سننے کا ہم میں سے بعض کو کم موقعہ ملا ہوگا جس کی ذمہ وار زیادہ تر شیعہ جماعت ہے جنہوں نے بالتشبیہ نصاری کی طرح صرف محبت اور عصمت اور کفارہ وغیرہ جیسے بظاہر دلفریب مسئلوں کو ہی شعار مذہب بنا رکھا ہے۔ اور اس سے زیادہ اگر کچھ ہے تو وہ خدا کے برگزیدوں کے معائب اور مطاعن تلاش کرنا ہے اور بس۔

اس قسم کے مضامین کے اجراء سے خاکسار راقم کا یہی مقصد ہے کہ آپ کے توجہ جاتی ہیں جو قبل ازیں ائمہ اہلبیت کی تقلید کی تعلیم ہے۔ اسکو علی بصیرت کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ اور بھی مدنظر ہے۔ کہ ان بھائیوں کے لئے جو میری طرح پہلے شیعہ تھے اور شیعوں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہوں۔ انکے لئے بہترین مباحث مناظرہ اور زیادہ مفید معلومات بہم پہنچائے جائیں جو عام رسمی طریق مناظرہ سے انفع ہوں۔

اس مضمون کو اپنے شیعہ احباب میں بکثرت اشاعت کرو اور ان سے باز پرس کرو کہ اے اہلبیت کی محبت کا دم بھرنیوالو! اور اے مذہب شیعہ کے سرگرم حامیو! اور اے عدل اور انصاف کو اصول دین میں داخل کرنیوالو! اور اے خلافت اور فدک کی بحثوں میں دن رات سر دھننے والو! اے رسول کریم جیسے معلم مزکی کے چیدہ اصحاب اور ازواج مطہرات کے مقابل سے منہ پھیرنیوالو! نماز روزہ اور دیگر احکام شریعت کا استخفاف کرنیوالو! مسجد کی جگہ امام باڑوں کو آباد کرنیوالو! اہلبیت کرام کی اصل تعلیم کو ضائع کر بیٹھنے والو! مرثیہ خوانی کو قرآن خوانی اور گریہ حسین کو خشیت اور خوف الٰہی پر گریہ کرنے پر ترجیح دینے والو! اتباع سنت رسول صلعم سے غافل، و کربعات کو شعار مذہب اسلام سمجھ بیٹھنے والو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بے پروا کر چھوڑ کر خود ساختہ عقائد پر کاربند رہنے کی تاکید کرنے والو! نور حق کے متلاشیوں کو ظلمت کدہ کی سیر کرانے والو! خدا را ادھر تو آؤ۔ تمکو خدا کی قسم۔ رسول اور علی اور حسین مظلوم کے تشنہ حلقوم کی قسم ہے۔ انصاف سے بتلاؤ۔ آپ میں سے کتنے ہیں جن میں سچے تشیع کے علامات نمودار ہیں۔

آجتک کس نے شیعہ اہلبیت ہونیکا سرٹیفکیٹ دیا ہے خلفائے رسول اور ازواج مطہرات کے ایمان و نفاق کی جانچ پڑتال کا اختیار آجتک کس نے دیا ہے تشیع کا امتحان تو جناب علی اور امام باقر اور امام صادق اور امام رضا علیہم الصلوۃ والسلام کے وقت ہو چکا۔ اور اس وقت شاذ و نادر ہی تھے جو کامیاب نکلے۔ پھر یہ دوبارہ امتحان کس وقت منعقد ہوا۔

اور جس امام نے لیا ہو آپ ہزار دو ہزار اور کروڑوں شیعہ ہر ملک اور ہر شہر و قصبہ میں نظر آتے ہیں اور جس کو دیکھو نحن شیعۃ علی نحن شیعۃ علی اور یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور ان من شیعتہ لابراہیم کے نعرے لگاتا اور دوسرے مسلمانوں پر آوازے کستا ہے دوسروں کے ایمان و اخلاص پر طعن کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھو

تا دم زیست کو؟ تا و تشیعت کو؟
اے مشتباہی پسند عشق داستانی ما است

غرض یہ تو آپ کو عیب ہی ہی کہ قابل نفرت عادات اصول دین کی پابندی کی غفلت اور مبالغہ آمیز فرضی اعمال کے فضائل پر قانع ہو جانے نے آپ کے مذہب آپ کے اخلاق اور دیگر تمام صفات حسنہ مثل شجاعت حمیت غیرت کو کس قدر ناقابل تلافی نقصان عظیم پہنچایا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو اپنے مجتہد ابن نجف اشرف و کربلائے معلی کے اس فرمان کو بغور ملاحظہ کرو جو اصلاح و حبل المتین میں شائع ہو چکا ہے۔ جو یہ خادم مشککین کو دیکھ کر معذور و مسلم گزٹ میں عراق اور ایران کی قابل رحم حالت پر چھپ چکا ہے۔ ملاحظہ کرو۔ فرمان مذکور نے شیعہ کے عقائد پر خود نسخ پھیر دیا ہے۔ اور دیکھو مذکور کے چشم دید واقعات اکل مرتد یزید کے بیٹے کافی ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاکسار خادم حسین خادم بھیروی

ادعیۃ الاحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعائیں جو مختلف اوقات و حاجات کے مناسب حال فرمائی ہیں۔ عربی مترجم نہایت مفید مجموعہ ہر ایک کے لئے ورد و وظیفہ کرنے کے لئے کثرت وجود کے لئے اعلان آنے تین جلد کے لئے ۳ روپے اس کو زیادہ کرنے کے لئے کی فرمائش قیمت فی جلد ۸ آنہ

عمدۃ الاحکام بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ جس میں کل احکام طہارت۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ بیع۔ نکاح۔ طلاق۔ رضاع۔ قصاص۔ حدود۔ کھانے پینے کے مسائل قریبا آگئے ہیں۔ با اعراب تحت اللفظ ترجمہ معتبر حاشیہ خوشخط قیمت ۱۲ مجلد ۱ مجلد عمدہ حضرت خلیفۃ المسیح چنانچہ آپ نے اسے مستورات کے درس میں بھی شامل کیا ہے۔

سلم الوصول الیٰ اسرار اسراء الرسول

مصنفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر

Digitized by Khilafat Library

ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الوصول کی فصل ثانی میں منکرین معراج جسمانی کے اعتراضات رفع کرنیکی کوشش کی ہے مولوی صاحب موصوف اس فصل میں صرف تین شبہات منجانب منکرین معراج عنصری جسمانی پیش کرکے پھر خود ان شبہات کا رد کر چکے ہیں۔ مگر میرے نزدیک وہ اپنے اس ارادہ میں بھی قطعی ناکامیاب ہیں۔ ان شبہات کو وہ قوی ثابت کر گئے ہیں۔ پہلے شبہ پر انھوں نے ناخنوں تک زور لگایا ہے۔ اور سلم الوصول کے صفحات (۳۰ تا ۴۴ کو اپنے ہمہ اعمال کی طرح بالکل فضول طور پر سیاہ کر ڈالا ہے۔ باقی دو شبہوں کے متعلق صرف ۴۴ نہایت ہی مختصر بحث کرکے رسالہ کو ختم کر دیا ہے۔ پہلا شبہ منکرین معراج عنصری جسمانی کی طرف سے مولوی ابراہیم صاحب نے یہ پیش کرکے یوں خامہ فرسائی کی ہے۔

"بعض لوگ آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کو پیش کرکے رفع عیسوی اور معراج نبوی صلعم سے انکار کی تردید کرتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت شناسی سے بالکل بے خبر ہیں۔ تفصیل و بیان اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ سوالات کفار حین کے جواب میں کلمہ سبحان ربی ال کنت الا بشرا رسولا تعلیم کیا گیا ہے۔ یہ ہیں کفار کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں رکھینگے۔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل) ہم تجھ پر ایمان نہ لاویں گے جب تک تو ہمارے لئے
زمین سے چشمہ جاری کر دے یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اسکے نیچے نہریں جاری
ہوں یا تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے
لے آوے یا تیرے لئے کوئی گھر سونے کا بنا ہوا ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے
کو نہیں مانیں گے جب تک کہ وہاں سے کوئی ایسی کتاب نازل کرے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ اے
پیغمبر انکو ان سوالات کے جواب میں یہی کہدو کہ میرا رب پاک ہے کہ کوئی اس پر زور و حکم
کرے اور میں تو صرف ایک فرمانبردار بندہ اور رسول ہوں۔

ان آیات میں کفار کی ان اقتراحات کا ذکر ہے۔ اول آنحضرت صلعم کا اعجازی قوت
سے زمین میں چشمے جاری کرنا۔ دوم آنحضور سرور عالم کے لئے خرما و انگور کا باغ موجود ہونا اور
اس میں نہروں کا بہتے ہونا۔ سوم آسمان کا ٹکڑا عذاب کے لئے گر پڑنا۔ چہارم اللہ تعالیٰ و
ملائکہ کی ضمانت تصدیق یا انکو سامنے لانا۔ پنجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سونے کا
محل ہونا۔ ششم آنحضرت سید الرسل و افضل البشر کا آسمان پر چڑھ جانا اور وہاں سے کتاب کا آنا
جسے کفار خود پڑھ لیں۔ یہ بالکل بدیہی اور صریح امر ہے کہ ان سب سوالات کے جواب میں
ایک ہی جملہ سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تعلیم کیا گیا ہے۔ اگر یہ سب امر ششم یعنی آسمان
پر چڑھ جانے کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تو باقی سب امور بھی مستبعد و ناممکن ماننے
پڑیں گے۔ کیونکہ جملہ سوالات کا ایک ہی جواب سکھلایا گیا ہے۔

پس واضح ہو کہ ان کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور ایسے
خوارق کا ذوات بابرکات انبیاء علیہم السلام سے باذن الٰہی واقع ہونا محل استبعاد نہیں کیونکہ
معجزہ یعنی خرق عادت ممکن ہے۔

الغرض یہ سب آیات طیبہ صاف بتلا رہی ہیں کہ امور مسئولہ کفار ممکن و غیر ممتنع ہیں۔ تو
پھر آیت سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا سے خلاف استدلال کس طرح بجا ہے۔ اس صورت میں تو

قرآن کریم میں تعارض ہوگا وھذا باطل

پھر اگر یہ سوال ہو کہ اگر سب امور متعرضہ ممکنات میں سے ہیں تو سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کی صحیح تفسیر جس سے یہ جواب ہر امر کیساتھ منطبق ہو جائے کس طرح ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی صحیح تفسیر جس کی دوسری آیات مؤید اور مصدق ہیں۔ وہ ہے۔ جو تفسیر ابن کثیر و سراج منیر سے نقل کی جاتی ہے۔ اس آیت سبحان ربی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تم اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس کی بادشاہی میں پیشدستی یا اس سے بڑھ کر بات کر سکے۔ بلکہ جس امر کو چاہتا ہے۔ کرتا ہے پس اگر وہ چاہیگا۔ تو تمہارا سوال قبول کریگا۔ ورنہ نہیں۔ اور میں تو صرف اسکے حکم کا متبع اور اسکا ایلچی ہوں۔ میرا کام صرف تبلیغ رسالت ہے جو میں کرچکا ہوں۔ اور جو کچھ تم نے سوال کئے ہیں۔ انکا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اسی طرح تفسیر سراج منیر میں بھی بوضاحت اس امر کو لکھا ہے۔ اور جسوقت کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ گئی۔ تو آپ کی زبان حال اللہ تعالیٰ سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی پس اللہ تعالیٰ نے جواب سکھایا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی شخص اسپر حکم نافذ کر سکے یا قدرت میں اسکا شریک ہو سکے میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں کر سکتا کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں اور مجھ سے پہلے جتنے رسول ہوئے ہیں۔ اپنے اختیار سے کوئی بھی معجزہ دکھا نہ سکا۔ بلکہ صرف وہی جو اللہ تعالیٰ انکے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ اور ان کی قوم کے حال کے موافق ہوں اور معجزات کا دکھانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ انکو یہ قدرت ہوتی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ پر حکم اور زور کرکے اپنی مرضی سے معجزے طلب کریں۔ اس آیت میں یہ جواب سمجھا دیا گیا ہے۔ اور تفصیل کیساتھ دیگر مقامات میں مذکور ہے۔ مثلاً آسمان سے کتاب اتار لینےکا جواب سورہ انعام میں فرمایا گیا کہ اگر ہم تجھ پر لکھی ہوئی کتاب بھی نازل کرتے۔ اور یہ منکر لوگ اسکو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے۔ تو بھی انہوں نے اسکو جادو کہکر انکار کر دینا تھا۔ اور آسمان پر چڑھنے کا جواب یہ سورہ حجر میں فرمایا کہ اگر ہم ان کفار کے لئے آسمان کا دروازہ

بھی لکھوا دیں۔ سو یہ لوگ اس میں جو بھی جائیں تب بھی یہ منکر کہیں گے کہ اسکو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اور اسی طرح اور سوالات کے جواب دیگر آیات میں دیے ہیں۔

تفسیر کبیر میں بھی اس جواب کی اسی طرح تقریر کی ہے۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوگیا کہ کفار کے فرمائشی آیات کے جواب میں قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کی تعلیم کرنا اس وجہ سے نہ تھی کہ یہ امور ناممکن تھے بلکہ یہ تعلیم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے کہ اپنی سلطنت میں کسی کی مرضی پر انتظام کرے یا کوئی شخص اس پر حکم کرے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ امور ممکن تھے اور نبی برحق کے معجزہ سے بعید نہ تھے تو پھر کیوں انکو پورا کر کے نہ دکھلایا، تو اسکا جواب وہ ہے جو احقر اوپر لکھ چکا۔ اور وہ خود قرآن شریف نے تعلیم کیا ہے کہ قرآن شریف تصدیق رسالت کے کافی ثبوت ہے۔"

ریویور مولوی صاحب کی تحریر کا خلاصہ دو باتیں ہیں کہ (۱) مذکورہ بالا چھ مطالبات کفار ممکن الوقوع ہیں۔ (۲) انہیں میں سے ایک مطالبہ بجسد عنصری آسمان پر چڑھنے اترنے کا بھی ہے جو لوگ آسمان پر بجسد عنصری جانیکو قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کے مطابق ممتنع اور غیر ممکن سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(۲) چونکہ اقتراحی معجزات دکھانا عادت اللہ کے خلاف ہے۔ اسلئے کفار کے کل مطالبات اقتراحی ہونے کی وجہ سے نہیں دکھائے گئے اور سب کا ایک ہی جواب قل الخ دیا گیا۔

امر اول کی نسبت میری گزارش یہ ہے کہ (الف) آسمان پر بجسم خاکی چڑھ جانیکو ہم بھی بہ نظر قدرت الٰہیہ غیر ممکن الوقوع نہیں مانتے پس مولوی صاحب نے جو اس بارہ میں طوالت سے کام لیا ہے۔ وہ محض بیسود ہے لیکن مولوی صاحب اگر کچھ غور و فکر سے کام لیتے تو اس بات کو ضرور سمجھ سکتے تھے۔ کہ ایک شے کو ممکن بالذات یا ممکن الوقوع ہونا امر دیگر ہے۔ اور واقع ہونا امر دیگر کسی شے کے ممکن بالذات یا ممکن الوقوع ہونے سے اسکو واقعات میں شامل کر لینا جائز ہو

سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آسمان پر بجسم خاکی چڑھ جانیکو محض ممکن الوقوع مان لینے سے امر واقع مان لیا جائے۔

(ب) احمدی حضرات یہ نہیں کہتے کہ آیت کریمہ ہل کنت الا بشرا رسولا کے مطابق بشر رسول کا آسمان پر چڑھ جانا غیر ممکن الوقوع ہے۔ بلکہ آیت مذکورہ کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ کسی بشر رسول کا آسمان پر چڑھ جانا اس حکمت الٰہیہ کے لحاظ سے وقوع میں نہیں آسکتا جس کے لحاظ سے مطالبہ کفار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بجسم عنصری آسمان پر تشریف لیجانا وقوع میں نہیں آیا۔ یا بالفاظ دیگر ہم یہ کہتے ہیں کہ آسمان پر بجسم خاکی کسی بشر کا جانا اگرچہ ممتنع بالذات نہیں ہے۔ مگر حکمت ربانی بالغہ وسنت اللہ کے لحاظ سے ممتنع بالغیر ہے۔ لہذا آسمان پر بجسم خاکی چڑھ جانا باوجود ممکن بالذات ہونیکے ہرگز وقوع میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ ہر ایک ممکن بالذات مگر ممتنع بالغیر ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ شریعت محمدیہ کو قیامت سے پہلے منسوخ کر دے۔ مگر وہ اپنے وعدہ کے مطابق ایسا نہیں کریگا۔ پس شریعت محمدیہ کا قیامت سے پہلے منسوخ ہو جانا ممکن بالذات مگر ممتنع بالغیر ہے۔ یہی حال آسمان پر بجسم خاکی چڑھ جانیکا سمجھ لیجئے۔

(ج) ہم اس بارہ میں نہایت قوی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ بشر رسول آسمان پر بجسم خاکی نہیں جا سکتا۔ مگر علاوہ ان دلائل کے بعض دلائل یہاں بھی لکھے دیتے ہیں۔ غور سے سنیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین ۔ (پارہ ۲۶ سورہ احقاف) یعنی کہدو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا میں تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیجاتی ہے۔ اور میں تو صرف کھول کر ڈرانیوالا ہوں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی سورۃ کہف۔ تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم مگر آتی ہے مجھکو

پھر ارشاد ہوتا ہے۔ قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و

اسمعیل و اسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (سورۂ بقرہ)

ترجمہ تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسٰی اور عیسٰی کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں۔

ان آیات کریمہ سے بخوبی وضاحت ثابت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام لوازم بشریت موجود تھے جو تمام بنی نوع انسان میں مشترک ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نوع انسان کے باقی افراد بجسم خاکی آسمان پر نہیں جاسکتے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مطابق آیت کریمہ بجسم خاکی آسمان پر نہیں جاسکتے کیونکہ آپ بشریت میں اور افراد نوع انسان کی مانند ہیں فرق ہے تو صرف نزول وحی کا یہ بات بالکل سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول نہیں تھے جن میں کوئی ایسی نئی اور پرانی بات پائی جاتی ہو جو اور رسولوں میں تھوڑی بہت نہ پائی گئی ہو۔ اب کون ہے جو یہ بات ثابت کرسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں میں سے کوئی رسول بجسم خاکی آسمان پر گیا ہو۔ پس جب یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نئی اور پرانی بات کیونکر تسلیم کرلیجائے۔

امر دوم کی بابت میر صفدر حسین صاحب مہتمم تعمیرات سرکار نظام دکن نے اپنے رسالہ سرسری نظر میں کتاب انوار الحق پر ریویو لکھتے ہوئے نہایت آزادانہ محققانہ اور دلچسپ بحث کی ہے۔ اسلئے ہم اسے یہاں نقل کردینا کافی سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے

"منشاء سوال بقرائن حال یہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت سے کفار کے ان مطالبات کی یہ غرض تھی کہ انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ آنحضرت ان کے پورا کرنے پر قادر نہ ہوسکیں گے اگرچہ بظاہر ان مطالبات کے بموجب زمین میں سے چشمہ کا جاری کردینا یا کھجور اور انگور کا باغ اپنے لئے مہیا کرنا اور ان میں نہریں جاری کرنا ممکن الوقوع تھا۔ اور اسکے بعد کے مطالبات کی نسبت کفار نے گمان کیا تھا کہ آنحضرت

انکے پاؤں کرتیکے مٹی میں پھنسا نیچے انہوں نے کہا عجیب کتنی تیرا کام ہے۔ ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ڈالدے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لا یا تیرے واسطے ایک طلائی گھر موجود ہے۔ اس میں یہ طنز تھا کہ بہشتی جیسی طلائی گھر کی بشارت دیتا ہے۔ وہ یہیں تیرے واسطے بنجاوے۔ تو تو آسمان پر ہمارے روبرو چڑھکر دکھلا۔ ان کا یہ طنز معراج کے واقعہ کی طرف ہے۔ اسواسطے انہوں نے یہ قید لگائی کہ ہمارے روبرو آسمان پر چڑھ جانا کافی نہیں۔ بلکہ ایک ایسی کتاب ہمارے روبرو لا کر ہم خود اسکو پڑھ لیں۔ اس میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزول کا محض زبانی دعوی ہے ان آنکھوں سے۔ کہتا تو نہیں۔ پھر ایسی کتاب لکھی لکھائی لا جسکو ہم خود پڑھ لیں۔

دراصل مفہوم اسکا یہ ہوا کہ معراج میں تو سماوں پر جانا بتلایا آسمان سے قرآن کے نزول کا جو دعوی ہے ان دونوں دعووں کا ثبوت ہمارے روبرو عالم شہادت میں دو تاکہ ہم جسمانی آنکھوں سے دیکھکر اسکی تصدیق کریں۔ پس اس درخواست کا یہ مطلب ہوا۔ کہ جسم خاکی سے آسمان پر جا سکتے ہے حال ایک کتاب ورقوں میں لکھی ہوئی اپنے ساتھ لا کر دے۔ کیونکہ جسمانی آنکھ جسم ہی کو دیکھ سکتی ہے جس پر حق سبحانہ تعالیٰ کی یہ ارشاد ہوا کہ کہدے اے محمد اللہ میرا پاک ہے۔ اسلئے کہ میں ان میں سے کسی ایک مطالبہ کے پورا کرنے پر بھی ذاتی قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسا کہ تمہارا گمان اور امتحان مقصود ہے کیونکہ منجزات الہی کے رسول کو جو وہ بشر ہے ذاتی قدرت نہیں ہوتی کہ کوئی نشان انکو دکھلادے۔ لہذا پہلے تین مطالبات جو ممکن الوقوع ہیں۔ انکا وقوع بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور اسی کے ارادہ پر منحصر ہے۔ اور باقی تین مطالبات یعنی آسمان کا ٹوٹ پڑنا۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا ظاہر ہونا۔ بہشتی مکان کے ملنے کا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ایک ایک وقت مقرر ہے جسکو اپنے مقام پر فرما چکا ہے یعنی وعدہ گاہ اسکا روز قیامت یوم آخرت ہے۔ اب رہی آخری کے وہ مطالبات روحانی طور پر اسی دنیاوی زندگی میں انکا وقوع تو ہو چکا۔ جسکو جسمانی رنگ میں جو کذاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سنت اللہ کے مخالف ہے

پس اس صورت میں مولانا کا یہ استدلال کہ جسم خاکی اگر آسمان پر نہیں جا سکتا تو آپ

بھی نازل نہیں ہو سکتی وہ ملیکہ قرآن کا نزول آسمان ہی سے ہوتا تھا صحیح نہ ہوگا کیونکہ نزول قرآن کی شان جسمانی نہ تھی کہ کوئی ورق قرآن کا لکھا ہوا آسمان سے اترتا ہو جیسا کہ کفار کا سوال تھا اور اسی سوال کے مستحیل ہونے کی وجہ سے آسمان پر چڑھ جانے کا مطالبہ تھا جسکو وہ جسمانی شکل دیکھ سکتے۔ تو پس جبکہ آسمان سے قرآن کا نزول جسمانی شان سے خلاف سنت اللہ تھا تو اسی نزول جسمانی کے مستحیل صعود جسمانی بھی آسمان پر خلاف سنت اللہ تھا جو ایک ساتھ کفار نے مطالبہ کیا تھا۔ اسی واسطے حق سبحانہ و تعالیٰ کی تنزیہ فرمائی گئی کہ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا (پ ۲۲ ع ۱۰)

شبہ ثانی پر بحث

مولوی ابراہیم صاحب صفحہ ۴۰۰ پر لکھتے ہیں

بعض لوگ اس آیت سے تمسک کر کے سیر معراج کو ایک خواب کا معاملہ قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و ما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی اس رؤیا کو جو ہم نے تجھ کو دکھائی تھی تو اس میں صرف لوگوں کی آزمائش تھی۔ سو اس کا جواب دو طرح سے ہے۔ اول اس طرح کہ یہ آیت سیر معراج کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ صلح حدیبیہ کی خواب کی حکایت ہے جس کی نسبت سورہ فتح میں بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو کچھ خواب میں دکھایا تھا۔ اسے سچ کر دکھایا"

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (فتح ع ۳)

غرض یہ ہے کہ اگر اس آیت کو سیر معراج ہی کے متعلق کریں۔ تو پھر بھی سیر معراج خواب نہیں رہتا بلکہ جسمانی ہی ثابت رہتا ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ لفظ رؤیا خواب کے لیے موضوع نہیں ہے۔ بلکہ لغت میں رؤیا اور رویت دونوں کے معنی دیکھنا ہے۔ عام اس سے

کہ خواب میں ہو یا بیداری میں"

ریویو۔ مولوی ابراہیم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آیت کریمہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ سیر معراج کے متعلق نہیں ہے۔ اور شاہ عبد القادر صاحب اس آیت پر یہ تفسیری نوٹ لکھتے ہیں اور وہ دکھلاوا معراج ہے۔ کہ لوگ جانچے گئے۔ ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔ کہ مولوی ابراہیم کا بیان مان لیا جائے۔ اور شاہ عبد القادر صاحبؒ کا بیان نہ مانا جائے۔

اور مولوی صاحب کی یہ دلیل کہ لفظ رؤیا کے معنی دیکھنا ہیں عام اس سے کہ خواب میں ہو یا بیداری میں۔ احمدیوں کو کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ احمدی لوگ معراج نبوی کو بیداری کا واقعہ مانتے ہیں البتہ اس موقعہ پر ایک امر کی تشریح ضروری ہے۔ کہ بیداری کے عالم میں بحالت کشفی جو نظارے دکھلائے جاتے ہیں۔ انکے لئے بھی عربی لٹریچر میں رؤیا کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے چنانچہ مکاشفات یوحنا کو عربی بائبل میں رؤیا یوحنا لکھا ہے۔ اگر مولوی ابراہیم صاحب اس بات کو نہیں مانتے۔ تو رائے مہربانی بتائیں کہ حالت کشفی میں جو نظارہ دکھلایا جاتا ہے۔ اسکے لئے عربی زبان میں اور کونسا لفظ خصوصیت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

شبہ سوم پر بحث

مولوی ابراہیم صاحب سلم الوصول کے آخری صفحات یعنی ۶۴ - ۶۵ پر لکھتے ہیں۔ "بعض لوگ معراج جسمانی کے ماننے میں یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ کا یہ مذہب ہے۔ کہ معراج خواب میں ہوا تھا۔ سو انکا یہ عذر صحیح اور قابل پذیرائی نہیں۔ **اول** یہ کہ جب الفاظ قرآنیہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہو گیا کہ سیر معراج جسمانی تھا تو اسکے مقابلہ میں غیر نبی کے قول کو پیش کرنا سراسر نبوت کی ناقدر شناسی ہے۔۔۔۔

۔۔ **دوم** یہ کہ آپکو جس سال سیر معراج کرایا گیا۔ اس وقت کی بابت حضرت عائشہؓ و امیر معاویہؓ

دونوں میں سے کسی کو کچھ بھی خبر نہیں کیونکہ ایک روایت کے موجب تو حضرت عائشہؓ معراج کے سال تک ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ اور اگر اس وقت پیدا شدہ بھی ہوں۔ تو اس قدر چھوٹی عمر کی تھیں۔ کہ ان کو اس واقعہ کا کوئی بھی علم نہیں ہو سکتا کیونکہ چھ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ اور نو سال کی عمر میں ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں حاضرتی صلعم کے گھر میں آباد ہوئیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے۔ کہ معراج شریف مکہ میں ہوا۔ اور امیر معاویہ بھی سال معراج تک مومن نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے بعد حسن اسلام سے مشرف ہوئے۔ پس حضرت عائشہؓ و امیر معاویہؓ کا قول احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں کسی طرح پیش نہیں ہو سکتا۔ سوم ...... امیر معاویہ کے قول میں رویا کے معنی رویت چشم کے ہیں۔ اور حضرت عائشہ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے جسم اور روح میں جدائی نہ ہوئی تھی بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ ہی تھا اور معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا پس اس وجہ سے امیر معاویہ اور حضرت عائشہ بھی مثل دیگر صحابہ کے معراج جسمانی ہی کے قائل ٹھہرے۔ چہارم یہ کہ صفحہ ۵۰۹ میں تفسیر ابن کثیر سے منقول ہو چکا ہے کہ اگر رسول صلعم کو اس معراج جسمانی کے پہلے روحانی یا منامی طور پر معراج کرایا گیا ہو۔ تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ آنحضرت صلعم جو خواب دیکھتے تھے۔ وہ عین بعین صبح صادق کی طرح ظاہری واقعہ بھی ہو جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر معاویہؓ و حضرت عائشہؓ نے اس تمہیدی معراج کو روحانی قرار دیا ہو جیسا کہ ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے پس منکرین معراج جسمانی کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل نہیں ہے جس سے انکار کی گنجائش مل سکے"

ریویو: امر اول کی بابت یہ گذارش ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ سے معراج نبوی کا بجسدہ عنصری ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اس ریویو کے ناظرین پر مخفی نہیں۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ کا مذہب خلاف قرآن و حدیث نہیں۔

امر دوم کی بابت یہ گذارش ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ معراج

کب نبوت اور ان کی ولادت اور شادی کس زمانہ میں ہوئی ۔ پس وہ معراج کے متعلق اپنے ذاتی علم یا چشم دید شہادت کی بنا پر کوئی مذہب کیسے قائم کرسکتی تھیں ۔ علاوہ بریں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی فراست و ثقاہت جو مسلمہ فریقین ہے ۔ ایسے احتمال کی اجازت ہی نہیں دیسکتی ۔ اسلئے عقل سلیم اسبات پر یقین واجب کرتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے معراج نبوی کے متعلق جو اپنا مذہب ظاہر کیا ہے ۔ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں صحیح تدبر و تفکر کا نتیجہ ہے ۔ یہی تشریح حضرت معاویہؓ کے مذہب کی بھی اصل حقیقت ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے ۔ جو انکشاف حقیقت کیساتھ مولوی ابراہیم کے وساوس کا قطعی طور پر ازالہ کرتی ہے ۔

افسوس اہلحدیث کہلاکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور خال المومنین حضرت امیر معاویہ کی نسبت بدگمانی کر کے انہوں نے باوجود اس علم کے کہ معراج نبوی کی حقیقت کیا حالت تھی ۔ نعوذ باللہ مسلمانوں کو اپنے ذاتی علم کا دھوکہ دیکر نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے خلاف معراج نبوی کو روحانی یا منامی قرار دیا ۔ مولوی صاحب کی یہ حرکت سخت شرمناک اور نہایت تعجب انگیز ہے ۔

امر سوم کی بابت یہ عرض ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ کا یہ مذہب کہ معراج نبوی بجسم خاکی نہ تھا صدر اسلام سے لیکر اب تک اسقدر شہرت اور تواتر کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے کہ فضول اور مضحکہ خیز تاویلات سے اسپر پردہ ڈالنے کی کوشش سراسر بیکار ہے شفائے قاضی عیاض کی عبارت ہم پہلے نقل کرچکے ہیں ۔ ناظرین سے درخواست کرکے مولوی صاحب اور انکے مجیبوں کی ایسی بازی کی داد دیں

امر چہارم کی بابت یہ گذارش ہے کہ جب مولوی ابراہیم صاحب کے نزدیک یہ امر ممکن ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ نے معراج نبوی کو روحانی قرار دیا ہو جیسا کہ ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے ۔ اور جسم خاکی کے ساتھ معراج کا ہونا قرآن و حدیث سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا تو پھر کیا وجہ ہے کہ معراج نبوی کو ایک کشفی واقعہ نہ مان لیا جائے ۔

مولوی صاحب کا یہ خیال کہ معراج کئی مرتبہ ہوا بالکل باطل ہے کیونکہ تعدد معراج کی صورت میں حکم الٰہی متعلق فرضیت نماز متعدد کر حادث معراج کی دو بار تنسیخ عبث اور فضول طور پر ماننا پڑتی ہے جو حکمت الٰہی کی شایان نہیں۔ لہٰذا معراج نبوی کو ایک ہی مرتبہ ہونا ماننا پڑیگا جس کی نسبت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ مذہب ہے کہ جسم خاکی کیساتھ نہیں۔ بلکہ روحانی تھا واضح ہو کہ سیر کشفی میں چونکہ روح کو ایک جسم لطیف عطا ہوتا ہے۔ جو روح کا حکم رکھتا ہے اسلئے معراج کے معاملہ کو روحانی معاملہ قرار دیا جاتا ہے۔ پس جن حضرات نے معراج نبوی کو روحانی معاملہ قرار دیا ہے۔ انکا بیان کشفی معاملہ کے نقیض نہیں۔ اسی طرح جن بزرگوں نے معراج کو منامی یعنی خواب کا معاملہ قرار دیا ہے۔ انکے یہاں کا قول بھی کشفی معاملہ ہی ہے کیونکہ جس طرح خواب میں حواس ظاہری معطل اور بیکار ہوتے ہیں۔ اسی طرح کشفی حالت میں بھی ظاہری حواس ایک حد تک معطل اور بیکار ہوجاتے ہیں۔ پس ایسی حالت کو خواب سے تعبیر کرنا بہت کچھ صحیح و درست ہے لہٰذا معراج نبوی کو منامی قرار دینا بھی کشفی معاملہ کے نقیض نہیں۔ بلکہ مؤید ہے کیونکہ روحانی اور منامی دونوں صورتوں میں یہ بات صریح طور پر ماننا پڑتی ہے کہ سیر معراج بجسم خاکی نہ تھی بنا بریں معتقدین معراج بجسد عنصری کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل نہیں ہے جس سے انکو ایسے اعتقاد کی گنجائش مل سکے۔ دراصل انکے ایسے اعتقاد کی بنیاد محض توہمات پر ہے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انکو ایسے توہمات سے نجات دے۔ آمین اب میں اس ریویو سے فارغ ہوکر ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں۔ زندگی باقی ہے تو انشاءاللہ العزیز مولوی ابراہیم صاحب کے دوسرے رسالہ نزول ملائکہ پر بھی کسی وقت اسی طرح ریویو لکھکر پیش ناظرین کرونگا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

راقم

سید صادق حسین مختار عدالت و سیکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

ایڈیٹر جزاکم اللہ احسن الجزاء

معارف قرآن مجید

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

روح کس طرح پیدا ہوتی ہے

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یعنی یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے۔ اور کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ ان کو جواب دے کہ روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے یعنی وہ ایک راز قدرت ہے اور تم لوگ روح کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتے مگر تھوڑا سا یعنی صرف اسقدر کہ تم روح کو پیدا ہوتے دیکھ سکتے ہو اس سے زیادہ نہیں۔

اور انسانی روح کے پیدا ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہ ہے۔ کہ دونوں نطفوں کے ملنے کے بعد جب آہستہ آہستہ قالب تیار ہو جاتا ہے۔ تو جیسے چند ادویہ کے ملنے سے اس مجموعہ میں ایک خاص مزاج پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جو ان دواؤں میں فرداً فرداً پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس قالب میں جو خون اور دو نطفوں کا مجموعہ ہے ایک خاص جوہر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایک فاسفرس کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور جب تجلی ربی کی ہوا کُن کے امر کے ساتھ اس پر چلتی ہے۔ تو یکدفعہ وہ افروختہ ہو کر اپنی تاثیر اس قالب کے تمام حصوں میں پھیلا دیتا ہے۔ تب وہ جنین زندہ ہو جاتا ہے۔ پس یہی افروختہ چیز جو جنین کے اندر تجلی ربی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام روح ہے (یا ہے)۔ گو روح کا فاسفرس اس مادہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ روحانی آگ جس کا نام روح ہے۔ وہ بجز اس نسیم آسمانی کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ کیا علم ہے۔ جو قرآن شریف نے ہمیں بتلایا ہے۔

روح فانی ہے

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ سو روز مرہ خدا جانوں کو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے، اپنے قبضے میں کر لیتا ہے یعنی وہ جانیں بیخود ہو کر اس کے تصرف اور قبضہ میں اپنی موت کے وقت آجاتی ہیں، اور زندگی کی خود اختیاری اور خود شناسی ان سے جاتی رہتی ہے، اور موت ان پر وارد ہوجاتی ہے یعنی ایکی روحیں میت کی طرح ہو جاتی ہیں اور صفات حیات زائل ہوجاتی ہیں اور ایسی طرح جو ابھی مری نہیں، مگر نیند کے مشابہ ہوتی ہے اور وہ روح کی وہ حالت ہے کہ جب انسان سوتا ہے تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے، اور ایسی حالت میں بھی اسی طرح خدا تعالیٰ کے قبضے اور تصرف میں آجاتی ہے، اور ایسا تغیر اس پر وارد ہوجاتا ہے کہ کچھ بھی اسکی دنیوی شعور اور ادراک کی حالت اسکے اندر باقی نہیں رہتی، غرض موت اور خواب دونوں حالتوں میں خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہوجاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خود اختیاری اور خود شناسی ہے بالکل جاتی رہتی ہے، پھر خدا ایسی روح کو جس پر درحقیقت موت وارد کردی ہے، واپس جانے سے روک رکھتا ہے، اور وہ روح جس پر اسنے درحقیقت موت وارد نہیں کی، اسکو پھر ایک وقت تک دنیا کی طرف واپس کردیتا ہے اس بات کے کاروبار میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں، جو فکر اور سوچ کرنیوالے ہیں، یہ ہے ترجمہ مع شرح آیت

محمد صاحب یہ آیت موصوفہ بیان دلالت کر رہی ہے کہ جیسی جسم پر موت ہے روحوں پر بھی موت ہے لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ابرار اور انبیاء اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں، کوئی تین دن کے بعد کوئی ہفتے کے بعد کوئی چالیس دن کے بعد۔

اور پلید روحوں میں بھی عذاب دینے کے لئے ایک حس پیدا کیجاتی ہے، گو وہ مردوں میں داخل ہوتے ہیں نہ زندوں میں جیسا کہ ایک شخص جب سخت درد میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ بیہوشی کی زندگی اسکے لئے موت کے برابر ہوتی ہے، اور زمین و آسمان اسکی نظر میں تاریک

دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں کے بارے میں خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئیگا اس کے لئے جہنم ہے وہ اس جہنم میں نہ مریگا اور نہ زندہ رہیگا۔ اور خود انسان جب اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی روح پر بیماری اور خواب میں تغیرات آتے رہتے ہیں تو یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح روح بھی تغیر پذیر ہے۔ اور موت صرف تغیر اور سلب صفات کا نام ہے۔ ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے۔ لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔

ناکردہ گناہ بھی گنہگاروں کی مصیبت میں شریک ہو سکتے ہیں

(از حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ)

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً

(۱) ابن المروایۃ فقال ابن جریر جلد ۹ ص ۱۴۳ نزلت فی علی وعثمان وطلحۃ والزبیر ولقد قرءنا زمانا ما نحسب انا اھلہا فاذا نحن المعنیون بہا۔

(۲) وعن السدی انہا نزلت فی اھل بدر اصابتہم یوم الجمل اقتتلوا اقتتالاً واحدا۔

(۳) ابن عباس امر اللہ المومنین ان لا یقروا المنکر بین اظہرھم فیعمہم اللہ بالعذاب۔ وقال عبد اللہ ان اللہ تعالیٰ یقول انما اموالکم و

(۱) ابن جریر فرماتا ہے کہ یہ آیت حضرات علی، عثمان، طلحہ، زبیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ہم ایک عرصہ تک یہی سمجھتے رہے کہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں پس ایک وقت آگیا کہ وہ اس آیت کے مصداق ہو گئے

(۲) اور سدی سے ہے کہ یہ اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ جمل میں انہیں یہ مصیبت پہنچی کہ باہم جدال و نزاع کمال ایک ہی ہے۔

(۳) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ برائی کو اپنے سامنے نہ ٹھہرنے دیں۔ ورنہ ان سب کو اللہ عذاب میں گھیر لیگا۔ اور عبد اللہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ

واولادكم فتنة. لا تصيبن
نهى بعد نهي.
(د) وفي الخازن - لم تقتصر على
الظالم خاصة بل تتعدى
اليكم جميعا وتصل الى الصالح
والطالح جلد ٢ صفحہ ٢١١
(س) ابن كثير لا يخص بها اهل
المعاصي ولا من باشر الذنب
بل يعمها وبين قصة الزبير
وهكذا في فتح البيان وابن كثير
وزاد كالقحط والغلاء وتسلط
الظلمة. وكذا قال الحسن نزلت
في علي وعثمان وطلحة والزبير
وكذا في درمنثور وجمع الروايات
اما اهل الدراية فصدقوا
ما في الرواية وزادوا بقراءة ابن
مسعود لتصيبن لاكن من اين لنا
قران ابن مسعود وابي وبعضهم
اجترا حتى قال زائدة واما اقوام
بتاكيد النون فيرد عليهم قوله
تعالى ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم

فرماتا ہے کہ تمہارے مال تمہاری اولاد فتنہ ہیں
اور لا تصیبن نہی ہے بعد نہی کے
(د) خازن میں ہے۔ کہ یہ عذاب بالخصوص
ظالم پر ہی مقصور نہ رہیگا بلکہ تم سب پر چھا جایگا
اور نیک بد گنہگار ناکردہ گناہ دونوں پر اسکا
اثر پہنچیگا۔ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱
(س) ابن کثیر فرماتے ہیں گنہگاروں سے خاص نہیں
اور نہ وہ جو گناہ سے خوش ہو۔ بلکہ یہ عام ہے
پھر قصہ زبیر لکھا ہے **فتح البیان** میں
بھی ایسا ہی ہے۔ اور اسپر زیادہ کیا ہے۔ کہ
فتنہ مثل قحط گرانی اشیاء ظالموں کا تسلط
ہو جانا وغیرہ ہے۔ حسن نے کہا کہ یہ درباره علی
وعثمان وطلحہ والزبیر نازل ہوئی۔ اور درمنثور
میں بھی ایسا ہی ہے۔ اس نے بہت سی
روایتیں جمع کی ہیں۔ اہل الدرایۃ نے جو کچھ
روایت میں آیا اسکی تصدیق کی۔ اور قراءت
ابن مسعود لکھی ہے۔ کہ لتصیبن ہے۔ لیکن
ابن مسعود و ابی کا قرآن کہاں ہے بعض نے
جرات کرکے کہدیا ہے۔ کہ لا زائدہ ہے
اور جو انہوں نے کہا ہے کہ نون تاکید ہے
تو اسکی تردید میں یہ قول کافی ہے۔ ادخلوا

سلیمان وجنوده
(س) حتی تتک بالعیان ذلة یهود
واترکهم ذلة اهل الاسلام
فی هذه الایام، ترک الحدود
والارث واخذ سلطتهم
الیس فیهم صالح المستقیم
ونحن انا لله وانا الیه راجعون
هل العیان ۔ ما یرشد کم
کفظهما عن اهانة الاحادیث

[illegible] سلطنت کو سلیمان وجنوده [illegible]
[illegible]
(س) اب یہ یہود کی ذلت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے
ہیں۔ [illegible] اہل اسلام بھی آجکل ذلیل ہو
رہے ہیں [illegible] اور میراث غیر متروک اور سلطنتیں
چھن گئیں۔ کیا ان میں کوئی بھی [illegible] نہیں رہا
[illegible] انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible]
اس مسئلہ میں ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اور احادیث
رسول اللہ صلعم سے تو بات اظہر من الشمس ہے
[illegible]

ویدقابل اتباع نہیں

(از حضرت مسیح موعود)

۱- اس نے اپنے پرمیشر کو خالق ہونے سے جواب دیدیا۔

۲- اس نے روحوں کو ان کی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ خود بخود سمجھ لیا۔

۳- اس نے تمام ذرات عالم کو مع انکے خواص اور طاقتوں کے پرمیشر کی طرح اپنے وجود کے آپ ہی خدا مان لیا۔

۴- اس نے خدا کی صفت وحی اور الہام کو ہمیشہ کے لئے معطل قرار دیا۔

۵- اس نے ان تمام دلائل سے انکار کیا جن سے خدا کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔

۶- اس نے پرمیشر کو ایک تنگدل اور کشش پات اور طرفداری کرنے والا ٹھہرایا کہ جو ہمیشہ آریہ ورت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اور انہیں پر الہام نازل کرتا ہے۔ دوسروں پر ہمیشہ ناراض ہے

گویا اسی قوم سے اسکا رشتہ و قرابت ہے اور گویا دوسرے ملکوں کے لوگ اسکے بندے ہی نہیں ہیں یا اسکے دروازے ہی سے بے خبر ہے۔

(۷) اسنے نیوگ کے تاریک طریق کے لئے کیسی گندی تعلیم دیکر مردوں عورتوں کی عفت میں خلل ڈالا

(۸) اسنے تناسخ کا عقیدہ پیش کرکے آریوں کو کوئی ایسا قاعدہ نہ بتلایا جس سے کچھ پتا لگ سکے کہ دوبارہ پیدا ہونیوالی کوئی لڑکی اسی شخص کی ماں یا دادی تو نہیں جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے

(۹) اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ گویا پرمیشر کو ایک ایسا مکر کرنے کی عادت ہے کہ مکتی دینے کے وقت پوشیدہ طور پر مکتی یافتہ کے ذمے ایک گناہ رکھ دیتا ہے اور پھر اسی گناہ کا الزام دیکر مکتی خانہ سے اسکو باہر نکالتا ہے۔

(۱۰) اسنے اپنے پرمیشر پر یہ نہایت قابل شرم دھبہ لگایا کہ وہ جاودانی مکتی دینے پر قادر نہیں

واللہ یعصمک من الناس — اس پیشگوئی پر صداقت پیشگوئی کا جلوہ پانچ موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوا۔

۱۔ ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلعم کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کرینگے

۲۔ دوسرا وہ موقعہ تھا جبکہ کافر لوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلعم مع حضرت ابوبکر کے چھپے ہوئے تھے

۳۔ تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جبکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت صلعم اکیلے رہ گئے تھے۔ اور کافروں نے آپکے گرد محاصرہ کر لیا تھا اور آپ پر بہت سی تلواریں چلائیں۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔

۴۔ وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دیدی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اسکا دیا گیا تھا۔

۵۔ پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلعم

کہ قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا۔ اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے گئے تھے

ان تمام پر خطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار کامیاب ہونا اعجاز ہے

ایسے ہی پانچ موقعے مسیح موعود پر

۱- اول وہ مقدمہ جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا۔

۲- دوسرے وہ مقدمہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔

۳- تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا

۴- چوتھے وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا

۵- پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی کی گئی۔ اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا کہ میں قاتل قرار دیا جاؤں مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے

امت محمدیہ میں نبی اللہ کا اطلاق صرف مسیح موعود پر ہے

مسلمانوں میں یہ گو بڑا عام عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئیگا۔ یہ بات سچ ہے بشرطیکہ حد اعتدال پر ہے۔ مگر انھوں نے تاویل کر ختم نبوت کے وہ معنے لئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ابتر بناتے ہیں۔ وہ تو نہیں سمجھے کہ جب ماکان محمد ابا احد من رجالکم کے ماتحت آپ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں۔ اور خاتم النبیین کے رو سے کوئی روحانی بیٹا جو آپ کے کمالات باطنی کا وارث ہو بھی نہیں۔ تو پھر آیت کی ساری تعریف کیا تھی۔ مگر ایک افراط کی راہ ہے وہ یہ کہ ہم یہ مانیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد چودھویں صدی تک کئی نبی اور رسول ہو چکے ہیں اور وہ پہلے بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود کے کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ کا خطاب صرف مسیح موعود کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ میں چند حوالجات حقیقۃ الوحی کے متفرق مقامات سے پیش کر کے اس مسئلہ کو صاف کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے ہر فرد کا یہی عقیدہ ہوگا

اور جس قدر نبی گزرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ
بھی دخل نہیں لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا
اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک مسیح موعود وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے۔ اور نبی بھی [illegible]
غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک
فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے
گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے
لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے
مستحق نہیں (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)

نکات حدیث

(از افادات مجمع کمالات حضرت [illegible])

فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں دو باتیں ایسی ہیں جن کو خیال کر کے آپ
کی عظمت دل میں بیٹھتی ہے۔

ایک بڑا کام تو یہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغیر کسی حفاظت کے سامان کے
ہجرت کے لئے چل پڑے۔ جبکہ جانتے تھے کہ کفار تمام کے تمام صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے وجود باجود کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں آپ کے ساتھ جانا گویا موت کے
منہ میں جانا تھا۔ سوائے بے پناہ محبت و عشق کے یہ دلیری نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر باون برس کی اور حضرت
عائشہ کی عمر کل چھ برس کی تھی ایسی چھوٹی عمر میں اپنی بیٹی کا نکاح ایک سن رسیدہ شخص سے
کر دینا سوائے خاص محبت و ایمان کے اور کیا موجب ہو سکتا ہے

حضرت ابوبکر جانتے تھے کہ عائشہ کی بڑی ہو کر جوانی کے وقت ہی رسول اللہ صلے اللہ کی محبت

وکھتے کا ورہان نہجا دیں۔

تیسری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے المناک وصال نے جبکہ تمام صحابہ کو سخت گھبراہٹ میں ڈالدیا جبکہ وہ صدمہ کے مارے حیران و پریشان ہو رہے تھے حضرت ابوبکر کا اس اطمینان اور ہمت سے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا اور تمام صحابہ کے سامنے ما محمد الا رسول والی آیت پڑھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی وفات پر سب کو متحد اجماع کرادینا آپکے بےنظیر ایمان و استقلال کا کوئی معمولی سا نمونہ نہیں چوتھی بات آپ کا قرآن مجید کو جمع کرنا ہے وہ بھی ایسی خدمت ہے کہ پھر قیامت تک کسی کو میسر نہیں آسکتی

پانچویں بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جبکہ تمام مرتدین عرب مسلمانوں کی چھوٹی سی جمعیت پر چڑھ آئے تھے۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو تباہ کر دیتے ایسے وقت میں اسامہ کے تیس ہزار جانفروش سپاہیوں کو ایک دور دراز ملک میں بھیجدینا اور کہنا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ قول میں کوئی ترمیم نہیں کرنا چاہتا سوائے صدیقی ایمان کے اور کسی ایمان کا کام نہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکہ اور مدینہ اور جواثے کے سوا تمام مقامات میں تمام عرب مرتد ہو گئے تھے کوئی تو خدا اور رسول ہی کا منکر ہو گیا کوئی صرف رسالت کا کوئی خلافت کا کوئی صلوٰۃ و زکوٰۃ کا غرض مرتدین کے پانچ گروہ بنگئے تھے حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ پانچ قسم کے مرتدوں کو قتل کر دو۔ اسپر بڑے بڑے صحابہ اور حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ تمام عرب برخلاف ہو رہا ہے۔ ایسی سختی کا حکم نہ دینا چاہیے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے مرتدوں کو قتل نہ کیا جائے۔ ورنہ مسلمانوں میں انکے مقابلہ کی طاقت نہیں لیکن حضرت ابوبکر نے سخت حقارت کے ساتھ اس مشورہ کو رد کیا۔ اور کہا کہ کیا تم لوگ جاہلیت میں ایسے بہادر اور اسلام میں ایسے بزدل بننا چاہتے ہو۔ اچھا اگر تم نہ لڑو گے میں اکیلا جہاد کرونگا۔ یہ عزم ہزاروں برکت موجود

یہ اجرائے حکم رسالت یہ صرف اسی کی اقامت سوائے نبی کے خاص الخاص فدائیوں کے اور فدائیوں میں سے بھی ایسے کسی پر غلطی نہ ہوتی کہ پہلے قریب تر ہوئی اور کس میں ہو سکتی ہے۔

(۷) ساتویں بات حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلافت کے لئے منتخب کرنا ہے۔ جبکہ بظاہر حضرت عمر کی سخت گیر طبیعت و گو شاید مستقبل کے نقطۂ نظر سے معلوم ہوتی تھی لیکن بعد کے تجربہ نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلامی بنیاد کے مستحکم کرنے کے لئے عمرؓ جیسی سطوت اور انتظام پھر کبھی نہیں دیکھا۔

(۸) آٹھویں نظیر یہ بات ہے کہ ملک کے معاملہ میں قوانین شرعی اور احکامات قرآنی پر اس استقلال کے ساتھ پہنچے کہ کوئی بڑی سے بڑی تحریک بھی آپ کے استقلال و متانت کو ہلا نہ سکی

نویں بات جو سب باتوں سے بڑھ چڑھ کر نظر آتی ہے، وہ یہ کہ [illegible] کرم و فضل اس قدر اعلیٰ پایہ پر تھا کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بغیر کسی جرح و قدح کے بالاتفاق آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا یہ بات اور کسی خلیفہ کو اسلام میں نصیب نہیں ہوئی گو انصار نے دعویٰ کیا کہ ہم میں سے بھی خلیفہ ہونا چاہئے لیکن ابوبکرؓ کی خلافت کو کسی نے رد نہیں کیا

ضرورت زمانہ قیمت ۸/ اسلام کی پہلی کتاب ۴/ حجرہ بابا نانک
لیکچر نمبر ۱ لیکچر نمبر ۲ - معیار حق ۵/ تعلیم الاسلام مع ضمیمہ ہر سال ۶/
میں مسلمان ہو گیا حصہ دوم و سوم ۲/ ترجمۃ القرآن پ ۱ ترجمۃ القرآن پ ۲
ترجمۃ القرآن پ ۳ مکتوبات احمدیہ اربعین ۴/ الاسماء الحسنیٰ قیمت
خطبات کریمیہ - پرانی تحریریں - الموعظۃ الحسنۃ ۶/ سلک مروارید حصہ اول ۸/
سلک مروارید حصہ دوم ۸/ مجربات حصہ اول ۱/ مجربات حصہ دوم ۱/

ریویوز

خیر الماعون یہ رسالہ دو حصوں میں مولوی محمد عبد الرحمن صاحب مبارکپوری نے اس موضوع پر لکھا ہے کہ طاعونی مقام سے بھاگ کر جانا شریعت اسلامی میں سخت منع ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مصنف رسالہ نے اس ممانعت میں نہایت افراط کی راہ اختیار کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ جب طاعون پھیلے تو وہیں گھس کر رہنا چاہیئے کیونکہ طاعون رحمت ہے۔ اور نبی کریم صلعم کی دعا اور مومنوں کے لئے شہادت ہے یہ نعمت عظمیٰ مشکل سے ملتی ہے۔ بلکہ اخیر میں یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ طاعون کے دور ہونے کیلئے دعا کرنی بھی جائز نہیں ہے میں نے مصنف کی تمام دلائل کو بڑے غور سے پڑھا ہے مجھے تو کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے یہ استدلال ہو سکے۔ کہ بحیثیت علاج کے طاعونی مقام سے نکلنا باہر رہ کر جانا ممنوع ہے۔ کیونکہ علاج فرار من الموت نہیں۔ یہ کہنا کہ باہر نکلنے سے بچ جانا امر یقینی نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ کسی بیماری کا علاج کرنا فرار من الموت ہے کیونکہ ہر ایک علاج یقینی نہیں ہے۔ شفا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فلا تخرجوا فرارا منہ میں فرارا منہ کی قید یہ سوال حل کر رہی ہے کہ خروج مطلق منع نہیں اور فرار کو اضطرار نیت اور پیش آمدہ حالت پر ہے۔ واذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیہ میں فلا تقدموا علیہ بتلا رہا ہے کہ طاعونی مقامات کی رہائش عین منشاء شریعت بیضاء ہے اور مصنف بھی اس سے انکار نہیں کر سکا بلکہ شرحبیل بن حسنہ جس کے اثر پر مصنف کی تمام دلائل کا دارومدار ہے۔ وہ بھی واذا کان بارض فلا تدخلوها فانه یحرق القلوب کہکر ہمارے قول کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ فیصلہ کس بناء پر کیا گیا ہے کہ شہر سے نکلنا بمنزلہ جنگ کے میدان میں زرہ لگا لینا بھی فرار ہے اگر چوہوں کے مرنے سے جو ہیبت پیدا ہوتی ہے وہ بعض اوقات ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اذا وقع الطاعون ببلد انتم فیہ فلا تخرجوا منہ الا تخرج منہ الجلد اصابہ المکتب

میں بلد سے مراد ارض سے مرد گھر کی چار دیواری کے اندر کوئی خاص مقام جس پر چلو پانی بھی
ہوئی ہو ہرگز نہیں۔ قرآن مجید کی آیت حتیٰ اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت
سے ہی ثابت ہے۔ کہ بلد کا اطلاق زمین دیہہ کے محلات پر نہیں۔ باقی طاعون کا عذاب ہونا
سوا ہی احادیث سے ظاہر ہے جو مصنف نے لکھیں۔ انہ کان عذابا یبعثہ اللہ علیٰ
من یشاء (۲) الطاعون رجز (۳) فقال عمر وتفرقوا عنہ فانہ رجز رجل
ہمارے امام الحکم العدل مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ اس بارے میں ایسا ہے۔ کہ تمام حیثیت
جمع ہو سکتی ہیں۔ وہ یہ کہ طاعون کے آثار دیکھ کر بہ نیت علاج متوکلاً علی اللہ شہر سے باہر
ڈیرہ لگا لینا یا کسی دوسرے مقام پر چلا جانا جائز ہے۔ اور ہونے پر دوسرے شہر میں جانا یا
کسی طاعون زدہ مقام میں جانا سخت منع ہے۔ اور یہی حق ہے۔

ردِّ جہاد آئینہ مسافر نے ۱۸ اپریل سے مئی کے نمبر ۲ کو کتابی صورت میں شائع کیا ہے یہ رسالہ
مولوی ثناء اللہ امرتسری کے رسالہ رد جہاد کے جواب میں شائع کیا جاتا ہے لیکن ایڈیٹر صاحب
نے ضعیف اور غیر معتبر روایات کی بنا پر شاہان اسلام پر زہر اگلا ہے۔ اور چند فتوحات کو ہاتھ
میں لیکر بار بار کہا ہے کہ یہ وہ پالٹکس پر عمل پیرا ہونے اور قرآنی تعلیم پر چلنے کا نتیجہ ہے
لیکن نہ تو وید کی وہ شرطیں دکھائی ہیں جن سے جہانبانی کی مفصل ہدایات آشکار ہوں
اور نہ یہ ثابت کیا ہے کہ ان بادشاہوں کا طرز عمل ہدایت قرآنی کے ماتحت تھا۔ کیا آئینہ مسافر
کا ایڈیٹر جو بقول خود قرآن مجید کو بغور مطالعہ کر چکا ہے۔ اس آیت سے بے خبر ہے ان اللہ
یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر
والبغی جس کے مقابلہ میں وہ چاروں ویدوں کے مجموعے سے بھی اس مضمون کی جامع
ہدایت نہیں پیش کر سکتا۔ اور کیا اس نے نہیں پڑھا من قتل نفسا بغیر نفس
او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا۔ ہمارا قرآن تو فرماتا ہے کہ اگر بغیر
کسی قصاص کے یا فساد روکنے کے لئے کوئی کسی جان کو قتل کرتا ہے۔ تو گویا اس نے سارے

انسان کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ تو پھر کس
منہ سے کہا جاتا ہے کہ باپ کو قتل کر کے بیٹے کو تخت پر بیٹھنا قرآن مجید کے منشا کے موافق
ہے پھر یہ دعویٰ کہ اسلام میں جہانبانی کے طریقے نہیں بتائے گئے۔ اس قوم کے ایک فرد کے
لئے جو اسلامی سلطنت و شوکت کو دیکھ چکی ہے سخت شرم ہے جناب۔ اسلام دنیا کے مشرق و مغربی
حصے پر سلطنت کر کے دکھا چکا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو کس عمدہ طریق پر چلنے والا بلکہ دوسروں کو
سکھلانیوالا ہے۔ کسی بادشاہ نے اگر غلطی کی تو یہ اسکا ذاتی فعل ہے۔ اسلام یا قرآن مجید پر اس
سے کوئی حرف نہیں آسکتا۔ پھر میں حیران ہوں کہ اڈیٹر آریہ مسافر انصاف کو بالائے طاق رکھکر
یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن میں اس امر کے لئے احکامات ہیں۔ کہ جو لوگ حضرت نبی کریم کی تعلیم پر
اور ان کی باتوں پر تشخیص بنا کے ایمان نہ لاویں۔ تو ان سے جہاد کیا جاوے۔ اور جہاد کر کے
انکو یا تو قتل کر دیا جاوے یا حضرت کی تعلیم کے پیرو بنا دیا جاوے" میں اڈیٹر آریہ مسافر کو
چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کچھ بھی اس میں غیرت اور اپنے عہدہ کا خیال ہے تو وہ اس دعوے کو
قرآن مجید سے ثابت کرے کیا وہ اس دین پر اعتراض کرتا ہے جسکے احکام یہ ہیں کہ لا
اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (بقرہ) وقل الحق من ربکم فمن شاء
فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یعنی ایمان لانا یا انکار کرنا اپنے اختیار کی بات ہے۔ اور
دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ یہ بھی غلط ہے کہ جنگ اسلام منوانے کے لئے کیجاتی تھی بلکہ
جنگ تو ہر ایک مذہب کو آزادی دینے اور فتنہ و فساد کی آگ بجھانے کے لئے کی گئی تھی جیسا کہ فرمایا
وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ دین اسکے لئے ہو جائے۔ یعنی
ہر شخص جو دین کا تابع ہے وہ اللہ کی خاطر اسکا تابع ہو کسی جبر و اکراہ سے نہ ہو۔ پس یہ بات
ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے کہ قرآن نے جہاد کا حکم اسلئے دیا ہے۔ کہ جو لوگ غیر مسلم
ہوں انکو مسلمان بنایا جاوے بلکہ غیر مسلموں سے لڑنا بھی جائز نہیں۔ بلکہ صرف ان سے لڑنے
کی اجازت ہے جو لڑتے ہیں۔ اور فساد کرتے اور قتل و غارت کر کے سوسائٹی کے امن میں خلل انداز

ہو گئے ہیں۔ دیکھو فرماتا ہے وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ یعنی جنگ کرو مگر ان سے جو تم سے پہلے جنگ کریں پھر بھی زیادتی نہ کرو۔ اور یہ جنگ بھی فی سبیل اللہ ہو۔ دنیا کی طرح صرف دنیا کی ایک عارضی و فانی سلطنت قائم کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ اسلئے کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے کوئی روک نہ رہے۔ فتنہ کے روکنے کے لئے جنگ کیجاتی ہے۔ اس میں غیر مسلم و مسلم کی تقسیم بھی نہیں بلکہ ایسی حالت میں مسلمان گروہ سے جنگ کرنیکا حکم ہے چنانچہ فرماتا ہے فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللّٰهِ یہ ہے حکمت اور منشاء احکام کی جو دیگر ہیں قرآن و اسلام پر اعتراض کرنا کسی خداترس کا کام نہیں ہو سکتا

تبلیغی کارڈ پہلے ہم نے سادہ کارڈوں کے پتہ والی طرف آدھے حصے پر حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت چھپایا تھا جو بہت مقبول ہوا۔ اب برادرم محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے دو قسم کے تبلیغی کارڈ چھپوائے ہیں۔ ان میں سے تین تو میرے لکھے ہوئے ہیں۔ وفات مسیح نزول مسیح خصوصیات امام ان عنوانوں کے ماتحت کافی ثبوت بہم پہنچایا گیا ہے۔ دو باقی کیا دو میں حضرت مسیح موعود کے مختلف اشعار تبلیغ متعلق قرآن کریم کی عظمت و صداقت ظہور مسیح الٰہیہ تعلیم المہدی ایسے عنوانوں کے نیچے لکھے گئے ہیں [illegible] سے منگوائیے

انمول موتی

حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ [illegible] سپرد فرماتے رہتے ہیں [illegible] ایک خاص رنگ میں لکھی ہے [illegible] کا نام انمول موتی [illegible] کا نمونہ۔ احباب پڑھیں اور [illegible]

دل جو آئینہ تھا وہ بن گیا اب سنگ افسوس دنیا یار کی وقعت کے قابل افسوس

دیکھکر اسکو گیا ہاتھ سے بس دل افسوس
مجھ کو اس در سے اٹھایا مری چالاکی نے
ایک دل تو مرے قابو کا کبھی رہتا آہ
گھر کا اس بت کے احرام تو باندھا سو بار
دل ربی ساتھ آنکھوں میں ہردم جو مری پھرتا ہے
میں اگر زور لگاتا ہوں ثبوت حق میں
ہم نے دیکھا جو ادھر اس نے چھپایا منہ کو
ہم اگر کعبہ کو جاتے ہیں، وہ بت خانے کو
میں اگر جان بھی دیدوں تو نہیں لیتا وہ
میں نہ جیتا تو کبھی کا وہ مجھے مل جاتا
کیا ہوئے وہ گئے تو نے جو کئے عصیاں ظ
مرے مرزا نے تو قرآن کا مطلب سمجھا
کیا لطف ہے اب لب پہ لگا دو مرہم
لب دریا ہے یہ درویش پیاسا جائے
ہم جھکائے ہوئے سر بیٹھے ہیں اک مدت سے
رحم آتا ہے تمہیں بھی مری حالت پہ کبھی
میں نے ہر چند کہ سمجھایا نہ سمجھا بیدرد
ایک مدت سے ہیں گرفتار ہیں اللہ اللہ
فکر دنیا نہ ہوئی دور کسی حالت میں
میں تو اس قوم کے احوال پہ کڑھتا ہوں مشک
جو شکار اپنے نہ ادا وہ ہوا مفت حرام

دعوی ضبط مرا ہو گیا باطل افسوس
ہائے میں کیوں نہ ہوا آج کو کامل افسوس
نہ ہوئے سینے کے اندر مرے دو دل افسوس
اسکے دل میں نہ ہوئے ہم کبھی داخل افسوس
نہ ہوا گھر میں کبھی وہ مرے نازل افسوس
منہ سے نکلا ہے وہ ہوئی باطل افسوس
اس نے اک ناز کیا ہم ہوئے بسمل افسوس
نہ ہوا پر کسی صلح پہ مائل افسوس
لے کے دل جس نے کیا مجھ کو بیدل افسوس
مرا ہونا ہے فقط وصل میں حائل افسوس
کہ بچا دل سے گیا تیرے خدنگ قاتل افسوس
مجھے سورۂ قرآن کے حامل افسوس
تیرے دل ہو گیا گھائل افسوس
تیرے الطاف سے محروم ہو سائل افسوس
قتل کرنے کو بھی آتا نہیں قاتل افسوس
کرتے بے عقل ہیں جیسے کہ عاقل افسوس
درد دکھ میں جو ہو وہ مرے شامل افسوس
لگئی ملک سے اس عشق کی کل کل افسوس
مرے سینے سے ہوئی وہ نہ بسمل افسوس
کرتے ہیں حالت عشاق پہ جاہل افسوس
جو شراب اس نے تو پی ہو گئی باطل افسوس

یوسف تو تو ہو، ناقہ ترے کب آیا
بڑھ کے گھٹنے سے ترے دل مرا گھٹ جاتا ہے
گو عزت میں جنوں سکی نہیں یہ حسرت
کچھ کہا تو رہا ایک طرف اے یار دو
نیک کو کہتے ہیں بد، بد کو بتاتے ہیں نیک
مل کے دجال سے جیسے کو لگے دینے دکھ
مجھے مرزنگی ہے عشرتی خدا خیر کرے
بے وفا یار ملا ہم نے اگر یاری کی
ہم جو عاشق ہوئے یار اور ہوا عشق کا مرد
اپنے احوال پہ گریاں ہوں گریستا ہوں
ہائے افسوس جنہیں قدر مری ہائے ان کی کچھ
دیندار ہو سکتے ہے یہ مبارک دنیا
انکے زلفوں میں چھپا جائے وہ ایسا ظالم
وہ بد پھرتے ہیں دنیا میں ہزاروں عالم
چاہیے واسطے عقبیٰ کے بھی تشویش و فکر
کچھ تو تھی شرم کچھ اغیار کا تھا پاس اے
جب بڑے مرگئے ہم ہو گئے چھوٹے بڑے
گل و ریحاں کی طرح سرو سرو اسے میں لکھتے
جب سے اس شوخ نے سمجھ میں پڑ ہے جھگڑا
شعر ترے سنانے مجھے صد ہا ناصر
ناصر خستہ تو دنیا میں بنا کیا کیا کچھ

تجھ پہ افسوس ہے افسوس حق اے دل افسوس
کاش ہوتا نہ کبھی تو سا [illegible] ل افسوس
اسکے چہرہ کا بنا ہائے نہیں [illegible] ل افسوس
وہ بھی کچھ بیٹھے ملاتا جو ہمیں دل افسوس
نہ رہی ہائے تمیز حق و باطل افسوس
مولوی ہو گئے کفار میں شامل افسوس
زندگی سے تو ہوا کچھ بھی نہ حاصل افسوس
ہم نے کھیلا جو جوا ہم کو ملا [illegible] ل افسوس
علم کی قدر گھٹی ہم ہوئے نا فاضل افسوس
حسرتیں لاکھ ہیں ایک ملا دل افسوس
قتل کے پیچھے کرتا نہیں قاتل افسوس
دنیا داروں کی تو ہے عمر کا حاصل افسوس
جتنے ڈھونڈا تو بہت ہیں نہ ملا دل افسوس
عقد دیکھا ہے بہت کم کوئی عاقل افسوس
جتنا دنیا کے لئے کرتے ہیں جاہل افسوس
نہ ہوا مرے جنازہ میں وہ شامل افسوس
کس جلدی ہم ہو گئے کامل افسوس
اسکے کوچہ کی میسر نہ ہوئی گل افسوس
نہ ملا کوئی بھی ملک میں عادل افسوس
تو فضیلت کا نہ ہری تو قائل افسوس
کسی کا دل جو بنا جائے نہ تو کامل افسوس

یہ نظم بہر کو خوبصورتی سے تقطیع چھاپی گئی ہے۔ قیمت - فی جلد [illegible] دو صد ذی استطاعت احباب کو
بہت سی جلدیں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہیئے۔ ملنے کا پتہ - تشحیذ قادیان۔

حضرت مسیح موعود کی کتابیں

حقائق و معارف الٰہیہ وہ خزانہ جسکا انتظام روز ازل سے خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مقدر تھا۔ کون احمدی ہے۔ جو انہیں پنہاں دل سے پڑھنا نہیں چاہتا۔ انکا ذخیرہ خدا کے فضل سے موجود ہے۔ تمام وہ کتابیں مہتمم تشحیذ حضرت اقدس قادیان ضلع گورداسپور کے نام آنی چاہئیں۔ مگر ہرگز کسی دوسرے کے نام پر درخواست نہ ہو۔ کہ مہتمم اور محمد یامین صاحب [illegible] کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے پرائیویٹ ملازم کے [illegible] نام لکھنے سے ضیع واقع ہوتا ہے پس اب دوسرے احباب کے کانوں تک بھی یہ بات جس قدر ممکن ہو پہنچا دی جائے

شمسی پرنٹ پریس

اگر کسی کے چند منٹ میں [illegible] کا ذریعہ [illegible] جس زبان میں چاہو۔ چھاپو۔ اور چھاپنے کی ترکیب ایسی سہل کہ [illegible] اور پریس کا کام بھی آسانی چھاپ سکے۔ قیمت کارڈ سائز [illegible] سائز [illegible]

(۱) شمسی [illegible] خوشبودار روغن دماغ کو معطر [illegible] دل کو سرور بخشتا ہے [illegible] کرتا ہے۔ دوسرے [illegible] اور بہت خوشبودار ہے۔ قیمت چھوٹی شیشی [illegible] بڑی [illegible]

(۲) سفوف [illegible] مرض [illegible] سال تک لوگوں کو پریشان رکھتا ہے مگر بفضل خدا اس سفوف کے [illegible] معلوم ہوتا ہے اور [illegible] ہمیشہ کے لئے [illegible] قیمت ۱ر

(۳) [illegible] عرق [illegible] چند منٹ میں بال کو صاف کر کے جلد کو نرم کر دیتا ہے۔ کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ جلد پر دھبا پڑتا ہے قیمت ۱ر

(۴) عرق [illegible] عرق [illegible] ہوتا ہے [illegible] عرق [illegible] کا حکم رکھتا ہے قیمت ۸ر

شمسی اینڈ کو عمر کھاڈی بمبئی

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹری [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور [illegible] جو تمام ہندوستان میں مشہور ہے [illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں کا یہ عرق بنا ہے۔ اس کا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی ہوبہو تازی پتیوں کی سی آتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی اصلاح سے [illegible] کے لئے نہایت مفید ہے [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible] قیمت [illegible] گولیوں کی ایک شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

درد سر و دیاگی درد کی دوا

[illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ . . . . . . ۲۸۹-۳۱۵ ایڈیٹر

تصدیق از کلام ابن عربی . . . . . ۳۱۶-۳۱۷ "

خواص الائمہ . . . . . ۳۱۷-۳۲۳ خادم حسین بھیروی

معارف قرآن مجید . . . . ۳۲۴-۳۳۲ ایڈیٹر

نکات حدیث . . . . . ۳۳۳-۳۳۶ "

قیمت سالانہ

عام سے دو روپے (عہ) طلباء سے ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ/)

غیر ممالک سے دو روپے آٹھ آنے لی جاتی ہے

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔ باہتمام مینیجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا۔ اور مینیجر رسالہ نے قادیان سے شائع کیا

فہرست انصار تشحیذ

قیمت	نام	قیمت	نام	قیمت	نام	قیمت	نام
۸ر	جناب منشی سربلند خان صاحب ملتان	سے	جناب محمد احسان الحق صاحب مونگھیر	۸ر	جناب منشی محمد اکبر خان صاحب ڈیرہ غازیخان	۸ر	جناب فتح محمد صاحب انسپکٹر بسوہلی
۸ر	مستری محمد حسین صاحب سیالکوٹی	سے	سید علی اکبر شاہ صاحب چک		غلام غوث صاحب بوس حسین صاحب حیدرآباد دکن	سے	بابو عبد الرحمن صاحب شملہ
۸ر	حافظ محمد اسحٰق صاحب بمقام سول	سے	جناب عبد القادر صاحب مدرس	سے	ڈاکٹر فضل کریم صاحب بنوں	سے	محمد دین صاحب سہارنپور گنجعہ
۸ر	بابو غلام محمد صاحب لاہور		محرر نہاہ الٹھاہ	۸ر	منشی غلام نبی صاحب	۸ر	حسن محمد خان صاحب سیسوواڑی / محمد ابراہیم صاحب چوہدری منڈی پھیل جہانگیر
سے	جناب جلال الدین صاحب گوجرانوالہ	۸ر	مرزا ولی محمد صاحب ہند جھلی نگر	سے	جناب سید محمد صاحب سرائی نخود	سے	منشی خدا بخش صاحب سگنیلر
۸ر	شیخ مشتاق حسین صاحب پشاور		ڈاکٹر محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن		غازی الدین محمد یوسف پوسٹ ماسٹر	۸ر	ثناء اللہ محمد صاحب مدرس
۸ر	میاں تاج الدین صاحب اددوالی	۸ر	خیر الدین صاحب مالیر کوٹلہ	۸ر	جناب فضل الٰہی صاحب داود خیل	سے	معراج الدین صاحب سرائی انسپکٹر
سے	عبد الواحد صاحب خانساماں	سے	بابو عبد الحمید صاحب لاہور	۸ر	منشی امام الدین صاحب حضرت کیلیانوالہ	۸ر	میاں عبد العلی صاحب خطیم جعید
۸ر	بابو عطا محمد صاحب راولپنڈی		مولوی احمد حسین صاحب اول مدرس گھو	۸ر	مستری محمد حسین صاحب منٹگمری	سے	میاں محمد امیر صاحب ڈیرہ گڑھ
۱	مرزا مہتاب بیگ صاحب سیالکوٹی	۱+۱	ڈاکٹر ممتاز علی صاحب جہلم	۲	میاں غلام رسول صاحب انسپکٹر	۱	چوہدری حاکم علی صاحب چک پنیار
۱	امام علیخان صاحب	۱	شیخ غلام حیدر صاحب انسپکٹر	۱	مولوی غلام حسن صاحب سٹیشن ماسٹر	۱	مولوی جلال الدین صاحب چک

بس یہ وہ احباب ہیں جنہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی اپیل پر توجہ فرمائی ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ پچھلی دو سطروں میں ان احباب کے نام مع تعداد درج ہیں جنہوں نے خریدار دیئے ہیں۔ گویا گیارہ بارہ سو دوستوں میں سے صرف آٹھ نے ان خطوط پر توجہ فرمائی ہے۔ جو بڑے افسوس کا مقام ہے۔ امید ہے سب بھائی اپنے اپنے فرض کی طرف متوجہ ہونگے۔

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	۲۰	۱۲	۸
نصف صفحہ	۱۲	۸ر	۵
تہائی صفحہ	۸ر	۶ر	۳ر

ضمیمہ جو رسالہ کی تقطیع پر مطابق قواعد ڈاکخانہ وغیرہ دو ورق تک اسکی تقسیم کروائی ۲ روپیہ فیصدی ہوگی اور از بٹالہ تا قادیان عدد علیحدہ اور اس سے زیادہ کے لئے ۴ر فیصدی پر دو ورقی پر ۳ اور بالمقطع ۱۰۰۰ تعداد اشاعت جب تک رسالہ ایک پیسہ کے ٹکٹ میں جائیگا

نوٹ۔ اشتہار کا مضمون پہلے دیکھ کر منظوری دیجائیگی مینجر کو اختیار ہوگا جب چاہے کوئی اشتہار بند کرکے بقیہ قیمت واپس کردے۔

رسیدات زر - یکم مارچ ۱۹۱۲ء

۹۲۲ جناب میاں قدرت اللہ صاحب عا ار
۹۲۶ " ڈاکٹر کرم الٰہی " عا ار
۹۳۸ " منشی کرم علی خاں " عا ار
۶۶۱ " شیخ محمد حسین انسپکٹر عا ار
۶۹۳ " محمد ظہور الدین " عا ار
۷۲۵ " منشی غلام حیدر " عا ار
۸۱۹ " شیخ عبد الحمید " عا ار
۸۵۹ " حافظ فضل احمد " عا ار
۸۰۲ " شاہزادہ سلطان ابراہیم خان " عا ار
۳۲۰ " شیخ رحمت اللہ " ص
۳۹۶ " میاں عبد الرحمٰن " عہ
۱۱۹۹ " عبد الصمد " عہ
۲۳۳ " تدیر محمد " عا ۲ر
۱۴۳ " حکیم محمد قاسم " ہے ار
۴۴ " مسٹر محمد ابراہیم " عہ ار

۲ مارچ ۱۲ء

۱۰۶۹ جناب ماسٹر محمد الدین صاحب سالانہ چندہ ممبری ۴ر

۴ مارچ ۱۲ء

۲۲۲ جناب سید ناصر شاہ صاحب عا ار
۹۳۷ " شمس الدین سوداگر " عا ار

۹۲۸ جناب حکیم خادم علی صاحب عا ار
۹۲۲ " عبد العزیز " عا ار
۹۰۷ " منشی حسن علی " عا ار
۸۹۳ " نصر الدین " عا ار
۹۹۳ " چوہدری غلام حسین " عا ار
۹۴۰ " محمد عمر الدین " عا ار
۱۲۱۰ " میاں فضل دین " عا ار
۱۲۵۷ " عبد اللہ خان " عا ار
۳۱۴ " خواجہ کمال الدین " عا ار
۲۱۸ " منشی امیر الدین " عا ار
۵۱۶ " بابو برکت علی " عا ار
۱۱۲۴ " غلام محمد صوبیدار " عا ار
۳۲۶ " بابو روشن دین " عا ار
۱۱۲۴ " بابو عبد الرحمٰن " عا ار
۱۲۲۶ " حافظ عبد المجید " عا ار
۸۵۷ " چوہدری میراں بخش " عا ار
۲۱۳ " یعقوب خان " عا ار
۹۲۰ " عبد اللہ " عا ار
۳۰۷ " سکرٹری انجمن احمدیہ مردان " عا ار
۲۱۹ " مولوی غلام حسین " عا ار
۹۹۱ " غلام مصطفےٰ انسپکٹر " عا ار

۳۵۳ جناب خدا بخش صاحب عا ار
۳۸۳ " منشی تاج الدین " عا ار
۴۲۷ " چوہدری محمد خان " عا ار
۴۸۵ " میاں عزیز بخش " عا ار
۴۰۷ " مصری خان " عا ار
۵۵۳ " خداداد خان " عا ار
۵۶۳ " شیخ مشتاق حسین " عا ار
۶۶۴ " میاں دین محمد " عا ار
۵۹۶ " کریم بخش " عا ار
۶۱۹ " ڈاکٹر محمد حسین " عا ار
۶۹۷ " منشی محمد علی " عا ار
۶۳۶ " منشی عبد العزیز " عا ار
۱۱۵۴ " منشی محمد الدین " عا ار
۷۳۹ " شیخ عبد الحق " عا ار
۱۲۳۱ " منشی فضل الٰہی " عا ار
۶۵۳ " میاں محمد بخش " عا ار
۱۶۳ " شیخ غلام نبی " عا ار
۲۳۴ " محمد سلیمان " عا ار
۱۸۳ " منشی عبد الرحمٰن " عا ار
۱۹۱ " شیخ نور احمد " عا ار
۱۰۰۶ " ڈاکٹر محبوب عالم " عا ار

۵ ربیع سنہ ۱۲

نمبر	نام	رقم	نمبر	نام	رقم	نمبر	نام	رقم
۱۹۸	جناب بابو غلام محمد صاحب	عا/ ار	۱۲۸۰	جناب جان محمد صاحب	۸ ار	۹۲۵	جناب مولوی نور محمد صاحب	عا/ ار
۲۱۵	" ماسٹر غلام محمد "	عا/ ار	۹۳	" شیخ محمد حسین "	عہ/ ار	۹۱۹	" بابو غلام محی الدین "	عا/ ار
۹۵۳	" قاضی عبد المجید شاطر "	عا/ ار	۱۱۱۷	" بابو نیاز محمد "	ہے	۹۱۵	" چوہدری ولیداد خان "	عا/ ار
۹۳	" ڈاکٹر بشارت احمد "	عا/ ار	۱۱۰	" چوہدری مہر خان چندہ ممبری معہ قیمت	ہے/ ار	۹۱۲	" مرزا رسول بیگ "	عا/ ار
۲۳۰	" ڈاکٹر سید عبد الستار "	عا/ ار	۱۵۷	" میاں رحمت اللہ "	ہے/ ار	۹۰۳	" میاں سلیمان "	عا/ ار
۱۳۵	" مستری محمد حسین "	عا/ ار	۱۱۲۹	" چوہدری غلام احمد "	عا/ ار	۹۰۲	" منشی احمد علی "	عا/ ار
۱۳۹۶	" سردار جمیل اللہ "	عا/ ار	۱۱۸۲	" میر اعجاز حسین "	عا/ ار	۹۴۶	" نصیر الدین خان "	عا/ ار
۱۱۸۵	" منشی الٰہی بخش "	عا/ ار	۱۲۲۵	" بابو عبد الغنی "	عا/ ار	۹۴۴	" بابو محمد اسماعیل "	عا/ ار
۹۷۲	" شیخ فضل کریم "	عا/ ار	۱۱۹۰	" منشی غلام محمد "	عا/ ار	۷۰۴	" میاں تاج الدین "	عا/ ار
۹۹۰	" نظام الدین "	عا/ ار	۱۲۱۷	" مفتی نور احمد "	عا/ ار	۹۵۵	" شیخ فتح دین "	عا/ ار
۹۵۲	" مولوی عبد القادر "	عا/ ار	۱۲۳۸	" ایوب احمد "	عا/ ار	۶۱۹	" سید انعام رسول "	عا/ ار
۲۶۷	" عبد الغنی خان "	ہے/ ار	۱۲۵۵	" سیف الدین "	عا/ ار	۶۲۲	" بابو محمد رشید خان "	عا/ ار
۲۷۰	" بدر الدین تلمیذ قطب الدین "	ہے/ ار	۱۲۸۰	" محمد جان "	عا/ ار	۵۶۳	" منشی اکبر علی "	عا/ ار
۱۱۱۶	" بابو دین محمد "	عہ/ ار	۱۲۹۳	" چوہدری چھجو خان "	عا/ ار	۹۴۷	" امیر اللہ خان "	عا/ ار
۲۹۱	" سید صادق حسین "	ہے/ ار	۱۳۱۰	" سندھی شاہ "	عا/ ار	۳۰۳	" محمد خان "	عا/ ار
۱۱۳۰	" حاجی امیر الدین محمد اسمٰعیل "	عہ/ ار	۱۳۱۶	" فضل کریم "	عا/ ار	۲۷۶	" قاضی عطاء الٰہی "	عا/ ار
۲۶	" مولوی محمد فضل خان "	عہ/ ار	۱۳۰۵	" سیٹھ اسماعیل آدم "	عا/ ار	۲۳۸	" مرزا سلطان احمد "	عا/ ار
۲۶۸	" بابو فضل الرحمٰن "	عہ/ ار	۱۳۳۶	" بابو فخر الدین "	عا/ ار	۱۲۲۶	" مفتی محمد اظہار حسین "	عا/ ار
۱۱۱۳	" بابو فضل کریم "	ہے/ ۲/ ار	۱۳۲۶	" محمد حسین خان "	عا/ ار	۱۰۲۷	" مخدوم محمد صدیق "	عا/ ار
	چندہ سنہ ۱۲ و امتیازی قیمت محصول	عہ/ ۲/	۹۴۳	" مولوی نور حسین "	عا/ ار	۹۶۲	" منشی فضل الٰہی "	عا/ ار
۱۱۱۲	" حافظ سخاوت علی و فتح علی "	عا/	۹۵۲	" منشی شمس الدین "	عا/ ار	۲۳۲	" نور الدین "	عا/ ار

۱۲ جناب محمد یوسف صاحب (دہ محمد امین نان) عا	۹۰ جناب پیر حامد شاہ صاحب عا	۲۷۵ جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب عہ (۴ مارچ ۱۳ء)
۹۴۹ " میاں محمد ابراہیم جان جی مستی صاحب عا	۹۲۰ " میاں عبدالغنی " عا	۹۵۰ " بابو جمال الدین " عا
۲۶۲ " چوہدری اللہ رکھا صاحب عا	۱۲۰ " میاں اللہ دتہ " عا	۱۳۸ " ڈاکٹر رحیم بخش " عا
۷۹۹ " ابراہیم " عا	۵۲۴ " مولوی ابوالحمید " عا	۹۵۰ " منشی امیر الدین " عا
۲۹۳ " حکیم اخوند محمد رمضان " عہ	۳۷۱ " غلام حیدر انسپکٹر " عا	۹۰۶ " مستری عبدالرحمن " عا
۵۶۹ " میاں عبدالعزیز " عہ	۷ مارچ ۱۳ء	۹۱ ملک حسن محمد خان " عا
۹۶۷ " شیخ فتح محمد " عہ	۵۱۸ جناب شیخ مولا بخش صاحب عا	۷۰ " مرزا ولی محمد بیگ " عا
۹۰۵ " میاں عبدالعزیز " عہ	۲۱۱ " میاں چراغ الدین " عا	۱۱۹۱ " مولوی محمد ابراہیم " عا
۲۶۸ " سیٹھی محمد شفیع " عہ	۳۶۷ " میاں عبدالعزیز " عا	۱۱۶ " مرزا عباس علی " عا
۱۲۶۹ " عبدالقادر " عہ	۵۲۵ " سید محمد رضوی " عا	۱۲۱ " سید حیات علی " عا
۱۲۵۳ " شیخ عبدالکریم عرف چڑہ " عہ	۵۹۳ " چوہدری غلام محمد " عا	۱۱۶۳ " منشی غلام نبی " عا
۶۸ " بابو احمد الدین " عا	۵۶۶ " سید دلاور شاہ " عا	۱۰۲۴ " احسان الحق " عا
۶۲۲ " میاں احمد الدین " عہ	۶۳۸ " بابو اشفاق حسین " عا	۹۶۹ " منشی عبدالحفیظ " عا
۱۱۱۳ " سید اسد اللہ شاہ " ہے	۶۷۵ " غلام محمد " عا	۹۶۳ " مولوی محمد یعقوب " عا
۱۰۳۶ " اللہ بخش صاحب (چندہ ممبری ۱۹۱۳ء) ہے	۴۳۶ " بابو محمد فاضل " عا	۳۵۷ " منشی عبدالخالق " عا
۳۶۳ " عمرالدین ٹھیکیدار " عا	۹۳۳ " منشی عبدالولی " عا	۳۹۴ " پیر اللہ دتہ " عا
۱۵۷ " میاں لطف الرحمن " عا	۹۰۶ " چوہدری بڈھے خان " عا	۱۱۶۱ " شیر محمد خان " عا
۱۲۶۲ " نصیر الدین اوورسیر " عا	۹۶۳ " بابو مظفر حسین " عا	۴۰۸ " منشی گلزار محمد " عا
۱۲۹۵ " اکبر علی ٹھیکیدار " عا	۱۳۵۶ " منشی الہٰی بخش " عہ	۶۳۹ " بابو عطا محمد " عا
۷۶۸ " گلبرگی محمد غوث " عا	۵۹۳ " ماسٹر عبدالعزیز " لہ	۹۸۵ " میاں رحمت اللہ " عا
۹۳ " بابو عبدالمجید " عا	خواجہ علی صاحب مہتمم لنگر خانہ ہ	۶۹۹ " میاں احمد حسین " عا

۲۳ جناب شاہ سرن صاحب عا/	۱۱۵۱ جناب محمد عبد الہادی صاحب عا/	۱۱۶۳ جناب ولی محمد صاحب عا/
۱۴۷۷ ،، محمد رمضان ،، عا/	۱۲۳۷ ،، میاں کرم الٰہی ،، عا/	۱۰۶۹ ،، بابو محب الرحمٰن ،، عا/
۸۶۶ ،، چوہدری فضل الٰہی ،، عا/	۹۳۶ ،، سید محمد اسماعیل ،، عا/	۲۷۸ ،، چوہدری حیات محمد ،، عا/
۴۵۲ ،، منشی غلام رسول ،، عا/	۳۰۲ ،، فضلین ولد سجاول عا/	۸۵۲ ،، میاں عبد الحکیم ،، عا/
۱۰۲۹ ،، مولوی غلام رسول ،، عا/	۴۲۶ ،، محمود خان صاحب عا/	۹۲۶ ،، میاں محمد اکبر ،، عا/
۹ - مارچ سنہ ۱۲ء	۳۱۶ ،، منشی محمد نواب خان ،، عا/	۷۱۲ ،، ماسٹر محمد اشرف ،، عا/
۱۰۷۵ جناب سید امیر علی صاحب عا/	۵۲۹ ،، چوہدری حاکم علی ،، عا/	۳۲۱ ،، مرزا عنایت اللہ خان ،، عا/
۲۵۸ ،، منشی امام الدین ،، عا/	۱۲۹۵ ،، میاں الٰہی بخش ،، عا/	۱۳۳۷ ،، پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن ،، عا/
۱۱۲۳ ،، چوہدری غلام قادر ،، عا/	۳۳۸ ،، منشی نظام الدین ،، عا/	۱۳۷ ،، خانصاحب ذوالفقار علی خان ،، عا/
۱۳۹۰ ،، مولوی محمد اسماعیل ،، عا/	۴۱۶ ،، علی احمد ،، عا/	۶۸۵ شیخ عبد الرحیم و شیخ عبد العزیز عا/
۱۳۴۸ ،، مولوی محمد حبیب اللہ ،، عا/	۲۱۵ ،، چوہدری غلام احمد ،، عا/	۱۲ مارچ سنہ ۱۲ء
۱۴۳۶ ،، نواب الدین ،، عا/	۱۱ مارچ سنہ ۱۲ء	۱۳۶۷ ،، نور الٰہی صاحب عا/
۹۹۹ ،، چوہدری کریم بخش ،، عا/	چندہ ممبری شیخ یعقوب علی صاحب عا/	۵۸۵ ،، سید محمد ،، عا/
۱۱۷۱ ،، چوہدری نواب علی ،، عا/	۲۷ چوہدری عبد اللہ خان عا/	۱۶۹ ،، حکیم محمد انوار حسین خان عا/
۱۳۳۵ ،، قاضی عطا محمد ،، عا/	۱۱۳۶ ،، بابو محمد شفیع ،، عا/	۹۴۷ ،، مولوی میر محمد سعید ،، عا/
۱۴۰۰ ،، مولوی عزیز بخش ،، عا/	۹۹۳ جناب چوہدری عطاء اللہ ،، عا/	۱۲۶۷ ،، مولوی محمد علی ،، عا/
۱۳۶۴ ،، عبد الرحمٰن ،، عا/	۹۴ ،، میاں عبد الغنی ،، عا/	۱۰۵۶ ،، حافظ فتح محمد ،، عا/
۱۳۲۱ ،، حیات محمد ،، عا/	۳۳۱ ،، کریم بخش ،، عا/	۱۲۴۷ ،، منشی محمد الدین ،، عا/
،، عطا محمد ،، عا/	۴۹۱ ملک غلام احمد ،، عا/	۳۲۵ ،، چوہدری محمد سرفراز خان عا/
۹۳۹ ،، منشی محمد اروڑ ،، عا/	۴۸۱ ،، میاں نظام الدین ،، عا/	۳۲ ،، خانصاحب عبد الکریم خان عا/
۹۹۳ ،، ملک عادل شاہ ،، عا/	۱۱۹ شیخ محمد یوسف ،، عا/	۲۶۱ ،، میاں محمد الدین ،، عا/
		۹۰۴ ،، سلطان محمد ،، عا/

۱۳۴۷ جناب میاں سلطان عالم صاحب ۱ر ع
۹۲۷ ,, شیخ شبرانی ,, ۱ر ع
۱۳ر مارچ سنہ ۱۲ء
۴۸۶ ,, مرزا یعقوب بیگ صاحب
۱۲۳۵ ,, خان محمد گرداور ,, ۱ر ع
۱۹۵ ,, حافظ نور احمد ,, ۱ر ع
۹۲ ,, بابو منظور الٰہی ,, ۱ر ع
۱۴۹۱ ,, منشی عطار محمد ,, ۱ر ع
۱۲۹۸ ,, میاں احمد حسن ,, ۱ر ع
۲۴۰ ,, منشی عبد الحق ,, ۱ر ع
۲۳۳ ,, مولوی غلام امام ,, ۱ر ع
ڈاکٹر ایس کے برمن عسـ
۱۴ر مارچ سنہ ۱۲ء
۱۲۱ ,, بابو نذیر الدین
۱۱۰۶ ,, شیخ خدا بخش ,,
۱۰۳۶ ,, غلام محی الدین ,, ۱ر ع
۷۹ ,, برکت علی ,, ۱ر ع
۱۱۱۹ ,, میاں عیسیٰ خان ,, ۱ر ع
۳۰۷ ,, منشی محمد اکبر ,, ۱ر ع
۱۲۹۲ ,, منشی عبد الغفور ,, ۱ر ع
۱۰۵۳ ,, قاضی محمود عالم ,,
۹۲۵ ,, منشی شاہ محمد ,, ۱ر ع

۳۹۵ جناب منشی عبد العظیم صاحب ۱ر ع
۳۸۳ ,, کریم بخش ,, ۱ر ع
۸۸۳ ,, میاں غلام احمد ,, ۱ر ع
۸۳۴ ,, منشی عبد اللہ ,, ۱ر ع
۱۳۹۳ ,, الیاس الدین ,, عہ
۱۵ر مارچ سنہ ۱۲ء
۶۵۶ ,, چوہدری غلام حسین ,, ۱ر ع
۵۳۶ ,, مولوی برکت علی ,, ۱ر ع
۲۶۴ ,, ملک عبد اللہ ولد نور الدین ,, ۱ر ع
۳۹۳ ,, منشی غلام احمد صاحب ۱ر ع
۹۵۸ ,, منشی فضل الٰہی ,, ۱ر ع
۹۹۴ ,, مولوی اختر علی ,, ۱ر ع
۱۲۸۸ ,, علی اکبر شاہ ,, ۱ر ع
۳۰۹ ,, محمد حسین ,, ۱ر ع
۱۸۸ ,, منشی غلام محمد ,, ۱ر ع
۱۰۰۰ ,, مولوی محمد یحییٰ ولد محمد یعقوب ۱ر ع
۱۲۳۶ ,, چوہدری فتح محمد ,, ۱ر ع
۳۶۰ ,, منشی ہاشم علی ,, ۱ر ع
۱۳۳۳ ,, شیخ محمد عبد اللہ ,, عہ
۱۶ر مارچ سنہ ۱۲ء
۶۱۹ ,, چوہدری حکم دین ,, ۱ر ع
۱۲۶۸ ,, محمد سیف الدین ,, ۱ر ع
۴۹۹ ,, مہر الدین ,, ۱ر ع

۳۰۸۹ جناب امام خان صاحب ۱ر ع
۸۵۱ ,, شیخ طاہر الدین ,, ۱ر ع
۸۸۵ ,, سید غلام صفدر ,, ۱ر ع
۱۸ر مارچ سنہ ۱۲ء
۱۸۳ ,, محمد امیر ,, ۱ر ع
۷۰۰ ,, چوہدری مرزا خان ,, ۱ر ع
۹۷۰ ,, چوہدری محمد حیات ,, ۱ر ع
۱۰۳۵ ,, سید عابد علی شاہ ,, ۱ر ع
۱۰۳۵ ,, میاں عبد العزیز ,, ۱ر ع
۱۴۰۶ ,, اللہ دتہ عرف گلاب خان ,, ۱ر ع
۷۵۳ ,, سید عظیم الدین ,, ۱ر ع
۳۱۳ ,, ملک عباس خان ,, ۱ر ع
۹۶۷ ,, شیر بہادر خاں ,, ۱ر ع
۹۶۳ ,, بابو محمد افضل ,, ۱ر ع
۵۸۷ ,, ڈاکٹر حسن علی ,, ۱ر ع
۱۹ر مارچ سنہ ۱۲ء
۱۸۸۷ بابو برکت علی ,, ۱ر ع
۱۳۸۹ ,, چوہدری طالع محمد ,, ۱ر ع
۱۲۱۳ ,, محمد رفیق ,, ۱ر ع
۳۸۹ ,, عبد الغنی ,, ۱ر ع
۲۲۰ ,, عبد الرزاق ,, ۱ر ع
۲۲ سنہ ۱۲ء
صوفی غلام حسن صاحب رسالہ احمدیہ ۲

۱۴۳۱ جناب منشی محمد الدین صاحب — عا ار

۱۲۲۱ ؍؍ منشی بوٹیخاں پٹوری ؍؍ — عا ار

۵۵۷ ؍؍ بابو نور محمد ؍؍ — عمر

۹۱۴ ؍؍ عبدالقادر ؍؍ — عا ار

۲۳ ؍ مارچ ۱۹۱۲ء

۱۰۳۳ جناب منشی عبداللہ خاں صاحب — عا ار

۲۵ ؍ ۱۲

۱۰۰۹ ؍؍ شیخ فتح محمد ؍؍ — عا ار

۲۵۰ ؍؍ حافظ احمد الدین ؍؍ — عا ار

۲۷ ؍ مارچ ۱۲ء

۱۰۲۲ ؍؍ میاں بشیر الدین ؍؍ — عا ار

۱۳۳۷ ؍؍ بابو غلام محمد ؍؍ — عا ار

۲۸ ؍ مارچ ۱۲ء

مرحبانہ دی پی

۵۲۸ ؍؍ بابو فقیر علی ؍؍ — ۱۰

۳۰ ؍ مارچ ۱۲ء

۶۹۰ ؍؍ منشی محمد ابراہیم ؍؍ — عا ار

۱۱۹۴ ؍؍ خواجہ بشیر الدین ؍؍ — عا ار

۱۷۹۸ ؍؍ محمد بخش اسسٹنٹ ؍؍ — عا ار

۲ ؍ اپریل ۱۲

۱۹۵ جناب پیرزادہ حامد علی صاحب — عا ار

۱۲۶ ؍؍ محمد صادق ؍؍ — عا ار

۱۴۶۹ ؍؍ سراج الدین ؍؍ — عا ار

۱۵۰۰ ؍؍ بابو چراغ دین ؍؍ — عا ار

۲-۳ ؍ اپریل ۱۲ء

۱۱۷ جناب مرزا خدا بخش صاحب — للعہ

قیمت ۱۱ قیمت ۱۲ — عا عا

۱۲۲۷ ؍؍ مستری نور الدین ؍؍ — عا ار

۵ ؍ اپریل ۱۲

۹۹ ؍؍ منشی فرزند علی ؍؍ — صر

۷۶۹ ؍؍ منشی محمد حسین خان ؍؍ — عا ار

۱۵۰۳ ؍؍ کرم رسول ؍؍ — عا ار

۱۱۷ ؍؍ چوہدری غلام حیدر ؍؍ — عا ار

۱۴۹۷ ؍؍ میاں اللہ جوایا ؍؍ — عا ار

۱۴۹۲ ؍؍ منشی محمد اسماعیل ؍؍ — پہ

۶ ؍ اپریل ۱۲ء

۱۴۲ ؍؍ میاں غلام حسین ؍؍ — للعہ

قیمت ۱۰ ۱۱ ۱۲ — عا عا عا

چندہ ممبری ۱۰ ۱۱ ۱۲ — عمر عمر عہ

۵۱ ؍؍ مولوی محمد علی صاحب — عا ار

۲۵۴ ؍؍ منشی رحیم الدین ؍؍ — عا ار

۱۰۴۲ ؍؍ بابو اقبال علی ؍؍ — ہے

۱۲۹۳ ؍؍ سید شمیم شاہ ؍؍ — عا ار

۸ ؍ اپریل ۱۲

۱۵۰۴ ؍؍ عبداللہ ؍؍ — عا ار

۱۳۳۹ ؍؍ غازی الدین محمد یوسف ؍؍ — عا ار

۱۳۳۸ ؍؍ محمد شریف ؍؍ — عا ار

۱۰ ؍ اپریل ۱۲

۷۶۹ ؍؍ ماسٹر محمد الدین ؍؍ — ۴

۱۳۹۳ جناب قائم الدین صاحب — عا ار

۱۲ ؍ اپریل ۱۲

۱۱۳۹ ؍؍ سید گلزار حسین ؍؍ — ۸ ر

۱۳ ؍ اپریل ۱۲

۱۳۶۸ ؍؍ منشی عنایت اللہ ؍؍ — عمر

۱۵۰۱ ؍؍ شیخ محمد ؍؍ — عا ار

۷۶۶ ؍؍ مولوی محمد تقی ؍؍ — عا ار

۱۴۰۰ ؍؍ محمد رئیس الدین ؍؍ — عا ار

۱۵ ؍ اپریل ۱۲ء

۲۰۳ ؍؍ منشی قدرت اللہ ؍؍ — عا ار

۱۷ ؍ اپریل ۱۲ء

۱۵۰۷ ؍؍ عظیم بخش ؍؍ — عا ار

۱۹ ؍ اپریل ۱۲

۱۲۳ ؍؍ منشی گلاب الدین ؍؍ — ۸ ر

۲۰ ؍ اپریل ۱۲ء

عبداللہ صاحب خانساماں — ا ر

ہرچہ دیکھا بیلا

۲۴ ؍ اپریل ۱۲

۳۳۷ / ۱۵۰۹ ڈاکٹر محمد علیخان صاحب افریقہ — عا ر

ہمگگا کا بھگ

۱۳۹۶ جناب اللہ دین صاحب — للعہ

قیمت ۱۱ قیمت ۱۲ — عا عمر

۲۶ ؍ اپریل ۱۲

۱۵۰۶ ؍؍ حافظ محمد عبدالحمید ؍؍ — عا ار

۱۵۰۵ ؍؍ بھائی غلام نبی ؍؍ — عا ار

۲۰۸ جناب فتح علیشاہ صاحب ۳ ۱۲
۱۰۰۷ ,, ڈاکٹر امیر خان ,, ۶/ ا/
۹۲۲ ,, غلام محمد آ ,, ۶/
۴ مئی سنہ ۱۲ ع
۱۱۱۶ ,, بابو دین محمد ,, چندہ سنہ ۱ عہ ا/
۱۵۱۲ ,, چوہدری نعمت اللہ ,, ۶/ ا/
۱۱۵۰ ,, بابو یار محمد ,, ۶/ ا/
۱۲۵۹ ,, مرزا مہتاب بیگ ,, ۶/ ا/
۹۲۰ ,, سلطان محمد ,, سنہ ۱۱ و سنہ ۱۲ ۳ ۵/۱۲ عہ
۱۴۷۱ ,, حکیم عنایت اللہ ,, عہ
۱۳۰۳ ,, حکیم اللہ دتہ ,, عہ ا/
۹۲۵ ,, منشی سربلند خان ,, ۶/ ا/
۴ مئی سنہ ۱۲ ع
۱۰۶۹ ,, ماسٹر محمد الدین ,, عہ
۷ مئی سنہ ۱۲
۱۳۰۳ ,, ڈاکٹر الٰہی بخش ,, ۶/
۱۳۰۴ ,, میر بشارت علی ,, ۶/
۲۹۸ ,, ابو فضل الرحمٰن ,, عہ ا/
۱۵۱۴ ,, محمد یٰسین آ ,, ۶/ ا/
۱۵۱۵ ,, نبی بخش ,, ۶/ ا/
۹۲۹ ,, منشی احمد الدین ,, ۹ ۱/۴ ۶/ ا/

۲۹۶ جناب رحمت اللہ خانصاحب عہ
۱۰ مئی سنہ ۱۲ ع
۹۲۲ ,, چوہدری حسین بخش سنہ ۱۱ ,, ۶/ ا/
۱۱ مئی سنہ ۱۲
۱۱۶ ,, عبد الصمد ,, ۶/ ا/
۱۳۳۶ ,, مولوی فتح محمد ,, ۶/ ا/
۱۳ مئی سنہ ۱۲
۱۳۶۳ ,, محمد زمان ,, ے
۱۵۱۰ ,, بابو محمد اسحٰق ,, ۶/ ا/
۱۵۱۶ ,, خواجہ عبد العزیز ,, ۶/ ا/
۱۴ مئی سنہ ۱۲
۱۲۰۸ ,, احمد الدین زرگر قیمت سنہ ۱۱ کا چندہ عہ ے
ایس کے احمد بمبئی اوجرت اشتہار ے
۱۵ مئی سنہ ۱۲
۱۵۱۹ ,, محمد عطاء اللہ ,, ۶/ ا/
۱۷ مئی سنہ ۱۲ ع
عبد اللہ خان صاحب برائے طالبعلم عہ
۵۲۰ ,, منشی غلام نبی ,, ۶/ ا/
۱۸ مئی سنہ ۱۲
۱۰۱۱ ,, معراج الدین ,, ے
۱۵۱۳ ,, غلام محمد ,, عہ

۲۰ مئی سنہ ۱۲ قیمت سنہ ۱۱ چندہ ۱/
۱۱۲۶ جناب محمد اسماعیل صاحب متبر ,, عہ
۹۵۴ ,, عبد القادر ,, اعانت ۴/
۱۱۲۴ ,, بابو عبد الرحمٰن ,, عہ
۲۳ مئی سنہ ۱۲ ع
۱۵۲۳ ,, سید ظہور احمد ,, عہ
۱۰۰ ,, ڈاکٹر محمد اسماعیل ,, عہ
۹۵۰ ,, منشی سربلند خان ۹/
۱۱۱ ,, فتح محمد ,, ۱۰/
۲۴ مئی سنہ ۱۲ ع
۱۵۲۳ جناب منشی نور محمد صاحب ۶/
منشی عبد العزیز صاحب اعانت ۲۵ ۵/۱۲ ۶/
۱۲۲ ,, منشی محمد احسان الحق ,, عہ ا/
۲۷ مئی سنہ ۱۲
۲۹ ,, حسن موسیٰ خان ,, ۶/
۱۰۵ ,, تاج الدین ,, عہ
۲۸ مئی سنہ ۱۲
۵۲۷ ,, مولوی تصدق حسین ,, ۶/
۱۵۲۵ ,, منشی غلام محی الدین ,, ۶/ ا/
۱۵۲۶ ,, شیخ محمد صادق ,, ے ا/
۲۹ مئی سنہ ۱۲
۵۲۷ ,, میاں نذیر احمد سنہ ۱۱ ,, عہ ۱۰/
۱۱۴۹ ,, حافظ عبد العزیز صاحب ,, عہ ا/
۱۳۶۱ ,, مولوی محمد رمضان سنہ ۱۱ ,, ۶/ ۲/

۲۹ مئی سنہ ۱۳ء

۱۲۶۱ جناب نور محمد صاحب ۶/

۳۰ - مئی سنہ ۱۳ء

۱۲۹۵ " قاضی حبیب اللہ " ۶/

۱۱۹۷ " میاں غلام رسول " ۶/

۹۰۷ " ابراہیم معرفت نظام الدین " ۶/

۴۹۹ " سید محمد علی شاہ " قیمت رسالہ ۶/

۴۵۶ " بابو محبوب عالم " ۶/

۱۱۸۷ " حاجی عبد القدیر " ۶/

۱۵۳۲ " الٰہی بخش نوشندہ " ۶/

۹۷۹ " میاں شیر محمد خان " ۶/

۹۲۹ " ڈاکٹر ممتاز علی " ۶/

۱۵۳۱ " حاجی محمد حنیف " ۶/

یکم جون سنہ ۱۳ء

۱۵۳۵ جناب منشی عبد الرحمن صاحب ۶/

۶۶۰ " قاضی سراج الدین " ۶/

۹۱۰ " بابو خدا بخش سگنیلر " [illegible]

۲ - جون سنہ ۱۳ء

۱۵۰۹ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد قیمت رسالہ ۶/ چندہ ممبری ۶/

۱۹۳ " میاں فضل دین صاحب معرفت منشی محمود احمد صاحب ۶/

۴ - جون سنہ ۱۳ء

۱۱۸۱ جناب میاں محمد الدین صاحب ۹/

۱۴۳۰ " میاں عبد اللہ " ع/

۷۱۱ " ڈاکٹر محمد حسین " ع/

۱۱۹۲ " عبد الحمید " ۶/

۱۳۲۳ " عبد الکریم " ۶/

۱۵۲۶ " قربان علی " عہ/

۵۶۳ " شیخ مشتاق حسین " [illegible]

۵ - جون سنہ ۱۳ء

۱۳۶۴ " عبد الرحیم خان " [illegible]

۱۵۱۹ " مظہر علی " ۶/

۱۵۳۶ " میاں نجف خان " ۶/

۶ - جون سنہ ۱۳ء

۲۸۵ " شیخ محمد بخش صاحب ۶/

۱۲۷۹ " مولا داد " ۶/

۱۵۰۸ " میاں عبد الرزاق " ۶/

۱۱۵۶ " منشی محمد الدین " [illegible]

۱۵۳۸ " سید محمد حسین " ۶/

۳۷۱ " غلام حیدر " ۶/

۱۵۳۹ " بابو مہر الٰہی " ۶/

۳۳۹ " غازی الدین " [illegible]

۲۹۴ " چوہدری پیر اندتہ " عہ/

۱۰ - جون سنہ ۱۳ء

۹۱۴ جناب محبوب عالم صاحب ۶/

۲۸۶ " بابو فضل الرحمن " عہ/

۵۶۳ " منشی عنایت علی خان " ۶/

۱۰۱۶ " ملک کرم الٰہی " ۶/

۱۵۲۸ " مستری رولا " ۶/

۱۲۴۴ " چوہدری مہتاب خان " ۶/

۸۰۵ " بابو جمال الدین " [illegible]

۶۹۶ " رحمت خان " ۶/

۱۳۹۸ " اللہ دین " ۸/

۹۶۵ " بابو اللہ بخش " ۶/

۱۱۵۳ " منشی غلام نبی " [illegible]

۱۴ - جون سنہ ۱۳ء

۱۲۰۸ " منشی محمد بخش " ۶/

۱۲۷۸ " علی اکبر شاہ " عہ/

۱۱۹ " مولوی سکندر علی " ۶/

۱۲۲ " منشی گلاب دین " ۸/

۱۵ - جون سنہ ۱۳ء

۹۹۰ " محمد ابراہیم " ۹/

۶۹۲ " محمد عمر خان " [illegible]

۱۵۴۳ " محمد علی خان " ۹/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۲؁ء

مرزا غلام احمدؑ قادیانی
مسیح موعود مرسل یزدانی

اس بات کا ثبوت کہ ہمارے سیدؑ و مولیٰ حضرت مرزا غلام احمد خدا کے سچے رسول اور مہدی آخر الزمان تھے۔ اور وہ مسیح تھے جنکا انتظار نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ دوسرے فرقوں کو بھی ہے۔ چند تمہیدات پر موقوف ہے۔

اول یہ کہ وہی **عیسیٰ ابن مریم** دوبارہ آسمان سے بجسدہ العنصری نازل ہونیوالا نہیں۔ کیونکہ وہ تو وفات پا چکا۔ اسکی وفات کا ثبوت یہ ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (آخیر رکوع مائدہ) یعنی جب مسیح اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہوگا۔ تو اپنی بریت کے لیئے جناب

باری میں عرض کریگا جب تو نے مجھ کو وفات دی تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا مجھے کچھ خبر نہیں۔ توفیتنی کے معنی خواہ اٹھالیا" کئے جائیں تو بھی مطلب حاصل ہے۔ کیونکہ لاعلمی کا عذر جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں نہ آئے ہوں۔ ورنہ یہ کہنا کہ مجھے کچھ خبر نہیں صریح جھوٹ ہے۔ جو ایک نبی سے محال ہے دوم وہ عیسائیوں کا بگڑنا اپنی وفات کے بعد ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ عیسائیوں کے عقیدے بگڑ چکے ہیں اور وہ حضرت عیسیٰ کو خدا بنا رہے ہیں۔ اسلیئے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ مسیح مر چکے ہیں۔

رفعہ اللہ الیہ سے انکا زندہ آسمان پر جانا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ کلمہ ما قتلوہ یقیناً کے مقابل میں آیا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مسیح مقتول بالصلیب ہو کر ملعون حسب باب استثنا آیت ۲۱ نہیں بنے بلکہ خدا نے انہیں مرفوع کیا جیسا کہ اور انبیاء کو بعد از موت یہ رفع دیا کرتا ہے۔ اور جیسا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ یہ رفع بعد موت ہے۔ جو لوگ دلو ترتیب کے لئے نہیں مانتے وہ ذرا مہربانی فرما کر بتائیں۔ کہ مُتَوَفِّیْکَ کہاں کہا جائے آیت تو یوں ہے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ پ۳ ع۱۳۔ اب چونکہ تطہیر بھی ہو چکی ہے اور غلبہ بھی کفار پر تابعین حضرت عیسیٰ کو ہے۔ تو کیا توفی یوم القیامت کے بعد ہوگی۔ سوچنے کا مقام ہے ایسا ہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے جو یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے موت سے پہلے ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائیگا۔ یہ بھی غلط ہے۔ بایں وجوہات

(۱) مدعی رفع سے نزول تک کئی اہل کتاب مر چکے ہونگے۔ پھر کچھ جہاد میں کچھ وبا سے مرینگے۔ پس ہر ایک اہل کتاب تو کبھی بھی ایمان نہ لایا۔ اگر وقت نزول کی تخصیص ہے۔ تو آیت سے ثبوت دو (۲) یہ خلاف ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کے کیونکہ اس آیت سے یہود کا وجود تا روز قیامت بوصف عداوۃ و بغضاء ضروری ہے۔

(۳) یہی ثبوت ملتا ہے جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة سے (۴) یہ زمانہ ہے حضور نبی کریم صلعم کا پس عیسیٰؑ پر ایمان لانا کیا معنی رکھتا ہے پھر آسمان پر چڑھنا۔ فیھا تحیون وفیھا تموتون (سورہ اعراف رکوع ۲) کے خلاف ہے اور وہاں آسمان پر اس جسد عنصری کا بلا طعام ایک حالت پر رہنا خلاف ہو آیت (۱) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (انبیاء رکوع ۳) تجھ سے پہلے ہم نے کسی کے لئے ایک حالت پر رہنا نہیں بنایا (۲) اور مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء رکوع ۱) اور انبیاء کو ایسا وجود نہیں بنایا۔ کہ طعام نہ کھاوینگے

تعجب کی بات ہے کہ لوگ قرآن میں جہاں توفی آئے اللہ فاعل ہو اور انسان مفعول اور باب تفعل۔ موت کے معنے کرتے ہیں۔ اِلّا جب قرینہ صارفہ ہو جیسے يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ میں ہیں۔ مگر مسیح کیوقت توفی کے معنی کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ جنازوں میں بھی وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ پڑھکر توفی بمعنے موت لیتے ہیں۔ خود رسول کریم صلعم نے جہاں اپنے تئیں اس آیت کا مصداق فرمایا ہے۔ دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۷ ہم کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلعم بعض اپنے صحابیوں کو ذات الشمال دیکھکر فرماوینگے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ (فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا الآیۃ) وہاں بھی توفیتنی کے معنی موت ہی کرتے ہیں۔ افقہ الناس حضرت ابن عباس ہی اسکے معنے موت ہی لیتے ہیں (قال ابن عباس متوفیک ممیتك) دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ مطبع احمدی

ان آیات کا یہ مفہوم ہم ہی نہیں سمجھے حضرت نبی کریم کا بھی یہی مذہب تھا آپ نے اپنے سب سے آخری فیصلہ میں فرمایا مَا لَكُمْ تَخَافُوْنَ مِنْ مَّوْتِ نَبِيِّكُمْ هَلْ خُلِّدَ نَبِيٌّ قَبْلِيْ فِيْمَنْ بُعِثَ فَاُخَلَّدَ فِيْكُمْ (لباب الخیار رشتی) یعنی تم اپنے نبی کی وفات سے کیوں ڈرتے ہو۔ کیا کوئی نبی مجھ سے پہلے زندہ رہا ہے۔ جو میں تم میں رہوں۔ اور آپ نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ کی روح کو دوسرے انبیاء کی مردہ روحوں کے ساتھ شامل دیکھا۔ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ (رواہ مسلم) دیکھو مشکوٰۃ باب المعراج

وَاِذَا عِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ دوسری حدیث میں ہے اور حاشیہ والے بزرگ مانتے ہیں کہ رُؤیتہم فِی السَّمَآءِ مَحْمُوْلَۃٌ عَلٰی رُؤیَۃِ اَرْوَاحِہِمْ مُتَمَثِّلَۃً جس سے ظاہر ہے۔ کہ ارواح تمام انبیاء کے آسمان پر موجود ہیں عیسٰی کی خصوصیت نہیں پھر اسکے بعد صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع ہوا۔ وہ بھی اسی بات پر ہوا کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں درِ منثور جلد ۴ صفحہ ۳۱ میں یہ بیان لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر رضؓ فرما رہے تھے مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم وَلَا یَمُوْتُ حَتّٰی یَقْتُلَ اللّٰہُ الْمُنَافِقِیْنَ کہ رسول اللہ نہیں فوت ہوئے نہ مرینگے جب تک منافقین کو قتل نہ کرلیں۔ تو اسوقت حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کے مجمع میں آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ پڑھکر سب کو خاموش کرادیا اور وہ مان گئے کہ اس سے پہلے بھی کوئی نبی زندہ نہیں خلت کے معنی اللہ تعالےٰ نے خود ہی فرمادیئے۔ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ یعنی خلا کی دو ہی صورتیں ہیں موت یا قتل اور جبتک اسکے ساتھ صلہ الیٰ نہ آئے جاندار پر بولنے سے مراد اس کی موت ہوتی ہے۔

مُردہ دوبارہ نہیں آتے

وَمِنْ وَّرَآئِہِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (پ ۱۸ رکوع ۶) اور ان مردوں کے آگے برزخ ہے قیامت کے دن تک (۲) اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَہْلَکْنَا قَبْلَہُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّہُمْ اِلَیْہِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (پ ۲۳ رکوع ۱) کتنے لوگوں کو ہم نے مارا۔ اور وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئینگے (۳) فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ (جس نفس پر موت کا حکم صادر ہو چکتا ہے۔ اسے روک رکھتا ہے)

وہی ابن مریم آنیوالا نہیں

لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں سے ان لوگوں کو جو ایمان و اعمال صالحہ میں کامل و اکمل ہونگے۔ خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ پہلوں کو خلیفہ بنایا۔ یعنی جیسے موسوی خلفاء کا سلسلہ تھا۔ ایسا ہی محمدی خلفاء کا سلسلہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم بموجب آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا مثیل موسیٰ ہیں۔ پس آنیوالا عیسٰی بھی موسوی عیسٰے کا مثیل ہونا چاہیئے۔ حرف کَ جو تشبیہ کے لیئے ہے

اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ جدا جدا ہوتے ہیں۔

(دوم) کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ حدیث دیکھو مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ۔ ابن مریم کا امامکم منکم فرمانا اس بات کا مشعر ہے۔ کہ یہ ابن مریم امت محمدیہ میں سے ہمیں میں کا ایک فرد ہوگا۔ اور اس پر ابن مریم کا اطلاق بوجہ غایت مشابہت ہے جیسے مریم کو اخت ہارون کہا گیا۔ اور خوبصورت کو چاند اور بہادر کو شیر کہتے ہیں۔ اور موافق آیت قرآنی وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ط (آخر سورۃ تحریم پ۲۸) مومن بھی اپنی روحانی منزل میں ایک وقت مریم ہوتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سوراخوں کی حفاظت کرے پھر جب اس میں کلام ربانی کا نفخ ہوتا ہے۔ تو وہ ابن مریم کہلاتا ہے۔ اور نزول کے لفظ سے یہ نہ سمجھو کہ آسمان سے اترنا ضروری ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلعم کے لئے بھی آیا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (پ۲۸ ع ۱۸) اللہ نے تمہاری طرف یاد دلانیوالا رسول بھیجا جو تم پر آیات پڑھکر سناتا ہے۔ حالانکہ یہ مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے۔ دراصل اسکا مطلب یہ تھا۔ کہ مسیح موعود ایسے وقت میں نازل ہوگا۔ کہ اسباب شہرت و تبلیغ بہمہ وجوہ مکمل موجود ہونگے۔ اور وہ آسمانی ہتھیاروں سے مصلح ہوگا۔

(سوم) دونوں کے حلیوں میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم کا حلیہ حدیث میں ہے۔ (ابن عمر) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاہِیْمَ فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ (بخاری جلد ۱ مطبع احمدی ص ۴۸۹) فرمایا نبی صلعم نے میں نے عیسیٰ کو معراج کی رات دیکھا تو وہ سرخ رنگ کا تھا۔ گھنگریالے بال چوڑا سینہ اور آنیوالے مسیح کے بارے میں فرمایا۔ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ . . . فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْیَمَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸۹) کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے گندم گون سیدھے بالوں والا ہے

مشکوٰۃ میں بھی ایک حدیث ہے فرأیت رجلاً آدم

چہارم۔ یہ مقدمہ پہلے فیصل ہو چکا ہے چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب باب۴ درس ۵ میں ہے خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہودیوں کے اعتقاد میں الیاس جو آتشیں رتھ پر زندہ آسمان پر چڑھایا گیا تھا مسیح سے پہلے پھر دوبارہ آنیوالا تھا۔ مگر جب یہ سوال مسیح ابن مریم کے آگے پیش ہوا۔ تو اسنے جو جواب دیا۔ وہ متی باب۱۱ درس ۱۳۔۱۴ میں مذکور ہے کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی۔ اور الیاس جو آنیوالا تھا۔ یہی ہے چاہو تو قبول کرو متی باب ۱۷ درس ۱۰۔۱۳ میں بھی یہی ذکر ہے۔ یہ چار زبردست ثبوت ہیں۔ اسبات کے کہ مسیح آنیوالا وہی مسیح ابن مریم نہیں۔ بلکہ اسکی روح و قوت میں آنیوالا تھا۔ اور اس قسم کے بروزی نزول کے قائل اکثر صوفیا کرام بھی ہیں۔

امام مہدی و مسیح موعود ایک ہی ہے

مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ میں یہ حدیث ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یُوشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَلْقیٰ عِیْسَیٰ ابْنَ مَرْیَمَ اِمَاماً مَھْدِیاً وَحَکَماً عَدَلاً فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَتَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ پائیگا عیسیٰ بن مریم کو امام مہدی حکم عدل پس کسر کرے گا صلیب کو اور قتل کریگا خنزیر کو اور چھوڑ دیگا جزیہ یعنی لڑائی اپنے ہتھیار رکھدیگی۔

یہ حدیث صراحت سے بتارہی ہے۔ کہ آنیوالا مسیح ہی امام مہدی ہے۔ اسکے علاوہ دوسری حدیث ہے جو ابن ماجہ میں ہے مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۷ لا مھدی الا عیسےٰ ابن مریم پھر بہت سی علامات اور نشانات ہیں۔ جو مسیح اور مہدی کے لئے ایک ہی بیان کئے گئے ہیں اور پھر یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ بخاری و مسلم میں نزول مسیح کا ذکر تو ہے۔ مگر مہدی کا مذکور نہیں۔

یہی صدی ظہور مہدی کے لئے تھی

مسیح و مہدی کا فرض منصبی ہی یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر ہے اسکا غلبہ اسی زمانہ میں ہے اور اسکے اعداد بھی ۱۸۹۷ ہیں۔ اور یہ کسر صلیب کسی جنگ و جہاد سے نہیں ہو سکتا کیونکہ جو بات عقیدہ کے متعلق ہو۔ وہ ہمیشہ دلایل سے رد کیجاتی ہے۔ اور تضع الحرب اوزارھا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مہدی تلوار سے جہاد نہیں کریگا۔ (۲) ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا اور پھر اس صدی کے لیئے ایسے مجدد کی بعثت جو فتن صلیبیہ کو دور کرنیوالا ہو ضروری ہے یہ حدیث سے ثابت ہے پڑھو یہ حدیث مشکوٰۃ کتاب العلم میں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من تجدد لھا دینھا (رواہ ابوداؤد) اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر جو اس کے دین کو تازہ کرے کل مائۃ سنۃ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جسقدر سن دنیا میں رائج ہے۔ انکا سر ہو تو یہ بھی اسی چودھویں صدی سے مخصوص ہے۔ خوب غور کر کے دیکھ لو۔ اور یہ فرض ہمارا نہیں کہ اس سے پہلے ہم مجددین کے نام بتائیں۔ جیسا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش رسول پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ مگر سب کا نام بتانا ہمارا فرض نہیں۔ اور اس حدیث کی تائید سورۃ قدر سے ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم میں بتایا گیا ہے۔ کہ نزول ملایکہ اور کلام ہر ۸۳ سال کے بعد ہوتا ہے (۳) حضرت موسیٰ موافق تاریخ یہود ۲۳۶۸ھ ہبوط آدم میں پیدا ہوئے۔ اور ایکسو بیس برس کی عمر پا کر ۲۴۸۸ میں فوت ہوئے۔ اور یہودی تاریخ کے مطابق حضرت عیسیٰ کی پیدائش ۳۷۶۰ھ ہبوط آدم میں ہوئی یہ ۱۲۷۲ برس کا فیصلہ ہے۔ بس حضرت نبی کریم کے اتنے ہی سال بعد مسیح محمدی کا ظہور ہونیوالا تھا (۴) ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ (پارہ ۴ رکوع ۴) میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ جیسے بدر کے میدان میں بحالت غربت مومنوں کی امداد فرمائی ایسے ہی جب اسلام پر فیعود غریبا کا زمانہ آئیگا۔ تو پھر اللہ تعالےٰ انکی خاص نصرت فرمائیگا۔ ہلال کے ساتھ اسلام کو تعلق ہے۔ بلکہ یہ قومی نشان ہے۔ واللہ

متم نورہ ولو کرہ الکافرون لئیں نور کی تکمیل مطابق قانون قدرت چودہویں صدی میں ہونی چاہیئے

(۵) یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الم تنزیل السجدہ) سے یہ واضح ہے۔ کہ ہزار سال کے بعد انتظام روحانی ہوتا ہے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ

یعنی تین سو سال خیر القرون ہیں۔ اسکے بعد ہزار سال یعنی تیرہ سو گذرنے پر چودہویں صدی میں عظیم الشان مجدد کا ظہور ضروری ہے۔ مشکوٰۃ میں ایک حدیث ہے باب الانذار و التحذیر میں رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالیٰ۔ (نبوت رہیگی جب تک اللہ چاہے پھر اٹھا لیگا) پھر اسکے بعد خلافت ہوگی۔ پھر قہری حکومت۔ ثم تکون خلافۃ علی منہاج نبوۃ پھر منہاج نبوت پر خلافت ہوگی بس یہی وہ زمانہ ہے۔ اسکے علاوہ حافظ برخوردار نے اپنے انواع میں لکھا ع

پچھے اک ہزار دے گذرن تن سو سال ؛ عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

اور شاہ نعمت اللہ ولی کا جو مشہور قصیدہ ہے۔ اسنے بھی یہی صدی مقرر کی۔ چنانچہ اسکا ایک شعر یہ ہے

ناگہ بگوش ہم حج مہدی خروج سازند ؛ در سال کنت کنزا باشد چنیں بیانہ

کنت کنزاً مخفیاً کے اعداد ۱۲۷۹ ہیں۔ پھر آپ حسن نظامی کا رسالہ پڑھیں۔ کہ اس میں عرب و شام کے صوفیاء و علماء کی شہادت جمع کی گئی ہے۔ جو سب کے سب متفق اللفظ اسی صدی یعنی ۱۳۰۰ تک ظہور مہدی بتاتے ہیں۔ اور کتاب الامر میں حسن نظامی لکھتا ہے۔ کہ حضرت امام ابن عربی نے ۱۳۳۵ھ میں ظہور مہدی کی خبر دی ہے۔

پھر نواکب دریہ میں حکیم سید محمد احسن صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ کہ مہدی کے ماں کے پیٹ میں آنیکی شب میرے حساب سے ہے جو عسق کے عدد تیرہ سو شمسی کرتا ہوں۔ پس ان کی تشریف آوری اکیس سال بعد ۱۳۲۱ھ میں ہونیوالی ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۵) اور صفحہ ۱۹۱ میں لکھتے ہیں

کہ ۱۳۱۲ سنہ سے تیرہ چودہ سال بعد چار سلطنتوں نصاریٰ کا اتحاد ہوگا جن میں ایک روم اٹلی ہوگا۔ تو اسوقت میں ساڑھے تین سال تک مکاشفات کے مطابق جنگ عظیم ہوگی۔ جو ملجمہ کبریٰ کہلاتی ہے۔ اور نصاریٰ کی فتح ہوگی۔ تو امام ہمام مہدی علیہ السلام حسنی مکہ میں مدینہ سے تشریف لائینگے۔ یہ سب باتیں میں نے اسلئے نقل کی ہیں۔ کہ دعویٰ حضرت اقدس سے پہلے بھی لوگ اسی صدی میں مسیح و مہدی کے ظہور کے منتظر تھے۔ اور ان سے بعد بھی چشم براہ ہیں۔ اور ان کے حسب حال یہ آیت ہے افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم اور وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہٖ (البقرہ)

چنانچہ آجکل ملاحظہ ہو گجراتی اخبار سانجہ ورتمان کے حوالہ سے پیسہ اخبار لکھتا ہے۔ کہ یہ افواہ نہایت زور شور سے پھیل رہی ہے۔ کہ کچھ عرصہ بعد پیغمبر کا ظہور ہونیوالا ہے۔ انگلینڈ میں ایک سوسائٹی قائم کی گئی ہے۔ جس میں ۵ ، ۷ ، ۹ ممبر ہیں۔ اور پھر ہندوستان میں ۱۲۱۳ ممبر کل تین ہزار خیر مقدم کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور اسکے مرید ہونے میں کچھ تامل نہیں ہے۔ پھر دیکھئے وطن ۱۲ سی ۱۲ عہ لکھتا ہے کہ ان سب باتوں سے غور کرنے پر ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اسوقت تمام عالم اسلام (خواہ وہ کسی فرقے اور حیثیت کے ہوں) ایک سچے رہبر کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور اسکی تلاش میں ہے۔

سراج الاخبار کابل میں ایک نظم چھپی ہے ایک شعر ہے ؎ شد طلوع آفتاب از غرب و شد نزدیک حشر ؛ فاش میگویم ترا از رازہائے غرب و شرق ؛ گویا اسکے نزدیک طلوع شمس مغرب سے ہو چکا۔ اور علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں ایک نظم چھپی ہے۔ وہ بیقرار ہو کر لکھتا ہے ؎

یا صاحب الزمان بظہور شتاب کن ؛ عالم ز دست رفت تو پا در رکاب کن
ظلمت گرفتہ عالم و تو چوں نشستۂ ؛ ایں عرصہ را بنور خودت آفتاب کن
یا خاتم الائمہ بفریاد ما برس ؛ بہر خدا و جد کبارت صواب کن

یہانتک تو یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ اسوقت اسلام و مسلمان سخت مشکلات میں ہیں چنانچہ رسالہ شیعہ

اپریل ۱۹۱۲ء میں نجف اشرف کربلا معلیٰ سامرہ و کاظمین کے علماء اسلام و مجتہدین عظام نے ایک تحریر شائع کی ہو کہ کسی زمانہ میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو ایسے روز سیاہ سے سابقہ نہیں پڑا تھا اور نہ کبھی ایسی ذلت و نکبت مسلمانوں کو پیش آئی ہے۔ یہ اعظم حوادثات سے ہے۔ یہ ایسا صدمہ ہے کہ دین مبین کی بنیاد منہدم ہو رہی ہے۔ اور شریعت خاتم المرسلین کے آثار معرض زوال میں ہیں۔" انکی سلطنتوں میں تنزل اور تباہی ہے۔ ٹرکی طرابلس میں جان کنی کے عالم میں ہے مراکو فرانس کے پنجے میں ہے۔ ایران کی ویرانی ہو رہی ہے۔ کابل خوست میں اپنا وقار کھو رہا ہے۔ باقی امراء اپنے عیش و عشرت میں سرمست ہیں۔ اور علماء و فقراء انکے حالات مجھ سے نہ پوچھئے۔ خود ہی انصاف فرمایئے۔ ابھی اسی مہینے اہل فقہ نے لکھا ہے۔ کہ علماء ورثۃ الانبیاء نہیں۔ ورثۃ الشیاطین ہیں۔ پھر زیادہ تشریح منظور ہو۔ اور حدیث مشکوٰۃ جو کتاب العلم کے اخیر میں ہے ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود کا نظارہ دیکھنا ہو۔ تو علمائے خلف مصنفہ میر قاسم علی صاحب دہلوی دیکھئے اور وکیل مشہور اسلامی اخبار کی یہ عبارت پڑھیئے "موجودہ مسلمان اسلام کی مسخ شدہ صورت ہیں جس پر اسلام کے امتیازی خط و خال کا نشان تک باقی نہیں۔ سنجیدہ عقاید کی بجائے اباطیل و توہمات پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال حسنہ کی بجائے بدعات سیئہ نے لے لی ہے۔

فقراء و صوفیاء جو باطنی رنگ میں اسلام کے محافظ تھے۔ انہوں نے اپنی تعظیم و تکریم کے علاوہ وصول الی اللہ کے وہ وہ طریقے نکالے ہیں۔ کہ ہرگز قرآن و حدیث سے انکا ثبوت نہیں ملتا منہ پر تو خاتم النبیین ہے اور عملاً نبوت تشریعی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ غرض ایسے حالات میں جب کہ ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس کا زمانہ ہے یعنی اہل کتاب اور غیر اہل کتاب علماء اور امی سب بگڑ چکے ہیں۔ اور امت

بر حسب پیشگوئی لتتبعن سنن من قبلکم یہودیت وعیسائیت کا زمانہ ہے اور حضرت اقدسؑ کے یہ اشعار صادق آرہے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ❊ دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

مردم ذیمقدرت مشغول عشرتہای خویش ❊ خورم و خنداں نشستہ با بتان نازنین

عالمانرا روز و شب ہا ہم فساد از جوش نفس ❊ زاہدان غافل سراسر از ضرورتہائے دین

پس صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کے ماتحت فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیّین والصدیقین والشہدآء والصّالحین پ۵ ع۶ میں سے کسی نبی کی بعثت ہدایت الخلق کے لئے بہت ضروری تھی. جو خدا سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی طفیل ہدایت پا کر مہدی ہو۔

مہدی کا مقام اس مہدی کے لئے جو مسیح بھی ہے. مشرقی جانب مخصوص ہے۔ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم میں عیسٰی کو آدم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آدم کا نزول ہند میں ہوا۔ پس عیسٰی بھی ہند میں نازل ہوگا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ باب غزوۃ الہند میں امام نسائی نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ جو ہند میں جہاد کریگا وعصابۃ مع عیسٰی ابن مریم اور ایک وہ جو ہند میں مسیح موعود کے ساتھ ہوگا۔ پھر (۲) تمام مفسّرین کا اس پر اجماع ہے۔ کہ پیشگوئی لیظہرہ علی الدّین کلّہ کا ظہور امام مہدی مسیح موعود کے ہاتھ پر ہوگا۔ پس اسکے ظہور کے لئے وہ ملک مناسب ہے جس میں ہر مذہب کا نمونہ موجود ہو اور سب کو آزادی بھی ہو۔ اور یہ خصوصیت محض ہند کو ہے۔ اور ایک صاحب نے مہدی پنجاب ہند کے اعداد یکساں بیان کئے ہیں تا کہ مناسبت ظاہر ہو۔

(۳) عبداللہ بن عمر یخرج رجل من ولد حسن بن علیؑ من قبل المشرق لو استقبل بہ الجبال یہدھا و تتخذ فیہا طرقاً (نجم الثاقب جلد اول صفحہ ۵۶) مشرقی طرف سے ظہور بتایا ہے۔ ایسا ہی ایک اور حدیث ہے یخرج ناس من المشرق

یطون للمہدی سلطانہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ مشرق کے لوگ سلطان المشرق کی تائید کرینگے۔ دجّال کے ظہور کا مقام بھی مشرق ہے۔ پس اس فتنہ کا دور کرنیوالا بھی مشرق ہی میں چاہیئے چنانچہ صدیق حسن خان صفحہ ۸۰ حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں۔ امامحل خروجش پس مشرق است جزماً پھر ایک حدیث میں جو جواہر الاسرار محررہ ۸۴۰ھ میں ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے یخرج المہدی من قریۃ یقال لہ قدعہ یعنی قادیان اور یہ دمشق کی شرق میں بھی ہے۔ اور پھر ایک اور نشان بھی ساتھ دیا ہے۔ کہ دور دور سے اسکے پاس لوگ جمع ہونگے۔ تو وہ ۳۱۳ ہونگے اور انکے نام ایک صحیفہ مختومہ چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہونگے

مسند امام حنبل میں اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المہدی لکھکر اور بھی بتا دیا ہے۔ کہ وہ اہل فارس میں سمرقندی الاصل ہوگا جیسا کہ ہمارا امام تھا۔ حضرت ابن عربی لکھتے ہیں۔ ھو الخاتم من العجم لا من العرب (فصوص الحکم قلمی ص ۴۲) اور اہل فارس کے لیئے آخرین منھم لما یلحقوا بھم (سورۃ جمعہ) کی تفسیر فرماتے ہوئے کہ نبی جیسا امیین میں مبعوث ہوا۔ ویسا ہی پھر آخرین میں بھی مبعوث ہوگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس اور رجال من ھٰؤلاء (دیکھو مشکوۃ جلد دوم ص ۵۸۲) اور سلمان منا اہل البیت (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۷۳) سے سلمان کا اہلبیت ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اسواسطے اس حدیث میں بھی کوئی اشکال نہیں جس میں رجل من اہل بیتی لکھا ہے اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض دادیاں سادات سے تھیں پھر ابو داؤد میں بروایت ابوسعید الخدری یخرج رجل من امتی۔ یقول بسنتی تو ان تمام نسبی جھگڑوں کو دور کر دیتا ہے۔

نام | ابوداؤد میں صاف ہے یسمی باسم نبیکم (مشکوۃ باب اشراط الساعۃ) اور حضرت شاہ رفیع الدین لکھتے ہیں حضرت کا نام دنیا میں محمد اور فرشتوں میں احمد ہے۔ دیکھو موضح القرآن و مبشّراً

برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یہاں یہ بتا دینا بھی بے محل نہ ہو گا۔ کہ لغت کی کتابوں میں احمدؐ بمعنی عود لکھا ہے۔ گویا مسیح کا نزول کے وقت بھی نام ہو گا۔ اور یہ پیشگوئی ہے اسکی قرآن مجید میں۔ پھر اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۶ میں ہے فانہ المہدی واسمہ احمدؑ

اب مقام بھی مقرر ہو گیا۔ نام بھی نسب بھی۔

اسکے بعد اگر کچھ بحث طلب امر ہے۔ تو یہ کہ کسنے اس صدی کے سر پر دعویٰ کیا۔ اور کون اپنے دعوے میں کامیاب ہوا۔ اور کس پر صادقوں کے نشان پورے ہوئے۔ سو اسکی نسبت میں عرض کرتا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library

کہ اس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے مامور ہونیکا دعویٰ کرنیوالا بزرگ ایک ہی ہے جس کا نام ہے

مرزا غلام احمد قادیانی

حلیہ اسکے اعداد ۱۳۰۰ کے بھی مبدء فیاض سے اس حق کو آپ ہی کے لیے مخصوص کرتے ہیں پھر آپ ہی ہند کے خط پنجاب کے قریہ کریمہ قادیان میں مبعوث ہوئے اور آپکا بعینہٖ وہی حلیہ ہے جو احادیث میں آیا ہے۔ (عبد اللہ بن عمرؓ) فرایت رجلاً آدم کاحسن ما انت راءٍ من ادم الرجال (مشکوۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ) فسالت من ھذا فقالوا ھذا المسیح ابن مریم یعنی گندم گون رنگ ہو گا۔ دوم باب اشراط الساعۃ مشکوۃ میں المہدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف۔ مہدی مجھ سے ہو گا۔ روشن پیشانی اونچی ناک۔ اسکے علاوہ حدیث النعمانیہ صفحہ ۳ میں ہے زبان میں کسی قدر ثقل ریش مبارک گھنی سر پر بال لمبے لمبے کمان ابرو کلاں جسم یہ تمام حلیہ حضور پر صادق آتا تھا۔ جسکو اعتبار نہ ہو وہ تصویر دیکھ لے

مسیح موعود کی خدمات آپنے صرف دعویٰ ہی نہیں کیا۔ بلکہ جس بات کے لیے مبعوث ہوئے اسی پورا کرکے چھوڑا۔ آپنے باوجود بہت سی مخالفتوں اور بڑے بڑے لاٹ مولویوں کی سر توڑ کوششوں اور امراء کی عداوتوں اور غیر مسلموں کی معاندانہ روکوں کے ایسی جماعت پیدا کرلی۔ جو قرآن مجید و احادیث شریف پر جان نثار کرنیوالی اور دین و دنیا میں انہیں اپنا رہبر بنانے

والی ہے۔ حضور وفات پا چکے ہیں۔ مگر یہ جماعت جس میں اس زمانہ کے تعلیمیافتہ لوگ گریجوایٹ ڈاکٹر وکیل اور پرانی درسگاہوں کے فاضل جلیل موجود ہیں۔ اشاعت دین حقہ میں لگی ہوئی ہے۔ اور قادیان میں **دو تین سو آدمی** جو کسی نہ کسی رنگ میں کامل ہیں رہتے ہیں ایک نبی کے لیئے سب سے بڑھکر یہی کامیابی ہے۔ کہ وہ اپنے پیچھے ایک جماعت چھوڑ جائے۔ جو اسکے مقاصد کی تکمیل کرنیوالی ہو۔ آپنے وفات مسیح کو قرآن وحدیث وانجیل وتاریخ سے ثابت کرکے صلیب پر وہ کاری حربہ چلایا۔ کہ اسکے کسر میں کچھ شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ صلیب پرستی کا اصل الاصول یا روح و رواں تو مسیح کی زندگی ہے۔ جب اسکا مردہ ہونا ثابت ہوا۔ تو پھر کچھ بھی نہیں (۲) قرآن مجید کی طرف تمام دنیا کی توجہ کردی اور بتایا کہ برہان من ربکم یہی کتاب ہے۔ اور اسکی تعلیم کی برکت سے آدمی صاحب الہام اور مورد وحی خداوند ذوالجلال والاکرام ہوتا ہے (۳) رسول اللہ صلعم کی ذات ستودہ صفات پر جسقدر اعتراض غیر مذاہب کی طرف سے ہوتے ہیں۔ آپنے نہ صرف انکا دندان شکن جواب دیا بلکہ جن معجزات پر وہ اعتراض کرتے تھے۔ آپنے نشانات صدق دکھلا کر تمام انبیاء کی عظمت دلوں میں قایم کردی اور اعلان کیا ؎

کرامت گرچہ بے نام ونشان است ٭ بیا بنگر زغلمان محمد

(۴) قرآن مجید کے وہ حقایق ومعارف بیان کئے۔ کہ لا یمسہ الا المطہرون ؕ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ کے مطابق آپ کا متقی ومطہر ومزکی ہونا ثابت ہوگیا (۵) مسئلہ دعا پر از سرنو دنیا کا ایمان قائم کیا۔ آپکے مستجاب الدعوات ہونیکے ہزاروں آدمی گواہ ہیں۔ بلکہ چار لاکھ آدمی فرداً فرداً شہادت دے سکتا ہے (۶) جہاد کے مسئلہ کو کھول کر گورنمنٹ کی وہ خدمت بجالائے۔ کہ تمام مولویوں اور پیردوں کی مجموعی قوت بھی یہ کام نہ کرسکتی تھی۔

پھر اسکے علاوہ مندرجہ ذیل وہ باتیں ہیں۔ جن میں آپ اپنے ہمعصر فضلاء وفقراء سے ممتاز تھے۔ جو آپکے امام صادق ہونیکا ناممکن التردید ثبوت ہیں۔

ثبوت صداقت | (۱) آپنے بڑی تحدی کیساتھ یہ اعلان کیا۔ کہ میرے مقابلہ میں کسی کی دعا

قبول نہ ہوگی۔ جو میری ذلت کا خواہاں ہو۔ وہ خود ذلیل ہوگا۔

(۲) طاعون کی شدت میں اعلان فرمایا۔ کہ خدا نے مجھے فرمایا۔ کہ تیرے دار کا محافظ ہوں۔ اور بالخصوص تو طاعون سے محفوظ رہیگا۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ انی احافظک خاصة

(۳) جو مجھ سے ان الفاظ میں مباہلہ کریگا۔ کہ جو گمراہ ہو۔ وہ پہلے مرجائے وہ ضرور پہلے مریگا۔

(۴) سو دو سو بیمار بذریعہ قرعہ اندازی تمام صوفیاء میں تقسیم ہوں۔ تو میرے بیمار صحت پانے میں سب سے بڑھ جائینگے۔

(۵) میری بعض کتابوں کی مثل تمام علماء و فضلاء اپنی مجموعی طاقت سے نہیں لاسکتے۔

(۶) جو علم قرآن مجھے دیا گیا۔ وہ کسی کو نہیں۔ منکر اس معجزے کے مقابل میں تفسیر لکھے

(۷) دو سو سے زیادہ نشان آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔ حقیقۃ الوحی۔ کرامات المہدی۔ تریاق القلوب پڑھیئے۔

(۸) آپ کی قوت قدسیہ سے جیسا کہ پہلے خدا نے اطلاع دی تھی I shall give you a large party of Islam دیکھو براہین احمدیہ چار لاکھ مسلمان ہوئے۔ جو بہیئت مجموعی تقوٰی و طہارت میں اپنی نظیر آپ ہیں

(۹) آپ نے ابتدائے عہد میں خدا سے خبر پاکر اطلاع دی۔ کہ واللہ یعصمک من الناس اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا۔ یعنی میں اپنی طبعی قوت سے مظفر و منصور اسّی سال سے پانچ چھ برس کم عمر پاکر (دیکھو نصرۃ الحق ص) فوت ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ پر نہ صرف کفر کے بلکہ خون مباح ہونیکے فتوے بھی دیئے گئے۔ جھوٹے خونی مقدمات بھی بنائے گئے۔ مگر کسی کا وار نہ چل سکا

(۱۰) آپ کی تعلیم جس کے لیے بطور نمونہ کشتی نوح پڑھ لینی چاہیئے۔ جو ایسی معتدل اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ کہ دنیا کے لوگ آہستہ آہستہ وہی مان رہے ہیں۔ اب سب نے تسلیم کر لیا۔ کہ وحدت بذریعہ امام قائم رہ سکتی ہے۔ نہ کہ انجمنوں کے ذریعے (۲) تمام مشکلات کا حل مہدی پر ایمان لانے پر موقوف ہے (۳) گورنمنٹ کی وفاداری و اطاعت ضروری ہے

(۴) سچا مذہب وہی ہے جو اپنے صدق کے نشان اپنے پیرووں میں دکھلائے۔ الہام کا سلسلہ تا روز قیامت جاری ہے (۵) دنیا میں ایک ہی انسان کامل تھا جس پر تمام کمالات انسانیت و نبوت کا خاتمہ ہوا۔ وہ نبی اکرم تھا۔ وغیرہ ذالک۔

پھر راستبازوں کی پہچان کے جو اصول قرآن مجید میں مقرر ہیں۔ وہ سب آپ پر صادق آئے

(۱) سچے نبی کی مخالفت بہت سخت غیر معمولی طور سے ہوتی ہے۔ اور اسکے معترضین وہی کہتے ہیں۔ جو اگلے انبیاء کے منکرین کہتے تھے۔ مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (ب) ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك (۲) وہ مامور اپنے سے پہلے راستبازوں کی تصدیق کرے۔ مصدقاً لما معکم (۳) فساد عالم کیوقت ظاہر ہو ظھر الفساد فی البر والبحر (۴) تبلیغ حق میں کسی سے ڈرے نہیں۔ چنانچہ آپ نے اسکے لئے صرف خویش واقربا بلکہ تمام مذاہب عالم کو اپنا جانی دشمن بنالیا۔ اور اپنی جائداد اپنا مال وغیرہ سب کچھ نثار کردیا۔ لا یخشون احداً الا اللّٰہ۔

(۵) آپ کی پہلی زندگی پر کوئی عیب نہ لگایا جاسکے۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ قبل از دعوٰی جو حضور کی زندگی کے سال گذرے ہیں۔ ان پر کوئی حرف نہیں لگایا جاسکتا۔ اور کئی بار اعلان کیا گیا ہے۔ کوئی گناہ تو ثابت کرو

(۶) نصرت الٰہی ہر مصیبت میں انجام کار اسکے شامل حال ہو کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی جسقدر مقدمات ہوئے جسقدر مصیبتیں پڑیں۔ انجام پر فتح آپ ہی کے لئے تھی والعاقبۃ للمتقین

(۷) اپنی موت کی تمنا مقابلہ پر کردے۔ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین حضور فرماتے ہیں ؂

گر تو می بینی مرا پر فسق و شر :: گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کن من بدکار را :: شاد کن ایں زمرۂ اغیار را

بلکہ ایکبار مولویوں کو نام بنام مباہلہ کے لیئے بلایا۔ اور بڑی تحدی سے بلایا دیکھو انجام آتھم) کوئی مقابل پر نہ آیا پھر بھی کئی آپ کی زندگی میں سانپ کے ڈسنے اور طاعون اور دیگر غیر معمولی

مہلک بیماریوں سے مرے

پھر قرآن مجید میں نبی کریم کی صداقت کے بارے میں یہ آیت ہے۔ الحاقۃ ع ۲

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ۔ کہ اگر اپنی طرف سے بات بنا کر ہمارے ذمے لگائے۔ تو ہم دائیں ہاتھ سے اسے پکڑ لیں۔ اور اسکی رگ جان کاٹ دیں۔

اب دیکھئے حضرت اقدس کا دعویٰ ہے۔ کہ میری طرف خدا کی جناب سے وحی نازل ہوتی ہے اور مجھے اس وحی کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور نبی کریمؐ کی وحی پر ایمان ہے۔ اور اپنے اس دعوے پر مؤکد قسموں کے ساتھ اپنی وفات تک بڑے استقلال سے قائم رہے۔ ۱۸۶۶ء کا الہام براہین میں مندرج ہے۔ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے ۱۹۰۸ء میں آپ فوت ہوئے۔ زمانہ نبوی یعنی ۲۳ سال سے زیادہ عرصہ تک اس دعوے پہ قائم رہنا۔ اور پھر آپکا کامیاب فوت ہونا اور قطع وتین نہ ہونا اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ آپ خدا کی طرف سے سچے مامور تھے۔ اور تاریخ کوئی مثال ایسی پیش نہیں کرتی۔ کہ جھوٹا مدعی نبوت باوجود اپنے دعویٰ نزول وحی من اللہ پر قائم رہنے کے اتنے سال زندہ رہا ہو۔ اس سلطنت دنیاوی میں کوئی جعلی حاکم زندہ نہیں رہ سکتا۔ فوراً اسے مواخذہ ہوتا ہے۔ تو کیا خدا کی سلطنت میں کوئی اس کی طرف سے جھوٹا فرستادہ بنکر سکھ پا سکتا ہے۔

(دوم) صادق رسول کا نشان ہو فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ یعنی غیب کا اظہار کسی پر نہیں کرتا۔ مگر رسولوں پر جسے پسند کرے۔ اس صفائی و کثرت کے ساتھ غیب کو رسولوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اب آپ کی مختلف پیشگوئیوں کو جن کی تفصیل حقیقۃ الوحی تریاق القلوب میں مل سکتی ہے آپ ملاحظہ فرمادیں اور مجھے اس زمانے میں کوئی انکے مقابل کا شخص بتاؤ جس کی پیشگوئیاں اس صفائی اور اس کثرت کے ساتھ باوجود شدید مخالفتوں کے پوری ہوئی ہوں۔ اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونیمیں اعلاء کلمۃ اللہ

مقصود ہو۔

مثال کیطور پر عرض کرتا ہوں۔ براہین احمدیہ میں ایسے وقت کا الہام درج ہے جبکہ آپکو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ (۱) ۱۸۸۲ء کہ یاتون من کل فج عمیق اور یاتوک من کل فج عمیق اور ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ یعنی وہ زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ لوگ دور دور سے چل کر تیرے پاس آئینگے تجھے تحایف لائینگے۔ تو کثرت مخلوقات سے گھبرا کر ان سے منہ نہ پھیر لینا۔ وہ وقت قریب ہے۔ کہ تو لوگوں میں پہچانا جائے اور مشہور ہو۔ یہ باتیں ایسے وقت میں اعلان کی گئیں جبکہ بظاہر حالات کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ قادیان میں امریکہ افریقہ اور دور دراز علاقوں سے لوگ چل کر آئینگے۔ باوجودیکہ وہ ایک گاؤں ہے جس میں باعتبار لباس نہ باعتبار زہنگہ باعتبار آب و ہوا۔ طرز معاشرت باشندگان تجارت کوئی خصوصیت اور دلکش چیز نہیں مگر خدا کا نشان پورا ہوا۔ اور اسوقت بھی قادیان میں اطراف واکناف عالم کابل مالابار کشمیر۔ غزنی۔ بنگال عرب و شام کے لوگ موجود ہیں۔ اور ہر ایک فرد خدا کا ایک نشان ہے۔ (۲) پھر ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء کو اشتہار دیا۔ کہ مینے ملائکہ کو دیکھا۔ کہ وہ طاعون کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور اب یہ مرض اگر توبہ نہ کرو گے۔ پھیلیگا۔ چنانچہ پھر اسکے بعد جو تباہی اس ملک ہند میں پڑی۔ اور جس طرح پر متفق اللفظ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ اس بیماری کا نہ کوئی علاج ہے نہ موسم مقررنہ کوئی قاعدہ (۳) ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو جو خوفناک زلزلہ آیا۔ اس کی نسبت پہلے بذریعہ اشتہار اطلاع دی عفت الدیار محلہا و مقامہا اور زلزلہ کا دھکا۔ غرض اس قسم کے بیسیوں نشانات ہیں۔ کس کس کو گنواؤں۔ ابھی حال ہی میں دیکھو۔ تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد کا پرانا الہام تھا۔ ایران کی بدامنی اور بادشاہ کی معزولی سے کسطرح پورا ہوا۔ (۴) امریکہ میں ڈوئی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور جسکے جاہ وجلال کا یہ حال تھا کہ ایک شہر کی بنیاد رکھی سپیشل ٹرینیں چلتیں کئی کروڑ روپیہ جمع تھا۔ اور جس نے اس گھمنڈ میں کہا۔ کہ میرا کام یہ ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال جنوب سے لوگونکو جمع کروں۔ اور مسیحیوں کو اس شہر میں آباد کروں۔ یہانتک کہ

وہ دن آئے۔ کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جاوے وہ حضور کی دعا سے بموجب پیشگوئی ہلاک ہؤا۔ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھا تھا۔ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا۔ تب بھی سمجھو اسکے صیحون پر آفت آنیوالی ہے۔ (۵) پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم ہؤا تھا اب ان کی دلجوئی کی جائیگی۔ یہ الہام ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء کو ہؤا تمام اعلیٰ افیسروں او پارلیمنٹ سے بھی یہی جواب ملا۔ کہ تقسیم بنگالہ قطعی فیصلہ ہے۔ مگر آخر ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کا ردیشن دربار میں خود ملک معظم نے اپنی زبان مبارک سے اعلان ترمیم فرماکر دلجوئی فرمائی۔

غرض یہ وہ شاہد صادق ہیں جن سے آپکا منجانب اللہ مامور ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اب میں دکھاتا ہوں۔ کہ وہ نشانات جو مہدی سے مخصوص تھے۔ وہ بھی آپ ہی کی ذات میں پورے ہوئے (۱) لکھا تھا کہ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْهُ (سنن دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مطبع انصاری)

یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں۔ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے۔ کسی مہدی کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک تو چاند کو گرہن لگیگا رمضان میں گرہن لگنے کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ میں یعنی تیرہویں کو اور پھر سورج کو گرہن لگیگا۔ گرہن لگنے کی تاریخوں کی درمیانی رات میں یہ جو مشہور ہے۔ کہ پہلی رات کو گرہن لگیگا نہیں معلوم کہ لگیگا کسکو قمر کا اطلاق تین رات کے بعد ہوتا ہے ھو بعد ثلث لیال الی اٰخر الشھر (لسان العرب) پھر نظام شمسی میں تبدیلی قبل از قیامت خلاف ہے۔ آیت لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ (سورہ یٰسٓ) یہ حدیث سنی شیعہ میں متفق علیہ ہے دیکھو فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱ مولوی حافظ لکھوکے والے خوب سمجھے ہیں۔ اپنی کتاب احوال الآخرۃ میں لکھتے ہیں۔ تیرہویں چن اٹھیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے۔ اور یہ حدیث مطابق ہے آیت فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذٍ

ابن المغو کے نشان ۱۳۱۳ھ ماہ رمضان میں پورا ہوا۔

دوم۔ اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۹ میں حدیث درج ہے۔ کہ اذا نادی منادٍ من السماء ان الحق فی آل محمد وینادی من الارض ان الحق فی آل عیسیٰ۔ یہ وہ وقت ہے۔ جب مسلمانوں (آل محمد) اور عیسائیوں (آل عیسیٰ) میں جنگ مقدس ہوئی۔ بمقام امرتسر تو ہمارے امام نے پیشگوئی کی جون ۹۳ء کہ وہ فریق جو عمداً حق سے گریز کر رہا ہے۔ پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ چونکہ اس نے اپنے خوف سے کچھ رجوع الی الحق کیا۔ اور آنحضرت کو دجال کہنے سے توبہ کی مہلت دیگئی لیکن پھر حق پوشی اور قسم کھانے سے انکار کرنے پر دوسرے پندرہ ماہ میں ۲۷۔ جولائی ۹۶ء کو مر گیا۔

سوم۔ مسک العارف صفحہ ۱۳۱ دیکھئے ابوجعفر باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب ماہ رمضان میں جمعرات کو آواز آوے تو اسکو سنو (رواہ نعیم بن حماد) چنانچہ ۱۴۔ رمضان ۱۳۱۰ھ حضرت مسیح موعود کو مکاشفہ ہوا۔ کہ ایک ملایک شداد وغلاظ میں سے باواز بلند کہتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے (دیکھو برکات الدعا ٹائٹل) پھر دن کے آخر حصہ میں شیطانی آواز اٹھیگی۔ فلاں مظلوم مارا گیا (وفی آخر النہار صوت ابلیس ینادی الا ان فلاناً قد قتل مظلوماً) پھر لوگوں پر بہت مشکلات پڑیگی۔ مگر سچی آواز وہی ہے۔ جو مہدی کے نام سے رمضان میں ہو (و علامتہ ان ینادی باسم المہدی) چنانچہ لیکھرام کی نسبت ۲۰۔ فروری ۹۳ء کو شایع فرمایا کہ ہیبت ناک طور پر چھ سال کے اندر ہلاک ہوگا (دیکھو برکات الدعا۔ کرامات الصادقین) چنانچہ اسکے قتل پر ۶۔ مارچ ۹۷ء بہت شور وغوغا ہوا۔ آپکی خانہ تلاشی بھی ہوئی۔ مگر آخر وہی حق بات تھی۔ جو مہدی پر ظاہر ہوئی۔

چہارم دابۃ الارض کا ظہور ہوا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں فرمایا۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ۔ (۲۰ النمل رکوع ۶) کہ جب انپر فرد جرم لگجائیگا۔ تو ہم زمین سے ایک کیڑا

رکا لینگے جو لوگو نکو زخم کریگا۔ اس سزا میں کہ وہ ہماری آیات پر ایمان نہ لاتے تھے۔ بلا شبہ یہ اجرام طاعونی کی طرف اشارہ ہے جو سب نے مان لیا۔ کہ زمین سے ہیں اور یہ جو بعض علماء نے لکھا ہے۔ کہ وہ ایک جانور ہے طول اسکا ۶۰ گز سر گائے کی مانند آنکھ خوک کی مانند کان مانند فیل۔ گردن مانند شتر مرغ سینہ مانند شیر دم مانند دنبہ وغیرہ ذالک (معیار المسیح) یہ اس بیماری کے تمثلات ہیں جو مختلف اشخاص کو ان کی فطرت و حالات کے مطابق نظر آئے۔ اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بیماری آنے سے پہلے اونٹ ہاتھی وغیرہ کی شکلیں خواب میں نظر آتی ہیں۔

پنجم لیظھرہ علی الدّین کلّہٖ کی پیشگوئی کا ظہور جس کے معنی ابو داؤد صفحہ ۲۳۸ جلد ۲ اسکی حدیث سے حل ہوتے ہیں ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ہوا جب کہ تمام مشہور مذہبوں کے قائمقام موجود تھے۔ آپ کو ۲۱۔ دسمبر ۹۶ء الہام ہوا مضمون بالا رہا۔ سو اسکے مطابق ۲۷۔ دسمبر ۹۶ء باتفاق لوگوں نے تسلیم کیا۔ کہ یہ مضمون سب سے اعلیٰ ہے۔ پھر اسکے بعد نہ تو آپ کے دلایل کے سامنے کوئی عدو ٹھہرا نہ آپ کی دعا کے مقابلہ میں بشرط منظوری کوئی زندہ رہا اور یہ حدیث پوری ہوئی۔ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الامات۔ مشکوٰۃ حدیث نواس ریح نفس سے انفاس طیبہ و کلمات مقدسہ مراد ہیں۔ ورنہ مسیح کوئی سانپ نہیں۔ کہ اسکے دم میں کوئی زہریلا اثر ہو

ششم۔ خروج دجال و یاجوج ماجوج ۔ ان دونوں کے متعلق یہ بات مدنظر رہے۔ کہ ان کے حالات و اشکال حضور نبی کریم صلعم نے خواب و کشف میں دیکھے ہیں چنانچہ جہاں دجال کا ذکر ہے وبینا انا نائم رأیتنی اطوف بالکعبۃ الیٰ اٰخر الحدیث۔ کہ میں سوتا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ فاذا رجل احمر × × × اعور العین × × قلت من ھٰذا قالوا الدجّال (رواہ مسلم عن ابن عمرؓ) اسی طرح یاجوج کی نسبت ہے اکہ رسول اللہ صلعم یہ کہتے ہوئے اٹھے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ ویل للعرب من شر قد اقترب × × × وحلق باصبعیہ الابھام۔ جو اشارہ ہے ہزار کی طرف مکاشفات پڑھنے سے

بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ جب ہزار سال ہو چکینگے۔ شیطان اپنی قید سے چھوٹیگا۔ چنانچہ نبی کریم کے ہزار سال بعد ان اقوام کا ممالک غیر پر غلبہ ہوا۔

پس خواب و کشف کے معانی اسی علم کی کتابوں سے دیکھے جائینگے۔ یعنی تعبیر ناموں سے اور اسکا نام مجاز نہیں جیسا کہ سورہ یوسف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے حضرت یوسف نے بادشاہ کے خوابوں کی تعبیر فرمائی۔

دوم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے۔ کہ اس کے فتنے سے سب انبیاء ڈراتے آئے ہیں۔ اور یہ عظیم الشان فتنہ ہے۔ پس اس سے بچنے کے لیئے جامع الدعا الحمد میں ولا الضالین کا لفظ ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ میں حدیث ہے یخرج فی اٰخرالزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یہاں دجال کے لیئے جمع کا صیغہ ہے (۲) اور پھر دجال کی نسبت متفق علیہ اور صحیح حدیثیں متفرق ہیں ایک مشکوٰۃ کو اٹھائیے۔ اور مفصد ذیل اختلاف دیکھئے۔ جو مینے معیار الصادقین میں لکھے ہیں۔

۱۔ دجال جوان ہے۔	۱۔ دجال زمانہ نبوی میں موجود
۲۔ چالیس روز رہے گا	۲۔ چالیس برس
۳۔ اسوقت سخت قحط ہوگا	۳۔ دجال کے تابعین بڑی آسایش میں ہونگے
۴۔ دجال کی داہنی آنکھ عیب دار ہوگی	۴۔ دجال کی بائیں آنکھ عیب والی
۵۔ دجال کی آنکھ انگور کی مانند ابھری ہوگی	۵۔ ابھری ہوئی نہ ہوگی بلکہ مٹی ہوئی۔
۶۔ بین الشام و العراق نکلیگا۔	۶۔ مشرق سے نکلیگا۔ تمیم داری نے مغرب میں دیکھا
۷۔ ایکدن سال کا ایکدن مہینہ کا ایکدن ہفتہ کا	۷۔ دن ایسے چھوٹے کہ جیسے ایک سوکھی لکڑی کو آگ لگے اور جل بجھے۔
۸۔ جنت و نار اسکے ساتھ ہونگے۔	۸۔ روٹی پانی سے بھی ذلیل ہوگا۔
۹۔ مکہ مدینہ سے روکا جائیگا	۹۔ نبی کریم نے اسے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا

سو اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ دجال کی وحدت نوعی ہے۔ اور یہ ایک قوم کا نام ہے۔ جبھی تو

جلیئے رنگ عمر شکل احادیث میں مختلف بیان کی گئی ہے۔ اور اسکی تائید لغت سے بھی ہوتی ہے دیکھو تاج العروس

الدّجال من الدّجالۃ طائفۃ عظیمۃ یحمل المتاع للتجارۃ۔ کہ یہ ایک طائفہ عظیمہ کا نام ہے۔ پھر نبی کریم نے جو یہ فرمایا۔ کہ من قرء العشر الاواخر من سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال (رواہ الترمذی) ومن حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدّجال (مسلم کنز العمال جلد، صہ۱۴۳) اس میں سب کچھ بتادیا۔ کیونکہ سورہ کہف کے اول میں ذکر ہے ـ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا (اور ڈرائے انکو جنہوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا) اور آخر میں ہے الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا جن کی تمام کوششیں دنیا کے ساز و سامان میں لگی ہیں وہ عجیب عجیب صنعت کاریاں کرتے ہیں۔

سوم دجال کے لیئے جو کچھ لکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ظاہر پر پورا ہونا تھا۔ اور واقعی اسکے نیچے ستر گز لمبا گدھا ہونا تھا۔ اور اسکی وہی شکل و شباہت طرز ہونی تھی۔ جو علماء اپنے ذہن میں جمائے بیٹھے ہیں۔ تو بتاؤ صحابہ میں اسکے متعلق کیوں اختلاف ہوا۔ اور کیوں ابن صیاد کو وہ دجال سمجھے حالانکہ وہ مدینہ میں تھا۔ اور دجال مدینے میں داخل نہیں ہوگا یہانتک کہ نبی کریم صلعم نے بھی تردید نہ فرمائی۔ بلکہ ان یکن ھو کہا۔ دیکھو مشکوٰۃ قصہ ابن صیاد کی احادیث۔ انی سمعت عمر یحلف علیٰ ذلك عند النبی صلعم فلم ینکر ہ۔ متفق علیہ حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابی حضور نبوی میں قسم کھا کے کہتے ہیں۔ ابن صیاد دجال ہے۔ اور آپ انکار نہیں فرماتے یہ نہ کہیئے عام دجالوں میں سے ایک دجال پر قسم کھاتے ہیں مشکوٰۃ الفصل الثانی میں روایت ہے کان ابن عمر یقول واللہ ما اشك ان المسیح الدجال ابن صیاد (رواہ ابو داؤد) یعنی المسیح الدّجال ابن صیاد ہے۔

چہارم - یاجوج ماجوج کا مادہ جو ہے۔ اجت النار اجیجًا تلھبت۔ آگ بھڑک اٹھی

اور اج الماء اجوجا پانی موجزن ہوا اس سے ظاہر ہوا۔ کہ وہ آگ و پانی سے کام لینے والی قومیں ہیں۔ اور بائبل میں حزقی ایل باب ۳۸ آیت ۳۔ اے جوج روس اور مسک اور ٹوبال کے سردار کہکر بالکل ہی صاف کردیا۔ اور لنڈن کے گلڈ ہال میں اس قوم کے مورثان اعظم کے سٹیچو ہیں اور انکے نام یاجوج ماجوج ہیں۔ اب انکے متعلق جو خبریں آپ حدیث میں پڑہیں یہ ذہن نشین رکھیں۔ کہ قوم تو یہی ہے۔ دوم وہ انسان ہی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے وولد یافث یاجوج ماجوج والترک (رواہ ابن عساکر) پس اگر ان کے کانوں کے لمبے ہونیکا ذکر ہوگا۔ تو ہم اس سے وہی مراد لینگے۔ جو کسی انسان کے متعلق یہ کہنے سے کہ اسکے کان لمبے ہیں۔ مراد لیجاویگی۔ اگر یہ ذکر ہوگا کہ وہ بحیرہ کا پانی پی گئے۔ تو اس سے یہ مراد ہے۔ جیسے کوئی انسان کسی دریا یا جھیل کو سکھا سکتا ہے۔

اصولاً مینے عرض کردیا۔ اب جوں جوں آپ خبریں پڑھیں۔ ان اصولوں پر اسکے معنی کریں اول یہ کہ یہ خواب و کشف کے امور ہیں دوم جن قوموں کے یہ نام ہیں۔ وہ اولاد آدم سے ہیں۔ اور اس زمانہ میں ہمیں موجود نظر آتی ہیں۔ اور اسوقت اپنے پورے زور شور پر ہیں یہی انکے ظہور سے مراد ہے۔ ورنہ یہ زمانہ نبوی میں بھی موجود تھیں۔ ایسا ہی دجال کے بارے میں یہ یاد رہے۔ کہ وہ اولاد آدم سے ہے۔ اسکے متعلق جو عجائبات کا ذکر ہے انکو اسی حد تک ماننا چاہیئے۔ کہ خدا کیساتھ شرک لازم نہ آوے۔ اور انبیا کے معجزات کی ہتک نہ ہو مثلاً لکھا ہے۔ کہ وہ ایک مومن کو قتل کریگا۔ پھر زندہ۔ مگر پھر ذبح کرنا چاہیگا۔ تو قادر نہ ہوگا تو تعبیر الرؤیا کے مطابق اس سے مراد اسلام ہے۔ اسپر ایک بار حملہ کرکے پھر کبھی اس کے مٹانے پر قادر نہ ہوسکیگا۔

پنجم علامات قرب قیامت جو مذکور تھیں۔ انکا اکثر حصہ پورا ہوچکا ہے۔ چند عرض کئے دیتا ہوں۔ اول تو قرآن مجید میں ہے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ اور جب اونٹنیاں بیکار ہوجائیں چنانچہ حدیث میں ہے لینزلن ابن مریم ۔ ۔ ۔ ۔ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا

اونٹنی کی سواری چھوڑ دی جائیگی - اب تو مدینہ کی طرف بھی ریل بن گئی - اور اس حدیث کی پیشگوئی بھی پوری ہو چکی - جو باب اشراط الساعۃ میں ہے کہ لا تقوم الساعۃ حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضئ اعناق الابل ببصرٰی - اور حاشیہ پر لکھا ہے - کہ قد تواتر انہ خرج سنۃ اربع وخمسین وستمائۃ نار من الحجاز . . . . وقد استضاء بہا ھضبات بصرٰی - یعنی آگ ۶۵۴ھ میں ظاہر ہوئی جس سے بصری کی پہاڑیاں روشن ہو گئیں (۲) واذا الجبال سیرت - پہاڑوں کے چلائے جانے میں کیا شبہ ہے ہر علاقہ میں دیکھا جا سکتا ہے - پہاڑوں کے پہاڑ کھود کر دوسری جگہ لائے گئے - اور بڑی بڑی سلطنتیں تباہ ہو چکیں -

(۳) واذا النفوس زوجت - اس پیشگوئی کے لیئے اس زمانہ سے بڑھکر کونسا وقت ہو سکتا ہے - جب کہ محکمہ ڈاک - ریل - تار - بے تار تار برقی کے ذریعے نفوس ایک حکم میں ہیں اب تو جہاز سمندر میں جاری ہیں - اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں پیغام بھیج رہے ہیں - اپنے ہمکلام دوستوں کی تصویریں بھی سامنے آجاتی ہیں - (۴) واذا الصحف نشرت - یا وکرو ایک وہ زمانہ کہ قلمی کتاب دیکھنے کے لیئے ہزار ہزار کوس کا سفر کرنا پڑے - یا یہ زمانہ کہ چھاپہ کی وجہ سے ایک ایک کتاب کئی کئی شکلوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں تک چھپی ہوئی موجود ہے - پھر یا تو وہ زمانہ کہ مہینوں تک کوئی خبر نہیں ملتی - یا یہ کہ صبح و شام اخبار صحیفے نکلکر اکناف عالم میں پھیلجاتے ہیں -

پھر آپ مشکوٰۃ کا باب اشراط الساعۃ پڑھیں - انس راوی ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان یرفع العلم ویکثر الجہل ویکثر الزنا ویکثر شراب الخمر - اشراط الساعۃ میں سے ہے کہ علم اٹھجائے جہل بڑھجائے - زنا زیادہ ہو شراب پیا جاوے - دوسری حدیث میں فرمایا - اذا ضیعت الامانۃ جب امانت ضائع ہو - تو قیامت کا منتظر رہ (۳) تیسری میں فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتی یکثر المال جبتک مال کی کثرت نہ ہو جائے (۴) تقی الارض

افلاذ اکبدھا۔ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے باہر نکال پھینکیگی یعنی ہر قسم کی مادی ترقی ہوگی (۵) لا تقوم الساعۃ حتّی یتقارب الزمان فتکون السنۃ کا لشھر الخ قیامت نہیں قائم ہوگی۔ جب تک زمانہ قریب ہوگا۔ پس سال مہینے کے برابر ہوگا اور مہینہ جمعہ کے برابر اور دن گھڑی کے برابر۔ اب ریلوں مشینوں کے ذریعے سالوں کے کام مہینوں اور مہینوں کے کام دنوں میں ہوتے ہیں۔

(۶) ایک حدیث اسی باب میں بروایت ابو ہریرہؓ ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔ جب فئے دولتمندی بڑھانیکا ذریعہ سمجھا جاوے۔ اور امانت غنیمت سمجھی جائیگی۔ اور زکوٰۃ چٹی۔ اور دین کے سوا اور غرض کے لئے تحصیل علم ہوگی۔ اور زن مریدی کی جائیگی۔ اور ماں باپ کے حقوق کی نگہداشت نہ ہوگی۔ اور دوستوں کی خاطر باپ سے بگاڑ ہوگا۔ مسجد میں شور و شر کیا جائیگا۔ اور قوموں کے لیڈر فاسق ہونگے۔ اور قوم کی وکالت رذیل کرینگے۔ اور کسی کی عزت اسکے شر سے بچنے کے لئے کی جائیگی۔ اور رنڈیاں بڑھ جائینگی۔ اور آلات لہو ظاہر ہونگے۔ اور شراب علانیہ پی جائیگی۔ اور پچھلے لوگ پہلوں کو بیوقوف و اولڈفیشن کہینگے۔ اسوقت انتظار کرو۔ سایح حمرا (طاعون) کا اور زلزلہ کا اور خسف و مسخ و پتھروں کے گرنیکا اور نشان اس طرح ظاہر ہونگے جیسے ہار کی لڑی توڑدی جائے۔ پھر موتی پے درپے گرنے شروع ہوں۔

غرض اس قسم کے نشانات قرب قیامت ہیں۔ جو پورے ہوچکے ہیں۔ اور وہ صدی بھی آچکی ہے۔ جس میں مسیح و مہدی کا ظہور ہونا تھا۔ اور پھر مسیح و مہدی کے متعلق جو نشان تھے۔ وہ بھی حضرت مرزا غلام احمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارک میں پورے ہوگئے۔ معلوم نہیں۔ اب قیامت کے سوا کس بات کا انتظار ہے۔ کیا جناب مرزا کی بیعت سے اسلئے انکار ہے۔ کہ موجودہ علمار نے اسپر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اول تو کئی علمار آپکے خدام کے خدام ہیں۔

دوم حجج الکرامہ ص ۳۶۳ میں صاف لکھا ہے۔ چوں مہدی علیہ السلام مقابلہ بر احیاء سنت

دامانت بدعت فرمائید۔ علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہاء و اقتداء مشائخ و آباء باشند۔ گویند ایں مرد خانہ برانداز دین وملت ما است و بحسب عادت خود حکم تکفیر و تضلیل وے کنند۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲۲ نمبر ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات اور ا (عیسیٰ) از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمائند۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ علماء مہدی کی جو خیالی تصویر اپنے دماغوں میں بنائے ہوئے ہیں۔ اسکے مطابق ظاہر نہیں ہوگا۔ جبھی تو تکفیر کرینگے۔ دوم سچے مہدی کا یہ نشان بھی ہے۔ کہ اسپر کفر کا فتویٰ لگے۔ مگر اس کفر کے فتوے پر اعتبار کر کے بیعت سے انکار اخذ عزیز مقتدر سے بچا نہیں سکتا۔

دوستو! میں نہایت سچے دل سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آنیوالا مہدی اور مسیح آچکا۔ نبی کریم نے جسقدر نشان بتائے تھے۔ وہ اس میں موجود تھے۔ حتیٰ کہ بین مھنرودتین کا نشان ایسا تھا۔ اور کسی مدعی مہدویت میں موجود نہیں ہوا۔ دو زرد چادریں یوں تو ایک پیسے میں رنگی جا سکتی ہیں۔ مگر علم الرؤیا کے مطابق دو بیماریاں ہیں۔ جو بدن کے دونوں حصوں میں لازم حال تھیں۔ پھر فیتزوج و یولد لہ فرماکر اور یہ کہ یصلّی علیہ المسلمون فرمادیا۔ کہ اس کی تزویج پھر اسکی اولاد سب خدا کے نشانوں میں سے ہوگی۔ چنانچہ ہر سہ صاحبزادگان کی ولادت کی خبر قبل از وقت شائع فرمائی۔ اور پھر یہ فرماکر اسپر مسلمان نماز پڑھینگے۔ بتادیا۔ کہ مسلمان وہی ہے۔ جو مسیح و مہدی کے لیئے دعائے مغفرت و ترقی درجات مانگنے والا ہو۔

عمدۃ الاحکام۔ بخاری و مسلم کی فقہی احادیث کا مجموعہ جس میں کل احکام طہارت نماز روزہ زکوٰۃ حج بیع نکاح طلاق رضاع قصاص حدود کھانے پینے کے مسایل قریباً آگئے ہیں با اعراب تحت اللفظ ترجمہ معتبر حاشیئے خوشخط قیمت اصلی عہ رعایتی عہ پسندیدہ حضرت خلیفۃ المسیح چنانچہ آپنے اسے مستورات کے درس میں بھی شامل کیا ہے۔ **ادعیۃ الاحادیث**۔ رسول اللہ صلعم کی فرمائی ہوئی دعائیں جو مختلف اوقات و حالات کے مناسب حال فرمائی ہیں با اعراب مترجم نہایت مفید مجموعہ ایک جلد کے لئے ڈیڑھ آنے کے ٹکٹ دو جلد کے لئے ۲/ تین جلد کیلئے ۳/ کے اس سے زیادہ کے لیئے وی پی کی فرمایش قیمت ا/

حضرت مسیح کی تصدیق

از کلام شیخ محی الدین ابن عربی

پیشگوئی اور اس نوع انسانی میں شیث علیہ السلام کے قدم بہ قدم ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اور ان کے اسرار وحی کا حامل ہوگا۔ اور اسکے بعد اس نوع انسانی میں پھر لڑکا نہ ہوگا (یعنی جو روحانیت میں ویسا کمال رکھتا ہو) اور وہی لڑکا خاتم اولاد ہوگا اور اسکے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ یہ لڑکے سے پہلے پیدا ہوگی۔ اور لڑکا اس سے پیچھے پیدا ہوگا۔ اور لڑکے کا سر لڑکی کے دونوں پیروں کے پاس ہوگا۔ اور اس کی ولادت چین میں ہوگی۔ اور اس کی زبان اس شہر کی زبان ہوگی۔ اور اسکے بعد مرض بانجھ مردوں اور عورتوں میں سرایت کریگا۔ اور بغیر توالد اور تناسل کے نکاح کی بڑی کثرت ہوگی۔ اور وہ لڑکا انکو خدا کی طرف بلائے گا۔ لیکن کوئی قبول نہ کریگا۔ اور جب اللہ اسکو اور اس زمانے کے مومنوں کو لے لیویگا۔ تو باقی لوگ مثل چار پائے اور بہائم کے رہجائینگے نہ حلال کو حلال جانینگے اور نہ حرام کو حرام سمجھینگے۔ اور طبیعت کے حکم سے شریعت اور عقل سے خالی ہوکر شہوت رانی میں تصرف کرینگے۔ اور پھرانہی پر قیامت قائم ہوگی ص ۱۲۳

حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کی تشریح تریاق القلوب کے اخیر ص ۱۵۹ میں خوب فرمائی ہے

(ا) اصل مولد اسکا چین ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے۔ چشمہ معرفت میں لکھا ہے۔ کہ "اسلام کے شائع ہونیکے بعد بہت سے مسلمان چین جا آباد ہوئے۔ اور ان کی تاثیر وعظ سے کئی کروڑ چینی مسلمان ہوگیا تھا۔ ممکن ہے بعض فارسی بھی وہاں جاکر آباد ہوگئے ہوں۔ پھر اسوجہ سے چینی کہلانا ایک لازمی امر تھا۔ ہمارا خاندان مغلیہ خاندان مشہور ہے۔" جو بلاشبہ چینی الاصل ہے

(ب) خاتم اولاد ہوگا یعنی اسکی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنی ہیں۔ کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔

(ج) اسکا سر اس دختر کے پیروں سے ملا ہوگا۔ یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی۔

(د) بانجھ کا عارضہ سرایت کریگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے۔ مگر کوئی صالح بندہ نہیں ہوگا۔ اور وہ زمانہ کے لوگونکو خدا کی طرف بلائیگا۔ مگر وہ قبول نہیں کرینگے۔

(ہ) اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق ہوئی۔ یعنی میں توام پیدا ہؤا تھا۔ اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا۔ یہ لڑکی صرف سات ماہ زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔

مسیح موعود حکم و عدل ہوگا

اور کبھی اس خلیفہ محمدی سے کوئی حکم حدیث کے خلاف واقع ہوتا ہے۔ تب لوگونکو خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ اجتہادی خطا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس امام کے نزدیک وہ حدیث کشف کے طریقہ سے رسول اللہ سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر ثابت ہوتی۔ تو وہ اس کے موافق حکم کرتا۔ . . پس ایسے اختلافات آجکل کے خلیفے سے بھی واقع ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی عیسٰے علیہ السلام سے بھی واقع ہوگا۔ جب وہ نزول فرمائینگے۔ اور بہت سے اجتہاد کے مشروع اور مقررہ احکام کو حضرت عیسیٰ اٹھا دینگے پھر اسکے اٹھ جانے سے حق مشروع کی اصل صورت ظاہر ہوگی جس پر رسول اللہ صلعم تھے ترجمہ فصوص الحکم صـ ۱۵۳۔

نوائے محمود

یہ وہ دلچسپ پرسوز رقت انگیز لاجواب نظم ہے۔ جو صاحبزادہ محمود احمدؐ صاحب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لکھی۔ اور اسکی کاپیاں جس قدر چھپی تھیں۔ ہاتھوں ہاتھ بک گئیں اب یہی نظم سبز کاغذ پر جیبی تقطیع چھاپی گئی ہے۔ قیمت۔ فی جلد ۲ر کی ۱۲ عدد۔ ذی استطاعت احباب کو بہت سی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہیئے۔ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

لیسرنا القرآن

وہ مشہور و معروف قاعدہ عربی جس سے بہت جلد قرآن شریف پڑھنا آسکتا ہے دفتر تشحیذ میں ۱ر پر ملسکتا ہے۔

قصیدہ مہدویت

حضرت اقدسؑ کا قصیدہ مطلع علیٰ اسرار ربانی مع ترجمہ پنجابی منظوم پاکٹ بک سائز پر چھاپا گیا ہے۔ قیمت ۔ ۲ر ۱۲ عدد

خواص الائمہ

ہم نے اپنے امام علیہ السّلام کے بارہ میں جو کچھ لکھنا تھا۔ وہ لکھدیا۔ اہل نظر غائر نظر سے ایک خداترس دل لیکر اسے پڑھیں۔ اور پھر ہمارے شیعہ دوستوں کی ان بھول بھلیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ جن میں وہ بیچارے پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اجر جزیل دیگا۔ ان احباب کو جو اپنے بھائیو نکو اس تاریکی کے گڑھے سے نکال کر صداقت کے آفتاب سے منور کرینگے "۔

واضح خاطر ناظرین ہو کہ راقم آثم مضمون ہذا کی مراد ایمہ سے ائمہ اثنا عشر یعنی بارہ امام ہیں جنکو شیعہ صاحبان آنحضرت صلعم کے سچے خلفاء اور مخصوص اوصیا مانتے ہیں۔ ان بارہ کے سوائے وہ نہ خلفائے راشدین کی خلافت کو برحق جانتے ہیں۔ نہ خلفائے عباسیہ وغیرہ کی خلافت کو انکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حسینؓ۔ زین العابدینؒ۔ محمد باقرؒ۔ جعفر صادقؒ۔ کاظمؒ امام رضاؒ۔ تقیؒ۔ نقیؒ۔ حسن عسکریؒ اور ابوالقاسم محمدؒ امام غائب جنکی پیدائش بقول شیعہ ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اور کوئی بارہ برس کے سن میں اچانک غائب ہو گئے۔ یعنی ۲۶۶ھ میں۔ اور جب سے ابتک غائب ہیں۔ ایک ہزار سال سے بھی زیادہ گذر گئے۔ شیعہ صاحبان جو خلافت نبوی کے لیئے ان بزرگو نکو مخصوص ٹھہراتے۔ اور دوسرو نکو اس منصب جلیلہ کے اہل نہیں جانتے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ انھوں نے بہت سے خواص و علامات ان اماموں کی طرف منسوب کیئے ہیں۔ جو نہایت عجیب وغریب و قابل ذکر ہیں۔ مضمون ہذا میں انہی خواص کا بیان ہے جنکا معلوم کرنا امید ہے۔ کہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

اہل تشیع کے ایک مشہور فاضل کامل نے جن کا نام ملا عبد الرزاق لاہجی ہے۔ اپنی کتاب گوہر مراد میں ان خواص کا یکجائی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ اصل کتاب زبان فارسی میں ہے۔

بخوف طوالت اسکا اردو میں لفظی ترجمہ کیا جاتا ہے تاکہ عام ناظرین کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ وہ نوٹ جان تو (اے مخاطب) کہ جو کچھ ساتھ دلیل و برہان کے شرائط امام سے ثابت ہے۔ وہ عصمت ہے (یعنی امام وہ ہونا چاہیئے جو کہ خطا و نسیان وغیرہ سے معصوم ہو) اور اسکا عالم ہونا کتاب و سنت کے احکام سے اور تدابیر رعایا و امور سیاست سے اور جو کچھ اسکے متعلق ہو۔ اور افضل ہونا دوسری قوموں سے) امور مذکورہ ہیں۔ لیکن ثابت ہوا ہے نزدیک شیعوں کے ائمہ طاہرین کی حدیث سے علاوہ امور مذکورہ کے چند خصوصیتیں زائد بھی جو کہ امام کی علامات وصفات و خواص کا حکم رکھتی ہیں۔ اور وہ جاننا ہے تمام علوم کا اور جاننا سب امور کا جنکی لوگوں کو ضرورت ہے۔ خواہ یہ جاننا امور دین کے سوا بھی ہو۔ چنانچہ ہشام بن الحکم سے جو امام جعفر صادق کے جلیل القدر اصحاب سے ہوئے ہیں۔ مروی ہے۔ کہ کہا انہوں نے مینے امام جعفر صادق سے ایک ہی دفعہ پانسو مسئلہ علم کلام کے متعلق پوچھا۔ اور ان سب سوالونکا جواب باصواب پایا۔ اور نہایت تعجب سے جو مجھکو ہوا مینے عرض کی آپکے قربان ہوں۔ امام پر تو صرف کتاب اللہ و سنت و شریعت کا جاننا ہی واجب ہے۔ لیکن ایسے علوم کا جاننا کیا ضرور تھا۔ فرمایا کیا تیرا خیال ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک شخص کو امام بنائے مخلوق کا اور اسکے پاس وہ چیز ہی نہ ہو۔ جس کی ضرورت لوگونکو ہو منجملہ خواص کے ہے۔ پیغمبروں کے تمام علوم کا جاننا اور تمام آسمانی کتابونکا علم اور تمام احکام قرآن اور اس کی تفسیر و تاویل کا علم ہونا۔ روایت ہے۔ کہ امت میں سے کوئی شخص تمام علوم قرآن پر حاوی نہیں ہوتا۔ مگر آئمہ کرام اور نیز انکو معلوم ہے اسم اعظم اور روایت ہے امام باقر سے کہ اسم اعظم کے تہتر (۷۳) حروف ہیں۔ اور ان میں سے ایک حرف آصف بن برخیا وزیر سلیمان کو عطا ہوا تھا جس کی برکت سے ملکہ بلقیس کے تخت کو حاضر کر دینے پر قادر ہو گئے۔ اور ہمکو تو بہتر (۷۲) حروف عطا ہوئے ہیں۔ اور باقی ایک حرف خدا کے پاس رہا۔ تاکہ علم غیب کا بھرم بنا رہے اور امام صادق سے روایت ہے۔ کہ ان حروف میں سے عیسیٰ ابن مریم کو دو حرف دیئے

گئے تھے۔ اور ان سے کرتے تھے جو کرتے تھے۔ موسی کو چار حرف دیئے گئے ابراہیم کو آٹھ حروف اور نوح کو پندرہ حروف اور آدم کو پچیس حروف اور خدا تعالٰی نے جمع کئے حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتر حروف اور ایک حرف اُن سے پردہ میں رکھا۔ اور علاوہ ازیں موسٰی کا عصا ہے چنانچہ امام باقر سے مروی ہے۔ کہ موسٰی والا عصا در اصل آدم کا تھا یہاں تک کہ دست بدست حضرت شعیب تک پہنچا۔ ان سے ملا موسٰی بن عمران کو اور اب وہ ہمارے پاس ہے۔ اور فرمایا کہ بہت تازہ اور نازک ہے۔ جیسے کہ ابھی درخت سے کاٹا گیا ہو جب ہم چاہیں باتیں کرنے لگتا ہے۔ اور وہ امام صاحب الزمان (بارھویں امام یعنی مہدیؑ) کے لئے رکھا گیا ہے۔ تاکہ اس سے وہی کام لیں۔ جو موسٰی لیتے تھے۔ علاوہ اسکے سنگ موسٰی ہے جس سے پانی کے چشمے بہتے تھے۔ اور وہ مہدی کے پاس ہے۔ اور نیز امام صاحب الزمان کے پاس ہے۔ خدا جلدی انکو ظاہر کرے۔ قمیص آدم کی اور انگشتری سلیمان کی اور علاوہ ازیں حضرت صلعم کے ہتھیار اور زرہ ہے۔ اور امام صادق سے مروی ہے کہ رسول صلعم کے ہتھیار و نکا ہونا مثل ہونے تابوت سکینہ کے ہے پاس بنی اسرائیل کے کہ جس گھر میں تابوت پایا جاتا تھا۔ نبوت اس خانوادہ کو ملتی تھی۔ اور ہم اہلبیت میں سے بھی جس شخص کے پاس رسول اللہ صلعم کے ہتھیار ہوں وہی امام ہے۔ علاوہ اسکے جفر احمر ہے اور جفر ابیض و جامعہ و مصحف فاطمہ علیہا السلام اور صحیفہ ہے۔ جفر احمر سے مراد سرخ چمڑے کا صندوق ہے جس میں سلاح رسول بند ہیں۔ اور جفر ابیض سے مراد ایک (سفید چمڑے کا) صندوق ہے جو آدم کا تھا۔ اس میں بنی اسرائیل کے علماؤں کا علم اور خلفاء اور انبیاء کا علم محفوظ ہے اور جامعہ سے مراد ایک صحیفہ ہے۔ جسکا طول رسول اللہ کے گز سے اگر ناپیں تو ستر گز ہے۔ اس میں سب حلال و حرام کا بیان ہے۔ اور ہر ایک بات جس کی کہ خلقت کو ضرورت ہو۔ یہاں تک کہ ذرا سی خراش کی سزا بھی اور مصحف فاطمہ تو وہ مصحف ہے۔ کہ اس میں حضرت علی نے وہ سب اخبار دستخط خاص سے لکھے تھے۔ جو کہ جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ القا کرتا حضرت فاطمہ کو

حضرت صلعم کی ماتم پرسی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حرام (حلال) کا بیان تو اس میں نہیں بلکہ اس میں تو آئندہ واقعات کا علم مندرج ہے۔ اور ایک دوسری روایت ہیں ہو کہ اس کا حجم تمہارے قرآن مروّجہ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اور صحیفہ سے مراد وہ کتاب ہے جس میں پیغمبرؐ کے املا اور جناب علیؑ کے دستخط سے کل حرام و حلال کا بیان ہے۔ اور منجملہ خواص کے ملائکہ کا نزول ہی اور نزول روح (القدس) کا ہے امام زمان پر ہر سال لیلۃ القدر میں اور با خبر کر دیا جاتا ہے (امام کو) تمام امور سے جو کہ اس سال واقعہ اور شدنی ہوں۔ اور دیگر خواص یہ ہے۔ کہ امام محدث ہوتا ہے۔ اور محدث سے مراد یہ ہے۔ کہ ملائکہ کی بات سن سکے۔ بغیر دیکھنے ان کے وجودوں کے اور کتاب کافی کلینی (شیعہ کی پہلی حدیث کی کتاب) میں ملاقات الناس با امام جعفر صادق والی حدیث میں مذکور ہے۔ کہ اماموں کے علوم قبیل تحدیث سے ہوتے ہیں (یعنے تحدیث بالملائکہ) اور یہی وجہ ہے۔ کہ انکے علوم میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اور دیگر خواص سے یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال انکو دکھلائے جاتے ہیں۔ یعنی ان کی رعیت سے جو کوئی جیسا کچھ نیک و بد کرتا ہے امام کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمؤمنون کی آیت میں جو مومنون ہے۔ اس سے امام صادق نے ائمہ ہی مراد لیئے ہیں۔ اور منجملہ خواص کے یہ ہے۔ کہ ہر جمعرات کو اماموں کے علوم زیادہ کئے جاتے ہیں اور یہ بھی خواص سے ہے۔ کہ جو کچھ ملائکہ اور انبیاء اور رسولوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اماموں کو بھی معلوم رہتا ہے۔ اور دیگر یہ ہے کہ امام عاقل و عالم کامل اور مختون پیدا ہوتے ہیں۔ اور بہرہ ور کردہ جاتے ہیں۔ کہ ہم کس وقت فوت ہونگے۔ اور انہم لا یموتون الا باختیارھم یعنی وہ نہیں مرتے۔ مگر اپنی مرضی سے علاوہ اسکے اور خواص ہیں۔ جو ہماری احادیث کی کتابوں میں خود اماموں سے مروی ہیں۔ فقط (کتاب گوہر مراد فصل دوازدہم مطبوعہ ایران)

معزز ناظرین! یہ خواص ائمہ نہ صرف گوہر مراد میں ہی ہیں۔ بلکہ دوسری معتبر کتب

لہ اس صحیفہ کو کتاب علی بھی کہتے ہیں۔ اور اسکا حجم بروایت کافی اونٹ کی ران کے برابر ہے۔ اصل روایت میں فخذ البعیر کے الفاظ ہیں۔ +

شیعہ میں بھی شرح و بسط سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اصول کافی کتاب الحجۃ و حیوٰۃ القلوب و حق الیقین علامہ مجلسی حتیٰ کہ علامہ حائری صاحب مجتہد لاہوری نے بھی اپنی کتاب غایۃ المقصود میں انکا ذکر فرمایا ہے۔

اصول کافی میں ایک روایت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ ایک دفعہ رات کو باہر نکلے۔ اور آپ فرماتے تھے همهمنه همهمته ليلته مظلمته خرج عليكم الامام عليه قميص آدم وفي يده خاتم سليمان وعصا موسىٰ (اصول کافی کتاب الحجۃ صہ ۲۳۱ نولکشور لکھنؤ)

یعنی شیروں کی طرح گرجتے کہ اندھیری رات ہے۔ امام نکلا ہے تم پر آدم کی قمیص پہنے ہوئے اور اس کے ہاتھ میں سلیمان کی انگشتری اور موسیٰ کا عصا ہے۔

علامہ مجلسی اپنی آخری تصنیف حق الیقین حصہ اول باب در شرائط وجود امام میں بحوالہ کلینی وغیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ امام جیسے سامنے دیکھتا ہے۔ ویسے ہی پس پشت بھی دیکھ سکتا ہے۔ عالم ما کان و ما یکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کے حالات کو جانتا ہے امام کا سایہ نہیں ہوتا۔ اپنے پیروان پر والدین سے زیادہ شفیق ہوتا ہے۔ اسکی دعا قبول ہوتی ہے یہانتک کہ اگر پتھر پر دعا کرے۔ تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ امام اور خدا تعالےٰ کے درمیان ایک نور کا عمود ہوتا ہے۔ جس سے بندگانِ خدا کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو امر امام پر شتبہ رہ جاتے ہیں۔ اس عمود کو دیکھتے ہی جان لیتا ہے۔ سب لغات اور زبانوں سے واقف ہوتا ہے۔ سب جانوروں کی بولیاں اس سے مخفی نہیں ہیں۔ سب کو سمجھتا ہے۔ مردوں کو زندہ کر لیتا ہے۔ مسافت بعیدہ کو تھوڑے وقت میں طے کر لیتا ہے۔ بلکہ ایک دن سے بھی کمتر وقت میں جہاں پہنچنا منظور ہو پہنچ جاتا ہے۔ بادل پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ملکوت زمین و آسمان میں سیر کر سکتا ہے۔ کبھی تو فرشتوں کی آواز کو سن لیتا ہے۔ کبھی تو روح القدس سے جو جبرئیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے روبرو ہو کر القا پاتا ہے۔ کبھی الہام پاتا ہے۔ ہر آن و ہر ساعت

میں علم الٰہی کے دیلئے نامتناہی سے اسپر بارش ہوتی ہے۔ جس شخص کو دیکھتا ہے اسکی پیشانی سے
کفر و ایمان و نفاق کو دریافت کرلیتا ہے جس درخت یا پتے یا پتھر پر نظر کرے۔ اس سے ایک علم
اُس پر ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور تمام قرآن اور اس کا ظاہر و باطن ستر بطن امام کے لیے مخصوص ہے
ہر جمعہ کی رات کو روح مقدس حضرت رسول اور دیگر اماماں پاک کے ارواح اور امام زمان
کے روح پر فتوح کو اجازت دی جاتی ہے۔ کہ آسمانوں میں جائیں۔ حتی کہ عرش عظیم الٰہی تک
جا پہنچتے ہیں۔ اور عرش کے اردگرد سات دفعہ طواف کرتے ہیں۔ اور ہر پایہ عرش کے پاس دو
رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ اور پھر اپنے نورانی بدن میں خوشی خوشی واپس آجاتے ہیں ہر صبح و شام
و ہر ہفتہ و ماہ کو اس امت کے نیک بد اعمال آنحضرت صلعم اور ارواح ائمہ کرام اور امام زمان
کے آگے پیش ہوتے ہیں۔ یہ در و دیوار یہ پہاڑ انکے علم کے سد راہ نہیں ہوسکتے۔ اور جو کچھ کہ
مشرق و مغرب میں واقعہ ہو رہا ہے۔ اس سے انکو آگاہ کیا جاتا ہے۔ انتہیٰ ترجمہ اصل فارسی

پیارے ناظرین! یہ وہ خواص ہیں۔ جو قدیم سے شیعہ کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں اور امید
نہیں کہ کسی شیعہ صاحب کو اس سے انکار ہوسکے۔ آجکل تو شیعہ کے مباحثے ہی سرد پڑ گئے
ہیں۔ اور اگر کہیں ہوتے بھی ہیں۔ تو ان سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ بندہ نے نہ بہ نیت تجدید تنازعات
بلکہ محض بغرض اصلاح و ہمدردی طریق مناظرہ ان خواص کو جمع کرکے ہدیہ ناظرین کردیا ہے شیعہ
کا ان کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوگا۔ اور جو باخبر مبصر ہیں۔ وہ ان عقاید پر غور کرکے تسلی بخش
نتائج و اصول فیصلہ مباحثات قدیم خود تجویز کرسکینگے۔ نہ تبرا بازی کی ضرورت ہے۔ نہ کسی
دلآزار خطاب کی جنکو تحقیق حق کا شوق ہو مزے سے باہم بیٹھکر خود پڑھیں۔ اور شیعوں کو سنائیں
میرا ارادہ ہے۔ اور ارشاد بھی ہوا ہے۔ کہ اسی طرح پر سنیوں کے عقاید کے متعلق مضمون لکھا کروں
خدا کرے کہ اس سے طالبانِ حق کو بصیرت حاصل ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار خادم حسین خادم بھیروی احمدی

بقایا دار توجہ فرماویں
جن صاحبان نے تا حال ۱۲؁ بلکہ ۱۱؁ کا چندہ نہیں دیا۔ جلد ادا فرماویں۔ مینیجر

معارف قرآن مجید

از افادات حضرت مولٰنا نورالدین رضی اللہ عنہ

ایمان بالآخرۃ کسکو نصیب ہوتا ہے

بعض لوگ قرآن مجید کی اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۸) سے غلط فہمی میں پڑے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ جو لوگ مسلمان ہوں یہودی ہوں۔ صابی ہوں جو ایمان لائیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور عمل کریں نیک پس ان کے لئے رب کے حضور اجر ہے۔ نہ انکو خوف ہے نہ حزن مطلب یہ ہے کہ بس اللہ کو مان لینا اور روز آخرت پر ایمان نجات کے لیئے کافی ہے مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ یوم آخرت پر ایمان لانا کن لوگونکو نصیب ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ کا ابتدا ہی پڑھیئے فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ یعنی جو ایمان لاتے ہیں اسپر جو تیری طرف نازل کیا گیا یعنی قرآن اور جو اتارا گیا تجھ سے پہلے پس آخرت پر یقین بھی انہی لوگونکو نصیب ہوتا ہے (۲) پھر فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (پ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۱) یہ کتاب جسے ہم نے اتارا مبارک ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی اور تا تو ڈراوے ام القریٰ اور اس کے آس پاس والونکو اور جو آخرۃ پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ اس قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پھر وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں) یعنی یوم الآخرۃ پر ایمان انہی کے حصے میں آتا ہے جو قرآن مجید پر ایمان

اور نماز پنجگانہ قائم رکھیں (۳) پھر پارہ ۵ سورہ محصنٰت رکوع ۱۹ میں بتایا ہے کہ خدا کے نزدیک کون مسلمان

ہے۔ اور نجات کے لئے کن باتوں پر ایمان ضروری ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ

مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا

بَعِیْدًا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے فرستادے پر اور

کتاب پر جو اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے اتاری۔ اور جو اللہ سے انکار

کرے اور اسکے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور یوم آخر سے وہ دور

کی گمراہی میں جا پڑا۔

یعلمون الناس السحر سحر کے کئی ایک اقسام ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں (۱) ترکیب وتحلیل کا علم (۲) پولیٹکل اکانومی۔ پالٹیکس (۳) ہاتھ کی چالاکی (۴) قوت نفس

بعدح جس میں توجہ سے کام لیا جاتا ہے سلب امراض وحب عداوت کے کام لئے جاتے ہیں (۵)

توہمات یعنی ارواح خبیثہ سے تعلق پیدا کرکے پھر ان سے کام لینا یہ تعلق پیدا کرنے اور پھر اسکو قائم رکھنے

کے لیے عجیب عجیب کام انکو کرنے پڑتے ہیں۔ ہر وقت جنبی رہتے ہیں۔ مرگھٹ کی آگ پر مردوں

کی کھوپریوں میں کھانا پکاتے ہیں۔ انسانی چمڑے پر بیٹھتے ہیں وغیر ذالک ایسے لوگ بھی ہم نے

بچشم خود دیکھے ہیں۔ جو سورج کو چڑھنے کے وقت سے ڈوبنے تک برابر دیکھتے رہتے

ہیں پھر ان کی قوت نفس بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ غیر معمولی کام دنیا میں کر سکتے ہیں۔

پارہ اول کی سات پیشگوئیاں یوں تو قرآن مجید کا لفظ لفظ اعجاز ہے۔ اور آیت آیت نشان لیکن اس سے پہلے پارہ میں یہ سات پیشگوئیاں بہت زبردست ہیں

۱۔ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ جو ایمان لائے جنھوں نے عمل صالح کیے۔ ان کے لیے

باغات ہیں جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہیں۔ دنیا میں اسکا نظارہ یوں نظر آیا۔ کہ وہ تمام

ممالک جو بوجہ اپنے باغات اپنی زرخیز زمین اور چشموں اور نہروں کے مشہور ہیں مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور ایک ملک کے بعد دوسرا ملک اسی جیسا جب فتح کرتے۔ اور یہ فتوحات پلیہم ہوتی بقیں تو اس آیت کے معنے کھلتے تھے کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یعنی جب جنت سے کوئی پھل انکو دیا جائیگا تو وہ پکار اٹھینگے یہ تو وہی ہے۔ جو پہلے ہم کو دیا جا چکا ہے۔ اور دیئے جائینگے اس جیسا اور

دوم) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ کے دیئے سے دیتے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اسپر جو تیری طرف اتارا گیا۔ اور جو کچھ تجھ سے پہلا نازل کیا گیا۔ اور آخرت پر یقین لاتے ہیں یعنی مسلمان وہی مظفر و منصور ہونگے چنانچہ آخر ایک زمانہ نے دیکھا۔ کہ صحابہ اپنے تمام مخالفین پر فتحیاب ہوئے۔ اور اپنی ہر ایک آرزو میں کامیاب ہوئے۔

سوم لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ جس قدر خوف صحابہؓ کو درپیش تھے۔ آخر وہ سب کے سب جاتے رہے۔ وہ سعادتمند لوگ نہ صرف خود امن میں ہوئے۔ بلکہ ایک جہان میں امن پھیلا۔ جو خوف پیش آیا۔ وہ دور کیا گیا۔ اور کوئی حزن نہ تھا۔ جو ان کے لیئے قائم رہتا۔

چہارم اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا یعنی اے نبی ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا بھیجا چنانچہ ماننے والوں کو بشارتیں عطا ہوئیں۔ اور منکروں کو سزائیں ملیں یہ نظارہ بھی ایک دنیا نے دیکھا۔

پنجم وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ مشرق اور مغرب اللہ کا ہے پس اے صحابہ جدھر تمہارا رخ ادھر ہی اللہ کا رخ اللہ تعالے کشایش والا اور جاننے والا ہے۔ اس آیت میں جو پیشگوئی تھی۔ وہ جس شان و شوکت سے پوری ہوئی بڑے بڑے معاندین و مخالفین اسکے قائل ہیں۔ صحابہ کو خدا نے وہ عزم وہ ہمت وہ برکت دی۔ کہ جدھر انہوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں۔ فتح و ظفر استقبال کو آئی جس ملک پر فوج کشی کی۔

فوراً تصرف میں آیا۔

ششم۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

یعنے اگر یہ کفار روگردانی کرتے ہیں۔ تو سوا اسکے اور کوئی بات نہیں کہ یہ پرلے درجے کی مخالفت وضد میں ہے۔ ان سب کے لئے اللہ تجھے کافی ہو اور وہ سمیع علیم ہے۔

اللہ اللہ تمام عمایدورؤسا مکہ بلکہ بڑی بڑی ملک عرب کی بہادر قومیں ایک طرف عرب ہی کی نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ایران وشام والوں نے بھی بڑا بڑا زور لگایا۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ نہ صرف مال بلکہ اپنی جان تک ضایع کرنے سے انہوں نے دریغ نہیں کیا۔ لیکن اس ساری جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوئے اور یہ تمام مخالفین ناکام سارا جہان ایک طرف۔ اور محمد عربی صلعم ایک طرف۔ ایک اللہ نے سب کے مقابل میں کیسی کفایت کی۔ تاریخ عالم اسپر شاہد ہے ہمیں ظاہر کرنے کی حاجت نہیں۔

صفا و مروہ | وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ) میں خدا تعالے فرماتا ہے۔ کہ ہم خوف جوع نقصان مال جان وپھل کے ذریعے تمہارے اندرونی صفات کو ظاہر کرینگے۔ اور صابروں کو بشارت دے جن کا یہ حال ہے۔ کہ جب انہیں مصیبت پہنچے تو وہ حال وقال سے کہتے ہیں۔ ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

صبر کی مختصر حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان ہر ایک نیکی اور نیک بات پر جما رہے۔ بدی سے رکا رہے۔ گویا صبر تمام نیکیوں کا جامع ہے۔ مشکل کیوقت بدی سے بچنا ہی تو صبر ہے۔ شہوت میں عفت غضب کیوقت حلم حرص کے مقابل میں قناعت وقار استقلال ہمت عزم پر کار فرما رہنا۔ شرع وعقل سلیم کی مخالفت نہ کرنی یہ سب صبر ہے اس صبر اور پھر اسپر اجر کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ اور وہ صفا و مروہ ہے۔ جسکو اللہ تعالے نے شعائر اللہ سے قرار دیا ہے

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ) یہ وہ مقام جہاں حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ساتھ حکم الٰہی کے ساتھ چھوڑ دی گئیں۔ وہاں آپ نے صبر سے کام لیا۔ تو اس کا جو انجام ہوا۔ وہ صفا و مروہ پر جا کر دیکھ لو۔ کہ کیسی گھمسان کی آبادی ہے۔ اور کس طرح پر دور دراز علاقوں سے لوگ دیوانہ وار وہاں دوڑتے آتے ہیں اور کس طرح پر وہ مقام جو بالکل ایک ویرانہ تھا۔ خدا کے فضل سے مرجع خلائق بن رہا ہے اور کس کثرت کے ساتھ برکات کا نزول ہوتا ہے پھر فرماتا ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ کی بھی خصوصیت نہیں بلکہ جو صبر کرے اجر پائیگا۔ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ط

خانہ کعبہ | تحویل قبلہ کے بارے میں بہت سی بحثیں ہیں۔ اور آجکل تو زیادہ تر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے کیونکہ عبادت تو یہ ہے۔ کہ جلب نفع و دفع مضرۃ کے خیال سے کسی کی غایت درجہ تعظیم کیجائے اور کعبہ نہ تو نافع ہے۔ نہ ضار پس عبادت کعبہ کی نہیں کیجاتی بلکہ رب الکعبہ کی

(۲) ساری نماز پر اول سے آخر تک غور کرو کعبہ کی مدح و ثنا اس میں کہیں بھی نہیں۔

(۳) عبادت کی جاتی ہے اسکی جو حسن و احسان کا سر چشمہ ہو جو صمد ہو۔ مگر کعبہ اس کا مصداق نہیں۔

(۴) کسی کی طرف منہ کرنا یہ امر کوئی عبادت نہیں کہلاتا۔ کیونکہ تمام آدمی آخر کسی نہ کسی طرف منہ کر کے ہی کھڑے ہوتے ہیں پھر نماز میں نیت استقبال الی القبلہ شرط نہیں۔

(۵) ایک حکم ہوتا ہے ایک حاکم پس ہم تو حاکم کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح پر قبلہ رخ نماز ادا کرنا۔ خانہ کعبہ کی عبادت نہیں۔ بلکہ اس حکم کے دینے والے کی عبادت ہے۔

(۶) ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اقرار کیا جاتا ہے۔ کہ زبان و دیگر جوارح سے اے رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ پس قبلہ رخ ہونا کعبہ کی پرستش کسطرح بن سکتا ہے۔ اور نماز شروع کرتے ہی انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ پڑھا جاتا ہے۔ جس سے تمام ایسے اعتراض دفع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کوئی گنجایش باقی نہیں رہتی۔

(۱) اس کعبہ کی نسبت بائبل میں بھی بہت سی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں اور انہی میں حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل اور پھر حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت کا مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۰ پھر خداوند کے فرشتے نے اسے (ہاجرہ کو) کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے پھر دیکھو ۱۷ باب اور پھر ابراہیم نے خدا سے کہا۔ کہ اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے ×× اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے بہرہ مند کرونگا۔ اور بہت بڑھاؤنگا۔

(۲) یسعیاہ باب ۴۲ پڑھیئے "دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔ وہ نہ چلائیگا۔ اپنی صدا بلند نہ کریگا۔ اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا۔ اور دہکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائیگا۔ وہ عدالت کو جاری کرائیگا کہ دائم رہے۔ اسکا زوال نہ ہوگا۔ اور نہ مسلا جائیگا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں"

(ب) میں خداوند نے تجھے صداقت کے لئے بلایا۔ میں تیرا ہاتھ پکڑونگا۔ اور تیری حفاظت کرونگا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیئے تجھے دونگا۔

(ج) اے بحری ممالک اور ان کے باشندو! تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستائیش کرو۔ بیابان اور اسکی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کرینگے بحری ممالک میں اسکی ثناخوانی کرینگے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائیگا وہ چلائیگا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بھاری کریگا۔

(د) خداوند اپنی صداقت کے سبب راضی ہوا وہ شریعت کو بزرگی دیگا اور اسے عزت بخشیگا

(ہ) کیونکہ انھوں نے نہ چاہا کہ اسکی راہوں پر چلیں۔ وہ اسکی شریعت کے شنوا نہ ہوئے۔ اسلیئے

اسنے اپنے قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب اسپر ڈالا۔

یہ آیت پکار پکار کر بتلا رہی ہیں۔ کہ موسوی شریعت کے بعد پھر ایک کامل شریعت بنی آدم کو ملنے والی ہے۔ اور وہ ملک عرب میں ہوگی۔ اور نئے سرے سے خدا کی توحید قائم ہوگی۔ جو اسکی مخالفت کریگا۔ وہ پیسا جائیگا۔ اور ہلاک ہوگا۔

پھر ۶۰ ساٹھواں باب۔ میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا . . . اسکے بدلے کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزر بھی نہیں کیا۔ میں تجھے شرافت دائمی اور پشت در پشت لوگونکا سرور بناؤنگا . . . . آگے کو کبھی تیری سرزمین میں ظلم (بت پرستی) کی آواز سنی نہ جائیگی۔ اور نہ کہ تیری سرحدوں میں خرابی یا بربادی کی تو اپنی دیوارونکا نام نجات اور اپنے دروازونکا نام ستودگی رکھیگی : . . . تیرا سورج پھر کبھی نہ ڈھلیگا۔ اور تیرے چاند کو زوال نہ ہوگا۔ کیونکہ خداوند تیرا ابدی نور ہوگا۔ اور تیرے نام کے دن آخر ہو جاینگے اور تیرے لوگ سب کے سب راستباز ہونگے۔ وہ ابد تک سرزمین کے وارث اور میری لگائی ہوئی ٹہنی اور میرے ہاتھ کی کاریگری ٹھہرینگے۔ تاکہ میری بزرگی ظاہر ہو۔ ایک چھوٹے سے ایک ہزار ہونگے اور ایک حقیر سے ایک قوی گروہ ہوگی۔ میں خداوند اسکے عین وقت میں یہ سب کچھ جلد کرونگا۔

تمام قوموں کو دیکھ لو بیت اللہ صرف مسلمانونکے ہی کے قبضے میں ہے۔ اور وہیں سے بت پرستی کا نام و نشان تک مٹایا گیا۔ اور وہی ایک سے ہزار ہوئے اور حقیر تھے پھر قوی بنے۔ پھر اعمال ۳ باب

پڑھیے اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے۔ کہ آسمان اسے لئے رہے اسوقت تک کہ سب چیزیں جنکا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آئیں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائیگا۔ جو کچھ کہ وہ تمہیں کہے۔ اسکی سب

سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔ خوب غور کرکے دیکھ لو کہ مسیح کے دوبارہ نزول سے پہلے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق بنی اسحاق سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل سے ایک نبی ضرور مبعوث ہونیوالا تھا۔ یہ ایسی صاف اور صریح پیشگوئی ہے۔ اسکی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

اللہ تعالےٰ نے پارہ سوم سورۃ البقر رکوع ۳ میں بتایا ہے۔ کہ وہ کیونکر دنیا میں احیاء و اماتت یعنی ویرانی سے آبادی کرتا ہے۔

پہلے تو اس مضمون پر ایک مباحثہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مجوس قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہوا۔ ان اتٰہ اللہ الملک میں ہ ضمیر کا مرجع اگر حضرت ابراہیم ہوں۔ تو اشارہ ہے۔ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ط (انعام ۶)، کی طرف اور اگر مرجع وہ خصم عنید ہو۔ تو یہ کہ مخالف کسی جاگیر و جائداد پر تصرف رکھتا تھا۔ بعض نادانوں کو اس آیات نے بہت گمراہ کیا ہے۔ کہ وہ خواہ مخواہ ناموں کی تدقیق و تحقیق میں مشغول ہوجاتے ہیں اور اصل مقصود کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ بعض لوگوں نے اس مخالف کو نمرود سمجھا ہے۔ اور پھر یہ اعتراض پیش آیا۔ کہ آیا نمرود حضرت ابراہیم کے زمانے میں تھا بھی یا نہیں۔ حالانکہ اسبات کی کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم خواہ مخواہ ناموں کے پیچھے پڑجائیں۔ کوئی ہو ہمنے تو یہ دیکھنا ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ربی الذی یحی و یمیت میرا رب ہے جو آباد کرتا ہے۔ اور ویران کرتا ہے احیاء و اماتت کے اس مقام پر یہی معنے ہیں۔ کیونکہ مردوں کا اس دنیا میں زندہ کرنا سنت اللہ نہیں۔ اس مخالف نے بھی یہی مطلب سمجھا۔ اسواسطے جواب میں کہا انا احی و امیت کہ میں آباد سے ویران اور ویران سے آباد کرتا ہوں کسی کو جاگیر دیدی انعام دیا آباد ہوگیا۔ کسی کو لوٹ لیا۔ ویران ہوگیا۔ چونکہ یہ جواب بہت ناقص تھا۔ اور وہ مجوسی (قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ امر واضح ہے۔ کہ ابراہیم کے مقابلہ میں مجوس قوم تھی۔ اور مجوسی اجرام سماوی کی پرستش کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے کئی کئی رنگوں میں انپر اتمام حجت کی۔ مثلاً ایک جگہ کوکب قمر سورج کو بطور استفہام انکاری ھٰذا ربی

کہکر پھر نتیجہ نکالا ہے۔ یقوم انی بری مما تشرکون ۔مجوسیوں نے بہت برا اثر پھیلایا۔ ایران کے لٹریچر میں اجرام کی تعریف پائی جاتی ہے۔ بعض مسلمان بھی اس اثر سے متاثر ہوگئے۔ سکندرنامہ دیکھو پھر ابو الفضل کی تصانیف جسمیں آفتاب کو حضرت نیر اعظم لکھا گیا ہے۔) تھا اسلئے حضرت ابراہیم نے اسے خوب جواب دیا۔ کہ یہ آبادی و ویرانی تو اجرام سماوی کے اثر سے وابستہ ہے۔ جب آپ محی و ممیت ہیں۔ تو گویا آپ کو دعویٰ ہے۔ کہ سورج پر بھی میں ہی حکمران ہوں۔ اور یہ اجرام سب تمہارے ماتحت ہیں۔ حالانکہ یہ اسکے اور اسکی جماعت کے عقائد کے خلاف تھا۔ اسلئے وہ یہ جواب سن کر فَاِنَّ اللہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِہَا مِنَ الْمَغْرِبِ ۔مبہوت رہ گیا۔ یعنی اگر سورج تمہارے ماتحت ہے تو اپنا تصرف دکھاؤ۔

دوم۔ ایک اور شخص کا ذکر ہے۔ جو ایک بستی کے قریب سے گزرا۔ اور از راہ استعجاب کہنے لگا۔ انی یحی ھذہ اللہ ۔ یہاں بھی لوگوں نے بحث کی ہے۔ کہ وہ کافر تھا یا قیامت کا منکر تھا۔ یا مومن تھا۔ بلکہ نبی تھا بعض کے نزدیک یرمیاہ بعض کے عزیر بعض کے حزقیل تھا۔ حالانکہ یہ بحث فضول ہے تواتر اور پھر یہودیوں کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ بستی یروشلم تھی جو بخت نصر بابلی کے ذریعے تباہ ہوئی حزقیل نبی گزرے اللہ تعالےٰ نے انہیں رؤیا میں اس کی آبادی کا نظارہ دکھایا رؤیا کا ثبوت ایک تو حزقیل نبی کی کتاب سے ملتا ہے۔ جو بلا اختلاف یہود کے نزدیک مسلم ہے اسمیں لکھا ہے دیکھو ۳۷ باب میں خداوند کا ہاتھ مجھپر تہا . . . . اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا . . . . پھر اس نے مجھے کہا۔ کہ تو ان ہڈیوں پر نبوت کر (سی نبوت سے وہ آیت ہوئی) اور ان سے کہہ اے سوکھی ہڈیو تم خدا کا کلام سنو؟ . . . دیکھو تمہارے اندر میں روح داخل کرونگا۔ اور تم جیوگے . . . . اور گوشت چڑھاؤنگا . . . . تب اسنے مجھے کہا کہ اے آدم زاد یہ ہڈیاں سارے اسرائیل ہیں دیکھ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اسلئے تو نبوت کر . . . . کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولونگا۔ اور تمہیں تمہاری قبروں سے باہر نکالونگا۔ اور اسرائیل کی

سبز اور سات بالیں دوسری سوکھی لاؤنگا۔"

دوم اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تو سو سال رہا۔ اور وہ خواب دیکھنے والا کہتا ہو لبثت یوماً او بعض یوم۔ دن یا اس کا کچھ حصہ اور پھر اسکے قول کی اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے فَانْظُرْ اِلیٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلیٰ حِمَارِكَ کہ تو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ انپر سال نہیں گزرے۔ اور گدھے کو دیکھ لو۔ ویسے ہی کھڑا ہے بس یہ دو باتیں سوائے رؤیا کی کہیں جمع نہیں ہو سکتیں چنانچہ اسکی مثال سورۃ یوسف میں اس بادشاہ کا خواب ہے جس نے بعض یوم میں سات سال کے قحط کا نظارہ دیکھا۔ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ۔ (میں سات گائیں موٹی دیکھتا ہوں کھاتی ہیں انکو سات دبلی اور سات بالیں سبز اور دوسری سوکھی) یوسفؑ اسکی تعبیر فرماتے ہیں تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا۔ غرض حزقیل نے نبوت کی کہ یہ بستی سو سال میں پھر آباد ہوگی۔ اور پھر بنی اسرائیل اپنی سرزمین میں آئینگے چنانچہ ستر سال گزرنے پر دانیال نبی کی معرفت بنی اسرائیل کو سمجھایا گیا کہ فارس کے بادشاہوں سے تعلقات قائم کرو۔ پھر ان کی مدد سے وہ تیس برس میں آباد ہو گئے۔ یہ دوسرا ثبوت ہے اس کا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے

سوم حضرت ابراہیم اور چار پرندوں کا واقعہ ہے۔ جب حضرت خلیل نے جناب الٰہی میں عرض کیا۔ کہ کس طرح پر ویرانی سے آبادی ہوگی۔ تو خدا نے اپنی صفت ربوبیت کی طرف توجہ کیا۔ کہ تم چار پرندوں کو پالو۔ اور انہیں اپنی طرف بلاؤ چلے آئینگے۔ اسی طرح پر میری ربوبیت ایسے اسباب مجتمع کریگی۔ جو اس بستی کو آباد کردے۔

دلچسپ نکتہ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ میں اللہ فرماتا ہے۔ اپنے اللہ کا ذکر کرو اپنے باپوں کی مانند۔ اس میں یہ سمجھایا۔ کہ ہر ایک شخص کا باپ ایک ہی ہوتا ہے۔ اللہ بھی ایک ہی مانو۔

نکات حدیث

ازافادات حضرت نوس ادام اللہ مجدہٗ

اہتزاز عرش سے کیا مراد ہے

بخاری شریف میں آیا ہے۔ اھتز العرش علیٰ موت سعد بن معاذ یعنی بن معاذ کی وفات پر عرش ہلگیا۔ اسپر نادان معترض اعتراض کرتے ہیں۔ کہ عرش کوئی جسمانی شئے ہے جو متحرک ہوئی۔ مگر یہ ان کی اسلام سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ عرش کہتے ہیں شاہی مجلس کو چنانچہ قرآن مجید یوسفؑ کے متعلق فرماتا ہے ورفع ابویہ علی العرش یعنی یوسفؑ نے اپنے والدین کو شاہی مجلس میں پیش کیا۔ سو یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ کہ چونکہ سعد بن معاذ جیسا جلیل القدر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا ایک عظیم الشان رکن تھا اسلئے اسکی وفات پر آپکی مجلس کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچا۔ اور شاہی دربار میں ایک تزلزل واقع ہوا۔

خدا کی عظمت رسول اللہ کے قلب مطہر میں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اسلام اور خدا تعالےٰ کی عظمت اس قدر جاگزین تھی۔ کہ آپ کے ہر قول و فعل میں اسکا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک شاعر کے کسی شعر کا ایک مصرع جو اس طرح ہے کفی الشیب و الاسلام بالمرء ناھیا (یعنی بڑھاپا اور اسلام دونوں انسان کو بدی سے روکنے کے لئے کافی ہیں۔) کو کفی الاسلام والشیب بالمرء ناھیا پڑھا اس طرح پر چونکہ مصرعہ کا وزن ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ شعر تو ٹوٹتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر اسی طرح پڑھا۔ اس بات سے کس طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کو گوارا نہ ہوا۔ کہ بڑھاپے کا لفظ اسلام سے کسی فضیلت کے بیان کیوقت پہلے ہو۔ اسلئے آپ نے شعر کے ٹوٹنے کی پرواہ نہ کی اور شعر میں اسلام کا لفظ پہلے پڑھا۔ اور اپنے عملی نمونہ سے ثابت کر دیا۔ کہ آپ کے دل میں اسلام کی عزت نے کسقدر گھر کیا ہوا تھا۔

اسلام کا شاندار مستقبل

ایک حدیث میں وارد ہے امتی کالمطر لا یدری اولہ

خیر ہے یا آخر۔ یعنی میری امت بارش کی طرح ہے معلوم نہیں ا سکا اول حصہ بہتر ہے یا آخری
فرمایا میرے نزدیک اسلام کی ترقی کے لیئے یہ زمانہ مسیح موعود کا اس پہلے زمانہ سے اعلیٰ ہے۔ اسکے
تین وجوہ ہیں (۱) ایک وجہ تو یہ ہے کہ انسان کے دل پر کسی نیک اور اعلیٰ بات کا اثر نہیں پڑتا جب تک
کہ پہلے غلط خیالوں اور لغو اعتقادات سے دل خالی نہ ہو۔ چنانچہ اس زمانہ میں ان سکولوں اور کالجوں کے
ذریعہ ہزاروں نوجوان ایسے پیدا ہو رہے ہیں جو دل سے تقلید کا خیال مٹائے ہوئے ہیں۔ اور ہر
بات کو سچائی اور دلیل کے ساتھ طلب کرتے ہیں۔ پچھلی بیہودہ تقلیدیں اور بیجا دباؤ سب ان
کے قلب سے دور ہو چکا ہے۔ اور سچائی کو ماننے کے لئے دل کدورتوں سے خالی ہو گئے
ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ آجکل حریت تامہ پیدا ہو گئی ہے۔ کوئی شخص کسی کو اس کے
مذہب سے روک نہیں سکتا۔ مذہب کے ماننے یا چھوڑنے میں کوئی کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔
بادشاہ سے لیکر ادنیٰ آدمی تک اپنے اپنے خیال کا پیرو ہے۔ اور ہر شخص بلا روک ٹوک ہزاروں
آدمیوں کے مجمع میں اپنا عندیہ ظاہر کر سکتا ہے۔ سب چپ بیٹھے سنتے ہیں۔ کوئی اسکا منہ بند
نہیں کر سکتا۔ یہ حریت بھی اسلام کے حق میں مفید ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ آجکل مذاہب
کی تحقیقات کے سامان اسقدر میسر آ گئے ہیں۔ کہ جن کی نظیر گذشتہ زمانہ میں ملنی محال ہے۔ ایک
شخص صرف انگریزی پڑھکر تمام دنیا کے ہر چھوٹے بڑے مذہب سے کامل واقفیت حاصل کر سکتا
ہے۔ سب کتابوں کے تراجم چھپ چکے ہیں۔ تار ڈاک مطبع نے وہ کام کیا ہے۔ کہ گھر بیٹھے بیٹھے
تمام دنیا کے چپے چپے کے حالات سے واقف ہو سکتے ہیں اور ریل اور دخانی جہازوں اور
امن نے ایسی آسانی کر دی ہے۔ کہ ہر شخص تمام دنیا میں پھر کر دوسرے لوگوں سے تبادلہ خیالات
کر سکتا ہے۔ غرض کسی مذہب کی کوئی بات اس زمانہ میں چھپی ہوئی نہیں رہی۔ اسی زمانہ کی طرف
اشارہ ہے۔ واخرجت الارض اثقالھا میں
سو ان تین وجوہ سے میں اندازہ کرتا ہوں۔ کہ آخر اس مذاہب کی کشتی میں اسلام غالب رہیگا
اور یہ تمام سامان اسی کے غلبہ کے لئے مہیا کئے گئے ہیں۔

یہ حریت اور یہ آسانیاں اور یہ غیر مقلدی صاف اشارہ کر رہی ہے۔ کہ جھوٹ اب سچ کے مقابلہ میں نہیں آسکتا ہے۔ اور وہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ سچ غالب اور جھوٹ مغلوب ہو جاوے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
ضرورت زمانہ	۸ر	اسلام کی پہلی کتاب	۴ر	چولہ بابا نانک لیکچر نمبر۱	۔ر
لیکچر نمبر۲	۔ر	معیار حق	۔ر	تعلیم الاسلام مع ضمیمہ دو رسالے	۶ر
میں مسلمان ہو گیا حصہ دوم و سوم	۱۴ر	ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ ر	ترجمۃ القرآن پ ۲۸	عہ ر
ترجمۃ القرآن پ ۲۹ پ ۳۰ دیباچہ عہ فی پارہ		مکتوبات احمدیہ	۸ر	اربعین	۴ر
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	خطبات کریمہ	۴ر	پرانی تحریریں حضرت اقدس کی	۰۲ر
الموعظۃ الحسنۃ	۲ر	سلک مروارید حصہ اول	۴ر	سلک مروارید حصہ دوم	۴ر
مجربات حصہ اول	۱۰ر	مجربات حصہ دوم	۱۰ر		
صادقوں کی روشنی	۴ر	ہسٹری آف انگلینڈ	عہ ر	البرق رد شیعہ	۲ر
رسالہ گوشت خوری	۰۲ر	سنجات	۲ر	نغمۃ الجمل	۰۲ر
مسیح یا محمد	۔ر	ظہور المسیح	۵ر		

اس کے علاوہ حضرت اقدس کی تمام کتابیں بھی معرفت دفتر تشحیذ طلب فرماویں۔

اطلاع اپنے اپنے پتے کی چٹ پڑھکر اگر کوئی غلطی ہو تو درستی کرالیں
خط و کتابت بنام مینیجر تشحیذ ہونی چاہیئے۔ کسی کا نام نہ لکھا کریں
ورنہ جواب میں دیر ہوگی۔ تو شکایت نہ کریں۔

۱۵۱۸	جناب میاں عبدالہادی صاحب	۸ر	۹۵۵	جناب مستری عبدالستار صاحب	عہ/	۱۲	جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب	عہ/ ار
۱۵۰۴	" الہ دتہ	" عہ/ ار	۷۲۵	" عبدالمجید آنریری مجسٹریٹ	" ۳ر			
۸۲۷	" عبدالکریم	" ار	۵۵۵	" ماسٹر ہدایت اللہ	" عہ/ ۲ر	۱۲۱	" حاجی رحیم بخش	" عہ ۲ر
۱۲۱	" نور احمد	" عہ/ ۲ر	۵۲۰	" منشی محمد الدین	" عہ/ ۲ر	۹۲۱	" عبدالرشید	" عہ/ ۲ر
۱۲۹۰	" فتح محمد	" ۲ر	۱۶۱۵	" الٰہی بخش و رحیم بخش ملتان	عہ/ ۲ر	۱۵۱	" منشی حبیب الرحمٰن	" عہ/ ۲ر
۱۳۴۳	" نذیر احمد	" ے	۲۹۹	" بابو برکت علی	" ے ار	۳۴۳	" ڈاکٹر محمد الدین	" عہ ار
۸۸۴	" میراں بخش صاحب باجوہ	" عہ/	۳۴	" مولوی عبدالدین	" عہ/ ۲ر	۳۵۱	" فضل الٰہی	" عہ ۲ر
۱۵۲۵	" غلام رسول	" عہ/ ار	۷۹۸	" مولوی خدا بخش	" عہ/ ۲ر	۶۳۵	" ماسٹر قمر الدین	" عہ ۲ر
۱۳۱	" سید غلام مصطفےٰ شاہ	" عہ ار	۱۰۰۳	" مستری احمد الدین	" عہ/ ۲ر	۹۲۲	" کریم الدین	" عہ ۲ر
۳۳۲	" عبدالعزیز	" عہ/	۳۶۷	" منشی عبدالکریم	" عہ ۲ر	۹۹۵	" منشی عبدالحکیم	" عہ/

شمسی ٹمپر پریس

گھر بیٹھے چند منٹ میں فوٹو کارڈ رسید اشتہار وغیرہ جس زبان میں چاہو چھاپو اور چھاپنے کی ترکیب ایسی سہل کہ ۹۔۱۰ برس کا بچہ بھی آسانی چھاپ لے قیمت کارڈ سائز عہ لیٹر پیپر سائز عہ/ (۲) **شمسی اینڈ ہیر آئیل** یہ خوشبودار روغن دماغ کو معطر آنکھوں کو نور دل کو سرور بخشتا ہے۔ نزلہ کو دور و درد سر کو کافور کرتا ہے بالوں کو بڑھاتا ہے اور جڑوں کو مضبوط کرتا ہے قیمت چھپا آئیل ۱۰ ار بوز آئیل ۱۰ ار (۳) **سفوف دافع داد** یہ کمبخت مرض کئی کئی سال تک لوگوں کو پریشان رکھتا ہے۔ مگر بفضل خدا اس سفوف کو پہلی ہی مرتبہ لگانے سے فائدہ معلوم ہونے لگتا ہے اور دو تین بار لگانے سے داد ہمیشہ کیواسطے کافور قیمت ۸ر (۴) **بال اڑانے کا عرق**۔ نازک سے نازک حصہ جسم پر لگانے سے چند منٹ میں بال کو صاف کرکے جلد کو نرم کر دیتا ہے نہ کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ اور نہ جلد پر دھبا پڑتا ہے قیمت ۸ر (۵) **عرق بچھو**۔ عرق لگانے کے ساتھ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ عرق بفضل خدا اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ۸ر

شمسی اینڈ کو عمر کھاڈی بمبئی

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے۔ اس سے بچنے کیلئے آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۸؍

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے۔ اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے۔ ریاح کے لئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا۔ ڈکار کا آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہاء کا کم ہونا ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۸؍ محصول ڈاک ۵؍

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی ۱۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں۔ یہ گولیاں کل مشین سے بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیا رکھنی چاہیے قیمت [illegible] ایک ڈبیا ۵؍ ایک چھ ڈبیا تک محصول ڈاک ۵؍

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد [illegible] ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لخلخہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ اور ریاح جیسے ٹیس چمک پٹک رگوں [illegible] سب جاتے ہیں۔ اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ درد سر نصف سر میں ہو یا تمام سر میں [illegible] ہو جاتا ہے اسلئے خاص و عام کو یہ دوا اپنے گھر میں رکھنا لازم ہے۔ قیمت [illegible] ایک سے چھ ڈبیا تک ۶؍

[illegible] برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۳

ولتکن منکم امۃ یدعون
الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر
و اولٰئک ھم المفلحون

بابت ماہ اگست ۱۹۱۲ء

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان [illegible]

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

رمضان المبارک ۳۳۳-۳۴۳ | [illegible]
[illegible] ۳۴۳-۳۴۸ | [illegible]
معارف قرآن مجید ۳۴۸-۳۵۰ | [illegible] کے جواب [illegible]
[illegible] ۳۶۲-۳۶۳

قیمت سالانہ

عوام سے [illegible] طلباء سے [illegible] اور غیر ممالک سے
[illegible] لی جاتی ہے

[illegible]
قادیان سے شائع کیا

ماہ رمضان اور شوال میں غیر معمولی رعایت

درخواستیں بنام مینیجر تشحیذ قادیان ہوں۔

ترجمۃ القرآن کون ایسا شخص ہے جو اس بات کا انکار کرے کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت ہے جس میں آیات کا رابطہ بتلایا گیا ہو اور ربط آیات کو مکمل کر دیا گیا ہو جو قرآن مجید مزایت میں اپنے دعوے کیساتھ پیش کرتا ہے اور جو دوسری الہامی کتابوں کو نہ ملا امتیازی نشانات کے ہے۔ یقیناً ایسی تفسیر اردو میں صرف شیخ یعقوب علی صاحب کی ہے۔ سورۃ الزمر سے لیکر حم السجدہ تک پھر سورۃ زخرف سے لیکر سورۃ جاثیہ تک سورۃ احقاف سے لیکر سورۃ الذاریات تک تین پارے تیس روپیہ کے تھے مگر جو اصحاب اب صرف [illegible] روپیہ میں لینگے جو صاحب چاہیں منگوا لیں ورنہ بعد رمضان [illegible] کے عوض۔

حقیقت نماز جس میں نماز کی حقیقت اور اس کے متعلق تمام ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ بے نظیر کتاب ہے۔ آخر میں چند سورتوں کی عجیب طرز تفسیر [illegible] صفحے کی کتاب مجلد ایک روپیہ کے صرف آٹھ آنہ

ردّ چکڑالوی چکڑالوی کی نفرت سخت ہے۔ مگر یہ اس کا اصلی بہت ہی سخت ہے اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد کسی چکڑالوی کی کیا مجال کہ زبان پر قرآن کا نام لے سکے [illegible] صفحے کی کتاب بجائے ۵ کے ۲

تحفہ رسالاتہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلیفۃ المسیح مولوی عبد الکریم صاحب و شیخ صاحب کی تقاریر کا مجموعہ جو [illegible] سنجیدہ [illegible] ہے۔ قیمت بجائے ایک روپیہ کے صرف آٹھ آنہ بہت کم جلدیں چھپی ہیں جلد منگاؤ۔

النصیحہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارات کتب بائبل سے دکھائی گئی ہیں اور ایک مقدمہ کی [illegible] قیمت [illegible]

معجزات نور الدین یہ حصہ سوم ہے حضرت نور الدین کا شاہی ہے کہ معجزات کا حصہ اول و دوم [illegible] سے شائع ہو چکے ہیں تیسرا حصہ بھی چھپ گیا ہے [illegible] صفحے کی کتاب ہے [illegible] اور [illegible] اوراق کی قیمت بجائے [illegible] صرف [illegible] ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۲ء

رمضان المبارک

میرے پیارے بھائیو! لوگ تم کو مبارک دیتے ہیں مگر میں تمہیں مبارک صد مبارک دیتا ہوں۔ اس مبارک مہینے کی جس کو انشاء اللہ کے فرمانبردار مومن تقویٰ شعار گیا۔ مہینے سے کرتے تھے۔ وہ جس کے لئے سید احمد مختار نے خطبے میں بروایت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کہ شرف و قرب کے لحاظ سے بڑا مہینہ مبارک مہینہ آگیا جس کی ایک ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ جس میں روزے رکھنے اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرائے۔ اور جس کی راتوں کو قیام موجب ثواب کثیر قرار دیا ہاں وہ وہ مہینہ ہے کہ اس میں ایک ایک نیکی جو از قسم نوافل ہو فرض کے (۱) کا ثواب رکھتی ہے اور ایک فرض کی ادائیگی ستر فرضوں کے (۲) برابر ثواب (۳) ہے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر دینوں سے کہ نیکیوں پر بدلے میں اس کا اجر جنت ہے جیسے قوم وہ احسان میں خصوصیت سے حصہ لو یہ وہ مہینہ ہے کہ اس میں مومن کی روحانی و جسمانی رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو کسی روزہ دار

کا افطار کرائیگا وہ اپنے گناہوں کے بدنتائج سے محفوظ رہیگا۔ اور آئندہ نیکی کی توفیق پائیگا۔ اور اپنی گردن کو آگ سے چھڑوا دیگا بلکہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کا اجر بھی ملیگا بغیر اسکے کہ روزہ دار کے اجر کو کچھ کم ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ تم پیٹ بھر کر کھانا ہی کھلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے بھی ثواب دیگا جو ایک دو کھجوریں کھلا دے یا دودھ یا پانی کے ایک دو گھونٹ ہی پلا دے اور جو روزہ دار کو سیر کرائے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے وہ چیز پلائیگا کہ پھر کبھی پیاس نہ لگے۔ اس ماہ مبارک مہینے کے اس کے اول میں رحمت ہے وسط میں مغفرت اور آخر میں جہنم سے خلاصی۔ جو شخص اپنے خدمتگار پر کام کی تخفیف کردیگا اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمائیگا اور دوزخ سے بچائیگا اس ارشاد نبوی کے ماتحت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیا کرتے تھے۔

میرے دوستو! اللہ تمہیں توفیق بخشے تم بھی ان ارشادات کی تعمیل دل و جان سے کرو اور کوئی موقعہ حصول خیر کا ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ جو اس مہینے نیکی سے محروم رہا اسکو سعادت سے کوئی حظ اور عبادات میں کوئی ذوق نہیں ملتا۔

روزے کوئی نئی بات نہیں بلکہ ابتدائے دنیا سے جس قدر بھی مذاہب نکلے ہیں ان سب میں بھی کچھ نہ کچھ اصل پائی جاتی ہے۔ اسلام نے جو روزوں کی صورت رکھی ہے وہ ایسی مکمل اور آسان ہے کہ اس سے بہتر انسانی دماغ میں آ بھی نہیں سکتی۔ اگر ہر ایک شخص کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو اس طرح جہاں عبادات الٰہی کے حریص اپنے اوپر غیر معمولی سختی روا رکھتے وہاں حیلہ ساز تمام سال بہانوں ہی میں گذار دیتے۔ اور نہ وہ کھانوں کا درمیانی وقت ایسا تکمیل رکھا کہ اصل مقصود میں کچھ خلل واقع ہو اور نہ اتنا بڑا کہ برداشت سے باہر ہو بلکہ عام معمول طریق کہ پو پھٹنے سے لیکر دن کے غروب تک کھانے پینے اور جماعات کا حکم ہے۔ وہ جامع ہے کہ انسان کو باعث ہے محض اللہ کے لئے باز رہو اور اس میں یہ روحانی فائدہ حاصل کرو کہ جب حلال چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت انسان ایک مقررہ مدت تک چھوڑ سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حرام اشیاء جو

روحانی و جسمانی لحاظ سے نقصان دہ اور ضرر رساں ہیں۔ نہ چھوڑ سکو۔ اور ایک عالم کو دکھا دو کہ مسلم اپنے مولیٰ کا کس قدر فرمانبردار ہے۔ حرام تو درکنار وہ تو حلال کو بھی اور حلال میں سے بھی ایسی چیزوں کو جو اسکے حیات کے بقاء اور نسل کے ابقاء کے لئے ضروری ہیں اور شدید ضروری ہوں خدا کے حکم کے سوا نہیں چھوتا۔ پھر ایک خاص مہینہ نہیں مقرر کر دیا بلکہ چاند کا حساب رکھا کہ ہر موسم کے متعلق تجربہ ہو۔ اور جب قیامت کے دن تمام امتیں خدا کے حضور میں حاضر ہونگی تو صرف امت محمدیہ ہی ہوگی جو سال کے ایک ایک دن میں روزہ داروں کی فہرست کے لحاظ سے پیش ہو سکیگی پس تم خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس امت محمدیہ کا ایک فرد بنایا۔ میں چند ضروری احکام عرض کرتا ہوں۔ ان پر کاربند ہو کر اللہ سے اجر پاؤ۔

اول[1] رمضان کا چاند دیکھ کر یا جب شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں تو روزے رکھنے شروع کرو۔ ایک دو دن پہلے سے رکھنے نہ شروع کرو کہ شک کا روزہ نہیں ہوتا۔ ایک مرد عادل کی گواہی بحالت ابر روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے[2]۔ اور جب تک اطلاع نہ ہو ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر کے مسلمانوں پر حجت ہے۔ اور تار کی خبر معتبر ہے جس حد تک اور جن جن صورتوں میں عام معاملات میں اعتبار کی جاتی ہے۔

دوم۔ سحری کھانا سنت ہے[3]۔ آنحضرت اس پر مداومت کسی خاص وجہ کے ... ثواب نہیں ... اس کے وقت کے متعلق زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ہم نے سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پوچھا گیا کہ یہ کتنا وقفہ تھا۔ کہا کہ جتنے میں کوئی پچاس آیت پڑھ سکے[4]۔ اور سہل بن سعید کہتے ہیں کہ سحری کھا کر مجھے فجر کی جماعت میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ ملنے کی جلدی ہوتی[5]۔ سوم

---

[1] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (متفق علیہ) [2] بلوغ المرام [3] فصل بین صیامنا و صیام اہل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم) [4] مقدار خمسین آیۃ (بخاری) [5] کنت اتسحر فی اہلی ثم یکون بی سرعۃ ان ادرک صلوٰۃ الصبح مع رسول اللہ صلعم (بخاری)

سوم روزے کی نیت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو نیت نہ کرے اسکا کوئی روزہ نہیں
چہارم اس میں کچھ حرج نہیں اگر صبح ہونے تک جنبی ہو روزہ رکھنا نبی بیبیوں کے
اس بیان سے ہے پنجم اگر بھول کر کھا لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور مفصلہ ذیل باتوں سے بھی
روزہ نہیں ٹوٹتا (۱) لگانے سے (۲) سینگی لگانے سے (۳) مسواک سے رطب ہو یا یابس پہلے
پہر ہو یا پچھلے پہر (۴) سر مہ سے (۵) احتلام سے (۶) بوسہ لینے (۷) مباشرت سے (۸) جو چیز قضا یا وہ
نہیں ایسا ہی بلا اختیار حلق میں گرد و غبار کسی مچھر جیسے بھنگا یا تنکا کو کوٹتے ہوئے غبار چلا
جائے (۹) مکھیں (۱۰) ٹھنڈی ہونے خوشبو سونگھنے نسوار لینے سے بشرطیکہ حلق میں نہ پہنچے (۱۱) تیل لگانے
سے (۱۲) دانتوں کو خون ہی ہو جیسے یا کسیر تھوکنے سے یا ناک کا پانی حلق میں چلے جانے سے
(۱۳) خوشبو لگانے سے (۱۴) سر پر بوجہ گرمی کے پانی ڈالنے یا کلی کرنے سے ششم جماع سے خواہ بغیر
انزال کے ہو اور منی نکالنے سے خواہ کسی طرح سے ہو روزہ ٹوٹ جاتا ہے قی کرتے ہوئے پانی

ك من لم يجمع الصوم قبل الفجر فلا صيام له رواه اصحاب السنن الا ان الترمذي قال لا تعرفه مرفوعا وعن عائشة
كان رسول الله صلعم يدركه الفجر في رمضان وهو جنب من غير حلم فيغتسل ويصوم متفق عليه ك عن
ابي هريرة قال قال رسول الله صلعم من نسي وهو صائم فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه
متفق عليه جماع کے بارے میں حسن مجاهد کا قول ہے کہ اس کا حکم بھی یہی ہے فلا شيء عليه ك من ذرعه القئ
فلا قضاء عليه رواه ك عن ابن عباس ان النبي صلعم احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم متفق عليه ك عامر بن ربيعة
رايت النبي يستاك وهو صائم رواه الترمذي مشكوة ك وقال ابن مسعود لا يكون صوم الصائم فلا يصبح ك وعن انس
الى رجل اشتكيت عيني افاكتحل وانا صائم قال نعم ترمذي ك وقال عطاء ان استنثر فدخل الماء في حلقه لا باس ان لم يملك
وقال ابن سيرين لا باس بالسواك الرطب قيل له طعم قال الماء له طعم وانت تمضمض به ولم ير انس والحسن وابراهيم بالكحل
للصائم باسا بخاري ك عن عائشة قالت كان رسول الله صلعم في رمضان وهو صائم يقبل ك ابن عباس لا باس ان يتطعم
الشيء عن عائشة قالت كان رسول الله صلعم يقبل ويباشر وهو صائم وكان املككم لاربه متفق عليه ك ابن عباس الصوم مما دخل
وليس مما خرج بخاري ك وقال الحسن لا باس بالمضمضة والتبرد للصائم ك وقال ابن عباس لا باس ان يتطعم القدر

روزہ توڑ دینے والی چیزیں روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور پھر جانے تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسکی قضا لازم ہے۔ جیسا کہ اسکو جب بعد میں معلوم ہو کہ جس وقت
نے سحری کھائی صبح ہو چکی تھی یا جب افطار کیا تو ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ اور اگر عمداً کھا پی لے
یا جماع کرے۔ تو دو مہینے روزے پے در پے رکھنے پڑینگے یا نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہوگا
ہفتم۔ روزہ رکھنے کے یہ عذر ہیں۔ اگر تو مہلک جلنے میں ہے ایسی بھوک پیاس کہ جان جانیکا
خوف ہو۔ ایسی حالت میں روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ شیخ فانی بہت بوڑھا حاملہ بچے کو دودھ پلاتی ہو
اور جسکا [illegible] یا رضاع قضا کرے اگر نہ ہو سکے تو فدیہ طعام مسکین۔ مسافر و مریض جو مرض اتنی حالت ہو
مسافر و مریض بعد میں عذر قضا کریں۔ سفر کی تیس مدت بلا ضابطہ بات کوس ہے۔ ہمارے مسیح
موعود تو بلا عزم تین چار کوس قاصد کو بھی سفر فرماتے تھے۔ اس سفر میں کا معمول پرگشت [illegible]
سیر نہ ہو کیونکہ فقہ شرح میں نو میل پر نماز قصر کرنا حکم ہے۔ سفر میں [illegible] کوئی اس وجہ کی
نہیں بلکہ بعض حالات میں تو فرمان کا فتوے لگتا ہے۔ ایسا ہی مرض کی نسبت قیصر ہے یا بہت کی
قید نہیں لگائی کیونکہ انسان کیا جانتا ہے کہ اس معمولی مرض میں روزہ رکھنے سے مہلک نہیں۔ اگر [illegible]

شاہد سبہ روایت بخاری شد دیکھو مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم الفصل الاول
سے انس بن مالک الکعبی قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر
وعن المرضع والحبلی (مشکوٰۃ ص)
سے لیس من البر الصوم فی السفر (متفق علیہ مشکوٰۃ) سے فقیل لہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان بعض الناس قد
صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ رواہ مسلم عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول اللہ صلعم
رمضان فی السفر کالمفطر فی الحضر (ابن ماجہ) سے ومن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر
ے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔

حضرت اقدس کا ارشاد ہے کہ میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا۔ [illegible] کو
منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں پھر بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا۔ تو وہ آسمان پر روزوں کا
محروم نہیں۔

بہت بوڑھا شیخ فانی تو اسکے لئے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔ خدا صحت بخشدے تو پھر شرط استطاعت قضا کرے۔ اسی طرح مسافر مقیم ہونے پر اور اگر روزہ رکھ لیا ہے پھر سفر پیش آگیا یا مریض ہوگیا تو روزہ افطار کرے۔ اس کے علاوہ روزے کے جاتے ہیں جیسے کہ شکار ہی کے ان کی وجہ سے روزہ معاف نہیں عورت کو اس کے ایام حیض، روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔ استحاضہ والی روزے بیشک رکھے ہشتم۔ روزہ پو پھٹنے سے شروع کرے۔ صبح کاذب میں جو ذنب السرحان کی طرح لمبی سی روشنی کا نام ہے کھانا پینا جائز ہے صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک اس موسم میں عموماً ایک گھنٹہ بائیس منٹ کا وقت ہوتا ہے چاندنی راتوں میں اس سفیدی کے کا ہوشیار اندھیرے سے جدا ہو بے پتہ نہیں لگتا۔ اسلئے احتیاط چاہئے۔ دیہات میں اذان پر روزہ رکھتے ہیں حالانکہ بعض موذن بہت دیر وقت اذان دیتے ہیں۔ ہر ایک شخص خود ذمہ وار ہے۔ بعض لوگ جس وقت نماز ہو لے پھر نہیں کھاتے یہ بھی کوئی شرعی حکم نہیں۔ نہم۔ روزہ سورج ڈوبنے پر کھولے یعنی جب قرص خورشید پنہاں ہو جائے اور مشرق کی طرف سے رات چڑھ آئے۔ روزہ دیر سے کھولنا اچھا نہیں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ بہت پسندیدہ وہ بندہ ہے جو اول وقت میں روزہ کھولے۔ روزہ کھجور سے کھولنا مستحب

ف وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خرج رسول اللہ صلعم من المدینۃ الی مکۃ فصام حتی بلغ عسفان ثم دعا بماء فرفعہ الی یدیہ لیراہ الناس فافطر حتی قدم مکۃ وذلک فی رمضان (بخاری)

ف معاذۃ العدویہ نے حضرت عائشہ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کان یصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوٰۃ (مسلم) اور استحاضہ کے لئے توضأی لکل صلوٰۃ و الصوم مشکوٰۃ باب المستحاضہ

ف وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل آیۃ

ف وعن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم (متفق علیہ مشکوٰۃ)

ف سہل قال رسول اللہ صلعم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر متفق علیہ

دلیں آتا ہی ہے اگر کوئی بجائے بھوک پیاس کی کسر نکالنے پر جمع ہوا ہو تو یہ فعل خلاف سنت ہونے کے علاوہ معدہ کے لئے بھی مضر ہے۔ پس روزہ افطار کرکے اطمینان سے نماز پڑھو۔ پھر کھانا کھاؤ۔ روزہ افطار کرنے کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ

آداب صیام اب تک آپ نے روزے کے عام احکام سنے ہیں اب میں آپ کی توجہ اس حدیث نبوی کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ یعنی کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ روزوں سے سوائے پیاس کے انہیں کچھ حاصل نہیں۔ خدا نہ کرے خدا کرے کہ آپ ایسے لوگوں میں محسوب ہوں۔ حق یہ ہے کہ روزے سے مراد صرف بھوک پیاس کو ملنا نہیں بلکہ یہ تو سبق سکھایا جاتا ہے حرام سے بچنے اور حلال کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں خرچ کرنے کا بلکہ ذرا ذرا حرکت سکون قول فعل خدا کے منشاء کے ماتحت کرکے فرائض روزانہ زندگی بسر کرنیکا لئے ان احادیث کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیئے۔ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ (رواہ البخاری مشکوٰۃ) جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا تو سن رکھے کہ اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے روزہ رکھنے سے مقصود تو متقی بننا ہے۔ جب یہ تقویٰ نہیں تو پھر روزے سے اس نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ ایسا ہی فرمایا لَیْسَ الصِّیَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَہٗ ذٰلِکَ مِنَ الْکَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ وَالْحَلِفِ۔ روزہ یہی نہیں کہ کھانے پینے سے آدمی رک جائے بلکہ اس کے ساتھ جھوٹ بولنے جو خلاف حق ہو۔ اور لغو کاموں اور جھوٹی قسموں سے باز رہنا چاہیئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے الصیام

ملت و ملی تنزل کی ان تینی چھوٹی سے [illegible] قبل ان [illegible] ملبات [illegible] خیرات [illegible] صدقات [illegible] (اس حدیث میں قبل [illegible] ملبات خیرات صدقات کے [illegible] مشکوٰۃ [illegible] ملت کے ساتھ [illegible] مجھے [illegible] کرتی ہیں۔ [illegible]

جنۃ فلا یرفث ولا یجھل وان امرؤ قاتلہ او شاتمہ فلیقل انی صائم مرتین (مشکوٰۃ) مطلب یہ کہ
اعمال میں اپس روزہ دار فحش بکے نہ جھگڑا کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو اسے کہہ دے
بھائی صاحب میں روزے سے ہوں آپ مجھے معاف فرمائیے۔ دوبارہ مدرسہ کے سلسلہ میں اپنے
احمدی دوستوں کو مخاطب کرتا ہوں میرے پیارے بھائیو! تم خدا کے فضل سے احمد رسول اللہ
کے زیر تربیت تعلیم پاتے ہو تم اس مدرسہ کے ابتدائی طالبعلم نہیں ہو کر صرف اسلام کی بعض
ابتدائی باتوں پر ہو جیسے تمہارا اللہ پر ایمان ملائکہ پر ایمان انبیاء پر ایمان کتب الٰہیہ پر ایمان
یوم الآخرۃ پر ایمان تمام ادیان اسلام سے ایک بدیہی امتیازی نشان رکھتا ہے۔ اور تم عرفان و ایقان
اسلام کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ چکے ہو اور جیسے تمہاری نمازیں بلحاظ صرف روحانی اعتبار سے بلحاظ
اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں جیسے تمہارے اخلاق تمہارے عادات تمہارے
معاملات ایک نمایاں خصوصیت کے ساتھ مشہور بین الناس ہیں ویسے ہی تمہارے روزے بھی معمولی
عوام کے روزے نہیں ہونے چاہئیں یعنی صرف اسی حد تک نہیں کہ دیگر مسلمان اسلام کی طرح ہم
بھی دن بھر بھوکے رہیں بلکہ اس موسم میں روح بھی ایسی ہونی چاہیئے جس سے یہ پیدا ہو کہ خدا کی جناب
میں قرب تک پہنچ جائیں۔ اور ہم ایک عالم کو دکھا دیں کہ ہمارے روزے اپنے اندر ایک روحانیت
رکھتے ہیں پھر کوئی معترض اسلام کے احکام کے خلاف زبان اعتراض نہ کھول سکے۔ ہمارا طرز عمل ہی
اس کا بہترین جواب ہو۔ ہر روز روزہ کھولنے کے بعد ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں کہ ہم نے کس کس بدی
کو چھوڑا اور کس کس نیکی کو اختیار کرنے کی طاقت پائی۔ حدیث میں ہے من استوا یوماہ
فھو مغبون ست

جس کے دو دن ہوں برابر حال کے ٭ اس میں کیا شک ہے کہ وہ مغبون ہے

مومن تو ہر لحظہ ہر گھڑی ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ آیت ہے اگر ہم اس نورانی مہینے میں نور کے ذریعہ اپنی ظلمات
اوہام و عادات و ظلمات بدعات و ظلمات عادات و ظلمات کو دل سے باہر نکالیں۔ سحری کے وقت

روٹی کمانے کے لیئے تو ہماری بھوک کھلتی ہے۔ روزہ جو روزہ یا فاقہ وہ پیدا ہوں۔ اور اس بات کے لیئے ایام صیام کو ادا کریں۔ اپنے عزیزوں دوستوں کو تاکید کریں کہ ہمیں خدا کی رضا اور روحانی غذا (تہجد و قرآن مجید) کے لیئے سال کے دوسرے مہینوں میں ہم وقت نہ نکال سکیں۔ افسوس کہ ہماری غفلت پر رمضان کے دنوں میں تو تدارس قرآن کے لیئے وقت نکال لیں اور ہمارے معمولی کاموں کا کچھ حرج نہ ہو۔ اور سال کے دوسرے دنوں میں اس سے مضائقہ کریں۔ ہمیں چاہیئے کہ ایک محبوب میں بھوک کے وقت اس بات کا احساس پیدا کریں کہ غریب مسکین لوگوں کو بھوک سے ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی ہمیں ان ایام میں۔ پس حسب استطاعت ان کی خبرگیری کرتے رہیں صدقہ دینے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا۔ اگر صدق نیت سے خلوص کے ساتھ دیا جائے۔ تو مال اسی دنیا میں بڑھتا ہے اور اس کی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ ۵

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رز را ۔۔ چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

(۷) انہی روزوں سے اپنے اندر مستقل طور پر مصیبت کے وقت صبر و قناعت کا مادہ پیدا کرو اور کسی نقصان مال و جان و جوع و خوف و نقص ثمرات سے گھبرا نہ جاؤ بلکہ صبر سے ایک درجہ ترقی کر کے شکر و رضا بالقضاء کے مقام پر پہنچ جاؤ۔ روز مرہ کی زندگی اور دنیا کی آسائش و بناؤ سے رہو اور شب بیداری اور سحر خیزی کی ایسی عادت کرو کہ قلیلاً من اللیل ما یہجعون و مستغفرین بالاسحار کی مثالیں بن جانے کے علاوہ اسلام میں قرآن کریم کی طرف تیرہ ۔ جیسے تم روزہ کھولنے کے وقت بھوک پیاس کی شدت کے بعد معمولی روٹی اور پانی کو دیکھ کر بے اختیار الحمد للہ الحمد للہ کہہ اٹھتے ہو۔ اسی طرح ہر نعمت کے پانے پر تم الحمد للہ پڑھو۔ رمضان کا شکریہ ادا کرو اپنا معمول بنا لو کیونکہ ولئن شکرتم لازیدنکم وارد ہو چکا ہے۔ (۸) جیسے رمضان میں قرآن شریف پڑھنے کا موقع ملتا ہے ہو گیا اچھا ہو کہ ہر مہینے میں تمہارا یہی دستور عمل ہے۔ الغرض تمہارے روزے عوام کے روزے نہ ہوں بلکہ تمہارے روزے وہ روزے ہوں جنکو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ خص الخواص کے روزے کہتے ہیں جن کے لیئے چھ ہدایات ہیں۔ اول نظر نیچی رکھنا۔ بیجا چیزوں کی طرف نہ دیکھو انکی طرف

سنا خوش ہو۔ بلکہ ان چیزوں کو دل سے ہٹائے کہ جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل کریں۔ جو خدا تعالیٰ کے
خوف سے اور تقویٰ سے بچاکر اور ایسی چیز پر نگاہ پڑ جائے تو وہ اپنے اندر ایک نور ایمان پائیگا اور ایسی
روحانی لذت اٹھائیگا جو ہر جسمی خوشی کے مقابل میں ہیچ ہوگی۔ دوم صوفیا کے نزدیک جھوٹ
غیبت چغلی اور جھوٹی قسم اور شہوت کے ساتھ مجرد نظر کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے پس زبان
کو بیہودہ باتوں جھوٹ غیبت چغل خوری فحش کلام جھگڑے کو اور اسی طرح اس کلام سے جو قال اللہ اور
قال الرسول کے خلاف ہو اور کسی کی بات کو کاٹنے سے محفوظ رکھو۔ سکوت لازم پکڑو۔ اور حق تعالیٰ
ذکر الہٰی اور تلاوت قرآن میں مشغول رہو۔ یہ تو تخصیص زبان کا روزہ ہوا۔ سوم کانوں کو بری باتوں
کے سننے سے باز رکھو جن باتوں کا کہنا حرام ہے ان کا سننا بھی منع ہے چنانچہ قرآن مجید میں سماعون
للکذب اکالون للسحت فرما کر جھوٹ سننے والوں کو حرام خوروں کے ساتھ ملایا گیا ہے اور دوسری جگہ
اور پیرو کو تنبیہ فرمایا ہے کیوں نہ منع کیا۔ ان کو گناہ کی باتوں کے کہنے اور حرام کھانے سے لَوْلَا يَنْهٰهُمُ
الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ
اور حدیث میں ہے غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے کی مثل ٹھہرا۔ پس یہ کانوں کا روزہ ہے
چہارم ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا اور شکم میں افطار کے وقت حلال
طیب رزق ڈالنا۔ اس بارے میں بہت احتیاط کرو کہ تم جب روزہ رکھو تو نہایت پاک اور حلال غذا
سے کھولو۔ جیسی کہ وہ چیز یا ایسے مال کے کھانے سے افطار کرو جو چوری یا کسی ناجائز طریق سے کمایا
گیا ہو اپنے روزے کو برباد کرتا ہے۔ اور اس کی مثال اس شخص کی ہے جو بڑی محنت اور خرچ کے ساتھ
اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنائے۔ اور پھر اسے بغیر کسی وجہ کے منہدم کر دے۔ تمہارے ہاتھ کبھی کسی
بے محل چیز کی طرف نہ بڑھیں تمہارے پاؤں کسی ایسی جگہ چل کر نہ جائیں جو خدا کے نزدیک مکروہ ہو
پنجم حلال کی کھانا تو اسراف سے بچو۔ جب روزہ خواہشات نفس کم کرنے کے لئے ہے۔ تو بہت افسوس
کی بات ہے۔ اگر کھانے پینے میں اسقدر اہتمام و تکلف کیا جائے جو اپنی طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور
جو جسمانی قوتوں کو خام و قوی رکھنے کی بجائے کمزور کر دے۔ روزہ رکھنے کا مقصد تو یہ ہے کہ تو عبادت

کم ہو اور صفائی ہو۔ بس ایسی چیزوں کی بھرتی میں سے تو اپنے شکم میں گنجائش ہو جائے نہیں
رکھتے اور اپنے معدہ میں ان پرہیزی کو ضرور نباہو بلکہ یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اس کا اثر تمہارے ظاہری قوتے
پر پڑ جائے گا اور تم سب سیر ہو کر دن میں پس شیخ جاؤ شکم سیر ہو کر وقت بھرنے سکے رکھ لے پینے
کی چیزوں میں محو ہو کر خدا بھول جاؤ۔ چاہیے کہ تمہارے دل خوف و رجا سے بھرے رہیں اور تمہیں یہ
فکر لاحق ہو کہ ہمارا روزہ منظور ہوا یا نہیں۔ وہ پھر صرف منہ باندھ کے رکھنا اور باقی شہوات میں
مستغرق رہنا اس امانت کو ضائع کرنا ہے جو پروردگار نے ہمارے سپرد کی۔ اور اس کی مثال ایسی
ہے جیسے کوئی وضو میں کسی عضو کو بجائے پانی سے دھونے کے تین بار مسح کرے اور سمجھے شرط
تو پوری کر دی حالانکہ اصل مقصود جو دھونا تھا اس سے دور ہو گیا۔ پھر صرف روزہ رکھنے ہی
پر اکتفا نہ کرو بلکہ صدقہ و خیرات معمول سے زیادہ کرو اور نیکی میں بڑھ چڑھ کر رہو۔ حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلعم اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی
رمضان (رواہ البخاری)۔ غرض تم روحانیت کے اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے

اعتکاف آخری عشرہ میں اس حالت تک پہنچ جاؤ کہ اپنے معمولی کاروبار اور تعلقات بھی ایک
حد تک چھوڑ دو۔ سال میں دس دن کیا چیز ہیں۔ جہاں تین سو پچاس روز اپنے دنیا کے کاموں میں
لگے رہتے ہو وہاں یہ دس دن محض اللہ کے لئے اور اپنی اصلاح کے واسطے خاص کر دو۔ مسجد میں
یکسوئی کی۔ گوشہ ایک پردہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ تلاوت قرآن مجید و مطالعہ احادیث و ذکر الٰہی میں مشغول
رہو۔ اعتکاف میں جو باتیں ہیں بالالتزام خصوصیت سے کسی مریض کی عیادت کو نہ جائے۔

۱ن عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلعم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان
فکنت اضرب لہ خباء فیصلی الصبح ثم یدخلہ الحدیث بخاری ۲ و عن عائشۃ
قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشہد جنازۃ ولا یمس المرأۃ
ولا یباشرہا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لا بد منہ ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف
الا فی مسجد جامع جماعۃ رواہ ابو داود ... فی المساجد الآیۃ

کسی نہایت ہی ضروری حاجت کے، عورت کو بشہوت نہ چھوئے نہ مباشرت کرے۔ روزہ سے ہو، مسجد جامع مسجد ہو۔ مسجد سے باہر نکلے مگر کسی ایسی حاجت کے جس سے انسان کو چارہ نہیں یعنی قضاء حاجت غسل جنابت۔ اگر اس جگہ میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو دوسری میں جا سکتا ہے۔ راستہ چلتے چلتے کسی مریض کو پوچھ لے تو مضائقہ نہیں۔ مسجد میں بات چیت بے شک کرے۔

غرض آخری عشرہ میں عبادت کے واسطے غیر معمولی اہتمام کرے۔ حدیث میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عشرہ میں اپنی کمر کس لیتے اور شب بیداری فرماتے بلکہ اپنے اہل کو بھی جگاتے اور عبادت و ذکر الٰہی و تلاوت قرآن و حصول خیرات میں غیر معمولی کوشش فرماتے۔ اعتکاف کے لئے عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں بلکہ مستورات بھی اور بیوی اپنے میاں سے بات چیت کرنے کے لئے مسجد میں آ سکتی ہے۔ معتکف مسجد کے دروازہ تک بھی ہو کر

لہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمر بالمریض وهو معتکف فیمر کما هو ولا یعرج یسأل عنه (ابوداؤد)
اور حضرت عائشہؓ راوی ہے ... والمریض فیه فما اسأل عنه الا وانا مارۃ

لہ کان رسول اللہ صلعم یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیرہ (رواہ مسلم) لہ کان رسول اللہ صلعم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اهلہ (متفق علیہ) لہ کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ (متفق علیہ) لہ عن عائشۃ قالت اعتکفت مع رسول اللہ صلعم امرأۃ من ازواجہ مستحاضۃ الحدیث (بخاری)

لہ ان صفیۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ انها جاءت رسول اللہ صلعم تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عندہ ساعۃ ثم قامت تنقلب فقام النبی صلعم معها یقلبها حتی اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمۃ مر رجلان من الانصار فسلما علی رسول اللہ صلعم فقال لهما رسول اللہ صلعم علی رسلکما انما هی صفیۃ بنت حیی فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ وکبر علیهما فقال النبی صلعم ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئا (بخاری)

بات بہت کر سکتا ہے

قیام رمضان اور رمضان میں ایک تو روزہ کا حکم ہے۔ دوسرے سب وقت کھانا کھانے کا تیسرے تلاوت قرآن مجید کا چوتھے قیام رمضان کا یعنی نماز نوافل میں معمول سے زیادہ اہتمام صحابہ میں اس طریقہ قیام رمضان کے مروج تھے بعض بیس رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے بعض آٹھ رکعتیں باجماعت عشاء کی نماز کے بعد مطابق سحری کے وقت یعنی پہلی یا پچھلی رات بعض گھر میں تنہا پڑھ لیتے جس کو جو میسر آئے۔ وہ کہتے یہ نماز جس کی تراویح کے نماز کہتے ہیں کوئی الگ نماز نہیں بلکہ وہی تہجد کی نماز ہے۔ آنحضرت صلعم نے دو تین رات اور رمضان میں اسے باجماعت بھی پڑھایا پھر فرمایا کہ گھروں میں پڑھ لیا کرو حضرت عمرؓ نے مسجد میں دیکھا کہ کچھ لوگ الگ پڑھ رہے ہیں۔ اور کچھ باجماعت۔ تو آپ نے انہیں ایک قاری پر جمع کر دیا اور فرمایا کہ پچھلی رات پڑھنے کی نیت سے سو رہنے والے اس وقت قیام کرنے والوں سے افضل ہیں۔

سلہ عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلعم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرہم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ سلہ عن زید بن ثابت ان النبی صلعم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضہم یتنحنح لیخرج الیہم فقال ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) البخاری

میں ہے خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاتہ

سلہ عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلاتہ الرہط فقال عمر انی اری لو جمعت ہؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل۔ ثم عزم فجمعہم علی ابی بن کعب الحدیث

سلہ والتی ینامون عنہا افضل من التی یقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ

(رواہ البخاری)

اور ابی بن کعبؓ اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھا دیا کریں۔

صدقۃ الفطر[۳] اس طریقہ پر گنتی پوری کرے۔ وہ یہ ہے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون کے ارشاد واجب الاتباع کے ماتحت شوال کا ہلال دیکھ کر روزے رکھنے چھوڑ دے۔ اور شکریہ میں صدقۃ الفطر کی صورت میں اور شکریہ روحانی وجسمانی (ظاہری) شکل میں ادا کرے۔

صدقۃ الفطر پہلے شروع ہے کہ عید کے دن مساکین کی امداد ہو اور روزے میں جو نقص رہ گئے ان کو پورا کرے۔ یہ صدقہ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے بڑے، غنی فقیر پر ہے۔ نماز پڑھنے سے پہلے ادا کر دینا چاہیے ورنہ پھر صدقۃ الفطر نہیں بلکہ معمولی صدقہ ہو جائیگا۔ جو اور ہر قسم جنس ایک صاع فی کس اور گندم نصف صاع۔ صاع دو مد کا ہوتا ہے۔ ایک صاع کوئی اڑھائی سیر انگریزی کے قریب کہا جاتا ہے۔ غلہ کے عوض نقدی بھی جائز ہے۔

ا؎ ومن السائب بن یزید قال امر عمر ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرۃ رکعۃ الحدیث (رواہ مالک) عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ (بخاری) ۲؎ ابن عباس فرض رسول اللہ صلعم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین من اداھا قبل الصلوٰۃ فہی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فہی صدقۃ من الصدقات (ابوداؤد) نے روایت کی حاکم نے صحیح کہا۔

۳؎ قال رسول اللہ صلعم صاع من بر او قمح عن کل اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثیٰ اما غنیکم فیزکیہ اللہ واما فقیرکم فیرد علیہ اکثر مما اعطاہ (ابوداؤد) (ابن عمر) صاعا من شعیر (متفق علیہ)

۴؎ اسحاق بن عیسیٰ کہتے ہیں میں نے مالک بن انس سے کہا کہ صاع حرمین کی کیا مقدار ہے تو انہوں نے نسبت سے صاع جمع کئے جن کی نسبت شہادت دی گئی کہ ہمارے آباء ان سے آپ کو صدقۃ الفطر ادا کرتے۔ وزن کرنے پر ۵ رطل اور ایک تہائی نکلا۔ رطل آدھ سیر ہوتا ہے۔

عید الفطر

یہ باتیں عید کے دن مسنون ہیں (۱) نہانا (۲) غسل (۳) مسواک (۴) عمدہ کپڑا (۵) خوشبو (۶) سویرے اٹھنا (۷) عید گاہ میں جلد جانا (۸) کچھ کھا کر جانا (۹) نماز کو پیدل جانا (۱۰) جس راہ سے جاویں دوسری راہ سے آویں (۱۱) تکبیر کہتے جانا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (۱۲) کلمہ شہادت (۱۳) مستورات کا بھی عید گاہ میں جانا مسنون ہے۔

طریق نماز

بغیر اذان و اقامت کے سب سے پہلے نماز پڑھی جاوے۔ تکبیر تحریمہ کہکر ہاتھ باندھ لیں ثنا پڑھکر پھر سات تکبیریں کہی جاویں۔ اللہ اکبر کے ساتھ ہاتھ کانوں تک کھلے چھوڑے جاویں۔ ساتویں تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں بھی قبل قرأت پانچ تکبیریں کہیں سوائے اس تکبیر کے جو سجدہ سے اٹھتے کہی جاوے۔ پانچویں تکبیر کے ساتھ ہاتھ باندھ لیں یہ امر بھی آثار سے ثابت ہے کہ پہلی رکعت میں قبل قرأت تین تکبیر اور دوسری رکعت میں بعد قرأۃ تین تکبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ہاں ایک حدیث حاشیہ

ع اخذ عمر جبۃ من استبرق تباع فی السوق فاتاہ فاتی رسول اللہ صلعم فقال یا رسول اللہ ابتع ہذہ تجمل بہا للعید (بخاری) ع عبد اللہ بن بسر کی روایت میں ہے ... تسبیح یعنی نماز چاشت کے وقت۔ ع کان رسول اللہ صلعم لا یغدو یوم الفطر حتی یاکل تمرات ویاکلہن وترا (بخاری) ع کان النبی اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ، رواہ الترمذی ع ان رسول اللہ صلعم کان یکبر یوم الفطر من حین یخرج من بیتہ حتی یاتی المصلی (دارقطنی)

ع عن جابر قال شہدت الصلوٰۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم عید فبدا بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ ثم قام متوکئا علی بلال فامر بتقوی اللہ وحث علی طاعتہ ووعظ الناس وذکرہم ثم مضی حتی اتی النساء ... ع فتح القدیر میں ہے کہ ... عبد اللہ بن مسعود نے ... فی الاولی خمسا و فی الثانیۃ اربعا ووالی بین القرائتین یعنی پہلی میں تکبیر تحریمہ سمیت پانچ اور دوسری میں چار ... پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے دوسری میں قرأت کے بعد تکبیر کہنا حنفیہ کا معمول ہے۔

ع ان النبی صلعم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءۃ وفی الآخرۃ خمسا قبل القراءۃ (ترمذی)

یا سورۃ ق اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے اور سب سنیں خطبہ جمعہ کی طرح بیٹھ کر مگر نہیں رکھتے اور اس کے بعد دعا کو بھی تحریک سے حضرت قدس فرمایا کرتے تھے۔

متفرق عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہیں۔ اور نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ مشروع اور سنت نہیں۔ اور عید کے دن عورتوں کو عید گاہ میں جانا بھی امر مسنون ہے۔ اور بچے بچیوں کو بھی لے جائیں۔ چھوٹی لڑکیوں کا دف سے ایک گیت گانا اور کھیلنا جائز ہے

دیکھو بھائیو! میں پھر آخیر میں کہتا ہوں کہ صوم ایک نعمت عظمیٰ ہے اور بہترین عبادت ہے کہ خود کریم خود اس کی جزا ہے جیسا کہ فرمایا الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی۔ پس تم اپنے مولیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہو تو روزے رکھو اور اس حقیقت کے ساتھ رکھو جو اس مضمون میں بیان ہوئی۔ اور دعائیں بہت کیا کرو خصوصاً رمضان میں خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں روزے کے احکام بیان کر کے فرمایا واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اللہم ربنا آمین۔

لہ عن ام عطیۃ قالت کنا نؤمر ان نخرج یوم العید حتی نخرج البکر من خدرها حتی نخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرہم ویدعون بدعائہم یرجون برکۃ ذلک الیوم (بخاری)

لہ قال سمعت ابن عباس قال خرجت مع النبی صلعم یوم فطر او اضحی فصلی العید ثم خطب ثم اتی النساء [illegible]

لہ عن عائشۃ قالت دخل علی رسول اللہ وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجہہ ودخل ابوبکر فانتہرنی وقال مزمارۃ الشیطان عند رسول اللہ صلعم فاقبل علیہ رسول اللہ صلعم فقال دعہما وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب۔ یہ کھیل رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ کو بھی دکھلایا۔ (بخاری)

ادعیۃ الاحادیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہوئی دعائیں جو مختلف اوقات کے مناسب حال [illegible] ہیں [illegible] ایک جمعہ کے لئے [illegible] جمعہ کے لئے [illegible] ہیں [illegible]

آریہ مسافر اپنے رہنما سے برسرِ پرخاش

اگرہ کا مسافر اور جالندھر کا مسافر ان عجیب الفطرت مسافروں میں سے ہیں جو ہیں تو راہ راست سے بھٹکے ہوئے مگر اپنے تئیں صراط مستقیم پر سمجھتے ہیں پھر وہیں تک ہی نہیں بلکہ اپنے بچے خیر خواہوں سے بد خواہوں سے بھی اخلاص کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بات بات پر الجھتے ہیں۔

رسالہ ماہ جون میں ہم نے مختصر طور پر آریہ مسافر جالندھر کو بتایا تھا کہ جہاد کن صورتوں میں جائز ہے اور جہاد کیوں کیا جاتا ہے۔ لیکن ان باتوں پر ایڈیٹر صاحب نے کچھ توجہ نہیں کی۔ اور اپنے جولائی کے رسالہ میں طول طویل مضمون لکھدیا ہے جس میں نہایت دریدہ دہنی کر کے نبی کریم صلعم اور ان کے پاک دین پر حملہ کیا ہے۔ اور خواہ مخواہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہم آہنگی درمیان میں لاکر اس جہان سے اپنا مرہم ذاتی سبب ہوا ہے جو اپنی مظلومی کی وجہ سے مشہور مسیح السلام ہے۔

میں آریہ مسافر کے ایڈیٹر صاحب کی توجہ اول قرآن مجید کی ان آیات کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں جو اس مسئلہ میں بطور اصل الاصول کے ہیں۔ وہ یہ کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ کہ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے منکر رہے۔ اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے کھل چکی ہے اور اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ ایمان لائیں۔ اس بات پر نص صریح ہیں کہ زبردستی مسلمان بنانا اسلام میں ہرگز جائز نہیں۔ اور چونکہ زبردستی منوانا نتیجہ نفاق ہے۔ اسلئے منافق کو کافر سے بھی بدتر بتایا ہے۔ اور اعلان کر دیا کہ اسلام منافق کو کچھ درجہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی نسبت جہنم اور لعنت کی وعید ہے اور اسکا جنازہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں

واسطے ہیں وہ خدا نہیں کہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ منافق دوزخ کی نچلی تہ میں پہنچیں گے وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ۔ ان کا ہرگز جنازہ نہ پڑھو اور قبر پر کھڑے ہو۔ جب یہ صورت ہے۔ تو خود ہی انصاف فرمائیے کہ اسلام زبردستی منوانا کب جائز ہو سکتا ہے علاوہ بریں ظاہر من الشمس ہے کہ اقرار جو قلب سے متفق نہیں ہے متفق کرانا موجب نفاق ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر جنگیں کیوں ہوتی ہیں۔ خدا نے اسلام کے لڑائی کی اجازت کب دی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ کہ اس آیت کے مطابق لڑائی فتنہ فساد روکنے اور مذہبی آزادی کے لئے میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں رکھنے کے لیے کرنی جائز ہے۔ وہ بھی انہیں سے جو تم سے لڑتے ہیں یا نقض عہد کرکے سوسائٹی کے امن میں خلل انداز ہوتے ہیں چنانچہ میرے اس دعوے کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ یعنی لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور پھر بھی زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوم یہ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ یعنی تم اس قوم سے کیوں مقابلہ کرو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کے نکالنے پر تل گئے۔ اور پھر لڑائی کی ابتداء بھی پہلے انہی سے ہوئی۔ اور اسی قبیل سے ہے آپ کی وہ آیت جو آپ نے مقصود ثابت کرنے کے لئے پیش کی یعنی بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ کیونکہ الَّذِينَ عَاهَدتُّم سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں صرف ان مشرک قبائل کا ذکر ہے جن سے کوئی معاہدہ ہوا اور پھر انہوں نے شرارت سے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی یہ استدلال ہی اس سے اگلی آیت سے کرتا ہوں کیونکہ اس میں ان مشرکوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جو اپنے معاہدہ پر قائم ہیں إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ یعنی سو ان مشرکوں کے جنھوں نے کچھ قصور نہیں کیا۔ تمہارے معاہد
میں کسی کی مدد نہیں کی۔ پس ان کا عہد مدت تک پورا کرو۔ کیونکہ خدا نقض عہد سے بچنے والوں کو
دوست رکھتا ہے۔ اور پھر اسی سورہ میں فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ فرما کر اسکو
بہت واضح کر دیا کہ جب تک تم سے وہ سیدھے رہیں یعنی اس معاہدہ پر عمل درآمد کرتے ہوں تم
بھی عہد پر مستقیم رہو۔ پارہ ۱۰ (۲) اس تشریح کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ خدا اور اسکا رسول حضرت محمد
سے قطع تعلق کرتے ہیں کیونکہ جو وعدہ دیا انصاف ہے۔ وجوہات قرار دیئے۔ کہ وہ معاہدہ
کو نقض کرتے ہیں اور یہ ایسی صداقت ہے کہ وہ مشرک بھی اسکے جواب میں یہ نہیں کہہ سکے
کہ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ دوم تمہارے مقابلہ میں غیر کی امداد کرتے ہیں یعنی خلاف معاہدہ دشمنوں
کے مددگار بنتے ہیں پھر اسکے علاوہ اسی سورۃ کی اگلی آیتوں میں اور تشریح کی ہے جو یہ ہے۔ کہ
لَا يَرْقُبُونَ فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً۔ کہ یہ مشرک نہ تو رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ عہد کا
اس یعنی ان تعلقات رحمی کو ہر طرف کرکے تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اور جان سے مار ڈالنے سے بھی
نہیں رکتے (یہ مقصد) اس سبب سے لوگ خدا کے رستہ سے روکتے ہیں یعنی مذہبی آزادی میں خلل
انداز ہوتے ہیں (سوم) وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ یعنی اگر عہد باندھ کر پھر اپنی قسمیں توڑیں
اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں۔ یہ طعنہ اس قسم کا ہے جیسی اس گورنمنٹ کے عہد میں بھی کسی دوسرے
کے مذہب پر حملہ کر کے خود وہ سزایاب ہوتا ہے۔

یہ وجوہات ایسی ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ بھی ایسی قوم کو
بدون سزا دینے کے نہیں چھوڑتی۔ اور اپنے مخالف سے سرجنگ کرنے سے باز نہیں رہ سکتی مگر
قربان جاؤں اس پیارے نبی پر کہ ایسی خطرناک مشکلات میں بھی رحم کا پہلو نکال لیا اول تو
انہیں چار مہینے کی مہلت دی جس میں وہ اپنے متعلق تمام سامان کر سکتے تھے۔ تم لوگوں کے نزدیک
تو صرف اڑتالیس گھنٹے کا الٹی میٹم دینے والی ایک مہذب سلطنت ہے۔ پھر جو سلطنت چار ماہ کا الٹی میٹم دے
اسکی نیک نیتی اور رحمدلی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ پھر علاوہ اسکے دیکھئے کہ باوجود ان مضمون

اور مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والے ہونگے اور جب قتل ہونے کے سزاوار ٹھہرے تھے۔ لیکن اگر وہ
خوشی سے مسلمان ہو جائیں تو پھر انکو معاف کر دو بلکہ انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ اس حکم کو خوب غور سے
پڑھیے جو آپنے اعتراض کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ یوں ہے کہ فان تابوا واقاموا
الصلوۃ و آتوا الزکوۃ فخلوا سبیلہم ان اللہ غفور رحیم۔ کہ اگر وہ شرارتوں سے باز
آجائیں۔ نماز پڑھنے لگیں۔ زکوۃ دیتے رہیں۔ تو انہیں چھوڑ دو۔ ...
معافی اسلئے کہ انکا مسلمان ہو جانا اس بات کی ضمانت تھی کہ وہ آیندہ ہمیشہ کے لیے نقض امن
مفسدہ پردازی اور مذہبی آزادی میں مخل ہونے سے باز رہینگے۔ اسلئے انکے پچھلے گناہوں کو تم
معاف کر دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ انہیں قتل کرو۔ کیونکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ قتل کرنیکی وجوہات
تو وہ انکا ہتھیار اٹھانا۔ قرابت داری تک کا پاس نہ کرنا۔ دوسری قوموں کو مسلمانوں کے خلاف ورغلا
دینا ہر وقت مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہنا ... وغیرہ
ذکر کئے۔ اور پھر مزید برآں ہو کر باوجود چار ماہ کی مہلت پانے کے اپنی شرارتوں پر ڈٹے بیٹھے ہیں
ان معافی کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی رکھی ہے کہ اگر وہ بطیب خاطر مسلمان
ہو جائیں تو بھی انہیں چھوڑ دو۔ افسوس کہ جو بات قابل تعریف ہے آپکو اس میں عیب
نظر آتا ہے ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔ اور آپکو یہ لکھنے میں شرم محسوس نہیں ہوئی
کہ تمام مطلب کو وضع کر دیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ حضرت محمد نے بلا قصور ہی مشرک لوگوں کی قتل
کا حکم دیا ہے۔ اور انکو بچانے کے لیے اگر کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے۔ تو وہ محض یہ ہے کہ
وہ توبہ کریں۔ حالانکہ اسی عبارت سے اوپر آپنے جو آیات لکھی ہیں۔ ان میں الا الذین
عاھدتم من المشرکین کا استثنا موجود ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ لم ینقصوکم شیئا
یعنی جنہوں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا۔ انکو مت قتل کرو۔ اور جنہوں نے تمہارے مقابلہ میں کسی
کی مدد نہیں کی۔ انکو بھی مت مارو۔ اور جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ ان سے بھی مت مقابلہ
کرو۔ اور پھر جو اسلام و سکھ اور دوسرے فتنوں میں اپنی شرارتوں سے جو نقض امن کے متعلق پائی جاتی

کی کوئی ضمانت دیتے ہیں۔ انکو بھی چھوڑ دو۔ پھر اسکے علاوہ باوجود جنگ چھڑ جانیکے کوئی مشرک
تم سے امان مانگے۔ تو اسے پناہ دیدو بلکہ اسے اسکے مقام تک بحفاظت تمام پہنچا دو۔ قرآن
شریف کھول کر دیکھو یہ آیت سورہ توبہ کے اسی پہلے رکوع میں ہے یا نہیں۔ جس سے وہ
تین آیتیں آپ نے نقل کی ہیں۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ
كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔ کیا اسکے یہ معنی نہیں کہ کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دو
کلام الٰہی سن لے۔ پھر اسے اسکی امن کی جگہ پہنچا دو۔ حکم تو یہ ہے۔ اور آپ لکھتے ہیں کہ قرآن
نے ہر طرح کافروں کو ہلاک کر دینا لکھا ہے۔ اور اس قتل سے حکم کرنے کے لئے پادریوں کے
بے قتل سے بچنے کا اگر کوئی راہ ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ کافر لوگ حضرت محمدؐ کی باتوں پر ایمان
لے آویں میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ غلط کہتے ہو جھوٹ کہتے ہو۔ افترا کرتے ہو۔ اور
باوجود آیات قرآنی کو سامنے رکھکر پڑھ لینے کے پھر بیدیانتی سے اعتراض کرتے ہو قتل سے
بچنے کا ایک ہی راہ نہیں۔ بلکہ چار راہ کی اجازت ہے جس میں وہ کہیں جا سکتے ہیں۔ اپنا سامان
جنگ درست کر سکتے ہیں۔ پناہ میں آنیکی درخواست کر سکتے ہیں۔ عہد پر قائم رہکر [illegible] مگر
[illegible] جب تک وہ سیدھے رہیں تم بھی ان سے سیدھے رہو کی رعایت سے فائدہ اٹھا
سکتے ہیں۔ اور میں پہلے بالتفصیل بیان کر چکا کہ جنگ کی علت غائی مسلمان کرنا ہرگز نہیں یا جبر
جبراً مسلمان بنانیکی ہرگز اجازت نہ تھی۔ بلکہ جنگ تو صرف فتنہ فساد دور کرنے اور مذہبی آزادی
دینے کے لئے تھی۔ اور اسکا فائدہ تمام فرقوں کو یکساں پہنچنے والا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو جنگ نہیں
کرتے ان سے تعرض تو کجا احسان کرنیکا حکم ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ
لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ جو دین کے بارے میں تم سے نہیں لڑتے۔ اور تمہیں تمہارے
گھروں سے نہیں نکالتے۔ اللہ منع نہیں کرتا کہ ان سے بھلائی کرو۔ انصاف کرو۔ بلکہ اللہ تو
انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اس آیت کے پڑھنے سے جنگ کی وجوہات پر بھی روشنی

پڑتی ہے یعنی ایک تو یہ کہ وہ دین اسلام کے ارکان ادا کرنے یا انکے قبول کرنے میں مانع آتے تھے
اور اسپر لڑائی کرتے تھے دوم یہ کہ بیچارے مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکال دیتے تھے اور اگر کوئی
معاہدہ ان کے متعلق کیا جاتا تو اسکو توڑ کر ایسی ایسی تکلیفیں پہنچاتے تھے کہ بیچارے مسلمانوں
کے سینے زخمی ہو گئے اور انکے پیارے دین اور پیارے نبی پر وہ وہ زبان درازیاں کرتے تھے کہ
برداشت سے باہر تھا تب اس مجبوری کی صورت میں حکم دیا گیا کہ ان کے اور انکے سرغنوں سے جنگ کرو
اگر وہ بڑھ جائیں یہ استدلال ہے اس آیت .... وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ
عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ
دیکھئے یہ جو اسی صورت میں ہے جس کی آپ نے آیات کی بنا پر پہلے اعتراض کیا ہے۔ دیکھئے
لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ فرمایا لعلهم یسلمون نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں
کی جنگ دفاعی اور شر سے بچنے کے لئے ہے جسمیں کوئی جبر کا نقشہ ہے نہ زبردستی مسلمان بنانے
کے لئے باوجود اسقدر بینات کے اگر ابھی آپ کہیں قرآن میں اس طرح کے لئے حکمات ہیں کہ
جو لوگ حضرت کی نبوت تسلیم کریں اور انکی ذات پر آنکھیں بند کرکے ایمان لاویں تو ان سے جہاد
کیا جاوے تو وہ جہاد کرکے یا تو قتل کر دیا جاوے یا حضرت کی تعلیم کا پیرو بنایا جاوے تو مجھے نیک
نیتی کیساتھ اعتراض کرنیکے بارے میں شک کرنیکا کوئی حق حاصل ہے اور میں کیوں شک
کروں کہ جب آپ مسلمانوں کے ان اوصاف کو بھی پڑھتے ہیں جو ہر سوسائٹی کے لئے موجب
عزت واحترام باعث امن وامان ہو سکتے ہیں۔ وہ اوصاف اس آیت میں ہیں۔ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ یعنی جو لوگ ایمان لائیں۔ [illegible] ہر وقت
حاضر و ناظر یقین کرکے گناہ و بدی زندگی سے بچتے رہیں۔ [illegible] یعنی تمام نیک تحریکوں پر
عمل پیرا ہوں۔ جو ضمیر میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوں۔ [illegible] انبیاء اور انکی کتابوں پر ایمان
لائیں جو صداقت سے لبریز ہیں۔ [illegible] کے مسئلہ پر ایمان لائیں پھر اگر کفار [illegible] دینے

ہیں تو ہمارے ایسے کرنے سے برسر پرخاش ہوں اور بچارے اپنا پیارا وطن تک چھوڑنا گوارا کریں اور پھر ادھر وہ اس بے سروسامانی کے اصلی ارادہ یعنی اپنی جان سے کوشش کریں اس سے پہلے فرما چکا ہے وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ جس سے واضح ہے کہ جہاد مال سے بھی ہوتا ہے۔ اور پھر جو نہیں اس مصیبت میں پناہ دیں۔ ان کی مدد کریں۔ وہ سچے مومن ہیں آپ مجھے فرمائیں کہ ان میں سے کونسی بات قابل اعتراض ہے۔ کیا شرک سے بیزاری اور اسکا بیان بری بات ہے؟ کیا دین کے لئے وطن چھوڑنا اور فتنہ و فساد نہ ہونے دینا بری بات ہے کیا اپنے دین کی صداقتیں پھیلانے کے لئے جان و مال سے دریغ نہ کرنا بری بات ہے۔ کیا ایسے بے سروسامانوں کو جگہ دینا انکی مدد کرنا بری بات ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کیوں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں تک تو میں نے آپکے پہلے اعتراض کا جواب دیا۔

اب میں مضمون کے دوسرے حصے کی طرف توجہ کرتا ہوں جو یہ ہے کہ آپ چند مسلمان بادشاہوں کے ذاتی فعل کو پیش کر کے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ اعتراض تو ہمیشہ مذہب اور اسکے بانی کے قوانین پر کرنا چاہیے کسی شخص کی ذاتی کمزوری کو پیش کر کے عیب لگانا ٹھیک نہیں۔ لیکن آپ لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔ تو ان لوگوں کے افعال و حرکات کو بھی اسلامی کہنا چاہیے۔ کہ گو وہ مسلمان تھے۔ مجھے اتفاق ہے۔ میں راون اور کنس کی حرکات کو بھی وید کے احکام سے منسوب کروں کیونکہ یہ لوگ ہندو تھے۔ اور جب آپ اعتراض کرینگے۔ تو میں کہہ دونگا کہ آپکے کیا معنی ہیں کہ انکی حرکات تو خواہ مخواہ ہندوازم سے منسوب کی جاوے۔ محض اسی وجہ سے کہ وہ بھی ہندو تھے . . . . لیکن ان ہندوؤں کے گناہ اور حرکات کو وید سے کوئی تعلق نہ تسلیم کیا جاوے۔ طریق انصاف یہ تھا کہ آپ قرآن مجید کا کوئی حکم پیش کرتے جس سے انکے افعال کا جواز ثابت ہو۔ جیسا بانی کے جو طریق بتائے گئے ہیں وہ لکھتے انکے نقائص بتاتے اور پھر اسکے مقابل میں وید کے احکام پیش کرتے مگر میں نہ غور کر سکتا کہ آپ تو سب عادت گالیوں پر اتر آتے ہیں جنکا سوا ہمارے دل آزاری کے

کوئی فساد نہیں دیکھتے آپ کس گستاخی اور بے دیانتی سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف
میں جابجا قتل کرنے جھوٹ بولنے وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے گستاخی تو یہ ہے اور بے دیانتی
یہ ہے کہ آپکو دعوی ہے ہم قرآن شریف کو بغور مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور پھر آپ کہتے ہیں کہ
قرآن میں قتل اور جھوٹ کی تعلیم ہے تم اپنے دھرم سے کہو کیا تم نے قرآن میں (۱) فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ آل عمران ۳ ۔ ۱۰۲ ۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں نہیں پڑھا کیا جھوٹوں پر
لعنت بھیجنے والا پھر جھوٹ کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔ حج ع ۴ ۔ (۲) بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ
بولنے سے اجتناب کرو۔ دیکھو یہاں بت پرستی اور جھوٹ بولنا یکساں قرار دیا ہے۔ کیا جو جھوٹ کو
بت پرستی کے برابر کہتا ہے وہ جھوٹ کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اسی طرح قتل کے متعلق فرمایا
کہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ اور کسی جان کو نہ مارو جس کا مارنا خدا نے
حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ تو جو قتل کا حکم قرآن مجید دے کس طرح غلط ہو سکتا ہے۔ قرآن
مجید تو کسی کی دل آزاری کی اجازت نہیں دیتا ہم جابجا سوال دے کسی کے قتل کا حکم دے اں
لڑائی اور جنگ میں اجازت ہے۔ اور کوئی مہذب گورنمنٹ نہیں جسے کوئی نہ کوئی جنگ پیش
نہ آئی ہو۔ پھر جنگ سے تو بعض اوقات بڑے بڑے مہاتما تو کبھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ رام چندر
جی مہاراج سلطنت چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ لیکن آخر راون سے لڑائی کرنی پڑی۔ کرشن جی
مہاراج رودر گوپال تھے۔ لیکن جنگ انہیں بھی کرنی پڑی۔ مہابھارت کی جنگ مشہور ہے
پھر اعتراض شاستروں کے آپ نے محمد صلعم کے سر تھوپیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت محمد
کے جہادی کارناموں کو اس مختصر مضمون میں بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صحیح ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے
کہ وہ جنگیں کس غرض سے تھیں؟ نہیں اور پھر کسی اپنی ذاتی غرض کے لئے تھیں یا ملک میں امن
وامان پھیلانے اور قوم کو مذہبی آزادی دلانے کے واسطے؟ پھر یہ کہ ان میں تم نے کب تک کام لیا
لیا اور اسکا نتیجہ نکلا؟ نہیں کہ ملک میں امن ہی امن ہو گیا۔ اس سرے سے اس سرے تک امن پھیل گیا۔ اور

وہی جاہل اور وحشی دنیا کو تہذیب سکھانے والے بنے۔ اور توحید کا تحفہ جو نجات کا سرچشمہ ہے۔ تمام ملکوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور ملکوں کو تو جانے دیجئے۔ خود تمہارے ہندوستان میں اسلامی برکات کے آثار ابتک موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ساری ایک برکت ہے۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو اس برکت کا ذخیرہ بھی اسلام ہی ہے۔ اسلام سے پہلے ہندو دنیا، توحید سے محض نا خبر تھی۔ اسلام نے ان بت پرستوں کو توحید کی لذت سے آشنا کیا۔ اسلام نے اُن لوگوں کو جو چند کھانوں پر رکھکر چکے کے ساتھ کھا جاتے تھے تمدن کے اعلیٰ اصول سے خبردار کیا۔ اسلام نے رس اور قماربازی سے انکو نفرت دلائی۔ ورنہ یہ لوگ تو ان بری باتوں کو اپنے مذہب کا جزو سمجھتے تھے۔ اور اپنی پیاری بیویاں تک جوئے میں ہار دینا اپنے لئے موجب فخر خیال کرتے تھے۔ پھر ان کو عورتوں کے حقوق بجائے یہ بات صرف اسلام میں پائی جاتی ہے کہ وہ عورتوں کو ایک واجب الاحترام ہستی تسلیم کرتا ہے۔ انکو اپنا مال بھی رکھنے اور تجارت کرنے کی اجازت ہے۔ انکے مردوں پر حقوق ہیں۔ وہ اپنی مذہبی پستکوں سے بھی تو دکھا دیے کہ عورتوں کو کیا کیا حق دیئے گئے ہیں غالباً یہی ہے تو وہ کر اگر اولاد نہیں ہوتی تو اسے حکم ہے کہ شرم و حیا کو میری غیرت کی طرح اپنے خاوند کے واسطے بھاگ جاتی اکسی دوسرے مرد سے میرے لئے اولاد پیدا کر شیم اور اگر خدانخواستہ بیوہ ہو جائے تو نکاح ثانی کی اجازت نہیں۔ یہ بھی اسلام کا احسان ہے کہ انکی دیکھا دیکھی بیواؤں کے نکاح ہونے لگے۔ پھر اخوت و مساوات کا یہ حال تھا۔ کہ اگر کوئی ادنیٰ طبقے کا ہندو وید سنتا تھا ہے تو اسکے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جاتا۔ اگر کوئی اعلیٰ ذات کا آدمی گزرنے لگے۔ تو دور ہٹ جائے اور اس بیہودہ چھوت چھات کے نظارے ابتک دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ بھی اسلام ہی کا احسان تھا کہ اسنے اخوت و مساوات کا طریق سکھایا۔ اور ان لوگوں کی ذات پات کے بندھنوں سے ایک حد تک چھڑایا۔ کیونکہ اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا نعرہ لگایا۔ اور انما المؤمنون اخوۃ کا دلکش ترانہ سنایا۔ غرض ہندوؤں کو [illegible] بے شمار فوائد پہنچے ہیں سلطنت اسلام چند روزہ تھا [illegible] لوگ الامان پکار اٹھے "اسلامی سلطنت نے ہندوستان کو آباد کر دیا اور

دہلی سے شائع ہوا۔ مذہب وحشی کا لقب تو ابھی تک موجود تھا۔ آپ وید سے کوئی بڑے سے بڑا عمدہ سے عمدہ اصل ترجمانی پیش کریں ہم اسلام میں اس سے بڑھکر بتا دینگے۔ اگر نہیں تو پھر بیجا اعتراض اور خصوصاً ایسے اعتراض سے شرم کرنی چاہیئے جو خود آپ پر وارد ہو۔ آپ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی قائم کردہ سلطنت کو اسلامی سلطنت اور دوسرے لوگوں کو عمدہ طریق سکھانے والا بتاتے ہیں۔ تو اس حالت میں انکی خرابیاں انکے سر کیوں منڈھتے ہو میں کہتا ہوں کہ مثلاً ایک جج ہے۔ اس میں کچھ عیب ہیں، کچھ خوبیاں فیصلے اچھے دیتا ہے۔ مگر وہ کبھی رشوت لے لیتا ہے۔ تو آپ میں رشوت ستانی کے عیب کو گورنمنٹ سے منسوب نہیں کرونگا جبکہ اس کے قواعد میں صاف لکھا ہے کہ رشوت ایک جرم ہے۔ اسی طرح مسلمان بادشاہوں کی حکومت کو میں اسلامی سلطنت کہونگا کیونکہ اسکے قائم کرنیوالے اسلام کے نام لیوا اسلام کے مصدق ہیں لیکن اگر وہ کوئی برائی کرینگے۔ تو میں اسے اسلام سے ہرگز منسوب نہیں کرونگا جبکہ میں قرآن مجید میں صاف پڑھتا ہوں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اللہ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ آپ کو اپنے اس دعوے کے ثابت کرنے کیلئے کہ اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر خرابیاں انہوں نے کیں کوئی ثبوت پیش کرنا اور کوئی ایک ہی ثبوت دینا چاہیئے۔ کہ فلاں اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے یہ خرابی پڑی۔ ہم تو اسلامی سلطنت کو سراپا خیر و برکت ہی دیکھتے ہیں۔ صرف ہم بلکہ غیر مسلموں سے بھی یہی شہادت دی ہے چنانچہ دیکھئے۔

ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ کی ۸ جلد میں صفحہ ۲۷۰ سے ۲۷۳ تک وہ سب فوائد درج ہیں جو مسلمانوں سے دنیا کو پہنچے۔ وہ دیکھنے چاہئیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۰ میں ایم لیبری کا قول یوں ہے۔ کہ **"مسلمانوں کا احسان ہمیشہ کے لئے رہیگا کیونکہ انھوں نے یونان اور ہند کے علم کو محفوظ رکھا۔** ایسے وقتوں میں جب یونانی اور **ہندو** لوگ کوئی نئی تصنیف یا نیا علم وغیرہ بھی پیدا نہیں کر رہے تھے۔ اور یورپ بالکل ایسی جہالت کے گڑھے میں پڑا

تھا کہ وہ ایسی قیمتی بات کے لکھنے کے لائق ہی نہیں اگر عرب دنیا میں نہ آتے تو یہ جو یورپ میں علم و فضل دیکھتے ہو کبھی میسر نہ ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے مذہبی لوگوں کو پیش کیا ہے پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ ہندوؤں میں اور کچھ ہندو لوگوں میں خانہ جنگی نہیں ہوئی کیا جناب رامچندر کی جنگ کو اور پانڈو کی جنگ کے واقعات آپ بھول گئے۔ اصل میں آپ نے غور نہیں کیا۔ ہماری تاریخ تو ایسی مکمل ہے کہ نبی کریم صلعم اور آپکے خلفاء راشدین کی پرائیویٹ سے پرائیویٹ باتیں موجود ہیں۔ اور یہ ہماری صداقت کا نشان ہے۔ لیکن آپ کی تاریخ ایسی تاریک ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ ہم اس سے ایسی ہی بے خبر ہے کہ کچھ سر پیر نہیں خدا ہی کو نبی کی روشنی میں دیکھیں پھر معلوم ہو سکتی ہے یا نہیں۔ برخلاف اسکے ہماری تاریخ تو ایسی صاف اور یقینی اور صحیح ہے کہ دشمنوں کو بھی اسکا اقرار ہے۔ اور چونکہ ہم راستباز تھے۔ اپنے کوئی واقعہ چھپا ہوا اور پوشیدہ نہیں رکھا اور نہ مبالغہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی اگر کسی سے جنگ ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کسی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو ان سب باتوں کے وجوہات ہیں بلکہ ان واقعات میں اسلام کی صداقت کے نشانات ہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہوا وہ پیشگوئی کے ماتحت ہوا۔ پھر جو کچھ ہوا اسکا نتیجہ ہندو سلطنت کی طرح تباہی نہیں نکلا بلکہ روز افزوں ترقی۔ دیکھو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں اگر جنگ ہوئی۔ تو اسلام اسکے بعد ترقی کر گیا۔ اسوقت کہ مسلمان قرآن کی تعلیم پر قائم تھے۔

اب میں وہ **پیشگوئیاں** لکھتا ہوں جن کے ماتحت یہ واقعات پیش آئے اول صحیح بخاری جز سادس صفحہ ۱۱۰ کتاب التفسیر میں ایک حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے بات کے بعض لوگوں کو **ذات الشمال میں دیکھینگے**۔ تو آپ میرے صحابی میرے صحابی پکارینگے اسوقت کہا جائیگا کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا مرتد ہوگئے (فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم) دیکھو فتنہ ارتداد کی خبر قبل از وقت دی۔ اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ انہیں جنگ کرنے اور نہ دینے میں حق بجانب تھے کیونکہ زکوۃ دینے سے انکار ایسا ہی ہے جیسا

موجودہ گورنمنٹ کو کوئی ٹیکس یا مالگزاری دینے سے انکار کرے۔

دوم الجزء الثالث من صحیح البخاری مع شرح فتح الباری صفحہ ۴۹ باب الصلوٰۃ کفارۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کی نسبت دریافت کیا جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار کر موجزن ہوں گے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین تجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں ان بینک وبینها بابا مغلقا تیرے اور ان کے درمیان ایک بند دروازہ ہے حضرت عمر نے پوچھا کیا وہ دروازہ توڑا جائیگا۔ یا کھولا جائیگا قال ایکسر ام یفتح قال یکسر۔ تو حذیفہ نے جواب دیا کہ توڑا جائیگا۔ اور حذیفہ نے کہا۔ باب سے مراد عمر ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمر شہید ہوں گے۔ اور جو آپ کہتے ہیں کہ نہیں مارنے والا ایک غلام ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ غلام مسلمان نہ تھا بلکہ مجوسی تھا۔ دیکھو بخاری مناقب عثمان صفحہ جلد خامس قال ابن عباس انظر من قتلنی فجال ساعة فقال غلام المغیرة قال قاتله الله لقد امرت به معروفا الحمد لله الذی لم یجعل میتتی بید رجل یدعی الاسلام۔ آپ نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ دیکھ بھال کرو۔ مجھے کس نے قتل کیا۔ ابن عباس تھوڑی دیر پھر کر آئے اور کہا کہ مغیرہ کا غلام ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تو اسے جلدی کی بات کی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوئی جو اسلام کا مدعی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک کافر غلام کے ذاتی حقد و کینہ وعناد کی وجہ سے شہید ہوئے کسی ملکی معاملہ کو اس میں دخل نہیں

سوم حضرت عثمان کے بارے میں لکھا ہے۔ دیکھو بخاری باب مناقب عثمان صفحہ ۱۹ الجزء الخامس کہ رسول کریم صلعم ایک دفعہ بئر اریس پر گئے۔ اور پاؤں لٹکا کر اس کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ ابو موسیٰ اشعری پیچھے سے باہر دروازہ پر پہرہ دینے لگے۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ آئے۔ اور آپ کی اجازت سے اسی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اور جنت کی بشارت پائی پھر حضرت عمرؓ آئے۔ وہ بھی جنت کی بشارت پا کر اسی طرح بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان آئے۔ تو آپ نے کچھ دیر تامل کیا

پھر فرمایا کہ آنے دو اور اسے ایک بلوی کے بعد جو اس پر ہوگا جنت پانے کی بشارت دو رضیت
هنيهة ثم قال ائذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه۔ اس حدیث میں
آپ نے ان واقعات کا نقشہ کھینچ دیا ہے جو آپ کے خلفاء کو پیش آنے والے تھے حضرت عثمان رضی
کے بارے میں خبر دی کہ ان کی شہادت ایک بلوی میں ہوگی۔

عجیب بات ہو کہ جس ترتیب سے یہ تینوں بزرگ آئے اور کنوئیں میں پاؤں لٹکائے۔ اسی
ترتیب سے خلفاء ہوئے۔ اس مقام پر یہ ظاہر کر دینا بھی بے موقعہ نہیں ہوگا کہ ہمارے موجودہ امیر حضرت
مولانا نور الدین ادام اللہ مجدہ و رب العالمین بھی اسی میں آ گئے بوجہ اس کے بحیثیت متابع کے جو تعلق
حضور سید الانس والجان سے ہے۔ آپ بھی پاؤں لٹکا کر بیٹھے اور دعا کی کہ خدا تعالیٰ نے انہیں بھی
اپنے رسول کا خلیفہ بنا دیا۔ اللھم ایدہ وانصرہ

چہارم حضرت علی کی شہادت کا ذکر جو آپ نے کیا۔ تو وہ بھی ایک پیشگوئی کے ماتحت ہوا۔ ازالۃ الخفاء
صفحہ ۲ میں مرقوم ہے کہ ایک غیبی نے حضرت علی سے کہا کہ تم کو بھی ایمان مرنا ہے تو آپ نے جواب دیا
نہیں بلکہ میں مقتول ہونگا۔ ایک تلوار سے جو اس سر پر پڑیگی اور جس سے یہ داڑھی رنگی جاویگی۔
یہ حکم ہو چکا ہے اور عہد مقرر ہے۔ اور جھوٹ باندھنے والا ناکام ہے۔ اسی طرح حاکم نے انس بن مالک
سے روایت کیا کہ ایک دفعہ حضرت علی بیمار ہوئے رسول خدا مع حضرت ابو بکر و عمر رضی کے انکی عیادت
کو گئے۔ انکی حالت دیکھکر شیخین آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو بچتے نظر نہیں آتے۔ رسول خدا صلعم نے
فرمایا نہیں یہ شہید ہو کر مرینگے

پنجم حضرت امام حسن کی نسبت البخاری مناقب الحسن والحسین صفحہ ۳ جلد پنجم میں لکھا ہے کہ نبی
کریم صلعم منبر پر کھڑے تھے اور حسن آپ کے پہلو میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا
اور امید ہے کہ اللہ اسکے ذریعہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرادیگا۔ چنانچہ حضرت علی کے بعد
مسلمانوں کے دو گروہوں میں آپ نے صلح کرادی

اسی طرح امام حسین کی شہادت کی پیشگوئیاں کتب شیعہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان

پیشگوئیوں کے پیش کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ جن واقعات کو آپ اسلامی سلطنتوں میں خونریزیوں کا نام دیتے ہیں وہ اگرچہ ایسے نہیں کہ آپ کی سلطنتوں میں پیش آئے ہوں یا آپ کے پیشین بزرگ ان سے محفوظ رہے ہوں۔ مگر ہمارے لئے یہی پیش آنیوالے واقعات پیشگوئیوں کی صورت میں ایک نشان بن گئے۔ لا امتیاز صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے۔ کہ اس کی رو سے وہ باتیں بھی مسلمانوں کو خوش کرنیوالی بنجاتی ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تہذیب الاخلاق توجہ کرے

یہ رسالہ امرتسر کو بیادگار سر سید نکلتا ہے میں افسوس کرتا ہوں کہ اس میں ایسے مضامین چھپ رہے ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے صریح خلاف ہیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹر صادق علی صاحب کے مضمون تعلیم القرآن کے ایک حصہ پر میرے کرم حافظ روشن علی صاحب ایک تنقیدی نظر ڈال چکے ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اور وہ احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ وہ اپنے مضمون میں بعض ایسی باتیں لکھے جاتے ہیں جو نہ صرف تعامل کے خلاف ہیں۔ بلکہ ان سے قرآن کریم کی ہتک ہوتی ہے

چنانچہ جمادی الاول کے نمبر ۵ میں یہ نہایت ہی قابل نفرت و تردید خیال ظاہر کیا ہے کہ بعض آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں جن میں پرانے رواج کو کسی حد تک جائز رکھا ہے۔ گو قرآن کے قواعد کلیہ کے موافق ان کی ضرورت نہ ہو یا ان کے خلاف ہو۔ پھر آیت کے مقتضاء پر ایک بار عمل کرکے پھر ہمیشہ کے لئے وہ آیت ترک ہو گئی تعجب ہے کہ یہ کلمات ایک ایسے شخص کی زبان و قلم سے نکلے ہیں جو قرآن کے منجانب اللہ ہونیکا قائل ہو۔ یہ عرف تو وہ مانتا ہے کہ یہ اس علیم و خبیر خدا کا کلام ہے۔ جو حکیم و علیم ہے اور دوسری طرف اس میں پرانے خراب رسوم و رواجوں کا مقلد و متبع بلکہ مجیب نظر آتا ہے جو بعض عرب کے مشرکین کے معہود رواج کا نتیجہ تھے۔ [illegible]

(۱) اصل بیان پیچ ہے۔ مسلمان اور گورو مسلمانی درکتاب۔

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالےٰ نے دعویٰ فرمایا ہے۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ گو یہ بھی اقوم و پختہ راست ہے۔ کہ اس میں ہزاروں خاصیاں پائی جاتی ہیں اور بھی ابد الآباد تک قائم رہنے والی شریعت ہے جس کی بعض باتیں صرف کچھ عرصہ عمل کرنے کے تھیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ ورنہ قرآن شریف تو وہ پر حکمت کتاب ہے کہ اس کا ایک ایک حکم اپنے اندر بہت سی حکمتیں رکھتا ہے۔ اس میں جسے کچھ خامی نظر آتی ہے وہ خود خام ہے۔ اور جو اسے کسی زمانہ و رواج کا مقلد سمجھتا ہے وہ یا تو ملحد ہے یا ناقص العقل نافہم ہے۔ اور آیات قرآنی کے معانی معلوم کرنے کے قواعد سے بے خبر

قرآن کے کسی آیت کے معنی کرنے اور اسکے کسی حکم پر فتویٰ دینے کے لئے بہت سی کچھ بہت سا تقویٰ درکار ہے۔ اور سیاق و سباق کے دیکھنے کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس مضمون کی دوسری آیات پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے مثلاً دیکھئے۔ یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان (بقرہ رکوع ۲۲) کے بارے میں لکھا ہے ”اگر ایک قبیلہ کا کوئی شخص دوسرے قبیلہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو صرف قاتل مجرم نہیں خیال کیا جاتا تھا بلکہ تمام قبیلہ مجرم خیال کیا جاتا تھا۔ ... اسلئے اگر ایک شخص نے قاتل کے سوا کسی دوسرے شخص کو جو اس قاتل کے قبیلہ میں سے تھا مار دیا تو اسکو سمجھتے تھے بدلا ہو گیا۔ ... غرض جب قبیلے ایمان لے آئے۔ اور اپنے پچھلے خونوں کے دعووں کا بدلہ اپنے مسلمہ قاعدہ کے موافق لینا چاہا تو حضرت نے ایک دفعہ کے واسطے ان کے اپنے قاعدے کے موافق عدالت ہونے کی اجازت دیدی۔“

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید ان کے رواج سے دب گیا۔ اور انہیں ظلم کی اجازت دیدی

دیکھی۔ وحوالا لاولا۔ کیا کوئی تاریخی شہادت اس بارے میں پیش کیجا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر مضمون نگار جیسے مسلم القرآن ہونیکا ناجائز دعا ہے۔ آیات ومن اساء فعلیها اور ولا تزر وازرة وزر اخریٰ پر جو خود اس نے لکھی ہیں۔ غور کر لیتا۔ تو ہرگز یہ کلمات ہ شنایت لکھنے کی جرأت نکرتا۔ مگر ان میں سے زیرنظر رہتا۔ کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا تو وہ ہرگز اس آیت کی ایسی آزادی سے تاویل نہ کرتا۔ جو قرآن مجید کے محکم اصولوں کے خلاف ہے کیا اسے یاد نہیں رہا کہ اسی قرآن مجید میں ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا وارد ہے جو قتل میں خطا کاری کی راہ اختیار کرنیسے مانع ہے۔ اور الا بالحق کا استثنا موجود ہے۔ اور پھر سورۂ فرقان میں عباد الرحمن کی صفت میں فرمایا ہے۔ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما یضاعف له العذاب یوم القیمة ویخلد فیه مهانا۔ یعنی بس بحق ہو اسکے بغیر کسی نفس کا قاتل بہت سے گناہوں کے نیچے ہے۔ اور اسے دوگنا عذاب دیا جائیگا اور وہاں ذلیل و خوار ہوگا۔

پھر الحر بالحر میں آپ عبد کو ایک درجہ کم سمجھ گئے۔ الحر بالحر والعبد بالعبد فی القتلیٰ یا یعنی جو مقتول کے بارے میں وہ جس نے قتل کیا ہے اگر وہ آزاد ہو تو آزاد ہی قرار دیا۔

دوم آپ لکھتے ہیں کہ فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فریضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة ان اللہ کان علیما حکیما۔ عرب میں رواج تھا کہ ایک میعاد معین کے لئے محض اپنی عارضی خوشی کی غرض سے کسی عورت سے معاہدہ کر لیا کرتے تھے۔ اور اس مدت کے لیے کچھ اجرت مقرر کر دیا کرتے تھے جب عارضی نکاح ناجائز ہو گئے تو اب یہ مشکل پیش آئی۔ کہ اس وقت جو عورتیں عارضی نکاح کے معاہدہ سے مسلمانوں کے پاس موجود تھیں۔ انکے ساتھ اب کیا سلوک کیا جاوے۔ اس دقت کو قرآن نے یوں رفع کیا۔ کہ جو

اجرت مقرر ہو چکی ہے۔ (دو دیدہ - آہ !

یعنی قرآن نے متعہ کی فرجی کو ایک وقت جائز رکھا۔ اور اس کی اجازت کے لئے یک آیت اتاری۔ جو پھر حدیث کے ساتھ بدل گئی۔ حالانکہ یہ اصل ہی غلط ہے۔ کیونکہ جبکی شیعہ متعہ کو جائز سمجھنے والے ایسے ہیں جو سنی مذہب نہیں رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ایک وقت پیش کر لیکن یہاں تو متعہ کی فرجی کا ذکر نہیں ہے تو مہر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صحیح نکاح ہے متن جاہلیت بیر جانے یونہی کہا ہے۔ یعنی جن عورتوں نے نکاح شرعی سے متمتع و تلذذ حاصل کیا۔ ان کا مہر دینا تم پر واجب ہو گیا۔ خواہ وہ مسمی ہو یا مہر مثل (صفحہ ۲۲۳)

اور خود اس آیت کے سیاق پر غور کرنے سے یہی معنے کھلتے ہیں۔ اس سے پہلے محصنین غیر مسافحین فرما کر متعہ کی تردید فرما دی۔ اور پھر حق کی ضمیر ان عورتوں کی طرف راجع ہے جو نکاح کے لئے حلال ہیں۔ اور انہی سے نفع اٹھانے پر مہر دینا لازمی ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ علیہ الرحمۃ حاشیہ لکھتے ہیں۔

کہ جو عورتیں حرام فرمائیں ان کے سوا سب حلال ہیں لیکن چار شرط سے اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول درمیان آوے۔ دوسرے یہ کہ مال دینا قبول کرو۔ یعنی مہر۔ تیسرے یہ کہ قید میں رکھنی غرض ہو مستی نکالنی نہ ہو۔ یہ نہ ہو جیسا متعہ میں ہمیشہ کو وہ عورت اسی مرد کی ہو جائے۔ مدت کا ذکر نہ آوے کہ مہینے تک یا برس تک۔ اس سے متعہ حرام ٹھہرا۔ چوتھی شرط سورہ مائدہ میں فرمادی کہ لوگ شاہد ہوں ۰ ۰ ۰ پھر فرمایا جو عورت کام میں آئے اسکا مہر پورا دینا پڑا۔ پس جب متعہ حرام ہوا۔ اسی آیت سے حرام ہوا تو پھر متعہ کی فرجی ورائٹی مسئلہ کہاں سے نکل آیا۔

سوم - ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا فی کتب اللہ یوم خلق السموٰت والارض منہا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم الایۃ کے بارے

میں لکھا ہے کہ ان چار مہینوں کو اللہ نے قائم کیا ہے۔ اور خود اسنے انکو حرمت والا بتایا ہے۔ اور ان کی حرمت کا توڑنا گناہ بتایا ہے۔ لیکن اسلام پھیلنے کے بعد کسی عالم نے اور مجتہد نے ان آیتوں کو قابل عمل نہیں خیال کیا۔ صحابہ نے بھی آنحضرت کے بعد جہاد کے اور کسی مہینے کا لحاظ نہیں کیا۔ امر تشریح میں مضمون نگار نے اپنی آبھی سے نہ صرف علماء کرام و مجتہدین اسلام پر بلکہ تمام صحابہ و اہل اسلام پر حملہ کیا ہے۔ کہ انھوں نے اس آیت پر عمل نہیں کیا۔ حالانکہ وجہ یہ ہے کہ اس آیت کو دوسری آیات کیساتھ ملاکر مطلق نہیں دیکھا اس حکم کی تشریح دوسری آیات میں یوں کی گئی ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم۔ آگے چل کر فرمایا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۱۹۴)

(۱) لڑائی ان سے کرنی جائز ہے جو پہلے لڑائی کریں (۲) پھر زیادتی نہ کریں (۳) جہاں سے تمہیں نکالیں وہاں سے انہیں نکالو (۴) فتنہ قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے (۵) مسجد حرام کے پاس مقاتلہ نہ کرو۔ مگر اس صورت میں مقاتلہ جائز ہے جبکہ کفار پیشدستی کریں (۶) لڑائی اس نیت سے کرو کہ فساد رفع ہو جائے۔ اور دین میں سب قوموں کو آزادی حاصل ہو جائے (۷) حرمت کا مہینا حرمت کے مہینے کے مقابل میں ہے۔ اور بکفار میں جس نے تم پر زیادتی کی۔ تو تم بھی اسکا بدلہ بقدر اس زیادتی کے جو اس نے کی۔

یہ سات شرطیں ہیں۔ اس میں اربعہ حرم کی تفصیل بھی ہے کہ یہ صرف اسی صورت

میں ہے کہ کفار کی طرف سے پیش دستی نہ ہو لیکن اگر وہ شہر حرام کا خیال نہ کریں یا مسجد الحرام میں لڑیں تو تم بھی ان کے مقابلہ میں سستی نہ کرو۔ شاہ عبدالقادر صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں "کہ لوگ اسی مہینے میں ظلم کرتے رہے مسلمانوں پر پھر مسلمان ان سے کیوں قصور کریں بلکہ سفر حدیبیہ میں ماہ ذیقعدہ تھا۔ عمرے کو حضرت گئے۔ اور کافر لڑنے کو موجود ہوئے یہ آیت اس واسطے کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے۔ اگر ماہ حرام میں کافر لڑنے لگیں۔ تو ہم کیا کریں"

پس اس سوال کا فیصلہ تو نبی کریم صلعم کے عہد سعادت مہد میں ہی ہو گیا تھا کہ منہا اربعۃ حرم کے کیا معنی ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں "یہ وہی جواب حضرت کے معاصرین کا اہل طائف کی جنگ کہ مہینہ حرام کا آگیا صرف اتنی بات پر غور کر کے یہ کہہ دینا کہ پہلے بھی یہی رواج چلا آتا ہے لہٰذا یہ احکام بھی بعض جا قرآن شریف میں پہلے رواج کی رعایت سے نازل ہونے میں حدود سے کی گستاخی ہے۔ قرآن مجید رواج سے مجبور ہو کے کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ قرآن مجید تو رواج کی اصلاح فرماتا ہے۔ اور بعض اوقات رواج کو بالکل مٹا دیتا ہے۔ اعتراض اس صورت میں قائم ہو سکتا تھا جب معترض تاریخ میں اس بات کی کوئی شہادت پیش کرتا کہ صحابہ نے چار حرمت والے مہینوں میں از خود کوئی جنگ کی یا مخالفین نے اعلان کر دیا کہ ہم ان ادب والے مہینوں میں جنگ نہیں کریں گے پھر بھی صحابہ نے ان کی اس عرضداشت کو رد کر دیا اور یہ کہنا بھی غلطی ہے کہ پھر رواج بدل گیا اس لیے یہ آیات منسوخ ہو گئیں کیونکہ قرآن مجید تو قیامت کے لیے شریعت پیش کرتا ہے اور مسلمانوں کو کئی قوموں سے سابقہ پڑے۔

چہارم۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین۔ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ اس آیت کے معنی ظاہر ہیں کہ مومن مرد اور عورت میں سے کوئی فریق زنا کا پیشہ کریگا تو اس کا نکاح فسخ ہو جائیگا۔ لیکن اس آیت میں ہر ایک مسلمان آدمی کرنے کو تیار ہے اور کرتے ہیں کہ ان کے عمل سے جو خوفناک نتیجہ

پیدا ہو سکتے ہیں ان سے محفوظ رہیں

یہ بھی مسلمانوں کی نیات پر سخت حملہ ہے۔ پھر قرآن مجید کی تعلیم پر کہ اس پر عمل کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں ہرگز نہیں۔ مطلب ان آیات کا صاف ہے کہ زانیہ اپنے پیشہ کی وجہ سے اس قسم کے ساتھ مشہور ہو اسکے ساتھ وہی نکاح پسند کریگا جو زانی ہے اور یہ مومن کی شان سے بعید ہے کیونکہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔ پھر یہ ابتداء نکاح کا ذکر ہے اور سیاق معاملہ کا ذکر نہیں کہ آپ کو نکاح کے فسخ کی فکر ہے اور آپ تسلی دے رہے ہیں کہ نکاح فسخ ہو جاویگا۔ اور لوگوں میں ایسے احکام سے ناواقفی پھیلتی ہے۔ تو پہلے قرآن مجید اور اسلام کی پروا نہیں کرتے۔ اور انکے خوف سے علماء بھی ان احکام کے بیان سے باز رہ سکتے ہیں کیا امر ہے اگر لوگ نہیں پڑھتے ہونے نہیں سکتے یا سمجھوں میں نہیں آتے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ قرآن مجید کا حکم غلط ہے یا اب ایک مسلمان تبدیل کر لیوے۔ تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے متعلق سات قول لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ نکاح نہیں ہے بلکہ جماع ہے معنی یہ ہیں کہ زنا نہیں کرتا ہے اس سے مگر زانیہ یا مشرک وغیرہ۔ اسنادہ صحیح مجاہد عکرمہ سعید بن جبیر عروہ بن الزبیر ضحاک مکحول مقاتل سے بھی یہی مروی ہے۔ اور حرم ذلک علی المؤمنین یعنی اس کام میں نہ گھس کر زانیہ عورتوں سے نکاح کر کے ایسا عورتوں کا کام حرام کر مردوں سے زیادہ [illegible] حرام کیا گیا ہے۔ ابو داؤد طیالسی نے بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرمایا کہ اللہ نے حرام فرمایا ہے زنا کو مومنین پر۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حکم باکلیہ ہے غالب پڑھتے ہیں کہ غالب زانی رغبت نہیں کرتے ہیں مگر نکاح کرنے میں اپنی مثل زانیہ سے۔ غرض کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ نکاح فسخ کر دیا [illegible] اس آیت میں ہے بلکہ اس میں تو عام طور سے بتایا گیا ہے کہ زانی اپنی مثل ہی ڈھونڈتے ہیں۔ [illegible] مومنوں پر حرام ہے [illegible] بتایا ہے کہ رنڈیوں سے جو زنا کا پیشہ کرتی ہیں توبہ کرنے تک مومنوں کا نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

پنجم۔ فمن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین
یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے معنے آپ کرتے ہیں کہ ان مریضوں اور مسافروں
میں سے جو لوگ روزہ بسہولت رکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اس رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو
ان کے ذمہ ایک خوراک مسکین کو کھلانا اس رخصت کا فدیہ ہے حالانکہ یہ ایک ایسا شبہ ہے کہ ہم نہیں
مریض اور مسافر میں سہولت و مشکل کی کوئی قید نہیں بلکہ عام حکم ہے۔ اور جب تم سفر پر ہو جیسے
عرف عام میں سفر کہیں۔ اور جو آ سبیل ہے جب کوئی مرض ہو تو روزہ نہ رکھو۔ بلکہ دوسرے
ایام میں اس گنتی کو پورا کرو۔ آدمی نہیں جانتا کہ اس سفر میں جو بظاہر سہولت کا ہے۔ اسے
کیا مشکل پیش آنے والی ہے۔ اور اس مرض کا جو فی الحال خفیف ہے کیا انجام ہونے والا ہے۔ اپنے
اپنی محدود عقل سے کام نہ لے۔ بلکہ خدا کے حکم کو خوشدلی سے مان لے۔ وہ یہ کہ دوسرے ایام میں
یہ روزے رکھے جو کہ مرض و سفر کے علاوہ کچھ اور بھی عذر تھے۔ اسلئے ان کے لئے اگلی آیت
فرمائی۔ اسکی تفسیر میں در منثور سے حضرت ابن عباس کا قول مجھے بہت پسند ہے کہ واخرج
ابن جریر عن ابن عباس وعلی الذین یطیقونہ قال من لم یطق الصوم
الا علی جھد فلہ ان یفطر ویطعم کل یوم مسکینا والحامل والمرضع و
الشیخ الکبیر والذی سقمہ دائم۔ یعنی جن کو روزہ کی طاقت نہیں مگر بمشکل
ذیل میں کہیں کہ تھوڑی سی طاقت ہے۔ تو وہ یوں کریں کہ روزہ نہ رکھیں۔ ہر روز ایک مسکین
کو کھانا کھلا دیا کریں۔ حاملہ۔ مرضعہ۔ شیخ کبیر۔ دائم المرض کا یہی حکم ہے حضرت نبی کریم صلعم سے
لیکر آج تک ان معنوں پر جمہور اہل اسلام کا عمل رہا ہے۔ مگر جو معنے آپ بتاتے ہیں۔ وہ کبھی تعامل
میں نہیں آئے اور نہ قرآن مجید کے وہ معنی نہیں کرتے جا سکتے جن کی سند تعامل سے نہ ہو
اس نکتہ کے نہ لگنے سے چکڑالوی نے بھی سخت دھوکا کھایا ہے۔ انہوں نے خود ایک نماز ایجاد
کی اور یہ نہ جانا کہ اگر یہی حق تھا۔ تو ضرور تھا کہ تعامل میں بھی سنت پائی جاتی۔ تعامل یا سنت جیسی
چیز ہے۔ کہ قرآن مجید سے بھی زیادہ تواتر کیساتھ ہم تک پہنچی ہے۔ اور ہر صدی میں ہر طبقے کا کوئی
نہ کوئی گروہ اس پر عمل پیرا رہا ہے

ایک جری اللہ فی حلل الانبیاء کی ضرورت

جناب آزاد سبحانی پرنسپل مدرسہ الٰہیات چوٹ کھائے ہوئے دل انتہائی یاس میں وحشت زدہ ہو کر زوال امت کی فریاد ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"آج ہم مسلمانوں میں سخت حبس ہو رہی ہے کیسی حبس جس نے روحانیت کی ہوا کو معطل بند کر رکھا ہے۔ ہر جانب لیکر اس کراچی تک مسلمان مچھلی کی طرح لوٹ رہے ہیں۔ مگر کسی طرف سے نسیم روحانیت کا ایک جھونکا بھی نہیں چلتا کہ ذرا سی دیر کیلئے ہی لوگ دل کی قباؤں کے بند کھول دیں اور روح کو تازہ کرلیں۔ ہوا کے جھونکے سے ہماری مراد اس سبیل آواز سے ہے جو اپنے وقت کے کسی کنہیا کے منہ سے نکلتی ہوئی سنائی دے کہ میں تم انسانوں حیوانوں میں ایک اور جس کو تم دیکھنا چاہتے ہو۔ ہم کو اس حبس کے وقت میں کس چیز کی ضرورت ہے پانی کی کسی قدر کی۔ اس پانی کی جو موسم برسات اور گرمی کے دنوں کی طرح رات کی رات میں ہو جاوے۔ نہیں نہیں بلکہ موسلا دھار پانی کی ضرورت ہے۔ جو مہینوں برسے اور برس کر ساری زمین کو جل تھل کر دے۔ ہماری روحانیت کا سمندر عرصہ سے کم ہو رہا ہے۔ ہم کو ایک سخت طوفان اور تیز آندھی کی ضرورت ہے۔ ہمارے ایمان کا باغ پت جھڑ کے رنگ کا ہو گیا ہے ضرورت ہے فصل بہار کی وہ فصل بہار جو درختوں کو نئے سرے سے سرسبز بنا دے۔ اور باغ پھر سے بہشت کی رت پر آ جائے صاف صاف یہ ہے **ہماری حالت عہد مسیح کے یہودیوں کی ہو گئی ہو**

یہود اور مسیح کا کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ آزاد سبحانی نے اعلان کیا ہے کہ ہم یہودی ہو چکے ہم میں ایک مسیح کی ضرورت ہے خشک سالی اور قحط ہے۔ آسمانی پانی یعنی وحی باری کی ضرورت ہے جس کے بغیر اس پت جھڑ ہوئے باغ کا سرسبز ہونا محال ہے۔

میں شرمندہ ہوں مولانا آزاد سبحانی کو کہ وہ نسیم روحانیت کا جھونکا آیا۔ اور پھر سے زندہ ہے

اگر ہماری روح و روان کو تازہ کر گیا۔ مگر افسوس آپ لوگ اپنے دروازے بند کر کے تاریک کمروں کے اندر بیٹھے رہے وہ گنہ سیا آیا۔ اور وہ روح میں کرشن کے نام سے آیا اس نے وحدت کا گیت گایا توحید کی بانسری بجائی۔ اور اس نے نہایت سریلی آواز میں کہا ؎

منم کلیم خدا و منم مسیح زماں ❊ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

پھر کہا کرامت گرچہ بے نام و نشان است ❊ بیا بنگر ز غلمان محمد

پھر جیتیا یہ اور اس جواں ۱۰ ❊ کرامت کس بسید ان محمد

آں خدائے کہ از و خلق و جہاں پُر خبر است ❊ بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ❊ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است ❊ زانساں کہ آمدست در اخبار سرورم

وہاں کیسا پانی جو موسلا دھار برسے اور مینوں برسے ساری زمین پر برسا۔ اور اس نے دلوں کو بھی وصل ایک کر دیا۔ مگر آپ خدا جانے کس ریگستان میں بھٹکتے رہے کہ مینہ برسنے کی خبر تک ہے میرے دوست! یہ آسمانی بارش مینوں کہ برسوں برسا کیا اور تشنہ کام انہیں تحقیق کو سیراب کرتا رہا۔ اور اب بھی ایک چشمہ نصب ہے جس سے آپ اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

وہ فصل بہار آئی۔ اور اس نے باغ پرستی کی رت چڑھا دی۔ گر نہ موتی کو آنکھ نظر نہ آئے تو میں کیا کروں۔

شیلان یہود میں مسیح آیا اور بڑی شان و شوکت سے آیا اس نے سوئی ہوئی مخلوق کو جگایا۔ مگر جو نیند کے ماتے تھے وہ بڑی مشکل سے جاگے ہیں۔ اور ابھی آنکھیں مل رہے ہیں۔ وہ مسیح مسیح پکار رہے ہیں حالانکہ مسیح آیا اور چلا بھی گیا۔

بہر حال جناب آزاد سبحانی نے مرض کو تشخیص کر لیا مگر ہم اسکا علاج تجویز کیا ہے وہ سن کر ترس ہے وہ مانتے ہیں کہ آگے یہود کی اصلاح کے لئے ایک مسیح کی ضرورت تھی تو حال کے یہود بھی کسی دولتمند کے گیروے کپڑے پہن لینے والے محض ارہاد زندگی اختیار

کر لینے سے اصلاح پذیر نہیں ہو سکتے جو شخص خود ہی اصلاح کا محتاج ہے۔ جو خود روحانیت
کے سمندر سے کوسوں دور ہے جو نہ تو ان امور کے ذکر اور انبیاء اور رسل و اسلام کی حقیقت
سے خود ناآشنا ہو اور جس کی عملی حالت ناقابل قدر ہو وہ دوسروں کو کیا سکھائیگا کیا دکھائیگا غرضکہ
کی دنیوی حاجات میں کچھ شک نہیں ضرورت ہے روحانیت کی ضرورت ہے الوہیت کی ضرورت
ہے اس زندگی کی جو روح القدس سے ہو۔ بلکہ ضرورت ہے رسالت کی ضرورت ہے نبوت کی
جو ایسے بگڑے ہوؤں کی اصلاح کر سکتی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ڈاکٹر اقبال شاعر نغز گفتار
ہیں ان کا ایک ایک مصرعہ بعض اوقات میرے نکتوں پر حاوی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ
مذہبی رہنما بھی ہو سکتے ہیں۔ صحیح سوال تو وہ ہو سکتا ہے جبکہ دیکھتے کہ نبی کریم صلعم کی مبارک
شکل نظروں میں پھر جانے وہ مبارک انسان نہ صرف ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے ہنر کے
سچے نبی سچے رسول سچے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ ہو بلکہ اخلاقی و روحانی اعتبار سے بھی
حضرت خاتم النبیین کی سچی روح و قوت میں رہ کر خصوصیت کر نبی کی اتباع میں فنا ہو کر نبی ہی ہو چکا
ہو بغیر اس کے تمام دعوے باطل ہیں اب جب یہ متفق اللفظ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس وقت ہماری
قوم میں تمام زمانے کی تمام گذری ہوئی امتوں کی برائیاں جمع ہیں تو ان کی اصلاح کے لئے بھی ایک
ایسے انسان ایسے پاکباز انسان ایسے خدا نما انسان کی ضرورت ہے جو تمام انبیاء کے کمالات
کا مجموعہ اپنے اندر رکھتا ہو اور جو اسلام (جس پر دین اسلام کا دارومدار ہے) کا ثبوت اپنے
اعمال سے دے سکتا ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ علامہ صاحب ان صفحوں کے مضمون سے ہم مشرب ہوئے نہیں
جو اپنے اس قسم کے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں کہ روزہ ہندوستان جیسے گرم ملک میں مسلمانوں
کے لئے مناسب نہیں اور نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کی بجائے یورپ کے سنگرز کی مانند بیٹھ کر ان کے عکس سے
تمام ہے۔ بہتر و مفید ہے بلکہ یہ امر ہے جس کی اسی مثل الانبیاء کا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد مرسل
ربانی تھے چنانچہ ہمارے حضرت صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ جس مثل الانبیاء اس کی ابھی کا مطلب
یہ ہے کہ آدم سے لیکر خاتم تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے

تو وہ دو اسرائیل میں یا فی سلسلہ ان سب کے خاص خاص وقتوں یا خاص صفات میں سے اس عاجز
کو کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے کچھ
اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔ اسی پر خدا نے مجھے
اطلاع دی۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جانی دشمن اور
سخت مخالف جو مخالفت میں حد سے بڑھ گئے تھے جس طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا۔ اس
زمانے کے اکثر لوگ بھی ان سے مشابہ ہیں۔ مگر وہ توبہ کریں۔

تمام قوموں کی قربانیاں جو موجودہ زمانے کے مصلح کے لئے آپ نے تجویز کی ہیں وہ کسی کے ذہن میں
[illegible] تمام [illegible] اور دولت اس وقت میں [illegible] علم و [illegible] کو سارا زمانہ ہے۔ آپ پر [illegible]
میں [illegible] کیں۔ اور کوئی [illegible] نے [illegible] قرآن مجید سے آپ وہ علم کلام نکال کر عقیدہ
سے عقیدہ [illegible] کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ کے متبعین کے ہاتھوں میں وہ حجت تیز و روشن
سلطانی کہ کسی کو مجال دم زدن نہیں [illegible] ان کے ایک غلام [illegible] غلام [illegible] کمال [illegible]
میں انکمال سے [illegible] کے قائل تو آپ ہی ہیں۔ [illegible] ہیں بلکہ اس حقیقت منظر کے
ایسے کسی غلام ہیں جو آپ کے پیش کردہ علم و [illegible] روحانیت کا سبق دیں۔ پھر خطابت اور
[illegible] میں جو کمال آپ کو تھا۔ وہ اس پاکمال کے ادنیٰ غلام میں بھی موجود ہے۔ [illegible]
موجود ہے۔ پھر [illegible] ہیانت کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ وہ صرف آپ نے بلکہ آپ کے
غلاموں نے دکھا دی حسب ضرورت [illegible] اپنے بھائی بہنوں [illegible]
پیارے رشتہ و اہل پھر اپنے ہم وطنوں اپنے مالوں [illegible] کو چھوڑا۔ اور محض خدا کے لیے
چھوڑا۔ اپنے دین کی خاطر [illegible] جیسی [illegible] دیکھنے کا شتاق ہیں
آپ قادیان [illegible] دیکھ لیں اور یقین رکھیں کہ اسلام زندہ ہوگا مسلمان بنیں گے تو
اسی جماعت کے ہاتھوں سے اور وہ وقت قریب ہے کہ آپ اسلام یعنی احمدیت کا روحانی جھنڈا
سرزمین یورپ میں گڑا ہوا دیکھیں گے۔ والسلام

معارف قرآن مجید

Digitized by Khilafat Library

مقتبس از افاضات سیدنا امیر المومنین زاد مجدہ

فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم	اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں کہ کسی حقیقی مردے کو زندہ کرکر پس قوموں کی موت اور حیات سے مراد ان کی ترقی اور تنزل ہے۔ یہ

یک قوم کا ذکر ہے جس کے ہزاروں آدمی باہر نکلے جنگ سے بھی ڈر گئے۔ تو خدا نے ہلاک ہونے چاہے۔ اس
کی تفصیل دوسرے مقام سے ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یٰقَوْمِ ادْخُلُوا
الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ
اے میری قوم ارض مقدسہ میں جو خدا نے تمہارے لئے مقرر کی ہے داخل ہو جاؤ اور پیٹھ پھیر کر نہ
بھاگو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک زبردست قوم ہے جب تک
وہ اس مقام میں ہے ہم نہیں جائیں گے۔ دو بزرگوں نے انہیں بہتیرا سمجھایا کہ تم آگے بڑھو تم ہی
غالب ہو گے مگر انہوں نے کہا اے موسیٰ بس ہم تو نہیں جاتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
جب تک وہ اس میں ہیں ہم کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ تو تم اور تمہارا رب دونوں لڑتے پھرو ہم تو یہیں
بیٹھے رہیں گے (قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ) تب موسیٰ نے دعا کی کہ ان میں اور ہم میں فرق
کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نافرمانی کی سزا میں چالیس سال تک جنگل میں سرگرداں مارے مارے
پھریں گے (قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ
عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ) پس یہ اس قوم کی موت تھی کیونکہ اتنے سالوں میں ان کے بڑے
تقریباً سب مر گئے پھر جو بچے تھے خدا نے انکو توفیق دی۔ اور ان دو بندوں کی نصیحت جنہوں نے قوم
کو نصیحت کی تھی۔ ملک شام کو فتح کیا یہ اس قوم کا احیاء تھا۔ پس اس طرح اس میں ایک عبرت ہے

ہے اس معاملہ پر بھی روشنی ڈالتی ہے کہ قوم کی موت سے مراد کیا ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔ اگر کچھ ہمارا بھی مشورہ ہوتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے مقتول تو ہوا نہیں سکتے پس یہاں قتل مراد ہے یعنی ہماری قوم ماری جاتی۔

خداوند کا بدلیوں میں آنا ۳۳ یہ آسمانی کتب کا محاورہ ہے۔ اور بعض اوقات ایسے محاورے نہ سمجھنے سے بہت سی غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں چنانچہ کچھ حل نہیں سوجھتا پ ۲ ع ۱۰ میں ایک آیت ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ یعنی کیا اب یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر بادلوں کے سائبانوں میں ظاہر ہو اور فرشتے اور فیصلہ ہو جائے اور تمام باتیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ فی ظلل من الغمام اور نزول ملائکہ کے معنے سمجھنے کے لئے پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۲ کو ہی پڑھنا چاہیے جہاں اس پیشگوئی کی تفصیل کی ہے وہاں فرماتا ہے اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ مُرْدِفِينَ، وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے منظور فرمایا کہ میں ہزار فرشتے ہی جو لگاتار آنے والے ہیں مدد دینے والا ہوں یہ اللہ نے فقط خوشخبری دی تھی تاکہ اس سے تمہارے دل تسلی پائیں اور فتح تو صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنگ بدر میں ملائکہ تھے انہوں نے حسب حکم الٰہی اِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ میں تمہارے ساتھ ہوں مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ اور ان کے قلب کو مضبوط کرتے رہو۔ اور میں کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالوں گا۔ مومنوں کو ثابت قدم رکھا اور کفار پر رعب چھا گیا۔ اور وہ بھاگ نکلے علاوہ ازیں اللہ جل شانہ کی نصرت بدلیوں کی صورت میں آئی یعنی بارش ہوئی اور اس سے مسلمانوں کے

قدم ریت میں جم گئے۔ اور انکی پیاس بھی جاتی رہی۔ اور یہی پانی دیگر ضروریات کے کام آیا جس سے مومن آسودہ خاطر ہو گئے اور خوب جم کے لڑے اور انکو فتح حاصل ہوئی جس سے پیشگوئی پوری ہوئی جو پہلے اِنْ یَّاْتِہِمْ عَذَابُ اللّٰہِ فِی ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ میں کی جا چکی تھی چنانچہ (دیکھو پ ۹) اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَہِّرَکُمْ بِہٖ وَیُذْہِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِہِ الْاَقْدَامَ۔ پارہ ۹ رکوع ۱۶ اور سورہ انفال رکوع ۲ کی ان آیات کے مطابق کی طرف فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اشارہ کرتا ہے جو دونوں کے آخر میں ہے۔

چند سوالات کے جواب

از صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (بی اے)

سوال۔ خدا تعالیٰ کا مجرم کو سزا دینا صفت "شدید العقاب" میں داخل ہے پھر آپ نے رب العالمین میں اسکو کیونکر داخل کیا۔

جواب۔ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ ... میں پنڈت دیانند صاحب کے اس اعتراض کے جو انہوں نے الحمد للہ رب العالمین پر کیا ہے کہ خدا رب العالمین ہو کر جانوروں کے قتل کا کیوں حکم دیتا ہے۔ چند جواب دیے ہیں جن میں سے پہلے جواب میں آ رہا ہے۔ کہ الحمد للہ پر یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا بلکہ اسکے جو معنی وہ سمجھے ہیں۔ وہ صحیح معنی نہیں۔ تیسرے جواب میں بتایا ہے۔ کہ رب العالمین میں شریر کو سزا دینا بھی آجاتا ہے چوتھے میں یہ بتایا ہے کہ باوجود شریر کو قتل کر لینے پھر بھی ربوبیت میں رخنہ نہیں ہوتی۔ پانچویں میں بتایا ہے۔ کہ شریر سزا پاتے ہیں۔ ربوبیت عالمین جو ہی ہے یہ مشاہدہ ہے۔ مشاہدہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چھٹے میں بتایا ہے کہ خود پنڈت صاحب خدا کو رب العالمین قرار دیتے ہوئے دنیا کا سزا دہندہ قرار دیتے ہیں پس ان کا اعتراض غلط ہے۔

پس تیسرے جواب پر یہ اعتراض ہے اول تو باقی جوابات ہوتے ہوئے صرف اسی کو

ہ نظر رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر بھی میں اتنا بتا دینا پسند کرتا ہوں کہ بیشک صفت شدید العقاب ہی کے ماتحت دنیا کو سزا مل رہی ہے لیکن ربوبیت عالمین بھی چاہتی ہے کہ شریر کو سزا دیجائے مثلاً **طاعون**، عام تپوں، چیچک، ہیضہ۔ کیڑوں کے مارنے کے لئے کونسی چیز ہمیں اکساتی ہے کیا صحت جسمانی کا قائم رکھنا اسکے ترک یا باعث نہیں ہے کیونکہ اگر ان چند جراثم کو رہنے دیجائے تو جسم انسانی کے ہزاروں خواص باطل ہوتے ہیں۔ اسی طرح قاتل اور زانی کے پھانسی دینے کو کیا سبب ہے کیا یہ نہیں؟ کہ ان کو ہلاک کر کے مخلوق کو ان کے شر سے بچایا جاوے پس قیام صحت جسم اور قیام امن ملکی کے لئے بیماریوں کے جراثم اور شریروں کے قتل کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہی اس کے محرک ہوتے ہیں تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جراثم اپنے فساد اور شریر اپنے شر کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ اگر چاہو یہ کہنا درست ہے کہ مجرم و گناہگار اپنی شرارتوں کی وجہ سے سزا پاتا ہے۔ تو یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایسے مجرم ربوبیت عالمین کو قائم رکھنے کے لئے ہلاک کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے وجود سے فساد ہوتا ہے اور فساد سے ربوبیت عالمین میں خلل واقع ہوتا ہے پس اس رنگ میں ربوبیت عالمین ہی ان کی ہلاکت کی محرک ہے۔

دوسرا سوال شدید العقاب اور مالک یوم الدین میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ شدید العقاب تو صرف سزا پر دلالت کرتا ہے اور مالک یوم الدین دونوں پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کو اسکے کام کی جزاء اور شریر کو اسکے جرم کی سزا دیگا۔

تیسرا سوال۔ مالک یوم الدین اور عادل و منصف میں کیا فرق ہے

جواب۔ اسکا فرق یہ ہے کہ جیسے ایک جج گورنمنٹ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کہ وہ اگر کسی کو مجرم دیکھتا ہے۔ تو اسکے جرم کی سزا دے۔ اور اگر اسے بری دیکھتا ہے تو اسے بری کر دے لیکن وہ کسی قرضدار کے قرض کو معاف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ حق کسی اور کا ہے ہاں اگر وہ خود قرض خواہ ہو۔ اگر آپ ہی فیصلہ کرنے بیٹھے تو اپنے مقروض کو بعض یا کل کو معاف

کرسکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین ہے۔ عادل یوم الدین نہیں یعنی کہ وہ ظلم نہیں کریگا لیکن بحیثیت مالک ہونیکے وہ جج سے زیادہ اختیار رکھیگا یعنی حقدار کا حق نہیں دیگا بلکہ اپنا حق بعض مصالح کی وجہ سے یا دیگر بعض ضمانات کی وجہ سے اگر معاف کرنا چاہے۔ تو معاف کریگا

چوتھا سوال۔ اللہ تعالیٰ کی صفت منتقم قرآن مجید میں آئی ہے اور یہ صفت اچھی نہیں سمجھی جاتی۔

جواب۔ شدید العقاب اور منتقم قریباً برابر ہیں۔ شدید العقاب میں ذرا عذاب پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور منتقم میں کم۔

افسوس ہے۔ اردو میں یہ لفظ برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بدلہ لینے کو لفظ بھی عوام الناس میں اچھا مفہوم نہیں رکھتا لیکن عربی زبان میں انتقم منہ کے معنی عاقبہ کے ہیں یعنی شریر کو اسکے جرم کی سزا دی پس منتقم کے معنے ہیں مجرم کو اسکے جرم کی سزا دینے والا اسکو غلطی میں ڈالنے کا باعث وہی اردو کا مفہوم ہوا ہے۔ ورنہ عربی میں یہ لفظ کوئی برے معنے نہیں رکھتا چنانچہ منجد جو ایک عیسائی کی تالیف کردہ لغت کی کتاب ہے۔ اور بیروت واقع شام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں اس لفظ کے یہی معنے لکھے ہیں۔ پرانی عربی لغات بھی اسکی تصدیق کرتی ہے

پانچواں سوال۔ رحمٰن و رحیم میں کیا فرق ہے

رحمٰن کے معنی ہیں بلا عمل کے احسان کرنیوالا جیسے زمین، آسمان، آب و ہوا، پہاڑ، سمندر، سورج، چاند، ستارے، سیارے، فضا وغیرہ بغیر کسی ہمارے عمل کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمائے ہیں کیونکہ ان کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ ہمارے عمل کا نتیجہ ہوتے تو چاہیے تھا کہ ہمارے وجود کے بعد ہوتے لیکن یہ تو ہمارے وجود کے قیام کا ذریعہ ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پانی کھیت کا نتیجہ ہے۔ پانی کے بغیر تو کھیت ہو ہی نہیں سکتا تھا پھر پانی کھیت کا نتیجہ کب ہو سکتا ہے۔

صفت رحیم کے معنی ہیں مداوم کرانکی خدمت کا پاک سے پاک اور نیک سے نیک اجر دینا۔ رحمٰن زیادہ عام ہے۔ اور رحیم نسبتاً خاص

ریویو

طلوع و غروب یہ تاریخی نام ہے۔ ایک مثنوی کا جو جمیل تخلص جناب حلیم جی محمد اسماعیل خان صاحب جمیل رامپوری نے جناب چشتی ایڈیٹر صاحب تسنیم مرحوم مشہور لکھنوی شاعر کے حالات میں تصنیف کی ہے۔ اسے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب جمیل ایک پختہ شاعر ہیں۔ زبان شستہ ہے اور طرز بیان خیالات کا پیرایہ دلاویز ہے۔ قیمت درج نہیں ملنے کا پتہ دیا ہے۔ رامپور محلہ کنڈہ حاجی محمد اسمٰعیل خان

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین ایک دوسری تالیف لطیف ہے مولوی مرزا محمد عبدالستار بیگ بسری کی۔ اس میں ذکر ہے اولیاء کرام علیہم السلام کا جو سلسلہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ چشتیہ سہروردیہ اور انکی شاخوں میں ہوئے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھا ہے اور اکثر حصہ بڑے شوق کو بڑی دلچسپی کیساتھ ختم کیا ہے۔ ان بزرگوں کے کلمات طیبات مومن کی روحانی غذا ہیں۔ اور انکا ایک ایک کلمہ ان میں سے بہت سا حصہ ایسا ہے جو جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ باقی جو حالات اور معجزات ہیں۔ وہ تو اسی طریق پر لکھے گئے ہیں جس طریق پر ہمیشہ خوش اعتقاد مصنف اور مؤلف لکھتے چلے آئے ہیں۔ ہر ایک بزرگ کی زندگی کا ثبوت چند حیرت انگیز واقعات سے دیتے ہیں جن کے وقوع ہونے کی کوئی تاریخی یا معتبر دلیل نہیں ملتی۔ نہیں صرف کچھ لوگوں کے تقویٰ کی تعریف سے سناتے ہیں۔ معجزات و کرامات سے ہمیں انکار نہیں بلکہ اولیاء و صلحا کی کرامات کے منکر کو ہم مسلمان نہیں مانتے۔ اور ہم سے بڑھکر ان پر ایمان لانیوالا کون ہے۔ کیونکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا امتیازی نشان ہم یہی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ہم میں ایک پاک نبی مبعوث ہوا جس کے سینکڑوں معجزے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر وہ اپنے ساتھ راوی ثقہ رکھتے ہیں اور

ہم زندہ گواہوں کے موجود ہیں لیکن ہمارے موافق جو لوگ ہیں حکایات بعض بزرگان پیشین کے
ایسی بیان کرتی ہیں جو کچھ ایسی ہوائی ہیں کہ بے ساختہ کوئی ثبوت نہیں رکھتیں۔ صرف
بعض خوش فہم مزاجوں کو مذہب کا جزو بنا کر رکھی ہیں۔ مسلمان بھی عجیب ہیں۔ ایک طرف تو وہ
ایسی مشکل انگیز روایات پر ایمان لاتے ہیں جن کا کچھ ثبوت نہیں۔ اور جو سنت اللہ کے خلاف
ہیں اور جو اسلام میں کسی کی فضیلت کی دلیل بھی نہیں ہو سکتیں دوسری طرف ان معجزات
و آیات بینات کا انکار کرتے ہیں جو ان کے سامنے اسی زمانے میں واقع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کو ہدایت بخشے اور ان کی آنکھیں کھولے۔ [illegible] کا اظہار کتاب
[illegible] قابل مطالعہ ہے۔ احمدی احباب منگوا کر پڑھیں قیمت [illegible] ملنے کا پتہ مرزا محمد [illegible]
مقام و ڈاکخانہ [illegible] ضلع [illegible] بنگال

دو نئی تصنیفوں کی اطلاع

روحانی طبیب آپ کے مخلص [illegible] کا ایک [illegible] کتاب ہے جس میں
مندرجہ ذیل روحانی امراض (حرص، بخل، حرام، حسد، تکبر، ریاء، جھوٹ) کا علاج قرآن شریف
و احادیث شریفہ سے بتایا گیا ہے۔ [illegible] تالیف ہے۔ مجھے اپنے احمدی احباب سے
جو روحانیت کے بھوکے ہیں یہ توقع ہے کہ وہ اس کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ لوگ جسمانی
بیماریوں اور حفظ ماتقدم کے لئے سینکڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں کیا روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے
دو پیسے بھی نہیں خرچ کئے جا سکتے۔ [illegible] قادیان سے مل سکتی ہے۔

ہدایات درباره معاملات کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک رسالہ [illegible] کے نام سے لکھا تھا جس میں
نماز روزہ زکوٰۃ کے مسائل مرقوم ہیں ہر مسئلہ کی قرآن مجید یا حدیث سے دلیل دی ہے [illegible]
[illegible] حدیثوں سے استدلال کیا ہے ان کو [illegible]
[illegible] اس کا دوسرا حصہ لکھا ہے جس میں خرید و فروخت، قرض، امانت، وکالت، اجارہ
غرض ہر قسم کے معاملات کے مسائل قرآن و حدیث سے لکھے ہیں [illegible]
خلیفۃ المسیح [illegible] بہت مفید فرمایا ہے۔ احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں قیمت [illegible]
[illegible] قادیان ضلع گورداسپور سے بھی مل سکتا ہے +

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
عقیدت [illegible]	۸	اسلام کی پہلی کتاب	۳	[illegible] لیکچر	۳	لیکچر [illegible]	۳
سیاہ حق	[illegible]	تعلیم [illegible]	[illegible]	[illegible] اسلام	[illegible]	ترجمۃ القرآن [illegible]	۸
ترجمۃ القرآن پ	[illegible]	ترجمۃ القرآن [illegible]	[illegible]	مکتوبات احمدیہ	[illegible]	اربعین	[illegible]
اسماء حسنیٰ	[illegible]	خطبات کریمہ	[illegible]	[illegible] تقریر حضرت اقدس	[illegible]	مجموعات حصہ اول	[illegible]
مجموعات حصہ دوم	[illegible]	صادقوں کی روشنی	[illegible]	مسٹری آف انگلینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
رسالہ گوشت خوری	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] محمد	[illegible]

ظہور المسیح ۔ [illegible] رمضان میں بجائے [illegible] کے [illegible] دی جائے گی۔

اس کے علاوہ حضرت اقدس کی تمام کتابیں بھی معرفت دفتر تشحیذ طلب فرمادیں

شمسی بٹر پریس [illegible]

[illegible]

شمسی [illegible] [illegible]

[illegible]

بے قیمت [illegible] **سفوف دافع داؤ** [illegible]

[illegible]

[illegible] **بال [illegible] کا عرق** [illegible]

[illegible]

[illegible] **عرق [illegible]** [illegible]

[illegible]

شمسی اینڈ کو عمر کھاڈی بمبئی

رسالہ مفت [illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

Digitized by Khilafat Library

[illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل [illegible]
عرق کافور ہے [illegible] تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ درد [illegible]
[illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

عرق پودینہ

[illegible] پودینہ [illegible] رنگ [illegible]
[illegible] یہ عرق ڈاکٹر برمن [illegible]
[illegible]
[illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

جلاب کی گولیاں

[illegible]
[illegible] ڈاکٹر برمن [illegible]
[illegible] گولیاں [illegible]
قیمت [illegible] گولیوں کی [illegible]

درد سر یا کسی درد کی دوا

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

ولتکن منکم امة یدعون

الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر

و اولٰئک هم المفلحون

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

اسسٹنٹ ایڈیٹر . . . . . قاضی محمد عبد [illegible]

فہرست مضامین

کیا اسلام شخصی مذہب ہے	[illegible]
خطاب نبی رسول کا نشان ہے	[illegible]
اسلام	[illegible]
معارف قرآن	[illegible]
[illegible]	[illegible]
ریویو	[illegible]
[illegible]	[illegible]
اشتہارات	[illegible]

Digitized by Khilafat Library

[illegible]

فہرست معاونین تشحیذ جزاہم اللہ

۱۔ چوہدری [illegible] خان صاحب ریٹائرڈ افسر گول — ۲ خریدار — تین روپیہ سالانہ
۲۔ امام خان صاحب چھاونی جالندھر — ۱ خریدار
۳۔ بابو محمد سعید صاحب [illegible] — ۱ خریدار
۴۔ مولوی عبد القادر [illegible] — ۱ خریدار
۵۔ امام [illegible] خان صاحب [illegible] — ۱ خریدار
۶۔ پیر اللہ بخش [illegible]
۷۔ (شکریہ) ہم شیخ عبد العزیز صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے [illegible] اعانت تشحیذ میں عنایت فرمائے ہیں۔
۸۔ بابو وزیر خان صاحب [illegible] — [illegible] اعانت
۹۔ جناب شاہ حسن صاحب بنارس — [illegible] "

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اور ضمیمہ جو رسالہ کی تقطیع پر مطابق [illegible] وغیرہ ہو۔ [illegible] تک اس کی تقسیم کروائی [illegible] صدی ہوگی۔ [illegible] اور اس سے زیادہ کے لئے [illegible] فیصدی [illegible] تعداد اشاعت جب تک رسالہ ایک پیسہ کے ٹکٹ میں جاسکے [illegible] نوٹ اشتہار [illegible] پہلے دیکھکر [illegible] کو [illegible] کوئی اشتہار [illegible] کے بقیہ قیمت واپس کر دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء

کیا اسلام شخصی مذہب ہے؟

آریہ مسافر میگزین ماہ اگست ۱۲ء میں منجملہ دیگر مزخرفات کے ایک یہ بات بھی ہے کہ اسلام ایک شخصی مذہب ہے اور آریہ سماج ہی ایسا مذہب ہے جو شخصی نہیں۔ ہم نہیں سمجھتے شخصی سے اڈیٹر صاحب کی کیا مراد ہے۔ جبکہ سب آریہ سوامی دیانند کا ساختہ پرداختہ منظور کرتے ہیں اسکی کتاب ستیارتھ پرکاش پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں جیسا کہ اور مذہب کے لوگ اپنی اپنی الہامی کتاب پر جو سوامی دیانند کی کسی بات پر اعتراض کرے یا اسکی کتاب کو غیر معتبر ٹھہراوے اسے آریہ سماج سے خارج سمجھتے ہیں چنانچہ دھرمپال کی تازہ مثال موجود ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ دعوی بھی کئے جاتے ہیں کہ آریہ سماج شخصی مذہب نہیں ہے برخلاف اسکے اسلام کو خوب غور کرکے دیکھو وہ شخصی مذہب نہیں اسلام تو فرمانبرداری کا نام ہے۔ فرمانبرداری کس کی اپنے خالق اپنے مالک اپنے رازق کی اب اسکے احکام ہیں وہ متکلم کہلائیگا لیکن اسکے احکام کا علم جس مقدس انسان کی معرفت ہوتا ہے اسکے تقدس و تطہیر و مرسل ہونے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یہ شخص

کہ جب تک اسکے اس وحدت حقیقی و مظہر ہونے پر ایمان نہیں ہوگا یہ کسطرح یقین آئیگا کہ یہ
حکم اللہ تعالے کا بھیجا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ کہنے کی اسی واسطے
ضرورت ہے کہ اول تو اللہ تعالے کی ذات لا کیف و اسما و صفات اور علم جس مقدس
انسان کی معرفت ہوا اسکا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے پھر چونکہ انسان نمونے کا محتاج
ہے اور اسکے لیے ایک حقیقی شخص کی ضرورت ہے جو اسکا قائم کرے اسلئے محمد رسول اللہ کہنا
بہت ضروری ہے۔ گویا جب لا الہ الا اللہ کہا جائے تو اسکے ساتھ ہی یاد کرلیا جائے کہ اللہ
ہی معبود و محبوب و مقصود ہے لیکن وہ ایک کامل انسان ہو چکا ہے۔ جس کے نقش قدم پر چل کر ہم
بھی نجات پا سکتے ہیں اور ہم پر اسلئے اسکا اتباع فرض ہے۔ کہ وہ اللہ کا رسول اللہ کا فرستادہ
تھا۔ نیز اس ذات والا صفات کا پتہ دے جو تمام دینی و دنیوی نعمتوں کا سرچشمہ ہے پھر لا الہ
الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ آپکی ذات بابرکات نے
تمام ان کمالات کو اپنے اندر جمع کر لیا تھا جو ایک انسان دینی و دنیوی ترقیات کے لحاظ سے اپنے
اندر جمع کر سکتا ہے۔ اور آپکی تعلیم میں وہ تمام صداقتیں جو مختلف مذاہب میں پائی جاتی ہیں
سب کی سب من و عن موجود ہیں۔ اسلئے بھی لا الہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ کا اقرار ایمان مکمل کرنے
کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ اب اس سے کوئی یہ سمجھے کہ اسلام کوئی شخصی مذہب ہے
تو وہ اسلام کی حقیقت سے نا آشنا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان محض اسلئے ہم ہو
سے نہیں ہو سکتا کہ یہ ایمان اس حیثیت سے ہے کہ وہ اللہ کا فرستادہ ہے۔ اسکے احکام کا مبلغ
اور اسکی مرضی کو دنیا والوں پر ظاہر کرنے والا ہے اور اسکی نبوت کے طریقوں پر آگاہی دینے والا ہے
اعتراض کہ پھر لا الہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ ہی کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ الہی حکم کے مبلغ تو بہت
سے ہوئے ہیں یعنی بہت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ جیسا میں پہلے
بھی بتا چکا ہوں حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور تمام راستبازوں کی
بتائی ہوئی صداقتوں کو یکجا کے واسطے تھے۔ اسلئے جو محمد رسول اللہ کہتا ہے وہ دوسرے
لفظوں میں تمام راستبازوں کو [illegible] ہاں البتہ میرے اس قول کی تشریح [illegible]
کی وہ اسلام [illegible] راستبازوں

کی نسبت کیا رویہ ہونا چاہیئے سنیئے ارشاد ہوتا ہے قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ
مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۞ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا
فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

ترجمہ۔ یعنی تم کہو۔ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اسپر جو ہم پر اُتارا گیا۔ اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسکی اولاد پر اُتارا گیا۔ اور جو موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا۔ اور جو دوسرے راستبازوں کو اپنے رب کے حکم سے دیا گیا ہم کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں اور جو اس اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہیگا تو اس کو قبول نہ کیا جاویگا۔ اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں! اب آپ ہی انصاف فرمائیے کیا اس آیت کو پڑھکر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام شخصی مذہب ہے کیا اس میں ایک ہی شخص کا نام ہے۔ بلکہ اس میں تو تمام صادق و راستباز پیشواؤں اور ان پر اُترے ہوئے کلام پر ایمان لانا مسلم کا فرض قرار دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو اس اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے۔ وہ آخرت میں نقصان اٹھائیگا۔ ایک مسلم کا جہاں یہ فرض ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کو اللہ کا کلام مانے۔ وہاں اسکے لیئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کلام پر بھی ایمان لائے جو دیگر راستبازوں پر نازل ہوا خواہ وہ راستباز عرب یا شام کے ہوں یا ہند کے خواہ انکی کتاب کا نام ژند ہوتا ہے۔ تو وہ صحف ابراہیم مسلم کے لئے تو وید بھی خدا کا کلام ہی ہے۔ اسپر بھی ایمان ضروری ہے پس آپ ہم مسلموں کو نہیں کہہ سکتے کہ ہم شخصی مذہب کے پابند ہیں۔ بلکہ شخصی مذہب تو آپکا ہے کیونکہ جو کچھ ویدوں کے سوا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ وہ یہ کریں گے کہ وید کے چار رشیوں کے سوا سب جھوٹے ہیں۔ ہم تو صرف پچھلے راستبازوں اور مامورین پر ایمان لاتے اور گذرے ہوئے نبیوں کو مانتے ہیں بلکہ آئندہ قیامت تک آنیوالوں راستبازوں اور ماموروں پر بھی ایمان لاتے ہیں علاوہ ازیں آپ اگر

صرف وید کو سناتن پر انتخاب کیا۔ ویدوں کے رشیوں پر خدا کا کلام نازل ہونا مانتے ہیں۔ تو آپ کے لیے کافی ہو مگر ہمارے لیے صرف اتنا کافی نہیں کہ ہم صرف محمد مصطفےٰ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ اور اس سے پہلے کل یا بعض نبیوں کا انکار کر دیں یا اسکے بعد آنے والے مامور کو نہ مانیں۔ بلکہ مسلم کہلانے کے مستحق ہم جبھی ہونگے کہ تمام راستبازوں اور رسولوں اور ماموروں پر ایمان لائیں۔ اور کلمہ طیبہ میں صرف **محمد رسول اللہ** کہنا اسلیے کافی ہے کہ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات تمام گزرے ہوئے انبیاء کے کمالات کی جامع ہے اور تمام آئندہ آنے والے راستبازوں کا منبع و سرچشمہ ہے چنانچہ اسی لیے آپ کی شان میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ آیا ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور انبیاء کے کمالات آپ پر ختم ہوتے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے انبیاء کی خاتم یعنی مہر ہیں۔ اب آپ ہی کی مہر سے نبی بنینگے پس مہاشہ صاحب یہ وجہ ہے کہ ہم لوگ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہیں۔ اس سے شخصیت پرستی نہیں نکلتی بلکہ جیسا کہ میں سمجھا ہوں محمد رسول اللہ کہنے میں تمام گزشتہ اور آئندہ راستبازوں کا اقرار آجاتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پ ۱ میں قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۔ پس مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ تمام راستبازان کو خواہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں مانیں۔ اسلام میں فرق ہے اور دوسری طرف ہمارے امام ہمام نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ... میں لکھا ہے کہ **محمدی** سے مراد وہی ہے جو مجھ پر بھی ایمان لائے اور میری جماعت سے ہو جائے۔ اصل بات یہ ہے پھر مجھ کو خدائے عزوجل نے ذکر اور اسی زمین مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو خوشی اور شادی کی چال سے زمین پر چل کہ اب تیرا وقت

نزدیک آگیا ہے اور محمدیوں کا ہاتھ ایک بہت بلند مینار پر پڑ گیا۔ محمدیوں کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان ہیں۔ اور نہ موجب خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے دوسرے فرقے جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ روز بروز تنزل پذیر ہونگے۔ ایسا ہی وہ فرقے جو اسلام سے باہر ہیں۔ یہ دونوں ہوئے نص صریح ہیں۔ اس بات پر کہ ہم باوجود محمدی کہلانے کے شخصی مذہب نہیں رکھتے یعنی ہم اس بات کے کہ صرف کسی زندہ یا مردہ شخص پر ایمان لانے ہی میں نجات نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو تمام گذشتہ و آئندہ راستبازوں اور ان پر اترے ہوئے حکموں کو مانتے ہیں۔ اور ماننے کے لیے تیار ہیں۔ پھر صرف زبان سے ہی نہیں مانتے بلکہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اور پھر باوجود اسکے خدا کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نجات خدا کے فضل اور اسکے جانب **ایمان و عمل** پر موقوف سمجھتے ہیں۔ نہ کسی مردہ شخص کو صرف ان لینے پر۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم تو زندہ نبی ہیں کیونکہ ہم مانتے ہیں آپ کے نور نے خدا تعالیٰ سے سیکھا ہے جو بذریعہ وحی والہامات احکام الٰہیہ میں لوگوں کے لیے ایک اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں چنانچہ اس زمانے میں بھی آپ کی روح و قوت میں ایک آیات اللہ سناتے والا اپنا عمل سکھلانیوالا برگزیدہ محسوس کر کے دکھلا دیا۔ اور اسنے ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تمام کی وقت سے چلا آتا ہے اور قیامت تک چلا جائیگا۔ اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جسکو ماننے سے کسی راستباز کا انکار نہیں کرنا پڑتا۔ خوب غور کرو۔ اگر کوئی مسلم خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو تو اسے تمام راستباز بانیوں سے بیزاری اور انکا انکار کرنا پڑیگا اور صرف اپنے بانی کو ماننا ہوگا کہ ہم کچھ اسکے موجود کے منے بنائے وہ بیشک باقی سب غلط سمجھے کہ آیا مذہب ایک شخصی مذہب ہے برخلاف اسکے اگر کوئی عیسائی یا آریہ مسلم ہو جاوے کوئی سنی یا شیعہ احمدی اور سچا مسلم ہے تو اسے اپنے کسی پہلے معتقد کو جو منجانب اللہ ہو اور رسول ہو یا سچا ولی ہو یا ولی اللہ ہو۔ اس سے انکار یا دوری کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام شخصی مذہب نہیں بلکہ اس میں سب راستبازوں اور سب مذاہب کے سچے معتقدوں کے ماننے کا حکم ہے۔ ہاں یہ ایک اعتراض بھی ہو سکتا ہے۔ کہ

جب مسلمان ان مسلمانوں کی تعظیم کراتے ہیں۔ تو پھر انجیل بائیبل پر عمل کیوں نہیں کرتے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید کی تعریف میں فیہا کتب قیمۃ آیا ہے اور وہ تمام صداقتوں کا جامع ہے۔ دوسری کتابیں باوجود مرور زمانہ و تغیر حالات منافی قابل اعتبار نہیں رہیں اسلئے صرف اس کتاب پر عمل کرتے ہیں جن کی تمام صداقتیں جمع ہیں۔ دین کی شان میں مصدقاً لما معکم آیا ہے کافی ہے۔ یہانتک تو میں نے آپ کے مسلمات کی بنا پر بحث کی۔ اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ آریہ سماج کیوں شخصی مذہب نہیں کیا اسے ایک شخص سوامی دیانند نے منعقد نہیں کیا اگر یہ ٹھیک ہے کہ ہم سے غلطی سے پاک نہیں جانتے اور اگر کوئی بات غلط ثابت ہو جائے تو ہم اسے ترک کر دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کوئی مثال پیش کرو کہ تم نے دیانندی بات کو غلط قرار دیا ہو۔ بلکہ ہم تو اسکے برخلاف دیکھتے ہیں کہ ایک حیا سوز مسئلہ نیوگ کے متعلق بھی تم لوگ اپنی اخلاقی جرات سے کام لیکر انکار نہیں کر سکتے۔ بلکہ اسکے پورے اصرار سے دلیلیں پیش کرنے نہیں چوکتے۔ حالانکہ تمہارے ضمیر تمہارے کانشنس اسے قبیح سمجھتے ہونگے۔ اور کوئی قوم میں سے نہیں جو اسپر خوشدلی سے عمل کرنے کو تیار ہو۔ اور ہم جو **محمد رسول اللہ** کی اتباع کرتے ہیں تو اسکے رسول ہونیکی حیثیت سے اور چونکہ وہ احکام الٰہی کے مبلغ ہیں۔ اور خدا تعالے جو خالق فطرت انسانی ہے۔ احکام دینے میں غلطی نہیں کرتا۔ اسلئے ہم محمد مصطفے کو بھی کسی صورت میں غلطی پر نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تو صرف رب کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ کیا تم وید کے کسی منتر کو غلط کہتے ہو جب نہیں تو ہم قرآن مجید کے احکام کو کسطرح غلط کہدیں۔ جب کہ وہ خدا کا کلام ہے۔

رعایت کتب ۔ اس سال رمضان کے ساتھ ہم نے بیش قیمت کتب کی قیمت میں غیر معمولی رعایت کردی ہے۔ احباب اس سے فائدہ اٹھائیں اور دوسرے دوستوں کو بھی اطلاع کریں کیونکہ موقع ہے۔

بقایا داران توجہ کریں! نہایت ضروری ہے کہ جن اصحاب نے اپنے ذمہ سال گذشتہ کا چندہ رسالہ تشحیذ الاذہان ادا نہیں کیا وہ جلد اپنا حساب بیباق کریں۔ — مینجر

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

مصیبت پر مصیبت نازل ہو رہی ہے۔ اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ مگر بہت سے لوگ ہیں جو
غفلت کی نیند سو رہے ہیں اور عزت سے خوف نہیں کرتے ہیں۔ انکے سر میں دماغ اور دل میں
عقل ہے مگر وہ اس سے کام نہیں لیتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آخر کائنات عالم میں یہ غیر معمولی
تغیر و تبدل یہ ہلچل کیوں ہے کیوں ایک شور محشر برپا ہے کیوں غضب پر غضب نازل ہوتا
ہے اس سوال پر بہت زیادہ غور کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا
ہے وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا
بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ لیکن بڑے تعجب بڑے افسوس سے
یہ کہنا پڑتا ہے کہ سب سے زیادہ غافل مسلمان اسلام کہلانے والے ہیں۔ انکی پاک کتاب میں سورہ اِذَا
زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا آخری زمانے کی خبر دیتی ہے۔ اور بتاتی ہے
کہ اس وقت يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ہے۔ پے در پے زلزلوں کے
ذریعے زمین کا نقشہ بدل جائے گا اور ان آفات ارضی پر مزید مصیبت پر مصیبت نازل ہوگی۔
یہاں تک کہ انسان گھبرا کر کہیگا۔ مَا لَهَا اسے کیا ہوگیا۔ قرآن کے وہ الفاظ جو ہر زمانہ میں سچے
زلزلے نہ صرف اپنی ظاہری صورت میں آئے ہیں بلکہ ہر رنگ میں انکے متعلقات ظاہر ہوگئے ہو
کر کسی صورت سے بیدار ہوں اور کچھ نصیحت حاصل کریں جو ہنگامہ خیز ہے اسے کس
مسلم کا دل محسوس نہیں کرتا مگر قیامت برپا ہے کون نہیں جانتا۔ طرابلس کی حکمت
ترکی میں جو زلزلہ ہے اسے شکر کس مسلمان کے دل پر چوٹ نہیں لگی۔ ایران کا تباہی خیز منظر
کشکول کے آنسو نہیں رلاتا۔ یہ سب کچھ ہے لیکن وہ اللہ کے رسول احمد علیہ السلام کی اصل وجہ
اسپر کیوں غور نہیں کیا جاتا۔ میں ناظرین کے افادہ کے لیے چند باتیں اپنے بھائیوں کے سامنے

پیش کرتا ہوں۔ اگر خدا ترس ان لیکچر پر غور کر کے پیشگوئی کی صداقت دریافت کرسکیں تو میں دل سے خلوص کے ساتھ عرض بحث آمین الہ کرتا ہوں۔

زلزلہ کی نسبت انجیل میں پیشگوئی

متی باب ۲۴ آیت ۳ تا ۸ تک پڑھ جائے

"اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اسکے شاگردوں نے خلوت میں اس پاس آکر کہا ہم سے کہہ کہ یہ کب ہوگا۔ اور تیرے آنے اور زمانہ کے آخر ہونیکا نشان کیا ہے۔ تب یسوع نے جواب میں ان سے کہا خبردار تمہیں کوئی گمراہ نہ کرے۔ . . . . قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آئیگی۔ اور کال اور مری پڑیگی اور جگہ جگہ بھونچال آوینگے یہ سب کچھ مصیبتوں کا شروع ہے۔ تب وے تمہیں ایذا میں ڈال دینگے۔ اور تمہیں مار ڈالینگے اور میرے نام کے سبب سب قوم تم سے کینہ رکھیگی۔ اس وقت بہتیرے ٹھوکر کھائینگے"

موجودہ زمانہ کے واقعات لڑائی پر لڑائی جنگ پر جنگ چڑھائی پر چڑھائی پھر محنت و سرمایہ کی کشمکش قحط اور وبائیں ان کی خوفناک تباہی کیطرف دیکھئے۔ اور ان چند سالوں میں جتنے بھونچال آئے ہیں اور جتنوں نے جو تباہیاں مچائی ہیں ایک نظر دیکھئے۔ پھر حرف بحرف اس پیشگوئی کے الفاظ کو آپ پورا ہوتا دیکھینگے کہ واقعی وہ دن یہی زمانہ ہے۔ اور ضرور ہے کہ مسیح دوبارہ نازل ہو چکا ہو۔ اور اسکے سچے متبعوں سے صرف مسیح موعود کے نام کی وجہ قومیں کینہ رکھتی ہیں اور بڑے بڑے علماء و فضلاء اسی وجہ سے ٹھوکر کھا رہے ہیں اور اذیت دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ کوئی ہے جو اس سے کوئی سعادتمند ہے جو سوچے غور کرے۔ اور حق پر پہنچ جائے

زلزلہ کی نسبت قرآن میں پیشگوئی

پھر انہی زلزلوں اور ان زلزلوں میں سے ایک خوفناک زلزلہ کی پیشگوئی قرآن مجید میں موجود ہے جیسا کہ میں پہلے سورۃ الزلزال کو پیش کر چکا ہوں پھر سورۃ النازعات میں یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ میں بتایا ہے کہ ایک بہت بڑا زلزلہ آئیگا۔ اسکے پیچھے پے در پے زلزلے

دیکھیں گے۔ اور سورج کے بیتاب ہیں۔ اس قیامت کے زلزلے کا ذکر فرمایا جس کا نمونہ اس زمانہ میں مسیح کے وقت رکھا ہوا تھا۔ اور میں آپ کو مختلف شہادتوں سے یہ دکھا سکتا ہوں کہ تمام مذاہب کے بڑے بڑے لوگوں نے تسلیم کر لیا کہ ہمارے ہاں ۱۳۰۰ھ کے بعد قیامت کا زمانہ تھا۔

زلزلہ کی پیشگوئی مسیح موعود کی زبان سے

جب دنیا میں فسق و فجور بڑھ گیا کفر و منہیات بڑھ گئے ظلمت چھا گئی تو سنت اللہ کے مطابق آفتاب نبوت نے مشرق سے طلوع کیا۔ اور اس رات کی ظلمات میں روشنی دی جب آسمانی کے فرزندوں نے اسکا مقابلہ کیا۔ اور اس مسیح کی باتوں کا تمسخر اڑایا۔ اور ہر قسم کے دکھ دئے تو خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے اپنے مامور کی زبانی پیشگوئی شائع کرائی جو براہین احمدیہ، ۵۵۷ میں درج ہے

"میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر
آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور
حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر
اولوا العزم۔ یعنی یہاں ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کر۔ فلما
تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکا"

آخری الفاظ میں صاف بتا دیا ہے کہ ان زور آور حملوں میں سے ایک حملہ سے خدا کے مامور کی سچائی ظاہر ہوگی۔ ایک وہ تجلی الٰہی ہے جو پہاڑ پر ہوگی اور وہ ریزہ ریزہ ہو جائیگا یعنی زلزلہ

دوسری پیشگوئی پھر اسی براہین کے صفحہ ۵۱۶ میں ہے۔

"فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔ الیس اللہ
بکاف عبدہ۔ فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ واللہ
موھن کید الکافرین"

جس سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بندہ کو تہمتوں اور بہتانوں سے بری کر دیگا جو اس پر لگائے جائینگے کیونکہ خدا خود اپنے بندہ کے لئے کافی ہے۔ وہ پہاڑ پر ایک تجلی کریگا۔ اسے پارہ پارہ

کر دیگا اور کفار کے گروہ کو شکست کریگا۔

تیسری پیشگوئی سنہ عربی بالشت میں کا ذکر ہے پھر ۱۳۰۱ ھ کو ایک نظم لکھی۔ اس میں اپنی پیشگوئی کو بیان کیا۔ اور ان میں سے ایک وحشت انگیز الفاظ میں سنایا

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت ❊ دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پر ایسی ایک ساعت ❊ کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سبحان اللہ والحمد للہ ۔ ہمصروں کی ذات پاک بھی کیا رحیم و کریم ہوتی ہے۔ اپنے ستائے ہوؤں اپنے پر عیب لگانے والوں پہ اپنے بندے دوانہ پر عذاب بھیجتا ہے۔ اور ابھی کو یار بار خبر دیتے ہیں۔ کر دیکھو بفضل جاء یا اذا ۔ دوستو اذکر دو کالیاں دو دجھوٹی تہمتیں نہ لگاؤ شوخی شرارت چھوڑ دو۔ دنیا پرستی اور عیش و عشرت سے منہ موڑ لو۔

چوتھی پیشگوئی اپر یکتا کی ہے ۔ لوگ تو بہ نہیں کرتے خدا سے نہیں ڈرتے خدا کا خدا کا بھی دردمندوں سے یہ دعا کرتا ہے جو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴ پر رقم ہے

یا سماء لم لا تشق لجسارتهم ۔ ویا ارض لم لا تزلزلی
بجریمتہم ۔ انما رفعو الوسائد المجد والحتارو العرش العلیٰ
وما ابقوا شیئاً لسیدنا المصطفیٰ

یعنے اے آسمان تو انکی دلیری پر کیوں پھٹ نہیں پڑتا۔ اور اے زمین تو انکے اس جرم پر زلزلہ کیوں نہیں آتی۔ ان کمبختوں نے بندگی فخر اور عزت کا تخت عیسیٰ کے لئے بلند کیا۔ اور سیدنا المصطفیٰ کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔

پھر صفحہ ۵۰۴ پر دعا کی قبولیت میں یہ پیشگوئی فرماتے ہیں کہ

فاختار اللہ لھذا الزمان تنبیہ الغافلین لو عاصی

العذاب وهو ما يخرج من السماء او ما يخرج من
التراب فالقى الرعب في القلوب مرة بالطاعون
المفحص البتار وطورًا بزلازل هجرت لها
جدران الديار واخرى بطوفان نار انشقت
به الجبال وارتجت به البحار

ترجمہ: اس نے اس زمانہ میں کافروں کی تنبیہ کے لئے ایک طرح کا عذاب پسند فرمایا جو آسمان سے نازل ہو کر یا زمین سے نکلے۔ پس کچھ تو رعب کرنیوالے تباہی لانے والے طاعون کے حملے اور کچھ زلزلے جن سے سب مکانات کی دیواریں گریں اور کچھ آگ کے طوفان جن سے پہاڑ پھٹ پڑیں اور سمندر طوفان اٹھائیں۔

پانچویں پیشگوئی سنہ ۱۹۰۵ء بھی گزر سنہ ۱۹۰۶ء بھی گزر گیا مگر مخلوق کی غفلت کا وہی حال ہے اور سب سے بڑھکر غفلت تو ان کی ہے جو اس کے قرب و جوار میں ہیں سنہ ۱۹۰۷ء میں صاف لفظوں میں خدا کا کلام خبر دیتا ہے۔

زلزلہ کا دھکا

یہ الہام الحکم ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم ۳ میں درج ہے

چھٹی پیشگوئی جو سنہ ۱۹۰۳ء میں بتائی گئی کہ زلزلہ کا دھکا معمولی دھکا نہیں بلکہ وہ تباہ کرنیوالا ہے۔ اس دھکے سے ایک حصہ ملک کا تباہ ہو جائیگا اور عمارتیں گر جائینگی۔ اور یہ وہ پیشگوئی خدا کے نبی پر جو کلام نازل ہوا وہ بدر ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱ کالم ۱ اور اخبار الحکم ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۴ء جلد ۸ کالم ۳ میں درج ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"عفت الديار محلها ومقامها"

اس میں واقعہ پر جو دال ہے وہ بتاتا ہے کہ ایک خاص حصہ ملک تباہ ہوگا جو مستقل سکونت کی جگہ رہیگی اور عارضی سکونت اور عفت سے ظاہر ہے کہ وہ حصہ ملک آباد ہوگا اس اہل علم

پر بعض نادانوں نے اعتراض بھی کیا کہ یہ کسی شاعر کا مصرعہ ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ شاعر نے گذشتہ واقعہ کا ذکر کیا۔ اور خدا کا کلام آئندہ واقعہ کی خبر دے رہا ہے پھر کہا کہ یہ صیغہ ماضی ہے۔ حالانکہ پیشگوئی بالالتزام واقعہ ہونیوالی بصیغہ ماضی بیان کی جاتی ہے اور قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً (۱) وَنُفِخَ فِي الصُّورِ (۲) إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (۳) وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ۔ پھر کہا کہ زلزلے آیا ہی کرتے ہیں لیکن یہ خیال کیا کہ دنیا میں کوئی ایسا زلزلہ آتا ہے جس کی نظیر پہلے نہ ہو۔ اور پھر اس زلزلے کی نسبت تو وہ خود مانتے ہیں کہ اس ملک میں دو ہزار برس سے ایسا کوئی زلزلہ نہ آیا تھا چنانچہ سول ملٹری گزٹ میں بڑی تحقیق کے بعد یہ شائع ہوا کہ جہاں اس کا مستقر ہوا وہاں کے زلزلے نابود ہو گیا جو دو ہزار برس سے چلا آتا تھا۔

ساتویں پیشگوئی جب اس پر بھی بہت کم لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو حضور کے رسول نے ۲۶ فروری ۱۹۰۶ء کو الوصیت کے نام سے ایک آخری اشتہار شائع کیا۔ اور اس میں پھر اس الہام کی تشریح فرمائی۔

"۲۶ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو پہلی تحریر ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء تک تھی

پہلے بطور کشف دیکھا کہ بڑے بڑے ملک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے

میرے منہ پر الہام الہٰی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ یہ ملک عذاب الہٰی سے ہلاک ہونیوالے ہیں۔ مستقل سکونت اس کی جگہ بدل جائیگی۔ عارضی سکونت مقاموں پر اور عارضی سکونت کا ہونا بہتر آفت زندگی"

اس سے زیادہ کیا تبلیغ ہو سکتی تھی جو خدا کا رسول فرمایا

آٹھویں پیشگوئی پھر ۸ مارچ ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا کہ

"مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا"

نویں پیشگوئی جب منکروں کے لیے ایک عذاب ہو۔ تو ضرور تھا کہ ماننے والوں کے مقابل

تسلی ہوتی کہ وہ جو مامور پر ایمان لانے والے ہیں وہ ہم من فضل عزیز و صنف اصنون
کے مصداق ہوں۔ اسلئے ساتھ ساتھ مبشر الہام بھی تھے جن میں سے ایک یہ ہے کہ

امن است در مکان محبت سرائے ما

اور پھر سب سے آخری ۱۸۔ مارچ ۱۹۰۶ء کو سلاماً سلاماً

اس پیشگوئی کا ظہور جب تواتر سے یہ پیشگوئی اعلان کی جا چکی۔ اور دنیا کے لوگوں کو کھول کر سنا دیا گیا۔ تو خدا نے اپنی قدرت کا جلوہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو دکھلایا۔ اسکے لئے میں سلسلہ احمدیہ کے سب سے بڑے دشمن کے اخبار اہلحدیث کی عبارت نقل کر دونگا۔

دشمن کی شہادت امرتسر۔ لاہور میں بڑے مکانات قریب سب پھٹ گئے۔ کئی ایک آدمیوں کا بھی نقصان ہوا۔ حمل بھی ضائع ہوئے۔ لوگ دیوانہ وار پھرتے تھے۔ داناؤں سے عقل چہروں سے خون اڑ چکا تھا۔ مکانوں سے نکل نکل کر میدانوں کو بھاگ رہے تھے غرض قرآن شریف میں جو نمونہ قیامت کا بتلایا گیا ہے (سورہ حج کو دیکھو) آیت موصوفہ کے تمام اجزا کا نمونہ تھا . . . . . اللہ پھر لوگوں کے ہوش بحال نہیں ہوئے۔ اور قسم ہیں سو سو سال سے زیادہ عمر کے لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ایسا زلزلہ نہ دیکھا نہ سنا۔ دیکھیں ہمارے ملک اور مسلمان خصوصاً اس نشان الٰہی سے کیا عبرت پاتے ہیں۔"

یہ عبارت پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے۔ کہ زلزلہ ایک نشان تھا۔ اور وہ جو خدا نے فرمایا تھا۔ مکذبوں کو ایک نشان دکھلایا جائیگا۔ اس پر اب مکذبین نے بے اختیار اقرار کر لیا۔ واقعی نشان ہے۔ اور یہ زلزلہ ایسا غیر معمولی زلزلہ ہے۔ کہ نہ دیکھا نہ سنا

دشمن کی تازہ شہادت کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہ تھے۔ اسلئے اہلحدیث نے لکھ دیا۔ مگر ۱۸ رمضان ۱۳۲۳ھ کے اپنے مسلمان پرچہ میں ان حقائق کو پھر دہرایا ہے۔ اور اقرار کیا ہے۔ کہ وہ قہر الٰہی تھا ۴۔ اپریل کا زلزلہ ایک عذاب ہی تھا۔ اصل الفاظ نقل کئے

کہتے جاتے ہیں

۴- اپریل ۱۹۰۵ء کے دہشتناک زلزلہ کی یاد

۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں جو زلزلہ پنجاب میں آیا تھا اگرچہ اسکو وقوع ہوئے سات سال ہوا اور ہم بھول چکے ہیں تاہم اسکی یاد سے اب بھی دل پر ہیبت چھا جاتی ہے۔ اسکے خیال سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسکا تصور آتے ہی قیامت کے ہولناک اور عظیم الشان زلزلہ کا سماں سامنے آجاتا ہے۔ اور زبان پر آیت يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ بے اختیار جاری ہو جاتی ہے۔ . . . . ۴ اپریل کو سورج نکلتے ہی قیامت کا نمونہ ظاہر ہوا۔ زلزلہ اس قدر زور سے آیا کہ انسان و حیوان قریباً ۱/۲ منٹ تک [illegible]۔ پھر تمام روز و شب [illegible] ۱۰ اپریل کی صبح تک کئی دفعہ حرکات آتی رہیں۔ . . . . کانگڑہ کی نسبت سرکاری رپورٹ منظر ہے کہ کانگڑہ اور بھون کا ہر ایک مکان زلزلہ سے مسمار ہو گیا . . . . . کانگڑہ میں اب صرف پانچسو آدمی زندہ موجود ہیں ۱۹۰۱ء میں قصبہ کانگڑہ کی آبادی ۴۷۴۶ آدمیوں کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ کانگڑہ میں کے ۴ ہزار سے زیادہ باشندے مر گئے . . . . پھر خبر آئی کہ دھرمسالہ کی تین ہزار آبادی میں سے صرف ۶ سو یا ۷ سو آدمی زندہ بچے۔ پالم پور بالکل منہدم ہو گیا ایک سو آدمی پالم پور کے بازار میں دب کر مر گئے تحصیل پالم پور میں تین ہزار آدمی ہلاک ہوئے کانگڑہ کی تحصیل میں تین ہزار آدمی مر گئے کأن لم تغن بالامس [illegible] لاہور میں زلزلہ کی وجہ سے مکانوں کے گرنے سے ۲۲ آدمی اور [illegible] سو مویشی مر گئے فما اغنی عنہم الخ

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ سیکڑوں میلوں تک محسوس ہوا جانب غرب کشمیر و چترال تک بجانب جنوب دہلی و ملتان تک اور بجانب شرق بہار و [illegible] مسوری [illegible] تک خاصی حرکت محسوس ہوئی۔ ۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ کے ایک اور سخت صدمے سے [illegible] اور کانگڑہ بالکل [illegible]

اور ویران کردیا۔ تمام مکانات منہدم ہو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپریل کو صبح کے پھر ایسا
شدید زلزلہ آیا جس سے بھاگسو تالاؤ کا مندر جو کوہ ہمالیہ کے دامن میں تھا غرق ہو گیا۔ آخری
خبر یہ تھی کہ زلزلے سے تحصیل کانگڑہ میں [illegible] ہزار آدمیوں کی موت بیان کی
جاتی ہے

میں نے یہ مضمون کیوں لکھا؟

حضرت یہ واقعہ تو ختم ہوا ہے مگر میں نے یہ مضمون اسلئے لکھا ہے کہ آپ خدا
کے مامور و خدا کے مسیح خدا کے نبی کی پیشگوئی زبردست پیشگوئی پر ایمان
لائیں اور یقین کریں کہ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول
کے مطابق جس پر اس غیب کی خبر کو اظہار کیا گیا خدا تعالیٰ سے بہرہ ور خدا کا مرتضیٰ فرستادہ رسول تھا
پھر ان نشانوں کے دکھانیکا جو اصل مقصد ہے یعنی [illegible] وہ اپنے اندر پیدا کریں۔

اس زلزلے کے علاوہ اور زلزلے

بعض لوگ اس زلزلہ کو دیکھ کر بھی شوخی و شرارت سے باز نہ آئے تو
خدا کے مرسل نے بتایا کہ ابھی اور بہت سے زلزلے آنیوالے ہیں اور
ایک زلزلہ تو زلزلۃ الساعۃ ہوگا۔ پھر یہ زلزلے صرف اسی ملک ہند میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر ایک
علاقے میں آئینگے تا سب خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ سب پر حجت الٰہی کا اتمام ہو پیشگوئی
کرنیوالے کا نام مشہور ہو اور الہام ہو۔ چنانچہ آپ نے متواتر کئی اشتہار شائع کئے ۔ [illegible]
[illegible] رحمت وحی السماء ۔ ۔ البلا جنکے مضامین پڑھنے والوں کو بھولے نہ ہونگے ۔ ۔
اپنی نظم میں یہ اشعار بھی لکھے کہ ؎

وہ چمک دکھلائیگا اپنے نشاں کی پنجبار ۞ یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن
اسلئے اب غیرت حق کی [illegible] کھو دیگی ۞ ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلائیگی

پہلے شعر سے ظاہر ہے کہ پانچ زلزلے بہت بڑے آنیوالے ہیں۔ دوسرے شعر سے ظاہر ہوتا
ہے کہ ملک ہند ہی کی خصوصیت نہیں۔ ہر طرف یہ آفت آنیوالی ہے

نئی دنیا کا زلزلہ

چنانچہ اسکے بعد نئی دنیا میں بھی زلزلہ خوفناک زلزلہ آیا چنانچہ [illegible]

کہتا ہے۔

(سانفرانسسکو عملی طور پر برباد)

سانفرانسسکو عملی طور پر برباد ہو گیا۔ ہوٹل بے شمار ہو گئے ہیں۔ اس وقت دو لاکھ آدمی بے خانماں ہیں۔ تمام گرد و نواح کے مکانات برباد ہو گئے۔ اطراف کے مکانوں کا کیا ذکر۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔

ترکی میں تباہی انگیز زلزلہ

ٹرکی میں بھی زلزلہ بہار کے موسم میں اسی ملک حصہ میں ایک پھر بھونچال آیا۔ اور خوفناک بھونچال آیا۔ پھر یہ سلسلہ اسکا ختم نہیں ہو گیا بلکہ حال میں قسطنطنیہ سے ایشیائے کوچک تک تمام درمیانی ملک میں سخت زلزلہ آیا جس کی کیفیت مسلمان شائع شدہ کا اخبار یوں لکھتا ہے۔

۹ اگست ۱۹۱۲ء کی صبح کو قسطنطنیہ میں نہایت شدت کا زلزلہ آیا جو اپنی دہشت اور تباہی کے باعث ہمیشہ لوگوں کے یاد رہے گا اگر زیادہ نہیں تو ... یاد کرا دینے والا ضرور ہے۔

پھر لکھا ہے کہ زلزلہ کے نقصانات کا سب سے آخری تخمینہ مقتولین و مجروحین کی تعداد ساڑھے تین ہزار ... بتلا دیتا ہے۔ گیلی پولی کے جنوب مغربی حصہ میں جہاں زلزلہ سے سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے ۵ ہزار آدمی بے خانماں ہیں۔ ... قسطنطنیہ کے ... میں داخل کئے گئے۔ ۔ ۔ ۔ قسطنطنیہ ... بھی ایک نظیر اس بشارت جیسی ہے۔

ہو گئی ہیں اسکا موجب مرے جھٹلانیکے دن

صاحبان اب آپ خود غور فرماویں۔ اور ان آیات کی ... رائے خصوصیت سے توجہ کریں کہ عذاب پر عذاب کیوں نازل ہو رہا ہے۔ خدا نخواستہ آپ ہرگز نہیں کہ آپ اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ آپ خدا نخواستہ ... نہیں سمجھتے تھے ... پس اس عذاب کی کوئی وجہ ضرور ہے۔ ہم اسکا سبب قرآن مجید ہی سے تلاش کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ

تیرا رب کسی بستی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا۔ جبکہ ان کے بسنے والے بے خبر ہوں۔ یعنی بے خبری کی حالت میں عذاب نہیں دیتا بلکہ کسی وقت عذاب دیتا ہے جبکہ اپنے رسول کے ذریعے پہلے خبر دے لیتا ہے کہ جو راہیں ہیں وہ گندے عقیدے ہیں ان سے باز آجاؤ چنانچہ فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ ہم کبھی عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کہ کسی رسول کو مبعوث نہ کریں اسی بات کو کھول کر دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (قصص)۔ ترجمہ یعنی ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے اور عذاب نہیں دیتے تاوقتیکہ ان کی ام میں کوئی رسول مبعوث نہ کریں جو ان پر ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں اسی صورت میں کہ ان کے اہل ظالم ہوں۔ اب خود فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے بڑھکر ظالم کون ہے۔ وہی جو صدق کا انکار کرے۔ سچائی کی تکذیب کرے چنانچہ فرماتا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ یعنی اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر افترا کرے اور صدق کو جھٹلائے کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں۔ اور فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ اس میں اس سوال کا جواب بھی آگیا کہ اگر زلزلے وغیرہ مصیبتیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے پہلے نہ آتی تھیں۔ یا فلاں ملک میں کیوں زلزلے اور طاعون میں کیوں نہیں آئے کیونکہ خدا کے کلام نے بتادیا کہ گناہوں کی کثرت کے علاوہ اتمام حجت بذریعہ رسول ضروری ہے اور پھر سب سے بڑھکر گناہ صدق کا انکار ہے۔ جو صرف ان چند سالوں میں لوگوں سے سرزد ہوا۔

بیرونی ممالک کے زلازل کی وجہ بھی تکذیب ہے

باقی یہ کہنا کہ ہندوستان سے باہر امریکہ یا ترکی میں جو زلزلے آئے ہیں۔ ان بیچاروں نے کیا قصور کیا۔ ان میں سے اکثر کو تو مسیح موعود کا علم نہیں تکذیب کیسی اس اعتراض کا جو جواب حضرت اقدس ؑ نے دیا ہے۔ وہی نقل کر دیا جاتا ہے۔

ہاں میں کہتا ہوں کہ میری تکذیب ان زلزلوں کے ظہور کا باعث ہوئی ہے بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام نبی اس بات پر متفق ہیں کہ عادت اللہ ہمیشہ سے اسی طرح پر جاری ہے کہ جب دنیا پر ایک قسم کے گناہ کرتی ہے اور بہت سے گناہ اس کے جمع ہو جاتے ہیں تب اس زمانہ میں خدا اپنی طرف سے کسی کو مبعوث فرماتا ہے اور کوئی حصہ دنیا کا اس کی تکذیب کرتا ہے تب اس کا مبعوث ہونا دوسرے شریر لوگوں کو سزا دینے کے لئے بھی جو پہلے مجرم ہو چکے ہیں ایک محرک ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے گذشتہ گناہوں کی سزا پاتا ہے اس کے لئے اس بات کا علم ضروری نہیں کہ اس زمانہ میں خدا کی طرف سے کوئی نبی یا رسول بھی موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پس اس سے زیادہ میرا مطلب تھا کہ ان زلزلوں کا موجب میری تکذیب ہو سکتی ہے۔ یہی قدیم سے سنت اللہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ سو سان فرانسسکو وغیرہ مقامات کے رہنے والے جو زلزلہ اور دوسری آفات سے ہلاک ہو گئے ہیں اگرچہ اصل سبب ان پر عذاب نازل ہونے کا ان کے گذشتہ گناہ تھے مگر یہ زلزلے ان کو ہلاک کرنے والے میری سچائی کا ایک نشان تھے کیونکہ قدیم سنت اللہ کے موافق شریر لوگ کسی رسول کے آنے کے وقت ہلاک کئے جاتے ہیں۔ ماسوا اس کے جیسا کہ براہین احمدیہ اور بہت سی پہلی کتابوں میں یہ خبر دی گئی کہ میرے زمانہ میں دنیا میں بہت

غیر معمولی موتیں پڑیں گی۔ اور دوسری آفات بھی پیدا ہوں گی۔ اور ایک دنیا ان سے ہلاک ہو جائے گی پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشگوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لیے ایک نشان ہے یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو۔ مگر اس تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں جو اور ملکوں کے رہنے والے ہیں جنکو اس رسول کی خبر بھی نہیں جیسا کہ نوح کے وقت میں ہوا۔ کہ ایک قوم کی تکذیب سے ایک دنیا پر عذاب آیا بلکہ پرند چرند بھی اس عذاب سے باہر نہ رہے

غرض عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کسی صادق کی حد سے زیادہ تکذیب کی جائے یا اسکو ستایا جائے تو دنیا میں طرح طرح کی بلائیں آتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں یہی بیان فرماتی ہیں۔ اور قرآن شریف بھی فرماتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی تکذیب کی وجہ سے مصر کے ملک پر طرح طرح کی آفات نازل ہوئیں۔ جوئیں پڑیں۔ مینڈک پڑے۔ خون برسا۔ اور عام قحط حالانکہ ملک مصر کے دور دراز کے باشندوں کو حضرت موسیٰ کی خبر بھی نہ تھی اور نہ انکا اس میں کچھ گناہ تھا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ تمام مصریوں کے پہلوٹھے بچے مارے گئے۔ اور فرعون ایک مدت تک ان آفات سے محفوظ رہا تھا۔ اور جو محض بے خبر تھے۔ وہ پہلے مارے گئے۔ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو صلیب کے ذریعہ قتل کرنا چاہا تھا۔ انکو تو بال بچوں میں رہ کر وہ آرام سے زندگی بسر کرتے رہے لیکن چالیس برس تک جب آدھی صدی گزرنے پر تھی تو طیطوس رومی کے ہاتھ سے ہزاروں یہودی قتل کئے گئے اور طاعون بھی پڑی۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ عذاب محض حضرت عیسیٰ کی وجہ سے تھا۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سات برس تک قحط پڑا اور
کئی اس قحط میں غریب بھی مارے گئے اور بڑے بڑے سردار بھی جنہوں نے دکھ
دیئے تھے۔ مرتک عذاب ہے سے خدا کا کلام پر سنت اللہ اسی
طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے اور اس کی تکذیب کی جاتی ہے
تو طرح طرح کی آفتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں جن میں اکثر ایسے لوگ پکڑے
جاتے ہیں جن کا اس تکذیب سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ائمۃ الکفر پکڑے جاتے
ہیں اور سب سے آخر بڑے شریروں کا وقت آتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے
اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔ انا نأتی الارض ننقصہا من
اطرافہا یعنی ہم آہستہ آہستہ زمین کی طرف آتے جاتے ہیں۔ اس میرے
بیان میں ان بعض نادانوں کے اعتراضات کا جواب آگیا ہے جو کہتے ہیں کہ
تکذیب تو مولویوں نے کی تھی اور غریب آدمی طاعون سے مارے گئے اور کانگڑہ
اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔ ان کا کیا قصور
تھا۔ انہوں نے کونسی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل
کی تکذیب کی جاتی ہو خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصہ
زمین میں ہو۔ مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے اور آسمان
سے عام طور پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل شریر پیچھے
سے پکڑے جاتے ہیں جو اصل مبدء فساد ہوتے ہیں جیسا کہ ان قہری نشانوں
سے جو حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے دکھلائے فرعون کا کچھ نقصان
نہ ہوا صرف غریب مارے گئے لیکن آخر کار خدا نے فرعون کو مع اسکے لشکر
کے غرق کیا۔ یہ سنت اللہ ہے جس سے کوئی واقف کار انکار نہیں کر
سکتا۔

خدا کا مامور اتمام حجت کریگا

باقی رہا یہ امر کہ دعوت پہنچ جانے سے کیا مراد ہے۔ اسکا جواب بھی حضرت مسیح موعود نے خود ہی دیا ہے۔ وہ یہ ہو کہ دعوت پہنچانے میں دو امر ضروری ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شخص جو خدا کیطرف سے مبعوث ہوا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دیوے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اور انکی غلطیوں پر متنبہ کرے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم غلطی پر ہو۔ یا فلاں فلاں عملی حالت میں تم سست ہو۔ دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے اور عادت اللہ اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کو اس قدر مہلت دیتا ہے کہ دنیا کے بہت سے حصہ میں انکا نام پھیل جاتا ہے اور انکے دعوے سے لوگ مطلع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ لوگوں پر اتمام حجت کر دیتا ہے۔ اور دنیا میں خارق عادت طور پر شہرت دینا اور روشن نشانوں کے ساتھ اتمام حجت کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک غیر ممکن نہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ ایکدم میں آسمان کے ایک کنارہ سے بجلی چمکتی اور دوسرے کنارہ تک پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح خدا کے حکم سے خدا کے رسولوں کو شہرت دی جاتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے زمین پر اترتے اور سعید لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ کہ جن راہوں کو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہیں تب ایسے لوگ راہ راست کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ اسکے امام وقت کی خبر ان لوگوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بالخصوص یہ زمانہ تو ایسا زمانہ ہے۔ کہ چند دنوں میں ایک نامی ڈاکو کی بھی بدنامی کے ساتھ تمام دنیا میں شہرت ہو سکتی

ہوتو کیا خدا تعالیٰ کے بندے جن کے ساتھ ہر وقت خدا ہو وہ اس دنیا میں شہرت
نہیں پا سکتے اور مخفی رہتے ہیں۔ اور خدا اُن کی شہرت پر قادر نہیں ہوتا۔ میں
دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا فضل ایسے طور سے میرے شامل حال ہے۔ کہ
میری تمام حجت کے لئے اور اپنے نبی کریم کی اشاعت دین کے لئے خدا تعالیٰ
نے وہ سامان مقرر کر رکھے ہیں کہ پہلے اس سے کسی نبی کو میسر نہیں آئے
تھے چنانچہ میرے وقت میں ممالک مختلفہ کے باہمی تعلقات بباعث سواری
ریل اور تار اور انتظام ڈاک اور انتظام سفر بحری اور بری اس قدر بڑھ
گئے ہیں کہ گویا اب تمام ممالک ایک ہی ملک کا حکم رکھتے ہیں بلکہ ایک ہی شہر
کا حکم رکھتے ہیں۔ اور ایک شخص اگر سیر کرنا چاہے۔ تو تھوڑی مدت میں تمام
دنیا کا سیر کر سکتا ہے۔ ماسوا اس کے کتابوں کا شائع کرنا ایسا سہل اور آسان
ہوگیا ہے کہ ایسی ایسی چھاپہ کی کلیں ایجاد ہوگئی ہیں کہ جس کسی ضخیم کتاب کے
چند حصے برسوں میں بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس کے کئی لاکھ نسخے ایک دو برس میں
لکھ سکتے ہیں۔ اور تمام ملک میں شائع ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرے پہلو سے تبلیغ کے
لئے بھی اس قدر آسانیاں ہو گئی ہیں کہ ہمارے ملک میں آج سے سو برس
پہلے ان کا نام و نشان نہ تھا۔ اور آج سے پہلے اگر پچاس برس پر نظر ڈالی جائے
تو ثابت ہوگا کہ اکثر لوگ ناخواندہ اور جاہل تھے۔ مگر اب بباعث کثرت مدارس
کے چھوٹے دیہات میں بھی قائم کئے گئے ہیں۔ اس قدر استعداد علمیت لوگوں کو حاصل
ہوگئی ہے کہ وہ دینی کتابوں کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اور میری طرف
تبلیغ کی کاسہ الٰہی ہوئی ہے۔ کہ میں نے پنجاب اور ہندوستان کے بعض شہروں
جیسے امرتسر لاہور جالندھر سیالکوٹ اور دہلی لودھیانہ وغیرہ میں بڑے بڑے
مجمعوں میں خود جا کر خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ اور بذریعہ اشتہارات

کے سوا اور اسلامی تعلیم کی خوبیاں پیش کی ہیں اور اسّی کے قریب کتابیں عربی
اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں حقانیت اسلام کے بارہ میں ان کی بھی ایک
لاکھ کے قریب ہوگی تالیف کر کے ممالک عالم میں شائع کی ہیں اور اسی
مقصد کے لیے کئی لاکھ اشتہار شائع کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور
اس کی ہدایت سے تین لاکھ سے زیادہ لوگ میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے
اب تک توبہ کر چکے ہیں اور اس قدر سرعت سے یہ کارروائی جاری ہے کہ ہر ایک
ماہ میں صدہا آدمی بیعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور ہمارے اس سلسلہ سے
غیر ملکوں کے لوگ بے خبر نہیں ہیں بلکہ ممالک امریکہ اور یورپ کے دور دراز
ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے یہاں تک کہ امریکہ میں کئی لوگ ہماری
جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور خود انہوں نے غیر معمولی زلزلوں کی پیشگوئی
کو ہمارے نشانوں کا ثبوت دینے کے لئے امریکہ کے ہی اخباروں میں شائع
کرایا ہے اور یورپ سے بعض لوگ بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں اور
اسلامی بلاد کا تو کیا ذکر کریں کہ اب تک جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا ہے کچھ
زیادہ تین لاکھ سے اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور ہزار ہا ناخواندہ
سے لوگ اطلاع پا چکے ہیں اور اکثروں میں صلاحیت اور نیک بختی ہے۔"

آخری درخواست

سنو ہم بار آخر پر کہتے ہیں کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ زلزلہ کا نشان ایسا
نہیں کہ معمولی ہیں یہ مسیح موعود کی صداقت کا نشان نہیں ہو سکتا اور کیوں ہم یہ لگے اس میں
رکھتے کہ لوگو خدا کے امور پر ایمان لاؤ دیکھو کہ خدا اپنے مامور کی صداقت کے نشان پر نشان
دکھاتا ہے۔ اگر ہندوستان کا زلزلہ امریکہ کا زلزلہ اور پھر بلاد اسلامیہ کا آخر زلزلہ آپ کو اس امر
کی طرف متوجہ نہیں کر سکتا کہ کوئی رسول آیا ہے جس کی وجہ سے یہ عذاب آ رہے ہیں
تو ہم سے کوئی ایسا نشان ہو اس سے پہلے نہیں ہوا تھا تو کیا زلزلہ کی موجودہ حیثیت

ہو سکا، خوفناک تباہی بیگر زلزلہ بھی اس طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس فرستادہ کی تلاش کریں۔ جو ان زلزلوں کی آمد کا ملزم ہے یعنی اس سال تیس دیکھا ہے۔ شملہ اور کانگڑہ کے آفات زلزلہ شناسی نے تو ہر اگست کی پہلی خبر دی کہ کہیں زلزلہ آیا ہے۔ مگر ایک شخص میں تھا جس نے کئی سال پہلے بتایا کہ زلزلہ بلکہ زلزلے آنے والے ہیں۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ توبہ کرو۔ تا بچائے جاؤ۔ کوئی سعادت مند روح ہے جو ان پچھلے واقعات پر غور کرے۔ کوئی رشید ہے جو میری اس تمام تحریر کو پڑھکر اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرے کوئی خدا سے ڈرنے والا ہے جو ان دو دل سے لکھے ہوئے کلمات سے فائدہ اٹھائے؟

دو نئی تصنیفوں کی اطلاع

روحانی طبیب کے مصنف آپ کے خادم محمد اکمل نے ایک رسالہ روحانی طب پر لکھا ہے جس میں مفصلہ ذیل روحانی امراض (حرص۔ بخل۔ حرام خوری۔ تکبر۔ ریا۔ زنا۔ جھوٹ) کا علاج قرآن شریف و احادیث شریف سے بتایا گیا ہے۔ اپنی طرز کی پہلی تالیف ہے۔ مجھے اپنے احمدی احباب سے بہت حسن ظن ہے۔ تو پوری امید ہے۔ کہ وہ اسکی اشاعت میں سعی بلیغ فرماوینگے۔ لوگ جسمانی بیماریوں اور حفظ ماتقدم کے لیے سینکڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں کیا روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے ۔ کے پیسے نہیں خرچ کر سکتے۔ نظر ثانی حضرت خلیفۃ المسیح۔ قیمت ۔

ہدایات دربارہ معاملات یہ رسالہ بھی عرصہ سے بہ ہدایت حضرت احمدی کے نام سے لکھا تھا جس میں نماز روزہ زکوٰۃ کے مسائل مرقوم تھے۔ جس مسئلہ کی قرآن مجید و احادیث سے دلیل دی ہے۔ اور فرقہ احمدیہ کے عمل سے استدلال کرتا ہے۔ جو معمول بہا ہے ان کی بھی لکھی ہیں۔ اور یہ حصہ ہدایت ہے۔ ایسے احکام کا حصہ لکھا ہے جس میں خرید و فروخت قرض امانت وراثت اجارہ غرض ہر قسم کے معاملات کے مسائل قرآن و حدیث سے لکھے ہیں۔ اور میری یہ تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح نے بہت مفید فرمایا ہے۔ احباب منگوائیں۔ قیمت ایک آنہ ہے۔ یہ رسالہ تشحیذ الاذہان کا ضمیمہ بھی ہے سے بھی منگوا سکتے ہیں۔

نوٹ۔ دونوں کتابوں کے ملنے کا پتہ مہر کی دکان۔ سالار نداول

الملاحم

ملاحم جمع ہے ملحمہ کی جس کے معنی جنگ جدال کے ہیں۔ کتب احادیث اہل سنت والجماعت میں قرب قیامت کی پیشگوئیوں میں ملاحم کے ذکر میں خاص مستقل ابواب ہیں۔ آج اس مضمون میں کتب شیعہ سے کچھ ذکر کیا جاتا ہے چونکہ مسلمانوں کی بدقسمتی سے اس وقت بہت سے اسلامی ممالک پر دشمنوں کا ہجوم ہو رہا ہے۔ اور سیاست اسلامی سخت خطرہ میں ہے۔ طرابلس اور مراکو اور ایران اور عتبہ مقدس کے عبرت انگیز واقعات دنیا ظہور پذیر ہو چکے ہیں غرض ایک عالمگیر تباہی ہے جس کا انجام خدا جانے کیا ہوگا۔ علماء فریقین خاموش ہیں اور اس ناگہانی زوال قوم کے اسباب نہ معلوم سمجھ سکتے ہیں۔ مذہبی کتابوں سے تلاش کر کے تحقیق غور کرتے ہیں چونکہ ہر ایک شخص اپنے مذاق کے مطابق بات لکھنے پر ایک حد تک مجبور ہوتا ہے خاکسار اپنے شیعہ احباب کی اصلاح اور توجہ کی غرض سے ایک دو پیشگوئیاں ان کی کتب معتبرہ سے نکال کر ذیل میں درج کرتا ہے جس سے نہ صرف شیعوں کو بلکہ اہلسنت کو بھی عبرت ہو۔

کتاب جامع الاخبار مولفہ رئیس المحدثین اہل تشیع محقق شیخ ابن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ھ کی پچاس برس بعد کی تالیف ہے اس میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلعم کے ساتھ حجۃ الوداع کا حج کیا۔ پس جب کہ آنحضرت صلعم فرائض حج سے فارغ ہو کر وداع الکعبہ کے پاس آئے تو اسکے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہا یا ایہا الناس پس اہل مسجد و بازار کے لوگ جمع ہوگئے۔ تو فرمایا رسول صلعم نے کہ میں تم کو آج وہ باتیں بتلاتا ہوں جو میرے بعد واقع ہونے والی ہیں پس جو حاضر ہے وہ غائب کو اس سے مطلع کر دے۔ پھر رسول صلعم رو پڑے یہاں تک کہ سب لوگ بھی رونے لگے جب رونے سے فارغ ہوئے تو فرمایا جانو اے لوگو اللہ تم پر رحم کرے۔ کہ آج تمہاری مثال اس پتے کی مانند ہے جس کے ساتھ کوئی کانٹا نہ ہو یہی حالت رہیگی ایکسو چالیس برس تک

پھر اسکے بعد دو سو برس تک ہتھیار کا زمانہ ہوگا پھر اسکے بعد کا زمانہ ایسا ہوگا کہ کا زمانہ ہی کا زمانہ ہوگا پتا نہ لگیگا
اس زمانہ اور کچھ نہ ہوگا مگر سلطان وقت ظالم اور دولتمند بخیل اور عالم مال کے خواہشمند اور فقیر جھوٹ
بولنے والے اور بڈھے فاسق فاجر اور لڑکے شوخ چشم اور عورتیں بے حیا پھر آنحضرت صلعم روئے
تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کے عرض کی یا رسول اللہ فرمایئے یہ کب ہوگا
تو فرمایا جناب رسول صلعم نے جبکہ علما کم ہوجائیں اور قاریان قرآن چل بسیں اور تم زکوٰۃ کا دینا
چھوڑ دو اور تمہاری بدیاں ظاہر ہوجائیں اور تمہاری آوازیں تمہاری مسجدوں میں بلند
ہونے لگیں اور دنیا کے مقاصد کو تم سروں پر اٹھاؤ اور علم کو پامال کرو اور تمہاری باتیں بلا
جھوٹ ہوں اور غیبت تم کو مرغوب ہو اور حرام مال کو غنیمت جاننے لگو اور بڑے چھوٹوں
پر رحم نہ کریں اور تمہارے چھوٹے بڑوں کی عزت نہ کریں تو اسوقت تم پر خدا کی لعنت اتر
پڑیگی اور تم میں آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہوجائیں اور دین فقط تمہاری زبانوں پر باقی
رہجائے جب یہ علامات تم میں آجائیں تو سرخ آندھی کے منتظر رہو اور مسخ کے اور پتھر برسنے
کے اور اس امر کی تصدیق کلام الہی سے ہوتی ہے کہ فرمایا قل ھو القادر
على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم او من تحت ارجلكم او يلبسكم
شيعا ويذيق بعضكم بأس بعض انظر كيف نصرف الايات
لعلهم يفقهون . پھر چند صحابہ آپکے آگے استادہ ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
ہمکو فرمایئے ایسا کب ہوگا تو آپ نے فرمایا جب نمازوں میں دیر کیجائیگی اور نفسانی
خواہشوں کی تابعداری کیجائے اور قہوہ خانوں کا رواج ہو اور اصل الفاظ حدیث شرب القہوات
اور ماں باپ کو برا بھلا کہا جائے اور حرام کو غنیمت جانیں اور زکوٰۃ کو جرمانہ (ڈنڈ) سمجھیں اور
مرد اپنی عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں اور ان کی مرضی اور اپنے ہمسایہ پر ظلم کریں اور
قطع رحمی کیجائے اور اکابر بزرگوں سے مروت جاتی رہے اور بچوں سے حیا کم ہوجائے
اور عمارتیں مضبوط بنائی جائیں اس کی تصدیق کلکتہ جیسے شہروں میں خوب ہورہی ہے جہاں بنا

دفاتر اور دکانوں کی بنیادیں خاص اہتمام اور بصرف زر کثیر تیار کیجاتی ہیں۔ مالی کورٹ کلکتہ کے سامنے ایک عمارت بن رہی ہے جس کی بابت ایک دوست نے مجھکو بتلایا کہ ٹھیکیدار کمپنی نے ہزار برس تک کی ذمہ واری لی ہے) اور غلاموں اور کنیزوں پر ظلم کیا جائے۔ اور جھوٹی شہادتیں اور بے انصافی سے فیصلے کریں۔ اور لڑکا اپنے باپ کو برا جانے۔ اور بھائی بھائی سے حسد کریں۔ اور شریک (حصہ دار) خیانت سے کام کریں (کئی کمپنیوں اور کئی بنکوں کے آئے دن کے دیوالے شاہد ہیں) اور علم کم ہوجائے اور ناجائز عام ہوجائے۔ اور مرد عورتوں کے لباس سے زینت کریں اور حیا کے پردے اٹھا دیں (تھیٹر، نقل کمپنیوں اور انگریزی تماشوں میں یہ منظر عام ہیں) اور کبر دلوں کے اندر سرایت کرجائے جیسے زہر جسم کے اندر اور بھلائی کم ہوجائے۔ اور جرائم کا زور ہوجائے اور مال خرچ کرکے لوگ اپنی تعریف کے طالب ہوں (اکثر خطابوں کے حریص ایسا ہی کررہے ہیں) اور گانے بجانے میں مال خرچ کیا جاوے آخرت کو چھوڑکر دنیا میں مشغول ہوجائیں۔ تقویٰ کم ہوجائے۔ اپیچ بڑھ جائے۔ اور جنگ و جدل کثیر ہوں (اصل الفاظ۔ کثرت الطمع والہرج والمرج) (موجودہ قتل و غارت یورپین اقوام اکثر جو [illegible] میں کررہی ہیں اسکی پوری طرح مثل ہورہی ہے) صبح کریگا مومن حالانکہ وہ ذلیل ہوگا۔ اور منافق معزز ہوگا۔ مسجدوں میں اذانوں کی گونج ہوگی لیکن دل ایمان سے خالی ہونگے کیونکہ قرآن کا استخفاف کیا جائیگا (ایڈیٹر صاحب اصلاح نے تھوڑا عرصہ ہوا قرآن کو محرف اور ناقص ثابت کرنے کے لئے ایک خاص رسالہ لکھا ہے۔ اسکے سینکڑوں ناظرین اور انکے رسالہ کے جواب پر اسکا کیسا برا اثر پڑا ہوگا) اور اسکے باعث سے مومن کی بہت بری دلالت کی جائے گی پس اسوقت اے مخاطب تو دیکھیگا کہ ان کے چہرے آدمیوں کے سے ہیں۔ مگر دل انکے شیطانوں کے سے ہیں۔ وہ کچھ شہد سے بھی میٹھی لیکن ان کے دل حنظل سے بھی زیادہ تلخ (آجکل کے اکثر علماء و صوفیاء و واعظین و لیکچرار شاہد حال ہیں) پس وہ بھیڑیئے ہیں اوپر سے کپڑے پہنے ہوئے کوئی دن نہ ہوگا کہ رات تمہارے قریب بکھیں پھیکے جاتے ہو

کیا مجھ پر جسارت کرتے ہو۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ۔
اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسولوں کے ذریعے کلام کرتا ہے چنانچہ اس نے اس زمانہ کے امور
پر وحی کی اور اس نے زرتشت علیہ وعلی اخوانہ وانصارہ کھول کھول کر مسلمانوں کو اپنے
اعمال و اقوال کے سنوارنے اور خدا و رسول کے احکام کی پوری پابندی کا اعلان فرمایا ہے
قسم ہے مجھکو اپنے عزت اور جلال کی اگر کچھ ایسے لوگ نہ ہوتے جو خلوص سے اچھی میری عبادت
کرتے ہیں۔ تو میں اس شخص کو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دیتا جو میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور اگر میرا کرم
شامل نہ ہو۔ تو میں ایک قطرہ بھی آسمان سے نہ برساتا۔ اور نہ ایک سبزرنگ سبزہ زمین سے اگاتا۔ بس تعجب
ہے اس قوم سے جنہوں نے اپنے مال و دولت کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ انکی امیدیں لمبی ہیں
حالانکہ انکی عمریں تھوڑی ہیں۔ اور جو وہ لوگ امید رکھتے ہیں کہ مولیٰ کریم کے حضور انکو قرب
حاصل ہو۔ لیکن وہ اسکو حاصل کرینگے مگر عمل کے ساتھ اور عمل کامل نہ ہوگا مگر علم کے
ساتھ۔

(۲) اور روایت کی گئی ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ تحقیق چھ سو اسی
کے بعد کشت و خون ہوگا۔ اور زمین ظلم سے بھر جائیگی۔ اور اس کے بعد بیس برس میں علماء کی
موت واقع ہوگی اور ایک کے بعد دوسرا باقی نہ رہیگا۔ اور سنہ [illegible] میں نیل اور فرات کے دریا اتر
جائینگے حتی کہ لوگ انکے خشک یعنی ترائی میں زراعت کرینگے۔ اور سنہ [illegible] میں آسمان سے
پتھر برسینگے انڈے کے برابر اور اس سے چوپائے بھی ہلاک ہونگے۔ اور سنہ [illegible] میں اس کے
بعد یعنی سنہ [illegible] میں دریا کے اندر سخت ہونگے اور اسکے بعد ساٹھویں برس میں سورج کو
گہن ہوگا جس سے آدھے جن اور آدھے آدمی مر جائینگے۔ پھر سنہ [illegible] میں مومن کی نسل سے
مومن ذلیل ہوگا پھر سنہ [illegible] میں عورتیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہو جائینگی۔ اور سنہ [illegible] میں دجال
خروج کریگا۔ اور اسکے پاس عصائے موسیٰ اور آدم کا اور انگشتری سلیمان کی ہوگی۔ پھر سنہ [illegible]
میں سورج سیاہ ایک طلوع کریگا۔ اسکے بعد ڈیڑھ جھوکہ کیا ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے

سنہ ۱۳۳۲ میں ایک عورت ظاہر ہوگی جسکا نام سعیدہ ہوگا مردوں کی طرح اسکی داڑھی اور مونچھیں ہونگی
مقام صعید سے دو ہزار سواروں کے ساتھ نکل کر عراق کی طرف جائے گی۔ اور یہ ایک بڑا قصہ
ہے جسکا ذکر نہیں کرتے اور پھر سنہ ۱۳۳۳ میں دمشق سے ایک شخص نکلیگا جسکو مریم کہینگے ساٹھ
سو قطار کے ساتھ اور ان کا جھنڈا ہوگا ہر ایک جھنڈے کے اوپر صلیب ہوگی ہر ایک صلیب
کے نیچے ہزار سوار فرنگی نصرانی ہوگا۔ اور یہ ایک طویل اور بڑا قصہ ہے۔ اسی کے زمانہ میں ایک
شخص خروج کریگا جسکو سفیان بن حرب کہینگے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اسکے خروج
سے لیکر قائم آل محمد صلوات اللہ علیہ (امام مہدی) کے ظہور تک آٹھ مہینے کی مدت ہوگی جس میں سے ایک
دن کم ہوگا۔ تنبیہ۔ اور علی ابن نفیس سے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ سفیانی کا واقعہ حتمی
ہے یعنی ضرور ہونیوالا ہے اور اسکا خروج رجب کے مہینے میں ہوگا۔ یہ ایک قصہ ہے۔ اور
ہر علیم منجم شہید عظیم سے دیکھو کتاب جامع الاخبار مطبوعہ ایران کی فصل ۱۴۰ اول سے آخر
تک۔

فوائد

(۱) روایت نمبر ۱ جس کے معتبر ہونے کے لیے بیرونی شہادت بھی معتبر ہے۔ یعنی آج سے
ہزار برس پہلے کے ایک مشہور شیعہ محقق رجال احادیث نے پہلی اس کتاب میں منقول ہے
جو عقوں سنیوں سے سن کامل میں لکھی۔ اندرونی شہادت کے لئے اسکا موقع و محل ایسا
مشہور [illegible] ہے کہ خاص بیت اللہ شریف کے اندر حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت
صلعم نے اسکو بیان فرمایا۔ اور پھر کس درد دل اور رقت قلبی کے ساتھ
(۲) شیعہ لوگوں میں ایک حدیث کا بڑا چرچا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کسی حجۃ الوداع
فارغ ہو کر مدینہ کو آتے ہوئے آنحضرت صلعم نے غدیر خم کے موقعہ پر فرمائی تھی۔ یعنی من کنت
مولاہ فعلی مولاہ [illegible] ہے۔ گو یہ حدیث غدیر والی حدیث سے بھی مقدم اور بلحاظ عبارت [illegible]
[illegible] کے اس سے اہم بھی ہے کیونکہ آپ شیعہ بھی انکار نہیں کرسکتے کہ غدیر خم والی

یہ تلاوت چرچا کرنا اور ابھی یہ نہ دیکھنا کہ فائدہ نہیں دیتا۔ ہاں جناب علی علیہ السلام کے بھی
مانند رسول صلعم نے جو کچھ ہماری حالت زار کا ذکر ایک زمانہ آئندہ کے لئے، وہ ذکر ہزاروں
مسلمانوں کو بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ اسکو غور سے سننا چاہیئے۔

(۳) مادی علوم کے عالم لکچروں اور اخباروں میں مسلمانوں کے تنزل و ادبار کے مختلف اسباب بتلاتے
ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اصلی اسباب زوال امت کے وہی ہو سکتے
ہیں جنکو خود امت کے پیشوا نے فرمایا۔

(۴) ان عالمگیر خرابیوں کے ساتھ ساتھ ان مبارک اعمال کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ جن نیک اعمال
کو دوبارہ دستور العمل بنانا چاہیئے۔ اور انکے سوا جو باتیں خود بنائے اصول مذہب بنا رکھا
ہے۔ انکو فوراً ترک کر دینا چاہیئے۔ مثلاً تعزیہ داری امام حسین۔ اگر اس عمل سے کوئی فائدہ
بھی مترتب ہوتا۔ تو ایرانیوں سے جہاں ابھی چند سال پہلے شیعہ سلطنت تھی اور پوری
آزادی حاصل تھی۔ آنکھوں میں خاک ڈال کر، روس منحوس روس پھر دستی نہ کرتا۔ اور
امام رضا علیہ السلام کے روضہ مبارک کی بیحرمتی کو وہ آنکھ بند کرکے نہ دیکھتے بجے افسوس
تو یہ ہے کہ ان فرقوں کا علاج پھر وہی تجویز کیا جارہا ہے۔ یعنی یہ کہ امام رضا کی ضریح مقدس
کی بیحرمتی کی یادگار میں ہر سال اس دن میں مجالس تعزیت برپا کی جائیں۔ یہ کوئی نہیں
کہتا کہ توحید و قرآن و صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ استغفار، دیگر احکام شریعت جو پس پشت ڈالدیئے
گئے ہیں۔ انکا از سر نو پھر سے اعلام کیا جائے

(۵) اس حدیث میں ایک خاص جماعت کا بھی ذکر ہے جو جوش خلوص سے خدا کی عبادت کرتی
ہے۔ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ اور ہے دعویٰ ہیں شیعہ کہ اسکے مصداق ہم لوگ ہیں۔ پس
نظر انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ خاص جماعت اس پر آشوب زمانہ میں کون سی ہو
سکتی ہے۔ اور وہ کہاں ہے؟

(۶) حدیث نمبر ۵ میں فرمایا گیا ہے۔ کہ علامات ظہور امام زمان اور خود ظہور سنــــہ ھ کے

والے ہونگے) لیکن آج ۱۳۲۷ھ بھی نصف سے گزر گیا۔ نہ کہیں امام کا ظہور ہوا نہ دابۃ الارض کا
نہ کسی خبر کسی امام کے ظہور کے منتظر ہیں جو مشرق و مغرب کو فتح کرینگے۔ اور تمام شیعوں کو
مال و دولت سے مالامال کرینگے۔

(۵) چونکہ شیعوں کے امام امام غائب ہیں ممکن ہے ۱۳۲۷ھ میں انکا ظہور و خروج بھی ثابت ہو چکا ہو کیونکہ جہاں ظہور امام کی احادیث شیعی ہیں وہیں اس ۱۳۲۷ھ کی مقرر میعاد متعینہ بھی یقینی ہونی چاہیئے۔ لہذا اس کو دو نتیجے نکلتے ہیں جنکا ماننا ضروری ہوگا۔ اول تو یہ کہ وہ مرحوم مہدی خود فوراً گرفت ہو چکے ہیں۔ دوم ۱۳۲۷ھ کے بعد کے لئے کسی دوسرے مہدی کا انتظار کرنا تھا۔

و ظاہر ہے کہ جب ہر زمانہ کی خرابی کی اصلاح کے واسطے کسی نہ کسی امام کا ظہور ضروری مسلم ہے اور جس زمانہ کی خاص علامات آج تیرہ سو برس سے حدیث قبر ہول میں مذکور ہیں۔ وہ زمانہ اسوقت موجود ہو گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرمی کا انکار ہے۔

پس تسلیم کرنا ہوگا کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کے ماتحت جو کہ جس شخص نے عین وقت مہدی و آمد مسیح وقت ہونیکا دعوی کیا۔ وہ ضرور حق پر کاذب ہے جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے۔ جس کے کان ہوں وہ سنے۔ دوسرے صفحہ میں انشاء اللہ خروج دجال کے متعلق بھی کتب شیعہ سے ثابت کیا جاویگا کہ مرزا یہی یہی زمانہ ہے والسلام علی من اتبع الہدی

خاکسار [illegible]

تشحیذ کے خریدار بڑھاؤ

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریک جو بذریعہ کارڈوں کے بھی تمام احباب کی خدمت میں پہنچائی گئی تھی، اس کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اسلئے ہر ایک صاحب جو اپنا فرض ادا کرنے کے مشتاق ہوں۔ ہم نے مستقل حکم دیدیا ہے اور حتی الوسع بہت اہتمام سے رسالہ شائع ہوتا ہے۔ مگر خریداروں کی تعداد وہی ہے چاہیئے کہ ہر ایک کم از کم ایک خریدار تو دے۔

(توجہ طلب)

Digitized by Khilafat Library

معارف قرآن مجید

متقبس از افاضات سیدنا امیر المومنین زاد اللہ مجدہٗ

حضرت عیسیٰ کے معجزے

اِنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ

(آل عمران ۔ رکوع ۵)

ان آیات کے معنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اسی سورۃ آل عمران کے ابتدا میں بتایا گیا ہے کہ آیات دو قسم ہیں۔ ایک محکمات ایک متشابہات۔ محکمات ام الکتاب یعنی اصل ہیں متشابہات کے ایسے معنے نہ کئے جائینگے جو محکمات کے خلاف ہوں اور یہ ہر حکیم کے کلام کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ آج ہم ریل پر سوار ہو کر فلاں مقام پر جاتے ہیں تم اسٹیشن پر جا کر ہمارے لئے ٹکٹ لاؤ۔ تو اب اگرچہ ٹکٹ کئی قسم ہیں۔ نوکر کے لئے بھی ٹکٹ کے معنے ہیں پھر ان کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن محکم بات کے متعلق جب وہ اس متشابہ بات کے معنے کریگا تو ضرور ریل کا ٹکٹ لائیگا۔ اسی طرح جب دوسری محکم آیات میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ خلق و احیاء حقیقی صرف خدا ہی سے خاص ہے تو اب ان الفاظ کو عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کرینگے تو ہم اور ایک بشر کے لئے ان کے وہ معنے نہیں لئے جائینگے جو خدا کے لئے لئے جاتے ہیں۔ اور مجازی معنے بھی ہم نہیں لیتے۔ بلکہ لغت میں ایک لفظ کے کئی معنے ہیں پس جو معنی حضرت عیسیٰ کے مناسب حال ہیں وہی لئے جائینگے۔ وہ معنے جو عیسائیوں کی تردید ہے پس ایسے معنے نہیں لئے جائینگے جس سے ان کے عقیدہ کی تائید ہو اور عیسیٰ کی خدائی کا ثبوت ملے ہم

سوم متشابہات کے معنے معلوم کرنے کے لیے دعا کا حکم ہے۔ سو بہت سی دعاؤں کے بعد بھی مجھ پر
کھلا ہے۔

کہ خلق اللہ تعالےٰ کی صفت ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ
اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (العنکبوت) ... میں فرمایا۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ
وَيُعِيْدُ اور فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ اسی کے شایان ہے پیدا کرنا اور فرمایا اَللّٰهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور فرمایا قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ
يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۚ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى
تُؤْفَكُوْنَ ۝ اعلان کردے کیا ہے تمہارے شرکاء سے جو پیدا کرے پھر دہرائے
کہدے اللہ ہی پیدا کرتا ہے پھر دہراتا ہے پس تم کہاں بہکے جاتے ہو۔

پھر اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (رعد) فرماکر بتادیا
کہ اللہ کا خلق اور ہے اور مخلوق کا خلق اور۔ اسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کو ملزم بنایا ہے۔ کیا
شرکاء نے کوئی ایسا خلق کیا جیسا کہ اللہ نے اور پھر خلق میں تشابہ ہو گیا؟ ہرگز نہیں پس اعلان
کردے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا زبردست حکومت والا ہے کوئی اسکے افعال
میں اسکا ثانی نہیں۔ وہ جیسا خود لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے ایسا ہی اسکے افعال۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا خلق کسی اور معنے میں بھی بولا جاتا ہے تو قرآن مجید ہی سے
اسکی شہادت ملتی ہے کہ خلق بمعنے اندازہ ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ
پس بہت بابرکت ہے اللہ جو بہت عمدہ اندازہ کرنیوالا ہے۔ اندازہ کے معنے لینے کے لحاظ سے خالق
تو بغیر اللہ کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ
اور خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا میں بھی خلق کے معنے اندازہ کے ہیں۔ کیونکہ
خلق تو ابتک جاری ہے۔

پس دوسرا لفظ ہے طین آدم کے حق میں اسکے دشمن کی شہادت ہے خلقتہ
من طین یعنے تو نے آدم کو طین سے پیدا کیا ہے. طین میں خوبی یہ ہے کہ اسے جس قالب
میں ڈھالنا چاہیں ڈھل جاتی ہے. اسی لیے لقد خلقنا الانسان من طین فرمایا. یعنے آدمی کی فطرت
ایسی ہے کہ جس طرز میں ڈھالنا چاہیں ڈھل جاتی ہے. پھر اخلاق بلند پرواز انسان پر جو کہ ہے
شہیدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنت میں سبز پرندوں کی شکل میں ہو گئے اور مجاہدوں
کو بھی طیر فرمایا کہ وہ اڑ کر موقعہ جنگ پر پہنچتے ہیں

الفظ فیہ کے معنے کلام الٰہی سے تربیت کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا انی خالق
بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ
ساجدین میں گارے مٹی سے ایک بشر خلق کرکے پھر جب وہ ٹھیک ٹھاک ہو جائے تو میں
اس میں کلام الٰہی پھونک دوں گا پھر تم سب اسکے فرمانبردار ہو جاؤ. باذن اللہ کے معنے بفضل اللہ
کے ہوتے ہیں. رسول اللہ کا کوئی کام سوا اذن اللہ کے نہیں ہوتا. فرمایا وما ارسلنا من
رسول الا لیطاع باذن اللہ کسی رسول کی اطاعت نہیں ہوتی بجز اللہ کے فضل
کے پس اب معنی صاف ہیں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں میری فرمانبرداری کرو. اور ایسے تیار ہو جاؤ
جیسے کیچڑ کہ اسے جس طرز میں چاہو کسی شکل میں ڈھال سکتے ہیں پھر میں اللہ کے فضل سے کلام الٰہی
کے ساتھ تمہاری تربیت کرونگا. اور جب تمہارا اعتقاد اسکے مطابق ہو گا تو تم بلند پرواز انسان
بن جاؤ گے. اور روحانیت کے اوپر پرندے بن کر اڑو گے

ابرء الاکمہ والابرص کے معنے ہیں کہ میں اندھوں اور جذامیوں کو بری ٹھہرا
ہوں یا اچھا کرتا ہوں. ابرء ذ جعلہ بریئا من العیب میں دیکھو چنانچہ فصل الخطاب
مجاب البصیرۃ صفحہ میں ہے وابرءہ اللہ منہ ای جعلہ بری ٹھیا. عام لوگوں
میں یہ خیال ہے کہ اندھا جذامی انسان اپنے پچھلے جنم کے افعال و اعمال میں گرتا ہے حضرت
عیسیٰ نے حکم الٰہی فرمایا کہ میں ان اندھوں اور جذامیوں کو بری ٹھہراتا ہوں اور وہ تم میں

جو ان کے متعلق پابندیاں تھیں۔ ان کیساتھ وہ تعلقات قائم نہ کرتے جو دوسرے بھائیوں کیساتھ تھے وغیرہ ذالک انکو اٹھا دیا۔

دوسرے معنے یہ ہیں کہ میں اندھوں کو اور جذامیوں کو اچھا کرتا تاج العروس صفحہ ۔۔ فصل الباء من الصاد میں لکھا ہے کہ وھو بیاض یظہر فی ظاھر البدن یعنی پھلبہری اور تاج العروس صفحہ ۳۰۰ فصل الکاف میں باب الہاء میں لکھا ہے کہ الاکمہ الاعشی وھو الذی یبصر بالنھار ولا یبصر باللیل وبہ فسر البخاری یعنی شبکور جس سے ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم برص اور شبکوری کے مریضوں کو بھی دوا سے اچھا کرتے تھے جو امت محمدیہ کے افراد بھی کرتے ہیں۔ (۱) اچھا کرتا ہوں گو اندھے اور بینائی کیسے ہونگے۔ اس پر غور کرنیکے لیے قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو دیکھنا چاہیئے جس سے صاف کھلتا ہے کہ پیغمبر جن اندھوں اور جذامیوں کو اچھا کرتے ہیں۔ وہ روحانی اندھے ہوتے ہیں مثلاً فرمایا ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا (بنی اسرائیل ۷) جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ یہاں صاف طور سے اعمیٰ سے مراد روحانی اندھے ہیں۔ ایسا ہی پہلے پارہ صم بکم عمی فھم لا یرجعون سے ظاہر ہے۔ کہ پیغمبروں کو بھی بہروں گونگوں اور اندھوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ وہ روحانی ہوتے ہیں ایک اور آیت ہے افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ھو اعمیٰ کیا وہ جو جانتا ہے۔ کہ جو کچھ تیری طرف اتارا گیا تیرے رب سے حق ہے برابر ہے۔ اسکے جو اندھا ہے۔ یعنی کلام اللہ کا منکر پس اس آیت میں یہ فرمایا کہ حضرت مسیح نے کہا میں اپنی تربیت سے ان اندھوں کو راہ حق دکھاتا ہوں۔ اور انکے روحانی جذام کو درست کرتا ہوں۔

اس سے آگے فرمایا۔ واحی الموتیٰ باذن اللہ

احیاء موتیٰ کا مسئلہ بہت صاف تھا مگر بعض نے اس میں خواہ مخواہ دقت پیدا کرلی ہے انہوں نے ان آیات میں بتایا ہے۔ کہ طبعی موت سے مرے ہوئے حقیقی مردے کا رجوع دنیا میں

پھر ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ کی یہ سنت نہیں فرمایا کہ ایسے مردے کو اسی دنیا میں زندہ کرے اور زندہ کرنا
اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہو جیسا کہ فرمایا اللہ ھو یحیی الموتی اور فرمایا قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ
کہ جیسے اللہ ہی زندہ کریگا تم کو پھر تمہیں موت دیگا۔ اور حضرت ابراہیم اقرار کرتے ہیں۔ رَبِّيَ الَّذِي
يُحْيِي وَيُمِيتُ جس سے یہ قطعی طور سے ثابت ہوگیا کہ احیا صرف اللہ کا خاصہ ہے پھر مردوں کے
لیے فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ اور مِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ
يُبْعَثُونَ وغیرہ فرماکر اپنی سنت بتادی کہ روح قیامت تک پھر دنیا میں آنے سے رکی رہتی
ہے۔ اب اگر حضرت عیسیٰ احیاء الموتی کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس متشابہ کے معنے ان محکم آیات کے
خلاف نہیں ہوسکتے جب ہم تدبر کرتے ہیں۔ تو قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ تین قسم کا احیاء ہے
(۱) ایک احیاء اسکا جیسا کہ گذرا۔ (۲) ایک احیاء کفار کا جو مٹی کا فریبی کرسکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ کے مقابلہ
کرتے ہے فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ
کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں انکے سحر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوڑتی ہیں (۳) ایک احیاء
وہ ہے جو کا احیاء کہ فرمایا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ اللہ اور
اسکے رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں زندہ کرنیکے لئے بلائے مسیح علیہ السلام بھی رسول تھے پہلے
انکے احیاء سے مراد پیغمبروں والا احیاء ہی لیا جائیگا۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ
وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام الٰہی
میں مردے کیا مراد ہوتی ہے۔ اور اس کی زندگی سے کیا مقصود ہے۔ یعنی جو شخص دین سے
غافل ہو بہرہ ہیں روحانی زندگی نہ ہو۔ اسے کلام الٰہی کے اصطلاح میں مردہ کہینگے جب وہ دین سے
باخبر ہو اور اس میں روحانیت آجائے تو وہ زندہ کہلائیگا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ روحانی مردے
زندہ کرتے تھے۔

وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ۔ اسکے معنے کرنے کے لیے بھی یہ دیکھنا
چاہیے کہ نبی لوگ کیا نئے چیزے اور … کھانوں کے متعلق … کرتے ہیں۔ آیا وہ نجومیوں کی طرح یہ

بتایا کرتے ہیں کہ تمہارے گھر میں رہ ہے۔ تم یہ کھا کر آئے ہو یا وہ کھانے پینے کی چیزوں اور مال
کے متعلق جائز و ناجائز کا حکم دیا کرتے ہیں جب آخری بات ثابت ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمایا۔ مردار نہ کھاؤ۔ دم مسفوح نہ کھاؤ۔ خنزیر نہ کھاؤ۔ ما
اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ نہ کھاؤ ویسا ہی حضرت عیسیٰ نے حکم الٰہی کو واضح کیا کہ یہ چیزیں کھانے
کی ہیں یہ نہ کھانے کی اتنا مال جمع کرنیکی اجازت ہے اتنا اس میں سے خدا کے نام دینا
چاہیئے۔

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ کے معنی بھی اسی توضیح سے کھل
گئے یہودی اپنی بدعملیوں کی وجہ سے بعض چیزوں سے بعض نعمتوں سے محروم ہو گئے
تھے۔ فرمایا تم میری فرمانبرداری کرو۔ وہ نعمتیں پھر تمہیں میسر کریگا۔

شیعہ صاحبان کی اصولی غلطی

اللہ تعالیٰ نے تو اصول اور کلیہ قاعدہ ابتدائے آفرینش سے ہی مقرر فرمایا ہے۔ کہ كَتَبَ
اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا اور وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ اور اسی کلیہ
اور سنت کے موافق حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم تک سارے انصار الٰہی کی سو مخبروں کو زیر کرتے اور لشکر ثانی کرتے چلے بفضل الٰہی
کہیں بھی اس قانون الٰہی کے خلاف نہ پاؤ گے گو بعض موقع پر مخالفین کو بھی حجت پوری کرنے
اور چیلنج پورا ہونے تک مہلت دی گئی ہو۔ پھر کس قدر شیعہ صاحبان کے رونے پر رونا اور دست
تاسف ملنے پر افسوس آتا ہے۔ کہ ایک اٹل اور مضبوط قانون الٰہی کے برخلاف محض
کورانہ تقلید سے اہلبیت پاک کو نہایت ذلت اور حقارت سے دکھایا جاتا اور وہ دانا چپڑ
رہبان کے ان سوال کی تحقیر کے علاوہ اسلام کی پاکدامنی پر ایک بدنما دھبہ لگانیکی کوشش
کرتے ہیں۔ . . . .

کیوں نہیں منشاء و حیثیت طریق الٰہی کو مدنظر
رکھتے ہوئے اہلبیت پاک کی کامیابی اور دونوں جہان میں سرخروئی اور غالب و فتحیاب ہونا اور
دشمنانِ اہلبیت کا ناکام اور دونوں جہان میں تباہ اور مغلوب و شکستہ حال اور ذلیل و خوار ہونا
بیان کیا جاتا کیسی شرم کی بات ہے کہ جن کو لعنتی اور مردود اور کتوں سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہو
ان ہی کی اولوالعزمی اور بہادری اور رعب و داب سرعام مجلسوں میں نہایت فصیح و بلیغ نظم و نثر میں
اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ گویا وہ اب بھی ہماری نظروں کے سامنے بڑے کروفر سے کرسیوں
اور مسندوں پر شاہانہ نشست سے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں یا گھوڑوں پر سوار ہوئے ہتھیاروں کو
بہادرانہ جاہ و جلال سے پھر رہے ہیں اور ادھر اہل بیت پاک ہیں کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں
ننگے سر ننگے پاؤں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں دو برہنہ اونٹوں پر سوار پا پیادہ دوزخیوں
کے درباروں میں بہت بری حالت میں پیش ہوتے ہیں۔ شیعہ صاحبان کے خیال میں جس قدر
ذلت اور شکست و خستہ حالی زیادہ بیان کی جاوے۔ اسی قدر رقت زیادہ ہوگی۔ پھر اتنا ہی
ثواب زیادہ ملیگا۔ میرے خیال میں جس طرح مسیحی صاحبان اپنے لغو اور بیہودہ اور خلاف عقل
و نقل کفارے کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی لعنتی کبھی مصلوب کبھی دوزخی بناتے
ہیں پھر کبھی قبر میں کبھی آسمان پر کہیں خودکشی کرنیوالا اور لوگوں کا ضامن وغیرہ وغیرہ
گردانتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح شیعہ صاحبان بھی اپنی خیالی اور موہومی نجات کو رقت اور رونے
ہی پر منحصر اور موقوف سمجھ کر اپنے رونے پیٹنے کا سامان بہم پہنچانے کیلئے اہلبیت پاک کی د
گت بناتے ہیں۔ داناؤں نے سچ فرمایا ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہو
اس سے زیادہ حیران کن کونسی بات کیا ہوگی کہ فضائل اور مناقب بیان کرتے وقت تو
کہا جاتا ہے کہ خدا کے گھر کے مختار ساری خدائی کے وارث سیاہ سفید کے مالک مظہر ذات
الٰہی ہیں اور وہی خداوند یکتا اللہ تعالے سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے صرف اہلبیت پاک ہی
ہیں اور جس بے اندازہ کامیابی کے بعد بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تشنگی سے اور قلیل تبع

دنیوی کے لئے ترستے اور بلکتے رہے جن کی پیروی اور محبت سے اور لوگوں نے بھی بہشتی زندگی حاصل کی اور جنکا نمونہ اور اسوہ دیکھکر ادنیٰ درجہ کے لوگ بھی نجات ابدی کے وارث اور مالک بنگئے وہ خود بیچارے بقول شیعہ صاحبان حرص دنیا حب جاہ. تکبر کینہ. غصہ. خواہش نفسانی وغیرہ وغیرہ رذائل سے بھی نہ چھوٹ سکے. باطنی اور روحانی نعمتوں کے علاوہ ایک ظاہری اور دنیوی سی کامیابی جس کو ہر کوئی پا سکتا ہے قابل غور ہے. سادات عظام کی غلامی کو لوگ اپنا فخر اور باعث عزت سمجھتے ہیں. غلام حسن. غلام حسین. غلام علی غلام عباس غلام مظاہر وغیرہ وغیرہ نام رکھتے ہیں. اور اگر کوئی دوسری قوم کا آدمی بھی اپنے تئیں سید ظاہر کرے تو اس مصنوعی اور نقلی سید صاحب کی بھی اصلی اور حقیقی سید صاحب جیسی ہی آؤ بھگت اور توقیر کیجاتی ہے. برخلاف اسکے یزید شمر وغیرہ وغیرہ کی غلامی تو درکنار کوئی شخص اپنا یا اپنی اولاد کے نام پر نام بھی رکھنا گوارا نہیں کر سکتا نہ ہی کوئی شخص اپنے تئیں انکی اولاد میں ہونا ظاہر کر سکتا ہے. بلکہ اب تو گالی گلوچ اور برا بھلا کہنے کے طور پر انکے نام استعمال کئے جاتے ہیں پھر بھری مجلسوں میں ایسے ناکوں نامرادوں کا جاہ و جلال. ترک و احتشام اور کامیابی اور اہلبیت پاک کی بیکسی بے بسی اور ناکامی اور نامرادی بیان کر کے اپنے رونے پیٹنے اور رقت کا مصالح تیار کرنا حقیقی نجات اور قرآن مجید سے منہ پھیرنے والے صاحبان ہی کا کام ہے اور بس.

گلاب شیخ بناسی

زوال بغداد مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مشہور مورخ و ناولسٹ کا نام کافی ضمانت ہے اس بات کی کہ زوال بغداد جس میں دکھایا گیا ہے کہ بغداد کے شیعہ سنیوں کے جھگڑوں نے کس طرح بغداد کے ایسے عظیم الشان شہر کو تباہ اور عرب کی اسلامی سلطنت اور نسل عباس کا استیصال کیا کیسا دلچسپ دردناک اور عبرت خیز ناول ہے. اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے ہولناک واقعات کی تہ میں دراصل چھوٹی چھوٹی خود غرضیاں کام کر رہی ہوتی ہیں. اور بعض خود پرور اور شر انگیز نیچ دیکھنے والی طبائع محض تفنن طبع کے طور پر دو شخصوں کو نہ ہی یا پولیٹیکل سوالوں

کرکے ترقی کرتی ہیں اور پھر یہ شورش بڑھتے بڑھتے ایک خوفناک جنگ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور آخیر میں قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہیں۔ بغداد میں یہ محشر بپا کر دینے والا منظر دو دفعہ لوگوں نے دیکھا۔ اور خلیفہ وقت کی عشرت پسندی اور تساہل اور غفلت نے اور بھی ستم ڈھایا۔ ادھر ایک نمک حرام وزیر نے چند خونخواروں کو پڑھنے کے لیے تاتاریوں کو اپنے گھر بلوایا۔ آخر بغداد کی عباسی سلطنت کو تباہ کر دیا تو تمام اسلام نے پایا۔ آخیر کے چند صفحے ایسے درد انگیز ہیں کہ بے اختیار رونا آجاتا ہے اور جب شیخ سعدی کا مشہور مرثیہ یک، عندو، سید، جگر تفیدہ نے اپنے لب حسرت گزیدہ سے پڑھا جائے تو مجھے اپنے سید و مسلی کا وہ قصیدہ یاد آگیا جس کا مطلع یہ ہے ؎

مے سزد گر خون ببارد دیدہ بر ساں زمیں ٭ بر پریشان حالیٔ اسلام قدر مسلمین

سعدی کی وال میں محض ایک بغداد کی تباہی کا ہی ذکر آیا ہے۔ میرے آقا کا قلب مطہر اپنے ملک کے زرع کو پامال غزنوں دیکھ کر جوش میں آیا۔ اس قصیدہ میں اپنی مسلمانوں کے زوال کے اسباب بتائے ہیں اور ترقی کے وسائل سمجھائے ہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ رسالہ کا حجم ۳۰ صفحے تقطیع ۲۰x۲۰ لکھائی چھپائی اچھی قیمت چھ روپے کا پتہ۔ دفتر رسالہ واقع کرشن نگر شہر لکھنؤ

الادلۃ الجلیلۃ فی عقائد الاسلامیۃ

یہ ایک کتاب ہے جو شیخ عبد الرحمن حضرت عبد الرحمن ... مالک کتبخانہ اسلامیہ امرتسر نے شائع کی ہے۔ اس کتاب کو پڑھکر میری طبیعت بے ہی منقبض ہوئی اور مجھے افسوس ہے کہ یہ مولف پر نہیں بلکہ اسلام کی حالت پر کہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کی ہستی صفات نبوت معجزہ و ملائکہ کے بارے میں وہی پرانا اور بودی دلائل رہ گئی ہیں جو علوم جدیدہ کے سامنے ٹک نہیں سکتے۔ افسوس کرکے اور پڑھ کر ہنسی آتی ہے کاش وہ اس زمانے کے عظیم الشان مجدد کے علم کلام سے آگاہ ہوتے۔ اور وہ دلائل پیش کرتے جو انہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں پیش کیں۔ اور ان حقائق سے آگاہ کرتے۔ جو قرآن مجید کی آیات سے اس ... من لدنا علما کے مصداق نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر لکھ دیں۔ خدا تعالیٰ کو بہت سے ... صرف صانع اور واجب الوجود ثابت کیا ہے۔ اور ... بھی

کہ وہ دلیل سے پھر اسکی کچھ صفات کا ذکر کیا ہے۔ مگر ایسی طرز میں کہ پڑھنے والے کو اسکے یقین
آنے کے بجائے شبہ پیدا ہو جاتا ہے پھر مسئلہ نبوت اٹھایا ہے۔ مگر لکھا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت
نہیں اور صاف لکھدیا ہے۔ کہ قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ جناب رسالتمآب صلعم نے اپنے
لیے کسی معجزہ کا ادعا کیا ہو (سوال) تو دم لکھا ہے کہ ہم کو اور اسلام کو تو فخر اس بات پر
ہے کہ ہمارے رسول برحق پیغمبر خدا نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ میرے پاس تو کوئی معجزہ نہیں
پھر کہا ہے کہ قرآن صرف ہدایت میں معجزہ ہے۔ محمد رسول اللہ کے خاتم النبیین ہونے کی کوئی
دلیل نہیں دے سکے۔ سوائے اسکے کہ دین اسلام کا ختم [illegible] ہے وہ نبوت ختم ہوگئی۔ تو رسالت
اور نبوت بھی ختم ہوگئی **حقیقت وحی والہام** میں تو بہت ہی کمزوری دکھائی ہے اور
تو یہ ہے کہ اب کوئی سوائے ہبوط روح الامین اور کوئی کلام بھی کیا سکتا ہے) جبرئیل کو ملکہ
نبوت قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر
اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں۔ اور کوئی بھی پیغام پہنچانیوالا نہیں" اور ملائکہ کا ذکر کرکے
عام مسلمانوں کے عقائد پر ہنسی اڑائی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو پر لگائے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید
میں اسکا صریح ذکر ہے۔ اور انکا یہی عقیدہ ہے۔ جو عرب کے بت پرستوں کا تھا" اور یہ کہ ایسی مخلوقات
کے درحقیقت موجود ہونیکی بھی کوئی دلیل نہیں ہے (قرآن مجید سے ذکر کیا دلیل ہوا) آخر میں
ظاہر کیا ہے کہ "ان قویٰ کو جو خدا تعالےٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کی پیدا کی ہیں" ملائکہ
کہتے ہیں یعنی انسانی قویٰ کو ہم ملائکہ ہے پھر شیطان اور نفس امارہ قوی ہیں کو ایک بتایا
ہے۔ اور آدم وشیطان کی نسبت کہا ہے کہ یہ صرف انسانی فطرت کا اظہار ہے۔ اور جنوں کے
بارے میں بھی یہی لکھا ہے کہ اس سے وہی وحشی متمدن انسان مراد ہے اور وہ کوئی مخلوقات
خارج از وجود انسان نہیں۔ پھر مسئلہ جبر و اختیار و تقدیر کی ایک بحث کی ہے۔ جو مکمل نہیں کہی جا
سکتی اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعض انسانوں کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے کہ ضرور ایک گناہ
ان سے صادر ہوتا ہے حالانکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ انسان اسلام پر **مجبول** ہے۔ پھر

جنت و دوزخ کی حقیقت لکھی ہے کہ اگر حقیقت بہشت کی باغ، نہریں، دودھ اور شراب، خوبصورت
عورتیں اور لونڈے ہیں تو بلا مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں کچھ سمجھ نہیں آتی
کہ جب دنیا میں ایک گھر میں اگر خوبصورت بیوی اور اسکے لڑکے ہوں کسی کی ملکیت میں باغ
اور نہریں ہوں دودھ ہو تو اس گھر کو خرابات نہیں کہتے تو بہشت کو کیوں خرابات سے ہزار
درجہ بدتر کہینگے مؤلف کے نزدیک قرآن مجید میں ان نعمتوں کے ذکر سے صرف عرب
کی رغبت کو بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مطلوب تھا ورنہ اصلی ان چیزوں کا بہشت میں موجود ہونا
یعنی خدا اور اسکے رسول نے دنیاوی بادشاہ محض دھوکہ دیا ہے مؤلف کو چاہیے تھا کہ وہ ایسی
نئے نئی گریں پہلے اسلام کی فلاسفی ہی پڑھ لیتا۔ ایک طرف تو عقیدہ ہے دوسری طرف
یہ عنوان بھی دیا ہے والحشر للاجساد حشر الاجساد حق۔ پھر صراط کے بارے میں لکھا
ہے کہ کوئی حقیقی اور ظاہری مجسم شے مراد نہیں وہی سید احمد خانی نیچری تعلیم ہے جو کفر و اسلام
کو منسوخ کیے جا سکتے ہیں جا بجا اظہار اس کتاب میں ہوا ہے۔ مؤلف کی محنت اور اسکی نیک نیتی کو
انکار نہیں ۲۸ صفحے حجم قیمت ۱۰؍

سیرۃ المصطفیٰ منشی حمید خان صاحب نظامی اور گورنمنٹ پلیڈر و مہتمم نظامیہ بکڈپو
والا مرتب کرکے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اور انہیں کے پاس سے طلب کی جا سکتی ہے قیمت
ہے کتاب جہاں تک میں سمجھتا ہوں عمدہ اور مفید ہے۔ باقی اگر کوئی بے عیب کتاب کی تلاش
میں لگا ہے تو قرآن شریف کے سوا اور کوئی کتاب نہ پائیگا۔ کتاب کے صفحات علاوہ ٹائیٹل کے
۸۰ ہیں۔ مدنی حالات مکی حالات کی نسبت بہت کم درج کیا گیا ہے۔ زیادہ ایڈیشن میں اسکی اور کتابت
کی بہت سی غلطیوں کی اصلاح ہو جائے تو کتاب موجودہ صورت سے بھی زیادہ مفید ہوگی امید ہے
ایسا ہی بعض روایات مؤلف نے ایسی لکھدی ہیں جو خود انکے اقرار کے مطابق غیر معتبر اور صحیح
حدیث سے ثابت نہیں پھر خدا جانے درج کیوں کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مسلمانان ہندوستان
مصنف کی محنت کی قدر کرینگے۔ اگر بچوں اور عورتوں کے ہاتھ میں بجائے مخرب اخلاق کتابوں کے

اس قسم کی مفید کتابیں اور بھی چھپ جائیں۔ تو علاوہ اس کے اوقات کے مفید استعمال کے ہمیں بہت استقلال اور ایثار کا مادہ پیدا ہو سکتا ہے۔

الہلال حضرت ابو الکلام آزاد دہلوی مشہور سحر نگار۔ انشاپرداز ہیں۔ آپ نے الہلال نام ایک مصور رسالہ ہفتہ وار کلکتہ سے شروع کیا ہے جو اعلیٰ درجے کے ٹائپ پر چھپتا ہے۔ زبان ایسی شستہ اور پیاری پیاری ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو ایڈیٹر کا اصل فرض ہے۔ اسکو نہایت خلوص اور اخلاقی جرأت سے ادا کیا جاتا ہے۔ ہاں پالیٹکس میں حضرت مدیر کے طرز حصول حقوق سے ہمیں کلی اتفاق نہیں۔ حجم ۲۰ صفحہ تقطیع بڑی سالانہ چندہ آٹھ روپے مقام اشاعت ۱۰۔ مکلاؤڈ سٹریٹ کلکتہ۔ ہمارے احباب ضرور منگوائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

منبع فنون یہ ماہانہ رسالہ زیب وقت ہے۔ یہ امریکہ جاپان کی قیمتی دستکاریاں ایجنٹ ہندوستان کے ذریعہ گھر بیٹھے بٹھانے سکھاتا ہے۔ اور رسالہ جس کی قیمت سالانہ ہے اول صرف ہے۔ پتہ منیجر ٹیکنیکل پبلشر ایس بی۔ اے۔ آر۔ کلی لاہور۔ رسالہ ہذا میں بہت سے صنعتی پیشے درج کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان گھر بیٹھے بہت روپیہ کما سکتا ہے۔ آئندہ اور بھی ترقی کی امید ہے۔ احباب نمونہ کا پرچہ منگوا کر دیکھیں۔

القول الصافی مولوی نور حسین صاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی کے رہنے والے حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلص خدام میں سے ہیں اور براہین کے وقت سے ملنے والے ہیں اس سال انہوں نے القول الصافی نام ایک رسالہ لکھا جس میں مہدی مسیح موعود یاجوج ماجوج اور علامات قیامت کے متعلق متفرق احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ یک رخ نظر کو اس میں اچھے اور غور کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے حجم ۴۴ صفحہ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت درج نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ خلیفہ بلا فصل سنی اور شیعہ میں ایک لمبی بحث چلی آتی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر خلیفہ بلا فصل ہیں یا حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہو تھا۔ ایک دنیا نے دیکھ لیا۔ مگر

میرے نزدیک تو حضرت علی بھی خلیفہ بلافصل ہیں۔

آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری نقشبندی سہروردی شاذلی [illegible] یہ سب حضرت علیؓ پر جاکر ختم ہوتے ہیں سو حضرت علیؓ سے روحانی فیض نبی کریم صلعم کے بعد بلافصل شروع ہوا۔ اور اب تک جاری ہے۔ البتہ نقشبندیہ سلسلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مبداء روحانی فیض کے ہیں۔ سو الحمدللہ ہم چاروں کے قائل ہیں بلکہ دوسری قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تنزل بھی آگیا لیکن مولا مرتضیٰ کی خلافت برابر قائم ہے اور ترقی پر۔ باقی رہی فضیلت کی بحث وہ بھی فضول ہے فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور اس کا علم اللہ کو ہے۔ ہم کیوں خواہ مخواہ ایک بات کہکر تقول علی اللہ کریں (خلیفۃ المسیح)

کتابی عورت سے نکاح جائز

اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز فرمایا ہے۔ اس سے بڑھکر وسیع الخیالی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بی بی یہودن۔ عیسائن۔ مجوسن۔ آرین ہے۔ ایک مسلمان کے نکاح میں اپنی رضامندی سے آسکتی ہے۔ آریہ بھی اصل مجوس ہیں [illegible] وہ کو کتاب الٰہی مانتے ہیں۔ اسلئے میرے نزدیک وہ اہل کتاب میں داخل ہیں۔ ایسا ہی سناتن۔ اسکے علاوہ جو ہنود کے فرقے ہیں ان میں سے بعض وید کے منکر ہیں جیسے جینی بعض رسالت کے منکر جیسے برہمو بعض کتاب الٰہی کے جیسے سکھ اسلئے وہ اہل کتاب نہیں (امیر المومنین)

اہلبیت

[illegible]

قرآن مجید میں [illegible]

احمدیوں کے لئے ایک نادر موقعہ

رعایت! غیر معمولی رعایت!!

ماہ رمضان وشوال کیلئے

تمام خریداران تشحیذ اپنے دوسرے احباب کو بھی اطلاع دیدیں کہ مندرجہ ذیل کتابوں کی قیمت ہم نے تقریباً نصف کردی ہے۔ اور یہ کتابیں صرف دفتر تشحیذ ہی سے اس رعایتی قیمت پر مل سکیں گی۔ جو صاحب چاہیں جلد منگوالیں۔ ان کتب میں سے مجربات نورالدین اور تفسیر القرآن شیخ یعقوب علی صاحب کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی ہے۔

نام کتب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
اربعین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف [illegible] صداقت کا ثبوت
حضرت اقدس کی چار تقریریں	[illegible]	[illegible]	
اسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]	اسماء الٰہی کے اسرار کی تشریح [illegible]
مکشوفات احمدیہ	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے کشوف معارف و حقائق کا خزانہ تصوف کی کلید
المواعظ الحسنہ	[illegible]	[illegible]	تفسیر سورۃ [illegible] عجیب و غریب [illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مجربات نورالدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible] حضرت مولانا نورالدین صاحب
حصہ دوم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حصہ سوم	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۴	ھ	ھر	کلام مجید کا ترجمہ ... ایسی تفسیر کی ضرورت ہے
" پ ۲۵	ھ	ھر	جس ... کیا گیا ہو ...
" پ ۲۶	ھ	ھر	... جو قرآن مجید ...
" پ ۲۷	ھ	ھر	... دوسری ...
" پ ۲۸	ھ	ھر	بخوبی تیار ہو چکا ہے
" پ ۲۹	ھ	ھر	
تحفۂ سالانہ جلسہ ۱۹۰۶ء	ھ	ھر	یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلیفۃ المسیح مولوی عبد الکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ نہایت عمدہ اور معارف حقائق کا گنجینہ ہے ... صفحہ
حقیقت نماز	عہ	ھر	جس میں نماز کی حقیقت اور اس کے متعلق تمام ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے بے نظیر کتاب ہے۔ آخیر میں چند سورتوں کی عجیب و غریب تفسیر ... صفحہ
النصح	۲ر	ار	ایک رسالہ جس میں نبی کریم صلعم کے عہد کی ... کتب ... ساتھ ... روحانی ...
رد بکراری	۸ر	۴ر	... ہے مگر ... بہت ... ہے۔
عمدۃ الاحکام	۱۲ر	۸ر	بخاری اور مسلم کی ... احادیث کا مجموعہ ... عربی
طبیب روحانی	۲ر	ار	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے خوشخط ... کے پڑھانے کے لئے

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
نجات	۱۰/	۸/	صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے عیسائیوں کے مقابلہ پر نجات کی فلاسفی کے بیان میں بہت عمدہ رسالہ لکھا ہے
صادقوں کی روشنی	۴/	۳/	حضرت مسیح موعود کی وفات پر بعض اعتراض ہیں ان کا دندان شکن تحقیقی جواب
ظہور المسیح	۴/	۳/	مسیح موعود کی وفات اور مسیح محمدی کی صداقت کا ثبوت تمام مخالف کتابوں کے سامنے رکھا گیا
[illegible]			حضرت خاتم الخلفاء کی بابت میں علماء سلف کا بیان
ادعیۃ الاحادیث	۱/	۸/	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف حالات و اوقات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں۔
البرق	۲/	۱/	تردید شیعہ
رسالہ گوشت خوری	۲/	۱/	گوشت خوری کے جواز کے دلائل عقلی و نقلی
اسلام کی پہلی کتاب	۴/	۳/	سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر دلائل۔ سادہ طرز سوال و جواب
ضرورت زمانہ	۸/	۶/	اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں آریوں کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ انکے مدلل جواب
معیار حق	۳/	۲/	سچے مذہب کی شناخت جس میں لیکھرام کے مباہلہ کا ذکر ہے۔
تاریخ انگلستان	۱۲/	۸/	ہسٹری آف انگلینڈ کا ترجمہ۔ مترجم ماسٹر عبدالرحمن صاحب
ہدایات دربارہ معاملات			معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت

رسیدات زر

۱۰ جولائی سنہ [illegible]

[illegible] جناب محمد عثمان خان صاحب [illegible]

[illegible] عباس علی [illegible]

۱۰ جولائی سنہ [illegible]

[illegible] کریم بخش [illegible]

[illegible] محمد سلیمان خان [illegible]

[illegible] شیخ کرم الٰہی [illegible]

[illegible] مرزا امیر بیگ [illegible]

[illegible] میاں محمد دین [illegible]

[illegible] قاضی نذیر حسین [illegible]

[illegible] ڈاکٹر [illegible] [illegible]

[illegible] بابو غلام محمد [illegible]

[illegible] مولوی محمد [illegible] [illegible]

[illegible] میاں غلام رسول صاحب [illegible]

[illegible] میاں [illegible] دین [illegible]

[illegible] حسین بخش و غلام [illegible] [illegible]

[illegible] محمد حسین [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] بابو سید احمد [illegible]

[illegible] ابوالظفر احمد [illegible]

[illegible] خان محمد فرید خان [illegible]

[illegible] جناب شیخ اسماعیل [illegible]

۹ جولائی سنہ [illegible]

[illegible] [illegible]

۱۰ جولائی سنہ [illegible]

[illegible] مرزا حسن بیگ [illegible]

[illegible] رحیم بخش [illegible]

[illegible] میاں [illegible] دین [illegible]

[illegible] شاہ دین [illegible]

[illegible] محمد صادق [illegible]

[illegible] [illegible] خان [illegible]

[illegible] نواب محمد افضل خان [illegible]

[illegible] مسی [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] فیروز علی [illegible]

[illegible] منشی [illegible] حسین [illegible]

[illegible] منشی [illegible] [illegible]

[illegible] چوہدری [illegible] دین [illegible]

[illegible] میاں [illegible] علی [illegible]

[illegible] ڈاکٹر [illegible] [illegible]

[illegible] بابو قاسم علی [illegible]

[illegible] قاضی [illegible] [illegible]

[illegible] جناب منشی [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] منشی [illegible] بخش [illegible]

[illegible] منشی [illegible] دین [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] شیخ مظفر دین [illegible]

[illegible] محبوب [illegible] [illegible]

[illegible] منشی [illegible] بخش [illegible]

[illegible] شیخ [illegible] بخش [illegible]

[illegible] مولوی [illegible] [illegible]

[illegible] حکیم [illegible] بخش [illegible]

[illegible] میاں [illegible] [illegible]

[illegible] سید مسعود [illegible] [illegible]

[illegible] میاں [illegible] دین [illegible]

[illegible] میاں [illegible] اللہ [illegible]

[illegible] جلیل احمد [illegible]

[illegible] محمد [illegible] [illegible]

[illegible] بابو [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

۱۱ جولائی سنہ [illegible]

۱۰ مرجولائی سنہ ۲۹ جولائی سنہ ۵ مراگست سنہ

جناب سید سعید الدین صاحب ۔ جناب محمد حسین صاحب ۔ جناب شیخ عبد الدین صاحب

۔ چوہدری نور خان ۔ میاں سلطان محمد ۔ مولا بخش

۔ شیخ جان محمد ۔ علی گوہر ۔ احمد دین

۔ عبد الحمید خان ۔ منشی غلام حسین ۔ محمد

۔ سید پیر حسین شاہ ۔ محمد حسین ۔ عبد اللطیف

۔ شیخ محمد حسین ۔ ۲۹ جولائی سنہ ۔ مظفر خان

۔ منشی [illegible] ۔ معرفت [illegible] ۔ [illegible]

۔ سید محمد شاہ ۔ ۲۹ جولائی سنہ ۔ بابو دین محمد

۔ مولوی محمد موسیٰ ۔ جناب [illegible] صاحب ۔ منشی محمد [illegible]

۔ احمد دین ۔ محمد سلیمان ۔ پیر [illegible]

۔ [illegible] خان ۔ ۳۰ جولائی سنہ ۔ منشی محمد [illegible]

۔ راجہ شیر محمد ۔ میاں محمد اسمٰعیل ۔ مولوی [illegible]

۔ میاں عبد الحمید ۔ ۱ اگست سنہ ۔ علی شیر

۔ [illegible] ۔ جناب عبد الحمید صاحب ۔ مولا بخش

۲ جولائی سنہ ۔ ۲ اگست سنہ ۔ ۳ اگست سنہ

۔ محمد سعید اللہ ۔ محمد شفیع ۔ مستری [illegible]

۔ سید خلیل حسین ۔ حکیم فیض احمد ۔ چوہدری غلام [illegible]

۔ حاجی محمد صدیق ۔ ۵ اگست سنہ ۔ ۶ اگست سنہ

۲۲ جولائی سنہ ۔ ماسٹر محمد دین ۔ غلام [illegible]

۔ بابو نذیر خان ۔ پیر برکت علی ۔ [illegible]

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے۔ برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۲۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں؟

Digitized by Khilafat Library

آزمائش کے لئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

ایک ہی بکس میں چھ مشہور دوائیں

ڈاکٹر برمن کی دوائیوں کے نئے گاہک اکثر مضمون کے خط لکھا کرتے ہیں کہ آزمائش کے لئے تھوڑی دوا بھیج دیجئے ... کے لئے دوا منگا ... معمولی ... آدمی نہیں ... [illegible] ... چاہتے ہیں ... ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دواؤں میں چھ دواؤں کا ایک بکس نمونہ کا بنایا ہے اس میں ... دوائیں ... شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت ... بکس میں بند رہتی ہیں ... حالات کے چھپی ہوئی ... اور استعمال ... بھی رہتی ہے ... کے لئے ... میں ڈاکٹر برمن کی خاص ... دواؤں کا فائدہ ... ہے خود دوسرو کی تھوڑی ہی میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔

دواؤں کا نام

عرق کافور ... کے دست کی ایک ہی دوا ہے ... [illegible] ... کی گولیاں ... آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں ... [illegible] ...

... ایک بکس ... آنہ ...

ڈاکٹر ایس کے برمن ... تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۲۳

ولتکن منکم امۃ یدعون

الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر

و اولٰئک ھم المفلحون

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

صاحبزادہ مرزا

فہرست مضامین

وہ نبی	۳۳۰-۳۴۹ انجمن
بچارہ قوال کی خودکشی	۳۴۵-۳۵۰ "
مسئلہ شفاعت سیاہ بخاری	۳۵۰-۳۶۰ "
نئی ہستی کی علامت	۳۶۱-۳۶۴ "
حضرت مسیح موعود	۳۶۵-۳۶۹ "
تعلیمات	۳۶۹-۳۸۰ "

قیمت سالانہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چھپکر دوبارہ بہم پہنچاتے ہیں اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح صاحب سے قرآن مجید پڑھا ہوا ہے ... اور حاشیہ ...

اشتہار صداقت آثار

میں ایسی صاحب کو ذاتی طور سے جانتا ہوں بہت خوش معاملہ نیک اطوار ہیں۔ شفا تو اس کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کسی سے کم دعوٰی نہیں کرینگے

(۱) **روغن حیات** جو کہ ذیل کی امراض کے لیے اکسیر ہے۔ درد سر کہنہ آتشک زکام اور نمونیا درد ریح وجع المفاصل بواسیر نقرس وجع المعدہ ہر قسم تو لنج سینہ کا درد پھوڑا پھنسی کان و دانت کے درد لقوہ بخار ہر قسم درد گردہ و اندرونی عقرب زنبور وغیرہ تین قطرہ شکر کے ساتھ کھلاؤ

قیمت فی شیشی کلاں ۱ خورد ۱۲

(۲) **معجون مقوی معدہ و مقوی باہ**۔ نہایت مفید فی ڈبیا ۱ خورد ۱۲

(۳) **سلاجیت**۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صاف شدہ فی تولہ ۸

(۴) **حب تریاق**۔ نزلہ کی انسی کے لئے اکسیر فی ڈبیا ۱ درجن ۸

(۵) **سرمہ نور بصر** (اپنے نام سے ظاہر ہے۔ آنکھوں کے لئے اکسیر فی شیشی ۸

(۶) **سرمہ سفید** برائے خارش و غبار چشم کے لئے اکسیر فی شیشی ۸

(۷) **بال اڑانیکا پوڈر** اعلیٰ قسم فی ڈبیا ۸ محصول ڈاک ایک سے ۵ تک ۸

(۸) **عرق نافع** بخار کو بجلی کی طرح دور کرتا ہے فی بوتل ۸ (۹) **عرق عظم طحال** کے لیے اکسیر فی بوتل ۸

المشتہر

پیر برکت علی از محلہ ڈاکخانہ پنڈی کا ضلع گجرات

تشحیذ کی قدر دانی

جب رسالہ تشحیذ کے شائع ہوتا ہے تو بہت سے خطوط میرے نام آجاتے ہیں جن میں سامعین کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ امام مہدی مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں بحث ہونے کے بارے میں تو بہت ہی اعلیٰ خطوط پہنچے جن میں بعض احباب نے کہا ہم اسکو علیحدہ ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا کر شائع کرینگے لیکن میرے دوستو ان مضامین کی قدر دانی کا حق میری تعریف میں قصیدہ خوانی سے ادا نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کو چاہیئے کہ ان پر عمل کریں۔ اور تشحیذ کے لیے اور خریدار بہم پہنچائیں۔ جس کے لئے مجھے افسوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء

وہ نبی ؐ

النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل

بائبل کے استثناء باب ۱۸ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے ہمراہ اور بمقام حوریب کے پہاڑ پر دعا کرنے اور خدا تعالیٰ کا کلام سننے کے لئے گئے مگر جلال الٰہی کی تاب نہ لاکر بول اٹھے کہ ہم کیا ہماری اولاد بھی کلام الٰہی نہیں سننا چاہتی۔ اس گستاخی کی سزا میں انکو ارشاد ہوتا ہے کہ بہت اچھا۔ اب تم میں سے کوئی نبی صاحب شریعت پیدا نہیں ہوگا اور وہ حسنات دنیا کے وعدے ایک اور قوم سے پورے ہونگے جو گناہوں سے بچنے والے خشیت اللہ سے لبریز دل رکھنے والے زکوٰۃ دینے والے اور خدا پر ایمان لانے والے ہونگے۔

چنانچہ استثنا باب ۱۸ میں یوں لکھا ہے

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اسکی طرف کان دھرو۔ اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے

خدا سے حوریب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تا کہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سنیگا تو میں اسکا حساب اس سے لونگا۔

اسی واقعہ کو قرآن کریم میں یاد دلایا گیا ہے۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا

سلہ عیسائی اس پیشگوئی کو اپنے مسیح پر لگاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اعمال باب ۳ کو بھول گئے جس میں لکھا ہے کہ

توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ضرور ہے کہ آسمان اسی لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند تمہارا خدا جو تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی اٹھائیگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے بغور پڑھنے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ پیشگوئی مسیح کے لئے نہیں۔ بلکہ ضرور ہے کہ آسمان اسے مسیح کو لئے رہے۔ جب تک وہ نبی پیدا نہ ہو۔

بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ
وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ۖ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنْتَ
خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ
وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي
كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا
النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ترجمہ موسیٰ نے اپنی

قوم سے ۷۰ آدمی وعدہ کے مطابق چنے جب انکو زلزلے نے پکڑا۔ تو موسیٰ نے عرض کیا۔ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے انکو اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں ہلاک کریگا اس کی وجہ سے جو ہم میں سے بعض احمقوں نے کیا۔ یہ تیری آزمائش ہے۔ ہلاک کرے اسکے ساتھ جسے چاہے اور ہدایت کرے جسے چاہے تو ہمارا کارساز ہے ہمیں بخشدے رحم کر تو بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اسی دنیا میں حسنہ لکھ اور آخرت میں بھی ہم نے تیری طرف رجوع کیا فرمایا میرا عذاب پہنچتا ہے جسے میں چاہوں اور رحمت ہر چیز پر وسیع ہے پس اس میں لکھونگا اسکو انکے لئے جو متقی ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں جو اس رسول نبی امی کی متابعت کرینگے جسے یہ لوگ اپنے پاس توارت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انکو نیکیوں کا حکم کرتا برائیوں سے روکتا اور پاک اشیاء کو انکے لئے حلال کرتا اور ناپاک سے روکتا ہے۔ اور ان سے انکے بوجھ اتارتا ہے۔ اور وہ پھانسیاں جو ان پر تھیں۔ پس جو ایم

ایمان لائے اور اس کی رفاقت اختیار کی اسکو مدد دی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اسکے ساتھ اتارا گیا وہ بامراد اور کامیاب ہونگے۔

یہ پیشگوئی اہل کتاب میں ایسی شائع و ذائع تھی کہ اس موعود کے لئے صرف وہ نبی کہنا کافی سمجھتے تھے چنانچہ

"یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے؟ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اُسنے کہا میں نہیں ہوں۔ پس کیا تو **وہ نبی** ہے؟ (یوحنا باب ۱ آیت ۱۹-۲۱)"

میں اس "وہ نبی" کی نسبت آپ کو بائبل میں سے کچھ حوالے دیتا ہوں۔ آپ دیکھیے کہ باوجود تحریف کے ہمارے نبی کا نام اس میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

استثنا باب ۳۳ آیت ۲ میں فرماتا ہے

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے"

لہذا یہاں حضرت موسیٰ کا ظہور اظہر من الشمس اور مسلم فریقین ہے۔ شعیر کا تعلق حضرت عیسیٰ سے ہے کیونکہ یہ بیت لحم اور ناصرہ کے پاس ہے۔ اور فاران کی پیشگوئی حضرت محمد رسول اللہ کی ذات ستودہ صفات میں پوری ہوئی۔ قرآن مجید نے **وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ** میں اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور قرآن کی ابتدا میں اس کی تشریح کر دی ہے تاکہ کسی کو یہ دھوکہ نہ رہے کہ کوئی دوسرا فاران مراد ہے۔ شعیر کی بجائے تین و زیتون اسلئے فرمایا کہ زیتون کے پہاڑ پر مسیح کے بارے میں ایک

بڑی پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی اور جس کا ذکر متی باب ۲۱ آیت ۱-۵ میں ہے۔

"اور جب وہ یروشلم کے نزدیک پہنچے اور بیت فگا میں زیتون کے پہاڑ کے پاس آئے تب یسوع نے دو شاگردوں کو یہ کہکے بھیجا کہ سامنے کی بستی میں جاؤ اور وہاں ایک گدھی بندھی اور اس کے ساتھ ایک بچہ پاؤ گے کھول کر میرے پاس لاؤ اور اگر کوئی تم کو کچھ کہے تو کہیو کہ خداوند کو ان کی درکار ہے وہ اسی دم انہیں بھیج دیگا۔ یہ سب کچھ ہوا تا کہ جو نبی سے کہا گیا تھا پورا ہو کہ صیہون کی بیٹی سے کہو۔ دیکھ تیرا بادشاہ فروتنی سے گدھی پر بلکہ گدھی کے بچے پر سوار ہو کر تجھ پاس آتا ہے"

اسکے لئے یسعیاہ ۶۲ باب ۱۱ آیت و ذکریا باب ۹ آیت ۹ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مگر یہ پوری پیشگوئی انہیں معنی میں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کتابیں کہاں تک محفوظ ہیں۔ تو شاگرد جاکے جیسا کہ یسوع نے انہیں فرمایا تھا بجا لائے۔ اور اس گدھی کو بچہ سمیت لائے اور اپنے کپڑے ان پر ڈالے۔ اور اسے ان پر بٹھایا۔ اور ایک بڑی جماعت نے اپنے کپڑے راستے میں بچھائے اور کتنوں نے درختوں کی ڈالیاں کاٹ کے راہ میں بچھائیں۔ اور بھیڑ جو اسکے آگے پیچھے چلی جاتی پکار کے کہتی تھی۔ ابن داؤد کو ہوشعنا مبارک وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔ سارے شہر میں غل مچا کہ یہ کون ہے۔ تب بھیڑ نے کہا کہ یہ جلیل کے ناصرت کا یسوع نبی ہے*"

ایسا ہی قصہ انجیر کے پاس حضرت مسیح کا ایک معجزہ ظاہر ہوا تھا جس سے ان کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے مرقس باب ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴ سے "انجیر کا ایک درخت پتوں سے لدا ہوا دیکھ کے وہ گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے جب وہ اسکے پاس آیا۔ تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا۔ تب یسوع نے اس سے خطاب کرکے کہا۔ کوئی تجھ سے پھل کبھی نہ کھائے . . . اور صبح کو جب وہ ادھر سے گزرے۔ تو دیکھا کہ انجیر کا درخت جڑ سے سو

---

* میرا مطلب اس کی نقل سے قرآن مجید کی حقانیت اور ثابت کرنا ہے کہ قرآن نے خدا کے نبیوں کی پیشگوئی کی "[illegible] کے متعلق [illegible] کہ مسیح کے لئے کچھ تھا [illegible] ہوا [illegible] یسوع کا [illegible] میں نبوت کا تھا۔ [illegible] خدا کے بیٹے ہو [illegible]

سوکھ گیا ہے تب پطرس نے یاد کر کے اس سے کہا کہ اے ربی دیکھ یہ انجیر کا درخت جس پر تو نے لعنت کی تھی سوکھ گیا ہے"

اب ۲ فاران سو یہ وہ دشت ہے جسکے معنی وادی غیر ذی زرع ہیں - اور جس میں حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو بسایا جن کی اولاد سے ہوئے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں - دیکھو پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۴ - ۲۱

تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھکر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور ہاجرہ کو اسکے کاندھے پر دھر کر دی اور اس لڑکے کو بھی اور اسے رخصت کیا وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان میں سرگشتی پھرتی تھی تب اسنے اس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈالدیا اور آپ اسکے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی کیونکہ اس نے کہا میں اس لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں سو وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کر روئی - تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھکو کیا ہوا مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی - اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا پھر خدا نے اسکی آنکھیں کھولیں اور اسنے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جاکر اس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا - اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا - اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا"

اب اس میں تو کچھ شک نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے مورث اعلیٰ حضرت اسمٰعیل فاران کے بیابان میں تھے - اور پرورش پائی اور وہیں رہے اور بڑھے لیکن اسکے متعلق یہ کہنا کہ یہ فاران حجاز میں نہیں بلکہ طور سینا کے پاس ہے محض ضد اور جہالت ہے

۱ - اب چاہ زمزم اب تک اسکی یادگار قائم ہے - اور مکہ میں ہے -

۲ - صفا و مروہ کا طواف اسی حالت اضطرار سے شعائر اللہ سے فرمایا - اسی سرگشتگی کی یادگار قائم

رکھنے کے لیے مقرر ہے

۳۔ قومی تواتر اسپر ہمیشہ سے شاہد رہا ہے۔ کہ اسکے انکار سے تمام تاریخی واقعات کا انکار لازم آتا ہے۔ چہ جائیکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ کوئی شخص ہاجرہ کا بیٹا اسمٰعیل نام تھا۔

۴۔ ان قومی روایات اور مشہور حکایات کی تکذیب ہوتی ہے جو ایک زمانہ دراز سے شہادات کے ساتھ اب تک چلی آتی ہیں۔

۵۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم کی دعا نقل فرمائی ہے۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں اسکو شائع کیا۔ اور کسی نے اسکی تردید نہ کی کہ یہ غلط ہے وہ دعا یہ ہے رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ؀

(ابراہیم ع ۶ پ ۱۳)

اور اس سے پہلے عرض کیا ہو رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا اس دعا کو جب وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ سے ملا کر پڑھتے ہیں تو کیا لطف آتا ہے۔ اسوقت یقین ہو جاتا ہے کہ وادی یہی سرزمین ہے جس میں مکہ اور مدینہ واقع ہے۔ اور یہی احادیث میں بھی وادی کہا گیا بخاری کتاب الانبیاء میں ہے فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ان بکۃ اسم البطن اور زبور ۸۴ میں صریحاً پیشگوئی موجود ہے

"مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری ستائش کرینگے مبارک وہ انسان جس کی قوت تجھ سے ہے۔ انکے دلوں میں تیری راہیں ہیں۔ وہ **بکا** کی وادی میں گذر کرتے ہوئے اسے ایک کنواں بناتے"

یہ خدا تعالیٰ کا اعجاز ہے کہ باوجود ترجمہ در ترجمہ کے بکہ کا لفظ قائم ہے۔ اور مکہ کو قرآن

مجید میں بھی یہی کہا گیا جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ
مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ
وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ پہلا گھر جو خدا کی عبادت کے لئے بنا ہوا ہے وہ بکہ
کی وادی میں ہے جو مبارک ہے جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت اس میں کھلے کھلے معجزے ہیں
(ابراہیم کا مقام ہے اس میں داخل ہوا امن میں آگیا)

(۶) پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کے بعد اور کوئی رسول صاحب شریعت رسول جس پر یہ پیشگوئیاں
صادق آئیں، سوائے مکہ کے نہیں نکلا جس کے ہاتھ میں آتشی شریعت ہو اور اس کا مذہب مشرق
سے مغرب تک پھیل گیا ہو۔

(۷) اگر دشت فاران یعنی حجازی نبی کو نہ مانا جائے تو اسماعیل سے جو برکت اور عہد کا وعدہ
تھا اسکا پورا ہونا لازم آتا ہے حالانکہ پیدائش باب ۱۷ آیات ۲۰-۲۱ میں بھی یہ الہامی کلام
مرقوم ہو چکا ہے۔ کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور جیسا کہ پیدائش باب ۱۷ میں ہے

"اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا۔"

اور خدا تعالیٰ نے نشان رکھا کہ یہ عہد اور برکت تیری نسل میں سے انکے ساتھ ہوگا۔
جو ختنہ کرتے ہیں چنانچہ فرمایا

"اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہ شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔"

اب عیسائی تو ختنہ نہیں کرتے۔ وہ اس عہد و برکت کے وارث کیونکر ہو سکتے ہیں

(۸) گنتی باب ۱۰ آیت ۱۲ میں ذکر ہے۔ کہ بنی اسرائیل دشت سینا سے اپنے اپنے سفروں
میں چلے۔ اور بدلی دشت فاران میں جا ٹھہری۔ یہ فاران سینا کے شمال مشرق میں تلاش

کے قریب واقع تھا یہی حجاز کا بیابان ہو غربی اثیب سینا کا

۹۔ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ پڑھیے

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا
اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔

اب کوئی انصاف طلب دل لیکر اٹھے اور بتائے کہ وہ کون قدوس تھا جو فاران سے نکلا جس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا کیا یسوع جس نے کہا کہ ابن آدم کے لیے سر ٹیکنے کی جگہ نہیں یا وہ جسے ایک مہینے کی راہ کا رعب دیا گیا۔ اور زمین جس کی ستائش سے معمور ہوئی عرب پکار رہے ہیں محمدؐ وہ جس کی ستائش اسلامی چھتوں پر چڑھ کر بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ اشہد ان محمدا رسول اللہ عربی کے پرانے ترجموں میں یہ الفاظ ہیں۔ امتلاء الارض من تحمید احمد۔ اس میں تو احمدؐ نام بھی آگیا۔

۱۰۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ پڑتا ہے۔ اسکا نام ہے وادی فاطمہ وہاں پہنچ کر بچے والے بچے بھی اس سوال کا جواب کہ یہ پھل کہاں سے آئے یہی دیں گے کہ من بریۃ فاران۔

۱۱۔ وہ تمام نشانات جو استثنا باب ۳۳ آیت ۲ کی پیشگوئی میں مسیح ہیں وہ آنحضرت صلعم ہی کے وجود باجود پر پورے ہوتے ہیں آپ ہی کو حضرت موسیٰ کے بعد شریعت روشن شریعت دی گئی آپ ہی کے ساتھ فتح مکہ کے دن جب وہ مظہر ربوبیت بڑی شان و شوکت کے ساتھ فاران کی چوٹی پر نمودار ہوا۔ دس ہزار جان نثار پاکباز قدوسی تھے چنانچہ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان میں بات موجود ہے کہ باب غزوۃ الفتح فی رمضان حدثنی محمود قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر قال اخبرنی الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس ان النبی صلعم خرج فی رمضان من المدینۃ ومعہ عشرۃ آلاف

یہی وہ قوم ہے جس کی شان میں آیا ہے یحبہم و یحبونہ کہ خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے، یہی وہ قوم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا۔ والذین امنوا اشد حبا للہ جو ایمان لائے اللہ سے سب سے بڑھکر محبت رکھنے والے ہیں، یہی وہ قوم ہے جس کے بارے میں فرمایا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ خدا ان سے ہے راضی خدا سے وہ راضی یہی وہ ہیں جن کے لئے سورہ قمر میں ارشاد ہوتا ہے۔ ان المتقین فی جنت و نہر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ یعنی خدا کے حضور صدق کے مقام پر جلوہ افروز ہیں یہی وہ ہیں جن کے لئے قرآن کریم میں آیا کہ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (مومنوں میں ایسے لوگ ہیں کہ جو کچھ عہد کر چکے سچ کر دکھایا بعض ان میں مر چکے بعض منتظر ہیں اور اپنے وعدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (احزاب ۳)

یہی وہ نشانات ہیں جو ان قدوسیوں کے تورات میں آئے، اور میں مضمون کے بتا میں ختم کر چکا تھا کہ دونوں اپنے آقا کو بچانے والے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے پیارے پر لعنت بھیجنے والے چند ماہی گیر اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

۳) پھر یسعیاہ نبی کی کتاب جب پڑھی جاتی ہے۔ تو اور بھی یقین حاصل ہوتی ہے کہ پیشگوئی مکہ میں پیدا ہونے والے نبی کی ذات میں پوری ہوتی ہے۔ دیکھئے یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ صاف لکھا ہے عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے اے ددانیوں کے قافلو! پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ، اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا

نے یوں فرمایا

یہ الہامی پیشگوئی جس کے صرف پورے ہونے کے بارے میں الہامی کلام لکھا ہے کسی تشریح کی محتاج نہیں لیکن کچھ تھوڑی سی تفصیل کر دی جاتی ہے۔

ددانی کون ہیں پیدائش ۲۵ باب کو مطالعہ فرمائیے

اور ابراہیم نے ایک اور جورو کی جس کا نام قطورہ تھا۔ اور اس سے **زمران** اور **یقسان** اور مدان اور مدیان اور **اسباق** اور **سوخ** پیدا ہوئے۔ اور یقسان سے سبا اور **ددان** پیدا ہوئے گویا **ددان** نام پوتا حضرت ابراہیم کے پوتے یقسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی۔ اوس و خزرج کے قبائل انہی میں سے ہیں۔

قیدار حضرت اسمعیل کے بارہ بیٹے تھے۔ دیکھو پیدائش ۲۵ آیت ۱۳

اور اسمعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں مطابق ان کے ناموں اور نسبوں کی فہرست اسمعیل کا پلوٹھا **نبیت** (نبایوت) اور **قیدار** اور **ادبئیل** اور **مبسام** اور **مسماع** اور **دومہ** اور **مسا** (مسا) **حدد** (حدر) **تیما** **یطور** (یطور) **نفیش** (نافیش) **قدمہ**

قیدار حضرت اسمعیل کے ولیعہد تھے۔ (عراق) کے بیٹے **صاحب الجبل** میں (حجاز) میں آباد ہو گئے اور یہی تمام قبائل کا مرکز تھے۔ (بائیبل کا نام ہے؟)

اب جنگ بدر کے واقعات کو سامنے رکھیے اور پھر اس پیشگوئی کو پڑھیے بالکل اس پر صادق آتی ہے۔ وہ سپہ سالار ابوجہل ہے قیدار کی پشت کہتا رہا ہوگا۔ اور جو یہ دعا کرتا تھا۔ اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ اے اللہ اگر یہ وہی حق ہے تیری جناب سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی عذاب دکھ دینے والا۔

---

۵ یہ بیٹا تہامہ میں آباد ہوا تھا۔ ۶ اسکی اولاد عرب مدینہ میں آباد ہوئی تھی۔

اسکے جواب میں ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (۱) کہ جب تک تو ان میں ہے۔ انکو اللہ تعالےٰ عذاب نہیں دیگا۔

پھر جب کفار نے سوال شروع کئے کہ یہ وعدہ کب ہوگا۔ تو انہیں بتایا گیا کہ تمہاری پیٹھ پیچھے پہنچ چکی ہے وہ چیز جس کے لئے تم جلدی کرتے ہو مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ یعنے جس طرح ایک سوار دوسرے کے پیچھے بیٹھا ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم صلعم کے ہجرت کے بعد عذاب آئیگا۔ اور پھر اس عذاب کی نوبت بھی بتا دی کہ وہ جنگ ہوگی چنانچہ فرمایا۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۔ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲) ترجمہ: وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں پھاڑ کر متفرق کرے اور بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھادے دیکھ ہم کس طرح پھیر پھیر کر نشان لاتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں اور تیری قوم اس کو جھٹلاتی ہے۔ حالانکہ وہی حق ہے۔ تو کہدے کہ میں کوئی تم پر وکیل نہیں۔ ہر خبر کے لئے وقت مقرر ہے عنقریب تم جان لوگے۔

پھر اس عنقریب کو سبا ۳ میں بالکل واضح کردیا۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو کہہ تمہارے لئے ایک سال کی میعاد ہے اس سے پیچھے نہیں رہ سکتے نہ آگے ہی نہیں جاسکتے۔ نبی کریم صلعم ۱۳ نبوی میں مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے اور ۲ ہجری میں غزوہ بدر ہوا

میں بڑے بڑے رؤسا و صنادید قریش مارے گئے اور قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی بجز اسکے کوئی ایسا واقعہ تاریخ عالم میں پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور پھر جنگ بھی ہوئی ہو اور عرب تلوار اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہوں۔ اور پھر قیدار و تیر اندازوں کی حشمت جاتی رہی ہو تیر انداز کا اطلاق بھی نبی اسماعیل ہی پر ہو سکتا ہے پیدائش ۲۱ آیت ۲۰ میں ہے۔ اسمٰعیل بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا۔ اور حدیث میں ہے دیکھو بخاری باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتب اسماعیل عن سلمة ابن الاکوع قال مر رسول اللہ صلعم علی نفر من اسلم ینتضلون فقال رسول اللہ صلعم ارموا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا تیر اندازی کرو بنی اسمٰعیل کیونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا قرآن مجید میں اس غزوہ کو نشان ٹھیرایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا الخ یعنی ایک عظیم الشان نشان ان دو گروہوں کی مڈبھیڑ میں ہے۔ اور پھر مسلمانوں کو یاد دلایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ الخ

پھر اسی کتاب یسعیاہ میں وہ پیشگوئیاں ہیں جن سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ دیکھو یسعیاہ باب ۶۰ "اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کیونکہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائیگی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیںگے اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر وہ سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں وہ تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دور سے آئینگے اور تیری بیٹیوں کو گود میں اٹھا لے جائینگی۔ تب تو دیکھیگی اور روشن ہوگی ہاں تیرا دل اچھلیگا اور کشادہ ہوگا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔
اونٹوں کی قطاریں اور مدیان و عیفہ کی سانڈنیاں آکے تیرے گرد بیشمار ہونگی سب سبا

کے میں آئینگے ۔ وہ سونا اور لبان لائینگے ۔ اور خداوند کی تعریفوں کی بشارت سنائینگے ۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے وہ منظوری کیواسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائینگے ۔ اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا ۔

. . . اس لئے کہ تو ترک کی گئی ۔ اور تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گذر بھی نہ کیا میں تجھے شرافت ابدی اور پشت در پشت کے لوگوں کا سرور بناؤنگا ۔ . . . آگے کو کبھی تیری سرزمین میں ظلم کی آواز نہ سنی جائیگی اور نہ تیری سرحدوں میں خرابی و بربادی کی ۔ تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے دروازوں کا نام ستائش رکھیگی ۔ . . . اور تیرے لوگ سب کے سب راستباز ہونگے ۔ وہ ابد تک سرزمین کے وارث ہونگے میری لگائی ہوئی شاخ اور میرے ہاتھ کی کاریگری ٹھہرینگے تاکہ میری بزرگی ظاہر ہو ۔ ایک چھوٹے سے ایک ہزار ہو جائینگے ۔ اور ایک حقیر سے ایک قوی گروہ ہوگی ۔

اس عبارت کو غور سے پڑھے اور دیکھئے کہ وہی کعبہ وہی سرزمین جو مدت سے ترک کی گئی تھی ۔ وہ مرجع خلائق بنگئی ۔ ہر سال لاکھوں آدمی جاتے ہیں ۔ اسکا نظارہ اب بھی ہو سکتا ہے سب سے بڑھکر ظلم تو بت پرستی ہے ۔ وہ اس جگہ سے ایسا اٹھایا گیا ہے کہ فرمادیا ما یبدئ الباطل وما یعید اور نبی کریم نے فرمادیا کہ شیطان اب اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں پھر پوجا جاوے ۔ وہ بیت بیت المحرم کہلاتا ہے جو حرم آمن ہے اب اسکی سرحدوں میں بربادی یا خرابی کا نام و نشان نہیں ۔ خدا نے اس شوکت کے گھر کو بزرگی دی تمام مذاہب کے معابد مٹ گئے ۔ یا دوسری قوموں کی حکومت کے ماتحت ہیں ۔ مگر اس شوکت کے گھر کے وارث ابتک وہی راستباز ہیں ۔ اور ابد تک رہینگے ۔ یہ ایک زندہ نشان ہے ۔ وہ ایک حبشی کی مانند گنے گئے مگر ایک عظیم الشان درخت بنگئے ۔ وہ ایک چھوٹے بکھرے ہوئے حقیر سے قوی ہوگئے قرآن شریف اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے ۔ وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ

قلیلاً فکثرکم۔ یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ پس تمہیں بہت کیا۔ پھر یہی وہ مقام ہے جس میں اب تک قربانیاں کیجاتی ہیں۔ اور منتوں کے واسطے مذبح پر چڑھائی جاتی ہیں۔ اور یہیں وہ قبائل جو نہ عیسائی ہوئے نہ یہودی اور جن کے مورث اصل مدیان اور عیفہ تھے (دیکھو پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۔ ۴ اور ابراہیم نے ایک جورو کی جس کا نام قتورہ تھا۔ اس سے زمران اور یقسان مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔ اور یقسان سے سبا اور ددان پیدا ہوئے ۔ ۔ اور مدیان کے فرزند عیفہ اور عفر ۔ ۔ ۔ آیت ۱۳ میں ہے اسماعیل کا پہلوٹھا نبیت) سانڈنیاں لیکر آئے۔ اور یہیں سبا ملک یمن سے حضرت علیؓ خراج وصول کرکے موسم حج میں نبی کریمؐ کے حضور لائے۔ اور سونے کا ڈھیر لگ گیا۔ قوموں کی دولت جمع ہو گئی۔ اور اس شرک کی تیرگی میں ایسا نور چمکا۔ کہ اب تک اس سے ایک عالم منور ہے۔ اسی نور کا ایک پرتو قادیان کی مقدس سرزمین پر پڑا جس کی روشنی نے چودھویں کے چاند کی مانند تیرہ سو سال بعد پھر تمام جہان کو روشن کر دیا۔

یسعیاہ باب ۴۲ میں ہے

دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا . . . .

. . . .

خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک اور ان کے باشندو۔ تم زمین پر سرتاسر اسکی ستائش کرو۔ بیابان اور اسکی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کرینگے۔ اور بحری ممالک میں اسکی ثنا خوانی کرینگے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائیگا۔ وہ چلائیگا۔ ہاں وہ

جنگ کے لیے بلایا گیا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بھاری کریگا"

(۱) وہ کلمہ جس سے ایک مسلمان مسلمان کہلاتا ہے۔ وہ یہ ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ عبدہ یعنی اسکا عبد حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو فرمایا گیا ہے حضرت مسیح کو تو اللہ کا بندہ کہنا عیسائی کفر سمجھتے ہیں۔ وہ تو اسے خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ بلکہ خدا کہتے ہیں۔ بندہ کیسا پس یہ پیشگوئی حضرت محمد رسول اللہ پر صادق آتی ہے۔

(۲) جنہیں خدا نے برگزیدہ کیا حضرت محمد مصطفیٰ نے مجتبیٰ نام سے مشہور کیا اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ نہ صرف انہیں بلکہ انکے پیروؤں کو دیا چنانچہ فرمایا
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ اور فرمایا اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
اور فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

(۳) آپ پر خدا کی روح رکھی گئی یعنی آپ پر کلام الٰہی کا نزول ہوا فرماتا ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (پ ۱) وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ

(۴) اس نے تمام قوموں کے درمیان عدالت جاری کی اور صاف ارشاد ہوا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ ہم نے تیری طرف کتاب اتاری تاکہ لوگوں کے درمیان حق حق جو کچھ دکھائے اسکے مطابق عدالت جاری کرے۔ اور فرمایا

(۵) یہ نیا گیت تھا جو خدا کے لئے گایا فرماتا ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (پ ۲۰) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ۔ یہ کتاب ہے جو

بھیجنے اتاری مبارک ہیں اسکی پیروی کرو اور تقویٰ کرو تاکہ رحم کئے جاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ ہم سے پہلے
دو گروہوں پر کتاب اتری۔ اور ہم انکے درس سے غافل تھے (ج) سورۃ الشعراء کے
ابتدا میں تلک آیت الکتٰب المبین فرماکر ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن
ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ یہاں قرآن
مجید کو محدث (نیا کیت) فرمایا۔ ایسا ہی سورۃ انبیاء کے ابتدا میں فرمایا۔ مَا يَأْتِيهِم
مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ۔

(د) (ہ) یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ بیابانوں بستیوں قیدار کے دیہات سے اللہ اکبر
کی آواز آنے لگی۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول
اللہ کا نعرہ بلند ہوا۔ (و) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا
تَفْضِيلًا میں اشارہ کیا کہ اس آدم توحید کی اولاد یعنی صحابہ عنقریب سمندروں میں سفر کرکے
اعلان توحید پھیلانے والی ہوں چنانچہ جو بحر پہنچے وہ سندھ چین تک پہنچے۔ مصر تک
ملک فتح کیا۔

(ز) سلع (جو مدینہ کی پہاڑی کا نام ہے) کے رہنے والوں نے خوشی کے ترانے گائے
انھوں نے خدا کا جلال ظاہر کیا۔ یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ میں اسکی زیادہ تشریح کروں
اسی سلع سے ایک لشکر تیار ہو گیا جس نے مکہ کے بت توڑے۔ اور تورات کی پیشگوئی پوری
ہوئی اور خدا کے اس کلام کی تصدیق ہوئی

> تیرے خدا نے تجھے صداقت کے لئے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری
> حفاظت کرونگا۔ اور لوگ شعب اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دونگا کہ تو اندھوں کی
> آنکھیں کھولے۔ اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے۔ اور انکو جو اندھیرے میں بیٹھے
> ہیں قید خانے سے چھڑائے۔ خداوند میں ہوں۔ یہ میرا نام ہے۔ اور اپنی شوکت

دوسرے یہ کہ دروازہ کو جو دہ ستائش ہو میرے نیچے ہوتی گھڑی ہوئی مورتیں کیسے

Digitized by Khilafat Library ہوتے دور ہوگئے۔

دروازہ لگاؤ دیکھئے جب گھڑی ہوئی مورتیں توڑی جاتی تھیں۔ اور اللہ اکبر و اللہ اکبر یعنی خدا کی ستائش کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ زنجیر اور تھکڑیاں نکالی جاتی تھیں۔ اسیر و غلام آزادی دی جاتی جو وہ نبی اکا کام تھا چنانچہ اس مضمون کے بتانے میں روایت نقل کر چکا ہوں جس میں فرمایا۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ اسلام تورات کے الفاظ یہی ہیں۔ بندیوں کو قید سے نکالے (بوجھ اتارے) اور قید خانے سے چھڑانے اور زنجیر سے نکالنے کے لئے فرمایا۔ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الطلاق)

اول۔ اس بات کا ثبوت کہ سلع مدینے کے قریب پہاڑی کا نام ہے۔ بخاری و حدیث پڑھئے جس میں کعب کے جنگ سے پیچھے رہ جانے اور پھر انکے توبہ قبول ہونیکا ذکر ہے جب کو ایک دوست نے سلع پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی کہ کعب کو مبارک اس کی توبہ قبول ہوگئی۔

دوم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

امسی الغنی عن رن حدقہا ۔ بجنوب سلع تائرۃ لم حبط

ترجمہ۔ نوجوان عمرو بن عبد سلع کے جنوب میں کہ جس اس نے کبھی نہیں کی اس میں پڑا گیا

سوم۔ طبری نے جنگ خندق کے بیان میں لکھا ہو و خرج رسول اللہ صلعم والمسلمون حتی جعلوا ظہورھم الی سلع نکلے رسول اللہ صلعم اور مسلمان یہاں تک کہ اپنی پیٹھیں سلع کی طرف کرلیں۔

(۷) عرف یہی ایک رسول تھا (محمد صلوٰۃ اللہ وسلام علیہ) جس نے حضرت موسیٰ کے بعد جنگ کی طرف بلایا اور دشمنوں پر بھاری ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا تُنْكِرُوا نَقْدُونَ

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کیا ہوگیا تمہیں کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ہو. وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا. لڑو ان سے اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑائی کرتے ہیں. اور زیادتی نہ کرو. وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ. دو كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ پر جنگ فرض کی گئی اور وہ تمہارے لئے بہان جو تم کو کام ہے. دشمنوں پر بھاری کر اس کے متعلق یہ آیت يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (ب) يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً. اے نبی ان کفار اور ان منافقین سے جہاد کر ان پر بھاری ہو. اے مومنوں آس پاس کے کفار سے لڑو. اور وہ تمہیں بھاری پائیں

غرض اے معزز ناظرین تورات تو سر تا پا نبی کریم کی پیشگوئیوں سے بھری ہے میں نے صرف ایک پیشگوئی کا ذکر کیا. اسی یسعیاہ نبی کی کتاب میں اس نبی کے نزول کے مقام اور اسکی برکات کا ذکر ہے چنانچہ باب ۴۱ میں فرماتا ہے.

میں ٹیلوں پر نہریں اور وادیوں میں چشمے کھولونگا میں صحرا کو تالاب اور سوکھی زمین کو پانی کی نہریں کرونگا . . . میں صحرا میں سرو اور صنوبر اور شمشاد کے درخت لگاؤنگا تاکہ وہ سب دیکھیں اور جانیں اور غور کریں اور سمجھیں کہ خداوند ہی کے ہاتھ نے یہ بنایا

شاید اسی پیشگوئی کی بناء پر کفار نے مطالبہ کیا تھا. لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيرًا (بنی اسرائیل ع ۱۰) پھر یسعیاہ ۵۴ باب میں ہے.

اے بانجھ تو جو نہیں جنتی تھی خوشی سے گا. تو جو حاملہ نہ ہوئی تھی وجد کرکے گا اور خوشی سے پکار کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی

اور وے تیری زیادہ ہو۔ اپنے خیمے کے مقام کو بڑھا دے۔ ہاں اپنے مسکنوں کے پردے
پھیلا۔ دریغ مت کر۔ اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر۔ اسلئے کہ تو دہنے اور
بائیں طرف بڑھیگی۔ اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی۔ اور اجاڑ شہروں کو بسائیگی۔
• • اپنی بیوگی کا عار پھر یاد نہ کریگی کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔ اسکا نام رب الافواج
ہے اور تیرا نجات دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے۔ وہ ساری زمین کا خدا کہلائیگا
• • • • • پر اب میں ابدی عنایت سے تجھ پر رحم کرونگا • • •
اب میں نے قسم کھائی کہ میں تجھ سے کبھی آزردہ نہ ہونگا۔ اور تجھ کو نہ جھڑکونگا پہاڑ تو
جاتے رہیں۔ اور ٹیلے ٹل جائیں۔ پر میری مہربانی تجھ پر سے کبھی زائل نہ ہوگی میری
صلح کا عہد جنبش نہ کریگا • • • دیکھ کہ میں تیرے پتھروں کو سرمہ میں
لگاؤنگا۔ اور تیری بنیاد نیلموں سے ڈالونگا۔ میں تیری فصیلوں کو لعلوں سے اور
تیرے پھاٹکوں کو چمکتے ہوئے جواہر سے اور تیرا سارا احاطہ بیش قیمت پتھروں سے
بناؤنگا۔ اور تیرے سب فرزند خداوند کرم سے تعلیم پائینگے۔ اور تیرے فرزندوں کی
سلامتی کامل ہوگی۔ تو راستبازی سے پائدار ہو جائیگی"

بانجھ بنی اسمٰعیل کی قوم تھی جس میں کوئی نبی نہ تھا۔ خدا نے ایک نبی مبعوث فرمایا اور
وہ نبی محمد رسول اللہ صلعم ہے۔ اسکے فیض یافتوں کی تعداد یہودیوں سے بڑھا دی۔ امت
محمدیہ کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ خیمے اور مقام وسیع کرنے پڑے۔ کئی اجڑے ہوئے
شہر آباد ہو گئے برخلاف اسکے یہودیوں پر ذلت و مسکنت لیس دی گئی۔ اسکے شہر ویران ہو
گئے۔ بلکہ جلا وطن کر دیئے گئے۔ ان سے نبوت اور سلطنت چھین لی گئی۔ اور امت محمدیہ
کو دونوں نعمتیں ملیں۔ اکملت لکم دینکم اور رضیت لکم الاسلام دینا ہے۔ اسکے فرزندوں کی
سلامتی کامل ہوئی۔ اور راستبازی پائدار۔ یہی شریعت قرآن مجید کی صورت دی گئی اور
وہ پیغام جو پہلے ایک خاص قوم کے لئے ہوتا تھا۔ ساری دنیا کے لئے ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل

کا خدا ساری دنیا کا خدا کہلایا خانہ خدا اور روضہ نبوی میں قندیلوں پتھروں اور چمکتے ہوئے جواہرات
کی وہ روشنی ہوئی کہ تورات کے الفاظ صادق آئیں۔ کفار بار بار کہتے تھے اَوْ یَکُوْنَ
لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ان کو اتنا پتہ۔ کہ یہ نشان بھی پورا ہو گیا۔

اگر کوئی ان نشانوں کے ساتھ وہ نبی کو نہیں پہچان سکتا۔ تو باب ۵ آیت ۱۰
سے پڑھ کر دیکھئے

"تیرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا
ہوتا ہے۔"

اخیر میں وہ محمدیم لکھا ہے عبرانی میں یہ لفظ قائم ہے مگر اردو ترجموں میں اسکو بدلا کر
عشق انگیز کر دیا گیا ہے یم اب کے لئے جمع کا صیغہ ہے غرض تورات میں نہ صرف اسم
محمد بلکہ کا ذکر ہے بلکہ وہ نبی کا نام بھی دیدیا ہے۔ اور سارا حلیہ بھی مبارک وہ ہے جو اس پر
ایمان لا کر جنت النعیم کے وارث ہوں اور خدا تعالیٰ سے بہرہ ور ہوئیں۔

اس کے بعد میں آپ صاحبان کو انجیل کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ اس میں "وہ نبی" کا
ذکر ہے جیسا کہ یوحنا باب ۱ میں سے پہلے نقل کیا۔ مسیح بھی اپنے جانے کے وقت تو کھلی
بشارت دیتا ہے بلکہ اپنے جانے کی علت غائی یہی ظاہر کرتا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ دیکھو یوحنا باب ۱۶

"لیکن میں اب اس پاس جس نے مجھے بھیجا جاتا ہوں ۔ ۔ ۔ میں انہیں سچ
کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی
دینے والا تم پاس نہ آئیگا پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ
آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا۔ گناہ سے
اسلئے کہ وے مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ اور راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ پاس
جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اسلئے کہ اس جہان کے سردار پر
حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی

برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ سنیگی سو کہیگی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی۔ اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پائیگی۔ اور تمہیں دکھائیگی۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں۔ اسلئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لیگی اور تمہیں دکھائیگی۔"

اس الہامی عبارت کی تشریح بہت سے اوراق چاہتی ہے جسکو میں کسی دوسرے موقعہ کے لیے چھوڑتا ہوں یہاں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ مسیح نے کسی دوسرے تسلی دینے والے روح حق کی پیشگوئی کی۔ اور یہ کہا کہ وہ ساری سچائی کی راہ بتائیگا اور جن باتوں کی ابھی برداشت نہیں وہ سنائیگا۔ مسیح پورا کریگا۔ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے وہ میری تطہیر کریگا۔ وہ گنہگاروں پر سزا کا حکم بھی کریگا۔

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کے بعد روح القدس حواریوں پر نازل ہوئی اور پیشگوئی پوری ہوئی۔ مگر وہ نہیں بتا سکتے کہ کیا مسیح کے وقت روح القدس نہ تھی۔ اور پھر اس روح نے نئی بات کیا سکھائی جس کی مسیح کے وقت برداشت نہ تھی۔ اور پھر اس نے کب سزا کا حکم جاری کیا۔ یہ پیشگوئی تو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پوری ہوتی ہے۔ انہی کے شان میں آیا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔ اور فرمایا نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ اور جَاءَ الْحَقُّ روح القدس نے اس حق کو لکھا اور وہ روح الحق کہلائی اور آپ نے مسیح کی بزرگی کی۔ اسکے منکروں پر سزا کا حکم جاری کیا سرور کائنات اس جہان کے سردار کہلائے

اگر آپ نہیں مانتے تو میں آپکو مکاشفات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں مسیح کے بعد ہونیوالے واقعات کے نظارے دکھلائے گئے ہیں۔

مکاشفہ ۱۹ باب آیت ۱۱

پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو ایک نقرئی گھوڑا ہے اور اسکا سوار صادق اور سچا کہلاتا ہے اور وہ راستی سے عدالت کرتا ہے اور لڑتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند اور اسکے سر پر بہت سے تاج اور اسکا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا اور اسکا نام کلام خدا ہے۔ اور وہ فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر اسکے پیچھے ہیں۔ اور اسکے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے۔ اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکمرانی کریگا۔ اور وہ قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کی مے کے کولھو میں روندتا ہے اور اسکے لباس اور اسکی ران پر یہ نام لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو سورج میں کھڑا دیکھا۔ اور اس نے بلند آواز سے پکارا۔ اور تمام پرندوں سے جو آسمان کے بیچ اڑتے ہیں یہ کہا کہ آؤ اور بزرگ خدا کے جشن میں جمع ہو تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت . . اور گھوڑوں اور انکے سواروں . . . کا گوشت کھاؤ۔

اسکے بعد جھوٹے نبی اور دجال کے پکڑے جانیکا ذکر ہے اور لکھا ہے۔ کہ اس نے اس اژدہے کو جو پرانا سانپ ہے یعنی ابلیس اور شیطان کو پکڑا۔ اور ہزار برس تک جکڑ رکھا۔

پھر لکھا ہے

جب ہزار سال ہو چکینگے۔ شیطان اپنی قید سے چھوڑا جائیگا اور نکلیگا تاکہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنی جوج و ماجوج کو فریب دے۔

اس مکاشفہ کو نظر غائر سے پڑھیں تو افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے اسکے سوا اور کون ہو سکتا ہے مسیح تو گزر چکا تھا۔ اور یہ اسکے بعد پیش آنے والے واقعات

کا نظارہ تھا جو یوحنا نبی کو دکھایا گیا۔

(۱) آسمان کے کھولے جانے سے مراد وحی الٰہی کا نزول ہے۔ سورۂ انبیاء رکوع ۳ میں ہے۔ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ

سماء کہتے ہیں اوپر کی چیز کو اور بادل کو دیکھو قاموس کل ما ارتفع و آیت انزلنا من السماء ماء۔ رتق کہتے ہیں بند کو اور فتق پھاڑنے کو دیکھو قاموس فتقہ شقہ والرتق ضدہ۔

مطلب یہ ہے کہ کافر اس نظارے پر غور نہیں کرتے کہ بادل اور زمین دونو بند ہوتے ہیں نہ اوپر سے مینہ آتا ہے نہ زمین کچھ اگاتی ہے کہ رحمت الٰہی ان دونو کو کھول دیتی ہے اور پانی سے ہر چیز زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ نہ آسمان سے کوئی خبر آتی ہے نہ زمین میں کوئی روحانیت رہتی ہے پھر وحی نازل ہوتی ہے

(۲) نقرئی گھوڑی کا سوار جبرائیل تھا اور احمد تھا۔ سفر اسریٰ میں سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کی ایک نقرئی گھوڑی تھی۔ مسیح بیچارہ تو گدھی پر سوار ہوتا تھا۔

(۳) امین اور صادق آپکے لقب تھے جب خانہ کعبہ کی بنیاد رکھنے کے متعلق جھگڑا ہوا اور یہ فیصلہ کہ جو پہلے آئے اسکا ساختہ پرداختہ منظور۔ تو آخر نبی کریم صلعم آگئے سب لوگ پکار اٹھے۔ ھٰذا الامین رضینا قبل از دعویٰ نبوت سب آپکو امین پکارتے تھے یہ ایسی بات ہے جس کا دوست دشمن کو اقرار ہے۔

(۴) راستی سے عدالت کرتا تھا۔ اسی نے تمام قوموں میں عدل کا حکم جاری کیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ میں تم میں راستی سے عدالت کرنے پر مامور ہوں۔ اور اسی پر جنگ کی آیات نازل ہوئیں۔

(۵) آپ کی آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند تھیں جس سے آپکے جلالی رنگ کے ظہور کا

پہنایا گیا ہے۔ یہاں بھی حلیوں میں آگیا جنھیں سرخی نہل لکھی ہیں۔

(۲) بہت سے تیجوں سے مراد بہت سی سلطنتوں پر محمدی جھنڈا لہرانے کی خبر دی ہے جس کا ایک دنیا کو اقرار ہے اور یوں بھی عبارات سے جو خطاب آپکو دیئے گئے ان میں سے ہر ایک بمنزلہ ایک تاج کے ہے۔ ایک ہی آیت ملاحظہ ہو۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (احزاب ع)

(۳) خون میں ڈوبا ہوا لباس جس کا ذکر یسعیاہ باب ۶۳ میں بھی ہے

"یہ کون ہے جو ادوم سے اور بصرہ سے سرخ پوشاک پہنے ہوئے چلا آتا ہے ۔ ۔ ۔

کس لئے تیری پوشاک سرخ ہے"

یہ فقرہ پڑھ کر مجھے طائف کا واقعہ یاد آگیا۔ جب خدا کا رسول خدا کی ہی خدا کا ہر کریں۔ طائف کے شریروں سے اذیت پاکر لہو لہان خون میں ڈوبا ہوا واپس آرہا تھا۔ اور یوں تو یہ اشارہ ہو جنگ کی طرف یعنے آپ بہت سے جنگ کرنے پڑینگے جیسا کہ تمام تاریخیں اسپر گواہی دیتی ہیں۔ جنگ احد میں آپ کا لباس خون سے ڈوب گیا۔

(۴) آپ کو خدا نے کلمۃ الحق اور روح حق فرمایا۔ آپ کے کلام کو وحی قرار دیا

(۵) ملائکہ فوج در فوج آپ کی امداد کو نازل ہوتے تھے۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ بعض نے انکو دیکھا۔ کہ سفید لباس اور سفید گھوڑوں پر سوار رہیں۔ اور مکاشفہ میں ہے۔ جنگ میں مدد دے رہے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ جب تو مومنوں سے کہہ رہا تھا۔ کیا کافی نہیں تمہارے رب کی مدد تین ہزار فرشتے کیوں نہیں اگر تم صبر کام لو اور تقوی اختیار کرو تو پانچ ہزار نشان شدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا۔ دوسرے مقام پر فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ

(۳) اس سے زیادہ سے کس کو انکار ہو سکتا ہے جو تمام قوموں پر چل گئی۔ وہ کلام وحیت لتیم

اب بھی جو سعید پڑھتے ہیں۔ کشت آن اگر ہو جاتے ہیں۔ لوہے کے عصا سے آپ نے اور

صرف آپ ہی نے حکومت کی۔ زبور نمبر ۲ میں ہے

مجھ سے مانگ۔ کہ میں تجھے قوموں کا وارث کروں گا۔ اور زمین سراسر تیرے قبضے میں کر دوں گا۔ تو لوہے کے عصا سے انہیں توڑیگا۔ کمہار کے برتن کی مانند تو انہیں چکنا چور کر دیگا۔

بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ بڑے بڑے جابر و زمانہ تھے آپ کے لوہے کے عصا نے انہیں برتن کی طرح توڑ کر رکھ دیا۔ ھلک کسری فلا کسری بعدہ کا نظارہ آپ کے عہد میں سب نے دیکھ لیا کوئی انکار بھی نہ کرسکا۔

(۴) وہ بادشاہوں کا بادشاہ کہلایا۔ اب بھی اس مقدس نبی کا نام سنتے ہی سلاطین تخت سے اتر آتے ہیں۔ وہ خداوندوں کا خداوند یعنی آقاؤں کا آقا ہے۔

(۵) فاتح قوموں کے ساتھ پرندوں کا تعلق ہے۔ وہ ان کے قتل کئے ہوئے دشمنوں کی لاشیں کھاتے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اسکا ذکر ہے بجز پیدائش ہی کے اصحاب الفیل کی لاشوں کو ابابیلوں نے پتھروں سے مار کر کھایا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ پھر ارشاد ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۗ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے پرندوں کو جو پر پھیلائے اور سمیٹتے ہیں ان کے اوپر۔ رحمٰن ہی روک رکھتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ دشمنان محمد کی لاشیں بیچ وبیچ پڑی رہیں گی چنانچہ انہوں نے گھوڑوں اور سواروں کا گوشت کھایا۔

(۶) ہزار سال کے بعد یاجوج ماجوج نے قسطنطنیہ کی طرف خروج کیا پھر تمام عالم میں

پہنچ گئے۔ اسکا جواب آپ ہی سنا یا چاہئے فرمائیں۔

"میں اسے جو غالب آتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤنگا اور وہ پھر کبھی باہر نہ نکلیگا۔ اور میں اپنے خدا کا نام اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئی یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور آسمان سے اترتی ہے۔ اور اپنا نیا نام اسپر لکھونگا۔ جس کے کان ہیں سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔"

میں خدا کے فضل سے اسکی تفسیر کرتا ہوں یعنی خدا کا کلام کلیساؤں کو یہ کہتا ہے کہ میں اب بیت المقدس (یروشلم) کا قبلہ بدل دونگا۔ اور اسکی بجائے نئی یروشلم یعنی مکہ کعبہ قائم کرونگا۔ اور یہ کلام آسمان سے اترے گا جو اسی طرف لطف دیتی ہے۔ اس آیت قرآنی کی:
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (پ ۲ ع ۱) ہم دیکھتے ہیں بار بار آسمان کی طرف تیرا منہ اٹھانا ہم پھیر دیتے ہیں قبلہ جسے تو پسند کرے پس جہاں کہیں تم ہو اسی کو مرکز قبلہ توجہ قرار دو۔ اہل کتاب جانتے ہیں کہ یہ انکے رب سے حق بات ہے۔ اور اللہ انکے کاموں سے غافل نہیں۔

۲۔ یہ نئی یروشلم کس کے لئے قائم ہوئی اسی کے لئے جو کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اور هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (جس نے رسول بھیجا ہدایت اور دین حق دیکر تا سب دینوں پر غالب آئے) اور سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کی پیشگوئی کے مطابق سب پر غالب ہوا۔ اور وہ خدا کی ہیکل (بیت اللہ) کا ستون قرار پایا۔ اسکا نام نشان اللہ خدا کا نام

ملاکی باب ۳ میں ہے۔ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا۔ ۔ ۔ اور وہ خداوند جس کی تم تلاش میں ہو

سے کبھی باہر نکلیگا کہ بیت المقدس میں یسوع کا نام نہیں ہے وہاں خدا نے اپنا نیا نام
جو ایک شرک عیسائی نہیں رہتے بلکہ عمل لوے ہیں اسکے منکر ہیں یعنی الرحمٰن
پھیلا دیا۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ
یعنے جب انہیں کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں۔ رحمٰن کیا چیز۔ عیسائی اگر رحمٰن
نہیں۔ تو رحیم بلا معاوضہ ماننا پڑیگا۔ اور انکے دین کی بنیاد اکھاڑ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے
ہے وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ سبحان اللہ کیسا صادق آئی۔ اسے نبی
پر صلوٰۃ اللہ علیہ وسلام

پھر یوحنا نبی کے مکاشفے کا چودھواں باب پڑھیئے۔
پھر میں نے نگاہ کی۔ اور دیکھو کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا۔ اور اسکے ساتھ ایک لاکھ
چوالیس ہزار جن کے ماتھوں پر اسکے باپ کا نام لکھا تھا۔ پھر میں نے آسمان سے
ایک آواز سنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی
اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربطیں بجاتے تھے سنی اور وہ تخت کے
سامنے اور ان چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے
تھے۔ اور کوئی ان ایک لاکھ چوالیس کے سوا جو زمین سے خرید لئے گئے تھے
اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے
بلکہ کنوارے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے جاتے ہیں جہاں کہیں وہ
جاتا ہے یہ خدا اور برے کے لئے پہلے پھل کے آدمیوں سے مول لئے گئے
ہیں۔ اور انکے منہ میں مکر نہ پایا گیا کیونکہ وہ خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵۹ کا) وہ ہیکل میں ناگہاں آئیگا۔ دیکھو وہ یقیناً آئیگا رب الافواج فرماتا
ہے پر اسکے آنے کے دن کون ٹھہر سکیگا۔ حضرت نبی کریم آپ ہیکل کا ذکر میں اپنی [illegible] عرب [illegible]
کے متعلق مدینہ سے مکہ میں گئیں [illegible] اور کوئی [illegible] سے [illegible]
ہوئے [illegible] ملاکی ۳ باب ۱-۲

اور جیسے کہ ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچوں بیچ اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اسکا جلال ظاہر کرو کیونکہ اسکی عدالت کی گھڑی آ پہنچی۔ اور اسی کی پرستش کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کئے۔"

۱۔ عرفات کے میدان میں پہاڑی پر کون خطیب تھا۔ صاف جواب ہے وہ نبی جسے محمد رسول اللہ صلعم

۲۔ حج کیوقت اسی قدر جوں شمار آپ کے ساتھ تھے۔

۳۔ انکے ماتھوں سے نور خدا۔ نور توحید ہویدا تھا۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ان کے چہرے سے ظاہر تھا کہ خدا رب کی پرستار جماعت کے افراد ہیں

۴۔ اس شرک کی زمین میں لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ گیت ہی نیا گیت تھا۔

۵۔ انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا تھا۔ اور وہ خریدے گئے تھے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ ع ۱۴) اللہ تعالے نے خرید لیا مومنوں سے انکی جانوں کو اور مالوں کو جنت کے بدلے میں۔

۶۔ واقع میں یہی لوگ تھے جو حقیقی معنوں میں جنتی ستی تھے وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے۔ ولا یزنون کنایہ سے یہی مراد ہے کہ عورتوں کے گناہ سے مبتلا نہ ہوں یعنی ناجائز فعل نہ ہو۔ ورنہ یوں تو بقاء عالم اور ابقاء بنی نوع انسان نہ ہو کر اگر ایک لاکھ چوالیس ہزار ایسا آدمی ہو۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی نبی ایسی مضر بیہودہ تعلیم نہیں دیتا۔

۷۔ سبحان اللہ صحابہ سے بڑھکر نبی کا تابع کون کہا جا سکتا ہے۔ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ

(۸) ان ہی نبی کے لیے فرمایا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(۹) وہ تیر ہیں وہ پیچھے جس تھے کہ ان کی شان میں آیا۔ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

(۱۰) وہ وعدہ کے مصداق ہیں جب لکھے کہ سورۂ فتح میں فرمایا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں اور منور کے کام کرنے والوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔

(۱۱) یہ تو کس پیچھے ہو اور سے کہ کہ یسوع مسیح کی انجیل ابدی نہ تھی جبھی تو اس نے کہا کہ "ابھی کچھ اور باتیں ہیں جن کی انہیں برداشت نہیں گویا یہ قرار دیا کہ انجیل اکمل ہے اسی نے علاوہ بھی نہیں ہو سکتی ہاں مگر روح حق ہو اسکے بعد آنے والی تھی وہ ہمیشہ کے لیے ہوگی" یعنی ابدی کیونکہ اسکے لیے حد آئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ اسکے آگے کوئی بجز اس کے کچھ گنجائش نہیں رہی تو آپ کو خاتم النبیین کا لقب ملا۔ مکاشفات میں اس ابدی انجیل کا ذکر ہے۔"

(۱۲) "اور بیٹھے اسکے داہنے ہاتھ میں جو تخت پر بیٹھا تھا ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر لکھی ہوئی اور سات مہروں سے بند تھی۔"

یہ سات مہریں الحمد کی سات آیتیں ہیں اور مسیح کے بعد کسی کو کتاب دی گئی تھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

(۱۳) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ اپنے مجھے سب آدمیوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آپ ہی نے سنی اور آپ ہی نے منادی کی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔

معزز ناظرین! ان آیات کا ترجمہ ہے جو بطور تمہید مضمون زیر لکھیں۔ وہی امی نبی جسے اہل کتاب تورات و انجیل میں مکتوب دیکھتے ہیں۔ اور جس کے نشانات میں آپ کو قرآن مجید سے مطابق کر کے دکھا چکا ہوں فرماتا ہے۔ اور وہی فرماتا ہے جو اس کا شکر کے اخیر کی سطروں میں درج کے تحت میں ہے۔ یعنی دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں جس کے لئے آسمان و زمین کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کسی کو معبود نہ جانو جو کہ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ اس پر اس کے کلام پر ایمان لاؤ۔ اس کی متابعت کرو تا ہدایت پاؤ۔ اور ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے جن میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت قریب ہے۔ خدا سے ڈرو۔ اس کا جلال ظاہر کرو۔ اور اسی کی پرستش کرو جس نے آسمان و زمین پیدا کئے۔ گر میں ان مقدس کلمات پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اس درد دل سے لکھے ہوئے مضمون میں اثر پیدا کرے۔ اور اسے نافع خلق بنائے۔ اور مجھے اپنی رضا کے مقام پر اٹھائے۔ اور اس امی نبی کے خادموں کی غلامی نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔ اللھم آمین

اس نبی کی شان

(از حضرت مسیح موعود)

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اس کو افروختہ کر دیتا ہے اور اس کے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا تام اور اکمل مظہر اس کو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی لوئیں اور شعلے ارد گرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں

رہتی۔ اور پورے طور پر وہ تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔ اور اس کو رأی ما رأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے۔ اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہے۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کمال کو پہنچا ہے۔ اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنی کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم ⁂ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد ⁂ پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربّ رحیم
بوئے محبوب حقیقی میدمد زاں روئے پاک ⁂ ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ⁂ چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

جنرل نوگی کی خودکشی

پورٹ آرتھر کا فاتح۔ اور یہ بزدلی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ وہ دہر پرست کیوں
کیا کرتی ہیں۔ اگر خدا پر ایمان ہو۔ اس بات کا یقین ہو کہ میرا مولیٰ میرا
پیدا کرنے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہر شے کا بہتر سے بہتر بدلہ دے
سکتا ہے تو کبھی ایسی بزدلی سرزد نہ ہو۔ یہ دقیقہ جانتا ہے کہ خودکشی کرنے والا
خودکشی اسلئے کرتا ہے کہ وہ موجودہ مشکلات سے گھبرا جاتا ہے۔ اور اسے ان سے
بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی سوا اسکے کہ اپنے رشتہ حیات کو منقطع کرے۔ کاش
اسے معلوم ہو۔ خدا تعالیٰ علیٰ کل شیء قدیر ہے۔ وہ چاہے تو ایکدم میں مشکلات کے پہاڑ
ریزہ ریزہ کر دے۔ وہ چاہے تو ایک منٹ کے اندر سب کام اس کی مرضی کے مطابق بنا
دے وہ . . . .
چاہے تو ایک لحظہ میں دشوار کو سہل ظلمت کو نور کر دے۔ ہم اسکی قدرت کے کرشمے
ہر روز دیکھتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ افسوس ہے ہماری غفلت پر کیا رات کی
تاریکی کچھ کم ہوتی ہے۔ کیا ظلمات شب کو دیکھکر بعض اوقات جی نہیں گھبراتا۔ مگر
اس نور السمٰوات والارض کے فضل کا ادنیٰ کرشمہ اس رات کو دن بنا دیتا ہے۔ اندھیرا
کافور ہو جاتا ہے۔ اور اسکی بجائے نور ہی نور پھیل جاتا ہے۔ زمین پر تپش سے جان لبوں
پر آجاتی ہے۔ مگر اسکے فضل کی بدلی جو چند قطرات کا مجموعہ ہے دم کے دم میں برس کر جل
تھل ایک بنا دیتی ہے اور ایسی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے کہ گھبراہٹ کا نام و نشان نہیں
رہتا۔

اسی طرح جب انسان اپنے گرد و پیش مشکلات ہی مشکلات دیکھتا ہے اور اپنے
مولیٰ کو سچے دل سے پکارتا ہے۔ تو اس کی رحمت اسکا فضل اسکی غریب نوازی دستگیری
کرتی ہے۔ اور اس ناکامی کے گڑھے سے نکال کر کامیابی کے مرتفع چبوترے پر کرسی نشین
کر دیتی ہے۔ اگر وہ کسی اپنے محبوب کی فرقت میں بیقرار ہوتا ہے۔ تو اسے اس سے بہتر

صاف فرماتا ہے۔ یہ باتیں صرف قصے اور کہانی کے رنگ میں بیان نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے ان کے نمونے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے سوانح میں پڑھے ہیں بلکہ ان آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ جو شخص خودکشی کرتا ہے میرے نزدیک خواہ وہ کیسا ہی بہادر اور مشہور ہو بزدل ہے اور سخت بزدل ہے کیونکہ وہ ایک مشکل سے گھبرا گیا وہ اپنے لئے آرام کا خواہاں ہے۔ لیکن کیا اسے یقین اور اطمینان ہے کہ وہ اپنے رنج و غم سے علیحدہ ہوکر سکھ پالیگا۔ کیا اگلی دنیا میں جس کی دکھ سکھ تکلیف و راحت اسی دنیا کے عمل کے اعمال کا ثمرہ ہے وہ آرام پا سکتا ہے۔ جبکہ خدا کا نافرمان ہے اور اس نے اپنے لئے کوئی توشہ آخرت مہیا نہیں کیا۔ یورپ میں آئے دن اور پھر ہندوستان میں بھی خودکشی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ کل ہی میں نے اخبار میں پڑھا کہ خودکشی کرنے والوں کا ایک کلب بھی ہے جس میں زندگی سے مایوس نوجوانوں کے لئے خودکشی کے اسباب بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ یہ بات کیوں ہے۔ اسلئے کہ خدا پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں۔ خدا پر ایمان ہو تو گھبرائیں کیوں۔ آخرت پر ایمان ہو تو پہلے اپنی زندگی اس آئندہ زندگی میں راحت و آرام سے بسر کرنے کے لئے تیار کریں پھر وہاں جانیکا سامان ہو تب تک یہ مادہ پرست قومیں یہ مشرک قومیں یہ غلط تعلیمات پر چلنے والی قومیں اسلام کے خدا اور جزا پر ایمان نہیں لائینگی کبھی ان سے اس لغویت اس بیہودگی اس گناہ کبیرہ اس نامعقول حرکت کا انسداد ہو سکیگا۔

جنرل نوگی اپنے خیال میں اپنے بادشاہ پر جان قربان کرتا ہے مگر گناہ کیا ہے۔ کہ اس نے خدا کی اس امانت کو ضائع کر دیا جو اسے اپنے بادشاہ کی قومی خدمات کے لئے عطا ہوئی تھی۔ وہ اپنے بادشاہ کے بعد اگر پہلے سے زیادہ جوش اور محنت کے ساتھ کام کرتا۔ اور اس عہدہ کو آخری دم تک نبھاتا۔ اور پھر کسی جنگ میں یا قومی انتظام کی اصلاح میں صفات پا کر جان دیتا تو واقعی تعریف کا مستحق تھا۔ لیکن اب موجودہ صورت حالات میں ہم اسکو

کیا شمار کریں جب اس نے کارزار حیات میں نامردی دکھائی اور گھبرا گیا اور اپنے خدا پر ایمان
نہ لایا کیا یہ ممکن اور تعجب نہ تھا کہ یہ بادشاہ اس پہلے بادشاہ سے اسپر زیادہ مہربان ہوتا۔
کیا یہ انہونی بات تھی کہ اسے پورٹ آرتھر سے بھی زیادہ مضبوط قلعے کو فتح کرنے اور اپنے
ملک و ملت کی خدمات کا زیادہ موقعہ ملتا کیا یہ امید نہ ہوسکتی تھی کہ اس سے کچھ ایسی نیکیاں
ہو جاتیں جس سے اسے ہدایت اسلام پر ایمان لانے کی توفیق ملتی اور اس کی عاقبت
سنور جاتی خیر وہ بیچارا تو اپنے قومی رسم و رواج اور گردوپیش کے حالات سے مجبور ہو کر
اس بیوقوفی کا مرتکب ہوا مگر ہمارے بعض اخبارات اسلام پرچوں کو کیا ہوا کہ وہ اس فعل
کی تعریف کر رہے ہیں میرے نزدیک جنرل نوگی کی خودکشی سے زیادہ ماتم کا مقام یہ ہے کہ
مسلمان جو خدا پر ایمان رکھتے اور قرآن کو مانتے ہیں ایک ایسے فعل کی تعریف
کرتے ہیں جو کسی صورت میں ستودہ نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالے ان لوگوں کو ہدایت
بخشے انہیں اپنی مرضیات کی راہ پر چلائے اگر یہ لوگ ایسی رائے نہ دیتے تو میں شاید
اس خودکشی پر کچھ نہ لکھتا۔ اللّٰھم ارحم امۃ محمد ۔

نوٹ ذیل ایک مشہور اسلامی پرچہ سے جو کہتا ہے کہ یہ خودکشی جنون یا سودا یا [illegible] کا
پریشانی کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس عمل اور پاک جذبہ کا نتیجہ تھی جس نے حضرت بلال کو حضرت
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان کہنے سے روکا تھا۔ نوگی نے اپنے محسن
[illegible] کے لئے جو ایسے بیہودہ قربانی ہے کہاں وہ [illegible] حضرت بلال کا وقوعہ
[illegible] جنرل نوگی [illegible] حضرت بلال [illegible] وفات نبی کے بعد حضرت بلال نے اذان
[illegible] اور آخر [illegible] مجبور کیا گیا تو [illegible] محمد رسول اللہ کہتے ہوئے غش کھا کر
گر پڑے [illegible] کوئی خودکشی نہیں کی [illegible] نے خوب
[illegible] ہے کہ [illegible]
[illegible] جنرل نوگی کی [illegible]

بہ سفر رفتنت مبارکباد

آج ۲۰ ستمبر ۱۹۲۴ء ہماری صبح امید کا ستارہ اُفق قسمت کا مہ پارہ کان رسالت کا چمکتا ہوا ہیرا جان و دل سے پیارا

محمود ابن مہدی وہ نوجوان ہمارا

اپنی اولوالعزمانہ پاک آرزوؤں کو آغوش محبت میں لیکر ... کے ہاتھوں سے مسلح و معطر کئے ہوئے نبیوں کے تخت میں ملبوس مقدس مسیح ... کے سرتاج و خلیفہ کی دعاؤں کے سایہ میں صد ہزاراں دیدہ و دل فرش راہ بنتا ہوا اس سرزمین کو جاتا ہے جو آجکل اپنی ادبی علمی بیداری کے نئے شباب پر صلاحیت رکھتی ہے کہ اس میں کوئی پاکیزہ بیج بویا جائے یعنی مصر نیز اس پاک زمین کی جانب جسے اس فخر آدم معدن نبوت خاتم کمالات انسانیت۔ مظہر الوہیت کے مسکن کا فخر حاصل ہے۔ ملتزم استار کعبہ جو دعائیں برگزیدہ بیت اللہ کے تحت جگر نور لخت دل محبت منزل سے اپنی اور قوم کے حق میں نکلیگی۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستجاب ہونگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حامی و ناصر ہو۔ اور اسکے اہل و عیال اور اہلکان وطن کا خلیفہ سالماً غانماً واپس آویں۔ انکو وہ فہم وہ فراست وہ اخلاص وہ صواب وہ محبت عطا ہو جو انکی آئندہ زندگی اور پھر تمام احمدی جماعت اور گرتی نوع انسان کے لئے مفید و بابرکت ہو۔ آپ کی روانگی باوجود کئی ایک مشکلات کے کچھ ایسی طرز میں ہوئی کہ سوائے خیال گزرا۔ یہ ضرور کسی الٰہی تصرف کے ماتحت ہے۔

حضرت اقدس کے الہامات کا مجموعہ تیار ہونا چاہئیے

مختلف کتب وغیرہ کی ورق گردانی سے باستصواب شیخ ... الٰہی صاحب معلوم ہوا کہ میرے سید و مولیٰ میرے مطاع و آقا حضرت مسیح موعود ... کا ایک الہام ہے جس کا پورا ہونا آپ کی ... زندگی میں ...

کے ذریعے جناب مقدس آپ نے خود ہی زیب رقم فرمایا ہے۔ آج وہ بات جو سات سال بلکہ تیئیس سال قبل زبان وحی ترجمان سے کہی گئی تھی پوری ہوتی نظر آتی ہے فلا یظہر علے غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔

ایسا ہی دوسرا کشف آپ کے لنڈن بغرض تبلیغ جانے کے متعلق ہے جو کیا عجب ہے۔ ابھی دنوں میں پورا ہو جائے۔ یہ دونوں کشوف و الہام تو نقل کر دیتا ہوں لیکن اس بات کی ضرورت نہایت سختی کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے الہامات کو یکجا کیا جائے۔ تاکہ آپ نے جو نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ جہاں ہمارے لئے موجب ازدیاد ایمان و عرفان ہوسکتے ہیں۔ وہاں وہ مخالفین کے لئے حجت قوی ہوسکیں بعض اوقات کوئی الہام یا کشف یاد آجاتا ہے۔ مگر تاریخ وغیرہ کے حوالے کے لئے ملتا نہیں اور پھر بہت دقت پیش آجاتی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ جلدی چھپ جائے۔ میرے خیال میں نہایت مفید ہے حضرت صاحبزادہ صاحب روانگی کے وقت اس الہام سے بے خبر تھے۔ اور وہ رسالے میں پڑھکر بہت خوش ہوگئے کہ ان کا سفر بہت مبارک اور مرضیات خداوند تبارک کی ماتحت ہے۔ اور عجب نہیں بلکہ خدا کے فضل پر امید رکھکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی کے ذریعے یہ پیشگوئی پوری ہونے والی ہے۔ اللھم آمین

پہلا کشف | منقول از ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ ۔ ۱۳ طبع ثالث

میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اسکے

سلہ خواب یا الہام کا پورا کرنا سنت نبوی ہے۔ اسلئے اس کشف کو زیر نظر رکھکر اگر حضور قیام سفر کی جاتا۔ تو بھی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ عین سنت تھا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کی پیشگوئی پوری کرنیکے لئے کسریٰ کے کنگن پہنا دئے تھے لیکن دو اور بھی قسم کی حجت ہے کہ ایک سفر اختیار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے دوران میں پیشگوئی پوری ہوتی ہو جسکی مسافر کو اطلاع نہیں۔ مرتب

پنجے بہت سے پرندے یکسان جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے

اور انکے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق اُن کا جسم ہوگا۔

(اخبار الحکم جلد ۸ نمبر ۱ مورخہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء) یہ کشف کتاب احمدی الاول سنہ ۱۹۰۴ء میں چھپا ہے گویا بائیس سال کی بات ہے خواجہ صاحب کے لئے بھی خدا نے اپنے خاص فضل سے لندن جانیکا سامان کردیا۔ اور انہوں نے جیسا کہ دوستوں کو علم ہے۔ اپنے سفر میں دینی غرض بھی کھلی رہی یہ دیکھ کر وہاں اشاعت اسلام کی فکر ہو سکتی ہے کیا عجب کہ حضور کی غلامی کی طفیل آپ ہی کو یہ سعادت نصیب ہو جائے کہ یہ کشف اپنے ظاہری الفاظ میں پورا ہو۔ اور حاضرین پر ثابت ظاہر ہے جو بعض کوئی کشفی نظارہ دیکھے۔ تو بعض اوقات اسکے تابع کے ہاتھ سے بھی پورا ہوتا ہے جیسا کہ حضور نے اپنے دوسرے کشف میں اسکی تشریح کردی ہے۔

دوسرا کشف والہام حضور پر نور کا الہام مصالح العرب مسیر العرب جو البدر جلد ۴ میں صفحہ ۲ کالم ۳ - ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء میں ہے اس پر حضور نے اسی صفحہ کے کالم ۲ میں اسکی تشریح کی ہے۔

فرمایا کہ یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ عرب میں جانا شاید مقدر ہے کہ ہم عرب میں جائیں مدت ہوئی کہ کوئی پچیس چھبیس سال کا عرصہ ہے کہ ہم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور **بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے سے پورے ہوتے ہیں** مثلاً آنحضرت صلعم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں۔ تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔

اخیر میں اتنا لکھتا ہوں **بسلامت روی و باز آئی** سید عبدالرحمن صاحب عرب جو ایک مخلص مہاجر ہیں امید ہے آپکے ہاں شاملِ خادم ثابت ہونگے۔

اینی بسنٹ کی غلط فہمی

کثیر الازدواجی نقصان رساں نہیں

اینی بسنٹ جو ہندوؤں میں بسنتی دیوی کے نام سے مشہور ہے اُنے اسلام پر ایک لیکچر دیا ہے جس کا ترجمہ زمیندار میں شائع ہوا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اینی بسنٹ نے اسلام کا مطالعہ ضرور کیا ہے مگر اسلام کسی مقدس مطہر و مزکی انسان سے سیکھا یا سمجھا نہیں۔ اسلئے بعض مسائل میں غلط فہمی ہوئی۔ منجملہ اُنکے ایک مسئلہ کثیر الازدواجی ہے جس کے بارے میں خاتون موصوفہ اپنی یہ رائے ظاہر کرتی ہے کہ عرب کی قوم کچھ ایسی رسم و رواج کی پابند تھی کہ محمد رسول اللہ صلعم اسکو بالکل مٹا نہ سکتے تھے۔ اسلئے صرف تحدید کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ جناب رسالتمآب نے جب بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا جس کی محبت اُنکے رگ و ریشہ میں خون کی مانند سرایت کر چکی تھی۔ شراب اور قمار بازی کا قلع قمع کر دیا جس میں وہ رات دن مستغرق رہتے تھے تو کثیر الازدواجی کیا چیز ہے جس کے لئے وہ بجائے چار کے ایک کی تحدید نہ کر سکتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ فطرت انسانی و ضروریات انسانی کو مد نظر رکھکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا یہ حکم سنایا ہے کہ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ دو دو تین تین چار چار عورتیں کرو۔ اگر کوئی مشکل پیش آنیکا خوف ہو جس سے تم حقوق اللہ و حقوق العباد کا میزان اعتدال قائم رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر ایک ہی سہی۔ خود جناب رسالتمآب نے جو املک لارب۔ اخشی للہ۔ اتقی للہ تھے اپنے نمونے سے اس مسئلہ کو حل کر دیا کہ جسقدر کسی کی بیبیاں زیادہ ہونگی۔ اسی قدر اسکو تسکین اور باہمی محبت و الفت آرام و راحت حاصل ہوگی جو نکاح کی اصل غرض ہے جن قوموں نے صرف اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنا نکاح کا مقصود سمجھا ہے۔ ان کے اس نقطۂ خیال سے کثیر الازدواجی نہایت قبیح فعل ہے مگر جب نکاح کا مقصد وہ ہو جو

قرآن کریم نے فرمایا ہے یعنی خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (پیدا کیں تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیبیاں تاکہ تم تسکین پاؤ۔ اور تم میں باہمی الفت محبت کا رشتہ مستحکم ہو) (۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (یعنے نکاح کی غرض حصول تقوی ہے۔ اور بقائے نسل اور بنی نوع انسان کے مختلف فرقوں میں رشتہ ارتباط و اتحاد قائم کرنا) (۳) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم انکے لباس ہو۔ یکدوسرے کی زینت اور پردہ پوشی کے موجب ہو پھر اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے مقدر کیا ہے اسے حاصل کرو اور راحت آرام و دیگر اخلاق حسنہ)

جب نکاح کے یہ اغراض مدنظر ہوں جو صرف اسلام ہی میں پائے جاتے ہیں کیساتھ کہتا ہوں کہ صرف اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر جس قدر بھی زیادہ بیبیاں حسب شرائط مندرجہ شریعت کیجائیں خیر و برکت آرام و راحت کا موجب ہونگی۔

اتحاد کیونکر ممکن ہے

دوسری بات جس میں بسنتی بی بی نے غلطی کھائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے حلقے میں داخل کئے جائیں گویا سوسوئے آفتاب حیات کی موجودگی میں ہر ایک قوم کو اسی گزشتہ کے پانی پر قناعت کرنیکی ہدایت کرتی ہے جو عرصہ سے اسکے پاس آچکا ہے اور جو گندہ وقت سے پاک و صاف نہیں۔ یا بالفاظ دیگر آفتاب حقیقت کی موجودگی میں یہ مشورہ دیتی ہے کہ اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرکے بیٹھ جاؤ۔ اور وہی پہلے چراغ جلاؤ جن کی مٹماتی ہوئی روشنی کسی چیز کو اسکی اصلی صورت میں نہیں دکھا سکتی

جب یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اسلام ایسا مکمل مذہب ہے کہ اس میں تمام سچے مذاہب کے پیشواؤں کا ادب و احترام قائم رہتا ہے۔ اور کسی صداقت کا انکار نہیں کرتا۔ تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ ہر ایک اپنے مذہب پر خواہ کسقدر بوسیدہ اور مسخ ہو چکا ہے قائم رہے یہ صلاح کسی حالت میں بھی کسی دانشمند کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ اور یوں اتحاد پیدا ہونا بھی ناممکن ہے جیسا کہ تیرہ سو سال کا تجربہ اسپر گواہ ہے۔ اتحاد کی تو صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ سب سعید روحیں اسلام میں داخل ہو جائیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً اور یوں کہ ہندو سکھ اور عیسائی اور کافر کے دل آزار الفاظ کا استعمال چھوڑ دیں۔ اگر یہ نہیں تو پھر منافقت کی ترویج ہے جو کسی حال میں قابل ستائش نہیں ہو سکتی کیا اس موقعہ کا یہ مقصد ہے کہ دل میں تو ایکدوسرے کے لیے کینہ اور بغض ہو۔ مگر زبان پر محبت و اتحاد۔ اس نمایشی الفت سے یہ منافرت جو حقیقت پر مبنی ہے بہت اچھی مثال ایکدوسرے کا بدخواہ ہونا بہت بہتر ہے اور سچا مذہب اسکی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ تبرا اور چیز ہے اور دشمنی اور بدخواہی اور چیز اسلام نے جس حد تک دوسرے مذاہب سے اتحاد ہو سکتا ہے اسکو کھول دیا ہے۔ اور جس قسم کے تعلقات ایک مسلم کو غیر مسلم سے رکھنے چاہئیں انکو بتا دیا ہے بلکہ اپنی سطوت و جبروت کے زمانہ میں دکھا دیا ہے کہ دوسرے مذاہب کی توقیر اور ان کے طریقہ پرستش کی تکریم کیسی کرنی چاہیے چنانچہ یہ آیت اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (جو تم سے دین میں نہیں لڑتے۔ اور تمہارے گھروں سے تمہیں نکالتے ہیں ان سے احسان و انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے منصفوں کو دوست رکھتا ہے) مگر اسکے یہ معنے نہیں کہ ہم عیسیٰ بدین خود اور موسیٰ بدین خود کے قائل ہو جائیں اور با مسلمان اللہ اللہ

یا برہمن رام رام کہتے پھریں۔ بلکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اس طرح پر انہیں حقیقی اتحاد کے سرچشمے سے سیراب کریں۔ آخر دینی وحدت صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ تمام مذاہب متحد ہو جائیں۔ تو وہ بھی ایک رائے اور ایک قسم کی فرقہ بندی ہے یعنی جو اس رائے اور اس طرز عمل کا پابند ہوگا۔ وہ دوسرے گروہوں سے ایک امتیازی گروہ ہوگا۔ اور اس طرح پر سن وجہ اختلاف میں ایک اور شاخسانہ کھڑا ہوگا۔ تو پھر اس نتیجہ بھی جو نقصان ہے۔ وہ ظاہر ہے کہ ممکن نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام ہی کے ذریعے سے یہ اتحاد پھیلایا جائے کہ آخر اسکا مقصد بھی تو یہی ہے۔ کہ کل قومیں وحدت کے جھنڈے کے نیچے آ جائیں۔ وحدت کے حصول کے لئے کچھ نہ کچھ قربانی ضرور کرنی پڑتی ہے۔ "اپنے عزیز معتقدات جو آبا عن جد ترکہ میں پہنچے ہیں۔ اور جو معاشرت کی مقدس روایات کے ہجوم کا مرکز ہیں" انکو بوقت ضرورت ضرور چھوڑنا پڑیگا۔ یہ سچ ہے کہ اسکے بہت سے نام ہیں۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ ایک ایسا نام ہے۔ جو تمام صفات کا جامع ہے۔ اور کسی مذہب میں خدا کے لئے ایسا نام نہیں جس کا اطلاق اُس ذات ستودہ صفات کے سوا کسی اور پر نہ ہو سکے۔ یا نہ ہوتا ہو۔ یہ بھی سچ ہے۔ کہ اس ذات پاک کے نور کا مرکز آسمانوں میں ایک ہے۔ مگر اس تک پہنچنے کے لئے کیوں وہ راہ نہ اختیار کی جائے۔ جو صراط مستقیم (اسلام) کہلاتی ہے۔ اور کیوں خوفناک خاردار ٹیڑھے ترچھے راستوں کو اختیار کیا جاوے۔ جن میں ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اور کیوں اس شاہراہ پر نہ چلیں جس پر تمام انبیاء۔ صدیق۔ شہداء۔ صالحین چلے۔ اور چل کر منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اور کیوں اس قافلہ میں نہ داخل ہوں جس کی **قافلہ سالاری** **محمدؐ** کے سپرد ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم

روحانی طبیب بچوں اور نوجوانوں کیلئے نہایت مفید کتاب جس میں روحانی امراض کا پورا علاج ہے۔ قرآن اور حدیث سے بیان کیا گیا ہے۔

ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانیکو ہے

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد دو سال کے اخبارات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خوفناک تباہیاں غیر معمولی بربادیاں واقعہ ہوئی ہیں چنانچہ اس کے بعد کئی طوفان آئے کئی زلزلے مگر دنیا کے فرزند اس طرف متوجہ نہ ہوئے کہ یہ مسلسل تباہی کیوں ہے۔ اپنے زوال اور کیوں ہے پچھلے سالوں کے واقعات سے قطع نظر کرکے اگر صرف اگست و ستمبر کے واقعات عالم پر نظر دوڑائی جائے۔ تو حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی جو سند و عنوان صفحہ میں ہے۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے

ترکی میں بھونچال ۳۰ ہزار آدمی مر گئے۔ پانچ ہزار زخمی ہوئے ۷ ہزار بے گھر تین سو گاؤں تباہ ہو گئے (۱۵ ستمبر سنہ)

انگلینڈ میں طوفان سات ہزار آدمی بے گھر ۵۰ لاکھ کی مالیت کا نقصان۔ ۱۰ ہزار کی فصل ۵۰ لاکھ برباد ہوئی۔ (۱۵ ستمبر ڈیلی نیوز)

چین میں تباہ کن سیلاب ۳۰ ہزار جانیں تلف۔ کوریا میں دس ہزار اشخاص بے خانماں ہو گئے (۱۵ ستمبر سنہ ڈیلی گرافک)

نمونہ قیامت طوفان جاپان میں ۲۰ ستمبر سنہ سے لیکر ہوتے ہی ٹوکیو پایہ تخت جاپان تک سلطنت کے حالات سے اطلاع پہنچی ہے کہ ایک سخت جھکڑ نے جاپان کے تمام جزیرے توڑ پھوڑ دیے۔ ملک کا وسطی حصہ اور جنوبی ساحل بالکل برباد ہو گیا۔ پچاس سال گزشتہ میں ایسا ہولناک طوفان نہیں آیا تھا۔ چند شہروں میں ہزار بے خانماں ہو گئے ہیں۔ ہزار گھر کوئی بھی سلامت نہیں رہا۔ ساحلی قصبہ نگویا کا بندرگاہ بالکل تباہ ہو گیا ہے تین جہاز غرق ہو گئے۔ اور کئی ساحل سے جا ٹکرائے صرف اسی جگہ ۲۰۰ ہلاک اور ۳۰۰ زخمی

نوٹ۔ حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت

ہوئے۔ اوساکا شہر میں بیس ہزار گھر گر گئے اور بندرگاہ تباہ ہو گئی۔ قصبہ ناراہ میں ایک ہزار سالہ مندر بالکل غائب ہو گیا۔ کئی جنگی جہازوں کے مستول ٹوٹ گئے۔ ایک غرق ہو گیا نیز کئی تارپیڈو کشتیاں اور ڈاک کے جہاز۔ آخری خبر بیس ہزار ہلاک ہوئے۔

فیوضات مسیح موعود

(حضرت امیر المومنین)

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ایک خشیت اللہ عالم نے ذکر کیا ہے۔ ایک مخالف اسلام کے بعض اوہام کے بارے میں میں نے حضور میں عرض کیا کہ ان کے جواب کے متعلق موجودہ صورت میں مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اعتراضوں کا ذکر ہی نہ کروں اور اگر کروں تو ان کا جواب دوں۔ یہ سن کر آپ کو جوش آ گیا۔ فرمایا جس بات پر تمہیں خود اطمینان نہیں اسے دوسروں کو منواتے ہو جو مومن ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ یہ الفاظ طیبات سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بزرگ بڑی خشیت الٰہی رکھنے والا ہے۔ اور کوئی بات ایسی نہیں کہتا جس کا خود اسے یقین نہیں۔ اس بزرگ کا نام مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

کونوا مع الصادقین دوسرا فائدہ میں نے آپ کی صحبت میں یہ اٹھایا کہ دنیا کی محبت مجھ پر بالکل سرد ہو گئی۔ کوئی جو مخالف یا موافق میرے تمام کاروبار اور تعلقات کو دیکھے کہ گھر میں ذرہ بھر بھی حب دنیا باقی ہے۔ یہ سب مرزا کی قوت قدسیہ اور فیض صحبت سے حاصل ہوا۔ یہ تو مشہور ہے کہ حب دنیا راس کل خطیئۃ پس میں نے مرزا کی صحبت سے وہ وصف حاصل کیا جو تمام تعلیمات الٰہیہ کا منشا ہے اور ذریعہ نجات اور اسی دنیا میں بہشتی زندگی۔

ویعفوا عن کثیر ایک شخص نے کسی سے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر وہ بہت ہی جوش میں آ گیا اور سخت سست کہنے لگا۔ اس کی دو منٹ سننے کے بعد [illegible] ہمیں پنجابی فرمانے لگے کیا اس شخص نے اپنی عمر بھر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا جو یہ اس

قدر غیظ و غضب میں بھر رہا ہے۔ اتنی مدت خدا تعالیٰ نے ستاری سے کام لیا۔ اگر ایک بار کسی کی زبان سے بھید کھلوا دیا۔ تو تمہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے تھی۔ اور خدا کے حضور شرمسار ہونا تھا نہ یہ کہ شور ڈال دیا۔

واتقوا اللہ | تمام نبیوں کی تعلیم کا خلاصہ تمام نیکیوں کا جامع یہ مبارک فقرہ ہے کہ اتقوا اللہ ایک دفعہ حضور سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے ایک ہی نصیحت ایسی دیں۔ جس سے میری دین و دنیا سنور جائے۔ اور میں فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا

"خدا سے ڈر اور سب کچھ کر"

یہ حضور ہی کے الفاظ ہیں۔ جو مجھے یاد ہیں۔

المومن ینظر بنور اللہ | ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ موجودہ مادی ترقی اور کالجوں کی تعلیم اور سائنس دیکھ دیکھ کر خیال آتا ہے۔ کہ دین کی طرف توجہ کب ہوگی فرمایا وہ زمانہ نزدیک ہے۔ پہلی رات کا چاند سب کو نظر نہیں آیا کرتا۔

نبی کو جو فراست دی جاتی ہے۔ وہ دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ حضرت نے جب میری بیعت لی۔ تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا۔ حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑے۔ جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے۔ پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے۔ اور تمام شرائط بیعت کو پڑھوا کر اقرار لیا۔ اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا۔ مگر اب وہ بات کھل گئی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار | مومن کو چاہیئے کہ عبرت پکڑے۔ اور ہر ایک واقعہ سے جو دیکھے کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل کرے۔ ایک دفعہ حضرت اقدس کے مکان کے نزدیک کسی کو کچھ ہو رہا تھا۔ آپ سے آدمی نے جا کر دریافت کیا کہ یہ کیا میتی ہے۔ معلوم ہوا۔ پانچ روپے۔ فرمایا۔ اس قسم موجود نے وہ رات جہاد میں ہی گزار دی ہوں اس کی آواز پہنچتی ہیں ندامت سے دیا جاتا ہے۔ کہ اللہ اللہ ایک پانچ روپے کی حقیر رقم کے لئے کہ حضرت کو ساری رات کھڑی ہے۔ اور ہم ہم اپنے مولیٰ کے حضور ہاتھوں سے مستفیض ہو رہے

ہیں۔ وہ ہر وقت اسکے احسان اور انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ایسے غافل ہوں۔

ریویو

اس عنوان کے نیچے جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ سرسری طرح پر نہیں۔ بلکہ بڑے غور سے کتاب کو لفظاً بہ لفظاً پڑھکر نیک نیتی سے رائے دیجاتی ہے اور سلسلہ کی تبلیغ کا کوئی پہلو نکلے تو اسے بھی مد نظر رکھ لیا جاتا ہے۔ اسلئے ناظرین اسے غور سے پڑھیں اور اگر پچھلے ریویو نہیں پڑھے۔ تو اب پڑھ لیں؟

قدامت روح و مادہ و تناسخ منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ ان مخلص و باہمت نوجوانوں میں سے ہیں جو تبلیغ کے فرض سے غافل نہیں۔ آپ بڑی محنت سے رسالے لکھکر اپنے خرچ پر چھپوا کر شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس رسالہ میں روح و مادہ کی قدامت اور تناسخ کا بطلان ہے۔ آریوں کو جس متانت اور سنجیدگی سے مخاطب کیا ہے۔ وہ ہر مناظرین کے لیے قابل اتباع ہے۔ دلائل نہایت پختہ اور وزندار ہیں کیوں نہ ہو حضرت مسیح موعود کے غلام ہیں۔ اور انکی کتب کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ قیمت ۲ در مصنف سے ملیگی لکھائی چھپائی کاغذ بہت اچھا حجم ۲۴ صفحے ۔۔۔۔۔

نصرت یزدانی ملک مولا بخش ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ اپنی تعلیمیافتہ اولاد پر بجا فخر کرسکتے ہیں کہ انکی لڑکیاں بھی تعلیم سے بہرہ وافی رکھتی ہیں چنانچہ مسز کرم الہی کے جوش بھرا مضمون اور انکی تازہ تالیف عبرت اکثر ناظرین کرام کی نظر سے گذر چکی ہے اس رسالہ کا مصنف ملک منظور الہی ہے میرا عزیز مرزا عبدالرحمن اسکا آپ ہی وصاحب خرد ہے فیصلہ آسمانی ایک مخالف کا رسالہ ہے۔ اس میں نقل لغات سے ہوشیار حضور سے کیا ہے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ والی پیشگوئی پر اعتراض ہیں انکا جواب دیا ہے۔ مجھے زیادہ تر خوشی اسلئے ہے کہ عبدالرحمن جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا تربیت یافتہ نوجوان ہے۔ اور میں اس مدرسہ کے طالبعلموں میں

یہی سچ دیکھنی چاہتا ہوں کہ وہ دین کے لئے سخت غیرتمند ہوں۔ اور سلسلہ احمدیہ کی محبت انکے رگ و ریشہ میں سمائی ہو اور وہ اس پر سب کچھ نثار کرسکیں یہ رسالہ ۲؎ ٹکٹ پر ۱۲ ہینڈریکل سٹریٹ کلکتہ کے پتہ سے ملیگا۔

الحمد للہ والمنہ ایک نظم پنجابی۔ سادہ ان بدعات کی تردید میں جو آجکل دنوں کی جاہل سے مسلمانوں میں رائج ہو چکی ہیں۔ مولفہ مولوی امام الدین صاحب گولیکی ضلع گجرات ارکے ویرکے ۱۲ دفتر تشحیذ کے پتہ سے مل سکتے ہیں۔ تقسیم کرنیکے قابل

تبلیغی خط بیس صفحے کا رسالہ سلسلہ کی تبلیغ میں چند سوالات کے جواب۔ جس میں وفات مسیح۔ نزول مسیح۔ علامات قیامت۔ بعثت مجدد دین اور پھر سب سے زیادہ مسئلہ نبوت بعد خاتم النبیین پر بحوالہ اولیاء سلف خوب مختصر بحث کی ہے۔ اسکے لئے اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ یہ سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ کا لکھا ہوا ہے محصول ڈاک بھیجکر مفت بھیج دینگے

لا الٰہ الا اللہ صوفی غلام محمد صاحب بی اے مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول نے خدا کی ہستی کے ثبوت میں یہ ٹریکٹ لکھا ہے ۱۰ صفحے ہیں۔ اور خلیفۃ المسیح کی بتائی ہوئی دس دلیلیں دی ہیں جو نہایت پختہ ہیں۔ اور خصم پر حجت قوی مجھے بہت خوشی ہے کہ آپنے اس میں مسیح موعود کے وجود اور ان کی پیشگوئیوں کو بھی لا الٰہ الا اللہ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں خدا ملائکہ انبیاء یوم الآخر اور تمام اصول اسلام کے ثبوت میں سلسلہ احمدیہ کو پیش کرنا اگر ضروری نہ ہو۔ تو خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو قائم ہی کیوں کیا۔ یہ رسالہ مولف صاحب نے تشحیذ کو بھجوایا تھا۔ برادر محمد حسین صاحب تاجر کتب نے ایک جلد دیکر کہا تھا۔ مگر یہ ایک نسخہ اور ایک روپیہ میں ۲۲۔ بہتر تعداد کریں۔ بطور صدقہ مفت بطرز محصول ڈاک پر تقسیم کیا جاوے۔ اور اسکے اخراجات تبلیغ چندہ سے جمع کرنے چاہئیں۔ ایک پائی فی رسالہ ہونگے۔ دارالعلوم قادیان سے بھی مل سکتا ہے

معیار الصادقین | یہ حضرت امام الزمان کی صداقت کے ثبوت میں احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور نے شائع کیا ہے۔ دو پیسے کا ٹکٹ بھیج کر مفت منگوا لیجئے اور تقسیم کیجئے۔

پارہ عشر | مترجم شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ اور نوٹ میں خوشخط بڑی تقطیع پر بچوں سے سنبھالی نہیں جاتی فی پارہ ۔ سب ملنے کا پتہ محمد یٰسین تاجر کتب قادیان

احمدیوں کے لئے ایک نادر موقعہ

رعایت! غیر معمولی رعایت

چند کتابیں ایسی ہیں جن کی رعایت ہم ابھی ایک مہینہ اور رکھ سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے احمدی احباب اس کی کافی شناخت کریں گے تاکہ پھر کسی کو گلہ نہ ہو کہ ہمیں اطلاع نہیں پہنچی۔ اور ان کتابوں کے مضامین کی بابت تبصرہ کا شیدہ دیکھیں یہاں صرف نام اور قیمت کی گنجائش ہے۔

نام کتاب	اصل	رعایتی	نام کتاب	اصل	رعایتی
مجربات نور دین حصہ سوم	[illegible]	[illegible]	رد چکڑالوی	[illegible]	[illegible]
تفسیر ترجمۃ القرآن پ۱	[illegible]	[illegible]	طبیب روحانی	[illegible]	[illegible]
پ۲	[illegible]	[illegible]	نجات	[illegible]	[illegible]
پ۳	[illegible]	[illegible]	صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ جلسہ	[illegible]	[illegible]	ظہور المسیح	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	نغمۂ اکمل	[illegible]	[illegible]
النصائح	[illegible]	[illegible]	ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	[illegible]

	اصل قیمت	رعایتی قیمت		اصل قیمت	رعایتی قیمت
البرق	۸ر	ار	رسالہ گوشت خوری	۱۲ر	ار
ہدایات دربارہ معاملات	۸ر	ار	غیر اسلام (حضرت مسیح کی قبر)	۵ر	۵ر
بائبل پر چار	ار	۵ر	حق پر چار مسیح کی زندگی کے بارے میں	۱۲ر	۲ر
اسلام کا گھر عیسائیت کے نزدیک	ار	ار	بریہاوتی کی پیشگوئی	۵ر	۳ر

فہرست ان کتابوں کی جن میں رعایت نہیں

	قیمت اصل		قیمت اصل
اربعین		حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	
الاسماء الحسنی	۵ر	مکتوبات احمدیہ	۸ر
الموعظة الحسنة	۸ر	سلک مروارید	۴ر
مجربات نور دین حصہ اول	ار	مجربات نور دین حصہ دوم	ار
تفسیر ترجمة القرآن پ۱	عہ	عمدة الاحکام	مجر
" پ۲	عہ	اسلام کی پہلی کتاب	۳ر
" پ۳	عہ	ضرورت زمانہ	۸ر
معیار حق	۵ر	تاریخ انگلستان	عہ

بقایا داران توجہ فرماویں

کئی حضرات ایسے ہیں جنہوں نے ابھی سال گذشتہ کا چندہ عطا نہیں فرمایا، بلکہ گذشتہ کا چندہ بھی ان کے ذمہ باقی ہے۔ مجھے ان کی خوش معاملگی سے امید رکھنی چاہیئے کہ وہ سال کے اختتام سے پہلے پہلے ضرور اپنے اپنے حساب صاف کر دینگے۔ اور آئندہ کے لئے اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔

مینیجر

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں

جو ۲۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

آزمائش کیلئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

ایک ہی بکس میں چھ مشہور دوائیں

ڈاکٹر برمن کی دواؤں کی آزمائش کے لئے تھوڑی [illegible] ڈاکٹر برمن کے [illegible] صرف [illegible] ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دواؤں میں چھ دوائیں [illegible] پیٹنٹ شیشوں میں بھری ہوئی [illegible] استعمال [illegible] ڈاکٹر برمن کی خاص [illegible]

[illegible] بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

دواؤں کا نام

عرق کافور ہیضہ گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے [illegible] پیٹ [illegible] قیمتی بکس [illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی [illegible] کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون

الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

واولئک ھم المفلحون

بابت ماہ نومبر [illegible]

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

قیمت [illegible]

[illegible]

[illegible]

جنگ بدر سے جنگ یرموک تک
۴۹ دلچسپ واقعات ابتدائی چار نمبروں میں
شائع ہوتے ہیں حجم [illegible] صفحات قیمت عـ

جنگ یرموک سے حملہ ایران تک
۴۷ حیرت ناک واقعات اگلے چار نمبروں میں
شائع ہوں گے حجم [illegible] صفحات قیمت عـ

[illegible]

تاریخ اسلام

فصیح صاحب مرحوم نے

[illegible]

نے نہایت محنت، تحقیق اور دماغ سوزی سے یہ نمونہ اور جدید طرز پر لکھی ہے جسکے مطالعہ سے دماغ منور ہوتے ہیں۔ [illegible] پڑھتے ہیں [illegible] اسلام [illegible] عشق پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا قومی فرض ہے کہ اسکو منگا کر پڑھیں اور اوروں کو پڑھائیں۔

حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح کی قیمتی رائے

تاریخ اسلام محنت کے ساتھ لکھی گئی ہے مصنف نے عمدگی کے ساتھ کوشش کی ہے کہ صحابہ کے اندرونی تعلقات کی خوبی اور [illegible] پر روشنی ڈالیں [illegible] دلچسپ ہونیکے علاوہ مضمون تاریخ کی رو سے [illegible] صحابہ کی زندگی ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے [illegible] ہے۔ اسلئے یہ سلسلہ بہت مفید ہوگا۔

حضرت اقدس کا خط

عزیزم [illegible] السلام علیکم۔ رسالہ پہنچا ہے [illegible] مرحوم کو [illegible] تھی۔ جب [illegible] ختم ہو [illegible] رسالہ جاری ہے تو [illegible]

ملنے کا پتہ

منشی فیض علی مینیجر تاریخ اسلام فصیح منزل شہر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

عید اضحیٰ مبارک

عرض حال ماہ رمضان المبارک کے عنوان سے جو مضمون تشحیذ میں لکھا گیا تھا، اسے جامعیت کے لحاظ سے بہت پسند کیا گیا، اس لئے میں نے چاہا کہ عید اضحیٰ کے مسائل لکھکر اپنے ناظرین کے سامنے پیش کروں۔

قربانی کا رواج تمام قوموں میں قوموں میں بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مرقوم ہے کہ ایران، [illegible]، یونان، روم، عرب، افریقہ قدیم امریکہ اور [illegible] میں قربانی کا عام رواج تھا۔

عبرانیوں میں بھی شکریہ کفارہ و تمدنی کے لئے لڑکے کے تولد ختنہ شادی

پر اور مہمان کے آنے پر قسمت سی زمین کے جوتنے۔ کنوئیں کی بنا، بنیاد عمارت، باہمی معاہدہ مردہ کی سالانہ رسم شکار کے بعد اور جب کسی کا جانور بھاگ چھوٹ جائے قربانی ہوا کرتی تھی یا بیوں میں انسان کی قربانی کا رواج تھا۔ روما میں سور کی، انگلستان میں دورواینڈسن قوم میں قربانی تھی اور انڈیا کی تمام اقوام میں قربانیاں ہوتی تھیں۔

غرض کوئی قوم کوئی مذہب اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس میں کسی نہ کسی پہلو سے قربانی کا رواج نہیں رہا تھا۔ بائبل کو پڑھ جاؤ۔ جا بجا قربانی کا ذکر ہے۔ قابیل اور ہابیل کی قربانی اور پھر اسپر قتل تک نوبت پہنچنا تو بہت مشہور ہے وید بھی قربانیوں کے ذکر سے خالی نہیں۔ مہارشی دیوندرناتھ ٹھاکر جی جو بنگال کے ایک مقبول و محترم مصنف ہیں۔ ان کی ایک کتاب کا ترجمہ شردھے پرکاش دیو جی نے اردو میں کیا ہے۔ اسکے صفحہ ۰۰ میں لکھا ہے۔ کہ جو چیزیں خود انکو پسند تھیں۔ انہیں کی اگنی میں آہوتی دیتے تھے۔ مثلاً گوشت چاول کی روٹی گھی دودھ صفحہ ۰۰ میں ہے۔ گھوڑے گوئے بکرا۔ بھیڑ وغیرہ حیوانوں کے خاص خاص سے دیوتاؤں کو آہوتی دیتے تھے۔ یعنی ہمارے ہندو بھی مسلمانوں کیطرح . . . . کی قربانی کرتے تھے۔ (وکیل ہند) البتہ پرستش میں اس پرانے رواج کی یادگار اب بھی کئی مندروں میں قائم ہے۔ جے پور میں ہر روز ایک بکرے کی قربانی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ دھرمپال قربانیوں کی کثرت کی وجہ سے کھیر کی بھنبھناہٹ کا ذکر کرتا ہے۔ اسے جانے دو۔ اگنی کنڈ میں اگنی دیوتا کے لیے جو کچھ ڈالدیا جاتا ہے۔ اس میں شہد اور کستوری شامل ہے۔ جو بہت سے جاندار مکھیوں اور ہرنوں کی قربانی کے سوا ملنی ناممکن ہے۔

اسلام کی قربانی پر اعتراض فضول ہے	باوجود ان مثالوں کے اسلام کی قربانی پر ایک اعتراض کرنا فضول حرکت بلکہ دیدہ و دانستہ ایک دل آزار حملہ ہے۔

ایسے لوگ یا تو خدا کے منکر ہیں۔ یا قربانی کے اصول سے ناواقف اور پھر اسلامی فلاسفی سے مطلق جاہل۔ یہ لوگ اگر عام قانون قدرت کو دیکھیں۔ تو بھی انہیں اپنا اعتراض واپس لینا پڑے۔

حیات عالم قربانیوں پر موقوف ہے

کیا وہ نہیں دیکھتے۔ چھوٹی چیزیں بڑی چیزوں پر قربان ہوتی ہیں۔ اور اس قربانی سے تباہی نہیں پڑتی۔ بلکہ ترقی ہوتی ہے آکسیجن کی قربانی نہ ہو۔ تو حضرت انسان زندہ نہ رہ سکیں بلکہ کوئی متنفس نہ دیکھا جائے۔ کاربن نہ ہو۔ تو درخت سرسبز نہ ہوں۔ پھر درخت قربان ہوں جن میں ایک قسم کی روح مانی جاتی ہے۔ تو انسان کو زندگی دوبھر ہو۔ کوئی حیوان زندہ نہ بچے۔ حیوان قربان نہ ہوں۔ تو انسان کے لئے دنیا کی رہائش وبال جان ہو جائے۔ جو لوگ بڑے رحمدل بنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ قربانی ایک ظلم ہے۔ ان کے زخموں میں اگر کیڑے پڑ جائیں۔ تو انکی ہلاکت پر تو وہ بھی خوشدلی سے راضی ہیں۔ زخموں سے بچے ہیں۔ تو کم از کم پانی پینے سے انکار نہیں کر سکتے جس میں ہزاروں لاکھوں کیڑوں کی قربانی ہو جاتی ہے۔ یہ باتیں خدا کے منکروں اور خدا پرستوں دونو پر حجت ہیں۔ پھر تمام مذاہب خصوصاً ہمارے ذی معترض خدا تعالے کو رحمان و رحیم کریم مانتے ہیں۔ خود اس کی مملکت میں ہم دیکھتے ہیں۔ باز۔ شاہین بلیاں۔ شیر۔ چیتے۔ بھیڑیئے۔ مگرمچھ دوسرے جانوروں کو کھا جانیوالے جانور موجود ہیں۔ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ یہ قانون ذبح آخر اسی کا بنایا ہوا ہے۔ پس قربانی پر اعتراض کرنا خدا کے فعل پر خدا کے قانون پر اعتراض کرنا ہے۔ بلکہ اس پہلو سے اگر دیکھیں۔ کہ یہ معترض بھی آخر کار ان حیوانوں سے خدمت لیتے ہیں۔ ان سے دودھ دوہتے ہیں۔ انپر بوجھ لادتے ہیں۔ ان سے طرح طرح کی مشقتیں لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔ اسکا

حق ہو کس طرح حاصل ہو۔ اگر یہیں کہ ہم ان کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ تو میں سوچتا ہوں۔ جب ایک انسان اشرف مخلوقات کو چند روپے ماہوار تنخواہ دے کر بادشاہ کو حق حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ سپاہی اس کے بدلے میں اپنی جان فدا کرے۔ تو ایک جانور کی قربانی میں کیا محذور ہے خصوصاً ان لوگوں کے نزدیک جو تناسخ کے قائل ہیں۔ کیونکہ ذبح اگر تکلیف دہ امر ہے تو بھی ان کے پچھلے جسم کے پاپوں کی سزا ہی میں ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر جانوروں کی قربانی چھوڑ دی جائے۔ تو وہ پھر نہیں مرینگے۔ یا ان کی کثرت عرصہ عالم کو ان پر تنگ نہیں کریگی۔

اسلام کی اصلاح مسئلہ قربانی میں

دنیا کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اس نے اس مسئلہ قربانی میں افراط و تفریط چھوڑ کر ایک وسطی راہ بتائی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالےٰ ہزار ہا سلام بھیجے اور لاکھوں رحمتیں نازل کرے جو یہودیوں عیسائیوں مجوسیوں (آریہ سناتن سب مجوس ہی میں سے ہیں) اسلامیوں کے مانے ہوئے پیشوا ہیں۔ آپ نے انسانی قربانی کی رسم کو اٹھا دیا۔ اور اس کی بجائے دنبہ اور اس قسم کے حلال جانوروں کی قربانی قائم کی۔ آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔

(انی اریٰ فی المنام انی اذبحک)

آپ نے حکم الٰہی کے ماتحت اس بیٹے کی بجائے ایک دنبہ ذبح کیا (وفدینٰہ بذبح عظیم) اور اس طرح پر انسانی قربانی کی اصل کو منسوخ کیا۔ اور پھر نیک رسم پچھلے آنیوالوں میں جاری کر دی (وترکنا علیہ فی الآخرین) اسلام نے قربانی کے مسائل کو کھول کر بتایا۔ ایک طرف ان لوگوں پر اتمام حجت کی جو اپنی فرضی دیوتاؤں اور بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے تھے۔ کہ دیکھو ہم ان کے

نام کی قربانیاں نہیں کرتے۔ مگر وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ہماری قربانیاں تو محض اللہ کے نام کی ہیں۔ ان صلوٰتی و نسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین۔ تم بھی جو قربانی کرو، اللہ کے نام کرو دوسری طرف جو خدا کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ انکو سمجھایا کہ محض رگ میں چھری دینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کو گوشت یا خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ اسکو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنکُمْ۔ پس خدا کے نام پر جیسے اپنی اور متاع قربان کرتے ہو۔ ایسے ہی اپنے قبضے کے جانور (کہ وہ بھی تمہارے خادم ہیں) ذبح کرکے خود کھاؤ۔ دوسروں کو کھلاؤ۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُہَا فَکُلُوا مِنْہَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ کَذٰلِکَ سَخَّرْنٰہَا لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُونَ۔

اسلامی قربانی کی فلاسفی

اور پھر اس سے یہ سبق سکھا کہ ہم بھی اپنے مولیٰ اپنے رب کے بندے ہیں۔ تمام قویٰ اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ جان و مال سے اسکی محبت اسکی اطاعت اسکی فرمانبرداری میں فنا ہو جائیں۔ اور ابدی بقا حاصل کریں۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔ پارہ ۱۷ سورۃ حج رکوع ۵ میں بعد حکم قربانی کے کَذٰلِکَ سَخَّرَہَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ۔ پھر اس سے آگے جہاد کا ذکر ہے جس میں امن قائم کرنے کے لئے اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنیکی اجازت فرمائی ہے۔ اسکی تفسیر میں میرے مطاع جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کا ایک خطبہ الہامیہ ہے جو آپ نے زبان عربی میں عید کے دن فی البدیہہ الہام الٰہی سے سنایا تھا۔ وہ آخر میں نقل کر دیا جائیگا۔ میں اپنی طرف سے کچھ کہنا بے ادبی خیال کرتا ہوں۔ اور اب میں قربانی کے مسائل عرض کرونگا۔

قربانی سنت ہی یا واجب

یہ اصطلاحیں بعد میں وضع ہوئی ہیں۔ اسلیئے ان جھگڑوں میں پڑنا ٹھیک نہیں۔ حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول کریم صلعم نے مَنْ کَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ (جو شخص باوجود استطاعت قربانی نہ کرے۔ وہ ہمارے مصلے کے پاس تک نہ پھٹکے) اس سے استدلال کرتے ہیں۔ قربانی واجب ہے۔ لیکن دوسرا فریق یہ متفق علیہ حدیث پیش کرتا ہے جس کے راوی براء ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُکُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ جس نے عید کی نماز پڑھکر قربانی کی۔ اسکی قربانی پوری ہوئی۔ اور وہ مسلمانوں کی سنت پر چلا (مشکوٰۃ باب ۔۔۔ (دوم)) اصحاب رسول اللہ نے آپ سے دریافت کیا۔ مَا هٰذِهٖ الْاَضَاحِیُّ یہ قربانیاں کیا ہیں۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ قربانی ایک امر مسنون ہے حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو کیا اچھا جواب دیا کہ قربانی کی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے دوبارہ اس نے پوچھا۔ دوبارہ یہی جواب دیا۔ (ترمذی)

قربانی کا اہتمام اور فضیلت

ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلعم مدینہ میں دس سال زندہ رہے۔ اور آپ قربانی فرماتے تھے (مشکوٰۃ) اور زید بن ارقم کی روایت سے ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ حضور انور نے فرمایا۔ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ و بِکُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ۔ بڑے بال کے بدلہ پشم کے بال بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی ہے۔ ایک اور حدیث ہے جس کی راوی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ

إِهْرَاقِ الدَّمِ وَإِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا (رواہ الترمذی) دیکھو مشکوٰۃ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل نحر کے دن قربانی کرنا ہے۔ اور قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اور قربانی کا خون گرنے سے پہلے جناب الٰہی میں قبول ہوتا ہے۔ پس خوشدلی سے قربانی (کرو) (مشکوٰۃ)

قربانی کس پر میں اسکے جواب میں کہونگا۔ ہر ایک مسلمان پر جو وسعت رکھے کوئی نصاب مقرر نہیں جب تک لوگوں میں خشیۃ اللہ ہے۔ اور شریعت پر عمل کرنیکا شوق یہ جواب کافی ہے۔ لیکن بعض لوگ سستی کرتے ہیں۔ اور پھر بعض ایسے کاوش کرتے رہتے ہیں۔ زیادہ تعجب یہ ہے۔ کہ اگر طعام تفاخر کا موقعہ ہو تو بے دریغ قرض لیکر بھی کئی بکرے ذبح کر دینگے۔ مگر قربانی کے دن مسئلہ پوچھینگے کہ میں غریب آدمی ہوں۔ قربانی کے بارے میں مجھے کیا ارشاد ہے۔ ان کے لئے حنفیوں نے ضابطہ مقرر کر دیا ہے۔ کہ جس کے پاس جائداد بقدر نصاب شرعی ساڑھے باون تولہ مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا ہووے۔ اسپر قربانی لازم ہے زمین۔ زیور۔ اسباب تجارت۔ رہائشی مکان کے سوا دوسرے مکان کی مالیت جائداد میں محسوب ہوگی۔ بلکہ بقول بعض کتب فروعی اور اسکے دہرے نسخے بھی۔

۲۔ ہر ایک گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے۔ مخنف بن سلیم روایت کرتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلعم کے حضور عرفات میں تھے۔ تو میں نے سنا آپ فرماتے تھے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً اے لوگو ہر اہلبیت پر ایک سال میں ایک قربانی ہے۔

سو قربانی دوسرے کی طرف سے بھی کیجا سکتی ہے۔ ایک اور دوسری طرف سے بھی دوسرے کی طرف سے ایک حدیث ہے جس کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سینگ والے دنبے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جس کے پاؤں سینہ پیٹ آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپ نے فرمایا عائشہ چھری لاؤ۔ اور اسے پتھر پر تیز کرو۔ چنانچہ میں نے تیز کی پھر آپ نے دنبے کو لٹایا۔ اور اسکو ذبح کیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ (رواہ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)۔ اللہ کے نام سے اے اللہ قبول کر محمد سے اور آل محمد سے اور امت محمد سے۔ اسی طرح بخاری شریف میں ہے حدثنا مسدد قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمٰن بن القسم عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وحاضت بسرف قبل ان تدخل مکۃ وھی تبکی فقال مالک انفست قالت نعم قال ان ھذا امر کتبہ اللہ علی بنات ادم فاقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت فلما کنا بمنی اتیت بلحم بقر فقلت ما ھذا فقالوا ضحی رسول اللہ عن ازواجہ بالبقر کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مقام سرف میں جب عائشہ کے پاس آئے۔ تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ فرمایا کیا ہے حیض آگیا۔ عرض کیا ہاں فرمایا۔ یہ تو وہ بات ہے۔ جو آدم کی تمام لڑکیوں کے واسطے مقدر ہے۔ پس سوائے طواف بیت کے اور حاجیوں کی طرح تمام عبادات بجالاؤ۔ پھر جب ہم منیٰ میں گئے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا۔ رسول اللہ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے نکلے۔ ایک تو یہ کہ دوسرے کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔ دوم یہ کہ مسافر

کہ بھی قربانی کرنی چاہیئے

۴۔ حنش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا۔ وہ دو بکرے ذبح کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے مجھے وصیت کی تھی۔ کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ متوفی کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔

۵۔ آجکل مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو قربانی کی فلاسفی اور اسکی حکمت سے جاہل محض ہیں۔ وہ کہتے ہیں قربانی کی قیمت کسی فنڈ میں دے دینی چاہیئے۔ یہ شریعت کی ازسرنو ترمیم ہے۔ اور ایسا ہرگز جائز نہیں۔

۶۔ جسے قربانی میسر نہ ہو یعنے طاقت نہ رکھتا ہو۔ مشکوۃ میں ایک حدیث ہے کہ وہ اپنے بال بنوائے اور ناخن اور مونچھیں اور موئے زیر ناف کٹوائے۔ یہ بھی قربانی ہو جائیگی تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَذٰلِكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ (ابوداؤد)

قربانی کون ذبح کرے اور کیا پڑھے

سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ قربانی اپنے ہاتھوں سے کرے بخاری شریف میں انس سے روایت ہے۔ کہ ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو ابلق دنبوں کی قربانی کی پس میں نے انکو اپنا قدم دونوں کے پہلوؤں پر رکھے ہوئے دیکھا۔ اور طریق ذبح یہ۔ یاد رکھئے۔ بسم اللہ و اللہ اکبر پڑھا اور اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے

جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے پڑھا۔ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا

اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
اسکے بعد بسم اللہ واللہ اکبر کہکر ذبح کیا۔ اگر کوئی اور مرد یا عورت ذبح کردے۔ تو بھی جائز ہے جیسا کہ بخاری میں ہے وامر ابوموسیٰ بناتہ ان یضحین بایدیھن کہ ابوموسیٰ نے اپنی لڑکیوں کو کہا اپنے ہاتھوں سے ذبح کرلینا اور رسول اللہ صلعم کے بارے میں ہے ضحیٰ عن نسائہ بالبقر۔

قربانی کے جانور کی عمر

اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ دنبہ۔ بھیڑ کی قربانی مسنون ہے۔ حدیث میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّۃً اِلَّا اَنْ یَّعْسُرَ عَلَیْکُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَۃً مِّنَ الضَّاْنِ (رواہ مسلم) دیکھو مشکوٰۃ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہ ذبح کرو مگر مسنۃ اگر نہ ملے تو پھر دنبہ کیجذعہ یہ بات تو مسلم فریقین ہے۔ کہ اونٹ پانچ سال کا چھٹے سال میں قدم رکھکر اور گائے بیل دو سال کا تیسرے سال میں قدم رکھکر مسنۃ ہوتا ہے۔ ہدایہ میں بھی یہی ہے۔ لیکن بکری اور بھیڑ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حنفی کہتے ہیں۔ ایک سال کا مسنۃ ہو جاتا ہے۔ اور اہلحدیث کے نزدیک مسنۃ ثنی کہتے ہیں ثنی کا اور قاموس میں ہے الثنی الذی یلقی ثنیتہ ویکون ذٰلک فی الظلف والحافر فی السنۃ الثالثۃ یہ بکری گائے کے تیسرے برس میں قدم رکھنے سے ہوتا ہے۔ میرے خیال میں جب دانت دیکھے جا سکتے ہیں۔ تو زیادہ جھگڑے کی ضرورت کیا ہے۔ مینے یہ مسئلہ حضرت الامام الحکم العادل سے دریافت کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ مولوی (نورالدین) صاحب سے پوچھ لو۔ حضرت امیر نے مجھے فرمایا۔ کہ میری تحقیق میں بکری بھیڑ دو سال کی چاہئے۔ پھر ایک دوسرے موقعہ پر یہ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے۔ تعامل میں کچھ اختلاف ہے۔ اسلئے مومن اس اختلاف سے بوجہ

حاجت فائدہ۔ اٹھا سکتا ہے۔ حضرت مولوی محمد احسن فاضل امروہی کا بھی یہی نکتہ ہے کہ اس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے توسیع معلوم ہوتا ہے۔ پس احتیاط دو سال میں ہے۔ اور بوقت ضرورت و تنگدستی ایک سال ہی کا جائز ہو جائیگا جذع حنفی تو چھ ماہ کا دنبہ کہتے ہیں۔ اور اہلحدیث کے نزدیک جیسا کہ مسک الختام میں ہے۔ اور صراح و مجمع البحار میں ہے۔ وہ ہے جو دوسرے سال میں قدم رکھے۔ مگر ضان کے معنے بھیڑ کے بچے کے بالکل غلط ہیں۔ بھیڑ تو بکری کی ایک قسم ہے۔ اور یہ جذعہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ مسنۃ نہ ملے۔ جیسا کہ شرط الا ان یعسر علیکم سے ظاہر ہے۔

قربانی کے شرکا۔

اور گائے و اونٹ میں سات آدمیوں کا شریک ہو جانا جائز ہے۔ وعن جابر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ رواہ مسلم یعنے جابر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ گائے سات کی طرف سے کفایت کرتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس۔ اونٹ دیکھو مشکوۃ

۲۔ یہ سات آدمی مسلمان ہونے چاہئیں۔ فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اگر ایک بھی کافر ہو۔ تو قربانی ناجائز ہوگی۔ اور انکے حصے برابر برابر ہوں۔ غیر احمدی کی شرکت حضرت اقدس کو بہت ناپسند تھی۔ یعنے ناجائز ہے۔ کیونکہ قربانی تو متقیوں سے اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے جیسا کہ قابیل و ہابیل کے قصے میں فرمایا۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ وہ انسان کیونکر متقی کہا سکتا ہے جو خدا کے فرستادے خدا کے نبی کا مکذب ہو یا اسکو مفتری کہتا ہو یا اپنے طرز عمل اور رویہ اہی سے مفتری جانتا ہو۔ اور ان ہزار ہا نشانوں کو لغو سمجھتا ہو۔ یا ان کا انکار کرتا ہو جو خدا نے اسکی تصدیق میں دکھائے۔

جانور کیسا ہو بیمار نہ ہو دبلا نہ ہو بے آنکھ نہ ہو، کان چرا ہوا نہ ہو۔ لنگڑا نہ ہو عیب دار نہ ہو۔ اسکی تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

۱- البراء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ سے پوچھا۔ ہم کس قسم کے جانوروں کی قربانی میں اجتناب کریں۔ تو آپ نے ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِیْضَةُ الْبَیِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِیْ لَا تُنْقِیْ (مشکوٰۃ) چار۔ ایک لنگڑی جسکا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ دوم کانی جسکا کانا پن ظاہر ہو۔ سوئم مریضہ جسکا مرض ظاہر ہو۔ چہارم دبلی جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو

دوسری حدیث حضرت علیؓ سے مروی ہے جو یہ ہے۔ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَیْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَا نُضَحِّیَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ (رواہ الترمذی) ہمیں رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان کو دیکھ بھال لیا کریں۔ قربانی کا جانور ایسا نہ ہو کہ اس کا اگلی طرف یا پچھلی سے کان کٹا ہو یا اسکا کان چرا ہوا ہو یا چھدا ہوا ہو۔ گو ان چیزوں پر فقہاء نے اسی پر قیاس کرکے دم اور سرین کو ملایا ہے۔ اور ایک حدیث میں سینگ کٹی بھی ممنوع ہے۔ پھر اس بات میں بحث ہے۔ کہ کتنا کسقدر ہو۔ سو حنفیوں کا فتوے نصف سے زیادہ پر ہے۔ یعنی جس میں یہ عیب نصف سے زیادہ ہو وہ منع ہے۔ اہلحدیث کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ تھوڑا عیب جائز اور زیادہ اور واضح عیب ناجائز۔ اور اسی پر ہمارا عملدرآمد ہے۔

آداب قربانی مسلم میں ایک حدیث ہے۔ مَنْ رَاٰی هِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو حج کا چاند دیکھے۔ اور قربانی کا ارادہ کرے۔ تو اپنے

بال اور ناخن نہ کٹائے۔

۲۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم عیدگاہ میں ذبح فرماتے تھے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى۔ (رواہ البخاری)

۳۔ نماز عید سے بعد ذبح کرے۔ اگر کسی نے پہلے کر دیا ہو۔ تو وہ قربانی نہیں اسلئے پھر کرے۔ بخاری میں براء سے حدیث ہے۔ کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ اس روز سب سے اول ہم نماز پڑھتے ہیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر قربانیاں کرتے ہیں۔ پس جس نے ایسا کیا۔ وہ ہماری سنت پر چلا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہ گوشت ہے جو اسنے اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کر دیا قربانی نہیں (ان اول ما نبدء به في يومنا هذا ان نصلي ثم نرجع فننحر فمن فعل هذا فقد اصاب سنتنا ومن نحر فانما هو لحم يقدمه لاهله ليس من النسك في شيء (۲) عن انس عن النبي صلعم قال من ذبح قبل الصلوة فليعد۔ انس سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا۔ وہ قربانی کیواسطے پھر ذبح کرے۔

ایام قربانی عید کے دن جسے یوم النحر کہتے ہیں۔ اور یوم الاضحی۔ اور اسکے بعد دو دن تک قربانی کیجا سکتی ہے۔ بعض علماء نے تین دن بعد یعنی تیرہویں تاریخ تک فتویٰ دیا ہے۔ تیرہویں تاریخ کے فتوے پر صاحب بحر لکھتا ہے لم یعمل بہ احد من الصحابۃ (کسی صحابی نے اسپر عمل نہیں کیا) بہرحال تعامل میں کچھ فرق ضرور ہے جس سے مومن بوقت ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

عن نافع ان ابن عمر قال الاضحى يومان بعد يوم الاضحى

رواہ مالك وقال بلغنی عن علی ابن طالب مثلہٗ۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ جو بڑے متبع سنت نبوی تھے فرمایا کہ قربانی عید کے بعد دو دن تک ہے۔ اور علی ابن طالب سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ بیہقی میں لکھا ہے۔ حضرت عمر ابن عباس سے بھی ایسا ہی مروی ہے

تقسیم قربانی قربانی نام ہے اراقۃ دم (خون بہانے) کا نہ کہ گوشت کے صدقہ کرنیکا جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔ جو بروایت حضرت عائشہؓ مشکوٰۃ میں موجود ہے

ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم

پس جس نے حسب شرائط مذکورہ بالا جانور ذبح کیا۔ اسکی قربانی ہوگئی۔ اب گوشت خود کھا جائے۔ کسی کو نہ دے۔ اسی طرح کھال سے خود نفع اٹھائے۔ تو قربانی میں کوئی فتور نہیں پہنچتا۔ لیکن کریم النفس شرفا کا طریق ہے۔ کہ وہ خود کھاتے ہیں اور دیگر کھلاتے ہیں۔ خویش و اقارب کو پہنچاتے ہیں۔ اور مسکینوں محتاجوں کو بھی دیتے ہیں ہیں۔ اسلئے عام طور سے یہ قاعدہ ہے کہ تین حصے کر لیتے ہیں لیکن اسے ضروری سمجھنا اور جو ایسا نہ کرے۔ اسے متہم کرنا غلطی ہے

اور بخاری کتاب الاضاحی میں حدیث سلمہ ابن الاکوع سے کہ فرمایا نبی صلعم نے كُلُوْا وَاَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا۔ کھاؤ کھلاؤ اور ذخیرہ کرو یعنے گوشت سکھا لو۔ اور ایک حدیث میں ہے کلوا وادخروا وتصدقوا۔ کھاؤ ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ جس وقت قربانی کے پہلو زمین پر لگ جائیں۔ تو اس سے خود کھاؤ۔ اور قناعت کرنیوالے اور سائل فقیر کو کھلاؤ۔ (الحج ۵۔۱۷) اور ایک مقام پر فرمایا۔ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ۔ بھوکے نادار کو کھلاؤ۔

۲۔ ہاں قربانی کا گوشت بیچنا ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے۔ فَكُلُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَلَا تَبِيعُوا لُحُومَ الْهَدْيِ وَالْأَضَاحِيِّ وَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَاسْتَمْتِعُوا بِجُلُودِهَا وَلَا تَبِيعُوهَا (رواہ احمد)

اور کھال بیچنا چاہو اور صدقہ کرو۔ اسکی کھال سے فائدہ اٹھاؤ مگر بیچو نہیں۔ یہ بیچنا بقصد تمول ناجائز ہے۔ اگر اسکے بدلے کوئی ایسی چیز لی جائے۔ جو اپنے عین سے بغیر اتلاف نفع دے جیسے ڈول۔ مشک یا اس نیت سے بیچا جاوے کہ اسکی قیمت مسکینوں پر صدقہ کردیں۔ تو جائز ہے۔

۳۔ کھال وغیرہ اتارنے گوشت صاف کرنیکی مزدوری الگ دینی چاہیئے جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ کہ مجھے نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں آپ کی طرف سے قربانیاں کرکے انکا گوشت اور چمڑے مسکینوں پر تقسیم کردوں۔ اور کھال اتروانے کی مزدوری اس میں سے نہ دوں (وَلَا أُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا) دیکھو بلوغ المرام

امور مسنونہ بتقریب عید اضحیٰ

۱۔ قرآن مجید میں ہے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ۔ اور اللہ کا نام لیں مقررہ دنوں میں

حاکم نے اس روایت کی تخریج کی۔ اور اسے صحیح کہا۔ کہ رسول اللہ صلعم بسم اللہ جہر فرماتے۔ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے۔ اور حج کے دن کی صبح سے لے کر آخری یوم تشریق کی عصر کی نماز تک تکبیر کہتے۔ ہدیۃ المہدی جو مشکوٰۃ کی چوتھی ضخامت کا مجموعہ ہے۔ اس میں بروایت جابر مرفوعاً روایت ہے۔ کہ فرضی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد درمیانی آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و للہ الحمد پڑھنا چاہئے۔ کل ۲۳ نمازوں میں۔

۲۔ عید والے دن یہ امر مسنون ہیں۔

(۱) غسل (۲) مسواک (۳) آرائش (۴) عمدہ کپڑا (۵) خوشبو (۶) سویرے (۷) عید گاہ میں پیدل جانا (۸) قربانی بعد از نماز عید (۹) نماز باہر پڑھنا (۱۰) جس راہ سے جائیں دوسری راہ سے آئیں (۱۱) تکبیر کہتے آنا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و للہ الحمد

(۱۲) مستورات بھی عیدگاہ میں جائیں

چند احادیث اس کے متعلق لکھتا ہوں۔

۱۔ عن بریدۃ۔ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ (ابن حبان دیکھو بلوغ المرام) نبی صلے اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نکلتے تھے۔ اور اضحیٰ کے دن نماز پڑھ کر پھر کھاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اس عید کا نام اضحیٰ ہے کو عید الضحیٰ جیسا کہ اکثر لوگ لکھتے ہیں۔ دوم یہ کہ نماز عید ضحیٰ جلد پڑھنی چاہیے

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ اَنَّهُمْ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَصَلّٰی بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ روایت کرتے ہیں کہ عید والے دن بارش ہو گئی تو نبی کریم نے مسجد میں نماز پڑھائی اس سے ثابت ہوا کہ عید حتی الوسع باہر عیدگاہ ہی میں پڑھنی چاہیئے جیسا کہ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کان النبی یخرج یوم الفطر والاضحیٰ الی المصلّٰی (مشکوٰۃ)

۳۔ جابر روایت کرتے ہیں۔ کہ کان رسول اللہ صلعم اِذَا کَانَ یَوْمَ الْعِیْدِ خَالَفَ الطَّرِیْقَ (اخرجہ البخاری دیکھو بلوغ المرام) رسول اللہ صلعم عید کے دن جس راستے جاتے۔ اس سے دوسرے راستے آتے۔ اور راہ میں تکبیر پڑھتے جاتے۔ ابن عمر راوی ہیں۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم کان

يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمُصَلّٰى (دارقطنی) رسول اللہ صلعم تکبیر کہتے جاتے گھر سے نکلنے کے وقت سے عیدگاہ میں اور نافع حضرت ابن عمر کا فعل بیان کرتے ہیں۔ کہ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو تکبیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بآواز بلند پڑھتے جاتے (دارقطنی) دیکھو فتح القدیر

۴۔ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ فِي الْعِيْدَيْنِ يَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى متفق علیہ حدیث ہے۔ دیکھو بلوغ المرام ہمیں حکم دیا گیا۔ کہ کنواریاں اور بیاہیاں عیدین میں حاضر ہوں۔ وہاں نماز، وعظ اور دعا سے حصہ لیں۔ اور حیض والیاں مصلیٰ سے الگ رہیں مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ اسپر ایک عورت نے عرض کیا۔ کہ اگر کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو۔ فرمایا دوسری اسکو اڑھا دے حضرت مرزا اگر برو زمحمد ہیں اور ضرور ہیں۔ تو انکے اصحاب میں یہ سنت ضروری جاری ہونی چاہیئے

طریق نماز ۱۔ عید کی نماز کا وقت دن چڑھنے سے زوال تک ہے۔ بلوغ المرام میں حدیث ہے۔ کہ ایک قافلہ نبی اکرم صلعم کے حضور آیا اور انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ روزہ افطار کر دیں۔ اور کل عیدگاہ میں نماز پڑھیں چونکہ دوسری روایت میں ہے۔ کہ وہ زوال کے بعد آگئے تھے اسلئے معلوم ہوا۔ کہ عید کا وقت اس سے پہلے پہلے تک ہے۔ علی اوسی نے روایت کیا فَشَهِدَ فَاعْتَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔ (نور الہدایہ)

۲۔ عید ضحیٰ کی نماز عید الفطر سے جلد پڑھنی چاہیئے۔ چنانچہ ابوالحویرث روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے عمرو بن حزم کو لکھا۔ اور وہ نجران میں تھا۔ کہ

عَجِّل الاضحیٰ وَاَخِّرِ الفِطْرَ وَذَکِّرِ النَّاسَ (رواہ الشافعی مشکوٰۃ) اضحیٰ کی نماز جلد پڑھو اور فطر کی نماز اس سے تاخیر کے ساتھ، اور لوگوں کو وعظ کرو۔

۳- سب سے اول نماز پڑھنی چاہیے۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی وَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَءُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیَاْمُرُھُمْ (متفق علیہ) نبی صلے اللہ علیہ وسلم عید فطر و عید اضحیٰ کے دن عید گاہ میں نکلتے۔ تو سب سے پہلے جو بات کرتے وہ نماز تھی۔ پھر لوٹ کر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے۔ اور لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے۔ پس آپ ان کو وعظ فرماتے۔ اور ان کو حکم فرماتے۔ دیکھو نمبر ۴ پس عید گاہ میں جا کر پہلے وعظ شروع کر دینا جیسا کہ بعض حنفیہ کا معمول ہے ناجائز ہے۔ اور نماز کے بعد اکثر لوگ صفوں کی ترتیب میں خلل ڈال کر گھروں کی طرف بھاگنے لگتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے۔ خطبہ کو ضروری نہیں سمجھتے۔

افسوس کہ عید میں اجتماع کے فلسفیانہ مقاصد سے آگاہ نہیں۔ اور کچھ خطیبوں کا قصور ہے کہ وہ کوئی پوسیدہ عربی خطبہ پڑھتے ہیں۔ جسے حاضرین سمجھتے نہیں اپنے بیل سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر حالات و ضروریات کے مطابق ایک فصیح بلیغ خطاب قوم کو ہونا چاہیے۔ اور امام کو چاہیے کہ عورتوں میں بھی وعظ کرے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ حدیث ہے۔ کہ بعد از نماز و خطبہ حضرت نبی کریم عورتوں میں آئے۔ اور انکو وعظ کیا۔ اور نصیحت دی۔ اور صدقہ کی تحریک فرمائی۔ (ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ فَوَعَظَھُنَّ وَذَکَّرَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ بِالصَّدَقَۃِ) عورتوں میں باوجود خطبہ کے پھر خصوصیت سے وعظ کرنے کی یہ وجہ تھی کہ آپ نے گمان کیا۔ کہ عورتیں بوجہ دور ہونے کے سن نہیں سکیں۔ چنانچہ بخاری کتب علم

میں ہے کہ فَقُطِّعْنَ اِنَّهُ لَمْ یُسْمَعْ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ

۴- اذان واقامت اس نماز میں نہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی العید بلا اذان ولا اقامۃ (بلوغ المرام) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید بغیر اذان و اقامت کے پڑھائی۔ اور جابر بن سمرۃ سے روایت ہے۔ کہ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُولِ اللہِ صلعم الْعِیْدَیْنِ مَرَّۃً وَلَا مَرَّتَیْنِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَۃٍ (رواہ مسلم) میں نے رسول اللہ کے ساتھ ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ کئی بار عیدین پڑھیں بغیر اذان واقامت کے۔ مشکوٰۃ میں ایک اور حدیث ہے۔ عطا، کہتے ہیں مجھے جابر بن عبد اللہ نے خبر دی۔ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیئ لا نداء یومئذ ولا اقامۃ (رواہ مسلم) کہ عید کے دن نماز کے لئے نہ کوئی اذان جب امام نکلے اور نہ اسکے نکلنے کے بعد نہ اقامت اور نہ کوئی اور آواز اور نہ کچھ نہ کسی طرح پکارنا یہ ثابت ہوا کہ نقارہ بجانا یا کسی کا آواز دینا کہ چلو نماز پڑھیں۔ سنت میں عیدین کے متعلق اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا ایسا ہی عید کی دوسری جماعت جائز نہیں

۵- دو رکعت نماز ہے۔ اور اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں۔ عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صلے اللہ علیہ وسلم صَلّٰی یَوْمَ الْعِیْدِ رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَھُمَا وَلَا بَعْدَھُمَا اخرجہ السبعۃ۔ نبی اللہ صلعم نے دو رکعتیں عید کے دن پڑھیں۔ نہ اس سے پہلے کچھ پڑھا نہ بعد میں دیکھو بلوغ المرام

۶- تکبیر تحریمہ کہکر ہاتھ باندھے۔ ثنا پڑھکر پھر سات تکبیریں اور کہے ہر تکبیر ہاتھ کانوں کے برابر لیجا کر کھلے چھوڑ دے۔ اور ساتویں پر باندھ لے پھر قرأت پڑھے اور دوسری رکعت میں قبل از قرأت سوا اس تکبیر کے جو سجدے سے اٹھتے وقت

کہی جاتی ہے۔ پانچ تکبیریں کہے اور پانچویں تکبیر پر ہاتھ باندھ لے۔ بلوغ المرام میں حدیث ہے اَلتَّکْبِیْرُ فِی الْفِطْرِ سَبْعٌ فِی الْاُوْلٰی وَخَمْسٌ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْقِرَاءَۃُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا (اخرجه ابو داؤد ونقل الترمذی عن البخاری تصحیحه) تکبیریں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں ہیں۔ اور قرأت ان دونوں کے بعد۔ ترمذی نے اس حدیث کی بخاری سے تصحیح نقل کی ہے۔ دوسرا طریق عید پڑھنے کا یہ ہے۔ پہلی دفعہ اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھے۔ پھر سبحانک اللھم پڑھے۔ پھر اللہ اکبر دو بار کہے۔ اور ہاتھ کانوں تک لیجا کر کھلے چھوڑ دے۔ اور تیسری بار اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لے۔ یہ کل چار تکبیریں ہوئیں۔ اور دوسری رکعت میں پہلے قرأت پڑھے۔ پھر رکوع جانے سے پہلے تین تکبیریں کہے اور ہاتھ کھلے چھوڑ دے۔ چوتھی دفعہ تکبیر کہکر رکوع میں چلا جائے۔ ہم پہلے طریق کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اکثر اہل علم صحابہ تابعین وائمہ اور فقہائے سبعہ مدینہ کا یہی عملدرآمد تھا۔ اور حنفیوں والی تکبیریں تابعین سے ثابت ہیں۔ کوئی قولی حدیث مروی نہیں۔ پھر تسبیح وتحمید وتکبیر میں کثرت کو ترجیح ہے۔

(ب) اور قرأت میں جہر کرنا چاہیئے۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ کَبَّرُوْا فِی الْعِیْدَیْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوْا بِالْقِرَاءَةِ (مشکوٰۃ) نبی صلعم ابوبکر اور عمر نے عیدین و استسقا میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں۔ اور خطبے سے پہلے نماز پڑھائی۔ اور قرأۃ باواز بلند پڑھی۔

(ج) میدان میں سترہ کھڑا کریں۔ اور نبی کریم صلعم نے کمان پر سہارا دیکر خطبہ پڑھا

(د) سبح اسم۔ ھل اتاک حدیث الغاشیہ۔ ق۔ اقتربت الساعۃ

وسورتیں پڑھنے کا معمول تھا۔ (اخرجہ الستۃ الا البخاری)

وعن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلعم یقرء فی العیدین و فی الجمعۃ بسبح اسم ربک الاعلیٰ و ھل اتاک حدیث الغاشیۃ (رواہ مسلم)

دوم عبید اللہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب نے ابو واقد اللیثی سے پوچھا کہ ما کان یقرا بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الاضحیٰ والفطر فقال کان یقرا فیھما بق والقرآن المجید و اقتربت الساعۃ (رواہ مسلم) رسول اللہ صلعم اضحیٰ اور فطر کو کیا پڑھتے تھے۔ تو انھوں نے کہا ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ۔ نماز و خطبہ کے بعد ہمارے سید و مولیٰ مسیح موعود لوگوں کی تحریک سے دعائے خیر فرمادیتے تھے۔ اللہ تعالے اس مضمون کو نافع الناس بنائے۔ جسے میں نے بہت محنت سے مختصر مگر جامع لکھا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

دو نئی تصنیفیں

ادعیۃ الاحادیث حدیث میں جس قدر دعائیں مختلف حالات و اوقات کے متعلق آئی ہیں۔ انکو جمع کر دیا گیا ہے۔ اعراب مترجم موسومہ [illegible] قیمت صرف ۱ر

روحانی طبیب جسمانی بیماری کے علاج کے لیے جس قدر فکر ہر انسان کو ہوتی ہے۔ اس سے بہت زیادہ روحانی بیماریوں کے دفعیہ کے لئے ہونی چاہیے۔ اس چھوٹے رسالے میں حرص بخل حرام حسد تکبر ریا۔ زنا۔ جھوٹ۔ ان تمام امراض سے بچنے کے لئے قرآن شریف و احادیث نبی کریم سے علاج بتایا گیا ہے۔ ہمارے احمدی بھائی اس رسالہ کو بہت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر چھاپا گیا ہے منگوا کر خود پڑھیں اپنے بچوں کو پڑھائیں اور عوام الناس تک پہنچائیں میرا خیال تھا کہ رسالہ دوسرا چھپوا دیا جاتے کیونکہ احمدی قوم روحانیت کی بہت بھوکی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے ابھی تک اس رسالہ کا نوٹس ان تک نہیں پہنچا قیمت صرف ۲ر

Digitized by Khilafat Library

خُطْبَةُ اِلْهَامِيَّة

جو حضرت اقدس علیہ السلام نے عید الاضحیٰ میں بطور خارق عادت زبان عربی میں لوگوں کو سنایا تھا

اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں کہ جو بقر عید کا دن ہے۔ غور کرو اور سوچو کیونکہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں۔ اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جاتا ہے اور اسی طرح زمانہ اسلام کے ابتداء سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں۔ احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے۔ کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ ان کے خونوں سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کے خون جمع کئے جائیں۔ اور ان کے جاری کرنیکا ارادہ کیا جائے۔ تو البتہ ان سے نہریں جاری ہو جائیں۔ اور دریا چل نکلیں اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے۔ اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ کہ جو اللہ تعالےٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں۔ اور اس سواری کی طرح سمجھے گئے ہیں۔ کہ جو تیزی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو۔ جسکو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو۔ اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونیوالے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا۔ کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ یہ قربانیاں خدا تعالےٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں۔ اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی و ایمانداری سے ادا کرتا ہے

اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ عبادتوں میں سے ہیں۔ اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے۔ اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ یعنے نسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ قطعی طور پر اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے۔ جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اسکے ان محبوبوں کے جن کی طرف انکا دل کھینچا گیا ہے۔ اپنے رب کی رضاجوئی کے لئے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور خواہش نفسانی کو دفع کیا۔ یہانتک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔ اور نابود ہو گئیں۔ اور خود بھی گداز ہو گیا۔ اور اسکے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا۔ اور فنا کی تند ہوائیں اسپر چلیں۔ اور اسکے وجود کے ذرات کو اس ہوا کے سخت دھکے اڑا کر لے گئے۔ اور جس شخص نے ان دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں۔ غور کی ہوگی۔ اور اس مقام کو تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا۔ اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش و پس کو زیر نظر رکھا ہوگا۔ پس اس پر پوشیدہ نہیں رہیگا۔ اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اسکے دامن کو نہیں پکڑیگی کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے۔ اس بھید کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے۔ وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے۔ کہ جو بُرے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے۔ اور ایسا حاکم ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے پس نجات اس میں ہے۔ کہ اس برا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے۔ اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالےٰ کو اپنا مونس اور

آرام جان قرار دیا جائے۔ اور اسکے ساتھ انواع اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے۔ تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے۔ اور یہی اسلام کے معنے ہیں۔ اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے۔ اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونیکے لئے خداتعالےٰ کے آگے رکھ دیا ہو۔ اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اسکے لئے قربان کر دیا ہو۔ اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اسکو گرا دیا ہو۔ اور موت سے ایکدم غافل نہ ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے۔ کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مروج ہیں وہ سب اسی مقصود کے لئے بطور یاد دہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے ایک ترغیب ہے۔ اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک ارہاص ہے۔ پس ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے۔ واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھے۔ اور اسکو اپنے مقصود کا عین قرار دے۔ اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے یہانتک کہ وہ حقیقت ہر ذرہ وجود میں داخل ہو جاوے اور راحت و آرام اختیار نہ کرے جبتک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لئے ادا نہ کرے۔ اور جاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست پر قناعت نہ کر بیٹھے۔ بلکہ چاہیئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجا لاوے۔ اور اپنی کامل عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیزگاری کی روح سے قربانی کی روح کو ادا کرے یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے۔ اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہنچتا ہے۔ اور اس پر تمام درجے پرہیزگاروں کے ختم ہو جاتے ہیں اور سب منزلیں راستبازوں اور برگزیدوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہانتک پہنچکر سیر اولیاء کا اپنے انتہائی نقطہ تک جا پہنچتا ہے۔ اور جب تو اس مقام تک پہنچ گیا۔ تو تو نے اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور فنا کے مرتبہ تک

پہنچگیا۔ پس اسوقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشو و نما تک پہنچ جائیگا۔ اور تیری روح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہنچ جائیگی۔ اس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو۔ اور اسنے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہنچا دیا ہو۔ اور اسکے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں۔ اور تجلیات ہیں۔ تا وہ بعض ان رگوں کو کاٹ دے۔ کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں۔ اور بعد اسکے زندہ کرتا ہے۔ اور باقی رکھنا اور قریب کرنا اس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا ہے۔ جو خدا سے راضی اور خدا اس سے راضی اور فنا شدہ ہے۔ تا کہ یہ بندہ حیات ثانی کے بعد قبول فیض کے لئے مستعد ہوجائے۔ اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے اور رنگ دیا جاتا ہے۔ الوہیت کی صفتوں کے ساتھ۔ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے۔ تا مقام خلافت متحقق ہوجائے۔ اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے۔ تا ان کو روحانیت کی طرف کھینچے۔ اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لاکر آسمانی نوروں کی طرف لیجائے۔ اور یہ انسان ان سب کا وارث کیا جاتا ہے۔ جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور دیا جاتا ہے اسکو علم اولین کا اور معارف گذشتہ اہل بصیرت اور حکماء ملت کے۔ تا اسکے لئے مقام وراثت کا متحقق ہوجائے۔ پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک۔ جو اسکے رب کے ارادہ میں ہے توقف کرتا ہے۔ تا کہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے۔ اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کرچکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کردیا۔ پس اسوقت اسکا نام پورا ہوجاتا ہے۔ اور اسکا رب اسکو بلاتا ہے۔ اور اس کی روح اسکے نقطہ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے

اور یہی رفع کے معنے ہیں۔ انکے نزدیک جو اہل علم اور معرفت ہیں۔ اور مرفوع وہ ہے جس کو اس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے جو حسن وجمال کا صیا ہے۔ اور ربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے باوجود اس بات کے کہ عبودیت ابدی طور پر رہتی ہے۔ اور یہ وہ آخری مقام ہے جس تک ایک حق کا طالب انسانی پیدائش میں پہنچ سکتا ہے۔ پس اس مقام سے غافل مت ہو اے مخلوق کی گروہ اور نہ اس بھید سے غافل ہو جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے اور قربانیوں کی اس حقیقت کے دیکھنے کے لئے آئینوں کی طرح بنا دو۔ اور ان وصیتوں کو مت بھلاؤ۔ اور ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے اپنے خدا اور اپنی موت کو بھلا رکھا ہے۔ اور اس پوشیدہ بھید کی طرف خدا تعالےٰ کی کلام میں اشارت کی گئی ہے چنانچہ خدا جو اصدق الصادقین ہے۔ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کے لئے ہے۔ جو پرورد گار عالمیان ہے۔ پس دیکھ کر کیونکر نسک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تعبیر کی ہے۔ اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے پس اے عقلمندو اس میں غور کرو۔ اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کرکے قربانی ادا کی۔ اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کی پس بتحقیق اسنے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کردی۔ اور اسکے لئے اجر بزرگ ہے۔ جیسا کہ ابراہیم کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔ اور اسی کی طرف ہمارے برگزیدہ اور رسول برگزیدہ نے جو پرہیزگاروں کا امام اور انبیاء کا خاتم ہے۔ اشارہ کیا اور فرمایا اور وہ خدا کے بعد سب نبیوں سے زیادہ تر جانتا ہے۔ بتحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں۔ کہ جو خدا تعالےٰ تک پہنچاتی ہیں۔ اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں

اور بلاؤں کو دور کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ہمیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں۔ جو سب مخلوق سے بہتر ہیں۔ انپر خدا تعالے کا سلام اور برکتیں ہوں۔ اور آنجناب نے ان کلمات میں قربانیوں کی حکمتوں کی طرف فصیح کلموں کے ساتھ جو موتیوں کی مانند ہیں۔ اشارہ فرمایا ہے۔ پس افسوس اور کمال افسوس ہے۔ کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ حکمتوں کو نہیں سمجھتے۔ اور اس دیشہ کی پیروی نہیں کرتے۔ اور انکے نزدیک عید کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ غسل کریں۔ اور نئے کپڑے پہنیں۔ اور طعام کو سارے منہ کے ساتھ اور دانتوں کو کناروں سے چبا دیں خود اور انکے اہل وعیال اور نوکر اور غلام اور پھر آرایش کے ساتھ نماز عید کے لئے باہر نکلیں جیسے بڑے رئیس ہوتے ہیں۔ اور تو دیکھیگا کہ اچھے کھانوں میں اسدن انکی سب سے بڑھکر خوشی ہے۔ اور ایسا ہی اچھی اور نفیس پوشاکوں میں انتہائی مرتبہ انکی حاجتوں کا ہے۔ تا قوم کو وہ دکھلائیں اور نہیں جانتے کہ قربانی کیا چیز ہے۔ اور کس غرض کے لیے بکریاں اور گائیاں ذبح کیجاتی ہیں۔ اور ان کے نزدیک ان کی عید فجر سے لیکر عشا کے وقت تک محض اسلئے ہے کہ خوب کھایا جائے۔ اور پیا جائے۔ اور عیش خوشگوار کیا جائے اور عمدہ لباس پہنا جائے۔ اور چالاک گھوڑوں پر سواری کی جائے۔ اور گوشت تازہ کھایا جائے۔ اور اس دن انکا کام بجز اسکے تو نہیں دیکھیگا۔ کہ نرم اور ملائم کپڑے پہنیں۔ اور بالوں کو کنگھی کریں۔ اور آنکھوں کو سرمہ لگائیں۔ اور پوشاک پر عطر ملیں۔ اور اپنے طرّے اور زلفیں خوب صاف کریں۔ جیسا کہ زینت کرنے والی عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اور پھر مرغی کی طرح ٹھونگیں مارنا باقی ہے۔ چند دفعہ نماز کے لیے حرکت کریں۔ ایسی حرکت جو اسکے ساتھ کچھ بھی حصہ حضور نہ ہو۔ اور وسوسے بکثرت ہوں۔ اور دل میں پراگندگی ہو۔ پھر طرح طرح کی غذاؤں کی طرف جھکیں اور طرح طرح کے کھانوں کی طرف

اور چارپایوں کی طرح طرح طرح کی نعمتوں سے پیٹ بھر لیں۔ اور لہو اور لعب کی طرف میل کریں۔ اور باطل کاموں کی طرف متوجہ ہوں۔ اور شہوات کی چراگاہوں میں اپنے نفسوں کو چھوڑ دیں۔ اور گھوڑوں پر اور یکوں پر اور اونٹوں پر اور اونٹنیوں پر اور خچروں پر اور لوگوں کی گردنوں پر سواری کریں۔ کئی قسم کی زینتوں کے ساتھ۔ اور تمام دن بیہودہ باتوں میں ضایع کرتے رہیں۔ اور ایک دوسرے کو گوشت بھیجنے کا تحفہ اور باہم فخر کرنا گائے کے گوشت اور بکروں کے گوشت کے ساتھ اور خوشیاں، رنگا رنگ کی شادیاں اور نفس کی کششیں اور سرکشیاں اور ہنسی اور قہقہہ مار کر ہنسنا پچھلے دانتوں کے نکلنے سے اور اگلے دو دانتوں کے نکالنے سے اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف اور انکا بوسہ اور گلے لپٹانا اور بعد اسکے انکا جانے کر ہے۔ پس ہم اسلام کی مصیبتوں پر ناالشہ پڑھتے ہیں۔ اور زمانوں کی گردش پر۔ دل مر گئے اور گناہ بہت ہو گئے اور بیقراریاں بڑھ گئیں۔ پس اس اندھیری رات کے وقت اور تند ہوا کی تاریکی کے وقت۔ خدا کے رحم نے تقاضا کیا۔ کہ آسمان سے نور نازل ہو سو میں وہ نور ہوں۔ اور وہ مجدد وقت کہ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے آیا ہے۔ اور بندہ مؤید ہوں۔ اور وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ مسیح ہوں جس کے آنیکا وعدہ تھا۔ میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے۔ اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ہاتھوں سے بہت دور ہے۔ اور میری اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور یہ قدم میرا خدا تعالیٰ کی راہ میں تیز چلنے والی اونٹنیوں سے تیز تر ہے۔ پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس

مت کرو۔ اور کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو۔ اور میں مظہر ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں۔ اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو۔ جو میری مانند ہو۔ اور ہرگز نہیں پاؤ گے۔ اگرچہ چراغ لیکر بھی ڈھونڈتے رہو۔ اور کوئی فخر نہیں۔ مگر اس خدا کی نعمتوں کا شکر ہے جس نے اس نونہال کو لگایا ہے۔ اور میں نور کے پانی کے ساتھ غسل دیا گیا ہوں۔ اور الٰہی پاکیزگی کے چشمہ میں پاکیزہ کیا گیا ہوں اور صاف کیا گیا ہوں تمام میلوں اور کدورتوں سے اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے۔ پس میری تعریف کرو۔ اور مجھے دشنام مت دو۔ اور اپنے امر کو ناامیدی کے درجہ تک مت پہنچاؤ۔ اور جس نے میری تعریف کی۔ اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی۔ تو اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا۔ اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا پس اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے خدا کے غضب کو بھڑکایا ہے۔ پس افسوس اس آدمی پر جس نے شک کیا اور عہد کو توڑا اور دل کو شیطان کے وسوسہ سے آلودہ کیا۔ (انتہیٰ موضع الحاجۃ)

ہدایات دربارہ معاملات جس میں خرید و فروخت قرض، امانت وکالت بہاؤ غرض ہر قسم کے معاملات کے مسائل قرآن و احادیث سے لکھے ہیں۔ اور عمدہ تقطیع پر چھپائی گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے بہت مفید فرمایا ہے۔ احباب منگوا کر اسے پڑھیں اور اس پر عمل کریں کیونکہ مومن وہ ہے جو کتاب و سنت کو اپنے معاملات میں رسم و رواج عرف و عادات پر مقدم رکھتا ہے۔ قیمت ۱؎ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے منگوائیں

بقایا دار توجہ کریں جن احباب نے ماہ اکتوبر کے پرچہ کا وی پی واپس کر دیا ہے وہ براہ کرم بابت سرچاند وی پی بھیجکر پھر رسالہ منگوا لیں اور اطلاع دیں کب وی پی دستی

"شیعیانِ قدیم"

بعض دفعہ متکلمین شیعہ و سنی میں یہ بحث پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ شیعہ پہلے ہوئے ہیں یا سنی، ہر ایک فریق اپنی قدامت کو ثابت کرتا ہے۔ لیکن ارباب بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ کہ زمانہ نبوی میں شیعہ اور موجودہ عقائد شیعہ کا نام و نشان تک نہ تھا جس اسلام کے جناب صدیقؓ پابند تھے۔ اُسی کے جناب علیؓ بھی تھے۔ اسکی تصدیق خود جناب علیؓ کے ایک خطبے سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ جو آنجناب نے حضرت عثمان کو ان کی شہادت سے پہلے ارشاد فرمایا۔ اور جو کہ نہج البلاغہ میں درج ہے

تاہم علمائے شیعہ نے اپنی قدامت کے ثابت کرنے میں بیجا کوشش کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تو بیچارے خود انھوں نے تو قدامت ثابت کرنے میں آریوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں۔

"دیگر از کمالات آنحضرتؐ است کہ استاد جبرئیل است و اکثر ملائکہ معلم بفرمان او بودہ اند" تذکرۃ الائمہ مطبوعہ طہران صفحہ ۴۴

پہلے جب عوام شیعہ سے میں سنتا تھا۔ کہ جناب علی علیہ السلام جبرئیل کے بھی استاد ہیں تو یقین نہیں ہوتا تھا۔ مگر جب باقر مجلسی جیسے فاضل کی کتاب سے بھی اس کی تصدیق نکلی۔ تو پھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ خصوصاً اسلئے کہ علامہ موصوف نے اپنی طرف سے ہی اس امر کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایک بہت بڑے محقق کی کتاب سے بھی ثابت کر دکھایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ سلطان الحکماء خواجہ نصیر الدین محمد طوسی نے کتاب شان الکرام میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن جبرئیل حضرت علیؓ کو دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر حضرت رسالت پناہ نے فرمایا

اے جبرئیل تم اس جوان (علی) کی تعظیم کرتے ہو۔ اس نے عرض کیا کیسے نہ کروں کہ انکو مجھ پر تعلیم کا حق ہے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ تمہیں تعلیم کس طرح دی گیا جسوقت خداوند تعالے نے مجھکو پیدا کیا تھا۔ مجھ سے پوچھا تھا کہ تو کون ہے اور میں کون ہوں۔ اور تیرا نام کیا ہے؟ اور میرا نام کیا ہے؟ جواب دینے میں حیرت زدہ اور خاموش تھا۔ اسی طرح ایک مدت تک مقام تحیر میں رہا۔ کہ عالم نور میں یہ جوان آحاضر ہوا۔ اور مجھکو تعلیم فرمائی اور کہا کہ اس طرح کہو۔ کہ تو پروردگار جلیل ہے۔ اور تیرا نام جلیل ہے پس بندہ ذی علم اور نام میرا جبرئیل ہے۔ اسی لئے اسکو جو میں نے دیکھا۔ تو تعظیم کی ہے۔ اسکے بعد آنحضرت نے پوچھا کہ تیری عمر کس قدر ہے (جبرئیل نے) عرض کی یا رسول اللہ ایک ستارہ ہے۔ جو ہر اسی ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا ہے۔ اور میں نے اسکو تیس ہزار دفعہ دیکھا ہے۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۴۴

دوسرے ملائکہ کے شیعہ علی ہونیکا پتہ ایک اور حدیث سے لگ سکتا ہے جو باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب میں بیان کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ صرف شیعہ ہی نہیں۔ بلکہ غالی شیعہ ہیں کیونکہ لکھا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے دیکھنے کا انکو اسقدر شوق غالب ہوا کہ خدا تعالے نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس علی کی ایک اور صورت پیدا کردی۔ اب ملائکہ جب کبھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس سے گذرتے ہیں۔ تو اسکی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے گذرتے ہیں۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے۔ "واللہ کہ در آسمان دیدم صورت علی را نزد سدرۃ المنتہیٰ کہ حق تعالے برائے مزید شوق رویت ملائکہ جمال آنحضرت را در آسمان خلق کردہ و دیدم کہ ملائکہ نزد آں صورت تذلل وتواضع میکردند" حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ لکھنؤ

پھر صرف جبرئیل اور ملائکہ آسمان و عرش علیٰ پر ہی اکتفا نہیں کی گئی بلکہ ابلیس و شیطان کے پڑ پوتے کو بھی حلقہ بگوش تشیع ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ جہاں سے جبرئیل والی روایت اوپر ہدیہ ناظرین کی گئی ہے۔ اسکے متصل بعد ہی دوسری روایت میں اسکا ذکر ہے۔ وھو ہٰذا

"اور جناب علی کے عجیب و غریب حالات کے اندر مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ایکدن ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک مرد بلند قد مانند درخت کھجور کے مسجد کے اندر آ داخل ہوا۔ ہم نے کہا یہ شخص آدم کی اولاد سے تو نہ ہوگا۔ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ آدم کی اولاد کے سوائے بھی کوئی انسان ہوتا ہے فرمایا۔ ہاں اور انہی میں سے ایک یہ ہے۔ پس وہ شخص نزدیک آیا سلام کیا۔ اور جواب پایا پھر رسول خدا نے فرمایا۔ تو کون ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ہام بن نوح بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں فرمایا۔ تیرے اور ابلیس کے درمیان دو واسطے ہیں۔ ؟ اسنے عرض کی جی ہاں جس زمانہ میں ہابیل بن آدم نے اپنے بھائی قابیل کو قتل کیا تھا۔ میں طفل تھا اور کافروں کے گروہ میں داخل تھا یہانتک کہ حضرت نوح کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اسکے بعد حضرت ہودؑ کی خدمت میں پہنچا اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ان سے آسمانی صحیفے پڑھے۔ بعد اسکے ادریس نبی کا زمانہ بھی دیکھا۔ اور پھر آپ کے باپ ابراہیم کے پاس گیا۔ انھوں نے مجھکو صحیفے پڑھا۔ (نمرود کی) آگ میں میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اسکے بعد حضرت اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب کے پاس گیا۔ اور قید خانہ میں حضرت یوسف کا مونس تھا۔ پیچھے اسکے آپ کے بھائی موسیٰ کے پاس حاضر ہوا۔ اور توریت کو پڑھا۔ اور یوشع نبی اور داؤد نبی کی خدمت میں رہا۔ اور جالوت کے جنگ میں ان کا مددگار تھا۔ پھر سلیمان اور آصف

بن برخیا کی صحبتوں میں مشغول رہا۔ پھر آپ کے بھائی عیسیٰ کی خدمت کرتا رہا۔ اور سب پیغمبر خصوصاً عیسیٰ علیہ السلام آپ کو سلام کہتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ سب نبیوں اور رسولوں اور میرے بھائی عیسیٰ پر خدا کی رحمت اور برکت ہو جب تک کہ زمین و آسمان رہیں۔ اور تم پر بھی ہو۔ کہ اس وصیت اور امانت کو محفوظ رکھا۔ اگر کوئی حاجت ہے۔ تو بیان کر۔ ہام نے عرض کی میری حاجت تو یہی ہے کہ اپنی امت کو حکم دے کہ آپ کے وصی (جناب علی) کی طاعت اور فرمانبرداری کریں۔ اور ان کی مخالفت کرنے سے منع فرمائیں۔ کیونکہ میں اوصیا کی نافرمانی پر گذشتہ امتوں کی ہلاکت کو دیکھ چکا ہوں۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا۔ اے ہام کیا تو میرے وصی کو پہچانتا ہے۔ ہام نے عرض کی یا رسول اللہ جیسے کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے۔ اور انبیاء کی زبانی سنا ہے۔ اگر میں اسکو دیکھ پاؤں تو ضرور پہچان لونگا۔ آپ نے فرمایا حاضرین مجلس کو ملاحظہ کر کہ ان میں ہے یا کہ نہ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اس مجلس میں تو (وہ) نہیں ہیں۔ حضرت رسول نے حکم دیا۔ اے سلمان علی کو بلا لاؤ۔ پھر اس ہام سے دریافت فرمایا۔ بتلاؤ تو آدم کا وصی (خلیفہ) کون تھا۔ اسنے کہا کہ شیث تھا۔ اور شیث کا وصی انوش اور انوش کا قینان اور اسکا مہلائیل اور اس کا قد اور اسکا نبی مرسل ادریس۔ اور اسکا متوشلخ اور اسکا لمک۔ بعد اسکے سب نبیوں اور رسولوں میں سے لمبی عمر والے اور شکر اور صبر دشکر میں سب سے زیادہ آپ کے باپ نوح تھے اُنکے وصی سام اور ان کا ارفخشد و زغار و ظاہر و شالخ و داود و تاریخ اور اسکے بیٹے شروع اور ارغو اور بنا خور اور تارخ علی الترتیب وصی تھے۔ ان کی بیٹے سے ابراہیم خلیل الرحمٰن ظاہر ہوئے۔ اور انکے بعد حضرت اسماعیل اور قیدار و نبت و اسحٰق و یعقوب و یوسف و یوشع و داؤد و سلیمان و آصف یا ری یا ی

نبی اور وصی ہوئے حضرت عیسیٰ تک اور ایک ایک کے متعلق آنحضرتؐ دریافت
فرماتے تھے۔ کہ اس (نبی) کا وصی کون تھا۔ وہ کہتا جاتا تھا۔ کہ فلاں تھا۔ حتّٰی کہ
یہاں تک پہنچ گیا۔ پھر (آنحضرتؐ) نے فرمایا۔ میرے وصی کا نام بھی تونے کسی
آسمانی کتاب میں پڑھا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں قسم ہے اس خدا کی جس نے آپکو
سا تھ حق کے پیدا کیا ہے۔ کہ آپ کا نام توریت میں مید مید اور آپ کے وصی کا
نام ایلیا ہے۔ اور انجیل میں آپ کا نام حمیا طا اور آپ کے وصی کا نام فارقلیط
ہے۔ اور مید مید کے معنی طیب ہے اور حمیا طا کے معنے مصطفےٰ اور ایلیا کے
معنے صدیق اکبر اور فارقلیط کے معنے حبیب پروردگار اور زبور میں آپ کا نام
ماح ماح ہے۔ یعنے کفر و شرک کا محو کرنیوالا اور آپ کے وصی کا نام بیدہ ہے۔ یعنے
فاروق اعظم (اسکے بعد) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے وصی کو تم کس طرح شناخت
کروگے۔ اس نے عرض کی کہ وہ میانہ قد گول چہرے والے کشادہ سینہ بڑی آنکھوں
والے اور موٹی رانوں اور باریک پنڈلی اور بڑے پیٹ برابر کے شانوں والے
ہیں۔ جب حضرت علیؑ کو حلیہ یہاں تک سنایا۔ تو وہ بھی برابر سے آن موجود ہوئے
وہ لاجمیس نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں ھذا ھو
یہی ہیں وہ یا رسول اللہ یہی آپ کے وصی ہیں۔ اپنی امت کو وصیت فرما
جائے۔ کہ اسکی مخالفت ہرگز نہ کریں۔ ورنہ ہلاک ہوجائینگے جیسے گذشتہ امتیں ایسا
کرنے پر ہلاک ہوگئیں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے دوسری دفعہ بھی اپنی امت
کو وصیت کردی ہے۔ اور جو کچھ کہنا چاہیئے کہہ چکا ہوں۔ اگر کوئی اور حاجت ہو تو
بیان کر عرض کیا یا رسول اللہ میری آرزو ہے کہ قرآن سے مجھے کچھ تعلیم دیجائے
اور اپنے دین اور شریعت اور ضروری مسایل مجھے یاد کرادیں۔ تاکہ آپ کے طریق
نماز و عبادت سے بہرہ مند ہوں۔ پھر انحضرت ولی اللہ (علیؑ) کی تعلیم و

تکریم بجا لایا۔ پھر حضرت صلعم نے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ کہ جو کچھ لازم ہے اس کو سکھا دیں۔ انھوں نے سورہ فاتحہ و توحید و معوذتین و آیۃ الکرسی اور سورہ آل عمران اور اعراف اور انعام کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں اس کو یاد کرادیں۔ پھر اس نے آنحضرتؐ سے رخصت پاکر جناب علی سے کہا۔ کہ میں نے کتابوں میں پڑھا تھا۔ کہ آپ اصلع ہیں (جس کے سر کے بال گرگئے ہوں) جناب علیؑ نے اپنا سر مبارک اسکو دکھلا کر فرمایا کہ ہاں پھر جناب علی سے بھی رخصت لیکر چلا گیا (ابتدا لیلۃ الھریر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور صبح تک جہاد کرتا رہا۔ اور پھر غائب ہوگیا۔ اصبغ بن بنانۃ کہتا ہے۔ کہ ایک مدت کے بعد میں نے اسکا حال دریافت کیا۔ تو جناب علی نے فرمایا "تام کشتہ شد" کہ مار تو مارا گیا۔ اور اسکے حق میں دعا فرمائی "تذکرۃ الائمہ صفحہ ۴۴"

پھر اور تو اور لکھا ہے کہ حضرت عزرائیل بھی حضرت علی کے تابع فرمان ہیں۔ اور انہی کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "و دیگر عزرائیل بفرمان او روح قبض میکند" تذکرۃ الائمہ صفحہ ۵۵۔

ایسی ایسی عجیب و غریب روایات سے بھی مسئلہ قدامت شیعہ ثابت ہوا ہو ہو۔ لیکن بالغ نظر ناظرین پر کم از کم اسقدر تو واضح ہو جائیگا۔ کہ شیعوں کو روایت سازی میں کیسی مشق رہی ہے۔ کتب شیعہ اس قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں کاش حقت شیعہ انکو مطالعہ کرکے اس امر کا فیصلہ کریں۔ کہ انکے عقائد بعض دفعہ تعلیم اسلام سے کسقدر دور اور عبد اللہ ابن سبا کی تعلیم سے کسقدر نزدیک ہو جاتے ہیں جن صاحبوں نے عبد اللہ ابن سبا کے حالات تشحیذ کے کسی گزشتہ نمبر میں پڑھے ہوئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے انکو خاص دلچسپی پیدا ہوگی والسلام۔

خاکسار خادم حسین خادم بھیروی

مختصر نوٹ

توفی کے کیا معنی — ذرہ دن منصوری کا ایک غیر احمدی جسے اسکے دعوی کے اعتبار سے بیسویں صدی کا امام لغت کہنا چاہیئے لکھتا ہے کہ کون کہتا ہے توفی بمعنی موت ہے۔ دیکھو توفی کل نفس بما کسبت جناب فضیلت مآب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ باب تفعیل سے ہے۔ اور جس توفی کے بارے میں ہم گفتگو کرتے ہیں۔ وہ باب تفعل سے ہیں۔ تمام معتبر لغت میں اس کے معنی قبض روح موت کے لکھے ہیں۔ دیکھو منتہی الارب جزو نمبر ۴ صفحہ ۳۰۵ توفاہ اللہ میرانیدن۔ تاج العروس جزو نمبر ۱ صفحہ ۲۹۴۔ لسان العرب جزو نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ یتوفکم باللیل میں لیل قرینہ صارفہ ہے۔ اسلئے وہاں نیند کے معنے لئے گئے ہیں بجز قرینہ صارفہ کوئی معنی سوائے موت کے نہیں ہوتے یتوفھن الموت صاف ہے۔ کہ وہاں موت مارنگی یہ قاعدہ یاد رکھو کہ اللہ مسند الیہ ہو اور انسان مسند تو ضرور معنے موت کے ہونگے۔ اگر نہیں مانتے۔ تو کوئی مثال سوائے آیت متنازعہ پیش کرو۔ اور انعام پاؤ

الہلال اور کتا — بظاہر یہ عنوان بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ الہلال کی دو اشاعتوں میں کتے کے متعلق بہت توصیفی کلمات چھپے ہیں۔ ایک یکم ستمبر کے الہلال میں جہاں ایک کتے کو کسی خواجہ سگ پرست نے مخاطب کیا ہے۔ اور ایسے الفاظ میں کیا کہ گویا وہی بہترین مخلوقات ہے اور ایک ۸۔ اکتوبر کے الہلال میں جہاں مولنا ابو الکلام آزاد باالقابہ باوجود اشرف المخلوقات ہونیکے اپنے تئیں اس سے کم ٹھہراتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض صوفیا نے اپنے نفس کو کتے سے تشبیہ دی ہے۔ مگر خدا اور اسکے

رسول کے کلام ہدایت التیام میں پنے گئے کا ذکر تمام مدح میں کہیں نہیں پڑھا چنانچہ ملاحظہ ہو قرآن مجید پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۱۲ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا لیکن وہ زمین کی طرف جھکا۔ اور اپنی گری ہوئی خواہشوں کے پیچھے چلا۔ اس کی مثال کتے کی ہے۔ کہ اگر تو اسے شکار کے لیے کسانے یا اسکے مارنے کے لیے پتھر اٹھائے تو بھی ہانپے اور اگر اسے چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔ یہ ہماری آیات کی تکذیب کرنیوالوں کا حال ہے یہاں اس شخص کو جو باوجود دیکھنے آیات ربانی کے اتباع شیطانی کرے کتے سے مثال دی ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ (۱) وعن ابن عمر ان النبی امر بقتل الکلاب الا کلب صید او کلب غنم او ماشیۃ (متفق علیہ) اور کالے کتے کو شیطان فرمایا (مسلم) (۲) عن ابی طلحۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيْرُ (متفق علیہ) فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ کہ جب جبرئیل حسب وعدہ نبی کریم صلعم کے پاس نہ آئے۔ تو پوچھنے پر بتایا۔ کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔ تو رسول اللہ صلعم نے کتوں کے مارنیکا حکم دیا فامر بقتل الکلاب حتی انہ یقتل کلب الحائط الصغیر ویترک کلب الحائط الکبیر رواہ مسلم

میرا مطلب اس حدیث کے بیان سے یہ ہے۔ کہ کتے میں ایسی خباثت و نجاست ہے۔ کہ عالم ملکوت کو اس سے نفرت ہے۔ اور کوئی روحانی آدمی

اس سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں رکھتا۔ پھر اسکی نجاست کا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوگا۔ کہ برخلاف دوسرے جانوروں کے اگر وہ کسی برتن میں منہ ڈالے تو سات بار دھونیکا حکم ہے

باوجود ان شواہد کے پھر بھی البدال جو کتاب و سنت کو ہر بات میں مقدم کرنیکا مدعی ہے۔ کتے کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے اور اسے شرف مجسم شرمندہ کن انسانیت کہے تو افسوس کی بات ہے۔ کہا جائیگا۔ کہ اس میں وفاداری کا مادہ ہے یہ ہے وہ ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ خدا اور اسکے رسول کے کلام میں کیوں اس کی مثال بری دیجاتی ہے۔ اور کیا وجہ کہ آجکل جنٹلمینوں کی مقلدانہ وضع و معاشرت میں البدال بھی بہ جائے

ہمارا معبود برحق ہندوستان میں دو امریکن لڑکیوں کا ذکر ہے۔ کہ انھوں نے کہا ہم اس خدا کو کیا مانیں جو نہ نظر آئے اور نہ بولے۔ ایک آریہ خیالات کا شخص اسے نادانی کے کلمات ٹھیراتا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے اور سچا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بچھڑا پوجنے والوں کے رد میں یہ دلیل دیگئی ہے کہ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُھُمْ وَلَا یَھْدِیْھِمْ سَبِیْلًا کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ انہیں راہ بتاتا ہے۔ میں تمام امریکہ کو مژدہ سناتا ہوں۔ کہ اسلام کا خدا ایسا ہی خدا ہے۔ جو ہر زمانہ میں اپنے پاک بندوں سے کلام کرتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی وہ اپنے برگزیدہ سے بولا۔ اور اپنے متعدیانہ متعدد پیشگوئیوں سے لبریز کلام سے ثابت کیا۔ کہ میرا ہی کلام ہے مبارک وے جو اسے قبول کریں۔

اطلاع ضروری جن صاحبوں کے ذمے سلسلہ کا چندہ سالانہ ہے۔ وہ دسمبر کے جلسہ پر لیتے آویں ایسا ہی سلسلہ کا چندہ بھی احباب ادا فرماویں۔ مینجر

بدنصیبی

(۱) اگر میں باوجود تعلیم یافتہ اور اچھا خاصا مستعد ہونیکے بھی اپنا سارا وقت
ناولوں اور قصوں وغیرہ ہی پر خرچ کر دوں۔ اور کچھ تھوڑا سا وقت بھی کلام الہی
کے لئے نہ نکال سکوں۔ تو بدنصیبی (۲) جب مجھے پورا پورا یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
میری بات سنتا اور وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے اور عرض معروض کرنیکی اجازت
ہی نہیں دے رکھی بلکہ سوال نہ کرنیوالوں سے سخت ناراض بھی ہوتا ہے
پھر بھی میں اسکے آگے اپنا دکھڑا نہ روؤں۔ تو بدنصیبی (۳) اگر نماز اور کلام اللہ
پڑھتے وقت میرا دل نہ لگے۔ تو دروازہ کھٹکھٹانے اور بڑی مستعدی سے رو رو
کر بارگاہ الہی میں اس عقدے کے حل ہونیکی خاطر دعائیں مانگنے میں سستی
کروں۔ تو بدنصیبی (۴) جس مولیٰ کریم کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق اور
واسطہ ہے۔ اسی شہنشاہ اعظم سے زیادہ تر غفلت اور بے پروائی کی تو بدنصیبی
(۵) ریا اور اخلاص کی تعریف اور اصل حقیقت سمجھتے اور جانتے ہوئے بھی ریا
اور دکھاوے میں پھنسے رہنا بدنصیبی (۶) صحیح سلامت اور تندرست ہونیکی حالت
میں ساری رات خواب راحت میں بستر پر پڑا رہوں۔ اب وقت سحر پھٹنے سے
پہلے پہلے جب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے فرمادے کہ کوئی ہے جو
کچھ مانگے میں اسے عطا کروں پھر بھی سستی اور کسل سے ہی لیٹا رہوں کم از کم دو
رکعت ہی نماز نہ پڑھ لوں تو بدنصیبی (۷) انبیاء علیہم السلام کی اطاعت پاؤں ہو کر
اللہ تعالیٰ کے بنائے اور بتائے ہوئے نمونہ اور کتر بیونت کو چھوڑ کر اپنے پاس
سے تراش خراش اور وضع قطع گھڑوں تو بدنصیبی (۸) سارے انبیاء اور انکے
خلفاء کو بسر و چشم قبول اور منظور کر کے انکی تصدیق کرتا رہوں۔ مگر [illegible]

شرار پیدا ہو تیکے ہی ہمیشہ ہمیشہ حضرت خاتم الخلفاء مسیح موعود و مہدی معہود کی تکذیب
ہی کرنے پر تلے رہوں، تو ڈبل بدنصیبی۔ (گلاب الدین رہتاسی)

ریویو

آئینہ حق نما نور کیساتھ ظلمت، خلافت کے ساتھ شیطان ہمیشہ سے عالم سے چلا آتا ہے۔ نور ہمیشہ ظلمت پر غالب ہوا۔ ابلیس کی خلیفہ کے مقابل میں کبھی پیش نہیں گئی۔ ہمیشہ ہر زمانہ میں یہ ملعون وجود منہ کی کھاتا رہا ہے سخت جانی کہئے یا ڈھٹائی کہ پھر بھی اپنی وات سے باز نہیں آیا۔ اپنا گھر جہنم بنایا۔ لعنت کو آنکھ پایا۔ لیکن اپنے رنگ کی مخلوق کو گمراہ بنایا یہ کو بہ۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں بھی اپنی دائی سے سر نکال بیٹھا۔ مگر ایک ہی عصا کی چوٹ کھا کر پھر وہیں گھس گیا پھر مسیح کے وقت میں اپنی شیطنت دکھائی۔ ۔۔۔ اور ہم پہچانی کہ خدا یا تیری پناہ۔ مگر ابن آدم نے اسے کاری زخم لگایا چند سو برس کے عرصہ میں یہ پھر کسی قدر اچھا ہو گیا۔ لیکن اب کے جس پاک و مطہر وجود کا مقابلہ تھا۔ اسکا نام نامی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس آفتاب رسالت کے سامنے اس ظلمت اس تاریکی کا نام و نشان بھی رہنا دشوار تھا گو اپنی طرف سے اسنے بہت زور لگایا۔ کبھی ابو جہل بن کے آیا کبھی عتبہ بن ولید کی شکل میں جلوہ گر ہوا۔ الغرض کبھی کسی صورت میں [illegible] اور ہر منافقہ کو منتر ول کیا۔ آخر [illegible] کر گر پڑا ہلاکت کے گڑھے میں مقتضائے محمدی نے اسکی کھوپڑی توڑ دی۔ اور پھر قیامت تک سر اٹھانے کے قابل نہ رہا لیکن اسکی ذریت تو تمام اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ انکے لئے مجددین کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ مبارک وجود اپنے اپنے زمانہ کے حسب حال تجدید و اصلاح میں ساعی رہے۔ اور حق کے دشمنوں کی سرکوبی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر اس عظیم الشان مجدد کا زمانہ آیا جسے فتنہ دجال کا مقابلہ کرنا تھا۔ اور جس نے حضرت مسیح کو اپنے کام کے اعتبار سے

مسیح موعود کی اور نیز حضرۃ ولادت احمدی مسیح و الہام کا خطاب جناب باری سے عطا
ہوا. سنت اللہ کے مطابق اسکی مخالفت بھی ہوئی. اور بڑے زور سے ہوئی. اس مخالفت کا شرف
حاصل کرنیوالوں میں سے ایک ہمارے دیرینہ عنایت فرما ابن خضر مولوی ثناء اللہ صاحب
امرتسری اہلحدیث بھی ہیں. آپ نے ایک رسالہ الہامات مرزا لکھا. اور اپنا اگلا پچھلا زور
لگا کر دکھا دیا کہ باطل اپنی تمام فوجوں کے ساتھ اسلحہ سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوا
مقابلہ پر جاوے بھی ایک جرنیل قاسم نام الحق کی نہ. جسکا چہرہ ظفر تک سامنے آیا. اور اپنی تلوار
شکن توپوں کے ساتھ گولہ باری کی وہ گولہ باری کی کہ باطل کا ایک حصہ صفایا کر دیا. الہامی
شمشیر عدو کش کے وہ جوہر دکھائے کہ کذب و افترا کے کشتوں کے پشتے لگ گئے. باقی چند ایک
خندقات میں وہ سسکتی ہوئی لاشیں جن سے کبھی کبھی کوئی آہ نکل آتی ہے. ہمارا وہ
پہلوان ابوالوقت ہے جب کشتی از روحانی ورزش میں پچھاڑ اپنے بھائی کی کمک پہ آیا. اور اپنے
ہاتھ میں تبرک وہ عصا لایا جو میرے امام میرے مقتدا میرے سید میرے مولی کے ہاتھ میں تھا
پھر فتح و کامیابی نصرت و غلبہ کیوں مستقبل نہ دیکھیں. پس میں مبارک دیتا ہوں اس کتاب
کے لکھنے والے کو اور چھاپنے والے کو کہ وہ خدا کے فضل سے مظفر و منصور ہوئے. شیخ صاحب
نے الہامات مرزا کے تمام اعتراضوں کا جواب لکھا ہے. اور اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے
کہ حضرت اقدس درحقیقت ایسے اعتراضوں کا جواب دے چکے ہیں. مگر افسوس تو یہ ہے کہ لوگ
ان کتابوں اور تحریروں کو پڑھتے نہیں. پیشگوئیوں کے بارے میں بڑی بحث ہے. پہلے پیشگوئیوں کا
فلسفہ لکھا ہے. اور ہر بات سوچ کر لکھی ہے. وہ حق پانے کا ہے کہ بعد آتھم کی پیشگوئی ہے پھر لیکھرام
کی پھر مرزا احمد بیگ کی پھر محمد حسین بٹالوی کی جس سارے میں شیخ ایڈیٹ کے حال پر بہت
غور کیا گیا ہے ورنہ مولف کے پاس وہ ریکارڈ اور مسالہ تھا کہ اگر وہ اسکے ساتھ لکھتا
تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان دشمنوں کو بھی نظر آجاتی. پھر نشان کی
میعادی رسالہ جس میں قصیدہ عربی کے اعتراضوں کے جواب میں شیخ صاحب نے

اپنی معلومات شان دکھا کر ثابت کیا ہے کہ ہی کیونکر نبی کے فیض صحبت سے فاضل حقائق آگاہ ہو جاتا ہے۔ پھر طاعون اور قادیان کے حفاظت کے متعلق جس میں ہمارے شہر کی دار و شمن کے زہر کو آب آب کر رہی ہے۔ پھر شہزادہ کے بارے میں پیشگوئی ہے۔ ہمارے دوست اسے منگوا کر پڑھیں۔ اور جو زہر کھا چکے ہیں۔ انکے حال پر احتمال پر رحم فرما کر تریاق ہاتھ میں دیکر پڑھیں۔

خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی فہیم کاتب نے لکھی ہے یعنی وہ لکھی پڑھی والے نے نہیں لکھی۔ البتہ آیات دیکھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ احتیاط نہیں کی گئی کاغذ عمدہ مجلد مجلد ہے جلد ملنے کا پتہ۔ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق ترانا بیرم خاں پرانی منڈی دہلی

یوگی

واخرجت الارض اثقالها کی ماتحت زمین اپنے سارے خزانے اگل رہی ہے اور القت ما فیها وتخلت کے مطابق وہ اسرار ظاہر ہو رہے ہیں جنکے معلوم کرنے کیلئے لوگ اپنے اموال تو کیا جانیں مشکلات میں ڈالدیتے تھے۔ وہ اپنی اپنی ساری عمریں خدمت میں گزار دیتے مگر مسیح کے ظہور سے یہ تمام دکانیں سرد ہو گئیں ہیں۔ اور اب قیامت تک پنپا فروغ نہیں دکھا سکتیں۔ پاک مسمریزم اور بعض موجودہ لٹریچر کا تصرف ایک ہی اصل ہے وہ کیا قوت ارادی اور یکسوئی قلب۔ اسکے حصول کے مختلف ذرائع ہیں۔ اسکے لئے کسی خاص مذہب کی ضرورت نہیں وہ اختراع قلب جسے اصطلاح میں قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں ایک ہندو کو بھی ہو سکتا ہے۔ ایک مسلم کو بھی۔ یہ تصنیف ان ریویو یک حضرت متھرا دیوی نے سوامی دوال جی کی ہدایات کے ماتحت لکھی ہے۔ اس میں یکسوئی قلب وقوت ارادی حاصل کرنے کے قواعد بتائے ہیں۔ اور پھر علم مسمریزم کا ذکر ہے یعنی ناک سے جو دم نکلتا ہے۔ اسکو باضابطہ کرنے کے قاعدے دکھائے ہیں جن سے انسان بہت سے امراض کا علاج بہت سے تغیرات اور خبریں معلوم کر سکتا ہے جن لوگوں کو ایسے علوم کا شوق ہے۔ انکو یہ کتاب مفید ہوگی مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس رسالہ کے ساتھ استاد کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا کہہ دیتا ہوں کہ وہ کم

مسمریزم کی کتابوں کی طرح صرف دقت نظر نہیں ہوا۔ اور کوئی ہم سے پوچھے تو اسلام میں ہمنے جو کچھ پایا کہ یہ سب باتیں لغو معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تمام لوگ وحدت وجود کے قایل ہوتے ہیں۔ کاغذ اچھا ہے لکھوائی خراب و ۲۳ صفحے قیمت ۸ صرف کا پتہ۔ مینیجر یوگ آشرم حسن ابدال پنجاب رسالہ میں نظم بھی دی ہے جو عروض کے لحاظ سے غلط ہے مگر اس میں شک نہیں کہ دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔

اخبار نویسوں کے اسرار

ہندوستان کا ایڈیٹر نہایت بدنصیب اور نہایت خوش نصیب ہے یہاں بدنصیبی کی تشریح مقصود نہیں بلکہ خوش نصیبی کا ذکر کرونگا۔ وہ گھر بیٹھے سینکڑوں غمگسار ہزاروں خیر خواہ پیدا کرتے ہیں جو اسکی ذات سے ایک خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسکے غم سے غمگین ہوتے اور خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ ان غائبانہ مشتاقوں کو اگر اسکی سوانح ملجائے تو وہ کیوں شوق و ذوق سے نہ دیکھینگے۔ پس منشی محمدین صاحب فوق قابل شکریہ ہیں کہ انہوں نے بہت محنت سے انکے حالات ایک رسالہ میں جمع کئے جس میں سے بہت سے خود نوشتہ ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ایڈیٹر مڈل و انٹرنس فیل ہیں۔ اور ایڈیٹری کے پیشہ کی طرف رغبت دلانیوالی چیز صحافتی ہستی میں کمی پیچ ناکامی ہے یا وہ طبعی ذوق اور دماغی جنون جو ہر اہل قلم کو لاحق ہوتا ہے بہرحال بعض معصروں کے حال پڑھنے والوں کو بہت سے سبق سکھاتے ہیں یا چند ناکامیوں یا بے سرو سامانیوں سے دلبرداشتہ ہو کر کام چھوڑ بیٹھتے یا خودکشی کر لیتے والوں کو جرأت اور ہمت دلاتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ کیونکر ایک شخص معمولی چھ سات روپے کا نوکر تھا اور پھر آخر اس رتبہ کو پہنچا کہ اپنے قلم کی ایک حرکت سے ہزاروں انسانوں کو ایک راہ پر لا سکتا ہے۔ پہلے پٹواری یا امین تھا اور ابھی قومی رازوں کا امین اور قومی حقوق کا محافظ ہے۔ جن لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوتا تھا اور جی حضور جی حضور کہتے زبان سوکھی جاتی تھی۔ اب ان کے پبلک افعال پر آزادانہ تنقید کرنیکا حق رکھتا ہے۔ ظفر الملک علوی اور جناب ناکام نے اپنے

حالات نظر فریبانہ پیرایہ میں خوب لکھے ہیں۔ اس میں خاندان نبوت کے درخشندہ گوہر صاحبزادہ
میرزا محمود احمد کے مکمل حالات بھی ہیں جو وابستہ دامن اہلبیت شیخ یعقوب علی کی نیازمندانہ
و مخلصانہ قلم نے مرتب کئے ہیں عمر میں سب سے چھوٹے ایڈیٹر آپ ہی ہیں۔ یہ رسالہ سو
صفحے پر ہے۔ ۲۲ نہایت گنجان و باریک لکھائی سے ختم ہوا ہے۔ تصاویر کو دیکھنے سے
طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ غالباً یہ بطور تفریح کے ہے یا شاید ہمارے دوست فوق
کو اپنے ہم پیشہ دوستوں سے کوئی انتقام لینا مقصود تھا۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مرگ انبوہ جشنے
دارد کے مقولے کی پیروی کرتے ہوئے خود بھی ان میں شامل ہو گئے ہیں۔ ہاں یہ ممکن نہ
تھا بھول گیا کہ ہمارے ابن خضر مرحوم کا تذکرہ بھی اس میں ہے آپ کے حالات لکھنے والے نے
سیدنا حمزہ علیہ السلام کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے الفاظ میں جو صداقت سے بہت
دور ہیں۔ رامپور میں جو فتح آپکو حاصل ہوئی۔ اسکی قلعی صادق [illegible] بدر میں کھول چکے
ہیں۔ ۱۵ اپریل والے اشتہار کا نتیجہ تو بالکل آپ کا ست۔ انکا بھولا دینا جو انعام دیئے جاتے
ہیں یہ درحقیقت صحیح ہے۔ ان اشتہار و نکاح جو اپنی ہزیمت کے اپنے ہاتھوں سے دے ہے
ہو دنیا سے الٰہی اہل رشد و ہدایت و صاحبان لطافت و ذہانت و معاملہ رس ابھی
گم نہیں ہو گئے ملنے کا پتہ ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور قیمت ۸ر

احمدی خاتون یہ رسالہ شیخ الملک کے دماغی فتوحات کا موجد گوہر ہے۔ درحقیقت برادر
یعقوب نے اس راز کو پایا ہے کہ ہمارے امام ہمام کا مقام دیگر دنیا و علمائے امت محمدیہ سے
اعلیٰ و افضل ہے۔ اور ہماری جماعت کی پوزیشن دوسرے فرق اسلامیہ سے الگ ہے۔ ہم
نقشبندیوں سہروردیوں چشتیوں والے فرقوں کی طرح نہیں بلکہ ہمارا حال تو ایک نبی کی
امت سا ہے جو شہداء علی الناس بنائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے فرقوں میں مل کر
فنا ہو جانے سے بچانے کے لئے اشتراکی امور سے ہمکو الگ کر لیا۔ غیروں کی امامت
میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ رشتہ ناطہ دینے کا انکار فرمایا۔ پس جب ہم ایک نبی کی

قوم ہیں اور دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور ہیں تو فرقہ نسوان کو لیڈ کرنا بھی ہمارا ہی فرض ہے۔ آجکل تعلیم نسوان کا بیشک چرچا ہے۔ اور چند ایک رسالے اور اخبار بھی ان کے لئے نکلتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ان کا اکثر حصہ یورپ کی تقلید میں ہے۔ کتاب و سنت کو ان کا پیشوا نہیں بناتے بلکہ لیڈیاں یورپ کے طرز عمل کو جو اپنے اندر کئی قسم کے مفسدے اور خرابیاں رکھتا ہے۔ وہ عورتوں کو حقوق دلوانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ حقوق نہیں جو خدا اور اس کے رسول نے دیئے ہیں بلکہ وہ جو فلاسفران یورپ نے دیئے ہیں۔ اور جس کا نتیجہ وہ آپ بھگت بھی رہے ہیں۔ وہ ہمیں ناشزہ اور گستاخ اور بے ادب اپنی خاوندوں کی بے پرواہ کرنے والی خود رائے خود سر عورتیں دینا چاہتے ہیں۔ جنہیں اگر کپڑے سینے کے لئے کہا جائے۔ تو کہیں کیا ہم درزن ہیں۔ اور اگر دوا پلانے کے واسطے ہدایت دیں تو کہیں یہ ڈاکٹر کا کام ہے۔ اور اگر کھانا پکانے کے لئے کہیں تو جواب دیں کیا ہم باورچن ہیں۔ در متوسط طبقہ کو پیش نظر رکھکر ہیں کہتا ہوں شام کے وقت جب کھانا کھلانیکا وقت ہو۔ تو وہ ہوا خوری کو چلی جائیں صبح جب بچے جاگیں۔ تو وہ باغ میں پھر رہی ہوں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ایسی بیبیاں ہوں۔ جو اپنے شوہروں کے لئے موجب مودت و سکینت و رحمت ہوں جو مردوں کو اپنا سرموجب سمجھیں۔ اور اپنی ناقص عقل کو ہمیشہ انکے مشورے کا محتاج سمجھیں گھر کو ایک بہشت بنا دیں۔ میں امید کرتا ہوں شیخ صاحب اسی نقطہ خیال سے کام کرینگے اور اسکی ایڈیٹری کسی شریف تعلیم یافتہ سلیم الفطرت بی بی کے سپرد کرکے آپ صرف قوام رہینگے۔ موجودہ صورت مردانہ پرچے کی ہے نہ کہ زنانہ کی۔ دو صفحے کا رسالہ ہے۔ اور ایسے بارہ حصے ... کو خریدار نکال سکتے ہیں۔ خدا کرے شیخ صاحب استقلال و جمعی سے سے کام کریں۔ اور وہ مستورات بھی اس میں حصہ لیا کرے۔

قریشی ٹریکٹ لاہور کے ایک بڑے مجمع میں حضرت امام ہمام سے سوال کیا گیا تھا۔ کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لائے نماز روزہ کرتے ہیں۔ پھر آپ کے ماننے کی کیا

ضرورت ہے۔ پیر حضور نے ایک تقریر فرمائی تھی۔ اسے نہایت ہی خوشخط بڑی اعلیٰ چھپائی کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری حویلی کابلی مل لاہور نے مفت چھپوا کر تقسیم کیا ہے محصول ڈاک کے لئے ٹکٹ بھیج کر آپ بھی منگوا لیں۔ اور اگر اس کارِ ثواب میں شامل ہونے کا ارادہ ہے تو غالباً سینکڑہ کے حساب لاگت بھجوا دیں۔ یہ سوال ایسا ہے جو تقریباً ہر احمدی سے کیا جاتا ہے۔ اور اسکا جواب خود اس رسالہ کے ذریعہ دیا ہے۔ اس سے زیادہ مستند معتبر جواب کیا ہوسکتا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء قریشی صاحب کی نظر انتخاب قابل صد داد ہے

انگریزی گفتگو

شامل ہیں جو طلباء اور عام شائقین کے لئے مفید ہے۔ ہر فصل کے اول میں ایک مشق فقرات سوالیہ جوابیہ کی درج کی گئی ہے۔ اور ان مشقوں سے پہلے تمام الفاظ استفہامیہ الفاظ مروجہ گفتگو و مختصر جملے اور محاورات بطور تمہید پورے چار صفحوں پر دیئے گئے ہیں۔ تعداد صفحات انگریزی و اردو ۵۰ قیمت انگریزی مع اردو [illegible] قیمت انگریزی [illegible] دو یا زیادہ جلدوں کے لئے کمیشن [illegible] فیصدی بقیمت نقد یا وی پی مصنف سے اور ہر ایک مشہور تاجران کتب سے مل سکتی ہے۔ ماسٹر ولی اللہ مصنف معرفت میاں ہدایت اللہ صاحب کوچہ چابکسواراں لاہور۔ افسوس ماسٹر صاحب جو ہمارے سلسلہ کے مخلص ممبر تھے فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون میاں قدرت اللہ کے نام درخواستیں بھیجیں۔

گروشی جنتری

اگلے زمانے میں تجارت کی کامیابی کا راز راستبازی صداقت خشیۃ اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لئے کام کرنے میں تھا۔ اور اب بھی ہے لیکن اسکے ساتھ اس زمانے میں وبا اشتغال ہونے کی وجہ سے اشتہار بازی بھی ضروری ہوگئی ہے۔ اشتہار اس کثرت سے نکلتے ہیں کہ انہیں کوئی پڑھتا بھی نہیں۔ ایسے مشتہر وہ عجیب عجیب تجویزیں سوچنی پڑتی ہیں جو صرف اہل یورپ کے حصے میں آتے ہیں مگر ہندوستانی ذہن و دماغ بھی کب پیچھے بیٹھنے والے ہیں۔ وہ بھی کچھ نہ کچھ کر ہی دکھاتے ہیں حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء موجد روزانہ لاہور نے ایک گروشی جنتری ایجاد کی ہے۔ جو ایک مدور کاغذ کے ٹکڑے پر ہے اور [illegible]

تک انگریزی مہینوں کی تاریخیں اور دن بتاتی ہے۔ اور اردو گرو آپ کی دو رنگوں کا انتخاب ہے حکیم صاحب نے بہت سعی اور جانفشانی سے کام لیا ہے کہ دے مفت تقسیم کرتے ہیں۔ پتہ بھیجو اور جنتری وصول کیجئے۔

خطبات نور خدا تعالیٰ اجر دے ہمارے شیخ عبد الحمید ایڈیٹر بنیاد میٹ آر۔ بی۔ ایس۔ اے ام۔ کو جنہوں نے ہمارے سید و مولیٰ مطاع و محبوب کے خلیفۂ اول علامۂ بے بدل حضرت مولانا نور الدین صاحب کے خطبات جو شیخ یعقوب علی صاحب نے مرتب کر کے الحکم دستہ میں وقتاً فوقتاً شائع کئے ہیں اور قوم انکی ایسی بیش قیمت خدمات کا اعتراف کرتی ہے۔ کی پہلی جلد دو سو صفحہ کی نہایت عمدہ دبیز کاغذ پر بڑے اہتمام سے چھپوائی کاغذ اور چھپوائی کو دیکھکر جی چاہتا ہے کہ یہ کتاب خوشخط بھی اسی وجہ کی ہوتی۔ باقی رہا امر کہ خطبات کیسے ہیں۔ سو میرا منصب نہیں اور نہ اسپر ریویو کی ضرورت ہے کیونکہ یہ اس کے خطبے ہیں۔ جسکے ہاتھ پر ہم سب بیعت کر چکے ہیں۔ اور وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں۔ پس اپنے مرشد کی ہدایات کو جو دل کے کانوں سے سنے وہی ساتھی اور کوئی شخص بے بہرہ ہی استطاعت ہو کر پھر نہ خریدے قیمت مرحوم بمقابلہ حجم زیادہ نہیں۔ ملنے کا پتہ اوپر درج ہو چکا۔

نور ۱۵ اکتوبر ہمارے امام علیہ السلام نے جہاں اور فرقوں پر اتمام حجت کیا۔ وہاں سکھوں کو بھی بتایا کہ انکے گرو کا مذہب اسلام ہی تھا۔ اور اسکے ثبوت میں کئی زبردست تحریریں لکھیں ست بچن ایک مبسوط ضخیم کتاب ہے چشمۂ معرفت کے ایک حصہ میں بھی مفصل ہی ثبوت ہیں۔ کی اشاعت کا کام ہمارے برادر شیخ محمد یوسف صاحب گرو مکھی نے اپنے ذمہ لیا۔ اور چونکہ وہ گرمکھی پڑھ سکتے ہیں۔ اسلئے اس مضمون کو انہوں نے خوب شستہ سی کیا کئی ایک رسالے اور ٹریکٹ بھی شائع کر چکے ہیں کہ جن کی حیثیت سے وہ خود بیراب ہوئے ہوں۔ انکے بھائی بھی ہوں۔ یہ ان تحریروں کا خلاصہ ہے جو ۱۵ اکتوبر کے پرچہ میں چھاپا گیا ہے احباب منگوا کر اشاعت کریں۔ دفتر نور قادیان

ناظرین تشحیذ الاذہان کے لئے بھی رعایت کا موقعہ

اخبار بدر کے ناظرین کو [illegible] رعایت دی گئی تھی جس سے وہ مستفید ہوئے لیکن [illegible]
کہ ناظرین تشحیذ کو بھی ایک موقعہ رعایت کا [illegible] کریم الطبع [illegible]
کو یہ اعلان کیا جاتا ہے [illegible] احباب کی درخواست [illegible]
[illegible]
میں [illegible] صرف [illegible] رعایت [illegible]
سلسلہ احمدیہ کے [illegible] صرف [illegible]
سلسلہ احمدیہ کے مخالفین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
صرف [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] ترجمہ [illegible] اصل قیمت [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] اصل [illegible]
[illegible] صاحب [illegible]
[illegible] اصل [illegible]
[illegible] اصل [illegible]
[illegible] اصل [illegible] صاحب
مصنف [illegible] اصل [illegible]

اُردو ترجمہ کتاب فتوحات مکیہ

فتوحات مکیہ جو کہ ایک مشہور و معروف عربی زبان کی بڑی بڑی چار ضخیم جلدات میں مشکل اور دقیق العبارات کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ خوبصورت ماہواری رسالہ کی صورت میں ہم نے چھاپنا شروع کیا ہے۔ اس میں قرآن کریم و احادیث نبویہ کے باریک باریک اشارات و لطیف نکات اور حقائق و معارف الٰہیہ اور علوم لدنیہ کے اسرار درج ہیں۔ گویا کہ یہ کتاب علوم دین کا بحر ذخار ہے۔ اس کتاب کے مصنف حضرت شیخ محی الدین ابن عربی حاتمی طائی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ ہو کر اولیاء کبار سے ہیں ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں فتوحات مکیہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ ہے کہ جو علوم بیشتر اس کتاب میں درج کئے ہیں وہ اکثر خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت یا حرم شریف میں بحالت مراقبہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھولے ہیں۔ اور جلد اول کے صفحہ ۸۰ میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے لکھنے کیلئے مجھ پر خدا تعالیٰ کا الہامی حکم نازل ہوا ہے۔ الغرض اس کتاب میں عجیب و غریب اسرار الٰہیہ و علوم لدنیہ کے کرشمے دکھائے گئے ہیں چونکہ رسالہ دو شلنگ کو۔ قیمت رسالہ سالانہ پیشگی رسالہ تین روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک پیشگی اگر نمونہ مطلوب ہو تو رسالہ [illegible] [illegible] آنہ میں مع محصول ڈاک بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا۔ خریدار کی امداد کی تمام درخواستیں بنام

ابو عبد الرؤف مینیجر رسالہ ڈاکخانہ چنگا بنگیال

تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی پنجاب

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو

۲۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library

آزمائش کیلئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

[illegible]

[illegible]

تندرستی میں بہت بہتری ہو سکتی ہے

دواؤں کا نام

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۱۲۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ... انگریزی ماہ کی ... تاریخ ... کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء

Digitized By Khilafat Library

جلد ۷ — نمبر ۱۲

رسالہ

تشحیذ الاذہان

صاحبزادہ میرزا ... ایڈیٹر

فہرست مضامین

ہم قتیاب کیونکر ہو سکتے ہیں	[illegible]
مکتوب ...	[illegible]
واقعات کربلا	[illegible]
مدرسہ احمدیہ وغیرہ ...	[illegible]
... ایک ...	[illegible]
فہرست کتب و اشتہارات	

قیمت سالانہ ...

... کو ... فی ... دی جاتی ہے

باہتمام ... میں ... چوہدری ... پرنٹر ... قادیان سے شائع کیا

جنگ بدر سے فتح عراق تک

چالیس دلچسپ واقعات ابتدائی ۴۰ رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں

حجم ۶۰۰ صفحات قیمت [illegible]

(۱) ہر ماہ میں ۲ دفعہ ۵۰ صفحہ پر شائع ہوتی ہے (۲) چندہ ہونے کا سلسلہ برابر جاری ہے (۳) مستقل خریداروں کی چندہ ابھی سے

تاریخ اسلام

مصنفہ [illegible] صاحب مرحوم

رسالے بھیجے جاتے ہیں قیمت سالانہ [illegible] رسالے یا [illegible] چار روپے [illegible] مقرر ہے۔

نہایت محنت، تحقیق اور دماغ سوزی سے نئے انداز اور جدید طرز پر لکھی ہے۔ اس کے مطالعہ سے دماغ منور ہوتے ہیں، عقیدے کھل جاتے ہیں اور صحابہ کرام سے سچا عشق پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ منگا کر پڑھیں۔ اور اولاد کو پڑھائیں۔ اور اپنی شاندار تاریخ سے واقف [illegible]

حضرت اقدس امیر المومنین کا خط

عزیز من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ رسالہ پہنچا ہے خوب قیمت ہے [illegible] مرحوم کو اللہ بخشے تو مجھے جب یہ قیمت ختم ہو اور رسالہ جاری رہے تو پہلے مجھ وی پی بھیجیں۔ والسلام

جیبی مترجم حمائل شریف (۱) طول ۵ انچ عرض ۳ انچ (۲) نصف صفحہ عربی نصف اردو ترجمہ (۳) پہلے فہرست آخر میں لغات القرآن بطور فرہنگ (۴) عربی اور اردو ترجمہ میں آیات کے نمبر سورت وار دیے گئے ہیں (۵) لکھائی چھپائی عمدہ اور بڑھیا جلد نفیس عکسی [illegible] ایک [illegible] نہیں ہوئی۔ قیمت مجلد اصلی [illegible]

منشی فیض علی مینجر تاریخ اسلام فصیح منزل شہر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء

"ہم فتحیاب کیونکر ہو سکتے ہیں؟"

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ انسان کے دلی اعتقاد اور اندرونی اخلاق کا علم اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوا ہو۔ دیکھو ہندوستان کے مدعیان اسلام میں بڑے بڑے علماء بڑے بڑے فضلاء موجود ہیں جنہیں دعوے ہے کہ ہم اسلام پر قربان ہونے اور جان تک فدا کرنے کو تیار ہیں۔ بڑے بڑے نئی روشنی کے دلدادے ہیں جو قوم قوم پکارتے رہتے ہیں لیکن جب امتحان کا وقت آیا تو ان میں سے کئی لوگوں کے تقویٰ کی حقیقت کھل گئی۔ ان کا شاہد ہو وہ بحیثیت حدودیت کے نظارے سامنے موجود ہو کر آیا لیکن انھوں نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ یہ لوگ اگر کسی نبی کے زمانے میں ہوتے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ ان کے قرآن دانی اور احادیث نبی کے دعوے باطل ہو گئے کشوف و الہام اور اس زمانہ کا آشکارا ہونا غیب سے جو

تعلقات تھے۔ انکا پردہ اٹھ گیا اور سب پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ انکی حالت غارت و بے قابل اصلاح ہے۔ خیر یہ چند روز کی بات ہے۔ حال ہی میں جنگ بلقان نے بہت سی حقیقتوں سے پردہ برانداز کی اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ اسلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور شریعت اسلامی کو خاتم الادیان کن معنوں میں سمجھتے ہیں اور ان کے اجتہادات درباره دین کس قدر ناقص اور بودے ہیں مفصلہ ذیل اقتباس سے کچھ حقیقت مشتے نمونہ از خروارے معلوم ہوگی۔

(۱) قربانی سے مجاہدین بلقان کی امداد افضل ہے قربانی ایک واقعہ جاں نثاری کی یادگار ہے جس میں ایک پیغمبر نے خدا کی راہ میں جان و مال قربان کرکے صبر و استقلال کا عجیب و غریب نمونہ دکھایا قربانی کا گوشت پوست خدا تک نہیں پہنچتا خدا تک جو چیز پہنچنے والی ہے وہ صرف قربانی کرنیوالے کا تقوی ہے تقوی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں انسان پوری طرح مستقل ہے شرع میں مصلحت وقت کو ہر نوع ملحوظ رکھا جاتا ہے روزہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے اور بجز بیمار و مسافر کے کوئی اسکو قضا نہیں کر سکتا۔ مگر روزے کے مہینے میں علماء نے عام فتوے دیا کہ مسلمان روزے نہ رکھیں بلکہ جہاد کریں قربانی کا درجہ روزے سے اہم نہیں جو لوگ قربانی کرتے ہیں انکا فرض ہونا چاہیئے کہ اس سال قربانی نہ کریں اور جو روپیہ اس طرح بچے مجاہدین کی امداد میں بھیجیں" (ملخصاً ۳۰ نومبر و یکم دسمبر)

(۲) قربانی کو بعض علماء اہلحدیث نے واجب کہا ہے لیکن اکثر کے نزدیک سنت ہے اور امام شوکانی نے عدم وجوب کو ترجیح دی ہے بالفرض اگر قربانی صاحب نصاب پر واجب بھی ہو جیسے بعض علماء احناف کا قول ہے تب

یہی علت (مد) مجروحان ترک پر مقدم ہوگی کیونکہ جہاد بالاموال (۲) اکثر فرض نفلی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فرض قطعی سے واجب کا بہت کم درجہ ہے بہرحال میں سب اہلحدیث بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سال نہ قربانی کریں نہ نئے کپڑے بنائیں نہ زیب و زینت کریں نہ انعام تقسیم کریں۔

(وحید الزماں نواب وقار نواز جنگ)

۴۔ جس حالت میں تقوے گوشت و خون یعنی جانوروں کے ذبح کرنے سے حاصل ہو سکے تو جانور ذبح کرنے چاہئیں لیکن جبکہ جانور ذبح کرنے سے اسراف و تبذیر ہوتا ہو کر خلاف تقوے ہے۔ تو ایسی صورت میں جانوروں کو ذبح کرنا ہرگز ہرگز جائز و درست نہیں بلکہ بجائے جانور ذبح کرنے کے ان کی قیمت کے برابر تصدق کرنا واجب و فرض ہوتا ہے جو قربانیاں آج کل منیٰ میں حاجی لوگ بعد فارغ ہونے حج کے کرتے ہیں۔ ان کا گوشت وغیرہ کھایا نہیں جا سکتا۔ جاتا ہے کہ یہ خلاف تقوے ہے (محمد وثقہ امام اہل قرآن لاہور)

۴۔ تیغ اسلام ہے خلافت روم ٭ جس کو گھیرے ہوئے ہیں دشمن شوم
جڑ ہو جب نہ تو شاخ بھی معدوم ٭ ہوگئی اب ہماری جڑ معدوم

پھر کہاں ہم کہاں کی قربانی

عید آتی ہے پر وہ اہل نصاب ٭ اپنی قربانیوں کا کرکے حساب
دیں نہیں ہو رہی تم سے ثواب ٭ ایسے موقع ہیں شاذ و نادر کمیاب

ہوگی ہر سال یوں تو قربانی (وحید اختر ...)

۵۔ اب عید اضحیٰ ہمارے سامنے ہے اور مناسب و درست رائے ہے کہ قربانی کی نیت اپنے مجاہد بھائیوں پر صرف کی جائے کیونکہ اگر قربانی چھوڑ دی جائے اور گوشت کسی نے ایک دن نہ کھایا تو کچھ گراں نہیں ہے کیونکہ جان دل

سے جہاد کرنا **فرض حتمی** ہے اور قربانی امام شافعی رحمۃ اللہ اور دوسرے اکثر ائمہ کے نزدیک **سنت** ہے اور ارادہ خیر کرنیوالے کو جائز ہے کہ اس سنت کی وجہ سے تبدیلی کر دے تاکہ اجر کبیر اور ثواب کثیر حاصل ہو (امید ہے کہ مہتمم مدرسہ العلوم ہند حیدرآباد)

۶۔ میں تمام اپنے مسلمان بھائیوں سے استدعا کرتا ہوں کہ عید کے موقع پر وہ رنگ رلیاں نہ منائیں جو ایسے قومی تیوہاروں سے مخصوص ہیں یعنی تعیش اور نئے کپڑوں سے ہمیں کیا خاک خوشی ہو سکتی ہے جب کہ ہمارا دل خون ہو رہا ہے اور خوشی جا چکی ہے۔ ہماری ہستی خطرہ میں ہے ہم سب کے لئے مناسب ہے کہ بجائے خوشی کے ماتم کریں۔" (شبلی نعمانی لکھنؤ)

۷۔ یعنی حج کے واسطے جس قدر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور عید اضحیٰ پر جس قدر قربانیاں دینے کے لئے روپیہ اٹھایا جاتا ہے اسکے متعلق میرا جواب۔ استطاعت پر فرض ہے اور قربانی واجب مگر اسی وقت تک جب تک ترک اور عرب جو کہ حرمین شریفین کے محافظ اور والی ہیں برقرار ہیں اور ہم امن وامان کی صورت میں اپنی جانوں کی حفاظت دیکھ کر وہاں تک جا سکتے ہیں یا دوسرے کو بھیج سکتے ہیں۔ اس واسطے میں سب سے مقدم اس بات کی ضرورت ہے کہ قبل اسکے کہ حج کے واسطے روپیہ خرچ کریں ترکوں اور عربوں کی حفاظت وبقا کے لئے جو کہ ہمارے فریضہ ادا کرنے کا وسیلہ ہیں حج کے خرچ سے زیادہ کر کے ادا کریں لہٰذا امسال اگر نئے زرق برق کے لباسوں سیروں آمدنیوں تحفہ تحائف عیدوں عیدیوں و قربانیوں وغیرہ جملہ اخراجات کا روپیہ مجروحین ممالک عثمانیہ کے واسطے مخصوص کر دیا جائے تو اس سے بڑھکر امت کا خیر نہیں ہو سکتا۔" (وطن ۱۹ نومبر ۱۹۱۲ء)

۸۔ میں ندوۃ العلماء کے اس فتوے سے متفق ہوں کہ موجودہ حالت پر خیال

کرکے قربانی کی بجائے انجمن ہلال احمر کو نقد روپیہ دینا جائز ہے۔ (مسز اے کاشبلی)

۹۔ مسلمان بہنوں میں نہایت پُر درد الفاظ میں التجا کرتی ہوں کہ ہرگز ہرگز عید ضحیٰ کی خوشی نہ کرو۔ اور جو روپیہ کہ اس تیوہار میں گھر گھر خوشیاں منانے اور عیدیں تقسیم کرنے میں خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ ترک بہادروں کی مرہم پٹی کے لئے دیدو یہ روپیہ بہت اچھی جگہ لگیگا۔ اور قربانی سے بڑھکر تم کو ثواب ہوگا

۱۰۔ میرا ارادہ نقدی دینے کا ہے۔ خدا قبول فرمائے (شاہ منشی مرتضیٰ ...)

۱۱۔ نماز اور روزہ اسوقت تک ہے جب تک کلمہ توحید کو ثبات ہے لیکن جب جزیرۃ العرب خطرے میں ہو تو شاید قائم نہیں رہ سکتیں۔ رہے مسلمان وہ دیکھیں کہ وہ ہندوستان میں ہوں یا چین میں انکی فی عزت کا جو سہارا باقی ہے وہ صرف خلافت قسطنطنیہ کی پولیٹیکل ہستی کا نتیجہ ہے۔ جس دن یہ مرکز اپنی اصلی جگہ سے ہٹا انکا حال بھی وہی ہوجائیگا جو آج یہودیوں کا دیکھ رہے ہیں پھر انکے پاس دولت ہے ان کے پاس یہ بھی نہیں ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ (حج) آج نماز اور حج سے بڑھکر ہمارا فرض ترکوں کی مدد ہے۔ (ن) آج مسلمانوں کے لئے اور نیک کام ہی کہاں باقی ہے ان کے لئے تو اسوقت صرف ایک ہی نیک کام ہے یعنی حفظ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ (ہلال کلکتہ)

ناظرین کرام! یہ خلاصہ ہے ان آراء کا جو ہمارے علماء وفضلاء کے ایک گروہ نے مسئلہ بلقان کو حل کرنیکے لئے دیں اور میں اس نقل کفر کی معافی چاہتا ہوں جو یہ صرف یہ دکھلانے کے لئے پیش کیا ہے کہ آپ دیکھیں کہ مسلمانوں نے کہاں توجہ کیا ہے اور کس چیز کی عظمت ان کے قلوب میں ہے۔ اور ان کے اعتقادات کس پایہ کے ہیں اور وہ کن باتوں میں دینی اور دنیوی ترقی سمجھتے ہیں میرے نزدیک قرآن کی آیات

کا مقصد ہے کہ خدائے اسلام و خدائے محمد ہمارے لئے کافی نہیں وہ خانہ کعبہ کا
محافظ نہیں ہے جیسا کہ اس نے فرمایا اور بطور پیشگوئی فرمایا جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ
الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ
وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (المائدہ) کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ
نے کعبہ کو عزت کا گھر اور شہر حرام اور قربانی و رسی والے جانور وغیرہ کو لوگوں کے امن کا سبب
بنایا ہے اور یہ اسلئے کہ تم جانو اللہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور ہر شے کا علم رکھنے
والا ہے اور اللہ شدید العقاب ہے وہ کعبہ کے دشمنوں کو سزا دے گا۔ وہ غفور رحیم ہے
توبہ کرنے والوں کو بخش دیگا بلکہ حرمین شریفین کی عزت و احترام اور حفاظت ترکوں کی ذات
بابرکات سے ہے جو اسوقت خود دو چار ریاستوں سے تکلیف اٹھا رہے ہیں اور ایسی
حالت میں ہو گئے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی امداد کے بغیر ان کا صفحہ ہستی پر
زندہ رہنا محالات سے ہو گیا ہے پھر کر کر ترک فتح پا سکتے ہیں اور اسلامی عزت
اسلامی شوکت قائم رہ سکتی ہے۔ تو صرف اس طریق سے کہ مسلمان شعار اسلام کو خیرباد
کریں شعائر اللہ کی تعظیم چھوڑ دیں نماز۔ روزہ۔ حج کو خیرباد یا کم از کم موخر کر کے اپنی تمام
توجہ ترکوں کی امداد میں لگا دیں کیونکہ نماز اور روزہ اسوقت تک ہے جب تک ترکوں کا
بقا ہے ترک اسلام کی جڑ ہیں اور جب جڑ ہی خطرے میں ہو تو شاخیں قائم نہیں رہ
سکتیں مسلمانوں کی عزت اللہ میں نہیں اس کے رسول میں نہیں ایمان میں نہیں
جیسا کہ اس نے فرمایا وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ بلکہ وہ صرف خلافت
قسطنطنیہ کی پولیٹیکل ہستی کا نتیجہ ہے جس دن یہ مرکز اپنی اصلی جگہ سے ہلا ان کا حال
مجسمہ وہی ہوگا جو آج یہودیوں کا ہو رہا ہے یہ ہیں برادران طریقت رفیقان ملت
سے پوشیدہ ہے کہ دل کھول کر رو بجائے اسلامی کمزوریات پر اور کل کر بنا پر کر لیا جائے

ان ایمانی واشوں پر جو ہمارے رہنما ہیں اسیر ہمارے رہبر جو جوش میں آ کر وہ باتیں کہہ جاتے ہیں
جو کسی مسلمان کے منہ سے زیب نہیں دیتیں اور جن کے سننے کی توقع کسی اور صنف سے
ہو سکتی تھی بیشک ترک ہمارے بھائی ہیں آخر کشتہ ہوتے ہیں ہم انکے زخموں کی
مرہم پٹی کے لئے وہ مال دیا جو خدا کے حکم سے ایک نیکی ہے بشرطیکہ ان کو پہنچے لیکن
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم قربانیاں چھوڑ دیں جن کو خدا تعالیٰ نے شعائر اللہ
سے فرمایا وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (دیکھو ۲۲) اور
مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ سے ظاہر کر
دیا کہ شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کی پرہیزگاری میں داخل ہے پس جو قربانی چھوڑتا ہے
اسکے دل میں تقوےٰ نہیں پھر میں کہتا ہوں جو قربانی چھوڑتا ہے اس میں اسلام نہیں
کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسے اسلام سے تعبیر فرمایا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ
پھر میں کہتا ہوں جو قربانی چھوڑتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے نشان کو مٹاتا
ہے اور افسوس ہے کہ مسلم کہلا کر مٹاتا ہے وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ
فِي الْاٰخِرِيْنَ

خدا تعالیٰ کے کلام کو اپنے قیاسی باتوں سے رد کرنا بڑی شوخی اور گستاخی ہے جو شیوہ
مومنانہ سے بالکل بعید ہے یہ عذر کہ جہاد فرض قطعی ہے اور قربانی سنت اسلئے ہم جہاد
کو مقدم کرتے ہیں اول تو یہ جہاد کا زمانہ ہی نہیں کیونکہ مسیح نازل ہو چکا و یضع الحرب
پر سب کا اتفاق ہے لیکن خیر اس سوال کو جانے دو اس بات کا جواب بتاؤ کہ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد فرض تھا یا نہیں اور وہ بھی مرحلہ ہے یا نہیں کہ
اسوقت ابتدا میں مسلمان بہت کم ہوتے تھے اور انپر حملوں میں کئی موقعے ہیں جن کو
نقشہ خدا کی کتاب اور سچا کلام بغیر کسی مبالغہ کے ان الفاظ میں کھینچتا ہے اِذْ جَآءُوْكُمْ
مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ

الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (الاحزاب) جب دشمن نے اوپر سے نیچے سے چڑھائی
کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں دل حلق کو آگئے اور تم اللہ سے طرح طرح کے گمان کرنے
لگے اسوقت مومن ابتلاء میں ڈالے گئے اور سخت جنبش سے ہلائے گئے اگر باوجود
اسکے یہ حکم دیتا کہ قربانیاں بند کرو اور ان کی جگہ توپ و گولہ خرید کر جنگ میں جاؤ۔ ایمان
سے کہنا کیا اسوقت ہمارا یہ حال ہے ہرگز نہیں ہم تو ایک پر امن سلطنت کے نیچے مزے
سے بیٹھے زندگی بسر کر رہے ہیں پھر یہ فتوے کیسا۔ دوم۔ اگر فرض کے لئے سنت کو ترک
کرنا حکم ہے تو پھر یک زمانہ زندہ رہا ہے جو ہمارے علماء فتوے دیں کہ نماز کے فرائض ادا
کر کے جائیں باقی سنتیں چھوڑ کر جہاد میں یہ وقت خرچ کیا جائے اور اسی طرح تمام نیکیوں کو
بجائے مکروہ مستحب یا سنت ہیں ایک طرف کر کے بیٹے اسلام سے خالی کر دے جو کہ صرف یہ
کام اپنے نے سکھیں کرنا اور چندہ دینا۔ تعجب یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت زار پر نظر
کر کے شعائر اللہ کی تعظیم کو غیر ضروری سمجھنے کی ٹھانی گئی ہے ان کا شیخ الاسلام ہندوستان یہ
فتوے دیتا ہے کہ قربانیوں کی بندش ناممکن ہے مگر ہند کے بعض مسلمان ہیں جو شاید
اسلامی حکم کو چھوڑنے کے لئے پہلے ہی سے ایک بہانہ ڈھونڈ رہے تھے وہ صاف لفظوں
میں بلا کسی خوف و خطر کے فتوے دے رہے ہیں کہ اگلی جانے دو قربانیاں پھر دیکھا
جائیگا۔ اسوقت تو حج بھی ملتوی کر دینا چاہئے۔ تعجب ہے کہ لوگ حضرت مرزا صاحب
کے نبی اللہ کہنے پر حالانکہ صحیح مسلم میں مسیح موعود کو یہ خطاب دیا گیا ہے۔ تو ایسے
بھڑک اٹھتے ہیں کہ انہیں اور انکے ماننے والوں کو جان سے مار دینا کار ثواب سمجھتے علاوہ
اس نے آواز بلند ستایا ایک قدم دوری ازاں عالیجناب نہ زدہ بالکفرات سرمان و تیاب
مگر اب خود شریعت میں ترمیم و تنسیخ کر رہے ہیں اور ذرا نہیں جھجکے کیا اسلام اسی کا نام
ہے کہ قربانیاں نہ کریں اور اسکی وجہ بتائیں کہ علامہ ابن قیم نے جہاد کے دنوں میں

روزے چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا حالانکہ جہاد کے ساتھ سفر لازم ہے اور مسافر کو روزے رکھنے کا
پہلے ہی حکم نہیں بلکہ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا ارشاد ہے پھر اس کی نظیر تو ما دہوی
میں پائی جاتی ہے لیکن یہ کہیں نہیں کہ قربانیوں کی بجائے روپے تصدق کر دیے جائیں
حتیٰ کہ مجتہدین نے بھی ایسی اجازت نہیں دی جو قیاسات کو کام میں لانے کے عادی
ہیں۔ ردالمحتار میں ہے فتجب التضحية اى اراقة الدم یعنی خون
بہانا واجب ہے۔ فتاوے عالمگیری میں لکھا ہے انها لا يقوم غيرها مقامها
فى الوقت حتى لو تصدق بعين الحيوان لم يجز یعنی جانور بغیر ذبح کے دیا
جائے تو بھی جائز نہیں [illegible]
[illegible] کی ایسی دلیل دینے کی جرأت کرتے ہیں یہ تہدیدی حکم ہے کہ جو قربانی نہ
کرے وہ ہمارے مصلے کے پاس نہ پھٹکے من كان له سعة ولم يضح فلا
يقربن مصلانا [illegible] معقول پیش کریں کہ اللہ کو گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تقوے
پہنچتا ہے کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے کہ یہ تو صرف قربانیوں کی بندش کے جواب میں [illegible]
جو قربانی کے گوشت کو آگ پہ جلا کر دیتا اور خدا کو محروم رکھنا ضروری سمجھتے تھے [illegible]
کہ اس طرح یہ تو ہر ایک رکن اسلام کو غیر ادا کہا جا سکتا ہے نماز کی اصل غرض بھی فحشاء و منکر
سے رکنا یعنی تقوے ہے ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر پس جب تقوے
اور طریق سے حاصل ہو سکتا ہے تو اس اٹھک بیٹھک کی کیا ضرورت ہے۔ روزہ سے مراد
تقوے ہے لعلكم تتقون پس کیوں خواہ مخواہ بھوکے اور پیاسے مریں جب ہم اپنے
تقوے کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ حج کی علت غائی بھی یہی ہے کہ تقوے حاصل ہو وتزودوا
فان خير الزاد التقوى اب کیا ضرورت ہے کہ گھر بار چھوڑ کر ایک ریگستانی علاقہ
میں جائیں گھر بیٹھے ہی تقوے حاصل کریں۔ اور ليشهدوا منافع لهم کا منشاء
تو آج کل یورپ کی سیر سے حل ہو سکتا ہے کہ گردش ان سی طرف ہے پھر کعبہ کی طرف

منہ کرکے نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ رب نے فرمادیا تھا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور ارشاد
کیا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ غرض اگر اس اصل
کو وقت دیکھی گئی کہ شریعت میں مصلحت وقت کو ہر طرح ملحوظ رکھا جاتا ہے تو پھر دین کی خیر نہیں
اور اسکی قطع و برید کے دن آگئے کاش وہ لوگ سوچتے کہ مصلحت وہی ہے جو خدا کا حکم ہے
ہمارا یہ اختیار نہیں کہ اس کا تغیر نہیں کرکے دین میں ترمیم و تنسیخ کریں۔ اسلام خاتم الادیان
اور اسکی کتاب خاتم الکتب ہے جو ہر عذر و ہر قسم اور ہر زمان نوع انسان کو قیامت تک پیش
آنیوالی تھیں، انکا لحاظ رکھ دیا گیا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء اس عالم الغیب
کو معلوم تھا کہ حج کے موقعہ پر اتنی قربانیاں ہونگی اور اس قدر گوشت پڑا رہ جائیگا اور مسلمان اپنی
نالائقی سے اسے دبا دیا کرینگے اور اسے علاقہ کر تجارت ہم اغیار وطن کے بیت اللہ کے
وجاہی، وہ رحمٰن کی ذات سے بخلاف چیلنج کیا ہے قرآن مجید ودیعت قیاما للناس۔
بیشے لوگ اس سے منع پاتے ہیں ذکر وہ لوگوں کے سبب امن کی جگہ ہے حج اور خانہ کعبہ
کا قیام وابستہ ہے جو ریاستوں کے نوشتے میں آجائیگے مگر اس نے پھر بھی نذر دیا کر قربانی بھی
بجائے مقصود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسا فتویٰ دینے والے قربانی کی فلاسفی سے آگاہ
نہیں۔ جب خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی نقصان پہنچاتی اور بغیر ان
طریقوں پر چلنے کے جو کسی دنیاوی چیز کے حصول کے لئے مقرر ہیں وہ چیز نہیں ملتی اور
اور وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر محال اور ناممکن ہے اس روحانی مقصد کا حصول کسی
اور ذریعہ سے جو قربانی کے ذریعہ خداوند عالم نے مقرر فرمایا ہے اس بات کو خوب ذہن
نشین کر لو کہ جب ہم دنیا میں روز یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ جب کسی قانون الٰہی کی خلاف ورزی
کی جائے یا کسی چیز کو ان اسباب کے ذریعہ طلب کریں جن سے وہ چیز حاصل ہوتی ہے تو نتیجہ

ملنا یہ نکتہ غور کے قابل ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ترکوں کو خلاف شرع سمجھتے ہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا
ہے کعبہ کا وجود حرمت کا ہے سب لوگوں کے لئے جو اسکے متعلق ہوں کہ وہ لوگ اسکے حقدار ہونگے

ہا ہوی نکتہ ہے۔ اسی طرح پر جو ایثار جو اسلام قربانی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے وہ ہرگز ہرگز کسی اور طریق سے حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔ دین اسلام کے دین فطرت ہونے کی زندہ جاوید دلیل یہی رہی ہے کہ حقیقی تقوے حقیقی نجات جو کل مذاہب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا بہترین اور اقرب ترین و مجرب ترین طریق صرف اسلام میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تعلیم سے فیضیاب ہو کر تقوے کے مقاصد کے حصول کے زندہ نمونے ہر صدی میں موجود رہتے ہیں۔ تا کہ منکران اسلام پر حجت تمام ہو سکیں آپ سورہ حج کے رکوع ۵ کو غور سے پڑھیں ولکل امۃ جعلنا منسکا فرما کر پہلے تو یہ بتایا کہ قربانی کی اصل ہر مذہب میں موجود ہے پھر اس نظارہ کو یاد دلا کر کہ کس طرح ایک جانور جس پر صرف تم اونٹ رسے باندھ یا قیمت سے خرید لینے کا حق رکھتے ہو تمہارے آگے اپنے تمام قوے رکھ دیتا ہے اور تمہارے ہاتھ سے ذبح ہو جاتا ہے یہ نصیحت فرماتا ہے فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا کہ تمہارا بھی ایک مالک ہے تمہارے تمام اعضا اور ان کی قوتوں کو اسی نے پیدا کیا ہے وہ صرف تمہارے قوتوں کا خالق ہے بلکہ ان کا رب بھی ہے پس تم بھی اس کے احکام کے آگے اسی طرح اپنی جان دیدو اور اپنی تمام خواہشات و مرغوبات و محبوبات حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اسی کی راہ میں قربان کر دو ایسے لوگ مخبتین کہلائیں گے جن کے اوصاف یہ ہیں اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَہُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ کہ جب اللہ کا ذکر آ جائے تو ان کے دل کانپ جائیں جو بپتا ان پر پڑے اس میں استقلال و استقامت سے کام لیں نماز پڑھتے رہیں اور اسے ہر پہلو سے قائم کریں اور جو اللہ نے دیا علم و مال وغیرہ اس سے خرچ کرتے رہیں۔

اب یہ خشوع و خضوع و صبر و استقامت و قیام صلوٰۃ و انفاق فی سبیل اللہ کا جوش
حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسلمانوں میں قربانیوں کا رواج نہ ہو کیونکہ اسکے لئے یہی
طریق فرمایا مگر تعجب کہ ہمارے مسلمان کہلانے والے بھائی ان اوصاف کے حصول
کے ایک ذریعہ و سبب حقیقی کو اڑانا چاہتے ہیں۔ کوئی شخص اگر کہتا ہے کہ جب نتیجہ یہ
ہے تو پھر اسی کو لینا چاہئیے تو اس کا قول ایسا ہی ہے جیسا کوئی سات منزلہ چھت
پر بغیر سیڑھی کے چڑھنے پر مصر ہو اور یوں حماقت سے اپنی ٹانگ توڑے ممکن ہے
فوری جوش سے مغلوب ہو کر کوئی ایسا کام کرے لیکن اس کا انجام ضرور خراب ہوگا
پھر یہی روح جسے شکر ہمارا ربی ہے جناب الٰہی میں راہ حق میں مٹنے ہی اسکی
کے ساتھ اسکے کلام معجز نظام میں جنگ کا ذکر دیکھ رہا ہوں چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ
اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ
اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ
لَقَدِیْرٌ جس سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں جان قربان کرنے کی پہلی روح
وہ ان قربانیوں کرتی ہے اگر مسلمانوں میں اضحیہ کا رواج نہ رہا تو ان میں کبھی وہ ولولہ
پیدا نہ ہو سکیگی جو انہیں میدان وغا میں کامیاب کرے ہو سکتی ہو کلام حکیم میں تمیز کرے
اور پھر ان باتوں سے توبہ کرے جو خلاف منشاء اسلام اسکے منہ سے نکلیں

یہ تو سب مانتے ہیں کہ صرف جنگ و جدال اسلام نہیں ہے کیونکہ اگر یہی اسلام ہے
تو پھر تو بھیڑیا اور ہاتھی ٹیگر اور سروا والے بھی مسلم ہیں اور اگر اسلام نام ہے قرآن کریم
اور سنت نبی رؤف و رحیم پر چلنے کا اور تعظیم حرمات اللہ و شعائر اللہ کا تو جنگ سے
پہلے ہمیں اپنے اسلام کی فکر کرنی چاہئیے اور ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئیے جو اسکے
خلاف ہو۔ دیکھو یہ کتنا کہ کوئی عید منانے والا کپڑے نہ پہنے بلکہ سب ماتم کریں شریعت
اسلامی کی ہتک ہے۔ سلم کہتے ہیں فرمانبرداری کو۔ وہ ان صلوتی ونسکی ومحیای

ومماتی للہ رب العالمین کہنے والا ہوتا ہے۔ اسکا جینا مرنا اسکی خوشی اس کی غمی محض خدا کے لئے ہوتی ہے اسکے نفس کا دخل نہیں ہوتا وہ نئے کپڑے پہنتا ہے۔ تو محض اسلئے کہ خدا کا حکم ہے وہ خوشی مناتا ہے تو صرف اس نقطۂ خیال سے کہ رسول اللہ نے ایسا فرمایا۔ پس اب جو اپنے ذاتی معاملات کو درمیان میں لاکر اس حکم کے خلاف کرے تو وہ اپنی قومیت کو باطل کرتا ہے ہمیں فتح کی خوشی ہو سکتی ہے تو بحیثیت مسلم ہونے کے فاتح بننے سے لیکن جب اسلام ہی کو اپنے تنزل کا سبب قرار دے لیں تو پھر کوئی شکست کھائے تو ہماری ہار ہے اور اگر فتح پائے تو ہمیں کیا۔ مسلمانوں کی موجودہ روش سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ترقی اور فتح سے خارج چند احکام اسلامیہ ہی تھے جس کو بھی انکو چھوڑا مظفر و منصور ہوئے کیونکہ یہ مشورہ نہیں دیا گیا کہ اس دن جو تعطیل سوٹ بنتے ہیں ان میں کمی کی جائے یا کوئی فرنیچر ایک حد مناسب سے آگے نہ بڑھایا جاوے یا شادی و غمی کی رسوم پر جو خلاف حکم اللہ و خلاف حکم رسول خرچ ہوتا ہے ان کو چھوڑ دیا جائے یا جھوٹی نمائش و عارضی شہرت کے لئے جو اخراجات ہیں ان کو مسلمان لڑکوں یا لڑکیوں کی شادیوں پر جو بجائے کہ شریعت کے نہایت تنگی سے ... کر لیا جائے یا محرم کے تعزیے وغیرہ کے اخراجات دیکھے جاتے ہیں اور اتنا روپیہ ترکش ریلیف فنڈ میں دیا جائے۔ بلکہ کہا گیا تو یہ کہ قربانیاں نہ کریں عید پر ماتم کریں نئے کپڑے نہ پہنیں نہ کھانے سکون و طیب کا حق انعام ضبط کر لیا جائے بچوں کی جائز آرزوؤں کا خون کر دیا جائے اور بات یہ جو اس تقریب پر مطابق حکم الہی سلوک کیا جاتا ہے اسے بند کر دیں حیف ہے ایسی مسلمانی پر کیا عید کے دن ماتم کرنے سے ترکوں کو فتح ہو جائیگی۔ اگر یہ بات یقینی ہے تو محرم کے ایام کو بھی اس ماتم میں شریک کر لیا جاتا اور اگر فتح ان امور سے وابستہ ہے جو خدا نے اپنے قرآن پاک میں فرمائے ہیں تو پھر سچے مسلمان بننا چاہیئے

ہم تو جب کلام الہی کا مطالعہ کرتے ہیں اس زمانہ میں جو ہمارے لئے مظفر و منصور ہونے کیلئے

یہ باتیں پا سکتے ہیں دیکھئے سورہ بقرہ کا پہلا رکوع ایمان بالغیب مقیم الصلوٰۃ ہوں جو کچھ انہیں دیا اس سے خرچ کرتے رہیں جو کچھ نبی کریم پر نازل ہوا اور جو اس سے پہلے نازل ہوا اور پھر پچھلے زمانہ کی وحی مسیح موعود پر ایمان لائیں۔ روز آخرت پر یقین رکھیں یہی لوگ ہدایت کے گھوڑے پر سوار ہیں اور یہی لوگ مظفر و منصور ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔

۲۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ع ۱۱) ترجمہ: اللہ کے اس قرآن مجید کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑے رہو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اللہ کا فضل یاد کرو جب تم دشمن تھے پس تمہارے دلوں میں الفت دی اور تم بھائی بھائی بن گئے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس سے نکالا۔ اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو اسلام کی دعوت دیتا ہے اور نیکی کا حکم کرتا ہے اور بدی سے روکتا رہے اور یہی لوگ مظفر و منصور ہونگے۔

پس مسلمان اگر فتحیاب ہونا چاہتے ہیں تو وہ اتفاق و اتحاد کریں مگر اتفاق خیالی منصوبوں سے نہیں ہوگا بلکہ اسی طریق سے ہوگا جس طریق سے نبی کریم صلعم کے عہد میں ہوا یعنی ایک امام کی اطاعت قبول کرنے سے دوم یہ کہ مسلمان اپنے اوپر صدر کرکے گروہ اپنا وقت اسلام کی اشاعت میں خرچ کرے۔

۳۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ

اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف ۶) اللہ کے رسول پر ایمان لائیں اسکی تعظیم کریں۔ اسکے مقاصد میں مدد دیں اور اس نور کی جو اسکے ساتھ اتارا گیا قرآن اسکی پیروی کریں پس یہ لوگ مظفر و منصور ہیں پس اگر مظفر و منصور ہو ا چاہتے ہو تو نبی اکرم صلعم کی متابعت میں فنا ہو جاؤ تمہارے ہر ایک قول ہر ایک فعل ہر ایک حرکت و سکون سے نبی کریم کی عظمت کا اظہار ہو نیز اسکے سوا سب ہی کو خیرباد کہدو۔

۴- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التوبۃ ۱۱) اگر مظفر ہونا ہے تو مال و جان سے کوشش کرو۔ نیکیاں بھی ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہیں۔

۵- فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المؤمنون ۶) نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے وہی فتحیاب ہونیکا ہے۔

۶- اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور ۷) جب اللہ اور اسکے رسول کی طرف فیصلہ کے لئے بلائے جائیں تو کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی پس یہ لوگ فتحیاب ہوتے ہیں اب تم ذرا اپنے اعمال کا محاسبہ کرو، کہاں تک اپنی زندگی کے پیش آمدہ واقعات کو خدا اور رسول کے فیصلہ کے مطابق طے کرتے ہو۔

۷- فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اپنے قریبی کو اسکا حق دیں مسکین کو دیں مسافر کو دیں یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی لوگ فتحیاب ہونے والے ہیں۔

۸- لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ
مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا
إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آخر مجادلہ پارہ ۲۸) جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہیں انہیں کبھی ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اسکے رسول کے دشمن ہوں تو وہ انکے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار عزیز۔ ان کو خدا جناتوں میں داخل کریگا۔ اللہ ان سے راضی اور وہ ان سے راضی یہ اللہ کا گروہ ہے اور اللہ کا گروہ ہی فتحیاب ہوتا ہے۔

۹۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (التغابن) جہانتک ممکن ہو اللہ کا تقوے اختیار کرو اسکی بات سنو اطاعت کرو اور اپنی ہی جانوں کے فائدے کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرو۔ اور جو اپنی طبعی حرص سے بچیگا۔ وہی فتحیاب ہوگا۔

بس اے برادران ملت! یہ وہ فتحیاب ہونے کے گر ہیں جو خدائے علیم کی کتاب حکیم میں درج ہیں۔ ممکن ہے کوئی سطحی خیال کا نادان بول اٹھے کہ اس میں بندوقوں توپوں کا ذکر نہیں ہوائی جہاز نہیں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ باتیں تم میں پیدا ہو جائیں تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بحیثیت مسلمان ہونے کے ترقی کرنا چاہتے ہو تو اول انہی مکارم اخلاق کے حصول کی کوشش کرو اور پھر کسی اور طرف توجہ دو۔ دیکھو وہ فرماتا ہے إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا کہ تم میں صابر دو سو پر اور ایک سو ہزار کفار پر بھاری ہیں۔ یہاں بھی صبر و ایمان کی شرط لگائی

نور کا مقام ہے اور نصرت الٰہی کا جذب بھی ایمان ہی فرمایا ارشاد ہوتا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم اپنے فرستادوں اور مومنوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں کرتے ہیں۔ اور بشارت دی کہ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ کہ مومنوں ہی کی نصرت ہم پر واجب ہے اور سورہ مومنون کے ابتدا میں بھی یہی فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اور پھر فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ یعنے مظفر و منصور ہوئے وہ مومن جو نمازوں میں خشوع کرتے لغو کاموں سے بچتے زکوتوں کو ادا کرتے اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کرتے اور اپنے عہدوں اور امانتوں کی رعایت اور نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ پس ان باتوں کو چھوڑ کر اور ان کلمات حکمت سے منہ موڑ کر مسلمان خوب یاد رکھیں کہ ان کے لئے فتحیاب ہونے کا کوئی طریق نہیں اور اگر نہیں یہی دوائیں ہیں جو ایک اعظم ہی قوم کے نبض شناس نے الہام الٰہی سے لکھیں اور اس مسیحا نے اعلان کیا کہ شفا کی خواہش رکھنے والے مریض اس نسخہ کو استعمال کریں ورنہ ہلاکت قریب ہے مگر افسوس کہ کسی نے کان نہ دھرے اس نے کس دلسوزی سے یہ پیغام دیا [illegible] کے بعد وہ مسلمان جو مصداق ہیں اس شعر کے ؎

اُسے کوئی پرواہ نہیں غیر قوم سے ٭ کرتی نہیں ہے منع ملتِ اسلام سے
کبھی بیگانہ ہوئے فتحیاب نہیں ہونگے ؎

دشمن ہے وفا کا جو کرے پاس نہ پیرو ٭ منکر ہی کا ہے جو یہ رکھتا ہے افکار
کیوں چھوڑتے ہو تم نبی کی میراث کو ٭ جو چھوڑتا ہے چھوڑے وہ قوم حرِ شیث کو

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا ۔ وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے ۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

دیکھو اب فیروزی لڑائی کے معنی ہی کیا پہنچے ۔ تم خود ہی غیرتی کے محل سزا ہوئے

مبارک وہ جو ان باتوں پر ایمان لائیں اور سخت سے سخت مصیبت و تکالیف کی حالت میں بھی ایسے کلمات منہ سے نہ نکالیں جو خدا اور اسکے رسول کے منشا کے خلاف ہوں اور جان پر بن آئی ہے تو بن جائے لیکن ایمان میں لغزش پیدا نہ ہو۔ ملک ان کے ہاتھوں سے انہی کے شامت اعمال کے سبب نکلے جا رہے ہیں تو جائیں مگر شعار احمدی کی تعظیم اور سنت النبی کا اتباع کسی حالت میں نہ چھوڑیں۔ وفقنا اللہ و ایاکم۔

فیصلہ خدائی مسلمات ثنائی یہ وہ نامور رسالہ ہے جس میں میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر حق دہلی کے قلم جوہر رقم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اور مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسری کی حیات کو کذب کے مسلمات پر حضرت مرزا صاحب کے صداقت کی دلیل ثابت کیا ہے اور اس اپیل والی دعا پر خوب بحث کی ہے مخالفین جو یہ دعا کا اشتہار پیش کیا کرتے ہیں۔ انکو دندان شکن جواب ہے پھر اس میں ایک اور پہلو سے اسکے فریقین کی سفارش کو دور کر حضور کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے اشتہار اور اسی دعا کا عکس چھاپ دیا گیا ہے کون احمدی نہیں چاہتا کہ امام علیہ السلام کا نوشتہ اسکے پاس بطور تبرک رہے پس یہ رسالہ ایسی قیمتی شے متبرک ہے جو ہزاروں روپوں کے عوض بھی خرید کر نہ ملتی کی مصداق ہے حجم قریباً سو صفحے قیمت [illegible] ملنے کا پتہ ایڈیٹر الحق۔ ترا ... دہلی

وفات مسیح اس ٹریکٹ میں آیات قرآن مجید کی جن سے وفات مسیح کا استدلال ہو سکتا ہے جمع کر دی گئی ہیں۔ ترجمہ تو دیا ہے وجہ استدلال ساتھ نہیں دی گئی ہے۔ ...

احمدیہ جنتری جس میں امسال نئی مسیحی ہجری بکرمی تاریخوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا مکمل ثبوت ہے تبلیغ کے لئے بہت عمدہ رسالہ قیمت ... دفتر تشحیذ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یعنی

Digitized by Khilafat Library

مقبرہ بہشتی کے مدفون

کئی دن سے میں اس خیال میں تھا کہ جلسہ سالانہ پر جب میرے پیارے بھائی ملینگے میں کیا تحفہ انکی خدمت میں پیش کرونگا۔ اپنی جسمانی و روحانی کمزوریوں کے باعث : تو اپنی خاطر و مدارات میں کوئی قابل ذکر حصہ لینے کے ہوں اور نہ کوئی اعلیٰ روحانی اخلاقی نمونہ دکھانے کے لائق مگر میرا ذوق مجھے اسی سرزمین میں لے گیا جہاں چند قدسی نفوس آرام فرما رہے ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو اپنی مرادوں کو پا چکے اس دارالابتلا کے امتحان سے پاس ہو کر سارٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہم تو ابھی راہ میں ہیں۔ خدا جانے کیا کچھ پیش آنیوالا ہے مگر یہ مبارک وجود ان تفکرات سے فارغ ہیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ حضور مقدس نے رسالہ الوصیت میں لکھا کہ

"تو خوش ہو کر خدا تعالے کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ انکو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا انکے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں"

اسلئے اور نیز اس واسطے کہ قبروں پر کتبے نہیں اور ہر ایک بھائی کو اپنے مرحوم بھائی یا بہن کے حالات کے جاننے کا شوق ہوگا یہ چند سطور لکھی ہیں۔

قطعہ اول مشرق سے مغرب کو

۱۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ ولد چودھری محمد سلطان صاحب سیالکوٹی عمر ۴۸ سال

تاریخ وفات ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ ایک عالم فاضل ادیب کامل بہترین الصوت قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے والے۔ حضرت مسیح موعود کے ساتھ کمال درجہ کی محبت رکھنے والے نماز پنجگانہ مسجد مبارک میں آپ ہی پڑھاتے تھے۔ حضور کو تبلیغی کا کام بھی آپ ہی کرتے تھے اور حضور کے لیکچر بڑے بڑے جلسوں میں بڑی دلیری کے ساتھ سناتے تقریر اور تحریر میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ شیعوں کی خلافت راشدہ پر جواب کتاب لکھی آپ کی وفات سے پہلے حضور کو الہام ہوا ستائیس سال عمر انا للہ وانا الیہ راجعون ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مقبرہ بہشتی میں لائے گئے۔

۲۔ برادر الٰہی بخش ؓ متوطن مالیر کوٹلہ عمر ۷۰ سال تاریخ وفات ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء ہجرت کر کے قادیان چلے آئے جو کچھ اثاثہ تھا وہ سب کا سب اشاعت اسلام کے لئے حضرت امام ہمام میں پیش کر دیا۔

۳۔ چوہدری اللہ داد صاحب ؓ متوطن کھیالی ضلع شاہ پور عمر ۴۵ سال۔ وفات ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء بڑے مخلص تھے۔ ملازمت چھوڑ کر مع اہل و عیال قادیان میں آگئے اور بہت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ متدین اور خوش اخلاق تھے۔

۴۔ مسماۃ خوشحال ؓ متوطن مالیر کوٹلہ عمر ۶۰ سال وفات ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء۔ وطن سے ہجرت کی تو پھر واپس نہیں گئیں۔ نماز کی بڑی پابند تھیں۔

۵۔ صاحب نور ؓ ولد سید اللہ نور متوطن خوست عمر ۵۰ سال تاریخ وفات ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء اپنے وطن سے اپنے بھائی والدہ اور تمام اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے آئے تھے۔ بڑے صالح تھے۔ ان کی وفات کے بارے میں حضور کو الہام ہوا۔

قطعہ دوم

۶۔ امۃ الحمید بیگم ؓ زوجہ نواب محمد علی خان صاحب متوطن ریاست مالیر کوٹلہ عمر ۲۰ سال تاریخ وفات ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء ریاست مالیر کوٹلہ سے ہجرت کر کے اپنے شوہر کے ساتھ

قادیان میں اقامت پذیر ہوئیں۔

۷۔ **محمدی بیگم** رضی اللہ عنہا زوجہ پیر منظور محمد صاحب متوطن خورد ریاست پٹیالہ عمر [illegible] سال وفات [illegible] اکتوبر [illegible] بڑی سعادت مند اور مخلصہ بی بی تھیں حضرت مسیح موعود کی بہت خدمت کی حضور نے پیر صاحب کو اپنے دار میں جگہ دی تھی جس کے متعلق حضور کے الہامات ہیں۔

۸۔ **امتیاز النساء** رضی اللہ عنہا والدہ صوفی تصور حسین صاحب بریلوی عمر [illegible] سال وفات [illegible] صوفی صاحب کے ساتھ ہی بریلی سے ہجرت کر کے آئی تھیں۔

۹۔ **امۃ الرحیم** رضی اللہ عنہا زوجہ سید مہدی حسین صاحب ساکن سید کھیڑی ریاست پٹیالہ عمر [illegible] سال وفات [illegible] نومبر [illegible] اپنے زوج کے ہمراہ ہی دارالامان میں آئی تھیں۔ مزاج میں بہت خوبی اور مسکنت تھی ۱/۳ حصہ ترکہ کی وصیت کی۔

۱۰۔ **فاطمہ بیگم** رضی اللہ عنہا اہلیہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے متوطن گوجرانوالہ عمر [illegible] سال تاریخ وفات [illegible] نومبر [illegible] ایک بااخلاص مومنہ اور خوش خلق وفاضلہ تھیں پڑھی لکھی تھیں مال کے تہائی حصہ کی وصیت بڑی خوشی کے ساتھ کی تھی حضور کے دار میں جگہ پائی تھی اپنے زوج کی بہت فرمانبردار تھیں چنانچہ اس امر کا گواہ ہے خوب ہی اپنے نباہ کیا۔ حصہ جو لاہور ہسپتال لاہور جہاں انکا علاج ہو رہا تھا۔ وفات پائی اور وہاں سے لا کر [illegible] کو دفن کی گئیں۔

۱۱۔ **بصری** زوجہ محمد اسمٰعیل معمار متوطن ریاست مالیر کوٹلہ عمر [illegible] سال تاریخ وفات [illegible] اپریل [illegible] وفات سے [illegible] سال پہلے ہجرت کر کے دارالامان آئی تھیں جہاں سے جانا پسند نہ کرتی تھیں اپنے زوج کے وفات پر بھی وطن نہ گئیں [illegible] کو دفن کی گئیں۔

قطعہ سوم

۱۲۔ **شیخ مسیح اللہ** رضی اللہ عنہ متوطن شاہجہانپور عمر [illegible] سال وفات [illegible] اپنے وطن سے ہجرت کرکے آگئے تھے۔ انگریزی کھانوں کے پکانے میں خوب ہوشیار تھے حضور

حضور کے پرانے مہمانوں کی خدمت بجا لاتے۔

۱۳۔ امیر حسن رضی اللہ عنہ ولد سید مہدی حسین ساکن بیکانیر عمر ۲۱ سال وفات یکم ستمبر ۱۹۰۵ء نماز روزے کا پابند دینیات کا شائق ذکی و ذہین ظہر کے بعد احباب کی طرف چلا گیا پاؤں پھسل گیا اور جان بحق تسلیم ہوا۔ یکم اگست ۱۹۰۵ء حضور نے خواب میں دیکھا کسی عورت نے کہا ہے ہیں یہ تین روپے اور کفن کے لئے میں آپ دونگا۔ چنانچہ یہی واقعہ پیش آیا

۱۴۔ حاجی شہاب الدین رضی اللہ عنہ ساکن لدھیانہ عمر ۷۰ سال وفات ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء حج کرنے کے بعد سکونت قادیان اختیار کرلی نہایت مخلص اور جوشیلے آدمی تھے جتنا نقد روپیہ پاس موجود تھا حضور کی نذر کر دیا تھا۔

۱۵۔ خان امیر خان رضی اللہ عنہ ساکن قصبہ ... عمر ۵۵ سال وفات ۱۵ جنوری ۱۹۰۶ء ایک پرجوش اور مخلص احمدی جلسہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں بغرض شرکت جلسہ آئے اور نمونیا میں مبتلا ہوکر شہید ہوئے۔

۱۶۔ بہادر احمد جی ولد ... ساکن ریپ گراں ضلع ہزارہ عمر ۲۰ سال وفات ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء جلسہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں بیعت کرنے کے لئے حضور امام میں حاضر ہوئے بیعت کی اور رات کو نمونیا ہو گیا اور صبح مقبرہ بہشتی میں جگہ پائی۔

۱۷۔ مولوی غلام حسین رضی اللہ عنہ ساکن لاہور عمر ۶۶ سال وفات یکم فروری ۱۹۰۶ء احمدی جماعت میں ایک مشہور عالم فاضل اور عابد شب زندہ دار تھے ۱۵ سال سے شرف بیعت حاصل تھا۔ رنگے حال نرالے جینے بھی ہیں سلسلہ کے اخلاص میں اپنے وجود تک سے بے خبر رہتے ۲ فروری کو دفن کئے گئے۔

قطعہ چہارم

۱۸۔ صلاح محمد ولد ... ساکن چارکوٹ ... عمر ۲۲ سال وفات ... اکتوبر ۱۹۰۵ء طالب علم تھے خادم مسجد جوان صالح مخلص حضور مقدس کی کتب کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔

۱۹ - **اللہ رکھی** رضی اللہ عنہا متوطن شاہ ... عمر ۴۲ سال وفات ۳۰ اپریل سنہ ... تاریخ دفن ...
وطن سے ہجرت کر کے سکونت قادیان اختیار کر لی تھی۔ پڑھنے نہیں لیکن بیچے دیکھے بے
مخلص اور پرجوش بہائی تھے اپنی کل مال متروکہ کی وصیت کر رکھی تھی قریباً ... ہو گئے

۲۰ - **چوہدری رستم علی** رضی اللہ عنہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر پولیس ... ضلع جالندھر عمر قریباً ... سال وفات
... جنوری سنہ ... آپ حضرت اقدس کے پرانے مخلص خدام میں سے تھے۔ جب کوئی تحریک
ہوتی تو اس میں بڑھ کر حصہ لیتے۔ چنانچہ سلسلہ کی مالی خدمات ... اور دارالامان میں
رہنے کا شوق تھا پنشن پاتے ہی یہاں آ گئے اور لنگر خانہ کی خدمت اپنے ذمہ لی جس ...
میں ایسی جانفشانی سے کام کیا کہ بیمار ہو گئے اور وفات پائی۔

۲۱ - **حسین بی بی** رضی اللہ عنہا متوطن ... ضلع ... عمر ۶۰ سال وفات ... اپریل سنہ ...
بیٹے ڈاکٹر غلام غوث صاحب کے ساتھ بڑے اخلاص کے ساتھ دارالامان میں ... کے
کے لئے آئی تھیں اور قضاء الٰہی سے فوت ہو گئیں۔

۲۲ - **قدرت اللہ خاں** رضی اللہ عنہ متوطن شاہجہانپور عمر ... سال وفات ... اپریل سنہ ...
حافظ قرآن تھے۔ اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے آئے تھے ان کا تمام کنبہ حضرت اقدس
کی خدمت میں مصروف رہتا ہے ... نے انکو دیکھا ہے نورانی شکل تھی اور بہت مخلص

۲۳ - **الفت بیگم** رضی اللہ عنہا زوجہ شیخ ... صاحب نومسلم ... کلارک ... عمر ... سال
ایک پادری کی لڑکی تھی عیسائیت سے دور ہو کر بڑے اخلاص سے اسلام میں داخل
ہوئی بلکہ اپنے شوہر کو بھی ساتھ لائی تعلیم یافتہ تھی مدرسۃ البنات کی استانی رہی۔ اس کی
زندگی بے تکلف اور ... پردہ کی پابندی میں بڑے استقلال اور نیازمندی سے بسر گزارے

قطعہ نمبر ...

۲۴ - **مائی بی بی** رضی اللہ عنہا عمر ... سال وفات ... سنہ ... فیض اللہ چک گورداسپور کی رہنے
والی تھیں عرصہ دراز سے وطن چھوڑ کر حضرت اقدس کی خادمہ تھیں آپ ہی کے گھر میں رہتیں

نمازیں پڑھ پڑھ کر دعائیں کرتی رہتیں حضرت اس بی بی کی بہت قدر فرماتے تھے بیٹے کو ایک اِحاطہ دے رکھا تھا

۲۵۔ مامون ؓ ساکن موضع چھتہ دوہیاں عمر ۵۰ سال وفات ۲۲ جون ... نواب محمد علی خان صاحب کا ملازم تھا بہت نیک اور مخلص۔

۲۶۔ شیریں بی بی زوجہ کریم خان عمر ... سال وفات ۲۲ جون ... اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرکے آئی تھیں حضرت مسیح موعود کی خادمہ تھیں اور بہت مخلصہ

۲۷۔ شیخ محمد ابراہیم ساکن ... عمر ... رجب ... بہت نیک اور مخلص تھے ان کی قبر پر ... کتبہ لگا ہوا ہے حسب وصیت نعش قادیان میں لائی گئی اور دفن کئے گئے۔

۲۸۔ مہر ساون ؓ ... ساکن سکھواں ... عمر ... وفات ... دسمبر ... بہت مخلص احمدی تھے علاج کے لیے یہاں آئے اور یہیں کے ہو رہے وصیت کر رکھی تھی۔

۲۹۔ غلام حسن ؓ ساکن چک ... عمر ... سال وفات ... مارچ ... چوہدری حاکم علی کا لڑکا ہو نہ ... اسلامیہ ہائی سکول میں ... تعلیم پاتا تھا نیک اور سعادتمند تھا پہلے دوسرے مقبرہ میں دفن ہوا پھر مقبرہ بہشتی میں لایا گیا۔

قطعہ ششم

۳۰۔ مولوی عبداللہ ؓ ساکن ... عمر ... سال وفات ... جولائی ... ایک غریب مزاج مخلص احمدی وفات سے عرصہ پہلے یہیں ہجرت پذیر تھے۔

۳۱۔ سعیدہ بیگم ؓ بنت پیر افتخار احمد صاحب عمر ... سال وفات ... دسمبر ... بہت ملنسار اور دیندار لڑکی تھیں ... محمد اشرف صاحب سے انکا نکاح ہوا۔ ... زچگی ... قادیان میں لائی گئیں اور یہیں وفات پائی۔

۳۲۔ احمدی بی بی ؓ بنت شیخ گل محمد ... عمر ... سال وفات ... نومبر ... عرصے

رہا چکی تھیں والدین کے ساتھ ہجرت کر کے آ رہی تھیں اور وصیت کر رکھی تھی۔

۳۳۔ مہران رضی اللہ عنہا زوجہ صدر الدین کلرک دفتر ساکن سیکھواں عمر ۸۰ سال وفات ۱۰ جنوری ۱۹۱۸ء بحالت بیوگی حضرت اقدس کے گھر میں خادمہ رہیں اور بہت اخلاص سے خدمت بجا لاتی رہیں۔

۳۴۔ حسین بی بی رضی اللہ عنہا زوجہ محمد رمضان آتشباز عمر ۶۰ سال وفات ۱۵ اپریل ۱۹۱۸ء یہیں قادیان کی رہنے والی تھیں سلسلہ احمدیہ کی مخلص اور نیک بی بی تھی وصیت کر رکھی تھی۔

۳۵۔ حکیم فضل دین رضی اللہ عنہ متوطن بھیرہ عمر ۶۵ سال وفات ۷ اپریل ۱۹۱۰ء حکیم صاحب سیدنا مسیح موعود کے پرانے مخلص خدام میں سے تھے بڑے نیک پارسا اور متقی شخص تھے قرآن مجید کے حافظ بھی تھے حضور کی کتابیں چھپوانے اور پھر ان کی اشاعت کی خدمات میں آپ نے خاص حصہ لیا گیتی بڑی جائداد کی وصیت کر رکھی تھی جناب امیر المومنین کے بچپن سے دوست و آشنا تھے اور نیز نیک و نہایت اس خوبی سے نبھایا کہ مولانا صاحب اکثر بڑی محبت سے ان کا ذکر کرتے ہیں اور کئی سوالات کے جواب قرآن و حدیث سے بڑی خوبی کے ساتھ آپ کے ایمان لکھا کرتے تھے آخری عمر میں مہتمم لنگر خانہ قرار پائے اور اسی خدمت کے دوران میں پتھری کی شکایت ہوئی جس کے لئے لاہور جانا پڑا۔ اور وہیں وفات پائی اور جنازہ یہاں لا کر دفن کیا گیا۔

حصہ دوم

قطعہ اول (مشرق سے مغرب کی طرف قبریں و کتبہ جات)

۳۶۔ مرزا مبارک احمد رضی اللہ عنہ خلف اصغر سیدنا امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر ۸ سال ۸ ماہ وفات ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء سلیم الطبع حلیم الفطرت قرآن شریف خوب پڑھتے تھے شکل میں حضور مطہر کی شان پائی جاتی تھی۔ آپ کی شان سے پہلے حضور کو الہام ہوا "انی اسقط

"من اللہ و اصیبہ" دیکھو تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے کہ یہ لڑکا چھوٹی
عمر میں فوت ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

درمیان میں جگہ خالی ہے اور مغرب کی طرف

۲۔ میرے سید و مولا میرے مطاع و آقا کا مزار پر نور ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عمر
۷۵ سال تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء وقت ۱۰ بجے مقام لاہور ۲۷ مئی یہاں دفن ہوئے
اور یہ مقام قبل از وفات آپکو دکھلا دیا گیا تھا۔ دیکھو الوصیت جسے دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع
فرمایا تھا۔

قطعہ دوم

۳۷۔ حاجی فضل حسین ؓ متوطن شاہجہانپور عمر ۷۰ سال وفات ۲۹۔ فروری ۱۹۰۸ء
حضور کے مخلص مریدوں میں سے تھے عرصہ دس سال سے ہجرت کرکے قادیان میں آ رہے تھے
ان کے فضل کے لئے یہ مرتبہ ہے کہ حضور کے جوار میں جگہ پائی۔

۳۸۔ بابو شاہ دین ؓ سٹیشن ماسٹر ساکن ... سیالکوٹ عمر ۳۰ سال وفات ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء
بڑے مخلص مرید تھے اور یہی ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور کے قدموں میں
جگہ پائی۔ مرض الموت میں بوجہ اخلاص کے قادیان آ گئے تھے حضور کو ان کی وفات کی خبر لاہور میں
بذریعہ الہام ہوئی تھی۔

۳۹۔ میاں حمید احمد ؓ صاحبزادہ ... مرزا بشیر احمد کا بچہ عمر دو ماہ دس دن وفات
۹ اگست ۱۹۰۸ء

اس سے آگے خالی ہے ایک ... قطعہ بھی

۴۰۔ حبیب اللہ ؓ (خوشنویس) ... ساکن ... لدھیانہ عمر ۵۰ سال
وفات یکم فروری ۱۹۰۸ء ایک سال ... وصیت کر رکھی تھی۔

۴۱۔ شرفاں ؓ والدہ جمال الدین صاحب سیکھواں ... عمر ۸۰ سال وفات ...

ایک نیک سادہ عورت تھی اپنے گاؤں میں ہی وفات پائی جنازہ یہاں لایا گیا

۴۲ - حیات النور رضی اللہ عنہا (زوجہ حافظ روشن علی) ساکنہ عزیز ضلع گجرات عمر ۲۴ سال وفات ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء ایک مخلصہ نیک غریب مزاج بی بی تھیں دل کے حصہ کی وصیت کر رکھی تھی۔

۴۳ - برکت بی بی رضی اللہ عنہا (زوجہ شیخ مولا بخش صاحب) لاہور عمر ۵۰ سال وفات ۱۹ جنوری ۱۹۱۰ء نیک و متقیہ بی بی تھیں نعش لاہور سے قادیان لائی گئی ۲۰ جنوری کو دفن ہوئیں۔

۴۴ - کریم بخش رضی اللہ عنہ عمر ۷۵ سال وفات ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء صاحب لنگر خانہ کے باورچی کے فرائض ادا کرتے تھے سٹ سے ہجرت کر کے یہیں آ بسے تھے حضرت اقدس سے بڑا اخلاص تھا باوجود عیالداری اور قلیل تنخواہ ہونے کے آمدنی کا مقرر حصہ ادا کرتے رہے اپنی ہنرمندی کی وجہ سے بہت سا روپیہ کما سکتے تھے لیکن دین کی خدمت کو ترجیح دے رکھی تھی۔

۴۵ - مرزا ایوب بیگ ساکن کلانور ضلع گورداسپور عمر ۲۲ سال وفات ۲۰ اپریل ۱۹۰۰ء اس صالح نوجوان کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جناب خلیفۃ المسیح سے کئی بار تعریف سنی ہے ان کی محبت اور اخلاص ذاتی اور تقوے و دینداری کے سب قائل ہیں مطابق وصیت ۲۰ دسمبر ۱۹۱۰ء صندوق لا کر دفن کیا گیا۔

قطعہ پنجم

۴۶ - شیخ جھنڈا رضی اللہ عنہ ساکن تلونڈی گورداسپور عمر ۴۰ سال وفات ۱۲ اپریل ۱۹۰۲ء طاعون سے شہید ہوئے ... میں دفن ہوئے پھر ۱۵ اپریل ۱۹۱۰ء کو مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے صالح آدمی تھے۔

۴۷ - عمر الدین رضی اللہ عنہ شیر فروش عمر ۴۴ سال وفات ۱۳ اپریل ۱۹۱۰ء قادیان کے رہنے والوں میں سے ابتداء میں ہی مرید ہوئے بہت دیانتدار اور نیک تھے شیر فروشی کرتے تھے بشاش رہتے اور بھائیوں سے بکشادہ پیشانی ملتے ۱۴ اپریل کو مقبرہ میں صندوق لایا گیا۔

۴۸۔ **برکت** بی بی زوجہ خلیفہ نور الدین صاحب جمونی عمر ۷۶ سال مرحومہ صالحہ عورت تھی قادیان ہی میں ۹ اپریل ۱۹۱۳ء کو وفات پائی۔

۴۹۔ **نثار احمد** رضہ خلف میاں احمد عمر ۲۰ سال وفات ۲۲ اپریل ۱۹۱۳ء بہت نیک ہونہار سلسلہ کا ایک نوجوان تھا۔ امتحان انٹرنس پاس ہونے کی خبر وفات پر آئی ۲۲ اپریل ۱۹۱۳ء کو مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے

۵۰۔ **نور محمد** رضہ متوطن کرم اکابل عمر ۸۰ سال وفات ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء میاں احمد نور صاحب کے چچا تھے اپنے وطن سے سفر کر کے یہاں مقیم ہوئے نہایت صالح اور متقی تھے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی آرزو تھی جائداد کے ساتویں حصہ کی وصیت کر رکھی تھی

۵۱۔ **قاضی خواجہ علی** رضہ ساکن لدھیانہ عمر ۶۵ سال وفات ۲۸ اگست ۱۹۱۳ء حضرت اقدس کے پرانے مخلصین میں سے تھے حضور نے ان کی خدمات کا ذکر ازالہ اوہام میں کیا ابتدائی اوقات میں آپ نے اپنے مال و منال سے سلسلہ کی مدد کی۔ آخری عمر میں قادیان آ رہے تھے لنگر خانہ کا انتظام سپرد تھا۔ ایک ماہ کی رخصت لیکر لدھیانہ گئے وہیں وفات پائی۔ ورثاء نے نعش یہاں پہنچا دی

قطعہ ششم

۵۲۔ **حکیم غلام محی الدین** رضہ ساکن [illegible] عمر ۶۰ سال وفات ۲۸ ستمبر ۱۹۱۳ء حضرت اقدس کے مخلص مرید تھے۔ کئی مہینوں سے قادیان میں اقامت پذیر تھے۔ جناب امیر المومنین نے آپکو اپنے مکان میں جگہ دے رکھی تھی چند روز بیمار رہ کر فوت ہوئے۔ مال کے تہائی حصہ کی وصیت کر رکھی تھی۔

۵۳۔ **میاں محمد الدین** رضہ اہلمد [illegible] سیالکوٹ عمر ۶۰ سال وفات ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء مخلص [illegible] اور خوش خلق [illegible] سال سلسلہ کی خدمت کرتے رہے تھے جب بہت بیمار ہو گئے تو اصرار سے اپنے بچوں سے کہا مجھے قادیان لے چلو۔ یہاں آ کر وفات پائی۔

۵۴۔ **عزیز النساء بیگم** رضی اللہ عنہا (بنت مولوی میر محمد سعید صاحب حیدرآباد دکن) عمر ۱۸ سال وفات ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء خواندہ تھیں۔ پارسا نیک بی بی تھیں۔ حافظ محمد اسحاق صاحب کی زوجیت میں تھیں موضع رسول (گجرات) میں وفات ہوئی وہاں سے [illegible]

۵۵۔ **کلثوم** رضی اللہ عنہا (بنت حافظ احمد اللہ صاحب) عمر ۷۰ سال وفات ۱۵ ستمبر ۱۹۱۳ء مرحومہ بہت نیک صالحہ خواندہ بی بی تھیں۔ بہت سی لڑکیوں کو اپنے گھر پر تعلیم دیتیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت اخلاص تھا۔

کیا مسیح زندہ ہیں؟ یہ مجمع الاخوان لاہور کی جانب سے ٹریکٹ ہے جس میں وفات مسیح کا ثبوت قرآن کریم سے دیا گیا ہے۔ مخالفین جو آیات رفع و حیات مسیح کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں ان کا جواب مدلل جواب ہے پھر وفات کو ثابت کیا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ اس ٹریکٹ بہت سی تعداد میں دو روپیہ سیکڑہ کے حساب سے منگوائیں۔ اور پھر اپنے قرب و جوار کے دیہات اور شہروں میں تقسیم کریں اور تبلیغ کے فرض سے سبکدوش ہوں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مجمع ینگ مین ایسوسی ایشن بہت مفید کام کر رہی ہے۔ اس چیز کی تعداد میں یہ مجلس شائع کرنا بڑی بھاری خدمت ہے۔ دوسرے نمبر میں انشاء اللہ احادیث سے وفات مسیح کا ثبوت ہوگا۔ وہ بھی اس ریویو کے شائع ہونے تک چھپ جائیگا۔

ملنے کا پتہ: سید داؤد شاہ سکرٹری مجمع الاخوان محلہ چابکسواراں شہر لاہور

وید اور سوامی دیانند لالہ دھرم پال بی اے مشہور آریہ نے یہ رسالہ شائع کیا ہے جس میں اٹھارہ باتیں لکھی ہیں جن کی بنا پر سوامی دیانند صاحب نے قرآن مجید کو الہامی نہیں مانا۔ اور پھر وہ باتیں وید سے خود سوامی کے ترجمہ سے نکال کر دکھا دی ہیں۔ آریوں پر حجت قائم کرنے کے لئے یہ رسالہ انشاء اللہ بہت کام دیگا۔ احمدی احباب ہر قیمت بھیج کر ضرور منگوائیں۔ حجم ۱۰۲ صفحے۔

مینیجر اندر لاہور

واقعات کربلا و عقاید شیعہ

رقمزدہ منشی غلام حسین ...

واقعات کربلا	موازنہ	عقاید اثنا عشریہ

(۲) ذم اہل کوفہ

اہل کوفہ سب منافق تھے اور شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ جو سلوک کئے وہ تم سن ہی چکے ہو۔ اور وہ ملعون بنی امیہ کے دشمن بھی تھے الخ

ترجمہ فارسی تذکرۃ الائمہ مجلسی مطبوعہ ایران ص

امیر معاویہ کے ساتھ جب امام حسنؑ نے صلح کی تو اکثر اہل کوفہ کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ اور بعض نے امام حسنؑ کی رفاقت چھوڑ دی۔ بلکہ بے ادبی کرنے سے بھی باز نہ رہے۔

صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں۔ خذلوہ کما خذلوا اباہ (علیہ السلام) من قبل فبقی لفاذ امہم وفعالہم باخیہ الحسینؑ من بعدہ دال علیٰ فساد عقائدہم کے

یہ شعر کسی عربی دان صاحب نے لکھا ہے

یا سیاف ذلک الحق اول سلما

احسب علی کا سیف ابن ملجم

(۱) فضائل کوفہ و اہل کوفہ

کوفہ وہ زمین ہے جس نے پیشتر سے آفرینش محبت جناب علیؑ کی قبول کی تھی۔ جلاء العیون اردو ص

کوفہ حرم امیر المومنین ہے مجالس المومنین ص

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل ست و اگر ابو حنیفہ کوفی باشد مجالس المومنین ص

منصور عباسی نے کوفیوں کے اکثر شیعہ ہونے کے باعث ہی بغداد کو دار الخلافہ بنایا تھا۔ مجالس المومنین ص

امام صاحب الزمان کا دار الخلافہ بھی کوفہ ہی ہوگا

زمانہ رجعت کے کوفہ کی شان و شوکت۔ شیعوں کی کثرت و وفور ثروت و شرت کا جو احوال دیکھنا ہو تو مجلسی کی آخری تصنیف حق الیقین کے باب رجعت کو ملاحظہ کرو۔ شیعہ خالص ہونے کی علامت اس وقت یہی کوفی ہونا ہوگی۔ کوئی مومن نہ ہوگا جس کا گھر کوفہ میں نہ ہو یا نواح کوفہ میں۔ یا دلش مائل بکوفہ نباشد"

صفحات کربلا

مسلم کے ہاتھ پر سی ہزار کوفی نے بیعت کی تھی۔
ناسخ التواریخ ص پھر جو کوفی میدان کربلا میں
آئے۔ انکی تعداد بھی سی ہزار ہی لکھی ہے یعنی لشکر
لشکر ابن زیاد در ہشتاد ہزار نگاشتہ گویہ ہرگاہ
کوفی بود ند و حجازی و شامی ہیچکس نبود کہ ناسخ
واقع کربلا ملحق بہ ماضی امر ہم ص

کربلا میں جب نزول ہو چکے بعد امام حسین نے طلبی
کے عریضے لکھنے والے کوفیوں کو ایک خط جس ہے
لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں اگر تم اپنے قول و قرار پر
قائم نہیں ہے تو کچھ تعجب نہیں ہے میرے والد
علی اور بھائی امام حسن کے ساتھ بھی تم ایسا ہی
سلوک کر چکے ہو۔ ناسخ التواریخ ص

کوفیوں کے نزد مطالعہ فرمایا ہے مجھے کسی نے
پوچھا تو فرمایا ایک مکاتیب ایشان است و حال
آنکہ کشندہ من ایشان خند ناسخ ص

خطاب امام حسین بہ کوفیاں۔ اے بیوفایان جفاکار
غدار قوم ہو اے ہو تم نے ہنگام اضطراب اپنی مدد کو
مجھے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہا قبول کیا اور تمہاری
نصرت و ہدایت کرنے کو آیا اس وقت شمشیر کینہ مجھ پر
کھینچی اپنے دشمنوں کی تیغہ یاری اور مددگاری کی

عقائد شیعہ اثنا عشریہ

حضرت علی نے فرمایا ہے کہ لا یبقی مومن فی
شرق الارض و غربہا الا حشرہ اللّٰہ روحہ
الی وادی السلام قلت لہ واین وادی
السلام قال ظہر الکوفہ۔

ترجمہ کوئی مومن خواہ مشرق میں فوت ہو خواہ مغرب
میں کسی کی روح کو حشر وہاں سے اٹھا کر وادی السلام
میں بھیج دیتا ہے راوی نے پوچھا حضرت وادی
السلام ہے کہاں فرمایا کوفہ کی پشت پر
منتقل از کو ہر مراد ذیل بود اول کافی اصل ختم باب
چہارم مقالہ سوم۔ قول امام صادق در بیچیک از
بلاد آنقدر دوست ندارم کہ در کوفہ بعد ازاں سوائے
ویتہا العصابۃ ان اللّٰہ علیکم بالسر جعل
الناس فاحببتموہ وابغضنا الناس و
احببتموہ وخالفنا الناس و وافقتموہ
و کذب الناس و صدق قتموہ الحدیث الحسین
ترجمہ فرمایا امام صادق نے کسی ملک میں اس قدر
اس قدر دوست نہیں جس قدر کہ کوفہ میں۔ اے
گروہ اے گروہ صادق نے قوم کو اپنے ہی
اس امر راست میں ہدایت عطا کر دی حالانکہ
لوگ اس سے دشمن ہی رہے تم نے ہماری

واقعات کربلا

اور اپنے دوستوں سے دست بردار ہو کے اپنے دشمنوں سے مل گئے لہٰذا
جلاء العیون ص۴۹۲ امام زین العابدین علیہ السلام
نے بعد شہادت جب کوفہ میں بعد دوم محترم گئے تو
کوفی کی مصیبت کو دیکھکر رونے لگے تو آپ نے
ناراض ہو کر فرمایا کہ خود تم ہی نے تو ہم کو قتل کیا اور تم ہی نے
اسیر بھی کیا پھر تعجب کہ روتے ہو اور نوحہ بھی تم
ہی کرتے ہو [illegible]

خطاب حضرت زینب بنت جناب علیؑ

اے اہل کوفہ اے اہل غدر و مکر و حیلہ تم ہم پر
گریہ کرتے ہو اور خود تم ہی نے ہم کو قتل کیا۔
اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو تم نے کس جگر گوشۂ
رسول کو قتل کیا ملخصاً جلاء العیون اردو ص[illegible]
جزء ثانی ص[illegible]

خطاب حضرت فاطمہ بنت سید الشہداء

ہلاک ہو تم اے اہل کوفہ کن کن خونوں کا حضرت
[illegible] تم سے قصاص کریگا اس کی خدا کو ... پکار
میرے جد علی ابن ابی طالب اور فرزندان رسول
سے تم نے لیا اور انہیں تم نے قتل کیا اور شمشیروں
سے فخر کرتے ہوئے کہا (خطاب ابن عمر وغیرہ)
کہ ہم نے علی اور فرزندان علی کو شمشیر ہائے ہندی سے قتل کیا
جلاء العیون ص[illegible]

عقائد اثنا عشریہ

دعوت کو قبول کر لیا حالانکہ وہ روح سے ہمارے ساتھ
بغض کیا کرتے تھے ہماری بیعت کی حالانکہ وہ روح سے
ہماری مخالفت کی تھی ہمارے ساتھ موافقت کی
اور ہماری تصدیق کی حالانکہ وہ دل سے ہماری
تکذیب ہی کی۔
شیعہ کوئی ہم خود ہی نے [illegible] کی اور [illegible]
(۲) [illegible] انتہی [illegible] فروع کافی کتاب [illegible]
[illegible] شیعیان کوفہ [illegible]
گیا ہے جو [illegible] مخلص جعفری ہو گئے [illegible]
امام صادق کے [illegible] شہید ابن امام
زین العابدین علیہ السلام کی امداد سے دست بردار
ہو گئے [illegible]
(۳) باقر مجلسی معتبر راویوں کی زبانی حضرت علیؑ
سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ کی مسجد میں [illegible]
اور [illegible] وصیوں نے نماز پڑھی ہے اور اسی میں
ہے عصائے موسیٰ اور کدو کا درخت اور انگشتری
سلیمانؑ اور اسی سے نوحؑ کے طوفان کا تنور
پھوٹ نکلا اور کشتی نوح بھی اسی جگہ بنائی گئی
اور وہ بابل کی بہترین جگہوں میں سے ہے اور
جگہ جمع ہونے پیغمبروں کی ہے دیکھو حیات القلوب
باب اول فصل چہارم ذکر فضائل انبیاء

وحقانیت کربلا

خطاب ام کلثوم بنت جناب علیؑ

"اے اہل کوفہ تمہارا حال برا ہو اور تمہارا منہ
سیاہ ہو۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی
حسینؑ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں
قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لیا" ملخصاً
جلاء العیون صفحہ [illegible] ناسخ التواریخ [illegible]

خطاب امام زین العابدین علیہ السلام

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ
میرے پدر بزرگوار کو خطوط لکھے اور انکو فریب
دیا۔ ان سے عہد و پیمان کیا۔ اور ان سے
بیعت کی اور آخر ان سے جنگ کی اور دشمن
کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر [illegible]

کوفیوں کے شیعہ ہونیکا ایک مزید ثبوت

جب مسلم کوفہ میں آئے تھے۔ اور لوگ
جوق در جوق ان کی بیعت کرنے لگے۔ کوفہ کا
[illegible] ایک شخص عبد [illegible] حضرمی
نے یزید کو رپورٹ کا خط لکھا۔ اس کا
آغاز یوں ہے اما بعد فان مسلم
بن عقیل قد قدم الکوفہ و
بایعہ الشیعہ للحسین بن علی بن
ابی طالب الخ۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۳۹

عقائد شیعہ اثنا عشریہ

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوفی
لوگ شیعہ اہم حضرات ہیں اور جہاں کہیں شیعہ
کی تعریف کتب شیعہ میں پائی جائے۔ اسکے
مخاطب سب سے اول کوفی ہی ہونگے

کتاب فروع کافی میں فضائل شیعہ میں ایک لمبی
حدیث ہے جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔ ان
لکل شئی عزاً و عز الاسلام الشیعۃ و ان لکل
شئی دعامۃ و دعامۃ الاسلام الشیعۃ
و ان لکل شئی امامًا و امام الارض [illegible]
الشیعۃ ملخصاً کتاب الروضہ [illegible]
ترجمہ اور ہر ایک چیز کے لئے ایک عزت ہوتی ہے
اور اسلام کی عزت شیعہ ہیں۔ اور ہر ایک چیز کا
ایک کنگرہ ہوتا ہے اور اسلام کا کنگرہ شیعہ ہیں
اور ہر ایک چیز کا امام ہوتا ہے تو زمین کا امام
وہ مقام ہے جہاں شیعہ سکونت پذیر ہوں۔

جناب علیؑ نے اپنے ایک مراسلے میں کوفیوں کو
[illegible] ابتدائی خلافت میں تحریر فرمایا تھا جیسا کہ
الانصار و سنام العرب کے معنی [illegible]
[illegible] یعنی ہمارے مددگار اور [illegible] مقدم اور
[illegible] مقام [illegible] دیکھو
کتاب نہج البلاغہ [illegible] صفحہ [illegible]

مدرسہ احمدیہ کی طرف احباب کی توجہ درکار ہے

اس چودھویں صدی میں ایک عظیم الشان مجدد آیا۔ اسکی بعثت کی علت غائی یہی ہے کہ

(۱) دنیا کو زندہ خدا، زندہ رسول۔ زندہ کتاب کا پتہ دے۔

(۲) یہ کہ غیر مذاہب (خصوصیت سے عیسائی اور آریہ) کی طرف سے جو جھوٹے الزام ہمارے پاک نبیؐ اور انکی پاک تعلیم پر لگائے جاتے ہیں دور ہوں۔ اور دنیا پر ثابت ہو جائے۔ کہ اسلام اور اسکا خدا تمام عیبوں اور نقصوں اور کمزوریوں سے منزہ ہے۔

(۳) یہ معلوم ہو جائے کہ نبی کریم کی جو پیشگوئی آخری زمانہ کے مصلح کے بارے میں تھی جس پر ایمان لانا تمام دینی و دنیوی ترقیات کا موجب ہے حضرت مرزا صاحب کی ذات میں پوری ہو چکی ہے

(۴) تمام دنیا میں اسلام کا نور چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ مذکورہ بالا اغراض کی تخم ریزی کر کے یہ عظیم الشان انسان ہم سے رخصت ہوا۔ اب ہم جو اسکے مرید اور پیرو ہیں ہمارا فرض ہے کہ ان اغراض کی تکمیل کریں۔ ان اغراض کی تکمیل موقوف ہے ایسے آدمیوں کے حصول پر (۱) جن میں حق پھیلانے کا جوش ہو (۲) وہ دین کے لئے اپنی دنیا کی قربانی کر سکیں (۳) وہ غیر مذہب کی کتب اور انکے دین سے خوب آگاہ ہوں (۴) وہ اپنے مذہب اسلام کی خوبیوں سے اچھی طرح واقف ہوں (۴) قرآن مجید احادیث کو خوب سمجھتے ہوں۔

(۵) تمام علوم اسلامیہ کے عالم ہوں (۶) اتمام حجت کرنیکا خاص ملکہ ہو (۷) سب سے بڑھکر یہ کہ ان کا کیرکٹر دوسروں کے لئے نمونہ ہو (۸) اپنے امام کی تعلیم اور اسکی طرز تبلیغ کو جانتے ہوں۔

(۹) دعاؤں میں لگے رہنے والے ہوں (۱۰) قوم کے امیر کے زیر سایہ اور صحبت میں وابستگی رہے ہوں۔ سو میرے بھائیو! میرے دوستو! میرے بزرگو! ایسے آدمی تیار کرنے کے لئے یہاں ایک مدرسہ احمدیہ قائم ہے جس میں دس باتیں جو میں نے لکھی ہیں خدا کے فضل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تقریر میں ایسے مدرسے کی ضرورت پر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں علماء پیدا ہوں علم دین میں برکت ہوتی ہے۔ اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اسکے شوخی بڑھتی ہے نبوی علم میں برکات ہیں۔ اور ارشاد کرتے ہیں کہ مدرسہ کی بنا سے غرض یہ تھی کہ دینی خدمت کے لئے لوگ تیار ہو جائیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے پہلے گزر جاتے ہیں دوسرے جانشین ہوتے ہیں۔ اگر دوسرے جانشین نہ ہوں۔ تو قوم کے ہلاک ہونے کی جڑ ہے۔ یہ حضرت صاحب کے الفاظ ہیں۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہا ایسے آدمیوں کی تڑپ ظاہر کی جو کالجوں میں پڑھنے والوں وکیلوں بیرسٹروں اور دیگر معزز عہدہ داروں۔ تاجروں۔ کاریگروں۔ امیروں۔ مولویوں اور دوسرے واعظوں کے واعظ ہوں۔ ان حوالجات سے ضرورت تو آپ ثابت ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی کہ اس ضرورت کو صرف مدرسہ احمدیہ پورا کر سکتا ہے۔ لہٰذا میرے بزرگ اس کی امداد کی طرف توجہ فرمائیں۔

ریویو

مادہ فانی ہے ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ایل ایم ایس احمدیہ بلڈنگس لاہور نے رسالہ شائع فرمایا ہے جس میں نئی تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ ریڈیم سے معلوم ہوا کہ مادہ فنا ہو کر بجلی کی شکل اختیار کرتا ہوا کسی نامعلوم حالت میں چلا جاتا ہے جہاں جا کر وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ مادہ کی فانی ہونے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ حادث ہے اور بعد پیدائش کے خود قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلئے اسکی پیدائش اور قیام کے لئے کسی بیرونی طاقت کی مد

کی ضرورت ہے پس ثابت ہوا کہ خدا خالق ہے اور مخلوق جب مخلوق ہے تو خدا ہر طرح مالک ہے اور بحیثیت مالک جو کچھ وہ کسی چیز کو بنا دے بنا سکتا ہے۔ اسلئے اس تفرقۂ درجات کی وجہ تناسخ نہیں۔ اور اور جب فانی ہے تو پھر روحیں بند رکھے گئے کس طرح بتائی وہ علیحدگی پس مسئلہ تناسخ بھی غلط ثابت ہوا پس اسلام کیا ہے جس نے بتایا کہ ارادہ الٰہی اور حکم الٰہی خلق کا موجب ہیں۔ غالباً مفت تقسیم فرماتے ہیں۔ شائقین منگوا کر آریوں پر حجت قائم کریں

مشہور عالم جنتری ۱۳ ہشتگر رحاری لعل صاحب نجم سیالکوٹی لاہور سے جنتری شائع کیا کرتے ہیں جس میں علاوہ برسنین کی تاریخوں کے علاوہ نجوم کے متعلق بہت سے معلومات اور موسمی حالات کی پیشگوئیاں ہیں۔ پتہ اوپر درج ہے۔ نیز ہر مشہور کتب فروش سے مل سکیگی

علمی و رحمانی جنتری یہ دو جنتریاں کانپور سے شائع ہوئی ہیں اس میں علاوہ تاریخوں کے نقشہ تاریخی اول کی فہرست بھی ہے جس سے چیزیں منگوانے والوں کے لئے بہت سی سہولت ہو جائیگی نیز بہت سے مفید حالات سلطنت روئے زمین وغیرہ درج ہیں ایسی مطبوعات اتنی کم قیمت پر صرف ان جنتریوں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ملنے کا پتہ
سید محمد عبد اللہ علم سو داگر مؤلف علمی جنتری کوروان تیواری کوٹھی اور سید فضل الرحمن رحمانی جنتری بجھوں کمال کانپور۔

احمدی غیر احمدی میں کیا فرق ہے یہ ایک تقریر دلپذیر ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام نے جلسہ سالانہ میں فرمائی اور جنوں محمد فخر الدین احمد ملتانی قادیان ضلع گورداسپور نے چھپوائی اس میں واضح طور سے بتایا گیا ہے کہ احمدی غیر احمدیوں سے کن باتوں میں ممتاز ہے خود امام سلسلہ کا کلام ہے۔ مرتب نے ہر حساب سے خود کو تقسیم کیا جائے یہ پتہ لکھ دیا ہے۔ اصل اشاعت اس سے ضروری ہے کہ بعض لوگ احمدی غیر احمدی میں صرف حیات و وفات مسیح کا فرق سمجھتے ہیں حالانکہ خلیفۃ المسیح نے اسے بہت پسند فرمایا ہے کہ اشاعت کی جائے ۔ کے دن بہت بہتری ہے

فیوضاتِ مسیح موعود

"حدثنا امیر المومنین"

شکایت کرنے میں تقویٰ ایک شخص نے ایک دوست کی شکایت حضور (امام منتظر) میں کی، کہ اس میں یہ برائی ہے۔ فرمایا اگر یہ شکایت تم نے نیک نیتی سے اسکی خیرخواہی کے لئے کی ہے تو بتاؤ کیا تم نے اول اسکے لئے چالیس دن رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور دعا کری ہے کہ اے میرے مولیٰ جو مقلب القلوب ہے۔ اسکے حال کی اصلاح کردے۔

اگر افراد جماعت میں باہم کسی کی رنجش و جھگڑا ہو تو امام کے حضور اسے پہنچانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئیے۔ اس طرح دونوں کا حرج واقع ہوتا ہے۔

اہل اللہ کی حذبہ ایکبار میں نے حضور میں عرض کیا کہ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہی حملے ہو رہے ہیں۔ خود جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں ان کی حالت نہایت گری ہوئی ہے کالجوں میں جو لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ جنہیں آئندہ زمانے میں کام کرنا ہے ان کی جو جماعت پیدا ہو رہی ہے ان کا قدم بھی الحاد کی طرف ہے اور مذہب سے کورے ہوتے جاتے ہیں۔ آخر کیا ہوگا۔ فرمایا میں تو اس صدی کو بہت مبارک یقین کرتا ہوں اور اسلام کی ترقی کا دور سمجھتا ہوں ہے۔ پہلی رات کا چاند ہر ایک کو نظر نہیں آیا کرتا۔ اگر لوگ مذہبی خیالات سے کورے ہوتے جاتے ہیں تو کچھ فکر کی بات نہیں یہ سب اسلام قبول کرنے کے سامان ہیں۔ تختی جب تک صاف ہو اسی قدر نقش خوبصورت ہوگا۔

مسیح موعود کا عرفان میں حضور میں بیٹھا تھا۔ ایک مولوی صاحب کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میرے خیالات آپ سے برگشتہ ہوتے جاتے ہیں اب کچھ کرتا ہے تو

کرو۔ ورنہ اگر میں انکار کر بیٹھا تو پھر چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے میں نہیں ماننے کا فرمایا سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ!! ان لوگوں سے تقویٰ کس قدر جاتا رہا ہے اور کیسی بیباکی سے یہ لوگ گفتگو کرتے ہیں حضرت شعیب خدا کے نبی ہو کر اور علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھ کر میں حق اور صراط مستقیم پر ہوں۔ اپنے مخالف کفار کو کہتے ہیں۔

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا

اور ہم سے یہ نہ ہوگا۔ کہ ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں ہاں اگر اللہ چاہے۔ تو پھر تسلیم ہم لیکن یہ مولوی جسے خدا سے اس کا عشر عشیر بھی تعلق نہیں کس دلی سے کہتا ہے کہ انکار کر بیٹھا تو پھر نہیں ماننے کا۔

ضمیر کی شہادت ایکبار حضور نے فرمایا کہ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے بارے میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ یہ کس کا قول ہے۔ میرا دل ہرگز نہیں مانتا کہ یہ اس عورت کا قول ہو۔ ناپاک حالت عشق پھر مشرک کے منہ سے یہ کلمہ نہیں نکل سکتے یہ قول تو نبوت کے سرچشمہ سے ہو سکتا ہے حقیقت نیکیوں کی توفیق اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور اسکے کرم رحم کے بغیر کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں پاک ہوں۔

سنگ پارس لوگ کیمیا اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ میرے لئے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے جنہیں چھوا تو بادشاہ ہی بن گیا۔

بقایا صاف کرو جن صاحبوں کے ذمے سلسلہ کا چندہ سالانہ ہے۔ وہ براہ مہربانی ادا فرما کر مشکور کریں۔ **مینیجر**

قصیدہ مہدویہ۔ حضرت مسیح موعود کے ایک قصیدے کا ترجمہ پنجابی نظم میں -

الحربۃ المہدویہ۔ آجکل کے علماؤں کی بہت تواضع ہے

نوائے محمود۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی نظم -

امیرنا نور الدّین ایدہ اللہ بنصرہ

بڑا قدیر ہے پروردگار نور الدین ۔ بنایا قبلۂ عالم ۔ دیار نور الدین
جو دیکھنا ہو کسی نے صحابہ کیسے تھے ۔ وہ آکے دیکھ لے بیعت شعار نور الدین
وہ انقطاع و تبتل پھر اس زمانہ میں ۔ ہے خاص حصۂ با اختیار نور الدین
ہر ایک کام میں سنت کا متبع رہنا ۔ یہی شعار یہی ہے وثار نور الدین
بوقت عصر جو مسجد میں درس ہوتا ہے ۔ دکھائی دیتی ہے کیسی بہار نور الدین
پھر اس دست اللہ کی وہ یاد بانی ہوتی ۔ جناب حق میں ہے یہ اعتبار نور الدین
جو پیشگوئی میں پہلے تھے سمعنا الحمد ۔ وہ دیکھتے بعد از انتظار نور الدین
خدا کا شکر کہ آخر مراد بر آئی ۔ بنے مریض سے ہم جاں نثار نور الدین
وہ صدق میں ہے ابو بکرؓ فرق میں عمرؓ ۔ دلائے یا علیؓ ذو الفقار نور الدین
جو قوت سر اعدا کو ہے وہاں سے ۔ سنتے کہ آ پہونچی ہے افتخار نور الدین
فنا ہیں جامع قرآں کی شان سے پیدا ۔ عدو کے آگے ہے صف انکسار نور الدین
ہے چشمۂ فیض جاری برحمت باری ۔ بجھائے تشنگیاں آبشار نور الدین
مسیح وقت کی خدمت کا یہ نتیجہ ہے ۔ کہ خاص و عام کا مرجع ہے دار نور الدین
غلام مہدی دوراں بہ تقریب قدیر ۔ ہو اخلاص سے مدحت نگار نور الدین

دعا قبول ہو یا خاکسار اکمل کی
دوام پکڑے سرور بہار نور الدین

دعا کا موقعہ آجکل تقریباً تمام قومیں دعا کی قائل نہیں ہیں پس تمسک کرنے والوں کیلئے قرب پانیکا میدان خالی ہے کوئی مقابلہ نہیں منزل مقصود کو بڑھتے چلو۔

اشتہار صداقت آثار

روغن حیات بہر کنڈیل کی امراض کے لیئے اکسیر ہے۔ درد سر کھانسی زکام [illegible] درد ریح وجع المفاصل و اسیر تر بسی وجع المعدہ ہر قسم [illegible] لاکون بچھو [illegible] کان و دانت کے درد [illegible] بخار ہر قسم مار گزیدہ و لدغ عقرب زنبور وغیرہ میں قطرہ [illegible] قیمت فی شیشی کلاں عمہ خورد ۸

(۲) معجون مقوی معدہ و مقوی باہ۔ نہایت [illegible] قیمت فی [illegible]

(۳) ست سلاجیت نہایت اعلیٰ درجہ کی صاف شدہ [illegible]

(۴) حب تریاق۔ نزلہ کھانسی کے لئے اکسیر فی ڈبیہ [illegible]

(۵) سرمہ نور البصر فائدہ تمام ہے [illegible] آنکھوں کے لئے اکسیر فی شیشی عہ

(۶) سرمہ سفید برائے خارش و غبار چشم کے لئے اکسیر فی شیشی ۸

(۷) بال اڑانیکا پوڈر اعلیٰ قسم فی ڈبیہ [illegible] محصول ایک سے دو تک ۳

(۸) عرق دافع بخار نوبتی و ملیریائی ۱۲ [illegible]

(۹) عرق عظم طحال کے لئے اکسیر فی بوتل [illegible]

المشتہر

پیر برکت علی از زمل ڈاکخانہ منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

شرح اجرت اشتہارات

[illegible]

(۱) ریویو [illegible] کی تعداد اشاعت [illegible] ورق تک [illegible] فی صدی [illegible] [illegible] فی صدی [illegible] دیکھکر [illegible] اشتہار [illegible] واپس کئے جاوینگے

احمدیوں کے لئے ایک نادر موقعہ

رعایت! غیر معمولی رعایت!!

۲۰- دسمبر ۱۲ء سے ۵ جنوری ۱۳ء تک

۱۵ دن کے لئے

تمام خریداران تشحیذ اپنے دوست احباب کو بھی اطلاع دیدیں کہ مفصلہ ذیل کتابوں کی قیمت بہت تقریباً نصف کر دی ہے اور یہ کتابیں صرف دفتر تشحیذ ہی کو اس رعایتی قیمت پر مل سکینگی جو صاحب چاہیں جلد منگوالیں ان کتب میں سے مجربات نورالدین اور تفسیر القرآن شیخ یعقوب علی صاحب کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی ہے۔

نام کتب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
اربعین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف [illegible] اپنی صداقت کا ثبوت
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	[illegible]	[illegible]	
الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]	[illegible] کے اسماء کی تشریح - بچوں کے لئے نہایت مفید
مکتوبات احمدیہ	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے خطوط معارف و حقائق کا خزانہ [illegible]
الموعظۃ الحسنہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سلک مروارید	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مجربات نورالدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible] طبیب حکیم حاذق حضرت مولانا نورالدین [illegible] کے مجربات [illegible]

نام کتاب	قیمت اعلیٰ	قیمت ادنیٰ	خلاصہ مضمون کتاب
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۳	عہ	۸ر	کون نہیں جانتا کہ اکمل جیسی تفسیر کی ضرورت ہے
پ ۲۴	عہ	۸ر	جس میں ہر آیت کا رابطہ بتلایا گیا ہو۔ اور ان دلائل کو
پ ۲۵	عہ	۸ر	کھول کر رکھ دیا ہو جو قرآن مجید ہر آیت میں اپنے
پ ۲۶	عہ	۸ر	دعویٰ کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور دوسری الہامی
پ ۲۷	عہ	عہ	کتابوں سے ممیز و امتیاز کی نشانات رکھے ہے۔
پ ۲۸	عہ	عہ	
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء	عہ	۸ر	یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ المسیح مولانا عبد الکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ جو نہایت اعلیٰ اور معرفت حقائق کا گنجینہ ہے دو سو صفحہ
حقیقت نماز	عہ	۸ر	جس میں نماز کی حقیقت اور اس کے متعلق ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے بغیر ترجمہ کے اخیر میں چند سورتوں کی نہایت عمدہ تفسیر ۲۰۰ صفحہ
النصح	۴ر	ار	یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارت کتب سابقہ سے دکھائی گئی ہے اور اسکے ساتھ ایک نہایت [illegible]
رد چکڑالوی	۵ر	۳ر	چکڑالوی کا فتنہ سخت ہے مگر یہ اسکا رد بھی بہت ہی سخت ہے۔
عمدۃ الاحکام	۱۲ر	۱۲ر	بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم [illegible]
طبیب روحانی	۴ر	۱ر	[illegible] قرآن اور احادیث [illegible]

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون کتاب
سنجات	[illegible]	[illegible]	صاحبزادہ محمود احمد صاحب کا بعض سکھوں کے مقابلہ پر سکھ مت کی [illegible] کے بیان میں [illegible] رسالہ لکھا ہے
صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کی وفات پر بعض اعتراضوں [illegible] کا جواب
ظہور المسیح	[illegible]	[illegible]	مسیح موعود کی وفات اور مسیح محمدی کی صداقت کا ثبوت تمام مخالف کتابوں کے ساتھ [illegible]
نغمۂ اکمل	[illegible]	[illegible]	حضرت خاتم الخلفاء کی یاد میں عاشقانہ ترانے
ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	[illegible]	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں
البرق	[illegible]	[illegible]	رد شیعہ
رسالہ گوشت خوری	[illegible]	[illegible]	گوشت خوری کے جواز کے دلائل حقہ
اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	[illegible]	سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر دلائل [illegible]
ضرورت زمانہ	[illegible]	[illegible]	اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں آریوں کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ ان کے مدلل جواب
معیار حق	[illegible]	[illegible]	سچے مذہب کی [illegible] جس میں [illegible] کا ذکر ہے
تاریخ انگلستان	[illegible]	[illegible]	[illegible] کی ہسٹری آف انگلینڈ کا ترجمہ مترجم ماسٹر عبد الرحمن صاحب
ہدایات درباره معاملات	[illegible]	[illegible]	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت

	[illegible]	[illegible]	
یرمیاہ نبی کی پیشگوئی	۱ر	۱ر	عیسائیوں کے خیالی اور وہمی کفارے کا ابطال
نیر اسلام	۵ر	۱۰ر	آنحضرت صلعم کی بشارات بائبل میں
اسلام کا گرز	۱ر	۱ر	نجات کی حقیقت عیسائیت کے رد میں
حق کا پرچار	۲ر	۲ر	حضرت مسیح کی آمد ثانی عیسائی مذہب پر
نور دل	۱ر	۱ر	تنقید
بائبل کا پرچار	۱ر	۱ر	مذہبوں کو اسلام بانی اسلام کی ضرورت
فائل تشحیذ	عہ	[illegible]	معارف و حقائق کا خزانہ و عجیب و علمی مضامین کا گنجینہ
تشحیذ جنوری	۲ر	۲ر	حضرت مرزا صاحب کے امام مہدی ہونے کے دلیل
تشحیذ جولائی	۲ر	۲ر	مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے ... دلیل ... مضمون
تشحیذ اگست	۲ر	۲ر	صوم رمضان کے متعلق تمام مسائل از روئے قرآن مجید و احادیث
تشحیذ ستمبر	۲ر	۲ر	مرزا کا گزرہ کی پیشگوئیاں جو مسیح موعود نے قبل از وقت کیں
تشحیذ اکتوبر	۲ر	۲ر	وہ نبی آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں بائبل میں جامع مضمون
تشحیذ نومبر	۲ر	۲ر	عید الضحیٰ قربانی کی فلاسفی اور اس کے مسائل
تشحیذ ماہ دسمبر			متفرق مضامین ہیں جو بہت عمدہ ہیں
احمدیہ جنتری		۱ر	جس میں مسیح موعود کے دعوی کا کامل ثبوت بھی ہے

رسالہ تشحیذ الاذہان کی رپورٹ

تشحیذ کا اجرا خدا کے فضل و کرم سے اس سال کے سب سے پہلے یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو قادیان سے رسالہ تشحیذ الاذہان جسکا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھا اور جس انجمن کے انتظام میں نکلنا شروع ہوا. اسکے مربی حضرت مولانا نورالدین ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب سلمہ ربہ اسکے ایڈیٹر قرار پائے

ترقی اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سال میں اس رسالہ کو ایسی ترقی دی کہ شروع سے ماہوار نکلنا شروع ہوا. اور اسکے دلچسپ اور علمی و مذہبی مضامین نے طالبان حق اور سعید روحوں کو بہت فائدہ پہنچایا. چونکہ رسالہ کی ترقی سامنے ہے اسکے انتظام میں اسکے شاندار خاص تبدیلیاں کی گئیں. رسالہ کا حجم ۴ صفحے بڑھا دیا گیا. اور کوشش کی گئی کہ حتی الوسع اعلیٰ مضامین کے ساتھ اپنے وقت پر شائع ہو. چنانچہ باوجود اس بات کے کہ تشحیذ کو ہندو میں چھپوانا پڑتا ہے پھر بھی رسالہ کے تمام مہینوں میں اپنے وقت پر بلکہ اکثر اوقات بہت پہلے خریداروں کی خدمت میں پہنچایا جاتا رہا. الحمد للہ کہ اسکے مضامین کو اکثر احباب نے ایسا پسند فرمایا کہ علیحدہ ٹریکٹ چھپوا کر تقسیم کرنیکی خواہش ظاہر کی گئی.

شکریہ برادر خادم حسین صاحب ظفر بھیروی کا قلم ہر قسم شیعہ عقاید کے متعلق ہر وقت اسلامیہ سجادہ رہا ہے اور پھر سید صادق حسین صاحب اٹاوہ کی منصفانہ تحریر ایڈیٹر کے لئے بمنزلہ دو بازوؤں کے کام دیتے ہیں. اور انکے مضامین بہت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں. باوجود اسکے ہمیں بس نہیں بلکہ جہانتک ہماری قدرت میں ہے اس رسالہ کو اور بھی دلچسپ و مفید بنانیکی کوشش کیجارہی ہے. اور انشاء اللہ کیجائیگی.

عرض حال لیکن اسکے ساتھ مجھے اپنے احباب سے یہ سوال کرنیکا حق حاصل ہونا چاہیئے

کر ہمدرد نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، آپ نے اپنی تشخیص کی اعانت و امداد کے لئے کیا کچھ کیا، سال رواں میں ایک اپیل ہر ایک خریدار کے پاس بھیجی گئی مگر صرف چند احباب نے توجہ فرمائی، اور صرف تیس چالیس خریدار نئے پیدا ہوئے، باقی کچھ تو سو پر خرید لئے، اور کچھ دفتر کی تحریکات سے وصول ہوا، بس قصہ ختم ہوا ہے، اسی قدر ہیں۔ وہ لوگ ہیں جنھوں نے یا تو از خود خریداری چھوڑ دی یا بوجہ بہت سا بقایا ہو جانے اور متواتر وی پی واپس کرتے رہنے کے جنہیں ہم نے پرچہ بند کر دیا، اسلئے افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ رسالہ کے خریداروں کی تعداد ایک حد خاص پر رکی ہوئی ہے اور رکی رہیگی جب تک ہمارے کرم احباب اور مہربان نہایت خاص جوش سے اس پہلو میں کام نہ کرینگے اور میں نہیں سمجھتا کہ تو وہ ذمہ دار سلسلہ کی غیرت و حمیت قومی اور مخلصانہ سرگرمی کیونکر گوارا کر سکتی ہے کہ ان کا رسالہ ترقی نہ کرے، اور ترقی کے لئے ضروری ہو کہ اس کے خریداروں کیلئے کافی ہوں ہم سالہا سال بیجا خساروں کو برداشت کرتے

شکایات تھوڑے دنوں سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ان خریداروں کے نام جن کے ذمہ بقایا ہے وصول ہو جائے اس مطالبہ کے لئے کئی خطوط لکھے گئے، وی پی کئے گئے جوابی کارڈ بھی بھیجے گئے لیکن خوش معاملگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی تک

ایک ہزار چوراسی روپے

سے زیادہ اب بے وصول ہیں، اور باوجود اس بات کے ہمدرد رسالہ کی بروقت اشاعت میں کوئی نقص نہیں آنے دیا، لیکن آخر ہمارے مہربان بھائیوں کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے جہانتک ممکن ہوا ہم نے کوشش کی ہے کہ خریداروں کی شکایات رفع کریں لیکن اکثر شکایتیں ایسی ہوتی ہیں جو غلط فہمی پر مبنی ہیں، مثلاً خود تو تبدیل پتہ سے اطلاع نہ دینا یا متواتر یاد دہانیوں کی پروا نہ کرکے پتہ صحیح کرانا اور پھر چند ماہ کے بعد یہ شکایت کہ رسالہ نہیں پہنچا یا سال میں دو دو دفعہ پہلے اطلاع کرنے اور چٹھیاں بھیجنے کے دو تین بار وی پی واپس کر اور اس طرح کارخانہ کا نقصان ہونے دینا اور پھر آخر سال پر کہہ دینا کہ ہم قیمت دے

چکے ہیں۔ آپ کے حساب میں گزشتہ ہے جیسے بعض شکایتیں کرنیوالوں نے وی پی کے واپس شدہ پرچوں کے کوائف دکھا کر بتایا ہے کہ ہمارا قصور نہیں۔

ایک اور طرح بھی غلط فہمی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وی پی کے متعلق جو سسٹم ہے جس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ منی آرڈر کے ذریعے روپیہ بھیجا جاوے۔ اس طرح خریدار کے پاس ایک رسید رہیگی۔ اور دوسرا دفتر کے کام میں بھی بہت کچھ تخفیف ہوجائیگی۔ مثال دیکھئے۔

جناب جمال الدین صاحب شہید کشمیر کے نام اور اکتوبر سنہ کو پرچہ وی پی کیا گیا۔ اور جیسی ماہ اکتوبر سنہ روپے ایکسال کے بعد انکی رقم ڈاکخانہ سے بیت سے عرضی پر پہنچے بھلی۔ اور مرزا محمد احسن بیگ صاحب منیر کا شاہ کے نام اور اکتوبر سنہ کو پرچہ وی پی کیا گیا اور ڈاکخانہ سے انکی رقم نہیں۔ وہ ستمبر سنہ کو وصول ہوئی اور ابو محمد عبداللہ صاحب منیر کے نام ور اکتوبر سنہ کو وی پی کیا گیا۔ اور ڈاکخانہ سے انکی رقم نہیں اور اکتوبر سنہ کو پہنچی ایکسال کے بعد۔ اب اگر ہم نے اسی وقت ان سے نام رقم بقایا دکھایا ہو۔ تو ہم بھی حق بجانب تھے۔ اور وہ بھی۔ پس میں اپنے معزز ناظرین و احباب کرام سے گزارش کرونگا۔

التجا ۱۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آریہ و عیسائیوں کے اعتراضوں کے دلائل مذاق شکن جواب پڑھیں اور اسلام کے محاسن کا مطالعہ کریں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عقائد کا صحیح علم حاصل کریں۔ تاریخی و مذہبی واقعات سے آگاہی پائیں۔ تو رسالہ تشحیذ الاذہان کے خریدار بن جائیں جس کی قیمت سالانہ دو روپے ہے اور حجم ۴۸ صفحات لکھوائی چھپائی نہایت عمدہ۔

۲۔ اگر آپ پہلے ہی سے خریدار ہیں تو مہربانی فرما کر سنہ کی پیشگی قیمت ماہ جنوری میں بذریعہ منی آرڈر ادا فرماویں۔ اس طرح ہم اور آپ دونوں مفت کی تشویش اور وقت و اخراجات سے بچ جائینگے۔ اور رسالہ اپنے وقت پر اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین کے ساتھ آپ کو پہنچا کریگا۔

۳۔ اگر آپکے نام سنہ و دیگر سنہ کا کچھ بقایا ہے تو ذرا عنایت اسکو ادا کرنے کی

طرف متوجہ ہوں اور ادھوری قسط مقرر کر دینے سے یہ قرضہ بہت جلد اتر سکتا ہے۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض صاحبان کے ذمہ چار چار برس کا چندہ روپیہ بقایا ہے اور زیادہ تر ایسے اصحاب ممبران انجمن تشحیذ ہیں۔

(۴) آپ رسالہ کی ترقی اشاعت و عمدگی مضامین کے بارے میں کوئی مشورہ دیجئے تو بڑے شکریہ سے قبول کیا جاویگا۔

(۵) آپ اس رسالہ کے لئے وعدہ کریں کہ پیشگی قیمت دینے والے کم از کم دو خریدار دیں

(۶) اگر خدا تعالےٰ نے آپکو وسعت دی ہے تو حسب استطاعت تشحیذ کا چندہ پانچ روپے یا تین روپے سالانہ دیا کریں۔ تاکہ اس نقصان کی تلافی ہو سکے جو نادہندوں کی مہربانی سے قریباً ایک ہزار ایک سو روپے ہے

(۷) بقایا کی وصولی میں مدد دیں۔ اور اپنے ذاتی رسوخ سے یہ روپیہ وصول کرادیں

(۸) علاوہ مشہور کتب کے ادعیۃ الاحادیث جس میں نبی کریم صلعم کی بتائی ہوئی ہر موقعہ و حالات وقت کے مناسب دعائیں ہیں اور طبیب روحانی جس میں دس روحانی امراض کا علاج قرآن مجید و احادیث شریفہ سے بتایا گیا ہے خرید کریں

(۹) اس انجمن تشحیذ الاذہان کی ایک لائبریری ہے جس میں ایک ہزار کے قریب علمی و مذہبی کتابیں رکھی ہیں اور تیس کے قریب روزانہ ہفتہ وار اخبارات و ماہواری رسالے ہیں جو مطالعہ عام کے لئے میز پر رکھے جاتے ہیں آپ بھی کوئی کتاب اس میں دیکر اعانت سے ثواب حاصل کریں کیونکہ فرصت کے وقت کو بیہودہ مشاغل میں خرچ کرنے سے یہ بہتر ہے کہ وسعت معلومات دینی و دنیوی میں کوشش کی جاوے۔ قادیان میں آنے والے مہمان اور دوسرے مقیم احباب اس سے بہت فائدہ حاصل کر رہے ہیں

(۱۰) آپ اپنی دعاؤں میں تشحیذ کی ترقی اور اسکے مقاصد کی قبولیت کو بھی رکھیں یہ رسالہ جسکی ایڈیٹری و اہتمام سے نسبت ہے وہ آپکے امام ہمام علیہ السلام کا پیارا بیٹا ہے۔

الملتمس مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

اردو ترجمہ کتاب فتوحات مکیہ

فتوحات مکیہ جو کہ ایک مشہور و معروف عربی زبان کی بڑی بڑی چار ضخیم جلدات میں
مشکل اور دقیق عبارات کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ خوبصورت ماہواری رسالہ کی صورت
میں ہم نے چھاپنا شروع کیا ہے۔ اس میں قرآن کریم و احادیث نبویہ کے باریک در
باریک اشارات و لطیف نکات اور حقایق و معارف الہیہ اور علوم لدنیہ کے اسرار
درج ہیں گویا کہ یہ کتاب علوم دین کا بحر ذخار ہے اس کتاب کے مصنف حضرت
شیخ محی الدین ابن عربی حاتمی طائی اندلسی رحمۃ اللہ جو کہ اولیائے کبار سے چھٹی صدی
ہجری میں گزرے ہیں فتوحات مکیہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے
جو علوم میں نے اس کتاب میں درج کئے ہیں وہ اکثر خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت
یا حرم شریف میں بحالت مراقبہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھولے ہیں اور بعد اول کے
مسودہ میں لکھے ہیں کہ اس کتاب کے لکھنے کے لئے مجھ پر خدا تعالیٰ کا تاکیدی حکم نازل
ہوا ہے۔ غرض اس کتاب میں عجیب و غریب اسرار الٰہیہ اور علوم لدنیہ کے کرشمے
دکھائے گئے ہیں ضخامت رسالہ ۵۰ صفحے کلاں قیمت رسالہ سالانہ عہ (ساڑھے
تین روپے) سالانہ مع محصولڈاک پیشگی اگر نمونہ مطلوب ہو تو رسالہ عہ (چھ آنہ) میں
مع محصولڈاک بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا خریداری رسالہ کی

تمام درخواستیں بنام

ابو عبدالرؤف مینیجر رسالہ ڈاکخانہ جنگا بنگیال
تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی پنجاب بھیجو

کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو
۲۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

آزمائش کیلئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

ایک بکس میں تمام مشہور دوائیں

ڈاکٹر برمن کی دواؤں کے لئے [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن کے سنہ [illegible] کرتا ہیں
کے [illegible] [illegible] پڑھنے کے [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ڈاکٹر برمن نے اپنی بنائی ہوئی [illegible] ایک بکس [illegible]
[illegible] شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں [illegible]
[illegible] [illegible] اور استعمال [illegible] گھر والوں کے [illegible]
[illegible] ڈاکٹر برمن کی خاص [illegible] [illegible]
بہت بہتری [illegible] ہے

Digitized by Khilafat Library

دواؤں کے نام

[illegible] کی ایک ہی دوا ہے [illegible] [illegible]
[illegible] کی گولیاں [illegible] [illegible] کی گولیاں [illegible]
[illegible] صاف کرتی ہیں [illegible] [illegible] قیمت فی بکس [illegible]
[illegible] [illegible] استعمال کیا [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۳ء

نمبر ۱ جلد ۸

تشحیذ الاذہان

Digitized By Khilafat Library

فہرست مضامین

خصوصیات مسیح موعود	۱-۱۶	ایڈیٹر
واقعات کربلا	۱۷-۲۲	غلام حسین
فتوحات ربانی	۲۳-۳۱	سید ...
معارف قرآن	۳۳-۳۷	ایڈیٹر
تفریحات مسیح ...	۳۸-۴۱	"
ریویو	۴۲-۴۰	"

قیمت سالانہ

بہتمام منیجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا اور منیجر رسالہ نے قادیان سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

جنگ بدر سے فتح عراق تک

چالیس دلچسپ واقعات ابتدائی ۱۲ رسالوں میں شائع ہوئے ہیں

حجم ۷۶ ۵ صفحات قیمت ۸

لاہور میں ابتداءً رسالہ شائع ہوتی ہے اور بند نہ ہو گا سلسلہ برابر جاری رہے گا خریدار ہر کو ابتدا ہی سے	# تاریخِ اسلام فصیح صاحب مرحوم نے	رسالے بھیجے جاتے ہیں قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک چار روپیہ (عہ) مقرر ہے

نہایت محنت تحقیق اور دماغ سوزی سے نئے انداز اور جدید طرز پر لکھی ہے اسکے مطالعہ سے دماغ منور ہوتے ہیں سینے کھلتے ہیں اور صحابہ کرام سے سچا عشق پیدا ہوتا ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ منگا کر پڑھیں اور اولاد کو پڑھائیں اور اپنی شاندار تاریخ سے واقف ہوں

حضرت اقدس امیر المومنین کا خط

عزیز من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ رسالہ پہنچا ہے اور قیمت پہلے فصیح مرحوم کو نقد بھیجے تھے جب وہ قیمت ختم ہو اور رسالہ جاری ہے تو پہلا پرچہ وی پی بھیجدیں والسلام

جلیبی مترجم جمائل شریف مجلد (۱) مطول حدیث ... (۲) ... (۳) ... نصف ... مجلد (۳) پہلے فہرست آخر میں لغات القرآن بطرز فرہنگ (۴) حرفی اور اردو ترجمہ میں آیات کے نمبر درج کر دیئے گئے ہیں ... [illegible]

ملنے کا پتہ

مفتی فیض علی مینیجر تاریخ اسلام فصیح منزل شہر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۳ء

مسیح موعود کے امتیازی نشانات

سلسلہ احمدیہ کی طرف متوجہ کرینگے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اس امام کا مقام ہم کو بتائیں جو اس زمانہ میں خدا کی طرف سے مبعوث ہوکر آیا کیونکہ جب تک آپ کی عظمت دلوں میں جاگزین نہ ہوگی کوئی اس طرف متوجہ ہونا ضروری نہ سمجھیگا ہم نے اس غرض کے ادا کرنے میں سستی کی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم سے کہا جاتا ہے ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ کو مانتے ہیں نماز روزہ کرتے ہیں پھر ہمیں مرزا کو ماننے کی کیا ضرورت ہے زیادہ سے زیادہ یہی بات ہے کہ وہ ایک بزرگ تھے نیک و پارسا تھے امت محمدیہ میں اور بھی کئی اولیا گزر چکے ہیں اگرچہ ان کے اس قول پر کسی طرح سے جرح ہوسکتی ہے

لیکن میں یہاں اس نقطہ خیال سے بحث کروں گا کہ آپ کو بہت سی ایسی خصوصیتیں حاصل ہیں جو آپ کو دیگر اولیائے امت محمدیہ بلکہ بعض انبیاء بنی اسرائیل سے ممتاز کرتی ہیں اس بارے میں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھوں گا بلکہ صرف وہی الفاظ نقل کروں گا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خصوص میں فرمائے

پہلی خصوصیت: آپ نبی اللہ ہیں اور امت محمدیہ میں یہ خطاب صرف آپ کو ہی ملا

(حوالہ) اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکٰی لھم یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے مراد وہ شریعت ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ یعنے قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی

خود ہزار ذکر و تحان ذکر و اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۹)

ان لوگوں کے دماغ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہرگز عزت نہیں جو کہ حضرت مسیح کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور افضل الانبیاء کو کہ زمین میں مدفون مانتے نہیں سوچتے کہ اگر نبی آ جاوے تو پھر تو وہ خاتم الانبیاء ہو گیا اور اگر کوئی کہے کہ تم بھی نبوت کے مدعی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں ویسا نبی نہیں ہوں حضرت عیسے براہ راست خدا کے نبی تھے اور میری نبوت آنحضرت صلعم کے واسطہ اور فیوض سے ہے" (تقریر لاہور)

تو جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا سو میں خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ میں دنیا سے گذر جاؤں (اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت ؐ کی

کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اسلئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا کہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ .... حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

دوسری خصوصیت آپ بروز حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

حوالہ نمبر ۲ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا .... اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وآخرین منھم میں اس موعود کے رفیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

پھر فرمایا جسمانی لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؑ کی اولاد بنایا اور کبھی حسینؑ کی اور کبھی عباس کی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اسکا وارث ہوگا اسکے نام کا وارث اسکے خلق کا وارث اسکے علم کا وارث اسکی روحانیت کا وارث اور .... ایسا ہی اسکا نبی لقب بھی ہوگا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں

ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال کو اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔"

پھر فرمایا۔ "یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم ...... اور وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اسی نبوت کے مقابل پر تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں" (از اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

"اور میری نسبت اس کی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنے آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے" (خطبہ الہامیہ)

پھر فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ کے نزدیک

تیسری خصوصیت آپ خاتم الانبیاء و خاتم الخلفاء ہیں

اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے ویسا ہی وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام ترقیات اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔"

(خطبہ الہامیہ ۳۰)

پھر فرمایا "اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ میں مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۷)

پھر فرمایا "خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ اسلام اور غیر اسلام میں روحانی غذا کا قحط ڈال دونگا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائینگے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائینگی اور اسی بندہ درگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا پس وہ لوگ جو اس روحانی موت سے بچنا چاہینگے وہ اسی بندہ حضرت عالی کی طرف رجوع کرینگے" (صفحہ ۹، براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پھر فرمایا "خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد و محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے" +

(صفحہ ۹، براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پھر فرمایا "پھر مجھکو خدائے عزوجل مذکورہ بالا میں (یعنی پیغام کہ وقت تو نزدیک ..
... الخ) مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو خوشی کی چال سے زمین پر چل کہ اب تیرا وقت نزدیک آ گیا ہے اور محمدیوں کا پاؤں ایک بہت بلند و محکم منار پر پڑ گیا ہے محمدیوں

کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان ہیں ورنہ بموجب خدا تعالےٰ کی پیشگوئی کہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک ۔ ۔ ۔ (الخ) دوسرے فرقے جو مسلمان کہلاتے ہیں روز بروز تنزل پذیر ہونگے اور ایسا ہی وہ فرقہ جو اسلام سے باہر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہوتے جائینگے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائینگے یا نابود ہوتے جائینگے جیسا کہ یہودی گھٹتے گھٹتے یہاں تک کم ہوگئے کہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے ایسا ہی اس جماعت کے مخالفوں کا انجام ہوگا اور اس جماعت کے لوگ اپنی تعداد اور قوت مذہب کے رو سے سب پر غالب ہو جائینگے (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۲-۸۳)

پھر ایک جگہ فرمایا سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی آیت وہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا اور دھوپ میں جلنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہیں کیا اور کیچڑ کے چشمے کے اندر تاریکی میں بیٹھنے والے عیسائی ہیں جنھوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور وہ قوم جن کی دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہی ہیں کہ جنکا دین دشمنوں کے دست برد سے بچے گا ہر ایک بنیاد سست ہے اسکو شکست و ریخت کھانی پڑیگی مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان انپر غالب نہیں آئیگا شیطانی گروہ ان پر غلبہ نہیں کریگا انکی حجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھسنے والی ہوگی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہینگے (صفحہ ۹۸ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پھر لیکچر سیالکوٹ میں فرمایا ہے

ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے

اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کا خاتمہ ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی ۔ ۔ ۔ ۔ "

پھر فرماتے ہیں

" ۔ ۔ ۔ ۔ آخری زمانہ میں تعصب اور کینے ایسے حد اعتدال سے گذر جائیں گے کہ ایک قوم دوسری قوم کو نگل لینا چاہے گی تب انہیں دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائیگی اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کریگا اس کے لئے ایک کرنا بجائے گا اور اس کرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اسی فرقہ کی طرف کھینچا آئیگا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۴)

چوتھی خصوصیت ۔ آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جری اللہ فی حلل الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ نہ دیا گیا ہو ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ "

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰)

پھر فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک

ہی نفس کے موجود ہیں انکے نمونے ظاہر کرے سو وہ میں ہوں اسی طرح اس زمانہ میں حاکم بعض کے نمونے بھی ظاہر ہوئے فرعون جیسا اور یہود جیسا جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل جیسا سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۳)
اور یہ فقرہ کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء بہت تفصیل کے لائق ہے جبکہ پنجم حصہ براہین تکمیل نہیں ہو سکتا ۔

پانچویں خصوصیت ۔ آپ ہی حدیث لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس کے مصداق ہیں

حوالہ نمبر ۱ ۔ خدا کے کلام میں یہ مقرر ہو چکا تھا کہ دوسرا حصہ اس امت کا وہ ہوگا جو مسیح موعود کی جماعت ہوگی اسلئے خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو دوسروں سے علیحدہ کرکے بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم یعنی امت محمدیہ کے ایک اور فرقہ بھی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد میں آخری زمانہ میں آنیوالے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سلمان فارسی کی پشت پر مارا اور فرمایا لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس ۔ یہ میری نسبت پیشگوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے وہی حدیث بطور وحی میرے پر نازل کی اور وحی کے رو سے مجھ سے پہلے اسکا کوئی مصداق نہیں تھا اور خدا تعالیٰ کی وحی نے مجھے معین کردیا فالحمد للہ "

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۹)

پھر ایک جگہ لکھا ہے

"اور اگر کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں بارہا اس حدیث

کا مصداق وہی ہیں نے مجھے ٹھہرایا ہے اور تصریح سے بیان فرمایا ہے کہ وہ میرے حق میں ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ......" اور یہ دعوے امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا اور خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا کی وحی نے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

چھٹی خصوصیت: آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے کل داخلی و خارجی اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم و عدل مقرر ہوئے

"...... حدیثوں میں پیشگوئی موجود ہے کہ وہ مسیح موعود جو اسی امت میں سے ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا۔ جس قدر اختلاف داخلی اور خارجی موجود ہیں ان کو دور کرنے کے لئے خدا سے ہدایت پا کر وہی عقیدہ پیش کرے گا جس پر وہ قائم کیا جائے گا کیونکہ خدا نے اسے راستی پر قائم کیا ہوگا اور جو کچھ وہ کہے گا بصیرت سے کہے گا اور کسی فرقہ کا تابع نہ ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے اس بات کی ضرورت ہے کیونکہ کس زمانہ میں مختلف عقائد کے باعث منقولی مسائل جن کی قرآن شریف میں تصریح نہیں مشتبہ ہو جاتے ہیں اور بباعث کثرت اختلافات عام تمام فرقے روحانی طور پر جھگڑنے والے یا بیرونی طور پر اختلاف کرنے والے ایک حکم کے محتاج ہوتے ہیں جو آسمانی شہادت سے اپنی سچائی ظاہر کرے گا جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں ہوا اور پھر اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوا سو آخری موعود کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوگا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۲-۲۰۳)

پھر ایک جگہ فرمایا ہے

"اور جن لوگوں نے اس حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کی وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ورگزر کے لائق ہے اس وقت میں بہت سے اسرار چھپے تھے کہ درمیانی زمانہ میں پوشیدہ ہو گئے تھے مگر مسیح موعود کے وقت میں ان غلطیوں کا کھلنا ضروری تھا کیونکہ وہ حکم ہو کر آیا اور درمیانی زمانہ میں وہ غلطیاں نہ نکلتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا ہی فضول ہے . .

...... جس کا نام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حَکَم رکھا ہے وہ کس بات کا حَکَم ہے اگر کوئی اصلاح اسکے ہاتھ سے نہ ہو (نصرۃ الحق صفحہ ۱۳۸)

پھر ایک جگہ فرمایا ہے

"خدا تعالےٰ نے کسی اور کا نام حَکَم نہیں رکھا تا مسیح موعود کے مقابل پر اپنی بات کو ترجیح دے مگر مسیح موعود کا نام حَکَم رکھا ہے ...... مگر افسوس کہ یہ لوگ یہودیوں کے قدم پر قدم رکھتے ہیں اور محض جھوٹ کی حمایت کرتے ہیں میں تو خدا تعالےٰ کی طرف سے حَکَم ہو کر آیا ہوں مگر وہ میرے پر حکم بننا چاہتے ہیں"

ساتویں خصوصیت - مسیح موعود و مہدی معہود ہونا

آٹھویں خصوصیت - مجدد الف آخر ہونا

نویں خصوصیت - قرآن کی تمثیلی پیشگوئی کے مطابق ذوالقرنین ہونا

ان تینوں خصوصیتوں کے بارے میں علیحدہ حوالے دینے کی ضرورت نہیں امر اول کے بارے میں تو تمام کتب بھری پڑی ہیں اور دوم و سوم کا حوالہ نمبر ۲ میں ذکر آ چکا ہے

دسویں خصوصیت حضرت مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہونا

سوال (۱) تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے پھر ریویو صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے ÷

الجواب ابتداء میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور

خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میری نسبت کیا فرمایا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہوں گے جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے مگر میں ان کی پرواہ نہیں کرتا۔

چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللّٰہ ولا فخر۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ آتے تو اس کام کو انجام نہ دے سکتے اور اگر قرآن شریف کی جگہ توریت نازل ہوتی تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی جو قرآن شریف نے دیا انسانی مراتب پردۂ غیب میں ہیں

اس بات میں ہرگز کوئی حرج نہیں کیا ہیں قادر مطلق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ویسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے تو وہ آیت پیش کرنی چاہیئے +

حوالہ نمبر۴ - یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ دو مسیح ظاہر ہونگے اور آخری مسیح (جس سے اس زمانہ کا مسیح مراد ہے) پہلے مسیح سے افضل ہوگا عیسائی ایک ہی مسیح کے قائل ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہی مسیح ابن مریم جو پہلے ظاہر ہوا تھا ثانی دفعہ بڑی قوت اور جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا اور دنیا کے فرقوں کا فیصلہ کریگا اور کہتے ہیں کہ مسیح جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ آمد اول کو اس سے کچھ نسبت نہیں +

بہرحال یہ دونوں فرقے قائل ہیں کہ آخری مسیح جو آخری زمانہ میں آئے گا اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا آمد اول سے افضل ہے اور اسلام نے بھی آخری مسیح کا نام حکم رکھا ہے اور تمام دنیا کے مذاہب کا فیصلہ کرنا اس کے سپرد کیا ہے اور اپنے دم سے کفار کو مارنے والا قرار دیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اسکے ساتھ ہوگا اور اسکی توجہ اور دعا بجلی کا کام کریگی اور دعا ہی تمام حجت کر کے گویا ہلاک کر دیگی۔ غرض نہ اہل کتاب نہ اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا مسیح آنیوالے مسیح سے افضل ہے یہود تو دو مسیح قرار دیکر آخری مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں اور یہ لوگ بھی غلطی سے صرف ایک ہی مسیح مانتے ہیں اور بھی دوسری آمد کو نہایت جلالی آمد قرار دیتے ہیں اور پہلی آمد کو اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے پھر جب کہ خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔ عزیزو جبکہ میں نے ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسکو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے

پیدا ہے خدا نے اپنے وعدہ کے موافق مجھے بھیجا ہے اب خدا سے لڑو

گیارہویں خصوصیت آپ ہی کے عہد میں وہ خسوف و کسوف ہوا جو خلق زمین و آسمان سے آج تک کسی مدعی رسالت و امامت کے عہد میں نہ ہوا تھا

بارہویں خصوصیت آپ کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے اتنے نشانات ظاہر کئے کہ اولیاء امت محمدیہ تو درکنار کئی انبیاء بنی اسرائیل کو بھی نہیں دئے گئے جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک بقبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہیں ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے اور اگر کہو کہ اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوتی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیشگوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزارہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں کیونکہ دنیا میں ہزارہا انسان ان کے گواہ ہیں مگر گذشتہ نبیوں کے معجزات اور پیشگوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہو سکتا باستثناء ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کے ہم زندہ گواہ موجود ہیں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے ❊

ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہوگی قلمبند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رویت کے گواہ پیش کر کے کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر

گر پاں دکھو کہ ان علامات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں بلحاظ
کیفیت اور ثبوت کے پیش کرو ہرگز پیش نہ کر سکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر ہی جاؤ
تیرہویں خصوصیت آپ نے کسر صلیب عین غلبہ صلیب کے وقت کی اور
اس کے لئے ایسا علم کلام ایجاد کیا اور وہ اصول بتائے کہ ان کو ہاتھ میں لے کر ہم خواہ کتنی
بڑی عالم و فاضل جماعت سے مقابلہ کریں خدا کے فضل سے ہم ہی مظفر و منصور ہونگے
چودہویں خصوصیت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو سلام فرمایا اور
یدفن معی فی قبری سے عالم برزخ میں ایک مقام پر ہونے کی اطلاع دی +
خلاصہ کلام یہ کہ کسی طرح سے خدا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق
نبی اللہ ہونا یا بروز محمد صلعم کا ہونا یا رجل من فارس کا ہونا یا خاتم الخلفاء و خاتم الاولیاء کا
ہونا یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونا وغیرہ وغیرہ سوائے حضرت مرزا صاحب کے کسی اور فرد
امت پر متحقق نہیں ہو سکتا حضرت خدا کی طرف سے حکم عدل مقرر ہونا نبی اللہ مسیح سے تمام شان کا بزرگ
ہونا بھی سوائے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے کسی اور پر صادق نہیں سکتا
گو مضمون بہت لمبا لکھا گیا مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا کا مصداق ہے کیونکہ بموجب
حضرت اقدس مسیح موعود کے فرمودہ کے "**میں اپنے رب سے اس مقام**
پر متصل ہو رہا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ
اور دور ہے قطع نظر اس کے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے اور میرا مقام خود لگانے
والے کے ہاتھوں سے بہت دور ہے اور میرے اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آ
سکتی اور یہ قدم میرا خدا تعالیٰ کی راہ میں تیز تر ہے پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس
مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ
ہلاک مت کرو اور میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ
جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا اور کوئی شخص

تلاش کرو کہ میری مانند ہو اور ہرگز نہ پاؤ گے اگرچہ غار یا زمین بھی کھودتے رہو (خطبہ الہامیہ صفحہ)
اور میں نور کے پانی کے ساتھ غسل دیا گیا ہوں اور الٰہی پاکیزگی کے چشمہ میں پاکیزہ کیا گیا ہوں اور
صاف کیا گیا ہوں تمام میلوں اور کدورتوں سے اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے
پس میری تعریف کرو اور جس نے میری تعریف کی اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی تو اُسے
سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا پس اسے جھوٹ بولا اور
اپنے رحمٰن کے غصّے کو بھڑکایا ہے (خطبہ الہامیہ صفحہ)

اور بموجب خدا تعالیٰ کی وحی "انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق" کے ہم عاجز
ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی وہ شان جو کہ الٰہی خدا کے نزدیک ہے دنیا پر ظاہر کر سکیں)

خدائی وحی جن سے مسیح موعود کی شان ظاہر ہے

(۱) یکلمک اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۲) انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی (۳) یحمدک اللہ و یمشی الیک
(۴) خلقتک ظہوری (۵) انت منی وانا منک (۶) انت منی بمنزلۃ ولدی (۷) انت منی
بمنزلۃ عرشی (۸) انت منی و (۹) سرّک سرّی (۱۰) انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق
(۱۱) انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی (۱۲) جری اللہ فی حلل الانبیاء (یہ رسول خدا ہے
تمام نبیوں کے پیرایہ میں یعنی ہر ایک نبی کی ایک خاص صفت اس میں موجود ہے) (ترجمہ مسیح موعود)
(۱۳) انت فیہم بمنزلۃ موسیٰ (۱۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم
(۱۵) یا نبی اللہ اطعموا الجائع والمعتر (۱۶) لولاک لما خلقت الافلاک (۱۷) سبحانک
و ما اللہ (خدا نے تجھے ہر ایک عیب سے پاک کیا) (۱۸) آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب
سے اوپر بچھایا گیا (۱۹) انی مع الرسول اقوم (۲۰) قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین (۲۱) انی مبارک
جاعلک (۲۲) یحمدک اللہ من عرشہ (۲۳) یٰس انک لمن المرسلین (۲۴) یحمدک اللہ و یمشی الیک
العرش فی العرش (۲۵) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

Digitized by Khilafat Library

واقعات کربلا و عقاید شیعہ

رقم فرمودہ منشی غلام حسین صاحب خادم بھیروی

واقعات کربلا — موازنہ — عقاید اثنا عشریہ

واقعات کربلا

(۲) جناب امام حسینؓ کی نسبت واقعات سے
ثابت نہیں ہوتا کہ انکو آیندہ حوادث کا علم تھا۔
کوفیوں نے بوقت صلح امام حسنؑ ہمراہ امیر معاویہ
جب امام حسینؑ کی روگردانی کی تو آپ نے فرمایا۔
جب تک معاویہ زندہ ہے اسکے بعد ہم تم دیکھ
لیں گے (جنتل ابو مخنف ص۳)
کوفیوں نے امیر معاویہ کی زندگی میں [illegible]
کرکے امام حسینؑ کو لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت سے
معزول کرکے آپ سے بیعت کرتے ہیں۔
امام حسینؑ نے بوقت موافقت اپنی صلح [illegible]
دہائی اور حکم بصبر فرمایا "جلاء العیون ص[illegible] اردو
کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط طلبی کے آچکے تو
مسلم کو بطرف کوفہ روانہ فرما کر ہدایت فرمائی "اگر
اہل کوفہ میری بیعت پر اتفاق کریں بہت جلد
حقیقت حال سے مجھے مطلع کرنا" جلاء العیون
اردو ص[illegible] تو دستی خط مسلم کے ہاتھ آیا
اس میں کوفیوں کو لکھا "اگر مسلم مجھے لکھیں

عقاید اثنا عشریہ

(۲) آیندہ حوادث کا علم ائمہ کو دیا گیا تھا
"ان الائمۃ یعلمون علم ما کان و ما یکون و انہ لا یخفی
علیہم شیٴ" اصول کافی کتاب الحجہ صفحہ ۱۵۹
ترجمہ تحقیق امام گذشتہ اور آیندہ حوادثات کا
علم رکھتا ہے اور کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہوتی
اماموں کے پاس مصحف فاطمہؑ ہے جو جبرئیل
کے املاء سے جناب علیؑ لکھتے تھے اور جو حجم میں قرآن
مروجہ سے تین گنا ضخیم ہے اور جس میں اس قرآن
مجید کا ایک حرف بھی نہیں لیا گیا اس میں آیندہ
کے سب واقعات کا علم ہے اسی طرح لوح فاطمہ
میں بھی آیندہ حوادث کا مفصل ذکر موجود ہے
دیکھو اصول کافی کتاب الحجہ و اکمال الدین باب
و کتاب گوہر مراد ملا عبد الرزاق لاہیجی۔
اماموں کے پاس جفر جامعہ ہے جسکی بابت
لکھا ہے "و ہو الکتاب المشتمل علی علم المنایا و
البلایا و علم ما کان و ما یکون الی یوم القیمۃ الذی
نص بصدرہ محمد اور انہ من بعدہ علیہم السلام"

عقاید اثنا عشریہ	موازنہ	واقعات کربلا
کتاب اکمال الدین صـــ اعلام الوریٰ و اصول کافی کتاب الحجۃ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ مجھکو کونسی مصیبت پیش آنیوالی ہے اور اسکا انجام کیا ہوگا۔ وہ مخلوق پر خدا کی طرف سے حجت نہیں ہے اسکی عبارت اصل حدیث "ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ علی خلقہ" اصول کافی صـــ امام جب کسی امر کے جاننے کا ارادہ کرے خدا تم اسکو جتلا دیتا ہے اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک۔ اصول کافی لیلۃ القدر کی رات میں ہر سال امام پر نازل ہوتا ہے اور تمام سال کے آئندہ واقعات سے اسکو باخبر کر دیتا ہے اصول کافی وغیرہ ہر شب جمعہ کو اماموں کے علوم زیادہ کئے جاتے ہیں تا و از جملہ افزودہ شدن علوم ائمہ در ہر شب جمعہ اصول کافی وغیرہ		کہ جو کچھ تمنے مجھے خطوط میں لکھا ہے بشمول عقلاء و دانایان واشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت انشاء اللہ میں بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤنگا جلاء العیون صـــ ابتدائے سفر میں ہی مسلم کے دو ہمراہی شدت پیاس سے فوت ہوگئے تو مسلم نے امام حسین کو اطلاع عریضہ لکھا کہ اگر آپ مناسب جانیں مجھے اس سفر سے باز رکھیں لیکن امام حسینؑ نے پھر بھی مسلم کو مجبور کیا کہ کوفہ کو چلے جاؤ نوٹ بصرہ کو امداد کے لئے دعوت کی گئی یزید بن مسعود نہشلی رئیس بصرہ نے قبائل بنی تمیم و بنی حنظلہ و بنی سعد سے دعوت نصرت لیکر امام کو اطلاع دی۔ امام نے یزید کو دعا دی مگر یہ لوگ عشرہ محرم کے دن جب کربلا پہنچے تو امام جام شہادت پی چکے تھے جلاء العیون صـــ امام کو جب مسلم نے اطلاع دی کہ کوفیوں نے آپکی بیعت کرلی ہے اور اسکے بعد مسلم کوفہ میں شہید بھی ہوگئے آپ نے کوفیوں کو خط لکھا تمہاری جانب آتا ہوں کمر ہمت مضبوط باندھو اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کے

واقعات کربلا	موازنہ	عقائد اثنا عشریہ
لئے تمہیا رہو کیں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ جلاء العیون ص۳۴۲ مسلم کی شہادت کی خبر منزل زبالہ اور رضالی عبداللہ بن یقطر و عروہ، ہانی و قیس کو منزل زبالہ پر معلوم ہوئی دوسرے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا۔ جلاء العیون ص۳۴۵ جس پر آپ کے دل کو سخت صدمہ ہوا، فرمایا لا خیر فی الحیوۃ بعد ھؤلاء یعنی ان کے قتل پر تاسف ص۳۴۵		
(۳) امام بے خبر محمد بن حنفیہ نے امام کو بوقت روانگی بطرف کوفہ عرض کیا کہ مدینہ کو چھوڑئے۔ امام نے فرمایا اے برادر میں کہاں جا کے توقف کروں۔ جلاء العیون ص۳۰۲ یعنی عامل مدینہ یزید کے حکم پر مجھکو مدینہ میں کب رہنے دیتا ہے گویا امام کے پتہ نہیں ہو کہ امام سے رہنے کا مقام نہ تھا		(۳) حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے خاص دو شہر ایک شہر انتہائے مشرق میں ہے اور دوسرا انتہائے مغرب میں جن کے نام جابلقا و جابلسا ہیں جن میں ہزارہا بلکہ کروڑہا شیعہ آباد ہیں ان دونوں میں سوائے حسین کے کوئی حجت امام نہیں ہے جلاء العیون ص۴۴۳ عین الحیات ذکر شہر جابلسا ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص۳۲۲
(۴) امام حسین علیہ السلام اپنے دوست دشمن مخلص و منافق کو پہچانتے نہ تھے۔ صلح امام حسن و معاویہ کے وقت افسوس کرنے جو کوئی آئے تھے امام حسین نے ان سے		(۴) امام پہلے سے اپنے دوست دشمن مخلص و منافق کو جانتے ہیں اس علم کا ذریعہ عرض اعمال ہے۔ مومنوں کے اعمال ہر شب جمعہ اور ہر دو شنبہ بلکہ ہر صبح و شام

واقعات کربلا	موازنہ	عقائد اثنا عشریہ

واقعات کربلا

اپنے ولی نعمت کے خطبے میں فرمایا کہ بغیر اپنے خاص محرم رازوں کے کوئی ان کو نہیں کر سکتا۔ مقتل ابو مخنف ص ۔

پھر تک جو خطوط بارہ ہزار کی تعداد میں آئے ان پر انکے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ انکو اپنا ہوا خواہ جان کر اپنے چچا زاد بھائی مسلم کو بھیجا۔ دستی خط میں کوفیوں کے وعدوں پر کوہ اظہار تسلی فرمایا مسلم نے لکھا اسی ہزار کوفیوں نے آپ کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ نے مسلم کی تصدیق کو اپنی دلی تسلی کے لئے کافی سمجھا اور سفر کو عازم کوفہ ہوگئے۔ آخر انہی کوفیوں نے مسلم کو بھی شہید کیا اور خود امام حسین کو بھی جو دو سالے کوفیوں نے بہ درخواست اپنے عرائض سے بلا کر نام بنام مہمان کئے تھے یہ ہیں

سلیمان بن صرد الخزاعی مسیب بن نجیہ رفاعہ بن شداد بجلی عبداللہ بن وال حبیب بن مظاہر الاسدی۔ جلاء العیون ص ۳۰۳ ناسخ التواریخ ص ۳۰

پس جمیع از بزرگان کوفہ مثل شیث بن ربعی و حجار بن ابجر و یزید بن حارث و عروۃ بن قیس

عقائد اثنا عشریہ

کو اماموں کے پیش ہوتے ہیں اور اس وقت ہر مومن آل محمد کا نام مع ولدیت و نسب و قبیلہ انکو بتلایا جاتا ہے۔ اصول کافی باب لیلۃ القدر و حیات القلوب باب ۴

دوسرا ذریعہ شناخت وہ صحیفے ہیں جنکو خدا نے شب معراج آنحضرت صلعم کے سپرد کیا تھا یا بطور تبرک کے بھیجے تھے ان میں تمام اہل جنت اہل بہشت اصحاب یمین اور اصحاب شمال جو قیامت تک ہونگے انکے نام مع ولدیت و قبیلہ کے لکھے ہیں اور روز قیامت تک زیادہ نہ ہونگے مرقوم ہیں اور یہ نامے حضرت علی کو دیئے گئے تھے اور پھر انکی اولاد ائمہ اطہار کو ورثہ میں ملے۔ حیات القلوب باب ۴۳

حضرت علی علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں آپ کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے اس نے عرض کیا سبحان اللہ گویا آپ تو میرے دل کی کیفیت سے بھی واقف ہیں جس پر جناب علی نے فرمایا ان اللہ خلق الارواح قبل الابدان بالفی عام ثم عرضھم علینا

واقعات	موازنہ / نقد و اشارہ
عمرو بن حجاج و محمد بن عمیر تمیمی ہم نوشتند بدین مضمون ذبح عظیم ۱۱ احزان ص ۳۴ ناسخ التواریخ ص ۲۲۳ ڈیڑھ سو کوفہ کے معززین خاص کر میں بھی امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوفہ لے چلنے کے لئے اصرار کرتے تھے ناسخ ص ۲۲۴ کربلا میں پہنچ کر آپ نے قلم دوات منگا کر سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ کو ملامت آمیز خط لکھا اور بیعت شکنی پر سرزنش فرمائی ناسخ التواریخ ص ۲۹۶	پیشتر خدا نے اجسام کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا فرمایا تھا اور پھر ان ارواح کو دوبارہ (اقرار رجعت) ہمارے پیروؤں کی تھا اس موقعہ پر جنہیں تم کو دیکھا تو ہمیں پہچان لیا کہ ہم تمام وہ ہم تم مجلس تھے۔ طراز مذہب مظفری ص ۱۲۳
امام مظلوم شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر فرماتے تھے لہذا امید بر سر آب روم کہ گرم از تشنگی کباب شدہ آنحضرت بکار ساکت شدند و چیزے در جواب نگفتند پس امام مظلوم مراکرو یا شبث بن ربعی و حجار بن ابجر و قیس ابن اشعث و یزید بن الحارث آیا شما بمن نہ نوشتند کہ میوہ ہا شدہ و میوہ ہا رسیدہ شدہ و لشکرہا از برائے تو مہیا شدہ ذبح عظیم ۱۱ احزان ص ناسخ التواریخ	حضرت علی کے اصحاب جانتے تھے کہ امام حسین کے اصحاب کب درجہ شہادت پر فائز ہوں گے بلکہ وہ خود بھی جانتے تھے اور آنحضرت نے بھی ان کو بتلایا ہوا تھا۔ ترجمہ عبارت فارسی ذبح عظیم ۱۱ احزان ص
فوجی لشکر ابن زیاد شبث بن ربعی عمر سعد کے ساتھ کربلا میں گیا تھا مجالس المومنین ص	سلیمان بن صرد الخزاعی مسیب بن نجبہ بن سعد عبد اللہ بن سعد التیمی رفاعہ بن شداد رؤسائے کوفہ اور حضرت علی کے مشہور شیعوں میں سے تھے۔ از معارف اصحاب امیر المومنین بودند مجالس المومنین ص
عمرو بن حجاج افسر سپہ لشکر ابن سعد در روایت	سلیمان تابعین کبار میں سے اور ان کے زہاد اور عبادت گزاروں میں سے ہے اور شاید وہی ہے جس نے بطلب انتقام خون امام حسین خروج کیا تھا منتہی المقال جلد ایران ص

این شہر آشوب او بہ احمد علی سرگروہ چہار ہزار
نفر بود کہ سر آب فرات موکل بود کہ اصحاب
سید الشہداء را از آب منع سے نمود ند لکہ عروہ بن
قیس سرگروہ پسر سواو شیث بن ربعی سرگروہ
پیادگان بود کہ با آنحضرت جنگ مے کردند میرالاسلام

احمدیہ جنتری
۱۳۳۱ ہجری
۱۹۱۳ء

ناظرین آگاہ رہیں تمام احمدی احباب میں شہرت کردیں کہ انکے لئے یہ نادر تحفہ ہے اس میں ہجری بکرمی عیسوی تاریخیں نہایت صحیح درج کی ہیں اور پھر یہ صرف جنتری ہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی وفات اور نزول مسیح اور پھر نشانات قرب قیامت اور ان نشانات کا جو خدا نے مسیح موعود کے ہاتھ پر ظاہر کئے اور ان نشانات کا جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے لئے مقرر کئے ہیں کافی ذکر ہے گویا اسکے ذریعے سے ایک احمدی کے پاس حضور مقدس کے دعویٰ کا کافی ثبوت ہو جائیگا تبلیغ کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہوگا چونکہ جنتری ہے اسلئے مخالف اسے جلد تلف بھی نہیں کردیگا بلکہ کم از کم ایکسال اپنے پاس رکھیگا

جو صاحب جنتری کی ضرورت رکھتے ہیں وہ دوسری جنتریوں سے اس جنتری کو ترجیح دیں کیونکہ یہ احمدیہ جنتری ہے جو صاحب سلسلہ احمدیہ کے دلائل سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں وہ اسے ضرور منگوائیں جو صاحب احمدی ہیں اور اپنے جیب میں ایک حجت مخالفین کے لئے رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے دوستوں میں یا اپنے قرب و جوار یا دور افتادہ دوستوں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہوں تو اس جنتری کو منگوائیں قیمت فی جلد ۲ ہے جنتریوں کا دو کے ٹکٹ بھیج سکتے ہیں ایک ہی بار جنتریاں منگوانی ہوں تو ڈاک خرچ کے حساب سے قیمت کے ٹکٹ اور حصہ ڈاک بھیجیں دس جلد کے خریدار سے قیمت کم نہیں لی جائیگی۔ دس جلد کے خریدار سے ... جائیگی اور سو جلد کے خریدار سے ... اور سو جلد کے خریدار کے لئے اور بہت کمی ہوئی ہے۔ فی الحال ایک جلد منگوائیں (شیخ محمد اسمٰعیل ... تاجران ضلع گوجرانوالہ)

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی مصنف پر ایک محققانہ نظر

جسکا دوسرا نام ہے

فتوحات ربانی بتائید حضرت امام احمد قادیانی و نصرت یزدانی در ازالہ اوہام و وساوس شیطانی

ناظرین با تمکین کی خدمت میں گزارش ہے کہ

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ایک کتاب شہادۃ القرآن باثبات حیات مسیح ؑ تصنیف کی ہے جس پر انہیں بہت کچھ ناز ہے مولوی صاحب موصوف نے کتاب مذکور کے دو باب قرار دئے ہیں اور حصہ اول جسمیں باب اول ہے علیحدہ اور حصہ دوم جس میں باب دوم ہے علیحدہ شائع کیا ہے حصہ اول کا جواب اخی مکرمی قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے لکھدیا ہے جو شہادت القرآن کے نام سے شائع ہو چکا ہے حصہ دوم کا جواب لکھنے کے لئے قاضی صاحب موصوف نے مجھے ہدایت فرمائی ہے مگر میں ابھی ثواب میں شریک ہوجاؤں اور قاضی صاحب کو بھی الدال علے الخیر کفاعلہ کے مطابق اس ثواب سے حصہ ملے لہذا میں خداوند علیم و حکیم و رحمٰن و رحیم کے رحم و کرم پر بھروسہ کرکے قاضی صاحب کے ارشاد کی تعمیل کے لئے کمربستہ ہوتا ہوں وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان ؎

سیدنا ومولانا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر عقلی نقلی ایوز قاطعہ و براہین ساطعہ کا اس قدر ذخیرہ پیش کیا ہے کہ انکو مجموعی نظر سے دیکھکر پھر کسی اہل عقل انصاف پسند کو مسیح کی وفات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مگر سخن پروری کو رانہ تقلید تعصب و عناد ایسی بلائیں ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان باوجود بینا ہونے کے نہیں دیکھتا اور باوجود شنوا ہونیکے نہیں سنتا اور باوجود اہل عقل ہونے کے کچھ سوچ نہیں سکتا نہیں ایسے لوگ جس گمراہی میں پڑے ہوتے ہیں اُسی میں پڑے رہتے ہیں اور آخر کار باطل کو حق اور حق کو باطل کہتے کہتے ہمیشہ کے لئے سوجاتے ہیں قرآن کریم میں ایسے لوگوں کا ذکر آیت کریمہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ میں کھینچا گیا ہے ان لوگوں کو عقلی دلائل کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں نہ نقلی دلائل بد بخت انسان نشان پر نشان دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ مخالفت و شقاوت و شوخی و شرارت میں پہلے سے زیادہ ترقی کرجاتے ہیں یہ ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ مولوی ابراہیم صاحب بھی اسی طبقہ کے افراد میں سے ایک فرد معلوم ہوتے ہیں ایسی ہمارے مضمون سے کچھ انکو فائدہ پہنچنے کی امید تو موہوم ہے مگر ممکن ہے کہ کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے اسلئے یہ مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے

واضح ہو کہ مولوی ابراہیم صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ دوم میں ازالہ اوہام کی صرف ان تیں آیات سے بحث کی ہے جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبارت النص اور اشارت النص کیطور پر وفات مسیح علیہ السلام ثابت کی ہے مگر مولویصاحب کا علمی مذاق اسقدر گرا ہے کہ آپ عبارت النص کو جانتے ہیں نہ اشارۃ النص کو مانتے ہیں بلکہ جو لطیف استنباط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارۃ النص کی بنا پر کیا ہے اسے حضرت اقدس کا اختراع قرار دیتے ہیں سو ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ

"مسیح موعود جب دنیا میں آئیگا تو علماء وقت بمقابل اسکے مخالفت پر آمادہ ہو جائینگے کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کریگا وہ اکثر دقیق اور غامض ہونگی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب و سنت کے برخلاف نظر آئینگی حالانکہ درحقیقت برخلاف نہیں ہونگی دیکھو صفحہ نمبر ۱۰۷ مکتوبات امام ربانی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی"

بانیہمہ اگر کسی کو شک ہو تو ہم مولوی صاحب کی تحریرات کو معہ عبارات درج ذیل کرتے ہیں۔ ناظرین دونو کو بغور ملاحظہ کریں اور انصاف کریں کہ موافق کتاب اللہ بمطابق بیان رسول اللہ صلعم کس کی دلیل ہے اور قرآن شریف کی صحیح مراد کو کون پہنچا ہے فاقول بحول اللہ و قوتہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازالہ اوہام حصہ دوم کے صفحہ ۵۹۸ میں تحریر فرمایا ہے (قرآن کریم کی وہ تیس آیتیں جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے)

(۱) پہلی آیت یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں

مولوی ابراہیم صاحب نے حضرت اقدس کی تحریر مندرجہ بالا کے متعلق جو خامہ فرسائی کی ہے اسے ہم درج ذیل کرکے پھر اسکا جواب لکھینگے

مولوی صاحب شہادۃ القرآن حصہ دوم صفحات ۴-۵ میں تحریر فرماتے ہیں

"مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اور اس سے حضرت عیسے علیہ السلام کی موت قبل النزول پر استدلال از روئے آیات قرآن شریف و لغت عرب کئی وجوہ سے بالکل غلط ہے

دیباچہ اول اس آیت انی متوفیک کے متعلق پہلے باب میں صفحہ ٦١ سے ٩٠ تک کافی تحریر ہو چکی ہے اور جس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ توفی کا اصل وفا ہے اور اسکے اصلی اور حقیقی معنے اخذ الشیء وافیاً یعنے کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا ہے اور رفع کے معنے اوپر کو اٹھانا اور نیند اور موت اور قبض اور وصول وغیرہ سب اسکی انواع ہیں اور یہ امر مسلم ہے۔ کہ مختلف انواع میں سے ایک نوع معین کرنیکے لئے قرینے کا ہونا ضروری ہے پس جہاں توفی کے ساتھ موت اور اسکے لوازمات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے مراد موت ہوگی اور جہاں نیند اور اسکے مقتضیات مذکور ہونگے وہاں نیند مراد ہوگی جیسے قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (الم سجدہ) یعنے پیغمبر ان سے کہدو کہ ملک الموت جو تمپر مقرر کیا گیا ہے پورا پورا پکڑ لیگا اور نیز آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا (زمر) یعنے اللہ جانوں کو انکی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا انکو انکی نیند میں قبض کرتا ہے اور نیز آیت وھو الذی یتوفکم باللیل (انعام) یعنے اللہ تو ایسا ہے جو تمکو رات کے وقت قبض کر لیتا ہے اور نیز شعر فلما توفاہ رسول الکری الخ یعنے جب اسکو نیند کے ایلچی نے پورا پورا پکڑ لیا

ان مثالوں میں ملک الموت اور موت توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔ اور منام اور لیل اور کری (نیند) اس سے نیند مراد لینے کے اسی طرح اس آیت مذکورہ زیر بحث میں اگر توفی کے متصل موت کا ذکر ہےتو اس سے مراد موت ہوگی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہوگی اور اگر رفع یعنے اوپر اٹھانیکا ذکر ہے تو پھر اس توفی سے مراد رفع یعنے اوپر کو اٹھانا ہوگی پس چونکہ اس آیت میں توفی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہذا اس جگہ توفی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی جیسا کہ حصہ اول کے صفحہ ٨٠ میں بحوالہ تفسیر کبیر گزر چکا ہے مفسرین علیہم الرحمہ کا اس امر پر اتفاق و اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت عیسےٰ کے آسمان پر اٹھائے جانیکی دلیل ہے۔

اسجگہ تو ع توفی در رفع موت ۔ نیند ہیں سے توفی کو خواہ کسی نوع میں متعین کریں۔ رفع جسمی ثابت ہی رہیگا ۔ ۔ ۔ ۔ اگر توفی کو نوع موت میں متعین کریں تو بموجب مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی جیسا کہ پہلے باب سوم میں در منثور سے گذر چکا ہے ۔ ۔ ۔ اور نیز تفسیر معالم میں ضحاک شاگرد ابن عباس سے اسکی تصریح موجود ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر اس آیت میں توفی کو اسکی دوسری نوع نیند میں متعین کیا جائے تو اس سے عیسٰے علیہ السلام کی موت قبل النزول ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ پھر آیت کے معنے یہ ہونگے کہ اے عیسٰے میں تجھ کو سلا دونگا ۔ اور اس نیند کی حالت میں تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھا لونگا جیسا کہ تفسیر خازن ابن کثیر در منثور فتح البیان معالم کبیر وغیرہ میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر اس آیت میں توفی سے اسکی تیسری نوع رفع مراد لیجائے جو بالکل حق اور مطابق واقع ہے اور جو جمہور مفسرین کا قول ہے تو اس سے رفع جسمی بالکل ظاہر ہے

غرض بجلہ توفی کو اسکی انواع رفع نیند موت میں سے جو قرآن مجید میں آچکی ہیں۔ جس نوع میں تعین کیا جائے حضرت عیسٰے کا رفع جسمی ثابت ہی رہتا ہے اور اس امر پر علماء سلف و خلف مفسرین و محدثین و فقہاء و مجتہدین سب کا اتفاق و اجماع ہے انتہی بالفاظہ مختصرًا

جواب از ریویو نگار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت زیر بحث کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اس سے حضرت عیسٰے کی وفات جو استدلال کیا گیا ہے وہ قرآن و حدیث و لغات و محاورات عرب و دلائل عقلیہ و مشاہدات صحیحہ کے مطابق بالکل اچھا و درست ہے اسکے خلاف مولوی صاحب نے جو وجوہ تحریر فرمائے ہیں وہ بالکل غلط فضول اور سراسر نامعقول ہیں۔

وجہ اول میں مولوی صاحب نے اسبات پر بہت زور لگایا ہے کہ لغت کی رو سے لفظ توفی کے حقیقی معنے موت اور قبض روح نہیں ہیں بلکہ مجازی ہیں اصل معنے پورا پورا پکڑ

لیتا ہوں اسکا جواب ازالہ اوہام حصہ دوم کے صفحہ ۵۰۵ میں حضرت اقدسؑ نے نہایت صراحت کے ساتھ لکھدیا ہے مگر افسوس کہ مولوی صاحب نے اسپر کچھ توجہ نہ فرمائی لہذا میں بغرض افادہ ناظرین اسے یہاں نقل کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

بعض جاہلوں کی یہ قرآن شریف کے کھلے کھلے ثبوت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ لغت کی کتابوں میں کئی معنوں پر آیا ہے حالانکہ اپنے دل میں خوب جانتے ہیں کہ ان لفظوں کو قرآن شریف اصطلاحی طور پر بعض معانی کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اپنے متواتر بیان سے کھول کر بتا دیتا ہے کہ فلاں معنی کے لئے اسنے فلاں لفظ خاص کر رکھا ہے اس معنی سے اس لفظ کو صرف اس خیال سے پھیرنا کہ کسی لغت کی کتاب میں اسکے اور معنی بھی آئے ہیں صریح الحاد ہے۔ مثلاً کتب لغت میں اندھیری رات کا نام بھی کافر ہے مگر تمام قرآن شریف میں کافر کا لفظ صرف کافر دین یا کافر نعمت پر بولا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کافر کے لفظ کو موجود فرقان سے پھیر کر اندھیری رات اس سے مراد لے اور ثبوت دے کہ لغت کی کتابوں میں یہ معنے بھی لکھے ہیں تو سچ کہو کہ اسکا یہ ملحدانہ طریق ہے یا نہیں۔ اسی طرح کتب لغت میں صوم کا لفظ صرف روزہ میں محدود نہیں بلکہ عیسائیوں کے گرجا کا نام بھی صوم ہے اور شتر مرغ کے سرگین کو بھی صوم کہتے ہیں لیکن قرآن شریف کی اصطلاح میں صوم صرف روزہ کا نام ہے اور اسی طرح صلوٰۃ کے لفظ کے معنے بھی لغت میں کئی ہیں مگر قرآن شریف کی اصطلاح میں صرف نماز اور درود و دعا کا نام ہے۔ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ ہر ایک فن ایک اصطلاح کا محتاج ہوتا ہے اور اہل اس فن کے حاجات کے موافق بعض الفاظ کو متعدد معنوں سے مجرد کر کے کسی ایک معنے سے مخصوص کر لیتے ہیں مثلاً طبابت کے فن کو دیکھئے کہ بعض الفاظ جو کئی معنے رکھتے تھے صرف ایک معنے میں اصطلاحی طور پر محدود رکھے گئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی علم بغیر اصطلاحی الفاظ کے چل ہی نہیں سکتا پس جو شخص محاورہ کا ارادہ نہیں رکھتا اسکے لئے سیدھی راہ یہی ہے کہ قرآن کے معنے اسکے مروجہ اور مصطلح

الفاظ کے کما حقہٗ کرے وہ تفسیر والے ہوگی۔

اس جنرل اصول کے بیان کرنے کے بعد حضرت اقدس ؑ ازالہ اوہام حصہ اول طبع ثانی کے صفحہ ۱۶۵-۱۶۷ میں خاص لفظ توفی کی نسبت لکھتے ہیں

"ناظرین پر واضح ہو کہ اس طرز سے اول سے آخر تک تمام وہ الفاظ جن میں توفی کا لفظ مختلف صیغوں میں آیا ہے قرآن شریف میں غور سے دیکھے تو صاف طور سے کھل گیا کہ قرآن کریم میں علاوہ مقامات متنازعہ فیہ کے یہ لفظ پچیس جگہ لکھا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور ایک بھی ایسا مقام نہیں جن میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہو اور وہ یہ ہیں۔

نام سورہ	الجزو	آیت قرآن کریم
نساء	نمبر	ویتوفٰھن الموت
آل عمران	۔	وتوفنا مع الابرار
سجدہ	۲۱	قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکّل بکم
نساء	۵	ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم
مومن	۲۴	واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون
النحل	۱۴	توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم
۔	۔	توفّٰھم الملٰئکۃ طیّبین
بقرہ	۱	یتوفون منکم
۔	۲	یتوفون منکم
انعام	۷	توفتہ رسلنا
اعراف	۸	رسلنا یتوفونھم
۔	۹	توفنا مسلمین

نام سورہ	الجزو	آیت قرآن کریم
التوبہ	۱۰	یتوفیٰ
سورہ محمد صلعم	۲۶	فکیف اذا توفتہم الملائکۃ یضربون وجوہہم
یونس	۱۱	واما نرینک بعض الذی نعدہم او نتوفینک
یوسف	۱۳	توفنی مسلما والحقنی بالصالحین
رعد	۱۳	او نتوفینک
مومن	۲۴	ومنکم من یتوفیٰ
"	۲۴	او نتوفینک
نحل	۱۴	ثم یتوفیکم
حج	۱۷	ومنکم من یتوفیٰ
زمر	۲۴	اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی
الانعام	۷	ھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی

اب ظاہر ہے کہ ان تمام مقامات قرآن کریم میں توفی کے لفظ سے موت اور قبض روح ہی مراد ہے اور وہ دو موضع جو ہم ذکر کر آئے ہیں اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان دونوں مقاموں میں بھی نیند سے مراد وفات نہیں بلکہ اس جگہ بھی اصل مقصود موت ہے اور یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہی ہے اور جیسی موت میں قبض روح کی جاتی ہے نیند میں بھی قبض روح کی جاتی ہے سو ان دونوں مقامات میں نیند پر توفی کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک استعارہ ہے جو نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے یعنے صاف لفظوں میں نیند کا ذکر کیا گیا ہے

تا ہر ایک شخص سمجھ لیوے کہ اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے یہ بات ادنے ذی علم کو معلوم ہوگی کہ جب کوئی لفظ حقیقت مسلّمہ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی ایسے معنوں پر جن کے لئے وہ عام طور پر موضوع یا عام طور پر مستعمل ہوگیا ہے تو اس جگہ متکلم کے لئے کچھ ضروری نہیں ہوتا کہ اسکی شناخت کے لئے کوئی قرینہ قائم کرے کیونکہ وہ معنوں میں شائع متعارف اور متبادر الفہم ہے لیکن جب ایک متکلم کسی لفظ کے معانی حقیقت مسلّمہ سے پھیر کر کسی مجازی معنی کی طرف لیجاتا ہے تو اس جگہ صراحتاً یا کنایتاً کسی دوسرے رنگ کے پیرایہ میں کوئی قرینہ اسکو قائم کرنا پڑتا ہے تا اسکا سمجھنا مشتبہ نہ ہو اور اس بات کے دریافت کے لئے کہ متکلم نے ایک لفظ بطور حقیقت مسلّمہ استعمال کیا ہے یا بطور مجاز اور استعارہ نادرہ کے یہی کھلی علامت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت مسلّمہ کو ایک متبادر اور شائع و متعارف لفظ سمجھکر بغیر احتیاج قرائن کے یونہی مختصر بیان کر دیتا ہے مگر مجاز یا استعارہ نادرہ کے وقت ایسا اختصار پسند نہیں کرتا بلکہ اسکا فرض ہوتا ہے کہ کسی ایسی علامت سے جس کو ایک دانشمند سمجھ سکے اپنے اس مدعا کو ظاہر کر جائے کہ یہ لفظ اپنے اصل معنوں پر مستعمل نہیں ہوا۔

اب چونکہ یہ فرق حقیقت اور مجاز کا صاف طور پر بیان ہو چکا تو جس شخص نے قرآن کریم پر اول سے آخر تک نظر ڈالی ہوگی اور جہاں جہاں توفی کا لفظ موجود ہے بنظر غور دیکھا ہوگا وہ ایمانا ہمارے بیان کی تائید میں شہادت دے سکتا ہے چنانچہ بطور نمونہ دیکھنا چاہئے کہ یہ آیات

(۱) اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک (۲) توفنی مسلما (۳) ومنکم من یتوفی (۴) توفتھم الملٰئکۃ (۵) یتوفون منکم (۶) توفتہ رسلنا (۷) رسلنا یتوفونھم (۸) توفنا مسلمین (۹) و توفنا مع الابرار (۱۰) ثم یتوفیکم کیسی صریح اور صاف طور پر موت کے معنوں میں استعمال کی گئی ہیں مگر کیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت بھی ہے کہ ان آیات کی طرح مجرد توفی کا لفظ لکھنے سے اس کے کوئی اور معنے مراد لئے گئے ہیں موت مراد نہ لی گئی ہو بلا شبہ قطعی اور یقینی طور پر اول سے آخر

معارف قرآن

از افادات مجمع البرکات حضرت مولانا مدظلہم

خیرات کے متعلق ہدایتیں

تمام کتب الٰہیہ سے زیادہ قرآن مجید میں خیرات کے متعلق ہدایات ہیں اس پر بتلایا گیا ہے کہ کیوں دے؟ اسلئے کہ جو شخص راہ میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو بہت بڑھا دیتا ہے اسکا کئی گنا کر دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ کیا دے؟ عفو یعنی جو حاجت سے زیادہ ہو حلال اور طیب مال دے ردی چیز نہ ہو ایسا نہ ہو کہ خدا نے فرمایا ہے (۱) اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲) وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ (۳) وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۴) وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ کس طرح دے؟ جس کو دے اس پر احسان نہ جتائے اسے دکھ نہ دے ظاہر دے تو بھی اچھا اور اگر پوشیدہ دے تو یہ اس کے حق میں بہتر ارشاد ہوتا ہے (۱) لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (۲) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (۳) اور غیر کم کے فرق کو دے دیکھنا چاہئے کس کس کو دے فقراء کو مساکین کو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہوں یعنی طلباء علماء جو محض دین کے کاموں میں مصروف ہوں اور اس وجہ سے کوئی کسب نہ کر سکتے ہوں لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ

پھر خیرات کے متعلق ایک عام ہدایت ہے کہ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ سائل کے لئے قول معروف کی صورت یہ ہے کہ پاس کچھ نہیں دے نہیں سکتا تو کوئی بات ہی کہہ دے اور اگر پاس ہے مگر ایسی چیز ہے کہ اس کو عزیز رکھنا چاہتا ہے دے نہیں سکتا۔

تو کوئی بات ہی کہہ دے اور اگر پاس ہے مگر ایسی چیز ہے کہ اس وقت جو دینا چاہتا ہے دے نہیں سکتا مثلاً پونڈ یا نوٹ جیب میں ہے اور دینا ہے ایک پیسہ تو اس صورت میں بھی نیک بات کہہ دے اور سائل کے قول معروف کی یہ صورت ہے کہ اگر باوجود موجود ہونے کے مانگتا ہے تو اپنے آپکو بچائے کہ کیوں سوال کرتا پھرتا ہے اور اگر واقعی احتیاج ہے تو بھی اپنے آپکو قول معروف کرے کہ کیوں عجز و کسل سے کام لیتا ہے کیوں نہیں کوئی محنت مزدوری کر لیتا اسی طرح مسئول کے لئے استغفار کی صورت یہ ہے کہ پاس تو ہے مگر دینے کو دل نہیں چاہتا اس وقت استغفار کرے کہ جو دوستی کی توفیق اور شرح صدر عطا ہو اور اگر پاس ہی کچھ نہیں رہا ہو کچھ پاس ہے وہ دینے کی استطاعت نہیں تو استغفار کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کشائش دے تا کہ آئندہ میں دے سکوں اور سائل کے لئے بھی دو صورتوں میں استغفار ہے اگر باوجود مال کے مانگ ہو تو نیکی مانگتا ہے تو استغفار کرے کہ کیوں خواہ مخواہ مانگتا پھرتا ہے اور اگر واقعی محتاج ہے تو استغفار کرے تا اس سوال کی ذلت سے محفوظ رہے پس ان صورتوں میں مسئول سائل کے لئے اور سائل مسئول کے لئے استغفار کرے۔

توکل کے کیا معنے

آجکل اہل اللہ اور خدا کا ولی اسے سمجھا جاتا ہے جو اول درجہ کا سست ہو کاہل ہو اور اسباب کو مہیا کرنے دو میاشد سے کام لے حلال طیب رزق محنت سے کما کر کھانے کا عادی نہ ہو بلکہ اس بات کا امیدوار کہ کوئی آئے اور لقمہ منہ میں ڈال جائے بظاہر ترک کر دینا اور اصل طلب دنیا کے لئے ہمہ تن آرزو بنکے بیٹھا رہے۔

حضرت یعقوب نے اپنے قول و فعل سے توکل کے معنے خوب حل کئے ہیں پہلے تو بنیامین کے لئے انکے بھائیوں سے موثق یعنی قسم عہد لئے پھر ایک تدبیر بتائی اسکے بعد علیہ توکلت فرمایا چنانچہ آیات یوں ہیں قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۔ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا
مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ
عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

ہرگز میں تمہارے ساتھ اسے نہیں بھیجوں گا جب تک مجھے اللہ کی طرف سے عہد نہ دو کہ اسے ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے بجز اس صورت کے کہ کوئی مشکل پیش آجائے جب انہوں نے اپنا عہد دیا تو یعقوب نے کہا اللہ اس پر جو ہم وعدہ کرتے ہیں نگہبان ہے پھر کہا بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور کہ میں تم کو اللہ کی طرف سے کسی چیز سے نہیں بچا سکتا حکومت سب اللہ ہی کی ہے اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں پھر حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان کی خبر دی جاتی ہے اور یہی کہ اللہ تمہیں ضرور بچائیگا مگر ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ایک کشتی بنا کر اس میں سوار ہو جاؤ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم سے ایمان نہیں لائیگا مگر جو ہی جا چکے پس رنجیدہ نہ ہو ان کی کرتوتوں سے اور ہماری نگرانی میں ہمارے حکم کے مطابق کشتی بنا اور ظالموں کی نسبت کوئی سفارش نہ کر وہ ضرور ڈوبنے والے ہیں) اسی طرح حضرت لوط سے وعدہ کیا اور بشارت دی لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ (ڈرو مت غم مت کھاؤ ہم تجھے نجات دینے والے ہیں اور تیرے اہل کو مگر ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے کہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (کہ اپنے اہل کو تھوڑی رات سے چپکے نکل جا)

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھیگا) مگر باوجود اسکے آپ جنگ میں دو زرہیں پہنکر نکلے۔

میں مقصود ان واقعات کے بیان سے یہ ہے کہ شریعت اسباب کی رعایت سے مستغنی نہیں کرتی چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات نہایت وراء الوراء ہے اور آدمی کمزور اسلئے ظاہری اسباب کو ترک کر دینے کا کہیں حکم نہیں (الا ان یشاء اللہ)

(حضرت موسیٰ کی ماں کو وحی بھیجی کہ اسے دودھ پلا اور جب تو اس پر ڈرے تو اسے سمندر میں ڈال دے اور کچھ خوف و رنج نہ کر کیا ہم اسے تیری طرف لوٹا کر دینگے اور اسے پیغمبروں میں سے بنائینگے) وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ باوجود اس مؤکد وعدے کے اور اس تسلی کے کہ خوف کی اور رنج کر اور یہ کہ ہم اسے ضرور تیری طرف لوٹانے والے ہیں بلکہ اسے مرسل بنانیوالے ہیں آپ نے اسے یونہی دریا میں نہیں ڈالدیا بلکہ رعایت اسباب کو نہیں چھوڑا۔ اور حکم الٰہی کے مطابق صندوق میں ڈال کر بہا دیا پھر اس کی بہن کو خبر گیری کے لئے ساتھ ساتھ روانہ کیا وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (اور اس نے کہا موسیٰ کی بہن کو اسکے پیچھے پیچھے چلی جا اور وہ موسیٰ ؑ کو کنارے سے دیکھتی گئی بحالیکہ (انکو معلوم نہ تھا)

غرض توکل کے یہ معنے ہیں کہ پہلے اس مدعا کے بمقدار اسباب ممکن الحصول ہوں ان سے کام لیکر پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑے

دعا کا طریق دعا کرنا بھی ایک علم ہے اور یہ اللہ کے فضل ہی سے ملتا ہے ہمارے خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے ہیں کہ بیٹے ملک میں جب دعا کرنی چاہی تو مجھے خیال گزرا کہ ممکن ہے ایک مطلب کے واسطے جس کا اس وقت میرے قلب میں بڑا جوش ہے دعا کروں اور وہ قبول ہو جائے مگر دوسرے وقت میں آخر انسان کمزور ہے کوئی اور مشکل پیش آجائے یا اس دعا کی ضرورت نہ رہے تو پھر وہ دعا کافی نہ ہوگی اسلئے کوئی جامع دعا کرنی چاہیئے

آپ نے اسکے لئے بھی خدا ہی سے استعانت کی تو آپ نے یوں دعا کی کہ الٰہی میں کمزور ہوں اور تیری جناب کا فقیر مجھے اپنی حاجتوں اور پیش آنیوالی ضرورتوں کا علم نہیں ہیں تو میری یہ دعا قبول کر کے ضرورت کے وقت جو دعا مانگوں وہ قبول کر لینا چنانچہ اب خدا کا فضل شامل حال ہے جب کسی ایسے اڑے وقت میں دعا کی خدا نے قبول فرمائی ہے اور یہ اس جامع دعا کی قبولیت کا نشان ہے غرض دعائیں بھی وہی پسندیدہ ہیں جو خود خدا تعالے سکھائے اور اسکے انبیاء اس سے مانگیں ۔

دعا میں مسئول کی تعریف ہوتی ہے اور سائل کا حال اور پھر غرض مدعا۔ چنانچہ حضرت نوح دعا فرماتے ہیں رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ خدا تعالے کو غفور رحیم کہکر اپنے مسئول کی تعریف کی ہے اور أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ عرض کر کے اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے اور پھر دعوے نہیں کیا کہ میں ایسے سوالات نہیں کرونگا بلکہ اسکے لئے بھی جناب الٰہی سے استعانت کی ہے جو انبیاء کا غایت درجہ ادب ہے حضرت آدم علیہ السلام نے رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ میں اپنی کمزوری اور نقصان زدہ ہونیکا اقرار کیا اور خدا کی کمزوریوں سے محفوظ رکھنے والی اور نیک اعمال پر نیک نتائج مرتب کرنیوالی صفت سے استمداد کی ہے حضرت موسیٰ نے ایک دعا کی ہے جس میں اپنی کمزوری اور حاجت کا اظہار کر دیا ہے اور صفت ربوبیت سے استعانت کی ہے رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ اور مقصود ظاہر نہیں کیا

یہ دعا بہت جامع ہے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

مگر حضرت سلیمان کی دعا بھی اپنے اندر بہت سے اسرار رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

پہلے تو لا الٰہ الا انت سے مسئول کی تعریف کی ہے اور اسے سب تمام فیوضات کا اور اپنی ذات میں کامل اور صمد قبول کیا اور لا الٰہ الا انت سے اس پر بہت زور دیا۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ کو مدنظر رکھ کر جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کا دور کرنے والا بجز اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس کے ماتحت دکھ دور کرنے والا اللہ ہی کو مانا اور اسے تمام نقصوں سے منزہ اور تمام عیبوں سے مبرا جانا دوسری طرف مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (جو تمہیں مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے ہے) کے ماتحت اس مصیبت کو اپنی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیا پھر سبحانک سے تمسک کر کے اپنی مصیبت میں پڑنے اور اپنی کمزوری کا اقرار کیا کہ انی کنت من الظلمین گویا استغفار کیا۔ لا الٰہ الا انت توحید ہے اور توحید فاتح ابواب خیر ہے اور استغفار مغلق ابواب الشر ہے اور اس دعا میں سب کچھ ہے اور اس پر صادق آتا ہے وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ۔

دیو سماج | ایک چھوٹا سا رسالہ جس میں دیو سماج کے عقائد اور مقاصد اور کام بتائے گئے ہیں جو لوگ اس خدا کی منکر سوسائٹی کے حالات سے آگاہ ہونا چاہیں منگوالیں

یہ لوگ قومی طور سے ہندو ہیں اعتقاد میں خدا کوئی نہیں مادہ اور روح سے کائنات خود بخود پیدا ہو رہی ہے اوپر کی طرف لیجانیوالی طاقتوں کے ماتحت انسانی روح نشوونما پاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی اپنی قابلیت کے موافق دوسرے اعلیٰ مقام میں شانتی پاتی ہے اور نیچے کی طرف لیجانیوالے سامانوں کے ماتحت اسکے برعکس اور سفلی طاقتوں کے تصرف سے نجات پانے کے لئے ایک دیوآتما سے روحانی رشتہ پیدا کرنیکی ضرورت ہے اور وہ شری دیوگورو بھگوان ہیں دیو سماج کے ممبروں کی کسی جماعت میں داخل ہونے کیلئے رشوت دھوکا بازی چوری بے ایمانی خیانت قماربازی بدچلنی منشیات ایک سے زیادہ

فیوضاتِ مسیح موعودؑ

حدثنا امیر المومنین

شیعہ سے مناظرہ ایک روز مجھے فرمانے لگے شیعوں سے روایات کی بنا پر مباحثہ کرنے سے فیصلہ نہیں ہو سکتا انکی مثال تو داری کے ان دھاگوں کی سی ہے جو دو طرف سے الجھا ہوا ہو جس کا سرا نہیں ملتا چاہئے تو کوئی سرا صحیح ہے اسی طرح انہیں قرآن مجید کی طرف لانا چاہئے اس اصل سے میں نے بڑا نفع اٹھایا ہے دیکھو قرآن مجید میں آیا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ اے نبی کفار و منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ کفار سے تو جہاد کیا لیکن اس حکم کی تعمیل میں ابوبکر و عمر سے بھی جہاد کیا ہوتا اگر یہ لوگ انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں ایسا ہی وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا منافقوں کا نشان ہے مگر یہ تو شیعہ بھی مانتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے جو ارادہ کیا اسکو پا لیا ؛؛

حاضر جوابی ایک شخص نے حضور سے کہا کہ انگریزی زبان بہت مختصر ہے اسلئے عربی سے بھی بہتر ہے آپ نے پوچھا میرے پانی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں اسنے کہا مائی واٹر آپ نے فرمایا عربی میں تو مائی ہی کافی ہے

حدثنا السلاوی

رحم ایک ملازم کی نسبت بہت سی شکایتیں حضور میں کی گئیں کہ وہ ایسا ہے ویسا ہے اسے موقوف کر دینا چاہئے فرمایا اگر اسکی بجائے کوئی ایسا آدمی مہیا کر سکتے ہو جس میں کوئی نقص نہ ہو تو میں اسے موقوف کر دیتا ہوں ورنہ اسی کیلئے کیوں صلاح حال کی دعا اور نصیحت نہ کیجائے ہر ایک انسان میں کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے عفو و درگزر سے کام لو

معاملہ کی صفائی آپ نے کسی شخص کے ہاتھ روپے بھیجے تو ایک روپیہ الگ کرکے دیا کہ

کہ اس میں عیب ہے یہ اسے دکھا کر بیچا اور ساتھ ایک آدمی

مرنا کیوں ضروری ہے فرمایا لڑکی ماں باپ کو پیاری ہوتی ہے مگر اپنے ہاتھوں سے اسے رخصت کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ اس میں بعض ایسے جوہر ہیں جو سوائے انتقال کے ظاہر نہیں ہو سکتے اسی طرح مرنا بھی اگرچہ ہے مگر دوسرے جہان میں انسان بعض نعمتوں سے متمتع ہوتا اور بدیوں سے پاک ہے

حدثنا مرزا یعقوب بیگ

احمدیوں کی ترقی ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر کوئی مر کر واپس آسکتا تو وہ دو تین صدیوں کے بعد دیکھ لیتا کہ ساری دنیا احمدی قوم سے اس طرح بھری ہے جیسے اہل سنت حضرات سے بھرا ہے ۔

حدثنا حامد علی

رزق ایک دن فرمانے لگے کہ رزق تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے جتنا کسی کو چاہے دے نحن قسمنا بینہم معیشتہم لیکن اس رزق کو حلال یا حرام بنا لینا انسان کے اختیار میں ہے اسلئے اس سے بازپرس ہوگی

رزق تو جتنا مقرر ہو چکا ہے اتنا مل ہی رہیگا اب انسان خواہ اسے حلال ذریعے سے حاصل کرے یا حرام سے یہ اسکا اختیار ہے

مباحثہ جہانگیری ایک نہایت مفید دلچسپ علمی مناظرہ کی کتاب عیسائیوں کے رد میں اسکے مؤلف صاحب بائبل سے بہت واقف معلوم ہوتے ہیں عقیدہ تثلیث والوہیت مسیح کی بائبل ہی کی آیات سے تکذیب کردی ہے حجم ۲۰ صفحے محصولڈاک ۳ر

سیف جہانگیری رسالہ دین قیم ابو صالح مسٹر عیسی بنارسی میں جو اعتراض اسلام پر کئے گئے ہیں ان کا جواب ہے اور عیسائیوں کے عقائد باطلہ کا رد قیمت مع محصولڈاک ۲ر

ملنے کا پتہ محمد جہانگیر خان افضل المناظرین پری بازار ضلع جھانسی

تبدیلی پتہ تبدیل پتہ کرتے وقت فوراً دفتر میں اطلاع دیں ورنہ رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت فضول ہوگی۔

مینجر

نکات

از ادارہ تعمیر

ہر نبی کا کلمہ ہر زمانے میں ہر ایک نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے جو ان امراض و رسوم کی بیخ کنی کے لئے ہوتا ہے جس میں اہل دنیا گرفتار ہوتے ہیں حضرت نبی کریم کے زمانہ میں بت پرستی کا زور تھا اسلئے آپکا کلمہ تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارے حضرت صاحب کے زمانہ میں دنیا پرستی بہت تھی اسلئے آپ نے اسکا ترجمہ ایسا کیا جو صرف وحی ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"

فما کان لشرکاءھم فلا یصل الی اللہ ایک شخص نے میری دعوت کی پوسٹ گر بھی ساتھ تھے۔ اس نے کہا اس باغ میں سے آپ پرہیزگ کھائے صرف اس ام کے بیٹے کو نہ چھیڑا کہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ تو خدا تعالےٰ کے عاشق تھے جو عاشق کا ہے معشوق کا اس پر ضرور حق ہوگا اسکے کہا نہیں تھوڑی مدت کے بعد وہ سیلاب سب کچھ بہا لے گیا تب میں نے کہا آپ کا باغ کیا ہوا بالخصوص وہ وقت جس میں خدا کا حصہ نہ تھا۔

تردید ابنیت قرآن مجید برہان سے دیکھو جب وہ کوئی دعوے کرتا ہے۔ تو ثبوت دلائل دیتا ہے بدیع السمٰوٰت والارض فرما کر بتایا کہ بیٹا ہونیکی ضرورت نہیں دوم ولم یکن لہ صاحبۃ فرما کر بتایا کہ بیٹا ہونے کے لئے تو صاحبہ کی ضرورت ہے اور صاحبہ کے دعوے پر فریقین کا اتفاق ہے سوم خالق کل شیء فرما کر سمجھایا کہ مسیح بھی اسکی مخلوق ہے چہارم لا تدرکہ الابصار سے بتایا کہ مسیح اللہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے بصارتوں نے پالیا +

قطع الید ہاتھ کاٹنے سے ان دو میں کمی ہوتی ہے جو چوری کے لئے برانگیخت کرتا ہے یعنی منشا و طاقت دراعضا کی حرکت کا دماغ کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک بزرگ نے تجربہ

کیا کہ دوسری سزائیں ایسی مفید نہیں ہاں ہاتھ کاٹنے سے چوری کم ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو مادہ فاسدہ کا قلع قمع ہوتا ہے

دعا کا موقعہ | آجکل تقریباً تمام قومیں دعا کی قائل نہیں رہیں پس تمہارے لئے میدان خالی ہے دعاؤں میں لگے جاؤ اور قرب کے مقامات پاؤ

تیز زبانی کا نقصان | انصار کے بعض نوجوانوں نے کہدیا کہ خون ہماری تلواروں سے ٹپکتا ہے اور مال غنیمت کوئی اور لیجاتا ہے آپ نے انصار کو ایک جگہ میں جمع کر کے فرمایا جو احسان مجھ پر تمہارے ہیں انکا بدلہ حوض کوثر پر مانگیو میں دیدونگا۔ تا کہ اس بے ادبی کی سزا میں اب دنیا میں سے بادشاہت تم کو نہیں دی جائیگی

مسئلہ کلالہ | مسیح کے بے کلالہ کا ذکر قرآن مجید میں یہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ جیسے جس متوفی کی اصل نہ ہو نسل بھی نہ ہو تو اسکے وارث بھائی ہوتے ہیں ویسے ہی اس طرح مسیح کو کہ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے جب حضرت اسحٰق کی اولاد وارث نہ رہی اور نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی تو اب نبوت کے حقدار انکے بھائی بنی اسماعیل ہونے چاہئیں

اجتہادی غلطی | حضرت یعقوبؑ نے کشف میں دیکھا اور وحی الٰہی سے معلوم کیا کہ سب بیٹے بچھڑنے والے ہیں مگر آپ یہ سمجھے کہ وہ سب میرے پاس آ نکلیں گے جیسا کہ فرماتے ہیں عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِہِمْ جَمِیْعًا حالانکہ خود ان کو مل جانا پڑا پس انبیاء کو کسی وحی کے سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے

نمک بنو | تم دنیا میں آٹے میں نمک کی مثال بنو ہر چیزیں اگر بگڑ جائیں تو اصلاح ہو سکتی ہے لیکن اگر نمک ہی بگڑ جائے تو پھر کسی چیز کی اصلاح کیونکر ہو سکے گی اپنی اصلاح کی فکر میں رہو

شکریہ | برادر محمد سعید صاحب سعدی جو مخلص نوجوان احمدی ہیں کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ نے تشحیذ جنوری کے بیچنے کے لئے نوجوانات بہم پہنچائے

ریویوز

پیغمبر عالم | بلحاظ اس محبت کے جو مجھے اپنے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے ہے میں نے اس مختصر کو لفظاً لفظاً کو بڑے غور سے پڑھا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام انگریزی عربی اور اردو کتابیں جو حضور انور کے حالات میں لکھی گئی ہیں مؤلف کے زیر نظر ہیں اس کی عبارت نہایت سلیس عام فہم اور شستہ ہے اور بچوں کے پڑھانے کے لائق ہے ابتدا میں عربوں کے خصوصیات اور آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے جو مذاہب رائج تھے ان کے حالات کو نہایت جامع لکھا ہے اور صرف یہی ایک بات ہے جس سے کتاب کی قدر و قیمت میرے نزدیک دو چند ہو گئی پھر توراۃ اور انجیل سے ان بشارات کا ذکر کیا ہے جو وہ نبی کے بارے میں ہیں مگر اس حصہ میں یہ نقص ہے کہ عبرانی اور عربی کے ساتھ اردو وہی الفاظ میں نہیں دیے گئے جس میں آجکل بائبل شائع ہو رہی ہے۔ گو مفہوم میں فرق نہیں لیکن بعد ازاں طفولیت سے وفات تک حالات قلمبند کئے گئے ہیں اور حق یہ ہے کہ رعایت اختصار کے ساتھ بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں ہاں ایک دو جگہ مؤلف نے کمزوری دکھائی ہے مثلاً حضرت ابراہیم کے ھٰذا ربی کو جو استفہام انکاری کے طور پر ہے اور جو انھوں نے قوم کے سامنے بطور دلیل پیش کیا ہے ان کا ابتدائی خیال قرار دیا ہے جو صحیح نہیں مثلاً تو اس بیان کے آخر میں فرمایا ہے تلک حجتنا اٰتینٰھا ہمارے دلائل ہیں جو ہم نے ابراہیم کو سکھائے تھے کثیر الازدواجی کے متعلق مؤلف صاحب آیت ان خفتم الا تعدلوا اور لن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء میں توفیق نہیں کر سکے اور اسے کچھ ناپسندیدہ سا امر ٹھہرایا ہے حالانکہ خلفاء راشدین کے تعامل سے ثابت ہے کہ ایک سے زیادہ بیبیاں کرنا بھی ایمان کے کمال کا نشان ہے ہاں بغیر ضرورت وعدم ادائے حقوق کے تو ایک ایسی ممانعت ہے بس غرض یہ مختصر ان چند کمزوریوں سے بہت

سے صحابہ کا سیر ہو جانا ایک معجزہ ہے آپ غیر مسلم مورخوں کے خیال کو بھی ماننے پر تیار ہیں میرے
خیال میں یہ ایک کمزوری ہے (۴) معراج نبوی کے بارے میں آپ نے جسمانی اور روحانی
کی بحث کو چھیڑا ہے اور اپنا رجحان روحانی کی طرف بتایا ہے اسوہ حسنہ اور ریویو آف ریلیجنز
کے حوالے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی کتب بھی مؤلف کے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں
پھر حقیقت معراج سے یہ بے خبری کیسی معراج عین بیداری میں خواہ جسم کے ساتھ ہوا
مگر اس بات کو صاحب دل اہل کشف سمجھتے ہیں آپ کو اس میں اسلامی ترقیات کا نظارہ دکھایا
گیا چنانچہ ایک دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک تمام ملک آپ ہی کے
حلقہ اطاعت میں آگیا پھر روحانی لحاظ سے آپ کا نور ایک دور کی چودہ صدیوں سے ظاہر ہوا
اسی طرح آسمانوں پر جانے کے معنے علم الرؤیا کی کتب سے دیکھئے (۵) شق صدر کے متعلق مؤلف
نے بہت گفتگو کی ہے اور روایت کو پایہ اعتبار سے ساقط ٹھہرایا ہے لیکن جب ان روایات
میں ثم اتیت بطست من ذھب مملوء ایمانا لکھا ہے تو صاف ظاہر ہے
کہ یہ واقعہ عالم مثال کا ہے کیونکہ ایمان بھرنے کے لئے سینہ پر عمل جراحی کی ضرورت نہیں
خیر یہ چند ایک باتیں ایسی نہیں جو کتاب کی قدر کم کر دیں مجموعی طور سے کتاب بہت ہی قابل
قدر ہے ۱۸×۲۲ تقطیع ۵۰۰ صفحے کاغذ اور لکھائی بہت عمدہ قیمت عہر

ملنے کا پتہ **ہلال ٹریڈنگ کمپنی پیسہ اخبار سٹریٹ** لاہور

معارف یہ ایک رسالہ ہے ۸۰ صفحے حجم کا ماہوار پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے نکلتا ہے جس میں ہر قسم
کے مذہبی اخلاقی تاریخی و دیگر معلومات سے صوفیانہ مذاق میں بحث کرتا ہے ہمنے اسکے
دو نمبر دیکھے ہیں ایک مضمون میں چند اخلاقی باتیں ہیں باقی تصوف کی ابتدا کے بارے میں جو
باتیں لکھی ہیں ان میں بعض تو ایسی ہیں کہ جو پڑھ کر صوفیاء کی نسبت وہ عقیدہ قائم
نہیں رہتی جو کہ ہونی چاہیئے ماہ محرم کے بارے میں ضعیف ترین روایات کا ایسا مجموعہ ہے
کہ مجھے گمان گزرا شاید شیعی رسالہ ہے اور پھر لطف یہ کہ آخر میں لکھتے ہیں بدعات وغیرہ سے بچتے

رہنا چاہیئے خدا مسلمانوں کے حال پر رحم کرے حجم ۸ صفحہ رسالہ دو ہفتہ

مشیر صحت یہ رسالہ ماہوار صلاح الدین ضلع گجرات سے نکلنا شروع ہوا ہے نصف حصہ اپنی ڈاکٹری کے انکشافات میں باقی نصف میں حفظان صحت کے متعلق ایسے مضمون ہیں جو غالب حصہ اشتہارات میں چھپ چکے ہیں مگر ایڈیٹر مضامین کی طرف توجہ کرینگے تو رسالہ مفید ثابت ہوگا قیمت سالانہ عہ طلباء سے عہ

مرقع شیخ خواجہ خدا بخش صاحب قریشی سلیمان ثانی کہتے ہیں ان کے حالات میں یہ منظوم فارسی مثنوی ابن مولوی محمد اسحاق صاحب چشتی نظامی نے لکھی ہے خواجہ صاحب کی بہت سی کرامات و اخلاق حسنہ کا ذکر ہے اور خوش اعتقادی کی جھلک بھی ہے بہت اچھا ہو اگر یہ رسالہ اردو میں ہوتا کہ عوام بھی فائدہ اٹھا سکتے حجم ۸۰ صفحے

کچکول سلیمانی میاں عبد الحمید صاحب نے اپنی اور اپنے والد صاحب کی نظمیں اردو فارسی پنجابی نعت و منقبت حضرات چشت میں جمع کی ہیں شرک و اطراء میرے مذہب میں جائز نہیں اسلئے میں تعریف نہیں کر سکتا ہاں اس سلسلہ کے مریدوں کے لئے دلچسپ ہوگا قیمت درج نہیں حجم ۸۰ صفحے۔ ہر دو کے ملنے کا پتہ

شیخ مولا بخش تاجر کتب لدھیانہ

جواب شبہات الخطاب الملیح مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ایک رسالہ لکھا تھا ان شبہات کا رد حضور مسیح موعود نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں دیا ہے اسکو عاجز محمد یامین تاجر کتب قادیان نے الگ چھپوا دیا ہے حجم ۲۲ صفحے یہ کتاب بہت عمدہ فی جلد ایک روپیہ ۱۲ جلد میں حضور نے اس میں مسیح کی وفات اور کشمیر میں دفن ہونیکا ثبوت دیا ہے تبلیغ کے لئے مفید رسالہ ہے

بڑی جنتری ۱۹۱۳ء جنتریاں تو بہت شائع ہوتی ہیں گرامی پریس کی کاغذ چھپائی کے علاوہ مفید مضامین کے لحاظ سے بہت ہی مفید و قابل قدر ہوتی ہے اس سال کی جنتری [illegible]

دہلی کی تاریخ کلکتہ کے ہال گورنر جنرل اور دہلی کے ہال گورنر جنرل کی تصویریں دی ہیں پھر دہلی کا نقشہ دیا ہے تخت طاؤس کے متعلق بہت سی واقفیت بہم پہنچا کے اسکے حصوں کی مختلف تصویریں دی ہیں پھر تاریخ افغانستان کا تبصرہ دیا ہے جس میں ہمایوں اکبر جہانگیر شاہجہان کی تصویریں بھی ہیں تقسیم اور الحاق بنگالہ کے عنوان سے موجودہ و سابق نقشہ دیا ہے والئے حیدرآباد دکن والیہ بھوپال نواب […] جنگ […] حالات ادب کے دیئے ہیں واقعات عالم کے عنوان سے […] ہوئے ہیں الغرض یہ نمبر ایک مجموعہ معلومات ہے قیمت محمد رحمت اللہ […] پریس شہر لاہور کے پتہ سے منگوالو

احمدیہ ریڈنگ مین ایسوسی ایشن لاہور نے ایسے ٹریکٹ شائع کرنیکا انتظام کیا ہے جو صرف چار صفحہ کا ہوتا ہے اور اسکا مطالعہ لوگوں کو […] معلوم نہیں ہوتا حضرت خلیفۃ المسیح نے اسپر اظہار پسندیدگی فرمایا ہے یہ ٹریکٹ سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر خصوصاً اور عام اسلامی مسائل پر عموماً مشتمل ہوا کرینگے چنانچہ اسوقت تک چار نمبر شائع ہو چکے ہیں جو مندرجہ ذیل مضامین پر

۱۔ معیار الصادق ؑ | صادقوں اور کاذبوں میں ما بہ الامتیاز۔ یہ دونوں زبردست مضامین ہیں
۲۔ معیار الصادق ؑ | جو حضرت مولوی عبد الکریم صاحب ؓ کے دو خطبات سے ماخوذ ہیں
۳۔ کیا مسیح زندہ ہیں | از قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اس میں قرآن کریم سے وفات مسیح کا ثبوت
۴۔ […] کی تشریح دیا ہے۔ اس میں احادیث اور علمائے سلف کے اقوال درج ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے

آئندہ بھی ضروری مضامین پر سلسلہ کے مشہور اہل قلم اصحاب کی تحریریں شائع ہوا کرینگی ان کا ارادہ ہے کہ اس سلسلہ کو تمام ہندوستان میں کثرت سے پھیلایا جاوے مگر یہ کام ایک آدمی کا نہیں اور اس میں آپ کی معاونت کی ضرورت ہے جس کی صورت یہ ہے کہ آپ یہ ٹریکٹ خرید کر اپنے شہروں میں تقسیم فرماویں جو اصل لاگت یعنے صرف ۲ آنہ […] سیکڑہ (علاوہ محصول ڈاک) پر دیئے جاوینگے اور جس سے کم سے کم ایک […] میں […] ہو سکتی ہے

سکرٹری صاحبان: انجمنہائے اسلامیہ سے درخواست ہے کہ وہ خاص توجہ سے کام لیکر اس معاملہ کو اپنی اپنی انجمن میں پیش کرکے بعد فیصلہ مستقل خریداری کی درخواستیں بھیجکر عنداللہ ماجور ہوں خط و کتابت بنام

المشتہر

سید داؤد شاہ سیکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن معرفت مجمع اخوان لاہور

بدیعہ مل | یہ ۱۲۰ صفحے کی کتاب مذہبی ناولوں کے سلسلہ میں دوسرا نمبر ہے جسے حامی اسلام جناب بابو محمد حسین صاحب کلرک نے لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ خوب لکھا ہے ناول کا تو صرف اسی قدر حصہ ہے کہ مجلس منعقد ہوئی اور اس میں ایک آریہ کی طرف سے سوالات پیش کئے گئے جن کا جواب ایک تعلیم یافتہ نوجوان نے دیا ہے جوابات میں کئی سے قیمتی ہونگی بحث نماز روزہ حج زکوۃ کی بیجا آریوں کے اعتراض متعلقہ یوم الجمعہ کی فضیلت دوزخ بہشت کی ضرورت استغفار کی حقیقت شیطان و ملائکہ کی ہستی معجزات و کرامات کی صداقت کا ذکر ہے یہ مخالفوں کے مقابل میں نہایت ہی مدلل کتاب ہے اور خوب جواب دیئے ہیں قابل مؤلف نے ایسے اعتراضات پر گفتگو کی ہے جو عموم مسلمانوں سے کئے جاتے ہیں اسلئے اس مجموعہ کو مشکور کر کے لینا چاہیئے رسول کریم صلعم کے ہجے نبی ہونیکے ثبوت میں مؤلف کو غالباً حجم بڑھ جانے کے خیال نے روکا ہے ورنہ بہت سے دلائل وہ پیش کرسکتے تھے آخری حصہ نہایت تحقیقی معلومات سے پر ہے معترض نے قرآن مجید کو گھوڑوں کی حکومت کا مجموعہ کہا ہے مؤلف نے چند باتیں ستیارتھ پرکاش کا اور سوامی دیانند سے پیش کرکے پوچھا ہے اب بتاؤ گھوڑے اور گدھے کس کے کہتے ہیں قیمت ۸ ملنے کا پتہ منشی دوست محمد صاحب مہتمم کتب خانہ چابک سواراں لاہور

سفری بی بی | یہ ایک ناول ہے جسے منشی افضل علی صاحب مہتمم تاریخ اسلام نے تصنیف کیا۔ منزل

سیالکوٹ نے شائع کیا ہے حجم سو صفحے کے قریب ہے اس میں نسوانٹ فرقے کی ایک عورت کی
کارستانیوں کا ذکر ہے کس طرح پر وہ ایک فوجی افسر کی بی بی اور سینٹ پیٹرز برگ میں جا
پہنچی وہاں زار کی جان پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی گر یہ فوجی افسر نے بچا لیا تھا پھر اسکی
مختلف چالاکیوں اور وہاں سے خفیہ پولیس کے ہاتھوں پکڑ لئے جانے کا ذکر ہے یہ ناول
حصہ اول ہے ایسے ناول بھی مفید ہو سکتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کا برا انجام بھی ساتھ ہی
دکھایا ہووے ناول دلچسپ ہے مہر اوپر کے پتے سے ملیگا

کشمیری میگزین لاہور منشی محمد الدین صاحب فوق ایک کہنہ مشق گر جوان ہمت اخبار نویس
ایڈیٹر ہیں کشمیری میگزین کو جاری کر دیا ہے جن لوگوں کو جو فواد کا ندازہ ہے وہ جانتے ہیں
کہ فوق کشمیری کے ذریعے اپنی قوم کی پھر تمام ملک کی بہت کچھ خدمت ادا کر سکیگے کشمیریوں
کے قومی و ملکی حقوق اور کشمیریوں کی موجودہ بیداری آپ ہی کے ساعی جمیلہ سے ہے اب
تو بڑے بڑے لوگ بھی کشمیری کہلانے میں اپنی ہتک نہیں سمجھتے سالانہ چندہ تین روپے
حجم ۴۴ صفحے

فرقان حضرت اقدس کی تقریر دلپذیر جس میں احمدی اور غیر احمدی میں فرق بتایا گیا ہے
ملاباریوں نے دوسری بار ۲۰۰۰ کی تعداد میں خوشخط دستی کاغذ پر چھپوائی ہے قیمت از احباب
مشکور تبلیغ کے لئے تقسیم کریں ملنے کا پتہ فخر الدین احمد ملاباریاں قادیان ضلع گورداسپور

مرقع شاہجہانپور منشی ولی حسن صاحب فاضل انصاری نے ۲۴ صفحے کے حجم پر ماہوار
نکالنا شروع کیا ہے شعراء کا کلام اس میں درج ہوتا ہے ہمارے فاضل مختار شاہجہانپوری
کے مدرس نے اسکو چار چاند لگا دیئے ہیں جن لوگوں کو شعر و سخن اور غزلوں کا شوق ہے وہ
منگوائیں سالانہ چندہ ۲ عہ

حمیرا ہمارے پاس ہمدرد قاضی میرٹھ لاہور گیا ہے عام طور سے دو روپیہ
پانچ روپے دیتے ہیں مگر خاص مصلحت سے تین روپے اور کے ساتھ ۔۔۔

ایک سالہ | مع صفحے کا جس میں دیو سماج کی ایک صاحب دیو سماج کی شرن میں آنے سے
پہلے کیا تھے اور اسکے بعد کیا ہو گئے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ رسالہ مذکورہ خط و کتابت پر شائع
کی گئی ہے۔ اس سے بہرحال یہ نصیحت ملتی ہے کہ آدمی کو لکھنے میں کس قدر محتاط رہنا چاہیئے ورنہ
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیو سماجیں اپنے ممبروں کے خطوط ریکارڈ محفوظ رکھتی ہیں۔ وہ ایک خاص
طاقت کی مالک ہوتی ہے بہرحال ہم تو ان خطوط سے اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس ممبر کے اندر
اپنی روح کو اعلیٰ بنانے کا شوق ضرور
تھا مگر دیو سماج کی طاقت اس روحانی جوش کی
پیدا نہ کر سکی کیونکہ الٰہی طاقت سے
خالی تھی سلئے وہ اس سے جدا ہو گیا
اور جدا ہونے کے وقت سے پہلے
سات بڑے بڑے عیوب اس کے
مولف صاحب نے بتائے ہیں جس
سے اس سوال کا جواب ملتا ہے
کہ پہلے صاحب دیو سماج میں کیا
تھے سو اسکے بعد دو عیوب بتائے
ہیں وہ سوال کے بجواب ہیں کہ وہ
دیو سماج کے بانی یا اسکے ممبروں یا اسکے عقیدے کے خلاف لکھتے یا کہہ دیتے ہیں اعتقاد وہ دے
لیا ہوا کرتے ہیں اور اپنی ہاتی کتابیں رکھتے ہیں جو میرے نزدیک ان پہلی باتوں سے
خطرناک نہیں جس مذہب کو برا سمجھ کر کوئی چھوڑتا ہے اس کے خلاف کہنا ہی پڑتا ہے تقریریں ہوتی
میں پنڈت دیو رتن صاحبکو اس رسالہ کے لکھنے میں کامیاب نہیں قرار دے سکتا بہتر ہے کہ
انسان انتقامی سپرٹ سے بچے قیمت مع محصول ڈاک کے قیمت ۴/

سوانحعمری نبی کریم صلعم مفت

خریداران تشحیذ ۱۳ء کا پیشگی چندہ
وصول کرنے کے لئے
وی پی کیا جائیگا
اور اس میں اول سے آخر تک نبی کریم م کی
مقدس زندگی کے مقدس حالات ہر سال کے
الگ الگ نہایت معتبر و مستند درج ہونگے جو
اصحاب وی پی واپس کرینگے وہ اس تحفہ سے
محروم رہینگے — مینیجر تشحیذ

اطلاع ماہ فروری کا پرچہ کل خریداران تشحیذ کے نام ... کی ششماہی قیمت وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا جو صاحب طیار نہ ہوں وہ پہلے اطلاع دیں

ہمارے صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب ۲۰ جنوری پانچ بجے شام بخیر و عافیت حج کعبہ سے فراغت پا کر اور سیر العرب مصالح العرب کی اختتام کرکے واپس تشریف لے آئے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اربعین	[illegible]	النصح	[illegible]	مباحثات دربارہ حیات مسیح	[illegible]	سیرۃ القرآن	[illegible]
حضرت اقدس کی	[illegible]	تذکرہ گولڑوی	[illegible]	حضرت میاں صاحب کی پیشگوئی	[illegible]	ترجمۃ القرآن	[illegible]
پرانی تحریریں		عمدۃ الاحکام		تیر اسلام	[illegible]	" "	[illegible]
اسماء الحسنٰی		الطبیب الروحانی	[illegible]	اسلام کا گز	[illegible]	" "	[illegible]
اشتہارات احمدیہ		تنبیہات	[illegible]	حق کا پرچار	[illegible]		
المواعظۃ الحسنہ		صادقوں کی روشنی	[illegible]	نور دل	[illegible]		
سلسلہ احمدیہ		ظہور المسیح	[illegible]	بائبل کا پرچار	[illegible]		
مجموعات فوٹو درمقتل	[illegible]	انتہائے کمال	[illegible]	فائل تشحیذ	[illegible]		
"	[illegible]	اودیۃ الاحادیث	[illegible]	قرآن کی ... پر برکت علی صاحب ... رسول			
"	[illegible]	البرق	[illegible]	... ضلع گجرات سے طلب کریں			
تفسیر ترجمۃ القرآن	[illegible]	رسالہ گوشت خوری	[illegible]	... قیمت ...			
"	[illegible]	اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	... سلامتی ... تریاق ...			
"	[illegible]	ضرورت زمانہ	[illegible]	...			
تحفہ سالانہ بیعت	[illegible]	معیار حق	[illegible]	...			
حقیقت نماز	[illegible]	تاریخ انگلستان	[illegible]	...			

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں مفید اثر ۲۸ برس سے ہندوستان میں جاری ہے، آزمائش کر لیجئے

دانت درد کی دوا

لگاتے ہی درد ستاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے کیسا ہی درد کیوں نہ ہو لگاتے ہی درد دور ہوتی ہے قیمت ہر شیشی خرچ ہر شیشی تک ۵ر

سینی لائن

Digitized by Khilafat Library

خون بند کرنیکی اکسیر دوا خونی بواسیر کے لئے نہایت مفید ہے ناک مسوڑے اور حلق سے گرتا ہو اسکو فوراً بند کرتی ہے قیمت عہ شیشی خرچ ۵ر

دمہ کی دوا

دمہ جیسا ہے جس قدر سے پھوٹتا ہو اس دوا کی ایک خوراک کے استعمال سے دب جاتا ہے ابتدائے عارضہ سے اگر یہ دوا استعمال کرائی جائے تو دمہ بالکل اچھا ہو جاتا ہے پرانے دمہ کے مریض یا جنکا دمہ دم کا ساتھی ہو گیا ہو وہ بھی اس دوا سے صحت پاتے ہیں قیمت عہ شیشی خرچ ۲ شیشی تک ۵ر

ای اینڈ ایس سارسپریلا خون صاف کرنیکی اکسیر دوا

اس سالسہ کو صاف کرکے اس میں پوٹاس آئیوڈائڈ ملا کر ایک نہایت عمدہ دوا کر دی گئی ہے اسلئے عام سالسوں سے زیادہ مفید اثر ہے گرمی آتشک اور کسی سبب سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکا استعمال جلد کرنا چاہیئے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ خرچ چھ آنہ

پین پلز

درد دور کرنیوالی دوا
اعصابی درد پیٹ مروڑ [illegible] [illegible] سے فوائد ہوتے ہیں قیمت ۱۲ شیشی خرچ ۵ر

کان بہنے کی دوا

کان کے [illegible] پرانا ہو کتنا ہی پرانا ہو تین مرتبہ استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت [illegible] صاف کرنیکی [illegible] خرچ [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵و۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

سنہ ۱۹ ۱۳

بابت ماہ فروری ۶

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

مقدس نبی کے مقدس حالات ۴۹ - ۹۶

قیمت ۱۰ آنہ

سوانح عمری نبی کریم | اس تشحیذ میں اول سے آخر تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مقدس حالات دئے گئے ہیں جن کے مرتب کرتے وقت اگرچہ میرے زیر نظر بہت سی کتابیں تھیں مگر سیرۃ مؤثر کا لب لباب یہی ہے امید ہے ناظرین انگلیں اسے دلچسپی سے پڑھینگے

ایک معرکۃ الآراء مضمون | ماہ اپریل کے تشحیذ میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا مضمون دلائل ہستی باری تعالےٰ پر شائع ہوگا جو انشاء اللہ منکرین پر ایک حجت ہوگا یہ حجت ترکیب دہریہ علیحدہ بھی چھپیگا جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہیں ہو سکتے ہیں لیکن صاحبزادہ صاحب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ یہ مضامین خود ہی پڑھکر الماری میں رکھے جائیں بلکہ خدا تعالےٰ کے منکروں اور ان منکروں کے زیر اثر لوگوں میں تقسیم ہونے چاہئیں اسکے بعد انشاء اللہ علی الترتیب ذکر نبوت ختم نبوت یوم البعث پر مضامین لکھے جائینگے

رسید زر | انشاء اللہ ماہ اپریل کے رسالہ میں چھاپی جائیگی

رسید کتب | چند کتابیں ریویو کے لئے آئی ہیں بوجہ عدم گنجائش ریویو نہیں ہوسکا

میرا | ہمارے پاس عمدہ اور خالص میرا آگیا ہے عام طور سے پانچ روپے تولہ دیا جاتا ہے لیکن کچھ مدت کے لئے تین روپے تولہ کر دیا ہے جو چاہے منگوا لے۔ مینیجر تشحیذ

اخبار ملت لاہور | ہمارے احباب سلسلہ کے اخباروں کے سوا اگر کسی اخبار کو خریدنا چاہیں تو ملت کو خریدیں اسکا ایڈیٹر اکثر سے الگ روزنامہ لائے ہر اسلامی ملکی معاملہ پر رہتا ہے اسی اخبار نے یہ لکھا کہ مسلمان ترقی نہیں کرسکتے جب تک ایک امام کے ماتحت نہ ہوں اسی اخبار نے ترکوں کو صاف صاف سنا دیں اور اخلاقی جرأت سے کہدیا کہ ترکوں کے مٹنے سے اسلام نہیں مٹ سکتا اسنے اس حقیقت کا اظہار کر دیا کہ اگر ترکوں میں مذہبی احساس ہوتا تو وہ ملک کی کا کچھ پرواہ نہ کرتے وہ شہروں یا جزیرہ کو جان سے عزیز قرار دیتے چندہ سالانہ تین روپے

احمد گھڑی ساز جہلم | گھڑی بنوانے یا نئی خریدنے کے متعلق اس بھائی کو ہم نے بہت معتبر پایا ہے احباب آزما دیکھیں اور کام امداد فرماویں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۶۳ء

مقدس نبی کے مقدس حالات

نسب نامہ | سیدنا ابوالقاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب

اسی نام پر آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب ملتا ہے جو یوں ہے۔ محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب

اس سے آگے نسب نامہ یوں ہے

کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

اس سے آگے مورخین کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ آپ کا نسب حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔

ولادت جب عبداللہ اٹھارہ سال کے ہوئے تو ان کے والد عبدالمطلب نے انکی شادی آمنہ وھب کی بیٹی سے کی جو حاملہ ہو گئیں۔ اسی اثنا میں اور ایک روایت سے وضع حمل کے دوماہ بعد آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی پیدائش فارس کے مشہور عادل بادشاہ کسریٰ نوشیروان کے عہد میں عام الفیل کو جبکہ حبش کے ایک بادشاہ نے خانہ کعبہ پر چڑھائی کی اور منہ کی کھائی۔ ہزاروں کے ہزار پرندوں نے اسکی فوج کی لاشوں کا گوشت پتھروں پر مار مار کر کھایا) ۲۰ ربیع الاول سوموار کے دن صبح صادق کے وقت جو بڑی برکت کا وقت ہے ہوئی۔

ترکہ آپ کے والد کا ترکہ کچھ بھی نہ تھا صرف پانچ اونٹ چند بکریاں اور شاید ایک ام لونڈی

دودھ پلائی انتظام عرب کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کے لئے دودھ پلانے والیوں کا باہر سے کرتے تھے چنانچہ بنی سعد بن بکر کی عورتیں دودھ پلانے کے لئے بچے لینے کو آئیں تو سب سے اچھا بچہ حلیمہ بنت ابی ذویب السعدیہ کے حصہ میں آیا حلیمہ کے خاوند کا نام ابو کبشہ تھا آپ حلیمہ کے پاس چار برس رہے اس عرصہ میں اس گھر پر غیر معمولی برکات کا نزول ہوا۔

تربیت عمر کے چھٹے سال آپ کی ماں آپکو اپنے میکے لے گئی اور وہ ابوا میں جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے فوت ہو گئی

ماں کے انتقال کے بعد ام ایمن نے آپ کو گود میں لیا اور دادا عبدالمطلب آپ کے متکفل ہوئے جو دو سال کے بعد فوت ہو گئے۔ انکے بعد ابو طالب آپ کے چچا نے کفالت کی جو بڑے دل گردے کے آدمی تھے مگر فقر و فاقہ سے حال تھا کہ بمشکل اپنے اہل وعیال کی پرورش کر سکتے تھے

نویں سال آپ نے اپنے چچا کے ساتھ شام کی طرف پہلا سفر کیا جب قافلہ

جائے بصریٰ کے پاس پہنچے تو ایک راہب بحیریٰ نام نے انہیں پوچھا کہ عرب سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اس کی نسبت کچھ بتاؤ تو انہوں نے جواب دیا ابھی تک اسکا ظہور نہیں ہوا

عمر کا بیسواں سال اپنی عمر کے بیسویں سال آپ حرب فجار میں شریک تھے یہ لڑائی قریش اور ان سے تعلق والوں اور قیس کے درمیان ایک مقام نخلہ و عکاظ جو طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے قیس کو شکست ہونے والی تھی مگر صلح ہو گئی

پچیسویں سال حضرت خدیجہ بنت خویلد جو ایک مالدار عورت تھی آپ کی امانت آپ کے صدق آپ کی صفات حمیدہ کا شہرہ سن کر آپ کو اپنے میسرہ غلام کے ساتھ مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا یہ شام کی طرف آپ کا دوسرا سفر تھا اس دفعہ بہت زیادہ نفع ہوا خدیجہ نے غلام کے سفر سے واپسی کے بعد آپ سے نکاح کر لیا اس وقت اسکی عمر چالیس برس کی تھی

پینتیسویں سال ایک بھاری سیلاب آیا جس سے کعبہ کی دیواریں گر گئیں اور اس سے پہلے کچھ حصہ جل بھی چکا تھا اسلئے قریش نے چاہا کہ از سر نو اسکی دیواریں اٹھائی جائیں حضور بھی اس تعمیر میں شریک تھے

قریش نے ایسا مال جو سود اور مہر البغی سے پاک صاف ہو اکٹھا کیا۔ قریش خود اپنے سروں پر پتھر لا لا کر اسکو بنا رہے تھے چنانچہ جناب رسول اللہ اور آپ کے چچا عباس بھی ان میں شامل تھے آپ تہمد باندھے ہوئے تھے عباس نے کہا میاں تہمد کھولکر کاندھے پر رکھ لو جلد جلد کام کرو۔ آپ نے اپنے چچا کے حکم کی تعمیل کی تو فوراً بے غش کھا کر گر پڑے چچا نے سنبھالا اور پوچھا کیا ہوا تو جواب دیا ایک سخت آواز آئی کہ مجھے تہمد باندھ لے۔

بنا کعبہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کے رکھنے کے بارے میں جب قریش میں جھگڑا ہوا تو اس مشکل کو رسول اللہ صلعم کی عقل خداداد نے یوں حل کیا کہ ایک چادر بچھا دی اور اسکے کونے ہر ایک قبیلے کے سردار کو پکڑا دیئے اور وہ اس موقع پر آئے تو پھر آپ نے اٹھا کر اسے دیوار میں رکھ دیا۔

چالیس سالہ زندگی پر نظر

آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی جبکہ کوئی مربی تربیت کرنے والا تھا کوئی مؤدب ادب سکھانے والا نہ تھا مگر خدا تعالےٰ کا گروہ جس اہل قریش تھے جو تربیت یافتہ صحبت تھے تو مشرک اور بد ہو گئے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی امین لقب پایا وہ لوگ ناقص رہ گئے آپ کامل درجہ ہوئے وہ لوگ بتوں کو پوجا کرنے میں مصروف اور آپ اس درجہ کے وحدانیت والے ان میں فسق و فجور خونریزی دستور تھا آپ ان تمام افعال ناشائستہ و حرکات ناپسندیدہ سے دور ہر ایک امر جاہلیت سے نفور

آپ ابتدا میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے پھر جب کہ آئے تو مکہ والوں کے لئے آپکو اگر دولت مقصود ہوتی تو آپ اس کو خوب کما سکتے تھے خصوصاً جب خدیجہؓ نے تجارت کے لئے بھیجا اور نکاح بھی کر لیا تو آپ کے لئے ایک اچھا موقع تھا مگر آپ دنیا اور اسکے زخارف کو اللہ تعالےٰ کے مقابل میں ہیچ حقیر سمجھتے تھے پس جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی خدا کی محبت اور روحانیت کی رغبت بھی بڑھتی گئی آپ خلق سے بالکل منقطع اور متبتل تام کے ساتھ آستانہ ربوبیت پر گر کر اپنی قوم کو ان قیدوں سے رہائی دینا چاہتے تھے جن میں وہ گرفتار تھی آخر اللہ تعالےٰ نے آپ کی دردمندانہ دعاؤں کو سنا اور اشاعت توحید اسلام کے لئے آپ کو چنا

ابتدائے نبوت

اللہ سبحانہ نے پہلے پہلے آپکو رویاء صالحہ سے ممتاز فرمایا جو کچھ خواب میں دیکھتے بعینہٖ پورا ہوتا۔ آپ نے گوشہ نشینی کے لئے غار حراء کو پسند کیا اور خلوت کا ذوق اپنے پر بند کر لیا دس دس راتیں آپ گھر سے باہر رہتے کچھ زاد لیجاتے جب ختم ہو جاتا پس گھر آتے اور پھر اسی طرح رجوع فرماتے

چالیسویں سال

حجاب اٹھ گیا۔ اور وہ نور قدسی آپ پر پوری تجلی کے ساتھ ظاہر ہوا خدا نے اپنے کلام سے ممتاز فرمایا اعلیٰ درجے کی وحی سے سرفراز کیا پھر ارشاد ربانی ہوا آپ چپکے چپکے اپنے ڈھب کے لوگوں کو سنا دیتے

تبلیغ کا اثر آپ کا پیغام پہنچا تو سب سے پہلے بڑی عمر کے لوگوں میں سے ابوبکر بن ابی قحافہؓ اور عورتوں میں سے خدیجہؓ آپ کی بیوی اور لڑکوں میں سے علی بن ابی طالب ایمان لائے

پھر بیعت سے مشرف اس سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے عثمانؓ بن عفان زبیرؓ بن العوام عبدالرحمن بن عوف صہیب رومی عمار بن یاسر عبسی عبداللہؓ بن مسعود ابوذرؓ الغفاری عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب رسول کے چچا کا بیٹا عثمان بن مظعون

کیا اسلام شمشیر سے پھیلا ان ناموں اور اس حالت پر نظر کر کے انصاف سے کہیئے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے تو وہ وقت ہے کہ آپ علانیہ دعوت بھی نہ فرماتے تھے ان لوگوں کو اس وقت کونسی طمع کونسی حرص تھی جو شریر معترض کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال مسلمانوں کی تعداد بڑھا رہا تھا وہ سوچیں مقدس گروہ کو تو سوائے اپنی اہانت اور قسم قسم کی مشکلوں میں پڑنے کے اور کچھ ملتا تھا بیچارے غلاموں کی یہ حالت تھی کہ فقروفاقہ سے جان بلب ہیں سزا پر سزا مل رہی ہے کہیں گرم ریت پر دھوپ میں لٹائے گئے ہیں کہیں سینہ پر پتھر رکھوائے گئے ہیں مگر وہ احد احد پکارے جاتے ہیں اگر اپنے آقاؤں کا کہنا مان لیتے تو اس دنیا کا بہت سا مال پاتے لیکن حق کی اتباع نے ہر مصیبت کو ان کے لئے ذریعہ راحت بنا دیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

کچھ مدت نزول وحی بند مورخین کے کم و بیش اختلاف کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ پھر چالیس دن تک وحی نہیں اتری تا ظاہر ہو کہ نزول وحی رسول کی اختیاری اور بناوٹی بات نہیں معلوم ہو سکے کہ یہ پاس پڑھ جائے اور اپنی استعداد و شوق کے مطابق اس پاک تجلیات سے حصہ پائیں

سب سے پہلی وحی پھر اس کے بعد پے درپے وحی نازل ہوتی رہی اور سب سے پہلے جبرئیل فرشتہ یہ وحی لیکر آیا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ

مَا لَم یَعۡلَم۔ جبرئیل کا کہنا کہ پڑھو اور آپ کا فرمانا کہ ما انا بقاری۔ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نبی بننے کے شائق نہ تھے۔ اور نہ یہ امر آپ کے وہم و گمان میں تھا۔ اور نہ یہ عبادت و زہد و ریاضت اس کے حصول کے لئے تھی۔ وہ تو اسی وحی سے۔ اللہ نے بتا دیا کہ خدا تعالےٰ آپ کی ربوبیت فرمائیگا۔ اور آپ معزز و مکرم ہونگے اور آپ کو اپنی جناب سے وہ علوم پڑھائیگا کہ

کتب خانہ نعت لت بشت اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

کھلم کھلا دعوت فرماتے رہیں پہلے تو تبلیغ کا کام چپکے چپکے ہوتا رہا۔ مگر وقت آگیا کہ آپ توحید کا پیغام آج کر لوگوں کو سنائیں۔ چنانچہ فاصدع بما تؤمر کی تعمیل میں آپ نے کھلم کھلا کر سنانا شروع کیا کہ باپ دادا کی تقلید میں بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اللہ سے رشتہ عبودیت جوڑو۔ ناپسند امور سے بچو۔ گو غفلت کی زینت ہے گو حلال کھاؤ حلال کماؤ اور صراط مستقیم پر آؤ۔ بعض نے مانا بعض نے جھوٹا کہا۔ اور اپنے محسن اپنے ناصح اپنے حقیقی خیر خواہ عارف حق آگاہ کو پتھر مارے اور جو ہو سکا کیا۔ اور اس کے رستے پر کوڑا کرکٹ پھینک کر اپنی پلیدی کا ثبوت دیا۔ غرض وہ وہ کرتوت کئے کہ انسانیت و شرافت کے چہرے پر مارے ندامت کے پسینہ آ جاتا۔ آپ نماز کو تشریف لے جاتے تو اوجھڑیاں آپ کے گلے میں ڈالے

پانچویں سال نبوت کے آپ نے اپنے رفیقوں کو نہایت محبت و کرم سے فرمایا کہ مجھے یہ دکھ دیتے ہیں وہ تو دیتے ہیں مگر تمہاری تکلیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتی کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس پر کچھ لوگ جن کا کوئی قبیلہ نہ تھا محض اپنے دین سلامت رکھنے کے لئے چلے گئے دس مرد اور پانچ عورتیں تھیں جو تین ماہ بعد واپس آگئے

اسی سال رسول اللہ صلعم کے چچا حمزہ اور عمر بن الخطاب ایمان لائے اس وقت چالیس سے زیادہ مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان تھیں

ساتویں سال آپ کو بنی ہاشم و بنی مطلب کے ساتھ شعب میں رہنا پڑا جن میں مسلم

وکافر مسلمان بنی المطلب کے سب شامل تھے اسلئے کہ قریش آپ کے قتل پر تلے ہوئے تھے پس
انہوں نے ان لوگوں سے کھانا پینا اور میل جول بند کر دیا تا وقتیکہ وہ آپ کو قتل کے لئے ان کے سپرد
نہ کریں ایک قول و قرار لکھا گیا اور انھوں نے کعبہ کے اندر لٹکا دیا

اسوقت پھر آپ نے مسلمانوں سے کہا کہ حبشہ کی طرف چلے جاؤ یہ دوسری ہجرت ہے
اسوقت ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں حبشہ میں چلی گئیں

قریش نے جب دیکھا کہ حبشہ میں یہ لوگ امن و امان سے سکونت پذیر ہیں تو انھوں
نے حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو تحفے اور تحائف
دیکر بھیجا تاکہ وہ اس سے ان مسلمانوں کی واپسی کی درخواست کریں مگر نجاشی نے صاف انکار
کیا اور یہ خائب و خاسر واپس آئے

نجاشی پر ان مسلمانوں کے نیک نمونہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ آخر میں ایمان لایا۔
اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل کی وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ
وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

نجاشی جب مرا اور رسول اللہ کو بذریعہ وحی اسکی وفات کی اطلاع ملی تو آپ نے اسپر
نماز جنازہ غائب پڑھی

دسویں سال قریش میں سے چند لوگ اٹھے کہ اس قول و قرار کو منسوخ کر دیں تین برس کے
بعد آپ سخت مشقت اٹھا کر یہاں تک کہ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پتے کھانے پڑتے تھے
اس شعب سے نکلے رسول اللہ نے وحی سے خبر دی کہ اس کاغذ کو کیڑا کھا چکا ہے بجز
اللہ کا نام باقی ہے چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی اسے پایا مگر باوجود اس اعجاز کے
ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا

اس سال اور بھی کئی واقعات ہوئے

(۱) نصاریٰ نجران کا وفد جو مسلمان ہوا (۲) خدیجہؓ کی وفات پھر اسکی وفات کے دو ماہ بعد چچا ابوطالب ۸۰ برس کی عمر میں مرگئے آپ اپنی حق دو بعد دشمنوں سے مدافعت کرتے تھے اور آپکو ایذاء دیتے تھے آپ کی ہر بات کی دل سے تصدیق کرتے مگر اقرار شہادت زبان پر لاتے کر قوم طعنہ زنی جب مرنے لگے تو شرفاء قریش کو وصیت کی میرے بھتیجے سے نیک سلوک کریں اور اسکی نصرت وعون کا دم بھریں۔ اور کہا محمدؐ ایسی بات لایا جس کو دل نے سچ جانا مگر زبان نے طعنے مینے کے خوف سے دبا دیا۔

چچا کی وفات کے بعد قریش نے ان ایذاؤں کے پہنچانے میں ابھی کمی نہیں کی جو وہ ابوطالب کی حیات میں پہنچانے پر قادر نہ ہو سکتے تھے۔

سفر طائف رسول اللہ صلعم اس غرض سے طائف تشریف لے گئے اس امید پر وہاں ثقیف آپ کی اس امر میں کچھ امداد کرینگے

آپ کے ساتھ زید کا وفد اور زید بن حارث تھا طائف میں ایک مہینہ قیام فرمایا۔ اور لوگوں کو اللہ رب العالمین کی طرف بلایا۔ مگر کوئی اس دعوت پر نہ آیا بلکہ اپنے مادی سے بہت برا سلوک کیا۔ اور اپنے شریر بدمعاش نوجوانوں کو آپ کی ایذا پر اکسا دیا۔ انہوں نے پتھر مار مار کر آپ کی پنڈلیوں کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ نعل مبارک خون سے رنگین ہو گئے زید نے اپنی طرف سے حفاظت کا حق ادا کیا مگر یہاں تک اس بیچارے کا سر کھل گیا اسے بھی بہت سے زخم آئے جب ان لوگوں میں کچھ خیر نہ دیکھی تو مکہ واپس آگئے۔

گیارہویں سال اثنے آپ کو اسرار معراج سے اسلام کی آئندہ فتوحات و ترقیات کی انکشاف ہو گئی نیز بیداری ایک نورانی جسم کے ساتھ دکھلایا اور اسی میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

اشاعت دین حق حضور انور اہل عرب کے میلوں میں جاتے اور ان کو حق کی طرف بلاتے اس خالق کون ومکان کا پیغام سناتے اپنی نبوت ورسالت سے آگاہ فرماتے بعض

قبائل شرارت سے پیش آتے اور بعض سخت سست سناتے مسیلمہ کذاب کے قبیلہ بنو حنیفہ نے خصوصیت سے آپ کی بے ادبیاں کیں مگر آپ تبلیغ کئے جاتے چنانچہ اس کا اثر ہوا

بیعت عقبۃ الاولیٰ اہل یثرب (مدینہ منورہ) کے چند عرب قبیلہ اوس سے تھے جب آپ نے انکو دعوت دی تو خدا کی توفیق شامل حال ہوئی یہود جو نشان آخر الزمان نبی کے بتایا کرتے تھے جب انہوں نے آپ میں دیکھے تو صدق دل سے ایمان لائے چھ آدمی تھے پھر گئے ذریعہ مدینہ میں اسلام پھیلا۔ اسعد بن زرارہ بھی انہی میں سے تھے ان سب نے اگلے سال پھر آنیکا وعدہ کیا چنانچہ جب دوسرے سال آئے تو بارہ مرد تھے دس ان میں سے اور دو خزرج سے ان بارہ میں سے پانچ پہلے چھ میں سے تھے ان سب نے عقبہ کے پاس بیعت کی یہ بیعت **عقبۃ الاولیٰ** کہلاتی ہے

بیعت کے الفاظ یہ عہد بیعت کئے گئے ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائینگے چوری نہیں کرینگے زنا نہیں کرینگے اپنی اولاد کو قتل نہیں کرینگے اور کسی پر بہتان نہیں باندھینگے ہر معروف میں آپ کی نافرمانی نہیں کرینگے اور جہاں اور جس حالت میں ہونگے حق پر قائم رہینگے اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پرواہ نہ کرینگے۔

بیعت عقبۂ ثانیہ پھر یہ لوگ مدینہ میں گئے تو اسلام کا اتنا چرچا ہوا کہ کوئی گھر اس ذکر سے خالی نہ رہا

جب تیرھواں سال نبوت کا شروع ہوا تو ۷۰ مرد اور دو عورتیں حاضر ہوئیں اور ان سب نے بیعت کی یہ بیعت عقبۂ ثانیہ کہلاتی ہے

حضور نے ان لوگوں پر بارہ **نقیب** مقرر فرمائے ہر خاندان کا ایک نقیب تھا فرمایا تم لوگ اپنی اپنی قوم کے ذمہ دار ہو جیسے عیسےٰ بن مریم کے حواری تھے اور میں تمام قوم کا نگران حال ہوں جب یہ لوگ مدینہ گئے تو اسلام خوب پھیلا

ہجرت اسکے بعد رسول اکرم صلعم نے تمام مسلمانوں کو ہجرت کر نیکا حکم فرمایا کیونکہ کفار کی ایذا رسانی حد سے بڑھ چلی تھیں اور آپکو خود منظور نہ تھا کہیں اصحاب یکے بعد دیگرے کھسکنے لگے اور چپکے چپکے نکل گئے تاکہ کسی کی مزاحمت نہ ہو

جب قریش نے یہ حال دیکھا تو انھوں نے کمیٹی کی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص جمع ہو اور محمد رسول اللہ کو قتل کریں اس طرح یہ روز کا جھگڑا نسٹ جائے اللہ نے اپنے نبی کو اس ہرزتی کی اطلاع فرمادی اور ایک قصہ کی تمثیل میں انکو سمجھا بھی دیا کہ تم ناکام بننے والے ہو۔ پس وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط (پ ۱۹ س نمل)

اسلئے آپ نے بھی اپنے رفیق مخلص جناب سیدنا حضرت ابوبکر کے ساتھ اسباب سفر کا تہیا کیا ایک ہوشیار رستہ جاننے والے کو دو سواریاں دیں کہ تین رات گزرنے کے بعد غار ثور کے پاس آجانا ادھر آپ کے نکلنے کی رات وہ تھی جب کہ کفار مشرکین گھر کا محاصرہ کر چکے تھے اور چند نوجوان منتظر تھے کہ آنکھ لگے اور ہم کام تمام کریں اللہ نے ان لوگوں کو غافل کر دیا ان پر اونگھ سی طاری ہو گئی اور یہ خدا کا نبی بے خوف حضرت کے پاس سے ان کی آنکھوں میں خاک ڈال کر نکل گئے حضرت اپنے ابن عم علی ابن ابی طالب کو اپنے مکان پر چھوڑ گئے تاکہ جو لین دین کے معاملات ہیں انکو طے کر آئے مکان سے نکلکر جناب ابوبکرؓ کو آپ نے ساتھ لیا اسوقت حضور کا سن ۵۳ سال تھا

مشرکوں کو جب علم ہوا کہ ہمارا دشمن ہاتھ آ کر بہت سٹ پٹائے بہت سے کھوج لگانے والے ادھر ادھر دوڑائے اور اعلان کیا کہ جو انہیں پکڑ لائے سو اونٹنیاں انعام پائے بعض ڈھونڈنے والے غار کے دہانہ تک بھی پہنچے مگر خدا جس کا محافظ ہو اس پر کون قابو پا سکتے ہاں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اسلئے ابوبکر صدیقؓ نے اپنا کندھوں پر اٹھایا جب آپ نے غار میں داخل ہو جانا تو عرض کیا میری جان آپ پر قربان آپکو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو برحق نبی کر کے بھیجا مجھے پہلے اندر دیکھ لینے دیجئے

پس حضرت ابوبکرؓ نے اندھیرے میں تمام غار کو ٹٹولا جب اطمینان ہو گیا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو حضور کے برگزیدہ کو ایذا دے۔ تو رسول اللہ صلعم کو اندر آنے کی استدعا کی۔

حضور علیہ السلام کے اطمینان قلبی اور توکل علی اللہ کی بات سنو کہ ایسے خطرناک پریشانی اور خوف کے وقت میں آپ نے سونے کا قصد کیا تو ابوبکرؓ نے اپنے زانوں پر آپ کا سر رکھ لیا جب حضور آرام فرما رہے تھے صدیق نے دیکھا کہ ایک سوراخ ہے جس پر اپنی ایڑی رکھ دی جس پر بچھو نے ڈنگ چلایا مگر آپ نے اُف تک نہ کی کہ ایسا نہ ہو حضور کی آنکھ کھل جائے اور آرام میں خلل واقع ہو لیکن شدت درد سے آنسو نکل آئے اور ایک قطرہ سرور کائنات کے چہرہ مبارک پر پڑ گیا جس سے آپ جاگ اٹھے پوچھا کیوں کیا تکلیف پہنچی عرض کیا بچھو نے کاٹا ہے آپ نے اپنا تھوک مبارک لگا دیا تو فوراً درد جاتا رہا

حسب قرارداد تیسری رات کے بعد دو سواریاں آگئیں پس آپ نے مدینہ کا عزم کیا قبا میں سوموار کے دن ۸ ربیع الاول کو پہنچے۔ غرض ۱۳ سال بعد از دعوے مکہ میں گذار کر حسب سنت انبیاء آپ نے ہجرت کی اور خدا نے" یہ بشارت دی کہ رادک الی معاد اور یہ کہ تو اس شہر میں پھر داخل ہونے والا ہے

حضور نے قبا میں ایک مسجد بنائی جس کی تعریف میں خداوند علیم بذات الصدور نے فرمایا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ۔ اور اس میں مہاجرین و انصار نماز پڑھتے رہے

قبا میں ۱۴ راتیں قیام فرمانے کے بعد آپ قبا سے نکلے راہ میں جمعہ کا وقت آگیا آپ نے ایک سو آدمیوں کے ساتھ یہ پہلا جمعہ پڑھا پھر جمعہ کے بعد آپ سوار ہو کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے سبحان اللہ کیا دلچسپ نظارہ تھا اور میدان میں چودھویں کے چاند کی مانند خدا کا مرسل ہے اور گرد و پیش مہاجرین و انصار ستاروں کی مانند ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑتے ہیں استقبال کے لئے عورتیں نوجوان اور چھوٹے چھوٹے بچے شہر سے باہر نکل آئے

اور وہ گیت گا رہے تھے۔ بائبل کی پیشگوئی پوری ہو کر سلع کے رہنے والے گیت گائینگے

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ✣ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ✣ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا ✣ جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

مدینہ میں پہنچ کر آپ نے اپنے اہل کے واسطے آدمی بھیجا۔ عبداللہ بن ابی بکر اپنے والد کا عیال لے کر آ گئے مشرکوں نے ان مسلمانوں کو ایذارسانی شروع کی انہیں قید کر دیا اور طرح طرح کے عذاب دیئے جو بیچارے ہجرت نہ کر سکتے تھے

ہجرت کا پہلا سال
اسی سال میں آپ نے مسجد بنائی جس میں بنفس نفیس کام فرماتے رہے۔ اور اسی سال اذان شروع ہوئی تاکہ لوگ نماز کے وقت جمع ہو سکیں۔

یہود نے جب دیکھا کہ اسلامیوں کے قدم جمتے جاتے ہیں تو انہوں نے حسد و عداوت ان کی سازش پھیلا اور وہ سخت مخالفت کرنے لگے حالانکہ اس سے پہلے مشرکوں کے مقابل میں آنحضرت کے ظہور کے ذریعے اپنی فتح پانے کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور انہیں کھول کھول کر بتایا کرتے تھے کہ وہ نبی آنیوالا ہے۔ مدینہ کے منافق عرب جن کا سرغنہ عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول الخزرجی تھا یہودیوں کی امداد کرتے تھے اسلئے آپ نے یہودیوں سے ایک معاہدہ قیام امن کے لئے کیا۔

آغاز حرب
باوجود اس بات کے کہ رسول کریم مع صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر آئے تھے قریش نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا بلکہ عجیب طور سے ریشہ دوانیاں شروع کیں ایک طرف مدینہ کے یہودیوں کو اکسایا دوسری طرف تجارت کے بہانے سے اردگرد کے بادشاہوں کو بھڑکایا الغرض جب ان کے ظلم کی انتہا ہو گئی تو آیت أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ نازل ہوئی پھر وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ اور حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ سے ظاہر ہے کہ آپ نے تلوار جو

انسانی کو محض مظلوموں کی رہائی اور قیام امن اور مذہبی آزادی کے حصول کے لئے

پہلا سریہ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ایک سریہ حضرت حمزہؓ اپنے چچا کی سرداری میں ایک قافلہ کی خبر گیری کے لئے بھیجا جو شام سے آ رہا تھا کوئی لڑائی نہیں ہوئی

دوسرا سریہ عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کی سرکردگی میں روانہ کیا تاکہ ایک شامی قافلہ کی دیدہ بانی کریں چند ایک تیر چلے اور مشرک بھاگ گئے

دوسرے سال کے واقعات ۱۔ **غزوہ ودان** رسول اللہ ۶۰ آدمی لیکر قریش کے ایک قافلہ کو روکنے کے لئے نکلے لڑائی نہیں ہوئی کیونکہ قافلہ آگے نکل گیا تھا

۲۔ **غزوہ بواط** دو سو مہاجرین کے ساتھ آپ نے خروج فرمایا مگر لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی

۳۔ **غزوۃ العشیرہ** ایک سو پچاس مہاجروں کے ساتھ آپ قریش کے ایک بڑے قافلہ کی نگرانی کو نکلے جو **ابوسفیان** کی سرداری میں شام جا رہا تھا یہاں بھی لڑائی نہ ہوئی

۴۔ **غزوہ بدر اولیٰ** اس کا نام غزوہ سفوان بھی ہے اسکی وجہ ہوئی کہ کرز بن جابر الفہری نے مسلمانان مدینہ کے مویشی لوٹ لئے رسول نے تعاقب فرمایا مگر وہ سلامت نکل گیا

۵۔ آپ نے ایک سریہ عبداللہ بن جحش کے ماتحت شام سے آنے والے ایک قریشی قافلہ کے روکنے کے لئے بھیجا مقابلہ ہوا اور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا

۶۔ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ قبلہ قرار پایا مسلمان سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے

۷۔ اسی سال کے ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اس سے پہلے حضور علیہ السلام ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے

روزوں کی فلاسفی ایک الگ مضمون ہے مختصر یہ کہ حصول تقوے اور مساکین کی حالت کا علم دونوں کی ترغیب اور اکل حلال کی تحریک کہ جب حلال چیزیں خدا کے حکم سے چھوڑی جا

سکتی ہیں تو حرام کیوں نہ چیز ہی ہو جائیں

۸۔ اسی سال اللہ نے مال پر زکوٰۃ مقرر فرمائی جو ایک امیر پر بوجھ گراں نہیں گزر سکتی یعنی چالیسواں حصہ اور اس طرح پر قوم کے مساکین و فقراء کی ضروریات کا انتظام فرمایا اور عملی رنگ میں بخل کی عادت قبیحہ سے بچایا اور ایثار و فیاضی کا سبق پڑھایا اور اصول مساوات و اخوت کو ذہن نشین کرایا

۹۔ سب سے بڑا واقعہ اس سال کا غزوہ بدر الکبریٰ ہے اللہ کے رسول نے ۳۱۳ مردوں کے ساتھ خروج فرمایا کہ قریش کے اس قافلے سے مقابلہ کر سکیں جو شام سے واپس لوٹا تھا جو پہلے سلامت نکل گیا تھا مگر جنگ نیت بد تھی اور ان کا مقصد مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ اور اپنا فوجی مظاہرہ تھا۔ اسلئے بدر کے مقام پر ہی اکٹھا ہو کر حق و باطل میدان میں فریقین کی شدید مڈبھیڑ ہوئی وہ بڑا خطرناک موقع تھا گویا اسلام کی زندگی اور موت کا سوال تھا اسی لئے حضور نے رو رو کر دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو روئے زمین پر تیری پرستش کون کریگا مگر رب کا فضل تھا تھوڑی سی دیر میں قریش کو شکست ہوئی ۷۰ بڑے بڑے سردار قریشی مارے گئے اور ۷۰ گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ملا اس دن کا نام **یوم الفرقان** قرار پایا اس جنگ میں قریش کے بڑے بڑے سرغنے قتل ہوئے اور حضور نے پہلے ہی ان کے مقتل اور مصرع بتا دیے تھے

مثلاً حنظلہ بن ابی سفیان ابوجہل بن ہشام مسلمانوں کی کیا مدد ہوئی کام آئے اللہ تعالیٰ نے اسی جنگ کے بارے میں ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فرمایا ہے

قیدیوں کو قریش نے فدیہ دے کر چھڑا لیا فدیہ کی رقم ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک تھی جسے مال میسر نہ ہو سکا ان سے فدیہ کا کام لیا گیا کہ مدینہ کے دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو

۱۰۔ **غزوہ قرقرۃ الکدر** رسول اللہ نے بنی سلیم پر خروج فرمایا مگر لڑائی نہ ہوئی پندرہ

رات آپ پیش قدمی سے بے خبر رہا ہے

۱۱۔ **غزوہ قینقاع** ۔ مدینہ کی ایک یہودی قوم تھی جنہوں نے نقض عہد کیا اور کھلم کھلا مخالفت کرنے لگے۔ رسول اللہ نے انہیں تنبیہ فرمائی مگر وہ اور بھی تیز ہوئے آپ نے انکا محاصرہ کر لیا۔ جب عاجز آگئے تو اس شرط پر چھوڑے گئے کہ چلے جائیں اپنا مال چھوڑ جائیں اور اہل و عیال ہمراہ لیکر نکل جائیں مسلمانوں کو انکے قلعے سے بہت سے ہتھیار ملے

۱۱۔ **غزوۃ السویق** ۔ قریش مقتولوں کی جنگ سے اٹھنے (بدر) کے بعد ابوسفیان بدر کی شکست کا داغ مٹانے کے لئے دو سو سوار لیکر چڑھ دوڑا۔ اس نے چند سپاہیوں کو بھیجکر مدینہ کی کھجوروں کو آگ لگوا دی۔ دو آدمی مروا دئے حضور نے دو سو آدمیوں کے ساتھ تعاقب کیا مگر رستے میں ابوسفیان بھاگ گیا اور اپنا سامان ستو وغیرہ جو جلدی کے باعث پھینک گئے تھے اپنے ستو چھوڑ گئے جو مسلمانوں نے حاصل کئے

۱۲۔ اسی سال عید کی نماز مقرر ہوئی دو رکعتیں اور اسکے بعد خطبہ تاکہ مسلمانوں میں محبت پیدا ہو اور خوشی کے موقعوں پر دوسری قوموں کی طرح خدا کو نہ بھولیں

۱۳۔ حضرت علی کا سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء سے نکاح ہوا۔ دولہا کی عمر ۲۱ سال تھی اور دلہن کی ۱۵ برس۔ اسی جوڑے سے حضور انور کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

۱۴۔ اسی سال آپ عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی کو اپنے گھر میں لائے

تیسرے سال کے واقعات

۱۔ **غزوہ غطفان** رسول اللہ صلعم نے بنی ثعلبہ اور بنی محارب پر چڑھائی فرمائی کیونکہ یہ لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے ان کا سرغنہ دعثور بن حارث محاربی تھا جس کے ساتھ ساڑھے چار سو آدمی تھے مگر سب کے سب پہاڑوں میں چھپ گئے اور لڑائی نہ ہوئی

اس غزوہ میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ رسول اکرم صلعم نے اپنے کپڑے سکھانے کے

لئے درخت پر لٹکا دئے اور خود سایہ میں لیٹ گئے دعثور نے تلوار سونت کر کہا کیوں محمد اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے آپ نے توحید سے سرشار آواز میں نہایت طمانیت سے جواب دیا اللہ سنتے ہی اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ تلوار کے ہاتھ سے گر پڑی رسول اللہ نے وہی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اب تو بتا تیرا کیا حال دعثور نے کہا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا یہ خندہ سعرفت اس پر اثر کر گیا اور وہ اسلام لایا۔

۲- **غزوہ بحران** رسولؐ نے تین سو اصحاب کے ساتھ بنی سلیم پر چڑھائی کی جو مدینہ پر غارت کا ارادہ رکھتے تھے مگر وہ بھاگ گئے اور لڑائی نہ ہوئی

۳- اس سال کا سب سے مشہور واقعہ غزوہ احد ہے بدر کے میدان میں قریش کے عمائد جو قتل ہوئے تھے انکا بدلہ لینے کے لئے ابو سفیان کی سرداری میں تین ہزار عرب چڑھ کر آئے رسول اللہ کو جب اپنے چچا عباس کی چٹھی سے یہ اطلاع ہوئی تو آپ بھی ایک ہزار آدمی کیساتھ انکے مقابلہ کے لئے بڑھے۔ رستہ میں تین سو آدمی عبد اللہ بن ابی کے ساتھ الگ ہو گئے باقی سات سو بچے جب فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو رسول اللہ نے پچاس تیر انداز عبد اللہ بن جبیر کے ماتحت ایک ٹیلے پر متعین فرمائے کہ ہمیں شکست ہو یا فتح تم نے یہاں سے نہ ٹلنا مسلمانوں کو خدا نے فتح دی تو یہ لوگ بھی مال غنیمت کے خیال سے وہاں سے اتر آئے صرف عبد اللہ اور چند ساتھی وہاں ڈٹے رہے

خالد بن ولید نے (جو ان دنوں ابھی اسلام نہیں لائے تھے) جب دیکھا کہ مورچہ خالی ہے تو وہ پیچھے سے فوج کے عقب پر آگرے عکرمہ بن ابو جہل بھی آگیا۔ دونوں نے ملکر عبد اللہ بن جبیر اور انکے چند ساتھیوں کو قتل کر دیا پھر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور خوب تلوار چلائی جس سے لشکر اسلام کو فتح کے بعد ہزیمت ہوئی

اس نازک وقت میں رسولؐ کے ساتھ چند صحابہؓ ثابت قدم رہے جن میں حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت علیؑ بھی تھے جو مجروح ہوئے حضور علیہ السلام کی پیشانی پر ایک پتھر لگا۔

عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ نے آپ کے قتل کا قصد کیا، اسکو تو حارث بن الصمہ نے قتل کر دیا اور ابی ابن خلف نے جب وار کرنا چاہا تو آپ نے ایک ہتھیار پھینک دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اسکے سوا رسول اللہ نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ غرض اسی طرح کئی صحابیوں کو رسول اللہ کی مدافعت کرتے ہوئے زخم آئے۔

ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے ۴ مہاجر باقی انصار اور مشرکوں کے ۲۳ مارے گئے۔ اور قریش نے بعض مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کر دیا یعنی ناک کان کاٹ ڈالے۔ اس لڑائی میں رسول کے چچا حمزہ بھی جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نام کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ جبیر نے وحشی کو اپنے چچا طعیمہ کا انتقام لینے کے لئے بھیجا تھا جسے حضرت حمزہ نے بدر میں مار دیا تھا۔ وہ اسی تاک میں تھا ایک موقعہ پر غافل پا کر آپ پر وار کر دیا۔

اس پسپائی میں مسلمانوں کو دو سبق حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ حکمت معلوم ہو یا نہ ہو مسلمانوں کو اپنے رسول مقبول کے حکم کی جان و دل سے تعمیل کرنی چاہیئے دوم۔ متاع دنیا کی طرف ایسا انہماک نہ ہو جس سے دین کو ضرر پہنچے یعنی دین کو دنیا پر مقدم رکھیں

اس جنگ میں ایک طرف خلاف حکم رسول تیر اندازوں نے اس جگہ کے مورچے کو چھوڑ دیا دوسری طرف بعض مسلمانوں نے جہاد اور مدافعت سے دنیا کے مال کو ترجیح دی تو فتح کے بعد ہزیمت پائی

۴۔ غزوہ حمراء الاسد یہ مقام مدینہ سے ۸ میل ہے۔ جب مشرکوں نے یہ طعنہ سنا کہ تم نے کیا کر لیا۔ نہ محمد کو مارا نہ مسلمانوں کی جان اور تو ان کو پیچھے چھوڑ آئے تو جوش میں آکر انہوں نے کہا اچھا ہو جو ہم ایک دفعہ مسلمانوں کا استیصال کر کے لوٹیں تو رسول اللہ صلعم نے خروج فرمایا اور ارشاد کیا میرے ساتھ وہی شامل ہو جو کل احد کی لڑائی میں شامل تھا مشرکوں کو بھی خبر ہو گئی انہوں نے سیدھے مکہ کا راہ لیا

۵۔ حضرت عثمان بن عفان نے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی لڑکی ام کلثوم سے اس کی

بہن رقیہ کی فوتیدگی کے بعد نکاح کیا۔ آپکا لقب ذوالنورین ہوا۔

۶۔ رسول اللہ صلعم نے حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے اور زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا

۷۔ حضرت علیؓ کے ہاں حسنؓ پیدا ہوئے رضی اللہ عنہما

۸۔ شراب کی نسبت پہلے حکم نازل ہوا تھا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی پھر اس سال رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ فرما کر قطعی طور سے حرام کر دیا اور یہ تدریجی اصلاح غایت مصلحت اور حکمت عملی پر مبنی تھی اور رسول اللہ کے برگزیدہ صحابہؓ نے تو ابتداء سے کبھی نہیں چکھی۔ آج جو کام ٹمپرنس سوسائٹیاں زور شور سے کر رہی ہیں اور ڈاکٹر اپنی علمی تحقیقات سے شراب کو ام الخبائث کہہ رہے ہیں۔ اسلام تیرہ سو سال اس سے پہلے کر چکا ہے۔

چوتھے سال کے واقعات

۱۔ غزوہ بنی نضیر یہود کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے مسلمانوں اور انکے درمیان معاہدہ تھا کہ لڑائی کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔ ان کے محلہ میں ایک جھگڑا ہو گیا۔ رسول اکرم چند صحاب کے ساتھ وہاں گئے تا کہ تصفیہ ہو جائے ان میں سے ایک شریر نے چکی کا پاٹ گرا کر آپکو مار دینا چاہا لیکن الہام الٰہی سے آپ نکل کر چلے گئے پیچھے سے صحابہ بھی آ گئے آپ نے انکو جلاوطنی کا آرڈر سنایا پہلے تو مان لیا پھر مقابلہ پر تل گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا تو وہ اپنا مال و اسباب اور بال بچے لیکر نکل گئے

۲۔ غزوہ ذات الرقاع۔ حضورؐ نے سات سو لڑنے والوں کے ساتھ خروج فرمایا جنکو بنو محارب و بنو ثعلبہ کو جو مسلمانوں پر حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہے تھے۔ روک دیں کفار اپنی عورتیں چھوڑ کر بھاگ نکلے پھر ایک گروہ ان میں سے لڑائی پر بھی آمادہ ہوا مگر کچھ ایسا رعب پڑا کہ وہ لڑ نہ سکے

اسی غزوہ میں سات ہجری میں صلوٰۃ الخوف اور تیمم کا حکم ہوا۔

۳۔ غزوہ بدر الآخرہ۔ ابو سفیان احد کے دن کہہ گیا تھا کہ اب اگلے سال میدان بدر میں کبھی
تمہاری باتیں نکلیں گے۔ آپ ... دو ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے۔ ابو سفیان نے ایک
شخص بھیجا کہ کفار بڑے زور شور سے حملہ کرنے والے ہیں۔ اسکا مطلب تھا مسلمان ڈر جائیں گے
اور ہماری عزت رہ جائیگی مگر مسلمان یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور انکے ایمان میں اور بھی
زیادتی ہوئی کہ وعدہ نصرت پورا ہونیوالا ہے۔ غرض اسکا داؤ چلا نہ گیا۔

۴۔ امام حسین بن علیؓ پیدا ہوئے اب زینب بنت خزیمہ رسول اللہ کی حرم محترم فوت ہوئی
(؟) ام سلمہؓ سے آپ نے نکاح کیا اور زید بن ثابت کو آپ نے حکم دیا کہ عبرانی لکھنا پڑھنا
سیکھے تاکہ یہود سے خط و کتابت میں مشکل درپیش نہ ہو۔

پانچویں سال کے واقعات

۱ غزوہ دومۃ الجندل۔ یہ ایک مقام ہے مدینے سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر یہاں دشمنان
اسلام نے جمع ہو کر رہگذروں پر لوٹ کے ڈانٹے شروع کئے اور ارادہ بھی تھا کہ مدینہ پر حملہ کر دیں
بغرض پیش بندی ایک ہزار سپاہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم نے خروج فرمایا جب قریب پہنچے
تو وہ پراگندہ ہو گئے اور اپنے مویشی چھوڑ گئے اور مسلمان سالم غانم واپس آئے

۲ غزوہ بنی مصطلق۔ اسکا نام مریسیع بھی ہے (یہ بنی خزاعہ کے چشمہ کا نام ہے) یہ لوگ بھی حملہ کو
تیار تھے لشکر ترتیب دے رہے تھے نیز انہوں نے احد کی جنگ میں قریش کی مدد کی
تھی رسول اللہ کی چڑھائی کی خبر سے یہ سخت ڈرے عرب تو ان سے جدا ہو گئے مگر بھی مریسیع
پر فریقین میں کچھ لڑائی ہوئی مسلمانوں نے یکدم حملہ کیا اور انکو شکست کر دیا دس قتل بھی کئے
اور مسلمانوں کا ایک شخص کام آیا قیدیوں میں اس قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھی آپ
نے اس قوم کا مال ہاتھ میں لینے اور انکو معاف کر دینے کے لئے اس سے نکاح کر لیا

جویریہ سلام رکھا۔ انکی قوم کے دو سو قیدی مسلمانوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ نکاح کے بعد سب مسلمانوں نے انہیں چھوڑ دیا کہ ہم رسول کے سسرال کے آدمیوں کو قید میں نہیں رکھنا چاہتے۔ اس کرم فرمائی اور رسول کی گہری سیاسی حکمت عملی (یہ نقطہ پاک معنوں میں لیا جائے) کا نتیجہ ہوا کہ بنی مصطلق آخر اسلام لا کر مسلمانوں کے معاون بنے

۴۳۔ غزوۂ خندق جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں مشرکین قریش کے کئی گروہ جمع ہوئے بنو نضیر یہودی بھی ان میں شامل تھے۔ انکی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ ابو سفیان ان کی کمانڈ کر رہا تھا۔ مسلمان مدینے سے باہر نہیں نکلے بلکہ سلمان الفارسی کے اشارہ سے ایک خندق کھودی۔ مشرکوں اور یہودیوں نے مل کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا جو بائیس روز تک رہا۔ یہ وقت ایسا تنگی اور امتحان کا تھا کہ بنو قریظہ نے بھی اپنا عہد توڑ دیا۔ اور منافق جو کچھ اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے تھے انکی زبان پر آگیا۔ قرآن شریف میں اس حالت کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ اس نے اپنے رسول کی دعا اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ اور مومنوں کے نعرہ ہائے مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کو سن لیا

ایک زناٹے کی آندھی چلی۔ انکی ہانڈیاں بکھر گئیں۔ اور کنکریوں اور ریتے سے ان کی آنکھیں بھر گئیں خیمے اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ پڑ گئی۔ انکا سردار ابو سفیان ایسا حواس باختہ ہو کر اپنی سواری کا گھٹنا کھولنا بھول گیا اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ

۴۴۔ چونکہ بنو قریظہ نے نقض عہد کیا اور احزاب میں دشمن کو مدد دی اسلئے رسول اللہ نے تین ہزار فوج کے ساتھ انکا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے خود سعد بن معاذ کو اپنا حکم مانا۔ انہی نے فیصلہ کیا کہ ان کے جوان جو حربی کے قابل ہوں قتل کر دئے جائیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا

۵- زید بن حارث باوجود امسک علیک زوجک کی آیت کے جب زینب بیوی کو نہ رکھ سکا کیونکہ اسے اپنے حسب و نسب عظمت جلال حسن و جمال پر بہت غرہ تھا تو اسے طلاق دیدی رسول اللہ نے اسکی دلدہی اور متبنّے کی رسم کو اڑانے کے لئے حکم الٰہی سے اس سے نکاح کر لیا ہے کہ آئندہ متبنّے حقیقی بیٹا نہ سمجھا جانے چونکہ آپ ہی نے یہ نکاح کروایا تھا۔ اس واسطے لوگوں کے ابتلاء سے آپ اندیشہ فرماتے تھے لیکن خدا نے فرمایا اسکی کچھ پروا نہیں چاہیئے

واللّٰہ احق ان تخشٰہ

اسی سال وہ آیت نازل ہوئی جس پر امت محمدیہ کے ایمان کا مدار ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

یعنے آپ کا جسمانی بیٹا تو کوئی نہیں نہ ہوگا لیکن آنحضرت نبیوں کی مہر ہیں جسکی مہر سے کئی روحانی فرزند ہونگے

یہ بکواس کرتے ہیں کہ آپ نے زینب کو ننگا دیکھ لیا اسلئے اسکے نکاح میں رغبت ہوئی اول اسوقت آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی دوم اگر آپ نکاح چاہتے تو پہلے ہی کر سکتے تھے کیونکہ آپ نے خود ہی زینب سے نکاح کروایا تھا مگر منشاء الٰہی تو ایک رسم کا عملی طور سے مٹانا اور متبنّے کا مسئلہ سمجھانا منظور تھا

۶- آیت حجاب نازل ہوئی جو ایسی ضروری ہے کہ اب تمام مہذب قومیں آہستہ آہستہ اس پر عمل پیرا ہونے لگی ہیں

۷- اسی سال بشرط استطاعت حج فرض ہوا

حج ایک عاشقانہ عبادت ہے جس میں شریف و وضیع امیر فقیر ایک وردی لباس میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تا کہ دور دراز علاقوں کے مسلمان تبادلۂ خیالات و تجدید عہد اخوت کر سکیں اسکے لئے عرفات جیسے بڑے اور کھلے میدان کے سوا کوئی میدان نہیں ہو سکتا

چھٹے سال کے واقعات

۱۔ غزوۂ بنی لحیان۔ ان لوگوں نے عاصم بن ثابت اور انکے بھائیوں کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا وہ یوں کہ رسول اللہ صلعم نے عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلوں کی درخواست پر اپنے دس آدمی انکو انکی ہدایت کے لئے بھیج دیئے۔ انکو دین سکھائیں مگر انھوں نے بنی ہذیل کو سکھا کر ۸ مروا دیئے ۲ کو مکہ والوں کے آگے بیچ دیئے وہ بھی شہید ہوئے پس اسلئے رسول اللہ صلعم نے دو سو سواروں کے ساتھ چڑھائی کی مگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔

۲۔ غزوۂ الغابہ۔ جب عیینہ بن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی اونٹنیوں پر چھاپا مارا اور ابوذر کے بیٹے کو جان سے مار دیا اور بیوی کو باندھ کر لے گئے مگر وہ آپ کی تیز رفتار اونٹنی پر چڑھ کر قید سے بھاگ آئی تو آپ پانچسو آدمیوں کے ساتھ اس لوٹ مار کے انسداد کے لئے چڑھائی کی فریقین کی دو تین جھڑپیں ہوئیں ایک مسلمان اور دو مشرک مارے گئے تھے دس اونٹنیاں ان سے چھڑائی گئیں عیینہ نے بڑے درجے کی نمکحرامی کی کیونکہ آپ نے کو مویشیوں کے چرانے کے لئے زمین بھی دی تھی مگر اس نے کفران نعمت کیا۔ اور خندق کی لڑائی میں احزاب کی ہمراہی کی اور پھر اونٹنیوں پر چھاپا مارا۔ ایسے محسن کش کو کوئی عدالت بری نہیں کرتی۔

۳۔ غزوۂ حدیبیہ۔ رسول اللہ صلعم ایک خواب کی بنا پر عمرہ کے ارادہ سے چودہ سو آدمیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے کوئی جنگی ہتھیار ساتھ نہ لیا صرف تلواریں نیام میں تھیں قریش نے جب یہ سنا تو انکے بڑھنے کا راستہ روک دیا۔

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک گھاٹ ہے اشطاط نام وہاں رسول اللہ کو بھی یہ خبر پہنچی تو آپ نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ آیا واپس لوٹ جائیں یا آگے بڑھیں کفار تو بیت الحرام سے روکنے کے لئے جمع ہو رہے تھے ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ آپ عمرے

اور وہ سے نکلے مگر آپ کسی سے لڑنیکا قصد نہیں رکھتے آپ کی نیت بخیر ہے پس آپ چلے
جو ہمیں روکے گا وہ دیکھا جائیگا فرمایا بہتر بسم اللہ جب ثنیۃ المرار کے پاس پہنچے تو رسول
پاک کی اونٹنی بیٹھ گئی بہت کوشش کی گئی مگر وہ نہ اٹھی۔ تو لوگوں نے کہا کہ قصواء اونٹنی فرمایا
یہ تو اسکی عادت نہیں ہے اس ذات پاک نے کسی مصلحت سے روکا ہے جس نے ہاتھی کو
روک دیا تھا۔ اور میں تو ان کی سب ایسی باتیں ماننے کو تیار ہوں جو بھی تعظیمات پر مشتمل ہیں
پھر آپ نے اونٹنی کو چلایا تو وہ چل پڑی اور آپ حدیبیہ میں جا اترے وہاں بہت سی گفتگو
اور رد و قدح کے بعد فریقین میں صلح ہو گئی گو لڑائی ہوتی تو یقیناً مسلمان فتح پاتے
لیکن بیت اللہ کی حرمت کی وجہ سے آپ نے لڑائی نہ کی صلح کے مشہور شرائط یہ ہیں کہ
(۱) دس سال تک آپس میں لڑائی نہ ہو (۲) ایک دوسرے کو امن دیں (۳) اس سال مسلمان
واپس چلے جائیں (۴) کفار سے اگر کوئی آدمی خود مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے
تو اسے واپس کیا جائے اور اگر ان مشرکوں کے پاس مسلمانوں کا کوئی آدمی آجائے تو اسے
نہیں دیا جائیگا جو محمدؐ کے ساتھ ملنا چاہے انکے ساتھ مل جائے

اسی طرح بیعت الرضوان کی گئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ حضور نے عثمان بن عفان
کو حدیبیہ سے مکہ میں پیغام دیکر بھیجا کہ ہم لڑنیکے ارادہ سے نہیں آئے مشرکوں نے انکو روک
لیا اور یہ افواہ اڑ گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اسپر رسول اللہ نے لوگوں سے ایک درخت
کے نیچے بیعت لی کہ ہم بھاگینگے نہیں لڑتے مرتے پر راضی ہیں قریش نے یہ سن کر حضرت
عثمان اور انکے رفقاء کو رہا کر دیا

اسی بیعت میں یہ آیت نازل ہوئی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ جو فتح کی جزو ۲۶ کی
ہے

صلح کی شرائط پر بعض مسلمان گھبرائے مگر اللہ تعالیٰ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا

ہمیشہ اسے انکی تسلی کر دی کہ یہی صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ بننے والی ہے اور اتنے عرصہ میں
مسلمانوں کو اپنی ترقی اور ساز و سامان درست کرنے کا موقعہ مل گیا

۴۔ اس سال حضور علیہ السلام نے بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھے۔ اور مہر کے لئے ایک انگوٹھی
چاندی کی بنوائی جس پر **محمد رسول اللہ** کھدا ہوا تھا

ایک چٹھی روم کے بادشاہ کی طرف ایک امیر بصری کے نام ایک امیر دمشق کی جانب
مقوقس امیر مصر کو بھی لکھا اور نجاشی کو بھی اور فارس کے بادشاہ کسریٰ کو بھی جس نے
مکتوب کو پھاڑ دیا اور آپ نے یہ دعا فرمائی خدا اسکے ملک کو بھی پارہ پارہ کر دیگا چنانچہ ایسا ہی
ہوا منذر بن ساوی ملک بحرین کو بھی تبلیغی خط لکھا وہ مسلمان ہو گیا جلندی کے بیٹے جیفر اور
عبد عمان کے دونوں بادشاہ بھی خط پڑھکر مسلمان ہو گئے
ملک یمامہ ہوذہ بن علی کو بھی ہدایت نامہ گیا
قیصر عظیم کو جو خط لکھا تھا اسکی نقل بجنسہٖ موجود ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد بن عبد اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ
اما بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لا سلامتی پاؤ گے خدا تجھے دوہرا اجر دے گا
اور اگر تو منہ پھیریگا تو اریسیوں کا گناہ بھی تیرے ہی سر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف
جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اللہ کے سوا
کسی کو حرام حلال غرض خداوندی میں رب نہ بنائیں پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہہ دیں
اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو ہم فرمانبردار ہیں۔

قیصر کو جب یہ خط ملا تو اسے کہا محمد (صلعم) کی قوم کا کوئی شخص لاؤ۔ ابو سفیان بن حرب
شام ہی میں تھا۔ وہ اسوقت مشرک تھا اس سے حضور کے بارے میں بہت سے سوال کئے
جس کے جواب سن کر کہنے لگا۔ اگر یہ سب کچھ سچ ہے جو تم کہتے ہو تو وہ عنقریب میرے

دار الخلافہ کو بھی فتح کریگا تو مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ نبی ظاہر ہونیوالا ہے مگر مجھے یہ خبر نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہے اگر میں حاضر ہو سکتا تو ضرور ہوتا اور اگر آپ کے پاس ہوتا تو آپ کے قدم دھوتا

ساتویں سال کے واقعات

۱۔ غزوہ خیبر یہ ایک شہر تھا جس کی زمین زرخیز تھی اور جس میں گڑھیاں بھی تھیں مدینہ سے شام کی طرف ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

اس میں یہود نضیر رہتے تھے جنہوں نے جنگ احزاب میں بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا تھا رسول اللہ صلعم نے ۱۰ محرم میں ۱۴۰۰ آدمیوں کے ساتھ ان پر فوج کشی کی رات کو وہاں پہنچے آپ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو کسی پر حملہ نہ کرتے صبح کو لڑائی فرماتے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا وہ راتیں گزر گئیں ساتویں رات حضور نے فرمایا میں جھنڈا کل صبح اس شخص کے حوالے کرونگا جسے اللہ اور اسکا رسول پسند کرتا ہے صبح کو آپ نے علی ابن ابی طالب کو رایت اسلام دیا حضرت مرتضیٰ کو آشوب چشم کی شکایت تھی آپ نے اپنے تھوک مبارک سے برکت دی اور دعا کی اسی وقت اللہ کے اذن سے اچھے ہو گئے حضرت علیؓ اور آپ کے ہمراہیوں نے داد شجاعت دی اور بڑی سختی سے حملہ کیا آخر کار فتح ہوئی اور مسلمانوں کو بہت مال غنیمت ملا روایت کی گئی ہے کہ حضرت علیؓ نے جلال میں آکر خیبر کا دروازہ اکھیڑ کر اسے ڈھال بنا لیا

۲۔ اس سال خیبر کی فتح کے بعد حبشہ کے مہاجرین اور ابو موسیٰ اور انکی قوم کے لوگ جو دس برس کی اقامت کے بعد واپس آگئے

۳۔ فدک فتح ہوا جو خیبر کے قریب ہی ایک گڑھی تھی۔ مدینہ سے چھ منزل کے فاصلہ پر ہے یہ بلا حاصل ہوا کیونکہ جنگ نہیں ہوئی بلکہ یہود سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اپنا مال چھوڑ جائیں اور انکو قتل نہ کیا جاوے مال فے کا حکم سورہ الحشر میں مرقوم ہے جیسے

خدا بھی قرآن مجید سے آگاہی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وضاحت میں نہیں مل سکتی۔ فاطمۃ الزہرا نے ایک استحقاقی مقدمہ جناب ابوبکر کی عدالت میں دائر کیا صدیق نے وہی فیصلہ کیا جو قرآن مجید میں مطلوب ہے اور جس کی جناب خلیفہ فاضل سے توقع کی جا سکتی تھی۔ سیدۃ النساء اس فیصلہ پر مطمئن ہوگئیں کیونکہ آپ کے پاس یقین کتاب و سنت پر پورے ثبات کے ساتھ قائم تھیں اسلئے بالکل خاموش رہیں۔ اور حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا۔ معاذ اللہ غلطی کی اصلاح فرض ہے

۴۔ اہل تہامہ اور مدینہ سے دو منزل کے فاصلے پر گاؤں ہے جو یہودی تھی ان سے جزیہ پر مصالحت ہوئی

۵۔ غزوہ وادی القریٰ (خیبر اور شام کے درمیان ہے) اللہ کے رسول نے انہیں امن و آشتی کی ہدایت کی وہ مسلمانوں سے برسر پرخاش ہوئے تو مسلمانوں نے بھی ہتھیار سنبھالے اور بہت سی غنیمت حاصل کی۔

۶۔ مدینے کے اردگرد کے یہود مطیع ہوگئے، اسلئے مسلمانوں کو قرب و جوار کے دشمنوں پر جو ادھر ادھر لگائی بجھائی کرتے پھرتے تھے تو جب بے فکری ہو گئی

۷۔ جب ذی القعدہ کا چاند چڑھا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم حدیبیہ کے عمرہ کو قضا کرنے جائیں تو سب مسلمان سوائے ان کے جو فوت ہو چکے تھے روانہ ہوئے جب بطن مران پہنچے (مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک موضع کا نام ہے) تو قریش ڈر گئے اور انہوں نے اپنا قاصد بھیجا کہ محمد ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے آپ ناراض ہوئے ہوں اور ہم نے آپ کو بچپن سے عہد شکن نہیں پایا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے عمرہ کرنے آئے ہیں جب مسلمان مکہ میں پہنچے تو مشرکین پہاڑ پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے نہ دیکھیں تین روز ٹھہرنے کے بعد حضور واپس چلے آئے۔

۸۔ خالد بن الولید مشہور اسلامی سپہ سالار عمرو بن العاص عثمان بن ابی طلحہ اسلام لائے

۹ حضورؐ نے حیی بن اخطب بنی النضیر کے سردار کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور
خیبر کے سفر قیدیوں میں آئی۔ اسلام لائی اور بڑی صاحب عصمت تھی جو پہلے بیان ہو چکی
۱۰ میمونہ بنت الحارث سے نکاح کیا جو آپ کے چچا حمزہ احدی شہید کی بیوہ تھی یہ
آخری بی بی ہے جسے آپ نکاح میں لائے

آٹھویں سال کے واقعات

۱ جنگ موتہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد شرحبیل غسانی کے پاس بصریٰ کو
بھیجا تھا وہ قتل کر دیا گیا پس ماہ جمادی الاول میں آپ نے ایک لشکر طیار کیا جس کی تعداد
تین ہزار تھی تاکہ اس کا قصاص لیا جائے۔ زید بن حارثہ کو انکا امیر بنایا اور فرمایا زید شہید ہو گیا
تو جعفر کو امیر بنانا جعفر شہید ہو تو عبد اللہ بن رواحہ اور یہ بھی وصیت کی کہ راہبوں سے
کچھ تعرض نہ کریں نہ کسی عورت یا بچے کو قتل کریں نہ بڑے مرد کو اور نہ درخت کاٹیں۔ فوج جب
موتہ میں پہنچی تو رومی لشکر دو لاکھ کی تعداد میں جمع تھا اور ان کے پاس اسقدر سامان جنگ
کہ کچھ شمار نہیں لڑائی شروع ہوئی زید مارا گیا تو جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھا لیا۔ اسکا دایاں
بازو کٹا تو اس شیر مرد نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا دونو ہاتھ کٹ گئے تو سینے سے لگا لیا
آخر وہ بھی شہید ہوا۔ تو عبد اللہ نے جھنڈا لے لیا آخر وہ بھی شہید ہو گیا مسلمان شاید پسپا
ہو جاتے مگر خالد بن ولید بڑھا اور اسقدر تندی سے سخت حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے
لگ گئے۔ اور مسلمان بکمال غنیمت واپس مدینہ آئے تو حضرت نبی نے خالد کو شاباش دی

یعلی بن امیہ موتہ کی خبر پہلے پہنچانے کے لئے آگے بڑھ آئے تھے رسول اللہ نے
اسے دیکھ کر فرمایا چاہو تو تم بیان کرو اور چاہو تو میں بیان کروں اس نے عرض کیا حضور
ہی فرماویں۔ جب آپ نے واقعات جنگ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا قسم اس ذات پاک کی
جسنے آپ کو حق مبعوث کیا آپ نے کوئی بات قابل ذکر ایسی نہیں چھوڑی جسے میں بیان

کروں۔

۲- صلح حدیبیہ کے وقت بکری قریش کے حلیف تھے اور خزاعی رسول کریم کے۔ ایک روز ایک
بکری شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ گستاخی کر رہا تھا خزاعی نے اسے
ڈانٹا۔ پھر تو بکر بگڑ گئے اور خزاعیوں سے طرح جنگ ڈالدی اور قریش نے در پردہ ان کی مدد
کی خزاعیوں کے دس سے زیادہ آدمی مقتول ہوئے خزاعی رسول اللہ کے حضور پہنچے۔ اور اپنا
ماجرا اشعار میں سنایا حضور نے فرمایا ہم انشاء اللہ تمہاری فریاد رسی کرینگے۔ ادھر قریش نے
دیکھا کہ کام بگڑ گیا تو ابو سفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ عہد نامہ کی تجدید ہو جائے اور مدت
بھی بڑھا دی جائے حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجدید کے کیوں طلبگار ہو کیا ادھر
کوئی عہد شکنی کا واقع ہو گیا ہے۔ اسنے کہا نہیں حضور ہم شرائط کی پابندی کر رہے ہیں اور
پھر مکے سے چلا آیا رسول اللہ نے سفر کی تیاری شروع کر دی اور روگ کے عرب اسلم غفار
مزینہ جہینہ اشجع سلیم جمع کئے اور چڑھائی کی طرف مخفی رکھی کہ خبر نہ پھیلجائے آٹھ دس ہزار
مجاہد ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ راستے میں آپ کو آپ کے چچا عباس ملے جو مسلمان ہو کر
اپنے اہل کے ساتھ آرہے تھے پھر ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب رسول اللہ کے
چچا کا بیٹا اور آپ کا رضاعی بھائی ملا اسکے ساتھ جعفر بھی تھے دونوں اسلام لائے ابو سفیان
بن حرب بھی رسول اللہ کی ٹوہ لگانے نکلا تھا مگر اسے کامیابی نہ ہوئی قصہ یوں ہوا کہ ابو سفیان حکیم
بن حزام بدیل بن ورقا۔ رسول اللہ کی ٹوہ لگانے کے لئے نکلے جب مر الظہران کے پاس آئے
تو انہیں آگ کے الاؤ دکھائی دئے ابو سفیان نے حیرت ظاہر کی کہ اتنے آدمی کہاں
سے آگئے اتنے میں رسول اللہ کے چوکی پہرہ والوں نے اسے گرفتار کر لیا اور رسول اللہ
صلعم کے حضور پیش کیا ابو سفیان اسلام لے آیا حضور نے اپنے چچا عباس کو فرمایا کہ اسے
ایک تنگ جگہ کے قریب کھڑا کر کے فوج کی شان و شوکت دکھا دو تاکہ مسلمانوں کی طاقت کا
اسے علم ہو جائے اور جنگ کر کے ہلاک نہ ہوں چنانچہ جب یہ انتظام ہو گیا۔ تو لشکر اسلام

قبیلے قبیلے ہو کر گزرنے ایک دستہ گزرا۔ ابوسفیان نے پوچھا یا عباسؓ یہ کون ہیں جواب دیا کہ غفار۔ ابوسفیان نے کہا غفار۔ غرض اسی طرح جہینہ سعد بن ہذیم سلیم گزرے اور ابوسفیان مرعوب ہو گیا آخر ایک زبردست دستہ جو گزرا تو حیرت سے کہا کون ہیں جواب میں حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ انصار ہیں سعد بن عبادہ کے جھنڈے تلے انکے سر نگے علیہ۔ سعد بن عبادہ نے جوش میں آکر کہا آج بڑے معرکہ کا دن ہے آج کعبہ کی حرمت حلال ہوگی پھر ایک اور گروہ گزرا جس میں حضور رسول کریم اور آپ کے صحابہ زبیر بن عوام کے ساتھ تھے ابوسفیان نے کہا آپ کو معلوم ہے سعد بن عبادہ نے کہا کیا فرمایا کیا کہا انہوں نے کہا تو فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج اللہ تعالیٰ کعبہ کی اور بھی عزت بڑھائیگا۔

اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے خالد بن ولید اور اسکے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ مکہ کے اوپر کی طرف سے داخل ہوں اور زبیر اسکے ہمراہ لڑائی میں پیش دستی کرے کسی سے نہ لڑے اور آپ نیچے کی طرف سے داخل ہوئے قریش کے چند مردوں نے خالد کو روکا مگر خالد سیف اللہ کب رکنے والے تھے۔ انکو شکست دیکر شہر میں داخل ہوگئے اسکے بعد رسول اللہ نے اہل مکہ کو امن دیا اور اعلان کروا دیا جو مسجد الحرام میں داخل ہو جاوے وہ مامون ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے جو اپنے دروازے کو بند کرلے وہ بھی مامون۔ البتہ چند آدمی ایسے ہیں جو بوجہ اپنے جرائم قبیحہ کے گردن زدنی ہیں۔

مثلاً کعب بن زہیر عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن امیہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی جو مرتد ہو گیا تھا۔ وحشی حضرت حمزہ کا قاتل اور ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان کی بیبی۔ جب آپ خانہ کعبہ میں پہنچے تو اس وقت ۳۶۰ بت تھے پس آپ اپنی چھڑی سے ہر ایک کو ٹھکراتے جاتے اور فرماتے جاتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی تصویریں جو تھیں وہ بھی مٹادی گئیں۔ الغرض کعبہ معبودات باطلہ سے پاک صاف کیا گیا اور اس میں اللہ اکبر کی صدا گونج اٹھی پھر آپ مقام ابراہیم پر پہنچے

اور زمزم کا پانی پیا۔ پھر آپ مسجد میں بیٹھ گئے سب گردنیں اوپر جھکی ہوئی تھیں۔ اور لوگ سوچ رہے تھے کہ آپ ان مشرکین کے ساتھ کیا سلوک فرماتے ہیں جنہوں نے آپ کو ایسی ایسی ایذائیں دی ہیں اور شہر سے نکالا اور آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ اور پھر آپ کے اصحاب سے جنگ کی آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد کھڑے ہوئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا

سنو! اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو جس دن آسمان و زمین پیدا کئے شرف بخشا اور اس کی تکریم و تحریم قیامت تک قائم رہنے والی ہے کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ یہاں خونریزی کرے یا درخت کاٹے

اگر کہو کہ رسول اللہ نے کیا ہے تو کہدو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اذن دیا مگر تمہیں اجازت نہیں دی اور میرے لئے صرف ایک گھڑی کی اجازت ہوئی اب اسکی حرمت ویسی ہی ہے جیسے کل تک تھی سننے والے دوسروں تک پہنچا دیں حاضرین غیر حاضروں کو سنادیں

قریشیو! تم کیا گمان کرتے ہو میں تم سے کیا سلوک کرنیوالا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا۔ آپ ہمارے کریم النفس بھائی کریم النفس کے بیٹے ہیں اچھا ہی سلوک کروگے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو پھر لوگ بیعت اسلام کے لئے آئے معاویہ بن ابو سفیان بھی یہاں ابو قحافہ بھی یعنی صدیق کے والد ایک شخص آیا جو خوف سے کانپ رہا تھا فرمایا کیوں ڈرتے ہو مطمئن رہو میں بادشاہ نہیں ایک قریش کی بیٹی کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی

مردوں کی بیعت ہو چکی تو عورتوں کی بیعت شروع ہوئی اور اسکے الفاظ وہی تھے جو بیعت عقبہ میں ذکر ہوچکے پھر آپ نے بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر اذان دے

پھر آپ نے اپنے آدمی بھیجکر جو بتوں کو ڈھاویں عزیٰ کو بھی گرادیا جو قریش کا مکہ میں بڑا بت تھا سواع کو مسمار کیا جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہذیل کا بت تھا۔ پھر منات کو ڈھایا گیا جو کلب و خزاعہ کا بت تھا۔

جنگے خون کا اعلان ہوچکا تھا ان میں سے بعض تو قتل ہوگئے اور بعض کے لئے خدا نے نجات کے سامان پیدا کردیئے

عکرمہ بن ابی جہل مسلمان ہوگیا ایسا ہی ہبار بن الاسود صفوان بن امیہ اور حارث بن امیہ اور حارث بن ہشام زہیر بن ابی امیہ المخزومی کو ام ہانی نے پناہ دی تو آپ نے قبول فرمائی عبداللہ بن سعد بھی ایمان لایا مگر حضور نے اس سے منہ پھیر لیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے بھی اسلام قبول کر لیا کعب بن زہیر ایک قصیدہ لکھ لایا جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے

جب ان الرسول لسیف یستضاء بہ مہند من سیوف اللہ مسلول

پڑھا تو حضور نے اپنی چادر اسے انعام بخشدی

اور **وحشی** کے بارے میں صحیح بخاری میں یوں لکھا ہے وہ بیان کرتا ہے میں طائف کی طرف بھاگ گیا جب انہوں نے اپنے قاصد رسول اللہ کی طرف بھیجے تو چونکہ قاصدوں کو نہیں ڈرتے اسلئے میں انکے ساتھ رسول اللہ کے حضور حاضر ہوا مجھے دیکھکر فرمایا تو ہی وحشی ہے عرض کیا ہاں جو پوچھا کیا تم ہی نے حمزہ کو مارا تھا وحشی نے کہا حضور کو صحیح خبر ملی ہے فرمایا کیا تم یہاں سے چلے نہیں جاتے بس میں نکل آیا پھر جب مسیلمہ الکذاب نے خروج کیا تو میں نے کہا میں اسے مارونگا تاکہ اس شر الناس کے قتل سے اس خیر الناس کے قتل کا داغ کم ہو چنانچہ میں نے مسیلمہ کو دیکھا اسپر ایک ہتھیار پھینکا جو سینہ میں بیٹھکر کندھوں سے نکل آیا اتنے میں ایک انصاری اچھل کر بڑھا اور اسنے تلوار سے گردن اتاردی

۸ھ - واقعہ حنین فتح مکہ سے لوٹنے کے قبل رسول کرم نے دس ہزار [illegible] مدینہ اور دو ہزار فتح کے دن مسلمان ہونے والوں کے ساتھ قبیلہ ہوازن اور ثقیف پر چڑھائی کی جو لڑائیوں کی تیاریاں کر چکے تھے آپ کے ساتھ [illegible] کے قریب مشرک بھی تھے جب حنین میں پہنچے تو رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کا قول سنا کہ ہم کم تعداد ہونے کی وجہ سے مغلوب نہیں ہونگے یعنی ہم بہت ہیں اور اسپر تعجب کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلعم پر یکلمہ بہت شاق گزرا۔ غیر

پھر لڑائی ہوئی تو وہ بڑا ہولناک پیش آیا۔ مسلمانوں میں باوجود اتنی کثرت کے شکست کے آثار پیدا ہو گئے مسلمان بھاگ نکلے مگر رسول اکرم ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جن میں حضرت ابوبکر عمر علی عباس ابو سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہم تھے۔ وہیں جمے رہے اس گھمسان کی جنگ میں اور اس ہنگامہ محشر خیز میں رسول اللہ بڑے جوش اور صدق اثبات و استقلال و طمینان قلب و جرأت کے ساتھ فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں میں جھوٹا نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں پھر رسول اللہ کے حکم سے حضرت عباس نے انصار کو بلایا، کیونکہ آپ کی آواز بہت بلند تھی تو مسلمانوں کو اپنی غلطی پر آگاہی ہوگئی اور وہ واپس لوٹے اور ایسا پکڑ مقابلہ کیا۔ اور یکجان ہو کر حملہ کر دیا کہ کفار کو شکست ہو۔ مشرکین کے ستر سے زیادہ قتل ہوئے اور بہت سے قید کئے گئے۔ اور مسلمانوں نے حنین میں سے صرف چار شہید ہوئے ان کے اموال پر قبضہ کیا اور ان کے اہل و عیال کو اپنی حفاظت میں لیا شریک جنگ مشرکوں میں بہت سے مسلمان ہو گئے

اس واقعہ حنین سے دو امر ثابت ہوئے

ایک تو یہ کہ کبھی اپنی کثرت پر غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ناصر حقیقی کی نصرت سے کبھی بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے جنگ میں ایمان و ثبات صبر و استقامت کام آتے ہیں۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا

دوسری وجہ شکست کی یہ تھی کہ لشکر میں مشرکین و اعراب بھی شامل تھے اور پھر نو مسلمین جو اسلام سے ماانوس تھے کاحق مدافعت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ان لوگوں کی طرح کیونکر لڑ سکتے تھے جو انصار و مہاجرین تھے

۴۔ غزوہ طائف۔ حنین میں جن لوگوں نے حضور کا ساتھ دیا۔ ان کے ساتھ آپ نے ان بھگوڑوں کا تعاقب فرمایا اتنے میں وہ ثقیف قوم کے لوگ طائف میں قلعہ بند ہو کر

ایکسال کا سامان خورد و نوش بھی ذخیرہ کر چکے تھے جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو شدت کے ساتھ تیروں کی بوچھاڑ کی جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ تو شہید بھی ہو گئے ۱۵ دن تک محاصرہ رہا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا اسلئے آپ جعرانہ کی طرف لوٹ گئے جہاں حنین کے قیدی رکھے گئے تھے

۵- **وفود ہوازن** کچھ دن کے بعد ہوازن کے وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انکو اختیار دیا خواہ اپنے قیدی لے جاؤ خواہ مال غنیمت میں لیلو

رسول اللہ صلعم نے جعرانہ میں ۱۳ رات قیام فرمایا عمرہ کے ارادے سے احرام باندھ کر مکہ میں رات کے وقت داخل ہوئے طواف کیا حجر اسود کو چوما اور اسی رات لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ دو ماہ سولہ دن مدینہ سے باہر رہے

فتح مکہ کے بعد یہ اثر ہوا کہ تمام مشرک قبائل اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے اور یوں وہ شرک کی ظلمات سے نکل کر آفتاب صداقت کے نور سے منور ہونے اور وحشی سے مہذب اور مہذب سے با خدا انسان بننے لگے

نویں سال کے واقعات

۱- اس سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی بن ابی طالب کو ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ فلس کی طرف بھیجا جو قبیلہ طی کا بت تھا اسکے پجاریوں نے مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی حضرت علی نے اسکو گرا کر جلا دیا اور مال بہت سے قیدی اور بھیڑ بکریاں غنیمت میں ملیں قیدیوں میں حاتم طائی مشہور سخی عرب کی بیٹی سفانہ نام بھی تھی جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلعم نے سفانہ پر احسان کیا اور اسے رہا کر دیا سفانہ نے دعا دی کہ تیرے ہاتھ تیرے شکر گزار ہیں جو آفات زمانہ سے غنی کے بعد محتاج ہوا اور تجھ پر کوئی ایسا ہاتھ مالک نہ ہو جو فقر کے بعد غنا کو پائے تیرے لطف و احسانات اپنے محل پر قدر پیش رہیں

ہوتے رہیں۔ اور تجھ پر کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ کسی لئیم کے پاس اپنی حاجت لیجائے۔ کسی شریف کی نعمت چھینی جائے تو ہمیشہ تیرے ذریعے سے اسے واپس دلادے

۲۔ سفانہ کا بھائی عدی شام کی طرف بھاگ کر چلا گیا تھا بہن نے رہا ہو کر بھائی کو رسول اللہ صلعم کے حسن خلق و نیک سلوک کی خبر دی اور کہا بھائی جان فرمانبردار بنجاؤ اگر وہ فی الواقعہ نبی ہے تو نجات پاؤ گے اور اگر وہ بادشاہ ہے تو پھر بھی تمہارے مرتبہ میں کچھ کمی نہ ہو گی اسپر وہ مدینہ گیا اور رسول اللہ صلعم سے ملا آپکو بتایا میں حاتم کا بیٹا ہوں۔ رسول اللہ اسے اپنے گھر لے گئے رستے میں حضور کو کسی بڑھیا نے بہت دیر ٹھہرائے رکھا اور کچھ عرض معروض کرتی رہی عدی نے یہ نظارہ دیکھکر کہا واللہ یہ بادشاہ تو نہیں (یہ اہل اللہ ہے) گھر آکر رسول اللہ نے عدی کو اسلام کی تبلیغ کی اور تین بار اسلم تسلم فرمایا۔ اسنے پہلے تو کہا کہ میں ایک دین پر قائم ہوں (نصرانی تھا) لیکن جب آپ نے فرمایا کہ میں تیرے دین کا تجھ سے زیادہ واقف ہوں اور نجات اسی میں ہے کہ اس افضل الادیان میں آجاؤ تو وہ اسلام لایا۔

۳۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک مقام ہے تبوک وہاں رسول کریم صلعم کو فوج کشی کرنی پڑی اسکا نام غزوہ تبوک غزوۃ العسرۃ ہے کیونکہ اسکی تیاری ان ایام میں کرنی پڑی جبکہ قحط تھا اور جو کچھ فصل تھی وہ پکے ہوئے کٹنے کے قریب تھی شدت گرما کا یہ حال تھا کہ ہر ایک طبیعت آرام و سکون کی طلبگار تھی اور یہ بڑا لمبا سفر تھا جسے اختیار کرنا تھا جو لوگوں کا کام تھا سواری کے لئے جانور ملتے ہی نہ تھے اور جو ملے ان میں سے بہت سے اونٹ صرف اسلئے ذبح کرنے پڑے کہ انکے خزانے میں جو پانی ہے وہ پینے کے کام آئے۔ غرض ہر قسم کی تنگی تھی۔ پانی کی اخراجات سفر کی سواری کی

اس لشکر کشی کا سبب یہ تھا کہ سرحد پر بہت سی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنیکے لئے جمع ہو رہی تھی حضور نے مناسب جانا کہ ان حملہ آوروں کو وہیں روکا جائے اسلئے آپ نے مکہ، جدہ اور قبائل عرب سے لشکر جمع کیا اور اغنیاء کو تنگدستوں کے لئے سامان سفر مہیا کر دینے کا ارشاد کیا

حضرت عثمان بن عفانؓ نے دس ہزار دینار تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور پچاس گھوڑے پیش کئے رسول اللہ صلعم نے آپکے لئے دعائے خیر فرمائی

حضرت ابو بکرؓ اپنا تمام کل مال و اسباب لے آئے جو چار ہزار درہم کی مالیت کا تھا حضرت عمر بن الخطاب آدھا مال لائے اور عبد الرحمن بن عوفؓ نے دو سو اوقیے دیئے اور عباسؓ و طلحہؓ بھی بہت سا مال لائے اور عاصم بن عدی نے ۹۰ وسق (وسق ایک صاع) کھجور مستورات نے بھی اس چندے میں حصہ لیا اور جو زیور کسی سے بن آیا دے دیا ... بن عمر اور کچھ اور لوگ رسول اللہ کے حضور آئے ہمیں سواری دلائے تو حضور نے فرمایا میرے پاس موجود نہیں تو وہ روتے ہوئے لوٹ گئے انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون

پر جوش مخلصین کا تو یہ حال تھا مگر چند منافقین ایسے بھی تھے جنہوں نے کہا کہ اس شدت کی گرمی میں جانا ہلاکت میں پڑنا ہے اسپر آیت نازل ہوئی نار جہنم اشد حرا لو کانوا یفقھون (دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے)

چند اعرابی جن کی تعداد ۸۲ تک پہنچتی ہے ضعف یا قلت اسباب کا عذر کرتے ہوئے پیچھے رہجانیکا اذن چاہا حضور نے انکو اجازت دیدی چند منافق بغیر عذر کے رہ گئے انکا سردار عبد اللہ بن ابی تھا چند مسلمان بھی رہ گئے لیکن انہیں کوئی شک و ارتیاب نہ تھا بلکہ محض سستی سے رہ گئے تھے اور ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہیں رسول اللہ نے گھروں میں رہجانیکا اذن دیدیا تھا مگر اسپر عتاب نازل ہوا عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین

اس سفر میں حضور نے جناب علیؓ کو اپنے اہل کی محافظت کے لئے پیچھے چھوڑا حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں آپنے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ میرے بعد تم اس پوزیشن میں ہو جس میں ہارون موسیٰ کے ہے تھے ہاں اتنا فرق ہے کہ ہارون

Digitized by Khilafat Library

نبی تھے اور تم نبی نہیں

الغرض رسول اللہ صلعم تیس ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہوتے رستے میں رسول اللہ کی اونٹنی گم ہو گئی بعض منافقوں نے کہا نبوت کا دعوے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اونٹنی کہاں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم نبوت کی حقیقت سے بے خبر ہو

میں کوئی غیب جانتا ہوں بس پروردگار آگاہ کرے اس اونٹنی کا پتہ بھی مجھے اسنے دیدیا ہے وہ فلاں وادی میں ہے اسکی مہار ایک درخت سے الجھ گئی ہے اسلئے وہاں رک گئی پڑی ہے جب تبوک پہنچے تو وہاں منافقین کا وہ جتھا (جیسا رستہ میں تھا) نہ تھا

تبوک سے پہلے ایلہ کا والی یوحنا اہل جربا اور اذرح مینا (یوشلم کے شہر میں) کے ساتھ حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضور نے ان سب کو لکھ دیا جب تک وہ اس عہد و مصالحت پر قائم رہیں۔

پھر رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ آیا ہمیں اس تبوک سے آگے بڑھنا چاہئے یا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ کو اسکا حکم ہے تو بسم اللہ۔ حضور نے فرمایا اگر میں آگے بڑھنے میں مامور ہوتا تو مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ بیس روز قیام کے بعد آپ تبوک سے واپس ہوئے آپ نے راہ میں ایک مسجد بھی بنائی۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر حضور نے فرمایا مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہارے ساتھ سفر میں عذر کے سبب نہیں گئے مگر ثواب میں تمہارے شریک ہیں

مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباس نے عرض کیا کچھ مدحیہ اشعار عرض کروں (فرمایا) لا یفضض اللہ فاک۔ اس قصیدہ کے دو شعر یہ ہیں

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

جب تو پیدا ہوا تو زمین روشن ہو گئی اور تیرے نور سے زمین کے کنارے جگمگا اٹھے اور ہم

اس کوشش نا زبیر ہدایت کی راہ لے کر رہے ہیں

۴۔ ایک وفد ثقیف کو دربار رسالت میں حاضر ہو، اسلام لایا اور اپنی قوم اہل طائف کو بھی
دعوت اسلام دی جو قبول ہوئی

ذوالقعدہ کے مہینے میں رسول کرم نے ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ حج کریں اور یوم النحر کو اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا طواف کرے وہ روانہ ہو چکے تھے کہ بعد میں آپ پر سورہ برأت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اپنے آپ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ یہ آیات لوگوں کو حج کے دن سنائیں اور فرمایا کہ ان کی تبلیغ کسی میرے قریبی ہی کو کرنی چاہیے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مشرک عہد شکن ثابت ہوئے ہیں اب ان سے کوئی معاہدہ نہیں رہا ہے وہ کی جہالت ... اس میں اپنی بہتری و بہبودی کے لئے جو کچھ مناسب سمجھیں کریں اور جن مشرکوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی ان کے عہدوں کی مدت پوری کی جائے۔ اس سفر میں حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے

۵۔ عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول اس سال مر گیا اور مسلمان اس کی شرارتوں سے امن میں ہو گئے۔ (۶) ام کلثوم بنت رسول نے انتقال کیا

دسواں سال

اس سال رسول کرم صلعم نے تین سو سواروں کے ساتھ حضرت علیؓ کو اہل یمن کی تبلیغ بنی مذحج کی طرف بھیجا اور ایک جھنڈا تیار کر کے دیا اور دستار بندی فرمائی اور فرمایا کہ پہلے انہیں لا الہ الا اللہ منوانا جب مان لیں تو پھر نماز کا حکم دینا اور فی الحال ان سے اور کچھ مطالبہ نہ کرو اور ایک شخص بھی تمہارے ذریعے ہدایت پا گیا تو یہ تمہارے لئے ان تمام اشیاء سے زیادہ قیمتی ہے جن پر سورج چمکتا ہے اور ان سے مقابلہ کرو جب تک وہ پیش دستی نہ کریں اور جب وہ شخص تیرے پاس کوئی مقتول لائیں تو جب تک دوسرے

کی بات بھی دشمن سے ان میں فیصلہ ہوئے۔

پس حضرت علیؓ روانہ ہوئے جب انکے پاس پہنچے اور انکو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے انکار کیا اور لڑائی پر تل گئے اور اس آویزش میں انکے بیس آدمی کام آئے اور وہ شکست یاب ہوئے حضرت علی نے اسوقت انکا تعاقب کیا لیکن بعد میں پھر اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے قبول کر لی اور انکے رؤسا نے اس شرط پر بیعت کر لی کہ ہم زکوٰۃ دینگے لیکن انکی ریاست ہمارے ہی سپرد رہیگی

حضرت علیؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس لوٹے اور مکہ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلعم کو آملے

اسکے بعد حضور نے اہل یمن کی طرف اسلام کے مسائل سکھانیکے لئے دو معلم حضرت معاذ اور حضرت موسیٰ الاشعری بھیجے اور انکو ہدایت دی کہ نرمی اور آسانی اور سہولت سے کام لو تنگی نہ کرو اور انکو بشارت دو اور کوئی ایسی بات ذکر و جن سے انکو نفرت پیدا ہو۔ اور معاذ سے کہا کہ تمہارا سابقہ ایک قوم اہل کتاب سے پڑنے والا ہے پس جب ایسا ہو تو اول انہیں کلا الٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ سناؤ جب یہ مان لیں تو پھر انکو خبر دو کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب یہ بھی مان لیں تو پھر انہیں زکوٰۃ کا حکم سناؤ جس سے یہ غرض ہے کہ تمہارے اغنیاء سے انکے مال کچھ حصے کر تمہارے ہی فقرا کو دیا جائے خبردار انکے اعلیٰ اور عمدہ مالوں پر تصرف نہ کرنا اور مظلوم کی فریاد سے ڈرنا کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں

حضرت معاذ تو وہیں یمن میں رہے یہانتک کہ رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے اور ابو موسیٰ نے حجۃ الوداع میں نبی کریم کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا

۲۔ اس سال رسول اللہ صلعم نے وہ حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ آپ ہفتہ کے دن ۲۵۔ ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور ۵۔ ذو الحجہ کو منیٰ میں گئے۔ عرفات وہیں گزاری۔ اور

اور نویں کو عرفات میں گئے وہاں ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں دین کے اصول و فروع
کا ذکر تھا۔ اسی دن آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا نازل ہوئی جس کے بارے میں بیان ہے
حضرت عمر بخاری میں ایک یہودی کا قول مندرج ہے کہ اس نے کہا اے امیر المومنین
ایک آیت تمہاری کتاب میں ایسی ہے کہ اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید قرار دیتے
اسکے بعد آپ مدینہ میں واپس تشریف لے گئے

۳- یہ وہ سال تھا کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ پیش نظر تھا۔ دور
دور سے لوگ آتے اور خوش دلی کے ساتھ اسلام قبول کر کے واپس لوٹ جاتے

۴- منجملہ دیگر وفود کے بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا ان میں مسیلمہ الکذاب بھی تھا بخاری
میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مسیلمہ الکذاب آیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں تو میں انکی بیعت کر لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلعم اسکی طرف
بڑھے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھا اور آگے مسیلمہ اپنے لوگوں میں بیٹھا
تھا فرمایا اگر تو کھجور کی شاخ جو میرے ہاتھ میں ہے مجھ سے طلب کرے تو میں بھی تجھے
میں نہ دوں کیونکہ میں تیری نسبت دیکھ چکا ہوں جو کچھ میں نے دیکھا۔ بیشک تیرا انجام اچھا نہیں
ابن عباس کہتے ہیں حضور کے اس ارشاد کی تشریح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتائی
کہ آپ نے دیکھا تھا میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں جو مجھے برے معلوم ہوتے
ہیں پھر خواب میں مجھے وحی ہوئی کہ ان پر پھونک مارو۔ جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونو
اڑ گئے اس سے مراد وہ کذاب ہیں جو میرے بعد ظاہر ہونگے ایک عنسی صنعا کا اور دوسرا
مسیلمہ یمامہ کا

۵- اسی سال ابراہیم ابن الرسول فوت ہوئے

۶- رسول اللہ کو ہجرت کئے ہوئے دس سال ہو گئے

گیارھواں سال

آپ نے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسے اسامہ بن زید بن حارثہ کی سپہ سالاری میں موتہ کے قریب بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جہاں اسامہ کے والد قتل کیا گیا تھا

اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجرین و انصار مثل ابوبکرؓ عمرؓ ابوعبیدہؓ و سعدؓ کے شامل تھے اور اسامہؓ کی عمر قریباً سترہ سال تھی لیکن یہ لشکر رسول اللہ صلعم کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے روانہ نہ ہو سکا۔

جب حضورؐ کا مرض بڑھ گیا۔ تو اپنی بیبیوں سے ایک ہی گھر میں ایام مرض گزارنے کی اجازت چاہی سب نے حضرت عائشہؓ کا گھر تجویز کیا جب نماز کے لئے بھی باہر تشریف لانے سے معذور ہو گئے تو فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ رسول اکرم علیؓ اور فضلؓ کے کندھوں پر ٹیک لگائے مسجد میں تشریف لائے عباسؓ آگے آگے آ رہے تھے اور حضورؐ اپنے سر پر رومال باندھے ہوئے تھے آپ کے پاؤں ضعف کے سبب زمین پر گھسٹتے جاتے تھے آپ منبر کے نیچے کی سیڑھی پر بیٹھ گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا

"لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈرتے ہو کیا کوئی نبی مجھ سے پہلے اپنی امت میں زندہ رہا ہے جو میری نسبت ہمیشہ زندہ رہنے کی امید رکھتے ہو دیکھو میں اپنے رب کے پاس جانے والا ہوں اور تم بھی آخر میں آنے والے ہو میں تمہیں مہاجرین اولین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور مہاجرین سے کہتا ہوں کہ وہ باہم تعلقات درست رکھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر زمانہ گواہ ہے کہ انسان بجز ایمانداروں اور اعمال صالح کے گھاٹے میں ہے ایک دوسرے کو حق پہنچاتے رہو اور صبر پر قائم رہو اور رکھو۔

تمام امور حضرت کے قانون قدرت سے وابستہ ہیں۔ اور جو امور ہیں ان کو خدا چاہے تو اسے لگی
ہو جائیگی کیونکر خدا تعالیٰ نے تمہارے ماتحت نہیں تمہاری جلد بازی سے وہ جلدی نہیں کریگا
جو حشر پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے وہ خود مغلوب ہوتا ہے جو اسے چھوڑ دیگا ہے۔ اللہ
اسے چھوڑ دیتا ہے دیکھو اسلام ہو کہ تم دین ہو تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور قرابتوں کو قطع
کرو انصار کے بارے میں حسن سلوک و مدارات کی تاکید کرتا ہوں انکے تم پر بڑے احسان
ہیں انہوں نے اسلام کو جگہ دی اور مبارک پیشانی سے کام لیا کہ اپنی چیزوں سے بھی تمہیں
حصہ دیا اور تمہارے حالات کا بندوبست کیا حالانکہ وہ خود بھوکے تھے اور تمہیں کھلایا
خود تنگی و فاقہ سے گزارہ کیا اور تمہارے لئے سامان مہیا کئے

سنو! جو قوم میں حاکم بنایا جائے وہ اس قوم کے نیکو کاروں کی عزت و اکرام کرے اور انکے
بدکاروں کے بارے میں درگزر سے کام لے میں تمہارا میر سامان ہوں تم مجھ کو حوض پر ملنے والے
میری تمہاری ملاقات کا وعدہ وہ حوض ہے وہاں آنا ہے سو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ کو اپنی زبان
کو سوائے مناسب بات کے روکے رکھے

وفات النبی ﷺ جب اتوار کا دن ہوا تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکلیف بڑھ گئی
اور سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے

آپ نے لوگوں کو وفات کے گوشے سے نکال کر راہ راست پر چلانے کے لئے کیا کیا دکھ اٹھائے
اور کیا کیا کوششیں کیں۔ حیران بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے کس قدر مشکلات
کے پہاڑ اٹھانے پڑے اور اصل بات یہ ہے کہ کتنی جان کھپانی پڑی یہ سب آپ ﷺ کا دامن
میں نتیجہ ہے امت محمدیہ کا ایک ایک فرد اسکا زندہ گواہ موجود ہے فسق و فجور کی زندگی
چھوڑ کر پاکباز انسان بنا دینا کوئی معمولی کام نہیں انکا کو شوقی بنا دینا اور تمام عالم میں ثبوت
وحدانیت کی تبلیغ پھیلا دینا تمام مشینوں کے بس اور کسی سے یہ نہیں ہو سکتا

۳۔ وفات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ابوبکر صدیق کی الحارث بن الخزرج کی گلی

سنح میں تھے۔ اور جب عمر بن الخطاب نے سنا تو تلوار برہنہ کر کے لئے گھومتے تھے اور کہتے
جاتے تھے جو کہیگا رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے یا ذکر کیا آخر حضرت موسیٰ بھی ۴۰ رات اپنی
قوم سے غائب ہی رہے تھے سنح میں حضرت ابوبکر آگئے اور اپنی دختر کے گھر میں داخل ہو کر
رسول اللہ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا اور روئے پھر باہر نکل کر خطبہ پڑھا۔

سنو جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو
فوت ہو گئے ہاں جو اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ اسے بشارت ہو کہ اللہ زندہ ہے اسپر موت نہیں
آتی پھر پڑھا انک میت وانہم میتون تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے
والے ہیں وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ
يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اس
سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے (پس وہ بھی فوت ہو گئے) کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل
کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے جو ایسا کریگا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتا اور اللہ شکرگزاروں کو
اجر دیگا حضرت عمر رض یہ سن کر بیٹھ گئے گویا یہ آیات جیسے اس سے پہلے کبھی پڑھی نہیں

۳۔ سوموار کا باقی حصہ منگل کی رات منگل کا دن اور بدھ کی رات رسول اللہ صلعم کا جنازہ
گھر میں رہا جب مسلمان ایک خلیفہ پر جمع ہو چکے پھر آپ کو غسل دیا گیا اور تین کپڑوں کا کفن
پہنایا گیا جس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا بلا کسی امام کے سب مسلمانوں نے جنازہ پڑھا مرد پھر
عورتیں پھر بچے پھر عائشہ صدیقہ ہی کے گھر میں لحد نکالی گئی اور وہیں آپ بدھ کی رات
کو دفن کئے گئے قبر میں آپ کو حضرت علی رض عباس رض اور ان کے دونوں لڑکوں فضل و قثم نے اتارا
اور انہیں لوگوں نے غسل و تکفین کا انصرام کیا کیونکہ گھر والے یہی تھے اور انہیں کا فرض
تھا اور آپ کی قبر پر بلال رض نے پانی چھڑکا اور آپ کی قبر زمین سے ایک بالشت بلند تھی

۴۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دو باتیں چھوڑیں ایک کتاب اللہ جس

میں ایسی صداقتیں ہیں کہ قیامت تک کوئی انہیں جھٹلا نہیں سکتا دوم سنت جو تعامل امت
میں محفوظ ہے اور آپ کی شریعت کی توضیح کرتی اور اسے عملی صورت میں دکھاتی ہے

حضور نے ارادہ فرمایا تھا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا لاؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ چونکہ آپ کو تکلیف بہت تھی اسلئے حضرت عمرؓ نے اس بارگاہ نبوی نے عندنا کتاب اللہ حسبنا (کتاب اللہ ہمارے پاس ہے اور وہ کافی ہے) عرض کر کے حضور کو یقین دلایا کہ آپ کے منشاء مبارک کو ہم سمجھتے ہیں تکلیف فرمانے کی حاجت نہیں بعض لوگ آپ کا یہ مطلب نہ سمجھے انہوں نے اعتراض کیا مگر مجلس برخاست کر دی گئی

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۶۳ سال کی عمر پائی۔ ۴۰ سال نبوت سے پہلے ۱۳ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔

آپ کی ولادت اور وفات کا ایک ہی دن ہے سوموار ۱۲ ربیع الاول۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی کامل پیروی کی توفیق بخشے

۶۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جناب رسالتمآب کی کیسی طبیعت ہے آپ نے کہا الحمد للہ اچھے ہیں عباس ابن عبد المطلب نے ابو الحسن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تین دن کے بعد وہ ساتھ چھوٹ جائیگا اسکے بعد تو تیری زندگی پر انقلاب آ جائیگا سنو! بنی عبد المطلب کے چہرہ کی کیفیت جو عند الموت ہوتی ہے میں خوب پہچانتا ہوں اسلئے میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم اسی مرض میں فوت ہو جانے والے ہیں آؤ ہم امر خلافت کے متعلق حضور سے دریافت کر لیں حضرت علیؓ نے کہا میں نہیں پوچھتا اس مسئلہ کو خدا پر چھوڑ دو۔

وفات کے بعد صحابہؓ میں بہت بحث ہوئی انصار اپنا حق سمجھتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے حسب کے رو سے بھی ہم ہی کرم ہیں ہم عرب کے مرکز میں بسنے والے بڑے خوبصورت وجاہت والے بہت اولاد والے اور رسول اللہ سے رشتہ داری میں قریب قرآن مجید میں بھی ہمارا ہی ذکر پہلے ہے جیسا کہ فرمایا والسابقون

لَا تُؤْتُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ - اور تم اے گروہ انصار ہمارے دینی بھائی ہو اور فے میں ہمارے شریک اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارے مددگار تم نے ہمیں جگہ دی ہماری غمخواری کی جزاکم اللہ خیرا پس امارت ہمارا حق وزارت تمہارا

یہ یاد رکھو کہ عرب سوا قریش کے اس قبیلہ کے کسی کے تابع نہیں ہو سکتے پس تم اپنے مہاجر بھائیوں پر برتری نہ چاہو جیسا کہ امید تھی اس تقریر کا کافی اثر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ بڑھانا تھا کہ آپ سے بیعت کی اور پھر دوسرے مسلمانوں نے

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے قاسم (یہ وہ بیٹا ہے جو نبوت سے پہلے پیدا ہوا۔ [illegible]) ابراہیم (یہ دس دن زندہ رہکر فوت ہوئے) عبداللہ جس کو طیب و طاہر بھی کہتے ہیں)

اور چار لڑکیاں زینبؓ یہ سب سے بڑی لڑکی ہے جو اسلام لائی اور اسکا خاوند ابوالعاص ابھی اسلام نہ لایا تھا۔ رقیہؓ (آپ عثمان بن عفان کی بیوی تھیں) ام کلثومؓ (رقیہ کی وفات کے بعد آپ عثمان بن عفان کے نکاح میں آئیں) فاطمۃ البتولؓ (علی ابن طالب کی زوجہ محترمہ)

یہ تمام اولاد بی بی خدیجہ بنت خویلد کے بطن سے تھیں ہاں ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے صرف فاطمۃ الزہرا نبوت سے ایک سال پہلے ہوئیں اور ابراہیم کی پیدائش ۸ ہجری کی ہے یہ سب آپ کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گئے صرف فاطمۃ الزہرا چھ ماہ بعد فوت ہوئیں

آپ کی بیبیاں متفق علیہ بات یہ ہے کہ تعداد میں گیارہ تھیں چھ قریشیہ تھیں خدیجہ (بنت خویلد) انکی زندگی میں حضور نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ عائشہؓ بنت ابوبکر صدیق (تاریخ وفات [illegible] بعہد معاویہ) حفصہؓ بنت عمر (وفات [illegible]) ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان (وفات [illegible]) ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ (وفات [illegible]) سودہؓ بنت زمعہ (وفات [illegible])

اور چار عربیات زینب بنت جحش بنی اسد بن خزیمہ سے (وفات ۲۰ھ) میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (وفات ۵۱ھ) ام المساکین زینب بنت خزیمہ (وفات ۴ھ) جویریہ بنت الحارث بنی المصطلق سے (وفات ۵۰ھ)

اور ایک بنی اسرائیل سے صفیہ بنت حیی بن اخطب۔ بنی النضیر سے (وفات ۵۰ھ)

ان میں سے دو خدیجہ اور ام المساکین تو رسول اللہ کی حیات میں فوت ہو گئیں اور باقی نو بعد میں۔

لونڈیاں حضور کی چار تھیں (۱) ماریہ القبطیہ جو والی اسکندریہ مقوقس نے ہدیۃً بھیجی تھی (وفات ۱۶ھ) (۲) ریحانہ القرظیہ (وفات ۱۰ ہجری بحیات رسول اللہ) ان کے سوا دو اور (۱) آپ کے چچوں میں سے دو اسلام لائے ایک حمزہ جو ہجرت سے تین سال بعد میں شہید ہو کر دوسرے عباس جو ۸۸ سال کی عمر میں بخلافت عثمان فوت ہوئے (۲) پھوپھیوں میں سے صفیہ (زبیر بن العوام کی ماں) اسلام لائیں (۳) آپ کی رضاعی ماں حلیمہ بنت ابی ذؤیب السعدیہ تھیں اور ثویبہ ابولہب کی لونڈی نے بھی آپ کو دودھ پلایا تھا (۴) آپ کے گھوڑوں میں سے مشہور نام یہ ہیں سکب، مرتجز، قرب، یعسوب، یعبوب خچر کا نام دلدل حمار کا نام یعفور، اونٹنی کا قصواء، ۲۰ اونٹنیاں ۱۰۰ بکریاں سات رکھتے تھے۔ انگشتری چاندی کی تھی اس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ نقش تھا مشہور زرہ کا نام ذات الفضول مشہور تلوار ذوالفقار مشہور خادم انس بن مالک۔

شمائل

حضور کے چہرے سے ہیبت و وقار ٹپکتا تھا اور نہایت خوبصورت شگفتہ رنگ تھے دہن مبارک بھی نہایت موزون اور خوش زیب تھا آپ اس سے نہایت فصیح

اور شیریں کلام فرمایا کرتے تھے اور باوجود روانی کے ہر کلمہ علیحدہ علیحدہ یہاں تک کہ گننے والا گن
بھی سکے ہوتے تھے بلکہ دہرا بھی دیتے تھے اور قبائل عرب سے انکی بولی میں گفتگو فرماتے
تھے آپ کا سر بہت بڑا تھا پیشانی نرم اور روشن اور کشادہ تھی اور اونچی ناک رخسارے ابھرے
ہوئے نہ تھے ریش مبارک گھنی کھلا سینہ اور بھرے ہوئے اعضاء درمیانہ قد۔ مائل
بجعدات بال گھنگرالے نہیں تھے مگر سیدھے بھی نہ تھے کانوں کی لو تک رکھتے اور بغیر
حج یا عمرہ کے کبھی آپنے سر منڈایا نہیں آپ اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے مگر
اس سے مراد اہتمام سے (کنگھی پٹی نہیں) کبھی یوں ہی چھوڑ دیتے یا پیچھے اٹھا دیتے آپ
کے سر اور داڑھی میں بیس بال سفید تھے

آواز نہایت رسیلی خوش آئیند اور علیحدہ دور تک پہنچنے والی تھی آپ قہقہہ نہیں فرماتے
زیادہ سے زیادہ ہنسی یہ تھی کہ دانتیں کھل جائیں اور اکثر تبسم فرماتے

آپ چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا اوپر سے نیچے کی طرف ڈھل رہے ہیں
اور آپ اپنا پاؤں جما کر چلتے

جب آپ کسی کی طرف التفات فرماتے تو تمام بدن کے ساتھ مڑ کر آپ کے جسم مبارک
سے خوشبو آتی تھی آپنے کبھی جمائی اور ڈکار نہیں لیا

۴۔ آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے ذات برکات انسانی کمالات کی جامع اور آنچہ خوباں
ہمہ دارند تو تنہا داری کی مصداق تھی فقرو کے محب اور لوگوں پر نہایت مہربان تھے یہی
جی چاہتا تھا کہ آپ کی خدمت میں بیٹھے رہیں تکلف آپ میں بالکل نہ تھا مجلس میں جب
تشریف لاتے بس جہاں جگہ دیکھتے بیٹھ جاتے آپ اپنی تعظیم کے لیئے اصحاب کا اٹھنا
پسند نہ فرماتے تھے آپ اپنے ذاتی بات کے لئے کسی پر ناراض نہ ہوتے تھے بلکہ عفو
اور درگذر سے کام لیتے مگر جب حرمات اللہ کی ہتک کی جاتے تو پھر آپ غضب میں آجاتے
حضرت عائشہ صدیقہ کی گواہی ہے کہ آپ نے کسی خادم اور بی بی کو کبھی نہیں مارا۔ اور

جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی پر آپ کا ہاتھ نہیں اٹھا انس ابن مالک خاص غلام کہتا ہے
کہ حضور درشت زبان نہ تھے نہ کبھی کوئی فحش کلام زبان پر لاتے اور نہ لعنت بھیجتے زیادہ سے
زیادہ ترب جبینہ کہہ دیتے

اللہ کی خشیت آپ کے رونگٹے رونگٹے میں تھی اور باوجود علو منصب و رفعت رتبہ اور
بشارت عصمت کے آپ اللہ کی بے نیازی سے ڈرتے تھے آپ بڑے شجاع بڑے
قوی بڑے سخی اور بڑے کریم تھے غرض آپکی اخلاق حمیدہ و صفات ستودہ میں سے کس کس
کا بیان ہو (لباب الخیار)

"معجزات"

عرب والوں کی اس حالت پر نظر ڈالو جو بعثت سے پہلے تھی اور پھر وہ حالت دیکھو جو حضور
کی وفات کے وقت تھی یہ کامیابی یہ کایا پلٹ دینا اسکی نظیر تمام عالم کی تاریخ میں نہیں
ملتی پھر قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا وہ قیامت تک ایک زندہ معجزہ ہے فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کا دعویٰ اور اسکے ساتھ ہی وَلَن تَفْعَلُوا کا اعلان تمام مذاہب عالم
پر حجت قائم کر رہا ہے اور پھر اسکی تعلیم پر چل کر ترقیات جسمانی و روحانی پر پہنچنے والے انسان
ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو ان کمالات کے وارث ہوتے ہیں جو حضور کو اللہ تعالے
نے عطا فرمائے اور وہ زمانہ کے حال کے مطابق معجزات سے اسلام کا غلبہ دوسرے
مذاہب عالم پر کرتے ہیں

اسکے علاوہ ہزاروں پیشگوئیاں ہیں جو اب تک پوری ہو رہی ہیں اور سینکڑوں معجزات
ہیں جنکا ذکر معتبر و مستند احادیث میں موجود ہے مثلاً انشقاق قمر تھوڑی خوراک سے بہت
سے لوگوں کا سیر ہو جانا انگلیوں میں سے پانی بہنا اور دراست کا سیراب ہونا

زمزمہ

کو معظّمہ جاتے ہوئے بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ کہتی ہیں

دور ہوکے جاتے ہیں تیرا گھر دیکھنا سونے اب | شاد کیا ہے اپنا نظر رہے دل بیتاب
ناخشنود کیوں ہوئے ہے عاشق بیکس پہ آپ | آسمان پہ جس سے ہو ... [illegible]
مست ہو کیوں استغفار کے تقول پہ | اس شعلہ رو کی آگ کیوں ... [illegible]
کیا ہوا کیوں ... [illegible] سب کی ... | چھوڑا کریں عاشق دنیا ... [illegible]
اپنے پیچھے ... [illegible] | ... [illegible]
امر بالمعروف کا ... [illegible] | ... [illegible]
پر جو مولا کی ... [illegible] | ... [illegible]
وہ جو ہیں سنگ ... [illegible] | ... [illegible]
لوگ ... [illegible] | ... [illegible]
اٹھی آپ ہی ... میری ... [illegible] | ... [illegible]
کیا بتاؤں ... [illegible] | ... [illegible]
... [illegible] | شاد ہو کر آپ ... [illegible]
... [illegible] | ... [illegible]
میری خواہش ... [illegible] | ... [illegible]
ابن ابراہیم ... [illegible] | ... [illegible]
میرے والد کو بھی ... [illegible] | ... [illegible]
ابن ابراہیم ... [illegible] | ... [illegible]
... [illegible] | ... [illegible]
استغفر ... [illegible] | ... [illegible]

فہرست کتب

قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	نام کتاب
[illegible]	ظہور المسیح	[illegible]	تفسیر حجۃ القرآن پارہ ۱	[illegible]	اربعین
[illegible]	لغزۃ الحمل	[illegible]	پارہ ۲	[illegible]	حضرت اقدسؑ کی پیالی
[illegible]	ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	پارہ ۳		تحریریں
[illegible]	البرق	[illegible]	پارہ ۴	[illegible]	الاسماء الحسنیٰ
[illegible]	رسالہ گوشت خوری	[illegible]	پارہ ۵	[illegible]	مکتوبات المہدیہ
[illegible]	اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	پارہ ۶	[illegible]	الموعظۃ الحسنۃ
[illegible]	ضرورت زمانہ	[illegible]	نصیح	[illegible]	سلک مروارید
[illegible]	معیار حق	[illegible]	ردّ چکڑالوی	[illegible]	مجربات نور الدین حصہ اول
[illegible]	تاریخ انگلستان	[illegible]	عمدۃ الاحکام	[illegible]	دوم
[illegible]	ہدایات دربارہ معاملات	[illegible]	طبیب روحانی	[illegible]	سوم
[illegible]	ارمیاہ نبی کی پیشگوئی	[illegible]	نجات	[illegible]	تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۱۰ء
[illegible]	فخر اسلام	[illegible]	صادقوں کی روشنی	[illegible]	حقیقت نماز
[illegible]	نور دل	[illegible]	حق کا پرچار	[illegible]	اسلام کا گر
[illegible]	یسرنا القرآن	[illegible]	فائل تشحید سنہ ۱۹۰۹ء ۱۹۱۰ء ۱۹۱۱ء	[illegible]	بائبل کا پرچار

ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحید الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ذیل کی دوائیں پیر برکت علی صاحب سکرٹری ... ضلع گجرات سے طلب کریں (۱)

[illegible]

رجسٹرڈ ڈال نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں مفید اثر ۲۸ برس سے ہندوستان میں جاری ہے آزمائش کر لیجئے

دانت درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے۔ روتے کو ہنساتی ہے کیسا ہی درد کیوں نہ ہو لگاتے ہی درد دور ہوتی ہے قیمت ۳ شیشی ۲ ۶ شیشی تک ۲

سینٹی لائن

خون بند کرنے کی اکسیر دوا خونی بواسیر کے لئے نہایت مفید ہے ناک مسوڑے وغیرہ سے خون جہاں سے گرتا ہو اسکو فوراً بند کرتی ہے قیمت ۳ شیشی ۶ [illegible]

دمہ کی دوا

دمہ چاہے جیسا پرانا کیوں نہ ہو اس دوا کی ایک خوراک کے استعمال سے دب جاتا ہے۔ [illegible] اگر یہ دوا استعمال کرائی جائے تو دمہ ایک دم چھوٹ جاتا ہے [illegible] ہو گیا ہے وہ بھی اس سے صحت پاتے ہیں قیمت ۳ شیشی [illegible] شیشی تک [illegible]

ای او ڈائیڈ سارسے پریلا خون صاف کرنے کی اکسیر دوا

اس [illegible] صاف کرکے اس میں [illegible] وغیرہ کی [illegible] ہوتی ہے [illegible] سے [illegible] زیادہ مفید اثر ہے گرمی آتشک اور کسی سبب سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکا استعمال ضرور کرنا چاہیے

قیمت [illegible] خوراک کی شیشی [illegible] آنہ

پین پلز

درد دور کرنے والی دوا

[illegible] درد پیٹ درد اور [illegible] درد [illegible] گنٹھیا کے سبب جوڑوں میں درد ہو اسکے استعمال سے فوراً دور ہوتی ہے قیمت ۳ شیشی [illegible]

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو تین [illegible] کے استعمال سے بہنا بند ہوتا ہے قیمت [illegible] پچکاری کان صاف کرنے کی [illegible] کا [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

سنہ ۱۹۱۳

بابت ماہ مارچ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

دلائل ہستی باری تعالیٰ	۹۷ - ۱۲۰	ایڈیٹر
فتوحات ربانی	۱۲۱ - ۱۲۸	سید صادق حسین صاحب
جواب اعتراضات شیعہ	۱۲۹ - ۱۳۸	منشی غلام حسین صاحب
احادیث تشیع	۱۳۹ - ۱۵۲	مرزا ... علی صاحب
یاد حبیب، قمر الانبیاء، ریویوز	۱۵۳ - ۱۶۰	

قیمت سالانہ

دلائل ہستی باری تعالیٰ | یہ مضمون دو ہزار ... چھاپا گیا ہے خدا کے منکر ... لوگوں میں تقسیم کرنے کے ... [illegible] ... سے سہولت ہوگی

۲۱ صفحے زیادہ | ... صفحے ... کر دئے ... [illegible] ... پہنچ جائے

وی پی واپس کرنے والے | فروری کے رسالہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے ... حالات چھاپے گئے ہیں ... صاحبوں نے وی پی واپس کر دئے ہیں ... [illegible] ... وی پی کی اجازت دیں ...

فتوحات ربانی | ... صاحب ... مولوی ... کی کتاب ... [illegible] ... کتاب ... احباب ... اوراق ... اس رسالہ میں ... صفحے ... گئے ہیں ... چھپ چکے ہیں ... چھاپ دئے جائینگے

انجمن احمدیہ پشاور | ... [illegible] ... رسالہ ... حضرت محمد رسول اللہ صلعم ... [illegible] ... حضرت موسیٰ ... خلافت موسوی ... خلافت محمدیہ ... [illegible] ... مسیح محمدی ... مسیح موسوی سے مشابہت ... [illegible] ... سلسلہ احمدیہ کے متعلق ... حضرت اقدس ... [illegible] ... انجمن ... [illegible] ... انجمن احمدیہ پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

أفی اللہ شک فاطر السموات والارض

دلائل ہستی باری تعالیٰ

اس زمانہ میں عقائد ایمانیات پر جو مادی دنیا نے اعتراضات کئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ انکار ذات باری ہے مشرک گو خدا کا شریک ان کو بناتا ہے لیکن کم سے کم خدا تعالےٰ کے وجود کا تو قائل ہے دہریہ بالکل ہی انکاری ہے موجودہ سائنسدانوں نے ہر چیز کی بنیاد مشاہدات پر رکھی ہے۔ اسلئے دہریہ سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی خدا ہے تو ہمیں دکھا دو ہم بغیر دیکھے کے اسے کیونکر مان لیں چونکہ اسوقت یورپ کی ہوا نے اکثر نوجوانوں کے دلوں سے اس پاک ذات کے نقش کو مٹا دیا ہے اور کالجوں کے سینکڑوں طالبعلم اور بیرسٹر وغیرہ وجود باری کے منکر ہوتے ہیں اور انکی تعداد روز افزوں ہے اور ہزاروں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو بہ ظاہر قوم و ملک کے خوف سے اظہار تو نہیں کرتے لیکن فی الحقیقت اپنے دلوں میں وہ خدا پر کچھ یقین نہیں رکھتے۔ اسلئے میں نے ارادہ کیا کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دے تو میں اس پر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ لکھ کر شائع کروں شاید کسی سعید روح کو اس سے فائدہ پہنچ جائے ٭

۱۔ دہریوں کا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر خدا ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیتے ہیں ٭

مجھے اس سوال کے سننے کا کئی بار موقعہ ملا ہے لیکن ہمیشہ اسکے سننے سے حیرت ہوتی ہے انسان مختلف چیزوں کو مختلف حواس سے پہچانتا ہے کسی چیز کو دیکھکر کسی کو چھوکر کسی کو سونگھکر کسی کو سُن کر کسی کو چکھکر رنگ کا علم دیکھنے سے ہو سکتا ہے سونگھنے یا چھونے یا چکھنے سے نہیں پھر اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو رنگ کو تب مانونگا کہ مجھے اسکی آواز سنواؤ تو کیا وہ شخص بیوقوف ہے یا نہیں اسی طرح آواز کا علم سننے سے ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے فلاں شخص کی آواز دکھاؤ پھر میں دیکھکر مانونگا کہ وہ بولتا ہے تو کیا ایسا شخص جاہل ہوگا یا نہیں ایسا ہی خوشبو سونگھکر معلوم ہوتی ہے لیکن کوئی شخص طلب کرے کہ اگر تم مجھے گلاب کی خوشبو چکھاؤ تو تب میں مانونگا تو کیا ایسے شخص کو دانا کہ سکینگے اسکے خلاف چکھکر معلوم کرنیوالی چیزوں یعنی ترشی شیرینی کڑواہٹ نمکینی کو اگر کوئی سونگھکر معلوم کرنا چاہے تو کبھی نہیں کر سکتا پس یہ کچھ ضروری نہیں کہ جو چیز نظر آوے تو ہم مان لیں۔ اور جو چیز سامنے نظر نہ آوے اسے نہ مانیں ورنہ اس طرح تو گلاب کی خوشبو لیموں کی ترشی شہد کی مٹھاس صبر کی کڑواہٹ لوہے کی سختی آواز کی خوبی سب کا انکار کرنا پڑیگا کیونکہ یہ چیزیں تو نظر نہیں آتیں بلکہ سونگھنے چکھنے چھونے اور سننے سے معلوم ہوتی ہیں پس یہ اعتراض کیسا غلط ہے کہ خدا کو ہمیں دکھاؤ تب ہم مانیں گے کیا یہ معترض گلاب کی خوشبو کو دیکھکر مانتے ہیں یا شہد کی شیرینی کو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ شرط پیش کی جاتی ہے کہ دکھاؤ تب مانینگے ۞

علاوہ ازیں انسان کے وجود میں خود ایسی چیزیں موجود ہیں کہ جنکو بغیر دیکھے کے یہ مانتا ہے اور اسے ماننا پڑتا ہے کیا سب انسان اپنے دل جگر دماغ انتڑیاں پھیپھڑے اور تلی کو دیکھکر مانتے ہیں وہ بغیر دیکھے کے اگر ان چیزوں کو اسکے دکھانیکے لئے نکالا جائے تو انسان اسی وقت مرجائے اور دیکھنے کی نوبت ہی نہ آوے ۞

یہ مثالیں تو میں نے اس بات کی دی ہیں کہ سب چیزیں صرف دیکھنے سے ہی

معلوم نہیں ہوتیں بلکہ پانچ مختلف حواس سے انکا علم ہوتا ہے جب میں کہتا ہوں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جنکا علم بلاواسطہ ان پانچوں حواس سے بھی نہیں ہوتا بلکہ انکے معلوم کرنیکا ذریعہ ہی اور ہے مثلاً عقل یا حافظہ یا ذہن ایسی چیزیں ہیں کہ جنکا انکار دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا لیکن کیا کسی نے عقل کو دیکھا ہے یا سنا یا چکھا سونگھا یا چھوا ہے پھر کیونکر معلوم ہوا کہ عقل کوئی چیز ہے یا حافظہ کا کوئی وجود ہے پھر قوت ہی کو لو ہر انسان میں تھوڑی یا بہت قوت موجود ہے کوئی کمزور ہو یا طاقتور مگر کچھ نہ کچھ قوت ضرور رکھتا ہے مگر کیا قوت کو آجتک کسی نے دیکھا یا سنا چھوا یا چکھا ہے پھر کیونکر معلوم ہوا کہ قوت بھی کوئی چیز ہے اسبات کو ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کو ہم نے اپنے حواس سے معلوم نہیں کیا بلکہ انکے اثرات کو معلوم کرکے انکا پتہ لگایا ہے مثلاً جب ہمنے دیکھا کہ انسان مختلف مشکلات میں گھر کر کچھ دیر غور کرتا ہے اور کوئی ایسی تدبیر نکالتا ہے جس سے وہ اپنی مشکلات کو دور کرلیتا ہے تب اس طرح مشکلات کو حل ہوتے ہوئے ہمنے دیکھا تو یقین کرلیا کہ کوئی چیز ایسی انسان میں موجود ہے جو ان موقعوں پر اسکے کام آتی ہے اور اس چیز کا نام ہمنے عقل رکھا پس عقل کو بلاواسطہ ہمنے پانچوں حواس میں سے کسی سے بھی دریافت نہیں کیا بلکہ اسکے کرشموں کو دیکھکر اسکا علم حاصل کیا۔ اسی طرح جب ہم نے انسان کو بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے دیکھا تو معلوم کیا کہ اس میں کچھ ایسا مادہ ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اور خصوصاً انسانوں کی طاقتوں میں فرق دیکھکر ہمیں اور بھی یقین ہو گیا اور ہمنے معلوم کیا کہ یہ مادہ کسی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ پس قوت و طاقت کو ہم نے نہیں دیکھا بلکہ قوت و طاقت کے کاموں کو ہم نے دیکھا ہے اور معلوم کیا کہ انسان میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اپنے کمزور چیزوں کو قابو کرلیتا ہے اور اسکا نام قوت یا طاقت رکھدیا ✣

اسی طرح جس قدر لطیف سے لطیف اشیاء کو لیتے جاؤ گے انکے وجود انسانوں کی نظروں سے غائب ہی نظر آئینگے اور ہمیشہ ان کے وجود کا پتہ انکے اثر سے معلوم ہوگا نہ کہ خود انہیں دیکھکر یا سونگھ کر یا چکھ اور چھو کر

پس اللہ کی ذات جو الطف سے الطف ہے اسکے علم حاصل کرنیکے لئے ایسی ویسی قیدیں لگانی کس طرح جائز ہو سکتی ہیں کہ آنکھوں کے دیکھے بغیر اسے نہیں مانینگے کیا بجلی کو کبھی کسی نے دیکھا پھر کیا الیکٹرسٹی کی مدد سے جو تار برقی رسانی میں یا مشینیں چلتی ہیں یا روشنی کی جاتی ہے اسکا انکار کیا جا سکتا ہے ایتھر کی تحقیقات نے فزیکل علوم کی دنیا میں . . . . . ایک عظیم الشان تہلکہ پیدا کر دیا لیکن کیا اب تک سائنس کے ماہرین اسکے دیکھنے سننے سونگھنے چھونے یا چکھنے کا کوئی ذریعہ نکال سکے لیکن اس کا وجود مانا نہیں تو پھر یہ بات حل ہی نہیں ہو سکتی کہ سورج کی روشنی دنیا تک پہنچتی کیونکر ہے پس کیسا ظلم ہے کہ ان شواہد کے ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ خدا کو دکھاؤ تو ہم مانینگے اللہ تعالےٰ نظر تو آتا ہے لیکن انہیں آنکھوں سے جو اسکے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہاں اگر کوئی اسکے دیکھنے کا خواہشمند ہو تو وہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے دنیا کے سامنے ہے اور باوجود پوشیدہ ہونے کے سب سے زیادہ ظاہر ہے

قرآن شریف میں اس مضمون کو نہایت مختصر لیکن بے نظیر پیرایہ میں اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات ایسی ہے کہ نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور وہ لطیف اور خبردار ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تیری نظر اس قابل نہیں کہ خدا کی ذات کو دیکھ سکے کیونکہ وہ تو لطیف ذات ہے اور لطیف اشیاء تو نظر نہیں آتیں جیسا کہ قوت ہے عقل ہے روح ہے بجلی ہے ایتھر ہے یہ چیزیں کبھی کسی کو نظر نہیں آئیں پھر خدا کی

لطیف ذات تک انسان کی نظریں کب پہنچ سکتی ہیں۔ ہاں پھر خدا کو لوگ کیونکر دیکھ سکتے ہیں اور اسکی معرفت کے حاصل کرنیکا کیا طریق ہے اسکا جواب لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار یعنی خود وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور باوجود اسکے کہ نظر انسانی اپنی کمزوری کی وجہ سے اسکی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اپنی طاقت اور قوت کے اظہار سے اور اپنی صفات کے جلوہ سے اپنا وجود آپ انسان کو دکھاتا ہے اور گو نظر انسانی اسکے دیکھنے سے قاصر ہے مگر وہ خود اپنا وجود اپنی لا انتہا قوتوں اور قدرتوں سے مختلف پیرایوں میں ظاہر کرتا ہے کبھی قہری نشانوں سے کبھی انبیاء کے ذریعہ سے کبھی آثار رحمت سے اور کبھی قبولیت دعا سے

اب اس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ اگر اللہ تعالے کو ماننا اس بات پر منحصر کیا جائے کہ ہم اسے دکھا دیں اور سوائے دیکھنے کے کسی چیز کو مانا ہی نہ جائے تو دنیا کی قریبا سب اشیاء کا انکار کرنا پڑیگا اور بعض فلاسفروں کے قول کے مطابق تو کل اشیاء کا کیونکہ انکا مذہب ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نظر نہیں آتی بلکہ صرف صفات ہی صفات نظر آتی ہیں۔ میں اسطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ کون سے دلائل ہیں جن سے وجود باری کا پتہ لگتا ہے اور انسان کو یقین ہوتا ہے کہ میرا خالق کوئی ہے اور میں آپ ہی اپنا خالق نہیں

دلیل اول میں اپنے اس عقیدہ کے ماتحت کہ قرآن شریف نے تمام روحانی کے حصول کے تمام ذرائع بیان فرمائے ہیں ہستی باری کے کل دلائل قرآن شریف سے ہی پیش کرونگا و من اللہ التوفیق اور چونکہ سب سے پہلا علم جو انسان کو اس دنیا میں آکر ہوتا ہے وہ کانوں سے ہوتا ہے اسلئے میں بھی سب سے پہلے سماعی دلیل ہی لیتا ہوں *

اللہ تعالے قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ

خیر و ابقٰی ان ھٰذا لفی الصحف الاولٰی صحف ابراھیم و موسٰی
یعنی مظفر و منصور ہو گیا وہ شخص کہ جو پاک ہوا۔ اور اس نے اپنے رب کا زبان سے اقرار کیا
اور پھر زبان سے ہی نہیں بلکہ عملی طور سے عبادت کر کے اپنے اقرار کا ثبوت دیا۔ لیکن تم
لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ آخرت کی بہتری ہی اصلی بہتری اور
دیرپا ہے اور یہ بات صرف قرآن شریف ہی پیش نہیں کرتا بلکہ سب پہلی کتابوں میں
یہ دعوے موجود ہے چنانچہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی۔ اس
میں بھی یہ احکام موجود ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مخالفین قرآن پر حجت
پیش کی ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنے والے خدا کی ذات کا ۔۔۔۔ اقرار
کرنیوالے اور پھر اسکا سچا فرمانبردار بننے والے ہمیشہ کامیاب و منظفر ہوتے ہیں۔ اور
اس تعلیم کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بات پہلے تمام مذاہب میں مشترک ہے چنانچہ
اسوقت کے بڑے مذاہب مسیحی یہودی اور کفار مکہ پر حجت کے لئے حضرت ابراہیم
اور موسیٰ کی مثال دیتا ہے کہ ان کو تو تم مانتے ہو انہوں نے بھی یہ تعلیم دی ہے۔ پس
قرآن شریف نے ہستی باری کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی پیش فرمایا ہے کہ کل مذاہب
اس پر متفق ہیں اور سب اقوام کا یہ مشترک مسئلہ ہے چنانچہ جس قدر اس دلیل پر غور کیا جائے
نہایت صاف اور سچی معلوم ہوتی ہے حقیقت میں کل دنیا کے مذاہب اسبات پر متفق
ہیں کہ کوئی ہستی ہے جس نے کل جہان کو پیدا کیا۔ مختلف ممالک اور احوال کے تغیر کی
وجہ سے خیالات و عقائد میں بھی فرق پڑتا ہے لیکن باوجود اسکے جس قدر بھی مذہب
ہیں سب اللہ تعالےٰ کے وجود پر متفق اللسان ہیں گو اسکی صفات کے متعلق ان میں
اختلاف ہو موجودہ مذاہب یعنی اسلام مسیحیت یہودیت بودھ ازم سکھ ازم ہندو
ازم اور عقائد زرتشتی تو سب کے سب ایک اللہ خدا۔ ایلوہیم پرم ایشور پرم آتما یا
یزدان کے قائل ہیں مگر جو مذاہب کہ دنیا کے پردہ سے مٹ چکے ہیں۔ ان کے

متعلق بھی آثار قدیمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب کے سب ایک خدا کے قائل اور معتقد
تھے خواہ وہ مذاہب امریکہ کے جدید شدہ ملک میں پیدا ہوئے ہوں یا افریقہ کے جنگلوں
میں خواہ روما میں خواہ انگلستان میں خواہ جاوا و سماٹرا میں خواہ جاپان و چین میں خواہ
سائبیریا و شمالی یورپ میں۔ یہ اتفاق مذاہب کیونکر ہوا؟ اور کون تھا جس نے امریکہ کے رہنے
والے باشندوں کو ہندوستان کے عقاید سے یا چین کے باشندوں کو اہل افریقہ
کے عقاید سے آگاہ کیا پہلے زمانہ میں ریل و تار اور ڈاک کا یہ انتظام تو تھا نہیں جو
اب ہے نہ اسطرح جہازوں کی آمد و رفت کی کثرت تھی گھوڑوں اور خچروں کی سواری
تھی اور بادبان جہاز آجکل کے دنوں کا سفر مہینوں میں کرتے تھے۔ اور بہت سے علاقے
تو اسوقت دریافت بھی نہ ہوئے تھے پھر ان سب مختلف المذاق اور مختلف الرسوم
اور ایک دوسرے سے ناآشنا ممالک میں اس ایک عقیدہ پر کیونکر اتفاق ہو گیا۔ سن
مختلف ذہن و نسلوں میں تو دو آدمیوں کا اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے پھر کیا اسقدر قوموں
اور ملکوں کا اتفاق جو آپس میں کوئی تبادلہ خیالات کے ذریعہ نہ رکھتی تھیں۔ اس بات
کی دلیل نہیں کہ یہ عقیدہ ایک امر واقعہ ہے اور کسی نامعلوم ذریعہ سے جسے اسلام
نے کھولا ہے ہر قوم پر اور ہر ملک میں اسکا اظہار کیا گیا ہے۔ اہل تاریخ کا اس امر پر
اتفاق ہے کہ جس مسئلہ پر مختلف اقوام کے مؤرخ متفق ہو جائیں اسکی راستی میں شک
نہیں کرتے پس جب اس مسئلہ پر ہزاروں لاکھوں قوموں نے اتفاق کیا ہے تو کیوں
یقین کیا جائے کہ کسی جلوہ کو دیکھکر ہی اب دنیا اس خیال کی قائل ہوئی ہے ۰

دلیل دوم دوسری دلیل جو قرآن شریف میں ہستی باریتعالے کے متعلق دی ہے
ان آیات سے معلوم ہوتی ہے وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ
نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ پھر کچھ آیات کے بعد فرمایا ہے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یعنی یہ ایک دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اسکی قوم کے مقابل میں دی اور ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں تحقیق تیرا رب بڑا حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اسے اسحاق و یعقوب دیئے ہر ایک کو ہم نے سچا راستہ دکھایا اور نوح کو بھی ہم نے سچا راستہ دکھایا۔ ان سے پہلے اور اُسکی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ ایوب یوسف موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک اعمال میں کمال کرنیوالوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں اور زکریا یحییٰ عیسیٰ اور الیاس کو بھی راہ دکھایا۔ اور یہ سب لوگ نیک تھے اور اسمعیل یسع یونسؑ اور لوطؑ کو بھی رستہ دکھایا۔ اور ان سب کو ہم نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی تھی اور پھر فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جنکو خدا نے ہدایت دی پس تو انکے طریق کی پیروی کر ان آیات میں اللہ تعالے نے بتایا ہے کہ اس قدر نیک اور پاک لوگ جس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ مانی جانے یا وہ بات جو دوسرے ناواقف لوگ کہتے ہیں اور اپنے چال چلن سے انکے چال چلن کا مقابلہ نہیں کر سکتے سیدھی بات ہے کہ انہیں لوگوں کی بات کو وقعت دیجائیگی جو اپنے چال چلن اور اپنے عمل سے دنیا پر اپنی نیکی اور پاکیزگی اور گناہوں سے بچنے اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ثابت کر چکے ہیں پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ انہیں کا تتبع کرے اور انکے مقابل میں دوسرے لوگوں کی بات کا انکار کر دے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر نیکی اور اخلاق کے پھیلانے والے گذرے ہیں اور جنھوں نے اپنے عمل سے دنیا پر اپنی راستی کا سکہ بٹھا دیا تھا وہ سب کے سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جسے مختلف زمانوں میں

اللہ پاک کا ڈنکا پھر مشہور بجایا گیا ہے ہندوستان کے راستباز رامچندر کرشن ایران کا راستباز زرتشت مصر کا راستباز موسیٰ ناصرہ کا راستباز مسیح پنجاب کا ایک راستباز نانک پھر سب راستبازوں کا سرتاج عرب کا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اسکی قوم نے بچپن سے صادق کا خطاب دیا اور جو کہتا ہے کہ فقد لبثت فیکم عمرًا میں نے تو تم میں اپنی عمر گزاری ہے کیا تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر سکتے ہو اور اسکی قوم کوئی اعتراض نہیں کر سکتی۔ اور انکے علاوہ اور ہزاروں راستباز جو وقتاً فوقتاً دنیا میں ہوتے ہیں یک زبان ہو کر پکارتے ہیں کہ ایک خدا ہے اور یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے ملاقات کی اور اس سے ہمکلام ہوئے بڑے سے بڑے فلاسفر جنہوں نے دنیا میں کوئی کام کیا ہو وہ ان میں سے ایک کے کام کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر ان لوگوں اور فلاسفروں کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو فلاسفروں کی زندگی میں اقوال سے بڑھکر افعال کے باب بہت ہی کم نظر آئینگے وہ صدق و راستی جو انھوں نے دکھائی وہ فلاسفر کہاں دکھا سکے وہ لوگوں کو راستی کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے لیکن انکے مقابلہ میں وہ لوگ جن کا میں نام اوپر لے چکا ہوں صرف راستی کی خاطر ہزاروں تکلیفیں برداشت کرتے رہے لیکن کبھی انکا قدم اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ انکے قتل کرنیکے لئے منصوبے کئے گئے۔ انکو وطنوں سے خارج کیا گیا۔ انکو گلیوں اور بازاروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی ان سے کل دنیا نے قطع تعلق کر لیا مگر انھوں نے اپنی بات نہ چھوڑی اور کبھی نہ کیا کہ لوگوں کی خاطر جھوٹ بول کر اپنے آپکو عذاب سے بچا لیتے اور انکے عمل نے انکی دنیا سے نفرت نے نمائش سے علیحدگی نے اسبات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ بے غرض تھے اور کسی نفسانی غرض سے کوئی کام نہ کرتے تھے پھر ایسے صادق القول اصحاب یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالےٰ سے ملاقات کی۔ اسکی آواز سنی اور اسکے جلوے کا مشاہدہ کیا تو انکے قول کا انکار کرنیکی کسی کے پاس کیا وجہ ہے جن لوگوں کو ہم روز

جھوٹ بولتے سنتے ہیں وہ بھی جب چند ملکر ایک بات کی گواہی دیتے ہیں تو ماننا ہی پڑتا ہے جن کے حال سے ہم بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ اخباروں میں اپنی تحقیقاتیں شائع کرتے ہیں تو ہم تسلیم کر لینگے مگر نہیں مانتے تو ان راستبازوں کا کلام نہیں مانتے دنیا کہتی ہے کہ لنڈن ایک شہر ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں جغرافیوں والے لکھتے ہیں کہ امریکہ ایک بڑا عظم ہے اور ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں سیاح کہتے ہیں کہ سائبیریا ایک وسیع اور غیر آباد علاقہ ہے۔ اور ہم اسکا انکار نہیں کرتے کیوں؟ اسی لئے کہ بہت سے لوگوں کی گواہی اسپر ہو گئی ہے حالانکہ ہم ان گواہوں کے حالات سے واقف نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں یا سچے مگر خدا تعالٰے کے وجود پر عینی گواہی دینے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انہوں نے اپنے مال وجان وطن عزت و آبرو کو تباہ کر کے راستی کو دنیا میں قائم کیا پھر ان سیاحوں اور جغرافیہ والوں کی بات کو ماننا اور ان راستبازوں کی بات کا انکار کرنا کہاں کی راستبازی ہے اگر لنڈن کا وجود چند لوگوں سے سن کر ثابت ہو سکتا ہے تو خدا تعالٰے کا وجود ہزاروں راستبازوں کی گواہی پر کیوں ثابت نہیں ہو سکتا۔

غرضیکہ ہزاروں راستبازوں کی شہادت جو اپنے عینی مشاہدہ پر خدا تعالٰے کے وجود کی گواہی دیتے ہیں کسی صورت میں بھی رد کے قابل نہیں ہو سکتی تعجب ہے کہ جو اس کوچہ میں پڑے ہیں وہ تو سب بالاتفاق کہتے ہیں کہ خدا ہے لیکن جو اس کے کوچہ سے بالکل بے بہرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہماری بات مانو ہمارا کوئی خدا نہیں ہے حالانکہ اصول شہادت کے لحاظ سے اگر دو برابر کے راستباز آدمی بھی ایک معاملہ کے متعلق گواہی دیں تو جو کہتا ہے کہ میں نے فلاں چیز کو دیکھا اسکی گواہی کو اسکی گواہی پر جو کہتا ہے میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا ترجیح دیجائیگی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک کی نظر اس چیز پر نہ پڑی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک نے نہ دیکھا ہو اور کہے کہ میں نے دیکھا

ہے پس خدا کے دیکھنے والوں کی گواہی اسکے منکروں پر بہر حال حجت ہو گی ۔

دلیل سوم تیسری دلیل جو قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ انسان کی فطرت خود خدا تعالے کی ہستی پر ایک دلیل ہے کیونکہ بعض ایسے گناہ ہیں کہ جنکو فطرت انسانی قطعی طور پر ناپسند کرتی ہے ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ زنا ہے پاخانہ پیشاب اور اس قسم کی نجاستوں سے تعلق ہے جھوٹ ہے یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے ایک دہریہ بھی پرہیز کرتا ہے مگر کیوں؟ اگر کوئی خدا نہیں تو کیوں وہ اپنی ماں اور بہن اور دوسری عورتوں میں کچھ فرق جانتا ہے جھوٹ کو کیوں برا جانتا ہے کیا دلائل ہیں کہ جنھوں نے مذکورہ بالا چیزوں کو اسکی نظر میں بدنما قرار دیا ہے اگر کسی بالائی طاقت کا رعب اسکے دل پر نہیں تو وہ کیوں ان سے احتراز کرتا ہے اسکے لئے تو جھوٹ اور سچ ظلم اور انصاف سب ایک ہی ہونا چاہیئے جو دل کی خوشی ہوئی کر لیا وہ کونسی شریعت ہے جو اسکے جذبات پر حکومت کرتی ہے وہ خدا کی حکومت ہے جس نے دل پر اپنا تخت رکھا ہے اور گو ایک دہریہ زبان سے اسکی حکومت سے نکل گئے لیکن وہ اس کی بنائی ہوئی فطرت سے باہر نہیں نکل سکتا اور گناہوں سے اجتناب یا انکے اظہار سے اجتناب اسکے لئے ایک دلیل ہے کہ کسی بادشاہ کی جوابدہی کا خوف ہے جو اسکے دل پر طاری ہے گو وہ اس کی بادشاہت کا انکار ہی کرتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ یعنی جیسا کہ لوگ سمجھے ہیں کہ نہ خدا ہے نہ کوئی جزا سزا ہے ایسا نہیں بلکہ ہم ان دو امور کی شہادت کے لئے دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ایک تو سب بات کو کہ ہر بات کے لئے ایک قیامت کا دن مقرر ہے جس میں کہ اسکا فیصلہ ہوتا ہے اور نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ بد ملجاتا ہے۔ اگر خدا نہیں تو یہ جزا سزا کیونکر مل رہی ہے اور جو لوگ قیامت کبری کے منکر ہیں وہ دیکھ لیں کہ قیامت تو اس دنیا سے شروع ہے زانی کو آتشک و سوزاک ہوتا ہے

شادی شدہ کو تو نہیں ہوتا حالانکہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسری شہادت نفس لوامہ ہے یعنی انسان کا نفس خود ہی گناہ پر ملامت کرتا ہے کہ یہ بات بری ہے۔ اور گندی ہے وجہ یہ بھی زنا اور جھوٹ کو برا جانینگے تکبر اور حسد کو اچھا نہ سمجھینگے مگر کیوں؟ ان کے پاس تو کوئی شریعت نہیں اسی لئے نہ کہ انکا دل برا مناتا ہے اور دل اسی لئے برا مناتا ہے کہ مجھے اس فعل کی ایک حاکم اعلیٰ کی طرف سے سزا ملیگی گو وہ لفظوں میں اسے ادا نہیں کرسکتا اسی کی تائید میں ایک اور جگہ قرآن شریف میں ہے کہ فالهمها فجورها وتقوىها اللہ تعالےٰ نے ہر نفس میں نیکی اور بدی کا الہام کر دیا ہے پس نیکی بدی کا احساس خود خدا کی ایک زبردست دلیل ہے اگر خدا نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک چیز کو نیک اور ایک کو بد سمجھا جاوے جو دل میں آئے لوگ کر لیا کریں ÷

دلیل چہارم چوتھی دلیل جو قرآن شریف سے ذات باری کے متعلق معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی وَاَنَّہٗ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی وَاَنَّہٗ ھُوَ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی یعنی یہ بات ہر ایک نبی کی معرفت ہم نے پہنچا دی ہے کہ ہر ایک چیز کا انتہا اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہی جا کر ہوتا ہے اور خواہ خوشی کے واقعات ہوں یا رنج کے وہ خدا ہی کی طرف سے ہیں اور موت و حیات سب اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اسنے مرد و عورت دونوں کو پیدا کیا ہے ایک چھوٹی سی چیز سے جس وقت وہ ڈالی گئی ÷

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ ہر ایک فعل کا ایک فاعل ہوتا ہے اور ضرور ہے کہ ہر کام کا کوئی کرنے والا بھی ہو پس اس تمام کائنات پر اگر غور کروگے تو ضرور تمہاری رہنمائی اس طرف ہوگی کہ سب اشیاء آخر جا کر ذات باری پر ختم ہوتی ہیں اور وہی انتہاء ہے تمام اشیاء کی اور اسی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اسکی ابتدائی حالت کی طرف متوجہ کر کے فرمایا ہے کہ تمہاری پیدائش تو ایک

نطفہ سے ہے اور تم آوں جوں بڑے ہوتے جاتے ہو کمزور ہی ہوتے جاتے ہو پھر تم کیونکر اپنے خالق ہو سکتے ہو جب خالق کے بغیر کوئی مخلوق ہو نہیں سکتی۔ اور انسان اپنا آپ خالق نہیں ہے کیونکہ اسکی حالت پر جس قدر غور کریں۔ وہ نہایت چھوٹی اور ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اس حالت کو پہنچا ہے اور جب وہ موجودہ حالت میں خالق نہیں تو اس کمزور حالت میں کیونکر خالق ہو سکتا تھا تو ماننا پڑیگا کہ اسکا خالق کوئی اور ہے جس کی طاقتیں غیر محدود اور قدرتیں لا انتہا ہیں۔ غرضیکہ جس قدر انسان کی وجہ بوجہ ترقی پر غور کرتے جائیں۔ اسکے اسباب باریک سے باریک تر ہوتے جاتے ہیں۔ اور آخر ایک جگہ جا کر تمام دنیاوی علوم کہہ دیتے ہیں کہ یہاں اب ہمارا دخل نہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ کیوں ہو گیا۔ اور وہی مقام ہے کہ جہاں اللہ تعالےٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک سائنس دان کو آخر ماننا پڑتا ہے کہ الی ربک المنتھیٰ یعنی ہر ایک چیز کی انتہا آخر ایک ایسی ہستی پر ہوتی ہے جسکو وہ اپنی عقل کے دائرہ میں نہیں لا سکتے اور وہی خدا ہے یہ ایک ایسی موٹی دلیل ہے کہ جسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے ✣

کہتے ہیں کسی نے کسی بدوی سے پوچھا تھا کہ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے۔ اسنے جواب دیا کہ جنگل میں ایک اونٹ کی مینگنی پڑی ہوئی ہو تو میں دیکھکر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کوئی اونٹ گذرا ہے پھر اتنی بڑی مخلوقات کو دیکھکر کیا میں معلوم نہیں کر سکتا کہ اسکا کوئی خالق ہے واقعی یہ جواب ایک چاہ فطرت کے مطابق جواب ہے۔ اور اس مخلوقات کی پیدائش کی طرف اگر انسان تو تدبر کرے تو آخر ایک ہستی کو ماننا پڑتا ہے کہ جس نے یہ سب پیدا کیا ✣

پانچویں دلیل پانچویں دلیل ہستی باری کی جو قرآن شریف نے دی ہے گو اسی رنگ کی ہے لیکن اس سے زیادہ زبردست ہے۔ اور وہاں استدلال بالاولیٰ سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تبارك الذی بیده الملك وهو علی كل

لما بعرۃ تدل علی البعیر و اثر القدم علی المسیر فالسماوات ذات ابراج والارض ذات فجاج اما تدل علی

شَیْءٍ قَدِیْرُۨ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا وَّھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ
یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ یعنی بہت برکت والا
ہے۔ وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اسنے موت اور زندگی
کو پیدا کیا ہے۔ تا کہ دیکھے۔ کہ تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب ہے
بخشنے والا ہے اسنے ساتوں آسمان بھی پیدا کئے ہیں۔ اور ان میں آپس میں موافقت اور
مطابقت رکھی ہے۔ تو کبھی کوئی اختلاف اللہ تعالے کی پیدائش میں نہیں دیکھے گا
پس اپنی آنکھ کو دوبارہ لا کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے دوبارہ اپنی نظر کو دوڑا کر دیکھ تیری
نظر تیری طرف تھک کر اور ماندہ ہو کر لوٹے گی ؛

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام کائنات اتفاقی پیدا ہو گئی۔ اور اتفاقی طور سے مادہ
کے ملنے سے یہ سب کچھ بن گیا۔ اور سائنس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ہو سکتا
ہے کہ دنیا خود بخود جڑ کر آپ ہی چلتی جائے اور اسکی کل پھرانیوالا کوئی نہ ہو لیکن ان کا
جواب اللہ تعالے نے ان آیات میں دیا ہے کہ اتفاقی طور سے جڑنے والی چیزوں میں کبھی
ایک سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا۔ بلکہ بے جوڑی ہوتی ہے مختلف رنگوں سے ملکر تصویر
بنتی ہے لیکن کیا اگر مختلف رنگ ایک کاغذ پر پھینکدیں تو اس سے تصویر بن جائیگی
اینٹوں سے مکان بنتا ہے لیکن کیا اینٹیں ایک دوسرے پر پھینکدینے سے مکان بن
جائیگا۔ بفرض محال اگر مان لیا جائے کہ بعض واقعات اتفاقاً بھی ہوجاتے ہیں لیکن
نظام عالم کو دیکھکر کبھی کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ آپ ہی ہو گیا۔ مانا کہ خود بخود
مادہ پیدا ہو گیا۔ مانا کہ خود بخود ہی مادہ سے زمین پیدا ہو گئی اور یہ بھی مان لیا کہ اتفاقاً ہی

انسان پیدا ہو گیا لیکن انسان کی خلقت پر نظر تو کرو کہ کیا ایسی کامل پیدائش کبھی خود بخود ہو سکتی ہے

عام طور سے دنیا میں ایک صنعت کی خوبی سے اسکے صناع کا پتہ لگتا ہے ایک عمدہ تصویر کو دیکھکر فوراً خیال ہوتا ہے کہ کسی بڑے مصور نے بنائی ہے ایک عمدہ تحریر کو دیکھکر سمجھا جاتا ہے کہ کسی بڑے کاتب نے لکھی ہے۔ اور جس قدر اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اسی قدر اسکے بنانے یا لکھنے والے کی خوبی اور بڑائی ذہن نشین ہوتی جاتی ہے پھر کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایسی منتظم دنیا خود بخود اور یونہی پیدا ہو گئی ؟

فند اس بات پر تو غور کرو کہ جہاں انسان میں ترقی کرنیکے قوے ہیں وہاں اسے اپنے خیالات کو عملی صورت میں لانیکے لئے عقل دی گئی ہے۔ اور اسکا جسم بھی اسکے مطابق بنایا گیا ہے چونکہ اسکو محنت سے رزق کمانا تھا۔ اسلئے اُسے ہاتھ دیا کہ چل پھر کر اپنا رزق پیدا کرے درخت کا رزق اگر زمین میں رکھا ہے تو اُسے جڑیں دیں کہ وہ اس کے ذریعے اپنا پیٹ بھرے۔ اگر شیر کی خوراک گوشت رکھی تو اُسے شکار مارنے کے لئے ناخن دئے اور اگر گھوڑے اور بیل کے لئے گھاس کھانا مقرر کیا تو انکو ایسی گردن دی جو جھک کر گھاس پکڑ سکے۔ اور اگر اونٹ کے لئے درختوں کے پتے اور کانٹے مقرر کئے تو اسکی گردن بھی اونچی بنائی کیا یہ سب کارخانہ اتفاق سے ہوا کیا اتفاق نے اس بات کو معلوم کر لیا تھا کہ اونٹ کو گردن لمبی دوں اور شیر کو پنجے اور درخت کو جڑیں اور انسان کو ہاتھ ہاں کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو کام خود بخود ہو گیا اس میں اس قدر استحکام رکھا گیا ہو پھر اگر انسان کے لئے پھیپھڑا بنایا تو اسکے لئے ہوا بھی پیدا کی اگر پانی پر اسکی زندگی رکھی تو سورج کے ذریعہ اور بادلوں کی معرفت اُسے پانی پہنچایا۔ اور اگر آنکھیں دیں تو انکے کارآمد بنانے کے لئے سورج کی روشنی بھی دی تا کہ وہ اس میں دیکھ بھی سکے کان دئے تو ساتھ اسکے خوبصورت آوازیں بھی پیدا کیں۔ زبان کیساتھ ذائقہ دار

چیزیں بھی عطا فرمائیں، رنگ پیدا کیا تو خوشبو بھی مہیا کر دی ممکن تھا کہ اتفاق انسان
میں معدہ پیدا کر دیتا لیکن اس کے لئے یہ سوا کا سامان کیونکر پیدا ہو گیا۔ اور ممکن تھا کہ
آنکھیں انسان کی پیدا ہو جاتیں لیکن وہ عجیب اتفاق تھا کہ جس نے کروڑوں میلوں
پر جا کر ایک سورج بھی پیدا کر دیا کہ وہ اپنا کام کر سکیں۔ اگر ایک طرف اتفاق نے
کان پیدا کر دیئے تھے تو یہ کونسی طاقت تھی جس نے دوسری طرف آواز بھی پیدا کر دی
برفانی ممالک میں ان لیا کرتے تھے اور ریچھ تو اتفاق نے پیدا کر دیئے لیکن کیا سبب
کہ ان کتوں اور ریچھوں کے بال اتنے لمبے بن گئے کہ وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں اتفاق
ہی نے ہزاروں بیماریاں پیدا کیں۔ . . . . اور
اتفاق ہی نے انکے علاج بنا دئیے اتفاق ہی نے بچھو بھی جس کے چھونے سے خارش
ہونے لگ جاتی ہے پیدا کی اور اس نے اسکے ساتھ پالک کا پودہ اگا دیا کہ اسکا علاج ہو
جائے دیر ہوتی کہ اتفاق بھی عجیب ہے کہ جن چیزوں کے لئے موت تجویز کی انکے ساتھ توالد
کا سلسلہ بھی قائم کر دیا اور جن چیزوں کے ساتھ موت نہیں تھی وہاں یہ سلسلہ ہی نہیں رکھا
انسان اگر پیدا ہوتا۔ اور مرتا نہیں تو کچھ سالوں میں ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اسلئے اس کے
لئے فنا لگا دی لیکن سورج اور چاند اور زمین نہ تھے پیدا ہوتے ہیں نہ ایسے فنا ہوتے
ہیں کیا یہ انتظام کچھ کم تعجب انگیز ہے کہ زمین اور سورج میں چونکہ کشش رکھی ہے اس
نے انکو ایک دوسرے سے اتنی دور رکھا ہے کہ آپس میں ٹکرا نہ جائیں کیا یہ سب باتیں
اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ ان سب چیزوں کا خالق وہ ہے جو نہ صرف علیم
ہے بلکہ غیر محدود علم والا ہے اسکے قواعد ایسے منضبط ہیں کہ ان میں کچھ اختلاف نہیں۔
اور نہ کچھ کمی ہے مجھے تو اپنی انگلیاں بھی اسکی ہستی کا ایک ثبوت معلوم ہوتی ہیں مجھے
جہاں علم دیا تھا اگر شیر کا پنجہ مل جائے تو کیا میں اس سے لکھ سکتا تھا۔ شیر کو علم نہیں دیا
اسے پنجہ دے مجھے علم دیا ... لکھنے کے لئے انگلیاں بھی دیں ❖

سلطنتوں میں ہزاروں وزراء انکی درستی کے لئے رات دن لگے رہتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھتے ہیں کہ ان سے ایسی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کہ جن سے سلطنتوں کو خطرناک نقصان پہنچ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات بالکل تباہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر اس دنیا کا کاروبار صرف اتفاق پر ہے تو تعجب ہے کہ ہزاروں دماغ تو غلطی کرتے ہیں لیکن یہ اتفاق تو غلطی نہیں کرتا۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو اس بڑے وسیع عالم کا مالک اور عزیز ہے اور اگر نہ ہوتا تو یہ انتظام نظر نہ آتا۔ اب جس طرف نظر دوڑا کر دیکھو تمہاری نظر قرآن شریف کے ارشاد کے مطابق خائب و خاسر واپس آئیگی اور ہر ایک چیز میں ایک انتظام معلوم ہوگا نیک جزا اور بدکار سزا پا رہے ہیں ہر ایک چیز اپنا اپنا کام کر رہی ہے اور ایک دم کے لئے سست نہیں ہوتی یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن میں اسے یہیں ختم کرتا ہوں عاقل را اشارہ کافی است

دلیل ششم قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے منکر ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہے ہیں اور یہ بھی ایک ثبوت ہے اسکے بالکل پکا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ فتوحات دیتا ہے اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب رہتے ہیں اگر کوئی خدا نہیں تو یہ نصرت و تائید کہاں سے آتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرعون موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے

کہ قال انا ربکم الاعلیٰ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ

یعنی جب حضرت موسیٰ نے اسے الوہیت الہی کی نسبت کہا تو اس نے تکبر سے جواب دیا کہ خدا کیسا خدا تو میں ہوں پس اللہ تعالےٰ نے اسے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ذلیل کر دیا چنانچہ فرعون کا واقعہ ایک بین دلیل ہے کہ کس طرح خدا کے منکر ذلیل و خوار ہوتے رہتے ہیں علاوہ ازیں دنیا میں کبھی کوئی سلطنت دہریوں نے قائم نہیں کی بلکہ دنیا کے فاتح اور ملکوں کے مصلح اور تاریخ کے بنانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو خدا کے قائل ہیں کیا ہی ذلت و نکبت اور ایک قوم کی صورت میں کبھی دنیا کے سامنے نہ آ سکے یعنی

نہیں رکھتا۔

ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ہے کہ اسکی ذات کے ماننے والے اور اسپر حقیقی ایمان رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے ان پر کوئی مصیبت نہیں آتی خدا تعالیٰ کی ہستی کے منوانے والے ہر ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور جس قدر انکی مخالفت ہوئی ہے آج تک کسی کی نہیں ہوئی لیکن باوجود دنیا اسکے خلاف کیا کر سکی۔ رامچندر کو بن باس دینے والوں نے کیا سکھ پایا۔ اور راون نے کونسی عشرت حاصل کر لی کیا رامچندر کا نام ہزاروں سال کے لئے زندہ نہیں ہوگیا۔ اور کیا راون کا نام ہمیشہ کے لئے بدنام نہیں ہوا۔ اور کرشن کی بات کو رد کر کے کوروں نے کیا فائدہ حاصل کیا کیا وہ کروکشیتر کے میدان میں تباہ نہ ہوئے فرعون کا بادشاہ جو بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھواتا تھا۔ اس نے موسیٰ سے کس اخلاص کی مخالفت کی مگر کیا موسیٰ کا کچھ بگاڑ سکا وہ غرق ہوگیا اور موسیٰ بادشاہ ہوگئے حضرت مسیح کی یہود نے جو کچھ مخالفت کی وہ بھی ظاہر ہے اور انکی ترقی بھی کچھ چھپی ہوئی پوشیدہ نہیں انکے دشمن تو تباہ ہوئے اور انکے غلام ملکوں کے بادشاہ ہوگئے۔ ہمارے آقا بھی دنیا میں سب سے زیادہ اس پاک ذات کے نام کے پھیلانے والے تھے یہاں تک کہ ایک یورپ کا مصنف کہتا ہے کہ انکو خدا کا جنون تھا (نعوذ باللہ) ہر وقت خدا خدا ہی کہتے رہتے تھے۔ انکی ساری قوموں نے مخالفت کی اپنے پرائے سب دشمن ہوگئے مگر کیا آپ کے ہاتھ پر دنیا کے خزانے فتح نہیں ہوئے اگر یہ خدا نہیں تو یہ تائید کس نے کی اگر یہ سب کچھ اتفاق تھا تو کوئی مبعوث تو ویسا ہوتا جو خدا کی خدائی ثابت کرنے آتا اور دنیا اسے ذلیل کر دیتی مگر جو کوئی خدا کے نام کو بلند کرنے آتا وہ معزز و ممتاز ہی ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ و من یتول اللہ و رسولہ و الذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہی لوگ خدا کے ماننے والے

ہی غالب رہتے ہیں ٭

دلیل ہشتم آٹھویں دلیل جو قرآن شریف سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں ملتی ہے یہ ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے جب کوئی انسان گھبرا کر آپ کے حضور میں دعا کرتا ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے اور یہ بات کسی خاص زمانہ کے متعلق نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اسکے نظارے موجود ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو انہیں کہدو کہ میں ہوں اور پھر قریب ہوں پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ کیونکر معلوم ہو کہ دعا خدا سنتا ہے کیوں نہ کہا جائے کہ اتفاقاً بعض دعا کرنے والوں کے کام ہو جاتے ہیں جیسے بعض کے نہیں بھی ہوتے اگر سب دعائیں قبول ہو جائیں تب تو کچھ بات بھی تھی لیکن بعض کے قبول ہونے سے کیونکر معلوم ہو کہ اتفاق نہ تھا بلکہ کسی ہستی نے انہیں قبول کر لیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت اپنے ساتھ نشان رکھتی ہے چنانچہ ہمارے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثبوت باری کی دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ چند بیمار جو خطرناک طور سے بیمار ہوں چن لئے جائیں اور قرعہ سے بانٹ لئے جائیں اور ایک گروہ کا ڈاکٹر علاج کریں اور ایک طرف میں اپنے حصہ والوں کے لئے دعا کروں پھر دیکھو کہ کس کے بیمار اچھے ہوتے ہیں اب اس طریق امتحان میں کیا شک ہو سکتا ہے چنانچہ ایک سگ گزیدہ جسے دیوانگی ہو گئی تھی اور جس کے علاج سے کسولی کے ڈاکٹروں نے قطعاً انکار کر دیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ اسکا کوئی علاج نہیں اسکے لئے آپ نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا حالانکہ دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے دیوانہ ہو کر کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ پس

دعاؤں کی قبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو انہیں قبول کرتی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر زمانہ میں اسکے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں جیسے پہلے زمانہ میں دعائیں قبول ہوتی تھیں ویسی ہی اب بھی ہوتی ہیں ۞

دلیل نہم نویں دلیل قرآن شریف سے وجود باری کی الہام معلوم ہوتی ہے یہ دلیل گو یعنی نو نمبر پر رکھی ہے لیکن درحقیقت نہایت عظیم الشان دلیل ہے جو خدا تعالےٰ کے وجود کو یقینی طور سے ثابت کر دیتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا میں پکی باتیں سنا سنا کر مضبوط کرتا رہتا ہے پس جب کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہمکلام ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر اسکا انکار کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف انبیاء اور رسولوں سے ہی ہمکلام ہوتا ہے بلکہ اولیاء سے بھی بات کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے کسی غریب بندہ پر بھی رحم کرکے اسکی تسلی کے لئے کلام کرتا ہے چنانچہ اس عاجز سے بھی اس نے کلام کیا اور اپنے وجود کو دلائل سے ثابت کیا پھر یہی نہیں بعض دفعہ نہایت گندہ اور بد باطن آدمیوں سے بھی اپنی حجت قائم کرنیکے لئے بول دیتا ہے چنانچہ بعض دفعہ چوہڑوں چماروں کنچنیوں تک کو خوابیں اور الہام ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ وہ کسی زبردست ہستی کی طرف سے ہیں یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان میں غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر ثابت کر دیتی ہیں کہ یہ انسانی دماغ کا کام نہ تھا اور نہ کسی بدہضمی کا نتیجہ تھا۔ اور بعض دفعہ سینکڑوں سال آگے کی خبریں بتائی جاتی ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ موجودہ واقعات خواب میں سامنے آگئے اور وہ اتفاق سے پورے بھی ہو گئے چنانچہ توریت اور قرآن شریف میں سینکڑوں ہی ان خبروں کا جنکو دیکھ کر اب دنیا حیران ہے پہلے سے ذکر موجود تھا اور پھر صریح لفظوں میں تفصیل کے ساتھ بلکہ ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں مثلاً اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنے ایک وقت آتا ہے

کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور حدیث مسلم میں اس کی تفسیر ہے ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اونٹنیوں سے کام نہ لیا جائیگا چنانچہ اس زمانہ میں ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ریل کے متعلق نبی کریم صلعم کے کلام میں ایسے ایسے صاف اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ریل کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ کلام نبوت میں ایک سواری ہے جو جس ماء سے چلے گی اور اسکے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ رکھیگی اور سواری بار برداری کے لحاظ سے حمار کی جا بجا ہوگی اور چلتے وقت ایک آواز کریگی وغیر ذلک

دوم اذا الصحف نشرت یعنی کتابوں اور نوشتوں کا بکثرت شائع ہونا آجکل بباعث چھاپہ کی کلوں کے جس قدر اس زمانہ میں کثرت اشاعت کتابوں کی ہوئی اسکے بیان کی ضرورت نہیں

سوم اذا النفوس زوجت نوع انسان کی باہمی تعلقات کا بڑھنا اور ملاقاتوں کا طریق سہل ہو جانا کہ موجودہ زمانے سے بڑھکر متصور نہیں

چہارم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ متواتر اور غیر معمولی زلزلوں کا آنا یہاں تک کہ زمین کانپنے والی بنجائے سو یہ زمانہ اسکے لئے بھی خصوصیت سے مشہور ہے

پنجم وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے کچھ وقت پہلے ہلاک نہ کر دیں یا کسی حد تک اسپر عذاب وارد نہیں کریں گے چنانچہ اسی زمانہ میں طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور متعدد اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ اس مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی پھر اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ ہر صدی میں اسکے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو مکالمہ الہی سے سرفراز

اور خارق عادت نشانات سے ظاہر کرتے ہوتے رہتے ہیں۔
ہیں کہ ایک قادر و توانا اور برتر عالم الغیب ہستی ہے چنانچہ اس زمانے کے مامور پر نہایت بے کسی و گمنامی کی حالت میں خدا نے وحی نازل کی یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ (دیکھو براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۲۴۲) کہ ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور ایسی کثرت سے آئیں گے کہ وہ راہیں جن پر وہ چلیں گے عمیق ہو جائیں گی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ الہام کریں گے لیکن چاہیئے کہ خدا کے بندوں سے جو تیرے پاس آئیں گے بد خلقی نہ کرے اور چاہیئے کہ تو ان کی کثرت دیکھ کر ان لوگوں سے تھک نہ جائے۔ ایک شخص ایک ایسے گاؤں میں بیٹھا ہوا جس کے نام سے بھی مہذب دنیا میں سے کوئی آگاہ نہیں یہ اعلان کرتا ہے پھر باوجود سخت مخالفتوں اور روکوں کے ایک دنیا دیکھتی ہے کہ امریکہ و افریقہ سے لیکر تمام علاقوں کے لوگ وہاں حاضر رہتے ہیں۔ اور ایسی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب سے مصافحہ و ملاقات کرنا کسی معمولی آدمی کا کام نہیں ہو سکتا پھر ایک مقتدر جماعت اپنے پیارے وطن چھوڑ کر یہاں رہنا اختیار کرتی ہے اور قادیان کا نام تمام دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے اور ایسا نشان ہے جسے معمولی نظر سے ٹال دیا جاوے۔

دوم۔ عیسائیوں میں سے ڈوئی نے امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے پرچہ میں یہ کلمات شائع کئے کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کر۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے جنہوں نے اس کے مقابلہ میں اشتہار دیا کہ اے شخص جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ہم سے جو شخص کذاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو (ٹیلیگراف ۵ جولائی ۱۹۰۳ء) لیکن اس نے

رعونت سے کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دونگا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو انکو کچل کر مار ڈالوں (ڈوئی کا پرچہ دسمبر ۱۹۰۳ء) مگر حضور مہدی نے فرمایا تھا۔ اور اسی اشتہار ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء میں شائع کیا تھا کہ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اسکے صیہون پر جلد تر آفت آنیوالی ہے۔ اے خدا اے کامل خدا یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے ۔

پھر اسکے بعد معجزہ ظاہر ہوا۔ ڈوئی جو شہزادوں کی زندگی بسر کرتا تھا جس کے پاس سات کروڑ نقد تھا اسکی بیوی اور اسکا بیٹا دشمن ہو گئے اور باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولدالزنا ہے۔ آخر اس پر فالج گرا پھر غموں کے مارے پاگل ہو گیا۔ آخر مارچ ۱۹۰۷ء میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ [illegible] حضرت اقدس نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع فرمایا تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کرونگا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ عام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا اور ہو کر خدا کی ہستی پر گواہی دے گا۔ یہ عیسائی دنیا پرانی دنیا اور نئی دنیا دونوں پر حضور کی فتح تھی

سوم۔ اس ملک میں آریوں کا زور تھا۔ انکا لیڈر لیکھرام تھا۔ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ھ میں پیشگوئی شائع کی کہ لیکھرام کی نسبت خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہوگا۔ اور اسکا جرم یہ ہے کہ وہ خدا کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا اور برے لفظوں کے ساتھ توہین کرتا تھا۔ پھر ۲۲ فروری ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں اسکے مرنے کی صورت بھی بتا دی عجل جسد له خوار له نصب وعذاب یعنے لیکھرام گوسالہ سامری ہے جو بیجان ہے اور اس میں محض ایک آواز ہے جس میں شرارت جیسی اسلئے اسکو عذاب دیا جائیگا جو گوسالہ سامری کو دیا گیا تھا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ گوسالہ سامری کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا اور پھر جلایا گیا اور دریا میں ڈالا گیا تھا۔ پھر ۲ اپریل ۱۸۹۳ء کو آپنے ایک کشف دیکھا (دیکھو برکات الدعا حاشیہ) کہ ایک قوی ہیکل مہیب شکل جو گویا انسان نہیں

ملک شداد و غدار سے ہے وہ پوچھتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے پھر کرامات الصادقین کے اس شعر
سے دن بھی بتا دیا ہے ؎ وبشرنی ربی وقال مبشرا ۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب
یعنی عید سے دوسرے دن ہفتہ والے دن اور ۶ مارچ ۱۸۹۷ء شمسی دن ... برس پیشتر یعنی
پانچسال پہلے شائع کر کے قتل کی صورت بھی بتا دی آخر لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل کیا گیا اور
سب نے متفق اللسان کیا کہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہو کر اللہ کی ہستی کے لئے حجت ملزمہ
ٹھہری پس ایسا الہام الہٰی ایک ایسی چیز ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کرنا نہایت بیحیائی و بےشرمی
ہوگی

دلیل دہم | دسویں دلیل جو ہر ایک نزاع کے فیصلہ کے لئے قرآن شریف نے بیان فرمائی وہ
اس آیت سے نکلتی ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہمارے
متعلق کوشش کرتے ہیں ہم انکو اپنی راہ دکھا دیتے ہیں اور اس آیت پر جن لوگوں نے عمل کیا ہے
وہ ہمیشہ نفع میں رہے ہیں وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا منکر ہو اسے تو ضرور خیال کرنا چاہیئے کہ اگر خدا ہے
تو اسکے لئے بہت مشکل ہوگی پس اس خیال سے اگر سچائی کے دریافت کرنیکی اسکے دل میں تڑپ
ہو تو اسے چاہیئے کہ گڑگڑا کر اور بہت تذلل کر کے اس رنگ میں دعا کرے کہ اے خدا اگر تو ہے اور
جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو فی الحقیقت موجود ہے تو مجھ پر رحم کر اور مجھے اپنی طرف
ہدایت کر اور میرے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈالدے تاکہ میں محروم نہ رہ جاؤں اگر اس طرح پر
دل سے کوئی شخص دعا کریگا اور کم سے کم چالیس دن تک اسپر عمل کریگا تو خواہ اسکی پیدائش کسی مذہب
میں ہوئی ہو اور وہ کسی ملک کا باشندہ ہو رب العالمین اسکو ضرور ہدایت کریگا اور وہ جلد دیکھ لے گا
کہ خدا تعالیٰ ایسے رنگ میں اسپر اپنا وجود ثابت کریگا کہ اسکے دل سے شک و شبہ کی نجاست
بالکل دور ہو جائیگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق فیصلہ میں کسی قسم کا دھوکا نہیں ہو سکتا پس سچائی
کے طالبوں کے لئے اسپر عمل کرنا کیا مشکل ہے فی الحال ان دس دلائل پر کفایت کر کے اپنے مضمون کو ختم
کرتا ہوں اور گو قرآن شریف میں اور دلائل بھی ہیں لیکن میں سردست انہیں پر اکتفا کرتا ہوں اگر
کوئی اسپر غور کریگا تو انہیں دلائل میں سے اسکے لئے اور دلائل بھی نکل آئینگی والسلام آخر میں ان
احباب سے کہ جن کے ہاتھ میں یہ مفلٹ پہنچے استدعا کرتا ہوں کہ اسے پڑھنے کے بعد کسی اور ایسے دوست

[illegible]

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مصنّفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی پر ایک محققانہ نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۲۰۹-۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں

جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک توفّی کے معنی روح کو قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے لئے گئے ہیں اور انسان کی موت کی حقیقت بھی صرف اسی قدر ہے کہ روح کو خدا تعالیٰ قبض کر لیتا ہے اور جسم کو الگ کر کے چھوڑ دیتا ہے اور چونکہ نیند کی حالت بھی کسی قدر اس حقیقت میں اشتراک رکھتی ہے اسی وجہ سے مذکورہ بالا دو آیتوں میں نیند کو بھی بطور استعارہ توفّی کی حالت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ نیند میں بھی ایک خاص حد تک روح قبض کی جاتی ہے اور جسم کو بیکار اور معطل کیا جاتا ہے لیکن توفّی کی کامل حالت جس پر کامل طور پر روح قبض کی جائے اور کامل طور پر جسم بیکار کر دیا جائے وہ انسان کی موت ہے اسی وجہ سے توفّی کا لفظ عام طور پر قرآن شریف میں انسان کی موت کے بارے ہی میں مستعمل کیا گیا ہے اور اول سے آخر تک قرآن شریف اسی استعمال سے بھرا پڑا ہے اور نیند کے محل پر توفّی کا لفظ صرف دو جگہ قرآن شریف میں آیا ہے اور وہ بھی قرینہ قائم کرنے کے ساتھ اور ان آیتوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس جگہ بھی توفّی کے لفظ سے نیند مراد نہیں ہے بلکہ موت

ہی مراد ہے۔ اور اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ نیند بھی ایک موت ہی کی قسم ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور جسم معطل کیا جاتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ نیند ایک ناقص موت ہے اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے"

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول کے صفحات ۹۱۶، ۹۲۱ میں لفظ توفی کی نسبت ایک انعامی اشتہار بھی دیا تھا جو شائع شدہ زمانہ طبع ازالہ اوہام سے برابر لاجواب چلا آتا ہے۔ اور اسی طرح قیامت تک رہیگا افادۃً للناظرین وہ اشتہار ذیل میں درج کیا جاتا ہے

لفظ توفی کی نسبت ہزار ۱۰۰۰ روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم بمطابق آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے با ایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنی وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا مگر ایسے معنی کرنا ان کا سراسر افترا ہے قرآن کریم کا عموماً التزام

کیساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اسکو استعمال کرتا ہے یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلعم میں پایا جاتا ہے جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالےٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنے پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں کوئی کتاب لغت کی اسکے مخالف نہیں کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اسکے مغایر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجائش نہیں اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلعم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالےٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنے پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دونگا اور آئندہ اسکے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لونگا"

اب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ان عبارات مندرجہ بالا جیسی کی تحریرات کو زیر غور لیتے اور بخوبی سمجھ لینے کے بعد امور منقحہ طلب حسب ذیل قرار پاتے ہیں

(۱) لفظ توفّی (باب تفعّل) کا فاعل جب اللہ تعالےٰ ہو اور انسان اسکا مفعول ہو جیسا کہ آیت انی متوفیک میں ہے تو لغت کی رو سے لفظ توفّی کے معنے صرف قبض روح کے ہوتے ہیں نہ قبض روح مع جسم۔

(۲) لفظ توفّی کے معانی مختلفہ مندرجہ لغت میں سے کسی خاص معنی کو قرآن کریم

نے اپنی اصطلاح میں معین اور مخصوص کیا ہے تو ایسے مصطلح یا منقول شرعی معنی کیا ہیں؟
(۳) کسی لفظ کے مختلف لغوی معنوں سے مجرد کرکے جب قرآنی اصطلاح اُس
لفظ کو ایک خاص معنی میں معین اور مخصوص کردے تو آیا ایسی صورت میں مومن بالقرآن
کو اس لفظ کے اصطلاحی معنے لینے چاہئیے یا بدستور لغوی معنی؟

پہلی تنقیح کی بابت مولوی ابراہیم صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول صفحہ ۱۱ لغایت ۲۰ میں بحوالہ دیگر حصہ دوم میں جو خلاصہ دلائل تحریر فرمایا ہے اُسے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں مولوی صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول کے صفحات ۱۱-۲۰ میں لفظ توفی کے معنی پر جو بحث کی ہے اس کا مسکت جواب مخدوم قاضی اکمل صاحب نے شہادۃ الفرقان کے صفحات ۲۰-۳۰ میں لکھا ہے اس مباحثہ کو یہاں نقل کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے ناظرین دونوں کتابوں کو خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں مگر جو شبہ مجھے اس موقعہ پر ایک دوسرے نقطۂ خیال کو مدنظر رکھکر بحث کرنا ہے اس لئے گزارش ہے کہ لفظ توفی باب تفعل کا فاعل رب شۂ ہو اور انسان مفعول تو اس لفظ کے معنے لغت کی رو سے قبض روح کے ہی آتے ہیں قبض روح مع الجسم کے ہرگز نہیں آتے یہ بحث کہ لفظ توفی کے معنی قبض روح کے لینا وضعی اور حقیقی معنی کی تعریف میں داخل ہیں یا مجازی ہیں میرے نزدیک کچھ اہمیت نہیں رکھتے جب ہم لغت کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو لفظ توفی کے معنی بحالت مذکورہ قبض روح کے ہی پاتے ہیں کسی دوسرے معنوں کا کہیں نشان نہیں پایا جاتا پس اہل انصاف کو اور یہ بات مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگی کہ واضع لفظ توفی کو بحالت مذکورہ قبض روح کے معنے کے لئے ہی وضع کیا ہے یا بطریق تنزل یہ ماننا پڑیگا کہ اہل لغت کے عرف میں اس لفظ کے معنے بحالت مذکورہ قبض روح کے لئے معین اور مخصوص ہو چکے ہیں پس لفظ توفی کے معنے جو قبض روح کے لئے جاتے ہیں وہ پہلی صورت میں تو صراحتاً وضعی اور حقیقی کے حکم میں داخل ہونگے چنانچہ ذیل کے لغوی حوالجات سے جو تائید اہم یہاں

نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین پر یہ امر بخوبی واضح ہو جائیگا

لفظ توفی کے معنی لغت عرب

(۱) منتہی الارب جلد ۴ صفحہ ۱۳۴۸ توفی مردن و اجل توفی اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ یعنی توفی کے معنے مرنے کے ہیں جیسے توفی اللہ کے معنی ہیں یعنے اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض کر لیا

(۲) اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۴۷۰ توفی المدۃ بلغھا و استکملھا التوفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان بالمجهول قبضت روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفی توفی کے معنی مدت کا پورا ہو جانا اور کامل ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ نے زید کو متوفی کر دیا یعنے اس کی روح کو قبض کر لیا فلاں شخص متوفی کیا گیا یعنی روح اسکی قبض کر لی گئی اور مر گیا جہاں خدا فاعل اور بندہ مفعول ہو تو وہاں بجز قبض روح اور موت کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے

(۳) قاموس جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ توفاہ اللہ قبض روحہ یعنے اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض کر لیا

(۴) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ توفی فلان اذا مات یعنی توفی فلاں کا اس وقت استعمال ہوتا ہے جب آدمی مر جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اُس کے نفس یعنی جان کو قبض کر لیا وفی الصحاح قبض روحہ صحاح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی روح کو قبض کر لیا

(۵) لسان العرب جلد ۲۰ صفحہ ۲۸۰ و توفی فلان و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ

(۶) صراح جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ توفاہ اللہ ای قبض روحہ

(۸) صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۳۰۵ توفاہ و تمعنی توفاہ اللہ ای قبض روحہ
یعنی توفاہ اللہ کے معنے اللہ نے اسکو وفات دی یعنی اسکی روح کو قبض کر لیا

(۹) مفردات امام راغب اصفہانی جو قرآن کریم کے مفردات الفاظ کی لغت ہے اس میں یوں
لکھا ہے قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالیٰ توفتہ
رسلنا و توفنا مع الابرار یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ قال
ابن عباس توفی موت لانہ اماتہ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں
جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارے فرشتے اسکو مارتے ہیں یا قبض روح کرتے ہیں ہمیں نیکوں
کے ساتھ مار اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں۔ اور
ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنے موت کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مار دیا تھا
(مسل مصطفے)

معزز ناظرین لغت عرب کی ان مشہور و مستند کتابوں سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے
کہ لفظ توفی جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکا فاعل ہوتا ہے تو اس لفظ کے
معنے قبض روح کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتے بلکہ اقرب الموارد میں تو اللہ المتوفی
والعبد المتوفی لکھکر عربی سرکو ایک مستقل مسئلہ بنا دیا ہے پس توفی زیر بحث کے معنی
قبض روح کے حقیقی معنی نہیں بلکہ بقول مولوی ابراہیم صاحب مجازی معنی ہیں تو پھر مولوی
صاحب کا فرض ہے کہ وہ لفظ زیر بحث کے کوئی اور معنی جو حقیقی معنی ہوں لغت عرب سے
ثابت کر دکھائیں کیونکہ مجازی معنی کیلئے حقیقی معنی کا وجود ضروری اور لازمی ہے مگر جب لفظ
توفی کے معنی محاورات مذکورہ بالا لغت عرب میں تقریباً صرف یہی ایک قبض روح کے ہی کئے
جاتے ہیں تو آپ حقیقت و مجاز کا علاقہ قائم رکھنے اور مولوی صاحب کی بات بنانے کے لئے
دوسرے معنے کہاں سے تراشے جا سکتے ہیں اور جب دوسرے معنی نہیں تراشے جا سکتے
تو لفظ توفی زیر بحث کے معنی قبض روح کو حقیقی شمار کریں کوئی امر مانع نہیں مولوی صاحب

نے شہادۃ القرآن حصہ اول کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ جس لفظ کے کئی معنے یا کئی استعمالات ہوں اسکو ایک معنی میں معین کرنیکے لئے ضرور ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہیئے کیونکہ متکلم کی مراد ایک وقت میں اس لفظ سے ایک ہی ہے۔ مگر جب لفظ توفی بحالت مذکورہ کے معنی لغت میں صرف موت کے لکھے ہیں تو متکلم کی مراد جس وقت اسکے استعمال سے موت کے معنی ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس معنی کے معین کرنیکے لئے کسی قرینہ کے قائم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ یہ معنی لغت کی رو سے خود معین ہیں۔ اور جس لفظ کے معنی معین کرنیکے لئے قرینہ قائم کرنیکی ضرورت ہو وہ حقیقی اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل سمجھا جاتا ہے اسلئے نتیجہ یہ نکلا کہ لفظ توفی کے معنے موت حقیقی معنی ہیں

علاوہ بریں ہم قرآن کریم سے یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ لفظ توفی موت کے معنے میں بلا نصب قرینہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ امر حسب معیار مسلمہ مولوی صاحب اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ توفی کے معنے موت بالتشبیہ حقیقی معنی ہیں وہ آیتیں جو ہمارے بیان کی تائید کرتی ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ
آل عمران - ۲) اے پروردگار ہمارے بخش گناہ اور اتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ

(۲) ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین (الاعراف رکوع ۱۴)
اے رب ہمارے ڈال دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان

(۳) انت ولیی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین
سورہ یوسف رکوع ۱۱
تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھکو اسلام پر اور ملا مجھکو نیکبختوں میں

موقعہ کو نوٹ کیا تھا ۔

(۲) جب قرآن و سنت سے اس خفگی کی بنا کا خفیف اور بے حقیقت ہونا ثابت ہو گیا، اور پھر کتب معتبرہ شیعہ سے بھی بجائے خفگی سیدہؓ کے رضامندی سیدہؓ پائی گئی تو پھر بھی خفگی سیدہؓ کا اعتراض کرتے جانا معترضین کی کمال ضد پروری اور ہٹ دھرمی ہے ۔

(۳) بالفرض اگر بقول معترضین حضرت سیدہؓ کی خفگی سے ابوبکر صدیقؓ پر کفر لازم آجاتا ہے تو میں کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں کہ آپ حضرت علیؓ پر بھی کئی دفعہ خفا ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کہ سیدہؓ نے حضرت علیؓ کو اپنی منزل میں حبشہ سے آئی ہوئی ایک لونڈی کی گود میں سر رکھے ہوئے دیکھ لیا تھا اور دوسری دفعہ بعد وفات رسول صلعم جب حضرت علیؓ نے انکی مدد نہ فرمائی اور گھر میں چھپکر بیٹھ رہے مردود یات کے لئے دیکھو بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳ و ۴۴

دوسرے سوال کا جواب

معترض نے اس قلم دوات نہ دینے والے اعتراض کو بھی کمال ابوبکرؓ و عمرؓ کے ذمے ڈال دیا ہے اور اس کا ماخذ بتایا ہے کہ تبرکی حضرت اگر اسکی مراد بخاری کی اس روایت سے ہے جس کے راوی فقط ابن عباس ہیں تو اسکو معلوم ہو جانا چاہئے کہ بخاری کی اس روایت میں قلم دوات نہ دینے والوں میں ابوبکرؓ کا نام مروی ہے نہ عمرؓ کا بلکہ بعض کا لفظ ہے فقال بعضهم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت واختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده و منهم من یقول غیر ذلک (بخاری کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲ صفحہ ۶۳۸) پھر اس روایت میں اس مقصد کا پتہ بھی نہیں ہے جسکو معترضین مدنظر رکھتے ہیں یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم قلم دوات منگوا کر کیا لکھوانا چاہتے تھے اگر اس سے خواہ

جواب اعتراضات شیعہ

ہمارے دوست منشی غلام حسین صاحب نے ایک شیعہ کے چند معترضانہ سوالات کا جواب موقع دیکھ کے مختصر جواب دیا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء

پہلے سوال کا جواب

معترض نے حضرت فاطمہؓ کے ابوبکرؓ پر خفا ہونے اور تا حین حیات کلام ترک کرنے کا اعتراض تو کر دیا ہے مگر نہ تو کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ خود ہی اس خفگی کی وجہ ظاہر کی ہے اور نہ ہی اس خفگی کے نتیجہ کا جو اس نے اپنے زعم میں قرار دیا اظہار کیا ہے بلکہ ویسے ابہام میں اعتراض کیا ہے گو اہل سنت کے ہاں بھی یہ امر حد تواتر کو پہنچا ہے اور سوائے تسلیم کے کسی سنی کو اس سے چارہ نہیں لیکن اس کا ایسا زعم بہت حد تک درست نہیں باوجوہ ذیل

(۱) اگر یہ ناراضگی بوجہ فدک کی بنا پر ہے تو معترض اور اس کے ہم مشربوں کو معلوم ہو آنحضرت صلعم کو فدک بطور فے کے ہاتھ آیا تھا اور اس کی تقسیم آیات سورہ حشر میں خود خدا نے فرما دی ہے باقی رہا اس کا عملدرآمد سو یہ کہ آنحضرت صلعم کس طرح اس کی آمدنی کو خرچ کرتے تھے اس کے لئے اسی بارہ میں جو فیصلہ ناطق حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے تنازعہ کے وقت صادر فرمایا ہے تسلی کے لئے وہی کافی ہے دیکھو بخاری کتاب تفسیر سورہ حشر باب ما افاء اللہ علی رسولہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ مصر

. . . .

. . . و بخاری کتاب المغازی [illegible] جلد ۲ مطبوعہ مصر اور بخاری کتاب [illegible] باب فرض الخمس صفحہ [illegible] و مدارج النبوۃ جلد ۲ فصل تقسیم میراث مطبوعہ نولکشور [illegible]

علاوہ ازیں ابوبکرؓ کے فیصلہ فدک پر خود کتب معتبرہ شیعہ میں حضرت سیدہ کی رضامندی بھی صاف الفاظ میں منقول ہے چنانچہ لکھا ہے "فرضیت بذالک" دیکھو شرح ابن میثم بحرانی جلد ۵ مطبوعہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری میں اصل کتاب سے بچشم خود خاکسار نے اس

سر کو نوٹ کیا تھا ۔

(۱) جب قرآن و سنت سے اس خفگی کی بنا کا خفیف اور بے حقیقت ہونا ثابت ہو گیا اور پھر کتب معتبرۂ شیعہ سے بھی بجائے خفگی سیدہؓ کے رضامندی سیدہ پائی گئی تو پھر بھی خفگی سیدہؓ کا اعتراض کئے جانا معترضین کی کمال ضد پروری اور ہٹ دھرمی ہے ۔

(۲) بالفرض اگر بقول معترضین حضرت سیدہؓ کی خفگی سے ابوبکر صدیق پر کفر لازم آتا ہے تو میں کتب معتبرۂ شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں کہ آپ حضرت علیؓ پر بھی کئی دفعہ خفا ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کہ سیدہؓ نے حضرت علیؓ کو اپنی منزل میں حبشہ سے آئی ہوئی ایک لونڈی کی گود میں سر رکھے ہوئے دیکھ لیا تھا اور دوسری دفعہ بعد وفات رسول صلعم جب حضرت علیؓ نے انکی مدد نہ فرمائی اور گھر میں چپکے بیٹھ رہے ہر دو روایات کے لئے دیکھو بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳ و ۴۴ ۔

دوسرے سوال کا جواب

معترض نے اس قلم و دوات نہ دینے والے اعتراض کو بھی گول مول پیش کر کے ڈال دیا ہے نہ اس کا ماخذ بتایا نہ اسکی تشریح کی اور حضرت اگر اسکی مراد بخاری کی اس روایت سے ہے جس کے راوی فقط ابن عباسؓ ہیں تو اسکو معلوم ہونا چاہئے کہ بخاری کی اس روایت میں قلم دوات نہ دینے والوں میں نہ ابوبکر کا نام مروی ہے نہ عمرؓ کا بلکہ بعض کا لفظ ہے "فقال بعضهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت واختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده ومنهم من يقول غير ذلك" بخاری کتاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر و باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم جلد ۳ صفحہ ۷۰ پھر اس روایت میں اس مقصد کا پتہ بھی نہیں ہے جسکو معترضین مدنظر رکھتے ہیں یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم قلم دوات منگوا کر کیا لکھوانا چاہتے تھے اگر اس سے خواہ

خواہ خلافت بلا فصل جناب علیؑ کے مقصد پر نہ دیا جائے تو ایسی روایات بھی کتب اہل سنت میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت دراصل جناب صدیقؓ کے بارے میں لکھی گئی تھی دیکھو مدارج جلد فصل وقائع کہ در ایام مرض واقع شد مطبوعہ نولکشور صفحہ ۵۰۴ تو اہل سنت و جماعت را ایں دلیل است بر تخصیص بخلافت ابی بکر از قول شاہ عبدالحق دہلوی محدث مصنف مدارج النبوۃ صفحہ ۵۰۴ لہٰذا اس بات کی تائید میں وجوہ ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ نے جناب علیؓ سے فرمایا تھا کہ آنحضرتؐ بیمار ہیں اور آثار وفات آشکار بہتر ہوگا کہ آپ سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا اس بارے میں سکوت ہی بہتر ہے فقال علی انا واللہ لئن سألنا ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ۲ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ ۔ قریب قریب اسی روایت کا مفہوم ایک اور روایت سے بھی ہوتا ہے جو علامہ مجلسی نے بروایت شیخ مفید نقل کی ہے دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۵۰

(۲) حضرت نے خلافت کے بارے میں مہاجرین و انصار کے روبرو وصیت فرمائی لیکن کسی کو نامزد نہیں فرمایا چنانچہ فرمایا ہیں کسے کہ والی امرے شود در میان مسلمانان وصیت می کنم کہ انصار نیکوکار انصار را بنوازند و از بدکردار ایشان عفو نمایند و ایں آخر مجلسے بود کہ حضرت در منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد حیات القلوب جلد [illegible]

(۳) خدا نے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا تھا کہ آپ کے بعد پہلے ابوبکر خلیفہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان دیکھو تفسیر قمی و تفسیر صافی و تفسیر عباس و مجمع البیان زیر آیۃ فلما نبأھا بہ قالت من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر و تفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم مطبوعہ ایران صفحہ ۴۷۶

تیسرے سوال کا جواب اعتراض نمبر ۳ دراصل اعتراض نمبر دوم کا ہی جزو ہے اس میں معترض نے حضرت عمرؓ کو متہم قرار دیا ہے کہ بوقت وفات آنحضرت صلعم آپ کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ اول تو جب جواب نمبر ۲ میں اصل روایت کی ہی تضعیف کی گئی ہے اور یہ اعتراض بھی اسی کی فرع ہے تو اسکی بھی خود بخود تضعیف ہو گئی دوم اصل روایت بخاری میں ہذیان کہنے والا کوئی نام بھی مروی نہیں ہے معترض نے ناحق حضرت عمرؓ سے اسکو منسوب کر دیا۔ کیونکہ اصل عبارت روایت مذکورہ اس محل پر یہ ہے فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ (بخاری جزو باب مرض النبی صفحہ ۔۔) کیا معترض کس طرح بھی ثابت کر سکتا ہے کہ فقالوا کا اطلاق کے معنے میں کہا ہونے (؟) سوم بعض متکلمین لکھتے ہیں کہ ہجر کے معنے یہاں ہذیان کے نہیں ہیں بلکہ جدائی کے معنے میں ہے چہارم۔ اگر آنحضرت صلعم بشر تھے اور آیت انما انا بشر مثلکم میں صاف طور پر آپ کی بشریت کا اعتراف ثابت ہے اور دوسرے انسانوں کی طرح روایات بخاری و رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق خیبر کی یہودیہ عورت کی دعوت میں زہر آلودہ گوشت کھا لینا آپ کی وفات کا باعث ہوا۔ اور زہر کی وجہ سے آپ کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ اگر مرض کے دورے تمام عوارض آپ پر بھی طاری ہوئے تو کیا عجب ہے کہ حالت غشی میں آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد بھی سہواً نکل گیا ہو اور اگر شیعہ کہیں کہ آنحضرت صلعم تو سید المعصومین تھے آپ کی نسبت سہو کا اطلاق کس دلیل سے تسلیم کیا جائے تو انکی تسلی کے لئے ایک معصوم کی حدیث ہی عرض کر دیتا ہوں۔ دیکھو عیون اخبار الرضا تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ امام موصوف علیہ السلام سے کہا گیا کہ سواد کوفہ میں ایک قوم ہے اور شیعہ ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے کہ آنحضرت صلعم کو کبھی سہو نہیں ہوا تو امام نے جواب دیا لعنھم اللہ ان الذی لا یسھو ھو اللہ لا الہ الا ھو (تفسیر صافی مطبوعہ بمبئی زیر آیت ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین

جیسا کہ بعض جھوٹ کہتے ہیں وہ لوگ اس بارہ میں تحقیق وہ ذات جس کو کبھی سہو نہیں ہوگا۔ وہ اللہ کی ہی ذات ہے اس سہو کی تائید ایک اور روایت مندرجہ صافی سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے بڑے حریص تھے لیکن خداوند کریم آپ کے اس ارادہ کے مخالف تھا پس خدا نے فرمایا اے محمد تجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے تفسیر صافی زیر آیت لیس لک من الامر شیئاً سورۃ آل عمران

مخالفت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خدا نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ آپ کے بعد خلافت ابو بکرؓ کو ملے گی پھر جب بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم دین کامل ہو چکا تھا اور قرآن کی تمام تنزیل ہو چکا تھا تو پھر آپ کو کس ہدایت نامہ کی ضرورت باقی رہ گئی تھی جس کی کتابت کے بغیر امت کی گمراہی کا اندیشہ آپ کو دامنگیر ہوا تھا اور جس طرح حضرت علیؓ کی طرفداری میں یہاں تک لفظ ہذیان کا شبہ ہے ممکن ہے ابو بکرؓ کے حق میں ہی وصیت لکھنے لکھانے کا آپ نے ارادہ کیا ہو اور اس پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہو کیا معنی اور پھر اس روایت کے آخر میں جیسا کہ ظاہر ہے راوی کو تیسری وصیت یاد نہیں رہی وسکت عن الثالثۃ او قال فنسیتھا (بخاری) اصل لفظ کو راوی بھول گیا ہو اور اس نے روایت بالمعنی کے طور پر لفظ ہجر بمعنی ہذیان اپنی طرف سے ظاہر کیا ہو اور یہ بھی اصل روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہذیان کی نسبت کا جو لوگوں نے کہا تھا استفہموہ یعنی نزدیک ہو کر غور سے اس کلام کو سمجھو تو سہی کہ آنحضرت صلعم کیا فرما رہے ہیں اس جملہ سے ہذیان کی نسبت کہنے والوں کی حسن نیت کا پتہ بھی لگ سکتا ہے اگر روایت میں یہ جملہ استفہموہ نہ ہوتا تو پھر البتہ ان کی بدنیتی کا گمان ہو سکتا تھا۔ اسکی تائید شاہ عبدالحق محدث دہلوی مرحوم نے بھی کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ مبادا بعضے مردم را منافقان وغیر ہم را طعن پیدا شود و گویند در خیال گشتہ کہ ہذیان میگوید چنانچہ بیماراں در وقت غلبہ بیماری میگویند۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ در ذکر قلم و دوات ایام مرض

چوتھے سوال کا جواب جنازہ آنحضرت پر اصحاب ثلاثہ کا نہ آنا یہ اعتراض بھی خدا جانے

معترض نے کس کتاب سے نکالا ہے اور کہاں سے سنا ہے اگر سلو کم از کم شیعوں کی کتابوں پر بھی عبور ہوتا تو وہ ایسا بے اصل اعتراض نہ کرتا ذیل میں چند روایات عرض کرتا ہوں جس سے کیفیت جنازہ آنحضرت صلعم بخوبی واضح ہو سکتی ہے ۔

اوّل شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل حجرہ حضرت عائشہ می شدند و بے امامے بر آنحضرت نماز میکردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام کہ اقربا و خواص و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ ہمہ بر آنحضرت چنیں نماز کردند حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۰۰

دوم و فی الکافی عن الصادقؑ لما قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملٰئکۃ والمہاجرون والانصار فوجاً فوجاً تفسیر صافی صفحہ مطبوعہ بمبئی بروایت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ہر دو روایات مذکورہ ظاہر کرتی ہیں کہ دس دس آدمیوں نے باری باری بے امام کے دوشنبہ سے لیکر سہ شنبہ کی شام تک آنحضرت کا جنازہ پڑھا اور اس طریق پر تمام مہاجرینؓ و انصارؓ نے اور مرد اہل مدینہ بلکہ ازواج وغیرہ کے لوگوں نے بھی پڑھا اور کوئی شخص باقی نہ رہا اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھا اگر کوئی کہے کہ خاص ابوبکر و عمر وغیرہ کا نام ہماری کتابوں سے دکھاؤ تو سنو ہم ابھی حاضر ہیں دیکھو حیات القلوب میں اس روایت کے آخر میں لکھا ہے و بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ اند کہ عباسؓ بخدمت امیر المومنینؑ آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسولؐ را در بقیع دفن کنند و ابوبکر پیش بایستد و بر آنحضرت نماز کند الخ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۰۴

روایات مذکورہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اصحاب ثلثہ نے نماز جنازہ پڑھی تھی اور ضرور پڑھی تھی باقی رہا یہ کہ دنیا کی گیری کے لئے جنازہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یہ بھی آنحضرت صلعم کے جان نثار و برگزیدہ اصحاب ثلثہ پر محض بہتان ہے اور تعصب پر دال ہے اور کسی طرح بھی درست خیال

کا نتیجہ ہے جس کے رو سے ناحق شناس عیسائی اور دیگر لوگ حضرت رسول کریم کی نسبت ایسا بیان
کرتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ مذہب کے پردہ میں دراصل اپنی حکومت و ریاست کے طالب تھے
سائل کو سوچنا چاہیے تھا کہ اوّل تو آنحضرت کا کوئی لڑکا اور خرد سالی ہی میں ہوا تھا جس کے بالغ
میں اصحاب نعوذ باللہ رسول صلعم کو بے کفن و دفن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اگر اس سے مدعا خلافت
حاصل کرنا تھا تو وارد ہے کہ حضرت علی بھی اس ہوس سے خالی نہ تھے چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کے
گھر میں ہی عباس ابن عبد المطلب و فرزندان عباس و زبیر بن العوام و ابو سفیان بن حرث
بن عبد المطلب اور تمام بنی ہاشم اور خالد بن العاص بن امیہ بن عبد شمس وغیرہ جمع ہو کر
آپ کی خلافت کے منصوبے کر رہے تھے دیکھو ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب ۲ صفحہ ۴۰

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے وقد کان من خبرنا حین
توفی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا
باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وخالف عنا علیؓ والزبیر ومن
معھما واجتمع المھاجرون الی ابی بکرؓ بخاری جلد ۴ کتاب الحدود
باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت صفحہ ۱۱ (ترجمہ) ہماری سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے
پیغمبر کو اٹھا لیا تو سب انصار نے ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور علی
و زبیر و انکے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابو بکرؓ کے پاس جمع ہوئے

اس روایت سے جو خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے صاف طور پر ثابت ہو سکتا ہے
کہ ملک گیری یا خلافت کا شوق سب سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کو پیدا ہوا اور اصحاب
ثلاثہ انصار کی شورش کو مٹانے کے لئے سقیفہ میں بعد کو گئے اور انکے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا
کہ اسی وقت بنی ہاشم حضرت علی کو خلیفہ بنانے کے لئے منصوبہ کر رہے تھے

جناب شیخین کا سقیفہ میں جانا اس عالمگیر فتنہ کو مٹانے کی غرض سے تھا اور وہ غرض
بھی بفضلہ تعالیٰ پوری ہو کر رہی جس فتنہ کو کہ اہل بیت نے

فرمایا ہے "عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ عز وجل ظہر الفساد فی البر والبحر
بما کسبت ایدی الناس قال ذاک واللہ حین قالت الانصار منا امیر
ومنکم امیر" فروع کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۔ تعجب تو یہ ہے کہ ائمہ
اہلبیت اس فتنہ کو انصار سے منسوب کریں اور انکے شیعہ ان بزرگان دین کو جو اس فساد کو دور
کرنیکا باعث ہوئے اسکو انکی ملک گیری اور حب ریاست پر محمول کریں ع ببیں تفاوت رہ
از کجاست تا بکجا

پانچویں سوال کا جواب | ابوبکر صدیق نرے اجماع سے خلیفہ نہیں بنائے گئے بلکہ وہ تحت منشاء
الٰہی خلیفہ بنے جس کی تکمیل بظاہر اسباب اجماع صحابہ سے بھی ہوگئی دیکھو آیت استخلاف
میں خدا تعالیٰ نے پہلے ہی حتمی وعدہ فرمایا تھا "لیستخلفنھم فی الارض" اور خود
رسول صلعم نے بھی امر خلافت کو صحابہ کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا چنانچہ آپ نے قبل از وفات
جو صلاح صحابہ کے عام مجمع میں فرمائی ہیں ان میں مجمل طور پر فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے بعد والی ہو
بنے اسکے یہ یہ فرائض ہونے چاہئیں دیکھو حیات القلوب جلد ۔ "پس کسے کہ والی امرے شود
درمیان مسلماناں باید کہ شکوہ کند انصار را بنوازد و از بدکردار ایشاں عفو نماید" پھر جیسا کہ سائل اور
اسکے ہم مشربوں کا خیال ہے مہاجرین و انصار کا اجماع معمولی اجماع نہیں ہے بلکہ وہ
قطعی اور قابل تسلیم ہے جیسا کہ خود جناب مرتضوی سے منقول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ
کو ایک خط میں لکھا "انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی
رجل وسموہ اماما کان ذلک رضی" دیکھو نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۔ مطبوعہ بیروت
یعنی شوریٰ اور اجماع کا حق مہاجرین و انصار کے لئے مخصوص ہے پس اگر انہوں نے کسی
شخص کی خلافت پر اجماع کر لیا اور اسکو امام کے نام سے موسوم کیا تو یہی پسندیدہ ہے تعجب ہے
کہ حضرت علی تو اجماع صحابہ کو حجت قرار دیکر پسندیدہ فرماویں اور انکے شیعہ اسکو غیر مستند اور
مردود قرار دیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کہ یہ ہر سہ مطلب۔ تو ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا جیسا کہ رسائل کتب سے بموجب حدیث سفیان بجامع
سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ منشائے الہی سے یا دوسرے لفظوں میں اجماع الٰہیہ سے ہوا۔ اور انکا خلیفہ
ہونا اجماع امت کا محتاج نہیں تھا بلکہ اجماع امت اس کا محتاج تھا۔ اور رسول
صلعم بھی پہلے ہی اپنے ازواج مطہرات کو یہ خبر دے چکے تھے کہ خدا نے مجھکو مطلع کیا
ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہونگے۔ انکے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ دیکھو تفسیر قمی و تفسیر
صافی و تفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم یہی وجہ ہے کہ مخالفین خلافت اصحاب ثلاثہؓ کی
کسی وقت بھی کچھ پیش نہیں گئی اور ہمیشہ منافقوں کو ناکامی ہوئی۔ باقی رہا عمرؓ و عثمانؓ کی
نوعیت خلافت یعنے خلاف اجماع کا سوال سو چونکہ تینوں کے زمانے تک مہاجرین و انصار
کا وجود ثابت ہے اور انکی خلافتوں کیساتھ اتفاق جن میں جناب علیؓ بھی داخل ہیں
اور مخالفت کسی گروہ کی بوقت انعقاد خلافت ثابت نہیں تو ان خلافتوں پر بھی حکم اہل
الاتفاق بصورت اجماع حاوی ہے اور جب وہ صورت۔ تحت منشائے خدا و رسول ہے کہ تم
تو تو بھی اسکا انعقاد بذریعہ اجماع مانا جائے خواہ بطور نص ہر صورت وہ مستحسن ہے۔ نہ
قابل فسخ۔ اس بیان کی تصدیق مجموعی طور پر ایک اور روایت سے بھی ہو سکتی ہے
جو اصول کافی میں میری نظر سے گزری لکھا ہے کہ جب جناب علیؓ فوت ہوئے تو اہل بیت
میں سے ایک شخص نے جو وہاں موجود ہوئے۔ انہوں نے فرمایا "الیوم انقطعت خلافۃ
النبوۃ" یعنے آج نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۰۰

اس سے ثابت ہوا کہ جو سلسلہ خلافت ابوبکر صدیقؓ سے چلکر حضرت علیؓ تک جاری
رہا وہ اصل خلافت نبوت کا مصداق تھا۔ اگر شیعہ اصحاب ناراض نہ ہوں تو میں حضرت
علیؓ کو چھوڑ کر باقی اماموں کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انکی خلافت و امامت
کس قسم کی تھی۔ روایت مذکورہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بعد جناب علیؓ کے نبوت کی خلافت
ہی منقطع ہو چکی تھی پھر انکے امام مفترض الطاعۃ اور امام منصوص ہونیکے دعوے کے

نے کونسی دلیل ہے جب نص نہیں تو اجماع ماننا پڑیگا پھر ہم بھی کہہ سکتے ہیں یاد کر
کہ عراق کے امام بحدیث اجماع شیعیان خلیفہ ہوئے مگر افسوس ہے کہ شیعوں کو ان کے
لئے اجماع بھی ثابت کرنا مشکل ہے ۔

چھٹے سوال کا جواب

بیشک حضرت علیؓ نے حضرت سیدہؓ کو رات کے وقت دفن کیا باقی یا حضرت
سیدہ کا منع کرنا اول تو اس ممانعت کی کیفیت معلوم نہیں اگر کہا جائے
کہ فدک کی وجہ سے تو اسکا جواب نمبر اول میں ہو چکا ہے کہ حضرت سیدہ آخر ابو بکرؓ سے راضی
ہو گئی تھیں اور اسکی عملی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدہؓ کی تیمارداری اور تجہیز و تکفین کرنے والی
وہ حضرت سیدہؓ کے لئے سب سے پہلے نعش یعنی تابوت تجویز کرنیوالی ... اسماء بنت عمیس
رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکرؓ کی بیوی تھیں (تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۲) ممکن ہے
حضرت سیدہ نے کمال ستر کے لحاظ سے وصیت فرمائی ہو کہ رات کو دفن کی جاؤں اور ابو بکرؓ
اور دوسرے تمام مہاجرین و انصار کے ہجوم کو ناپسند فرمایا ہو اور خاص یہ خیال فرما کر
صرف اسماء بنت عمیس کی موجودگی کافی خیال فرما کر رات کے وقت ابو بکرؓ کو جنازہ
کے لئے حاضر ہونے کی تکلیف دینا گوارا نہ فرمایا ہو ورنہ دور ہے کہ کتب اہل سنت
میں ایسی روایات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بوقت وفات حضرت سیدہؓ نے ابو بکرؓ
کا عذر فدک کے بارہ میں منظور فرمایا تھا اور کہ ابو بکرؓ نے خود حضرت سیدہ کا جنازہ پڑھایا بحکم
مدارج النبوۃ بحوالہ روضۃ الاحباب تو روایات در خبر وارد شدہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
وامام او بر جنازہ و نماز گزاردن شد و عثمان بن عفان و عبد الرحمن بن عوف و زبیر بن
العوام نیز آمدہ (صفحہ ۱۰ جلد ۲) پس آمد ابو بکرؓ و عمرؓ و نماز بر فاطمہؓ و ابو بکرؓ چہار تکبیر
و دفن کردہ شد در شب (مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)

ساتویں سوال کا جواب

آیت وقرن فی بیوتکن کے مطابق بیشک عورتوں کو حکم تھا کہ
اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اوقات ضرورت

شیعہ میں بھی گھروں میں سے باہر نکلیں لکھا ہے کہ بوقت جنگ احد آنحضرت صلعم کی شہادت
کی خبر سنکر حضرت سیدہ بھی میدان جنگ میں تشریف لے گئی تھیں۔ مدارج النبوۃ میں لکھا
ہے وفاطمہ الزہرہ با جمعی از زنان چون آوازہ قتل محمد شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون
دوید (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹) اور آنحضرت کے زخموں کی مرہم پٹی فرماتی تھیں (تاریخ
خمیس احد جلد ۲ صفحہ [illegible]) بعض دفعہ طلب سلطنت کا خیال بھی انسان کو گھر سے نکلنے پر
مجبور کرتا ہے جیسا کہ حضرت سیدہ فدک کے مطالبہ کے لئے گھر سے نکلیں اور سب
صحابہ کے روبرو جا کر بیچارے عمرؓ کو گریبان پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا (کافی) برخلاف انکے
عائشہ کا بارادہ جنگ جمل گھر سے نکلنا ثابت نہیں وہ تو شہادت عثمانؓ سے پہلے ہی حج
کرنیکو گئی ہوئی تھیں۔ اور انکی واپسی پر یہ واقعہ چند مفسدوں کی پردازوں کی بدولت ہی سے پیش
آگیا تھا۔

قرآن مجید میں ایک آیت ہے جس میں خدا نے فرمایا ہے وان طائفتان من
المؤمنین اقتتلوا الخ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح
کرادو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بیشک خدا انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان
تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور خدا کے غضب
سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے الی آخرہ

صحابہ کرام جو حضرت رحمۃ للعالمین کے فیض صحبت سے آپس میں بھائی بھائی بنے
ہوئے تھے اور جن کی شمشیرہائے خون آشام کفار و مشرکین پر ہمیشہ اٹھا کرتی تھیں اس
آیت کی تاویل سے انکے ادراک عاجز تھے وہ خیال کرتے ہونگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے
کہ ایک مومن گروہ کی دوسرے مومن گروہ سے یہاں تک مخالفت بڑھ جائے کہ باہم
آمادہ پیکار ہو جائیں اور ایک دوسرے سے مقاتلہ کی نوبت آئے چنانچہ حضرت صادقؑ
سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اس آیت کی تاویل یوم بصرہ (جنگ جمل) کے دن

بھی ظاہر ہوئی اور اصحاب جمل بھی اس کے مصداق تھے جنھوں نے حضرت علیؓ پر بغاوت کی تھی پس آپ پر ان کا قتال واجب تھا جب تک کہ وہ رجوع الی امر اللہ کرتے۔ اس روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ آخر آپ نے انہیں احسان ہی کا ہاتھ رکھا اور معاف کر دیا انما ھو من علیھم و عفا (ناسخ التواریخ فروع کافی صفحہ ۹۹) یہ ہے جنگ جمل کی کیفیت جمل اور انجام جمل جس کو معترض نے مجمل طور پر پیش کیا مگر انما ھو من علیھم و عفا کے ایک جملہ ہی میں سب کا صفایا ہو گیا۔ اس مقام پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا ایک مقولہ بھی دیکھنے کے قابل ہے جو آپ نے ایک معترض کے جواب میں فرمایا جس نے یہی آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا سنا کر آپ کو عبداللہ ابن زبیر کے فتنے کے ایام میں خروج کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اور اسی ضمن میں حضرت عثمانؓ پر بھی اعتراض کیا تھا آپ نے فرمایا اما عثمان فکان اللہ عفا عنہ و اما انتم فکرھتم ان تعفوا عنہ یعنی خدا نے تو عثمانؓ کا قصور (غالباً ایام احد کے متعلق) معاف فرما دیا تھا لیکن تم کو ان کے عفو پر غم آیا اور عفو کرنا تم کو گوارا نہ ہوا (بخاری جلد ۲ کتاب التفسیر سورہ بقرہ باب قولہ تعالیٰ و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ) اب میں بھی عرض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؓ نے تو احسان کر کے معاف بھی فرما دیا لیکن شیعیان علی کو معاف کرنا کیوں دو بھر و گوارا ہو رہا ہے۔

آٹھویں سوال کا جواب

جہاں پر رسول صلعم کے پہلو میں ابوبکرؓ و عمرؓ دفن ہیں بیشک وہ زمین پہلے رسول صلعم کی ملکیت نہیں تھی لیکن بعد کو آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی اور وہی ان کا حجرہ تھا وہیں ان کی نوبت پر آنحضرت تشریف لے جاتے تھے۔ اور آخر میں وہیں وفات بھی پائی۔ اور وہیں مدفون بھی ہوئے اسی طرح دوسرے حجرے ازواج مطہرات کو بھی آنحضرت صلعم نے دئے ہوئے تھے جبھی تو خدا نے بھی فرمایا "و قرن فی بیوتکن" ذکر فی بیوت الرسول حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در بیت من قبض یافت و در روز نوبت من وفات یافت و روح مطہر

آنحضرت را قبض کرد و در حالیکہ میان سینہ و شش من بود و در حجرۂ من مدفون گشت مدارج النبوۃ
باب دوم ذکر ازواج مطہرات صفحہ ۷۰۰ ۔ وکان فی بیت عائشۃ حتی مات عندھا
قالت عائشۃ فمات فی الیوم الذی کان یدور علی فی بیتی فقبضہ اللہ
وان رأسہ لبین نحری وسحری بخاری جلد ۲ کتاب النبی الی کسری وقیصر
مرض النبی صفحہ ۔ فلما کان یومی قبضہ اللہ بین سحری ونحری ودفن
فی بیتی بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وابی بکر وعمر صفحہ ۱۸۶ ان سب عبارات منقولہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں)
آنحضرت میرے گھر میں بیمار ہوئے اور دفن بھی وہیں ہوئے

اس سے صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ حجرہ بوقت وفات حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور کر مشہور تھا حضرت عائشہ کا تھا نہ کہ رسول صلعم کا اسی واسطے شیخین نے حضرت عائشہ سے ہی اجازت حاصل کرنی تھی نہ کہ رسول صلعم سے استیجازہ کا ذکر بھی بخاری میں ہے دیکھو جلد اول صفحہ ۱۸۶ ۔ اگر یہ حجرہ خاص عائشہ کی ملکیت نہ ہوتا تو قطع نظر شیخین کے حسب روایت شیعہ امام حسن اپنی تدفین کے لئے وصیت کرتے ہوئے کیوں یہ الفاظ فرماتے کہ عائشہ سے استرضا کرو کہ اگر راضی ہو جائیں تو روضہ رسول میں مجھکو دفن کرنا ورنہ پھر جنت البقیع میں کر دینا ملکیت ہذا کی تائید میں ایک اور روایت بھی قابل غور ہے لکھا ہے کہ جب حضرت علی غسل وکفن رسول صلعم سے فارغ ہوئے اور جنازہ پڑھنے کے لئے مسلمان بہ تعداد کثیر حضرت فاطمہ و حسنین کو اس حجرہ میں داخل کیا تو اس سے آپ کی جماعت پر حضرت عائشہ کا اسقدر رعب چھا گیا کہ انکے سامنے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے آخر جبرئیل کی کمک کی ضرورت ہوئی جس نے آکر حضرت عائشہ کی نظر بند کر دی اور اسی طرح تھوڑے وقت کے لئے نظر بند کرکے نماز جنازہ ادا کی آخری فقرہ روایت مذکورہ کا قابل دید ہے
[illegible] وعائشہ سنا ففقہ (خلاصہ [illegible] مجلسی) [illegible] و مطلع نہ شد بر نماز کردن ایشان

آمکہ جبرئیل چشم ہائے او گرفتہ بود (حیات القلوب باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

اب رہا اعتراض نمبر ۳ کا دوسرا فقرہ کہ "اگر بموجب حدیث سنیان پیغمبر کا ورثہ نہیں تو یہ دفن کیسے ہوئے" اسکا درست جواب تو یہ ہے کہ خود پیغمبر کا ورثہ بقول شیعیان ثابت بھی ہو تو بھی ہم جواب سے سبکدوش ہیں کیونکہ بحث تو اس خاص زمین حجرہ کے متعلق تھی۔ جو حضرت عائشہ کا مملوکہ ثابت ہو چکا لیکن معترض کی تسلی کے لئے میں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی قابل ذکر اسباب منقولہ و غیر منقولہ میں کسی کو حق وراثت پہنچ سکے نہیں رہی تھی بخاری میں لکھا ہے ما ترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دینارًا ولا درھمًا ولا عبدًا ولا امۃً الا بغلتہ البیضاء التی کان یرکبھا وسلاحہ وارضًا جعلھا لابن السبیل صدقۃ بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم صفحہ ۹۰ یعنے آنحضرت صلعم نے نہ درہم و دینار دنیا میں چھوڑے نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی سوائے ایک سفید استر سواری کے اور ہتھیاروں کے اور اس زمین کے جس کی آمد آپ مسافروں کے زاد راہ پر خرچ فرماتے تھے یہ تو ہوئی بقول معترض حدیث سنیاں لیجئے اب حدیث شیعیان بھی عرض کرتا ہوں عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء لم یورثوا درھمًا ولا دینارًا و انما ورثوا احادیث من احادیثھم" اصول کافی کتاب علم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۸ (ترجمہ) روایت ہے امام صادق سے کہ فرمایا آپ نے کہ انبیاء کے وارث علماء ہیں اور یہ اسلئے کہ انبیاء نے میراث نہیں دی درہم اور دینار میں اور نہیں میراث دی انہوں نے مگر احادیث

حضرت علی علیہ السلام سے ازخود دشمنی ہے معلوم نہیں ہوسکتا کہ کسی آیت قرآنی کا ترجمہ ہے یا کسی حدیث کا غیر اسکو بھی جناب نے وہ معترض کیا اسکو کیونکر قرار دیکر عائشہ اور امیر معاویہ کو بوجہ جنگ جمل اور صفین کے دشمنی سمجھ بیٹھا ہے تو یہ اسکی قلت نظری اور

اور کم فہمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اوپر جواب نمبر ۲ میں ثابت کیا گیا ہے کہ خداوند کریم نے مخالف و موافق اولی الامر اور باغی دونوں گروہوں کا مومنین کے لفظ سے ذکر کیا ہے بحکم آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا اور کتاب الروضہ کے حوالے سے یہ بھی دکھلایا ہے کہ خود جناب علیؓ نے اہل شام کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا باقی رہا امیر معاویہؓ سے ان کا معاملہ بھی ویسا ہی ہے جناب علیؓ نے بمقابلہ کے تحکیم کو منظور رکھا اور امام حسنؓ نے خلع خلافت سے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے جنگ کی ایک خاص نوعیت تھی ورنہ امام کی شان سے بعید ہے کہ امر خلافت میں ایسے کے مقابلہ میں ایک امام تو ثالثی منظور فرماتا ہے اور دوسرا امام اپنے امام کے بعد فرائض امامت کو پھر اسی کے ہاتھ میں سونپ دے فتدبر

اور پھر اس طرح اگر غور کیا جائے تو ہر مسلمان جو دوسرے مسلمان پر دست تطاول دراز کرے اسکو کم و بیش سنی ہونا پڑیگا حضرت علی کی خاص خصوصیت کیا ہے

آدمیم بر سر مطلب تو معترض کو نظر بر بوجہ بلا امام المومنینؓ اور خال المومنین کو تو اس کلیہ سے مستثنٰے کرنا پڑیگا البتہ اگر نہروان پر حضرت علی کے ساتھ لڑنیوالوں کو جو کسی زمانہ میں شیعیان علی بھی رہ چکے تھے اور جن بعد خارجی ہو گئے (خاص اس کی وجہ سے کہ کیوں جناب علی نے امیر معاویہ کیساتھ ثالثی کے ذریعہ خلافت کے فیصلہ کو منظور فرمایا) یہ کلیہ جاری کریں تو ہم انکو معذور سمجھینگے

دسویں سوال کا جواب

معترض لکھتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے نبوت رسول صلعم میں شک کیا بحوالہ مدارج النبوۃ۔ اول تو یہ امر تحقیق طلب ہے کہ آیا انکے اعتراض کی بنا صرف اس مدارج النبوت والی روایت پر ہے کہ وہ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے شک کو امر واقعہ اور اہل سنت کا معتقد علیہ مسئلہ سمجھتا ہے ذیل میں چند ایسے امور عرض کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے ہر دو شق مذکورہ کی توضیح ہو جاویگی

(۱) منجملہ شرائط مجوزہ مشرکین جنکو آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا ایک شرط یہ تھی کہ جنہیں

ایمان مشرکین مکہ جو شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں آجائے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گیا ہو
اسکو واپس مکہ بھیجا جائیگا اور ساتھ ہی یہ کہ جو شخص مدینہ سے مکہ چلا جائے مشرکین مکہ
اسکو ہرگز واپس نہ کرینگے یہ شرط مومنین کو بہت ناگوار تھی اور وہ غمگین تھے اور اسکو اسلام کی
حقارت و ذلت پر محمول کر کے اس پر معترض تھے بخاری شریف میں خاص غزوہ حدیبیہ کے
باب میں صلح کی شرائط کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں فکرہ المومنون ذلک وامتعضوا
فتکلموا فیہ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰) اس حدیث میں تمام مومنوں کا شریک ہونا مذکور
ہے نہ خاص حضرت عمرؓ کا اور شک کرنیکا بھی کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر اسکو شک سے تعبیر
کیا جائے تو سب صحابہ یا اکثر صحابہ کو بھی مشتبہ ماننا پڑیگا

(۲) دوسری روایت کتاب التفسیر سورۃ فتح میں بخاری میں مروی ہے جس میں آنحضرت صلعم
اور خاص عمرؓ کا اس بارہ میں مکالمہ بھی مذکور ہے آنحضرت صلعم نے اس صلح کی فلاسفی و حکمت
سے انکو مطلع کر کے قبل از وقت خیال فرمایا اور یہیں پر لکھا ہے کہ عمرؓ مارے غم و غصہ کے آنحضرت
صلعم کی خدمت سے لوٹ آئے اصل الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فرجع متغیظا (جلد ۲ صفحہ ۷۱۷)
لفظ متغیظا کو بھی شک سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ غیظ بھی اس کراہت کا
مترادف ہے جس میں سب مومنین شریک تھے جیسا کہ اوپر والی روایت میں گزرا۔

(۳) مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے اس شرط کو منظور فرما لیا مسلمانوں نے
تعجب کیا مسلمانان ازیں شرط تعجب کردند و گفتند سبحان اللہ چگونہ باز فرستیم کسے را کہ مسلمان
آمدہ باشد (جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ نولکشور ذکر صلح حدیبیہ)

(۴) روایت مذکورہ کے بعد مصنف مدارج لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب
عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس شرط پر راضی ہو گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے
تبسم فرمایا اور اس شرط کی حکمت کو بیان فرمایا و عمرؓ گفت یا رسول اللہ بدیں معنی راضی می شوی
آنحضرت تبسم نمود و گفت یا عمر الخ اس روایت میں بھی حضرت عمرؓ کے شک کا

ذکر نہیں۔ مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۸۶

(۵) اب ہم اس خاص روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر معترض نے خاص طور پر اعتراض اٹھایا ہے اور جو بیشک مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کے جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ میں ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں نقل است از عمر بن الخطاب کہ گفت در آں روز در واں کردن امر عظیم و مراجعت کردم با حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہرگز مثل آں نکردہ بودم اسکے آخر میں خود مصنف کی اپنی بھی ایک ہے وہ تحریر فرماتے ہیں و ایں قول عمر بر سبیل استکشاف و استفسار بود نہ بر سبیل شک و انکار حاشا باوجود یکہ گفت اند رضی اللہ عنہ عمر ے است کہ اند سو ر شیطان در کید نفس کردہ آں روز خاطر من گذشتہ بود استغفار مے کنم و باعمال صالح از صوم صلوٰۃ و اعتاق و تصدقات توسل مے جویم۔ مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۰۴

اس معترض علیہ روایت میں بھی امر عظیم کا لفظ ہے ذکر شک کا حالانکہ دوسرے متعدد روایات جو اسی واقعہ کے متعلق ہیں ان میں عمر کا شک کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ دیگر لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت عمر کا شک کرنا امر واقعہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ روایات کا تضاد واقع رہ جاتا ہے اس مشکل کے لئے ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا ایک معیار عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے۔ ان الحدیث ینسخ کما ینسخ القرآن فنسخت الاحادیث بعضہا بعضاً اصول کافی اختلاف الحدیث صفحہ موجب احادیث میں ناسخ و منسوخ ممکن ہے خواہ وہ ائمہ معصومین سے مروی ہوں تو روایات غیر معصومین میں تو یہ معیار بوجہ اولیٰ قابل لحاظ ہوگا پس اس معیار کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک شک والی روایت دوسری روایات معارضہ بلا سے منسوخ ہو گئی پھر اگر حضرت عمر نے جو غیر معصوم اور بشریت کے قدرتی تقاضاؤں سے مبرا و منزہ نہیں تھے ایک دفعہ عمر بھر میں شک بھی کیا تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے بوجوہ ذیل

اوّل تو آپ جلدی پشیمان ہونے اور اس پر اصرار نہیں کیا۔ اور تمام عمر کے ارتکاب پر استغفار
اور صدقہ دیتے رہے جیسا کہ مدارج النبوۃ سے ہی اوپر عرض ہو چکا
دوم۔ ہم کو تعجب اور نکتہ چینی کی گنجائش نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابراہیم جیسے اولوالعزم
پیغمبر کے بارہ میں بھی خود قرآن مجید میں ایک شک کا ذکر پایا جاتا ہے قال اولم تؤمن
قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ پس عمرؓ کا یہ شک بھی بقول شاہ عبدالحق صاحب
مرحوم محدث دہلوی استکشاف و استفسار حقیقت امر مصالحت حدیبیہ پر مبنی تھا نہ کہ
مبنی بر انکار وجحد۔ بخاری میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ قصہ
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا نحن احق بالشک من ابراھیم اذ قال
رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی
بخاری کتاب التفسیر سورۃ بقرہ باب و قوموا للّٰہ قانتین جلد ۳ صفحہ ۴۹
سب باتوں سے قطع نظر کر کے قابل غور بات ہے کہ اس شک کے بعد حضرت عمرؓ
کے ساتھ آنحضرتؐ کا کیسا سلوک رہا ہم کو تو آنحضرت صلعم کے طرز عمل کو مد نظر رکھنا چاہیئے
لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ اور شاید یہ بات کس شکل میں کہ آپ عمرؓ
کے اس شک کے ارتکاب پر آزردہ خاطر ہوئے۔ سب سے پہلے بخاری ہی میں دیکھیں لکھا ہے
کہ حضرت صلعم کے ساتھ شرائط صلح پر بات چیت کر کے حضرت عمرؓ ابوبکر صدیق کے
پاس گئے جب انہوں نے تسلی دلائی۔ تو خدا نے بھی آپ کی تسلی فرمائی یعنی سورہ فتح کا نزول
ہوا۔ فنزلت سورۃ الفتح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹ شکر ہے کہ حضرت عمرؓ کی
دل سوزی ہو در اصل تمام مومنوں کی طرف سے دلسوزی تھی رائیگاں نہ رہی۔ اور جس قدر
وسیع فتوحات مسلمانوں کو آیندہ نصیب ہوئیں تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ کی
عالی ہمتی اور جوش اسلامی کو ان میں کہاں تک دخل ہے
لطیفہ آیت وعدکم اللّٰہ مغانم کثیرۃ جو اسی سورہ فتح میں ہے اکی تفسیر

میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے وعدہ دادہ است شمارا خدا غنیمت ہائے بسیار کہ خواہید گرفت آنہارا اشد غنیمت ہائے فارس وروم وغیر آنہا کہ بدست عساکر مسلمانان آمد حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۰۰ شیعوں کو معلوم ہے کہ فارس و روم کی موجودہ فتوحات اسی شخص کے دم قدم سے حاصل ہوئیں جس کی وجہ ثبوت میں شک ان پر وارد ہوتے ہیں۔ اس اعتراض کا (۳۶) ایک حصہ آتی ہے معترض کہتا ہے کہ ابو بکرؓ نے عروہ کو گالی دی (بحوالہ مدارج النبوۃ وغیرہ) سو سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ عروہ کون شخص ہے صاحب مدارج النبوۃ فرماتے ہیں کہ یہ خیال نہ کرنا کہ یہ عروہ بن مسعود برادر عبد اللہ بن مسعود ہو بلکہ یہ عروہ بن مسعود ثقفی است و عبد اللہ بن مسعود ہذلی۔ و عروہ بن مسعود در آن وقت مسلمان نبود وآخر وقت مسلمان شد مدارج جلد ۲ ذکر صلح حدیبیہ صفحہ ۲۰۰ مفسر تفسیر صافی لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ رؤسائے مکہ سے تھا اور عروہ بن مسعود ثقفی رؤسائے طائف سے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت علیٰ رجل من القریتین عظیم اور یہ عروہ ابو بکر صدیق کا ممنونِ احسان اور رہین منت تھا صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین مکہ کی طرف سے وکیل بنکر آیا تھا اور آنحضرت صلعم سے ایسے پیرایہ میں بات چیت کی جو بقول صاحب مدارج ارباب دولت دنیاوی و طالبان دنیاوی کے حسب حال ہوتی ہے اسی نے لکھا ہے کہ ہنوز ظلمت کفر و رسم جاہلیت در نہج حال عروہ بود مدارج صفحہ ۲۰۰ اس پیرایہ ولب و لہجہ کو دیکھکر ابو بکرؓ کو غصہ آیا اور آپ نے اسکی ذلت کی غرض سے اسکو فحش گالی دی اور جانے معترض نے اس فحش گالی کے کیوں اسقدر بڑا مسئلہ بنایا ہے شیعوں کی منطق بھی عجیب ہے ایک طرف اصحاب ثلاثہ کو فرار جنگ کے مطاعن کا نشانہ بنا کر انکی بزدلی کو مشہور کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر کہیں انکی ذات سے غیرت و حمیت کا کوئی امر سرزد ہو جیسے کہ اس موقعہ پر ہوا تو انکی شدت و غلظت پر اعتراض کر دیتے ہیں قطع نظر اسکے روایت منقولہ بالا کے بعد ہی ایک دوسری روایت بھی ہے جسمیں لکھا ہے کہ عروہ اثنائے گفتگو میں حضرت صلعم کی ریش مبارک کی طرف حسب عادت اجلاف

بات پر ہوا تھا جس پر مغیرہ بن شعبہ مشہور صحابی آنحضرت پر افروختہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ لکھا ہے فعل شمشیر خود را بر دست عروہ زدہ میگفت دست خود را نگہ دار از محمد ادب تجاوز مکن (بحث ۲۷۸ مدارج النبوۃ جلد ۲) ممکن ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ہی عروہ کو گستاخی گردانا ہو لیکن دونوں صاحبوں کے بارے میں اصل قابل غور بات ہے کہ ابھی اس ادب و تمہید یا بخیال معترض اس بد تہذیبی پر آنحضرت صلعم نے بھی اعتراض فرمایا تھا یا نہ اگر آپ کی پاک ذات سے اپنے دو صحابیوں کے فعل پر کوئی مخالفت مروی نہیں ہے تو اسکے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بھی اسکو روا اور جائز خیال فرمایا تھا پھر آج شیعوں کا کوئی حق نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام کے ایک ایسے فعل پر جو اس موصوف "لعلی خلق عظیم" صلعم الٰہی کے حضور میں سرزد ہوا اور اسکو جائز رکھا گیا۔ نکتہ چینی کریں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار خادم حسین ملتانی ثم بھیروی مدرسی ٹھکانہ

Digitized by Khilafat Library

احادیث تشیع

شیعہ کی ایمانداری کا یہ نقشہ ہے جس سے احادیث امامیہ کی صحت اور علت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے

(۱) قال سئلت الرضا علیہ السلام فقلت انی لا القاک فی کل وقت فعمن اخذ معالم دینی قال خذ عن یونس بن عبد الرحمن (ص ۳۰۲ رجال) ترجمہ راوی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا مرید اور انکا کچھ لگ تھا انسے سوال کیا ہے کہ میں ہر وقت آپ سے نہیں مل سکتا ہوں پس میں اپنے دینی علوم کس سے دریافت کروں فرمایا امام نے کہ یونس بن عبد الرحمن سے دریافت کیا کرو

(۲) محمد بن یونس ان الرضا علیہ السلام ضمن لیونس الجنۃ ثلث مرات (ص ۳۰ رجال) ترجمہ محمد بن یونس سے روایت ہے کہ تحقیق امام رضا علیہ السلام یونس

بن عبدالرحمٰن کے لئے جنت کے ضامن ہوئے تھے اور تین مرتبہ انہوں نے ایسا فرمایا تھا کہ میں یونس کے لئے جنت کا ضامن ہوں

(۳) قال سمعت الفضل بن شاذان یقول ما نشأ فی الاسلام رجل من سائر الناس کان افقہ من سلمان الفارسی ولا نشأ رجل بعدہ افقہ من یونس بن عبدالرحمٰن صلاح رجال) ترجمہ راوی کہتا ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کو کہتے سنا ہے کہ اسلام میں تمام لوگوں سے ایسا کوئی آدمی نہیں پیدا ہوا جو افقہ ہو سلمان فارسی سے اور بعد اسکے تمام لوگوں سے افقہ یونس بن عبدالرحمٰن تھا اسکے مساوی کا کوئی فقیہ لوگوں میں نہیں گزرا ہے

(۴) سمعت الفضل بن شاذان یقول حج یونس بن عبدالرحمٰن اربعا و خمسین حجۃ واعتمر اربعا وخمسین عمرۃ والف الف جلد ردّا علی المخالفین ویقال انتہی علم الائمۃ علیہ السلام الی اربعۃ نفر اولہم سلمان الفارسی والثانی جابر والثالث السید والرابع یونس بن عبدالرحمٰن الخ صفحہ رجال)

(ترجمہ) راوی کہتا ہے جو خود بھی ثقہ ہے کہ میں نے فضل ابن شاذان کو کہتے سنا کہ یونس بن عبدالرحمٰن نے چار اور پچاس حج کئے تھے۔ اور اسقدر عمرہ بجالایا تھا اور ہزار ہزار جلد کتابیں مخالفین ائمہ کے رد میں لکھی تھیں اور ائمہ اہلبیت کا علم ان چار شخصوں پر منتہی ہو گیا ہے سلمان فارسی، جابر، سید۔ اور چوتھا یونس ابن عبدالرحمٰن ہے

(۵) قال سئلت ابا جعفر علیہ السلام عن یونس قال رحمہ اللہ (کشی)

(ترجمہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے یونس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اسپر رحم کرے

(۶) قال قلت لابی الحسن الرضا علیہم السلام جعلت فداک انی لا اکاد اصل الیک اسألک عن کل ما احتاج الیہ من معالم دینی افیونس بن

عبدالرحمن ثقة اخذ عنه ما احتاج الیه من معالم دینی فقال نعم
(۱۳۳ رجال کشی) راوی کہتا ہے کہ میں نے ابی الحسن الرضا علیہم السلام سے کہا کہ میں قربان ہو جاؤں میں ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا ہوں کہ اپنی دینی مسائل کو جنکا میں محتاج ہوتا ہوں آپ سے دریافت کروں پس آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یونس ابن عبدالرحمن سے اپنی احتیاج علوم دین کو پوچھ لیا کروں اور آیا وہ ثقہ ہے امام ع نے فرمایا کہ ہاں اس سے پوچھ لیا کر

(۸) قال اخبرنی یونس ان ابا الحسن علیه السلام ضمن لی الجنة من النار
(۳۱ رجال) ترجمہ۔ راوی کہتا ہے کہ مجھکو خود یونس نے خبر دی ہے کہ تحقیق ابالحسن ع میرے لئے جنت کے ضامن ہو چکے ہیں۔ اور دوزخ سے نجات دلانے کے بھی ضامن ہو چکے ہیں

(۹) اسی یونس بن عبدالرحمن صاحب کا حال سنئے کہ یہ کیسے بزرگ ہیں عن محمد بن عیسی القمی قال توجهت الی ابی الحسن الرضا علیه السلام قال استقبلنی یونس مولی آل یقطین فقال اسئله عن هذه المسئلة قال دخلت الجنة بعد فانی ازعم انها لم تخلق قال فدخلت علی ابی الحسن فجلست عنده فقلت له ان یونس اودعنی الیک رسالة قال وما هی قلت قال اخبرنی عن الجنة خلقت بعد فانی ازعم انها لم تخلق فقال کذب فاین جنة آدم (۳۰ رجال کشی) ترجمہ محمد بن عیسی قمی کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہم السلام کے طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں مجھ سے یونس بن عبدالرحمن ملا مجھکو کہا کہ امام صاحب سے یہ مسئلہ بھی پوچھنا کہ آیا جنت بعد میں پیدا کی جاوے گی کیونکہ میرا خیال ہے کہ اللہ نے جنت کو ابھی تک نہیں پیدا کیا ہے پھر قمی کہتا ہے کہ میں امام صاحب کے پاس جاکر بیٹھ گیا اور حقیقت عرض کی امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یونس بن عبدالرحمن جھوٹ کہتا ہے یہ جو آدم کی جنت ہے یہ کہاں ہے یہی تو جنت ہے جو مخلوق ہو چکی ہے

(۹) عن ابن سنان قال قلت لابی الحسنؑ ان یونس یقول ان الجنۃ والنار لم یخلقا فقال ما لہ لعنہ اللہ واین جنۃ آدمؑ (رجال کشی) ترجمہ۔ ابن سنان راوی کہتا ہے کہ میں نے ابی الحسن علیہ السلام کو کہا کہ یونس کہتا ہے۔ دوزخ اور جنت ابھی پیدا نہیں کئے گئے ہیں امام نے فرمایا اسکو کیا ہو گیا لعنت ہو اللہ تعالے کی اس پر تو جو آدم کی جنت ہے اور یہ تو پیدا شدہ ہے

(۱۰) قال حدثنی محمد بن احمد عن بعض اصحابنا عن عبد اللہ بن محمد الحجال قال کنت عند الرضاء ومعہ کتاب یقرءہ فی بابہ حتی ضرب بہ الارض فقال کتاب ولد الزنا للزانیۃ فکان کتاب یونس (ص ۳۰۳ رجال کشی) ترجمہ۔ راوی کہتا ہے ہم امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس کتاب تھی اسکے ایک باب کو پڑھا پھر اسکے ساتھ زمین کو ٹھکورنے لگے اور کہا کہ یہ ولد الزنا حرامی کی کتاب ہے جس کی والدہ بھی زنا کار تھی۔ اور وہ یونس کی کتاب تھی

(۱۱) قال یونس بن عبد الرحمن کتبت الی ابی الحسن الرضا علیہ السلام سالتہ عن آدم ھل فیہ من جوھریۃ الرب شیء قال فکتب الی جواب کتابی لیس صاحب ھذہ المسئلۃ علی شیء من السنۃ زندیق (ص ۳۰۳ رجال کشی) ترجمہ۔ کہا یونس بن عبد الرحمن نے کہ میں نے ابی الحسن رضا علیہ السلام کی طرف خط لکھا اور میں نے اُس سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آیا آدم میں خدا اور رب کی جوہریت سے کچھ چیز ہے۔ امام صاحب نے میرے خط کا جواب لکھا کہ اس مسئلہ کا دریافت کرنیوالا سنت نبوی سے کسی چیز پر نہیں بلکہ وہ زندیق ہے۔ حدیث نمبر ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یونس کا خیال ہے کہ جنت ابھی موجود نہیں ہے اور امام صاحب کہتے ہیں کہ جنت موجود ہے۔ اور مخلوق شدہ ہے اور وہی آدم والا جنت ہے حال کی تحقیقات سے حضرت امام الوقت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے کہ فی الواقع

جنت موجود نہیں اور جنت ہر ایک مومن کی اسکے اعمال سے بنیگی اور آدم کی جنت (دنیا) جو شام میں عدن کے قریب تھا اور وہ ایک باغ تھا اس صورت میں تو رس زیادہ عقلمند اور سلیم الرائے پایا جاتا ہے بمقابلہ شیعین کے امام صاحب کے (راقم کی رائے میں)

(راقم [illegible])

یاد حبیب

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب

اے شہ علم و ہدیٰ اے صاحب فہم و ذکا — اے نیکدل اے باصفا اے پاک طینت [illegible]
اے مقتدا اے پیشوا اے میر کارواں رہنما — اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ اے نائب [illegible]
کچھ یاد تو کیجے ذرا ہم سے کوئی اقرار ہے

دیتے تھے تم ہر دم خبر [illegible] — [illegible] سب شور و شر [illegible]
پاؤ گے تم فتح و ظفر ہوں گے ترے [illegible] — آرام سے ہوگی بسر ہوگا خدا مد نظر
واں تھے یہ وعدے [illegible] یاں حالت ادبار ہے

ہر دل میں ہے پیدا خلش [illegible] — جو ہو خدا سے [illegible] کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں [illegible] — [illegible] نہیں [illegible]
دیکھا ہے جہاں [illegible] حالت ہماری زار ہے

گننے کو سب تیار ہیں [illegible] — [illegible]
ظاہر میں سب ابرار ہیں [illegible] — [illegible]
حالت پہ اسلام کی [illegible] دل سنگ [illegible] ہے

چھینے گئے ہیں ملک [illegible] — پیچھے پڑا ہے [illegible] دشمن لگائے [illegible] نقب
ہم ہو رہے ہیں [illegible] — ہیں منتظر [illegible]
پیالہ بھرا ہے لب بہ لب تھوڑی سی اک دیر کا رہے

کیا آپ پر الزام ہے - یہ خود ہمارا کام ہے | غفلت کا یہ انجام ہے سستی کا یہ انعام ہے
قسمت کو بھی بدنام ہے دل خود ہمارا خام ہے | اب کے جگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
مستی انہیں راست - حرام ہے بس کہ یہی کام ہے

دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ یہ اس نبی کا کلمہ ہے جو ہم لوگوں میں چودہویں صدی کے سر پر مبعوث ہو کر ہوا گیا سلسلہ احمدیہ کی تمام تعلیمات کا نچوڑ اور یہ ہماری قوم کا نصب العین اور یہی ہمارے کام کا ماٹو ہے۔ پھر کہ کس شان سے عمل کیا۔ یہ تاریخ بتاوے گی کہ کس طرح ہم ستائے گئے دکھ دیے گئے ہمارے جان و مال عزت و آبرو پر حملے کئے گئے۔ اور پھر کس ہمت و استقلال و جوش کے ساتھ محض ان مشکلات کا مقابلہ کرکے دین کو دنیا پر مقدم کیا حتیٰ کہ ہم میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنے پیارے وطن اپنے خویش و اقارب اپنے صحابہ اپنے ہمسائیوں پھر اپنی اور اپنے اپنی سینوں اپنے مکانوں اپنی خواہشوں اپنی ترقی کی امیدوں کو خیرباد کہکر ایک وادی غیر ذی زرع میں قیام کیا جہاں کی زندگی جہاں کا لباس جہاں کے حالات طبعی و سامان رہائش ہرگز ان کی طرف کھینچنے والے نہ تھے سوائے اس کے کہ اس پاک و مطہر سرزمین میں خدا کا ایک برگزیدہ پیدا ہوا اور اسکی محبت نے پاک دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بیشک نورالدین کے اعلیٰ تمثیل اور قرآن مجید کے عاشقانہ عمل اور انکے اصلاح انکے خیالات و حالات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے تو ساتھ ہی اس پاک شخصیت و بے نظیر روحانیت کے سرتاج پر درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے جس کی کشش ایسی زبردست تھی کہ اس نے نورالدین جیسا انسان اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پھر ایسا کھینچا کہ نہیں لگا دیا حضرت امیر فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا (علیہ السلام) ایک سنگ پارس تھا۔ جسکے چھونے سے میں بادشاہ بن گیا اور کیوں بادشاہ نہ ہوتا جبکہ الہام میں یہ بھی موجود ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اللہ اللہ وہ پاک انسان جس کی صحبت میں گھڑی دو گھڑی بیٹھ جانیوالوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وہ نمونہ دکھایا کہ اسکی نظیر صحابہ کرام رض کی زندگیوں کے سوا کہیں نہیں مل سکتی پھر تو اسکے جگر گوشے

ہیں اسکے نور نظر ہیں اسکے جسم مطہر کا ایک حصہ ہیں اور در حقیقت میں حضور کی گود میں پلے ہیں
ان سے ہماری امیدیں کس قدر وسیع ہونی چاہئیں سو الحمد للہ کہ ہماری امیدیں
خالی نہیں اور ہمارے خیالات و توقعات کا لباس پہنتے جاتے ہیں

اس وقت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ایثار کا ایک واقعہ میرے پیش نظر ہے جسکے لئے میں اپنے دل محبت منزل میں غیر معمولی مسرت کا جوش پاتا ہوں۔ آپ نہایت کامیابی کے ساتھ گورنمنٹ کالج میں تعلیم پاتے تھے ایف اے پچھلے سال بہت تعریف کے ساتھ پاس کیا اب بی اے میں پڑھتے تھے کہ یکایک آپ پر وہ جذبہ غالب آیا جو اس خاندان کا اصلی ورثہ ہے اور جو اس دین کو دنیا پر مقدم کر رہے تو انیس سالہ عزیز نوجوان نے دکھا دیا کہ تمام ان ترقیات کی امیدوں اور آسودگیوں پر جو اس کالج کی تعلیم کیساتھ وابستہ ہو سکتی ہیں سن رشد کو پہنچتے ہی لات مار کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور کالج سے نام کٹا کر قرآن و حدیث پڑھنے میں مشغول ہو گئے ہیں کہ ابتدا سے نیاز مندانہ تعلقات رکھنے والا ہوں۔ اور اصلی حالات و خیالات سے بوجہ بے تکلفی یقینی طور پر اطلاع پا سکتا ہوں۔ اس فقرے کی لذت ایک اپنے اندر پاتا ہوں کہ قاضی صاحب کالج تو پھر بھی مل جائیگا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ قرآن مجید و حدیث پڑھنے کا اور پھر وہی نور الدین جیسے پاک انسان سے پھر موقع ملے نہ ملے اسلئے یہی بہتر جانا (جزاہ اللہ احسن الجزاء) اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پڑھائی چھوڑنے کی وجہ کیا ہے کہ خدانخواستہ صاحبزادہ صاحب پڑھنے میں کمزور تھے یا وہاں کچھ مشکلات تھیں ہرگز نہیں۔ بشیر احمد نے لیاقت اور اعلیٰ قابل رشک کیرکٹر کا وہ سکہ جمایا تھا کہ انکی آخری رپورٹ جو شہزادہ محمود کے پاس پہنچی ہے اس میں لکھا ہے An excellent student; his leaving is بہت عمدہ طالب علم اور اسکا کالج کو چھوڑ جانا کالج کے لئے ایک نقصان ہے۔ بس یہ ایثار کا ایک نمونہ ہے جو میں نے اپنے احباب کرام کے سامنے پیش کیا اور ہمیں ایسی ہی مثالوں کی ضرورت ہے اور ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے جو باوجود شباب کے اپنے اندر دین سیکھنے دین

A loss to the College. S.A.H.

پھیلانیکی تڑپ رکھتے ہوں اور صابر و خوش الحان والا تبار ہے تو ہمیں بڑی بڑی امیدیں ہیں حضرت اقدس تریاق القلوب میں فرماتے ہیں کہ میرا دوسرا لڑکا بشیر احمد ہے اسکے پیدا ہونیکی پیشگوئی آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے اور پیشگوئی کے الفاظ میں یہ ہیں

قصص الانبیاء و اسرار یماثل یسر اللہ وجھک و ینیر برھانک سیولد لک الولد و یدنی منک الفضل ان نوری قریب۔ یعنے تیرا چہرہ شاداب ہوگا اور تیرا کام پہنچائیگا تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائیگا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائیگا ... ... یعنے خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔ سو ہم اس نبیوں کے چاند کو بہت جلد بدر منیر میں نور پھیلاتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ بجائے اسکے کہ پنجاب یونیورسٹی کے بی اے ہوں امید ہے کہ بشیر احمد بی اے آکسن بھی ہوں اور وہیں حضور منقول کا وہ کشف پورا ہو جسمیں آپ انگلستان میں ایک منبر پر چڑھ کر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور قسم قسم کے جانور آپ نے پکڑے ہیں ابھی وہ آنکی بخشش ایام ہوکر تمام قدر آنکا سرچشمہ تو ہے تیرے اموں نے جو دعائیں کی ہیں میں یقین رکھتا ہوں وہ ضائع نہ جائیں گی

تمہیں سے یہ تینوں تیرا جگر ہوویں گا ہر ٭ یہ ہادی جہاں ہوں یہ ہوویں نازیگر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں ماہ انور ٭ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

صاحبزادہ صاحب آجکل اپنی دینی تعلیم کے علاوہ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کے شیر صاحب پڑھنے والے بچوں کے شفیق و مہربان مصلح اور بہت سے دینی کام ایسے متعلق رکھتے ہیں اور انگریزی سٹڈی بھی جاری ہے احباب اپنے امام کے بیٹے کے لئے دعا فرماویں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں

مختصر المیزان لکلام السبحان

اس کتاب کیطرف ہم نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا مگر خود غلط ہوا آنچہ ... ختم مولف نے ابتدا میں کلام الہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے اور اس میں اپنے شاندار بنانے میں اول فصاحت و بلاغت لیکن افسوس کہ تھوڑے صفحوں میں سے ختم کردیا ہے میرا خیال تھا کہ آپ چند آیات کو لیکر ان میں جو فصاحت ہے وہ دکھا کر دیگر اہل مذاہب

پر حجت تمام کر لیتے مگر یہ کام تو کسی بڑے متقی عالم فاضل کا ہے نہ کہ اس شخص کا جس کا مبلغ
ما وجب تا علیہ آیا تھا جو الحمد للہ کہ قرآن مجید کے اس معجزے کو ہمارے امام نے اس صدی میں
از سر نو زندہ کیا اور اعلان فرمایا کہ وہ تو کلام اللہ الرحمن ہے جس میں جو اسی مہبط روح الامین کے
غلاموں میں سے ہوں میرے ساتھ علماء دعوت مقابلہ کریں چنانچہ آپ نے نہایت فصیح عربی
میں بعض کتابیں لکھیں اور دس دس ہزار انعام مشتہر کیا مگر سب پر ہیبت طاری ہو گئی اور
کر بالکل سید ان محمدیہ وہ دم قبولیت محبوب ہوتے اگر کوئی ایسی بات مؤلف نے نہیں بتائی
جو غیر مسلم پر حجت ہو سکے۔ ہمارے امام نے بتایا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر چل کر ہمیں ان انعامات سے
حصہ ملتا ہے جو انبیاء علیہم السلام پر ہوئے۔ اور ان انعامات سے سب سے بڑا انعام **وحی**
ربانی ہے جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اور میرے صدق کا ثبوت دیتی ہے جو دیگر انبیاء کے صدق
کا ثبوت ہے نہ اس سے مباینہ۔ سوم حیات مسائل میرا خیال تھا مؤلف تمدنی و قومی و ترقی
ملکی و دینی و دنیوی مسائل بطور مثال پیش کر کے اہل مذاہب پر حجت تمام کر جائیں گے تو اپنے مطلب
کو سیدھا کرنے سے غرض تھی اس لئے اول تو بعض علماء کو دعوت دی ہے جو بعض کلمات جنہیں
یہ مؤلف کفر بحت ہے کہنے والے کو ہرگز کافر نہیں کہتے اور اس کلمہ کے کہنے والے کی عورت کو اس سے
جدا نہیں کرتے بلکہ گردن زدنی نہیں کہتے پھر اولی الامر کی اطاعت سے مراد مقلد علماء لی
ہے اور ان کے سوا سب کو خارجی قرار دیا ہے آپ جو بحثیں لائے ہیں وہ ہرگز آپ کے مفید مطلب
نہیں مگر آپ نے فرض کر لیا ہے کہ جہاں سواد اعظم یا جماعت کا نام آئے اس سے مراد حنفی
ہیں یا زیادہ سے زیادہ مقلد علماء کا اعظم کے معنے اکثر کے نہیں۔ اور خدا نے اپنے کلام پاک
میں اکثر کے تابع ہونے کا حکم دیا ہے بلکہ اس میں تو فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا
وھم مشرکون اور ارشاد کیا وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ یعنی اکثر لوگ
دنیا کے مشرک ہیں۔ اور اگر تو اکثر کے پیچھے لگے گا تو وہ تجھے گمراہ کر دیں گے مگر آپ لکھتے ہیں کہ
حنفیوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے حنفی ہی حق پر ہیں۔ اور اپنے بیان پر بار بار سیدنا عمر بن

اور انکے سلسلہ عالیہ پر زبان طعن دراز کی ہے بلکہ سید حافظ جماعلیہ پیر سراج الحق صاحب اور حضرت
مرزا احمد جان صاحب لدھیانوی کا بھی حقارت سے ذکر کیا ہے کوئی اس شخص سے دریافت
کرے کہ صفحہ ۹۹ پر تم خود ہی لکھتے ہو. والجماعت مجامعت اهل الحق وان قلوا. کہ
جماعت اہل حق کے مجمع کا نام ہے اگرچہ وہ قلیل ہوں تو پھر ہماری کیوں کہتے ہو کہ ہم زیادہ
ہیں پھر حقیقی طور پر جماعت کا اطلاق تو اس زمانے میں صرف احمدیوں پر ہو سکتا ہے کیونکہ
وہ کلی طور پر ایک امام کے ماتحت ہیں اور اسوقت اور کوئی فرقہ اسلامی ایسا نہیں جس پر
جماعت کا اطلاق ہو سکے اور حدیث میں ہے جو مؤلف نے صفحہ ۹۰ پر نقل کی ہے کہ دعاۃ
الی ابواب جہنم کا زور ہوگا اسوقت تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم پہلے
مخاطب تو جماعت مسلمین اور انکے امام کو وہم پکڑا میں کہتا ہوں اسوقت ایک ہی سلسلہ
کی جماعت ہے جن کا امام ہے فهل انتم مسلمون پھر جہاں جماعت اور سواد اعظم
کا ذکر آیا ہے وہاں ما انا علیہ واصحابی ساتھ ہے جس سے سواد اعظم کی تعریف ظاہر ہے
ہم تو وہ ہیں جنہیں خدا نے اپنے کلام میں واٰخرین منهم لما یلحقوا بہم فرمایا اور ہم
میں ایک نبی مبعوث کیا لیکن تم لوگ ذرا اپنے اعمال کو دیکھو شادی غمی کے مراسم کو اپنے نقشبندی
ہوگیا ہو حرکات نبعی و تصور شیخ و استدراج قلب کو نبی کریم صلعم اور انکے اصحاب کے طرز
عمل پر عرض کر کے دیکھو پھر کیا مطابقت ہے الیس منکم رجل رشید هدىنا و
ایاکم الی سواء السبیل تحیۃ امر مؤلف مولوی محمد دیدار علی صاحب الوری

نذر علیؑ یہ ۸۰ صفحے کا رسالہ سلسلہ اشاعت انجمن احمدیہ پشاور ہمارے مکرم مرزا محمد یعقوب
عرائض نویس محلہ چرگرہ کوہاٹ شہر پشاور کی ان چند تصانیف میں سے ایک ہے جو وہ
شیعہ کے خلاف لکھتے رہتے ہیں اس رسالہ میں شیعوں پر کئی طرح سے حجت قائم کی گئی
ہے اول تو اس طرح کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش سب منافق کافر و بدعہد
مرتد ملعون ہی تھے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ

آتے تک کیا حشر ہو۔ پھر اس دین اور قرآن مجید کا کیا اعتبار جس پر شیعہ کو بھی اعتماد ہے۔ نہج البلاغہ سے تین خطوط نقل کئے ہیں ایک میں حضرت علی المرتضےٰ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے جب وہ کسی کو امام مقرر کریں تو اس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے پھر اگر کوئی اس امام کا انکار کرے تو اس سے لڑائی کرنی چاہیئے (انما الشوریٰ للمہاجرین و الانصار اذا اجتمعوا وسموا اماما کان ذالک للّٰہ رضاء . . . فان ابی قاتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین) مولف نے اپنی ذہانت سے ایک قوی استدلال اس حق بیعت خلافت کی تردید میں کیا ہے کہ جیسا کہ شیعہ کا خیال ہے اگر یہ بات سچ ہے کہ اس بیعت میں پالٹیکل جوڑ توڑ ہوتا تھا تو پھر حضرت علی کے ارشاد کے مطابق ایسے مہاجرین اجماع سے دھمکی دیکر رو کنا بھی ضروری تھا نیز اسی قول مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق و فاروق رضی کی بیعت جب مہاجرین و انصار نے کرلی۔ اور ان کو امام مان لیا تو حضرت علی نے کبھی تخلف روا نہیں کیا ہوگا۔ غرض ان خطوط سے بہت عمدہ نتائج نکالے ہیں اسکے بعد حضرت اقدس کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ سے بہت عمدہ اقتباس دیا ہے۔ پھر شیعوں کی دعا۔ جسکا اوّل (جسکا انکے ہاں التزام ہے) ہے واجعل لی عند قبر نبیک محمد المصطفےٰ مستقراً و قراراً برحمتک پیش کر کے پوچھا ہے کہ یہ مستقر و قرار تم میں سے تو کسی کو بھی نہ ملا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو حاصل ہے اگر ایک منافق بھی یہ قرب پا سکتا ہے تو پھر دعا کیسی اور دعا انعمت علیہم کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ وہ منعم علیہ گروہ تمہارے پیش نظر ہوتا ہے پھر شیعی رواۃ کا حال انہی کی کتابوں سے بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں انکی تعریف ہو رہی ہے دوسرے وقت میں لعنت رسانی جاری ہے پھر لطف یہ کہ بہت کم روایتیں حضرت رسول اکرم تک پہنچتی ہیں اسی نے عصمت ائمہ کا مسئلہ گھڑ لیا اور کیا خوب کہا ہے کہ ۲۳ سال تک زندہ معجزات و خوارق و بینات دیکھنے والے مسلمان بنے تو پھر بعد اسکے کس طرح بگڑتے آخر میں دین کی ترقی و حفاظت و اشاعت کے لئے

مجددین کی طرف توجہ دلائی ہے بالخصوص اس صدی کے مجدد اعظم کی طرف جو مسیح و مہدی کے نام سے آیا جس نے اسلام کو پھر وصل صاحب کو بتایا۔ دیباچہ محمدیاں برستار طبیعت محکم تر ہائید خدا جزائے خیر دے قیمت ۱۲ احباب منگوا کر تبلیغ و اشاعت کریں

ردّ تناسخ دھرم پال نے دسمبر جنوری فروری تین مہینے کے نمبر میں تناسخ کا رد کیا ہے دسمبر کے پرچہ میں اپنے تلاوت امیر نگر دل پہلے میں آواگون کے مسئلہ کو باطل ثابت کیا ہے اور اس عقیدے سے جو قابل شرم مفاسد لازم آتے ہیں انکو بتایا ہے اور جنوری فروری میں سوامی دیانند کی سوانحعمری اور ان کی ستیارتھ پرکاش سے آریوں پر حجت طرز سے قائم کی ہے اور دیانند کے دوبارہ جنم پانے کی خبر سن کر اپنے عجیب و غریب سفر کے حالات دئے ہیں پھر حیات بعد الممات اور روح کے ایک لطیف جسم میں رہنے کا ثبوت آجکل کے فلاسفروں کے تجربات و مشاہدات سے دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ روح کی آئندہ زندگی کے بارے میں قرآن مجید چھٹی صدی عیسوی سے تفصیل دیتا چلا آ رہا ہے آج یورپ اور امریکہ اپنے تمام علم و عقل تجربات و مشاہدات کے زور سے اسی نتیجہ پر پہنچ رہا ہے۔ دھرم پال نے اس مسئلہ پر بطور ایک آزاد خیال کے غور کیا ہے لیکن جب وہ قرآن مجید کی ربانی روشنی میں اسکو دیکھے گا تو اس سے بھی زیادہ حق کو پائیگا قیمت ۳ اور سالانہ قیمت اس رسالہ کی تین روپیہ (ے) البشیر ہے۔ مجموعہ الہامات مسیح موعود کی جلد اول قیمت ۴ر دفتر تشحیذ سے طلب کرو۔

قدیم ہندوستان کی تہذیب ہندوستان کے مشہور فاضل مسٹر آر۔ سی دت کی ہسٹری آف سولزیشن ان اینشنٹ انڈیا کا اردو ترجمہ مولوی ولایت احمد صاحب نے قدیم ہندوستان کی تہذیب کے نام سے کیا ہے مصنف و مترجم کی نہایت اعلیٰ تصاویر ہیں اسکے بعد ایک مقدمہ ہے جس میں لائق مترجم نے ان کی تصویر سے پرانی وضع کی سادگی کا گزرنا عیاں ہے ہندوؤں کی ترقی علوم و فنون و مذہبی معتقدات کو دکھایا ہے پھر اصل کتاب کا ترجمہ ہے جس میں پانچ دور ہیں (۱) وید کا زمانہ جو ۲۰۰۰ تا ۱۴۰۰ قبل مسیح ہے پھر

(۳) قومی تاریخ کا زمانہ جب گنگا کی وادی میں آریہ قوم کا قیام ہوتا ہے اور وہ وید کی تدوین کرتی ہے
(۴) پھر برہمنی عہد ہے جب تمام ہندوستان پر آریوں کا تسلط ہوتا ہے (۵) پھر بدھ کا عہد ہے
(۶) پھر پرانوں کا عصر جب کہ ہندو مذہب از سر نو نشوونما پاتا ہے ان پانچوں دوروں کے متعلق
سردست اس کتاب زیر ریویو میں وید کے زمانہ کا مفصل حال ہے جس کے پڑھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ لوگ کاشتکاری اور مویشی پالنے اور چراگاہ پر رہنے کی طرف بڑی رغبت رکھتے
اور یہی آرزوئیں وہ اپنے معبودوں سے گیتوں میں ظاہر کرتے تھے۔ گھوڑے اور گائے بیل کی
قربانیاں بھی کرتے تھے پھر رگوید سے ان لڑائیوں کا بیان بھی ہے جو انہیں قدیم باشندگان
ہند سے کرنی پڑیں سوما کے عرق یعنی ایک نشئی شربت کے پینے کا ان میں بہت شوق پایا
جاتا ہے۔ انکے معاشرتی تعلقات و خانگی زندگی کا حال بھی ہے جس سے واضح ہے۔ کہ وہ
لڑکی کو محروم الوراثت قرار دیتے۔ انہوں نے عورتوں کو آزادی بھی دے رکھی تھی لڑکیاں
اپنے شوہر کے انتخاب کی مجاز تھیں لٹیرے (ڈاکو) بھی (۱) جنگلوں (۲) امیروں میں پائی جاتی
تھی وہ اپنے مردوں کو دفن بھی کرتے تھے اور تناسخ کے قائل نہ تھے جیسا کہ اس منتر سے ظاہر
ہے کہ اجازت دے اس میت کو جو ایک پشت کی انتہا سے پرے جاتی ہوئی ہے کہ ابھی پہلی ہے
(۱) اور تم (۲) اس مقام کو ترک کرو یہاں سے رخصت ہو نقل مکان کر جاؤ کیونکہ متوفی
لوگوں کے والے بزرگوں نے ایک جگہ تیار کر رکھی ہے (۱۰۴۰)
ستی کی رسم کی کوئی اجازت نہیں بلکہ حکم ہوتا ہے کہ بغیر آنسو بہائے اور بے کسی
رنج و غم کے قیمتی زیور پہنکر اصل گھر کی طرف قدم بڑھائیں یعنی بصد استقلال سے بقیہ
زندگی پوری کریں)
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قدرت پرستی کے ذریعہ خدا پرستی تک پہنچ گئے ہوئے
تھے۔ غرض اس قسم کے سات باب ہیں جن میں وید والے رشیوں۔ وید کے عہد کے
معاشرتی زندگی کے لڑائی جھگڑے وغیرہ کے متعلق نفوریش بہم پہنچائی گئی ہے صحیح

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
اربعین	[illegible]	تفسیر ترجمۃ القرآن پ	[illegible]	ظہور المسیح	[illegible]
حضرت اقدسؑ کی پرانی	[illegible]	، ۲۵	[illegible]	لغز الحمل	[illegible]
تحریریں		، ۲۶	[illegible]	ادعیۃ الاحادیث	[illegible]
الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	، ۲۷	[illegible]	البرق	[illegible]
مکتوبات احمدیہ	[illegible]	، ۲۸	[illegible]	رسالہ گوشت خوری	[illegible]
الموعظۃ الحسنۃ	[illegible]	، ۲۹	[illegible]	اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]
سلک مروارید	[illegible]	النصح	[illegible]	ضرورت زمانہ	[illegible]
مجربات نورالدین حصہ اول	[illegible]	ردّ چکڑالوی	[illegible]	معیار حق	[illegible]
دوم	[illegible]	عمدۃ الاحکام	[illegible]	تاریخ انگلستان	[illegible]
سوم	[illegible]	طبیب روحانی	[illegible]	ہدایات دربارہ معاملات	[illegible]
تحفہ سالانہ جلسہ [illegible]	[illegible]	سنجات	[illegible]	یرمیاہ نبی کی پیشگوئی	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	صادقوں کی روشنی	[illegible]	خیر اسلام	[illegible]
اسلام کا گُر	[illegible]	حق کا پرچار	[illegible]	نور دل	[illegible]
بائبل کا پرچار	[illegible]	فائیل تشحیذ	[illegible]	یسرنا القرآن	[illegible]

ملنے کا پتہ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

[illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں مفید اثر ۲۸ برس سے ہندوستان میں جاری ہے آزمائش کر لیجئے

Digitized by Khilafat Library

دانت درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے۔ روتے کو ہنساتی ہے
کیسا ہی درد کیوں نہ ہو لگاتے ہی درد دور
ہوتی ہے قیمت ۴ر شیشی [illegible] ۵ شیشی [illegible]

سیفی لائن

خون بند کرنیکی اکسیر دوا [illegible]
نہایت مفید ہے ناک [illegible] خون [illegible]
[illegible] بند کرتی ہے قیمت [illegible]

دمہ کی دوا

دم [illegible] ہے [illegible] اس دوا کی [illegible]
خوراک کے استعمال سے دب جاتا ہے [illegible]
ہے اگر یہ دوا استعمال کرائی جاوے تو [illegible]
[illegible] ہے [illegible] مریض [illegible]
ہو گیا ہے وہ بھی اس [illegible] صحت پاتے ہیں قیمت
[illegible] شیشی [illegible]

ہی دوا زیادہ سالسہ پریلا خون صاف کرنیکی اکسیر دوا

اس دوا سے [illegible] خون صاف ہو کے [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
ہے [illegible] سالسہ [illegible] زیادہ مفید اثر ہے گرمی
آتشک اور کسی سبب سے خون بگڑ گیا ہو۔ تو
اسکا استعمال ضرور کرنا چاہیئے
قیمت ۲۴ خوراک کی شیشی [illegible]

پین پیلز

درد دور کرنے والی دوا
[illegible] درد [illegible] درد [illegible]
اور چوٹ گنٹھیا کے سبب جوڑوں میں درد ہو اسکے
استعمال سے فوراً [illegible] ہوتی ہے قیمت [illegible] شیشی [illegible]

کان بہنے کی دوا

کان کے [illegible] ہو [illegible] ہو تین
مرتبہ کے استعمال [illegible] بند ہوتا ہے قیمت [illegible]
پچکاری کان صاف کرنیکی [illegible]
[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تا ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

۱۹ ۱۳

بابت ماہ اپریل

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

عظمت مسیح از روئے قرآن ۱۶۱ - ۱۹۸ ایڈیٹر

متفرقات ۱۹۹ ۲۰۸ اکمل

قیمت سالانہ

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

خریداران آشفتہ مجھے بہت پیارے ہیں محبوب کی شکایت میں بھی ایک لطف آتا ہے اور ضبط کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر ت

آج ہم ان سے پریشانی خاطر اپنی ÷ کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہیں

دسمبر کی اپیل میں بتا چکا ہوں کہ قریبا ہزار روپیہ ہمارا احباب کی جیبوں میں محفوظ ہے اور انہوں نے ہمیں اسکے حساب کتاب اور حفاظت کے فرض سے تا حال سبکدوش رکھا ہے لیکن ضروریں متقاضی ہیں احباب کی کہ اب یہ رقم دی جائے مگر صبر آزما بے حسی اور حوصلہ شکن لاپرواہی کا یہ حال ہے کہ خاکسار رسائی کیا کرتے چپکے بیٹھے تھے کہ اخبار و رسالے ہمیں سب وعدوں و سلسلے کے ساتھ وقت پر نہیں ملتے۔ لیکن آشفتہ کے متعلق تو یہ شکایت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مقررہ حجم سے صفحے سے زیادہ اور ہر مہینے تاریخ اشاعت سے بھی پہلے ناظرین کو پہنچا دیا جاتا ہے اور چونکہ سارا سرورق چھپا ہوا پڑتا ہے پھر بھی خدا کے فضل سے کبھی ایڈیشن ہوتے ہی اور مشاہدین کی پسندیدگی کا یہ عالم ہے کہ اکثر رکٹ چھپوانے کی درخواستیں آتی ہیں پھر سال کے بعد اطلاع وی پی آتے ہیں سو کے لیے ہم نے بھاگا اور دستی اطلاعی کارڈ بھیجنے کا دستور جاری ہیں ہر قسم حساب تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا تھا ہے لیکن بار ہا کوشش پھر بھی وی پی واپس آتے ہیں۔ اور اس واپسی سے ہمیں معلوم ہوتا کہ مشکل ہے آیا پرچہ خریداری منظور نہیں یا اسوقت روپیہ نہیں تھا یا اسباب سمجھ میں نہیں آیا چونکہ صرف ایک پیسے کا کارڈ نہ لکھنے کی وجہ سے ہمارا دو آنے کے قریب نقصان ہوتا تھا اسلئے بھیجنے ان بقایا داروں کو جنوری کے آخر سال ۳ سے بقیہ چندہ وی پی میں کر دیا

جوابی کارڈ بھجوائے

لیکن شروع جوابی کارڈوں میں سے صرف چند کے جواب بھیجے اب فرمائیے ہم کیا تدبیر ہو کہ سالہا بند کر دو تو دوسرے تیسرے مہینے شکایت آجاتی ہے کہ آپ نے رسالہ کیوں بند کیا اگر وی پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء

عظمتِ مسیح از روئے قرآن

تمہید

پادری غلام مسیح صاحب نے مذکورہ الا ہیڈنگ پر ایک لیکچر دیا ہے جو کہ ۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کو فورمن کرسچن کالج لاہور کے کمپونڈ میں پڑھا ہے یہ مسئلہ ایک دلچسپ مسئلہ ہے اور ممکن ہے کہ بہتوں کی ہدایت یا گمراہی کا موجب ہو اسلئے میں مختصراً اسکا جواب دیتا ہوں شاید کسی سعید روح کو خدا تعالےٰ کے فضل سے فائدہ پہنچے اور وہ یا تو گمراہی میں پڑنے سے بچ جائے اور یا گمراہی کے گڑھے

الغرض آئے پادری صاحب کی اصل غرض اس مضمون سے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی عظمت از روئے قرآن ثابت کرکے مسلمانوں میں انکو نبی مشہور کرنا نہیں۔ کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی سے آپکو نبی مانتے ہیں۔ اور آپکو معزز و مکرم یقین کرتے ہیں۔ بلکہ آپکی غرض اس سے صرف اسقدر ہے کہ آپ کے وجود میں وہ بڑائیاں ثابت کر دکھلائیں جو کہ سوائے آپ کے اور کسی نبی کو حاصل نہیں۔ اور جن میں سے بعض صرف خدا تعالےٰ کے ہی متعلق ہیں۔ تاکہ اس طرح آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دیں۔ اور گو کھلے بندوں نہیں مگر اشارتاً قدوس خدا اور ابن اللہ کا خلعت پہنائیں اور چونکہ آپ نے مضمون میں صرف کلام اللہ سے ہی اقتباس کئے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے لئے جو کچھ مشکلات پیش آسکتی تھیں وہ ظاہر ہی ہیں مگر وہ کلام جو کہ بڑے زور سے یہ فرماتا ہے کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ (سورہ مریم رکوع ۶) کیا اس میں کوئی بھی اس قسم کی تعلیم ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اب میں اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں ۞

عظمت کیا ہے؟ اس سے پیشتر کہ مضمون کو شروع کیا جائے۔ عظمت کے معنی دیکھنے ضروری ہیں اور یہ معلوم کرنا لازمی ہے کہ عظمت کہتے کسے ہیں سو یاد رہے کہ عظمت بڑائی یا کثرت یا علو کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس بات کا خیال میں رکھنا ازحد ضروری ہے کہ ہر ایک چیز کی عظمت اُس کی اپنی ہی جماعت میں اور اپنے ہی فن میں ہوتی ہے یعنی ایک شخص جو لوہار کا کام

کرتا ہو اسکی عظمت اگر بنائی ہو ہوگی تو اسی کام سے ہوگی جو اُسکے پیشہ کے مناسب حال ہو یعنے اگر وہ اپنے کام میں کمال رکھتا ہو۔ اور اُس میں اُسے خوب مہارت ہو اور ہر قسم کی باریک سے باریک طرزوں اور راہوں سے لوہے کے کاموں پر واقف ہو جو کہ اُسکے فن کے موئید ہوں تو ایسا شخص اپنے گروہ میں عظمت والا ہوگا۔ لیکن وہی شخص بڑھئی کے کام میں بڑا مشاق ہو اور خاص تجربہ رکھتا ہو لیکن اپنے اصل فن میں یعنی لوہاری کے کام میں اُسے کامل مہارت حاصل نہ ہو تو اسکی لوہاری میں اُسے کوئی عظمت حاصل نہیں ہوگی۔ یا ایک شخص علم زراعت سے خوب واقف ہو لیکن تجارت کے فن سے بالکل ناآشنا تو ایسا شخص گو اہل زراعت میں کیسا ہی جلیل و عظیم ہو مگر فن تجارت کے ماہرین میں اُسے کوئی عظمت نہ ہوگی اسی طرح ایک ڈاکٹر ولایت ایم اے یا جامع ازہر کا اعلیٰ سند یافتہ اگر رفندگی کے فن میں دخل در معقول دینا شروع کرے حالانکہ اُس میں اُسے کوئی درک حاصل نہ ہو تو وہ بجائے عظمت حاصل کرنیکے اور بھی ذلیل ہوگا۔ انتظام مملکت پر ہی غور کرو۔ انجنیرنگ کے متعلق انجنیروں سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹری کے متعلق ڈاکٹروں سے ہی رائے طلب کی جاتی ہے۔ فوجی معاملات پر جرنیل ہی رائے دینے کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور مالی تمثیل کاموں میں خزانے کے کاموں میں مہارت رکھنے والے لوگ ہی اپنے خیالات ظاہر کرنیکے لئے بلائے جاتے ہیں۔ جوڈیشل نظم کے لئے جوڈیشل افسروں کی رائے ہی صائب سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر کشوری امور میں اگر کشوری افسروں کے خیالات کو ہی فوقیت دیجاتی ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں ہو کہ اگر ایک جگہ کسی ایک ایسے شخص کی ضرورت ہو جو بڑھئی کا کام جانتا ہو تو وہ جگہ کسی لوہار کو پیش کر دینا کہ یہ آہنگری کے فن میں ایسا کامل ہے۔ اور ایسے ایسے باریک پرزے تیار کر سکتا ہے۔ سخت غلطی ہے۔ اور اس موقعہ پر گو وہ آہنگر اپنے فن

میں کیسا ہی کامل ہو مگر کوئی عظمت نہیں رکھیگا۔ اور اگر ایک جگہ پر ایک لائق ماسٹر کی ضرورت ہو اور ایک لائق جرنیل درخواست کرے تو وہاں اُسکی عزت نہ ہوگی چنانچہ اسی لئے جب ایک شخص کے علم کا بیان کرنا مدنظر ہوتا ہے۔ تو اسوقت اُس کے ماں باپ کی فضیلت بیان نہیں کیجاتی بلکہ خود اسکا اپنا علم بتلایا جاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ ہر جگہ اُسکا لحاظ کرنا ضروری ہے چنانچہ اسی وجہ سے جب خدا تعالےٰ کسی نبی کا ذکر کرتا ہے۔ تو اُسکی نسبت یہ نہیں بتاتا کہ یہ فلسفہ طبعیات حساب یا سائنس سے اسقدر واقف ہے کیونکہ نبوت ان چیزوں کی خواہاں نہیں۔ ہاں اس موقعہ پر جو ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ اُسکے اخلاق اُسکے احسانات اُسکی شفقت اُسکی محبت الٰہی اُسکی خشیت اللہ کے متعلق ہوتا ہے اور یا اُسکے ان کارناموں کا بیان ہوتا ہے۔ جو اُس نے خدا تعالےٰ کے ماتحت کئے ہوں۔ اور جو کچھ لوگوں نے اُس سے اس راہ میں سلوک کیا ہو چنانچہ میں ایک دو مثالیں بھی اسجگہ دیتا ہوں۔ داؤد علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب اور پھر حضرت سلیمان کی نسبت ہے کہ ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب یعنے یہ دونو خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے سرشار ہو رہے تھے کہ سب طرفوں کو چھوڑ کر اسی کی طرف جھک گئے تھے چنانچہ انکا کمال ظاہر کرنیکے لئے انکی بادشاہت کا بھی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے پھر بھی آسمانی بادشاہت کو انہوں نے نہیں چھوڑا۔ اور تمام راہوں کو ترک کر دیا۔ اور محض خدا کے ہی ہو رہے پھر حضرت ابراہیم کے لئے ہے۔ کہ ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب سورہ ہود میں اور ان ابراھیم لاواہ حلیم یعنی حضرت ابراہیم بُردبار درد مند دل والے اور رجوع الی اللہ کرنے والے بندے

تھے۔ اسی طرح اولیاء و انبیاء کو مخلصین محسنین صالحین قانتین وغیرہ خطابوں سے یاد فرمایا ہے۔ غرض کہ ہر ایک شخص کی عظمت اُسکے منصب کے متعلق کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اکثر یوں ہوتا ہے کہ ایک امر ایک کے لئے عظمت کا باعث ہوتا ہے وہ دوسرے کے لئے کمزوری اور نقص سمجھا جاتا ہے پس جب کہ یہ بات ثابت ہو گئی تو ہمارے لئے لازمی ہے کہ حضرت مسیح کی عظمت ثابت کرنے کے لئے ہم ان باتوں کو لیں۔ وہ انبیاء کے لئے باعث عظمت ہوں ✤

ولادت مسیح پادری صاحب نے چار باتیں لی ہیں۔ کہ جن پر حضرت مسیح کی زندگی کو پرکھ کر یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ کسی نبی کو ان سے مشابہت حاصل نہیں۔ اسلئے وہ سب سے افضل ہیں۔ اول تو آپ کی بالائے فطرت ولادت دوم آپکی شخصیت سوم آپکے بالائے فطرت کام چہارم آپکا بالائے فطرت صعود الی السماء میں سب سے اول آپ کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اسکو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اسکا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتا دونگا کہ یہ بات غلط ہے کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا بلکہ ثابت کر دونگا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا۔ مگر میں سب سے پہلے اس بات کو مانتے ہوئے کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا ہوئے آپکو جواب دیتا ہوں یاد رہے کہ قرآن شریف نے عظمت انبیاء میں کہیں اور کسی موقعہ پر بھی بن باپ کی پیدائش کو موجب فضیلت اور عظمت قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی جیسے کہ میں پہلے دکھا آیا ہوں اس سے عقلی طور پر ثبوت سے کچھ جوہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ انبیاء کے جس قدر کام ہوتے ہیں

اور جو جو باتیں انکی خبر میں لکھی جاتی ہیں۔ اُن میں بن باپ کی ولادت کا کوئی دخل نہیں انبیاء کا کام سوائے اسکے کیا ہوتا ہے۔ کہ وہ بنی نوع انسان میں آپس میں اخوت اور ہمدردی پیدا کریں۔ اور پھر اسکا خدا تعالےٰ سے تعلق مضبوط کریں جس کے لئے انکو علاوہ دعاؤں کے اپنے نمونہ سے اور اپنے اقوال و نصائح سے کام لینا پڑتا ہے اور انکی تائید میں خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت سے نشانات دکھائے جاتے ہیں جس سے انکی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے مگر ان نشانات میں ایک تائیدی رنگ ہوتا ہے لغو نہیں ہوتے یعنے یا تو انکے مخالفین کی ہلاکت کے لئے ہوتے ہیں۔ یا انکی مدد کے لئے ہوتے ہیں یا کسی آئندہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں چنانچہ کل انبیاء کے کاموں اور نشانات کو دیکھو۔ وہ اسی قسم کے ہونگے پس جبکہ ہم حضرت مسیح کی ولادت کو دیکھتے ہیں تو اسکو نبوت سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا نہ تو اس ولادت سے آپکے متقین کے لئے پر کچھ حجت تھی کیونکہ آپ کی ولادت کے وقت تو آپکی نبوت پر کوئی بحث ہی نہ تھی۔ اور نہ آپ کے مخالفین پر یہ بات کوئی حجت ہو سکتی تھی کیونکہ وہ تو آپکو نعوذ باللہ نعوذ باللہ جو سمجھتے سمجھتے تھے اور صدیقہ مریم پر الزام لگاتے تھے پس یہ ولادت آپ کے مخالفین پر تو کچھ حجت نہ ہو سکتی تھی اب رہے موافق سو اس بات کو دیکھکر وہ کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکتے تھے اور اس سے انکو کچھ مدد نہیں مل سکتی تھی۔ بلکہ اپنے مخالفین کے سامنے وہ اس بات کا ذکر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے انجیل میں اسکی بہت لمبی بحث نہیں کی گئی اور نہ یہود کے بہت جواب دئے

اب رہی تیسری بات سو اسکا ذکر ہم آگے چل کر کرینگے۔ غرض کہ اس بات سے نہ تو مخالفین پر کچھ حجت تھی۔ اور نہ موافقین کی تائید نہ اسکا اخلاق پر کچھ اثر نہ شریعت میں اس سے کچھ فائدہ تھا پس اس بات کو حضرت مسیح کی الوہیت کے ثبوت

کیلئے پیش کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ اس سے بحیثیت آپ کے نبی ہونے کے آپکی
کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی جیسے کہ ایک شخص جو طلباء میں اپنے آپکو معزز ثابت کرنا
چاہے اپنی قوت اور طاقت کے کارنامے سنا کر عظمت حاصل نہیں کر سکتا یا ایک
کالج کا پروفیسر بننے کے لئے کوئی فن خیالی کا کمال ظاہر کر کے کامیاب نہیں ہو
سکتا۔ اسی طرح حضرت مسیح کے بارے فطرت ولادت کے ثابت ہونے پر آپ
کو نبیوں پر کوئی فضیلت نہیں مل سکتی کیونکہ نہ تو اس ولادت کی وجہ سے مخالفین
پر کوئی ہلاکت آتی ہے۔ اور نہ موافقین کی تائید ہوتی ہے نہ شریعت کے ساتھ اسکا
کچھ تعلق ہے پس ایک مسیح نہیں۔ ہزار آدمی بھی اس رنگ میں پیدا ہوئے ہوں
تو وہ کسی نبی پر اپنی فضیلت نہیں ظاہر کر سکتے۔ چنانچہ اسکا ایک یہ بھی ثبوت
ہے کہ حضرت مسیح جب اپنی زندگی بیان فرماتے ہیں یا خدا تعالےٰ آپکی عظمت
بیان فرماتا ہے تو کہیں بھی آپکی بالائے فطرت پیدائش کا ذکر نہیں کرتا۔ چنانچہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ پ۳ رکوع ۱۳ اور پھر فرماتا ہے کہ اٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پ۱ ع   اسی طرح فرمایا
ہے کہ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ پ ع
اور پھر اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ
اِلٰى مَرْيَمَ پ ع مگر ان تمام آیات میں کہیں بھی حضرت مسیح کی کوئی فضیلت
بیان نہیں فرمائی کہ جو آپ کی ولادت کے متعلق ہو۔ اگر اس قسم کی ولادت
کوئی فضیلت ہوتی تو کہیں تو خدا تعالےٰ قرآن شریف میں اُس کو فضیلت و
عظمت کے رنگ میں بھی بیان فرماتا پھر ہم خود حضرت مسیح کا اپنا قول دیکھتے

ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا مگر آپ نے کہیں بھی اپنی بلا باپ پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ نے بھی نہیں اسے فضیلت کے رنگ میں بیان نہیں کیا۔ اور نہ خود حضرت مسیح ہی اپنی اس عظمت کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تو پھر مثی متی اور گوہ چست کا مصداق بنکر عیسائی صاحبان کا کیا حق ہے کہ اس ولادت کو آپ کی عظمت کے لئے پیش کریں۔ نہ تو خدا تعالیٰ ہی اسے عظمت کے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ اور نہ عقل اس بات کو ایک مدعی نبوت کے حق میں عظمت مانتی ہے۔ پس اگر مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ تو اس میں کونسی عظمت ہے علاوہ ازیں قرآن شریف میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ مسیح کی پیدائش کے سوا اس رنگ میں کوئی اور پیدائش نہیں ہوئی۔ بلکہ خود مسیح کی پیدائش بھی صریح نہیں۔ بلکہ دلالت النص کے طور پر بیان ہے پس یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ مسیح کو چھوڑ کر اور کوئی بھی اس رنگ سے پیدا نہیں ہوا ہم دنیا میں ہزاروں بچے بن باپ کے پیدا ہوتے دیکھتے ہیں۔ اور بعض عورتیں جن کے اس قسم کے بچے ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی نیک اور پارسا بھی ہوتی ہیں۔ اور ہم ان پر کسی طرح بھی شک نہیں کرسکتے۔ کہ وہ زانیہ ہیں۔ ہاں یہ مسیحی صاحبان کا فرض ہے کہ انکو زانیہ ثابت کردیں۔ کیا دنیا کی ہر ایک ایسی عورت کو وہ زانیہ ثابت کرسکتے ہیں۔ اگر نہیں تو انکی ہم پر کوئی حجت نہیں۔ یہ بار ثبوت انپر ہے۔ کہ وہ ثابت کریں۔ کہ سوائے مرد و عورت کے باہم ملنے کے کبھی اولاد نہیں ہوتی ہم

دنیا میں بہت سی ایسی وارداتیں دیکھتے ہیں۔ اور گو ان میں بہت سی [illegible] بھی ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن کل پر ایسا فتویٰ دینا ہماری طاقت سے تو باہر ہے۔ ہاں مسیحی صاحبان حضرت مسیح کی خاص فضیلت ثابت کرنیکے لئے اگر کوشش کرکے یہ بات ثابت کردیں۔ تو ہم کو اسکے ماننے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن جب تک وہ ایسا نہ کریں ہم یہ بات قطعاً نہیں مان سکتے۔ کہ سوائے مسیح کے کبھی اور کوئی اس طرز پر نہیں پیدا ہوا۔ چنانچہ ہم اس بات کے ایک سے زیادہ مدعی دیکھتے ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں پاتے کہ انکو جھوٹا ٹھہرائیں۔ چنانچہ چنگیز خان کی نسبت بھی اسکی ماں کا دعویٰ تھا کہ یہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اور اسکا بیان تھا۔ کہ ایک نور سے میں حاملہ ہوئی۔ اور اس سے مجھے یہ بچہ پیدا ہوا۔ اور اسکی قوم نے جو اسکے اخلاق اور چال چلن سے خوب واقف تھے۔ اسکا کوئی انکار نہیں کیا۔ اسی طرح منچو خاندان کے مورث اعلیٰ کی نسبت بھی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی پیدائش بھی اسی قسم کی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اس خاندان کی ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں سیر کو گئی تھی۔ اور وہاں میں ایک نور سے حاملہ ہوئی۔ اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ میں قبل از وقت تم کو بتا دیتی ہوں۔ کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اور اس کا بیٹا تیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے موجودہ بادشاہت کو تباہ کرکے خود بادشاہ بنیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح اسی قسم کی اور بہت سی نظیریں ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم اس معاملہ میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں مان سکتے۔ اور نہ اس سے اسکی کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر ثابت کر بھی دیا جائے کہ مسیح کے سوا اور کوئی بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ تو قرآن شریف تو خود مسیح کی اس پیدائش کا بھی منکر ہو جائیگا۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سورہ احزاب یعنے تو ہرگز

خدا تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔ پس یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ مسیح کے سوا اور بھی کچھ دو ایسی جو گن سے زیادہ ہیں۔ مگر سنت اللہ میں تبدیلی لازم نہ آئے یا خود مسیح کی بالائے فطرت کا انکار لازمی ہوگا۔ پس۔ کسی صاحبان کا اختیار ہے کہ جس کو چاہیں قبول فرماویں۔ دونوں صورتوں میں حضرت مسیح کی باقی انبیاء پر کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس موقعہ پر میں یہ بھی کہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بالائے فطرت کا لفظ میں نے صرف مسیحی صاحبان کے خیال کے موافق بولا ہے۔ ورنہ ہم تو اسے بالکل مطابق فطرت مانتے ہیں ؂

مسیح بن باپ نہ تھے اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے اسی طرح آپ کی بھی پیدائش تھی۔ اور میری اس سے غرض ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے یہ سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے چنانچہ اول تو وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ تم ہماری سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے چنانچہ سورہ احزاب اور فتح میں ہے کہ لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۔ پھر سورہ مائدہ میں ہے کہ لَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۔ پس جب کہ صریح حکم ہے کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو مسیح کی پیدائش کو ہم اسی طرق پر مانینگے جس طرح کہ روزمرہ دیکھتے ہیں چنانچہ وہ لوگ اسی کی تائید میں یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۔ (سورہ یٰس) یعنی پاک ذات ہے وہ کہ جس نے ہر ایک چیز کا جوڑا پیدا کیا نباتات کا اور حیوانات کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کو تم نہیں جانتے

اور انکا بھی جن کو تم نہیں جانتے۔ پس اس صریح حکم کے برخلاف حضرت مریم کے ہاں بغیر جوڑے کے بچہ کس طرح پیدا ہو۔ اور علاوہ ازیں وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ در سورہ طارق یعنی انسان دیکھے تو سہی کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے کہ جو صلب و ترائب میں سے نکلتا ہے پس چونکہ عورت کی منی اس طرح سے اچھلنے والی نہیں ہوتی۔ اسلئے حضرت مسیح کی پیدائش خلاف اس قاعدے کے بغیر مرد کے نہیں ہو سکتی پھر وہ کہتے ہیں کہ مسیح نے قرآن شریف میں اپنی بہت سی بڑائیاں بتائی ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ میں بن باپ کے پیدا ہوا ہوں۔ اور نہ خدا تعالٰے نے انکی فضیلتیں بیان فرماتے ہوئے انکی نسبت بن باپ کی پیدائش کو منسوب کیا ہے اور پھر آیت لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آدمی جو انکے پاس ہو جب الہام گیا ہے۔ اسی سے حضرت مریم حاملہ ہوئی ہیں وہ ایک اور خطرناک اعتراض یہ لوگ کرتے ہیں۔ کہ بائبل میں ہے کہ وہ مسیح داؤد کی نسل میں سے ہوگا۔ اور اگر آپ کو یوسف نجار کا بیٹا نہ مانیں۔ تو آپ داؤد کی نسل میں سے نہیں ٹھہرتے۔ اور نہ ہی نبی ثابت ہوتے ہیں۔ پس انکی نبوت کے ثابت کرنیکے لئے ضروری ہے کہ انکو یوسف نجار کا بیٹا مانا جائے ۔

غرض کہ یہ پہلو لو یا وہ پہلو لو جو میں نے بیان کیا ہے۔ کسی پہلو سے مسیح کی ولادت انکی عظمت ظاہر نہیں کرتی۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہودی لوگ آپ پر نعوذ باللہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ حرامی ہیں۔ اسکا جواب خدا تعالٰے نے یوں دیا ہے کہ حضرت مریم کو عفیفہ قرار دیا ہے۔ ورنہ ان کی پیدائش پر کسی کا کوئی اعتراض ہی نہ پڑتا ہو۔ اسکا جواب خدا تعالٰے دیتا ہی کیوں ؟ لیکن افسوس ہے مسیحی

صاحبان پر جنہوں نے اسلام کا احسان ماننے کی بجائے اُلٹا مسلمانوں کو دھوکہ دینا شروع کر دیا۔ اب اس احسان فراموشی پر سوائے اسکے کہ اناللہ پڑھا جائے اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲- مسیح کی جلالی شخصیت

اعتراض کا رد دوسری بات جو قرآن شریف سے مسیح کی فضیلت دوسرے انبیاء پر ثابت کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہے وہ انکی جلالی شخصیت ہے۔ مگر ہم کو جلالی شخصیت سے ہی انکار ہے حضرت مسیح جلالی نبی نہ تھے بلکہ جمالی تھے مگر یہ بات مانکر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف کا دعوے ہے کہ میں پہلے کل انبیاء کی تائید کرتا ہوں کوئی نئی بات بیان نہیں کرتا جس سے پہلے انبیاء کا رد کروں بلکہ انکی تصدیق کرتا ہوں چنانچہ قرآن شریف میں متقیوں کی نسبت ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو کہ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ سورہ بقرا یعنے وہ لوگ تیرے الہامات اور وحی کے علاوہ پہلے انبیاء کی وحی کا بھی انکار نہیں کرتے چنانچہ اسی کی آیہ میں فرمایا ہے کہ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ سورہ فاطر ۱ یعنے ہم نے تجھکو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بناکر بھیجا ہے اور دنیا میں کوئی امت نہیں کہ جس میں ہم نے ایک نذیر بھیجا ہو اس میں بتلایا کہ ہر ایک قوم میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں پھر فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ مؤمن اور چونکہ قرآن شریف کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

لما متعضر اسلئے ضروری تھا کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان جو اختلاف ہوں انکو دور کرکے دونوں کی تصدیق کرے چنانچہ اسی لئے خدا تعالے نے حضرت مسیح کی ذات پر جو اعتراض یہودی کرتے تھے انکو قرآن شریف میں دور کردیا کہ یہ سب غلط ہیں۔ اور اسطرح حضرت مسیح کو نبی قرار دیکر توریت و انجیل کی تصدیق کی۔ پس دیکھنا چاہئیے کہ یہودیوں کے مسیح پر کئی قسم کے اعتراض تھے۔ ایک تو یہ کہ نعوذ باللہ انکی ولادت ناجائز تھی اور دوسرے یہ کہ آپ جھوٹے تھے۔ اور آپ کو کوئی الہام نہ ہوتا تھا تیسرے یہ کہ آپ نعوذ باللہ صلیب پر مرکر لعنتی موت مرے۔ اور چوتھے یہ کہ آپ بہت ذلیل آدمی تھے۔ اور آوارہ تھے۔ پس خدا تعالے نے ان سب اعتراضوں کا رد کیا ہے۔ اور جن باتوں کو مسیحی صاحبان حضرت مسیح کی عظمت تمام انبیاء پر ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ وہ اصل میں ان اعتراضوں کے جواب میں ہیں۔ اور پھر یہ کہنا کہ جو باتیں مسیح کی نسبت بیان کی گئی ہیں۔ وہ اور کسی نبی کی نسبت نہیں ہیں۔ غلط ہے کیونکہ اسکا ثبوت کوئی نہیں دیا جاتا۔ ہم کہتے ہیں کہ بجائے آنحضرت کی نسبت اُن سے بڑھکر الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اور دوسرا جواب اسکا یہ ہے۔ کہ الزام اسپر سے ہٹایا جاتا ہے۔ کہ جس پر الزام لگا ہو۔ جب کسی اور نبی کی ولادت پر کوئی اس قسم کا اعتراض تھا ہی نہیں تو خدا تعالے دور کیوں کرتا۔ غرض کہ کسی طرح بھی اُن کلمات سے جو مسیح کے حق میں قرآن شریف میں آئے ہیں مسیح کی عظمت دوسرے انبیاء پر ثابت نہیں ہوتی۔

کلمۃ اللہ سب سے اول جو بات پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اور کسی اور نبی کے حق میں یہ بات بیان نہیں کی گئی اسلئے حضرت مسیح کو دوسروں پر فضیلت ہے۔ سو اسکا جواب یہ

یہ ہے کہ یہودیوں نے شرارت سے حضرت مسیح کی نسبت بہت بکواس کی اور گندے الفاظ انکی نسبت استعمال کئے تو قرآن کریم نے آپ کی اور آپ کی والدہ کی طرف سے ذب کیا ہے۔ نہ کسی اور نبی کو اتنا برا کہا گیا نہ کسی کی ذب میں یہ ضرورت پیش آئی۔ اسی لئے خدا تعالے نے آپ کی بریت فرمائی اور کہا کہ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ یعنی حضرت مسیح کی والدہ مریم نے ہرگز ہرگز کوئی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ وہ پاکباز عورت تھیں۔ اور اس سے اس قسم کا گناہ بالکل سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ اُنے اپنے سوراخ کی حفاظت کی اور اسلئے ہم نے اُس میں اپنی تروح نازل کی (روح کے معنے آگے لکھے جائینگے) اور اس نے ہمارے انبیاء اور کتب کو سچ مانا۔ اور احکام الٰہی کی پابند ہو گئی۔ پس ایسی حالت میں کسطرح ممکن تھا کہ وہ گناہوں میں پڑجاتی۔ دوسری آیت جو اس بارہ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ پ ۶ ع ۳ اور تیسری آیت یہ ہے اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ پ ۳ ع ۱۳

ان آیات سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ تھے۔ اسلئے وہ سب نبیوں سے افضل ہوئے اور ازلی ابدی ٹھہرے مگر یہ معنے سراسر غلط ہیں کیونکہ اول تو باقی انبیاء کو اس بات کی کوئی ضرورت اور حاجت نہ تھی کہ ان کی نسبت یہ کہا جاتا کہ وہ کلمۃ اللہ تھے کیونکہ انکے والدین موجود تھے۔ اور ان پر کسی قسم کا اعتراض نہ تھا کہ اسکو دور کیا جاتا۔ مگر چونکہ حضرت مسیح کے والد نہ تھے اور وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اور انپر بدبخت یہودیوں نے طرح طرح کے الزام

لگائے اور کہا کہ نعوذ باللہ وہ ولد الزنا ہیں۔ اور اسی لئے انکے اعتقاد کے موجب لعنتی اولاد ہیں۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے اس الزام کا دفعیہ کیا اور کہا کہ اگر وہ نعوذ باللہ ولد الزنا ہوتے تو شیطانی فعل سے ہوتے مگر تو خاص میرا فعل تھا اور میرا کلمہ یعنی حکم تھا کہ جس سے وہ پیدا ہوئے پس یہ الزام انپر لگانا بالکل غلط ہے۔ اب بتائیے کہ اس صورت میں کیا وجہ تھی کہ خدا تعالےٰ کل انبیاء کے حق میں کلمۃ اللہ کہتا کیونکہ انکی ولادت پر تو کوئی اعتراض نہ تھا۔ کہ جس کو رد کیا جاتا۔ ہاں حضرت مسیح کی پیدائش پر ان ظاہر بین یہودیوں کو ابتلا آیا۔ اور انہوں نے اسے رجس عمل الشیطان کہا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ بھی بری کو عمل الشیطان کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ پس اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ مسیح تو میرے کلمہ یعنی حکم سے ہوا شیطان کا میرے کام میں کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔ پس اس آیت میں خدا تعالےٰ نے مسیح کی ولادت کی بریت کی ہے۔ اس سے اسکو کل انبیاء پر فضیلت کیسے نکل آئی۔ علاوہ اسکے یہ بھی یاد ہے کہ کلمہ یا کلمات کا لفظ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کی طرف صرف تین ہی تو منسوب ہوا ہے۔ اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ہم ہر ایک رنگ کو لیکر دیکھ لیتے ہیں کہ مسیح کو جو کلمہ کہا گیا ہے وہ کسی معنے میں بھی مسیح کو دوسرے انبیاء پر فضیلت دیتا ہے یا انکی ازلیت اور ابدیت ثابت کرتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں کلمہ کا لفظ آیت کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ

فَحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ یعنے جب ساحر آئے۔ تو
حضرت موسیٰ نے انہیں کہا اگر پھینکو جو کچھ پھینکنا ہے پس جب انہوں نے
دکھایا جو کچھ دکھانا تھا۔ موسیٰ نے فرمایا جو کچھ تم نے دکھایا یہ تو صرف دھوکا ہی
ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اسے ابھی جھوٹا ثابت کر دیگا کیونکہ خداوند تعالےٰ مفسدین
کے اعمال کو نیک نتائج کا مرتب کرنیوالا نہیں بناتا۔ اور وہ حق کو اپنے نشانوں
سے ظاہر کر دیگا چنانچہ اس جگہ عصا کے نشان کو کلمہ سے تعبیر کیا گیا ہے
چنانچہ دوسری جگہ اس عصا کے نشان کو آیت کہا گیا ہے جیسا کہ فرمایا قَالَ
أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ قَالَ خُذْهَا وَلَا
تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا
الْكُبْرَىٰ یعنی اے موسیٰ اپنے عصا کو زمین پر ڈالدے۔ پس اس نے
ڈالدیا۔ تو وہ ایک سانپ بنگیا جو کہ دوڑتا تھا پھر فرمایا کہ اسے پکڑ لے اور ڈر نہیں
ہم ابھی اسکو اصلی حالت پر لے آئینگے اور تو اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو کے ساتھ چھپا
کر وہ سفید ہوکر نکلیگا مگر یہ سفیدی بُری نہ ہوگی یعنے برص وغیرہ سے نہ ہوگی۔ یہ
تیرے لئے دوسری آیت ہوگی یعنے عصا کے بعد اور یہ ہم نے اسلئے کیا کہ تجھے
اپنی بڑی بڑی آیات دکھائیں پس اسی جگہ اسی فعل کو جسے کلمہ کہا تھا آیت
سے تعبیر کیا ہے پس کلمہ کے ایک معنی آیت کے ہیں۔ تو اس صورت میں اس
آیت کے معنے یہ ہونگے۔ کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا ایک رسول ہے اور ایک
آیت ہے جسے اسنے مریم کی طرف ڈالا یعنے مریم کے بطن سے پیدا کیا پس
اس صورت میں بھی مسیح کی کوئی فضیلت نہیں نکلتی کیونکہ اللہ کے کل ہی
آیات ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف انسان بلکہ حیوان اور بیجان چیزیں بھی آیات قرار

دگئی ہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ
آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ (سورہ یوسف ع ۱) پس اس آیت میں خدا تعالے نے حضرت
یوسف اور اُن کے بھائیوں کو آیت قرار دیا ہے پھر سورہ کہف رکوع ۲ میں ہے
کہ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ
آيَاتِنَا عَجَبًا اس میں اصحاب کہف اور رقیم کو آیات قرار دیا گیا ہے۔ اسی
طرح کفار کو بھی آیت کہا ہے گو کہ بری آیت ہی ہوں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَقَوْمَ
نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ
آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا (سورہ فرقان ع ۴) اسی
طرح فرعون کو بھی آیت کہا ہے چنانچہ سورہ یونس ع ۹ میں ہے فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً اور وَمِنْ آيَاتِهِ
أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ کہکر سب دنیا کو آیت قرار دیا ہے پھر جانور کو
بھی آیت کہا ہے چنانچہ حضرت صالح کی اونٹنی کی نسبت ہے کہ هَٰذِهِ نَاقَةُ
اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اعراف ع ۱۰) اور پھر زمین و آسمان کو بھی آیت
قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ إِنَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
لِلْمُؤْمِنِينَ (سورہ جاثیہ ع ۱) اور اسی طرح دن رات اور شہروں اور جہازوں کو
بھی آیات قرار دیا ہے۔ پس کیا اس طرح یہ سب چیزیں ازلی ابدی ہیں۔ اور سب
نبیوں پر فضیلت رکھتی ہیں پس مجھ سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ مسیح ازلی ابدی
تھے یا یہ کہ وہ سب نبیوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ بلکہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ
نے انکو بھی اپنی آیات میں سے ایک آیت مقرر فرمایا تھا پس ہرگز والد الوہیت تھے
ہو خدا کے برگزیدہ تھے کہ ان معنوں میں قرآن میں بہت جگہ استعمال کیا گیا ہے

چنانچہ فرمایا ہے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ یعنی آیات اللہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا
(پ ۷ ع ۸) میں ہے کہ وَاتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِهِ یعنی اس کی آیات کو۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ پ ۲۵ ع ۴۔
اور اسی طرح وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ
پ ۹ ع ۱۵

پھر کلمہ کے معنی بشارت بھی آئے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَهُمُ
الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ
اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ پ ۱۱ ع ۱۲ یعنی ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرۃ
میں بشارتیں ہیں اور خدا تعالیٰ کی بشارتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ اور اللہ کی بشارت
حاصل کرنا تو ایک بڑی کامیابی ہے

پس اس صورت میں اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم خدا
تعالےٰ کا ایک رسول ہے۔ اور ایک بشارت ہے۔ جو اس نے مریم کو دی پس اس
صورت میں بھی حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء پر کوئی فضیلت نہیں ملتی کیونکہ اللہ
تعالیٰ کی بشارتیں تو ہر ایک نبی کو ملتی ہیں۔ اور وہ بشیر ہو کر دنیا میں آتے ہیں
حضرت مسیح کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں اور نہ آپ کی ازلیت و ابدیت
ثابت ہوتی ہے یہ محاورہ بھی قرآن شریف میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ
فرمایا ہے کہ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ یعنی یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَبِشَارَاتِهِ آگے بشارتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ انعامات کی بھی اور عذابات
کی بھی جیسے کہ فرمایا ہے کہ بَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ غرض کہ ایک اور جگہ
عذاب کی نسبت فرمایا کہ كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا

اَنَّہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ پ ۱۱ ۔ پھر فرمایا کہ تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَہَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ پ ۱۲ ۔ پھر فرمایا کہ وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ
مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَہُمْ پ ۲۵ ۔ غرض کہ ہر حال حضرت
مسیح بشیر یا نذیر ثابت ہوتے ہیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس کی وجہ سے
آپکو کل انبیاء پر فضیلت دی جائے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ
اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ ۔ اور پھر سورہ کہف میں ہے کہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ
اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۔ رکوع ۸ ۔ پس خدا تعالےٰ نے سب انبیاء کو مبشر
و منذر کہا ہے اگر حضرت مسیح کو بھی کہا ۔ تو کچھ بڑی بات نہ تھی ۔

پھر مکر کے معنے تدبیر کے بھی آتے ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِلَّا
تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ
لَّمْ تَرَوْہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ۔ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ
ہِیَ الْعُلْیَا ۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ (سورہ توبہ) یعنی اگر تم رسول کی مدد
نہ کرو ۔ تو اللہ نے تو اسکی نصرت بھی مدد کی تھی جب کفار نے اسے اس حالت
میں نکالدیا تھا کہ وہ صرف دو ہی تھے ۔ اور جب کہ وہ دونوں غار میں تھے تو وہ
(آنحضرت) اپنے ساتھی (حضرت ابوبکر) سے کہتا تھا کہ غم مت کر اللہ ہمارے ساتھ
ہے پس اللہ نے اسپر اپنی سکونت اتاری اور ایسے لشکروں سے مدد دی ۔
جنکو وہ نہیں دیکھتے تھے ۔ اور کفار کی تدبیر کو ناکام کر دیا ۔ اور اللہ کی تدبیر ہی
اونچی ہوتی ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے پس اگر آیت زیر بحث
میں مکر کے معنے تدبیر کے لئے جائیں ۔ تو بھی مسیحیوں کو ناحق ماننے کی

کوئی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ ہر ایک نبی خدا تعالے کی خاص تدبیر کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے۔ کہ اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ اعراف ع ۱۲) یعنی کیا یہ لوگ اللہ کی تدابیر سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ مگر کوئی بھی اللہ کی تدابیر سے یخوف نہیں ہوا مگر وہ قوم جو ٹوٹے میں ہو۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ہر ایک نبی خدا تعالے کی تدابیر میں سے ایک تدبیر ہوتا ہے جو گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے آتا ہے پس حضرت مسیح کی کیا خصوصیت ہوئی جیسے اور انبیاء ہیں ویسے ہی آپ بھی ہوئے ہیں۔ پھر کلمہ سے مراد کلمہ کن بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس میں یہ مناسبت بھی ہے کہ خدا تعالے نے حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے۔ اور انکے لئے بھی کلمہ کن کو استعمال کیا ہے۔ اور حضرت مسیح کی ولادت کے ساتھ بھی لکھا ہے کہ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اس جگہ کلمہ سے مراد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن فرمایا۔ اور آپ کی ولادت ہو گئی۔ اور یہ اسلئے کہا کہ عام طور کی ولادت سے آپ کی ولادت ذرہ مختلف تھی چنانچہ ابن جریر اور امام فخر رازیؒ اور نواب صدیق حسن خاں نے اپنی اپنی تفسیر جامع البیان تفسیر کبیر اور فتح البیان میں یہ بات لکھی ہے۔ اور یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جو کہ بڑے تابعی گذرے ہیں پھر لفظ کلمہ سے مراد اہل کلمہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے معنے یہ ہونگے۔ کہ مسیح عیسٰے ابن مریم خدا کا رسول تھا۔ اور اسکے کلام سے مشرف تھا جسے اسنے بطن مریم سے پیدا کیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اسکی مثال مل سکتی ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا یعنے اہل قریہ سے پوچھ اور عرب کا

محاورہ ہے کہ وہ اس طرح کلام کرلیتے ہیں پس اس طرح بھی مسیح کی کچھ فضیلت ثابت نہیں ہوتی پھر کلمہ کے معنے اس کل عالم کا ذرہ ذرہ بھی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ لقمان ۲۲)

اب یہاں خدا تعالےٰ نے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو ہی کلمہ کہا ہے پس کوئی معنے بھی لو حضرت مسیح کی ازلیت اور ابدیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ انکی دوسرے انبیاء پر فضیلت ہی ثابت ہوتی ہے باقی رہا کلام کا مجسم ہوجانا سو یہ اسلام میں تو اسکو جائز ہی نہیں رکھا گیا۔ ہاں پادری صاحبان کی کتب میں ہی لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوجاتا ہے مگر وہاں صرف مسیح کی خصوصیت نہیں بلکہ سب دنیا جہان کو خدا کا مجسم کلام ہی لکھا ہے چنانچہ یوحنا باب ۱ آیت ۱-۳ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا سب چیزیں اُس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اُسکے ہوئی" پس نہ صرف مسیح ہی بلکہ ہم بھی اور پادری صاحب بھی اور دیگر مخلوقات ازلی ابدی ٹھہری۔ غرض کلمہ کے لفظ سے ہرگز مسیحی صاحبان کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اب ہم لفظ روح کو لیتے ہیں ÷

روح دوسرا لفظ جس سے مسیح کو دیگر انبیاء پر فضیلت دی جاتی ہے وہ روح کا ہے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کی نسبت روح منہ کا لفظ فرمایا ہے مگر یاد رہے کہ یہ لفظ قرآن شریف میں تین رنگ میں استعمال ہوا ہے اور کسی معنے کے لحاظ سے بھی مسیح کی کوئی فضیلت ظاہر نہیں کرتا

دل میں کلام الٰہی کے ہیں جیسے کہ فرمایا یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ ۔ یعنے ملائکہ خدا تعالےٰ کے حکم سے جس بندہ پر وہ چاہتا ہے کلام الٰہی لیکر اُترتے ہیں۔ اب اس جگہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔ ورنہ اگر دوسری روح ہوتی تو علیٰ من یشاء من عبادہ نہ آتا۔ کیونکہ زندہ تو ہر ایک انسان ہے۔ کوئی بھی بغیر روح کے زندہ نہیں۔ دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت مریم اور مسیح کی خصوصیت نہیں بلکہ بہت سے بندے اس میں شامل ہیں۔ دوسری آیت یہ ہے۔ کہ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ یہاں وہی دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ روح یہاں کلام کے معنی میں آیا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مسیح کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔ تیسری آیت یہ ہے کہ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ۔ اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب روح قرار دیا ہے چنانچہ اسکی تصدیق میں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وَقَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ هٰذَا كُلُّهٗ مَعْنَاهُ الْوَحْىُ يُسَمّٰى رُوْحًا لِاَنَّهٗ حَيَاةٌ مِّنْ مَّوْتِ الْكُفْرِ فَصَارَ بِحَيَاتِهٖ لِلنَّاسِ كَرُوْحِ الَّذِىْ يُحْيَا بِهٖ جَسَدُ الْاِنْسَانِ لسان العرب جلد ۳۔ دوسرے کلام الٰہی کے لانیوالے فرشتہ کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۔ ۱۵۔ اور پھر قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ پ ۱۴ ع ۲۰ اور
پھر اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ
پ ۱۔ اور پھر یہی آیت دوبارہ پ ۳ میں فرمائی ہے۔ اور اسی طرح فرمایا کہ
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا
بَشَرًا سَوِيًّا ؕ قَالَتْ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ؕ قَالَ
اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ؕ پ ۱۶ ع ۵ تیسرے معنے
نفس انسانی کے ہیں جیسا کہ آیا ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ
مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ پ ۲۱ ع ۱۴۔ اور پھر فرمایا۔ کہ
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ پ ۲۳ ع ۴
اور پ ۱۴ ع ۳۔ پس ان تینوں صورتوں میں کسی صورت میں بھی مسیح دوسرے انبیا
پر فضیلت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر کلام کے معنے لئے جائیں۔ تو سب نبیوں سے
کلام ہوا ہے۔ اور سب کو کلام وحی کیا گیا ہے۔ اور اگر جبرئیل کے معنے لیں۔ تو بھی
کوئی تعجب نہیں۔ کہ حضرت مسیح کو خدا تعالےٰ نے بسبب صاحب وحی ہونیکے
روح بخشدیا ہو اور اگر معمولی نفس کے معنے کریں۔ تو سب دنیا اس میں شریک ہو
پس حضرت مسیح کسی رنگ میں بھی شرکت سے خالی نہیں رہتے پس آپ کو ان
الفاظ سے دوسرے انبیاء پر کچھ فضیلت نہیں حاصل ہوتی۔ اور ان الفاظ سے
کوئی فضیلت نکالنا مسیحی صاحبان کی دھینگا دھانگی ہے۔ اور قرآن شریف سے
کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح کل انبیاء پر بغیر کسی استثنٰی کے فضیلت
رکھتے تھے۔ ہاں آپ ایک اولوالعزم نبی تھے اور خدا تعالےٰ کے نیک بندوں
میں سے تھے مگر یہ ہم کبھی نہیں مان سکتے اور سخت کفران نعمت ہے۔ اگر ہم
مان لیں کہ آپ کل انبیاء سے اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم بہرحال آپ سے فضیلت رکھتے تھے۔ اور ہر رنگ میں کامل تھے اور کوئی
نبی آپ کی برابری کسی بات میں بھی نہیں کرسکتا نہ علوم الہیہ میں نہ تقویٰ اللہ
میں نہ معرفت کاملہ میں نہ شریعت مستقلہ میں نہ شفقت اِرشادیہ میں نہ اخلاق جمیلہ
میں نہ صفات حمیدہ میں نہ حسن الصورت میں نہ جلائے سیرت میں نہ صفائی قلب
میں نہ شیرنی لسان میں نہ ادائے بیان میں نہ شجاعت میں نہ سخاوت میں۔ نہ
بندہ پروری میں نہ غریب گستری میں انکے ذرہ ذرہ نے وہ جلا پائی کہ ہزار ہزار
سورج کی روشنی سے بڑھکر روشن ہوگیا۔ آپ خداتعالےٰ کی محبت میں ایسے محو
ہوئے کہ خداتعالےٰ کے محبوب بنگئے جو طالب تھا۔ وہ مطلوب ہوگیا جو عاشق
تھا اُس نے معشوق کا درجہ پایا۔ پس ہم کسی طرح بھی یہ برداشت نہیں کرسکتے
کہ آپ کے دامن پاک پر کوئی دھبا لگانے کی کوشش کرے۔ اگرچہ چاند پر خاک
ڈالنے والے کے ہی منہ پر خاک پڑتی ہے اور سورج پر تھوکنے والا گویا اپنے منہ
پر ہی تھوکتا ہے۔ مگر پھر بھی حکم وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ
يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ
سورہ بقرہ ۲۴ پ

اُن اعتراضات رذیلہ کا جو آنحضرت کی ذات اور اسلام پر کئے جاتے ہیں
جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ اعتراض عظمت مسیح از روئے قرآن کا مسئلہ
تو ایسا ہے کہ آنحضرت کی ذات اور اسلام دونوں پر حملہ ہے اور سخت حملہ ہے
کیونکہ اگر قرآن شریف میں سے حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرت پر ثابت
کردیجائے۔ تو یہ آنحضرت کی ذات پر تو یوں حملہ ہے کہ آپ کی کل فضیلتیں
جنکے ہم مدعی ہیں باطل ہوجاتی ہیں۔ اور اسلام پر اسلئے کہ قرآن شریف میں گویا
کہ اختلاف ہے کہ ایک جگہ کسی کو افضل قرار دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ کسی اور کو

مگر اس سے بھی زیادہ ہم خدا تعالیٰ کی ذات پر کوئی حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اور ایک مومن کی روح کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں کوئی گستاخی کا لفظ سنے فیصلہ کرنیوالا تو وہ آپ ہی ہے۔ مگر محبت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم مشرک کی بات کھلی نہیں سن سکتے اور کوئی برائی جس سے شرک لازم آئے کسی فرد بشر کی نسبت منسوب نہیں کر سکتے اسی لئے ہمکو مجبوراً حضرت مسیح کے اُن معجزات کا جو شرک کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف ہماری تائید کرتا ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ خرق عادت کے طور پر ہوئے تو کوئی ایسے معنے بھی نکلتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح کو کوئی ایسی فضیلت ملتی ہے۔ کہ جس سے اس میں خدائی کا رنگ ماننا پڑے۔ تو یاد رکھو کہ اس آیت میں مسیح کو روح کہکر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ پس روح کے کوئی ایسے معنے لینے جو خلاف تفسیر قائل ہوں کسی طرح جائز نہیں ہو سکتے

مسیح کے معجزات قرآن شریف کی اس آیت سے کہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ پ ۷ یعنی جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ ابن

یاد کر میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہیں کہ جب کہ میں نے تجھے روح القدس
سے مدد دی اور تو لوگوں سے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں کلام کرتا۔ اور جب
کہ تو بنا کرتا تھا طین سے ہیئۃ الطیر کی طرح بناوٹ۔ میرے اذن سے پھر پھونکتا
اُس میں پس وہ اُڑنے لگتا تھا میرے حکم سے۔ اور تو بری کرتا تھا اکمہ کو اور
ابرص کو میرے حکم سے اور جب کہ تو مردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا۔ اور جبکہ
میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا جبکہ تو ان کے پاس بینات لیکر آیا پس ان
لوگوں نے جو کافر ہوئے ان میں سے کہا کہ یہ تو ایک دلربا بات ہے۔ جو
جدائی ڈالنے والی ہے اب اس آیت سے مسیح کی طرف جو معجزے منسوب
کئے جاتے ہیں کہ جو بالکل اس آیت سے نکلتے ہی نہیں حتیٰ کہ بعض شرک
کی حد تک بڑھ گئے ہیں۔ پہلا معجزہ جو بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ آپ مہد میں
بولے مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا بات ہے۔ اور کونسا کمال ہے۔ ایک
دوسری جگہ پر قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے فی المھد صبیا
اب ہم دیکھتے ہیں۔ تو صبی کا لفظ اول تو کل چھوٹے بچوں پر جو چار پانچ سال کے
ہوں بولا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اسکو محدود بھی کر دیں۔ تو کم سے کم اسکی مدت دودھ
چھوٹنے تک کی ہے یعنے اڑھائی سال تک سو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بچے سال
تک ڈیڑھ سال تک اور بعض بعض بچے اڑھائی سال تک خوب بول سکتے ہیں
اور اچھی طرح باتیں کر سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عجوبہ پسند طبیعتیں سیدھی سی
بات کو کھینچ کھانچ کر کہیں کی کہیں لے جاتی ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ کوئی ایسی خصوصیت
نہیں جس سے حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء پر کوئی خاص فضیلت دے
کیونکہ یہ بات حافظہ کے متعلق ہے ہوشیار بچے صبا کی عمر میں خوب اچھی طرح بولنے
لگ جاتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ اور ایک لڑکا پانچسال کا [illegible] ہارون رشید

کے پیش کیا گیا تھا۔ اور بہت سی ایسی نظیریں ملتی ہیں کہ جنکو دیکھکر حضرت مسیح کا بچپن میں ایک دو فقرے بولنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ پھر اس میں عجوبہ کیا ہوا سو یاد رہے کہ قرآن شریف مفصل بیان کرتا ہے عجوبہ بیان نہیں فرمایا۔ دیکھو ساتھ ہی کہل کا لفظ بھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی خلاف سنت اللہ بات بیان نہیں کی گئی۔ کہ جس دن آپ پیدا ہوئے اُسی دن بولنے لگے اور اگر ایسا ہوتا۔ تو پھر ادھیڑ عمر میں بولنے کا لفظ خدا تعالےٰ ساتھ نہ لگاتا۔ علاوہ ازیں اس بات میں بھی مسیح کیلئے نہیں حضرت یحییٰ کے لئے بھی آیا ہے کہ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا اور پھر انہیں دو پر حصر نہیں کیا۔ خدا جانے کتنے لوگ اس فضل سے متمتع ہوئے ہیں۔ حدیثوں میں ایک جریج راہب اور ایک عورت کے بچے کا ذکر ہے۔ اسکا اصل باعث یہ کیوں نہ ہو کہ عورتوں کو بچوں کی زندگی اور گونگا ہونیکا فکر رہتا ہے۔ اس بشارت سے صدیقہ مریم کے دونوں فکر دور کر دیا۔ اسکے بعد خلق طیر کا مسئلہ ہے۔ سو یاد رہے کہ قرآن شریف صریح اسبات کا انکار کرتا ہے۔ کہ کوئی مخلوق اس قسم کی خلق کر سکے۔ جس طرح کہ خدا تعالےٰ کرتا ہے۔ اور کوئی نبی خواہ کتنا بڑا ہو اس بات کو نہیں کر سکتا۔ اس صفت کا کسی اور کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور شرک ہے۔ اور قرآن شریف کے صحیح اصول کے برخلاف ہے خدا فرماتا ہے کہ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمْ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ سورہ رعد۔ یعنے کیا بناتے ہیں اللہ کے لئے شریک جنہوں نے خلق کیا جسطرح اللہ نے خلق کیا۔ اور دونوں خلقیں انکے لئے ایک سی ہی ہو گئیں کہہ اللہ ہی خالق ہر ایک شے کا ہے اور وہ ایک ہے اور قہار ہے سو یاد رہے کہ

اس آیت سے صاف نکلتا ہے کہ ایسی خلق جو خلق خدا سے متشابہ ہو کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سورہ حج کے آخری رکوع میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ یعنی جن لوگوں کو تم خدا کے سوا معبود کہتے ہو۔ وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو سب اکٹھے ہو جائیں اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں صفات الوہیت دیگئی ہیں۔ اور اس آیت میں لکھا ہے۔ کہ وہ مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے پھر جانور کیونکر پیدا کئے ✤

پس ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالٰے کے ہی ہاتھ میں ہے کہ ایک جانور کو زندہ کرے اور اُسکو طاقت پرواز دے۔ اسلئے ہم کسی صورت میں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اور شخص اس قسم کی خلق کر سکتا ہے۔ خواہ بلا اذن یا باذن کیونکہ خدا تعالٰے اپنی صفات کسی اور کے سپرد نہیں کرتا۔ اور اگر اذن کا دروازہ کھلا تو شرک کچھ چیز ہی نہیں رہتا مشرک بھی اپنے بتوں کو بذات خود طاقتور نہیں مانتے بلکہ یہی یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کے اذن سے سب کام کرتے ہیں۔ پس مسیح کے بارہ میں اذن سے خلق کو منسوب کرنے سے قرآن شریف کی شرک کے متعلق جس قدر تعلیم ہے سب کو باطل کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے کوئی راہ نہیں کہ ہم حضرت مسیح کی طرف اس صفت کو منسوب کر سکیں۔ اور باذن اللہ سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ یہ کوئی عجیب بات تھی کیونکہ نیک لوگوں کا ہر ایک کام اذن اللہ کے ماتحت ہی ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّہِمْ اور اسی طرح نبات کی نسبت فرمایا یُخْرِجُ نَبَاتَہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ پس اس سے پیغمبروں اور انبیاء کے خلاف فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اگر مسیح کے معجزات کے ساتھ اذن کا لفظ تو اسلئے لگایا ہے کہ تا مسیح کی لکو

صفت الوہیت نہ سمجھو ہمیں غرض کہ جب اصل خلق قرآن شریف کے اصول کے برخلاف ہے تو اسکے ایسے معنے کرنے ہونگے جو اصول شریعت اور فطرت کے مناسب ہوں۔ اور قرآن کریم نے تو اسکے معنوں کے اصل کو بہت ہی کھولدیا ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ یہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ اَنِّیْ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا یعنے جیسے اور اولوالعزم نبی کیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بھی ایک جماعت زمینی لوگوں میں سے چنی۔ اور انکو علم الہی سے بہرہ مند کرکے طیر بنادیا یعنے وہ اعلی علوم الہیہ سے واقف ہوکر آسمان کی طرف اور اللہ تعالے کے قرب کی طرف پہنچے۔ ورنہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ایک مورت کو اڑا دینا تو کچھ معجزہ نہیں غرض کہ اصل خلق طیر جو کسی رنگ میں بھی خدا تعالے کی خلق کے مشابہ ہو۔ قرآن شریف سے ناممکن ہے۔ اور دوسری خلق مسمریزم والی ہے اس سے ایک نبی کی کوئی ایسی عظمت نہیں۔ ہاں تیسری طرز سے وہ خالق طیر باذن اللہ ہو سکتے ہیں۔ اور وہ سب نبیوں کا کام ہے۔ اُن میں کوئی خصوصیت نہیں اور بہر حال مسیح کی خصوصیت کچھ نہیں حضرت موسیٰ نے تو عصا کا سانپ بنادیا اور حضرت مسیح نے جو طیر بنائے اُس میں تو ہیئۃ الطیر بنانی پڑی حضرت موسیٰ نے بغیر ہیئۃ حیۃ بنانے کے اُسے سانپ بنادیا تو وہ بہر حال افضل ہے۔ سو اس طرح بھی مسیح کی فضیلت کل انبیاء پر صادق نہ آئی تیسری بات آپ کی نسبت براءت اکمہ ابرص منسوب کی جاتی ہے۔ سو دیکھنا چاہیئے کہ اکمہ کے دو تین معنے ہیں۔ ایک یہ کہ مادر زاد اندھا ہو دوسرے کہ جو بعد کے اندھا ہو۔ تیسرے کہ شب اندھے کی مرض ہو گئی ہو سو یاد رہے کہ اسجگہ پہلے دونوں معنے کسی صورت میں جایز نہیں ہو سکتے کیونکہ بری کے معنے ہیں پاک کرنا

یا بیماری سے شفا دینا مگر آنکھ کا پھوٹ جانا تو کوئی بیماری نہیں۔ اندھا کبھی نہیں کہتا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں کیونکہ بیماری کہتے ہیں کسی عضو میں فتور آجانے کو مگر جب وہ عضو ہی نہ ہو تو پھر اسکا نام بیماری نہ ہوگا۔ پس اس آیت کے یہ معنے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ کہ آنکھیں پھوٹ گئی ہوں۔ تو وہ پھر بنا دیتے تھے کیونکہ اسکے لئے بری کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی بیماری آنکھ کی سینکڑوں بیماریاں ہیں سے اندھراتے کی بیماری کو بھی اکمہ کہتے ہیں سو ہم کو اکمہ کے معنے یہی کرنے پڑینگے۔ کہ اندھراتے کے مریض کو اور مبروص کو شفا دیتے تھے سو یہ کچھ ایسی بات نہیں کہ جس سے ان کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہو جائے کیونکہ ان مرضوں کے علاج دنیا میں دوسرے حکیم بھی کرتے ہی ہیں۔ اور ہم نے تو اپنی آنکھوں سے آنحضرت کے ایک غلام کی ہی دعا سے ایک کتے کاٹا ہوا انسان اچھا ہوتے دیکھا ہے کہ جسکا اچھا ہونا آجتک ناممکن سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ کسولی سے علاج کر کے جب واپس آیا تب بیمار پڑا۔ اسکا نام عبد الکریم ہے آجکل حیدرآباد میں موجود ہے پس ہم پر اس معجزہ سے کیا رعب پڑ سکتا ہے اس آیت کے ایک اور بھی معنے ہیں۔ اور وہی یہاں زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ مرض کے مقابلہ میں قرآن کریم نے شفا کا لفظ فرمایا ہے خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے۔ اذا مرضت فھو یشفین اور بری کا لفظ زیادہ تر الزام کے دور کرنے میں استعمال ہوتا ہے پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت مسیح نے اکمہ اور مبروص کو بری قرار دیا۔ بنی اسرائیل میں اکمہ اور مبروص بہت گندے سمجھے جاتے تھے۔ اور عبادتخانوں میں اور شہروں میں انکا داخل ہونا ممنوع تھا۔ سو حضرت مسیح نے آکر انکو اس دکھ سے بچایا۔ اور انکو بری کر دیا چنانچہ

توریت کی کتاب احبار باب ۲۱ آیت ۱۹-۲۰ میں لکھا ہے کہ کیونکہ وہ مرد جس میں
کچھ عیب ہے نزدیک نہ آوے جیسے اندھا یا لنگڑا یا وہ جس کی ناک چپٹی ہو
یا اُسکے عضووں میں کچھ کمی بیشی ہو یا وہ جس کا پاؤں یا ہاتھ ٹوٹا ہو یا کبڑا ہو
یا بونا یا جس کی آنکھ میں نقص ہو یا داد یا کھجلی بھرا یا خصیا اسکا پچکا ہو" اور پھر
مبروص کی نسبت کتاب گنتی باب ۵ آیت ۱-۳ "پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب
کر کے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو حکم کر کہ ہر ایک مبروص اور ہر ایک جریان والا اور
جو مردہ کے سبب ناپاک ہے انکو خیمہ گاہ سے باہر کر دیں کیا مرد اور کیا عورت
دونوں کو نکالو۔ تم انہیں خیمہ گاہ سے باہر کرو۔ تا کہ وے اپنے خیمہ گاہ جہاں کہ میں
کے درمیان میں رہتا ہوں۔ ناپاک نہ کریں" پس توریت نے آنکھ کے مریضوں اور
مبروصوں کو بہت ناپاک قرار دیا تھا۔ سو مسیح نے آکر انکو بری کر دیا چنانچہ اسکی
تصدیق قرآن شریف کی یہ آیت بھی کرتی ہے جو حضرت مسیح کی نسبت آئی
ہے کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم کیونکہ سوائے قرآن مجید کے
سوا اکمہ اور مبروص کے حکم کے اور کوئی بات ایسی نہیں ملتی جو انکے لئے توریت میں
حرام ہوئی ہو اور پھر حضرت عیسیٰ نے انکے لئے جائز کر دیا ہو پس اس صورت میں
اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو نے بری
کر دیا آنکھ کے مریضوں کو اور مبروص کو چنانچہ ما ابرئ نفسی کی آیت کریمہ
اسکی تصدیق کرتی ہے اور تیسرے معنے ایک اور بھی ہو سکتے ہیں کہ روحانی
اندھوں اور مبروصوں کو وہ اچھا کرتے تھے سو اسکی بھی قرآن شریف میں
بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ اور قرآن شریف میں اندھے کا لفظ روحانی
اندھوں پر بھی بولا گیا ہے جیسے کہ آتا ہے کہ وحسبوا الا تکون فتنة
فعموا وصموا ثم تاب اللہ علیھم ثم عموا وصموا کثیر منھم

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۞ پ ۱۰ ع ۱۲ اور پھر آتا ہے کہ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۞ پ ۲۰ ع ۱ اور پھر سورہ فصلت رکوع ۲ میں بھی ہدایت کے مقابل رکھا گیا ہے۔ جیسے فرمایا کہ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى چنانچہ قرآن شریف کو بھی بصائر کہا گیا ہے جیسا فرمایا هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ پ ۹ ع ۱۴ اور پھر سورہ یوسف میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ رکوع ۱۲ غرض کہ اندھے سے مراد روحانی اندھے ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے۔ اور یہ کام سب انبیاء کرتے ہیں حضرت مسیح سے خصوصیت نہیں ہے۔

آخری بات جو حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ وہ مردوں کا زندہ کرنا ہے اور وہ ان دو آیات سے لیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے کہ تخرج الموتی اور پھر احی الموتی باذن اللہ مگر یاد رہے کہ ان آیات سے ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا۔ کہ حضرت مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے کیونکہ ایسا لکھنا اسلامی اصولوں کے مطابق ایک بڑا بھاری شرک ہے۔ اور حضرت احدیت کی سخت گستاخی ہے اور شریعت اسلام اسے ہرگز جائز قرار نہیں دیتی کیونکہ قرآن شریف اسکا بالکل انکار کرتا ہے پس یاد رہے۔ کہ اس قسم کے مسئلہ کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرنا بالکل نادانی اور غلطی ہے اور واقعات صریحہ کو چھپانا ہے۔ اور سورج پر پردہ ڈالنا ہے مگر کیا کبھی سورج کسی کے چھپائے سے چھپتا ہے یہ ممکن ہے کہ آدمی خود اپنے سامنے پردہ ڈال لے۔ مگر سورج نہیں چھپ سکتا۔ دیکھو قرآن شریف میں صاف لکھا ہوا آیا ہے

کہ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ہ یعنی جو لوگ مرجاتے ہیں اُن پر یہ بات واجب ہوجاتی ہے کہ واپس نہیں لوٹتے اور فرماتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ہ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی کو زندہ کر سکے پھر اور دیکھو کہ خدا تعالےٰ اس صفت کو قرآن شریف میں صرف اپنی طرف ہی منسوب کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ پس باوجود اس ثبوت کے اول تو اس دنیا میں مردوں کا واپس آنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور دوسرے خدا تعالےٰ نے صفت احیاء موتٰی کو اپنی طرف خاص کرتا ہے۔ حضرت مسیح کی طرف اس صفت کو منسوب کرنا بالکل غلط اور اسلامی اصولوں کے برخلاف ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف نے اس لفظ کو انسانوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ سو مختلف آیات سے جو معنے نکلیں۔ وہی ہمکو لینے پڑینگے کیونکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مطابق قرآن شریف جو آپ کسی لفظ کے معنے بتائے ہیں وہی ماننے کے قابل ہیں۔ اور باقی سب معنے باطل ٹھیرینگے سو وہ یہ ہے کہ لفظ احیاء قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَکَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ہ سو گر اسکے معنے زندہ کرنیکے لئے جاویں گے تو ثابت ہوگا کہ کل بنی اسرائیل مارنے اور جلانے کی طاقت رکھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف کا قطعاً یہ منشاء نہیں اور نہ واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ اور نہ آنحضرت نے یا صحابہ نے یا کسی اور مسلمان نے کبھی اسکے یہ معنی

کئے۔ اور اگر بیویوں میں یہ طاقت ہوتی تو وہ آج اس طرح ذلیل کیوں ہوتے ساری دنیا کو ہلاک کر کے آپ بادشاہ نہ بن بیٹھتے۔ غرض اس آیت میں احیاء کے معنے نفس مردہ میں جان ڈالنے کے ایک بیوقوف سے بیوقوف آدمی نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ بمطابق محاورہ قرآن شریف کے جب احیاء کا لفظ بندوں کے لئے آئے تو اور ہی معنی ہوتے ہیں یعنے امن دینا یا روحانی زندگی یعنے معرفت عطا کرنی چنانچہ جہاں جہاں یہ لفظ بندوں کے لئے آیا ہے اسکے یہی معنے کئے گئے ہیں۔ اور میرے کئے ہوئے معنوں کے مطابق ہی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے پھر حضرت مسیح کے لئے یہ لفظ جب استعمال ہو۔ تو اسکے ایک نئے معنے کیوں بنائے جائیں وہ کونسی خصوصیت ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ایسا کیا جائے۔ آخر کچھ تو ثبوت چاہیئے کہ جو ہمکو مجبور کرے کہ جب احیاء کا لفظ اوروں کے لئے آئے تب تو اسکے معنے علم و معرفت یا امن بخشنا یا تکلیف سے بچانے کے لئے آئیں لیکن جب حضرت مسیح کے لئے آئے تب اسکے معنے مردہ زندہ کرنے کے ہوں۔ اور یہ تو عقل سے بھی بعید ہے کہ حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے ہوں اور پھر بھی لوگ اس پر ایمان نہ لائے ہوں پھر تو چاہیئے تھا۔ کہ سب دنیا آپ پر ایمان لاتی۔ اور چونکہ موت وحیات کا سلسلہ لگا ہوا ہے اسلئے کوئی خاندان نہ رہتا کہ جو آپ کے قدموں میں آگر نہ گرتا۔ اور آپ کے طفیل اپنے مردوں کو زندہ کروا اور آیندہ کے لئے چاہیئے تھا کہ موت کا سلسلہ ہی بند ہو جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کی اس زمانہ کے لوگوں نے سخت مخالفت کی۔ یہاں تک کہ آپکو سولی پر لٹکا دیا۔ کافر کا تو دل ہی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ کے برخلاف ایک لفظ بولنا بھی کفر سمجھا جاتا۔ نہ کہ یہ شوخ چشمی دکھائی جاتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردہ زندہ کرنیکا کام انہوں نے کبھی نہیں کیا

چنانچہ قرآن شریف کی اور آیات بھی اسکی مؤید ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت کی نسبت ہے کہ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۝ پ ۲۲ ع ۱۵۔ اب اس آیت میں خداتعالیٰ نے پاک لوگوں کو آنکھوں والا اور نور اور سایہ اور زندہ قرار دیا ہے اور اسکے مقابل میں کفار کو اندھا اور اندھیرا اور دھوپ اور مردہ قرار دیا ہے۔ تو اب فرمایئے کیا یہاں بھی زندہ کے معنے زندہ کئے جائینگے۔ تو اسکے یہ معنے بنینگے کہ جس قدر لوگ دنیا میں زندہ ہیں وہ تو سب مومن ہیں۔ اور جس قدر مردہ ہیں سب کافر۔ افسوس اور تعجب ہے کہ آخر کونسی خصوصیت ہے۔ کہ اس لفظ کے معنے مسیح کے بارہ میں مُردہ زندہ کرنیوالے کے کئے جائیں جب کہ وہی لفظ آنحضرت کی نسبت بھی آیا ہے اور وہاں اسکے معنے روحانی زندوں کے کئے جاتے ہیں غرض حق یہ ہے کہ انسان کی نسبت جب یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ہمیشہ اس کے معنے اور ہی ہوتے ہیں۔ کبھی بھی مردہ زندہ کرنیکے نہیں ہوتے۔ اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ یہ سمجھا جائے کہ آنحضرت اس قسم کے احیاء سے قاصر تھے قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ۔ یعنے اے مومنو! جب خدا اور اسکا رسول تم کو زندہ کرنے کے لئے بلائے تو تم انہیں فوراً جواب دیا کرو۔ پس اس آیت سے علاوہ اسکے کہ آنحضرت میں بھی اس قسم کے مردے زندہ کرنے کی صفت

ثابت ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احیاء کے معنے علم عطا کرنے کے ہیں چنانچہ ہمارے آنحضرت نے تو ہزاروں ہزار لوگوں کو زندہ کیا حضرت مسیح نے تو صرف معدودے چند آدمیوں کو زندہ کیا تھا پھر ایک اور آیت ہے جس میں احیاء کے معنے عطاء علم کئے گئے ہیں یعنی اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ پ ۸ ع ۲ اس جگہ مومنوں کو زندہ کہا گیا ہے اور کافروں کو اندھیرے میں پڑے ہوئے تو معلوم ہوا کہ جس قدر زندہ لوگ ہیں۔ وہ سب تو مومن ہیں۔ اور جس قدر مردہ ہیں یا مکانوں یا اندھیرے گھروں میں رہتے ہیں۔ وہ سب کافر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس جگہ احیاء کے معنے علم کے ہیں چنانچہ اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ کیا جسے خدا نے بے علمی سے علم کے درجہ پر ترقی دی۔ اور نور بخشا۔ وہ بے علمی کے اندھیرے میں پڑے ہوئے کے برابر ہو سکتے ہیں پھر ایک اور آیت ہے۔ وہ اس لفظ کے معنے خود ہی کر دیتی ہے اور اب تک تو بعض دیگر آیات سے اقتباس کیا ہے اب وہ آیت لکھتے ہیں۔ جس میں خدا تعالےٰ نے صاف لکھدیا ہے کہ احیاء کے معنے ہیں علم دینا چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ پ ۱۰ ع ۱ یعنے تا کہ ہلاک ہو جائے جو ہلاک ہوا بینات سے اور زندہ ہو جائے جو زندہ ہوا بینات سے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ احیاء کے معنے ہیں بینات سے مستفید ہونا اور علم حاصل کرنا پس جب کہ حضرت مسیح کی نسبت جو احیاء کا لفظ آیا ہے اسکے معنے بموجب قرآن شریف کی نصوص صریحہ کے اعطاء علم ہیں اور یہ سب نبی کرتے ہیں تو آپ کی خصوصیت کل انبیاء پر ثابت نہ ہوئی اور یہی منشا تھا۔ کہ جو حملے قرآن

شریف پر در پردہ کئے گئے ہیں۔ انکو دور کیا جائے۔ اب اس جگہ میں ایک دو مثالیں خود بائبل سے بھی دیتا ہوں تا کہ یہ بات بھی معلوم ہو جائے کہ احیاء کے معنی بائبل نے بھی اعطاء علم کے کئے ہیں۔ لوقا باب آیت ۲۷ میں ہے کہ "تو خدا کو سارے دل ساری جان سارے زور سے ساری سمجھ سے پیار کر اور پڑوسی کو جیسا اپنے ساتھ یہ کر تو تو جیئیگا" پس اس آیت میں یا تو احیا کے معنے یہی کرنے پڑینگے کہ تو خدا کی معرفت حاصل کریگا ورنہ یہ ماننا پڑیگا۔ کہ جو اپنے پڑوسی کو پیار نہیں کرتے۔ وہ مرے ہوئے ہیں۔ اور کل دہریہ جو خدا کو پیار تو کجا اسکے وجود سے ہی منکر ہیں سب مرے ہوئے ہیں۔ اور پھر لکھا ہے کہ ایک شخص کا بیٹا باپ سے علیحدہ ہو گیا۔ اور دور چلا گیا۔ جب نادم ہو کر واپس آیا۔ باپ نے خوشی کی اور کہا یہ مر گیا تھا

Digitized by Khilafat Library

اب جیا ہے یہ نے کھو گیا تھا اب ملا ہے

پھر رومی کے خط میں باب آیت ۱۰ میں ہے کہ جو موا سو گناہ کی نسبت ایکبار موا پھر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے

قرنتیوں باب ۱۵ آیت ۳۱ میں پولوس کہتا ہے کہ میں ہر روز مرتا ہوں۔ یوحنا باب آیت ۵۱ اور باب آیت ۲۴ میں ہے اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے۔ تو وہ ابد تک موت ہرگز نہ دیکھیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے عیسائیوں کے سب مردہ ہیں اور عیسائی کبھی مرتے ہی نہیں یا سب بے ایمان ہیں سو اصل بات ہے کہ علم الٰہی کا نام بھی حیات ہے۔ اور انبیاء اسی طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ کہ انکو علم الٰہی عطا کرتے ہیں۔ اور اگر اصل بھی لیں تو اس میں بھی کوئی خصوصیت ثابت نہیں۔ کیونکہ سلاطین باب آیت ۲۲ میں ہے۔ کہ ایلیاس نے بھی مردہ کو زندہ کیا سلاطین ۲ باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے کہ الیسع نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ اور پھر باب آیت ۲۱ میں

ہے کہ المسیح کی مردہ لاش نے بھی مردہ کو زندہ کیا پس کسی رنگ میں حضرت مسیح کی خصوصیت نہیں رہتی۔ اب میں کافی طور سے اس بات کو ثابت کرا آیا ہوں۔ کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں احیاء کا لفظ انسانوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ وہاں امن دینے یا علم عطا کرنیکے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ کہ خود بائبل میں بھی اسکے یہی معنے لئے گئے ہیں۔ اور آخر میں مینے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر بطریق تنزل کے مان بھی لیا جائے۔ تو ایسا خیال کرنا بھی ہمارے مذہب میں شرک ہے تو بھی حضرت مسیح کیلئے نہیں۔ اور لوگوں نے بھی مردہ زندہ کئے۔ اور اسوجہ سے مسیح کو باقی نبیوں پر کوئی فضیلت نہیں رہتی۔

ادب

ہمارے کرمفرما مولوی عبداللہ خان صاحب کے لال گلشن احمد کے نونہال مصطفےٰ خان بی اے کا کمال ایک ماہواری رسالہ ادب نام کے ذریعہ سے ظاہر ہوا ہے جو کیا بلحاظ مضامین نثر و نظم و کیا باعتبار چھپائی لکھوائی و کاغذ کی نفاست کے قابل قدر ہے۔ ادب بہت جلد ادب لے ہمرنگ و ہمپایہ ہو جاتا ہے ہمارے احباب جو لٹریری مذاق رکھتے ہیں وہ اس رسالہ کے ضرور خریدار ہوں۔ اگر آپ والئے ریاست یا کوئی جاگیردار امیر اور بڑے تاجر ہیں تو تین روپے سالانہ پڑیگا۔ اور اگر آپ طالبعلم ہیں تو صرف دو روپے دفعۃً بنام محمد مرتضیٰ خاں تعبر منیجر ادب ایجنسی پٹیالہ۔ اس رسالہ کے مضامین پر فرداً فرداً ہم کسی اشاعت میں ریویو کرینگے

مسلم مارک

مسلم پہچانا جاتا تھا اپنے کیریکٹر سے اپنے اعلیٰ اخلاق سے اپنی پیشانی کے نور سے جس سے اسلام کی فرمانبرداری کے نشان ہویدا ہوں۔ اپنی غیرت وشجاعت و راستبازی سے اپنی نیچگا ہ نظارے مگر اب تو ایک طبقہ کی یہ حالت ہے کہ دیکھو تو کرسٹان ہو پوچھو تو مسلمان اور ایک

ہنود و یہود کے خونی رسوم سے زلزلہ رہا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون غالباً اس خلط سے محفوظ رکھنے اور پہچان کے لئے ایک صاحب نے یہ نشان بنایا ہے جو بہت خوبصورت اور موزوں اور کوٹ یا واسکٹ کی زینت ہو سکتا ہے اس پر نہایت خوشخط یا حی یا قیوم سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم لا الہ الا اللہ محمد رسول لکھا ہے اور شیشہ لگا ہے پیچھے پن ہے۔ جس سے کوٹ میں اٹک سکتا ہے قیمت بہت کم ہے ۳ ر اور درجن عہ کو ملنے کا پتہ۔ ایس۔ ایف۔ ایم عظیم اینڈ ولی محمد سوداگراں۔ ڈی ڈبلیو۔ لدھیانہ

اشتہار برائے ملاحظہ مبایعین ذی اقتدار

وہ سوچیں کر کیا لکھ گیا پیشوا ⁂ وصیت میں کیا کہہ گیا برملا

حضرت اقدس مغفور مرحوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ و من اتباعہ المخلصین آمین نے ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۲ و ۲۹ میں بیعت کرنیوالوں کو وصیت کے لئے نہایت ہی تاکیدی حکم ارقام فرمایا ہے کہ ہر بیعت کرنیوالا جو کچھ نہ کچھ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ رکھتا ہے کم سے کم اسکے دسویں حصہ کی وصیت ضرور ہی تحریر کرکے حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرے لہذا ذیل میں اصل حکم بغرض تعمیل درج کیا جاتا ہے بغور پڑھ لیں۔ اور تعمیل کریں و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و ھم لا یفتنون۔ ارادہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے بلاشبہ اُسنے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس انتظام پر اطلاع پاکر بلا توقف اس فکر میں پڑے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ

اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں۔ وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی بنا ڈالی ہے تا خبیث و طیب میں فرق کر کے دکھلا دے اسلئے اب بھی ایسا ہی کیا۔ سو قت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائینگے اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھا دیا ہے اور صدق ظاہر کر دیا ہے بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزریگا اور اس سے انکی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکینگے۔ فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانیوالے راستبازوں میں شمار کئے جائینگے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہونگی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں جنہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں۔ اور انکے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا۔ وہ آہ مار کر کہیگا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا اور عذاب سے بچ جاتا میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد جمع کرو کہ کام آوے میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دینگے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائینگے تب آخری دم میں کہینگے هٰذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ

چو کار حیات است کار نہاں ٭ ہماں بہ کہ در دل بجلی زیر سنگ

نوٹ۔ جو صاحب وصیت کرنا چاہیں وہ دفتر مقبرہ بہشتی سے فارم مطبوعہ وصیت طلب کر کے اس فارم پر جو نسا مضمون وصیت مرتب شدہ قانونی بہ شکل ہیں وہ فارم میں حسب ہدایت مقبرہ لکھ کر دفتر مقبرہ بہشتی میں ارسال کریں اور چندہ شرط اول دفتر محاسب میں حسب توفیق جمع کرائیں۔

[illegible]

"مقدس نبی کے مقدس حالات"

فروری کا تشحیذ الاذہان خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا مگر اس میں چند ایک فرو گذاشتیں ہوئی ہیں جن کی اصلاح کیجاتی ہے

(۱) صفحہ ۱۵ ایک راہب بحیری نام نے انھیں پوچھا۔ بحیرا اسکا نام ہے۔ راہب کا نام معلوم نہیں ہوا

۲۔ پینتیسویں سال بنائے کعبہ کے ذیل میں تہمد کا سر سے کھل جانے کا ذکر ہو گیا مورخوں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تعجب انگیز نہیں بعض کہتے ہیں بچپن کا ذکر ہے۔

۳۔ صفحہ ۵۰ تبلیغ کے اثر کے زیر عنوان یہ نام لکھے گئے آزاد غلاموں میں زید۔ غلاموں میں بلال رض انصار ی میں سے ورقہ

۴۔ سب سے پہلی وحی اقرء و ربک الاکرم تک ہے

۵۔ صفحہ ۵۴ سطر ۱۴۔ اونٹ کی اوجھڑیاں۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اونٹنی جس نے بچہ جنا ہو اس کی نال وخون وغیرہ ڈالتے۔

۶۔ صفحہ ۵۵ سطر ۲۔ ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا کی بجائے یہ فقرہ چاہیے "وہ سیدھے ہو لئے"۔

۷۔ صفحہ ۵۵ سطر ۱۔ انصار کی بجائے نجران کا وفد۔ یہ مدینہ میں آیا نہ کہ مکہ میں

۸۔ صفحہ ۵۶ ۔ ۱۰۔ "آپ کی اس ارض کچھ امداد کرینگے" کی بجائے "بات نہیں بنا لیں"

۹ صفحہ ۵۶ سطر ۱۶۔ ان لوگوں میں اس وقت کچھ غیر تہذیبی پڑھنا چاہیے

۱۰۔ صفحہ ۶۰ ۔ ۲۔ "اشرق البدر" کی بجائے "طلع البدر"

۱۱۔ آنحضرت کے بارے میں مندرجہ ذیل بات بھی قابل غور ہے [illegible] اذلۃ [illegible] کافروں نے تم سے پہل کی۔ اور ضعیف عورتوں اور بچوں کا نظام کندے

تنگ آکر یہ دعائیں کرنا ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا ۔ و اجعل لنا من لدنک ولیا وجعل لنا من لدنک نصیرا

۱۲ ۔ صفحہ ۳ ۔ سطر ۸ ۔ مکہ کی کھجوروں کو آگ لگوا دی ۔ مکہ نہیں بلکہ مدینہ کی کھجوروں کو

۱۳ ۔ " " سطر ۱۳ ۔ دولھا کی عمر ۱۱ سال غلط لکھی گئی ۲۲ سال تھی

۱۴ ۔ صفحہ ۱ ۔ چوتھے سال کے واقعات کے تحت میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہودیوں نے جب مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں آگ لگائی اور دو آدمی قتل ہوئے تو اس وقت بنو نظیر کے گھروں میں ان کی اعانت سے اس کا یہ کام ہوا تھا اس لئے ان سے اس غداری کی باز پرس دستور ضروری تھی

۱۵ ۔ صفحہ ۹ ۔ زید بن حارث کی بیوی کو اپنے حسب و نسب پر غرۃ تھا غلط جلال حسن وجمال ٹائپ ہے ۔

دوم زینب کو احیانا دیکھ لینے کی بکواس اس واسطے بھی غلط ہے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپی کی بیٹی اور آپ کی دیکھی ہوئی تھی

۱۶ ۔ صفحہ ۱ ۔ سطر ۹ ۔ تثنیۃ المرار نہیں ۔ ثنیۃ المرار

۱۷ ۔ صفحہ ۳ ۔ سطر ۸ ۔ جنگ خندق میں حصہ لینے والے اور دغابازی و بغاوت کے مرتکب قریظیہ تھے جو اپنے مانے ہوئے سعد کے فیصلے کے مطابق قتل کئے گئے تھے

۱۸ ۔ صفحہ ۵ ۔ سطر ۹ ۔ جنگ موتہ اس چڑھائی کی یہ وجہ سب سے زیادہ قوی تھی کہ شاہ روم کا ارادہ مدینہ پر چڑھائی کا تھا

۱۹ ۔ صفحہ ۵ ۔ سطر ۹ ۔ ۱۰ ۔ حضور نے خالد بن الولید کو حکم دیا کہ مکہ کی نیچے کی طرف سے داخل ہو اور آپ اوپر کی طرف سے داخل ہوئے ۔

۲۰ ۔ صفحہ ۹ ۔ سطر ۲ ۔ تم یہاں سے چلے نہیں جاتے کی صحیح یہ ہے کہ آپ کچھ زیادہ اکھڑ کے سامنے مت بیٹھو و پیچھے ہو گیا ۔ ۲۱ ۔ صفحہ ۹ ۔ سطر ۱ ۔ سلخ سہو کتابت صحیح سلخ ہے ۔ ۹ ۔ م

البشریٰ

یعنی

مجموعہ الہامات مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

حصہ اول

اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے ابتداء ہی میں فرماتا ہے کہ ہدایت اُن لوگوں کا حصہ ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور گرہ سے کچھ دینے کے عادی ہوں اور پھر یہ کہ وہ نبی کریم صلعم کو پہلی وحی اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا اور پیچھے آنیوالی پر ایمان لانے کے لئے تیار ہوں پس کون مسلمان ہے جو خدا کی اس وحی کو سننے کا مشتاق نہ ہوگا جو جالی فتن کو پاش پاش کرنے والے آخری زمانے کے مصلح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔

خدا جزائے خیر دے میرے کرم معظم بھائی راجہ محمد منظور الٰہی صاحب رانصار اللہ کو کہ انھوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی تمام کتابوں اور اشتہاروں اور تحریروں اور ڈائریوں اور مکتوبات کو رجوان کو میسر ہیں اغور کے ساتھ لفظ لفظ پڑھ کر الہامات اور کشوف اور رویا کو الگ ایک مجموعہ میں جمع کیا۔ جہانتک میں اپنے پیارے بھائی کے حالات سے واقف ہوں میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ کیا بہ لحاظ اپنے تقویٰ و اخلاص کے اور کیا باعتبار غیر معمولی محنت کے عادی ہونے اور قابل تعریف مستعدی کے ہر طرح پر اس کے اہل تھے۔ ہاں صرف ایک ہی کمی تھی جس کا نتیجہ ظاہر ہو گیا یعنی کہ وہ اب صحیح نہ لگ سکے۔ سو اس میں بھی ان کا اتنا قصور نہیں جتنا ہمارا۔ لیکن خیر اس کی تلافی اب بیچ ایک صحت نامہ ساتھ لگا کر دی ہے۔

اس اسّی صفحہ کے مجموعہ زیر ریویو میں ۷۷ الہامات ہیں اور ۵۵ سے زیادہ کشوف و رویا ہیں۔ اس حصہ کو آپ نے الگ کر دیا ہے مگر براہین احمدیہ کے الہامات

جو اس زمانہ کے ہیں جبکہ ہمارا ابھی کھلا دشمن تھا کہ خدا تعالیٰ اس شخص کو مسیح موعود و مہدی معہود بنانے والا ہے نمایاں نشان ہیں ان کا مطالعہ جہاں مخالفین پر ایک حجت قائم کریگا وہاں تصدیقیوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ کیونکہ اس میں ہزاروں نشان ہیں۔ ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے نوازکر فرماتا ہے کہ میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور پھر ان کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھونگا تیری مخالفت میں سب ناکام رہینگے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا تاہم وہ ایک زمانہ دیکھتا ہے۔

میرا خیال تھا کہ راجہ صاحب نے ہمارے اخلاص و شوق کا اندازہ لگانے میں غلطی کی ہو یا تساہل سے کام لیا ہے۔ بھلا وہ کون کمبخت احمدی ہوگا جو اپنے امام ہمام علیہ السلام پر نازل شدہ وحی کا مجموعہ دیکھنے کا خواستگار نہ ہو۔ پھر چار لاکھ کی جماعت میں کیا دس ہزار بھی ایسے احباب نہیں۔ اب ان کے لئے ایک ہزار کتاب "ایک انار صد بیمار" کی مصداق ہے۔ مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ہر دو جلدیں شائع ہوکر نکل جانے پر پھر نہایت خوبصورت ٹائپ پر بھی چھپوائینگے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ اس جلد اول کی قیمت ساڑھے چار آنے ہے۔ اور دفتر تشحیذ قادیان سے مل سکتی ہے۔

افتتاح الحق انجمن معین الاسلام دہلی نے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس کا نمبر اول حدوث روح و مادہ پر ہے۔ بہت اچھے پیرائے میں عقائد آریہ کی تردید کی ہے۔ لیکن جب تک ہمارے مناظر اس علم کلام سے کام نہ لینگے جو ہمارے مہدی اور مسیح نے جاری فرمایا کامیابی محال ہے۔ نیستی سے ہستی کے معنی خوب سمجھائے ہیں کہ یہ محال کیونکر ہے۔ نیستی کے معنی نہیں تھا پس دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو نہیں تھیں اور پھر ہو جاتی ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بغیر آنکھوں کے دیکھتا بغیر کانوں کے سنتا ہے تو خلق میں مادہ و روح کا محتاج کیوں ہو۔ باقی رہا اعتراض کہ روح حادث ہے تو پھر ابدی کیوں ہے اس کے جواب میں بتایا ہے کہ ممکن اپنی ذات کے اعتبار سے تو عدم چاہتا ہے

موجود اگر اس کی حالت اپنے تعلق و جوڑی کو غیر محدود زمانے تک رکھے تو اس کو انکار نہیں۔ اور اگر ایک ہی منٹ رکھے تو اس کا اصرار نہیں۔ حضرت اقدس نے روح کو خالق فرما کر اور بھی اس مسئلہ کو کھول دیا ہے۔ پھر اس اعتراض کہ روح و مادہ حادث ہیں تو صفت خالقیت ایک وقت ضرور بیکار ماننی پڑیگی کا جواب الزامی دیا ہے کہ فعل اپنے مفعول سے مقدم ہوتا ہے اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ پرمیشور نے رُوح و مادہ کو جوڑا اس کے بعد سرشٹی مخلوق ہوئی۔ اب فرمائیے کہ اس جوڑنے اور مرکب کرنے سے پہلے پرمیشور کس کا خالق تھا۔ جو تعطل کا الزام ہمارے عقیدے پر پہنچے وہ تم پر بھی لازم آ گیا۔ اس کے متعلق ہمارے سید و مولیٰ نے خوب فرمایا ہے کہ دنیا باعتبار اپنی نوع کے قدیم ہے اور باعتبار اشخاص کے حادث۔ مولف صاحب نے خوب لکھا ہے کہ اگر روح و مادہ کے صفات خدا کی جانب سے نہیں تو پھر آریہ سماج خدا کی ہستی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ اور اس کی عبادت بھی پھر غیر ضروری ہے۔ کیونکہ اس نے یہ عقیدہ آریہ سماج پیدا کیا نہ ہماری روح کو پاک و صاف کر سکتا ہے کیونکہ اس کے صفات ازلی ہیں نہ بے مزد اس کے احسانات ہیں۔ اگر یہی ہے تو ایسا ہی جیسا سورج چاند سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ملنے کا پتہ سید ممتاز علی ہاشمی مہتمم انجمن دعوت الاسلام کھجوچیا پہاڑی (دہلی)

کافوری جنتری

نہایت خوشنما چکنے کاغذ پر انڑاسیں کے برس کی ثانی ہوئی ہوا چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہے۔ اس میں حضور شہنشاہ ہند و ملکہ معظمہ کی اور خود ڈاکٹر صاحب کی عکسی تصاویر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے نقشے ہیں۔ ہجری۔ عیسوی۔ بکرمی بجگہ سنہ کی تاریخیں ہیں طلوع و غروب آفتاب کے وقت ہیں بلکہ جدول ماہتاب بھی ہے اور پھر ان کی دوائیں کے اشتہار بھی ہیں ہر ایک صاحب مفت منگوا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر برمن کی دوائیاں

اور دانت کے درد کی جو لگاتے ہی درد شافی ہے۔ فی شیشی چار آنے اور پیکنگ ایک سے آٹھ شیشی تک کے لیے چار آنے

۲- ستوری یادہ گولیاں جو پہلے امتحان کے بڑے ہتیت بھی دی جا سکتی ہیں محصول ڈاک اور دس روسا کے نام لکھ بھیجیے اور منگوا لیجئے دو ہفتہ کی خوراک۔ گولیاں ایک روپیہ

۳- درد سر کی دوا انگلیوں کی ایک شیشی ہر کو ملیں۔ سر پر ان سے ایک منٹ میں چلا جائے اور آرام پائیے

۴- عرق پودینہ ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے پیٹ میں درد ہضم کی کمی اشتہا دور ہو جاتی ہے فی شیشی مع محصول ڈاک

ڈاکٹر صاحب کا اشتہار اسٹیٹسمین کے آخری صفحہ پر ہر ہفتے چھپتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک خوش معاملہ اشتہار دینے والے طبیب ہیں احباب ان کی دواؤں سے ... فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جنتری دوا ملنے کا پتہ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۷ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

دیسی کلنڈر

بازار پر پاینیر کے سامنے ٹانگنے کے لیے یہ کلنڈر نہایت مفید ہے۔ دھاگا بھی ساتھ ہے اس میں ہجری، عیسوی، بکرمی تاریخیں نہایت صاف اور صحیح درج ہیں کتابوں کا اشتہار بھی ساتھ ہے۔ ۱۰ بڑے صفحے ہیں قیمت ... نیاز علی خاں اینڈ سنز تاجران کتب بازار جال شہر امرتسر

حقیقت کا عکسی شیشہ

ستیا نند اگنی ہوتری بانی دیو سماج کے بانی ہیں ان کے متعلق پنڈت گرو ... بشواسی فوٹوگرافر لاہور نے یہ ہستی کا رسالہ لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ صاحب پہلے خدا کے قائل تھے اور ملہم ہونے کے مدعی تھے پھر بیانگ گرے کر

کہ بعض مصالحوں کو نہ سمجھتے تھے اس لیے ارحم الراحمین کو معاذ اللہ ظالم کہنے لگے بلکہ ان راستبازوں کو جو اس کے پیغامبر تھے چالاک کہنے لگے پھر یکا اور مذاہب کی طرف ویدوشاستر میں ایسی باتیں منسوب کیں جن کے فی الحقیقت وہ قائل نہیں مثلاً مسلمانوں کی تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنے ہی پاپ کیوں نہ کرے لیکن ان کے آخری پیغمبر کی سفارش سے خدا اس کے سارے گناہوں کو بخش دیگا۔ آخر میں یہ معنی خیز بات لکھی ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری پچھلی غلط کاریوں کی تحریریں خود تمہارے ہاتھوں سے لکھوا کر اس چالاک شخص نے قابو کی ہوئی ہیں تاکہ تم میں سے کسی کو اس کے برخلاف ہونے اور دم مارنے کی جرات نہ ہونے پائے۔

دیوسماج کے بانی کا اصلی جیون چرتر

یہ ایک پیسے چیلے کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو اب ان سے منحرف ہو گیا ہے۔ باب اول سے جس میں پنڈت صاحب مصنف کتاب نے دیوسماج کے بانی کے باپ دادا پر بھی کچھ الزام لگایا ہے یہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ کتاب انتقام و غیظ و غضب کی اسپرٹ میں لکھی گئی ہے لیکن اس سے آگے چل کر بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ اگنی ہوتری صاحب بالغ ہونے کے بعد دیگرے تین شادیاں کرنے کو بھی بری نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے خیال میں تو اچھی بات ہے البتہ ان کے دوسرے عقائد سخت قابل اعتراض ہیں پہلے ایشور سے الہام پانے کا مدعی ہونا اور پھر یہ کہنا کہ یہ میری اپنی ہی شکتیوں کا ظہور تھا۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر یہ اعتراض بہت قوی ہے کہ آپ جو پرلوک باسی آپ کو اپنی مہما کرتے نظر آتے ہیں کیا وجہ ہے کہ وہ بھی توہمات ہی کا مجسم نظر آتے ہوں۔ دوم یہ کہ خدا کی عبادت و پرستش سے پھر کر اپنی پوجا کی طرف اپنے چیلوں کو لگا دیا ہے۔ سوم یہ کہ اگر جسم میں نطفہ آپ اپنا خالق ہے تو پھر انسان اپنی ماہیت سے ناواقف کیوں ہے۔ اور کچھ

لئے نفس اور صحبت کیوں مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے اپنے سابق
پیشوا کے کچھ عیوب بھی گنوائے ہیں۔ جن سے زیادہ ضروری میرے خیال میں ان
کے عقائد کی معقول رنگ میں پڑتال ہے۔ فی جلد ۲ر قیمت اوپر لکھا گیا

نشترِ عشق

یہ تازہ سلسلہ میں ایک پنجابی سی حرفی اور بارہ ماہ ہے قادیان
کے قدیمی خاکسار محمد علی اشرف کا جسے قبول الطبع ہمارے
ملک الشعراء و لیڈر پکچیرری نے تقریظ زبانی ہے۔ اشرف صاحب نے عاشقانہ
مزاج پایا ہے اس لئے ان کے کلام میں درد و سوز ہے اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بعض
وقت دل سے نکلا ہوا سوز سے بھرا ہوا شعر وہ کام کر جاتا ہے جو ایک مستقل کتاب نہیں کر
سکتی اس لئے ایسی تالیفوں کو ہم تبلیغ کے لئے مفید سمجھتے ہیں۔ لکھائی چھپائی
کاغذ عمدہ قیمت ۱ر ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

ہینڈ بل نمبر ۵

جنوری کے تشحیذ میں احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور کی کارگذاری کی
اطلاع دی جا چکی ہے۔ اس سلسلہ میں پانچواں ہینڈ بل ہے جس میں واقعہ صلیب و وفات مسیح
ان اناجیل پر نہایت قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا
بلکہ اس کے بعد ہجرت کر کے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس کشمیر پہنچا اور سرینگر میں مدفون ہوا۔
محصول کا ٹکٹ بھیجنے پر مفت مل سکتا ہے اور تبلیغ کیلئے مرسلہ کو کچھ زیادہ [illegible]

آگیا

قاضی فضل کریم صاحب احمدی [illegible] نہایت سادہ وضع کے لحاظ سے مگر
پرجوش پیرایہ سلسلہ احمدیہ میں۔ آپ نے انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ کی ترتیب پر فل سکیپ تقطیع کا
ایک ٹریکٹ ۴ ورق نہایت ہی خوشخط اور عمدہ کاغذ پر چھپوا کر شائع کیا ہے جس میں وفات کے
مسیح و مہدی کے آنے کی خبر اور اس کی صداقت کے دلائل درج کئے گئے ہیں اس کی اشاعت
جہانتک بھی ہمارے بھائی کریں انشاء اللہ نہایت ہی مفید و بابرکت ہوگی اور ڈاک ٹکٹ بھیجکر
قاضی صاحب موصوف سے احباب طلب کریں ۔

[illegible]

دولتمند ہونیکی آسان ترکیب

چونکہ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی امیر ہوکر [illegible] کی طرح آرام
و آسائش سے زندگی بسر کریں اسلئے یہ اشتہار شائع کرتے ہیں ہر ایک شخص مفت منگوا سکتا
ہے جو کتاب مفت دیجاتی ہیں انکے نام مع قیمت کے حسب ذیل ہیں تعلیم نمبر ۱ جس [illegible]
جس میں [illegible] ہر قسم کے صابون بنانیکی نہایت آسان طریقے ظاہر کئے
گئے ہیں اور [illegible] کے مسالے [illegible] صابون بنانیکی قیمتی ترکیب [illegible] قابل
دید ہے تعلیم نمبر ۲ جس میں [illegible] اصلی موتی [illegible] اور [illegible] کے مسالے [illegible]
کی ایک نئی ایجاد [illegible] شہد زعفران صابون وغیرہ تعلیم نمبر ۳ جس
میں ایک حیرت انگیز [illegible] جس کے ذریعہ [illegible] گاؤں میں [illegible]
[illegible] کی اس فہرست میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کہ اخبار [illegible] کے [illegible] کے لئے خریدار
[illegible] تمام اخبارات [illegible]
[illegible] دو سال [illegible] پبلک کی خدمت [illegible] کہ ہماری یہ خواہش
ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک [illegible] شخص کے ہاتھ میں [illegible]
[illegible]
[illegible] سال [illegible] حاصل [illegible] اخبار [illegible]
تمام ہندوستان میں [illegible] اخبار ہے جو ہندوستان [illegible] کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

ہماری کاوری جنتری کاسنٹرل ... کی جس میں پوری فہرست اور سارٹیفیکیٹ درج ہے بلاقیمت
وصول کی جاتی ہے

Digitized by Khilafat Library

بچوں کیلئے لال شربت	ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا لال شربت ۔ لال شربت ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت	بچوں کیلئے لال شربت
بچوں کیلئے لال شربت	بچے لڑکے اور پرسوتی کی طاقت بڑھانے کے واسطے مفید ہے میں نئے گوشت اور نئے پٹھے اور ہڈیاں بنتے ہیں اور نئے خون سے طاقت ہوتی ہے اگر خون کم ہو اور رقیق ہو جاوے تو بچے کو کئی بیماریاں ہوتی ہیں پرسوتی کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے گو کہ بچوں کے دودھ سے پلتا ہے اسلئے ماں کے بدن میں بہت طرح سے خون ہونا چاہیئے اگر کمی ہو تو بچہ اور پرسوتی دونوں ہی مریض ہو جاتے ہیں شیر خوار بچے کو اکثر جو مشکل پیش آتی ہے ... بچے کی ... کر دیتے ہیں کھانا کھانا اور ... ہو کے پیٹ ... ہو جاتا ہے ... ... ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں رہتی دانت جلد نکلتے ہیں اور نکلتے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی ... کرتا ہے سستی نہیں ... غذا ہضم ہوتی ... کر سکتا ہے اگر ... ہو تو لال شربت ... قیمت ...	بچوں کیلئے لال شربت
بچوں کیلئے لال شربت		بچوں کیلئے لال شربت
بچوں کیلئے لال شربت		بچوں کیلئے لال شربت
بچوں کیلئے لال شربت		بچوں کیلئے لال شربت

ڈاکٹر ایس کے برمن لمیٹڈ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

۱۹ ۱۳

بابت ماہ مئی

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی . . . . . ۲۰۹ - ۲۳۷ اکمل

نظم . . . . . ۲۳۸ - ۲۴۰

فتوحات ربانی . . . . . ۲۴۱ - ۲۴۹ سید صادق حسین

شذرات - ریویو
انتقادات خطوط } . . . . . ۲۵۰ - ۲۵۶ اکمل

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ

وی پی آتے ہیں

ماہ جون کا پرچہ ان خاص مہربانوں کی خدمت میں وی پی ہوگا جنھوں نے باوجود باقاعدہ نوٹس پر لیٹنے ایک پیسہ کا کارڈ لکھنا پسند نہ کیا۔ اور دفتر کو ۲ فی پرچہ کے حساب سے پچاس روپے کا نقصان پہنچایا۔ اب تو چھ ماہ گذر چکے اسلئے بہت مہربانی ہوگی اگر سنہ کی قیمت ادا فرما دیجئے اور اگر کوئی مانع ہو تو یہ خاص عنایت ہوگی۔ اگر ایک کارڈ پر لکھ دیجئے۔ کہ ہمیں وی پی نہ بھیجو۔ ان بزرگان قوم سے نام سے رسالہ بند کر دیا گیا۔ جنھوں نے سنہ کا چندہ ادا نہیں فرمایا۔ اور پھر ہمیں جوابی کارڈوں کا جواب دینا بھی پسند نہ کیا۔ بہر حال سنہ بلکہ سنہ کا چندہ جو ان کے ذمے ہے۔ وہ تو ادا فرمائیں۔ بشرطیکہ میری آواز ان تک پہنچ سکے

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اور تخمینہ جو رسالہ کی تقطیع پر مطابق قواعد ڈاکخانہ وغیرہ جو دو ورق تک اسکی تقسیم کر دی [illegible] ہوگی اور سادہ بیانات [illegible] سے فیصدی پر دو ورق پر [illegible] سو [illegible] اشاعت جب تک رسالہ ایک پیسہ کے [illegible] نوٹ اشتہار کا مضمون پہلے [illegible] کوئی اشتہار دینے کے [illegible] واپس [illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۳ء

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی کے متعلق بہت سے اعتراضات شائع ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ سلیم الفطرت منصف مزاجوں خدا ترس مومنوں کے لئے میں بھی اپنے فہم کے مطابق کچھ لکھ سکوں ۔

اس پیشگوئی کا منشاء سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک خط بنام مولوی محمد حسین بٹالوی میں رقمطراز ہیں کہ

اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی۔ کہ خواہ نخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی۔ بلکہ بنیاد یہ تھی۔ کہ یہ فریق مخالف جن میں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا۔ اس عاجز کے قریبی رشتہ دار

منکرین کے سخت مخالف تھے۔ اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ کو رسول اللہ صلعم کو علانیہ گالیاں دیتا تھا۔ اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا۔ اور نشان کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا۔ اور یہ سب مجھکو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے۔ اور صوم و صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔ سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا۔ جس کا ان تمام بیدین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا۔ خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں۔ اور ایسی پیشگوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اسکی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جوڑ رہے ہو وابستہ کر دیا گیا۔ اور مرت کی حد مقرر کر دی گئی۔ انسان کا کام نہیں

اور اس سے پہلے دس جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں زیر رقم فرمایا

۱۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں

۲۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا۔ تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور انکے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی۔ اور درمیانی زمانے میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئینگے

۳۔ اور تتمہ اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں

ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دوکاندار خیال کرتے ہیں۔ اور بعض نشانوں کو بھی دیکھکر قائل نہیں ہوتے اور انکا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں۔ جیسا کوئی ایک تنکے کو انگلی کر پھینک دے۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے انہیں انکی بھلائی کے لئے انہی کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمادیا ہے۔ تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے

برکت یا موت

الغرض اس پیشگوئی کا مقصد ہرگز ہرگز لڑکی کا نکاح میں لانا نہ تھا بلکہ اپنے رشتہ داروں پر حجت الٰہی تمام کرنا اور انکو خدا کی ہستی اور اپنی صداقت کا ثبوت دینا جیسا کہ اقتباس مندرجہ بالا میں گزرا۔ اور ذیل کی سطروں سے (جو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں چھپ چکی تھیں) واضح ہوتا ہے

۱۔ "خدا تعالےٰ نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں۔ تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا۔ اور آپکو آفات سے محفوظ رکھکر برکت پر برکت دیگا"

۲۔ اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز

مبارک نہ ہوگا۔ اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی"

۳- یہ دونوں طرف برکت اور موت کے ایسے ہیں۔ کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہو سکتا ہے۔ اب جس طرح چاہو آزمالو"

۴- "میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں۔ اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے"

یہ پیشگوئی نفسانی خواہش پر مبنی تھی

ان ہر سہ اقتباسات سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئی کرنیوالے کا مقصد خدا کا جلال ظاہر کرنا ہے نہ کہ لڑکی کا نکاح میں لانا کیونکہ جیسا کہ حضور مغفور تحریر فرماتے ہیں۔ لڑکی تو اسوقت آٹھ یا نو برس کی تھی۔ اور آپ کے ادنیٰ سے اشارہ پر مریدین مخلصین ذات الدین ہر صفت موصوف لڑکیاں آپ کے حبالۂ عقد میں لانا اپنی سعادت دارین کا موجب سمجھتے پس اس پر نفسانی اغراض کا گمان کرنا اول درجہ کی حماقت یا انتہا درجہ کی شرارت ہے ؎

آپ کے وہ پرائیویٹ خطوط جو عالمکشیع کی نئی برادری سے شائع کئے ہیں انکے مطالعہ سے میرا ایمان اتنا بڑھا ہے۔ کہ میں پاک فطرت ناظرین سے سفارش کرونگا۔ کہ وہ ضرور انہیں مطالعہ فرماویں۔ کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مقبول کی محبت میں کس قدر گداز ہے۔ وہ اسکے نام کا جلال ظاہر کرنیکے لئے اپنے آپکو ہر تکلیف اور مصیبت میں ڈالنے کے لئے تیار ہے۔ ان خطوط کے کسی ایک فقرہ سے بھی اپنی ذاتی خواہش یا مجبوری نہیں ٹپکتی۔ بلکہ محض اللہ کے لئے اپنے قبیلہ کی ہدایت اور بکمال فراخدلی سے انہیں ان انعامات و برکات سے حصہ دینا منظور ہے۔ جو خدا نے آپ پر فرمائے۔ آپ ازراہ ہمدردی و سخاوت قلبی چاہتے ہیں۔ کہ حق سبحانہٗ کا وہ فضل و کرم اور غریب نوازی جو میرے شامل

حال ہے اس سے میرے رشتہ دار بھی حصہ پائیں۔ اور اگر انکار کریں۔ تو پھر حسب سنت اللہ مستوجب سزا ٹھہر اکر اللہ اور اسکے کلمات پر ایمان لائیں

مندرجہ ذیل فقرات میرے دعوے کی صداقت پر گواہ ہیں

(۱) "میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں۔ جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے"

(۲) "یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا۔ اور جن کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا۔ کہ اسکی اولاد ہو۔ وہ میری وارث ہووے۔ میرے خون کے پیاسے میری عزت کے پیاسے ہیں"

(۳) آپ انحراف نہ فرماویں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دیگا۔ جو آپ کے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی"

(۴) آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونیکے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کرسکتا"

(۵) تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو "ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کے قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے۔ محض بطور نشان

نک ہے کہ خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلا دے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔

ان خطوط کے متعلق جو یہ اعتراض ہے کہ جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر اس قدر کوشش کیوں کی منہاج نبوت سے پرے درجے کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ تمام رسل سے لاغلبن انا و رسلی کا وعدہ ہے۔ مگر پھر بھی واقعات سے ظاہر ہے کہ انبیاء کرام اپنے غلبہ کے لئے تمام اسباب سے کام لیتے۔ باقی نہ تو ازدواج ثانی کی شریعت میں ممانعت ہے۔ اور نہ کسی کے نکاح کی درخواست اور اس میں سعی بلیغ کرنا ممنوع ہے بالخصوص اس صورت میں کہ نکاح کسی نفسانی خواہش پر مبنی نہ ہو بلکہ محض اللہ کے نام کو جلال ظاہر کرنے کے لئے

مقصد پورا ہوا یا نہیں؟

حضور مغفور کا جو مقصد اس پیشگوئی سے تھا۔ وہ رحمت و عذاب دونوں صورتوں میں پورا ہو چکا۔ اور جو رہا ہے عذاب کی صورت تو یہ ہے کہ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء میں احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا۔ اور بموجب پیشگوئی تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چوتھے مہینہ میں ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہو گیا

اس موت کا اثر تمام کنبے پر یہ ہوا کہ وہ آخر کار اس شوخی اور استہزاء و علانیہ تکذیب و مخالفت سے باز آتے گئے جس کی بنا پر یہ پیشگوئی تھی۔ اور وعید کی پیشگوئیوں میں اگر کوئی شرط ظاہری طور پر نہ بھی ہو تو بھی یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ وہ صدقہ اور استغفار اور انابت اور خشوع و خضوع و ترک تکذیب علانیہ سے ٹل جاتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں مشرکوں کی نسبت ہے وَمَا كَانَ اللهُ

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال ۱۰) اور فرعونیوں کا طرز عمل حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ - فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (الزخرف ۵) دیکھئے وہ نبی کو "ساحر" کہہ رہے ہیں مگر تھوڑے سے رجوع کے بدلے ان کی عذاب ہٹا لیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ بلا آتی مضطر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے انکی دعا سے دفع ہوتی پھر منکر ہو جاتے

غرض یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ ندامت سے عذاب الٰہی میں تاخیر ہو جاتی ہے پس جب ایک خطرناک موت سے ان لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا۔ تو بقدر رجوع الی الحق کے ان موعودہ مصیبتوں اور تباہیوں میں کمی آ گئی جیسا کہ الہام مندرجہ تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں لکھا ہے۔ رَأَيْتُ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ وَاَثَرُ الْبُكَاءِ عَلٰى وَجْهِهَا فَقُلْتُ اَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ وَالْمُصِيْبَةُ نَازِلَةٌ عَلَيْكِ يَمُوْتُ وَ يَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ یعنے اس عورت کو دیکھا کہ رونے کا اثر اسکے چہرہ پر ہے۔ اے عورت توبہ کر کہ بلا تیرے پیچھے ہے اور مصیبت تم پر نازل ہونیوالی ہے وہ مر گیا اور بہت اثر کر گئی ان میں سے سلسلہ احمدیہ میں ایک داخل ہو کر ان برکات سے حصہ پانے لگے۔ جو خاندان نبوت کے لئے مخصوص موعود تھیں۔ اور بعض جن کے لئے یہ مقدر نہ تھا وہ فوت ہوئے مثلاً احمد بیگ کا لڑکا اسکی دو بہنیں اور ساس وغیرہ۔ میں جب اس پیشگوئی کے بارے میں شور شرابہ سنتا ہوں۔ اور پھر دیکھتا ہوں کہ جس خاندان کے بارے میں یہ پیشگوئی ہے وہ تو ایمان سے زیادہ قریب ہے۔ تو حیران ہوتا ہوں کہ یہ دنی

لوگ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کہہ کہہ کر کفر کر رہے ہیں مگر یہ احمدی لوگ دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ پوری نہ ہونے کی صورت میں بُرا اثر اس خاندان پر پڑنا چاہئے تھا۔ جن کے بارے میں یہ پیشگوئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نشان اپنے پورے زور کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ اور ان کے دل گواہی دے اٹھے ہیں کہ جو کچھ خدا کے مامور نے فرمایا وہ حق تھا اور ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ مرزا امام الدین مرزا نظام الدین فوت ہو چکے ہیں۔ اور مرزا احمد بیگ کے خاندان کے اکثر آدمی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔

اس خاندان کا سردار محمود بیگ نہایت اخلاص سے بیعت میں داخل ہوا۔ اور مرزا احمد بیگ کی لڑکی جو مرزا احسن بیگ کے نکاح میں ہے۔ وہ احمدی ہو گئی۔ بلکہ مرزا احسن جو مرزا احمد بیگ کی بیوی کی بہن کے لڑکے ہیں۔ بیعت میں داخل ہیں۔ اور دوسری دو لڑکیاں ہرگز مخالف نہیں بلکہ ایک تو سلسلہ سے بہت عقیدہ رکھتی ہے۔ اور درس قرآن اور مرزا احمد بیگ کی بیوی لڑکا اور پوتا بھی ہرگز مخالف نہیں۔ نہ کبھی مخالفت میں حصہ لیا بلکہ احمدیوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں

مرزا امام الدین کی لڑکی بھی بیعت میں داخل ہے۔ یہی لوگ تھے۔ جو اس رشتہ کے مانع تھے

غرض اس خاندان میں وہ زور مخالفت ہرگز نہیں۔ بلکہ عقیدہ سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ پس جس حد تک پیشگوئی کے مقاصد کا سوال تھا۔ وہ قریباً پورا ہو چکا۔ باقی رہا لڑکی کا نکاح میں آنا سو وہ کوئی اصل نہ تھا۔ بلکہ وہ ذریعہ نشانہ ایزدی تھا۔ اللہ نے بکمال حکمت بالغہ دوسرے طور پر اسکو پورا کر دیا۔ اور ایک منصف مزاج خدا ترس انسان کے لئے اسقدر کافی ہے *

ایک نہیں کئی نشان پورے ہونگے

مگر ہم مکذب کو اسکے گھر تک پہنچانے کے تے اور بھی غور کرنے کو تیار ہیں۔ اس پیشگوئی میں بہت سی پیشگوئیاں تھیں چنانچہ آپ اسی دس جوانی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں الہام اس بارے میں یہ ہے۔ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اَنْتَ مَعِيْ وَاَنَا مَعَكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

پہلا نشان یہ کہ نکاح سے انحراف ضرور ہوگا۔ جیسا کہ کذبوا بِاٰیٰتِنا اور یردھا الیک سے ظاہر ہے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ کہ انھوں نے خود درخواست نکاح کو نہ مانا

دوسرا نشان یہ کہ جبتک نکاح غیر سے نہ ہو۔ والد دختر کا زندہ رہنا۔ چنانچہ ۵ سال بعد یعنی جب تک اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ کیا گیا زندہ رہا

تیسرا نشان یہ کہ نکاح کرنے کے بعد تین سال کے اندر یعنی چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے کہ حسب پیشگوئی فوت ہوگیا

چوتھا نشان اس لڑکی کا ان واقعات کے ہونے تک زندہ رہنا

پانچواں نشان۔ خود حضرت اقدس مسیح موعود کا ان وقوعوں تک زندہ رہنا

چھٹا نشان۔ اگر نکاح کرے تو پھر تین سال کے اندر نہیں فوت ہوگا جیسا کہ آپکے خلاف نکاح کر دینے کی وجہ سے تین سال کے اندر مرجانا۔ اس دعوے کے صدق پر دلیل ہے۔

ساتواں نشان۔ اس پیشگوئی کے بارہ میں ایسے امور پیش آئینگے کہ دشمنوں کو

ہنسی اور استہزاء کا موقعہ ملیگا۔ اور وہ ایذا رسانی کی مختلف تجویزیں کرینگے۔ مگر اللہ اسکے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے تجھے کافی ہوگا۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ان مخالفوں کی مخالفت کوئی ضرر بھی نہ پہنچا سکی۔ اور ان سب کے لئے واضح ہوگیا کہ حجر و شجر اور در و دیوار اپنی اپنی زبان میں شہادت دے رہے ہیں جسکو یقین نہ آئے۔ وہ قادیان میں اب موجودہ صورت حالات و نقشہ مکانات و گذشتہ واقعات و سوانحات سے دیکھے کیونکہ وہ جو مٹانا چاہتے تھے خود مٹ گئے۔ اور آپ کی اور اپنی زندگی ہی میں ایسے بیدست و پا ہوئے کہ ہار مانکر رہ گئے

آٹھواں نشان کہ لڑکی کا نکاح غیر سے ضرور ہوگا۔ جیسے تو یردھا الیک فرمایا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو فرمایا رادوہ الیک یعنی حضرت موسیٰ پہلے کسی کے قبضہ میں آئینگے پھر تجھے واپس دئے جاوینگے

نواں نشان لا تبدیل لکلمات اللہ نے بتایا کہ یہ سب باتیں ضرور ہونیوالی ہیں۔ اور کسی روکنے والے کی روک انکے وقوع میں آڑے نہیں آئیگی۔ چنانچہ جو وعدے ہوئے۔ وہ سب پورے ہوئے

دسواں نشان۔ ان ربک فعال لما یرید نے بتادیا۔ کہ خود ملہم بھی اپنی اجتہادی رائے سے کسی وعدہ کا ایفاء اس صورت کے جو علم الٰہی میں ہے سمجھ لیگا۔ تو وہ نہیں ہوگا

گیارھواں نشان جیسا کہ ابتدائی اقتباس مندرجہ صفحہ ۲۱۳ سے واضح ہے پیشگوئی کی کہ اس خاندان کے وہ ممبر جو نکاح کے معاون اور اس سلسلہ میں داخل ہونیوالے ہونگے وہ تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پائینگے چنانچہ جو بیعت کر چکے ہیں۔ آپ ان سے شہادت لے سکتے ہیں کہ وہ انواع و اقسام

کی برکات سے متمتع ہوئے اور جو لوگ مخالف اور اس سلسلہ کے حق میں بدگو تھے وہ تنگی اور مصیبت پائینگے چنانچہ ہر ایسے لوگوں کے انجام اور حالات سے ظاہر ہے جس کے بارے میں شک یا انکار ہو۔ ہم بفضل اللہ ایک حد تک کھول کر بیان کر سکینگے۔

بارہواں نشان انت معی و انا معک فرماکر حضور مغفور کے انجام کا حال بھی بتا دیا۔ آپ نے اللہ کے ساتھ جو اپنی معیت کا ثبوت دیا وہ آپ کی تحریرات تقریرات اور اعمال سے ظاہر ہے کہ کیونکر آپ اس راہ میں ثابت قدم رہے۔ اور اپنا قول دادہ حق ابراہیمی شان کے ساتھ خدا تعالیٰ سے قائم رکھا۔ کسی شخص کے بارے میں اسکے یوم الوفات تک یہ پیشگوئی بجز الہام الٰہی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ آخیر وقت تک اپنے صدق پر قائم رہیگا۔ اور اللہ نے آپ کے ساتھ ہونیکا ثبوت یہ دیا کہ آپ کے جملہ مقاصد کو پورا کر دیا۔ آپ نے ایک جماعت خدا پرستوں کی جو قرآن کے متبع نبی کریم کی سنت پر فدا ہونے والے ہوں۔ اور اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتے ہوں بنانی چاہی وہ بن گئی۔ اور ایسے گاؤں میں اسکا اعلیٰ و اخص حصہ تیار ہوا ہے جسے لباس زبان معاشرت کسی پہلو سے بظاہر فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ پھر وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اور آپ کے انفاس قدسیہ کی طفیل ہر میدان میں منظفر و منصور ہے پھر آپ کی اولاد کو بڑھایا۔ انکے اموال و افعال و اعمال میں برکت دی انکو دیندار بنایا۔ جس نے آپ کی ہلاکت کا بیڑا اٹھایا۔ وہ خود ہلاک ہوا جس نے آپکو ذلیل کرنا چاہا۔ وہ خود ذلیل ہوا۔ جو آپ کے قدموں پر گرا۔ وہ اونچا ہوا۔ اور جس نے آپ کے مقابل میں برتری چاہی وہ گرایا گیا۔ اس سے زیادہ انا معک کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟

ایں سعادت بزور بازو نیست ❖ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تیرہواں نشان

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں فرمایا کہ وہ وقت آتا ہے کہ خدا تجھے مقام ستائش میں اٹھائیگا۔ ایک دنیا جانتی ہے۔ کہ ۱۸۸۲ء میں مرزا صاحب تھے وہ اب ۱۹۰۰ء میں نہیں اسوقت اور اسکے بعد بدگو ڈنکا ہجوم تھا۔ مگر اب مدح و ستائش کرنیوالوں کا ہجوم ہے ہر ایک گاؤں میں جہاں احمدی ہیں۔ دیکھا جا سکتا ہے۔ جو لوگ پہلے ذم کرتے تھے۔ اب مدح کرتے ہیں۔ اور وہ مانتے ہیں کہ آپ اسلام کے سچے خدمتگزار اور مقبول بارگاہ صمدی تھے۔ جن انجمنوں اور جلسوں میں آپ پر کفر کے فتوے لگائے جاتے اور تبرے ہوئے جاتے تھے۔ وہیں سے آپ کے ادنیٰ خدام کی طلبی کی درخواستیں آتی ہیں کہ آکر ہمارے جلسے کی رونق بڑھایئے اور ہدایت دیتے جائیے۔ کہنے والوں نے آپکو مشورہ دیا کہ آپ تمام مذاہب باطلہ اور فرقہائے اسلامیہ کا رد نہ کیجئے۔ کسی سے میل ہی رکھئے۔ تاکہ نفرت پیدا نہ ہو۔ مگر آپ نے فرمایا میں حق کہنے سے باز نہیں آؤنگا۔ دنیا کے فرزندوں کی نظر میں آپکا یہ طرز عمل نفرت پھیلانیوالا گالیاں دلوانے والا تھا۔ مگر آپ پچیس سال قبل از وقت موجودہ کی پیشگوئی کے مطابق مقام ستائش میں اٹھائے گئے ❖

پورے تیرہ نشان صداقت کے ثبوت میں

یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرکے کوئی بھی پیشگوئی پر قادر نہیں ہو سکتا بلکہ پیشگوئی کا پورا ہونا نشان صدق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اگر یہ سچا ہے تو جو وعدہ کرتا ہے اسکا بعض ضرور پہنچیگا اور ثبوت ہے پیشگوئی کرنیوالے کے نبی ہونیکا چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے فلا

يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اپنے غیب پر بکثرت و غلبہ مطلع نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول کو۔ خدا تعالےٰ ایک مفتری کی پیشگوئی کو جو ایک جھوٹے دعوے کے لئے بطور شاہد صدق بیان کی گئی ہرگز کبھی نہیں کر سکتا وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکہ لگتا ہے۔ پس میں ان تیرہ نشانوں کو پیش کر کے مخالف عقیدہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ان میں سے ایک نشان کی نظیر بھی کسی جھوٹے مدعی نبوت میں دکھلائے اور مجھے بتلائے کہ اس نے ان تیرہ زبردست نشانوں سے کیا فائدہ اٹھایا۔ جو وہ چودھویں نشان پر اپنی کم فہمی و نادانی سے اعتراض کرتا ہے حالانکہ میری نگاہ میں تو وہ بھی چودھویں کے چاند کی مانند اپنی نورپیزی سے ضیا بخش دیدۂ ایمان ہے مگر رع آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

چودھواں نشان

قوم کے اعمال ایفاءِ وعدہ میں آڑے جاتے ہیں

ابتدا میں بیان ہو چکا ہے کہ اس نکاح کی درخواست انکو برکات خاندان نبوت سے متمتع کرنے کے لئے تھی۔ مگر ان لوگوں نے اپنی نادانی سے ان برکتوں کو نہ چاہا تو خدا نے دینا و عقبیٰ دونوں برکات سے انکو محروم کر دیا جیسا کہ حضرت موسیٰ کی قوم کو کر دیا۔ آیت وھو ہو يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (المائدہ ع ۴)

اے قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو۔ جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرنا۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ اس کتب اللہ لکم سے خود ہوتا ہے کہ وہ سرزمین انکے لئے وعدہ ہو چکی ہے۔ مگر وہ اس سے محروم ہو کر بیابان میں چالیس برس بھٹکتے رہے چنانچہ آگے آتا ہے فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً

يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ۔ یہ ملک چالیس سال انکو نصیب نہیں ہوگا جنگلوں میں مارے مارے پھرینگے۔ ان نافرمانوں پر غم نہ کھا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ لڑکی کے نکاح میں خود حضرت اقدس کا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا۔ کہ نکاح نہ ہونے کی صورت میں آپکو کوئی نقص لازم آتا جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ اور خطوط کی عبارات اور پیش آمدہ حالات سے واضح ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اسکو ایک نشان بنا دیا۔ اور اس نشان کا رحمت یا عذاب ہونا نکاح کر دینے والوں کے طرز عمل پر موقوف رکھا۔ اگر رضامندی سے کر دیں۔ تو برکتوں سے حصہ لیں۔ اور اگر نہ کریں۔ تو برکتوں سے محروم رہیں۔ اور موت و تنگی و مصیبت و تفرقہ کی سزا پائیں۔ اور اس قسم کی شرطی پیشگوئیاں سوا نبی کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نجومی نہ کاہن۔ مثلاً یاد حضرت صالح کی اونٹنی ایک معمولی اونٹنی تھی۔ لیکن خدا نے اس قوم کو نشان دینے کے لئے اسی کو ایک نشان بنا دیا۔ اور فرمایا کہ اب تم اسکو ایذا دوگے تو سزا پاؤگے۔ غرض کہ قوم کے اعمال کو بھی وعدہ کے پورا ہونے میں دخل ہوتا ہے

وعدہ میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے

پھر سنت اللہ میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو وعدہ کسی نبی سے ہو۔ اس میں تغیر و تبدل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسکو عدم ایفاء وعدہ نہیں کہتے۔ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۱۷ میں ذکر ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ اور موسیٰ سے ہمنے تیس رات کا وعدہ کیا۔ پھر دس رات بڑھا کر تیس کو چالیس کر دیا۔ دیکھئے ان دس راتوں کے بڑھنے سے قوم کو ایسا

نمبر ۱ اتممنٰها میں اس بات کا اقرار ہے کہ تیس رات کا وعدہ پورا نہیں ہوا

ابتلاء پیش آیا۔ کہ وہ اس خدائے حی و قیوم کو چھوڑ کر ایک بچھڑے کی پوجا کرنے لگے مگر
کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں۔ کہ خدا نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ بلکہ قرآن مجید
میں امتحان فرمایا۔ اور ہم عام دنیا کے دستور عمل میں بھی یہی دیکھتے ہیں۔ کہ
استاد اپنے شاگرد سے ایک انعام کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن اگر شاگرد امتحان میں
اچھا نکلے اور استاد اس انعام میں تبدیلی کر دے۔ یعنی اس موعودہ شے کی
بجائے اس سے اچھی کوئی چیز دے تو کوئی نہیں کہتا۔ کہ استاد نے اپنا وعدہ پورا
نہیں کیا۔ بلکہ کہینگے کہ وعدہ کو بطور احسن پورا کر دیا۔ اسی طرح جب ان لوگوں
نے ان برکات سے متمتع نہ ہونا چاہا۔ تو ایک طرف خدا نے ان لوگوں کو محروم رکھا
اور دوسری طرف اپنے خاص بندے اور پیارے عبد کو اس سے بڑھکر انعامات
سے سرفراز فرمایا کہ جس کے سامنے اس انعام زیر بحث کی کچھ حقیقت نہیں رہتی
نکاح سے جو جو انعام متصور ہو سکتے ہیں۔ سکینت، رحمت، مودۃ، نیک اور رشید
دائمی۔ خوبصورت اولاد اپنے باپ کے مقاصد کو پورا کرنیکی صلاحیت رکھنے والی
وغیر ذالک وہ سب پہلے نکاح ہی کے ذریعے دیدیئے

وعدے کے سمجھنے میں مامور غلطی کھا سکتا ہے

خدا تعالیٰ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرتا ہے۔ مگر
ضروری نہیں کہ جس رنگ میں عاجز انسان سمجھے اسی
رنگ میں پورا ہو۔ بلکہ جس رنگ میں اور جس طرح پر، اور جس وقت وہ اپنے کامل علم کی رو
سے مناسب سمجھے اور چاہے اس وعدہ کا ظہور کر دیتا ہے۔ حضرت نوح سے ایک
وعدہ ہوتا ہے کہ تو اور تیرے اہل بچائے جائینگے۔ لیکن اس اہل کا مفہوم
سمجھنے میں حضرت نوح غلطی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے۔ وَ
نَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ
الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۔ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ

دیکھئے حضرت نوح کس دعویٰ اور ثبات اور زور کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ کہ میرا بیٹا یقیناً میرے اہل سے ہے۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ تیرا وعدہ حق ہے۔ اور تو احکم الحاکمین ہے۔ اللہ تعالےٰ جواب میں فرماتا ہے۔ وہ تیرے اہل سے نہیں۔ اس نکتہ کو سمجھنے سے بہت سے اعتراضات کا جواب ہو سکتا ہے جو حضرت اقدس کے بعض تشریحی الفاظ کا اصل مطلب نہ سمجھتے ہوئے کئے جاتے ہیں پھر ایک آیت ہے سَاُورِیْکُمْ اٰیٰاتِیْ فَتَعْرِفُوْنَهَا (ہم تمہیں اپنے نشان دکھائینگے اور تم انہیں اسوقت پہچانوگے) اس سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور پر الہام کے اصل معنے کھلتے ہیں۔ اس سے پہلے جو تشریحات کی جائیں۔ ان میں غلطی ہو سکتی ہے۔ حضرت اقدس نے اگر نظر بحالات موجودہ اوقت اگر کوئی کلمہ لکھا ہے۔ تو وہ اس ذیل میں رکھا جائے گا

وعدے میں بعض مخفی شرائط ہو سکتی ہیں

پھر یہ بھی ممکن ہے بلکہ غلب کہ اللہ تعالےٰ کوئی وعدہ فرمائے اور اس کی کوئی مخفی شرائط ہوں۔ جن سے دنیا اخیر تک خود مامور کو بھی اطلاع نہ ہو۔ اور ان شرائط کیوجہ سے وہ وعدہ اس رنگ میں پورا نہ ہو جس میں وہ سمجھا گیا۔ اللہ تعالےٰ بدر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کا وعدہ فرماتا ہے جیسا کہ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَکُمْ (انفال ع ۱) سے ظاہر ہے اور مولوی فیروز الدین صاحب پیارے نبی کے پیارے حالات میں لکھتے ہیں قبل اسکے کہ آپ مدینہ سے روانہ ہوں ایک سابقی الہام کے موافق آپ نے اپنے جان نثار صحابہ کو اطلاع دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر منکشف کر دیا ہے کہ دونوں گروہوں میں سے ایک نہ ایک پر تم ضرور فتح و نصرت حاصل کروگے باوجود اس وعدہ حتمی کے آپ رو رو کر دعا فرماتے تھے ان اَهْلَکْتَ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا

کیونکہ آپ اس سے ڈرتے تھے کہ شاید اس وعدے کے اندر کوئی مخفی شرائط ہوں۔ جو پوری نہ ہو سکیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ "برد ھا ایک" اور اس الہامی عبارت سے کہ "جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائیگا"

موجودۃ الوقت صورت حالات میں یہی سمجھا گیا کہ اڑھائی سال کے اندر موت واقع ہوگی۔ اور پھر "برد ھا ایک" کی بات پوری ہوگی۔ لیکن جیسا کہ وعید کی پیشگوئی میں مسلّم بات ہے کہ توبہ استغفار خشوع و خضوع انابت سے عذاب ٹل جاتا ہے جب اڑھائی سال کی مدت نہ رہی بلکہ یہ عذاب پھر شوخی و شرارت دکھانے تک ملتوی رہا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی لازم ہو گیا کہ "برد ھا ایک" کا وعدہ کسی اور رنگ میں پورا ہو۔ چنانچہ حضور مغفور نے حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۳۰ سطر ۱۰ لغایت ۱۵ میں بڑے زور سے لکھا ہے کہ

"فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں"

اور سطر ۲۹ تا ۳۱ میں ہے کہ

"ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے کہ اس کو بیباک کر دے سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اور اس کو بیباک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو"

باوجود ان غیرت دلانے والے الفاظ کے پیشگوئی کو جھوٹا سمجھنے والوں کے لئے ایک تازیانہ کا کام دے سکتے ہیں جب اس خاندان کے لوگوں نے روز بروز خاموشی

اختیار کی اور مخالفت چھوڑ دی۔ اور خود داماد احمد بیگ غیر معمولی طور پر صلاحیت حال کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اقرب الی الایمان ہو گیا۔ تو پھر یہ وعید کی موت رک گئی۔ ہاں اگرچہ پورا ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان برکات موعودہ سے حصہ نہ پایا۔ مگر ساتھ ہی اپنے رجوع کے بچ رہا۔ دوسری طرف اللہ کا اپنے مامور سے جو وعدہ تھا چونکہ وہ مشروط بہ شرائط تھا جن میں سے بعض مخفی شرائط واقعات سے ظاہر ہو گئیں اسلئے وہ دوسرے رنگ میں بدل دیا گیا۔

مرزا سلطان محمد صاحب کا عقیدہ

یہ نے لکھا ہے کہ سلطان محمد صاحب نے اس پیشگوئی کے بعد شوخی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ وہ حضور مغفور سے غایت درجہ کا حسن ظن رکھتے رہیں۔ اور اپنے حال میں انہوں نے بہت کچھ تغیر کر لیا ہے جب ادنیٰ سے رجوع سے وعید ٹل جاتا ہے۔ تو اس درجہ صلاح حال کی صورت میں تو ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ عذاب رک جائے میرا یہ لکھنا بغیر ثبوت کے نہیں۔ میں مرزا سلطان محمد صاحب داماد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کا تازہ خط نقل کرتا ہوں جسکو پڑھکر ہر ایک منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے

السلام علیکم۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ

اصل خط کے لئے دیکھو اگلا صفحہ ۲۲۷

اسلام کا خدمت گذار، شریف النفس خدا یاد۔ پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے انکی زندگی میں انکا شرف حاصل نہ کر سکا

نیازمند سلطان محمد

السلام علیکم ۔ نوازش نامہ پہنچا ۔ یاد دہانی کا شکریہ

میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو ۔ نیک ۔ بزرگ
اسلام کا خدمتگزار ۔ شریف النفس ۔ خدا یاد ۔
پہلے بھی اور اب بھی خیال کرتا رہا ہوں ۔ مجھے انکے
مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے ۔ ہمیشہ دعا کرتا
رہا ہوں ۔ کہ خدا ایسا موقعہ دے جس کی وجہ سے انکی زندگی
میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں ۔

Digitized by Khilafat Library

خاکسار ظفر علی خاں

البشریٰ مجموعہ الہامات ۔ وکشوف ورؤیا حضرت مسیح
موعود علیہ السلام ساڑھے چار آنہ میں جلد منگائیے اور
رعایتی کتب سے فائدہ اٹھائیے

وعدے کے بہت سے حصوں کا پورا ہو جانا دلیل صدق ہے

وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ سے ظاہر ہے کہ کسی صادق کے صدق کے لئے اتنا کافی ہے کہ جو وعدہ اس نے دیا ہے۔ اسکا بہت سا حصہ پورا ہو جائے۔ یہ نشان زیر بحث اپنے اندر چودہ نشان رکھتا ہے۔ جس میں تیرہ نہایت صفائی سے پوری شوکت کے ساتھ خارق عادت طور پر پورے ہو گئے۔ پس اسکے چودھویں حصہ کی بنا پر کسی کو تکذیب کا حق نہیں پہنچتا

ضروری نہیں کہ تمام وعدہ نبی کی زندگی میں پورا ہو

قرآن مجید میں نبی کریم صلعم سے کئی وعدے ہیں۔ جن کے ظاہری منطوق سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی زندگی میں پورے ہونگے مگر وہ وعدے [illegible] جناب باری کا یہ ارشاد ہوتا ہے فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ یعنی صبر کر اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ پس جو وعدے ہم انکے بارے میں کرتے ہیں۔ یا تو تمہیں دکھا دیں یا تجھے وفات دیدیں۔ ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پارہ ۱۱ رکوع ۱۰ ایسا ہی یہی آیت ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ نشان دکھانا رسول کے اختیار میں نہیں۔ اور مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کے جواب میں لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ ایسا ہی اس پیشگوئی کے الفاظ میں فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ لکھا ہے جس سے اسی بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔ کہ اللہ جب چاہیگا اور جس رنگ میں چاہیگا يَرُدُّهَا اِلَيْكَ کو پورا کریگا چنانچہ آخری کلمہ پیشگوئی نے یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ آپکی زندگی میں ایسا نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ کسی اور کا حصہ ہے۔ جیسا

آپ مقام محمود میں مبعوث ہونگے

ضروری نہیں کہ جس سے وعدہ کیا جائے اسی کو ملے

یہ اعتراض کہ یدخلہا الیک کا وعدہ آپ سے تھا اور آپ تو فوت ہو چکے یہ صحیح نہیں کیونکہ اس وعدہ کی بنا میں ایک شرط تھی۔ وہ یہ کہ اگر وہ شخص وعید کی موت سے فوت ہو۔ کیونکہ اصل اس پیشگوئی کا تو وعید ہی ہے۔ جس میں توبہ کی شرط لگی ہوئی ہے چنانچہ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں

"پیشگوئی اس قوم کے ڈرانے کے لئے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور انکار و غضب گرگیا تھا سو الہامات مذکورہ اس پیشگوئی کے ہیبت کلمات میں کچھ فرق نہ آیا وہ لوگ یہاں تک اس کی تکذیب کرنے اور میرے نشانوں کو نقض کرنے پر اس قدر جب کہ یہ پیشگوئی انذار و تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعید سے کسی عذاب کی طرف مشتمل ہے ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی سنت اور عادت کا لحاظ بھی پابند ہو"

پس یدخلہا الیک ایک فرع ہے۔ دوم یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم کا ذکر قرآن اور اس میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لئے اس سرزمین کا لکھا جانا فرمایا اور پھر یہ بات واقع کہ وہ ساتھی اور خود حضرت موسیٰ وعدے کی زمین سے پہلے فوت ہو گئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ جس سے وعدہ کیا جائے اسی کو ملنا ضروری نہیں بلکہ

تابع متبوعین کے حکم میں

تابعین جو ہوتے ہیں وہ ایسے وعدوں کے لئے متبوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔ اور میں اپنے قیاس سے نہیں کہتا بلکہ مندرجہ ذیل حدیث بھی اس پر شاہد ہے کنز العمال۔ کتاب الغزوات جزو ۵ صفحہ ۲۷۹

عن البراء بن عازب قال لما كان حين أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بحفر الخندق عرضت لنا في بعض الخندق صخرة عظيمة شديدة لا تأخذ منها المعاول فاشتكينا ذلك إلى رسول الله صلعم فجاء رسول الله صلعم فلما رأى ألقى ثوبه وأخذ المعول فقال بسم الله ثم ضرب ضربة فكسر ثلثها وقال الله أكبر أعطيت مفاتيح الشام والله إني لأبصر قصورها الحمر الساعة ثم ضرب الثانية فقطع الثلث الآخر فقال الله أكبر أعطيت مفاتيح فارس والله إني لأبصر قصور المدائن الأبيض ثم ضرب الثالثة فقال بسم الله فقطع بقية الحجر وقال الله أكبر أعطيت مفاتيح اليمن والله إني لأبصر أبواب صنعاء من مكاني هذه الساعة۔

یہ حدیث فتح الباری میں بھی باسناد حسن مروی ہے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے ہمیں خندق کھودنیکا حکم دیا۔ ایک مضبوط و سخت چٹان سی اس میں آ گئی جس میں کسا ہتھیار کام نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے رسول اللہ کے حضور شکایت عرض کی گئی۔ آپ تشریف لائے اور اپنا کپڑا رکھکر کدال کو ہاتھ میں لیا۔ اور فرمایا بسم اللہ پھر ایک ضرب لگائی اور اسکا تیسرا حصہ کاٹ دیا اور فرمایا اللہ اکبر

مجھے شام کے خزانے اور چابیاں دیگئیں

اور میں اسکے سرخ سرخ محل اسوقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک تہائی اور وہ پتھر کٹ گیا فرمایا اللہ اکبر

فارس کے خزانے اور چابیاں مجھے دیگئیں

اور میں مدائن کے محل دیکھ رہا ہوں پھر تیسری چوٹ لگائی۔ تو تمام صخرہ کا گیا
فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کے خزانے اور چابیاں عطا کی گئیں
اور میں صنعاء کے دروازے یہیں سے اسوقت دیکھ رہا ہوں۔

دیکھئے اس حدیث میں اعطیت کا لفظ ہے جو تمام پیشگوئی کی جان ہے مگر تمام تاریخی دنیا جانتی ہے کہ شہر مدائن جو دارالخلافہ خاندان کسریٰ تھا۔ عہد حضرت عمرؓ میں سعد بن ابی وقاص جرنیل کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اور یزد جرد شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تو قصر ابیض کا سب خزانہ اہل اسلام کے قبضہ میں آیا۔ اور شام کو حضرت عبیدہ بن الجراح نے فتح کیا۔ جس سے یہ بات کھلجاتی ہے کہ تابع متبوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور جانشین کے ہاتھ پر کسی پیشگوئی کا پورا ہونا۔ دراصل اس اصل امام کی پیشگوئی کا پورا ہونا اور جانشین کے قبضے میں کسی چیز کا آنا دراصل اس امام کے قبضے میں آنا ہے ؂

ایسا ہی ایک حدیث ان الفاظ میں بھی ہے ان اللہ وعدنی فارس والروم نساءھم وابناءھم اور دوسری حدیث میں ہے ان اللہ اعطانی فارس ونساءھم یعنے اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا اور مجھے بخشے فارس۔ روم اور ان ملکوں کی عورتیں (کنز العمال جلد ۶) حالانکہ فارس اور اسکی عورتیں صحابہ کے قبضے اور ازدواج میں آئیں

مخاطب سے کبھی اسکا جانشین بھی مراد ہوتا ہے

پھر قرآن مجید کا بہ تدبر مطالعہ کرنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مخاطب سے گاہے اسکا جانشین اور اسکی اولاد و اس کا قبیل مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو عہد نبوی میں فرمایا جعلکم ملوکا (تمہیں بادشاہ بنایا) حالانکہ اس خطاب کے وقت وہ بادشاہ

نہ تھے۔

(۲) اِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ میں بتایا کہ تمہیں آل فرعون سے نجات دی۔ حالانکہ نجات پانیوالے اور تھے

(۳) یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ میں انہی سے خطاب ہے جنکے بیٹے ذبح نہیں ہوئے تھے

(۴) اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اور وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ میں بچھڑا پوجنے والے اور موسیٰ سے طعام واحد پر صبر کرنے کی شکایت کرنیوالے اور تھے۔ اور وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ میں عمرہ کی ضمیر کا مرجع معمر نہیں ہو سکتا۔ پس بقول حضرت خلیفۃ المسیح جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد۔ مخاطب کے جانشین اور اُسکے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی۔ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا۔

وعدہ منسوخ بھی ہوجاتا ہے۔	اگر آپ یوں نہیں سمجھ سکتے تو میں پارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۲ کی طرف آپکی توجہ منعطف کرتا ہوں جس میں وَمَا کَانَ

لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ فرما کر نشانات کے ظہور کی فلسفی بتادی ہے۔ رسول کا نشان لانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ہر وقت موعود کے لئے ایک تحریر ہوتی ہے اللہ جس نشان کو بالکل یا بعض حصے کو چاہے محو کرے یا جس کو یا بعض حصے کو چاہے قائم رکھے۔ اور ام الکتاب اسی کے پاس ہے

پس اسی آیت کی بنا پر ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا نے اس نشان کے تیرھویں حصوں کو

ثابت رکھا۔ اور جو چاہا اس کو محو کر دیا۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ۔ وہ اپنے امر
دیئے ہوئے حکم کے چلانے پر بھی قادر ہے۔

چنانچہ دوسری آیت میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ بتایا ہے
کہ بعض نشان منسوخ ہو جاتے ہیں یا ان میں تاخیر ڈالی جاتی ہے۔ وہ پھر اس
سے بہتر یا اس کی مثل دیا جاتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ
بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔
البقرہ ۱۰۷

ہم جو کوئی نشان منسوخ کر دیں یا ترک کر دیں تو اس سے اچھا یا اس کی مثل
دیتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پس جب میرے خدا نے اس نشان کو ایک حکمت کی وجہ سے پہلے تاخیر
میں ڈال دیا اور پھر ترک کر دیا تو اس سے بہتر اور زبردست ایک نہیں بیسیوں
نشان دکھائے جو مخالف پر حجت ملزمہ قائم کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی پڑھ کر
دیکھ لو۔ کہ اس نشان کے بعد کس قدر زبردست نشان دکھلائے گئے

شاہ جیلان کی شہادت

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر لکھتے ہیں کہ
یہ نشان کا منسوخ ہونا عین منہاج نبوت کے مطابق ہے۔ یجوز
اَنْ یَّعِدَ اللّٰہُ الْوَعْدَ وَلَا یُطْلِعُ الْعَبْدَ عَلٰی ذٰلِکَ جائز
ہے کہ خدا کوئی وعدہ اپنے بندے سے کرے اور اس کی وفا ظاہر نہ کرے) اور اس کی وجہ
یہ لکھی ہے کہ لِاَنَّ الْغَیْرَۃَ قَدْ زَالَتْ بِزَوَالِ الْھَوٰی۔ کہ غیرت تو
خواہش دور ہونے سے دور ہو گئی۔ پس وہ وعدہ اس کے حق میں ایسا ہے جیسا
کوئی شخص کسی فعل کا ارادہ کرے اور پھر اس نیت سے کسی دوسرے کام میں
لگ جائے فیصیر الوعد حادثًا فی حقہ مع اللّٰہ کرجل

عَزَمَ عَلٰی فِعْلِ شَیْءٍ فِیْ نَفْسِہٖ وَنَوَاہُ ثُمَّ صَرَفَہٗ اِلٰی غَیْرِہٖ اِمّا لِحِکْمٍ

بحرِ عرفان کے شناور حضرت غوث نے لکھا ہے کالنَّاسِخِ وَ الْمَنْسُوْخِ فِیْمَا اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَا نَنْسَخُ مِنْ اٰیَۃٍ الخ کر جیسی ہمارے نبی کریم صلعم کو ناسخ کی وحی فرمائی۔

پس اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ جہاں تک اس نشان کا تعلق انجام سے تھا۔ اسے پورا کیا۔ باقی جو حصہ رہ گیا۔ وہ اللہ کا اپنے پیارے بندے سے ایک معاملہ تھا۔ اللہ نے جس طرح چاہا اسے کیا۔ آپکو اس پر نکتہ چینی کا کوئی حق حاصل نہیں

ایک اور شہادت

وعدوں کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اسکے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس کتاب ارشاد الفحول اقادۃ المناظرین نقل کیا جاتا ہے

قال للشافعی لا یجب الوفاء بالوعد و انما یسمی من لم یف بالوعد مخلفا لا کاذبا وھذا التفصیل جزم بہ سلیم وجری علیہ البیضاوی فی المنہاج وسبقہما الیہ ابو الحسین بن القطان

شافعی نے لکھا کہ وعدہ کی وفا واجب نہیں کیونکہ جو وعدہ کی وفا نہ کرے۔ اسے مخلف کہتے ہیں کاذب نہیں کہتے۔ اس تفصیل پر سلیم نے بھی یقین کیا۔ اور بیضاوی نے بھی منہاج میں یہی بیان کیا۔ اور ان دونوں سے پہلے ابو الحسین ابن القطان نے بھی فیصلہ دیا ہے

اسکے بعد شارح اہتر و اکثر علماء کا اتفاق بیان کرتا ہے کہ وعید جس میں وعدہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں عموم و خصوص کی نسبت ہے، کے ٹلجانے سے پیشگوئی کا کذب لازم نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

واما بالوعید فلکونہ عفوا لا یمتنع من اللہ سبحانہ

اور وعید کا ٹلجانا اللہ تعالےٰ سے ممتنع نہیں کیوں کہ یہ عفو ہے بلکہ

بل ھو حسن یمدح فاعلہ من غیرہ و یمدح بہ فی نفسہ اما فی الوعید فنسخہ جائز کما قال ابن السمعانی۔ قال ولا یعد ذالک خلفا بل عفوا و کرما

زرکشی جو وعدہ کے ٹلنے کا قائل نہیں وہ بھی وعید کے بارے میں کہتا ہے کہ کہ وعید کا نسخ جائز ہے۔ جیسا کہ ابن السمعانی نے بھی کہا ہے اور یہ خلف وعدہ نہیں کہلائیگا بلکہ اسے عفو و کرم پر محمول کیا جائیگا

یہ اچھی بات ہے۔ اور عذاب ٹلا دینے والے کی مدح کی جاتی ہے

غرض وعید کے متعلق تو محققین کا اتفاق ہے۔ کہ وہ توبہ استغفار صدقہ رجوع الی الحق سے ٹلجاتا ہے۔ اور یہ پیشگوئی زیر بحث بھی زیادہ تر بلکہ حاصل ایک وعید پر مشتمل ہے۔ اور نکاح تو اسکی فرع ہے جو بصورت ایمان لانے کے ان لوگوں کے لئے برکات کا موجب ہوتا لیکن جب انہوں نے روگردانی کی تو عذاب سے حصہ پایا۔ لیکن پھر جب ایک حد تک توبہ کی۔ تو عذاب ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن اس شوخی کی سزا میں نکاح کی برکات سے حصہ نہ پا سکے۔ اللہ نے اپنے مامور کو تو دوسرے رنگ میں اسکا اجر دیدیا لیکن ان لوگوں کو محروم رکھا۔ اور یہ خلف وعدہ نہیں۔

چند مثالیں

مثلاً ایک شخص سے وعدہ کیا جائے کہ تم قرآن مجید یاد کرو۔ میں اپنی لڑکی تم سے نکاح کر دونگا۔ اب وہ قرآن شریف یاد کرے۔ لیکن اس میں کجی اور نقص پیدا ہو مثلاً بد چلنی۔ تو اب وہ اگر لڑکی نہ دے تو ہرگز نہیں کہینگے کہ اسنے اپنے وعدے کا خلاف کیا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے اپنے مامور کے رشتہ داروں پر ایک انعام کرنا چاہا۔ انعام ایک فضل ہے۔ اس فضل کی جاذب جو حالت چاہیئے تھی جب ان میں نہ پائی گئی۔ تو یہ انعام ان سے چھین لیا گیا۔

دوسری مثال۔ حنین کے روز مسلمانوں کو باوجود وعدہ نصرت وغلبہ (انہم لہم
المنصورون و ان جندنا لہم الغالبون) شکست ہوئی۔ اور وعدہ
فتح وغلبہ اس وقت پورا نہ ہوا۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمائی ہے ویوم
حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت
علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ﴿پ ۱۰ ع ۹﴾ اور حنین
کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں عجب میں ڈالا تو پھر وہ تمہاری کثرت
کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگے
دیکھئے عجب اور اپنی کثرت پر غرور ایک وعدہ کے ایفا میں آڑے آگیا۔ جس سے
صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض اسباب سے وعدہ میں تخلف ہو جاتا ہے

خاتمہ | معزز ناظرین! میں نکاح والی پیشگوئی پر کافی بحث کر چکا ہوں۔ یہ
نشان جو اپنے اندر وہ نشانات رکھتا ہے بڑی آب وتاب سے پورا ہوا۔ مگر
شپرہ چشم نہ دیکھ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یقوم ارءیتم ان
کنت علی بینۃ من ربی واتٰنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم
انلزمکموھا وانتم لھا کرھون۔ اے میری قوم کیا تم نے دیکھا کہ میں
اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی بات پر ہوں۔ اور اس نے مجھے اپنی جناب سے
رحمت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے۔ پس وہ بات تم پر مخفی کر دی گئی۔ تو کیا زبردستی
قبول کرواؤں۔ بحالیکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ نشانات تو پورے ہوتے ہیں۔ مگر منکرین کا گروہ
عداوت میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے۔ کہ انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ اور کہتا ہے کہ یہ
وعدہ پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے

نتیجہ (۲) پھر وعدہ پورا ہونے میں کئی باتیں آڑے آجاتی ہیں۔ جو اس اصل کی

کی ماتحت میں لا ینال عہدی الظالمین۔ جب وہ لوگ ظلم سے
کام لے رہے تھے تو خدا نے اپنی سنت کے مطابق انہیں ہلاکت کا وارث بنانا
چاہا۔ اور پھر اس پیشگوئی کا اصل حصہ کہ حصہ تو وعید پر مشتمل ہے اور وعید
کی پیشگوئیوں کی اصل غایت تو تقویٰ اور نصیحت ہے چنانچہ قرآن مجید میں
آیا ہے۔ وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ
ذِكْرًا۔ اور ہم وعید اسلئے بار بار دیتے ہیں۔ تا یہ تقویٰ کریں۔ اور یہ ان کے
لئے نصیحت اور یاددہانی کا موجب ہو۔ پس جب وعید سے اصل غرض جو
ان رشتہ داروں پر خدا تعالےٰ کی ہستی اور اسکے جلال کا اظہار تھا پوری
ہو گئی۔ اور ان میں سے بہت سلسلہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ بلکہ داخل بھی
ہو گئے۔ تو اللہ نے وعید کو ملتوی کر دیا۔ اسوقت تک کہ شوخی و شرارت سے
کام نہیں۔ باقی رہا نکاح سو وہ تو موقوف تھا ایک موت پر اور وعید کی موت
موقوف ہے شوخی و شرارت انکی سے پر۔ لیکن جب ایسا نہ ہوا۔ تو اللہ نے
صرف اتنا ہی کیا کہ اس انعام کو اس قوم سے ہٹا لیا۔ اور اپنے مامور کو کسی
اور رنگ میں اسکا اجر دیا۔ اور انکی تو پہلے بھی کوئی اپنی نفسانی خواہش نہ تھی۔ بلکہ
اللہ کے حکم سے ایک امر کے لئے اعلان کیا تھا۔ اللہ کے انکے ساتھ ایسے تعلقات
تھے جیسے سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ انکے
ساتھ خدا کا وعدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے ساتھ کوئی قرارداد کرے۔ پھر
ہر وقت اسے بدلنے پر اختیار رکھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس مسئلہ پر خدا کے
فضل اور محض اسکی غریب نوازی سے کافی بحث کر دی ہے۔ اللہ تعالےٰ
اس مضمون کو نافع للناس بنائے۔ اللّٰہم آمین اور مضمون میری بہت سی صلوٰۃ
دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

سلہ اسکے لئے نمبر دیکھو صفحہ ۲۱۳

کلنگوں کی ڈار اور الحمل بحالِ زار

"وطن میں دیارِ محبوب کی یاد"

ہاں ٹھہر جا او کلنگِ دل فگار — بولنا اس درد سے پھر ایک بار
زیر و بم رقت بھری آواز میں — نغمۂ دلکش ہے تیرے ساز میں
انتہا کا سوز پایا جاتا ہے — یہ کلیجہ منہ کو آیا جاتا ہے
یاس و حسرت سے قرینہ تیرا یاں — میرے دل میں نے رہا ہیں بجلیاں

تجھ پہ کیا بپتا پڑی مجھ کو سنا — کیوں ہوئی اپنے وطن سے تو جدا
رنج و فرقت سہتی ہو کس کے لئے — کس نے بدلے تجھ سے گن گن کے لئے
خانماں برباد ہے کس کے لئے — یا دلِ ناشاد ہے کس کے لئے
شوق میں کس کے یہ ہجرت کرتی ہے — کس لئے دن رات آہیں بھرتی ہے
آشیانہ چھوڑ کر نکلی ہے کیوں — منہ وطن سے موڑ کر نکلی ہے کیوں
لوٹ کر جانیکا ہے کب تک خیال — میری یہ سمجھی نہیں کوئی سوال
تو مسافر کیوں ہوئی بتلا مجھے — اس سفر میں کیا نظر آیا تجھے
تو مری مانند پردیسی ہے کیوں — اپنے سر یہ بلا لیتی ہے کیوں
کہتے ہیں حبِ وطن ایمان ہے — بلکہ یہ ایمان کی بھی جان ہے
خوشتر از ملکِ سلیماں کہتے ہیں — اسلئے اکثر گھروں ہی میں رہتے ہیں
سن کے میری بات اک انداز کی — سُر نکالی اپنے دلکش ساز کی
اصل اپنی لے میں سارا سمجھا گئی — جو حقیقت تھی مجھے بتلا گئی

جو دلن والے ہیں ان کو کیا خبر
نیند کیوں آتی نہیں ہے رات بھر
شہر میں دل کس لئے لگتا نہیں
بس نہیں چلتا دلِ بیتاب پر
بے نگاہ و فتنہ ساماں چیز کیا
گیسوئے پیچاں کی ہے زنجیر کیا
ہائے ان لوگوں نے دیکھی ہے کہاں
پارہ پارہ ہوتا ہے رختِ قرار

عشق کیا ہوتا ہے کیا درد جگر
رہتی ہے اختر شماری تا سحر
ان سے بیٹھا نہیں جاتا کہیں
مضطرب رہتا ہے پہلوؤں پر
جنبشِ ابرو و مژگاں چیز کیا
چھوٹے کی ان سے تیر کیا
برق ہوتی ہے تبسم میں نہاں
آدمی پھرتا ہے پھر دیوانہ وار

سچ کہا جو کچھ کہا تو نے کلنگ
لوحِ دل سادہ تھی اللہ کی قسم
کیا بتاؤں کیا ہوئیں گلکاریاں
انتظارِ یار کی راہیں ہیں یاد
موجزن سینہ میں تھا دریائے عشق
اک طرف موجیں تلاطم خیز تھیں
یعنی الفت تھے بگڑے رات دن
کشمکش سے جب بہت گھبرا گیا
چھوڑ دے اپنا وطن گھر سے نکل
چل جہاں تو چاہتا ہے جیتا ہوں
جا کے اس اچھوکٹ پہ تو ہوں فنا
اپنے پیارے خویش سارے چھوڑ کر

چھٹے پیرنگی ہیں دکھا یہ رنگ
ہوگیا نقشِ محبت مرتسم
اور پھر کیا کیا چلی ہیں آریاں
اللہ اکے پیار کی باتیں ہیں یاد
وسعتِ دل سے سوا صحرائے عشق
اک طرف تو ہیں بلا انگیز تھیں
اور پڑتے بجتے گئے رات دن
میرے جی میں ایکدن یہ آگیا
اے دلِ ناداں چل یہاں سے چل
لے تری خاطر یہ دنیا دنیا ہوں
گر خدا چاہیگا توڑے گا ملا
رشتۂ الفت اخوت چھوڑ کر

وحشت غربت میں بسیرا کر لیا — ہاں مسافر بنکے ڈیرا کر لیا
میں وطن میں بھی ہوں اتنا بے وطن — جاں وہیں ہے گو یہاں ہو پیرہن
جاؤ او پیارے کنگو باد تم — مجھ پہ اک احسان یہ فرماؤ تم
جب مزار مصطفیٰ پر ہو گذر — اس زمانے میں جو ہے خیر البشر
چوم لینا واں پہ تربت ہے دل — جس کی ہیں خدمات سرکا ... تک
غلام شیداں سامنے بیٹھے ذلیل — اہلیان حضرت رب جلیل
دیں آج کوچے کے باریش پر — اور محافظ ہو گیا ہر فرش پر
واں ادب کے واسطے جانا اتر — بیٹھنا پھر بند کرکے پنکھ پر
اپنے منقاروں میں لے جانا سلام — اور پہچانا باخلاص تمام
عرض کر دینا کہ اکمل جاں نثار — آجکل ہے سخت مضطر بیقرار
ڈار سے جیسے بچھڑ جائے کلنگ — پھر اکیلا ہو وہ اپنی جان سے تنگ
بس یہی ہے حال مجھ غمناک کا — اس غلام سید لولاک کا
ناظر شام و پگاہ بوستاں — اور مشغول لگاؤ دوستاں
اکمل اندوہگیں جلد آئے گا — اپنی ہستی نذر جاناں لائے گا

پیش کر دیجو بصد شوق و شغف
گر قبول افتد زہے عز و شرف

اطلاع احباب طلبت کتب سے البشریٰ و آثار مبارکہ خرید کر فائدہ اٹھائیں

شکریہ مرزا جان محمد صاحب شاکر کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے پہلے مضمون کے متعلق بعض معلومات کے بہم پہنچانے میں امداد فرمائی

مذکورہ بالا آیتوں میں لفظ توفّی کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کیا کیا کرتے تھے۔ یا یہ آیتیں اسوقت تک نعوذ باللہ مجذوب کی ایک بڑ سمجھی جاتی تھیں چونکہ قرآن محاورہ مولوی صاحب کا اسوقت کچھ موجود نہ تھا۔ اور خدا کا کلام مہمل و بے معنی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام لفظ توفّی کے حقیقی معنی موت ہی لیتے ہونگے۔ اور جب یہ معنے بلا نصب قرینہ ہی کئے جاتے تھے۔ تو پھر انکے لئے قرینہ قائم کرنیکی کچھ ضرورت نہ تھی۔ پس مولوی صاحب نے جس قرینہ کا ذکر کیا ہے وہ محض بے قرینہ ہے

مولوی صاحب کے استبعاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک صالحین و ابرار کے ساتھ ملنا اور وفات پانا دونوں برابر ہیں۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو نوا مع الصادقین کی تعمیل سے ہمیشہ جی چراتے ہیں

مولوی صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول کے صفحہ ۲۰ میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ تاج العروس شرح قاموس اور زمخشری کی اساس البلاغۃ میں توفّی بمعنی موت کو من المجاز لکھا ہے۔ اسلئے توفّی کے معنی موت کا مجازی ہونا ظاہر ہے۔ اسکے جواب میں گذارش ہے۔ کہ اگر اس اعتبار سے کہ وفا کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لینا موت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ توفّی بمعنی موت کو من المجاز کہا جائے تو یہ امر ہکو مضر نہیں۔ کیونکہ دیگر اعتبارات یعنی منقول عرفی و منقول شرعی کی بنا پر توفّی بمعنی موت حقیقی و وضعی معنی کی تعریف میں داخل ہے۔ پس سچ ہے لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ

بالفرض التسلیم کہ توفّی کے معنی قبض روح من المجاز ہیں جب اس لفظ کے معنی کے متعلق مولوی صاحب یہ اقرارات کر چکے ہیں کہ

(۱) یہ لفظ قرآن شریف میں بمعنی موت مستعمل ہے شہادۃ القرآن حصہ اول صفحہ (۵)

(۲) اس لفظ کا اطلاق بمعنی موت پر بھی صرف اسلئے ہے۔ کہ موت بھی ایک قسم کی توفی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے۔ ایضاً صفحہ ایضاً

(۳) توفی کا اطلاق قرآن شریف میں نیند پر بھی آیا ہے۔ یہ بھی اسی لئے ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی توفی یعنے پوری پوری گرفت ہوتی ہے۔ ایضاً صفحہ ایضاً

تو پھر اس لفظ کے معنی موت کرنے میں کوئی دقت پیدا نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں جب لغت کی کتابوں میں لفظ توفی بحالت مذکورہ کے معنی موت اور قبض روح کے ہی لکھے ہیں۔ اور ہر موقعہ پر جہاں یہ لفظ بغرض مذکور استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی دان دنیا اس لفظ کے یہی معنی لیتی ہے۔ اور قبض روح مع الجسم کے معنی نہ قرآن و حدیث میں ملتے ہیں نہ لغت و محاورات عرب میں۔ نہ اہل زبان کا تعامل اس پر پایا جاتا ہے۔ تو پھر نہ معلوم کس بنا پر انی متوفیک کے معنی اتنی مصیبتیں لیتے ہوئے مولوی صاحب کو موت آتی ہے۔ اور جب مولوی صاحب کے نزدیک موت بھی ایک قسم کی توفی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے۔ تو پھر لفظ توفی کے معنے موت کو ایک قسم کی وضعی اور حقیقی معنے تسلیم کرنے میں ان کی طبیعت خدا جانے کیوں ہچکچاتی ہے۔ خیر آپ لفظ کے معنی موت کو مجازی معنی سمجھ لیں۔ مگر چونکہ لغت و محاورات عرب اور قرآن و حدیث میں اس لفظ کے معنی ہمیشہ موت اور قبض روح کے لئے جاتے ہیں۔ کوئی اور معنی نہیں کئے جاتے۔ اس لئے آپکا فرض ہے۔ کہ اس لفظ کے مشہور و متعارف معنی ہیں۔ اور عیسائیت کا چھکڑا کھینچنے کے لئے حضرت مسیح کی خاطر اس لفظ کے کوئی اور معنی ایجاد کریں۔

ناظرین! تحقیقات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ لفظ توفی کے معنی قبض روح مع الجسم کے ہوتے ہیں۔ کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے لہٰذا پہلی تنقیح کا فیصلہ انکے خلاف کیا جاتا ہے۔

دوسری تنقیح کی بابت یہ گزارش ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے وہ تمام آیات قرآنیہ محولہ بالا جس میں لفظ توفی آیا ہے۔ ایک جگہ جمع کر کے صاف طور پر دکھلا دیا ہے۔ کہ قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ مذکور کو قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ استعمال کرتا ہے اور یہی محاورہ تمام حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل لغت کی شہادت وفی العبد اذا قبض روحہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں پس یہ بات اس امر پر کافی شہادت ہے کہ لفظ توفی شریعت محمدیہ میں بمعنی موت و قبض روح مخصوص ہے۔ اور چونکہ تخصیص منقول شرعی کی تعریف میں داخل ہے لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ لفظ توفی کے مصطلح قرآنی اور منقول شرعی معنی موت اور قبض روح کے ہیں

یہ قاعدہ کہ قرآن کریم میں کسی لفظ کے جن معنوں کا التزام کیا گیا ہے۔ وہ معنی واجب التسلیم ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے رسالہ سلم الوصول کے مقدمہ میں لفظ سنت اللہ کے معنوں پر بحث کرتے ہوئے تسلیم کر لیا ہے۔ پس لفظ توفی کے جن معنوں کا قرآن کریم میں التزام کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً واجب التسلیم ہیں۔ مولوی صاحب کی عبارت حسب ذیل ہے

تمام قرآن شریف میں جہاں کہیں سنت اللہ پر عدم تبدیل کا حکم لگایا ہے ان سب مقامات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے۔ اور قرآن شریف میں اس امر کا ایسا التزام کیا گیا ہے۔ کہ سارے قرآن شریف میں ایک مقام بھی اس سے خالی نہیں۔ سو اللہ تعالےٰ اس عذاب مہلک کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ میرے بھیجے ہوئے عذاب کو نہ تو کوئی بدل سکتا ہے۔ اور نہ کوئی ٹال سکتا ہے۔ اس امر کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ انصاف پسند طالب وہ سب مقامات جہاں یہ الفاظ یا انکے ہم معنی الفاظ وارد ہوتے ہیں۔ انکا ذکر ما قبل و ما بعد پر بغور نظر

کرے تو بفضلہ تعالےٰ ان الفاظ کے ساتھ ہی عذاب الٰہی کا ذکر بالتصریح موجود ہوگا پس قاعدہ نظم و ارتباط قرآن کریم میں اسکو اس امر کی تسلیم پر مجبور کردیگا کہ ان سب آیات میں سنت اللہ سے مراد عذاب الٰہی ہے"

اب ہم مولوی صاحب کی عبارت میں بہ تغیر یسیر کہہ سکتے ہیں کہ سارے قرآن شریف میں جہاں کہیں لفظ توفی (از باب تفعل) انسان کے لئے بولا گیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اسکا فاعل ہے۔ وہاں اس لفظ کے معنے موت یا قبض روح کے ہی گئے ہیں۔ اور قرآن شریف میں ان معنوں کا ایسا التزام کیا گیا ہے کہ سارے قرآن شریف میں ایک مقام بھی ان سے خالی نہیں۔ اس امر کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ انصاف پسند طالب وہ سب مقامات جہاں لفظ توفی بحالت مذکورہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ اور جسکا نقشہ حضرت اقدس نے کھینچا ہے اور پر لکھا جا چکا ہے بغور ملاحظہ کرے تو بفضلہ تعالےٰ اس لفظ کے معنے موت یا قبض روح کے ہی پائیگا قبض روح مع الجسم کے معنے ہرگز نہ پائیگا۔ پس قاعدہ نظم و ارتباط قرآن کریم اسکو اس امر کی تسلیم کرنے پر مجبور کردیگا۔ کہ ان سب آیات میں لفظ توفی کے معنی موت یا قبض روح کے ہی ہیں۔ قبض روح مع الجسم کے ہرگز نہیں۔ ہاں اگر کوئی انصاف پسند طالب نہ ہو بلکہ عیسائیت کے چھکڑے کھینچنے کا شیدا ہو۔ تو وہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

بوجوہ مذکورہ بالا دوسری تنقیح کا فیصلہ بھی مولویکا کے خلاف کیا جاتا ہے

تیسری تنقیح کی بابت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں جو شخص اس بات پر سچا ایمان رکھتا ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم واقعی رسول اللہ و خاتم النبیین ہیں۔ وہ یقیناً خدا و رسول کے دستور العمل کو تمام دنیا پر مرجح اور مقدم سمجھیگا۔ بھلا کسی دانشمند فیور مسلمان سے یہ کیونکر ممکن

ہے کہ اصلاح قرآنی کو چھوڑ کر جاہلیت کے زمانہ کی طرح محض لغت کی پیروی کو اپنا دین وایمان قرار دے۔ اور اہل لغت کی سند کو خدا اور رسول کے ارشاد پر مرجح سمجھے ہرگز نہیں۔ اسلئے لفظ توفی کے معنے خدا اور رسول کے کلام سے جو بالالتزام قبض روح اور موت کے ثابت ہوئے۔ یہی معنی مقدم اور مرجح اور واجب التسلیم ہیں۔ لہٰذا اس تنقیح کا فیصلہ بھی مولوی صاحب کے خلاف کیا جاتا ہے

بالآخر مولوی ابراہیم صاحب توفی کی بحث میں شکست یافتہ ہوکر خرافات مثلانے کے لئے شاید اب یہ عذر پیش کریں کہ اگرچہ میں لفظ توفی زیر بحث کے معنے قبض روح مع الجسم قرآن و حدیث ولغات ومحاورات عرب سے ثابت نہیں کرسکا۔ لیکن چونکہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا تھا کہ میں خر سوار بنی حضرت مسیح ناصری کی گاڑی چھکڑے میں جتا ہوا ہوں۔ اور اس گاڑی یا چھکڑے کو پورا زور لگا کر کھینچ رہا ہوں اور میں کہ معتقد بھی ہوگیا ہوں اسلئے میرا ڈبل استحقاق ہے کہ بھولے بھالے مسلمان میرے تقدس کے دام میں پھنس کر جو بے سند بات میرے منہ سے سن لیں اسے آمنا وصدقنا کہیں۔ تو اس عذر لنگ کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ اے مسکین مولوی صاحب عیسائیت کا چھکڑا کھینچنے کی وجہ سے آپ عیسائیوں اور نیم عیسائیوں کے دلوں میں کیسے ہی عزیز کیوں نہ سمجھے جائیں۔ مگر مقدس اسلام کے سچے پیرو چونکہ خدا اور رسول کے دستور العمل کو سب پر مقدم رکھتے اور اسکے خلاف کسی کی بھی نہیں سنتے اسلئے آپ کے علم وتقدس کا افسون ہم پر ہرگز اثر نہیں کرسکتا ؎

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست ٭ ویں علم تیرہ را بہ پشیزے نمی خرم

فارسی سمجھ میں نہ آئے تو میں آپکو اردو میں سمجھاتا ہوں۔ رباعی

عیسائیت کا چھکڑا اب بھی کھینچے ٭ اسلام سے تعلق اسکو نہیں ذرا ہے

علم و عمل کا دعوے اُسکا فریب ہے سب ✤ ایسا جو مولوی ہو دجال کا چچا ہے

اے محبان اسلام و عاشقان رسول انام کیا آپکی غیرت اسلامی اس بات کو روا رکھتی ہے کہ بعض دجال اسلامی لباس میں ۔۔۔۔ عیسائیت کا چھکڑا کھینچنے پر علانیہ فخر کریں۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بات بات میں سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دیں اور اسلام کے بہی خواہ اور مسلمانوں کے پکے ہمدرد سمجھے جائیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ کی غیرت اسلامی اس بات کو ہرگز روا نہ رکھے گی۔

بھائیو! خوب یاد رکھو کہ ایسے مولویوں کے وجود سے اسلام کو نقصان کے سوائے کچھ فائدہ نہیں ہاں گر کہو کہ ایسے مولویوں کی بدولت قیامت یاد آتی اور آیت کریمہ مثل الذین حملوا التورٰىة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللہ واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین کی تفسیر مثل تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ تو ظاہر اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ ہم یہی کہینگے۔ کہ جناب درست و بجا فرماتے ہیں۔ اور کسی کا یہ شعر بہت صحیح ہے ؎

ایسے ملانوں سے بے سلام کرنا ✤ یاد آتی ہے قیامت انکے پاس بیٹھکر

مولوی ابراہیم آگے چلکر توفی کے معنے کی تعیین کے لئے قرآن کا لحاظ کرنا ضروری سمجھتے اور اسی پر بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ ہم دکھلا چکے ہیں۔ کہ لفظ مذکور کے معنی قرآن و حدیث و لغت عرب میں بالحاظ قرائن موت اور قبض روح کے لئے جاتے ہیں اسلئے توفی کے معنے معلوم کرنیکے لئے قرائن کی بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ ایک محقق کی حیثیت سے بغرض کامل تحقیقات ان قرائن پر بھی لحاظ کر لینے میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا لہٰذا اب مولوی صاحب کے قرائن پیش کردہ

پر نظر ڈالی جاتی ہے۔

قرآن کی بحث میں مولوی صاحب نے مفسرین کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔

ان اقوال میں سے ایک قول صاحب تفسیر کبیر کا ہے کہ انی متوفیک صرف توفی کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور توفی جنس ہے جس کی کئی انواع ہیں بعض موت کے ساتھ اور بعض آسمان پر اٹھائے جانے سے۔ پس جب اسکے بعد رافعک الیّ فرمادیا۔ تو تعیین نوع کے لئے قرینہ ہوا اور تکرار نہ ہوا"

ریویو نگار۔ چونکہ صاحب تفسیر کبیر نے اس امر کی تائید کے لئے کہ توفی کے ایک نوع آسمان پر اٹھائے جانے سے معین ہوتی ہے۔ کوئی سند پیش نہیں کی اور انکا یہ قول جمہور اہل لغت اور نیز قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اسلئے لائق التفات نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی ہی بے تکی باتوں کی وجہ سے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ رازی صاحب کی شان میں فرمایا ہے سے

گر استدلال کار دیں بدے ✤ فخر رازی راز دار دیں بدے

پائے استدلالیاں چوبیں بود ✤ پائے چوبیں سخت بیتمکیں بود

ہاں اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے وفات کے بعد مومنین کی ارواح کی طرح روح کا رفع مراد لیا جائے تو ہمیں اسکے مان لینے میں کچھ عذر نہیں۔

پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر توفی کو نوع موت میں معین کریں۔ تو بموجب مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہوگی۔ . . . اور نیز تفسیر معالم میں ضحاک شاگرد حضرت ابن عباس سے اسکی تصریح موجود ہے"

مولوی صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ اور اُنکے شاگرد ضحاک نے توفی متعلقہ آیہ کریمہ انی متوفیک کو نوع موت میں معین کیا ہے۔ یہ امر کہ حضرت ابن عباس اور ضحاک کا مذہب تقدیم و تاخیر آیت ہے۔ یا کیا ایک جداگانہ بحث ہے۔ جس پر علیحدہ نظر کیجاوے گی۔ مذہب اونکا جو کچھ بھی ہو۔ مگر حضرت ابن عباس اور اُنکے نامور شاگرد ضحاک نے توفی کو جو نوع موت میں معین کیا۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ انہوں نے رافعک الیّ کو توفی کے معنے قبض روح مع الجسم لینے کے لئے صاحب تفسیر کبیر اور اُنکے مقلد مولوی ابراہیم کی طرح کوئی قرینہ قرار نہیں دیا۔ کیونکہ موت میں صرف روح قبض ہوتی ہے ہاں روح قبض ہوتی ہے۔ روح اور جسم دو نو قبض نہیں کئے جاتے۔

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تفسیر خازن۔ ابن کثیر و در منثور فتح البیان معالم۔ کبیر وغیرہ میں ہے۔ کہ اس آیت کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ توفی سے مراد نیند ہے۔

مولوی صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ ان تمام تفاسیر مذکورہ بالا کے مصنف رافعک الیّ کو توفی کے معنے لینے کے لئے قرینہ ہرگز قرار نہیں دیتے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ نیند میں صرف روح قبض ہوتی ہے

پس یہ تمام شہادتیں جو مولوی صاحب نے ابتک پیش کی ہیں۔ مولوی صاحب کے خلاف ہیں۔ اور خود مولوی صاحب بھی انکو بالکل حق اور مطابق واقعہ نہیں مانتے

چنانچہ وہ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں

اگر اس آیت میں توفی سے اسکی تیسری نوع رفع مراد لیجائے۔ جو بالکل

شذرات

خانہ کعبہ میں یونیورسٹی

مولوی شبلی نعمانی کی اس تحریک کے مخالف و موافق بہت بحث ہو رہی ہے۔ مگر میں ایک اور نقطہ خیال سے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہاں یونیورسٹی نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ہستی کا ایک نشان بنایا ہے اور سکار یلا سیدان۔ اور وہ بیت عتیق باوجود اسکے کہ ظاہری رنگ میں کوئی اسباب کشش اپنے اندر نہیں رکھتا۔ مگر اس میں ہر قسم کے لوگ دیوانہ وار چلے آتے ہیں۔ سچ ہے جس قدر ارکان ہیں۔ ان میں مجذوبانہ شان اندر ہے جو دنیاوی عقل و فکر کے ترازو میں نہیں آسکتے۔ وہ مقام ہے جہاں پر آکر یہ علوم ظاہری ختم ہو جاتے ہیں۔ اور معارف و حقائق کا ایک دریا رکھتا ہے وہاں انگریزی یونیورسٹیوں کی گنجائش نہیں۔ ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

مخالفت سنت نبوی

بار ہا امت محمدیہ کا موجودہ طرز عمل دیکھ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں۔ اور پھر کچھ نہیں آتا کہ الٰہی یہ کیا ہوا ہے عید الضحی چونکہ نبی علیہ السلام کا حکم تھا۔ اسلئے اسکے امتناع پر بڑا زور شور کہ کوئی عید نہ منائے سوگ کرو۔ اور قربانیاں نہ دو۔ اور جب اپنی خود ساختہ عید میلاد کا وقت آیا جس کا ثبوت نہ صحیح پتہ سے ملتا ہے۔ تو باوجود اسکے کہ ترکوں کی حالت اس سے زیادہ نازک و خراب تھی۔ پھر وہ اشتہارات شائع کئے گئے کہ اسے منایا جائے۔ شرم! جو چال چلتے ہیں۔ الٹی ہی چلتے ہیں۔ تاکہ کوئی قدم جادہ سنت نبوی پر بھولے سے بھی نہ پڑے

مسیح موعود کی کامیابیاں

اخبار پڑھتا ہوں اور بعض اوقات سجدہ میں گرا جاتا ہوں۔ کیونکہ وہ باتیں جو اعلاحضرت مسیح موعود

الف آخر نے بخش کیں - اور ان مدعیانِ اسلام نے انہیں حقارت سے رد کیا - اب حالات سے مجبور ہو کر خود مان رہے ہیں - ستانے والے واقعات گذر رہے ہیں مولوی شبلی نعمانی و مولوی عبدالکریم کا قضیہ ہے - ایک مضمون ندوہ میں چھاپ کر شائع ہوا ہے کہ جہاد معاندانہ اور حملہ آورانہ دونوں طرح پر ہے وغیرہ ذالک - نہ صرف مولوی شبلی بلکہ ندوہ کی جنرل کمیٹی اس پر اظہار افسوس کرتی اور کہنے والے کو معطل کرتی ہے - اور یوں وہ علماء و فضلاء اور ان کے عمائد حضرت مسیح موعود کے مذہب در بارہ جہاد سے اتفاق کرتے ہیں - اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

ظہور مہدی اخباروں میں پکار پکار کر ورد کر کہا جاتا ہے - امام مہدی خروج فرمانے والے ہیں ان کے ظہور کا وقت ہے - اینٹر پکم اپریل سنہ میں ایک نظم چھپی ہے

کملی والے لیجئے خبر ہمارا
بعثت مہدی کا مژدہ سنایا
سید جبلکی یہ دعا ہے
مہدی برحق آجا آجا

دوسرے صاحب کہتے ہیں

تیرے قربان میری گیسوؤں والے آقا
اب تو پردۂ غیبی رخ سے ہٹا کے آجا
قیدیوں اور یتیموں کی دعا لے آجا
لکل میں ایک کے رسالے آجا
تیرا اجلال جو تکلیف نہ فرمائے گا
پیکر مہدی موعود میں کوئی آئے
نگراں لوگ ہیں کو مسجد اقصیٰ بھی یہیں
احمد کے لئے تیار مسیحا بھی ہیں
شام سے جلوہ نما ہو کر خراساں آ
آ خدا کے لئے آیا ہے جس تو ح آ

میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ موعود آچکا مبارک وہ جو ایمان لائے

لاتا میری دوربین ایک صاحب تھے شارٹ سائٹ نیر سے خبر ... کی عینک بھی کام نہ دیتی تھی - اسلئے آپ ایک دوربین اپنے پاس رکھتے جب

کوئی شے متحرک سمجھائی پڑتی تو فرائے دیری اور یہیں

یہی حال ہے ہمارے مسلمان علماء کا انکا کچھ رقم مسلم یونیورسٹی کے لئے جمع کر بیٹھے ہیں۔ اب کوئی مشکل پیش آئے۔ بس جھٹ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ ہمارا مسلم یونیورسٹی کا روپیہ تاکہ یہ مشکل حل ہو جائے۔ کعبہ میں یونیورسٹی بنے تو اس روپے سے اسلامیہ کالج لاہور میں سائنس کی تعلیم کا انتظام ہو تو اس روپے سے ترکوں کو قرض دیا جائے تو اس روپے سے غرض سب کام اسی سے ہونگے۔ کیا کم سمجھوں اور کوتاہ اندیشوں سی باتیں ہیں

ریویو

حالات نواب دبیر الدولہ سر سید کے نانا کے دلچسپ سوانحات عمر جسکے آخیر میں سرسید کی والدہ کی حالات بھی نہایت عمدگی سے مرتب کئے گئے ہیں یہ پچاس صفحے کا رسالہ ۲ر ملیگا۔

حکمت کے موتی وادیٔ کشمیر کے تاریخی خزانوں سی یہ تمام سبق آموز اقوال عبرت انگیز شلوک اور معنی خیز نکتے سنسکرت زبان کی نہایت مشہور و مستند تاریخ کلہن راج ترنگنی سے انتخاب کئے گئے ہیں۔ پہلے شلوک کا ترجمہ لکھا ہے پھر اسکے متعلق وہ تاریخی واقعہ ہے جس کی بنا پر وہ سبق آمیز یا عبرت انگیز معنی خیز قول ہے۔ یہ رسالہ بہت مفید اور لٹریری دنیا میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ مصنف راج ترنگنی کے حالات بھی دئے ہیں۔ قیمت ۴ر

مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم جس میں سکھوں کی ستائیس سالہ عہد حکومت کشمیر کا مفصل بیان ہے۔ اور اس حصہ میں سلطنت ڈوگرہ حکمران خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں اور عبرت انگیز تباہیوں کا ذکر ہے۔ فوق صاحب نے اس کتاب سے تاریخ کی بیش خدمت ادا کی ہے قیمت ۱ر مجلد تینوں کتابیں ملنے کا پتہ مؤلف منشی محمد دین

صاحب قوقی ایڈیٹر کشمیری لاہور سے منگوائیے

مکتوبات احمدیہ جلد دوم جس میں سیدنا المسیح الموعود کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے مناظر آریہ۔ برہمو لیڈران کے نام لکھے۔ ان خطوط میں انکے مذاہب کی تردید اور اسلام کی حقانیت کے زبردست دلائل ہیں جو ہر مناظر کے لئے بہت مفید ہو سکتے ہیں اور میرے نزدیک تو ہر احمدی کی پوزیشن موجودہ زمانہ میں ایک مناظر کی ہے۔ اسلئے میں پرزور الفاظ میں اسکی خریداری کی تحریک کرتا ہوں قیمت ۸ر مجلد ۰ صفحے ملنے کا پتہ بدر قادیان

ہینڈ بل نمبر احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کوئٹہ کا ہینڈ بل نمبر ۱ چابکسوار لاہور بعنوان "امام وقت" شائع ہو گیا جس کی بیعت ضروری ہے میں نہایت لاجواب طرز میں آیات واحادیث و شہادات اولیاء کبار سے ہر صدی کے سر پر ایک مصلح و مجدد کی ضرورت اسکی بیعت کا وجوب اور اسکی اطاعت پر نجات کا مدار ثابت کیا ہے اور ہینڈ بل نمبر ۳ میں بعنوان "مجدد کون ہے" کا چاند بتایا ہے کہ اس صدی کا مجدد و مسیح و مہدی ہو چکا ہے اور اسکے ظہور کے لئے یہی صدی چار دلائل قاہرہ سے ثابت کی ہے۔ احباب محصولڈاک بھیجکر منگوائیں اور تقسیم کریں۔ اللہ تعالے نوجوانوں کے مساعی کو مشکور فرمائے آمین

نصاب صحیح ثبوت یہ دو ٹریکٹ نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر صوفی احمد الدین ولد مبارک علی۔ قاضی حبیب اللہ صاحبان کے اتحاد و اشتراک کی متعاونہ کوششوں کا

البشریٰ حصہ اول

اگر آپ ان الہامات اور کشوف اور رؤیا کو دیکھنا چاہتے ہیں جو امام آخر الزمان

مسیح موعود ع

پر نازل ہوئی۔ تو ۲۲۲ صفحہ کی کتاب جلد منگوا لیجئے۔ دفتر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

نتیجہ میں۔ اور ان میں خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان ہوا ہے۔ ثبوت میں حضرت اقدس نے اپنے دعوے کا ثبوت دیا ہے اور اپنے تئیں بحیثیت رسول کے پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ مبارک اسمہ سمیہم۔ احباب قاضی حبیب اللہ بیڈن روڈ لاہور کے پتہ پر منگوائیں

سرمہ نور البصر دھند جالا غبار گرے کے لئے مفید فی شیشی عہ اور سرمہ سفید خارش چشم کے لئے مفید فی شیشی ۸ر میر برکت علی بمقام رتنسل ڈاکخانہ پنڈی کالو ڈگجرات سے منگوائیے۔ پیر صاحب بہت نیک و متقی احمدی ہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔

استبھار حکیم حاذق ماسٹر عبد العزیز صاحب نے یہ دھونی تیار کی ہے۔ جس سے مکان اور کپڑے صاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں استبھار کی تاکید ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح تاکید فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ کم از کم ہفتہ میں ایکبار اپنے کپڑوں اور مکانوں کو دھونی دے۔ احباب بذریعہ تشحیذ قادیان وی پی کی درخواست کریں۔

مساوات یہ اخبار ہفتہ وار الہ آباد مساوات پریس سے بادارات مسٹر حمید احمد حیگ نکلتا ہے۔ متانت سے ہر معاملہ پر بحث کرتا ہے۔ غنیمت ہے ۱۶ صفحے سالانہ چار روپے

مرقع نثر و نظم کا عمدہ مجموعہ اور میرے خیال میں یہ پہلا گلدستہ ہے۔ جس نے اعلان کیا ہے کہ کوئی شعر ایسا شائع نہ ہوگا۔ جس میں احکام الٰہی کا استخفاف پایا جائے۔ ادبی ترقی کے شائقین شعر و سخن کا مذاق رکھنے والے اور گلدستوں سے اسے ترجیح دیں۔ پتہ نامی پریس شاہجہانپور

آثار مبارکہ

حضرت مسیح موعود کی ڈائری کو با ترتیب آیندہ ماہ منظور الہی صاحب نے جمع کرنا شروع کیا ہے۔ جو بہت بابرکت اور مفید اور قابل ستائش کام ہے اللہ انکی ہمت میں برکت دے۔ یہ ۴۸ صفحے کا رسالہ حصہ اول بطور نمونہ شایع کیا ہے مستقل خریدار اپنے نام درج کرالیں۔ اسکے پڑھنے سے اس عہد خوشتر کے صبح وشام کے دربار اور سیر کی کیفیت آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ ان کلمات طیبات میں حضور نے عجیب عجیب معارف وحقایق فرمانے میں پیارے عام کی پیاری پیاری باتیں ایک آنہ قیمت بتاتے شرم آتی ہے۔ آہ! اسی کی باتوں کو سننے کے لئے بڑے بڑے اولیاء اور خلفاء اور بادشاہ فوت ہو گئے مبارک ہیں ہم جو مفت میں سنتے ہیں۔ دوستو! دوڑو اور امر کے ٹکٹ بھیجکر تشحیذ قادیان سے منگوا لو

البشریٰ ۱۴ عہ

مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ

کے

خریداروں سے خاص رعایت

نام کتاب	قیمت	رعایتی	خلاصہ مضمون
۱۔ مجربات نورالدین حصہ سوم	۱۰ر	۴ر	شاہی الطبیب حکیم حاذق حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مجربات نہایت مفید ادویہ نسخے
ترجمۃ القرآن پ۲	عہ	۲ر	کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت حال	خلاصہ مضمون
ترجمۃ القرآن پ۲۵ پ۲۶	عہ عہ	۶ر ۶ر	کی ضرورت ہے جس میں آیات کا ربط بتایا گیا ہو۔ اور ان دلائل کو کھولکر لکھا گیا ہو جو قرآن مجید ہر آیت میں اپنے دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور جو دوسری الہامی کتابوں سے منجملہ امتیازی نشانات کے ہے شیخ یعقوب علی صاحب کے تفسیری پارے اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں حجم قریباً ۱۰۰ سے ۱۰ صفحہ ہے ہر پارہ کا
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء	۱عہ	۱۲ر	یعنی حضرت مسیح موعود و خلیفۃ المسیح مولوی عبدالکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ ہے نہایت نادر اور معارف حقائق کا گنجینہ ہے دو سو صفحہ
حقیقت نماز	عہ	۵ر	جس میں نماز کی حقیقت اور اسکے متعلق ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے بے نظیر کتاب ہے آخیر میں چند سورتوں کے عجیب و غریب تفسیر ۲۰×۲۶ ۸/ ۱۲ صفحہ
النصح	۳ر	۶ر	یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارت کتب سابقہ سے دکھائی گئی ہے اور اسکے ساتھ ایک نہایت مسلم

نام کتاب	قیمت (اصل)	قیمت (رعایتی)	خلاصہ مضمون
رد چکڑالوی	۵ر	۳ر	سلسلہ میں سے اصحاب منکر حدیث روحانی ... چکڑالوی کا فتنہ سخت ہے مگر یہ اسکا رد بھی نہایت ہی سخت ہے حجم سو صفحہ
عمدۃ الاحکام	۸ر	۸ر	بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم اردو با اعراب خوشخط پسندیدہ امیر المؤمنین
خطبات نور حصہ اول	۸ر	عہ	حضرت امیر المؤمنین کے خطبات کا مجموعہ جو عید و جمعہ پر آپ نے پڑھے حقائق و معارف کا خزینہ
〃 دوم	۸ر		
امتیازی نشانات مسیح موعود	ار		وہ نشانات جن سے مسیح موعود دوسرے اولیاء امت محمدیہ بلکہ بعض انبیاء سے ممتاز ہیں مع مصولڈاک دو کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیں
طبیب روحانی	۸ر	ار	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث خوشخط بچوں کے پڑھانے کیلئے
ادعیۃ الاحادیث	ار	۸ر	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات وحالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	ار	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی مع ترجمہ
ظہور المسیح	۶ر	۳ر	مسیح موعود کی وفات اور مسیح محمدی کی صداقت کا ثبوت تمام مخالف کتابوں کے مقابلے پر لکھا گیا ہے

سفوف ہاضمہ [illegible]

[illegible]

بنڈل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پیغام [illegible]

[illegible]

[illegible] قاضی حبیب [illegible] لاہور

دو عیسائیوں کا محاکمہ [illegible]

عیسائی مذہب کا فوٹو [illegible]

[illegible]

[illegible]

قرآن کریم اور عیسیٰ [illegible]

یوگ [illegible]

[illegible]

[illegible]

فیضان سنوسی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار و طحال کی دوا

[illegible]

داد کا مرہم - داد کا مرہم

[illegible]

نوٹ۔ ہر جگہ [illegible] دوا فروش کے یہاں ملتی ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

۱۹۱۳

بابت ماہ جون ۶

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

تصدیق المسیح } ۲۵۷ - ۳۳۴ (مکمل)

ریویو ۳۳۴ - ۳۳۶

قیمت سالانہ

۸۰ صفحہ کا رسالہ

[illegible]

دوسری گذارش

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء

تصدیق المسیح

یعنی

نامۂ حیدری کا جواب

منشی غلام حیدر صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ منشی محلہ رامپور نے ایک ٹریکٹ شایع کر کے اپنی پرانی مگر ناکام مخالفت کو پھر تازہ کیا اور اس میں لکھا کہ احمدی احادیث کی پرواہ نہیں کرتے جسکا جواب انکی خدمت میں عرض کیا گیا تو ایک دوورقہ شایع فرمایا جس میں بہت سے سوالات تھے اور آپ نے اپنی پرائیویٹ چٹھی میں مجھ یقین دلایا کہ یہ سوالات محض بہ طلب حق ہیں اسلئے خاکسار نے بقدر اپنی طاقت کے انکا جواب لکھا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ماسٹر صاحب موصوف اور عام اہل اسلام بہ توجہ تمام مطالعہ فرمائینگے اللہ تعالے اس مضمون کو نافع للناس بنائے اللھم آمین اقول وباللہ التوفیق وھو نعم المولی ونعم الرفیق

تمہید میں آپ نے اجماع پر زور دیا ہے اور متن میں اجماع کے خلاف کرنیوالے قصرایاب

(جواب؛ ارشاد الفحول امام شوکانی کی تصنیف ہے جس پر آپکو اعتماد ہے وہ اجماع کی

تعریف اجماع تعریف کرتے ہیں صفحہ ۷۰ ہو اتفاق مجتہدی امۃ محمد صلعم بعد وفاتہ فی عصر من الاعصار علی امر من الامور پھر اسکے ساتھ کچھ اور قیدیں بھی بڑھائی گئی ہیں ایک تو یہ کہ اس اجماع پر آخر وقت تک وہ مجتہدین قائم رہیں۔ دوم یہ کہ پہلے اس امر پر خلاف نہ ہوچکا ہو سوم یہ کہ وہ متفق ہونیوالے عادل ہوں اور حد واتر کو پہنچ جائیں یعنی کذب پر انکا جمع ہونا محال ہو

امکان اجماع بعض نے کہا ہے کہ حکم واحد پر جو معلوم بالبداہت نہ ہو۔ انکا اتفاق ایسا ہی محال ہے جیسا ایک ہی وقت میں کسی ایک کھانے پر جمع ہونا یا کلمہ واحدے تکلم محال ہے (ب) پھر یہ اتفاق تو موقوف ہے نقل حکم میں متساوی ہونے پر جو مجتہدین کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہونے کی وجہ سے محال ہے (ج) پھر یہ اتفاق یا کسی امر قاطع سے ہوگا یا ظنی سے اگر قاطع ہے تو عادتًا اسکی عدم نقل محال ہے کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور نقل ہوتا اور نقل ہونیکی صورت میں اجماع سے غنی کر دیتا اور اگر ظنی ہے تو پھر بوجہ اختلاف افہام وتباین افکار اتفاق ممتنع ہے

علم اجماع اجماع کے معلوم ہونیکا ذریعہ یہی ہوسکتا ہے کہ ہمیں اس بات کی صحیح خبر پہنچے کہ تمام مجتہدین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اتفاق کرلیا۔ اور اتفاق امت کا علم ہر ایک فرد کی معرفت پر موقوف ہے اور یہ متعذر ہے کیونکہ کون ایسا ہے جو شرق وغرب کے مجتہدین امت کو جانتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا تہیا بھی کرے۔ تو اسکی عمر قبل اسکے ختم ہوجائی کیونکہ پہلے ہر مکان پر پہنچنا ضروری ہے جہاں اہل علم رہتے ہیں پھر اس بات کی تحقیق کرنی ہے کہ آیا وہ اجماع کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ اور پھر اسکو کہا بھی ہے یا نہیں اور اگر کہا ہے تو کوئی ایسی بات تو نہیں جس سے معلوم ہو کہ اسوقت کسی خبر کے خوف سے کہدیا ہو اور اگر کوئی ایسی محنت کرے بھی الا تحملم

مجتہدین امت کے قول پر اتفاق ہو جائے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اسکے بعد ان میں سے کسی نے اپنے قول سے رجوع نہیں کر لیا اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ تمام مجتہدین امت محمدیہ شرق و غرب کے آ کر خلاف عادت ایک مکان میں جمع ہو گئے اور ان میں سے کوئی فرد باقی نہیں رہا اور انہوں نے کسی امر پر اپنا اتفاقی ہونا کہا تو بھی اجماع کو مفید نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی ان میں سے ڈر کر بھی بولا یا خاموش رہا ہو۔ یا کسی خوف کی وجہ سے ایسا کہہ دیا ہو اور یہ بھی خیال ہے کہ شہرت اور استفاضہ اور چیز ہے اور اجماع اور چیز۔ اجماع میں تو ہر مجتہد امت کا قول بالنص منقول ہونا ضروری ہے اور اسکا علم سوائے بہ ایں کمال کے باشاہ ذو معرفت کے نہیں ہو سکتا۔ پھر کہتا ہی کہ رحمہ اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی وجود الاجماع فھو کاذب اور خدا امام احمد حنبل پر رحم کرے جس نے کہا۔ جو اجماع کے وجود کا دعوی کرے وہ کاذب ہے اور اصفہانی نے صرف صحابہ کا اجماع مانا ہے کیونکہ انکی تعداد تھوڑی تھی۔ انکا اجماع اور اس اجماع کا علم ممکن ہے کیونکہ نشر اسلام و کثرت علما کی وجہ سے متعذر ہو گیا اور یہی احمد نے پسند کیا۔ جو عہد صحابہ سے بہت قریب اور امور نقلیہ پر خوب اطلاع اور بڑا اچھا حافظہ رکھتے تھے

[نقل اجماع] اچھا صاحب ہم نے مانا کہ اجماع کسی امر پر ہو گیا مگر اسکی نقل یعنی دوسری جگہ پہنچانے کے لئے بھی شرائط ہیں کیونکہ نقل دو ہی طریق سے ہو گا۔ یا تواتر سے یا احاد سے اب تواتر تو محال ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اہل التواتر والے آدمی جنکا کذب پر جمع ہونا محال ہے شرق و غرب کے تمام مجتہدین کو دیکھیں اور پھر ان سے کسی امر پر اجماع کا سنیں پھر وہ اپنے جیسے اہل التواتر کو پہنچائیں۔ اور یونہی اسی طریق سے خبر ہم تک پہنچے

[حجیت اجماع] بعض نے کہا ہے کہ عدد کثیر کا کسی غلط امر پر اجماع محال نہیں بلکہ ممکن ہے دیکھئے کفار کی عدد کثیر نبوت سے منکر ہے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اجماع

[illegible]

کا ثبوت اجماع سے نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ تو اثبات الشی بنفسہٖ ہے اور یہ باطل ہے
اور یہ جو من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الهدی ویتبع
غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی و نصلہ جہنم وساءت
مصیرا اسکو اجماع کی حجیت پر دلیل دیجاتی ہو یہ صحیح نہیں کیونکہ کوئی وجہ نہیں
کہ سبیل المومنین سے مراد متابعۃ الرسول یا مناصرۃ الرسول یا اقتداء الرسول یا الایمان
بالرسول نہ ہو جب سبیل المومنین میں کم از کم ان معنوں کا احتمال بھی مان لیا جائے
تو بھی یہ استدلال تام نہیں ہوگا۔ کہ یہاں سبیل المومنین سے مراد ان مومنوں کا اپنا فتوی
یا قول ہو (ب) پھر شاقق الرسول وہ کافر ہو چکا اب اسکے لئے اجماع پر عمل کیسا
(ج) اور اگر کہیں کہ غیر سبیل المومنین کے اتباع کی ممانعت میں مشاقۃ الرسول
کی شرط نہیں تو وہی تبین الهدی کی ہوگی تو اب بھی اعتراض قائم ہے کیونکہ جب
تبیع النوع ہدی کا تبین اسپر ہو چکا تو اس دلیل کا تبین بھی ہوگا جس کے ذریعہ اس
حکم اجماعی پر اہل اجماع پہنچے جسکے انکار پر اب وعید سنایا جاتا ہے اس طرح بھی
اجماع کا کچھ فائدہ نہیں رہتا (د) پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کل جو غیر سبیل المومنین ہو اس
سے منع کیا گیا یا بعض غیر سبیل المومنین سے اگر کہو کل سے تو آیت کے الفاظ اسپر دال
نہیں کیونکہ غیر اور سبیل لفظ مفرد ہیں۔ اور یہ کل کیا فائدہ عموم بھی نہیں دیتے۔ اور
بعد تسلیم بھی معنی نہیں بنتے اور اگر بعض غیر سبیل المومنین سے منع کیا ہے تو یہ تو
ہم بھی مانتے ہیں کیونکہ سبیل ایمان ہو اور اسکا مغائر کفر ہو۔ پس اس آیت کے ذریعہ
کفر بالرسول سے منع کیا گیا ہے اور یہ آیت بھی ایک مرتد کے حق میں نازل ہوئی تھی۔
اسلئے بھی ثابت ہو کہ یہاں غیر سبیل المومنین سے مراد کفر ہو دوم جب ہم کہتے ہیں
کہ ہم سبیل المومنین کے غیر کا اتباع نہیں کرتے تو اس سے اسی امر کی ممانعت سمجھی
جاویگی جس سے وہ مومن بنتے ہیں۔ اور وہ ایمان بالرسول ہو اور نہ کچھ اور پھر سبیل کا لفظ

اپنے حقیقی منزل پر جیسی یعنی کوئی مادی رستہ مراد نہیں بلکہ یہاں مجاز ہے۔ اور مجاز و حقیقت میں کوئی مناسبت ہونی چاہیئے طریق سلوک اور اتفاق امت محمد صلعم علی امر من الامور میں کوئی مناسبت نہیں البتہ یہ ہو کہ جس طرح طریق اور طریق میں حرکت بذریعہ مقصود تک پہنچاتی ہے اسی طرح دلیل اور حرکت ذہنیہ اس مطلوب تک پہنچائیگی۔ اور اجماع بھی آخر کسی دلیل کی بنا پر ہوگا۔ پس عملدرآمد تو اس دلیل پر ہوا جس کے ذریعہ اجماع ہوا۔ اجماع بنفسہ کوئی حجت نہ رہا۔ اور اگر کہیں کہ اجماع استدلال سے نہیں تو جو امر کسی استدلال پر مبنی نہ ہو وہ خطا ہوگا ہوا اور اس طرح کسی امر غلط پر اجماع لازم آئیگا۔ اور یہ بات صحت اجماع میں قدح ہوا اچھا اگر یہ مان لیں کہ اس آیت سے مومنین کے اجماع کا وجوب نکلتا ہے تو کیا تمام مومنین یا بعض مومنین بعض تو غلط ہے کیونکہ ال استغراق کا ہے۔ اور بعض کا اجماع یوں بھی غیر معتبر ہے۔ پس کل مومنین مراد ہیں۔ مومنین تو قیامت تک ہونگے اسلئے اس زمانہ کے جو موجود ہیں۔ ان پر کل صادق نہ آئیگا۔ اور اس طرح پر انکا اجماع کل کا اجماع نہ ہوگا۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ موجودہ مومنین مراد ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جب دوسرا عصر آئیگا۔ تو اسوقت یہ قول صحیح نہیں رہیگا کہ اہل العصر الاول کل مومنین ہیں۔ کیونکہ اور بھی شامل ہو گئے۔ اور اسوقت عصر اول کا اجماع عصر ثانی پر حجت نہیں رہیگا (۵) یہ نہ مانا کہ اہل العصر ہی کل المومنین ہیں۔ اب یہ آیت تو نازل ہوئی تھی زمانہ نبوی میں۔ پس یہ آیت اس زمانہ کے مومنین سے مختص ہوئی جو اسوقت موجود تھے۔ انکا اجماع حجت ہونا چاہیئے۔ لیکن اجماع تو وفات النبی صلعم کے بعد ہے۔ پس جب تک یہ ثابت نہ ہوگا۔ کہ جسقدر مومنین نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اسی قدر سب کے سب وفات النبی کے بعد موجود تھے اور وہ ایک حکم واحد پر متفق ہوئے اسوقت تک اس اجماع کی صحت پر یہ آیت دلالت

نہیں کریگی (۵) پھر ہم کہتے ہیں کہ اجماع کے حجت ہونے پر اس آیت کی دلالت قطعی ہو یا ظنی۔ قطعی تو نہیں کیونکہ پھر اختلاف کیوں ہوتا۔ اگر ظنی ہو تو پھر قطعی مسئلہ پر دلیل ظنیہ سے تمسک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم اس مسئلہ کو ظنیہ ٹھہراتے ہیں تو کسی کا پہلا قول نہیں رہا تو اجماع کے حجت ہونے سے قطعی انکار کیا جاتا ہو اور یہ دلیل قطعی ٹھہرایا جاتا ہے اجماع کو دلیل ظنی کوئی نہیں بتاتا کیونکہ اس طرح تو کل امت کا خطا پر ہونا لازم آتا ہے اور یہ قادح فی الاجماع ہے (۶) پھر فقہا پر تعجب ہے کہ وہ اجماع کو آیات واخبار کے عمومات سے ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ جس امر پر عمومات سے استدلال ہو اسکا منکر کافر و فاسق نہیں ہوتا مگر اجماع کے منکر کو کافر ٹھہراتے ہیں گویا فرع کو اصل سے قوی بناتے ہیں (۷) پھر اجماع حجت ماننے سے کتاب وسنت وعقل کا معارضہ لازم آتا ہے کتاب کا تو اسلئے کہ مالا تعلمون کو اللہ کی طرف منسوب کرنے سے منع فرمایا۔ اجماع اگر حکم الٰہی سے مستند ہو تو اجماع کی کیا ضرورت ہے اگر نہ ہو تو امر باطل اور تقول علی اللہ ہے باطل سنت کا اسلئے کہ حضرت معاذ سے جب رسول اکرم صلعم نے پوچھا کہ تو کس طرح فیصلے کریگا تو انہوں نے اجماع کا ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ بھی مدرک شرعی ہوتا تو ضرور ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ تاخیر البیان عن وقت الحاجت جائز نہیں۔ پھر آپ کی احادیث میں ہے کہ قیامت شرار امت پر قائم ہوگی اور یہ کہ میرے بعد کافر ہو جاؤ اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اور یہ کہ علم قبض ہو جائیگا۔ اور اس سے یہ مراد ہو کہ علماء اٹھ جائینگے اور جہال باقی رہ جائینگے جو بغیر علم کے فتوے دیکر گمراہ کرینگے اور یہ کہ فرائض سیکھو کیونکہ یہی سب سے پہلے ختم ہونگے دیکھو اب علم کہاں تھا ورثا کس قدر رہ گئے یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنیوالا ہے جب واجبات کو تمام کر خوالی سے زمانہ خالی ہوگا پس اجماع کیسا (ی) عقل کا اسلئے کہ ہر فرد بشر امت محمدیہ سے

سوئم ممکن ہو پس کل امت محمدیہ کو بھی خطا جائز ہے پس ممکن ہو کہ اجماع کسی امر غلط پر ہو
دوم یہ کہ یہ اجماع بلا دلالت کے ہوگا یا کسی علامت سے اگر دلالت سے ہو تو پھر وہ واقعہ
جس پر کل علمائے عالم کا اجماع ہو وہ کوئی بڑا ہی واقعہ ہوگا اور ایسے واقعہ کے لئے دلیل
بھی قطعی ہوگی جس کی وجہ سے آنا پڑا اجماع کو۔ اب یہ دلالت بھی کل اکناف عالم میں
منتشر ہوگی تو پھر تمسک بالاجماع کا کیا فائدہ رہا جب اسکی بنا دلیل پر ہے جو پہلے ہی ہر گوشہ
عالم میں مشتہر ہے اور اگر کسی امارت سے یہ اجماع ہے تو کسی علامت سے کسی حکم پر اتفاق
محال ہے۔

امام شوکانی کی رائے ان تمام امور کو ذکر کرکے لکھتے ہیں اذا عرفت ما ذکرنا لک
علمت ان الادلۃ لا تدل علی مطلوب المستدلین بہا یعنی ان
باتوں سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ یہ آیت ان لوگوں کا مقصد ثابت نہیں کرتی جو اس سے اجماع
کی حجیت پر دلیل پکڑتے ہیں۔ آپ چونکہ امام شوکانی کی ایک کتاب لا مہدی الا
عیسیٰ کے موضوع ہونے پر دلیل پکڑ رہے ہیں اسلئے انکی رائے آپ پر حجت ہو پھر اس میں
تو صرف صنعانی کا قول نقل کیا ہے اپنی رائے کوئی نہیں اور اس میں تو انہی اپنی رائے بھی ہے
کہ یہ تمام جرحیں قوی ہیں

سبیل المومنین اور اسلئے پڑھنے کے بعد یہ کہنا آ جانا چاہئیے کہ آیت [illegible] اجماع پر حجت
نہیں پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سبیل المومنین تو یہی ہے کہ اپنے تنازع کو اللہ اور اسکے
رسول کی طرف لوٹا دینا اور اپنے جھگڑوں میں رسول کریم کو حکم بنانا اور بس (۱) فان
تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (۲) فلا وربک لا یومنون
حتی یحکموک فیما شجر بینہم اور اسکے مطابق ہمارا عملدرآمد ہو [illegible]

اہل سنت کا اختلاف پھر آگے اہل سنت کے اجماع و اتفاق کا تو یہ حال ہو کہ اسکے [illegible]
[illegible] فرقے ہیں اور ہر فرقہ کا ایک الگ مذہب ہے حلال و حرام تو تجریر [illegible]

تک نوبت پہنچتی ہے آپ چھوٹی چھوٹی شاخوں کو جانے دیجئے۔

ایک امام ابو منصور ماتریدی ہیں۔ اصل حنفیوں کے امام عقاید میں غالباً انہی کی کتاب پڑھی ہو دوسرے اشعری جن کی کتاب شرح عقاید مشہور ہے حنفیوں کے خلاف میں تیسرے حنبلی ہیں جن میں حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں انکے عقاید ان دونوں کے خلاف چوتھے صوفیاء کرام ان میں حضرت امام ربانی لکھتے ہیں الممکنات ما شمت رائحۃ الوجود فقط الممکنات موجود ہی نہیں اور جو کچھ ہے ظلال اسماء و صفات الٰہیہ ہیں گویا علم عقاید کے سب سے پہلے مسئلہ حقایق الاشیاء موجودۃ کا خلاف کیا ہے اور ایک جگہ لکھتے ہیں این التراب ورب الارباب (کہاں مٹی کہاں رب) دوسری طرف اہل سنت جماعت میں چشتیہ ہیں انکے معتقدات پر نظر ہو شیخ محی الدین بن عربی نے خلق الاشیا وھو عینھا فرمایا این التراب ورب الارباب سے اختلاف کیا ہے۔ غرض مسئلہ معاد الٰہیہ میں بھی اتفاق نہیں اور اس قدر اختلاف ہے کہ انسان حیران رہجاتا ہے بیہقی نے جو کچھ اسماء و صفات میں لکھا ہے شاید اس سے تمام علماء اہل سنت سوائے اہلحدیث کے موافقت نہ کریں۔

اس طرز پر امام ابن خزیمہ نے عقاید پر کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے کتاب التوحید اور وہ اہل سنت کے امام ہیں۔ اور اس پایہ کے کہ اسماء رجال میں انکی نسبت لکھا ہے الحافظ الکبیر امام الائمۃ شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ انتہت الیہ الامامۃ والحفظ فی عصرہ بخراسان حافظ بہت بڑا آدمی اماموں کا امام شیخ الاسلام امامت اسپر انکے زمانہ میں ختم ہوگئی اب دیکھئے انہی کی نسبت تفسیر کبیر جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۰ میں امام رازی فرماتے ہیں فاعلم ان محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ اورد استدلال اصحابنا الصفۃ

الآیۃ فی الکتب الذی سماہ کتاب التوحید وھو فی الحقیقۃ کتاب الشرک واعترض علیھا وانا ذکرھا حاصل کلامہ بعد حذف التطویلات لانہ کان رجلاً مضطرب الکلام قلیل الفھم ناقص العقل
ابن خزیمہ نے ایک کتاب لکھی ہے اسکا نام تو رکھا ہو کتاب التوحید مگر ہے کتاب الشرک اور یہ شخص مضطرب الکلام قلیل الفہم ناقص العقل

اسی طرح حنبلیوں کے عقائد پر امام فخر الدین رازی رکہ دونوں اہل سنت سے ہیں تحریر فرماتے ہیں صفحہ ۲۰۱ الحنابلۃ الذین قالوا بقدم ھذہ الحروف وھو لاء اخس من ان یذکروا فی زمرۃ العقلاء ثم ذکر بحثہ وقال فتعجب من سلامۃ قلب ذلک القائل تحت قولہ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الآیۃ حنابلہ قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے کے قائل ہیں اور وہ ہرگز عقلاء کے زمرہ میں ذکر کئے جانیکے قابل نہیں

آپ اپنی سنئے کیونکہ آپ بھی ماشاء اللہ اہل سنت سے ہونیکے مدعی ہیں آپ لکھتے ہیں عقاید کا نقص کسی عمل سے پورا نہیں ہو سکتا لیکن عقاید کی صحت ناقص عمل کی تلافی کر سکتی ہے یعنی اعمال ایمان کی جز نہیں مگر امام بخاری کہ وہ بھی اہل سنت سے ہیں۔ اعمال کو ایمان کی جز نہ سمجھنے والوں کو مرجیہ اور جبری کہتے ہیں۔

غرض آپ ہی فرمائے کہ ما انا علیہ و اصحابی کونسے اہل سنت ہیں۔ ان کے مجتہد انکا کس زمانہ میں ایک جگہ جمع ہو کر قول اجماع ہوا کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں۔ اور اسی جسد عنصری کے ساتھ کئی ہزار سال کے بعد نزول فرما کر نبی آخر الزمان بنینگے

آپکے اہل سنت کا تو یہ حال ہے کہ مسیح علیہ السلام کے رفع جسد کے نزول اور امام مہدی اور دجال کے متعلق بھی انکا کسی ایک بات پر اجماع تو کیا اتفاق نہیں تفاسیر

میں انکے اختلاف کو ملاحظہ فرمائیے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

عقیدہ دربارہ رفع: تفسیر الدر المنثور ہی دیکھ لیجئے۔ اور آپ نے تو بہت سی تفسیروں کے پڑھنے کا ادعا اپنے ایک خط میں کیا ہے رفع کے متعلق تمام روایات کا ملاحظہ فرمائیے اول تو القاء شبہ ہی میں کسی بات پر قرار نہیں ۱۔ تمام حواری آپ کے شبیہ بنگئے (ومعہ سبعۃ وعشرون من الحواریین فی بیت واحاطوا بہم فدخلوا علیہم وقد صورہم اللہ علی صورۃ عیسیٰ ص ۲۳۸ الدر المنثور المصری ۲۔ صرف ایک حواری شبیہ بنا از خود آپ ابرار حضرت عیسیٰ رقال ایکم یلقی علیہ شبہی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی ۳۔ ایک دشمن تھا جس پر عیسیٰ کی شبیہ ڈالدی گئی (فقال الملک لرجل خبیث منہم ادخل علیہ فاقتلہ فدخل فالقی اللہ عزوجل شبہہ علیہ فخرج یخبرہم انہ لیس فی البیت فقتلوہ وصلبوہ (ابو سعود بروایت ابن عباس) ۴۔ کوئی ایک ہی تھا جو قیصر کا خلیفہ تھا اور قاتل مسیح تھا ۵۔ ساقط شبہ درست نہیں بلکہ یہود نے جب دیکھا کہ عیسیٰ تو ہاتھ سے نکل گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو پکڑا اور قتل کردیا۔ لوگوں کو معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کون ہے کیونکہ مسیح کا لوگوں سے میل جول کم تھا (تفسیر کبیر فاخذوا انسانا وقتلوہ وصلبوہ علی الناس انہ المسیح والناس ما کانوا یعرفون المسیح) ۶۔ قتل وغیرہ بھی کوئی نہیں کیا گیا۔ صرف افواہ اڑا دی گئی دیکھئے تفسیر ابو سعود لم یقتل احد ولکن اراجیف بقتلہ ۷۔ روح المعانی میں ہے کہ اخذوا انسانا فقتلوہ وصلبوہ علی موضع عال ولم یمکنوا احد من الدنو منہ۔ ایک بلند جگہ پر ایک آدمی کو صلیب دیدیا اور اسکے نزدیک کسی کو آنے نہ دیا کہ پہچان سکے غرض اعتقادی اختلاف ہے کہ اس شخص کو جو اہل سنت کے اجماع پر نازاں ہو

عرق ندامت میں تر ہوجانا چاہیئے۔ باقی رہی حدیث سو اسکے لئے ابوحیان نے کیا خوب فرمایا ہو لم یثبت عن رسول اللہ صلعم فی ذلک شئی (رسول خدا سے اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں) فرماتے جب حکم کی ضرورت تھی یا نہ تھی

اب مسیح کے بارہ میں سنئے اور تفسیر الدر المنثور صفحہ ۳۶ ہی کو دوبارہ زیارت انی متوفیک دیکھئے ۱۔ اسنے عیسیٰ کو تین گھڑیاں وفات دی پھر آسمان پر اٹھا لیا (توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم ثلث ساعات من النہار حتی رفعہ الیہ) ۲۔ تین دن وفات دی پھر آسمان پر اٹھایا اسکے قتل کرنیوالے بھی بعض عالم میں جیسا کہ حوالہ ۳ نے بھی دیا ہے (اماتہ اللہ ثلاثۃ ایام ثم بعثہ ورفعہ) ۳۔ سات گھڑیاں وفات دی پھر زندہ کیا (ان اللہ توفی عیسیٰ سبع ساعات ثم احیاہ) لطیفہ تینوں روایتوں میں رفع الی السماء کا ذکر نہیں رفعہ الیہ یا رفعہ یا صرف احیاہ ۴۔ بحالت نوم رفع کیا (واخرج ابن جریر رفعہ اللہ فی منامہ) (الدر المنثور صفحہ ۳۶) ۵۔ بحالت یقظہ اٹھایا جیسا کہ ثم بعثہ ورفعہ میں ۶۔ بعد جبرئیل کر ایک … سے لکھا ہے گئے (فبعث اللہ عز وجل جبرئیل فادخلہ خوخۃ فی سقفہا فرفعہ اللہ من تلک الروزنۃ) کا حاشیہ بروایت ابن عباسؓ۔ آپ طور سینا پر تھے ایک … اور آپ … ہوئے۔ اسی حالت میں اللہ نے اٹھالیا (کان عیسیٰ علیٰ طور سینا وھبت ریح … فرفعہ اللہ فی ہرولتہ) (ابوحیان تفسیر البحر ص ۸)۔ یا دلوں میں شکوک ڈالیں ملاحظہ ہو غرض اس قسم کے کئی اختلاف ہیں۔

مسیح کے نزول کے متعلق

صرف الدر المنثور صفحہ ۲۲۲، ۲۲۵ ہی کو لیجئے ۱۔ یہ نازل ہوگا روحا میں نازل ہوگا ۲۔ یعنی عیسیٰ بن مریم من مغرب دمشق) ۳۔ و لفظ البطرانی من المشرق (مشرق سے) ۴۔ باب لد پر نازل

ہوگا ۵ عند المنارة البیضاء فی دمشق (دمشق میں نازل ہوگا) ۶۔ بیت المقدس میں نازل ہوگا (وجلھم بلا بیت المقدس ۰۰۰ اذ نزل علیھم عیسیٰ بن مریم) ہمارے سکھ کی ضرورت نہیں رہ گئی

مہدی کے متعلق اختلاف

مندرجہ ذیل مہدی اہل سنت میں مختلف فرقے مان چکے ہیں ۱۔ عباسیوں میں ایک مہدی ہارون کے دادا امیر المومنین مشہور ہیں ۲۔ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن حسن بن علی مہدی ۳۔ قسطنطنیہ کے فاتح محمد ثانی مہدی

۴۔ مکہ میں بیعت لینے والے عبداللہ بن زبیر مہدی ۵ سید عبدالقادر الحسنی الحسینی مہدی ۶۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو خلفائے راشدین مہدیین رسول اللہ نے فرمایا ۷ حضرت محمد بن علی ابن الحنفیہ اگر کہو کہ آخری زمانہ میں جو مہدی ہونے والا ہے اسکے بارے میں اختلاف نہیں تو یہ بھی غلط ہے ملاحظہ فرمائیے

نسل کے متعلق اختلاف

۱۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے (رواہ ابو داؤد) ۲ اولاد علی سے خواہ کوئی بی بی ہو (جواہر الاسرار) ۳۔ امام حسن کی اولاد سے (نجم الثاقب) ۴۔ امام حسین کی اولاد سے (رواہ ابن عساکر) ۵ حسن و حسین دونوں سے ۶۔ بنی امیہ میں سے ہو (تاریخ الخلفاء) ۷ بنی عباس سے ہو (حج الکرامہ) ۸۔ کسی قبیلہ کی تخصیص نہیں امت میں سے ہوگا (نجم الثاقب) ۹۔ مہدی بہت سے ہونگے ۱۰۔ مہدی اور مسیح ایک ہی ہیں

نام کے متعلق اختلاف

۱۔ محمد نام ہوگا (اقتراب الساعۃ) ۲۔ احمد نام ہوگا (اقتراب الساعۃ) ۳۔ عیسیٰ نام ہوگا (جواہر الاسرار)

مہدی کے خروج کے متعلق اختلاف

۱۔ تہامہ سے نکلیگا (جواہر الاسرار) ۲ کدعہ سے نکلے گا (جواہر الاسرار) ۳ مشرق کو نکلیگا (نجم الثاقب) ۴۔ مدینہ سے خروج کریگا (ابو داؤد) ۵ مغرب سے خروج کریگا (اقتراب الساعۃ) ۶ خراسان سے آئیگا (مسند امام احمد)

۷۔ عبدی جہاز سے آئیگا ج الکرام ۸۔ ماوراء النہر سے (النجم الثاقب)

کب تک رہیگا ١۔ تین چالیس سال (رواہ نعیم بن حماد) ۲۔ سو سال (طبرانی) ۳۔ ۷ سال (رواہ ابو داؤد) ۴۔ ۹ سال (رواہ ابو داؤد)

دجال کے متعلق اختلاف ۱۔ ابن صیاد کی نسبت سنیئے جس کے بارے میں آپ نے ناحمد کو حدیث سے ناواقف یا دیدہ و دانستہ انکار کرنیوالے ٹھہرایا ہو (دیکھو مشکوۃ ہی کو سلنے رکھ لیجئے جسکا حوالہ آپ نے اکثر دیا ہے) نبی کریم کے زمانہ میں دجال تھا۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھائی یہ دجال ہے حضورؐ نے تردید نہ فرمائی ب۔ تمیم داری نے اسے جزیرہ میں دیکھا ۲۔ دجال چالیس روز رہیگا (ب) چالیس برس ٹھہریگا ۳۔ ایکدن اس وقت سال کا ایکدن مہینے کا ہوگا (ب) اسوقت اتنا دن ہوگا کہ ایک سوکھی لکڑی کو آگ لگی اور وہ جل جائے ۴۔ دجال جوان ہوگا (ب) نبی کریم کے زمانہ میں موجود تھا گویا ۱۳۳۱ برس کا ہو چکا ہو جنت و نار اسکے ساتھ ہونگے ۵۔ روٹی اور پانی سے بھی ذلیل ہوگا۔ الدر المنثور میں صفحہ ۲۴۲ لو خرج ش ما نکر لرسند الصبیان ۶۔ مکہ و مدینہ سے رکجائیگا (ب) آنحضرت صلعم نے اسے طواف کعبہ کرتے دیکھا ۷۔ دجال کی دائیں آنکھ عیب ہوگی (ب) دجال کی بائیں آنکھ عیب والی ۸۔ دجال کی آنکھ انگور کی مانند ابھری ہوگی (ب) آنکھ ابھری نہ ہوگی بلکہ مسی ہوگی ۹۔ شام و عراق کے درمیان سے نکلیگا مشرق سے نکلیگا۔ محمد تمیم الداری نے مغرب میں دیکھا ۱۰۔ تین سال قحط شدید ہوگا (ب) اتباع دجال عیش و عشرت اور آسودہ حالی میں ہونگے

صحابہ کرام کا اجماع وفات مسیح پر باوجود اس اختلاف کے آپ بھی اجماع کا منکر قرار دیتے ہیں المحمد کریم اس اجماع پر جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سب سے پہلے صحابہ کرام کا ہوا۔ اور جس میں تمام مجتہدین امت نے قولی طور پر وفات مسیح کو مان لیا ایمان لے آئے ہیں ملاحظہ فرمائے۔ لما قبض رسول اللہ صلعم کان ابوبکر

فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فلما خرج بعمر وھو یقول ما مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا یموت حتی یقتل اللّٰہ المنافقین فقال ایھا الرجل اربع علی نفسک فان رسول اللّٰہ صلعم قد مات. الم تسمع انک میت وانھم میتون. قال ما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون ثم تلی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

بخاری اور نسائی اسکے راوی ہیں دیکھو کتاب تجھیس الصحاح جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ ترجمہ جب رسول اللہ صلعم فوت ہوگئے تو ابوبکر مدینہ سے باہر تھے۔ اور حضرت عمر کہتے پھرتے تھے رسول اللہ فوت نہیں ہوئے اور نہیں فوت ہونگے جب تک منافقوں کو قتل نہیں کرینگے پس فرمایا ابوبکر نے اے شخص ضبط سے کام لو کیا تُنے نہیں سنا کہ اے نبی تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں اور یہ کہ ہم نے اے نبی تجھ سے پہلے کسی فرد بشر کے لئے زندہ رہنا نہیں بنایا اگر تو وفات پاگیا تو کیا وہ ہمیشہ بیٹھے رہنے والے ہیں پھر یہ پڑھا کہ محمد صرف رسول ہیں اور اس سے پہلے کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر یہ نبی فوت ہوگیا۔ تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے ۔

حضرت ابوبکر ایک آیت پڑھکر وفات رسول اللہ صلعم پر استدلال فرماتے ہیں اور اس میں بڑے زور سے بتاتے ہیں کہ تمام رسول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے مر چکے اور تمام صحابہ اسپر ایمان لاتے ہیں اور کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ مسیح تو زندہ آسمان پر موجود ہے۔ پھر اسکے بعد بھی چند بزرگان کرام کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اور آپکے مجوزہ اجماع کا حال پوچھتا ہوں کہ کہاں قائم رہا

دیگر بزرگان کرام کی شہادت	۱۔ حضرت امام محمد بن اسمٰعیل اپنی صحیح البخاری میں متوفیک ممیتک کی روایت سورہ مائدہ فلما توفیتنی کے ذیل میں لانے میں اسکو یہ ظاہر ہو

کہ دونوں مقام پر توفی کے معنے موت ہیں پس ثابت ہوا کہ وہ بھی وفات مسیح ہی کے قائل تھے (۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مجمع البحار جلد ا صفحہ ۲۸۶ میں ہو والا کثر ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت قال مالک مات کہ امام مالک کا قول ہو کہ عیسیٰ مر گئے (۳) حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد ونکا اختلاف اس قول سے ہرگز ہرگز کہیں کوئی نہیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ امام ابو حنیفہ نے کہیں بصراحت لکھا ہو کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں (۴) زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۲-۳۰۴ میں یہ عبارت ہو کہ و من صلواتہ لا ینال بذات روحہ الصعود الی السماء الا بعد الموت والمفارقۃ و الانبیاء انما استقرت ارواحہم هناک بعد مفارقۃ الابدان ۔ رسول کریم صلعم کے سوا کسی کی روح زندگی میں آسمان تک نہیں پہنچی پس انبیاء کی روحیں جو آسمان پر ہیں تو بدنوں سے مفارقت یعنی موت کے بعد گیا اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام ابن قیم موت مسیح کے قائل ہیں کیونکہ وہ بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بشر کا قبل از موت آسمان پر ہونا نہیں مانتے ۔ (۵) حضرت ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے میں لکھا ہے و تمسک ابن حزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہ ابن حزم نے مسیح کی موت کے قائل ہیں دیکھو جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ (۶) حضرت ابن عربی فرماتے ہیں رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی (جیسے علیہ السلام کا رفع ہوا اسکا مطلب یہ ہے کہ مفارقت روح از بدن کے وقت انکی روح کا اتصال عالم سفلی سے عالم علوی کیساتھ ہو گیا اور پھر فرماتے ہیں و جب نزولہ فی آخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر یعنی انکا نزول دوسرے بدن کو لیکر بروزی ہوگا دیکھو مجمع البیان جلد ا صفحہ ۲۹۶ (۷) حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں پیغمبر گفت اندر شب معراج آدم صفی و یوسف صدیق و موسیٰ کلیم اللہ و ہارون علیہ السلام و عیسیٰ روح اللہ و ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین ارواح ایشاں بود دیدم کہ ساف

ال زبردست شہادت قولہ ان ینزل فیکم ابن مریم و فی الحقیقۃ قال مالک مات عیسیٰ ... ابن الاثیر و ذلک لیس سنۃ ... راجع الا کمال کتاب ... السلام ... مصری مطبوعہ ...

فرماتے ہیں کہ آسمان پر صرف مسیح تھی بہرہ اجماع بھی مستند ہو کتاب وسنت سے

کتاب وسنت سے وفات مسیح کا ثبوت قرآن مجید میں فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم ہو اور توفیتنی کے معنے خود نبی کریم صلعم نے فرمائیے دیکھئے الدر المنثور صفحہ ۳۴۹ الجزء الثانی و الحدیث : برجال من امتی فیؤخذ بهم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک. فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی. یعنی جب میری امت کے بعض لوگ گرفتار ہونگے تو میں کہونگا میرے ہیں تو کہا جائیگا آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کرتوت کئے تو میں کہونگا جو عبد صالح (عیسیٰ) نے کہا کہ جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی نگران حال تھا۔

یہ سوال وجواب قیامت کو ہوگا تو بھی مطلب ثابت ہے اور اگر ہو چکا تو بھی ہمارا مقصود ثابت ہے اور اگر وہ حشانی سے یہاں توفیتنی کے معنے رفعتنی کرے تو بھی مطلب ثابت ہے۔ کیونکہ بہر حال دوبارہ آنے کی نفی ہے اور بعد توفی کے انت الرقیب میں جو حصر ہے وہ ثابت کرتا ہے کہ توفی کے بعد پھر امت ہی کو حال معلوم ہوا اور عیسائی توفی کے بعد بگڑے ہیں*

جب وفات عیسیٰ ثابت ہو چکی تو نزول اور رفع وغیرہ کے مسائل تو اسپر متفرع ہیں انکے جواب از خود ہو گئے لیکن میں انشاء اللہ اور بھی انکے متعلق کچھ عرض کرونگا

پہلے نمبر اعتراض آپ اعتراض کرتے ہیں کہ احمدی لٹریچر نے مسیح کے چال چلن کا سیاہ پہلو پیش کیا ہے۔ **جواب** مگر یہ بالکل غلط ہے آپنے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹،۴۹۸ کا حوالہ دیا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس مقام کو پڑھ لیا ہے۔ باوجود اس کے ہمیں مسیح کی نسبت بدگمان لیوائے غیر معصوم وغیرہ کہنے والا جاتا نیک نیتی پر مبنی نہیں

کہا جا سکتا۔

مسیح ابن مریم
مسیح موعود

کیونکہ حضرت اقدس کی عبارت یہ ہے
"اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ
واقع ہوئی ہو گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ....
یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت
ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ
مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور
اسکی انجیل توریت کی فرع ہے"

ایسے پیر کو کون سیاہ دل یہ خیال بھی کر سکتا ہے کہ حضور مغفور کے متبعین ایک دم
کے لئے بھی مسیح کی ہتک یا بے ادبی گوارا کرینگے۔

مسیح کی تصویر
انجیل میں

بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ جو تصویر ان لوگوں نے مسیح کی پیش کی ہے حضور
نے اس کو پردہ اٹھا دیا ہو اور بتایا ہو کہ تم خدا کے ایک نبی کی وہ چال
چلن کو اپنے عقائد کے رو سے ایسا پیش کرتے ہو کہ وہ اعلیٰ درجہ کے انسانوں میں بھی قابل
نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ خدا کا بیٹا کہلا سکے۔ اور رفع البلاء کا ... سو اسے بھی بیٹے ہونے سے
بڑھا دیا اور اس مسیح کے معیوب چال چلن پر قرآن شریف کو ہرگز شاہد و مصدق نہیں
ٹھیرایا گیا بلکہ ایک مرد متقی کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

مسیح کن معنوں
میں معصوم تھا

"جن لوگوں نے انکو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ
خدائی صفات انہیں دی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف
نام کے مسلمان وہ گویا خدا کو اٹھاتے اٹھاتے آسمان پر لے جاتے ہیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا
کی طرح پرندوں کا پیدا کرنیوالا قرار دیں تو انکو اختیار ہے انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ
دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں

سو یہ بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اسکے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اسکے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"

اور اگر تصریح ہو کہ مسیح وجیہا فی الدنیا ومن المقربین تھا تو یحیٰی مسیح اس زمانہ کے مقربوں میں سے ایک تھے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مخالف نے گمان کیا ہے کہ وہ سب مقربوں سے بڑھکر تھے بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے کہ بعض مقرب اسکے زمانہ کے اس سے بہتر تھے

اور اس سے بہتر ہونیکا ثبوت آپ نے دیا ہو کہ یحیٰی کی تعریف مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ کی گئی ہے یعنے حصور ہے۔ کتنے دلاکر لوگوں کو اعتراض کرنیکا بھی موقعہ مل سکے چنانچہ دیکھو یحیٰی بھی اسی زمانہ میں ساتھ تھے جس زمانہ میں مسیح ہوئے دونوں نبوت کے مدعی تھے اور نبی تھے اور دونوں کے مخالف تھے مگر حضرت یحیٰی پر کسی کو زبان اعتراض کھولنے کا موقعہ نہ مل سکا اور انکو کوئی نہ کہہ سکا کہ تم شراب پیتے ہو یا فاحشہ عورات اپنی کمائی کے مال سے تمہیں عطر ملتی ہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسے بیعت توبہ کی۔ برخلاف اسکے مسیح علیہ السلام کو ایسا کہا گیا اسکے یہ معنے نہیں۔

فاحشہ عورات سے خلاف شریعت تعلق رکھتے تھے اور حسب منطوق آیت غیر معصوم تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ حضرت یحیٰی میں بمقابلہ حضرت عیسٰے کے صفت حصور کا غلبہ تھا۔ اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مسیح علیہ السلام کی ہتک لازم آتی ہے کیونکہ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض وارد ہو چکا ہے آپ نے خود اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ قرآن مجید میں کسی نبی کو کسی صفت سے اور کسی کو صفت

سے پیدا فرمایا گیا۔ یعنی کسی نبی میں کسی خلق حمیدہ کا غلبہ تھا۔ اور کسی میں کسی کا سو اسی طرح ایک زمانہ میں دو نبی اکٹھے ہوئے تو ایک حصور تھا اور دوسرا اس حد تک نہیں پہنچا اور مقصد اس بیان سے صرف یہ ہے کہ عیسیٰ میں جو خدائی صفات مانی جاتی ہیں اور اسے فرشتوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور انہیں بے نظیر اور لیس کمثلہ شئی ماننے کی راہیں کھولی جاتی ہیں انکی تردید ہو اور واضح ہو جائے کہ انہیں کے زمانہ میں حضرت یحیٰ کی ایک صفت میں حضرت عیسیٰ سے بڑھ کر تھے یعنی وہ حصور تھے مسیح کو ہرگز فاحشہ عورتوں سے خلا ملا رکھنے والا اور انکی حرام کی کمائی کا تیل ملنے والا نہیں تسلیم کیا گیا بلکہ صرف یہ کہا گیا کہ اس قسم کے قصے انکی طرز عمل سے مشہور کرنیکا مخالف لوگوں کو موقعہ مل گیا اور ایک نظیر موجود ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک نبی اس زمانہ میں ایسا طرز عمل رکھ سکتا تھا کہ اسکی نسبت یہ باتیں نہ اڑائی جا سکیں حضرت اقدس نے قصے کا لفظ لکھکر بتادیا ہے کہ ان باتوں کی حقیقت کچھ نہ تھی

فافہم

نمبر دوم | آپ اعتراض کرتے ہیں کہ "احمدی لوگ مسیح کے پھونک سے مٹی کے بیجان پرندوں کو جانور بنا دینے کو تمثیل معجزہ یا خارق عادت فعل تسلیم نہیں کرتا بلکہ مسمریزم مداری کا کرتب یا عمل ترب کا نتیجہ یا مکروہ فعل قرار دیتا ہے"

جواب میں نے ازالہ اوہام آپکے حوالہ کے مطابق صفحہ ۳۰۲-۳۰۳ بڑے غور سے پڑھا ہے مجھے ہرگز پتہ نہیں لگا اس میں کہیں ہے کہ حضور مغفور نے اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر کے آیت یا معجزہ ہونے سے انکار کیا ہو یا اسے مداری کا کرتب یا محض عمل ترب قرار دیا ہو بلکہ آپ نے اس عقیدہ سے انکار کیا ہے جو ان آیات کے غلط معنے سمجھکر بعض نادان مسلمانوں نے تجویز کرلیا

مسیح کو پرندے پیدا کرنیوالا ماننے سے شرک لازم آتا ہو	اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ پرندوں کی نوع تمام میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہو اور کچھ حضرت عیسیٰ کی مخلوق ہے

"اسکے حاشیہ میں صفحہ ۵۰۰ پر فرماتے ہیں کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ عقیدہ کہ ہم حضرت عیسیٰ کو خدا تو نہیں مانتے بلکہ مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بعض اپنی خدائی کی صفتیں انکو عطا کر دی تھیں نہایت مکروہ اور باطل عقیدہ ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائینگے"

اور صفحہ ۵۰۶ میں تحریر فرمایا کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالیٰ دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اور اذن دیدے کہ تو مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کر وہ حقیقت میں جانور بنجایا کرینگے اور ان میں گوشت اور ہڈی اور خون اور تمام اعضا جانوروں کے بنجائینگے ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ پرندوں کے بنانے میں اپنی خالقیت کو کسی کو وکیل ٹھہرا سکتا ہے تو تمام امور خالقیت میں وکالت بھی وہ کسی کو دے سکتا ہے اس صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا گو اسکے علم اور اذن ہی سے سہی اور نیز ایسے خالقوں کے وجود سے تشابہ الخلق علیہم کی مصداق رہی سو خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جائیگی۔ غرض یہ اعجاز کی صورت نہیں یہ تو خدائی کا حصہ دار بنانا ہے"

غرض حضور نے صرف اس قرار اور مشرکانہ عقیدہ کی تردید اور انکار فرمایا ہے جو لوگ اس مسئلہ خلق الطیر کو نسبتہ کی وجہ سے رکھتے ہیں

مسیح کو پرندوں کا خالق ماننا قرآن و حدیث کے خلاف ہے

اکثر مسیح کو پرندوں کا خالق سمجھنا قرآن مجید کی بہت سی آیات محکمات کے خلاف ہے اور متشابہ آیت کے معنے ہمیشہ محکم آیت کے ماتحت کئے جاتے ہیں جب سند بہ ذیل محکم آیات سے یہ ثابت ہے کہ خلق خاصہ باری ہی ہے تو پھر اسکے غیر میں کیونکر پایا جا سکتا ہے (خاصة الشئی لا یوجد فی غیرہ)

۱- الا له الخلق ۲- قل هل من شرکائکم من یبدؤ الخلق ثم یعیده

قل اللہ یبدؤ الخلق ۳۔ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القہار

پس اس بنا پر حضور مسیح نے معجزہ کی حد تک تو اسکو مان لیا ہے اور اس سے بڑھ کر جو امر شرک تھا اس کا انکار کر دیا۔

آپ نے ایک معنے تو اس آیت کے ایسے کر دیئے جن پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور فی الحقیقت نبی کی شان کے مطابق ہے کیونکہ نبی کا کام یہ نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں کو عجوبے دکھاتا پھرے بلکہ اسکا اصل منصبی کام یہ ہے کہ وہ زیر تربیت لوگوں کو بلند پرواز انسان بنائے۔

Digitized by Khilafat Library

خلق طیر سے کیا مراد ہے

چنانچہ اسی بنا پر حضرت اقدس ص ۔۔۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسیح کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جنکو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا گویا اپنی صحبت میں لیکر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا اور پھر ہدایت کی روح ان میں پھونکدی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔ یہ معنے مطابق لغت و محاورہ قرآنی ہیں ہرگز مجاز مراد نہیں لیا گیا۔ ورنہ صرف معنی الحقیقہ کو لیا گیا ہے چونکہ خلق کی صفت خاصہ ذات باری ہے اسلئے مسیح کے لئے جو خلق آیا ہے تو اسکے معنی خلق کے بہت سے معنوں میں سے وہ معنے لئے جائینگے جو ایک نبی کے مناسب حال ہیں۔

خلق کے معنی تجویز کرنیکے بھی ہیں جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے ۱۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ خالق تو ایک ہی ہے پس یہاں اندازہ کرنیکے معنے ہیں ۲۔ خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا میں خلق کے معنی لکھو دیئے گئے ہیں ۳۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا میں بھی خلق کے معنی اندازہ کرنیکے لئے جائینگے کیونکہ ارض میں تو ایک خلق ہو جاویگا یہ نہیں کہ وہ خلق ہوتا تھا۔ جو بکار عقیدہ تو بدیہات کے خلاف ہے لغت بھی اسکی تائید کرتی ہے دیکھئے تاج العروس فصل الخاء من باب القاف۔ الخلق التقدیر وکل شیء خلقہ اللہ فهو مبتدئہ علی غیر مثال سبق الیہ لا الہ الخالق

واذا مر تبارک اللہ احسن الخالقین ۔ قال ابن الانباری معناہ احسن
المقدرین و قولہ تعالیٰ تخلقون ای تقدرون کذبا و قولہ تعم
انی اخلق لکم من الطین خلق تقدیر و لم یرد انہ یحدث معدوما
یعنی اخلق لکم من الطین میں اندازہ و تجویز کرنیکے معنے ہیں (صفحہ ۲۴۴)

الخلق کے یہ معنی کلام الہی سے ثابت کئے ہیں منجملہ ذیل آیت پر غور کرو انی خالق
بشرا من طین فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین
یعنی میں ایک بشر خلق کر کے اس میں کلام الہی نفخ کرونگا۔ اور تم اسکے فرمانبردار بنیو۔ اور ہر ایک
آدمی طین سے ہی پیدا ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء آدمی کی فطرت ایسی ہوتی ہے
کہ اسے جس طرز میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ روح قرآن مجید میں کلام الہی کے معنوں
میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء ۲
وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ لیکن اطلاق لفظ پرندہ انسانوں
پر عام ہوا اسی لئے مجاہد کو بھی طیر کہا گیا۔ دواوین عرب اور حدیث میں اسکی شہادت موجود
ہے چنانچہ بعض مفسرین نے بھی طیر سے مجاہد لیا ہے مجاہد کی فضیلت میں احادیث میں آیا ہے کہ۔ اور یہ یعنی
لوگوں کو آسمانی بنا دینا ایک بہت بڑا معجزہ ہے اگر آپکے نزدیک یہ معمولی بات ہو تو افسوس
ہے ایک آدمی ہی ایسا بنا کر کے دکھائیں

دوسرے معنے وہ ہیں جو عام مفسرین نے بھی کئے ہیں۔ سو اسے بھی آپ نے معجزہ
کی حد تک تسلیم کر لیا

خلق طیر کے معجزہ کی حد تک دوسرے معنے

"(دیکھو صفحہ ۳۰۰) ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی
تھی بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ
سے پیدا ہو سکتی ہو ایک جھوٹے جھلک کی طرح اس میں نمودار ہو جاتی ہے پس اگر اتنی ہی بات
ہو تو ہم اسکو پہلے ہی سے تسلیم کر چکے ہیں"

حقیق حیات انکا ترکہ مستعمل ہو کر یہ بلا خلاف ہدایت والذین تدعون من دون اللہ
لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون ۔ ولا یملکون لانفسہم ضراً ولا
نفعاً ولا یملکون موتاً ولا حیوۃ ولا نشوراً کے جس میں صاف لکھا ہے کہ
جن لوگوں کو انہوں نے معبود بنالیا ہے اور مسیح بھی ایک قوم کا معبود ہے وہ کچھ بھی
خلق نہیں کرتے اور حیات و موت پر اختیار نہیں رکھتے اور دوسرے مقام پر فرمایا۔
ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذباباً و لو اجتمعوا لہ
کہ وہ اگر سب بھی اپنی مجموعی طاقت سے نہیں بنا سکتے یہ جائیکہ ان میں سے کوئی پرندہ جیتا
بنا جانور بنا دے اور یہ کہنا کہ وہ مٹی کا پرندہ بنایا کرتا تھا اسکا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ حضرت
اقدس اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں

"معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ سوبیان ہو چکا اور ان صفات خاصہ خدا تعالیٰ سے ہیں جو کسی
حالت میں بشر کو مل نہیں سکتیں معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایک خارق عادت یا
ایک امر خیال اور گمان سو باہر اور امید سو بڑھکر ایک اپنے رسول کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے
کے لئے اور اسکے مخالفین کی عجز اور مغلوبیت جتانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا
اس رسول کی دعا اور درخواست سے آپ ظاہر فرماتا ہے مگر ایسے طور سے جو اسکی صفات
وحدانیت و تقدس و کمال کے منافی و مغائر نہ ہو اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی
کا اس میں کچھ دخل نہ ہو"

خلق طیر کو جانے الغرض حسی حد تک مٹی کے پرندے کا اڑنا اور جیسا کہ مفسروں نے لکھا ہے
یہاں تک عجزہ کا اگر وہ پھر مٹی ہو جاتے قابل تسلیم تھا اور اس میں شرک اور خلاف آیات
محکمات کا لازم نہیں آتا تھا ہے حضور نے مان لیا ہے اور مانا بھی معجزہ ہونیکے معجزہ ہونے
سے انکار نہیں کیا چنانچہ ابتدا میں آپ نے معجزہ کی دو قسمیں تحریر فرمائی ہیں صفحہ ۲۰ سو واضح
ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے

ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا (۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں
جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے
ان دو قسموں میں سے آپ نے مسیح کے معجزہ کو دوسری قسم کے معجزات سے ٹھہرایا ہے
آپ تحریر فرماتے ہیں صفحہ ۳۰۸ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح
صرف عقلی تھا اور عقلی سے جو آپ کی مراد ہو وہ بھی پہلے ظاہر فرما دی کہ وہ خارق عادت
عقل ہوتی ہے جو الہام الٰہی سے ملتی ہے

پس آپکا یہ اعتراض کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ مسیح کے خلق طیر کو آپ نے معجزہ نہیں
مانا چند اور حوالے بھی عرض کرتا ہوں جن سے ظاہر ہو گا کہ آپ نے اسے معجزہ مانا ہے اور اقرب
الی الفہم کرنے کے لئے اسکی تشریح فرمائی ہے کہ قوم اور اس زمانہ کے حالات اور نبی کے قویٰ کے
مناسب حال معجزہ دیا جاتا ہے چنانچہ صفحہ ۳۰۶ پر فرمایا ہے انسان میں قویٰ موجود ہوں ان کے
کے موافق اعجاز کے رنگ میں بھی وہ ملتی ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
روحانی قویٰ جو دقائق اور معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز و قوی تھے سو انہیں کے موافق
قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا پھر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان
کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید
بھی نہیں آخر کے فقرے میں آپ نے معجزات کے منکروں کو بھی اس کے لئے بتا دیا ہے
کہ ایسا ہونا ممکن ہے پھر آپ نے انسان کی روح کی خاصیت کو بتایا ہے کہ اسکی گرمی دوسری اشیاء میں
پڑ کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ حضرت مسیح مسمریزم
کسی سے کام لیتے تھے بلکہ اللہ نے آپکو ایسا روحانی قدرت کا ملکہ بخشا تھا۔ اور یہ فرق ہے
معجزہ اور استدراج میں کہ انبیاء کو جو طاقت ملتی ہے وہ وہبی ہوتی ہے اور صاحب استدراج
اس طاقت کو اپنے کسب سے حاصل کرتا ہے اور مقابلہ پر شکست کھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح
کی نسبت صفحہ ۳۰۸ میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کے لئے ہیں اسکو طاقت بخشی

کی تھی اور فرماتے ہیں تو وہ اپنے مسیح کے ذریعہ سے جسکو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

مسیح کو یہ عمل ناپسند تھا کی تشریح

اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ مسیح کو یہ عمل ناپسند تھا سو یہ بھی اس حسن ظن کی بنا پر ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ذوات ستودہ صفات سے آپکو ہے انبیاء وبت پرستی کی تردید کے لئے آتے ہیں اسلئے وہ بت بنانے کو ہرگز پسند نہیں کرتے لیکن جب اس قوم کے مذاق وحالات کے مطابق آپکو ایسے معجزے دکھانے پڑے تو اس ناپسند فعل دبت گری کو اختیار کرنا پڑا حضرت اقدس نے یہ نہیں لکھا کہ یہ فعل بصورت معجزہ بھی آپنے ناپسند کیا بلکہ حکم الہی سے پہلے ناپسند تھا۔ اور پھر جب اذن الہی آگیا تو آپنے اختیار فرما لیا چنانچہ اصل عبارت صفحہ ۳۰۳ پر ہے جو حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو انکی فطرت میں مرکوز تھی باذن وحکم الہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا"

انبیاء تو انبیاء انبیاء کے غلام بھی پسند نہیں کرتے کہ مٹی کا بت بنائیں لیکن مسیح کو یہ عمل کیونکر پسند نہ ہوتا البتہ یہودیوں کے پست ومادی خیالات کی وجہ سے یہ عمل اختیار کرنا پڑا کیونکہ انکے مذاق کے مطابق انپر اتمام حجت ضروری تھی۔

امام منتظر نے کیوں یہ عمل مکروہ فرمایا

اور یہ جو حضرت اقدس نے اپنے لئے یہ تحریر فرمایا کہ یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالے کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلعم نے قدم مارا

سو اسکا جواب اسی عبارت کے اندر ہے کہ آپنے اس عمل کو مکروہ فرمایا ہے کہ اس معجزہ کو عمل سومریزمی کی تصویر بتا مسمریزم کسی پیارے انبیاء کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ مسمریزم سیکھتے اور اسکی مشق کرتے پھریں اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح نے اسے

باذن وحکم الٰہی (دیکھو صفحہ ۲۷۸) شروع کیا تھا مگر ہمارے مسیح موعود کے لئے کوئی الہام
حکم نہیں آیا پس ضرور تھا کہ آپ اپنی شان نبوت کے لحاظ سے مکروہ اور قابل نفرت
سمجھتے مثلاً خفیہ کیمیاں (انما النجوی من الشیطن) کے ماتحت ایک شیطانی فعل ہے
مگر اسوقت بنی اسرائیل کے لئے خدا نے اس فعل کو پسند فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ ہاروت
ماروت سے وہ علم سیکھیں جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالدیں۔ یہ جدائی ڈالنا ایک مکروہ
وقابل نفرت فعل ہے مگر اسوقت اذن الٰہی سے ایک جائز فعل ہو گیا لیکن جب ضرورت
جاتی رہی اور بنی اسرائیل انکے ذریعہ سے رہا ہو کر پھر اپنے ملک میں آباد ہو گئے تو پھر
یہ فعل حرام ہو گیا ٭

علاوہ ازیں یہ بھی جاننا چاہئیے کہ حضرت مسیح موعود تابع شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس میں تصویر و بت بنانا حرام ہے ۱۔ عن النبی صلے اللہ
علیہ وسلم قال اشد الناس عذاباً یوم القیٰمۃ الذین یضاھون بخلق
اللہ (متفق علیہ) ۲۔ سمعت رسول اللہ یقول۔ قال اللہ تعالیٰ ومن
اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی الحدیث (متفق علیہ) ۳۔ سمعت رسول اللہ
صلعم یقول اشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون (متفق علیہ) ۴۔
وعن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول کل مصور فی النار
الحدیث (متفق علیہ) جب شریعت اسلامیہ میں سب سے زیادہ عذاب اس شخص
کو ہوگا جو اللہ کی پیدائش کی مشابہت کرے اور سب سے زیادہ ظالم وہ ہے جو اللہ کے خلق سا
خلق کرے۔ تو پھر حضرت اقدس اس عمل کو اگر حرام بھی فرماویں تو بالکل جائز ہے مگر
آپ نے بہت ادب سے کام لیا ہو کر آپ نے اسے صرف مکروہ اور قابل نفرت فرمایا آپ بھی
مسلمان ہونیکے مدعی ہیں ایمان سے کہئے کہ اگر کوئی کہے کہ مٹی کو مدد کر ایک چڑیا کا بت
بناؤ تو آپ بنا دینگے یا اسے حرام اور قابل نفرت اور مکروہ کہینگے۔ حضرت نے دیکھیں

فرمایا الہی حکم آنے پر بھی دیر اسکو کروہ سمجھتا ہوں فقط ز

اہل سنت والفرقی کے عقائد کا قائل نہیں

امر جو آپ نے لکھا ہو کہ اہل سنت کا فرقہ بین احمد منزسلے پر صد قول ہو عامل ہیں بالکل غلط ہو کیونکہ مسیح میں سات بائیں جسکے آپ لوگ نہ تھے ہیں جو دوسرے انبیاء میں تو نہیں پائی جاتیں (۱) تائید روح القدس (۲) خلق الطیور ہونا (۳) مردوں کو زندہ کر دیا (۴) وہ حجر اسود تمام آدمیوں کے خلاف مس شیطان سے بچے رہنا (۵) ایسا نبی جس کے ہاتھ سے تمام جہان کے لوگ مسلمان ہو جاوینگے (۶) کا نزال ولا یموت زمانہ کے اثر سے محفوظ (۷) غیب کا جاننے والا آپ نے تو کھلے الفاظ میں ایک رسول کا انکار کیا آخر منکر جس رسول کا انکار کرتا ہے پہلے رسول تو نہیں مانا کرتا قربان جائیے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابن صیاد جیسے کذاب نے آپکے سامنے جرات کی اور کہا اتشہد انی رسول اللہ تو اسکا انکار صاف نہ فرمایا بلکہ فرمایا میں تمام رسولوں کو مانتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم (دیکھو مشکوٰۃ)

تیسرے نمبر میں آپ اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام ایک نبی صاحب کتاب ناسخ سابقہ شریعت نہ تھے اور احمدی لٹریچر میں اسکو موسیٰ کا خلیفہ قرار دیا ہو

مسیح حضرت موسیٰ کا خلیفہ تھا

احمدی مذہب اس بارے میں نہایت درست ہی وہ کیا خلاف جیسا ہو یا خلاف کتاب و سنت ہے قرآن کے منکر کو کافر فرمایا اور انکے تو زمین سلطنت کے منکر کو ظالم اور انجیل کے مخالف کو فاسق فرمایا ہی غور کرو اول انجیل کے معنے بشارت کے ہیں۔ اور ہر نبی پر بشارت نازل ہوتی رہی۔ اور اس اعتبار سے ہر نبی صاحب کتاب کہلا سکتا ہی دوم انجیل متی میں حضرت مسیح کا قول مسیح ہی باب ۵ آیت ۱۷ یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنیکو آیا میں منسوخ کرنیکو نہیں بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ

بورانہ ہو

کتب سابقہ کن معنوں میں محرف ہیں

اور یہ کہنا کہ یہ محرف کتابوں کی حوالہ میں مشہور ہیں غلط ہے کیونکہ خود قرآن مجید میں توریت و انجیل کی حوالہ دیا گیا ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات

۱۔ وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ یحکم بھا النبیون

۲۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون مفسرین نے لکھا ہے کہ اہل الذکر سے مراد اہل التورات والانجیل الیھود والنصاریٰ ہیں ۳۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ کیا آپ توریت و اناجیل کے متعلق بشارات موجودہ متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں ۴۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین

تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ توریت و انجیل جو یہود و نصاریٰ کے پاس ہیں انکے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا انکے الفاظ محرف ہیں یا ان الفاظ کے معانی بدلے گئے ہیں پس ایک گروہ فقہاء و محدثین کا اسطرف گیا ہے کہ معنی کرنے میں تحریف ہوئی ہے اور امام بخاری اور امام فخر الدین رازی کا بھی یہی مذہب ہے اگر لفظا مبدل تھیں تو نبی کریم صلعم کو انکے ساتھ متجلی کا حکم نہ ہوتا۔ اصل عبارت یہ ہے اعلم ان التوراۃ والانجیل الذین عند الیھود والنصاریٰ الآن اختلف فیھا ھل ھما مبدلان و محرفان لفظا او تاویلا فذھب طائفۃ من الفقھاء والمحدثین الی ان ذلک انما وقع فی التاویل فقط کما صرح بہ البخاری و استاذہ الفخر الرازی وغیرہ لقولہ تعالیٰ فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین وھو امر للنبی بالاحتجاج بھا والمبدل لا یحتج بھا

قرآن سے پہلے توریت کتاب تھی

سوم۔ قرآن مجید پر اگر تدبر کریں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت رسول خدا صلعم سے پہلے صرف کتاب موسیٰ ہی تھی اور جس قدر نبی گذرے

پھر وہ اسی شریعت کے مؤید و مصدق تھے مندرجہ ذیل آیت پڑھیئے ۱۔ افمن کان علی
بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسٰی اماما
ورحمة (ہود ۲) اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام و رحمت تھی ۲۔ ومن قبله
کتب موسٰی اماما ورحمة وهذا کتب مصدق لسانا عربیا لینذر
الذین ظلموا وبشرٰی للمحسنین۔ (احقاف ۲) ۳۔ اور اسی سورہ کے آخر
میں قالوا یقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسٰی مصدقا
لما بین یدیه یهدی الی الحق والی طریق مستقیم یعنے ایک کتاب
سنی جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی۔

ان ہر سہ آیات سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے پہلے کتاب توریت ہی تھی اور انجیل تو صرف
نبی کریم صلعم اور قرآن مجید کی بشارت اور انجیل پہلی شریعت کی ہرگز ناسخ نہ تھی جیسا کہ
آپ نے ظاہر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید پارہ ۶ رکوع ۱۱ میں پہلے فرمایا انا انزلنا التورٰة
فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادوا۔
یعنے توریت اتاری جس میں ہدایت و نور ہے جسے فرمانبردار نبی اسی کے مطابق یہودیوں میں
فیصلہ کرتے اور آگے چل کر فرمایا وقفینا علٰی اٰثارهم بعیسی ابن مریم
مصدقا لما بین یدیه اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ان فرمانبردار پیغمبروں کے
قدم بقدم چلایا۔

پیش کردہ آیت کا جواب

باقی رہا یہ کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم حضرت
عیسیٰ کے لئے آیا ہو سو واضح ہو کہ یہودیوں پر دو قسم کی چیزیں حرام تھیں
ایک وہ جو بطور شریعت کے ان پر حرام تھیں جیسے اہل اسلام پر بھی ہیں اور ایک وہ جو کہ
شرارت کی وجہ سے عقوبۃً ان پر حرام کر دی گئی تھیں ولاحل لکم بعض الذی حرم
علیکم سے وہ بعض مراد ہیں چنانچہ پارہ ۶ رکوع ۲ میں فرمایا۔ فبظلم من الذین

هادوا حرمنا علیهم طیبٰت احلت لهم یہود کے گناہوں کے سبب وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال کی گئی تھیں ہم نے حرام کر دیں۔ طیبات کبھی حرام نہیں ہوتیں۔ بلکہ طیبات پر حرام کا اطلاق ہو نہیں سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عقوبت کے طور پر ان حلال و طیب چیزوں کو ان پر روک دیا جیسا کہ آیت مندرجہ بالا سے واضح ہے

لاحل لکم کا مراد کیا ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ حرم علیکم بصیغہ مجہول ہے پس معنے یہ ہونگے کہ انکے علماء و احبار نے جو اشیاء ان پر حرام کر دی تھیں حضرت عیسیٰ نے انکی حلت کو منسوخ کر دیا اور بتایا کہ یہ تو تمہارے لئے حلال ہیں۔ ابن کثیر صفحہ ۳۶۶ میں زیر آیت ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم لکھا ہے انما احل لهم بعض ما کانوا یتنازعون فیه خطاء وانکشف لهم من الغطاء فی ذالک کما قال الأیة الاخری ولا بین بعض الذی تختلفون فیه یعنے جن چیزوں کی حلت و حرمت میں تنازعہ تھا۔ ان میں فیصلہ کر دیا۔ اور فتح البیان میں ہے انما احل لهم ما حرمته علیهم الاحبار ولم تحرمه التوراة جلد ۲ صفحہ ۳۹ یعنی احبار نے جو حرام کر دیا تھا اور تورات نے حرام نہیں کیا تھا اسکی حلت کو واضح کیا۔ یہی تحقیق معنے اور میرے نزدیک صحیح ہیں۔ اور انجیل تو ہرگز شریعت کی کتاب نہیں۔ اور اس میں امام بھی منفرد نہیں۔ بلکہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۲۵ جلد اول میں بھی یہ فیصلہ صحیح ہے کہ التوراة فیها احکام والانجیل فیها مواعظ و امثال تورات میں شریعت کے احکام ہیں۔ اور انجیل میں فقط نصائح اور کہاوتیں

دیکھو یہ استدلال صحیح نہیں

۲۔ اور ولیحکم اہل الانجیل بما انزل فیه سے بھی یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ انجیل میں شریعت ہے ورنہ لازم آئیگا کہ اہل الانجیل کو قرآن کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ انکو بقول آپ کے قرآن ہی نے حکم دیدیا کہ اپنی شریعت پر چلو پس مراد اس آیت سے تصدیق رسالت آنحضرت صلعم ہے جس کی پیشگوئی انجیل میں شرح و بسط کے

کیسا اللہ ذکر ہوا وہ قرآن مجید میں اسکا بھی حوالہ گیا ہے

چوتھے نمبر میں آپ نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۹ کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ بحوالہ توریت چار سو نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور پھر سلاطین اول باب ۲۲ وغیرہ کے حوالے سے آپ اور کی کوڑی لاتے ہیں کہ وہ چار سو نبی اصل بت کے پجاری تھے جو نبی کہلاتے تھے اور خدا کے نبی نہ تھے

جواب سخن شناس نئی صوفیا خطا اینجا است کاش آپ ازالہ اوہام کا یہ حصہ غور سے پڑھتے اور حضرت اقدس کا منشاء دیکھتے وہاں آپ کو یہ اعتراض نہیں کہ میری کوئی پیشگوئی جھوٹی نکلی تو کیا ہوا چار سو نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی تھی بلکہ امام کا مقصد بھی وہ ہی جو آپ بڑے غور کے بعد سمجھے ہیں

وہ چار سو نبی کون تھے اسکے صفحہ ۶۲۷ پر یہ عنوان ہے حضرت غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کے الہامات کے بارے میں کچھ مختصر تحریر اسکے آگے حضور نے اس گروہ کے الہام لکھے ہیں کہ مجھے کہتے ہیں یہ شخص جہنمی ہے سیصلیٰ نارًا ذات لہب وغیرہ اب اس بارے میں حضور فرماتے ہیں کہ "الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی اور جب دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہو کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اسوقت اسکی آرزو میں دخل دیتا ہے" . . . "اور اصل وہ شیطانی الہام پس اسی طرح ان مخالفین مذکورہ بالا کو بھی شیطانی الہام القا ہوا ہے اور اسکی مثال فرماتے ہیں کہ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا اسکا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا" یعنی جیسے ایک سچے خدا کے نبی کے مقابل میں چار سو نبی کا الہام شیطانی ثابت ہوا اسی

لیکن تعجب ہے کہ آپ نے مخالفین سند جو عنوان ہے ایک شیطان کی طرف سے ہیں نوری فرشتے کی طرف سے
نہیں اور تم نے دھوکا کھا کر انکو ربانی سمجھ لیا۔ آپ نے ہرگز نہیں کہا کہ وہ نبی خدا کے نبی تھے
بلکہ توریت کے حوالے سے نبی کا لفظ انکا اور توریت میں صاف لکھا ہے کہ وہ نبی بعل دیوت کے
پجاری تھے اسلئے آپ کو کوئی تشویش نہیں لاحق نہ ضرورت تھی کیونکہ خدا کے نبیوں کے بیٹے
میں تو آپ اپنا عقیدہ ظاہر فرما چکے ہیں کہ انکے الہامات نوری فرشتے کی طرف سے ہوتے ہیں
اور اخیاء دیکھو صفحہ ۹۰ و ۹۱ دخل کبھی نہیں
اور رسولوں کی وحی میں ابھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے پھر اس سے آگے آپ نے الہامی
و شیطانی الہامات میں جو فرق ہے اسپر ایک لطیف بحث فرمائی ہے

شیطان نوری فرشتے کے | پس میں بڑے ادب سے کہتا ہوں کہ احمدی لٹریچر نے تاریخی واقعہ کی
لباس میں کبھی نمودار ہوتا ہے | تحقیق میں ہرگز ٹھوکر نہیں کھائی بلکہ آپ نے اصل مطلب سمجھنے

میں ٹھوکر کھائی اسکو کون نہیں جانتا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے
پاس آجاتا ہے آپ لکھتے ہیں کہ قرنتھیوں خط دوم میں جھوٹے رسولوں اور مکاروں کا صاف
ذکر ہے اور بعض اشخاص تو نہیں۔ یہ اعتراض آپکا جب صحیح ہوتا کہ حضرت اقدس کل اشخاص
مذکورہ فوقہ یا بعض اور جھوٹے رسولوں میں کوئی تناقض ہوتا کیا جھوٹے رسول بعض اشخاص
نہیں اور کیا حضرت اقدس ان نبیوں کو خدا کے نبی کہتے ہیں جنھوں نے اس سچے نبی کے
مقابل میں پیشگوئی کی تھی پھر اصل عبارت سلاطین اول باب آیت ۲۳ میں تو کہ تعجب
نہیں کہ شیطان بھی اپنی صورت کو نوری فرشتے سے بدل ڈالتا ہے اور بس۔ اور جس حالت میں
سلاطین باب ۲۲ کا خود حضرت نے دعویٰ ہو تو پھر کس طرح گمان ہو سکتا ہے کہ یہ چار سو خدا کے نبی
تھے آیت ۶ تب شاہ اسرائیل نے ان نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے قریب
تھے اکٹھا کیا۔ اور اسی آیت ۷ میں یہ ہے کیا یہاں خداوند کا کوئی نبی ہے اور
سلاطین اول باب میں ان بعل کے ساڑھے چار سو نبیوں کا ذکر ہے اور حضرت کا کلام ہی صادق نبی کے

کے مقابل جھوٹے نبیوں کی بابت ہوا۔ نبی کہتے ہیں غیب کی خبر دینے والے کو۔ نیز ۔۔ سمجھتے ہیں جو
اللہ سے غیب کی خبر پائے۔ آپکا اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں
کہ ان لوگوں کے اسوقت پچھلے نبیوں کو شیطانی الہامات ہوا کرتے تھے اور پھر سچے رہتے تھے اگر یہ
ہوں تو آپ پر مخالف الہام پیش کرنے والے کو رد کرتے ہیں کہ ہر صادق کے مقابل کاذب بھی
بھی اٹھا کرتے ہیں مگر وہ منہ کی کھاتے ہیں اور ان کی پیشگوئی جھوٹی نکلا کرتی ہے جیسی کہ مخالف
کی نسبت جبر وغیرہ جھوٹی نبوت نکلی

بعض محققین کے نزدیک وہ بھی مفتری علی اللہ تھے

جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق تھا مسئلہ حل ہو گیا لیکن اگر پھر بھی
کوئی کہے کہ جب وہ بھی جھوٹے نبی تھے اور بعل بت کے پجاری تھے
تو حضرت اقدس نے کیوں انکو مکرر لکھا؟ تو اسکے جواب میں عرض ہے کہ بائبل کے مفسرین
میں اس بات کا اتفاق نہیں کہ وہ بھی جھوٹے ہی تھے یا بعل کے ہی پجاری تھے اسلئے آپ نے
وہی لفظ لکھ دیا جو اصل تورات میں تھا۔ ملاحظہ ہو مندرجہ ذیل تحقیقات

بائبل کی کئی ایک تفاسیر لائبریری میں ان پادریوں کے بابت دیکھی گئیں۔ بعض مفسرین
کا بیان اس طرف ہے کہ وہ ۴۰۰ نبی کاذب تھے یا کم از کم اسوقت کاذب ثابت ہوئے
مگر کوئی مفسر مفصل اور کافی اس بحث پر نہیں لکھ سکا صرف اشارہ کر کے چھوڑ جاتے
ہیں کہ غالباً جھوٹے ہونگے۔ لائبریری میں ایک کتاب ڈکشنری آف کرائسٹ اینڈ
گاسپل ملی کہ Dictionary of Christ & Gospel اسکے جلد ۲ صفحہ ۴۳۳ میں اس
مضمون اور مقام کے متعلق لکھا ہے جن انبیاء کو نبی کاذب لکھا گیا ہے۔ وہ دراصل
مفتری علی اللہ نہ تھے جو لوگوں کے مذہبی احساس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کیلئے
کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ وہ دراصل ایسے لوگ تھے جنکا کام تو نبوت ہی تھا لیکن منشائے
ایزدی کے مفہوم کو پانے کے لئے کافی روحانی استعداد ان میں نہ تھی"

ٹامس سکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ جو جھوٹے نبی تھے انکو تو الیاس نے قتل کرا

تھا۔ شاید یہ چار سو آدمی ہیں جو بچ کر نکل گئے ہوں مگر یہ بات مفسر کی غلط ہے کیونکہ ۸۵۰ تو سلے ہی تھے اور ایلیاس نے تو اپنی طرف سے سلے ہی قتل کرا دیئے تھے بچنے والوں کی تعداد ۴۰۰ نہیں ہو سکتی امریکہ کے بعض پادریوں کی کمیٹی نے ملکر ایک تفسیر لکھی ہے جسکا نام The ... predictions of the Bible اسکی جلد ۵ صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے یہ چار سو نبی یہوداہ کے نام پر نبوت کرتے تھے مگر اموقعہ پردہ بجھے ہوئے اور بادشاہ کو پہلے کہا کہ ان چار سو کے سوائے کوئی اور بھی یہوداہ کا نبی ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ یہوداہ کے نبی تھے

بعل کے نبی نہ تھے۔ ۴۰۰ نبی جنکا ذکر اسلاطین باب ۲۲ میں ہے اور یہوواہ کے نبی تھے وہ اور تھے بعل کے نبیوں کا ذکر اسلاطین باب ۱۸ میں ہے اور انکی تعداد ۴۵۰ تھی بعل کے نبی اپنی نبوت بعل کے نام پر کرتے تھے لیکن اخی اب کے ۴۰۰ نبی جو نبوت کی ہے اس میں یہوواہ خدا کا نام لیا ہے اور بادشاہ نے بھی انکے متعلق یہی الفاظ بولے ہیں کہ کیا خداوند کا کوئی اور نبی بھی ہے یہاں انکی پیشگوئی غلط ہوئی

پیشگوئی کے متعلق — اگر پیشگوئیوں کا پورا نہ ہونا کسی نبی کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا تو ریت اور انبیاء سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی جس طرح سے کیجاتی اسی طرح اسکا پورا ہونا ضروری نہیں یرمیاہ باب ۱۸ آیت ۷-۱۰ میں صاف لکھا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو برکت کا وعدہ دیتا ہے مگر بعد ازاں اسکی بدعملیوں کے سبب وہ وعدہ پورا نہیں ہوتا اور کسی قوم کو عذاب کا وعدہ کرتا ہے مگر پھر اسکی نیکی کے سبب معاف کر دیتا ہے پس ہر دو قسم کے وعدے جنکی پیشگوئی کیجاوے ٹل سکتے ہیں اور اسکی مثالیں یہودیوں کی تاریخ میں بہت پائی جاتی ہیں ہر ایک پیشگوئی دراصل شرطی ہوتی ہے خواہ اسکے ساتھ شرط ہو یا نہ ہو۔ بعض پیشگوئیاں ایسے رنگ میں پوری ہوتی ہیں کہ پیشگوئی کے اصل الفاظ بالکل پورے نہیں ہوتے اسرائیل کے متعلق بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں پیشگوئی کے لفظوں

مقام بلکہ قوم کو ایمان ابھی نہیں رکھا گیا پیشگوئی کے پورا ہونے کے وقت اسکے اصل الفاظ کو پکڑنا ضروری نہیں ہوتا اور سید صاحب کو بھی غلطی لگتی ہے جو قیامت کی پیشگوئی کی بابت سمجھنے میں اسی طرح کو بھی غلطی لگی جن نبیوں کو محاورہ توریت اور طالمود میں کاذب کہا گیا ہے وہ بھی دراصل کاذب (۱) بمعنی اہل اللہ نہ تھے اس اصطلاح کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے جہاں نبیوں بھی دو قسم کے ہوتے تھے ایک نہایت شاندار تھے دوسرے ادنیٰ درجہ کے ادنیٰ درجہ کے انبیاء نبوت کے پانے اور سمجھنے میں بعض دفعہ غلطی کرتے تھے اسواسطے انکا نام کاذب بھی ہوا اور نہ انکی عزت قوم میں بہت ہوتی تھی اور وہ نبی بھی کہلاتے تھے صحیح سمجھتے نہیں جھوٹے نبی وہ کہلاتے تھے جو خدا تعالیٰ کے سوائے غیر معبودوں کے نام پر نبوت کرتے دیکھو جوانسائیکلوپیڈیا بیبل کا جلد ۳ کالم ۲۱۔۳۹ اور طالمود سینڈیم جلد ۱ صفحہ ۳ اور جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۳

پانچویں نمبر میں آپ نے محض چالاکی سے کام لیا ہے کہ ہم سائنس کا سہارا لیکر بعض خرق عادات کا انکار کر دیتے ہیں

ہم معجزات کے منکر نہیں ہیں

حضرات! ہم معجزات کو بجز حق اند و راست و ہر چہ از ثابت شود ایمان ما است۔ جو بات قرآن مجید سے احادیث صحیحہ سے الہام الٰہی سے روایات متواترہ سے ثابت ہو ہم ہرگز اسکا انکار نہیں کرتے ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ مادی علوم سے معجزات سمجھ سکتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو انسان کبھی ایمان لانیکے لئے مکلف ہو ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا کو کبھی عدم امکان خرق عادت کی دلیل میں آپ کی طرف کو پیش نہیں کیا گیا البتہ ہمارا مسلک یہ ضرور ہے کہ جب قرآن و حدیث سے کوئی امر ثابت ہو جائے تو سائنس وغیرہ مادی علوم کو بطور شواہد پیش کرتے ہیں اسی طرح اگر کسی بات کے ماننے سے بعض آیات قرآنی کا یا احادیث صحیحہ کا انکار لازم آتا ہو تو پھر سائنس وغیرہ کو اسکی تائید میں عقلاً و نقلاً بحث کرنیکے لئے پیش کرتے ہیں مگر

ساتھ ہم کسی حال میں قرآن مجید پر تو کجا حدیث صحیح بلکہ قول امام پر بھی مقدم نہیں کرتے اور ہرگز نہیں کرتے۔

مسیح کے مع الجسد آسمان پر جانیکا انکار قرآن مجید کی رو سے ہے

مسیح کے مع الجسد آسمان پر چڑھ جانے جانیکا ہم اسلئے انکار نہیں کرتے کہ وہ سائنس کے خلاف ہے بلکہ اسلئے کہ قرآن مجید اسکو بشر رسول کے خلاف سنت اللہ اور ممتنع قرار دیتا ہے مندرجہ ذیل آیات پڑھئے ۱- فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون (اعراف) اسی زمین کرہ میں تم زندہ رہوگے اسی میں مروگے اسی سے نکالے جاؤگے ۲- الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموٰتاً (مرسلات) کیا ہم نے زمین کو زندہ مردوں کے سمیٹنے والی نہیں بنایا ۳- ولکم فی الارض مستقر (بقرہ) تمہارے لئے زمین ہی میں رہنے کی جگہ ہے

رفع سے کیا مراد ہے

لسان العرب میں الرافع فی اسماء اللہ هو الذی يرفع المؤمنين بالاسعاد واولياءه بالتقريب اسکا نام رافع ہے کہ وہ مومنوں کو اور اپنے اولیاء کو تقرب بارگاہ بخشنے سے رفع دیتا ہے اور مسلم میں حدیث ہے من تواضع للہ رفعه اللہ جو اللہ کے لئے تواضع کرے اللہ اسے رفع دیتا ہے اور قرآن شریف کی آیت ولو شئنا لرفعناه بها میں تمام مفسرین نے رفعناہ الی منازل الابرار تحریر کیا ہے۔ الیہ سے آسمان مراد لینا بالکل محاورات قرآنیہ کے خلاف ہے اور زیادۃ علی کتاب اللہ ہے جیسے انا للہ وانا الیہ راجعون اور ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول وقال انی ذاهب الی ربی (سورہ والصافات) اور ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله تو کیا سب لوگ آسمان ہی پر چلے جاتے ہیں حضرت مسیح کے لئے بھی انی متوفيك ورافعك الی ہے یعنے انہیں جو رفع دیا وہ توفی (موت) کے بعد ہوگا اور رفع روح ہی کا ہوتا ہے نہ کہ جسم کا جیسا کہ فرمایا ہے والیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه پاک کلمے اسکی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح اسکو رفع دیتا ہے۔ مدارک التنزیل میں

ہے العمل الصالح یرفعہ العامل ویشرف خدا تعالیٰ آسمان پر محدود نہیں کہ اسکی
طرف رفع کرنے سے آسمان پر جانا لازم آئے وھو معکم اینما کنتم اور آسمان پر چڑھنا قرآن
مجید میں تو محاورہ میں آیا ہے آپ کیوں اس پر زور دیتے ہیں خواہ وہ ومن یرد ان یضلہ
یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء آیت میں بیان
ہوا ہے کہ اس گروہ کو گمراہ کرنے کے لئے اسکا سینہ تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے
(انعام) آپ لو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون سے
امکان عروج الی السماء ثابت کرتے ہیں تعجب ہے کہ ہم خدا کی قدرت کے ماننے کے لئے اسکا امکان
تسلیم نہیں کرتے مگر یہاں بحث تو اس امر میں ہے کہ رفعہ مع الجسد الی السماء ماننے سے بہت
سی آیات کا انکار لازم آتا ہے جو اوپر سنت اللہ ہے

قیاس کو نص پر ترجیح دینا | پھر آپکی اس عجیب منطق کا نتیجہ بہت خطرناک ہو سکتے لو کان فیھما
آلھۃ الا اللہ لفسدتا میں کیا امکان فساد لازم آتا ہے اور ہم تو آپ کو فساد
بھی دکھاتے ہیں ظھر الفساد فی البر والبحر وہ فرماتا ہے یوم تبدل الارض
غیر الارض والسموات (ابراہیم ۴۹) تو کیا اس سے تعدد آلھہ لازم آجائیگا پھر اس قسم
کے قیاسات کا آپکو کیا حق ہے حضرت ابو الانبیاء کے معاملہ پر غور فرمائیں جب امام بنائے گئے
تو عرض کیا ومن ذریتی تو جواب ملا لا ینال عھدی الظالمین اس سے یہ قیاس فرما کر
کہ ان لوگوں کے شامل حال اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں دوسری دعا میں وارزق اھلہ من
الثمرات من آمن منھم باللہ والیوم الاخر عرض کیا یعنی من آمن
کی قید لگا دی تو جواب ملا ومن کفر فامتعہ قلیلا کہ میں کافر کو بھی کچھ نفع
دونگا یہ ہے قیاس کا حال اور آپ تو ایک اسی آیت سے ثم خسف کے معنے ذات کے بھی زمین میں
مع جسم کے ان سیم خسفنا بہ وبدارہ الارض پس قارون ذلیل خوار ہو کر وہ زمین میں
دھنس گیا مسیح ابن مریم چونکہ اللہ تک اٹھائے گئے ہیں اسلئے مسیح آسمان پر چڑھ گئے عجب

معلق ہوا ایک میل اوپر جانے سے جسم آسمانی باشندہ ہو جاتا ہے یہ حضرت کو معلوم نہیں اور
قانون کے فلسفہ کے نظارے تو ابتک موجود ہیں کیا صد حسن پر خوش ہوئے مع جسد آسمان
پر اٹھالیا گیا کیا یہ تو اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بھونچال آیا زمین پھٹی اور گاؤں کے گاؤں دھنس
گئے کیا کبھی یہ بھی سنا کہ اس حسن پر راضی ہو اسے جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا۔ مفسرین تو
حضرت عیسیٰ کے بیٹے میں بھی نوح کے معنے لکھتے ہیں کہ عزت اعبدہ کی مدنی (۱) معناہ
رافعك الى كرامتى كما قال حكاية عن ابراهيم انى ذاهب الى ربى
سيهدين (مجمع البيان) (۲) رافعك الى محل كرامتى ومقر ملائكتى د
(روح البیان تفسیر ابو سعود)

احیاء موتی سے کیا مراد ہے

احیاء موتی کا انکار بھی ہم صرف اس صورت میں کرتے ہیں کہ حقیقی موت
سے مر چکے اور دنیا سے انکا تعلق قطع ہو گیا پھر انکو ایسا زندہ کرنا کہ وہ ہمیشہ
انہیں پیدا ہو جائے یہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا دلیل حسب ذیل آیات ۱- انا نحن
نحی ونمیت ہم ہی زندہ کرتے ہم ہی مارتے ہیں ۲- انا نحن نحی الموتی ہم ہی مردوں کو
زندہ کرینگے ۳- قول حضرت ابراہیم ربی الذی یحی ویمیت اور زندگی روز قیامت ہوگا
ثم انكم بعد ذلك لميتون ثم انكم يوم القيمة تبعثون

ہم کس احیاء موتی پر ایمان لائے ہیں

احیاء تین قسم ہے احیاء اللہ کا احیاء کفار کا احیاء انبیاء کا پس ہر ایک
کے مناسب حال معنی ہونگے جو احیاء نبیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے
وہ موت کفر سے حیات ایمان بخشنا ہے اور اسکا استعمال قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے جیسے
انك لا تسمع الموتى نمل ۲- افمن كان ميتا فاحييناه وجعلنا له نورا
یمشی به فی الظلمت پ مع واپس کیا جو مردہ ہو پس زندہ کیا اسے اور اسکے لئے نور
بنایا کہ اسکے ساتھ ظلمات میں چلے ۳- یا ایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول
اذا دعاكم لما يحييكم انفال ۲۴ اے مومنو! اللہ اور اسکے رسول کی جواب دو جب تمہیں زندہ

کریکے دکھانے ہیں یہ معیار سوتی ہم رکھتے ہیں جو آپ کہتے ہیں وہ قرآن مجید سے ثابت نہیں اگر ہو تو دکھائیے

چھٹے نمبر میں آپ نے فرمایا ہو کہ احمدی لٹریچر میں غیر تشریعی نبوت کا مسئلہ ایجاد ہو ہے (حالانکہ) کتب اہل سنت میں اس کا ذکر تک نہیں (۳) خاتم النبیین کی تشریح مندرجہ ذیل احادیث اسکی تکفیر کرتی ہیں

جواب غیر تشریعی نبوت کا مسئلہ احمدیوں نے ہرگز ایجاد نہیں کیا بلکہ انکا وہی مذہب ہے جو محققین اہل سنت کا ہے

نبی سے کیا مراد ہے | اور انکے متقدمین و صوفیا و اولیاء کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد مکالمہ مخاطبہ الہیہ کا سلسلہ جاری ہے اور کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اطلاع غیب کی خبر پر اطلاع دینے والے کو نبی کہتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس ؑ کا بھی یہی مذہب ہے اور وہ بھی اپنی نبوت سے یہی مراد لیتے ہیں ملاحظہ ہو آپ کی کتاب چشمہ معرفت مطبوعہ ۱۹۰۸ء علاوہ وفات سے ۱ دن پہلے صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵ میں لکھے رسول برحق پر صدق سے ایمان لاتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اسکا ظل ہے اور اسی کے ذریعے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے ۰ ۰ ۰ اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلی نبوت اسکو عطا کرتی ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہوتی ہے اسلئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفین پر غالب رہے ۰ ۰ ۰ وہ نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالے نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات مراد ہیں جو کثرت میں اور غیب پر مشتمل ہیں اس سے

ملہ میاں حسن صاحب پھلواری بھی پچھ مدد ختم نبوت میں لکھتے ہیں ہماری بزرگوں میں اکثر ایسے نفوس قدسیہ گذرے ہیں جو مکالمہ مخاطبہ الہی سے سرفراز ہوتے ہیں

بزرگ کو نہیں ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکل ان یصطلح سو
خدا کی اصطلاح یہ ہے کہ کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے
مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے فیض کی نبوت ہو نہ کوئی نئی نبوت۔ اس اقتباس کی رو سے ایک خط اس رسالہ لیکر پڑھے جس
نبوت کا حضور مقبول کو دعویٰ ہے اسکی کیفیت آپ نے واضح کر دی ہے اور اس پر کوئی اعتراض
نہیں آ سکتا کیونکہ اسکے تو اہل سنت و جماعت قائل ہیں بلکہ وہ تو آنحضرت صلعم کے بعد
انبیاء کے آنیکا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہم تو صرف ایک ہی پر اس لفظ نبی کا اطلاق کرتے ہیں
نبی کا خطاب صرف | اور خدا نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے
مسیح موعود کے لئے | میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق
نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی
اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی"

اور یہ بھی اسلئے کہ حدیث میں مسیح موعود کے لئے یہ لفظ آیا ہے مشکوٰۃ باب العلامات بین
یدی الساعۃ حدیث النواس بن سمعان صفحہ ۴۰۵ و یحصر نبی اللہ عیسیٰ
۔۔ فیرغب نبی اللہ عیسیٰ و اصحابہ ۔۔۔ ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ
و اصحابہ الی الارض دیکھئے حضرت عیسیٰ کو نبی اللہ فرمایا ہے اسلئے آپکو حضرت مرزا
صاحب کے نبی اللہ کہلانے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے باقی یہ کہ مرکب طلب رہ جاتی ہے کہ
مرزا صاحب مسیح موعود تھے یا نہیں جسکا ثبوت پہلے دیا جا چکا ہے تو یہاں آپکو یہ نہیں کہنا
چاہیئے کہ وہ نبی اللہ کیوں بنتے ہیں کیونکہ حدیث میں انکے لئے یہ لفظ آیا ہو

خاتم النبیین کے بعد | آپکا عقیدہ البتہ اس باب میں خطرناک ہے کیونکہ آپ اس مسیح ناصری
کسی اور نبی کے | کے دوبارہ آسمان سے بجسد العنصری اترنے کے قائل ہیں جو حقیقۃ
قائل ہیں | فوت ہو چکے ہیں اور جو کہ وہ نبی ہیں اور آپکے نزدیک صاحب شریعت

بھی اسلئے آنحضرت صلعم کے بعد اگر نبی آخر الزمان بھی بنینگے اور نبی اپنے عہدہ سے معزول نہیں
کیونکہ ایسا کرنے سے پھر ان آیات و احادیث کا کیا کیا جائیگا جس میں حضرت عیسے ابن مریم
کے لئے نبی و رسول کا خطاب آیا ہو گیا اس وقت اس لفظ کو معاذ اللہ حک کر دیا جائیگا
پھر رسول اللہ صلعم نے باوجود یہ جاننے کے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ جب نازل ہو نگے تو امتی
ہو جائینگے انکے لئے نبی اللہ کا خطاب زبان مبارک سے فرمایا پس جو احادیث آپ نے مشکوۃ سے
نقل کی ہیں وہ آپ ہی پر حجت ہیں ہمارا عقیدہ تو اس بارہ میں صاف ہے کیونکہ ہم تو کسی
علیحدہ نبوت کے قائل نہیں بلکہ ہمارا تو وہی عقیدہ ہے جو میں پہلے لکھ چکا ہوں ان ہوا اوپر
تھا کہ

"اسلئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے
ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہو لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر
نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے مگر اسکا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا
کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں
اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی
چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے"

پہلی حدیث کے صحیح نے | اس تشریح کو زیر نظر رکھکر آپ کتاب الامارۃ و القضاء کی حدیث مشکوۃ کو جس
جو یوں ہے کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی
خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء الخ

اول تو اس میں خاص انبیاء کا ذکر ہے جو امت میں سیاست کرتے تھے اور یہ صحیح ہے کہ
امت محمدیہ میں جو ایسے خلفاء ہوئے جو سیاست کرتے تھے تو وہ نبی ہرگز نہیں ہوئے مگر ہم
جسکے نبی ہونیکے قائل ہیں وہ جسمانی سلطنت نہیں رکھتا نہ سیاست کرتا تھا دوم لا نبی
کا ایسا ہی ہے جیسے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ پھر بھی یہاں اسکا کامل ایمان نہیں جس میں

رسالت نہیں دیکھو دیانت میں خیانت کرنیوالا بے ایمان کافر ہو گا آپ تو اعمال اعمال نہیں مگر اسلئے
نماز آپ کے نزدیک منسوخ ہوا کچھ اور ایسا ہی حضور نبی کریم صلعم کے بعد کاملہ تامہ نبوت نہیں بلکہ
نبی سنتی جیسا کہ آپنے الوصیۃ میں فرمایا سوم یہ حدیث تو آپ ہی پر حجت ہے کیونکہ آپ ہی عیسیٰ ابن
مریم کو نبی آخر الزمان بنتے ہیں جب آنحضرت صلعم مسیح کی زندگی ہی میں فوت ہوئے اور وہ آخر
زمانے میں بنفس نفیس آئینگے تو پھر آخری نبی تو وہی ٹھہرے چہارم (ا) اس حدیث کے یہی معنی
کئے جائینگے جو قرآن مجید کی آیات کے خلاف نہ ہوں اس میں فرمایا ہے وخاتم النبیین
ت کی زیر سے یعنی نبیوں کی مہر یعنی نبوت کا اجرا اب آپکی مہر سے ہوگا (ب) اور ما کان
محمد ابا احد من رجالکم سے جو وہم ہوتا تھا (جیسا ہو بیکا قال الاعلام) وہ ولکن
رسول اللہ وخاتم النبیین سے دور کردیا کہ روحانی ابنیت کا سلسلہ جاری رہیگا اور حقیقی
معنوی ابن وہی ہے جو اپنے اب کی خصوصیات کی تصویر اپنے اندر رکھتا ہو (ج) اھدنا
الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کی تعلیم دیکر ایک نمونہ سمجھا
چاہیئے اور انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
سے بتا دیا ہے کہ منعم علیہ گروہ انبیاء صدیقین شہداء صالحین کا ہے جو راہ ہم مانگتے ہیں ضرور ہو
کہ منزل پر ہم بھی پہنچا دیں (د) یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم
ایتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون یا بنی آدم سے
امت محمدیہ کو خطاب فرمایا کہ تم میں رسول آئینگے یہ آدم کا قصہ اور نہ بطور حکایت بیان ہے
کیونکہ اس سے پہلے امت محمدیہ کو خطاب فرمایا ہے جب ان دلائل باہرہ سے آنحضرت صلعم
کے بعد نبی کا آنا ثابت ہے تو اس حدیث میں ہم شرح النبوۃ سے خاص نبیوں کا اختتام سمجھینگے
کیونکہ اگر خاتم النبیین میں خاتم کے معنے ختم کرنیوالے ہی مانے جائیں اور النبیین میں الف لام استغراقی
کا ہیں تو پھر ویقتلون النبیین کے کیا معنے ہیں کہ یہودیوں نے سب نبیوں کو قتل کردیا
جب یہ صحیح نہیں تو خاتم النبیین کے بھی یہ معنے ہونگے کہ شرعی نبیوں کا ختم کرنیوالا

دوسری حدیث کے معنے

دوسری حدیث جو آپ نے پیش کی وہ باب فضائل سید المرسلین کی پہلی حدیث ہے مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ . . . . فکنت انا سددت موضع اللبنۃ

اب آپ حضرت اقدس کی تشریح کو جو تتمہ معرفت اور حقیقت سے ہے نقل کی جاتی ہے آپ فرماتے ہیں (ا) اس لفظ سے صرف مکالمات وحی الہیات مراد ہیں (ب) یہ نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت (ج) امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اسپر صادق آسکتے ہیں پس حضور نے کسی نئی امینٹ کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس نبوت محمدیہ سے علیحدہ ہو کر اپنا کوئی وجود نہیں قرار دیا [illegible] ہے۔ بلکہ یہ نبوت اصل نبوت کی ظل اور اس حقیقت محمدیہ کا مظہر اور اسکا عکس ہے **دوم** یہ اعتراض تو آپ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آپ بھی ایک نبی اللہ کے آنیکے قائل ہیں ایسے نبی اللہ کے آنے والے نبی ہوں یا ہمارے مسیح موعود کی نبوت تو نبوت محمدیہ کا ظل اور اسکے فیض سے ہے۔ اور اس نبوت اصلیہ کا ایک عکس ہے جو مسیح موعود کے آئینہ میں باصطلاح قلب جلوہ گر ہے

تیسری حدیث حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ

جواب۔ اول تو آپ یہ بتائے کہ اس امت کی قسمت میں دجال ہی لکھے ہیں کوئی صادق بھی نہ ہوگا یا نہیں۔ پھر آپ معیار صدق و کذب پر صداقت مسیح موعود کو پرکھ لیں دوم اس نبی اللہ مسیح کو حدیث صحیح میں نبی کہا گیا ہو پس انکی طرف سے جو حدیث کا جواب دیا جائیگا وہ ہماری طرف سے ہے سوم ایسے دجالوں کی فہرست مسلم مصطفیٰ میں دی گئی ہے اور انکی تعداد پوری ہو چکی چہارم ایسے دجالوں سے مراد وہ ہیں جو جھوٹی حدیثیں وضع کرتے اور رسول اللہ کی طرف منسوب کرتے وہ ہر شخص کو رسول اللہ بناتے کیونکہ جو قال رسول اللہ صلعم کہتے ہیں تو دراصل اسکے قائل خود ہوتے ہیں انکی فہرست لآلی مصنوعہ

سو وہ سخت ہو یعنی جن جہادوں کے خروج کا زمانہ اسوقت تک ہے کہ علم قبض ہو جائے زلزلے کثرت سے آئیں بڑے بڑے کاموں میں تھوڑا وقت خرچ ہو اور لڑائیاں پڑ جائیں (اسی حدیث میں یہ باتیں ہیں) اور ظاہر ہے کہ یہ زمانہ آپکا ہی ہے پس آپ تو مہدی صادق کا وقت ہو نہ کہ دجال کا

علماء اہل سنت کی شہادت

ان کے بعد حسب وعدہ صوفیاء و علماء کی شہادت پیش کرتا ہوں روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۳۲۶ و تنزل الملئكة على الاولياء مما قال به الصوفية قدس الله تعالى اسرارهم وقد نطق باصل التنزل عليهم قوله تعالى ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التى كنتم توعدون وقد يطلقون على بعض الاولياء انبياء الاولياء قال الشعراوی فی رسالة الفتح فی تاويل ما صدر عن الكمل من الشطح انبياء الاولياء هم كل ولی اقامه الحق تعالى فی تجل من تجلياته واقام له مظهر محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ومظهر جبريل عليه السلام فاسمعه ذلك المظهر الروحانی خطاب الاحكام المشروعة لمظهر محمد صلى الله عليه وسلم فياخذها هذا الولی كما اخذها المظهر المحمدی ٭ ٭ وعلم صحته علم يقين بل عين يقين فمثل هذا يعمل بما شاء من الاحاديث لا التفات له الى تصحيح غيره او تضعيف. فقد يكون ما قال بعض المحدثين بالتصحيح لم يقله النبی عليه الصلوة و السلام وقد يكون ما قالوا فيه بالضعيف سمعه هذا الولی من الروح الامين يلقيه على حقيقة محمد صلى الله عليه وسلم كما سمع بعض الصحابة حديث جبريل فی بيان الاسلام والايمان والاحسان فهؤلاء هم انبياء الاولياء ٭ ٭ ٭ فهؤلاء فی هذه الامة كانبياء

فی بنی اسرائیل علی مرتبۃ نبیہ ھرون لشریعۃ موسیٰ مع کونہ نبیا وھم الذین یحفظون الشریعۃ الصحیحۃ التی لا شک فیھا علی انفسھم وعلی ھذہ الامۃ فھم اعلم الناس بالشرع غیر ان غالب علماء الشریعۃ لا یسلمون لھم ذلک۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بعض اولیاء پر انبیاء کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ انبیاء الاولیاء وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی کسی تجلی میں قائم کرے اور اسے حکم الٰہی پر علم الیقین بلکہ عین الیقین ہوتا ہے وہ احادیث کے بارے میں کسی غیر کی تصحیح کا محتاج نہیں ہوتا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ محدثین جسے صحیح کہتے ہیں وہ رسول اللہ صلعم کا قول نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جسے ضعیف کہتے ہیں اسے ولی اللہ الامین کشف سے معلوم کرتا ہے کہ وہ بالکل صحیح ہے اور یہی لوگ انبیاء الاولیاء ہیں بلکہ اس امت میں انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہوتے ہیں اور ان کا حال یوں ہے جیسے ہارون باوجود نبی ہونے کے شریعت موسیٰ کے فرمانبردار تھے ایسے ہی یہ نبی ولی یا امتی نبی ہوں گے آنحضرت صلعم کے غلام اور پیرو ہوتے ہیں اور شریعت محمدیہ پر قائم اور اعلم الناس ہوتے ہیں مگر غالب علماء شریعت انہیں نہیں مانتے تب فرمائیے کہ آیا یہ فقرہ بالکل ٹھیک صحیح ہے کہ غیر تشریعی نبوت کا مسئلہ احمدیوں نے ایجاد کیا

فتوحات مکیہ میں حضرت ابن عربی کی شہادت

اما ختم الولایۃ علی الاطلاق فھو عیسیٰ علیہ السلام فھو الولی بالنبوۃ المطلقۃ فی زمان ھذہ الامۃ وقد حیل بینہ وبین نبوۃ التشریع والرسالۃ فینزل فی اخر الزمان وارثا خاتما لا ولی بعدہ بنبوۃ مطلقۃ کما ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ لا نبوۃ تشریع بعدہ وان کان بعدہ مثل عیسیٰ من اولی العزم من الرسل وخواص الانبیاء ۔ ۔ ۔ ۔ فکان اول ھذا الامر

نبی وھو آدم وآخر نبی وھو عیسیٰ اعنی نبوۃ الاختصاص انتہی خلاصہ یہ کہ آپ اور عیسیٰ خاتم الولایت ہوں گے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوت تھے کوئی شرعی نبی انکے بعد نہیں ہوگا گو آپ کے بعد عیسیٰ جیسا اولوالعزم اور خواص الانبیاء سے آسکتا ہو ابتداء میں ایک نبی تھا اور وہ آدم ہے اور آخر میں بھی ایک نبی ہے اور وہ عیسےٰ نبی ہے جو نبوت اختصاص اور صفحہ ۳ پر السوال الخامس العشرون میں فرماتے ہیں

فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ	نبوت بالکل نہیں اٹھ گئی بلکہ تشریعی نبی نہیں
لھذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع	آئے گا یہی معنے ہیں لا نبی بعدہ کے
فھذا معنی لا نبی بعدہ	

پھر فرماتے ہیں فعلمنا ان قولہ لا نبی بعدہ ای لا مشرع خاصۃ لا انہ لا یکون بعدہ نبی۔ پس ہم نے یقین کر لیا کہ لا نبی بعدہ سے شرعی نبی کا امتناع نکلتا ہے نہ یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا صفحہ ۶۴ جلد ثانی من الفتوحات المکیۃ تالیف الشیخ الاکبر امام اہل الحقیقۃ سیدی محی الدین بن العربی (۴۴) تحذیر الناس مصنفہ مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی کا خلاصہ

فاضل جلیل ہونٹ محمد قاسم صاحب دیوبندی کا عقیدہ درباب خاتم النبیین	صفحہ ۳ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے بعد ہے اور آپ سب

میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں وما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا

صفحہ ۴ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں اور انکی نبوت آپکا فیض ہے صفحہ ۱۴ آپ کے زمانہ میں اور بعد میں کہیں اور زمین پر یا آسمان پر کوئی نبی ہو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہو

صفحہ ۵۵ و ہفت اقلیم کا بادشاہ ہر ملک و اقلیم کے بادشاہ کا اصل ہے ایسے ہی وہ تمام مراتب صفی اسی وہ ہیں اس
رحمن کے اثر پر آپ کے بہت سے افتراضات کی بنیاد ہے ۱۱ وہ مضمون جس کو آدم نوح ابراہیم عیسیٰ
اور نبی شامل نبی کہا ہے کے موجود ہیں۔ اس رسالہ کی تصدیق علماء اہل سنت فرنگی محل و دیوبند
و سہارنپور نے کی ہے (مطبوعہ دہلی مطبع عبد الاحد صاحب)

مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محل کا ارشاد در بارہ ختم نبوت	دافع الوسواس صفحہ ۱ میں فرماتے ہیں۔ خاتم زمانی کا مقصود یہی ہو کہ اس صورت کے جواز میں شبہ نہیں کہ بسبب تعدد خاتم اس

فرض کریں کہ ایک انسانی ہو اور ایک مستقل یہ صورت بھی جائز ہے پھر ملا علی قاری کے حوالہ سے
صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں لو عاش لکان من اتباعہ کعیسیٰ و خضر و الیاس
فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنے انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ
ملتہ (خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئیگا جو آپکی ملت کو منسوخ کرے)
پھر ابو بکر کے قول سے انکی تائید فرمائی ہے۔ پھر صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں لو بعث النبی صلے اللہ
علیہ وسلم فی زمانہ وفی زمان موسیٰ و ابراہیم و نوح و آدم کانوا
مستمرین علی نبوتہم و رسالتہم الی اممہم و النبی صلعم نبی علیہم و رسول
الی جمیعہم فنبوتہ و رسالتہ اشمل و اعظم (اگر حضور نبی کریم موسیٰ یا ابراہیم یا نوح
یا آدم کے زمانے میں ہوتے تو یہ انبیاء اپنی نبوت پر قائم رہینگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انپر
نبی ہونگے کیونکہ حضور کی نبوت اشمل و اعظم ہے) صفحہ ۳۴ میں بحر العلوم سے نقل فرماتے ہیں
بعد رسل در فقہ شرع مستمرا ز خاتم رسالت ظہر مکہ تا ب [illegible]

مولانا روم کی گواہی	(۱) جلد چہارم صفحہ ۳۰ در بیتی در زرشت آنجم تو تی نور بنی عیسیٰ مریم بتی
جلد ۶ صفحہ ۳۲	پس امام حی و قائم آن ولیست خواہ از نسل عمر خواہ از علی استماکر عیسیٰ [illegible]

[illegible] من الطلق بیح ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم و عیسیٰ کعیسیکم
کنبیکم یعنی [illegible] استدلال خلاف [illegible] ہیں اور حکمے ان اثر کی تصدیق کی ہو

کر جواب اس کا اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ گفتگو ہو جانے سے آسمان سے آ جاتے۔ یا پھر آپ ان جوابوں کو لیکر چلیں
لیکن گر غیر تشریعی نبوت کا مسئلہ صحیح کیا ہو تو نہیں کیا بلکہ متقدمین اہل سنت کا یہی مذہب ہے

ساتویں نمبر میں آپ نے امام مکحول منکر ہے مراد مہدی لینے پر زور دیا ہے اور ابن ماجہ
کی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کو موضوع بتایا ہے

جواب۔ سوال یہ ہے میں عرض ہو کہ ہمارا عقیدہ مہدی و مسیح ایک ہی شخص ہو صرف ایک
ہی حدیث پر مبنی نہیں بلکہ ہم اسکی بہت سی دلیلیں خدا کے فضل سے کر سکتے ہیں مثلے

مسیح و مہدی ایک شخص ہونگے دلائل

۱۔ العقد المنثور صفحہ ۲۴۹ مصری چھاپہ میں دیکھئے وتسلیم قریش
سلک لکھا ہے جب قریش کی امامت نہ ہوگی تو پھر امام مہدی کیسے ہو
فرمائیے الائمۃ من قریش ابھی آپ کے مسلمات سے ہو۔ ۲۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ ایک وقت میں
دو امام نہیں ہو سکتے۔ اگر ہوں تو بہ خرط حکومت اسلام ایک کو قتل کیا جاویگا۔ اب فرمائیے
مہدی بھی امام اور عیسیٰ ابن مریم کے لئے امام آیا ہے ۳۔ جب انکے متعلق جو احادیث ہیں
کتنی دیکھی جائیں تو یضع الحرب اور عدم خونریزی امام عادل حکم ہونا زمین کو انصاف
سے بھر دینا طاعت کا فتویٰ کفر لگانا مدت قیام تقسیم خزانہ کعبہ حلیہ وہ چار دروں میں ہونا دجال کا
نزول کسر صلیب و قتل خنزیر وغیرہ نشانیاں یکساں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو شخص
نہیں ایک ہی شخص ہے ان تمام نشانوں کے حوالے میں انجمن [illegible] کے ترشحہ میں دے
چکا ہوں۔ ۴۔ ایک اور حدیث ہے لن تہلک امۃ انا فی اولها وعیسیٰ ابن مریم
فی اٰخرها والمهدی وسطها (مشکوٰۃ آخری باب) جس کا ظاہر ہے کہ مہدی وسط
میں ہوگا اور عیسیٰ ابن مریم صرف آخر میں ۵۔ مسند امام احمد من العلم ابی عبد اللہ احمد بن حنبل
الشیبانی جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ میں یہ حدیث موجود ہے حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی
حدثنی محمد بن جعفر حدثنا ہشام بن حسان عن محمد عن ابی هریرۃ
عن النبی قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماما

مہدیاً وحکماً وعدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ
ویضع الحرب اوزارہا جو ترجمہ ہے اس کا۔ وہ عیسیٰ ابن مریم کہ آئیگا۔ امام مہدی
حکم عدل صلیب توڑیگا خنزیر کو قتل کریگا لڑائی موقوف کریگا

لا مہدی الا عیسیٰ موضوع نہیں

اس قسم کے بہت سے دلائل ہیں انکے مقابل میں لا مہدی الا عیسیٰ کو موضوع ہے اور وہ بھی بلا ثبوت کہہ دینا لاابیاء ہے یہ حدیث ابن ماجہ سے نقل کی گئی ہے جو صحاح ستہ میں داخل ہے اور ابن ماجہ کی نسبت ذہبی نے لکھا ہے الحافظ العدیم النظیر الثبت الحجۃ المفسر (فتح الاسلام صفحہ شرح بلوغ المرام)

موضوع ہونیکا ثبوت

پھر وہ حدیث ابن ماجہ یہ ہے حدثنا یونس بن عبد الاعلیٰ حدثنا محمد بن ادریس الشافعی حدثنی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلعم قال لا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادباراً ولا الناس الا شحاً ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مہدی الا عیسیٰ

راوی ثقہ ہیں

استناد المحدثین امام حافظ ابن کثیر نے بدایہ ونہایہ میں فرمایا ہے کہ ۱- یونس بن عبد الاعلیٰ الصفدی ہو من ثقات یعنی ثقہ راویوں میں سے ہیں ۲- امام شافعی تو امام ہی ہیں ان کا شاہد ہے کیسے بڑے امام ۳ محمد بن خالد الجندی الصنعانی المؤذن شیخ الامام الشافعی محمد بن خالد مؤذن استاد امام شافعی یحییٰ بن معین جیسے محدث قرآن شریف نے شمار کئے گئے ہیں انکو معتمد وموثق سمجھتے ہیں چنانچہ لکھا ہے وثقہ یحییٰ بن معین ۴- ابان بن صالح صدوق بڑا راستباز ۵- حسن بصری تو مشہور ہی ہیں کتنے بڑے بزرگ صوفیوں کے امام تھے ۶- انس صحابی ہیں۔ فرمایئے یہ حدیث کیوں موضوع ہوئی امام شوکانی نے صرف صنعانی کا قول نقل کیا ہے آپ کا یہ فقرہ بطور موضوع حدیث کے صورت مندرج ہے سے دھوکہ لگتا ہے اگر ثبت ہو تو طرق محدثین دا

طرق نقبا پیدا سکو موضوع ثابت کریں

مہدی کو لوگ جو مانتے ہے اس تحریر بالا تحریر پر نظر کرکے آپ غور فرماویں کہ اس حکم بہت سی آیات و احادیث سے مہدی ایک علیحدہ شخص ہوا لیتا کہاں تک صحیح ہو آپ انکو کا انکار کرنا پڑتا ہے اگر تمام شارحین نے اسکا مفہوم مہدی علیہ السلام لیا ہے اس

لکھتا ہوں یہ صحیح نہیں کیونکہ ایسا ماننے سے بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں اور بہت سی صحیح احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے جن میں سے علاوہ متذکرہ بالا کے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجال من ابناء فارس اور آیت آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور حدیث ان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ ہر صدی کے سر پر ایک ہی امام ہوگا اور فتنہ دجالیہ کو دور کرنے کیلئے بھی ایک ہی ہوگا جو اندرونی اصلاح کے لحاظ سے مہدی اور بیرونی مخالفت کرنے میں مسیح کہلائیگا پھر اس پر کو مہدی سے الگ ماننے میں بہت سی آیات کا انکار لازم آتا ہے جن کو وفات مسیح اور عدم رجوع موتیٰ ثابت ہے اور پھر آیت استخلاف پر اعتراض لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے وعدہ خلافت ہے چنانچہ پہلے ہے کہ علماء نے بھی اماملم منکم کا تعلق پہلی ہی سے رکھا ہے اور اس کو حالیہ بنایا ہے یعنے ابن مریم مسیح ناصری نہیں بلکہ

یہ تو قبلا امام شہید ہیں ہے ہوگا مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں بھی امامکم سے مراد حضرت عیسیٰ ہی لی ہے اور علامہ محمد تفسیر فتح الطیب میں لکھتے ہیں انما قال الامام منا لئلا یتلبس

بذہب بالشبہۃ وجلہ لا نبی بعدی یعنے وہ ابن مریم تم میں سے امام ہوگا تاکہ لاخبی بعدی پر کوئی اعتراض نہ آئے کیونکہ ابن مریم مسیح ناصری کے آنے سے تو ایک علیحدہ اور مستقل نبی کی بعثت بعد نبی آخر الزمان ثابت ہوتی ہے بخلاف اسکے جو آنحضرت صلعم کا وارث ہوگا وہ امام نہ کہ غلام ختمی المرسل ہوگا ... نبی ہوکر بھی تعلق والا بعد مہدی کی خاتم نبیین

سے ... روایت ... مسیح ... سوال ... میں ... مجدد ... سوال ... کا سوال ... سے ... ہوگا

امت کے امیر سے کیا مراد ہے

دوسری حدیث جو آپنے پیش کی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئینگے تو اس امت کا امیر انکو کہیگا کہ آپ نماز پڑھاؤ تو اس سے آپ مہدی کا ایک وجود بھی ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ اسلام میں تو نبی کریم صلعم کا حکم ہے کہ سفر میں بھی ایک امیر ہو اصل حدیث یہ ہے وعن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلعم قال اذا کان ثلثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم (مشکوٰۃ باب آداب السفر) رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو امیر بنالیں مسلمان جب اس مسئلہ کو بھول گئے۔ ان میں وحدت نہیں رہی ورنہ اس سے پہلے تو ہر کام میں ہر بستی میں مسلمان ایک امیر کے ماتحت رہتے تھے پس اس قوم کے امیر کا کہنا کہ نماز پڑھاؤ یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ امام مہدی ہوگا الحدیث شاہد موجود ہیں فقالت ام شریک بنت ابی العسکر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل وجلھم بیت المقدس وامامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم یصلی الصبح اذ نزل علیھم عیسیٰ ابن مریم الصبح فرجع ذلک الامام جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بستی کا امام کوئی صالح مرد ہوگا نہ کہ امام مہدی اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود بھی خود امامت نہ کراتے تھے۔

مال لٹنے سے کیا مراد ہے

آپنے اس نمبر میں یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ وہ خلیفہ امام مہدی مال لٹائے گا۔ مگر کوئی اسے قبول نہ کریگا یہ سچ ہے اور میں آپکو کئی اشتہار دکھا سکتا ہوں جس میں حضور علیہ السلام نے دس دس ہزار روپیہ دینا چاہا مگر کسی نے قبول نہ کیا اصل یہ ہے متبعین کو تو انہوں نے معارف دین سے مالا مال کر دیا اور لٹریچر کے قیمتی شائع ہونگے آپکو شکایت ہو جس کا غذ اور چھپائی اور اشاعت کا ہے ذکر ان معارف کا کیونکہ ایک ایک نکتہ معرفت

لہ اصل مال تو معارف و حکمت ہی ہیں قرآن مجید میں جو من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی حکمت ہی کا خیر کثیر ہے اور خیر کا لفظ مال قرآن مجید میں آیا ہے اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا

دنیا و ما فیہا سے زیادہ قیمتی ہو گمراہ لوگ کے لئے ہوا کی تصدیق میں مگر دنیا پرست مال کی محبت
میں ہیں وہ انکے لئے تو مہدی کے ظہور کے لئے منتظر ہیں کہ وہ ظاہر ہو کر انکو بھی دنیا پرست
بنا دیں ایک صوفی شخص کے لئے خیالات پر مجھے سخت افسوس ہے

ملی تشبیہ وام | یہ حدیث آپ پیش کی ہے اس میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ قیامت
خلیفہ صاحب ہے | سے پہلے کثرت مال ایسا آئیگا کہ مال بڑھ جائیگا اور کوئی زکوۃ قبول کرنیوالا نہ ہوگا اور
اسکے ساتھ دوسری حدیث ہے اس میں بھی مہدی کا ذکر نہیں و عن جابر قال قال رسول
اللہ صلعم یکون فی آخر الزمان خلیفۃ یقسم المال ولا یعدہ یہ لکھا ہے
کہ ایک خلیفہ آخری زمانہ میں ہوگا جو مال دیگا اور گنے گا نہیں اور جو آپنے اپنے امام میں یہ بات لکھی
ہے پھر اسپر ہرگز اتفاق نہیں کہ خلیفہ مہدی ہی ہو کیونکہ مشکوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی میں
اسی کے ساتھ لکھا ہے ویحتمل ان یکون غیرہ غرضکہ یہ نہیں کہ خلیفہ مہدی ہی ہو بلکہ
اسکا غیر مراد لیا جا سکتا ہے اسکے بعد آپ چند امور پیش کرتے ہیں

دجال کی | ایک یہ کہ دجال موعود ایک ہی شخص ہو اور آپ خود قسمیں ٹھہرانے والے ہیں جن میں پہلے امام
وحدت ذہنی | ابو یحیی جیسا کہ تمیم داری کی مسلم والی حدیث سے ثابت ہے اسکے جواب میں اس
اختلاف کی طرف آپکی توجہ مبذول کراتا ہوں جو ابتدائے مضمون میں متفق علیہ احادیث کی بنا
پر آپکو دکھایا جا چکا ہے یہ اختلاف حل ہو ہی نہیں سکتا جب تک دجال کی وحدت نوعی
خیال کیجائے اور اسکی اور بھی وجوہات ہیں ۱۔ دجال کے لغوی معنی ایسی طائفۃ عظیمۃ یحمل
المتاع لکھے ہیں یعنی ایک گروہ عظیم تاج العروس ۲۔ قرآن مجید میں لخلق السموات
والارض اکبر من خلق الناس کی تفسیر صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں و قال قوم
اکبر ای اعظم من خلق الدجال یعنی الناس ہو المراد الدجال پ ۲۴۔ الحمد ایک طرح دعا ہے
اس میں مغضوب علیہم اور ضالین سے پناہ مانگی گئی ہے اور دوسری طرف مسیح کا کام
یکسر الصلیب بتایا ہے تیسری طرف مشکوۃ میں حدیث مسلم ہے (باب ذکر الدجال صفحہ

کی بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال آدم کی پیدائش سے لیکر قیام قیامت تک
کوئی امر دجال کے فتنہ سے بڑھکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک قوم کا نام ہے جیسا ہی
دجال کو ہیئت جمیع ضالین بھی کہا گیا ہے ۴ - پھر ایک حدیث ہے یخرج فی آخر
الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان
من اللین السنتہم احلی من العسل وقلوبہم قلوب الذئاب (رواہ الترمذی
عن ابی ھریرۃ) آخر زمان میں دجال خروج کریگا دنیا کو دین کے ساتھ ملادینگے اور لوگوں کو دین
کے ساتھ ٹھگینگے اور لوگوں کے لئے بھیڑوں بکریوں کی کھال میں گھلائی دینگے انکی زبانیں شہد
سے میٹھی اور باطن بھیڑیے ہونگے ۵ - مشکوۃ باب علامات بین یدی الساعۃ میں حدیث
ہے کہ فمن ادرکہ منکم فلیقرأ علیہ فواتح سورۃ الکہف اور دوسری حدیث
ترمذی میں من قرأ العشر الاواخر من سورۃ الکہف عصم من فتنۃ
الدجال جو ان دونوں حدیثوں کی بنا پر سورہ کہف کی ابتدائی اور پچھلی دس آیات دیکھئے ان میں
ایک شخص کا ذکر نہیں بلکہ قوم کا ہے اور اس میں ان فرقوں کا ذکر ہے جو خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے
ہیں وینذر الذین قالوا اتخذ اللّٰہ ولدا - مالہم بہ من علم اور دوسرا گروہ قسم
قسم کی صنعت و ایجاد میں منہمک اور بڑا طول کھتے ہیں الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ
الدنیا وھم یحسبون انہم یحسنون صنعا

تمیم داری کی حدیث | پس تمیم داری کے رویا کی یہی تعبیر ہے کہ اسے ایک باعتبار وحدت نوعی دیکھا جو عذاب آور بحری سفر کے ذرائع اس زمانے بہت وسیع اور اعلیٰ ہیں جغرافیہ
والوں نے چپہ چپہ زمین کا کھنڈول ڈالا ہے اگر کسی جزیرہ میں قید ہے تو وہ جزیرہ آ کر

لہ حضرت یوسف کے زمانہ میں بادشاہ نے سات دبلی گائیں دیکھیں کیا سات برس میں سات
موٹی گائیں جو ذرا گرانی پیدا ہو گئی ہیں جو ایک سالہ عہد و محنت دکھائی جاتی ہیں چنانچہ دانہ جبر بھی
سات وکی نہیں کیا سات بالیں جو سیلاب ہوا لی دی سب خشک دانہ نہیں رہا

زمین پر یہی ہو تو کیا وجہ ہے کہ اب لوگوں کو نظر نہیں آتا اور ہم بھی اور پر دنیا سے مانتے ہیں اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد یہ قرین لگی ہیں جس کے قرون کی مجموعی علامات یہ احادیث کے الفاظ صادق آتے ہیں کیونکہ سنہ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد ثانی کے ہاتھ پر قسطنطنیہ فتح ہو چکا

حضرت عیسیٰ کا حج	دوسرا یہ کہ تین احادیث مسلم حضرت عیسیٰ کے حج کرنے پر شاہد ہیں انکے جواب میں عرض ہے کہ آپنے تو مسلم کی حدیث پیش کی ہے مگر میں آپ کو

بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری کی حدیث سناتا ہوں حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنی ابن ابی عدی عن ابن عون عن مجاہد قال کنا عند ابن عباس رضی فذکروا الدجال انہ قال مکتوب بین عینیہ کافر فقال ابن عباس لم اسمعہ ولکنہ قال اما موسیٰ کانی انظر الیہ اذا انحدر فی الوادی یلبی (باب التلبیۃ اذا انحدر فی الوادی صفحہ ۲۱۰) اذا کا استعمال زیادہ تر مستقبل پر ہوتا ہے آپ صلعم فرماتے ہیں گویا کہ میں اسوقت کو دیکھتا ہوں جب کہ حضرت موسیٰ وادی میں تلبیہ کہتے ہوئے سو جیسا حضرت موسیٰ کا حج ہو ویسا ہی حضرت عیسیٰ کا ہے اسی طرح حضرت یونس کے بارے میں ہو۔

حدیث ۱۹۹ کانی انظر الی موسیٰ ھابطا من الثنیۃ ولہ جوار الی اللہ بالتلبیۃ کانی انظر الی یونس بن متی علی ناقۃ حمراء جعدۃ علیہ جبۃ من صوف خطام ناقتہ ... بھذا الوادی ملبیا تلبیۃ ترجمہ گویا کہ میں موسیٰ کو گھاٹی سے اترتا ہوا دیکھتا ہوں اللہ کی طرف گڑگڑاتے ہیں تلبیہ میں۔ میں یونس کو بھی اونٹنی پر دیکھتا ہوں جسکے بال گھنے ہیں اور آپ پر اون کا جبہ ہو اور اونٹنی کی مہار اون کی بٹی ہوئی ہو اس کو سی تنگ کی وادی میں لبیک لبیک کہتے ہوا۔ حدیث ۲۰۰ کانی انظر الی یونس علی ناقۃ خطامہا لیف وعلیہ جبۃ من صوف وھو یقول لبیک اللھم لبیک (عن ابن عباس)

حدیث ۱۴۳ کانی انظر الی یونس بن متی علیہ جبتان قطوانیتان یلبی
تجیبہ الجبال واللہ عز وجل فیقول لبیک یا یونس ھذا انا معک
(عن ابن عباس) ترجمہ گویا میں یونس کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ پر دو قطوانی جبے
ہیں۔ تلبیہ کہہ رہے ہیں اور انکی آواز سے پہاڑ گونج اٹھتے ہیں اور اللہ فرماتا ہے اے یونس
لبیک میں تیرے ساتھ ہوں (حوالہ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۰ کتاب الفضائل)

ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ اور حضرت یونس کے پیچھے
حضرت عیسیٰ بن مریم کی تمہ حج کرنیکی پیشگوئی کی۔ اگر حضرت عیسیٰ کے بابت یہ لازم آتا ہے کہ وہ
بعد ... میں یا بجسدہ العنصری نازل ہونگے تو حضرت موسیٰ اور حضرت یونس کے لئے
بھی یہ امر ضروری ہوگا اور یہ کسی کا مذہب نہیں

انبیاء نے حج کیا اور نماز بھی پڑھی — پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ حدیث کے معنے کرتے وقت یہ امر مدنظر رہنا چاہیئے
کہ عیسیٰ بن مریم کی وفات قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے

پس معراج کی رات اگر یہ ثابت ہے کہ انبیاء نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اس سے یہ لازم نہیں
آتا کہ وہ زندہ ہو کر بجسدہ العنصری زمین پر آگئے تھے تو اس طرح کی خبر سے بھی یہ ثابت نہ
ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر ہیں اگر قطع نظر اس سے کہ آسمان پر جسد عنصری
کے ساتھ چڑھنا اور بیٹک زندہ رہنا ثابت نہیں مزید اسکے اسی طرح رسول اللہ (۱) حضرت موسیٰ
کو قبر میں نماز پڑھتے آپ نے دیکھا۔ اور پھر موسیٰ یہاں پر موجود دیدار (۲) سالہا سال آدم کے
أیں ہم آپ نے دیکھا موجود اور ابھی بعض انبیاء پیدا ہوئے (۴) مشکوٰۃ کے حوالے آپ نے
بیت المقدس میں اسی کا باب المعراج ملاحظہ ہو

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قریش نے معراج پر اعتراض کیا
اور مجھ سے بیت المقدس کی بعض اشیاء سے سوال کیا جو مجھے یاد نہیں رہیں۔ جواب دیا گیا۔ اور
بیت المقدس میرے سامنے کیا گیا۔ اور جو پوچھتے تھے میں بتاتا جاتا اور فرشتے ہیں کر رہے معراج میں

پانچ شخص انبیاء کی جماعت میں یہی حضرت موسیٰ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عیسیٰ پڑھ رہے تھے
رواذا عیسیٰ قائم یصلی اقرب الناس بہ شبھا عروۃ بن مسعود حضرت ابراہیم
نماز پڑھ رہے تھے پھر نماز کا وقت آگیا فحانت الصلوٰۃ فاممتھم تو عیسیٰ کی بات
کی یہ نماز جو حضرت عیسیٰ نے بیت المقدس میں پڑھی تھی اسی طرح کا معاملہ ہے اس سے
بجسدہ العنصری نزول ثابت نہیں ہوگا لمعات حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے واما الذی صلوا
معہ فی البیت المقدس فیحمل علی الارواح المتمثلۃ یعنی انکے ارواح متمثل ہو
گئے تھے۔

تیسرا عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن مقبرہ رسول میں ابین حضرت ابی بکر و حضرت عمر مشکوٰۃ جلد دوم
باب نزول المسیح میں ہے سے صحیح صریح ثابت ہے

یعنی میں فی قبری کی تشریح

جواب یہ کہ یہ حدیث جسے دیکھیں ہیں وہ مشکوٰۃ کی الفصل الثالث میں
ہے اور آپ پر مخفی نہ ہوگا کہ مشکوٰۃ کی تین فصلیں ہیں پہلی فصل میں
متفق علیہ حدیث ہوتی ہیں دوسری میں صحاح ستہ سے تیسری میں باستثناء اللہ بعد
کی کتب کی نسبت میں مجاز نا نو حضرت شاہ عبدالعزیز نے لکھ دیا ہوں وہ کچھ اتنی بحث ہیں

ابن جوزی کی حدیث کی تحقیقات

یہ حدیث ابن جوزی عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ
ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم
انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن الجوزی فی
کتاب الوفاء۱ اب سوال یہ عرض ہے کہ ابن جوزی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے
تعبیر اور تعبیر کے حکم اپنی مجرد ادعات کا ثبوت دیا ہے (ب) الطبقات الکبریٰ (لواقح
الانوار فی طبقات الاخیار) للامام الشعرانی القطب الربانی میں یہ عبارت دیکھئے

ف کتاب الوفاء کس کی اور کتب حدیث کی کتاب ہے بتائیے

صرح بہ ابن الجوزی فی حق الغزالی بل وفی حق الجنید والشبلی فقال فی حقہم ولعمری لقد طوی ھؤلآء بساط الشرع بعد طیا فیا لیتہم لم یتصوفوا (ترجمہ) جناب ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ غزالی جنید شبلی ان تینوں نے تو شریعت کی صف لپیٹ دی ہے کاش یہ صوفی نہ ہوتے فرمایئے اس فتوے پر آپ بھی تصدیق کرتے ہیں **دوم** ابن الجوزی چوتھی پانچویں صدی میں ہوئے ہیں رسول اللہ صلعم تک ایک حدیث پہنچاتے ہیں اور درمیانی راویوں کا نام تو بتاتے تاکہ انکے متعلق تحقیقات کیجاے **سوم** اس حدیث کا اول ہی ویکٹ خسقوار بعین سنۃ صحیح حدیث مسلم کے خلاف ہے چنانچہ حاشیہ مرقاۃ پر لکھا ہے لکن حدیث سکنۃ سبعا رواہ مسلم یعنی سات سال بعد نزول مسیح پھر ان دونوں میں تطبیق کی کوشش کی ہے کہ ۴۰ سال پہلی عمر کے اور سات بعد کے **چہارم** صحیح مسلم میں حدیث ہے انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع ومشفع (جلد دوم کتاب الفضائل) یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جس کی قبر اس روز سب سے پہلے کھلیگی رسول اللہ تو اپنی خصوصی فضائل میں اگر فرماتے ہیں اور آپ ایک حدیث کی بنا پر جسکی صحت کا کوئی ثبوت نہیں اس حدیث میں قدح کرتے ہیں اب ذرا بتائیے کہ رسول اللہ صلعم کسی خصوصیت میں مشترک ہو سکتا ہے **پنجم** اس تشریح طلب ہے کہ قبر سے کیا مراد ہے کیونکہ ایک طرف قرآن مجید میں ہے قتل الانسان ما اکفرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کو بعد موت اللہ قبر میں ڈالتا ہے حالانکہ کئی جل جاتے کئی غرق ہو جاتے کئی درندے کھا جاتے ہیں دوسری طرف حدیث میں ہے القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار (کتاب البشری الکبیب بلقاء الحبیب مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰ رواہ البیہقی) یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا

اسی طرح حدیث میں ہے المؤمن فی قبرہ فی روضۃ خضراء ویرحب لہٗ فی
قبرہ سبعون ذراعاً وینور لہٗ فی قبرہ کالبدر یعنی مومن کی قبر
میں ایک سبز چمن ہوتا ہے اور ستر گز قبر ستر ہاتھ چوڑی ہو جاتی ہے اور اسکی قبر میں چودھویں رات
کی طرح روشنی ہو جاتی ہے ۔

ان آیات و احادیث پر آپ غور فرما کر دیکھیں کہ قبر سے یہ چند ہاتھ کا گڑھا ہرگز مراد نہیں
ہیں اب اس حدیث کے معنے صاف ہوگئے اور اس قبر یہ ظنی ہیں جو آپ قبر کی طرح حیات حضرت
مسیح موعود کو ضرور حاصل ہوگی انشاء اللہ آپ نے قبر کے معنے مقبرے کے کرلئے ہیں جس کی کوئی
وجہ نہیں ہوسکتی جبکہ اس حدیث میں فیدفن معی فی قبری اور فی قبر واحد میں
ابی بکر و عمر بھی موجود ہے اور تعجب پر تعجب یہ کہ اسکے ساتھ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ
مقبرہ نبوی میں خالی جگہ ہے لہذا اول تو اس بات کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ چوتھی قبر عیسے ابن مریم کی ہوگی
یہ کس حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر فی قبر واحد اور معی فی قبری اور چوتھی قبر
میں دفن ہونگے ان دونوں کی تطبیق کرکے دکھلانی ہوگی پھر یہ کہ آیا عیسیٰ ابن مریم کو دفن کرنے
کے لئے قبر نبوی کو اکھاڑا جاویگا اور مومنوں کی غیرت اسکو گوارا کرلیگی پھر یہ کہ کیا آنحضرت
کی قبر حضرت ابو بکر و عمر کے درمیان ہے جیسا کہ آپکی پیش کردہ حدیث سے ثابت ہے اگر یہ کون
قبلہ دعا بعناً کو السلام نشورنے دکھلانا ہے تو قبر ہ کو غور سے پڑھ لیجئے

چوتھا یہ کہ ایک حدیث حسن سے یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہود کو فرمایا عیسیٰ
فوت نہیں اور قبل از قیامت واپس آئینگے

قول حسن سے کیا مراد ہے | یہ حسن کون صاحب ہیں کیا تھے امام حسن رضی اللہ عنہ تھے وہ سب تو کوئی حسن کا
نہیں پھر وہ رسول سے کس طرح بیان کرتے ہیں **دوم** آیات قرآنی سو
وفات ثابت ہوچکی ہے اور یہاں یہود کو خطاب ہے انکو حضرت عیسیٰ کی موت پر کوئی اعتراض
نہیں بلکہ موت علی الصلیب کا دعوے رکھتے تھے جس کے لئے یہ کہا گیا کہ انکا لم یمت

یعنی [illegible] صاحب [illegible] نہیں کر [illegible] اور وہ آپ [illegible] ہیں کیونکہ حضرت
کی ابھی دنیا میں ایسے [illegible] کر اگر [illegible] طریق زندوں کے [illegible] سنت اللہ
کے [illegible] سوم تفسیر الدر المنثور کے لیے میں [illegible] صفحہ پر [illegible] احادیث

الدر المنثور کا اعتبار

[illegible] . . . . . قابل [illegible] کہ اثبات عقیدہ یا عملی [illegible]
تمسک کرده شود۔ پھر [illegible] فرماتے ہیں [illegible] تصانیف [illegible] جلال الدین [illegible] رسائل [illegible]
میں کتنا [illegible]

پھر [illegible] ارشاد [illegible] سید محمد [illegible] الطبسی کے صفحہ [illegible] وانا [illegible]
[illegible] السیوطی [illegible] علی [illegible] تفسیر [illegible]
الاحادیث المتعلقہ بتفسیر کتب [illegible] [illegible] فی مختصر احادیث
رواها [illegible] الاسناد فی [illegible] ومن [illegible] الاحادیث [illegible] الاصل
فاختلط بها حتی لا یمکن التمییز بینها۔ یعنی تفسیر الدر المنثور
میں امام سیوطی نے بہت سے [illegible] اسناد [illegible] حدیث [illegible] ہیں پھر ایک اعتراض
[illegible] ہے کہ امام سیوطی اپنی تفسیر میں [illegible] موضوع احادیث کیونکر لکھتے جبکہ وہ
موضوعات الاحادیث کے [illegible] تصنیف بھی کر چکے ہیں اس کا جواب یہ دیا کہ ان کا [illegible]
کہ جو کتاب [illegible] اختصر [illegible] الی نفسہ [illegible] تمییز بین غث وسمین
ولا وقوف علی حقائق العلوم [illegible] تراه [illegible] الی کتبہ لا انہ
لا یحکم فکر نقدہ [illegible] کل کتاب فکر [illegible] هو [illegible]
الی نفسہ ببعض تصرف [illegible] الکتب [illegible] کے [illegible] صحیح [illegible]
کے اپنی طرف منسوب کر لیا اس لئے [illegible]
پانچواں یہ کہ تمام احادیث [illegible] السماء [illegible] فلا تسألون
بها [illegible] کی تفسیر میں [illegible] نے بھی بہت سی تفسیر [illegible] کا نام [illegible]

مگر یہ لیکھو یہ معنی ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول قرب قیامت کا نشان ہو

انہ لعلم للساعۃ کی تفسیر

جواب اول تو یہ فقرہ جسے یہ غلط ہو کر علم یعنی نشان **دوم** کیا تمام قرآن مجید میں ساعت کے معنے قیامت ہی کے ہیں اور اس سے مراد تباہی کی گھڑی یا کوئی خاص وقت نہیں ہو سکتا مثلاً سورۃ قمر میں سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ ادھیٰ وامر میں ساعت سے مراد جنگ بدر ہے جہاں شکست عظیم ہوئی اور کفار کی جماعتیں بھاگ گئیں دیکھو ... اب لیں کیا وہم ہو کہ یہاں بھی یہ معنے ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اس گھڑی کا علم ہیں جب کہ نبوت اسرائیلی گھرانے سے تبدیل ہو کر بنی اسمعیل میں چلی گئی۔ **سوم** فلا تمترن بہا سے ظاہر ہے کہ قیامت میں شک نہ کریں کہ علم ہے اور اس کی دلیل ہی ہے انہ لعلم للساعۃ اب اگر جو مردوں نزول المسیح ابھی تک تو نہیں ہے کب ظاہر ہونے والا ہے۔ قیامت کی دلیل ان کو کس طرح بن سکتا ہے جو نشانہ نزول دیکھے ہیں اور کافر ہیں **چہارم** انہ کی ضمیر مسیح کی طرف پھرتی ہی نہیں کہ نزول مسیح کی طرف **پنجم** قرآن یہ کہتا ہے آپ ہی دلیل قیامت نہیں ہوں کہ مفسرین نے بھی لکھا ہے اس کے تکلف کر کے نزول کی طرف ضمیر پھیرنے کی کیا ضرورت ہے **ششم** توریت شریف میں قیامت کا بیان توریت کے رنگ میں بعد توریت کے بعد انجیل نے کھول کر قیامت کا علم بیان کیا ہے۔ اس لئے وہ علم الساعۃ ہیں **ہفتم**۔ اگر مسیح علم الساعۃ ہے تو اسی سے آگے آیا ہے وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون یعنی علم ساعت خدا کے پاس ہے پھر یہ فیصلہ اس طرح ہے جس طرح شہداء عند ربہم ہیں یا جیسے تم موت کر یعنی کر اسکے پاس ہیں پس جانتے ہو کیونکر ثابت ہوئی۔ **ہشتم**۔ آپ اس رکوع کو دیکھئے ولما ضرب ابن مریم مثلاً سے شروع ہوتا ہے مثل اسکو کہتے ہیں جو بار بار واقع ہو پس انکی خبر مثیل ابن مریم کی طرف پھرتی ہے جو قریب قیامت آیا ہے اگر مثل نہ ہوتا تو آگے لما جاء عیسیٰ نہ فرماتا ... **نہم** انک کی ضمیر قرآن کی طرف ... اس سورۃ کی ابتدا ... انا جعلنٰہ قرآناً عربیاً ہو ... پھر لے

انا فی ام الکتب فرمایا پھر انہ لذکر لک و لقومک فرمایا بعد حضرت موسیٰ اور اس کے دشمنوں کی ہلاکت کو ذکر کیا پھر ابن مریم کا ذکر کیا پھر و انہ لعلم للساعۃ سے قرآن مجید کو ذکر کیا اور اس قرآن کو یہ جانا کہ اس میں قیامت کے نشانات قیامت کے دن قیامت کے احوال ہیں علم للساعۃ فرمایا اور اسکی اتباع کو صراط مستقیم فرمایا جیسا کہ اس سے پہلے فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم میں اسی طرح قرآن کو صراط مستقیم فرمایا ہے اور قرآن مجید کی طرف ضمیر پھیرنے میں ہم بھی متفرد نہیں بلکہ اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے ملاحظہ ہوں چند حوالے۔ ۱۔ تفسیر معالم التنزیل قال الحسن و جماعۃ و انہ یعنی و ان القرآن ۲۔ تفسیر فتح البیان۔ الضمیر للقرآن فان فیہ دلالۃ علیھا ۳۔ تفسیر غرائب القرآن۔ قیل الضمیر فی و انہ للقرآن و فیہ ثبوت الساعۃ ۴۔ تفسیر بیضاوی۔ الضمیر للقرآن فان فیہ الاعلام بالساعۃ ۵۔ تفسیر روح المعانی۔ و عن الحسن و قتادہ و ابن جبیر ان ضمیر فی و انہ للقرآن

حاشیہ یہ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں نزول ابن مریم من السماء حدیث صحیح لکھی ہے

ینزل کیساتھ من السماء کا لفظ نہیں

اسی ہو تو آپ نے ینزل عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ من السماء کی زیادت کا ذکر کتاب الاسماء والصفات سے روایت کیا ہے مگر ہم ذکر کر چکے ہیں پہلے آیات و صحیح احادیث و اجماع صحابہ کرام و شہادت بزرگان اسلام سے دکھا چکا ہوں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے اور مرنے والے دنیا میں واپس نہیں آیا کرتے تو اب ان تمام بینات کے مقابل میں طبقہ چہارم کی ایک حدیث پیش کرنا کہاں تک قرین انصاف ہے جبکہ من السماء سے یہ ثابت بھی نہیں ہو سکتا کہ واقع میں آسمان سے ہی آئے گا۔ دیکھئے آیت ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء اور پھر مائدہ حضرت عیسیٰ کیلئے مقام مرقومہ سے نازل نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح بارش کے لئے وانزل من السماء ماء حالانکہ سب جانتے ہیں کہ بارش

پہلوؤں کو اسکی پیدایش ... تھوڑا ہی زمین سے بلند ہوسکتے ہیں۔ گویا ابن مریم کا آسمان
سے آنا بیان کرتے ہیں دیکھو یہ حدیث کہ گو کہ میں آسمان پر سے اسلئے نہیں اترا کہ بیچ میں
پر جہاں کی مرضی پر چلیں حالانکہ وہ مریم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ اصل میں زمینی نہیں
ہوئے وہ آسمان والے ہی کہلاتے ہیں اور چونکہ مسیح نے آسمانی تعلیمات سے رنج بھر کر
نازل ہوا تھا اسلئے انکو آسمان کو اترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا یہ بات تو شرع کی ہے
وہ من السماء کی زیادت احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں کتاب الاسماء والصفات میں حدیث
یوں ہے اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال انا ابوبکر بن اسحٰق قال ان ابی
ہریرة قال قال رسول اللہ صلعم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء
فیکم وامامکم منکم رواه البخاری فی الصحیح عن یحییٰ بن بکیر اخرجه
مسلم من وجه اخر عن یونس صفحہ ۴۰۱ جس کو صاف ظاہر ہے کہ امام بیہقی
نے اس حدیث کا اسناد بخاری و مسلم کو دیا ہے اب تمام جہان کی بخاری و مسلم دیکھو ان
میں من السماء کہیں نہیں اگر کسی طبع والے نے اپنا خیال بطور تفسیر کر دیا ہو تو اور
بات ہے جب اصل میں من السماء نہیں تو نقل میں کیسے آسکتا ہے جو مطابق اصل نہیں
بخاری مسلم دنیا میں موجود ہیں انکے دیکھنے سے فیصلہ ہوسکتا ہے اگر کتاب الاسماء والے کی
اپنی روایت ہوتی تو ہم اسپر مخالفانہ طرز میں بحث کرتے مگر وہ کہتا تو رواه البخاری
فی الصحیح و اخرجه مسلم کا حوالہ اپنی روایت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے اور
بتا دیا کہ یہ حدیث میں نے ان کتابوں کی لی ہے اب ان کتابوں کو کھولکر دیکھیے کوئی من السماء

---

۱ بخاری جلد اول ... نزول عیسیٰ بن مریم میں یہ حدیث یوں ہے حدثنا ابن بکیر حدثنا اللیث
عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان ابا ہریرة قال قال رسول اللہ صلعم کیف
انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم دیکھئے وہی راوی ہیں بیہقی نے بیان کئے پھر حیرت ہے
کہ من السماء کا لفظ کہاں سے آگیا ۔

نہیں۔ ایک بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ نزول تو نزول ہی ہے اگر امام مسلم سے مراد مہدی ہے
تو کیا وہ بھی آپ کے عقیدہ میں آسمان ہی سے نازل ہونگے۔

ساتواں پرچہ آپنے بارہ ثبوت حیات میں مجھے تفسیر ابن کثیر کی ایک حدیث کی طرف بڑے
زور سے توجہ دلائی اور کہا یہ مسند امام احمد حنبل کی ہے

جواب۔ میں نے صفحہ ۲۰ فتح البیان کے حاشیہ تفسیر ابن کثیر کو پڑھا ہے میں حیران ہوں کہ
آپنے اس میں کیا دیکھا جس سے میرے مخالف نوائی ہو

آسمان پر قتل دجال کا مشورہ

اول یہ حدیث یوں شروع ہوتی ہے قال احمد حدثنا ھشیم بن العوام
بن حوشب۔ قال احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث امام احمد حنبل کی
نہیں بلکہ ایزا دات قطیعی سے ہے جسے محدثین نے قبول نہیں کیا اسلئے حجت نہیں دوم
اس میں لیلۃ المعراج کا ذکر ہے اور رسول کرم صلعم فرماتے ہیں لقیت لیلۃ اسری
بی ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام فتذاکروا امر الساعۃ جس
سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں بزرگ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اکٹھے کسی مکان
میں موجود تھے پہلے دو تو آپکے نزدیک بھی وفات یافتہ ہیں اور وفات کے بعد انبیاء کا مقام
یقیناً جنت ہے پس حضرت عیسیٰ جو آپکے نزدیک ابھی زندہ ہیں اور چوتھے آسمان میں ہیں وہ
مردوں کے گروہ میں کیونکر شامل ہوئے پھر جنت کے بارہ میں تو آیا ہے وما ھم منھا
بمخرجین۔ مگر وہ ... سوم اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے
اور وہ جسد عنصری اتریگا۔ بلکہ صرف اتنا ہے وفیما عہد الی ربی عزوجل
ان الدجال خارج ... اور ہم مانتے ہیں کہ مسیح کی روحانیت نے نزول کیا اور وہ بروزی
رنگ میں ظاہر ہوئی اس مقام پر آپ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹،۵۰۰ کا اقتباس بھی پڑھیں
حضرت اقدس فرماتے ہیں میں اور مسیح ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں پس یہ مسیح دلائل و
شاہدات کی دو چھریاں لیکر آیا اور دجال اسے دیکھتے پگھلنے لگا۔ چہارم ہم کہتے ہیں

کہ لیلۃ المعراج میں تو حضرت نبی کریم صلعم کو اسلام کی آئندہ ترقیات کا نظارہ دکھلایا گیا تھا جس
اس میں مامت بنی یا لا تفسیر امتی کے مطابق وہ موعود مسیح بھی دکھلایا گیا۔ جو
آخری زمانہ میں آنیوالا تھا۔ آپ فرمائیے آپکے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ مسیح جسے آسمان پر دیکھا
وہ ناصرت کے رہنے والا تھا اور قادیان کا نہیں تھا۔

حدیث کا مضمون تو صرف اسی قدر ہے کہ وہاں قیامت کے بارہ میں گفتگو شروع ہو گئی
عیسٰے نے کہا اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں اللہ نے مجھے فرمایا کہ دجال نکلیگا اور میرے پاس
دو چھڑیاں ہونگی جب مجھے دیکھیگا تو سیسہ کی طرح پگھل جائیگا۔ اللہ اسے ہلاک کریگا یہاں تک
کہ حجر و شجر بھی گواہی دینگے کہ میرے نیچے کافر ہے یعنی کافروں کو وہاں سے سوائے گریز کے
کوئی چارہ نہ رہیگا۔

آٹھواں یہ کہ ابن عساکر ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ نزل عیسیٰ بن مریم من السماء
اسیکو مجاہد و در منثور۔ اتقان متوفیک و رافعک میں تقدیم و تاخیر ہے اور یہ کہ ابن عباس
نزول ثانی کے قائل ہیں اور موتہ کی ضمیر مسیح کی طرف پھیرتے ہیں جو چند روایات پیش کی ہیں جن
میں تقدیم و تاخیر ہے **جواب** اول ان در منثور وغیرہ تصانیف امام سیوطی کے بارہ میں
مجالس ناظم و تسلیم الارشاد سے اقتباس دیئے ہیں ملاحظہ فرمائیے **دوم** حضرت ابن عباس
کی روایات کے متعلق مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں جن سے آپکو معلوم ہوگا۔ کہ
ابن عباس سے روایات کا لینا آسان نہیں

ابن عباس کے آثار کے متعلق حقیقۃ الامر | مجمع البحار کے صفحہ ۵۰۳ پر لکھا ہے۔ فی المقاصد قال احمد ثلث
كتب ليس لها اصول المغازي والملاحم والتفسير فاما
كتب التفسير فمن اشهرها كتابان للكلبي ومقاتل بن سليمان ...
وقال احمد في تفسير الكلبي من اوله الى آخره كذب لا يحل النظر
فيها ... وفي الاحاديث هنذه ومناكير سيما عن ابي صالح عن ابن

مات سنة ست واربعین ومات وادهی طرق تفسیر ابن عباس طرق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیه محمد بن مروان السدی الصغیر فهی سلسلة الکذب یعنی سلسلۂ کذب میں شمار ہوتا ہے
کشف الظنون صفحه ۲۹۵ واما ابن عباس . . . وقد روی عنه فی التفسیر مالا یحصی کثرة لکن (۱) احسن الطرق عنه طریق علی بن طلحة الهاشمی المتوفی فی سنة ۱۴۳ واعتمد علی هذه البخاری فی صحیحه (۲) ومن جید الطرق عنه طریق قیس بن مسلم الکوفی المتوفی سنة ۱۲۰ عن عطاء بن السائب طریق ابن اسحاق صاحب السیرة (۳) واوهی طریقه طریق الکلبی عن ابی صالح والکلبی هو ابو النضر محمد بن السائب المتوفی بالکوفة سنة ۱۴۶ فان انضم الیه روایة محمد بن مروان السدی الصغیر المتوفی سنة ۱۸۶ فهی سلسلة الکذب (۴) وکذلک طریق مقاتل بن سلیمان بن بشر الازدی المتوفی سنة ۱۵۰ . . .
(۵) وطریق الضحاک بن مزاحم الکوفی المتوفی سنة ۱۰۲ عن ابن عباس منقطعة فان الضحاک لم یلقه . وان انضم الی ذلک (۶) روایة بشر بن عمارة فضعیفة لضعف بشر (۷) وقد اخرج عنه ابن جریر وابن ابی حاتم وان کان من روایة جویبر عن الضحاک فاشد ضعفا لان جویبرا شدید الضعف متروک ۔ کشف الظنون مسند احمد کا حاشیہ اس روایت طرق کا ذکر موجود ہے بطریق حیوانیات فی ضبط الکرامی والبارکت شتیم الارشاد کے صفحہ ۴۰ پر ہے اور اسکے ساتھ لکھا ہے هذا طرق تفسیر ابن عباس جیدها وردیها فقلناها مرتب ومیزنا غثها من ثمینها یفتر کل احد بنسبتها الی ابن عباس فان لابن عباس منزلة فی تفسیر القرآن لا تضاهی ولیس کل من روی عنه ثقة

لحقنا فی روایۃ بل فیھم الضعیف والکذاب فینبغی لمن نقل شیئًا من
ابن عباس فی التفسیرات ویتبین الطرق التی روی ذا منھا فان کانت
من الطرق الجیدۃ اعتمدھا والا ردھا (التعلیم والارشاد صفحہ ۲) یعنی ہر ایک
بات جو ابن عباس سے روایت کی گئی ہو صحیح نہیں ہو سکتی بلکہ ان میں ضعیف وکذاب بھی
ہیں بلکہ جو ابن عباس کی کچھ روایت کرے اسے چاہیئے کہ وہ سلسلہ روایت بھی بیان کرے
اگر اچھے طرق سے ہو تو مقبول ہو ورنہ مردود **سوم** نزول ثانی کے تو ہم بھی قائل ہیں مگر
وفات و حیات مسیح کے قائل نہیں اسلئے حضرت ابن عباس کے نزول ثانی کے قائل ہونے
سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ وفات مسیح کو نہیں مانتے **چہارم** لیؤمنن بہ قبل موتہ میں
کی ضمیر مسیح کی طرف پھیرنا گمراہی ہے حیات مسیح کیونکر ثابت ہوئی کیونکہ وہ واقع صلیب
سے اہل کتاب تمام ہیں مسیح کی حقیقی موت سے پہلے ہو۔ پنجم (ب) آپنے قسطلانی کے
حوالے لکھا ہے کہ ابن عباس کی بسند صحیح مروی ہے قبل موتہ کی ضمیر عیسےٰ کی طرف پھرتی
ہے مگر قسطلانی صفحہ ۲۹۹ کو دیکھا ہے اسکی عبارت یہ ہے وبھذا جزم ابن عباس
فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریر کی بنا پر سب کچھ لکھا ہو لیکن ابن جریر میں ہرگز سند صحیح
کا لفظ نہیں بلکہ صفحہ ۱۲ ابن جریر میں زیر آیت ان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ
قبل موتہ سے پہلے لکھا ہے اختلف اھل التاویل فی معنی ذلک فقال بعضھم
معنی ذلک یعنی مفسرین نے اسکے معنوں میں اختلاف کیا ہے اسکے بعد ابن عباس کی
تین روایتیں کہ قبل موت عیسےٰ کے بارے میں ہیں تو تین روایتیں ابن عباس
کی قبل موت کتابی کے معنے کی ہیں فہرست ملاحظہ ہو

۱۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن سفیان عن ابی حصین قبل موتہ قبل موت عیسےٰ	۱۔ قال ابن عباس لو ضربت عنقہ لم تخرج نفسہ

۲۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن سفیان عن ابن حصین قبل موتہ قبل عیسے

۳۔ حدثنی محمد بن سعد ابی عمی ابی عن ابیہ عن ابن عباس قبل موتہ قبل موتہ عیسے

۴۔ حدثنی عبد اللہ بن صالح حدثنا معاویۃ عن علی عن ابن عباس قبل موتہ قبل

۲۔ عن عکرمہ عن ابن عباس لا یموت ایہودی حتی یشہد ان عیسے عبد اللہ ورسول اللہ

۳۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ... ان عیسے عبد اللہ ورسولہ

۴۔ عن عکرمہ عن ابن عباس " " " "

۵۔ عن علی عن ابن عباس " " " "

۶۔ حدثنا ابن وکیع " " " "

اور بعض نے یہ معنی کئے ہیں کہ سیدنا محمد صلعم پر ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا وقال اخرون معنی ذلک وان من اھل الکتب الا لیومنن بمحمد صلی اللہ قبل موت الکتابی ۲۔ عن حمید قال قال عکرمہ لا یموت النصرانی ولا الیہودی حتی یومن بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور سعید بن جبیر کا ذکر قسطلانی نے کیا ہے اس سعید بن جبیر سے اسکے خلاف روایت ابن جریر میں موجود ہے

(صفحہ ۱۲ ابن جریر) حدثنا ابن وکیع قال حدثنا ابی عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔ ان من اھل الکتب قال قبل موت عیسے

حدثنی اسحق عن ابراھیم بن حبیب بن الشہید قال ثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اھل الکتب ... ھی فی قراءۃ ابی قبل موتہم لیس یہودی یموت ابداً حتی یومن بعیسی قیل لابن عباس ارءیت ان خر من فوق بیت قال یتکلم بہ فی الہواء

پنجم: ایسا ہی آپ در منثور جلد ۲ میں بہ طرق متعددہ حضرت ابن عباس کی روایت ذکر کی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کتابی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے آپ تفسیروں پر ایمان لانے والے اسکا انکار کیونکر کرسکتے ہیں اور اگر اسکے خلاف کوئی روایت ہو تو پھر بھی اطلاق حجت نہیں پیش کرسکتے

تقدیم تاخیر

ششم: ان تقدیم و تاخیر کے بارے میں عرض ہے کہ آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ علم بلاغت میں کسی نکتہ کے سبب سے تقدیم و تاخیر جائز ہے یہاں کونسی ایسی بات ہے بلکہ مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ یہ وحی حضرت عیسیٰ پر اس وقت ہوئی جب انکے اٹھانے کے درپے تھے اس وقت رافعک مقدم ہونا چاہیئے تھا کہ عیسیٰ پریشانی ہو جاتی ہے سینے میں تجھے بجسدہ العنصری اٹھاؤنگا ذکر متوفیک کو کہ یہود بالغرض اگر قتل بھی کرتے تو توفی کی نسبت خدا ہی کی طرف کیجاتی فاعل حقیقی اسی کی ہے (ب) پھر رافعک کو تو پہلے کرلیا اب متوفیک کو رکھئے کہاں رکھتے ہو آیت تو یوں ہے اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ رفع بھی ہو چکا اور کفار کی صحبت سے بھی پاک ہو گئے مسیح کے پیرو بھی کفار پر فوقیت رکھتے ہیں اب اسکے بعد متوفیک الی یوم القیمۃ تو شاید الی یوم القیمۃ کے بعد متوفیک رکھیں تو معنی ہونگے کہ قیامت کے بعد مرینگے

فٹ نوٹ (۱) اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس قبل موتہ [illegible] و سعید بن منصور و ابن جریر و ابن المنذر عن ابن عباس [illegible] فی قراۃ ابی قبل موتہم [illegible] اعتراض [illegible] (۲) [illegible] و اخرج ابن جریر عن ابن عباس [illegible] (۳) اخرج ابن المنذر عن ابن عباس [illegible] (۴) اخرج [illegible] ابن المنذر عن ابن عباس (۵) اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن ابن عباس [illegible] بن عیسیٰ

آیات میں کوئی مقدم مؤخر نہیں

(ترجمہ) جو آیات آپ نے پیش کی ہیں ان میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں بلکہ ہر ایک اپنے موقع پر ہے

پہلی آیت ۱۔ واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ پ ۲ ع ۶

جنت تو مغفرت کا ثمرہ ہے اس میں جنت مقدم ہے مغفرت مؤخر **جواب** آپ غور فرمائیں فی الجنۃ نہیں بلکہ یدعوا الی الجنۃ ہے یعنی اسباب جو جنت کی طرف بلاتے ہیں اور وہ تو مغفرت سے بہر حال اول ہی ہیں اللہ نے جنت میں پہنچانے کے لئے انبیاء کتب و غیرہ اسباب نازل فرمائے۔ یدعوا بتاتا ہے کہ دعوت الی الجنۃ کے بعد مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ دوم جنت کے بعد بھی مغفرت کی طلب کیونکہ آیت پڑھئے یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیئ قدیر۔ فرشتے جب جنت میں داخل ہو چکے تو پھر ۔ اغفر لنا کہنا ہے مغفرت و ایمان کے بہت سے درجے ہیں اور انسان کی ترقیات کی انتہا نہیں

دوسری آیت ۲۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ پ ۴ع۳ حالانکہ ایمان مؤخر ہے۔ حالانکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں **جواب**۔ یہ واؤ حالیہ ہے یعنی تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو حالانکہ تم خود بھی ایمان پر قائم رہو ورنہ ہو کہ دیگر ان را نصیحت خود را فضیحت۔ پیشک ایمان کے بغیر عمل قبول نہیں تو کیا اس امر بالمعروف کے وقت بھی ایمان چاہئے یا نہیں کیونکہ جب تک کوئی ایمان والا خود بے ایمان ہو تو امر بالمعروف کرتا ہے تو بیکار ہے یہ دونو امر ویک وقت کے ہیں

تیسری آیت ۳۔ وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ پ ۱ تو وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا (پ ۹) سجدہ کا حکم دخول باب سے مقدم بھی ہے مؤخر بھی **جواب** سجدہ کا حکم دخول باب سے ہرگز مقدم نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں سجدا ہے یعنی باب میں داخل ہوتے ہوئے سجدہ کرو یوں کہنا چاہئے کہ حالت

مقدم بھی ہو اور مؤخر بھی اسکا جواب سنو کہ ہم بھی ہر روز سجدہ کرتے ہیں اور اس میں مغفرت طلب کرتے ہیں پس سجدہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی بتا دیا اس میں کیا کہو **سوم** یہ خطاب ایک قوم سے ہو اور قوم میں دونوں قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جن پر نیکی غالب ہو ایک جو گناہوں میں گرفتار ہوں پس ایک گروہ کے حسب حال پہلی ہدایت ہو اور ایک کے دوسری عبادت کی توفیق چاہنے کے لئے بھی توبہ کی ضرورت ہے جو گناہ آلودہ زندگی بسر کرتا ہے اسے سجدہ کی توفیق نہیں ہو جاتی اور دوسرے گروہ کو بھی استغفار ضروری ہے تاکہ انکے اعمال کسی وجہ سے حبط نہ ہو جائیں اور توفیق چھین نہ جائے چہارم سجدہ کے معنے تو فرمانبرداری کے ہیں اور انکے استعمال کے مقدم مؤخر ہونیکا کوئی اثر نہیں ۔

پس اس آیت میں بھی کوئی تقدیم تاخیر نہیں تفسیر عزیزی میں ہے لا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل اور دوسری جگہ لا تنفعها شفاعة پر ایک لطیف سر لکھا ہے کہ بعض لوگ مال کو چاہتے اور سفارش سے کام لیتے ہیں اور بعض سفارش مقدم کرتے اور مال پیچھے رکھتے ہیں اسلئے دونوں گروہوں کے حسب حال فرمایا تقدیم تاخیر نہیں ۔

چوتھی آیت والله اخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شيئا وجعل لكم السمع والابصار والافئدة آیت میں خروج از بطن مقدم ہے اور عطاء سمع وبصر وافئدة مؤخر ہے مشاہدہ اور واقع اسکا برعکس ہے۔ **جواب** ۔ اس میں آپنے بیت دھوکہ کھایا ہے سمع اور بصر اور افئدة فرمایا ہے ذکر اذن وعین نہیں سمع و بصر سے تو وہ قوت مراد ہے جس سے سنا اور دیکھا جاتا ہے اور وہ قوت اپنا کام بعد از خروج بطن ہی کرتی ہیں پھر اسماعت پر بطون میں تھی لا تعلمون شيئا کا فقرہ فرمادیا۔ اور پھر انسان بچہ پہلے سنتا ہے اسی لئے افئدة کا ان میں پیچھے آتی ہو پھر دیکھتا ہے پھر سمجھتا ہے اور دین کے بارے میں تو بعد خروج بطن بلکہ بعد از بلوغ دین کی بات سنتا پھر دینداروں کا نیک انجام اور بے دینوں کا بد انجام دیکھتا اور پھر دل میں سوچتا سمجھتا ہے پس یہ آیت بالکل مطابق مشاہدہ و واقعہ ہے

اور کوئی تقدیم تاخیر نہیں

آٹھویں نمبر میں آپنے ابن عباس اور محرف کتب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہو اسکا جواب ہو چکا اب حضرت ابن عباس کے بارے میں صفحہ ۴۲۹ ابن جریر سے نقل کیا جاتا ہے

ابن عباس یہودیوں کی زیادہ قرآن کہتے پہرتے تھے	حدثنا هناد قال ثنا عبیدة بن حمید عن عمار الذهبی عن رجل عن کریب قال دعانی ابن عباس فقال اکتب

بسم الله الرحمن الرحیم من عبد الله بن عباس الی فلان حبر هم سلام علیک فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو اما بعد قال فقلت تبدءه تقول السلام علیک فقال ان الله هو السلام ثم قال اکتب سلام علیک اما بعد فحدثنی عن مستقر و مستودع ـ قال ثم بعث بالکتاب الی الیهودی فاعطیته ایاه فلما نظر الیه قال مرحبا بکتاب خلیلی من المسلمین فذهب بی الی بیته ففتح اسفاطا له کبیرة فجعل یطرح تلک الاشیاء لا یلتفت الیها قال قلت ما شانک قال هذه اشیاء کتبها الیهود حتی اخرج سفر موسیٰ قال فنظر الیه مرتین فقال المستقر الرحم قال ثم قرا و نقر فی الارحام ما نشاء و قرء و لکم فی الارض مستقر قال مستقر فوق الارض و مستقر فی الرحم و مستقر تحت الارض حتی یصیر الی الجنة او الی النار (ابن جریر جلد ۷) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک یہودی کو ایک آیت کے معنے پوچھ بھیجے اور اسے سفر موسیٰ کی بنا پر معنے کئے اور آپ ان کی روایات پر اعتبار نہیں کرتے اور محرف کہتے ہیں حالانکہ جیسا میں لکھ چکا ہوں اکثر مفسرین کا مذہب تحریف لفظی نہیں

ریا کا ثبوت دیا جاتا تھا	پھر آپنے ریا کا ترجمہ پوجا میں ماننے سے انکار کیا ہے اس بنا پر کہ یہ حاشیہ تفسیل میں ہونے سے انکار کیا

اسکے جواب میں عرض ہو کہ یہ ٹھیک تو بہت سی پیشگوئیوں کی بنا پر ہے ملاکی باب ۴ آیت ۵ سے پڑھو تو دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کریگا ٹھیک اس پیشگوئی کی بنا پر انجیل لوقا باب ۱ درس ۱۳ میں ہے فرشتے نے اس کو کہا اے ذکریا مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اسکا نام یوحنا رکھنا ۔ ۔ ۔ اور بہتیرے اسکی پیدائش سے خوش ہونگے لیکن وہ خدا کے حضور بزرگ ہوگا ۔ ۔ ۔ اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو انکے خداوند خدا کی طرف پھیریگا اور وہ اس سے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلیگا کہ باپ دادوں کے دلوں کو لڑکوں کی طرف اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی کی طرف پھیرے کہ خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار کرے

دیکھئے ملاکی نبی کی کتاب میں پیشگوئی ہے اور پھر فرشتہ ذکریا کو بشارت دیتا ہے کہ وہ موعود اب تیرے گھر پیدا ہوتا ہے چنانچہ ملاکی کے آخری الفاظ اور خلاصہ شدہ ہو تو ملاکی کے آخری الفاظ سے اصل تھے میں جس کی تعیین آگیا کہ یوحنا ایلیا کی طبیعت اور قوت میں آنیوالا تھا۔ اسی بنا پر حضرت مسیح نے بڑے زور سے کہا دیکھو متی باب ۱۷ درس ۱۲ میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا ۔ ۔ وے تب شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا۔ اور انجیل میں باب ۱۱ متی میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ انمیں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا ۔ ۔ وے سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو جس کے کان سننے کے ہوں سنے

اب یہ کہنا کہ یوحنا نے انکار کر دیا سو مذکورہ بالا شواہد مسیح اور فرشتہ کے خلاف کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے یوحنا کو وہی اسوقت خبر نہ ہو اور جب مسیح کے فیصلہ کرنے سے مطلع ہوئے ہوں وہ وہم انھوں نے یہ سمجھنے کے لئے کہ میں ہی الیاس نہیں ہوں انکار کیا۔ اور

بتایا بلکہ اسکی خو اور طبیعت اور قوت کے ساتھ ہوں چنانچہ یوحنا باب ۱ ہی میں اس پیشگوئی کا
مصداق اپنے تئیں ٹھہرایا جو الیاہ کے دوبارہ آنے کے بارے میں ملاکی نے رسالہ ۳ میں دی تھی
ہیں میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ ملاکی باب ۳ آیت ۱ میں ہے
کہ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ اور اسی حوالہ سے
متی باب ۱۱ آیت ۱۰ میں ہے پھر تم کیا دیکھنے گئے کیا ایک نبی۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑا
کیونکہ یہ وہ ہے جسکی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیرے آگے
تیری راہ درست کریگا۔ خوب غور کرو ملاکی میں آنیوالے کی خبر دی ہے اسکی صفت بیان کی ہے
تیرے آگے تیری راہ درست کریگا۔ اور مسیح فرماتے ہیں یہ نشان یوحنا میں موجود ہے اور یہ صاف قرار
دیا کہ میں ہی راہ درست کرنیوالا اور پکارنیوالے کی آواز ہوں پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ یوحنا نے
ایلیا کی خو بو اور قوت میں ہونیکا انکار کیا۔ ہاں یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ وہی ایلیا بعینہٖ نہیں بلکہ اس قسم
اور اگر یہود کے نزدیک یوحنا ایلیا نہیں تو پھر مسیح بھی ابتک نہیں آیا

نویں نمبر میں آپنے مسیح موعود کے چند حوالوں میں اختلاف ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) وہ
آسمان کو نازل ہوگا (۲) نزول مسیح کا عقیدہ ہمارے ایمانیات کے جزو نہیں (۳) ایک کیا بلکہ
دس ہزار مسیح آسکتا ہے (۴) ممکن ہے کہ وہ احادیث ظاہری کے مطابق دمشق میں بھی ظاہری
جلال کے ساتھ نازل ہو (۵) (۶) آنیوالا مسیح موعود وہ تضاد میں ہوں (۷) نزول مسیح کا مسئلہ متشابہات
میں داخل ہے (رسالہ ص ۱۸۷۔۱۸۱۔۱۴۷۰۔۲۳۱۔۲۹۴)

جواب۔ آپکے حوالے غلط اور بعض پر افتراء ہے میں ان میں کوئی اختلاف نہیں پاتا حمامۃ
صفحہ ۹۰ و ۹۱ میں آسمان کو نازل ہونیکا کہیں ذکر نہیں اسکی عبارت تو یہ ہے جب حضرت
مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے دوم ...
ہیں اور پھر کوئی اختلاف نہیں تذکرہ ... الکتب ... الایمان نبی کریم کو خطاب ہے اور مسیح موعود تو
اسکا غلام ہے اسے جب تک علم نہ دیا گیا اسنے اپنی عقیدہ بتایا جو عوام کا ہے جب خدا نے علم دیا تو پھر

اصل حقیقت ظاہر کردی اور یہ انکے مفتری نہ ہونے اور بناوٹ سے خالی ہونیکی دلیل ہے (۲) جب
علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حدیث ہو تو پھر ایک کیا ہزار مسیح آسکتا ہے بیشک آسکتے ہیں اور
یہ فقرہ مسیح موعود ہونیکے خلاف نہیں کیونکہ انکے ساتھ موعود کی شرط ہے جو آخری زمانہ میں یکسر
الصلیب ویقتل الخنزیر (درشل) کریگا۔ باقی مسیح کی خوبو رکھنی علماء ربانی ہونے کی ہوگی
(۳) نزول مسیح اور چیز ہے اور مسیح پر ایمان اور چیز بیشک مسیح کے نزول کا عقیدہ ہمارے دین
کے رکنوں سے کوئی رکن نہیں بلکہ ایک پیشگوئی ہے مگر پیشگوئی جب پوری ہوجائے تو ایمان لانا
ضروری ہوتا ہے اور اسکی تکذیب سے رسول کی تکذیب لازم آتی ہے لہذا جب مسیح نازل ہو چکا تو اب
اسپر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے انبیاء پر۔ اس فرق کو خوب سمجھ لیجئے جب ہم
امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ کہینگے تو رسل کی ذیل میں مسیح کو بھی لینگے
لیکن مسیح کے نزول سے پہلے کوئی شخص اگر اس نزول مسیح کے عقیدے پر جو رکن ہے دین کا ایمان
لاوے اور آپ بتائیں اہل سنت کے نزدیک اس آنیوالے مسیح پر ایمان واجب ہے یا نہیں ہے (۴) صفحہ
پر عبارت کا اسوقت انکار نہیں اور اب انکا ہے کہ شاید پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ
سے اور کوئی مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو شاید کو غور سے پڑھیئے یہ تو سب احتمالات
ہیں (۵) صفحہ ۳۹۹ اور ۴۰۰ میں تو یہ عبارت ہے کہ ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے
اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو لیکن ممکن ہے کہ زمانہ حضرت صلعم کو علی سبیل التنزل موسوی کیطرف
متوجہ کرنے کے لئے ہی پر غور کیجئے دوم یہ مسیح موعود کے متبعین سے کوئی ظاہری جلال و اقبال
کے ساتھ اگر پیشگوئیوں کو ظاہری الفاظ میں پورا کریگا تو وہ کام مسیح موعود کا ہی سمجھا جائیگا جیسا کہ
حضرت نبی کریم کے خلفاء کے کام نبی کریم صلعم سے منسوب ہیں
اسی طرح صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷ کے تین مختلف فقرے آپ نے ملا کر ایک فقرہ بنایا ہے
دیکھئے آپنے پہلے لکھا ہوئے میرے دوست مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور
تصور فرمائے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے آئیگا"

پھر آپ نے لکھا ہے صفحہ ۹۰ آیات متشابہات یعنی جن کا سمجھنا مشکل پر مشتبہ ہے۔ انکے ظاہری معانی پر ہرگز زور نہیں دینا چاہیئے کہ درحقیقت یہی مطلب اور مراد خدا تعالےٰ کی ہو بلکہ اسپر ایمان لانا اور اسکی اصل حقیقت کو حوالہ بخدا کر دینا چاہیئے"

اور پھر فرمایا ہے صفحہ ۹۰ "لیکن اگر ہم علم میں ایسے راسخ کے جاویں جو الہامی طور پر ہمیں مستوی راہ دکھلائی جاوے جس سے لوگ مطمئن ہو سکتے ہیں تو پھر کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ایسی آیت یا حدیث کو متشابہات میں داخل رکھیں بلکہ ان حقوقی معنوں کو جو الہام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے ہیں شکر کیساتھ ہم قبول کرینگے" کیا حضرت اقدس کے یہ فرمان آپ پر ایسے زور سے بتایا گیا ہو کہ کسی حدیث یا پیشگوئی کے معنے کر نہیں کسی بات پر اڑنا چاہیئے بلکہ راسخ فی العلم کی پیروی کرنی چاہیئے جیسا کہ اس زمانے میں بعض پیشگوئیوں کے بارے میں جو جھگڑے پیدا ہو رہے ہیں ان میں راسخ فی العلم مسیح موعود کے فیصلہ پر ایمان لانا چاہیئے اور انکا ارشاد جو آپنے حضرت اقدس سے منسوب کیا ہے خود فرماتے ہیں نزول مسیح کا مسئلہ بالغرض متشابہات میں تھا تو بھی راسخ فی العلم نے اسے محکم کر دیا دوم یہ تو طریق تحقیق کا تھا کاش آپ ایسا ہی کرتے کہ اس مسئلہ پر اور بھلا ایمان لاتے اور کم از کم مسیح موعود کی مخالفت ہی سے باز رہتے پھر اس عبارت کہ نکتہ

آنحضرت صلعم سے بڑھکر تفسیر کرنیکا دعویٰ نہیں

اسی نمبر میں آپنے ظاہر کیا ہے کہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۱۰۰ پر حضرت صلعم سے بڑھکر تفسیر بیان کرنیکا اس عاجز کو دعویٰ ہے

جواب پہلے صفحہ ۱۰ کو غور سے پڑھا اور مجھے افسوس ہے کہ آپنے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہے۔ اصل الفاظ نقل کرتا ہوں یہ سچ ہے کہ جو کچھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے معنے بیان فرمائے ہیں وہی صحیح اور حق ہیں مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ جو کچھ قرآن کریم کے معارف آنحضرت صلعم نے **بیان فرمائے** ان سے زیادہ قرآن کریم میں کچھ بھی نہیں۔ خود فرمایا کہ حضور امام منصور ہے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم معارف جانتے تھے ان سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ بیان فرمائے فرمایا ہے اور یہ سچ ہے کہ آپ ہی ایمان سے کہئے کہ اسقدر تفاسیر جو لکھی گئی

ہیں۔ کیا اب کی اب حال ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کی بیان فرمودہ ہیں اگر نہیں تو پھر کیا۔
سچ ہے کہ قرآن کریم کے جو معارف آنحضرت صلعم نے بیان فرمائے ان سے زیادہ قرآن کریم
میں کچھ بھی نہیں خدا تعالیٰ کے کلام کے لئے ضروری ہے کہ اسکے عجائبات غیر محدود اور غیر
متبدل ہوں اور بعض علماء بھی پچھلے زمانے میں ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں انکا اثر اور
وجود پایا نہیں جاتا جیسا کہ صد ہا ایجادات جدیدہ کے خواص اب دریافت ہوتے ہیں۔
پہلے انکا کہاں وجود تھا اسی طرح اس قسم کے حقائق و معارف مخفیہ قرآن کریم میں موجود ہیں
جو ہر ایک زمانہ میں اس زمانہ کی ضرورتوں کے موافق ہیں

بڑا تعجب ہے کہ آپ علماء اکابر کے بعض قول کو تو مردود بیان بتاتے ہیں اور اس بزرگ
کی تفسیر کو تفسیر کرنے والے خلاف صحابہ و تابعین قرار دیتے ہیں جو براہ راست خدا سے علم پاتے ہیں
اور اس تحریر شعرو سی پیرا ہے جس کو وہ کلام نازل ہوا۔ کاش آپ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی
کی یہ عبارت ہی پڑھ لیتے۔ وقد اعطی اللہ تعالیٰ من جاء فی آخر الزمان اجتهد

اهل العصر الاول فان الله اعطى سيدنا وحبيبنا محمد صلى الله عليه وسلم ما لم يعط الانبياء قبله. ثم ورد الله العجب من	پچھلے کو پہلوں سے زیادہ علم دیا گیا

من كثير من المتشددين ينكرون ما اجمع عليه الاولياء ويصدقون
بما وصل اليهم على لسان فقيه واحد وربما يكون استنادهم في ذلك القول
الى قياس ضعيف او شذوذ من القول ... ثم ... فاذا اعصابهم و
مصيبة يأتي الى قبورهم ... الخ یعنی مستعد نے اسے جو پچھلے زمانہ میں ہو وہ
کچھ علم عطا فرمایا ہے جو پہلے زمانہ والوں کو نہیں دیا گیا چنانچہ سیدنا محمدؐ کو وہ کچھ دیا گیا جو
پہلے انبیاء کو نہ دیا گیا اور تعجب ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے تو انکار کرتے ہیں جس پر اولیاء کا اتفاق ہو گیا
اور جو کسی ایک فقیہ کی زبان سے پہنچے اسے فوراً تسلیم کر لیتے ہیں خواہ وہ قول کسی دلیل قیاسی
ضعیف یا شاذ قول پر مبنی ہو۔ یہاں لوگوں کی سخت بدبختی ہے اور پھر لطف یہ کہ اگر کوئی میت

پڑھے تو ابھی علمائی کی قبر کی طرف نظر ہیں جن کی باتوں کو نہیں مانتے باقی رہا یہ کہ حضور مخفور کی
تفسیر اور بیان کردہ معارف و حقائق کو علماء زمانہ نہیں مانتے تو تعجب نہیں کیونکہ فتوحات

علماء مسیح موعود کے منکر ہونگے | مکی جلد ثالث حدیث نواس بن سمعان کے نیچے صفحہ ۳۳۶ میں ہے
اعداء و مقلدۃ العلماء اھل الاجتہاد لما

یرونہ من الحکم بخلاف ماذھبت الیہ ائمتہم کہ مسیح موعود کے دشمن علماء
ہونگے کیونکہ وہ اسکے فیصلے اپنے ائمہ کے خلاف دیکھینگے پھر دیں آیت ان من اھل الکتٰب

ان من اھل الکتٰب کے معنی حضرت خلیفۃ المسیح | الا لیؤمنن بہ کے معنوں میں ہمارا اختلاف ہے کہ کوئی نہیں رہتا ہر کہ ضرور
مسیح موعود پر فاضل امروہی اور خلیفۃ المسیح کے ترجموں میں کیا تناقض

ہے وہ ترجمہ پیش کئے ہیں تو کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا آپکے مفسرین میں اختلاف ہے کہ کی
لیؤمنن کو استعمال کے لئے جاتا ہے کوئی حال کے لئے کوئی موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیرتا ہے
کوئی مسیح کی طرف۔ تفسیر کشاف میں ہے (۱) الا لیؤمنن بہ قبل موتہم (۲) قیل الضمیر
فی بہ یرجع الی اللہ تعالیٰ (۳) قیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب پہلے آپ
اپنے گھر میں فیصلہ کریں۔ ہمارا اعتراضات کے جواب میں جو ان معنوں پر پڑتے ہیں یعنی اگر معنے
کئے جائیں کہ ہر اہل کتاب مسیح کے نزول کے وقت مسیح پر ایمان لائیگا۔ تو بتانا چاہیئے کہ (۱) ان
میں وہ اہل کتاب کس طرح شامل ہونگے جو مسیح سے پہلے مر چکے ہیں اور جو مسیح کے نزول کے وقت
جنگ میں مرینگے ان من اھل الکتٰب سے تو یہ واضح ہو کہ ہر اہل کتاب (۲) دوم یہ کہ تمام
اہل کتاب کا ایمان لانا خلاف ہے آیت فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم
القیٰمۃ کے اور لا یزالون مختلفین کے اور جاعل الذین اتبعوک فوق الذین
کفروا الی یوم القیٰمۃ کے پس اب یہ کیوں کئے جاتے ہیں جس سے یہ بات سے قرآن شریف
لازم آتا ہے

خدا مسیح کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے | نمبر ۱۱ میں آپنے میری اس تقریر پر اعتراض کیا ہے کہ جس میں یہ حق

نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا اور ایسا ہی اور انسان اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہو تو وہ آیت پیش کرنی چاہیئے ۔

اس کو یہ لازم آتا ہے کہ حدیث کی ضرورت نہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے اسلئے کہ قرآن مجید اصل الاصول ہے اسکا میں ایسا اچھا آپ کوئی حدیث کوئی قول کسی امام کا پیش کریں جس کو ثابت ہو کہ خدا تعالےٰ نے عیسیٰ سے بہتر نہیں پیدا کر سکتا ۔ اکمل

محمود بہ حال زار

محمود بہ حال زار کیوں ہو ۔ کیا رنج ہے بے قرار کیوں ہو
کس بات سے تم کو پہنچی تکلیف ۔ کیا صدمہ ہے دلفگار کیوں ہو
مال سوکھ گیا ہے کونسا کھیت ۔ کچھ ہو تو اشکبار کیوں ہو
جب تک نہ ہو کوئی باعث درد ۔ بے وجہ پھر اضطرار کیوں ہو
میں باعث رنج کھیپ ستاؤں ۔ کیا کہتے ہو بے قرار کیوں ہو
دل ہی نہ رہا ہو جس کے بس میں ۔ وہ صبر سے شرمسار کیوں ہو
سب جس کی امیدیں مر چکی ہوں ۔ تندرل میں وہ پھر شمار کیوں ہو
وہ طالع نہ رہا ہو جب دلہن کا ۔ بیچاری کا پھر سنگار کیوں ہو
کاٹے گئے جب تمام پودے ۔ گلشن میں مرے بہار کیوں ہو
آنکھوں میں رہی نہ جب بصارت ۔ دیدار رخ نگار کیوں ہو
جس شخص کا لٹ چکا ہو گھر بار ۔ خوشیوں سے کھلا وہ چار کیوں ہو
اسلام گھرا ہے دشمنوں میں ۔ مسلم کا نہ دل فگار کیوں ہو
باطنی نے کیا ہے جب پریشاں ۔ آئینہ کا اعتبار کیوں ہو
کیا قطع النظر کا ترک دیں سے ۔ دنیا پہ یہ جاں نثار کیوں ہو

ریویوز

الفضل کا خیر مقدم

الفضل بھی تشحیذ جس دن سے نکلا ہے جب سے اس پر چاند کی شان تھا
اور اس کی روحانیت بخش زمینہ عرفان پھر فضل کی تجلیہ میں رہے سے پہلے کو
سالہ ... کا یہ حضرت صاحب الفضل کو جب ہمارے حضرت ... الفضل کی سماعت کے
بارہ میں ... مسیح کی تمام کی ... اور الفضل کی ... اس کا نزول آسمان پر بتلایا گیا کہ مسیح
کی جماعت بھی فضل کی ذریعہ ترقی کرے گی کہ فضل ہی سے اس کی ... سے سوال کی بہشت ... پھر
سورۃ جمعہ میں آخرین منہم لما یلحقوا بہم مسیح کی جماعت کا ذکر فرما کر ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے ذالک فضل
اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم پھر خدا کی آخری کتاب میں بھی فضل ہی کو نجات بتائی
گئی ہے مسیح کے فرزند ... ہم فضل کے ایک ... کے ساتھ فضل کی خبر دی گئی ہے ... اشتہار ... میں بشیر
سطر ... (۱) ... دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام
محمود ہے وہ اگرچہ اب تک ... پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے
اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں ... اور احمق اس کی
باتوں پر ہنستا ہے ... کی آخری ... اس کی ... کہا ... ہوا ...
اعتقاد تھا اس نے اس طرح ... ایک ... بشیر ... دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے ... ہوں
اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ ما یشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ... فروری ... کی پیشگوئی حقیقت میں
دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے کے متعلق ... اس کے ... پیشگوئی ... ذکر ... مصلح
موعود کے حق میں ... کیونکہ ... الہام ... طور پر ... کیا ... ہے ... مصلح
موعود کے حق میں جو پیشگوئی ... شروع ہوتی ہے ... اس کا نام ... الفضل ... رکھا گیا ...
پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی
بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے
یہ فضل کی باتیں ہیں جب ... نام ... ہے ... شک نہیں کہ یہ نام فضل کو ...

[illegible]

[illegible]

کلام محمود

[illegible]

چاول اعجاز نما

[illegible] قل ھو اللہ احد [illegible]

[illegible]

تاج روغن

[illegible]

رسیدات زر

جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب

[illegible] • [illegible]

[illegible] • شیخ محمد [illegible]

۰ اگست [illegible]

[illegible] • محمد امین

[illegible] • غلام محمد

[illegible] • محمد علی

[illegible] • سید غلام [illegible]

[illegible] • حافظ محمد [illegible]

[illegible] اگست [illegible]

جناب منشی [illegible] صاحب

[illegible] • چودھری غلام علی

۱۳ اگست [illegible]

[illegible] • منشی عبد [illegible]

[illegible] • شیخ [illegible]

۱۵ اگست [illegible]

[illegible] • منشی ناظم علی

[illegible] • میاں عبد الرحمن

[illegible] • غلام محمد

۱۲ اگست [illegible]

[illegible] • عبد الرحمن [illegible]

[illegible] • علی محمد

[illegible] • مولا بخش

[illegible] • حکیم [illegible]

۱۹ اگست [illegible]

[illegible] • مولوی [illegible] علی

[illegible] • رحیم بخش

[illegible] • علی محمد

[illegible] • ماسٹر محمد [illegible]

[illegible] • سید [illegible]

۲ اگست [illegible]

[illegible] • غلام رسول

۲۰ اگست [illegible]

[illegible] • ڈاکٹر [illegible] بخش

[illegible] • منشی غلام [illegible]

۲۰ اگست [illegible]

[illegible] • محمد صغیر

[illegible] • سید محمد [illegible]

۲۰ اگست [illegible]

[illegible] • [illegible]

[illegible] اگست [illegible]

[illegible] • جناب عبد الرحمن [illegible]

[illegible] • ماسٹر [illegible]

[illegible] • مولوی محمد دین

[illegible] ستمبر [illegible]

[illegible] • مولوی [illegible] الرحمن

[illegible] ستمبر [illegible]

[illegible] • [illegible] علی

[illegible] ستمبر [illegible]

[illegible] • میاں نور علی

[illegible] ستمبر [illegible]

[illegible] • برکت علی

۱۸ ستمبر [illegible]

[illegible] • [illegible]

[illegible] • غلام [illegible]

[illegible] • [illegible]

۲۲ ستمبر [illegible]

[illegible] • منشی [illegible] الدین

[illegible] ستمبر [illegible]

[illegible] • منشی عبد العزیز

[illegible] • [illegible] بیگ

[illegible] • مولوی [illegible] الدین

۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] جناب غلام احمد صاحب [illegible]

[illegible] - بابو دین محمد - [illegible]

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - شیخ عبد الکریم - [illegible]

۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - مرزا برکت علی - [illegible]

[illegible] - جلال الدین - [illegible]

[illegible] - محمد سلیمان - [illegible]

[illegible] - احمد دین - [illegible]

[illegible] ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء [illegible]

[illegible] - کریم بخش - [illegible]

۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - سید محمد اسحٰق - [illegible]

۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - محمد عبد اللہ صاحب - [illegible]

[illegible] - میاں تاج محمود - [illegible]

[illegible] - خواجہ بشیر الدین - [illegible]

[illegible] - حکیم محمد عبد الجلیل - [illegible]

[illegible] - چراغ دین - [illegible]

۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - فیض الرحمٰن - [illegible]

---

۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - نعمت خان صاحب - [illegible]

[illegible] - رحمت دین - [illegible]

[illegible] - میاں غلام محمد - [illegible]

[illegible] - ڈاکٹر عبد الحمید - [illegible]

[illegible] - شیر محمد خان - [illegible]

[illegible] - داؤد خان - [illegible]

[illegible] - چوہدری فضل احمد - [illegible]

[illegible] - محمد حبیب خان - [illegible]

[illegible] - منشی محمد عالم - [illegible]

[illegible] - حاجی عبد العزیز - [illegible]

[illegible] - محمد حنیف - [illegible]

یکم نومبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - شیخ سلطان محمود - [illegible]

[illegible] - شکر الدین - [illegible]

[illegible] - نبی بخش - [illegible]

[illegible] - میاں روشن دین - [illegible]

[illegible] - خان اللہ محمد - [illegible]

۲ نومبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - کریم بخش - [illegible]

[illegible] - چوہدری غلام احمد - [illegible]

[illegible] - سید محمد حسین - [illegible]

[illegible] - بابو عبد العزیز - [illegible]

[illegible] - منشی حبیب الرحمٰن - [illegible]

[illegible] - مولوی کبیر الدین - [illegible]

[illegible] - چوہدری غلام محمد - [illegible]

[illegible] - راجہ محمد اسمٰعیل - [illegible]

[illegible] - ظفر عالم - [illegible]

[illegible] - حکیم عبد الحق - [illegible]

[illegible] - فیروز الدین - [illegible]

[illegible] - بابو دین محمد - [illegible]

[illegible] - میاں عبد العزیز - [illegible]

[illegible] - محمد عبد الصمد - [illegible]

۳ نومبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - مرزا جمیل بیگ - [illegible]

[illegible] - حافظ محمد اسحٰق - [illegible]

[illegible] - بابو محمد شفیع - [illegible]

[illegible] - محمد بخش - [illegible]

[illegible] - عبد الحمید - [illegible]

۴ نومبر ۱۹۳۳ء

[illegible] - عبد السبحان - [illegible]

[illegible] - سرفراز خان - [illegible]

[illegible] جناب چوہدری [illegible] صاحب
[illegible] ۔ مرزا محمد شفیع ۔ [illegible]
[illegible] ۔ نواب [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ سید محمد اسحٰق ۔ [illegible]
[illegible] ۔ حبیب [illegible] ۔ [illegible]
۹ نومبر سنہ
محمد [illegible]
[illegible] ۔ نور الٰہی ۔ [illegible]
[illegible] ۔ چوہدری [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ قاضی [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ قاضی [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] نومبر سنہ
[illegible] ۔ منشی [illegible] بخش ۔ [illegible]
[illegible] نومبر سنہ
[illegible] ۔ مولوی محمد عبداللہ ۔ [illegible]
۱۳ نومبر سنہ
[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]
۱۲ نومبر سنہ
[illegible] ۔ چوہدری [illegible] ۔ [illegible]
۱۱ نومبر سنہ
[illegible] ۔ مرزا برکت علی ۔ [illegible]

[illegible] ۔ سید احمد حسن صاحب ۔ [illegible]
۱۹ نومبر سنہ
[illegible] ۔ مولوی نور احمد ۔ [illegible]
[illegible] ۔ ڈاکٹر اقبال علی ۔ [illegible]
۲۱ نومبر سنہ
[illegible] ۔ سردار محمد [illegible] خان ۔ [illegible]
۲۳ نومبر سنہ
[illegible] ۔ [illegible] طوق ۔ [illegible]
۲۵ نومبر سنہ
[illegible] ۔ محمد امین ۔ [illegible]
۲۷ نومبر سنہ
[illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ سید محمود شاہ ۔ [illegible]
[illegible] ۔ غلام محمد ۔ [illegible]
۱ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ چوہدری [illegible] خان ۔ [illegible]
۳ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ مولوی نور [illegible] ۔ [illegible]
۴ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ شیخ رحیم بخش ۔ [illegible]
[illegible] ۔ گلاب خان ۔ [illegible]
[illegible] دسمبر سنہ
[illegible] ۔ سید محمد [illegible] ۔ [illegible]

۹ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ نذر محمد صاحب ۔ [illegible]
۱۱ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ عبدالواحد ۔ [illegible]
۱۴ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ مرزا برکت علی ۔ [illegible]
[illegible] ۔ عطاء اللہ ۔ [illegible]
۲۲ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ منشی [illegible] ۔ [illegible]
۲۴ دسمبر سنہ
[illegible] ۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل ۔ [illegible]
[illegible] ۔ سید عابد حسین ۔ [illegible]
[illegible] ۔ محمود حسین ۔ [illegible]
[illegible] ۔ کریم بخش ۔ [illegible]
[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ سید محمد [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ مولوی [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ چوہدری [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ مولوی محمد حسین ۔ [illegible]
[illegible] ۔ مولوی محمد علی ۔ [illegible]
[illegible] ۔ خدا بخش ۔ [illegible]

[illegible] جناب عبد العزیز صاحب [illegible]	۱ جنوری [illegible]	۱۰ جنوری [illegible]
[illegible] چوہدری غلام [illegible]	[illegible] ڈاکٹر [illegible]	[illegible] [illegible]
[illegible] منشی [illegible]	[illegible] محمد علی [illegible]	[illegible] گلاب دین [illegible]
[illegible] علی احمد [illegible]	۲ جنوری [illegible]	[illegible] علی احمد [illegible]
[illegible] نظام الدین [illegible]	[illegible] [illegible] علی [illegible]	یکم فروری [illegible]
[illegible] ڈاکٹر حشمت اللہ [illegible]	[illegible] علی بخش [illegible]	[illegible] حافظ احمد دین [illegible]
[illegible] فتح محمد [illegible]	[illegible] جمیل احمد [illegible]	[illegible] حافظ محمد اسحٰق [illegible]
[illegible] مولوی محمد اسمٰعیل [illegible]	۱ جنوری [illegible]	[illegible] منشی عبد العزیز [illegible]
[illegible] عزیز الدین [illegible]	[illegible] نور محمد [illegible]	[illegible] منشی [illegible] [illegible]
[illegible] مولوی کریم بخش [illegible]	[illegible] مرزا [illegible] علی [illegible]	۳ فروری [illegible]
[illegible] چوہدری [illegible] خان [illegible]	[illegible] شیخ یعقوب علی [illegible]	[illegible] مرزا برکت علی [illegible]
سنہ ۱۳	[illegible] جنوری [illegible]	[illegible] غلام مجتبیٰ [illegible]
۳ جنوری [illegible]	[illegible] اکبر علی [illegible]	[illegible] ماسٹر محمد [illegible]
[illegible] جناب مولوی غلام [illegible]	[illegible] عبد العزیز [illegible]	[illegible] منشی سکندر علی [illegible]
[illegible] منشی عبد العزیز [illegible]	[illegible] سید [illegible] حسین [illegible]	[illegible] محمد عبد اللہ [illegible]
[illegible] محمد دین [illegible]	[illegible]	[illegible] عبد الحق [illegible]
[illegible] قدرت اللہ [illegible]	[illegible] بابو [illegible] محمد [illegible]	[illegible] بابو [illegible] [illegible]
[illegible] سراج الدین [illegible]	[illegible] شیخ نور [illegible] [illegible]	[illegible] بابو حیات محمد [illegible]
[illegible] گلاب دین [illegible]	[illegible] محمد [illegible] حسین [illegible]	[illegible] چوہدری [illegible] [illegible]
۸ جنوری [illegible]	۲۲ جنوری [illegible]	[illegible] بابو [illegible] الدین [illegible]
[illegible] رحمت اللہ [illegible]	[illegible] [illegible] حسین [illegible]	[illegible] سید عبد المجید [illegible]

[illegible] جناب مولوی [illegible]	[illegible] حکیم [illegible] حسین [illegible]	[illegible] محمد اسماعیل [illegible]
[illegible] منشی [illegible]		[illegible] میاں محمد [illegible]
[illegible] عطاء اللہ [illegible]	[illegible] عبد السبحان [illegible]	[illegible] منشی محمد [illegible]
[illegible] میاں عبد العزیز [illegible]	[illegible] بخش [illegible]	[illegible] چوہدری [illegible]
[illegible] فروری [illegible]	[illegible] فروری [illegible]	[illegible]
[illegible] حاجی نذر محمد [illegible]	[illegible] عبد الصمد [illegible]	[illegible] محمد رمضان [illegible]
[illegible] چوہدری غلام [illegible]	[illegible] منشی غلام محمد [illegible]	[illegible] عبد اللہ [illegible]
[illegible] مولوی [illegible]	[illegible]	[illegible] عبد العزیز [illegible]
[illegible] محمد شفیع [illegible]	۲۲ فروری [illegible]	[illegible] میاں [illegible]
[illegible] فروری [illegible]	[illegible] مولوی عبد الصمد [illegible]	[illegible] ڈاکٹر [illegible]
[illegible] عبد الرشید [illegible]	۲۳ فروری [illegible]	[illegible] بابو عبد العزیز [illegible]
[illegible]	[illegible] عبد الرحیم [illegible]	[illegible] علی گوہر [illegible]
[illegible] فروری [illegible]	[illegible] حکیم اخوند [illegible]	[illegible] خواجہ [illegible]
[illegible] مولوی محمد [illegible]	[illegible] مارچ [illegible]	[illegible] قاضی عبد المجید [illegible]
[illegible]	[illegible] عبد الحق [illegible]	[illegible] محمد یوسف [illegible]
[illegible] فروری [illegible]	[illegible] امیر [illegible]	[illegible] منشی عبد الرحمن [illegible]
[illegible]	[illegible] مارچ [illegible]	[illegible] غلام [illegible]
[illegible] محمد عثمان [illegible]	[illegible] منشی عبد الحق [illegible]	[illegible] عبد المجید [illegible]
۱۷ فروری [illegible]	[illegible] منشی [illegible]	[illegible] عبد المجید [illegible]
[illegible] حافظ محمد اسحق [illegible]	[illegible] بابو [illegible]	[illegible] محمد ابراہیم خان [illegible]
۱۹ فروری [illegible]	[illegible] بابو [illegible]	[illegible] عنایت اللہ [illegible]

- جناب مستری رحیم بخش صاحب
- ۳ مارچ سنہ
- گل امین
- بابو محمد اسماعیل
- حکیم محمد حسین
- مرزا عنایت
- میاں آغا غنی
- درویش شاہ
- میاں محمد عبدالعزیز
- ڈاکٹر کرم الہی
- شیخ عبدالرحیم
- چوہدری غلام محمد
- شہزادہ سلطان
- مرزا رسول بیگ
- میاں تاج الدین
- بابو برکت علی
- منشی محمد امین
- ۵ مارچ سنہ
- منشی سرفراز خان
- ڈاکٹر بشارت احمد
- بابو عبدالرحمن

- شیخ نور احمد صاحب
- بابو غلام محمد
- شیخ نیاز احمد
- ماسٹر غلام محمد
- مرزا سلطان احمد
- محمد حسین قانونگو
- پیرو بخش
- سیکرٹری انجمن
- فضل الہی
- منشی عبدالکریم
- شیخ مولا بخش
- حاجی کریم بخش
- امیر خان
- محمد حسین
- محمد رمضان
- منشی نظام الدین
- منشی تاج الدین
- میاں عبدالعزیز
- قاضی حبیب
- چوہدری غلام محمد
- شیخ مشتاق حسین

- میاں عبدالرحیم صاحب
- محمد عبدالدین
- میاں تاج الدین
- میاں غنی
- محمد عمرالدین
- خیرالدین
- حافظ فضل محمد
- محمد رشید
- میاں عبدالغنی
- میاں غلام مصطفیٰ
- فتح محمد
- الہی بخش
- میاں غلام حسین
- پیر برکت علی
- مولوی محمد ابراہیم
- حافظ عبدالمجید
- رحمت
- محمد سلطان
- احمد الدین
- سندھی
- مستری

[illegible] جناب ڈاکٹر محمد ... صاحب
[illegible] ۔ صوبیدار محمد ...
[illegible] ۔ محمد عبد اللہ خان
[illegible] ۔ بشیر احمد
[illegible] ۔ میر شیخ رحمت ...
[illegible] ۔ غلام رسول
[illegible] ۔ ماسٹر محمد الدین
[illegible] ڈاکٹر سید محمد اسماعیل
[illegible] ۔ مرزا ولی محمد
[illegible] ۔ عبد الدین
[illegible] ۔ محمد سلیمان
[illegible] ۔ منشی طفیل محمد
[illegible] ۔ میاں رحمت ...
[illegible] ۔ مولوی عزیز بخش
[illegible] ۔ حافظ نور محمد
[illegible] ۔ خداداد خان
[illegible] ۔ منشی غلام رسول
[illegible] ۔ منشی عنایت علی
[illegible] ۔ مولوی غلام نبی
[illegible] ۔ مستری کریم بخش

[illegible] جناب سلطان محمد صاحب
[illegible] ۔ منشی عبد العزیز
[illegible] ۔ بابو محمد شفاعی
[illegible] ۔ بابو عطا محمد
[illegible] ۔ محمد خان
[illegible] ۔ چوہدری برکت علی
[illegible] ۔ منشی غلام محمد خان
[illegible] ۔ میاں کریم بخش
[illegible] ۔ چوہدری میر ...
[illegible] ۔ منشی محمد حسین
[illegible] ۔ شیخ فتح محمد
[illegible] ۔ میاں ...
[illegible] ۔ بابو عطا محمد
[illegible] ۔ ماسٹر عبد العزیز
[illegible] ۔ حکیم خادم علی
[illegible] ۔ منشی محمد ارشاد
[illegible] ۔ مولوی عبد اللہ
[illegible] ۔ شیر بہادر خان
[illegible] ۔ منشی فرزند علی
[illegible] ۔ بابو محمد حیات
[illegible] ۔ شیخ محمد اسماعیل ...

[illegible] ۔ بابو فضل کریم
[illegible] ۔ ... صاحب
[illegible] ۔ محمد الدین
[illegible] ۔ میر احمد حسین
[illegible] ۔ حاجی عبد المجید
[illegible] ۔ منشی غلام محمد
[illegible] ۔ عبد المجید
[illegible] ۔ نواب محمد ...
[illegible] ۔ محمد امین
[illegible] ۔ نبی بخش
[illegible] ۔ منشی ...
[illegible] ۔ میاں غلام مرتضیٰ
[illegible] ۔ صفدر خان
[illegible] ۔ عبد الشکور
[illegible] ۔ منشی عبد القادر
[illegible] ۔ محمد علی
[illegible] ۔ بابو ... خان
[illegible] ۔ علی محمد
[illegible] ۔ میاں غلام محمد
[illegible] ۔ مرزا عبد الرحیم
[illegible] ۔ محمد شریف

بابت ماہ [illegible]	[illegible] منشی غلام محی الدین [illegible]	[illegible] منشی [illegible]
جناب میر [illegible] شاہ صاحب	[illegible] مولوی شیخ محمد [illegible]	[illegible]
ابو منظور [illegible]	[illegible] منشی نظام الدین	[illegible]
میاں [illegible]	[illegible] ابو مظفر احمد	[illegible]
حکیم محمد [illegible]	[illegible] منشی [illegible]	[illegible] میر محمد سعید
قاضی [illegible]	[illegible] میاں علم الدین	[illegible] شیخ محمد یوسف
مولوی [illegible]	[illegible] بابو محمد افضل [illegible]	[illegible] ڈاکٹر [illegible]
ابو [illegible] الدین	[illegible] شیخ [illegible]	[illegible] حافظ غلام [illegible]
[illegible] احمد	[illegible]	[illegible] سید [illegible]
محمد [illegible] خان	[illegible] ڈاکٹر محمد [illegible]	[illegible] حکیم محمد اکرم
حاجی [illegible]	[illegible] بابو [illegible] الدین	[illegible] منشی محمد [illegible] خان
منشی [illegible] بخش	[illegible] حکیم [illegible] احمد	[illegible]
منشی محمد امین	[illegible] محمد [illegible]	[illegible] ابو [illegible]
ڈاکٹر محمد حسین	[illegible] ابو [illegible]	[illegible] ملک [illegible]
سید [illegible]	[illegible] شیخ [illegible] الدین	[illegible] چوہدری [illegible]
منشی کرم [illegible] خان	[illegible] محمد حسین	[illegible] میاں [illegible]
شیخ مظفر [illegible]	[illegible] حکیم محمد [illegible]	[illegible] مولوی غلام [illegible]
سید [illegible] علی	[illegible] محمد یوسف	[illegible] چوہدری [illegible]
عبد الکریم [illegible]	[illegible] مولوی محمد [illegible]	[illegible] میاں [illegible]
قاضی [illegible] الدین	[illegible] مرزا [illegible] بیگ	[illegible] غلام [illegible]
خانصاحب [illegible]	[illegible] عبد الرشید	[illegible] میاں [illegible]

جناب شیخ فتح الدین صاحب

- شیخ محمد الدین
- منشی محمد علی
- منشی محمد امین
- منشی غلام محمد
- میاں رحمت اللہ
- سید رضا حسین
- چوہدری علی گوہر
- چوہدری نظام الدین
- بابو عزیز الدین

مارچ سنہ [illegible]

- بابو محمد اسماعیل
- منشی محبوب عالم
- شاہ دین
- عزیز الدین
- منشی رحمت احمد
- منشی غلام محمد
- منشی احمد علی
- میاں سلیمان
- چوہدری بخشن خان
- محمد بخش
- مولوی محمد یحییٰ

- منشی غلام نبی
- میاں بشیر محمد
- چوہدری نواب علی
- چوہدری غلام محمد
- منشی نور محمد
- مولوی محمد سعید
- غلام رسول
- خان محمد شریف
- عبدالرحمٰن
- حکیم عبدالحی
- شیخ حسین
- حکیم محمد حبیب
- قمر الدین
- احمد دین
- گلبرگ محمد غوث
- رحمت اللہ
- شیخ غلام نبی
- معراج الدین
- میاں عبدالرحیم
- مستری محمد شاہ
- چوہدری سلطان علی

مارچ سنہ [illegible]

- محمد یوسف و محمد حسین
- میاں کرم الٰہی
- عمر الدین
- یعقوب خان
- بابو فخر الدین
- چوہدری کرم علی
- بابو محمد رشید
- مسی بی بی مختار
- چوہدری عزیز خان
- میاں غلام حسین
- میاں حمید الدین
- بابو جلال الدین
- منشی محمد حسن
- منشی غلام احمد
- بابو عبدالرحمٰن
- میاں عبدالرحمٰن
- خیر دین

مارچ سنہ [illegible]

- عبداللہ
- ملک حسن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴   رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اسکے پڑھنے سے آپکا قیمتی وقت جو ضائع ہوگا اُسکے عوض کی بہت سی دوا ملیگی

دو

گرمی کے زمانہ میں یہ دوائیں آپکے دکھ درد کے بچانے کو ہیں

وقت پر آپکی خدمت پورے طور پر بجا لاوینگی

عرق پودینہ

ہماری عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق
بنا ہے، رنگ بھی پتیوں کے ایسا ہے اور
خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے یہ عرق
پیٹ کے ضعیف تک کو ایک آن میں دور کرتی ہے

پیٹ کے ہی درد و مثلی ہے

روتے کو ہنساتی ہے

بد ہضمی ریاحی اسہال کے لئے نہایت ہی مفید
اور اکسیر ہے۔ خفقان ہو جانا، کھٹی ڈکار آنا
درد شکم، بد ہضمی، مثلی، اشتہا کم ہونا
ریاح کی علامت وغیرہ کو فوراً دور کرتی ہے
قیمت فی شیشی ۸ آنہ (۱۰) روپیہ محصول
ڈاک علیحدہ حالات درست ہو قیمت منگا کر دیکھو

سر درد و ریاح درد کی دوا

ہاتھ لگاتے ہی درد سر درد سر اچھا جاتا ہے
اگر لگا جاتا ہے ایسی دوا ہمیشہ کو استعمال
کرتے ہی فوراً آرام ہوتا۔ ڈاکٹر برمن کے
درد کی تحقیق ہے ہی اتفاق وقت کیلئے بنی ہی

درد لحظہ میں پیدا ہو جاتا ہے

لحظہ میں پانی کر دیتا ہے

صرف ہی نہیں بلکہ ہاتھ میں بھی جہاں کہیں ریاح
درد ہو جیسے چمک، ٹیک، ہڈی، کمر
سے جا بہت جس قدر تکلیف ہو جلد دور ہو جاتی
ہے قیمت فی شیشی ۸ آنہ (۲)
محصول ڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵ آنہ
فی شیشی ۲ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

جناب [illegible] اکبر صاحب [illegible]

جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

جناب [illegible] صاحب [illegible]

جناب [illegible]

جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

بری حالت ہے روگ کا گھر کھانسی

Digitized by Khilafat Library

بچے ضعیف ہوں یا کمزور ان کے لئے کھانسی باعث ہلاکت ہے شروع ہی میں اگر کھانسی کی خبر نہیں لی جاوے تو یہ اچھے بھلے آدمی کو ایک دم ضعیف الجثہ بنا دیتی ہے بعدہ اسی سے دمہ اور سل وغیرہ کا مہلک عارضہ ہو جاتا ہے اسلئے کھانسی ہوتے ہی اس کی تدبیر کرنی چاہیئے اور تدبیر بھی بہت ہی سہل ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف و کھانسی کی دوا

ایک شیشی ہر گھر میں رکھئے۔

اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو ختم کرنا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پکا کر گرانا (۴) کف کو نکالنا (۵) سینہ کی جکڑن

سردی کھانسی کیلئے نہایت ہی اکسیر دوا ہے قیمت فی شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible] فی درجن شیشی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے

مہاراجہ دل گنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسٹیٹ براہ [illegible] ضلع سنبل پور سے کہتے ہیں جناب من! آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہو گئی ہے سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی۔ اس وجہ سے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں [illegible] سے مشتہر ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن لمٹیڈ [illegible] تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

نمبر ۶ بابت ماہ جولائی ۱۹۱۳

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

وقت میگزین	اکمل
شمائل مرتضوی	غلام حسین خادم
ویدک دھرم اور سائنس پر ریویو	بابو محمد منظور الٰہی
حدیث خیمہ داری کی تشریح	فاضل امروہی
مجمع کی [illegible]	اکمل

قیمت سالانہ [illegible]

[illegible]

الوقت میگوید زمین

"اس مضمون میں میں نے انبیاء کی شہادات سے ثابت کیا ہے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ
مہدی کے ظہور کا یہی وقت ہے اور ہم ان مشکلات میں ہیں۔ اس سے رسائی مرشد از
غیب بروں آید وکارے بکند۔ یہ مضمون لکھ چکنے کے بعد البدر کا نیا پرچہ آیا۔ اس کا
یہ اقتباس بھی قابل دید ہے:"

غرض فساد روز بروز ظاہر آخر الزمان سے ہے اور ابتدائے فساد جنگ ٹرکی سے ہے اور انتہا اس کی
خروج سفیانی پر ہوگی۔ اور روایات مذکورہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کو غالباً قسطنطنیہ
چھوڑنا پڑے گا۔ اور ایشیائے کوچک میں پہنچ کر وہاں سے قاہرہ کی طرف خروج کریں گے۔ یہ فسادات
و خونریزی اور اہل زمانہ کی موجودہ حالت اور مسلمانوں پر سختی و تباہی کے سوائے
برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے باقی مسلمان جہاں کہیں تکلیف کی حالت میں ہیں
اگر ہندوستان برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ نہ ہو تو ہم پر بھی کیا کیا مصیبتیں نازل
ہو چکی ہوتیں شہادت دے رہی ہے کہ وہ شخص جلد آنے والا ہے جس کے آنے
کے سب منتظر ہیں۔ اور طبیعت زمانہ مقتضی ہے کہ قدرت جلد اپنا کرشمہ دکھائے
اور فراعنۂ زمانہ کی گردن توڑنے کے لئے موسیٰ دوراں و مہدی آخر الزمان کو ظاہر
فرمائے اور تمام مواد فاسدہ کا قلع قمع کر کے دنیا کو عدل و داد سے بھر دے اور
تمام عالم پر قانون الٰہی جاری ہو

علامات ظہور امام آخر الزمان بھی بہت سی شمار کی گئی ہیں۔ جن میں سے سوائے بعض کے باقی
سب کی سب ظہور میں آ چکی ہیں۔

کلام محمود۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا عارفانہ کلام نہایت خوشخط چھپنے کو ملا
پر قیمت ۴ر

ترانۂ اکمل نظم اکمل حصہ دوم ۴ر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء

"الوقت میگوئیڈ زمین"

واشهدوا على الفهم

خدا کا مامور آیا اور اس نے تین حقیقتوں کا اظہار فرمایا

۱۔ قرب قیامت کے نشانات ظاہر ہو چکے اگلے نبیوں نے جس محشر خیز وقت کی خبر دی تھی وہ یہی ہے۔

۲۔ مسلمان اب مسلمان نہیں ہے اور انکا حال ملکی و دینی اعتبار سے یہود ایوں سے بدتر ہو

۳۔ ان تمام مشکلات سے نکلنے اور ان مصائب سے نجات پانیکا ایک ہی طریق ہو وہی کہ کتاب و سنت کا اتباع اختیار کیا جائے اور دین کو دنیا پر مقدم کریں اور تمام مدعیان اسلام ایک امام کے روحانی جھنڈے کے نیچے جمع ہوں کیونکہ سارے فسادوں کی اصلاح مہدی موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر مقدر ہے۔

۴۔ یہ صدی اس امر کیلئے مقرر ہے کہ صاحب الامر ظہور فرمائے

۵۔ وہ وقت خود امام مہدی میں (مرزا غلام احمد قادیانی صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ) جہاں اسوقت باد غفلت کے سرشاروں نے خدا کی طرف پکارنے والوں کی آواز کو نہیں سنا اور شان حقیقتوں کو مانا۔ مگر الحمد للہ کہ ابھی چند سال نہیں گزرے جو عقیدہ سو عقیدہ مخالف اس بات کو مان گئے کہ جو کچھ حضور مظفر نے فرمایا حق ہے

امر اول کی نسبت غیر احمدی کی شہادت آگرہ اخبار ۲۰ مئی ۱۹۱۳ء سے نقل کی جاتی ہے:

قیامت قریب ہے حضور سرور عالم نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت کو قریب سمجھو یعنی مجھ میں اور قیامت میں دو انگلیوں کا فاصلہ ہے اس اشارے کی علماء نے مختلف طریق سے شرح کی ہے میرے خیال میں حضور کا یہ اشارہ ۱۳۰۰ھ کے متعلق تھا اعداد تاریخی کے لحاظ سے بحساب ابجد کل سو گوڈ لیں تو ۵ پیدا ہوتے ہیں۔ دو انگلیاں ا کی شکل میں اکے ۱۳۰ عدد ہوئے اور پھر دو کو معکوس کیجئے تو ال کے ۳۱ عدد ہوئے اسکو صفر سے ضرب کر کے الگ الگ رکھئے تو ۱۳۰۰ھ نکلتے ہیں۔ اور یہی اشارہ قرین ہے کیونکہ تمام آثار قیامت کے اسوقت پائے جاتے ہیں جو احادیث نبوی سے ثابت ہیں ایک علامت یہ ہے کہ فحش زیادہ ہوگا۔ آجکل اس کی کثرت ہے ہر جگہ مسلمان فحش میں مبتلا ہیں قریب کے عزیز دشمن بنجائینگے اسکے کہنے کی ضرورت نہیں جتنا عزیز قریب ہے اسی قدر دشمن قوی ہے ۲۔ امانت داری نہ رہیگی آجکل کوئی مسلمان امین نظر نہیں آتا سینکڑوں مقدمے خیانت کے عدالت میں دائر ہوتے ہیں ۳۔ پانی زیادہ برسیگا پیداوار کم ہوگی یہ ظاہر ہے کہ پانی برستا ہے لیکن گرانی ترقی پر ہے ۴۔ حاکم زیادہ ہونگے امن کم ہوگا۔ ۵۔ اولاد نافرمان ہوگی ۶۔ لڑکیاں

پانی برسیگا ۷ آباد مقام ویران ہونگے ۔ ویران مقام آباد ہونگے ۸ حکم
نماز عیب کر خوانے طبیب بیبیں ہونگے ۹ ۔ شریر لوگ زیادہ ہونگے ۱۰ ۔ لوگ
جھوٹی گواہیاں دینگے ۱۱ ۔ شراب کو شربت کے بہانے سے حلال
سمجھینگے ۱۲ ۔ سود کو تجارت میں داخل کرلینگے ۱۳ ۔ رشوت کو تحفہ سمجھکر قبول
کرینگے ۱۴ ۔ زکوٰۃ دینے میں حیلہ کرینگے ۱۵ ۔ دولتمند کو بزرگ سمجھینگے ۱۶
کم ہنر حاکم مقرر کئے جائینگے ۱۷ ۔ لوگ جھگڑو کی عزت کرینگے ۱۸ ۔ چھوٹوں پر
رحم نہ کرینگے ۱۹ ۔ عام راستوں میں زنا کیا جائیگا ۲۰ ۔ ننگے پاؤں ننگے
بدن والے مفلس چرواہے بڑے بڑے مکان بنائینگے ۲۱ ۔ نااہل رذیل
بسبب خوشامد کمینہ بد ذات حاکم مقرر ہونگے ۔ چھوٹی ذات کے لوگ عالم ہونگے
۲۲ ۔ دیندار لوگ مرنیکی آرزو کرینگے ۲۳ ۔ اکابرین آخر قتل کئے جائیں گے
۲۴ ۔ نیچ ذاتوں کا غلبہ ہوگا ۲۵ ۔ اشراف جاہل سمجھے جائینگے ۲۶ ۔ کمینے
فتوے دینگے ۲۷ ۔ علماء حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہینگے ۲۸ ۔ مزدوری
لیکر قرآن مجید پڑھینگے ۲۹ ۔ لوگ بجائے سلام کے گالیاں دینگے ۳۰
شرفا نیچ ذات کی عورتوں سے دولت کی لالچ میں شادی کرینگے ۳۱ ۔ قرابت
کے حقوق قطع ہو جائینگے ۳۲ ۔ دنیا کی عبادت کا رواج ہوگا ۳۳ ۔
سائل کو خیرات نہ ملیگی ۳۴ ۔ نجوم کا اعتقاد کرینگے ۳۵ ۔ قرآن سے منحرف
ہونگے ۳۶ ۔ عورتوں کی گھروں میں حکومت ہوگی ۳۷ ۔ کپڑے عمدہ دار ہونگے
۳۸ ۔ مسجد سے آمد و رفت کا راستہ نکالینگے ۳۹ ۔ لوگ مسجد میں نماز نہ
پڑھیں گے بلکہ وہاں دنیا کی باتیں کرینگے ۴۰ ۔ میراث تقسیم نہ کرینگے ۴۱
برکت تجارت کی کم ہو جائیگی ۴۲ ۔ ہمسایہ سے بدی کریگا ۴۳ ۔ عورتیں ٹیک
کپڑے پہنیں گی نماز نہ پڑھینگی ۔ میت کی خواہش پر عمل کرینگی ۴۴ ۔ علاد

لوگ تجارت کی غرض سے حج کرینگے ۴۵۔ قرآن کے احکام اٹھا دینگے ۴۶
حاکم فاسق مقرر ہونگے بدکو داں کے مصاحب بنینگے ۴۷۔ معمار شاندار
مکانات بنائینگے ۴۸ مسجدیں مطلا ہیں گی ۴۹۔ رشوت خوری کا بازار گرم ہوگا
۵۰۔ مرد سونیکا زیور پہنینگے ۵۱ قصاص خون کا نہ ہوگا ۵۲۔ قرآن شریف
راگ سے پڑھا جائیگا ۵۳۔ عورتیں گھوڑوں پر سوار ہونگی ۵۴۔ زمین پست
ہوگی۔ دنیا بلند ہوگی ۵۵۔ سنت و فرائض کی پابندی نہ رہے گی ۵۶
لوگ ناشکری کرینگے ۵۷۔ اللہ کی مرگ مفاجات کا زور ہوگا ۵۸۔ لوگ نماز
نہ پڑھیں گے اور چوری کرینگے ۵۹۔ مسجدوں میں تصویریں لٹکائینگے ۶۰
شریک ہوگی عورت مرد کے ساتھ تجارت میں ۶۱ برا کہیں۔ گذشتہ متقدمین
کو ستائیں۔ عزت کرینگے آدمی کی خوف سے ۶۲ جہلا منبروں پر چڑھکر
وعظ کہیں گے اور سود حاصل کرینگے ۶۳ تحصیل دنیا کی غرض سے بیگناہ
قتل ہونگے اور کمینے حکومت کرینگے ۶۴۔ ناچ گانیکا رواج زیادہ ہوگا
۶۵۔ آندھیاں تیز چلینگی ۶۶ بجلیاں گرینگی ۶۷ زمین دھنس جائیگی
۶۸۔ زلزلے آئینگے ۶۹ صورتیں بدل جائینگی ۷۰ آسمان سے پتھر برسینگے

اسوقت ایمان کا سنبھالنا بہت مشکل ہے

اب غور کرنا چاہیئے کہ علامات قیامت سے کونسی علامت ہے جو ظاہر نہیں ہوئی
مرگ مفاجات کا اسقدر زور ہے کہ عیاذاً باللہ طاعون تمام دنیا میں پھیلا ہے سود کو
لوگوں نے جائز کرلیا ہے اور اسکے جواز پر فتوے حاصل کرتے

دوم۔ ایک عیسائی کی شہادت ہے ایک رسالہ نشانات قیامت سے نقل کیجاتی ہے وہ
رسالہ لکھنؤ سے شائع ہوا ہے اور اسکے ٹائٹل پر موجودہ زمانہ کی ریل گاڑی کی تصویر
بنی ہوئی ہے جو قیامت کا سب سے بڑا نشان ہے اور اسکے اندر ایک مضمون ہے جسکا

اقتباس تین نمبروں میں دیا جاتا ہے

نمبر اول قرب قیامت۔ ہماری آنکھوں کے روبرو ایام مصیبت
کا ہولناک منظر پیش ہے اور بیشک علامات قرب قیامت کا دنیا
میں جا بجا نظر آنا ہی اس امر کی صاف شہادت اور بیّن ثبوت ہے۔ کہ
اب خداوند کریم کا یوم عدالت یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ روز
قیامت بالکل قریب آپہنچا ہے جب ہم روزانہ اخبارات کو اٹھا کر دیکھتے ہیں
تو ہماری آنکھیں ہم کو یہی دکھاتی ہیں کہ آجکل کے اخبارات وحشت انگیز
جنگ و جدل اور وحشت خیز واقعات قتل سے پر ہوتے ہیں۔ جو فی الحال چاروں دانگ
عالم میں واقع ہو رہے ہیں اور روز بروز بجائے کمی کے ترقی ہی ترقی ہوتی
جاتی ہے اور یہ عالمگیر آگ بجھتی نظر نہیں آتی۔ دلیرانہ قزاقی کے واقعات
متواتر وقوع میں آ رہے ہیں۔ اسٹرائیک یعنی ایکا کرکے کام چھوڑ دینا اور
تنخواہ کی ترقی کے لیے جھگڑا کرنا تو بالکل عام ہو رہا ہے۔ چوری اور قتل کی
کثرت ہے جن لوگوں کے سر پر شیطان سوار ہے۔ وہ عورت مرد اور ننھے ننھے
بچوں کی جانیں لینا مردانگی تصور کر رہے ہیں۔ اور یہ مظلوم ان ظالموں کے
ہاتھوں سے شکار ہو کر ذبح ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لیے خاموشی کی میٹھی نیند
سو جاتے ہیں۔ یہ تمام واقعات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی آمد اب بالکل قریب ہے۔

نمبر دوم۔ شیطان اپنی قوت جگہ جگہ پر مختلف طرح سے عمل میں لا رہا ہے کہیں
تو حادثے اور مصائب خشکی و تری پر کہیں بڑی بڑی آتش زدگیاں کہیں
آندھی اور ہولناک ژالہ باری کے طوفان تند و تیز ہو رہے ہیں۔ سیلاب طوفان
عظیم برپا کر رہا یا تلاطم اور کہیں زلزلوں کی صورت میں وہ اپنی قوت آزمائی

میں مصروف ہو پہلے تو وہ کھیت کی فصل کو صاف کر دیتا ہے پھر قحط اور اسکے ساتھ ساتھ پریشانی موجود ہوتی ہے جب ہوا کو ہلاک کر جاوے آکو وہ کر دیتا ہے تو ہزارہا جانیں اُس سے فنا ہو جاتی ہیں شیطان کا قہر تو اتنا آفت دہ صورت میں ترقی کر جائیگا یہاں تک کہ انسان اور حیوان دونوں ہی کی ہلاکت ہوگی۔ زمین ماتم کرتی ہے۔ اور پژمردہ ہوئی جاتی ہے۔ . . . . دنیا کے مغرور انسان پژمردہ ہو کر جاتے ہیں۔ زمین بھی اپنے بسنے والوں کے سبب سے ناپاک ہو گئی ہے کیونکہ انھوں نے شریعت کی عدول حکمی کی۔ قانون کو بدل ڈالا۔ اور ابدی عہد کو توڑ ڈالا ہے یسعیاہ باب ۲۴ آیت ۴ و ۵

نمبر سوم۔ لیکن تو اے دانی ایل ان باتوں کو بند کر رکھ اور کتاب پر آخرت کی وقت مہر کر رکھ بہتیرے اس پر سراسر ملاحظہ کرینگے اور دانش زیادہ ہوگی۔ دانی ایل باب ۱۲ آیت ۴ اس آیت کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں دانش کی ترقی ہوگی . . . . علم دو طرح کے ہیں ایک علم روحانی دوسرا علم جسمانی یعنی علم دینی اور دنیوی ہمیں تحقیق کرنا چاہیئے کہ ان میں کیا کیا ترقیاں پیدا ہوئیں اور ہو رہی ہیں

روحانی علم کی ترقی۔ قریب قریب پانچ سو زبانوں میں کلام اللہ بائبل کا ترجمہ ہو کر شائع ہو رہا ہے جس سے کروڑہا بندگان خدا مستفیض و مستفید ہوتے ہیں سنہ ۱۸۰۰ء میں سب سے پہلا انگلی اخبار چھاپا گیا تھا۔ اور اب ہزارہا اخبار ویسے چھاپے جاتے ہیں

دنیوی علم کی ترقی صرف چند نام ایسی چیزوں کے جو گذشتہ صدی میں رائج ہوئیں معلوم کرنے چاہیئں ۱۔ بھاپ جہاز ۲۔ جلانیکا گیس ۳۔ اسپات کا قلم ۴۔ اگنبوٹ ۵۔ دخانی چھاپہ خانہ ۶۔ دستکاری کا ہنر ۷۔ ریل گاڑی ۸۔ سلائی

۹ - تار برقی ۱۰ - فونوگرافی ۱۱ - لائیٹ ۱۲ - سینے کی کل ۱۳ - ٹیلیفون - ۱۴
فوٹوگراف ۱۵ - ریل گاڑی ۱۶ - ٹریم گاڑی - یہ تمام نئی نئی ایجادیں جنکا ہمارے
بزرگوں کے زمانے میں وجود تک نہ تھا اب ہمارے استعمال میں ہیں جیسے
کیسے ان ایجادوں سے اسباب کیسے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور کیسے روز بروز ان میں ترقی
ہوتی جاتی ہے۔ اسکا معقول جواب صرف یہ ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے اور
خداوند تعالیٰ کا فرمان جو حضرت دانی ایل علیہ السلام کی معرفت عطا ہوا تھا
اب پورا ہو رہا ہے

نمبر چہارم - آخری دنوں کی نشانیاں: سورج اور چاند اور ستاروں میں
نشان ظاہر ہونگے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ سمندر اور اسکی لہروں کے
شور سے گھبرا جائینگی اور ڈر کے مارے اور زمین پر آنیوالی بلاؤں کی راہ دیکھتے
دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہیگی۔ اور اسوقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور بڑے
جلال کیساتھ بادل میں آتے دیکھینگے لوقا باب ۲۱ آیت ۲۵ تا ۲۷

جا بجا زلزلے - [illegible] قبل مسیح سے [illegible] تک [illegible] برس ہوتے ہیں
اس عرصہ میں ہر [illegible] برس کے بعد تاریخ میں ایک زلزلہ کا بیان پایا جاتا
ہے یعنی اتنے برسوں میں کم زلزلے ہوئے [illegible] سے [illegible] تک [illegible] بھونچال آئے
یعنی [illegible] برس میں ہر آٹھ برس کے بعد ایک زلزلہ آیا [illegible] سے [illegible]
تک پندرہ برس ہوتے ہیں۔ اس پندرہ برس کے عرصہ میں پچاس بھونچال آئے گویا
ہر سال کے بعد [illegible] سے [illegible] تک تین سال ہوئے جس میں پندرہ
زلزلے آئے یعنی ہر سال پانچ بھونچال لیکن [illegible] میں تمام دنیا میں [illegible] سے
زیادہ زلزلے گورنمنٹ کی فہرست میں درج کئے گئے [illegible] میں ایک لاکھ آدمی
بھونچال سے ہلاک ہوئے سپین کے زلزلہ میں [illegible] آدمی مرے [illegible] میں [illegible]

کے بعد چال ہو دولاکہ آدمی ہلاک ہوئے

سمندر اور لہروں کا شور ۱۸۸۳ء میں آدھی رات کے وقت میں گاپو وں کے باشندے پانی پانی کہکر چلا اٹھے اور سمندر کی زور آور لہروں نے ان کا ان تینوں جزیروں کو سمندر کے پانی سے بھرا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ... ۴۰۰۳ باشندوں میں سے ۱۵۰۰ آدمی آنتو صرف وہی لوگ بچے جو اونچے اور اونچے درختوں پر چڑھ گئے تھے

(۸) ۱۸۸۷ء میں چین وادی ... میں ایک لہروں کا سیلاب آیا جس سے ۰۰۰... جانیں تلف ہوئیں اور چھ کروڑ روپیہ کا مال اسباب برباد ہوا۔ ابھی چند سال ہوئے کہ امریکہ کا ایک بہت بڑا شہر جسکا نام گالوسٹین تھا۔ ایک بڑے بھاری سیلاب سے غارت ہوگیا چونکہ اسکو بہت زمانہ نہیں گزرا ہے اسلئے یہ واقعہ بیشتر کو یاد ہوگا۔ اس سیلاب عظیم سے ہزار ہا انسان ہلاک ہوئے اور کروڑہا روپیہ کا نقصان ہوا۔ ایسی آفتوں پر غور و خوض کرکے کون کہہ سکتا ہے کہ مسیح کی بابت یعنی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتی ہیں

جگہ جگہ کال اور مری تواریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ۱۰۶۹ء سے اب تک ۳۵۰ کال پڑ چکے ہیں جس میں سے ۴۰ یا کچھ زیادہ ہندوستان میں پڑے ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۰ء کے قحط میں ہزارہا انسان اس ملک میں بھوک سے مر گئے اور قریب قریب ہر سال کہیں نہ کہیں ہندوستان میں قحط موجود رہتا ہو لیکن ان آخری دنوں میں ساری قوموں میں بڑی جنگ ہوگی اور اس جنگ میں جو سخت کال پڑیگا اسکے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں

(۲) چاروں طرف بیضہ، چیچک، بخار اور طاعون موجود ہیں جن سے ہر سال لاکھوں جانیں تلف ہوتی ہیں اور یہ ایک خاص نشان ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کی آمد اب بالکل ہی نزدیک ہے۔

امر دوم کے لئے میں مسلمانوں کے معتبر و مستند پرچہ وکیل ۱۰ رجون ۱۳ء سے ایک اقتباس دیتا ہوں

اسلام کے اصل جوہر کو ہم موجودہ مسلمانوں کی عام حالت میں تلاش کرنا چاہیں تو یک نکتہ رس دماغ فوراً پکار اٹھیگا کہ کیا تو اسلام میں کوئی خوبی موجود نہیں ہے یا یہ مسلمان کہلانیوالے لوگ اسلام کے پیرو نہیں ہیں اور ایک راز بلند آہنگی کیساتھ اسکی تائید کریگا حقیقت یہ ہے کہ متبعان ملت بیضا نہ صرف سیاسی حیثیت سے بلکہ اخلاقی تمدنی اور معاشرتی لحاظ سے بھی روز بروز ذلیل ہوتے ہوتے جاتے ہیں لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اسلام ان خوبیوں کا مبرا ہے جن کا اسکو سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے بلکہ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیمات قرآنی اور ارشادات نبوی پس پشت ڈالدیا ہے اور وہ صرف برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں

دوسری شہادت ضیاء الاسلام مراد آباد کی ہو

قرآن شریف کی بشارت تو ہمارے واسطے یہ ہے فان حزب اللہ ھم الغالبون مگر آج جو ترکی کو نقصان و ہزیمت پہنچ رہی ہے تو کیوں قرآن کی یہ ہی ہے سنو ارشاد ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین اگر تم ہی غالب رہوگے اگر ایماندار مسلمان ہوگے ترکوں میں ایمان نہیں ملا انہیں خوف خدا نہیں ما وہ جانتے ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ انکو خبر ہی نہیں کہ ہمارے فرائض کیا ہیں انکو اتباع شریعت سے کچھ واسطہ ہی نہیں

امر سوم کے لئے میں زمیندار ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۳۱ھ سے مولانا محمد سعید آفندی استنبولی کی شہادت نقل کرونگا جنھوں نے بتحریک ایڈیٹر زمیندار ایک مضمون اسباب تنزل اور اسکے علاج پر لکھا ہو وہ فرماتے ہیں کہ عرب مختلف قبائل تھے اور ان میں مختلف

پڑھا ہوا تھا اور انتہائی درجہ کی جہالت تھی لیکن جب سید کائنات فخر موجودات مبعوث ہو کر تو عداوت محبت سے بدویت مدنیت سے فقر وسعت معیشت سے بدل گئے اور یہی قوم جو سخت تنزل کی حالت میں تھی روم و ایران ایسی عظیم السطوت سلطنتوں پر قابض ہو گئی اور انکی فتوحات کا دائرہ ایشیا وسطی اور یورپ جنوبی تک پہنچ گیا۔ پھر انہوں نے تجارت صنعت زراعت کتابت۔ طبابت غرض ہر علم و فن میں ترقی کی۔ اسی طرح مسلمان اب بھی ترقی کرینگے تو اسی راہ سے کہ شریعت مطہرہ کو اپنا دستور العمل بنا لیں۔ اصل الفاظ انکے یہ ہیں

تعالی ملت اسلام و تفاخر امت خیر الانام علی اساس الاقوام کہ متصور باشد و اطاعت علیم علام و اتباع سنن سنیہ واجب الاحترام میسر خواہد شد و ہے کہ شریعت مطہرہ را حکمران اقلیم ظاہر و طریقت منورہ را نگہبان مدینہ خاطر گردانیم لیک گویان خود را بجہت مقصود بسیار نیدند و ابصار کے ناظر وزیت عوام سعادت عظمٰی آرسیدند و از آیات بینات تعاون و اتفاق احکام اول رسیدند

یہ امر قابل غور ہے کہ اتفاق اور اتباع شریعت ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جب تک امام صادق کی بیعت نہ کیجائے کیونکہ یہ امور پہلے بھی ایک نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنے ہی کو پیدا ہوئے اور اب بھی ہونگے اور صرف یہی طریق ہے۔ انجمنوں نے انجمنیں بنا بنا کر اور وعظ کہنے والے وعظ کر کر کے کتابیں اور رسالے لکھ لکھ کر تھک گئے ہیں۔ سوچنے والے تجویزیں نکال نکال کر تھک گئے ہیں مگر نہ اتحاد بین المسلمین پیدا ہوا اور نہ مسلمانوں کی حالت بہتر ہوئی صرف احمدی جماعت کا ایک نمونہ موجود ہے جس میں مختلف فرقوں کے لوگ متحد ہو زندگی بسر کرتے ہیں اور ان میں وہ عیوب ہیئت مجموعی ہرگز نہیں جو مسلمانوں میں آجکل پائے جاتے ہیں اور جو تنزل کے اسباب ہیں

دوسری شہادت رسالہ اصلاح کی ہے جو ان تعلیم فسادوں کی اصلاح صاحب کے

کے ہاتھ پر جاتا ہے وہ خط ہو اصلاح نمبر ۲

مسلمانو بہت کچھ کھو چکے اب سے بھی سنبھلو حکم خدا و رسول کی پیروی کرو تو تباہی سے مل بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ تمکو علم الیقین معلوم ہے رسول اللہ خبر دے گئے ہیں ان سب فسادوں کی اصلاح ظہور **حضرت صاحب الامر مہدی موعود علیہ السلام** سے ہو گی جو نسل جناب سیدہ سے ہونگے جس کو تم سمجھ سکتے ہیں تمہاری اصلاح و فلاح اسی پر موقوف ہو

امر چہارم - کہ یہ صدی بلکہ اس صدی کا ربع اول ظہور مہدی کے لئے مقرر ہے اس کا ثبوت [illegible] تو آگرہ اخبار کے مضمون کی پہلی سطر درج ہے (۲) دوم خواجہ حسن نظامی کے رسالہ فیضان سنوسی میں

(۱) شاہ نعمت اللہ ولی کے قصیدے سے اسی صدی میں اسکا ظہور بتایا گیا ہے یہ قصیدہ سراج الاخبار جہلم میں بھی چھپا ہے لکھتے ہیں

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اور یک کے شاہ کے ساتھ شیخ سنوسی اور دس ولاتی کی پانچ برس تک جنگ ہو چکے اسوقت مہدی کا ظہور ہو گا اس حساب کو سمجھنا چاہیئے کہ اگر اٹلی ہو تو ابھی جنگ در پیش ہے اور جو جو کی ہے [illegible] باقی برس ان سے بھی قریب ہی ہونیکا امکان ہے چھ برس وضع کر کے ۱۳۳۲ھ میں ظہور مہدی ہونا چاہیئے اور اگر دس سے ابھی دو سال بعد جنگ ہوئی تو ۱۳۳۴ھ میں ظہور ہوگا جس پر تمام پیشگوئیوں کا اتفاق ہے (۲)

(۲) صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں

پیشگوئی ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی نسبت بحث اور گفتگو باقی رہ گئی اس میں گو خوبیت کلام ہی اور تعیین وقت پر اعتراض کیا جاتا ہے مگر مجھکو اس پیشگوئی پر استقدر بھروسہ اور یقین تھا اور ہے کہ ۱۳۳۰ھ کے [illegible]

میں حضرت امام کے ظاہر ہو جانے کے متعلق مینے کھلم کھلا اعلان کر دیا تھا بلکہ
اس جنگ میں شریک ہونے کیلئے کمر مستعد جانیکو لکھا تھا۔ مگر کچھ ایسے اسباب
پیش آئے کہ جانا نہ ہو سکا اور حج کا موقعہ گذر گیا۔ ممکن ہو کہ اعتراض کرنے والے
حضرات اب یہ کہیں کہ گر ۱۳۱۰ھ میں حضرت امام مہدی کا ظہور یقینی تھا۔
تو وہ کیوں نہیں آئے؟ اسکا جواب یہ ہو کہ اس قسم کے غیبی معاملات میں یقینی
اور فیصلہ کن وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شیخ نے جو ۱۳۱۰ھ کی
نسبت فرمایا تھا وہ انکے مکاشفہ باطنی کی دلیل تھی

پھر لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ۱۳۱۰ھ کا تعین اگر درست ثابت نہ ہو تو انکے
بعد ۱۳۲۰ھ یا اور دو چار برس کے بعد ظہور ہو کیونکہ متعدد پیشگوئیوں کو
ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ۱۳۲۰ھ تک سب کا اتفاق ہو یعنی چالیس ہو
آگے کوئی نہیں جاتا۔ کسی نے ۱۳۰۰ھ لکھے کسی نے ۱۳۱۰ھ کسی نے ۱۳۲۰ھ
اور بعض نے مجمل طریق سے ۱۳۰۰ھ اور ۱۳۲۰ھ کو درمیانی زمانہ کہا ہے
مگر سب قریب قریب ہیں۔

تمام دنیا مانتی ہو کہ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا یہودی کہ ایک
مرد کامل اور مامور من اللہ کا آنا ضروری ہو کیونکہ جہان میں تاریکی پھیل
کی تاریکی نے عالم روحانیت کو پردے میں چھپا لیا ہو اور انسان اس روشنی کا
طلبگار ہو جو روحانیت کو پردے سے باہر لائے

غرض یہ بھی اب کھلے دل سے تسلیم کر لیا گیا ہو کہ مہدی نے اسی صدی اور صدی کے
پہلے حصہ میں آنا تھا اب اسکے بعد میرے احباب یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ مہدی مرسل
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں اگرچہ مجھے اس قسم کی ہوائیں آرہی ہیں اور دلی زبان
سے لوگ یہ بھی اقرار کر رہے ہیں کہ اسلام کی خدمت اسلام کی اشاعت اور اسلام کی نگہت

اگر کسی فرقے میں ہے تو احمدیہ میں۔ مولوی شبلی صاحب نعمانی بھی ایک جگہ پکار اٹھے ہیں

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ۔ کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

ایسا ہی اور کئی تحریروں کا اقتباس دیا جاسکتا ہے بہرحال میں اس تحریر کو کسی دوسرے وقت پر ملتوی کرتا ہوں انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگ یہ حقیقت بھی مان لینگے اور میں ناظرین کو بشارت کامل دے سکونگا۔

شمائل مرتضوی

منقول از کتاب نہج البلاغت مطبوعہ مصر دفعہ ثالث

ہمارے احمدی بھائی اس مضمون کو غور سے پڑھیں جو ہمارے دوست منشی غلام حسین صاحب غلام نے لکھا ہے

اب یہ نہج البلاغۃ تو جناب علی علیہ السلام کے خطبات و مکتوبات کا مجموعہ ہے جس کو علامہ سید شیعی متوفی سنہ ... نے ... ہجری میں مرتب کیا تھا۔ بلاغت کے لحاظ سے اسکو خدا کی کلام سے نیچے اور انسانی کلام سے اوپر مانا گیا ہے بلحاظ عقائد کے بھی محبان علیؓ کے لئے اسکا ہر ایک فقرہ قابل تعظیم و تسلیم ہے

حمیت قومی کسی یہودی نے جناب علی علیہ السلام سے (طنزاً) عرض کیا کہ تم نے اپنے نبی کو دفن کرتے ہی انکے بارہ میں اختلاف کر دیا جس پر جناب نے فرمایا ہم نے انکے بارے میں تو اختلاف نہیں کیا۔ البتہ جو ان سے مروی تھا اس میں اختلاف کیا لیکن تم ابھی تو بحر (نیل) ابھی دریا عبور کرکے تمہارے پاؤں بھی خشک نہ ہونے پائے تھے کہ تم نے اپنے نبی کو کہا ہمارے لئے بھی معبود بنادے جیسے کہ انکے معبود بنے ہوئے ہیں جس پر نبی (موسیٰ) نے کہا کہ تم جاہل لوگ ہو۔ نہج البلاغۃ صفحہ ۲۲

نتائج۔ ۱۔ آپس کے اختلاف میں اغیار کو مداخلت کا موقعہ نہ دینا چاہئیے

۲- اگر کوئی مخالفت مت از خود دخل ہے تو سنجیدگی کیساتھ وہ ٹوک جواب دیکر اسکا سدباب
کرنا چاہیئے

۳- صحابہ کرام میں خلافت کا سوال بعد دفن رسول صلعم پیدا ہوا، کہ قبل از دفن اور جو عام
میں مشہور ہے کہ مصطفےٰ رابے کفن بگذاشتند۔ وہ واقعہ کے خلاف ہے

۴- خلافت کے لئے آنحضرت صلعم نے کسی خاص شخص کو نامزد نہیں فرمایا تھا۔ اگر کسی
کے حق میں نص خلافت کی تصریح ہوتی تو اس بارے میں اختلاف نہ ہوتا

(۲) افضلیت احتجاج بالسنۃ خوارج کیساتھ مباحثہ کیلئے جب عبداللہ بن
عباس کو مقرر کیا تو ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ قرآنی استدلال سے مقاصمہ نہ کرنا کیونکہ
قرآن متحمل الوجوہ ہے تم کچھ کہوگے وہ کچھ کہیں گے بلکہ سنت رسول صلعم کو حجت میں پیش
کرنا پھر یقین ہے کہ انکو کوئی مفر نہ ملیگا صفحہ ۱۷۱ بکر اور تارکان سنت غور کریں

(۳) دشمنوں سے سلوک (۱) بوقت جنگ صفین (جو معاویہ کیساتھ ہوئی) جوش مخالفت میں
آپ کے اصحاب شیعیان علی اہل شام کو برا بھلا کہنے لگ گئے۔ آپکے اس فعل کو ناپسند
کرتے ہوئے فرمایا مجھکو تمہارا سباب ہونا (سب کہنے والے ہونا) گوارا نہیں (انی اکرہ لکم ان تکونوا
سبابین) لیکن اگر انکے متعلق امر واقعہ کو بیان کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔ اتنا سب کرنے کے
بجائے بہتر ہوتا اگر تم یوں کہتے یا اللہ ہمکو اور انکو خونریزی سے محفوظ رکھ۔ ہمارے انکے
درمیان مصالحت کے سامان پیدا کردے انکو گمراہی سے نکال کر ہدایت عطا فرمادے تاکہ
جاہل حق کا شکار ہو جائیں اور جو حق ناپسند ہیں انکو گمراہی اور عدوان سے الگ کرے صفحہ ۴۴۳
۴۴۷

(۲) اپنے قاتل ابن ملجم کی نسبت وصیت فرمائی کہ میرے قصاص میں صرف میرے قاتل
کو قتل کیا جائے اور وہ بھی کس طرح پر فرماتے ہیں دیکھو جب میں اس شخص کی ضرب تلوار سے
مرجاؤں تو ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب اسکو بھی مارنا اور اسکو مثلہ نہ کرنا۔

ذکر اسکا کان کٹ ڈالتا کیونکہ میں نے رسول صلعم سے اس بارہ میں سنا ہو کہ آپ نے فرمایا ایاکم والمثلۃ ولو بالکلب العقور صفحہ

(۴) **شفقت پدری** صفین کے کسی مقابلہ کیوقت جناب نے دیکھا کہ امام حسنؑ بڑھ بڑھ کر لڑائی میں جاتے ہیں فرماتے ہیں اس لڑکے کو میرے آگے آگے جانے سے روک لو موت کے منہ میں ان دونوں (امام حسنؑ اور امام حسینؑ) کو چھوڑ دینے کی آب مجھ میں نہیں یہ اسلئے کہ دونوں کے شہید ہو جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے صفحہ ۲۰۴

شیعوں کا اصرار ہے کہ امام حسن کی اولاد باقی نہیں رہی مگر جناب علی کے مذکورہ بالا ارشاد سے جو ایک دعا کا حکم رکھتا ہے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں صاحبزادوں کی اولاد باقی رہیگی واللہ اعلم بالصواب

(۵) **داب وزارت وشان امارت** حضرت عبداللہ بن عباس سے کسی معاملہ میں جس میں وہ متفق الرائے نہ تھے فرمایا تمہارا فرض یہ ہے کہ مجھکو مشورہ دو اور میں دیکھوں اور اگر کسی امر میں میں مخالفت کروں تو تم کو چاہئیے کہ میری ہی بات مانو صفحہ ۲۲

(۶) **دوسروں کی نسبت اپنی اصلاح مقدم ہو** فرماتے ہیں مبارک ہو وہ شخص جسکو اپنے عیوب نے ہی دوسروں کی عیب چینی سے روک رکھا ہے اور مبارک ہے وہ شخص جو گوشہ میں بیٹھ رہتا اور بقدر قوت لایموت کھا لیتا۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہے اور اپنے گناہوں پر گریہ کرتا۔ وہ اپنے ہی نفس (کی اصلاح) میں مصروف ہے اور لوگوں کو اسکی ذات سے راحت پہنچتی ہے کاش مسلمان علی اس زریں قول امام پر ہی عامل ہوتے۔ سب ہی بزرگان دین کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنی اصلاح پر کاربند ہو جائیں تو اچھا ہو دوسرے اس قول سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ جو کچھ جناب علیؑ نے دوسروں کی نسبت ہدایت فرمائی۔ پہلے خود بھی اس پر عمل فرمایا ہو گا پس اگر جناب

کے قول و فعل سے بڑھکر اور کس کا قول و فعل انکے لئے حجت ہوگا۔ اگر انکے تو دہ نہیں کی۔ تو اب سے ہی کمر ہمت باندھ لیں۔ گذشتہ را صلوات آیندہ را احتیاط

(۷) پابندی اوقات نماز۔ فرماتے ہیں نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرو۔ فراغت پالینے کے لئے وقت سے پہلے پڑھو ہیں اور جلدی نہ کرو اور اپنے مشاغل کیوجہ سے وقت مقررہ سے نماز میں دیر نہ لگاؤ یہاں تو کرتے رہے کہ تیری نماز کے تابع ہیں۔ مقدم نہیں

(نہج صفحہ ۳)

شیعوں میں نمازوں میں تاخیر کرنیکی عادت بھی عالمگیر ہے باوجودیکہ قرآن و سنت سے پانچ نمازیں ثابت ہیں۔ انکے لئے وقت بھی پانچ ہی مقرر ہوگئے لیکن شیعہ تین وقت نماز پڑھنے سے ثابت کرتے ہیں کہ گویا پانچ کے نمازیں صرف تین ہی ہیں قسمت

(۸) تاکید اتباع سنت (۱) جب ابن ملجم نے آپکو ضرب لگائی تو فرمایا میری وصیت یہ ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بدعات سے ضائع نہ کرو۔ ان دو قول ارکان اسلام کو مضبوط رکھو۔ ہم کوئی برائی تمہارے پاس پھٹکنے کی نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۱)

(۲) اگر کسی دستور کے نمونے کی ضرورت ہو تو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کے قول و فعل میں تمہارے لئے کافی نمونہ ہے (صفحہ ۳۱۱)

(۹) حقیقت اہلسنت والجماعت میری نسبت دو گروہ ہلاک ہونگے ایک حد سے زیادہ مجھ سے محبت کرنیوالے جو غلو محبت حق سے نکلکر غیر حق کی طرف چلا جاتا ہے دوسرا حد سے زیادہ بغض رکھنے والا جو جوش بغض میں غیر حق کی طرف چلا جاتا ہے اور میری نسبت بہترین وہ لوگ ہیں جو طریق اوسط کو مد نظر رکھتے ہیں۔ پس اس راہ اوسط کو لازم پکڑو اور سواد اعظم میں داخل ہو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ (سایہ گستر) ہے اور خبردار فرقہ بندی نہ کرو۔ جو جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ وہ شیطان کا شکار ہے جسطرح کہ بکرے

ٹھہرا ہو نیز لا یجنیہ کا قصہ کا ... جو کوئی تم کو اس (تفرقہ والے) رستے کی طرف بلاوے اس کو
قتل کر دو خواہ وہ میری اس دستار کے نیچے ہی کیوں نہ ہو یعنی میری دستار کے سر
موصوف (۱۱) مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہوا کہ جناب علی کو حد سے زیادہ محبت کرنیوالے شیعہ
صاحبان ہیں۔ اور حد سے زیادہ بغض رکھنے والے خوارج ہیں اسکے علاوہ ایک تیسرا گروہ
ہے جو محبت اور بغض کے بین بین ہے اس تیسرے گروہ کے مصداق بلاشبہ بفضلہ
تعالیٰ اہل سنت ہی ہیں شیعہ صاحبین اپنے گروہ کو اس ہی گروہ کا مصداق ثابت کرنے
پر اصرار تو کرتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ علاوہ محبت کے بغض کا شائبہ بھی وہ جناب علی
کے ساتھ نہیں رکھتے برخلاف اہلسنت کے کہ کسی قدر بغض جناب علی کے ساتھ رکھتے
ہیں اور وہ اسقدر کہ جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل نہیں مانتے

(۱۵) **تاکید تقویٰ و سلامت روی** حقوق عباد اور اہل بلاد میں حق تعالیٰ سے
ڈرتے رہو تم سے بازپرس ہوگی یہاں تک کہ چارپایوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی خدا کے
حکم کی فرمانبرداری کرو نافرمانی نہ کرو اگر بھلائی دیکھو تو اسکو لے لو اور اگر
شر دیکھو تو اس سے کنارے رہو صفحہ ۲۳۵ و ترکات عشرہ کاملہ
خداوند کریم مجھکو اور میرے مخاطبین کو ان زرین اقوال و ارشادات مرتضوی پر
کاربند ہونے کی توفیق بخشے آمین (ادنیٰ ہمدان خادم المہدی احمدی)

حمائل معرّا ۔ خوشخط عربی سرکاری کتب کی طرز پر لکھی ہوئی آیات پر نمبر
پہلے ایک طول طویل فہرست مضامین جو انڈیکس کا کام دے ہے جلد ۱۲ اس میں
مجلد عمدہ میں پہلے یہ حمائل خریدنے دو اور سوا دو روپے میں خریدی گئی تھی۔ یہ
موقعہ ہے جو صاحب چاہیں منگوالیں

مینیجر تشحیذ

ویدک دھرم اور سائنس

پر ریویو

ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء کے دیانندی پرچے "دربار" میں اڈیٹر رسالہ نے ایک مضمون منجملہ عنوان پر لکھکر بڑی تعلّی کی ہے کہ یہ ایسا بےنظیر مضمون ہے کہ جو دیانندیوں کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا اور اسے سنکر مخالفانِ دیانندی مت لاجواب اور ساکت رہ گئے سبحان اللہ کیا عجیب مضمون ہو گا جس نے مخالفوں کی باتوں پر تو طمع سازی کر کے انکو قابل اعتراض قرار دیا ہے مگر ویدک دھرم کے ایک بھی اصولی مسئلے کو سائنس کی روشنی میں رکھکر دکھایا اور پھر شیخی یہ کہ ویدک دھرم اور سائنس توام ہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ ایک بات میں تو حقیقت یہ ہر دو توام ہو سکتے ہیں اور یہ صرف اس طرح پر جبکہ ہم اڈیٹر کی سائنس کی اس تعریف کو ویدک دھرم پر بھی چسپاں کریں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس سچائی کا کیا معیار ہے آج سائنس کی ایک تھیوری کچھ ہے اور کل وہ بدل جاتی ہے مگر یہی الفاظ بعینہٖ ویدک دھرم پر چسپاں کر دیئے جاویں اور کہا جاوے کہ سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس ویدک دھرم کی سچائی کا کیا معیار ہے آج ایک ویدی الشکر وید منتروں کو ہمہ اوست نکالتا ہے دوسرا اسرتی ہو جاتا تیسرا الگ ہو جاتا ہو تھا اس منتر کو سائنس کے سانچے میں ڈھالتا ہے کیا ہم بھی انکے ساتھ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہیں پس ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا چونکہ ویدک زبان ایک مردہ زبان ہے اسلئے ہر زمانہ میں یہ سائنس کی تھیوری کی طرح گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی ہے اور انہیں معنوں کے رو سے سائنس اور ویدک دھرم کیسر ہر دو توام بیٹھتے ہیں

اڈیٹر ادھر ادھر کی بے سروپا باتیں لکھتا لکھتا خود فراموشی کی حالت میں اسپ [illegible]
کے اس قول کو کہ اصلی علم کا پہلا شعلہ ضرور ہے کہ آسمان سے اترا ہو پیش کرکے لکھتا ہو
کہ ڈاکٹر صاحب کو وہ ریڈیم اصول علمی چاہیئے جو بلا شبہ دنیا میں ایکبار پھر روشنی لا سکتی ہے
مگر بیچارے کو اتنا پتہ نہیں کہ ۵۰۰۰ ہزار سال وہ ریڈیم (اگر بقول اڈیٹر کے ویدوں کی روشنی
قرار دیا جا سکے) دنیا کے کس کونے میں پڑی رہی۔ کہ اب وہ پھر ویدوں سے بیخبر دیانندی
صاحبان نکال لائے ہیں۔ یہ کیا عجیب قسم کی ریڈیم ہے کہ ۹۰ فیصدی ویدوں سے بے خبر
دیانندیوں کو تو اسکا پتہ لگ گیا۔ مگر وہ ویدی جو تمام بنارس اور مہاراشٹر میں ویدوں کو
رٹتے ہیں اس ریڈیم کا پتہ نہ لگا سکے پنڈت دیانند جب تک پنجابی انگریزی خواں
ہندوؤں کی صحبت میں نہ بیٹھا۔ اس ریڈیم کا پتہ نہ لگا سکا۔ اور مہاوشی جنگل اور صحرا
کشی کی ہوائیں پھانکتے ساری عمر گزار دی۔ البتہ اس میں ذرہ شک نہیں کہ وید کی
زبان و علم سے جاہل پنجابی انگریزی دان دیانندیوں نے ضرور ایسے سمایتا وکرم ریڈیم
تلاش کر لی ہونگے جسکا مسلمانوں کے پاس اسوقت موجود تھی ورنہ اگر وہ روشنی ویدوں
میں ہوتی تو پنڈت دیانند اور جو ویدوں کا ماہر ہونیکا مدعی بنتے کے ہندوؤں کے لڑکے
منتوں میں سرگرداں نہ رہتے۔ اور بیرنگ غیر دانشوں میں خرچ کیا دیانندی صاحبان
کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ انکا جگوان دیانند لنگ پہنے اور رودراکش کی مالائیں
پہننے کے وقت وید کا عالم تھا۔ سوامی صاحب نے تو ڈگری نہ لیکا تھا پنڈت
دیانند نے آسمان سے اصلی علم کے شعلے کو زمین پر کبھی نہیں کیا۔ اور نہ وہ آسمانی
آدمی تھا۔ وہ ایک معمولی آدمی تھا اور انکی حالت اور عمل ہرگز پاک چشمے سے نکلے
اللہ تعالے نے خود اس پنڈت کی زندگی میں اصلی علم کا شعلہ اتنی پاک برگزیدہ اور
بھیجا۔ مگر دیانندی صاحبان بجائے مقطر آسمانی پانی پینے کے زمین کے سڑے
باسی کنوؤں کے پانی کی طرف دوڑتے ہیں اپنے دھرم کو سائنس اور عقل سے

مطابق بتاتے ہیں کہ عقلی باتوں سے مستغنی ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ
دیکھتے ہیں کہ دنیا کو ہر موسم میں تازہ بتازہ آسمانی پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور خزاں
کے بعد بہار آتی ہے مگر روحانی دنیا کے پیاسوں کے لئے تازہ پانی کی ضرورت نہیں
بلکہ وہ روحانی بہار کی آمد سے مستغنی ہیں ۴ ہزار سال سے انکے روحانی باغ پر خزاں
(بقول انکے) چھائی ہی ہے مگر ابھی تک کسی آسمانی بہار کی انکو ضرورت نہیں عجب عقلی
مذہب ہے کہ عقلی باتوں سے کوسوں دور ہے

پانچویں باب میں آپنے مذہب یعنی دھرم کے الفاظ پر لغوی بحث کر کے ثابت
کرنا چاہا ہے کہ عربی لفظ دھرم اور دین سے کم درجہ رکھتا ہے مگر شاستری جی کو اتنا معلوم نہیں کہ
مذہب کا لفظ اسلام کے ساتھ قرآن شریف میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ قرآن شریف
نے لفظ **دین و ملت** استعمال کئے ہیں جو کہ بڑے وسیع معنے رکھتے ہیں شاستری جی
صاحب کسی عربی لغات سے انکو دیکھیں۔ رہا دھرم کی جو تعریف آپنے کی ہے وہ خود
ساختہ اور بے دلیل سی ہے اسپر منو کا حوالہ دیا ہے۔ وہ اسکا مصداق ہے کہ سوال
از آسمان جواب از ریسمان اگر بھگوان منو کی پیش کردہ دھرم کی تعریف ہی اچھی تھی تو ہم سے پوچھ
لیتے یعنے کہ برہم بھگوان یعنی منو و یاسٹ فرماتے ہیں کہ عاقل لوگ تعزیر ہی کو
دھرم کہتے ہیں (منو ۷ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۰) یعنے لاٹھی کی بات ہی نہیں رکھی
بلکہ ہر دو بھگوانوں کے مصدقہ معنے لکھدئے ہیں شاستری جی صاحب جو چاہیں شستی ماریں
کوئی قلم کو نہیں پکڑ سکتا

پچھلے باب میں آپ نے سائنس اور اپنے بیان کردہ مذاہب کی تعریفوں کی عجیب
تشریح کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ سائنسدان اپنی تحقیق کی کسی حد پر ٹھہر جائیگا۔ جس کے
آگے اندھیرا ہوگا۔ ہاں اس کو اس اندھیرے میں ایک شعاع نور دکھائی دیگی۔ اور وہ
اسکی علت غائی ایشور ہوگا۔ غرضیکہ سائنسدان کا آخری سہارا یہی طاقت کل ہے

جنکو بتانیکے لئے جملہ مذاہب کی تعلیم ہے اس پیر دسرد پا اور بعینی عبارت کا سوائے
اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ سائنسدان اپنی تحقیق کی آخری حد پر جاکر اشیور کو پائیگا
ہمیں یقین رکھنا چاہئیے کہ اوزش کی یہ حسن دیانند کی نہ ٹھی ہی نہ ہو گی بلکہ وہ چند ایک موجودہ
زمانے کے سائنسدانوں کی تحقیقات ہمارے سامنے رکھیگا جنہوں نے سائنس کی تحقیقات
کے دوران میں ایشور کا پتا لگا لیا ہوا اسی باب کے آخر میں ایڈیٹر صاحب خود فراموش ہو کر لکھتے
ہیں کہ گمراہ قوموں کی سخت گمراہی کے وقت ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی سورج اس اندھیرے
کو دور کرے چنانچہ ایسے حالات میں ایک خاص طاقت پیدا ہو جایا کرتی ہے جو بنی نوع
آدم کو سچائی کا سبق دیتی ہے دنیا کی تواریخ بتاتی ہے کہ ہر قوم کو جب کبھی ضرورت
ہوئی ایسے رشی منی پیغمبر دنیا کی سطح پر نمودار ہوئے جنہوں نے گمراہ دنیا کی
نجات کا بیڑا اٹھایا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سائنس اور دھرم کا مقابلہ ہو رہا ہے ہرگز
نہیں ناظرین ذرا اس دیانندی چالاکی کو ملاحظہ کیجئے کہ پیغمبروں کی سچائی کا قائل
بھی بنتے اور انکی ضرورت کو مانتے ہیں مگر انہیں برگزیدوں کو گالیاں دینے سے دریغ
نہیں کرتے پس سچ ہے خود غرضی انسان کو اندھا کر دیتی ہے اپنی بات کو تقویت دینے
کے لئے تھوڑی سی تعریف کر دی اور جب مطلب کا وقت نکل گیا انکو گالیاں دینی
شروع کر دیں۔

دسویں باب میں آپ نے اسلام اور سائنس کا مقابلہ کرتے اپنی انصاف پسندی
کا پورا پورا ثبوت دیا ہے اور بلا کسی دلیل کے لکھ دیا ہے کہ اسلام اور سائنس کا مقابلہ
کرنا دو سینڈھوں کو باہم لڑانا ہے آگے چل کر جو باتیں اسلام میں خلاف سائنس کہلاتی
ہیں وہ الفاظ کے تغیر سے وہی ہیں جنکو کر دیا نندیوں کا دل کھلواڑ دیانند مانتا ہے
لفظی بحث کو لیکر کسی مذہب پر اعتراض کرنا دیانندیوں کا کام ہے ناظرین ذرا شیخ جی
صاحب کی اپنے گروہ کی تعلیم سے واقفی کا حال دیکھئے پہلا اعتراض اسلام پر یہ ہے کہ قرآن کی

تعلیم سات آسمانوں کے بارے میں خلاف سائنس ہے اگر آپ فہم ذہن رکھتے کسی معمولی عربی
لغت میں آسمان کے معنے دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوجاتا کہ سماء کے معنے بلندی اور چیز
جو اوپر ہو وہ چیز جس نے زمین کی فضا کو گھیرا ہوا ہے سقف ہر چیز کی بارش بادل وغیرہ پس
معلوم ہوا کہ سماء کا ہم معنی لفظ سنسکرت میں پرتھوی ہے [illegible] تبدیلیوں کا گرو خود مانتا ہو
رگوید آدی بھاش ایڈیشن صفحہ ۹۰ کہ ہر ایک دنیا کے گرد سات کرے ہیں اگر ان
کروں کو عربی اصطلاح میں آسمان کہہ دیا گیا تو کونسے غضب کی بات ہوگئی پنڈت دیانند
نے بھی سائنس کی طرح محض ذرا نہیں کی بلکہ سات کرے ہر دنیا کے گرد ماننے میں گویا
ہم ہی سات آسمانوں کو مانتے ہیں دوسری بات جو سائنس کے خلاف دکھائی ہے یہ ہے
کہ دنیا کے زمانے میں . . . . . . اور جو منکر ہوئے خدا نے انکو بندر بنا دیا وغیرہ [illegible]
صاحب علام شہر [illegible] واقفیت کا یہ حال اور مقابلہ سائنس سے کیا جاتا ہے پر
خوب [illegible] اسلامی کتب میں ایسا الفاظ اصطلاح و اضافی بیان کئے جاتے ہیں
اور آپ گرو کے قول کے مطابق ان الفاظ کی پہلی قسم وہ ایک ایسا ہے جیسی [illegible]
تشبیہ محذوف ہے جیسے جسم پر ہاتھ [illegible] آدی بھاش بھومکا
صفحہ ۹۳ اپنی کتابوں سے اعتقاد و واقفی اور اسلام پر اعتراض ذرا غور اور سمجھنے کی
تشبیہ کو دیانندی ویدک تعلیم کے مطابق تو کر دکھائیں مگر ذرا ہوش سے پہلے اپنے گرو کی
کتابیں پڑھ کر پھر آئیے اعتراض ہے کہ سائنس کا دعوے ہے کہ سورج ساکن ہے مگر
آپ نے ابھی ہی سائنس پڑھی ہے جب کا دعوے ہے تو پھر اپنے گرو کی کتابوں کو
ڈالئے وہ اپنی کتاب رگوید آدی بھاش بھومکا صفحہ ۔۔ پر لکھتے ہیں کہ اسی طرح
تمام کرے اپنے اپنے مدار کے اندر گردش کرتے ہوئے ایشور کی قدرت اور ہوا کی قوت
سے قائم ہیں اور صاحب اگر ہمت ہے تو اپنے گرو کی کسی کتاب سے ثبوت پیش کرو کہ سورج
کرہ نہیں اور پھر کرہ ہو کر بھی بقول آپ کی پیش کردہ سائنس کے ساکن ہے پھر آپ سکتے

ہیں کہ قرآن میں کہاں زمین کی جنبش لکھا ہے کیا لاڑیں جی آپ سوامی کے بیان کردہ ساتوں
گنتے جو زمینوں کے گرد ہیں ساکن ہیں اور جنبش نہیں کرتے [illegible] گردش کی [illegible]
اور [illegible] کر پہاڑوں کا ذکر [illegible] شور معلوم ہوتا ہے شاید یہاں سائنس کا سبق بھول گیا
ہو کیا سائنس اس بات کی رہنمائی نہیں کرتی کہ زمین کے نیچے آتشیں مادہ موجود ہے
اور کسی وقت وہ زمین سے نکل کر آتش فشاں پہاڑوں کی طرح زمین پر ہر چیز کو توڑ پھوڑ
کر تہ و بالا کر سکتا ہے پتھروں کی بارش [illegible] ہو تو وہ [illegible] چلے [illegible] کسی خدا کا غضب
پتھروں کی بارش کی شکل میں [illegible] کو تباہ کر رہا ہے کیا یہ بھی سائنس کے خلاف
ہے اس سے آگے آپ زمین کو چٹائی کی طرح پھیلانا قابل اعتراض سمجھتے ہیں [illegible] ہے
قرآن میں لفظ فرش ہے جس کے لغوی معنے ہی فرش کے بچھونے کے ہیں زمین کی [illegible]
کر [illegible] کسی الٹی کھوپڑی والے کو ہی کام ہو سکتا ہے پھر آپ اپنے گرو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے
کہتے ہیں کہ قرآن میں سورج کا دلدل میں ڈوبنا لکھا ہے اگر ذرا سیاق و سباق پڑھ کر
دیکھ لیتے [illegible] آیت [illegible] زمین و آسمان کا [illegible] ہیں [illegible] قرآن سے نکال کر [illegible]
اگر پہلے اپنے گرو کی تصانیف پڑھ کر شاید اسی قسم کا اعتراض [illegible]
ہے کہ [illegible] ایسے ایسے مسائل [illegible]
جنکو انہوں نے ساری عمر میں دیکھا بھی نہ ہو کہ قرآن اور سائنس کا مقابلہ [illegible]
[illegible] جہاں [illegible]
اور آنحضرت نے خاموشی اختیار کی اور [illegible]
کی طرح کس [illegible] میں [illegible] کو بیان کیا ہے پھر آپ آدم و حوا کی [illegible]
اور [illegible] قرآن [illegible]
[illegible] ہم نے [illegible] قرآن میں [illegible] انہوں نے نیک و بد کی پہچان کے
درخت کا پھل کھایا تو خدا نے انکو [illegible] بہشت سے باہر نکالا [illegible]

کی پہچان کے درخت کا پھل چکھا ہے تو وہ عین دیانند جی کی تعلیم کے مطابق ہے اور جی نا
ہوش سے پہلے" آپکا گرو آدم و حوا کے بہشت سے نکلنے کا اس طرح ذکر کرتا ہے
"جیسے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیدا ہو کر کچھ عرصہ جینے کے باوجود اسی
طرح مر جانے پر کسی طرح کی سزا نہیں ملتی اسی طرح ابتدائی سرشٹی میں سب
انسان بچپن کی سی حالت میں تھے انکے لئے کوئی امر و نہی نہیں تھا۔ نہ ہی
ابتک کوئی قانون تھا آنکھوں سے روپ دیکھنا کانوں سے شبد سننا
ہاتھ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدمی سرشٹی میں نہیں تھا
جیسی حالت آدی سرشٹی میں تھی [illegible]"
کیوں دانی جی یہ معصومی کی حالت کیسی بہشتی زندگی ہوگی مگر افسوس کہ یہ کچھ بھی ثابت نہ ہوئی
بلکہ پرمیشور نے ایک نیک و بد کی پہچان کا درخت اس بہشت میں لگا دیا جو آپ کے گرنتھ کے
الفاظ میں اس طرح بیان ہوا ہے
"پھر پرمیشور نے منشیوں کو وید گیان دیا جس سے گیان سے ہی گناہ اور
نیکی کا علم ہوا۔ اور اسی اس قسم کے جتن ہوتے گئے پھر صاف ظاہر ہے کہ
گناہ اور نیکی کی حالت کے موافق نتیجے پیدا ہونے لگے انسان پاپ کی وجہ سے
حیوانوں کے جسم میں گئے"
دیکھا دانی جی بہشتی زندگی سے نکالنے والا وید ہی نکلا اگر وہ نہ دیا جاتا تو انسان ایک معصومی
کی حالت میں رہتا مگر اس درخت جہاں لگا دیا جا کر [illegible] یہی پھیلا ہے ہندو ایک امن
کی حالت میں تھا مگر جونہی پنڈت دیانند جی رو درخت رشی کیش کے پہاڑ سے نکل پڑا آتش دیک
کے مذہبی امن میں آگ لگا دی۔ دیانندیوں کے دو شکوہ تو اس لئے ایسا ہے ۔ ۔ ۔ کہنا
کہ وہ بہانہ ڈھونڈ کر بھی غیر مذاہب کے بزرگوں اور کتب مقدسہ کے مد آتے ہیں
حالانکہ اپنی کتب سے محض کورے ہوتے ہیں

اس سے آگے شیخی باز دیانندی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سورہ بقر میں لکھا ہے کہ خدا نے انکے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔ گویا ان ہی کے نزدیک الفاظ مہر اور پردہ انسانی عضا کے ساتھ آجانے سے قرآن کریم خلاف سائنس ہوگا سبحان اللہ اس دیانندی عقل کے صدقے جاویں۔ کیا دیانندی پوتھی میں برے اعمال کا نتیجہ نیک لکھا ہوا ہے اگر ایسا ہی لکھا ہے تو بے شک دیانندی پوتھی کے سائنس کا باپ ہونے میں ذرا شک و شبہ نہیں ہو سکتا

گیا۔ یوں باب میں ویدک دھرم اور سائنس کا ہیڈنگ دیکھکر ہمیں امید بندھی تھی کہ آپ ستیارتھ دھری عیسائیت اور اسلام کے خلاف سائنس مسائل دکھا کر دیانندی صاحب ان مسائل کے مقابلہ پر دیانندی فلسفہ کا کوئی کرشمہ دکھلائینگے مگر ہماری امید کی کوئی حد نہ رہی جب اس ہیڈنگ کے ماتحت دو سطروں میں ہم نے سوائے دیانندی شیخی بازی کے ایک مسئلہ کا تعلق بھی سائنس سے کیا ہو نہ پایا گویا بات ہوئی کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا

اور وہ بھی مرا ہوا۔ دیانندی صاحب صرف دو سطروں میں ویدک فلسفہ کا قل پڑھکر اسکا جنازہ بھی نکال چکے ہیں اور بحث مباحثوں دو باب میں ویدک تہذیب کے کمالات یعنی ویدک لوگوں کے توہمات کو سائنس کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں ہیں اسلام پر کے اعتراضات تو آپ نے ملاحظہ کئے اب ذرا ویدک تہذیب کی سائنس کے کرشمے بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ کیجئے

ویدک تہذیب کی سائنس کا پہلا مسئلہ ترا کی مانند ہے جسے ایک ہندو مانتا ہے کر قدیم چلی آتی ہے۔ اور جسپر یورپ کے ڈاکٹر بھی حیران ہیں۔ اور اب یہ نا سالوں کے بعد اس ویدک تہذیب کے کرشمہ پر پہنچے تو سارے یورپین ڈاکٹر تو صرف حیران ہی ہونگے مگر ہم حسد سے بڑھکر حیران ہیں کہ شیخی باز دیانندی۔۔ اپنے گروہ سے بھی دو ہاتھ

بڑھ گئی۔ اور طرہ یہ کہ ہندوستان اور یورپ میں ڈاکٹر تو ویدک تہذیب کی سائنس کو بھانپ گئے مگر شری ودیانند گرو بھگوان جی اور ان کے ششی باز چیلے کو وید کا کوئی منتر تازگی کی تنبیہ میں پیش کرنا دشوار تھا شاید یہ خدا کی فرو گذاشت ہو جو بہت جلد دور کئے جانے کے لائق ہے اور ہم وید منتر دیکھنے کے بڑے مشتاق ہیں

ویدک تہذیب کی دوسری سائنس کا کرشمہ یہی ہے سرود ہوتا ہے مگر افسوس کہ ویدوں کے مصنف اور شری ودیانند گرو بھگوان ویدوں کے مفسر اس سائنس سے بے خبر رہے مگر انگلیک ساوتری وفاقی پیلے نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ امید ہے کہ ہمیں بہت جلد کوئی وید منتر اس سائنس کی تائید میں فونو سے پہلے بتا دیا جائیگا۔ شاید اگر وہ رسالہ ہر نوسی پر او شا فرما دیں تو بھی باز بھائی کی کچھ مدد کر سکیں

لیجئے ویدک تہذیب کی سائنس کا تیسرا مسئلہ اور وہ انکا سیاہ دھاگا زخم کے نزدیک باندھنے کا ہے سبحان اللہ وید بھی سست دھاگوں کا بھنڈار ہے میرے خیال میں سائنس کے مسائل شری ودیانند گرو بھگوان کی کتابوں کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کئے جانے کے لائق ہیں امید ہے جانسے ودیانندی سائنسدان اس امر پر متوجہ ہونگے

ویدک تہذیب کی سائنس کا چوتھا مسئلہ پانی میں بجلی کا جلد سرایت کرنا ہے۔ دیکھئے ریلوے سٹیشن پر بیٹری کی آگ زمین میں پانی ڈیک پانی ہوتی ہے اس مسئلہ کو دیکھ کر تو ہمارا یقین ہو گیا ہے کہ یورپین لوگ وید کے کچھ ورقے چرا کر لے گئے ہیں اور انہیں دیکھ دیکھ کر نئی نئی ایجادیں کرتے جاتے ہیں۔ اور محض کو دام تک نہیں دیتے بیچارے ودیانندی چیلے یہاں بیٹھے پوتھی کرتے ہیں لیجئے اسپر بھی آپ منتر پانا منظور ہے

اور سنئے ویدک تہذیب کی سائنس کا ایک اہم مسئلہ کہ ویدک سائنس کی رو سے بادل سمندر سے اٹھ کر پانی دیتے ہیں۔ اسکی سند ایک یورپین کی سائنس ہی تقدیر ہمارے خیال میں اسکو وید کی روشنی درست کر دینا چاہیئے اور بیسے اسکے کہ بچوں کو پڑھایا جا

گرسنت کے بخارات سے بادل بنتے ہیں تو بادلوں میں سے بارش ہوتی ہے کرویدک تہذیب کے کشفورات سے بادل برسا دیوار سنت مقرر کی بہنے بہا کرتے ہیں اس کے ہمراہ لابا ویدک تہذیب کے کشفورات کے کیس ہوتے ہونگے

جس عدم ہم ، ویدک ایڈیشن کو کرشن بار انسوس کا شری دیا نند کو جگہ حاصل ہے ان شاشتری اپنی ستیارتھ پرکاش میں کوئی حوالہ ویدک پرانا یم کی تائید میں پیش نہ کر سکا شاید بقول ست گرو کر انہ چیلا خواہ کرد چنگی ان ویدک سائنسدان ہی کوئی منتر پیش کر سکیں یا کوئی براہ بکی سہی

ویدک سائنسدان صاحب ، تحریر میں لکھتے ہیں کہ ایک ہندو گھر میں جا کر بغور نظر ڈالو ویدک تہذیب کے کشفورات نظر آتے ہیں جن میں سائنس اور فلسفہ کی شعلیں ابھی تک روشن ہیں تو آخر یہ آپ بھی ان شعلوں کا بغور مطالعہ کریں اور دیا نند جی و دماغ کے قربان جائیں اگر ہندو گھر کے توہمات ہی ویدک سائنس کے کشفورات ہیں تو ایسی تہذیب کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کرنا ہی فضول ہے

تحریر اول باب میں نرنگی بابو صاحب نے ویدک تہذیب کے ستون گنائے ہیں اول ان کے گر جانے سے ساری تہذیب کا بیڑا ہی غرق ہو جائیگا - اول ستون پنیر جنم دوم استھت مادہ غیر فانی کا ماننا ہو۔ ناظرین غور فرما دیں کہ ستون خود پرانی سائنس کے مطابق گر چکے ہیں کیونکہ ویدک صاحب اس امر کے ہی سائنس کے بڑے دلدادہ ہیں سو واضح ہے کہ پنیر جنم کے مسئلے کی بنیاد مادہ کی ابدیت پر منحصر ہے کیونکہ جب عقلی دیا نندی جز کی ابدیت لازم ملزوم کی طرح ہے اس ہم دیکھتے ہیں کہ گرو وید بھگوان کا حکم ہے کہ مادہ غیر فانی ہے اور ہر ایک شے میں ہی رہ سکتے ہیں مگر ہم کیا کریں کہ یورپین سائنسدانوں کی تحقیقات مادہ کا فنا ہونا ثابت کرتی ہے اور انکار کر رہے زور شور سے کہتی ہے کہ وہ فانی ہے اور وید بھگوان اور پرکرتی کے شہادت باطل غلط ہیں اس کے متعلق کچھ مفصل ذکر کچھ ہم

کہ روحانی ہے" دیانندیوں میں عام طور پر مقولہ بتایا جاتا ہے گو اس وقت تک سب دیانندی کیا
مقتول تردید کرنے سے خاموش ہیں۔ اس نئی تحقیق نے ویدک تہذیب کے ہر دو ستون مہرام
سے گرا دیئے ہیں کسی دیانندی میں ہمت ہے تو سامنے آئے اور دیر چمیز میں گرفتار شدگان
جیلخانوں کو کوشش کر کے چھڑائے اور وید کی دوبارہ پڑتال کرائے شاید کسی کونے سے کوئی منتر
وید کی قدامت کا نکل آئے

اور لیجئے تیسرا ستون منتر ادوان میں لیجئے گورو دت دیانندی کے قول کے مطابق
اکسیجن اور نائیٹروجن پیشنگی بابو صاحب انکار کرتے ہیں کہ سوائے اس دیانندی کے کسی
اور مذہب والے نے کوئی اس تھیوری کو اپنی الہامی کتاب سے ثابت کیا ہو۔ ہم اور
مذہب تو جانے دیجئے خود شری دیانند گورو جیلوان جی کو بھی وہ معنے اس منتر کے نہ سوجھے
جو اسکے شاگرد چیلے کو سوجھے پھر دوسرا کیا کہنا خود ویدک تہذیب کے حامی کئی اب پہلا
سے اسکے معنے معلوم کیجئے تو سہی

اب آخری ستون ویدک تہذیب کا شبد کا قدیم ہونا جسکے بموجب بقول دیانندی تمام
بے نار تاسب فی الحال موجود نہیں ہیں کہ شبد کے قدیم ہونے میں وید کا ایک حوالہ نہیں دیا
اور محض فلسفیوں یا شارحین شاستر کاروں کے ڈھکوسلوں پر زور دیکر وید پرستی نے حد دیا اور
دعویٰ کر دیا کہ درست وہ ہی ہے جو اپنا سا ہیں تو آپ نے شنخ میں آکر پنچ میں بھی دیا ہے کہ اگر
کسی الہامی کتاب میں صوت کے غیر معدوم ہونے پر کوئی آیت ہو تو پیش کرے وہ
وید والوں کا پیچھا ہوتے ہی پیتا پڑ گیا دنیا میں کیسے کیسے عجیب آدمی بھرے پڑے ہیں خود تو زرا
دعوے ہی پیش کرتے ہیں اور وید سے دلیل نہیں دینگے اور دوسروں کی الہامی کتابوں
ٹٹولتے ہیں اور پھر حجت کا سہرا خود ہی وید کے پیش کرتے ہیں لالہ صاحب لیجئے ہم قرآن
پاک سے ایک نہیں بلکہ زیادہ آیات دیکر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن شریف اس بات کا
مدعی ہے کہ جو فعل یا قول انسان سے سرزد ہو وہ محفوظ رہتا ہے اگر اس قسم کا وید کا کوئی

دانا سرشتی کے دکھانے کو اسلام ہو کر یہ کہاں تک جائز ہے اور

(آیت اول) ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

(آیت دوم) نکتب ما قدموا و آثارہم وکل شیء احصیناہ فی کتب مبین

(آیت سوم) کل شیء فعلوہ فی الزبر وکل صغیر وکبیر مستطر

مجھے ترجمہ آیات اسلئے نہیں کیا کہ دو پابندی ہیں سب فرما اللہ کے تابع ہو کر توجہ کریں کہ بالکل واضح ہو کہ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے کل اقوال و افعال تقیہ میں کوئی شبہ کا تقیہ ہونا تو ترقی کے اصل میں داخل نہیں بلکہ اسکے برخلاف کا تقیہ ہونا بھی اشتہار کا اگر کسی پابندی میں روایات جواب ہو وہ اپنے گروہ علوم کی کتابوں میں مطالعہ کرکے جواب دیے انہیں واضح شائع کر کے فضول اوقات کے مرتکب نہ ہوں۔

(خاکسار عبد الفضل محمد علی خان)

واقعہ صلیب کی چشمدید شہادت

جناب میاں معراج الدین صاحب عمر سلسلہ احمدیہ کے قابل و بلند ہمت افراد میں سے ہیں جن کے مزمہ صلیب کا ثبوت ہے جس کی صورت میں جو شرکت نہیں نے اس عزیز کتاب کا ترجمہ کیا ہو جو اول مفتی محمد صادق صاحب نے ہندوستان میں پھیلائی تھی اس کا ہر دن ایک چشمدید شہادت سے دکھایا گیا ہے کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اتارا گیا اور اسکے سلسلہ نوت کے لوگوں نے حفاظت کرکے مرہم کی الہامی طرز کے بعد انکے بلنے دو دو سو احمدیوں کے لئے بہت بڑا حربہ ہے ترجمہ میاں صاحب نے ایسے رنگین اور عمدہ عبارت میں کیا ہے کہ مطلق معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے اصل مترجم کا کمال یہ ہے کہ عبارت میں ایسے مطلوبوں اور مشکل الفاظ اور پیچیدہ ترکیبیں ہیں کہ سلیس نہیں کر سکتے بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ مترجم کی زود نویسی کا نمونہ ہے ترجمہ کے ساتھ ہی ایک رسالہ جو اس میں تھا مسیح کے حالات بڑے قصص سے لکھے گئے ہیں اور اس مترجم کی تصنیف الاسلامی ایک بیش بہا

حدیث تمیم داری کی تشریح

از فاضل اجل مولوی محمد احسن صاحب امروہی

شحنہ کے ناظرین اس مضمون کو جسے فاضل جلیل القدر نے اس صفحہ میں تحریر کر دیا ہے بہت دلچسپی سے پڑھینگے منشی غلام احمد صاحب کے رسالہ کے اسی سلسلہ میں ہے جسکو شحنہ میں بارہا مدلل تصدیق کر چکے ہیں جس پر آپنے علوم کے بہت کچھ لکھ چکے ہیں

اقول دجال کے بارے میں جو حضرت اقدس نے حکم عادل ہو کر فیصلہ فرمایا ہے وہ آپ کے ثبوت کا مصداق ہو اور دجال کی احادیث کے بارے میں جو تضاد اور اختلاف تھا ان احادیث میں آج تک کسی مجتہد اور مجدد نے ایسی توفیق و تطبیق نہیں کی تھی مگر تعصب اور عناد کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا ورنہ دجال اور مسیح و مہدی وغیرہ کے بارے میں جو فیصلہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے آپ کی صداقت کے ثبوت کے لئے وہی کافی ہے۔ ولنعم ما قیل مگر عقل و خرد نگری میں نہ رہے بر عالم و قیصر شد و ہم پایہ کرم۔ اگر حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء ان احادیث مختلفہ و متضادہ متعارضہ میں بیشتر تو سلیم توفیق و تطبیق نہ فرماتے تو پھر وہ تمام احادیث میں رد و خلط ملط واقع ہو کر انجیل اور کتب محرفہ بائبل کے برابر بھی انکی وقعت نہ رہتی اور منکرین احادیث کا فرقہ برابر ترقی کرتا چلا جاتا اور ایسے انکار و تکذیب احادیث صحیحہ کے لئے ایک بڑا موقع انکو ملتا۔ پس جبکہ آپکی مدت تجدیدات کے جو دین اسلام میں آپ نے کیں ایک یہ تجدید بھی عظیم الشان تجدید ہے جسکا شکریہ اہل اسلام خصوصاً اہلحدیث ادا نہیں کر سکتے پس ہم کو شکر تو سفتن سر ہوئے و احسان تو گفتن۔ اس نمبر ضمنی میں دجال کے بارے میں تمیم داری کی حدیث سے

بالجملہ آپ نے تحریر کیا ہے اسکے بموجب تو ایک عجیب تضاد کا پیدا ہوگیا مختصر بیان اسکا یہ ہے
جبکہ آپ اقرار کرتے ہیں کہ الف لام کیساتھ جو الدجال معرف ہے وہ خاص کوئی ایک وجود ہے
اقول مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اس الف لام سے
واقف نہ تھے جو انہوں نے ابن صیاد کو دجال معہود قرار دیا جسکا بیان آپ نے بھی کیا ہے پھر
آپکا یہ بھی اقرار ہے کہ پہلے حضرت صلعم کو وحی سے بوضاحت اسکا پتہ معلوم نہ تھا اسپر یہ
اعتراض ہو کہ اگر وحی سے معلوم نہ ہوا تھا تو اس الف لام سے ہی آپکو پتہ چل جاتا پھر تمیم
داری کی حدیث کو دجال کی تحقیق میں آپ نے کل پر مستند قرار دیکر اپنے زعم میں الدجال کو کوئی
بھوت بنا لیا ہے اسپر یہ اعتراض وارد ہے کہ اس حدیث میں الدجال نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ خود جزیرہ
میں موجود ہے اسکا خروج قریب ہے اور دنیا کی کل بستیوں میں اندر چالیس روز کے میں
سیر کرونگا لیکن مکہ و مدینہ میں نہیں جا سکونگا کیونکہ فرشتے ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں اگر میں
وہاں جانیکا ارادہ کروں تو وہاں کے جانیسے وہ مجھکو روکیں گے اور مجھکو ہرگز داخل نہ ہونے
دینگے یہ اقرار تو تمیم داری کی حدیث میں ہے جو آپ کی مستمسک بہا ہے اور متفق علیہ حدیث
میں بطور نص کے مذکور ہے کہ الدجال خانہ کعبہ کا طواف کریگا۔ اب براے خدا بالفعل آپ ان دونوں
امروں متضاد کی ہی تحقیق فرما دیجئے ہم دیگر احادیث دجال کے اختلافات میں اگر نہ
پیش کئے جاوینگے یاد رہے صحبت باقی انشاء اللہ تعالےٰ خلاصہ یہ کہ آپکے مسلک کے
بموجب ان احادیث متضاد و متناقض میں ہرگز ہرگز توفیق و تطبیق نہیں ہو سکتی ہے مگر جس
صراط مستقیم پر ہمکو حضرت اقدس نے قائم کر دیا ہے اسپر چلنے سے تمام احادیث دجال و
مسیح موعود وغیرہ میں توفیق و تطبیق ہو جاتی ہے چنانچہ ہم اسی حدیث تمیم داری کو جسکو
آپنے ہی دار و مدار فیصلہ کا قرار دیا ہے اسی صراط مستقیم پر قائم ہو کر بتوفیقہ تعالیٰ اسکا
فیصلہ کئے دیتے ہیں مگر آپکو یہ قصہ سامنے رکھنا چاہئے کہ الدجال وغیرہ کی جو احادیث
رؤیا اور مکاشفات آنحضرت صلعم کے ہیں وہ واجب التعبیر ہیں اور اسلئے وہ حدیث مستلزم

جس میں مذکور ہے کہ دجال خانہ کعبہ کا طواف کریگا اسکے اول ہی میں مذکور ہے رأیتنی اللیلۃ عند الکعبۃ جس سے معلوم ہوتا ثابت ہے پس یہ حدیث بھی مکاشفہ اور رؤیا میں داخل ہے اور دجال کے خانہ کعبہ کے طواف کے کرنے سے وہی طواف مراد ہے جیسا کہ چور کسی گھر کا طواف واسطے نقب لگانے اور چوری کرنیکے کیا کرتا ہے اور مسیح موعود کے طواف سے وہ طواف مراد ہے جو کہ کسی گھر کی حفاظت کے واسطے کوتوال طواف کیا کرتا ہے اب چونکہ تمیم داری کو جو کچھ کہ اپنے سفر بحری کا قصہ رؤیا میں خواب یا بیداری میں پیش آیا اس قصے کو آنحضرت صلعم نے اپنے مکاشفات متعلق دجال کے مطابق پایا اسی لئے اسکی طرف نہایت التفات کیا اور بڑی توجہ فرمائی اور تمیم داری کیساتھ جو تیس آدمی اور بھی ہم سفر تھے ان سے تصدیق کرائی ابھی حضرت غرض اب ہم کو اور توجہ تمہارے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نصاریٰ اور انکے سلاطین وارکین اور پادریان نصاریٰ ضرور بالضرور تمیم داری کے انکار کے کامل مظہر اور پورے مصداق ہیں دلائل اور قرائن اسکے حسب ذیل ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ یہی اس قوم کا اقبال و اجلال کہ جو دجال کہا گیا ہے وہ بجائے دین اور مذہب کے ہے باعتبار دنیاوی امور کے دنیاوی انتظام میں ہم اس کے تابع اور خیر خواہ و فرمانبردار ہیں نہ دین اور مذہب میں بلکہ دنیاوی انتظام کی رو سے ہم اسکو ایک رحمت الٰہی اعتقاد کرتے ہیں اور باعتبار مذہب کے ہم دجال قرار دیتے ہیں [illegible] [illegible] — اب ہم تمیم داری کی حدیث میں جو قرائن اس جاسوسہ و جساسہ کے ثبوت میں ہیں ان کو بیان کرتے ہیں

دلیل اول۔ اول تمیم داری کا وہ سفر بحری تھا یہ سفر بحری اسلاف دجال کا ہے کہ اور دجال معہود سفر ہائے بحری میں بڑا مشاق اور باشوکت و اقبال ہوگا چنانچہ ظاہر ہے کہ جو قوت اور سلطنت بحری اس قوم دجال کو حاصل ہے وہ انکی سلطنت بری و قوت بحری سے اور نیز دیگر اقوام دنیا کی قوت سے کچھ کم نہیں ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوگی

دلیل ثانی۔ تمیم داری کو اس سفر بحری میں ایک مہینہ تک سرگشتہ اور حیران رہنا پڑا۔

یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اس دجال کے مظہر کو بھی تلاش اور جستجو کسی جزیرہ معدوم کی میں سرگشتہ اور حیران رہنا پڑیگا چنانچہ کولمبس کو مدت تک واسطے تلاش اور جستجو ملک ہندوستان کی سرگشتہ اور حیران رہنا پڑا۔ اور اور ممالک امریکہ کا پتا اسکو لگا اور ثانیا ہندوستان جنت نشان کا نشان جس کی اسکو تلاش تھی اسکا پتہ لگا

دلیل ثالث تمیم داری اس سفر بحری میں ایک جزیرہ میں پہنچ گیا جو کہ دنیا میں گمشدہ تشخیصات کا محاذ نہیں کیا جاتا تھا دیکھو کتب دنیا کو اسلئے آنحضرت صلعم کے دجال کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دجال کے قبضہ میں جزائر بھی ہونگے ہیں اور یہ ہے چنانچہ واقعہ بھی یہی ہوا ہے جیسا کہ بیان

دلیل رابع وہ جزیرہ مشرقی بحر میں واقع تھا جو حدیث میں مذکور ہے یہ اسطرف اشارہ کرتا ہے کہ دجال کا خروج مغرب سے مشرق کی طرف کو ہوگا چنانچہ ایسا ہی کچھ واقع ہوا دیکھو اوضاع المشارق کو اور تواریخ و جغرافیہ کو

دلیل خامس حدیث میں موجود ہے کہ تمیم داری کی ملاقات اول جساسہ سے ہوئی جسکے معنی ہیں تجسس کرنیوالا یا تفتیش کرنیوالا اسطرف مشیر ہو کہ مظہر دجال کے بعد کوئی دوسری قوم اخبار کی تجسس کرنے والی دنیا میں موجود نہ ہوگی اب واضح ہے کہ اس قوم کے برابر کوئی دوسری قوم اخبار کی تجسس کرنیوالی دنیا میں موجود ہے نہ پہلے موجود تھی اور یاد رہے یوں کہ فرق دوسری جگہ یاد رہے کہ علم تعبیر میں کثرت اشارات بھی ہوتے ہیں اسلئے آنحضرت کے مکاشفات میں بھی یہ امر کھونا ہے

دلیل ششم حدیث میں بصراحت موجود ہے کہ تمیم داری اس جزیرہ کے ایک گھر میں داخل بھی ہو گئے اور دجال سے ملاقات اور گفتگو بھی بخوبی کی اور اسنے بہت سی خبریں عرب وغیرہ کی اور اونکی جاگرفی وغیرہ تمیم داری سے دریافت کی یہ اسطرف اشارہ ہے کہ مظہر دجال کا فن تواریخ اور علوم جاگرفی میں ایسا مشاق ہوگا کہ دوسری قوم اسکی برابری نہ کر سکیگی

اور اسکی نسبی دجالیت گرجا گھر سے پیدا ہوگی۔ سو واقعات نے ہمکو ثابت کر دیا ہے کہ تمیم داری کا الدجال یعنی اسکا مظہر یہی قوم ہے جنکی دجالیت کا دور مدار گرجا گھر سے ہی شروع ہوا ہے اور انکے تمام گرجا اسی گرجا کے مظہر ہیں

دلیل ہفتم حدیث میں موجود ہے کہ وہ دجال ایسا ایک عظیم الجثہ انسان تھا جیسے کبھی کسی ناظرین تمیم داری نے دوسرے انسان نہیں دیکھے تھے۔ یہ مضمون اس امر کی خبر دیتا ہے کہ اس دجال کے برابر کسی دوسری قوم کا اقتدار اور اقبال ہرگز دنیا میں واقع نہ ہوگا۔ سو واقعات نے ہمکو جتلا دیا کہ اس قوم کے برابر کسی دوسری قوم کا اقتدار اور شوکت و اجلال ہم نہیں دیکھتے ہیں اسی لئے ہم تمام غیر احمدی قوم کو بلکہ تمام اقوام کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیاوی امور میں انگریز کے فرمانبردار اور خیر خواہ رہیں کسی طرح پر انکی مخالفت نہ کریں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنکی نسبت حدیث مسلم میں وارد ہے لا یدان لاحد لقتالھما

دلیل ہشتم حدیث کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ الدجال کو باقی اسلام میں نبی امی کے اخبار کی طرف بڑی توجہ تھی یعنی نبی امی کے اخبار اُسنے بہت توجہ سے دریافت کئے اب واقعات ہمکو بتلا رہے ہیں کہ پادریان نصاریٰ کو دین اسلام کے رد کی طرف بسبب انکے کمال درجہ کی حقیقت کے سخت اشتیاق ہے۔ اسی لئے الدجال کو بڑا خوف رہتی تھی ہی سے ہی تھا نہ دیگر مذاہب کا اور الحضرت نبی امی کا جو آپ کی زبان سے نکلا اسکی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں اول تو حضرت صلعم کو بائبل میں نبی امی ہی کہکر لکھا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ انکے دین کا اجلال و اقبال تمام دنیا میں بڑے زور شور کے ساتھ پھیلیگا۔ اس نے الدجال کو بڑا خوف اور اندیشہ نبی امی کے ظہور سے تھا۔ بنابرین اسنے نبی امی ہی کے اقوال بڑی توجہ سے بہت سے دریافت کئے۔ اب مشاہدہ ہے کہ پادری صاحبان نصاریٰ کی بھی بڑی توجہ اہل اسلام اور دین اسلام کی ہی طرف زیادہ تر ہے کیونکہ سوائے اہل اسلام کے دوسرے ادیان باطلہ والے اس دجالی مذہب کو ہلاک کر ہی نہیں سکتے ۱۵ و

تو لیشن تک ثابت کر دیں ہم ایک شاندار آنحضرت صلعم کی پیشگوئی یہ اسطرف بھی اشارہ ہے کہ وہ
الدجال علوم و فنون میں ایسا ماہر اور مشاق اور صاحب ملکہ ہوگا کہ اسکے برابر دوسری کوئی
قوم اہل علم شمار نہیں کیجاوے گی خصوصاً جب کہ دوسری حدیثوں کی طرف بھی نظر کیجاوے
تو اس قوم نے وہ علوم و فنون نکالے ہیں کہ زمینی حالات کا تو ذکر ہی کیا ہے آسمانی علوم
جسمانی بھی نکالے ہیں کہ درصد سابقہ میں کوئی ذریعہ انکا نشان نہیں ملتا کی قسم واسطے اسکی
دیگر حدیث صحیح میں یہ موجود ہے دیکھو نیز دفی ما بین السماء و الارض فطلقت من
انت قال الدجال سیر یا و الجد اکبر مشکوٰۃ صفحہ ۴۰ وہ باب واقعات بتلا
رہے ہیں کہ جو توجہ اور مشقت اس مظہر الدجال کو تحصیل علوم و فنون کی طرف ہے وہ
اور کسی قوم کو کا منا من کان ہرگز نہیں اگر کوئی دوسری قوم علوم و فنون میں انکے
برابر موجود ہو تو ایڈیٹر صاحب بھی اسکا پتہ بتلادیں

دلیل ہشتم اسی حدیث میں درج ہے کہ ابن الدجال نے دنیا بھر میں گھوم کر
تو دنیا بھر کی بستیوں اور قریوں میں سوائے مکہ و مدینہ کے چالیس روز میں سیر کروں گا
یہ اسطرف شعرہے جو کہ ریل کے واقعات کا نظارہ شب و روز ہماری آنکھوں کے سامنے
موجود رہتا ہے عیاں را چہ بیاں

دلیل نہم بعد ازاں قوم نصریٰ بحری جہاز روانی کے حضرت سید المرسلین نے یہ بھی ارشاد فرمایا
کہ وہ الدجال مشرق کی طرف ہوگا کہ او ما الی المشرق یہ اسطرف اشارہ ہے کہ
اس دجال کا فتنہ تو ہی دو مینہ مشرق کی طرف زیادہ ہوگا سو واقعات ہمکو بتلاتے ہے
میں کہ فتنہ دجالی پادریوں کا جو ہندوستان میں ہے جو مشرق میں مدینہ سے واقع ہے
وہ دوسرے ملکوں میں موجود نہیں بلکہ اسکا عشر عشیر بھی نہیں دوسرے ملک میں نہیں
پایا جاتا مگر ہم اس حدیث میں اور بھی اشارات موجود ہیں لیکن بخوف طوالت اختصار کیا ہے
ان اشارات پر کفایت کیا ایڈیٹر صاحب بلکہ جا گر فی اور آریہ مذہب سے بھی بخوبی واقف

ہے کہ اگر انصاف کیجئے تو قریبی وہ اشارات جو حدیث صحیح مسلم میں بیان کئے گئے ہیں اور اسی حدیث میں ہے تو اس دجال کے نفیہ کا اقرار کیا ہے کافی وافی ہیں وذلک حشر کا مدار ہم کسی قسم لغت عرب کے بموجب بھی پادریوں نصاریٰ کو دجال ہونا ثابت کرتے ہیں جس کو تفصیل سے دیکھنا ہو وہ ہمارے رسالہ استبدال العیان کی طرف رجوع کرے مختصر طور پر یہاں پر لکھا جاتا ہے تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے ومن اشتقاق الدجال المسیح الکذاب لانه یعم الارض کما ان الشمس تعم الجسد صفت دجال کی جو خاص لغت عرب نے بیان کی یا اور یہاں عیسائیوں میں موجود ہے دیکھو تمام بسیط الارض پر یہ اقوام پھیلی ہوئی ہیں اب ان کی نسبت کا ثبوت اس طرح لغت عرب سے ہوگا العروس دجل دجلا اذا کذب واخرق لانه یدعی الربوبیة هذا من اعظم الکذب یہ صفت بھی ان میں موجود ہے کیونکہ صنائع وبدائع اور کلٹ سازی وغیرہ جو اس قوم نے جاری کئے ہیں وہ کسی پہلی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے اور سماوات وطبقات الارض کے متعلق وہ وہ فنون وعلوم ایجاد کئے ہیں جو گویا زبان حال سے دعوے ربوبیت کا کر رہے ہیں اور نیز حضرت عیسےٰ کی الوہیت کے قائل ہیں وقیل هو من دجل الرجل اذا قطع نواحی الارض اطراف زمین میں کوئی حصہ باقی رہ گیا ہے جس کو انہوں نے قطع نہ کیا ہو چنانچہ اس میں لکھا ہے قال ابو العباس سمی دجالا لضربه فی الارض وقطعه اکثر نواحیها ایضا هو من دجل تدجیلا اذا غطی لانه یغطی علی الناس بکفره او لانه یغطی الارض بکثرة جموعه او لانه یدجل الحق بالباطل ظاہر ہے کہ یہ صفات

له هٰذا ربنا بنظر قطران جو کہ خارش اونٹ پر لگائی جاتی ہے۔ م ی ب

له کما قال اللہ تعالےٰ قل من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمن مدا یعنی جو قوم ضالین ہے اسکو رحمن بسط ارض میں زیادہ پھیلائیگا م ی

سبھی ان قوم میں پائی جاتی ہیں تمام دنیاوں کو دنیا بھر میں ان اقوام نے اپنے کثرت سے بھی
ڈھک لیا ہے اور انکی تجارتی اشیاء کثرت سے دنیا بھر میں پھیل رہی ہیں کہ زمین کو
بھی ڈھک دیا ہے اور حق کو اپنے باطل سے ڈھکنا چاہتے ہیں یہ صفت ان کی امور
دنیات میں خود ظاہر ہے۔ ایضاً اسی میں ہے اور من دجل اذا طلی بالذھب
وکل شئی موھتہ بماء الذھب فقد دجلتہ سمی بالتمویہ علی
الناس بالباطل وتلبیسہ ملمع کرنا سونے اور چاندی کے زیوروں اور ظروف
اقسام ساز و سامان ملمع کو دیکھو تو اس تحریر اور تمیز کا نظارہ اس قوم میں ایسا تم کو نظر
آویگا کہ زمانہ گذشتہ میں کوئی ایسا نظارہ کوئی تاریخ نہ بتا سکے گی ایضاً والصواب ان
الدجال یعنی الذھب کشدہ الی قولہ لان الکنوز تتبعہ حیث ذھب
دیکھو سونا اور علاوہ اسپر دنیا بھر کی چاندی لٹکے پیچھے پھرتی ہے ایضاً والدجال لہ
بالتشدید ایضاً الرفقۃ العظیمۃ تغطی الارض بکثرۃ اھلھا وقیل ھی
الرفقۃ تحمل المتاع للتجارۃ قال دجالۃ من اعظم الرفاق۔ دنیا کی ہر ایک
شئی کی تجارت کی ترقی جو اس قوم نے کی ہے تمام سطح الارض میں انکی تجارت پھیل
رہی ہے۔ بتاؤ کہ دنیا بھر میں اور کونسی قوم کی ایسی کمپنی کی تجارت جاری ہے اور زمانہ
ماضی میں کسی کمپنی اور قوم نے اس قدر ترقی تجارت میں کی ہے تاج العروس شرح
قاموس سے یہ عبارات نکلی گئی ہیں اور لسان العرب وغیرہ میں تفسیر یا اسی طرح پر
لکھا ہے اور صحاح جوہری میں لکھا ہے۔ الدجال والدجالۃ الرفقۃ العظیمۃ
قال الشاعر دجالۃ من اعظم الرفاق۔ منتہی الارب میں لکھا ہے۔ دجال نام
مسیح کذاب وگروہ بزرگ ودجالۃ مثلہ غرضیکہ لغت عرب کی کتابوں میں خوب چھان
بین کیا ہے سب میں سارا بیان ٹھیک ہوا ہے سبحان اللہ آنحضرت صلعم کو کیسا وسیع علم
دیا گیا تھا کہ آپ نے جس گروہ کو اپنے کشف میں دجال کے نام سے موسوم فرمایا اس میں وہ تمام ہیں

اب ہائی کتابیں ہیں جو لغت عرب میں انکی معانی ہیں جنکا خلاصہ ہے تمام زمین میں پھیلاؤ دینیات میں سرتاپا کذب اور افترا سے کام لینا زمین و آسمان کے متعلق وہ علوم تحصیل کرنا جس سے دعویٰ ربوبیت معلوم ہو۔ تمام اطراف و اکناف میں سیر کے سامان مہیا کرکے سیاحت کرنا۔ اپنے دجل اور مکر سے حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دینا جنکا نتیجہ تمام دنیا سے اعلیٰ کی قوموں میں علم و فن اور کشف اسرار ہونا۔ صنائع بدائع اور تمام کاموں میں دنیا میں ایسی زینت اور رونق دینا کہ اگر رنگ ہے تو چاندی معلوم ہونے لگتی ہے اور اگر تانبا یا پیتل ہے تو سونا معلوم ہونے لگتا ہے تمام خزانوں دفینوں کا نیچے نیچے پھرنا دنیا بھر کی تجارتوں کو اسقدر ترقی دینا کہ کوئی دوسری قوم ہرگز ہرگز انکی ہمسری نہیں کر سکتی تمام دنیا کے اسباب اور سامانوں کو بذریعہ ریلوں کے شرق سے غرب اور غرب سے شرق کو اور جنوب سے شمال کو اور شمال سے جنوب کو اٹھائے پھرنا تلک عشرۃ کاملۃ

پھر ہم یاد دہانی کئے دیتے ہیں کہ انکا امور دنیوی کی ایسی ترقی دینے والی کوئی قوم نہیں بس ہم کو امور دنیوی میں انکی اتباع کرنے سے ترقی دنیوی حاصل ہوگی لیکن باعتبار مذہبی کے یہ قوم دجال ہے جس کی تشریح کر کے علم و لغت عرب سے ہم کو واسطے اجتناب کرنیکے انکے مذہب اور ملت سے بخوبی وضاحت کے ساتھ تاکید کی ہے۔ انتہیٰ من رسالہ التقریر فی دفع التزویر

تصدیق المسیح جس میں تمام موٹے موٹے ان اعتراضوں کا جو سلسلہ احمدیہ پر کئے گئے ہیں۔ بڑا مدلل و عالمانہ جواب تحقیق کے ساتھ دیا گیا ہے ۱۰۰ صفحے کے قریب رسالہ ہے جن لوگوں نے وی۔ پی واپس کر دئے تھے وہ ۱/ کے ٹکٹ بھیجکر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے منگوالیں

منیجر

شام کی ملکہ اور میں

کل وہ ملکہ بڑے تمکنت غرور سے اٹھی — ایک حج پکارتے میری ہم کلامی کو چلی
مجھ سے پوچھا، تو بتلا کون ہے خالق ترا — لوگ کہتے ہیں کہ جس نے تجھے پیدا کیا

توبہ توبہ، وہ بھلا کیونکر ہوا خالق مرا — جو کبھی سو سال گزرے ہیں کہ جو مر چکا
وہ نبی تھا اس سے پہلے بھی ہو گزرے رسل — موت کا وارث ہی کر گیا سب کو قبول
خطبۂ صدیق کو سمجھو ذرا تم [illegible] — کیوں خلاف اس کے جو کرتے ہیں [illegible]
کیا نہیں قرآن میں [illegible] — ہوئے مسلم پھر بھی ایسے مشرک و ملحد تم
کل شیٔ کی ہے نسبت ایک خالق کی طرف — ساری دنیا کی نگاہیں ایک ہی کی طرف
خالق یکتا خدا ہے واحد و تنہا ہے — جو زندہ و موت کا مالک خود خدا ہے
خاص شی بھی شے میں پیدا ہو محال — آپ کے خلق میں کس طرح خالق کا کمال
ذرہ ذرہ کی ہے پیدائش اسی کے ہاتھ سے — پورا ہو جا کر کسی بچے کو کر سکتا تھے
سن کے بولا میں کہ اچھا مسئلہ ہے ہو چکا — ایک آئیو الا ابھی [illegible] رہ چکا
ایسی سیدھی بات اور بھی کہتے ہیں لیے — حیف ہو گر مر رہی [illegible]

پھر یہ پوچھا آپ کی کیا تعریف ہے بھلا — لیجئے سننے کے لئے [illegible] مشکل
مسلمان ہوں آپ کی [illegible] — آپ کے [illegible] نہیں [illegible] محمود [illegible]
اپنے دل سے نہیں [illegible] — [illegible] حدیث [illegible]
امتیاز کفر و اسلام ایک ہی بات تھی — [illegible]

[illegible]

قلب مسلم میں نہیں وہ عشق کی چنگاریاں / جوش غفلت سے پڑے تھے جیسے بے حس ناتواں
بے شمار اقوال میں عاشق مسیح وقت کا نشاں / اس میں نے اس تبدیلی سبھی حیران ہیں
بس لپیٹے وہ میں پیارا کنشان ہو دکھاں / مسجد ... کے بہ ... کے ... مرقع ...
ہستہ رو ہو معرفت حسن ازل میں / پیر ہو یا بیچ ہو جوان ہوں یا اطفال ہیں
آجکل وہ رفتہ آن بدلی ہے کہاں / کھو گئے رنگ میں سانپ ہی جو کہاں
بات سنتے ہی یہ تھام کر میں رہ گیا / خون دل خون جگر آنکھوں سے بہہ گیا

ٹوٹ گیا دل اندر رنج سے حسرت بھرا زار / سامنے دکھتی تھی دنیا جو ہو گی امر
فاتحہ پڑھ کر لگا خوب ہی رونے زار زار / بستی میں رہا کیا وہاں ... زار زار
آہ وہ اسلامیوں کا حال ہو کیسا ہے بیاں / کہتے کہتے کہا کر تو ہے گم جوش ...
تو مسیح وقت ہے اللہ کا سچا نبی / تیرے انفاس ذکیہ سے ملے گی زندگی
تم خدا ہی آبرو ہی حق تیری جلی بجلی ہے / جان و مال اکمل مشتاق ہو تجھ پر فدا
شرک کا نام و نشان جاتا رہے گا ذلیل / بوستان احمدی پھل لائیگا تیری ...

مسجدیں آباد ہونگی سب ترے ہی نام سے
فتنے آزاد ہونگی سب ترے ہی نام سے

پیغام صلح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ... مبارک زمانہ ... لاہور میں گزارے اور ... اپنے تمام قوموں اور خصوصاً ہندو کو پیغام صلح دیا ہے کہ ایک ہی طریق ہے کہ سب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں اور ہماری طرح تمام ماسبق انبیاء کا ادب کریں۔ اس مقدس یادگار کو قائم رکھنے اور اس پیغام کو ... لفظ پیغام صلح جاری کیا گیا ... جو ... شائع ہوتا ہے ... کی ایڈیٹری ماسٹر محمد حسین صاحب فرخ آبادی ... کے ہاتھ میں ہے ... امید کی جاتی ہے ... احمدی ... قیمت سالانہ ...

ماہِ رمضان المبارک

میں

غیر معمولی رعایت

Digitized by Khilafat Library

بشرطیکہ البشریٰ مجموعہ الہامات حضرت اقدسؑ خریدیں

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۴	[illegible]	[illegible]	کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت
" پ ۲۵	[illegible]	[illegible]	ہے جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو اور ان
" پ ۲۶	[illegible]	[illegible]	دلائل کو کھولکر رکھا گیا ہو جو قرآن مجید [illegible]
" پ ۲۷	[illegible]	[illegible]	میں اپنے دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے اور
" پ ۲۸	[illegible]	[illegible]	جو دوسری الہامی کتابوں سے منجملہ امتیازی
" پ ۲۹	[illegible]	[illegible]	نشانات کے ہے
مجربات نور الدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]	شاہی طبیب حکیم حاذق حضرت مولانا نور الدین
" " دوم	[illegible]	[illegible]	صاحب کے مجربات [illegible] بہت مفید
" " سوم	[illegible]	[illegible]	نادر نسخے
تحفہ سالانہ جلسہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ المسیح مولوی عبد الکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ [illegible] اور معارف حقائق کا گنجینہ ہر [illegible] ۲۰۰ صفحہ

نام کتاب	قیمت	خلاصہ مضمون
حقیقت نماز	[illegible]	یہ رسالہ جس میں نماز کی حقیقت اور اسکے متعلق ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے مختصر کتاب ہے اخیر میں چند سورتوں کے عجیب و غریب تفسیر درج ہے
منصح	[illegible]	یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارات کتب سابقہ سے دکھائی گئی ہے اور اسکے ساتھ ایک نہایت دلسوز مسدس ہے اسباب بگڑ کر روحانی اٹھائیں
رد چکڑالوی	[illegible]	چکڑالوی کا فتنہ سخت ہے مگر اسکا رد بھی بہت ہی سخت ہے حجم صفحہ
عمدۃ الاحکام	[illegible]	بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم معہ اعراب خوشخط پسندیدہ امیر المومنین
خطبات نور حصہ اول " " دوم	[illegible]	حضرت امیر المومنین کے خطبات کا مجموعہ جو عید و جمعہ پر آپ نے پڑھے حقائق و معارف کا خزینہ
امتیازی نشانات مسیح موعود	[illegible]	وہ نشانات جن سے مسیح موعود دوسرے انبیاء امت محمدیہ بلکہ بعض انبیاء سے ممتاز ہے مسیح موعود کے ... ہیں
طبیب روحانی	[illegible]	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن کریم سے خوشخط بچوں کے پڑھانے کے لئے

نام کتاب	قیمت اعلیٰ	قیمت ادنیٰ	خلاصہ مضمون
ادعیۃ الاحادیث	ار	۸ر	احادیث کی دعائیں جو مختلف حالات و عادات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	ار	معاملات کے متعلق میں احادیث نبوی کی تفصیل
ظہور المسیح	۶ر	۳ر	مسیح موعود کی وفات اور مسیح محمدی کی تشریف آوری کا ثبوت تمام مخالف کتابوں کے حوالے دیکر لکھا ہے
اربعین	۱۲ر	۲ر	حضرت اقدس کی تصنیف آیت لو تقول کی تفسیر اور اپنی صداقت کا ثبوت
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۳ر	۱ر	
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	۲ر	اللہ کے اسماء کی تشریح بچوں کے لئے بطرز نظم
مکتوبات احمدیہ	۱۰ر	۸ر	حضرت مسیح موعود کے خطوط و معارف و حقائق کا اور تصوف کا گنجینہ
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	ار	تفسیر سورۃ تبت عجیب طریق سے
سلک مروارید	۱۲ر	۲ر	لڑکوں لڑکیوں کے پڑھانے کے قصے
خطبات نور حصہ اول	۱۰ر		حضرت امیر المومنین کے جمعہ و عیدین کے خطبے
حصہ دوم	۱۰ر	۸ر	
تشحیذ اگست ۱۹۱۳	۲ر	۲ر	جس میں رمضان شریف کے متعلق تمام احکام بالدلائل شرح و مفصل لکھے ہیں
اسلام کی پہلی کتاب	۳ر	۳ر	ضرورت زمانہ ۳ر ۴ر
معیار حق	۳ر	۳ر	احمد بیگ کی پیشگوئی ۸ر ار

رسیدات زر

جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب منشی عبد [illegible] صاحب
جناب مسٹر محمد ابراہیم صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب بابو [illegible] صاحب
جناب میاں [illegible] صاحب
جناب میاں غلام رسول صاحب
جناب [illegible] محمد صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] احمد [illegible] صاحب
جناب میاں عبد العزیز صاحب
جناب سید [illegible] صاحب
جناب بابو [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible] صاحب
جناب میاں محمد بخش صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب علی بخش صاحب
جناب میاں عبد الرحمن صاحب
جناب حکیم محمد بخش صاحب
جناب [illegible] محمد صاحب

جناب مولوی [illegible] حسن صاحب
جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب
جناب سید [illegible] شاہ صاحب
جناب منشی علی محمد صاحب
جناب [illegible] محمد صاحب
[illegible]
جناب مولوی محمد فضل [illegible] صاحب
جناب [illegible] الدین صاحب
جناب [illegible] اسماعیل [illegible] صاحب
جناب شیخ [illegible] محمد صاحب
جناب میاں کریم بخش صاحب
جناب میاں عبد العزیز صاحب
جناب [illegible] غلام حسین صاحب
جناب میاں [illegible] الدین صاحب
جناب کریم بخش صاحب
جناب [illegible] الدین صاحب
جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب [illegible] حسین صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] احمد صاحب
جناب [illegible] الدین صاحب

جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب میاں [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
[illegible]
جناب [illegible] صاحب
[illegible]
جناب میاں [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
[illegible]
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
[illegible]
جناب [illegible] صاحب

جناب محمد [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب
جناب حکیم محمد [illegible] صاحب
جناب عبدالکریم صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب [illegible] خان صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

جناب [illegible] صاحب
جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب
[illegible]

جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب سید [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

جناب شیخ [illegible] صاحب
جناب سید [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

جناب [illegible] شاہ صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] گوہر صاحب
جناب [illegible] صاحب
چندہ [illegible]
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

جناب [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] صاحب
جناب حکیم [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

جناب [illegible] صاحب
جناب منشی [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۱۵ مارچ [illegible]

منشی برکت علی صاحب [illegible]
چراغ الدین صاحب [illegible]
جناب سید [illegible] الدین صاحب [illegible]
جناب منشی [illegible] الدین صاحب [illegible]
میاں ظہور الدین صاحب [illegible]
جناب مولوی محمد [illegible] صاحب [illegible]
جناب میاں غلام محی الدین صاحب [illegible]
جناب غلام محمد صاحب [illegible]
جناب عبد الرزاق صاحب [illegible]
جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
جناب عبد [illegible] صاحب [illegible]
جناب مولوی [illegible] علی صاحب [illegible]
جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب سیکرٹری [illegible] [illegible]

[illegible] مارچ [illegible]

جناب [illegible] برکت علی [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]

جناب [illegible] محمد [illegible] [illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
[illegible] الدین صاحب [illegible]
[illegible] الدین صاحب [illegible]
جناب [illegible] احسن [illegible] [illegible]
جناب منشی عبد [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] مارچ [illegible]

جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
ماہ اپریل [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] اپریل [illegible]
جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible] مارچ [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible]

۸ اپریل [illegible]

[illegible] جناب منشی گلاب دین صاحب [illegible]

۱۰ اپریل [illegible]

[illegible] جناب محمد عبداللہ صاحب [illegible]

[illegible] جناب شیخ محمد حسین صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب منشی علی محمد صاحب [illegible]

[illegible] جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۱۱ اپریل [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب مولوی محمد علی صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۱۲ اپریل [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۱۸ اپریل [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۲۲ اپریل [illegible]

[illegible] جناب [illegible] عبدالرزاق صاحب [illegible]

۲۳ اپریل [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۲۵ اپریل [illegible]

[illegible] جناب مرزا [illegible] بیگ صاحب [illegible]

[illegible] جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]

جناب سید محمد حسین صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] جناب مرزا محمد [illegible] صاحب [illegible]

۳۰ اپریل [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

ماہ مئی [illegible]

[illegible] جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]

۷ مئی [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

۷ مئی [illegible]

[illegible] جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب منشی علی محمد صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]

۷ مئی [illegible]

جناب مرزا [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] مئی [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] مئی [illegible]

[illegible] جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] جناب [illegible] علی صاحب [illegible]

۱۷ مئی سنہ	جناب محمد ابراہیم صاحب [illegible]	۱۵ جون سنہ
جناب منشی غلام محمد صاحب [illegible]	جناب محمد عبد الرشید صاحب [illegible]	جناب حکیم محمد دین صاحب [illegible]
۱۹ مئی سنہ	ماہ جون سنہ	جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	۱۸ جون سنہ
جناب نور محمد صاحب [illegible]	۱ جون سنہ	جناب شیخ محمد [illegible]
جناب [illegible] فضل احمد صاحب [illegible]	جناب [illegible] علی صاحب [illegible]	۲۴ جون سنہ
۲۰ مئی سنہ	جناب غلام [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible]	۲۶ جون سنہ
۲۱ مئی سنہ	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]
جناب سید امداد حسین صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	ماہ جولائی سنہ
جناب احمد دین صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] بخش صاحب [illegible]	جناب محمد اسماعیل صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
۲۲ مئی سنہ	[illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	۱۳ جون سنہ	جناب [illegible] صاحب [illegible]
۲۴ مئی سنہ	جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب محمد حسین صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
۲۸ مئی سنہ	جناب [illegible] محمد صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب محمد اسماعیل صاحب [illegible]	جناب [illegible] فتح محمد صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]

جناب میاں محمد اکبر صاحب [illegible]	جناب الٰہی بخش صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]	جناب نور محمد صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب میاں محمد [illegible] صاحب [illegible]	جناب عبد الصمد صاحب [illegible]	[illegible]
جناب منشی عبد الحفیظ صاحب [illegible]	جناب سید محمد صاحب [illegible]	جناب شیخ [illegible] صاحب [illegible]
جناب کریم بخش صاحب [illegible]	جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] محمد صاحب [illegible]	جناب شیخ [illegible] صاحب [illegible]
جناب میاں [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] الرحمن صاحب [illegible]	جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]
جناب عبد الرحمن صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب علی اختر صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] محمد صاحب [illegible]
جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] الرحمن صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب محمد [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]
جناب [illegible] صاحب [illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]

بنہ

بری حالت ہے۔ روگ کا گھر کھانسی

Digitized by Khilafat Library

بچے ضعیف ہر ایک کے لئے کھانسی باعث ہلاکت ہے شروع ہی میں اگر یہ کھانسی کی خبر نہیں لیجاوے۔ تو یہ اچھے جوان ہی کو ایک دم ضعیف الجثہ بنا دیتی ہے بعدہ اسی سے دمہ اور سل وغیرہ کا مہلک عارضہ ہو جاتا ہے اسلئے کھانسی ہوتے ہی اس کی تدبیر کرنی چاہیئے اور تدبیر بھی بہت ہی سہل ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف و کھانسی کی دوا

ایک شیشی لیکر گھر میں رکھ دو۔ اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو ہضم کرنا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پکا کر

کر نا (۴) کف کو نکالنا (۵) سستی کو روکنا سردی کھانسی کیلئے نہایت ہی اکسیر دوا ہے قیمت بڑی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ہر چھوٹی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵

اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے۔ مہاراجہ دل گنجن سنگھ

دیو بہادر فیوڈیری چیف پٹنہ اسٹیٹ بونا گیر ضلع سمبلپور سے کہتے ہیں جناب من! آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھکو سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی۔ اسوجہ سے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں نوٹ ہر جگہ دواخانوں میں یا کلکتہ سے منگوانے سے ملتی ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن ۱۵۔۹۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بابت ماہ اگست ۱۹۱۳ء

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

ہمارا مسیح موعود [illegible]	۳۹۵ - ۳۹۸	اکمل
معارف قرآن	۳۹۹ - ۴۰۳	"
ہمارا نبی	۴۰۴ - ۴۰۸	"
خدا تعالےٰ کے زبردست نشان	۴۰۹ - ۴۲۰	[illegible]
[illegible]	۴۲۱ - ۴۳۱	اکمل
[illegible]	۴۳۲ - ۴۳۴	
[illegible]	۴۳۵ - ۴۳۶	

قیمت سالانہ [illegible]

خریداران تشحیذ کیلئے رعایت

تاریخ پہنچنے تشحیذ کے دس یوم تک ہر ایک خریدار تشحیذ اپنا نمبر خریداری بتاکر قمر الحق دہلی سے حسب ذیل کتب بہ رعایت خرید سکتا ہے

کتاب	قیمت	رعایتی	کتاب	قیمت	رعایتی
احمدی جماعت اول و دوم [illegible]	[illegible]	[illegible]	آئینہ حق نما بجواب الہامات مرزا	[illegible]	[illegible]
مباحثہ مونگیر حصہ اول و دوم	[illegible]	[illegible]	تصدیق کلام ربانی	[illegible]	[illegible]
الحق بابت چھ ماہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	معصوم ملک [illegible]	[illegible]	[illegible]

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تہائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اور ضمیمہ جو رسالہ کی تقطیع پر مطابق قواعد ڈاک کاغذ وغیرہ ہو دو ورق تک اسکی تقسیم کروائی [illegible] فی صدی ہوگی اور [illegible] تا [illegible] اور اس سے زیادہ کے لئے فیصدی دو ورق پر [illegible] اور بالمقطع ۱۰۰ تعداد اشاعت جب تک رسالہ ایک پیسہ کے ٹکٹ میں جاسکے۔

نوٹ:۔ اشتہار کا مضمون پہلے دیکھ کر منظوری دیجائیگی۔ مینیجر کو اختیار ہوگا جب چاہے کوئی اشتہار بند کرکے بقیہ قیمت واپس کردے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۳ء

ہمارا مسیح موعود علیہ السلام شریک باری تعالیٰ ہونیکا مدعی نہ تھا

خدا کے نبیوں پر جھوٹے الزام

یہ عنوان میرے احمدی برادران طریقت کو شاید حیرت میں ڈالے مگر یہ تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ شریر لوگوں نے نادانوں نے حق کے دشمنوں نے بڑے بڑے راستبازوں پر الزام لگائے سلیمان کو کافر کہا تو اللہ تعالیٰ نے ما کفر سلیمان و لٰکن الشیطین کفروا سے اسکی تردید فرمائی۔ ابو الانبیاء موحدوں کے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشرک کہا تو خدا نے فرمایا و ما کان من المشرکین سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔ و ما کان ابراھیم یھودیا و لا نصرانیا و لٰکن کان حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین کیا اس پاک نبی پر جس نے وادی کہ میں ایک خدا کی پرستش کے لئے

پہلا گھر بنایا جس نے اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنے میں تامل نہیں کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ شرک بھی کرتا ہوگا مگر کہنے والوں نے کہہ ہی دیا۔ اسی

مسیح موعود کی شرک سے بیزاری

طرح جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا سیدنا ومولنا مسیح الورٰی کا معاملہ ہے مسلمانوں میں زیادہ تر فرقہ اہلحدیث کا سمجھا جاتا ہوا ہے ان میں بھی شرک کی ایک بات لکھی کہ مسیح ناصری کو وہ صفات دے رکھی ہیں۔ جو شایان ذات باریتعالےٰ ہیں۔ تو آپ نے اس شرک سے بھی اپنی بریت ظاہر کر دی با اینہمہ اگر کوئی شخص انہیں مشرک یا شرک کی تعلیم دینے والا کہے تو کتنا بڑا ظلم اور صریح بے انصافی ہے*

خصم کا الزام

لاہور کے کوئی صاحب میاں پیر بخش صاحب پنشنر ہیں۔ وہ اپنی ایک کتاب میں کچھ متعدد ٹریکٹوں میں ہمارے آقا مسیح موعود علیہ السلام کو شریک باریتعالےٰ ہونیکا مدعی کہہ چکے ہیں اور اسکے لئے کتاب البریۃ صفحہ ۹۰ کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپکی نیک نیتی اور دیانت اور خشیت تو اس سے ظاہر ہو کہ ڈیڑھ صفحے کی عبارت سے صرف ایک فقرہ نقل کرتے ہیں۔ جو یہ ہے "میں نے زمین و آسمان بنائے اور میں اسکی خلق پر قادر تھا"

اس الزام کی تشریح

اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ زمین و آسمان میں نے بنائے ہیں اور میں انکی خلق پر قادر ہوں۔ تو وہ یا تو مجنون ہے یا اول درجہ کا ظالم ہے اور اسے مسلمان سمجھنا کسی کافر ہی کا کام ہو سکتا ہے مگر خداتعالےٰ نے ایک طرف تو ہمیں ارشاد فرمایا ہے یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا یعنی ہر خبر کی خوب چھان بین کر لیا کرو خصوصاً وہ خبر جو ان لوگوں کی

طرف سے پہنچے جو سورہ نور کی اس آیت کے مطابق واقع میں اس فتویٰ کے نیچے آچکے ہیں۔ اور زبان شریعت میں فاسق کہلاتے ہیں وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم × × × × × ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔

تحقیقات کے دو طریق

پس ایک طریق تو یہ ہے کہ اس نقل کی تصحیح کی جاوے اور اصل کتاب دیکھی جائے کہ وہاں کیا بات ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ ہم کسی شخص کی بات سمجھنے میں دقت محسوس کریں۔ تو متشابہ کو محکم کے تابع کر دیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہو هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ۔ یعنے کتاب اللہ میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی جنکے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ پھیلانے اور اپنی خواہش کے مطابق بات بنانیکے لئے متشابہ کو لے اڑتے ہیں۔ اور محکمات سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

متشابہ کو محکم کے تابع کرکے فیصلہ

سو اس اصل پر فیصلہ آسان ہو۔ حضرت اقدس ؑ کا عقیدہ خدا کے بارے میں جو تھا۔ اسکا گواہ چار لاکھ سے زیادہ اسوقت دنیا میں موجود ہے وہ متفق اللفظ شہادت دیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی خدا کو خالق السموات والارض مانتے تھے جسے تمام انبیاء تمام اولوالعزم تمام راستباز تمام ہادی تمام اولیاء تمام مجددین وصالحین وصدیقین مانتے آئے ہیں۔ اور یہی عقیدہ آخر تک ہیں

سکھایا۔ اور آپنے ہرگز ہرگز کبھی خدا یا خالق ارض و سما ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے عقیدے میں شامل کیا۔

چنانچہ اپنی الوصیت میں خدا کی نسبت جو عقیدہ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے اور یہ مضمون آپ کی متعدد و مختلف کتب و تقاریر سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

"خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ جس کا ہمیشہ ہے جسکا ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جسکا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کرسکتا ہو مگر اسکے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں اور اسکے آگے کوئی بھی انہونی نہیں اور تمام روح اور انکی طاقتیں اور تمام ذرات اور انکی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں" (الوصیۃ ۱۰-۱۱)

اس عبارت کو پڑھ لینے کے بعد کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ حضرت اقدس نے معاذ اللہ کبھی یہ دعوے کیا ہو کہ زمین و آسمان میں نے بنایا اور اگر کوئی عبارت اسکے خلاف ہوگی تو ہم اسے اس محکم کے تابع کرینگے جیسے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ جو تجھ سے بیعت

کرتے ہیں وہ اسی سے بحث کرتے ہیں۔ اس سے کوئی استدلال نہیں کرتا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تھے

فیصلہ کا دوسرا طریق

دوسرا طریق یہ ہے جو سب سے اول اور سب سے بڑھ کر مرجح ہے وہ یہ کہ ہم اصل دیکھتے ہیں۔ سب سے اول کتاب البریۃ صفحہ ۸۰ پر یہ عبارت ہے۔

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں نہیں تھیں اور انکی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادہ نہیں تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ ہاں جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا تعالیٰ کی طرف سے القاب ملتے ہیں اور جیسا کہ وہ لوگ خود عشق الہٰی کی محویت میں محبت اور یکدلی کے کلمات منہ پر لاتے ہیں ایسا ہی انکا بھی حال تھا اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سچی محبت کرتا ہے خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محب کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکی روح اور اسکے محبوب کی روح ایک ہی ہو گئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات اپنے تئیں محبوب کا ایک ہی دیکھتا ہے جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں مخاطب کرکے فرمایا ہے۔"

اس کشف کے اندراج سے آپ کا کیا مطلب تھا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور نے بجائے اپنی خدائی کا دعوے کرنے اور اپنے تئیں نعوذ باللہ شریک باری ٹھہرانے کے مسیح ناصری کی خدائی کا ابطال فرمایا۔ اور جس مقام پر ان الفاظ سے ایہام پیدا ہو کر ہوتا ہے اسکے صحیح مفہوم سے اطلاع بخشی اور بتایا کہ فنا نظری کے مقام میں مومن اپنے تئیں محبوب کا ایک ہی دیکھتا ہے اس سے یہ بات نکلتا

کہ مسیح خدا تھا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس سو ٹر بگر وہی کے الفاظ میرے حق میں آچکے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کشوف مجھے ہو چکے ہیں جب میں باوجود ان نبیوں اور کشفوں کے عبد من عباد اللہ ہوں۔ تو مسیح کسطرح خدا بنگیا بس یہ مقصد ہے حضور کا چنانچہ آپ نے پہلے اپنے چند الہامات نقل فرمائے ہیں پھر آگے فرماتے ہیں دیکھو صفحہ ۷۰ و صفحہ ۷۱ کتاب البریہ

زمین و آسمان بنانا کشف میں دیکھا

اور انکے ساتھ اور مکاشفات ہیں جو انکی تائید کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ پھر ایک اور کشف ہے۔ جو آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴ - ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اسکو بعینہ ذیل میں درج کرتا ہوں وہ یہ ہے

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخدار برتن کی طرح ہوگیا ہوں یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہانتک کہ اسکا کوئی نام ونشان باقی نہ رہگیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہوکر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہانتک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا۔ اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اسکے اعضا اور میری آنکھ اسکی آنکھ اور میرے کان اسکے کان اور میری زبان اسکی زبان بنگئی تھی میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل محو ہوگیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اسکی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اسکی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے گرد

دیکے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو
پیس ڈالا سو نہ تو میں میں ہی رہا۔ اور نہ میری کوئی تمنا ہی
باقی رہی میری اپنی عمارت گر گئی۔ اور رب العالمین کی عمارت
نظر آنے لگی۔ اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی
اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اسکی طرف کھینچا گیا پھر میں
ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا جس
میں کوئی میل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی
ڈالدی گئی۔ پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس
قطرہ کی طرح جو دریا میں جا پڑے اور دریا اسکو اپنی چادر کے نیچے چھپالے
اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا
تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں
سرایت کر گئی۔ اور میں بالکل اپنے آپ کھویا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ
نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ
میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اسکی گرفت سے
میں بالکل معدوم ہو گیا۔ اور میں اسوقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا
میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضا ہیں۔ اور میں خیال کرتا تھا
کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت
سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور منازع روک کرنیوالا
نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور میرا غضب اور حلم
اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس
حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا

آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین
کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے
منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا۔ کہ میں اس کے
خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء
الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے
پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور
میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم
انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

اس کشف میں چند غور طلب امور

اول یہ کہ یہ کشف ہے اور کشف میں صاحب کشف کا کچھ اختیار نہیں ہوتا

دوم اس حالت کے دکھانے کے لئے حضرت اقدس کے وہ فقرے جو ہوئے
کر دئے گئے ہیں خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

(ا) اللہ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی
(ب) یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا
(ج) میرے اعضاء اسکے اعضاء ۔ ۔ ۔ ہو گئے تھے
(د) میں بالکل اس میں محو ہو گیا
(ہ) سو نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی
(و) مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی واقع ہو گئی
(ح) اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا۔ کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود
کیا تھا؟
(ط) اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔

(ی) اسکی گرفت سے میں بالکل معدوم ہوں
(ک) میں اپنے سارے وجود سے معدوم اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں
(ل) اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان
اور نئی زمین چاہتے۔
(م) میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم
ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ ہم دونوں میں کون تھا۔ اور کہنے والا کون
سوم باوجود اس کشف اور ان کلمات کے آپ نے خالق السماء والارض
کا دعوے ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ فرماتے ہیں
"آپ حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں۔ اور ان الہامات کو
یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں۔
کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اسکی خدائی نکالتے ہیں۔ ان
الہامات سے بڑھکر ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات
اور کلمات سے نکل سکتی ہے۔ تو میرے ان الہامات سے نعوذ باللہ
میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی
اور قد نعوذ باللہ میری خدائی کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں
اور سب سے بڑھکر ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدائی ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ
جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی۔ اور نہ صرف یہ کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپکے ہر ایک
فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے اور یہ کہکر کہ وما ینطق عن الھویٰ
ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ آپکی تمام کلام کو اپنی کلام ٹھہرایا ہے بلکہ

ایک جگہ اور تمام لوگوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ یعنے کہہ کہ اے میرے بندو۔ پس ظاہر ہے۔ کہ جس قدر جرأت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت ہو سکتی ہے انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی بھلا اس سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے"

اولیاء اللہ کی مثالیں اسکے علاوہ اولیاء اللہ کے حالات آپ مطالعہ فرمائیں اسکے صدہا کشوف و کلمات ایسے ملینگے۔ مضمون لمبا ہو جانیکا خیال ہے ورنہ میں بہت سی مثالیں مہیا کر دیتا۔ حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی کا ایک قصیدہ تو مشہور ہے۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات میں ہے کہ مجھے اتنی قدرت ہے کہ ہاتھ بڑھاؤں اور آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور زمین پر پاؤں ماروں اور تحت الثریٰ تک پہنچا دوں (۲) میں اپنی منزل آپ ہوں (۳) میں تمام آدمیوں ملائکہ جنات چرند پرند اور تمام جانداروں اور کل مخلوقات سے کہ کنارہ پر جہان کے ہیں خبر رکھتا ہوں اور ویسا ہی بہتر نشان دے سکتا ہوں جیسا کہ اپنے آس پاس کی چیزوں کا (۴) مجھ وہ وقت عنایت کیا ہے کہ اول و آخر میرے وقت کے آرزو مند ہیں (۵) ساری مخلوق مثل کشتی کے ہے اور میں اسکا ملاح ہوں (۶) میں نے پہلے چاہا تھا کہ امانت مجھ پر رکھی ہے جب بغور دیکھا تو جانا کہ اپنی خداوندی مجھ پر رکھی ہے (۷) میں نے آسمانوں اور زمینوں کو دیکھا کہ میرے گرد طواف کرتے ہیں (۸) بہشت میری طلب میں ہے اور دوزخ میرے خوف میں ہے اور اگر بہشت و دوزخ کا میرے نزدیک گزر ہو تو دونوں معہ اپنے لوگوں کے بعد میں فانی ہو جائیں (۹) حضرت بایزید بسطامی کے حالات میں لکھا ہے کہ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ شخص

تو دیوانہ ہے۔

ایسے کشوف سے خدائی ثابت نہیں ہوتی

غرض ایسی باتوں سے خدائی ثابت نہیں ہوتی چنانچہ فرشتے ہیں

پادری صاحبان میرے الہامات کو بھی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں اور اگر خود پادری صاحبان سچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے اُن منصفوں کے حوالہ کریں پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً بیان کریں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں

تاکید پر تاکید

حضور نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے کہ شاید کوئی نادان اس کلمہ/کشف سے میری خدائی سمجھے یا ایسے کشوف و الہامات کی بنا پر کسی اور راستباز کو ایسا قرار دے دوبارہ تحریر فرمایا:

میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات ہیں پادری صاحبان سوچیں اور خوب سوچیں اور بار بار سوچیں کہ یسوع کو خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ

میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے پس میں اس سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے الہامی کلمات کو ان کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں۔ اور پھر انصافاً گواہی دیں۔ کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جائے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے میرے الہامی کلمات قوی دلالت رکھتے ہیں یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسے دلالت نہیں رکھتے تو پھر کیا وجہ کہ ان کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔"

آئینہ کمالات اسلام میں اس کشف کی تصریح

بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہو کہ حضرت آریوسائی کی خدائی کا اس کشف کی بنا پر ابطال فرماتے ہیں۔ اور آپ کو خدائی کا مدعی بناتے ہیں کاش آپ آئینہ کمالات اسلام کو دیکھ لیتے جہاں آپ نے عربی میں اس کشف والہام کو لکھ کر اسکی تشریح خود فرمائی ہے۔ اب اسکے خلاف کچھ اور معنے پیدا کرنے بہت بے انصافی و بددیانتی ہے ملاحظہ ہو اصل عبارت آئینہ کمالات مندرجہ صفحہ ۵۶۶

والقی فی قلبی ان اللّٰہ اذا اراد ان یخلق ادم فیخلق السموات والارض فی ستة ایام۔ ویخلق کل ما لابد منه فی السماء والارضین ثم فی اٰخر الیوم السادس یخلق ادم وکذالك جرت عادته فی الاولین والاٰخرین۔ والقی فی قلبی ان ھذا الخلق الذی

اور خدا نے میرے قلب میں ڈالا کہ جب خدا ارادہ کرے کہ آدم کو پیدا کرے تو آسمان و زمین کو چھ دنوں میں بناتا ہے۔ اور جو کچھ ضروری ہو وہ آسمان اور زمینوں میں تجویز فرماتا ہے۔ پھر آخری چھٹے دن میں آدم کو پیدا کرتا ہے۔ اور اولین و آخرین میں اسکی یہی عادت ہے۔ اور روحانی انتظام کے بارے میں فرمایا سو اس کشف کے بارے میں اللہ نے میرے دل میں ڈالا

وانّه اشارة الی تائیدات
سماویة وارضیة وجعل الاسباب
موافقة للمطلوب وخلق
کل فطرة مناسبة مستعدة
للحوق بالصالحین الطیبین
والقی فی بالی ان الله ینادی
کل فطرة صالحة من السماء
ویقول کونی علی عدة لنصر
عبدی وارحلوا الیه مسارعین
ورأیت ذلک فی ربیع الثانی
فتبارک الله اصدق الموحین
ولا نعنی بهذه الواقعة کما
یعنی فی کتب اصحب وحدة
الوجود۔ وما نعنی بذلک
ماهو مذهب الحلولیین
بل هذه الواقعة توافق
حدیث النبی صلی الله علیه وسلم
اعنی بذلک حدیث البخاری
فی بیان مرتبة قرب النوافل
لعباد الله الصالحین۔

کہ یہ خلق جو میں نے دیکھی یہ اشارہ ہے تائیدات
سماویہ وارضیہ کی طرف گویا فرماتا ہے کہ
اسباب مقصد کے مطابق بنا دیئے۔ اور
ہر ایک فطرت کو بنایا جو پاکوں اور صالحوں
سے لحوق کی مستعد ہے اور میرے
دل میں ڈالا کہ اللہ ہر فطرت صالحہ کو
آسمان سے پکارتا ہے کہ تیار ہو جا اور میرے
بندے کی نصرت کرو۔ اور سب الٰہی فطرتو
تم اسکی طرف بڑھو اور اس غلیظہ کی جگہ
میں دوڑ کر حاضر ہو یہ ۱۹ ربیع الثانی کو
میں نے دیکھا بڑا ہی بابرکت ہو وہ جو سچی وحی
کرنیوالا ہے۔ اور ہم اس واقعہ سے یہ مراد
نہیں لیتے جو وحدت وجودی لیتے ہیں
اور نہ ہم خدا کے حلول کر جانیکا عقیدہ
رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ واقعہ اس حدیث نبوی
کے مطابق ہے جو عباد اللہ الصالحین
کے مرتبہ قرب بالنوافل کے بارہ میں آئی
ہے یعنی اسکا بندہ مقرب ہوتا جاتا ہے
یہانتک کہ وہ خدا کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے
دیکھتا ہے کان ہو جاتا ہے کہ اس سے سنتا
ہے الیٰ آخرہ

ان فقرات نے تو بالکل فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ اس کشف کی تعبیر آپ نے کیا فرمائی اب
اس پر اعتراض کرنا یا تو حماقت ہے یا شرارت

حقیقۃ الوحی میں اس کی تصریح پھر حقیقۃ الوحی دیکھئے وہاں آپ ایسے ہی ایک الہام کی تفسیر حاشیہ صفحہ ۹۹ پر فرماتے ہیں

تم ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین
بنائی جاتی ہے یعنے ملائک کو اسکی مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے
اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کیجاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہو

ان شواہد صریحہ و دلائل بینہ کی موجودگی میں بھی یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشرک
تھے۔ یا وہ خود شریک باریتعالیٰ بنتے تھے۔ یا انہوں نے خدائی یا خالق السموٰت
والارض ہونے کا دعوے کیا صحیح نہیں

مسیح موعود تو لوگوں کو وہی معبود برحق منوانے آیا تھا جسے یہ لوگ بھول گئے
اور جس کی عظمت و جلال وکبریائی کو یہ لوگ دلوں سے نکال چکے تھے۔ اب میں اس
آیت پر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

مکاشفات سلسلہ احمدیہ کے احباب کو مبارک صد مبارک کہ ہمارے دوست
راجہ محمد منظور الٰہی صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور نے البشریٰ
(جس میں حضرت اقدس کے براہین کے الہامات تاریخوار درج ہیں اور جو
بہر پر مل سکتی ہے) کے بعد مکاشفات شائع کی۔ جس میں حضرت مسیح موعود
کے تمام کشوف و رؤیا جمع کئے گئے ہیں۔ نہایت خوشخط چھپائی عمدہ
تقطیع ۲۶×۲۰ قیمت ۴ر جلد منگوایئے

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

معارفِ قرآن

ماخوذ از عربی تفسیر علامہ نور الدین ادام اللہ فیضہ

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۝ أَوْ
تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝
أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ
قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي
هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝ (بنی اسرائیل)

کفار نے یہ اقتراحی معجزات طلب نہیں کئے۔ بلکہ انہوں نے انکا مطالبہ قرآن مجید اور کتب سابقہ کی بنا پر اپنے فہم کے مطابق کیا۔ چنانچہ انکے اس مطالبہ میں آیات الرحمۃ بھی ہیں آیات الغضب بھی اور آیات مشترکہ بھی

آیات الرحمۃ تو یہ ہیں	۱- ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کردو ۲- تمہارے پاس کوئی باغ کھجور اور انگور کا ہو
آیات الغضب	۱- آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے گرا دو ۲- اللہ اور فرشتوں کو سامنے لاؤ
آیات مشترکہ	۱- تو آسمان پر چڑھ جاؤ ۲- اور ہم پر تو کتاب نازل کرے ۳- جسے ہم پڑھ لیں

یہ وہ نشان ہیں جو ان لوگوں نے طلب کئے

۱- چشمے اور باغ اور سونے کے گھر قرآنی آیات کی بنا پر طلب کئے

(الف) ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ۔ جزاؤھم عند
ربھم جنٰت عدن تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا ابدًا
(ب) ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر
یعنی ہم مومن بنتے ہیں آپ وہ باغ اور چشمے اور نہریں دکھاؤ اور دلاؤ جس کا وعدہ
دیا جاتا ہے
(ج) ان المتقین فی ظلٰل وعیون وفواکہ مما یشتھون۔ یعنی جب
عام متقیوں کے سایوں اور چشموں کا وعدہ ہے تو آپکو تو امام المتقین ہونے کا
دعوے ہے آپ اپنا ایک ہی چشمہ دکھائے
(د) پھر خدا تعالے آپکو خطاب فرماتا ہے۔ ووجدک عائلا فاغنٰی اور
ورفعنا لک ذکرک۔ پس ضرور ہے کہ اظہار غنا اور رفع ذکر کیلئے کسی سونے
کے گھر ہی سے ہو
(ھ) تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذٰلک جنٰت تجری
من تحتھا الانھٰر ویجعل لک قصورًا
۲- اور آسمان کا ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرنا اس آیت کی بنا پر
(ا) وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم۔ فذرھم
حتی یلاقوا یومھم الذی فیہ یصعقون (طور)
(ب) ان نشاء نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء (سبا)
اور اللہ اور فرشتوں کا آنا اس آیت کی بنا پر
(ا) وجاء ربک والملک صفا صفا (فجر) والملائکۃ من ورائھم محیط (ج) فلیدع
نادیہ سندع الزبانیۃ کلا
اور قبیلا یعنے شہادت کے لئے یہ آیت ہے والملائکۃ یشھدون لٰکن

باللہ شہیدا

۳۔ اور آسمان پر چڑھنے کا مطالبہ اس آیت کی بنا پر کیا ولن و دبت کا کرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم پس ضرور ہے کہ آپ اسکے پاس جائیں۔ اور کتاب لانے کا اس آیت کی بنا پر رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ اور ہم پڑھ لیں کا مطالبہ اس آیت کی بنا پر تھا۔ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔ اور قولہ تعالیٰ اقرأ کتابک۔ کفار نے اخوار یہود سے یہ مطالبے کئے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے آپکو مثیل موسیٰ فرمایا تھا۔ اور موسیٰ کے لئے جو کچھ توریت میں آیا یا آنے والے نبی کی نسبت جو پیشگوئیاں تھیں۔ وہ آپ کی ذات میں پوری ہونی چاہئیں۔

چنانچہ استثناء آیت ۸ میں ہے کہ خداوند تیرا خدا تجھے ایک نفیس زمین میں داخل کرتا ہے۔ ایسی زمین جہاں پانی کی نہریں اور چشمے اور جھیلیں جو وادیوں میں سے اور پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ اور ایسی زمین جہاں گیہوں اور جو اور انگور اور انار ہوتے ہیں۔ ایسی زمین جہاں زیتون کا تیل اور شہد ہوتا اور ملکا نقشہ آیت ۹ میں ہے اور خدا کی ڈالیاں یا تھوڑے سالی اس تخت کے آگے اور رب کے حضور کھڑی ہیں۔ پس ان آیات کی بنا پر چشمے اور باغات کا مطالبہ کیا۔ اور خروج کے باب ۲۵ میں موسیٰ کے تئے بہت سے نذرانوں کا ذکر ہے جس میں آیت ۱۱۔۱۲ میں سونیکا بھی ذکر ہے جس کی بنا پر انہوں نے بیت زخرف کا مطالبہ کیا

اور خروج باب ۱۹ میں ذکر ہے کہ خدا نے فرمایا دیکھو میں ابر کی بدلی میں تجھ پاس آتا ہوں * * * اور جو کوئی پہاڑ کو چھوئیگا۔ البتہ جان سے مارا جائیگا اور باب ۲۰ میں ہے۔ بادل گرجے بجلیاں چمکیں قرنائی کی آواز ہوئی پہاڑ سے دھواں اٹھا * * * تب انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور

ہم ستیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جائیں۔ اس بنا پر انہوں نے تسقط السلام طلب کیا

اور باب ۱۹ آیت ۱۱ میں ذکر ہے کہ اور تیسرے دن تیار رہیں کہ خداوند تیسرے دن سارے لوگوں کی نظر میں کوہ سینا پر اترے گا اس بنا پر انہوں نے تاتی بالله کہا

اور خروج ۲۳ آیت ۲۰ میں ہے "دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے بھیجتا ہوں کہ راہ میں تیرا نگہبان ہو اور تجھ کو اس جگہ میں جو میں نے تیار کی ہے لے آئے" اس بنا پر انہوں نے والملئکۃ قبلا کہا

اور خروج کے باب ۱۹ آیت ۲۰ میں ہے "تب موسیٰ خدا پاس چڑھا اور خداوند نے اسے پہاڑ سے بلوایا" اور باب ۲۰ آیت ۲۱ میں ہے "تب وہ لوگ دور ہی کھڑے رہے اور موسیٰ کالی بدلی کے جس میں خدا تھا نزدیک گیا" اسلئے انہوں نے او ترقی فی السماء کہا کہ سماء پر چڑھ جائے۔ اور کتاب لے آئے

اور چونکہ خروج باب ۲۴ میں ۳ سے ۷ تک اس سماء پر چڑھنے کی حالت میں الکلم ونکا ذکر ہے اسلئے چاہا کہ آپ بھی مثل موسیٰ ہونیکے مدعی ہیں سماء میں چڑھکر کتاب دیں۔

تعجب ہے کہ پہلا حکم تو انکو یہ تھا کہ میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو تو اپنے لئے کوئی صورت یا کسی چیز کی مورت جو اوپر آسمان پہ یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا" اسی کو بھول گئے اور چھوڑ دیا۔ اور اپنے مطالبے کئے جن سے وہ فائدہ نہ اٹھائیں

اب دیکھئے

(۱) کہ موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون کی مصیبت پہنچانے کے اور انکی قوم کو بجائے چشمے اور

نہروں کے ایک جنگل میں ۔ ہم سال خراب ہوتا تھا ۔ مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی
قوم اس میں ندی نالے بھی جس میں چشمے اور انہار اور باغات تھے
کیا وہ جنات عدن نہیں جن میں بہت نہروں اور سرکاں بہتی ہیں ۔ دجلہ اور فرات میں
بل ہو بنی اسرائیل کی اراضی کی ان سرزمینوں کے سامنے کیا حقیقت ہے جن میں
آپ کی امت رہتی

(۲) کیا اللہ نے اپنے رسول کی حفاظت نہ فرمائی ٹھیک اس وقت جب آپ مکہ
سے نکلے کیا آپکو مدینہ میں صحیح پہنچایا

(۳) کیا فرشتے آپکی نصرت کو نازل نہ ہوئے اور کیا سولہ کشوروں میں آپکے صدق کی
شہادت بذریعہ ملائکہ نہ دیکھی ۔ یہانتک کے عراقین ۔ شام ۔ مصر فتح ہوگئے جن کو نسل شرمیل
ذکر کیے کیا فرشتے بدر حنین اور احزاب میں نازل نہ ہوئے

(۴) کیا آپکے اور آپکے اصحاب کے ہاتھ میں کتاب نہیں جسے پڑھتے ہیں کیا
یہ کتاب آسمان سے نازل نہیں ہوئی

(۵) کیا فدک کے جنت ہونے میں کچھ کلام ہے اور کیا خیبر اور طائف کے باغات
آپکے قبضے میں نہ آئے

ہاں وہ بشر رسول تھا صلے اللہ یہ آیات اسی سنت اور انداز کے ماتحت و مشکل
جو رسولوں کے ساتھ ابتدا سے اسکا طریق چلا آیا ہے

خدا نے آپ پر یہانتک فضل کیا کہ مکہ اور مدینہ میں بھی نہریں آگئیں جیسا کہ یسعیاہ ۴۱
سے کہ میں ٹیلوں پر نہریں اور وادیوں میں چشمے کھلواؤنگا میں صحرا کو تالاب اور سوکھی زمین
کو پانی کی نہریں کر دونگا میں بیابانوں میں دیودار اور ببول اور آس اور زیتون کے درخت
لگاؤنگا ۔ اور تمام وعدے پورے ہوئے جو یسعیاہ ۴۱ ۔ ۶ میں ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ماخوذ از تفسیر عربی)

صلے اللہ علیہ وسلم

ہمارا نبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض کو لیکر مبعوث ہوئے تھے جس کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر ماکت بنا خاتم الرسل فرمایا اور دوسرے مقام پر انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ وویل للمشرکین فرماکر اپنی پوزیشن اور اپنا فرض واضح کر دیا

اس غرض میں آپ کہاں تک کامیاب ہوئے کہ ملک عرب اور خود مکہ کی حالت گواہ ہے کہ جہاں سینکڑوں بت پوجے جاتے تھے وہاں ایک خدا کی پرستش ہونے لگی اور آپ نے اپنی پاک تعلیم کے ذریعے ایک ایسی جماعت کا قائم کر دی جس کے پیچھے ایک کر تیرہ سو سال گزر چکے ہیں چلے آتے ہیں اور چلے جائینگے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ وہ آپ نے اپنی تعلیم الٰہی نصرت الٰہی فضل سے آخر الٰہی کلام سے منزل بہ منزل کر کے لوگوں کی طبائع فطرت کے موافق بنا دیا ایسا کیوں نوٹ کہ الٰہی کلام میں دلائل نقلی اور وجدانیہ اور عقلیہ وغیرہ وغیرہ سب کچھ موجود ہیں اسلئے مختلف مذاق کے لوگ جوق جوق طور پر آپکے ساتھ ہو گئے اور انہیں ہر قسم کی دلیلوں سے سمجھایا کہ ہمارا معبود ہمارا مطلوب ہمارا مقصود ہمارا مطاع صرف ایک ہی اللہ سب وجود ہو سکتا ہو

ان الی ربک المنتہی میں سلسلہ علل معلولات کے ذریعہ اصل مالک وخالق کا پتہ دیا جو خدا تعالیٰ ہے (۱) اور ربنا الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ھدی میں ہر شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشنے اور پھر اس نے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے

کے لئے راہ دکھلانے کی دلیل سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے (۳) لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار و کل فی فلک یسبحون میں بتایا کہ اس نظام شمسی کا کوئی مدبر ضرور ہے ورنہ سلسلہ درہم برہم ہو جاتا (۴) کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام میں ہر چیز کا معرض زوال میں ہونا بتایا (۵) اور الست بربکم قالوا بلی میں فطرت انسانی کی گواہی کو پیش کیا ہر مذہب میں کسی نہ کسی اعلیٰ ہستی کا اقرار اسی پر شاہد ہے۔

اور اس تصور میں کہ اس عالم کا خالق و مدبر و متصرف وہی ہو سکتا ہے اللہ خالق کل شیئ وھو الواحد القہار میں الٰہی دلیل ہو اور لم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا میں انّی دلیل سے اور ام خلقوا من غیر شیئ ام ھم الخالقون ام خلقوا السموات والارض بل لا یوقنون میں دلیل خلف سے اور ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ میں قیاس اقترانی سے ثابت کیا اور بتا دیا کہ سب اشیاء کا خالق وہی ہے پس عبادت کے لائق بھی وہی ہو

اور چونکہ بعض ادیان میں اپنے پیروؤں کی غلطی سے معبود سمجھے گئے اسلئے لا الٰہ الا اللہ پر اپنی امت کو ثابت قدم رکھنے کے لئے کلمۂ طیبہ کا جزو اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ بتایا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے برأت کی زبان پر یہ گواہی ہو کہ عبادت کے سزاوار ایک ہی ہستی نام ہے اللہ جامع جمیع صفات کاملہ اور منزہ از عیوب نقائص ہستی۔ دوم قرآن شریف میں آپ ہی کی زبان سے یہ اعلان ہے۔ انما ادعوا ربی ولا اشرک بہ احدا قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا۔ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا

پھر اپنے پیروؤں کو عملی توحید پر قائم کر گئے تو تم کو جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ صرف قال ہی نہ ہے بلکہ انکا حال ہو جائے آپ نے پانچ اسدار کان اسلام فرمائے

نماز جس کی طرف بلانے کی اذان ہے اور جس کا ایک ایک کلمہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اور جو نفاق کو جڑ سے کاٹنے والی ہے کیونکہ جہاں چند ایک مسلمان ہیں وہاں انہیں پانچوں وقت با آواز بلند بلکہ چھتوں پر چڑھ کر گواہی دینی پڑتی ہے کہ خدا تعالیٰ معبود برحق ہے اور ہم شرک اور شرک سے پیار کرنیوالوں سے بیزار ہیں۔ پھر نماز کی ابتداء ایک ایسے کلمے سے ہے جو شرک کا قاطع ہو یعنے اللہ اکبر الحمد للہ رب العلمین وہ جامع فقرہ ہے۔ کہ تمام مذاہب باطلہ کا رد اسی سے ہو سکتا ہے۔ اور اسے سچے دل سے کہنے والا کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہوتا۔ رکوع و سجود و قومہ میں ایسے کلمات دہرائے جاتے ہیں جو کہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت کو واضح کرنیوالے ہیں۔ آخر مومن التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات کہتا ہے جس میں اپنی تمام لسانی۔ مالی جانی جدوجہد کو محض اللہ کے لئے قرار دیتا ہے

روزہ میں سکھلایا کہ ہم کس طرح حلال اشیاء کو بھی ایک وقت اسی ذات بابرکات کے حکم سے چھوڑ سکتے۔ اور کیونکر اپنا کھانا پینا جماع کرنا جو بقاء حیات وبقاء نسل کے لئے ضروری اور از بس ضروری ہیں محض اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں۔ اور عملی طور پر لا الہ الا اللہ پر قائم ہیں۔

زکوٰۃ میں بتایا کہ ہم اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو اللہ کی راہ میں اللہ ہی کے لئے اور غرباء و محتاج مخلوق الٰہی کے لئے خرچ کرتے ہیں جس طرح نماز میں تعلیم تھی کہ ہم اپنا وقت اپنے مشاغل خدا کے لئے چھوڑ کر بتا دیں کہ ہمارا مطلوب و مقصود اللہ ہی ہے اسی طرح زکوٰۃ میں تعلیم دی کہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ہم یہ ثبوت دینے کو تیار ہیں۔ کہ دنیاوی جدوجہد کا مقصد بھی اللہ ہی ہے۔

پھر بیچ میں تو اس مقصد کو حد تک پہنچایا کہ ہم اس ذات والا صفات کے لئے اپنے پیارے
وطن، اوقات، مشاغل اور موجودہ حالات کو چھوڑنے پر بھی تیار ہیں۔ یہ تمام ذرائع ہیں
لا الہ الا اللہ پر قائم ہونے کے جو حضرت نبی کریم صلعم نے حسب کلام الٰہی سکھائے
پھر یہیں تک بس نہیں بلکہ جہاں سنت متواترہ کے نیچے ان پانچ ارکان کا رستہ ظاہری
تھا، وہ کرامت لا الہ الا اللہ پر قائم ہے۔ وہاں اللہ تعالےٰ نے ہر صدی کے گذرنے
پر جب کہ ایک طرز کے آدمیوں کی بود گذر جاتی ہے مجددین کی بعثت کا انتظام فرمایا
اور چونکہ نفوس مزکیہ کی ہر ایک قوم میں ضرورت رہتی ہے اسلئے ایسے ایسے معلم
و مزکی و مطہر نفوس اس امت محمدیہ میں پیدا ہوتے رہے جو آنحضرت صلعم سے فیض
پاکر خلقت کو ہدایت دیتے رہے۔ اور جہاں دیکھا کہ لا الہ الا اللہ کی تعلیم میں کچھ غلطی
ہوئی یا امت کی ثابت قدمی میں کچھ فرق آیا، تو فوراً برگزیدگان الٰہی نے آکر
اسکی اصلاح فرمائی۔ اس نشان کو ظاہر کرنے کے لئے آپ صلعم کو

خاتم النبیین کا لقب دیا گیا۔ یعنی

یٰبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ
و اصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کے مطابق انبیاء کی بعثت
تو الی یوم القیام ہوتی ضروری ہے مگر اب جو کہ لا الہ الا اللہ کی تعلیم کامل ہو چکی تو
ایک معلم اور مزکی حضور نبی کی مہر سے ڈالے گئے اور آپ کے فیض سے مستفیض ہو
ہی میں ہو کر موجود مبعوث ہوا کرینگے علیحدہ طور پر کچھ ہستی نہ ہوگی مگر آپ کی ظلی طور
پہن کر وہی کام کرنیوالے ہونگے۔ چنانچہ اس نبیوں کے سردار احمد مختار نے کیا۔ اس زمانے
میں جب لا الہ الا اللہ کے مفہوم میں علمی اور عملی طور سے غلطیاں پڑ گئیں۔ لوگوں
نے دنیا اور اسکے اسباب پر یہانتک بھروسہ کیا۔ کہ گویا انکو خدا بنا لیا۔ اعداد ایک
بننے میں سات صفات حقیقی خالق الطیور ہو۔ طبعی طور پر مردو شکواسی بنیں طبعی

موت کے بعد زندہ کرنیوالا وہ شخص ہر پرش سے دنیا کے تمام آدمیوں کی طرز زندگی و رہائش
کے خلاف آسمان پر پہنچنے والا ایک ایسا شخص جس کے ہاتھ پر تمام جہان کے لوگ
مسلمان ہو جائینگے یا مثال وکالیموت وکلّ محل غیب کا جاننے والا اپنی قرار دی
گئیں جن سے وہ خدا کا ذریعہ سمجھا جائے اور اس قوم کی ہمیشہ ہو جو ایسے اقوام ثانی
قرار دیتی ہے تو ایک بندہ مبعوث ہوا جس نے اس بت کو اسکی وفات کے
ثبوت اور خود اپنی زندگی کو پیش کر کے توڑا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کر کے لا کے قول
سے لا الہ الا اللہ کو از سر نو قائم کر کے بتا دیا اور واضح کیا کہ آنحضرت صلعم نے جس
غرض کو مدنظر رکھکر آواز اٹھائی تھی۔ وہ لا الہ الا اللہ تھا۔ اور اس میں آپ کو
مکانی و زمانی لحاظ سے مثلیہ کامیابی ہوئی۔ جس علاقہ میں آپنے یہ آواز اٹھائی
اس میں بھی اسی آواز کی گونج پیدا کر کے دم لیا۔ یہاں تک کہ بچے بچے کے منہ
سے لا الہ الا اللہ نکلنے لگا۔ اور لوگوں پر بموجب صبغۃ اللہ ومن احسن من
اللہ صبغۃ اپنی تعلیم کے ذریعے وہ رنگ چڑھایا کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے
کھاتے پیتے بلکہ بے ادبی نہ ہو تو سوتے جاگتے بچے پیدا ہونیکے وقت شادی بیاہ
نکاح بلکہ صحبت کے وقت پھر مرنے کے وقت مرنیکے بعد پسماندوں کی زبان پر ہی
اللہ اللہ کہدیا۔ بعد پھر آپ ہی کی روحانیت مختلف صدیوں میں جوش مارکر ایک
شخص میں جوش بھرتی رہی کہ وہ خدا کی روح سے معمور ہو کر لا الہ الا اللہ پر دلدادگان
اللہ کا ایک گروہ پیدا کیا۔ یہ واقعات ایسے ہیں کہ کسی تاریخی حوالے کے محتاج نہیں

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد و بارک وسلم

ادعیۃ الارشاد حدیث شریف مقدس دعائیں مختلف حالات و مہمات کے متعلق آئی
ہیں انکا مجموعہ قیمت ۶ | **روحانی طبیب** | جس میں تمام روحانی مرضوں کا علاج قرآن و
حدیث سے مع ... قیمت ۸ پتہ مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان

خدا تعالےٰ کے زبردست نشان

نوشتہ ماسٹر محمد الدین صاحب بی اے قادیان

وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم

قانون الٰہی دربارہ احیاء

یہ ایک قدیم سے سنت اللہ جاری ہے کہ جب زمین مردہ ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش بھیجکر اسکو دوبارہ زندہ کرتا ہے برسات کے ابتدائی مہینوں میں یہ بارش کثرت سے ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ زمین اس قابل ہوجاتی ہے کہ اس میں ہل چلایا جاسکے پھر کسان ہل چلاتا اور بیج بکھیرتا ہے۔ کچھ عرصہ تک وہ دانہ زمین میں چھپا رہتا اور پھر روئیدگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے بعد میں ساون بھادوں کی تھوڑی تھوڑی بارشیں ہوتی رہتی ہیں اور دانہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہتا ہے یہی حال الٰہی سلسلوں کا ہوتا ہے۔ مامور من اللہ آتا ہے اسکے ساتھ الہام کی بارش ہوتی ہے اسکے کسان یعنی فرشتے دلوں کی زمینوں میں وہ دانہ بکھیرتے ہیں۔ پھر روئیدگی شروع ہوجاتی ہے۔ اور تجربہ کار جان لیتے ہیں کہ مشکل کام جو تھا وہ تو ہوچکا ہے اب صرف تھوڑی تھوڑی بارشوں کی گاہے گاہے ضرورت رہتی ہے لیکن نادان جو اس کام سے محض ناآشنا ہوتا ہے اسکو دور دور چھوٹے سے مٹی کے اوپر کچھ نظر نہیں آتا۔ اس اثنا میں آندھیاں بھی چلتی ہیں تپش بعض دفعہ ایسی پڑتی ہے کہ بعض دانے خشک ہوکر رہ جاتے ہیں بعضوں کو وہ تیز ہوائیں جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں۔ اور چھوٹے سے نازک پودے کی کمر توڑ دیتی ہیں تاکہ آئندہ وہ ترقی نہ کرسکے اس سے بھی بعض نادان دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ ان آندھیوں یا ان تپشوں سے کھیت تباہ ہوجائیگا مگر ایسا نہیں ہوتا جس قدر

مضبوط اور مستعد بیج ہوتے ہیں۔ وہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے ہیں۔ بیج میں بعض خود اور بھی نقصان دہ امور آتے رہتے ہیں جیسے کوے اور دوسرے جانور جو کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں مگر آخر کو وہی کھیت ہرا بھرا ہو کر لہلہانے لگتا ہے یہی مثال سلسلہ الٰہیہ کی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے درمیان گذرے اپنے ساتھ الہام الٰہی کی بارش لائے اور اپنے ہاتھوں سے اس بیج کو زمین میں بو گئے اور جب آپ کا کام ختم ہو چکا تو اس یار حقیقی کے پاس چلے گئے۔ ساتھ ہی اپنے خدام کو وصیت کر گئے کہ میرے جانے کے بعد تم پر بڑے ابتلا آئینگے اور لوگ یہ سمجھ لینگے کہ یہ سلسلہ تباہ ہو گیا۔ اور بعض پر ابتلا اور پیس کا اس قدر زور ہوگا۔ کہ وہ یا تو خشک ہو کر رہ جائینگے یا جڑ سے اکھڑ جائینگے مگر مبارک وہ ہے جو آخر وقت تک ثابت قدم رہے اور دعا میں لگا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ایک دوسرا ہاتھ دکھائیگا اور اپنی ماموری گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا قدرت نے جو ہاتھ اپنے ماموری تصدیق میں دکھائے وہ اس پرچہ کی گنجائش سے باہر ہیں یہاں صرف ایک مختصر طور پر لکھا جاتا ہے عاقل را اشارہ کافیست

مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

بہت عرصہ گزرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ نے حجاز ریلوے بنانے کا ارادہ کیا۔ اور اسکے لئے چندہ کرنیکے لئے انکی ایک ایجنٹ مختلف ممالک میں روانہ کئے ایک شخص پنجاب میں بھی گیا اسکا نام حسین کامی تھا یہ شخص قادیان میں بھی آیا اور حضرت مسیح موعود سے ملا اور سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا کرنیکے لئے اس نے حضرت مسیح موعود سے درخواست کی اثنائے گفتگو میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ مجھے اس سلطنت کے اعضا یعنی امراء وزراء اچھے ستھرے نظر آتے ہیں۔ اور اس سلطنت کا انجام اچھا نہیں دیکھتا

اس شخص نے لاہور جاکر بیعت زہر اگلا اور بکبک کر مرزا خلیفۃ المسلمین خادم الحرمین شریفین کو برا کہتا ہے۔ اور اسلامی سلطنت کا مخالف ہے چنانچہ اخبارات اور بہت سے اشخاص نے جو سے سے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت پر کی وہ بیان سے باہر ہے اور جہاں کفر کے اور بہت سے اسباب ان لوگوں نے اپنے زعم میں بنائے ہوئے تھے وہاں یہ ایک اور عذر کافر کہنے کے لئے مل گیا۔ چنانچہ کافروں نے بہت کفر کیا۔ استداد زمانہ سے جہاں لوگوں کو اور باتیں بھول جاتی ہیں۔ وہاں یہ بات بھی معرض نسیان میں آگئی

مسیح موعود کی دوسری پیشگوئی

پھر آٹھ یا نو سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو الہام ہوا جو اخبارات میں بھی شائع کر دیا گیا۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون یعنی رومی لوگ نزدیک کی زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر غالب ہو جائیں گے اس زمانہ میں لڑائی کے کوئی آثار موجود نہ تھے۔ بالکل امن وامان تھا۔ ترکی کے ہمسایہ ریاستوں کیساتھ بڑی صلح صفائی کے تعلقات تھے چنانچہ جب سلطان عبد الحمید کی بجائے پارلیمنٹ کا

واقعات نے کیونکر رنگ بدلا

دورہ ہوا۔ تو آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزیگووینا دو صوبوں پر پورا قبضہ کر لیا۔ اور الحاق کا اعلان کر دیا۔ تو موجودہ بلقان کی ریاستوں میں سے جو تھوڑا عرصہ ہوا ترکی سے آزاد ہوئیں سرویا جیسی ریاست نے ترکی کی حمایت میں آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا غرضیکہ لڑائی کے بالکل سامان موجود تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہی الہام ہوا کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں اس نے اور بھی تصریح کر دی کہ لڑائی ضرور ہونے والی ہے چنانچہ اس معاملہ پر چھ یا سات سال کا عرصہ گزرنے لگا۔ اور ابھی تک لڑائی کے کوئی آثار نہ تھے لیکن چونکہ لڑائی کا ہونا مقدر ہو چکا تھا اسلئے تعجب پر تعجب آتا ہے کس طرح

اور کس رنگ کے لڑائی کے سامان پیدا ہونگے

اس پیشگوئی کا پہلا ظہور جنگ طرابلس میں

سنہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اٹلی کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ٹرکی کی سلطنت تو چند دن کی مہمان ہو اگر اسوقت طرابلس پر قبضہ نہ کر لیا گیا۔ تو پھر کوئی اور طاقتور سلطنت اسپر قبضہ کر لیگی۔ اور اٹلی کی پرانی آرزو پس خاک میں مل جائیگی چنانچہ اسکے نزدیک عذر تراشے گئے ان میں سے دو بڑے بڑے عذر یہ بھی تھے کہ بیک ترکوں کی حکومت واجب تھی اور اہل اٹلی کو مخاطب کرتے ہیں۔ تو حقارت آمیز لہجہ میں جس کو اٹلی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس دوسرا اسکی سخت ہتک ہو دوسرے اٹلی کی ایک عورت جو طرابلس میں آئی تھی وہ کسی مسلمان ترک پر عاشق ہو کر اسکے ساتھ نکل گئی۔ اور بالآخر مسلمان ہو گئی۔ اسکا یہ عذر بنایا گیا کہ اسکو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے پس لڑائی شروع ہو گئی لڑائی کیا تھی ایکطرفہ کارروائی تھی ترک بالکل بے بس بیکس تھے جنکی پرواہ اسکے پاس نہ تھا کہ لڑائی کرتے وہ کمک پہنچاتے اٹلی نے اپنی تمام افواج ساحل طرابلس پر اتاریں خشکی کی راہ سے بھی ترک کوئی کمک نہیں بھیج سکے اور صرف ایشیائی ترکی کے جس قدر بندرگاہ تھے سب کو اٹلی والوں نے یکے بعد دیگرے توپوں سے اڑا دیا۔ حدیدہ سے لیکر دردانیال کی کوئی چھوٹی موٹی جگہ نہ چھوڑی جو اٹلی توپوں سے بچی ہو آخر ایکسال کی لڑائی کے بعد طرابلس اٹلی والوں کے حوالہ کرنا پڑا۔ یہ تو پہلی شکست تھی۔ لیکن

پیشگوئی کا دوسرا ظہور جنگ بلقان میں

یہ پورے طور پر گو نمودار نہ ہوئی۔ یہ تو پیشگوئی کی صرف ابتدا تھی۔ ابھی اصل واقعات پردہ غیب کے اندر مستور تھے۔ ابھی اٹلی کے ساتھ مباحثات صلح طے ہو رہے تھے کہ چار ریاستوں۔ بلگیریا سرویا۔ مانٹینگرو اور یونان کا آپس میں معاہدہ ہوا کہ اب موقعہ ہے ترک اٹلی کے ساتھ لڑ کر بالکل مضمحل ہو چکے ہیں اگر یہ موقعہ ہاتھ سے گیا تو پھر ہاتھ نہیں

Digitized by Khilafat Library

آنیکا اعلان جنگ کے قبل ہی جنگ شروع ہوگئی۔ اب اور انی اکا ساحل کے الفاظ انکے سامنے پھر نے شروع ہوئی مگر کسی کو یقین نہ تھا کہ ترکوں کو شکست ہوگی ہم لوگ تو زرا سی رکیا جائیں۔ خود یورپ کی سلطنتوں کو یقین تھا کہ اس میں ترکوں کو شکست ہوگی۔ فوج بھی موجود تھی سامان بھی موجود تھا جرنیل آزمودہ کار بھی موجود تھے گر خدا کے ارادے کے خلاف تھے

غلبت الروم کیونکر پورا ہوا

جاننا چاہئیے کہ اس پیشگوئی کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ رومی ایک کی زمین میں شکست کھا جائینگے نہ صرف شکست ہی بلکہ مغلوب ہوجائینگے۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد وہ پھر غالب ہوجائینگے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ترکوں کے پاس فوج اور سامان اور جرنیل وغیرہ سب کچھ موجود تھے فوج کا انتظام تو اللہ تعالے نے ... کیا۔ کہ جس وقت اٹلی سے لڑائی ہو رہی تھی تو اٹلی نے چاہا کہ ایشیائے کوچک اور شام پر بھی حملہ کرے پس اس ڈر کی وجہ سے ترکوں کو اپنی ساری فوج جو لیبیا اور ... اور وہاں تھی اپنے یورپین حصے سے نکالکر ... خالی کے ایشیا میں ساحلی جانب رکھی یورپین حصہ کو کوئی اندیشہ بظاہر معلوم نہ ہوتا تھا اسلئے تمام طاقت علاوہ علیحدہ مفتوحات میں چھوڑ دی گئی۔ اس ملک میں ریلیں بہت کم ہیں اس لئے فوجوں کو مختلف علاقوں میں پہنچانے کے لئے کئی مہینے کا عرصہ گذر گیا۔ اب ان کو دوبارہ جمع کرنے کیلئے بھی کئی ماہ درکار تھے۔ اس سے اندازہ ہو کہ کس طرح ترکوں کو وسیع فتح تقسیم کرنی پڑیں اور کتنا عرصہ لگا اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ صرف ... کے پاس ساٹھ ہزار فوج ... جمع کرنی پڑی۔ اور یہ فوجیں اس وقت یورپ کے لڑائی میں حصہ لینے کے لئے پہنچیں جب لڑائی ختم ہو چکی تھی علاوہ یورپین ترکی کے حصے بکھرے ہوئے تھے یہاں معاملہ ... عراق وغیرہ ... میں آ گیا جرنیل جو بڑے تجربہ کار تھے وہ اس میں لڑائی ... ایک دوسرے کے خوب کاٹے گئے سامان بھی موجود تھے اسکے ... دشمنوں کے ہاتھوں میں

دونوں جنگوں نے لڑائی ہونے سے پہلے تمام گاڑیاں کسی نہ کسی ایک بہانے سے ملک سے باہر دشمنوں کے علاقوں میں بھجوا دیں جن سے انہیں قبضہ کر لیا۔ توپیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانی مشکل ہو گئیں اور سامان پہنچے تو کس طرح۔ لولی برغاس کے میدان میں ترکوں سے پانچ دن کی بھوک سے تنگ آ کر اور لڑنے ہوئے شل طاقت دیکر ترک موت کے سامنے سے بھاگے مگر کہاں بھاگ سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ چھوڑی تھی ہزاروں قتل ہو گئے اور حالت یہ تک نہ پا سکے۔ خدا تعالیٰ کے مامور نے جو فرمایا تھا کہ میں اس سلطنت کے وزراء اور امراء کو خائن دیکھتا ہوں بالکل سچ نکلا۔ رشوتیں لیکر انہوں نے تمام علاقے دشمن کو سونپ دئیے۔ اور لوہے کے گولوں کی بجائے لکڑی کے جعلی اور بناوٹی گولے توپوں اپنی فوجوں کو بھیجے۔ اور جہاں گولہ بارود کی ضرورت تھی وہاں سپاہیوں کو کچھ بھیجا نتیجہ ظاہر تھا۔ ایسی خطرناک شکست ہوئی کہ اسکی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی یاد رہے کہ یہ پیشگوئی کا پہلا حصہ تھا جو اس شد و مد کے ساتھ پورا ہوا۔

شکست نشان کیونکر بنی | فتح اور شکست تو کوئی تعجب خیز امر نہیں جب دو سلطنتیں لڑا کریں تو ایک شکست کھایا ہی کرتی ہے اسلئے محض ترکوں کا شکست کھا جانا کوئی نشان نہ تھا مگر نشان یہ تھا کہ ابتدا جنگ کو حقیقت تھی کہ اس لڑائی میں ترک فتحیاب رہینگے۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ معاملہ تھا تو ترکوں کی فتح کے مقابل اتحادیوں کی بھی کوئی خیال خیال فتح کسی خاص موقعہ پر ہو جائے گی یورپین اخبارات کا خیال کہ شاید ہی ایسا ہو گا خود اتحادیوں کو بھی تو امید نہ تھی جس کا بیان آگے انشاءاللہ آئے اسلئے بخلاف تمام امیدوں کے ترکوں کو بڑی ذلت اور رسوائی کی شکست ہوئی۔ اور دشمن تو قسطنطنیہ کے چند میل ہی کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ تمام یورپین حصے کئی سو میل لمبا اور ساٹھ سے لیکر تین سو میل چوڑا ترکوں کے ہاتھوں سے یکدم نکل گیا

[illegible]

[illegible]

اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ اور اس کا انطباق
پیشگوئی کا قبل از وقت بیان کیا جانا

پیشتر اسکے کہ پیشگوئی کے دوسرے حصے کو بیان کیا جاوے یہ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ اس لڑائی کے متعلق ایک جگہ جو حضرت اقدس نے تفصیل سے لکھا ہو وہ بھی بیان کیا جاتا جس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ کس طرح ان تمام آئندہ کے واقعات کا علم حضرت مسیح موعود کو قبل از وقت دیا گیا چونکہ یہ حصہ نظم میں ہو اسلئے اسکے اس قدر اشعار تشریح کے ساتھ درج کرتے جاتے ہیں وہ ہو ہذا

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد * جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر و مرغزار

تاریخ امروزہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء

آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب * اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے * کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

یہاں پر حضرت صاحب نے زلزلہ کے لفظ پر نوٹ کر دیا ہے کہ اس سے مراد زلزلہ ضروری نہیں بلکہ سخت آفت شدیدہ بھی مراد ہے جن لوگوں نے اول سے لیکر آخر تک جنگ طرابلس اور جنگ بلقان کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ زلزلے بھی سخت ان ممالک میں آئے اور شدید آفت تو جنگ کی وجہ سے بپا ہی تھی۔ ٹرکی میں انہی دنوں میں زلزلہ آیا جس سے سرکاری شمار کے لحاظ سے ساڑھے تین ہزار سے زیادہ جانوں کا نقصان ہوا جن لوگوں کو ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ یاد ہے۔ انکو معلوم ہے کہ اس زلزلہ میں دس ہزار سے زیادہ آدمی ہلاک نہ ہوا تھا پھر بلغیریا میں زلزلہ آیا۔ اور کئی سو جانوں کا نقصان ہوا پھر انہی دنوں میں زلزلہ یونان میں سے بہت ہی جانوں کا نقصان ہوا یہ تو ظاہری آفات تھے۔ اب شدید آفت کو لیجئے وہ خونریز قتل عام جس میں نہ بچہ چھوڑا گیا۔ نہ جوان نہ مرد نہ عورت نہ بوڑھا نہ کمزور نہ سپاہی اور نہ غیر سپاہی نہ عورتوں کی عصمت کی پرواہ کی گئی۔ اور نہ انکی عزت کی۔ زندوں کو جلایا گیا۔ زندہ درگور کرایا گیا۔ پہاڑوں

ان کے منہوں پر گھسیٹا گیا۔ بال اور نقشا اور مٹی کا تیل ڈالکر جلا دیا گیا۔ درختوں پر لٹکا کر چاند ماری کی گئی۔ غرضیکہ بلقانی ہندوں نے کوہستان بلقان میں اور وہاں کے مہذب وحشیوں نے مقدستان اور تراس میں کوئی ایسا دقیقہ قتل اور بے عزتی اور بے حرمتی کا چھوڑا جو کسی کے وہم و گمان میں آ سکتا ہو۔ شہروں کے شہر اور گاؤں کے گاؤں اور جنگلوں کے جنگل جلا کر راکھ کر دئے گئے۔ پہاڑ کو پتھروں اور چٹانوں کو توپوں سے اڑا دیا گیا جو کوئی جس حالت میں پایا گیا قتل کر دیا گیا۔ سوتے ہوئے حالت برہنگی میں بدحواس ہو کر بھاگے گئے ہیں۔ اور نشانہ مرگ بنتے ہیں جس طرح شکار کو چاروں طرف سے ہانکا کے انکو سوتے سے جگا دیا جاتا ہے اس طرح ترکوں کو سوتے سے جگا کر ذبح کیا گیا۔ یہاں تک کہ جنہوں نے مذہب چھوڑ کر اپنی جان اور اپنی عفت اور عصمت بچانی چاہی وہ بھی نہ بچ سکے۔ یہ ظلم ابھی جنہیں ختم جاری ہیں۔ اب مسلمان نہیں رہے تو بلغاری اور سروی ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ جو عذاب اب ترکوں پر آیا ہے اس کی نظیریں تاریخ اسلام میں صرف چند ہی مل سکتی ہیں۔ اس لڑائی کو جرمن اور فرانس یا روس اور جاپان کی لڑائی بالکل نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس لڑائی کی مثال یہ ہے کہ ایک طرف بھیڑوں کا لشکر ہو۔ اور ان بھیڑوں کی تعداد سے بڑھ کر بھیڑیوں کا لشکر ہو جنہوں نے بھیڑوں کے لشکر کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان پر حملہ کر کے ایک ایک بھیڑ پر پانچ پانچ اور دس دس بھیڑیے چھوڑ دئے ہوں۔ پھر حضرت صاحب لکھتے ہیں ؎

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر ٭ نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن ٭ صبح کر دیگی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس ٭ بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ٭ راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں ٭ سرخ ہو جائینگے جیسے ہو شراب انجبار

صرف ان ترکوں کی تعداد جو قتل عام میں اتحادیوں کے ہاتھوں مارے گئے قریباً پانچ لاکھ کے
ہے۔ ان مقتولوں کی تعداد علاوہ ہے جو لڑائی میں مارے گئے۔ ایسا ہی خود اتحادیوں کا بہت
بڑا نقصان ہوا۔ اور اب جو تلوار خود اتحادیوں کے درمیان چل رہی ہے۔ اور جسقدر نقصان
وہ آپس میں لشکر اٹھا چکے ہیں وہ انہیں زیادہ ہے اس نقصان سے جو ان کا ترکوں
کے خلاف ہوا۔ واقعی خون کی نالیاں بہیں۔ دریائے [illegible] وارڈر اور مارٹزا کے پانی مقتولوں
کے خون سے سرخ ہو گئے۔ بعض زلزلے بھی خون کی ندیاں نہیں بہا کرتے۔ اس سے
تو لوگ عمارتوں کے نیچے یا پہاڑوں میں آکر دب کر مر جاتے ہیں۔ اور اگر کسی کا خون
نکلے بھی۔ وہ بھی مٹی سے خشک ہو جاتا ہے پھر گاؤں کے گاؤں مع انکے ساکنوں کے
اتحادیوں نے آگ لگا کر جلا دیئے۔ اور ہزاروں آدمی جلکر کوئلے ہو گئے۔ نہ صرف ترکوں کے
ساتھ یہ معاملہ ہوا۔ بلکہ اتحادی ایکدوسرے کے ساتھ بہت برے ہیں۔ حال ہی میں [illegible]
نے ... ہیں۔ ۲۰۰ آدمی مع گاؤں کے جلا دیئے یہ تمام ہنگامہ کوہستان بلقان میں
واقع ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ واقعی اس جنگ کو بھی اگر زلزلہ کے نام سے موسوم کر دیا
جائے۔ تو کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ حیرت انگیز سرعت کے ساتھ یہ تمام واقعات
ہو گئے۔ اور جس اچانک طور پر یہ لڑائی شروع ہوئی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ
سکتی تھی یہاں تک تو ہمنے پیشگوئی کے پہلے حصہ کو لفظاً بلفظاً اسی طرح جس طرح پیشگوئی
میں تفصیل ہے پورے ہوتے دکھلا دیا تھا اور اس دل کے لئے اتنی بات کافی تھی کہ وہ غور
کرتا۔ کہ یہ کس طرح ہو گیا مگر بعض جلد بازوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ پیشگوئی پوری
نہیں ہوئی کیونکہ اسکے دوسرے حصہ کے کوئی آثار ابھی تک آنکھوں کو نظر نہیں آتے
تھے اب ہم دوسرے حصہ کو لیتے ہیں۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون
ترکوں کو ایسی خطرناک شکست ہوئی تھی کہ انکے دوست اور دشمن سب کو یقین ہو
گیا تھا۔ کہ اب انکو فتح ہونا ناممکن ہے۔ خود انہوں نے ہار کر شکست مان لی۔ اور تمام

علاقہ دینے کے لئے راضی ہو گئے پہلے بلغاریہ کی صلح ہوئی جس کے بعد انکے ہاتھ سے ایڈریانوپل سقوطری اور یانینا تینوں نکل گئے اور تمام امیدیں منقطع ہو گئیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا دوسرا ہاتھ دکھانا شروع کر دیا۔ اتحادیوں نے لڑائی سے پہلے یہ تمام باتیں آپس میں طے کر لی تھیں کہ مفتوحہ علاقہ کا فلاں فلاں حصہ ایک دوسرے کے حصہ میں جائیگا۔ یہ اسلئے تھا۔ کہ آپس میں بعد میں لڑائی نہ ہو۔ اور تمام یوروپ کی سلطنتیں بھی تنی ہوئی تھیں۔ کہ وہ اتحادیوں کی آپس میں لڑائی کسی صورت میں نہ ہونے دینگے روس خصوصاً اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کہ اگر کوئی متنازعہ فیہ مسئلہ ہوگا۔ تو اسکے لئے اسکا ثالث نہ فیصلہ ہر ایک کو قبول کرنا ہوگا۔ لیکن واقعات نے جتلا دیا کہ انسان کے تمام منصوبے خدا ایک دم میں خاک میں ملا سکتا ہے۔ خواہ وہ انسان زار روس ہی کیوں نہ ہو۔ وجہ جنگ یہ ہوگئی۔ کہ امید سے بڑھکر علاقہ فتح ہو گیا۔ اتحادیوں کو وہم بھی نہ تھا۔ کہ انکو ایسی عظیم الشان اور آسانی فتوحات ہو جائینگی۔ اور اس قدر علاقہ انکے ہاتھ میں آجائیگا۔ اسکے علاوہ ایک علاقہ انکا خیال تھا۔ کہ انکے ہاتھ آجائیگا۔ وہ یوروپ نے نہیں آنے دیا۔ وہ علاقہ البانیہ تھا۔ سرویا کا بہت سا حصہ اسی میں تھا۔ لیکن اسپر سرویا کو یوروپ نے اجازت نہ دی آخر سرویہ کو یہ مفتوحہ علاقہ یوروپ کے کہنے پر چھوڑنا پڑا۔ بلگیریا جس کو بہت زیادہ فتوحات ہو گئی تھیں۔ اپنے مفتوحہ علاقہ میں سے ایک انچ بھی دینا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے آپس میں سخت ناچاقی ہوئی۔ پھر تو اور بھی آگئے روس نے بھی ایک دھمکیاں بھی دیں۔ مگر بلگیریا کی طرف سے ہو کر کسی نے اسکی آواز نہ سنی۔ اور آپس میں سخت خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ دشمن چاروں طرف سے بلگیریا پر ٹوٹ پڑے۔ خود بلگیریا کو خیال تھا کہ اس جنگ میں وہ کامیاب رہیگا مگر یہاں بھی تمام امیدوں کے خلاف اسکو شکست پر شکست شروع ہوگئی اور دشمن اسکے دار الخلافہ کے بہت قریب آگئے۔ زار فردنینڈ شاہ بلگیریا نے یوروپ کی ایک

اتھینز گئیں۔ کہ خدا یا اتفاق میں پڑ کر میرے ملک کو بچاؤ مگر کسی نے دستی نہ یہاں تک کہ خبریں مشہور ہوگئیں۔ زار فرڈیننڈ بسبب غم کے ہلاک ہوگیا پھر یہ تار خبر آئی کہ اس پر فالج گرا۔ پھر یہ یورپ کی خبر تھی کہ شاہ اور ملکہ ہر دو مفرور اور روپوش ہوگئے ہیں ان کے بعد اسکی ملکہ نے بڑی لجاجت سے التجا کی کہ رومانیا کی ملکہ اپنے خاوند کے علاقہ پر رحم کرے یورپ کی شاہزادیوں سے درخواست کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک والوں کو رحم میں لا کر بلگیریا پر رحم کریں اور انکو بچالیں جب بلگیریا کی یہ حالت ہو رہی تھی یکایک خبر آئی کہ ترکوں کی فوج نے بلیر اور سلسلیو سے نکل کر ایڈریانوپل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے پھر خبر آئی کہ ترکوں نے قرق قلعہ سے شارکو وغیرہ تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے اور انکے رسالے ایڈریانوپل کے سامنے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر تیسرے روز یہ خبر بھی سن لی کہ ترک نہ صرف ایڈریانوپل میں داخل ہوگئے ہیں اور بلغر تمام علاقہ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ بلکہ ترکی فوج خود بلگیریا کے علاقہ میں داخل ہو رہی ہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں اس خبر نے ایک مسرت کی لہر دوڑا دی۔ اور ہر جگہ خوشی کے جلسے شروع ہوگئے۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے تمام ناامیدیوں کے بعد پھر ترکوں کو ایسی فتح دی۔ کہ اگر انکو کوئی کوشش اور لڑائی کرنی پڑی۔ تو صرف اتنی کہ انہوں نے وہاں جا کر قبضہ کر لیا۔ اور بلغر ان کی شکل دیکھ کر بھاگ اٹھے یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظروں میں عجیب ہیں۔ آخری شعر حضرت اقدس کے اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں:

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان ۔ آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار

پھر آپ مکذب کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس ۔ اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وہی حق کی ذات ہو ہو کر رہے گی پیدا ✦ پھر ذلیل و خوار ہو کر منتقل اور بردار
یہ گھماں مت کرو ۔۔۔ گانی ہو میں ✦ قرض ہی واپس ملیگا تجھکو یہ سارا ادھار

بلغیریا کے بادشاہ کو بھی زار ہی کہتے ہیں۔ اور جو ذلت اسکی ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے وہ اخبار بین اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔ خود شہنشاہ روس کی اس میں بہت ہتک اور ذلت ہوئی ہے۔ وہ بلغیریا کا طرفدار تھا اور ہے۔ بلغیریا گویا روس کا بچہ ہے۔ اور باپ کی موجودگی میں بچے پر جوتے پڑ رہے ہیں۔ اسنے بڑی کوشش کی کہ یہ معاملہ سلجھا دے۔ مگر اسکی ایک پیش نہیں گئی۔ سو الحمد للہ یہ پیشگوئی اس شد و مد اور آب و تاب کیساتھ پوری ہوئی کہ تمام دنیا گواہ ہے۔ اب بھی دنیا اگر اس کے ماننے میں انکار کرے۔ جیسا کہ اکثر اس دنیا کے فرزند کور چشم ہو جاتے ہیں۔ تو انکے لئے خدا کا فیصلہ اور بھی ہو چکا ہو وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ اور کتنی ہی آیات آسمانوں اور زمینوں میں ہیں جن پر یہ لوگ گزرتے ہیں۔ مگر وہ ان سے اعراض کرنیوالے ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے الہامات اس وعدے کے مطابق کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا" ظاہر کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے۔ اور بموجب آیت قرآنی سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم الخ ہم عنقریب انکو دکھا دینگے نشان اپنے زمانے میں۔ اور انکے اپنے جیسوں میں پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان نشانات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور خدائی حجت کو اپنے اوپر قائم ہونے سے بچتے ہیں۔ والسلام

حمائل شریف۔ خوشخط سرکاری عربی کتابوں کی طرز پر لکھی ہوئی جس کے پہلے مفصل فہرست مضامین ہے یہ حمائل پہلے دو روپے کو بکتی تھی ہم اب دیتے ہیں مجلد عہ

پتہ منیجر تشحیذ قادیان

سرخاب اور میں

سرخاب جانتا ہوں تری بیقراریاں	اچھلتی ہیں ترے دل پہ مری صبح کاریاں
تو بھی جدا حبیب سے میں بھی جدا ہوں	آ بیٹھ دونوں مل کے کریں آہ و زاریاں
اب حال زار کس نے ہمارا ہے پوچھنا	ہر کوئی ویسے ہی ہو کرتا تسلیاں
کیا کیا کچھ کے فرقت دلدار نے دئے	سینے پہ چلتی رہتی ہیں ہر دم کٹاریاں
جس کی پہ چڑھے تھے وہ کب چھوڑ گیا	منزل پہ جا کے پہنچیں گی کیونکر سواریاں
جس شاخ پر تھی پینگ محبت کی ڈالی گئی	وہ شاخ ہی نہ ہوگی تو کیا دوستداریاں
اک وہ دم چلا تھا کہ عشق کر کے گر پڑا	کچھ بھی نہ آئیں کام مرے شاہسواریاں
لیکن اٹھایا مجھے اک دستگیر نے	اللہ کے سوا نہ پائی ہیچ دستیاریاں
آ کے بار محبت احمد سے کام لیں	مستی میں پھر دکھائیں اسی ہوشیاریاں
ایک عجیب نسخہ بتاؤں اے دردمندیں	مشکل میں رہبر کے کوچے میں گلیاں
ساقی نہیں تو کیا ہے احمد ساقی ہے	اسکی جناب سے مجھے ملتی ہیں یاریاں
تمہ نورے نشانہ ورنگ نگ میز	یارب مدام نور کی ہو نور باریاں
اکمل وہ دل کی [illegible]	روٹھی ہوئی حبیب کو ہے بیقراریاں

نغمۂ اکمل حصہ دوم تیار ہوگیا

ان احباب کی خدمت میں جو خدا کے پیارے مسیح سے عشق و محبت کا تعلق رکھتے ہیں اور جو ہجر و فراق کی بیقرار کرنے والی گھڑیوں کو جانتے ہیں التماس ہے کہ انکا مونس انکا محرم راز انکا غمگسار نغمۂ اکمل حصہ دوم تیار ہوگیا قیمت ۴ پتہ تشحیذ قادیان کل ۷۸ نظمیں ہیں

ایک مہینہ اور رعائت

بشرطیکہ البشریٰ مجموعہ الہامات حضرت اقدس خریدیں

نام کتاب	اصل	رعایتی	خلاصہ مضمون
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ	۲؍	کون نہیں جانتا۔ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت
پ ۲۸	عہ	۳؍	ہے۔ جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو اور
پ ۲۹	عہ	۳؍	ان دلایل کو کھول کر لکھا گیا ہو جو قرآن
پ ۳۰	عہ	۳؍	مجید برایت میں اپنے دعوے کے ساتھ پیش
پ ۲۵	عہ	۳؍	کرتا ہے اور جو دوسری الہامی کتابوں سے
پ ۲۶	عہ	۳؍	منجملہ امتیازی نشانات کے ہے
مجربات نورالدین حصہ اول	۱۰؍	۵؍	شاہی طبیب حکیم حاذق مولنا نورالدین
دوم	۱۰؍	۵؍	صاحب کے مجربات تینوں حصے نہایت مفید
سوم	۱۰؍	۴؍	اور نسخے
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء	عہ	۴؍	یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ المسیح
			مولوی عبدالکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ جو
			نہایت نادر اور معارف حقائق کا گنجینہ ہے
			۳۰۰ صفحہ
حقیقت نماز	عہ	عہ	جس میں نماز کی حقیقت اور اسکے متعلق
			ضروری مسائل اور ارکان نماز کا فلسفہ
			بیان کیا گیا ہے اور منظر ترتیب انجمن میں جمد

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
			سورتوں کے عجیب وغریب تفسیر ۲۰۵ سے ۲۱۸
النصح	۲ر	عہ	یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارت کتب سابقہ سے دکھلائی گئی ہے۔ اور اسکے ساتھ ایک نہایت دلسوز مسدس ہے احباب منگوا کر فائدہ اٹھاویں
رد چکڑالوی	۸ر	عہ	چکڑالوی کا مذہب سخت ہے مگر اسکا رد بھی بہت ہی سخت ہے حجم دو سو صفحہ
عمدۃ الاحکام	۸ر	عہ	بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم اردو ابواب خوشخط پسندیدہ امیر المومنین
خطبات نور حصہ اول دوم	۸ر ۱۰ر	عہ	حضرت امیر المومنین کے خطبات کا مجموعہ جو عید و جمعہ پر آپ نے پڑھے حقائق و معارف کا خزینہ
امتیازی نشانات مسیح موعودؑ	۴ر	ار	وہ نشانات جن سے مسیح موعود و دیگر اولیاء امت محمدیہ بلکہ بعض انبیاء سے ممتاز ہے مع محصول ڈاک ۸ کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں
طبیب روحانی	۲ر	ار	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے خوشخط بچوں کے پڑھانے کے لئے

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
ادعیۃ الاحادیث	۱ر	[illegible]	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں۔
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	۱ر	معاملات کے بارے میں احادیث جو آج مسائل
ظہور المسیح	۴ر	۳ر	مسیح موعود کی وفات اور مسیح محمدی کی صداقت کا ثبوت تمام مخالف کتابوں کے سامنے رکھکر دکھایا ہے
اربعین	۴ر	۲ر	حضرت اقدس کی تصنیف آتھم کی نقول کی تفسیر اور اپنی صداقت کا ثبوت
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۴ر	[illegible]	
الاسماء الحسنی	۵ر	۲ر	اللہ کے اسماء کی تشریح بچوں کے لئے بہت مفید
مکتوبات احمدیہ	۸ر	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے خطوط معارف سے پر کا خزانہ تصوف کا گنجینہ
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	۱ر	تفسیر سورہ تبت یدا عجیب و غریب مصنفہ فاضل امروہی
سلک مروارید	۴ر	۳ر	لڑکیوں کے پڑھانے کے لئے قصہ کی طرز میں مفید سلسلہ
تشحیذ اگست ۱۲ء	۳ر	۲ر	جس میں رمضان شریف کے متعلق تمام احکام اور ان کی شرح و مفصل بیان ہیں
اسلام کی پہلی کتاب معیار حق			حضرت زمانہ [illegible] احمد بیگ کی الہامی پیشگوئی [illegible]

حق اور مطابق ہو اور جو جمہور مفسرین کا قول ہو تو اس سے رفع جسمی بالکل ظاہر ہو۔"
مولوی صاحب کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کے معنی موت اور نیند بالکل حق اور مطابق واقعہ نہیں۔ اور جمہور مفسرین کے قول کے خلاف ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے کیوں یہ اقوال استثنا فرو گذاشت کیے کہ ان سے رفع جسمی ثابت ہونیکا باطل ہونی بڑے زور کیسا تھ پبلک میں پیش کر دیا

اب مولوی صاحبکا ایک عذر باقی رہا اور وہ تقدیم و تاخیر انی متوفیك ورافعك الی کا قول ہے جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق یہ عرض ہو کہ یہ قول بخاری شریف کی روایت کے خلاف ہے جس میں حضرت ابن عباس سے انی متوفیك کے معنے انی ممیتك مروی ہیں اور تقدیم و تاخیر مذکور نہیں۔

بفرض صحت روایت یہ مذہب بوجوہ ذیل غلط ہے۔

اول یہ کہ آیت انی متوفیك ورافعك الی جس ترتیب سے نازل ہوئی ہے اس میں تقدیم و تاخیر بغیر وحی الہی کے عقلاً جائز نہیں ورنہ الحاد کا دروازہ اس طرح کھل جائیگا کہ اسکا بند ہونا غیر ممکن ہوگا۔

دوم یہ کہ جب وحی الہی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو ترتیب دیکر کاتب الوحی سے لکھوایا۔ اسوقت بھی انی متوفیك ورافعك الی ہی لکھا اس کو ظاہر ہے کہ خدا و رسول کے نزدیک آیت زیر بحث کی موجودہ ترتیب ہی صحیح ہے ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ترتیب قرآن کے وقت رافعك الی کو مقدم اور انی متوفیك کو مؤخر ضرور لکھوا دیتے

سوم یہ کہ موجودہ ترتیب قرآن میں تقدیم و تاخیر کرنیوالوں کی تنبیہ کے لئے قرآن کریم میں یہودیوں کی عادت تحریف کی بابت یحرفون الکلم عن مواضعہ

مذمت کی گئی ہے

لہٰذا بوجوہ مذکورہ بالا ترتیب الفاظ قرآن کریم میں تقدیم و تاخیر کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مذہب ابن عباس کا ہو یا کسی اور کا۔ بجز کلام خدا یا حدیث رسول صحیح صریح غیر مجروح واللہ اعلم

اب ناظرین اس تمام بحث پر ایک غائر نظر ڈال کر بآسانی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مولوی ابراہیم صاحب باوجود ادعائے ہمہ دانی جس طرح لفظ توفی کے معنی قبض شئ مع الجسم کے قرآن و حدیث و لغت محاورات عرب سے ثابت کرنے میں بالکل عاجز و درماندہ نظر آتے ہیں اسی طرح اس لفظ کے معنی قبض شئ مع الجسم کے لئے قرآن پیش کرنے میں بھی سخت ناچار و مجبور پائے جاتے ہیں مختصر یہ کہ مولوی صاحب کا ہر قرینہ محض بے قرینہ ہے

مولوی ابراہیم صاحب آگے بڑھ کر یہاں تک نوبت پہنچاتے ہیں اور آخری اور بڑا زور اس بات پر لگاتے ہیں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک انی متوفیک میں توفی کے معنی قبض شئ مع الجسم ہیں۔ اور اسی امر پر سلف و خلف مفسرین و محدثین و فقہاء و مجتہدین سب کا اتفاق و اجماع ہے اس لئے مولوی صاحب کی شخصیت کا پردہ فاش اور مفسرین کی جمہوریت کا طلسم پاش پاش کرنے کے لئے ہم اس بحث پر ایک مبسوط مفصل اور سیر کن بحث سپرد قلم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے

خدائے علیم و حکیم قرآن کریم میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر۔ ترجمہ اے مومنو اللہ کی اطاعت کرو اور جو تمہارا حاکم ہو اس کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو تو اس نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔ اگر

تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

پھر فرمایا ہو وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ترجمہ
اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی پیروی کریگا۔ تو اللہ کی راہ سے بہک جائیگا

ناظرین ان دونوں آیتوں پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد دو باتیں روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہیں (۱) ایک تو یہ کہ مسائل دینیہ میں اللہ اور رسول کے سوا کسی کا قول مستقل حجت نہیں اسلئے اللہ اور رسول کے فرمان کے خلاف کسی کا قول قابل قبول نہیں ہو سکتا (۲) دوسرے یہ کہ دنیا کے اکثر لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔ انکی پیروی انسان کو گمراہ بنا دیتی ہے اسلئے حق کا معیار نہ رکھنا اور کثرت پر فریفتہ ہونا موجب ضلالت ہے

قرآن کریم کی ان ہدایتوں کو نصب العین رکھتے ہوئے ساتھ ہی تعلقی کی بحث کے متعلق مولوی ابراہیم کی تصنیف اور انکے ہمخیال مفسرین وغیرہ کی مجبوریت ذوق تک کیطرح اڑ جاتی ہے مگر ہم اسکو پیش نہیں کرتے اور مولوی صاحب کی تسلی کے لئے آیات مذکورہ بالا کے متعلق تفسیری نوٹس پیش فرماتے ہیں

مخدومی مکرمی نواب محسن الملک مرحوم (۱) نے اپنے رسالہ تقلید اور عمل بالحدیث مطبوعہ مطبع تحفہ ہند میرٹھ میں مقلد اور غیر مقلد کا مکالمہ کر کے علمائے سلف وخلف کے اتفاق (اجماع) کا خوب خاکہ اڑایا ہے اسلئے اس رسالہ کی چند عبارتیں ہم فائدۃ للناظرین یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں

(۱) الاجماع وهو في اللغة الاتفاق وفي الشريعة اتفاق مجتهدين صالحين من امة محمد عليه الصلوة والسلام في عصر واحد على امر قولي او فعلي يعني اجماع۔ ناقل لغت میں تو اسکے معنی ہیں اتفاق کے اور شریعت کی اصطلاح میں اتفاق کرنا نیک اور صلاحیت رکھنے والے مجتہدین کا امت محمد سے کسی ایک زمانہ میں اوپر کسی امر قولی یا فعلی کے صفحہ ۲۴

(۳) اجماع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مستند اسکا کتاب وسنت ہو۔ دوسرے یہ کہ فقط علماء اور فقہا کا اتفاق ہی اتفاق ہو۔ خواہ کسی ضرورت سے خواہ کسی مصلحت سے پہلی صورت کا اجماع واجب الاتباع ہے اور درحقیقت وہ کتاب وسنت کا اتباع ہے اور دوسری قسم کا اتباع نہایت ہی برا ہے صفحہ ۲۶

پھر صفحہ ۳۱۔۳۲ میں لکھا ہے

مغالطہ۔ جو لوگ کہ تقلید کا انکار کرتے ہیں وہ تھوڑے ہیں ان کا قول مرجوح ہے اور جو لوگ اسکو واجب اور جائز جانتے ہیں۔ وہ بہت ہیں۔ اور سواد اعظم وہی ہے جس جانب بہت لوگ ہوں اسلئے انکا استثنا چند ہی علماء کے اقوال پر ہے۔ اور علماء استثنا و ہزاروں کے قول پر

غیر مستند۔ یہ دونوں ہوے غلط ہیں اول یہ سمجھنا کہ واجب العمل وہ قول ہے جس پر بہت لوگ متفق ہوں اور اسکو سواد اعظم جاننا دوسرے یہ سمجھنا کہ وجوب تقلید کے معترف اکثر لوگ ہیں۔ اور جس طرف بہت لوگ ہوں۔ اسکی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے اول ہوئے کی غلطی پر چند قول ہم نقل کرتے ہوں کہ بعض مفسرین نے آیت ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فی ھذا دلالۃ علی انہ لا عبرۃ فی دین اللہ و معرفۃ الحق بالقلۃ والکثرۃ یعنی اس انکی کثرت للحق مع الاقل کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ کچھ اعتبار نہیں ہے خدا کے دین میں اور حق کے پہچاننے میں قلت اور کثرت پر اسلئے کہ جائز ہے کہ حق وہی ہو جس پر تھوڑے لوگ ہیں۔ ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف ابن اسباط کو لکھا کہ اذا بلغک عن احد بالمشرق انہ صاحب سنۃ فابعث الیہ بالسلام فقد قل اہل سنۃ اور اگر مشرق میں ایک اور مغرب میں دوسرا پابند سنت کا ہو تو اسکو سلام بھیج اسلئے کہ سنت پر چلنے

والے بہت ہی کم ہیں۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ کہ سواد اعظم وہی ہے
جو تابع کتاب یعنی قرآن وسنت کا ہو۔ وماں ما سواھا لا یلتفت الیہم وان
امتلاء العالم منہم کہ جو کتاب وسنت کے سوا ہو۔ اسپر التفات نہ کرنا چاہیئے
گرچہ ان سے جہان بھرا ہو۔ اور جماعت کے معنے میں یک بزرگ نے نجاب کی دلیل
دلالۃ بجماعۃ اھل الحق وان قلوا۔ کہ جماعت سے مراد اہل حق کے جمع ہونیکا
ایک حق بات پر گرچہ وہ بہت ہی کم ہوں۔ سواد اعظم کے معنے میں ملا علی قاری
شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں کہ ان فیہم من الصفات الموجبۃ للقبول
تقوم مقام العدد الکثیر من غیرھم ولذا سمیت مثل ھذا الامۃ
امۃ قال اللہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ لانہ یجتمع فیہ من
الصفات ما لا یوجد متفرقۃ الا فی جماعۃ ولذا قال الشاعر
لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد وقد قیل فی
حدیث المشہور علیکم بالسواد الاعظم ای الاورع الاسلم
پس جبکہ ایک شخص پر اطلاق امت کا خدا کے کلام سے ثابت ہوا۔ اسلئے کہ وہ ایک
ان باتوں کا جامع تھا کہ جو متفرق متفرق گروہوں میں علیحدہ پائی جاتی ہیں۔ اور خدا کا
ایک شخص کو بمنزلہ ایک جہان کے بنا دینا عجب نہیں۔ اور سواد اعظم سے مراد زیادہ
پرہیزگار سے لیگئی ہو۔ تو پھر کثرت عوام کو کسی مسئلہ کی صحت پر دلیل لانا بچوں کو
بہلانا۔ اور عوام کو خوش کرنا ہے۔ دیکھیئے۔ فاضل روزبہان کتاب ابطال الباطل
میں جہاں حدیث لا یزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من
خذلہم حتی تقوم الساعۃ کا ذکر کیا ہو۔ لکھتے ہیں فحاصل الحدیث لا
یزال الطائفۃ قلیلۃ مطلقا المنصورین بالحجۃ والبرھان یعنی پس حدیث
کا یہ مطلب ہو کہ ایک جماعت قلیل جو دلیل اور حجت کے ساتھ غالب اور کامیاب ہو

ہمیشہ رہیگی پر اسلام ہوگا وہ گروہ جو ہمیشہ غالب رہیگا۔ وہ وہی قلیل التعداد گروہ ہے
جو کہ رہیگی حجت شرعی سے اور دل پر غالب ہوگا۔ اور کوئی اسکو مغلوب نہ کرسکیگا
اور یہ گروہ وہی ہے جو کہ تابع کتاب و سنت ہے کہ نہ اسکے سامنے رسم و رواج کی
سند پیش جاتی ہے نہ بدعتیوں کی پوچ اور بیہودہ دلیلیں چل سکتی ہیں نہ علماء دنیا طلب
کی بیجا باتوں کی وہ حیثیت اثر کرتی ہے اور نہ قوموں کی کثرت اور عوام کی جمعیت
اور جمعیت اسکو دور کرسکتی ہے۔ خدا کی کتاب اور رسول کی حدیث کے سامنے سب
کو مغلوبیت ہوجاتی ہے"

پھر صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ میں لکھا ہے

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب اندلسی اپنی کتاب محلی کی کتاب الفرائض میں نسبت دعوے اجماع کے لکھتا ہے ۔۔۔۔ کہ اجماع کا دعوے کرنا ایک ایسا قول ہے جس کا فساد ظاہر ہے اسلئے کہ اس سے سلسلے تو داخل ہوتے ہیں الایسلئے کہ کہ نبوت والوں پر لازم آتا ہے کہ وہ ذکوٰۃ کو واجب جانیں نہ حج و نماز کی فرضیت کے قائل ہوں اور نہ زنا کی برائی پر اعتقاد رکھیں مگر اسی وجہ سے کہ اسپر اجماع ہے اور جو ایسا کرے وہ دین اسلام سے خارج ہے دو وجہ سے اول یہ کہ یہ بنایا ہوا مذہب ہے نہ خدا نے حکم دیا ہے کہ سوائے اجماع کے اور کسی کا اتباع نہ کرنا اور نہ رسول نے فرمایا ہے بلکہ خدا نے تو قرآن و سنت اور اولو الامر کے اتباع کا حکم دیا ہے یہ بھی خدا نے نہیں کہا کہ جب کسی امر میں اختلاف ہو تو ایسی بات اختیار کرو جسپر اجماع ہو جو ایسا دعویٰ کرے وہ خدا پر تہمت کرتا ہے اور دنیا میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ خدا نے صاف صاف کہدیا ہے کہ جو تمہارے رب نے بھیجا اسکی اتباع کرو اور پھر فرمادیا ہے کہ جو رسول کہے اسے لو اور جس سے منع کرے اسے چھوڑ دو اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی بات میں جھگڑا ہو تو خدا و رسول کو رجوع کرو۔ اسلئے ہم اس امر میں اجماع کا اتباع کرتے ہیں

جس میں ہمکو ثابت ہو کہ سب اسپر متفق ہیں۔ اور انکا اجماع کتاب وسنت کے مخالف نہیں ہے اور اگر آپس میں اختلاف ہے تو ہم قرآن وحدیث پر رجوع کرتے ہیں جس کو اسکے مطابق پاتے ہیں اسپر عمل کرتے ہیں گو اسپر اجماع نہ ہو۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جس کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے اور دوسرے یہ کہ اجماع کے دعوے سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت اختلاف میں ہم کو قرآن وحدیث پر رجوع کرنا چاہیئے بلکہ اجماع پر کہ جہتوں کی طرف گیا ہے تو حقیقت میں یہ بات درستی کی نہیں ہے"

اہلحدیث کے ایڈوکیٹ ثناء اللہ کے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۴ میں اجماع کی نسبت لکھتے ہیں کہ "اجماع میں اولاً یہ اختلاف ہے کہ یہ ممکن یعنی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ بعض اسکے امکان کو بھی نہیں مانتے۔ ماننے والوں کا اس میں اختلاف ہے کہ اسکا علم ہو سکتا ہے۔ ایک جماعت امکان علم کے بھی منکر ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں یہ اختلاف بیان کر کے فرمایا ہے کہ انصاف یہی ہے کہ بجز اجماع زمانہ صحابہ جبکہ مومنین اہل اجماع بہت تھوڑے تھے۔ اور ان سب کی معرفت تفصیلی ممکن تھی۔ اور زمانہ کے اجماعوں کے حصول علم کی کوئی سبیل نہیں۔"

اسی کے مطابق کتاب حصول المامول میں جو کتاب ارشاد الفحول شوکانی سے ملخص ہے اس میں کہا ہے جو یہ دعوے کرے کہ نقل اجماع ان سب اہل دنیا کی جو اجماع میں معتبر ہیں معرفت ہو سکتی ہے وہ اس دعوے میں حد سے نکل گیا۔ اور جو کچھ اسنے کہا انکل پچو کہا۔ خدا امام احمد حنبل پر رحم کرے کہ انہوں نے صاف فرمادیا ہے کہ جو دعویٰ اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔ فقط"

اب ناظرین مندرجہ بالا عبارتوں کے پڑھ لینے کے بعد بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی ابراہیم کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء

بجسدہ العنصری پر علمائے سلف و خلف مفسرین و محدثین و فقہا و مجتہدین سب کا اتفاق و اجماع ہی ایک بازاری گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اگر ایسا اتفاق و اجماع ثابت بھی ہو جائے تو بھی وہ شواہد کتاب و سنت کے ساتھ معارض ہو کر بلا وجہ ہو ایک مردہ ہوئی کیڑے سے بدبوجا بدتر اور حقیقت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کو متنبہ کر چکے تھے اجماع کی حقیقت طشت از بام کر چکے تھے۔ مگر مولوی ابراہیم صاحب جو شہرت طلبی اور جاہ پرستی کے دھن میں علمی تعلیوں اور فضول ڈینگوں سے ٹوپیوں آسمان کے قلابے ملانیکے عادی معلوم ہوتے ہیں۔ اس تنبیہ سے کچھ بھی متاثر ہوئے بغیر بینائی سے کام لیکر اور اپنی آنکھوں پر ٹھیکر یاں رکھکر وہی اتفاق و اجماع کا بے سرا راگ لا پنے لگے جسکا نتیجہ اہل عقل و صاحبان ذوق سلیم کے نزدیک مغز ماتھ دو حمق خود بدید کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ؟

ہم اپنے بیان کی تصدیق کے لئے ازالہ اوہام کی عبارات صفحہ ۷۰۔ ۳۰ سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

" پیشگوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں۔ بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہو کبھی میں نہیں آسکتے چہ جائیکہ دوسرے لوگ انکو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ آپ اسبات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور انکا کسی اور صورت پر ہوا۔ تو پھر دوسرے لوگ کو ذرہ کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو کب ایسا دعوے کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمال پیشگوئی پر ایمان لے آویں ؀

رسیدات زرچوائی ۱۹۱۳ء

جناب [illegible] صاحب
جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۷ جولائی ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب
جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
[illegible]

۱۷ جولائی ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب

۱۹ جولائی ۱۳ء

جناب میاں [illegible] صاحب

۲۱ جولائی ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب

۲۳ جولائی ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب

۲۴ جولائی ۱۳ء

جناب غلام محمد صاحب
جناب مولوی [illegible] صاحب
جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب غلام محمد صاحب
جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

۲۵ جولائی ۱۳ء

جناب چوہدری [illegible] صاحب

۷ اگست ۱۳ء

جناب تاج الدین صاحب
جناب [illegible] صاحب
جناب عبد الغنی [illegible] صاحب
جناب قاضی [illegible] صاحب

۸ اگست ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب
جناب محمد الدین صاحب

۱۳ اگست ۱۳ء

جناب [illegible] صاحب
جناب [illegible] عبد الغنی صاحب

جناب [illegible] صاحب
جناب محمد [illegible] صاحب
جناب [illegible] صاحب

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نمبر کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

Digitized by Khilafat Library

امراض مستورات کی دوا ۔ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید امریکن ملک کی مشہور دوائی [illegible] اور [illegible] کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوگٹ وغیرہ کتنی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا طیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آتی ہے

یہ ہر قسم کے امراض مستورات کی دوا ہے کمزور رحم اور بچہ دانی کو طاقت دیتی ہے اور صاف [illegible] کی کل بیماریاں دفع کرتی ہے [illegible] اور [illegible] سفید و سرخ پانی کی طرح [illegible] اس دوا سے دفع ہوتی ہے رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل ہر وقت ضائع ہو جاتا ہے [illegible] ضائع ہو جاتا ہے [illegible] اس دوا کو چند دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہو کر رحم قوی ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱ر [illegible] مصول ڈاک وغیرہ [illegible] اس دوا کا [illegible] مرض [illegible] شیشی امراض مستورات کی دوا کی [illegible] شیشی اور روانہ فرمائیے

روغن [illegible]

[illegible]

روغن لیمو

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۹ — جلد ۸

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

القرآن فی رمضان ۴۳۳ - ۴۸۸ الحکم

قیمت سالانہ

گزارش

میں نے اپنے فہم و استعداد کے مطابق بہترین تحفہ احباب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ یہ رسالہ حواشی قرآن مجید کا کام دیگا۔ جو بہت قیمتی شے ہے۔ اس میں جو خوبیاں ہیں۔ وہ منسوب ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات ستودہ صفات سے اور جو نقص رہ گئے ہیں۔ وہ میری شنید اور میری فہم کا قصور ہے۔ اس جناب مستطاب سے ہرگز اسکی نسبت نہ ہو

یہ رسالہ کچھ زائد بھی چھپوایا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جو دو روپے پیشگی دیکر تشحیذ کے خریدار نہیں قرآن مجید کی یہ نادر تفسیر مفت دیجائیگی۔ بجز خریدار بننے کے عہ قیمت پر ملیگا۔

نوٹ ۔ یہ رسالہ بجائے ۸۰ کے ۷۶ صفحے پر چھپوایا گیا۔ اور اس سے پہلے ایک رسالہ کا حجم ۸۰ صفحے تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء

القرآن فی رمضان

اللہ کا شکر ہے کہ میں اس درس کے نوٹ [illegible] سے ناظرین تشحیذ تک پہنچانے کی توفیق پا رہا ہوں جو ہم نے ایک ایسے عالم کی زبان گوہر فشاں سے سنے [illegible]

علم اور اس زمانے کا بہت بڑا عالم قرآن [illegible] کے لحاظ سے اس مقام اعلیٰ تک [illegible] اپنا مسیح موعود [illegible] خاتم مقام فرمایا۔ بہت ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو [illegible]

احباب [illegible] بہت [illegible] خوش قسمت ہیں ناظرین تشحیذ [illegible] بھی تمام [illegible] اپنے فضل سے [illegible] پہنچا دیا۔

یہ نوٹ [illegible] مقامات [illegible] ناظرین تشحیذ کے پاس ایک [illegible] یقین رکھتا ہوں تشحیذ کے تمام [illegible]

کے اعتراضات کے جواب کے بارے میں) اس میں آ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
یا الٰہی بناسیٰ اور میری خدمت قبول فرمائیے۔

پارہ اول ۔ ۱ ۔ نزول قرآن کی اصل غرض ۔ شبہات کو دور کر دے (و ننزل من القرآن ما هو شفاء) (۲) رحمۃ للمومنین جناب الٰہی کیساتھ براہ راست تعلق ہو جائے (۳) تمیز حق و باطل ہو جائے (۴) کوئی ایسا سوال نہیں جس کا جواب نہ دیا ۔ کافی ہتھیار ۔ اولم یکفهم انا انزلنا الیک الکتب

۲ ۔ قرآن سمجھنے کے اصول ۔ (۱) قرآن کے معنی عربی لغت سے باہر نہ کئے جاویں (۲) کوئی معنی اللہ کی تنزیہ و تقدیس کے خلاف نہ ہوں اسماء الٰہی کو مدنظر رکھ کر معنی کرنے چاہئیں (۳) اقوال و عمل شرک محمدیہ کے خلاف کوئی معنی نہ کئے جائیں ۔ جیسے آجکل قرآن سے ایک نئی نماز نکالی گئی ہے ۔ حالانکہ سنت قرآن سے زیادہ متواتر ہے ۔ (۴) ایک آیت کے معنی دوسری کے خلاف نہ ہوں جیسا وجد لتضلا میں ضال کے معنی گمراہ صاحبکم کے خلاف کرتے (۵) مشاہدہ و تجربہ کے خلاف نہوں (۶) ایسے معنی نہ کئے جائیں جن پر عمل نہ ہو سکے وا لاہو (۷) خواہ مخواہ آیات میں اچھوپسندی اور اپنے مطلب کی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ ہو ۔ بلکہ اپنے مرضوں کے علاج و اصلاح نفوس کیلئے پڑھو۔

سورۃ فاتحہ ۔ کلام تین قسم کا ہوتا ہے (۱) عرضی نویس کسی قانون کے ناواقف کی طرف سے عرضی لکھ دیتا ہے (۲) شکر اپنے رنگ میں ادا کرتا ہے (۳) کبھی حاکم بھی بتا دیتا ہے کہ اس قسم کی عرضی لکھو ۔ قرآن میں تینوں قسم کے کلام موجود ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین ایک ایسی عرضی ہے جسے حق سبحانہ نے خود سکھایا ہے کہ ہمارے حضور یوں عرضی دو

ب الحمد ایک جامع دعا ہے اور اس کا مقابلہ کوئی دعا نہیں کر سکتی نہ کسی مذہب نہ

کی احادیث کی روایتیں (ج) ب متعلق بفعل اقرء ہے یوں ہی اعتراض حل ہو جاتا ہو
اللہ۔ حقیقی معبود۔ ہم ان میں ہم اس کے محتاج ہیں جس کی ہر وقت تسبیح و تقدیس کریں
یہ ہمیشہ موصوف آئیگا (د) الحمد میں اپنی سات صفات کا بیان کیا ہے۔ اللہ
رحمٰن رحیم (ربیکر بنیں) رب العالمین۔ مالک یوم الدین (لا) مسئلہ
جزا و سزا۔ ہم پر مبنی ہے اور اس سے تکمیل نفس مقصود ہے (و) عبادت نام ہے
کامل درجے کی محبت۔ کامل تعظیم۔ اور اپنی طرف سے کامل تذلل کا (ز) عبادت
وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت بتائے باقی سب ہیچ (ط) ایاک
نستعین میں قد حالیہ ہے۔ تیری عبادت ہم اس وقت کر سکتے ہیں کہ تو ہی توفیق دے
(و) ہدایت قوی فطری کا عطا کرنا۔ اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدی (۲)
عطاء فہم (۳) انبیاء کی تعلیم سے برے بھلے راہیں کو دکھانا وھدینٰہ النجدین
(۴) بہشت میں پہنچانا۔ چنانچہ جنتی کہینگے لولا ان ھدانا اللہ (ز) مغضوب
ان کے دو نشان ہیں (۱) علم ہو مگر عمل نہ ہو (۲) کسی سے بیجا بغض و حسد رکھنے والے جیسے
یہود۔ ضالین ان کے دو نشان ہیں (۱) آلہیات کا علم نہ ہو۔ الظنم تبعہ علم ولا آباءہم
(۲) کسی سے بیجا محبت جیسے نصاریٰ۔ ضالین میں پہنچ شدہ ہے اس میں بتایا کہ ان کا
زمانہ نبیا و مغضوبوں کا ہوگا (ح) الحمد متن قرآن ہے باقی تمام قرآن اس کی شرح ہے
(ط) قرآن میں تین قسموں کا ذکر ہے انعمت علیہم۔ المغضوب علیہم
الضالین

رکوع اول۔ (۱) الم۔ انا اللہ اعلم حضرت علی ابن عباس ابن مسعود
ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم۔ ہر جگہ یہ اتفاق یہی معنی کئے ہیں (ب) ھدی للمتقین
علت غائی (ج) لا ریب فیہ علت صوری (د) ذالک الکتاب علت مادی۔
(ہ) الم علت فاعلی (و) مقطعات کا یورپ میں رواج ہے ۲۔ شئ کا ابتداء

تین باتوں سے شروع ہوتا ہے (۱) ایمان بالغیب (۲) دعا کا قائل ہو (۳) کچھ نہ کچھ
خدا کی راہ میں دینا۔ دوسرا مرتبہ متقی کی ترقی کا ہے۔ پہلی۔ حال کی اور بعد میں آنے والی وحی پر
ایمان لاوے۔ نشان متقی۔ وہ مظفر و منصور رہتا ہے۔ ۴۔ مغضوب کے تین نشان
(۱) دستی کے کلمہ کا انکار کر دینا (۲) انذار و عدم انذار ان کے لئے برابر (۳) غور نہیں
کرتے چشم حق بین نہیں رکھتے۔ ۴۔ ضالین کے لئے (۱) کج میں بوجہ ان کے شدہ
منہ کے ۵۔ منافق کا نشان یہ ہے کہ وہ مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام پر چلتا رکر
۶۔ السفہاء۔ سفاہت نام ہے اضطراب کا چھٹکے کپڑے کو بھی سفینہ کہتے ہیں
۷۔ فما ربحت تجارتھم + ضالین بڑے تاجر ہونگے مگر دینی ہدایت نہ
لینگے + دینی نفع نہ اٹھائینگے + ۸ منافق کی دو مثالیں۔ ناری اور آبی۔ الذی منافق
لوگ جو آگ بھڑکاتے ہیں ۹ یجعلون اصابعھم فی اذانھم منافق
شدت کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں ۱۰۔ الصواعق۔ بجلی کی چمک پہلے ہوتی
ہے۔ پھر کڑک بجلی کی آواز مشکر پچھاڑ کی تریز منزل ہے ۔ ۱۱۔ الحجارۃ بیادل نشان
۱۲۔ جنات (۱) تعلیم نبوی (۲) مدینہ طیبہ (۳) فتوحات (۴) حوض۔ سوب۔ بلغم بصر
وشام (۵) قبر (۶) محشر (۷) جنت ۱۳ ھذا الذی رزقنا یہ وہ چیز ہے جسکا
ہم سے وعدہ تھا۔ واتوا بہ متشابھا اس رنگ کے عمل کئے اسی رنگ کی
عنایات الٰہیہ + ۱۴ بعوضۃ یعنی یہ مدینہ یا فتوحات وغیرہ بھی تو جنت ہیں گر یہ تو
بعض ہیں اس جنت کا جو اصل موجود ہے۔ ۱۵ خلق لکم اذ نہ کی تمہارے لئے
کیونکہ قیامت تک خلق ہوگی ۱۶۔ سبع سمٰوات آسمان کے ستارے سات
قسم کے ہیں ۱۷۔ اب ہر گروہ کا ذکر تمثیلی رنگ میں فرماتا ہے ۱۸۔ ونحن نسبح
بحمدک یعنی یہ ایک سوال ہے کہ ہم آپ کو کیوں بیجا پاک جانتے ہیں ۱۹۔ انی اعلم
کا ثبوت علم آدم سے دیا۔ یعنی سکھ دیا۔ فرشتوں کو پڑھایا اور بتایا دیکھو سب پہ پڑھاتے

ہیں جو بھی بجا ہے ثابت دوسری نہیں۔ ۲۰۔ ان سیات کو پیش کیا وہ نادم کیا تھے۔ اس میں تخصیص ہو گئی
ہے۔ صوفیوں نے اسماء الٰہی مراد لئے فلاسفروں نے ہر چیز کا رب النوع ۲۱۔
ما کنتم تکتمون۔ اللہ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں یہ نہیں
کہ فرشتے ان میں کوئی بُرا خیال رکھتے تھے ۲۲۔ رکوع ۵ میں دوسری خشش قرینی زمانی
سے دیتا ہے۔ بنی اسرائیل انعمت علیہم تھے۔ پھر مغضوب ہوئے۔ ۲۳۔ اوفوا بعہدی
اللہ سے عہد فمن تبع ھدای ... کہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون
۲۴۔ ثمنا قلیلا۔ دنیا مراد ہے۔ نہ کہ قرآن کی قیمت روپیہ کم نہیں ہونی چاہئے۔
۲۵۔ لا تجزی نفس عن نفس جب مدینے کے بنی اسرائیل کو نکالا تو وہ جلاوطن ہوئے
یقیناً یہی دن مراد ہے۔ قیامت کا ذکر نہیں۔ ۲۶۔ بلاء من ربکم۔ انعام۔
۲۷۔ عفونا۔ اس سے کہ اس شرک سے توبہ کر لی۔ ۲۸۔ الفرقان جب دشمن
کی کمر ٹوٹ جائے۔ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان ۲۹۔ نری اللہ جھرۃ۔
بے گستاخی کی۔ ۳۰۔ الصٰعقۃ عذاب ۳۱۔ اضرب بعصاک الحجر۔ اس کے
دو معنی ہیں۔ عصا پتھر پر مارو۔ پانی کا چشمہ نکل گیا۔ اللہ صاحب کشف کو دکھا دیتا
ہے کہ اس پتھر کے نیچے پانی کا سوتا ہے (۲) پہاڑ پر جماعت کو لیجاؤ۔ ۳۲۔ فاقتلوا
انفسکم۔ ان مشرکوں مجرموں کو قتل کرو ۳۳۔ وباءو بغضب من اللہ بتا دیا
کہ یہ مغضوب علیہم کا ذکر تھا ۳۴۔ ان الذین آمنوا کسی مذہب کا ہو۔ ۳۵۔ و رفعنا
فوقکم الطور۔ پہاڑ کے نیچے رہو۔ ۳۶۔ السبت آرام۔ ہفتہ ۳۷۔ قردۃ
خاسئین کے معنی ایسے گروہ کہ وہ ماحلت کیلئے ذلیل ہو ہر جتی کے سے موقعہ پر ہے
میں ہو سکے۔ یہود کی ذلت و مسکنت مراد ہے جس کا نظارہ کل قومیں دیکھتی آتی ہیں دیکھو پارہ
۶ رکوع ۱۴ ۔ وسورۃ اعراف رکوع ۲۱ ۳۸۔ اذ قتلتم نفسا۔ ایک یہودی
نے ایک مسلم عورت کو مار دیا وہ قریب المرگ حالت میں بتا گئی۔ میرا قاتل کون ہے

پس حکم ہوا اسکو مارو۔ ۵۔ ببعضہا۔ بعض کے بدلے میں اس سے فرمایا کہ کوئی خواہ
سو کو مارے آخر ایک ہی قاتل کو قتل کیا جائیگا۔ ب۔ دوم جرم کا ارتکاب خدا جانے
کتنی بار کر چکا ہے اب پکڑا گیا۔ یحی اللہ الموتی۔ ۶۔ ولکم فی القصاص حیوۃ
اس قاتل کو مارنے سے آئندہ قتل ہونے سے بچ گئے۔

رکوع ۱۰ - ۳۹ (۱) واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل یہ وعدہ مدینہ میں نبی
کریم نے لیا تھا تقتلون انفسکم۔ چونکہ وہ موجب ہیں ان کے قتل اور اخراج کے
اس لئے ان کی طرف منسوب کیا۔

دوسرا نصف

۱۔ تقتلون۔ مقابلہ کرتے اگر قتل معنی ہوں تو یقتلون النبیین کے معنی کرنے پڑیں گے
سب نبیوں کو قتل کرتے رہے اور یہ صحیح نہیں (۲) سعد نے ایک شخص کے بارے
چار بار حضور نبی کریم سے ایک ہی بات کہی تو آپ نے فرمایا اتقتلونی یا سعد یعنی اے
سعد کیا میرا مقابلہ شدید کرتے ہو۔ ۲۔ غلف۔ ناتختون یعنی گندے ضد میں لوگ کہہ دیتے
ہیں کہ اچھا صاحب ہم برے ہی سہی ۳۔ فقلیلا ما یؤمنون محاورہ ہے بالکل
نہیں مانتے۔ ۴۔ یستفتحون کہا کرتے ۵۔ عذاب مہین۔ یہ سزا ہے
تکبر کی جس کی وجہ سے انکار کیا۔ ۶۔ فلم تقتلون دیکھو متی باب ۲۳ - آیت ۳۷
۷۔ فتمنوا الموت (۱) جنگ (۲) یا میری ذہنی اموات کی دعا کرو۔ ۸۔ لو یعمر الف
سنۃ۔ ہزار سال عمری۔ (۲) یاجوج ماجوج کے خروج کی بابت پیشگوئی ہے کہ
ہزار سال بعد ہوگی بعض کہتے تھے اس وقت تک جئیں پھر تو امان ہیں۔ فرمایا یہ بات
عذاب سے نہیں بچا سکتی ۹۔ جبرئیل اس کا ذکر دانیال باب ۸ - آیت ۱۶ میں ہے
جبرائیل خدا کا مقرب۔ دینیات کا مرکز جبرئیل ہے اور دنیوی کارخانہ کا میکائیل ۱۰ -
یعلمون الناس السحر زمینوں کے اناج کا نام جادو گھر اب تک مشہور ہے۔

۱۱۔ ہاروت ماروت۔ فرشتوں کے نام اُنکے ذریعے علم پاکر یہود نے دشمنوں پر فتح حاصل
کرلی۔ ان کو بتایا گیا اب تم محمد رسول اللہ کے مقابلہ میں ان ہتھیاروں سے کام نہیں لے سکتے
کیونکہ نبی حکم سے یہ خفیہ کمیٹی نہیں ۱۲۔ بین المرء وزوجہ آجکل بھی فریمیسن عورتوں کو
شامل نہیں کرتے ۱۳۔ وما ہم بضارین اس کی تشریح الم تر الی الذین نہوا
عن النجویٰ ۲۸ میں پڑھو۔ اس میں ولیس بضارہم شیئا الا باذن اللہ
بھی ہے۔ ۱۴۔ راعنا (۱) بیوقوف (۲) ہماری رعایت کرو۔ ۱۵ الکاسئل
موسیٰ۔ ارنا اللہ جہرۃ ۱۶۔ یاتی اللہ بامرہ حکومت لائیگا ۱۷۔ من
اسلم وجہہ للہ اپنے تئیں اللہ کے سپرد کردے۔ حکموں کو مان لے ۱۸۔ الا
خائفین۔ اللہ کے خوف سے معمور ہو کر آئے ۱۹ فثم وجہ اللہ جدھر تم (صحابہ)
توجہ کرو۔ اُدھر جناب الٰہی کی توجہ ہوگی۔ ملک فتح ہو جائیگا۔ وحدۃ وجودی غلطی پر ہیں۔
۲۰ سبحٰنہ۔ عقیدہ باطلہ عیسائیان کے مطابق اللہ کا کل قدوس نہیں بن سکتا
۲۱۔ کن فیکون مرنے کے بعد زندہ وہی کرتا ہے۔ اذکروا نعمتی التی انعمت
علیکم یہ اس پہلی بات کو دوہرایا ہے۔ لیکچرار کو بھی ایسا ہی چاہئے کہ بات کی تشریح
کرکے پھر خلاصہ دوہرا دے۔ ۲۲۔ لا یقبل منہا عدل اور رکوع ۵ میں لا یقبل
منہا شفاعۃ یعنی شفاعت پہلے ہے اس کی وجہ یہ ہے دنیا میں دو قسم کے آدمی
ہیں۔ پہلے وہ شفاعت کیطرف جھکتے ہیں جب اس نے کام نہ دیا تو جرمانہ بھرنے پر بھی
حاضر۔ دوسرے اس کے خلاف ہیں ۲۴ اس کے بعد پھر سلسلہ النعمت کا لیا
ہے۔ ابتلیٰ۔ نہماریم بنی السرائیل۔ تعرف الخیر وحدہ ودوالہ۔ حضرت عمرؓ کا قول۔
بلینا بالضراء فصبرنا وبلینا بالسراء فلم نصبر ۲۵ واتخذوا من مقام ابراہیم
مصلیٰ جس مقام پر ابراہیم نے نماز پڑھی۔ اس وہ جگہ کہ تم فرمانبرداری کرو اور عبادت کرو
۲۶ وارزق من الثمرات من آمن منہم۔ یہ قید حضرت ابراہیم نے پچھلے خوف سے

نکالی کہ یہاں ومن ذریتی کے جواب میں لاینال عہدی الظالمین فرمایا تھا مگر
یہ قیاس غلط نکلا۔ فرمایا ومن کفر فامتعہ قلیلا کافر کو بھی رزق دونگا۔ ۲۷۔ دو رکوع
وں میں حضرت ابراہیم نے دو دعائیں کیں رب اجعل ھذا البلد آمنا تاکہ ایک
سپارے میں ایک دعا۔ اب بھی سات آیات میں ۲۸۔ فسیکفیکھم اللہ
پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی

دوسرے پارہ کا پہلا نصف (۲۰-رمضان المبارک)

۱۔ دو قسم کے اہل مذاہب ہیں۔ ایک اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے والے
دوسرے مذاہب پر عیب چینی کرنے والے۔ آخر الذکر کا جواب دیتے ہیں۔ ۲۔
ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیہا۔ جب دیا کفار نے کہ ان مسلمانوں کا مرکز تو
کعبہ تھا کیوں ان کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ جواب دیا گیا مشرق و مغرب اللہ کا ہے
عنقریب فتح ہوگا۔ ۳۔ شہداء بادشاہ۔ سید ملت کا ایک شعر اس پر گواہ ہے
۴۔ تقلب وجھک۔ جناب الٰہی سے کام کرانے کے لئے بڑی توجہ کی
ضرورت ہے ۵۔ انہ الحق یقین کر فتح ہو جائیگا ۶۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم
قرآن سے اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ شبہ تو ہو سکتا ہے۔ ۷۔ ولکل وجھۃ
کبھی نیکی کسی امر کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ۸۔ فاستبقوا الخیرات۔ پس
تم نیکیوں کی توجہ میں پیشدستی کرو۔ ۹ عما تعملون مسلمانوں نے یہ کیا کہ جب
ترقی کر لیا مگر پھر چار حصوں پر تقسیم کر کے جھگڑا ڈال دیا ۱۰۔ کما ارسلنا
اسی واسطے ہم نے رسول بھیجا ۱۱۔ استعینوا بالصبر۔ مشکلات سے نکلنے کا
علاج طاقت اپیر کرو اور بیویوں سے بچو ۱۲۔ والثمرات جنگ میں بیٹے بھی
مرتے ہیں کھیتی کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ ۱۳۔ ان الصفا۔ صبر کے نتائج نیک
کی مثال ایک بیوی کے صبر سے کہ مرجع خلائق بن گیا۔ ۱۴۔ المسخرت

کام میں لگائے گئے۔ تسخیر کے علاوہ دیکھیں ہمارے بیغیر کسی عمل پڑھنے کے سب کچھ مسخر ہے ۱۵۔ یسعیاہ ۔ پیدائش ۱۲-۱۷۔ یسعیاہ ۲۰-۵۲۔ ۵-۴ بتا دیتے ہیں رسول کریم کی پیشگوئیاں ۱۶۔ حرم علیکم۔ سب چیزیں جو قوی فطری، دینی یا اخلاق کی مہلک ہوں حرام ہیں ۱۷۔ تولوا وجوھکم کوئی شرقی علوم بہت پڑھتا ہے کوئی مغربی مگر نیکی تو ایمان باللہ کا نام ہے۔ سترہ حکم ہیں ۱۸۔ علی حبّہٖ اللہ کی محبت پر ۱۹۔ الحر بالحر۔ حر غلام کے بدلے یہ مسئلہ پھر آئیگا ۲۰۔ الوصیۃ جو یوصیکم اللہ میں لکھی گئی ۲۱ کتب علیکم الصیام اس میں رمضان کا ذکر نہیں فرمایا تمہید ہے ۲۲۔ ایاما معدودات۔ ہر مہینے میں تین یا دو ہائی میں ایک ۲۳۔ یطیقونہ جو روزہ اچھی طرح رکھ سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے ایک یطیق (؟) وہ بعض قصوروں کے کفارہ میں فدیہ (صدقۃ الفطر) دیں ۲۴ فعدۃ من ایام اخر۔ یعنی قضا روزوں کو شوال ۱۳-۱۴-۱۵۔ میں نہ رکھ سکے تو پھر رکھ لے ۲۵ فمن تطوع خیرا۔ ایک آدمی کے کھانے کے بدلے تین چار کا کھانا دیدے ۲۶ انزل فیہ القرآن۔ اس کے متعلق قرآن نازل ہوا۔ قرآن میں روزے کی تاکید ہے قرآن رمضان میں شروع ہوا۔ دونوں معنی صحیح ۲۷ شہود مسافر نہ ہو بلکہ حاضر ۲۸ اللہ ۲۱ ذکر خدا کے خاص لوگ پارہ ۷۔ انعام۔ رکوع ۲۔ فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء اسکو حس کرتی ہے (۲) استجابت کے معنی لبیک کہنے کے ہیں ۲۹ (۱) قاتلوھم ان مقابلہ کرنے والوں کو ۳۰ ویکون الدین للہ فقط ہو یا کل لوگوں کا دین ایک ہو جائے قریبی آزادی ہو ۳۱۔ المشعر الحرام ایک راستہ جو مکہ کو جاتا ہے جنگل اسے مزدلفہ کہتے ہیں۔ ۳۲ فی الدنیا حسنۃ (۱) صحت (۲) علم (۳) عمل (۴) عبادت (۵) نیکیوں کی توفیق (۶) رزق بقدر ضرورت (۷) اولاد نیک (۸) بی بی نیک (۹) کھلا مکان (۱۰) پڑوسی اچھے۔ دوست اچھے۔ سواری اچھی۔ خط

یا تیز۔ ۳۳۔ یھلک الحرث والنسل۔ جو عورتوں و بچوں سے زنا کرے۔

بقیہ لضعف

۳۴۔ فی ظلل من الغمام۔ بدر کے متعلق جو پیشگوئی تھی کہ بیٹھ پر سیگا اور بھادر
رنگ گشت بانگیگے۔ سورۃ انفال رکوع ۲۔ اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ و
ینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ۔ اس کی طرف اشارہ ہے
۳۵۔ العقاب وہ عذاب جو نافرمانی کے بعد نازل ہوا۔ ۳۶ زین
للذین کفروا۔ کفر کو مزین شیطان ہے۔ کیونکہ اللہ تو ایمان کا مزین ہے۔
حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم۔ ۳۷ کان الناس امۃ
واحدۃ۔ اس کی تفسیر سورۂ یونس ماکان الناس الا امۃ واحدۃ
فاختلفوا میں ہے۔ کان حرف ہے یہ مطلب نہیں کہ سب کافر تھے یا سب
مومن بلکہ یہ کہ انسان بحیثیت انسان ایک گروہ ہے جیسے کتے الگ گھوڑے
الگ۔ ۳۸ ماذا ینفقون۔ کہاں میں۔ کتنا خرچ کریں۔ دونوں معنی
ہیں ۳۹۔ وھو کرہ لکم اس کے معنی برا جاننے کے نہیں بلکہ شدت کے
حملتہ امہ کرھا۔ ۴۰ عن الخمر والمیسر آیات میں ربط قائم ہے۔ جنگ
میں شراب اور جوا آجتک ہوتا ہے۔ فوجوں میں جوش اور خرچ اسی ذریعے سے مہیا
کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے اس بارے میں دریافت کیا ۴۱۔ ماذا ینفقون
جو منع ہے تو اب راشن وغیرہ کہاں سے لائینگے۔ اس سے آگے بھی سب
سوال جنگ کے نتائج پر مبنی ہیں ۴۲ ھو اذی معلوم ہوا لواطت سخت منع ہے
۴۳ المتطھرین۔ جو لواطت سے بچتے ہیں چنانچہ فرمایا۔ پارہ ۱۹۔ سورہ
نمل رکوع ۴ انھم اناس یتطھرون ۴۴۔ عرضۃ مانع ۴۵
قروء۔ اس کے معنوں میں اختلاف ہے طہر یا حیض ۴۶ بعولتھن

مترتت - یکدم طلاق جائز نہیں - عدد خوبی میں بہت سی طلاقیں یکدم ایک ہی
سمجھی جاتیں ہے ۴۸ فان طلقہا - حلالہ جائز نہیں اپنی مرضی سے طلاق دے
۴۸ - ان ینکحن ازواجھن اپنے پہلے خاوندوں سے جب کہ طلاق دے چکا ہو
عدت پوری ہونے کے قریب ہوجائے ۴۹ ولا تنسوا الفضل بینکم
نیکی ترک نہ کرو - ۵۰ - متاعا الی الحول - ایک سال تک خود نکلے
گو ۱۰۔۴ دن ۴ ماہ بعد اپنی مرضی سے نکل سکتی ہے - ۵۱ - الم تر الی الذین
دوسرے مقام پر قرآن میں موجود ہے - دیکھو پارہ ۶ رکوع
۱ فانہا محرمۃ علیہم - پس وہ نافرمان مر گئے - اور اس قوم میں اور پیدا ہو گئے
۱ فاحیاھم کے معنی - ۵۲ - یقبض تاول شعلے بجمع الکف
جب تم راہ مولا میں دو گے تو وہ لیتا ہے - اور پھر اسے لیکر بڑھاتا ہے حدیث
میں ہے کہ ایری احدکم جلوۃ ۵۳ - من بعد موسیٰ معلوم
ہوا پہلے موسیٰ کا قصہ تھا ۵۴ یاتیکم التابوت - تابوت کے معنی دل کے
ہیں - نووی شرح مسلم میں اس کی شہادت ہے - بخاری میں ہے التابوت القلب
قرآن حل کرتا ہے فانزل اللہ سکینتہ فی قلوب المومنین ۵۵ فانہ منی
انت منی وانا منک کے معنی حل ہوتے ہیں ۵۶ فہزموھم باذن اللہ یہاں
تف ہے پچھلا قصہ ختم ہوا ۵۷ - قتل داود جالوت - ایک میدان میں جالوت کو
داود نے بھی قتل کیا تھا -

سوم ماہ رمضان پہلا نصف

۱ - فضلنا - بحث فضیلت باعتبار تعلقات روحانی - وظہرات دینی اللہ کو علم
ہے ۲ - آتینا عیسیٰ بن مریم - یہ سورۃ مدنی ہے یہود کے خلاف مسیح
کی فضیلت کا اظہار ضروری تھا ۳ - جدم القدس کلام پاک ۴ - ولو شاء اللہ

ہے۔ مگر اللہ نے انسان کے ایسے قوٰی بنانے میں کہ وہ اپنی مقدرت سے بعض کام
کرتا ہے۔ ۵۔ لا خُلّۃٌ ولا شفاعۃٌ۔ یہ کفر کے لئے ہے۔ کیونکہ دوسرے مقام
پر فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ (۲) الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض
عدو الا المتقین (۳) الا من شہد بالحق وہم یعلمون۔ زعوف رکوع
۲۵۔ ۶ کرسیہ۔ علمہٗ (بخاری) ۷۔ انفصام۔ ایک دانت سے دبائیں
اور نقصان پڑ جائے اُسے فصم کہتے ہیں اس سے بڑھ کر قصم اس سے بڑھ کر قصم ہے
فرمایا اس میں تو فصم بھی نہیں۔ ۸۔ من الظلمٰت (۱) والدین کی ظلمت (۲) احباب کی
ظلمت (۳) کفر و شرک کی ظلمت (۴) جہالت کی ظلمت (۵) محبت کی ظلمت (۶)
عجز و کسل کی ظلمت (۷) بخل کی ظلمت (۸) رسوم و بدعت کی ظلمت (۹) یحیی ویمیت
آباد و ویران کرتا ہے ۱۰۔ احیی و امیت بادشاہ آباد و ویران کر سکتے ہیں۔
وہ سورج کا پرستار تھا۔ ابراہیم نے خوب پکڑا کہ تمہارا مذہب تو یہ ہے کہ سب پیداوار سورج ہی
سے آبادی کا۔ وہ آفتاب سے ہے اب اپنی طرف منسوب کرتے ہو۔ اگر ویسے ہی مختار
ہو تو یہ موجودہ نظام بدل دو کیونکہ انا احیی و امیت کے مدعی ہو۔ اور اصل تمہارا اور
تمہاری قوم کا مذہب یہ ہے کہ سورج آبادی و ویرانی کرتا ہے۔ اسپر وہ بھکا بکا رہ گیا
کیونکہ اس او عارے اپنا مذہب چھوڑ دیا ۱۱۔ علی قریۃ کوئی بستی جو سب کو معلوم
ہو۔ وہ بیت المقدس تھی وہ پہلے ویران ہو چکی تھی ۱۲۔ انی یحیی۔ یہ گاؤں کب آباد
ہوگا۔ ۱۳۔ فاماتہ اللہ۔ اللہ نے اس کو موت دیدی ۱۴۔ مائۃ عام۔ مفعول فیہ
یا ظرف ہے۔ یعنی اس صدی میں وہ مر گیا۔ جس میں بیت المقدس ویران تھی ۱۵
ثم بعثہ۔ یہ بعثت موت کے بعد عالم برزخ میں ہے۔ جو ہر ایک کی ہوتی ہے
اور اس کے اوقات مقرر ہیں۔ والبعث بعد الموت۔ عذاب قبر ثابت ہے (۱)
اغرقوا فادخلوا نارا (۲) النار یعرضون علیہا۔ عذاب القبر حق کتے

ہیں۔ رحمۃ القہر حق خدا جانے کیوں نہیں کہتے ۱۹۔ بل لبثت مائۃ عام
سو برس کے بعد آبادی کی پیشگوئی تھی ۱۷۔ فانظر الی طعامک تیرا کھانا پینا
ہوتا:۔ بتازہ تھا۔ کہاں ہے ۱۸؟۔ اٰیۃ للناس۔ مرا ہوا بھی نشان ہو سکتا
ہے۔ فرعون کو بھی کہا ہے۔ لتکون لمن خلفک آیۃ باعتبار پیشگوئی پورا ہونے
کے ۲۰۔ کما القوم۔ جگنوں کو نہیں جاتا مگر تیلی کی طرح کیونکہ وہ اپنی ساسیوں کو نہیں
ایجا ۲۱۔ لا تحمل علینا اصرا ایسے ایسے عذاب جن سے تمام قوم ہلاک ہو
جانے ؟ سورہ آل عمران۔ اس سورۃ میں کلام اللہ کے سمجھنے کے قواعد ہیں اور
عیسائیوں سے مناظرہ و جہاد کے احکام ہیں۔ ۲۲۔ ھو الحی۔ عیسائیوں کے مقابلہ
میں فرمایا کہ عیسیٰ مر چکا ہے۔ حی ایک ہی اللہ ہے۔ ۲۳۔ ھدی للناس انجیل بھی
بشارت دیکی تھی نبوت محمدیہ کے بارے میں۔ ھدی کے یہی معنی ہیں ۲۴۔ آیت
محکمت ہر شخص کے لئے کلام کا کوئی حصہ محکم ہے۔ جو اچھی طرح سمجھ آجاتا ہے اور کچھ حصہ
متشابہ جسمیں کچھ شبہات ہیں۔ پس اس متشابہ کو محکم کے تابع کرے۔ اور متشابہ کے ایسے
معنی کرے جو محکم کے خلاف نہ ہوں۔ (۲) دوجدک ضالا۔ متشابہ ہے تو
ناصل اسے حل کریگی۔ کلام الٰہی سمجھنے کا ایک طریق یہ ہے۔ دوسرا طریق دعا ہے تیسرا
قیامت سے ڈرنا ۲۵۔ ابتغاء تاویلہ اپنے مطلب کی حقیقت رہے۔
اس لئے ابتغاء الفتنۃ کی طرح یہ مقصد بھی برا ہے۔ ۲۶۔ الا اللہ یعنی اس کی اصل
حقیقت دوسری آیات میں موجود ہے۔ اور وہ آیات اللہ ہی کی ہیں۔ اس لئے اللہ ہی
کے پاس حقیقت فرمائی۔ ۲۷۔ الذین یقولون۔ مومن کے و کام (۱) دعا (۲) صبر
عن المعصیت و علی الطاعۃ (۳) راستبازی (۴) عبادت گذار (۵) کچھ اللہ کی راہ میں
خرچ کرے۔ (۶) استغفار۔

بقیہ لضف

۱۔ تولج اللیل فی النہار یہ دن کو اچھا کرتا ہے۔ ۲۔ امرأۃ عمران
عمرانیوں کی ایک عورت ہے۔ عمرانی خاندان اُس کی بی بی مراد نہیں۔ ۳۔ لیس
الذکر کالانثیٰ۔ اللہ نے فرمایا کہ لڑکا اس لڑکی جیسا نہ ہوتا۔ ۴۔ بکلمۃ من
اللہ۔ اللہ کی کلام سے ایک کا مصدق ہوگا۔ ۵۔ ذالک من انباء الغیب
یہ کہانی غیب نہیں ہو سکتی۔ ہم مسلمانوں کو ایرانیوں مجوسیوں کے قصے یاد ہیں جس
طرح زکریا کو ناامیدی میں جو اسیطرح اے صحابہ کرام تم بھی ایسی مشکلات میں
کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہ پیشگوئی تھی جو اس قصے میں عرفانی۔ دیکھو سیپارہ ۲۵
۶۔ بکلمۃ منہ۔ ہم تجھے اللہ کے کلام سے ایک بشارت سناتے ہیں۔ ۷۔
یعلمہ الکتب۔ لکھنا۔ ۸۔ اخلق۔ تجویز کرنا جیسے تخلقون افکا
خلق لکم ما فی الارض جمیعا میں۔ ۹۔ احی ایک احیاء ساحران
موسیٰ کا۔ ایک اللہ تعالیٰ کا۔ ایک نبیوں کا قرآن میں مذکور ہے۔ یہاں تیسرا ہی
مراد ہو سکتا ہے اذا دعاکم لما یحییکم۔ ۱۰۔ بما تاکلون یعنی بتاتا ہے
کھانا کیا چاہئے۔ اور رکھنا کیا چاہئے۔ شریعت تورات کے احکام کو یاد دلایا۔ ۱۱۔
حرم علیکم۔ شامت نفسانیت کے اعمال سے تم محروم کئے گئے۔ میں ایسی تدبیر
بتاتا ہوں کہ حلال ہو جائے۔ ۱۲۔ وجاعل الذین اتبعوک اس
معیار سے مسلمانوں کے مقابل میں تمام مذاہب کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ جو
عیسیٰ کے سچے یا جھوٹے اتباع ہمیشہ عیسیٰ کے منکروں پر حاکم رہے ۱۳۔
ان مثل عیسیٰ۔ باقی رہا مسلمانوں اور عیسائیوں کا فیصلہ سو وہ اس دلیل سے
ہار جاتے ہیں۔ ابن آدم تو وہ مانتے ہیں الوہیت کا ثبوت ان کے ذمے۔ ۱۴۔
کن فیکون خلق تو ہو چکا پس یہ کن ہونے کے بعد پر ہے۔ اس سے وفات مسیح

ثبوت ملتا ہے۔ ۱۵۔ ان یوتیٰ احد ۔ ہدایت یہ ہے کہ دیا جائے جیسے
موسیٰ دیا گیا تھا ۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ غالب آجائے ؁

۴ رمضان

۱۔ کل الطعام ۔ کل طعام اور کل الطعام میں فرق ہے اس کے معنی ہیں کھانا
سب کا سب ۔ یعنی جو حلال ہے وہ سب حلال ہے کوئی حصہ ممنوع نہیں ۔ ۲ حنیفاً
سرا مستقیم پر ۳۔ مقام ابراہیم ۔ یہود و نصاریٰ کے نئے عزت کا مقام ہے
۴ من دخلہ کان امنا بہت بڑی پیشگوئی ۔ دنیا میں سلطنتیں بدل جائیں
مگر مکہ کی حرمت امن یوم القیامۃ تک قائم ۔ ۵ حبل اللہ قرآن شریف اور اسلام

پارہ ۴ کا دوسرا نصف
(۴۔ رمضان)

۱۔ ان یخذلکم اگر وہ تمہیں چھوڑ دیگا ۲۔ ومن یغلل جو لوگ خیانت کرتے ہیں
۳۔ افادعفوا ۔ درگزر دوشمن کو ۴۔ ھو من عند انفسکم یوم حنین یوم احد
صحابہ کی غلطی سے تکلیف پہنچی ۵۔ فباذن اللہ جیسا کہ میں جانتا ہے گورنمنٹ
کے حکم سے گرجاتا ہے اپنی بدعملی سے ۶ سنکتب ہم محفوظ رکھینگے ۔ ۷۔
تاکلہ النار یہودیوں اور ہندوؤں میں اب بھی قربانی آگ میں ڈالتے ہیں پس
انھوں نے کہا ہم اس نبی کو مانینگے جو سوختنی قربانیوں کا حکم لائے ۸ صابروا
دوسروں کو صبر سکھاؤ ۹۔ رابطوا ۔ ایک نماز کے بعد دوسری کی طیاری
بھی رابطہ کہلاتی ہے ۔ ۱۰۔ الخبیث بالطیب جو مال ان کا ہے وہ تمہارے
لئے حرام اور خبیث ہے اور تمہارا اپنا مال طیب ۱۱۔ فوق اثنتین ترجمہ کیا
ہے کہ دو یا دو سے زیادہ ۱۲۔ کلالۃ جس کا اصل و نسل نہ ہو ۔ ۱۳
اخ و اخت یہ اس بہن بھائی کا حصہ ہے جو ماں کی طرف سے ہے
۱۴۔ ترثوا النساء کرھاً کہ عورتوں کو مشقت میں ڈالو ۔ اور خواہ مخواہ

ان کو اپنی وراثت سمجھنے لگو۔ ۱۵- الا ما ملکت ایمانکم وہ سرسکو یا ال جائز نہیں الا یہ کہ جنگ میں لاؤ۔

۵- رمضان المبارک۔

پارہ پنجم — پہلا نصف

۱- الشہوات- خواہش جماع (۲) طمع- (۳) غضب (۴) بزدلی (ح بن (۵) حرص ۲- عن تراض- دھوکہ میں تراضی نہیں ہو سکتی۔ ۳- ولا تقتلوا انفسکم- انفس- اہل ملت جنس انسانی اکل بالباطل بھی قتل النفس ہے۔ ۴- کبائر ما تنہون عنہ- ہر نافرمانی کا ابتدا صغیرہ اور انتہا کبیرہ کہلاتا ہے- ۵- نکفر عنکم سیئاتکم- ابتدائی کارروائی اس انتہا سے بچنے کی وجہ سے معاف کر دینگے- ۶- ولا تتمنوا- ایسی آرزوئیں جن کا نتیجہ کچھ بھی نہ ہو نہ کرو- ۷- قوامون- موذب- ۸- حفظت- گھر کی مال کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں ۹- فی المضاجع- گھر سے نکالنا منع ہے- ۱۰- والجار الجنب- اس میں مذہب کی قید نہیں- ۱۱- والصاحب بالجنب کلاس فیلو- ہم پیشہ- رفیق سفر- ۱۲- یحرفون الکلم لفظوں کے معنی بگاڑتے ہیں- ۱۳- واسمع غیر مسمع- آپ کو خوشی کی خبر نہ پہنچے- بددعا کا کلمہ- ۱۴- نقیر- کھجور کی گٹھلی پر جو نقطہ ہوتا ہے- ۱۵- واولی الامر منکم- ہم والوں کو فرمایا- الم یاتکم رسل منکم- کیا رسول دوزخیوں سے ہونگے- پس منکم سے مراد نوع انسانی ہے۔

۱۶- فی سبیل الطاغوت مفسدوں اور شریروں کی حمایت میں ۱۷- کید الشیطٰن - شیطان کی گ‍‍ ۱۸- لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا - وعید وعدے میں اختلاف تو ہوتا ہے مگر شر نہیں ہوتا۔

دوسرا النصف

۱- من یضلل اللّٰہ - اللہ نے جس پر ضلالت کا فتویٰ دیا ہے۔ ۲- ومن یقتل مومنا (۱) تین گناہ کئے ہیں (۱) جناب الٰہی کا حکم توڑا (۲) اس کے منافع سے محروم کیا۔ (۳) اس کی زندگی برباد کی ۳- فتبینوا رستہ کے مشکلات لوگوں کے اطوار اخلاق وغیرہ سے خوب واقفیت حاصل کرو۔ ۴- اولی الضرر بیمار لنگڑے ۵- ظالمی انفسہم - ہجرت نہیں ہوتی - ۶- مراغما - دشمن کے منہ پر مٹی ڈالنے کے اسباب پاتا ہے۔ ۷- ان تقصروا من الصلوٰۃ تین طور پر کمی ہو سکتی ہے (۱) چار رکعت کی دو (۲) ظہر و عصر - مغرب و عشا جمع - (۳) قرات کم کر دی - ۸- فاذکروا اللّٰہ قیاما - وہ اذکار جو احادیث میں آئے ہیں - ۹- ابتغاء القوم - قوم کے پکڑنے میں ۱۰- ثم یرم بہ بریئا - خود بدی کرتے ہیں اور دوسرے کے ذمے لگا دیتے ہیں - ۱۱- ان یشرک بہ - اللہ کی ذات جیسی ذات صفات جیسی صفات - افعال جیسے افعال ماننے چاہئیں - عبادت کے طریق میں جو انبیاء نے بتائے کسی کو شریک کرے - ۵- ایک شرک فی العادت ہوتا ہے -

۹ رمضان المبارک پارہ ششم پہلا النصف

۱- خیالی تصویر انسان جو دل میں کسی کی بٹھاتا ہے خلاف واقعہ نکلنے پر ابتلاء میں پڑتا ہے - اس لئے احتیاط کرو وہ کتاب جملۃ واحدۃ چاہتے تھے ۲- الصعقۃ بجلی میں کبھی یکدم دو تین سے زیادہ آدمی نہیں مرتے صعقۃ کے معنی عذاب کے ہیں

۳ ولکن شبہ لھم۔ شبہ بالمصلوب بنایا گیا۔ ان کیلئے بارہ باتیں بتائی ہیں ۴۔ بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ بلند مرتبہ بنایا اپنی جناب میں ۵ ۱۵۹ لیؤمنن بہٖ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے معنی ہوں تو پھر اسلام کو کیا۔ جس میں حضرت محمد مصطفےٰ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ صحیح معنی یہ ہیں۔ کوئی اہل کتاب یہودی۔ عیسائی حضرت مسیح کے قتل پر (یہ) ایمان لاتا ہے (لاتا رہیگا) مگر یہ سب ایمان ہر اہل کتابی کا مرنے سے پہلے تک ہے۔ مرنے کے بعد حقیقت کھلیگی کہ میں غلطی پر تھا۶۔ کلمۃ۔ اس کے بارے میں ایک کلام آیا تھا مریم کیطرف کہ اسماع کا ہوگا اور وہ کلام بشری اسی اللہ کیطرف سے نازل ہوا تھا۔ (روح منہ)۔ ۷۔ یستفتونک ربط پہلی آیات سے یہ ہے کہ مسیح مر چکا وہ کلالہ تھے اس لئے اس کے بھائی اسمٰعیل وارث ہوئے۔ ۸۔ العقود۔ معاہدات۔ حدود۔ اوامر۔ نواہی۔ ۹ و ایدیکم منہ۔ شوافع من تبعیضیہ بتاتے ہیں حنفی ابتدائیہ ۱۰ اِنْ اراد۔ اِنْ۔ تاکیدیہ۔ جب ارادہ کیا اللہ نے مسیح اور اس کی ماں اور اس ملک کے لوگوں کے مارنیکا

دوسرا الصحف

۱۔ باثمی وہ بدی جو مجھے قتل کرنے سے تو حاصل کریگا۔ ۲۔ واثمک اور تیرے اور بدیاں بھی تیرے ذمہ ہیں۔ ۳۔ اس قصے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابراہیم بھی ایک آدم تھا اس کے دو بیٹے اسمٰعیل و اسحق تھے۔ اسرائیلیوں نے وہ بھی (اسمٰعیل) کا قتل چاہا۔ اس قصہ سے تنبیہ فرمایا ۴ نفسًا۔ نفس محمد رسول اللہ ۵۔ ھدی و نور۔ ہدایت اس لئے کہ اس میں نبی کریم کی پیشگوئی ہے اور نور یہ کہ اس میں توحید بھی سکھائی ہے۔ ۶۔ لا تتخذوا الیھود۔ یہ جنگ کے وقت کا ذکر ہے۔ سورہ ممتحنہ دیکھو ۷۔ وھم راکعون خدا کے حضور عاجزی کرنیوالے۔

۸۔ ید اللہ مبسوطتٰن۔ ہر ایک صفت موصوف کی شان کے مطابق ہے ۹
من موقفہم۔ الماسی ۱۰۔ و البغی موسیٰ مراد ہے۔

ساتواں روزہ پہلا نصف

۱۔ لا تحرموا۔ حلال چیز حرام کردینے کی کئی صورتیں ہیں (۱) اللہ کی نافرمانی کی وجہ
کی وجہ سے وہ بیمار تھا اور اچھی چیزوں سے محروم ہوگیا۔ (۲) قوم کے پاس سلطنت
ہو تو بہت سی طیب چیزیں اس کے پاس آتی ہیں۔ پس پہلے آپکو قرآن کے خلاف
چلکر سلطنت سے محروم نہ کرنا۔ (۳) اس زمانہ میں مسیح موعود آیا۔ اگر تم سب
اس کے مطیع ہوتے تو پھر ان طیبات سے حصہ پاتے۔ جن سے اسلامی محروم
ہو چکے (۴) بعض لوگ مجاہدہ کے طور پر بعض طیب چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے
ہیں ۲ جعل اللہ الکعبۃ۔ یہ بڑی بات تیمالی اور اس کے عالم الغیب ہونے کی دلیل
ہے باوجود تبدل قوانین و سلاطین یہ مرتزو مکرم ہوگا۔ ۳ قیما للناس جب تک
کعبہ ہے اسی وقت تک دنیا والے قائم ہیں۔ ۴ البحیرۃ۔ جس کے کان کاٹ
دیتے ہیں۔ (ب) سائبہ سانڈ چھوڑنا (ج) وصیلۃ جوڑ کی مادہ کیساتھ
پیدا ہوا سے رکھ لینا۔ (د) حام۔ دس بچے ہو جائیں تو پھر اس جانور کو چھوڑ دینے
یہ نمونے کے طور پر باتیں بتائی ہیں ۵۔ علیکم انفسکم۔ مسند احمد حنبل کی
حدیث اسکو حل کرتی ہے اذا رایت شحا (حرص) مطاعا و ھوی متبعا
و اعجاب کل ذی رای رایہ (۶) مسلم کی شرح نووی میں ہے تم اپنی فکر رکھنی
امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو۔ جب اپنا فرض ادا کرو گے تو پھر کوئی شخص گمراہ کر یگا
تو اس کا ضرر تمہیں نہیں۔ یہ دیکھو کہ پہلے معنی حضرت ابوبکر کے ہیں کیونکہ بعض بات جسے
اللہ سمجھا ہے۔ ۶ اتقوا اللہ و اسمعوا۔ اسمعوا کے معنی مان لو۔ ۷ لا علم لنا
باطن کے جواب کا علم نہیں ۸ کھلا۔ جب تفقدنہ ۹ مقتضیٰ ہیں ہالوام میں پہنچو دے

١٠- تخرج الموتیٰ - کفار کو اپنی صحبت میں رس بنانا ١١- مائدۃ من السماء اٹل
بالضرورہ ١٢- سورۂ انعام میں پندرہ کے قریب رسالت پر دلائل ہیں (٢) نبی کریم کی
تعلیم اس میں خصوصیت سے مندرج ہے - ١٣- اجل مسمّٰی عندہ موت سے بعث
تک کا زمانہ اجل مسمّٰی کہلاتا ہے - یہ اللہ ہی کو معلوم ہے ١٤- مسوف یاتیھم
یہ پہلی دلیل ہے نبوت کی کہ مخالفانِ نبوت ہلاک ہو نگے - ١٥- ولو نزلنا ملکا کی یا۔
دوسری دلیل ہے - ١٦- تقضی الامر تیسری دلیل ہے - ١٧- فحاق بالذین
سخروا چوتھی دلیل پانچویں دلیل ہے - ١٨- اللہ شہید یعنی درمیان گواہی چھٹی
دلیل ہے - ١٩- الذین آتینٰھم الکتب کی کتاب پر پیشگوئی عمل ٢٠ آیتہ،
ساتویں دلیل ٢٠- لا یفلح الظالمون شرک تیرے مقابل میں مظفر و منصور نہ ہونگے
آٹھویں دلیل ٢١- لم تکن فتنتھم - یعنی فتنہ کے معنی یہاں معذرت کے ہیں -
٢٢- وقفوا علی النار - جنگ کے سامنے یا دوزخ کے ٢٣- یجحدون ادعائے کفار
کی تردید ٢٤- فانھم لا یکذبونک تجھے جھوٹا کہا بلکہ جب تم نے دعویٰ کیا تو
انھوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا تیری زندگی پر کوئی حرف نہ آسکے یہ نویں دلیل ہے
٢٥- لا مبدل لکلمت اللہ یعنی ہماری نصرت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہ
دسویں دلیل ہے ٢٦- ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ کہ وہ سب
مسلمان ہو گئے یہ گیارہویں دلیل ہے - ٢٧- اخذناھم جس طرح تم سے پہلے نبی کے تباہ
کرنے کے درپے ہوئے جس طرح تم سے پہلے جاتو یہ پہنچے تمہارے دشمن بھی عنقریب تمہاری خاطر ہی
کھا جائینگے - یہ بارہویں دلیل ہے - ٢٨- بل ایاہ تدعون صرف خدا کو پکارنے لگو گے
یہ تیرہویں دلیل ہے ٢٩- فاخذنٰھم بالباساء والضراء جب کوئی آفت آتی ہیں
وہ خدا ضرور پڑتے ہیں یہ چودھویں دلیل ہے نبی کے وقت ایسا ہوا - ٣٠- الصدفون ہو گئے
ہیں ٣١- یمسھم العذاب مکذبین پر ضرور عذاب آئیگا یہ پندرہویں دلیل ہے ٣٢- لا اقول لکم

ایک مشرک ملک میں پیدا ہونیوالا کیا صفائی سے اعلان کرتا ہے۔ اس آیت سے مجھے
نبی کریم سے بہت محبت ہوئی ۳۔ موتی کتب مبین اللہ کی مخالفت میں ہے ہم ملک
نمبر مستقر صرف عذاب کی خبر دی ہے۔ ۳۵۔ ۱۔ بسلوا ہلاک ہو گئے

۸۔ رمضان المبارک (۳ ربع) ۔ ۱۔ نزلنا الیہم الملئکۃ ۲
کلمھم الموتی ۔ مامورین اللہ کے وقت تھا۔ یا خواب میں وہ دیکھے اور ہدایت کی بات سنتے
ہیں یا دیگر دلائل و معجزات و نشانات دیکھتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتے ۳۔ ۱۔ الانس والجن
وسطی درجے کے لوگ اور اعلی درجے کے لوگ ۔ آگئے آتا ہے ۴۔ الکتب مفصلا۔ قرآن یا
آیات کو مجمل کہنے والے غور کریں ۵۔ اکابر مجرمیہا مامورین اللہ کی جماعت میں اکابر پہلے
شامل نہیں ہوتے ۶۔ یشرح صدرہ للاسلام ۔ فرمانبرداری کیلئے سینہ کھل جاتا
ہے ۔ وہی ہدایت پاتا ہے ۔ ۷۔ نولی بعض الظالمین بعضا ۔ جب تم پر حاکم ظالم ہو تو
استغفار کرو کیونکہ ظالموں پر ظالم حاکم آتا ہے ۸۔ تیجہ حرام ۹۔ الفضان ۔ ٹیڑھے ۱۰۔ علی
طاعم یطعمہ جو شرفا میں کھایا جاتا ہے ۱۱۔ غیر باغ ۔ دل خواہش نہ ہو ۱۲۔ ولو شاء
ما اشرکنا ۔ تیری مذہب جب بگڑ جاتا ہے مگر تعجب ہے ان کی حجت بازی دینی کاموں میں
ہوتی ہے مگر دنیا کے کاموں میں ہوشیار ہے ۔ (۱) کہنے لگے ہیں (۱) الذین اشرکوا (۲) ولو شاء اللہ ما
بھی اللہ کو ناپسند ہے (۳) قیلو انہیں بھی بیت لیا (۴) حرمنا (۵) کذلک کذب
الذین یعنی تم نے سب نبیوں کو جھٹلا دیا (۶) تو پاس اپنے رب کی منزل (۷) ہل عندکم
من علم اپنا علم لاؤ کیونکہ دیرتا تمیں شرعا کالام یا چیزوں کیلئے ریا تا ہے کہ دیکھیں
سے روکنا ہے ۔ علم کی بات کرو (۸) الا الظن اس دعوے کی بنیاد ظنیات پر ہے (۹)
الا تخرصون اٹکل پچو باتیں کرتے ہو (۱۰) فللہ الحجۃ البالغۃ (۱۱) لھدکم اجمعین
جب وہ ہدایت پر جبر نہیں کرتا تو ہماری پر کیوں جبر کرنے لگا ۔ اگر ہم جبر کرتے تو بہرحال نیک بات
ہو سکتی ۔ کیونکہ ہم قدرت میں نیکی پسند کرتے ہیں ۔ ۱۳۔ علی الذی احسن ۔ اسباب کے بارے میں

دی کہ وہ محسن بنا ۱۴۔ لا تتبعوا السبل ۔ اتخذتھم سبلاً۔ ان کا ترجمہ
نہیں ہدایت کی راہیں اور گمراہی کی راہیں الگ الگ ہیں ۱۵۔ المفصل ۔ اس کے معنی
المفصل المشروح ۱۶۔ اس سورۃ میں نظائر کے ذریعہ دلائل ثبوت دیئے ۱۷۔ اذ امرتک
شیطان کو خصوصیت سے حکم سجدہ ۔ یاد رکھو ۱۸۔ فبما اغویتنی یہ شیطان کا قول ہے
اور وہ جھوٹا ہے۔ ۱۹۔ لا تجد اکثرھم ۔ اوپر کیطرف کا ذکر نہیں کیا کہ ادھر شیطان کا غلبہ
نہیں۔ ۲۰۔ سوأتھما کمزوری ۲۱۔ علی الاعراف ۔ اعراف میں اعلیٰ درجے کے لوگ
ہونگے۔ پ تیسرا ربع ۔ ان خلق السموات والارض فی ستۃ ایام
سموات کے ساتھ ایام کا ذکر نہیں الارض کے لئے چھ وقتوں کا ذکر کیا اور یہ اشارہ
ہے کہ چھ وقتوں میں زمین بنتی ہے فصل پکتی ہے۔ ۲۔ استوی علی العرش ۔ یعنی
تخت حکومت پر براجمان ہے ۳۔ لا یحب المعتدین حد سے بڑھ کر دعا نہ کرو۔ قرآن و حدیث
کے خلاف دعائیں کرنا۔ طلب محال ۔ صلہ رحم کے خلاف اور رشتہ داروں کے حق میں بددعا
کرو۔ حضرت مسیح موعود کو حکم اجیب کل دعائک الا فی شرکائک اور نبی کریم کو
فرمایا لیس لک من الامر شیء ۵۔ لیس بی ضلالۃ ۔ فی ضلال مبین کا
جواب کیا نرمی سے دیا۔ ۶۔ ناقۃ اللہ ۔ کوئی ایک اونٹنی لیکر ۔ فرمایا ۔ یہ آیت ہے۔ ہر ولی
اللہ ایک ناقہ ہے۔ جب صالح کی اونٹنی ناقۃ اللہ ہے تو کیا نبی کریم کے پیارے ناقہ نہیں
۷۔ تنحتون من الجبال ۔ جنگل بھی اور پہاڑ پر جاتے ہیں۔ ۸۔ فعقروا الناقۃ یہود
نے بھی ایک ناقہ حضرت علی کی ذبح کی تھی اور اسکا کلیجہ نکالا یا اور وہ مسلمان ہو جاتے اسکا کلیجہ
چبایا گیا ۹۔ تبغونھا عوجا۔ ان کے دین میں کوئی نہ کوئی شبہ و اعتراض ڈھونڈتے رہتے ہو
۱۰۔ الا ان یشاء اللہ ربنا ۔ انبیاء کا طرز دیکھو کہ گو جو محال ہے اس کیلئے بھی
الا ان یشاء اللہ ربنا کہتے ہیں۔ حضرت اقدس کو ایک مولوی نے لکھا کہ میں
اگر انکار کرونگا تو پھر کبھی نہ مانوں گا۔ آپ نے فرمایا ۔ سبحان اللہ شیخ کے الفاظ پر

عوض نہ کیا ہو

پارہ ۹

۱- فاذا ھی ثعبان مبین - خدا نے دکھلایا کہ اب موسیٰ کی جماعت فرعونیوں کو
کھا جائیگی ۲- بیضاء للنظرین روشن کتاب کلام قرآن مجید کو نور فرمایا ۳- لساحر
علیم چالاک ۴- فماذا تامرون یا رب اپنے درباریوں کا اعلیٰ تدبر شاہی پیرایہ
۵- ان لنا لاجرا - اسکو نکھیں - بجائے کفر خیالات کہ ایمان کیا بات ہو گئی
۶- قال القوا پہلا پرچہ مباحثات میں دشمن کا ہوا ۷- لاقطعن لاصلبنکم - یہ بھی ترجمہ تھا کہ
قتل کے پھر صلیب پر لاش لٹکا دیتے ۸- الطوفان طغیانی - وبا - طاعون - ۹
والجراد اب تو لوگ اسے تماشا سمجھتے ہیں - ویسا ہی نقص من الثمرات کو معمولی - حالانکہ یہ عذاب
ہیں ۱۰- والدم نکسیر کا مرض ۱۱- اصنام لھم گائے کے بت تھے - ۱۲- دھونڈ ھکر
جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں وہ تو انکی غلام ہیں ۱۳- لن ترانی ابھی نہیں دیکھ سکتے ۱۴- فی الالواح
والتوریت - ۲۰ باب - استثنا ۵ باب - یرمیاہ ۱ - یسعیاہ ۴ - متی ۲۳ - ۳۱ - اعمال ۳ - باب ۲ - یوحنا ۱ - آیت
۲۲ - یسعیاہ ۵۳ - قرنتیون ۶ - باب ۲ - ۱۵- اصرھم - رسم و رواج ۱۶- حاضرۃ البحر -
بنی اسرائیل دریا سے نکل کر پھر دوسری جگہ آباد ہوئے ۱۷- انبلوھم بما کانوا یفسقون -
ابتلاء تین قسم کے ایک امام بننے کیلئے (۱) اذ ابتلی ابراھیم ربہ (۲) بلونا ھم بالحسنت
والسیئات لعلھم یرجعون - (۳) نبلوھم بما کانوا
یفسقون - ۱۸- کونوا قردۃ خاسئین کہتے ہیں تین دن
کے بعد ہلاک کر دیا تھا قطعنھم فی الارض آتا ہے - اور
فخلف من بعد ھم خلف بھی آیا ہے - ۱۹- واشھد
ھم علی انفسھم - ہر بنی آدم کو عقل کے وقت معلوم ہو جاتا ہے
کہ میرا کوئی رب ہے ۲۰- لھم قلوب - اس آیت میں ان کے جنتی ہونے

کی وجہ بتائی۔ ۲۱۔ جعلوا لہ شرکاء۔ تمام بیہاں بابا کا ذکر ہے کہ آدم و حوا کا ۲۲۔ لعلکم ترحمون۔ کفار مخاطب ہیں کہ ان کیلئے قرآن ہدایت و رحمت ضرور ہے۔ پس اسے کافرو تم بھی سنو تو تمہارے لئے رحمت کا موجب ہو جائے اعتماد خلف امام کا مسئلہ یہاں نہیں۔

تیسرا ربع

۱۔ الانفال۔ نفل بمعنی سلب۔ مقتول کا کپڑا، ساز، ہتھیار، یا خس سواری کے غلام۔ گھوڑا دشمن کا مل جائے وہ نفل ہے۔ تین قسمیں ہیں (۱) محض صرف رعب داب سے چیز مل جائے سورہ حشر میں اسکا ذکر ہے۔ (۲) غنیمت جو میدان جنگ یا جنگ میں مل جائے جس میں آمدنی و خرچ برابر ہو۔ (۳) نفل جو خمس سے بڑھ کر مل گیا یا جنگ میں امید سے بڑھ کر مل گیا۔ بدر کی جنگ کا ذکر ہے جس میں اتنی آمدنی کا خیال نہ تھا۔ ۲۔ کما اخرجک یعنی کیونکہ ۳۔ ذکر ھون شکل کرتے تھا۔ ۴۔ یجادلونک اسکی نیزہ مومنوں کی طرف نسبت کی ہے۔ ۵۔ یغشیکم النعاس نیند سپاہی کو آتی ہے تو یہ فتح کا نشان ہے۔ ۶۔ لیطہرکم یہ احتلام کا خیال غلط ہے ۷۔ فوق الاعناق گردنیں اس میں شامل ہیں جیسے فوق اثنتین میں دو یا دو سے زیادہ ۸۔ شاقوا اللہ خدا کی ذات کی اشاعت کلام اللہ کی اشاعت ۹۔ الرسول اس کے سوانح و احادیث کی اشاعت۔ اعتراضوں کا جواب ۱۰۔ ولذی القربی (اہل بیت) نبی القربیٰ بیداری حق رکھتے ہیں۔ ۱۱۔ فی منامک تمہاری آنکھ میں۔ تھوڑے دکھائے کیونکہ وہ کچھ ٹیلے پر آگئے کچھ ٹیلے کے نیچے تھے

۱۰۔ رمضان المبارک پارہ دس

(پہلے تین ربع)

پارہ دہم ۱۰ رمضان المبارک پہلے تین رکوع

۱- پہلے پہلے جرأت ہوتی ہے جو مومن باللہ نہ ہو یا مومن بالیوم الآخرت نہ ہو مستحق کرامت
کہ کار اللہ پر ایمان لایا۔ یا صحبت پیر میں بیٹھے ورد ۲- ومن اتبعک من المؤمنین
اے نبی تجھ کو اللہ بس ہے اور جو تیرے ساتھ مومن ہیں ان کو بھی اللہ بس ہے ۳- ان یکن منکم
ایک یعنی ایک نادنیا آدمی کامل جو تم میں نصف ہے تو سو دو سو کے مقابلہ میں ۴-
ان یکون لہ اسری لڑائی کے بعد قیدی کرنا جائز ہے یوں نہ کا ... ۵-
تریدون عرض الدنیا کیا تم دنیا کا سامان چاہتے ہو ۶- استنصروکم
فی الدین ... مسئلہ پوچھے تو بتا دو ۷- سورہ توبہ انفال کا ایک حصہ ہے ...
... ہے اسلئے الگ رکھی گئی ۸- ... ان کی جگہ ...
۹- الا (۱) رشتہ (۲) عام رشتہ داری (۳) قسم (۴) عہد ... کے لیے ... رشتہ داری (۵) معاہدہ
۱۰- وقالت الیہود ... یہودی ہیں جو ... میں بستے تھے جو ... صدی ہجری کے
بعد مفقود ہو گئے قسطلانی نے ... ہے ۱۱- الذین کفروا من قبل ... کی
تاریخ پڑھو ۱۲- لیظہرہ علی الدین کلہ ... ۱۳- انما النسئ (۱) محرم
میں لڑائی منع ہے اگر ... تو محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا لیتا (۲) شمسی و قمری
میں جو فرق ہے ... سال میں ایک ... سال میں ایک ... ہے اسکو نکالنے کے لئے ایک مہینہ
... کہ حساب پورا ہو جائے مگر اس سے ... کہ سورج چاند کے حساب ...
دینی عبادات میں فرق ... صحیح نہیں کیونکہ ... رمضان کے دن ... میں
سکتے ہیں ۱۴- لا تحزن ۔ حزن نبیوں کو بھی پیدا ہو سکتا ہے بلکہ خوف بھی ...
فی الجہاد (۲) خاف ان یاکل ... ۱۵- انما یستاذنک اسوقت جو اجازت لینے
... ۱۶- الا ما کتب ... ۱۷- لیحلفن ... پیچھے ...
ہو گئے ... کی ... ۱۸- اخذت ...

۱۹- کالذی، اَلّذی کبھی مصدری معنی دیتا ہے

باقی سورہ توبہ

۱- جاھد الکفار والمنٰفقین کوئی صحابی منافق نہ تھا اگر ہوتا تو نبی کریم ضرور اس سے جنگ
کرتے ۲- وھموا بما لم ینالوا شیعہ سے پوچھو کہ ابوبکر اگر خلافت چاہتے تھے تو انہوں نے
پالی پس وہ منافق کیسے ہوئے ۳- بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وعدہ خلافی کا نتیجہ منافق
ہوتا ہے اس سے بچو ۴- فلیضحکوا قلیلا تھوڑی دیر ہنس لیں انہیں بہت رونا پڑیگا
۵- ولن تقاتلوا معی عدوا رسول کیساتھ کہ دو کہ خلافت کیساتھ جنگ تبوک سے
جو پیچھے رہ گئے تھے ۶- سیری اللہ عملکم اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہو ۷- والمؤلفون
آئندہ وقفوں میں وہ بھی دیکھیگا ۸- مرجون جنکا فیصلہ پیچھے ڈالا ہے ۹- مسجدا
ضرارا ایک عیسائی نے رسول کے مقابلہ میں مسجد بنائی تھی ۱۰- وعدا علیہ حقا
توریت اب منسوخ ہے مگر آیت ہے ۱۱- مومن کے ۹ صفات چاہئیں التائبون
تا السائحون (روزہ دار) تا الحٰفظون لحدود اللہ

۱۱ر رمضان المبارک - سورہ یونس

۱- الۤر انا اللہ اری ۲- ولا ادرٰکم بہ۔ نہ میں تمہیں سمجھاتا یہ قرآن ۳- جبرئیل
ہمیں سمجھاتے بلکہ اسلئے کہ یہ لوگ خدا سے دوری پر پڑے ہیں ۴- زیادۃ دیدار الہی صحابہ نے
مانگے ہیں ۵- او نتوفینک یہاں تک ہم روح قبض کر لینگے تیری ۶- واسروا الندامۃ
ندامت کو ظاہر کرینگے ۷- واجعلوا بیوتکم قبلۃ اپنے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے
بنائیں ۸- فرعون وجنودہ بغیا فرعون موسیٰ کے پیچھے تھے پس بغاوت صرف اپنے
حاکم سے نہیں ہوتی ۹- فان کنت ہر آدمی کو خطاب اما یبلغن عندک الکبر
میں اگر رسول کریم مخاطب ہیں تو ماننا پڑیگا کہ آپ کے والدین آپ کے سامنے بڑے ہوئے وہ
تو فوت ہو گئے تھے ۹- فسئل الذین یقرءون الکتب اہل کتاب سے پوچھو کہ تعلیم کا طریق

یہی ہے کہ انہیں

سورہ ہود

۱۔ عقائق بہ صدر رک (یعنی) تیری جب اپنے وعظ کے لئے مناسب محل نہ دیکھے۔ تو اس کا سینہ تنگی کرتا ہے ۲۔ شاھد منہ۔ سچائی کے گواہ (۱) اعدآجانے کے ہیں کا لماس (۲) وجدان صحیح (۳) عقل صحیح (۴) فطرت سلیم (۵) حسن السیرۃ (۶) اخلاق محمودہ (۷) اسماء الٰہیہ (۳) علی الجودی۔ اللہ کے فضل پر وہ کشتی ٹھہری ۴۔ فلا تسئلن ہنوز میں کیا سبب ہوتا ہے کہ جاننے کے چونکہ میں ابراہیمی حالت کر لگا یہ کہا کہ آپ ہی توفیق دیجئے انی اعوذ بک ان اسئلک ۵۔ تلک من انباء الغیب یعنی ایسے نبی تیرے دشمن ہلاک ہونگے

بارھواں روزہ

بقیہ سورہ ہود و سورہ یوسف ۔ پارہ ۱۲

۱۔ ضحکت۔ ہنس پڑی (یعنی) حیض آگیا ۲۔ ھولاء بناتی۔ یہ بیٹیاں ضمانت میں رکھو ۳۔ مالنا فی بنٰتک من حق۔ بیٹیاں ضمانت میں انہیں رکھی جائیں ۴۔ ان کنت علی بینۃ۔ تحقیق بینہ پر ہوں ۵۔ فاستقم کما امرت و من تاب معک۔ ساتھیوں کو ذمہ بنتے ہیں کہ اسی لئے نبی کریم نے فرمایا شیبتنی ھود ۶۔ اولوا بقیۃ۔ صاحبان فہم و عقل ۷۔ عسٰی بیٹا گھول کر سنانے والی زبان ہیں ۸۔ القصص۔ بیان ۹۔ انی رأیت یہاں خواب کا ذکر نہیں اسی طرح نبی کریم نے جو وہاں پہ معراج وغیرہ کے بابے میں رأیت فرمایا تو خدا جانے لوگ اسے کشف کیوں نہیں قرار دیتے ۱۰۔ ایت للسائلین (۱) بڑے بھائیوں پر (۲) پھر حاکم ہو گئے (۳) مکہ فتح ہو گیا (۴) مکہ والوں نے معافی کی درخواست کی ۱۱۔ احب الی ابینا۔ جیسے اس قوم میں نبی کریم خدا کے محبوب بن گئے ۱۲۔ لا تقتلوا یوسف۔ نبی کریم کے دشمن اس سے زیادہ سخت تھے کیونکہ انہوں نے قتل کا فیصلہ کر دیا ۱۳۔ و انا لہ لحافظون۔ دیکھو خدا کا رحم جس لیتے وہ جب تک نہیں لیتے تو کام نہیں

۴- ہمت بہ وہم بہا۔ بیوی نے اپنے مطلب کے لئے اور یوسف نے چھڑانے کے لئے زور لگایا
۵- سکیناً مصری چھری کاٹنے کے لئے تھی ۱۶- الا ملک کریم۔ یہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہو گا
دستور ہے ۱۷- اما احدکما فیسقی خواب کبھی بالکل نقشہ کے مطابق ہوتا ہے جیسے
ثمر کا خواب کبھی اس طرح ادھر ادھر رنگ میں جیسے روئی جہاز سلیمان اور
تاکل الطیر اسی رنگ میں کبھی بالکل اور رنگ میں جیسے یوسف کا خواب کہ دیکھنے ستارے نکلے
بھائی ۱۸- فانسٰہ الشیطٰن اس قیدی کو جو بادشاہ نے ۱۹- سبع بقرات
سمان۔ اقتصادی کے وقت کیا ساتوں کو کرسالی ہوئی یہی خوشحالی اسی طرح دجال نبی کریم کو
اس قوم دجال کی خوشحالی کو دی گئی۔ قوم اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی رؤیا بھی ایک اصل تک ساتھ
کی بھی ہوسکتی ہے ۲۰- ذٰلک لیعلم۔ مفسرین کے نزدیک یہ یوسف کا قول ہے بعض امرأۃ العزیز کا
۲۱- وادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ مرتبہ خیال میں حضرت یعقوب نے علیحدہ پیغام بھجائے
نظر لگ جانے سے اس وہم کو دفع کیا اور حکم اپنی علم تھا ۲۲- آوٰی الیہ اخاہ
اس سے معلوم ہوا کہ سب قرابت یعقوب دونوں کی بابت پہنچ چکا تھا ۲۳- قبل ان خاء اخیہ
چونکہ وہ عرب یوسف ہو کر رہ چکا تھا اسلئے اسکی اور اذن شی کا طلبی بیٹھے والے نے ذلی ۲۴- کذٰلک
کدنا لیوسف یعنی یوسف کو اس معاملہ کی کوئی خبر نہ تھی اس نے کوئی تدبیر کی سقایہ رکھ کر
رکھا۔ اس مملکت کے قانون میں تو یہ تھی ۲۵- فقد سرق اخ لہ من قبل یہ جھوٹ ہے جیسے پہلے
بھی جھوٹ بول چکے ہیں ۲۶- ابیضت عینٰہ۔ سوت آنکھیں سفید ہو گئیں یہ مطلب
نہیں کہ اندھے ہو گئے تھے ۲۷- فتحسسوا۔ شرمندہ کیا ہے کہ آگے اپنی قمیص ہی دے گئے تھے
اب کوئی ہی باد ہے ۲۸- علیٰ وجہ ابی سامنے رکھنا ۲۹- فارتد بصیرا۔ بینا ہو گیا اور پھر
اللہ اعلم کھو کر کھو کر ستایا پہلے بڑھاپا ہم کو لائیں اس کی بیماری سے اب کو بینائی کا ہوا
علم پہلے قوع ہوتا ہے ۳۰- مقابل احسن بی اور کے لوگ شکایات اور مصائب کا ذکر نہیں
کرتے کہ یہ شکر کے خلاف ہے ۳۱- توفنی مسلماً۔ یہ موت الآن مسلمان حضرت یعقوب

نے کہا تھا اسکی تعمیل میں تو قتل کئے گئے ہیں یہ بھی ثبت ہوگیا کہ توفی کے معنے موت کے ہیں ۳۲
ذٰلک من انباء الغیب مکہ والو تم کو بتایا کہ تم بھی ایسا ہی کروگے اور آخر میں تم پر فاتح ہونگا
۳۳۔ وما کنت لدیہم مکہ والوں کے پاس ۳۴۔ اذا ستیائس الرسل نبی اپنی
قوم سے ناامید ہوجاتا ہے ۳۵۔ فظنوا انہم قد کذبوا گمان کرتی ہے اپنی قوم
کہ ان انبیاء کو جو الہام ہوئے جھوٹے ہوئے

سورہ رعد و ابراہیم ۱۳ رمضان المبارک

۱۔ الٓمّر ۲۔ لا یؤمنون۔ نہ ماننے کی وجوہ (۱) غفلت (۲) عدم توجہ (۳) اپنے آپ کو
نصیحت کا محتاج نہ سمجھا (۴) کبر (۵) تکبر (۶) استہزا کو جھٹلانا (۷) اپنے وعدے کا خلاف
کرنا ۳۔ ان فی ذٰلک لاٰیٰت۔ قرآن مجید تو ایک ہی ہے مگر اس سے ہر شخص اپنے حالات
کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے ۴۔ ولکل قوم ہاد۔ ہادی سے مراد اللہ تعالےٰ ہے ۵
سیرت بہ الجبال پہاڑوں سے پہلے تک پہنچایا گیا ۶۔ کلم بہ الموتٰی پڑے پڑے
کفار کو سنا دیا گیا یہ سب کچھ کیا گیا تو کفار کہاں ہونگے اللہ ہی کی سلطنت اس تمام ملک پر
ہوجائیگی ۷۔ افلم ییأس۔ کیا انہیں نے ۸۔ بظاھر من القول (۱) معمولی
بات (۲) باطل ۹۔ ام الکتٰب اصل اشیاء ۱۰۔ من اطرافھا اس طرح غریبوں میں
اسلام پھیلتا جاتا ہے ۱۱۔ ومن عندہ علم الکتٰب۔ رستنا بات الخ پسپا ہونگے
۱۲ ایام اللہ۔ نعم و نقم بار بتاد ے ۱۳ تاذن۔ بتا دیا ہے ۱۴ فی افواھہم ہاتھ
کے موتھوں پر ہاتھ رکھے گر ہو رست ۱۵۔ من ورائہ اسکے آگے ۱۶۔ قال ابراھیم
بات وطن میں سات اہل بیت کہا ہے ۱۷۔ تبدل الارض غیر الارض کفر کی سر
زمین اسلام کی سرزمین بنجائیگی اور آسمان بھی کا آسمان

سورہ حجر

۱۔ نزلنا الذکر۔ ذکر رسول کو بھی کہتے ہیں ۲۔ انا لہ لحٰفظون۔ اسکے دو معنے ہیں

شوکت اسلام میں حضرت عمرؓ و علیؓ و عثمانؓ کو شہید کر دیا مگر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ایک رسول اللہ کے
مقابلہ میں اپنے مخالف کچھ نہ کر سکے ۳- وما ننزلہ کوئی زیادہ ہرگز ہرگز ارادے سے خدیجہ کی
اتفاقاً اسکا اصل معلوم ہوگیا ۴- الٰی یوم الوقت المعلوم۔ یعنی مرزا کی اسلامی
چلتی ہے ۵- سبعۃ ابواب۔ دوزخ کے متعلق تو ہے بہشت کے متعلق کوئی
آیت نہیں ۶- انا منکم وجلون انبیاء کے قلب پر اسکا انکشاف ہوجاتا ہے
چونکہ وہ عذاب لائے تھے ۷- عن العٰلمین اجنبی آدمیوں سے انہیں روکا ۸- ان کنتم
فاعلین اس قسم کی بات ۹- لعمرک مسیح موعود نے کہا ہے تیرے منہ ہی کی قسم میرے
پیارے احمد اسپر اعتراض کرنے والے اس آیت پر غور کریں ۱۰- سبعا من المثانی سات
آیات جو بار بار پڑھی جاتی ہیں (الحمد) ۱۱- المقتسمین قرآن کے بعض حکم پر عمل بعض سے عمل انکار
جیسے لڑکیوں کو وراثت ۱۲- فسبح بحمد ربک۔ دشمن سے بچنے کا طریق بتلایا

۱۴ر رمضان المبارک ۔ سورۃ نحل صبح

۱- امر اللہ عذاب لانے پر آمادہ تیار ہے ۲- ویخلق ما لا تعلمون اور سواریاں بھی
پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے ۳- وبالنجم قطب اسی طرح اللہ کے بندے روحانی
منازل کے طے کرنے میں قطب کا کام دیتے ہیں ۴- اھل الذکر قرآن والوں سے ۵
یخسف اللہ بہم۔ ذلیل کرے ۶- المثل الاعلیٰ مثل کے معنے صفت کے بھی
ہیں ۷- فاحیا بہ الارض۔ زمین کے اندر ہر قسم کے بیج ہیں بارش سے سب
پھوٹ آتے ہیں اسی طرح قرآن مجید سے ہر ایک فطرت اپنی استعداد کے مطابق اپنا ظہور کرتی
ہے ۸- سکرا ورزقا حسنا۔ نخیل اعناب سے کوئی شراب بناتا ہے کوئی رزق
حسن اسی طرح قرآن مجید سے بعض گمراہی کے عقائد نکال لیتے ہیں ۹- اوحی ربک الی النحل
جب ایک مکھی کی وحی سے شہد جیسی چیز شفاء للناس نکلتی ہے تو محمد رسول اللہ کی وحی سے
کیا کچھ نہ نکلیگا ۱۰- الم یروا الی الطیر۔ پرندے تمہاری لاشوں کے کھانے کے لئے تاک

نے رکھے ہیں۔ ۱۱۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے کو
مشرکین نے اسی طرح اپنے ہاتھوں سے توڑا ہے جس طرح ایک عورت اپنا کاتا ہوا ٹکڑے
ٹکڑے کر دے ۱۲۔ بدلنا آیۃ۔ ایک نشان مٹا کر دوسرا قائم کرنا چاہتے ہیں بت پرستی
کی بجائے توحید ۱۳۔ قَوْمٌ۔ یہ اسباب ہے اور ترقیاتی حصہ ہے یاد رکھو ۱۴۔ ضرب
اللہ مثلاً قریۃ۔ مکہ ہی مراد ہے ۱۵۔ اُمّۃ۔ معلم الخیر ۱۶۔ حنیفاً۔ سیدھا راستہ پر چلنے

۱۵ ار رمضان ۔ سورہ بنی اسرائیل

۱۔ اسریٰ بعبدہٖ۔ یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف کہ کس طرح خانہ کعبہ سے مدینہ کی مسجد
میں پہنچے یا معراج کے ایک حصہ کا ذکر ہے ۲۔ وجوھکم۔ تمہارے بڑے آدمیوں کو بنی
اسرائیل کو تباہ کیا مشرق سے کچھ لوگ آئینگے اور پھر مغرب سے اور دوبارہ تمہیں ذلیل کرینگے جنھوں
نے اصل مسلمانوں کو ستایا تھا عباسیوں کی زبردست سلطنت تھی چین تک اور مغرب فتح ہو
گیا۔ ہلاکو خان نے [illegible] لاکھ آدمی قتل کیا، سلطنت گئی مسلمانوں کی سپانیہ میں سلطنت
تھی حملہ آوروں نے اس ملک میں اسلام کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا [illegible] ہزار معتبر
کتابوں کو غرق کر دیئے ۳۔ وجعلنا الّیل والنہار۔ ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ خدا
بہت چشم پوشی فرماتا ہے وہ رات کہلاتا ہے مگر جب [illegible] آتا ہے تو پھر مجرم گرفتار ہوتے ہیں
یہ ناموس [illegible] بھی ایسا ہی ہے ۴۔ اِذًا لَّابْتَغَوْا۔ مشرکوں کو کہا ہے کہ محمد رسول اللہ کسی بت
کے پرستار نہیں پس اگر بت کچھ چیز ہوتے تو وہ ضرور ان کو نقصان پہنچاتے اور فتح نہ ہونے
دیتے ۵۔ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ انہوں نے تیرے متعلق زبور میں پیشگوئیاں کی ہیں
آنا محمد زبور داؤد میں بھی ۶۔ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا۔ اور نہ اس بات نے منع کیا کہ پہلوں نے
جھٹلایا ۷۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ۔ اس جھگڑے سے متعلق ہیں قرآن میں ۸۔ تَبِيْعًا۔ ناصر
مددگار بدلہ لینے کے لئے ۹۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا۔ یہ طریق کہ جب نبی نکلا تو قوم پر
عذاب آیا ۱۰۔ فتہجد بہٖ۔ تہجد کے معنے ہیں نیند سے اٹھنا ۱۱۔ عن الروح۔ کلام

پاک قرآن کے بارے میں ۱۴ سن لسرین یہ خدا کے حکم سے تو ہے ۳ وقالوا لن نؤمن لک
یہ سب ۹ نشان ہیں (۱) سب تورات و قرآن مجید کی بنا پر ہیں (۲) سب اپنے اپنے موقع پر دکھائے
گئے مگر اس رنگ میں جو بشر رسول کے مناسب تھے ۱۴ عمیا و بکما و صما مگر دوسری جگہ موقع پر
قرآن مجید میں ہے (۱) دعوا هنالك ثبوراً (۲) سمعوا لها شهيقا اس مطلب یہ ہے
کہ خوشی کی بات نہ سنیں گے نہ بول سکیں گے ۱۵- تسع آیات۔ خدا کے نو نشان (۱) عصا (۲) ید بیضا
(۳) الطوفان (۴) قحط (۵) قمل (۶) خون کی بیماریاں (۷) نقص من الثمرات (۸) مینڈک حکم بھی نو
ہیں (۱) شرک مت کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق قتل نہ کرو (۵) جادو کیں نہ کرو
(۶) سود مت کھاؤ (۷) بہتان نہ باندھو (۸) لڑائی میں میدان سے نہ بھاگو

سورہ کہف

۱۶- الکہف۔ ملک کی ایک مغربی کنارہ ہے ۱۰- فضربنا علی آذانہم۔ دوسرے لوگوں
سے بے خبر ہے ۱۸- وتری الشمس۔ ایسے ملک میں گئے کہ مشرق کی طرف منہ کرکے دیکھو
تو آفتاب واپس رہ جائے مغرب کی طرف نہ ہو ۱۹ ونقلبہم ایک وقت آئیگا کہ یہ دور
دراز پھیلینگے انکے نشان ہیں کہ ان کو غیبوں میں کتا رہتا ہے ۲۰ ابعثوا احدکم
هذه۔ وہ چندہ کرکے پھر ملک میں غلہ کی تجارت کرینگے ۲۱- اذ یتنازعون بینہم
پیشگوئی ہے اپنے وقت پر ظاہر ہوگی ۲۲ یحلون فیہا من اساور سونے کے
کپڑے حضرت عمر کے زمانہ میں پہنے گئے

پارہ ۱۵ بقیہ سورہ کہف از رکوع ۵

۱- اضرب لہم مثلا رجلین۔ یہ یہودیوں کو فرمایا ہے اور حضرت نبی کریم کی نبوت کا ثبوت
دیا ہے متی ۲۱ باب ۳۳ آیت ۴۳ مرقس ۱۲ باب ۱۲ آیت لوقا ۹ باب یسعیاہ ۵ باب و
یرمیاہ ۲ باب ۱۵ آیت ۲۱ باب ۳۳ آیت حزقیل ۳۲ آیت مکاشفات ۵ باب و غیرہ
رجلین۔ اسحق و اسمٰعیل پہلے اسحق کا باغ تھا جس میں سلطنت و نبوت بنی اسرائیل نے بھی پھیر

چھوڑ کیا۔ آخر سلطنت بھی چھینی گئی موت بھی نہ بچی ہو سکتا۔ لیکن میں میرا یہ مذہب ہے
۳- خیراً من جنتك چنانچہ محمدیوں کو عراق عرب عراق عجم مصر یورپ ایران ملا - ۴
واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا ۵ یہ عیسائی مخالف ہیں۔ متی ۳ باب ۹ آیت متی ۱۵ باب
۳۰ آیت متی ۱۹ باب ۲۰ آیت انہیں لکھا ہے کہ دولت مل سکتی ہے شیطان کے سجدہ
سے چنانچہ ان لوگوں نے کیا اور دولتمند ہوئے اور لکھا ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت
میں داخل نہیں ہوتا۔ ۹ تسیر الجبال سلطنتیں بڑی بڑی ہونگی مگر خراب ہونگی ۷ - وادی قال
موسیٰ مجوسی مخالف ہیں سلطنتیں یورپ میں حضرت موسیٰ کے وقت کلانی حضرت نبی کریم
کے وقت ساسانی تھے دانیال نبی کی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دو سینگوں والا مینڈھا
۸- مجمع البحرین - نیل ابیض نیل ازرق مراد ہو سکتے ہیں مگر ظاہر ہے میرے نزدیک وہ اصل
مراد ہے جہاں دین و دنیا کی بہتری تھی یعنی معراج ہے حضرت موسیٰ کا ۹ - اتنا غداءنا
ایک بات سے دوسری بات یاد آتی ہے کسی نے سے مچھلی کا خیال آیا ۱۰- عبدا من عبادنا
حضرت خضر جو ملک میں البشر نہیں وہ اب بھی بعض لوگوں کو ملتے ہیں نبی کریم کے مراد ہیں انطلق
انطلق آگے ہے یہ مناسبت ہے ۱۱- خلفاء جوان جن کی نظر میں ہوں حتی تجیس ۱۲
استطعما - ایک خود مجھے بھی ایسا معاملہ پیش آیا کسی نے مجھے کہا کہ تو قرآن مجید میں استطعما
لکھا ہے جبکہ انہیں کب ملا ۱۳- کانت لمسکین - فقراء و مساکین میں فرق ہے فقیر
کا ترجمہ محتاج مسکین کی کئی قسمیں ہیں مثلاً دعائی نہیں مساکین باعتبار جمعیت کم ہو گیا ہو
چاہے خود گھر میں اسیری ہو باقی مسکین تقابل ترقی ہیں ہے ترقی کا سامان نہیں ہے
جلد سازی بجاتا ہے سامان نہیں ۱۴- جن تین باتوں پر اعتراض کیا خود موسیٰ کو پیش کے
دیوار بنانے پر اعتراض کیا حالانکہ خود بے دیوار بچایا - خود ایک نفس قبطی کو قتل کیا۔ خود ان کا
صندوق پانی میں ڈالا گیا رب دوم عیب کی نسبت اپنی طرف ہے اور خوبی کی اللہ کی طرف
یہ ادب ہے ۱۵- ذوالقرنین جس کا ذکر دانیال باب ۸ آیت ۲۲ میں ہے کہ تیسرا ہم

(۱) ایک بینگ تو سکندر تھے مقدونیہ کا بادشاہ ۱۶- مطلع الشمس۔ بلوچستان مراد ہے
۱۷- بین السدین۔ آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان دیو ربانی۔ ایران سے شمال کو بھی
یاجوج قوم ترک گئی۔ Digitized by Khilafat Library

۱۶- رمضان سورہ مریم۔ و سورہ کہف

۱- سورہ مریم میں ہر نا امید کو امید و تسلی دلائی ہے۔ دعا خالی نہیں جاتی کسی نہ کسی رنگ میں
فائدہ دیگی بشرطیکہ ایمان ہو ۲- ک۔ کریم کافی کبیر لا۔ ہادی۔ ی۔ یمین ولا یجا ر علیم ع
علیم عزیز ص صادق الوعد ۳ زکریا۔ ابراہیم ادریس اسمٰعیل اور انکی صدق کا ذکر ۳
عث آل یعقوب۔ وراثت مال کے علاوہ بھی ثابت ہوگئی ۴- من الکبر عتیا لکھا ہے
۷۵-۸۰ سال عمر تھی ۵- الا تکلم الناس۔ بہت بولنے والے کے قوی مضمحل ہو جاتے ہیں
۶- وآتینٰہ الحکم صبیا بچپن میں بڑی بڑی باتیں کرتا تھا ۷- لعنتا۔ اپنا کلام ۸- مت فرش
آجاتا ۹ سریا۔ سردار ۱۰- فاتت بہ۔ مدت کے بعد مصر سے گرا ہوا بچے کو بہت
مل گئی تھی ۱۱- اخت ہارون۔ ہارونی قوم کی بہن ہو ۱۲- شیئا فریا۔ باعث مذہب
کا مخالف ۱۳- من کان فی المہد۔ کل کا لونڈا استحسے کہا ۱۴- فی الکتب ابراہیم
آپ بھی اولاد کی طرف سے ناامید تھے۔ ۹۹ برس کی عمر میں اسحق پیدا ہوئے ۱۵- یا ابت یرجع
سنگسار اپ نہ تھا ۱۶- فی الکتب موسٰی دو قہر سے بھاگے مگر خدا نے انہیں امیدی کا گل
بنا دیا ۱۷- فی الکتب اسمٰعیل بچہ و اوخیزی سے بچنے کی امید بھی نہ رکھتے تھے ۱۸- خلف
خراب اولاد ۱۹- غیا نقصان دکھ دوزخ کی وادی ۲۰- سات منکرو لے منکران قیامت
۲۱- ودعا پیاسا

سورہ طٰہٰ

۲۲- اس سورہ میں قبولیت دعا کی تائید ہے طٰہٰ اوچے آدمی ادھر ہیں ۲۳- استویٰ اقتدار
حکومت میں نقص نہیں بلغ شدہ دکمال کو پہنچا یا علیٰ رب ہو عالی ہے ظہر اقالب ہیچ

استقیٰ۔ دو شاہت میں تزلزل نہیں۔ انتہی صفات میں یکتا ۲۴۔ اکاد اخفیھا آئی ہے کہ میں اسے ظاہر کروں۔ ا۔ نخفی از بیل خفاء۔ ھا ۲۵۔ رب اشرح لی صدری کونہ دعا ذکر جو اس جگہ کا منشا کہ موسیٰ نے مانگی تھی نبی کریم کو فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک ۲۶۔ اجعل لی ملقاً خلقا مراتب ضروری ۲۷۔ فما بال القرون الاولی۔ بات کو ٹال کر دوسری طرف لیجا نیکے لئے کہی ۲۸۔ مکاناً سوی ایسا مکان جو فریقین کا یکساں ایسوں فریکٹ جو مباحثہ کے لئے ایسا ہی مکان چاہیئے ۲۹۔ خیفۃ لوگوں کے رعب سے خوف کیا ذکر رسیوں کے ۳۰۔ الا یرجع الیہم۔ امام کے منکر بھی اپنے خدا کو بجز ہی تحریر کرتے ہیں ۳۱ بصرت مجھے علم ہے جو تجھے نہیں ۳۲۔ من اثر الرسول۔ رسول کی کچھ متابعت کی پھر چھوڑ دی ۳۳ زرقاً نیلی پیلی آنکھوں والے ۳۴۔ عشراً بڑا بڑی شان و شوکت جتنی ۳۵ عن الجبال۔ جن سلطنتوں کو مشارک ۳۶ ضحی۔ دنیا کی زندگی کے دن کم گننے لگے۔

انبیاء

۱۔ اقترب للناس۔ ہر انسان کا کام کرتا ہے ذہن اسکا نتیجہ بھگتتا ہے ۲۔ ذکر کو۔ شہ فکر نہیں نا بجلی آدمی بہت سنے کے سے ۳۔ کانتا جب ابر ہی نہیں ہوتی تو آسمان چند استرین جلیل بیکہ اسی طرح دی کی بارش شروع ہوتی ہے ۴۔ ان قیصہ لہم کے ساتھ چکر کھاتے ہیں ۵ بل فعلہ کرنے والے نے کیا تو جو یہ بڑے صاحب ہی بیٹھے ہیں ان سے پوچھو

۷ار رمضان بقیہ سورہ انبیاء و سورہ حج

۱۔ ب نوح کی دعا کا ذکر ہے پھر ایوب کی دعا کا پھر زکریا کی دعا کا ۲۔ داؤد و سلیمان کی بیاریں بتایا کہ بعض وقت چھوٹے وقتی بات کہہ جاتے ہیں جس کی طرف بڑوں کا ذہن منتقل نہیں ہوتا ۳۔ یحکمٰن فی الحرث۔ وہ فیصلہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں ہیں صرف تفتیش نہیں ۴۔ الریح عاصفۃ۔ حکومت زبردست ۵ ومن الشیاطین۔ وور دور کے لوگ ۶۔ ان لن نقدر علیہ۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر تنگی نہیں کریگا ۷۔ فنفخنا فیہا من روحنا

پنا کام اسکو پہنچایا ۸۔ حتی اذا فتحت۔ بعد خروج یاجوج ماجوج ہر ٹیک وہیں کا نمونہ موجود ہوگا ۹۔ کطی السجل جس طرح ایک تحریر اپنی مکتوب چیز و مضمون کو لپیٹ لیتی ہے ۱۰۔ قال رب احکم۔ یہ محمد رسول اللہ کی دعا ہے

سورہ حج

۱۔ اس سورہ میں تمام قوموں کو آگاہ کرتا ہے کہ زلزلہ اس وقت آنا ہے یہ جنگ ۲۔ لن ینصرہ اللہ۔ جو قرآن کو وہ نہیں دیکھا محمد رسول اللہ کو تو اسے چاہیئے کہ خودکشی کرے محمد رسول اللہ کو ضرور مدد ملے گی ۳۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا ان سب قوموں کا نام لیا ہے جنکا مقابلہ کو مقصود ہے ۴۔ حنفا للہ کو جیسے یہ تمہارے قربانی دیتے ہو ایسے ہی تم اللہ کے فرمانبردار بنو قربانی میں یہی سمجھایا ۵۔ القی الشیطن فی امنیتہ۔ نبی کی خواہشوں میں شریر لوگ روک ڈالدیتے ہیں ۶۔ لن یخلقوا ذبابا۔ مکھی نہیں بنا سکتے تو تمہارا ذریعہ کب بنا سکتا تھا

سورہ المومنون

۱۔ خاشعون۔ لازم ہے کہ وقت ہی نماز میں اسی لئے الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۲۔ اور پاؤں کو روک رکھتا ہے ادبر اور جبرہ دیکھتا ۳۔ لاماناتھم۔ امانت اپنے ماتحت و رعایا کو کہتے ہیں ۳۔ فار التنور۔ سحر کا وقت آگیا۔ زمین کے اوپر پانی آگیا۔ عذاب شروع ہوگیا۔ ۴۔ من کل زوجین اثنین۔ ضرورت کے جانور ۵۔ لیشرب مما تشربون۔ حالانکہ اسی پانی سے گوار پیدا ہوتا ہے اسی سے خضراء ۶۔ ادخلھا الی ساعۃ۔ ما اتوا۔ نیکی کرتے ہیں ۸۔ لا یفلح الکافرون۔ فلاح دینے کا قوام ابتدا میں فرمایا۔ قد افلح المومنون۔

۱۸ رمضان۔ سورۃ النور

۱۔ اس سورہ میں بتایا ہے کہ نبی کریم تک یہ سلسلہ ختم نہیں بلکہ خلافت کا سلسلہ بھی یوم قیامت ہے۔ خلافت کے منکر اور عیب چین ہونگے۔ مگر انزلنا ۲۔ فرمایا ہے کہ مجرموں کو ہم سزا

دینے کا حکم دیتے ہیں انہیں خلفاء کیوں بنانے لگے پس تم الزام دہی سے باز آؤ ۳۔ بہشت
بھی اتریں ہاں سے منسوب ہوتی ہیں تشحیذ الاذہان ایک کتاب جنہوں نے بنائی ہے
اسکے جواب میں ایک آیت کافی ہے فالذین ھاجروا و اخرجوا من دیارھم و
اوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنت
تجری من تحتھا الانھر ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب
۴۔ لا تدخلوا بیوتا جب ظاہر میں مداخلت کی اجازت نہیں تو ان خلفاء کی اور انکے
متبعوں کی عیب چینی کیونکر جائز ہے ۵۔ قل للمؤمنین یغضوا جب ظاہری نگاہ کرنا
جائز نہیں تو باطنی نگاہ سے انکے عادات کی تفتیش کیونکر جائز ہو ۶۔ ماظھر منھا
۷۔ اللہ نور السموات۔ نور کے معنی ہادی کے ہیں ۸۔ مثل نورہ۔ انکے ایک نور
کی مثل دیتا ہے جو خلفاء کے گھر میں ہوتا ہے ۹۔ اذن اللہ ان ترفع۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا
ہے کہ ان گھروں کو بڑا بنا دیگا ۱۰۔ او کظلمت۔ یہ لوگ اگر جماعت میں داخل ہیں
مگر واصل نہیں ہوئے۔

پارہ ۱۹ شروع

۱۔ ارسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ۔ نبی کریم صلعم سے پہلے بعض مجدد لوگ بہت امت
میں پیدا ہوئے مگر حیات مسیح نبی کریم صلعم نے بتائی۔ اسی طرح مسیح موعود سے پہلے
سید احمد خان وفات مسیح کا قائل تھا۔ مگر شرارت جماعت پابند کتاب و سنت مرزا کے
لئے تھی ۲۔ ھذا عذب فرات۔ سنت سے مراد الحق۔ السنوں ملتی ہیں۔ سمندر میں
کھاری پانی بارش کا میٹھا پانی جس سے کنوؤں اور چشموں میں پانی آتا ہے ۳۔ خلفۃ
ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں اور وجود کو وراثت کو کروہم ھون۔ تعلق تھوڑا رکھتا ہے نہیں رہتا
سکینت و وقار ہو تکبر نہیں کرتے فساد نہیں کرتے جنگ و جدل نہیں کرتے ۵۔ مرّوا
خطا پر جھگڑا نہیں کرتے۔

سورۃ الشعراء

۶- اعناقہم - جماعت کی جماعت ۷- نادیٰ ربک - الہام الٰہیہ وحی سے بھی ہوتا ہے -
۸- انا رسول - انا جمع ہے - رسول اسم مصدری نحوی تو اعتراض ہی کریں یہ خدا کا کلام ہے -
۹- الضالین - قومی جوش قومی حمیت میں تھا ۱۰- ان عبدت بنی اسرائیل
تمام قوم کو تو غلام بنا رکھا ہے اور ایک لڑکے کی پرورش کا احسان جتاتے ہو یہ نعمت ہے
جسکا احسان مجھ پر دکھاتے ہو فرعون نرم ہوا - پھر اس بات کا اشارہ نہیں کیا ۱۱- ان اضرب
بعصاک - اپنی جماعت کو لیجاؤ وہاں دریا کے درمیان سے خشکی پڑی تھی ۱۲- لسان صدق
جو بات کہوں وہ عمر بھر پختہ ہے

بقیہ سورہ شعراء ع ۷

۱- ریع - منظرگاہ عام ۲- ھضیم - خوب پکا ہوا ۳- المسحرین کھا ڈیرو ۴- انذر
عشیرتک الاقربین - رسول نے ایک پہاڑی پر چڑھکر اپنے متعلقین کو نام بنام بلا
کر اسکی تعمیل کی ۵- تقلبک فی الساجدین - مسلمانوں کے گروہ میں جاتا ہے

سورہ نمل

طس لطیف و سمیع ۷- زینا لہم اعمالہم - سمجھتے تو انکے جو اعمال نیک ہیں بہت
خوبصورت دکھائے ہیں مگر کسی طرف شوق نہیں ۸- و انک لتلقی القرآن - موسیٰ سے
کلام ہوا تو نبی کریم صلعم سے بھی ۹- من فی النار - جو آگ کی طلب میں آیا ہے وہ برکت پایا
گیا ۱۰- وقالا الحمد للہ - مسلمانوں کو زیادہ تر یہ چاہیئے داؤد و سلیمان کو جو دیا گیا تھا وہ
قرآن کے ایک حصہ میں آگیا ۱۱- الجن والانس والطیر - امیر لوگ - غریب لوگ - فلاح تو بڑا
کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ پرندے انکے ساتھ اڑتے ہیں ہم کو دشمن کی لاشیں کھائیں ۱۲
نمل - ایک قوم کا نام ۱۳- تفقد الطیر - چڑیا کا معائنہ فرمایا تھا ہدہد کوئی تھا
نام کی مناسبت سے یاد آگیا ۱۴- عرش - انکے لئے ایک تخت ۱۵- الا برکد الیاٹ

طرف لگ۔ سوار ہو گئے ہیں انکے پاس آنے تک ۴۱۔ نکروا لھا عرشھا۔ ایسا اعلیٰ تخت ہو کہ اسکا اپنا تخت اسے ناپسند ہو جائے ۴۵۔ کشفت عن ساقیھا گھبرا گئی ۴۹۔ کان فی المدینۃ تسعۃ رھط۔ نبی کریم کے خلاف ۹ آدمی تھے۔ ابو لہب (جسے طاعون ہوئی) ابو جہل اشیبہ (بدر میں مارے گئے) عتبہ (جو مدینے جا رہے تھے رستہ میں قتل کیا گیا) عاص (تک سے موت ہوئی) ولید (ایڑی میں تیر لگنے سے مرا) عاشی (کا تنا چبھا) اسود (اندھا ہو گیا) اسود (دیوار پر سر مار مار کر ہلاک ہو گیا)

پ ۲۰

۱۹۔ ردف لکم میں پیچھا دوں گا۔ تو اس سے ایک برس بعد غزوہ بدر ہوگا ۲۰۔ دابۃ من الارض طاعون کا جرثوم ۲۱۔ وھی تمر مر السحاب۔ پہاڑ بھی بادل کی طرح چلتے ہیں یعنی حرکت ارضی ثابت ہوئی

سورۃ القصص

۱۔ اسکو نبی کریم کو مثیل موسیٰ فرمایا اسلئے حضرت موسیٰ کا ذکر قرآن مجید میں بہت آیا ہے۔ دوم اسلئے کہ وہ صاحب شریعت تھے سوم اسلئے کہ نفس پر ایک کثرت فرعون خبیث ایک ہامان ہامان خبیث پس انکل فرعون موسیٰ کے مطابق موسیٰ کا ذکر مومنوں کے لئے بہت مفید ہے ۲۔ یذبح ابناءھم۔ تاکہ یہ قوم ہمارے مقابلہ کے قابل نہ ہو جاوے ۳۔ ونرید۔ ہمارا ارادہ رہتا ہے مسلمانوں میں تنزل کو بھی دیکھ کر خصوصاً ایسے ہیں تو خدا انکے آگے آ رہا ہے ۴۔ آل فرعون فرعون کی آل ۵۔ وقالت امرأۃ فرعون۔ فرعون کی بیوی نے سفارش کی ۶۔ فارغا۔ دل غموں سے خالی ہو گیا ۷۔ لتبدی بہ۔ قریب تھا کہ اس خوشی کا اظہار کرتی مگر ضبط کیا ۸۔ ھذا من عمل الشیطان۔ یہ تیرے شیطانی فعل کا نتیجہ ہے ۹۔ انی ظلمت نفسی میں نے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال لیا ۱۰۔ فاغفر لی ستاری کیجئے ۱۱۔ فلن اکون ظھیرا للمجرمین۔ اس شکر میں پختہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ بھی مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا ۱۲۔ قال یموسیٰ اترید۔ وہ میری مدد کرنے لگے تھے کیا مجھ پر حملہ کرنے لگے ہیں ۱۳۔ تلقاء سواء السبیل

نبی علی وہ مجھ کو پسند کہ ہے اسلئے میں برس ۱۴ . . . .

. . . .

. . . . ۱۵۔ قال لا اهله اپنے ساتھ والوں کو ۱۶۔ شاطی الواد الایمن۔ المبارکۃ صادقہ وادی میں طرف برکت ہیں ۱۷۔ فاجعل لی صرحا۔ قسنو ارکان ۱۸ وما کنت بجانب الغربی خدا نے محمد بھیجا ہے کہ موسیٰ سے نزول محمد رسول اللہ کی پیشگوئی کی ہے انج رات کو ذکر ہے ما کنت بجانب الغربی ما کنت ثاویا۔ وما کنت بجانب الطور یک یہ حال یہ حکم تھا کہ ادھم کوئی دورے زانور آیا تشریف تھی اس وقت حضرت موسیٰ نے جب حکم قوم کو دہرایا مگر انہوں نے کہا ہم کیا ہماری اولاد بھی سننا نہیں چاہتی۔ خدا نے کہا بہت اچھا اب یہ نبوت انکے بھائیوں کو ملیگی۔ خارجونے میں کہ مجھ سے پیشگوئی باب استثنا میں ہے

پھر ۳۳ باب میں پیشگوئی ہے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ پھر مدین میں کتاب پیدائش ۱۲ باب سے ۲ تک رسول اس کا ذکر ہے فرمایا ہے تیرے متعلق یہ پیشگوئیاں ہیں کیا تو نے خود لکھا ہیں ہرگز نہیں ۱۸۔ امن بعدی منہما یعنی تورات کی پیشگوئی نہیں مانتے تو پھر کتاب اترا اپنی پیشگوئی دکھا دیں ۱۹۔ معاقب۔ مفاتح جمع مفتح خزانے ۲۰۔ لرادک الی معاد۔ لیعود الیہ الانسان وطن کہ پیشگوئی ہے ۲۲۔ فلا تکونن ظہیرا للکفرین موسیٰ سے مماثلت ہے آپ کے ہاتھ سے بھی صرف ایک آدمی مارا گیا۔ احد میں ایک شخص بڑے جوش سے بڑھا کہ میں نبی کو مار دوں گا آپ کے ہاتھ نے روحی بے نعرض کی۔ بہت تیز ہے فرمایا اللہ ما نعقب ہے کسی کی نظر لیکر کر دکھا دو پیچھے ہٹا اور پھر مر گیا

سورۃ عنکبوت

۲۳۔ ولیعلمن علم والام پر ایک تیل نہ جو پیشا دوم سالہ جب ہر حادثہ میں دوسرا علم ۲۴ و اثقالا مع اثقالہم گمراہ جو ضلالت کرکے وہ ایک ہم بھائیں من خطیتہم ہیں ۲۵ ایک تفترون افکا۔ تفتعون ۲۶ کمثل العنکبوت مکڑی میں ایک مثل ہے دشمن انکی جھوٹے تو بھی پیر و کیا ہے

پ ۲۱

۱- اتل ما اوحی الیک من الکتاب۔ آجکل کے مسلمان قرآن کو تو سناتے نہیں۔ البتہ قبروں پر
مردوں کو سناتے ہیں ۲- الا بالتی ھی احسن۔ مباحثہ میں بلند آواز کرو وقت ضرورت کہا جائے
کتنے ہوں دشمن کی جہالت حق ہو لے ان ۳- انما الاٰیات۔ قہری نشانات معجزات قرآنی
کے منکر ہو گئے ہیں سر سید یکسلام حالانکہ عیسیٰ تیرہ میں انکار نہیں
وہ تو فرماتا ہے ان کے پاس نشانات ہیں ہم میں نبی سے تو نہ ہوں ۴- اولم یکفھم
یعقد۔ لولا انزل علیہ اٰیٰت کا جواب ہے ۵- ان ارضی واسعۃ جس جگہ میں مجلس
میں جس حالت میں جس ملک میں غفلت ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے ۶- اللہ یرزقھا وایاکم
مہاجرین کے رزق کا بھی اللہ متکفل ہے جانور گھر سے کچھ ساتھ لیکر نہیں چلتے مگر محنت
ضرور کرتے ہیں پس مہاجر کو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا جائز نہیں۔

سورۃ الروم

۷- بضع سنین۔ ۳ سے ۹ برس کے اندر ۸- ثم یعیدہ۔ ہر وقت آدمی خلق ہو رہا
ہے۔ ہر روز ہمارا گوشت پوست خون نیا ہوتا ہے ۹- یحبرون خوشی منع جاتے ہیں (۱)
عزت منع جاتے ہیں (۲) نئی نئی نعمت منع جاتے ہیں ۱۰- وله الحمد۔ معلوم ہوا کہ نماز
میں الحمد ضروری ہے ۱۱- یخرج الحی من المیت۔ بروں سے اچھے۔ اچھوں سے برے
۱۲- فطرۃ الناس علیھا۔ اسلام کے تمام احکام فطرت کے مطابق ہیں مصنوع سے
صانع کی طرف اعمال کی جزا کا اعتقاد ہر چیز کا ایک اندازہ میں ہونا۔ ضرورتی تمیز کو تسلیم
ہوا سب مانتے ہیں اور یہی اصول اسلام ہیں چور دغاباز زانی اپنے لئے وہ فعل پسند نہیں کرتا
جو دوسروں سے کرتا ہے پس فطرت کی گواہی اسلام کے احکام پر ہے ۱۳- بغیر عمد ترونھا
ایسا ستون نہیں جو تم دیکھ سکو ۱۴- ما نفدت کلمت اللہ کیونکہ ہر قسم میں کئی قسمیں ہیں
۱۵- ینزل الغیث۔ بارش کے نتائج ہیں کہ سعید و شقی ہر ایک کسی کو ٹھیک وہ کام کرتا ہے

کو معلوم ہے

بعد العصر۔ سورۃ السجدہ

۱۔ بل ھو الحق۔ تمام دوسری کتب اور بہ حدیث مقتبسات کے کلام سے قرآن کی شان الگ
ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا ۲۔ عالم الغیب۔ گزشتہ اور آئندہ لوگ
۳۔ نفخ فیہ من روحہ۔ اپنا کلام اس بندے کو پہنچایا ہے ۴۔ جعل لکم السمع
اس کلام کو سننے اور اسکے حاملین کو دیکھنے اور سمجھنے و غور کرنے کیلئے کان، آنکھ، دل دئے

سورۃ الاحزاب

۵۔ اتق اللہ۔ اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ تقویٰ پر قائم رہو ۶۔ من قلبین فی جوفہ
دو چیزوں کی یکساں کامل محبت نہیں ہو سکتی ۷۔ واذ اخذنا من النبیین۔ سب نبیوں سے محمد
رسول اللہ صلعم کی نبوت کی خبر دینے اور ان کے ظہور کی بشارت دینے کا عہد لیا۔ حتیٰ خود نبی کریم سے بھی
کہ خود نبی کریم سے بھی کہ اپنی نبوت کا اعلان کریں ۸۔ فارسلنا علیہم ریحا۔ اس آندھی کو
کفار کی آگ بجھ گئی وہ نحوست سمجھے اور سرداروں کے بھاگنے پر سب بھاگ گئے ۹۔ سئلوا الفتنۃ
وہ دشمنی کفران سے چاہتے تو وہ کافر ہو جاتے (العیاذ باللہ) ۱۰۔ قل لازواجک۔ اس سے پہلے
مال منال لینے کا ذکر کیا ہے تو ساتھ ہی نبی کی بیویوں کو سنایا کہ وہ دنیا کے ساز و سامان کیلئے
نہیں۔ اس بات کا خیال بھی نہ کرنا۔ حضرت عائشہ سے جب پوچھا گیا۔ تو اس نیک بی بی
نے کہا

پ ۲۲

۱۱۔ اھل البیت۔ تین بار قرآن میں یہ لفظ آیا ہے تینوں جگہ بیبیاں ہیں۔ شیعہ پر حجت
ہے بیویوں کو اس میں گنتے ہیں ۱۲۔ وتخفی فی نفسک۔ لوگ کہتے متبنیٰ کی بیوی ہو تو ایسا نکاح کرنا بھی
سے ابتداء میں ڈر جاتا ہیں۔ وہ کہینگے بہو سے نبی نے شادی کی۔ اب ایسی نہیں ہوتی ۱۳۔ زوجنکہا
اس سے ظاہر ہے کہ نبی کی خواہش کا دخل نہ تھا ۱۴۔ ولا یخشون احدا الا اللہ۔ اس حکم الٰہی نے
تخشی الناس سمیت پہلے کے معنی کھول دئے ہیں کہ وہ لوگ کے ابتدا میں کہنے سے ڈرتا ۱۵
خاتم النبیین۔ تمام کمالات نبوت کی آپ پر حد ہو گئی ۱۶۔ احللنا لک۔ حلال کی ہوئیں

یہ تو لے کر سیل العرم کی صفت ہے ۱۷ ترجی من تشاء جسے عورتوں کو چاہے اور کے گھر میں اجازت
ہو جو چاہے جسے چاہے ہے تب ہے اسی طرح کی اجازت ہے غیر بیتین اجتمعی ۱۹ لا یحل لک النساء
جو اپکا معاملہ ہو چکا تو پھر یہ حکم نازل ہوا عام مومنوں کو تو آزادی ہے کہ چار چھوڑ کر اور کریں مگر
نبی کو یہ بھی اجازت نہیں ۱۹ حسنہن انکی خوبیاں الا ما ملکت یمینک جو تیرے ملک
میں آ گئیں وہ آ سکیں اب اور نہیں ۲۰ لا تدخلوا بیوت النبی نبی کی بیبیاں جو اندر
کے گھر میں بلا اجازت جانا جائز نہیں تو دوسرے گھروں میں زیادہ احتیاط چاہیے ۲۱ یدنین
علیہن من جلابیبہن۔ گھونگٹ سینے تک لٹکا کر ۲۲ والمرجفون کسی کے متعلقین کی نسبت
کوئی بد خبر اڑانے والے ۲۳ المعنا اسناد تھا کسی بڑے سرداروں کو حق کہا ہے اس کا ترجمہ
سے دین کے معنی حل ہو گئے ۲۴ الامانۃ۔ اپنے کلام شریعت کو اپنا بوجھ وغیرہ کو
اور ٹکڑا دیا ۲۵ فابین ان یحملنھا انکار کر دیا کہ اپنے ذمہ کا بوجھ اپنے اوپر لیں کوئی اب
آدمی ہی خیانت نہیں کرتے ۲۶ لا نطیر پرندے ساتھ تو خوں کے ہیں آگ دشمن کی
دشمن کو جائیں ۲۷ قدر فی السرد و نضیج حلقے اور دانے سے جس اسکے لئے وقت مقرر کرو
۔ زرہ کا کام دین کے لئے لگ ۲۸ و سلیمن الریح اور اکلوت آمدنی تھی کہ شرق تا غرب
ایک مہینے کے رستے کی پھیلی ہوئی تھی اور انکے جہاز کیرو دم اور خلیج فارس تک چلتے تھے پہاڑ
جیسے بڑے بڑے جہاز کی شاہت ہیں ۲۹ ومن الجن۔ پہاڑی لوگ ۳۰ الا دابۃ الارض
سلطنت کو تباہ کرنے والا نقد معلوم ہو تا تھا ہوا شاہ کی موت معلوم نہیں ہوتی مگر لکڑی ایسا آگتے ہیں تھا
جس کا آسمان سے تعلق نہ تھا زمینی آدمی تھا اصل سلطنت کو کھا گیا (تاکل منسأتہ) ۳۱ لو کانوا
یعلمون الغیب جنہیں معلوم ہوتا کہ سلطنت کا زبر مٹ جو نیوالا ہے تو کیوں خواہ مخواہ اتنا کام
کرتے رہتے پہاڑی لوگ تھے۔ حضرت سلیمان کے بیٹے کے عہد میں لوگ بہت خراب تھے اور
ہر روز نجات نے اپنے سر میں لیا۔ اسکو جواب لکھا گیا کہ میں تم پر اپنے باپ کی لاٹھی سے حکومت کروں گا
وہ بگڑ گئے اور بادشاہ اور رعایا میں دیکھا ہور استوں کی آگ کسی اصل آدمی کے ہاتھ میں

ہوگئی ہو جو چاہے برس سے کر لیتے ہیں اگر زمانے تو برس کی راہ پر پہنچا دیکھو کرانکے رشتہ دار تمام خاندان برس میں مختلف ہوسے پھیلے ہوتے ہیں ۳۲- العرم جو پانی بند کو توڑ دے ۳۳- نقل بے تل الحسرۃ یکبارگی سے نکلنے تو دوسری نظر نے مٹنی آجکل تو ہر شہر سیاحت بنا ہوا ہے سفر کیا تمام کا سفر ہے ۳۳ دلکو میں ادرہم یکسال پھر صبح بیننا کی رات پوری ہوئی جنگ بدر ۳۴- [illegible] سوہ تیریں ہو اترے تھے ۳۵ یعیدوات الجن انہی جنوں کو پہلے سے کیوا کہہ چکا کر

سورہ فاطر

۱- اولی اجنحۃ سو فیوں نے کہا ہے یہ اسکا یہ ہوا نہیں کر عروج کے اسباب کا نام ہے ۲- فتنقبہ فی الفساد بودی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرنیکے ارادے کو تکلیف میں ڈالنے سے تکلیف کا وارث ہوتا ہے ۳- یحلون فیہا من اساور ایران کو فتح کرنیکی پیشگوئی ہے ۴- ساید کر فیہ میرے نزدیک ادنیٰ اقتدار ۱۸ سال ہے ۵- ما ترک علی ظہرہا من دابۃ چونکہ یہ چیزیں آدمی کی بہتری کے لئے ہیں اسلئے فرمایا جب انسان ہلاک ہو تو یہ چیزیں ہلاک

سورہ یٰس

۶- یٰس- اے کامل انسان اکامل سید سردار .... ۷- واضرب لہم مثلاً- قرآن مجید و صحیح حدیث میں اس قریہ اور رسولوں کا نام ہے میرے فہم میں حضرت موسیٰ و حضرت محمد رسول اللہ و حضرت مسیح تینوں انبیاء ہیں جنکا ذکر ہے ۸- الذی جعل لکم- ہم تمہیں آگ دینگے ۹- فعززنا بثالث تیسرا (محمد مصطفیٰ) ایسا زبردست آیا کہ اسکی قوم سے کوئی ذرہ برابر بھی بت پرستار نہ رہا بلکہ تمام عرب مسلمان ہوگیا بلکہ تمام دنیا کے مذاہب کے معابد اسی کے حکم پر فتح ہوئے (۱) یروشلم (۲) آتشکدہ آذر (۳) خانہ کعبہ

پ ۲۳

۱- ما لا یعلمون- تمام زرد مادہ کا علم دنیا کو نہیں پتھروں کے درختوں کے دونوں کے جوڑے

ہوتے ہیں ۲۔ حملنا ذریتہم۔ اب بھی جن کی اولاد بحری سفر کے ذریعے وارث ہو سکتی ہے۔ ۱۱
بڑا فوکر ہر ۳۔ فلا یستطیعون توصیۃ۔ بدریں ٹرے گے۔ وصیت کرسکے نوٹ کر
گیا سکے۔

سورہ صٰفّٰت

۴۔ والصّفّٰت صفا۔ صفیں ابتدائی ہاں پر ریکچروں یا پیرس کی انتظام کی ہو تو ثابت ہوگا کہ اسلایک ہی اسکا نمونہ جلسہ اعظم قادیان ہی ہے ۵۔ الملاء الاعلیٰ جناب الٰہی کا الہام والوں کا ہے ۶۔ رؤس الشیطین۔ اسکے پھل ایسے ہوتے ہیں جیسے سانپ کی زبان ۷۔ نظرۃ فی النجوم ذریعہ شناخت اوقات کو دیکھا آجکل بھی کسی مجلس سے اٹھنا ہو تو گھڑی دیکھتے ہیں۔ ۸۔ انی سقیم میں بیمار ہوں یہ جھوٹ نہیں آدمی بیماری کی وجہ سے تقریر بھی کرسکتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی نظیر مثال دی۔ ۹۔ وفدینہ بذبح عظیم۔ اس واقعہ سے پہلے آدمی کی قربانی ہوتی تھی۔ اسکے روکنے کے لئے بھلا کوئی اپنے بچے کو خواب پر ذبح کرتے ترکے تو اسکے معنے نہیں کہ سچ ہی ذبح ہو بلکہ اسکی بجائے کوئی بکرے کی قربانی چاہیئے ۱۰۔ یقطین۔ تربوزہ۔ بھاری پھل اس کی بیل ہو

سورہ ص

۱۔ ص۔ صادق ۲۔ ذی الذکر۔ فطرت کو جگانے بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے کے لئے قرآن آیا۔ مسئلہ تثلیث و کفارہ و بت پرستی انسان کی فطرت میں ہرگز نہیں۔ ۳۔ مسئلہ منصور حالانکہ انکے کل وعلماء و مقنن و رئیس و بادشاہ انہی سے ہوتے ہیں لیکن سوائے نبی ہیں سے انا فطرت کے خلاف ہے ۴۔ وانطلق الملاء منہم ان امشوا۔ ۵۔ فی الملۃ الاخرۃ۔ کسی دوسرے کے مذہب میں جیسا عیسائی ۶۔ ھنالک مھزوم من الاحزاب۔ سورۃ احزاب میں ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ یہ وہی آیت ہے ھنالک سے اشارہ فرمایا کہ مکہ میں یہ پیشگوئی پوری ہوگی ۷۔ اذ تسوروا المحراب۔ فرمایا ہر ایک سامان حضرت داؤد پر دشمن نے حملہ کرنا تھا آپکے پاس اللہ تعالیٰ کو کوئی قلعہ وغیرہ نہیں

دشمن بھاگتا ہے ۸۔ قالوا لا تخف۔ جب بھاگتا پایا تو ان شخصوں نے جو بارادہ قتل آئے تھے ایک
بات گھڑ لی ۹۔ الا الذین امنوا۔ افسوس مفسرین پر جنہوں نے حضرت داؤد کے قصہ میں
قصے لکھے حالانکہ اللہ فرماتا ہے انبیاء تو کجا مومن بھی دوسرے کے حق پر حملہ نہیں کرتے ۱۰۔ انما
فتنٰہ یعنی ضرور حکمت میں کچھ نقص ہو جو دشمن کو جرأت ہوئی ۱۱۔ انا جعلنٰک خلیفۃ
جو خلیفہ بناتا ہے اللہ ہی بناتا ہے حتیٰ کہ باپ دادا کا خلیفہ جو اسکی اولاد ہے وہ بھی اللہ چاہے
تو بناتا ہے ورنہ موت وغیرہ سے نہ بن سکے ۱۲۔ عن ذکر ربی۔ اللہ کے لئے جہاد کا سامان ہونے
کی وجہ سے گھوڑوں سے پیار کرتے ہیں ۱۳۔ توارت بالحجاب۔ معائنہ ہو چکا تھا سوار ہو کے
نکل گئے فرمایا واپس لاؤ ۱۴۔ فطفق مسحاً۔ جو لوگ اسکے معنے قتل کرتے ہیں وہ حضرت
فاسقوں ہو کر سلیمان کی نیت کی تعمیل بھی اسی طرح کریں کہ اپنے سر پر تلوار چلا لیا کریں ۱۵۔ لا
ینبغی لاحد من بعدی اپنے قرب کا ملک وہ جو دوسرے کی وراثت میں نہیں آ سکتا
اپنے آپ میں ترقی کرے تو بڑی بات ہے ۱۶۔ والشیاطین۔ دور کا غوطہ لگانے والوں کو کہتے ہیں
شریر آدمی قید بھی ہو سکتے ہیں اور مزدور بھی ۱۲۔ واذکر عبدنا ایوب۔ حضرت ایوب کسی سفر
میں گئے تھے ۳۔ مسنی الشیطن کسی تکلیف کی شکایت کی ۴۔ ارکض برجلک۔ اپنے
سواری کے جانور کو ایڑی مارو جلدی چلاؤ اور پانی کے چشمہ پر پہنچ جاؤ ۱۵۔ یہ سورۃ مکی ہے
اشارہ ہجرت جانیوالے کچھ مدینہ میں مکہ کی بی بی کے علاوہ مدینہ میں اور بیبیاں بھی ہونگی ۱۶
ضغثاً مٹھی تنکوں کی ۱۷۔ فاضرب بہ۔ مار جانور کو اور جلدی پہنچو مگر اسے زیادہ تکلیف
نہ دو ۱۸۔ انشاءاللہ تنگ دلے کے حق میں نرم اور بیب ناچار انکو کھانا پڑتا ہے جو دنیا میں
تکا ہو ہے ۱۹۔ خالق بشرًا ہر ایک روحانی آدمی کے متعلق یہ ذکر ہے ۲۰۔ الی یوم
الوقت المعلوم قیامت تک نہیں ۲۱۔ لا حطب ما خلق۔ بیٹا بنانے کے بھی معنے ہیں کہ
منسوب کرے ۲۲ جعل منہا زوجہا۔ اسی قسم سے خلق الانسان من عجل کے
معنے نہیں کہ انسان عجل کو بیٹا ہے ۲۳ لیعبدون القول اللہ کی بات لوگوں کی بات مگر یہ ہی

امین کی کرتی ہے۔ ۲۴۔ کتبا متشابھا۔ یصدق بعضہ بعضا یعنی ایک جگہ حل نہ ہو تو دوسری جگہ کر دیتا ہے ۲۵۔ من کل مثل۔ ہر عمدہ بات

پ ۲۴

۱۔ کذب علی اللہ۔ خواب۔ کشف۔ الہام۔ وحی۔ قرآن کی آیت یا حدیث جھوٹی پڑھ دے جان بوجھ کر معنی غلط کرے ۲۔ للہ الشفاعۃ۔ شفاعت پانچ قسم ہے (۱) شفاعت بالمحبت مثلاً کسی پیارے نے بات کہی وہ مان جاتی ہے (۲) شفاعت بالوجاہت۔ اللہ کے ہاں بھی بہت سے وجیہ ہیں مگر انکی وجاہت کو وہ دخل نہیں جو ہمارا شفاعت بالعلم خدا کے قن بیعلمی نہیں (۳) شفاعت بالنوا کرام و اعزاز مثلاً حاکم جانتا ہے کہ مجرم کو چھوٹے ہی گا مگر اس چھوڑنے کیساتھ کسی کا اکرام رکھ لیتا ہے (۵) شفاعت بالحق کہ یونہی بات کر دی۔ سب قسم کی شفاعتیں اللہ کے اختیار میں ہیں جس کی شفاعت چاہے ان سے لے جیسے چاہے اعزاز و علم و وجاہت و محبوبیت دیوے ۳۔ احسن ما انزل الیکم۔ مثلاً بدلہ لینا بھی جائز ہے اور صبر و عفو بھی اب یہ صبر اور معاف کر دینا بہتر ہے اور یہ طریق اصلح ہے ۴۔ الم یا مکم رسل منکم کا فروں میں سے رسولوں کو کہا پس اولی الامر منکم سے صرف مسلمان ہی مراد نہیں ۵۔ حٰم۔ حمید مجید حی ملک ۶۔ علی کل قلب متکبر جبار مہر بے وجہ نہیں لگی بلا وجہ ہے ۷۔ لعلی ابلغ الاسباب۔ یہ تمسخر کے طور پر کہتا ہے ۸۔ النار یعرضون علیہا اس میں عذاب قبر کا ثبوت ہے ۹۔ بعض الذی نعدہم اس سے پیچھے ان وعد اللہ حق ہو بعض صورتوں میں تخلف ہوجاتا ہے۔

سورہ حٰم السجدۃ

۱۰۔ فی یومین۔ دو وقتوں میں ۱۱۔ و حفظاً محفوظ کی ہے ان نجوں سے ۱۲۔ الملحدون کسلی سم الہی کی تکذیب کرتے استہزا کرتے تحریف کرتے ہیں ۱۳۔ ۔ بینا بیان کرتے ہم۔

پ ۲۵

۱۔ علم الساعۃ۔ یہ قیامت کا علم کیا معلوم کہ اب کے پورے منٹ بعد کیا ہوگا ۲۔ وما تخرج من
ثمرات۔ تفصیل اسلئے ہے تا لوگ جانیں کہ اللہ کو علم جزئیات کا بھی ہو فلاسفر کہتے ہیں صرف
کلیات کا علم ہے وہ غلطی پر ہیں ۳۔ آیتنا فی الآفاق مصر و عرب فتح ہوئے ۴۔ فی انفسکم
فتح مکہ ۵۔ حٰم۔ عسق۔ حمید مجید علی عظیم سمیع وقدیر قوی ہوں ۶۔ لو شاء اللہ
لجعلہم امۃ واحدۃ۔ اللہ نے چاہا کہ ایک ہو جاؤ گے چنانچہ ہو گئے ۷ لعل ۸۔ ۱۱ المودۃ
فی القربیٰ۔ تم پیار کرو رشتوں میں جو قرب الٰہی کا موجب ہو یہ کہ اپنے رشتہ داروں سے محبت
نبھاؤ ۹۔ یسکن الریح۔ کہ اسٹیم روک دے ۱۰۔ یجتنبون الکبائر۔ ہر ایک بدی کی ابتدا
صغیرہ ہے یعنی ہماری معاصی اور انتہا کبیرہ ہے ۱۱۔ او من وراء حجاب۔ مثلاً کوئی
کشف دکھایا جائے

سورۃ زخرف

۲۔ حٰم۔ حمید و مجید وحی ۱۳۔ لتذ۔ اس شعر کی طرف خیال کرو سب قرآن مجید کی طرف پھرتی
ہیں سوائے ایک کے کہ شیطان کی طرف ہے ۱۴۔ فی ام الکتٰب۔ محکمات کا علم ہو تو سب
قرآن کا حل ہو جاتا ہے ۱۵۔ لعلکم تہتدون۔ جب ظاہری راستے بناؤ تو باطنی راستہ کیوں نہ
ہیں کتاب اللہ پر عمل سے مضا آگے نتیجہ ۱۶۔ فی الخصام۔ لڑائی میں کھل کر نہیں نکل سکتی ۱۷۔ الجعلوا
لمن یکفر۔ ان کا فر بھی جو محنت کرتے ہیں ان کا معاوضہ دنیا میں لے جاتے ہیں ۱۸۔ و زخرف
یہ اہل مکہ کا طرز ہے اب تو مسلمان بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یقینی بات نہیں بتاتی ۱۹۔ ولا یکاد یبین
بولنا بھی نہیں جب تک بات بھی نہیں کر سکتا ۲۰۔ مثلاً نیک نمونہ اچھی صفتوں والا ۲۱۔ وانہ
لعلم للساعۃ۔ یہ قرآن کی امر میں قیامت کا خوب بیان ہوا اگر مسیح کی طرف ضمیر پھرتی ہے تو آگے
فرمایا۔ وعندہ علم الساعۃ گویا مسیح کی خدا کے پاس ہے جبانیا اب بھی مرکر پہنچے۔ والیہ
ترجعون۔ یہ بھی بت ہو کر جیسے تمہارے پاس نہیں آئیگا ۲۲۔ وکانوا مسلمین۔ ایمان

کیسا تو عمل غیر سی پ۲۳ - من شہد بالحق - جو آج کل حق کی گواہی دے سا بعد نبی محمد رسول
جیسے کاذب کہلا جاتے ہیں بعض مسلمان جو شفاعت کے منکر ہیں ان پر افسوس ۲۴ - وقیلہ
یہ عطف ساعۃ پر ہے ۔ ۱؎ و یبطئ سب یعنی بار بار سر کا جھکانا

سورۃ دخان و سورۃ جاثیہ

۱- تاتی السماء بدخان مبین - قحط کے دن جیسے جن کو دیکھ کر آسمان دھواں سا نظر
آئے ۲- البطشۃ الکبریٰ - جنگ بدر ۳- وانی عذت بربی - یہ دعا میری مجرب ہے
۴- فما بکت علیہم السماء والارض - زمین اور آسمان نہیں روئے - باطل کی بات تھے
۵- فبای حدیث یعنی قرآن مجید کے بعد

پ۲۶ سورۃ احقاف

۱- ماذا خلقوا من الارض - ارض اشیاء میں سے کوئی ایک بنائی ثابت ہو جس نے
جھوٹ کا ذرہ نہیں بنائی ۲- شاہد من بنی اسرائیل یعنی حضرت موسیٰ پیشگوئی فرما چکے ہیں ۳-
نفرا من الجن - کچھ پہاڑی لوگ تھے یہودی معلوم ہوتے ہیں نصیبین کے رہنے والے

سورۃ محمد

۴- حتی تضع الحرب اوزارھا - اس جہاد کا منشاء یہ ہے کہ جنگیں موقوف ہو جائیں
۵- فھل عسیتم ان تولیتم - میں جب یہ آیت پڑھتا ہوں مجھے خطرہ آ جاتا ہے ۶- سیحبط
اعمالہم - ان کی کوششیں بار آور نہ ہونگی وہ اگر ریا ہیں

سورۃ فتح

۷- ید اللہ فوق ایدیہم - ان پر خدا کی مدد ہوتی ہے ۸- فتحا قریبا - خیبر کی فتح ۹- کطلہم
صنکور سوریہ کا ذکر ہے ۱۰- مثلہم فی الانجیل - متی باب ۱۳ آیت ۳۱

سورۃ حجرات

۱- لا ترفعوا اصواتکم - کلام اللہ و قول الرسول کے مقابل اپنی آواز نہ بڑھاؤ۔

سورہ قٓ

۲۔ ق۔ قیامت ہے اور اسکا شاہد قرآن مجید ہو کر تم بہ حالت بے ہوش ہو گے ۳۔ ولدینا مزید
جناب الٰہی کی دید

الذٰریٰت

۱۔ فالذکرٰت ذکراً ۲۔ فی صرۃ جماعت میں باتیں چھوڑ کر صرت۔

سورۃ والطور

۱۔ والطور فرمایا طور میں جس کو بڑی کیں اسکے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ ایسا ہی ہو گا حرا کے غار پر تیرے
دشمن ہلاک ہو گئے ۲۔ وکتٰب مسطور۔ موسیٰ کو کتاب فرعون کی ہلاکت کے بعد ملی تم کو تو پہلے ملی ۳
والبیت المعمور خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تو کیا تم اس سے بڑھکر ہو ۴۔ غلمان
جن کو ... ہیں ۵۔ کاھن۔ ان کو کاہن عادت ہیں ۱۱ طبیعت میں یکسوئی ۱۲ ہر وقت ناپاک
ابنائے ادم الوہیت میں سمجھتے ہیں استفادہ کرتے ہیں۔

سورۃ النجم

۲۔ ما ضل صاحبکم اس میں رشد کے نشان بتائے جاہل ہو اور عمل کے خلاف عمل کرے
گمراہی خواہشوں کی پیروی ہے اسکا قول عمل مطابق کتاب ہے ۷۔ فاستوٰی۔ استوا بھی اور فکر بھی ٹھیک
ٹھاک ۸۔ بالافق الاعلیٰ۔ مرتبہ کمال پر پہنچ گیا ۹۔ فکان قاب قوسین عربوں میں دوستی کے اظہار
کا یہ طریقہ تھا کہ دو کمانوں کو جوڑ کر ایک تیر پھینکتے کہ تیرا دشمن میرا دشمن ۱۰۔ عند سدرۃ المنتہیٰ عرب
جلسہ کرتے تو بیری کے نیچے فرمایا یہ جلسہ بڑی انتہا درجہ کی بیری کے نیچے جنت کے قریب ہوا

سورۃ قمر

۱۔ وانشق القمر۔ وہ ہے ایسے چھوٹے ٹیلے میں گر سے پڑیں جنکے پاؤں میں ان لیکی کہ وہ پتھر زمین کے اوپر
۲۔ قمر۔ عرب کا قومی نشان ہے اس کی کبھی نہ سی جگہ ہوتی تھی ۳۔ حلیہ نے خواب دیکھا کہ چاند سر پر گرا
میں نے پکڑ لیا تو اسکے بیٹے نے چاند شمار کیا تو عرب کے کسی بادشاہ کے نکاح میں جانا چاہتی ہے ۱۲۔ سحر

جنون کو بھی کہتے ہیں ۱۳۔ انفس راحت کی جگہ۔

سورۃ الرحمٰن

۱۴۔ الشمس والقمر بحسبان۔ دنیا و تورات میں کچھ شمسی حسابات ہیں کچھ قمری دونوں میں محمد
نبی کریم کی پیدائش کا وقت بتایا گیا ۱۵۔ الا تطغوا فی المیزان۔ ہر چیز ہر کام ہر کامیابی کے لئے
ایک اندازہ مقرر ہے اس سے ابر نہ جاؤ ۱۶۔ ذو العصف والریحان۔ یہ تمام چیزیں تمہارے کام
کے لئے بنائی گئیں تو کیا تم نے انسان ہو کر تم بھی کوئی کام کیا ۱۷۔ رب المشرقین۔ عیف دشت
کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے کہا ۱۸۔ مرج البحرین۔ بحیرہ قلزم و بحیرہ روم ۱۹
بینی وجدلیت۔ خدا کی توجہ جس شے میں آ وہ رہ جائیگی۔ باقی سب فنا ہے ۲۰۔ جنتان۔ ایک
ایمان کی جدایک اعمال کی ایک دنیا میں ایک آخرت میں ایک قبر میں ایک حشر میں ۲۱۔ کانھن الیاقوت
والمرجان۔ ایشیاء کوچک کی عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

سورۃ واقعہ

۲۲۔ اصحاب الیمین۔ جنکے اعمال صالح تھے ہیں حضرت ابن عربی نے لکھا ہے انبیاء علیہم السلام
کے مقام جنت میں چاندی کے ہونگے کیونکہ سفیدی تمام رنگوں کی جامع ہے اور اولیاء کے سونے
کے ۲۳۔ مخلدون۔ جن کی پیشانی کے بال سفید ہوں ۲۴۔ فرش مرفوعۃ۔ اعلیٰ خاندان
کی بیویاں ۲۵۔ عربا۔ خاوند کو اپنی طرف کر لینے والی ۲۶۔ بمواقع النجوم۔ ان لوگوں کے دل
جن پر قرآن نازل ہوا قرآن کو پاک لوگ ہی سمجھتے ہیں

سورۃ حدید

۲۷۔ سبح للہ۔ عرب میں ستارہ پرستی ہوتی تھی۔ منادی ہوا خانہ کعبہ میں بت تھے توڑ
ڈالے گئے یہ سب تسبیح میں داخل ہو ۲۸۔ ھو الاول والاخر۔ یہ معنے نہیں کہ پہلے کچھ نہ تھا
یا قدیم و ازلی بلکہ یہ معنے ہیں کہ جس وقت وہ اول ہے اس وقت آخر بھی ہی ہے۔ رہا دو جگہ کی
کو ھو الظاہر۔ لیس فوقہ شی۔ ھو الباطن لیس دونہ شی۔ ھو الاول لیس قبلہ شی

هو الا خنس لیس لها دو خنّو

پ۲۸ سورۃ مجادلۃ

۱۔ اس میں عرب کی ایک رسم کا ابطال فرمایا ۲۔ ثم یعودون لما قالوا (۱) جو انہوں نے کہا ہے کی اسکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں (۲) ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار کہتے ہیں۔ فقدموا بین یدی نجوٰکم یہ حکم منسوخ نہیں ہوا فرض تھا کیونکہ نبی نے خود فرمایا فاذ لم تفعلوا کیا تم وتاب اللہ علیکم فرمایا یعنی پہلے ہی اللہ رجوع برحمت کر چکا پھر یہ حکم واجب نہ ٹھہرا بلکہ مستحب ہے چنانچہ ابھی صلحاء امت حدیث پوچھنے سے پہلے صدقہ کر لیتے ہیں۔

سورۃ الحشر

۴۔ اس سورہ نے سنی شیعہ کے جھگڑے دربارہ فدک کا فیصلہ کر دیا کہ وہ وراثت میں آ نہیں سکتی یہ مال فی ہے جس کے مصارف بتا دیئے ۵۔ مدینہ کے یہودی بہت شریر تھے۔ کئی قتل کرنے نبی کریم صلعم کو اپنے محلہ میں بلا کر اوپر سے پتھر گرانے کی تجویز کی حضور نے انکو خیبر میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اول الحشر پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں وہاں سے بھی نکالے گئے (۶) القدوس۔ امن دینے والا دوسرے سلام صداقتیں اسکو شرع بھی بناتا ہے

سورۃ جمعہ

۷۔ فتمنوا الموت۔ میری موت مانگو اور فیصلہ کی جنگ کرو

سورۃ طلاق

۸۔ لعدتهن۔ ایک وقت میں ایک طلاق دے حیض کی شرط ۹۔ بلغن اجلهن۔ جب عدت گذرنے کو ہو

سورۃ تحریم

۱۰۔ لم تحرم۔ نبی کریم صلعم نے شہد کھایا کسی بیوی نے کہا اس سے بو آتی ہے آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ حرام کے معنے ترک کے ہیں ۱۱۔ اسرالنبی محبت بڑھانے کے لئے اپنی بیوی کو مخفی بات بھی بعض اوقات کہہ دینی چاہیئے لیکن اگر وہ ظاہر کر دے تو جتلا دینا چاہیئے ۱۲۔

فقد صغت قلوبکما۔ توبہ کرو تو یہی تم سے توقع ہے کیونکہ تمہارے دل پہلے ہی سے اس میں
کرو جناب الٰہی میں جھکے ہوئے ہیں ۱۳۔ ومریم ابنت عمران۔ اس امت میں ابن مریم پیدا
ہونے کی بشارت حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مریم بھی فرمایا مطلب یہ کہ گمنامی کی حالت میں حفاظت
سورۃ الملک ۱۴۔ بیدہ الملک۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ جو بڑا ہو قدرت والا ہو اس کی
عزت کرتا ہے اللہ فرماتا ہے میں تمہارا مالک ہوں علی کل شیء قدیر ہوں میری فرمانبرداری
کرو ۱۵۔ تفاوت اختلاف انکاری ہر شے میں نسبت یک قانون ہے ۱۶۔ سیئت
وجوہ الذین کفروا۔ کافروں کے بڑے آدمی پریشان ہونگے۔

سورۃ القلم

۱۷۔ ن والقلم۔ دوات اور قلموں سے جو کچھ لکھا جاتا ہے ان سب پر غور و خوض اور سب علوم
پڑھ لینے کے بعد یہ ثابت ہوگا کہ تو مجنون نہیں (۱) پھر مجنون کے کام تو لغو ہوتے ہیں مگر تیرے
کاموں پر مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں (۲) اجر غیر ممنون (۳) پھر مجنونوں میں خلق نہیں ہوتا۔ وانک
تم علی خلق پر قائم ہو۔

سورۃ المعارج

۱۸۔ خمسین الف سنۃ۔ یوم کئی معنی میں۔ ایک آن کا بھی یوم فرمایا۔ کل یوم ھو فی شان (۲)
سورج کے طلوع سے غروب تک (۳) آٹھ پہر کا دن (۴) برس کا دن (۵) ہزار برس کا دن (۶) قوم
الواقعہ کا دن یوم تین (۷) ہزار برس کا دن ۱۹۔ والمحروم (۱) حیوان (۲) وہ جو سوال نہ کرے
باوجود احتیاج

سورہ نوح

۲۰۔ واطیعون۔ حکم اور اس پر محبت ۲۱۔ ویؤخرکم الی اجل مسمی۔ معلوم ہوا کہ استغفار
سے موت بھی ٹل سکتی ہے (۲) استغفار یعنی جو غلطیاں ہو چکی ہیں ان کی معافی چاہنا اور آئندہ
کے لئے حفاظت طلب کرو۔ استغفار سے اولاد پرستی میں خلل نہیں ہوتا اولاد ہوتی ہے

سورۃ الجن

۲۲- اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا۔ جناب الٰہی کا ادب ہے ۲۳- لبدا۔ آپ جب کسی بزرگ کو دیکھتے ہیں تو اہل علمت شرک اسکے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔

المزمل

۲۴- قلیلا کے معنی وہی فرمائے۔ نصفہ او انقص۔ او زد علیہ ۲۵- یجعل الولدان شیبا بچے بوڑھے ہو جائینگے۔

المدثر

۲۶- المدثر مبہم کو اسلئے کہ ہیبت سے سردی لگتی ہے ۲۷- وثیابک فطہر اپنے دل کو پاک کرو ہر وقت کو چاہیئے کہ پہلے اپنے آپکو پاک کرے۔

قیامۃ

۲۸- بالنفس اللوامۃ ہر برائی کے بعد نفس کو ملامت جزا و سزا کے مسئلہ کو ثابت کرتی ہے ۲۹- بما قدم واخر جو چیز آگے کرینگے۔ اور اسکا سبب مناسب نہ تھا جو چیز پیچھے کی اور مناسب نہ تھا کہ پیچھے رہجاتی ۳۰- معاذیرہ پردے ستون ۳۱- الی ربھا ناظرۃ میں دیدار باری کا قائل ہوں ۳۲- من راق کون منتر پھونکے یعنی رحمت کے فرشتے اٹھائیں یا عذاب کے فرشتے

الدھر

۳۳- مزاجھا کافورا مومن کو پتی جان پر پہلے ٹھنڈا کر نیکیاں کرنی پڑتی ہیں اسکے بعد پھر پیتا یعنی پھر کرار مومن ہو جاتا ہے ۳۴- وما تشاءون الا ان یشاء اللہ۔ یعنی کوئی تمہاری خواہش باقی نہ ہے مگر وہی جو اللہ چاہے

المرسلات

۳۵- المرسلات عرفا بعض اوقات ہر چیز آدمی کو خوش لگتی ہے۔ وہی ذکر کا موجب ہو جاتی ہے ۳۶- فالملقیات ذکرا۔ وہ ہوائیں ہیں جو کانوں میں نصیحت پہنچاتی ہے ۳۷- الم نجعل الارض کفاتا

مسیح کے آسمان پر نہ ہونیکا زبردست ثبوت ۳۸- ذی ثلث شعب- اسکی تفسیر خود ہی فرمادی (۱) لا ظلیل (۲) لا یغنی من اللہب (۳) ترمی بشرر ۳۹ جملت صفر یعنی جہازوں کے رستے

پ ۳۰ - سورۃ النبا

۴۰- سورۃ مرسلات میں یوم الفصل فرمایا تھا اب اسکی تفصیل بتاتا ہے کہ یہاں تو سب کچھ ملا جلا ہے اگر یہاں عذاب آئے تو نیک آدمیوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے- اسلئے فیصلہ کے واسطے ایک دن مقرر ہے اور کفار کو دنیا میں بھی اسکا نمونہ دکھایا جائیگا ۴۱- سیرت الجبال- آسمان سے نشانات کی بارش ہوگی- اور جو بڑے بڑے پہاڑ بنے بیٹھے ہیں- ہباء منثورا ہو جائینگے

النازعات

۴۲- جو آدمی جو کمال حاصل کرنا چاہے تو پانچ شرائط ہیں (۱) جب کوئی کمال سیکھنے لگے تو ہر طرف سے طبیعت کو سمیٹ لے اور اس کام میں غرق ہو جائے (۲) خوشی سے وہ کام کرے (۳) دوسروں سے بڑھنے کا خیال ہو- (۴) کوئی روک درمیان میں نہ ہو- موانع اٹھائے (۵) کسب کمال کر کے استاد بن جائے-

سورۃ عبس

۴۳- بعض آدمی ایک ایسی جو تحسین گرگئے- یہ کہ انکی دوستی ہو جو جسمی شکل و سوم ہوتی ہو بہت احتیاط چاہیئے- نبی کریم صلعم سردار مکہ کو کچھ سمجھا رہے تھے- آپ کے پاس ایک اندھا آ گیا آپ اس وقت کی حالت نہ دیکھی تو یہ سوال کیا پھر اس کچھ توجہ نہ کی حضرت نے اسکی سفارش فرمادی کہ اسکی طرف توجہ کا صرف لیجئے-

۴۴- اس سورۃ میں بڑے بڑے تحریرات کی خبر دی ہے جیسا کہ قاعدہ ہے چھوٹی باتیں بیان کر کے بڑی بات بتاتا ہے قیامت کی خبر دی-

سورۃ بروج

۴۵- والسماء ذات البروج- بادشاہ ہونگے برج ہوتے ہیں- اور حکم الحاکمین کے برج دیکھ لو وہ فی لوح محفوظ- یہ قرآن تحریفوں میں محفوظ رہیگا

سورۃ الطارق ۴۷- والسماء ذات الرجع جس طرح زمین گنجائش آسمان کے پانی سے

موقوف ہو اسی طرح عقل جیسے وہ علم الٰہی کے محتاج ہیں۔

سورۃ الاعلیٰ ۴۸۔ سبح اسم ربک۔ [illegible] کے اعمار پر مقال پر اللہ کے [illegible]

اعتراض ہوں انکا جواب ضروری ہے [illegible] ہے۔ سورۃ الفجر ۴۹ لیال عشر۔ حج کی دس راتیں

۵۰۔ والشفع والوتر جب انکو دکا لوگ جاتے ہیں ۵۱ والیل اذا یسر۔ عرفات کی رات سورۃ البلد

۵۱۔ وانت حل بهذا البلد۔ جبکو اس شہر میں [illegible] حلال سمجھیگا۔ ۵۲۔ ووالد وما ولد۔

بعض اپنے آپکو والد سمجھتے ہیں۔ بعض بچے مگر نبی کریم کے بچانے میں کوئی اشش نہیں کرتا۔

سورۃ الانشراح ۵۳۔ الم نشرح۔ غور کرو موسیٰ رب اشرح لی صدری کی دعا کرتے

ہیں۔ ادہر یہاں الم نشرح۔

سورۃ التین ۵۴۔ تین۔ زیتون۔ مر حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے تو تجلی الٰہی کی جگہ جبل طور

امین آپکے لئے۔ سورۃ القارعۃ

۵۵۔ اس میں [illegible] کی تشبیہ [illegible] کی جائیگا

العصر ۵۶۔ گھاٹے سے وہی بچا۔ جو چار خصلتیں رکھے (۱) ایمان (۲) عمل (۳) حق کہلاوے (۴)

صبر کرے اور کہلاوے۔ الفیل

۵۷۔ ابابیل۔ [illegible] ۸۔ ترجمہ [illegible] جانور [illegible] گوشت کو [illegible]

کرکھاتے ہیں۔ سورۃ القریش

۵۸۔ رحلۃ الشتاء والصیف۔ شتا میں یمن شام [illegible] صیف میں افریقہ ہندوستان

وغیرہ ۵۹۔ [illegible] کوثر ۶۰۔ کوثر [illegible]

[illegible]

[illegible] سورۃ الکافرون [illegible]

[illegible] سورۃ اخلاص

۶۲ هو الله احد [illegible]

رسیدات زر ۱۱ اگست

جناب ماسٹر محمد الدین صاحب

جناب سید قمر احمد صاحب

جناب قاضی عبدالخالق صاحب

۱۵ اگست

جناب محمد علی خان صاحب

۳۰ اگست

جناب الہی بخش صاحب

جناب خواجہ عبدالصمد صاحب

جناب عبدالرحمن صاحب

جناب رحیم بخش صاحب

محمد … سگنیلر

۲۶ اگست

جناب الہی بخش صاحب

جناب امیر الدین صاحب

۵ ستمبر

جناب منشی گلاب الدین صاحب

جناب رحیم بخش صاحب

جناب فیروز علی صاحب

جناب منشی گلاب الدین صاحب

جناب میر محمد حیات صاحب

سید دلاور علی صاحب

جناب عبدالحمید صاحب

نوٹس

جن خریداران تشحیذ نے سنہ ۱۳ء کا چندہ تاحال ادا نہیں کیا انکے نام ماہ اکتوبر کا پرچہ وی۔پی کیا جائیگا۔ جو صاحب وی پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں وہ مہربانی فرما کر پہلے اطلاع دیں اور وی پی واپس کر کے نقصان نہ پہنچائیں +

مینیجر

Digitized by Khilafat Library

یہ کیا ہے؟ اسکا نصف صفحہ کیوں خالی ہے؟

پڑھئے دیکھئے اس میں کیا ہے

سبب ہم صرف یہ بتلا دیتے ہیں کہ بچوں سے ضعیف تک کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سخت امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے

اسکے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہوسکتا

کیا ایک فہرست آپکی خدمت میں روانہ کرسکتا ہوں

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں مل سکتی ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

۱۹۱۳

بابت ماہ اکتوبر ۶

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح منع ہے	۴۸۹ - ۴۹۸	الحکم
امت محمدیہ میں نبوت	۴۹۹ - ۵۱۹	مولانا غلام حسن صاحب
ان ارید الا الاصلاح	۵۲۰ - ۵۲۶	غلام حسین شائق
سعادت مرئیہ	۵۲۷ - ۵۳۲	الحکم
فتوحات مسیح	۵۳۳ - ۵۳۹	

قیمت سالانہ

القرآن فی رمضان

تمام قرآن مجید کے تفسیری نوٹ فرمودہ حضرت امیر المومنین مولنا نور الدین ایدہ اللہ رب العالمین ایک سال میں چھاپ دئے گئے ہیں۔ اس مختصر سی تفسیر کی قیمت ایک روپیہ ہے مگر شائقین کے نئے خریدار و نکو جو دو روپے پیشگی جمع کرینگے بالکل مفت دی جاینگی جلد درخواستیں بھیجوائیں تھوڑی جلدیں موجود ہیں ۔

بقایا دار توجہ فرمائیں

اکثر احباب نے ابھی تک سال رواں کا چندہ نہیں دیا وی پی کے جا چکے ہیں وصول ہر کر شکریہ کا موقعہ دیں اور اگر وی پی نہ لے سکیں حالانکہ قبل ازیں بذریعہ کارڈ کے بھی اطلاع دیجا چکی ہو تو صحیح تاریخ مطلع فرمائیں جب قیمت بھیجینگے وہ امرا مہربانی فرما کر رسالہ کو نقصان پہنچائیں اور ہمارے دوست توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرمائیں

شرح اجرت اشتہارات

سال	چھ ماہ	تین ماہ
فی صفحہ	عہ ر	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]

اور ضمیمہ رسالہ کی تقطیع پر مطابق قواعد اکثر ... [illegible] ... کی تحریر ہوئی ۔ فیصدی کی اور
... [illegible] ... نیصدی ... [illegible] ... تعلقات ... تک
... [illegible] ... نوٹ اشتہار ... [illegible] ... منیجر کا اشتہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء

غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح منع ہے

خداتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہو فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ (اس سے بڑھکر ظالم کون ہو جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچائی کو جب اسکے پاس پہنچے جھٹلائے کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں) اسی مضمون کی ایک آیت سورۃ العنکبوت کے آخر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ حق کا کذب کا فرق کے مکذب کا ٹھکانا دوزخ ہو یہ حقیقت ہے جسے جناب الٰہی نے واضح فرمایا اور بتایا کہ اس سے بڑھکر ظالم کوئی نہیں جو مامور من اللہ کو نہ مانے اسکو جھٹلائے اور اسکی تکذیب کرے۔ اب ایسے لوگوں کیساتھ تعلقات کے بارے میں جو ارشاد ربانی ہے وہ بھی سن لیجئے فرماتا ہو۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔ جو ظالم ہیں

دیکھنا کہ وہ ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ آ پکڑے گی پھر نہ بچنے والے ہیں پھر چھوڑ جاؤ گے اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا والی نہیں۔ اگر عذاب آ گیا تو تمہیں کوئی مدد نہیں دیگا پس مومن کو چاہیئے کہ وہ حتی الوسع مغضوب علیھم کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات پیدا کرنے سے بچتا رہے سورہ مجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (تو کبھی ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے تعلقات رکھنے والے نہیں پائیگا جو اللہ اور اسکے بھیجے ہوئے کی مخالفت کرتے ہیں۔ گرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا انکے عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں پھر مثال دی کہ حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں نے کیسا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہدیا انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (ہم تم سے بیزار اور تمہارے معبود جو اللہ کے سوا ہیں ان سے بھی بیزار ہم تمہارے عقائد کے منکر ہوئے تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت قطعی دوامی طور پر ہو چکی جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ) غور کیجئے کیا جرأت ہے کیا دلیری ہے کیا ایمان ہے اپنے رشتہ داروں سے ذرا نہیں ڈرتے اور ڈرتے بھی کیوں وہ خدا کی پناہ میں آ چکے تھے رب الناس ملک الناس الہ الناس کی پناہ میں آنیوالوں کو کسی کی ایذا رسانی کا کیا خوف ہو سکتا ہے جب ایک معمولی حاکم کی پناہ میں آکر لوگ بہت نڈر ہو جاتے ہیں پھر اسکا نتیجہ وہ آج ہم بھی دیکھ لو کیا چند رشتہ داروں سے قطع تعلق کرکے حضرت ابراہیم گھاٹے میں رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ آج دنیا جہان کے لوگوں کا اکثر حصہ انکا نام عزت و تعظیم سے لیتا ہے مسلمان تو ہیں ہی عیسائی بھی انکی بزرگی کے قائل یہودی بھی انکی عظمت ماننے والے پارسی بھی صابی بھی غرض دنیا کی قوموں کا بہت سا

حصہ انکی اولاد نے متبع ہونے پر فخر کرتا ہے کس بات کا اجر انکو صرف اسلئے کہ انہوں نے اللہ
اور اسکے دین کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا اور خدا بھی انکی پرواہ نہ کی۔ پس ہے کوئی اے میری
جماعت کے افراد تم میں سے جس سے امید کرتا ہوں سب ہیں جو اس ابراہیم ثانی کا ساتھی
بنے۔ اس نے خود بھی یہ نمونہ دکھا دیا۔ اپنے ذی وجاہت رشتہ داروں کو چھوڑا۔ اپنی بیوی اور
بچوں کو بھی اپنے مولیٰ کے لئے چھوڑا۔ خدا نے اسے اس سے بہتر اولاد بہتر بیوی بہتر اقربا
عطا فرمائے۔ خدا کے انعام کسی خاص قوم سے مخصوص کسی فرد پر محدود نہیں۔ اب جو اسکی
خاطر کچھ چھوڑیگا اس سے دوگنا پائیگا اور تاریخ ہر زمانے میں اسکے نمونے پیش کرتی آئی ہے
وہ لوگ جو دوسروں سے اسواسطے تعلقات پیدا کرتے ہیں کہ ہم انکے شر سے محفوظ رہ
سکیں اور کچھ فائدہ اٹھائیں وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ
منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین (ع) جو کوئی تم میں سے تولی کریگا
وہ انہی کفار کے زمرے میں محسوب ہوگا۔ خدا ظالموں کی قوم کو مراد مند نہیں کرتا۔ پھر
ارشاد کرتا ہے۔ فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون
نخشی ان تصیبنا دائرۃ فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ
فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین۔ جن لوگوں کے دلوں میں
مرض ہے وہ کفار کی صحبت میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ گردش
روزگار کہ ہم مشکلات میں نہ پڑ جائیں۔ عنقریب اللہ فتح ظہور میں لائیگا یا کوئی اور امر اپنی جناب
سے تو پھر وہ نادم ہونگے (سو اے میرے پیارے دوستو! اور عزیز بھائیو قبل اسکے کہ
یہ ندامت تمہیں پہنچے۔ اپنے آپکو ان حق کے دشمنوں سے الگ کرو۔ دیکھو تمہارا امام تم پر
کسقدر مہربان تھا اسنے ایسے حکم دیئے کہ انپر چلنے سے تمہارے تعلقات قائم ہی نہیں رہ
سکتے بھلا جس کے ساتھ تم نماز پڑھنے کے روادار نہ ہوگے۔ اسکے ساتھ اور تعلقات
یگانگت کیا پیدا کر سکوگے اور کب گوارا کر سکتے ہو کہ اپنے جگر گوشہ کو اسکے حوالے کر دو۔

کوئی نہیں چاہتا کہ اپنی اولاد کو جلتے ہوئے تنور میں ڈالے۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ من العلم
کا فتویٰ پڑھتے ہوئے کوئی احمدی اپنی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی کو دے سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسا
آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ میری لڑکی سکھ نہ پائے دین الٰہی سے جاہل رہ جائے میں تو خیال کرتا
ہوں ہرگز نہیں اپنی خالص دودھ کو پھٹے ہوئے دودھ میں ملا کر مکھن کی امید رکھنا باطل ہے
یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ حضرت امام صادق فرماتا ہے

"یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے
حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں
حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کو ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے
تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ
گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے
تعلق نہیں رکھ سکتی۔ اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے"

اس حکم کو پڑھ کر وہ جو خشیت الٰہی رکھتا ہے وہ جو تقویٰ کو مدار نجات سمجھتا ہے وہ جو مسیح موعود
کے اس الہام کو ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کو سچا جانتا ہے وہ جو مسیح
کی اطاعت میں اللہ اور اسکے رسول کریم کی اطاعت مانتا ہے وہ جو آخرت میں پہنچ کر جنت میں بنانا
چاہتا ہے وہ جو دنیا میں بھی عزت و آرام اور سکھ اور چین سے بیٹھنے کی آرزو رکھتا ہے کانپ
جائیگا۔ اور تخشع قلوبھم لذکر اللہ کا مصداق ہو کر روتے ہوئے عہد کرے گا کہ میں
جیسے غیر احمدی کی امامت میں نماز نہیں پڑھتا۔ اسی طرح اپنی لڑکی کا رشتہ کسی غیر احمدی
کو نہیں دونگا کیونکہ وہ فرما چکے ہے

"جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلی
ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو
کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر

نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہو وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ جو شخص مجھ کو
دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے
پس جان لو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔
عزت سے نہیں دیکھتا اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں۔

کیا تم خدا تعالیٰ سے دل سے مسیح موعود کو نہیں؟ تو میں یقین کرتا ہوں کہ دل سے مانتے ہو۔ پھر
یہ کمزوری کیوں ہے یہ خود پسندی اور خود اختیاری کیوں ہو اور کیوں ہم شی کی کڑیاں دکھتے
ہو اور پھر دکھ اٹھاتے ہیں میرے پاس ایک بھائی نے متواتر خطوط لکھے کہ میری لڑکی
سخت مصیبت میں مبتلا ہے مقدمات قائم ہیں خدا کے لئے دعا کرو اور کراؤ میں بہت
حیران ہوا کہ ایک احمدی لڑکی کو احمدی کے ہاں تکلیف کیسی آخر معلوم ہوا کہ غیر سے ایک
غیر احمدی کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ اور اب اسکا خمیازہ اٹھا رہے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں
اس بارے میں قانون مدد نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو کون جانتا ہے کہ میری کی پیشی عدالتوں
میں پھرنے سے صبر و شکر کر کے بیٹھ رہنا ہی ہوتا ہے کہ اگر احمدی خاوند ہو
تو جب تک وہ احمدی ہے اپنے امام کا فرمانبردار ہے وہ فوراً اپنے مذہبی رنگ میں تعلقات
کو خوشگوار کرنے یا پھر قصہ پاک کر دینے کی ہدایت کر سکتا ہے لیکن جہاں خاوند امام کی
ماتحت نہیں اس کو طلاق بھی لینا ہے تو کیونکر اسلئے ضروری ہے کہ تم سوچ سمجھ کر رشتہ
کیا کریں۔ ایک اور مصیبت ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے رشتہ لینے کی خاطر اپنے
لڑکے سے پیسے کا ایک کارڈ لکھوا دیتے ہیں کہ ہماری بیعت کر لو پھر نکاح ہو جاتا ہے اور وہ
وہی کورے کے کورے نہ دین سے سلام ہے غرض نہ انکے احکام کی تعمیل ہے نہ احمدیوں
سے کچھ ملاپ کیا ایک کارڈ لکھ دینے سے کوئی سچا احمدی بن جاتا ہے احمدی ہونا تو بڑی
ذمہ داری کا کام ہے اسکے لئے ایک ابتلاء کا ایک امتحان مسیح نے لکھا تھا جو اپنی صلیب اپنے کندھے
پر رکھکر میرے پیچھے نہیں چلتا وہ میرا نہیں اسکے معنے انہوں نے تو چاندی کی ایک صلیب بنا لئے گئے

ہیں۔ مگر اہل عرفان جانتے ہیں مسیح کا کیا مطلب تھا۔ اسی طرح مسیح محمدی کے اتباع کا دعویٰ کوئی
آسان امر نہیں۔ وہ جو اپنے خویش و اقارب اپنے احباب اپنے وطن اپنی آمدنی اپنے مال یعنی
دولت کو اپنی محبوب سے محبوب چیز کو چھوڑ دینے اور محض خدا کے لئے اسکے نام پر قربان کر
دینے کا عزم بالجزم نہیں کرلیتا۔ وہ احمدی نہیں ہو سکتا۔ وہ جو اپنے نازک پاؤں کو کانٹوں
پر رکھنے کے لئے رضامند نہیں ہوتا جو گالیاں سن سن کر دعائیں دینے کا عادی نہیں۔ وہ
کیا احمدی ہوگا۔ احمدی وہی ہے جو دنیا سے منہ موڑ کر غیر خدا کے سب پیوند توڑ کر خدا کا ہو گیا
دنیا کی عزت دنیا کے احترام دنیا کے مال دنیا کے جاہ و جلال کی اسکی نظروں میں ایک پر پشہ
کے برابر بھی قدر نہ ہو۔ وہ احمدی ہے شاید کوئی کہے ایسا کون ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں
ہو سکنے کیا معنے ہیں اور ہونگے اور ضرور ہونگے تم بھی ہمت کرو۔ اور ان لوگوں میں کر
بن جاؤ جو اپنے امام ہمام کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں

چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکی روز افزوں عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد
میں بہت ترقی ہو رہی ہے۔ اور اب ہزاروں تک۔ اسکی نوبت پہنچ گئی اور قریب بفضلہ
تعالیٰ لاکھوں تک پہنچنے والی ہے[1] اسلئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ انکے باہمی اتحاد
بڑھانے کے لئے اور نیز انکو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کیلئے
لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو
ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل
اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے نئے
رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اسی جماعت میں داخل نہ ہوں
اور اب یہ جماعت کسی بات میں انکی محتاج نہیں۔ مال میں، دولت میں، علم میں،
فضیلت میں، خاندان میں، پرہیزگاری میں، خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے
اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت

[1] الحمدللہ کہ یہ پیشگوئی اور پوری ہوئی [illegible] لاکھوں تک [illegible]
پیشگوئی ۱۲

میں لئے جاتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثناخواں اور تابع ہوں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑیگا۔ اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم سے نہیں — سو تمام جماعت توجہ سے سن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے

اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم خدا کی رضا کے حصول کے لئے یہ قدم اٹھاؤ گے تو وہ چند ماہ میں ... [illegible] ... تمہارے لئے کوئی مشکل باقی نہیں رہے گی ... قوم کی تعداد خدا کے فضل سے ... [illegible] ... ہر قسم کے رشتے ... مل سکتے ہیں صرف ایک ... [illegible] ... ہر ضلع میں ایک رجسٹر ہونا چاہئے جس میں لڑکے لڑکیوں کے ... [illegible] ... حالات کے ہوں ... [illegible] ... رشتوں کے ماتحت ہوں پھر ... [illegible] ... ہماری قوم پر ... [illegible] ... گھر رشتوں ... [illegible] ... کے متعلق عورتوں کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے ... [illegible] ... خود رشتوں کو ... [illegible] ... ایک عورت کے ... [illegible] ... زندگی کی مشکلات ... [illegible] ... جو لوگ ان رشتوں کے معاملہ میں احتیاط نہیں کرتے وہ خدا کے ... [illegible] ... کی مخالفت کے مرتکب ہیں ... [illegible] ... غیر احمدی کو لڑکی ... [illegible] ... [illegible] ... احمدی ... [illegible] ... صورت میں ایسا ہونا ... [illegible]

یقینی تھا۔ امام علیہ السلام نے بارہا ایسے فتوے دئے ہیں کہ غیر احمدی سے رشتہ منع ہے
چنانچہ بدر نمبر ۳ جلد ۷ مطبوعہ ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم اول
ایک شخص کی دعوت ... سوال کہ میری ہمشیرہ کی منگنی مدت سے ایک غیر احمدی کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اب اس کو قائم رکھنا چاہئے یا نہیں؟
حضرت نے فرمایا۔ ناجائز وعدہ کو توڑ دینا اور اصلاح کرنا ضروری ہے الخ۔ اسی طرح بدر نمبر ۲۴ جلد ۶ مطبوعہ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم اول میں ہے
سوال پیش ہوا کہ ایک احمدی لڑکی ہے جس کے والدین غیر احمدی ہیں۔ والدین اس کے ایک غیر احمدی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے۔ اور لڑکی ایک احمدی کے ساتھ نکاح چاہتی تھی۔ والدین نے اصرار کیا مگر اس کی اس اختلاف میں بائیس سال تک پہنچ گئی عمر اس نے تنگ آکر والدین کی اجازت کے بغیر ایک احمدی سے نکاح کر لیا۔ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ نکاح جائز ہو گیا۔
ان صریح حکموں کے بعد جن میں والدین کی اجازت کے بغیر بھی بالغ لڑکی کا احمدی سے نکاح جائز ہے۔ اگر کوئی احمدی سستی یا بے پروائی سے کام لے تو مجھے اس کی احمدیت پر تعجب ہے۔ کہ کسی طرح رشتہ داروں کو نہیں چھوڑ سکتے بہت ہی قابل افسوس ہے۔ اور ایسے لوگ یاد رکھیں کہ وہ جس سکھ کی امید پر اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ سکھ کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے اگر کسی نے سکھ حاصل کیا ہو تو ضرور مجھے لکھو کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا اور اس کے فرستادہ کی خلاف ورزی کر کے اور ایسے فعل کا مرتکب ہو کر جس سے قومیت باطل ہو کوئی آدمی سکھ نہیں پا سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو جب پوچھا گیا۔ آپ نے یہی فرمایا۔ اور اس اشتہار کا حوالہ دیا۔ جو حضرت اقدس شائع کر چکے ہیں دیکھو الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱ صفحہ ۲ کالم ۲ مطبوعہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء پھر وہ واقعہ تو ابھی تازہ ہے
کہ جناب امیر المومنین نے ایک احمدی کو جس نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو نکاح کر دی تھی

حصہ ملامت نماز سے معزول خلیفہ اور ارشاد کی کو وہ نہیں جانتا ایسی باتوں سے تو بیعت
باطل ہوتی ہے اور حضرت صاحب کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ وہ احمدی کیسے ہے کہ اپنی لڑکی
بیعت دی جو ایک غیر احمدی کی ہے پس میں اپنے معزز بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں
کہ وہ پختہ عہد کریں کہ اپنے رشتے احمدیوں تک رکھیں گے اور ان لوگوں سے بھی بچیں گے جو صرف
نام لینے کے لئے بیعت کا خط لکھ دیتے ہیں مگر عملی طور پر اس میں کوئی معروفیت نہیں رکھتے
مجھے اپنے ایک مہربان کا طرز عمل بہت پسند آیا جنھوں نے اپنے آئندہ داماد کے قبل از فیصلہ
ناطہ یہ سوال کئے کہ وہ کب سے بیعت میں ہے۔ اتنے عرصہ میں کتنی بار قادیان تشریف لائے ہیں
سلسلہ کی خدمات میں کس قدر چندہ دیتے ہیں جہاں رہتے ہیں وہاں تبلیغ میں کیا کوشش کی ہے
وغیرہ ذالک۔ دراصل ایسے سوالات سے اسکے ایمان اور عملی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی
واضح ہے کہ یہ حکم کوئی نیا حکم نہیں بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے وقت
میں یہی حکم دیا تھا اور اسوقت کے ضعیف مسلمانوں نے اسپر عمل کیا۔ اور انہوں نے اپنی امتوں کے
لئے بہترین نمونہ چھوڑا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ بھی وہی نمونہ دکھلائیں۔ اور آنیوالی نسلیں
ہمارا اتباع کریں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارا غلط طرز عمل دیکھکر اسے سند قرار دے لیں۔ اور ہم لیحملن
اثقالہم واثقالا مع اثقالہم کے مصداق ہوں۔ اسوقت جو مسیح موعود کو نہیں
مانتے انکی پوزیشن ماننے والوں کے مقابلہ میں وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے
وقت کے مقابل میں نہ ماننے والوں کی یا مسیح ابن مریم علیہ السلام کو ماننے والوں کے سامنے نہ ماننے والوں
کی تھی۔ پس وہی احکام اب بھی نافذ ہوں گے چنانچہ ہوئے اب ضرورت ہے آمنا وصدقنا
سمعنا واطعنا کہنے والوں کی جو میں امید کرتا ہوں کہ احمدی جماعت میں بہت ہیں اور بہت
سے اور نکلیں گے۔ احمدی جماعت یاد رکھے کہ وہ ایک نبی کی جماعت ہے اور نبی نے اپنی جماعت
کو وامتازوا الیوم ایها المجرمون کے ماتحت الگ رکھا ہے۔ اور دوسروں میں جذب
ہونے سے بچایا۔ حضرت موسیٰ تو اپنی قوم کو وہاں سے لیکر ہجرت ہی کر گئے کیونکہ وہ جانتے

تھے کہ ان میں ہرگز کوئی دین سلامت نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ہر مومن کو چاہیئے کہ منکروں سے اپنے آپ کو الگ رکھے اور ان میں جذب ہونے سے بچا رہے تا خود انہیں اپنے اندر جذب کر سکے۔ اسی تبلیغ فرض ہے۔ میں اس مضمون کو خدا کے آستانہ پر التجا سے پیش کرتا ہوا ختم کرتا اور دعا گو ہوں کہ الٰہی ان شکلوں میں میری کیا ہیں۔ امام صادق کی تڑپ جو اس حکم کے نفاذ سے متعلق تھی۔ ڈال دے اور ایسے دل دے جو اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح عمل کرنے والے ہوں۔ اللھم آمین

نغمۂ دلفروز

آہو فسوں بہا نشتر خو چشم فتاں ہیں
الجھا دی کہیں آگ نہ اس چن گلشن میں

پنجاب میں اب بھی نہیں ملتی شبیہ
پیدا ہو مجھے بیر فنا اپنے وطن میں

احمد کے گلزار کا بلبل ہے طریقت
کس طرح سے گھبراؤں الجھا ہے چمن میں

عیسیٰ دم آ کہ تو مجھے جلوہ دکھا دے
میت بھی تڑپتی ہے تیرے گور و کفن میں

اس سرو پہ ہوں قربان جو چمکا ہو نور کے
اس دل پہ تصدق ہو جسے تیری لگن ہیں

اے ہو کہ ہم ہم بھی تو دیکھیں تری تیرہ
دکھلائے بہاریں وہ جو بھی کھلی ہیں چمن میں

یارب یہی میری تمنا کہ دم مرگ
جلوہ ہو ترا آنکھوں میں مجھ ہو زباں میں

منظور ہوں میں محبت احمد کی بدولت
ہو لطف نہ تو اور مرے شعر و سخن میں

منظور احمد مجیدی

نالۂ جانسوز

مرض کو جاں گداز بتلاتے ہم سکھا چپ سا
اور ابھی دل الٹی میں وہ نہیں جتنی

عجیب بیگم کو ! ہر ایک مجھ سے ہے جدا نہیں
کسی سے بھی تو مری ہے خدا نہیں جتنی

یہ رنج جتنی ہے غم جتنی وہ جتنی ہے
پہ میری آہ اک آہ رسا نہیں جتنی

مری امید بھی مجھکو تو ناامیدی کر
حیات جتنی ہے ظالم قضا نہیں جتنی

منظور احمد

امت محمدیہ میں نبوت

رقم زدہ مولانا محمد احسن صاحب فاضل امروہی

تصدیق المسیح

قولہٗ۔ احمدی لٹریچر میں غیر تشریعی نبوت کا بھی ایک نیا مسئلہ ایجاد ہوا ہے الخ

اقول۔ اے حضرت یہ نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ قدیم الایام سے چلا آتا ہے اور بیشک شریعت اسلام میں تا روز قیامت تک رہیگا جس کی مختصر بیان یہ ہے کہ حدیث متفق علیہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ اب آپ غور فرماویں کہ اس حدیث میں نفی اور اثبات کیساتھ نبوت مبشرات کی ثابت کی گئی ہے جس سے ثبوت قطعی طور پر ہو جاتا ہے ورنہ لا الٰہ الا اللہ میں ثبوت قطعی طور پر نہ ہو سکیگا وھو باطل۔ اول تو اس حدیث میں استثناء متصل موجود ہے جس کے لئے حرف الا کے حقیقی معنے استثناء متصل ہی کے ہوا کرتے ہیں نہ منقطع کے اور ثانیاً یہ کہ مبشرات کی خبر جو دیجاوے گی تو کیا حضرت دی جاویگی ورنہ روایات سے۔ نعوذ باللہ منہ پس مبشرات کی پیشگوئیاں واسطے ہمیشہ اسلام کے نبوت کے ہی ذریعہ سے دیجاویگی اور یہی نبوت غیر تشریعی ہے یا نبوت جزوی دوسرے لفظوں میں کہو قرآن مجید کی متعدد آیات اس نبوت جزوی مبشرات کو قطعی طور پر ثابت کر رہی ہیں مثلاً دیکھو آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون نزلا من غفور رحیم۔ وغیر ذلک من الآیات۔ ثالثاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء گزرے وہ تمام اس نبوت مبشرات کے ساتھ

لہ اس الزام سے غیر مشتمل میں پیغام صلح صاحب نے اپنے مضمون میں بعد آنحضرت صلعم کے کسی نبی کے آنے [illegible] [illegible]
[illegible]

ممتاز کئے گئے کیونکہ نبوت الہام کی بنی اسرائیل میں تورات پر ختم ہوگئی تھی۔ دیکھو آیت انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتب اللہ وکانوا علیہ شھداء فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ خلاصہ حدیث مذکور یہ ہے کہ نبوت الہام فرائض و واجبات حلال و حرام وغیرہ کی اتنی نہیں ہی لیکن دین سلام کی تائید کے لئے نبوت بشارت کی قدیم الہام سے ابتک جاری ہے صدق رسول کریم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اس حدیث میں مشبہ مشبہ بہ سے بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ جیسے کہ تمام مصنفا تو درود شریف میں کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء پر نہایت درجہ کی فضیلت حاصل ہے دیکھو اسکی تفصیل علم دیا نات میں پھر دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۲ ما من نبی کان له نظیر من امتی ابن عساکر عن انس یہ حدیث مرسل ہو گئے رہے منذرات انکی نبوت کو اس حدیث میں کیوں بیان نہیں فرمایا گیا کہ ختم منذرات بیان فرمانا ہے وہ صرف مخالفین دین اسلام کے لئے ہوتے ہیں اور دشمنوں اعداء اللہ کے لئے جو منذرات ہوتے ہیں وہ مومنین کے لئے مبشرات میں داخل ہیں اسلئے منذرات کا ذکر اس حدیث میں منسوخ نہیں کیا گیا ھذہ نکتۃ جلیلۃ لا یعقلھا الا العالمون۔ اس تذکرہ کے ذیل میں مرزا صاحب نے ایک حدیث کا ترجمہ غلط رہو کر کے تحریف ہو اسلئے ہم اصل حدیث کے الفاظ لکھتے ہیں اور جو تحریف اسکے ترجمہ میں کی گئی ہے اسکو فرع تحریر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ والحدیث ھذا قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم انتہی۔ اس حدیث میں الا فقد تسوم

ملہ معلوم ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید تو تمام انبیاء سے افضل ہو اور پیغمبر جس کا مسکن افضل ہو وہ بھی افضل ہو … بڑا درجہ ہے مگر … انبیاء میں +

بوجہ اس کے ثبت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سیاست کرنیوالے بھی گذرے ہیں یعنی جماعت انبیاء وریت پروری
سلطنت سیر کی اور مصلحین بحیثیت بزور سلطنت ہوئے ہیں جیسے کہ نے وحدت قہری ضروری
ہے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے ای تتولی امورھم کما الامراء والولاۃ بالرعیۃ والسیاسۃ
القیام علی الشئی بما اصلحہ ان الفاظ حدیث سے بقرینہ سیاق و سباق تو یہ معلوم ہوا کہ بنی
امت میں میرے بعد سیاست کرنیوالے نبی نہیں آئینگے چنانچہ اسی امت محمدیہ میں ایسا ہی کچھ واقع
ہوا کہ کوئی سلطان اس امت میں نبی ہوا نہیں گر بادشاہت کو تو نبی نہیں ہوئی دیکھو زمانہ خلافت
راشدہ تک بجز جناب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ صاحب کا زمانہ خلافت
اختلاف وغیرہ بنی عباس اور بنی امیہ کے زمانہ خلافت پر نظر ڈالو کر کتنے کثرت کے ساتھ خلفاء کو
مصلحین محبت ہوئے اور بعض ان میں سے جابر و قاہر بلکہ ظالم بھی ہوئے یہ حدیث اسی خلافت
کی طرف منظر ہے کہ ان میں باوجود مصلحین ہونیکے کوئی خلیفہ نبی نہیں ہوا یہ پیشگوئی کس قدر
صداقت کیساتھ پوری ہوئی بخلاف بنی اسرائیل کے کہ ان میں بادشاہ ہوکر بھی نبی ہوئے ہیں
جیسے کہ حضرت داؤد و حضرت سلیمان وغیرہم ہاں سلاطین و خلفاء کے علاوہ صاحب الہام نبی
اور اولیاء علیہم اس امت میں کثرت سے واقع ہوئے گو انہوں نے کسی مصلحت سے دعوے
نبوت کیا ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو اس دعوے کا حکم نہ ہو پھر دیکھو کہ دعوے کر سکتے تھے
بخلاف مسیح موعود کے پس بقرینہ سیاق و سباق کے ثابت ہوا کہ نفی اس نبی کی ہے جو سلطان
ہوکر آوے نہ اس نبی کی جو ولایت کاملہ سے سرفراز ہوکر اس امت میں آئے چنانچہ صاحب بیت
مبین اس امت میں کثرت سے پیدا ہوئے جن کی وحدت ارادی تھی نہ قہری ثانیاً انکے الفاظ
حدیث کے یہ ہیں قالوا فما تامرنا یا قریش اس میں کہا ہے کہ خلفاء اور سلاطین چونکہ جابر و ظالم
اور ناحق کے بھی ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ انکی وحدت قہری ہوتی ہے اگر وہ کوئی امر جبریہ
کرانا چاہیں تو ہم کیا کریں اسکا جواب نبی کریم نے یہ فرمایا کہ فوا ببیعۃ الاول فالاول یعنے
خلیفہ اول کی بیعت صحیح ہے اور ہوتے بیعت اول کے دوسرے خلیفہ کی بیعت باطل ہے

حاشیہ بخاری میں لکھا ہے قال فی امر من الوفاء والمعنی اذا بویع الخلیفۃ بعد
خلیفۃ فبیعۃ الاول صحیحۃ یجب الوفاء بہا وبیعۃ الثانی باطلۃ۔ یہ پیشگوئی
اسی طرح پر واقعہ بھی ہوگئی کیونکہ اس امت میں صاحب جبروت و سلطنت کوئی نبی نہیں ہوا
جسکی نسبت قہری ہوتی ہے بلکہ اولیا صاحب وراثت علم ہوئے حتی کہ آخری خلیفہ بھی
مثیل عیسیٰ ہوکر ہی آیا جیسا کہ حدیث صحیح میں اسکو نبی فرمایا گیا جسکی وحدت ارادی ہے۔ نہ
قہری اور اولیاء اللہ کا صاحب الہام اور صاحب وحی ہونا مخالفین کو بھی تسلیم ہے اور
جس نبی کو کثرت کے ساتھ امارات ہوتے ہوں وہی جزوی نبی ہے پس اس حدیث میں
جس نبی کی نفی فرمائی گئی ہے بقرینہ سیاق و سباق کے صاحب سلطنت نبی کی نفی ہے نہ صاحب
وراثت کی اور اگر فقرہ حدیث کو کان اللہ [illegible] الخ اس سے یہ بات بھی جاتی ہے کہ
خلفاء اور سلاطین مصلحین امت کے بسبب نبی نہ ہونے کے کسی قدر مظالم کے بھی مرتکب ہونگے
اسلئے ان سے موافقت اور مطالبہ بھی کیا جاویگا۔ ان الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسیح کا
اس امت میں آنا ہرگز ایسے مہدی کے ساتھ نہ ہوگا جو صاحب جبروت اور سلطنت یا خونریز
ہو ہاں اس بات کا [illegible] نہیں کہ کسی دوسرے ملک میں بمقابلہ کفار مخالفین کے جو حیثیت
اسلام کے مسلمانوں پر ظالم ہوں کوئی سلطان مسلمانوں کی امداد کرکے انکے ظلم و تعدی سے ان کو
نجات دیوے اور اس حیثیت سے وہ بھی خلیفہ اسلام کہلائے مگر وہ خلیفہ مسیح موعود کی مخالف
نہیں ہو سکتا ہاں اس حیثیت کا شید اسلام کے اسکو بھی مہدی کہہ سکتے ہیں ورنہ کامل مہدی
مسیح موعود ہی ہے لا مہدی الا عیسیٰ اسی کی طرف اشارہ ہے اور قصہ [illegible]
قرآن مجید کا جو شمویل نبی کے وقت میں طالوت کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ مقرر فرمایا اس
سے بھی امکان ہوتا اس امر کا ثابت ہوتا ہے کہ باوجود موجود ہونے نبی کے امت محمدیہ میں
بھی کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے جس کے امارت قہری ہو لیکن جیسا کہ حق الطریق [illegible] مرحوم [illegible]
سرانکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت میں یہ امر مقرر ہو چکا تھا کہ اس دین حقہ کی حقیت

کو نشانات آسمانی اور زمینی اور روحانی سے کل عالم پر واضح فرمائے اور معترض کے اس قسم
کے اعتراضات کو کہ دین اسلام طاقت سیفی سے شائع ہوا ہے نہ وحدت ارادی سے دفع کر دیوے اگرچہ
کوئی نبی خصوصاً مسیح موعود خلیفہ آخری طاقت سیفی کیساتھ آتا یا مہدی خونی کے ساتھ ہوتا تو وہ
اعتراض رفع نہ ہوتا کیونکہ بعثت وحدت قہری کے اتفاق کے طور پر بھی اکثر اشخاص کسی مذہب کے
معتقد ظاہری ہو جاتے ہیں اسلئے مسیح موعود کو بھی وحدت قہری کے ساتھ مبعوث نہیں کیا
اور مہدی صاحب جبروت کیساتھ نہ آیا بلکہ وہ خود ہی مہدی ہے اور خود ہی مسیح اور نبی ہے
یہاں سے اول حدیثوں میں بھی تطبیق حاصل ہو گئی جن میں بعض صفات کو مہدی کی طرف
منسوب کیا گیا ہے پھر انہیں صفات کو مسیح کے ساتھ منسوب کیا ہے اگر وہ صاحب ایسی حدیثوں
کے الفاظ ہم سے طلب کرینگے تو ہم انشاء اللہ پیش کر دینگے اور یہ امر ابن ماجہ کی حدیثوں کے الفاظ میں
آیا ہے کہ انکے انفاس متبرکہ یعنی انکی دعاؤں مباہلہ اور حجج بینہ اور براہین سے اور دلائل واہرہ
سے مخالف ہلاک ہونگے اور جملہ مذاہب باطلہ بھی ہلاک ہو جاوینگے مسئلہ نبوت غیر تشریعی اور نبوت
غیر تشریعی کا ہرگز ہرگز جدید مسئلہ نہیں۔ تمام قرآن مجید اور احادیث میں اسکی شہادت ملتی ہے حضرت
موسیٰ صاحب شریعت کے بعد جسقدر انبیاء ہوئے وہ غیر شارع ہی تھے پھر دیکھو آیت خاتم
النبیین کی تفسیر کرو اور ہمارے رسالہ ضروری و مختصر رسالہ نبی اللہ کو اگر نظر انصاف سے مطالعہ
کرو گے تو مطلع صاف ہو جاویگا اعتراض [illegible] دانی ہے [illegible] ہے اور پھر ہم دریافت
کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ تمہارے عقیدہ کے موافق آئینگے اور جو کہ وہ نبی ہیں لیکن غیر تشریعی نبوت
کے ہی آئینگے کیونکہ نبوت سے معزول ہونا تو کہیں سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ وجیہا فی الدنیا
والآخرۃ موجود ہے پھر بھی غیر تشریعی نبوت تو ثابت ہو گئی ھاتوا جوابکم فھو جوابنا
نمبر ضمن (ب) دوسری حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل
رجل بنی بیتا   واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس

یطوفون بہ فیعجبون لہ و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ
وانا خاتم النبیین۔ رواہ بخاری اس حدیث میں لفظ من قبلی کا موجود ہے جس سے
بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انبیاء ماقبل میں سے ہر ایک
نبی کی بعثت ختم ہو گئی۔ اور اب ان میں سے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور اسکے مقتضائے مفہوم مخالف
سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تائید دین اسلام کے لئے امتی نبی
آتے رہینگے اگر کوئی کہے کہ بعض روایت میں لفظ من قبلی کا موجود نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں
کہ مطلق سے مراد یہی مقید ہوگا کہ جس کی قید دوسری جگہ سے ثابت ہو چکی ہو اور بموجب
اس حدیث صحیح کے معنی خاتم النبیین کے معنی بھی جو بکسر تاء قراءت آئے ہیں یہی ہیں
کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے اب کوئی نبی بعد آنحضرت صلعم کے نہیں آ سکتا کیونکہ میں ان کا
ختم کرنیوالا ہوں بلکہ آپ کے فرزند روحانی امت میں سے ہی آئینگے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین
والصدیقین و الشھداء والصالحین۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ کی امت کے علماء
اور افراد کو وہ فضیلت حاصل ہو کہ وہ علماء تو کانبیاء بنی اسرائیل ہیں اور جو امتی نبی
طفیلی ہو کر آئینگے وہ انبیائے بنی اسرائیل سے بھی بڑھکر ہونگے کیونکہ جب علمائے امت انبیاء
کی مانند ہونے تو انبیائے امت مرحومہ بنی اسرائیل کے انبیاء سے فضیلت میں بڑھکر ہونے
چاہئیں پھر یہ آیت بھی اس فضیلت کی تائید کرتی ہو کہ ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکۃ
فی الارض یخلفون سچ فرمایا حضرت باری اللہ نے شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو ۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور نبوت کی اگر تحقیق دیکھنی ہو تو دیکھو ہمارا رسالہ ستہ ضروری کہ جس اس حدیث نے بھی مخالفین
کے مزعوم کو بالکل باطل کر دیا شعر من ادعم انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا آخر وہ ہر ضمن (الخ)
اس مضمون میں مرزا صاحب نے تیس جالوں کی حدیث بھی لکھی ہے جس کا جواب متعدد

رسالوں میں دیا جا چکا ہے یہاں پر ہم مختصر یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ ہاں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بمقابل حضرت سید المرسلین کے دجال ایک بہت ہوئے ہیں اور غالباً تیس پر بھی منحصر نہیں تیس سے بھی بہت زیادہ گزر چکے ہیں اور دوسری صورتوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی مسیلمہ کذاب وغیرہ پیدا ہوگئے تھے مگر منافقین اسلام تو خود نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کو بھی کذاب دجال ہی سمجھتے ہیں نعوذ باللہ منہ پھر اب یہ غور کرنا چاہیے کہ ان کا ثبات میں حق و باطل میں کیا فرق ہو۔ علاوہ میرزا صاحب الاقبال کے ایک اور الامتیاز بھی واقع ہوا کہ ایک دوسرے جھوٹے دعویٰ کو ایک کلمہ طیبہ بھی جسکو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها یعنی ثابت و قائم رہا کیونکہ تمام دنیا میں اشہد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله جو آپ کا جاری ہے سے کس قدر شکن فی العالم ہو پانچوں وقت اذانوں میں باواز بلند تمام دنیا میں پکارا جاتا ہے اور پھر اسکے ثمرات قرب الٰہی اور الہامات منجانب اللہ حاصل ہوتے رہتے ہیں اور مسیلمہ کذاب وغیرہ کا نام بلکہ کلمہ بھی معدوم کیا گیا ہے **شعر**

بو مسیلم را لقب کذاب ماند ✦ مر محمد را اولو الالباب ماند

کا فرمان حق و دشمن ترقی نہ رہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے لئے وہ مثل کلمہ خبیثہ کشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار۔ کسی کی سکندری میں بھی اس ما بہ الامتیاز کے نشانات بقدر کثرت و کثرت کے ساتھ ظاہر ہو چکے۔ جہاں چند سطروں میں انکے لکھنے کی گنجائش نہیں مگر چونکہ مولوی صاحب نے قریب دو سو دجال پاک کرکے حقیقۃ الوحی میں لکھے ہوئے موجود ہیں اور بہت سے نہیں لکھے گئے جو اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار کے کامل مصداق ہو گئے اور باقی جو موجود ہیں اگر توبہ نہیں کریں گے تو وہ بھی انہی میں مرکر شامل ہو جاوینگے کسی

دوسرے اپنی حیات ہی میں وہ مبتلا ہو گئے۔ لیکن یہاں نہ صرف یہی نہیں ہے بلکہ یہ ہو جاتی ہے اسکے نام روڈ کبھی تو عصائے موسیٰ والا الٰہی بخش اکونٹنٹ اور کبھی تو چراغ دین جمونی وغیرہ وغیرہ اور کبھی پنڈت لیکھرام اور آتھم اور ڈوئی وغیرہ وغیرہ جو بموجب الہامات شائع شدہ کے ہلاک و برباد ہو گئے اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی وفات شریف بموجب الہامات و بشارات شائع شدہ کے واقع ہوئی۔ دیکھو رسالہ حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء وغیرہ وغیرہ اور آپکا سلسلہ احمدیہ حقہ وقتاً فوقتاً روز افزوں ترقی پذیر ہے کما فی الالہام۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک ۔ ایڈیٹر صاحب ترجمہ حدیث دوسرا جلد میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا باقی ترجمہ بوجہ طوالت نظر انداز کر کے صرف مطلوبہ حصہ تحریر کیا گیا ہو ایسا ناظرین ایڈیٹر صاحب نے جو پہلے چوتھے میں انکار امام پر انحصار حدیث کا اعتراض کیا تھا وہ اس اپنے ہی قول سے معترض نے رد کر دیا یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین۔ اور انا انجیل میں مسیح حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا بموجب اس اپنے فیصلہ کے جو الیاس نبی کے دوبارہ آنے میں وہ کر چکے ہیں لکھا ہے پس انجیل مرقس باب ۱۳ کی آیات ۲۱ و ۲۲ آپکو کیا نفع دے سکتی ہیں جب کہ صادق و کاذب کا معیار ہم ہی لکھ چکے ہیں۔ اور انہی رسوں کے آگے اپنے آنیکے نشانات حضرت عیسیٰ نے بتلائے ہیں۔ جو اس زمانہ بعثت مسیح موعود میں موجود ہیں واضح ہو کہ جتنے اس تحریر میں انحصار کو بہت مد نظر رکھا ہے اسلئے ان وساوس کے رد کی طرف توجہ کی گئی جنکو مخالف احادیث ٹھاٹھ سے جو اس نمبر ششم میں مذکور ہیں اپنا بڑا مایہ ناز سمجھتے ہیں باقی دیگر لغویات و بیہودات کے رد کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ وبس من تقریر فی انفع القرور

نغمہ اکمل حصہ دوم تیار ہو گیا - ان احباب کی خدمت میں جو خدا کے پیارے مسیح کو عشق و محبت کا تعلق رکھتے ہیں یہ مسیح و فراق کی بیقرار کر دینے والی گھڑیوں کو سہتے ہیں التماس عرض ہو کہ انکا سوز ان کا محرم راز انکا غمگسار نغمہ اکمل حصہ دوم تیار ہو گیا قیمت ۸ آنہ شیخ ... قادیان

ان ارید الا الاصلاح

یہ مضمون معزز دوست منشی غلام حسین صاحب نے نہایت محنت و جانفشانی و تدقیق و تحقیق سے حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ایک پیشگوئی کی تصدیق میں لکھا ہے کہ میری امت میں سے ایک فرقہ حضرت علیؓ کے بارے میں نصاریٰ کا قبیل ہو جائیگا۔

منشی صاحب کی وسعت نظر و علمی تبحر کا ثبوت خود انکا مضمون ہو کر بحث کی جو اسکا موجب ہے اگر کوئی دو ادعا ہو یعنی بحث اس فرقہ کی طرف منسوب ہو جسکے وہ قائل نہ ہوں تو ہم بڑی خوشی سے اسکی تردید کرنے کو تیار ہیں کیونکہ مقصد تحقیق حق و ترکیب نفوس یعنی اصلاح ہے جو بہت بجستہ عنوان ہے جو فضل دوست کا سرمایہ ہے

معزز ناظرین! اس مضمون میں انشاء اللہ مجھکو یہ دکھانا ہے کہ عام طور پر مذہب شیعہ کے کون کون سے عقائد عیسائیوں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں

مشابہت کا مجمل بیان

علامہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے گروہ و فرقوں کو سابقہ امت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اور مشبہ اس امت کے یہودی ہیں، وار وافضہ نصاریٰ ھا یعنی رافضی اس امت کے نصاریٰ ہیں۔ ملل و النحل مطبوعہ مصر صفحہ ۵

لیکن جب کہ شیعہ بھائی ہمارے شہرستانی کی صدق بیانی کو کب مانتے ہیں اسلئے بہتر ہے کہ میں حسب معمول ان ہی کی کتابوں کی طرف رجوع کروں وباللہ التوفیق

(۱) جناب علی علیہ السلام سے مروی ہو کر میں ایک دن آنحضرت صلعم کی خدمت میں گیا اور آپ قریش کے ایک مجمع میں بیٹھے تھے آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ یا علی انما

مثلك في هذه الامة كمثل عيسى ابن مريم احبه قوم فافرطوا في حبه فهلكوا وابغضه قوم فافرطوا في بغضه فهلكوا واقتصد فيه قوم فنجوا" ترجمہ اے علی! بتحقیق تمہاری مثل اس امت میں عیسےٰ بن مریم کی سی ہے ایک قوم نے اس سے محبت کی اور اس محبت میں حد سے بڑھ گئے پس ہلاک ہوگئے۔ اور ایسا ہی ایک قوم نے اس سے بغض کیا اور بغض میں حد سے بڑھ گئے پس ہلاک ہوگئے اور ایک قوم نے اعتدال کو ملحوظ رکھا پس وہ نجات پا گئی۔ حدیث مذکور دیکھو تفسیر صافی مطبوعہ [illegible] زیر آیت ولما ضرب ابن مریم مثلا مطبوعہ بمبئی صفحہ [illegible] نیز دیکھو کتاب حیوۃ القلوب جلد اول باب [illegible] حالات عیسیٰ علیہ السلام صفحہ [illegible] مطبوعہ لکھنو

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی علیہ السلام کو خطاب کرکے فرماتے ہیں ان فيك شبها من عيسى بن مريم ولولا ان تقول فيك طوائف من امتي ما قالت النصارى في عيسى بن مريم لقلت فيك قولا لا تمر بملأ من الناس الا اخذوا التراب من تحت قدميك يلتمسون بذلك البركة" فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ [illegible] مطبوعہ لکھنو ترجمہ اے علی! تم میں کچھ عیسیٰ بن مریم کی طرح ایک بات ہے۔ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت کے گروہ میں تیرے حق میں وہی کچھ کہنے لگیں گے جو کچھ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے حق میں کہا تو میں تمہارے حق میں ایک ایسی بات کہتا یعنی تمہاری فضیلت میں کہ جن لوگوں کے پاس سے آپ گزر جاتے وہ تمہارے قدموں کی خاک اٹھا لیتے اور اس سے برکت پاتے۔

معزز ناظرین! یہ حدیث آپ کی خاص توجہ کے لائق ہے مطابق اس کے آنحضرت صلعم نے حضرت علی کے بارے میں وہ خاص قول ارشاد فرمانے سے زبان مبارک کو روک لیا۔ اور اگر بیان فرماتے تو بھی تو ان کے خیال میں زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کرتے کہ حضرت علیؑ کے قدموں کی خاک سے برکت ڈھونڈتے مگر جیسا کہ آئندہ روایات سے واضح ہوگا اگر آنحضرت صلعم

زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ امت کے بعض فرقوں نے جناب علی کی قدم رسول کی خاک کو جبریل کا سرمۂ چشم بنایا۔ اور اس کی ذات کو بشریت سے نکال کر سدرۃ المنتہیٰ میں مسجود ملائکہ ٹھہرایا بلکہ بعض نے تو اللہ میاں کو بھی خدائی سے برطرف کر کے جناب علی کو الوہیت کا سہرا پہنا دیا (۳) صافی میں ایک حدیث امام باقرؑ سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعد وفات آنحضرت صلعم آپ کے بارہ اوصیا (خلفا) مقرر تھے جن میں سے امام فرماتے ہیں کہ بعض گزر گئے اور بعض باقی ہیں اور آنحضرت صلعم کے یہ اوصیا حضرت عیسیٰ کے اوصیا (حواریوں) کے چلن پر ہوتے تھے۔ چونکہ بارہ تھے۔ اسکے بعد اصل حدیث میں یہ فقرہ ہے" وکان امیر المومنین علی سنۃ المسیح یعنی جناب علی مسیح کی سنت پر تھے۔ دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ لکھنؤ اور صافی شرح اصول کافی باب ۳ حدیث ۱۷ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ لکھنؤ

اسکے بعد ذیل میں ہر دو مذاہب مذکورہ کے بعض عقاید کو تفصیل کے ساتھ بہ مقابلہ درج کیا جاتا ہے

عقاید نصاریٰ	عقاید شیعہ
(۱) الوہیت مسیح	(۱) الوہیت جناب علی علیہ السلام و دیگر ائمہ
قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے مسیح کو عین ذات خدا مان لیا جیسے کہ فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم یعنی کافر ہیں ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے کہیں مسیح کو ابن اللہ کہا گیا جیسے کہ فرمایا وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ	ابتدائے اسلام شیعیان علی جیسے عبداللہ ابن سبا وغیرہ کے سب فرقے جناب علیؑ کو خدا کہتے ہیں نصیری۔ انکا عقیدہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے ایک روز جناب علی سے عرض کیا تھا؛" انت انت یعنی انت اللہ ... مجالس صفحہ ۹

عقائد نصاریٰ	عقاید شیعہ
یہ بھی ظاہر ہو کہ ابن سے مراد دوسرے ابنا کو انسان کی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ نصاریٰ کی مطلب یہ ہو کہ مسیح خاص الخاص مقرب خدا ہے اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہوا ہے کہیں تثلیث کے رنگ میں بیٹے فرمایا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔ یعنی کفر کیا انہوں نے جنہوں نے کہا کہ خدا کی ذات میں تین اقنوم ہیں۔ ایک فرقہ نصاریٰ کا عقیدہ لکھا ہے کہ ہمارا خداوند کا جسم درحقیقت گوشت و پوست کا جسم نہیں تھا بلکہ صرف بظاہر ایک جسمانی صورت تھی یہ کس واسطے کہ الوہی جسم بننے میں موروثی گناہ کو اس میں شامل ہونا پڑتا تھا اور اس صورت میں الوہیت کا اتصال اسکے ساتھ ممکن متصور نہیں تھا۔ اسی قوم کی نسبت ایک اور محقق کا مقولہ ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ مسیح شکل انسانی میں گو ظاہر ہوا مگر حقیقت میں وہ انسان نہ تھا انتہیٰ دیکھو ڈکشنری آف سیکٹس اینڈ ہیریسیز صفحہ جان ہنری بلنٹ مطبوعہ ۱۸۷۴ در ذکر فرقہ ڈوسیٹے	علیاویہ کا عقیدہ کہ علی خدا ہیں اور محمد انکے بندے ہیں۔ توضیح المقال مطبوعہ ایران ص غرابیہ کہتے ہیں کہ خدا نے جبرئیل کو جناب علی کے پاس بھیجا تھا مگر وہ بھول کر محمد صلعم کے پاس چلا گیا کیونکہ محمد صلعم علی کے مشابہ تھے اور جبرئیل پر لعنت کرتے ہیں کہ کیوں علی کا حق رسالت محمد صلعم کو دیا بعض کہتے کہ وہ خدا تھے۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۹۱ خطابیہ امام جعفر صادق کو خدا مانتے۔ ان الصادق ھو اللہ۔ توضیح المقال صفحہ ۴۴ اور یسی بیضے بالوہیت آنحضرت و صادق قائل اند۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۹۰ یہ تو غالیوں کی باتیں ہیں۔ ہمارے مولانا عشری صاحبان آپ قائل ہونگے۔ اسواسطے بطور نمونہ خود نفس انکے عقیدہ کو جو انکی کتابوں میں ہیں عرض کرتا ہوں (۱) آئمہ کی نسبت انکا عقیدہ کہ وہ اپنی مرضی سے مرتے ہیں۔ اصول کافی کتاب الحجۃ پھر لکھا ہے کہ عزرائیل بطور ان ارواح قبض میکند ملا [illegible] یعنی ملک الموت حضرت علی کے حکم سے روح

عقائد نصاری	عقائد شیعہ
	قبض کرتا ہو (پھر دو کرتبر ل) جناب علی کا شاگرد ہو تذکرہ صفحہ ۲۲) پھر لکھا ہو کہ جب تک علی حاضر نہ ہوں فرزند پیدا نہیں ہوتا گویا کالا یلد کو تما ولا حیوۃ ہے کا مقابلہ کیا گیا ہو۔ (۴) علی مسجود ملائکہ (۱) شیطان روایت کرتا ہے کہ جب ستر ہزار ملائکہ میں مجھکو بارہ ہزار سال عبادت کرتے ہو چکے تو یکبارگی ایک بڑی شعاع روشنی نمود کی گرہ گلتی عرض کیا گیا کہ بار خدایا یہ کس کا نور ہے جواب ملا کہ "این نور طینت علی ابن ابیطالب است" عین الحیات مجلسی (۵) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے حضرت علی کی تصویر سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھی "دیدم کہ ملائکہ نزد آن صورت مثل علی تعظیم میکردند و سجدہ ازمثل این ملائکہ نزد آنحضرت علی" حیوۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۱ (۶) مطابق کثیرت حضرت علی کی شکل بار آنحضرت کیساتھ تھی "و مشارکت معی و مشارکت خلق" تفسیر صافی صفحہ ۲۰۰ (۷) اور حضرت عیسیٰ نے سو وقت میں جناب علی کے ساتھ ہی رسول اللہ کے ساتھ

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
	کی طرف رجوع کریں وفی کشف الغمہ انہ سئل بای لغۃ خاطبک ربک لیلۃ المعراج فقال خاطبنی بلغۃ علی بن ابی طالب فالہمنی صافی زیارت سبحان الذی اسری (۵) تمام جہان کی چیزیں خدا کی طرف سے اور یں کہ ماسوی بھی اطاعت کریں۔ امام حسین فرماتے ہیں "واللہ ما خلق اللہ شیئاً الا وقد امرہ بالطاعۃ لنا" ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۴۰ (۶) جناب علی علیہ السلام بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے
(۳) تثلیث۔ رومن کیتھولک نصاری میں حضرت مریم کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے جو شان خدائی میں ایک خاص فرقہ ایسا تھا جو اقنوم ثلاثہ میں باپ بیٹے کے ساتھ مریم کو بھی شامل کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین یعنی اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو الٰہ پکڑو۔ ایک دوسری روایت میں یہی ہے کہ ساتی زند	(۳) شیعوں میں بجائے تین کے پانچتن کو مانتے ہیں قدیم شیعوں میں ایک فرقہ شیعہ تھا جس کا عقیدہ تھا کہ خدا نبی و علی و فاطمہ و حسن و حسین پر تنزل ہوا اسی سے پانچوں خدا ہیں۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۹۰ آجکل بھی سب اثنا عشری اپنے آپکو پنجتنی کہتے ہیں۔ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اسم علیہ ہے مخمسہ نام ہے وہ کہتے ہیں کہ سلمان فارسی ابوذر غفاری۔ مقداد۔ عمار بن یاسر۔ عمرو بن امیہ

عقاید نصاریٰ

یعنی اقنوم ثانی جو یہاں مراد ہے کلمۃ یا کلام الٰہی
یعنی مسیح اور ماں مریم کی ان تینوں کو مانتے تھے۔
آجکل کے پروٹسٹنٹ عیسائی مریم کو نکال کر
روح القدس کو تثلیث میں شامل کرتے
ہیں۔

(۳) اعتقاد شبیہ مسیح "وما قتلوہ وما صلبوہ
ولکن شبہ لہم" بعض نے اس کو مراد ہے
حقیقت کے مشتبہ ہو جانے سے لی ہے اور علما
نے یوں کہ مسیح کی صورت کسی اور شخص پر ڈالی
گئی جو مسیح کا مشابہ ہو گیا" قال بعضہم
القی وجہ شبہ عیسیٰ والبدن بدن الآخر
...... وقال قوم صلبوہ ومات د
بعد ثلاثہ تفسیر صافی زیارت وکتب
ہم

ایک فرقہ ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح نے صلیب
کے وقت تکلیف اٹھاتے ہوئے حقیقت
میں تکلیف کو محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر
یہودیوں کو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا ہسٹری
آف سکشن صفحہ ۲

عقاید شیعہ

پانچواں بزرگ خدا کی طرف سے دنیا کے انتظام
پر مقرر ہیں اور خدائے مرد اُن کی دخول میں حل
جناب علی ہیں" توضیح المقال صفحہ ۱۴ اس گروہ
کا ذکر آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ نے
بھی اپنی تحریرات میں فرمایا ہے دیکھو سپرٹ آف اسلام
ایڈیشن اول صفحہ ۲۹۰

(۳) ثانیہ ان کا عقیدہ لکھا ہے کہ حضرت علی
خود شہید نہیں ہوئے بلکہ شیطان ان کی صورت
پر ہو گیا اور قتل ہوا۔" بلکہ شیطان بصورت
علی گردید و کشتہ شد" تذکرہ صفحہ ۱۹

(۲) امام حسین کی نسبت بھی ایسا ہی عقیدہ
تھا کہ حنظلہ بن اسعد الشامی پر امام کی صورت
ڈالی گئی اور وہی مقتول ہوا۔ "وفیہم قوم
یزعمون ان الحسین بن علی لم یقتل وانہ
القی شبہہ علی حنظلۃ بن اسعد الشامی
تفسیر صافی زیارت ولن یجعل اللہ للکافرین
علی المؤمنین سبیلاً

(۳) منصور عباسی نے امام صادق اور ان کے
بیٹے اسماعیل کو بلا کر شہید کروا دیا مگر
کو دونوں صاحب بدستور زندہ رہے اور قتل ہو گئے

عقاید شیعہ	عقاید نصاریٰ
میں رکھا تو وہ گئے ہو جو سر نہ سے تھے آخر روایت میں لکھا ہو فکان القول تعالیٰ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم کتاب فلاح مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹۹	
(۴) شیعوں میں کفارہ امام حسین مسلم ہو کہ حضرت طور پر مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام اسمٰعیل کا فدیہ ہو گئے اور آیت وفدیناہ بذبح عظیم میں مراد امام حسین ہی ہیں امجالس المتقین طبقہ سید محمد حسن صاحب مرحوم بعض کہتے ہیں کہ امت محمدیہ کی بخشش کی کوئی صورت نہ تھی بجز اسکے کہ امام اپنی جان کو قربان کریں بعض کہتے ہیں کہ صرف شیعوں کے واسطے جو انکی عزاداری کرتے ہیں۔ دولت ایران کا ایک وزیر ملقب بہ لسان الملک لکھتا ہو ومہ آفرینش شائستہ ایں شہادت کہ مفتاح شفاعت عامہ است جز حسین علیہ السلام کس نبود۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب ۲	(۴) کفارہ مسیح تمام دنیا کی بخشش کی خاطر خدا نے اپنا پیدا شدہ بیٹا قربانی دیدیا اب چاہیے کہ سب لوگ بیٹے پر ایمان لائیں تاکہ انکے اگلے پچھلے گناہ بخشے جائیں
(۵) شیعوں میں اماموں کے مزارات پر جانے کے بڑے بڑے ثواب ہیں اور اسکے بارہ میں بھی انہوں نے بڑا غلو کیا ہے شیعوں کی کوئی بھی ...	(۵) قبر پرستی - مسیح کی ایک قبر بیت المقدس میں ہو جسکی پرستش نصاریٰ کرتے ہیں اگرچہ وہ حقیقی قبر نہیں ہے اصل میں ...

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
کی نسبت بخاری شریف میں ہی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد خاصکر رومن کیتھولک تو مسیح کی قبر اور دوسرے بزرگوں کی قبروں کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے ہیں قرون وسطی میں عیسائیوں نے جو صلیبی جنگ مسلمان بادشاہوں سے کئے ہیں جن میں کروڑوں روپے خرچ ہوئے اور لاکھوں آدمی قتل ہوئے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کا مسیح کی قبر پر تسلط نہ ہے	مگر اس نے کربلا کی زیارت کی ہو وہ ما من نبی الا و قد زار کربلا صفحہ ۳۰۳ تاریخ التواریخ (۲) موسیٰ کی بابت لکھا ہو کہ موسی علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ امام حسین کی قبر کی زیارت کا دو " فزاره فی سبعین الف من الملائکة" یعنی ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ زیارت کی تاریخ صفحہ ۳۰۴ (۳) من زار قبر الحسین عارفا بحقه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر یعنی جو امام حسین کی قبر کی زیارت کے حق کو جان کر کرے اگلے پچھلے گناہ اسکے معاف ہو گئے۔ دوسری جگہ ہے کہ زوار الحسین اہل علیین مع الملائکة المقربین " تاریخ صفحہ ۳۰۴ (۴) امام رضا علیہ السلام کے مزار پر جانے کا ثواب دس لاکھ حج کے برابر لکھا ہو دیکھو کتاب جامع الاخبار (۵) فریضہ حج کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک امام کے مزارات پر نہ جائیں۔ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت واتموا الحج والعمرة
(۶) مذہبی اور قومی روایات کو بذریعہ ناول	(۶) محققین یورپ نے کہ ان میں ذرا کے

عقاید نصاری

کے لوگوں کو دکھایا
قریب گیارہویں صدی عیسوی کے ملک فرانس میں مشہور مرکل پلے کی ابتدا ہوئی ہونے ایک مضمون میں نہایت ابتدائی حالت میں بہت مختصر ہے
دیکھو انسائیکلوپیڈیا امریکن اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ ڈراما

عقاید شیعہ

کے رواج پذیر ہونے کی بابت لکھا ہے
لیکن ایران کے قومی لٹریچر کے مختصر بیان کو ہم ختم نہیں کر سکتے جب تک ڈراما کے ترقی پذیر ہونے کی طرف توجہ نہ دلائیں جو کہ انیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہو گیا ہے
یونانی ڈرامے اور یورپ کے قرون متوسط کی مسٹریز کی تعدد میں ایک خاص مذہبی رسم کی یادگار ہو کر صدیوں سے محرم کے پہلے عشرہ میں سال بسال منائی جاتی ہو ان کھیلوں میں ماتم حسین کو شبیہ کیا جاتا ہے شہزادہ قاسم کی شادی امیر تیمور کے پارٹ کئے جاتے ہیں۔
عموماً اکثر اصفہان کے باشندے ہوتے ہیں اور مسجدوں کے صحن گھر اور کاروان سراؤں میں خاص منڈوے بنائے جاتے ہیں جہاں یہ ڈرامے کئے جاتے ہیں مختصر بقدر حاجت مفصل دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ پرشیا لٹریچر و ڈراما کے بیان میں پرشین ڈراما کے ذیل میں ہندوستان و پنجاب میں جو عشرہ محرم میں دلدل اور مہندی اور تابوت بنائے جاتے ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ رسم کہاں کو آئی اور اس کو کس

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
(۷) عصمت۔ نصاری کہتے ہیں کہ مسیح کو ہے اور انکے سوا جس قدر نبی رسول ہو گزرے ہیں سب گنہگار تھے۔ اس بارہ میں انکو بڑا غلو ہے اور قرآن اور حدیث سے دوسرے نبیوں کے عیوب اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معائب و مسائل میں خصوصاً تلاش کرتے اور شایع کرتے رہتے ہیں	نظر سے دیکھنا چاہیئے مذکورہ بالا انکشاف سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ رسم اسی سرزمین سے آئی ہے جس کو مذہب شیعہ ہندوستان میں آیا یعنے ایران اور یہ رسم بھی وہیں سے موسنین اپنے ساتھ لائے ہو (۷) شیعوں کو بھی مسئلہ عصمت میں بڑا غلو ہے یعنی وہ مانتے ہیں کہ بارہ امام ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ و سہو و نسیان سے بھی معصوم تھے گو سوا تمام اصحاب و ازواج مطہرات اور خود اماموں کے بھائی اپنے سادات بنی ہاشم سب غیر معصوم ہیں۔ حیوۃ القلوب جلد اول میں شاید ہی کوئی نبی ہوگا جسکا کوئی نہ کوئی قصور یا عیب و ثواب دلانہ مذکور نہ ہوا اسی طرح ملائکہ کی انہوں نے ذکر کی ہے جیسے فطرس اور دردائیل جنکو خدا نے ملعون بنا کر کسی جزیرہ پر پھینکدیا تھا۔ اور علی ہذا القیاس ہاروت و ماروت چاہ بابل میں۔ فطرس اور دردائیل کا ذکر دیکھو کتاب تحفۃ الزائر و تاریخ التواریخ صفحہ ۱۶۳ ہاروت و ماروت کے لئے تفسیر صافی زیر آیت ببابل ہاروت و ماروت صفحہ ۲۵

Digitized by Khalafat Library

عقائد نصاریٰ	عقائد شیعہ
	نبی اور ملائکہ چونکہ خدا کے خاص فرمانبردار مخلوق ہیں ان سے گناہ و خطا کا ارتکاب ممکن لیکن کیا مجال کہ ائمہ کرام کی طرف کوئی سہو و نسیان بھی منسوب کیا جاوے ان هذا الشیٔ عجاب
(۸) تقیہ ۔ تولّا ۔ تبرّا (۱) سب سے پہلے پولس تقیہ کا مجوز ہے جس کے نزدیک خلاف واقعہ بات کہکر بھی اپنے مذہب کی تائید کرا لینا جائز تھا۔ دوسرے بقول محققین نصاریٰ میں سوا یک گروہ باشلیشین تقیہ میں مشہور و معروف ہے جو مخالفین سے ڈر کر اپنے عقائد کو پوشیدہ رکھتا تھا۔	(۸) شیعہ میں خاصکر اثنا عشریہ میں تقیہ اصل الاصول ایمان ہے (۱) ملکا جو کہ دین میں نو حصہ تقیہ ہے اور ایک حصہ دین ہے جو تقیہ نہ کرے اسکا کوئی دین نہیں۔ اصول کافی باب التقیہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ سب سے پہلے شیعہ نے بہ تقلید باشلیشین نصاریٰ کے تقیہ کو لازم قرار دیا۔ اور پھر اسمٰعیلیہ و اثنا عشریوں نے اسکو ایسے کمال پر پہنچایا کہ اب تو جھوٹا ہو کہ تقیہ کرنا شیعہ کی عادت بلکہ طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے دیکھو سپرٹ آف اسلام ص ۲۹۲
(۲) تولّا کے معنے محبت کے ہیں۔ نصاریٰ میں لفظ محبت بہت مستعمل اور ایک خاص اور وسیع مفہوم رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں۔ خدا محبت ہے اس محبت کے مقابلہ میں بڑے سے بڑا گناہ بھی فوراً معاف ہو سکتا ہے لیکن اسی غلو محبت نے انکو ڈبو دیا	(۲) شیعوں میں اہل بیت کی محبت اہلبیت کے بڑے بڑے ثواب ہیں جنکی موجودگی میں عمومات سے کچھ اندیشہ نہیں۔ اول تو ہر وقت شیعوں کی پیٹھ سے گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔ جیسے خزاں میں درختوں کے پتے اور کوئی بڑا سخت گناہ جھڑنے سے رہ بھی جاوے تو وہ بھی نزع تک

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
(۸) تبرا کے متعلق معنی بیزاری کے ہیں اور انکا تعلق دل سے ہے لیکن بعض پادریوں کی تمام ہمتیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے برخلاف عیب جوئی بدگوئی کے لئے وقف ہیں غرض مذہب وملت اسلام کے ساتھ انکو جو قلبی تعصب اور بغض ہے وہ ظاہر ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔	رہتا ہو پھر کیا ہو آنکھیں بند ہوتے ہی سیدھے جنت میں۔ فروع کافی کتاب الروضہ مجالس المومنین صفحہ ۴۴ (۸) شیعوں کی ساری کوشش اصحاب ثلاثہ اور ازواج مطہرات میں سے عائشہ اور حفصہ کے خلاف نکتہ چینی اور معائب و مطاعن تلاش کرنے انکا تحریر و تقریر مجالس و اخباروں اور رسالوں میں شایع کرنے پر وقف ہیں یہیں تک نہیں بلکہ لعنت اور سب وشتم کو بھی لازمہ مذہب قرار دیا ہوا ہے۔ ایک حدیث کو امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہی اس میں لکھا ہے ہم بنی ہاشم میں سے چھوٹے بڑے کو شیخین کے حق میں سب اور تبرا کرنے کا حکم دیتے ہیں دیکھو رجال کشی اور مجالس المومنین صفحہ ۴۴ ترجمہ کمیت بن زید
(۹) عیسائی کتابیں اور کتابوں میں تحریف۔ گم شدگی اصل کتب (۱) محققین نصاری نے ثابت کیا ہو کہ ابتدا میں کئی انجیلیں تھیں لیکن نصاری کی کونسلوں نے باقی کو چھوڑ کر صرف چار انجیل	(۹) شیعوں کے معتبر عالم علامہ بہبہانی نے لکھا ہے کہ ہماری حدیث کی کتابیں جنکو اصول کہتے تھے شروع میں چار سو تھیں پھر ان میں سے چھانٹ کر معتبر اور مستند احادیث کو دوسری کتابوں میں منضبط و مدون کیا

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
مروجہ کو معتبر اور مستند قرار دیا تھا (۲) اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہو کہ عہد نامۂ عتیق اور عہد نامہ جدید میں بہت سے باب اور کلمے الحاقی ہیں، اور اب بھی قدیم ترجموں میں اور حال کے ترجموں میں بڑا اختلاف اور تغیر و تبدل لفظی ہو گیا ہو اسی کی طرف کلام مجید میں آتا ہے کہ فویل للذین یکتبون الکتب بایدیہم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (۳) تحریف بھی ثابت کی گئی ہو خواہ لفظی ہو یا معنوی جیسے کہ قرآن مجید میں ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ یعنی کلمات کو اپنی جگہ یا اپنے موضوع سے پھیر دیتے ہیں یا دوسری جگہ قرار دیا۔ وان منھم لفریقا یلوون السنتھم بالکتب لتحسبوہ من الکتب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علے اللہ الکذب وھم یعلمون یعنی اور بیشک ان میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ کتاب کو زبان مروڑ مروڑ کے کچھ کا کچھ پڑھ جاتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو پڑھتے ہیں	کی مثلاً کافی و من لا یحضرہ الفقیہ و تہذیب و استبصار و مدینۃ العلم و خصال و امالی و عیون الاخبار وغیرہ آگے لکھا ہو کہ والاصول الاربعۃ الاولی ھی التی علیہا المدار فی ھذہ الاعصار یعنی یہی چار کتابیں ہیں انہی پر اس زمانہ میں مدار ہے کتاب ہدایت ہمارا سفر و مشہور کتاب تی ضمن مستقل (۲) میں خدا کے فضل سے ثابت کر سکتا ہوں کہ ان انتخاب شدہ کتابوں میں سینکڑوں نہیں بیسیوں روایتیں اور حدیثیں الحاقی اور جعلی بناکر اماموں سے منسوب کی گئی ہیں، علاوہ بانی باوجود یکہ چار سو میں سے چار کتابوں کو معتبر فرماتے ہیں مگر امام العلما جناب صاحب اصلاح ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ ایک شخص بھی علمائے شیعہ سے اسکا قائل نہیں کہ کل احادیث کتب اربعہ صحیح ہیں انتہی رسالہ الشمس نمبر ۲۲ جلد ۵ صفحہ ۹۔ جب یہ حالت ہے کہ کل احادیث کتب اربعہ صحیح نہیں ہیں تو پھر ان کا مانا تا پڑیگا کہ

عقاید نصاری

وہ کتاب میں لکھا ہوا ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حالانکہ حضرت کے پاس سے نازل نہیں ہوا اور وہ دانستہ خدا پر جھوٹ بولتے ہیں

(۲) عیسائیوں نے اصل سچی انجیل جو عبرانی میں تھی افسوس ہے کہ اسکو کھو دیا ہے موجودہ انجیل در اصل یونانی ترجمہ ہوئی گئی ہے خود محققین یورپ مثلاً گبن نے اس بارہ میں خوب تحقیق کی ہے اور نصاریٰ کو سخت ملامت کی ہے کہ اپنے خداوند کی مادری زبان والی انجیل ہی کھو دی

عقاید شیعہ

اس میں بہت سی الحاقی احادیث و روایات ہیں جو الحاق مگر الحاق کا معاملہ تو کتب سماوی پر ہوا جاتا ہو اگرچہ شیعوں کے ہاں کتب احادیث اتنی کتب سماوی کے مساوی ہیں مگر خیر ہم قرآن مجید میں شیعوں کا الحاق ثابت کرنے کو حاضر ہیں۔

خاتم المحدثین علامہ مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں دو سورتیں بطور تتمہ لکھی ہیں جو مصحف عثمانی میں نہیں ہیں۔ ایک کا نام سورہ نورین اور دوسری کا نام سورہ ولایت ہے دیکھو تذکرہ صفحہ ۔۔

(۳) لفظی تحریف "یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" فی شان علیؑ۔ انما انت منذر "و علیؑ" لکل قوم هاد۔

فاوحی الی عبدہ "فی علی لیلۃ المعراج" ما اوحی تذکرہ صفحہ

معنوی تحریف۔ یومنون بالغیب کہ غیب سے مراد امام غائب ہیں۔ الکمال دین المسلم رانش اور زبان مروڑ کر پڑھنے کی مثال خذ المرآۃ بیمن و لتکن منکم امۃ " شیعوں کے ہاں ہو و لتکن منکم ائمۃ یدعون و انتم کو و انتم حلتم پڑھنا وغیرہ وغیرہ

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
	(۹) عیسائیوں نے تو صرف ایک ہستی کی انجیل کو کھویا شیعوں نے قرآن حسی کو کھویا جسے جناب علیؑ نے جمع کیا تھا مصحف فاطمہ کو کھویا جو قرآن موجودہ سے تین گنا ضخیم تھا۔ کتاب علی کو کھویا جو اونٹ کی ران کے برابر موٹی تھی اور جس میں تمام حوادث اور تمام واقعات کا جو قیامت تک واقع ہونے تھے مندرج تھے چار سو کم چار لاکھ احادیث ائمہ کو ضائع کر دیا حالانکہ ان تمام نوشتوں کا موجود رہنا ضروری تھا۔ ان قیمتی اور بے بہا کتابوں کا موجود ہونا مسلمانوں کے لئے خاص کر کے آجکل بڑا ضروری تھا کیونکہ نئے حوادث شروع ہو رہے ہیں۔
(۱۰) اتخذوا ارباب خدا فرماتا ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم یعنی انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے زاہدوں کو اور مسیح ابن مریم کو اللہ کو چھوڑ کے اپنا خدا بنا لیا ہے نصاری میں سب سے پہلے پولوس رسول نے جس نے مسیح علیہ السلام کی اصلی تعلیم کو تبدیل	(۱۰) شیعہ کے ارباب میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں (۱) جناب سب سے اول عبداللہ ابن سبا جس نے عقیدہ رجعت اور ہر نبی کا وصی ہونا اور خلافت بلافصل جناب علی اور پھر آخر کار الوہیت جناب علی کے مسائل اختراع کر کے رائج کئے اسکے بعد اسکی اولاد اور اسکی جماعت۔ (۲) مشائخ صحابیان حدیث الف۔ شیخ جابر جعفی

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
کرسکتا ہے اور خیال کے مطابق کر دیا ہے کہ کتب شریعت منسوخ ہو گئی احکام کو غیر ضروری ظاہر کیا اسکے بعد اسی دو ہزار برس کے عرصہ میں ہزاروں انکے بزرگ فاضل اور عالم اور فقیہ اور پوپ اور پادری صاحبان ہو گزرے اور ہیں جو عوام کو گمراہ کرنا اپنا فرض منصبی جانتے ہیں	زرارہ بن اعین ابو بصیر ابو ہشام مومن طاق عمرو بن فضیل وغیرہم جنھوں نے ائمہ کے نام کی ہزاروں احادیث روایت کیں اور انہیں سینکڑوں بے اعتبار ہیں جو کچھ انہوں نے ائمہ کرام سے منسوب کردیا ہو خواہ وہ مخالف کتاب و سنت ہی کیوں نہ ہو مگر شیعہ کی مجال نہیں کہ ان اصحاب کی روایات کو مسترد کردیں (۳) معز الدولہ دیلمی شیعہ تاریخ میں علی الخصوص قابل ذکر ہے یہی شخص ہے جسنے کمزور خلفائے عباس کے عہد میں بحیثیت امیر الامرائے خلافت بغداد کے علانیہ صحابہ و سعادین پر تبرا و لعن کرنیکی شرمناک اور مکروہ عادت کی بنیاد ڈالی دیکھو تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۴۲۵ اور یہی شخص ہے جسنے امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں ہر عشرہ محرم میں سال بسال مجالس تعزیت و سینہ زنی ماتم و سوگ اور مجمع بنا کر عام گزرگاہوں میں نکلنے کی رسم نکالی (ابن خلدون صفحہ ۴۲۵) و سپرٹ آف اسلام سید امیر علی صفحہ ۳۱۰ آج تبرابازی اور تعزیہ داری شیعہ مذہب کا جزو اعظم اور اصل اصول بنا ہوا ہے

عقائد نصاریٰ	عقائد شیعہ
	(۲) اپیلا ابو بیر قمی اور آخر میں خاتم محدثین علامہ مجلسی وغیرہ علما دونوں صاحبان بڑے صاحب تصانیف ہیں انکی تصنیف کا کچھ مطالعہ نہ کیا ہو انکی تحریروں نے بھی ملت اسلام کو بہ نسبت فائدہ بڑا نقصان پہنچایا ہو
(۱۱) رجعت یکدفعہ مرکر پھر دنیا میں آنا۔ انجیل میں لکھا ہو کہ مسیح نے اپنے حواریوں کو کہا تھا کہ میں آسمان پر اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور ابھی یہ نسل باقی ہوگی کہ میں آسمانی بادشاہت کے ساتھ پھر دنیا میں آؤنگا۔ اس مژدہ جانفزا سے حواری بہت خوش ہوتے اور بہوے زمانے اور دنیوی عروج اور دولت و عیش کے ہمیشہ وہ طالب رہتے تھے اس امر کی شہادت سر ولیم میور نے اپنی تاریخ کلیسا میں بھی لکھی ہو حواریوں کا زمانہ تو گزر گیا مسیح کی آمد کا انتظار ایک عیسائی دنیا کو ہے اور کئی دفعہ یہ انتظار جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ جادوں ہی ایک آسمانی بادشاہت کے چرچے سنتے ہیں	(۱۱) شیعہ کے ہاں رجعت کا اعتقاد ضروریات دین جسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی اور امام حسین اور امام مہدی پھر زندہ ہوکر قیامت سے پہلے دنیا میں آئینگے حضرت علی کی نسبت تو لکھا ہو کہ کئی دفعہ آئینگے اور اپنے دشمنوں کو قتل کرینگے صفین اور کربلا کے دوبارہ معرکے ہونگے اور پورا انتقام لیا جائیگا۔ جناب علی ۴۴۰۰۰ برس سلطنت کرینگے اور امام حسین اسقدر مدت کہ نہایت ضعیف العمر ہو جائینگے یہاں تک کہ آپکے ابروئے مبارک کے بال آپکے منہ پر لٹک پڑینگے۔ دیکھو کتاب حق الیقین مجلسی باب رجعت وغیرہ امام صادق فرماتے ہیں جو ہماری رجعت اور ہمارے متعہ کا قائل نہ ہو وہ شیعہ ہی نہیں ترجمہ از ما نیست کسے کہ ایمان برجعت ما نداشتہ باشد و متعہ ما را حلال نداند حق الیقین مطبوعہ ایران

عقاید نصاری	عقاید شیعہ
	شیعیان کو فدو و دیگر بلاد میں اور ہر ایک کے ہزار ہزار فرزند پیدا ہونگے اور مشرق سے مغرب تک تمام جہان میں شیعہ کی سلطنت ہو جائیگی حق الیقین و اکمال الدین وغیرہ کتب ملاحظہ ہوں اب واضح ہو کہ سب سے پہلے اس آسمانی بشارت یا باصطلاح خود راویان شیعہ "دولت آل محمد" کے ظہور کا وعدہ حضرت علی کی زبانی مروی ہے کہ ستر برس کے بعد مصائب کا خاتمہ ہو جائیگا اور اسکے بعد تمکو خوشحالی نصیب ہوگی دیکھو کتب الفروع مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۰۹ لیکن بوجہ شہادت امام حسینؑ کے سنہ ۷۰ کی بجائے سنہ ۱۴۰ مقرر ہوا۔ اسی طرح سب سو آخری وعدہ سنہ ۳۰۰ھ کے آگے پیچھے تھا مگر ظہور دولت آل محمد کا کوئی علامت یا آثار نہیں نظر آتے تاہم شیعہ بیچارے تو ابتدائی صدیوں میں سخت انتظار میں تھے چنانچہ یہاں تک ہو کر دولت ائمہ کے شوق میں ایک ضرب المثل ہو گئی ہو یعنی قرب بالا ماں یعنی شیعہ امیدوں اور تمناؤں میں جیتے ہیں۔ دیکھو توضیح المقال صفحہ مطبوعہ ایران

عقائد نصاریٰ	عقائد شیعہ
	اور ویسے تو آج بھی ہر مجلس اور نمازوں کے بعد ظہور دولت اللہ کی دعائیں عجل فرجہ عجل فرجہ کے مانگی ہی جاتی ہیں
(۱۴) ہوا خواہوں کی بیوفائی انجیل میں آتا ہے کہ یہودا اسکریوطی نے جو مسیح کا مرید تھا، تیس روپے کی خاطر دشمنوں کی طرف سے ہو کر مسیح کو پکڑوا دیا	(۱۴) (۱) عبد الرحمن ابن ملجم قاتل شیر خدا پہلے شیعہ تھا اور بیعت بھی جناب علی کے ہاتھ پر کر چکا تھا دیکھو جلاء العیون مجلسی (۲) محمد ابن اشعث جو خود قاتل یا قاتلان امام حسین میں سے ہے وہ بھی پہلے شیعہ تھا اور پھر خارجی ہوگیا۔ توضیح المقال صفحہ ۶۰۔ ترجمہ اشعث بن قیس الکندی

باقی آئندہ

تفسیر ترجمۃ القرآن پہلا پارہ ایک روپیہ مجربات نور الدین حصہ اول دوم وسوم ہر ایک دس آنے تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۸ء عہ حقیقت نماز عہ النصح ۲ر
رد چکڑالوی ۵ر عمدۃ الاحکام عہ خطبات نور حصہ اول ۲ر خطبات نور حصہ دوم
امتیازی نشانات مسیح موعود ۲ر طبیب روحانی ۱ر ادعیۃ الاحادیث ۱ر
ہدایات درباره معاملات ۲ر ظہور مسیح ۶ر اربعین ۲ر حضرت اقدس مسیح
کی پرانی تحریریں ۲ر الاسماء الحسنیٰ ۵ر مکتوبات احمدیہ ۲ر الموعظۃ الحسنۃ
سلک مروارید ۳ر تشحیذ اگست سنہ ۱۲ء اسلام کی پہلی کتاب
معیار حق ۲ر
ملنے کا پتہ - دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ریویو

سعادت مریمیہ

قریباً دو ماہ ہوئے کہ ایک کتاب مسمی کلمۃ ... چھپی ہوئی مولوی محمد سعید سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ نے ریویو کے لئے بھیجی ہو میں نے اس کتاب کو لفظاً بلفظاً بڑے غور سے پڑھا ہے مگر مجھے نہایت افسوس ہوا کہ اس شخص نے کیوں اپنا اور پبلک کا وقت بیکار ضائع کیا جس سے مسلمانوں کو کوئی اچھے ... فائدہ پہنچ سکتا ہو اور دنیا میں ایسی باتیں چھپی ہیں تمہیدوں اور غیر متعلق باتوں میں بہت سے صفحے خرچ کرکے مطلب کی جو بات کہی ہو وہ یہ ہے کہ مسیح کو بے باپ ماننے سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں اور یہ قرآن شریف میں لکھا ہے میں بچپن سے بیس سال سے قرآن مجید پڑھتا ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں مگر مجھے کوئی آیت اس مضمون کی نہیں دکھی جس میں مسیح کے بے باپ ماننے کے عقیدہ پر یہ تہدید ہو البتہ قالوا اتخذ الرحمن ولدا کے ساتھ یہ تہدید ہے مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ مسیح کو بے باپ ماننے سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ وہ رحمن کا بیٹا ہو جبکہ آدم کو ہم بے ماں اور بے باپ مانتے ہیں اور وہ بھی اسکے لئے ولد الرحمن قرار نہیں دیتے دوسری بات جو چودھویں صدی کے عجیب و غریب مصنف نے بار بار لکھی ہو وہ یہ ہے کہ وقولھم علیٰ مریم بہتانا عظیما سے اسی صورت میں یہودی لعنت کے سزاوار ہو سکتے ہیں جب کہ مسیح کی پیدائش مریم کے بطن سے کسی جائز شوہر کے ذریعے ہو چکی ہو ورنہ نیک دل اور با ادب مصنف کے الفاظ میں بحیثیت منتی خدا کو تو نہیں پہنچتا کہ وہ ہمیں اس بات کے ماننے پر مجبور فرمائے کہ مسیح جیسا انسان بغیر قدرت خدا کو ہی پیدا ہو جو سمجھ لو تعجب ہے کہ آدم کی مثال مسلم فریقین موجود ہے پھر کہا جاتا ہے کہ بے باپ پیدا ہونا ممکن ہی نہیں حالانکہ تقریباً تمام قوموں میں ایسی مثالیں موجود ہیں خصوصاً ان قوموں میں کہ جو جہالت اور خدا تعالیٰ سے دوری کے باعث ہیروں کو مانتی ہیں اور

حضرت کے خیال پر محمول کرتی اگر میں ڈالدیتی ہوں اسکے علاوہ مجھے کوئی دلیل اس کتاب میں نظر نہیں آئی البتہ لم یمسسنی بشر و لم اک بغیا پر زور دیا ہو کر بشر سے مراد خاوند ہو اچھا صاحب بجا مگر یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ آپکے مزعومہ خاوند نے مس بھی کیا اور کیا وجہ ہے کہ تم نے قالوا اتخذ الرحمن ولدا کا جواب کچھ نہ دیا اور اس قسم کے تنزیہی کلمات سے روکا اور مریم کے عذر کو بھی کذٰلک اللہ یخلق ما یشاء سے رفع کیا ہے اور صاف نہیں کہا کہ بیٹے کا تو باپ تھا عیسائیوں نے الوہیت مسیح پر جو دلائل دئے ہیں انکا رد وفات مسیح سے تو بار بار دیا ہے مگر یہ آپ جو بیان کرتی ہیں[ل] نہیں فرمایا اور نہیں ارشاد کیا کہ اسکا باپ مریم کا جائز شوہر تھا بلکہ جب مریم کو اسکی قوم نے لقد جئت شیئا فریا کہا تو اس وقت بھی جو شہادت حضرت عیسیٰ نے دی اس میں اپنے والد کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ کہہ دینے سے تمام اعتراضات دور ہو جاتے برخلاف اسکے اپنی طرح ذکر کیا اور اپنے والدہ کا جس سے معلوم ہو کہ آپکی پیدائش اسکے حکم و روح القدس سے ہے اور اسی لیے حضرت یحییٰ کے ذکر کے ساتھ انکی پیدائش کا ذکر ہوا ہے تا ایک خارق عادت امر مسلم فریقین سے دوسرے خرق عادت کے لئے رہنمائی ہو اور خدا کو محبوب خدا کی قدرت تو کہیں مصنف کے پاک لٹریچر کا نمونہ دیکھنا ہو تو صفحہ ۱۰ پڑھئے

"حالانکہ وہ پورا مرد تھا اور بالکل ننگا مادر زاد تھا مریم کی آنکھ دیکھنے سے محجوب
ہو اور وہ اول ہٹنے لگیں لیکن اسکا شانی خدا کب ہٹنے والا تھا اس نے
آگے بڑھ کر جھٹ کہا کہ میں خدا کے حکم سے تیرے پاس آیا ہوں تا اپنے نطفے سے تجھے
بیٹا بخشوں"

اور اشعار دیکھنے ہوں تو لو۔ صفحے بڑی فیاضی سے دئے گئے ہیں تو کوئی شعر دیکھئے مثلاً میں آپ کا تھا سلیمان کی صحبت میں ۔ خدا مجھ دے سب کو اور اخت کو ایشیائی شاعری کو میرے خیال میں اجازت ہونی چاہیے کہ وہ جی کھول کر ماتم کرے اور غیرت عقیدہ ہو کہ میں جب کہ چھوٹا بچہ تھا تب ہی سے مجھے اس بات کا یقین تھا کہ میں ایک

ل ہاں بے باپ سے جو احادیث کا ثبوت دئے انہیں لازم کی شان استادی ہے

ہدایت خلق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں" اور دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ وہ حقیقی مسیح کا بے باپ پیدا ہونا
جو بنی نوع انسان کو ہلاکت تک پہنچا رہا ہے اسکی غلطی کروں آپکے نزدیک امت محمدیہ میں
اسوقت تک صرف دو ہی بڑے گناہ ہوئے ہیں ایک معراج کرنا اور دوسرا "ناقابل بخشش
گناہ" مسیح کو بے باپ ماننا اور بقول مصنف حضرت سرسید احمد خان صاحب کے سب
مراح میں لیکن اس بنیادی مسئلہ سے جو خدا کا کلام ہو جس پر مسلمانوں کی نجات کا مدار ہو کیوں
تامل ہو آپ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیساتھ انجیل کا بھی مطالعہ رکھو۔ جیسا قرآن
شریف پر ایمان لانا فرض ہو ویسا ہی انجیل شریف پر اور غفلت ہی کی مسلمانوں کو وہم لگا ہوا ہے
کہ انجیل محرف مبدل ہے اور صفحہ ۲۸ پر توریت و انجیل کے جعلی صحیفوں کا بھی اقرار ہے اور نہیں
بتایا کہ اصل صحیفے کونسے ہیں پھر تثلیث کا پاک راز بھی کھولدیا ہو کہ باپ بیٹا روح القدس
بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہے گو یا چراغ الدین جمونی کا ماتھ بنایا ہو اور آپ پولوس نے
حضرت عیسےٰ کی تعلیم کو بدلکر تثلیث و کفارہ کی ایجاد کی اسکا نام آپ حضرت پولوس علیہ السلام
(دیکھو صفحہ ۳۱) مگر سرور کائنات فخر موجودات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
پادریوں کی طرح بالعموم حضرت محمد صاحب لکھتے ہیں حالانکہ عام گلدستوں میں تمام شاعروں کے
نام درج ہوتے ہیں۔

خیر یہ تو اس کتاب کے متعلق ہو اب میں اپنے برادران طریقت سے مخاطب ہوتا ہوں سب سے اول
میں حضرت مسیح موعود نے مسیح کے بے باپ ہونے کو اپنے عقائد میں شامل کیا ہوا اور
فرمایا وہ من عقائدنا اور میں پورے یقین کیساتھ جانتا ہوں کہ عقائد کی بنا ظنی یا اجتہادی
خیالات پر نہیں ہوتی اور بقول حضرت خلیفۃ المسیح حضور کوئی بات لوگوں کو ماننے کے لئے
علیٰ فرماتے تھے جب تک پکا یقین نہ ہو اسی لئے بعض امور کی جواب پسند نہ فرماتے میں لیکن
لکھتا ہوں اور یہ بیان تمام احمدیوں کا ہے کہ حضرت مسیح موعود حکم اور عدل تھے آپ اختلاف
فیہ مسائل میں فیصلہ دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے پس اس عقیدہ کے بارے میں بھی آپنے

ایک فیصلہ تحریر فرمایا ہے اور میرا ایمان ہے کہ آپ قرآن مجید و احادیث صحیحہ کو اس قدر سب سے بہتر اور صحیح سمجھتے تھے اور موجودہ لوگوں کے مقابل میں آپ کا صرف اجتہاد بھی ہو تو وہ بھی بہتر ہے کہ غلطیوں سے پاک ہو اور خدا نے اس امر کو بھی غلطی پر نہیں رہنے دیا خصوصاً ایسے امر میں جسے وہ بطرف ہی بلکہ اپنی جماعت کا عقیدہ قرار دے چنانچہ اسلئے ومن عقائدنا کے تحت میں یہ عبارت تحفہ بغداد قرانی ہے۔

ومن عقائدنا ان عیسی ویحیی ولدا على طریق خرق العادة ولا استبعاد فی هذه الولادة وقد جمع الله تلك القصتین فی سورة واحدة لیکون القصة الاولى على القصة الاخرى کالشاهدة والبیّنة ومن یحیی ختم علی ابن مریم لینتقل امر خرق العادة من اصغر الی اعظم

اور ہمارے عقائد میں سے یہ ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ خرق عادت طریق پر پیدا ہوئے اور اس قسم کی ولادت میں کوئی استبعاد نہیں۔ خدا نے ایک ہی صورت میں دونوں قصوں کو جمع کیا ہے تاکہ پہلا قصہ دوسرے پر گواہ ہو۔ یحییٰ سے شروع کیا اور ابن مریم پر ختم کیا تاکہ چھوٹے خرق عادت سے بڑا خرق عادت ثابت ہو (مواہب الرحمن صفحہ ۷۰)

پھر آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

فاذا اراد الله ان یقطع دابرهم ویحیج بینهم ویخبرهم انهم وخذلانهم فاول ما فعل لهذه الارادة هو خلق عیسی من غیر اب بالقدرة المجردة فکان عیسی ارهاصها لنبینا وعلماً لنقل النبوة

پس جب خدا نے ارادہ کیا کہ ان یہود کی جڑ کاٹ دے اور ان کی ذلت و خذلان کو پختہ کرے پس پہلا کام جو اس نے اس ارادہ کے لئے کیا وہ عیسیٰ کی پیدائش بغیر باپ کے اپنی یکتا قدرت سے ہے اور عیسیٰ ہمارے نبی کے ارہاص تھے اور نقل نبوت کا نشان۔ کیونکہ وہ اسرائیلی

بما لم يكن من جهة الاب من السلسلة الاسرائيلية

سلسلہ میں باپ کی طرف سے نہ تھی

پھر فرمایا

وكون عيسى من غير اب قبلا و لد دليل على ما مرّ بالدلالة القاطعة

اور عیسیٰ کا بے باپ ہونا اس بات کا نشان ہو جس طرح دلالت قطعیہ سے گزرا

پھر فرمایا

كان تولد يحيى من دون مس القوى البشرية وكذلك تولد عيسى من دون الاب

اور یحییٰ بدون قویٰ بشریہ کے مس کے پیدا ہوئے اسی طرح عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے

پھر فرمایا

وعجبت كل العجب من الذين لا يفكرون في هذه الآيات التي هي لنبوة نبينا كالعلامات ويقولون ان عيسى تولد من نطفة يوسف ابيه ولا يفهمون الحقيقة من الجهلات -

اور میں بڑا متعجب ہوں ان لوگوں پر جو ان آیات میں فکر نہیں کرتے اور جو ہمارے نبی کی نبوت کے لئے علامات ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوا اور وہ حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے

پھر فرمایا - ومن المعلوم ان مريم كانت حاملاً قبل النكاح وما كان لها ان تنقض العهد سبق من معابدها الا بحاج فالامر محصور في الاحتمالين عند ذوي العينين اما ان يقال ان عيسى خلق من كلمة الله العلام - او يقال نعوذ

اور معلوم ہے کہ مریم حاملہ پائی گئی نکاح سے پہلے اور وہ نکاح نہ کر سکتی تھی کیونکہ اس کی والدہ نے یہ عہد کر لیا تھا پس دو ہی احتمال ہیں یا عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے یا نعوذ باللہ حرام سے اور ہم نکاح سے تو حمل مریم کا ثبوت نہیں پاتے کیونکہ اس کی ماں نے اللہ سے عہد

بالله مستد الله من الحرام ولا تجد
سبيلا الى حمل مريم من النكاح فان
امها كانت عاهدت الله انها يتركها
محررة سادنة وكانت عهدها هذا
في ايام اللقاح وهذا امر نكتبه
من شهادة القرآن والانجيل فلا
تتركوا سبيل الحق والفلاح

پھر فرماتے ہیں۔ اما نحن فنؤمن بكمال
قدرة الله الاعلى ونؤمن بانه يشاء
ويخلق من ودق الاشجار كمثل عيسى د
كرمن دود في الارض ليس لها ابوان
فاى عجب يأخذكم من خلق عيسى [illegible]
پھر فرماتے ہیں۔ والذين ينكرونه فما
قدروا الله حق القدر وقعدوا في
الظلمات مع وجود البدر
اور پھر فرمایا کہ والعجب منهم انهم مع
كونهم ضالين تمشوا امام الناس
كالخريت وما فرقوا ان فخصوا الى
المهلكة كالمسائيت فهلكوا فى الفلوات
كالحائر الوحيد
یہ الفاظ پُرحکم ہیں

عہد کر دیا کہ اپنی بیٹی کو آزاد کرے گی اور یہ عہد اپنے
حمل کے دنوں میں تھا اور یہ بات ہم قرآن اور
انجیل کی شہادت سے لکھتے ہیں۔ پس تم
حق اور فلاح کا رستہ نہ چھوڑو

ہم خدا کی کامل قدرت پر ایمان لاتے ہیں اور ہم
ایمان لاتے ہیں کہ خدا درختوں کے پتوں سے
جیسے پیدا کر سکتا ہے اور کتنے کیڑے بغیر ماں
باپ کے پیدا ہوتے ہیں پس یہ جو تم کو
عیسیٰ کی بے باپ ولادت سے کیوں تعجب ہوا
اور اس مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کا انکار کرتے
ہیں انہوں نے اللہ کی قدر ایسی نہ کی جیسا کہ اس کا حق ہے
اور چاند کے باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے
اور بڑا تعجب ہے ان لوگوں پر کہ وہ گمراہ ہو کر لوگوں کے
آگے رہبر بن کر چلتے ہیں اور خوف نہیں کرتے
اور دلیر بن کر بیابانوں ہلاکت میں داخل ہوتے
ہیں۔ پس بیابانوں میں سرگشتہ ہو کر ہلاک ہو
گئے

گمان نہیں کر سکتا کہ دل میں مسیح کے باپ کا

عقیدہ رہ جائیگا جب حضرت مسیح موعود نے اسپر ایسا زور دیا اور فرمایا کہ ہمارے مخالفین سے ہم اسی لئے کہ ہم اپنا ایمان دے دیں کہ وہ نہیں ہٹتے وہ اندھیرے میں ہیں اور ہلاک ہوگئے اور گمراہ ہیں خدا ہمیں صراط مستقیم بخشے

فیوضات مسیح موعود

از زبانی فضل شاہ صاحب سوداگر

۱۔ مسجد کے پاس جو گھر ہے اس گھر والے نے حضرت اقدس کی اور آپکی جماعت کے متعلق بیہودہ گوئی کی ور ان ہی ایام بالکل بے سروکار ہوگیا اسکے بعد کچھ عرصہ گذرنے پایا تھا کہ اسکی ایسی تنگ حالی ہوئی کہ وہ مکان بیچنے پر فروخت کرنیکو تیار ہوگیا تب حضور میں عرض کیا گیا اسے خرید لیا جائے فرمایا ہم تو اس ٹکڑے کو بھی نہیں لیتے وہ شخص چاہتا کہ شاہی محلوں کے مقابل پر اپنا خیمہ لگا کر اپنے لئے برکت چاہتا ہے۔

۲۔ ایکبار ریل چلنے میں ابھی دیر تھی حضرت اقدس و بیوی صاحبہ سیکنڈ کلاس میں بیٹھ گئے مولوی عبدالکریم صاحب نے مجھے کہا کہ عرض کیا جائے اس میں اگر بیوی صاحبہ کسی طرف بیٹھ جائیں تو اچھا ہے حضور کو کہنے کی جرأت ہو تو کہئے وہ گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ جی ہم ایسے پردوں کے قائل نہیں

۳۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایکبار میرے دل میں آیا کہ اللہ نے جو انعام مجھ پر کئے ہیں انکی ایک کتاب تکمیل فرماؤں اس رسالہ کی تکمیل جب میں کرنے لگا تو کشف میں دیکھا کہ بارش ہورہی ہے اور اللہ مجھ کو فرماتا ہے کہ اگر قطرے گن سکتے ہو تو میرے احسان بھی گن سکو گے تب میں نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔

۴۔ ایکبار مولوی عبدالکریم صاحب و سید محمد احسن صاحب امروہوی حضرت اقدس کے حضور کسی امر پر بحث کرنے لگ گئے تو آپکے چہرے پر غضب کے آثار دیکھ کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہوگیا اور حضور عرض کیا رضیت باللہ ربا۔ اس پر آپ کا غصہ فرو ہوگیا

۵۔ حضرت اقدس کے پاس ایک مولوی آیا اور اس نے لمبی تمہید کے بعد اپنی غرض کی حاجت کر یہ

عرض کیا کہ آپ علیحدہ حالت میں بیٹھا کو جوڑے لیتے پھر مسیح کا دعوے کرتے آپ نے مسکرا کر فرمایا مولوی صاحب اگر میں منصوبہ باز ہوتا تو ضرور ایسا ہی کرتا مگر یہ تو خدا کا کلام ہے جو آسمان پر نہیں بیر سازش۔ وہ پھر بحث کرنے لگا کہ یہ تو آپ نے سچ فرمایا مگر حکمت عملی بھی ضرور کوئی چیز ہے فرمایا یہ تو نفاق کا کام ہے میں ایسا نہیں کرسکتا

۶۔ لوگ عجیب عجیب باتیں بناتے ہیں ایک شخص کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس نے ایک عرب لڑکے کو جسے ہر روز کوٹھڑی میں لیجاتے اور تصانیف میں مدد لیتے اسے آلات نجوم بھی دے رکھے حالانکہ جو لوگ حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے والے ہیں سمجھتے ہیں کہ آپ نے کبھی خلوت میں خفیہ گفتگو نہیں کی بلکہ کبھی ایک نے خلوت چاہی تو ایسی آواز میں گفتگو فرماتے کہ دریچہ گلی میں لوگ سن سکتے آپ کسی سے بے تکلف نہ ہوتے تھے اسے مخاطب کرتے تو کبھی کسی سے نہیں رکھا

۷۔ حضرت اقدس کے حضور ذکر آیا کہ ایک عالم نے ایک امیر کو کچھ نصیحت کی تو اس امیر نے اس عالم کو جھڑکا اور ذلیل کیا فرمایا اس نے کہا ہوگا ورنہ کیسی ذلیل ہوتا میں تو ایسی باتوں کی طرف خاص خیال رکھتا ہوں اسکے میں ایک درشت مزاج امیر کبھی کہ اللہ کے لئے سمجھانے گیا تاکہ حضرت کے اس قول کی بھی تصدیق ہو جائے چنانچہ میں گیا اور بڑی دلیری کے ساتھ گفتگو کی اس نے مسئلہ پوچھا [illegible] جانتا تھا [illegible] حکم میں ہتھیار آپ ایسے لوگوں کو اپنی محبت میں پھنسانے کے لئے نکلتے ہیں [illegible] کے پاک ہونیکے بعض علماء قائل ہیں میرے اس تقریر پر وہ پھر ان علماء پر اعتراض کرنے لگا)

۸۔ ایک آدمی کو حضرت اقدس کے حضور پیش کیا بہت متقی اور بظاہر متورع [illegible] تھا فرمانے لگے یہ اسلامی وضع کا شخص نہیں انگریزی وضع کا ہے الحمد للہ وہ ایسا ہی نکلا

المومن ینظر بنور اللّٰہ

۹۔ حضرت اقدس نے مجھے ایک عجیب نکتہ معرفت سنایا کہ [illegible]

نہیں ہوسکتا جیسی کسی قسم کی اطاعت کبھی کسی قسم کی مگر ہوسکتا ہے شقی لوگ اسکو کفر اکبر کی کوشش میں
لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں یقیمون الصلوۃ کے ۔ فقط

آدم وحوا نافرمانبرداری میں یکساں نہیں تھے

بعض لوگ فوسوس لهما الشیطن سے دھوکہ کھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ آدم وحوا کو نافرمانبرداری میں یکساں ظاہر کرتے ہیں حالانکہ جب
خیال کسی متعلق کے معنے دیتا ہے پس اسکے معنے میں پہنچا یا دوم ایک سالم عہد تک تاکہ
پھر ایک بھول کرایا کہ جبکہ میرا ارادہ نہیں شرح اسکا ارادہ ہے تو ان دونوں
میں فرق ہے اور نتیجہ ایک ہی پس ان دونوں کو یکساں نہیں کرسکتے اس موضوع
پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر فیصلہ کن ہے جو احمدی احباب خصوصیت
سے مطالعہ فرمائیں (الحکم ... صفحہ ...)

آدم بھی گرچہ حوا کی طرح گناہ کرکے راہ راست شیطان کی بات کو مان کر خدا کے حکم کو توڑا لیکن
تو بہ کرکے خدا کا ویسا ہی ہوگیا تھا ... کہ خدا کے حکم کی ہتک کی اور ان کو
سمجھا اور ہر وقت خدا کے حکم اور استقامت کے مستحق اور جو شیطان کے بہکانے سے شیطان کی بات
سمجھ لیا تو ایسا ہو کہ اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ... کہ خدا کے حکم کو توڑ
کر بھول سے وہ کام ہوا جس پر افسوس کیا ... کہ تو نے اعتراف کیا آپ ہی خدا کا حکم توڑا
بلکہ شیطان کی قائم مقام بنکر آدم کو بھی ... آدم نے محض حوا کی خاطر ہی بیوی
پھل کھایا جس کی ممانعت تھی اسی وجہ سے خدا کے نزدیک سخت گنہگار ٹھہری مگر آدم
... یعنی ایک لطیف خطاب ہے کہ آیت کریمہ ولم نجد له عزما سے ظاہر ہے
یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ آدم نے عمداً میرے حکم کو نہیں توڑا بلکہ
اسکو خیال گذرا کہ حوا نے جو پھل کھایا ہے شاید اسکو خدا کی اجازت ہوگی پس تو
ایسا کیا یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں حوا کی ہی ... ظاہر نہیں فرمائی مگر آدم کی
برأت ظاہر کرنے کی نسبت ولم نجد له عزما فرمایا ... سراسر ...

بنایا اور اسکا وارث ٹھہرا گیا اور حمل کی مصیبت اور بچے جننے کا دکھ اسکو اٹھوایا اور آدم چونکہ
خدا کی صورت پر بنایا گیا تھا اسلئے شیطان اسکے سامنے آ نہ سکا اسی لئے یہ بات ظاہر ہے
دوسرے شخص کی پیدائش میں اس کا حصہ نہیں وہ کرمرد ہوا اور توریت کے رو سے اسکی نسبت
کہنا مشکل ہو کہ وہ خدا کی صورت پر اخدا کی مانند پیدا کیا گیا مگر آدم بھی آخر مرگیا اسکی موت
گناہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ ہلاکت سے انسانی بناوٹ کا خاصہ تھا اگرچہ وہ گناہ نہ کرتا تب
بھی مرتا۔

مصلح موعود حضرت اقدس کی زندگی میں

تریاق القلوب کی مندرجہ ذیل عبارت قابل غور ہے۔ اگرچہ
اس بات کے جو داعی ہیں گے صدی موعود بعثت کے لحاظ سے پیدا
نہیں ہوگا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اسکے خاتمے کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند
پیدا نہیں کریگی باستثناء ان فرزندوں کے جو اسکی حیات میں پیدا ہوں کیونکہ بعد میں بیاعث
سیرت لوگوں کا غلبہ ہو جائیگا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے جاتی رہیگی اور
نفس پرست اور شکم پرست ہو جائینگے پہ بعض کا رو یا ہے کے مکاشفات میں اور احادیث
نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو ثابت ہے کہ ان روایات مکاشفات کو مد نظر رکھ کر قول صحیح ثابت
ہوتا ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے اور یاد رہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دو حصوں میں تقسیم کر دی ہے۔ اور فرمایا ہے
کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے جسکے اول میں میرا وجود ہوا اور آخر میں مسیح موعود ہو یعنے
ایک طرف وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات روشن ہیں اور دوسری طرف وجود
با برکت مسیح موعود کی برکات روشن کیونکہ اسی طرح یہ بات نہایت صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں داخل نہیں سمجھا جو مسیح موعود کے زمانے کے
بعد ہوں گے اور مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اسکے دیکھنے والے اور دیکھنے والوں کے
دیکھنے والے اور پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اسکی تعلیم پر قائم
ہونگے غرض قرون ثلٰثہ کا ہونا رعایت منہاج نبوت ضروری ہے کیونکہ پھر تجلی اسلام کی
کا خاتمہ ہو اور بعد میں اس گھر میں ویرانی اور ظلمت کا غلبہ ہے چونکہ علم بھی ضروری ہے کہ انتظام ہو

صادق کلمات
بجواب
ثنائی ہفوات

میر قاسم علی صاحب نے امرتسری کتب کے قرضہ واپس دیا ہوا ہے اسکی آخری سطروں میں ایک چھوٹے سے رسالہ کا جواب جو دشمن سلسلہ حقہ نے حضرت مسیح موعود کی بعض تحریروں کو نہ سمجھکر بین تناقض ثابت کرنا چاہا ہے نہایت مدلل طور پر اس خیال کو واضح کیا ہے کہ کوئی اختلاف نہیں قیمت ۱؎

ملنے کا پتہ ۔ الحق دہلی

کشف الدجی

مولوی عبدالعزیز صاحب انصار اللہ سہارنپوری سلفیہ و حنفیہ کا ٹریکٹ شایع کیا ہے جس میں چودہ منطقی شکلوں سے باستدلال آیات قرآنی مسیح کی وفات ثابت کی ہے احباب ٹکٹ محصول بھیجکر مفت تقسیم کریں۔ از محمد یمین تاجر کتب قادیان ہو۔ رنجلد پر شے کی۔ برادر محمد یمین صاحب فصل الخطاب (مصنفہ مولنا نورالدین) ابھی چھپوانا چاہتے ہیں جس کے لئے درخواستیں آنی چاہئیں۔

ریاض النور

ماسٹر محمد علی صاحب اشرف کے ترانے ماسٹر صاحب نے عاشقانہ مزاج پایا ہے جسکے جذبات کا اظہار ہے ہ

ہم دل پابند نے نہیں ہے ٭ فریاد کی کوئی نے نہیں ہے

قیمت ۱؎ پتہ میگزین قادیان

حمائل نفیس ۔ نہایت خوشخط سرکاری کتب عربیہ کی طرز پر معرا بے جلد ۱۴؍ مجلد (عہ) ایک روپیہ چار آنہ

پتہ ۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے مل سکتی ہے ٭

Digitized by Khilafat Library

یہ کیا ہے؟ اسکا نصف صفحہ کیوں خالی رہا ہے؟

رہنے دیجئے اسمیں کیا ہے؟

سبب ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بچوں سے ضعیف تک کے لئے ڈاکٹر
ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سخت امراض کی ان ادویات
کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے
اسکے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہو سکتا
کیا ایک فہرست آپکی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں
ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں مل سکتی ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت

اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

۱۹ ۱۳

بابت ماہ نومبر

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

خاتم النبیین	۵۳۷ - ۵۵۸	[illegible]
مناجات اویس	۵۵۸ - ۵۵۹	[illegible]
[illegible] القرآن	۵۶۰ - ۵۶۰	[illegible]
[illegible] کی زبانی	۵۶۱ - ۵۶۶	[illegible]
[illegible]	۵۶۷ - ۵۷۰	[illegible]

قیمت سالانہ

[illegible]

بقایاداران تشحیذ توجہ فرمائیں

جن صاحب پر ستمبر ... کا چندہ ... تک ادا نہیں کیا اور اکتوبر کے وی پی جو تیسری بار کئے گئے تھے واپس کر دئے ہیں وہ مہربانی فرما کر اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائیں۔ اور بہتر ہے کہ ایسے صاحب ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دیکر کارخانہ کو نقصان سے بچائیں۔ اور میں خوش معاملہ خریداران تشحیذ سے امید قوی رکھتا ہوں کہ وہ ایسے احباب کی کمی کو پورا کرینگے مضامین کی پسندیدگی اور ضرورت کا تو یہ حال ہے کہ کئی جگہ کے ساتھ کئی اقتراحی خطوط پہنچ جاتے ہیں مگر عملی طور پر یہ حال ہے کہ چندہ سالانہ ادا کرنے میں تامل ہے آخر رسالہ کا خرچ رسالے کے خریداروں ہی سے وصول کرنا ہے۔ اگر خریداروں کا بقایا دینے میں یہ طرز ہوگا۔ تو اس کا اثر رسالہ پر پڑیگا جو مفید مضامین تشحیذ نے شائع کئے ہیں مثلاً جون کا حصے کا رسالہ جس میں سلسلہ احمدیہ پر حال کے کل اعتراضات کا مفصل مدلل جواب ہے۔ اور ایسا جواب ہے جو سلسلہ کی کتب میں اس سے پہلے موجود نہ تھا۔ ستمبر کا رسالہ جس میں تمام قرآن مجید کی مشکل آیات پر حاشی ہیں یہ دونوں سلسلے خریداران کو مفت دئے گئے ہیں۔ اگر علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہوتے تو ان کی قیمت ایک روپے سے کم نہ ہوتی۔ اور کارخانہ تشحیذ ابھی کافی نفع اٹھاتا باوجود اسکے احباب کی قدر دانی کا یہ حال ہو کہ جتنے خریدار پچھلے سال تھے اتنے ہی اس سال بلکہ اس سے کم ہوں تو افسوس کی بات ہے کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ ہر ایک خریدار کم از کم ایک خریدار مہیا کرنے کی کوشش کریگا۔ اللہ تعالے آپکو توفیق بخشے

ایک کتاب پہلے ایک کتاب تین سو صفحے کی لکھی تھی جس میں احمدیوں کے عقائد مسئلہ **کی اشاعت** کتب رسل تقدیر یوم الآخرۃ پر مدلل آیات و حدیث مذکور میں بعرف خرچ نہ ہونیکی وجہ سے ابتک چھپ نہیں سکی اگر تین سو احباب ایک ایک جلد یا چند احباب کم از کم دو سو جلد خریدنے کا پختہ وعدہ فرمائیں تو بہت جلد انشاء اللہ چھپ سکتی ہے۔

خط و کتابت بنام **الحکم قادیان** ہو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء

خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

پچھلے سال کے اس ماہ نومبر میں تو دو نبی پر ایک مضمون چھپا تھا جو بہت ہی مقبول ہوا۔ اور ہے بعض دوستوں نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ اس مضمون کا دوسرا حصہ ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی شان کو دکھایا گیا ہے۔ اور آپکا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے سید ولی اللہ شاہ صاحب اس مضمون کو مکمل نہیں کر سکے اسلئے اس کا دوسرا حصہ کا انتظار ہے لیکن یہ حصہ بھی بڑا قابل قدر ہے"

مسلمان دنیا کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں۔ اسکا مذہب اسکے لئے باعث فخر ہے۔ اور اسکا ہادی اسکے لئے نمونہ ہے جس قدر فخر کرے اسے شایان ہے چاہیے درست ہے بیشک دنیا کے علوم و فنون میں جس قدر چاہیں ترقی کریں تجربہ اور مشاہدہ جس قدر چاہیں اپنے دامن وسیع کریں۔ تہذیب و تمدن نئے نئے رنگ بدلیں اور گذشتہ تجربوں کے ورق ابھی تک خود خوش ہو کر جائیں ہمارے آقا و رہنما پر جو آپکے دشمن اعتراض کرتے ہیں۔ ملا کی اعتراض نہیں بلکہ وہ ایک اعلیٰ صداقت کا کامل نمونہ ثابت ہونگے۔ زمانہ زبردست ہاتھ سے یک نہ

ایک وقت ضرور ایسا ہو گا کہ بیشک ان الفاظ کو کسی محفوظ گوشہ دل میں اچھی طرح نوٹ کر لو
فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۔ یہ عالم الغیب خدا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور انہی

کسی نبی کی تاریخ محفوظ نہیں

الفاظ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے تو زمانے اس مبارک وجود کی گفتار کو ایک ایک تقدس کے افعال کو ایک ایک شوشہ اس طرح قلم سے کہیں ضائع نہیں ہونے دیا۔ اس لئے کہ آئندہ آنے والی نسلیں علم کے روشن چراغ کے سامنے عقل و فطرت کی کسوٹی سے خوب دیکھ لیں۔ جانچ لیں سمجھ لیں کہ یہ وہی ایک صرف وہی ہادی تمام عمر کی کمال کا کامل اور مکمل نمونہ ہے کسی بادشاہ کے حالات کسی نے کیا قلمبند کئے ہیں۔ ہمارے سرور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دیکھو کہ تمام خانہ داری اور ملک داری کی نسبت اور بیرونی معاملات بغیر کسی قسم کے استثناء کے اپنوں اور بیگانوں دوستوں اور دشمنوں ہمسایوں اور اجنبیوں بیویوں اور بچوں سے تعلقات بلکہ نجی زندگی اور خود مبارک جسم کے اپنے خورد و نوش واقعات (حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کے متعلق بھی) ہر لمحہ کی بات سب کے سب محفوظ اور تمام دیکھنے اور سننے والی دنیا کے سامنے موجود ہیں ایسی طرح موجود ہیں جس طرح آپ کے دشمنوں کے نکتہ چین و نکتہ بین نظروں کے سامنے تھے اس لئے کہ ان کو اس بات کے دیکھنے کا اچھی طرح موقع تھا۔ کہ وہ دعویٰ الٰہی کس قدر مکمل انسان ہے اس لئے کہ دنیا کو معلوم ہو کہ وہی صرف تمام خلائق خاندان انسانی کا جامع اور کامل نمونہ ہے۔ ورنہ کسی اور مرد کو یہ حوصلہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو بے روک ٹوک تمام آزادی سے اپنی زندگی پر پورے طور کے نکتہ چینی کی اجازت دے کیا اس کی نظیر کسی اور وجود میں بھی مل سکتی ہے؟ تمام ٹیک تاریخوں کی ورق گردانی کو تسلیم اور چھان بین کر دو اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک کو چھان کر دیکھو ساری کوشش کا آخر کار یہی نتیجہ ہوگا کہ دوسرے کوئی بھی نمونہ تمہیں انسان کامل ہو کر دکھا نہ سکے گا۔ ان کی زندگی کے حالات محفوظ نہیں ہیں جس سے انسانی دستور سے واقف نہیں ہیں یہ بیہ اتنا ایک زبردست شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ ہی اس

قائل ہو کر دنیا کے سامنے ہمیشہ کے لئے باقی رہے ۔ ومقتت من ربی ذی بام ... واما ما ینفع الناس الخ

انبیاء کا سب سے اعلیٰ اور اولیٰ فرض منصبی

کون نہیں جانتا کہ انبیاء کا سب سے اعلیٰ اور اولیٰ فرض منصبی لا الٰہ الا اللہ کا دعویٰ اور الٰہی محبت و عظمت کا اپنی قوم کو سکھانا اور یہی سکھاتے ہو چکے ہیں اور کیسے انہوں نے بڑی بھاری کوششیں کیں محنت سے سخت تکلیفیں سہیں اور خطرناک سے خطرناک مصیبتیں جھیلیں مگر افسوس قوم نے انکی ایسی ... بیٹھے قدر نہ کی جیسا کہ تم ... ہیں۔ بہت تھوڑے نکلے جنہوں نے ... اصحاب میں سے بھی وہ کہ جنکا ایمان بیابان میں فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون اور کاشتکی لکڑی پر آ رہا گیا۔ مگر دیکھو کہ ایک

قوم عرب کی جہالت اور ظلمت

یتیم کس بیکسی بے یارو مددگاری اپنی قوم کی اصلاح کے لئے ہمت کی کمر باندھتا ہے۔ ایسی بت پرست مشرک قوم کی بہتری کے لئے جو قسم قسم کے توہمات اور قابل نفرت رسومات میں گرفتار۔ بت پرستی کو کعبہ پرستی میں کیا مردکیا ان کیا بچے اور کیا بوڑھے سب کے سب پتھر کے بنے دیوتاؤں اور دیویوں کے سامنے ننگے بدن عجیب ہیئت اور شکل میں تھرتھراتے سر جھکاتے ہندوؤں کی طرح گھنٹے بجاتے اور تالیاں بجاتے تھے جہالت بھی عجیب بلا ہے جو ہر طرف نظر آیا۔ اسی کو خدا سمجھ لیا ہو کر کچھ دیکھا اسی کو پوجنا شروع کیا اپنے اس دھاگے اور قوم کے لئے جو خود پسندی خود پرستی کو شہرہ آفاق تھی جنگی اور لڑائی کا کوئی سبب ہوتا اور نہ ہی کوئی انتہا۔ ذرا سی بات پر جو اٹھے تو سارے ملک میں ایک آفت بپا کر دیتے تھے۔ شراب کی کثرت زنا کی کثرت جوئے کی کثرت سود کی کثرت مار دھاڑ لوٹ کھسوٹ کی کثرت بیبیوں پر ظلم ہے لڑکیوں پر ظلم ہے بیواؤں پر ظلم ہے یتیموں پر ظلم ہے غلاموں اور نوکروں پر ظلم ہے بے زبان اور حیوانوں پر ظلم ہے جس طرف دیکھو ظلم ہی ظلم ہے نہ انہیں علم سے کام نہ کچھ حکمت سے واسطہ۔ تو ہمات ... پاگل ہیں

احسن اخلاق اچھے ہیں۔ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ اور اسپر طرفہ یہ کہ زین لہم الشیطٰن ما کانوا یعملون اپنی کرتوتوں پر فخر ہے۔

آپکی ہمدردی

یہ وہ قوم تھی جس کی اصلاح کا بیڑا اور فکر آپ کے دل میں الٰہی تحریک سے پیدا ہوا۔ وہ درد کیا تھا۔ ایک سمندر کا ابال اور جوش تھا جو بجز اپنے عرف کو خالی کر دینے کے کسی طرح بھی منتظم ہوتا ہوا نظر نہیں آتا تھا جیسا کہ آپکی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہے۔ آپ نے اپنی بے سروسامانی حد اپنے دشمن کی زبردست طاقت و حقارت کا ذرہ بھی خیال نہ کیا اور اس سرکش انجان قوم میں جو حکومت اور حکمت کا نام تک نہ جانتی تھی۔ لا الٰہ الا اللہ کا وعظ شروع کیا۔ وہ وعظ کیا تھا ان کے نزدیک گندی گالیوں سے بھی بدتر تھا۔ سامنے کا سارا عرب غیظ و غضب کی آگ سے بھڑک اٹھا مخالفت پر کمر باندھ لی کس لئے؟ ایک اکیلی جان توحید کی منادی کی خاطر کرنے کے لیے۔ بھلا اس بے غرض بے نفس گوشہ نشین کو ایک مسکین بیکس شخص دریا یان تھا اور جس کا

آپ کی بے نفسی

بسیرا پہاڑ کی غار تھا بادشاہ بننے کا خیال کیا ہو سکتا تھا۔ اگر شہرت غرض ہوتی تو پہلے بھی اس قسم کا کوئی نشان کوئی نمونہ موجود ہوتا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ چالیس برس تک تو سکوت اور خاموشی کی زندگی گزری اور اخیر وقت میں قوم کی بہتری کی سوجھی کیا عزت مقصود تھی؟ کہ اچھی عزت ہوئی۔ کہ پہلی عزت بھی ہاتھ سے گئی اس سے پہلے تو آپ قوم میں عزیز تھے محبوب تھے امین تھے۔ بچہ بچہ تو آپکی دیانت و امانت سے واقف تھا۔ جیسا کہ قوم نے ما جربنا علیک الا الکذب کہتے ہوئے اسکا اقرار کیا۔ اور قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ کیا۔ فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیٰت اللّٰہ یجحدون۔ مگر اب تو وہی قوم آپکی جان کی پیاسی ہے۔ کیا خوبصورت عورت کی خواہش تھی حاشا وکلا ۲۵ برس کا ایک نوجوان عرب ۴۰ برس کی عمر رسیدہ بیوہ سے نکاح کرتا ہے اور ۵۰ برس تک اسی کے ساتھ اپنی جوانی کی عمر گزار دیتا ہے کیا وہ اس قسم کے الزام سے متہم کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلعم کو تو سارے عرب کی حسین عورتیں پیش کی گئیں مگر آپ نے جھڑکا بھی

نہیں کیا دولت کی خواہش تھی مگر اس قسم کی کوئی خواہش ہوتی تو اسوقت آپکے لئے خوب موقعہ
تھا جب قوم نے اکٹھے ہو کر دولت کو پیش سلطنت کو پیش کیا۔ اور ہر ایک قسم کا لالچ دیا۔
مگر آپ نے ان سب سے منہ موڑ کر یہی جواب دیا کہ اگر تم سورج اور چاند کو بھی میرے دونوں
ہاتھوں میں لا کر موجود کر دو تو بھی ممکن نہیں کہ طریقہ حق کے لئے بھی اپنے پاک ارادے کو ترک کر

آپکا عزم

دوں۔ یا قوم لا اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا [illegible]
[illegible] کے ساتھ اپنے فرض کو شروع کیا تھا۔ اگر وہ لوگ بھی سب بچھڑ بھی جاتے یا جیسا کہ
قوم نے آپکو دھمکی بھی دی تو واقعہ میں وہ حق کی راہوں میں بار بار ذبح بھی کئے جاتے تو بھی ممکن نہ تھا کہ
آپ کے عزم میں ذرا بھی فرق آتا۔ جیسا کہ آپکی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہے کہ اپنے بیگانے

آپکی سخت مخالفت اور آپکے مشکلات

دوست و رشتہ دار خیر خواہ اور غمخوار کیا مکہ اور کیا مدینہ اور کیا عرب
اور کیا عجم قریباً سب کے سب آپکی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے
مشرک ہیں تو وہ آپکی تباہی کے درپے، یہودی ہیں تو وہ آپکی بیخ کنی کے فکرمند، عیسائی ہیں۔ تو
وہ آپکی ہلاکت کے خواہشمند، صابی ہیں تو وہ آپکی موت کے آرزومند غرض یہ کہ سارے کا سارا
عرب و عجم یک تن و یکجان ہو کر آپکی دشمنی پر تلا ہوا ہے۔ کبھی ایرانیوں سے خط و کتابت ہوتی
ہے۔ اور کبھی قیصر کے دربار میں منصوبے ہو رہے ہیں۔ منافق لوگ فتنہ کی آگ بھڑکا رہے ہیں
اور کاہن [illegible] لوگ فتنے میں ڈال رہے ہیں۔ اور آپ دین کی [illegible] سے واقف تھے
مکروں اور فریبوں سے خبردار کبھی سلطنت نہ تھی۔ علم والے آپ کے دشمن حرفہ پیشہ آپکے دشمن
کھیتی باڑی کرنیوالے آپکے دشمن۔ تاجر سوداگر آپکے دشمن اور دشمن بھی خونخوار جوانی کے
نشہ میں مست بہادر آپکے قتل کے ارادے کر رہے ہیں۔ شاعر نہایت فحش الفاظ میں آپکی
توہین و ذلت کر رہے ہیں اور شہر کے بدمعاش اور لڑکے آپکی ایذا دہی کے پیچھے ہیں۔
غرض ساری خونخوار قومیں آپ کے اردگرد اسلئے ستا رہی ہیں کہ حضور صلعم اور آپکے
چند ساتھیوں کو دنیا سے نیست و نابود کیا جائے۔ ایسی حالت میں اللہ جانتا ہے

فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون
باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا واذ قالت طائفة
منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا) جبکہ اپنے بیگانے سب بدل گئے ہیں

آپکا استقلال صبر

آپ ہیں کہ خدا ہی کے مطابق حکم فاصبر کما صبر اولوا العزم
من الرسل آپ کے عزم اور ارادے میں کمزوری نہیں بلکہ اور بھی بلند پروازی ہے ہمت
و استقلال میں کمی نہیں بلکہ اور بھی مضبوطی ہے کسی اپنے بیگانے کا خوف نہیں بلکہ [illegible]

آپکا اطمینان

طبیعت میں پریشانی نہیں یاس نہیں بے صبری نہیں چڑچڑاہٹ نہیں
الا اللہ اشد خطرناک مصائب و خطرات کا سامنا ہے کہ یہاں کی کچھ پرواہ نہیں۔ اور آپکی کامل
یقین اور اطمینان سے فرماتے ہیں کہ سیھزم الجمع ویولون الدبر ساری کی ساری جمعیت کو
شکست کھا جاویگی پیٹھ پھیریگی دشمنوں کی ناکامیابی کو ایسے نازک حالت میں کامل یقین کو

اپنے مقصد میں کامیابی

اسی کامیابی کو آخر ایک عالم نے فی الواقع دیکھ کر دیا اب
جو پھرتے تو کبھی سینہ سے نہ ہوتے کہتے تو کبھی [illegible] نہ ہوتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سجدہ نا ماتے سے پھر ایسے درست ہوئے کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار آخر کرنا ہی پڑا۔ آپ نے اپنی
قدموں تاثیر کے نیچے اپنی توحید میں لگا کر ایسے ڈگمگیں کر دیا۔ انکی [illegible] فطرتوں کو وہ صیقل ہوا کہ حقیقی
محبوب کا وہ چہرہ جو ہزاروں برس مجازی معبودوں کی گھٹاؤں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ پھر آخر نظر آنے
لگا اب کیا ہے جو عالم ہے اسی معبود ذوالجلال کے نام سے ہے کہ اٹھنے لگیں تو اسی کی برکت چاہتے

کامل کامیابی کی شہادت

ہوئے پینے لگیں تو اسی کی حمد کرتے ہوئے نہائیں تو اسی کی پاکیزگی
طلب کرتے ہوئے اور سونے لیٹیں تو اسی کی تمجید کرتے ہوئے بستر راحت پہ
بیٹھیں تو اسی کے سپرد ہوتے ہوئے اور آنکھ کھولیں تو اسی کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے
گھر سے باہر قدم رکھیں یا اندر آئیں کسی مجلس میں بیٹھیں یا بازار کو جائیں اسی سے خیر و برکت
فضل و مغفرت چاہیں بلندی پر چڑھیں تو اسی کی بڑائی کرتے ہوئے اور نیچے اتریں تو اسی

کی تسبیح کرتے ہوئے۔ نکاح ہو شادی ہو غمی ہو موت ہو ہر حال میں اسی کی تقدیس اسی کی تحمید
اسی کا شکر اور اسی کا ذکر۔ سفر کو جائیں تو دعا۔ سفر سے لوٹیں تو دعا۔ قلت بارش کا خوف ہو تو دعا
بجلی کی کڑک کا ڈر ہو تو دعا۔ بیوی کے پاس جائیں غرض دعا پاخانہ جائیں تو دعا غرض جو کام ہو دعا سے
ہو بات ہو اسی کے نام سے۔ یذکرون اللّٰہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبہم الخ

دعا میلان فطرت کا مظہر ہے؟

بھلا انسان کی میلان فطرت کا مظہر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے گنوار لوگوں کو نہ صرف مشرکانہ ظلمتوں سے باہر نکال کر توحید کا سبق ہی پڑھایا بلکہ اپنے پاک نمونے کے ماتحت ان کی فطرت کو ایسی محبت دی کہ اس پیاس سے صاف ہو گئیں جو حضور کی دعاؤں سے معلوم ہوتی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ سرور کائنات صلعم کی الٰہی محبت کا رنگ آپ کے رگ و ریشہ میں پہنچ کر روح میں سرایت کر گئی تھی۔ نہ صرف آپ کی دعائیں آپ کے اقوال اور افعال ہی نہیں بلکہ وہ عظیم الشان اثر بھی ہے جس نے عرب کے مشرک لوگوں کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے صحیح تعلیم ہو توحید ہو تو ایسی ہو اقتدار کی تاریخ میں جا کر دیکھو۔ روئے زمین پر کوئی ایسی بات کہیں ہوئی جیسی کہ ہے کہ کسی نبی یا دوسرے کو ایسی مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور ایسے استقلال عظیم الشان محکم عزم استقلال ثبات و صبر سے کام لیکر اپنے مقصد کو اپنی خواہش کے مطابق پورا کیا میں کسی کے اخلاق فاضلہ کیسے تسلیم کروں جب یہ معلوم ہی نہیں کہ اسے ان اخلاق کے اظہار کا بھی موقع ملا ہو۔ میں کسی کے حلم کو کیسے اخلاق فاضلہ میں سے گن سکتا ہوں جسے غضب و عداوت سے حصہ ہی نہیں۔ میں ایک اندھے کی پاکیزگی نظر کا کیسے اعتبار کروں جبکہ اسے بینائی عطا ہی نہیں ہوئی۔ میں کسی کی کامیابی کا کیسے یقین کروں جبکہ کوئی میرے سامنے اس کا نمونہ ہی موجود نہیں۔ بیشک دنیا میں بڑے بڑے ملکوں کا فاتحین گزرے ہیں اور ان کے ساتھیوں نے ان کے ہم خیال ہم عقیدہ ہم مقصد ہو کر بڑی بڑی جانفشانیاں کیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی تو آپ کی ہم خیال نہ ہم مقصد نہ ہم عقیدہ۔ آپ کر

دن کتنے تو وہ رات غور کا مقام ہے کہ ادنیٰ اور معمولی سی کار رسم کو مٹانے میں ایسے ایسے مشکلات کا سامنا ہوتا ہے کہ انسان یاس سے ہمت کھو بیٹھتا ہے مگر وہاں تو انگشتیں وہ دنیا کا ہی مطلب یا مقصود حق وہ اسیر ہو کہ آپ کے پاس نہ دولت ہے نہ حکومت ہے اور نہ کوئی جمعیت ہے کہ جس پر کسی قسم کا اعتماد ہو سکے۔ صاحبو ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ تاریخ کو پڑھو تو سہی یا وہ سری کتب کا بھی مطالعہ کرو موجودہ زمانہ میں بھی خوب غور سے دیکھو کہ آیا جس قوم کی اصلاح کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو واسطہ پڑا کسی اور کو بھی پڑا جس اعلیٰ مقصد کو لیکر آنحضرت نے آتی مشکلات میں اپنا کام شروع کیا۔ اسکی نظیر کسی اور فرد بشر میں بھی ہے۔ جس اعلیٰ اخلاق کا اظہار سرور کائنات صلعم سے ان حالات کے ماتحت ہوا کیا کسی اور سے بھی کبھی ہوا۔ جس جیسی کامیابی کیساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعلیٰ مقصد کو اپنی زندگی میں ایک تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ہی اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا کیا کسی اور کو بھی ایسی کامیابی نصیب ہوئی۔

(۳۴) آپ نے دنیا سے کوچ نہیں کیا جب تک کہ اپنی ساری قوم سارے عرب کو اپنی دلی آرزو اور دلی خواہش کے عین مطابق عبادات اور خلقت کا لباس زیب تن کئے ہوئے اور صلاحیت کی پاکیزہ چادر اوڑھے ہوئے نہ دیکھ لیا۔ ہر ایک اصلاح اور بہتر تبدیلی جو آپ نے سرزمین عرب میں کی اپنے آپ میں عجیب ہے حیرت انگیز ہے بالکل بےنظیر ہے۔ وہ جنگجو خونخوار جھگڑالو ایک دوسرے کی جان کے دشمن خون کے پیاسے یک لخت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بھائی بھائی ہو گئے گلے مل مل کر ایک دوسرے کو مٹاتے تھے ہیں اپنے دلوں کے بخار نکالتے ہیں۔ واذکروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من النار اور نزعنا ما فی صدورهم من غل۔ العجب ثم العجب وہ باہمی کئی برس کی دشمنیاں اور بغض اور کینے جنہوں نے سارے عرب میں تہلکہ مچا رکھا تھا گھر گھر فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا جس کی وجہ سے قبیلے کے قبیلے کٹ کر ختم ہو چکے تھے

نہ کہیں امن تھا نہ کہیں چین تھا۔ بچہ بچہ گھر بنا رہتا۔ سچی بھائی بھائی ازاں تھا سینکڑوں ہزاروں کی تعداد زن و مرد بچے بوڑھے تلوار کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ مال ان غداروں اور کمینوں کو جو اعلیٰ کی مجلس میں کھڑے ہو کر اس عظیم الشان مصلح کل انسان نے اپنے زبردست پاؤں کے نیچے ہمیشہ مسل دیا ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا کہ غضب، دغضب اور کینہ توزی کو ایسے سرد پانی سے ختم کیا۔

دیکھا کہ ظالم دشمن انکے سامنے انکے ننھے بچوں کے معصوم بچوں کو قتل کرتے انکی عورتوں کی ذلت شانی کرتے ان سے زخمی کرتے ان کے بوڑھے باپوں کو ٹانگوں سے پکڑ دو اونٹوں سے باندھ بڑی بے رحمی اور سخت دلی سے چیر دیتے گرم دھوپ میں تپتی ریت میں لٹا اور گرم پتھر سینے پر رکھ کر انہیں کوڑے مارتے وہ بچارے وطن سے بے وطن ہوئے ماں باپ کو چھوڑا۔ بہن بھائیوں کو چھوڑا۔ دوستوں کو چھوڑا۔ رشتے بھی توڑے ناطے بھی توڑے عیب لعنت بھی ہوئے مال بھی گیا۔ دولت بھی گئی اور جان بھی خطرے میں پڑی۔ زلزلوا زلزالاً شدیدا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر کسی طرح بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ . . . . . . زبان سے کوئی حرف شکایت کا اور اپنے آقا اور رہنما کے پاک نمونے کے ماتحت ایسے ثابت قدم رہے کہ حق معترض اعتراض کرتا ہے کہ تلوار سے منوائے گئے۔ ان کے صبر اور تحمل کو تو دیکھو اس اچھی کیفیت نے باوجود خواہش کرنے اور زور دینے کے اجازت نہ ملنے پر ۱۳ برس تک خاموش چھوڑ کر صبر و استقلال سے مصیبتوں کے پہاڑ سہے ہیں کہ آپ گذرتے ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ جب وطن چھوڑ کر ملک چھوڑ کر بھی امن نصیب نہ ہوا انہوں نے الٰہی اذن سے اپنے بچاؤ کے لئے تلوار لگائیں تو ہی کہتا ہے کہ تلوار سے منوائے گئے تلوار اٹھاتے تو کبھی اپنے گھر وہی ہاں کے خود تباہ ہونے دیتے کیا مگر اسطرح میں جنگ سے پہلے لوگ مسلمان ہوئے رفع شک کو بعد لشکروں کو مسلمان کیا گیا۔ کہیں سے اسلام پھیلا تمام

کیا جاتا ہے اسلام تو غیر مذاہب انکے معبد خانوں کی محافظت کی تاکید کرتا ہے کہ عیسائی اور
یہودیوں کو انکے مذہب پر چھوڑ دیں گے اور انکی جان سے اس بات کا عہد و پیمان لیا گیا کہ ایک
دوسرے کے مال کی جان کی عزت کی مذہب کی محافظت کرتی ہوگی لڑائی کی گئی تو ان سے جو
عہد شکن اور ظالم تھے جلاوطن کئے گئے تو وہ جو بدمعاش اور فتنہ پرداز تھے مذہب کے سب
امن پسند لوگوں کو تو امان دی گئی۔ اسلام دل سے ایمان چاہتا ہے زبان سے جھوٹا اقرار کرنیوالوں کو
منافق ٹھہراتا ہے۔ اسلام کسی بادشاہ کی آمدنی کا ذریعہ نہیں۔ اسلام کو قبول کرنیوالے
اگر مفتوحین ہیں تو فاتحین بھی ہیں ترکوں نے مسلمانوں کو مفتوح کیا اور آخر مسلمان ہوئے مغلوں
نے انکو مفتوح کیا تو آخر مسلمان ہوئے پس یہ محض ایک بے بنیاد افترا ہے جو بعض متعصبوں نے
گھڑ رکھا ہے ...... سوچو تو سہی کہ اس ابتدائی سی جمعیت کی سارے عرب کی بیشمار
تعداد کے مقابل میں کیا حقیقت تھی۔ وہ بھی تو آخر عرب کی مٹی ہی سے تھے۔ انکے تو نہ کوئی قانون
تھا۔ اور نہ کوئی آسمانی مصلح جو انکے ہاتھ کو ظلم سے روکتا کیا بیجا کئے ہوئے تھے ہی جہاں شر
جانفشان جانثار رہا کرتے ہیں۔ وہ بھوکے مرگئے پیاسے ہلاک ہوگئے اپنے پیاروں کو اپنی نسل
کیوں ظالم حبشی کر دیا۔ وہ اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مرگئے۔ بھیڑوں
بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے مگر انکی اطاعت سے سر نہ پھیرا ایکطرف اس قوم کی بیرحمی سخت
ابتدائی اور ظلم کا اندازہ کرو۔ اور دوسری طرف انکے صبر و استقلال کی مضبوطی کا اندازہ کرو
(۳) وہ شراب کے نشے میں شب و روز مستغرق اور مدہوش رہنے والے نہ اپنی خبر نہ دنیا کی
خبر نہ گھر کی فکر اور نہ باہر کا فکر ہاں انہیں تعجب کی نگاہ سے دیکھو کہ فوراً ایک ہی شاہی حکم
سے اپنے اپنے مٹکے اور شیشے گلی کوچوں میں انڈیل رہے ہیں شراب کے پیالے اور رنج
خوشی کھڑے کھڑے توڑ رہے ہیں۔ نہ وہ شراب ہے نہ وہ خوشرو نہ خوش آواز ناچنے والیوں کی آواز میں اسیر
گیت گانے ناچ اور رنگ کا مکہ اپنے روٹھے ہوئے ایک ازلی محبوب کے منانے کے لئے
یہ سب چھوڑ چھاڑ انکے سامنے ہاتھ باندھے گردن جھکائے آنسو بہا رہے ہیں اپنی غلطی پر پچھتا

کی معافی مانگ بیٹھے ہیں اور اسی کی محبت کے نشے میں کچھ ایسے سرشار مست الست کھڑے ہیں کہ تلواریں سر پر چڑھ رہی ہیں اور تیر پسلیوں میں پیوست ہو جاتے ہیں اور پتھر پر پتھر پھینکے جاتے ہیں لیکن خبر تک نہیں کہ کس مزے میں ہیں اور کہاں کھڑے ہیں۔ ایک طرف شراب خوری کی کثرت دیکھو اور دوسری طرف یہ الٰہی محبت اور عشق کا عجیب حیرت انگیز کرشمہ دیکھو کیا کبھی معجزے سے کم ہے۔ وہاں تو پانی بھی شراب بن رہا ہے۔ عیسائی ممالک میں آؤ اس تجربے کا خوب الجھیڑ ہے وہ عرب کے درندے جو کھانے بیٹھتے ہیں نہ حلال کا خیال رکھتے نہ حرام کا نہ مردے کا گوشت چھوڑتے نہ زندے کا کھڑے کھڑے زندہ حیوانوں کی رانوں سے ضرورت کے موافق گوشت کاٹ لیتے اور ان کے سینوں کو پھاڑ کر ہاتھ سے کلیجے کو باہر نکال لیتے ان وحشیوں کو مصطفےٰ نے کیسے پینے کے سلیقے تو آپ سکھائے حلال حرام کو جدا کیا۔ غیر اللہ کے نام سے ذبیحہ کو حرام فرمایا لحم الخنزیر سے منع کیا مگر بجز چند اہل عرب نے ان ساری ہدایتوں کو قبول کیا حضرت مسیح نے بھی ایک لحم سؤر سے منع کیا تھا اور اہل یورپ نے خوب عمل کیا کہ کھانے کا خوب کر دیا

وہ مجلسوں میں علی الاعلان زنا جیسی گندی حرکت پر فخر کرنے والے اور اس فعل شنیع پر شیخی بگھارنے والے یورپ کو بھی مات کر دیا خدا جانے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اشارہ کر دیا تھا کہ کیا سبھی یہ لوگ سر جھکائے آنکھیں نیچی کئے ہوئے اپنی گزشتہ کرتوت پر پریشان پشیمان ہو ایسے خیال میں منہمک ہو جاتے ہیں کہ پتہ تک نہیں کہ کون پاس سے گزرا۔ کون آیا۔ کون گیا۔ اب زنا تو ایک طرف رہا غیر کو بنگاہ شہوت دیکھنا بھی گناہ ہے۔ پاک نظر کا تو کوئی ذکر یورپ میں تو بڑی ہی نہیں۔ والناس علیٰ دین ملوکہم کا نظارہ بھی دیکھو ولا تقربوا الزنا۔ انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم

(۴) وہ بڑے بڑے ساہوکار سود خور غریب جانوں کے دشمن رحم و مروت سے ناآشنا جنہوں نے اپنے قرضخواہوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا ان کے سامنے مردوں کے مجمع میں اس آلۂ رفاہ مرنے لگے وہ کسی دن کے حساب پر لا۔ لا تاکلوا الربوٰ کی قسم بھیجکر طرحوں کے تمام

پھر لوگ ایک طرف شعب میں آزار پہنچانے والے بچوں کی حمایت کی نہ یگانوں کا لحاظ سب کے سب سامنے بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ زبان تک ہلانے کی جرأت نہیں۔ ان بیچاروں کا تو اپنا کچھ تھا ہی نہیں تھا۔ کہ کچھ ہوتے بلکہ جو کچھ پاس تھا لینے کے لئے بھی غریب و مسکین کو اپنی گرہ سے دیتے تھیں انکی غمی و خوشی رنج و مصیبت میں شریک حال ہو کر رہ گئے۔ اس زمانہ کا رنگ دیکھ کر کیا تھا کیا ہوگیا۔ جو نسل انسانی ہے وہ اقتصادی مشینوں کا سبق پڑھ کر انسانی کے اصول پر چلتی ہے

(۵) آپ نے ظالم مردوں کے کانوں کو ہلا کر مظلوم کا لحاظ عورتوں پر رحم کیا (۶) آپ نے ان بے کس جو اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے وہ ٹیس لگائی کہ منہ خون پانی ہو کر آنکھوں سے بہنے لگا

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق

(۷) معصوم قابل رحم لڑکیوں کو جو تنگی تقدیر سے ہلاکت کے مضبوط ہاتھ سے پکڑ کر بچا لیا۔

(۸) بے ماں بے باپ یتیموں کو ان کے رشتہ داروں کے وحشیانہ سلوک سے محفوظ کر دیا۔ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن

(۹) کس مپرس مسکینوں کو اپنی کنار عاطفت میں لیکر زمانہ سے بے پرواہ اور غنی کر دیا غریبوں اور عاجزوں کے لئے انسٹیٹیوشنیں قائم کیں

(۱۰) عاجز بیواؤں کی تباہ ہوتی ہوئی زندگی کو بچا لیا۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم

(۱۱) وہ لونڈیوں کو بیچ کرتے اس حرکت شنیعہ سے منع کیا ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء

(۱۲) ان مظلوم غلاموں کو ہمدردانہ احسن سلوک سے اپنے پاک نمونہ سے وہ سبق پڑھایا کہ آخر وہ آزاد ہو گئے مالک اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اپنا فخر سمجھنے لگے جو کچھ تم کھاؤ انہیں کھلاؤ جو پہنو انہیں پہناؤ۔ جو کام ان سے لو اس میں خود شریک ہو کر انکی مدد کرو۔ اگر محسن حقیقی کے سامنے تم بھی سرخرو ہونا اور دکھوں سے نجات پانا چاہتے ہو تو اپنے غلاموں لونڈیوں کو تعلیم دو اور انکو آزاد کرو۔ انسے نہایت پیار اور محبت سے پیش آؤ۔ اگر وہ کسی طرح تمہیں تکلیف

وکیوں قسطوں میں ہوا ایک منشت کما کر کے یا قرض لیکر آزاد ہو جانا چاہتے ہیں تو تم انکا آزاد کرنا
ہی واجب سمجھو اگر کسی سے کوئی ایسا نقصان ہو تو تم غلام کو آزاد کرو قسم توڑو ظہار یا روزہ توڑو ماہ
رمضان میں بیوی کے پاس جاؤ تو تم غلام کو آزاد کرو علی ہذا۔ غرض اس پاک تعلیم کا اثر تم نے
دیکھا کیا ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں غلام آزاد ہو گئے۔ وہی مصیبت زدہ غلام کوئی سپہ سالار
بنگیا کوئی ملک کا فرمانروا خلیفہ کوئی کرنیل کوئی کپتان بڑے بڑے عہدوں کے رکھنے والے اعلیٰ
کے ملک صوبوں کے حاکم کیا یہ کم احسان ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک
وجود سے ظہور پذیر ہوئے کیا کسی اور نبی کے اس قسم کے فیضان کی نظیر کہیں موجود
ہے کیا مذہباً کسی کو اس بات کا فخر ہے لعنت ہو ایسی پالیسی پر اور ایسے سلوک پر جو بے گھر
بے وطن بے خانمان کرکے وحدہ بھیک منگوانے کی حالت جو ہمارے مشاہدے میں ہے غلامی
سے بدتر بلکہ بدتر ہے غرض آپکے احسانوں کو کہاں تک شمار کروں۔ تو اس جنگجو اور سرکش
قوم کے نہ اعتقادات کو چھوڑا نہ عادات کو چھوڑا نہ انکے توہمات کو چھوڑا۔ اور نہ انکے خیالات
کو چھوڑا .... اور نہ انکے آپس کے معاملات کو چھوڑا۔ اور نہ انکی صورت
کو چھوڑا نہ انکی زبان کو چھوڑا۔ اور نہ انکے علوم و ہنر کو چھوڑا۔ اور نہ انکے تمدن کو چھوڑا۔ اور نہ انکی
طرز معاشرت کو چھوڑا۔ اور نہ ہی انکی تجارت کو چھوڑا۔ اور نہ انکے حرف و نحو کو چھوڑا۔ مگر ان سب کو
اپنی قدسی اور پاک تاثیر کے نیچے پاکیزہ رنگ میں تبدیل کر دیا۔ قرآن کریم نے آپکا نام مزکی رکھا
اور دیکھ لو کہ اہل عرب کا کس خوبی سے تزکیہ نفس کیا قرآن کریم نے آپکا نام ذکر اور رسول رکھا
اور دیکھ لو کہ کس اعلیٰ مدارج ترقی پر اس قوم کو پہنچایا۔ غرض درخت اپنے پھل سے شناخت کیا
جاتا ہے۔

(۳) آپ نے اپنی قوم کو جہالت و حماقت ظلمت و ذلت کے تنگ و تاریک گڑھے سے باہر
نکال کر ترقی کے تمام مدارج کو طے کرا دیا۔ ریگستان کے باشندے خشن پوش گوشہ نشین جنگلی
جن کی مستقل رہائش تھی اور نہ کوئی مقررہ ٹھکانا اونٹوں اور بکریوں کے دودھ اور کھجوروں

اور جنگلی جانوروں کا گوشت کھا کر گزر کرنے والے وحشیوں کی طرح اس بیابانوں میں جہاں پانی نہ سبزہ
نگاہ اس نباتات ریگستان کی ریت چھانتے اڑاتے ادھر ادھر ٹہلتے پھرتے اور اپنی زندگیاں
کے دن کاٹتے تھے۔ نہ کوئی اخلاق تھے نہ کوئی آداب نہ کوئی علم تھا نہ کوئی ہنر ان بیابانوں کو
جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر انسان انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق
انسان سے با اخلاق انسان بنا دیا تمام امور معاشرت و معیشت سکھلائے آداب تہذیب اور
تمدن سے آگاہ کیا۔ حفظ صحت کے قوانین تعلیم کئے تجارت و حرفت و زراعت کے تمام طریقے
سکھائے حکومت فرمانروائی اور سیاست کے قواعد و ضوابط سب واضح کر دیئے غرض کہ آپ دنیا
سے رخصت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے اہل عرب کو کمال ترقی پر نہ پہنچا دیا کیا روحانی طور پر
اور کیا دنیاوی لحاظ سے دنیاوی حیثیت سے سب سے اعلیٰ درجہ ترقی کا بادشاہت ہی ہے دیکھو
کہ جناب سرور کائنات صلعم نے دنیا سے کوچ نہیں کیا جب تک اہل عرب کا سکہ حکومت
تمام دوسری حکومتوں پر جما دیا قیصر نے بھی آخر ہتھیار ڈال دیئے اور کسریٰ نے بھی ہزیمت اٹھا
لئے اور اسلامی پھریرا جگہ بجگہ بلند میناروں پر لہرانے لگا۔ دنیا میں یہی ایک خاتم النبیین ہوا تھا
اس کی پیشگوئی کا ضرور قائم کر دیا گیا کسی اور نبی نے بھی اپنی خواہش کے مطابق اپنی قوم کو اپنی
آنکھوں کے سامنے اس سرعت کے ساتھ ترقی کرتے ہوئے دیکھا خداوند یسوع بادشاہت
کے لئے دعا مانگتے ہی مانگتے دنیا سے چل بسے بڑے بڑے حواریوں کے کپڑے بھی بکوا دیئے
مگر وہ بادشاہت نصیب نہ ہوئی۔ کیا عمدہ ہوتا۔ کہ مسیحی صاحبان آسمانی روٹی کی بھی دعا
مانگتے خداوند نے آسمان سے روٹی تو دلوادی اور وہ بھی ۲۰۰۰ برس کے بعد مگر یہ کہ
اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا آسان دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا محال
خدا کی بادشاہت سے باہر نکال دیا یورپ نے بھی خوب قدر کی۔ اصل حقیقت سب پر
عیاں ہے۔ درخت اپنے پھل سے شناخت کیا جاتا ہے۔
(۴) قیدار کی زمین ہی میں حالت نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ

برکات نے سیجرہ طور پر ظہور کیا جس ملک کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بت
منقابین کٹتے ہوئے چھوڑ دیا وہاں ہمارے مطاع صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا جھنڈا
جا بسی گاڑا جس قوم کو حضرت نوح علیہ السلام نے غرق ہوتے دیکھا اسکو ہمارے آقا و مولیٰ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے گرداب سے باہر نکالا جس بیابان میں حضرت آدم
علیہ السلام جنت کی خواہش کرتے کرتے رخصت ہوئے وہاں ہمارے رہنما محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاک ہاتھ سے لگے ہوئے درختوں نے حضرت کے پھل لاکر جنگل میں منگل کر دیا جس ملک
میں خداوند صلیب پر لٹکائے گئے وہاں کی صلیبوں کو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے دلائل سے توڑ مروڑ کر ...... ہے۔ جو ہمیشہ آگ کا سامان اسی سوختہ قربانی اور کفارہ کے
خون کو مجسم کرنیکے لئے تیار ہوتا ہے جس ملک کی آگ کو حضرت زرتشت بھی نہ بجھا سکے اس آگ کو
سرور کائنات نے سرد کر دیا جس شرکستان میں ہر ہند کے رشی علمائے مہاراجہ ہزارہا معبودوں کی
تعداد کو کم نہ کر سکے باوجود ان پُرزور خونریزیوں کے جنگی گردہ جنگ کا میدان ابتک شہادت دے
رہا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے بت پرستی اور شرک کے استیصال میں
بڑی بڑی جان جوکھوں کی کوششیں کیں کیا شکل ہی کی جیلیں کے ثمرات یہ سارے مسلمان ہیں۔ وہ
جھکے نہ ملنے ہوئے۔ برابر تیرہ سو برس سے ممبروں پر چڑھ کر جیٹ فانوسوں پر کھڑے ہو کر توحید
کا دعوٰی کرتے رہے یہاں تک کہ یہ وقت آن پہنچا کہ جس میں انہوں نے اپنے عالم الغیب مقتدر اللہ
کے ان الفاظ (ترجمہ) سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کی صداقت کو اپنی آنکھوں
سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ انقلابات زمانہ نے ان اخوان ہیچ توہمات کو کچھ ایسا درہم برہم کر دیا کہ
کہ ساری مشرک دنیا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دستان واقعات ہیں جس کام کو انبیاء رسل رشی منی
پورا نہ کر سکے جس توحید کو وہ ادھورا چھوڑ گئے انکے ملکوں میں جاکر ہمارے ہادی حبیب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپکے غلاموں نے اس نقص کو دور کرکے کامل توحید کے بلند میناروں کو بلند
شوکت کے نصب کیا۔

(۱۴) اور یہی خاتم النبیین کا مرتبہ تھا آنجناب نے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم
جمیعاً الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت کہتے ہوئے دنیا
کی ساری امتوں کو اپنی دعوت کے مشن کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اور دیکھو کہ جہاں جہاں یہ
امتیں بکھری ہوئی تھیں وہاں انہیں سے بہت سی پاکیزہ روحوں نے راستبازی سے کھڑے ہوکر عملی
دنیا کے سامنے خاتم النبیین کی صداقت پر عملاً شہادت دی۔ درخت اپنے پھل سے شناخت
کیا جاتا ہے آپ انسانی مختلف کمالات کے کامل نمونہ تھے۔ اور اسی لئے تو مختلف ممالک کی
فطرتیں آپ کے فیضان سے فیضیاب ہوئیں اگر کوئی اسکی نظیر ہے تو پیش کرو۔ ان مہاتماؤں کا
ذکر نہ کرو جنہوں نے آریہ ورت کی چار دیواری کو ہی ساری دنیا سمجھ رکھا تھا اور اس مقدس نسل
کو بھی نبیوں کے سامنے پیش مت کرو۔ جو صرف بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو اٹھانے کے
لئے پہاڑوں میں سفر کرتا پھرا۔

(۱۵) صاحبو! وہ کون ہے کہ جس کی تعلیم ایسے اصولوں پر مبنی ہے جسکی غرض تمام مختلف مذہبوں کو
ایک ہی وحدت کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا چاہتی ہے کیا وہ جنکی مروجہ کتابیں پرمیشر اور خدا
کی ربوبیت کیا بلحاظ مکان کے اور کیا بلحاظ زمان کے تنگ دائرہ میں محدود کرتی ہیں یا
وہ جسکی کتاب رب العالمین کی ربوبیت رحمانیت رحیمیت اور مالکیت کو ہر زمانے میں
سارے جہانوں پر وسیع کرتی ہے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کی تعلیم کس کی ہے جسکی
وجہ سے ہمارے اندر فیڈریشن کا ایک سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اسی کی پاک تعلیم نے ہم پر فرض کر دیا کہ ہم
دوسری امتوں کے انبیاء پر صدق دل سے ایمان لائیں۔ اسی کی جس نے صوامع اور دیگر
معبدوں کی حفاظت کی اور یہی کہتے ہوئے کہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت
صوامع وبیع وصلوات ومساجد۔ اسی کی جس نے اپنی مسجد میں عیسائیوں کو گرجا کرنے کی
اجازت دی۔ اور ہمارے لئے اعلیٰ اخلاق کا پاک نمونہ چھوڑا۔ ساری دنیا بھی اگر اکٹھی ہو کر
اتحاد اور صلح کے اصول پر غور کرے تو بھی ممکن نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیش کردہ اصول ہے کوئی بڑھکر اصول پیش کر سکیگا انبیا کی امتوں میں آپس میں بگاڑ ہے پھوٹ ہے
کیوں اسلئے کہ وہ ایک دوسرے کے معبودوں انبیاء رسل رشیوں اور منیوں کو بُرا جانتے برا کہتے ہیں
اس صلح کے شہزادہ نے اس اصل سبب کو ہی سرے سے مٹا دیا کہ لا یسبوا الذین یدعون
من دون الله دوسروں کے معبودوں کو مت گالی دو۔ قولوا آمنا بالله وما انزل الینا
وما انزل الی ابراهیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ
و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له
مسلمون۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی
شقاق۔ اللہ تعالےٰ کو مان لو سارے انبیاء کو مان لو انکی متفقہ تعلیم کو مان لو۔ ورنہ ہمیشہ ہی
پھوٹ میں رہوگے صاحبو! اس وحدت کے اصول جو کہ اس عظیم الشان انسان کے منہ سے
نکلے جو دنیا میں خاتم النبیین ہو کر اسلئے آیا کہ تمام انبیاء اور رسل کی کھوئی ہوئی توحید کو پھر سے
پر قائم ہوں۔

Digitized by Khilafat Library

(۲) اللہ تعالےٰ کے ماننے والوں نے جب غور کر کے مذہب کا خلاصہ نکالا۔ تو وہ اصول بانی خلقت
سے صلح اللہ تعالےٰ سے صلح وغیرہ کے اصل تو مذاہب نے مگر جب تک انسانی اتفاق کا کوئی اور
کام کر سکتے ہیں۔ مذاہب کے تعلیم شدہ عبادت کے طرز و طریقوں پر نظر ڈالتے ہوئے ان سب کے
بلند میناروں کی سب سے بلند الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله کی پانچ وقت کی صلوٰۃ پر
بھی کان دھر کر غور تو کرو کہ اس سے بڑھکر بھی اس عظمت کا بیان ہو سکتا ہے سب کے اندر
با عفت باادب دست بستہ اٹھتے بیٹھتے۔ رکوع کرتے سجدوں میں گرتے ہوئے نمازیوں کا وہ
سے سنو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ الحمد لله رب العالمین الله اکبر الله اکبر سبحان ربی
الاعلیٰ سبحان ربی العظیم کیا اللہ تعالےٰ کے حسن و احسان اسکی عظمت اور محبت
اور اپنی عبودیت کا اقرار الفاظ میں اس سے بڑھکر ادا ہو سکتا ہے ممکن نہیں اور ہرگز ممکن نہیں
غرض جناب سرور کائنات نے ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں اس مبارک وجود پر ہوں

نہ صرف اہل عرب ہی بلکہ ساری دنیا کے سامنے کامل توحید کو قائم کر کے مختلف راستوں میں اپنی دعوت
کے زندہ نشان ظاہر کر کے دوسری قوموں کے معبودوں اور معبودوں بزرگوں کی عزت کی
حفاظت کر کے اپنی ختم نبوت کا عملی ثبوت دے دیا ہے۔ صاحبو! جس نے دنیا میں یہ اصول تعلیم
کئے ہیں نمونہ دکھلایا۔ وہی خاتم النبیین کے خطاب کا مستحق ہو سکتا ہے کیا بھلا زمانے کے
اور کیا بھلا خود حقیقت کے وسنیں سمجھنے کو تو دوسرے کیا کچھ نہیں کہتے بات تیرہ سو سی ہے
جب دکھتا ہیں بھی جو اس دنیا کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اس سراسر سارہ پر کہ روشنی ڈالیں
پھر ان نے چند مرحلوں ہی پیدا نکی حقیقت تو کچھ معلوم ہے

(۱۵) آج تیرہ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے اس میں کئی سلطنتیں بنیں اور کئی تباہ ہوئیں۔ صفحہ ہستی پر
ہزاروں تغیرات آئے اور قوموں نے کئی انقلابات دیکھے۔ حوادثات زمانہ نے مذاہب کے
اعتقادات کو خیالات کو بالکل بدل ڈالا مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا سبق
لا الٰہ الا اللہ کا آپ کی قوم کو نہ بھولا۔ اور ہرگز نہ بھولا جیوں اور بھا ساجوں کی اور وہ نے گرامی
پسند سادہ لوح آریہ ورت کے بت پرستوں سے کچھ سلوک بھی کیا تو بھی قیس کر دشکی تعداد تو بھی
کبھی بھول نہیں سکتی۔ اگر راستہ ایسے تھے۔ اس قوم کو ان سنہ عوں ہی نے آخرہ کیا۔ چاک
کیا تباہ کیا کیا یہ احسان بھولا کچھ اور ہی۔ ان بے بنیاد بے حقیقت عقائد کو سینے میں دوا لگی
اصلیت بھی ہم سب معلوم ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
کا ایک کرشمہ ہے۔ انقلابات زمانہ نے ان سنو ادیوں تو جات کو کچھ ایسا درہم برہم کیا ہے۔ اور
اپنے قلب میں مرتد ذکر رہا ہے کہ اب یہ پتھر کے صنم خود بخود گرتے اور ٹوٹتے چلے جاتے
ہیں۔ اور آج آریہ ورت کے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے مجمعوں میں پلیٹ فارموں
پر کھڑے ہو کر میزوں پر ہاتھ مار مار کر سروں کو ہلا ہلا کر آوازیں دے رہے ہیں اور چلا رہے ہیں
کہ اصل اور خالص توحید تو بس ویدوں ہی میں ہے۔ قرآن تو سراسر شرک کی تعلیم دیتا ہے
بیشک یہ وہ کہ توحید آریہ ورت کے پجاریوں ہی کو مبارک ہو جس نے عجیب فیشن سے گلے

ہیں کسی گانوں میں مندری ڈال دی یودی کو گرد پتھروں کے سامنے بیچ کی طرح بچھا دیا۔ درختوں کے اور
کو چھپر دیا گنگا جل کے پانی میں دیوتا ور کو دودیا سورج مہاراج اور چاند دیوتا کو پوجا اور پو
جا کر دیا۔ حاجت۔ بیان نیت۔ واستغاثوں کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے نہ کہ خالق و مخلوق
میں کوئی فرق ہی اور کہا جائے کوئی مابہ الامتیاز ہی نہ ہے۔ اگر ہندوؤں کے رشی کرشن جی مہاراج
اور حضرت مسیح اور دیگر انبیاء علیہم السلام حق ادا کرتے اور خالق و مخلوق کے درمیان مابہ الامتیاز
قائم کرتے۔ ہمیشہ ہی سے استغنا کی الوہیت اور اپنی عبودیت کا اقرار بطور اصول کے ان کے پیروؤں
کے ذہن میں بیٹھتے تو نہ ان کو یہ مصیبت پڑتی اور نہ وہ آج انبیاء کو پوجتے۔ ہزار ہزار رحمتیں اور
برکتیں اس بے نفس بے غرض پاک معلم پر ہوں جنہوں نے عالم امی ہوتے ہوئے اپنے پیروؤں
کے ذہن نشین اس طرح مثل اور بعید تعلیم ہی جو استعاروں تمثیلوں اور شاعرانہ یا متکلمانہ مبالغوں سے
بالکل پاک بناوٹ تصنع اور بیہودہ طوالت سے بالکل منزہ ہے۔ ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں
اس بے نفس بے غرض انسان پر ہوں جس نے عبدہ ورسولہ کی زیادتی کو لا الہ
الا اللہ کے ساتھ لگا کر ہم پر بڑا احسان کیا اور اس چاہ ضلالت میں گرنے سے ہم کو بچا لیا ہیں
تین بڑے انبیاء کے پیرو ان کی وفات کے بعد گر پڑے۔ اور اس طرح خالص توحید کو خاک کر
دیا۔ جاؤ۔ گرجوں میں جا کر دیکھو مندروں میں جا کر دیکھو گھنٹے کی ٹن ٹن اور سنکھ کی دھو
دھو ہی بجتی گرجتی آوازیں تمہارے کانوں میں پہنچیں گی جو اس بات کا ثبوت دے رہی ہیں
کہ ان مذاہب سے توحید کی روح پرواز کر گئی مگر مسجدوں میں جا کر سنو اور غور سے سنو
اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ
کی سریلی آوازیں بلند میناروں کی چوٹیوں سے چار دانگ عالم میں گونج رہی ہیں۔ بھلا
کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ان بلند پانچ وقتی آوازوں کے سنتے ہوئے حضور صلعم کی قوم توحید کا
وہ سبق بھول جائے جو دوسری قومیں بھول گئیں اور کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی
طرح ہمارے ہادی و مختار صلی اللہ علیہ وسلم بھی پوجے جائیں۔ باوجودیکہ اسلام میں مختلف فرقے

ہیں مگر سب کے سب مساجد سے تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی ایک ہی آواز نکل رہی ہے توحید
اور اتحاد اسکا نام ہے

(۱۴) الغرض نہ توحید کا سبق ہی آپکی قوم نے اچھی طرح یاد کر لیا۔ بلکہ کرنے کے کام جو حضور نے
کئے۔ وہ سب کے سب آپکی قوم نے قبول کئے ہیں حنفی حنبلی شافعی۔ مالکی فرقے اصل میں
مسائل کا فرق تھا ایک رحمت تھے جیسا کہ حضور نے فرمایا کہ اختلاف امتی رحمۃ وہ کام جو کہ حضور
صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف حالات کے ماتحت کئے ان گروہوں نے
ان پر عملدرآمد کر کے نہ صرف انکی حفاظت ہی کی بلکہ اس بات کا ثبوت دیا کہ کوئی ایسا فعل ہی
نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور افراد انسانی اسے نہ کر سکتے ہوں اگر آپ نے
ایک وقت حالِ جوش اور تڑپ سے دعا کرتے کرتے آپکی ریش مبارک تر ہو گئی۔ تو دیکھ لو کہ آپکی قوم
میں ایسے لوگ ہیں جن کو حضور کی یہ صورت ادا پسند آگئی اگر آپ نے دعا کرتے کرتے جوش سے سینہ بھی
مع شانہ مبارک کے تو آپکی قوم میں بیسیوں لوگ ہیں جنکو یہ طرز پسند آگئی غرض جو کام آپ نے کئے
آپکی قوم نے کئے قرآن کریم نے آپکا نام مطاع رکھا۔ اور دیکھ لو کہ آپکی ایسی اطاعت ہوئی
یہ کیوں اسلئے کہ حضور نے اپنی قوم کو ایک ماہر استاد کی طرح ایک مکمل دستور العمل تعلیم فرمایا
کی ہدایت نہ تو استعارے نہ تشبیہیں نہ شاعرانہ مبالغے ہیں نہ بے ربط اور لغو باتیں جس میں کوئی
بناوٹ نہیں تصنع نہیں بے اعتدالی نہیں۔

(۱۵) اس قسم کے کئی شواہد قوی و دلائل بینہ آپکے خاتم النبیین ہونے پر دال ہیں پھر سب سے
آخر اور سب سے بڑھکر یہ ثبوت ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ہر ایک مدعی نبوت تیس آپکی
مہر نہیں جس سے چمک گیا۔ یہ مشاہدہ اسکا شاہد ہے خاتم النبیین کی غلامی کا فخر کرتے
ہوئے مسیح کے خلاف جلالی تخت پر اپنا پاؤں رکھتے ہوئے قادیان گاؤں کا رہنے والا
گوشہ گمنامی سے باہر نکلا ایشیا کو افریقہ کو یورپ کو امریکہ کو غرض ساری مذہبی دنیا کو چیلنج
دیا۔ دیگر عذاب کی دھمکی دیتے ہوئے مقابل پر آنے اور خاتم النبیین کے روحانی برکات کے

آزمانے پر مجبور کیا۔ ایک طرف ساری ایشیا سے مقابلہ کیا اور دوسری طرف یوروپ و امریکہ میں جا پہنچ
کا نام و نشان مٹا دیا۔ ذوقی کو تباہ کیا کیونکہ انکے پروانوں پر خاتم النبیین کی مہر نہ تھی

اسنے ہر ایک ملک کو مخاطب کیا۔ ایک طرف مشرقی طاقت کوریا کی نازک حالت سے آگاہ کیا
روس کو بھاڑ دیا۔ روم کو اجاڑ دینے کیا۔ ایران کسریٰ میں ایک تزلزل سے خوف دیا۔ اور بنگالہ کو اطمینان
دلایا باوجودیکہ اطمینان کی کوئی صورت نہ تھی غرض کچھ بھی نہ تھا اور سب کچھ ہو جانے دیکھتے دیکھتے
ہو گیا۔

اسنے ماہرین علم طبقات الارض کو بھی عنقریب آنے والے زلزلہ و مقامات سے متنبہ کیا۔ اور ہمارے
دیکھتے دیکھتے دنیا پر ایک زلزلہ ڈالدیا ایک طوفان بپا کر دیا اسنے اکثروں کو مخاطب کیا اور ہوشیار
کیا کہ امراض تناسخ و التنفس میں طاعون و وباؤں کا کوئی نشان نہ تھا۔ طاعون نطفی مرض نہ تھا
اور ہمارے سامنے سب کچھ ہو گیا۔

غرض جیسا کہ نوشتوں میں لکھا تھا بجلی کی طرح جو آسمان کے ایک طرف سے کوند کے
دوسری طرف چمکتی ہے وہ ہی ہم اپنے آقا و مولیٰ خاتم النبیین کی زندہ برکات کے زندہ ثبوت
دیتے ہوئے اپنے وقت پر دنیا سے چل دیا۔

کیا کسی اور نبی یا رشی کے زندہ ہونے کا کوئی نشان بھی ہے کوئی اثر بھی ہے انکا نہ ہونا بھی
انکے مردہ ہونے پر دال ہے قصوں کے سوائے انکے معجزات کا سارا دارومدار ہے اور قصوں کو
سوائے ہی انکے ساتھ کے ہی ایک اخص سبب ہے جو خدا مردہ ہے نہ زندہ ہے نہ سنتا ہے نہ اسکا
ہے مشاہدہ اور ان بیانات کا گواہ ہے

انکے پاس اصل کتاب بھی نہ رہی۔ شریعت ہے وہ آسمانی الہام انسانی دست برد سے
کہاں محفوظ ہے۔ حوادثات و تغیرات زمانہ سے کہاں مامون ہے جو انکی صداقت پر کچھ لکھا جا
سکے انکے سربستہ رازوں کو کون کھولے انکی پیچیدہ پہیلیوں کو کون بوجھے۔ انکی رمزی پہیلیوں کو
کون بوجھے انکی زبانیں مردہ ہو گئیں۔ اور زمانے کا مذاق بھی گزر گیا۔ یہیں یہی ثبوت ہے کہ

انکی حمایت مذہبی کیونکہ ان میں وہ روحانی طاقت نہیں ہے جو انسان کو باخدا انسان بنا سکے کوئی اصول بتاؤ جس سے انکا الہامی ہونا یقین کیا جائے۔ کوئی عقلی دلیل لاؤ جس سے انکا آسمانی ہونا تسلیم کیا جائے۔ ایک ہی مذہب ہے جو مذہب کہلا سکتا ہے اور وہ اسلام ہے۔ ایک ہی کتاب ہے جو خاتم الکتب کہلا سکتی ہے اور وہ قرآن مجید ہے اور ایک ہی نبی ہے جو زندہ جاوید نبی ہے اور وہ محمد رسول اللہ ہے جس کی تعلیم پر چل کر انسان نبی بن سکتا ہے اور جس نے ایک نبی بنا بھی دیا۔ اور اسکے دیکھنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

مناجات اویس

از صوفی تصور حسین صاحب قادیانی

جدا ہو در سے ہوتا نہیں حق ہی دستگیر — غم و الم ہو اگر دل کا میرا دستگیر
کسی کے ظلم و ستم کی مجھے کیا پروا — نظر ہے میری سوئے خالق علیم و خبیر
اگر وہ بخشے تو توفیق خیر و ایمانی — تو نا امید گیا واللہ مجھ کو فوز کبیر
ہمارا کون ہے اسکے سوا دو عالم میں — وہی ہے رب وہ غفار اور وہی ہے نذیر
اسی کے فضل کی خواہش ہے مجھکو ہر لحظہ — اسی کی در پہ گدا وہ کہ ہر گدا ہی امیر
وہی ہے قبلہ حاجات وہ جہاں کا رب — کرے نہ سب ہیں یہ کوئی ہو صغیر و کبیر
جو اسکے در پہ گرا ہو گیا وہ محترم — بچا رہا اس سے جو نہیں انکی نظیر
رہائی پائیگا دارین کی بلاؤں سے — جو اسکے دام محبت کا ہو گیا ہے اسیر
خدا کو چھوڑ بھروسہ کرے جو غیر پر — پڑے نگاہ ... میں مرکے وہ بے پیر
اسی پہ خوش رہو شاکر ہو خود ہو کافر — وہ اپنے فضل سے جوڑے تمہیں کرے تدبیر
خدا کو چھوڑ کے بندے کو کون سا محتاج — تمہارے درد و الم کا ہو جو خبیر و بصیر

جو راہ دین میں پیش آئے مشکل اصل
کھو کرے میرے حلال مشکلات خدا
فقط تو ہے غفور اور گنہ گار ہیں ہم
بلائیں لاکھ جہاں میں ہیں بے بچا ہمکو
پھنسے ہوئے ہیں بلاؤں کے آدمی ہم ہیں
الٰہی ہم ہیں بہت ناتواں قوی ہے تو
ہمارا حال کوئی بھی نہیں چھپا تجھ سے
ہماری بگڑی بنے گی تری ہی لطف سے
تری جناب میں محتاج جھکے آئے ہیں
تری ہی فضلوں سے یارب امیدوار ہیں
بہت ہی حال پریشان میں کیا کریں یارب
ہزار پڑھتے ہیں دن رات گریہ استغفار
الٰہی کھولدے ہم پر تو آسمان کے در
جہاں سے جائیں نہ محروم ہم خدایا
جو اس خبث ہے ہمکو کہاں ڈوں کے
ہمارے دل کی الٰہی مراد پوری کر
الٰہی غفلت عصیاں کو رستگاری دو
الٰہی بطفیل محمد و احمد
او کسی کو دے عرفان و حشمت کا علم
کہ نفس دوں کی ہے تری تمام ہو جائے
الٰہی فضل کا اپنے وہ دن دکھا ہم کو
الٰہی بارش رحمت تو ہم پہ برسا دے
جہاں میں فضل کی برکت سے بن جائیں

خدا سے کیجئے دریافت حق کی تدبیر
تری ہی ذات سے ہوگا ہمارا دستگیر
معاف فضل سے کرئے ہماری تقصیر
نہیں خبر کہ دکھائیگی کیا ابھی تقدیر
تو ہی فقط ہے مددگار یا سمیع و بصیر
الٰہی تو ہے قدیر اور ہے سمیع و بصیر
کہو ہے تجھ پہ ہمارا سبھی قلیل و کثیر
وگرنہ مجھ سے سوا ہے کوئی ذلیل و حقیر
ذلیل ہوئے خدایا ہمیں ذلیل و حقیر
نہیں ہے پاس عمل نیک جز گناہ کثیر
بتائے ہمکو رہائی کی تو ہی کچھ تدبیر
مگر ہے شامت اعمال سے یہ کچھ تقدیر
دکھائے خواب مقدس کی ہمیں تعبیر
کہ اپنے حال میں جبتک نہ دیکھیں تغیر
وہ صبح دے ہمیں تجھ سے جو ہو عظیم بشیر
کہ جسکے واسطے کرتے ہیں نالہ شبگیر
ہمارے کلام میں جس کے سبب ہو تاثیر
کہ جسکے واسطے قصر فلک ہو تعمیر
حصول اس کو تھا جس سے دلکو ہو تطہیر
کہیں کرے نہ وہ ظلم میں یہ ہیں تشہیر
کہ ملک دل کو مسخر کرے تری تنویر
کہ نسل سالی سے دل میں پناہ ہو تطہیر
بزرگ عالی ہمتیاں ہوں ابتر و غفیر

ترجمۃ القرآن

یہ خبر احمدی حلقے میں نہایت مسرت کیساتھ سنی گئی ہے کہ قادیان سے ایک ترجمۃ القرآن شائع ہونے والا ہے۔ اس ترجمہ کا ارمان جس قدر میرے دل میں تھا وہ اللہ خوب جانتا ہے میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حضور کئی عرضیاں لکھیں حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے نام ایک چٹھی لیکر آیا کہ آپ ترجمہ ضرور شروع کر دیں اللہ تعالیٰ برکت دیگا۔ اور یہ ترجمہ مع حواشی کے اینک مکمل ہو کر شائع ہوتا مگر اس بات کی نظیر موجود ہوئی کہ کسی امام نے تمام قرآن مجید کی تفسیر کی ہو اس میں حکمت یہ ہے کہ کچھ تحریر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور لوگ یہ کہنے لگتے ہیں کہ امام یہ ترجمہ یا تفسیر کر گیا ہے اب اس کے خلاف [illegible] یہی بڑھ کر کہنے والے خیر تحریری طور پر نہیں تو تقریری طور پر حضرت خلیفۃ المسیح بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا یا ہو اور بہت سی آیتیں حل کر دی ہیں اور ایک جہتی فہیم ذی علم کے لئے کافی ذخیرہ ترجمہ ہے اور سامان بھی اب موجود ہے لیکن یہ کام ایک کے کرنے کا نہیں اور اسکے لئے جو احادیث و تفاسیر متقدمین و لغات عربیہ پر عبور رکھتا ہو بلکہ بہت سے احباب [illegible] کی مجموعی کوشش درکار ہے تاکہ ایک مستند و معتبر ترجمہ صحیح حواشی کے ساتھ پبلک میں پیش ہو تفہیم عوام کا [illegible] نہایت ضروری بابرکت اور مفید ہے۔ ترجمۃ القرآن کے لئے چندہ [illegible] میر صاحب کر رہے [illegible] اس ترجمہ کے لئے میری نگاہ انتخاب [illegible] مولوی محمد سرور شاہ صاحب پر پڑتی ہے وہ علاوہ اسکے کہ علوم عقلی و منقول میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے [illegible] میں [illegible] ایک سال کے [illegible] خدمات کو [illegible] احمدیہ [illegible] تفسیر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Page No. 560 کی سائیڈ لائن
تھوڑی سی کٹی ہوئی ہے۔ مکمل Page
لائبریری کی کسی فائل میں سے نہیں ملا۔

یزید کی مدح خوانی اکابر شیعہ کی زبانی

از اسسٹ ایڈیٹر الاصلاح

کہتے ہیں کہ ایک شخص جس نے کبھی شتر مرغ کو پہلے نہیں دیکھا تھا کسی چڑیا گھر یا جنگل میں دیکھ پایا اسکی اونچی گردن اور لمبی ٹانگوں کو دیکھکر کہا کہ سبحان اللہ کیا چھوٹا سا شتر ہے تھوڑی دیر کے بعد جب کار دی شتر اپنے پروں کو پھیلا کر اور ہلا کر پرواز کرنی کی کوشش کرنے میں تو حیران ہو کر کہنے لگا یہ تو کوئی مرغ ہے۔ شتر نہیں ہے مگر چونکہ اس میں شتر اور مرغ دونوں کی صفت موجود ہے اس واسطے اسکو شتر مرغ کہا جائے تو بیجا نہیں۔

یہی حال مذہب شیعہ کا ہے کہ تقریباً ہر ایک عقیدہ میں ہے اور ان میں پایا جاتا ہو اور ہر ایک مسئلہ میں دو رنگی کا سامان ہے ہاں جو مثال کے طور پر عنوان مضمون ہذا کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے کہاں یزید اور کہاں اسکی مدح خوانی اور پھر اکابر شیعہ کی زبانی۔ دونوں باتیں ایک دوسرے سے سخت نقیض (مخالف) اور اجتماع نقیضین محال مسلم ہے لیکن آگے چلکر آپکو معلوم ہو جائیگا کہ باوجود اس قدیم نفرت کے جو نسلاً بعد نسلٍ یزید کے بغض میں شیعوں میں ابتک چلی آتی ہو انکے عالموں فاضلوں نے اسی یزید کے متعلق ایسے ایسے واقعات لکھے ہیں جس کو وہ زمانہ ولیعہدی میں مجاہد فی سبیل اللہ ثابت ہوتا ہے۔ تو خود مختار بادشاہ ممالک اسلام ہو کر حاتم طائی سے زیادہ صاحب جود و سخا اور واقعہ ہائلہ شہادت امام حسینؓ جس کی وجہ سے وہ تمام دنیائے اسلام میں بدنام اور مردود و ملعون مشہور ہوا اسکا بہت کچھ بری الذمہ ہوتا بلکہ اسی مذہب شیعہ ہونا پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہوں روایات ذیل

(۱) جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پیارے صحابی ابو ایوب انصاری

کو بشارت دی تھی کہ جب لشکر اسلام قسطنطنیہ پر چڑھائی کریگا تو تم وہاں فوت ہو گے (حیوٰۃ القلوب جلد۲ اخبار مغیبات) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیشک آپکا مزار وہاں کی مسجد جامع کے صحن میں موجود ہے (مقام خلافت صفحہ ۱۰۶ شیخ عبدالرؤف صاحب پاریکھ)

اس مہم کی کیفیت ناسخ التواریخ میں زیر عنوان "فتح قسطنطنیہ" "وفات ابو ایوب انصاری" مندرج ہے اصل عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے

"درہم دریں سال معاویہ بن ابی سفیان فرزند خود یزید را مامور بہ فتح قسطنطنیہ نمود و اور با لشکر و خور بیگانہ روانہ داشت الخ"

یعنے اسی سال امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو قسطنطنیہ کی فتح پر مقرر کیا اور اس عظیم الشان جنگ کے لئے جسقدر لشکر درکار ہو سکتا تھا دیکر اسکو روانہ کیا۔ ابو ایوب انصاری کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا دردِ قولنج کی شکایت ہو گئی تھی لشکر اسلام عیسائیوں کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کرکے پیچھے پس ہونے لگا۔ تو سبھوں کو دیکھ کر یزید نے باآواز بلند نصاریٰ باشندگان قسطنطنیہ کو خطاب کرکے کہا

"یا اھل القسطنطنیۃ ھذا رجل من اکابر اصحاب محمد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد دفناہ حیث ترون واللہ لئن تعرضتم لہ لاضربن کل کنیسۃ فی ارض الاسلام ولا یضرب ناقوس بارض العرب ابدا" (ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۷۹ زیر عنوان قسطنطنیہ) یعنی یہ شخص جلیلے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار سے ہیں اور جیسے انکو یہاں دفن کیا ہے جہاں تم دیکھتے ہو قسم ہے خدا کی اگر تم نے اس قبر سے کچھ تعرض کیا تو ملک اسلام میں جسقدر تمہارے گرجے ہیں میں انکو گرادونگا اور عربوں کی سلطنت میں ہمیشہ تک کے لئے کہیں ناقوس نہیں بجیگا

اس مہم میں یزید کے زیر کمان سوائے ابو ایوب انصاریؓ کے اور جلیل القدر صحابہ و تابعی بھی تھے مثلاً عبداللہ ابن عباسؓ اکبر۔ سید امیر علی صاحب بالقابہ کی تحقیقات ملاحظہ

پر گزرنا۔ کیا بہادر تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے گئے تھے۔ (۱)
لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے بمقابلہ نصاریٰ محاصرہ قسطنطنیہ میں بڑی بہادری سے داد
مردانگی دی تھی" دیکھو سپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۶ ابتدائی ایڈیشن

(۲) جناب علی کے سگے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے عبداللہ کی بابت لکھا
ہے کہ بڑے سخی تھے۔ انکی سخاوت کے حالات پر کتاب طراز مذہب مظفری میں ایک مستقل
باب ہے اس میں سے بطور نمونہ ایک روایت عرض کرتا ہوں۔

جب امیر معاویہؓ نے رحلت کی تو عبداللہ بن جعفرؓ جنکو دوسرے جوانان بنی ہاشم
کے ساتھ امیر معاویہ بڑے بڑے تحائف و تکلف سالانہ بھیجا کرتے تھے یزید کے پاس
تشریف لے گئے اور تعزیت تقاضا کیا یزید نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ آپکو سالانہ کیا
دیا کرتا تھا آپ نے فرمایا خدا اسکو رحمت کرے ہر سال دس لاکھ درہم یزید نے کہا اس ترحم
کی خاطر جو آپنے اس پر کیا ہے بیس لاکھ درہم دیتا ہوں عبداللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد میں
یہ کلمہ کسی کے حق میں نہ کہونگا مگر تیرے حق میں۔ اصل عبارت یہ ہے۔ چوں معاویہ ابن ابی سفیان در
گذشت عبداللہ بن جعفر پیش یزید شد و تعزیت گفت یزید پرسید امیر المومنین
معاویہ ہر سال با تو چہ عطا می کرد گفت خدائش رحمت کناد ہر سال ہزار ہزار درہم یزید
گفت من از برای ترحم کہ بر وے نمودی ہزار ہزار درہم بر آن مبلغ بیفزودم عبداللہ گفت
دانستہ باشی کہ این سخن از پس او با ہیچ کس نگویم مگر با تو۔ طراز مذہب مظفری مطبوعہ
مصطفائی بمبئی صفحہ ۲۱

(۳) یزید کی مرضی تھی کہ امام حسینؑ کو زندہ میرے پاس لایا جاتا تو ذکر شہید کر کے چھوڑ کو
کیا تو ابن زیاد نے اپنی مرضی سے اسکی تصدیق خود یزید کے اقوال سے ہو سکتی ہے
(الف) یزید گفتہ سر فرو داشت و سخن نہ کرد و پس سر بر آورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتکم
بدون قتل الحسین لعن اللہ ابن سمیہ اما واللہ لو کنت صاحبہ لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو داشتم

ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب ۲ صفحہ ۳۶۹

(۵) خدا کشندہ پسر مرجانہ را بہتی یاد کہ ظفر ترا کمال داد حسین را کشت و مراد مرد و جہان نشنہ سیلہ ساخت" طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۶

یزید نے اسیران اہل بیت کو دمشق پہنچنے کے بعد بڑے عزت و احترام سے اپنے محلسرا میں ٹھہرایا اور بنی امیہ کی سب عورتوں کو حکم دیا کر انکے ساتھ غمگساری اور سوگواری کریں۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے سب نے معافی مانگی۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۷

یزید صبح و شام کا کھانا بغیر امام زین العابدین کی موجودگی کے نہیں کھاتا تھا۔ ترجمہ ہر صبح و شام بر خوان طعام نشستی تا علی بن الحسین علیہما السلام حاضر نشدے" طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۶۴ حیات شب و شام دمشق و مگر آنکہ جناب سید الساجدین را بر خوان خود حاضر می نمود" ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران ۱۳۰۴ھ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۶۷

یزید نے حرم ہائے محترم اہل بیت کو تمام لوٹ کا مال ذرہ ذرہ واپس دیا بلکہ لٹا گیا اور بھی دیا۔ علاوہ ازیں بہا یاد تحائف درخت و ظروف نقرئی و طلائی منقش بہا پوشاکے دسترخوانوں پر زر و مال کے ڈھیر لگا کر رکھ دیئے گئے تھے وقائع نگار لکھتے ہیں کہ یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کو صرف دو سو دینار بطور خونبہا کے نقد کئے تھے لیکن طراز مذہب مظفری کا مصنف جو خوش نصیبی کے بادشاہ ایران کا وزیر اعظم تھا ہیں سلطنت سے واقف تھا اس پر اسے سخت تعجب کیا ہے کہ یزید جیسا صاحب ثروت بادشاہ جو امام حسین علیہ السلام جیسے عظیم الشان انسان کے قتل کا معاوضہ صرف دو سو دینار دے یہ بالکل خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے اس سے وہ لکھتے ہیں کہ شاید کاتبوں نے بجائے دو سو ہزار دینار کے صرف دو سو دینار سہواً لکھ دیا ہے۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۹ صفحہ ۴۷۰

یزید نے حرم ہائے محترم کے لئے خاص طور پر محل تیار کروائے اور بروایتے پانسو اور بروایتے یکہزار سوار کو انکی خدمت کے لئے مقرر کر کے کمال عزت و احترام کے ساتھ

شام سے مدینہ کو روانہ کیا۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۲۱۲

(۴) شیعہ لوگ یزید کے فضائل کا صرف یہیں تک اعتراف نہیں ہو بلکہ انکے عالموں نے بعض ایسے واقعات بھی بیان کئے ہیں جنکی رو سے یزید کا مومن و محب اہلبیت کرام ہونے میں بہت کم شبہ باقی رہتا ہے خصوصاً بعد واقعہ امام حسینؓ شاہد اسکا ہے کہ اسنے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے جبکہ وہ ام سعادیہ تھا خاص ایک شیعہ فاضل کو مقرر کیا تھا۔ دیکھو کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲۳ و ۳۵۶۔ اور پسر معاویہ مذکور نہ صرف شیعہ تھا بلکہ علمائے شیعہ میں سے تھا۔ اور اسواسطے اسکو مخالفین نے زہر دیدی اور زندہ درگور کر دیا۔ اصل عبارت روایت مذکور کی یہ ہے۔ آخر الامر بزہر گشتہ و او را کہ یکے از علمائے شیعہ بود زندہ درگور کردند مجالس المومنین صفحہ ۲۳۳ مجلس ہشتم ذکر معاویہ بن یزید موسوم الاعلیٰ۔

ناظرین! خود انصاف کریں اور فرمائیں کہ میرا عنوان مضمون یزید کی مدح خوانی اکابر شیعہ کی زبانی امر واقعہ ہے یا محض افترا۔ بہار … جبیل اللہ سادات بنی ہاشم کو دیکھو جو ہم و دینار وینا غم حسین میں سوگ کرنا اپنے کپڑے پھاڑنا … کو شیعہ بتانا تاریخ میں اصل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہر شیعہ کی بابت شائد آپ دریافت کرنا چاہتے ہونگے مگر خاکسار نے تو اس واسطے اکثر ناسخ التواریخ و طراز مذہب مظفری کے حوالے تحریر کئے ہیں آپ یاد رکھیں کہ دونوں کتابوں کے مصنف آخری شاہان ایران کے وزرا اور اراکین سلطنت سے ہیں اور شکر ہے کہ انپر شیعہ کے عذر اصیل تقیہ کا بھی گمان نہیں ہو سکتا۔ تاریخ والا باپ ہے اور طراز والا بیٹا۔ انکی کتابیں خصوصاً ناسخ التواریخ تمام قدیم کتابوں کا نچوڑ ہے جنکی تصنیف و تالیف میں مدد بہانے کتنے علماء و مجتہد شریک رہے ہونگے پس ان سے بڑھکر کون اکابر شیعہ کہلانیکا مستحق ہے ایں ہمہ میں جانتا ہوں کہ بہت سے سادہ لوح شیعہ جنہوں نے ان کتابوں کو نہیں دیکھا ہے ان واقعات و روایات کو میری افترا پردازی پر محمول کرینگے واللہ باللہ من ذالک۔

ایسے شیعوں کی تسلی کے لئے میں ہندوستان کے اکابر شیعہ کی طرف بھی رجوع کرتا ہوں تو پہلے میری نگاہ خواجہ غلام الثقلین پر پڑتی ہے جو برخلاف عام شیعوں کے اپنے لیکچروں اور تحریروں میں صحابہ کرام کی اسلامی خدمات کا کسی قدر اعتراف کرتے ہوئے اس امر کے متمنی ہیں کہ کسی طرح شیعہ و سنی میں مصالحت ہو جائے۔ مگر چونکہ وہ جدید تعلیم یافتہ گروہ میں سے ہیں اسلئے انکی بڑے متعصب اکثر شیعوں میں چنداں قابل التفات نہیں۔ دوسرے انہوں نے واقعہ کربلا کے متعلق جو کچھ لکھا اور جو میری نظر سے گزرا اس میں انہوں نے صرف ایک ہی پہلو دکھایا ہے اسلئے خواجہ صاحب موصوف کو بھی نظر انداز کرنے پر مجبور ہوں انکے بعد میری نظر میر طیب صاحب ایڈیٹر رسالہ اصلاح والشمس وغیرہ کھجوا ضلع سارن پر جاکر ٹھہرتی ہے جنکو اسوقت فرقہ شیعہ کی دینی و دنیوی اصلاح کا دعویٰ ہے دولت پنجتنی شیعہ دنیا میں آجکل انہی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ کلکتہ سے لیکر جالندھر و لاہور و اود ہندوستان بلکہ کوئٹہ تک انکے رسالے اور پمفلٹیں جاتی اور میدان مناظرہ میں بہت بیہودہ حربوں کے ساتھ علم کلام کے جوہر دکھاتی ہیں مختصر یہ کہ میر صاحب موصوف ہندوستان کے شیعوں کے سرمایہ ناز ہیں۔

آئیے میر طیب صاحب خدا جانے محققین ایران کی کاوش سے متاثر ہو کر یا ذاتی تعصب سے جو خلفائے راشدین کے برخلاف انکے رگ و ریشہ میں سرایت ہو رہا ہے انہوں نے بھی یزید کی مدح خوانی میں حصہ لیا ہے۔ الکافی الشافیا ہے۔ وہو ہذا

(۴) میر صاحب فرماتے ہیں

خلفائے ثلاثہ نظر لگائے تھے اور یزید کا باپ بلکہ دادا بھی مسلمان تھا لہذا اس اعتبار سے بھی وہ خلفائے ثلاثہ سے افضل تھا۔ رسالہ الشمس جلد نمبر ۵ صفحہ ۴۴

(۵) آپ کی حالت ایسی تھی کہ ان کا دادا ابو سفیان ہمیشہ ابوبکر و عمر کو اذل بطون قریش کہتے اور ابوبکر و عمر ابو سفیان کو سید و شیخ قریش کہا کرتے تھے۔ رسالہ الشمس صفحہ ۲۲

(۶) شیخین کو یہ شرف نہ نصیب ہوا کہ کبھی اپنی وصلت پیوند خاندان بنی امیہ میں کر سکیں۔ مگر یزید ایسا سعید دوسرا آرزومند تھا کہ خلیفہ دوم کی پوتی سے عقد کیا۔ تو کیا اسکے بعد بھی کسی کو شرافت نسبی میں یزید کے شبہ ہو سکتا ہے؟ صفحہ ۴۰

(۷) خلافت ابوبکر باعث ارتداد اکثر عرب ہوئی تھی کہ بجز مکہ و مدینہ و قریہ خواز کے ایک بھی نہیں رہا کہ جمیں سجدہ کیا جاوے۔ اسطرح عمر و عثمان کی خلافتوں میں صد ہا نہیں ہزار ہا انمیں آدمی مرتد ہوئے ہیں۔ اسلام سے خارج ہوئے ہیں صفحہ ۴۰

بخلاف یزید کے کہ اسکی خلافت میں ایک شخص بھی مرتد نہیں ہوا بلکہ اس عہد اسلام کو ترقی ہوئی کہ بہ خلفائے ثلاثہ میں ابھی پیدا نہ ہوئی تھی صفحہ ۴۳

(۸) خلفائے ثلاثہ کی خلافت محض بغرض دنیا داری تھی جس سے کسی سنی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ بخلاف خلافت یزید کے کہ محض بغرض اصول نجات امت کی تھی صفحہ ۴۴

(۹) منہاج کوشش اس خلافت خلفائے ثلاثہ کی کی جا رہی ہے کہ خوف فتنہ متوں سے ایسا کر دیا گیا۔ الخ صفحہ ۴۴

(۱۰) خدا نے یزید کو ایسا متمکن فی الدین کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اسکی شراب خوری کو دیکھتے اسکے انواع و اقسام کے تجربے مطلع ہیں۔ مگر حضرت عمر اسکو خلیفہ راشد بتاتے ہیں صفحہ ۵۰

خلفائے ثلاثہ کی کونسی علامت یا نشان خلافت حقہ ہے۔ جو خلفائے ثلاثہ میں پائی گئی۔ اور یزید میں پائی گئی صفحہ ۵۰ و تلک عشرۃ کاملہ

ایڈیٹر صاحب اصلاح۔ اول شیعوں نے تیرہ سو برس سے اپنے مخالف دو سے **دو دو باتیں** فرقے بنائے ہوئے ہیں ایک اصحاب ثلاثہ یا شیخین دوسرے امیر معاویہ و یزید۔ اگر آپ نے فضائل یزید میں الیٹ فریق یا کتب سے کام نہیں لیا اور سچے دل سے اپنے قدیم رفیقوں اصحاب رفیقوں سے مصالحت کا اعلان کیا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد اصحاب ثلاثہ کا فیصلہ خدا پر اور امام مہدی پر چھوڑ دیجئے۔ امت مرحومہ کے

ورنہ شاخسانے کی ایک شاخ تو ٹوٹ گئی یہ بھی بسا غنیمت ہے آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو اس اخلاقی جرأت کے لئے دل سے شکریہ عرض ہے۔

دوم یزید کے محامد و فضائل مندرجہ بالا کو مد نظر رکھ کر جن میں آپ نے بھی کم حصہ نہیں لیا۔ اب تقاضائے انصاف و ایمان یہ ہے کہ اپنے ناظرین کو بھی ہدایت فرمائیں کہ آئندہ آپ کی تقلید میں وہ بھی مجالس میں یا وز خطبہ یزید کے فضائل بیان کیا کریں۔ اور بجائے رسمی اور تقلیدی لعن و طعن کرنے کے اسکے حق میں دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھایا کریں جس نے سب سے پہلے اپنے محترم کو وہم پاشہ بنایا۔ جو تمام اولین و آخرین شیعہ کے زعم امام حسین میں ہر جگہ رہا۔ جو بادیدہ ودانستہ کربلا میں گیا اور جس نے قتل امام حسین کا حکم جاری کیا۔ تاہم سخت نادم اور پشیمان ہوا۔ وقال النبی کفیٰ بالندم التوبۃ تفسیر صافی زیر آیت لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ صفحہ ۳۱۲ سورۂ انبیاء یعنی توبہ کے لئے ندامت کفایت کرتی ہے اور جس نے اس پشیمانی کے علاوہ اور کفارے بھی دئیے جس نے اپنی اولاد کے لئے شیعہ خالص ہونا لازم رکھا تاکہ میری نسل بھی شیعہ ہو جائے چنانچہ اسکا ایک بیٹا معاویہ نام مخلصین شیعہ بلکہ علمائے شیعہ میں گنا گیا ہے۔ اور چونکہ یقین ہے کہ بوقت تلاوت قرآن و اقامت نماز اپنے والدین کی مغفرت کی دعائیں پڑھتا رہا ہوگا پس اس طرح بھی آپکو حق اخوت ادا کرنا کم ورثہ لازم ہے یعنی بخاطر یزید اپنی عداوت نہیں تو بخاطر معاویہ ابن یزید ہی کا کرم۔ میر صاحب افسوس ہے کہ آپ یزید کے وقت میں پیدا نہ ہوئے۔ ورنہ یہ فضائل اور یہ مناقب تو خود یزید کو سنانے کے قابل تھے اور یزید انکے صلہ میں خدا جانے آپکو کتنا کچھ انعام و اکرام عطا کر دیتا۔ مگر چونکہ موجودہ وقت میں وہ افضل ہے نہ وہ مفضول لہٰذا آپکی ساری مدح خوانی اکارت اور فضول والسلام۔ باقی آپ کے شبہات کا جواب بھی انشاء اللہ آپکو جلد ہی پہنچ جائیگا۔

(خاکسار غلام حسین خادم از کلکتہ)

۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء

اور اسکی تفصیل یا اسباب کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی مواد سمجھا کریں اور میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اقرب راستہ جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے یہی مذہب ہے کہ محض پیشگوئی پر زور نہ دیا جائے اور تحکم کی راہ سے یہ بھی دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اسکا ظہور ظاہری صورت پر ہوگا کیونکہ اگر خدا نخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیشگوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ تمام پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل کو دخل نہ دینا اور قبول نہ کرنا سمجھنا چاہیئے۔ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ماسوا اسکے ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی پر اجماع امت کبھی نہیں ہوئی خدا تعالیٰ نے قطعی طور پر اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا قائل اور ہمیشہ کے لئے اسکو رخصت کر دیا ہے۔ بخاری صاحب اپنی صحیح میں صرف اماماکم منکم لکھ کر چپ ہو گئے ہیں یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ ہاں دمشق میں اترنا اشارہ آخری حدیث مسلم میں موجود ہے مگر اس پر اجماع امت ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہی ثابت ہونا مشکل ہے کہ مسلم کی یہ حدیث صحیح ہی ہے کہ دمشق کے فقرہ سے بھی پہلو تہی ہو رہی ہے اگر یہ فرض بھی کرلیں تو فقط ایک شخص کی رائے ثابت ہوئی۔ مگر پیشگوئیوں کے بارے میں جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی بھی اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں رہ سکتے تو پھر مسلم صاحب کی رائے کیونکر معصوم ٹھہرے گی۔

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ ان امور میں عام خیال مسلمانوں کا گو ان میں اولیاء داخل ہوں اجماع کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیشگوئیوں کو مان لیا ہے انکی طرف سے یہ ہرگز دعویٰ نہیں اور نہ ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیشگوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو ابتک کھلے نہیں۔ در حقیقت تمام انبیاء کا

رہی تو سبب یہ ہے کہ وہ پیشگوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے جیسے کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر جناب سید دو عالم رو رو کر دعائیں کرتے رہے اس خیال سے کہ شاید پیشگوئی میں کوئی ایسے امور مخفی ہوں جو کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جنکا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور یہ دعوے کہ تمام صحابہ اور اہلبیت اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ہم بالکل لغو اور بے دلیل ہے فرد فرد کی رائے کا خدا کو ہی علم ہوگا۔ کسی نے ان سب کے اظہارات لکھ کر قلمبند کئے ہیں۔ یا کب کسی نے اپنے منہ سے انکے بیانات سنکر شائع کئے ہیں۔ باوجودیکہ صحابی بیس ہزار سے بھی کچھ زیادہ تھے۔ مگر اس پیشگوئی کے روایت کرنیوالے شاید دو یا تین تک نکلیں تو نکلیں۔ اور انکی روایت بھی علی العموم ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بخاری جو حدیث کے فن میں ایک ناقد بصیر ہے ان تمام روایات کو معتبر نہیں سمجھتا۔ یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ بخاری جیسے جدوجہد کرنیوالے کو وہ تمام روایات ملے یا اس تک پہنچی ہی نہیں بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہی ہے کہ بخاری نے انکو معتبر نہیں سمجھا اسلئے کہ دوسری حدیثیں اپنی ظاہری صورت میں امامکم منکم کی حدیث سے منافی ہیں۔ اور یہ حدیث غایت درجہ کی صحت پر پہنچ گئی ہے۔ اسلئے اسنے ان مخالف المفہوم حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھکر اپنی صحیح کو ان سے پر نہیں کیا۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ہرگز خیر القرون کا اس امر پر اجماع ثابت نہیں ہو سکتا کہ ضرور حضرت مسیح دمشق میں ہی نازل ہونگے۔ کیونکہ بخاری امام محدثین نے اس حدیث کو نہیں لیا۔ ابن ماجہ اس حدیث کا مخالف ہے اور بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھتا ہے۔ ایسا ہی کسی کے منہ سے کچھ نکل رہا ہے اور کسی کے منہ سے کچھ۔ پس اجماع کہاں ہے۔ اگر فرض کے طور پر اجماع بھی ہوتا تو پھر بھی کیا حرج تھا کیونکہ ان بزرگوں نے کب دعوے کیا ہے کہ اس سے بڑھکر اور معنی نہیں ہو سکتے بلکہ وہ تو مسنون طور پر تفاصیل کو حوالہ بخدا کرتے رہے ہیں۔

معترضین قرآن ایک ایسی صاف اور صریح سیدھی سچی بات کو معقول اور پر زور دلیلوں کو چھوڑ کر
پھر بھی کسی حق جو اور حق پسند کو یہ جرات ہو سکتی ہے کہ حیات مسیح پر اجماع امت کا مدعی ہو
ہرگز نہیں ہرگز نہیں پس ایسے دعوے کی اشاعت صرف وہی منافق کر سکتا ہے جسنے اسلام کے
چہرہ پر نصرانیت کا پردہ اور حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین کے عہد سعادت میں جس کا دامن
قیامت تک پہیلا ہوا ہے عیسائیت کے چھلکے کھینچنے کا تہیہ کر رکھا ہو مگر ایسے موحد اشرک
و کفر کا بت پندار توڑنے اور مومنین موحدین کو شیطان لعین کے دام فریب سے بچانے کے
لئے بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس ایک اور قوی حربہ موجود ہے جسکے صدمہ جانستان سے اس عدو
دین متین دشمن خیر المرسلین کو یاتیہ الموت من کل مکان کا نظارہ دیکھنا نصیب ہو سکتا
اب ہم اس حربہ سے کام لیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تحفہ غزنویہ صفحہ ۴۴ - ۴۵ میں تحریر فرمایا ہے
"وہ بات فی الواقع صحیح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام گزشتہ نبیوں کی موت کی
نسبت صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا ...... یعنی جب کہ حضرت ابوبکر رضی نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی موت پر بطور استدلال کے یہ آیت پڑھی کہ ما محمد الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم جس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہے اس میں کوئی بو الوہیت کی نہیں اور اس سے پہلے تمام
رسول دنیا سے گزر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں پس ایسا ہی اگر یہ مر گیا یا قتل ہو کر دنیا سے گزر گیا
تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے تو اس آیت کے سننے کے بعد کسی ایک صحابی نے بھی مخالفت
نہیں کی اور انکو یہ عرض نہیں کی کہ یہ آپکا استدلال ناقص و ناتمام ہے کیا آپکو معلوم
نہیں کہ بعض نبی زندہ بجسم عنصری زمین پر موجود ہیں جیسے الیاس و خضر اور بعض آسمان پر
جیسے ادریس و عیسیٰ تو پھر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت موت
کیونکر ثابت ہو اور کیوں جائز نہیں کہ وہ بھی زندہ ہوں۔ بلکہ تمام صحابہ نے اس آیت کو

سنکر تصدیق کی اور سب کے سب اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ تمام نبیوں کی طرح آنحضرت صلعم کا فوت ہونا بھی ضروری تھا پس یہ اجماع بلا توقف و تردد وقوع میں آیا۔

اس بارے میں صحیح بخاری میں جو اصح الکتب کہلاتی ہے مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں۔ یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ ابو بکر نکلا (یعنی بروز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور عمر لوگوں سے کچھ باتیں کر رہا تھا یعنی کہہ رہا تھا کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں پس ابو بکر نے کہا کہ اے عمر بیٹھ جا مگر عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ پس لوگ ابو بکر کی طرف متوجہ ہوگئے اور عمر کو چھوڑ دیا پس ابو بکر نے کہا کہ بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہے اس کو معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگیا اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا ہے تو خدا زندہ ہے جو نہیں مریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ محمد صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں اور حضرت ابو بکر نے الشاکرین تک یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ کہا راوی نے پس بخدا گویا اس سے بے خبر تھے کہ یہ آیت بھی خدا نے نازل کی ہے اور ابو بکر کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگا پس اس آیت کو تمام صحابہؓ نے ان سے سیکھ لیا اور کوئی بھی صحابی یا غیر صحابی باقی نہیں رہا جو اس آیت کو پڑھتا نہ تھا اور عمر نے کہا کہ بخدا میں نے یہ آیت ابو بکر سے ہی سنی جب انہوں نے پڑھی پس میں اس کے سننے سے ایسا بیہوش اور ہکا بکا ہو گیا ہوں کہ میرے پیر مجھے اٹھا نہیں سکتے اور میں اس وقت سے زمین پر گرا جاتا ہوں جب سے کہ میں نے یہ آیت پڑھتے سنا اور یہ کلمہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ملل و نحل شہرستانی کی یہ عبارت ہے وعمر بن الخطاب یکلم الناس یقول ما مات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . ولا یموت حتی یقتل المنافقین یعنی حضرت عمر لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور جب تک منافقوں کو قتل نہ کرلیں فوت نہیں ہونگے اور ملل و نحل شہرستانی

میں اس قصہ کے متعلق یہ عبارت ہے . . . . . دیکھو ملل و نحل جلد ثالث ترجمہ یہ ہے کہ عمرؓ
کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو میں اسی تلوار سے
اسکو قتل کر دونگا۔ بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسےٰ بن مریم اٹھائے گئے۔ ابوبکرؓ
نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہوگئے ہیں۔ اور جو
شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا . . . . پھر حضرت
ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اور سب
رسول دنیا سے گزر گئے کیا اگر وہ فوت ہوگئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ تب
لوگوں نے اس آیت کو سنکر اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکرؓ کا اگر قرآن
سے یہ استدلال نہیں تھا تو وہ صحابہ جو ان آپکے ایک لفظ سے بھی زیادہ تھے محض ظنی
اور شکی امر پر کیونکر قائل ہوگئے۔ اور کیوں یہ آیت پیش کی گیا حضرت یہ آپکی دلیل ناتمام
ہے۔ اور کوئی نص قطعیۃ الدلالت آپکے ہاتھ میں نہیں کیا آپ ابتک اس سے بیخبر ہیں
کہ قرآن کی آیت رافعک الی میں حضرت مسیح کو بجسم العنصری آسمان پر جانا بیان فرما چکا
بل رفعہ اللہ الیہ بھی آپ نے نہیں سنا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا
آپکے نزدیک کیوں مستبعد ہے۔ بلکہ صحابہ نہ مذاق قرآن سے واقف تھے آیت کو سنکر اور
لفظ خلت کی تشریح افان مات او قتل ہیں۔ پاکر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا۔ اصل
حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسےٰ کی موت کا بھی اسی دن فیصلہ ہوا۔ اور صحابہؓ نے
اس آیت کو سنکر بعد اسکے کبھی دم نہیں مارا کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں اور چونکہ صحیح بخاری کے
لفظ کلھم سے ثابت ہوگیا کہ اس وقت سب صحابہ موجود تھے اور کسی نے آیت سننے کے
بعد مخالفت نہ کی۔ اسلئے ماننا پڑا کہ ان سب کا تمام گذشتہ انبیاء کی موت پر اجماع
ہوگیا۔ اور یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ میں ہوا . . . . اب بتلاؤ کہ
حضرت مسیح کی موت پر اجماع تو ہوا زندگی پر کہاں اجماع ثابت ہے برابر تفسیروں والے

ہی کہہ جاتے ہیں کہ یہ بھی قول ہے کہ تین دن رات تین گھنٹہ کے لئے مسیح مر بھی گیا تھا گویا مسیح کیلئے دو موتیں تجویز کرتے ہیں ایک موت اولیٰ و ایک موت آخری اور امام مالک کا قول ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے مر گیا یہی قول امام ابن حزم کا ہے معتزلہ بھی اس کی موت کے قائل ہیں اور بعض صوفیہ کرام کے فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بیشک مسیح مر گیا۔ اور اس کے خلق اور خو پر کوئی اور شخص اسی امت میں سے دنیا میں آئیگا اور بروزی طور پر وہ مسیح موعود کہلائیگا اب بتلاؤ جبکہ ساتھ ہی ایسے اختلاف ہیں تو اجماع کہاں رہا اجماع صرف موت پر رہا۔ اور یہی اجماع آپ لوگوں کو ہلاک کر گیا۔ اب روافض کی طرح حضرت ابوبکر کو کوستے رہو جنہوں نے آکے اس عقیدہ کی بیخکنی کی۔ انتہی ملخصاً

ناظرین ان تحقیقی دلائل کے سننے کے بعد بھی اگر مولوی صاحب وفات مسیح پر جمع ہو کر ادعوے اجماع پر بدستور مصر ہیں تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ امت محمدیہ کے ہر زمانہ کے مجتہدوں کی ایک مکمل فہرست چھپوا کر شائع کریں اور ان میں سے ہر ایک کے اقوال تحریری طور حضرت مسیح کی حیات زیر بحث کو ثابت کر دکھلائیں اگر وہ ایسا کر دکھلائیں تو میں حلفاً وعدہ کرتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں مبلغ [illegible] نقد بطور حق الخدمت پیش کرونگا۔ اب اگر مولوی صاحب اس چیلنج سے گریز کریں اور اپنے دعوے سے بھی باز نہ آئیں تو پبلک آگاہ ہے کہ مولوی صاحب کی نیت بخیر نہیں۔ دین کی ٹھیکیداری والا معاملہ انہیں ایسی ناجائز کارروائیوں کے لیے مجبور کر رہا ہے پیشتر جو فہرست مولوی صاحب سے طلب کی ہے اس کی تیاری میں ایک طور پر مولوی صاحب کا ہاتھ بٹانے کے لئے میں بلا امید کسی صلہ کے حسبۃً للہ ایک فہرست مرتب کر کے پیش کرتا ہوں جو یقیناً حق نما کا کام دیگی اور جس میں اول آئمہ مجتہدین و مفسرین وغیرہم کے اقوال بتاتا ہوں جنھوں نے وفات مسیح کا اقرار کیا ہے اور وہ فہرست یہ ہے

فہرست

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو رسول دنیا میں ہو گذرے ان کی وفات پر آیہ کریمہ ما محمد الا رسول

قد خلت من قبلہ الرسل سے استدلال کیا۔ اور اس استدلال کی صحت پر کل صحابہ کا اجماع منعقد ہوا۔ چنانچہ اس بارہ میں بخاری اور ملل ونحل وغیرہ کے حوالجات اوپر نقل ہو چکے ہیں اور ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین اور امام بخاری اور صاحب ملل ونحل کا یہی مذہب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی وفات پا گئے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ان عیسٰی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ یعنی عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے (مواہب لدنیہ مصنفہ قسطلانی جلد اصفحہ ۴۲)

(۳) عن ابن عمر ان عیسٰی عاش مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابہ یعنی ابن عمر سے روایت ہے کہ عیسیٰ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے اصابہ میں ایسا ہی آیا ہے (حاشیہ تیسیر معہ کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵)

(۴) کتاب ما ثبت بالسنۃ مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی میں لکھا ہے عاش عیسٰی علیہ السلام خمس وعشرین ومائۃ سنۃ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۵ برس تک زندہ رہے

نوٹ:- پہلی حدیثوں میں عشرۃ کا لحاظ کیا گیا ہے کسور کا نہیں۔ اس حدیث میں کسور کا بھی لحاظ کیا گیا ہے اسلئے ان حدیثوں میں درحقیقت کچھ اختلاف نہیں۔

(۵) حافظ عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل اپنی تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں وبعض الاحادیث لوکان موسٰی وعیسٰی حیین لما وسعہما الا اتباعی فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ دائما الی یوم الدین۔ یعنی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو انکو بجز ہماری اطاعت کے اور کچھ چارہ نہ ہوتا۔ پس محمد رسول اللہ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں جن پر ہمیشہ قیامت تک خدا کا درود اور سلام ہو۔

نوٹ:- اس بزرگ مفسر و محدث نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی

(۷) نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم بھوپالوی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۸ میں حدیث مذکورہ بالا یعنی لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کو صحیح فرمایا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔

(۸) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۰۴ میں اس حدیث کو ان الفاظ میں رقم فرمایا ہے وان عیسیٰ وموسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام لو ادرکا زمنہما الی دخول فی شریعتہ یعنی اگر عیسےٰ اور موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا زمانہ پاتے تو ضرور ہوتے شریعت محمدیہ کے پابند ہوتے۔

(۹) کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربانی امام سید عبد الوہاب شعرانی میں صفحہ ۲۰ حدیث مذکورہ بایں الفاظ لکھی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر فکان صلی اللہ علیہ وسلم من لدن آدم الی آخر رسول وھو عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کما بان عن ذلک حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعہما الا اتباعی وصدق صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فانہ لو کان موجود الجسم من لدن آدم الی زمان وجودہ لکان جمیع بنی آدم تحت شریعتہ ولہذا لم یبعث نبی الی الناس عامۃ الا هو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاء هی بالحقیقۃ شرعہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں بات فخر کی نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم ہیں اور وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انکے نائب ہیں۔ آدم سے لیکر آخری رسول یعنی حضرت عیسےٰ علیہ الصلوۃ والسلام تک جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر موسیٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے۔ تو انکو بغیر میری اطاعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوتے تو حضرت آدم سے

النبوۃ فی خیر الامۃ یہ ایک ٹریکٹ ہے جس کے جواب بالصواب پر ایک ہزار روپیہ انعام مقرر ہے میر قاسم علی صاحب مشہور احمدی مناظر نے لکھا ہے۔ اس میں خاتم النبیین کے معنے بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خصوصیت ثابت کیا ہے جس کی وجہ سے آپ خاتم النبیین کہلاتے ہیں وہ یہ کہ آپ کی کامل پیروی سے ایک امتی شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہو کر درجہ غیر تشریعی تک مثل انبیاء بنی اسرائیل کے پہنچ جاتا ہے فی نسخہ ۴ر۔ دس فی روپیہ آٹھ نسخے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ذی استطاعت احمدی برادران طریقت اسے غیر احمدیوں میں مفت تقسیم کریں۔ درخواستیں بنام ایڈیٹر اخبار الحق [illegible] پرانی منڈی اچھل کی۔ دہلی

القادیانی مولوی حبیب اللہ صاحب بھاگلپوری ایک مشہور احمدی فاضل ہیں آپ نے جو احمدیت کے قصے کو طور کرنے کے لئے بعض رسائل کے جواب میں یہ جواب کتاب شائع کی ہے جس کا حجم ۲۰۰ کے پونے دو سو صفحے ہے اس میں مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اور آیت لو تقول پر (جو مسیح موعود نے اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کی ہے) جو اعتراض مخالف نے کئے ہیں۔ ان کا دندان شکن جواب دیا ہے جواب آیات و احادیث و اقوال بزرگان سلف صالحین کی مدلل ہے اور بیانات بلا خصم کو ہنسانے والا نہیں رہ دونوں پیشگوئیاں ہیں کہ جماعت احمدی چونکہ حوالہ کثرت سے پیش آتی رہتی ہیں اسلئے اس کتاب کو منگوا کر اپنے پاس رکھنا یا اسے اپنے علاقے میں شائع کرنا نہایت مفید ہوگا کتاب کی لکھوائی چھپائی کاغذ سب عمدہ قابل تعریف ہے چونکہ بہ نیت تبلیغ شائع کی گئی ہے اسلئے قیمت اصل خرچ کے مطابق رکھی گئی ہے جو پونے دو روپے کی ضخیم اور پر علمی کتاب کے لئے کچھ بھی نہیں۔ پتہ مینیجر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

نغمہ اکمل حصہ دوم۔ مثنوی حلیہ چھپائی گئی ہیں اسلئے بہت بلند شکوہ ہیں۔ یہ مفرق کی بیقرار کر دینے والی گھڑیوں میں ایک سوز و گداز ثابت ہوگا حضرت مسیح موعود کی شان میں نظم ترانے ہیں۔ قیمت ۲ر۔ مینیجر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کریں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

قیمت ۱۲/	چھ مشہور دواؤں کا بکس	قیمت ۱۲/

۵/

آزمائش کیلئے — آزمائش کیلیے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی ادویات گذشتہ ۴۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں اسلئے قدیم خریدار کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہوگئے ہوں یقین دلانے اور آزمائش کے لئے یہ نمونہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا نمونہ بکس بنا ہے جس میں اسقدر کافی ہر ایک دوا ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہیں۔ وہ پیٹنٹ شیشوں میں ابھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی رہتی ہے گھر والوں کے لئے یہ انمول ہے۔ اور مسافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسرونکی تھوڑی ہی خرچ میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک پوری شیشی کے دام لگے ہیں

دواؤں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً جاتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں جیسا نام ویسا فائدہ

جلاب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کی لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتا ہے

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم وغیرہ کی دوا۔ پوری حالت فہرست بلاقیمت طلب کرکے دیکھیے۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۲ — ۸

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

... ینگ فیصلہ قرآن ... مرزا قادیان کا ذکر ہے	۵۷۷ - ۵۸۳	الحکم
... محمد علیہ الصلوٰۃ	۵۸۴ - ۵۸۸	"
... الجنۃ	۵۸۹ - ۵۹۱	"
... ناشر ... مجد	۵۹۱ - ۵۹۳	"
... دار ... ایران	۵۹۴ - ۶۰۰	خادم ...
... مسلمین ...	[illegible]	
... القرآن مولوی ...	[illegible]	

قیمت سالانہ ...

Digitized by Khilafat Library

رسیدات زر سنہ ۱۹۱۳ء

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۳ء

جناب محمد اسمعیل [illegible]

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب بیرسٹر محمد [illegible] الدین صاحب

[illegible] اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب مولوی محمد علی صاحب

جناب بشیر احمد صاحب

[illegible] اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب [illegible] یاسین صاحب

جناب [illegible] الدین صاحب

جناب قاضی [illegible]

جناب منشی محمد [illegible] صاحب

جناب [illegible] علی صاحب

جناب محمد قاسم [illegible]

جناب [illegible] علی

جناب [illegible] محمد

جناب [illegible]

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب مولوی محمد [illegible]

جناب [illegible] محمد

اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب [illegible] فضل کریم صاحب

جناب [illegible] الدین

جناب مولوی [illegible] الرحمن صاحب

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء

جناب حکیم [illegible] محمد صاحب

جناب [illegible] خان

جناب محمد عبد [illegible] صاحب

جناب [illegible]

جناب [illegible] صاحب

جناب عبد اللہ [illegible]

جناب [illegible] صاحب

جناب بشیر [illegible]

جناب [illegible] فضل کریم صاحب

جناب غلام محمد صاحب

جناب ابو القاسم [illegible]

جناب مولوی عبد [illegible]

مولوی محمد [illegible] صاحب

جناب [illegible] محمد [illegible]

جناب [illegible] الحسن [illegible]

جناب [illegible]

جناب [illegible] غلام [illegible]

جناب مولوی [illegible]

جناب [illegible] عبد [illegible]

جناب [illegible] مولوی [illegible]

جناب [illegible]

جناب منشی غلام احمد [illegible]

جناب منشی [illegible]

جناب [illegible]

جناب [illegible]

جناب [illegible] غلام رسول [illegible]

جناب حکیم محمد حسین صاحب

جناب [illegible] الدین

جناب [illegible] غلام محمد

جناب [illegible]

جناب محمد [illegible]

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء

کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے

مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ سات آٹھ سو آدمیوں کے مجمع میں ایک واعظ کھڑا ہوا۔ اور اس نے انجیلوں کو ملا کر کوئی ہے تو میرے مقابلہ پر آئے آخر ایک احمدی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جو کہ اس وقت وہاں موجود تھے باوجود جہال کے وحشیانہ حملوں کے خوف کے آگے بڑھا اور اس نے کہا فرشتے کی اعتراض ہے جو اس واعظ نے نہایت ذلیل ہو کام لیا ان کا نام لکھ ہو اس میں کو صرف پیر وہ پڑھ کر سنایا۔ فی الحقیقت پر بیت لکھ دیا۔

"میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر با آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلنٰہ قریباً من القادیان تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت

لکھی ہوئی موجود ہے"۔

پھر اس مرحوم نے سات آٹھ حافظان قرآن مجید کو کھڑا کیا۔ اور انہیں اللہ کی قسم دی کہ راست راست بیان کر دو کیا انا انزلناہ قریباً من القادیان قرآن مجید میں نصف کے قریب لکھا ہے۔ انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ اور جہلاء میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ کسی نے جواب دینے سے نہ بلکہ مار مار کی آوازیں آنے لگیں۔

یہی بات پہلے چند اشتہار والے ٹریکٹوں میں بھی درج ہے کہ مرزائی قرآن کو

اصل کتاب تو دیکھو | کوئی خدا ترس تماشا نہیں کرتا کہ اصل کتاب ہی دیکھے۔ وہاں کیا لکھا ہے اول تو میرے بھائی صاحب مرحوم سے پہلے اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھی لکھا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ عالم ظاہر کا نہیں بلکہ عالم مثال کا ہے اور اسکے معنے ابھی تو واضح ہوں گے جن کے رو سے اس عالم کی باتوں کے معنے کئے جاتے ہیں۔

فی الحقیقت کے کیا معنی؟ | فی الحقیقت بھی آپ نے کشف میں فرمایا۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب قرآن مجید میں صریح طور پر یہ الہام لکھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس اقتباس سے آپ معترض والا اوہام پر تو فرضتے ہیں۔

"کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا اور یہ الہام جو براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے بصراحت و باواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں یا احادیث نبویہ میں بطور پیشگوئی ضرور موجود ہے۔ اور چونکہ موجود نہیں اس لئے بجز اسکے اور کس طرف خیال ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی استعارہ میں ضرور رکھا ہو گا"۔

اس میں آپ نے فی الحقیقت کے معنے کھول دئے ہیں۔

کشف نظارہ مطابق ظاہر ہونا ضروری نہیں | باقی رہا سوال کہ کیا کشف غلط بھی ہو سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے اگر ایک شخص خواب یا کشف میں کسی مجلس کا قیام یا کوئی اور ایسا نظارہ

دیکھتا ہے مثلاً کسی بکرے کا ذبح ہونا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعینہٖ الشکل وہ واقعہ اسی طور پر دیکھے بلکہ وہ خواب یا کشف اپنے معانی کے لحاظ سے پورا ہوگا۔ اور یہ نکتہ سورہ یوسف کے خوابوں پر غور کرنے سے حل ہو سکتا ہے پھر میں ایک آیت کو پیش کرتا ہوں۔ جو سورۃ انفال کے بتدا میں ہے وَاِذْ یُرِیْکُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُكُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۔ دیکھئے یہاں اس رؤیا کا ذکر ہے جس میں نبی کریم صلعم کو کافر اپنی اصل تعداد سے تھوڑے دکھائے گئے تو کیا اب کہنا چاہیئے کہ معاذ اللہ نبی کریم صلعم کو غلط کشف دکھایا گیا ہرگز نہیں بلکہ بلحاظ اپنی قوت و انجام کے کفار فی الحقیقت تھوڑے ہی تھے۔

اس کشف کی تعبیر جو حضرت اقدسؑ نے فرمائی وہ صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وھو ھٰذا

"اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا۔ اور اس الہامی فقرہ کو انکی زبانی قرآن شریف میں پڑھتے سنا۔ تو اس میں یہ بھید مخفی ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولا کہ انکے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے یعنی انکے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے اسکے عجائبات قدرت اسی طرح ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے علماء و فضلاء اسکے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذلیل حقیر ادنیٰ جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر دیا جاتا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۴)

اور قریباً من القادیان کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی

اسکی تفسیر یہ ہوگی انا انزلناہ قریبا من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔ من دمشق کی قید اس لئے کہ قادیان کو خدا تعالیٰ کے نزدیک دمشق سے مشابہت ہے

اس کشف کی مزید وضاحت پھر اس کشف کو اور بھی صاف کرتے ہوئے منارۃ المسیح میں حضور نے بہت مفصل لکھا ہے ارشاد فرماتے ہیں

قریباً بیس برس ہوئے کہ میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کا یہ کلام جو میری زبان پر جاری کیا گیا لکھا تھا یعنی یہ کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ وکان امر اللہ مفعولا (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸) یعنی ہم نے اس مسیح موعود کو قادیان میں اتارا ہے اور وہ ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا گیا۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا خدا نے قرآن میں اور رسول نے حدیث میں جو کچھ فرمایا تھا وہ اسکے آنے سے پورا ہوا اس الہام کے وقت جیسا کہ میں کئی دفعہ ذکر کر چکا ہوں مجھے کشفی طور پر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ الہام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ اور اسوقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ اس بات کو قریباً تیس برس ہو گئے جبکہ یہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا۔ اب اس رسالہ کی تحریر کے وقت میرے پر منکشف ہوا کہ جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اسکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ۔ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہو اور بغیر اسکے معراج ناقص رہتا ہے پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ

سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس
تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام
کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ
تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے
انتہاء زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہو مسجد اقصےٰ سے مراد
مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ
میں خدا کا کلام یہ ہے۔ مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل
فیہ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا قرآن شریف
کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف
میں قادیان کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سبحان الذی
اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ
الذی بارکنا حولہ۔ اس آیت کے ایک تو وہی معنے ہیں جو علماء میں مشہور
ہیں یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانی معراج کا یہ بیان ہے مگر
کچھ شک نہیں کہ اس کے سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک زمانی معراج
بھی تھا جس سے یہ غرض تھی کہ تا آپ کی نظر کشفی کا کمال ظاہر ہو اور نیز ثابت ہو
کہ مسیحی زمانہ کے برکات بھی درحقیقت آپ ہی کے برکات ہیں جو آپ کی توجہ

---

* شوکت اسلامی کا زمانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا اُسکا اثر غالب رہا تھا۔ کہ
حضرت موسیٰ کی طرح سو سو شوکت تھا۔ سکہ مدینہ تجارت ہی اسلئے بیت اللہ کا نام بھی بیت
امن رکھا گیا۔ لیکن نئی برکات کا زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ ہی اسکا یہ اثر ہو کہ ہر قسم کے آرام
زمین پر پیدا ہو جائیں اور نہ صرف امن بلکہ فضل رفاہیت حاصل ہو۔ منہ

اور محبت کو پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح ایک طور سے آپ ہی کا روپ ہے۔ اور وہ معراج یعنی بلوغ نظر کشفی دنیا کی انتہا تک تھا جو مسیح کے زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس معراج میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیان میں بجانب مشرق واقع ہے جس کا نام خدا کے کلام نے مبارک رکھا ہے۔ یہ مسجد جسمانی طور پر مسیح موعود کے حکم سے بنائی گئی ہے اور روحانی طور پر مسیح موعود کے برکات اور کمالات کی تصویر ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور موہبت ہیں۔ اور جیسا کہ مسجد الحرام کی روحانیت حضرت آدم اور حضرت ابراہیم کے کمالات ہیں اور بیت المقدس کی روحانیت انبیاء بنی اسرائیل کے کمالات ہیں ایسا ہی مسیح موعود کی یہ مسجد اقصیٰ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے اس کے روحانی کمالات کی تصویر ہے۔

معراج جو مسجد الحرام سے شروع ہوا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صفی اللہ آدم کے تمام کمالات اور ابراہیم خلیل اللہ کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اور پھر اس جگہ سے قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکانی سیر کے طور پر بیت المقدس کی طرف گیا اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام اسرائیلی نبیوں کے کمالات بھی موجود ہیں اور پھر اس جگہ سے قدم آنجناب علیہ السلام زمانی سیر کے طور پر اس مسجد اقصیٰ تک گیا جو مسیح موعود کی مسجد ہے یعنے کشفی نظر اس آخری زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ کہلاتا ہے پہنچ گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو کچھ مسیح موعود کو دیا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود ہے اور پھر قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی سیر کے طور پر اوپر کی طرف گیا اور مرتبہ قاب قوسین کا پایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر صفات الٰہیہ اتم اور اکمل طور پر تھے

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا معراج یعنی مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جو زمانی مکانی دونوں رنگ کی سیر تھی اور نیز خدا تعالیٰ کی طرف ایک سیر تھا جو مکان اور زمان دونوں سے پاک تھا اس جدید طرز کی معراج سے غرض یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر الاولین والآخرین ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کی طرف سیر ان کا اس نقطۂ ارتفاع پر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی انسان کو گنجائش نہیں مگر اس حاشیہ میں ہماری صرف یہ غرض ہے کہ جیسا کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں کشفی طور پر لکھا گیا تھا کہ قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے یہ کشف نہایت صحیح اور درست تھا۔ کیونکہ زمانی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ کا معراج اور مسجد اقصیٰ کی طرف سیر مسجد الحرام سے شروع ہو کر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا جب تک ایسی مسجد تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیر تسلیم نہ کیجائے جو باعتبار زمانہ کے مسجد اقصیٰ ہو۔"

تتمہ بفضل خدا کے فضل سے اس الہام و کشف کے متعلق کافی بحث کر دی ہے۔ اس سے امید ہے کہ خصم کو جائے مجال نہ رہیگی۔

"اور آخرین منہم آدم درحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میری نسبت کی بات بیکار ہے استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ آخرین منہم لما یلحقوا بہم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے پس آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اسکو کامل بنایا۔ اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہانتک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنے آخرین منہم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے۔ اس نے مجھکو نہیں دیکھا ہے۔ اور نہیں پہچانا ہے۔"
پھر کتاب صفحہ ... اس حقیقت کو اور بھی واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حوالہ صفحہ ۵۸۲

بروزِ محمد علیہ الصلوٰۃ

بعض دوستوں نے بروز کے معنے صرف ادنیٰ مشابہت کے سمجھے ہیں چونکہ اس غلطی سے حضرت مسیح موعودؑ کی اصل شان دنیا پر ظاہر نہیں ہوتی حالانکہ اسی شان فہمی پر آپ کے ماننے نہ ماننے کا مسئلہ موقوف ہے۔ اس لئے میں آپ ہی کی تحریروں سے دکھانا چاہتا ہوں کہ آپ کس معنی میں بروز سیدنا محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونیکے مدعی تھے۔

آپ استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶ کو پڑھیں ارشاد ہوتا ہے

فلیست نبوتی الا نبوتہ و لیس فی جبتی الا انوارہ و اشعتہ و لولاہ لما کنت شیئا یذکر او یسمی۔ وان النبی یعرف بافاضتہ فکیف نبینا ھو افضل الانبیاء۔

نہیں ہے میری نبوت مگر اسکی نبوت اور نہیں میرے جبہ میں مگر اسی کے انوار اور شعاعیں اور اگر وہ نہ ہوتا تو میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ذکر کیا جائے یا نام رکھا جائے۔ اور نبی تو اپنی افاضہ سے پہچانا جاتا ہے پس افضل الانبیاء کا فیض کتنا بڑا ہونا چاہیئے

اتنی وضاحت پر غور کرکے آپ اس نتیجہ تک پہنچ جائینگے کہ بروز سے مراد آنجناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت یعنی آپ ہی کی بعثت ثانیہ ہے۔

اس مسئلہ کو حضور نے خطبہ الہامیہ میں خوب واضح کیا ہے جو لفظاً لفظاً یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ برادران طریقت کے اطمینان قلب کا موجب ہو اور وہ مسیح موعود کی شان صحیح کر سکیں۔ سو ایک ہو (دیکھو صفحہ ۵۱۳ پر جو غلطی سے یہاں لکھنا رہ گیا)

"اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کیساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا بلکہ

اسکے کمالات کے معرض میں لانے کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے
آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن
الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کمال
کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب
مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے
مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ۔ ھو الذی
ارسل رسولہ آخر آیت تک۔ پس یہ ظہور کا وقت اور روحانیت کے ظہور کے
کمال کا وقت ہے اے مسلمانوں کی جماعت۔ اور اسی لئے آدم آیا جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے حالانکہ ان کے نزول کی ابتدا آدم اور انبیاء
پانچویں ہزار میں تھی پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے وقت کی طرف
اور استغفار مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہان
میں محمدی فیض کے موج مارنے کے دنوں کی طرف اور یہ چھٹے ہزار کا
آخر ہے جو زمانہ کے مسیح موعود کے آنے کے لئے مقرر ہے جیسا کہ انبیاء کی کتابوں
سے سمجھا جاتا ہے اور یہ زیادہ یقینی خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت کے قدم
کے نقش کی جگہ پر جیسا کہ آیت و آخرین منھم سے اور ایک حدیثوں کی دوسری
نقل سے مفہوم ہوتا ہے پس اگر تو عقلمند ہے تو فکر کر کہ جہان کا رب کریم
صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوا ایسا ہی مسیح موعود کی
بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے
اور یہ قرآن سے ثابت ہے اس میں انکار کی گنجائش نہیں اور بجز ظالموں کے
کوئی اس معنی سے سر نہیں پھیر سکتا کیا آخرین منھم کی آیت پر فکر نہیں کرتے
اور کس طرح منھم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اگر رسول کریم آخرین میں موجود نہیں

جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے پس جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کی تسلیم سے چارہ نہیں اور منکر کے لئے بھاگنے کا رستہ بند ہے۔ اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبیؐ کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقوی اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اور اسی لئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں۔ اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے صدیوں کے شمار کو رسول کریم کی ہجرت کے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تاکہ وہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں کو کمال تام رکھتا ہے دلالت کرے۔ اور وہ چودہ سو کا شمار خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے بعد ہے تا دین کے غلبہ کا وعدہ جو کتاب مبین میں پہلے ہو چکا تھا پورا ہو جائے یعنی خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ لقد نصرکم اللّٰہ ببدر و انتم اذلۃ۔ پس داناؤں کی طرح اس آیت میں نگاہ کر کیونکہ یہ آیت یقیناً دو بدر پر دلالت کرتی ہے۔ اول وہ بدر جو پہلوں کی نصرت کے لئے گزرا۔ اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے۔

اس تشریح نے کالشمس فی نصف النہار ظاہر کر دیا کہ مسیح موعود کی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ اور صرف فنا فی الرسول کا درجہ مراد نہیں جو اولیاء امت محمدیہ میں سے بعضوں کو نصیب ہوا اور وہ مثیل کا جس میں تھوڑی سی مشابہت بھی کافی ہوتی ہے بلکہ یہاں تو معاملہ ہی جدا ہے جیسا کہ جناب [illegible] [illegible] میں فرماتے ہیں ؎

ایں سعادت چو بود قسمت ما رفتہ رفتہ رسید نوبت ما

کربلائیست سیر ہر آنم — صد حسین است در گریبانم

آدمم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار

آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآں منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں است ایمانم

بخدا ہست ایں کلام مجید — از دہان خدائے پاک وحید

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

وارث مصطفےٰ شدم بیقین — شدہ رنگیں برنگ یار حسین

لیک آئینہ ام ز رب غنی — از پئے صورت مہ مدنی

آپ فرماتے ہیں میں احمد مختار ہوں۔ جو جام ہر ایک نبی کو ملا ہے وہ سب کا سب مجھے دیا گیا ہے جو وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ وہ قرآن مجید کی طرح خطاؤں سے منزہ ہے۔ اور خدائے وحید کا کلام مجید ہے۔ انبیاء بہت ہوئے ہیں۔ اور میں عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ مصطفےٰ کا وارث اور اسکے رنگ میں رنگین ہوں۔ اور مدنی چاند کی صورت دیکھنے کیلئے آئینہ میں جلوہ گر ہے پھر ان تین شعروں میں تو صریح کر دیا ہے

دست غیبم بپرورد ہر دم — کرد ودیعت بمن ظہور اتم

زندہ شد ہر نبی بآمدنم — ہر رسولے نہاں بپیراہنم

پر شد از نور من زمان و زمیں — سر منور زنت بر آسماں ازیں

مجھ پر اللہ کی وحی نے ظہور اتم کیا ہے۔ اور ہر نبی میرے آنے سے زندہ ہوا۔ اور ہر ایک رسول میرے پیراہن میں نہاں ہے میرے نور سے زمین و زمان پر ہو گئے ہیں ◆

واشرقت الارض بنور ربھا

اصحٰب الجنّة

یعنی

مقبرہ بہشتی کے مدفون

ہر سال کے جلسہ پر میں اپنے معزز احباب کو اس سرزمین میں لیجاتا ہوں جہاں جسد مقدس نفوس آرام فرما ہیں اور جہاں آپ کا کریم [illegible] سلف و خلف مکرم و [illegible] انشاء اللہ بکثرت اللہ حقوق پڑھتے ہیں۔ بہ تعمیل ارشاد عام العباد

"خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں"

چنانچہ سلسلہ وار ذکر کرتا ہوں۔ والی اللہ المصیر۔ وہ حصہ جس میں مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اسکے چھ ٹکڑوں کے حالات ہو چکے

ساتواں قطعہ (مشرق سے مغرب کو قبریں دیکھتے جائیے)

۵۶۔ کنیز فاطمہ زوجہ کرامت حسین مرحوم سال ۲ر جنوری ۱۹۳۳ء وفات پائی۔ مرحومہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھیں۔ قادیان ہی میں وفات پائی۔ اپنی جائیداد کے تیسرے حصہ کی وصیت ۱۹۱۳ء میں کی تھی۔ نیک اور مخلص تھیں

۵۷۔ میاں [illegible] محمد جان۔ ساکن [illegible] (گجرات) ۹۹ سال۔ وفات ۱۰ر جنوری ۱۹۳۳ء مرحوم کو بیٹے بھی [illegible] بڑے مخلص تھے [illegible] تمام جائیداد [illegible] آخری ایام میں [illegible] مجھے [illegible] خاتمہ ہو جائے [illegible] ان کے ساتھ بہت مخالفت رہی تھی جسکا انہوں نے مردانہ مقابلہ کیا۔

۵۸- اللہ رکھی مرحومہ زوجہ منشی چراغ دین نو مسلم - وطن سیالکوٹ عمر ۲۲ سال وفات
مرحومہ اسلام قبول کرکے اپنے خاوند کے ساتھ قادیان آگئی تھیں مدرسۃ البنات میں لڑکیوں کو
پڑھاتی بھی رہیں بہت غریب مزاج اور نیک تھیں عرصہ تک بیمار رہیں آخری دنوں
میں ۱/۳ کی وصیت کی۔

(۵۹) عائشہ زوجہ شیخ محمد ابراہیم چنیوٹی عمر ۲۵ سال وفات ۲۲ نومبر ۱۹۱۸ء وطن ...
مارچ ۱۹۱۸ء مرحومہ نے لاہور میں وفات پائی اور بطور امانت وہاں دفن ہوئیں۔ پھر
۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو مقبرہ بہشتی میں لائی گئیں۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو وصیت کی تھی۔

۶۰- محمد یٰسین ولد منشی ابو الحسن سہارنپوری عمر ۲۷ سال۔ وفات ۲۷ فروری ۱۹۱۹ء
صاحب برادر محمد یامین کتب فروش کے بھائی ہیں ۲۷ فروری ۱۹۱۹ء کو طاعون سے فوت
ہوئے پیچھے وارث بیوہ اور بچہ چھوڑے ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو بہشتی مقبرہ میں دفن کئے
گئے مرحوم کو میں نے دیکھا ہے۔ اللہ کے لئے بہت بڑی دکان اور جائداد چھوڑ کر قادیان آگئے
تھے بہت سیدھے سادھے اور نیک کردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنات میں ان کے

(۶۱) مہراں والدہ نور الدین ... ساکن قادیان عمر ۷۰ سال وفات یکم اپریل ۱۹۱۸ء
مرحومہ یکم اپریل کو عارضہ طاعون فوت ہوئیں۔ بعد انقضائے میعاد دو سال [illegible] اپریل ۱۹۲۰ء
کو مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں۔ مرحومہ کی نیک کرداری ان کے بیٹوں کے حالات زندگی
سے ظاہر ہے

حصہ اول ختم ہوا

حصہ دوم کے قطعہ ششم کی چار قبروں کا حال تو لکھا جا چکا ہے

(۶۲) صاحب جان ہمشیرہ مولوی عبدالسلام سکنہ ... ہوشیارپور عمر ۵۰ سال
وفات ۵ دسمبر ۱۹۱۸ء مرحومہ بیمار ہوکر قادیان آگئی تھیں۔ یہیں وفات پائی بہت مخلص
اور نیک تھیں۔

(۶۳) غلام احمد ولد چوہدری علی محمد مرحوم۔ مقام ... ضلع سیالکوٹ عمر ۷۰ سال وفات ۲۱ دسمبر ۱۹۴۳ء۔ مرحوم اپنے گاؤں میں فوت ہوئے۔ وہاں کے بعد انکی نعش مقبرہ بہشتی میں لائی گئی۔ بڑے مخلص اور نیکوکار تھے۔

قطعہ ہفتم

(۶۴) ظہور النساء زوجہ وزیر خان صاحب سکونت بلب گڑھ عمر ۶۰ سال وفات ۱۸ جنوری ۱۹۴۴ء مرحومہ عارضہ ... بیمار رہیں۔ آخری دنوں میں صحت کی حالت ... پڑھتے ہوئے قرآن شریف سنتے ہوئے انتقال کیا

(۶۵) سید گلزار حسین ولد سید مہر شاہ سکونت لاہور عمر ۳۰ سال وفات ۱۸ جنوری ۱۹۴۴ء مرحوم میرے دوست تھے۔ کتابت کا کام کرتے تھے۔ بڑے شریف حلیم المزاج۔ خوشخو سفید پوشی میں خوشی سے گزارہ کرنے والے تھے۔ اپنے اصلاح حال کی طرف بہت متوجہ رہتے اکثر صبح کے وقت مقبرہ بہشتی میں ٹہلتے نظر آتے اور مجھے کہا کرتے کیا میری قسمت میں بھی اس پاک زمین کا کوئی ٹکڑا ہوگا۔ خدا نے انکی مراد پوری کی۔ سل کی بیماری میں وفات پائی غفر اللہ لہ۔

(۶۶) سکینہ بی بی اہلیہ قاضی امیر حسین صاحب عمر ۸۰ سال۔ وفات ۱۸ جنوری ۱۹۴۴ء صالحہ و مخلصہ تھیں۔ اپنے زیور کی وصیت کر رکھی تھی۔ چار ماہ تپ دق سے بیمار رہکر وفات پائی

(۶۷) منظور ولد محمد بخش آرائیں سکونت ... (گورداسپور) عمر ... سال وفات ۱۸ اگست ۱۹۴۴ء مرحوم نے ... ۱۹۴۰ء میں بیعت کی تھی۔ صالح آدمی تھے۔ بیمار ہو کر قادیان میں آئے اور یہیں وفات پائی۔

(۶۸) شریف احمد ولد جمال الدین سکونت سیکھواں عمر ۱۶ سال وفات ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء۔ یہ نوجوان مدرسہ احمدیہ میں تعلیم بھی پاتا رہا اور یہاں رہنے کا بہت شوق رکھتا۔ بیماری کی وجہ سے گھر چلا گیا وہیں وفات پائی جنازہ یہاں لایا گیا

(۲۹) صالحہ بی بی بنت خیر الدین مرحوم سکونت سیکھواں عمر ۱۸ سال وفات ۵ دسمبر ۱۹۱۰ء
مرحومہ نے اپنی وفات سے نو روز پہلے وصیت کی یہ بڑے مخلص میاں خیر الدین صاحب کی لڑکی
تھیں خدا مغفرت کرے۔

بیاض امجد

۱۔ قرآن کریم | ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

۲۔ احادیث | ۱۔ من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ ۲۔ دع ما یریبک الی ما لا یریبک ۳۔ الاثم ما حاک فی صدرک ۔ ۱۔ استفت قلبک ولو افتاک المفتون

۳۔ مسیح موعود | دین کو دنیا پر مقدم رکھو

۴۔ خلیفۃ المسیح | ۱۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۲۔ کلمات اذان پر عمل کرو۔ ۳۔ الحمد شریف پر تدبر ۴۔ نبی کریم کے احسانات یاد کر کے ان پر درود و سلام برکات

۵۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب | ۱۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۲۔ یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

۶۔ مولوی محمد سرور شاہ صاحب | ذکر الٰہی دو طور پر ہوتا ہے (۱) انکے اسماء اور صفات کے ساتھ اسکو پکارا جائے (۲) ہر ایک مقام حالات اور وقت کے متعلق جو ضروری کوئی حکم الٰہی ہوتا ہے خواہ وہ امر کی صورت میں ہو یا نہی کے رنگ میں تو اسکی جب آدمی کو خیال رکھنے کو ذکر الٰہی کہا جاتا ہے مومن کو چاہیئے کہ دونوں قسم کے ذکر الٰہی سے اپنے اوقات کو زندہ کرے۔ (۳) ایمان اور یقین کے پورا اور کامل کرنے والے امور کا بہت مطالعہ چاہیئے کیونکہ سب طاقت اسی سے ہوتی ہے
۴۔ موت اور دنیا کی بے ثباتی کو بہت یاد رکھنا چاہیئے۔

۴۔ اور جہاں تک ہو سکے دوستوں کی ہدایت اور دین کی مدد کو اپنا فرض قرار دو۔

۷۔ مولوی بشیر علی صاحب — ہر وقت دعا سے کام لینا چاہیئے۔ اپنے تئیں ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی امداد کا محتاج سمجھ کر اور ہر ایک چیز کو اسی کی قدرت اور منشاء کے ماتحت سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف ہر وقت رجوع رکھے۔ اور اسی کی امداد کا طالب ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم اور پھر فرماتا ہے کہ تجارت اور دنیا کا کاروبار انکو خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔ اسی طرح جہاد کے وقت بھی خدا کو یاد کرنیکا حکم دیتا ہے۔ دعائیں مثلاً اسی قسم کی مانگا کرے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ رب کل شئی خادمک رب فاحفظنی وانصرنی۔ وارحمنی۔ اللّٰھم رحمتک نرجوا فلا تکلنا الیٰ انفسنا طرفۃ عین۔ ان دعاؤں میں ہر وقت اسکی زبان پر ہوں۔ درود شریف اور استغفار کی کثرت ہو جتنے تعلقات انسان کے زیادہ ہوں اتنی ہی دعا کی زیادہ تحریک ہوتی ہے اسلئے مجرد زندگی اور بے تعلقی روحانی ترقی کے لئے مفید نہیں۔

۶۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے — دین کے دو بڑے حصے ہیں ایک وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے اور دوسرا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اسی میں خصوصاً انسانوں کے حقوق کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو کچھ تعلق کسی شخص کا ہے وہ مخفی ہے کوئی دوسرا اس پر اطلاع نہیں پا سکتا لیکن حقوق العباد اور انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق جو حصہ ہے وہ ظاہر ہے پس دنیا میں نیک نمونہ بننے کے لئے اپنے بھائیوں کے حقوق کا سب سے بڑھکر خیال رکھو۔ اخلاق کی درستگی اور اسکا سنوارنا دین کا بڑا حصہ ہے۔ دین میں احسن وہی شخص ہو سکتا ہے جو خلق میں احسن ہے پھر اخلاق میں سب سے بڑھکر ان لوگوں کے حقوق ہیں جو سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں۔ خیرکم خیرکم لاھلہ میں یہی راز مخفی ہے

۵۔ شیخ یعقوب علی صاحب (۱) سلسلے سرور کا چشمہ جناب باری ہے (۲) خدا داری چہ غم داری

۱۰- عزیز اللہ بخش صاحب | فاستقم کما امرت واصبر فان اللہ مع الصابرین۔
۱۱- مولوی صدر الدین صاحب | (۱) اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ آنکھ کی خیانت کو
بھی جانتا ہے اور پوشیدہ سے پوشیدہ منصوبہ اور کاروائی کو جانتا ہے انسان کو کسی وقت غافل
نہ ہونا چاہیئے (۲) اللہ تعالیٰ کے احسانات بے انتہا ہیں (۳) اپنی ذات و صفات میں جمیع
جمیع صفات کاملہ ہے ذاتی کمالات کے لحاظ سے اسکی حمد اور اسکی تعریف ہونی چاہیئے کیونکہ
فطرتی طور پر انسان ہر کمال کی تعریف کرتا ہے اسکے احسانات کا مطالعہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو
محتاج دیکھتا ہے۔ اور اسی لئے اسکی عبادت اور فرمانبرداری میں اسکی رضا جوئی کے لئے زندگی بسر
کرے۔ اور اسی کے احسانات میں سے ہے کہ ہمارے لئے اسلام جیسا مذہب اور رسول کریم صلعم جیسا نبی
بھیجا عطا فرمایا جنہوں نے ہمارے لئے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے اور ہماری بہبودی کے
کے لئے الطف سے الطف قوانین رکھے اور اسی لئے آپ پر درود شریف بھیجنا ضروری ہے (۴)
انسان اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے ابتلاء میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ کرے محمد رسول اللہ
صلعم کے ابتلاء اور مصائب کو دیکھ کر ان کا تجربہ حاصل ہو۔ (۵) مصائب میں انسان فوراً کوئی
دستگیر جانتا ہو ان اللہ مع الصابرین۔ رسول کریم صلعم نے مذہب کا نچوڑ اس جملے میں بیان
فرمایا ہے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ۔ سو اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کیوجہ
سے اسکے احکام کی تعظیم کرے اور　　اپنے اوپر ہمدردی مخلوق لازم کرے۔
۱۲- اجمل | (۱) اگر خدا وہ خدا ہے جو اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے میرے دلائل کا محتاج نہ ہو
بلکہ وہ خود انی انا اللہ کہنے والا ہے اور نیز اپنے ثبوت میں جو اپنی صداقت کے لئے
آفتاب آمد دلیل آفتاب [illegible] کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہو تو نبی کریم صلعم میں دیکھو اور نبی کریم صلعم کو
دیکھنا چاہتے ہو تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دیکھو (۲) تمام مشکلات و مصائب دافع
وقتوں میں دعا مومن کے لئے ایک قوی حربہ ہے (۳) تمام محبت سے تمام جہان کو فتح کر سکتے ہو (۴)
محبت جاذب کی کلید ہے پس اسکا خط مستحق ہو۔ [illegible] خوب کہا
کشد بر آں عاشقان پاک طینت را ۔

تعزیہ داری ایران

تھوڑا عرصہ ہوا کہ سلسلہ تحقیق واقعات کربلا میں مجھ کو یہ خیال دامنگیر ہوا تھا کہ ایران کی تعزیہ داری کے حالات معلوم کئے جائیں۔ ہمارے ملک میں غالباً بہت کم لوگوں کو اسکا علم ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) سب سے پہلے بعض کابلی سرداران محمدزئی سے سنا کہ گزشتہ شورش افغانستان کے موقعہ پر جب انکو کابل سے فرار ہونا پڑا۔ تو ایران میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے اور چند سال تک شاہ ایران کے زیر سایہ اوقات بسر کرتے رہے۔ وہاں انہوں نے جو حالات چشم دید دیکھے اور بیان کئے وہ مختصراً یہ ہیں۔ کہ خاص طہران میں ایک شاہی امام باڑہ ہے۔ جس کو وہاں کے لوگ تکیہ دولتی کہتے ہیں۔ عشرہ محرم میں اس تکیہ میں خود بادشاہ ایران معہ ارکین سلطنت جمع ہوتے ہیں۔ یہ تکیہ ایک نہایت عظیم الشان اور وسیع عمارت ہے۔ اس موقعہ پر ہم کو بھی اس تکیہ میں حاضر ہونے کی اجازت دیجاتی تھی۔ شاہی باجہ بھی موجود ہوتا تھا۔ اس میں واقعات کربلا کو نقل کر کے دکھایا جاتا تھا کسی آدمی کو امام حسین بنایا جاتا کسی کو عباس علمدار کسی کو شمر اور اسیران اہلبیت کی نقل بھی اتاری جاتی تھی۔ اونٹ لائے جاتے اور ان پر قیدیوں کو سوار کیا جاتا۔ غرض تمام واقعات کربلا اسی طرح نقل کر کے دکھلاتے تھے۔

(۲) اسکے بعد مجھ کو فضیلت مآب ایڈورڈ براؤن صاحب پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی ایک جلد کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہو گئی پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ طہران کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے جس کو کوہ بی بی شہربانو کہتے ہیں۔ اکثر عورتیں تو زیارت کے لئے اس پہاڑ پر جایا کرتی ہیں۔ واقعہ شہربانو ان دلگداز تعزیہ دیکھنے محرم کے ناٹک کے ہیروز میں سے ایک ہے۔ جو ایران کے ہر دیہہ و قصبہ میں ہر سال ہوتے ہوئے ناظرین کے آنسوؤں میں دکھلائے جاتے ہیں اگر

لکھتے ہیں کہ جب شہر بانو کا ڈراما دکھایا جاتا ہے تو کیرکٹروں کا پارٹ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتا ہوں

ز نسل یزد جرد شہریارم | ز نوشیرواں بود اصل نژادم
ودر آں وقتیکہ بخشم کامراں بود | بہ آں شہرے ام اندر مکاں بود
شبے رفتم بسوے قصر ماہم | بیاد حضرت زہرا بخوابم
بگفت اے شہر بانو باصد آئیں | ترا من بر حسینؑ آرم بہ کابیں
بجستم من نشستہ صد اَنی | حسینؑ اندر مدینہ ہست ساکن
محال است ایں سکوں فرمود زہرا | حسینؑ آید بہ سرداری دریں جا
تو میگردی اسیر اے بے قرینہ | برفت از مدائن در مدینہ
بہ فرزندم حسینؑ پیوند سازی | مرا از نسل خود خورسند سازی

پروفیسر صاحب نے یہ اشعار ایک خاص ڈراما کی کتاب سے نقل کئے ہیں جس کا نام قصہ غائب شدن شہر بانو اندر مطبوعہ طہران ہے جس کے آگے شہر بانو کے اسیر ہو کر حالات اسیری حضرت عمر کے آگے پیش کئے جانے کا ذکر ہے مگر بخوف طوالت نظر انداز کرتا ہوں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اصل کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد ۴ مطبوعہ لندن ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۶
اسی ضمن میں ہم نے بعض دیگر محققین یورپ کی تحریروں کو بھی اس بارہ میں دیکھا اور ابھی دیکھ رہا ہوں۔

(۳) سر دست کتاب انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا سے ایک مقام کا ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں
ایشیا کی دوسری زیادہ مہذب اقوام میں ڈراما (تماشہ) کا یا تو سرے سے رواج ہی کم ملتا ہے یا اگر ملتا ہے تو آخری زمانہ میں آکر

اصل آریہ نسل والے ایرانیوں کے ہاں اُنکے وسیع لٹریچر میں ڈرامے کا کچھ نشان نہیں پایا جاتا۔ لیکن پچھلے زمانہ میں اگر قومی عروج کے پہلو بہ پہلو دو قسم کے ڈراموں کا رواج نظر آنے لگا ہے۔ جو نوعیت میں ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف بھی ہے یعنی (۱) مذہبی ڈراما

یا مشرقی اندلس میں بہ تعزیہ کا سیدی یا اتفاقی۔ اول الذکر قسم کے متعلق خاص دلچسپی ہوز از رقیقے

تعزیہ - ایرانی تعزیوں یعنی مذہبی تمثیلات کے سب مضامین کا ماخذ مذہبی تاریخ ہے اور اسکا تعلق کم و بیش جناب علیؑ کے خاندان کی شہادت کے ساتھ ہے

ان واقعات یا نظاروں کی نقل ماہ محرم کے عشرہ اول میں دکھائی جاتی ہے جب کہ مشہور فرقۂ شیعہ کے لوگ تمام ایران اور ہندوستان میں جہاں مسلمان آباد ہیں حضرت رسول کریمؐ اور انکی صاحبزادی فاطمہؓ اور جناب علیؑ کی شہادت جو کمینے پن کے ساتھ عمل میں واقع ہوئی۔ اور انکے حلیم مزاج بیٹے امام حسنؑ کی اور پھر امام حسن کے بہادر بھائی امام حسینؑ کی کبھی نہ بھولنے والی شہادت جو کربلا کے خونی میدان پر ۶۸۰ء میں واقع ہوئی۔ یادگار مناتے ہیں

سولہویں صدی کے آغاز میں ایران میں شیعوں کی مددگاری سے جب صفویہ خاندان کے پاؤں جم گئے۔ تو شیعیان حسینؑ نے سرکاری منظوری بھی حاصل کر لی جو ابتک برابر چلی آتی ہے اصطلاح پر ان تعزیوں کی نقل اور انکے متعلق مصارف کو شمار ہیں اور شرعی حیثیت سے قابل تعریف فضل خیال کیا جاتا ہے

ان کا اہتمام اکثر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یا دوسرے صاحب ثروت لوگوں کی طرف سے۔ مطلب اس سے لوگوں کا خوش کرنا ہوتا ہے یا رضامندی الٰہی کا حاصل کرنا

یہ کام مسجدوں محلات اور کاروان سراؤں کے صحنوں کے اندر اور اطراف میں عارضی مکانوں کے اندر جو اسی مطلب کے لئے بنائے جاتے ہیں عموماً اصفہان کے باشندے کر کے دکھلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی سے پیشتر نہیں بلکہ اسکے آغاز میں بھی تعزیے ابھی تک صرف شہداء کے قصائد یعنی اشعار یا مرثیوں تک محدود تھے جن کو دینی شخص پڑھتے تھے جو درحقیقت ان (شہداء) کے پسماندگان ہوتے تھے (یعنی سادات) مگر ایک

جس طرح اہل یونان نے ان کو گانے والے گیتوں ہی سے رفتہ رفتہ ایسے مکالمے نکال لئے کہ ان کو ٹریجیڈی کی ان کا سست انجام بنا دی جو پہلے ان گیتوں کا صرف ایک فروعی نتیجہ تھا اور اسی مکالمے بعد کو مکمل ڈرامے کی صورت اختیار کر لی۔

قدیم عیسائیوں کی اصطلاح میں بزرگوں کے کارنامے دکھلانے والا ناٹک

ایسا ہی امام حسن اور امام حسین کے مرثیوں پر جیسے کہ ہم ذکر کر سکتے ہیں۔ ڈراما کے کھیلوں کا پورا پورا نمونہ ہو گئے ہیں۔

منجملہ ان کھیلوں کے انگریز مترجم کو اور سر لیوس پیلی کی حسن سعی سے ۳۷ ناٹک معرض تحریر میں آگئی ہیں۔ اور ان میں سے ۲۰ کا ترجمہ ہو کر شائع بھی ہو گئی ہیں۔ اور یہ ناٹک ہر کوچہ بازار بطور تعزیوں کے دکھلائے جاتے ہیں۔ انکی وسعت کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ مثلاً امام حسین کی مصیبت زدہ لڑکی کے ساتھ قاسم کی شادی۔ اس کھیل کے ابتداء میں حسب معمول ایک مرثیہ خوان (مرثیہ خوان اتفاقیہ پیشوائے دین کی حیثیت میں) اور جسکو اصل سوال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے سامعین کو اس واقعہ کے متعلق پر سوز اور رقت انگیز لہجہ میں کچھ نظم یا نثر سنا کر جوش دلاتا ہے لیکن اصل ڈراما کے کرانے سے پہلے ایک رسم بطور ایک تمہید کے ہوتی ہے جس میں اس پاک تذکرہ کے سبب یا انجام کا بیان ہوتا ہے۔

مثلاً پہلے امیر تیمور کا پارٹ جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر افسوس کرتے ہوئے اور انتقام کے لئے بے چین دکھایا جاتا ہے۔ یا یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کی دغابازی کا پارٹ جس سے جناب علی اور آپ کے صاحبزادوں کے ساتھ دوسروں کی بدسلوکی کا نقشہ کھینچنا مقصود ہوتا ہے۔

اصل واقعہ کے دکھلائے جانے کے بعد امام حسین دعا مانگتے ہیں کہ قیامت کے دن گنج شفاعت کی کلید ہمارے ہاتھ میں دی جائے

آخر کو کھیل میں آپ کی اس دعا کی مقبولیت کا سین (نظارہ) دکھایا جاتا ہے اس طرح پر کہ جنت

فردوس کا دروازہ پہلے ان انصار کے لئے کھولا جاتا ہے جنہوں نے جناب سید الشہداء کی نصرت کی تھی یا ان کے لئے جنہوں نے اس مظلوم کے لئے ایک آدھ آنسو بہایا ہو۔

اس تمثیل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کیا پیچ در پیچ اور محنت سے تجویز کیا ہوا اظہار غم کا طریقہ ایسا عجیب ہے کہ کسی تاریخی یا مذہبی ڈراما میں اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ نہ صرف بلحاظ طوالت اور عظیم الشان سلسلہ واقعات کی تدریجی ترقی کے بلکہ اس لحاظ سے کہ ایک بڑے مذہبی فرقہ کی پرجوش روایات پر مبنی ہے۔ اور اسلئے بھی کہ دشمنوں کے ظلم پر دیرینہ ناراضگی و نفرت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ . . . . باقی آئندہ

نوٹ۔ اصل مضمون تو بہت طویل ہوگا مگر اس مختصر سے بھی ناظرین سمجھ جاینگے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کے تعزیہ داروں کو اگر پوری آزادی ملجائے۔ تو انکا ولولہ شوق کہاں سےکہاں تک پہنچ سکتا ہے یہ اس سرزمین ایران کے کوائف ہیں جہاں شیعوں کی سلطنت ہے جہاں محلہ محلہ میں مجتہد اور علمائے دین موجود ہیں۔ ان کوائف کو دیکھکر ہندوستان کی تعزیہ داری کی وقعت ہی نہیں باقی رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے تعزیہ داروں کا کچھ مذاق ہی گر گیا ہے۔ بہتر ہو کہ ایران کی طرح انکو بھی ڈرامے کی صورت اختیار کیجائے یا یہ ذوالجناح اور تابوت اور علم بھی موقوف کرکے خالص مجلس تعزیت پر اکتفا کی جائے آئندہ اختیار۔ (خاکسار خادم حسین خادم محمودی)

اطلاع بقایا دار اپنا اپنا بقایا بیباق کریں سال ختم ہوچکا ہے بہت مہربانی ہوگی کہ دسمبر کے آخر تک ۱۳ء کی قیمت ادا فرماویں یا پختہ وعدہ کریں۔ منیجر

بعثت مرسلین وانجام مکذبین

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

اے افسوس بندوں پر جب انکے پاس کوئی پیغمبر آیا۔ اُس سے ٹھٹھا کرنے لگے

چودھویں صدی کا مجدد الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون والصلوٰۃ والسلام علی محمد المصطفیٰ سیدنا المجتبیٰ وعلیٰ آلہ الاصفیاء واصحابہ الاتقیاء وعلیٰ سائر الاولیاء والمجددین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب غلام احمد قادیانی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مطابق حدیث رسول اللہ صلعم ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا یعنی ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد اپنی طرف سے مبعوث کرکے بھیجا کریگا جو تمام مذاہب باطلہ کے ظلمات کو دور کیا کریگا اور دین اسلام کو منور و روشن کیا کریگا اور بہت سے لوگ ہدایت پایا کرینگے اور بدبختی لوگ جو دین اسلام میں خرابیاں ڈالینگے وہ تمام کا تمام ترک کرکے دین اسلام کو ترو تازہ کیا کریگا۔ چودھویں صدی کا مجدد ہونیکا دعویٰ کیا۔ اور صلیب پرستوں کو بذریعہ تحریر و تقریر شکست دیکر بمطابق حدیث محمد صلعم (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب) اور اس زمانہ میں یعنی قریب ہے کہ ابن مریم موعود مہدی ہوگا۔ امام مہدی و مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرکے بتایا کہ اس زمانہ میں تمام کیسا تھ جہاد حرام ہے۔ نہ کسی انسان کا رہے۔ اور اس سے دین اسلام زندہ ہوگا اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ مسیح ابن مریم تمام رسولوں کی طرح فوت ہو گئے ہیں۔ نہ کوئی انسان جسم خاکی کیساتھ کبھی ہوا اور نہ ہی نازل ہوگا۔ مسیح کے آسمان پر جانے اور نازل ہونیکے قصے ہیں کہ روحانی طور پر جانا اور آنا ثابت کردیا اور بہ آیات ابن مریم مرگیا حق کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم اور مطابق

حدیث ہے جو بغیر امام کے مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس شخص نے اطاعت امام زمان سے ہاتھ اٹھا لیا
کہ قیامت میں ایسی حالت میں پایا جائیگا کہ اسکے پاس اس روایت کی کوئی حجت نہ ہوگی (الغرض میرا منکر
مردود ہے۔ اسکا نفس مردود ہوگا میرے معجزات و نشانات کے انکار سے سب انبیاء کی معجزات
و نشانات سے انکار کرنا پڑیگا میرے آنکی خبر تمام انبیاء نے دی ہے اور میرے آنیکا زمانہ تمام
نبیوں اور قرآن شریف نے بتایا ہوا ہے۔ اور مطابق آیت وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا
اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون یعنی جب کبھی ہم کسی بستی میں کوئی رسول بھیجتے
ہیں۔ تو وہاں کے بسنے والوں کو قحط و بیماری کیساتھ پکڑتے ہیں۔ اور ہماری غرض اس پکڑنے سے
یہ ہوتی ہے کہ لوگ تضرع و عاجزی کریں۔ فرمایا کہ قحط و طاعون و کثرت موت میری تکذیب کے سبب سے خداوند
تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ محمد رسول اللہ سے فیضیاب ہو کر اسلام کو دنیا پر مقدم کر کے قولی فعلی طور پر ثابت
کردیا کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو کر آئے ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ کی غلامی کا فخر
کرتے ہوئے فرمایا ہے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ یہ رنگ تمام کتب
بشارات آدم و عیسیٰ کی بات ہے بنیہ یا بسیرم ہے الیس اللہ بکاف عبدہ مرزا غلام احمد
کی وقت مہدی ہم مجدد بر سر این صد

خدا کے مرسل کی مخالفت منی العلیین نے بہت ستایا تو اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت فرمایا کہ میرے منکروں
ہندوستانوں کے پیچھے بھی زمانہ پڑا نہیں سکھوں اور انگریزوں کی بادشاہی کا مقابلہ
کرکے انگلش گورنمنٹ کو بہتر ثابت کر کے انگریزی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا۔ اور پادریوں کو
دجال لکھا ہے۔ وقت آنکہ اس بیان لطیف کے بعض مسلمانوں اور علماء اسلام میں سے واقف
علماء اصحاب و دیگر کو حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کو اشاعت دیکھ کر کفر کا فتویٰ لگایا جیسا
کہ حضرت مسیح موعود نے بہرہ ولا اسعیوں کو دیا۔ اور بعضوں نے تصدیق کنندگان سے
آشنا نہ ہو سکا کہ مدعی سے اسکا مدعا تو پوچھ لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم (ومن اظلم
ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا) اور کون بہت ظالم

اس شخص سے کہ منع کرتا ہو مسجدوں سے کہ ذکر کیا جاوے بیچ اسکے نام اسکا اور سعی کرتا ہو بیچ ویران کرنے
انکے کی کیونکہ یہ قصہ مذکور کی استعارہ ہے

ظالم کے لئے کیا وعید ہے؟

واللہ علیم بالظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتا ہے۔ واللہ
لا یہدی القوم الظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو راہ نہیں دکھاتا
وما للظالمین من انصار۔ ظالموں کیلئے کوئی مدد دینے والا نہیں ہو۔ واللہ لا یحب
الظالمین۔ اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ ومأوٰہم النار وبئس مثوی الظالمین
اور جگہ انکی آگ ہو اور بری ہے جگہ بیٹھنے ظالموں کی۔ انہ لا یفلح الظالمون تحقیق نہیں چھٹکارا
پاتے ظالم۔ ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ ولیکن ظالم اللہ کی آیات سے انکار
کرتے ہیں۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا۔ پس کاٹی گئی جڑ اس قوم کی کہ ظلم کرتے تھے۔ لعنۃ
اللہ علی الظالمین الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا وہم
بالآخرۃ کافرون۔ لعنت خدا کی اوپر ظالموں کے جو لوگ کہ بند کرتے ہیں راہ خدا کی سے
اور چاہتے ہیں واسطے اسکے کجی ساتھ آخرت کے کافر ہیں۔ فانظر کیف کان عاقبۃ
الظالمین۔ پس دیکھو کیسا ہوا انجام ظالموں کا

حق کے دشمنوں کا انجام

ان پیارے اور متبرک پسندیدہ بالا آیات قرآنی سے آپکو واضح ہوگیا
ہوگا کہ ظالم کن کو کہتے ہیں اور ظالموں کی سزا کیا ہے۔ اور جنہوں نے نبیوں کو جھوٹا کہا اور باہر
نکالا ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے فتوے کے نیچے آکر مسجدوں سے نکالے جا رہے ہیں۔ ہر
طرف سے خود آوازیں آرہی ہیں کہ ہم مسلمان نہیں ہے۔ اور کوئی راہ انکو دکھائی نہیں
دیتی اور نہ کوئی انکا مددگار ہے۔ اور بہتیرے سوتے ہیں۔ لیکن اللہ انکی نہیں سنتا ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے ۔۔۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہوگئے ۔۔۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہوگئے

اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور جگہ انکی آگ بنی رہی

دنیا سے بت پرستی کا گھر ہو گیا ہے کیوں ایسا حال ہو گیا ہے محض اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی نشانی پیارے محمد رسول اللہ کی پیشگوئی یعنی حضرت مرزا غلام احمد کی بعثت کو جھٹلایا ہے۔ اور فتوے لگوانے والوں کی جڑھ کاٹی گئی ہے۔

احمدی علماء۔ مثلاً صاحبزادہ صاحب عبد اللطیف والی کو کابل سے مارنا یا حضرت مرزا صاحب کو ہر طرح کی تکلیف دینا اور مقدمے چلانا اور احمدیوں کو دکھ دینے کی کوشش کرنا مخالفین کا کوئی نیا کام شیطان کی شاگردی کی حد نہیں ہے بلکہ بجائے افسوس کے ایمانداروں کے لئے باعث خوشنودی و موجب ازدیاد ایمان ہے اسواسطے کہ یہ صورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور انبیوں اور سب مرسلوں پر گزری ہے قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب کسی نبی نے دعویٰ کیا تو زمانے کے لوگوں میں سے جھٹلانیوالے کھڑے ہو گئے۔ آخر پیغمبروں کو فتح ہوئی اور مکذبین ہلاک ہو گئے۔ اور انکا کوئی نام لیوا بھی باقی نہیں رہا۔ اور سرکشوں کے نام پر آجتک کسی نے یہ پسند بھی نہ کیا کہ اپنے بیٹے کا وہ نام رکھے کیا کبھی کسی نے ابلیس۔ نمرود۔ فرعون ابوجہل اپنے لڑکے کا نام رکھا ہے ہرگز نہیں انکے مقابلہ پر ابراہیم موسیٰ محمد نام ہی تجویز کئے جاتے ہیں۔

نبیوں کے سردار کی مخالفت

جناب سید الکونین رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلعم نے اپنے پیروؤں کو احکام دین اسلام کی تعلیم فرمائی تو وہ لوگ حسب الحکم حضور کے بجا احکام پر من وعن سے کاربند ہو گئے۔ اور جب آنحضرت نے بحکم الہی کفار کی بت پرستی کے عیب اپنے شاگردوں کے آگے بیان کرنے شروع کئے تو سرداران کفار نے عداوت کی تلوار کھینچی اور مسلمانوں کو ایذا دینا شروع کی۔ بلکہ ابولہب و ابوجہل دعوت کے وقت جاتے تھے پیچھے سے تیر چلاتے تھے اور تکذیب کرتے تھے غرض دس سال تک مکہ میں جب سے دعوت رسالت شروع ہوئی سخت سے سخت ایذائیں طرح طرح کی بے ادبیاں اور انواع و اقسام کی تکالیف پہنچائیں۔ اور القاب مثلاً ساحر شاعر اور مجنون کے حضرت کو دیئے گئے۔ اور غریب اصحاب کرام پر طرح طرح کے عذاب

گروہ جن کے ایمان کو روکتے تھے بکثرت گھرے ہوجاتے ہیں جب ظلم حد سے زیادہ ہونے لگے تو حضرت نبی کریم
نے بعض اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا تو رجب کے مہینے میں گیارہویں تاریخ گیارہ مرد اور چار عورتیں حبش
کی طرف ہجرت کر گئے جب قریش نے مکہ میں حد سے زیادہ سختی کی تو قریب اصحاب حضرت کی اجازت
سے مدینے کو ہجرت کر گئے بعد اسکے حضرت عمر بھی بیس آدمی لیکر مدینہ کو گئے قریش کے کافروں
نے تشویش کی کہ ایسا نہ ہو محمد رسول اللہ بھی انکے ساتھ جا ملیں۔ انکے مشورہ کرنے کے بعد ابوجہل
ملعون بولا کہ سب ملکر محمد رسول اللہ کو خوابگاہ میں قتل کر ڈالیں اسی وقت رب العالمین نے جبرئیل
امین کو سید المرسلین کے پاس بھیجا اور قریش کے مکر سے اطلاع دی پھر حضرت جبرئیل نے کہا
کہ حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی خوابگاہ میں چھوڑو۔ اور آپ مدینہ کو تشریف لیجاؤ کافر تو حضرت کے
قتل کے ارادہ سے گھر کے آس پاس چھپ کر بیٹھے۔ رسول اللہ صلعم نے علی مرتضیٰ کو یہ احوال
کہکر اپنی جگہ پر چھوڑا اور فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کیجئے علی مرتضیٰ خوابگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
کریم جب اعتقاد ناصر پر بھروسہ کر کے لیٹ رہے۔ اور حضرت الخلق میں دعا کر کے گھر سے باہر
نکل گئے کافر انکے انتظار میں تھا اپنی قسمت کے خواب غفلت میں رہے۔ اور رسول کریم اپنے پہلے
مرسل کو انکی آنکھوں میں خاک ڈالکر باہر گیا۔ اور وصد افزائی میں فرمایا کہ تجھ سے پہلے سب
پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں۔

اولیاء امت کی مخالفت

برگزیدہ ولیوں کے حال اعتقاد رکھنے کے تقدمہ سو بعض انکو انکاری پڑی ہیں۔
ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ کو سات بار انکے شہر سے نکالدیا گیا اور
جب مقامات انبیاء اور اولیاء کے علوم میں کلام کیا جن کو انکے شہر والے نہیں جانتے تھے
تو حسین بن عیسیٰ بسطامی نے انکا انکار کیا یہ شخص امام اصحاب علم ظاہر میں وہاں کا مدرس تھا
اسنے اہل نظام کو حکم دیا کہ ابویزید کو بسطام سے نکالدیں۔ انہوں نے انکو نکالدیا یہ بسطام کو
گئے مگر بعد موت حسین مذکور کے لوگ ان سے مالوف ہو گئے انکی تعظیم کی ان سے برکت حاصل
کرنے لگے پھر حسین کے بعد اسکا قائم مقام ایک دوسرے کے بعد ہوتا رہا اور انکو نکالتا رہا لوگ انکی

تعظیم کرتے رہو اور آج تک انکا نام ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ لوگوں نے بعض باتوں سے جو انکی سمجھ میں نہ آتی تھیں بیزار ہو کر انکو مصر سے بغداد لے گئے۔ انہوں نے خلیفہ سے کلام کیا۔ خلیفہ کو انکی باتیں پسند آئیں کہا کہ اگر یہ شخص زندیق ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ ایکبار فقہائے عجم نے ان پر تعصب کیا۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ مگر سلطان مصر کے پاس جا کر انکے کفر کے فتوے دیئے۔ لوگوں نے اس امر کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا الٰہی اگر یہ لوگ جھوٹے ہیں تو تو انکو غرق کر دے۔ کشتی الٹ گئی لوگ دیکھتے رہے کشتی والے ڈوب گئے یہانتک کہ کشتی کا رئیس بھی ڈوب گیا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ رئیس کیوں غرق ہوا۔ فرمایا کہ اسی نے تو انکو سوار کیا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

سمنون کو بہت ایذا پہنچی۔ ایک عورت نے انپر دعوےٰ کیا کہ وہ اسکو چاہتے تھے۔ اور یہ حرام کرنے سے انکار کرتی تھی۔ خلیفہ نے سمنون اور انکے اصحاب کے قتل کا حکم دیا۔ ان میں سے بعض بھاگ گئے اور بعض کئی برس تک چھپے رہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اس فتنہ کو ان سے دور کیا۔ مرنے پر لوگوں سے نماز جنازہ بھی نہ پڑھا۔

ابو سعید خراز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لوگوں نے متہم کیا۔ انکی کتب میں بعض الفاظ کو اپنی سمجھ کے خلاف پا کر علمائے وقت نے انکی تکفیر کا فتوے دیا

سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو انکے شہر سے بصرہ کی طرف نکالا گیا۔ بری بری باتیں انکی طرف منسوب کیں۔ یہانتک کہ بصرہ میں جا کر انکی وفات ہوگئی۔ باوجود انکے علم و معرفت کے انکے ساتھ یہ برتاؤ کیا۔ یہ کہتے تھے کہ ہر سانس میں اپنے عہد پر توبہ فرض ہے۔ صرف اتنی بات پر فقہا نے بڑے تعصب کرکے فتوے لگا دیئے تھے۔

شیخ عبداللہ بن ابی جمرہ رضی اللہ عنہ کو جب کہ انہوں نے کہا کہ میں حالت بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہوں تو انپر رد کرنے کے لئے ایک مجلس منعقد کی گئی پھر وہ اپنے گھر میں رہے۔ صرف جمعہ کے لئے اپنے گھر سے نکلتے۔ یہانتک کہ انکا انتقال ہوگیا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ نے جب کتاب نوادر الاصول اور کتاب علل الشریعۃ اور کتاب ختم الاولیا
تصنیف کی تو انکو بلخ کی طرف نکال دیا گیا۔ وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اولیا کو انبیاء پر فضیلت دی ہے اسی
باعث سے ان پر سختی کی تمام کتب جمع کرکے انکو دریا میں ڈالدیں۔

ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ کو باوجود انکے مجاہدات و تمام علم و حال کے مکہ سے نکال دیا۔ علویوں نے انکے
سر پر کا دھو دیا۔ انکے بعد اونٹ پر سوار کرکے بازاروں میں انکی بے عزتی کی۔ انہوں نے بغداد
میں اقامت اختیار کی مرتے دم تک وہاں رہے۔

شبلی رحمۃ اللہ باوجودیکہ علم و حال رکھتے تھے مجاہدہ بہت کرتے تھے مرتے دم تک متبع سنت رہے۔ پھر
بھی کئی بار لوگوں نے ان پر کفر کی شہادت دی یہاں تک کہ جو لوگ ان سے محبت رکھتے تھے
انہوں نے انکی خلاصی کے لئے ان پر جنون کی گواہی دی۔ شفا خانے میں انکو داخل کیا۔ مشائخ
بغداد میں سے آپ تھے۔ ابو الحسن خرازی نے انکی شان میں کہا کہ اگر خدا کے لئے کوئی جہنم نہیں
ہے تو سبب شبلی کے ضرور جہنم پیدا کریگا یعنی لوگوں نے انکو ایذا دی ہے۔ ان پر انکار کیا ہے۔ اصل
انکی تکفیر کی ہے۔ اللہ تعالے مخالفین کو ضرور جہنم میں ڈالیگا۔ اور اگر شبلی جنت میں داخل ہونگے
تو کوئی بھی ہوگا۔

امام ابو بکر نابلسی رحمۃ اللہ علیہ باوجود فضل زہد اپنے طریقہ پر مستقیم تھے۔ باوجود اس کے
اہل مغرب نے بیڑیاں ڈالکر مغرب سے مصر کی طرف نکال دیا۔ بادشاہ کے پاس ان پر شہادت دی
انہوں نے اپنی بات سے رجوع نہ کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو قتل کرو اور پھر کھال کھینچو۔ وہ
بیچارے قرآن شریف پڑھتے جاتے تھے سو لوگ شاہد تھے

ابو القاسم نصر آبادی کو باوجود صلاح و زہد و اتباع سنت کے نیشاپور سے نکال دیا۔ انکے
کلام و احوال کا ان پر انکار کیا گیا پھر یہ بیت اللہ میں گئے۔ وہاں حرم میں رہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ کو کفر کا فتوی لگا دیا گیا۔ مغرب میں کتاب احیاء العلوم کو جلا دیا۔ پھر اللہ تعالے
نے لوگوں پر انکو فتح دی۔ احیاء العلوم کو سونے کے پانی سے لکھا۔ قاضی عیاض ابن رشید

نے انکو سخت تکلیف دی۔ امام صاحب نے بددعا کی تو بیاض ایک حمام میں گر کر مرگیا۔ قاضی
کے شہر والوں نے دعویٰ کیا کہ وہ یہودی ہیں کیونکہ وہ ہفتے کے دن باہر نہیں نکلتے تھے اور
کتاب شفاء تصنیف کیا کرتے تھے۔ مہدی نے بسبب بددعا کے انکو قتل کر دیا۔
شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو حاسدوں کی جماعت کے ساتھ مغرب سے نکالا گیا پھر بادشاہ اسکندریہ کو
لکھا کہ آپکے پاس ایک مغربی زندیق آنے والا ہے۔ اس کو اپنے بلاد سے نکال دو تم اسکی شامت
سے بچو۔ یہ بھیس بدلا میں ہے یہاں تک کہ یہ لوگوں کے ساتھ ان سالوں میں حج کے لئے گئے جن
میں کثرت قطاع الطریق کی وجہ سے حج موقوف ہو گیا تھا پھر بہت لوگ انکے معتقد ہو گئے
شیخ محی الدین عربی ابن عربی اور شیخ عمر بن فارض رضی اللہ عنہما سے لوگ ہمیشہ منکر رہیں
حضرت امام بخاری کو صرف اسلئے بادشاہ نے نکال دیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ نے بادشاہ کے گھر پر
جاکر انہی کلام پڑھانا منظور نہ کیا بلکہ کہا کہ لڑکا میرے مکان پر آکر علم حاصل کرے۔ اس
پر بادشاہ نے کھبرا میں آکر انکو شہر بدر کر دیا۔
حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی و حضرت
امام احمد رضی اللہ عنہم پر اور انکے امثال پر جو ایذائیں و تکلیفیں گزریں۔ وہ مشہور
ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کو ساتھ بعضوں نے کیسی کیسی شرارتیں کیں۔ مکہ شریف سے
چاروں مذاہب کے مفتیوں نے تیتیس فتوے انکے کفر کے لکھوا لئے۔ ان بزرگوں کو اس سے
کچھ ذلت نہ ہوئی کیونکہ وہ مجبور و مظلوم تھے۔ دیکھو ان ایسے مقتدمین اولیا پر کیا کیا
تہمتیں لگائی گئیں کیسی کیسی مدعی افترا پردازیاں ہوئیں مگر جس جس شان کو لیکر آئے۔ اللہ تم
کی برکت سے اچھی طرح پورا کیا۔ پیرو انکے دین حق پر ثابت رہے۔ ایمان کو بچایا۔ اور مردار
دنیا کی طرف رغبت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں رسولوں کو مبعوث کرنے اور زمانے
کے لوگوں کو مقابلہ کرنیکے حالات کو بیان فرما کر فرماتا ہے دیکھو جنھوں نے صادقوں کا
مقابلہ کیا۔ انکا نام و نشان نہیں رہا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے

واسطے بیان کرتے ہیں نہیں سمجھتے ہیں انکو مگر عالم لوگ

برادران سلسلہ سے خطاب

پس اے احمدی برادران! اگر کسی کو کوئی ابتلا یا تکلیف پہنچے۔ تو اسے چاہیے کہ گھبراوے نہیں بلکہ قدم آگے بڑھاوے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آدمی بغیر ابتلا یا تکلیف کے مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ اور نہ عبادت میں مزا آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کیا ان لوگوں نے جو مسلمان ہوئے یہ خیال کیا ہے کہ بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ ہم ایمان لائے تو اور وہ آزمائے نہ جائینگے سو بزرگوں جماعت بغیر موت بہشت نہیں ملتا۔ اصحاب کہف رضی اللہ عنہم سے سبق سیکھو صبر جو جزع و فزع کو راہ نہ دو صحبت الٰہی کا خیال رکھو۔ امام ہمام کی تعلیم پر چل کر صبر سے کو سے سبقت لیجاؤ۔ ان اللہ مع الصابرین کو پیش نظر رکھو۔ وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون کی پیشگوئیوں و وعدہ کو پورا ہوتے دیکھکر خوش ہو۔ اللہ تعالےٰ نے صابروں کو خوشخبری یوں فرمائی ہے وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون (ترجمہ) خوشخبری سنا ثابت رہنے والوں کو جب انکو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ تعالےٰ کے مال ہیں اور ہمکو اسی کی طرف پھر جانا ہے ایسے لوگ ان پر شاباشیاں ہیں انکی رب کی اور مہربانی

اگرچہ مخالفین نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کو اور انکی جماعت کو تکلیفیں دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور بباعث ادا کرنے فضل حمیدہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احمدیوں کو مسجدوں اور گاؤں و قصبوں اور شہروں سے از روئے حسد کے خود خارج کیا یا خارج کروا یا تو ہمارے افسوس نہیں بلکہ ہمارے خوشی ہے اس واسطے کہ بسبب ادا کرنے انہیں افعال حمیدہ کے رسول پاک صلعم کے اصحاب میں سے بہتوں کو ستایا گیا تھا آنحضرت صلعم اور اصحاب کبار کو مکہ شریف سے نکالا گیا اور انکے بعد ان مستکبروں بلا بندگان و علما و صالحین اولیاء کاملین پر جن کے چند نام تفصیل وار آگے ہیں بباعث صادر ہونے کرامات و

افعال سیئہ کے بہتیرے علمائے ندوہ نے کفر کے فتوے تصدیق کئے۔ اور بلا تحقیق اپنے علاقوں
سے خارج کروا دیا۔ اب حسب سنت مذکورہ کے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس زمانہ میں حضرت
محمد رسول اللہ کی سنت کو زندہ کیا۔ وہ لوگ بسبب ایسا کرنیکے بدکتے گھر سے نکالے جاتے ہیں۔
اور بے عزت ہو رہے ہیں۔ انہوں نے ورثہ آنحضرت صلعم کا اور صحابہ کا حاصل کیا۔ اور جن لوگوں
نے ان حضرات (احمدی صاحبان) کو تکلیفیں دیں۔ ستایا اور کفر کے فتوے لگائے اور مسجدوں سے
اللہ کا ذکر کرنے سے روکا۔ انہوں نے نہایت ظلم از روئے قرآن شریف اپنی عاقبت کو تباہ کیا۔

مخالفین کو خطاب

معلوم ہو سکے کہ ثبوت بموجب قرآن اور حدیث کے یعنی جناب مرزا غلام احمد صاحب کا
مسیح موعود ہونا اور مسیح ناصری کا فوت ہونا قرآن اور احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ جو
شائق حق ہوں۔ وہ امام علیہ السلام کی تصنیفات کو لیکر ٹھنڈے دل سے ضد کو چھوڑ کر اور عاقبت
کا خیال کر کے مطالعہ فرماویں اور راہ مستقیم پر آویں۔ اے مخالفین مرزا صاحب ہمارا کوئی رشتہ
تو نہیں تھا جو ورثہ میں ہم نے انکی بیعت کر لی ہو بلکہ محض [illegible]
طاقت کی اسوقت ضرورت تھی اور پیدا ہوئی عربی اور دوسرے وہ نشان جنہوں نے پیشگوئی کی
تھی کہ سن ۱۳۰۰ھ میں جو دعوے کریگا اسکو سلام کہنا اور اسوقت جو خاک میں پڑے
ہونگے آسمان کے ستارہ کی مانند چمک اٹھینگے اسکو وہی پہچانینگے جو دانا ہونگے۔ للہ ذرا
خوف خدا کرو۔ اور یوم الحساب سے ڈرو جس وقت تمہاری ان باتوں کے لئے ذرہ ذرہ جرم لکھا جاتا ہے
اتنی مدت تو تم نے مخالفت میں گزاری۔ سوائے شرم کے کچھ تمہیں حاصل نہ ہوا۔ ذرا آپ اب
موالف بنکر بھی دیکھو کیسی دعائیں منظور ہوتی ہیں اور نشانات کا ظہور کیسا ہوتا ہے۔ اگر آپ سچے دل سے
کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود و مہدی مانو گے تو اس میں آپکا ہی فائدہ ہوگا۔ ورنہ وہ تو اپنا فرض
ادا کر کے اپنے محبوب کو جا ہی ملے ہیں۔ مانو گے نجات پاؤ گے۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔

خاتمہ دعا

بنا ایمان سے تیرے ہیں ہم ✦ مانتے ہیں یہی تیرا حق ہم
کرتے ہیں تصدیق امام کی ✦ راہ حق دکھلایا جس نے نوری
ہم گواہی دیتے ہیں سچا ہے وہ ✦ کرتے ہیں تیری شکر گذاری
بس ہیں تصدیق کرنے والوں میں ✦ لکھو مکتوب ساتھ ہیں

[illegible]

سوا یکر انکے زندہ وجود تک تمام بنی آدم انکی شریعت کے زیر سایہ ہوتے اور یہی سبب ہے کہ کوئی
نبی بھی کافۃ الناس کے پاس بھیجا گیا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک فرد ہیں
جو سب کے لئے مبعوث ہوئے لہذا تمام نبیوں کی شریعتیں فی الاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی شریعت ہیں۔

(۹) کتاب مدارج السالکین فخر المحدثین امام ابن قیم شامی کے صفحہ ۳۳ جلد ۲ میں یہ حدیث اول
درج ہے۔ لو کان موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام حیین لکانا من اتباعہ۔ یعنی اگر موسیٰ
اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور اسکے اتباع میں داخل ہوتے۔

(۱۰) رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ مولوی سید علی حائری شیعی کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہو خود
آنحضرت فرمودہ است۔ لو کان موسیٰ وعیسیٰ فی حیوتہما لما وسعہما الا اتباعی یعنی
اگر موسیٰ وعیسیٰ در دنیا می بودند ممکن نبود ایشانرا مگر آنکہ متابعت میکردند

(۱۱) رسالہ براہین محمدیہ میں جو بشارات احمدیہ کے حاشیہ پر درج ہے بصفحہ ۴ لکھا ہے
آنحضرت نے فرمایا ہے لو کان موسیٰ وعیسیٰ فی حیوتہما لما وسعہما الا اتباعی

(۱۲) شرح المواہب جلد ۶ صفحہ ۵۴ میں بھی یہ حدیث مذکورہ درج ہے (ملخص از بنارس صفحہ ۵۰)
جسکا مطلب یہ ہو کہ اگر آپکے زمانہ میں موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو آپکے تابع ہوتے

(۱۳) امام محمد طاہر گجراتی مجمع البحار جلد صفحہ ۲۸۶ میں لکھتے ہیں

وقال اکثران عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات

اکثر کا خیال ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ عیسیٰ مرگئے۔

(۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) امام ابو حنیفہ اور انکے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف نیز امام
شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مالک سے اس مسئلہ میں مخالفت
نہیں کیا سکوت اختیار کیا۔ باوجودیکہ بہت سے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں اختلاف کیا ہے
چونکہ سکوت فی موضع البیان بیان کا حکم رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہو کہ سب بزرگ اسی مسئلہ

وفات مسیح پر امام مالک سے متفق ہیں

(۵) علامہ حافظ ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد مطبوعہ مطبع نظامی کے صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں۔

واما ما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء وله ثلث وثلثون سنة فھذا لا یعرف له اثر متصل یجب المصیر الیه

یعنی مسیح کی نسبت جو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر تینتیس برس کی عمر میں اٹھائے گئے اس بات میں کوئی نشان جس کی طرف جانا واجب ہو پایا نہیں جاتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابن قیم اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسم عنصری آسمان پر نہیں گئے اور مولوی ابراہیم وغیرہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرشتے آسمان پر اٹھا لے گئے۔ اس امر میں کوئی نشان جس کی طرف ایک محقق کو توجہ کرنا واجب ہو پایا نہیں جاتا۔ پھر علامہ موصوف کتاب مذکور کے صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ میں لکھتے ہیں۔

عروج بذات روحه المقدسة حقیقة من غیر اماتة ومن سواه لاینال بذات روحه الصعود الی السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبیاء انما استقرت ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روح پاک کے ساتھ فی الحقیقت معراج میں گئے اور زندہ ہی تھے اور ان کے سوائے کسی شخص کی روح آسمان پر موت سے پہلے نہیں جاسکتی۔ اور تمام انبیاء کی روحیں ابھی آسمان پر بعد موت ومفارقت بدن رہتی ہیں

(۶) حاشیہ جلالین سورہ کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے۔

وتمسك ابن حزم بظاهر الاية وقال بموته

یعنی علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر آیت پر تمسک پکڑا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ مرگئے۔

(۲۱) روضۃ الصفا مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے
در معارف حبیبی مسطور است کہ ساعت از روز گذشتہ بود کہ عیسیٰ مرفوع شد و بعد از چند روز از آسمان نزول کرد و حواریان بہ ہیبت نامزد شود و باز بآسمان رفت حق تعالے او را بمیرانید و بعد از سہ ساعت کہ وفات او گذشت بازش حیات بخشید۔

(۲۲) نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی ترجمۃ القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں "سارے انبیاء جو حضرت سے پہلے تھے مر چکے ہیں"

(۲۳) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی ۔ ۔ ۔ وجب نزولہ فی آخر الزمان ببدن آخر

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہوا انکی روح عالم سفلی سے مفارقت کرکے عالم علوی کی طرف چلی گئی ۔ ۔ ۔ وہ آخری زمانہ میں دوسرے بدن کے ساتھ تعلق پیدا کرکے نزول کرینگے (یعنی بروزی طور پر)

(۲۴) علامہ ریاضی جو شیعوں میں سے نامور ہوئے ہیں آیۂ کریمہ فلما توفیتنی کے متعلق فرماتے ہیں

وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ مات عیسیٰ و توفاہ ثم رفعہ اللہ

یعنی اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور انکی روح کو اپنی طرف اٹھالیا۔

(۲۵) اقتباس الانوار تصوف کی ایک مشہور کتاب ہے اسکے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے
اکثر صوفیہ کا مذہب ہے کہ مسیح موعود کا بروزی طور سے نزول ہوگا پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں (محمد مصطفیٰ)

(۲۶) حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری کی کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے۔

"اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے معراج کی رات میں آدم صفی اللہ کو اور یوسف صدیق کو اور موسیٰ کلیم اللہ اور ... علیم اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ کو آسمانوں میں دیکھا وہ ان کی روح تھی۔ اور اگر روح عرض ہوتی تو اپنے آپ قائم نہ رہتی (کشف المحجوب مترجم صفحہ ۲۰۶)

(۷) ملا اسعد سعدی نے لکھا ہے

کہ روح عیسیٰ علیہ السلام در مہدی موعود علیہ السلام بروز کند و نزول عیسیٰ این بروز است دیکھو غایت المقصود صفحہ ۲۱

(۸) علامہ محمد مقری مغربی مالکی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فی قوله علیه السلام یوشك ان ینزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم انما کان الامام منکم لئلا یتداخل الناس بعوارض الشبهة وجه لا نبی بعدی

یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں نزول کریگا۔ اور وہ تم ہی میں سے ایک امام ہوگا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ امام تم میں ہوگا کہ مبادا لا نبی بعدی کے عموم پر کسی قسم کے شبہ کا غبار پڑے دیکھو تفسیر فتح الغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵

(۹) علامہ ابو العباس احمد بن یوسف بن احمد دمشقی اخبار الدول میں لکھتے ہیں

توفی اللہ تعالی عیسی ثلاث ساعات ثم رفعه الی السماء وهو قوله تعالی یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی الآیة

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تین ساعت موت دی پھر ان کو آسمان پر اٹھایا جیسا کہ فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا دیکھو اخبار الدول و آثار الاول تاریخ کامل ابن اثیر جلد اول صفحہ

(۱۰) تفسیر در منثور کے جزو دوم صفحہ ۳ سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ حضرت رسول کریم صلعم کے پاس آیا تھا یہ حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اسی لئے الوہیت مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ تو وہ ہے جو ہمیشہ زندہ ہے قائم بالذات ہے۔ اور حضرت عیسیٰ تو فوت ہو گئے۔ اور زائل ہو گئے وہ کیونکر خدا ہو سکتے ہیں۔ تفسیر کی اصل عبارت اس موقعہ پر اس طرح سے ہے۔ فقال الم اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ای لیس معہ غیرہ شریک فی امرہ الحی الذی لا یموت وقد مات عیسٰی فی قولہم القیوم القائم علی سلطانہ لا یزول وقد زال عیسٰی

(۱) تفسیر غرائب القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۲ میں زیر آیت فلما توفیتنی لکھا ہو جس کا یہ مطلب ہے میری زندگی مرا گیختب تو نے مجھے مار دیا۔

(۲) تفسیر معالمات الاسرار جلد ۱ صفحہ ۲۰۳ میں زیر آیت فلما توفیتنی لکھا ہے جس کا یہ مطلب ہے مرا گیختب تو نے مجھے موت دی۔

(۳) فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے بستان ابو اللیث کے صفحہ ۱۳۰ میں حضرت مسیح کی عمر ۱۲۳ برس لکھی ہے۔

(۴) سید احمد خان صاحب مرحوم نے تہذیب الاخلاق جلد دوم کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ ان دنوں میں جناب مولوی محمد مسیح الزمان خان صاحب رئیس کاکوری علاقہ لکھنؤ کے کتب خانہ سے ایک تفسیر مسمی بہ کشف الاسرار جامع اقوال ائمہ مصنف نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق زیر تفسیر آیت قوامہ (انا قتلنا المسیح) کی وفات بڑے شدومد سے ثابت کی ہے

(اسرار شریعت جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

(۵) حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر طبری کے صفحہ ۱۴۷ جلد دوم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک روایت لکھی ہو جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ابن کریم انصاری کہتے ہیں کہ ہماری عورات میں سے ایک عورت نے پہاڑ پر جانے کی نذر مانی تھی۔ اس وجہ سے مجھے اس کے ساتھ اوپر جانے کا اتفاق ہوا جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ تو وہاں ایک بڑی عظیم الشان قبر دیکھی جس کے دونوں طرف سر و پاؤں کی جانب دو بڑے بڑے

پتھر پڑے تھے جن پر کچھ لکھا تھا۔ چونکہ میں اس کتبہ کو پڑھ نہ سکا۔ ان دونوں پتھروں کو اپنے ساتھ اٹھا لیا اور اس وجہ سے کہ وہ پتھر بھاری تھے میں نے ایک کتبہ کو اترتے ہوئے پہاڑی پر ہی پھینک دیا دوسرا کتبہ جو میرے ساتھ رہ گیا تھا میں نے اپنے ہاں کے سریانی عالموں اور اسی طرح بعد ازاں اہل یمن کے زبور نویسوں کی خدمت میں پیش کیا اور اسوجہ سے کہ ان میں سے اسکو کوئی نہ پڑھ سکا۔ وہ کتبہ ہمارے گھر میں کئی سال پڑا رہا۔ مدت کے بعد ہمارے یہاں ملک فارس کے چند اہل ۃ آئے۔ باتوں ہی باتوں میں اس کتبہ کا ذکر آگیا۔ تو میں نے انکو وہ کتبہ نکال کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارے عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ علیہ السلام کی قبر کا کتبہ ہے۔ جو ہمارے بلاد میں رسول کر کے بھیجے گئے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد انکو اس پہاڑ پر دفن کیا گیا۔ کتبہ پر یہ عبارت لکھی تھی "یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے جو ان بلاد میں رسول بھیجے گئے تھے۔"

(۲۶) طبرانی میں حضرت فاطمۃ الزہرہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم ۱۲۰ برس تک زندہ رہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰)

(۲۷) خاقانی لکھتے ہیں۔

کجا شد عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ میکرد ٭ سلیماں خود کجا رفت کجا تخت سلیمانی

چو ختم انبیا ہم رفت گو آخر کہ میماند ٭ بجز ذات مقدس قادر قیوم سبحانی

(۲۸) علمی کہتے ہیں۔

آدم کہاں حوا کہاں مریم کہاں عیسیٰ کہاں ٭ ہارون اور موسیٰ کہاں سب چل بسے کر کے غم

(۲۹) جمعہ کے خطبوں میں حسب ذیل اشعار پڑھے جاتے تھے۔ ان سے بھی حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے۔

حضرت آدم بھی نیچے زمیں کے چل بسے ٭ نوح شہ نشین عالم بھی یہاں سے چل بسے

یوسف و یعقوب و اسمٰعیل و اسحٰق و خلیل ٭ اور سلیماں کامرانی مہر والے چل بسے

جو گدا اور ادریس و یونس و شیث و زکریا ٭ دعوت اسلام کر کے خضر و عیسیٰ چل بسے

حضرت عیسیٰ نبی دفن ہو موسیٰ خاک میں ✦ لے کے توریت و زبور و انجیل ہی کی کل ہے
واسطے جن کے زمین و آسماں پیدا ہوا ✦ جنت الفردوس میں امن کے بیٹھا ہوا پیچھے

(۴۰) سید علی لاہوری اپنی کتاب غایت المقصود جلد ۱ صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں۔

"و گفتہ شد کہ مراد از متوفیک ممیتک باشد پس اناں زندہ شد صعود کرد لیکن بوفات آنجناب علیہ السلام نیز اختلاف کردند بعضے گفتند قبل از صعود کشتہ شد پس اناں زندہ گردید و بعضے گفتند مردہ شد بآسمان رسید و زندہ گردید و نیز اختلاف کردند کہ چند ساعت مرد پس بعضے گفتند سہ ساعت مرد و پس اناں زندہ گردید و بعضے گفتند تا ہفت ساعت مرد و پس اناں زندہ گردید و بعضے گفتند بعض روز زندہ گردید و جماعتے قائل شد کہ بغیر از مردن بآسمان رفت و آنجا رسید و مرد۔"

(ترجمہ) اور کہا گیا کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ مسیح وفات پاکر پھر زندہ ہو گئے اور آسمان پر چلے گئے پھر قائلین وفات آنجناب نے بھی اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے مر گئے پھر زندہ ہو گئے بعض نے کہا مردہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ وہاں زندہ ہو گئے۔ اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ کتنی دیر تک مردہ رہے بعض نے کہا تین ساعت مردہ رہے پھر زندہ ہو گئے بعض نے کہا سات ساعت مردہ رہے پھر زندہ ہو گئے بعض نے کہا مرتے ہی زندہ ہو گئے۔ اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہو کہ بغیر مرنے کے آسمان پر چلے گئے اور آسمان پر پہنچ کر مر گئے۔

(۴۱) کتاب رد الشبہات مصنفہ مولوی عبد القادر مدراسی کے صفحہ ۳۰۴ میں لکھا ہو "قول وہب کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تین ساعات یا تین روز موت دیکر بعدہ زندہ کرکے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور قول محمد بن اسحاق کہ سات ساعت تک موت دیکر پھر زندہ کرکے اپنی طرف اٹھا لیا جیسا کہ یہ دونوں قول تفسیر بغوی اور تفسیر کبیر وغیرہ میں پائے گئے ہیں۔"

(۴۲) حامد رضا بریلوی نے اپنی کتاب الصارم الربانی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق تین مسئلے لکھے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دئے گئے بلکہ اُن کے رب جل وعلا نے انہیں مکر یہود و عنود سے صاف و سلامت بچا کر آسمان پر اٹھا لیا اور اُنکی صورت دوسرے پر ڈالدی جو ...

مسئلہ ثانیہ اس جناب رفعت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرب قیامت آسمان سے اترنا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عزوجل نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا دین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا صفحہ ...

مسئلہ ثالثہ سیدنا روح اللہ صلوٰۃ اللہ تعالے وسلامہ علیہ کی حیات اقول اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نکریگا مگر گمراہ کہ اہلسنت کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں ان کی موت صرف تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی پر آئمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرما دیا ہے۔ وقد فصلنا سیدنا الوالد المحقق ولد ظلال کتابہ سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الوری دوسرے یہ کہ ابتک ان پر موت طاری نہیں ہوئی زندہ ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے اور بعد نزول انہیں میں ...سال تشریف رکھکر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائینگے صفحہ ...

ناظرین! بریلوی مولوی صاحب نے مسئلہ ثالثہ کی تشریح کرتے ہوئے حیات مسیح کے مقدم معنی یہ بتائے ہیں کہ جس طرح تمام انبیاء علیہ السلام ایک آن واحد کے لئے فوت ہو کر پھر حیات ابدی پا گئے ہیں۔ ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرما دیا ہے۔ اور بریلوی صاحب کے باوا جان نے بھی بہت تفصیل کیساتھ لکھدیا ہے۔ پس وفات مسیح میں تو کچھ شک باقی نہیں رہا۔ ہاں ایک مشکل مزید پیش آگئی۔ اور وہ یہ ہے کہ مصنف الصارم الربانی کا رجحان اسی امر کی طرف ہے کہ مسیح فوت نہیں ہوئے ابتک زندہ ہیں۔ اور اسکے باوا جان کی تحقیق اسکے خلاف ہے پس اب عوام کالانعام کس کی بات کو مانیں مولوی صاحب کی یا ان کے باوا جان کی؟

احمدیوں کیلئے ایک نادر موقعہ

رعایت! غیر معمولی رعایت!!

۲۰ دسمبر ۱۳ء سے ۱۰ جنوری ۱۴ء تک

نام کتب	قیمت	قیمت رعایتی	نمونہ مضمون
ادعیۃ الاحادیث	۱ر	[illegible]	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائیں
صادقوں کی روشنی	۳ر	۲ر	حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو [illegible] انکا مدلل جواب
البرق	۳ر	۱ر	رد شیعہ
طبیب روحانی	[illegible]	۱ر	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے [illegible]
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	[illegible]	تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب [illegible] کے وقوعہ کا عکس [illegible] کا ظہور کیا
خصوصیات مسیح موعود	۱ر	[illegible]	[illegible] اسلام [illegible] سے ثابت کی گئی ہیں
فائل تشحیذ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
تشحیذ جنوری ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	حضرت مرزا صاحب کے امام مہدی ہونے کے دلائل
تشحیذ ماہ جولائی ۱۹۱۲ء	۳ر	عہ	مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دلائل (مکمل مضمون)
تشحیذ اگست ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	صوم رمضان کے متعلق تمام مسائل با دلائل قرآن مجید و احادیث
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	زلزلہ کانگڑہ کی پیشگوئیاں جو مسیح موعود نے قبل از وقت کیں
تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	"وہ نبی" آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں بائبل میں جامع مضمون
تشحیذ نومبر ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	عید الضحیٰ، قربانی کی فلاسفی اور اسکے مسائل
تشحیذ دسمبر ۱۹۱۲ء	۳ر	۲ر	مقبرہ بہشتی میں جو بزرگان مدفون ہیں انکے حالات
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	۳ر	۲ر	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اول سے آخر تک
تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء	۳ر	۲ر	ہستی باری تعالیٰ پر دس زبردست دلائل
تشحیذ جون ۱۹۱۳ء	۲ر	۲ر	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ پر تمام موجودہ اعتراضوں کا نہایت مکمل جواب ہے
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء	عہ	۸ر	تمام قرآن مجید کی آیات پر نوٹ اور خریداران تشحیذ کو مفت

نام کتاب	قیمت: اصل	قیمت: رعایتی	خلاصہ مضمون
نغمۂ اکمل حصہ اول (رقم شدہ)	[illegible]	۲/	حضرت خلیفۃ المسیح [illegible] اشعار ترانے
نغمۂ اکمل حصہ دوم	"	"	"
ہدایات درباره سماع	۲/	۱/	سماعات کے بارے میں احادیث نبوی اور ثبوت
کلام محمود	۱۲/	۸/	صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ کلام [illegible]
ضرورت زمانہ	۸/	[illegible]	اسلام پر جو اعتراضات عیسائی مذہبوں کی طرف سے کئے گئے ہیں ان کا مدلل جواب
محمد رسول اللہ	[illegible]	۱/	عیسائیوں کی ایک [illegible] محمد کس [illegible]
اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	[illegible]	سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر [illegible] سوال جواب
چولا باوا نانک نمبر ۱	۱/	۱/	[illegible] باوا نانک کا مذہب اسلام ہونے کا ثبوت
چولا باوا نانک نمبر ۲	۱/	۱/	سردار [illegible] سنگھ [illegible]
معیار حق	[illegible]	[illegible]	[illegible] انعام ۱۹۰ روپیہ
ہسٹری آف انگلینڈ	[illegible]	[illegible]	اردو ترجمہ تاریخ انگلستان
تعلیم الاسلام	[illegible]	[illegible]	نور الدین کے [illegible] جواب الجواب
بجواب تہذیب الاسلام حصہ اول			
عمدۃ الاحکام	[illegible]	[illegible]	بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مع اردو بامحاورہ ترجمہ [illegible] حضرت امیر المومنین
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	[illegible]	[illegible]	نادر تحفہ
الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]	اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تشریح [illegible]

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
مکتوبات احمدیہ	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے خطوط معارف و حقائق کا خزانہ تصوف کا گنجینہ
الموعظۃ الحسنہ	[illegible]	[illegible]	تفسیر سورۃ تبت عجیب و غریب مصنفہ فاضل امروہی
سلک مروارید	[illegible]	[illegible]	لڑکیوں کے پڑھانے کے لئے قصہ کے رنگ میں [illegible]
مجربات نور الدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]	شاہی طبیب حکیم حاذق حضرت مولانا نور الدین
" " دوم	[illegible]	[illegible]	صاحب کے مجربات تینوں حصے نہایت مفید و نادر نسخے
" " سوم	[illegible]	[illegible]	نا موجود
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۳	[illegible]	[illegible]	کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت ہے
" پ ۲۴	[illegible]	[illegible]	جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو [illegible]
" پ ۲۵	[illegible]	[illegible]	اور کھول کر دکھایا گیا ہو جو قرآن کریم ہر آیت میں [illegible]
" پ ۲۶	[illegible]	[illegible]	دعویٰ کیساتھ پیش کرتا ہے۔ اور جو دوسری الہامی
" پ ۲۷	[illegible]	[illegible]	کتابوں کو [illegible] کے ہے
" پ ۲۸	[illegible]	[illegible]	
تحفہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلیفۃ المسیح و مولوی عبد الکریم صاحب کی تقاریر کا مجموعہ جو نہایت اعلیٰ معارف و حقائق کا گنجینہ ہے
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	جس میں نماز کی حقیقت اور اسکے متعلق ضروری مسائل

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
التصحیح	[illegible]	[illegible]	[illegible]
رد چکڑالوی	[illegible]	[illegible]	چکڑالوی کا فتنہ ... ہے مگر ... [illegible]
نیر اسلام	[illegible]	[illegible]	آنحضرت صلعم کی بشارات بائبل میں
حق کا پرچار	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح کی آمد ثانی عیسائی مذہب پر تنقید
مسیح کی آمد ثانی			
بائبل کا پرچار	[illegible]	[illegible]	مذہبوں کو اسلام بانی اسلام کی ضرورت
مکاشفات	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود ... کشوف ... [illegible]
البشریٰ	[illegible]	[illegible]	... حصہ اول
آثار مبارکہ	[illegible]	[illegible]	... کی ڈائری ... [illegible]
خطبات نور حصہ اول	[illegible]		
حصہ دوم	[illegible]		
حمائل شریف	[illegible]	[illegible]	خوشنما عربی ... کتابوں ... کے ساتھ مفصل فہرست مضامین
کسر صلیب	[illegible]	[illegible]	عقائد نصاریٰ ... [illegible]

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
الہام ربانی	۸ر	۲ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اور آیت لو تقول سے حضرت مسیح موعود کے صدق کی دلیل اسی حالت ہے۔ اسپر ابو احمد صاحب نعمانی کے تمام اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے ۱۲ صفحہ حجم ۲۰ پوشیدہ کاغذ
نشتر عشق	ار	ار	بلامانع ہسی حرفی اشرف
ریاض الانوار	۱۲ر	۲ر	مارے محمد علی پیغمبر کے ترانے

یہ سب کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے مل سکتی ہیں

(بقیہ صفحہ ۶۲۴)

اب آپ غور فرمائیے کریں کا رخانہ (۱۱۷۵ روپے)

گیارہ سو پچھتر روپے

خریداران کے ذمہ ہو۔ اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہو۔ تو اس کا کیا انجام ہو سکتا ہو۔ اسلئے آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ مہربانی فرما کر اپنے اپنے ذمہ کا بقایا عنایت فرما دیں۔ جو مہربان ٹ سے چکے ہیں وہ اپنے دوست احباب کو تحریک کریں کہ وہ بھی اپنا اپنا حساب بیباق فرمائیں۔ حقوق العباد احمدی احباب شاد کریں گے تو پھر دنیا میں اور کونسی قوم ہے جسے یہ خیال ہو۔ اپنے رسالہ میں کوئی نقص ہو تو آپ فرما دیں اصلاح ہوگی۔ نیز آپ رسالہ کی ترقی کو قائم رکھنے کے لئے کم از کم ایک خریدار ضرور مہیا کر دیں۔ ہم ایسے خریداروں کی خدمت میں ۱۰ رجنوری تک القرآن فی رمضان مفت نذر کریں گے۔ ممبران تشحیذ غور فرمائیں کہ انکا فرض رسالہ کو ترقی دینا تھا۔ نہ کہ ساڑھے تین سو روپے کا بوجھ رسالہ پر ڈال دینا۔ اگر بقایا داران صرف چہار قسط کا التزام بھی کر لیں۔ تو بھی یہ بقایا ادا ہو سکتا ہے ۔ والسلام

رپورٹ تشحیذ الاذہان

بابت ۱۳-۱۹۱۲ء

ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر دو جہان کی بہبود ہے
جس نے ہمیں توفیق بخشی اور تشحیذ الاذہان کا یہ سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اس سال زیر ریویو میں حضرت
صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الصمد نے دلائل ہستی باری تعالیٰ پر ایک نہایت اعلیٰ
مضمون لکھا جس میں آیات قرآنی سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا گیا۔ اس مضمون میں
اس علم کلام سے مدد لی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے چودھویں صدی کے امام ہمام
مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی رحمت خاصہ سے مرحمت (فرمایا)۔ دوسرا مضمون آپ کا ختم نبوت
مسیح پر ہے جس میں ان آیات کے صحیح معنے بتائے گئے ہیں جن سے غلط استدلال کرکے
پادری مسیح کی فوقیت جناب خیر الرسل پر ثابت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک نمبر میں تقدس ہی
کے مقدس حالات کے عنوان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات جمع کر دیئے گئے
ہیں۔ ایک نمبر میں مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر نہایت جامع بحث کی گئی ہے۔ اور مولوی اسلم
کے تازہ رقعہ کا عکس چھاپا گیا ہے جس میں وہ حضرت مسیح موعود سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے
ہیں۔ اور جس کی وجہ سے پیشگوئی کی رو سے محفوظ ہے۔ ایک نمبر میں سلسلہ عالیہ احمدیہ پر جو
اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کے مفصل و مدلل جواب شائع کئے گئے ہیں۔ یہ نمبر ۸۰ صفحہ پر ختم ہوا ہو
اور اس میں ایک بھی ایسا حوالہ و دلائل نہیں جو اس سے پہلے احمدیہ لٹریچر میں نہیں آئے۔ ایک نمبر
میں تمام قرآن مجید کی آیات پر نوٹ دئیے گئے ہیں گویا ایک مختصر سی تفسیر خریداران تشحیذ کو
مفت مل گئی ہے۔ اس کے علاوہ میں منشی غلام حسین صاحب کا بھی خاص طور پر ممنون
ہوں جنہوں نے ... کے متعلق بڑی قیمتی معلومات سے بھرے ہوئے مضامین لکھے۔ علاوہ ایک

ایک مضمون کتنی کی ضخیم کتابوں کا خلاصہ ہے۔ سید صادق حسین صاحب نے شبوت القرآن جلد دوم
پر خوب ریویو فرمایا ہے۔ غرض ۶۲۴ صفحے کے ۱۰ نمبر بحیثیت مجموعی احباب کے لئے ایک
نادر تحفہ ہیں۔ اور دو روپیہ (عہ) سالانہ کے عوض میں بالکل مفت ہیں۔ رسالہ کے تمام سال
میں ۴۸۰ صفحات کی بجائے ۶۲۴ صفحے ہیں۔ پھر خدا کے فضل سے رسالہ زیادہ جو اسکے ذکر
اپنا مطبع نہیں ہے دوسرے چھاپہ خانہ میں چھپتا ہے بتاریخ مقررہ معین ہر ماہ بالالتزام روانہ ہوتا
رہا ہے۔ وھذا من فضل ربی یہ بات کہ تو جاری رہے یہ کام تھا۔

اب آپ اپنے معزز خریداران تشحیذ کا حال سنیے پچھلے نومبر سنہ میں جو رسالہ بقایا
جاتا ہے۔ اس سال کے نومبر میں اس سے ۱۲۵ کم گیا ہے۔ گو اتنے خریدار کم ہو گئے ہیں
مفصل حال اس نقشہ سے ہویدا ہے۔

خریداران			
	خریدار جنکے نام رسالہ بند ہو اور بقایا واجب الوصول ہو	خریدار جنکے نام رسالہ بند کردیا ہے اور رسالہ جاری ہو	خریدار جنکے ذمہ رسالہ کا بقایا ہو اور رسالہ جاری ہے
	۱۵۶ خریدار	۴۱ خریدار	۱۱۳ خریدار
	روپیہ ۴۵۳ - آنے ۱۱	روپیہ ۱۶۹ - آنے ۸	روپیہ ۲۰۷
میزان بر سہ مدات	۳۱۰ خریدار	۸۳۱ روپے بقایا	

ممبران			
	ممبران جنکے نام رسالہ بند ہو بوجہ بقایا اور اخراج شدہ	ممبران جنکے ذمہ ایک سال سے زیادہ بقایا ہو رسالہ جاری ہو	ممبران جن کے ذمہ صرف چندہ بقایا ہو رسالہ جاری ہو
	۳۸	۱۴	۸
	روپیہ ۲۰۸ - آنے ۸	روپیہ ۱۱۲ - آنے ۱۴	روپیہ ۲۲ - آنے ۱۲
میزان بر سہ مدات	۶۰ ممبران	۳۴۴ - ۲ روپیہ بقایا	

کل میزان بقایا خریداران و ممبران تعداد ۳۷۰ { آنہ ۲ - روپیہ ۱۱۷۵ }

شرح اجرت اشتہارات

سال	چھماہ	تین ماہ
فی صفحہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
ربع صفحہ [illegible]	[illegible]	[illegible]

جو اشتہار کی تقطیع پر مطابق قواعد ڈاکخانہ درج ہو دو ورق تک اسکی تقسیم کرائی فی صدی [illegible] زبان قادیان [illegible] اور اس کو زیادہ کے تیس فیصدی پر دو ورق پر زیادہ [illegible] تعداد اشاعت جب تک رسالہ کے گشت میں جائے [illegible] نوٹ - اشتہار کا مضمون [illegible] منظوری دیجائیگی مینیجر کو اختیار ہوگا جب چاہے کوئی اشتہار بند کر کے بقیہ اجرت واپس کر دے +

تین چار سو صفحے

کی

ضخیم کتاب

میں نے ایک کتاب لکھی ہوئی ہے جس میں [illegible] مسئلہ توحید و شرک [illegible] کتب [illegible] قدر ضرورت [illegible] کے بارہ میں [illegible] بتفصیل دلائل و آیات و احادیث لکھے [illegible] حضرت مسیح ناصری کی وفات اور حضرت مسیح محمدی کی صداقت پر [illegible] بحث کی ہے اس کتاب کے متعلق اگر دو سو دوست پختہ وعدہ کریں کہ چھپنے پر ایک ایک روپیہ کا وی پی وصول کر لیں گے تو میں چھپا سکتا ہوں +

المشتہر

اکمل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

قیمت عہ	چھ مشہور دواؤں کا بکس	قیمت عہ

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۹

آزمائش کیلیے

آزمائش کیلئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں اسلئے قدیم خریدار کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف نئے صاحب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہیں یقین دلانے اور آزمائش کے لئے یہ نسخہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا نمونہ بکس بنا ہے جس میں استعمال کی ہر ایک دوا میں کو آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ وہ پیٹنٹ شیشوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جسکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی بھیجی ہے گھر والوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ اور مسافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑی سی خرچ میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک بڑی شیشی کے دام لگیں

دواؤں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً جاتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانیکی دوا۔

مقوی معدہ کی گولیاں جیسا نام ویسا فائدہ

جلاب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کی لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتا ہے

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔ پوری حالت فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھئے۔ دوائیں ہر جگہ دوا کے فروشوں پر دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

... کانفرنس کی ضرورت
... سلسلہ احمدیہ کی ضرورت کا ...
... شذرات
... کے حصول کے ذرائع
سیرۃ المہدی کا ایک ورق
... اور دیگر کا مقابلہ ۳۱ - ۳۵
... سنانے ۳۸ - ۳۹
... ۳۹ - ۴۰
... القرآن کا جواب ۴۱ - ۴۹

قیمت سالانہ ... طلباء ... ہر ...

... سلسلہ ... پریس ... ایڈیٹر ... شائع کیا

"فروری کا پرچہ وی پی ہوگا"

معزز ناظرین کی خدمت میں فروری کا پرچہ ۱۹۱۳ء کی پیشگی قیمت وصول
کرنیکے لئے وی۔ پی ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ احباب کرام وصول فرماکر
کارخانہ کو شکرگزاری کا موقعہ دینگے۔ تشحیذ نہایت پابندی وقت
کے ساتھ کارآمد دینی مضامین کو لئے ہوئے شائع ہوتا ہے۔ اسکے
بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اگر مستقل کتاب کی صورت میں شائع
ہوں تو بہت فائدہ ہو۔ سال بھر میں ۴۲۲ صفحے صرف دو روپے (۲) کے
عوض بہت سستا سودا ہے۔ میں پچھلے رسالہ میں عرض کرچکا ہوں کہ
بقایا داران کے ذمے ۷۵|| روپے
ہیں۔ مہربانی فرما کر ایسے اصحاب حقوق العباد کی طرف توجہ فرمائیں
قسطوں کے ذریعے ہی ادا کریں۔ بالخصوص جن اصحاب نے سنہ
کی قیمت تا حال نہیں دی۔ وہ جنوری کا پرچہ وی پی
وصول نہیں کرسکے۔ تو اب بذریعہ منی آرڈر
ہی بھیجدیں یا ہمیں بتائیں کب
وی۔ پی کیا جائے ✦

✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦
✦ ✦
✦

اطلاع فروری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۴ء

مذہبی کانفرنس کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت کے ابتدا میں وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ نازل فرما کر بتا دیا ہے کہ اگر لوگوں کی صفوں کی صفیں بٹھا دیں، جیسا کہ پولیس کا انتظام بھی ہو اور پھر لیکچر پر لیکچر دیئے جائیں اور ان سب تقریروں اور مباحثوں کے لیکچروں کا وہی امر ثابت ہوگا جو خود اسلام ہے یعنی تمہارا معبود ایک ہے اور جسے وہ کلمہ توحید میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے بیان کرتے ہیں اسی طرح نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۙ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ میں بتایا کہ دوات قلم سے جو دیگر مضمون پر مضمون لکھے جائیں، تو ان سب کا بھی آخر کار یہ ثابت ہو جائے گا کہ اے نبی تو مجنون نہیں ہے بلکہ تیرے کاموں کا نتیجہ بابرکت اور اس کا افادہ غیر منقطع ہے۔ اور دنیا دیکھ لے گی اور جان لے گی کہ تو تمام کمالات انسانیت سے [illegible]

ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ ہے اور ایک انسان اس سے بڑا نہیں بن سکتا۔ اور نہ کسی قوم کے لئے
اس سے بڑھ کر اسوہ حسنہ ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں موجودہ واقعات بتا رہے ہیں۔ اور باقی دنیا والے
زندہ دیکھ لینگے کہ وہ کس پایہ کا انسان ہے۔ یعنی تحریری بحث کا نتیجہ یہی نکلیگا۔ کہ سب
کو ماننا پڑیگا کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ دوسری عبارت میں یوں کہنا چاہیئے کہ کلمہ کا دوسرا جزو

محمد رسول اللہ

سب پر عیاں ہو جائیگا۔ غرض اسلام نے اپنے آپکو تمام دنیا جہان کے علما و فضلا کے
سامنے پیش کیا ہے کہ تم اسپر غور کرو اور خوب غور کرو۔ انشاء اللہ اس میں کوئی نقص نہیں پاؤگے
بلکہ مذہب یہ مہذب دنیا کے لئے دستور العمل قرار دیا جا سکتا ہے یہی ثابت ہوگا۔ اور اس امر
کی صداقت کا ثبوت اگرچہ تاریخ ہر زمانہ میں پیش کرتی رہے گی لیکن ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ جب
دنیا کی یہ حالت ہوگی وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ
فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔ اور قومیں قوموں پر چڑھ دوڑی ہونگی تب ایک صور پھونکا جائیگا۔ اور ہم سب
لوگوں کو جمع کر لینگے۔ قوموں کا قوموں پر چڑھ دوڑنا کئی طرح سے ہے۔ اول ان سے ایک صورت مذہبی
جنگ کی بھی ہے۔ جو دلائل و براہین سے ہوگی۔ اسکے متعلق ہر آیت میں اجمالاً اور دوسری میں
مفصلاً پیشگوئی فرما دی کہ اسلام جو دین الحق ہے۔ وہ سب پر غالب رہیگا۔ آیت قرآن شریف کی
پہلے پارہ ۱۰ سورہ توبہ النصف میں جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی بے اعتقادیوں اور عقائد
فاسدہ کا ذکر کرتے ہوئے دین قیم کا اصل الاصول ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ وَمَا
أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ ط
پھر اس عقیدہ کو نور اور اسکے خلاف کو ظلمت قرار دیتے ہوئے وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ
نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ فرمایا یعنی جب یہ قانون قدرت ہے کہ نور ظلمت بلکہ
ظلمات پر غالب آتا ہے تو خواہ کیا ہو آخر یہ نور ہدایت کی صورت میں ظہور اگر عالم ہوگا۔
اور یہ آیت صادق آئیگی۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ وہ وہی اللہ ہے جس نے اپنا
رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام ادیان پر اس دین اسلام کو غالب کرے
اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناپسند ہو پھر اسی آیت کو سورۂ فتح میں دہرایا ہے یعنی جب
فتح مکہ کی صورت میں ظہور ہوا تھا ۔ اور ادیان باطلہ نے کئی راہ سے حملہ کیا تھا ۔ اسی راہ سے ان پر
غلبہ ثابت ہو چکا تھا پھر تیسری بار **آنے والے احمد** کے مبارک ذکر کے ساتھ یہ
آیت آئی ہے تا ایک جہان پر واضح ہو جائے کہ پیشگوئی کا اصل ظہور اسی زمانہ میں ہوگا۔
چنانچہ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ میں اس احمد کی خبر دی
اور اسکی صداقت کی یہ دلیل دی کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اور اس سے
بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے اور وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم
کامیاب نہیں کرتا۔ اس آیت کی تفسیر مدارک التنزیل میں یوں الفاظ کی گئی ہے وای
الناس اشد ظلما ممن يدعوه ربه على لسان نبيه الى الاسلام الذي
له فيه سعادة الدارين فيجعل مكان اجابته اليه افتراء الكذب
على الله بقوله لكلامه الذي هو دعاء عباده الى الحق هذا سحر والسحر كذب
وتمويه یعنی اس شخص سے بڑھکر ظالم کون جسے اللہ اپنے نبی کے ذریعہ اسلام کی طرف بلائے
جس میں اسکے لئے سعادت دارین ہے پھر وہ اس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اس نبی کی
وحی کو جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو حق کی طرف بلاتا ہے افترا قرار دے اور اسے سحر یعنی
کتنا بڑا کذب وتمویہ قرار دے ایسا شخص بامراد نہیں کہ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ۔ اللہ اپنے نور کو پورا کریگا ۔ اور اسی احمد یعنی آنے والے رسول کے ذریعے کریگا
جس کا کام لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ہے چنانچہ تفسیر مدارک میں صاف لکھا ہے کہ
وعن مجاهد اذا نزل عيسى لم يكن في الارض الا دين الاسلام جيد عنى

نازل ہو۔ تو زمین میں بمقابل کل ادیان دین اسلام ہوگا۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ ھو عند نزول عیسیٰ علیہ السلام امراضیہ کرھو اظہارہ بالحجج والآیات۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا۔ اور یہ غلبہ نشانوں اور دلائل کے ذریعے ہوگا۔

سوائے معزز ناظرین! اب خود ہی بتاؤ کہ اسلام کی طرف لوگوں کو کس نے بلایا۔ اور کس نے تمام مذاہب عالم کے سامنے مباحثہ و مناظرہ احقاق حق و ابطال باطل کے لئے یہ اصل پیش کیا کہ ہر مذہب جو مسئلہ پیش کرے اپنی الہامی کتاب سے پیش کرے اور اس کی دلیل بھی اسی کتاب سے دے اور وہ کون ہے جس نے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند * ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

کا نعرہ لگایا۔ اور جس نے نشان پر نشان دکھلائے اور اس قدر نشان دکھائے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں انکی کوئی نظیر نہیں۔ سنئے ہر مخالف کو سنایا ہے

کرامت گرچہ بے نام و نشان است * بیا بنگر ز غلمان محمد

ہو تجلیات آسمانے کہ زو اہل جہان خیرہ شد * برون او جلوہ خود است گر اہلی بینید

سکتا ہے۔ مگر ہر کسی رنگ کی نظیر پیش کیا جا سکتی ہے جتنے دلائل کے ساتھ اور نشانوں کے ساتھ اسلام کو تمام مذاہب کے مقابلہ میں دین الحق اور الہدیٰ ثابت کیا۔ اتنا تو آپ نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضور مغفور ہی اس آیت کے مصداق اور اظہار اسلام کا بنیادی پتھر رکھنے والے ہیں۔ اب ہم جو اس رسول کے متبعین سے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اظہار اسلام کے لئے جس قدر تجاویز حضور نے پیش کیں۔ انکو عملی رنگ میں لائیں۔ اور جو عمل میں آ چکی ہیں۔ انکو برقرار رکھیں۔ ان تجاویز میں سے ایک تجویز جو اس مضمون کے ابتدائی سطور کے عین مطابق ہے حضور نے ان الفاظ میں رقم فرمائی۔

"ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور

آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے مگر شرط
یہ ہوگی کہ دوسرے مذہب پر کسی قسم کا حملہ نہ کرے فقط اپنے مذہب اور اپنے
مذہب کی تائید میں جو چاہے تہذیب سے کہے

حضرت مسیح موعود کے فدائی حضرت مہدی مسعود کے شیدائی اٹھیں اور اس تجویز کو عملی
صورت میں قادیان میں حسب الارشاد امام ہمام علیہ السلام سال میں ایک بار دو بار ایسے
جلسے کا انعقاد کریں جس میں ہر مذہب کا نمائندہ اپنے اپنے مذہب کی خوبی بیان کرے کیا بجا نہ ہو
جب اسلام حق ہے جب اسلام ایک صداقت ہے جب اسلام ہر خوبی کا مجموعہ ہے تو ہمارا
فرض ہے کہ ہم حق دوسروں کے سامنے اس طریق پر بھی پیش کریں گو اس سے پہلے مسیح موعود
کی تحریک پر توجہ نہ کی گئی تھی کہ ایک دوسرے کی عیب چینی کا سلسلہ بند کر کے اپنے اپنے مذہب
کی خوبیاں بیان ہوا کریں لیکن اب تو پریس ایکٹ نے سب کو مجبور کر دیا ہے کہ دوسرے کے مذہب
پر مخالفانہ حملے نہ ہو سکیں اسلئے ضرور ہے کہ ہم اس وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اسلام کو دوسرے
ادیان پر غالب کر دکھائیں۔ تمام شرائط جو امن کے قیام میں ضروری سمجھے جا سکتے ہیں شائع
کر دئے جائیں۔ جو انہیں بغیر خارجی کے قبول کرے وہ تشریف لائے اپنا مضمون سنائے اور
ہمارے چونکہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ہی بیان ہونگی اسلئے کسی جھگڑے کا احتمال نہیں
اور عوام الناس کی حاضری کی ضرورت ہے صرف چیدہ چیدہ امن پسند صلح جو معاملہ فہم
نیک دل آدمی یکجا ہو کر مذہبی امور پر غور و خوض کیا کریں۔ میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ جب
اسلام ایک وسیع مذہب اور سچا مذہب ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکے پلیٹ فارم پر غیر مسلموں کو
اپنا مذہب پیش کرنیکا موقعہ نہ دیا جائے۔ مگر الحمد للہ کہ آج مسیح کے کلام میں اس دعوت کو پاکر
ہمارا حوصلہ نہیں سماتا۔ کلکتہ پیرس۔ سویڈن اور دیگر مقامات میں ایسی کانفرنسیں ہوتی ہیں
مگر جو اسلام کا روحانی مرکز اور خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے وہاں کیوں ایسی کانفرنس نہ ہو
جبکہ الحمد للہ ہم ایسی گورنمنٹ کے ماتحت ہیں جو ہماری مذہبی آزادی میں مخل نہیں۔ اور جس نے

ہمارے لئے ہر طرح کی راحت کے سامان بہم پہنچائے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم تمام مذاہب کے مصلح و لیڈروں کو مدعو کریں کہ وہ یہاں آکر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں سنائیں۔ اور ہر مذہب کی خوبیاں سن جائیں۔ اور پھر دل کیساتھ فیصلہ کریں کہ کون مذہب حق ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ایسی تمام کانفرنسوں سے یہی ثابت ہوگا کہ

اسلام حق ہے

اور یہ اسکا فضل ہے چاہیئے کہ اس فضل کو لینے کے لئے ہم کچھ ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین

سلسلہ احمدیہ کی ضرورت کا اعتراف

چودھویں رات کا چاند ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر آتا ہے۔ اور اسکے دیکھنے پر کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔ مگر اسکی دماغ نقری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جو انتیس کے چاند کو دیکھ لے۔ بخار جب ایک سو چار درجے کا ہو تو ایک معمولی شخص بھی جسم کو گرم پاکر اسکا احساس کر لیتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر وہی ہے جو بخار چڑھنے سے پہلے بخار ہو جانے کی اطلاع دیدے۔

مسلمان ایک عرصے سے تباہ ہو رہے ہیں۔ انکی حالت زار ہے۔ اور بنی اسرائیل کی طرح بیابان ناکامی میں سرگشتہ و حیران پھر رہے ہیں مگر کوئی رہبر سوا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ایسا نہیں آیا جس نے انہیں سیدھے رستے پر چلا کر منزل مقصود دکھا دی ہو۔ جو کچھ ہم چالیس سال سے سن رہے ہیں شکر ہے کہ ابو الکلام کی زبانی اسکی تائید ہمارے کانوں تک پہنچی ہے۔ جن لوگوں نے مسیح کی دشمنی۔ کاش وہ اب ہی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ اور اس آواز پر جاگ کر اپنے آپکو غرق و ہلاکت ہونے سے بچا لیں محترم اڈیٹر الہلال فرماتے ہیں۔

ظہر الفساد فی البر والبحر | آج دنیا پھر ایک بار وہ روشنی کھو چکی ہے

وہ پھر سوگئی ہے جس سے پیدا ہو کر دنیا بگڑ گیا تھا۔ اور پھر اُسے بھول گئی ہے جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی۔ اسکا وہ پرانا روگ جسکے علاج کے لئے خدا کے رسولوں نے آہ و زاری کی۔ اور جسکو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا۔ آج پھر تازہ ہو گیا ہے۔"

"جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی تاریکی آج تہذیب و تمدن کے نام سے پھیل رہی ہے جبکہ اسلام دوسری مرتبہ اصلاح میں مبتلا ہے۔ اگر اس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی بیماری بت پرستی تھی تو اس کی جگہ آج ہر طرف نفس پرستی چھا گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا کی وہ کونسی پرانی بیماری ہے جو آج پھر عود نہیں کر آئی ہے جبکہ وہ بیمار تھی تو کیا اس کی حالت ایسی ہی نہ تھی جیسی کہ آج ہے۔ پہلے وہ پتھر کی چٹان پر بیماری کی کروٹیں بدلتی ہوگی۔ اب چاندی اور سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتی ہے لیکن بیمار کے بستر کے بدلجانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتی۔ کیا ہوا مضمون ہے کیونکہ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ چشمہ خشک ہو گیا ہے۔ اور وہ نالیاں مٹی سے بھر گئی ہیں۔ جن کی آبپاشی سے خدا پرستی کا چمن شاداب رہتا تھا۔ دنیا کی ہر چیز نمک سے نمکین کی جاتی ہے پر اگر نمک کا مزا پھیکا ہو جائے۔ تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائیگا ۔ ۔ ۔ ۔

پس آج وقت آگیا ہے کہ اسلام پھر ایک مرتبہ اپنے اس فرض کو دہرائے۔ جو وہ ایک بار انجام دے چکا ہے۔ اور مسلمان اپنی اصلاح خود اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے کریں کیونکہ انکی درستگی سے تمام عالم درست ہو۔ اور چشمے کی روانی سے تمام کھیت سرسبز ہو جائے ۔ ۔ ۔ لیکن جو آتشدان خود آگ سے خالی ہوگا وہ کمرے کو گرم نہیں کر سکتا۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ مسلمان سب سے پہلے خود اپنے اندر تبدیلی کریں۔ کیونکہ انکی تبدیلی پر تمام عالم کی تبدیلی موقوف ہے۔"

مندرجہ بالا سطور میں فاضل موصوف نے اسلامیوں کی ضلالت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور

اصلاح حال کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی ضرورت کا کھلے الفاظ میں اقرار کیا ہے۔ کیونکہ انکے نزدیک اُسکے لئے رسمی انجمنوں کا قائم کرنا بیکار ہوگا۔ چندہ کی فراہمی سے دلوں کی جمعیت ممکن نہیں۔ اسکے لئے وہ تمام طریقے بھی بیکار ہونگے جنکا بلند سے بلند نمونہ عمل کے کام پیش کر سکتے ہیں۔ عمدہ مقاصد کے اعلان سے عمدہ نتائج نہیں حاصل ہو جاتے۔ اگر صرف مفید تعلیمات و وعظ کا دہرا دینا ہی کسی قوم میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے تو یہ پیشتر ہی سے اسقدر موجود ہے کہ اب اسکے لئے کسی نئی جماعت کی ضرورت نہیں۔ اصول معلوم ہیں اور تعلیمات چھپے ہوئے بازاروں میں ہیں۔ ضرورت صرف اسکی ہے کہ انہی اصولوں اور تعلیموں کے ماتحت اعمال افعال کے اندر تبدیلی پیدا ہو"

پس بقول معزز معاصر اسکا وسیلہ ایک ہی ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے۔ یعنی ضرورت ہے کہ اسکو دنیا نے ہمیشہ ڈھونڈا ہے۔ اسی کی کوشش و جستجو میں آج بھی لگے۔ جس پانی کے لئے وہ ہمیشہ پیاسی ہوئی ہے اسی کے لئے پھر آوارہ گردی کرے جس مقصود کی تڑپ میں وہ ہمیشہ مضطر رہی ہے۔ اسی کو پھر پکارے یعنی عشاق الٰہی کی ایک ایسی جماعت کھڑی ہو جو صرف خدا کے لئے ہو۔ جو انسان ہوں مگر اپنے تئیں انسانوں سے الگ کرلے۔ یعنی ایک جماعت قائم ہونی چاہیئے۔ مگر اسکا قیام کیونکر ہو اسکے لئے فرشتے ہیں۔ اُمتوں کی اصلاح کرنا۔ خدا سے انکے غافل دلوں کو ملا دینا۔ اعتقاد و اعمال کے عالم کو یکسر اُلٹ پلٹ دینا۔ نئی قوموں اور نئی جماعتوں کو پیدا کر دینا پھر نتیجہ کی ناکامی سے بےخطر اور تمام عالم ناہموار دنیا کے حملوں سے بے پرواہ رہنا اور اسی طرح کی وہ تمام باتیں جو دلوں اور روحوں کی سرزمینوں میں انقلاب انگیز پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ سب کے سب صرف خدا کے رسولوں اور اُسکے بھیجے ہوئے ربانی مصلحین ہی کے کام ہیں۔ محض انسانی دماغ سے اسکے تھوڑے جوش اور انسان کے گڑھے ہوئے چند جماعتی کھلونے خدا کے ان کاموں کا انجام نہیں دے سکتے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا سے امان اٹھ جائے۔ اور ہر انسان ہوائے نفس کا مالک اور ہر ارادہ

قوموں کا تسخیر کنندہ بنجاتے تھے۔

اس تمام اقتباس کے پڑھ لینے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سلسلہ کمالات قابل اصلاح ہے اور اصلاح انسانی دلوں کی تبدیلی پر موقوف ہے اور یہ تبدیلی انسانی صداؤں سے نہیں ہو سکتی بلکہ

"وہ تمام باتیں جو دلوں اور روحوں کی سرزمین میں انقلاب تغیر پیدا کر دیتی ہیں وہ سب کی سب صرف خدا کے رسولوں اور انکے بھیجے ہوئے ربانی مصلحین کے کام ہیں"

اب جب یہ صورت معاملات ہے۔ تو یہ بھی ظاہر ہے کہ مولانا ابو الکلام از خود یہ کام نہیں کر سکتے کہ "کامل خلوص اور سچی قربانی کے ساتھ خدا کے چند مخلص بندے اٹھکے ہم پر اپنے تئیں عام لوگوں سے الگ کریں۔ اور خدا اور اسکے سچے مومنوں میں عہد میثاق اسلام کی دوبارہ پھر تجدید ہو جائے" بلکہ یہ کام کسی "مجدد" کسی "بانی مصلح" کسی "نبی" یا "رسول" کا ہے جیسا کہ وہ خود لکھ چکے ہیں کہ "محض انسانی دماغ سے نکلے ہوئے جوش اور انسان کے گھڑے ہوئے چند جماعتی ڈھکوسلے خدا کے انکے کاموں کو انجام نہیں دے سکتے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا سے امان اٹھ جائے"

پس وہ یہی صورتیں ہیں کہ یا تو وہ مجدد و ربانی مصلح ہونیکا دعوے کریں یا لوگوں کو صاف الفاظ میں بھی اس بانی "مصلح" اس مجدد اعظم کی طرف رہنمائی کریں۔ جس نے "اپنی زبان کے اندر سے خدا کی آواز کو بلند کیا" اور جس نے عشاق الہی کی ایک ایسی جماعت اکٹھی کی جو صرف خدا کے لئے ہے۔ اور جس نے انسانوں میں رہکر اپنے تئیں انسانوں سے الگ کر لیا" اس جماعت میں داخل ہونیکے سوا اصلاح احوال کا کوئی طریق نہیں کیونکہ "اصلاح و دعوت کی پہلی بنیاد جماعت اور اسکا عملی نمونہ ہے۔ اور جماعت و نمونہ کے سوا کوئی شی مطلوب نہیں" البتہ اس بانی مصلح کے ربانی ہونے یا اسکی جماعت میں آپ نقص دیکھتے

ہیں تو پھر اس صدی میں باقی مصلح کا ہمیں پتہ بتا دیں جسنے کوئی اعلیٰ نمونہ کی جماعت پیدا کی ہو تاکہ ہم اسکے معاملہ میں غور کریں۔

تاریخی شذرات

سندھ کی رانی محمد بن قاسم کے نکاح میں

راجہ داہر جس کی حکومت کران سے لیکر قنوج تک اور کشمیر سے بند سورت تک تھی۔ بدھ مذہب رکھتا تھا۔ نجومیوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بہن کی شادی فرمانروائے ہندوستان سے ہوگی۔ بہت گھبرایا کہ غالباً کوئی ہندوستان کی سلطنت پر قابض ہونیوالا ہے۔ اسلئے اپنے وزیر کے کہنے کے مطابق اپنی بہن سے شادی کرلی۔ تاکہ ہندوستان کی شاہی میرے پاس ہی رہے۔

تقدیر الٰہی اس تجویز و تدبیر پر ہنس رہی تھی۔ خدا تعالےٰ کے کاموں سے کون خبردار ہو سکتا تھا کہ مدت سے ایک سلسلہ اسباب چل رہا ہے۔ جو ایک تیر ہے اپنے وقت پر بیٹھنے والا ہے۔

جو کام کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں عبد الرحمن کے نیچے اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مہلب کی تکمیل ہوا۔ وہ ایک ہژدہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے عہد میں پورا کیا۔ دیبل کا راجہ تو بہت عاقبت نا اندیش تھا جسنے کشتی تحائف کے ساتھ ضعیف اور یتیم مسلمان لڑکے اور عورتیں جنکے سرپرست عرب میں فوت ہوگئے جہازوں میں بھر کر بھیجے تھے مگر وہ مخالف ہوا سے منزل مقصود کو نہ پہنچ سکے اور سندھیوں نے لوٹ لئے۔

ان سندھیوں کی سزا دہی پر جب پہلے دو جرنیل ناکام رہے۔ تو محمد ابن قاسم ثقفی بڑھا۔ راجہ نے اسے اپنے ہاتھیوں کا ڈراوا دیا۔ مگر مسلمان سپہ سالار نے کچھ پروا نہ کی اور ہول کی پرواہ نہ کی بھی اور صاف کہدیا کہ تمہیں ہاتھیوں پر ناز ہے۔ اور ہمیں اپنے مولیٰ پر۔ نیاز راجہ کو اپنے جنگی ہاتھیوں اور کئی ہزار سوار و پیادہ فوج کا اتنا غرور تھا کہ آپ ایک ہاتھی

ہاتھی پر دو لونڈیوں کو عماری میں بٹھا کر نکلا جسے پانی کا بیڑا احتیر بہم پہنچاتی تھیں گویا وہ فوج اسلام کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا لیکن جب مسلمانوں نے اپنے ہاتھ دکھائے تو اسے اپنی حقیقت معلوم ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ ایک حبشی گھوڑے پر سوار جوش تہور میں آگے بڑھا اور صفوں کو چیرتا ہوا ہاتھی کے پاس جا پہنچا جس سے جنگ طرفین میں بڑے زور کی شروع ہوگئی اور شام تک کئی ہزار ہندوؤں سے چند سو رجگت رام داہر بھی مارا گیا۔ اور اسکی رانی محمد بن قاسم کے نکاح میں آئی اور یوں وہ بات پوری ہوئی جس سے بچنے کے لئے داہر کو انتہا درجہ تک پہنچایا گیا تھا

تدبیر کند بندہ
تقدیر کند خندہ

بجائے اپنی رعایا پر حکومت کرتے تھے۔ مگر نجومی ان کے توہمات سے فائدہ اٹھا کر ان پر حکومت کرتے۔ اس خصوص میں بعض ایسی مضحکہ خیز روایات پڑھی جاتی ہیں کہ سن کر مومن کو حیرت ہوتی ہے۔ نجومی بنگال کی ایک رانی سے کہتے ہیں کہ تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے اگر وہ اس گھڑی میں پیدا ہو گیا تو نحوست کا پتلا ہوگا۔ لیکن اگر چند گھڑیاں ٹل جائے تو پھر نحوست مبدل بہ سعادت ہو جائے گی۔ رانی کی ضعیف الاعتقادی کا اثر دیکھئے کہ اسنے کہا مجھے چھت کیساتھ الٹا لٹکا دو۔ تا وقتیکہ یہ منحوس گھڑیاں گزر جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ رانی تو درد کی تاب نہ لاسکی اور مر گئی لیکن اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ لکھمن کہلایا اور وہ سال اسنے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی ۔

البلاغ المبین تبلیغ کے لئے نہایت عمدہ رسالہ ہے جو اس قابل ہے کہ صد ہا کی تعداد میں تقسیم کریں۔ اول تو اس میں حضرت اقدس کا آخری لیکچر ہے۔ جس میں تمام مذاہب عالم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے اپنے دعوے کو بالدلائل پیش کیا ہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی سب سے پہلی تقریر ہے۔ پھر حضرت امیر المومنین کے لکھے ہوئے عقائد احمدیہ ہیں جن میں اپنے تمام عقاید کو آیات و احادیث سے مدلل بتایا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ثبوت میں ... باوجود اسکے قیمت صرف ... مقرر کی ہے ... ہیں۔ ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

تقویٰ کے حصول کے ذرائع

یہ مضمون صاحبزادہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر سے سنتے ہوئے نوٹوں کی بنا پر تیار کیا گیا

تقویٰ کی تعریف اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ رکوع ۱۴ میں فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ اللہ کا تقوے اختیار کرو۔ کس طرح پر اسکے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو کامیاب نہیں کرتا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ تقوے فرمانبرداری کا نام ہے۔

فرمانبرداری کس طرح پیدا ہو اب فرمانبرداری محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے یا خوف کی وجہ سے۔ محبت حسن و احسان کے مطالعہ سے پیدا ہوگی۔ اور خوف جلال کے مطالعہ سے چونکہ انسانی فطرت میں یہی دو باتیں ہیں۔ اسلئے سورہ فاتحہ میں ان دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ تمام احسان یاد دلا کر ایک پہلو سے یہی حسن بھی ہے لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چونکہ بعض طبائع بجز خوف دلانے کے فرمانبرداری نہیں کرتیں۔ اسلئے انکے لئے فرمایا۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ یعنی جزا و سزا کا بھی یہ مالک ہوں۔

تقویٰ انبیاء کی بعثت سے الغرض فرمانبرداری کامل محبت یا کامل خوف پر ہے۔ اور اسکے لئے خدا نے دو سامان مقرر کئے ہیں۔ ایک آسمانی ایک زمینی۔ آسمانی سامان جس سے لوگوں میں فرمانبرداری یا تقویٰ پیدا ہو۔ وہ انبیاء کی بعثت ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ تقوے کی روح دنیا سے گم ہو چکی ہے۔ تو انہوں نے اپنے مولیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اے ہمارے رب انہیں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کر جو ان پر تیری آیتیں

پڑھکر سناوے اور انکو کتاب و حکمت سکھائے اور انکا تزکیہ کرے بیشک تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ دعا
قبول ہوئی اور ایک رسول مبعوث ہوا جس نے ایک اکھڑ قوم میں فرمانبرداری کی روح
پیدا کر دی۔ انبیاء کا ہاتھ خدائے قدوس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسلئے جو ان سے تعلق پیدا کرتا ہے وہ
بھی پاک کیا جاتا ہے۔ ان کی مثال بجلی کی پٹری سی ہے کہ جسکا ذرا بھی تعلق اسکے ساتھ ہو۔ وہ
متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہزاروں ٹریکٹ سوسائٹیاں لمبے سالوں سے کام
کر رہی ہیں۔ انکا کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں مگر محمد رسول اللہ کے دربار سے ایک آواز نکلتی
ہے اور تمام بلا استثناء شراب کے مٹکے لنڈھا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ دنیا
کے ادنیٰ نفع کے لئے دین کو متاثر کرنے پر تیار ہیں۔ مگر انہی مسلمانوں سے "عبد اللطیف"
رضی اللہ عنہ ایک نبی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے۔ اور پھر دین کیلئے اپنی جان تک قربان کرتا
ہے۔ امیر کابل کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ صرف ظاہرداری کے لئے کہدو میں مرزا کو مسیح
نہیں مانتا مگر وہ سنگسار ہونا پسند کرتا ہے۔ اور یہ کلمہ زبان پر نہیں لاتا۔ ایسا کیوں ہوا ؟
اسلئے کہ وہ آسمانی ذریعہ سے پاک کیا گیا۔

دوسرا ذریعہ زمینی ہے۔ جس سے مراد انسان کا اپنی طرف سے مجاہدہ ہے۔ اسوقت نفس
انسانی کی حالت اس گھوڑے کی طرح ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ سدھایا جاتا ہے۔ اسی لئے
فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو ہماری راہ میں مجاہدہ
کرتے ہیں ہم انہیں رستے دکھا دیتے ہیں) ان مجاہدات میں سے چند کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے
اول **صحبت صادقین**۔ صادقین کی صحبت ایسی ہے کہ اسکے ذریعہ انسان پاک کیا جاتا
ہے صحبت کا اثر ایک مانی ہوئی بات ہے۔ لوگ اکسیر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں میرے
نزدیک دنیا میں اگر کوئی اکسیر ہے تو صحبت صادقین مبارک وہ جو اس سے فائدہ حاصل
کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا
مَعَ الصّٰدِقِينَ یعنی اے مومنو! تقویٰ اختیار کرو اور اس تقویٰ کے حصول کا

ذریعہ کیا ہے یہ کہ تم صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقوں میں ایک برقی اثر ہوتا ہے۔ جس سے گناہوں کے جراثیم مارے جاتے ہیں۔ صادق خدا کے حضور ایک عزت رکھتا ہے۔ اسکی طفیل صادق سے تعلق رکھنے والا بھی بار بار بچ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے ایک بھانجے پر اسلئے ناراض ہوئیں کہ وہ انکے بہت صدقہ کرنیکا شاکی تھا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ہمارا بھانجہ کبھی ہمارے گھر میں نہ آئے۔ ایک روز چند صحابہؓ کبار نے بار بار آپ کی اجازت چاہی جو انہیں دی گئی۔ ان میں صدیقہؓ کے بھانجے بھی شامل تھے اور وہ بھی اندر چلے گئے۔ دیکھ صادقوں کی صحبت نے کیا فائدہ دیا۔ اسی طرح دیکھا گیا کہ ہم جنس کے ساتھ ناجنس ملکر بکجاتی ہے۔

دوسرا ذریعہ نفس کا محاسبہ ہے یعنی ہر روز تم اپنے کاموں پر ایک تنقیدی نظر کرو اور سوچو کہ تمہاری حرکت دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف۔ اور کیا کوئی کام اللہ کی نافرمانی کا تو نہیں کیا۔ اور پھر اسکی اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اے مومنو! تم اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔ اور وہ تقوےٰ یوں حاصل ہوگا۔ کہ ہر جان نظر کرتی رہے کہ اسنے کل کے لئے کیا کیا۔ اور اللہ کا تقوےٰ کرو۔ اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر رکھنے والا ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ میرا نگران حال ہے اور اپنے اعمال پر نظرثانی کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ میں نے روز فردا کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ وہ متقی بنجاتا ہے۔

تیسرا ذریعہ۔ گناہوں پر پشیمانی یعنی توبہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جو شخص اپنے گناہوں پر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ انکے برے نتائج سے محفوظ رہتا ہے اور آئندہ کے لئے نیکی و تقوے کے واسطے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ اور شیطان کے مزید حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی نماز فجر قضا ہو گئی۔ اسپر انکو اسقدر

پشیمانی ہوئی اور اسقدر رونا کے حضور روئے دھوئے گڑگڑائے کہ انہیں ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب ملا۔ . . . . دوسرے روز کسی نے انہیں اٹھایا۔ پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں تو شیطان ہوں۔ انہوں نے تعجب کیا کہ نماز کے لئے شیطان بیدار کرے۔ اسنے کہا اگر میں نہ اٹھاؤں۔ تو آپ ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب پائیں۔ غرض تم اپنی کسی غرض پر اسقدر شیطانی نگاہ مرکوز کرو کہ تمہارا شیطان مسلمان ہو جائے۔

چوتھا ذریعہ۔ تمام کاموں میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرنا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی قمیص سلنے جوتا ہے اور پھر کہے کہ ابن عمر میرا کام کر دیگا۔ تو خواہ مخواہ میری توجہ اس طرف ہوگی۔ اسی طرح جو انسان اللہ تعالےٰ کو اپنا سہارا ہر امر میں ٹھہراتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس پر خاص توجہ کرتا ہے۔ اور جس پر اللہ کی توجہ ہو۔ وہ کیوں خراب و برباد ہوگا۔

پانچواں ذریعہ۔ حصول تقوےٰ کا استغفار ہے۔ یعنی ہر روز اپنے کاموں کے لئے استخارہ کرے اور اپنے مولیٰ سے دعا کرے کہ جو کام نیک اور تیری مرضی کے مطابق ہیں انکی توفیق عطا ہو۔ اور جو تیری مرضی کے موافق نہیں ان سے مجھے بچائے۔ اگر ہر روز ایسا نہ کر سکے تو ہفتہ میں ایکبار تو ضرور ہی کرے۔

چھٹا ذریعہ۔ یہ کہ دعاؤں میں لکھا ہے۔ جو شخص اپنے منہ سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی رضامندی کی راہیں دکھاتا ہے۔ اور گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔

ساتواں ذریعہ۔ ولئن شکرتم لازیدنکم سے ظاہر ہے کہ جس نعمت بار تعالےٰ پر ہم شکر کرینگے۔ وہ بڑھ بڑھکر دی جائیگی پس انسان اگر کوئی نیکی کرے تو اسے چاہیئے کہ بہت بہت شکر بجا لاوے۔ تاکہ اور نیکیوں کی توفیق ملے اور وہ متقی بنجائے۔

آٹھواں ذریعہ۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا ہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے وہ محمود ہے اچھا بنتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی بنجائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ پر زور دیا۔ اللہ تعالےٰ کو وحدہ لاشریک

ثابت کیا۔ تو خدا نے فرمایا اے نبی مجنے تجھے بھی دنیا میں فرد بنا دیا۔ جو اللہ اکبر کہہ کے خدا کی اس شان اور اپنے عمل سے بڑائی بیان کرے اسے اللہ بڑا بنا دیگا۔ اور جو اسکی تسبیح کریگا خدا اسے پاک بنا دیگا۔ اور جو اسکی حمد کریگا وہ محمود ہو جائیگا۔

نواں ذریعہ۔ نمازوں سے اپنی اصلاح کرے کیونکہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ نماز ناپسندیدہ کاموں سے روکتی ہے نماز معراج المومنین یعنی مومنوں کو ترقیات روحانی دینے والی ہے۔ پس نمازیں بہت پڑھو تاکہ تقویٰ حاصل ہو اور تم میں فرمانبرداری کی روح پیدا ہو جائے ❊

دسواں ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا مطالعہ کرتا ہے جلال کے متعلق فرماتا ہے اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ۔ یعنی کیا یہ بات انکو ہدایت نہیں دیتی کہ اس سے پہلے کتنی نسلوں کو ہمنے ہلاک کیا۔ اور یہ انکے مکانوں کے کھنڈرات میں چلتے پھرتے ہیں۔ اس میں بہت سے نشان ہیں کیوں نہیں سنتے جب تم دیکھوگے کہ خدا تعالیٰ کے نافرمانوں کا انجام یہ ہوگا اور جس ساز و سامان دنیوی کے لئے خدا کو ناراض کیا اسکا انجام یہ ہے۔ تو لامحالہ فرمانبرداری کی طرف توجہ ہوگی۔ اور جمال یعنی انعامات کے متعلق ایک ساتھ ارشاد ہوتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ۔ کیا نہیں غور کرتے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف بہاتے ہیں۔ پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے انکے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں۔ کیا بصارت سے کام نہیں لیتے آدمی انعامات الٰہی کا مطالعہ کرے اور انکے احسانات اپنے رونگٹے رونگٹے پر دیکھے تو اپنے مولیٰ و محسن پر قربان ہونے کو جی چاہے ❊

Digitized by Khilafat Library

سیرة المہدی کا ایک ورق

صادق کی باتیں صادق کی زبانی

[illegible]

مسیح موعودؑ کا استغراق

حضور کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ دنیا و مافیہا سے بے پرواہ تھے۔ اور کبھی کسی چیز پر سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر اعتماد نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اشتہار لکھنے لگتے تو اشتہار سے رسالہ بن جاتا اور رسالے سے کتاب اور پھر ایک کتاب سے دوسری کتاب کیونکہ کتب فروشی آپکا مقصود نہ تھا بلکہ جو بات خدا تعالیٰ دل میں ڈالتا اسی کی اشاعت فرماتے کہ شاید اس دلیل سے کوئی سمجھ جائے۔

۲- ایسا اوقات ایک شخص رخصت ہونے کے لئے آتا آپ اسکی خاطر داری کے لئے اس سے دریافت فرماتے کہ آپ کہاں جائینگے۔ مثلاً وہ عرض کرتا بھیرہ تو پوچھتے بھیرہ کس راہ سے جاتے ہیں۔ وہ عرض کرتا۔ وہ ہونے تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص آتا جو وہ بھی اگر بھیرہ کا ہوتا۔ تو آپ اس سے بھی وہی سوالات کرتے کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کے ذکر میں ہوتے۔ آپ ایسی باتوں کو دل پر نہ بٹھاتے کہ یاد رہتیں۔ آپ تو اس حکم ربی کی تعمیل میں کہ لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس اخلاق سے پیش آتے اور خاطر داری کرتے ورنہ تبتل الی اللہ کا یہ حال تھا۔ کہ خلق کی طرف توجہ نہ تھی۔

۳- دھرم پال جب اسلام سے مرتد ہوکر آریہ بنا اور اس نے ایک کتاب ترک اسلام شائع کی تو دو بار رسالت میں بھی اسکا ذکر آیا۔ اسکے جواب کے لئے حضرت مولوی صاحب خلیفہ کو ارشاد ہوا۔ اسکے جواب کا مسودہ وہ [illegible] تک وقتاً فوقتاً میں خود سنا رہا اور آپ نے پسند کیا پھر یہ کتاب چھپ گئی۔ ایک سال کے بعد دھرم پال کا پھر کوئی ذکر آیا۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ ہم اس وقت مسجد مبارک میں بیٹھے تھے فرمایا دھرم پال کون ہے کیا اس نے کوئی کتاب لکھی ہے

جب عرض کیا گیا ہاں تو فرمایا کیا اسکا کسی نے جواب بھی لکھا ہے؟
آپکو نسیان نہیں تھا بلکہ بات یہ تھی کہ کتاب آپ نے خود لکھوائی مگر لکھی جانیکے بعد آپکا مسودہ اس کتاب پر نہ تھا بلکہ خدا کے فضل پر تھا اسلئے کچھ یاد نہ رہا۔

آپکی غیرت آتھم کیساتھ مباحثہ کی شرائط طے کرنیکے لئے چند احباب گئے عیسائیوں نے دعوت کی جو انہوں نے قبول کرلی جب حضور کو معلوم ہوا تو حضور نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا کہ وہ تو ہمارے جان سے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور انہیں کاذب و مفتری سمجھیں اور تم انکے ہاں دعوت کھاؤ۔ یہ ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔

۲۔ اسی طرح جب آریہ سماج کے جلسہ میں حضور کا مضمون سنانے ہم لوگ گئے۔ اور اس میں حضرت مولوی صاحب بھی تھے تو آریوں نے اسلام اور نبی اسلام کے بارہ میں درشت زبانی اور ہتک سے کام لیا۔ اور ہم لوگ اس میں نقص آجانے کے خیال سے بیٹھے رہے پھر جب آپکو اسی واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ اسی وقت کھڑے ہوکر جواب دینا تھا یا اس مجلس سے چلے آنا تھا بیٹھکر اپنے نبی کی ہتک سننا مومن کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی۔

۳۔ لدھیانہ میں ٹمپرنس سوسائٹی کا جلسہ تھا۔ اس میں حضرت اقدس بھی چلے گئے۔ مختلف فرقوں کے لوگ جمع تھے۔ حاضرین کے علماء نے بہت اصرار کیا کہ آپ بھی کچھ تقریر فرمائیں مگر آپ نے انکی درخواست کو باوجود اصرار کے منظور نہ فرمایا جب ڈیرے پر تشریف لے آئے تو پوچھا گیا کہ حضور نے تقریر کیوں نہ فرمائی۔ ارشاد کیا اگر میں تقریر کرتا تو ضرور تھا کہ میں بیان کرتا شراب سے روکنے والا تو سردار محمد رسول اللہ ہے۔ اسکی ان لوگوں نے اجازت نہ دی تھی۔ اور میں اس تقریر کو جس میں میرے آقا کا نام لیا جانے کی اجازت نہ ہو پسند نہیں کرتا۔

دعا سے مشکلات کا حل آپ ہر امر میں دعا سے کام لیتے۔ اور دعا میں الحمد پڑھتے۔

کہ وہ ایک جامع دعا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور مجھے بہت تکلیف ہے۔ فرمایا استغفار کرو۔ اور دوبارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ یوں دعا کرو یا الٰہی میرا وہ گناہ بھی بخش دے جس وجہ سے مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے۔

آپکی سخاوت حضور کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی آپ سے دوائی مانگتا تو آپ اس کی حاجت سے بہت زیادہ اسے دیدیتے تھے بعض اوقات تمام بوتل ہی اسے عطا کر دیتے۔ ایک دفعہ تریاق الٰہی تیار کیا جس میں کئی ہزار کے جواہرات پڑے اور مجھے یاد ہے کہ پانچ تولے کوئی شخص لایا جو بہت اعلیٰ قسم کے تھے آپ نے وہ بھی اسی میں ڈلوا دیئے ایک صاحب نے دو تین ماشے تریاق طلب کیا تھا۔ آپنے اسے بہت سی مقدار شیشی میں بند رجسٹری کروا کے بھجوادی۔

۲۔ ایک کھیس نہایت خوبصورت اور قیمتی تھا حضور اسپر بیٹھے تھے ایک زمیندار نے یونہی کہا یہ کھیس تو بہت عمدہ ہے آپ نے نکال کر اسی کو دیدیا۔

۳۔ ایک حمائل حضور کے پاس تھی جس کی نسبت فرمایا سب سے زیادہ مجھے یہ حمائل پسند ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یہ حمائل مجھے بخش دیں۔ آپنے فرمایا اچھا۔ کسی نے عرض کیا یہ تو حضور کو بہت پیاری تھی۔ فرمایا سائل کا سوال ایسی طرح رد نہیں کیا جا سکتا۔

حضور کا کشف یہ کثرت دیکھا گیا۔ کہ جن خیالات کو لیکر ایک شخص حاضر ہوا ہے انہی خیالات پر حضور نے تقریر شروع کر دی گورداسپور کے مقدمہ کے دوران میں میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا جس کمرے میں آپکی چارپائی تھی اس میں ایک چھوٹی سی چارپائی میرے لئے بھی تھی۔ آپ کثرت سے رات کے وقت مجھ سے وقت پوچھا کرتے اور کوئی الہام ہوتا تو لکھا لیتے۔ ایک آواز پر میں نہ جاگتا۔ تو پھر دوسری آواز آہستہ دیتے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آپ مجھے تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ ایک روز کا ذکر ہے میں یہ خیال کر رہا تھا کہ آج میں نے کوئی خدمت نہیں کی۔ حضرت اقدس اس وقت ٹہل رہے تھے دیا بکھنے لیا

مفتی صاحب! ہم آپکو اسواسطے تو نہیں رکھتے کہ آپ کوئی کام کیا کریں۔ بلکہ اسواسطے کہ آپ ہمارے پاس رہتے ہیں۔ الہام نکلتے ہیں۔ آپ کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ دل بہلتا ہے۔

متفرقات ایک دفعہ کسی نے عرض کیا حضور ایک بات کو بار بار اپنی کتاب میں لاتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ شاید بھول جاتے ہیں۔ فرمایا وہ سمجھتے ہیں میں بھول جاتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں وہ نہ بھول گئے ہوں۔ اسلئے پھر وہی بات لکھ رہا ہوں کہ کسی طرح کوئی سمجھ جاوے

۲۔ حضرت نے فرمایا کہ استقلال فی اللہ عجیب چیز ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ سنایا۔ کہ وہ تیس سال یہی آواز سنتا رہا۔ کہ تیری دعا قبول نہ ہوگی مگر وہ استقلال سے دعا میں لگا رہا۔ آخر ایک روز اسے ارشاد بار بتلانے کا ہوا کہ تیس سال کے عرصہ میں جس قدر دعائیں تو نے کی ہیں وہ قبول۔

۳۔ مجھے کے اٹھنے کا طریق فرمایا کہ اگر اپنا نام لیکر سوتے وقت کہے کہ مجھے جگا دینا تو آنکھ کھل جاتی ہے۔

۴۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کسی پیدور کے متعلق حضرت ام المؤمنین کی رائے تھی کہ یوں ہونی چاہئے اور مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ کی رائے اسکے خلاف تھی چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت اقدس سے عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا خدا نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے اسلئے میں اسے شعائر اللہ سے سمجھ کر اسکی خاطرداری رکھتا ہوں۔ اور جو وہ کہے وہ مان لیتا ہوں۔

اطلاع ضروری۔ فروری کا پرچہ تمام خریداران تشحیذ کے نام وی پی ہوگا (بجز اُنکے جو پہلے سے منع کر چکے ہیں)

مینیجر

خلفائے راشدین اور یزید کا مقابلہ

شیعہ رسالوں میں سنیوں کے عقائد پر بہت حملے ہوتے رہتے ہیں۔ جب نے نہایت متین
وزمی سے انکے جواب کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے چنانچہ ناظرین تشحیذ پر مخفی نہیں
اسی سلسلہ میں یہ مضمون دیا جاتا ہے جو امید ہے غور سے مطالعہ کیا جائیگا۔ ہمارا
مدعا اصلاح ہے نہ کہ کسی پر حملہ کرنا یا کسی کی توہین۔ ہر مہینے کا رسالہ کئی پرچے شیعہ
دوستوں کو مفت بھجوایا جاتا ہے۔ لیکن رسالہ کا فنڈ اسکا متحمل نہیں۔ اسلئے ناظرین
سے استدعا ہے کہ جن علاقوں میں شیعہ عنصر کی مخالفت ہے۔ وہاں اس رسالہ کے
خریدار پیدا کئے جائیں یا سلسلہ اشاعت کا بندوبست ہو۔ اگر کسی احمدی کے آگے کوئی
شیعہ بھائی اعتراض پیش کریں۔ تو وہ تشحیذ پڑھ کر سنائیں۔ جواب باصواب دیا جائیگا
ہم چاہتے ہیں کہ ان دونوں قوموں میں اتفاق ہو جائے۔ اور غلط فہمیاں جو غلط فہمیاں
ذ حجابات ہیں۔ انکا ازالہ ہو جائے۔

اس مضمون میں ان چیدہ شبہات کا رد ہے۔ جو ایڈیٹر صاحب اصلاح نے اپنے رسالہ
الشمس جلد ۲ نمبر ۱ میں یزید کو خلفائے راشدین سے افضل قرار دیتے ہوئے بڑے تحدی
سے وارد کئے تھے اور وہ شبہات زیر عنوان "یزید کی مدح خوانی اکابر شیعہ کی زبانی" ماہ نومبر
کے تشحیذ میں صاحب ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آخر مضمون مذکور میں جو وعدہ کیا تھا۔ خاکسار
ہیچمدان اب اسکا ایفا کرتا ہے۔

تمہید

ابتک شیعہ و سنی میں جناب علی اور ابوبکر صدیقؓ کے درمیان افضل و مفضول کی بحث
محدود چلی آتی تھی۔ مگر ایڈیٹر اصلاح کی جدت پسندی دیکھئے کہ آپ نے بر خلاف اپنے اسلاف

کہ جناب علی تو درکنار ہے یزید کو بھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیدیا اور اپنے زعم میں افضلیت کے بڑے بڑے لاجواب پہلو نکالے ہیں۔ ماشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایڈیٹر صاحب موصوف معلوم ہوتا ہے کہ اس جدید استدلال پر بڑے نازاں ہیں کیونکہ بار بار اسکا تکرار اصلاح وغیرہ میں کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس راہ کے اختیار کرنے میں نہ صرف اپنے شدت تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ جو انکو خلفاء رسول مقبول صلعم سے ہے بلکہ دیگر فاش غلطیوں کا ارتکاب بھی فرمایا ہے مثلاً

(۱) یزید کو اصحاب ثلاثہ سے افضل ٹھہرا کر اگر اسکی روح کو خورسند کیا۔ تو ضرور ہے کہ جناب علی اور امام حسین کی ارواح کو سخت ناراض کیا کیونکہ حسب اعتقاد شیعہ آل ابی سفیان اور اہلبیت رسول صلعم کے درمیان ازلی عداوت ہے جس کا سلسلہ جب ہی جاکر ختم ہونا ہے کہ امام آخر الزمان ظہور فرمائیں۔ بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ ایران صفحہ

(۲) چونکہ با اعتقاد شیعہ جناب علی شیخین سے افضل ہیں۔ اگر بقول ایڈیٹر صاحب اصلاح یزید بھی شیخین سے افضل ٹھہرا تو دوسرے لفظوں میں گویا یزید کو جناب علی کا بھی ہمشان لیا۔ اس طرح جناب علی کی جو تحقیر و تذلیل ہوتی ہے کیا وہ شیخین کی تحقیر سے کسی طرح کم ہے

(۳) مثل مشہور ہے کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ ابوبکر اور جناب علی کا مقابلہ کیا جائے تو اس کی معقولیت کے لئے متعدد وجوہ موجود ہیں۔ مثلاً دونوں سابق الاسلام ہیں دونوں رسول صلعم کے قریشی ہونیکے علاوہ کئی سالوں تک ابتدائے بعثت سے لے کر وفات نبوی تک رسول صلعم کی صحبت و تربیت سے بہرہ اندوز ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے درجہ پر فاروق و عثمان رضی اللہ عنہم کے نام نامی لئے جائیں۔ تو قرین صواب اور موزون بھی ہے لیکن یزید کا ان مرد سابقون الاولون میں کیا ذکر اور کس مناسبت کی بناء پر اسکو انکا مد مقابل قرار دیا جائے۔ کجا ذی النورین و فاروق و صدیق کجا یزید ابن طلیق ابن طلیق۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

(۱۰) پھر جو وجوہ افضلیت آپ نے شرح فرمائی ہیں۔ وہ بدستور رنگ خوردہ وسطحی بہلاوں کو خوش کرنے والی ہیں تو شعار دین کہا جا سکتا ہے نہ معیار صداقت بلکہ وہ زیادہ تر سوشل (اجتماعی) امور کے رسم و رواج کے رنگ میں ہیں۔ گو ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ہونے جہاں تک قرآن عرش سے کوئی معیار پیش نہ کر سکے اور پیش کئے تو ایسے معیار جن سے جا بجا جاہلیت پرستی کا ثبوت ہو۔

اس تمہید کے بعد اصل شبہات کا جواب زیر عنوان اصلاح و مصلح عرض کیا جاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

اصلاح - خلفائے ثلاثہ منقر کفار سے تھے۔ اور حیدر کا باپ بلکہ دادا بھی مسلمان تھا لہذا اس اعتبار سے بھی وہ خلفائے ثلاثہ سے افضل تھا۔ رسالہ الشمس جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۴۲

مصلح (۱) آپکی یہ وجہ فضیلت شاید سادہ لوح شیعوں کے لئے دل خوش کن ہو۔ تو مگر جسیں کو خدا نے ذرا بھر بھی شعور دیا ہے۔ فوراً جان لیگا کہ اس میں سراسر ایک فریب ہے

(۲) اگر خلفائے ثلاثہ کے باپ جب کافر تھے۔ اسوقت مسلمان ہی کون تھا۔ اکثر مہاجرین و انصار کے باپ کافر ہی تھے اور اسلئے وہ بھی نعوذ باللہ کفار سے تھے کیا حضرت علی کے بھائی عقیل اور عباس عم رسول و چچا علی جنگ بدر میں دوسرے کفار کے ساتھ قید ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں نہیں لائے گئے تھے۔ دیکھو تفسیر صافی زیر آیہ یا ایہا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری۔ کیا پھر ان سب بزرگوں سے ... ٹھہریگا؟

(۳) آپ لکھتے ہیں کہ حیدر کا باپ دادا مسلمان تھا لیکن ایمان سے فرمائیے کہ وہ پیدائشی مسلمان تھے یا اصحاب ثلاثہ اور دوسرے مسلمانوں کی طرح بعد کو اسلام لائے تھے اگر پیدائشی تھے تو ابوسفیان کون تھا جو فتح مکہ سے پہلے تک کفار مکہ کا سردار تھا۔ آپ کے علماء نے تو آیت فقاتلوا ائمۃ الکفر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مراد ائمۃ الکفر سے ابوسفیان

وحاشہ وعکرمہ میں (تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی مطبوعہ یوسفی دہلی) اسی طرح یزید کے باپ کی نسبت بھی دریافت طلب ہے کہ اگر وہ پیدائشی مسلمان تھا تو آپ کے خاتم المحدثین کیوں لکھتے ہیں کہ وفات آنحضرت صلعم سے صرف پانچ ماہ پیشتر بخوف جان آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ ودر احادیث وارد شدہ است کہ اسلام معاویہ پنجماہ پیش از وفات حضرت رسالت بود الخ تذکرۃ الائمہ ۱۳۵ مطبوعہ ایران۔

اگر جد کو مسلمان ہونے تو کیا اصحاب ثلاثہ بھی مسلمان نہیں ہوئے بلکہ یزید کے پردادا سے کئی سال پیشتر اور کیا خلیفہ بلا فصل جناب صدیق کا باپ ابو قحافہ بھی اسلام نہیں لائے تھے اگر شک ہو تو ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ترجمہ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۲۹۔ جہاں لکھا ہے "ابو قحافہ پدر ابوبکر است در سال فتح ایمان آورد" کتاب مذکور کے صفحہ ۰۰ پر ابو سفیان کی نسبت بھی لکھا ہے "در عام فتح ایمان آورد"

بعض لوگ دشمنان کے باپ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ ابو سفیانؓ اور معاویہ کی طرح زمانہ رسالت تک زندہ رہے اور یہ بھی کہ دوسرے کفار کے ہمرکاب ہو کر آنحضرت صلعم سے جدال وقتال کرتے رہے حتیٰ کہ بحالت کفر ہی راہی آخرت ہو گئے بس جب تک آپ یہ ثابت نہ کر سکیں آپ کے کل قسم شبہات بالکل مفتریات اور خرافات نہ سمجھے جائیں؟

اصلاح نسبی حالت اس یزید کی ایسی تھی کہ اسکا دادا ابو سفیان ہمیشہ ابوبکر وعمر کو اذل بطن قریش کہتا تھا۔ اور ابوبکر وعمر ابو سفیان کو سید وشیخ قریش کہا کرتے تھے (نثر ۲ مصلحو ۱۱) ابو سفیان کا قول کسی کے لئے حجت نہیں۔ اگر اسنے ابوبکرؓ وعمر کو اذل بطن قریش کہا بھی ہوگا۔ تو آپکی طرح بمقتضائے جاہلیت پرستی کہا کہ قرآن وحدیث اسکی تائید نہیں کرتے کیا اسی طرح ابو سفیان کے دوست قدیم عبد اللہ بن ابی رئیس منافقین نے اعز بطون قریش رسول صلعم کو اور انکی جماعت کو ذلیل نہیں کہا تھا؟ دیکھو تفسیر صافی ۲۲۴ زیر آیت لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل

(۲) ابو سفیان کے قول کو چونکہ جاہلیت سے اسواسطے منسوب کیا ہے کہ اسلام نے معزز اور مکرم ہونے کا مستحق زیادہ تر اہل تقوے کو قرار دیا ہے اور مختلف قبائل و اقوام کا ہونا شناخت و تعارف کیلئے فرمایا ہے نہ تفاخر کے لئے جیسے جناب رسالتمآب صلعم کے خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے فتح مکہ مکرمہ کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

یا ایها الناس ان الله قد ذهب عنكم بالاسلام نخوة الجاهلية وتفاخرها بآبائها . . . الا انكم من آدم و آدم من التراب وان اكرمكم عند الله اتقكم

یعنی اے لوگو! اب تم اسلام والے ہو تو لازم ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نخوت اور اپنے باپ دادوں پر فخر کرنے کی عادت تم میں سے چلی جائیں سو تم آدم کی اولاد سے ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے اور حقیقت تم میں سے نہایت مکرم خدا کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ تفسیر صافی زیر آیت مذکور۔ مختلف قبائل کی غرض شناخت ہونیکا بارہ میں اسی موقعہ پر تفسیر صافی میں منقول ہے لیعرف بعضکم بعضا لا للتفاخر بالآباء والقبائل یعنی تاکہ ایک دوسرے لوگوں میں شناخت و امتیاز ہو سکے نہ اسواسطے کہ اپنے باپ دادوں اور اپنے قبیلوں والے دوسروں پر فخر و مباہات کریں۔

افسوس ہے کہ ابو سفیان کی طرح آپ بھی اس مبارک تعلیم کو فراموش فرما گئے

(۳) دنیا میں لوگوں کی کچھ عادت بھی ہے۔ کہ غیر تو غیر بعض نفس لوگ اپنی قوم و قبیلے والے بلکہ ایک باپ کے بیٹے بھی ایک دوسرے کو ذلیل ضعیف کہا کرتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ ضعیف نہیں ہوتے شیخ دیکھو تو پر جناب علی کی بابت منقول ہے کہ آپ نے اپنے عم مکرم عباس اور سگے بھائی عقیل کو بھی "رجلین ضعیفین حالیقین" فرمایا اور جناب ملا مجلسی نے یوں فرمایا ہے "دو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس بودند کہ تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل ایشاں را بگ بعد اسیر کردند" حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵

(۴) ابو سفیان نے اگر شیخین کو اول بطور تعریض کہدیا تو اس سے شیخین کی کسر شان نہیں ہو سکتی

کیونکہ خلافت و امارت مسلمین کیلئے صرف قریشی ہونا شرط ہے اور بس بحکم حدیث مسلم فریقین "الائمۃ من القریش" دیکھئے آپ کے قاضی نور اللہ شوستری فرماتے ہیں۔

مطابق حدیث الائمۃ من القریش واجب اصل کی اثبت کرامامت و امامت آنحضرت از قریش اند و از غیر قریش نیست۔ مجالس المومنین ص۹۰ مطبوعہ ایران

اسی طرح خلفائے اثنا عشر و امرائے اثنا عشر کی حدیث جس سے شیعہ صاحبان دوازدہ امام مراد لیتے ہیں اسکے آخر میں بھی مروی ہے "کلہم من قریش" کتاب اکمال الدین صفحہ بابہ مطبوعہ ایران ص۲۳ و ص۲۳

مگر تعجب تو یہ ہے کہ آپکے بزرگوں نے تو ابو سفیان کو سید قریش اور شیخ قریش ہونا تو درکنار اذل قریش بھی نہیں مانا ہے۔ بلکہ اسکو اور سارے بنی امیہ کو رومی النسل عیسائی قرار دیا ہے۔ بنی امیہ در اصل قریش نبودند و امیہ غلامے از عبد الشمس بود و او رومی بود۔ تذکرۃ الائمہ مجلسی ص۔ اسی طرح ملاحظہ ہو تفسیر صافی ابتدائے سورہ روم ص۹۲

(۸) آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ جناب امام صادق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ام فروہ ابوبکر رض کے پوتے یعنی قاسم بن محمد کی بیٹی تھیں۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں "پدر بزرگوارش حضرت امام باقر و مادرش ام فروہ دختر قاسم پسر محمد نجیب ابی بکر بود" تذکرۃ الائمہ ص۱۳۲ و ص۔

آج تمام شیعہ فخریہ جعفری کہلاتے ہیں۔ اور انکی تمام کتب احادیث میں زیادہ تر امام صادق کی احادیث کا مجموعہ ہے۔ پس اگر ابوبکر واقعی ابوسفیان کے کہنے سے اذل البطن قریش ہی نے تھے۔ تو انصاف سے فرمائیے گا۔ اس نسبت کا اثر کتنے بطون طاہرہ کو بھی متاثر کر دیگا۔

(۹) غور طلب تو یہ امر ہے کہ خدا اور خدا کے رسول نے کسی کو شیخ و سید قریش بنایا اور کسی کو اذل قریش۔ ابوسفیان کا شیخین کو اذل البطن قریش کہنا انکی جاہلیت پسندی کو ظاہر کرتا ہے لیکن شیخین کا ابوسفیان کو سید و شیخ قریش کہنا کمال شرافت اور اقتضائے دینداری پر

ودال ہے کیا آپ نے حدیث سید القوم خادمہم کبھی نہیں سنی حدیث مذکور کے لئے ملاحظہ ہو کتاب
من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر۔

(۵) افسوس کہ شیخین کے بغض نے آپکو عدل و انصاف سے اسقدر دور پھینکدیا ہے کہ اپنے ہاں کی مشہور و معروف احادیث و ارشادات بزرگان دین کو بھی آپ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کا حسب و نسب اسکا دین ہے "حسب الرجل دینہ" کافی کتاب الروضہ "لا حسب کحسن الخلق" یعنی حسن خلق کی مانند کوئی حسب نہیں ہے من لا یحضرہ الفقیہ۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بہشت تو واسطے متقی کے ہے اگرچہ غلام حبشی ہو۔ اور دوزخ واسطے گنہگار کے ہے۔ اگرچہ سید قریشی ہو۔ تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی زیر آیت فلا انساب بینہم ص۲۳

اصلاح۔ شیخین کو یہ شرف نصیب ہوا کہ کبھی انکی وصلت و پیوند خاندان بنی امیہ میں کر سکیں مگر یزید ایسا معزز و سربرآوردہ تھا کہ خلیفہ دوم کی پوتی سے عقد کیا۔ تو کیا اسکے بعد بھی کسی کو شرافت نسبی میں یزید کے مشتبہ ہو سکتا ہے؟ انتہی ملخصاً

مصلح (۶) وجہ افضلیت بھی آپ کی جاہلیت پرستی پر دلالت کرتی ہے کیا قرآن و حدیث سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ خاندان بنی امیہ سے وصلت و پیوند کرنا کمال شرافت نسب کی دلیل ہو شاید جناب رسول صلعم نے اسی لئے ابوسفیان کی لڑکی کی خواستگاری فرمائی تھی؟ اگر یہ ٹھیک نہیں ہے تو آپ خود ہی انصاف سے فرمائیے کہ جب شیخین نے فخر اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیوند و وصلت کا شرف حاصل کر لیا۔ تو انکو خود بنی امیہ سے بھی پیوند وصلت کی کیا ضرورت تھی؟

(۷) مگر آپ کی منشاء بجائے خسر بننے کے داماد بننا ہے تو حضرت عمرؓ کو جو جناب علی علیہ السلام کی صاحبزادی ام کلثوم کے عقد سے شرف دامادی نصیب ہوا۔ کیا وہ کم ہے۔ عقد ام کلثوم کے انکار پر آپکو غیر معمولی اصرار ہے مگر خاکسار کے متعدد مضامین کی طرح جو رسالہ تشحیذ الاذہان

گلستان میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے اس مضمون کا جواب ابھی اب تک نہیں دیا ہے۔ جو زیر عنوان ایشاق الوثوق فی عقد ام کلثوم والحاق النجم مطبوعہ ماہ مئی ۱۹۱۱ء میں عرصہ سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۰) اگر یزید نے خلیفہ دوم کی پوتی سے عقد کیا مگر اس پیوند سے وہ معزز اور سربر آوردہ کیسے ہو گیا؟ شیخین کو تو آپ ابھی ابھی اذل بطن قریش ظاہر فرما چکے ہیں۔ پھر اگر یہ عزت و سربرآوردگی کی دلیل ہو سکتی ہے تو آپ کو عثمان بن عفان کے پوتے کو بھی جناب علی سے معزز و سربرآوردہ ماننا پڑیگا جس کے ساتھ فاطمہ بنت حسین یعنی جناب علی کی پوتی کا عقد ہوا۔ "بعد از حسن مثنیٰ فاطمہ بحبالہ نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان در آمد" ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب ۲ صفحہ ۲۱۳

اور اسی طرح حجاج بن یوسف کو بھی معزز و سربرآوردہ ماننے گا جس نے جناب علی کے سگے بھائی حضرت جعفر طیار کی پوتی سے عقد کیا۔ جو بنی امیہ سے تھا لہذا اذل بطن قریش سے بلکہ بقول ولید بن عبدالملک ایک ثقفی غلام تھا "حجاج ابن یوسف دختر عبداللہ بن جعفر ام کلثوم را خطبہ کرد" طراز مذہب مظفری مطبوعہ بمبئی ص ۴۳۹

اصلاح۔ خلافت ابوبکر باعث ارتداد اکثر عرب ہوئی تھی کہ بجز مکہ و مدینہ قریب ہوا ہلا ... پڑھا نہیں گیا غالباً قرب و جوار ہے) کہیں بھی جمعہ نہ کیا جاتا تھا اسی طرح عمر و عثمان کی خلافتوں میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں آدمی مرتد ہوئے اسلام سے خارج ہو گئے۔ بخلاف یزید کے کہ اسکی خلافت میں ایک متنفس بھی مرتد نہیں ہوا۔ الشمس ص ۲۲۰ و ۲۲۱

مصلح (۱) کبرت کلمۃ تخرج من افواھہم اے صاحب اگر ارتداد موجب تحقیر خلافت ہے۔ تو جناب علی کی خلافت کا ارتداد بھی یاد کرنا چاہیے۔ یاد نہ ہو تو میں عرض کر دیتا ہوں تفسیر صافی میں آیت ارتداد یعنی من یرتد منکم عن دینہ کے نیچے بحوالہ تفسیر مجمع البیان امام محمد باقر اور امام صادق سے روایت لکھی ہے کہ اس آیت

کے مصداق اسوقت کے مرتدین ناکثین و قاسطین و مارقین ہیں یعنی اصحاب جمل و صفین و نہروان
اسی طرح تفسیر منہج الصادقین میں آیت مذکورہ کے نیچے مرقوم ہے۔ اب فرمائیے بقول آپکے
جنیہ کی خلافت حضرت علی کی خلافت سے بھی افضل ہوگی یا نہ؟

(۲) آپکو معلوم ہو کہ خلافت ابوبکر کے وقت جو ارتداد ہوا۔ اسکا باعث رسول صلعم کی وفات
ہوئی تھی۔ نہ کہ خلافت ابوبکر رضی بلکہ آپ کے محققین تو یہاں تک لکھ گئے ہیں
بلکہ آپ کے محققین تو یہاں تک لکھ گئے ہیں
کہ جناب رسول صلعم کی زندگی میں ہی تیرہ قبیلے مرتد ہو گئے تھے۔

"در تواریخ مذکور است کہ سیزدہ قبیلہ از اسلام مرتد شدند در آخر عہد رسول اللہ ﷺ" دیکھو
تفسیر منہج الصادقین مطبوعہ ایران صفحہ ۲۴۵ زیر آیت من یرتد منکم

اور کلینی صاحب نے روایت کی ہے کہ بعد رسول صلعم کے تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے
سوائے تین کس (مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ) کے کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ لطف تو یہ ہے کہ اس
امر کا خود آپکو بھی اقرار ہے۔ اسی رسالہ شمس میں آپ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ بلکہ منتہائے کوشش
انکی یہی رہی ہے کہ خوف فتنہ مرتدین سے ایسا کیا گیا۔ جس پر حضرت عمرؓ فرماتے "بیعۃ
ابی بکر کانت فلتۃ" اس جملہ سے صاف طور پر واضح ہو سکتا ہے کہ فتنہ ارتداد خلافت
ابوبکر رضی کے انعقاد سے پیشتر تھا جبھی تو جلدی کی گئی۔ اب مذکورہ بالا فقرہ کا مقابلہ اپنے
اس قول سے کیجئے "کہ خلافت ابوبکر باعث ارتداد اکثر عرب ہوئی" شرم آئے گی یا نہ؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کثرت کے ساتھ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ تو
انکو پھر مسلمان کس نے بنایا ابوبکر صدیق نے یا کسی اور نے؟ باوجود اسکے آپکا ابوبکرؓ
کی ہی خلافت کو موجب ارتداد ظاہر کرنا کسقدر بے انصافی ہے۔ مرتدین کے ساتھ ابوبکرؓ
کے مجاہدات و محاربات دیکھنے ہوں۔ تو تفسیر منہج الصادقین زیر آیت من یرتد منکم
ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہی امر خلفائے راشدین کے فتوحات مشارق و مغارب کی تفصیل

دیکھی ہو تو تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ کا مطالعہ فرمائیے پھر آپکو معلوم ہو جائیگا کہ انکی خلافتوں میں ہزارہا لوگ نامرتدین کا مبالغہ آمیز اعتراض سراسر آپکا افترا ہے یا نہ؟ خلفائے راشدین کے ہمعصر اور رعایا نے اہل اسلام کے حق میں اسقدر بداعتقادی اور سوء ظن کر کے ہزارہا لاکھوں مسلمانوں کو مرتد کہنے میں تامل نہ کیا۔ اور یزید پر اسقدر نظر عنایت کہ اسکے عہد میں آپ نے لکھ مارا ہے کہ ایک شخص بھی مرتد نہیں ہوا کتنے تعجب کی بات ہے۔

قبل اسکے کہ آپ ہم سے یہ تسلیم کرائیں آپکو ثابت کرنا چاہیئے کہ خلفائے راشدین کے وقت کے لاکھوں مرتدوں کو دوبارہ کسی نے مسلمان بنا دیا تھا کہ پھر یزید کے عہد میں ایک شخص بھی مرتد نہ ہوا؟ اور وہ کون بزرگوار تھے جنہوں نے مکہ و مدینہ سے باہر تمام عرب شام و ایران و مصر میں ہزاروں مسجدیں تعمیر کرائیں اور کفر و شرک کو ان ممالک سے نیست و نابود کر دیا اور اسلام کا سکہ چار دانگ عالم میں بٹھا دیا؟ کیا یہ سب کارنمایاں یزید نے انجام دیئے یا اس کے باپ نے یا اسکے داداؤں نے؟ یا سوائے خلفائے راشدین کے کسی اور نے؟

(۳) اور پھر جو آپ نے لکھا۔ کہ یزید کی خلافت میں ایک شخص بھی مرتد نہیں ہوا۔ حیران ہوں کہ اس بے بنیاد دعوے کو بھی آپ کی قلت نظر پر محمول کروں یا شامت تعصب سے یہ رسول پر کہ چونکہ آپ کے بزرگوں سے ایک مشہور روایت مروی ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

"از حضرت امام زین العابدین روایت کردہ اند کہ فرمود کہ تمام مردم بعد از قتل حسین مرتد شدند" مجالس المومنین ص۱۴۴ مطبوعہ طہران ترجمہ یحییٰ ابن ام الطویل اور کتاب رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۱۲۳ رہا یہ امر کہ یہ لوگ سنی تھے یا شیعہ اسکا فیصلہ آپ کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔

اصل امر۔ خلفائے ثلاثہ کی غرض محض بغرض دنیا داری تھی۔ جس سے کسی سنی کو بھی

انکار نہیں ہو سکتا۔ بخلاف یزید کے کہ محض بغرض حصول نجات اس نے تمنا کی۔ الشمس ستمبر
مصطفوی۔ (۱) الشمس کے اسی صفحہ پر آپ خود ظاہر فرما چکے ہیں۔ کہ ابوبکر کی خلافت کی غایت یہ
تھی کہ فتنہ مرتدین بڑھنے نہ پائے آپ کے اصل الفاظ اوپر کے اعتراض کے جواب میں عرض کر چکا
ہوں یعنی یہ کہ "منشاء ما کوشش ابتک یہی رہی ہے کہ خوف فتنہ مرتدین سے ایسا کیا گیا جیسا کہ حضرت
(عمر) نے فرمایا بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ" پھر اسی خلافت کی غرض آپ محض دنیاداری کس
طرح ٹھہرا سکتے ہیں؟ اگر فتنہ مرتدین کا قلع و قمع کرنا دنیاداری ہے تو پھر دینداری کس چیز کا نام
ہے؟

(۲) اگر خلفائے ثلاثہ کی غرض خلافت محض دنیاداری تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب علی اسکے
حاصل کرنیکے لئے کیوں جد و جہد کرتے رہے؟ یہاں تک کہ لکھا ہے کہ جناب سیدہ کو گدھے پر
سوار کرکے اور حضرات حسنین کو ساتھ لیکر ہر ایک انصار کے گھر جا جا کر رات کی نیند بھی حرام کر کے
امداد کی خواستگاری کرتے رہے اور کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

"شبانگاہ علی علیہ السلام فاطمہ را بر حمارے سوار کرد و دست حسنین را بگرفت و ہر روز سرائے
یک یک از انصار بگذشت و طلب یاری نمود و چوں دست نیافت در خانہ نشست" (ناسخ التواریخ
جلد ۲ کتاب ۲ مطبوعہ ایران ص ۲۲)

(۳) ابوبکر صدیق کی خلافت کو محض دنیاداری قرار دینے سے پہلے آپکو ثابت کرنا لازمی تھا کہ رسول
صلعم کی فلاں فلاں ملکوں میں سلطنت تھی یا آپ کی فلاں فلاں علاقوں میں متعدد ذاتی جاگیر تھی جس کو
آپنے چھوڑا یا اتنے لاکھ روپیہ کی مالیت یا سالانہ آمدنی تھی یا آپ کے پاس اسقدر خزانہ عامرہ جمع
تھا جب تو پھر قابلیت ہو سکتی ہے کہ دنیاداری کا متہم قرار دیا جائے۔ ورنہ ناحق اتہام دنیاداری
کے لگانا افتراء پردازی یا بہتان بندی ہوگی جو متقین کی شان کے سراسر خلاف ہے۔

(۴) آنحضرت صلعم کی دنیاداری کا حال بتلانے کے لئے ایک شیعہ فاضل کی شہادت ہدیہ
ناظرین کیجاتی ہے "ثم توفی وعلیہ دین ودرعہ مرھونۃ بطعام اھلہ۔ ما ترک

درہماً ولا دیناراً ولا شید قصراً ولا غرس نخلاً لعقب ولا شق نہراً کتاب تحفۃ علامہ قطب الدین رازی باب ۵ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹۳ یعنی آنحضرت صلعم فوت ہوگئے اس حال میں کہ آپ پر قرضہ واجب تھا اور آپکی زرہ کسی کے پاس گروی تھی جہاں سے اپنے گھر والوں کے لئے آپ نے خوراک حاصل کی تھی نہ آپ نے کوئی درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی محلسرائے تعمیر کرائی نہ کوئی باغ اپنے لئے لگایا نہ کوئی نہر کھدوائی۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ ایسے اجکل اسے تو بادشاہ یا رئیس کی وفات پر خلیفہ بننے کے لئے کس دنیا پرست کا دل للچا ئیگا ؟

تاریخ شاہد ہے کہ جو حال دنیاداری کے بارہ میں آنحضرت صلعم کا تھا۔ وہی جو حال صدیق کا بھی تھا آپ نے بھی تمام عمر کمال زہد و تقوے میں بسر کردی نہ کوئی بیٹے کا محل بنایا۔ نہ باغ لگایا نہ کوئی مال جمع کیا نہ اپنی اولاد کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کمال اتباع نبی صلعم کی بنا پر بھی آپ رسول صلعم کے خلیفہ برحق ثابت ہوتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و علی خلفائہ۔

اصل امر۔ خدا نے یزید کو ایسا تمکین فی الدین دیا تھا کہ باوصفیکہ صحابہ اسکی شراب خوری کو دیکھتے ہیں۔ اسکے انواع و اقسام کے فجور سے مطلع مگر حضرت ابن عمر اسکو خلیفہ راشد بتاتے ہیں ۔ شمس ص ۴۳

مسلم (۱) شراب خوری کو یزید کے تمکین فی الدین کی مثال میں پیش کرنا بھی آپ جیسے شیعہ محقق کا ہی حصہ ہے یہ بھی خلفائے راشدین کے ساتھ بغض رکھنے کی شامت ہے۔ ورنہ خدا نخواستہ آپ ایسے جاہل نہیں تھے کہ تعصب کے جوش میں ایسے دور از عقل و فہم شبہات پیش کرتے

(۲) یزید کی شراب خوری پر صحابہ مانع نہ ہوئے تو آپ کے نزدیک یہ اسکے تمکین فی الدین کی دلیل مشہر گئی واہ واہ میر صاحب !

بھلا غضب فدک تو بقول شما انجوری سے زیادہ وزن رکھتا ہے یا بحسب عقیدہ شیعہ غصب خلافت و غصب فدک ایذا
بُرے سے لوگ متقلب ہیں؟ پس بقول آپ کے اگر شرائط بخوری ہی تمکین فی الدین کی علامت ہو سکتی ہے۔ تو
غصب خلافت کیوں اسکی علامت نہیں ہو سکتی؟ یا کیا ان ارتکاب کبیرہ و کثیرہ کے وقت
پر صحابہؓ مدینہ میں موجود نہ تھے؟

دوسرے صحابہ کو جانے دیجئے وہ بارہ ہزار خاص صحابہ کہاں تشریف لے گئے تھے
جن میں نہ کوئی قدری تھا نہ مرجی نہ حروری نہ معتزلی۔ حیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد دوم
(ص ۶۱۱) رہا عبداللہ ابن عمر کا یزید کو خلیفہ راشد کہنا تو اسکا موقعہ و محل بھی آپ نے بتایا ہوتا کہ کس
وقت میں انہوں نے کہا تھا؟ اور کون سی ایسی خاص ضرورت شدید واقعہ ہو گئی تھی۔ اگر انہوں نے
بغرض دفع فتنہ و فساد ملت اسلام یزید کو خلیفہ راشد کہہ بھی دیا ہو تو کیا ہوا۔ وہ دیکھ رہے تھے
کہ مدینہ والوں میں لشکر شام کے مقابلہ کی تاب نہیں۔ مدینہ میں کوئی باقاعدہ فوج تھی
نہ کوئی سپاہ تھی۔ پھر وہ غیر معصوم بھی تھے۔ لیکن انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں
کی۔ تعجب تو جناب امام حسن علیہ السلام پر ہے جن کے پاس چالیس ہزار لشکر جرار شیعیان
حیدر کرار کا موجود۔ جلاء العیون اردو ص ۲۳۳۔ جن کے قبضہ قدرت میں عصائے موسیٰ اور
انگشتری سلیمان موجود اسم اعظم کے ۷۲ حروف ورد زبان اور پھر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت
فرمائی اور خلافت جیسی عظیم الشان امانت کو انکے ہاتھ میں دیدیا۔ آج اسی عمل کے ایک نسخہ
کو مہاجرین الاولین اور یزید کی خلافت و مراتب ذاتی میں کوئی تفاوت نظر ہی نہیں آتا۔ اور
ہم سے نہایت تحدی کے ساتھ دریافت کرتا ہے لیکن اسکے لئے وہی جواب موزوں ہے
جو جناب علیؓ نے امیر معاویہ کو لکھا تھا کہ

"وما انت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء وابناء الطلقاء والتمييز بين المهاجرين وترتيب درجهم وتعريف طبقاتهم۔

(۲) خلافت رسول خیرہ

ابوبکر صدیق اور دوسرے خلفائے راشدین کی خلافت جامع خلافت نبوت ہے۔ اور یزید کی خلافت یعنی سلطنت محض۔ آپکی نظر میں دونوں میں کچھ تفاوت نہیں لیکن یا ذلک الجمل و اشتباہ رفع ہو جاتا ہے ۔ شنو

اصول کافی میں ایک روایت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت نبوت کا سلسلہ جناب علی علیہ السلام کی زندگی تک تھا۔ جس دن آپ فوت ہو گئے یہ سلسلہ مبارک بھی منقطع ہو گیا۔ الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ اصول کافی ص ۲۹۹ باب مولد علیؑ۔ اور اس سے تو آپکو بھی انکار نہیں ہوگا کہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہوئی کی خلافت جناب علی سے پہلے ہو چکی تھی۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہونگے کہ یزید بعد وفات جناب علی خلیفہ ہوا تھا۔ فرمائیے اب بھی آپ ثلاثہ رضی اور یزید کی خلافت میں تمیز کر سکیں گے یا نہیں؟

(۳) سیرت دو خصوصیات کا ذکر ہو چکا اب یہ تیسری خصوصیت فیما بین اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم و یزید کے ہے۔ اصحاب ثلاثہ کی سیرت وہ مبارک سیرت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے یزید کے باپ کو خلافت سپرد کرتے وقت جو عہد نامہ لکھوایا اس میں اس سے اقرار لیا کہ بعد کتاب و سنت رسول صلعم خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرتا رہیگا چنانچہ اصل عبارت فی فصل مجلسی کی کتاب سے عرض کیجاتی ہے۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم صلح کرد حسن بن علی بن ابی طالب با معاویہ بن ابو سفیان بر اس شرط پر صلح کی کہ در میان مردم بکتاب خدا و سنت رسول و سیرت خلفائے شائستہ عمل کرے" بالفاظہ جلاء العیون اردو مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۸

اور مجھے تعجب ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی یزید کی بیعت کر لی حالانکہ امام حسین علیہ السلام کو دیکھ چکے تھے کہ شہادت گوارا کی مگر بیعت یزید کی ذلت گوارا نہ کی بیعت یزید کے لئے ملاحظہ ہو فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۱۵

پس اگر ابن عمر کی زبانی خلیفہ راشد کہنے سے آپ یزید کو متمکن فی الدین کا سرٹیفکیٹ دے

سکتے ہیں۔ تو امام زین العابدین کی عملی بیعت سے تو یہ دعویٰ اور اسکا متحق ہے

اعتراض مندرجہ شمارہ کی کونسی علامت شان خلافت تھی جو خلفائے ثلاثہ میں پائی گئی اور یزید میں پائی نہ گئی؟ المشتہر

مصلح - ایسے امتیاز تو بے شمار ہیں مگر میں بخوف طوالت حسب ارشاد صرف وہی بیان کرونگا جو متعلق خلافت ہیں

(۱) ہجرت اور اسکے ثمرات

(ا) سب سے مقدم امر امتیاز درمیان یزید اور خلفائے راشدین کی ہجرت ہے جو نہ یزید کو نصیب ہوئی نہ اسکے باپ کو نہ اسکے دادا کو کیونکہ وہ بعد فتح مکہ ایمان لے آئے وقال رسول اللہ لا ہجرت بعد الفتح

ب - اصحاب ثلاثہ نہ صرف مہاجرین میں افضل ہیں بلکہ مہاجرین اولین میں بھی ممتاز ہیں جناب علی علیہ السلام نے اپنے ایک مراسلہ میں جو یزید کے باپ کو تحریر فرمایا تھا فرماتے ہیں کہ شوریٰ خلافت کا حق مہاجرین و انصار کو ہے اگر وہ کسی شخص پر متفق الرائے ہو جائیں اور اسکو امام سے موسوم کریں تو خدا کے نزدیک بھی وہ امام پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو شرح علامہ ابن میثم جز و ۴ مطبوعہ ایران انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار الخ

ج - اسی طرح ایک اور مراسلہ میں جناب علیؑ یزید کے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واعلم انک من الطلقاء الذین لا تحل لہم الخلافۃ ولا تعرض فیہم الشوریٰ" ابن میثم جزو ۴۔ یعنی تم جانتے ہو کہ تم طلیقوں میں سے ہو جنکو خلافت کا کوئی استحقاق ہے نہ شوریٰ کرنے کا

د - امیر معاویہ نے ایک مراسلہ میں جناب علیؑ کو تحریر کیا اور تمہید میں حضرت صدیق و عثمان کی تعریف کی اور بعد اسکے اپنے اصل مقصد کو لکھا اسکے جواب میں جناب علیؑ فرماتے ہیں وما للطلقاء وابناء الطلقاء والتمییز بین المہاجرین الخ (ابن میثم جلد ۳۰۳) یعنے

طلیقوں اور طلیقوں کی اولاد کو کیا پڑی ہے کہ وہ مہاجرین کے درمیان تمیز کرتے پھرتے
ہیں۔ کہ جناب علی تو مہاجرین کو خلیفہ بنانا تو سمجھتے تو خلیفہ بنانے تک مہلت نظر کریں۔ اور
اس طرح انکے ساختہ پرداختہ کو خدا کا ساختہ پرداختہ ارشاد فرمائیں بالمقابل اسکو یزید تو بجائے
خود اسکے باپ کو بھی طلیق ابن طلیق کا خطاب دیں۔ اور پھر فرمائیں کہ مہاجر نہ ہونے اور طلیق ہونے
کی وجہ سے تم کو خلافت کا حق ہی نہیں پہنچ سکتا۔ نہ تمہارا شوریٰ مقبول ہے۔ یہاں تک کہ
تم کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ مہاجرین کے مراتب و مدارج میں تمیز کرنے کی جرأت کرو
معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام میں حسن سیرت میں خلفائے راشدین ضرب المثل ہو گئے تھے
پھر نہ صرف عوام میں بلکہ خواص میں بھی اور نہ صرف بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ میں بھی۔ جب ہی تو
امام حسن علیہ السلام یزید کے باپ سے انکی متابعت پر کاربند رہنے کا اقرار تحریری لے
رہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ نہ امام حسن انکے اسمائے گرامی لکھواتے ہیں نہ امیر معاویہ
ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کون سے خلفائے راشدین۔ گویا دونوں کو بخوبی معلوم ہے
پھر نام گننے گنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں ٭ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

خدا کی شان ہے کہ آجکل کے امام زادوں کو ان ہی خلفاء کی خلافت بلکہ اسلام لانے
سے بھی انکار ہے۔ اور یزید کو مقابل بنا کر شیعہ خلافت کرنے پر اصرار ہے۔ امید ہے کہ
سردست اسی قدر کافی ہوگا۔ ورنہ یار زندہ صحبت باقی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(دیکھو رسالہ خادم حسین حصہ دوم)

حیاتِ نور الدین
حضرت خلیفۃ المسیح کی سوانح عمری حصہ اول۔ مرتبہ اکبر شاہ خان صاحب حجم قریباً ۴۰۰ صفحے قیمت ۱۲

ملنے کا پتہ
دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور

دستانے

جانور تو جانور بے جان بھی ہیں ہمکلام — گرچہ آدم زاد اکثر سے کریں گے کم کلام
آج دستانے سے پوچھا میں نے یہ کیا بات ہے — ہاتھ میں محبوب کے ہر وقت تیرا ہاتھ ہے
دست محبوب خوب لیتے ہو جب ملا ہوتے نہیں — ساتھ چھٹتے نہیں ہے وہ کیوں تم سے جو نہیں
مجھ کو بھی اللہ تو آگاہ کر اس راز سے — تاکہ میں بھی پا سکوں حصہ اسی اعزاز سے
ہاں مشکل قسمت خوش ایمان کر مجھے — مہربانی ہے اسی فعل میں ہاں کرے مجھے
کیا جواب اچھا ملا مجھ کو جو اس نے کہا — بھول جا کس طرح جس سے مرا دل شاد ہے

اپنی ہستی کو مٹا کر شکل پائی دوسری — جب کہیں جا کر ملی یہ سرفرازی یہ بہتری
پہلے بیس کو ماگیا۔ دھنکا گیا۔ کاتا گیا — یعنی چرخ چرخ پر چکر کئی کھاتا گیا
پھیری اس نے نہیں سوئیوں کی [illegible] — اور ہر اک دار پہ موتوں کی [illegible] کتنی
بس ابھی تو وہ [illegible] میرا ابھی [illegible] — اور لگے رنگ میں رنگین بالکل ہو گیا
یعنی نکلے [illegible] جب نکل کر [illegible] — ہو گئی فوراً ہی پوری آرزوئے وصل یار
اپنی ہستی کھو چکا تو اک نئی ہستی ملی — جان [illegible] ہے۔ لیکن بہت ہستی ملی
بات جب سمجھی تو نکلی۔ واقعی بالکل درست — اور تشبیہ [illegible] دلیل یہ جام و کل درست
میرا احمدی جب بنا جب محمد میں [illegible] — اک حیات تازہ پا کر خود محمد ہو گیا
دل اٹھا۔ احمد [illegible] احمد شد پدید — در حرم [illegible] غلام احمد شد اسم [illegible]
پھر ہوئی خدا توحید کی پیدا کلید — پھر حرم میں [illegible] ہم مسلمانوں نے عید
وہ وہی تھا اور لگے رنگ میں رنگین تھا — پھر وہ اسلام [illegible] جانی [illegible] تھا
تو بھی اکمل ہو [illegible] حضرت [illegible] — تو بھی [illegible] الفت محبوب خوش

نورِ پر شمعِ رسالت کے ابھی پروانہ ہو — جان بھی جائے تری تو اسکی کچھ پروا نہ ہو

ایکدن آئیگا ایسا تو بھی وہ ہو جائیگا — اسکو پائیگا جب اپنا آپ تو کھو جائیگا

ارو دستان بخشیگا تجھے قلبِ سلیم — اور تو بھی دیکھ لیگا جلوۂ طورِ کلیم

پاک ہو جائیگا جب تو ہر طرح کے عیب سے — دستیاری پائیگا پھر ایک دستِ غیب سے

مثلِ استادہ تجھے ہر سُو محبوب ہو — عاقبت محمود صحبت صحبت مرغوب ہو

یہ دعا منظور کریگا مرا مولے کریم — اپنے بندہ پر نہایت مہربان ہے اور رحیم

ریویوز

ادعیۃ القرآن کوئی دس سال کا عرصہ گزرا ہے ہمنے قرآن مجید کی دعائیں نثر و نظم اردو ترجمہ کیساتھ شائع کیں اسکے بعد ایکسال نبوی احادیث کی تمام ضروری دعائیں جمع کیں اور انکو ترجمہ باعراب شائع کیا جو ادعیۃ الاحادیث کے نام سے بقیمت ۲ر دفتر تشحیذ سے ملسکتی ہے اسکیساتھ ادعیۃ القرآن کے لئے بھی درخواستیں آتی تھیں۔ مگر اسکا ایڈیشن اول ختم ہو چکا تھا اسلئے ہمنے ان اشعار پر نظر ثانی کی ہے قرآن شریف کی تمام دعائیں نثر و نظم ترجمہ کے ساتھ مرتب کیں جنہیں برادر محمد وزیر خاں نے چھپوا دیا ہے وہ صفحے کا رسالہ ہے ہر دعا با اعراب لکھی ہے اسکے نیچے تحت اللفظ ترجمہ پھر اسکے نیچے اشعار جن سے ہر شخص کے مناسب حال یہ دعائیں ہو گئی ہیں نظم کے بعض اشعار کی بندش چست نہیں مگر بحیثیت مجموعی نظم اچھی ہے۔ اور دعائیں تو وہ ہیں جو حضرت ارحم الرحمین نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائیں قیمت ۳ر ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح حضرت اقدس کی ایک تصنیف ہے ۰ صفحے ورق چھاپے گئے ہیں قیمتی نصیحتیں ہیں نیز اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ تین صدیاں گزرنے پر صورت ہی صورت رہ جائیگی قیمت ایک پیسہ ۱۰۰ ایک روپیہ

اسلام یہ ایک نہایت دلچسپ لیکچر ہے جو برادر محمد خلیل الرحمن صاحب احمدی جالندھری نے

مقام کراکستان میں دیا۔ اس میں توحید رسالت پنج ارکان اسلام کو بہت موثر طریق سے پیش کیا گیا اور
پھر مسیح موعود کا ذکر ہے قیمت معلوم نہیں۔ احباب اسکی اشاعت میں سعی بلیغ فرماویں۔

ایک ٹریکٹ جسکا نام سلام کو دست علمائے دیوبند ہے۔ اس میں مسیح کی وفات کا ثبوت
آیات سے دیا ہے اس سے پہلے سہارنپور سے مولوی عبد العزیز صاحب محلہ انصاریاں سے
ایک ٹریکٹ شائع کر چکے ہیں جس میں ہر آیت کو منطقی رنگ میں خصم کے آگے پیش کیا گیا ہے قابل
اشاعت ہے۔ دونوں کے ملنے کا پتہ محمد یامین تاجر کتب قادیان

بڑی جنتری ۱۹۱۴ء ہماری پریس شہر کانپور کی بڑی جنتری جو نفاست میں تمام شائع ہونے
والی جنتریوں سے بڑھی ہوئی ہے ہمارے پاس آئی ہے یہ جنتری ۱۹۱۴ء کی ہے۔ جس میں
عثمان خان بانی سلطنت عثمانیہ غازی محمد خان ثانی فاتح قسطنطنیہ سلطان عبد الحمید خان ثانی
سلطان محمد خامس کی تصاویر کے علاوہ تاریخ افغانستان کے سلسلہ میں اورنگزیب۔ محمد شاہ
نادر شاہ۔ احمد شاہ درانی کے حالات مع تصاویر درج ہیں۔ اصل کاغذ پر عمدہ قیمت ہے۔ محمد
رحمت الصمد رعد کے نام سے طلب کیجئے

آیات بینات سالانہ مولوی کا رسالہ ایک عیسائی تصنیف آیات اللہ کے جواب میں شیخ رحیم بخش
صاحب نو مسلم محمد حسن منشی کے قلم سے۔ اس میں شیخ صاحب نے قرآن مجید کے ان الفاظ روح
اور خلق نکلم فی المھد کی تشریح کی ہے جن سے پادری مسیح کی الوہیت یا ابنیت کا استدلال
کرتے ہیں۔ اور پھر جن معجزات کی بنا پر مریم کے بیٹے کو خدا بنایا جاتا ہے۔ وہی معجزات دیگر انبیا
کے بائبل سے دکھائے ہیں پھر کچھ پولوس کی کارروائیاں جتائی ہیں شیخ صاحب گھر کے بھیدی
ہیں بائبل پر خوب نظر رکھتے ہیں اسلئے یہ رسالہ مفید ہے قیمت اعلیٰ عہ ادنیٰ ۲ر ملنے کا پتہ
معرفت تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

ہمارا شفیع کون ہے؟ عیسائیوں کے رسالہ ہمارا شافع کون ہے اسکے جواب میں جس میں مولف نے
پہلے تو ایک تمثیل کے ذریعہ کفارہ کو باطل ثابت کیا ہے پھر تورات و انجیل سے حوالے

دیکر یہودی اور اعمال کو ضروری بتایا ہے۔ اور ساتھ ہی دکھایا ہے کہ نبی اجر اور سزا کے متعلق جو وعدہ دیتے ہیں اسکا کچھ حصہ دنیا میں ہی پورا ہو جاتا ہے۔ پس کفارہ کے متعلق کون سا حصہ دنیا میں پورا ہوا۔ کیا یسوعی اس سزا سے بچ گئے جو اس دنیا میں ملتی ہے غرض کفارہ کا کئی پہلوؤں سے اور کئی دلائل سے رد کیا ہے۔ اور پھر کفارہ کی بنیاد یعنی مسیح کے صلیب پر چڑھنے کے مسئلہ پر خوب بحث کی ہے اور اس علم کلام سے کام لیا ہے جو ہر احمدی کو مسیح موعود سے ملا ہے۔ اسکے بعد آپ نے شفاعت کے مذہب سے واضح کئے ہیں اور رسول اللہ کے استغفار کو انکی معصومیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول اللہ کے قول و فعل کو خدا نے اپنا قول و فعل فرمایا ہو

گو مسیح بھی ایک بشر ہیں۔ اور بیٹا کہا گیا تو کچھ بات میں بہت بیٹا کہلاتا رسالت

ہم انہیں رسول کہتے مسیح کو جو ہے۔ تو نہیں انکی سے اسکو غرض یہ حضرت

ماہ فروری کا تشحیذ تمام
خریداروں کے نام وی۔پی ہوگا
بجز انکے جو پہلے سے منع کر بھیجیں +
مینیجر

مسیح موعود کی تحریروں کا جا بجا اقتباس ہے اور اسی لحاظ سے قابل قدر ہے مولوی عبد السلام صاحب رسالہ تشحیذ کے پبلشر ہیں۔ وہ لوگ خرچ کرینگی بجائے تشحیذ میں ایسے مضامین دے سکتے ہیں۔ اس رسالہ کی اشاعت بھی ہو جاویگی قیمت ۲ر ملنے کا پتہ معرفت تشحیذ قادیان

مکاشفات	البشریٰ	آثار مبارکہ	خطبات نور حصہ اول	خطبات نور حصہ دوم
۳ر	۲ر	ار	۲ر	۴ر

یہ سب کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے ملتی ہیں

(۲) رسالہ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح مؤلفہ پیر مہر علیشاہ گولڑوی کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔

"کافہ اہل اسلام مسیح ابن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں۔ الا بعض اہل تحقیق جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں"

ہمارا نوٹ۔ پیر جی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ اہل تحقیق حضرت مسیح کی وفات کے قائل ہیں۔ اور انکا نزول بھی برزخی مانتے ہیں۔ مگر افسوس کہ پیر جی صاحب اہل تحقیق سے روگردانی کر کے کافہ اہل اسلام کی طرف بالطبع زیادہ جھک پڑے ہیں۔ خدا انکو ہدایت دے۔

(۳) مولوی اشرف علی صاحب تہانوی نے اپنی کتاب الخطاب الملیح کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے "ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپکو (حضرت مسیح کو) ناقل وفات دی گئی ہو۔ اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں جیسا کہ بعض سلف اسکے قائل بھی ہوئے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں زیر متوفیک الیک وھو مروی عن ابن عباس و محمد ابن اسحٰق قالوا والمقصود ان لا یصل اعداؤہ من الیہود الی قتلہ ثم انہ بعد ذلک اکرمہ بان رفعہ الی السماء ثم اختلفوا علی ثلثۃ اوجہ احدھا قال وھب توفی ثلث ساعات ثم رفع ثانیھا قال محمد بن اسحٰق توفی سبع ساعات ثم احیاہ اللہ ورفعہ الثالث قال الربیع بن انس انہ تعالیٰ توفاہ حین رفعہ الی السماء"

مذکورہ عبارات منقولہ بالا کو پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی ابراہیم کا یہ دعوی کہ حیات مسیح پر علمائے سلف و خلف مفسرین محدثین و فقہاء و مجتہدین کا اتفاق و اجماع ہے کہاں تک درست ہے۔ ایمان اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ مولوی صاحب اب اپنے لغو اور باطل دعوے سے باز آ جائیں۔ اور آئندہ کبھی اس اتفاق و اجماع کا ذکر زبان پر نہ لائیں کیونکہ ایک اختلافی مسئلہ کو اجماعی عقیدہ قرار دینا دیانت اور امانت سے نہایت بعید

یہ ہم مانتے ہیں کہ خیر القرون کے بعد فیج اعوج کے زمانہ میں بہت سے عجمی نسب پرست مفسرین
نے اصل تعلیم قرآنی پر بیجا حواشی چڑھا کر اہل اسلام میں اختلافات کے دروازہ کو کھول دیا
اور منوّر اسلام کو انواع و اقسام کی بحث پیچیدگیوں کا موقعہ دے دیا ہے مگر اب وقت آگیا تھا
کہ معیار کتاب و سنت پر حق و باطل کو پرکھ کر کھوٹے اور کھرے میں نمایاں فرق دکھلا دیا
جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا جائے اسلئے حضرت مسیح موعود
نے دنیا میں آکر حکمٌ و عدلٌ اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق کر دیا
اور تعیینِ وفات مسیح کے حق میں ڈگری دے دی۔ اب شکست یافتہ لوگ اس فیصلہ کو قبول
کریں یا نہ کریں یہ انکا اختیار ہے۔

دوسری وجہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں واؤ کا ترجمہ پھر کیا ہے۔ اس میں
انہوں نے لغت بلاغت نحو و اصول جملہ علوم کے خلاف کیا ہے خواہ دیدہ دانستہ ہے خواہ
غلطی ہوئی ہے اسکی تفصیل حصہ اول کے صفحہ ... پر گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ واؤ
عطف مطلق جمع کے لئے موضوع ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی چنانچہ کافیہ میں ہے
الواو للجمع المطلق لا ترتیب فیہا یعنی واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ اس میں ترتیب
نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح دیگر کتب نحو میں ہے . . . . الی قولہ فوت کریگا"

جواب از ریویو نگار۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیفات
کو جن لوگوں نے سرسری نظر سے بھی دیکھا ہوگا۔ وہ اگر انصاف پر آجائیں تو یہ شہادت
دے سکتے ہیں کہ حضرت اقدس علی العموم لفظی ترجمہ نہیں بلکہ تفسیری ترجمہ کیا کرتے
ہیں پس مولوی صاحب کی یہ طالبعلمانہ نکتہ چینی کہ مرزا صاحب نے واؤ کا ترجمہ پھر کیا
ہے سراسر خلاف واقعہ ہے۔ خواہ دیدہ و دانستہ ہے خواہ غلطی اور سہو سے حضرت صاحب کا
ترجمہ جو مولوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ وہ خود اسبات پر شہادت دے رہا ہے کہ حضرت
اقدس نے واؤ کا ترجمہ اور کیا ہے۔ اصل الفاظ حضرت اقدس کے یہ ہیں۔

کے جیسے میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں
پس ظاہر ہے کہ واو کا ترجمہ اور کیا گیا ہے۔ اب یہی یہ بات کہ لفظ اور کے بعد جو لفظ پھر استعمال
ہوا ہے۔ وہ کس لفظ کا ترجمہ ہے پس واضح ہو کہ جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت
صاحب کا یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ تفسیری ہے چونکہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے یہ امر یقینی طور پر
ثابت ہے کہ مومن کی وفات کے بعد اسکی روح کا رفع خدا تعالے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے
قرآن و حدیث کے اس مفہوم کی طرف ناظرین کے ذہن کو منتقل کرنے کے لئے حضرت اقدس نے
لفظ واو کا ترجمہ اور کے بعد تفسیری طور پر لفظ پھر استعمال کیا۔ مگر کسی نے سچ کہا ہے۔ س
ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔ چونکہ ملا ابراہیم اپنے علمی تبحر کا غرہ دکھانے کیلئے کافیہ کی
عبارت نقل کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اور پھر آپ کی سمجھ شریف کا کیا کہنا اسلئے وہ نکات معرفت
جو حضرت اقدس کی تحریروں میں پائے جاتے ہیں۔ ملا صاحب کے چھوٹے سے دماغ میں سما
نہیں سکتے۔ بلکہ وہ نکات معرفت آپکو اُلٹا بالکل خود اصول جملہ علوم کے خلاف معلوم
ہوتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

کافیہ کی عبارت والواو لجمع المطلق سے مولوی صاحب نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ حرف
واو جمع ترتیبی کے منافی ہے۔ اگر انہوں نے واقعی ایسا ہی سمجھا ہے تو پھر انکی جہالت میں
کچھ شبہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ واؤ مذکور سے ترتیب بہر حال لازم نہیں آتی۔ ہاں
ترتیب اکثر پائی جاتی ہے۔ اور اسکے خلاف کم وقوع میں آتا ہے جیسا کہ شرح جامی مطبوعہ مطبع
نظامی کے حاشیہ صفحہ ۳۰۹ پر کافیہ کی عبارت والواو لجمع المطلق کے ماتحت بحوالہ محشی
لکھا ہے

"والترتیب اکثر و عکسہ قلیل کذا فی المغنی تکملہ"

پس ہم کوئی نہیں دیکھتے کہ آیت کریمہ انی متوفیک و رافعک الی کی تحریر میں واؤ سے جو ترتیب

اکثر پائی جاتی ہے۔ وہ ترتیب کیونکر ثابت ہو جائے اگر مولوی صاحب کوئی ایسی وجہ پیش کر سکیں جس سے آیۃ زیر بحث میں ترتیب عقلاً یا نقلاً باطل قرار پاتی ہو تو البتہ اس موقع پر ترتیب مراد نہ ہوگی۔ مگر مولوی صاحب کوئی وجہ نہیں دکھلا سکے۔ لہٰذا آیت کریمہ انی متوفیک و رافعک الی کے معنی بیان کرتے وقت ترتیب آیت قرآنی ملحوظ رکھنے کے لئے ایک دلیل تو مولوی صاحب کے اس اعتراض سے ہی پیدا ہو گئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مولوی صاحب اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں

"قرآن شریف منتظم اور مربوط کلام ہے۔ اس کا کلمہ کلمہ اور آیت آیت ایک دوسرے کے ساتھ عجیب طور سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس سے پہلے کی آیات پر نظر کریں۔ تاکہ ظاہر ہو کہ اس سے مقصود خداوندی کیا ہے"

پس رافعک الی کے معنی بیان کرتے وقت خود مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق اس سے پہلے کی آیت یا کلمہ یعنی انی متوفیک پر نظر کرنا ضروری ہے۔ اور اسی کو ترتیب کہتے ہیں جس سے مولوی صاحب کوسوں بھاگتے تھے۔ فقیر شکر ہے کہ کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

(۳) علاوہ بریں احادیث صحیحہ پر غور کرنے سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ تفسیر القرآن کے لئے ترتیب الفاظ قرآن کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری امر ہے۔ چنانچہ اس بیان کی تائید کے لئے بعض حدیثیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں جن سے یہی اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔

(۱) تلخیص الصحاح جلد دوم صفحہ ۰۰ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہوئے پھر آپ نے حجر اسود کو چوما پھر آپ اپنے داہنے چلے تو آپ نے تین طواف میں رمل کیا اور چار طواف معمولی رفتار سے کیا۔ پھر آپ مقام ابراہیم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور وہاں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اس طرح کہ مقام آپ کے اور بیت

کے درمیان تھا۔ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پھر آپ حجر اسود کے پاس آئے اور اسکو چوما۔ اسکے بعد آپ صفا کی جانب تشریف لیگئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ مسلم مالک ترمذی نسائی اسکے راوی ہیں۔

(۲) کتاب مذکورہ کے صفحہ ۹۰ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سنا جب آپ نے مسجد سے نکلکر صفا کی طرف جانیکا قصد فرمایا۔ آپ نے یہ فرمایا کہ ہم بھی اسی سے شروع کرتے ہیں جس سے خدا تعالےٰ نے شروع کیا ہے۔ پھر آپ نے صفا سے شروع کیا۔ مالک ترمذی نسائی اسکے راوی ہیں۔"

مترجم نے اسپر حاشیہ میں یہ نوٹ لکھا ہے "ان الصفا والمروۃ میں خدا نے پہلے صفا کا ذکر فرمایا ہے"

(۳) بلوغ المرام مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۱۳۲-۱۳۶ میں لکھا ہے

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج فخرجنا معہ ..... حتی اذا اتینا البیت استلم الرکن فرمل ثلاثا ومشی اربعا ثم اتی مقام ابراھیم فصلی ثم رجع الی الرکن فاستلمہ ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ابدا بما بدا اللہ بہ فرقی الصفا حتی رای البیت ..... ثم نزل الی المروۃ"

(ترجمہ) روایت ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے حج کو ..... یہانتک کہ جب ہم آئے بیت اللہ میں آپ نے چھوا رکن کو پھر اکڑ کر چلے تین بار اور موافق عادت کے چار بار پھر آئے مقام ابراہیم کے پاس اور نماز پڑھی　　پھر آپ حجر اسود کے پاس لوٹکر گئے اور چوما اسکو پھر اس دروازہ سے نکلے جو صفا کی طرف ہے پھر جب صفا کے نزدیک پہنچے تو یہ آیت پڑھی بیشک صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالےٰ کی نشانیوں سے ہیں۔ اور فرمایا میں شروع کرتا ہوں جس سے اللہ

نے شروع کیا ہے پھر آپ صفا پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھا۔ ۔ ۔ ۔ پھر اترے اور مروہ کو چلے" اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۱۲ پر لکھا ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی صفۃ حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابدؤا بما بدأ اللہ اخرجہ النسائی ھکذا بلفظ الامر وھو عند مسلم بلفظ الخبر۔

اب ان احادیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ کی ترتیب وضعی سے یہ لطیف استنباط فرمایا کہ حج کی حالت میں پہلے صفا پر جانا چاہیئے بعد ازاں مروہ پر۔ اور اسی ترتیب کے مطابق آپ نے عملدرآمد فرمایا پس اگر واؤ ترتیب کے منافی ہوا کرتی ہے۔ تو آیت کریمہ ان الصفا والمروۃ میں بھی واؤ موجود ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مولوی صاحب کے بیان کردہ قاعدہ کے خلاف ترتیب کیوں ملحوظ رکھی۔ یا تو مولوی صاحب کا قاعدہ غلط ہے یا نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مولوی صاحب کے نحوی قاعدہ کے خلاف قرآن شریف کی تفسیر کی۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مولوی ابراہیم صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں یا قاعدہ نحو کی پابندی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو غلط ٹھہراتے ہیں۔

(۳) حضرت اقدس نے انی متوفیک ورافعک الی کا جو ترجمہ لکھا ہے۔ اس میں واؤ کو موجب ترتیب قرار نہیں دیا بلکہ سنت نبوی کے مطابق قرآن کریم کی ترتیب وضعی کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ لکھا ہے اسلئے کسی ذی ایمان کا کام نہیں کہ اس طریق پر اعتراض کرے۔ مولوی صاحب کا منشا یہ ہے کہ آیت زیر بحث کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیئے جس سے قرآن کریم کی ترتیب وضعی اپنی حالت پر قائم نہ رہے۔ بلکہ کلمات الٰہیہ کو ان کے مواضع مناسبہ سے ہٹا کر مقدم الفاظ کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم بنا دیا جائے یعنی رافعک الی کو مقدم اور انی متوفیک کو مؤخر سمجھا جائے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم اس طرز تفسیر کے بارہ میں کیا فتویٰ دیتا ہے۔ مگر اس فتویٰ کے

معلوم کر لیجئے کہ کچھ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ طرز تفسیر ان لوگوں کا ہے جنکی اندرونی حالت کا فوٹو یحرفون الکلم عن مواضعہ میں کھینچا گیا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے تئے ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ والا قرآنی فتویٰ اظہر من الشمس ہے۔ اب مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ وہ سنت نبویہ کے مطابق قرآن کریم کی ترتیب کا نمونہ دکھا کر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آیت کریمہ انی متوفیک ورافعک الی کا ترجمہ کریں۔ یا ان لوگوں کی طرح جو یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہیں ہاں اگر مولوی صاحب کو اس بارہ میں شک ہو کہ مومن کی وفات کے بعد اس کی روح کا رفع الی اللہ ہوتا ہے یا نہیں۔ تو انکو چاہیئے کہ وہ احادیث ذیل کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۱۴۲ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے ثم یعرج بہا الی السماء فیفتح لہا فیقال من ھذا فیقولون فلان فیقال مرحبا بالنفس الطیبۃ کانت فی الجسد الطیب ادخلی حمیدۃ وابشری بروح وریحان ورب غیر غضبان فلا تزال یقال لہا ذالک حتی ینتہی الی السماء فیہا اللہ۔ ترجمہ پھر آسمان پر رفع کیا جاتا ہے اور کھولا جاتا ہے دروازہ آسمان کا پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون ہے تو جواب دیتے ہیں فرشتے یہ فلاں شخص ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ مرحبا ہے اس روح پاک پر جو پاک جسم میں تھی اندر آجا۔ تو اس حال میں کہ مدح وثنا کی گئی ہے اور خوش ہو ساتھ شادمانی اور پھولوں کے اور اپنے پروردگار سے خوش ہو جو تجھ پر غضب کرنے والا نہیں۔ اور یہ بات اس روح پاک سے ہمیشہ کہی جاتی ہے یہاں تک کہ اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۳ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے

اذا خرجت روح المومن تلقاہا ملکان یصعدانہا قال حماد فذکر من طیب ریحہا وذکر المسک قال ویقول اہل السماء روح طیبۃ جاءت من قبل الارض

صلی اللہ علیک وعلیٰ جسد کنت تعمرینہ فینطلق بہ الیٰ ربہ الحدیث۔ مسلم ترجمہ جبکہ
نکلتی ہے روح مومن کی ملاقات کرتے ہیں اس سے دو فرشتے اور اوپر لیجاتے ہیں
اسکو حماد نے کہا کہ بعد اسکے خوشبو اور مشک کا ذکر کیا گیا اور کہتے ہیں آسمان والے کہ روح
پاک ہے آئی ہے زمین کی طرف سے اللہ تعالےٰ رحمت کرے تجھ پر اور اس جسم پر جس کو
تو آباد رکھتی تھی پس لے چلتے ہیں اسکو اسکے رب کی طرف آخر حدیث تک جو مسلم کی ہے

پھر اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے

حتی یاتوا بہ ابواب السماء فیقولون ما اطیب ھذہ الریح التی جاءکم من
الارض فیاتون بہ ارواح المومنین فلھم اشد فرحا بہ من احدکم بغائبہ
یقدم علیہ۔ ترجمہ یہاں تک کہ لاتے ہیں اسکو آسمان کے دروازوں تک پس تعجب کرکے
کہتے ہیں کہ کیا اچھی خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پس پاس اسکے ارواح مومنین
کی روحیں آتی ہیں۔ اور انکو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ کوئی ایک تمہارا اپنے کسی
غائب آدمی سے ملاقات کرکے خوش ہوتا ہے جبکہ سفر سے وہ لوٹکر آتا ہے یہ حدیث مسند
احمد اور نسائی کی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں ہے۔ قال فیصعدون بھا فلا یمرون علیٰ
ملاء من الملٰئکۃ الا قالوا ما ھذا الروح الطیب فیقولون فلان بن فلان
باحسن اسمائہ التی کانوا یسمونہ بھا فی الدنیا حتی ینتھوا بھا الی السماء الدنیا
فیستفتحون لہ فیفتح لھم فیشیعہ من کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا
حتی ینتھی بہ الی السماء السابعۃ۔ ترجمہ پس [illegible] کرتے ہیں۔ اس روح کو اور جس گروہ فرشتوں
کے پاس اسکو لیکر گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ پاک روح کون ہے پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ
فلاں شخص فلانے کا بیٹا ہے۔ اور وہ نام اسکا لیتے ہیں جو سب ناموں سے اچھا ہو [illegible]
جسکے ساتھ دنیا میں نام رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں۔ تب آسمان کے

آیة الکبریٰ فی شرح **اسماء اللہ الحسنیٰ**	یہ ایک نہایت عمدہ قابل قدر تالیف ہے جس میں مولوی [illegible] صاحب رومی نے اسماء اللہ کے بارے میں پہلے اسم مسمّیٰ اسماء و صفات میں فرق اسماء توفیقی ہیں یا قیاسی۔ اسماء کی تعداد مقرر ہے یا نہیں

عنوانات سے ان مباحث کا خلاصہ دیا ہے جو متقدمین میں بہت دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے پھر ایک ایک اسم باری تعالیٰ کے معنے آیات احادیث و لغات کے حوالے سے لکھے ہیں الغرض ایسا دلآویز مجموعہ ہے کہ اول سے آخر تک حرف حرف پڑھنے کے قابل ہے دینی دنیا کی حسنات اسمائے الٰہیہ کے علم سے حاصل ہوتی ہیں اسلئے ہر ذی فہم مسلمان کو چاہیئے کہ یہ کتاب پڑھے میں اس کتاب پر ایک مبسوط ریویو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کے بعض تناقص کی طرف بھی مولف کو توجہ دلانیکا ارادہ ہے مگر فی الحال تو رسالہ میں جگہ ہی ہے نہ مجھے فرصت ہے انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں لکھواؤں گا۔ سپوانی کا غذ سب اچھا قیمت مع محصول ڈاک ایک ایک روپیہ ملنے کا پتہ مہتمم کتبخانہ رزاقیہ [illegible] [illegible] لاہور

حبیب روحانی [illegible] قیمت عمر جاویدہ [illegible] قیمت عمر	مرزا احمد بیگ دل [illegible] قیمت کلام محمود [illegible]	[illegible] محمکہ دارالعلوم [illegible]	خصوصیات [illegible] [illegible] قیمت حقیقت [illegible] [illegible]	[illegible] حصہ دوم [illegible] قیمت عمر [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] جناب غلام نبی صاحب عہ	[illegible] جناب مولوی [illegible] عہ	[illegible] جناب ڈاکٹر [illegible]
[illegible] « محمد [illegible]	[illegible] « [illegible]	[illegible] « عبدالعزیز « عا
[illegible] « مرزا محمد شفیع	[illegible] « علی احمد «	[illegible] « نظام الدین « عہ
[illegible] جناب [illegible]	[illegible] « قاضی [illegible]	[illegible] « عبدالصمد « [illegible]
[illegible] « [illegible] الدین «	[illegible] « [illegible] «	[illegible] « [illegible] الدین « عہ
[illegible] جناب [illegible] عبدالعزیز	[illegible] « ڈاکٹر [illegible]	[illegible] « میاں محمد اسماعیل « [illegible]
[illegible] « سلطان محمد «	[illegible] « گلاب الدین «	[illegible] « سید عابد [illegible] « عا
[illegible] گلاب دین «	[illegible] « عبدالکریم «	[illegible] « حافظ محمد [illegible] « عہ

[illegible]

رجسٹرڈ ایل ۵۹۲

Digitized by Khilafat Library

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

نہایت خوبصورت بنی ہے جس کا چکنا کاغذ خوشخط اور سنہری لکھائی ہے اور جس میں عجیب اوصاف ہے۔ یہ جنتری بلاقیمت و محصول بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں۔ تو ایک کارڈ پر دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھ بھیجئے تو واپسی ڈاک سے جنتری آپ کی خدمت میں پہنچیگی۔

تندرستی کی گفتگو

اپنے اپنے صحت کو درست رکھنے کے لئے بہت سے لوگ فکر میں رہتے ہیں۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق جیسی سمجھ ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دوا کھی وغیرہ کھاتے ہیں اور تندرستی کی کوشش کرتے ہیں غریب کم خرچ سبزی کے طور میں رہتے ہیں۔ اس کے موسم میں مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر ایک کے موافق ہوتی ہے۔ اس وقت کو دیکھ کر بہت ہی آسان ترکیب پریشانی ہوتی ہے اس سے بہتر ہے ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں میں آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے کہ کیا کر جاتی ہے ان کو پیدا کرتی ہے اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہے۔

اگر آپ آزمائش کرنا چاہتے ہیں

ایک کارڈ میں دس پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر بھیجئے۔ نمونہ مفت بھیجا جاویگا۔ قیمت گولیوں کی ایک شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تا ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

مسیح موعودؑ نے مردے زندہ کئے ۱-۱۱ اکمل

اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین ۱۲-۲۰ خادم حسین

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع عن التکفیر ۲۱-۲۴ الحسن

ریویو ۲۵-۴۰

قیمت سالانہ [illegible]

خاکسار سید فیروز شاہ کاتب

باہتمام مینیجر [illegible] میں چھپکر [illegible] عبد السلام پبلشر [illegible] سے منیجر تشحیذ [illegible] قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library

الیس اللہ بکاف عبدہ

مجموعہ الہاماتِ حضرت اقدس علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جسقدر خدا کی وحی از یوم البعثت تا یوم الوصال نازل ہوئی اور جتنے کشوف و رؤیا آپکو ہوئے وہ مع مختصر تشریحات و تاریخ نزول بالترتیب تین حصص میں جمع کئے گئے ہیں۔ البشریٰ حصہ اول قیمت ۱۲ر

دوم ۔۔۔۔۔۔ عہ

مکاشفات ۔۔۔۔۔۔ ۱۲ر

مگر تینوں کا سٹ صرف عہ میں دیا جائیگا اور صرف حصہ دوم بھی عہ میں بہت جلد منگوائیے ایسا نہ ہو کہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے ملنے کا پتہ "مینجر تشحیذ قادیان" ضلع گورداسپور پنجاب

ادعیۃ القرآن قرآن مجید کی تمام دعائیں مع ترجمہ قیمت ۲ر

مکتوبات احمدیہ حصہ دوم { حضرت اقدس کے مکتوبات غیر مسلموں کے نام } قیمت ۸ر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۴ء

مسیح موعودؑ نے مردے زندہ کئے؟

باوجود قرآن مجید کی روشن تعلیم کے جیسا کہ آیات منقولہ ذیل سے ظاہر ہے خدا جانے مسلمانوں میں یہ خیال کس طرح پھیل گیا کہ جو مر جاتے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں آتے ہیں کیا انکو علم نہیں کہ خدا تعالے اپنے وعدوں میں سچا ہے جب وہ فرما چکا کہ مردے اس دنیا میں پھر نہیں آیا کرتے تو پھر یہ کیونکر مانا جاسکتا ہے کہ کسی پیغمبر نے مردے زندہ کئے ہیں بہرحال وہ آیات یہ ہیں جن سے عدم رجوع موتیٰ فی الدنیا کا ثبوت اظہر من الشمس ہو

۱۔ ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون (پھر اسکے بعد تم مروگے پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤگے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بتادیا کہ مرنیکے بعد بعثت قیامت کے دن ہی ہوگی اس سے پہلے ہرگز نہیں

۲۔ حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (یہاں تک کہ

جب ان میں سے کسی کی موت آ گئی تو اس نے کہا مجھے واپس لوٹاؤ تا کہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس بارے میں نیک عمل کروں ہرگز نہیں یہ تو کہنے کی بات ہے اور قیامت تک ان کے آگے ایک اوٹ ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ بعد الموت دنیا کی طرف رجوع کا صرف خیال ہی خیال ہے۔

۳۔ پھر میت یا کافر کی ہوتی ہے یا مومن کی کافر دوزخ میں جاتا ہے۔ اور مومن بہشت میں اور دوزخی یا بہشتی زندگی موت کے بعد فوراً شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس دوزخ یا بہشت سے نکل کر دنیا میں کبھی نہیں آ سکتا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

ا۔ وقال الذين اتبعوا لو ان لنا كرة فنتبرأ منهم كما تبرءوا منا كذلك يريهم الله اعمالهم حسرات عليهم وما هم بخارجين من النار۔ یہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ اگر ہم لوٹ کر جا سکیں تو ہم بھی ان معبودان باطلہ سے ایسی ہی بیزاری ظاہر کریں جیسی یہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے کام حسرت کر کے دکھائے جائیں گے مگر وہ آگ سے نہیں نکلیں گے جس سے ثابت ہوا کہ دوزخ سے نکل کر دنیا میں کوئی نہیں آ سکتا۔

(ب) لا يمسهم فيها نصب وما هم منها بمخرجين۔ بہشتیوں کو بہشت میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ دوسرے مقام پر ہے وما هم منها بمخرجين اس سے ثابت ہوا کہ بہشتی بھی دارالسلام سے دارالمحن میں نہیں لائے جائیں گے۔

باوجود ان آیات بینات کے پھر یہ عقیدہ فاسدہ کہ مردے لوٹ کر دنیا میں آ سکتے ہیں تو خدا شان کے بعید ہے اللہ تعالیٰ نے تو فیمسک التي قضى عليها الموت کہہ کر قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ الله يتوفى الانفس حين موتها۔ اللہ موت کے وقت جو روح قبض کرتا ہے تو جس پر موت کا فتویٰ صادر ہوتا ہے اس کی روح کو روک رکھتا ہے۔ اور واپس صرف اسی روح کو بھیجتا ہے جس پر نیند طاری ہوتی ہے ويرسل الاخرى الى اجل مسمى پھر جو مر گئے وہ کیونکر زندہ ہو کر اس دنیا میں آ سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو قرآن

مجید میں بیان فرمایا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً ۔ تو اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیگا ہرگز نہیں پائیگا ۔ تو بار بار اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون جس بستی کو ہمنے ہلاک کردیا ۔ اسپر لازم ہوکر اسکے اہل دنیا کی طرف نہ لوٹینگے ۔ یہ بھی خیال کرنا کہ ہلاکت کا لفظ صرف کفار کے لئے ہے ۔ حتیٰ اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً حضرت یوسف کے حق میں آیا ہے ۔ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد مومن کے لئے ہے کیونکہ مومنوں کی ترکہ کی تقسیم کا ذکر ہے ۔ پھر فرماتا ہے الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون ۔ کیا نہیں دیکھتے اس سے پہلے کتنے لوگ ہلاک کئے ۔ اور بالتحقیق انکے پاس لوٹکر نہیں آسکتے ۔ تیرہ میں نہ آئینگے پھر فرمایا فلا یستطیعون توصیۃ ولا الیٰ اھلھم یرجعون ۔ نہ تو وصیت کرسکے ۔ اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹینگے پھر یہ عقیدہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ بعض مُردے اسی دنیا میں زندہ ہوجاتے ہیں ۔ احادیث سے بھی ایسا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ترمذی میں ایک حدیث ہے رسول اللہ صلعم نے جابر کے باپ کا حال بیان کیا کہ انہے بحضور رب العزۃ بیان کیا کہ مجھے زندگی عطا فرمائیے کہ میں پھر شہید ہوں تو اللہ نے فرمایا میں حکم دے چکا ہوں کہ مرے ہوئے واپس نہیں کئے جاتے ۔ قال الرب تبارک وتعالیٰ انہ قد سبق منی انھم لا یرجعون ۔ پھر روایات میں ہے کہ ابھی آیا کہ کسی کا جوان بیٹا حضور نبی کریم صلعم میں زندہ کرنیکے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے لیجا کر دفن کرو مُردے دنیا میں پھر نہیں آیا کرتے ۔

باقی رہی یہ بات کہ پھر حضرت مسیح کے لئے قرآن مجید میں احیٰ الموتیٰ باذن اللہ آیا ہے سو اسکو دوسرے مقام پر واذ تخرج الموتیٰ باذنی سے صاف کردیا ہے ۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ صفت احیاء خاصہ باریتعالیٰ ہے ۔ وہ کسی مخلوق میں کسی طور سے بھی نہیں پائی جاتی ورنہ شرک باری لازم آئیگا ۔ نعم ما قیل ؎

مسیح کوئی خدا نہیں تھا ۔۔۔ جو مردے قبروں سے زندہ کرتا

شریک باری ثابت نہ ظالم خدا خدا کر۔ خدا خدا کر

اس مضمون کی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ از انجملہ ایک یہ کہ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیء سبحنہ و تعالیٰ عما یشرکون۔ اللہ ہی ہے اور ایسا کوئی نہیں جس نے تمہیں پیدا کیا رزق دیا۔ پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا۔ کیا کوئی تمہارے معبودوں میں سے ہے جو ان میں سے ایک بات بھی کر سکے۔ وہ ہمیشہ شرکاء سے پاک ہے اور برتر ہے اس سے جسے یہ شریک بناتے ہیں۔ یہ بڑی حجت ہے ان لوگوں پر جو مسیح کو مردے زندہ کرنے والا کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے ایسا کوئی نہیں بھیجا۔ یہ کہ ایک کافر کہتا ہے انا احیی و امیت تو اسے جواب ملتا ہے ربی الذی یحیی و یمیت۔ میرا رب ہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ یہ امور یعنی موت و حیات کا مالک وہی ہے جیسا کہ سورہ الفرقان میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں لوگوں نے معبود ٹھہرا رکھا ہے فرمایا لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا۔ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود مخلوق ہیں۔ وہ اپنے ضرر و نفع کے بھی مالک نہیں کسی کو کیا ضرر اور نفع پہنچا سکتے ہیں وہ موت حیات اور مر چکے بعد جی اٹھنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پھر اللہ یحییکم ثم یمیتکم اور انہ ھو یحیی الموتی فرما کر تو بالکل فیصلہ ہی کر دیا کہ مردوں کو صرف اللہ ہی زندہ کرے گا۔ اور وہ بھی قیامت کے دن۔ اس دنیا میں مردوں کو واپس لانا اللہ کی سنت نہیں۔ چنانچہ سورۂ دخان میں کفار کے اس سوال کا ذکر ہے۔ جو مر کر پھر زندہ ہونے کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں۔ ان ھی الا موتتنا الاولی وما نحن بمنشرین۔ فاتوا بابائنا ان کنتم صدقین۔ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں صرف ایک دفعہ مرنا ہے اور مر کر مٹی ہو جانا پھر زندہ ہونا کوئی نہیں۔ پس اے محمد اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔ قرآن مجید نے اسکے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ جو مردے زندہ کر کے دکھاتے رہے اور نہ رسول کریم نے انکے باپ دادا کو زندہ

کرکے دکھایا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ سنت اللہ کے خلاف تھا کہ مردہ زندہ ہوکر اس دنیا میں واپس آئیں۔ پس انہیں زمین و آسمان کی پیدائش کی طرف متوجہ کیا کہ تم اس نظام عالم پر غور کرو اس سے ظاہر ہو جائیگا کہ ماخلقنٰھما الا بالحق کہ جب ہم نے انہیں حق و حکمت کے ساتھ بنایا ہے تو ضرور ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک دنیا ہو اور وہاں کوئی اپنے اعمال کی جزا پاوے۔

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جانے پر کہ مردے دنیا میں زندہ ہوکر نہیں آتے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ پھر موتیٰ سے کیا مراد ہے اور اس احیاء سے کیا مطلب ہے۔ جو نبیوں کے لئے فرمایا سو یہ بات صرف ان دو آیات سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

(۱) او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منھا کیا وہ جو مردہ تھا اور جسے اسے زندہ کردیا اور اسکے لئے نور بنایا جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا ہے اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے۔ ان سے نکلنے کی راہ نہیں پاتا۔ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں مردہ کافر یا غافل انسان ہے اور زندگی سے مراد روحانی زندگی جو اسلام کے سبب حاصل ہوئی گویا قرآنی اصطلاح میں موتیٰ کا اطلاق کفار پر بھی ہوتا ہے جو بقید حیات دنیا میں موجود ہوں۔ جیسے کہ دوسرے مقام پر فرمایا انما یستجیب الذین یسمعون والموتیٰ یبعثھم اللہ ثم الیہ یرجعون یہ لوگ تو مرے ہیں تمہاری بات کیسی مانیں بات وہی مانتے ہیں جو سنتے ہیں (ترجمہ مرزا حیرت) اور موتیٰ کو اللہ اٹھائیگا یعنی ان کفار میں سے بھی کئی مسلمان ہونگے پھر اللہ کی طرف لوٹائے جائینگے مدارک التنزیل میں ہے والموتیٰ ای الکفار موتیٰ سے مراد کفار ہے۔ پھر فرمایا۔ فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین (الروم) تو مردوں کو نہیں سنا سکتا نہ بہروں کو اپنی پکار جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔ ولوا مدبرین نے بتادیا کہ وہ مردے ایسے ہیں جو چل پھر سکتے ہیں۔ مدارک میں ہے موتیٰ العقل او ھو ادخل حکم الموتیٰ فلا تطمع ان یقبلوا منک (یعنی اس سے مراد دل کے مرے ہیں۔ اور

والذین مردوں کے حکم میں ہیں پھر فرمایا۔ ان اللّٰہ یسمع من یشآء وما انت بمسمع من فی
القبور۔ (اللہ جسکو چاہے سناتا ہے اور تم ان کو جو مثل مردوں کے قبروں میں ہیں نہیں سنا
سکتے) ترجمہ مرزا حضرت۔ مدارک میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ اس میں ہے یعنی انہ قد علم
من یدخل فی الاسلام ممن لا یدخل فیہ . . . شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون
بمسموعہم لعدم انتفاع کے سبب کفار کو موتی کہا۔ دیکھئے ان تینوں آیات میں کافروں کو مردہ اور
قبروں میں مدفون فرمایا گیا ہے جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں
موتی کا اطلاق کفار پر بھی ہوتا ہے۔ اور پہلی آیت سے یہ واضح ہے کہ ان کفار کو ایمان سے بہرہ
مند کرنیکو احیا فرمایا اور اس محاورت سے سمجھ کرنیکو ہم زندہ کرنا ہے جیسا کہ حکم ہوتا ہے
استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ خدا اور اسکے رسول کا کہا مانو جب وہ تمہیں
زندہ کرنیکے لئے بلاتے ہے جب تمام نبیوں کے سردار کے حق میں احیاء کا لفظ ان کے معنے ہدایت
سے بہرہ مند کرنا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس لفظ کے یہی معنے نہ کئے
جاویں۔

دوم۔ موتی کا اطلاق ان قریب المرگ یا ہوش و حواس کھو دینے والے بیماروں پر بھی ہوتا ہے
جن پر انسانی عقل و فہم موت کا فتویٰ دیدیتے ہیں اور اسکا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے۔ فاخذتکم
الصاعقۃ وانتم تنظرون۔ اور تم پر بجلی پڑی اور تم دیکھ رہے تھے ثم بعثنٰکم من
بعد موتکم لعلکم تشکرون۔ پھر ہم نے تمہیں موت یعنی بجلی کی بیہوشی کے بعد اٹھایا تاکہ
تم شکر کرو۔ اور حضرت مریم عرض کرتی ہیں۔ یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیًا منسیًا۔
موت کی جانکنی سے اسلئے مریم نے جناب باری میں کہا کہ کاش میں اس سے پہلے بے حس ہو گئی ہوتی
ہر دو معنی صحیح ہیں۔ اور دونوں معنوں کے رو سے مسیح موعود نے مردے زندہ کئے۔ دین
سے بے خبر لوگوں کو دین سے آگاہ کیا ان میں روحانی زندگی پیدا کی ؎

زندگی بخش جام احمد ہے ۔ کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے

اور یوں بھی کئی قریب المرگ جن پر اعلیٰ سے اعلیٰ طبیبوں نے موت کا فتویٰ دیا۔ آپ کی توجہ سے زندہ ہوئے۔ اور آپ نے اس معجزے کو مخالفوں کے سامنے بڑی تحدی سے پیش کیا چنانچہ ۱۹۰۶ء میں یہ اشتہار آپ کی قلم سے دیا گیا۔

آپ کے لئے ایک ہی طریق کھلا ہے اور وہ یہ کہ اگر آپ اسکو حکم نہیں سمجھتے تو آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ آپ لوگوں میں سے ملہم کہلاتے ہیں جیسے علاقہ غزنویاں امرتسر اور انکے بعض دوست اور ایسا ہی اور علماء جو اپنے تئیں متقی اور صالح اور صاحب کشف اور مشائخ جانتے ہیں۔ وہ اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے میدان میں آویں۔ اور چالیس بیمار یا مصیبت زدہ باتفاق فریقین منتخب ہو کر بطور قرعہ اندازی انکو اس طرح پر تقسیم کر لیں کہ نصف ان میں سے ہمارے امام الوقت کے حصے میں آویں۔ اور نصف ان میں سے آپ لوگوں کے حصے میں آویں۔ اور اسی جلسہ میں فریقین دعا کریں کہ الٰہی ان دونوں گروہوں میں سے جو سچا ہے۔ اسکی دعا کی قبولیت ظاہر فرما۔ اور اسکو غالب کر۔ اس دعا کے بعد اگر کسی فریق کے حصے کے مصیبت زدہ جلد یا دیر سے سب کے سب ان مصیبتوں سے رہائی پا جائیں۔ یا اکثر رہائی پا جائیں۔ تو وہی فریق صادق سمجھا جائیگا۔ اور شرائط اس کی پابندی ہوگی (۱) یہ کہ رہائی پانے والے کا نام بذریعہ الہام پہلے سے ظاہر کیا جاوے۔ میعاد کی کچھ ضرورت نہیں (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس الہام کے شائع کرنے میں چالیس دن سے زیادہ توقف نہ ہو تا اس طریق فیصلہ میں ناحق کا طول نہ ہو اور ضروری ہوگا کہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے ذریعہ سے اس مضمون کا الہام شائع کیا جائے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں فلاں شخص اپنی مصیبت یا بیماری سے نجات پائیگا۔ اور وہ جب ہوگا کہ یہ اشتہار عام طور پر پبلک میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور اس میں سے ہر ایک فریق وہ اشتہار فریق مخالف کو بذریعہ رجسٹری شدہ پیکٹ کے پہنچا دے (۳) تیسری شرط

کسی فریق کے غالب سمجھنے کے لئے یہ ہوگی کہ رہائی پانے والے تعداد میں ان لوگوں کو
زیادہ ہوں جو فریق مقابل کے حصے میں آئے ہیں۔ پھر اگر ان شرطوں کو کوئی فریق مخالف
پورا کرے یعنی کر دو قبل از وقت رہائی پاپوں اور انکا نام بتلاوے اور نیز یہ کہ کثرت
فیض رسانی اور نجات دہی کی طرف ثابت ہو جائے تو اسی فریق کو سچا سمجھا جائیگا
تب الزام ہوگا کہ دوسرا فریق اپنے دعوی اور مخالفت کو چھوڑ دے۔

یہ وہ طریق فیصلہ ہے جس کے ذریعہ سے مسلمانوں میں جو تفرقہ ہے مٹ جائیگا۔ اگر کوئی
امید دعوے ہمارے امام کا محض انسانی بناوٹ ہے۔ اور خدا تعالے کا ہاتھ اسکے
ساتھ نہیں ہے تو یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ بڑی رسوائی کے ساتھ اس مقابلہ میں انکو
شکست ہوگی یا موت ہوگی تب یہ کل جماعت توبہ کر کے آپکو آ ملیگی۔ اور ہماری طرف
سے خدا تعالے کی جناب میں اقرار ہے کہ اس میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا۔ ایسا ہی آپ
لوگ ایک مجلس مقرر کر کے اسی طرح تحریری اقرار دیں کہ اگر اس رب العزت نے
جو دلوں کے حالات کو جانتا ہے۔ اور صادق اور کاذب دونوں کی نظر کے سامنے
ہیں۔ اس امام کو فتح دی۔ اور اس مباحثہ اور مقابلہ میں غلبہ اسکو رہا تو آپ لوگ
بلا توقف توبہ کر کے اس امام الزمان کے خادمین میں داخل ہو جائیں۔ اور جاہلیت کی
موت یعنی امام الوقت کے شناخت نہ کرنے سے وعید نبوی سے ثابت ہے۔
اس سے اپنے تئیں بچالیں۔ ابھی وقت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے"

پھر جناب والی نے چشمہ معرفت میں ایسا دعوے شایع کر کے تمام ایران کے ڈاکٹروں طبیبوں
عاملوں فقیروں عاملوں گدی نشینوں مسمریزروں پر پکی ایسی شرطوں پر حجت قائم کر دی۔
لیکن آج ہمارے منشی شفاء اللہ کو میرے دل میں ایک خیال آیا ہے کہ ایک اور طریق فیصلہ
کا ہے شاید کوئی خدا ترس اس سے فائدہ اٹھاوے اور انکار کے خطرناک گرداب
سے نکل آوے۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ میرے مخالف منکروں میں اگر جو شخص انشدہ مخالف

اور مجھکو کافر اور کذاب کہتا ہو وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبوں یا دس نامی پادریوں کی طرف سے منتخب ہو کر اس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمائش کریں یعنی اس طرح پر کہ دو خطرناک بیمار لیکر جو جدا جدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دعا کے لئے تقسیم کریں پھر جس فریق کا بیمار بکلی اچھا ہو جاوے یا دوسرے بیمار کے مقابل پر اسکی عمر زیادہ کیجاوے وہی فریق سچا سمجھا جاوے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے اور میں پہلے سے اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے یہ خبر دیتا ہوں کہ جو بیمار میرے حصہ میں آویگا یا تو خدا اسکو بکلی صحت دیگا اور یا بہ نسبت دوسرے بیمار کے اسکی عمر بڑھا دیگا اور یہی امر میری سچائی کا گواہ ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر یہ سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن یہ شرط ہوگی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہوگا۔ وہ خود اور ایسا ہی دس مولوی یا دس پادری جو اسکے ہم عقیدہ ہوں یہ شائع کر دیں کہ در حالت میرے غلبہ کے وہ میرے پر ایمان لائینگے۔ اور میری جماعت میں داخل ہونگے اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شائع کرانا ہوگا۔ ایسا ہی میری طرف سے بھی یہی شرائط ہونگی . . . . . اس قسم کے مقابلہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ کسی خطرناک بیمار کی جو اپنی زندگی سے نومید ہو چکا ہے خدا تعالےٰ جان بچائیگا اور احیاء موتیٰ کے رنگ میں ایک نشان ظاہر کریگا۔ اور دوسرے یہ کہ اس طور سے یہ جھگڑا بڑے آرام اور سہولت سے فیصلہ ہو جائیگا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

پھر اس قسم کے نشان کے نمونے بھی بہت سے جماعت میں موجود ہیں کئی ایسے مرے آپکے ہاتھ سے زندہ ہوئے ان میں سے ایک کا ذکر آپنے حقیقۃ الوحی میں فرمایا جس کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی اپنے درس میں کی اور بعد میں صاحبزادہ صاحب نے جو وضاحت بیان کیا جس سے میری طبیعت اسکے نظم کرنے کی طرف متوجہ ہو گئی آپ پڑھیں اور ایمان لائیں۔

مُردہ جو مسیح نے زندہ کیا

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء

یہ معجزہ وہ شارع بیمار ہو گیا — جس نے سنا خدا کا پرستار ہو گیا
عبدالرحیم ابن محمد علی رئیس — اللہ خدا کا ہے ذکر کہ بیمار ہو گیا
بیمار ایسا سخت کہ قائم نہ تھے حواس — بچنا مریض بچنے کا دشوار ہو گیا
سرسام سے زبان تو پہلے ہی بند تھی — اب آنکھ کھولنے سے بھی بیزار ہو گیا
تھا محو و شیدا کہ آخر طبیب بھی — کہ چارہ اور کرنے سے ناچار ہو گیا
آخر وہ نورِ دیدۂ اسلام بینے نور — حاضر حضور سید ابرار ہو گیا
کی عرض، علاج کی حد سے گزر چکا — بس قابلِ توجہ سرکار ہو گیا
اب اسکی زندگی کی اطلاع نہیں امید — اؤ جو فضل حضرت غفار ہو گیا
سن کر یہ بات آپ تو اندر چلے گئے — مردہ وہ پر کڑا وہ خدا یار ہو گیا
اللہ کو اپنے بندے سے راز و نیاز تھا — خود آپ تندرستی بیمار ہو گیا
لیکن نیازگاہ خداوند کائنات — صحت بحال کرنے سے انکار ہو گیا
تقصیر میری ہے تو پکڑ لیا مسیح وقت — اسکا شفیع بننے کو تیار ہو گیا
لیکن سنی ندا کہ اجازت بھی دو تین — خود ہی سوارِ کشتیِ دلدار ہو گیا
فرماتے ہیں حضور کہ نادم ہوا بہت — یہ کیا کیا - خلافِ ادب کار ہو گیا
آخر بڑے ہی لطف و محبت سے پیار کی — نازل کلام داور داوار ہو گیا
ارشادِ پاک دیکھ امانت الجزے — محبوب ذوالجلال کا - مختار ہو گیا
باہر خوشی خوشی نکل آئے کہ لیجئے — اب تندرست آپ کا - بیمار ہو گیا
دو گھنٹے سے کھڑا ہے ... — جو اس ادب کی وجہ سے سردار ہو گیا
سن کر یہ مژدہ لوٹے کہ حالت بدل گئی — اور مطمئن ہر اک دل غمخوار ہو گیا

جب السینن سر پہ کے دو قطرے ہو گئے	بیہوش تھا جو پہلے وہ ہشیار ہو گیا
پھر رفتہ رفتہ جسم میں طاقت بھی آگئی	اچھا قوی جوان خوش اطوار ہو گیا
یوں مردے زندہ ہوتے ہیں [illegible]	یوں میرا مسیح ہر [illegible] ہو گیا

الغرض نشاں میرے مسیحا کے ہیں کئی
جن میں سے ایک نظم میں تیار ہو گیا

سوال کیا عیسائی مذہب کی رو سے ایک مسیحی کو عدالت میں قسم کھانا جائز ہے (نجیب آفندی ملتونس [illegible])

جواب - یہ جواب ایڈیٹر مجلہ الہلال جرجی زیدان مسیحی مصری قسم پر فیصلہ [illegible] سے پہلا آتا ہے۔ چنانچہ بائبل کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی (دیکھو [illegible]) اسی طرح عدالت میں قسم کھانا بھی ثابت ہے۔ دیکھو خروج ۲۲: ۱۱ پیدائش [illegible] وغیرہ۔ اور انجیل میں جو بعض جگہ قسم سے منع کیا گیا ہے۔ تو اس سے مراد جیسا کہ علمائے کتب [illegible] بیان کیا ہے یہ ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانا جیسے جھوٹی شہادت وغیرہ مواقع پر لوگ کھایا کرتے ہیں (ترجمہ از الہلال جلد [illegible] بابت دسمبر ۱۹۰۹ء)

خداوند [illegible] نے اپنی قسم کھائی [illegible]

[illegible] برکت دونگا

[illegible] اگر کوئی اپنے ہمسایہ کے پاس گدھا یا بیل یا بھیڑ یا کوئی جانور امانت رکھے اور وہ مر جائے [illegible] دونوں کے درمیان خداوند کی قسم سے فیصلہ کیا جاوے [illegible]

پیدائش [illegible] ابراہام نے [illegible] کہا کہ میں نے خداوند خدائے تعالیٰ آسمان و زمین کے مالک کی قسم کھائی ہے [illegible] لونگا [illegible]

قسم کے بارے۔ پیدائش [illegible]

اتحاد الفریقین
فی
اعتقاد الفریقین

منشی خادم حسین صاحب خادم ان نیکدل اصحاب میں سے ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ سنی و شیعہ آپس میں مل بیٹھیں۔ اور ایسے مناقشات وغیرہ جو ت چھوڑ دیں جن میں سے دونوں میں ضعف آگیا ہے۔ آپ اکثر ایسے مضامین متعدد رسالوں اخباروں میں لکھتے رہتے ہیں مگر ان سب میں سے چوٹی کا مضمون یہ ہے جس میں آپ نے تمام متنازعہ فیہا امور پر فریقین کی روایات سے یکے بعد دیگرے بتا دیا ہے کہ ان سب روایات میں اتفاق ہے اور اگر انہیں عمل درآمد کیا جائے تو تمام جھگڑے آج مٹ جاتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ سنی و شیعہ احباب اس مضمون کو بنظر غائر مطالعہ فرمائینگے اور نیکدل انصاف خواہ اتحاد پسند قابل مضمون نگار کی محنت کی داد دینگے جس نے اس مضمون کے لکھنے کے لئے بہت سی ضخیم کتابوں (جیسا کہ حوالجات سے ظاہر ہے) کا مطالعہ کیا ہے جزاہ اللہ عنا و عن الجزاء عنی وعن سائر المسلمین اگر کوئی شیعہ بزرگ اس بارے میں انصاف سے مختصر تحریر فرمائینگے تو ہم بڑی خوشی سے اسے بھی چھاپینگے۔ واللہ یقول الحق

ذیل میں بعض ایسے مسائل کتب شیعہ سے اخذ کر کے پیش ناظرین کئے جاتے ہیں جن پر اکثر شیعہ سنی میں تکرار رہتی ہے۔ حالانکہ دراصل وہ چنداں قابل تکرار نہیں۔

اس موقعہ پر قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر متنازعہ فیہ مسائل واقعی قابل نزاع نہ تھے تو گزشتہ تیرہ سو برس میں امت محمدیہ میں جو بیشمار جنگ و جدال کی آگ مشتعل رہی اور بیشمار مالی و جانی نقصان بھی ہوا ہے اسکا ذمہ دار کون ہے ؟

بجواب گزارش ہے کہ جیسا کہ آئندہ جا کر ناظرین پر منکشف ہو جائیگا فی الواقعہ کوئی مسئلہ ایسا

اہم ہے تعداد جس کی بنا پر دونوں قوموں میں مستقل بغض و عناد کی ناگوار صورت پیدا ہو جاتی۔ اور جس میں کسی بھی طرح اتفاق ناممکن تھا بلکہ جو امر مانع اتحاد ہے وہ زیادہ تر بعض مزاور و سلاطین اور ان کے متعلق ذکر علماء دین کی نفسانیت تھی اور اسی لئے وہی لوگ ان تمام برائیوں کے ذمہ دار ہیں۔ چونکہ غرض مسلمان غریب مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کے لئے آرزومند ہیں اور ان اسباب کے فراہم کرنے کے متلاشی رہتے ہیں جن کے ذریعہ سے ان کی عظیم الشان قدیمی فرقوں میں تب بغض و منافرت کا ایک حد تک سدباب ہو جائے۔ اور ہمارے فتنہ پردازی کے اخوت اسلامی کی روح ایک دفعہ پھر مسلمانوں میں عود کر آئے یقین ہے کہ اس مضمون کو کمال دلچسپی سے ملاحظہ کریں گے۔ اور خاکسار راقم مضمون کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

Digitized by Khilafat Library

مسائل متحدہ فریقین

(۱) **اول**۔ قال رسول اللہ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المہدیین۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثانی۔

(ا) شیعہ بھی اہل سنت ہیں۔ ملا خلیل قزوینی شیعی شرح اصول کافی فرماتے ہیں "واہل سنت درحقیقت شیعہ و اولاد امام اند" صافی شرح کافی کتاب العقل باب الاخذ بالسنۃ و شواہد الکتاب جلد اول نول کشور لکھنؤ صفحہ ۱۸۱

(ب) امام حسن علیہ السلام نے جو عہد نامہ صلح امیر معاویہ سے لکھوایا تھا اس کے پہلے فقرہ میں لکھوایا تھا کہ وہ میاں مرحوم پر کتاب خدا و سنت رسول خدا و سیرت خلفائے راشدین پر عمل کرے۔ جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ

(ج) جناب علی ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ سواد اعظم کے ساتھ ہمیشہ پیوستہ رہو خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ نہج البلاغۃ حصہ اول مطبوعہ مصر۔

(۵) جناب علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام نے اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔ جلاء العیون مجلسی و ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب امام سجاد شہدائے کربلا

(۲) دوم۔ افضلیت قرآن و سنت رسول صلعم

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الہدی ہدی محمد مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول

(۲) عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا گیا کہ رسول صلعم نے بوقت وفات کونسی وصیت زبانی انہوں نے کہا کہ وصیت کوئی نہیں فرمائی۔ راوی نے کہا پھر لوگوں پر وصیت کیسے لازم ہوگیا یا حکم لگایا کہ وصیت کیا کریں۔ قال اوصی بکتاب اللہ تو کہا کہ ہاں کتاب اللہ کی وصیت فرمائی بخاری کتاب الشروط باب الشروط صفحہ ۳۸۳

روایات شیعہ (۱) رسول اللہ صلعم نے فرمایا قرآن کی بزرگی تمام کلاموں پر اس طرح ہے جس طرح خدا کو اپنی مخلوق پر ہے۔ فضل القرآن علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا عمل کونسا ہے تو فرمایا قرآن کا پڑھنا فان رسول اللہ سئل ای الاعمال افضل عند اللہ قال قرأۃ القرآن جامع الاخبار شیخ صدوق فصل ۲۰ فی القرآن مطبوعہ ایران

(۳) عیاشی مفسر قرآن نے روایت کی ہے حارث اعور سے کہ میں جناب علی علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا امیر المومنین جب ہم آپ کی خدمت میں مشرف ہوتے ہیں تو ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے ہمارا دین اور قوی ہوتا ہے لیکن جب آپ سے رخصت ہو کر جاتے ہیں تو لوگوں سے مختلف اور مبہم باتیں سنتے ہیں جنکی کچھ بھی خبر نہیں کہ ان کا مطلب کیا ہے جناب نے فرمایا کہ کیا ایسا کرتے ہیں پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کر فرمایا کہ ہمارے پاس جبرئیل آئے اور کہا اے محمد صلعم عنقریب تیری امت میں فتنہ ہوگا تب میں نے دریافت کیا کہ اس فتنہ سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے تو کہا کتاب اللہ کیونکہ اس

میں تم سے پہلوں کے حالات ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کے اور وہ حکم ہے اور فیصلہ کرنے والا ہے حق و باطل میں اور کلام ہزل نہیں ہے الخ اتانی جبرئیل فقال یا محمد ستکون فی امتک فتنۃ قلت فما المخرج منہا فقال کتاب اللہ فیہ بیان ما قبلکم من خبر و خبر ما بعدکم وحکم ما بینکم وھو الفصل لیس بالھزل من التمس الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم الخ

اصول کافی اور عیاشی نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جس میں سے ایک جملہ یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب فتنے شب تاریک کی طرح تم پر مشتبہ ہو جائیں تو اس وقت قرآن کو نصب العین بنانا کیونکہ وہ شفاعت کرنیوالا اور شفاعت کیا گیا ہے باطل کے مٹانے والا اور حق کی تصدیق کرنے والا ہے جس نے اسکو امام بنایا وہ اسکو جنت میں لیجائیگا اور جس نے اسکو پس پشت ڈالا وہ اسکو جہنم میں پھینکیگا وہ ایسا رہنما ہے جو نیکی کی رہنمائی کرتا ہے فاذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانہ شافع مشفع وماحل مصدق ومن جعلہ امامہ قادہ الی الجنۃ ومن جعلہ خلفہ ساقہ الی النار وھو الدلیل یدل علی خیر سبیل الخ

فرمایا رسول صلعم نے کہ قیامت کے دن مجھ سے تبلیغ رسالت کی بابت پوچھا جائیگا اور تم سے پوچھا جائیگا کہ کتاب خدا اور میری سنت پر کہاں تک عمل کیا۔ انی مسئول عن تبلیغ الرسالۃ واما انتم فتسألون عما حملتم من کتاب اللہ وسنتی

روایات مذکورہ بالا کے لئے دیکھو مقدمہ سادس فی نبذ مما جاء فی الوصیۃ بالتمسک بالقرآن وفضلہ تفسیر صافی ملا محسن فیض طبع بمبئی

(۳) جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں قیامت کے دن قرآن مجید سے بڑھکر کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی نبی ما من شفیع افضل منزلۃ عند اللہ تعالی یوم القیامۃ من القرآن لا نبی ولا ملک ولا غیرہ - نہج البلاغہ مشہور شرح علامہ ابن میثم مطبوعہ ایران جلد

(٤) جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کوئی قول مفید نہیں جب تک اس پر عمل بھی نہ کیا جائے اور کوئی قول و فعل مفید نہیں جب تک اسکی نیت نہ کی جائے اور کوئی قول و فعل و نیت مفید نہیں جبتک دو سنت رسول اللہ صلعم پر مبنی نہ ہو۔ عن امیر المومنین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لا قول الا بعمل ولا قول ولا عمل الا بنیۃ ولا قول و عمل و نیۃ الا باصابۃ السنۃ۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۳۳

(٥) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کتاب اللہ اور سنت محمد صلعم کے خلاف کیا تحقیق اسنے کفر کیا من خالف کتاب اللہ وسنۃ محمد فقد کفر اصول کافی ص ۳۳

(۳) سوم مخالفت سب صحابہ رضؓ لا تسبوا اصحابی

ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو ثواب میں صحابہؓ کے ایک مد کے برابر بھی نہ ہوگا بلکہ اسکے نصف کے برابر بھی نہ ہوگا بخاری جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۹

روایات شیعہ۔ جس نے مجھکو برا کہا اسکو قتل کرو۔ جس نے میرے صحابہ کو برا کہا بس تحقیق اسنے کفر کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اسکو کوڑے مارو۔

بقالہ من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فقد کفر وفی خبر اخر ومن سب اصحابی فاجلدوہ۔

مرے ہوئے لوگوں کو برا نہ کہو کیونکہ جو انہوں نے عمل آگے بھیجے تھے اسکا ثمرہ انکو مل چکا ہے۔ لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا۔ کتاب جامع الاخبار محقق ابن بابویہ فصل ۱۲۵ فی السب

شیخ طوسی نے بسند معتبر سے جناب علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں تمکو اصحاب پیغمبر کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ انکو دشنام نہ دو۔ وصیت میکنم شما را

باصحاب پیغمبر خدا کہ ارشاد زاد شد معہ حیات القلوب جلد ۲ مطبوعہ نولکشور ۲۸۵۵

(ب) تفسیر مجمع البیان اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں ہے کہ جناب صادق علیہ السلام سے آنحضرت صلعم کے اس قول کی تفسیر پوچھی گئی ان الشرک اخفی من دبیب النمل علی صفا سوداء فی لیلۃ ظلماء۔

یعنی فرمایا حضرت صلعم نے کہ چیونٹی جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر جاری ہو اسکی چال سے بھی شرک زیادہ تر مخفی چیز ہے۔

اسکے جواب میں امام صادق نے فرمایا کہ مومنین لوگ مشرکوں کے معبودوں کو برا کہتے تھے اسلئے مشرکین بھی مومنوں کے خدائے برحق کو برا کہتے تھے پس خدا نے مومنوں کو انکے معبودوں کو برا کہنے سے منع کر دیا مبادا کفار مومنوں کے خدا کو برا کہنے لگیں اور کہ مومنین مشرک باللہ کے مرتکب ہو جائیں ایسے طریق سے جو انکے وہم و گمان میں نہ آئے دیکھا لا یسبوا الکفار اذا قول فیکون المومنون قد اشرکوا باللہ من حیث لا یعلمون تفسیر صافی زیر آیت ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔

نوٹ۔ گویا سب کرنا شرک کے رنگ کا ہو بلکہ شرک ہو

(د) اسلام قتودات میں امام صادق علیہ السلام کی بابت وارد ہے کہ کسی نے انکو آکر بتلایا کہ میں نے ایک شخص کو مسجد میں دیکھا ہے کہ آپ کے دشمنوں کے سب کرنے کا اعلان کرتا ہے اور خود بھی سب کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ خدا اسکو لعنت کرے اسکو کیا پڑی ہے وہ لوگوں کو ہمارے برخلاف برانگیختہ کرتا ہے حالانکہ خدا نے فرمایا ہے ولا تسبوا الذین یدعون الایۃ تفسیر صافی زیر آیت ولا تسبوا الذین یدعون الخ

نیز دیکھو رسالہ اعتقادیہ محقق ابن ابی جمہور شرح ارشادیہ باب ۲ مطبوعہ لکھنؤ

(ہ) جناب علی علیہ السلام نے سنا کہ انکے اصحاب لشکر شام کو بوقت جنگ صفین سب کرتے ہیں تو فرمایا کہ مجھکو یہ امر گوارا نہیں کہ تم سب کہنے والے بنو۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد

سمعو قوماً من أصحابه يسبون أهل الشام أيام حربهم بصفين "اني أكره لكم أن تكونوا سبابين"
نہج البلاغة حصہ اول صفحہ ... مطبوعہ مصر

د۔ قال الصادق عليه السلام. لا تدع اليقين بالشك والمكشوف بالخفي ولا تحكم على ما لم تره بما تروى عنه قد عظم الله عز وجل أمر الغيبة وسوء الظن بإخوانك من المؤمنين فكيف بالجرأة على إطلاق قول واعتقاد زور وبهتان في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله عز وجل إذ تلقونه بألسنتكم وتقولون بأفواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هيناً وهو عند الله عظيم وما دمت تجد إلى تحسين القول والفعل في غيبتك وحضرتك سبيلاً فلا تتخذ غيره قال الله تعالى وقولوا للناس حسناً واعلم أن الله تعالى اختار لنبيه من أصحابه طائفة أكرمهم بأجل الكرامة وحلاهم بحلية التأييد والنصر والاستقامة لصحبته على المحبوب والمكروه وأنطق لسان نبيه محمد صلى الله عليه وآله بفضائلهم ومناقبهم وكراماتهم واعتقد محبتهم واذكر فضلهم واحذر مجالسة أهل البدع فإنها تنبت في القلب كفراً وضلالاً وإن اشتبه عليك فضيلة بعضهم فكلهم إلى عالم الغيب وقل اللهم إني محب لمن أحببته أنت ورسولك فإنه لم يكلف فوق ذلك۔ فقط كتاب مصباح الشريعة باب السبعون في معرفة الصحابة مطبوعہ ایران یعنی فرمایا امام صادق علیہ السلام نے کہ یقینی اور واضح شدہ امور بعض شکوک اور نامعلوم باتوں سے ترک نہ کرو اور جب تک روایت شدہ امر کو مشاہدہ نہ کرے اس پر حکم نہ لگا۔ تحقیق خدا کے نزدیک اگرچہ اپنے مومن بھائیوں کی بھی غیبت اور بد گمانی کرنے سے بھی بڑی گناہ کی بات ہے چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی طرف تو کسی بات کو یا جھوٹے اعتقاد یا بہتان کو منسوب کرے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (حضرت عائشہ پر بہتان باندھنے والوں کی بابت)

تب تم اس حرف اللہ کو اپنی زبانوں پر لاتے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے آسان (بات) سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت گناہ کی بات تھی"

اور جب تک تو کسی قول یا فعل کی برتری موجود گی میں جو ادب ہی عدم ہو گی میں تو تعریف کرنے کی گنجائش پا اسکی تعریف اور تحسین کر اور اسکے سوا دوسری راہ اختیار کر خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اچھی باتیں کہو جان تو کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلعم کے واسطے اسکے صحاب میں سے ایک گروہ کو کشتی کی زندگی دیکر کرم بنایا اور کہ سکتے ہیں رسول کے ساتھ رہنے کے صلہ میں انکو اپنی تائید اور نصرت و محبت قدسی کے خلعت سے آراستہ فرمایا۔ اور اپنے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکے فضائل و مناقب وارد کئے اگر تو بیان کرنے میں ولا مخالب ہے تو انکی محبت دل میں قائم رہ اور انکے فضائل بیان کر اور اہل بدعت کی مجلس سے الگ تھلگ رہ کیونکہ وہ دلوں میں کفر و گمراہی کو پیدا کرتی ہے اگر کسی صحابی کی فضیلت میں تجھکو شبہ پیدا ہوجائے تو اسکو خدائے عالم الغیب کے سپرد کرے اور کہدے اللہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں جس کو تو اور تیرا رسول دوست رکھے اور اس سے دشمنی رکھتا ہوں جو تیرا اور تیرے رسول کا دشمن ہے خدا نے اس سے زیادہ کہنے اور کرنے کا مجھکو مکلف نہیں بنایا

۵۔ علامہ میر فتح اللہ شیرازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم نازل ہوئی (ترجمہ تحقیق تم اور جن کو والے مشرکو تم پوجتے ہو جہنم کے ایندھن ہو)

قریش نے کہا کہ اے محمد صلعم ہمارے بتوں کو گالی نہ دیجئے ورنہ ہم بھی آپ کے خدا کی ہجو صفات کاملہ کے ساتھ ہمارے بوبرائی کرینگے تو آیت اتری۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ یعنی مشرک جس خدا کو پکارتے ہیں ان کو انہیں برا مت کہو برائی کرینگے اللہ کو نہ کرو ورنہ اسکے مقابلہ میں وہ جہل و نادانی کے باعث یہ بھی خدا کو برا کہیں گے شرح

قریش گفتند کہ یا محمد از زبان از دشنام و بتان ما کوتاہ کن و گرنہ خدائے ترا کہ بعبادت او امر میکنی دشنام کنیم آیہ شریفہ "ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" دشنام ندہید آنہا را کہ می پرستند "من دون اللہ" بجز خدائے و بتان و امثال ایشان را "فیسبوا اللہ" کہ ایشان در مقابل ایں ناسزا گویند خدائے را عدوا بغیر علم بغیر از علم از روئے جہل و نادانی۔

نوٹ۔ اس روایت و تفسیر آیت سے مقاصد آیت کے معنی و مفہوم پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے مقدر تر

اسی موقعہ پر بعض مفسرین نے ایک اور مسئلہ بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی کام فرمانبرداری شریعت کی قسم سے ہو لیکن اسکا نتیجہ گناہ و نافرمانی کی حد تک جا پہنچے۔ تو اسکا ترک کر دینا واجب ہے کیونکہ شر و فساد کو مٹا دینا پہلا امر ضروری ہے

"و دریں آیت دلیل است بر آنکہ طاعت ہر گاہ مودی بمعصیت شود ترک آن واجب است۔ چہ مودی بشر شر است"

"و در مجمع آوردہ کہ آیت دلالت میکند بر آنکہ جائز نیست کہ از مکلف فعلے یا قولے صادر شود کہ مودی بمعصیت غیر او شود"

یعنی مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت (ولا تسبوا الذین الخ) دلالت کرتی ہے اس پر کہ مکلف تابع شریعت سے کوئی ایسا فعل یا قول سرزد نہ ہونا چاہیئے جس سے کوئی دوسرا شخص معصیت کا مرتکب ہو جائے

اسکے بعد وہی تفسیر صافی والی روایت لکھی ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے حدیث رسول صلعم ان الشرک اخفی من دبیب النمل الخ کے معنے دریافت کئے تو پوری روایت اوپر مذکور ہو چکی ہے مکرر لکھنے کی حاجت نہیں ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ مومن شرک کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ اسکو خبر نہیں ہوتی۔ "از سب اشیاء اہل شرک منع نمودہ تا کفار سب از مومنان نہ کنند و مومنان کہ بستہ آن شرک نیارند یعنی کافر نہ شوند از جائیکہ ندانند"

"پس دانست فقیر کہ در گفتار کلمہ کفر کافر است" یعنی خود اگر مومن کفر نہ کہے لیکن جب وہ

دوسرے کو کافر کہنا کفر کا باعث بنتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر منہاج الصادقین جلد ۷ ایران ۱۳۸۲ھ زیر آیت ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ سورہ انعام صفحہ [illegible] اور علامہ فخر الدین بن محمد علی الطریحی النجفی اپنی مشہور و معروف لغت قرآن و حدیث میں لکھتے ہیں

"فی الحدیث ذکر الرافضة والروافض وهم فرقة من الشيعة رفضوا ای ترکوا زید بن علی حین نهاهم عن الطعن فی الصحابة فلما عرفوا مقالته وانه لا یبری من الشیخین رفضوه ثم استعمل هذا اللقب فی کل من غلا فی هذا المذهب و اجاز الطعن فی الصحابة" دیکھو مجمع البحرین و مطلع النیرین طبع تہران زیر لفظ رفض ص ۳۴۳

یعنی حدیث شریف میں رافضہ اور روافض کا ذکر آیا ہے اور یہ شیعوں میں سے وہ فرقہ ہے جنہوں نے رفض کیا یعنی ترک کر دیا حضرت زید بن امام زین العابدین علیہما السلام کو جب کہ اس (زید) نے انکو صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا جب انکو معلوم ہو گیا کہ آپ یہ کہتے ہیں اور کہ شیخین پر آپ تبرا نہیں کہتے تو انہوں نے آپکا ساتھ چھوڑ دیا اسکے بعد یہ لفظ استعمال ہوگیا ہر اس شخص کے لئے جو اس مذہب میں غلو کرے اور صحابہ کے حق میں طعن کرنے کی اجازت دے۔

نوٹ۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ صحابہ رسول صلعم پر عموماً اور جناب شیخین پر خصوصاً طعن کرنا اور تبرا کہنا شیعیان اہل سنت کے شایان شان نہیں ہے بلکہ یہ رافضیوں کا فعل ہے۔ اور کسقدر غور اور حسرت کا مقام ہے کہ تو وہ امام حسین علیہ السلام کے پوتے اور امام زین العابدین علیہ السلام کے نور عین حضرت زید شہید بھی طعن و تبرائے صحابہ و شیخین کو ناجائز جانتے تھے۔

(۳) قاضی نور اللہ شوستری کا فتوے بھی سن لیجئے آپ فرماتے ہیں "مفہوم تشیع آنست کہ در صدر صحیفہ معلوم شد و سب و لعن و تبرا از شرط تشیع نیست بلکہ نام خلفائے ثلثہ متعاقبہ

زبان شیعہ جاری نہ شود و امر ایشاں واجب نیست اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کنند سخن ایشاں معتبر نیست چنانکہ جاہلان اہل سنت حکم بوجوب قتل شیعہ میکنند۔ مجالس المومنین مجلس اول مطبوعہ ایران ص [illegible]

(ترجمہ) شیعہ کے معنی و مفہوم تو وہی ہیں جو کتاب کے شروع میں بتلائے گئے ہیں (یعنی) شیعہ کسے است کہ خلیفہ بحق بعد از پیغمبر صلوات اللہ علیہ و آلہ امیر المومنین علیہ السلام را داند و سنی کے لئے لعنت کہ ابوبکر را داند۔ دیباچہ مجالس المومنین ص [illegible]

اور سب اور لعنت کرنا اس میں معتبر نہیں یہاں تک بھی ممکن ہو کہ لفظ تو ثلاثہ کا نام بھی زبان پر لایا نہ جائے۔ اور تبرا لعنت کرنا واجب نہیں ہے اور جاہل شیعہ سنت کے واجب ہونیکا حکم لگائیں۔ تو ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسے کہ جاہل اہلسنت شیعوں کے قتل کے واجب ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔"

(۴) چہارم۔ مذمت بدعت

فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنت فصل ثانی ص [illegible]

روایات شیعہ۔ (ا) کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ جامع الاخبار محقق ابن بابویہ فصل [illegible] ص [illegible] و ہو آخر الکتاب۔

یعنی دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا نتیجہ آگ ہے

(ب) امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے "کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار" اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص [illegible] کتاب العلم باب البدع والرای والمقائیس

(ج) عن زرارۃ۔ قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الحلال والحرام فقال حلال محمد حلال الی یوم القیمۃ و حرامہ حرام ابدا الی یوم القیمۃ لا یکون غیرہ ولا یجئ غیرہ وقال قال علی ما احد ابتدع بدعۃ الا ترک بہا سنۃ۔ اصول کافی ص [illegible] کتاب العلم باب البدع۔ نیز تفسیر صافی جلد [illegible] زیر آیت کما صبر اولو العزم من الرسل [illegible]

(ترجمہ) زرارہ سے مروی ہے کہا اس نے کہ میں نے پوچھا امام صادق علیہ السلام سے بابت حلال اور حرام کے تو فرمایا امام علیہ السلام نے کہ جس چیز کو حلال کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی حلال ہے روز قیامت تک اور جس کو آنحضرت صلعم نے حرام فرمایا وہ ہمیشہ کے لئے روز قیامت تک حرام ہے نہیں ہوگا سوائے اسکے اور نہیں داخل ہوگا شریعت میں سوائے اسکے اور کہا کہ فرمایا ہے جناب علی علیہ السلام نے جس شخص نے کوئی بدعت دنیا میں تجویز کی ضرور ہے کہ اسنے ایک سنت رسول صلعم کو ترک بھی کیا ہوگا۔

(۴) امام صادق سے مروی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی کون سی بات ہے جس سے انسان مشرک ہوجاتا ہے فرمایا اس طرح پر کہ ایک شخص نے کوئی رائے گھڑلی اور پھر اسکی بنا پر لوگوں سے محبت کرتا ہے یا بغض کرتا ہے۔

عن الصادق انہ سئل عن ادنیٰ ما یکون بہ الانسان مشرکاً قال من ابتدع رأیاً فاحبّ علیہ او البغض (تفسیر صافی زیر آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ سورہ نساء)

(۵) وفی الحدیث عن امیر المؤمنین علیہ السلام من جدد قبراً او مثّل مثالاً فقد خرج من الاسلام (من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر بعد باب التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ وزیارۃ القبور والنوح والمأتم)

(ترجمہ) جس نے کوئی قبر تازی بنائی یا کوئی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

(۶) قال الصدوق واختلف مشائخنا فی معناہ فقال محمد بن الحسن بن الولید رحمہ اللہ انہ قال لا یجوز تجدید القبور ولا تطیین جمیعہ بعد مرور الایام علیہ وبعد ما طیّن فی الاول وذکر عن سعد بن عبد اللہ انہ کان یقول انما ہو من حدد قبراً بالحاء غیر المعجمۃ یعنی بہ من سنم قبراً وذکر عن احمد بن ابی عبد اللہ البرقی انہ قال انما ہو من جدث قبراً وتفسیر الجدث القبر فلا ندری ما عنی بہ والذی اذہب الیہ انہ جدد بالجیم ومعناہ نبش قبراً لان من نبش قبراً فقد جددہ واحوج الی تجدیدہ وقد جعل

جدثاً محفوراً ثم قال اقول ان التجدید علی المعنی الذی ذهب الیه محمد بن الحسن الصفار والتحدید بالحاء غیر المعجمة الذی ذهب الیه سعد بن عبد اللہ والذی قال البرقی من انه جدث کله داخل فی معنی الحدیث وان من خالف الامام فی التجدید والتسنیم والنبش واستحل شیئاً من ذلک فقد خرج من الاسلام والذی اقول فی قوله من مثل مثالاً یعنی به من ابدع بدعة ودعا الیها او وضع دیناً فقد خرج من الاسلام

× × × وجد الشیٔ جدا بالکسر فهو جدید وهو خلاف القدیم وجدد فلان الامر واجده واستجده اذا احدثه فهو جدید وهو خلاف القدیم والجدیدان اللیل والنهار مجمع البحرین زیر لفظ جدد صلنا ومن لا یحضره الفقیه باب النوادر مذکور ہے

(ترجمہ) فخر المحدثین شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ اس حدیث (من جدد قبراً الخ) کے معانی میں ہمارے مشائخ نے اختلاف کیا ہے محمد بن الحسن الصفار نے کہا ہے کہ لفظ جدد ہے ساتھ جیم کے ہے اور سوا اسکے نہیں اور ہمارے شیخ محمد بن الحسن بن ولید سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب وقت گزر جائے اور ابتداء میں قبر پر مٹی ڈالدی جائے تو پھر تمام قبر کی تجدید کرنا یا پھر مٹی لگانا جائز نہیں ہوتا ہے اور بعد میں جب اسکی زیارت منظور ہے کہ کہا انھوں نے کہ حدیث میں ایجاب جدد کی دراصل حدد ہے ساتھ حائے حطی کے اور اسکا مطلب ہے کہ جس نے قبر کو بلند بنایا اور احمد بن ابی عبداللہ برقی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ دراصل من جدث قبراً ہے اور جدث کی تفسیر قبر ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سے انکا کیا مطلب تھا۔ اور وہ شخص جو اس معنی کی طرف گیا کہ لفظ دراصل جدد ہے ساتھ جیم کے اور اسکے معنے ہیں کھودنا قبر کو (اغلباً) بارادہ کفن چرانے کے یعنی جس نے قبر کو کھودا۔ پس تحقیق اسنے اسکی تجدید کی اور اسکی تجدید کی حاجت پڑگئی اور اسنے قبر کو گڑھا بنایا پھر کہا کہ میں صدوق کہتا ہوں کہ خواہ یہ لفظ بمعنی تجدید کے ہو جس کی طرف محمد بن حسن الصفار گئے ہیں خواہ بمعنی تحدید ہو ساتھ حائے غیر معجمہ کے جسکی طرف سعد بن عبداللہ گئے ہیں یا وہ معنی جو برقی نے کئے ہیں کہ جس نے قبر بنائی۔ یہ سب

معانی اس حدیث کے اللہ و اعلم ہیں اور تحقیق جس کسی نے مخالفت کی ارشاد امام کی ایچ تجدید نعیم و تشمایٔ قبر کے اور اس میں سے کسی چیز کو حلال جانا پس تحقیق ہو گیا اسلام سے۔

اب وہ معنی جو میں (صدوق) کہتا ہوں جناب علی علیہ السلام کے ارشاد من مثل مثالاً میں موجود ہیں۔ کہ اس سے امام کا مطلب تھا کہ جس کسی نے کوئی بدعت ایجاد کی۔ اور دوسروں کو اسکی پیروی کی طرف بلایا یا کوئی دین وضع کر لیا پس تحقیق وہ خارج ہو گیا اسلام سے انتہیٰ (من لا یحضرہ الفقیہ ج اول)

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ من اتی ذا بدعۃ فوقرہ فقد سعی فی ہدم الاسلام
رسالہ اعتقادیہ مع شرح ارشادیہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۳

یعنی شیخ صدوق نے رسالہ مذکورہ میں ایک حدیث لکھی ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی بدعت والے کے پاس جائے اور اسکی بڑائی کرے اسنے در حقیقت اسلام کے برباد کرنے میں کوشش کی مطلب یہ کہ بدعتی کی ہر طرح سے مخالفت اور تحقیر کرنی ضروری ہے نہ کہ اسکی عزت و توقیر کرنا۔

اصول کافی میں یہی حدیث یوں مروی ہے من اتی ذا بدعۃ فعظمہ فانما یسعی فی هدم الاسلام۔ کافی کتاب العلم باب البدع ص ۳۳

(۲) والبدعۃ بالکسر فالسکون الحدث فی الدین وما لیس له اصل فی کتاب ولا سنۃ وانما سمیت بدعۃ لان قائلها ابتدعها من نفسه ومنه الحدیث من توضأ ثلاثاً فقد ابدع ای فعل خلاف السنۃ لان ما لم یکن فی زمنه فهو بدعۃ والبدع بالکسر والفتح جمع بدعۃ قال بعض شراح الحدیث البدعۃ بدعتان بدعۃ هدی وبدعۃ ضلال فما کان فی خلاف ما امر اللہ به ورسوله فهو فی حیز الذم والانکار وما کان تحت عموم ما ندب اللہ الیه وحض علیه او رسوله فهو فی حیز المدح وما لم یکن له مثال موجود کنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف

فمن الافعال المحمودة لا یجوز ان یکون ذلک فی خلاف ما امر اللہ بہ لان النبی
قد جعل لہ فی ذلک ثوابًا فقال من سن سنة حسنة کان لہ اجرها واجر من عمل بها
وقال فی ضده من سن سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها وذلک
اذا کان علی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ ۔ مجمع البحرین زیر لفظ بدع ص ۳۳۴

یعنی لفظ بدعت ساتھ زیر اور جزم کے معنے میں نئی بات دین میں اختراع کرنا اور وہ
جس کی اصل نہ کتاب خدا میں ہو نہ سنت میں اور اسکو اسی لئے بدعت کہا گیا ہے کہ اس کے
قائل نے اسکو اپنے دل سے بنایا ہے اور اسکے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ جس نے تین تین دفعہ
وضو میں پانی بہایا پس تحقیق اسنے بدعت کی یعنی خلاف سنت کیا کیونکہ جو امر رسول صلعم کے زمانہ
میں نہ ہو پس وہ بدعت ہے اور بدع ساتھ زیر اور زبر کے جمع ہے بدعت کی ۔ بعض شارحین حدیث
نے فرمایا ہے کہ بدعت کی دو قسم ہیں ایک ہدایت والی بدعت دوسرے گمراہی والی پس جو امر
خلاف حکم خدا و رسول کے ہو پس وہ مذمت اور انکار کی حد میں آیا گیا ہے ۔ اور جو امر عموماً خدا
اور رسول کے فرمان کے ماتحت آسکے پس وہ خوبی کے اسالہ میں داخل ہے ۔ اور جو امر ایسا
ہو جسکی مثل خواہ موجود ہو مطلقاً کسی قسم کی ہو اور سخاوت اور بھلائی کا کام پس وہ اچھے کاموں
میں سے ہوتا ہے اور جائز نہیں کہ اسکو شریعت کے برخلاف کہا جائے کیونکہ حضرت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اسکے ثواب لکھا ہے اور فرمایا ہو کہ جس نے سنت حسنہ
کو جاری کیا واسطے اس شخص کے اسکا اجر ہے اور ساتھ ہی اسپر عمل کرنیوالا کا بھی اور اس کے
مقابل میں فرمایا کہ جس نے کسی بُرے طریقہ کو جاری کیا اسکی برائی کا بوجھ اسکی گردن پر ہے
اور ساتھ اسپر عمل کرنے والے کی برائی کا بھی ۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ وہ طریقہ خدا اور
خدا کے رسول صلعم کے حکم کے مخالف ہو۔

پس حضرات اہل سنت و اہل تشیع اپنے اپنے موجودہ کاموں پر جنھیں ثواب سمجھکر کرتے
ہیں ۔ غور فرمالیں کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور بعد خلفائے راشدین

کے عہد میں باوجود ضرورت شیعہ مسلمان کئے جاتے تھے یا انہیں گرتے تھے تو بیشک یہ بھی انہیں کا اثر ورنہ چھوڑ دیں۔

(۵) پنجم مسئلہ خلافت و امامت

(۱) لا خلیفۃ من القریش" مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹

(۲) خلفاء راشدین کی خلافت حسب وعدہ تھی مسند بآیت استخلاف خلافت حقہ و منجانب اللہ تھی۔

(۳) میعاد خلافت نبوت تیس سال تھی۔ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ

(۴) خلفائے راشدین میں جناب علی رابع الخلفاء یعنی چوتھے خلیفہ رسول مقبول ہیں۔

(۵) اہلسنت دوازدہ امام علیہم کی دل سے تعظیم کرتے ہیں۔ اور انکو گو مثل شیعوں کے من کل الوجوہ معصوم نہیں مانتے تاہم انکو اطاعت نیکوکار ضرور مانتے ہیں۔

(۶) امامت دوازدہ امام علیہم السلام تابع خلافت نبوت ہے۔

(۷) خلافت کے لئے رسول صلعم نے کسقدر صریحاً امر و جہیں فرمایا

روایات شیعہ۔ بمقابلہ نمبر (۱) قاضی نور اللہ شوستری فرماتے ہیں پیغمبر صلوات اللہ علیہ وآلہ فرمودہ کہ الائمۃ من القریش و حاصل آں اینست کہ ائمہ و اولیائے آنحضرت صلعم از قریش خواہند بود از غیر قریش نیستند مجالس المومنین شرح حدیث الائمۃ من القریش مجلس نجوم السماء صفحہ ۹ مطبوعہ ایران

(ترجمہ) فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ الائمۃ من القریش۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے امام اور اولیاء قریش سے ہوں گے اور قریش سے باہر کے نہ ہوں گے

(۲) کتاب نہج البلاغۃ میں ایک خطبہ ہے جو جناب علی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا جبکہ انہوں نے لشکر روم کے مقابلہ کے لئے بذات خود سفر کرنیکا ارادہ کیا تھا اور دوسرے صحابہ سے مشورہ کرتے کرتے جناب علی علیہ السلام سے بھی دریافت کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ و

قد توکل اللہ لاھل ھذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی نصرھم وھم قلیل لا ینتصرون ومنعھم وھم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت۔ نہج البلاغۃ من کلامہ علیہ السلام وقد شاور عمر فی الخروج الی غزو الروم بنفسہ مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۸۲

علامہ ابن میثم اپنی مشہور شرح نہج البلاغہ میں اسکی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ تضمن ستر ذلک بافاضۃ النصر علیھم وھذا الحکم من قولہ تعالی وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم دیکھو ابن میثم مطبوعہ ایران جزء ۱۹

اسی خطبہ کا ترجمہ فارسی صاحب ناسخ التواریخ نے یوں کیا ہے۔

"فرمود ہمانا حفظ ساحت اہل این دین و حراست حریم مواضع ایشان خداوند وکیل و کفیل است آنکس کہ ایشان را با قلت عدت و ضعف نیست نصرت کرد زندہ جاوید است" ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم مطبوعہ ایران ص۲۰۸ زیر عنوان لشکر کشی ابوعبیدہ بجزیرہ التماس از کثرت سپاہ روم و جنگ ... در سال پانزدہم ہجری

حاصل مطلب یعنی اہل اسلام کا کارساز و ضامن پروردگار ہے وہ ذات جس نے انکی مدد کی باوجودیکہ وہ قلیل اور بے سروسامان تھے ہمیشہ کیلئے زندہ ہے شارح ابن میثم کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ذمے لیا ہے کہ اپنی نصرت بخشیوں سے انکی پردہ پوشی کرے اور یہ حکم مستنبط ہوتا ہے آیت وعد اللہ الذین آمنوا الخ

اسی طرح غزوہ نہاوند کے موقعہ پر عمر نے خود میدان جنگ میں جانیکا ارادہ کرکے صحابہ سے مشورہ کیا، تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا

ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا بقلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن

علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ و ناصر جندہ (نہج البلاغہ مصر جلد اول ص [illegible])

صاحب ناسخ التواریخ اس خطبہ کا مطلب بزبان فارسی یوں تحریر فرماتے ہیں "خلاصۂ معنی این کلمات چنین است کہ علی علیہ السلام فرمود کہ این امر را نصرت افراشتن و اگر فرو گذاشتن بکثرت و قلت لشکر نیست این دینے است کہ خدائے برآوردہ و نیرو دادہ چنانکہ جہان را فرو گرفت و رسید آنجا کہ رسید و اینک بر وعدۂ خداوند ایستادہ ایم چہ مومنان را وعدہ نہاد کہ در ارض خلیفتی دہد چنانکہ پیشینیان را و دین ایشان را استوار دارد و خوف ایشان را بہ ایمنی بدل فرماید تا بر ہمہ ادیان غلبہ جویند و خداوند بوعدہ وفا کند و لشکر خود را نصرت دہد الی آخرہ" (ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم زیر عنوان وقائع سال بیست و یکم ہجری در فتح نہاوند بدست لشکر عرب مطبوعہ ایران [illegible])

یعنی جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس امر خلافت کی نصرت کثرت لشکر پر موقوف نہیں نہ اس کی بے رونقی کا باعث قلت لشکر ہو سکتا ہے یہ وہ دین ہے جس کو خدا نے بنایا اور اس کو طاقت دی چنانچہ وہ عالمگیر ہو گیا اور یہ پہنچا جہاں تک کہ اسے پہنچنا تھا۔ اور ہم تو خدا کے اس وعدہ کے امیدوار ہیں کیونکہ اس نے تو مومنوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ زمین میں ان کو خلیفہ بنائیگا جیسے کہ اگلوں کو اس نے بنایا تھا۔ اور ان کے دین کو مستحکم کریگا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ تاکہ تمام دوسرے دینوں پر غالب آ جائیں۔ اور خدا اپنے وعدے کو ضرور پورا کریگا۔ اور اپنے لشکر کو نصرت دیگا۔

فروع کافی میں ابی عمیر سے بحیلہ ایک طویل روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ خدا کے دین کی دعوت کرنا اور جہاد کرنا کسی خاص قوم کے لئے مخصوص ہے یا کہ ہر مسلمان کے لئے مباح ہے امام علیہ السلام نے ان مجاہدین فی سبیل اللہ کے متعلق بڑی شرح و بسط سے ذکر فرمایا ہے جو خدا کی طرف سے جہاد کے ماذون ہوتے ہیں۔ اسی ضمن میں فرمایا ہو کر جن مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے ساتھ جہاد کئے وہ بھی جانب اللہ ماذون تھے" فقط

۵ تلوا ھم باقات اللہ عز وجل لصرفی ذلک" فروع کافی جلد ۲ باب ما یجب علیہ الجہاد و من لا یجب۔

(۴۳) عن اسید بن صفوان صاحب رسول اللہ قال لما کان الیوم الذی قبض فیہ امیر المومنین علیہ السلام ارتج الموضع بالبکاء و دھش الناس کیوم قبض النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و جاء رجل باکیا و ھو مسرع مسترجع و ھو یقول الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ الخ اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد امیر المومنین ۳۲۹

صاحب ناسخ التواریخ نے اس روایت کا ترجمہ فارسی میں یوں کیا ہے:

"از علمائے شیعہ کلینی و صدوق از اسناد ایشاں باسناد خود از اسید بن صفوان کہ از اصحاب رسول خدا است حدیث می کنند کہ چوں امیر المومنین علیہ السلام ازیں جہاں رحلت گفت مانند روزیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ازیں جہاں برفت دہشت عظیم در مردم افتاد و زمیں از فزع و بکا بلرزید مردے پیر فرتوت ہمی استرجاع کرد و ہمی گفت امروز خلافت نبوت انقطاع یافت و آں شخص پیغمبر علی تعزیت دا علیہ السلام بود ایں اشک ریزاں و شتاب کناں بیامد تا بدر سرائے علی علیہ السلام بایستاد الخ ناسخ التواریخ جلد سیم از کتاب دوم ذکر احوال امیر المومنین ۲۹۲

ترجمہ: اسید بن صفوان صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس دن جناب امیر المومنین علیہ السلام فوت ہوئے۔ آہ و بکا سے زمین کانپنے لگی اور لوگ دہشت زدہ تھے جیسے کہ روز وفات حضرت رسالت مآب صلعم میں ہو گئے تھے اسوقت ایک شخص روتا ہوا آیا اور جلدی جلدی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتا اور کہتا تھا کہ آج کے دن نبوت کی خلافت ختم ہو گئی۔

اصل روایت مذکور میں تو اس شخص کا نام نہیں ظاہر کیا گیا مگر جیسے فاضل مورخ ناسخ نے لکھا ہو علامہ قزوینی بھی صافی شرح کافی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مراد به رجل الیاس یا خضر باشد ... و میگفت امر فرید به شد جانشینی کرد زد و مسائل بسائل یاشد یعنی بعد ازین تا ظهور قائم جانشینی رجل و شیعت خواهد بود صافی کتاب الحجة باب مولد امیرالمومنین ص ۱۰۱ مطبوعہ لکھنؤ

یعنی اس شخص سے مراد الیاس اور یا خضر ہوں کہتے تھے کہ کرچہ خلافت قطع ہوگئی جس سے مسائل شرعیہ کا علم حاصل ہوتا تھا اس سے مطلب یہ ہے کہ بجز ظہور حضرت مہدی علیہ السلام تک رجال اور شیعت کی جانشینی ہوگی استغفراللہ

(۲) ابن بابویہ قال حدثنا ابو الحسن محمد بن ابراهیم بن اسحاق ... قال حدثنی یحیی بن سعید البلخی عن علی بن موسی عن ابیه عن آبائه عن علی بن ابی طالب قال بینا انا امشی مع النبی فی بعض طرقات المدینة اذ لقینا شیخ طویل کث اللحیة بعید ما بین المنکبین فسلم علی النبی ورحب به ثم التفت الیّ فقال السلام علیک یا رابع الخلفاء ورحمة الله وبرکاته الیس کذلک هو یا رسول الله فقال له رسول الله بلی ثم مضی فقلت یا رسول الله ما هذا الذی قال لی هذا الشیخ وتصدیقک له قال انت کذلک والحمد لله ان الله تعالی قال فی کتابه انی جاعل فی الارض خلیفة والخلیفة المجعول فیها آدم وقال عز وجل یا داود انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق وهو الثانی وقال عز وجل حکایة عن موسی حین قال لهارون اخلفنی فی قومی واصلح فهو هارون اذ استخلفه موسی فی قومه وهو الثالث وقال الله تعالی واذان من الله ورسوله الی الناس یوم الحج الاکبر فکنت انت المبلغ عن الله تعالی وعن رسوله وانت وصیی ووزیری وقاضی دینی والمؤدی عنی وانت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی فانت رابع الخلفاء کما سلم علیک الشیخ اولا تدری من هو قلت لا قال ذاک اخوک الخضر علیه السلام فاعلم دیکھو کتاب ... ہشتم بچ سلیمان بحرانی مطبوعہ ایران مقصد اول باب ۲ حدیث نمبر ۲ نیز مقصد ثانی باب ...

نمبر ۱۰ عاشر نیز دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ خلف نمبر ۲۰۱/۴

(ترجمہ) مفضل ابن داؤد نے روایت کی ہے جناب علی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپ نے کہ ہم اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ جا رہے تھے کہ گذرے ایک طویل قامت شخص کی طرف جس کے کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا اس سے دوچار ہوتے ہی پہلے رسول صلعم کی خدمت میں سلام اور مرحبا عرض کیا اور پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سلام ہو آپ پر اے چوتھے خلیفے اور خدا کی رحمت اور برکات ہوں پھر کہا اے رسول خدا کیا ایسا ہی نہیں رسول صلعم نے جواب میں فرمایا ہاں ٹھیک ہے پس جب وہ بزرگ چلے گئے میں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ جو اس بزرگ نے کہا اور جس کی آنجناب نے تصدیق فرمائی اسکا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسے (رابع الخلفاء) ہی ہو واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں اور خلیفہ اول بنایا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اور پھر خدا نے فرمایا اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ کیا پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو یہ دوسرے خلیفہ تھے اور خدا نے موسیٰ کی طرف سے حکایت فرمایا جب کہ انھوں نے ہارون کو کہا کہ میری قوم میں میرے خلیفہ بنو اور اصلاح کرو پس وہ ہارون تھے جب کہ انکا مقام بنایا۔ جو موسیٰ نے اپنی قوم میں اور خدا نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو حج اکبر کے دن اطلاع دی جاتی ہے پس تم تھے اسکا پہنچانے والے خدا اور اسکے رسول کی طرف سے اور تم میرے وصی اور وزیر ہو اور میرے قرضہ کے ادا کرنے والے اور میری طرف سے ادا کرنے والے اور تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں پس تم چوتھے خلیفہ ہو جیسا کہ اس بزرگ نے سلام کرتے ہوئے تم سے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کون تھے میں نے عرض کی کہ نہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہارے بھائی خضر علیہ السلام تھے پس جان لو۔

نوٹ۔ مطابق اس روایت کے جناب علی چوتھے خلیفہ ہوتے تھے تو وہ اصحاب ثلاثہ دوم خلیفہ ہوتے

یانہ ہوتے۔ مگر عالم علم لدنی حضرت خضر نے آپکے تیرا رابع الخلفاء ہی لقب تجویز کیا کہ خلفاء رسول صلعم میں بھی آپ چوتھے درجہ پر خلیفہ ہوئے۔ اور اس ترتیب خلافت میں آپکی شان اور منزلت میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگئی جف القلم بما ھو کائن۔

(۵) بضمن بیان اصول دین۔ دوازدہ امام علیہم السلام کی عصمت کا ذکر کرتے ہوئے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی اپنی آخری تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں

فقرہ چہارم تصدیق بدوازدہ امام خصوصاً عصمت ایشاں کہ بعقل و نقل ہر دو ثابت شدہ دلیہ نیست قول بعضے کہ گفتہ اند تنہیم در ایمان باعتقاد امامت و وجوب طاعت بس است چنانچہ از حدیث ظاہر میشود کہ جمعے از راویاں کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشاں نہ داشتہ اند بلکہ ایشاں را علماء نیکوکار میدانستند چنانکہ از رجال کشی ظاہر میشود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ بعدالت ایشاں میکردہ اند کتاب حق الیقین فارسی فصل ۴ در بیان معانی ایمان و اسلام و کفر و ارتداد است۔

ترجمہ۔ تصدیق بارہ اماموں کی خاصکر کے معصوم ہونیکی ضروری ہے جو کہ عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے اور دوسرا قول اسکی وعید نہیں ہے کہ ہم ایمان میں صرف اعتقاد امامت اور اماموں کی اطاعت کے واجب ہونے پر ہی بس کریں جیسے کہ حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کا ایک گروہ اماموں کے زمانہ میں ہو گذرا ہے جو عصمت ائمہ کے قائل نہ تھے بلکہ انکو علماء نیکوکار مانتے تھے چنانچہ کتاب رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اس اعتقاد کے ائمہ کرام انکو مومن بلکہ روایت بیان کرنے میں بھی انکو عدول فرمایا کرتے تھے

(۶) عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ ارسل محمداً الی الجن والانس وجعل من بعدہ اثنی عشر اوصیاء منہم من سبق ومنہم من بقی وکل وصی جرت بہ سنۃ والاوصیاء الذین من بعد محمد علی سنۃ اوصیاء عیسیٰ وکانوا اثنی عشر وکان امیر المومنین علیہ السلام علی سنۃ المسیح اصول کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء

فی کالثنی عشر ص ۳۲۴

(ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ علی آپ نے حقیقت محمد صلعم کو خدا نے جن و انس کی طرف مامور کر کے بھیجا اور آنحضرت صلعم کے بعد بارہ وصی بنائے بعض ان میں گزر بھی چکے ہیں اور بعض ان میں سے ابھی باقی ہیں۔ اور تمام وصی ایک خاص سنت کے نمونہ پر ہوتے ہیں تو جن اوصیائے بعد رسول صلعم کے مقرر ہوئے تھے اوصیائے عیسیٰ کی سنت پر کیا گیا۔ جو کہ تعداد میں بارہ تھے۔ اور خود جناب علی حضرت مسیح علیہ السلام کی سنت پر تھے

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب جہاد پیغمبر ہیں۔ اور قرآن میں خدا نے انکو موسیٰ علیہ السلام کا مثیل فرمایا ہے آنحضرت صلعم خود بھی اپنے آپکو مثیل موسیٰ جانتے تھے چنانچہ جناب علی علیہ السلام کو فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ جنگ بدر میں ابوجہل کو فرعون ھذہ الامۃ فرمایا تفسیر صافی سورہ انفال ذکر غزوہ بدر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپکے اوصیا بجائے موسیٰ کے اوصیاء کے عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء کی سنت پر جا کر مقرر ہوئے کیا موسیٰ کا کوئی وصی نہ تھا ضرور تھا فریقین میں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا شیعہ وسنی میں بڑا جھگڑا صرف دوازدہ امام علیہم السلام کی ذریت امامت یا خلافت کا ہے۔ اس کا تو اس حدیث سے فیصلہ ہوگیا اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب دوازدہ امام عیسیٰ کے اوصیا کو مثیل ہوگئے تو امت محمدیہ میں سے موسیٰ کے اوصیاء کی سنت پر بھی کسی کو ہونا چاہیئے تھا یا نہ؟ اور پھر کوئی ہوا ہے تو وہ کون ہے؟

ملا۔ جناب علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے شروع ایام میں یہ ایک خطبہ عام لوگوں کو سنایا۔ انی کنت کارھاللولایۃ علی امۃ محمد حتی اجتمع رایکم علی ذلک لانی سمعت رسول اللہ صلعم یقول ایما وال ولی الامر من بعدی اقیم علی حد الصراط و نشرت الملئکۃ صحیفتہ فان کان عادلا انجاہ اللہ بعدلہ وان کان جائرا انتقض بہ الصراط الخ صاحب ناسخ التواریخ نے اسکا فارسی ترجمہ ترتیب دیا کیا ہے۔

"ای مردم بدانید خدا کشف فرمودہ است کہ من خلیفتی کی اہل بیت را گزاردہ داشتم ہمشا بعد رت رحمانی
شہید وای کہ بعد من اختلاف بہ ہم رسول خدا را شنیدم کہ فرمود ہر کس بعد از من حکومت امت بدست
کند و او در میان برابر امت ستم و فرشتگان خدا نامہ عمل او را باز کنند، اگر کار بعدل کردہ ہو
گردد و در جہنم آتش افتد" (ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب ۲ ص ... مطبوعہ ایران ص ...)

یعنی سنو اے لوگو خدا کو معلوم ہے کہ مجھکو خلافت گوارا نہ تھی مگر تم سب متفق ہو گئے اور یہ کام میرے سر پر ڈالا اور گوارا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو کوئی بھی امت کا فرمانروا بنے۔ اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر" پھیلا دینگے اور خدا کے فرشتے اسکے نامہ اعمال کو کھولکر دیکھیں گے اگر عدل سے خلافت کی تو خیر ورنہ اس سے گر جاتا اور دوزخ میں دھکیل دیا جائیگا۔

(ب) ملا باقر مجلسی نے بھی حیات القلوب میں کئی جگہ ایسی روایات کو وصایا میں بیان کیا ہے جو آنحضرت صلعم نے مرض الموت میں تمام مہاجرین و انصار کے روبرو فرمائی ہیں بخوف طوالت ایک روایت کا آخری حصہ عرض کرتا ہوں

"پس کسے کہ والی امت شود در میان مسلمانان باید کہ نیکوکار انصار را نوازد و از بدکردار ایشان عفو نماید و این آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات کرد" (حیات القلوب جلد ۲ ص ... مطبوعہ نولکشور)

یعنی جو کوئی والی امت بنے مسلمانوں میں سے اسکو لازم ہے کہ نیکوکار انصار پر نوازش کرے اور جو ان سے بدکردار ہوں انکو معاف کر دیوے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں آنحضرت منبر پر بیٹھے اسکے بعد اپنے مولا کریم سے جا ملے۔

(۶) ششم ورثہ انبیا و مسئلہ فدک

(۱) بروایت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا رسول صلعم نے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ

(۲) بروایت عائشہ صدیقہ رض لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ" موطا امام مالک باب ما

جامع ترمذی ترکہ النبی صلعم مجتبائی دہلی ص۲۴۹

(۳) عن عمرو بن الحارث۔ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ درھما ولا دینارا ولا عبدا ولا امۃ ولا شیئا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلہا صدقۃ۔ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف مطبوعہ مصطفائی دہلی ص۳۸۳ بخاری کتاب الوصایا باب الوصایا مطبوعہ مصر ص۲

(۴) بروایت صدیق۔ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن معاشر الانبیاء لا نورث ذھبا ولا فضۃ ولا دارا ولا عقارا وانما نورث الکتب والحکمۃ والعلم والنبوۃ ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص۱۰۹

(۵) الغرض رضامندی حضرت سیدہ علیہا السلام سائۃ ابوبکر صدیق درباب مطالبہ فدک اخرجہ الشیخان فی کتاب الموافقہ منقول از مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۲۲ ذکر تقسیم میراث آنحضرت صلعم۔

روایات شیعہ

(۱) وعن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذاک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منہا فقد اخذ حظا وافرا۔ الخ اصول کافی کتاب العلم ص۱۸

اس حدیث کی شرح میں فاضل قزوینی فرماتے ہیں۔

یعنی روایت است از امام جعفر صادق علیہ السلام گفت کہ دانایاں براست بعد از پیغمبر خود وارثان پیغمبر خود اند بیانش آنست کہ پیغمبران بمیراث نگذاشتہ اند برائے امت خود زر نقرہ را و زر طلا را بلکہ آنچہ بمیراث گذاشتہ اند برائے امت سخنے چند است از سخنان ایشاں مراد سخنانے است کہ در بیان احکام الٰہی است خواہ در کتابہائی صحیح باشد و خواہ صحیح نشدہ باشد مثل آنچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ آنرا صریح کردہ در کتاب جامع کہ بیانش می آید در حدیث چہارم

باب بستم پس ہر کہ دانش بہر سا نیدہ بچیزے از آں سخنان پس فراگرفتہ حصۂ کشیدہ از میراث چہ میراث اہل جہاں چہ داں خویشاں نسبت بآں اہل است الخ صافی شرح کافی کتاب العلم

بخوف طوالت صرف مطلب اصل حدیث لکھا جاتا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں یعنی انبیاء کرام ورثہ نہیں دیتے درہم اور دینار جیسے دولت دنیا وارثہ دیتے ہیں۔ بلکہ ورثہ دیتے ہیں احادیث اپنی احادیث سے اور جس نے اس سے کچھ پایا بہت کچھ پایا۔

وفی الخبر نحن معاشر الانبیاء لا نورث یقرئ البغض واو وکسرها قال بعضهم وحکمۃ انهم کانوا بالسلامۃ فیما انهم لکم ہم ولئلا یظن بهم الرغبۃ فی الدنیا مجمع البحرین زیر لفظ ورث صـ۱۸۱

ترجمہ: اور حدیث میں آیا ہے نحن معاشر الانبیاء ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہم ورثہ نہیں دیتے بعض نے کہا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ انبیاء اپنی امت کے لئے مانند باپوں کے ہوتے ہیں پس انکا مال سب امت کے لئے ہوگا ہے یا اسلئے کہا ہے کہ انکے حق میں دنیوی رغبت کا گمان نہ ہو سکے۔ صاحب مجمع نے اس حدیث کی صحت سے انکار نہیں کیا ہے لیکن اس کا مطلب اور علت عدم توریث کی بیان کی منقول ہو کر اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں دو پیغمبروں کے ورثہ کا ذکر ہے۔ اس موقعہ پر مناسب ہے کہ اس کی تشریح بھی اہلبیت کرام علیہم السلام سے کی جائے۔ قرآن میں پہلے داؤد علیہ السلام کے ورثہ کو لیتے ہیں وورث داؤد سلیمان۔

اصول کافی میں امام صادق علیہم السلام سے اس ورثہ کی کیفیت یوں مروی ہے قال ابو عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدؐ الخ اصول کافی کتاب الحجۃ صـ۱۳۳

یعنی سلیمان وارث ہوئے داؤد کے اور سلیمان کے وارث ہوئے محمد صلعم اور ہم وارث محمد

نے ورثہ پایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے دوسرا وہ جو قرآن میں زکریا اور یحییٰ کے متعلق مذکور ہے یرثنی ویرث من آل یعقوب۔

اسکے متعلق بھی اصول کافی میں امام علیہ السلام سے مروی ہے ثم مات زکریا فورثہ ابنہ یحییٰ الکتٰب والحکمۃ وھو صبی صغیر اما تسمع لقولہ عزوجل یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃ وآتیناہ الحکم صبیا اصول کافی کتاب الحجۃ باب حالات الائمۃ فی السن ص ۱۲۳

(ترجمہ) پھر فوت ہوئے زکریا علیہ السلام اور انکے وارث ہوئے یحییٰ اور ورثہ میں پائی یحییٰ نے کتاب اور حکمت حالانکہ وہ خورد سال بچے تھے کیا تو نے خدا کے قول کو نہیں سنا یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ الآیۃ۔ دونوں ورثوں کے متعلق اب مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ ناظرین کو خود واضح ہوگیا ہے کہ دونوں مقامات پر دنیاوی مال و دولت کا ورثہ مراد نہیں بلکہ کتاب اور علم و حکمت کے ورثے مراد ہے۔ وھو المراد۔

(۴) علامہ قطب الدین راوندی نے آنحضرت صلعم کے زہد کے ذکر میں روایت کیا ہے واما زھدہ فھو انہ ملک من اقصی الیمن الی عمان الی اقصی الحجاز الی نواحی العراق ثم توفی وعلیہ دین ودرعہ مرھونۃ بطعام لاھلہ ماترک درھما ولا دینارا ولا شید قصرا ولا غرس نخلا للنسب ولا شق نھرا۔ کتاب الخرائج والجرائح باب فی الموازنۃ من المعجزات۔ یعنی آپکے زہد کی کیفیت تھی کہ آپ ملک یمن کے پرلے سرے سے عمان اور انتہائے ملک حجاز اور حدود عراق تک کے بادشاہ تھے لیکن جب آپ فوت ہوئے تو آپکے ذمہ قرضہ واجب الادا تھا اور آپکی زرہ کسی کے پاس گرو تھی۔ جہاں سے اپنے کنبہ والوں کے واسطے جنس خوراک لی تھی چھوڑا آپنے ایک درہم نہ کوئی دینار نہ اپنی ذات کے لئے کوئی محل اسے تعمیر کرائی نہ کوئی باغ لگوایا نہ کوئی نہر کھدوائی۔

(۵) فاضل ابن میثم بحرانی نے ایک روایت اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھی ہے جس سے صاف طور پر فدک کی کیفیت اور رضامندی حضرت سیدہ ثابت ہے۔ دیکھو۔

ایک قابل توجہ روایت

وروی ان ابابکر لما سمع کلامها حمد الله واثنی علیه وصلی علی رسوله ثم قال یا خیرة النساء وابنة خیر الآباء والله ما عدوت رای رسول الله ولا عملت الا بامره وان الرائد لا یکذب اهله قد قلت فابلغت واغلظت فاهجرت فغفر الله لنا ولک اما بعد فقد دفعت آلة رسول الله صلعم ودابته وحذاءه الی علی واما ما سوی ذلک فانی سمعت رسول الله یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذهبا ولا فضة ولا ارضا ولا عقارا ولا دارا ولکنا نورث الایمان والحکمة والعلم والسنة وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول الله قد وهبها لی قال فمن یشهد بذلک فجاء علی ابن ابی طالب وام ایمن فشهدا لها بذلک فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشهدا ان رسول الله کان یقسمها فقال ابو بکر صدقت یا ابنة رسول الله وصدق علی وام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمن وذلک ان مالک لابیک کان رسول الله یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل منه فی سبیل الله ولک علی الله ان اصنع بها کما کان یصنع فرضیت بذلک واخذت العهد علیه به وکان یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعده کذلک الی ان ولی معاویة فاقطع مروان ثلثها بعد الحسن ثم خلصت له فی خلافته وتداولها اولاده الی ان انتهت الی عمر بن عبد العزیز فردها فی خلافته علی اولاد فاطمة۔ الحدید شرح ابن میثم جزو ۵ طبع ایران

(ترجمہ) روایت ہے کہ ابوبکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد و ثنا الٰہی اور رسول صلعم پر درود بھیجا پھر عرض کی اے عورتوں میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر باپ کی بیٹی خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلعم کی رائے مبارک سے تجاوز نہیں کیا ہے اور نہ بجز انکے حکم کے کوئی کام کیا ہے اور بہ تحقیق سردار قوم اپنے اہل کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا آپ نے کہا اور پہنچا دیا۔ اور آپ ناراض ہوگئیں اور جدا ہوگئیں خدا تعالے ہمکو اور آپکو بخش دے۔ اما بعد پس بہ تحقیق رسول اللہ صلعم کے ہتھیار اور علم اور سواری کا جانور میں نے علی کو دیدئے ہیں اور ماسوا انکے میں نے رسول اللہ صلعم

سو سنا فرماتے تھے ہم انبیاء کی جماعت کسے سپاہ زر و فرزند میں اور جائداد وغیرہ کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑتے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم و سنت وراثت میں چھوڑتے ہیں اور جو کچھ آنحضرت صلعم نے مجھکو حکم فرمایا تھا میں تو اسپر عمل کیا اور خیر خواہی کی سیدہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ فدک مجھکو ہبہ کر دیا تھا ابو بکر نے عرض کیا اسکا گواہ کون ہے تو جناب علی اور ام ایمن آئے اور اسی امر کی گواہی دی پھر عمر بن خطاب اور عبد الرحمن بن عوف آئے اور گواہی دی کہ رسول صلعم اسکو تقسیم فرمایا کرتے تھے ابو بکر نے عرض کی اے دختر رسول خدا آپ نے بھی سچ فرمایا اور علی اور عبد الرحمن بھی سچے ہیں اور اس طرح پر کہ جو آپکے والد کا ہو کے لئے تھا وہ آپکے لئے بھی ہے رسول اللہ صلعم فدک کی آمدنی سے آپکا خرچ لیکر باقی ماندہ تقسیم فرمایا کرتے تھے اور خدا کی راہ میں اسی سے سواری کرتے تھے اور میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں اس میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول اسکو فرمایا کرتے تھے اسپر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں اور ابو بکر نے اسکا عہد کر لیا اور ابو بکر فدک کا غلہ جسقدر آمدنی ہوتی تھی لیکر بقدر ضرورت انکو دیا کرتے تھے پھر اور خلفا بھی اسی کے مطابق کرتے تھے یہاں تک کہ معاویہ متولی خلافت ہوا سنہ بعد وفات امام حسن کے تیسرا حصہ مروان کو مخصوص کر دیا پھر اسکی خلافت میں یہ خالصہ ہو گیا پھر اسکی اولاد یکے بعد دیگرے اسکو قبض میں لائے یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے انھوں نے اپنی خلافت میں اس فدک کو اولاد حضرت سیدہ کو واپس دیا۔

تاریخ التواریخ کی اس عبارت کا ابتدائی حصہ اس مقام تک مذکور ہو چکا جہاں حضرت عائشہ نے فدک کے ہبہ ہونیکا ذکر کیا ہے اسکے بعد ابو بکر صدیق نے جو بات حضرت سیدہ کے اسی گریز کی ہوا اسکا ذکر بکمال مبالغہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو بکر نے عرض کیا [illegible] نقش ہو گرم [illegible] [illegible] تو سیادت محمدی [illegible] [illegible] حکم تو [illegible] [illegible] کنم [illegible] تاریخ التواریخ جلد دوم [illegible] فدک [illegible]

اگر حضرت [illegible] [illegible] کی ایک جماعت نے اس شئے کو درست جانا ہے [illegible] ارشاد فرمایا کہ آپ امت محمد کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے [illegible] نہیں کر سکتے اور آپکی بزرگی کو پست نہیں کر سکتا [illegible]

[illegible]

مولوی محمد حسین بٹالوی

کا

رجوع عن التکفیر

مولوی محمد حسین بٹالوی وہ صاحب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کے لئے کفر کا فتویٰ مرتب کیا اور پھر دوسرے مولویوں سے اس پر تائید کرائی چنانچہ تھوڑی مدت گذری ہے وہ اس فتوے کی تمہید یوں الفاظ کرتے ہیں

"ہم نے خادم شریعت کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں پیش کئے گئے سب نے بالاتفاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات اور سلام و کلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب دو سو علماء کی مہریں اور دستخط اس فتوے پر ثبت ہیں۔ فقط ابو سعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ"

لیکن اس فتویٰ کفر کے بارے میں جو بایں ہمہ جد و جہد شائع کیا گیا ہے سیدنا مسیح موعود نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ایک پیشگوئی آج سے بیس سال پہلے شائع فرمائی تھی جو درج ذیل ہے۔

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

"شیخ محمد حسین ابو سعید کی آجکل ایک نازک حالت ہے یہ وہ شخص ہے جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے اور کافر بلکہ اکفر سمجھتا ہے مگر کئی برس سے اس عاجز کی نسبت کفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اپنے پرچہ اشاعۃ السنہ میں بھی لکھا ہے اس نے یہ کہ جو مسلمان ہے ایک شخص مسلمان ہے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ میں ہے اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں اسکو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ

کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نص صریح قرآن کریم فلما توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے اور
بموجب پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور جو کوئی
الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور میاں بٹالوی بغیر
اثر کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور معراج نبوی کا انکاری اور نبوت کا
مدعی اور معجزات کو نہیں مانتا۔ سبحان اللہ کا فتویٰ افترا کرنے کے لئے اس بیچارہ نے کیا کچھ
زور لگائے ہیں انہیں فقروں میں مرتب ہے اگر کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھے بلکہ
عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا
بہت ہی برا حال ہو اگر کسی کی کرامت سے بھی تو میاں کی بلا گلوں کا فرمنتے ہوں کچھ خدا
سے ڈرو ورنہ تو کوئی امن اس کے گھر ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے
کہ یہ مفتری کافر اور سب فرقوں سے بدتر ہے ہم اس کے ساتھ ہی ہیں تنگ نہیں کہ اس ذلک وقت میں ہم
اس کے حق میں دعا کریں اب کہتی اس کی ایک الہام عربی ہے جس کی ذرا ہم مختصر حال ہم
جو یہ ہے وانی رأیت ان هذا الرجل يؤمن بإيماني قبل موته ورأيت كأنه ترك
قول التكفير وتاب وخطوه ... اني كنت ... الحق والسلام على من
اتبع الهدى ۔ راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

عربی الہامات کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ یہ شخص اپنے مرنے سے پہلے میرے مومن ہونے کو تسلیم کریگا
اور میں نے دیکھا کہ اس نے گویا تکفیر کا قول چھوڑ دیا اور توبہ کر لی اور یہ میرا خواب ہے جو مجھے اپنے مولا سے امید ہے
کہ اسے سچ کر دکھائیگا بظاہر حالات یہ ناممکن بات معلوم ہوتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی جبال الہ
نہیں ... میاں قدرتوں کے کرشمے ہر زمانہ میں دکھاتا رہتا ہے جس وقت کہ مخالفین پر تمام
حجت ہوتی ہے اور موافقین کی قوت ایمان بڑھتی ہے چنانچہ یہ پیشگوئی بھی اپنے وقت پر پوری ہوئی
فالحمد للہ علی ذلک مولوی صاحب موصوف نے ایک مقدمہ کے حلفیہ بیان میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا
ہے جو نقل مطابق اصل درج ہے۔

"ہمارے فرقہ اہلحدیث کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری سے ہوا ہے اس سے پہلے
اس فرقہ کا نام مسلمان تھا جیسے کہ اور فرقوں کا نام بھی مسلمان تھا پہلا کوئی اور فرقہ ہی
نہ تھا سب فرقے بعد ازاں ہی شروع ہو گئے ہیں پہلے سب مسلمان کہلاتے تھے
شیعہ فرقہ بھی دو سو برس ہجری کے بعد ہی بنا ہے شیعہ نام اس واسطے ہوا کہ وہ گروہ علیؓ
میں ہو رہنے آپ کو کہتے ہیں اور شیعہ کے معنے گروہ کے ہیں شافعی فرقہ محمد بن ادریس
شافعی جو اپنے عہد شافعی کی طرف منسوب تھا انکی طرف اس فرقے کو منسوب کرتے ہیں وہ
بھی دو سو سال کے بعد ہی نکلا شاید ذرا تحقیق نہیں کہ ان میں سے کون فرقہ پہلے ہے غالباً شافعی
سے پہلے شیعہ فرقہ موجود تھا سب سے اول فرقہ حنفی اس کے بعد تھوڑے عرصہ میں فرقہ مالکی جو امام
مالک کی طرف منسوب ہے اس کے بعد فرقہ شافعی اسکے بعد فرقہ حنبلی جو امام احمد بن حنبل
کی طرف منسوب ہیں ان سے پہلے تمام اہل اسلام کا ایک ہی مذہب تھا۔ اور اس میں کسی قسم کا نزاع نہ تھا
اور کوئی کشمکش نہ تھی وہ ابھی باہمی اور قریب زمانہ رسول اللہ کے تھے کیونکہ اصحاب رسول اللہ کے بعد
انکے تابعین کے سبب امن تھا آپس میں اختلاف نہ تھا ان کے بعد جب جھگڑا پیدا ہوا کہ
مخالفت کرے اسکے سبب باہمی مخالفت ہو گئی اور فتنہ و بدعت کے پیدا ہو گئے تو وہ لوگ
اپنے اپنے امام کی طرف سے تھوڑا تھوڑا منسوب ہو گئے یہ ہو اتفاق کہ ہر فرقہ جدا ہو گئی
یہ سب فرقے قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور سب فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں
ایک فرقہ احمدی بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے جبکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے
دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا کیا ہے یہ فرقہ بھی قرآن اور حدیث کو یکساں مانتا ہے ایک
فرقہ بابی یا بہائی ہے وہ شیعوں میں سے ایک فرقہ ہے وہ بھی قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں
معلوم نہیں کہ وہ حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں کسی فرقہ کا جنکا کہ ذکر اوپر ہو چکا ہے
کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا"۔

آخری فقرہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ آپ احمدیہ فرقہ کو بھی دیگر فرقوں کے دینی عقائد میں جو انکے امام

علیہ السلام کے سچے معتقد کو کافر نہیں کہتے بلکہ انکو قرآن و حدیث کو ماننے والا تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہی امر منصف
نے اپنے فیصلہ میں دیکھا تھا کہ کافر ترک قول التکفیر کا اب پس جو کچھ کہ آپ نے فیصلہ میں بھی اس کا اقتباس
چھاپا ہوا ہے

ممکن ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اپنے بیان کے کچھ اور معنے کریں جو ابھی بر محل نہیں ہو سکتے
اسلئے فیصلہ عدالت کے الفاظ بھی نقل کر دئے جاتے ہیں مجریہ مقدمہ نمبر ... باجلاس ... کی عدالت
صاحب منصف درجہ اول مقدمہ مسمات کریم بی بی بنت محمد دین لوہار بنام رحمت اللہ ولد عبد اللہ قوم
لوہار ساکن نظام آباد مدعا علیہ مولوی محمد حسین صاحب گو وہ مذہب اسلام کے حنفی ہیں اور احمدی
فرقہ والوں کے نزدیک وہ کافر ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے بیان میں خود تحریر کرایا ہے اور جیسے
مولوی عبد الحکیم صاحب گو وہ مذہب کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں جو مرزا غلام احمد کے
پیرو ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد حسین گو وہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں

ادویۂ اہلحدیث البرق طبیب حاذق مرزا احمد بیگ والی ہوشیارپور خصوصیات مسیح موعود
عمدۃ الکلام ہدایات در بارہ معاملات تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۱ پ ۲ پ ۳ تحفۂ سالانہ جلسہ
حقیقت نماز النصح رد چکڑالوی خطبات نور حصہ اول دوم کرسٹیب القادیانی
صادقوں کی روشنی فاتح قادیان تشحیذ ... تشحیذ جنوری تشحیذ فروری کرنی ...
تشحیذ ... تشحیذ ... تشحیذ ... تشحیذ فروری
تشحیذ ... تشحیذ ... تشحیذ ... نور اکمل حصہ دوم کلام محمود ...
محمد رسول اللہ اسلام کی پہلی کتاب ہو ... چار ... سید ... بشریٰ ...
تعلیم الاسلام بجواب تہذیب الاسلام حصہ اول حضرت اقدس کی پرانی تحریریں الاسماء الحسنیٰ
مکتوبات احمدیہ جلد اول حصہ دوم سلک مروارید مجربات نور الدین حصہ اول دوم
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۱ پ ۲ پ ۳ نور اسلام حق کا ... بائیبل ... مکاشفات ...

ریویوز

حیوۃ نورالدین

از اکبر شاہ خان نجیب آبادی

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ دیباچہ میں بانی مولف نے علم تاریخ پر نہایت عمدہ ایک مضمون لکھا ہے جسکے پڑھنے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس سوانح عمری لکھنے کا وہ کس طرح اہل تھا۔ دوسرے حصے میں وہ حالات ہیں جو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے لکھوائے تھے میں تو اس حصہ کا ہر سطر بلکہ بعض دفعہ ہر ایک لفظ پڑھ کر مسیح موعود پر وجد کرتا رہتا ہوں جس کی قوت قدسیہ نے ایسے جلیل القدر انسان کو اپنی طرف کھینچ لیا جسکی زندگی کا ہر لمحہ اپنے نفس ایک بیّن صداقت ہے کے عجیب عجیب قدرت نما تاریخی ثبوت ہیں۔ تیسرے حصے میں مولف نے چند سات سال کی ڈائری میں سے وہ واقعات انتخاب کر کے لکھے ہیں جو قادیان میں آنے سے پہلے کی زندگی کے متعلق ہے یہ محنت بھی قابل داد ہے اور میں کہ خاص طور کے ساتھ ہی وابستہ دامن حضور پر نور [illegible] زمانے کی صحبتوں کے تذکرے یاد کر کے اپنے اندر ایک خاص لذت پاتا ہوں۔ [illegible] کرنے والوں کو دعا میں یاد کیا ہوں۔ اس مجموعہ میں اگرچہ واقعات کے متعلق سنین کا خیال نہیں رکھا گیا [illegible] واقعات کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہ اصل منشا کسی کے سوانح لکھنا ہے وہ اس سے حاصل ہو مولف کا جو ادب ہمارے لئے ایک سوانح سا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ لکھ دیا اور اسے غنیمت بھی۔ زیادہ کی پرسش انہیں کی بھیجی میں جانتا ہوں کہ اس کتاب کی ترتیب کس [illegible] سے ہوئی ہے جو گھنٹے کی ذہنی محنت کے بعد گرمی کے دنوں میں بارہ بجے قلم دوات لیکر حاضر ہو جاتا اور کئی [illegible] کے بعد [illegible] کے ایام میں گیارہ بجے اپنے فرض منصبی سے فارغ ہو کر اپنی یادداشت نوٹ بکوں میں سے واقعات کی [illegible] اور انکو جمع کر کے حضرت [illegible] کے کارناموں میں سے ایک قابل رشک کارنامہ ہے حجم ۲۰۰ صفحے [illegible] کاغذ کتابت کا اسباب ہو تو قیمت [illegible] بہت زیادہ ہے لیکن [illegible] کے علاوہ [illegible] ہوتے ہیں [illegible] اس حصہ کا مشتاق ہوں جو دارالامان میں گذرا [illegible] خاص دلچسپی کا موجب ہوگا

حصہ اول میں ابھی حضرت مسیح موعود کی تحریریں خلیفۃ المسیح کے بارے میں اور خود خلیفۃ المسیح کے لکھے ہوئے
عقاید جمع کرنے میں تبلیغ کے لئے اور اپنے مذہب کا خلاصہ بتانے کے لئے اور پھر یہ جتانے کے لئے
کہ جس جس کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے وہ مسیح موعود کی نظروں میں کس پایہ کا انسان ہے نہایت
مفید ہیں۔ ملنے کا پتہ دفتر میگزین قادیان

اُیة الکبریٰ فی شرح ہیکل الجسمی | اس کتاب پر گزشتہ نمبر میں ریویو ہو چکا ہے مگر یہ بتانا از بس ضروری ہے
کہ مولف نے جہاں تک التصد یقی بالہام قرانی اور توسیع الہیات الہامی کا
خلاصہ پیش کیا ہے وہ تو قابل قدر ہے اور جہاں خواہ مخواہ اپنے خیالات کو دخل
دیا ہے غلطی کھائی ہے مثلاً صفحہ ۶ مسیح کے متعلق ایلیا کا مسئلہ نبی الاولی سے بعد الموت ابتدا۔
صفحہ ۱۰ میں حلال حرام کی بحث چھوڑ دی مسئلہ تقدیر بھی آپ نہیں سمجھ سکے آخر میں کچھ تصوف پر
بھی لکھا ہے جو باتیں آپ اولیا کرام میں مانتے ہیں اسے مسیح موعود کی زبان سے کفر جانتے ہیں
عجیب غرض اس قسم کی فروگذاشتیں ہیں۔

النبوۃ | انجمن وراثت ایف لکھنؤ کی طرف سے یہ رسالہ شائع ہوا ہے جس میں نبوت کا ثبوت
منقولی طور پر دیا گیا ہے بعض دلائل انفرادی طور پر کمزور ہیں مگر مجموعی رنگ میں قوی ہو گئے ہیں
دوم اس رسالہ میں شیعہ نقطۂ خیال سے بحث ہے سوم پرانے فلسفے سے کام لیا گیا ہے علاوہ
حال کے اعتراضات و خیالات و معتقدات کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ باوجود ان فروگذاشتوں
کے میں اس سلسلۂ تالیف کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں سید عبدالحسن آنریری سیکرٹری انجمن الفتح
تحفۃ العوام گنج لکھنؤ سے منگائیں

تندرستی | اس کتاب کو علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے متعدد انگریزی
کتب حفظان صحت سے مطالب اخذ کرنے کے علاوہ اپنی اعلیٰ معلومات و مفید تجربات شامل کرکے
تالیف فرمایا۔ اور بحسن اہتمام مولوی سید ممتاز علی صاحب یونین سٹیم پریس لاہور میں چھپا
ہے۔ بیماری کی تشخیص اور علاج سے بڑھ کر تیمارداری اور حفظان صحت ہے اور زیادہ تر ستورات

کے حسن انتظام پر موقوف ہے اس کتاب میں بلحاظ حفظان صحت امراض متعدی سے حفاظت جیسا
وارثی تین باب ہیں اور ہر باب میں نہایت خوبی کے ساتھ اہم امور کے متعلق واقفیت بہم
پہنچائی گئی ہے عبارت نہایت سلیس اور مطالب قابل عمل ہیں احمدی خواتین کے نہایت
زور سے اس مفید و ضروری کتاب کے متعلق سفارش کرتا ہوں اس میں بتایا گیا ہے کہ ہوا پانی غذا
خواب مکان بودوباش لباس غسل وضو ورزش استراحت عورتیں کو کس طرح اپنی صحت کا
معاون بنا سکتے ہیں اور پلیگ کالرا چیچک ملیریا موتی جھرہ پیچش کھانسی آشوب چشم سے کیونکر
محفوظ رہ سکتے ہیں اور مریض کی تیمارداری کیونکر کی جاتی ہے مریض کی مدد کرنے کی صفائی غسل
ٹکور پٹیاں پچکاریاں فصد روغن کی مالش انگریزی غذاؤں کے متعلق کیا تو ذہن میں رہنا ضروری ہے
حجم نہایت خوشخط باتصویر مجلد ملنے کا پتہ　مینیجر ظل السلطان بھوپال

ساغر خونناب ہیر رانجھا کا قصہ پنجاب میں بہت مشہور ہے اور اکثر زمینداروں کی صحبتوں
میں پڑھا جاتا ہے وارث شاہ کی ہیر زبان کے لحاظ سے قابل تعریف سمجھی جاتی ہے مگر اسکے مشکل
محاورات عام طور سے سمجھے نہیں جاتے اور ہم جس زمانے میں وہ لکھی گئی ۔ آجکل لوگوں کے خیالات
و معتقدات نہیں ہیں منشی مولا بخش صاحب کشتہ نے یہ قصہ پنجابی میں نظم کیا ہے بعض باتوں
سے قطع نظر کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی محاورات کو خوب نبھایا ہے اور بیان ترتیب کی ہے اور اپنا
کمال اس خوبی سے دکھایا ہے کہ وارث شاہ اس بیان میں ادا نہیں کر سکا ۔ علاوہ ازیں تذکرہ
شعرائے پنجاب پیر کرامت اللہ صاحب کی طرف سے اردو علم تاریخ میں ایک مفید اضافہ ہے جس میں
پنجاب کے بہت سے شاعروں کے حالات کے منتخب کلام کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قریباً دو سو صفحہ کی
کتاب قیمت ملنے کا پتہ منشی مولا بخش کشتہ تاجر کتب امرتسر

پنڈت دیو رتن کا سیاہ اعمالنامہ یہ رسالہ دیو سماج لاہور کی طرف سے ہمارے ریویو وصول ہوا ہے پنڈت دیو رتن
اس جماعت کا بڑا اعلیٰ رکن تھا مگر پھر وہ سماج سے خارج ہوا ۔ انکے حالات
انکی اپنی تحریروں سے اس رسالہ میں درج ہیں ۱۰۰ صفحے حجم ہے قیمت ملنے کا پتہ دیو سماج لاہور

رقیمۃ الوداد حاجی ریاض الدین احمد صاحب کی وہ مستانہ تحریر [illegible] سوانح [illegible] کے ایک معیار پر بحث کی ہے جس کی بنا پر اُسے قرآن مجید کو الہامی کتاب بتلایا ہے وہی بات دوسرے الفاظ میں لکھی ہے اسپر تحریر کی طرف سے ایک [illegible] ہوا تھا اُسکا جواب بھی [illegible] ہے [illegible]

الیکسچیچ پیپر سڈرس کی جنتری یہ جنتری ۱۹۰۶ء سے [illegible] کارو باری لوگوں اور تجارت کرنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے قیمت تین روپے تھی مگر آجکل ایک روپیہ پر رکھا گئی ہے۔ [illegible] اور [illegible] کا پتہ [illegible]

علمی جنتری ۱۹۰۶ء کی جنتری جو نہایت [illegible] ہے اور جنتری کا [illegible] علمی [illegible] بھی اس میں اشیاء تجارت کا اشتہار بھی ہوتے کا پتہ۔ سید محمد [illegible] صاحب [illegible] جنتری [illegible]

رحمانی جنتری یہ جنتری [illegible] علمی جنتری کی تقطیع پر مفید علمی [illegible] ہے [illegible] ہر طرح مفید ہے سید فضل الرحمن [illegible] سوداگر کانپور

دیہاتی بلبل مسٹرز آف انڈیا یہ دونو ناول مشہور انگریزی [illegible] نے لکھے ہیں اور دونو ناول اپنے قصے کے لحاظ سے مفید اور دلچسپ ہیں زبانوں میں ہندوستانی [illegible] کی [illegible] دلکش ہے اور [illegible] سے [illegible] ظاہر کرتے ہیں دونو ناولوں کی [illegible] قیمت ایک روپیہ [illegible] کا پتہ میں منیجر ناول الخبر [illegible] ضلع گوجرانوالہ (پنجاب)

روغن اکسیر سلیمان مولوی انوار حسین صاحب شاہ آباد [illegible] حضرت اقدس [illegible] کو سوقت سے جاننے والے ہیں آپ کو جمعہ کے دن [illegible] آدمی [illegible] ہوتے تھے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کیسے مرید و رشید اتفاق داشتی ہیں۔ آپنے ایک [illegible] روغن ایجاد کیا ہے جو نہایت مفید ہے اسکے تین یا قطرے کھانے کے بعد استعمال کرنے سے بھوک خوب لگتی ہے اور مقوی اعضاء رئیسہ ہے ایک تولہ تین روپے [illegible] مشتہر

الاطلاع [illegible] تبدیل کے وقت [illegible] — منیجر

رسیدات زر

جناب گلاب حسین صاحب	جناب عبدالحکیم صاحب	جناب نصیر الدین صاحب
جناب جلیل احمد صاحب	جناب غلام رسول صاحب	جناب محمد عبداللہ صاحب
جناب محمد رمضان صاحب	جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب	جناب شیخ محمد صاحب
جناب عبدالعزیز صاحب	جناب چوہدری عبداللطیف صاحب	جناب چوہدری عبداللطیف صاحب
جناب جمال الدین صاحب	جناب مولوی غلام حسن صاحب	جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب
جناب محمد عثمان صاحب	جناب چوہدری [illegible] صاحب	جناب چوہدری [illegible] صاحب
جناب پیر محمد صاحب	جناب مولوی بقا محمد صاحب	جناب منشی [illegible] صاحب
جناب مولوی شیر علی صاحب	جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب	جناب میاں نور محمد صاحب
جناب منشی عبدالغنی صاحب	جناب شیخ [illegible] صاحب	جناب گلاب خان صاحب
جناب بابو فضل الرحمن صاحب	جناب مولوی [illegible] صاحب	جناب منشی عبدالعزیز صاحب
جناب عبدالدین صاحب	جناب نصیر الدین صاحب	

شرح اجرت اشتہارات

	سال	چھ ماہ	تین ماہ
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ربع صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

منیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نمبر ا کا فوری جنتری ۱۹۱۶ کی مفت ڈاکٹر ایس کے برمن کلکتہ کا فوری جنتری کی جس شریف اور پڑھے لکھے آدمی کو اپنا نام اور پورا پتہ لکھنے پر بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

Digitized by Khilafat Library

تندرستی کی بنیاد

خون ہے انسان کی زیست ہے اسلئے خون کا [illegible]
رکھنا ضروری ہے چند وجوہات کے باعث خون خراب
ہو جاتا ہے جیسے سستی یا ایک جگہ برابر بیٹھے کر
کام کرنا روپیہ حاصل کرنے کی فکر میں رہنے سے
اور قاعدہ کے خلاف کام کرنا۔ اس سے خون
میں خرابی آتی ہے ایسے امراض کے لئے [illegible]
جیسے کہ برمن کا آئی اوڈائڈز سالسہ نہایت مفید
ثابت ہوا ہے یہ نیا خون پیدا کرکے بیماری دور کرتا ہے

آئی اوڈائڈز و سالسہ

گرمی کی وجہ سے جسم میں پھنسی و پھوڑا نکل آنا درد
پھوڑا پھنسی اور کھجلی یا آتشک کی وجہ سے خون خراب
ہو گیا ہو تو اسکے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے
کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ ادویات
موجود ہے اسلئے کم مقدار میں [illegible]
اسکے استعمال میں کسی قسم کی پرہیز کی ضرورت نہیں
[illegible]
فی شیشی عہ ڈاک محصول ۔۔

جس کا درد وہی جانتا دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

[illegible] سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا
جب یہ حال ہو تو بیمار کا حال کیا ہوگا سردی بہانے کے لئے کتنے
[illegible] لیکن افسوس بد قسمتی سے مریض
ناقابل برداشت درد سے پریشان ہوتے ہیں
[illegible] کی وجہ سے [illegible] جاتے ہیں
[illegible] ہو جاتی ہے دیکھئے آج ان کو
کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس
[illegible] مرض کو بازاری دوا زیادہ تر تسلی نہیں دیتی
[illegible] پاس آئی اوڈائڈ [illegible]
اسکے [illegible] ہوتا ہے مریض بے موت مر جاتا
ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی وجع
کی دوا ـــ وجع کی دوا انمول جوہر ہے یہ صرف
بیماری کی بات نہیں ہے بلکہ برسوں کے مریض [illegible]
شفا پا چکے ہیں قیمت عہ محصول ڈاک ۔۔
اس دوا کی [illegible] ایک [illegible]
[illegible] کے استعمال سے [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

ہمارا فرض کیا ہے؟	۱ - ۵	اکمل
کیا مسیح موعود نے ابن مریم ہونے کا دعوے کیا ہے؟	۹ - ۱۰	"
کوئی معزز فرشتہ [illegible]	۱۰ - ۱۴	"
تاریخی شذرات	۱۵ - ۱۶	"
الحمد [illegible]	۱۶ - ۲۷	مولوی [illegible] صاحب [illegible]
چند سوالوں کے جوابات	۲۸ - ۳۰	محمد اسمٰعیل
حضرت مسیح موعود کی ایک [illegible]	۳۱ - ۳۵	اکمل
ریویو	۳۶ - ۳۹	"
شہادۃ القرآن پر ریویو	۳۹ - ۴۰	[illegible]

قیمت سالانہ [illegible]

حضرت خلیفۃ المسیح کا وصال

۱۳ مارچ جمعہ کے روز بعد از نماز ہمارے امیر المومنین مولانا نور الدین نے کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد وفات پائی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ۔ اور دوسرے روز شام کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں مغربی طرف دفن ہوئے۔

۲۔ آپ کے جانشین حضرت ابن المہدی سیدنا امیر المومنین صاحبزادہ اولوالعزم میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ رب العالمین مقرر ہوئے۔ اللّٰھم ایدہٗ وانصرہٗ۔

وی پی واپس کرنے والے

جن صاحبوں نے فروری کا پرچہ (جو وی پی کیا گیا تھا) واپس کر دیا ہے وہ اور حضرات وی پی کے ٹکٹ بھیج کر فروری کا نمبر منگوا لیں تا کہ ان کا فائل مکمل ہے۔ اس پرچہ میں شیعہ و سنی کے متعلق ایک نادر قابل دید مضمون شائع ہوا ہے

مینیجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۴ء

ہمارا فرض کیا ہے

امر بالمعروف

مسلمانوں کے تنزل کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان میں امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں رہا حالانکہ قرآن مجید کا صریح حکم تھا جو یاددہانی کیلئے تشحیذ کے ٹائٹل پر ہر مہینے چھاپا جاتا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ چاہئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے۔ اور معروف کا حکم دے۔ منکر سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو بامراد و منصور ہونگے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں میں دین کے علوم حاصل کرنے اور اسلام کی تبلیغ کا جوش بہت ہی کم ہوگیا۔ اب اس کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے وہ ظاہر ہے بعض قومیں صرف اسی سے ہلاک ہوگئیں اور ملعون ٹھیرائی گئیں کہ ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو دوسروں کو منکر امور سے منع کرتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے لعن الذین

کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ ملعون ہوئے بنی اسرائیل داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ اسلئے کہ وہ نافرمانی کرتے اور حدود شریعت سے نکل گئے وہ منکر سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے بہت برا تھا جو کچھ وہ کرتے

(۳) فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیة ینہون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منہم کیوں نہ ہوئے پہلی امتوں میں تم سے پہلے کوئی لوگ جن میں یہ اثر باقی ہو کہ منع کرتے فساد ملک میں مگر بہت ہی کم جنکو بچا لیا ہم نے ان سے نجات دی گویا اگلی امت کی بڑی بیماری ہے کہ وہ فساد و بیہودگی سے روکتے نہ تھے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ کیوں نہ منع کرتے ان کے پیشوا درویش اور علماء ان کو گناہ کے کلام کرنے اور حرام خوری سے منع کرتے بہت برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں گویا ان پیروں اور علماء کو گنہگار ٹھہرایا جنہوں نے نہی عن المنکر نہیں کیا۔ یہودیوں کا حال سنا کر مسلمانوں کو ہدایت دی اور فرمایا کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ تم بہترین امم ہو جو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ معروف کا حکم دو اور منکر سے منع کرو دیکھو تم دین و دنیا کے لئے یہ کلام پاک مسلمانوں کی نسبت فرمایا گیا۔ الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوة واتوا الزکوة وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر کہ جب زمین میں ان کو سلطنت دی گئی تو نمازیں قائم کرینگے زکوۃ دینگے اور معروف کا حکم دینگے اور منکر سے منع کرینگے۔

یہاں ایک لطیفہ مجھے یاد آگیا خلیفہ مامون کو خبر پہنچی کہ کوئی شخص بغیر کسی اجازت کے احتساب کرتا پھرتا ہے خلیفہ نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ تم بغیر ہماری اجازت کے ایسا کیوں کرتے ہو کیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر تو ہمارے خاندان سے مخصوص ہے

اس بزرگ نے یہ آیت پڑھی۔ والمؤمنون والمؤمنت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں امر کرتے ہیں نیک کاموں کو اور منع کرتے نا پسند باتوں سے۔ پس اے خلیفہ وقت ہیں تو اس کام میں آپ کا معاون ہوں۔ خلیفہ اسلام یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور اسے کہا کہ تم اسکے اہل ہو۔

غرض تو بہرحال ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ بقدر اپنی طاقت اور وسعت کے امر بالمعروف نہی عن المنکر کرے۔ اور اسکی ابتدا پہلے اپنے نفس سے کرے۔ اسی لئے ارشاد ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کہ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپکو بھول جاتے ہو۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ جس کے اپنے عمل اعلیٰ نہ ہوں۔ وہ امر بالمعروف چھوڑ دے۔ کیونکہ بعض اوقات جب انسان دوسرے کو کسی امر پر ملامت کرتا ہے اور اس قصور میں خود بھی مبتلا ہوتا ہے۔ تو خود بخود اسے شرم آتی ہے اور وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ پھر اپنے گھر والوں میں یہ فرض ادا کرے کیونکہ حدیث میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ہر ایک اپنے ماتحتوں اور متعلقوں کے بارے میں پوچھا جائیگا پھر اس سلسلہ کو وسعت دے۔ جہاں کہیں وہ چار آدمیوں کی مجلس ہو۔ وہاں یہ فرض ادا کرے۔ اور اس بارے میں حضرت یوسف کا اتباع کرے جنہوں نے قید میں کسی خواب کی تعبیر سنانے سے پہلے جو کچھ سنانا چاہئیے تھا سنا دیا۔ جب کوئی مجلس قائم ہو تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کو زیر نظر رکھے۔ لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما۔ یعنی کسی مشورہ میں خیر نہیں بجز اسکے کہ اس میں کسی چندہ کے جمع کرنے یا کسی بھلے کام یا لوگوں کی اصلاح کے متعلق کوئی کارروائی ہو۔ اور جو یہ کام اللہ کی رضامندی کے لئے کرے ہم اسے اجر عظیم دینگے۔

اس امر بالمعروف کو یہاں تک اسلام نے لازم ٹھہرایا کہ راستے میں بیٹھتے وقت بھی یہ حکم کہ

یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرے ورنہ ملی نہ بیٹھے چنانچہ ایک حدیث میں ہے ایاکم والجلوس علی الطرقات یعنی تم گزرگاہوں پر بیٹھنے سے ۔ اگر بیٹھنا ایسا ہی لابد ہو تو پھر رستے کا حق ادا کرو لوگوں نے عرض کیا حضور وہ حق کیا ہے ؟ فرمایا غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنہی عن المنکر نگاہیں نیچی رکھو ۔ دکھ دینے والے امور کو دور کرو سلام کا جواب دو بھلے کا حکم اور ناپسند سے منع ۔ پھر مومن کو چاہیئے کہ اس سلسلہ کو اور بھی وسعت دے اور اپنی قوم میں اصلاح کرے ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما ۔ اگر مومنوں کے دو فرقوں میں مقابلہ ہو جاوے تو ان میں اصلاح کر دو بلکہ جس کی زیادتی ہو اس کا مقابلہ کرو یہاں تک کہ وہ حق سے رجوع کرے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ ۔ یہ ایک شعبہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ۔

پھر اپنی قوم کی اصلاح سے فراغت پا کر تبلیغ سے غیر قوموں کی طرف رجوع کرے اپنے ملک کی خدمت میں لگ جاوے ۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے پس امر بالمعروف کے لئے بھی ایسا ہی قانون ہے جب معاملہ یہاں تک پہنچ جاوے جو حضرت صدیق فرماتے ہیں تو پھر انسان خاموشی اختیار کرے ۔ اور دعاؤں میں لگ جائے وہ حالت یہ ہے ۔ اذا رایت شحا مطاعا وھوی متبعا ودنیا موثرۃ واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام ۔ جب تو دیکھے کہ بخل اطاعت کیا گیا اور خواہش نفس کی پیروی کی گئی ۔ اور دنیا کی پیروی کی گئی اور ہر ایک کا اپنی تجویز کو پسند کرنا تو پھر تو اپنی جان کی فکر کر اور عوام کو چھوڑ دے ۔

اسی طرح امر بالمعروف کے لئے اس بات کا خیال رہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ تقاضی بیجا بیجا ہو بلکہ موقعہ و محل کے مناسب اس شخص کی شان کے لائق بات کرے چنانچہ فرعون کے لئے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہ السلام کو فرمایا ہو فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی کہ اس کو نرم بات کہو ۔ جو کہ وہ نصیحت پکڑے اور خشیت اللہ اختیار کرے ۔ اس لئے کہ

تک نہیں کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مشکلات کا سامنا ضرور ہوتا ہے مگر جو لوگ واصبر علیٰ ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور کے مصداق بن کر پوری ہمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کی امر بالمعروف کو ضرور قبول کرتا ہے ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحاً [illegible] کامیابی ہو جاتی ہے۔

پس ہماری قوم کا جس نے ایک نبی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور جو ایک مامور من اللہ کے زیر تربیت یافتہ ہے یہ اہم ترین فرض ہے کہ وہ امر بالمعروف میں ایک نمایاں حصہ لے۔ سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح کریں ایک نمونہ بنیں پھر [illegible] اس کے گرد [illegible] کی پیشکش کریں تبلیغ سلسلہ احمدیہ میں لگ جائے۔ اگر کوئی زمیندار ہو تو اس زمینداری میں اگر کوئی زرعی یا ملازم ہو تو اپنے اس کسب میں اگر کوئی تجارت پیشہ ہو یا کوئی اور پیشہ ور ہو تو اپنے اس پیشہ میں اپنے دوستوں قریبیوں ملنے والوں ہم شغلوں کو حسب اپنے فہم و فراست و لیاقت کے امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا رہے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ فرض کسی خاص ادارہ کا ہے ہماری جماعت کا ہر ایک فرد مبلغ بنے۔ اللہ اپنا فرض [illegible] ادا کرے جنہوں نے [illegible] پیغام حق ایک عالم کو پہنچایا [illegible] مجھے [illegible] بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ اس آیت قرآنی کی تعمیل کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔

ادعیۃ الاحادیث
صادقوں کی روشنی
البرق
طبیب روحانی
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی
خصوصیات مسیح موعود
فاضل تشحیذ
ادعیۃ القرآن

[illegible]

کیا مسیح موعودؑ نے ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کیا؟

نادان معترض ـ اعتراض در اعتراض ـ غلط فہمی پھیلانیوالا معترض کہتا ہو کہ مرزا صاحب نے ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کیا ـ بھلا ایسی شخص کی زندگی کا مشن ابن اللہ کے عقیدہ کو دنیا سے مٹانا ہو اور جو کسر صلیب کے لئے مبعوث ہو ـ اور جو اس کتاب کا متبع ہو جس میں یہ آیت موجود ہو ـ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (ترجمہ) اور کہتے ہیں رحمٰن نے اپنا بیٹا قرار دیا ہو تم نے یہ بات ظاہر کی قریب ہو کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جاوے اور پہاڑ کانپ کر گر جاویں اسپر کہ لوگوں نے رحمٰن کے لئے بیٹا قرار دیا حالانکہ رحمٰن کی شان و شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے نہیں ہے کوئی چیز آسمان و زمین میں مگر اللہ کے سامنے اپنی عبودیت کا اظہار کرتی ہی اس کی نسبت یہ وہم و گمان بھی ہو سکتا ہو کہ وہ ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کریگا ـ ایک منصف مزاج خدا سے ڈرنے والے مومن کی زبان کو بے اختیار نکلیگا کہ ہرگز نہیں یہ جھوٹ و افترا ہے یہ بہتان اس معصوم کے سر پر کیوں ہو ـ کیا اسلئے کہ اسپر خداوند علیم و حکیم کی وحی نازل ہوئی ـ

انت منی بمنزلۃ اولادی

سو اسکے تو جواب دو طریق ہو سکتے ہیں ـ

ایک یہ کہ ہم حضرت اقدس کی وحی دوسرے انبیاء کی طرح صادق و منجانب اللہ ثابت کریں ـ سو اسکے لئے ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں ـ اور یہاں ہم آیت لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین پیش کرتے ہیں ـ فرماتا ہے

کہ اگر یہ رسول مجھ پر افترا کرے تو ہم اسے دہنے ہاتھ سے پکڑ لیں اور اس کی رگ جان کاٹ دیں چونکہ نبی کریم کا زمانہ نبوت تیئیس سال ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مفتری علی اللہ تیئیس سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس حضرت مسیح موعود جو اپنے دعوی الہام سے چالیس سال سے زیادہ اور شروع صدی کے اعتبار سے ۲۵ سال زندہ رہے۔ ان کی دعوی کا صادق اور منجانب اللہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ اور اس ثبوت کے بعد کہ یہ جو کلام اترا۔ وہ خدائے قدیر کا کلام ہے پھر کچھ اعتراض کرنا حضرت رب العزت پر اعتراض کرنا ہے۔

دوم یہ کہ اس قسم کی وحی پہلے انبیاء کی وحیوں میں بھی دکھلا دی جائے۔ سوم یہ کہ اس نبی پر جو کلام اترا ہے اسکے محکمات میں اگر کچھ ہو تو کوئی دعوی ابن اللہ ہونے کا نہیں تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ اسلام میں ولدیت نہیں۔ بلکہ یہ بمنزلہ ولد کی ہے۔

نمبر دوم و سوم کے تصفیہ میں حضرت اقدس ہی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ جو اس الہام کی تفسیر میں آپ نے دافع البلاء میں لکھی ہے وہو ہذا

"اور یہ کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم۔ ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی کہا۔ اور یہ بھی فرمایا فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم۔ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰہکم الٰہ واحد

والخیر کلہ فی القرآن۔

اس عبارت کے پڑھ لینے کے بعد کسی کا حق نہیں کہ وہ آپ کے ابن اللہ بننے کے دعوے کو ثابت کرے بلکہ اس الہام سے تو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں جو غلط فہمی عیسائیوں کو ہوئی ہے اس کا حل یہی لکھتا ہے۔ چنانچہ امام ہمام علیہ السلام نے توضیح مرام میں اس کی نہایت کلام کی طرز ہے کہ وہ ہمیشہ ہر شک کے ازالہ سے سچ کی تصدیق اور غلط عقیدے کی تنقید کرتے ہیں بیان فرمایا ہے۔ (توضیح مرام)

"اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر و مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اس وقت سے سمجھی جاتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت

سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس انسانی روح کو جو زادہ ابن آب محبت سے ظاہر ہوگئی ہو ایک نئی تولد بخشی
ہو اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو اس محبت
ہو استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح القدس ان دونوں
کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے
بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک
طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات
باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے
آخری الفاظ غور سے پڑھنے کے قابل ہیں کیونکہ حضور نے وہ تثلیث و ابنیت ملائکی بیان فرما
کو باطل ٹھہرا دیا ہے اور جس قدر کچھ بیان فرمایا ہے اسکو ملحوظ رکھنے سے … آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا درجہ اس کا اعلیٰ ہے جو آپ ارشاد کرتے ہیں۔

اعلیٰ و ارفع مرتبہ وصال کا اس کو جو نبی کریم کو عطا ہوا۔ اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا وہ
ہے وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ
سکتے۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے . . . اور جیسا کہ مسیح اور
اس سے کم درجہ کا مقام ایسا ہے کہ اسکو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے
ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گزشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر
صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے۔ اور اسکا آنا خدا تعالیٰ
کا آنا ٹھہرایا ہے۔

پس نبی کریم صلعم کو جو ان رسل سے … منتخب … حقیقت الگ درجہ کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اس
میں آپکی ہتک ہے جیسے کہ رب کو آپ کہنا ماقدروا اللہ حق قدرہ کا موجب بنتا ہے کیونکہ
آپ کا تعلق ہماری ذات سے ہو اور رب کا دائمی قیام رب کا کام ہے پیدا کرنا اور پھر پیدا کر کے اسے کمال تک
پہنچانا۔ اور یہ کام صاحب ابا کا نہیں رہ سکتا وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو دیکھا اس … گئی

علاوہ ازیں کسی نے اللہ تعالیٰ کو باپ کے لفظ سے مخاطب نہیں کیا کہ وہ ذات بابرکات اس سے بلند وارفع ہے۔

مسیح کے بے باپ پیدا ہونے میں ایک یہ حکمت بھی ہے کہ انسان بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے مگر بغیر رب کے ایک لمحہ بھی اپنی ہستی قائم نہیں رکھ سکتا۔ البتہ استعارہ کے طور پر فضل و والا انبیاء کرام میں ظلّیت ہے اور انبیاء الفاظ بھی ان کے لئے ہیں مگر جو بات عبد میں ہے وہ اس لفظ میں نہیں۔ اسلئے نبی کریم صلعم کی شان میں عبدہ آیا صلے اللہ علیہ وسلم

"کوئی معزز فرشتہ ابلیس نہیں بنا"

فرشتوں کی ہستی سے بعض لوگ یا تو سرے سے ہستی ہی کے قائل نہیں۔ یا ان کی صفات کے متعلق دھوکا کھاتے ہیں۔ اس زمانے کے ماموروں نے جنہوں نے فرشتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور ہم ان سے شدید تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کے گرد فرشتوں کا ہجوم تھا انہوں نے بتایا کہ فرشتے ایک مستقل نوری وجود ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے نہایت فرمانبردار ہیں۔ ان کے اندر سرکشی یا نافرمانی کا مادہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ اپنے مقام سے ایک قدم بھی ہٹا نہیں سکتے۔ وہ نیچے میں بعض وقت نہیں اترتے بلکہ ان کا تمثل ہوتا ہے۔ وہ نورانی اجسام اور ذرات عالم سے ایک مجہول الکنہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ جیسا جسم کو جان کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید کی آیات پر تدبر کرنے سے بھی یہی حق معلوم ہوتا ہے۔ اس میں فرشتوں کے متعلق کئی کام آئے ہیں۔

۱۔ **تدبیر و تقسیم اور امر**۔ فرمایا ہے وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ کے ثبوت میں بیج بکھیرنے والی اور پھر پھل کا مادہ پیدا کرنے والی پھر نرمی کیساتھ چلنے والی ہواؤں اور امر تقسیم کرنے والے

فرشتوں کو بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۔ سب سے قطع تعلق کرکے کام میں غرق ہو جانے والوں۔ اور پھر اسے خوش دلی سے کرنے والوں۔ اور اس کام میں بڑھ بڑھ کر کوشش کرنے والوں پھر کاموں کی تدبیریں کرنے والوں کی قسم

۲۔ **حفاظت** (۱) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ہر ایک شخص پر ایک حافظ ہوتا ہے (۲) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر حفاظت کرنے والے بھیجتا ہے) (۳) لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ہر آدمی کے لئے نگہبان فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے حکم سے نگہداشت کرتے ہیں

۳۔ **اعمال کا لکھنا** (۱) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ انسان کوئی بات نہیں کرتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہو (۲) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۔ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ اور تم پر عزت لکھنے والے نگہبان ہیں جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو

۴۔ **روح قبض کرنا** (۱) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۔ کہدو موت کا وہ فرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے جو تمہاری روح کو قبض کرتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۲) حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۔ اور جب کسی کی تم میں سے موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ہمارے احکام کی تعمیل میں ذرا بھی تقصیر نہیں کرتے

۵۔ **کلام الٰہی پہنچانا اور اس کی حفاظت** (۱) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (اس کو لے کر) روح امین نے تیرے قلب پر اتارا تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو

(ب) فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۔ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اور اس پیغمبر کے آگے پیچھے پہرہ مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ فرشتوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیا۔ اور اللہ نے اس چیز کو جو ان کے پاس ہے احاطہ کر لیا ہے اور ہر شے کا شمار ضبط کر رکھا ہے)

(ب) الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا (سب حمد اللہ کے واسطے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا۔ اور فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے)

(ج) اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا (اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے بعض کو اپنی پیغام رسانی کی خدمت عطا فرماتا ہے)

(د) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (بے شک یہ بزرگ فرشتہ (جبرئیل) کا قول ہے جو قوت والا صاحب عرش کے حضور مقرب مطاع امین ہے)

۶۔ **جنت ونار پر نگہبانی** (ل) وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (اور فرشتے ان بہشتیوں کے پاس ہر دروازہ سے جاتے ہیں۔ سلام تم پر بوجہ تمہارے صبر کے اور آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے)

(ب) وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً (اور ہم نے دوزخ کا داروغہ نہیں مقرر کیا مگر فرشتوں کو)

۷۔ **تسبیح وتقدیس واستغفار برائے مومناں** (ل) الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا (فرشتے جو عرش الٰہی اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں)

(ب) وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (اور ہم تیری تسبیح وتحمید وتقدیس کرتے ہیں)

(ج) وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (اور ہم صف باندھنے والے ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں)

(۱) وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (اسی اللہ کا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور جو اسکے حضور میں ہیں یعنی فرشتے وہ اسکی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور نہ سست ہوتے رات اور دن تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں)

(۲) بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (وہ معزز بندے ہیں اور وہ اسکے سامنے بڑھ کر نہیں بولتے اور وہ اسکے حکم پر کام کرتے ہیں)

(۳) وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (اور وہ اسکے خوف سے ڈر رہے ہیں)

(۴) لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو انکو حکم دیا اور وہی کرتے ہیں جو حکم انکو دیا جاتا ہے)

ان آیات کے پڑھ لینے کے بعد کسی کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ فرشتوں جیسی پاک مخلوق جس کی بالخصوص یہ شان ہے جو آخری چار نمبروں میں بیان ہوئی کبھی نافرمانی کرسکتی ہے پھر یہ کہنا کس قدر واہی بے دلیل ہے کہ کسی فرشتے نے خدا کے حکم سے سرتابی کی اور وہ درگاہ باری تعالیٰ سے راندہ گیا۔ ابلیس کو فرشتہ کہنا یا کہ وہ پہلے اپنی عبادت کے فرشتوں میں ملا اللہ قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ عقیدہ سراسر اسکے خلاف ہے ہم تعجب کرتے ہیں کہ بعض میاں سلام اسکے کیونکر قائل ہیں کیا وہ قرآن مجید میں نہیں پڑھتے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اللہ کے حکم سے انکار کیا تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا) کیا فرشتے حکم الٰہی سے انکار کیا کرتے ہیں۔ یا ان کی شان میں یفعلون ما یؤمرون اور بامرہ یعملون آیا ہے

(۵) كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ الکہف (وہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔ اور اسنے اپنے رب کے حکم سے انکار کیا) اس صریح نص کے ہوتے ہوئے ابلیس کو فرشتوں میں سے جاننا یا کہنا بڑی بیباکی و دیدہ دلیری ہے بعض لوگوں کو خیال ہوا ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا یا فرشتوں کے

گروہ میں شامل تھا یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ فرشتوں کے بارے میں آیا ہے۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں جانداروں میں سے اور فرشتے بھی وہ تکبر نہیں کرتے اپنے رب کا جو اوپر ہے خوف کرتے ہیں اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ابلیس فرشتہ ہو۔ اور پھر اسے سجدہ کا حکم دیا جائے اور وہ سجدہ نہ کرتا۔ سجدہ کیجئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (الحجر) کیا سب کے سب ملائکہ نے جس کا ظاہر ہے کہ جو ملائکہ تھے ان سب نے تو سجدہ کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہیں رہا۔ کُلُّهُمْ اور اَجْمَعُوْنَ دو لفظ موجود ہیں پھر ابلیس اگر وہ فرشتہ یا فرشتوں کے گروہ میں ہو ہونے کی وجہ سے کیونکر نکل سکتا تھا۔ ہاں وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب حکم سجدہ کا فرشتوں کو تھا۔ تو پھر ابلیس اگر فرشتہ یا فرشتوں کے گروہ میں بوجہ عبادت وغیرہ شامل نہیں ہو گیا تھا۔ تو کیوں اِلَّآ اِبْلِيْسَ فرما کر ابلیس کو مستثنیٰ کیا۔ ایسے حضرات بعض کو شاید یہ علم نہیں کہ استثناء منقطع بھی ہوا کرتا ہے جیسے جاءنی القوم الا حمارا۔ تو اب یہ کوئی غلطی نہیں کریگا۔ کہ حمار بھی انسانوں یا انسانوں کے گروہ میں کا ایک فرد ہو دوم۔ اعلیٰ گروہ کو جو حکم دیا جائے ادنیٰ اس میں خود بخود آجاتے ہیں جب فرشتوں کو حکم سجدہ کا ہوا۔ تو **قوم جن** جو ان سے کمتر درجہ کی تھی اور جو اس حکم کی مخاطب خود بخود ہوگئی یعنی فرشتوں کو حکم دینے کے یہ معنے تھے کہ دوسرے گروہ بھی آدم کی فرمانبرداری کریں۔ سوم ہم ایک آیت سے یہ بھی دکھا سکتے ہیں کہ خاص ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ کہا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے جب میں نے تجھے حکم دیا۔ اس آیت کو دیکھ کر کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اور یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ کوئی فرشتہ ابلیس نہیں بنا۔ اور نہ قرآن یہ کہتا ہے کہ بجز اس کے فرشتے بھی شقی بن جاتے ہیں۔

تاریخی شذرات

ایک نام کے مسلم کی شر انگیزیاں

علاقہ گجرات کے ایک نومسلم لڑکے کو خسرو خان کا خطاب دیکر مبارک خلجی نے اپنا امین دولت بنایا اور ملک داشت اس کے سپرد کر دیا اور بلا کر قبل از امتحان اس درجہ کا اعتماد قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے

اس غلطی کا جو خمیازہ انکو اٹھانا پڑا وہ سب کو معلوم ہے اسے گورنر جنرل بنا کر مالابار کی فتح پر مامور کیا جہاں اسنے اپنے ہاتھ خوب ہی رنگے اور اسلامی سوداگروں کا مال لوٹ لیا اور پھر بغاوت کے خیالات دماغ میں سما گئے۔ مگر تو دو سر کشی کو عمل میں لانے کے لئے بھی ایک جرأت اور ہمت چاہیئے۔ جب دارالسلطنت میں سلطان کے حضور پہنچیں اور شہ سے بیاکر اپنی برات کرائی کہ میں تو اسلام پر فدا ہوں انکو کی [illegible] کر کے پہنچیں کی سکتے ہیں۔ مبارک تو ایک گیسو کی پہچان تھا اور بیان کر لیا اور اصلی ہوا خواہوں کو قتل کرادیا

جب اس طرح خسرو خان نے خوب پر پرزے نکالے۔ اور مسلمانوں کے مقابل نامسلمانوں کے رنگ لاانے لگا۔ اور ہر قسم کی ذی کو صاحب میں بھرتی کرا گیا۔ یہ شک کر اسکی اپنی قوم کا ایک خاصہ جتھا ہو گیا۔ جو بقول فرشتہ چالیس ہزار سوار تھے

اب قتل شاہ کے منصوبے گانٹھنے لگا۔ اور اسکے لئے اس نے خاص محل شاہی میں اپنا عمل دخل شروع کیا۔ اور [illegible] جس سے اسکی قتل پروری یہ جتھا بھی اندر پہنچنے میں کر لیا

قاضی ضیاء الدین نے اصل حال سے بادشاہ کو اطلاع دی اور خطرہ سے آگاہ کیا۔ مگر اسکا اس پر اسکے اور کچھ یہ ہوا کہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال لیا کیونکہ مبارک خلجی کی دیوانگی کو یہ علم تھا کہ جو وقت ہاتھ سے گیا ہے سو خسرو خان کو بھیجتا اور وہ کہ وہ قریب ہو اسکا اثر ہو کر لیتا۔ اور اس طرح اسے حقیقی عملی صورت میں لانیکا موقعہ ملتا۔ اور وہ برابر کامیاب ہوتا رہا۔ آخر ایک رات قاضی ضیاء الدین [illegible]

بہر حال لوگوں نے دیکھ بھال کے تعلیمات کو اپنا یہ تو تعلیم سے سازش شاتقتہ مجبور ہو گئی۔ اور اسی خسرو کے مجوزہ ایک شخص جابر نے شکور کے ایک خنجر سے اسکا فیصلہ کر دیا جب شور اٹھا تو بادشاہ نے محل میں خسرو خان نے باتوں ہی باتوں میں کہا کچھ ہو رہا ہے۔ ادھر پوچھا کیسا شور ہے۔ تو خسرو نے باہر نکل کر خود ملاحظہ کر سنائی کہ کچھ نہیں اصطبل میں گھوڑوں کے چھوٹ جانے سے ایسا شور اٹھ رہا ہے میں حیران [illegible] اور خسرو خان نے شاہ پر جست لگا کے [illegible] بادشاہ کو بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ بادشاہ نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر اتنے آدمیوں کے مقابل کیا کر سکتا تھا۔ اسی جابر نے شکور چلائی اور بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ اسکے بعد حرم سلطانی میں جو ستم انہوں نے ڈھائے [illegible] تمام متعلقان سلطنت کو چن چن کر قتل کر دیا۔ اور مبارک کی بیوی سے نکاح کر لیا اور باقی عورتوں کو اپنے بھائی بندوں میں تقسیم کر دیا۔

تخت پر بیٹھ کر اسلام مٹانا شروع کیا [illegible] مسجدوں میں بت رکھوا دیے [illegible] خیال کے مطابق [illegible] اور قرآن مجید کو کرسیوں کا کام لیا گاؤ کشی مطلق بند کر دی۔ آخر ایک سلطانی شکور غازی بیگ نے اسکی سرکوبی پر کمر باندھی اور چند فاداروں کے ساتھ لیکر اس نے حملہ کر دیا۔ جب دہلی خسرو میدان جنگ سے بھاگا۔ اور کہیں در بدر ایک مقبرہ میں چند روز چھپا رہا بھوک سے بیتاب ہو کر ایک شخص کو اپنی انگوٹھی دی [illegible] تو راز فاش ہو گیا اور پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اور شاہ کے قصاص میں مارا گیا۔

حکمت سے جوش پیدا کر دیا

[illegible] دیکھا کہ مسلمان [illegible] کے مقابل میں [illegible] اور دوسری قوم کے لوگ سست ہیں۔ تو اسنے ایک برہمن کو سکھا کر [illegible] نواب سے [illegible] لوگ جوش میں [illegible] دوسرے روز سنایا کہ جو خونریزی [illegible] ہندوستان کا باپ ہوں [illegible] کی مدد کو [illegible] کہ وہ [illegible] کی فتح کے [illegible] تیار ہو جائیں۔ یکبارگی [illegible] کے پیچھے [illegible] اسکی خدمت میں حاضر ہوا [illegible] کر ایک ہی رات میں غزنی [illegible]

[illegible]

الحمد میں تناسخ کا رد

ہمارے فاضل جلیل جناب مولوی امام الدین صاحب نے الحمد کی ایک بے نظیر تفسیر لکھی ہے جس میں اسلامی مسائل اور مذاہب باطلہ کا رد کر کے آپ نے ثابت کیا ہے کہ الحمد صرف تمام علوم کا منبع ہے ایک حصہ اس تفسیر کا جو پہلی آیت کی تفسیر اور تناسخ کے بطلان میں ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین اس سے مستفید ہوں گے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جائیگا۔

الحمد کے معنی الحمد سے یہ مطلب ہے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔ اور وہ تمام نقائص اور نقصوں سے پاک و مطہر ہے۔ اور العالمین کا رب یعنی پروردگار ہے پس وہ عالمین کا معین کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر وہ الرحمن ہے سب حیوانات کے لئے سامان زندگی بدوں انکی درخواست و کوشش کے مہیا کرنے والا ہے۔ اور رحیم ہے یعنی بعض نعمتیں انکی دعا اور سوال اور کوشش پر اپنے مقاصد کے حصول میں سعی کا بدلہ اہل شعور اور عقلمند کو گناہوں کا بخشنے والا ہے پس وہ مرحوم کیسے ہوسکتا ہے بلکہ ان سے غیر محدود۔

اللہ موجودات کا خالق ہے ہاں یہ درست ہے کہ یہ موجودات عدم میں نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی اعیان ثابتہ یعنی معلومات الٰہیہ پر اسکے ہی وجود کا فیضان اور رشحہ پڑا تو ان اعلام نے کسوت وجود پہنا۔

جیسے روح القدس کے فیضانات اہل کمال بلکہ مشتاقان خیال اپنی قوت علمیہ اور ہمت قدسیہ سے کسی اشیاء متصورہ کو لوگوں کے سامنے مجسم صورت مشابہات کے بنا سکتے ہیں۔ اور ناظرین معتقدین غیر معتقدین کو کہانیات دکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ مریدان اہل کمال شیخ اپنی پیروں کے توجہات سے کسی ارواح مجسمہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے ملاقات کر کے مکالمات سے مشرف ہوجاتے ہیں حالانکہ ان کے جسم دیکھنے میں نہیں آسکتے بلکہ کسی معانی اور معارف کی ایک اجسام نورانیہ کی صورت میں دیکھ کر تمو

زں اور یوگیوں اور ان مسمریزم کے مجالس کے ہمنشینوں اور حلقوں کو عجائبات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں۔ کیا نسبت ہے بہت تعالیٰ اور ہزار ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ مطلق ان معلومات مقصودہ کو اپنے وجود داد وجود کے فیضان اور پرتو سے کسوت وجود پہنا دیتا ہے اور معدومات کو موجودات کے رنگ میں متلبس کر دیتا ہے۔

نابود کس طرح موجود ہوا

آریہ کہتے ہیں کہ نیستی سے کبھی ہستی نہیں ہو سکتی اور نابود کبھی موجود نہیں بن سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ نیستی خود بخود ہست نہیں بن جاتی۔ مگر امر علمی کو اپنے ارادہ سے ہم موجود بنا سکتے ہیں اور موجود ذہنی کو موجود خارجی کر سکتے ہیں۔ تو کیا خلاق علیہاں سرب شکتیمان اپنی صور علمیہ کو اپنے ارادہ و قدرت سے خارج میں موجود نہیں کر سکتا بیشک کر سکتا ہے اور ضرور بنا سکتا ہے۔ وہ قدرت ہے اور اسکا علم بھی ہست ہے اور اسکا ارادہ اور قدرت بھی ہست۔ اور موجود ہے پھر نیستی سے ہستی کیا ہوئی بلکہ ہستی سے ہی ہستی ہوئی اور ہستی سے نیستی کا ازالہ ہوتی ہے جیسے کثیف سے لطیف اور لطیف سے الطف چنانچہ برف سے پانی اور پانی سے بخارات اور ایسا بخار جو محسوس تک نہیں ہوتا یعنی حالت بدلتے ہی پھر موجود فی الخارج لطیف ہو کر وجود علمی میں چلا جاتا ہے وہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ وجود باری بن جاتا ہے پس یوں کہ معلومات الٰہیہ وجود باری سے فیضیاب ہو کر اسکا پرتو پا کر موجود فی الخارج ہو جاتے ہیں اور موجودات خارجیہ اسی کے ارادہ اور قدرت سے پھر اس وجود خارجی کو لباس چھوڑ کر وجود علمی میں چلے جاتے ہیں۔ ما شاء اللہ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ مواد جامدہ برسات کے موسم میں نباتات اور حیوانات بن جاتے ہیں۔ وہ روح نباتی اور روح حیوانی بلکہ روح انسانی کو کوئی وجود اس سے پہلے نہیں ہوتا۔

روح باہر سے نہیں آتی

یہ غلط ہے کہ کہیں سے کوئی شے اس میں آ گھستی ہے جس سے تناسخ والوں کا قائل ہونا پڑتا ہے کیونکہ اس امر کا کوئی ثبوت ہی نہیں ملتا کہ کوئی روح پہلے جسم کو چھوڑ کر ایک نئے جسم میں آتی ہے۔

تناسخ ماننے والوں کا اعتراض

کہتے ہیں کہ اگر یہ نہیں تو کیوں بلکہ حیوانوں اور نباتات

کہ منقول مستغرق اسن اتبع قوی ضعیف۔ صحیح۔ بیمار۔ منعم مفلس کم و بیش ہونگی کوئی وجہ نہیں بن سکتی۔ اور ایسا کرنے سے خدا تعالیٰ کی عدالت اور انصاف پر ظلم کا داغ لگتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ اس قدر ہو یعنی انسان کے اعمال کا نتیجہ یوں ملتا ہے کہ اسکو مطابق اعمال کے جسم ملتا ہے۔ اور اس میں ہوکر نیکوں کے بدلے سکھ اور بدیوں کے عوض دکھ پاتا ہے۔

اس اعتراض کا پہلا جواب

اسکے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تنوع اور تفرقہ جو حیوانوں اور انسانوں میں پایا جاتا ہے کائنات میں پایا جاتا ہے۔ یہی تنوع و تفرق جمادات میں بھی ہے۔ جن میں اعمال کو کوئی دخل نہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کسی شئ کی جزا سزا کے متعلق نہیں۔ جیسے کسی پتھر کو لعل اور کسی کو بے ڈھنگا بدرنگ غیر شفاف کوئی مرمر کوئی گول کوئی قیمتی کوئی نکما وغیرہ وغیرہ بنایا گیا ہو۔

اختلاف کی فلاسفی

اور یہ اختلاف اعمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ کسی شئ اعلیٰ قسم کو ادنیٰ جنس کا مخدوم اور ادنیٰ کو اسکا خادم بنایا گیا ہے ہر قسم دیگر فوائد کے واسطے ہے۔ اسی طرح مستغرق فوائد کے لئے نباتات کے اقسام بنائے گئے اور مختلف حیوانات کے لئے مختلف قسم کے نباتات اور بعض نباتات دوسرے بعض کے خادم اور معاون بنائے گئے۔ اور حیوانات میں بعض دوسرے بعض کی غذا جیسے ہرن شیر بھیڑیئے کی۔ ایسا ہی بہت سے حیوانات اور نباتات ایک دوسرے کی خوراک ہیں۔ یہ امر کسی پچھلے جنم کے عوض میں نہیں ہے بلکہ یہ بطور ترتیب اور بوجہ انتظام ایسا ہو رہا ہے اگر خادم و مخدوم میں فرق نہ ہوتا تو سلطنت اور کارخانجات کیسے چلتے۔

دکھوں کی فلاسفی

اور اگر یہ رنج جہان تھا اور مساکین بیکس کے غم زدہ نہ ہوتے تو اخلاق حمیدہ کا اظہار کس طرح ہو سکتا اور حکمت طبابت کے دقائق کیسے ظاہر ہوتے۔ مسکین محتاج نہ ہوتے تو سخی جوانمردی کی خوبی کیسے ظاہر ہوتی۔ درد مند نہ ہوتے تو ہمدردی کون کرتا۔ مریض نہ ہوتے تو بیمارداری کا ثواب کون لیتا۔ طب ڈاکٹری کے کرشمے کس طرح ظاہر ہوتے۔ تکالیف کا وجود نہ ہوتا تو صبر و رضا بقضا ہو اور تسلیم اور توکل کے درجات کس طرح ملتے۔ بچوں کی تکلیفوں کا سامنا

دیکھو تو والدین کی پرورش و تربیت یا ترک حقوق اولاد کیسے ظاہر ہوتے جیسے بچے پیدا ہوتے ہی سخت مصیبتوں میں پڑتے ہیں۔ اور کتنی ان ہی مصائب میں مر جاتے ہیں۔ ان تکلیفوں کے رفع کے واسطے ماں باپ بڑی ہی کمال ہمدردی کا اظہار کر کے بڑے درجات پاتے ہیں۔ اور جب لڑکی کے حقوق کھلتے ہیں۔ اور بچوں کو ان تکلیفوں کے عوض میں بعد الموت عالم برزخ میں بڑے بڑے درجات اور برکات ملتے ہیں۔ ان اللہ مع الصابرین۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ بچے بھی ایک قسم کا صبر رکھتے ہیں۔ وہ شکایات نہیں کر سکتے۔ منہیات و ملالت بشارت اور حرکت ناشائستہ سے پاک ہیں۔ اور ہزاروں بیماریاں سہہ کر دکھ پا کر اپنے گناہوں کا کفارہ پاتے ہیں۔ اور ہمدردی کرنے والوں کو ثواب دلاتے ہیں۔ اور ایسے موقعہ پر عمدہ اخلاق کا اظہار ہوتا ہے غرض ان تکلیفوں میں جو حیوان اور انسان کے افراد میں دیکھی جاتی ہیں۔ ایسی ایسی لاکھوں حکمتیں اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھی ہیں۔ یہ ظلم ہرگز نہیں۔ بلکہ ان جانداروں کے تربیت اور حوصلہ افزائی اور صبر اور شکر وں کے لئے عبرت اور ہمدردی کا سبق اور اعلیٰ اخلاق کے مخفی قویٰ کا اظہار مقصود ہے۔

اگر یہ دکھ جزا اور سزا کے لئے ہیں تو اسکا علم ضروری ہے

اگر یہ جزا و سزا ہوتی ہو تو چاہئے تھا کہ اطلاع دینی ضروری تھی کیونکہ حاکم اگر کسی مجرم کو سزا دے اور اطلاع نہ دے کہ فلاں جرم اور فلاں گناہ کے عوض میں یہ سزا ہے تو سزا دینے سے کیا حاصل ہو کیونکہ سزا دینے کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ مجرم سزا پا کر پھر کبھی اس جرم کا مرتکب نہ ہو۔ نہ یہ کہ چپ چاپ سی برابر لگا کر جیل خانہ میں جا کر اور دکھ سہہ کر محسوس بھی نہ کرے کہ یہ سزا کس بات کی ہے یا ناحق مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ سزا میں حاکم کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اسکا نفس اور بدی سے باز آ کر دل کا مصفا ہو جائے۔ بغیر سزا نہیں پا کر وہ روح کس طرح پاک ہو سکتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ نباتی روح تو بے حس و حرکت اور بے شعور محض ہے اور اسے سزا یا جزا کا پتہ نہیں ایسے ہی حیوان غیر انسان کو بھی گو کچھ شعور ہو مگر اس میں یہ سمجھ کہاں کہ مجھے کسی جرم کی سزا مل رہی ہے فرضی طور پر کچھ دینا کہ حیوانات و نباتات اپنے سزا پانے سے واقف ہیں۔ بلا دعویٰ بلا دلیل ہے

یہ انسان سو اسی بستگی کی خبر ہے کہ وہ اس جسم سے پہلے بھی کسی اور جسم میں رہتا تھا

رشی منی کن معنوں میں تناسخ کو قائل تھے

یہ ذخیرہ اہل عرفان و صاحبان گیان تمام سو وہ بھی مختلف البیان ہیں کوئی تناسخ کا قائل کوئی منکر بلکہ اکثر انکار کرتے آئے ہیں۔ اور قائلین کی مراد بھی معلوم نہیں کیا تھی۔ اگر تناسخ سے یہ مراد ہو کہ اس عالم یعنی عالم حشر و نشر اور آخرت میں روحیں نئے جسم میں ہو کر جزا و سزا بھگتیں گی تو اس کا کوئی اہل مذہب انکار نہیں کرتا۔ سب ہی قائل ہیں۔ غالباً پرانے رشی منی اسی تناسخ کے قائل ہونگے۔ یا تناسخ کے یہ معنے ہیں کہ روح انسانی بعد ترک و ہجران کالبدِ خاکی کے ایک مثالی بدن میں جو مطابق اعمال اسے ملتا ہو چلی جاتی ہو اور وہاں سزا پاتی ہے۔ جیسے عالم قبر میں مسلم اہل اسلام ہے یا یہ مراد ہو کہ انسان ہر ایک حالت میں روحانی طور پر آواگون میں ہے۔ مثلاً انسانی اخلاق و تخلق ہو تو روحانی طور پر انسان ہو اگر کتے یا سور کسی حیوان کی صفتیں اس پر غالب ہیں تو وہ بظاہر انسان باطناً اسی حیوان کی شکل میں ہے چنانچہ اکثر اہل مکاشفات اسکی شہادت دیتے ہیں۔

تیسرا جواب تناسخ پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ جب ارواح و اناث کا پتہ نہیں کہ کس عورت کی روح ہو اور وہ کسی مرد کے جسم میں ہو تو اس مرد و زن کو کیا معلوم کہ پہلی جون میں وہ عورت اس مرد کی ماں تھی یا بہن یا بیٹی جب یہ تمیز نہیں تو خدا وند کریم پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ کیوں نہیں معلوم کر دیا کہ یہ زوجیت ناجائز ہو جاتی۔

چوتھا جواب اور نیز اگر تناسخ کے سبب ہی یہ انسانوں حیوانوں بلکہ نباتات کا تفرقہ ہے تو جب پہلے پہل اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو کس گناہ کے بدلہ میں ان نجات یافتہ روحوں کو انسانوں میں پھنسایا۔ اور کیوں کسی کو مقام نجات سے باہر نکالا اور پھر نکال کر کسی کو مرد اور کسی کو عورت کسی کو پرندہ بنایا اور انکی پرورش کے واسطے کتنی حیوان کیوں بنائے مثلاً گائے بکری گھوڑا۔ اگر اس سے پہلی مخلوق کے اجسام میں جو گناہ انہوں نے کئے تھے انکے بدلے میں یہ آواگون ہوا تو ہم پوچھتے ہیں کہ سب سے اول تو صرف معدود ارواح صرف ہیں اس وقت انہوں نے کیا گناہ کیا تھا؟

پانچواں جواب اور پھر یہ بھی سوال ہے کہ پہلے پہل مادہ اور ارواح پر پرمیشر نے کیوں تصرف کیا وہ
مادہ اور ارواح ایشور سے کیا تعلق رکھتے تھے کہ وہ اپنی اپنی جگہ قدیم سے موجود تھے۔ جیسے ایشور نہ
وہ انہیں پیدا کرنے والا یعنی عدم سے وجود دینے والا نہ تربیت کرنے والا اسنے ناحق کیوں ان غریب ارواح
ارواح کو پکڑ کر اس آواگون کے پھندے میں کیوں ڈالدیا گویا قبل تسلیم تناسخ ہی ناحق ظلم کر
دیا۔

ایک عذر پر چھٹا جواب کہتے ہیں کہ حکمت یا منشاء ارواح پر کوئی نہ کوئی ایسا حکمت محدود معینہ المیعاد
کا مانع نہیں ہو سکتا ہے جس کے عوض وہ اعلم الحاکمین بعد گزرنے مدت
مکتی معینہ کے پھر انہیں دنیا میں پیدا کرینگے نے اس آواگون میں سے آتا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ بقیہ
پاپ باوجود جیون سلسلہ آواگون کیوں رکھا جاتا ہے گویا یہ بھی ایشور کی مجبوری ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ
ہو جاوے مجبوری کے کہ نئی مخلوق کسطرح پیدا کروں نجات یافتہ ارواح پر کوئی نہ کوئی قصور رکھ لیتا
ہے۔ کیونکہ آئندہ بیچارہ سلسلہ مخلوقات کیسے جاری رکھیگا

ساتواں جواب پھر تناسخ کا عقیدہ خدا کے سرب شکتیمان ہونے پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ نئی
روح اور نئے مادہ بنا ہی نہیں سکتا۔ اور اسکی طاقتیں محدود ہیں

آٹھواں جواب پھر یہ بھی اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا کیونکہ
اگر وہ ایسا کرے تو آواگون کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور مخلوق کے تنوع اور تخالف کے تئیں صورت
اور علاوہ ایک روک یہ عجیب مفسدہ ہے کہ انسان کی فطرت تو چاہتی ہے کہ جب کوئی شخص نادم
ہو کر توبہ کرے اور روئے چلائے تو اسکا قصور گو کیسا ہی ہو معاف کر دیا جائے۔ مگر پرمیشر سرب شکتیمان
الرحیم الرحمان کی نسبت یہ بدگمانی کہ وہ ایک ذرا سا قصور بھی معاف نہیں کر سکتا۔ اور پھر چھوڑتا
ہی نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی بالجملہ نیکیاں کر کے نہایت مرتبہ کی مستحق ہو انسان بن جائے
تو بھی بعد از مدت مکتی خانہ سے پکڑ کر باہر لایا جاتا ہے اور آواگون میں پھنسا دیا جاتا ہے پھر اس
ظلم اور اس ظلم کا بھی کوئی حد حساب ہے جو خود علیم الاخلاق کے ذمہ یہ لوگ لگا دیتے ہیں یعنی یہ کر

ان روحوں پر جسکا تعلق خدا سے دیتا تھا انکے کچھ حصے یعنی از خود جو موقعہ ملتا ہے تو زبردستی سزا کے لئے کرتے رہتا کہ ہمیشہ ان پر جرم وقصور وارد ہو کر کشتی خانہ سے نکال کر اور آگوں کے عذاب میں معذب کرتے رہتا اور کبھی انہیں چھوڑتا تو وہ کشتی ہی زار و زحمی اٹھا کر کرتے اور پیٹتے چلاتے رہیں۔

ہمارا عقیدہ پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا

برخلاف اسکے ہم لوگ جو اہل اسلام ہیں ان ارواح بلکہ مواد کو اعدام کے دست قدرت کے بنے ہوئے یعنی اسکے علم ارادہ پر تو وجود سے قدرت کے ہاتھوں ایسے بنائے ہوئے مانتے ہیں کہ جیسے کان لعل کین شیشہ آلات کو ذرا فہم پھر اس نے (دوبارہ) کے ساتھ عدم سے موجود کیا یہی وجہ ہے کہ روح کو اپنے خالق سے بلکہ ہر موجود جسمانی روحانی کو اپنے موجد سے بوجہ اس تعلق ایجاد کے ایک محبت اور مودت کا علاقہ ہے۔ روح کو اپنے خالق سے ایسی محبت وعشق ہوتا ہے کہ ایک دم اسکے بغیر زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ ہاں روح مرورہ دنیوی جو کائنات کی غفلتوں میں آکر اس تعلق کو بے خبر ہو جاتی ہیں۔ بے معرفت ہو کر اپنی اصل بھول جاتی ہیں لیکن اگر قضا تو عمل اور ذکر اپنے مبداء کا کیا جائے تو تب کچھ اسی وہ اس دل پکڑ لیتی ہو کہ بے بس ہو کر اسی کے ذکر وفکر میں مست کر دیتی ہو الرحمٰن الرحیم کے بھی معنے ہیں۔ محبت بھی ایک علامت ہو کہ اسی کی رحمانیت سے روح بنی یعنی موجود ہوئی۔ یہی وجہ ہو کہ تعلق ایک سا ستہ وار انطاقی پکارنے لگتی ہو۔ یہ تعلق روح ہو کہ ایسا عشق بیشمار کہیں روح مقدسہ کو گھیر لیا کرتا۔ ماں کو اپنے بچہ سے جو محبت ہوتی ہو وہ بھی تو اسی محبت کا پرتو ہو رب العالمین الرحمن کو اپنی مخلوقات سے جیسی کہ بچہ کو ماں کی محبت بھی ہر رنگ اسی پیار ومودت کے ہو۔ روح کو اپنے خالق تعالیٰ سے ہو میں نے ایک فقیر دیار میں بڑی نورانی اماں جان کو دیکھا جو کہ پردہ نشین ہیں جب میں نے نام پوچھا۔ تو بتایا سب مخلوق نشانات کے ایسے رنگوں کو دیکھ کر بعض لوگ وحدت وجودیوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

ایک اعتراض

اعتراض روح بلکہ مواد کا تعلق اپنے مبدء ومعاد سے کچھ دیتا تو اس کی عنایت اور محبت کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ پرورش اور انعام کے سبب سے یہ محبت ہے۔ جیسے محسن ومحسن الیہ دو زندگی جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب تو اسکا جواب یہ ہو کہ کونسا احسان ہو یہی کہ آزادی اور حریت کی نعمت سے اور اس مقدس مکتی یا نجات کو حاصل ہوا سے چھین کر اواگون میں پھنسا دیا گیا ہو اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کر دیا گیا ہو اور جب کہ یہ خواص ارواح و مواد کے اپنے ہی ہیں تو پرمیشر کا کیا احسان ہو۔ ہاں اپنے ساتھیوں یعنی مواد و ارواح کا احسان لے تو بجا ہو کیونکہ لذت یا لذت کی چیزیں انہی سے انکی خصوصیات سے ہی اسے ملتی ہیں۔ پرمیشر کا اس میں کیا تو ہی یہ بجا ہو ہے کہ یہ ادنیٰ دنیا کے لوگ ماں باپ اور دوسرے محسنوں کو پیار کرتے ہیں۔ مگر خدا سے جو حقیقی محسن ہو۔ ہاں وہ محبت جو اپنے پکے محسن اللہ تعالے سے ہوتی ہو۔ وہ بعد معرفت حق کے حاصل ہوتی ہے جب روح سمجھتی ہو کہ میں اور میری ہستی اور میری نعمتیں سب میرے مالک خالق سے ہیں۔ اور جب یہ معلوم کرتی ہو کہ سب مصیبتیں اور تکالیف میاں میرے اپنے ہی قصوروں سے ہیں جو خداداد طاقتوں کے استعمال نہ کرنے یا بیجا استعمال سے میرے پر وارد ہوتی ہیں۔ اور ان مصائب کو وہ بغیر ارتکاب بدیوں کے اپنے پر وارد ہوتی ہیں بمنزلہ تریاق اور دوا کے جانتی ہے جو دانا طبیب زہر بیمار یا مریض کو دیتا ہو تو خدا تعالی کی بیش از بیش محبت اسکے دل میں بڑھتی ہو

نواں جواب نیز تناسخ پر یہ سخت اعتراض ہو کہ روح انسانی کے خواص عقل و دانش اور معارف کاملہ جو اسے بہت مدت کی مشق سے حاصل ہوتی ہیں۔ بلاوہ لیاقت جو اسے ان معارف کے تحصیل کے لئے حاصل ہو۔ وہ دوسری حالت میں چلے جانے پر کیوں کھوئی جاتی ہو۔ اور کسی علم و دانش اور لیاقت حصول علم جو ملکہ ہو جاتا ہے وہ ایک خاصیت کبھی جدا نہیں ہوتی۔ بلکہ روح کی ذاتیات سے ہو رہا ہوتا ہے

دسواں جواب نیز اگر روح کسی اور جسم سے نکلکر نئے جسم میں آتی ہے تو کیا وجہ ہو کہ اپنے باپ کے سے اخلاق اور علوم اور فنون بطور خواص روحانی جسم کے نہ جلدی اور آسانی سے نشوونما پاتے ہیں۔ اور دوسرے علوم و فنون اسے بدشواری حاصل ہوتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس جسم سے روح نکلکر آتی ہو اس کے عادات اور اخلاق اس نئے جسم میں ظہور پذیر ہوتے۔ پہلے

والدین کے نہ ہوتے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے جسم اور جان دونوں کی پیدائش اسی طرح ماں باپ
کے نطفہ سے ہی ہوتی ہے تب ہی تو اخلاق و عادات اور علوم و فنون سے بعض امور کی طرح سے شکل و
شباہت و ذہانت و سخاوت و بعض بخل و سخافت بچے کے اندر آجاتی ہیں۔ اگر تناسخ ہوتا تو بچے
جنم کے خواص اسکے اندر آتے نہ کہ والدین کے۔

ایک دلیل سے روح کا حدوث بھی ثابت ہوگیا

اور نیز اسی دلیل سے ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح قدیم نہیں ہے بلکہ اسکی پیدائش
نطفہ کے اندر ہی سے ہوتی ہے جیسے کہ ثم انشأناه خلقا آخر کا فقرہ
اور بعد خلق کا انسان من طین جسم کی بناوٹ اور شکل و صورت تو وہ ثابت کرتی ہے کہ وہ بچہ اسی مل
کا بچہ ہے جس سے قیافہ شناس القیافہ سے ہی کیا نسب کیے جاتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے
ایک بچے کے دعوے پر العاهر الحجر والولد للفراش (زانی کو پتھر بچہ شوہر کا ہے) فرما کر
اور ساتھ اسی کا حکم کیا مگر ساتھ ہی بچہ کے بہن کو فرمایا کہ تو اس شخص سے پردہ جاری قرار دیا ہے
حجاب کیا کیونکہ اسکی شکل و شباہت فلاں زانی سے ملتی ہے ایسے ہی اسکی روح کی بھی حالت [illegible]
ظاہر کرتے ہیں کہ روح کی شکل جسم اپنے ماں باپ سے پاتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ روح مجرد الوجود ہے پس
اسکی پیدائش اور اسکا حدوث اسکے صفات بکثرت اسی روایات کے حدوث سے ظاہر ہوا ہے

گیارہواں اب

تناسخ والوں کا یہ قول بھی ہو سکتا ہے کہ اگر [illegible] نے ان لوگوں کو
سزا ہی کے لئے پیدا کیا ہو تو کیا وجہ ہے کہ ہر ایک روح اپنے جسم میں زندگی بسر کرنے پر راضی و خوش ہے
جیل و بندیخانہ سے تو ہر ایک قیدی آزاد ہونے پر خوش ہوتا ہے مگر جسم کے قید سے نکلنے پر وہ ہرگز خوش
نہیں ہے جب انسان اپنے جسم میں خوش ہوتا ہے پھر جسم سے باہر نکلنے یعنی موت سے ہر ایک
شخص نفرت کرتا ہے اور اس میں سب کو ایک کیفیت رہتا ہے بلکہ ہر شخص مصائب زندگی کے
جیتا رہتا ہے تو باقی حیوانات بطریق اولیٰ اپنے اپنے اجسام میں خوش ہیں پس یہ لوگوں
سزا کیسے ہو سکتی ہو بلکہ سزا وہ جیلخانہ ہے اسلامی طور پر جہنم ہوتے ہیں جیسے کہ [illegible]
کلما ارادوا ان یخرجوا منها اعیدوا فیها۔ اور [illegible] تو ہر ایک نفرت کرتا ہے پس

معلوم ہوتا کہ آواگون سزا نہیں جب سزا ہی نہیں تو پھر آواگون دوا صرف فرضی طور پر بتایا گیا ہو۔

عقیدۂ تناسخ کی اصلیت کیا ہے؟

اور روحوں کا دوبارہ دنیا میں آنا یوں بھی کتب اسلامیہ میں آیا ہو کہ جس قسم کا کوئی آدمی ہو چکا ہو اسی کے رنگ ڈھنگ اور خو بو کا اور آدمی دنیا میں آجاتا ہے اس کا نام صوفیائے اسلام کی اصطلاح میں بروز ہے جیسے الیاس کا بصورت یوحنا آنا یا مسیح ناصری کا مسیح قادیانی بنکر آنا یہ مسلم ہے۔

غرض یوم الحشر میں جزا سزا کے لئے دوبارہ زندگی اور مجسم کرکے منعم یا معذب کرنا اسلام برزخ میں روحوں کو ابدان مثالی لطیفہ میں ڈالکر ثواب و عذاب دینا یہ تو مسلم ہے اور نیز مسلم ہی کمال روح کا اہل مکاشفہ کے نزدیک تمثلات اجسام میں نظر آنا یا بروز یک انسان متوفی کی خو بو پر کسی آدمی کا دنیا میں پیدا ہونا کتب اسلامیہ میں اور السنۂ صوفیا پر بہت وارد ہے جس سے دھوکا کھا کر یہ لوگ آواگون تناسخ کے قائل ہو گئے۔

تناسخ والوں کی سب سے بڑی دلیل اور اس کا رد

اور کہنے لگے ہیں کہ اس دنیا میں جو اہل حق کے نزدیک دار العمل ہے جزا و سزا کا سلسلہ یوں جاری ہے کہ جو بعض انسانوں حیوانوں بلکہ نباتات میں بالفعل پاتے ہیں وہ ان پچھلے جنموں کی سزائیں بھگت رہے ہیں جو بصورت انسانی بلکہ حیوانی بھی انہوں نے پاپ کمائے ہیں اور بعض نیکیوں کے بدلے میں کچھ آرام اور نعمت بھی پا رہے ہیں۔ بڑی دلیل اور برہان کاملی اہل تناسخ کی یہی ہے۔ کہ جانوروں اور انسانی بچوں کی تکلیف اور ادنیٰ قسم کی زندگیاں اگر بلا قصور اور سزاواری کے بھی جائیں تو خالق کی عدالت پر بڑا حرف ہے کہ وہ ناحق دکھوں اور مصیبتوں میں ان کو پھنساتا اور بیگناہ عذاب پہنچاتا ہے اور کہ وہ ظالم بے انصاف ہے مگر وہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کل مخلوقات میں ایک ادنیٰ ذرات سے لیکر اشرف المخلوقات یعنی انسان تک عالم سفلی اور عالم علوی میں سب و انسانی میں یہ اختلاف کمی بیشی ادنیٰ اعلیٰ حسن و قبیح کا موجود ہو پھر کسی مخلوق کو خالق تعالیٰ نے عقل و شعور اور حواس دئے۔ اور کسی کو بہر اور حواس ہی رکھا۔ اور کسی کو شعور تو دیا بے شعور اور کسی کو صرف شعور بخشا۔ اور کسی کو عقل اور روح بھی مرحمت فرمائے

پھر تدریجی طور پر ترقی کا قانون اس میں جاری کیا۔ تاکہ بسلسلہ وار اپنی قدرتوں اور صفتوں کا اظہار فرمائے اور جیسے جسم کی ترقی جمادات کے الوان اور اقسام کے قبح و حسن میں پھر نباتات اور حیوانات کے الوان متنوعہ و متفرقہ کی صورتوں میں اور پھر انسان اور اسکے غیر متناہی حالات اور درجات میں کرکے اور اس ترقی کی سیڑھیوں پر چڑھاتے ہوئے کئی جسموں کا تنزل اور بگاڑ پیدا کیا اور ایکدوسرے کا خادم اور چاکر اور خوراک و پوشاک بنا کر ایک عجب طور اور عجیب پیرایہ میں دکھایا ہے۔ اسی طرح روح کی ترقی کے واسطے اور انکے خواص اور اسرار کے ظہور کے لئے دکھ اور مشقت میں ڈالا۔ پھر اخلاقی اور روحانی علم کی ترقی ابتلاؤں اور مصائب میں ڈالنے سے پیدا کی جاتی ہے۔ صبر اور تسلیم کی مشقیں اور تجارب اور مشاہدات کی مشقیں بدوں ان ابتلاؤں کے طے نہیں ہو سکتیں یہانتک کہ اعلیٰ انسانیت تک تمام درجات کی ترقی ان ابتلاؤں میں متصور ہے۔ روحانی سلسلہ بھی ہمرنگ جسمانی سلسلہ کے ہے پس جیسے ان مرتبوں کے رنگ میں جیسے کہ مربیوں کے اخلاق کی تہذیب اور ہمدردی کی تعلیم و تکمیل ہوئی ہے ویسے ہی ان روحانی تعلیم اور تربیت سے جو اس عالم میں پھر برزخ میں اور پھر یوم النشور والحشر میں ظہور میں آتی جاتی ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

مجموعہ الہامات حضرت اقدس علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جسقدر خدا کی وحی از یوم البعثت تا یوم الوصال نازل ہوئی اور جتنے کشوف و رؤیا آپکو ہوئے وہ مع مختصر تشریحات و تاریخ نزول بالترتیب تین حصوں میں جمع کئے گئے ہیں۔

البشریٰ حصہ اول — قیمت ۱۲/

دوم ۱۵۰ صفحے — ۱۲/

مکاشفات

مگر تھوڑی کاپیاں صرف [illegible] دی جائیگی۔ اور صرف حصہ دوم بھی [illegible] بہت جلد ختم ہونیوالا ہے لہٰذا جلد منگوا لیا جاوے ورنہ ہوکر طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چند سوالوں کے جوابات

پہلا سوال (۱) حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے اور بقول آپ کے صاحب ممدوح ہمارے رسول کریم صلعم کے آخری خلیفہ ہیں اور ہمارے رسول کریم صلعم مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ جیسے خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے تھے ویسے ہی ہمارے رسول کریم صلعم کے خلیفے بھی ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام خلیفے نبی ہوتے ہیں اور ہمارے رسول کریم صلعم کے خلیفوں میں سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کوئی خلیفہ نبی نہیں ہوا نہ ہی کسی نے علی الاعلان دعویٰ نبوت کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی ہوئے تھے مگر ہمارے رسول کریم صلعم کا پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی نہیں ہوئے۔ علی ہذا القیاس

جواب (۱) آپ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے تمام خلیفے نبی تھے معلوم نہیں کہ آپ کو کس طرح سے معلوم ہوا۔ قرآن کریم میں تو ان کی بابت ائمہ کا لفظ آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ وجعلناہ ھدًی لبنی اسرائیل وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون۔ اور امام کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور امام بھی۔ پس جس طرح خلفاء موسیٰ ؑ کے لئے نبوت ضروری نہیں تھی۔ اسی طرح خلفاء مثیل موسیٰ کے لئے بھی ضروری نہیں۔ اور جس طرح خلافت موسویہ اور نبوت میں کوئی منافات نہیں اسی طرح خلافت محمدیہ اور نبوت میں بھی کوئی منافات نہیں اور جس طرح جو فیض و برکات امت موسویہ پر نازل ہوتے تھے وہی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر اس امت پر نازل ہوئی۔ اور انبیاء کا وارث اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ٹھہرایا۔ ہاں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین ہیں اسلئے کوئی سماوی فیض آنحضرت کے ظل میں آنے کے بغیر اور آپ کے واسطے کے بغیر نہیں مل سکتا اسلئے آپ کی بعثت کے بعد صرف ظلی طور پر یہ انعامات حاصل ہو سکتے ہیں اور انکے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے جو خاتم النبیین کی ظلیت ہے۔

لیکن یاد رہے کہ ظلی کے لفظ سے اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ ظلی رسول دراصل رسول نہیں ہوتا کیونکہ جن صفات کے ہونے کی وجہ سے کسی شخص کو حقیقی معنے میں رسول کہہ سکتے ہیں وہ تمام صفات ظلی رسول میں موجود ہوتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے جسقدر انبیاء آئے ہیں انکی رسالت و نبوت کسی اور نبی سے مستفاد نہیں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان انبیاء کو جو الگ صاحب شریعت نہیں بھی سمجھے گئے ہیں اگرچہ وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے ہوں لیکن چونکہ وہ اپنی نبوت میں اور اپنی رسالت کے اعتبار سے کسی اور نبی کے تابع نہیں۔ تو گویا کسی اور نبی کی نبوت کے ماتحت نہیں اور اس لحاظ سے انہیں صاحب شریعت سمجھا گیا۔ لیکن دراصل صاحب شریعت نہیں تھے .... یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو ایک خلیفہ ہونے کے صاحب شریعت مشہور ہیں۔ ورنہ دراصل وہ صاحب شریعت ہرگز نہیں تھے سو رسول اور نبی کے الفاظ انہیں پر استعمال ہوتے تھے کی وجہ سے ظلی رسول اور نبی کا لفظ ایسا مخصوص ہو گیا کہ گویا ظلی نبی کے تھے جس کی نبوت بخلاف پہلی قسم کے انبیاء کے جو مستقل نبی سے مستفاد ہوتی ہے اسکا استعمال از قبیل مجاز و استعارہ اور غیر حقیقی ہو گیا اور پہلی قسم کے لئے جو اپنے مقتدا نبی کا غیر مستفاد ہو جو رکھتا ہے حقیقی قرار دیا گیا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے سراج منیر میں صفحہ ۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ

"کیا تم نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرات وما محدث کی یاد نہیں رہی پھر کیسی یہ بیہودہ شیخی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ انما دنیا مجاہد کے جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے"

یا کچھ اور کہیئے گا مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں یہاں حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب
شریعت سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ جو آنحضور کی اتباع سے وہ مرسل بنا ہو وہ ہے پس یہ کہ وہ
الہام جو خدا نے پہلے اس بندہ پر نازل فرمایا اس
میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ موجود ہیں سو وہ حقیقی معنے پر
محمول نہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ
استعمال کئے"

اس جگہ حضرت صاحب نے حقیقی نبوت کے معنی بھی واضح کر دیئے ہیں یعنی جو نبی صاحب شریعت ہو وہ
حقیقی نبی ہے اور جو نبی کہ صاحب شریعت نہ ہو وہ غیر حقیقی یا مجازی ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ تقسیم الہامی
نہیں بلکہ استعمالی اور عرفی ہے اور الہامی اور الٰہی اصطلاح کے رو سے دونوں قسموں میں کوئی
فرق لفظی نہیں جیسا کہ حضرت اقدس کے الہام [illegible] ظاہر ہے یہ خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے
اسکے بعد یہ بات یاد رکھنی بھی ضروری ہے کہ چونکہ نبوت و رسالت انعام کے مراتب میں سے
سب سے ارفع مرتبہ ہے اسلئے اسکے حصول کے لئے بھی کاملیت بلکہ سب سے ارفع ضروری ہے اور چونکہ آنحضرت
خاتم النبیین ہیں اسلئے آپ کی امت میں سے جو شخص ارفع مراتب فضیلت پر پہنچ کر اعلیٰ انعام یعنی نبوت و
رسالت بھی حاصل کرے ضرور ہے کہ وہ بھی خاتم نبوت ظلیہ ہو کیونکہ اگر اصل اتم ہو تو اسکا ظل
بھی چونکہ اسکا اتم ظل ہے خاتم ہو اور اگر اصل ناقص ہو تو اس ظل کا ناقص ہونا بھی ضروری ہے
اور چونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اسلئے یہ یقینی اور قطعی امر ہے کہ آپکا ظل تام بھی خاتم نبوت ظلیہ ہو اور
لازم ہے کہ دیگر انبیاء ذاتاً بحیثیت کہ آپ خاتم الانبیاء نہیں ہیں پس ضروری ہے کہ آپ کے خلفاء میں سے
جو شخص نبی ہو وہ خاتم نبوت ظلیہ ہو پھر یہ امر بھی بالکل بین اور ظاہر ہے کہ خاتم نبوت ظلیہ متعدد
نہیں ہو سکتے اور ایک سے زیادہ خاتم نبوت ظلیہ ہرگز نہیں پائے جا سکتے جس طرح ایک سے زیادہ
خاتم الانبیاء نہیں ہو سکتے پس محمد خاتم الانبیاء سے مراد یہی ہے کہ آپ میں تمام کمالات انسانیہ
ختم ہو گئے ہیں اور کوئی کامل نبوت نہیں جو آپ کو حاصل نہ ہو اور آیندہ ہو سکے [illegible] ہر ایک

٭ پس نبی کے دو معنی ہیں صاحب شریعت انبیاء کے سوا کوئی نبی [illegible] دخل نہیں [illegible]
سو وہ داخل نہیں [illegible] ۔ محمد اسمٰعیل

بشرط خدا تک پہنچنے کیلئے کامل محتاج ہیں اور آپ کے سوا وہ کسی طرح اللہ تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ
ترغیب کی نفی کا مسئلہ مدنظر ہو پس اگر کوئی شخص بھی خاتم الانبیاء ہو تو ضرور ہے کہ اس میں بھی وہ تمام
اوصاف پائی جائیں کیونکہ ختم نبوت ان کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی پس اس صورت میں اگر ان دونوں میں سے
ہر ایک کو ایک دوسرے سے مستغنی سمجھیں تو دونوں کی ختم نبوت باطل ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ پہلا
دوسرے کا مستغنی ہے اور دوسرا خاتم نہیں ثابت ہو سکتا۔ اور دوسرا پہلے سے مستغنی ہے تو پہلا خاتم
نہیں ہو سکتا کیونکہ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے ختم نبوت نفی غیر کا مستلزم ہے یعنی ختم نبوت کا یہ تقاضا
ہے کہ خاتم النبوۃ شخص کے کوئی انسان مستغنی نہ ہو اور یہاں تو بالمقابل ایک مستغنی شخص ہو جو دوسرے
والی کہ وہ بھی خاتم الانبیاء نہیں رہیگا۔ اور اگر ان دونوں کو ایک دوسرے کا محتاج مانا جائے تو اس
صورت میں بھی ختم نبوت باطل ثابت ہوتی ہے کیونکہ ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ خاتم النبوۃ کسی
انسان کا محتاج نہ ہو اور یہاں وہ دونوں محتاج مانے جا چکے ہیں۔ اگر ان دونوں
کو ایک دوسرے سے مستغنی ہو اور دوسرا پہلے کا محتاج ہو تو پھر ایک ہی خاتم ثابت ہوا اور یہ
امر ایک بالکل بدیہی ہے کہ خاتم میں تعدد جائز نہیں پس جسطرح خاتم الانبیاء میں تعدد جائز
نہیں اسی طرح خاتم نبوت ظلیہ میں بھی تعدد کسی طرح جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ ایک ہی ہو پس
معلوم ہوا کہ آنحضرت کی امت میں سے جو شخص بھی نبی ہو وہ ضرور ہے کہ خاتم نبوت ظلیہ
ہو اور وہ خاتم نبوت ظلیہ ضرور ہے کہ صرف ایک ہی ہو۔

پس ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے۔ چنانچہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود ہے
اور اسکے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا۔ اور کسی اور نبی کے آنے کی آپ نے خبر دی
ہے بلکہ لا نبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کردی۔ اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا
میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئیگا۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لا نبی بعدی میں لا
کا نفی جنس کا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی بھی نہیں پس مسیح موعود کا استثنا کیوں

سونکل آیا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ اس امت میں سے نبی صرف وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو آنحضرت کا مظہر اتم اور ظل اکمل ہو اور ایسا عکسی آئینہ ہو جس میں ذرہ بھی غیریت باقی نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں بعدی کا لفظ غیروں کی نفی کرتا ہے جن میں غیریت پائی جاتی ہے۔ جس شخص میں تھوڑا سا بھی غیریت باقی نہ رہی ہو۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پورا پورا فنا ہو چکا ہو۔ وہ غیروں میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ اس حدیث سے اسکی نفی ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص مظہر اتم اور ظل اکمل نہیں کہلا سکتا جب تک اس میں شائبہ غیریت موجود ہو۔ اور اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ ظل اکمل صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جو مسیح موعود ہے جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے اور اسکے بارے میں آیا ہے کہ اسمہ اسمی و یدفن معی فی قبری۔

یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی فرما کر دو قسم کے لوگوں کی نفی فرمائی ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت کی ظلیت سے بالکل محروم ہوں کیونکہ ایسے لوگ بالکل بیگانے اور غیر محض ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جن میں ظلیت پائی تو جاتی ہے لیکن اتم و اکمل طور پر نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ لوگ بھی غیریت سے ملوث اور علیحدہ حیثیت والے ہیں تو وہ تام سے باہر ہوتے ہیں۔ غرض اس حدیث کے رو سے بھی متعین ہو گیا کہ اس امت میں نبی صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جو مسیح موعود ہے اور اسکے سوا کوئی نہیں آ سکتا جیسا کہ دیگر احادیث پر نظر کرنے سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیح موعود کا نام نبی اللہ رکھا ہے اور کسی کو یہ نام ہرگز نہیں دیا۔

اور چونکہ امت محمدیہ میں آنیوالا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو ہی دنیا میں تازہ کرنے والا ہو اور منفصل نبی نہیں کہلا سکتا۔ اسلئے ضروری ہے کہ وہ آپکا خلیفہ ہو۔ اور چونکہ وہ آنیوالا نبی خاتم ظلیت ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ تمام کمالات ظلیہ محمدیہ پر حاوی ہے۔ اور آئندہ کے لئے کوئی کمال اس سے الگ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے معلوم ہوا کہ وہ خاتم الخلفاء بھی ہو گا جیسا

کہ ملا علی قاری نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث ... کو خاتم الخلفاء، ... وخاتم الاصفیاء لکھا ہے۔ یعنی وہ یہ کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی خاتم الخلفاء نہیں تھا اور نہ نبی ... اگر ان میں سے کوئی شخص ان مراتب کو پاتا تو تعدد لازم آتا جو باطل ثابت ہو چکا ہے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں میں سے کوئی شخص خاتم نبوت ظلیہ ہو کیونکہ کوئی نبی ہو سکتا ہے بہت بعد ... کے ... وہ شخص ... ہو اور ... کے مناسب ہے کیونکہ خدا نے علیم حکیم نے ... جب تک ... کو پورا نہ کرے تب تک پورا نہیں ہو سکتا کہ الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون۔ علاوہ اسکے اگر ایسا ہوتا تو آخرین منہم لما یلحقوا بہم والی پیشگوئی کیونکر پوری ہوتی نیز نبی کی ظلت کے ... کے ... میں اس وقت تو اس کی مثل شمس ... طرح تھا شام سے پہلے قمر کیونکر ظاہر ہو سکتا تھا۔

اب یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کیا کہ اس امت میں صرف ایک ہی نبی آ سکتا ہے جو خاتم نبوت ظلیہ ہو لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ امت موسوی میں تو بغیر ... حاصل کرنے کے بکثرت ہوئے ہیں۔ اور اس امت میں صرف ایک ہی ... ظاہر ہوا ہے کہ امت موسوی کی نسبت اس امت کا انعام بہت کم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکا نام امت وسطا اور خیر امۃ اخرجت للناس رکھا ہے۔

سو اس سوال کا اول تو یہ جواب ہے کہ انکی نبوت جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہو حضرت موسیٰ ؑ کے ہر گز مستفاد نہیں تھی بلکہ مستقل طور پر ان انبیاء کو ملی تھی ... بالکل ... ہو گا کہ موسیٰ کی امت ... [illegible]

بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر انکی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھی۔ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰ ؑ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی واسطے میری طرح انکا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے

نبی اور ایک پہلو سے اُمتی بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلاتے اور براہ راست انکو منصب نبوت ملا۔
ثانیاً یہ کہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ یہ انعام پانے والے اس امت میں نہیں گزرے سوائے خاتم سلسلہ محمدیہ کے کیونکہ موسوی سلسلہ کے درمیانی زمانہ میں جیسے متعدد نبی آئے ویسے ہی جو انعام انہوں نے پائے وہی انعام اس امت میں خاتم الخلفاء سے پہلے بزرگوں کو ملے لیکن چونکہ ان کے مطلع خاتم النبیین ہیں اور خاتم النبیین کے خلفاء میں ایک شخص سے زیادہ نبی کہلا نہیں سکتے تھے اسلئے ان کا نام انبیاء نہیں رکھا۔ ہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ لوگ بھی انہیں کمالات کے وارث ہیں جو امت موسوی کو ملے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور ابن عساکر سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ نے اپنی امت کے بزرگوں کو انبیاء کے ناموں کیساتھ نامزد کیا ہے کہ میری امت میں [illegible] اللہ [illegible] جیسا کہ کنز العمال میں ہے کہ ما من نبی الا له نظیر فی امتی [illegible] ذلک چنانچہ کئی ایک اولیاء کرام کو اسلام میں انبیاء کے ناموں سے مخاطب کیا گیا جنکو بعض کوتاہ اندیشوں نے دعویٰ نبوت پر بھی محمول کیا۔ اسی طرح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے اور میری امت کی سیاست علماء کریں گے۔ اس حدیث میں بھی علماء کو انبیاء کی منزلت پانے والے فرمایا ہے۔

[illegible] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب دیا ہے جس میں یہ کہ تمام انبیاء کا وارث جانشین اور انکے کمالات حاصل کرنیوالا بتایا ہو [illegible] آپ اس امت محمدیہ میں آئے ہیں اسلئے بھی گویا تمام انبیاء کے برابر انبیاء اس امت محمدیہ میں آگئے چنانچہ آپ نزول المسیح کے صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں۔

"آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گزشتہ نبی سے مجھے اسے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا چنانچہ آدم ابراہیم [illegible]

نوح موسیٰ داؤد سلیمان یوسف یحییٰ عیسیٰ وغیرہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے
گئے۔ اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ
سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا"

پھر حقیقۃ الوحی (صفحہ ۷۲ حاشیہ در حاشیہ) میں فرماتے ہیں۔
"خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف
منسوب کئے ہیں میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں
میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں
عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر
محمد اور احمد ہوں"

پس یہ کہنا کسی طرح ٹھیک نہیں کہ امت ان صفات سے محروم رکھی گئی۔ سائل صاحب لکھتے ہیں کہ کسی
کا پہلا خلیفہ ہارون نبی ہوتے تھے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ
نہیں تھے وہ خود موسیٰ کی زندگی میں ہی نبی تھے اور دونوں کی نبوت قریباً ایک وقت سے شروع
ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ کا خلیفہ یوشع تھا۔

دوسرا سوال۔ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے یا قمر یا شمس انت منی و انا منک
جسکے معنی آپ کیا کہتے ہیں بلکہ خوب جانتے ہیں۔ صرف دریافت کرنا اس امر کا ضروری ہے کہ آیا اس
قسم کے الفاظ خداوند کریم نے قرآن شریف میں ہمارے رسول کریم صلعم کے حق میں بھی فرمائے ہیں یا نہیں

جواب۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس الہام کے معنی بھی بیان کر
دئے جائیں۔ اس الہام کے دو حصے ہیں۔ اول یا قمر یا شمس جسکی نظیر قرآن کریم میں صریح موجود ہے
سراجاً و قمراً منیراً یعنی آپ سورج اور چاند ہیں۔ اور دوسرا حصہ انت منی و انا منک
ہے جسکے شواہد و محاورات عرب میں بکثرت موجود ہیں بطور نظیر ایک دیوان حماسہ کا یہ شعر ہے جو
شاعر حماسی کے اشعار میں موجود ہے فان کنت منی او تریدین صحبتی فکونی لہ کالسمن

سوشد بالا دم تمام شراح نے اسکے معنی یہی لکھے ہیں تو افقینی یعنی تو میرے ساتھ موافقت رکھتی ہے اور ان میں سے بیان کیا ہے کہ محاورہ کے طور پر بولا کرتے ہیں کہ فلان منہ اور اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اسکے ساتھ موافقت اور اتفاق رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں چنانچہ ان میں سے چند ایک دکھاتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

من شرب منه فليس منی ومن لم يطعمه فانه منی۔ من تبعنی فانه منی۔ المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض۔ اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں بعینہٖ یہی فقرہ انت منی و انا منک لکھکر اس آیت کی یوں تفسیر فرماتے ہیں بعضهم من بعض ای فی صفة النفاق کما يقول الانسان انت منی و انا منک ای امرنا واحد لا مباينة فيه۔

یعنی اس فقرہ کے یہی معنی ہیں کہ تیرا اور میرا معاملہ واحد ہے۔ تم میں کچھ بھی مباینت اور جدائی نہیں پھر حدیث شریف میں بھی یہ محاورہ کئی جگہ آیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیبیب صحابی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا "قتل سبعة ثم قتلوه هذا منی و انا منه هذا منی و انا منه" یعنی اس نے سات کافروں کو قتل کیا پھر انہوں نے اسکو شہید کیا یہ مجھ سے ہے اور میں اس کا یہ مجھ سے ہے اور میں اس کا

پھر حدیث میں آیا ہے من غشنا فليس منا ليس منی الا عالم او متعلم ليس منی ولست منه (بخاری) من رغب عن سنتی فليس منی وغیر ذلک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اسکے معنی یوں لکھتے ہیں کہ تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے

اسکے بعد اصل سوال کے جواب میں یہ عرض کرونگا کہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ الہام کے معنی پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نیز یہ کہ اسکی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ من گھڑت نہیں بلکہ محاورات عرب اور قرآن کریم و حدیث کے رو سے اسکے یہی معنی ہیں اور انما انا بشر مثلکم جیسے محکم الہامات موجود ہیں باوجود ان سب باتوں کے اس الہام کے کوئی ایسے معنی کرنا جو ان محکمات کے

مخالف ہوں۔ جناب من جب یہ ہے تو پھر معلوم نہیں اس سوال کی بنا کس بات پر ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم صلعم
کے حق میں یا کسی اور نبی کے حق میں آئے ہیں یا نہیں کیا الہامات کی صحت کا یہ بھی کوئی معیار ہے کہ وہ الہام
الفاظ میں ہوں جو پہلے بھی کسی ملہم کو الہام ہوئے ہیں اور کسی نبی کی طرف وحی کئے گئے ہوں۔

اگر اس اصول کو درست سمجھا جاوے اور اسے بھی الہامات کی صحت کا ایک معیار ٹھہرایا جاوے تو ممکن نہیں
کہ کوئی الہام صحیح و درست ثابت ہو سکے کیونکہ یا تو اس میں تسلسل لازم آئیگا اور پھر آکر ایسے الہامات
ملینگے جنکی نظیر موجود نہیں ہوگی علاوہ اسکے یہ بھی اعتراض پڑیگا کہ تمام قرآن کریم پہلے انبیاء پر بھی نازل
ہوا تھا۔ اور اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا گیا ہو
اور آپ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہ ہوا ہو۔ غرض یہ اصول نہ صرف بالکل غلط ہے بے بنیاد ہے بلکہ اس کو
تسلیم کرنے سے کتب الہامیہ حدیث کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے اسکے جدید کہنا بھی شاید بے محل نہ ہوگا کہ قرآن
کریم میں کئی ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو از قبیل متشابہات ہیں اور اگر انکی تاویل محکمات کے مطابق نہ
کیجاوے تو پھر وہی اعتراض وارد ہوتے ہیں جو اس الہام پر اور اسی طرح حضرت مسیح موعود کے بعض
دیگر الہامات پر کئے جاتے ہیں منجملہ انکے چند یہ آیات ہیں۔ ان الذین یبایعونک الآیۃ دنیٰ
فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ
قل یا عبادی الذین الآیۃ قل یعباد الذین الآیۃ۔ پھر آنحضرت کے دونوں اسم مبارک
محمد اور احمد بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی صفات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے کیونکہ
اصل حمد و تحمید وہی ایک ہے الحمد للہ رب العلمین

تیسرا سوال (۱) امام اور نبی میں کیا فرق ہے (۲) اور کیا ایک ہی شخص دونوں صفات کا مجموعہ ہو
سکتا ہے یا نہیں۔ ذرا مفصل جواب دیجئے گا۔

جواب اس سوال کا جواب حسب منشاء پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے مگر اسجگہ ایک مستقل سوال ہونیکی وجہ
سے دوبارہ بھی حسب فرمائش مفصل لکھتا ہوں۔

امام اور نبی میں کوئی تفاوت نہیں اور نہ تلازم یا تساوی بلکہ عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر ایک

نبی امام ہوتا ہو مگر ہر ایک امام کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ ہر ایک نبی امام ہوتا ہے یہ ہے کہ نبی وہی ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کے سوا کسی کو مظہر علی الغیب نہیں کیا جاتا۔ پس یہ لازم آتا ہے کہ ہر ایک نبی رسول ہوتا ہے اور دوسری جگہ قرآن کریم میں آیا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ جس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک رسول مطاع یعنی امام ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ ہر ایک نبی امام ہوتا ہے مثال کے طور پر دیکھئے حضرت ابراہیم کو فرمایا انی جاعلک للناس اماما۔ پھر ایک جگہ فرمایا یوم ندعوا کل اناس بامامہم اور اس امر کا ثبوت کہ ہر ایک امام کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں بلکہ جائز ہے کہ نبی ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ نبی نہ ہو یہ حدیث ہے الدین النصیحۃ قالوا لمن قال للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین و عامتہم اور آیت انی جاعلک للناس اماما

پھر اس امام مہدی کے متعلق تو کوئی اشکال ہی نہیں پیدا ہو سکتا کیونکہ یہ مہدی وہ ہے جو قرآن کریم کی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین میں مہدی کہہ کر نبی بنائے گئے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ امام مہدی ہونے [illegible]

چوتھا سوال حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو ابن مریم ثابت کرتے ہوئے الہام تحریر فرماتے ہیں یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اگر یہ الہام جیسے دکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا تھا پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ ابن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے نفخ کے نتیجہ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا

اور پھر بعد اسکے اسی کلمہ میں عیسیٰ کی روح پھونکی جاویگی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پاکر عیسیٰ کی روحانیت میں تولد پائیگا۔ اور اس طرح پر وہ عیسیٰ ابن مریم کہلائیگا۔ یہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ میں ہے جو قرآن شریف میں یعنی سورۃ تحریم میں اسی زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کیگئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ سورۃ تحریم میں کوئی پیشگوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اور نیز یہ جواب بھی دیجئے گا کہ سابقہ نبیوں میں کوئی نبی مثیل مبعوث ہوا ہے یا نہیں۔

جواب۔ پیشگوئی ان الفاظ سے صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ پہلے مومنوں کو مریم سے تشبیہ دی ہے اور پھر اسکی مختلف اور کثیر التعداد صفات و حالات میں سے اس صفت کو بیان فرمایا التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا الآیۃ جس سے معلوم ہوا کہ یہی صفت وجہ شبہ ہے جس کی بنا پر مومنوں کو مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس جو مومن بموجب آیت والذین ھم لفروجھم حافظون کے احصان فرج اکمل طور پر رکھتا ہوگا اس میں نفخ روح ہو کر اس میں سے عیسیٰ پیدا ہوگا۔ دوسری بات میں اوپر پہلے سوال کے جواب کے ضمن میں مفصل طور پر بیان کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اکمل اور اتم یا دوسرے لفظوں میں وہ مومن جو ان تشبیہوں مومنین میں اکمل ہو وہی ہے جو موعود ہے تو اس آیت میں جو مسیح موعود کی بابت پیشگوئی صاف طور پر پائی گئی۔ اب تیسرا سوال کہ سابقہ نبیوں میں سے کوئی اس طرح مبعوث ہوا ہے یا نہیں۔ اسکے جواب میں میں اس سے بڑھ کر کیا کہہ سکتا ہوں کہ علماء عقل سلیم [illegible] کتاب [illegible]۔

مگر یہ کہ اس تشبیہ کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کو جو مسیح موعود کی بابت ہے۔ وضرب اللہ مثلا للذین امنوا الآیۃ میں کی گئی ہے اور ضرب اللہ مثلا [illegible] واضح کرتے ہیں کہ جیسے مریم صدیقہ میں نفخ ہونے سے مسیح پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح مثیل مریم (افراد امت) میں سے کوئی مسیح پیدا ہوگا [illegible] اس مسیح موعود کا زمانہ [illegible] سورہ جمعہ میں اس امت کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر پہلے گروہ کو نبی کریم صلعم کی بعثت اولیٰ سے تزکیہ و تعلیم پانے والے اور دوسرے گروہ کو آپکی بعثت ثانیہ سے تزکیہ و تعلیم پانے والے بیان فرمایا ہے اور سورہ مزمل میں واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا

وعدہ فی الملک من الشمرۃ ومقامہ حکیمہ فرما کر اسکے بعد ان لوگوں کو بھی ایذا دینے پر انکو صبر کرنے اور
انہیں تھوڑی سی مہلت دینے کا ارشاد فرمایا ہے یعنی اپنی بعثت کے کفار کو فرعون کو تشبیہ دی اور فرمایا انا
ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ۔ اور ان دونوں تشبیہوں کی
جو سورہ تحریم میں بیان فرمائی ہیں تفصیل بتا دی کہ پہلی مثال کے مصداق آپ کی بعثت اولیٰ کی جماعت ہے
اور دوسری مثال کے مصداق بعثت ثانیہ کے زمانہ کے مسلمین ہیں پس ثابت ہوا کہ مسیح موعود بعثت
ثانیہ کا مظہر ہوگا۔ اسی لئے سورۃ مزمل میں فرعون کی تمثیل پہلے بیان فرمائی اور مریم کی تمثیل بعد میں

یہی پیشگوئی قرآن کریم میں ایک اور جگہ بھی موجود ہے اور وہ ان الفاظ میں ہے ذٰلک من انباء الغیب
نوحیہ الیک وما کنت لدیہم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیہم اذ یختصمون
اذ قالت الملٰئکۃ یامریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم الآیۃ

اس آیت کے ابتدائی الفاظ میں تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت
ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین اور آیت فاصبر ان العاقبۃ للمتقین
کے الفاظ کو ملا کر دیکھیں کہ کس طرح اشارہ کسی پیشگوئی کی طرف ہے جو اس کو پیشتر کو ہوئی ہو اور کتاب اللہ
کے پیشگوئیوں میں اس آیت سورۃ آل عمران میں ظاہر کر دیا کہ جس طرح مریم صدیقہ کو ایک بیٹا دیا گیا تھا اسی
طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک بیٹا دیا جائیگا جو ابن محمد (غلام احمد) کہلائیگا کیونکہ غلام کے معنی
ابن ہی ہیں کما ھب لک غلاماً زکیا میں ابن مریم کو غلام مریم کہا گیا ہے ۔ اور آخری الفاظ میں
ما کنت لدیہم اذ یختصمون جبکہ بعد اذ قالت الملٰئکۃ کہا گیا ہے اور ان میں یہ بھی
بتلا دیا گیا ہے کہ مریم صدیقہ کو بیٹے کی بابت بشارت دی گئی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ بات لوگوں میں غیب
ثابت رکھتی تھی اور اپنی ظاہر کردہ انباء الغیب میں سے نہیں شمار ہو سکتی تھی۔ جس سے کوئی
واضح ہوگیا کہ دراصل یہ مسیح موعود کی بابت پیشگوئی ہی ہے ۔

خاکسار محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

[illegible]

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک مکتوب

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایّد بخدمت اخویم مکرم
بابو الٰہی بخش صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعدہٰذا اس عاجز کو اس وقت تک آں مکرم کے الہامات کی انتظار رہی مگر معلوم نہیں کہ توقف کا کیا باعث ہے میرا صرف نیک نیتی سے جس کو خداوند کریم جانتا ہے یہ مدعا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ان متناقض الہامات میں کچھ فیصلہ ہو جائے کیونکہ الہامات کا باہمی تناقض اور اختلافات اسلام کو سخت ضرر پہنچاتا ہے اور اسلام کے مخالفوں کو ہنسی اور اعتراض کا موقعہ ملتا ہے اور اس طرح پر دین اسلام کی استخفاف ہوتی ہے بھلا کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور مسیح موعود اور مجدد چودہویں صدی اور اللہ کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں کی مانند اور خدا کا مرسل ہے اور اس کی درگاہ میں وجیہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے اور دوسری طرف گویا الہام کرے کہ یہ شخص فرعون اور کذاب اور مسرف اور فاسق اور کافر ہے اور ایسا ہی اس شخص کو تو یہ الہام کرے کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے اور پھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ جو اس کی پیروی کرتے ہیں وہ شقاوت کا طریق اختیار کرتے ہیں سب آپ مجھکو

ہیں کہ کس قدر اسلام پر یہ مصیبت ہے کہ ایسے مختلف الہام ہوں اور مختلف فرقے پیدا ہوں۔
جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوں۔ اس لئے بصدق دل اسلام اسی میں ہے کہ ان الہامات کا
فیصلہ ہو جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کی راہ پیدا کر دیگا اور اس مصیبت سے
مسلمانوں کو چھوڑائیگا لیکن یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہے کہ ہم میں جنکو الہام ہوتا ہے وہ منافقانہ سیرت
اختیار نہ کریں اور مرد میدان بنکر جس طرح کے الہام ہوں وہ سب دیانت کیساتھ چھاپ
دیں اور کوئی الہام جو تصدیق یا تکذیب کے متعلق ہو پوشیدہ نہ رکھیں تب کسی آسمانی فیصلہ
کی امید ہے اسی وجہ سے میں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں آپکو پہلے خط میں دی تھیں تا آپ جلد تر اپنے الہام
میری طرف بھیج دیں مگر آپنے کچھ پروا نہیں کی اور میرے نزدیک یہ عذر آپکا قبول کے لائق
نہیں کہ آپکو مخالفانہ الہام اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ ایک مدت انکی تشریح کیلئے چاہیئے
میرے خیال میں یہ کام چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہے اور فرصت اور بہ دو گھنٹہ تک مع تشریح
وغیرہ آپ لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی اور کتاب کا ارادہ ہے تو اس کو اس سے کچھ تعلق نہیں
مناسب ہے کہ آپ اس امت پر رحم کر کے اور نیز خدا تعالیٰ کی قسموں کی تعظیم کر کے بالفعل وہ تین سو
الہام ہی جو گذشتہ بارہ برس کا کام ہے چھپوا دیں اگر زیادہ عذر ہیں تو میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ الہامات کی
بڑی بڑی مجلدات ہیں۔ بلکہ ایسی ہونگی جیسا کہ آپ کا الہام صرف ایک ورق تو اس صورت
میں آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے الہام کاغذ کے ایک صفحہ میں کس قدر آ سکتے ہیں۔ میں پھر آپکو
اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کر کے بمجرد پہنچنے اس خط کے اپنے
الہامات چھپوا کر روانہ فرماویں۔ مجھے اس بات پر بھی سخت افسوس ہوا ہے کہ آپ نے بے وجہ میری
یہ شکایت کی کہ گویا میں نے مولوی عبد اللہ صاحب کی کوئی بے ادبی کی ہے آپ جانتے ہیں کہ میری
گفتگو صرف اس قدر تھی کہ آپ مولوی محمد حسین کو کیوں برا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے مرشد مولوی عبد اللہ
صاحب نے اسکے حق میں یہ الہام شائع کیا تھا کہ وہ تمام جماعتوں کے لئے رحمت ہے اور سب امت
سے بہتر ہے۔ یہ قرآنی الہام تھے جنکا ترجمہ کر دیا ہے اس صورت میں اگر شک تھا تو آپ

مولوی محمد حسین کو مباہلت کر لیتے۔ یہی بات پر غصہ کرنا مناسب نہیں۔ پھر بالمقابلہ کے میں دعوے
کہتا تقدیر تقوے نے مجھے بھیجا ہے اسکے مقابل پر عبداللہ صاحب کی کیا حقیقت اور سوائے اس کے میں
یقیناً کہتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو
جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور غربت اور چاکری کی راہ سے
اطاعت اختیار کر لینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے پھر وہ کیونکر میری اطاعت
سے باہر رہ سکتے تھے۔ اس صورت میں آپکا کچھ بھی حق نہیں تھا۔ اگر میں حکم ہونیکی حیثیت سے
ان میں کچھ کلام کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ خدا اور رسول نے مولوی عبداللہ کا کوئی درجہ مقرر نہیں کیا
اور نہ انکے بارے میں کوئی خبر دی۔ نہ خدا آپکا نیک ظن ہو تو ہو۔ کیونکہ بجز لیاقت کسی حدیث یا
آیت سے تو ثابت نہیں بلکہ درحقیقت بکلی ظاہر پر ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ پابند نماز اور روزہ رمضان
کے روزہ رکھتے تھے اور ظاہر ہزارہا مسلمان ایسے ہیں باقی اعمال خدا کو معلوم

حافظ محمد یوسف صاحب نے کئی دفعہ قسم کو یاد کرنے کیلئے یقین کامل کر کئی مجلسوں میں میرے روبرو
بیان کیا کہ ایک دفعہ عبداللہ صاحب نے ایک خواب یا الہام کی بنا پر فرمایا تھا کہ آسمان سے ایک نور قادیان
میں گرا جس کے فیضان سے انکی اولاد بے نصیب رہ گئی۔ حافظ صاحب زندہ ہیں۔ ان کو پوچھ
لیں۔ پھر آپکی شکایت کس قدر افسوس کے لائق ہے۔ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں مولوی
عبداللہ غزنوی کی نسبت میرا نیک ظن ہے اگرچہ بعض حرکات انکی ذریت کی ایسی دیکھیں کہ اس
حسن ظن میں فرق ڈالنے والی تھیں۔ ہم مرزا کی طرف کچھ خیال گیا اور حیثیت سمجھتا ہوں کہ وہ ایک
مسلمان اپنے علم اور طاقت کے موافق پابند سنت تھا لیکن میں اس بات سے مجبور ہوں کہ میں انکو
ایسے درجہ کا انسان خیال کروں کہ جیسے خدا کے کامل بندے ماموریت ہوتے ہیں۔ اور مجھے خدا نے
اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دئے ہیں کہ جو لوگ ان وعدوں کے موافق
میری جماعت میں کر روحانی نشوونما پائیں گے۔ وہ پاک دل ہو کر خدا سے پاک تعلق جوڑ لیں گے
میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں انکو صد ہا درجہ مولوی عبداللہ غزنوی سے بہتر سمجھوں گا اور سمجھتا

ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے انکو وہ نشان دکھلائے ہیں کہ جو مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دیکھے اور انکو
معارف سمجھائے ہیں جنکی مولوی عبداللہ کو کچھ بھی خبر نہیں تھی اور انہوں نے تو خوش قسمتی سے مسیح موعود کو
پایا اور اُسے قبول کیا مگر مولوی عبداللہ اس نعمت سے محروم رہ کر گذر گئے پھر اسکی نسبت کیسا ہی گمان
کریں اسکا فیصلہ تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور اس
نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہے جس نور کا وارث مہدی آخر زمان چاہئے تھا میں وہی
مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے
درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے خدا تعالیٰ کی عطا
کی تقسیم ہے اگر کوئی بخل سے مر بھی جاوے تو اسکو کیا پروا اور جو شخص مولوی عبداللہ صاحب غزنوی
کے ذکر سے مجھ پر ناراض ہوتا ہے اسکو خدا سے شرم کرکے اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہئے کہ کیا عبداللہ
امام مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہوسکتا ہے جسکو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا اور فرمایا کہ
خوش قسمت ہے وہ امت جو دو نبیوں کے اندر ہے ایک میں جو شروع میں آیا ہوں اور ایک
مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو نجات پائینگے
بے شک ہر ایک شخص مسیح موعود کو کنارہ کرکے عبداللہ غزنوی کیطرح اس سے ناراض ہوتا ہے اسکا کیا
حال ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت کے صلحاء اور اولیاء اور ابدال اور قطبوں اور غوثوں میں سے کوئی بھی مسیح موعود کی
شان اور مرتبہ کو نہیں پہنچا پھر اگر یہی سچ ہے تو آپکا مسیح موعود کے مقابل پر مولوی عبداللہ غزنوی کا
ذکر کرنا اور یہ شکایت کرنا کہ عبداللہ کے حق میں یہ کہا ہے کس قدر خدا تعالیٰ کے احکام اور اسکے
رسول کریم کی وصیتوں سے لاپرواہی ہے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ عبداللہ
غزنی سے ... اور جب تم اسکو پاؤ تو اسکو قبول کرلینا اور میرا سلام اسکو پہنچانا۔ یا یہ نصیحت
فرمائی تھی کہ غلبہ صلیب کے وقت مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور وہ نبیوں کی شان لیکر آئیگا اور
خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دیگا۔ اسکی نافرمانی نہ کرنا اور اسکو میری طرف

سے سلام پہنچا دیں اور اگر یہ کہو کہ وہ تو اگر نصاریٰ سے مرد ہوگا اور انکی صلیبوں کو توڑیگا اور انکے خنزیروں کو قتل کریگا۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ علماء اسلام کی غلطیاں ہیں۔ بلکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود نرمی اور صلحکاری کے ساتھ آتا۔ اور صحیح بخاری میں اسکی نسبت یہ ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کریگا اور جزیہ کو اٹھا دیگا۔ بلکہ اسکا حربہ آسمانی حربہ ہوگا اور اسکی تلوار دلائل قاطعہ ہونگی سو وہ اپنے وقت پر آ چکا۔ اب کسی خونی مہدی اور خونی مسیح موعود کی انتظار کرنا اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا سراسر کوتہ فہمی کا نتیجہ ہے۔ اور خدا نے میری تائید میں بہت سے نشان ظاہر کئے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انکی نظیر نہیں پائی جاتی اسلامی اولیاء کی کرامات انکی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں اور انکی شہرت صرف ان کے چند مریدوں تک محدود تھی لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پا گئے۔ مثلاً دیکھو لیکھرام کی پیشگوئی کو کیونکر قوموں نے اپنے اشتہارات میں شائع کیا۔ اور قبل اسکے جو وہ پیشگوئی ظہور میں آوے لاکھوں انسانوں میں اس پیشگوئی کا مضمون شہرت پا گیا اور تینوں قومیں ہندو مسلمان عیسائی اسپر گواہ ہو گئیں پھر اسی کے موافق وہ پیشگوئی ظہور میں آ گئی۔ اور اسی طرح لیکھرام قتل کیا گیا جو [illegible] وقت بھی جیسا کہ پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا۔ کیا ایسی ہیبت ناک پیشگوئی کو جو [illegible] انسان کے اختیار میں ہے کیا اس ملک کی تینوں قوموں میں اسقدر شہرت پا کر اور ایک کشتی کی طرح لاکھوں انسانوں کے نظارہ کے نیچے آ کر اسکا پورا ہو جانا ایسی پیشگوئی کی جو اس شان و شوکت سے پوری ہوئی ہو تیرہ سو برس کے زمانہ میں کوئی نظیر بھی ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اسکا جواب بجز اسکے ہم کیا دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مگر اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ انصاف ہو تو وہ [illegible] کے وقت میری کتابوں [illegible] کر [illegible] تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں ہاں ایک پیشگوئی [illegible] ایک [illegible] پیدا ہوگی [illegible] جو اپنے وقت پر پوری ہوگی [illegible] خدا تعالیٰ کی وہ سنت [illegible] پیشگوئی کے متعلق ہیں انکے قول کے مطابق تو یونس نبی کی [illegible] تھا جس [illegible] پیشگوئی کے قطعی طور پر چالیس دن مقرر [illegible] لوگ توبہ [illegible] چالیس دن [illegible] عذاب [illegible] بھی نہ آیا بلکہ یونس نبی تو کی تمام

نبیوں کی پیشگوئیوں میں نظیریں ملتی ہیں۔

پھر آخیر پر حضرت اقدس کی قسم کھا کر فرمایا "آپ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپکے دل میں ہوں لکھکر چھاپ دیں۔ اب میں ان کو رسالہ میں کہ سات مہینے تک جون مہینے کی [illegible] تاریخ تک آپکا اشتہار ہی مخالفانہ پیشگوئی میری نسبت پر آپکا چھاپا ہوا [illegible] اور پھر کسی دوسرے آپکو کبھی مخاطب کرنا بھی بیفائدہ ہوگا۔ والسلام (خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ [illegible])

ریویوز

سیرۃ الصدیق حضرت صدیق اکبر کی مبارک زندگی کے حالات میں دوستوں کی خواہش سے جو سبق ہیں بظاہر ہی ... پر نظر پڑھنے والے تو جناب ابو بکر کے کارناموں کو نہ دیکھیں اگر وہ ایک نظر اسلام فتوحات ان کو دیکھتے ہیں اور اس مبارک وجود کی زندگی کے ایک ایک لمحہ میں کرامت پاتے ہیں۔ حضرت نبی کریم جب ہجرت کے لئے نکلے تھے اس وقت حضرت ابو بکر کے ساتھ سب کچھ تھا اور گھر میں جو رہ گئے تھے وہ دیکھو فکر کرو [illegible] رضی اللہ وقت جناب ابو بکر باہر تشریف لے گئے پھر جب جناب رسول اللہ کا سفر ہجرت درپیش ہے تو فالصحابہ یا رسول اللہ کہنے والے صحابہ ہزاروں کی تعداد میں سب سے مقدم ابو بکر تھے جن کا اعلان کرتے ہوئے ... یہ وہی بات ہے جو آپ نے کہا کہ آپ اپنا فرض ادا کرتے ہیں ... کو ایک چیلنج کو پھر دشمن میں پیش کیا ... جناب نبی کریم صلعم کا ساتھ ہوں جس وقت ... حضرت صدیق کا اعلان ... عبد الرحمن کو ... کہا اگر تو میرے قدموں سے آگے چلا جاتا تو میں تجھ کو کبھی نہ چھوڑتا ... طلب کیا ... ایمان کی شہادت ... حضرت ابو بکر کے قلب ... گھر ... کی ثبات ... قریش ... کی

سلطنت ترکی کی حالت ایسے وقت میں [illegible] مستقل کا کام ہی فرض ہے [illegible] جب نبی کریم نے پوچھا
ما خلفت لعیالک تو آپ نے فرمایا ابقیت لہم اللہ و رسولہ پھر وفات رسول اللہ صلعم کے وقت جب بعض اصحاب
[illegible] گھبرا رہے تھے آپ ہی کی ہمت تھی کہ آپ نے [illegible] ثابت و مستقل رکھا
بنی ساعدہ میں جھگڑا پڑا تو آپ ہی کی تقریر [illegible] حق خلافت ثابت کر دیا پھر [illegible] کے ارتداد
کے جیش اسامہ کو روانہ کر دیا اور [illegible] انتظامات میں [illegible]
لشکر کو روانہ کر دیا اور بالآخر تمام مشکلات پر غالب آئے آپ ہی کا کام تھا [illegible] حضرت عمرؓ کا
قابل [illegible] کر کے [illegible]
تمام حالات [illegible]
گئی ہیں مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کو اس تالیف پر مبارکباد دیتا ہوں اور احمدی بھائیوں سے
درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسے منگوا کر پڑھیں ۔

فنون لطیفہ

[illegible] سلطان احمد صاحب [illegible]
پڑھ سکتے ہیں آپ کی یہ تصنیف فنون لطیفہ [illegible] کی تعریف آپ کے الفاظ میں یہ ہے

"چونکہ ہر شے [illegible]
[illegible]
[illegible] فنون لطیفہ ہے"

اسکے بعد آپ نے حسن کے متعلق [illegible] موسیقی
تعمیر سنگ تراشی مصوری نقاشی پر [illegible] علمی تصانیف کی قدر کرنے والے بہت
تھوڑے ہیں [illegible] امید کرتا ہوں کہ اس تصنیف
کا [illegible] کریں گے ۔

چمکار محمدی

[illegible] حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
نظم [illegible]

مجموعی طور پر یہ ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ سکی ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ کلام میں وہ فصاحت نہیں ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ علیہ السلام کے حالات کی اشاعت ہو ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ موقوف ۔۔۔ [illegible]

کلید ۔۔۔ ۱۹۱۳ء ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ عربی ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ ہونی چاہیے قیمت ۔۔۔ پتہ ۔۔۔ [illegible]

مباحثہ مونگیر حصہ سوم مونگیر کے مشہور مباحثہ میں ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ اس کتاب میں ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ کی کسی ایک کتاب میں ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ دکھائی گئی ہیں ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ حاشیہ ۔۔۔ حاشیہ ۔۔۔ حاشیہ ۔۔۔ البتہ ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ ایسا نہ کرتے تو ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ یہ سوال ۔۔۔ حضرت مسیح ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ فضیلت کے متعلق ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ مسیح کے منتظر ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ اسلئے یہ جواب ٹھیک ہے ۔ مگر ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ الفضل ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ الفاظ میں ۔۔۔ قیمت ۔۔۔ ملنے کا پتہ ۔۔۔ [illegible]

کشف الغطا عن معنی الربا ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ اسکے متعلق ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ الفضل ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ [illegible]

دروازے کھولے جاتے ہیں پس جب روحیں آسمان کے کھولے جاتے ہیں تب ہر ایک آسمان کے مقرب فرشتے اسکے پیچھے چلتے ہیں اُس آسمان تک جو اس کو قریب ہے یہاں تک کہ پہنچاتے ہیں ساتویں آسمان تک

پھر اسی کتاب میں ہے۔ ثم قرأ رسول اللہ صلعم لا تفتح لهم ابواب السماء قال الخازن فی تفسیرہ یعنی لا تفتح لأرواحهم اذا خرجت من اجسادهم ولا یصعد لهم الی اللہ عز وجل فی وقت حیاتهم قول ولا عمل لان ارواحهم واقوالهم واعمالهم کلها خبیثة وانما یصعد الی اللہ تعالی الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه قال ابن عباس لا تفتح ابواب السماء لارواح الکفار وتفتح لأرواح المؤمنین وفی روایة عنه ایضا قال لا یصعد لهم قول ولا عمل وقال ابن جریج لا تفتح ابواب السماء لاعمالهم ولا لارواحهم ثم ذکر حدیث الباب وکذا فی الدر المنثور وفتح البیان وجامع البیان والاکلیل وتفسیر ابن کثیر وتفسیر بیضاوی

(ترجمہ) پھر پڑھا رسول صلعم نے اس آیت کو کہ نہیں کھولے جاتے ہیں ان کفار وفساق کے واسطے دروازے آسمان کے خازن نے اپنی تفسیر میں کہا ہے یعنی نہیں کھولے جاتے انکی روحوں کے واسطے جب وہ جبکہ نکلتی ہیں وہ اپنے جسموں سے اور انکی زندگی کی حالت میں نہیں چڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف انکا قول اور عمل کیونکہ یہ تحقیق انکی روحیں اور انکے قول اور انکے عمل سب خبیث ہیں۔ اور سوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور نیک عمل انکو اوپر چڑھاتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہے نہیں کھولے جاتے دروازے آسمان کے کفار کی ارواح کیواسطے اور کھولے جاتے ہیں مومنین کی ارواح کیواسطے اور ایک روایت میں ان سے یہ بھی ہے کہ کہا انہوں نے نہیں چڑھتا ہے ان کے قول اور عمل اور کہا ابن جریج نے نہیں کھولے جاتے ہیں دروازے آسمان کے انکے اعمال کے لئے اور نہ انکی ارواح کے لئے پھر ذکر کیا حدیث اس باب کو اور ایسا ہی ہے در منثور فتح البیان جامع البیان اکلیل تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بیضاوی میں (ماخوذ از کتاب اقتضاء الصراط المستقیم مصنفہ فاضل امروہی)

[illegible] ڈاکٹر بشارت احمد صاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن نے اخبار بدر قادیان مورخہ [illegible]

نمبر ۷ جلد ۲ میں ایک مضمون بعنوان رفع الی اللہ شائع کرایا تھا۔ وہ مضمون نہایت مفید ہے اس کا خلاصہ ذیل میں مناسب مقام سمجھکر درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت امام ابن قیم صاحب علم حدیث کے ایک عظیم الشان امام گذرے ہیں۔ اور ائمہ محدثین میں ایک بلند پایہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب کتاب الروح میں ایک حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے: جریر عن منصور عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال قال اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما ینبغی لنا ان نفارقک فی الدنیا فاذا مت رفعت فوقنا فلم نرک فانزل اللہ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ وقال الشعبی جاء رجل من الانصار وھو یبکی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما یبکیک یا فلان فقال یا نبی اللہ واللہ الذی لا الہ الا ھو لانت احب الی من اھلی ومالی واللہ الذی لا الہ الا ھو لانت احب الی من نفسی وانا اذکرک انا واھلی فیاخذنی کذا حتی اراک فذکرت موتک وموتی فعرفت انی لن اجامعک الا فی الدنیا وانک ترفع فی النبیین وعرفت انی ان دخلت الجنۃ کنت فی منزل ادنی من منزلک فلم یرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فانزل اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ الی قولہ۔

روایت کی جریر نے منصور سے اس نے ابی الضحیٰ سے اس نے مسروق سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ نے عرض کی کہ ہم تو اس قابل نہیں کہ حضور کی مفارقت دنیا میں بھی برداشت کر سکیں۔ پھر جب حضور مر جائینگے اور حضور کا رفع ہم سے اوپر ہوگا۔ پھر ہم تو حضور کو نہ دیکھینگے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا پس یہی ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا نبیوں سے صدیقوں سے شہیدوں سے صالحین سے اور بہت اچھے ہیں وہ رفیق۔ اور شعبی نے کہا کہ ایک شخص انصار میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور وہ رو رہا تھا پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا چیز

روا تی ہو مجھ کو اے فلاں پس اسنے کہا کہ اے نبی اللہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک حضور
مجھے زیادہ محبوب ہیں میری جان سے اور میرے اہل و اولاد میں اور میرے اہل حضور کا ہی ذکر کرتے بیٹھے ہیں اور اسی
طرح ہی لگے بیٹھے ہیں یہ بات کہ حضور کو دیکھ لیتا ہوں پھر مجھے یاد آگئی حضور کی موت اور اپنی موت
پس میں سمجھا کہ میں حضور کے ساتھ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا مگر صرف دنیا میں کیونکہ بیشک حضور کا رفع
تو نبیوں میں ہوگا اور میں سمجھا کہ بیشک میں اگر جنت میں بھی داخل ہوا تو بھی حضور کی منزل سے ادنیٰ منزل
میں ہونگا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اتارا "اور جو کوئی اطاعت
کریگا اللہ اور رسول کی پس یہی لوگ ہیں ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام
کیا نبیوں اور صدیقوں شہیدوں اور صالحین سے۔ آخر قول تک"

اب دیکھو یہاں حدیث نے رفع کی کیسی صفائی کر دی۔ اب یہ بہت بہت بڑی کششیں قابل غور ہیں
پہلی جگہ مت۔ دوسرے قابل غور موت کے بعد رفع کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے اور اسی
آپکی اس رفع کو بچتے تھے پھر رفع فی النبیین قابل غور ہے نبیوں میں انکا رفع ہوتا صاف آیت کا لفظ
معاملہ کو کھول دیتا ہے پھر اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کل نبیوں کا رفع ہوتا ہے چنانچہ یہی رفع حضرت
عیسٰی کا انی متوفیک ورافعک الی میں مذکور ہے اور یہی رفعہ اللہ الیہ میں بتلایا ہے کوئی سمجھ
رکھ تو فائدہ اٹھاوے۔ الیس منکم رجل رشید

حضرت امام ابن قیم کتاب الروح میں ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں وہ ذکر کرتے ہیں ابن ابی الدنیا
من حدیث حماد ابن زید بن حسان عن حفصۃ بنت سیرین قالت کان مہران المعلی
لی جارا وکان قاضیا مجتہدا قالت فمات فوجدت علیہ وجدا شدیدا قالت
فرأیتہ فیما یری النائم فقلت یا ابا عبداللہ ما صنع بک ربک قال ادخلنی الجنۃ قلت
ثم ماذا قال ثم رفعت الی اصحاب الیمین قلت ثم ماذا قال ثم رفعت الی المقربین قالت
کہا ابن ابی الدنیا نے حماد ابن زید کی حدیث سے انہوں نے ہشام بن حسان سے انہوں نے حفصہ بنت سیرین کی بیٹی
سے انہوں نے کہا کہ مہران المعلی میرا پڑوسی تھا اور قاضی اور مجتہد تھا کہنے لگی کہ پھر وہ مر گیا پس مجھ کو

اسکے مرنے کے وقت غم ہوا کہنے لگی میں نے اسکو خواب میں دیکھا میں نے کہا کہ ام عبد اللہ قبر سے نکلنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا اس نے کہا کہ مجھے جنت میں داخل کر دیا میں نے کہا کہ پھر کیا ہوا کہا کہ اصحاب یمین کی طرف میرا رفع کیا گیا میں نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ کہا کہ پھر مقربین کی طرف میرا رفع کیا گیا۔ اب دیکھو یہاں رفعت الی اصحاب الیمین بعد رفعت الی المقربین کس قدر صفائی سے رفع کے معنوں کو ظاہر کر رہی ہے۔

پھر امام صاحب موصوف ایک اور واقعہ کتاب الروح میں بیان فرماتے ہیں۔ ولما مات محمد بن سیرین حزن علیہ بعض اصحابہ حزنا شدیدا فرأہ فی المنام فی حال حسنۃ فقال یا اخی قد اراک فی حال یسرنی فما صنع الحسن قال رفع فوقی بسبعین درجۃ۔ اور جب محمد سیرین فوت ہو گئے تو انکے کسی دوست کو سخت رنج ہوا پس ان کو خواب میں عمدہ حال میں دیکھا پس کہا اے میرے بھائی میں تجھ کو دیکھتا ہوں ایسے حال میں کہ مجھ کو خوش کرتی ہے پس بتا حسن کے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہا وہ مجھ سے ستر درجہ اوپر رفع کیا گیا۔ اب دیکھو یہاں رفع کس صفائی سے رفع روحانی بعد الموت بیان کر رہا ہے۔

پھر امام صاحب موصوف ایک اور واقعہ اپنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ فلما ماتت رابعۃ رأتھا امرأۃ من اصحابنا وعلیہا حلۃ استبرق وخمار من سندس وکانت کفنت فی جبۃ وخمار من صوف فقالت لہا ما فعلت الجبۃ التی کفنتک فیہا و خمار الصوف قالت واللہ انہ نزع عنی وابدلت بہ ھذا الذی ترین علی وطویت اکفانی وختم علیہا ورفعت فی علیین۔

جب رابعہ مر گئیں تو انکی صحبت میں بیٹھنے والیوں میں سے ایک عورت نے انکو دیکھا کہ اس حالت میں کہ ایک بدن پر ریشمی کپڑے کا حلہ تھا۔ اور باریک ریشمی کپڑے کی خمار تھی اور انکا کفن جبہ اور صوف کے خمار میں ہوئی تھی پس اس عورت نے رابعہ سے کہا کہ وہ جبہ اور صوف کی خمار کیا ہوئی۔ جس میں آپ کی تکفین کی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم بیشک اللہ نے اسے مجھ سے الگ کر دیا۔ اور اسکے بدلہ میں وہ پہنایا جو تم مجھ پر دیکھتی ہو اور میرے کفن کو لپیٹ کر اسپر مہر کر دی اور میرا رفع علیین

میں کر دیا گیا۔

اب دیکھو یہاں مصنف فتح الطیبین نے سوال کیسا صاف کر دیا ہے کہ دراصل رفع کسی انسان کا ہمیشہ بعد الموت ہو کر ہمیشہ اس کی روح کا مراتب عالیہ پر پہنچنا ہے نہ کسی جسم عنصری کا اوپر اٹھنا"

ان احادیث و روایات پر نظر ڈالنے کے بعد ایک انصاف پسند اور محقق طبع آدمی کے دل میں کچھ شک باقی نہیں رہ سکتا کہ اسلامی اصطلاح میں رفع الی اللہ سے مراد رفع روحانی ہے جو بعد قبض الروح ہو نہ بالجسد العنصری ہرگز مراد نہیں پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت انی متوفیک ورافعک الی کا جو ترجمہ تحریر فرمایا ہے یعنی یہ ترجمہ کہ "اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کیساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں" یہ ترجمہ بالکل صحیح و درست اور خدا و رسول کے منشاء کے عین مطابق ہے اور ہر ایک صاحب فہم اور عقل سلیم اسکی سچائی پر گواہ ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

پھر مولوی ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ

"تیسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ آیت میں رافعک کا عزت کے ساتھ رفع مراد (معاذ اللہ) ہو تو کیا ہے اس سے عزت کی موت ہوئی ہے یہ بھی آپکی [illegible] ہے اس آیت کے معنی میں عزت کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے حالانکہ قرآن شریف میں اسکے لئے کوئی لفظ نہیں اور اگر مفہوم سے رفع سمجھ کر لکھا ہے تو بھی اس سے موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع کی اور عزت میں تنافی نہیں بلکہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے آیت ورفع ابویہ علی العرش میں ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو عزت کے ساتھ تخت کے اوپر بٹھایا پس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا و دیگر یہ کہ عزت کے ساتھ اٹھا لینے سے موت مراد لینی تو لغت کی کسی کتاب سے ثابت ہو اور نہ محاورہ زبان اسکی تائید کرتا ہے۔ اور نہ قرآن شریف اسکی شہادت دیتا ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی من گھڑت بات ہے۔ حصہ اول صفحہ ۹۰ میں اس آیت کی تفصیل گزر چکی ہے ہم

جواب از ریویو نگار۔ مولوی صاحب نے جو رافعک الیّ کا ترجمہ "عزت کے ساتھ اٹھانا" جو لیا نہیں کیا اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے یہ بھی آپ کی سخت غلطی اور حضرت مسیح کی شان میں گستاخی ہے۔ اپنی اس بے ادبی گستاخی پر ہم قرآن و حدیث سے پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کی روح کا رفع الی اللہ ہوتا ہے۔ فرشتے اس روح کو نہایت عزت کے ساتھ اوپر لے جاتے ہیں۔ اور جناب باری کے حکم سے اس پاک روح کو علیین میں جگہ ملتی ہے اور کافر کی روح کو یہ عروج و صعود اور رفع الی اللہ نصیب نہیں ہوتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ آیت کریمہ انی متوفیک و رافعک الیّ کے وہی معنی ٹھیک ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود نے تحریر فرمائے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب اور ان کے ہم خیال مولوی صاحبان کی تنگ بندی اور فقرہ بازی کچھ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی جب ہم مان لیں کہ رفع جسمی اور آسمان میں منافات نہیں لیکن مولوی صاحبان پہلے رفع جسمی کی زبردست ثابت بھی تو کریں پھر اپنی منطق بگھاریں۔

مولوی ابراہیم صاحب! آپ سید محمد رشید رضا صاحب مصری ایڈیٹر رسالہ المنار جن کو اہل الندوہ کے گزشتہ سالانہ جلسہ پر بلا کر میر مجلس بنایا تھا بخوبی واقف ہیں۔ وہ علم و فضل میں آپ کسی طرح کم نہیں قرار دئے جا سکتے۔ اب دیکھو کہ ایڈیٹر صاحب اپنے رسالہ جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۱۰۲ میں انی متوفیک و رافعک الیّ کی نسبت کیا لکھتے ہیں۔ عبارت ان کی یہ ہے۔

واما قوله تعالى بل رفعه الله اليه فقد سبق نظيره في سورة آل عمران و ذلك قوله تعالى (۳: ۵۵) اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الي ومطهرك من الذين كفروا) روي عن ابن عباس تفسير التوفي هنا بالاماتة كما هو الظاهر منه وعن ابن جرير تفسيرها باصل معناها وهو الاخذ والقبض والمراد منه ومن الرفع انقاذه من الذين كفروا بعناية من الله الذي اصطفاه وقربه اليه قال ابن جرير سننه عن ابن جريج فرفعه اياه توفيه اياه وتطهيره من الذين كفروا" اي ليس المراد الرفع الى السماء لا بالروح والجسد ولا بالروح فقط وعلى القول بان التوفي الاماتة لا

بظاہر لفظ معنی بل رفع الروح۔

دیکھئے سید محمد رشید رضا صاحب عبارت مذکورہ بالا میں صاف اقرار کرتے ہیں کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں اسی رفع کا ذکر ہے جو انی متوفیک و رافعک الی میں مذکور ہے اور توفی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس لفظ سے مراد موت دینا ہے اور یہی اس لفظ کے ظاہر اور مشہور اور مروجہ معنی ہیں اور اپنی اس تفسیر کی تائید میں حضرت ابن عباس کے قول کو بھی استناداً لکھا ہے۔ پھر ابن جریر الطبری کی روایت کی بناء پر یہ لکھا ہے کہ رفع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انکی توفی کی۔ اور اسکو کافروں کے مکر سے بچایا اور اسکو گزند سے بچایا اور اپنا قرب عطا فرمایا۔ رفع سے یہ مراد نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اسکو روح اور جسم کے ساتھ یا فقط روح کے ساتھ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا اور اگر توفی کے معنی اماتہ کے کئے جائیں تو پھر رفع سے سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے

رشید رضا صاحب نے توفی کی تفسیر اماتہ تسلیم کر لی ہے اور اس تفسیر کو الظاہر المشہور بتایا ہے پھر آخر پر لکھتے ہیں کہ توفی کے معنی اماتہ اگر رافعک الی میں ہوں۔ رفع ہو سکے معنی سوائے رفع روح کے اور کچھ نہیں ہو سکتے نتیجہ یہ نکلا کہ رفعک الی میں رفع جسمانی زیر بحث کسی طرح ثابت نہیں پس انی متوفیک و رافعک الی میں اسی طرح کا وعدہ ہے جو مومنین کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

مولوی صاحب سرسام زدہ انسان کی طرح پہلے تو یہ چیخ مارتے ہیں کہ اس آیت کے معنی میں مرزا صاحب نے عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے پھر جب انہیں کچھ ہوش آتا ہے کہ یہ لفظ تو مفہوم رفع سے سمجھ کر لکھا ہے تو یہ مجادلہ بانہ بڑبڑانے لگتے ہیں۔ کہ اس سے موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں۔

مسکین مولوی صاحب اتنا نہیں عقل و درایت عطا کرے ایک لمحے کے لئے اور اس جیج کے فدایہ تو سوچو کہ یہود کے نزدیک رفع اور عدم رفع جسمانی کا جھگڑا ہی کب تھا۔ انکا جھگڑا تو صرف رفع و عدم رفع روحانی کی بابت تھا۔ اسلئے قرآن کریم میں جو اہل کتاب کے اختلافات سنانے

تو گویا ہر ایک امر پر فیصلہ ہو گیا جس پر یہود و نصاریٰ میں اختلاف چلا آتا تھا۔ وعدہ صرف رفع روحانی ہے نہ رفع جسم عنصری کا ذکر ہے۔ پہلی وجہ قائم کی تکی من البحار المعین مولوی صاحب نے شہادۃ القرآن حصہ اول ۱۸۹۳ کا جواب دیا ہے اسکا جواب شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷ - ۳۱ میں ملاحظہ فرمالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نوٹ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے

"اس مقام پر یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض مفسروں نے جب یہ دیکھا کہ درحقیقت انی متوفیک اور فلما توفیتنی کے معنے وفات دینے کے ہیں۔ اور بعد اسکے جو رافعک الی واقع ہے وہ بھی بہ صراحت وفات کے بعد کے رفع پر دلالت کرتا ہے تو انہیں یہ فکر پڑی کہ یہ معنے ہمارے عقیدہ کے مخالف ہیں۔ اسلئے انہوں نے گویا اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا مصحح قرار دیکر اپنے استادی کا منصب تجویز کرکے یہ اصلاح کی کہ رافعک مقدم ہے اور انی متوفیک مؤخر ہے گویا قرآن [illegible] کے [illegible] اور تصحیح کلام [illegible] کو مقدم کیا اور اس ظلم کی کچھ پروا نہ کی [illegible]"

پھر مولوی ابراہیم صاحب صفحہ مذکور میں تحریر فرماتے ہیں۔

چوتھی وجہ۔ مولوی صاحب نے مطہرک من الذین کفروا سے تہمت سے پاک کرنا مراد بتائی ہے حضرت عیسیٰ کی برأت تو بیشک مسلم ثابت ہے مگر اس آیت میں اس تطہیر سے مراد نہیں بلکہ کفار کے گروہ [illegible] سے [illegible] کرنا مراد ہے اسکی تفصیل [illegible] حصہ اول صفحہ ۱۰۰ پر [illegible] کی تفسیر [illegible] تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ [illegible] اس آیت کے جو معنی کرتے تھے [illegible] وہ باطل اور غلط ہیں پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات قبل النزول ثابت نہیں ہوئی۔

جواب از ریویو نگار۔ مولوی صاحب نے [illegible] تطہیر سے جو آیت کریمہ و مطہرک من الذین کفروا کا [illegible] تسلیم کرکے [illegible] تہمت سے پاک کرنا مراد نہیں بلکہ کفار کے گروہ [illegible] کرنا مراد ہے مگر مولوی صاحب نے اس تخصیص کی کوئی دلیل بیان نہیں کی

کتابوں کی قیمت میں

غیر معمولی رعائیت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصل قیمت	رعائتی قیمت
		غیر مجلد	غیر مجلد
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے ہشتم تک	[illegible]	[illegible]
نکابیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	[illegible]	[illegible]
احسن القصص	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح		
در ثمین فارسی	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں	[illegible]	۲/
در ثمین اردو	" اردو نظمیں	۳/	۲/
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	[illegible]	۱/
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	[illegible]	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	[illegible]	[illegible]
ترجمۃ القرآن پ۱ پ۲ پ۳ ہر سہ جلد	مولفہ شیخ یعقوب علی صاحب	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ	مختلف ہندوستانی قوموں کی تقسیم	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری کارآمد	[illegible]	[illegible]
النصح	تائید سلسلہ	[illegible]	۱/
رد چکڑالوی	رد فرقہ چکڑالوی	[illegible]	[illegible]

ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ ڈاکٹر ایس کے برمن کی فری جنتری ۱۹۱۴ کی خوبصورت تیار ہوگئی ہر ذی شریف پڑھے لکھے اشخاص کو ... پتہ لکھنے پر جنتری بلا قیمت ... [illegible]

وقت پر اصلاح

جو دوست جوانی میں ... [illegible] ... ڈاکٹر ایس کے برمن کی اصلاح ... [illegible] ... کے باعث ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایک ... شیشی ... ٹکٹ [illegible]

پبلیک سے کیوں ڈرتے ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پچھلایہ ... [illegible] ... گولیوں کے

استعمال ... [illegible] ... ایک گولی ... ساتھ

... کے ... چاہیئے

ایک ... قیمت ... گولیوں کی ڈبیا ... گولیوں کی ڈبیا ... محصولڈاک

ایک ... ڈبیہ ٹکٹ [illegible]

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ... تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

الوہیت پر ایک نظر — ایڈیٹر

۱ - ۱۶

اتحاد الفریقین

فی

اعتقاد الفریقین — خادم ... ایڈیٹر

۱۷ - ۳۳

معارف قرآن ۳۳ - ۴۰

فہرست کتب ۴۰ - ۴۸

قیمت سالانہ ...

وی پی واپس کرنے والے

تشحیذ کے خریداروں کی خدمت میں فروری کا پرچہ وی پی کیا گیا تھا جن صاحبان نے وی
پی وصول کر کے قیمت پیشگی ادا فرمادی ان کا شکریہ۔ جن صاحبوں نے واپس کر دیا وہ مہربانی
فرما کر مطلع فرماویں کہ کب تک آپ کے نام وی پی کیا جاوے یا کب آپ خریداری کی قیمت ارسال فرماویں
۲۔ جن صاحبوں کے نام فروری کا پرچہ وی پی نہیں ہوا۔ اطلاع ہو کہ اگر مارچ تک پیشگی چندہ وصول
کرینگے تو مئی کا پرچہ انکے نام وی پی ہوگا۔
۳۔ وصیت پر نمبر [illegible] ملیگا۔ (منیجر)

مجرب نسخہ طاعون

خاکسار [illegible] طاعون کی مجرب دوائی [illegible] بہت سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] معرفت [illegible] صاحب تشحیذ [illegible] قادیان ضلع گورداسپور ہونی چاہئیں۔

شرکت [illegible] تالیف و تصنیف۔ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۴ء

الوصیت پر ایک نظر

خلافت کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ جس پر ہماری جماعت میں ہاں خدا کی اس پاک جماعت میں جو ایک نبی نے بڑی محنت سے قائم کیا اختلاف ہوتا مگر قضاء آسمانی یہ حال پیدا ہونے والے تھے اس رب العرش کی اس میں بہت سی مصلحتیں ہونگی جن تک ہماری نظر فی الحال نہیں پہنچ سکی۔

تمام محمدی اتفاق میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور سورۃ جمعہ کی پہلی آیات کے مطابق حضرت نبی کریم کی بعثت ثانی کے مظہر تھے جو آخرین منہم لما یلحقوا بہم میں بیان ہونے والی تھی اور خلفاء کا سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رہنا تھا اسکے معنی یہ تھے کہ نبی کریم کے خلفاء کا سلسلہ بند ہو گیا اور مسیح موعود کے خلفاء کا سلسلہ شروع ہو گیا بلکہ مطلب یہ تھا کہ اب جو خلیفہ ہوگا وہ اسی سلسلہ احمدیہ میں سے ہوگا جو اس زمانہ میں حقیقی مفہوم اسلام کا اور

یعنی اس حدیث کے مطابق تھا جو مشکوٰۃ میں ہے

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکا عاضا فتکون ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکا جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم سکت۔ (رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوۃ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ دور مقرر فرمائے ہیں (۱) نبوت (۲) خلافت علی منہاج النبوت یعنی ایسے خلفاء جو روحانی اور جسمانی دونوں طرح کے پیشوا ہونگے محشی لکھتا ہے یعقلب النبی خلافۃ (۳) بادشاہ (۴) جبری حکومت (۵) خلافت علی منہاج النبوت الخ [illegible] کے محشی لکھتا ہے المراد بہ زمن عیسیٰ والمہدی یعنی یہ خلافت عیسیٰ و مہدی کے زمانے سے شروع ہوگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ احادیث میں آپکا نام عیسیٰ نبی اللہ ہے پس خلافت علی منہاج النبوت انکی وفات کے بعد شروع ہونے والی تھی ہو چکی۔

خلافت ایک ایسا امر اہم تھا کہ بغیر اسکے صحابہ نے آپکو جماعت ہی نہیں سمجھا تاریخ طبری ملاحظہ فرمائیے اس میں لکھا ہے

قال ابن حریث سعید بن زید اشہدت وفات رسول اللہ قال نعم قال فمتی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ قال فخالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من قد کاد ان یرتد لولا ان اللہ عز وجل ینقذھم [illegible] تاریخ طبری [illegible]

صحابہ نے رسول اللہ کی وفات کے بعد مکروہ سمجھا کہ وہ بغیر جماعت کے رہیں (امام کا تقرر نہ کریں) اور دن کا ایک حصہ بھی ایسا رہنا پسند نہ کیا۔

پس کیونکر ہو سکتا تھا کہ پانچویں دور میں حضرت مسیح موعود کے بعد خلفاء کا سلسلہ نہ ہوتا یہ ہو کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رسالہ الوصیۃ میں اسکے متعلق کافی ہدایات لکھیں ان ہدایات کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق تین کام تھے

۱۔ لوگوں کو احمدی بنانا

۲۔ احمدیوں کا تزکیہ نفوس۔ انہیں اس مطلب کے لئے تیار کرنا جس کے لئے جماعت بنی

۳۔ ان کی وفات پر انکی جانشینی وغیرہ و اشاعت اسلام میں مدد حاصل کرنا

سو ان تینوں میں سے امر اول و دوم تو آپ نے اپنے وصیت کئے اور تیسرا یعنی مالی انتظام ایک انجمن کے سپرد فرما دیا اور اسے پابندی کی کہ میری ہدایات کے ماتحت چلے اور میرے اور میرے بعد کے خلفاء کی

یہ ہدایات ہیں۔

فقرہ اول: "وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا کچھ میری ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد"

فقرہ دوم: "یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے"

فقرہ سوم: "اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اسکی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا"

فقرہ اول میں آپ نے اپنے سلسلہ کی ترقی کی پیشگوئی فرمائی ہے اور فقرہ دوم میں اپنے سلسلہ کو علی منہاج النبوۃ قرار دیکر خدا تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر فرمایا ہے جو ابتداء سے آدم سے چلی آتی ہے وہ یہ کہ وہ ہمیشہ اپنے نبیوں کے حق میں وعدہ کو پورا کرتا ہے اور فقرہ سوم میں بتا دیا ہے کہ انبیاء جس راستبازی کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ

فقرہ چہارم: "ایسے وقت میں انکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ

سو وقت بعد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے ان کو کمال کو پہنچنے میں غرض

فقرہ پنجم "دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا . . . اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں . . اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں"

فقرہ ششم "تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزے کو دیکھتا ہے"

فقرہ نمبر ۵ و نمبر ۶ میں حضور نے بتایا ہے کہ دو قسم کی قدرتوں کا اظہار ہوتا ہے ایک نبی کے وقت اور ایک نبی کی وفات کے بعد بذریعہ خلفاء اور یہ کہ خدا تعالیٰ کی ایسی سنت ہے کہ آدم سے لیکر اب تک چلی آئی ہے۔

چنانچہ اسکی مثالیں دیتے ہیں۔

فقرہ ہفتم "جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو کھڑا کر کے اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا"

فقرہ ہشتم "اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے"

فقرہ نہم "ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں

فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں انکے مرنے کا ایک بڑا ماتم برپا ہوا"

فقرہ دہم "ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کیوقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا"

فقرہ ہفتم و نہم دونوں میں حضور مغفور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ اور حضرت موسیٰ کی وفات کی مثالیں دیکر سمجھایا ہے کہ نبیوں کی جماعت پر ایسا وقت ضرور آتا ہے اور پھر خدا انکے خلفاء کے ذریعہ دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتا ہے اور اس دوبارہ قدرت نمائی یا بالفاظ دیگر قدرت ثانی کے ظہور کی مثال ابوبکر صدیق کو کھڑا کئے جانے سے دی ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ قدرت ثانی سے کیا مراد ہے؟

اور فقرہ ہشتم میں آیت استخلاف کے معنی بتا دیئے کہ لیستخلفنھم میں کیسے خلفاء مراد ہیں یا صرف انتظامی جو سلطنت کو سنبھالیں یا جو نبی کے اس کام کی تکمیل کرنے والے ہوں جس کے لئے وہ مبعوث ہوا۔

اب آگے ملاحظہ فرمایئے کہ آپ اپنے سلسلہ کی نسبت بھی یہی سنت بتاتے ہیں

فقرہ یازدہم "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے × × × × × سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دے"

یعنی میرے بعد بھی جماعت کو اسی نہج پر سنبھالیگا جس پر اگلے انبیاء کی جماعت کو سنبھالتا رہا یعنی جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور پھر حضرت عمرؓ کو اسی طرح میرے بعد کوئی نہ کوئی بزرگ نفس کھڑا ہو جائیگا جو تم کو سنبھال لے چنانچہ فرماتے ہیں

فقرہ دوازدہم "کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے"

اب سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ تیس سال

تک ہی تو یہاں کیا معاملہ ہوگا۔ اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے

فقرہ سیزدہم "کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ ساتھ رہیگی"

اس فقرہ میں بتادیا کہ سلسلہ احمدیہ میں خلفاء قیامت تک آتے رہینگے پھر اسکو اپنے اس کلام پاک سے مؤکد فرماتے ہیں۔

فقرہ چہاردہم "وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا"

پھر اس تمام بات کو واضح کرنیکے لئے ارشاد ہوتا ہے

فقرہ پانزدہم "میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں"

فقرہ شانزدہم "اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے"

اور اس دوسری قدرت کے معنی پہلے بتا دئیے کہ خلیفہ جیسے حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلعم کے تھے اب اللہ کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے دعا کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

فقرہ ہفدہم "سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو"

اس فقرہ میں دو مسئلے بتائے ایک تو یہ کہ خدا نے جو خلفاء کا وعدہ کیا ہے اسکے لئے دعا کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے پروائی اور شامت اعمال سے اللہ کے اس وعدہ میں روک پڑ جائے پس ہمیشہ جماعت کے صالحین دعا کرتے رہیں کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی خلیفہ موجود نہ ہو جو جماعت کا شیرازہ بند رہے اور اسکے ذریعہ وہ کام پورا ہو جو کسی قدر حسب سنت مسیح تکمیل سے رہ گیا۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ قدرت ثانی یعنی خلیفہ ... بتا دیا کہ یہ بھی کہ دوسری قدرت خلیفہ کے ذریعہ

ظاہر ہوتی ہے آسمان سے نازل ہوتا ہے یعنی حسب آیت لیستخلفنهم فی الارض خدا تعالیٰ بناتا ہے
پس اس میں کسی انسان کا دخل نہیں ہوگا

جو کچھ حضرت اقدسؑ نے اس کی نسبت لکھا تھا اسکے مطابق حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول ہوئے اور وہ مسیح موعود نبی اللہ کی وفات کے بعد جس وقت کہ دشمن ہمارے حال پر تالیاں بجا رہے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اب یہ سلسلہ کوئی دن کا مہمان ہے ابوبکر صدیق کی طرح قدرت ثانی کے رنگ میں ظاہر ہوئے اور اس نے خدا کے فضل سے جماعت کو سنبھال لیا اسنے دوسری قدرت کے آسمان سے نازل ہونے کے ثبوت میں بار بار یہ کہا چنانچہ ۲۷ جنوری کی تقریر مطبوعہ بدر مورخہ جلد ۸ میں بھی فرمایا کہ۔

"جس طرح پر آدم اور داؤد اور ابوبکر و عمرؓ کو اللہ نے خلیفہ بنایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھ کو خلیفہ بنایا ہے۔ . . . . میں ہرگز نہیں مانتا کہ مجھے کسی انسان نے یا کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے"

اور مسیح موعود کے بعد بجائے متعدد خلفاء کے وحدت کے لئے ایک ہی خلیفہ ہونے اور سب پر اس خلیفہ کی بیعت واجب ہونے کی نسبت فرمایا۔

"حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعہ (بدر نمبر [illegible] جلد ۸)

اور فرمایا

"ضرورت ہے مسلمانوں میں بھی وحدت کی . . . . وہ کیا یہ وحدت پیدا ہو سکتی ہے جب تک وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے نہ ہوں گے اس ملک میں چشتیوں کا بہت زور رہا ہے مگر اب تک . . . جبکہ کوئی ایک کے مقابلہ میں دوسرا نہ تھا اب بہت سے خلیفے ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو اس خاندان کو زوال آ گیا (بدر نمبر [illegible] جلد ۸)

اور فرمایا

"اس وقت مردوں عورتوں بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اور اس

وحدت کے تحت ان بزرگوں میں ہر کسی کی بیعت کر لو (تقریر اول)

اسکے بعد جو عبارت ہے وہ ہمارے نزدیک قابل غور ہے کیونکہ اس میں ضروری ہدایات ہیں۔

فقرہ اول: "اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا"

جہاں تک میں نے غور کیا ہے خلیفہ اور اسکا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ مبلغین کی جماعت کے لئے یہ ہدایات دی ہیں کہ وہ غیروں کو بھی میرے نام پر یعنی سلسلہ احمدیہ میں داخل کریں۔ وہ اسلام جو خدا کے نام پر بغیر میرے دعوے کے منوانے کے ہو وہ نہیں پھر چونکہ ہر شخص مبلغ بننے کا اہل نہیں ہو سکتا اسلئے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انتخاب یوں ہو

فقرہ دوم: "پس جس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے"

اس فقرہ میں مبلغ کے طریق انتخاب کا ذکر کیا یعنی چالیس مومن اسکی قابلیت و استعداد کے متعلق گواہی دیں اور پھر وہ خلیفہ کے حکم سے بیرونجات میں ایسی تبلیغ کر سکے کہ وہ بیعت لینے کا مجاز ہو جیسے خلیفہ اول کے وقت میں حیدرآباد دکن میں میر محمد سعید صاحب اور بنگال میں قاضی عبدالواحد صاحب کو اجازت ہوئی۔ اور اگر یہ فقرات مبلغین کے لئے نہیں بلکہ خلیفہ ہی کے لئے ہیں تو بھی مطلب حاصل ہے اور ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ایک وقت میں متعدد خلفاء ہوں کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما (مسلم) پس حضور نے جمع کا صیغہ بولا تو اپنے بعد متعدد خلفاء کے ملنے میں فرمایا جو اپنے اپنے وقت میں ہونگے اور یہ حکم انکو بتایا یعنی یہ کہ۔

توحید کی طرف کھینچنے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرنے"

بھیجا ہم اپنا بتایا پس اب جب آپ مسیح احمدی بناتے تھے وہ ان کا ہمیشہ کے لئے مطیع و فرمانبردار رہتا تو خود ہو کر وہ آپ کے خلیفہ ہو اس کا بھی ہر احمدی فرمانبردار اور مطیع ہو۔ اور اس فرمانبرداری کا اظہار بذریعہ بیعت ہوگا اور ایسے خلیفہ کا انتخاب مومنوں کے اتفاق علے پر رکھا۔ اور چونکہ تمام مومن تو ایک جگہ پر اکٹھے نہیں ہو سکتے اسلئے "چالیس مومن اتفاق کرینگے" کی شرط فرمائی۔ یہ چالیس مومن کہاں کے ہوں سو اسکے لئے پہلے فرما دیا کہ مرکز اور مستقر خلافت مع انجمن قادیان میں رہیگی تو نتیجہ ہے کہ قادیان میں ایک خلیفہ کی وفات کے وقت جو مومن ہوں ان میں سے چالیس انتخاب کریں اور چونکہ خلیفے دو قسم کے تھے ایک جو خدا سے مامور نہ ہوں اور ایک وہ جو مامور ہوں ان کا دونوں کا ذکر صرف حاشیہ پر فرما دیا پہلی قسم کے انتخاب کا ذکر فرمایا۔ اور دوسرے کے بارے میں ارشاد کیا کہ "ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے گا" جہاں خلیفے کے انتخاب کا طریق بتایا وہاں ساتھ ہی مامور کی شناخت کا طریق بھی سمجھایا۔

انجمن | اپنے دوکاموں کی نسبت تو ہدایات دیں اب انجمن اسلام کے نتیجوں میں سے تو

فقرہ اول: "اور ایک جگہ مجھ کو دکھائی گئی اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خرید جائے"

فقرہ دوم: "میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپے سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی"

فقرہ سوم: "ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے"

فقرہ چہارم: "یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہئے لیکن اگر خدا تعالیٰ

علہ جو لوگ کہتے ہیں کہ [illegible] ہر ایک جماعت [illegible]
[illegible] خلیفہ ہی کر سکتے [illegible]

نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا۔"

فقرہ پنجم: "اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔"

فقرہ سوم تک قبرستان کے تقرر کا ذکر ہے اور فقرہ چہارم و پنجم میں بتلایا ہے کہ چندہ کے واسطے انجمن ہے اور انجمن کا کام یہ ہے کہ اس روپیہ کو خرچ کرے مگر کیا اندھا دھند خرچ کرے یا جس طرح جی چاہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسکے آگے فرمایا۔

فقرہ ششم: "اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہو فوت ہو جائیگا تو وہ لوگ جو اسکے جانشین ہونگے انکا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔"

انکا بھی جو ثابت ہوا کہ پہلوں کا بھی یہی فرض تھا کہ یہ خدمات یعنی روپیہ کا حساب کتاب حسب ہدایت جماعت احمدیہ بجا لاویں۔ مگر جماعت احمدیہ کی مجموعی رائے کا علم کیونکر ہو سکے مطاع سے جس کے ہاتھ پر وہ سب بیعت کر چکے ہونگے اور جسے خدا قدرت ثانی کے وعدہ کے مطابق آپ کھڑا کریگا۔ اور جس کے اختیارات کے بارے میں آپ نے کوئی شرط نہیں رکھی کیونکہ وہ خود کھڑا کریگا۔ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ بلکہ انجمن چونکہ حضرت کی مقرر کردہ ہے نہ کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ اول ہے کیونکہ انتخاب کا مقرر کردہ علاوہ ازیں یہ خلیفہ پر حاوی ہے چونکہ حضرت اقدس کے وقت میں بھی انجمن تھی اسلئے ایسا انتظام فرمایا جو دونو قسم کو حاوی ہو کی جانشین ہے اور جانشین کے دوسرے معنی امین مفوض الخدمت ہے (دیکھو رسالہ الوصیت صفحہ ۱۹ وصیت کو لکھکر اس سلسلہ کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا) اسلئے اسکی نسبت کئی شرائط بیان فرمائیں۔

پہلی شرط: کہ وہ حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ خدمات بجا لاویگی

دوسری شرط: "دیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ ہوگا" (الوصیت صفحہ ۱۰)

تیسری شرط: ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی تفصیل کو قبل از وقت
ہو وہ تمام امور ان اصول پر انجام پذیر ہونگے۔

چوتھی شرط: تجربہ کر کے ہمارے زمانہ کے بہت لوگ جنکے سپرد ایسے مال کئے جاتے ہیں وہ کثرت
مال کو دیکھ کر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے دین ہمیشہ اس سلسلہ کو ملتے رہیں
جو خدا کے لئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گزارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے

اس شرط سے ظاہر ہے کہ حتی الوسع عہدے آنریری ہوں۔ دوم تنخواہیں تو بطور حد
نیچ تک وہ تنخواہ جو دوسری انجمنوں میں یا کارخانوں میں لوگ وصول کرتے ہیں۔

پانچویں شرط: انجمن کی خدمت پر جو اسکے نام سے ظاہر ہے یعنی انجمن کارپرداز مصالح
قبرستان (صفحہ ۲۲ الوصیت)

چھٹی شرط: انجمن کا یہ فرض ہوگا کہ قانونی اور شرعی طور پر وصیت کردہ مضمون کی نسبت اپنی
پوری تسلی کرے۔

ساتویں شرط: انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اسکو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ
احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی۔
(صفحہ ۲۳)

آٹھویں شرط: انجمن کے تمام ممبر ایسے ہونگے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں (اور سلسلہ احمدیہ
خلیفہ کے وجود سے قائم رہیگا) اور پارسا طبع اور دیانتدار ہوں۔

اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ حسب تحریر وہ پارسا طبع نہیں ہے یا دیانتدار
نہیں ہے یا وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے
شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اسکی جگہ اور مقرر کرے۔

نویں شرط: انجمن کو دینداری کے رنگوں کو بکلی یاد رکھنا ہوگا کیونکہ تمام معاملات نہایت صاف اور
انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

دسویں شرط یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔

گیارہویں شرط انجمن میں کم سے کم ہمیشہ دو ممبر ایسے چاہئیں جو علم قرآن اور حدیث سے بخوبی واقف ہوں۔ اور تحصیل علم عربی رکھتے ہوں اور سلسلہ احمدیہ کی کتابوں کو یاد رکھتے ہوں۔

یہ شرط اسلئے بیان فرمائی کہ وہ روپیہ کے معاملات میں کوئی کام خلاف قرآن حدیث و کتب سلسلہ نہ کریں۔

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ انجمن کا کام صرف مالی ہے اور صرف اسی حصہ میں وہ جانشین ہے اور یہ جانشین بھی اسی رنگ میں ہے جس میں وہ مسیح موعود کی زندگی میں تھی یعنی ایک حصہ کام کو ادا کرنے والی وہ بھی حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ جس کا قائم مقام خلیفہ موجود ہوگا۔

جانشین کے معنی کرتے وقت یہ غور کرنا چاہئے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کسے جانشین فرمایا اور ارشاد کیا کہ **جانشین** ہونے کہ جانشین ہوگی پس یہ جانشینی اسی کام کے متعلق ہے جو اسے تفویض فرمایا چنانچہ دوسری جگہ بر اسے انہیں متوفی کی تذرت فرمایا۔ اور دوسرا اسکا نام کارپرداز مصالح مقبرہ بہشتی رکھ۔ اور اس طرح پر جانشینی کے معنے واضح کر دیئے۔ اگر یہ معنی نہ ہوں۔ تو پھر پہلی تمام عبارت جو خلافت کے متعلق نقل ہوئی لغو جاتی ہے اور حضرت ابوبکر وغیرہ کی مثال بے فائدہ ٹھیرتی ہے۔

انجمن کا فیصلہ قطعی یہ بھی سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک تحریر لکھ کر دی کہ میرے بعد انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا مگر سوال یہ ہے کن امور میں ؟ انہی امور میں جو اسکے تفویض کئے گئے اور وہ بھی اس حد تک کہ سلسلہ احمدیہ یعنی اسکے قائم مقام یا مصلح خلیفہ کی ہدایات کے ماتحت رہے کیونکہ فرمایا کہ یہ تمام خدمات حسب ہدایات سلسلہ احمدیہ بجا لائے۔ اور یہ ہدایت لینے کا وہی حق رکھتا ہے جسے افراد سلسلہ اپنا مصلح بنائینگے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ انجمن کے چودہ ممبروں نے بالکل اتفاق سے جو فیصلہ سب سے پہلے آپ کی وفات کے بعد نافذ کیا وہ یہ ہے کہ۔۔

اول۔ آپ کے بعد ایک ہی خلیفہ ہو جو کہ بیس پر چالیس مومن جمع ہوں وہی خلیفہ ہوگا

دوم۔ یہ کہ وہ خلیفہ تمام پہلے اور نئے مریدوں کو بیعت لے جیسا کہ خلیفۃ المسیح کی تقریر اول (جس کا خلاصہ پہلے دیکھ چکا ہوں) اور صدر انجمن کے اس اعلان سے ظاہر ہے جو ۲-۶ جون ۱۹۰۸ء صفحہ اول پر بعنوان "اطلاع از جانب صدر انجمن" مرقوم ہے کہ خلیفہ بطور السلام کل سلسلہ کے ممبر و لوگ جہاں ہوں وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح و المہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔

سوم۔ یہ کہ وہ انجمن پر حاکم ہو جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی تقریر اس امر کو بیان کیا۔ اور اس کے خلاف ہونے پر بعض ممبران صدر انجمن کو دوبارہ بیعت لی (یاد کرو چھوٹی مسجد کے اوپر کا جلسہ) اور روز عید جب ایک مکان کی قیمت حسب منشاء حضور نہ آئی بعض کو اپنی جماعت سے نکال دینے کا اعلان کرنے والے تھے مگر معافی مانگ لی گئی۔

چہارم۔ یہ کہ الوصیت میں جو چالیس مومنوں کے اتفاق سے بیعت کرنے والے کا تقرر فرمایا اس کو مراد ایک ہی خلیفہ ہے نہ کہ متعدد اور وہ احمدیوں سے بھی بیعت لے نہ صرف غیر احمدیوں سے

پنجم۔ یہ کہ انجمن کے قطعی فیصلہ کے مطابق ایک بزرگ پاک نفس کو اپنا مطاع بنایا۔ اب جو خلیفہ اسکے قائم مقام ہوں وہ بھی ایسے ہونگے چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"بعض لوگ کہتے ہیں ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں مگر شاید کیا معلوم کہ وہ ابوبکر جو مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر گئے"

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ذہن میں بھی یہ تھا کہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ اور وہ ایک ہی ہوگا پھر اسکے اختیارات کی تحدید نہیں ہو سکتی بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ دیگر سب سے بڑھ کر اختیار رکھے

ایسا ہی اپنی آخری وصیت میں لکھا ہے۔ کہ :-

"میرا جانشین متقی ہو ہر دلعزیز عالم باعمل ہو حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے"

اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتے تھے کہ ایک خلیفہ مقرر ہو اور وہ ایسے ہی اختیار رکھتا ہو جیسے خلیفہ اول کیونکہ اگر اختیارات نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کی صرف ایک امتیازی حیثیت تھی۔ اور اس کی رائے بھی دوسرے ممبروں کی رائے کے برابر تھی تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ حضرت صاحب کے نئے اور پرانے احباب سے سلوک چشم پوشی اور درگذر کام میں لاوے کیونکہ جو کچھ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا اس کو چشم پوشی اور درگذر کی سفارش کرنے کے کیا معنی ہیں۔ اور پھر جس کے ہاتھ پر پرانے احباب کی بیعت کی ضرورت نہیں اسے پرانے احباب کے بارے میں درگذر و چشم پوشی و سلوک کی سفارش کرنے سے کیا مراد ہے کیونکہ وہ تو فرد من الافراد ہے۔ مشخص ہے کہ مسیح موعود کی وفات کے بعد انجمن نے جو فیصلہ فرمایا اور جو حضرت اقدس کی تحریر کے مطابق متفقہ طور پر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"

اس میں تین باتیں انجمن نے فیصلہ کی ہیں ایک خلیفہ کا تقرر وہ بھی مطابق فرمان حضرت مسیح موعود مندرجہ رسالہ الوصیۃ دوم اس کے ہاتھ پر موجودہ اور آئندہ نئے ممبروں کی بیعت لازم ہونا سوم اس خلیفہ کا فرمان ایسا ہی ہو جیسے مسیح موعود کا۔

پھر تین باتیں جو فیصلہ شدہ ہیں وہ سب تحریر حضرت اقدس قطعی ہیں اور یہی پر جو اصل خلیفہ ثانی کے وقت میں ہونا چاہئیے وہ حضرت مسیح موعود کا بھی یہی منشا تھا کیونکہ آپ کا مذہبی

بیان فرمائے ہیں ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ... مسیح موعود یا سفر کریگا
یا کوئی خلیفہ اسکے خلفاء میں سے۔ پس یہ ظاہر ہو کہ آپکے نزدیک بھی آپکے بعد سلسلہ خلافت ہیگا کہ
واقعات نے ثابت کیا۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا طرز عمل الوصیت کے مطابق رکھیں۔

ہر زمانہ میں بیعت ضروری ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیا ضرور ہے بیعت کریں اس کی کیا ضرورت ہے اسکا جواب حضرت خلیفۃ المسیح ہی کے کلام میں دیتا ہوں۔ دیکھو بدر نمبر ...

سچ ہوم تحقیق ... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ہیں جنکی نسبت میرا اعتقاد ہے
خاتم الرسل خاتم الحکام ومعہ خاتم النبیین خاتم الانبیاء خاتم الانسان ہیں۔ اب ان کے بعد اگر کوئی اور
کو نہیں مانتا تو فرمایا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون ۔ ۔ ۔ ۔ غرض یہ
سوال پہلے آدم پر پڑا تھا پھر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ابوبکر پر۔ پھر علی پر۔ پھر
مہدی پر کہ جب سارے علوم جناب رسالتمآب سنا گئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقت
یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعے اور پھر
اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں۔ مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا کہہ سکتے
ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے عصر کو کیا۔ پھر شام کو کیا۔ پھر عشاء کو کیا۔ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے
کی کیا ضرورت ہے پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے پھر حج میں کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک
وقت کی روٹی کھالی۔ تو پھر دوسرے وقت کی کیا ضرورت ہے۔ جب ان باتوں میں تکرار
ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے۔ میں اسلئے بیان کرتا ہوں جو تم مجھکو ...
چلے گئے تو پھر بھی ہم میں وہی وحدت اتفاق اجتماع اور پر جوش اتباع کی ضرورت ہے۔

کس کی بیعت کی جائے

اسکا جواب میں دونگا کہ وفات خلیفۃ المسیح پر جس کی طرف قوم کے کثیر حصہ کے دل کھنچ گئے اور جو پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کا جانشین ہو
چند حوالے عرض کرتا ہوں۔

(۱) دوسرا فریق انزال رحمت کا رسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء

بے مثالی کی قوت اور ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور انکے نمونہ پر چل کر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آ جائیں۔

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ **دوسرا بشیر** بھیجیگا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللّٰہ ما یشاء۔

پھر فرماتے ہیں۔

اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا **بشیر ثانی** بھی ہے اور ایک الہام میں اسکا نام **فضل عمر** رکھا گیا۔

ان فقروں پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ارسال خلفاء کا وعدہ آپکی اولاد میں سے اور بشیر ثانی یعنی محمود کے ذریعہ پورا ہوگا اور اسکا نام فضل ہے پھر فضل عمر جس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ خلیفہ ثانی ہوگا۔

"اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اسکا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کریگا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

اگر انجمن ہی جانشین تھی تو پھر اس جانشین کے کیا معنی اب اس جانشین کا نام بھی بتایا ہے دیکھو سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونیکے بارہ میں یہ بشارت ہے دوسرا بشیر دیا جائیگا جسکا دوسرا نام **محمود** ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷۳)

ٹھیک تین سال بعد صاحبزادہ صاحب پیدا ہوئے اور اسی سال حضور نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا۔

Digitized by Khilafat Library

اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ فروری ۱۴ء)

(۱) الحب فی الله والبغض فی الله

وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی ذر یا ابا ذر ای عری الایمان اوثق قال الله ورسوله اعلم قال الموالاة فی الله والحب فی الله والبغض فی الله رواه البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰة باب الحب فی الله ومن الله ص ۴۲۶ مطبع مجتبائی دہلی) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ اے ابوذر ایمان کے رشتوں میں سے کون سا رشتہ زیادہ تر مضبوط ہے عرض کی کہ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہم اللہ کے لئے دوستی کرنا اور اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے ہی دشمنی کرنا۔

روایات شیعہ (۱) قال الله تعالیٰ فی سورة البقرة۔ والذین آمنوا اشد حبا لله وفی سورة المائدة۔ یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظالمین و سورة المجادلة۔ لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الآخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانوا آباءهم او اخوانهم او عشیرتهم۔ وعن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وآله قال ان حول العرش منابر من نور علیها قوم لباسهم نور ووجوههم نور لیسوا بانبیاء یغبطهم الانبیاء والشهداء۔ قالوا یا رسول الله من هم قال هم المتحابون فی الله والمتجالسون فی الله والمتزاورون فی الله۔ والذی [illegible]

تعالیٰ الی موسیٰ علیہ السلام هل عملت لی عملاً قط قال الٰہی صلیت لک وصمت وتصدقت وذکرت لک فقال ان الصلوٰۃ لک برهان والصوم جنۃ والصدقۃ ظل والذکر نور فای عمل عملت لی فقال موسیٰ دلنی علی عمل هو لک فقال یا موسیٰ هل والیت ولیاً وهل عادیت لی عدواً قط فعلم موسیٰ ان احب الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ. قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ لو ان عبدین تحابا فی اللہ احدهما بالمشرق والآخر بالمغرب لجمع اللہ بینهما یوم القیٰمۃ. وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ افضل الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ وقال علیہ السلام علامۃ حب اللہ حب ذکر اللہ وعلامۃ بغض اللہ بغض ذکر اللہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الحب فی اللہ فریضۃ والبغض فی اللہ فریضۃ کذا فی جامع الاخبار شیخ صدوق فصل ۸۸ فی الحب للہ والبغض فی اللہ. ترجمہ فرمایا ہے خدا تعالے نے سورہ بقر میں کہ ایمان والوں کو خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور سورہ مائدہ میں اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست نہ بناؤ ... وہ لوگ دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کریگا تو بیشک وہ انہی میں سے ہو جائیگا اور بیشک وہ ظالم ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا اور سورہ مجادلہ میں ہے اے نبی تم ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ اس شخص سے محبت کریں جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرے خواہ وہ لوگ باپ یا انکے بیٹے یا ان کے بھائی یا کنبے عزیز کیوں نہ ہوں ✦

اور ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرش کے آس پاس نور کے منبر ہیں جن پر ایک قوم رونق افروز ہے جنکے لباس اور چہرے نورانی ہیں وہ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن انبیاء اور شہدا بھی ان پر رشک کرتے ہیں. صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی تشریح فرمائیے آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ وہ قوم ہے جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے

سے محبت کرتے اور خدا کی خاطر ہی نشست و برخاست کرتے اور اللہ ہی کی خاطر باہم ملاقات کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ کیا تو نے کبھی خاص میری خاطر کوئی عمل کیا ہو۔ عرض کی اے مولا تیرے لئے میں نے نماز پڑھی روزے رکھے صدقہ دیا اور تیرا ذکر کرتا رہا خدا نے فرمایا کہ نماز تو تیرے ہی لئے برہان ہے اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے لیکن میری خاطر تو نے کون سا عمل کیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ تو ہی کوئی عمل کر بتلا دے کہ تیری خاطر کون سا عمل ہوتا ہے۔ پس فرمایا اے موسیٰ کیا تو نے کبھی میری خاطر کسی کو دوست بنایا اور کیا میری خاطر کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس جان لو کہ موسیٰ کہ سب اعمال سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے لئے دوستی کرنا اور اللہ کے لئے ہی دشمنی کرنا ہے۔

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر دو مسلمان اللہ کے لئے باہم دوستی رکھنے والے ہوں خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں خدا تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو جمع کریگا۔ اور نبی کریم صلعم نے فرمایا افضل ایمان یہ ہے کہ محبت بھی خدا کے لئے ہو اور دشمنی بھی خدا کے لئے۔ اور پھر فرمایا آنحضرت صلعم نے محبت خدا کی علامت ذکر خدا کی محبت ہے اور بغض خدا کی علامت ذکر خدا سے بغض رکھنا ہے۔

اور انس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں محبت کرنا فرض ہے اور اسی طرح راہ خدا میں بغض کرنے والوں سے بغض رکھنا فرض ہے۔

لطیفہ۔ چند سالوں کا ذکر ہے کہ ہمارے علاقہ میں ایک جگہ پر شیعہ سنی میں کچھ تنازعہ ہوا۔ اور مقدمہ بازی تک نوبت جا پہنچی۔ میں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ سنیوں کے محلہ میں ایک شیعہ کا گھر بھی ہے اور پاس ہی ایک مسجد بھی ہے۔ گرمی کا موسم تھا اور رمضان کا مہینہ۔ شیعہ نے اپنے شیعہ بھائیوں کو بلا کر اپنے مکان کی چھت پر ٹھیک نماز تراویح کے وقت مرثیہ خوانی کی مجلس منعقد کرا دی۔ اور پھر مرثیہ خوانی بھی لعن طعن والی دشمنی کی تھی۔ سنی نمازیوں نے انکو کہا کہ بھائی ہم نماز پڑھ رہے ہیں۔ تمہاری بلند اور سُریلی صداؤں سے ہماری عبادت میں حرج

ہو سکا ہو بہتر ہوتا کہ امام باڑہ میں جا کر مجلس کرتے اس پر شیعہ بگڑے اور کہا کہ اگر وہ تمہاری عبادت ہو تو ہمارے اعتقاد میں یہ مرثیہ خوانی بھی عبادت ہے ہماری عبادت میں تم لوگ کیوں خلل انداز ہوتے ہو؟

(۳) وفی الحدیث لا یجد احدکم طعم الایمان حتی یحب فی اللہ ویبغض فی اللہ۔ تفسیر صافی زیر آیت واللہ لا یہدی القوم الفاسقین۔ سورۃ توبہ رکوع ۳
یعنی حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایمان کی لذت نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ محبت کرے خدا کے واسطے اور دشمنی کرے تو خدا کے واسطے

(۴) جناب علی علیہ السلام کی محبت اور بغض میں اعتدال کو مدنظر رکھنا چاہیئے ورنہ افراط و تفریط میں یہود و نصاریٰ کی طرح ہلاکت و گمراہی یقینی ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیک مثل من عیسیٰ ابغضتہ الیہود حتی بہتوا امہ واحبتہ النصاری حتی انزلوہ بالمنزلۃ التی لیست لہ ثم قال یہلک فی رجلان محب مفرط یقرظنی بما لیس فی ومبغض یحملہ شنانی علی ان یبہتنی رواہ احمد۔ مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فصل ثالث۔ مشکوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ترجمہ: جناب علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ تم میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مشابہت ہے اُن سے یہود نے بغض کیا یہاں تک کہ انکی والدہ ماجدہ پر بہتان باندھ دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی۔ اور انکو اس درجہ تک پہنچا دیا جو انکے شایان نہ تھا پھر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہو گئے ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو اس بارے میں اتنا غلو کیا جس کے میں لائق نہیں۔ اور دوسرا بغض کرنے والا جس کو میری مخالفت نے یہاں تک آمادہ کیا کہ مجھ پر بہتان باندھ دیا۔

روایات شیعہ (۱) وفی المجمع عن امیر المومنین قال جئت الی النبی یوماً فوجدتہ فی ملاء من قریش فنظر الیّ ثم قال یا علی انما مثلک فی ہذہ الامۃ کمثل

عیسیٰ بن مریم بواحدہ قوم فافرطوا فی حبہ فهلکوا وابغضہ قوم فافرطوا فی بغضہ
فهلکوا واقتصد فیہ قوم فنجی فعظم ذلک علیہم وضحکوا وقالوا یشبہ بالانبیاء
والرسل تفسیر صافی زیر آیت ولما ضرب ابن مریم مثلاً سورۂ زخرف جلد ۲ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۱
و کتاب غایۃ المرام سید ہاشم بحرانی مقصد ثانی باب ۲۲ کی حدیث نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱۲ نیز دیکھو حیات القلوب
علامہ مجلسی جلد اول باب [illegible] مطبوعہ لکھنؤ صفحہ [illegible] ترجمہ اور تفسیر مجمع البیان میں جناب علی علیہ السلام سے
مروی ہے کہ میں یکدن آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور اسوقت آپ قریش کے ایک مجمع میں
تشریف رکھتے تھے آپ نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ اے علی اس امت میں تمہاری مثیل بھی عیسیٰ ابن
مریم کی مثل ہے ایک قوم نے اس سے محبت کی اور اسکی محبت میں حد سے بڑھ گئے پس ہلاک ہو گئے
اور ایک قوم نے اس سے بغض کیا اور بغض میں حد سے بڑھ گئے پس وہ بھی ہلاک ہوئے لیکن ایک
قوم نے اعتدال کو قائم رکھا پس وہ نجات پا گئے۔ یہ امر قریش کو بہت شاق معلوم ہوا اور ہنسکر
کہا کہ اسے تو انبیاء اور رسولوں کے مشابہ بنا دیا۔

(۲) فی العیون عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال لا ترفعونی فوق حقی فان
اللہ تعالی اتخذنی عبداً قبل ان یتخذنی نبیاً ثم تلا ھذہ الآیۃ وعن امیر
المومنین یہلک فی اثنان ولا ذنب لی محب مفرط ومبغض مفرط وانا ابرأ
الی اللہ تعالی ممن یغلو فینا ویرفعنا فوق حدنا کبرأۃ عیسی ابن مریم من
النصاری۔ (تفسیر صافی زیر آیت ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما
کنتم تدرسون) ترجمہ عیون الرضا میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ مجھکو میرے
حق سے بلند نہ کرو تحقیق اللہ تعالے نے پہلے مجھکو پیدا فرما کر بندہ بنایا قبل اسکے کہ مجھکو نبی بنایا
پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اور جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ البتہ ہلاک ہونگے میری نسبت
دو گروہ اور اسکا وبال مجھ پر نہیں ہے۔ پہلا حد سے زیادہ محبت کرنے والا اور دوسرا حد سے زیادہ مجھ
سے بغض کرنے والا اور خدا تعالے کے حضور میں ہم بری الذمہ ہیں اس شخص سے جو ہماری نسبت

میں غلو کرتے ہیں۔ امام کو ہمارے حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں جیسے کہ نصاریٰ کے غلو سے عیسیٰ بن مریم بری الذمہ ہیں۔

(۲) ومن کلام لہ جناب علی علیہ السلام وسیھلک فی صنفان محب مفرط یذھب بہ الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ نہج البلاغۃ جلد اول مطبوعہ مصر ص۲۴۱ (ترجمہ) اور فرمایا جناب علی علیہ السلام نے کہ عنقریب ہلاکت کو پہنچینگے میری بابت دو گروہ پہلے دوست حد سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا اور محبت حق سے اس کو غیر حق کی طرف لیجاتی ہو اور حد سے زیادہ بغض کرنے والا جس کو بغض غیر حق کی طرف لیجاتا ہو اور میرے بارے میں لوگوں سے بہتر وہ گروہ ہے جو اوسط درجہ میں قائم ہے پس لازم پکڑو اس درجہ کو اور لازم پکڑو سواد اعظم کو کیونکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہی ہو۔

(۳) قال علی علیہ السلام ھلک فی رجلان محب غال ومبغض قال نہج البلاغۃ جلد دوم مصری (ترجمہ) فرمایا جناب علی علیہ السلام نے کہ دو شخص میری بابت ہلاک ہو گئے ایک میرا غالی دوست دوسرا دشمن شدید البغض۔

(۴) قال علی علیہ السلام فلا تثنوا علی بجمیل ثناء لاخراجی نفسی الی اللہ والیکم من التقیۃ فی حقوق لم افرغ من ادائھا وفرائض لابد من امضائھا فلا تکلمونی بما تکلم بہ الجبابرۃ۔ نہج البلاغۃ جلد اول ص۲۳۲ (ترجمہ) میری بابت تعریف نیکو نہ کرو کہ میرا نفس اطاعت الٰہی سے اور تم تقیہ سے باہر ہو جائے اور حقوق کی انجام دہی میں جس کا ابھی کوئی فرض ادا نہیں ہوا۔ اور وہ فرائض جنکا جاری کرنا ضروری ہو اور مجھ کو ایسے خطاب بھی نہ دو جیسے کہ بادشاہوں کو سلاطین کفار کو دیتے ہیں۔

(۵) فاضل مجلسی امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ دیگر از فرزندان آنحضرت عبداللہ است متولی صدقات رسول بود و مرد فقیہ فاضل محدث

وصاحب تقوی و ورع بود عمر کہ نام پدر و شد متولی صدقات امیر المومنین بود او مرد فقیہ و محدث و صاحب ورع و عظیم الشان بود و از سخنان او است المفرط فی حبنا کالمفرط فی بغضنا و باید کہ مردان حق خویشی و قرابت ما با رسول اللہ رعایت نمایند و مرتبہ و حق ما کہ از ثبت از برائے ما کنند کہ حق تعالیٰ ما را بہ گناہ نگیرد" تذکرۃ الائمہ مجلسی مطبوعہ ایران ۱۳۳۲

(ترجمہ) اور آنحضرت کے فرزندوں میں سے عبداللہ ہیں جو رسول صلعم کے صدقات کے متولی تھے اور بڑے فقیہ اور محدث اور صاحب تقویٰ تھے۔ اور جنکا نام عمر ہے وہ جناب علی کے صدقات کے متولی تھے۔ وہ بڑے فقیہ اور سخی اور صاحب تقویٰ تھے۔ ان کے کلمات میں سے ایک یہ ہے کہ ہماری محبت میں حد سے بڑھ جانے والا ہمارے سخت ترین دشمن کی مانند ہے۔ اور یہ کہ لازم ہے کہ لوگ اس قرابت اور رشتہ کی رعایت ملحوظ رکھیں جو ہم کو رسول صلعم کے ساتھ ہے اور جو مرتبہ اور حق ہم ہمارے ثابت ہیں۔ اسکو ہمارے لئے مقرر کریں تاکہ خداوند کریم اسکے باعث ہم سے مواخذہ نہ کرے

(۹) فصول اذان اہلسنت اللہ اکبر ۴ مرتبہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۲ مرتبہ اشہد ان محمداً رسول اللہ ۲ مرتبہ حی علی الصلوٰۃ ۲ مرتبہ حی علی الفلاح ۲ مرتبہ اللہ اکبر ۲ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ

نوٹ - کلمہ اشہد ان علیاً ولی اللہ داخل اذان نہیں ہے

فصول اذان شیعہ (۱) روی ابو بکر الحضرمی و کلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لہما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ تمت کذلک ولا بأس ان یقال فی صلوٰۃ الغداۃ علی اثر حی علی خیر العمل الصلوٰۃ

خیر من النوم للتقیۃ (کتاب من لایحضرہ الفقیہ)

(ترجمہ) روایت کی ہے ابو بکر حضرمی اور کلیب اسدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ انھوں نے ان دونوں کے سامنے اذان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ اکبر ۴ دفعہ کلمات شہادتین دو دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو دفعہ حی علی الفلاح دو دفعہ حی علی خیر العمل دو دفعہ پھر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ دو دفعہ فرمایا کہ اقامت بھی اسی طرح ہے اور کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر صبح کی نماز کے لئے حی علی خیر العمل کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم بھی بوجہ تقیہ کے کہا جاوے۔

اسکے بعد لکھا ہے:

وقال مصنف ھذہ الکتب رحمہ اللہ ھذا ھو الاذان الصحیح لا یزاد فیہ ولا ینقص منہ والمفوضۃ لعنہم اللہ قد وضعوا اخبارا وزادوا فی الاذان محمد و آل محمد خیر البریۃ مرتین وفی بعض روایاتہم بعد اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان علیاً ولی اللہ مرتین ومنہم من روی بدل ذلک اشہد ان علیاً امیر المومنین حقا مرتین ولا شک ان علیاً ولی اللہ وانہ امیر المومنین حقا وان محمداً وآلہ صلوات اللہ علیہم خیر البریۃ ولکن لیس ذلک فی اصل الاذان وانما ذکرت ذلک لیعرف بھذہ الزیادۃ المتہمون بالتفویض المدلسون انفسہم فی جملتنا (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوٰۃ باب فضل الاذان والاقامت)

نوٹ: کتاب مذکور منجملہ چار کتب حدیث اہل تشیع کے ہے اور اسکے مصنف فخر المحدثین محقق ابن بابویہ شیخ صدوق قمی ہیں جن کی وفات سنہ ۳۸۱ھ میں واقع ہوئی گویا اب پورے ہزار برس ان کو ہو چکے ہیں۔

(ترجمہ) اس کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ) کا مصنف رحمۃ اللہ کہتا ہے کہ صحیح اذان یہی ہے (جو اوپر بیان ہو چکی) نہ اس سے کچھ زیادہ ہو نہ اس سے کم اور مفوضہ خدا ان پر لعنت کرے

انہوں نے احادیث وضع کی ہیں اور اذان میں روایت کرتے ہیں محمد و آل محمد خیر البریۃ دو دفعہ اور انکی بعض روایت میں ہو کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیاً ولی اللہ بھی دو دفعہ کہو۔ اور ان میں سے بعض ان کلمات کی بجگہ کہتے ہیں اشہد ان علیاً امیر المومنین حقاً دو دفعہ اور شک نہیں کہ جناب علی خدا کے ولی ہیں اور یہ کہ وہ امیر المومنین برحق ہیں اور یہ کہ محمد اور آل آنحضرت صلعم کی سب لوگوں سے بہتر ہے لیکن اصل فصول اذان میں ایسا کہنا درست نہیں ہے اور یہ ہم نے اسلئے ذکر کر دیا ہو کہ تا معلوم ہو جاوے کہ یہ کلمات بڑھانے والے عقیدہ تفویض سے متہم ہیں اور ناحق اپنے آپکو ہم شیعوں میں شامل ظاہر کرنے والے۔

نوٹ: مفوضہ شیعوں میں سے ایک گروہ تفویض کا قایل ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالے نے اپنے سب کام پیغمبر خدا اور جناب امیر کو سپرد کر رکھے ہیں اور آپ معطل ہو گیا ہے یہی متصرف پیدا کرتے ہیں اور یہی مارتے ہیں اور یہی رزق بانٹتے ہیں غرض جو کام خدا کے ہیں ان کے نزدیک وہ سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کرتا۔ اس عقیدہ کا بانی عبد اللہ بن سبا کا بیٹا عبید اللہ تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ارشاد و اردو شرح اعتقادیہ شیخ صدوق مطبوعہ اثنا عشری لکھنؤ باب ۳۷ الاعتقاد فی نفی الغلو والتفویض

(۲) کتاب استبصار شیخ ابو جعفر محقق طوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ جو منجملہ چار کتب احادیث شیعہ ہے کہ اس میں بھی اذان کے بیان میں باب اذان میں جابجا روایات مندرج ہیں۔ ان چاروں میں اشہد ان علیاً ولی اللہ مذکور نہیں ہے۔ دیکھو استبصار فیما اختلف من الاخبار مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ خاص [illegible]

(۳) عن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام انہ سئل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ عن تفسیر الاذان فقال یا علی الاذان حجۃ علی امتی وتفسیرہ اذا قال المؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر فانہ یقول اللہم انت الشاہد علی ما اقول یا امتی قد حضرت الصلوٰۃ فتہیئوا ودعوا عنکم شغل الدنیا واذا قال اشہد ان لا الہ

الا اللہ فانہ یقول یا امۃ محمد اشہد اللہ واشہد ملائکتہ انی اخبرتکم بوقت الصلوٰۃ فتفرغوا لہا واذا قال اشہد ان محمداً رسول اللہ فانہ یقول یعلم اللہ ویعلم ملائکتہ انی قد اخبرتکم بوقت الصلوٰۃ فتفرغوا لہا فانہ خیر لکم واذا قال حی علی الصلوٰۃ فانہ یقول یا امۃ محمد دین قد اظہرہ اللہ لکم ورسولہ فلا تضیعوہ ولکن تعاہدوہ یغفر اللہ لکم تفرغوا لصلوٰتکم فانہ عماد دینکم واذا قال حی علی الفلاح فانہ یقول یا امۃ محمد قد فتح اللہ علیکم ابواب الرحمۃ فقوموا وخذوا نصیبکم من الرحمۃ تربحوا الدنیا والاخرۃ واذا قال اللہ اکبر اللہ اکبر فانہ یقول ترحو علی انفسکم فانہ لا علم لکم عملاً افضل من ہذا فتفرغوا لصلوٰتکم قبل الندامۃ واذا قال لا الہ الا اللہ فانہ یقول یا امۃ محمد اعلموا انی جعلت امانۃ سبع سمٰوات وسبع ارضین فی اعناقکم فان شئتم فاقبلوا وان شئتم فادبروا فمن اجابنی فقد ربح ومن لم یجبنی فلا یضرنی ثم قال یا علی الاذان نور فمن اجاب نجا ومن عجز خسر وکنت لہ خصماً بین یدی اللہ ومن کنت لہ خصماً فما اسوا حالہ (کتاب جامع الاخبار صدوق علیہ الرحمہ ایمان باب فی الاذان)

(ترجمہ) جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موذن کی تفسیر پوچھی تو فرمایا آنحضرت صلعم نے اے علی اذان میری امت پر حجت ہے۔ اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ جب موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے خدا تو گواہ رہ میں کہتا ہوں اے امت محمد نماز کا وقت آگیا پس تیاری کرو اور دنیا کے شغل چھوڑ دو۔

اور جب وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ پکارے تو گویا وہ کہتا ہے اے امت محمد اللہ اور اسکے ملائک دیکھتے ہیں جنہوں نے تم کو نماز کے وقت سے اطلاع دیدی پس اسکے لئے فرصت نکالو

اور جب اشہد ان محمداً رسول اللہ پکارے تو گویا کہتا ہے خدا اور اسکے ملائکہ جانتے ہیں کہ میں نے تمکو نماز کے وقت سے مطلع کر دیا پس چھوڑ دو کاموں کو اسکی خاطر کیونکہ

تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔

اور جب اس نے پکارا حی علی الصلوٰۃ تو وہ گویا کہتا ہے اے امت محمد یہ دین ہے جس کو اللہ نے اور اسکے رسول نے تمہارے لئے ظاہر کیا ہے پس اسکو ضائع نہ کرو بلکہ تیاری کرو خدا تم کو بخشدے نماز کے لئے وقت نکالو کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔

اور جب کہتا ہے حی علی الفلاح تو اسکا یہ مطلب ہے کہ اے امت محمد اللہ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھولدئیے ہیں پس اٹھو اور اپنا نصیب حاصل کرو رحمت و فلاح اپنی دنیا کے لئے اور آخرت کے لئے۔

اور جب کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو اسکا مطلب ہے کہ اپنی جانوں پر رحم کرو درحقیقت میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھکر کون بڑا عمل ہے پس نماز کے لئے پیش ہونے سے پیشتر مشاغل سے علیحدہ ہوجاؤ۔

اور جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ تو گویا کہتا ہے کہ اے امت محمد جان لو کہ میں نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی امانت تمہاری گردنوں میں ڈالدی ہے اب چاہو تو آگے بڑھکر قبول کرو چاہو پیچھے ہٹ جاؤ۔ بات یہ ہے کہ جس نے میری دعوت کو قبول کرلیا فائدہ میں رہا اور جس نے قبول نہ کیا۔ اسکا نقصان مجھے کچھ نہ پہنچیگا۔

اسکے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علی اذان ایک نور ہے جسکو اسنے قبول کیا ناجی ہوگیا۔ × × × × × اور میں خدا کے حضور میں اس سے جھگڑنے والا ہوں۔ اور جس سے میں جھگڑوں۔ اسکا کیسا ہی برا حال ہوگا۔

نوٹ۔ اس روایت کے رو سے حی علی خیر العمل بھی داخل اذان نہیں۔ اور ابن نوفل کی روایت میں بھی حی علی خیر العمل نہیں ہے۔

(۳) محمد بن یعقوب عن علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ابن اذینہ عن ابی عبد اللہ قال قال ماتروی ھذہ النواصب فقلت جعلت فداک

فيماذا فقال اي شيء يروون هم ويحيى دهم فقلت انهم يقولون ان ابي بن كعب رآه في
النوم فقال كذبوا فان دين الله عز وجل اعز من ان يرى في النوم فقال له سدير
الصيرفي جعلت فداك فاحدث لنا من ذلك ذكرا فقال ابو عبد الله ع ان الله عز وجل
لما عرج بنبيه الى سمواته السبع . . . فنفرت الملئكة الى اطراف السماء
وخرت سجدا . . . فقال جبرائيل الله اكبر فسكتت الملئكة وفتحت ابواب
السماء واجتمعت الملئكة فسلمت على النبي افواجا . . . ثم عرج الى
السماء الثانية فلما قرب من باب السماء الثانية نفرت الملئكة الى اطراف
السماء وخرت سجدا . . . فقال جبرئيل اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله
الا الله فاجتمعت الملئكة وفتحت ابواب السماء وقالت يا جبرئيل من هذا معك
فقال هذا محمد قالوا وقد بعث قال نعم قال النبي فخرجوا الي شبه المعانيق
فسلموا علي وقالوا اقرأ اخاك السلام قلت اتعرفونه قالوا وكيف لا نعرفه وقد
اخذ ميثاقك وميثاقه وميثاق شيعته الى يوم القيمة علينا وانا لنتصفح
وجوه شيعته في كل يوم وليلة خمسا يعنون في وقت الصلوة . . . ثم عرج
بي الى السماء الثالثة فنفرت الملئكة وخرت سجدا . . . فقال جبرائيل اشهد
ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله فاجتمعت الملئكة وسلمت
علي وسألوني عن اخي قلت هو في الارض خلفته اتعرفونه قالوا وكيف
لا نعرفه وقد نحج البيت المعمور في كل سنة وعليه رق ابيض فيه اسم محمد
واسم علي والحسن والحسين والائمة عليهم السلام وشيعتهم الى يوم القيمة
وانا لنبارك عليهم كل يوم وليلة خمسا يعنون في وقت كل صلوة ويمسحون رؤسهم
بايديهم ثم عرج بي حتى انتهيت الى السماء الرابعة فاجتمعت الملئكة فتحت
ابواب السماء فقال جبرائيل حي على الصلوة حي على الصلوة حي على الفلاح

حی علی الفلاح فقالت الملئکۃ صوتان معروفان فقال جبرائیل قد قامت الصلوٰۃ فقالت الملئکۃ ھی لشیعتہ الی یوم القیمۃ ثم اجتمعت الملئکۃ وقالوا کیف ترکت اخاک قلت انھم او تعرفونہ قالوا نعرفہ وشیعتہ وھم نور حول عرش اللہ وان فی البیت المعمور رقا من نور فیہ کتاب من نور فیہ اسم محمد وعلی والحسن والحسین ولا ئمۃ وشیعتہم الی یوم القیمۃ لا یزید فیہم رجل ولا ینقص منہم رجل (الخ) (کتاب غایت المرام سید ہاشم البحرانی باب ۱۲ صفحہ ۱۲۲ باب فصل فی فضل امیر المؤمنین علیہ السلام مطبوعہ ایران ۱۲۷۲ھ صفحہ ۴۴۳ حدیث اول۔

(۲) **فریضہ نماز** (۱) پانچ نمازیں فرض ہیں (۲) پانچوں کے اوقات مقرر ہیں (۳) وقت اول میں پڑھنے کی فضیلت (۴) دیر کرکے پڑھنے کی قباحت (۵) سفر فرض ہی نہیں بلکہ سنتیں بھی پڑھنا ضروری ہیں۔

نوٹ: چونکہ اہلسنت جماعت کا تو یہ معمول ہی ہے اس لئے کتب اہل سنت سے حوالے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

روایات شیعہ (۱) قال اللہ تعالیٰ فی سورۃ بنی اسرائیل اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ وقال فی سورۃ طٰہٰ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن آناء اللیل فسبح و اطراف النہار لعلک ترضیٰ۔ عن امیر المؤمنین علیہ السلام قال سئل یہودی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال یا محمد لای شیء وقت ھذہ الصلوٰۃ خمس (خمس) مواقیت علی امتک فی ساعات اللیل والنہار فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ان الشمس اذا طلعت وبلغت عند الزوال لھا حلقۃ تدخل فیھا فعند الزوال فاذا دخلت فیھا زالت الشمس فیسبح للہ کل شیء ما دون العرش لوجہ ربی وھی ھذہ الساعۃ التی یصلی علی فیھا ربی ففرض اللہ تعالیٰ علی وعلی امتی فیھا الصلوٰۃ

وقال اقم الصلوة لدلوك الشمس الى غسق الليل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهودا وهي الساعة التي يؤتى فيها بجهنم يوم القيامة فما من مؤمن يوافق في تلك الساعة ساجدا او راكعا او قائما الا حرم الله جسده على النار واما صلوة العصر فهي الساعة التي اكل آدم فيها من الشجرة فاخرجه الله تعالى من الجنة فامر الله ذريته بهذه الصلوة الى يوم القيمة واختارها لامتي فهي من احب الصلوة الى الله عز وجل واوصاني ان احفظها من بين الصلوة واما صلوة المغرب وهي الساعة التي تاب الله فيها على آدم وكان بين ما اكل من الشجرة وبين ما تاب الله عليه ثلثمائة سنة من ايام الدنيا ومن ايام الآخرة يوم كالف سنة ما بين العصر الى العشاء فصلى آدم ثلث ركعات ركعة لخطيئته وركعة لخطيئة حوا وركعة لتوبته فافترض الله عز وجل هذه الثلث ركعات على امتي وهي الساعة التي يستجاب فيها الدعا وهي الصلوة التي امرني بها ربي وقال فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون.

واما الصلوة العشاء الآخرة فان للقبر ظلمة وليوم القيمة ظلمة فامرني الله عز وجل وامتي بهذه الصلوة في ذلك الوقت لتنور القبور وليعطي امتي النور على الصراط وما من قدم مشت الى صلوة العتمة الا حرم الله جسدها على النار وهي صلوة التي اختارها الله للمرسلين قبلي.

واما الصلوة الفجر فان الشمس اذا طلعت تطلع على قرني الشيطان فامرني الله تعالى ان اصلي صلوة قبل طلوع الشمس وقبل ان يسجد لها الكافر فتسجد لله عز وجل وسرعتها احب الى الله وهي الصلوة التي تشهدها ملئكة الليل وملئكة النهار قال صدقت يا محمد. جامع الاخبار فصل في مواقيت الصلوة الخمس وكتاب من لا يحضره الفقيه باب الصلوة باب علة وجوب

خمس صلوة فی خمس مواقیت۔

(۲) قال حدثنا محمد بن موسی المتوکل قال حدثنا علی بن الحسین السعدآبادی عن احمد عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما اھبط آدم من الجنة ظھرت بہ شامة سوداء فی وجھہ من فوقہ الی قدمیہ فطال حزنہ وبکاؤہ علی ما ظھر بہ فاتاہ جبرئیل علیہ السلام فقال ما یبکیک یا آدم قال لھذہ الشامة التی ظھرت بی قال قم یا آدم فصل فھذا وقت الصلوة الاولی فقام فصلی فانحطت الشامة الی عنقہ فجاءہ فی الصلوة الثانیة فقال یا آدم قم فصل فھذا وقت الصلوة الثانیة فقام فصلی فانحطت الشامة الی سرتہ فجاءہ فی الصلوة الثالثة فقال یا آدم قم فصل فھذا وقت الصلوة الثالثة فقام فصلی فانحطت الشامة الی رکبتیہ فجاءہ فی الصلوة الرابعة فقال یا آدم قم فصل فھذا الوقت الصلوة الرابعة فقام فصلی فانحطت الشامة الی رجلیہ فجاءہ فی الصلوة الخامسة فقال یا آدم قم فصل فھذا وقت الصلوة الخامسة فقام فصلی فخرج منہا فحمد اللہ تعالی واثنی علیہ فقال جبرئیل علیہ السلام مثل ولدک فی ھذہ الذنوب والصلوة کمثلک فی ھذہ الشامة من صلی من ولدک فی کل یوم ولیلة خمس صلوات خرج من ذنوبہ کما خرجت من ھذہ الشامة کذلک معنی اختیار فضل منہ فی مواقیت الصلوة الخمس۔

اور خدا سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے نماز پڑھا کرو آفتاب کے ڈھلنے کے وقت رات کے اندھیرے تک اور فجر کی نماز کا پڑھنا اپنے اوپر لازم کرو بیشک فجر کی نماز پڑھتے وقت فرشتے حاضر کئے جاتے ہیں اور سورہ طہ میں فرمایا اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ اوس کی بیان کرو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور اسکے ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات کے وقتوں میں پڑھا کرو اور دن کے کناروں میں تاکہ تم اللہ کے انعام سے خوش ہو جاؤ۔

جناب علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں فرض کی گئی ہے محمد صلعم یا امتی کی گھڑیوں میں آپ کی امت پر یہ پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں کیوں مقرر ہوئی ہیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سورج جب چڑھتا ہے اور پھر زوال کے قریب ہو جاتا ہے تو اسکے لئے ایک درجہ ہی زوال کے وقت اسی میں داخل ہو جاتا ہے پس سایہ اس میں داخل ہوا تو سورج ڈھلتا ہے پس اسوقت تمام چیزیں جو عرش کے نیچے ہیں اپنے پروردگار کی تسبیح کرتی ہیں اور یہی ساعت ہے جس کے اندر میرا رب مجھ پر رحمت بھیجتا ہے پس فرض کردی خدا نے مجھ پر اور میری امت پر اسوقت میں نماز اور فرمایا اقم الصلوة لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا اور یہی وقت ہے جب قیامت کے دن جہنم حاضر کیا جائیگا پس کوئی مومن نہیں ہے جو اسوقت خاص میں سجدہ و رکوع و قیام میں مشغول ہو مگر یہ کہ خدا نے حرام کر دیا ہے کہ اسکو دوزخ میں ڈالے۔

اب نماز عصر کی بابت کہوں یہ وقت ہے جس میں آدم علیہ السلام نے درخت سے پھل کھایا تھا اور خدا نے انکو بہشت سے نکال دیا تھا پس خدا نے آدم کی اولاد کو قیامت تک انکو اس نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور میری امت کے لئے اسکو فرض کردیا۔ اور یہ وہ نماز ہے جو خدا کو بہت پسند ہے اور مجھ کو تاکید ہوئی ہے کہ نمازوں میں اس کی خاص حفاظت کروں۔

اب رہی نماز مغرب سو یہ وہ گھڑی ہے کہ خدا تعالے نے اس میں آدم کی توبہ قبول فرمائی تھی اور درخت کا پھل کھانے سے لیکر اس قبول توبہ تک ایام دنیا کے تین سو برس کا عرصہ تھا اور آخرت کے دنوں میں سے ہر دن ہزار برس کا ہوتا ہے یہ عرصہ عصر سے لیکر عشاء تک تھا

پس آدم علیہ السلام نے تین رکعتیں پڑھی تھیں ایک رکعت تو اپنی خطا کے بدلے اور ایک رکعت حوا کی خطا کے بدلے اور ایک رکعت توبہ کے لئے پس فرض کردیں اللہ نے یہ تین رکعات میری امت پر اور یہ وہ ساعت ہے جس میں اللہ تعالے دعا قبول کر لیتا ہے اور یہ وہ نماز ہے جس کا خدا نے مجھکو حکم دیا ہے اور فرمایا ہے فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون۔

اور نماز عشاء کی بابت پس تحقیق قبر میں ایک اندھیرا ہے اور قیامت کے دن بھی ایک اندھیرا ہے پس میرے اللہ نے مجھکو اور میری امت کو اس نماز کے ساتھ حکم کیا تاکہ دل کی قبریں منور ہوجائیں اور تاکہ مجھکو اور میری امت کو پلصراط پر نور عطا کیا جائے اور جو قدم نماز عشاء کی طرف اٹھتا ہے اللہ اسکے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ اور یہ وہ نماز ہے جس کو خدا نے مجھ سے پہلے پیغمبروں کے لئے پسند کیا تھا

اب رہی نماز فجر سو سورج جب چڑھتا ہے شیطان کے دو سینگوں پر چڑھتا ہے پس میرے اللہ نے مجھکو حکم دیا کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے نماز پڑھوں اور پہلے اسکے کہ کافر اسکے آگے سجدہ کرے اور تو اللہ تعالے کے لئے سجدہ کرے۔

اور اس نماز میں جلدی کرنا خدا تعالے کو بہت پسند ہے اور یہ وہ نماز ہے جس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں کہا اس یہودی نے آپ نے سچ فرمایا اے محمد صلعم

اتحمد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا آپ نے کہ جب آدم بہشت سے نکلے تو انکے منہ پر ایک سیاہ داغ ظاہر ہوا جو آپ کی چوٹی سے لیکر دونوں قدموں تک ظاہر ہوگیا اس پر آپ بہت ہی غم اور گریہ کرتے تھے پس آپکے پاس جبرئیل آئے اور پوچھا کیوں روتے ہو اے آدم فرمایا اس داغ کی وجہ سے جو میرے بدن پر نکل آیا ہے انہوں نے کہا اٹھ اے آدم اور نماز پڑھ یہ نماز کا اول وقت ہے پس آدم اٹھے اور نماز پڑھی تو وہ داغ آپ کی گردن تک اتر گیا پھر جبرئیل دوسری نماز کے وقت ان کے پاس آئے اور کہا اے آدم اٹھو اور نماز پڑھو یہ دوسری نماز کے پڑھنے کا وقت ہے پس آدم اٹھے اور وہ داغ آپ کی ناف تک دور ہوگیا پھر تیسری نماز کے وقت جبرئیل آئے اور کہا اے آدم اٹھو نماز پڑھو یہ تیسری نماز کا وقت ہے۔ پس وہ اٹھے اور نماز پڑھی تو وہ داغ گھٹنوں تک جاتا رہا۔ پھر چوتھی نماز کے وقت جبرئیل نے آکر کہا اے آدم اٹھو اور نماز پڑھو یہ چوتھی نماز کا وقت ہے پس وہ اٹھے اور نماز پڑھی۔ تو وہ داغ پاؤں تک جاتا رہا۔ پھر جبرئیل پانچویں نماز کے وقت آئے اور کہا اے آدم اٹھو یہ پانچویں نماز کا

وقت ہی پس وہ اٹھا اور نماز پڑھی تو حضرت نے آپ کو بالکل اس سے نجات دیدی پس ارشاد فرمایا خدا کی حمد و ثنا کی تو جبرئیل نے کہا کہ تیری اولاد کے گناہوں اور نماز کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ تیری اس سیاہ داغ کی تیری اولاد میں سے جو کوئی ہر دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیگا۔ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جائیگا جس طرح کہ تم اس داغ سے پاک ہو گئے

امام صادق علیہ السلام کو اوقات پنجگانہ میں جو احادیث مروی ہیں ان میں بعض ضروری اوقات کی تمیز کرنے کیلئے نمونہ ذیل چند ایک حدیث درج کرنے کے قابل ہیں

(۱) وقت الظهر اذا زالت الشمس	(ترجمہ) ظہر کا وقت ہے جبکہ سورج ڈھل جائے
(۲) وقت العصر الی غروب الشمس	(ترجمہ) عصر کا وقت آفتاب کے ڈوبنے تک ہے
(۳) وقت المغرب حین تغیب الشمس	(ترجمہ) نماز شام کا وقت جبکہ سورج ڈوب جائے
(۴) قال ابو جعفر لابی بصیر [illegible] فی العصر صلوها والشمس بیضاء نقیة کتاب من لا یحضره الفقیہ باب مواقیت الصلوۃ باب علت وجوب خمس صلوۃ فی خمس مواقیت۔	(ترجمہ) فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے ابی بصیر سے کہ عصر کے وقت میں لوگ جلدی عصر کی نماز پڑھیں حالانکہ سورج ابھی خوب روشن ہو۔

لطیفہ۔ ایک شیعہ حنفیوں کو ایک موقع پر شام کی نماز میں شریک ہونے کے لئے عرض کیا گیا۔ فرمایا کہ آپ پہنچیے ہم پڑھ لیں گے۔ ایک صاحب نے عرض کی کہ صاحب وقت تو پھر جاتا رہیگا۔ پھر انہوں نے جواب دیا کہ میرے لئے رات کے دو بجے تک وسعت وقت ہے۔

جناب علی علیہ السلام نے ایک خطبہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات جداگانہ بیان فرمائے ہیں۔ اما بعد فصلوا بالناس الظهر حین تفیء الشمس مثل مربض العنز وصلوا بهم العصر والشمس بیضاء حیة فی عضو من النهار حین یسار فیها فرسخان وصلوا بهم المغرب حین یفطر الصائم ویدفع الحاج وصلوا بهم العشاء

حین یتواری الشفق الی ثلث اللیل وصلی بہم الغداۃ والرجل یعرف وجہ صاحبہ و صلوا بہم صلوۃ اضعفہم ولا تکونوا فتانین۔ نہج البلاغۃ من کتاب لہ علیہ السلام کتب الی امراء البلاد فی معنی الصلوۃ منقول از شرح ابن میثم جزء ۵ مطبوعہ ایران

(ترجمہ) امابعد پس نماز پڑھو ساتھ لوگوں کے ظہر کی اس وقت کہ آفتاب ڈھلجائے اور بقدر سایہ دیوار اس جگہ کے جہاں بکریاں باندھتے ہیں اور نماز عصر پڑھو اس حالت میں کہ سورج خاصہ روشن ہو اور اسکے دو حصے میں اسقدر رہ جائے کہ دو فرسخ تک چل سکیں۔ اور مغرب پڑھو جب کہ روزہ افطار کیا جاتا ہو اور حج کرنے والے عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے ہیں۔ اور نماز خفتن پڑھو جبکہ شفق غائب ہو جاتو اسوقت سے لیکر تہائی حصہ رات تک اور نماز فجر پڑھو اسوقت کہ آدمی اپنے ساتھی کا منہ شناخت کر سکے اور حالت میں نماز میں ضعیفوں کا خیال رکھو یعنی زیادہ قرأت نہ پڑھو اور لوگوں کو مبتلائے تکلیف نہ بنو۔

(۲) جناب علی علیہ السلام نمازوں کو پابندی اوقات مقررہ پر پڑھنے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں صل الصلوۃ لوقتہا الموقت لہا ولا تعجل وقتہا لفراغ ولا تؤخرہا عن وقتہا لاشتغال واعلم ان کل شیء من عملک تبع لصلوتک" نہج البلاغہ جزء ۲ صفحہ ۸

(ترجمہ) نماز کو اسکے وقت مقررہ پر ادا کرو اور فرصت پا لینے کے لئے اسکو قبل از وقت نہ پڑھو۔ اور کسی شغل کی وجہ سے اسکو ملتوی نہ کرو۔ یاد رکھو کہ تیرے سب کاروبار سے نماز مقدم ہے [illegible]

(۳) ایضاً جناب علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے فرزند میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ نماز وقت فضیلت میں بجا لانا اور زکوٰۃ وقت پر مستحقوں کو پہنچانا

الوصایا الحسین روز مطبوعہ لکھنؤ باب ۳ فصل ۲ صفحہ ۲۴

(۴) وقد دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسجد وفیہ ناس من اصحابہ فقال تدرون ما قال ربکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان ربکم یقول ان ہذہ الصلوات الخمس المفروضات من صلاہن لوقتہن وحافظ علیہن لقینی

يوم القيامة ولا عندي عهد ادخله الجنة ومن لم يصلهن لوقتهن ولم يحافظ عليهن فذلك الي ان شئت عذبته وان شئت غفرت له

وقال الصادق عليه السلام اول ما يحاسب به العبد على الصلوة فاذا قبلت قبل سائر عمله واذا ردت عليه رد سائر عمله

وقال عليه السلام ان العبد اذا صلى الصلوة في وقتها وحافظ عليها ارتفعت بيضاء نقية تقول حفظتني حفظك الله واذا لم يصلها لوقتها ولم يحافظ عليها ارتفعت سوداء مظلمة تقول ضيعتني ضيعك الله (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ)

(ترجمہ) اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں آپکے اصحاب بھی بیٹھے تھے پس فرمایا جانتے بھی ہو تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے انہوں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں تو فرمایا کہ تمہارے رب نے کہا ہے کہ یہ پانچ نمازیں فرض ہیں جس نے انکو وقت مقررہ پر ادا کیا اور انکی محافظت کی قیامت کے دن میرے سامنے حاضر ہوگا اور اسکے ساتھ اقرار ہوگا کہ اسکو بہشت میں داخل کرونگا۔ اور جو وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔ اور ان کی حفاظت نہیں کرتے تو اسکا فیصلہ میری مرضی پر منحصر ہے چاہوں تو انکو عذاب دوں چاہوں تو انکو بخشدوں۔

اور فرمایا امام صادق نے کہ بندہ سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اور جو نماز اسکی مقبول ہوگئی تو باقی سب اعمال بھی مقبول ہو جائینگے اگر یہ نامنظور ہوئی تو سب عمل رد کئے جائینگے۔ اور فرمایا امام نے کہ جب مومن نماز کو بروقت ادا کرتا اور اسکی حفاظت کرتا ہے تو اس کے سامنے ایک نور بلند ہوتا ہے اور کہتا ہے اے مومن تو نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے اور جب نماز بروقت نہیں پڑھتا اور نہ اسکی حفاظت کرتا ہے تو ایک تاریک سیاہی اٹھتی ہے جو اسکو مخاطب کرکے کہتی ہے تو نے مجھکو ضائع کردیا خدا تجھکو بھی ضائع کرے (استغفراللہ)

لطیفہ۔ آخر ماہ ستمبر و شروع اکتوبر ۱۹۱۲ء میں بمقام کوئٹہ بلوچستان ایک بہت بڑے شیعہ فاضل سے ملنے کا اتفاق ہوگیا۔ اسوقت مجھکو ان احادیث پر عبور نہ ہوا تھا۔ میں نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ شیعہ پانچ نمازوں کو مقررہ پانچ اوقات میں کیوں ادا نہیں کرتے اور صرف تین وقتوں میں پورا کر لیتے ہیں۔ جواب میں آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی جس کا خلاصہ میرے الفاظ میں یہ ہے۔

(۱) قرآن مجید میں تو تین ہی اوقات آئے ہیں اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر الخ

(۲) دنیا میں انسان کو کسب معاش بھی ضروری ہے ورنہ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ اگر ہر پہر کو وقت بھی نماز پڑھے اور عصر کے وقت بھی تو ظاہر ہے کہ اسکے کاروبار میں بڑا حرج ہوگا اسکے لئے بھی تین وقت ہی حقیقتاً مناسب ہیں۔

(۳) صحیح اوقات نماز کا دریافت کرنا بھی مشکل ہے مروجہ گھڑیاں بھی ٹھیک وقت نہیں بتا سکتیں

(۴) کسی شیخ الاسلام کی حکایت کا ذکر فرمایا کہ کچھ ضروری کام تھا ہم سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو چلتے چلتے بات چیت بھی ہوتی رہیگی پھرتے پھرتے اذان کی آواز کانوں پر پڑتی تو شیخ الاسلام جلد کسی اپنی بیوی کا بھی کام ہو جاتا۔ جلد جلد نماز کو کھڑا ہو جاتا۔ لیکن میں نے کہا کہ ہم سے ایسی بیگار کی نماز ادا نہیں ہو سکتی جب تک ذرا فراغت نہ ہو طبیعت میں اطمینان نہ ہو حضور قلب کیسے میسر ہوگا اور حضور قلب نہ ہوگا تو نماز کیسے مقبول ہوگی آخر دیر کے بعد شیخ سے باہر کسی ہمارے باغ میں چلے گئے پس میں نے کہا کہ اب ہماری نماز کی نوبت آئی آخر بکمال اطمینان وضو کیا۔ اور نماز ادا کی۔

اب جب کہ میں نے ان احادیث کو مطالعہ کیا ہے جن میں پابندی اوقات معینہ کی سخت تاکید ہے اور ان فاضل صاحب کے جوابات دل میں یاد آتے ہیں تو بڑا تعجب ہوتا ہے۔

(۵) اسمٰعیل بن سعد الاشعری القمی قال قلت للرضا علیہ السلام کم الصلوٰۃ من رکعۃ قال احدی وخمسون رکعۃ

عن فضیل بن یسار عن عبد السلام قال الفریضة والنافلة احدی وخمسون ركعة منها ركعتان بعد العتمة جالسا تعدان بركعة والنافلة اربع وثلثون ركعة۔ وقال علیه السلام كان رسول الله صلی الله علیه وآله لا یصلی من التطوع مثل الفریضة ویصوم من التطوع مثل الفریضة۔

سول عمر بن حریث ابا عبد الله علیه السلام - اخبرنی جعلت فداك عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وآله یصلی ثمانی ركعات بعد الزوال واربعا الاولی وثمانی بعدها واربع العصر وثلث المغرب واربعا بعد المغرب والعشاء الاخرة اربعا وثمان صلوٰة اللیل وثلاثا الوتر وركعتی الفجر وصلوٰة الغداة ركعتین قلت جعلت فداك وان كنت اقوی علی اكثر من هذا یعذبنی الله علی كثرة الصلوٰة فقال لا ولكن یعذب علی ترك السنة۔

عبد الله بن سنان قال سمعت ابا عبد الله یقول لا تصل اقل من اربع و اربعین۔ یحیی بن حبیب قال سألت الرضا علیه السلام عن افضل ما یتقرب به العباد الی الله عز وجل من الصلوٰة قال ست واربعون ركعة فرائضه و نوافله (كتاب استبصار جزء اول كتاب الصلوٰة باب المسنون من الصلوٰة فی الیوم واللیلة صفحه ۱۱۱۲)

(ترجمہ) اسمٰعیل بن سعد الاشعری القمی نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ نمازیں کتنی رکعات ہیں تو آپ نے فرمایا اکیاون (۵۱) رکعات

فضیل ابن یسار نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ فرض اور سنت اکیاون (۵۱) رکعتیں ہیں منجملہ نماز عشا کے بعد جو دو رکعات بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں ان دو کو ایک شمار کرنا چاہیئے۔ باقی نافلہ چونتیس (۳۴) رکعات ہیں گویا صرف فرض ۱۷ رکعات ہیں

اور فرمایا امام صادق علیہ السلام نے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرضوں کے علاوہ نماز پڑھتے تھے جب بھی مثل فریضہ نماز کے پڑھتے تھے اور جب علاوہ فرضی روزوں کے روزے رکھتے تھے تو بھی مثل فریضہ روزہ کے۔

عمرو حریث نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ مجھے فرمائیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا آنحضرت صلعم زوال کے بعد آٹھ رکعات پڑھتے تھے اور پھر چار رکعات فرض اور اسکے بعد آٹھ رکعات اور عصر کی چار اور مغرب کی تین اور مغرب کے بعد چار بھی اور نماز عتمہ کی چار اور نماز شب کی آٹھ رکعات اور تین رکعات وتر اور دو رکعات فجر اور صبح کی نماز کی دو۔ راوی نے کہا قربان جاؤں اگر میں اس سے بھی زیادہ کے پڑھوں تو کیا خدا مجھکو عذاب دیگا کہ کیوں نماز میں زیادتی کی آپ نے فرمایا نہیں لیکن سنت کے ترک کرنے سے عذاب دیگا۔

عبد اللہ بن سنان روایت کرتے ہیں کہ حضرت جناب صادق علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ اکاون (۵۱) رکعات سے کم نماز نہ پڑھ۔

یحییٰ بن حبیب نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ کسقدر نماز پڑھنی اقرب ہے جس سے کہ مومنین کو قرب الٰہی نصیب ہو جائے تو فرمایا کہ فرض اور سنت ملا کر اکیاون رکعات۔

نوٹ۔ واضح ہو کہ احادیث ائمہ کرام علیہم السلام میں نماز تہجد کی بھی بڑی تاکید اور اسکے بڑے بڑے فضائل و ثواب مذکور ہیں جنکو اہل علم بخوبی جانتے ہوں گے بخوف طوالت فی الحال قلم انداز کرتا ہوں۔

(۱۱) مونچھوں کا کٹانا اور داڑھی کا بڑھانا

وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک الخ۔ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مطبوعہ مجتبائی دہلی

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں کترانا مونچھوں کا اور بڑھانا داڑھی کا اور مسواک کرنا وغیرہ۔

روایات شیعہ (۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبهوا بالیهود (الخ) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان المجوس جزوا لحاهم ووفروا شواربهم وانا نحن نجز الشوارب ونعفی اللحاء وهی الفطرة

(۲) قال الصادق علیہ السلام اخذ الشارب من الجمعة الی الجمعة امان من الجذام وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لا یطولن احدکم شاربه فان الشیطان یتخذه مخبأ یستتر به (من لا یحضره الفقیہ باب الحمامات وفضلها)

(ترجمہ) فرمایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مونچھوں کو چھوٹا کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ اور یہود سے مشابہت نہ کرو اور فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ مجوس اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور ہم مونچھوں کو کاٹتے ہیں اور داڑھیوں کو بڑھاتے ہیں اور یہی فطرت ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جمعہ بجمعہ مونچھوں کو کاٹنے سے مرض جذام سے امان میں رہتا ہے اور رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ کوئی مونچھوں کو لمبا نہ رکھے کیونکہ شیطان اس میں اپنے چھپنے کی جگہ بنا لیتا ہے۔

لطیفہ۔ بہت سے ایرانی اور بہت سے ہندوستانی داڑھی کو بالکل صفاچٹ کراتے اور مونچھوں کو بڑھا کر رکھتے ہیں نیز پنجاب میں ڈیرہ والے اور ملتانی بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں اور ان کو شہپر کہتے ہیں۔ اور طبقہ جہلاء میں شیعہ وسنی کے درمیان اسکو بھی ایک مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے ایسے لوگ ان احادیث پر غور کریں۔ اور اپنے مذہب کو بدنام نہ کریں۔

(۲) معرفت امام الزمان

جاننا چاہئے کہ معرفت امام الزمان نہایت ہی ضروری چیز ہے بغیر اسکے مومن کا ایمان

قلب نہ وہ نہیں رہ سکتا بلکہ اسکی حالت جسم بے روح کی مانند ہوگئی ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۹۶ مطبوعہ مصر حدیث معاویہ بن سفیان)

الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ کو امام زمان اور معرفت امام زمان کا شرف نصیب ہوگیا ہے خداوند برتر جل شانہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس معرفت سے بہرہ وافر بخشے اللّٰھم آمین

روایات شیعہ۔ (۱) فضیل بن یسار قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول من مات ولیس لہ امام فمیتتہ میتۃ الجاھلیۃ۔ اصول کافی کتاب الحجۃ۔ باب انہ من عرف امامہ لم یضرہ۔ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۳۲

(۲) پس جس طرح خدا و رسول کی معرفت بغیر اسلام بیکار ہے اسی طرح امام زمانہ کی معرفت بغیر بھی اسلام بیکار ہے فلذا قال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ یعنی فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ جو شخص اپنے امام زمانہ کی معرفت نہیں حاصل کرتا اور مر جاتا ہے وہ جاہل اور مشرک مرتا ہے اسواسطے ہر شخص پر واجب و لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کرے" بالفاظہٖ۔ رسالہ البرہان لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۲

نوٹ۔ واضح ہو کہ رسالہ البرہان جس کا حوالہ ابھی دیا گیا ہے موجودہ وقت میں شیعہ کے تمام اخبارات و رسائل موقتہ شیوع میں ایک ممتاز اور قابل ناز رسالہ ہے۔ زبان اردو میں لاہور بازار حکیمان سے ماہوار نکلتا ہے اسکے ایڈیٹر صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل ہیں تو تمام نگار بھی ایسے ہی فاضل بلکہ ممتاز الافاضل ہیں۔

سب سے زیادہ قابل قدر بات یہ ہے کہ شائع ہونے سے پیشتر اسکے مضامین حضرت سرکار علامہ شیخ عبد العلی صاحب ہروی الطہرانی ملاحظہ فرما لیتے ہیں۔ اور وہ اصل اسکے سرپرست بھی وہی ہیں چونکہ علامہ صاحب ممدوح کی علمیت و فضیلت تمام ذی علم شیعہ میں مسلم ہے اسواسطے اس نمبر میں اصول کافی کے بعد صرف رسالہ البرہان کے حوالے کو کافی سمجھتا ہوں۔

خطاب بہ ارباب فہم فریقین

اے شیعہ سنی برادران! آپ صاحبان کو معلوم ہو چکا ہے کہ معرفت امام زمان کس قدر ضروری ہے اور یہ بھی دیکھ لیا کہ تمام مباحث موجودہ فریقین بالکل غیر نتیجہ خیز ہیں۔ اسی سے صدہا برس کی تحقیقات سے بھی کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکا۔ بلکہ مباحث کا دائرہ ہمیشہ وسیع ہوتا گیا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ تمام تنازعات کا یک قلم سد باب ہو جائے تو اسی بحث معرفت امام زمان کو آئندہ کے لئے نصب العین بناؤ۔ امید ہے کہ کسی عقلمند کو اس حقیقت سے انکار نہ ہوگا کہ اگر آج شیعہ اپنے امام زمان کی معرفت غیر شیعہ مسلمانوں کو کرا دیں۔ اور انکا پتہ و سراغ بتلا دیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں انکے مخالفین پر اتمام حجت ہو جائیگی اور انکے تمام دعاوی حق بجانب ہو سکتے ہیں۔

وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام صداقتوں کی اصل اور تمام تنازعات کے لئے قول فیصل صرف وجود امام زمان اور معرفت امام زمان ہی ہے اور بس۔

آخری گزارش۔ غالباً تھوڑے دن ہوئے کہ جناب [illegible] اخبار روزنامہ [illegible] کے ایک سنی مولوی صاحب جن کا نام وحید الزمان وقار نواز جنگ ہے نے فریقین شیعہ و سنی میں مصالحت کی اپیل کرتے ہوئے دو تین شرطیں تجویز کی تھیں مثلاً یہ کہ شیعہ اصحاب ثلاثہ کو علانیہ تبرا نہ کہیں اور امیر معاویہ پر شیعہ تبرا کہیں۔ اہلسنت براءة منائیں۔ اور علاوہ ازیں مجالس عزاداری شیعہ میں سنی بھی شامل ہوا کریں۔

اسی کی تقلید میں یا از خود مولوی شیخ غلام حسین صاحب معلم دینیات شیعہ علیگڈھ کالج نے [illegible] کا عرصہ ہوا کہ شرائط مجوزہ مذکورہ کو بہ تفاوت قلیل بڑی آب و تاب کے ساتھ اخبار الہلال کلکتہ مطبوعہ [illegible] ستمبر ۱۹۱۳ء میں شائع فرمایا جس پر فریقین نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ ملاحظہ ہو الہلال مطبوعہ [illegible] نومبر و [illegible] دسمبر ۱۹۱۳ء۔

جن صاحبان کو ہر دو مولوی صاحبان [illegible] کی مجوزہ شرائط کا علم ہے امید ہے کہ اس مضمون کو خاص دلچسپی سے ملاحظہ کرینگے تعجب تو یہ ہے کہ دونوں صاحبوں نے ایسی شرائط تجویز کیں۔ جن سے

ہر دو فریق کے معتقدات کو صدمہ پہنچتا ہو۔ اور اسی لئے اُنکی اپیل پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اور نہ آئندہ امید ہے حالانکہ اتفاق کے مشتاق بہت ہیں۔ بمقابلہ اُنکے خاکسار نے کوئی شرط تجویز نہیں کی بلکہ چند مسائل ایسے منتخب کئے ہیں جن پر اکثر فریقین کے درمیان وقتاً فوقتاً نزاع ہوتا رہا ہو۔ اور اب بھی ہوتا ہو اور اپیل اگرچہ میری طرف سے ہو لیکن وجوہات اپیل اور دلائل وشواہد میرے تجویز کردہ نہیں ہیں۔

میں درخواست کرتا ہوں کہ شیعہ صاحبان میری اپیل نہ سنیں۔ مجھے اُنکے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن کیا وہ اپنے ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث واخبار سے بھی انکار کر سکتے ہیں جنکا بیجا ذخیرہ میں کتب معتبرہ سے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جمع کیا گیا ہو۔ پھر میں کہتا ہوں کہ وہ سنیوں سے بھی اتفاق نہ کریں۔ وہ صرف اپنے اماموں کے احکام پر ہی کاربند ہو جائیں۔ پھر میرا دوسرے حاشیاں اتفاق فریقین ان شاء اللہ العزیز خود دیکھ لیں گے کہ اتفاق ہوتا ہی یا نہ ہوتا۔ ہاں اگر احادیث واحکام ائمہ کرام علیہم السلام کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور آبائی تقلید کو ترک کرنا دشوار معلوم ہو تو وہ دوسری بات ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(راقم [illegible])

مجموعہ الہامات حضرت اقدسؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جس قدر خدا کی وحی از یوم بعثت تا یوم الوصال نازل ہوئی اور جتنے کشوف و رؤیا ہوئے مع مختصر تشریحات و تاریخ نزول بالترتیب تین حصوں میں چھپ گئے ہیں۔

البشریٰ حصہ اول قیمت ۴؍

" " دوم " ۸؍

مکاشفات " ۲؍

مگر تینوں کا ست صرف [illegible] ہے۔ حصہ دوم کی بھی بہت جلد ختم ہونیوالا ہے جلدی کا انتظار کریں۔ ملنے کا پتہ مینیجر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

معارف قرآن

(حضرت سیدنا حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے [illegible] سے درج)

لقاء اللہ سے کیا مراد ہے

مسلمانوں میں ایک یہ بھی بحث ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں
حضرت عائشہؓ کا مذہب تھا کہ نہیں دیکھ سکتے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب کسی نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ھو نور انی اراہ اور لا تدرکہ الابصار بھی اسی
مذہب کی تائید کرتی ہے اور بخاری کی کتاب بدء الخلق میں حدیث ہے من زعم ان محمداً رای ربہ فقد
اعظم جس نے بیان کیا کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا اسنے بڑی بات کہی اور جو لوگ مذہب رکھتے ہیں کہ دیکھ سکتے
وہ بھی اپنی طرف سے بعض دلائل پیش کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو با اعتبار اس کی
ذات اور حقیقت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا ہاں جو نیک لوگ ہیں وہ اپنی استعداد فطری کے
مطابق اس کا تمثل دیکھتے ہیں اسلئے وہ تو درست ہے لیکن قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ
میں لقاء سے مراد عذاب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سخت عذاب میں منکر سے منکر دہریہ بھی خدا تعالیٰ
کی ہستی کا اقرار کر لیتا ہے اور گویا اللہ تعالیٰ اسکے سامنے آ جاتا ہے اور عام اسلامی کتب کے محاورہ میں
اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یا ملائکہ کے آنے سے عذاب ہی کا آنا مراد ہوتا ہے۔

وما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو

ہر حرکت کے ساتھ آرام رکھا گیا ہے ایک دفعہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان
مسلسل کام نہیں کر سکتے جب دن چڑھتا ہے لوگ کام کرنے لگتے ہیں تو
ایک وقت ایسا آتا ہے کہ شام کا پردہ پڑ جاتا ہے اور لوگ آرام کرتے ہیں اسکے پھر صبح تک آرام ہو جاتا
ہیں۔ اسی طرح عالم صحیفہ قدرت میں دیکھو ایک شاخ بہار میں برگ و بار لاتے ہیں دوسرے وقت
بالکل سوکھے گویا کسی کام کے نہیں غرض ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو ایک غور کرنیوالے کو ملتے
جاتی ہیں انسان کے پیدا ہونیکی غرض خالص عبادت ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
مگر چونکہ ہر وقت عبادت سے ایک قسم کا ملال پیدا ہونا ضروری ہے اسلئے دنیا کے ساز و سامان رکھ دیئے
کہ کچھ دیر انکی طرف توجہ کرکے انسان تازہ دم ہو جیسے طالبعلموں کی مدرسہ میں پڑھنے سے اصل غرض

حصول علم ہو مگر انہیں کھیل کیواسطے کبھی وقت دیا جاتا ہو جبکہ انسان کا اصل مقصود عبادت ہے اور دنیا کی آرائش کے سامان تسکین روح کے لئے ہیں چنانچہ نبوی کے لئے فرمایا اشغلوا فیہا۔ اور نبی کریم صلعم اپنی زوجہ عائشہ صدیقہ سے فرمایا کرتے ارحنی یا عائشہ پس یہ مختصر سے اسباب ہیں کہ حیوۃ الدنیا کو لعب و لہو فرمایا۔

نبی کا انکار خدا کا انکار ہے

اللہ تعالے فرماتا ہے فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ یہ لوگ تجھے نہیں جھٹلاتے تجھے جھوٹا نہیں کہتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں۔

نبی کریم صلعم کو نبوت سے پہلے انہی منکروں نے امین و صدوق کا خطاب دے رکھا تھا جب آپ نے دعویٰ کیا تو اسوقت بھی ان کے ہاں آپ کے پاس آتی ہو کہ اگر ہم آپکو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں حسین سے حسین عورت نکاح میں دیتے ہیں۔ تمام عرب کا زر و مال تیرے قدموں میں لا ڈالتے ہیں مگر ہم تیرے مصلحت و مشورے سے کر لیکا عہد کرتے ہیں۔ مگر یہ دین کی تبلیغ چھوڑ دو جس سے واضح ہو گیا کہ آپ کے کیرکٹر پر ان کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ آپکو سب نیک و راستباز یقین کرتے۔ باوجود اسکے پھر آپ کو جھوٹے نبوت کے دعویٰ میں اگر یہ کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا جحود انکار کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کا بھی یہی معاملہ ہے دعویٰ ماموریت سے پہلے زندگی کے ایام آپکے چالیس سال گزرے ان کے متعلق اب بھی ان مخالفوں کو علی الاعلان خدا کی قسم دے کر پوچھ لو آپ کی زندگی پر کوئی عیب نہیں لگا سکتے نہ لگا سکے۔ آپ سیالکوٹ میں بھی سات سال تک رہے خود وہاں جا کر مخالفوں کو پوچھ لے کہ ہی کہہ کہ بتائے اس میں کوئی عیب کوئی قابل اعتراض بات نہیں پائی حالانکہ آپکا کام اسوقت ایسا تھا کہ جس میں خواہ مخواہ مکروہات دنیوی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے یہ ہے صداقت کا ثبوت اور یہ وجہ ہے کہ نبی کا انکار خدا کا انکار ہے نبی کی تکذیب خدا کی تکذیب ہے مدعیان موعودین اللہ کے منکر اسپر غور کریں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ

اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ
اس آیت کے معنی سمجھنے سے پہلے چند امور ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔

اوّل یہ کہ نبی کریم پر بہت سے نشان آئے جب ہی تو فرمایا ہے وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ۔ اور اسی رکوع میں اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً فرما کر بتایا کہ میں آیت تجویز کرتا ہوں، اور پھر ایک اور آیت بتائی یعنی یہ کہ تمہاری لاشوں کو نوچ نوچ کر کھا جائینگے جیسا کہ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ سے ثابت ہے۔

دوم یہ کہ انبیاء بڑے صابر ہوتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بے حوصلہ وہ ہوتا ہے جو کچھ قدرت رکھتا ہو مگر جو عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا فرستادہ ہو وہ گھبرائے کیوں لگا چنانچہ خود فرمایا وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا یعنی تجھ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے مگر انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا۔

سوم یہ کہ نبی کریم صلعم جب بہت سے نشانات نازل ہو چکے تھے تو وہ کسی نشان کے لئے ایسے کلمات نکالنے لگے تھے جو خدا کی جناب میں ناپسند ہوتے۔

چہارم یہ کہ نبیوں پر یہ حقیقت خوب واضح ہوتی ہے کہ کل دنیا تو کبھی بھی مسلمان نہیں ہو سکتی وہ ایسا نشان نہیں چاہتے جس سے دنیا الٰہی [illegible] جبراً بنجائے۔

پنجم یہ کہ نبی کریم کے بارے میں آیا ہے اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ ۚ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ یعنی میں بلکہ میرے ساتھ علی بصیرۃ خدا کی طرف بلاتے ہیں آپ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ کے مخاطب نہیں ہونگے۔

ششم یہ کہ بعض وقت خطاب نبی سے ہوتا ہے مگر اس سے مراد آپ بالکل نہیں ہوتے جیسے کہ لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ میں کیونکہ آپ کے ماں باپ اس وقت تھے ہی نہیں۔ ان امور کو زیر نظر رکھتے ہوئے جب ہم اس آیت کے معنے کریں تو اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ میں آپ مراد نہیں ہیں بلکہ ادنیٰ درجہ کے مومن ہیں جو گھبرا اٹھے ہیں۔ انکو فرمایا ہے کہ تم زمین میں سرنگ نکال لو یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشان لا سکتے ہو تو پھر لے آؤ۔ دوسرا اسکے یہ معنی ہیں کہ اگر تم پر

ان لوگوں کا اعراض گراں گذرتا ہے تو تم نفقاً فی الارض یعنی زمینی اسباب سے خوب کام لو۔ یعنی تبلیغ خوب کرو۔ اور سلم فی السماء یعنی آسمانی مدد کے لئے دعائیں کرو پھر خدا کوئی نیا نشان دکھادیگا مگر یاد رہے کہ تمام کو ہدایت پر جمع کرنا سنت اللہ کے خلاف ہے پس اس سنت الٰہی سے بے خبر نہ ہو یا غلطی سے وہی ہدایت پاتے ہیں جو دل سے سنتے اور اپنے اندر قبولیت کا مادہ رکھتے ہیں۔ اور جو مردے ہیں ان کو اللہ قیامت ہی کو اٹھائیگا وہاں حق ان پر کھلیگا۔

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعایت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصل قیمت	رعایتی قیمت
		مجلد	مجلد
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے ہفتم تک	۱۲/	۵/
پنج بیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	۲/	۱/
احسن القصص	سورۂ یوسف مترجم اردو مع تفسیر [illegible]	۱/۴	[illegible]
در ثمین فارسی	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں	۶/	۳/
در ثمین اردو	" اردو نظمیں	۳/	۲/
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۴/	۲/
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	۸/	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	[illegible]	[illegible]
ترجمۃ القرآن پ۱ پ۲ پ۳ ہر ایک	مولفہ شیخ یعقوب علی صاحب	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ	مختلف بزرگان قوم کی تقریریں	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری احکام	[illegible]	[illegible]
النصح	تائید سلسلہ	۲/	۱/
رد چکڑالوی	رد فرقہ چکڑالوی	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	خلاصہ مضمون	قیمت
ادعیۃ الاحادیث	احادیث کی دعائیں جو مختلف حالات و اوقات کے متعلق رسول کریم صلعم نے فرمائیں	۱/
صادقوں کی روشنی	حضرت مسیح موعود کی وفات پر بعض اعتراضوں کا دندان شکن جواب	۲/
البرق	رد شیعہ	۱/
طبیب روحانی	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے [illegible] کے پڑھنے کا اثر	۱/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب [illegible] رقعہ [illegible] اپنی [illegible]	-/
خصوصیات مسیح موعود	وہ امور جو خصوصیات ہیں [illegible]	-/
فائل تشحیذ [illegible]	معارف و حقایق کا خزانہ عجیب علمی مضامین [illegible]	[illegible]
ادعیۃ القرآن	قرآن مجید کی تمام دعائیں [illegible] ترجمہ [illegible] لطیف مضمون ہے	۲/
رسالہ تشحیذ جنوری ۱۹۱۲ء	حضرت مرزا صاحب کے ملہم ہونے کے دلائل	۳/
رسالہ تشحیذ جولائی ۱۹۱۲ء	حضرت مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دلائل	۳/
رسالہ تشحیذ اگست ۱۲ء	صوم رمضان کے متعلق تمام مسائل [illegible]	۳/
رسالہ تشحیذ ستمبر ۱۹۱۲ء	[illegible]	۳/
رسالہ تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۲ء	آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں [illegible]	۳/
رسالہ تشحیذ نومبر ۱۲ء	عید الضحیٰ قربانی کی [illegible] اور اسکے مسائل	۳/
رسالہ دسمبر ۱۹۱۲ء	[illegible]	۳/

قیمت		
[illegible]	نبی کریم صلعم [illegible] کے صفات	تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء
[illegible]	مسیحی [illegible] دلیل	تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء
[illegible]	تفسیر [illegible]	تشحیذ جون ۱۹۱۳ء
[illegible]	[illegible] کے صفات	تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء

[illegible]	ہدایات		[illegible]	[illegible] حصہ دوم
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	اسلام کی [illegible] کتاب [illegible]		[illegible]	اسلام کی پہلی کتاب
[illegible]	لیکچر [illegible]		[illegible]	معیار حق
[illegible]	[illegible]		[illegible]	لیکچر [illegible]
[illegible]	[illegible]	ترجمہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	مکتوبات [illegible]		[illegible]	الاسماء الحسنیٰ
[illegible]	[illegible]		[illegible]	مکتوبات احمدیہ حصہ دوم
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible] حصہ دوم
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	عصمت الانبیاء
			[illegible]	کسر صلیب

یہ سب کتابیں مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کیجیے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۹۴

Digitized by Khilafat Library

جلاب کی گولیاں

[illegible]

نمبر ۳ جلدی بیماری کی دوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت
اسٹریٹ کلکتہ

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۵ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذالاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

پسر موعود جس کا دوسرا نام مصلح موعود ہے ۱-۳۲ ایڈیٹر

مسئلہ بروز ۳۲-۴۰ محمود

امر خلافت ۴۰-۴۵ اکمل

وفات مسیح پر چند دلیل - محمد

ٹائٹل پیج اشتہارات

مکتوب ج - د

قیمت سالانہ ... طلبہ کے ... غیر ممالک ...

باہتمام ... پریس قادیان ... عبد السلام ... شائع کیا

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعائت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک	مجلد ۱۱ر	مجلد ۸ر
پنج بیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	۲ر	لہ
احسن القصص	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ [illegible]	۴ر	۱ر
درثمین فارسی	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں	۶ر	۵ر
درثمین اردو	" اردو نظمیں	۳ر	۲ر
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۴ر	۱ر
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	صر	عہ
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	لہ	۵ر
ترجمۃ القرآن پ ۱ پ ۲ پ ۳ پارہ	مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب	سے	عہ
تحفہ سالانہ	مختلف بزرگان قوم کی تقریریں	عہ	۲ر
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری احکام	عہ	۴ر
منصح	تائید سلسلہ	۲ر	۱ر
رد چکڑالوی	رد فرقہ چکڑالوی	۵ر	۲ر
اربعین الاحادیث	احادیث کی [illegible] جو مختلف مقامات وحالات کے مناسب رسول کریم صلعم نے فرمائی ہیں		۱ر
صادقوں کی روشنی	حضرت مسیح موعود کی ذات پر [illegible]		۲ر
البرق	رد شیعہ		۱ر
طبیب روحانی	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث [illegible]		۱ر
مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری	تمام [illegible]		

تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی
خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ
قائم رکھیگا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ میں تجھے
اٹھاؤنگا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں
اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے
ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں
ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا
تجھے بکلی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص
اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت
دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر
تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا
انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کریگا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص
اپنا اپنا اجر پائیں گے۔"

الہام مسیح موعود مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

صفحہ ۴ کالم ۲

یہ رسالہ جس کا نام ہے

پسرِ موعود

اور دوسرا نام ہے

مصلح موعود

اللہ بخش پریس قادیان میں چھپا

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا | جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا | دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
درثمین صفحہ ۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی ہی پسر موعود و مصلح موعود ہیں۔ خود حضرت اقدس جناب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعیین کردی ہے۔ اور تمام علامات و نشانات جو پسر موعود کے بارے میں ہیں وہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب ممدوح کو ہی پسر موعود ٹھہراتے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ ثبوت کے لئے اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھیں۔

جن اشتہارات وکتب میں پسر موعود کا ذکر ہے انہیں سے چھ قسم کا ذکر اس رسالہ میں ہے۔ اوّل پسر موعود کی پیشگوئی۔ دوم پسر موعود کی علامات کا ذکر۔ سوم پسر موعود کے مرتبہ کا ذکر۔ چہارم پسر موعود کی میعاد۔ پنجم پسر موعود کے ہم۔ ششم پسر موعود کی تعیین۔

اس رسالہ میں پورا اشتہار یا پوری کتاب نقل نہیں کی جائے گی بلکہ جو

✤ جن اشتہارات میں پسر موعود کا ذکر آتا ہے ان میں سے ہر ایک اشتہار کی پوری اور مسلم نقل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مجموعہ کی صورت میں الگ ہو کر شائع ہو جائیگی۔ اور کتب میں سے صرف ان مقامات کی نقل ہوگی۔ منہ

حصہ پسر موعود کے متعلق مذکورہ بالا پانچ باتوں کے بارہ میں ہوگا وہی لیا جائیگا وباللہ التوفیق۔

سب سے پہلے زبانی طور پر ۱۸۸۶ء کے شروع میں حضرت اقدس نے پسر موعود کی پیشگوئی کو شایع فرمایا۔ جیسا کہ اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے صفحہ اول کالم ۲ سطر ۲ سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں: "یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرمپت ساکنان قصبہ قادیاں ہیں۔"

پھر اسکے بعد اس بارہ میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا اشتہار شایع فرمایا۔ پسر موعود کے متعلق یہ سب سے پہلی تحریر ہے۔ یہ اشتہار اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء میں بطور ضمیمہ چھپا تھا۔ ذیل میں اس اشتہار کے اس حصہ کی نقل جو پسر موعود کے بارے میں ہے کی جاتی ہے۔ اور اس حصہ میں بھی وہ حصہ جو بشیر اول* کے متعلق ہے چھوڑ دیا گیا ہے اسکی جگہ نقاط ڈالدئے گئے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ جس لفظ سے جس لفظ تک عبارت چھوڑی گئی

* ایک لڑکا ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو بروز یکشنبہ پیدا ہوا تھا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو یکشنبہ ہی کے دن فوت ہو گیا تھا اسکا نام بشیر احمد تھا اسی کو بشیر اول کہتے ہیں دیکھو اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء جو سبز اشتہار کے نام سے مشہور ہے۔ اسکا پہلا صفحہ پہلی دو سطریں۔ منتظم

* حضرت اقدس سبز اشتہار کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۹ میں فرماتے ہیں: "اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب

ہے وہ بشیر اول کے متعلق تھی حاشیہ صفحہ ہذا میں دیا گیا ہے۔ باقی حصہ صفحہ ۳ کے کالم اول سطر ۹ سے لیکر کالم ۲ سطر ۲۲ تک یہ ہے۔

"الہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عز اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو

۹ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ پھر اسی سبز اشتہار کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۲ میں ۲۰ فروری والے اشتہار کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں۔ "بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔" پس اس قدر تک عبارت چھوڑی گئی ہے اس کا ثبوت دیا گیا اور جس قدر سے عبارت چھوڑی نہیں گئی اس کا ثبوت یہ ہے۔

سبز اشتہار صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۱۶ فرماتے ہیں: "۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے یہ مہمان درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے یعنی گناہ سے بکلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے .... یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔"

پس جو عبارتیں چھوڑی گئی ہیں یعنی وہ حصہ جو بشیر اول کے حق میں ہے اس کی

تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں
کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور
اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور
رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا
نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔
اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں
موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے
ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ
لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے
اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ
سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین
لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان
نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک
رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی
نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ
ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے
ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔۔۔
۔۔۔ اس + کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا

پسر موعود کی پیشگوئی

شکوہ ہے۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور
بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک
ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔" منقول مجمع

+ اس کی تعبیر بشیر اول کی طرف ہے دیکھو سبز اشتہار صفحہ ۱۰ ۔ اور اگر اس کی تعبیر خود پسر موعود کی طرف لی جائے تب بھی عبارت سطر ہے۔ منہ

وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امرًا مقضیا"

مثلث اور مربع

مثلث اور مربع

اس کے بعد ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء والا اشتہار ہے۔ اس کے صفحہ کالم اول سطر ۹ سے کالم ۲ سطر ۸ تک یہ عبارت ہے۔ "یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور در حقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردہ کے زندہ

کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الہٰی میں دعا کرکے ایک روح واپس منگوایا جائے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیا علیہم السلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا ہے جسکے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا تھا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اسکو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اسکا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رزیل یا دنیا پرست کی جو اشر من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اسجگہ بفضلہ تعالےٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کرکے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔"

پھر اسی اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے صفحہ اول کالم اول سطر

ہوا میں پسر موعود کے لئے نو برس کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں "ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

پھر اسکے بعد ۸ اپریل ۱۸۸۶ء والا اشتہار ہے۔ اس میں صفحہ اول سطر اول سے سطر ۸ تک یہ عبارت ہے۔ "واضح ہو کر اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد٭ جو **پسر موعود** کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اسکے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اسکی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر ایک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسی عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہوکر ایسی خبر کا ملنا بیشک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔"

اس کے بعد اشتہار محک اخیار و اشرار ہے۔ اس میں اگرچہ تاریخ طبع نہیں لیکن اسکے اندر جو تحریریں لکھی ہوئی ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اشتہار ۱۸ جون ۱۸۸۶ء کے بعد اور بشیر اول کے پیدا ہونے سے پہلے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی اسکی پیدائش سے

٭ نو برس کی میعاد ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء کو ختم ہوتی ہے۔ منظور محمد

چند روز بعد کا ہے اس کے صفحہ ۲ کالم اول سطر ۲۱ سے کالم ۲ سطر ۲ تک کی عبارت یہ ہے۔ "اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے۔"

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۱۵ میں لکھا ہے۔ "اب تولد فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعائنہ پیش ہو سکیں اور نہ اب کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تا وہ مدت کے بعد نکالا جائے بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔"

اس کے بعد ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء والا اشتہار ہے۔ اس کے تتمہ کے صفحہ ۲ سطر ۳ میں یہ عبارت ہے۔ "ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام **محمود احمد** ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔" آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ اشتہار ۱۰ جولائی کی یہ عبارت پسر موعود کے لئے ہے۔

اس کے بعد اشتہار تکمیل دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ یاد رہے کہ یہ اشتہار **سبز اشتہار** کے نام سے مشہور ہے کیونکہ یہ سبز کاغذ پر چھپا ہوا ہے اس کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۷ میں فرماتے ہیں۔ "اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہو جائیں گے دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو مطابق پہلی پیشگوئی* کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور **دوسرا لڑکا**

* پہلی پیشگوئی سے مطلب اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی ہے اس پیشگوئی

[illegible]

جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام **محمود** ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق **اپنی میعاد کے** اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اُس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اُسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔"

یہاں سے معلوم ہوا کہ دوسرا بشیر جس کا دوسرا نام محمود ہے
وہی لڑکا ہے جس نے نو برس کی میعاد میں پیدا ہونا ہے اور جس نے نو برس کی میعاد میں پیدا ہونا تھا وہ
پسر موعود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دوسرا بشیر جس کا دوسرا نام محمود ہے پسر موعود ہے اب سے ناظرین آئندہ جہاں کہیں حضرت اقدس کی تحریر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دوسرا بشیر پیدا ہو گیا یا یہ لکھا ہوا ہے کہ محمود پیدا ہو گیا تو اس سے یہ مطلب سمجھنا چاہئے کہ پسر موعود پیدا ہو گیا۔ اس بات کو خوب یاد رکھیں آگے چلکر کام آئے گی۔

* اس کی عبارت صفحہ ۹ کالم اول سطر ۶ میں یہ ہے: "تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے" اور ایک لڑکا جو پیدا ہو کر فوت ہو گیا وہ بشیر اول تھا۔ منہ

* یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا لڑکا جسکو **دوسرا بشیر** کہا گیا اور جس کا دوسرا نام **محمود** بتلایا گیا پسر موعود ہی ہے کیونکہ پسر موعود ہی کے لئے نو برس کی میعاد مقرر کی گئی ہے اور اسی عبارت میں جو یہ لکھا ہے کہ دوسرا لڑکا [illegible] والے اشتہار کی طرف حوالہ دیا ہے جہاں لکھا ہے ایک اور لڑکا اور جلد دوسرا [illegible]

پھر اسی سبز اشتہار کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۲ میں لکھا ہے "دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالٰے دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک **دوسرا بشیر** تمہیں دیا جائیگا جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللّٰہ ما یشاء اور خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ **فروری ۱۸۸۶ء** کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت **دوسرے بشیر** کی نسبت ہے"

اب یہاں سے پھر دوبارہ معلوم ہوا کہ **دوسرا بشیر** جس کا نام **محمود** بھی ہے **پسر موعود** ہے کیونکہ اس تحریر میں بیس فروری والے اشتہار کا حوالہ دیا گیا ہے اور بیس فروری والا اشتہار پسر موعود کے بارے میں ہے۔ لہذا اب آئندہ جہاں کہیں یہ لکھا ہوا ملے کہ محمود پیدا ہوگیا تو اس سے یہی سمجھنا چاہئیے کہ پسر موعود پیدا ہوگیا۔ اس بات کو خوب یاد رکھیں۔ آگے چل کر آپ کتنا دیکھ لیں گے کہ حضرت اقدس

پسر موعود ہے لہذا ثابت ہوا کہ وہ جولائی والا اشتہار بھی پسر موعود کے متعلق ہے۔ پھر آگے چل کر اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء سے بھی یہ ثابت ہو جائیگا۔ منہ

نے صاف صاف لکھدیا ہے کہ **محمود** پیدا ہو گیا۔

مصلح موعود

چند اور نام

پسر موعود کی ایک اور علامت

پھر اسی سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ حاشیہ سطر ۲۳ میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "**مصلح موعود** کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اُس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا پس **مصلح موعود** کا نام الہامی عبارت میں **فضل** رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا **محمود** اور تیسرا نام اسکا **بشیر ثانی** بھی ہے اور ایک الہام میں اسکا نام **فضل عمر** ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اُسکا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اُس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا"

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی جس کی کچھ عبارت یہاں حضرت اقدس نے نقل فرمائی ہے چونکہ پسر موعود کے بارے میں ہے لہذا مصلح موعود کا لفظ جو اس عبارت میں آیا ہے اس سے مراد پسر موعود ہی ہے (آئندہ یاد رہے کہ پسر موعود کا دوسرا لقب مصلح موعود بھی ہے) پس اب سہ بارہ یہاں سبز اشتہار کے اس تیسرے حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ **محمود پسر موعود** ہی کا نام ہے لہذا آئندہ جہاں کہیں یہ لکھا ہوا پایا جائے کہ **محمود پیدا ہو گیا** تو اس سے یہی سمجھنا چاہیئے کہ **پسر موعود پیدا ہو گیا**۔

ناظرین! ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔وہ یہ کہ اوپر جو تین حوالے سبز اشتہار کے دئے گئے ہیں ایک صفحہ ۷ کا ایک صفحہ ۱۰ کا۔ ایک صفحہ ۱۸ کا۔ تو ان تینوں حوالوں میں پسر موعود ہی کا ذکر ہے لہذا آئندہ جہاں کہیں سبز اشتہار کا حوالہ دیا جائے اور یہ لکھا ہوا پایا جائے کہ یہ لڑکا سبز اشتہار کے مطابق اور سبز اشتہار کی پیشگوئی اور وعدہ کے موافق پیدا ہوا تو اس لڑکے سے مراد پسر موعود ہی سمجھنا چاہئیے۔

ان دو* باتوں کو سمجھ کر کہ محمود کے پیدا ہونے سے کیا مراد ہے اور سبز اشتہار کے مطابق لڑکا پیدا ہونے سے کیا مراد ہے اب میں تعیین کا ذکر کرتا ہوں۔ ذیل میں تین قسم کی تعیین کا ذکر کیا جائیگا اوّل حضرت اقدس کی تعیین۔ دوئم علامات کے ذریعہ سے تعیین۔ سوئم حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کی تعیین۔

حضرت اقدس کی تعیین

سبز اشتہار کے بعد ۱۰ جنوری ۱۸۸۹ء والا اشتہار ہے۔ اس کے صفحہ ۳ کے حاشیہ میں سے سطر اول سے سطر ۸ تک کی نقل یہ ہے۔ (اس میں تعیین نہیں بلکہ تعیین اس سے آگے ہے)

"خدائے عز و جل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا

* ناظرین ان دو باتوں کو خوب یاد رکھیں ابھی عنقریب ان سے کام پڑیگا۔ منہ

جس کا نام **محمود** بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹۔ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر **بشیر** اور **محمود** بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا **مصلح موعود** اور **عمر پانے والا** ہے یا وہ کوئی اور ہے۔"

یہاں حضرت اقدس نے یہ نہیں فرمایا کہ محمود پیدا ہو گیا یا سبز اشتہار والا لڑکا پیدا ہو گیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ **ایک** لڑکا پیدا ہوا ہے اسکا نام ہم نے بطور تفاؤل محمود اور بشیر رکھا ہے کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دیجائے گی۔

اب کتاب سراج منیر مطبوعہ مئی ۱۸۹۷ء کی عبارت پر نظر ڈالو۔ اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء سے آٹھ سال بعد صفحہ ۳۱ میں بعد انکشاف کامل اطلاع دیتے ہیں۔

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائیگا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے **سبز ورق** کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ **وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا** ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔" حاشیہ: **سبز اشتہار** میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا تریاق

ہونے کا وعدہ تھا **سو محمود پیدا ہو گیا**۔"

ناظرین! یہ ہے اطلاع اور یہ ہے **تعیین**۔

سراج منیر کی عبارت کا اور ۱۰ جنوری والے اشتہار کی عبارت کا مقابلہ کرو ۱۰ جنوری والے اشتہار میں تو فرماتے ہیں کہ سبز اشتہار میں ایک لڑکے کا وعدہ تھا **سو ایک لڑکا** پیدا تو ہو گیا ہے مگر معلوم نہیں کہ یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن یہاں سراج منیر میں فرماتے ہیں کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کا وعدہ تھا اور جس کا نام محمود بتلایا گیا تھا **وہ لڑکا پیدا ہوا**۔ دیکھو دونوں عبارتوں میں کس قدر بیّن فرق ہے۔ ۱۰ جنوری والے اشتہار میں تو علم نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہاں سراج منیر میں کامل علم پایا جاتا ہے وہاں فرمایا **ایک لڑکا** یہاں فرمایا **وہ لڑکا**۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بعد کامل انکشاف کے سراج منیر میں یہ عبارت لکھی گئی۔

اور یہ تو ناظرین کو خوب معلوم ہے کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کا وعدہ تھا اور جس **محمود** کا ذکر تھا وہ پسر موعود ہی ہے پس یہاں سراج منیر میں اس طرح پر فرمانا کہ **محمود پیدا ہو گیا**۔ مطلب ہے کہ **پسر موعود پیدا ہو گیا** اور ساتھ ہی یہ جملہ جو فرمایا کہ **پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا** تو اس سے بھی یہی غرض ہے کہ یہ بتلایا جائے کہ یہ وہی لڑکا ہے جو مصلح موعود ہے کیونکہ پسر موعود اور مصلح موعود **ہی کے لئے** میعاد مقرر کی گئی تھی۔

اور یہ فرمانے سے کہ **اب وہ نویں سال میں ہے تعیین** فرما دی۔ اور اس عبارت کی پہلی سطر میں نام بھی لے دیا جیسا کہ

دیا کہ "پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی" غرض جیسا کہ ۱۲ر جنوری کے اشتہار میں وعدہ تھا کہ کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی آٹھ سال بعد سراج منیر میں اطلاع دیدی۔

پھر تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۴۲ سطر ۱۰ میں دوبارہ فرماتے ہیں "سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اُس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا چنانچہ ابتک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ کے اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے اور ایسا ہی دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے پھر جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ر جمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اُس کے پیدا ہونے کی میں نے اُس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔"

ناظرین! یہ تکمیل تبلیغ کے عنوان والا اشتہار وہی ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء والا اشتہار ہے۔ دیکھو اُس اشتہار کا نام لیکر کیسی صریح تعیین فرمائی۔ اور مندرجہ بالا عبارت میں کیسا صاف فرمایا کہ پیدا ہونے والا لڑکا (یعنے پسر موعود) جس کا نام اُس کے پیدا ہونے سے پہلے سبز اشتہار میں محمود رکھا گیا تھا ۱۲ر جنوری کو پیدا ہوا۔

پھر حقیقۃ الوحی میں بھی یہ اطلاع موجود ہے چنانچہ صفحہ ۲۲۰ میں فرماتے ہیں:۔ "ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اُس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار اُن کو کہا گیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالے نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی چنانچہ میرے **سبز اشتہار** کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے **دوسرا بشیر** دیا جائے گا جس کا دوسرا نام **محمود** ہے وہ اگرچہ ابتک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالے کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت **اشتہار سبز** کے صفحہ سات کی **جس کے مطابق** جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام **محمود** رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالے زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔"

یہاں حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ سبز اشتہار کی عبارت کے **مطابق** لڑکا پیدا ہوا۔ اور یہ معلوم ہو کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کی بشارت ہے وہ پسر موعود ہی ہے اور دوسرا بشیر اور محمود پسر موعود ہی کے نام ہیں جو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بتائے گئے تھے اور میعاد میں پیدا ہونے والا بھی پسر موعود ہی ہے۔ لہذا دیکھو کیسی صحیح

اطلاع پسر موعود کے پیدا ہونے کی دی۔ اور یہ جو فرمایا کہ جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوا اور یہ تو صریح سال کی تعیین ہے
حقیقۃ الوحی میں ایک اور مقام پر صفحہ ۲۱۹ میں بھی یہی اطلاع ہے۔ فرماتے ہیں "چوبیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا اور مخالفوں نے جیسا کہ انکی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی تب خدا نے مجھے بشارت دیکر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔ تب میں نے ایک سبز رنگ کے اشتہار میں ہزار ہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گذرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔"

دیکھو کیسا صاف فرمایا ہے کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کی پیشگوئی شائع کی گئی تھی وہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور نا واقف کو یہ معلوم ہی ہے کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کی پیشگوئی تھی وہ پسر موعود ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ پہلے لڑکے (یعنے بشیر اول) کی وفات کے بعد ستر دن کے اندر پیدا ہوا اور اُس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔ یہ تعیین ہے۔

غرض سراج منیر کے علاوہ ان مذکورہ بالا تین حوالوں سے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جناب حضرت صاحبزادہ **مرزا بشیر الدین محمود احمد** صاحب خلیفۃ ثانی ہی **پسر موعود** اور **مصلح موعود** ہیں۔

اب جیسا کہ حضرت اقدس سبز اشتہار کے صفحہ ۱۷ کی سطر ۱۱

میں فرماتے ہیں کہ "اے وے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا (یعنی بشیر اول کی وفات کو) حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی"۔ پھر دوبارہ خوشی سے اچھلنے کا مقام ہے کیونکہ اُسوقت تو ہم امید اور یقین کی بنا پر خوشی سے اچھلے تھے اور اب تو ہم نے اس روشنی کو دیکھ ہی لیا۔ !!!

ناظرین! تعیین کی اس پہلی قسم کے متعلق دو باتیں اور ہیں اوّل یہ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا اشتہار جس میں سب سے پہلے پسر موعود کی پیشگوئی تحریر فرمائی گئی ہے اُس کے عنوان میں لکھا ہے کہ "رسالہ سراج منیر مشتمل نشانہائے رب قدیر"۔ پھر اس عنوان کے بعد اس رسالہ کے متعلق کچھ ذکر کرکے اس رسالہ کے چھاپنے کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ پھر اس اشتہار سے تین سال بعد سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۲ سطر ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اسی خیال سے اشتہار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اُس کا مفصّل و مبسوط حال لکھا جائے"۔

اب معلوم ہوا کہ سراج منیر میں جو تعیین فرمائی تھی۔ وہ الہامی طور پر فرمائی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ جناب حضرت صاحبزادہ صاحب ممدوح **الہامی** طور پر پسر موعود ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشتہار ۱۰ جنوری ۱۸۸۹ء میں حضرت اقدس کا بطور تفاؤل صاحبزادہ صاحب ممدوح کا **بشیر** اور **محمود** نام رکھنا یہ بھی اس

بات پر دلیل تھی کہ صاحبزادہ صاحب ممدوح ہی پسر موعود ہوں گے کیونکہ بطور تفاؤل نام رکھنا چونکہ در اصل دعا اور مراد ہوتی ہے لہٰذا حضرت اقدس کا بطور تفاؤل نام رکھنے سے یہ دعا اور مراد تھی کہ خدا کرے یہی لڑکا وہ **بشیر** اور **محمود** ہو جس کا سبز اشتہار میں وعدہ ہے۔ اور حضرت اقدس کو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ الہام ہو چکا تھا کہ "خدا تجھے بکلی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا"۔ سو وہ تفاؤل صحیح ہوا۔

تعیین کی ایک قسم ختم ہوئی اب تعیین کی دوسری قسم لکھی جاتی ہے۔

علامات کے ذریعہ سے تعیین

علامت اول

پسر موعود کی ایک یہ علامت تھی کہ وہ بلا توقف بشیر اول کے بعد پیدا ہوگا اور درمیان میں کوئی اور پیدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ حوالجات ذیل سے ظاہر ہے۔

حوالہ اول۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کا تتمہ صفحہ ۲ سطر ۱۰ "ایک اور لڑکا ہونے کا **قریب مدت** تک وعدہ دیا جسکا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولو العزم نکلیگا" یہ اشتہار بشیر اول کی پیدائش کے بعد اور فوت ہونے سے پہلے کا ہے۔ اور پیچھے ثابت ہو چکا ہے کہ اس عبارت میں جو ایک اور لڑکا ہے یہ پسر موعود ہی ہے۔ اب دیکھو کہ قریب کا لفظ کس پر صادق آتا ہے۔ وہ حضرت خلیفہ ثانی پر ہی صادق آتا ہے کیونکہ حضرت ممدوح ہی بشیر

اول کے قریب رہا۔ وہی بشیر اول کے بعد پیدا ہوئے دیکھو شجرہ نسب رسالہ ہذا کے آخر میں۔

حوالہ دوم سبز اشتہار صفحہ ۲۱ حاشیہ سطر ۸ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا یہ سوخر التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا" اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بشیر اول کے بعد بشیر ثانی یعنی مصلح موعود نے ہی پیدا ہونا تھا کسی اور نے نہ ہونا تھا۔ اب دیکھو کہ بشیر اول کے فوت ہوتے ہی کون پیدا ہوئے وہ حضرت خلیفہ ثانی ہی ہیں۔

حوالہ سوم۔ اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء صفحہ اول سطر ۸ "الہام انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں" یہ الہام بشیر اول کی پیدائش سے پیچھے کا ہے اس الہام میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ آنے والا یعنی مصلح موعود دوسرا ہے۔

حوالہ چہارم۔ سبز اشتہار صفحہ ۱۷ سطر ۲ جیسا کہ یہ الہام انا ارسلناہ شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا کصیب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق کل شیءٍ تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں

میں کھینچا ہے اور یہ اُس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی آوازیں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو یہ سب چیزیں اُس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اُسکی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی:......یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلا کی ظلمت وارد ہوگی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے........سو لے وسے لوگ جنھوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئیگی؛ سو جس طرح کہ ظلمت کے بعد روشنی کا ہی ہونا ضروری ہے نہ کسی اور چیز کا اسی طرح بشیر اول کے بعد **مصلح موعود** کا ہی پیدا ہونا ضروری ہے نہ کسی اور کا۔ اب دیکھو کہ بشیر اول کے بعد کون پیدا ہوئے؟ وہ حضرت خلیفہ ثانی ہیں۔

اس بات کی تصدیق میں کہ پسر موعود کی یہ بڑی علامت ہے کہ وہ بلا توقف بشیر اول کے بعد ہوگا خود حضرت اقدس کی تحریر پیش کرتا ہوں۔

سراج منیر صفحہ ۳۴ حاشیہ سطر ۵۔ فرماتے ہیں: "میرے اشتہار میں میرے لفظوں میں **بلا توقف** لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا"

اور دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۷۔ "تب خدا نے مجھے بشارت دیکر فرمایا کہ اس کے عوض میں **جلد** ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا...........اور **ابھی شتر دن** پہلے لڑکے

کی موت پر نہیں گذرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔"

علامت دوم

اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء و اشتہار محک اخیار و اشرار میں پسر موعود کے لئے نو برس کی میعاد مقرر کی گئی تھی۔ جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء سے شروع ہوتی ہے اور ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء تک ختم ہوتی ہے۔ سو حضرت خلیفہ ثانی اسی میعاد کے اندر پیدا ہوئے۔

اس بات کی تصدیق میں کہ خود حضرت اقدس بھی پسر موعود کی میعاد ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء سے ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء تک سمجھتے تھے۔ حضرت اقدس کی تحریر پیش کرتا ہوں۔

سبز اشتہار صفحہ ۷۔ فرماتے ہیں۔ "وہ لڑکا **پیشگوئی کی میعاد میں** پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔"

علامت سوم

پسر موعود کی ایک علامت سبز اشتہار میں یہ ہے کہ اس کا نام بشیر اور **محمود** ہوگا سو نو برس کے اندر جس قدر صاحبزادے پیدا ہوئے اُن میں سے سوائے حضرت خلیفہ ثانی کے اور کسی کا نام محمود نہیں اور حضرت ممدوح کا نام **بشیر** بھی ہے دیکھو اشتہار ۱۰ جنوری ۱۸۸۹ء جو انکی پیدائش کا اشتہار ہے۔ اس اشتہار میں ان کے تین نام رکھے گئے ہیں **بشیر** اور **محمود** اور **بشیر الدین محمود** اور دہم جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں پسر موعود کا نام **محمود احمد** بھی بتلایا گیا ہے سو جناب حضرت خلیفہ ثانی بچپن سے **بشیر الدین محمود احمد** کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اور

اب زیندہ اُن کے ہم کے ساتھ **فضل** اور **بشیر ثانی** اور **فضلِ عمر** بھی بڑھانا چاہیئے کیونکہ یہ تینوں نام بھی پسر موعود کے پیدا ہونے سے پہلے سبز اشتہار میں پسر موعود کے بتلائے گئے ہیں۔

علامت چہارم

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک علامت پسر موعود کی یہ تھی کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا"

آؤ اب دیکھیں کہ چوتھا کون ہے۔ اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں کہ "ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰-۲۲ سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا" یہ اشتہار بشیر اول کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ پھر ۷ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں بشیر اول کے پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ۱۰ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں حضرت صاحبزادہ صاحب خلیفہ ثانی کے پیدا ہونے کی خبر دی ہے۔ پس چوتھے فرزند حضرت محمود ہوئے۔ (ناموں کے لئے دیکھو شجرۂ نسب رسالہ ہذا کے آخر میں۔) **نوٹ**۔ پسر موعود کے لئے نو برس کی میعاد تھی۔ جس

علامت پنجم

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک علامت یہ ہے کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم" سو اظہر من الشمس ہے۔

علامت ششم

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک علامت یہ تھی کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا" اس میں یہ اشارہ ہے کہ چالیس سال تک پہنچنے سے پیشتر ترقی

ہو کر جماعت کا امام ہو جائیگا یہاں حضرت خلیفۃ المسیح (خلیفۂ اول) کا وہ ارشاد پڑھو جس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ سلیمان صاحب ۲۲ برس کی عمر میں خلیفہ ہوئے اور یہ بات بتے تمہیں کسی خاص مصلحت اور خاص جہاندانی کے لئے کہی ہے۔ دیکھو خطبات نور حصہ دوم صفحہ ۲۲۵ ۔ اور جلد جلد بڑھنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آپ کاموں میں جلد جلد ترقی کریگا۔

علامت ہفتم

اسی اشتہار میں ہے "کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ" سو چودہ اپریل کے خلافت کے واقعہ کو دیکھو۔ پھر مخالفوں کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ کے ہاتھ کو دیکھو کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے سرتوڑ کوشش کی اور انسانی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن انکی ایک پیش نہ چلنے دی۔ پھر خوابوں کی کثرت کو دیکھو جو لوگوں کو حضرت صاحبزادہ صاحب کے حق میں آئیں اور آ رہی ہیں گویا آسمان قریب آ گیا ہے۔ لوگوں کے رجوع کو دیکھو۔ قادیان کے بھی کئی ان لوگوں نے بیعت کی جنہوں نے پہلے دو موقعوں پر نہیں کی تھی۔ دلوں کی محبت اور اعتقاد کو دیکھو ایک نئی روح پھونک گئی ہے۔ دلوں کی تبدیلی کو دیکھو۔ ایمان کی ترقی کو دیکھو۔ ابھی اخوت کو دیکھو۔ ۱۶ر اپریل ۱۹۱۴ء کو مسجد مبارک میں حضرت خلیفہ ثانی کی تقریر کو دیکھو۔ اور انشاء اللہ ابھی بہت کچھ دیکھو گے

علامت ہشتم

پسر موعود کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ عمر پانے والا ہے کیونکہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی بھی تھی کہ "بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہونگے"۔ دیکھو سبز اشتہار صفحہ حاشیہ ..

سو اور اشاراللہ اب پچیس برس سال اور ہیں۔ **علامت نہم** پسر موعود کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خلیفہ ہوگا۔ دیکھو سبز اشتہار کا حاشیہ صفحہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۷۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفہ ہوئے۔ تعیین کی دوسری قسم ختم ہوئی۔ اب تیسری قسم ختم کی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کی تعیین

اب ذیل میں اس بات کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جو اب خلیفہ ثانی ہیں یہی پسر موعود ہیں۔

ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء کی بات ہے یعنی عرصہ قریباً سات آٹھ ماہ کا ہوا کہ میں اپنے مکان پر مجموعہ اشتہارات حضرت اقدس دیکھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے مجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت میاں صاحب ہی پسر موعود ہیں۔ تب میں اسی وقت حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھکر پتہ لگ گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں تو جناب حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ "ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور انکا ادب کرتے ہیں۔" جب میں نے دیکھا کہ انکا بھی یہی اعتقاد ہے تو اپنے مکان پر واپس آکر دو تین دن میں ان تمام دلائل کو جمع کیا اور حضرت میاں صاحب کے پسر موعود ہونے پر چودہ قرائن لکھے۔ چودھویں قرینہ (جو در اصل بڑا بھاری ثبوت ہے لیکن میں نے اسوقت قرینہ کا ہی لفظ لکھا تھا) اس بارے میں تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اور اس قرینہ میں میں نے پہلے اپنے الفاظ لکھے پھر حضرت خلیفۃ المسیح کے مذکورہ بالا الفاظ لکھے جو میری بات کے جواب میں فرمائے تھے۔ اس کے لکھنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح کی تصدیق ان کے اپنے ہاتھ سے ہو جائے تو بہتر ہے تب میں وہ تحریر جو فلسکیپ کاغذ کے چند ورقوں پر تھی آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ اسکو پڑھ لیجئے انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے جب قرینہ چہارم پر پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ حضور نے اس دن یہ الفاظ فرمائے تھے۔ فرمایا ہاں۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضور اپنے ہاتھ سے اپنی تصدیق اسپر کر دیں۔ تب آپ نے اپنے ہاتھ سے اُسپر تصدیق کر دی۔ ذیل میں میری تحریر یعنی قرینہ چہارم کا عکس اور اُسپر حضرت خلیفۃ المسیح کی تصدیق کا عکس دیا جاتا ہے اور اصل مضمون جو حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کا پڑھا ہوا ہے اور جس پر اُن کے اپنے ہاتھ کی قلمی تصدیق ہے میرے پاس محفوظ ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں دیکھ لیں۔

عکس دینے سے پہلے ایک بات اور یہاں لکھ دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ جب میں یہ تصدیق کروا چکا تو دوسرے دن یعنی [illegible] ستمبر [illegible] کو شام کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح گھر میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے میں پاؤں سہلانے لگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بغیر کسی گفتگو اور تذکرہ کے خود بخود فرمایا کہ "ابھی یہ مضمون شائع نہ کرنا جب مخالفت ہو اسوقت شائع کرنا"۔ میں نے عرض کیا بہت بہتر۔

دوسرے صفحہ پر جو صفحہ ۲۸ پر ہے دونوں تحریروں کا عکس ہے۔ واضح ہو کہ چونکہ اصل مضمون چوڑے صفحہ پر ہے اور تصدیق اس کے حاشیہ پر ہے اور بغیر کسی تبدیل وضع اور جگہ اور فاصلہ اور سطر کے دونوں تحریروں کا اسی طرح ہو بہو عکس دینا ضروری تھا اور اس رسالہ کا صفحہ چھوٹا ہے لہٰذا صفحہ کی لمبائی میں عکس دیا گیا۔ حضرت ممدوح نے اپنی تصدیق کا پہلا لفظ وہیں سے (ملاکر) شروع کیا ہے جہاں تک کہ اپنے الفاظ ختم ہوتے ہیں

نقل عکس

قرینہ چہار دہم

اِس تحریر سے دو تین دن پہلے ۱۰ ستمبر کو میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا کہ مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھکر پتہ لگا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں تو جناب حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ’’ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور اُن کا ادب کرتے ہیں۔

یہ لفظ میرے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں۔

نور الدین ۱۰ ستمبر ۱۳

قرینہ چہار دہم

اس تحریر سے تین دن پہلے ۱۰ ستمبر کو میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا کہ مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھکر پتہ لگا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں تو جناب حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ’’ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور اُنکا ادب کرتے ہیں‘‘۔

یہ لفظ میرے برادرم پیر منظور محمد کے ہیں

نور الدین ۱۰ ستمبر ۱۳

تعیین کی تیسری قسم ختم ہوئی - ذیل میں حسب وعدہ شجرہ نسب دیا جاتا ہے -

شجرہ نسب

Digitized by Khilafat Library

پہلی بیوی
۱ سلطان احمد
۲ فضل احمد

دوسری بیوی
عصمت (لڑکی)
۳ بشیر احمد (بشیر اول)
۴ بشیر - محمود - بشیر الدین محمود (بشیر الدین محمود احمد)
شوکت (لڑکی)
۵ بشیر احمد
۶ شریف احمد
مبارکہ (لڑکی)
۷ مبارک احمد
امۃ النصیر (لڑکی)
امۃ الحفیظ (لڑکی)

رسالہ پسر موعود و مصلح موعود کا
خلاصہ

جن عبارتوں پر خط کھنچے ہوئے ہیں یہ حضرت اقدس کے اشتہارات وکتب کے اصل الفاظ ہیں انہیں کوئی لفظ اپنی طرف سے نہیں بڑھایا گیا نہ کوئی لفظ بدلایا گیا۔

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں **ایک لڑکے** کے بارہ میں پیشگوئی ہے۔ اس اشتہار میں سے چند الہامی جملے جو اس لڑکے کی نسبت ہیں نقل کئے جاتے ہیں۔

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ ✤

پھر اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کے لئے نو برس کی میعاد مقرر کیگئی۔ جیسا کہ فرمایا۔ **ایسا لڑکا** بموجب وعدۂ الٰہی ۹۔ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

✤ پسر موعود کی نسبت ایک یہ الہام بھی ہے۔ اے فخر رُسل قرب تو معلومم شد۔ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ۔ دیکھو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء و تریاق القلوب صفحہ ۴۳۔ منظور محمد

پھر سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں اس لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اس لڑکے کے نام مقرر کئے گئے جیسا کہ فرمایا۔ **مصلح موعود** کا نام الہامی عبارت میں **فضل** رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اُس کا **محمود** اور تیسرا نام اُس کا **بشیر ثانی** بھی ہے اور ایک الہام میں اُس کا نام **فضل عمر** ظاہر کیا گیا ہے۔

اور اسی سبز اشتہار میں مصلح موعود کی نسبت فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق **اپنی میعاد کے اندر** ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔

پھر تریاق القلوب میں بتایا۔ سبز رنگ کے اشتہار میں لکھا گیا کہ **اُس پیدا ہونیوالے لڑکے** کا نام **محمود** رکھا جائے گا اور یہ اشتہار لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ جب اس پیشگوئی کی شہرت کامل درجہ پر پہنچ چکی اور کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو **تب خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم سے** ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ رجمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ **محمود پیدا ہوا**۔

اور سراج منیر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ **وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا**۔ اور اب نویں سال میں ہے۔

حقیقۃ الوحی جو سراج منیر سے آٹھ سال بعد طبع ہوئی اُس میں فرمایا کہ **سترھویں سال میں ہے**۔

رسالہ کا خلاصہ تمام ہوا

۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی پیدا ہوئے اور سراج منیر کی طبع کے وقت حضرت ممدوح ابھی نویں سال میں تھے اور حقیقۃ الوحی کی طبع کے وقت حضور سترھویں سال میں تھے۔ منقول

ایک مفید اطلاع

عرصہ چودہ پندرہ برس کا ہوا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ "سبز اشتہار کو اپنے پاس حفاظت سے رکھو"۔ چنانچہ دس بارہ برس ہوئے ہوں گے کہ ایک دفعہ جناب مولوی محمد قاسم علی صاحب نے (جو اب اخبار الحق دہلی کے ایڈیٹر ہیں) مجھ سے ظاہر کیا کہ مجھے اپنے فائل کو مکمل کرنے کے لئے سبز اشتہار اور چند اور اشتہاروں کی ضرورت ہے۔ میں نے دوسرے اشتہار تو انہیں دیدیئے لیکن سبز اشتہار کی نسبت میں نے انہیں کہا کہ اس کے دینے میں میں بالکل معذور اور مجبور ہوں کیونکہ حضرت اقدس نے مجھے حکم دیا ہوا ہے کہ اسے میں اپنے پاس رکھوں۔ اسی وجہ سے سبز اشتہار میں نے انہیں نہ دیا۔ اس بات کے گواہ جناب مولوی محمد قاسم علی صاحب ہیں۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ فقط۔ رسالہ تمام ہوا۔ نوٹ۔ مسیح موعود کے اس فرزند سل لڑکے کی خبر حدیث یولد له میں بھی ہے اور نعمت اللہ شاہ ولی نے بھی لکھا ہے کہ پسرش یادگار رہے جنم۔ لیکن اس رسالہ میں صرف تعیین دکھلائی گئی ہے۔

خاکسار

(پیر) منظور محمد احمدی

(مصنف قاعدہ یسرنا القرآن)

۲۷ مئی ۱۹۱۴ء از قادیان دارالامن والامان

مسئلہ بُروز

احمدی جماعت کے بانی حضرت مسیح موعود قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ نبوت ورسالت کو ثابت کرنے کے لئے مسئلہ بُروز پر بہت زور دیا ہے چنانچہ شروع سے لیکر اخیر تک سب کتابیں دیکھ جاؤ جہاں کہیں بھی مسئلہ نبوت ہو قریباً سب جگہ وہاں مسئلہ بروز بھی ضرور ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے بعض احمدی احباب نے بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود کو بموجب وحی اللہ "دنیا میں ایک نبی آیا" اور یاایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر وغیرہ وغیرہ حقیقی اور واقعی نبی اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہو اور بجز نبی کریم کے باقی قریباً سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بموجب وحی الٰہی کہ "دنیا میں کئی تخت آئے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا" حقیقی فوقیت دی گئی بیان کیجاتی ہو تو اسوقت مسئلہ بروز کی پوری حقیقت کو نہ سمجھنے والے پکار اٹھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود ہرگز نبی اللہ نہ تھے اور یہ کہ بروزی طور سے حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا درحقیقت ان کو نبی اللہ کے پورے لقب سے ملقب نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اگر اس مسئلہ کو خوب غور کرکے دیکھا جاوے تو سمجھ میں آجاویگا کہ حضرت اقدس کا اپنے کو بروزی نبی اللہ کہنا ہرگز یہ معنی نہیں رکھتا۔ یا ہرگز اس بات کا مترادف نہیں کہ وہ نعوذ باللہ ناقص اور غیر حقیقی طور سے نبی اللہ تھے۔

حقیقی کے بالمقابل غیر حقیقی اور اصل کے بالمقابل ناقص، غیر اصل یا بناوٹی لفظ ہو سکتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود کا حقیقی کے بالمقابل ظلی اور بروزی کے لفظ استعمال کرنا ہرگز ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود ظلی اور بروزی الفاظ کو غیر حقیقی اور ناقص الفاظ کے مترادف مانتے تھے۔ ونعوذ باللہ۔ میں نے بہ تمام کمال محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریباً سب کتب کو بغور پڑھا ہے اور میں اعلیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں۔ کہ

حضرت اقدس مسیح موعود نے ہرگز ہرگز نبوت ناقصہ یا نبوت غیر حقیقیہ کا دعوے نہیں کیا بلکہ اپنی نبوت اور رسالت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت اور رسالت قرار دیا ہو اور یہ ظاہر و باہر ہو کہ آنحضرت صلعم کی نبوت ناقصہ تو ہرگز نہ تھی بلکہ نبوت حقیقی تھی۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ بروزی نبوت نبوت ناقصہ ہو سکے بلکہ بروزی نبوت تو وہی نبوت کاملہ حقیقیہ ہے جس کی وہ نبوت بروز ہو۔

آپ لوگوں نے عکسی قرآن شریف ہزاروں ہزار دیکھے ہونگے۔ لیکن کیا آپکے نزدیک عکسی قرآن شریف حقیقی معنوں کے رُو سے حقیقی قرآن نہیں۔ یعنی کیا عکسی قرآن وہی اثر وہی عزت۔ وہی حیثیت۔ وہی کمال اپنے اندر نہیں رکھتا جیسا کہ وہ قرآن جس کا وہ عکس ہو۔ اب عکسی قرآن اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہو۔ ایک پہلو تو یہ کہ وہ یعنی عکس قرآن باعتبار نئے مضمون۔ نئی عبارت اور نئے نام کے وہ (او جنل) اصلی قرآن نہیں۔ مگر باعتبار اسی نام اسی شان اسی مضمون اور اسی دعوے کے حقیقی طور سے وہی حکم اور حیثیت رکھتا ہو کہ وہ (اوریجنل) قرآن رکھتا ہو جس کا وہ عکس ہو گویا عکسی قرآن ایک پہلو سے وہ حقیقت تو بجز قرآن نہیں۔ جس سے وہ عکس لیا گیا۔ لیکن باعتبار کامل عکس رکھنے کے وہی حیثیت اور وہی شان رکھتا ہے جس طرح سے اور جس طرح سے اوریجنل قرآن ہمارے نزدیک عزت اور حقیقت رکھتا ہو کیونکہ حقیقی معنوں کا نقل اتم ہرگز اپنے اصل سے کسی بات میں الگ نہیں ہو سکتا۔ سو بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود بموجب اپنے فرمودہ کے

"میں رسول اور نبی نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت۔ نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں۔ باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"..... (دیکھو نزول المسیح حاشیہ)

بطور نقل اتم اور بروز اکمل ہونے کے حقیقی اور واقعی طور پر وہی حیثیت اور حقیقت رکھتے ہیں جو کہ حقیقی نبی اللہ کے شایان شان ہو کیونکہ نقل اپنے اصل سے الگ نہیں۔ اگر اصل حقیقی نبوت

رکھتا ہے تو لازمی طور پر اسکا ظل کامل بھی وہی حیثیت رکھیگا۔ جو اسکا اصل رکھتا ہے۔ سو اگر حقیقی معنوں میں حضرت مرزا صاحب کو حضرت نبی کریم کا ظل تام اور بروز اکمل مانا جاوے تو لازمی طور سے ماننا پڑیگا کہ بوجہ بروز اتم ہونے کے حضرت مسیح موعود اپنے اصل کی طرح حقیقی معنوں میں نبی اللہ تھے۔ اور اگر حقیقی معنوں کی نبوت سے انکار کیا جاوے تو یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود ناقص اور غیر حقیقی معنوں میں ظل تھے۔ حالانکہ یہ خیال بالکل کذب ہے۔ غرض ہر ایک چیز جو کہ حقیقی معنوں میں اپنے اصل کا ظل ہو وہ وہی حکم اور حیثیت رکھتی ہے جو کہ اسکا اصل۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ حقیقی معنوں کا عکس قرآن وہی حیثیت اور وہی حکم اور وہی قابل حجت دلائل رکھتا ہے جو کہ وہ قرآن جس کا کہ وہ عکس ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر حضرت اقدس مسیح۔ جو حقیقی معنوں میں بروز اتم تھے تو وہ بطور بروز اتم ہونے کے کیوں وہی حیثیت اور وہی شان نہیں رکھ سکتے جیسا کہ وہ جس کا کہ وہ بروز اتم ہیں۔

نقل اور اصل کے حال کی تفصیل اس طرح بھی بیان کیجا سکتی ہے کہ جیسا کہ ایک کتاب کی دوسری ایڈیشن اسی کتاب کی پہلی ایڈیشن کا عکس یا ظل یا بروز اتم ہوتی ہے مگر دوسری ایڈیشن باعتبار نئی تحریر عبارت یا نئے نام کے کوئی الگ کتاب کی حیثیت نہیں رکھتی مگر باعتبار وہی نام اور وہی عبارت رکھنے کے وہی حیثیت رکھتی ہے جو کہ پہلی ایڈیشن کی کتاب رکھتی تھی۔ کسی ایک کتاب کی دوسری ایڈیشن سے کتاب کی حیثیت میں بذاتہ کوئی فرق یا نقص واقع نہیں ہو سکتا فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا ایڈیشن اصل یعنی اورجنل کاپی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کا عکس ہے۔ گویا دوسرا ایڈیشن نقل ہے لہذا پہلے ایڈیشن اور دوسرے ایڈیشن میں بذاتہ کوئی دوئی نہیں محض اصل اور نقل کا فرق ہے سو آپ لوگ اسی طرح اور بعینہ اسی طرح حضرت اقدس کے معاملہ کو کیوں نہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جزووں جزو بجگہ یہ تفصیل دے رکھی ہے۔ کہ

"میں آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے رو سے ظلی طور پر وہی محمد رسول اللہ خاتم النبیین
ہوں اور خدا نے میرے وجود کو محمد رسول اللہ کا ہی وجود مقرر کیا ہے . . . . . . دیکھو
اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" اور یہ کہ نبی کریم کی بعثت ثانی میرے ذریعہ ظہور میں آئی ہے . . .
. . . . . . دیکھو خطبہ الہامیہ وغیرہ . . . . . پس حضرت اقدس درحقیقت نبی اللہ ہیں
مگر کوئی الگ یا علیحدہ نام پا کر نہیں کیونکہ الگ طور کی نبوت سے مہر ختمیت ٹوٹ جاتی ہے
جیسا کہ حضرت اقدس نے خود فرمایا ہے۔

"خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہاں تک
کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ
ظل اپنے اصل سے الگ نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی کیا گیا۔ اس میں یہ راز ہے
کہ خدا تعالیٰ نے چاہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھیرا
دے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح
کے مقابل محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ
کی کسر شان نہ ہو اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے
ساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوت محمدیہ اس میں رکھدی تا ایک معنی سے مجھ
پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ
رہے" نزول مسیح صفحہ ۳-۴

یہ عبارت کیسی صاف اور واضح ہے اس میں نبوت حقیقیہ کا انکار بھی ہے یعنی باعتبار الگ نام
الگ شریعت اور الگ دعوے کے اور نبوت حقیقیہ کا دعویٰ بھی ہے باعتبار حاملیت کاملہ
ہونے کے۔ اقتصار یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود کا ظلی یا بروزی نبی اللہ ہونا نقص والی نبوت
ہے محض غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ ناقص نبی پر کسی پہلو سے بھی حقیقی نبی اللہ کا
لفظ صادق نہیں آ سکتا۔ حالانکہ حضرت اقدس نے ہزاروں جگہ اسکو واضح کیا ہے کہ

نہ صرف امتی نہیں بلکہ نبی بھی ہوں۔ اور اگر امتی ہونیکا پہلو اپنے اندر پوری حقیقت رکھتا ہے تو نبی اللہ ہونیکا[1] پہلو اپنے اندر کیوں پوری اور کامل حقیقت نہیں رکھتا کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ حقیقی دعویٰ ہے حالانکہ پیش کردہ دعویٰ بھی تو ایک پہلو اپنے اندر امتی ہونیکا لئے ہوئے ہے پس امتی ہونا کوئی نقص نبوت نہیں اور ظل یا بروز کوئی ناقص یا جزوی الفاظ کے مترادف اور ہم معنی الفاظ نہیں بلکہ حق اور سچ یہی ہے کہ محمد رسول اللہ کے بعد اتم ہونیکے سبب سے میرزا غلام احمد ہی باکمال نبی اللہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے جیسا کہ فرمایا . . . . "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے

"مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھکر ہے"

اب طالب حق کے لئے کیا یہ ضروری نہیں کہ سوچے کہ اگر مرزا صاحب ناقص اور غیر حقیقی نبی اللہ ہیں تو ایک حقیقی نبی[2] اکی تمام شان سے بہت بڑھکر کیوں اور کس طرح؟ حق یہی ہے جو چاہے سو قبول کرے اور جو چاہے سو قبول نہ کرے کہ حضرت مسیح موعود امتی اور بطور اکمل اور اتم بروز محمد مصطفے اللہ ہونے کے واقعی اور حقیقی طور سے نبی اللہ تھے اور شرائط ایمان کی چوتھی شرط رسلہ میں بوجہ اکمل و اشد و اتم طور پر داخل ہیں اور دوسرے تمام وہ پاک لوگ جو اس امت سے گذر چکے ہیں انکو ہرگز وہ شان حاصل نہیں جو کہ حضرت مسیح موعود کو ہے۔ انکی شان شان نبوت نہ تھی اور نہ ہی حضرت مسیح موعود کی طرح وہ نبی اللہ تھے اور یہ کہنا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت سب اولیاء اور حضرت مسیح موعود نبی اللہ ہیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ حدیث علماء امتی . . . . اور حدیث حضرت مسیح موعود نبی اللہ ہے[3] میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اس معاملہ میں کہ نبی اللہ کا لفظ ہرگز سوائے مسیح موعود کے کسی دوسرے اولیاء امت پر صادق نہیں آسکتا حضرت مسیح موعود کا صاف اور صریح فیصلہ موجود ہے و ھو ھٰذا

۱؎ اگر امتی کہلانا کوئی ادنیٰ سی کیفیت درست نہیں۔ تو پھر امتی کہلانا بھی درست نہیں کیونکہ ہر ایک امتی فرمایا تو ساتھ ہی نبی بھی فرمایا

۲؎ دیکھو معیار الاخیار ۳؎ دیکھو صحیح مسلم حدیث نواس بن سمعان

غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی
ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب
اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ انکو یہ حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا
پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے
تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ
اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی...... (دیکھو حقیقۃ الوحی)

پس اے احمدی قوم اپنے اس امام کی جو امام اولین و آخرین ہو ساتھ ہی ذکر وہ امام شان نبوت لیکر آسمان سے نازل ہوا ہو بلکہ فخر کرو کہ تم ایسے سردار الخلق جری اللہ فی حلل الانبیا کے سلسلہ میں داخل ہوئے ہو جس کو دیکھنے کے لئے بہت سے نبی مشتاق چلے گئے۔ والسلام

خاکسار محمد سعید سعدی لاہور

امرِ خلافت

خلیفہ ہونا ضروری ہے

اسلام میں ایک امام ایک امیر کے ماتحت رہنے کے مسئلہ کو یہاں تک ضروری بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ اگر تم کہیں سفر میں بھی جاؤ تو تمہارا ایک امیر ہو جس کی تم اطاعت کرو۔ پھر ہر روز پانچوقت با التزام ایک امیر کے ماتحت رہنے کی مشق کرائی اور سمجھایا کہ اگر امیر یا امام سے کوئی سہو ہو جائے تو تم اسے سبحان اللہ عرض کر کے ہوشیار کر دو جو وہ کرے ہو ایک عبادت کے معاملہ میں مقتدی اسی طور پر دیکھ رہا ہو کہ امام نے غلطی کی دو سجدوں کی بجائے تین سجدے کر دیئے یا ایک ہی سجدہ کیا یا رکوع بھول گیا۔ مگر مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشوا کی متابعت کرے اور جماعت کو چھوڑ کر الگ نہ ہو جائے وہ امام مامور بھی نہیں۔ اور اس وقت اسکا فعل تمام جماعت کی مجموعی یا کثرت رائے کے بھی خلاف ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ متابعت و اطاعت میں جو برکات ہیں انکے سامنے اس

قسم کی غلطی کی کچھ بھی حقیقت نہیں افسوس ہے ہمارے بھائیوں نے اسکی عملی طور پر مشق تو بہت کی مگر اصل منشاء ایزدی نہ سمجھے اور جب امتحان کا وقت آیا تو فیل ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مشکوٰۃ کی کتاب الفتن ہی کو پڑھ کر دیکھئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظہرک و اخذ مالک فاسمع واطع تو اپنے امیر کی فرمانبرداری کر گرچہ تیری پیٹھ پر کوڑے مارے تیرے مال لے لے پھر بھی اطاعت کر۔ مطلب یہ کہ خواہ بظاہر تیری حق تلفی ہو تو بھی اطاعت سے منہ نہ پھیر کیونکہ من اتی جماعۃ المسلمین وامرھم جمیع علی رجل واحد الخ کا وعید موجود ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ فتن سے سلامت رہنے کا یہی طریق ہے کہ جماعۃ المسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑے (قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم) اب بتاؤ کہ وہ جماعۃ المسلمین کون ہے جس کا ایک امام مطاع بھی ہے۔ اگر وفات یافتہ امام ہی کافی ہو تو پھر تو مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ اپنی جماعت ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے مگر امام تو زندہ جماعت میں موجود ہونا چاہئے اور ایسی ہی جماعت ہے جن کے بارے میں باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ید اللہ علی الجماعۃ فرمایا۔

مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلفاء شہادۃ القرآن صفحہ ۵۰-۵۱ میں حضرت اقدس لکھتے ہیں خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو × × × ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ اور الوصیت میں اپنے بعد جو کچھ ہونے والا تھا اس کی مثال دیتے ہوئے امر خلافت کا نام قدرت ثانی رکھا اور فرمایا کہ میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے اور یہ مظاہر مامور ہونے ضروری نہیں کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو باوجود غیر مامور ہونے کے اپنے دوسری قدرت فرمایا۔

اور الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء میں جو ڈائری چھپی ہے اس میں آپ نے ارشاد کیا کہ جب کوئی رسول یا

ایسا ہی شیخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے" اور فرمایا کہ "ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ" اور پھر آپ بروز محمدؐ تھے اور جیسے نبی کریمؐ کے بعد سلسلہ خلفاء ہوا تھا اسی طرح آپ کے بعد سلسلہ خلفاء ہونا ضروری تھا۔ حدیث میں بھی اس خلافت علی منہاج النبوۃ کی خبر تھی جیسا کہ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر کی حدیث مروی عن حذیفہ میں فرمایا کہ پانچ دور ہوں گے۔

(۱) نبوت (۲) خلافت علی منہاج النبوت (۳) بادشاہ (۴) جبری حکومت (۵) خلافت علی منہاج النبوت۔ اب اس پانچویں کا مصداق عمر بن عبدالعزیز کو قرار دینا رسول اللہ کی پیشگوئی کو بہت محدود کر دینا ہے حالانکہ باب الانذار میں اشراط الساعۃ اور نزول عیسےٰ سے متصل اسکا ذکر ظاہر کر رہا ہے کہ یہ آخری زمانہ کے متعلق ہے اور وہ معنی بہرحال مقدم ہوں گے جن میں آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت و کمال علم کا ثبوت ہے اسی لئے شارحین نے بھی آخری دور کو مسیح موعود ہی سے مخصوص کیا ہے چنانچہ مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع احمدی ۱۳۰۷ھ میں ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے نیچے المراد بہ زمن عیسیٰ والمہدی لکھا ہے۔ اور واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہیں اور ثم سکت سے بھی ظاہر ہے کہ اسکے بعد پھر قیامت ہونے والی ہے اگر کسی نے عمر بن عبدالعزیز کو مصداق قرار دیا تو یہ اسکا اپنا اجتہاد ہے اور یہ ان کے مہدی سے متعلق ہونے کے منافی ہے اگر حضرت مہدی کے بعد سلسلہ خلفاء نہ ہوتا تو آپ حمامۃ البشریٰ ص۳۰ میں یہ نہ فرماتے کہ ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق۔

مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ نبی کے بعد خلفاء ضرور آتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ خلفاء مامور ہوں یا بالضرورت بادشاہ ہوں کیونکہ مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے بعد بھی خلیفہ ہوتا ہے اور نہ سب انبیاء اور شیوخ بادشاہ ہوتے ہیں اور نہ سب انبیاء و مشائخ

کے بعد مامور خلیفہ ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو چار خلیفے ہوئے وہ علیٰ منہاج النبوت تھے یعنی جو تقی دور نبوی بادشاہ وہ مامور نہیں تھے ورنہ امیر معاویہ بھی خلیفہ کہے جاتے۔

خلافت کا دعویٰ نہ امیر معاویہ نے کیا نہ انہیں کسی نے خلیفہ کہا چنانچہ حضرت خلیفہ اول مولانا نورالدین نے بھی فرمایا کہ "امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے زمانہ میں قطعی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا" پھر اگر خلفاء راشدین اگر صرف نیک بادشاہ تھے تو نیک بادشاہ تو مسلمانوں میں اور بھی گزرے ہیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت پر کتابیں لکھی گئیں حتیٰ کہ مسیح موعود نے بھی سر الخلافہ لکھی دوسرے نیک بادشاہوں کی خلافت پر کیوں کتابیں نہیں لکھی گئیں اور کیوں خلفاء راشدین کے نہ ماننے والوں کو صحابہ نے منافق اور مرتد تک کہا جیسا کہ مسلم اور طبری میں لکھا ہوا ہے اچھا یہ تو دور کی بات ہے مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے معاملہ ہی کو دیکھو آپ کو دونوں فریق خلیفہ مسیح مانتے ہیں آپ اپنی خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں

"جس طرح ابوبکر اور عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا" (تقریر لاہور۔ بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

حالانکہ آپ نہ مامور تھے نہ بادشاہ مگر پھر بھی خلیفہ برحق ہوئے اور اپنی خلافت کا اسی آیت سے استدلال فرماتے ہیں جس سے خلفاء اربعہ کی خلافت کا ثبوت آپ نے اور مسیح موعود نے بتایا اور اس خلافت کو خدا کی طرف منسوب کیا چنانچہ اسی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"جس طرح پر آدم اور داؤد اور ابوبکر و عمر کو اللہ نے خلیفہ بنایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا"

اور ارشاد کرتے ہیں۔

"مجھ کو کسی انسان نے یا کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بناتی تو اللہ میں اسکے بنانے کی قدر کرتا اور اسکے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں"

اس سلسلہ خلفاء میں سے کسی خلیفہ کا انکار

اب غور فرمائیے کہ جب مسیح موعود کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ حسب فرمان نبی کریم ضروری ہے اور مسیح موعود کا منشاء بھی یہی تھا اور اس خلافت کو حضرت خلیفۃ المسیح بارہا آیت استخلاف کا مصداق قرار دیتے رہے تو اس خلافت کے انکار پر جو وعید ہے وہ قابل توجہ ہے ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون اس آیت کے معنی میں اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود نے شہادۃ القرآن میں لکھا آپ فرماتے ہیں۔

"اور یہ وہم کہ عام معنوں کے رو سے اس آیت کی اخیر کی آیت یعنی ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون بالکل بے معنی ٹھہر جاتی ہے جو ہمارا یہ بیہودہ خیال ہے جو ہم نے سمجھی ہے کیونکہ آیت کے صاف اور سیدھے معنی یہی ہیں کہ اس جگہ خلیفہ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیکر پھر ساتھ اس کے یہ فرمانا کہ وہ کبھی ایسا ہو کہ بعد خلیفوں کے پیدا ہونگے جب وہ وقتاً فوقتاً پیدا ہوں اگر کوئی بغاوت اختیار کرے ان کی اطاعت و بیعت سے منہ پھیرے تو وہ فاسق ہے۔"

پھر صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ

"بعد اسکے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا یعنی خلیفوں کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔"

اسی طرح مشہور عالم قرآن مجید ہمارے خلیفہ اول مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ اس آیت کے معنی فرماتے ہیں دیکھو درس قرآن مجید کے نوٹ صفحہ ۱۰۰۳ سطر ۱۲

"برخلاف اسکے جو لوگ منکر ہونگے وہ فاسق ہونگے۔"

اسکے بعد تقریر لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی خلافت کے منکروں کے متعلق جو الفاظ فرمائے ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو اپنا خلیفہ بنا دیا ہو اسکی مخالفت کرتا ہے
وہ عصیان اور فاسق ہے فرشتہ بنکر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو"
پھر فرمایا "مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں"
پھر اپنے مکتوب مندرجہ بدر ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء میں ارشاد کرتے ہیں
"ماموروں کے خلفاء سب ایک حیثیت رکھتے ہیں اگر مامور صادق راستباز ہے
تو اسکا جانشین اسی اصل کا حکم رکھتا ہے سورہ نور میں صاف ذکر خلافت کر
کے اللہ تعالیٰ نے منکرین خلافت کو فاسق فرمایا ہے"

اس فتویٰ پر اعتراض

کہا جاتا ہے کہ میر محمد سعید کو کیا کہتے ہو طلحہ و زبیر و عائشہ صدیقہ کی نسبت کیا فتویٰ ہے جواب میں گزارش ہے کہ ہم مفتی نہیں کہ فوراً فتویٰ دیں نہ بہشت دوزخ کی چابیاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں نہ اسکی ضرورت ہے خدا کا کلام رسول اللہ کا کلام خدا کے مسیح موعود کا کلام ہم دونوں کے مسلمہ خلیفہ اول کا کلام پیش کر دیا اپنی طرف سے کچھ ایزادی کی ضرورت نہیں۔

اوّل ہم اسوقت موجود نہ تھے ہمیں معلوم نہیں یہ بزرگ کس حد تک معذور یا قصور وار تھے اسلئے انکا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں اتنا ہم جانتے ہیں کہ حضرت علی پر خلیفہ ثالث کے قتل کرانے کا الزام تھا یہاں کوئی ایسی صورت بھی نہیں۔

دوم ہر زمانہ میں مقابلہ اسباب میسر کے مطابق ہوتا ہے اتنا تو ثابت ہے .... کہ فریقین میں جنگیں ہوئیں دونوں طرفین سے آدمی مارے گئے اگر دونوں فریق ایک دوسرے کو اجتہادی غلطی پر سمجھتے اور معذور جانتے تو جیسا کہ آجکل بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دونوں حق پر یا دونوں مجتہد تھے تو لڑائی انکے درمیان کبھی نہ ہوتی کشت و خون تک نوبت پہنچ جانے سے صاف ظاہر ہے کہ ایک فریق دوسرے کو حق پر نہیں سمجھتا تھا۔

سوم۔ مسیح موعود جو ایسی نزاعوں میں حکم ہے اسکا فتویٰ موجود ہے ملاحظہ ہو سر الخلافہ

"والحق ان الحق کان مع المرتضیٰ ومن قاتلہ فی وقتہ فبغی وطغی"
حق یہ ہے کہ حق علی المرتضیٰ کے ساتھ تھا اور جس نے اسوقت میں اسکا مقابلہ کیا وہ باغی اور طاغی ہو۔ فسق اور بغاوت کے ایک ہی معنی ہیں فسق خروج عن الطاعۃ کو کہتے ہیں۔

چہارم۔ ان حضرت کو تعیین خلافت میں اختلاف تھا اور یہاں تو سرے سے خلافت ہی کے قائل نہیں۔

پنجم۔ اہل بدر کے بارے میں ایک حدیث ہے دیکھو مشکوٰۃ لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے بدریو جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت لازم ہو چکی۔ مسطح رضہ بھی بدری تھے مگر افک عائشہ میں جب ان سے غلطی سرزد ہوئی تو انکو سزا ہوئی ہے سو معلوم ہوا کہ اور خوبیاں کسی خاص جرم کی سزا یا فتوے سے بالاتر یا محفوظ نہیں کر سکتیں پس وہ بڑے بڑے خادم ہیں اور بہت کچھ نہایت اخلاص کرتے ہیں جب کوئی غلطی کرینگے تو اس غلطی کا نتیجہ بھگتینگے وہ عند اللہ شاید معذور بھی ہوں مگر چونکہ یہ امر ہماری دریافت سے باہر ہے اسلئے ہم شریعت کا حکم پیش کرینگے جیسا کہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے اسلئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے (صفحہ ۱۶۹)"

ششم۔ طلحہ و زبیر و عائشہ صدیقہ کا رجوع تو اریخ سے ثابت ہے طلحہ کے بارے میں تو اسوقت میرے سامنے موجود ہے ملاحظہ ہو حج الکرامہ صفحہ ۱۹۹

"حاکم از ثور بن مجزات روایت کردہ کہ گفت گذشتم بطلحہ روز جمل و او در رمق آخر بود پس مرا گفت از کدام کسانی گفتم از اصحاب علی گفت بکشا دست خود بیعت کنم ترا پس دراز کردم دست خود و بیعت نمود مرا و روح شد بر دو چشم و لیکن آدم علی علیہ السلام را خبر دادم از حالش فرمود اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلعم ابی اللہ تعالیٰ ان یدخل الجنۃ الا و بیعتی فی عنقہ چون مکلف نہ بود بحسب گنجائش تیمم کردہ مرحوم و او بیعت گرفت از وی"

یعنی طلحہ نے جمل کے روز سپاہیان علیؓ میں سے ایک سپاہی کو بلا کر بیعت کی اور حضرت علیؓ کو جب خبر ہوئی تو فرمایا رسول اللہؐ نے سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جنت میں داخل کرنے سے انکار کیا۔ جب تک میری بیعت نہ کرے پھر لوگوں سے بیعت لی جس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلفاء اسوقت بیعت لیتے تھے۔

اور طلحہ و زبیر نے پہلے بیعت کر لی تھی اور خلافت کے منکر نہیں تھے چنانچہ صفحہ ۱۰۹ پر ہے

و گفتہ اند کہ طلحہ و زبیر فرصت آں روز بیعت کردند ایشاں از بیعت و اقتدائے عثمان نادم شدہ طالب قتل قتلہ عثمان شدند و اما محمد بن شہاب زہری از طلحہ و زبیر رجوع کردند از خروج و توبہ نمودند زیرا کہ زبیر رحمت ذکر کردن حضرت امیر حدیث را بہ سوئے ترک مقاتل کرد و از معرکہ لشکر بیروں رفت ۔ صفحہ ۱۰۱ فتح الکلام

یعنی طلحہ و زبیر نے خروج سے رجوع کیا اور توبہ کی۔ امید ہے میرے بھائی اس مضمون پر غور فرمائیں گے

وفات مسیحؑ پر چند دلائل

دلیل اول۔ وفات مسیحؑ پر قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ اور یہ یعنی اے عیسیٰ میں تجھکو وفات دینے والا ہوں (یہ پہلا وعدہ) اور اسکے بعد تجھ کو عزت کیساتھ اپنی طرف بلند کرنیوالا ہوں۔ اس آیت میں لفظ متوفیک ہے کہ معنی امام بخاری نے بروایت ابن عباسؓ ممیتک کے ہیں اور کافرات سے کا وعدہ ابھی متوفی ما ہو ہی نہ ہو جاتے ہیں مقدم ہوا ور رافعک لفظاً و معنیً موخر ہے۔ اگرچہ اس آیت میں صرف وعدہ ہی وعدہ ہے لیکن ایک مخلص کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ وہ خدا جس کی شان میں ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتا جیسے وعدہ کرتا ہے ویسا ہی اسکو پورا کرکے بھی دکھا دیتا ہے پس جب کہ لفظ متوفیک بحیثیت وعدہ مقدم ہے اور رافعک بصورت وعدہ موخر تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی اللہ تعالےٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے

وفات دیکر ہی اپنی طرف اٹھائیگا جو بعد از وفات یقیناً ساری مومن کی ہوا کرتا ہے اگر مسیح بے
کہ حضرت مسیح کو موت نہیں ہوئی تو پھر یقیناً ابھی تک انکو رفعت بھی نصیب نہیں ہوئی کیونکہ
رفعت کا وعدہ بہر صورت وفات مسیح کے بعد ہوگا۔ ایک عقلمند انسان کے لئے اسی قدر کافی
ہے عاقلے را اشارہ بس است۔

دلیل دوم۔ اگر کہا جاوے کہ اچھا مانا کہ اس آیت میں رفعت کا بھی وعدہ ہے جیسے
کہ وفات کا وعدہ تو پھر بتاؤ کہ وعدہ پورا ہو چکا ہے یا نہیں اگر رفعت نہیں تو پھر وفات بھی نہیں
سو جواباً عرض کرتا ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْۤ
اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ
مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِہٖۤ اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ
کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ ترجمہ از شاہ رفیع الدین صاحب
اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑو مجھکو اور ماں میری کو
دو معبود اللہ کے سوائے کہیگا پاکی ہے تجھکو نہیں ہو واسطے میرے یہ کہ کہوں میں وہ چیز کہ نہیں
واسطے میرے حق اگر تھا میں نے کہا وہ پس تحقیق جانا ہوگا تو نے اسکو جانتا ہے تو جو کچھ بیچ جی میرے
کے ہے اور نہیں جانتا میں جو کچھ بیچ جی تیرے کے ہے تحقیق تو ہی ہے جاننے والا غیبوں کا نہیں کہا
میں نے واسطے ان کے مگر جو کچھ کہ حکم کیا تھا تو نے مجھکو ساتھ اسکے یہ کہ عبادت کرو اللہ پروردگار
میرے کو اور پروردگار اپنے کو اور تھا میں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے پس جب
قبض کیا تو نے مجھکو تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے اور تو اوپر ہر چیز کے گواہ ہے۔

ان آیات میں بجواب سوال اللہ رب العالمین مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں جبتک
ان میں رہا اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ میری

وفات کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا سو کیا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میں کیا جانوں کہ میرے بعد انہوں نے میری نسبت کیا کچھ عقیدہ گھڑ لیا ہو پیچھے کا تو تو ہی نگہبان ۔ شاہد تھا یعنی جناب مسیح اپنے جیتے جی تو سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۔ الی سرق و دیگر کہکر جناب الہی کے سامنے اپنی بریت ا ۔ کرا کہ یہ جرم شرک میری طرف منسوب کسطرح ہو سکتا ہے جبکہ مینے انکو ایسی تعلیم دی ہی نہیں ۔

پھر و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم کہکر قوم کی بریت کر دی کہ میری موجودگی میں انہوں نے ایسا عقیدہ تراشا بھی نہیں جو مجھے انکا علم ہو کہ انہوں نے مجھکو اور کس طرح یہ عقیدہ گھڑ لیا ہو بلکہ میں انہیں ہدایت اور تنبیہ ہی کرتا جیسا کہ موسیٰ نے بچھڑے کے پجاریوں کی کی ۔ اگر میری زندگی میں ایسا شرک پیدا کر لیتے اور میں انہیں روکتا اور ہدایت کرتا تو بیشک میرا یہ قول سوال کے مطابق ہوتا لیکن چونکہ اے میرے مولا میری نسبت الوہیت کا قول انکے دلوں میں بیٹھا ہے اسلئے میں قابل مواخذہ نہیں ہو سکتا میری وفات کے بعد تو ہی انکا نگران حال تھا پس اے مولوی صاحب اس آیت سے بالبداہت ثابت ہو گیا کہ قوم نصاریٰ حضرت جناب مسیح ع کی وفات کے بعد ہی بگڑی ہے اب دیکھو کہ کیا قوم کبھی بگڑی ہوئی ہے یا نہیں اگر ہے تو مسیح فوت ہو گیا ۔ اس لئے متوفیان الا والعدم بھی پورا ہوا ۔ ورنہ بگڑی ہی نہیں تو ماننا پڑیگا کہ قوم نصاریٰ موحد ہے اور پکے مسلمان ہیں اور کوئی نہیں اعیاذ باللہ ۔

اگر کہو کہ چونکہ جناب مسیح علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے تھے تو وہاں آپکو کیا معلوم کہ میری قوم نے میری نسبت کیا کچھ عقیدہ گھڑ لیا ہو اس صورت میں آپکا یہ کہنا کہ و کنت علیہم شہیدا ما دمت[1] فیہم درست ہوگا اور دعویٰ لاعلمی بھی صحیح ۔ پس مولوی صاحب سنئے اگر بالفرض جناب عیسیٰ آسمان پر ہی چڑھ گئے ہوں اور انکے آسمانی وفات کے بعد ہی فرض کیا کہ یہ قوم

---

[1] لفظ توفیتنی نے ما دمت فیہم کے دو معنوں میں سے ایک معنی کی تعیین کر دی یعنی داخلی یعنی وہ زمانہ جسکے بعد وہ زمانہ عہد وفات کے سبب نہ وجہ رفع مع الجسد الی السماء (ایڈیٹر)

بگی ہو تو اب بتاؤ کہ اگر جناب پھر کبھی اتریںگے بھی کہ نہیں اگر اتریںگے تو ضرور اپنی قوم کو مسیح ابن اللہ مسیح ابن اللہ کہتے سنیںگے اور صلیب پرستی بھی کرتے دیکھیںگے اب جبکہ اسقدر مشاہدہ کر چکے ہونگے تو کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم کہکر قوم کی بریت کے [illegible] جھوٹ کس طرح بولینگے جو شان انبیاء کے [illegible] خلاف ہے اور آگے چل کر صاف کہا ہے یوم ینفع الصادقین صدقہم یعنی اس دن صادقوں کو انکا صدق ہی کام آئیگا پس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ آیت ہے جس میں امام بخاری رح نے لفظ توفیتنی بمعنی امتنی بیان کرکے وعدہ وفات کو پورا کرکے دکھلا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت سورہ آل عمران یعنی انی متوفیک کو سورہ مائدہ کی آیت فلما توفیتنی کیساتھ ملا کر اس طرح تفسیر کی ہے انی متوفیک قال ابن عباس ای ممیتک یعنی متوفیک کے معنی ابن عباس کے نزدیک ممیتک کے ہیں پس ثابت ہوا کہ فلما توفیتنی کے معنی بھی امتنی کے ہی ہیں لا غیر کیونکہ حدیث مرفوع فاقول کما قال العبد الصالح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اسکی مصدق ہے۔

(محمد عبد العزیز [illegible] مولوی محمد عبد اللہ [illegible])

نظمیں براہین — براہین احمدیہ [illegible] نظمیں حضرت اقدس کی ہیں [illegible]

[illegible]

کتب جینی — [illegible] قیمت [illegible] کتب جینی کے متعلق [illegible]

دو ضروری نئی کتب — [illegible] زندگی پر [illegible] منظور [illegible]

[illegible]

یوسف نامہ — سعادت مرید کے مصنف کے [illegible] مولوی محمد سعید صاحب [illegible] ضلع امرتسر

پیام صادق — [illegible] حضرت اقدس علیہ السلام [illegible] قیمت [illegible] صادق [illegible] طلب کرو

قیمت	کیفیت	نام کتاب
[illegible]	دو درجن سے خصوصیات جو تمام انبیاء کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں	خصوصیات مسیح موعود
[illegible]	حقائق و معارف کا خزانہ ... و علمی مضامین کا گنجینہ	رسائل تشحیذ ۱۹۱۲ء
[illegible]	قرآن مجید کی ... [illegible]	وحیۃ القرآن
[illegible]	حضرت مسیح موعود ... [illegible]	تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء
[illegible]	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات	تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء
[illegible]	ہستی باری تعالیٰ پر ... دلائل	تشحیذ جون ۱۹۱۳ء
[illegible]	تصدیق المسیح ... [illegible]	تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء

قیمت	نام کتاب		قیمت	نام کتاب
[illegible]	ہدایات		[illegible]	تشحیذ مکمل حصہ دوم
[illegible]	محمد رسول اللہ		[illegible]	البلاغ المبین
[illegible]	اسلام کی دوسری کتاب یعنی ...		[illegible]	اسلام کی پہلی کتاب
			[illegible]	معیار حق
[illegible]	لیکچر سیالکوٹ ...		[illegible]	لیکچر ...
[illegible]	مجموعۃ الاحکام	ترجمہ ... تو عدد	[illegible]	ترجمہ انگریزی حصہ اول مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن
[illegible]	اربعین			
[illegible]	پہلی تحریریں		[illegible]	ترجمہ انگریزی حصہ دوم مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن
[illegible]	مکتوبات احمدیہ حصہ اول		[illegible]	الاسماء الحسنیٰ
[illegible]	ترجمۃ القرآن ...		[illegible]	مکتوبات احمدیہ حصہ دوم
[illegible]	نماز مترجم		[illegible]	محبوب ... حصہ اول و دوم
[illegible]	کلام محمود		[illegible]	آثار مبارکہ
[illegible]	القاء ربانی		[illegible]	خطبات نور حصہ اول و دوم
[illegible]	[illegible]		[illegible]	اسلامی صوفیا کی ...
[illegible]	کسر صلیب		[illegible]	عصمت الانبیاء

یہ سب کتابیں مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کیجئے

Digitized by Khilafat Library

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپکے دکھ درد کے سچے دوست ہیں

اصلی عرق کافور	عرق پودینہ	سر درد و ریاح کی دوا	کلوروڈائن
ہیضہ کی اصول دوا ہے جہاں ہیضہ پھیلا ہو تو دو چار بوند کھا لیا کریں پھر ہیضہ ہونیکا ڈر نہیں رہیگا۔ اگر وقت پر دوا دی جائے تو سو میں ننانوے آدمی بچتے ہیں۔ عرق کافور گھر گرہست اور مسافروں کے ہمیشہ پاس رکھنا چاہیے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ آنہ	یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے اور اس لئے اسکا رنگ اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے بدہضمی پیٹ پھولنا ڈکار آنا سنگ ریاح وغیرہ کو دور کرکے بھوک لگاتی اس سے بہتر اور کوئی دوا نہیں ہے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک شیشی سے دو شیشی تک ۵ پانچ آنہ	درد پل بھر میں پہاڑ ہو جاتا ہے اور یہ اسکو پانی کر دیتی ہے چٹک بھر تک لگانے سے یا سارے سر میں کیسا ہی درد ہوتا ہو اس سے دور ہو جائیگا یہ کچھ پیسی ہوئی اور کھانی نہیں کوئی ذائقہ نہیں ہے قیمت ایک ڈبیہ ۱۲ ٹکیوں کی ۴ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵	یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ہیضہ کی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے جاتی ہے۔ دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر براؤن نے انگلینڈ کے ایک ہی [illegible] سے بنوایا ہے اور دیگر قیمتی کلوراڈائن سے بہتر ہے اسلئے بازاری کلوراڈائن نہ خرید کرکے اس کلوراڈائن کو خریدیں قیمت ۱ اور ایک اونس کا چار روپیہ محصول ڈاک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں کے یہاں ملیگی ورنہ کارخانہ سے طلب فرمائیے

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

خلیفۂ وقت کی بیعت ضروری ہے	۱-۲۳	مولوی محمد [illegible] صاحب
مسئلہ نبوت	۲۳-۳۶	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ	۳۰-۵۵	ایڈیٹر
وفات مسیح پر چند دلائل	۵۵-۵۶	محمد عبدالعزیز

قیمت سالانہ [illegible]

باہتمام مینیجر [illegible] پریس قادیان [illegible] چوہدری عبدالسلام پبلشر کے حکم [illegible] شائع کیا

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعائت

نام کتاب	خلاصہ مضمون	اصل قیمت	رعایتی قیمت
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک	مجلد ۱۰/	مجلد ۵/
پیچ بیان نظم پنجابی	مسیح موعود کی تائید میں	۳/	۲/
احسن القصص	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر [illegible]	۳/	۱/
درثمین فارسی	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں	۹/	۵/
درثمین اردو	" " اردو نظمیں	۳/	۲/
مبادی الصرف	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۲/	۱/
درس قرآن شریف کے نوٹ	حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمودہ	[illegible]	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح	۱/	[illegible]
ترجمۃ القرآن پ۱ پ۲ پ۳ ہر جلد	مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ	مختلف بزرگان قوم کی تقریریں	[illegible]	۲/
حقیقت نماز	نماز کے متعلق ضروری احکام	[illegible]	۲/
النصح	تائید سلسلہ	۲/	۱/
ردّ چکڑالوی	مذہب فرقہ چکڑالوی	۵/	[illegible]
اربعین الاحادیث	احادیث کی وہ چالیس جن میں مختلف خصائل [illegible] رسول کریم نے فرمائی ہیں		اصل قیمت ۱/
صادقوں کی روشنی	حضرت مسیح موعود کی وفات پر [illegible] تقریریں [illegible]		۲/
البرق	رد [illegible]		۱/
طبیب روحانی	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث نبویہ کی رو سے [illegible]		۱/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	تمام اعتراضات [illegible]		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۴ء

خلیفۂ وقت کی بیعت ضروری ہے،

میں اس موضوع پر ایک مفصل تحریر لکھنا چاہتا تھا کہ حسن اتفاق سے عالم حقائق آگاہ مولوی سرور شاہ صاحب کا یہ مضمون پہنچ گیا جو بلحاظ اپنے عالمانہ مطالب کے قابل مطالعہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ اسے بہت شوق سے پڑھا جائیگا

جماعت کی تعداد پر اعتراض

خلافت کے نہ ماننے والے بڑی غرض اور عناد پر اسقدر عمل کر رہے ہیں کہ وہ اس مقابلہ میں حضرت مسیح موعود پر زد کرنے سے بھی نہیں جھجکے مولوی محمد علی صاحب جیسے بزرگ لکھتے ہیں جماعت کے کثیر حصہ کی بیعت ہم تب مانیں گے کہ تین لاکھ کی فہرست پیش کی جائے کیونکہ مسیح موعود نے لکھا ہے کہ میری جماعت ۳-۴ لاکھ کی ہے اب خدا کیلئے کوئی غور کرے کہ [illegible] کہاں پر پہنچتی ہے۔

مسیح موعود کا ماننا غیر ضروری

اسی طرح مسیح موعود کے ماننے کو غیر ضروری اور غیر

کے دعوی رسالت کو صوفیانہ ادعاء (یعنی از قسم شطحیات) اور ان پر نبی اللہ کے اطلاق کو ناجائز یا ایسا قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف کو عورتوں نے ملک کریم کہدیا تھا۔ بلکہ اسی دعویٰ میں یہاں تک ترقی کی کہ مولوی محمد علی صاحب نے کفر و اسلام کے ٹریکٹ میں صاف صاف

کفر و اسلام کی غلط تعریف

لکھ دیا کہ فقط اللہ کے ماننے سے انسان مسلم اور مومن ہو جاتا ہے جس میں رسولوں کا ماننا بھی شرط نہیں رکھی اور جس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ انکے نزدیک مشرکین مکہ اور یہود اور عیسائی بھی دائرہ اسلام میں داخل اور مسلم ہیں کیونکہ گو وہ مشرک یا رسولوں کے منکر ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ سے ثابت ہے کہ مشرک بھی مومن ہے اور رسولوں کا ماننا اسلام

خلفاء کو صرف نیک بادشاہ سمجھتے ہیں

کے دائرہ میں داخل ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ پھر اسی طرح خلفاء راشدین پر بھی خوب ہاتھ صاف کیا ہے کہ صاف لکھدیا ہے کہ انکی خلافت اور انکی بیعت روحانی اور دینی اور پیری مریدی والی نہ تھی بلکہ محض سلطنت کی تھی جس طرح کہ دنیا کے بادشاہوں کی ہوتی ہے۔ پھر اسی دعویٰ میں یہ

خلیفۃ المسیح کے بارے میں اعتقاد

بھی لکھدیا کہ جس نور الدین کے آگے درخواست دی تھی کہ مطابق الوصیت کے تو مسیح موعود کا خلیفہ بنکر ہم سے بیعت لے اور جس کی بیعت کرکے سب احمدیوں میں اعلان کیا تھا کہ مطابق الوصیت کے مولوی نور الدین صاحب کو مسیح موعود کا خلیفہ اول تسلیم کرکے ہم نے اسکی بیعت کرلی ہے اور اسکا حکم مسیح کے حکم کی طرح آئندہ جماعت پر واجب الاتباع ہوگا اور پھر سب پرانے اور نئے احمدیوں کو اسکی بیعت کے لئے بلایا تھا۔ اور جس کی دوبارہ بیعت بھی محض اس الزام پر کی تھی کہ مجھے کہدیا تھا کہ جو انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے خلیفہ اسکے ماتحت ہے اور جس کو ۶ سال تک خدا اور اللہ

اور تقریر و تحریر میں ہم خلیفۃ المسیح کہتے رہے ہیں وہ ہرگز خلیفہ نہیں تھا بلکہ اصل خلیفہ انجمن تھی اور احمدیوں کو اسکی بیعت بھی نہ کرنی چاہئے تھی پر اسنے یونہی زبردستی لوگوں سے بیعت

خلافت کی امید جو کچھ اس نے کیا امامت کے خلاف کیا بلکہ اس نے ساری جماعت کو مسیح موعود کی امامت کے خلاف چلا دیا۔ اور آپ کے بعد چھ سال تک یہ ساری جماعت فمن بدلہ من بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ کی مصداق ہو کر اس گمراہی میں پڑی رہی۔

اس اعتقاد کا نتیجہ

اور پھر یہ باتیں کرتے ہوئے یہ بھی خیال نہیں آتا کہ ہم اپنے آپ کو کس پوزیشن میں ظاہر کرتے ہیں جب مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح ہوئے بلکہ خلیفۃ المسیح انجمن تھی اور آپ پہلے سے اسکو خوب جانتے تھے تو پھر پہلے ہی کیوں خلافت اور بیعت کی درخواست دی اور پھر بار بار موقعہ آنیکے باوجود بیعت کرتے رہے خلیفۃ المسیح کہتے رہے اور اخلاقی اور ایمانی جرات سے کام لیکر کبھی وہ کچھ نہ کہا جو کہ اب کہتے ہیں۔ یہ ہے ان کی کارروائیوں کی مشت از نمونہ خروارے ہے۔

قل اللہ ثم ذرھم کے معنی غلط کئے

اب سنئے کہ ان باتوں کے ثبوت کے لئے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس میں وہ قابل اعتراض طریق برتا جاتا ہے جس سے کہ پہلی سے بھی شرم آتی ہے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کفر و اسلام والے ٹریکٹ میں جب اسکا ثبوت دینے لگے کہ فقط اللہ کے ماننے سے آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں اور قیامت کا ماننا ضروری نہیں تو اسکا ثبوت کیا ملتا ہے کہ آپ نے یہ آیت پیش کر دی۔ قل اللہ ثم ذرھم اور اپنا دعویٰ کے طور پر اسکا ترجمہ یہ کر دیا کہ تو اللہ منوا کر پھر انکو چھوڑ دے۔ اب خدا کے لئے کوئی تو دیکھے دنیا بھر کے ترجمے اور سب تفسیریں دیکھ جاؤ کسی میں یہ ترجمہ نہ پاؤ گے پھر قواعد اور لغت کی رُو سے یہ ترجمہ درست نہیں بلکہ خود قرآن مجید کی عبارت اس ترجمہ کا احتمال ہی نہیں رکھتی چنانچہ پوری آیت کریمہ جو لکھی گئی ہے یہ ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیئ۔ قل من انزل الکتب الذی جاء بہ

موسیٰ نوراً وھدی للناس تجعلونہ قراطیس تبدونھا وتخفون کثیراً وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون جس کا مطلب صاف آیات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگو وہ کتاب کس نے اتاری ہے جو کہ موسیٰ لایا تھا پھر خود ہی بتلایا کہ تم لوگو اللہ نے وہ اتاری تھی پھر بتلا کرکے بعد انکو نکتہ چینی میں لگے رہنے دو۔

اب پہلے قل من انزل الکتاب الخ کا اور بعد میں ذرھم فی خوضھم یلعبون صاف صاف اصل مطلب کو ظاہر کرتے اور پکار پکار کر اس ترجمہ کی نفی کرتے ہیں جو کہ ٹریکٹ میں کیا گیا پھر حضور پر ظاہر ہونا بھی اس ترجمہ کو دھکے دیتا ہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور قادیان کے رہنے والے تو بار بار سارا ترجمہ سن چکے ہیں ان میں سے کوئی ایک فرد بھی گواہی اس ترجمہ کی دیتا ہے اور درس سنتے ہی لکھا ہر ایک بہت سے اشخاص درس کے نوٹ کاپیوں پر لکھ لیتے تھے۔ انہیں سے کسی پر مشہور ترجمہ کے خلاف آج نہیں تو یہ انکی جرأت کو دیکھو ان سب باتوں کو پس پشت ڈال کر اسکا یہ ترجمہ کر دیا۔ اور اب جب سوال ہوا تو نہایت دلیری سے حضرت خلیفۃ المسیح کے ذمہ لگا دیا اور یہ نہ خیال کیا کہ انکے ترجمہ والے نوٹ بدر میں چھپ چکے ہیں پھر قلمی اپنے ہاتھ کا ترجمہ لکھا ہوا موجود ہے پھر سینکڑوں لوگ ان کے ترجمہ کے گواہ موجود ہیں۔ اور کثرت کے ساتھ متعدد واقعات کی کاپیاں شہادت دیتی ہیں پس انکے مقابل میں ان کے لکھنے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جبکہ زبان اور قاعدہ اور عبارت کے بھی خلاف ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب غلط بیان کیا

پھر اور سنئے کہ اسی ٹریکٹ کے دوسرے صفحہ پر آپ ثبوت دینے کے لئے امام ابو حنیفہ کے ذریعہ بات لگاتے ہیں کہ امام صاحب کا مذہب ہے کہ جو شخص دل سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے

تو مومن ہو جاتا ہے خواہ پھر اس سے کفر شرک یا ظلم سرزد ہو جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فقط اللہ کو دل سے ایک دفعہ مان کر کوئی شہادت کلمہ کہ دے پھر خواہ وہ دہریہ بھی ہو جائے بُت پرست بھی ہو جائے تو بھی وہ مومن ہی کہلاتا ہے وہ کبھی مرتد نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیہودہ فضل تو ایک جاہل بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ وہ امام جس نے امام اعظم کا لقب پایا ہو۔ ہمارے ایک طالب علم نے اسکا حوالہ طلب کیا تو جواب ملا کہ پیغام صلح میں مع ہو گا وہاں سے دیکھ لیں حالانکہ جب اصل ٹریکٹ میں حوالہ موجود ہے تو پیغام میں کہاں قرآن مجید کے ترجمہ پر اور ایسے جلیل القدر اماموں پر کہ جنکے ہزاروں متبع ہوں اور ان کے اقوال کو بڑی احتیاط سے ضبط کیا جاتا ہو۔ ایسی جرات کرنا نہایت درجہ کی دیدہ دلیری ہے یہ محض اس اعتبار پر کہ احمدیوں میں اب ہماری وہ حیثیت ہے کہ ہم جو کہینگے وہ سب بے چون و چرا آمنّا و صدقنا کہینگے۔

بیعت خلفاء کے متعلق شاہ ولی اللہ کا ایک حوالہ

ایسے ہی حوالوں کی نظیریں تو عجیب در عجیب اور بہت کثرت سے ہیں۔ مگر اس وقت میں ایک خاص حوالہ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اسلئے اوروں کا ذکر اس وقت چھوڑتا ہوں اور پہلے اس حوالہ کی نسبت بتاتا ہوں کہ کس طرح کاٹ تراش کر حوالے لئے جاتے ہیں۔ ۳۰ / اپریل کے پیغام میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قول الجمیل کا حوالہ بیعت کی نسبت دیا ہے اور جو کچھ اس سے ثابت کرنا چاہا ہے اسکی حقیقت بھی انشاء اللہ آگے بتاؤنگا

یہ حوالہ پورا نہیں دیا

مگر پہلے یہ بتاتا ہوں کہ اسکا کچھ حصہ تو نقل کیا ہے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے اور پھر اسکی وجہ بقدر امانت کچھ یہ ظاہر کی ہے کہ باقی ضرورت نہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ باقی حصہ وہ پیش کر کے خود جو دوست بھی نہیں مانتے بلکہ اس گروہ کے بیشتر بڑے لوگ اسکے خلاف بڑے زور و شور سے لکھ اور بیان کر چکے ہیں چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں فالحق ان البیعۃ علی اقسام منہا بیعۃ الخلافۃ ومنہا بیعۃ الاسلام ومنہا

بیعۃ التمسک بحبل التقویٰ ومنہا بیعۃ الہجرۃ والجہاد ومنہا بیعۃ التوثق فی الجہاد۔ وکانت بیعۃ الاسلام متروکۃ فی زمن الخلفاء اما فی زمن الراشدین یہاں تک عبارت لکھکر پیغام نے آگے بقدر حاجت کا لفظ لکھ کر کچھ عبارت چھوڑ دی ہے اور پھر یہاں انکی عبارت کی نقل شروع کی ہے وکذلک بیعۃ التمسک بحبل التقویٰ کانت متروکۃ الخ

چھوڑی ہوئی عبارت یہ ہے

اب اس لمبی عبارت کی پوری نقل سے پہلے میں یہاں پر وہ عبارت نقل کر دیتا ہوں جو کہ ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں سے چھوڑ دی ہے۔ اور میں اس کو پہلی عبارت کے آخری حصہ کے ساتھ ملا کر لکھتا ہوں تاکہ اتصال بخوبی معلوم ہو جاوے اور وہ یہ ہے (اما فی زمن الراشدین) فمنہم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامہم کان غالباً بالقہر والسیف لا بالتالیف و اظہار البرہان ولا طوعاً و رغبۃ۔ و اما فی غیرہم فلانہم کانوا فی الاکثر ظلمۃ فسقۃ لا یہتمون باقامۃ السنن۔ اسکا ترجمہ جو کہ مولوی خرم علی صاحب نے قول الجمیل کیساتھ چھاپا ہوا ہے جسکا نام شفاء العلیل ہے یہ ہے "خلفائے راشدین کے وقت میں بیعت اسلام اسواسطے متروک تھی کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں انکے زمانہ میں اکثر بسبب شوکت اور تلوار کے تھا نہ بسبب تالیف قلوب اور اظہار دلیل اسلام کے اور نہ دخول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا اور خلفاء راشدین کے سوا اور خلفاء کے وقت میں جیسا کہ خلفاء مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں اسواسطے بیعت اسلام متروک تھی کہ ان میں اکثر ظالم اور فاسق تھے اقامت سنن دین میں کوشش بلیغ نہ کرتے تھے"

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا

اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ مطلب اس عبارت کا ہے جو درمیان میں سے پیغام نے چھوڑ دی ہے کیا اس میں

صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں غالب قہر اور تلوار کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل کئے گئے نہ تالیف قلوب اور اظہار دلیل کے ساتھ اور نہ طوعاً اور نہ رغبۃً داخل ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ طوعاً کے مقابل کرہاً ہی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی طوعاً او کرہاً فرما کر بتایا ہے کہ طوعاً کے مقابل کرہاً ہوتا ہے تو جب طوعاً داخل نہ ہوئے تو پھر کرہاً ہوئے

اگر بیعت خلافت غیر ضروری ہو تو یہ بھی مانو کہ اسلام کرہاً منوایا گیا

مخلصین پیغام جو اسلام کے دائرہ میں داخل ہونیکے لئے رسولوں کا ماننا عموماً اور محمد رسول اللہ کا ماننا خصوصاً کوئی ضروری قرار نہیں دیتے چونکہ اسلام کے تلوار کے ساتھ پھیلانے کے متعلق عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے اعتراض ہوچکا ہے اس لئے میں امید نہیں کر سکتا کہ کبھی وہ اسکے بھی قائل اور مؤید ہو جائیں کہ اسلام خلفاء کے زمانہ میں تلوار سے پھیلا ہو پس جس عبارت میں وہ بات درج ہو جسکے خود وہ قائل نہیں یا کم از کم جس کے درست ہونیکا کھلا اقرار وہ نہیں کر سکتے اسی عبارت کے ایک ٹکڑہ کو دوسروں پر بطور حجت اور دلیل کے کس طرح اور کس دیانتداری سے وہ پیش کرتے یا کر سکتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ بقدر حاجت ٹکڑے کس طرح اس نامقبول اور دافع اسلام بات پر پردہ ڈالا ہے اور دیدہ دانستہ قوم کو غلطی میں رکھا یہ حال ہے کتمان کا۔

کیا شاہ ولی اللہ کا قول حجت ہو سکتا ہے

پھر خوب جانتے ہیں اور اسکے قائل ہیں بلکہ دوسروں کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہونی چاہئے یا کم از کم کہیں ہمارے امام ہی نے لکھا ہو ورنہ ہر ایک کا قول کوئی حجت نہیں ہے لیکن اپنی طرف سے محض شاہ صاحب کا قول بطور حجت پیش کرتے اور اس پر بگڑتے ہیں کہ خدارا ہمارے فتوے یاذہن بھائی اسے غور سے پڑھیں اور رجوع فرمائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب دوسروں کے لئے اس حوالہ کے بعد کوئی مفر باقی نہیں رہا لہذا اپنے فتوے سے ضرور رجوع کریں۔

حوالہ دینے سے کیا مقصود ہوتا ہے

حوالہ جب ذکر کرتے ہیں تو کبھی فقط اس عبارت کا پتہ اور نشان دینا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تو ابتدائی فقط یا الفاظ ذکر کرکے الخ یا الی آخرہ کر دیتے ہیں اور کبھی محض عبارت اسلئے ذکر کرتے ہیں کہ اسکے مطلب کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے تب بقدر ضرورت عبارت کو ذکر کرتے ہیں لیکن چونکہ یہاں پر مطلب ہی ہے اور جب تک پورا جملہ ذکر نہ ہو اسکا مطلب ظاہر نہیں ہوتا اسلئے اس صورت میں جو عبارت شروع کی جائے اسے پورا جملہ ہونے سے پہلے ختم کرنا درست نہیں ہوتا چونکہ پیغام میں یہ دوسری قسم کا حوالہ تھا اسی پورا جملہ ذکر کرنا ضروری تھا لیکن ظاہر ہے کہ اما فی سنامت الخ تک پورا جملہ نہیں ہوتا جبتک کہ اسکے ساتھ آگے کی عبارت نہ ملائی جائے لیکن محض پردہ داری کے خلاف قاعدہ تمام عبارت چھوڑدی گئی گو کہ پوری عبارت لکھتے ہیں۔ جو جملہ ہوتی ہو تو پھر انکے اعتقاد اور حجت اور دلیل کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اسلئے تمام عبارت کا حوالہ کسی کی بیعت میں غلطی پیدا کرتا تھا اسلئے تمام عبارت کا عذر تراش دیا

جتنا حوالہ دیا اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا

یہاں پر یہ بات بھی ضرور مد نظر رکھنی چاہیئے کہ جب شاہ صاحب کی بیان کی ہوئی دلیل کا یہ حال ہو کہ اسکو وہ شخص بھی اپنی زبان اور زبان قلم پر نہیں لا سکتا جو کہ انکے قول کو بطریق حجت پیش کرتا ہے مگر اس دلیل کے باعث سے باقی قول بھی پایۂ اعتبار سے نہ گر جاتا تو پھر ایسی دلیل سے وہ دعوی کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ جس کے ثابت کرنے کے لئے اسکو پیش کیا گیا ہو اور وہ دعوے ہے خلفاء راشدین کے زمانہ میں بیعت الاسلام کا متروک ہونا۔ پھر دیکھئے

کیا راشدین کے زمانہ میں بیعت اسلام بالکل متروک تھی

دعوے تو یہ ہے کہ بیعت اسلام راشدین کے زمانہ میں متروک تھی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلیۃً متروک تھی لیکن دلیل میں یہ نہیں کہا کہ انکے زمانہ میں سب کے سب اسلام میں تلوار و قہر کے ساتھ داخل ہوتے تھے نہ طوعاً و رغبۃً بلکہ کہا ہے کہ غالباً اس طرح داخل ہوتے تھے جس سے ثابت

ہوئی کہ کچھ لوگ اسکے خلاف تالیف قلوب اور اظہار دلیل کے ساتھ طوعاً اور رغبتاً شامل ہوتے تھے جن سے سنت رسول اللہ کے مطابق بیعت اسلام لے سکتے تھے تو پھر اسکا کلیۃً متروک ہونا کسطرح ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کیا اور نہ ثابت ہے کہ جو بیعت کل سے نہ لیجا سکتی ہو وہ اس بعض سے بھی نہ لینی چاہیئے کہ جن سے باقاعدہ اور موافق سنت رسول اللہ لیجا سکتی ہو۔ اور اگر کل کی نہ ہو سکنے سے بعض کی بھی نہیں ہو سکتی تو پھر اس [illegible] پیغام کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں سے تو بیعت نہیں لینی چاہیئے۔ ہاں دوسروں سے بیعت لے لینی چاہیئے۔

کیا غیر راشدین کے زمانہ میں بیعت بالکل متروک تھی؟

پھر بیعت اسلام کے متروک ہونیکی نسبت جو عبارت قول الجمیل میں ہے اور پیغام والوں نے اسکو چھوڑ دیا ہے مذکورہ بالا عبارت کے بعد یوں ہے واما غیرھم فلانہم کانوا الا اکثر ظلمۃ فسقۃ لا یھتمون باقامۃ السنن۔ یہ پیغام بھی یہی حال ہے کہ دعوٰی تو کیا ہے کہ سب خلفاء غیر راشدین کے عہد میں بیعت اسلام متروک تھی اور کسی سے نہ لیجاتی تھی۔ حالانکہ پھر ان سب خلفاء کو ظالم و فاسق نہیں کہا بلکہ اکثر کو کہا ہے تو پھر قلیل کے زمانہ میں متروک ہونے کی کوئی وجہ نہیں [illegible] ظالم و فاسق ہونے سے بھی کوئی یہ لازم نہیں آتا کہ سب سنتوں کو بالالتزام کلیۃً ہی وہ ترک کرتا ہو۔

بیعت نہ لئے جانے کے اور وجوہات

پھر آگے پیغام نے یہ عبارت نقل کی ہے وکذلک بیعۃ التمسک بحبل التقوی کانت متروکۃ اما فی زمان الخلفاء الراشدین فلکثرۃ الصحابۃ الذین استناروا بصحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتادبوا فی حضرتہ فکانوا لا یحتاجون الی بیعۃ الخلفاء۔ واما فی زمن غیرھم فخوفاً من افتراق الکلمۃ وان یظن بہم منابذۃ الخلافۃ فتھیج الفتن (یعنی تقوے کے لئے بیعت خلفاء راشدین کے زمانہ میں اسلئے متروک تھی کہ

کہ وہ نبی کریم کے فیضِ صحبت سے مستفیض تھے پس بیعت خلفاء کی کیا ضرورت تھی اخیر کے زمانہ میں اسکے بیعت نہ کرنے کا رواج شروع ہو گیا اور [illegible] اسکے آگے یہ عبارت بھی لکھی ہے وکانت الصوفیۃ یومئذ یقیمون الخرقۃ مقام البیعۃ ثم لما اندرس ھذا الرسم فی الخلفاء اقتبس الصوفیۃ الفرصۃ وتمسکوا بسنۃ البیعۃ واللہ اعلم یہاں پر پہلی فصل ختم ہو جاتی ہے لیکن پیغام نے اس عبارت کو بھی چھوڑ دیا ہے۔

یہ وجوہات بھی صحیح نہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ اس عبارت میں بھی نہ کوئی آیت ہے اور نہ حدیث بلکہ محض اپنی خیالی باتیں ہیں پھر اس بیعت کے راشدین کے زمانہ میں متروک ہونے کی جو خیالی دلیل ذکر کی ہے وہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ اول تو صحابہ کے سوا اور بہت لوگ اسلام میں داخل ہوئے (۲) اس بیعت کے محتاج بھی تھے پھر ان سے بیعت نہ لینے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور صحابہ سے بیعت نہ ان سے بیعت نہ لینے کو مسلم نہیں ہو سکتا۔ پھر خصوصاً جبکہ درحقیقت میں صحابہ سے بھی بعض زمانوں میں بہت سی لغزشیں ہوئیں (۳) پھر صحابہ میں بھی بعض کمزور موجود تھے جن کی کمزوریوں کا حدیثوں میں اور تاریخ اسلام میں صاف صاف ذکر موجود ہے بقول پیغام صفائی باطن میں وہ تو ابھی مزید امداد کے محتاج تھے پھر خلفائے راشدین کے سوا دوسرے صحابہ جو آنحضرتؐ کی صحبت سے روشن ہو چکے تھے اس میں شک نہیں کہ وہ سارے کے سارے خلفاء کے برابر ہی روشنی نہیں حاصل کر چکے تھے بلکہ ابھی وہ مزید روشنی حاصل کرنے کے محتاج تھے تو جس طرح اصل روشنی حاصل کرنے میں بیعت کی احتیاج تھی اسی طرح مزید روشنی حاصل کرنے اور اسکی تکمیل کرنے میں بھی بیعت کی احتیاج ہوتی ہے پس اس خیالی دلیل سے کوئی ترک ثابت نہیں ہوتا (۴) خصوصاً پھر صوفیائے کرام کے اجماع پر جب نظر کی جائے کہ چاروں سلسلے

حسن بصری وغیرہ کے ذریعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوکر جاری ہوئی ہیں۔ تو بیعت کا طریقہ متروک ہوجانا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اور اسکا حضرت شاہ صاحب کو بھی اقرار ہے اور انکار نہیں ہے اور اسی طرح افتراق کلمہ کے خوف اور بیعت خلافت کے ظن کی بات بھی بالکل فرضی ہے۔

کیا بیعت واجب ہے یا سنت

اسکے بعد دوسری فصل کی یہ عبارت نقل کی ہے فاقول اما المسئلۃ الاولیٰ فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقربوا بہا الی اللہ تعالیٰ ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکہا ولم ینکر احد من الائمۃ علیٰ تارکہا فکان کالاجماع علی انہا لیست بواجبۃ۔ ان عبارتوں کا ترجمہ مولوی خرم علی کے ترجمہ قول الجمیل مسمّٰی بشفاء العلیل سے ہم سامنے نقل کیا ہے اور اس آخری عبارت کے ترجمہ کے بعد مولوی خرم علی صاحب نے اپنی طرف سے ایک فائدہ لکھا ہے اسکو بھی پیغام نے یہاں نقل کیا ہے لہذا ہم بھی اسکو نقل کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے ف اور اگر بیعت تقوی واجب ہوتی تو بالضرور اسکے تارک پر انکار وارد ہوتا۔ تو معلوم ہو گیا کہ بیعت سنت ہے اور اسلئے کہ حقیقت سنت کی یہی ہے کہ فعل مسنون باعث تقرب الی اللہ کا موجب ہو۔

شاہ صاحب صوفیانہ بیعت کو سنت غیر واجب قرار دیتے ہیں

اس عبارت کی نسبت ہمیں اسقدر لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب سب بیعتوں کو سنت اور غیر واجب نہیں قرار دیتے بلکہ اس بیعت کو سنت کہتے ہیں جس کو غیر مقلد اور صوفیا کے مخالف لوگ بدعت کہا کرتے ہیں چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ مولوی عبداللہ غزنوی بیعت لیا کرتے تھے اور مولوی غلام علی قصوری انکی بیعت کو بدعت کہکر ہمیشہ نفرت کیا کرتے تھے چنانچہ شاہ صاحب نے پہلی فصل میں اس بحث کی تمہید میں لکھا ہے فظن قوم انہا مقصورۃ علی قبول الخلافۃ وان الذی تعتادہ الصوفیۃ

من مبایعۃ المتصوفین لیس بشیئ وھذا ظن فاسد الخ تو بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ بیعت قبول خلافت کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ صوفیوں کی عادت ہے کہ وہ متوسلین کی بیعت لیا کرتے ہیں وہ کچھ چیز نہیں ہے حالانکہ یہ فاسد خیال ہے تو اسی طرح اس عبارت کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں واما المسئلۃ الثانیۃ (ما الحکمۃ فی شرعھا) فاعلم ان اللہ اجری سنتہ ان یضبط الامور الخفیۃ المضمرۃ فی النفوس بافعال واقوال ظاھرۃ وینصبھا مقامھا کما ان التصدیق باللہ ورسولہ والیوم الاخر خفی فاقیم الاقرار مقامہ وکما ان رضی المتعاقدین ببدل الثمن والمبیع امر خفی فاقیم الایجاب والقبول مقامہ فکذلک التوبۃ والعزیمۃ علی ترک المعاصی والتمسک بحبل التقوی خفی مضمر فاقیمت البیعۃ مقامھا اور مسئلہ اسکے شروع کرنے میں کیا حکمت ہے پس جان کہ اللہ تعالے نے اپنی سنت کو یوں جاری کیا ہے کہ وہ ان امور کو جو نفوس میں پوشیدہ ہوتے ہیں ظاہری افعال واقوال کے ساتھ انکو منضبط کرتا ہے اور ان افعال واقوال کو ان مخفی امور کے قائمقام کر دیتا ہے مثلاً تصدیق باللہ و تصدیق بالرسول والیوم الآخر مخفی امر ہے تو اسکا قائمقام اقرار بنایا گیا اور جیسا کہ مشتری وبائع کی رضامندی قیمت اور مبیع کے متعلق ایک امر مخفی ہے ایجاب وقبول کو اسکا نشان بنا دیا۔ اسی طرح توبہ اور ترک معاصی اور تمسک بحبل التقوی پر عزم ایک امر مخفی ہے پس بیعت کو اسکا قائمقام ٹھہرایا گیا۔ تو جس طرح پہلی عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صوفیوں والی بات کو بدعت سے نکال کر سنت ثابت کر دیا۔ اسی طرح اس عبارت سے بھی ثابت ہے کہ اصل بیعت سے صوفیانہ بیعت مراد ہے جس کو بیعت توبہ اور بیعت تمسک بحبل التقوی وغیرہا کے ساتھ بھی موسوم کرتے ہیں۔ اور اسی لئے یہ فائدہ خود پیغام نے مولوی خرم علی کے ترجمہ سے نقل کیا ہے جو پہلے ذکر ہو چکا ہے اس میں اسکو بیعت تقوی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ جو کہ

صوفیانہ بیعت ہوتی ہی نہیں ثابت ہو کر جس بیعت کو شاہ صاحب سنت فرماتے ہیں کہ یہ ہی
وہ صوفیانہ بیعت ہو۔ جس کو غیر مقلد اور مخالفین صوفیا بدعت کہا کرتے تھے نہ بیعت خلافت
اور نہ مطلق بیعت۔ اور ہمیں اسکے جواب ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ انشاء اللہ آگے
ظاہر ہو جاوے گا۔

یہ اعتراض کہ خلفاء کی بیعت پیری مریدی کی بیعت نہیں تھی

اس سب عبارت اور اسکے ترجمہ اور فائدہ وغیرہ کے نقل کرنے کے بعد پیغام میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ بات نہایت واضح طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ خلفاء کی بیعت پیری مریدی کی بیعت نہ تھی اور ایک سلطنت کی بیعت تھی۔ پیر اہم پرانے اصحابوں کے لئے جو صحبت رسول سے کامل طور پر مستفیض ہو چکے تھے بیعت کرنی ضروری نہ تھی لہذا ہمارے فتوے باز بھائی اسے غور سے پڑھیں اور رجوع فرماویں۔

ان ملفوظات کا حال تو میں ساتھ ساتھ مفصل لکھ کر بتا دیا ہے اور اگر باوجود اس حالت کے پھر یہ ملفوظات قرآن مجید و حدیث کے ساتھ ثابت شدہ عقیدوں سے رجوع کرانیکے موجب ہو سکتے ہیں تو پہلے ان ملفوظات کی وجہ سے آپ خود اسلام کے تلوار کے ساتھ کرنا پھیلانے کے اعتقاد سے رجوع کر کے مشتہر کریں کہ جناب شاہ صاحب کے ملفوظات کا پہلے ہمیں علم نہ تھا۔ اس لئے ہم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسلام تلوار کے ساتھ کرنا نہیں پھیلایا گیا۔ لیکن اب ہم اس سے رجوع کر کے صاف اقرار کرتے ہیں کہ اور تو کیا خود خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی اسلام تلوار کے ساتھ کرنا پھیلایا گیا ہے اور دلائل بیان کرتے کہ دینی قلوب کے ساتھ رغبۃً نہیں پھیلا اور اس اشتہار کے بعد آپ دوسروں کو بھی ان اعتقادات سے رجوع کی ترغیب دیں جن کے خلاف ان ملفوظات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اور میں نے یہ بھی بتا دیا کہ کسی آیت یا حدیث کو شاہ صاحب نے پیش نہیں کیا۔ اور مقصد ان کا

قول کوئی حجت شرعی نہیں ہو سکتی یہ بھی بتایا ہے کہ جن وجوہات خیال سے انہوں نے بیعت اسلام اور بیعت تقوے کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں متروک ہونے کو ثابت کرنیکی کوشش کی ان سے انکا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن انکے کلام سے یہ ثابت کر کر کہ خلافت صرف ایک سلطنت کی بیعت تھی اور پیری مریدی کی بیعت نہ تھی محض غلط ہے اور اس غلطی کی بنا خلافت کے مفہوم و حقیقت پھر خصوصاً خلافت راشدہ کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے

پہلے خلافت کی حقیقت سمجھو

خلافت کی حقیقت حضرت مسیح موعود نے الوصیۃ میں پوری پوری بیان فرما دی ہے وہاں بیان فرمایا ہے کہ جس ہدایات کو اسوقت خداوند تعالےٰ پھیلانا چاہتا ہے انکی تخم ریزی تو نبی کے ہاتھ سے کرا دیتا ہے مگر تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ان سب مقاصد کی تکمیل قدرت ثانیہ کے ذریعہ سے کراتا ہے[1] جو کہ بعد ہو وہ شخص یا اشخاص کی شکل خلیفہ ہوتی ہے یعنی خلافت کے معنی یہاں پر سلطنت کے نہیں بلکہ نبی کی جانشینی اور قائمقامی کے ہیں جو نبی کے مقاصد سلطنت پر منحصر نہیں کہ اسکی جانشینی سلطنت ہی پر ہی منحصر ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی آنحضرت کے خلیفہ تھے اور آپکی خلافت کوئی سلطنت نہ تھی۔ قرآن مجید میں خبر بھی تھی لیستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم اور صحیح بخاری کی حدیث ہے کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببيعة الاول فالاول - اعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم بنی اسرائیل پر انبیاء سیاست کیا کرتے تھے ایک نبی فوت ہوتا تو اسکا خلیفہ نبی ہوتا میرے بعد اب کوئی نبی نہیں بلکہ خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے

[illegible]

[1] یہ خلاصہ مطلب ہے۔

عرض کیا پھر ہمیں کیا ارشاد ہے فرمایا پہلے کی بیعت کو پورا کرو پھر پہلے کی انکا حق انہیں دو اور ان سے انکی نگہبانی کے متعلق اللہ باز پرس کریگا) اور اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے السیاسۃ القیام علی الشیٔ بما یصلحہ کذا فی المجمع۔ قال فی الفتح ای انہم کانوا اذا ظہر فیہم فساد بعث اللہ لہم نبیاً یقیم لہم امرہم ویزیل ما غیروا من احکام التوراۃ۔ اسی طرح تاج العروس میں لکھا ہے فلان مجرب قد ساس وسیس علیہ (ای ادب وأدب) وفی الصحاح ای امر وامر علیہ والسیاسۃ القیام علی الشیٔ بما یصلحہ

خلفاء سلسلہ محمدیہ وخلفاء سلسلہ موسویہ

سو آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہو کہ اسی طرح خلیفے اس امت میں بھی بنائیگا جس طرح پہلے بنی اسرائیل وغیرہ میں بنائے تھے

پھر صحیح بخاری کی حدیث سے صاف ثبوت ہوگیا ہے کہ بنی اسرائیل میں جب ایک نبی فوت ہوجاتا تو اسکا خلیفہ نبی ہوجاتا تھا پھر بائبل اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنی اسرائیل میں بعض نبی نبوت کے علاوہ بادشاہ بھی تھے اور بعض خود بادشاہ نہ تھے بلکہ انکے زمانہ میں کوئی غیر نبی بادشاہ ہوتا تھا۔

سیاست صرف سلطنت کے وجود سے خاص نہیں

لیکن آنحضرت ؐ اس حدیث میں بنی اسرائیل کی سیاست کو انبیاء کی طرف نسبت کرتے ہیں تو اب اس سے صاف صاف یہ ظاہر ہوا کہ سیاست جو کہ قیام علی الشیٔ بما یصلحہ اور تادیب اور امر و نہی کو کہتے ہیں کوئی سلطنت ہی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ بعض اوقات خالص دینی سیاست ہوتی ہے جیسا کہ ایک غیر بادشاہ نبی یا ولی اپنی جماعت پر قائم ہوکر اسکی اصلاح کرتا ہے اور اسکو دینی ادب سکھلاتا اور امر و نہی کرتا ہے۔

نبی کے خلیفہ کا اصل کام سیاست دینی ہے

(۱) اور بعض اوقات دینی سیاست کے علاوہ ملکی سیاست بھی کرتا ہے جیسا کہ ایک نبی یا ولی ہوکر دینی جماعت کا بادشاہ

بھی ہو تو دینی اور ملکی دونوں سیاستیں اپنی جماعت پر کریگا۔ (۲) اور کامل دین میں چونکہ ملکی سیاست بھی بیان ہوتی ہے۔ اور اسکے اصول اور اوامر و نواہی کی پیروی بھی عبادت اور موجب ثواب ہے اسلئے دینی سیاست کے ساتھ ملکر ملکی سیاست بھی دینی سیاست ہو جاتی ہے (۳) اور بعض اوقات محض ملکی سیاست ہوتی ہے جیسے دنیوی بادشاہ جو دینی پہلو سے کوئی تعلق نہیں رکھتے پس نبی کے خلیفہ کا اصل کام تو سیاست دینی ہے مگر اسکے ساتھ ملکی سیاست نہ ہو تو اس سے اسکی خلافت یا سیاست میں کوئی نقص عاید نہیں ہوتا اور اگر اسکے ساتھ ملکی سیاست بھی ہو تو پھر وہ بھی دینی سیاست ہی کی ایک شاخ ہو جاتی ہے اور نبی جب دونوں سیاستوں کا جامع ہو تو جس طرح اس کے اتباع میں سے اسکے بعد اسکی قوم پر خالص دینی سیاست کرنیوالا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور جس طرح کہ دینی اور دنیوی دونوں سیاستیں کرنیوالا خلیفہ ہوتا ہے۔

چونکہ اصل مقصود دینی ہے اسلئے صرف دنیوی سیاست والا خلیفہ نبی نہیں کہلا سکتا

اسی طرح محض دنیوی اور ملکی سیاست کرنیوالا خلیفہ ہوتا ہے اور دینی سیاست کا اسکو حصہ نہیں ملتا وہ بھی گو اس لحاظ سے اپنے پیشوا نبی کا خلیفہ ہی ہے کہ اسکی جماعت پر اسکی دو سیاستوں میں سے ایک سیاست کر رہا ہے لیکن چونکہ اصل اور اہم مقصد نبی کا سیاست دینی ہوتی ہے اور دنیوی سیاست دینی کے ساتھ ملکر اور اسکے تابع ہو کر اسکے مقاصد میں داخل ہوتی ہے اور جب دینی سے بالکل علیحدہ ہو جائے تو پھر وہ اسکے مقاصد میں شمار نہیں ہو سکتی اسلئے انبیاء اسکو شمار میں نہیں لاتے۔

خلفاء راشدین کون ہیں

اور خلفاء راشدین وہ ہیں کہ ان میں سیاست دینی اور دنیوی دونوں جمع تھیں اسلئے آنحضرت ؐ نے انکی خلافت کو خلافت راشدہ اور انکو الراشدین المہدیین فرمایا ہے عجیب بات ہے کہ وہ مسدی بھی ہوں اور پھر ان میں سیاست روحانی اور دین کا نام و نشان نہ ہو اور محض سیاست دنیوی ہی رکھتے ہوں جیسے کہ اور

دنیوی بادشاہ رکھا کرتے ہیں۔

اگر خلفاء صرف دنیوی بادشاہ تھے تو صوفیا اپنا سلسلہ کیوں انسے ملاتے ہیں

پھر کیسی تعجب کی بات ہو کہ دنیا بھر کے جس قدر صوفیا ہوتے رہے ہیں وہ ان چاروں بڑے سلسلوں کی بیعت کا سلسلہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اگر ان کی بیعت محض سلطنت کی بیعت تھی تب تو یہ چاروں سلسلے مصنوعی ہیں۔ اور سب صوفیا محض افترا کرتے رہے ہیں۔ خود ہی شاہ ولی اللہ صاحب بھی انکے قائل ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب قول الجمیل میں آپ نے اپنی پیری مریدی کے سلسلوں کو یعنی نقشبندی قادری چشتی کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ متصل کیا ہے۔ اور اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان خلفاء راشدین نے ایک دو آدمیوں سے خاص پیری مریدی کی بیعت لی تھی کیونکہ عام تجربہ اور مشاہدہ یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ ہزاروں بیعت کرنے والوں سے کوئی کوئی اس سلسلہ کا اپنے مرشد کی طرح پیشوا اور بیعت لینے والا بنتا ہے۔

نبی کی بیعت میں دینی دنیوی سیاست شامل تھی

پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح سوائے بعض لوگوں ضرورتوں کے آنحضرتؐ جو بیعت لیتے تھے وہی ایک بیعت بیعت اسلام بیعت تقویٰ بیعت سیاست دینی و دنیوی ہوتی تھی کیونکہ بیعت کی حقیقت اطاعت فی المعروف اور شہادت ایمان ہمانی اور تبری ان المعاصی ہو چنانچہ قرآن مجید میں جو بیعت آنحضرت صلعم کی بیان ہوئی اسکی حقیقت بھی یہی ہے۔ سورہ ممتحنہ میں فرمایا ہے یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ۔ پھر آنحضرتؐ کی اس قسم کی بیعت جہاں مروی ہے اسکی حقیقت بھی یہی ہے۔ پھر اسی قول الجمیل میں ہو رہا المسئلۃ السابعۃ فاعلم ان الانفظ

الماثور عن السلف بن يخطب الشيخ الخطبة المسنونة ..... ثم يلقن الايمان الاجمالي فيقول قل امنت بالله وبما جاء من عند الله على مراد الله وامنت برسول الله وبما جاء من عند رسول الله على مراد رسول الله وتبرأت من جميع الاديان وجميع المعصيات واسلمت الان واقول اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ثم يقول قل بايعت رسول الله بواسطة خلفائه على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وصوم رمضان وحج البيت ان استطعت اليه سبيلا ثم يقول قل بايعت رسول الله بواسطة خلفائه على ان لا اشرك بالله شيئا ولا اسرق ولا ازني ولا اقتل ولا اتي ببهتان افتريه بين يدي ورجلي ولا اعصيه في معروف۔ اور خطبہ مسنونہ جو لکھا ہے اسمیں استغفار بھی ہوتا ہے۔ اور ان الفاظ کو ماثور عن السلف کہا ہے اور یہ بھی اس حقیقت پر مشتمل ہیں۔

خلفاء اربعہ کی بیعت میں بھی دونوں باتیں ہونگی

اسی طرح خلفاء راشدین کی بیعت بھی ان سب بیعتوں کو شامل تھی کیونکہ الطاعت فی المعروف ایسا وسیع مفہوم ہو کہ ہر ایک سیاست کو اور ہر ایک امر ونہی اور حکم کو شامل ہے۔ خواہ سیاست دینی ہو۔ یا سیاست دنیوی ہو۔ کیونکہ دونوں کے متعلق معروف احکام ہیں۔ پس اگر بیعت لینے والا دونوں قسم کی سیاست کا اہل ہو تو اسکی بیعت کے یہ الفاظ دونوں قسم کو شامل ہونگے اور اگر وہ دونوں میں سے ایک ہی سیاست رکھتا ہو اور دوسری سے اسکو حصہ نہ ملا ہو۔ تو پھر وہ ایک ہی مراد ہوگی۔

خلفاء موسوی تو دینی دنیوی مقتدا ہوں اور خلفاء محمدی محض دنیوی

کیا ہی تعجب انگیز قول ہو کہ بنی اسرائیل کے خلفاء تو دینی اور دینی و دنیوی سیاست کے جامع ہوں لیکن سید الانام کی امت محمدیہ میں خلفاء اور خصوصاً خلفاء راشدین محض دنیوی

بادشاہ اور سیاست دینی اور ولایت اور مرشدیت بلکہ پیری سے بھی محروم ہوں اور جب انکی بیعت پیری مریدی کی نہ ہوتی تو پھر صوفیوں کے سلسلے ہی غلط ہوتے کیونکہ وہ تو انہی پیری مریدی کی بیعت کے واسطے سے آنحضرتؐ کے ساتھ اپنے سلسلوں کو ملاتے ہیں اور انکی اتوبہ بیعت بھی غلط ہوئی جس میں وہ بواسطہ خلفاء آنحضرتؐ کی بیعت کرتے تھے۔ اور یہ بیعت جو دونوں قسم کی بیعت کو شامل ہو اور جو کہ پیری مریدی کی بیعت سے ارفع تر ہیں۔ اور جس کے میسر آنے کی صورت میں پیری مریدی کی بیعت پر کفایت ہوجاتی ہو پانے سے پہلے اور کامل سے کامل صحابی وہ کو بھی اس سے چارہ نہیں تھا کہ انکو بیعت سیاست دنیوی سے چارہ نہیں تھا۔

خلفاء کی بیعت کیلئے رسول اللہ کا حکم یہی وجہ ہو کہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کے دریافت کرنے پر انکو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ہے کہ فوا ببیعۃ الاول فالاول تو اگر صحابہ اور پرانے یا بعد پرانے صحابہ کے لئے بیعت کی ضرورت و حاجت تھی اور انہوں نے بیعت کرنی تھی تو پھر ہر ایک اول خلیفہ کی بیعت کے ایفا کا ارشاد کیسا؟

خلافت علی منہاج النبوۃ کی پیشگوئی پھر مشکوۃ باب الانذار والتحذیر میں امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی کی روایت سے حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قال رسول اللہ تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم یکون ملکا عاضا فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم یکون ملکا جبریۃ فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم سکت الخ۔ تو اس حدیث میں آنحضرت نے خلافت اولیٰ خلافت راشدہ کو علی منہاج النبوۃ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ نبوت میں تو بیعت سیاست دینی ضروری

اور اسکے لئے ضروری ہو تو پھر جو خلافت اس نبوت کے منہاج اور طریق پر ہے اس میں سیاست روحانی اور دینی کی کس طرح نفی ہو سکتی ہے اور کس طرح کوئی اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے پھر حدیث مذکور میں خلافت اولیٰ خلافت راشدہ اور خلافت اُخریٰ خلافت مسیح موعودی اور آپکے سب خلفاء کی خلافت کو جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں جیسا کہ مسیح موعود نے الوصیۃ میں صاف فرما دیا ہے کہ وہ دائمی ہو جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور جس کے قیامت تک ممتد ہونے کو آنحضرت صلعم نے باوجود موقع بیان کے اسپر سکوت فرما کر بتا دیا کہ وہ غیر منقطع ہے۔ علی منہاج النبوۃ فرمایا ہے

خلافت اُخریٰ سیاست دنیوی پر مشتمل نہیں

لیکن حضور نے بتایا ہے کہ خلافت اُخریٰ خلافت مسیح موعود جو علی منہاج النبوۃ ہے سیاست دنیوی پر مشتمل نہیں ہوگی اسکی بیعت بیعت سلطنت اور بیعت سیاست دنیوی ہوتی۔ بلکہ اس کی خلافت سیاست روحانی پر مشتمل ہے لہٰذا آپ کی بیعت بھی بیعت سیاست روحانی ہے۔

خلافت راشدہ میں سیاست روحانی ضروری ہوتی ہے

تو اب خلافت راشدہ جو کہ خلافت مسیح موعود کی طرح منہاج نبوت پر ہے وہ کس طرح محض خلافت سیاست دنیوی ہو سکتی ہے جس میں سیاست روحانی کا کوئی دخل ہی نہ ہو بلکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہاں پر بھی اصل سیاست روحانی تھی بلکہ اصل وہی تھی جس پر نبوت کی تعریف ہے اور دنیوی سیاست بالتبع اسکے ساتھ تھی جس کا ہونا خلافت علی منہاج النبوۃ میں ایسا ہی کوئی ضروری نہیں جیسا کہ نبوت میں اسکا ہونا ضروری نہیں پر اگر ہو تو کچھ مضر اور منافی بھی نہیں۔

خلافت کی بیعت سے کوئی کامل سے کامل مستغنی نہیں

اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح مومن کامل سے کامل اتباع اور بیعت نبوت سے مستغنی نہیں ہو سکتا اسی طرح خلافت علی منہاج النبوۃ کے اتباع اور بیعت سے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا

اور جس طرح مسیح موعود کی خلافت علیٰ منہاج النبوت کے زمانہ میں خواہ کوئی کتنا ہی باکمال اور ولی اللہ کیوں نہ ہو وہ آپ کے اتباع اور بیعت سے مستغنی نہیں ہو سکتا اسی طرح خلفاء راشدین کی خلافت اولیٰ علیٰ منہاج النبوت کے وقت میں بھی خواہ کوئی کتنا ہی بڑا صحابی ہو کیسا ہی باکمال ہو انکی اتباع اور بیعت سے مستغنی نہیں۔

دینی اتحاد کے لئے بھی ایک جماعت کی ضرورت ہے

اس کے علاوہ جس طرح سیاست ملکی اور دنیوی کے لئے اتحاد اور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے اور بدوں اتحاد اور جماعت کے اس قسم کی دنیوی سیاست اور دنیوی خلافت ہو سکتی ہی نہیں اسی طرح روحانی اور دینی سیاست اور دینی خلافت کے لئے بھی اتحاد اور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے اہل اسلام کا سیاسی وقرۃ خلافت یعنی سلطنت کے کھو دینے پر بھی اپنے آپکو اہل سنت والجماعت کہلانے پر مجبور ہوا ہے۔ گو انکو جماعت کی حقیقت بھی بھول گئی تھی جو کہ بدوں ایک امام کے مطاع ہونے کے ہو سکتی ہی نہیں۔

مختلف افراد جماعت بھی کہلا سکتے ہیں کہ ایک امام کے ماتحت ہوں

طبری میں ہے قال بن حریث لسعید بن زید اشہدت وفات رسول اللہ قال نعم قال فمتی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ۔ قال فخالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من قد کاد ان یرتد لولا ان اللہ عز وجل ینقذھم۔ ابن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ کی وفات کے وقت حاضر تھے اسنے کہا ہاں پوچھا ابوبکر کی بیعت کب ہوئی اسنے کہا اسی روز جس روز رسول اللہ فوت ہوئے صحابہؓ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ جماعت کی صورت میں نہ ہوں اسنے کہا کیا کسی نے اسپر مخالفت کی اسنے کہا مرتد یا قریب ارتداد کے سوا اور کسی نے مخالفت نہیں کی اگر اللہ انہیں نہ بچا لیتا۔

جس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ کا تو یہی اعتقاد تھا

کو خلیفہ کی بیعت کے سوا جماعت نہیں ہوتی۔ خواہ جماعت دینی ہو یا جماعت دنیوی ہو۔ اور مل کر کام کرنیکے بھی یہی معنے ہیں کہ ایک جماعت ہو کر کام کریں پس خلیفہ کی بیعت نہیں تو پھر جماعت ہے اور نہ مل کر کام کرنیکا نام ونشان ہے۔ اسی طرح جب مسیح کے خلیفہ کی بیعت نہ ہوئی تو پھر وہ لوگ مسیح کی جماعت کہلانیکے صحابہ کرام رض کے رُو سے مستحق نہیں ہو سکتے اور نہ وہ تائید اور نصرت مل سکتی ہے جس کو آنحضرت نے ید اللہ علی الجماعۃ فرما کر بتایا تھا کہ جب خلیفہ کی بیعت نہیں تو پھر اہل سنت والجماعۃ کہلانے کے لائق بھی نہ ہو کیونکہ آنحضرت ؐ کے جمیع صحابہ کا یہ اعتقاد ہے کہ خواہ نبی کی بیعت بھی کی ہو لیکن پھر بھی اگر آپ کے خلیفہ کی بیعت نہ ہوئی تو جماعت نہ ہو گی۔ اور جب جماعت ہی نہیں تو پھر کہاں اہل جماعت کیونکر ہوا۔

فرقہ ناجیہ وہ ہے جو جماعت یعنی ایک امام کے ماتحت ہو

بلکہ ۷۳ فرقوں میں سے جو ناجی فرقہ ہے اگر خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرے تو اس فرقہ کے لوگ اپنے آپکو فرقہ ناجیہ کہلانیکے مستحق بھی نہ رہینگے کیونکہ جب صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور وہ کون فرقہ ہوگا تو صحیح ترمذی کی حدیث میں حضورؐ کا جواب یہ مروی ہے کہ ما انا علیہ واصحابی لیکن امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد کی روایت میں ہی الجماعۃ آیا ہے پس جب ناجیہ فرقہ جماعت ہے اور بلا جماعت نہیں اور جماعت بجز خلیفہ وقت کی بیعت کے ہو ہی نہیں سکتی تو پھر خلیفہ وقت کی بیعت کے سوا فرقہ ناجیہ کہلانیکا حق دار کوئی کیونکر ہو سکتا ہے

آخری زمانہ کے متعلق رسول اکرم کی ایک پیشگوئی

بالآخر میں یہاں پر ایک حدیث لکھتا ہوں مشکوۃ میں ہے کہ نبی کریم کے پاس کچھ مال آیا۔ بعد آپ نے وہ بانٹ تو دینے طرف والوں کو بھی دیا اور دائیں والوں کو بھی اور پیچھے والوں کو نہ دیا جس سے ایک شخص نے کہا اے محمد تو نے تقسیم میں عدل نہیں کیا تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ واللہ تم میرے بعد کوئی شخص نہ پاؤ گے جو کہ مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا ہو۔ اور

پھر فرمایا یخرج فی اخر الزمان قوم کان ھذا منھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیة سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم ھم شر الخلق والخلیقة۔ یخرج فی اخر الزمان قوم اور یخرج اخرھم مع المسیح الدجال قابل غور ہیں اور خروج اور خرج کا لفظ حکم سے نکلنا ہے چنانچہ بالاتفاق سب اہلحدیث نے ان احادیث سے خلفاء کے حکم سے باہر نکلنے والے ہی مراد لئے ہیں جنکو خوارج کہتے ہیں اور تحلیق کے معنے سر منڈانے کے ہی آتے ہیں لیکن صحابہ میں اسکا رواج تھا حضرت علی کا خود یہی معمول تھا پھر حج میں یہ شعائر اللہ سے ہے لہذا یہ علامت ٹھیک نہیں ہو سکتی اور ایسی بات کو بعض شراح نے محسوس کرکے تحلیق کے دو معنی بھی لکھ لئے ہیں جو کہ بالکل صحیح اور علامت بن سکتے ہیں چنانچہ لمعات حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے وقد یراد بہ تحلیق القوم واجلاسھم حلقا حلقا یعنی تحلیق سے مراد مجلسیں بنانا ہے آخر میں دعا ہے کہ خداوند کریم سمجھ اور خشیۃ اللہ اور ہدایت اتباع حق کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین

خاکسار محمد مسعود عفا اللہ عنہ

پسر موعود مصلح موعود	حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت ۱۰/
مجموعہ الہامات حضرت اقدس	تمام کشوف و رؤیا و الہامات جو خدا کے مسیح پر نازل ہوئے عمر
ادعیۃ القرآن	قرآن مجید کی تمام دعائیں اردو نثر و نظم کے ساتھ ۲/
ادعیۃ الاحادیث	حدیث کی تمام دعائیں ۳/

ملنے کا پتہ۔ مینیجر تشحیذ قادیان

مسئلہ نبوت

اور

حقیقت و مجاز

اہمیت مسئلہ حقیقت و مجاز حقیقت و مجاز کا مفہوم نہ سمجھنے کے باعث بہت لوگ ایک حقیقت کو مجاز پر محمول کر کے یا ایک مجاز کو حقیقت پر محمول کر کے سخت سے سخت غلطیوں میں پڑتے ہیں چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو لفظ نبی اللہ کا احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے اسکی نسبت جو بعض لوگوں کو غلطی واقع ہوئی ہے۔ وہ اسی پر مبنی ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نبوت کا لفظ کئی مختلف معنوں پر اطلاق پاتا ہے اور کئی مختلف مفہوموں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کثرت معنوی کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کثرت معنوی کی پہلے تفصیل کر دی جائے:

کثیر المعنی کی اقسام سو واضح ہو کہ (۱) جو لفظ کئی ایک ایسے معانی رکھتا ہو جن میں سے ہر ایک کے لئے وہ ابتداء سے موضوع ہو تو اسے حقیقۃً کہتے ہیں۔ اور ان معانی میں سے ہر ایک معنی اسکا حقیقی معنی ہوگا نہ مجازی (۲) اور جو لفظ کئی ایک معانی کے لئے مستعمل تو ہو لیکن ان معانی میں سے کسی ایک معنے کے لئے تو وضع ہو چکا اور باقی معانی پر محض کثرت استعمال کے باعث دلالت کرتا ہو ورنہ دراصل وہ دوسرے معنی کے لئے موضوع نہ ہو تو وہ بھی ان دو میں سے ہر ایک معنی کے لحاظ سے حقیقۃً ہی ہوگا نہ مجاز مگر ان دونوں قسموں میں ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلی قسم میں تو ہر ایک معنی کے لئے حقیقت وضعی کہلائیگی۔ اور دوسرے معنی کے لئے حقیقۃ عرفی یا مجاز متعارف (۳) اور اگر ایک لفظ کئی معنوں پر دلالت کرتا ہو جن میں سے بعض پر تو وضع یا عرف عام کی وجہ سے دلالت کرے اور بعض پر محض

کی وجہ سے اور نہ عرف عام کی وجہ سے بلکہ محض کسی دیگر مناسبت کی وجہ سے دلالت کرتا ہو ورنہ در اصل اس لفظ سے وہ معنی خود بخود نہ سمجھے جاتے ہوں تو مجاز کہلائیگا۔

اقسام حقیقت ومجاز

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت کی بھی دو قسمیں ہیں اور مجاز کی بھی دو۔ حقیقت کی دو قسمیں یہ ہیں۔ (۱) حقیقت وضعیہ (۲) حقیقت عرفیہ یا مجاز متعارف۔ اور مجاز کی دو قسمیں یہ ہیں (۱) مجاز وضعاً (۲) مجاز عرفاً

اصطلاحات از قسم حقیقت ہیں

اسکے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اصطلاحات حقیقت کی قسم میں سے ہیں نہ مجاز کی قسم میں سے اور ممکن ہے کہ ایک ہی لفظ کئی مختلف اصطلاحی معنے کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کے لئے وہ حقیقتاً مستعمل ہوتا ہے نہ مجازاً۔ اور ان میں سے کسی ایک معنی کی مناسبت اور علاقہ کی وجہ سے اگر وہ لفظ کسی اور معنی پر دلالت کریگا۔ تو وہ ایسے معنے کے لئے مجاز کہلائیگا۔

نبی کے معنی باعتبار اقسام مندرجہ بالا کے

واضح ہو کہ نبی کا لفظ نبوت سے ماخوذ ہے جسکے وضعی معنے خبر دینے کے ہیں لہٰذا جب یہ وضعی معنے کے اعتبار سے خبر دینے کے لئے مستعمل ہوگا تو اس وقت حقیقت ہی کہلائیگا نہ مجاز۔ اور اس صورت میں اسکا نام حقیقت وضعیہ ہوگا اور اگر اس معنے کی مناسبت کو مد نظر رکھکر کسی اور معنے کے لئے یہی لفظ بولا جائیگا تو اس معنی کے لئے مجاز کہلائے گا نہ کہ حقیقت۔ اور اسی لفظ نبوت کے دو اور معنی بھی ہیں جن میں سے ہر ایک معنی اصطلاحی اور عرفی ہے نہ وضعی اور وہ یہ ہیں (۱) صاحب شریعت ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع علی الغیب کا شرف پانا پہلے معنی کے لئے لفظ نبوت اگرچہ موضوع نہیں ہے تاہم چونکہ پہلے تمام نبی ایسے ہی آتے رہے تھے جن میں سے کوئی بھی امتی اور ظلی نہیں تھا یعنی ان میں سے کسی کی نبوت کسی اور نبی سے مستفاد نہیں تھی اور اسی وجہ سے انہیں اہل عرف اور عامۃ الناس صاحب شریعت سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی نبوت میں کسی کے تابع ہو نہیں نکلے بالخصوص جن لوگوں کے مطالعہ میں

انکو انہوں نے یا وہ سلسلہ فیض سے شریعت پہنچایا۔ اسلئے وہ بجائے خود صاحب شریعت کہے گئے اور ایسے ہی نبی ہمیشہ آتے رہے اس لئے استعمال علماء اہل اسلام میں اور عرف عام میں بلکہ اصطلاح قرآنی میں نبی اس عرفی مخصوص معنے کے رُو سے ایسے انبیاء کے لئے حقیقۃً مخصوص ہوگیا۔ اور ایسے نبی کے لئے جو ظلّی نبی ہو یعنی اسکی نبوت ان سے بلا واسطہ نہ ملی ہو۔ بلکہ اور نبی کے واسطے سے ملی ہو اسکے لئے یہ لفظ اس معنی کے رُو سے مجازاً استعمال ہونے لگا۔

(۲) اور اسکے دوسرے اصطلاحی معنے کے لئے اسکا استعمال اللہ تعالیٰ نے کیا اور اپنے تمام انبیاء کے لئے یعنی جن پر اسنے اظہار علی الغیب کی نعمت نازل فرمائی ہمیشہ یہی لفظ بولا سو یہ معنی بھی اصطلاحی معنی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے کلام میں جس جگہ یہ لفظ واقع ہو اور اس سے مراد مُظہَر علی الغیب ہو وہاں یہ لفظ حقیقت کہلائیگا اور اگر بفرض الہام الٰہی میں اس معنی کے سوا کسی اور معنی کے واسطے یہی لفظ مستعمل ہو تو اسے مجاز کہینگے پس پہلی صورت میں حقیقت عرفیہ اور دوسری میں مجاز عرفی کہلائیگا۔ ان دونوں اصطلاحوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی اصطلاح عوام الناس کی ہے اور دوسری اصطلاح اللہ تعالیٰ کی ہے۔

نبی کے حقیقی معنی تین ہونگے

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے تین معنے حقیقی ہیں۔

اول۔ خبر دینا بشرطیکہ وضع کا اعتبار کیا گیا ہو۔

دوم۔ صاحب شریعت ہونا بشرطیکہ عرف الناس کا اعتبار کیا گیا ہو

سوم۔ مُظہَر علی الغیب ہونا بشرطیکہ اصطلاح الٰہی کو مدنظر رکھا گیا ہو

مسیح موعود کن معنوں میں نبی اللہ ہے

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے وہ وضعی معنی کے اعتبار سے بھی حقیقۃً ہے اور اصطلاح الٰہی اور عرف اصطلاحی کے رُو سے بھی حقیقت ہے اور عرف عام اور اصطلاح الناس کے رُو سے مجاز میں داخل ہے نہ حقیقت میں کیونکہ مسیح موعود کی نسبت حدیث

میں مذکور کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ وہ امتی اور ظلی ہوگا نہ کہ پہلے نبیوں کی طرح بلاواسطہ نبوت پانیوالا ہیں چونکہ اس کو وضعی معنی بھی بلا واسطہ صادق آتے ہیں یعنی غیبی خبریں دینا کیونکہ اس نے خدا سے خبر پاکر لوگوں میں پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوگئیں اسلئے وضعی معنی کے رُو سے بھی وہ حقیقی نبی ہے اور اصطلاح الٰہی کے رُو سے بھی وہ حقیقی نبی ہے نہ مجازی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقۃً مظہر علی الغیب ہے ہاں اصطلاح عوام الناس کے رُو سے وہ حقیقی نبی نہیں بلکہ مجازی نبی ہے کیونکہ وہ صاحب شریعت نہیں بلکہ امتی اور ظلی نبی ہے۔

اسکی تصدیق مسیح موعود کے کلام سے

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سراج منیر کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں

"(۱) جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا (۲) کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے (۳) کیا قرأت وما ارسلنا کی یاد نہیں رہی (۴) پھر کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے (۵) [illegible] اگر دعویٰ [illegible] گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا کچھ اور کہیں گے (۶) مگر یہ [illegible] کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں (۷) بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے (۸) اور سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں (۹) سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں (۱۰) ولکل ان یصطلح سو یہ خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے"

اس عبارت میں حضرت اقدس نے ان دس فقروں میں سے نمبر ۱ و نمبر ۵ و نمبر ۹ میں حقیقی معنی میں نبی ہونے کی نفی کی ہے اور اپنی نبوت کو مجازی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ان میں

سے فقرہ نمبر۶ میں حقیقی معنے سے جو مراد ہے وہ واضح کر دی ہے یعنی صاحب شریعت
اور اس طرح سے بتا دیا ہے کہ میرے نبی نہ ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ میں صاحب
شریعت نہیں ہوں بلکہ امتی اور ظلی ہوں۔ اور فقرہ نمبر۵ میں شرعی معنے کے رُو سے اپنا حقیقی
معنی میں نبی ہونا بیان فرمایا ہے۔ یعنی کو رسول یا مُرسل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ آیت
فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول کے رُو سے ہر ایک نبی
رسول و مُرسل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ
میں واضح کر دیا ہے اور باقی فقروں (نمبر۱ و نمبر۲ و نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۷) میں اصطلاح
الٰہی کے رُو سے اپنا حقیقی نبی ہونا بیان فرمایا ہے چنانچہ ان میں سے فقرہ نمبر۷ میں جو خدا
کی اصطلاح ہے تحریر فرما کر کھول دیا کہ اسی اصطلاح کے رُو سے میں کوآیت فلا یظھر
علی غیبہ الآیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے میں حقیقی معنے میں نبی ہوں نہ مجازی۔

قصہ مختصر خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدس لغوی معنے کے رُو سے بھی حقیقی معنی میں
نبی اور رسول ہیں اور اصطلاح الٰہی کے رُو سے بھی حقیقی نبی ہیں نہ مجازی نبی۔ ہاں یہ بھی
عوام الناس کی عرفی اصطلاح سو اسکے رُو سے واقعی آپ حقیقی نبی نہیں ہیں بلکہ مجازی
نبی ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ واقعی میں نبی نہیں ہیں۔

شرعی اصطلاحات ہاں اگر شرعی الفاظ اور شرعی اصطلاحات کوئی چیز نہیں ہیں۔ تو
معاذ اللہ ماننا پڑیگا کہ آپ نبی نہیں ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ صوم و صلوٰۃ جو
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی تو آخر شرعی
اصطلاحات ہی ہیں۔

مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کو مجازی کن معنوں میں فرمایا انہیں تینوں معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت
اقدس ازالہ اوہام حصہ کے صفحہ ۳۰ کے مندرجہ ذیل فقرات
میں اپنی نبوت کو اصطلاح عوام کے رُو سے مجازی نبوت فرماتے ہیں۔

کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔"

اسکا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے جس نبوت کی نفی کی ہے اسکی تفسیر اسی صفحہ پر خود ہی ان الفاظ کے ذریعہ سے فرمادی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

"ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب

غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد و بے دین ہے۔"

حقیقی نبوت سے کیا مراد ہے؟

اسجگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری توضیح کر دی ہے کہ حقیقی نبوت سے مراد ایسی نبوت ہے جو ترک قرآن و ترک احکام شریعت و ترک دامن آنحضرت صلعم اور براہ راست نبی اللہ ہونے کی شرائط اپنے ساتھ رکھتی ہے اور ان لوازم کی مستلزم ہو۔

آپ کی نبوت کس قسم کی نبوت ہے

سو صرف اس معنی کے رو سے آپ اپنی حقیقی نبوت کی نفی کرکے اور اپنی نبوت کو دامن محمدی سے وابستہ کرکے اسکے بعد باقی دونوں معنوں کے رو سے اپنے حقیقی نبی ہونیکا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ اسی کتاب انجام آتھم کے اسی صفحہ میں نبوت کے

وضعی اور لغوی معنی کے رُو سے اپنا حقیقی نبی ہونا ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: "لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں روا رکھنا مستلزم کفر نہیں" "اور پھر اصطلاح الہامی کے رُو سے اپنے حقیقی معنے میں نبی ہونے کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ وہ ایک مستمر ابدی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے" "یعنی کلام الٰہی کا یہ محاورہ ہے کہ جس شخص سے اللہ بکثرت مکالمہ و مخاطبہ کرے اسے اسکی اصطلاح میں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ آپ اپنے تئیں دامن محمدی سے الگ کر رہے ہیں نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا خیال ایک جنون یا افترا محض ہو گا کیونکہ آپ نے ہزار ہا جگہ کھول کھول کر بیان فرما دیا کہ ان تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات پاک ہے۔

مسئلہ نبوت کی مزید توضیح اس مسئلہ کو حضرت اقدس نے اس خط میں بھی خوب ہی واضح کر دیا ہے جو اخبار الحکم نمبر ۹ جلد ۳ میں شایع ہوا تھا اس میں حضرت اقدس فرماتے ہیں (۱) وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت کو مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے (۲) جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے (۳) بلکہ رسول سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا (۴) اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا (۵) یا معارف بتانے والا" ظاہر ہے کہ قرآنی اصطلاح میں اور الہام الٰہی کی اصطلاح میں ہمیشہ نبی اور رسول کے یہی معنے ہوتے ہیں جن کے رُو سے حضرت اقدس کی نبوت حقیقی نبوت ہے ہاں قرآنی اور الہام الٰہی کی اصطلاح سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے اور علماء اہل اسلام کی اصطلاح کو مد نظر رکھا جائے یعنی صاحب شریعت ہونا تو اس اصطلاح کے رُو سے حضرت اقدس ہرگز حقیقی نبی نہیں ہیں ہاں اس اصطلاح کے رُو سے مجازی نبی ہیں کیونکہ گو ہم آپکو بلاواسطہ نبوت نہیں ملی تاہم آپکو اللہ تعالیٰ سے حکم ملا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں اور انکو اس شریعت پر پختہ اور قائم کریں جو آپکو

اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملی ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدس اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں۔

"شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قُل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذٰلک ازکیٰ لھم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہو تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو زنا نہ کرو خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔"

غرض اس خط میں بھی حضرت اقدس نے واضح کر دیا ہے کہ جس معنی کے رو سے میں حقیقی طور پر نبی نہیں ہوں وہ صاحب شریعت ہونا ہے جو مسلمانوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں اور تمام کتب الہیہ میں جن معنوں میں نبی کا لفظ آیا انہیں معنوں کے

ہونے تو آپ بھی نبی ہیں لیکن آپ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اسی خط میں لکھتے ہیں
"اور خوب یاد رہے کہ خدا نے مجھ پر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی
رنگ مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اسکے معنے مجھ کو نبی اعتقاد کرنا مذموم نہیں
ہو۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ
وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں۔ یا
نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے
خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ہوشیار رہنا چاہئیے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ
لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام
کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔"

ولکل ان یصطلح شاید اس جگہ کوئی کوتہ اندیش یہ اعتراض پیش کرے کہ یہ کس طرح ممکن ہو کہ
ایک لفظ کے معنی قرآنی اصطلاح میں اور الہامات الٰہیہ کی اصطلاح میں تو اور ہوں۔ اور
اہل اسلام کی اصطلاح میں اور۔ حالانکہ مسلمان وہی ہے جو قرآن کریم کو سچے دل سے مانتا
ہو سو اسکا جواب یہ ہے کہ اصطلاحات میں وسعت کا ہونا ایک مسلم امر ہے جیسا کہ حضرت
اقدس نے بھی سراج منیر میں فرمایا ہے۔ ولکل ان یصطلح مثلاً عام اہل اسلام کی
اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنے میں فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک رسول نبی ہوتا
ہے مگر ہر ایک نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں کیونکہ رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ
کوئی نئی کتاب لاتا ہو لیکن قرآنی اصطلاح میں اور الہامات الٰہیہ کی اصطلاحات میں اور تمام
کتب سماویہ کی اصطلاح میں یہ دونوں متلازم ہیں ہر ایک نبی رسول ہوتا ہے۔ اور ہر ایک
رسول نبی۔ رسول کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی کتاب لاتا ہو۔ جیسے کہ حضرت اسمٰعیل
کو قرآن کریم میں نبی بھی کہا گیا ہے اور رسول بھی حالانکہ انکو کوئی نئی کتاب ہرگز نہیں ملی تھی

مسیح موعود کی نبوت اور اگلے انبیاء کی نبوت میں بلحاظ نفس نبوت کوئی فرق نہیں

یہ بات ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت اقدس انہی معنوں میں نبی اور رسول ہیں جن معنوں میں قرآن کریم نے حضرت ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، یونس، زکریا، یحییٰ وغیرہم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور رسول کہا ہے۔ اور جن معنوں کے رو سے حضرت اقدس نے کرشن کو نبی کہا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ جس معیار کی بناء پر حضرت نے کرشن کو نبی کہا ہے وہ معیار آپ کی ذات میں نہایت اعلیٰ طور پر نہ صرف موجود ہے بلکہ آپ نے اسے اپنی صداقت کا ایک معیار ٹھیرایا ہے۔ غرض یہ ایک ایسا ظاہر مسئلہ ہے کہ اس میں ذرہ بھی شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہو وہ ہمیشہ سیدھی بات کو الٹا بنا لیا کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ قرآن کریم جیسی مفصل کتاب سے باز نہیں آتے تو حضرت اقدس کے کلام کو محرف و مبدل کرنے کے لئے زور مارنا کوئی مقام تعجب نہیں۔ ہاں جس طرح قرآنی اصطلاح کے رو سے حضرت اقدس کا حقیقی نبی ہونا اظہر من الشمس ہے اسی طرح یہ امر بھی ابین من الامس ہے کہ ان تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

معمولی بول چال میں نبی کا لفظ نہ لانے سے کیا منشاء تھا

ہاں اس جگہ اس وہم کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا خط میں حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ اپنی جماعت کے دن رات کے معمولی محاورات میں نبی اور رسول کا لفظ میری نسبت نہ استعمال نہ کیا جاوے۔ پس اگر آپ واقعی نبی ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ اپنے تئیں نبی کہنے سے لوگوں کو منع کرتے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ عام اہل اسلام کا محاورہ یہی ہے کہ نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت ہو اور پہلی شریعت کو منسوخ کرے۔ پس چونکہ عوام الناس اپنی بول چال میں الفاظ کے وہی معنی لیا کرتے ہیں جو عرف عام

میں مشہور ہوں اور انہیں قرآنی اور اسلامی اصطلاح سے آگاہی نہیں ہوتی اسلئے جبتک
کہ عوام پر نبوت کی اصل حقیقت کو نہ کھولا جائے تب تک انہیں جب یہ لفظ استعمال ہوگا
تو وہ اپنے مزعوم کی بناء پر غلط فہمی میں واقع ہونگے پس ضروری ہے کہ جہاں کہیں نبی کے لفظ
کو استعمال کیا جائے تو ساتھ ہی قرآنی اور اسلامی اصطلاح سے بھی آگاہ کیا جائے ورنہ وہ
اختراعی اصطلاحوں کی تقلید کے باعث سننے والے غلطی میں واقع ہونگے۔ اب چونکہ
حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو پورے طور پر متعدد تصانیف و اشتہارات اور متعدد تقریروں
تقریرات کے ذریعہ سے کھول دیا ہے اسلئے اب یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ قرآنی و اسلامی
اصطلاح سے عوام کو اطلاع نہیں اسلئے اسے اب بھی عام بول چال میں نہیں لانا چاہئیے

پہلے ہی حضرت اقدس نے کیوں تشریح نہیں کی

رہی یہ بات کہ پہلے ہی حضرت اقدس نے پورے طور پر کیوں
انہیں کھول کر بیان کر دیا تھا اسکی وجہ خود حضرت اقدس نے
بیان فرما دی ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ میں فرماتے ہیں۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ
نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت
کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا یعنی اس لئے کہ
وہ نبی ہے اور میں نبی نہیں (ملخصاً) مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح
میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر
نبی کا خطاب مجھے دیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں تو خدا تعالےٰ کی وحی کی پیروی
کرنے والا ہوں جبتک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں
میں نے کہا اور جب مجھکو اسکی طرف سے علم ہوا تو میں نے اسکے مخالف کہا۔ میں انسان
ہوں مجھے عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے
یا نہ کرے۔"

اور یہ بات بھی کوئی نئی نہیں بلکہ تمام انبیاء کی یہی سنت مستمرہ ہے کہ ان کے دعاوی کی تفصیل و تعمیم نہیں ہوتی جو بعد میں ہوتی ہے۔

حضرت اقدس نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا

اس مسئلہ کو حضرت اقدس نے اس تقریر (ذیل) میں بھی کامل طور پر بیان فرمایا ہے جو [illegible] کے بعد میں شائع ہوئی تھی جس میں آپ نے فرمایا ہے۔

"ہمارا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا۔ اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ کبھی وہ لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے۔ ہمارا دعوے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل میں یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لاوے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔" xxx

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں۔"

ہوتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی حضرت کو ٹھیرے کس لئے اس کو دوسرے لوگوں سے بڑھکر کہتے ہیں۔ پھر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کئی نشان انکے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہیئے۔"

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

"ڈویژن پر ایک نظر کے عنوان سے جو مضمون لکھا گیا تھا اس میں پانچ دجال کے متعلق ایک حدیث تھی جس کے ثبوت میں کہا جاتا ہے کہ آخری خلافت علیٰ منہاج النبوت عمر بن عبدالعزیز کی تھی نہ کہ امام مہدی کی۔ اسپر مفصل ذیل کس توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیز خلیفہ علیٰ منہاج النبوۃ مندرجہ حدیث نعمان ابن بشیر نہیں ہو سکتا بچند وجوہ۔ اول آنکہ انکی خلافت جو اول صدی ہجری کے آخر پر ہوئی ہے اسکے بعد کی پیشگوئیاں صدہا اسی حدیث میں مندرج ہیں دیکھو کنز العمال وغیرہ کو جو اس زمانہ مسیح تک وقوع ہو چکی ہیں پس حدیث میں جو ثم سکت کا جملہ موجود ہے وہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی متعلق حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے آخری زمانہ بعثت کی نسبت ہے لا غیر

ثانیاً آنکہ معترض خلافت علیٰ منہاج النبوت کے مراد کو بالکل نہیں سمجھتا کیونکہ مراد اس سے بقرینہ سیاق و سباق حدیث کے یہ ہے کہ جس طرح اور جس منہاج پر خلفاء راشدین کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ سید المرسلین صلعم کے مبنی طاعت کے ساتھ واقع ہوئی تھی خلافت مسیح موعود کی زمانہ بعثت علیٰ منہاج نبوت رافت و رحمت حضرت

جری اللہ کے وقوع ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ (عیسیٰ) رافۃً ورحمۃً۔

ثالثًا۔ اگر خلافت تامہ نبوت کے پیچھے کسی نبی کا ہونا ضروری ہے جسکے بعد وہ خلیفہ اسکا تابع نبی مقرر ہوا ہو اور عمر بن عبد العزیز سے پہلے سلیمان بن عبد الملک بموجب اقرار خود معترض کے ملک عضوض تھا نہ نبی کا خلیفہ راشد تھا اور نہ خلیفہ تابع نبی کا سو بہ ہیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ پس خلافت عمر بن عبد العزیز کی علیٰ منہاج النبوۃ کیونکر ہو سکتی ہے۔

رابعًا۔ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت وہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح ہر نبی اولوالعزم مخالفین پہ اپنے قول اور فعل سے دعویٰ متحدیانہ کرتا ہے صاحب خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا بھی اپنے قول یا فعل سے تحدی ظاہر کرتا ہے جیسا کہ صاحبزادہ صاحب نے رسالہ کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے ہیں مخالفین پر اور انجمن خشم وغیرہ وغیرہ سے اتمام حجت کیا ہے اور دیکھو خلافت علیٰ منہاج النبوت مندرجہ احادیث کو یا عثمان ان اللہ مقمصک قمیصًا فان ارادک المنافقون علیٰ خلعہ فلا تخلعہ حتی تلقانی اب دیکھو عمر بن عبد العزیزؒ بموجب اقرار معترض کے خود بیعت خلافت سے اپنے تبری ظاہر کر رہا ہے پس کہاں خلافت عمر بن عبد العزیز اور کہاں خلافت علیٰ منہاج النبوت فرزند مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء مسیح موعود کی تحمیات کل دنیا میں شہرہ آفاق ہیں ہاں ہم عمر بن عبد العزیز کو اس امر کا مجدد تسلیم کر سکتے ہیں کہ ۹۹ھ تک جو خطبوں میں حضرت علی پر سب و شتم کرنا جاری تھا اس سب و شتم کو اس نے موقوف کر کے بجائے اسکے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الایۃ کو جاری کیا اور پھر تف ہے کہ خلافت اسکی کب ہوئی اسکو تو لوگوں نے زہر دیکر قتل کر دیا دیکھو تواریخ کو اور خود عمرؓ اسکی چالیس برس کی ہوئی تو بموجب مذہب معترض کے مقدر

خلافت ہو اور خلافت انکی صرف دو برس کے قریب واقع ہوئی۔

خامساً اگر یہ معترض مقرر ہے کہ بغیر مشورہ کے خلافت نہیں ہو سکتی تو عمر بن عبد العزیز انکے نزدیک کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے بلکہ وہ خود کہتا ہے کہ یا ایھا الناس انی ابتلیت بھذا الامر من غیر رأی منی ولا طلبۃ ولا مشورۃ من المسلمین وانی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی فاختاروا لانفسکم غیری۔ پس جبکہ عمر بن عبد العزیز کا باوجود خلافت علی منہاج النبوۃ ہے تو معترض کا دعویٰ مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔ یہ حال تو ہے عمر بن عبد العزیز کا انکار خلافت کی نسبت اور جس شخص نے انکی خلافت کے وقت میں انکو مصداق اسکا گردانا تھا جس کا نام ہے وہ یہ کہتا ہو کہ ارجوا ان تکون امیر المؤمنین بعد الملک العاض و الجبریۃ کہا یک لفظ ترجی کا ہے کہ وہ دعویٰ تحصیلہ ہو اور ہرگز وہ منہاج نبوت کی علامات سے ہے۔

سادساً اگر اس خلافت علی منہاج النبوۃ کے بعد یہ نہیں فرمایا گیا کہ فیکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خلافت علی منہاج النبوۃ کے بعد قیامت ہی قائم ہوگی جیسا کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ وغیرہ امام اسکے مؤید ہیں۔

سابعاً اگر شرح حدیث سے لمعات وغیرہ میں بھی اس خلافت کو مخصوص زمانہ مہدی اور مسیح سے ہی لکھا ہے جیسا کہ لمعات میں لکھا ہے کہ الظاہر ان المراد بہ زمن عیسیٰ والمھدی

ثامناً اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ عمر بن عبد العزیز بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہوں تو چونکہ الفاظ اسکے عام ہیں اور عام اپنے تمام افراد کو قیامت تک شامل ہوا کرتا ہے اسلئے کوئی امر مانع نہیں کہ حضرت مسیح موعود بھی اس میں داخل ہوں۔ [illegible]

تاسعاً۔ آنکہ جب حضرت مخبر صادق زمانہ بعثت مسیح موعود کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک تو میرے زمانہ میں میری امت ہلاک نہیں ہوسکتی اور دوسرے مہدی اور مسیح موعود کے زمانہ میں ہلاک نہ ہوگی عمر بن عبد العزیز کے زمانہ کی نسبت جو ایک صدی ہجری کا زمانہ ہو اسکی نسبت ایسی فضیلت کب بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم نے زمانہ مسیح موعود کو اپنے زمانہ کے مساوی فرما دیا سو علی ہذا القیاس دیگر حدیث بھی اسی پر دلالت کر رہی ہے مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔

عاشراً۔ آنکہ دلیل عقلی بھی اسی کی موید ہے کیونکہ جس قدر فتن کمیت اور شدت میں اس زمانہ آخری میں دجاجلہ کی دجالیت سے پیدا ہوگئے ہیں آخر صدی ہجری میں اسکا فتن کب موجود تھے اور یہ حدیث اکثر کو یاد ہوگی کہ فتن دجالی کے برابر ابتدائے قیامت تک کوئی فتنہ نہیں ہوا اور ایمان یا علم قرآن مجید اور علم سنت دنیا سے بالکل اٹھ گیا ہوا تھا پس اسی وقت کہ فتن بڑے ضروری تھا کہ کوئی نبی اللہ مبعوث ہوتا۔ اور خلافت علی منہاج النبوۃ بھی قائم ہوتی سو الحمد للہ و نبوت نبی اللہ کی بھی قائم ہوگئی اور اسی نبوت کی منہاج پر خلافت علی منہاج النبوت بھی قائم ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالے کامل طور پر خلافت عمری بھی ترقی پذیر عالمگیر ہوگی صدق اللہ تعالے و آخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم و صدق رسولہ الکریم لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل او رجال من فارس۔ ماں عمر بن عبد العزیز کا زمانہ ظلم اور جور یا بدعت کا ضرور تھا سوا کی زمانیات کے موافق وہ خلیفہ صرف مجدد کے طور پر خلیفہ تھا اور سب و شتم جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خطبوں کے پڑھی جاتی تھی اسنے یک قلم اپنی قلمرو سے موقوف کرا دی اور بجائے اسکے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیۃ کو خطبوں میں پڑھنا جاری کرا دیا پس کجا عمر بن عبد العزیز اور کجا خلافت حضرت فضل عمر مظہر الحق والعلا کی سو ہر دو میں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور کجا اسکے زمانہ کے فتن اور کجا فتن دجالی

اس آخری زمانے کے جن کی کثرت اور شدت یہاں تک واقع ہو گئی ہے کہ سنکرین خلافت نے رسائل الہامیہ کو گمنام اور اعلان ضروری قبل وفات حضرت خلیفہ اول کے شائع کرکے تمام دنیا میں آگ لگا دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مزید توضیح مندرجہ بالا دس دلائل سے یہ تو ثابت ہو چکا کہ اس حدیث کے آخری حصہ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کا مصداق عمر بن عبد العزیزؒ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ مہدی و مسیح ہے۔ اب میں اس پر کچھ اور ایزاد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایک دوست نے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا رسالہ آج ہی مجھے بھیجا ہے مناسب ہے کہ ایک چلتی ہوئی نظر اس پر بھی ڈالی جائے۔

پہلا اعتراض۔ یہ حدیث اعلیٰ طبقہ کی نہیں۔

جواب۔ چونکہ آپ احمدی کہلاتے ہیں اسلئے حدیث کے قبول اور عدم قبول، صحت و عدم صحت اصلی و راوی کے بارے میں وہ معیار پیش کیا جاتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا دیکھو کشتی نوح صفحہ ۵

اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہو تو اس حدیث کو قبول کرو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو۔ اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی صدہا حدیثیں ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں۔ اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پوری ہو جائے۔ اور تم یہ کہہ کر ٹال دو۔ کہ ہم اسکو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا کوئی راوی اسکا متدین نہیں

ہے تو اس صورت میں تمہاری تو بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کر دو جسکا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا نیز یہ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ اور ہزار پیشگوئی اسکی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضائع کر دو گے۔ پس اس صورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھہرو گے۔

میں امید کرتا ہوں آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ حدیث تنزل و فیما ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اور پیشگوئی بھی ہے اور آپکے نزدیک پوری ہو چکی۔ آپ بھی پانچ دور قرار دیتے ہیں میں بھی آپ بھی (۱) نبوۃ (۲) خلافت خلفائے راشدین (۳) ملک عاض (۴) ملک جبریہ (۵) خلافۃ علی منہاج النبوۃ [illegible] [illegible] کے زمانہ کا سمجھتا ہوں آپ عمر بن عبد العزیز کا۔ میں نبی کریم صلعم کی کلمتی آخر تک قیامت تک مرجع کرتے (جیسا کہ واقعات اس کی تائید میں ہیں) اس حدیث کو اعلیٰ درجے کی پیشگوئی اور اسلام کی صداقت کی زبردست دلیل بناتا ہوں آپ صرف چند سال کے واقعات تک اسکو محدود کرتے ہیں میرے ساتھ بہت سے شارح حدیث ہیں۔ آپکے ساتھ ایک راوی کا قول ہے مگر بہرحال حدیث میں پیشگوئی آگئی اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے آپ کو بھی انکار نہیں۔ اب فرمائیے کہ بموجب معیار حضرت اقدس مسیح موعود الحکم والعدل علیہ السلام یہ حدیث اعلیٰ مرتبہ کی ہوگئی یا نہیں اور اسے رد کرنا بے ایمانی ہے یا نہیں بس میں کس طرح ہمکتا ہوں کہ یہ حدیث اعلیٰ طبقہ کی نہیں جب مسیح موعود کے معیار سے یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ثابت ہو رہی تھی۔

دوم مشکوٰۃ کی اصل ثابت میں کسی حدیث کے لانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث ضعیف ہے اگر آپ علم حدیث سے کچھ آگاہی بھی رکھو تو علی منہاج النبوۃ سے بی حدیث والی ظاہر ہوا تو وہ حدیث پر جرح کرکے دکھاتے تا میں اسکی توثیق کرکے

آپکو دکھاتا۔

سوم۔ اگر آپکے نزدیک اصول مسلمہ مکّرو پر چلنا ضروری ہے تو فرمائیے حضرت مہدی موعود کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت تو اس حدیث میں ہے جو ماہ رمضان کی غیر معمولی تاریخوں میں خسوف وکسوف شمس و قمر کے بارے میں ہے فرمائیے یہ حدیث ان لمھدینا آیتین آپکے اصول کے مطابق کونسی اعلیٰ طبقہ کی حدیث ہے اور صحاح ستہ میں سے کونسی کتاب میں لکھی ہے اور اگر یہ نہ مل سکے اور رسول اللہ تک مرفوع نہ ہو۔ تو کیا آپکے اپنے فتوے پر انگی احمدیوں کے ہاتھ میں اعلیٰ طبقہ حدیث میں سے کچھ بھی نہیں۔

چہارم۔ حضرت اقدس کے مثیل مسیح اور محدث ہونے کے ثبوت میں آپ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث پیش کیا کرتے ہیں۔ فرمائیے یہ حدیث صحاح ستہ میں سے کس صحیح میں ہیں اور اسکے راوی کون کون ہیں۔ اور اس حدیث کی صحت کے بارے میں کیا رائے ہے کیا آپ اپنے اصول کے مطابق اس حدیث کو اعلیٰ طبقہ کی حدیث ثابت کر سکتے ہیں ورنہ آپ اپنا یہ فقرہ اپنے حق میں دہرانے کے لئے تیار ہیں کہ میرے ہاتھ میں اعلیٰ طبقہ احادیث میں کچھ بھی نہیں۔

پنجم۔ آپ حضرت مرزا صاحب کو مہدی موعود مانتے ہیں۔ فرمائیے بخاری و مسلم کہ اعلیٰ طبقہ حدیث کی کتابیں ہیں ان میں مہدی کا ذکر ہے۔ میں مسیح موعود کا اپنا اقرار دکھا سکتا ہوں کہ ان کتابوں میں مہدی کا ذکر نہیں تو کیا اب کہنا چاہئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو احمدی جو مہدی مانتے ہیں۔ تو اعلیٰ طبقہ حدیث میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔

ششم۔ اس حدیث متنازعہ فیہا کا راوی حذیفہؓ ہیں اور حضرت حذیفہؓ وہ بزرگ ہیں کہ فتن کے بارے میں انکی احادیث نہایت معتبر سمجھی جاتی ہیں چنانچہ اکثر حصہ انہی سے مروی ہیں حضرت عمرؓ جیسے مقرّب بارگاہ نبوی اور خلیفہ راشد کو جب ضرورت

پوچھی تو حضرت حذیفہ ہی سے فتن کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ مشکوٰۃ باب الملاحم میں ہے عن شقیق عن حذیفۃ قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم فی الفتنۃ فقلت انا احفظ قال قال ھات انک لجری رواہ حضرت عمر نے دریافت کیا کون تم میں سے رسول اللہ صلعم کی حدیث دربارہ فتنہ یاد رکھتا ہے میں نے کہا مجھے یاد ہے فرمایا لاؤ سناؤ تم تو بڑے جری ہو۔

پس حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو روایت کی ہے وہ بہت معتبر ہے۔ اور نیز اسکا تعلق قرب قیامت سے بھی ضرور ہے کیونکہ آپ قیامت کے قرب پیش آنے والے واقعات سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اس بات پر کہ آخری دور یعنی دور مجددی کے زمانہ کے متعلق ہے۔

ہفتم۔ جب خود آیت استخلاف اور حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین سے ظاہر ہے کہ خلافت خلفائے محمدیہ قیامت تک رہیگی۔ تو پھر کیونکر یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں خلافت خلفائے مسیح موعود کے ثبوت میں ہمارے پاس آیات و احادیث و کلام حضرت مسیح موعود اللہ الحکم العدل ہیں اس قدر ذخیرہ ہے کہ ترتیب وار اسے اشاعت پذیر ہو اور یہی ہم چاہتے ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ اس حدیث کے راوی سے ایک صاحب حبیب کا قول نقل نہیں کیا

جواب (اول) آپ تشحیذ ماہ اپریل صفحہ ۹ کو غور سے دیکھئے حدیث کے آخر میں ۸۱ لکھا ہے جس سے ظاہر ہو کہ پہلے بغیر کسی جگہ چھوڑنے یا نقطے دینے کے "رواہ احمد" لکھ کر دیگر نہیں دیا بلکہ حسب قاعدہ اہل علم مقرر نشان کر دیا جس سے ظاہر ہو کہ کچھ اور بھی عبارت ہے مگر چونکہ اسوقت مقصود صرف حدیث رسول اللہ صلعم کو پیش کرنا تھا نہ کہ قول راوی اسلئے اسے درج کرنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی گئی علمی دنیا میں ایسے نشان سے کسی کو اس قسم کی غلط فہمی نہیں ہوتی جیسی ڈاکٹر صاحب کو ہوئی۔

دوئم۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں نے کسی کا قول ساتھ ساتھ نقل کیا۔ اور راوی کا قول چھوڑ دیا ہے۔ صرف حدیث نقل کی اور آخر میں اپنی بات کے استنباط میں ایک قول مفسر حدیث کا بھی پیش کر دیا۔ تا ثابت ہو کہ میں ہی اس استدلال میں منفرد نہیں بلکہ شارح حدیث بھی میرے ساتھ ہیں۔

سوئم۔ کسی راوی کا قول حجت نہیں کہ مجھ پر اسکا نقل کرنا ضروری ہوتا۔

چہارم۔ یہ راوی تو تابعین میں ہیں جب حضرت مسیح موعود نے تو صحابی کے قول کو بھی حجت نہیں مانا دیکھئے ازالہ اوہام حصہ سوم صفحہ ۲۳۲

"اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں۔ تو یہ اسکی غلطی ہے۔۔۔۔ یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی۔"

پس اگر میں نے لکھ دیا کہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق ہے تو بھی یہ حجت نہیں۔

پنجم۔ میں نے یہ بھی کب لکھا کہ بالضرور اس حدیث کا آخری حصہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق ہے۔ میں نے تو صرف یہ حدیث نقل کی ہے اور پھر لکھا ہے کہ [illegible] امیر اللہ منہم۔ بلکہ امید رکھی [illegible] ہو اور پس اب جا کر اس سے یکساں ثابت ہو گیا کہ جب کہ یقین انکا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ بعد ملک عاض و ملک جبریہ کے عمر بن عبد العزیز کی ہے۔

ششم۔ اس بات کی کئی نظیریں موجود ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے کسی فقرہ کا مصداق اگر کسی صحابی یا تابعی نے کسی امر کو دیکھا ہے۔ تو گو وہ حدیث پڑھ دی ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بس وہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔ اور اسکی آئندہ کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی دیکھو ابن صیاد کو دجال قرار دینا یہ ثابت نہیں کرتا کہ دجال کی پیشگوئی پوری ہو چکی۔ اور اب جسے ہم دجال کہتے ہیں وہ غلط ہے۔

ہفتم ۔ حبیب کا قول اگر ثابت ہو تو پھر تمام تفسیروں کو ماننا پڑیگا ۔ اور اس طرح پر حضرت مسیح موعود کے دعوے پر اسکا اثر پڑیگا جو مجھے اور آپ کو غیر مسلّم ہے ۔

ہشتم ۔ یہ حدیث احوال قرب قیامت کے بیان میں ہے پس ضرور ہے کہ اسکا کوئی حصہ مسیح و مہدی کے بیان میں بھی ہو ۔

نہم ۔ حبیب کا قول ایک حدیث کے خلاف پڑنے سے قابل رد ہو وہ حدیث یہ ہے سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرة ثم یخرج رجل من اهل بیتی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا (کنز العمال باب خروج المهدی صفحہ ۱۸۹)

کہ میرے بعد خلفاء ہونگے اور خلفاء کے بعد امراء اور امراء کے بعد ملوک اور ملوک کے بعد ظالم (۴) پھر میرے اہلبیت سے ایک مرد نکلیگا جو زمین کو عدل سے بھر دیگا اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خلفاء کے بعد پھر خروج مہدی تک ملک عاض اور حکومت جبریہ ہوگی یہ ہرگز نہیں کہ خلفاء کے بعد چند امراء ہو کر پھر خلافت علیٰ منہاج النبوة قائم ہو جاوے ۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی بتایا کہ ملک عاض کے بعد ملک عاض کا دور نے ہے عمر بن عبد العزیز کا قول

دہم ۔ ابتداء میں دو اول شخص بچکے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز مراد نہیں ہو سکتے ۔

تیسرا اعتراض ۔ اگر ملک عاض و حکومت جبریہ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت مہدی و مسیح کے زمانہ میں مانی جائے تو اس سے لازم آیگا کہ خلفاء اربعہ کے بعد اب تک تمام بڑے بڑے بزرگ مجددین اور سلاطین ظالم و جابر گزرے ہیں ۔

جواب ۔ اول میں پوچھتا ہوں کہ اگر خلافت علیٰ منہاج النبوة بعد از ملک عاض و حکومت جبری سے مراد عمر بن عبد العزیز کی خلافت ہے تو اس سے اور لازم ہے کہ لازم آئیگا کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوة کبھی قائم نہ ہوئی بلکہ ذکر بھی چھوٹا ہی گزرا اور حکومت جبریہ ظاہر ہو مگر ایسا نہیں ہوا ۔

دوم۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشوا الکذب۔ اور یہ کہ ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منہم۔ جس سے ثابت ہو کر تین سو صدی کے بعد کذب پھیل جائیگا۔ اور پھر فیج اعوج کا زمانہ ہو جس کے لوگ ٹیڑھے ہونگے اور نہ میں ان سے ہونگا۔ تو کیا اب اس سے لازم آئیگا کہ حضرت مسیح و مہدی کے ظہور تک امت محمدیہ میں دس صدیوں تک امت محمدیہ میں ایک بھی صالح بادشاہ یا مجدد یا ولی اللہ پیدا نہیں ہوا ہرگز نہیں

پس ڈاکٹر صاحب یاد رکھیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد عموماً جبری حکومت ہوگی چنانچہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ بعد خلفاء اربعہ کے بعد پھر ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ شاذ و نادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔

سوم۔ اگر کہو کہ عمر بن عبد العزیز کے بارے میں ذکر کرکے پھر رسول اللہ صلعم نے ہونے والے ظالم و جابر بادشاہوں کا ذکر نہیں کیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ملک عاض و ملک جبریہ کے بعد آنے والے صلحاء کا ذکر بھی رسول اللہ نے نہیں کیا۔ پس اس عدم ذکر سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خلفاء اربعہ کے بعد مسیح و مہدی تک کوئی بھی مجدد یا صالح بادشاہ نہیں گزرا۔

چہارم۔ حدیث میں ملک عاض و ملک جبریہ کا ذکر علی سبیل الدوام نہیں بلکہ علی سبیل التنزل کرو ہو۔ نبی کریم نے فرمایا کہ خلفاء اربعہ کے بعد جبری حکومت بھی ہوگی یہ لازم نہیں کہ مہدی کے آنے تک ایسا ہی ہوتا رہیگا۔ بلکہ ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے پھر فرمایا کہ مہدی و مسیح کے زمانہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔

پنجم۔ ثم اور ف میں فرق ہو کسی واقعہ کے بعد ثم لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں واقعوں کے درمیان اور کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ پس ثم تکون ملکا جبریۃ فتکون ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی

منہاج النبوۃ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملک جبریہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے درمیان کوئی اور واقعہ نہیں ہوگا۔ اور ان دونوں وقتوں کے درمیان کوئی صالح بادشاہ یا مجدد نہیں پیدا ہوگا۔

چوتھا اعتراض۔ ملک جبریہ کے بعد خلافت کا ذکر یہ ثابت کرتا ہے کہ جبریہ حکومت کے بعد عدالت والی بادشاہی ہوگی۔ مسیح و مہدی کو چونکہ حکومت نہیں ملی۔ اسلئے انکے متعلق کیونکر ہو سکتی ہے۔

جواب۔ اول یہ کہ اس بارے میں پہلے اعتراضوں کے ضمن میں بہت سے جوابات دئے جا چکے ہیں۔

دوم یہ کہ ثم تکون ملکا جبریۃ ثم یرفعہا اللّٰہ تعالیٰ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حکومت جبریہ کے اٹھائے جانیکے بعد مسیح و مہدی جب آئے تو وہ حکومت بھی کرے کیونکہ اسکا حکومت کے ساتھ آنا قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور الہامات مسیح موعود کے خلاف ہے۔

سوم۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ میں حکومت لازم و ملزوم نہیں بلکہ اصل سیاست دینی ہے جیسا کہ تشحیذ کے پہلے نمبر میں جواب دیا جا چکا۔

پس حدیث میں اتنی خبر ہے کہ جبری حکومت اٹھا دی جائے گی اسکے بعد خلافت قائم ہوگی۔ اور وہ خلافت جیسا کہ دیگر احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے روحانی ہوگی۔ اور اس خلافت روحانی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے کوئی بھی روحانی انسان پیدا نہ ہوا ہو۔ گو یہ صحیح ہے کہ کامل روحانیت کا صاحب چودہویں صدی میں پیدا ہوگا۔ جو نبی کریم کا مظہر اتم ہونے کی وجہ سے پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو قائم کریگا۔ اور چونکہ سیاست دنیوی اصل منہاج نبوت میں ضروری نہیں۔ اسلئے خلافت میں سیاست و حکومت دنیوی کا ہونا ضروری نہیں۔

چہارم یہ کہ اس خلافت کے وقت میں قائم حکومت کچھ نہیں بلکہ وہ حکومت ہے
جسے ہم جہان دول سے عادل مانتے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے
کہ ایسے نبی بھی ہوئے ہیں جو خود صاحب حکومت نہیں۔ اور صرف نبوت کرتے ہے
ہیں ایسے نبیوں کی خلافت بھی بغیر حکومت اور بغیر بادشاہت کے ہوتی رہی اسی طرح
یہاں مطلب ہے حکومت عادلہ بھی ہو اور خلافت علی منہاج النبوۃ بھی۔

پنجم یہ کچھ نہیں آتا۔ کہ کیوں خواہ مخواہ ملک جبریہ اور خلافت علی منہاج کا تقابل
و توازن ان معنوں میں ضروری ہے کہ ملک جبریہ کے بعد عام طور ہو کیوں یہ نہ سمجھ
لیا جائے کہ چند واقعات کا بیان ہے نبی کریم صلعم خبر دیتے ہیں کہ امت محمدیہ میں
پہلے خلافت علی منہاج النبوت ایسی ہوگی کہ سیاست دینی اور سیاست دنیوی
دونوں کا صاحب خلیفہ ہوگا۔ پھر گزندہ بادشاہی ہوگی پھر جبری حکومت اسکے بعد ایک
زمانہ میں پھر خلافت قائم ہوگی۔ چونکہ اسوقت نبی کریم کا وجود جمالی رنگ میں ہوگا پس
خلافت بھی ویسی ہی ہوگی۔ حکومت جبری کے بعد ذکر نہیں فرمایا کہ حکومت کس کے
قبضے میں آئیگی۔ مار رعب جمالی رنگ میں دین حق پھیلایا جائیگا تو خود بخود سلطنتیں [illegible]
برخلاف جبر کے قائم ہو جائیں گی اور اس طرح پر دو معنے بھی صادق آجائینگے جو آپ کرتے ہیں

ششم یہ کہ علی منہاج النبوۃ فرمایا یعنی خاص نبوت کی خلافت ہیں جیسے نبوۃ
جمالی رنگ کی بغیر سیاست دنیوی کے ہے ویسے ہی خلافت بھی جمالی ہوگی۔ اس میں
حکومت دنیوی نہیں۔

پانچواں اعتراض یہ کہ یہ المراد بہ عیسیٰ والمهدی کو اپنی طرف کی
سے حدیث مذکور کا ٹکڑا ظاہر کیا ہے

جواب اسکا جواب تو یہ ہے کہ میری اصل عبارت دیکھ لینے سے مل سکتا ہے
[illegible] بحوالہ [illegible] کے نیچے حاشیہ المختار [illegible] اور نیچے وہ الفاظ موجود ہیں۔ اور

پھر بھی مجھ پر جہلا کی سو اس عبارت کو حدیث کا ٹکڑا ظاہر کر کے تحریف کی تہمت لگانی جانے کس قدر بے انصافی ہوگی۔

دوم۔ بہ نیت پر حملہ ہی کیونکر میرے الفاظ سے تو ایسا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسکا فیصلہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے ہو سکتا ہے اگر آپ کو آمین کہنے کی جرأت ہے۔

سوم۔ زمانہ کے تعین پر میں نے اس تشحیذ میں بہت سی دلیلیں دی ہیں اور خود اسی حدیث میں چار دور پہلے اور پانچواں دور مہدی کا اور پھر اس مہدی کو میرا اعتقاد کا مان لینا مجھے کسی قسم کی دلیل دینے سے مستغنی کرتا ہے۔

چہارم۔ کسی حدیث کے ٹکڑے کو محشی حاشیہ پر نہیں لکھا کرتے اور ایسا کرنے والا محشی کہلا سکتا ہے اور حاشیہ کے معنی رکھتا ہے پس باوجود محشی اور حاشیہ کے الفاظ کے حدیث کا ٹکڑا کس طرح ہو سکتا تھا۔

چھٹا اعتراض۔ المراد بزمن عیسٰی والمہدی کے معنی خلافت عیسٰی اور مہدی کے زمانہ سے شروع ہوگی۔ غلط ہیں۔

جواب۔ اول یہ کہ اگر المراد بہ عیسٰی والمہدی ہوتا تو یہ معنی البتہ کیے جا سکتے تھے جب زمن موجود ہے تو میرے معنے کیونکر غلط ہوئے۔

دوم۔ یہ کہ زمن سے صرف عمر عیسٰی و مہدی مراد نہیں ہو سکتی بلکہ تمام عہد مراد ہے جو ایک ہزار برس ہو جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو ساتویں ہزار کا مجدد فرمایا ہے۔ اور نبی کریم صلعم کو پانچویں ہزار کا مجدد فرمایا ہے۔

پس میرا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ خلافت علی منہاج النبوۃ زمانہ عیسٰی و مہدی سے شروع ہوگی۔

سوم یہ کہ جس طرح پہلی خلافت علی منہاج النبوۃ نبی کریم کی وفات کے بعد شروع ہو کر کسی وجہ سے اس پر صادق آ گئی۔ اسی طرح یہ دوسری خلافت بھی نبی کے وجود اس

کے ثبوت ہے جیسا کہ الوصیت میں ارشاد ہے کہ میرے بعد بعض اور وجود بھی ہوں گے جو دوسری قدرت
کا مظہر ہوں گے اور یہ امر مسلّم ہے کہ دوسری قدرت سے مراد خلافت ہے پس اس اعتبار سے
میرا یہ فقرہ بھی صحیح ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت مسیح موعود نبی اللہ کی وفات کے بعد
شروع ہونے والی تھی۔

چہارم۔ یہ کہ چونکہ مسیح موعود خود بھی خلیفہ ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ موسوی خلیفہ تھے
اسلئے میرا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ "خلافت عیسیٰ اور مہدی کے زمانہ سے شروع ہوگی"۔

پنجم۔ یہ کہ میں نے یہ نہیں کہا خلافت عیسیٰ اور مہدی کے دعوے سے شروع ہوگی
بلکہ زمانہ ہی کہا ہے اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ زمانہ تو ہزار برس تک ممتد ہے۔

ساتواں اعتراض۔ حدیث میں پانچ دور ہیں اور میں نے مسیح موعود کی نبوت کا ذکر کر کے
چھ دور ظاہر کئے ہیں

جواب۔ اول یہ کہ حدیث کے الفاظ میں دوروں کے لئے کہیں پانچ یا چھ کا
ذکر نہیں۔ پس آپ حدیث کی بناء پر مجھ پر کوئی حجت مزعومہ قائم نہیں کر سکتے۔

دوم۔ یہ کہ چونکہ مسیح موعود وہ نبی اللہ ہیں جنکے لئے میں من فرق بینی و بین
المصطفٰی فما عرفنی وما رأی آیا ہے اسلئے ضرور تھا کہ اس نبوت کا ذکر علیحدہ کیا جاتا
بلکہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم فرما کر پھر آخرین منھم
لما یلحقوا بھم کے ساتھ اسکا ذکر نہیں فرمایا بلکہ ظلی کے الفاظ میں آپ فرماتے ہیں
محمدی نبوت محمد ہی کے پاس ہی اور فرماتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی تا کس نہ
گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ پس وہ بلا ذکر کے مغائرت کیوں بتائی جاتی۔

سوم یہ کہ مسیح موعود چونکہ باوجود نبی ہونے کے خلیفہ بھی تھے اسلئے خلافت علیٰ
منہاج النبوت میں ہی انکا ذکر آگیا۔ اور الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

آٹھواں اعتراض۔ مسیح موعود خود خلیفہ تھے تو خلافت در خلافت چلنے کے کیا معنے

جواب ۔ اوّل یہ اعتراض خود آپ کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ آپ مولانا نور الدین رضؓ کو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں۔ اور یہ خلیفہ کا لفظ انکے نام لکھتے ہیں پس یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ خلیفہ کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔

دوم ۔ خود اس خلیفۃ المسیح نے لاہور تقریر میں فرمایا کہ جب تک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آیا تم اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ وہ بجا ہی اشتہار جس سے آپ ہی کے پیرو مرشد امام قرآن حدیث کی زبان سے ثابت ہوا۔ کہ خلافت چل سکتی ہے۔

سوم ۔ یہ کہ ابو بکرؓ خلیفہ تھے پھر عمرؓ کے خلیفے۔ پھر عثمانؓ ۔ عمرؓ کے خلیفے اور عثمانؓ کے خلیفے۔ دیکھو خلفاء ۔ کے خلیفے در خلیفے ہونے کو آپ کہتے ہیں۔ کہ تمہاں۔ اور مسیح موعود کو کسی کی بیعت کی ضرورت نہ تھی کہ وہ نبی تھے اور خدا نے خود انکی تعلیم فرمائی اور وہ فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستان محمدؐ

چہارم ۔ یہ کہ مسیح موعود نبی اللہ تھے اور نبی ہونے کے لحاظ سے آپکی خلافت چلی۔ اگر آپنے انکو خلیفہ کہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نبی نہیں تھے۔ کیونکہ آدمؑ و داؤدؑ کو قرآن میں خلیفہ کہا گیا۔ اور یہ لوگ نبی بھی تھے پھر حضرت عیسیٰؑ بھی خلیفہ تھے جیسا کہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۔ ۵۰ پر لکھتے ہیں۔ اور میں اسکی دیکھتا ہوں کہ مسیح بن مریم آخری خلیفہ موسیٰ کا ہے۔ باوجود کے وہ نبی بھی تھے۔ پس خلیفہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپ نبی نہیں تھے۔

پنجم ۔ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۲ ۔ ۹۵ کو غور سے پڑھیں۔ اور اسکے مندرجہ ذیل فقرہ کو نوٹ کریں۔

کیونکہ ہر شخص خود دیانتداری سے قرآن شریف کو پڑھیگا۔ اسپر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیر و زبر کئے جاینگے۔ اور

سخت طاعون پڑیگا اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا۔ اُس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے۔ × × × × تو پھر کیونکر ممکن ہو کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے۔ اور تمام عالم پر محیط ہونیوالا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے۔ اس تحریر سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ جو مسیح موعود کو رسول نہیں مانتا۔ وہ مسیح موعود بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ اس رسول کا نام ہی مسیح موعود ہے۔ . . . اور ظاہر ہے کہ یہ امور بھی یورپ میں کمال تک پہنچ گئے ہیں۔ جو بالطبع عذاب کے مقتضی ہیں۔ اور عذاب رسول کے وجود کا مقتضی ہے اور وہی رسول مسیح موعود ہے۔ . . . پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔"

ان دو عبارات سے ثابت ہوگیا ہے یا نہیں کہ آپ نے باوجود خلیفۂ رسول اللہ صلعم ہونے کے اپنے آپکو نبی اور رسول کہا۔ پس آپ کی خلافت کا قیاس دوسرے خلفاء پر کرکے انکی خلافت کے سلسلہ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

ششم یہ کہ حضرت اقدس نے اور خلیفہ مسیح خلفائے سر الخلافہ میں فرماکر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ میرے بعد سلسلہ خلفاء ہوگا۔

ہفتم یہ کہ بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء سے مفصلہ ذیل القول الطیب کو غور سے پڑھیے۔

"۱۶ جنوری ۱۹۰۶ء۔ ایک خط ملہم ہوا باہر سے آیا تھا حضور کی خدمت میں اس الہام کا ذکر کہ آپ کی وفات کے دن قریب ہیں۔ رو پڑا۔

فرمایا۔ یہ وقت تمام انبیاء کے متبعین کو دیکھنا پڑتا ہے اور اس میں"

ایک نشان خدا تعالیٰ دکھاتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد اس سلسلہ کو قائم رکھکر اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ در اصل خدا ہی کی طرف سے ہے جو بعض نادان لوگ نبی کے زمانہ میں کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ ایک ہوشیار اور چالاک آدمی ہے جو ایک دوکاندار ہے کسی اتفاق سے اسکی دوکان چل پڑی ہے لیکن اسکے مرنیکے بعد یہ سب کاروبار تباہ ہو جاویگا تب اللہ تعالیٰ نبی کی وفات کے وقت ایک زبردست ہاتھ دکھاتا ہے اور اسکے سلسلہ کو نئے سرے سے پھر قائم کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ وقت موت ہے صرف دو مسجدوں میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ باقی میں بند ہو گئی تب خدا تعالیٰ نے ابو بکر کو اٹھایا اور تمام کاروبار اسی طرح جاری رہا اگر انسان کا کاروبار ہوتا۔ تو اس وقت ادھورا رہ جاتا۔ ایسا حضرت عیسیٰؑ کے بعد جو نمونہ ایک تنہائی اور تباہی اور پریشانی کا انکی امت نے دیکھا تھا۔ اس کی تو کوئی نظیر ہی موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ثانی کا ایک نمونہ دکھانا چاہتا ہے کہ نبی کے زمانہ میں اسکے تمام کاموں کی تکمیل نہیں کرتا۔ سنت اللہ ہمیشہ اسی طرح سے جاری ہے کہ لوگوں کا خیال کسی اور طرف ہوتا ہے اور خدا کوئی اور بات کر دکھاتا ہے جس سے بہتوں کے واسطے صورت ابتلا پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت کے متعلق تمام پہلوں کو بھی دھوکہ تھا کہ وہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا حضرت عیسےٰ کے متعلق الیاس کا دھوکہ آج تک تمام یہودیوں کو لگا ہوا ہے لکھا ہے کہ ایک بزرگ جب فوت ہوئے تو انہوں نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئے گی جس کے سر پر وہ چڑیا بیٹھے وہی میرا خلیفہ ہوگا۔ جب وہ اسکو دفن کر چکے تو اس انتظار میں تھے

کہ وہ چڑیا کب آتی ہے اور کس کے سر پر بیٹھتی ہے۔ بڑے بڑے پرانے مرید جو تھے ان کے دلوں میں خیال گزرا کہ چڑیا ہمارے ہی سر پر بیٹھیگی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی اور وہ ایک جولاہے کے سر پر آ بیٹھی جو اتفاق سے شریکِ مجلس ہو گیا تھا۔ تب وہ سب حیران ہوئے لیکن اپنے مرشد کے قول کے مطابق اسکو لے گئے اور اس کو اپنے پیر کا خلیفہ بنایا۔"

اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

اول یہ کہ حضرت مسیح موعود آپکو رُسُل میں شامل سمجھتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ یہ وقت تمام انبیاء کے مثیلین کو دیکھنا چاہتا ہے۔

دوم یہ کہ نبی کی وفات کے بعد سلسلہ خلفاء قائم رہتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے ذکر وفات کے بعد فرماتے ہیں کہ تب خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو اٹھایا اور تمام کاروبار اسی طرح جاری رہا۔

سوم یہ کہ خلفاء اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور خدا جسے چاہتا ہے قائم کرتا ہے۔ خواہ وہ عام انسان کے نزدیک کیسا ہی حقیر ہو۔ چنانچہ ایک تمثیل میں فرماتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئیگی جس کے سر پر وہ چڑیا بیٹھے۔ وہی میرا خلیفہ ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں۔" وفات کے بعد بڑے بڑے پرانے مرید تھے ان کے دلوں میں خیال گذرا کہ چڑیا ہمارے ہی سر پر بیٹھے گی۔ تھوڑی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی اور وہ ایک جولاہے کے سر پر آ بیٹھی۔"

اس عبارت سے واضح ہوا کہ خلافت کے وقت خدمات کی عمر اور تعداد نہیں دیکھی جاتی جس کی جانب چاہے خدا دل متوجہ کرے۔

غرض حضرت اقدس نے مسئلہ خلافت کو اس القول الطیب میں واضح کر دیا ہے

سے کوئی احمدی احمدی رہ کر انکار نہیں کر سکتا۔

واضح ہو کہ نمبر ۵ صفحہ ۱۳ تا ۱۵ (خلافت علی منہاج النبوۃ) کا جواب اس مضمون کے ابتدا میں اور اعتراض نمبر ۳ و ۴ میں دیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس مجلہ کو جو میں نے آج ہی رسالہ ڈاک میں وصول ہونے پر قلم بر داشتہ لکھا ہے نافع الناس بنائے۔ اللھم آمین۔

وفاتِ مسیح پر چند دلائل

(سوال) قرآن کریم میں صاف لکھا ہے بل رفعہ اللہ الیہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح زندہ آسمان پر چڑھ گئے۔ اور ابتک زندہ موجود ہیں۔

(جواب) میں نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت رافعک الی میں رفع کا وعدہ ہے جو بہر حال وفات کے بعد پورا ہونے والا ہے۔ اور بعد وفات رفعت روح کو ہی ہوتی ہے نہ جسم کو۔ سو آیت فلما توفیتنی سے تحقق وفات ثابت ہوئی اور بل رفعہ اللہ سے تحقق رفع بعد از وفات۔ دوم اعتراض میں بھی عرض کیا تھا کہ قرآنی دلائل بیان کرتے وقت اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاوے کہ کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف نہ ہو جاوے۔ جبکہ ان آیات میں وفات مسیح کا ثبوت ہے اور اب آپ اسکے بر خلاف غلطی سے آیت بل رفعہ اللہ کو حیات مسیح کے لئے پیش کر رہے ہیں کیا اس سے اختلاف فی القرآن لازم نہ آئیگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ کیا وہی قرآن جو اختلافات و تناقضات کے شائبہ سے ہو خود بانی اختلافات بنکر سچا رہ سکتا ہے کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

بحث۔ کیا لفظ رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہو سکتا ہے یا رفع روحانی بھی سو جواب عرض ہے کہ رفع سے مراد رفع روحانی بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم درجات - یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں انکو
اللہ تعالیٰ اٹھاویگا۔ اب فرمائیے کیا امت محمدیہ خیر امت میں کوئی مومن ہوا ہے یا کبھی نہیں
اگر نہیں تو پھر یہ امت خیر امت کسطرح ٹھہری نستغفر اللہ اور اگر ہوا ہے تو کیا رفع جسمانی آجتک
کسی کو نصیب ہوا یا ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہوئی ہو تو فہرست دیں کہ کون کون اور کس وقت کوئی اٹھایا
گیا ہو فہرست میں [illegible] پڑیگا کہ [illegible] جناب کی فہرست میں شمار کئے جاوینگے
کیونکہ آیت بالا سے یہی ثابت ہے کہ جو مومن ہونگے وہ تو ضرور اٹھائے جاوینگے۔ اور جو نہ
اٹھائے جاوینگے تو انکے لئے نعوذ باللہ بزعم جناب فتوے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں ہوئی تو دین
پہلا امر قائم ہو گیا کہ یہ امت خیر امت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی مومن کامل ہے نعوذ باللہ منہا پس
یہاں روحانی رفع ماننی پڑیگی جس سے تمام عقدہ حل ہو سکتا ہے اور یہی رفع جناب مسیح کو بھی
نصیب ہوئی فتامل ولا تکن من الغافلین۔

الحدیث شریف میں ہے فرمایا رسول کریم نے ما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ رواہ مسلم مشکوٰۃ
باب فضل الصدقۃ فصل اول صفحہ [illegible] - اور ایک روایت میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ
الی السماء السابعۃ [illegible] یعنی جب کوئی بندہ عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی طرف اٹھا لیتا ہے اور ایک دوسری روایت کے ساتویں آسمان پر اسکو
اٹھا لیتا ہے یہاں بھی رفع روحانی ہی مراد ہے [illegible] کوئی شخص بھی بلا واضع اس رحمت
میں ثابت نہیں ہو سکیگا [illegible] روحانی کے لئے ہی قرآن و حدیث میں بہت سے دلائل
ہیں لیکن بخوف طوالت نہیں [illegible] چاہتا ہوں [illegible] بھی ایک حدیث پیش
کرتا ہوں۔ رفع [illegible] صلہ الیٰ کے بعد واقع ہو تو
ایک شے کا دوسری شے کے نزدیک کرنے کے معنی ہوتے ہیں ومن ذلک قولہم رفعتہ
الی السلطان [illegible] سلطان کا مقرب کیا [illegible] رفعہ اللہ الیہ
میں بھی رفع بمعنی قرب ہے [illegible] بحث سوم الیہ میں اگر [illegible]

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم ترجمہ۔ سورہ مجادلہ یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں انکو اللہ تعالیٰ اٹھاویگا۔ اب فرمائیے کیا امت محمدیہ خیر امت میں کوئی مومن تھا یا ہے بھی کہ نہیں اگر نہیں تو پھر یہ امت خیر امت کسطرح ٹھہری۔ نستغفر اللہ۔ اور اگر تھا تو کیا رفع جسمانی آجتک کسی کو نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہوئی تو ذرا فہرست دیں کہ کون کون اور کس وقت کوئی اٹھایا گیا ہو فہرست دینے پر ماننا پڑیگا کہ وہی مومن ہیں جو جناب کی فہرست میں شمار کئے جائینگے کیونکہ آیت مذکورہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو مومن ہونگے وہ تو ضرور اٹھائے جائینگے۔ اور جو نہ اٹھائے جائینگے تو انکے لئے نعوذ باللہ بزعم جناب فتوے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں ہوئی تو وہی ہنگامہ قائم ہوگیا کہ یہ امت خیر امت نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی مومن کامل ہے نعوذ باللہ منہا پس یہاں روحانی رفع مانی پڑیگی اور جو ترجمہ بالا حل ہو سکتا ہے اور یہی رفع جناب مسیح کو بھی نصیب ہوئی فتامل ولا تکن من الغافلین۔

حدیث شریف میں فرمایا رسول کریم نے ما تواضع احد الا رفعہ اللہ رواہ مسلم مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ فصل اول صفحہ ۱۶۹۔ اور ایک روایت میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ یعنی جب کوئی بندہ عاجزی اور فروتنی اختیار کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی طرف اٹھا لیتا ہے اور جب دوسری روایت کے ساتویں آسمان پر اسکو اٹھالیتا ہے یہاں بھی رفع روحانی ہی مراد ہو۔ الا بحق ذوالی کوئی شخص یعنی ہیں تو منع اس امت نہیں ہو سکیگا۔ دیکھو رفع روحانی کے بارے میں قرآن و حدیث میں بہت دلائل بخوف طوالت نہیں یہ اکتفا کیا گیا چاہتا ہوں کہ لغت عرب بھی ایک جدید پیش رفع نزدیک گروہ متقدمین کے۔ دیکھئے صراح۔ یعنی جب صلہ الیٰ رفع کے بعد واقع ہو تو دوسری شے کے نزدیک کردینے کے معنی ہوتے ہیں ومن ذلک قولہم رفعتہ الی السلطان یعنی میں نے اسکو سلطان کا مقرب کردیا۔ جلد ۲ میں رفعہ اللہ الیہ بمعنی قربہ الیہ کیونکہ یہاں بھی صلہ الیٰ ہے۔ بحث سوم الیہ میں گزرچکی ارشاد

ریویو آف ریلیجنز 1914 جون کے شمارے کا

Page No 56 ٹھیک حالت میں

لائبریری کی تمام کاپیوں سے نہیں ملا۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]	[illegible]		ہدایت	[illegible]
[illegible]	[illegible]		محمد رسول اللہ	[illegible]
[illegible]	[illegible]		اسلام کی دوسری کتاب [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	ترجمہ [illegible] کلمات آسان [illegible]	حمد و سلام	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		ترجمۃ القرآن [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		کلام مجید	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]

یہ سب کتابیں مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے طلب کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

سخت امراض کی آسان دوائیاں

Digitized by Khilafat Library

[illegible]

اصلی عرق کافور ہیضہ [illegible] کے [illegible] مفید ہے۔

قیمت [illegible]

جلاب کی گولیاں [illegible]

[illegible]

کولا ٹانک [illegible]

[illegible]

عرق پودینہ سبز [illegible]

[illegible]

پین ہیلر

[illegible]

کلوروڈین [illegible]

[illegible] ایک [illegible] کی قیمت چار روپے [illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵-۹۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

قدرت ثانیہ

امر خلافت

فہرست کتب ... مینیجر

قیمت سالانہ

حسابات [illegible] ۱۹۱۳ء

[illegible]	[illegible]	[illegible] ۱۹۱۳
[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] جناب [illegible] صاحب [illegible]	[illegible] جناب [illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء

قدرت ثانیہ

ڈاکٹر صاحب کا نامکمل حوالہ

قدرت ثانیہ کا لفظ جو حضرت اقدس کی الوصیت میں آیا ہے اسکے متعلق پیغام صلح میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد دراصل آپکی جماعت کا غلبہ دوسروں پر ہے نہ کہ خلافت کا سلسلہ اور اسکے ثبوت کے لئے کچھ وجوہات دی ہیں۔ اس وقت ہم انکو بیان نہیں کرتے صرف اول قدرت ثانیہ پر عام بحث کرینگے بعدہ جو اعتراض لاہوری دوستوں کی طرف سے ہوئے ہیں انکا جواب لکھینگے وباللہ التوفیق۔

اول سب سے یہ عرض ہے کہ ہمارے مخالفین کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ ہمیشہ حوالہ مضمون کا ناتمام اور نامکمل پیش کرتے ہیں اور جب آخری فیصلہ کنندہ فقرہ آتا ہے تو اس سے پہلے حوالہ بند کر دیتے ہیں جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اعلان اور مضامین میں اکثر جگہ مسئلہ

کفر و اسلام اور نبوت کی بحث کی ہے ہر جگہ یہی تصرف کیا ہے اگر وہ اپنے تمام حوالہ جات میں صرف ایک یا دو فقرے آگے کے حذف نہ کرتے اور پوری عبارت درج کر دیتے تو خود ہی ہر جگہ پر ملزم ہو جاتے۔ اسی طرح یہاں بھی ہمارے مکرم دوست نے اسی عمل کی تقلید کی ہے چنانچہ لکھے حوالہ کے آگے یہ فقرہ اور زیادہ کرنا کہ

"پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا"

اس تمام عبارت کے مطلب کو بہت واضح کر دیتا۔ نیز اب ہم قدرت ثانیہ کا حوالہ پورا پیش کرتے ہیں۔

قدرت ثانی کے بارے میں حضرت اقدس کا ارشاد

حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعم دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلعم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے

غم کے دیوانوں کی طرح ہوگئی تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امناً۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچاویں فوت ہوگئے۔ اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہوگئے۔ اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہوگیا۔"

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اسلئے تم میری اس بات سے جو تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت

نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائیگا جس کا اس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جنکی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں۔ تو دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے" ثم کلامہٗ

یہ تمام عبارات الوصیۃ کی ہیں جہاں قدرت ثانیہ یا اسکی تفصیل و تفسیر بیان فرمائی گئی ہے اور اسکے بعد قدرت ثانیہ کا ذکر اور کہیں نہیں ہے۔ ہاں اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہیں "اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد"

حضرت اقدسؑ نے اپنے آپکو نبی کیطور پر پیش کیا

اب یہاں پیشتر اسکے کہ ہم اصل مضمون کی طرف توجہ کریں یک لحظہ بیان کر دیتے ہیں۔ الوصیت کی عبارت سے ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے تئیں زمرۂ انبیاء میں داخل فرمایا ہے آیت کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی اور پھر اسکی تفسیر میں انبیاء کی مثالیں یعنی مرسلین اور انبیاء کی وفات اور انکی جماعت کا حال سب اس بات پر صاف صاف دلیل ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے تئیں نبی سمجھکر اور اپنے سلسلہ کو ایک نبی کا سلسلہ سمجھکر اور اسی رنگ پیرایہ میں اپنے

نہیں انبیاء سابق سے ملا کر اپنی جماعت کو وصیت اور نصیحت کرتے رہے ہیں بلکہ نہ صرف اپنی تئیں بلکہ جماعت کو بھی انبیاء اولوالعزم کی جماعتوں سے تشبیہ دیکر آئندہ ابتلاؤں سے انکو آگاہ فرماتے رہے ہیں۔ غرض یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

الوصیت کی عبارت کی تشریح

اب آپ اس مذکورہ بالا عبارت الوصیت پر غور فرماتے جائیں "وہ (یعنی خدا تعالیٰ) اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ کی ترقی حضرت صاحب کے وجود سے ہوئی۔ اسی طرح آپ کے بعد قدرت ثانیہ سے جس کا مظہر بعض اور وجود ہونگے ترقی ہوگی۔ یہ معنی اس سے ہرگز ہرگز نہیں نکلتے کہ قدرت ثانیہ محض جماعت کے ممبر ہیں۔ اگر یہ تو عیسائیوں والی بات ہوئی جب وہ مسیح کی آمد ثانی کا انتظار کرکے تھک گئے تو کہدیا کہ اسکی دوبارہ آمد سے مراد اسکا چرچ ہے۔ اور اس طرح آمد ثانی کی پیشگوئی پوری کرکے اپنی تسلی کرلی۔ یہاں قدرت ثانیہ سے صریحاً اور لفظاً ایسے وجود مراد ہیں جنکی وجہ سے اس جماعت کا دنیا پر غلبہ ہوگا۔ اور جس طرح خلفائے راشدین نے اسلام کو بار بار گرتے گرتے سنبھال لیا تھا۔ اس طرح اس کے بعد بھی ایک خاص شخص اور جماعت گرنے سے اور وجود ہوگئے جو سنبھال لینگے۔ پس کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت اقدس کی بظاہر بے وقت وفات کے بعد جب مرتدوں ڈاکٹر اور امرتسری مکذب اور دوسرے مخالفین نے ہر طرح کے اعتراضوں سے اس جماعت کو نشانہ بنانا چاہا۔ اور عیسائیوں اور آریوں اور غیر احمدی مکذبین نے ہجوم اور حملہ کرکے جماعت کے پاؤں ڈگمگا دیئے۔ اور لاہور میں بھی عوام نے بہت ستایا کہ گویا وہ ہمیں ذلیل کردینگے۔ ایسے وقت میں خدا نے **نورالدین** کو جو قدرت ثانیہ کا پہلا مظہر تھا کھڑا کردیا۔ اور اسکے ہاتھ پر متحد ہونیکی وجہ سے خدا تعالیٰ

نے پھر ہماری ہوا باندھ دی اور ہم کو ہلاک ہونے اور بستیوں کو ہلاک ہونے سے بچا لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تقریر

یہی مذہب تھا حضرت خلیفۃ المسیح کا چنانچہ فرماتے ہیں ایک طرف موت ہو دوسری طرف دشمن ہنستا ہو سامنے قوم ہو ان کلمات طیبات اور اس نظارہ کو جو آپکی وفات کے بعد لاہور میں ہم نے دیکھا ہے کوئی عقلمند سعید دیکھے اور پھر ایک مرتد کا ٹریکٹ اور طرح طرح اور کسی مولوی کا اشتہار علاوہ بریں ہر روز تو قدرت کا مشاہدہ ہو جاتا ہو کر خدا کی باتیں کیسی سچی ہوتی ہیں جو وہ اپنے بندوں سے فرماتا اور انکے منہ سے نکلواتا ہے اب آپکی وفات تو ہو چکی اور ہم نے دیکھ لی۔ اور وہ صداقت بھی ظاہر ہو چکی جس کا ذکر فرمایا کہ لوگ ہنسی ٹھٹھا کرینگے تو اب الوصیت کے صفحہ ۸ سطر اول میں جو فرماتے ہیں اسکو پڑھیں نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور جیسے لاہور میں ایسا تنگ کرنا چاہا کہ گویا اب ہم کو کھا لینگے اسوقت ابر رحمت کی طرح پولیس آگئی اور مسخرے خائب و خاسر بھاگے اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی مرتبہ تو اس امام کے وقت میں ان لوگوں نے ناخنوں تک زور لگایا۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا جان و دل سے سر توڑ کوششیں کیں پر الٰہی قدرت نے آخر ایک مستانہ جماعت قائم کر دی اپنی قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔"

عزیزو! غور کرو! آپ کے بعد معاً دفن سے پہلے جماعت میں بلا اختلاف شمال سے جنوب اور مغرب سے مشرق تک وحدت کی روح اللہ قادر و مقتدر نے کس طرح پھونک دی۔ یہ ہوئے خدا کے احسانات شمار ہیں۔ ایک مسلمان ایک متبرک عاقبت اندیش اور ایک دنیا کے حوادث کو دیکھنے والا غور کرے حضرت میرزا کا ایک کیا چار بیٹے اور ایک معصوم میرزا کا داماد محمد علی ہم کا مجموعہ قابل قدر اور لائق موجود میرزا کا خسر بجائے باپ موجود ہے۔ اور تمام قوم نے ایک اجنبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی"۔

اب اس عبارت کو پڑھنے سے ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے اوپر جماعت کے متفق ہونیکا نام قدرت ثانیہ رکھا ہے۔ اور یہاں اپنی تقریر میں اس دوسری قدرت کا مظہر گردانا ہے کاش کہ کوئی سمجھے۔

جماعت کا غلبہ دوسروں پر مترادف قدرت ثانیہ نہیں ہو سکتا۔

قابل غور امر ہے کہ جماعت کا غلبہ دوسروں پر کس طرح مترادف قدرت ثانیہ ہو سکتا۔ جبکہ ہم صریحاً یہی تو دیکھتے ہیں کہ جماعت کی خود حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ دشمن یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب دوسری مرتبہ خدا تعالیٰ گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ اب فرماؤ ایسی حالت تو خود جماعت کی رہ جاتی ہے وہ بچاری کیا دوسروں پر غلبہ پائیگی۔ انکی اپنی ہی کمر شکستہ ہوتی تو وہ خود تردد اور مرتد ہونیکے قریب ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ تم نے خود یہ نظارہ دیکھا پھر بھی مظہر قدرت ثانی کے وجود سے انکار کرتے ہو جس کے سبب سے اور جس کی عقد ہمت سے خدا نے تمہاری کمریں مضبوط کیں اور تمہارے تردد اور کمزوری ایمان کو دور کیا۔ اور تمہیں ارتداد سے بچایا۔ پھر اے ناشکرو! بجائے اس مظہر قدرت پر خدا کا احسان

مانتے کہ تم اپنے اوپر فخر کرتے ہو۔ مگر خدا نہ اس وقت کھڑا ہوتا تو بخدا اس جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور مخالفین ہم کو اپنے میں جذب کر لیتے۔ اور اعتراضوں اور استہزاؤں کے مارے ہمارا رہنا زمین پر تنگ کر دیتے۔ اور لوگوں کی نظروں میں ہم ذلیل و خوار ہو جاتے۔ صرف اس وجود کیساتھ لگ کر ہم جماعت بنے ہیں۔ اور ہمارا اتحاد مضبوط ہوا۔ کیا فخر ایک شکستہ کمر جماعت پر کرتے ہو۔ جس جماعت کا یہ حال ہو کر ابھی ایک نبی کی تربیت اور تعلیم سے نکل کر اسکے مرتے ہی وہ ایسی قابل رحم حالت میں ہو جاوے وہ آگے چلکر اور برسوں اور صدیوں گزرنے پر کیا ہمت دکھاتی۔ اور اسکا کیا خاک غلبہ ہوتا۔ یہ خدا کے وعدہ کے بموجب قدرت ثانیہ ہی تھی۔ اور پھر اسکا مظہر اول جس کے بل بوتے پر تم کھڑے ہو کر دنیا کو منہ دکھانے جوگے ہو کر کیا ابھی سے ایسے کافر نعمت بنتے ہو۔ کہ جس سے تم نے فیض پایا اور جس نے تمکو ہلاکت سے بچایا۔ اسکے وجود کو تو بے فائدہ سمجھنے لگے۔ اور قدرت ثانیہ اپنا نام رکھنے لگ گئے۔

قدرت ثانی کی پہلی مثال

اب قدرت ثانی کی مثالوں کی طرف خیال کیجئے۔

(۱) اول مثال حضرت ابوبکرؓ کی فرما کر انکے وجود کو قدرت ثانیہ قرار دیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی موت بےوقت سمجھی گئی۔ بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانے ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کیا۔ اب یہاں صاف طور پر فرمایا کہ آپ کے بعد کیا اعراب اور کیا جماعت صحابہ سب بدحال ہو گئے۔ صرف اسوقت ایک ہی ایک شخص تھا جو خدا کی تائید سے ثابت قدم رہا اور اس نے تمام جماعت کو سنبھال لیا۔ کیا مرتدین غلبہ حاصل کر سکتے تھے کیا وہ صحابہ جو دیوانوں کی طرح خود ہو رہے تھے سنکر کام دین کر سکتے تھے ہرگز نہیں صرف ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے سب کے ارتداد کو دور کیا۔ دیوانوں کے غم و غلط فہمیوں کو ہٹایا۔ تب جا کر جماعت اس قابل ہوئی کہ اپنا کام سرانجام دے۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفہ کے وجود کے بغیر تمام کام درہم

برہم ہو جاتا۔

بغیر خلیفہ کے غلبہ محال ہے

اور یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ ہمیشہ امت محمدیہ کو انسانی منصوبوں کے ذریعہ ہدایت پر قائم رکھتا ہے۔ اس غرض کیلئے کوئی روح القدس کے کبوتر کی روح یا کلیسیا کے بے خبری میں اترنے والی آزمائش کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خدا ہمیشہ بموجب اپنے وعدہ کے قیامت تک خلفاء کا سلسلہ جاری رکھیگا کیونکہ انہی کے وجود باجود سے اسلام کی فتح ہے خواہ وہ خلفائے راشدین کی شکل میں ہوں خواہ مجددین کے رنگ میں خواہ مسیح موعود کے رنگ میں اور خواہ اس کے بعد خلافت ثانیہ کے رنگ میں آیت استخلاف قیامت تک امت محمدیہ پر حاوی ہے یہ سلسلہ امت محمدی اور قرآنی احکام سے باہر نہیں پھر جو تم الگ ہوتے ہو تو کونسا اسلام ڈھونڈتے ہو۔

خلافت نہیں تو اسلام کا خاتمہ

اب اسلام بس یہ اسلام اسی میں محدود ہے اور جو جو وعدے اور فضل محمد رسول اللہ کی زبان پر اس امت کے لئے ہوئے ہیں وہ سب اب اس جماعت پر قیامت تک پورے ہوتے رہیںگے کیونکہ آخرین منہم کے مطابق اب روئے زمین پر ایک ہی محمدیوں کی جماعت ہے اور یہ کہنا کہ چونکہ آیت استخلاف حضرت صاحب کا الہام نہیں ہے اسلئے وہ اب اس جماعت پر صادق نہیں آسکتی گویا انکے ساتھ یہ ہے کہ وہ سلسلہ اس محمدی سلسلہ سے الگ ہے اور غیر احمدیوں میں تو خلفاء آتے رہیںگے مگر احمدیوں میں نہیں یا اگر غیر احمدی ناحق پر ہیں اور احمدی اس محمدی سلسلہ سے الگ ہیں تو پھر نعوذ باللہ اسلام ہی دنیا سے اٹھ گیا اور خدا کا وعدہ ختم ہو گیا کیونکہ احمدی تو اپنے لئے چند الہام لیکر قرآنی وعدوں اور انعامات سے الگ ہو کر نکل گئے۔ مگر غیر احمدی مومن کے نزدیک وہ مسلمان ہیں۔ انکے خیال میں تو سلسلہ خلافت کا صرف غیر احمدیوں میں ہی تا قیامت جاری رہیگا اور وہی اس آیت کے مصداق ہونگے۔ اور ... کے نزدیک۔

وہ سچے مسلمان نہیں ہیں۔ انکے نزدیک پھر قرآن کے وعدے، الہامات لینے والی دنیا کے پیرو
پر کوئی جماعت ہی مذہبی پہلو جیتی ہوئی۔ مذہب اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قدرت ثانی کی دوسری مثال یوشع

اب دوسری مثال لیجئے یہاں حضرت موسیٰ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس
وقت انکی موت پر خدا تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون کو قدرت ثانیہ
کے رنگ میں اس جماعت میں کھڑا کیا اور اسی طرح پے در پے انبیاء اور خلفاء اس سلسلہ میں
مبعوث ہوتے رہے کہ ہمیشہ قدرت ثانیہ کسی انسانی مظہر یا افراد کے ہی رنگ میں ظاہر
ہوئی نہ کسی انجمن یا جماعت کے طور پر اور جو جو بنی اسرائیل پر فضل ہوئے وہ خدا کے نبی اور
خلیفے ہی ہوئے حالانکہ وہاں ایسی کوئی آیت استخلاف نہ تھی۔ بلکہ تورات میں بحیثیت بنی
اسرائیل ہونے کے اور بحیثیت ایک قوم اور جماعت ہونیکے تمام وعدے دئے گئے تھے
مگر پھر بھی جب وہ وعدے پورے ہوئے تو بنی اسرائیل کو کسی مصیبت سے رستگاری
ہوئی۔ تو انہی مظہر افراد کی برکت سے ان کے ہاتھ پر نہ کہ اپنی کسی جماعت کی قوت پر

تیسری مثال قابل ہے

تیسری مثال جو حضرت اقدس نے دی ہے اسپر ڈاکٹر صاحب نے
ہاتھ صاف کرنا چاہا ہے۔ اول تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰؑ
کی وفات کا ذکر نہیں ہے نہ حضرت صاحب کا ایمان تھا نہ ہمارا اور نہ آپکا ایمان کہ صلیب پر
حضرت مسیح فوت ہو گئے بلکہ وہ اس واقعہ کے بعد قریباً ۹۰ برس زندہ رہے۔ اور کشمیر میں
مدفون ہوئے یہاں حضرت صاحب نے صرف ایک مثال مصیبت اور تفرقہ جماعت کی دی
ہے۔ اپنی موت کے مقابل صرف حضرت رسول کریمؐ اور حضرت موسیٰ کی موت کو رکھا ہے
اور حضرت عیسیٰ کی زندگی کے ایک بڑے واقعہ کو بیان فرمایا ہے نہ کہ انکی موت کے ذکر کو۔ اس
اگر یہ خیال کیا جاوے کہ جب وہ ایک مذہب کی تبلیغ کر کے اس ملک سے چلے گئے تو گویا
انکی طرف سے تو وہ مر گئے تو اس طرح سے یہ واقعہ صلیب بیشک ان حواریوں کے نزدیک
انکی وفات کا مترادف تھا اس رنگ سے بھی اگر دیکھا جاوے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے بعد انکی جماعت اور خلافت کا انکار ہم کو نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعد بھی قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ اسکے قرائن ہم کئی طرح سے دے سکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی خلافت کا ثبوت

۱۔ عیسائیوں میں آجتک ایک انتظام جماعت اور ایک رئیس و امیر کا موجود ہونا اور رومن کیتھولک فرقہ میں پوپ کا وجود شہادت دے رہا ہے کہ ان کے ہاں مسیح کا جانشین ہمیشہ سے مانا جاتا رہا ہے۔ اور تمام رومن کیتھولک قوموں حتی کہ بادشاہوں اور سلطنتوں کی بھی فرمانبرداری ثابت کرتی ہے کہ یہ سلسلہ ان لوگوں کا بعد میں خود ساختہ نہیں ہے بلکہ انکی اصل ابتداء زمانہ مسیحیت سے چلی آتی ہے پراٹسٹنٹ جو آزاد خیال فرقہ ہے ان میں بھی ایسا نظم و نسق موجود ہے اور چرچ میں عہدہ داروں کی تمیز اور بشپ اور آخر میں آرچ بشپ کا سب پر افسر ہونا بھی اسی کی دلیل ہے۔ کہ یہ لوگ ایک جماعت اور ایک امیر کے خیال کو ہمراہ لیکر رومن کیتھولک لوگوں سے الگ ہوئے ہیں۔

۲۔ کشمیر میں وفات حضرت مسیح علیہ السلام کی ہوئی اور وہیں آپ دفن ہوئے سو اس ملک میں آپکی تعلیم کا اثر ضرور ہوا ہوگا۔ اب ہم عام کشمیری لوگوں کے مذہبی خیالات کیطرف دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہایت پیر پرست واقع ہوئے ہیں اور اس کثرت سے ان میں رواج بزرگوں کے ماننے کا ہو گیا ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی یہ قوم اپنی ان عادات کو ترک نہیں کر سکی بلکہ اسکا کچھ نہ کچھ حصہ ان میں باقی ہے۔ یہ اثر اس قوم میں پیر پرستی کا کہاں سے پیدا ہوا اگر یہ کہو کہ چونکہ یہ لوگ بنی اسرائیل تھے اس لئے ان باتوں کے پہلے ہی عادی تھے سو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو یہود مشرک اور پیر پرست قوم نہیں تھی۔ بلکہ اولاد انبیاء۔ اور اکثر موحد تھے دوسرے ان لوگوں کی تو عادت انبیاء اور خلفاء کی بات نہ ماننے اور انکار کی تھی نہ کہ انکی فرمانبرداری اور نہایت درجہ اطاعت کی۔ یہ اطاعت اور بزرگوں کے ماننے کی عادت کاشمیر تو حضرت مسیح اپنے ساتھ لائے۔ اور اس قوم میں ڈال گئے۔ اور انکے بعد ضرور سلسلہ خلافت کا چلا جس کی وجہ سے بحیثیت قوم کے یہ لوگ اسقدر پیروں اور بزرگوں کے ماننے والے ہوتے۔ اگر

یہ اعتراض کہ تو اسکا نتیجہ جیسا کہ پہلی بجائے پیر پرستی اور شرک ہو تو ہم اس بات کا آگے چلکر جواب دینگے۔

سو تیسرے یہ کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ جب تمام انبیاء کے خلفاء ثابت ہیں تو مسیح کو الگ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنے رسولوں کو مخاطب کرکے اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ یعنی یہ جماعت تمہاری ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے تقویٰ کرو۔ یہیں یک تو تمام انبیاء کے سلسلوں کو ایک سلسلہ فرمایا (یعنی تمہاری تعلیم وہی جماعت ہے)۔ تو جب شریعت اور تمہاری زندگی موت اور پھر تمہاری جانشینی اور جماعت کا قیام بعد میں سب ایک ہی طرح کا ہے۔ کسی ایک سلسلہ کو دوسرے سے مغائرت نہیں یعنی یہ کہ اگر اکثر انبیاء کے خلفاء ثابت ہیں تو ہم کیا ایک کو الگ کریں کہ اسکے بعد خلافت نہیں ہوتی۔ پھر فاتقون کہکر یہاں یہ صریح اشارہ ہے کہ تمہاری ربوبیت جس میں جماعت کی ربوبیت بھی داخل ہے میرے ذمہ ہے جواب ہو کہ ہر نبی اپنا کام کرکے نہیں جاتا بلکہ اسکی موت پر کچھ باتیں قابل تکمیل رہ جاتی ہیں۔ اسلئے انکی تکمیل خلفاء کرتے ہیں۔ مسیح کی موت یا صلیب سے رخصت کے وقت ضرور تھا کہ ان قابل تکمیل باتوں کی کوئی پیچھے تکمیل کرے پس سوائے سنت مستمرہ خداوندی یعنی خلفاء کے وجود کے اور کون تھا جنہوں نے حضرت مسیح کے بعد تکمیل دین کی کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں تخمریزی انبیاء کے ہاتھ سے ہوتی ہے لیکن انکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ پس ضرور ہے کہ مسیح مریمی کچھ کام تکمیل کے لئے چھوڑ گئے ہوں اور انکی تکمیل سوائے خلفاء کے اور کون کر سکتا ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا آیت حضرت مسیح موعود کے ذکر کے بعد ہی بیان کی گئی ہے اس سے پہلی آیت میں مسیح کا ذکر ہے مراد یہ کہ مسیح موسوی کے سلسلہ کو باقی تمام انبیاء کے سلسلہ سے مغائر اور مختلف نہ سمجھو بلکہ سب سنت واحدہ کے حکم میں ہیں

پھر اس تکمیل کے لفظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد غلبہ جماعت نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے دین کی تکمیل جماعت کے غلبہ سے نہیں ہوتی۔ اور نہ تمکین صرف جماعت کے غلبہ سے ہوتی ہے بلکہ اس تکمیل اور تمکین سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اصول اور عقائد وغیرہ انہوں نے دنیا میں خدا کی طرف سے لا کر پیش کئے ان کے معنی کرنے میں بعض اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور اگر خلفاء تمکین اور تکمیل نہ کریں تو لوگ غلط عقائد پر قائم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کی بابت ہی دیکھ لو کہ آنحضرت کی وفات پر لوگ سمجھنے لگے کہ آپ نہیں مرے اور وقد خلت من قبله الرسل کی آیت گویا ابوبکر رضہ کی زبان پر دوبارہ نازل ہوئی یا زکوٰۃ کے معاملہ میں لوگ اس رکن اسلام کے سمجھنے میں غلطی پر پڑ گئے تو ابوبکر رضہ نے انکو سمجھایا کہ دیکھو یہ مطلب ہے زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا۔ اگر اس وقت ان عقائد حقہ کو قائم نہ کیا جاتا تو پھر لوگ آئندہ کے لئے بڑی بڑی گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے۔ پس تکمیل سے یہ سمجھنا کہ جماعت کا غلبہ ہو جاوے گا غلط ہے بلکہ خود جماعت ناقص ہوتی ہے جس کی تکمیل خلفاء کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور جماعت کا غیر بعض اوقات غلط خیالات پر ہو جاتا ہے پس ضرور تھا کہ حضرت مسیح کے بعد خلفاء آتے کیونکہ گو وہ تشریعی نبی نہ تھے مگر ایک کتاب رکھتے تھے۔ اور اس کتاب میں کچھ احکام شرعی بھی ضرور تھے۔ اور وہ نبی اور رسول تھے اور انکی تقریریں کے بعد انکے کلام کی تکمیل ضروری تھی۔

۴۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودہ اناجیل میں سے ایک بھی انجیل وہ نہیں ہے جو حضرت مسیح پر نازل ہوئی۔ اور جب خود ایک نبی کی اپنی کتاب کا پتہ ہی نہیں چلتا تو یہ کہنا کہ مسیح کی نبوت ثابت کر کے دکھاؤ کیسا بے معنی سوال ہے مثل تو اصل نبوت ہی گم ہے پھر فرع کو کیا ڈھونڈتے ہو۔ مسیح کی امت میں ایک شخص پولوس پیدا ہوا۔ اس شخص نے تمام شریعت اور طریقہ نبوی کو غارت کر کے گندے سے گندے عقائد ملا کر اس مذہب کی شکل مسخ کر دی اور اسکی مہربانی سے اقتدار نصاریٰ کی مذہب میں بگڑ گیا کہ اصل کا کچھ پتہ نہ رہا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ

تو بھی یہی منظور تھا کہ ظلمت ایک نور کامل طور پر اس آفتاب جہاں تاب صلی اللہ علیہ وسلم کے طلوع ہونے سے پہلے اپنا زور دکھائے۔ اسواسطے مسیح کا سلسلہ دور تک نہیں پھیلا کہ اسکی تاریخی سند ہم پیش کر سکیں مسیح تو اندھیاں بنگئے انکی کتاب سوسے عدم چلی گئی۔ خود انکی موت کی حقیقت بھی ۱۹۰۰ برس بعد آج کھلی پھر تمہاری خلافت کس گنتی میں تھی جس کا تاریخی ثبوت اسوقت ہم مہیا کر سکیں۔

خلاصہ مطلب پس اس ساری طول طویل تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہم مسیح کو بھی گروہ انبیا میں داخل ہونے کے سبب صاحب خلافت مانتے ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے انکے بعد انکے بعد بھی قدرت ثانیہ کے مظاہر کا ہونا یقین رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں کوئی تفصیل خود انجیل کی رو سے مسیح کے بعد جو کاروائیاں ہوئیں انکی معلوم نہیں اور ہر چیز اس زمانہ کی ایک اندھیرے میں ہے اسلئے ہم کسی خلیفہ یا جانشین کا نام نہیں بتا سکتے۔ بہر حال عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ اور چونکہ یہ ست اشد ہے اسلئے ہمارے منکرین اگر اسے نہیں مانتے تو انپر اس بات کا بار ثبوت ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کے بعد کوئی خلفاء ہوئے ہی نہیں جو

مسیح ناصری کی خلافت نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیح محمدی کے بعد بھی سلسلہ خلفاء نہ ہو

البتہ ایک اعتراض کا جواب دینا یہاں ضروری ہے وہ یہ کہ بالفرض اگر مسیح موسوی کے بعد خلافت نہ بھی مانی جاوے تب بھی مسیح محمدی کے بعد اسکی عدم ضرورت لازم نہیں آتی کیونکہ یہ سلسلہ جیسے ہمارے ڈاکٹر صاحب کے بیان ہیں موسوی سلسلہ سے ایسا مطابق نہیں کہ کوئی اختلاف ہی نہ ہو۔ اور ہر بات اس سلسلہ کی اس سلسلہ میں پائی جاوے۔ مثلاً موسوی سلسلہ میں ہزاروں نبی آئے یہاں صرف ایک مستقل نبوت ظاہر ہوا۔ وہاں تمام سلسلہ بنی اسرائیل تک محدود تھا یہاں تمام جہاں کے لئے۔ وہاں مسیح بے باپ پیدا ہوا یہاں معمولی انسانوں کے طور پر۔ وہاں اسے صلیب پر لٹکایا گیا اور چوروں کے ساتھ پکڑا گیا یہاں

لے یہ جواب ایک پہلو کو مد نظر رکھ کر دیا ہے ورنہ چار جواب پہلے لکھے جا چکے۔

کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا بلکہ حضرت صاحب نے پیشگوئی کردی تھی کہ ہمکو جلاوطنی نہیں پڑیگی وہاں ایک مصیبت پر حواری بھاگ گئے یہاں اس مذہب کی صداقت پر دو حواری شہید کردئے گئے مگر انہوں نے صداقت سے منہ نہ موڑا۔ وہاں خلفاء پر جو کتابیں اتریں۔ وہ موسیٰ کی کتاب کے ساتھ توریت میں شامل ہوئیں یہاں قرآن شریف میں ایک شوشہ نہیں بڑھایا گیا وہاں توریت اور انجیل انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں رہیں یہاں کتاب کریم ہر طرح محفوظ ہے پھر بعد یہ امر خلافت میں وہاں جتنے انبیاء اپنی خلفاء ہوئے وہ براہ راست منتخب کئے گئے اس امت میں جو مبعوث کئے گئے وہ بوجہ کامل اتباع آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ غرض بہت سے بڑے بڑے اور اصولی اختلاف مماثلت میں دونوں سلسلوں کے شمل آپکے سو اس طرح تطبیق دینا کہ حذو النعل بالنعل کی طرح جو امر مسیح کوئی امر وہاں ہو۔ اسی طرح یہاں بھی ہو یہ غلط ہے بلکہ وہاں تو مسیح موسوی صرف حضرت موسیٰ کے سلسلہ کے آخری نبی تھے مثیل موسیٰ نہ تھے یہاں مسیح محمدی نہ صرف مثیل مسیح موسوی ہیں بلکہ مثیل محمد بھی ہیں موسوی سلسلہ تو ناقص تھا۔ وہ مثیل مسیح ہونے میں جو کمی اور نقص تھا وہ مثیل محمد اور بروز محمد ہونے نے پورا کردیا اور جس طرح مسیح موسوی کی جماعت آخر گمراہ ہوگئی تھی۔ اس طرح ہرگز ہرگز مسیح محمدی کی جماعت قیامت تک گمراہ نہ ہوگی۔ کیونکہ محمدی ہونے کے باعث ہمیشہ یہ جماعت خدا کے فضل سے راہ راست پر رہیگی۔ حضرت صاحب نے بارہا فرمایا ہے کہ اگر ہم صرف مثیل مسیح ہوتے تو ہماری جماعت کے لئے بھی بگڑ کر دجال بنجانے کا خطرہ تھا۔ مگر چونکہ ساتھ ہی ہم بروز محمد بھی ہیں۔ اسلئے خدا تعالے اس گمراہی میں ہمکو نہ ڈالیگا جس میں پہلے مسیح کی امت پڑ گئی ہے۔

مسیح ناصری کے سچے متبعین میں خلافت موجود ہے

ایک امر یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ مسیح سے تو یہ وعدہ ہے کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ اسلئے یہاں صرف جماعت کا غلبہ مراد ہے۔ خلافت ذکر نہیں۔

حالانکہ یہ معنی غلط ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ درس میں فرماتے تھے کہ سچے اور اصلی متبعین مسیح کے مسلمان ہیں اور جھوٹے متبعین نصاریٰ ہیں اسلئے مسلمانوں کو خدا نے بیت المقدس اور ملک شام پر جو اصلی کافرین مسیح یعنی یہودیوں کی جگہ تھی مسلط کر دیا اور جھوٹے متبعین یعنی نصاریٰ کو غیر قوموں پر جو نقلی کافر مسیح ہیں مسلط کر دیا۔ اب جب یہ ثابت ہوا کہ اصلی متبع مسیح کے مسلمان یعنی رسول کریم اور انکی امت ہیں پھر اس آیت سے خلافت کا انکار مسیح کے متبعین میں کیونکر نکل سکتا ہے۔ کیونکہ سلسلہ محمدی میں تو خلافت بے شبہ موجود ہے اور یہی سلسلہ مسیح کا سچا اور اصلی متبع ہے پس معلوم ہوا کہ مسیح کے سچے اتباع میں تو خلافت موجود ہے۔ اور اس خلافت کے اوائل زمانہ میں وہ مسیح کے اصلی منکرین کے ملک پر قابض ہوئے۔ پھر یہ کہنا کہ مسیح کے تابعین میں بقول اس آیت کے خلافت نہیں صریح غلطی نہیں تو کیا ہے؟ ہماری مراد یہ ہے کہ خدا نے وعدہ کیا تھا کہ اے مسیح تیرے متبع تیرے منکرین پر قیامت تک غالب رہینگے اب یہودیوں کے ملک اور مرکز یعنی شام اور بیت المقدس پر تو مسلمان خلفاء نے فتح پائی اور قبضہ کر لیا اور ابتک یہ ملک انکے پسماندگان کے قبضہ میں چلا آتا ہے اسلئے معلوم ہوا کہ خلفاء ہی سچے اور اصلی متبع مسیح کے تھے اور ان سچے متبعین کی جماعت میں خلافت ثابت ہے اسلئے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کے متبعین میں خلفاء کا سلسلہ موجود ہے یہ آیت تو مسیح کے سلام میں خلفاء کے ہونیکی تائید کرتی ہے نہ کہ تردید

الوصیت کی عبارت پر مکرر غور

اب ہم پھر الوصیت کے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے" اب دیکھو کہ قدیم سنت خدا تعالیٰ نے انبیاء کی موت کے بعد کیا بتلائی ہے تو کما استخلف الذین من قبلہم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت خلافت کی صرف موسوی سلسلہ میں نہیں۔ بلکہ رسول کریم سے پہلے جتنے سلسلے انبیاء کے گزرے ہیں۔ خواہ ابراہیم کا ہو یا

یا نوحؑ کا یا کسی اور پیغمبر کا سب میں یہی طریق خدا تعالیٰ نے رکھا ہوا تھا الا خرین من قبلہم
میں تخصیص موسوی سلسلہ داخل نہیں بلکہ نبی کریم سے پہلے جتنے انبیاء گزرے تھے سب
میں خدا نے خلافت کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور یہی اس قادر مطلق کی سنت تھی۔ جس کی
طرف حضرت صاحب نے اشارہ کیا ہو یعنی قدیم سنت۔ قدیم سے مطلب وہی جو پہلے ہمیشہ
ہوتی رہی اور من قبلہم سے مراد بھی وہی جو پہلے ہمیشہ راسخ ہو اور وہ خلافت ہی ہے

جماعت کے غلبہ کی پیشگوئی میں قدرت ثانیہ کا ثبوت موجود ہے

پھر فرماتے ہیں۔ وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی۔ جب
تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤنگا تو پھر خدا
اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیجدیگا۔ یہاں قابل غور یہ امر ہے اگر جماعت کا غلبہ ہی قدرت
ثانیہ ہے تو وہ تو خدا کے فضل سے حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بادلائل و براہین اس جماعت
کو حاصل تھا پھر یہ کہنا کہ جب تک میں نہ جاؤں وہ قدرت نہیں آسکتی بے معنی ہو کیونکہ اگر صرف
غلبہ جماعت مراد ہو تو وہ تو مدتوں سے ہو گیا ہوا تھا جب سے کہ سب مذاہب کے مقابلہ کیلئے حضرت
صاحب انگشت نما ہو چکے تھے۔ اور جماعت کے ہاتھوں میں ایسا ہتھیار دیدیا تھا کہ جس سے
ہر طرف فتح ہی فتح مخالفوں پر تھی۔ اگر کہو کہ وہ غلبہ جماعت کو نہ تھا بلکہ کتب اللہ لاغلبن
انا و رسلی کے ماتحت تو مسیح موعود کا غلبہ تھا اور وہ غلبہ تو آپکی وفات کے بعد جیسا کہ
الوصیت میں مذکور ہو نہایت شکستگی اور جماعت کی کمزوری میں تبدیل ہو گیا تھا۔ تو پھر یہ امر
اور بھی صاف ہو گیا کہ جماعت تو بذات خود کوئی چیز نہیں۔ دوسرا غلبہ بھی اسکو خلیفہ کے
ذریعہ حاصل ہوا۔ اور قیامت تک ایسا غلبہ انہی وجودوں کے ذریعہ سے جماعت کو حاصل
ہوتا رہیگا اور یہی وجود دوسری قدرت کے مظہر ہونگے۔ ورنہ اگر جماعت ہی خود بخود غلبہ پانے
کے لائق ہوتی۔ اور ان دوسرے وجودوں کی محتاج نہ ہوتی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ حضرت
اقدس کے وفات پاتے ہی وہ جماعت ایسی گر جاتی کہ اگر سنبھالنے والا اسکو نہ ملتے تو وہ تو دو
دن میں پڑ جاتیں اور ارتداد اختیار کر لیں۔ پھر یہی وجود ہی قدرت ثانیہ ہیں۔ جن کے …

کہ پھر جماعت بطور ایک لشکر اور فوج کے منضبط ہو کر کام کرنے اور غلبہ پانے کی توفیق پا سکتی ہے ورنہ فرداً فرداً بغیر سپہ سالار کے کوئی سپاہی ملک فتح کر سکتا ہے نہ غنیم پر غالب آ سکتا ہے بلکہ حضور کا ترجمہ الہام تو اس بات کو اور صاف کر دیتا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا یعنی یہ غلبہ بحیثیت جماعت کے ہوگا اور جماعت بغیر امام کے نہیں ہو سکتی پس وہی لوگ مسیح موعود کے متبعین میں سے غالب رہینگے جو صاحب جماعت ہونگے نہ کہ متفرق اور جماعت کا وجود بغیر ایک امیر کے ناممکن ہے اور چونکہ جماعت کے لئے غلبہ ضروری ہے اور وہ غلبہ قدرت ثانیہ کے مظہروں کے وجود سے ہوگا اسلئے وہی اسکے امیر ہونگے یا بلفظ دیگر یوں کہو کہ خلیفہ۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جماعت کا غلبہ بیشک قیامت تک رہیگا مگر اسکے لئے دعا کی ضرورت ہے تاکہ قدرت ثانیہ نازل ہو کر پھر غلبہ نصیب ہو اور چونکہ قدرت ثانیہ کے مظہر کچھ وجود ہونگے اسلئے یہ غلبہ ان مظہروں کے ماتحت ہوگا اور یہ غلبہ بحیثیت جماعت کے ہوگا۔ اور چونکہ جماعت بغیر ایک لیڈر یا سردار یا خلیفہ کے جماعت نہیں اسلئے وہی وجود اس جماعت کے لئے بحیثیت میر اور خلیفہ کے بھی ہونگے

آیت استخلاف الہام نہیں ہوئی تو ایسے الہامات میں جن سے مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلافت ثابت ہوتا ہو

اب ہم اس معاملہ میں حضرت اقدس کے الہامات کی طرف آتے ہیں۔ یہ بات کہ آیت استخلاف آپکو الہام نہیں ہوئی سخت فضول بات ہے حضرت صاحب کے بروز محمدی اور اس زمانہ میں ہماری جماعت کے حقیقی محمدی ہونے کی وجہ سے وہ تمام وعدے فضل کے جو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے فرمائے ہیں جیسا ارشاد ہے پورے ہونگے کیا قرآن شریف نعوذ باللہ معطل ہو گیا اور صرف وہی حصص اب ہم پڑھتے ہیں جو الہاماً حضرت صاحب پر نازل ہوئے ہرگز نہیں یہ بات بالکل غلط ہے قرآن شریف کے وعدے اور فیوض اور برکات بموجب الہام الخیر کلہ فی القرآن اس جماعت

بھی اسی طرح ظاہر ہونگے جس طرح اولین میں ہوئے۔ اور چونکہ آپ احمد محمدؐ اور مصطفےٰ کے نام سے مخاطب ہوئے ہیں اسلئے آپکے بعد بھی آیندہ خلافت مثل خلافت محمد رسول اللہؐ کے قائم ہوگی۔ مگر آپ مسیح تھے تو آپ ابراہیم بھی تھے۔ جن کے بعد سلسلہ خلافت ثابت ہے آپ موسیٰ بھی تھے (انت منی بمنزلۃ موسیٰ اور باقی علیہ الصلوٰۃ مثل حضرت موسیٰ) جنکے بعد خلافت کے امر میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔ پھر آپکو داؤدؑ کہکر پکارا گیا جنکے بعد خود انکے بیٹے ہی خلیفہ ہوئے۔ اور سب پر طرہ یہ کہ آپ کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کہا گیا۔ یعنی تمام پہلے نبیوں کے کپڑے پہننے والا۔ پس دیکھو کہ آدمؑ سے لیکر محمد رسول اللہ تک کی کیا بلکہ سب کی خلافت خود آیت استخلاف سے ہی ثابت ہے اور چونکہ حضرت صاحب سب کے مظہر ہیں۔ اسلئے اب کوئی گنجائش شک و شبہ کی نہیں کہ آپکے بعد خلافت مثل انبیاء سابق کے ہوگی۔

جماعت بغیر خلیفہ کے جماعت نہیں کہلا سکتی

یاد رکھو کہ ہمیشہ اسلام نے خدا کے مقربین اور رسول خدا کے نائبین کے ہاتھ پر فتح پائی ہے اور ہمیشہ خدائی غلبہ اس کے مقربوں کے دست مبارک پر ہوا۔ اور جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا میں بھی سچا اور حقیقی غلبہ وہی ہے جو دست محمدیہ کے خلفاء کے ہاتھ سے یہود قوم پر ہوا۔ پس آج کسطرح سنت اللہ بدل جائے اور وہ گروہ کس طرح غالب ہو جائیگا جس کے فرد مگر ایک بے سر رہا ہو غیر منظم و منسق غیر متفق اور غیر متحد دنیا میں یا کسی امیر کی ماتحتی کے بغیر ہے ہوں۔ فضل ہمیشہ جماعت پر ہوتے ہیں جب جماعت ہی نہیں تو فضل کیسے۔ اسلام کے عبادات تک میں دیکھو۔ اجتماع کیسا ضروری قرار دیا گیا ہے بغیر اتفاق اور اتحاد کے تم فضل خداوندی کو جذب نہیں کر سکتے۔ خود نبی کے زمانہ میں بڑے بڑے فضل اور فتوحات اسوقت نازل ہوئی ہیں جب جماعت بڑھتی اور ترقی پائی ہو۔ کیا وہ جماعت جماعت ہو سکتی ہے جس کا ہر فرد خود مختار ہو۔ اور جس کا ہر شخص اپنے تئیں مجتہد ہو جدھر چاہے ان کی ناک

پکڑ کر لیجائے اور جو چاہے اپنی مرضی کے مطابق گھڑ لے۔ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا کیا دو رکھوالوں میں سے ایک ہی ہے جو مضبوطی سے جگہ قدم مار سکتا ہے اور درست راستے پر چل سکتا اور لوگوں کو چلا سکتا ہے۔ اگر صرف کتابیں ہی کافی ہوتیں تو قرآن شریف اور دین اسلام کی تجدید اور تکمیل کے لئے خلفاء اور مجددین کی ضرورت ہی کیا تھی؟

مسیح موعود بھی خلیفہ تھے پھر بھی آپ کے بعد سلسلہ خلفاء کیوں؟

اور ایسا اعتراض کہ حضرت صاحب خلیفہ تھے مگر انہوں نے اپنا کام پورا نہ کیا۔ پھر انہوں نے کام ہی کیا کیا؟ ایک عجیب منطق ہے کیا داؤد خلیفہ نہ تھے؟ پھر سلیمان کی کیا حاجت تھی؟ کیا ابو بکر خلیفہ نہ تھے پھر عمر کے لئے کیوں کام باقی چھوڑ گئے۔ کیا حضرت اقدس خاتم الخلفاء نہ تھے؟ جو اپنے پیچھے پھر ایک مسیح موعود کے لئے پیشگوئی چھوڑ گئے۔ اگر کوئی کام بھی خلفاء کا اور نہ ہو تو بھی انبیاء کی جماعت کو جماعت کی حیثیت میں متحد رکھنا ہی ایسا مقدس مشن ہے کہ جس کے لئے ان کا وجود لابدی معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر خلیفہ کے لئے الگ الگ کام سمجھتے ہی آتے ہیں یہ نہیں کہ بس کام ختم ہو گئے آئندہ کوئی ضرورت نہیں حضرت صاحب کے فوت ہوتے ہی ضرورت پڑی کہ ایک امیر کی کہ جماعت پراگندہ ہو چلی تھی۔ پھر خلیفہ اول کے بعد بھی ضرورت پڑی دوسرے خلیفہ کی جس نے بفضل خدا ۹۵ فیصدی سے زیادہ کو جمع کر لیا اور متحد کر دیا ورنہ مخالفین نے تو پراگندہ کرنے اور ایک کی بجائے فرد فرد کو خلیفہ بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور ضرور تھا کہ حضرت صاحب کے عقائد اور تعلیم متعلقہ نبوت مسیح موعود اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل کی اب تکمیل ہوتی کہ روز کے جھگڑوں اور اختلافات سے نجات ملے۔ بولو کیا تم میں ان مسائل پر اصولی جھگڑے رہ رہے نہیں؟ اب ان کا کون فیصلہ کرے۔ ضرورت کہ ایسے موقعہ پر اور اس جھگڑے پر تم کو متحد کرے اور جماعت کثیر کو ایک عقیدہ پر قائم کر دینے کے لئے کوئی ہو جو حق اور باطل میں فرق کر کے دکھا دے۔ وہ وہی حضرت صاحب کی تعلیم ہو جس میں سے تم بھی اپنا مطلب کھینچتے ہو۔ پس میرے نزدیک تو یہی مسائل یعنی نبوت

مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام وغیرہ جیسے اہم مسائل میں تبدیلی کی تحریک ہوئی جماعت احمدیہ کے لئے تشویش ہوئی ضرورت ہے کہ حق خیالات پر جمع کرنے کے لئے اور ان جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک وجود جماعت کے لئے بطور سردار اور امیر مطاع کے ہو جس کے باعث جماعت آئندہ کے لئے ایک عقیدہ حقہ پر قائم ہو جاوے۔

خلافت دنیاوی غلبہ کے لئے نہیں ہوتی

پھر حضرت صاحب کا الہام ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ اس زمانہ میں محمد رسول اللہ صلعم کے بروز ہو کر دنیا میں نازل ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ آخرین منھم کا پہلے اولین کی مثل قائم ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ وہاں تو خلافت کی اسلئے ضرورت پڑی تھی کہ دنیاوی حکومت بھی ساتھ تھی صریح غلطی ہے کیونکہ آیت استخلاف میں کہیں دنیاوی غلبہ کا ذکر نہیں بلکہ تمکین دین کا ذکر ہے اور پھر اس خلافت میں تمام مجددین اور خود حضرت صاحب شریک ہیں تو بتاؤ کہ کہاں کونسی دنیاوی حکومت ہے جس کے انتظام کے لئے یہ لوگ آئے ہیں بلکہ خاتم الخلفاء اور سب سے بڑا خلیفہ تو ایسے وقت آیا کہ اسکو صرف اپنے زمانہ بلکہ آئندہ کے لئے بھی یہ کہنا پڑا کہ ع

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔ دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

الہام میں ہمارا نام محمدی سلسلہ خلفاء کا ثبوت ہے

اب ایک اور الہام سنئے۔ جو الہام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ یہاں اس سلسلہ کو محمدیاں کے نام سے مخاطب کیا گیا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کو وہ خصوصیات اور انعامات نہ ملیں جو محمدیوں کے لئے خدا کا وعدہ ہیں۔

متفرق اعتراضوں کے جواب۔

معترض صاحب نے یہ بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ بیشک کچھ وجود قدرت ثانیہ کا مظہر ہوں گے۔ مگر اصل قدرت ثانیہ خلیفہ جماعت ہی ہے گویا ان وجودوں کو ایک بہت ہی خفیف حصہ قدرت ثانیہ کے مظہر ہونے

کا وجود۔ زیادہ مظہر اسکی جماعت ہی ہے حالانکہ حضرت اقدس نے صاف دو قدرتیں فرمائیں ایک مجسم قدرت اپنے وجود کو فرمایا۔ اور دوسری کا مظہر ان پاک وجودوں کو ٹھیرایا۔ یہ نہیں کہا ان قدرت ثانیہ کے جزوی مظہر ہونگے۔ بلکہ یہی فرمایا کہ میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔

اور یہ کہنا کہ امام جاعل الذین اتبعوک کا صرف جماعت کے غلبہ کو ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ استخلاف امت موسوی میں اور امت محمدیہ میں ثابت ہے ویسا یہاں نہیں بلکہ جماعت کا عام غلبہ منکرین پر ہوگا۔ اسلئے بھی غلط ہے کہ جماعت کے غلبہ کا وعدہ تو ہر ولی اور نبی کی امت کو ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ الا ان حزب اللّٰہ ھم الغالبون پس جب جب دنیا میں حزب اللّٰہ یعنی انبیاء کی جماعت ہوتی رہی ہے تب ہی انکو غلبہ ہوتا رہا ہے۔ پھر صرف اس قسم کے غلبہ کو اس الہام سے خاص کر دینا اور اس غلبہ کو تمام انبیاء کی جماعت میں نہ ماننا ایک بدیہی قرآنی آیت کا بطلان ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود نے اپنا کام پورا نہیں کیا تو پھر نبید کس بات کے ہوئے سو جواب اسکا یہ کہ اگر کام پورا ہو گیا تھا تو پھر آپنے جو پیشگوئی اپنی اولاد میں ایک عظیم الشان مصلح موعود کی فرمائی ہے وہ کیوں کی گئی۔ ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ مصلح موعود کی کوئی ضرورت نہیں سب کام حضرت اقدس خود پورا کر گئے۔ اور اگر مصلح موعود کا وجود جائز ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت صاحب نے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں ہر کام کی تکمیل نہیں کی بلکہ یہ اپنے بعد قدرت ثانیہ کے لئے رکھی ہے۔ اور چونکہ مصلح موعود کا بھی یہی کام ہوگا اسلئے وہ بھی ان مظاہر میں ایک مظہر قدرت ثانیہ کا ہوگا اور یہی درست ہے۔

حضرت اقدس اپنے بعد سلسلہ خلفا ضروری سمجھتے تھے

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خود حضرت اقدس سلسلہ خلفا کا اپنے بعد ضروری خیال فرماتے ہیں۔ اول تو آپنے تحریر فرمایا کہ "ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ" یہاں خلیفہ

اور خلفاء دونوں الفاظ صریح آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ جہاں آپ تاویل سے کام نہیں چلا سکتے کہ مراد خلیفہ سے مرید ہو۔ کیونکر کہ حضرت صاحب کو اور الفاظ معلوم نہیں تھے جن سے اپنا اظہار مطلب فرما سکتے کیا مرید۔ متبع۔ دوست۔ شاگرد۔ مبایع وغیرہ الفاظ اپنے مطلب کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور کیا خلیفہ کے لفظ کے متعارف اصطلاحی اور مذہبی معنی حضرت صاحب کو معلوم نہیں تھے۔ پس یہ اعتراض ایک بیہودہ سا ہے۔ اور اپنے مطلب کے لئے الفاظ کو توڑنے مروڑنے کے مترادف کہ ہم ایک صریح لفظ کے معنی اصطلاح کے لیں جو کسی صورت میں وہ مفہوم برداشت نہیں کر سکتا۔

۲۔ پھر آپ اپنے مقدس وحی میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ "خدا ان کی (یعنی مسیح موعود کی) نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا۔" اب خلیفہ کے معنی جانشین سب قرآن کے ترجموں میں دیکھ لو گے اور جانشین کے لئے عربی لفظ خلیفہ سب لغات کی کتابوں میں پاؤ گے یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں صرف فارسی اور عربی زبان کا فرق ہے۔ پس یہ کہنا کہ حضرت صاحب نے کہیں اشارہ اپنے خلفاء یا جانشینوں کا نہیں کیا غلط ہے۔ اور چونکہ حضور موعود خود قدرت اول تھے اسلئے قدرت اول کی جانشین قدرت ثانیہ ہی ہو سکتی ہے اور چونکہ آپ کے خلفاء آپ کے جانشین ہیں اسلئے وہی قدرت ثانیہ ہوئے۔ نہ کوئی اور۔

صاحب الہام سے خلافت ہونے کا ثبوت۔

اب یہ بھی ذرا سن لیجئے حضرت صاحب کو یہ تین الہام ہوئے اور اسی ترتیب سے (۱) یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة (۲) یا مریم اسکن انت وزوجك الجنة (۳) یا احمد اسکن انت وزوجك الجنة۔ اس میں اول یہ ظاہر کیا گیا کہ تو آدم ہے یعنی ہم نے تجھے خلیفہ بنا کر زمین میں بھیجا۔ دوسرے میں اس سے ترقی ہو یعنی تو مریم ہو۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ مریم میں نفخ روح ہو کر مسیح پیدا ہوا۔ اسی طرح درجہ مریمیت کے بعد مسیح بنایا گیا اور گویا آدم کے درجہ خلافت سے مسیح کا درجہ یعنی خاتم الخلافت کا عہدہ

آپکو عطا کی گئی۔ پھر آخری ترقی یعنی تیسرا درجہ احمد ہونیکا عطا ہوا یعنی آپکو رسول کریم کا بروز بنایا گیا یعنی خاتم الخلفاء سے بڑھکر خود صاحب الخلفاء ہونے کا مرتبہ مثل نبی کریم کے ملا۔ اور جو پہلے خود خلیفہ تھا پھر خاتم الخلفاء بنا اور اس سے ترقی کرکے صاحب الخلفاء یعنی مثیل محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد کے ماتحت اس نبی کریم صلعم کا بروز تام و اکمل بن گیا۔

غرض یہ کہ ایک بڑا ذخیرہ الہامات پر ہے مگر وہاں سے ہم کو کہیں پتہ نہیں چلا کہ خلافت کا انکار ثابت ہو بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو تمام انبیاء سابقہ کے ساتھ خدا کی سنت رہی ہے وہی یہاں بھی رہیگی۔

پھر ایک اور نوٹ کے لائق الہام ہے کہ آپکو آدم کہکر پھر ایک الہام کیا گیا وہ یہ ہے ولقد کرمنا بنی آدم و فضلنا بعضھم علی بعض یعنے ہم نے اس آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور بعض کو بعض پر فضیلت دی کیا کوئی ہے جو غور کرے

اور اسی طرح براہین کی یہ عبارت بھی پڑھنے کے لائق ہے دیکھو صفحہ ۔۔۔ حاشیہ در حاشیہ اور اسی طرح بہت الہامات ہیں جو موجودہ خلافت کی تائید میں ہیں مگر ذرا تعصب اور ضد کا پردہ اٹھانا چاہیئے وہ عبارت یہ ہے۔

"اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا یعنی صل علی محمد و آل محمد سید ولد آدم و خاتم النبیین میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سر ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں انکا وارث ٹھہرتا ہے" فقط ۔۔۔

مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعود پر سہ جلد۔ پسر موعود۔ نشان رحمت۔ بار (مع ...)

ادعیۃ القرآن ادعیۃ الاحادیث ... حبیب ... اردو ...

امرِ خلافت

نمبر ۲

آیت استخلاف سورہ نور میں خدا نے فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کئے صالح وعدہ فرمایا ہے کہ انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسے ان سے پہلوں کو بنایا۔

یہ ایک پیشگوئی تھی پیشگوئی کے اصل معنی اسوقت کھلتے ہیں جب وہ پوری ہو لیس ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ نے ایک شخص کو اپنا خلیفہ انتخاب کیا۔ اور اسے اپنا دینی و دنیوی حاکم سمجھا۔

(۱) پس ہم جو قرآن مجید کو واجب العمل سمجھتے ہیں (۲) جو نبی کریم کی اتباع میں اپنی نجات کا منحصر بحکم آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خدا تمہیں محبوب بنائیگا) اور (۳) جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں بحکم آیت السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (مہاجرین و انصار پہلے سبقت کرنے والے اور جو لوگ نہایت خوبی کے ساتھ انکے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے) اور (۴) جو نبی کریم کی بعثت ثانی میں داخل ہیں۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مصداق ہیں (جیسا کہ حضرت اقدس نے لکھا ہے خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا) (۵) غلطی کا اندیشہ ہرگز رفع نہ ہوگا۔ تو آخرین منہم میں اس موعود کے فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہر سکتے۔

ایک مبارک اصل ہمارا طرزِ عمل بھی نبی کی وفات کے بعد امرِ خلافت میں انہی کے طرزِ عمل کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارا امام مسیح موعود شریعتِ محمدیہ کی تبلیغ اور اس پر عمل کرانے کے لئے آیا تھا نہ کہ شریعتِ اسلامیہ کی تنسیخ کے لئے۔ پس ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ آپ نے اپنے بعد کے متعلق کوئی ایسا انتظام نہیں فرمایا جو پہلے تمام انبیاء بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے برخلاف ہو اور آپ کی کسی تحریر کے ایسے معنی نہیں لینے چاہئیں جو آپ کو بدعات کا اصل بنائیں۔

الوصیت میں خلافت اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم الوصیت کو پڑھتے ہیں۔ اس میں صفحہ ۶ پر آپ نے بتایا ہے:

"نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں۔"

اور جماعت کی یہ حالت ہو جاتی ہے:

"خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔"

جو لوگ جماعت کا غلبہ ہی قدرتِ ثانی سمجھتے ہیں وہ خود فرمائیں کہ سنت اللہ تو یہ ہے کہ نبی کی وفات کے بعد جماعت کے افراد متردد اور کمر شکستہ ہو جاتے ہیں اور بعض مرتد بھی ہو جاتے ہیں تو جماعت غالب ہو گئی جب تک ایک شخص موجود نہ ہو جو سنبھالنے والا ہو۔ تو اس وقت

"خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔"

کس طرح سنبھالتا ہے خود ہی بتاتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔"

پس جیسا کہ حضرت اقدس نے آگے لکھا ہے۔

"قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے . . . سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔"

ضرور تھا کہ اسی قدیم سنت کے مطابق عین اس وقت کہ جماعت گرنے لگے ایک بعض افراد مردود ہیں بعض بدقسمت مرتد ہونے لگیں کوئی سنبھالنے والا اٹھے پس وہ سنبھالنے والا مرد وہ خلیفہ ہوگا جسے قدرت ثانی بھی کہتے ہیں۔

طریق انتخاب | اس خلیفہ کا ذکر اور اسکے انتخاب کا طریق حضرت مسیح موعود نے آگے چلکر ان الفاظ میں فرمایا ہے

"میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے (معلوم ہوا کہ ایسا شخص نہیں بلکہ اشخاص ہی) ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"

اس وعدہ کے ظہور اور اسکے برکات سے متمتع ہونے کے لئے دعا کی تاکید فرمائی اور فرمایا "چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں" (صفحہ)

حاشیہ پر فرماتے ہیں۔

"ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے"

امور متنازعہ فیہ | اس عبارت کے سمجھنے میں جو اختلاف ہے اسے قرآن مجید احادیث اور مسیح موعود کی دوسری تحریروں سے حل کرنا چاہیئے۔ وہ امور متنازعہ فیہ یہ ہیں

۱۔ مسیح موعود آخری خلیفہ ہیں آپ کے بعد سلسلہ خلافت ختم ہے

۲۔ ایک وقت میں متعدد خلفاء ہوں

۳۔ خلیفہ کا کام صرف غیر احمدیوں سے بیعت لینا
۴۔ تمام جماعت پر حاکم صرف ایک انجمن ہے کیونکہ حضور نے مقرر کی، خلیفہ کی حیثیت ہے
۵۔ غیر احمدی کی امامت کہیں نہیں آئی۔
۶۔ اگر کوئی خلیفہ بھی ہو تو اس کی بیعت نفل ہے۔
۷۔ خلیفہ یا بادشاہ ہو یا ملہم۔

ایک وقت میں ایک خلیفہ

سب سے اول قرآن مجید کی آیت دیکھئے، اس میں بھی جمع کا صیغہ ہے یعنی لیستخلفنہم خدا مومنوں اور عمل صالح والوں کو خلیفے بنائیگا۔ اب دیکھئے یہاں ہو "هُوَ" اور (الذین امنوا وعملوا الصالحات) جمع کے صیغوں کے، نبی کریم کے بعد ایک ہی خلیفہ مقرر ہوا۔ اور پھر اسکے بعد بھی ایک پھر اسکے بعد ایک۔ اور کسی نے نہ سمجھا کہ جب جمع کا صیغہ آیا ہے تو کیوں ایک وقت میں بہت سے خلیفے نہ ہوں کیا اس ایک کے سوا دوسرے لوگوں میں ایمان نہیں یا عمل صالح نہیں۔ پس اسی طرح موجودہ صورت میں بھی اس عبارت کے یہ معنی ہونگے کہ یکے بعد دیگرے خلیفے اور بیعت لینے والے ہوں۔ نہ یہ کہ ایک وقت میں بہت سے۔

دوم۔ اگر ایک وقت میں بہت سے خلفا جائز ہوتے تو چاہئے تھا جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کر لیتے وہ امیر جس شخص کی نسبت ہوتا جیسا کہ فرمایا ان پر مخفی نہیں رہ سکتا۔

سوم۔ پیغام صلح مستند حضرت اقدس کی عبارات چھوڑتے کی تائید ہے

چہارم۔ ارشاد ہے "سب میرے بعد ملکر کام کرو" اور ملکر کام سوائے اسکے ممکن نہیں کہ تمام جماعت کا ایک زندہ مطاع ہو۔ اور جماعت بغیر امام کے جماعت ہی نہیں کہلا سکتی

یہ خلیفہ کیونکر منتخب ہو

فرماتے ہیں مومنوں کے اتفاق سے۔ یہ کیونکر؟ ارشاد ہوتا ہے جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کرینگے۔ یہ چالیس مومن

لکھاں کے ہوں ہم اسکے لئے میں حضرت علی کا ایک مکتوب نقل کرتا ہوں جو آپ نے امیر معاویہ کو لکھا۔

امیر معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کو لکھا تھا کہ آپکو خلیفہ کس نے بنایا؟ حضرت جواب میں فرماتے ہیں۔

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد۔ وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی۔ فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه۔ فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۸ مصر)

ترجمہ: جس قوم نے ابوبکر، عمر و عثمان کی بیعت کی تھی، اور جن شرائط پر بیعت کی تھی اسی نے انہی شرائط پر میری بھی بیعت کی ہے۔ جو مجلس انتخاب میں موجود ہو اسکو حق نہیں کہ اپنی رائے پر اڑا رہے۔ اور جو غیر حاضر ہو اسکو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے۔ حق شوریٰ مہاجرین و انصار ہے۔ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق الرائے ہو جائیں اور اسکو امام مقرر کر دیں تو انکی رضائے عام پر وہاں ہی بس۔ اگر کوئی انکی متفق علیہ رائے سے کسی طعن یا بدعت کے سبب سے علٰحدہ ہو تو انپر واجب ہوگا کہ جس سے وہ علٰحدہ ہوا ہے اسکے قبول پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اب بھی نہ مانے تو جماعت مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اس سے جنگ کریں۔

اس مکتوب سے ظاہر ہے کہ شوریٰ مہاجرین و انصار جو مرکز میں موجود ہیں کا حق ہے۔ اور انکی متفق علیہ رائے کے خلاف کسی شخص کے لئے جائز نہیں۔

ان خلیفوں کے کلام اور انکے انتخابات | اور صفحہ صفحہ پر فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔"

یعنی اس نفس پاک بزرگ کا جو بعثت کا یہ کام ہوگا کہ وہ لوگوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے مسیح موعود بھیجا گیا۔ اب مسیح موعود کا کیا کام تھا وہی جو نبیا کا ہوتا ہے یعنی تلاوت آیات تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس (یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتب والحکمۃ) اب جیسا کہ مسیح موعود ایک طرف غیر احمدیوں کو احمدی بناتے تھے اور دوسری طرف احمدیوں کا تزکیہ نفوس جس میں روحانی و جسمانی ترقی شامل ہے ایسا ہی اس خلیفہ کا کام ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو احمدی بناتے اور احمدیوں کو کمالات حسنہ میں بڑھائے۔

اتنی ہے اسکے اختیارات سو اسکے اختیارات بھی وہی ہونگے جو اسکے ہیں جبکہ وہ قائم مقام ہو جیسا تھا اسی اصل پر مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ان کر یا اعلان صدر انجمن احمدیہ کے معتمدین کی طرف سے ہوا تھا۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت . . . . . حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اور حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں۔

"اگر حضرت صاحب کی لڑکی خلیفہ کو امام بنا لیتے تو سب سے پہلے میں بیعت تو اور اسکی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی مرزا کی فرمانبرداری کرتا تھا (الحکم ...)

مامور غیر مامور کی بحث

اب یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم غیر مامور کی اطاعت نہیں کریں گے وہ منصب یا اقوال پر خود سے نظر کریں۔ آیا اطاعت کے لحاظ سے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ جیسے فاضل جلیل عالم نبیل عامل کتاب و سنت سے کوئی گریز کی بہ وجہ تو حضرت صاحب خود انکا وجود اسلئے آپکو خلیفہ کہیں اور خود آپ پرشاد ہر جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں

"مجھ پر بھی آدم و داؤد اور ابوبکر و عمر کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا۔ اسی طرح اللہ نے مجھے خلیفہ بنایا" (بدر ۔ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

اس سے دونوں سوال حل ہو گئے ایک یہ کہ خلیفہ یا بادشاہ ہونا چاہئیے یا مامور۔ دوسرا یہ کہ اطاعت صرف مامور کی چاہئیے یا بادشاہ کی۔ کیونکہ دونوں فریق کے مسلم خلیفہ بادشاہ تھے نہ مامور اور نہ فرشتے ہیں۔

"مرزا صاحب کے بعد میرا رتبہ ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ اور خلفاء کا کرتے ہیں"

اور ارشاد کرتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو اتفاقیہ خلیفہ بنایا جو اسکی مخالفت کرتا ہے جھوٹا اور فاسق ہو فرشتے بنکر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو"

(بدر ۴ - ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

اور ضرورت خلافت کے بارے میں فرمایا۔ دیکھو رپورٹ صدر انجمن احمدیہ صفحہ ... آپ ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم نبی نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے کیا آنحضرت صلعم ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں۔ انکی امتی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی نہیں۔ یہ سوال یہ بحث لاؤ نہیں ہم خدا تعالیٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم آدم الاسماء کلھا جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتا دیا تو اب نوح اور ابراہیم کیوں آئے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ لکھا تو آدم کے حق میں آچکا جو کچھ آدم کے لئے

سب ختم ہو گئے پس اب ان کے بعد دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے؟ پھر دوم نقد واقعہ تو یہ ہے رسول اللہ صلعم جامع جمیع کمالات جنکی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل ۔ خاتم الحکام ۔ خاتم النبیین ۔ خاتم الاولیاء ۔ خاتم الانسان ہیں اب انکے بعد اگر کوئی ایک ذرہ کو نہیں مانتا تو قرآن فمن کفر بعد ذٰلک فاولئک ھم الفاسقون یعنی جو انکار کریگا وہ اطاعت سے نکلے گا ہے

غرض رسول پہلے آدم پر پھر شیث پر پھر جناب محمد رسول اللہ صلعم پر پھر ابوبکر پر پھر علی پر پھر مجدد صدی پر کہ جب سارے علوم رسالت آپ سنا گئے تو مجدد کی کیا ضرورت ہے حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجماع کی اور شریعت قائم رہ سکتی ہے ایک امام کے ذریعے اور یہ اجتماع کسی ایک شخص وقت میں کافی نہیں مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوتے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے؟ عصر کو کیا پھر شام کو کیا پھر عشاء کو کیا پھر جمعہ کو اکٹھے ہونیکی کیا ضرورت ہے پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے پھر حج میں کیا ضرورت ہے ۔ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھائی تو پھر دوسرے وقت کی ضرورت ہے جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو پھر اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے ۔ یہ میں اسلئے بیان کرتا ہوں تم مجبور کر جائے امام چلے گئے تو پھر بھی اسی اتفاق اجتماع اور پر جوش رشح کی کیا ضرورت ہے؟

امت محمدیہ گمراہی پر جمع نہیں ہوتی

اور وہ اتفاق یہی ہو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد پہلے اجماع سے ہوا ۔ اور با اتفاق اہل سنت و جماعت ۔ اجماع حجت شرعی ہے اور اس اجماع سے حضرت مسیح موعود نے وفات مسیح پر استدلال فرمایا ۔ اور اگر ایسے اجماع کو حجت نہ مانا جائے تو شریعت کے بہت سے احکام اور بہت سے خبروں کے وجود سے انکار کرنا پڑے ۔ پھر وہ اجماع جو ہم پیش کرتے ہیں ۔ یہ وہ اجماع ہے جس پر

تھا کہ رسول کریم صلعم کی ساری جماعت سب سے پہلے قائم ہوئی اور جیسا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک نبی کے قریب العہد لوگوں ہی کو مقدم سمجھا گیا ہے کیونکہ وہ براہ راست نور نبوت سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اور اسوقت قرب زمانہ کی وجہ سے غل وغش سے پاک ہوتے ہیں پس اس وقت کے اجماع کو توڑنے والا پھر کوئی اجماع نہیں ہو سکتا۔

پس مسیح موعود کی وفات کے بعد امت محمدیہ نے جس بات پر اجماع کیا وہ یہ ہے کہ

(۱) حسب فرمان مسیح موعود منصب الوصیۃ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ چاہیئے۔

(۲) وہ خلیفہ مطاع ہو نہ بادشاہ

(۳) اسکا فرمان ہمارے لئے ویسا ہی ہوگا جیسا مسیح موعود کا

(۴) احمدی غیر احمدی مرد و عورت کی بیعت اسپر واجب ہے۔

اب ہم تو اس اجماع کو ماننا چاہیئے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ رواہ الترمذی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ میری امت کو یا امت محمدیہ کو ضلالت پر کبھی جمع نہیں کریگا۔ اب یا تو یہ مان لیجئے کہ مسیح موعود کی وفات کے بعد پہلا اجماع جو ہوا وہ ضلالت نہیں۔ یا یہ مان لیجئے کہ ہم امت محمدیہ میں سے نہیں کیونکہ ضلالت پر جمع ہونے کی صورت میں حسب حدیث یہ نتیجہ نکالنا ضروری ہے۔

نبی اور خلیفہ میں کیا فرق ہے؟

پھر امر مطلوبہ کے فرق کے بارے میں عرض ہے کہ مامور نبی رسول بھی البشر ہی ہوتا ہے اسکے اقوال تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) وحی (۲) الہام من اللہ (۳) اجتہاد۔ نبی بھی سہو ونسیان سے محفوظ نہیں ہے۔ اس سے وحی کے فہم میں غلطی ممکن ہے پس اس حیثیت میں نبی اور خلیفہ برابر ہیں جیسے غلطی کا احتمال خلیفہ کو ہے ایسے ہی نبی سے بھی ہے (۲) اور اگر نبی کے پاس وحی ہوتی ہے تو وہ تمام وحی جو اول یوم سے آخر تک نبی پر اتری وہ بھی اس خلیفہ کے پاس ہوتی ہے بلکہ خلیفہ کے پاس تو علاوہ اس کی

کے نبی کے اجتہادات۔ اختلافات بھی موجود ہوتے ہیں اور نبی کے تیار کردہ قوم میں اعلیٰ آدمی بھی ہوتے ہیں جن سے مشورہ لے سکتا ہے اور نبی ہر معاملہ کو صاف کر کے گذشتا ہے۔ پس نبی کا آخری وقت جس میں ہر نقص بلیغ ہو جاتا ہے اور زیر تربیت انسان حسب استعداد کمال کو پہنچ چکے ہوتے ہیں خلیفہ کا ابتدائی وقت ہوتا ہے اس میں تو غلطی کا احتمال اور بھی کم ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے البتہ اس کے بعد اگر کوئی خلافت کا مدعی ہو تو اس کی اطاعت سے انکار ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ بادشاہ ہونا چاہیئے سو یہ جواب تو اس کا پہلے ہو چکا یعنی حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مانا اور اب تک انہیں خلیفہ تسلیم کیا۔

دوم۔ ہم تشحیذ الاذہان میں بتا چکے ہیں کہ اصل سیاست دینی ہے۔ اور دنیوی تو اس کے اتباع میں ہے۔

سوم۔ مسیح موعود کی بعثت جمالی ہے۔ رسول کریم صلعم کی بعثت اولیٰ جلالی تھی۔ صحابہ میں اور ہی سلطنت آئی لیکن مسیح موعود یعنی رسول کریم کی بعثت ثانی جمالی ہے۔ جیسا کہ ازالہ اوہام میں بھی ہے۔

محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صفحہ ...)

اور آنحضرتؐ پر ایسا ہی بغیر سیف و سنان کے مدینہ فتح ہو گئے تھے۔

پس آپ کے خلفاء بھی جمالی ہوئے

چہارم۔ بنی اسرائیل میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بادشاہ کوئی اور ہے اور نبی کوئی اور اب اس نبی کا خلیفہ ہو یا وہ بھی بادشاہ ہو نا ضروری نہیں بلکہ نہیں ہوا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا مع بادشاہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی کا

خلیفہ غیر مامور ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے اور میں ثابت کر آیا ہوں کہ ایسے نبی بھی ہوتے ہیں جو بادشاہ نہیں تھے پس غیر مامور غیر بادشاہ بھی خلیفہ ہو سکتا ہے۔

پنجم یہ کہ جو حالات میسر ہوں الٰہی کے مطابق شریعت کے احکام کا اجرا ہوتا ہے جس حد تک قانون سلطانی کے اندر جماعت کے نظم ونسق کا تعلق ہے ہمارے خلیفے کو وہ اختیارات حاصل ہیں جو سیاست دنیوی میں نام ہیں

ششم جن لوگوں کو یہ اعتراض ہے وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انجمن جاری مطلع ہو گر کیا انجمن بادشاہ ہے یا انجمن مامور ہے جب دونوں صورتیں نہیں تو یہی اعتراض عائد ہوتا ہے۔

ہفتم۔ اس قسم کی خلافت کا استناع شریعت اسلامیہ سے دکھانا چاہیئے۔

خلافت امر مشروع اور خلیفہ کی بیعت ضروری

ہم تو دیکھتے ہیں کہ خلافت ایک امر مشروع ہے اور نبی کریم صلعم نے ہر امر میں اس کا لحاظ رکھا ہے۔ اور ماموریت یا سلطنت کی کوئی شرط نہیں لگائی۔

اول۔ یہ کہ جب آپ مدینہ سے باہر گئے تو اپنے پیچھے ایک خلیفہ چھوڑا۔

دوم۔ حضرت موسیٰ نے اپنی غیبت میں ہارون علیہ السلام سے کہا اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔

سوم۔ سفر میں بھی ایک امیر بنا لینے کا حکم دیا۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان ثلثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم

(رواہ ابو داؤد)

جب تین آدمی بھی سفر میں ہوں تو ایک کو امیر بنا لو۔ پس ایک اتنی بڑی جماعت سوا کسی امیر کے کیونکر رہے۔

چہارم۔ نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

المہدیین (تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر چلنا) یہ امت محمدیہ کو حکم ہے جس سے خلفاء کا وجود ثابت ہے۔

پنجم۔ نبی کریم نے اپنی امت کے تہتر فرقے ہوجانے کی پیشگوئی فرمائی ہو اور سب کا جہنم میں جانا بتایا ہے سوا ایک کے جب پوچھا گیا کہ وہ ایک کون ہے تو فرمایا جو جماعت ہے (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتب والسنۃ) تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی × × × ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ

اب دیکھنا یہ ہے کہ جماعت کونسی ہوسکتی ہے ایک مثال سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی۔ مسجد میں بہت سے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں جب تک حالت انفرادی میں ہوں کبھی نہ کہا جائیگا کہ جماعت ہو رہی ہے لیکن جب ایک امام کے پیچھے کھڑے ہونگے تو پھر جماعت کا اطلاق ہوگا پس جماعت وہی ہے جو ایک امام کے تابع ہو اور وہ امام ان میں سے موجود ہو۔

ششم۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتن کے وقت ایسی جماعت کے ساتھ ایک ہو بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے جو ایک امام کے تابع ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (بخاری کتاب الفتن) کہ جب فتن کا ظہور ہو حق و باطل میں التباس اور جھگڑے اٹھ کھڑے ہوں اور گمراہی کی طرف مختلف بلانے والے ہوجائیں تو جماعت المسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑو۔ تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم۔

ہفتم۔ رسول خدا نے جماعت سے الگ ہونے والے کے بارے میں فرمایا۔ من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتب والسنۃ) اور کتاب الامارۃ میں ہے وانہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع ومن دعا بدعوی الجاھلیۃ فھو من جثاء جھنم وان صام وصلی وزعم انہ مسلم (رواہ احمد والترمذی) جو جماعت

(یعنی جو ایک لمحہ بھی خلیفہ وامام کے حلقہ اطاعت میں رہنے سے ذرا بھی الگ ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو اتار دیا۔ الا یہ کہ توبہ کر کے رجوع کرے اور جو جاہلیت کی رسوم ہو چکا گیا۔ پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جو صحیح مسلم کی ہے من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ جو ایسی حالت میں مرے کہ وہ خلیفہ کی بیعت میں نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا تو وہ خواہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور خیال کرتا ہو کہ میں مسلم ہوں پھر بھی وہ باغیوں کی جماعت میں ہوگا)

ہشتم۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں سے جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل نہ ہوئے تھے جنگ کر مقابلہ کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ خلیفہ کی بیعت کس قدر ضروری ہے کیونکہ شوریٰ پر زور دینے والوں اور بیعت کو داخلہ نہ ہونے والوں کو خارجی قرار دیا۔ Digitized by Khilafat Library

نہم۔ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء میں ارشاد ہوتا ہے سیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا۔ قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اتم (متفق علیہ) کہ بہت سے خلفاء امت محمدیہ میں ہوں گے عرض کیا ہمیں کیا ارشاد ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد کیا پہلے کی بیعت پورا کرو پھر دوسرے کو۔ حاشیہ مشکوٰۃ لکھتا ہے۔ ولم یرد بہ فی زمان واحد بل الحکم ھذا عند تجدد کل زمان وتجدد بیعۃ۔ کہ ایک زمانہ مراد نہیں بلکہ ہر نئے عہد کے متعلق یہ حکم ہے اور ہر نئی بیعت کے متعلق تجدد بیعت سے یہ بھی ثابت ہوگیا ہے جیسا بیعۃ الاول فالاول سے بھی ثابت ہے کہ ایک ہی بیعت کافی نہیں بلکہ ہر خلیفہ کی بیعت ضروری ہے پس جو لوگ کہتے ہیں کہ بیعت ضروری نہیں یا ایک ہی بیعت کافی ہے وہ اس پر غور فرمائیں۔

دہم۔ خلیفۃ المسیح نے خلافت کو حبل اللہ فرمایا دیکھو بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء۔ اپنی خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"تم اس حبل اللہ کو مضبوط پکڑو۔ یہ بھی خدا ہی کی رسی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزا کو اکٹھا کر دیا"

اور قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ سب مل کر اس کو اعتصام کرو۔

یا نہیں، خلیفۃ المسیح کی بیعت کیوقت جو اقرار کیا تھا کہ خلافت مسیح موعود کی تائید ہوگا اس سے بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ کی بیعت ضروری اور اسکی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اس اپنا عہد توڑنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب تو مہدی تھے اسلئے ہم انکی اطاعت کرتے تھے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کو جو مہدی کہا جاتا ہے تو بحیثیت خلیفۃ المسیح یعنی چونکہ وہ مسیح موعود کے خلیفہ اول ہیں اور بعد مہدی۔ پس انکی اصل حیثیت خلیفہ کی ہے اور مہدی تو اس لحاظ سے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کو مہدی کہا ہے ورنہ نام مہدی، انکا غیر مہدی ہوتا ہے کیونکہ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

پھر ازالہ اوہام میں ارشاد ہوتا ہے صفحہ ۲

"دراصل یہ خیال بالکل غلط اور سراسر معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک عیسٰی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ و روحانیت اسکی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اسکے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو کیا وہ خود مہدی نہیں ہے۔"

پس جو لوگ مولانا نور الدین کو مہدی کہتے ہیں۔ وہ یہی خیال رکھیں کہ انکی صفت مہدویت بوجہ خلافت مسیح موعود ہے اور ایسے مہدی حضرت صاحبزادہ اولوالعزم مرزا محمود احمد صاحب بھی ہیں کیونکہ آپ بھی خلیفہ ہیں۔ در حجج الکرامہ میں لکھا ہے۔ وقرار دادہ مہدی را نزد خروج پنج ابن عربی قتل کرد و بست و شش سال باشد یعنی ایک خلیفہ ۲۶ سال عمر کا ہوگا۔ اور وہ مہدی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے خلیفہ کو کیا حیثیت دی	اور پیغام صلح مصنفہ ۔ اقدس کی اس عبارت کو اپنا معمول بنائیں

اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اور اس پر دستخط کر کے شائع کر دیں اور اس کا مضمون یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلعم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آنحضرت کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی۔ احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کریں گے۔

اس سے آگے فرماتے ہیں:۔

"اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں وہ اصل میں سب پراگندہ اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں جو انکے نزدیک واجب الاطاعت ہے اس لئے ہم ان کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

اس سے دو باتیں ثابت ہیں ایک تو یہ کہ احمدی سلسلہ کا ایک پیشرو ہر زمانہ میں موجود رہیگا اور وہ قوم کا ایسا مسلّمہ لیڈر ہوگا کہ تین لاکھ روپیہ لینے کا مجاز ہو اور بصورت خلاف ورزی معاہدہ تین لاکھ روپیہ لینے کا انتظام بھی کر سکتا ہو۔

دوم۔ یہ کہ سلسلہ احمدیہ اور دوسرے فرقہ ہائے اسلام میں یہ مابہ الامتیاز ہے کہ سلسلہ احمدیہ ہر وقت ایک ایسے امام یعنی پیشرو کے ماتحت ہوتا ہے جو واجب الاطاعت ہو

پس میں نہیں گمان کر سکتا کہ اس حوالہ کے پڑھ لینے کے بعد بھی کوئی ایسا احمدی ہو جو ایک خلیفہ کا وجود نہ مانے اور اسے واجب الاطاعت جانے۔

ہر نبوت کے بعد خلافت ضروری ہے | تعجب ہے حضرت اقدس مسیح موعود کی علامت یہ بتلاتے ہیں کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۔۔۔ حصہ دوم

"مسیح موعود جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما کانت النبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ۔ کوئی ایسی نبوت نہیں جس کے بعد خلافت نہ ہو۔ (دیکھو خصائص کبریٰ امام سیوطی)

جس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے بعد سلسلہ خلافت ہو پھر جانے بعض بھائی یہ عقیدہ رکھیں کہ مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلفاء نہیں حالانکہ

اول۔ تو پیغام صلح کی اسند جدید اعبارت اس پر شاہد ہے۔

دوم۔ حمامۃ البشریٰ کی عبارت

سوم۔ الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء کی ڈائری جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں۔ تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعے اس کو مٹاتا ہے۔

چہارم۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷۔ ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق سے بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بعد خلفاء ہونگے اور ان میں سے ایک خلیفہ ارض دمشق کی طرف جائیگا۔

پنجم۔ جیسے خاتم النبیین کے معنے یہی کہ آپ کے فیض سے نبی ہونگے ایسے ہی خاتم الخلفاء

ششم۔ سبز اشتہار میں حضرت اقدس فرماتے ہیں صفحہ ۱۰۔ "خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کیلئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں ۔۔۔ دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا انکی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور انکے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پاجائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی

[illegible]

یعنی رسل و مرسلین و نبیین و انبیاء اولیاء و خلفاء اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجیگا . . . . . اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا"

اس سے ظاہر ہوگا کہ دوسرا طریق نزول رحمت کا حضرت اقدس پر یوں پیدا ہوتا تھا کہ آپ کی اولاد میں سے بھی خلیفہ ہو اور وہ خلیفہ کون ہو؟ اسکا نام بھی خود ہی بتا دیا کہ دوسرا بشیر جس کا نام محمود ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔

پھر اسی سبز اشتہار کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا ہے کہ دوسرا بشیر[1] دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد[2] کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں"

[1] سبز اشتہار صفحہ ۷ حاشیہ میں ہی کو مصلح موعود قرار دیا ہے اور مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا ہے نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی بھی ہے"

[2] یہ میعاد ۹ سال کی ہے دیکھو اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء "ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہوگا"

پس مصلح موعود کے لئے جو ۹ سال کے بعد کا وقت مقرر کرتے ہیں۔ وہ غور فرمائیں کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں (دیکھو اشتہار ۲۰ جنوری ۱۸۸۶ء) "اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا۔ تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا۔ جب تک اپنے پاک وعدہ کو پورا نہ کرے"

اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۰ ۶ میں اس پیشگوئی کو دہرایا ہے اور اسے حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد پر منطبق کیا ہے بایں الفاظ

"یہ عبارت اشتہار ۲۰ فروری کے صفحہ ۲ کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔"

اے منصف مزاج بھائیو خدارا غور کرو کیا کوئی اشتباہ اس بات میں رہ جاتا ہے کہ وہ موعود بشیر جس کا نام محمود ہے اور جو میاں صاحب کے اندر پیدا ہوا خلیفہ نہیں کیونکہ نو سال والا وعدہ محمود کی ذات سے متعلق ہے کما مر

کیا انجمن مطاع ہے؟ ان تمام تصریحات کی موجودگی میں ہم ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے کہ انجمن مسیح موعود کی جانشین یعنی خلیفہ ہے اور وہ مطاع قوم ہے کیونکہ ہم روز روشن کی طرح ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت اسی طریق پر ہونی چاہیئے جس پر کہ پہلے انبیاء اور بالخصوص نبی کریم صلعم کی ہوئی اور وہ خلیفہ مومنوں کے انتخاب و اتفاق رائے سے ہو گا اور انجمن جانشین صرف ان معنوں میں ہے کہ وہ کار پرداز مصالح قادیان ہے اور مالی معاملات کے پہلو میں جانشین ہے کتاب کے نئے ہے وہ خلیفہ کے ماتحت ہے کہ مجلس شوریٰ اور اس کے احکام کے نفاذ کا ذریعہ بھی ہوتا ہے کہ انجمن کا وجود سلسلہ خلافت کے ماتحت ہے چنانچہ دیکھو جب تک مسیح موعود و خلیفۃ المسیح کے دامن سے اپنے دوست وابستہ ہے انجمن بھی رہی جب خلافت سے الگ ہوئے تو انکے زعم میں انجمن بھی ٹوٹ گئی جس سے ثابت ہوا کہ انجمن کی زندگی خلافت کے زیر سایہ ہے اور یہی حضرت اقدس کی پیشگوئی کہتی ہے وہ یہی ہے کہ انکی کثرت رائے کا فیصلہ قطعی ہوگا ہاں یہ کہ انجمن بھی حسب منشاء صاحب پر زور کرینگی۔

پس اب ہم دیکھتے ہیں کہ انجمن کی کثرت رائے کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ ایک خلیفہ ہو اور اول وہ خلیفہ حضرت مولوی نورالدین صاحب ہوئے اور کہ انجمن سے کوئی ایسا

فیصلہ نہیں کیا جو خلاف منشاء حضرت اقدس ہو اگر ایسا ممکن ہوتا تو حضور نے جہاں اور قواعد
لکھے تھے یہ بھی لکھ دیتے کہ اگر انجمن کوئی ایسا فیصلہ کرے جو میرے منشاء کے خلاف ہو
تو وہ انجمن الٰہی اصول پر بنائی جاوے۔ یہ حکم نہ دینا ثابت کرتا ہے کہ انجمن کی کثرت رائے
ہمیشہ حق پر ہوگی کیونکہ وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین اور اسکی زیر نگرانی ہے۔ اور
مقرر کردہ وہ ہے جسے ہر شخص خود انتخاب نے قائم کرے۔

وفات مسیح پر چند دلائل

نمبر ۳

(سوال) قرآن کریم میں یکلم الناس فی المھد وکھلا آیا ہے یعنی عیسیٰ گود اور کہولت
میں لوگوں سے باتیں کریگا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ضرور تشریف لائینگے گذشتہ
نہ ہوتا تو پھر کیوں یہ آیت ہے کہ صیغہ استقبال آئندہ کے لئے ہوتا نہ زمانہ ماضی کے لئے

(جواب) اول تو یہ بشارت حضرت مریم صدیقہ کی والدہ کے لئے ہے جیسا کہ آیت ابتدائیہ
سے ثابت ہے۔ شروع آیت اس طرح ہے دیکھو آیت اذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ
یبشرک الخ یعنی پیشتر از ولادت حضرت مریم صدیقہ کو یہ خبر دی گئی اور بتلایا کہ ایسا ہوگا یعنی
ترجمہ آیت اس وقت کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم تجھ کو اللہ بشارت دیتا ہے ایک
بات کے ذریعہ اپنی طرف سے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جاہ والا دنیا کے اور آخرت کے اور نزدیک
کئے گیوں سے اور باتیں کریگا لوگوں سے بچپن کے اور کہولت کے ہو نیکو کاروں سے۔ اب ثابت
ہوا کہ یہ بشارت محض آپ کی والدہ مکرمہ کو دی گئی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بشارت
کے بعد ہی پیدا ہوئے اور صیغہ کہولت کا وقت بھی آنجناب پر اسکے بعد ہی آیا لہٰذا آپ کے سوال
والا استقبال اسکو بس کرتا ہے آپ خود غور کریں۔

دوم یہ کہ مثلاً اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی اور آپ کے بعد ہی یہ واقعہ

وقوع میں آنا ہی اور صحیح نہیں ہے بلکہ جناب مسیح کو خدا تعالیٰ نے صرف واقعہ کا قصہ بیان فرمایا ہے
قائل ۔ دوم ۔ اگر یہ پیشگوئی مریم صدیقہ کی نسبت نہیں تھی بلکہ آنحضرت کی زبان مبارک سے
ہو سکتا وقوع ہونا ہے تو یہ کہ تمہارے کہولت میں کلام کرنے کی نسبت پیشگوئی بے سود یا ہی
مہد یعنی گود میں ہی ۔ تو اس تاویل کا کیا ہے کہ پھر وہ بار پیدا ہوگا تب گود میں باتیں کریگا حتی ۳۲
سال کا جوان آدمی کب گود میں باتیں کر سکتا ہے اور کہولت میں کلام کریگا آپ پہلے صادق نہیں
آسکتی اسلئے کہ من نعمرہ ننکسہ فی الخلق جس کا امر طویل تھی ہے وہ آخر بڑھاپے میں آ اسکی
قویٰ سست ہو جاتی ہیں ۔ اب سوچو کہ جناب مسیح علیہ السلام کو پیدائش سے اسدم تک قریباً
دو ہزار برس کا زمانہ گزر چکا ہے اور لغت اور تفاسیر سے کہولت کی مدت تیس سے چالیس تک
ہے تاج العروس میں ہے وقال ابن الاثیر الکھل من الرجال من زاد علی ثلثین
سنۃ الی الاربعین ۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ کہل اسوقت کہلاتا ہے جب تیس سے گزر کر چالیس
تک نوبت پہنچے اور تفسیر تنویر المقباس جلد اول صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہلاً بعد ثلاثین
سنۃ بالنبوۃ یعنی تیس سال کی عمر کے بعد جب وہ نبی ہوئے تھے تو اسوقت وہ کہل تھے ان
حوالجات سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام عہد کہولت میں باتیں کر چکے ہیں ۔ آئندہ
انتظار رکھنا جنون کا حصّہ ہے ۔ سوم ۔ مہد کے معنے فرش زمین کے بھی آئے ہیں جیسے فرمایا ۔
اللہ تعالیٰ نے الذی جعل لکم الارض مہداً و جعل لکم فیہا سبلاً پ ۱۶ ع ۱۱ یعنی
کیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور جیسا مہد بنایا واسطے تمہارے بیچ اسکے راہیں ۔ خلاصہ مطلب
یہ کہ آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے عالم الغیب والشہادۃ نے قبل از وقت حضرت مریم کو بشارت دیکر
اسکے بیٹے بچاری شرک کا قلع قمع کر دیا کہ جوکسی وقت مروج ہونے والا تھا اور وہ بیٹے اسکو
آسمان پر چڑھا بیٹھے اور عنصری جسم کے ساتھ ہی فرمایا یکلم الناس فی المہد (الآیۃ) اسکا مطلب یہ ہے
کہ عیسیٰ اسی زمین میں ہی باتیں کریگا آسمان پر گز نہیں جائیگا جیسے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں
ہی پیدا ہوا ۔ اور زمین میں ہی جیسا اور تبلیغ کی اور اسکا حسب وعدہ کل نفس ذائقۃ الموت اسی

رمضان شریف میں کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعایت

نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت	خلاصہ مضمون
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ریویو [illegible]	[illegible]	[illegible]	مسیح موعودؑ کی تصنیف ہے
احسن القصص	[illegible]	[illegible]	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر [illegible]
درثمین فارسی	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں
درثمین اردو	[illegible]	[illegible]	" " اردو
مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]	حضرت خلیفۃ المسیح کے درس [illegible]
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	نماز کے متعلق ضروری احکام
النصح	[illegible]	[illegible]	[illegible]
رد چکڑالوی	[illegible]	[illegible]	رد فرقہ چکڑالوی
ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	[illegible]	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب سرور عالم صلعم نے فرمائی ہیں
صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]	
البرق	[illegible]	[illegible]	رد شیعہ
طبیب روحانی	[illegible]	[illegible]	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن و احادیث سے [illegible]
مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
القاء ثانی	عہ	۱۰؍	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اور نیز [illegible] پر مدلل و مفصل بحث ہے۔ تمام اعتراضوں کو [illegible] مستقل کتاب
تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء	۴؍	۳؍	صوم رمضان کے متعلق تمام مسایل [illegible]
البلاغ المبین	۱؍	۱؍	حضرت اقدس کی آخری تقریر جس میں تمام [illegible] موجود ہیں اور حضرت خلیفہ اول کی پہلی تقریر
خصوصیات مسیح موعود	۱؍	۲؍	وہ وہ خصوصیات جو حضرت امام کو دوسرے [illegible] سے ممتاز کرتی ہیں
ادعیۃ القرآن	۱؍	۱؍	قرآن کریم کی تمام دعائیں ترجمہ لفظی کے ساتھ چھاپی گئی ہے اخیر میں مسئلہ دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	۳؍	۲؍	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
تشحیذ اپریل ۱۹۱۳ء	۳؍	۲؍	مسیح ناصری کی بابت [illegible]
تشحیذ جون ۱۹۱۳ء	۲؍	۳؍	نصرت الحق جس میں مسئلہ نبوت پر تمام [illegible] شریعت مکمل ہے
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء	۲؍	۲؍	تمام قرآن مجید کے آیات [illegible]
نقوش الکمل حصہ دوم	۴؍	۲؍	حضرت خاتم الخلفاء کی یاد میں عاشقانہ ترانے
نشان رحمت	۱؍	۱؍	حضرت [illegible] کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت اور [illegible]
پسر موعود	۱؍	۱؍	
اربعین	۱۲؍	۸؍	حضرت اقدس کی تصنیف

نام کتب	قیمت		نام کتب	قیمت		نام کتب	قیمت	
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	احسن القصص	[illegible]	[illegible]
[illegible] فارسی اردو	[illegible]	[illegible]	مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	[illegible]	صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]
طبیب روحانی	[illegible]	[illegible]	مرزا احمد بیگ [illegible]	[illegible]	[illegible]	القاء ربانی	[illegible]	[illegible]
البلاغ المبین	[illegible]	[illegible]	ادعیۃ القرآن	[illegible]	[illegible]	[illegible] حصہ دوم	[illegible]	[illegible]
نشان رحمت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عصمت انبیاء	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	مجموعہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	کلام محمود	[illegible]	[illegible]	[illegible] حصہ دوم	[illegible]	[illegible]
ثبوت [illegible]	[illegible]	[illegible]	مجموعۃ الکلام	[illegible]	[illegible]	[illegible] حصہ سوم	[illegible]	[illegible]
مجربات [illegible] حصہ اول	[illegible]	[illegible]	مجربات [illegible] حصہ دوم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ادویہ مجربہ از مطب حضرت خلیفۃ المسیح ساختہ حکیم قطب الدین صاحب

سرمہ [illegible] [illegible]

سرمہ نگاری [illegible]

[illegible] حب اکسیر [illegible]

[illegible] حب مقوی [illegible]

[illegible] مقوی [illegible]

[illegible] حب [illegible] حب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۵۶۲

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیوں پر اڈیٹروں کی رائے

پیسہ اخبار لاہور - دوائیوں کو استعمال کرایا اور ہر موقعہ پر بے خطا دیکھی [illegible]

نیر اعظم مراد آباد - حقیقت میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے شہرہ [illegible] دواؤں [illegible] حاصل کی ہے [illegible] کرنی چاہیئے۔

اخبار عام لاہور - [illegible] دوائیاں [illegible] مجرب [illegible] ثابت ہوگا۔

پنجاب سماچار لاہور - [illegible] استعمال کرائی گئیں [illegible] ثابت ہوئی۔

پردیشن آگرہ - [illegible]

[illegible] گزٹ گوجرانوالہ - [illegible] ڈاکٹر برمن کے [illegible] گولیوں کے مقابلہ میں [illegible] اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔

رہنما لاہور - ہم [illegible] کہتے ہیں کہ تمام ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے حاذق ڈاکٹروں سے ڈاکٹر برمن صاحب کی دوا سستی اور پر تاثیر ہیں۔

زمانہ کانپور - ڈاکٹر صاحب کی دوائیں سستی ہونے کے علاوہ مفید اور مجرب بھی ثابت ہوئی ہیں [illegible] سے آزمائش کی سفارش کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library.

تمدن دہلی - [illegible]

مدینہ بجنور - ڈاکٹر صاحب کی ادویات قابل اعتبار اور مفید ثابت ہوئی ہیں [illegible] کی بڑی فہرست [illegible] امراض کی [illegible] طلب کرکے [illegible] دیکھئے [illegible]

ادویات ہر جگہ ملتی ہیں [illegible] طلب فرمائیے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

نشانِ فضل صفحہ ۱-۶۴
پیر منظور محمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ ...

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعائت

نام کتاب	[illegible]	[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	[illegible]	[illegible]	القاء ربانی	[illegible]	[illegible]
بیع بیان نظم پنجابی	[illegible]	[illegible]	تشحیذ اگست ۱۳ء	[illegible]	[illegible]
احسن القصص	[illegible]	[illegible]	البلاغ المبین	[illegible]	[illegible]
درثمین فارسی	[illegible]	[illegible]	خصوصیات مسیح موعود	[illegible]	[illegible]
درثمین اردو	[illegible]	[illegible]	ادعیۃ القرآن	[illegible]	[illegible]
مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	تشحیذ فروری ۱۳ء	[illegible]	[illegible]
درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]	تشحیذ مارچ ۱۳ء	[illegible]	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	تشحیذ جون ۱۳ء	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ جلسہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	تشحیذ ستمبر ۱۳ء	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	نقش اکمل حصہ دوم	[illegible]	[illegible]
النصح			نشان رحمت	[illegible]	[illegible]
مذہب گولڑوی			پسر موعود	[illegible]	[illegible]
ادعیۃ الاحادیث			اربعین	[illegible]	[illegible]
صادقوں کی روشنی			نماز مترجم	[illegible]	[illegible]
البرق			غلامی	[illegible]	[illegible]
طبیب			عصمت انبیا	[illegible]	[illegible]
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی			ظہور المسیح	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نشانِ فضل

یعنی مصلح موعود کا بشیر اول کے بعد دوسرا ہونے اور اسکے بعد بلا توقف پیدا ہونیکا

الہامی فیصلہ

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء
کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ "خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰
فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی
اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے
کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر
کی نسبت ہے۔" پھر اسی سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ حاشیہ سطر ۱۲ میں فرماتے ہیں۔ "۲۰
فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان
آتا ہے یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اسکی کم عمری اور جلد فوت
ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہکر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے

رخصت ہو جائے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ جس سے جدا ہونے کا صدمہ ہے بالکل پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہو رہا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔"

یہ وہ حوالے ہیں جن سے الہامی طور پر ثابت ہے کہ مصلح موعود بشیر اول کے بعد دوسرا ہوگا اور اُس کے بعد بلا توقف پیدا ہوگا۔

آسانی سے سمجھ میں آجانے کے لئے یہاں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار سے بشیر اول کی عبارت اور کچھ مصلح موعود کی عبارات نقل کر کے تشریح کر دی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ ذیل کی تمام عبارت الہامی ہے اور اسی طرح مسلسل ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج ہے۔ اس تمام عبارت پر خط کھینچ دیا گیا ہے اور جہاں سے مصلح موعود کی عبارات شروع ہوتی ہے وہاں سے خط کو توڑ کر نشان بنا دیا گیا ہے۔ نیز یاد رہے کہ یہ بات بھی الہام سے کھلی تھی کہ آسمان سے آنکہ ہے بشیر اول کے

نے عبارت ہے اور بعد کی عبارت مصلح موعود کے لئے ہے۔

"ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا" الخ

اب اول تو یہ معلوم کرو کہ جیسا کہ حضرت اقدس نے خود فرمایا ہے کہ "مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا"۔ یہ لفظ فضل جو مصلح موعود کی عبارت کے پہلے فقرہ میں ہے مصلح موعود کا نام ہے۔ اب اس کے بعد یہ دیکھو کہ جو الہامی عبارت میں کہا گیا کہ "اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا" تو دیکھو کہ وہ کون ہے جس کے ساتھ فضل یعنی مصلح موعود ہے یعنی مصلح موعود کس کا ساتھی اور رفیق ہے۔ اور وہ کون ہے جس کے آتے ہی فضل یعنی مصلح موعود بھی بلا توقف آجائے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ بشیر اول ہے کیونکہ لفظ اُس کی ضمیر جو مصلح موعود کی عبارت کے پہلے فقرہ میں ہے بشیر اول کی طرف ہے پس اب عبارت یوں ہوئی کہ بشیر اول کے ساتھ مصلح موعود ہے جو بشیر اول کے آنے کے ساتھ آئے گا۔

اس فقرہ الہامی میں کہ "اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا" دو دفعہ ساتھ کا لفظ آیا ہے۔ پہلا ساتھ تو یہ بتلاتا ہے کہ فضل

یعنی مصلح موعود بشیر اول کے بنہایت قریب ہے اور درمیان میں کوئی اور لڑکا بھی نہیں۔ اور دوسرا ساتھ مع اپنے پچھلے الفاظ کے یعنی یہ فقرہ کہ اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا یہ بتلاتا ہو کہ پہلا بشیر اول پیدا ہوئے تو پھر جھٹ بلا توقف **فضل** یعنی مصلح موعود پیدا ہو جائیگا اور اس دوسرے لفظ ساتھ سے بھی یہ ظاہر ہے کہ درمیان میں کوئی اور لڑکا نہیں۔ اور اجگہ یہ وہم نہیں گزرنا چاہیئے کہ ساتھ آنے سے مراد ایک آن میں ساتھ آنا ہے کیونکہ اول تو یہی فقرہ کہ اُس کے **آنے** کے ساتھ آئیگا بتا رہا ہے کہ بشیر اول کا آنا پہلے ہے اور مصلح موعود کا آنا بعد میں۔ دوسرے یہاں کسی اور چیز کا ساتھ آنا مراد نہیں بلکہ یہاں دو لڑکوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔ لہذا یہاں ساتھ آنے سے مراد یہی طریق ہے جبکہ لڑکوں کی پیدائش ہوا کرتی ہے یعنی آگے **پیچھے**۔ اگر دو بچے توام بھی پیدا ہونگے تب بھی ایک پہلے پیدا ہوگا اور دوسرا اسکے بعد غرض یہاں ساتھ آنے سے مراد آن واحد میں ساتھ آنا مراد نہیں چنانچہ اس سے پہلے فقرہ میں بشیر اول کے لئے **آگیا ہے** کا لفظ بولا گیا ہے اور مصلح موعود کے لئے **آئے گا** کا لفظ بولا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ پہلے بشیر اول آئے گا پھر اُس کے بعد مصلح موعود آئے گا۔ آگیا ہے اور آئے گا سے تقدیم و تاخیر ظاہر ہے۔ پس ساتھ آنے سے مراد اجگہ صرف یہی ہے کہ مصلح موعود بشیر اول کے بعد بہت جلد آئے گا اور درمیان میں اور کوئی لڑکا نہ ہوگا۔

اب سمجھو کہ یہ فقرہ کہ "اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا" **الہامی** ہے۔ اور مصلح موعود کا نام فضل بھی **الہامی** ہے جیسا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا" اور یہ بات بھی **الہام** سے کھلی جلی کہ آسمان سے آیا ہے تک عبارت بشیر اول کے لئے اور بعد کی عبارت مصلح موعود کے لئے ہے۔ اور لفظ **اُس** کی ضمیر بھی سوائے اسکے کہ بشیر اول کی طرف ہو اور طرف نہیں جا سکتی کیونکہ لفظ اُس مصلح موعود کی عبارت کے شروع میں واقع ہوا ہے لہ

اس کا مرجع ماقبل کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ **الہامی فیصلہ** ہے کہ فضل یعنی مصلح موعود وہ لڑکا ہے جو بشیر اول کے بعد دوسرا ہے اور جو بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہو گا۔ اسی بات کی طرف ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء والے اشتہار کے اس الہام میں اشارہ تھا کہ "انہوں نے کہا کہ **آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے** کی راہ تکیں" (یاد رہے کہ آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بشیر اول کی پیدائش کی پیشگوئی ہے)

نکات معرفت

پہلا نکتہ۔ بشیر اول اور مصلح موعود کی عبارتوں میں ہے اور گا کے الفاظ پر دھیان کرو۔ پھر دیکھو کہ بشیر اول کی عبارت میں تو لکھا ہے کہ **آتا ہے** اور مصلح موعود کی عبارت میں لکھا ہے کہ **آئے گا**۔ اس آتا ہے اور آئے گا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت دو لڑکوں کے متعلق ہے نیز بشیر اول کی عبارت میں ایسی کوئی صفت نہیں بیان کی گئی جو لوگوں کو ہدایت وغیرہ کرنے کے متعلق ہو اور مصلح موعود کی عبارت میں ایسے بہت الفاظ ہیں۔

دوسرا نکتہ۔ مصلح موعود والی عبارت کے پہلے فقرہ میں جو لفظ فضل ہے سوائے اس کے کہ یہ مصلح موعود کا نام ہو اور کوئی معنے اسکے یہاں نہیں ہو سکتے کیونکہ لفظ **وہ** کی ضمیر جو مصلح موعود کی عبارت میں ہے صاف بتا رہی ہے کہ فضل مصلح موعود کا نام ہے اور چونکہ فضل نام تھا اسلئے وہ نام کہا گیا۔ اور وہ کی ضمیر بشیر اول کی طرف نہیں پھر سکتی کیونکہ الہام نے بتا دیا ہے کہ یہ عبارت مصلح موعود کے لئے ہے۔ اگر بشیر اول کی طرف پھیری جائے تو پھر یہ عبارت مصلح موعود کے لئے نہیں رہتی اور الہام کی مخالفت ہوتی ہے۔

تیسرا نکتہ۔ بشیر اول کی پیشگوئی اور مصلح موعود کی پیشگوئی کا ایک ہی مسلسل عبارت میں ہونا اور بشیر اول کی عبارت کو پہلے رکھنا اور مصلح موعود کی عبارت کو بعد میں رکھنا اور

مصلح موعود کی عبارت کے شروع میں لفظ اس بلکہ بشیر اول کی عبارت سے متعلق کر دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات دانستہ کی گئی۔ ورنہ اول تو دونوں لڑکوں کی پیشگوئی الگ الگ اشتہاروں میں شائع ہوتی جس سے دونوں عبارتیں الگ الگ ہو جاتیں۔ چونکہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ دونوں کی پیشگوئی ایک ہی عبارت میں بیان فرما کر عبارت کو مسلسل کر دیا گیا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ تا مصلح موعود کے پہچاننے کے لئے ایک خاص علامت بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے اور دوسرا ہونے کی قائم کر دی جائے تا کہ مصلح موعود کے پہچاننے کے لئے کسی قسم کا خبط اور دقت باقی نہ رہے۔ بشیر اول دراصل مصلح موعود کی شناخت کے لئے ایک علامت تھا جیسا کہ حضرت اقدس مضمون ہٰذا کے ابتدا میں جو حوالہ سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ کا ہے اسکی پچھلی سطروں میں فرماتے ہیں: "بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا"۔ ارہاص کہتے ہیں سڑک پر میلوں کے نشان کو یعنی جس طرح چھٹے میل کے نشان کے بعد ضرور ساتویں میل کا نشان آتا ہے اور ساتویں کے بعد ضرور آٹھویں ہی ہوتا ہے بعد آٹھویں کے بعد ضرور نواں اسی طرح بشیر اول کے بعد بشیر ثانی یعنی مصلح موعود ہی ہے۔ تیسرا نکتہ ختم ہوا۔

مضمون ہٰذا کے ابتدا میں جو حوالہ سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ کا ہے اس کی پچھلی سطروں میں جو یہ فرمایا کہ "ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے"۔ اس الہام کی بنا پر فرمایا ہوا ہی سبز اشتہار کے صفحہ ۱۷ میں بیان ہے۔ اس جگہ وہ الہام مع ترجمہ و حاشیہ متعلقہ درج کیا جاتا ہے جس میں نزول کے ساتھ مصلح موعود کی خلافت کا بھی ذکر ہے۔

سبز اشتہار صفحہ ۱۷-۱۸:- "اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے

تو کم از کم عبارت مسلسل نہ ہوتی۔ اور چونکہ لفظ اس سے کسی عبارت کو شروع نہیں کیا جاتا اسلئے مصلح موعود کی عبارت لفظ اس سے شروع نہ ہوتی کسی اور لفظ سے شروع ہوتی

ہے کہ بشیر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہٗ نے اُسکی وفات سے پہلے اس
عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخشدی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا
ہے* اور اب فوت ہو جاویگا بلکہ جو الہامات اُس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے
تھے اُن سے بھی اجمالی طور پر اُسکی وفات کی نسبت بو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ
کے لئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام انا ارسلناہ شاھدا و
مبشرا و نذیرا کصیب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق
کل شیء تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی
حالت میں بھیجا ہے اور یہ اُس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں
ہوں اور رعد اور برق بھی ہو یہ سب چیزیں اُس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں یعنی اُس
کے **قدم اٹھانے** کے بعد جو اسکی **موت** سے مراد ہے **ظہور** میں آجائینگی۔ سو
تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاء کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اسکی موت سے پیش
آئیں اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا اور آیت کریمہ واذا اظلم
علیہم قاموا کے مصداق ہو گئے اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رعد اور
روشنی کا ذکر ہے یعنے جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی
کے قدم اٹھانے کے بعد **پہلے** ظلمت آئیگی اور **پھر** رعد اور برق اسی ترتیب کے رو
سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت
وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی **ظاہر ہونے والی ہے**۔ اور جس
طرح ظلمت ظہور میں آگئی **اسی طرح یقیناً** جاننا چاہئے کہ کسی دن **وہ رعد اور روشنی**
بھی ظہور میں آجائیگی **جس کا وعدہ دیا گیا ہے** جب وہ روشنی آئیگی
تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دیگی اور جو جو اعتراضات غافلوں
اور مردہ دلوں کے منہ سے نکلے ہیں انکو نابود اور ناپدید کر دیگی۔ یہ الہام جو ابھی ہم نے

لکھا ہے ابتداء سے صدہا لوگوں کو تفصیل سنایا گیا تھا چنانچہ منجملہ سامعین کے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی ہیں اور کئی اور جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور دقت نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ اس **ظلمت** کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور **صاف** ظاہر کیا گیا کہ **ظلمت** اور **روشنی** دونوں اس لڑکے کے **قدموں کے نیچے** ہیں یعنی اس کے قدم **اٹھانے** کے بعد جو موت سے مراد ہے اُن کا آنا ضرور ہے۔ **سو اے وے لوگو** جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور **خوشی سے اچھلو** کہ اس کے بعد **اب** روشنی آئے گی"

حاشیہ متعلقہ۔ "خدا تعالیٰ کے نزول رحمت اور وصول برکت کے پہنچنے کے لئے بڑے عظیم الشان **دو طریقے** ہیں (۱) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوٰت من ربہم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون الجزو نمبر ۲ یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں **انہی** پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق نزول رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و **خلفاء** ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ **اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق** ظہور میں آجائیں پس **اول** اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے **بشیر کو بھیجا** تا بشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے

اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرکے سو وہ ہزارہا مومنوں کے لئے جو اس کی موت سے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کشفی طور پر الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوئی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اس ابتلا کی برداشت کر گئے کہ جو اس کی موت سے ظہور میں آیا غرض بشیر ہزارہا صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ اور **دوسری قسم رحمت کی** جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی **تکمیل** کے لئے خدا تعالیٰ **دوسرا بشیر بھیجے گا** جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک **دوسرا بشیر** تمہیں دیا جائے گا جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ ما یشاء اور **خدا تعالیٰ نے** مجھ پر یہ **بھی** ظاہر کیا کہ ۲۰ **فروری ۱۸۸۶ء کی** پیشگوئی حقیقت میں **دو** سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل **تھی** اور اس عبارت **تک** کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت **دوسرے بشیر کی نسبت ہے**۔ منہ

مذکورہ بالا حوالہ اور حاشیہ سے معلوم ہو گیا کہ وہ روشنی جس کا وعدہ ہے اور جو بشیر اول کے قدم اٹھانے کے بعد ظہور میں آنے والی ہے وہ یہی **دوسرا بشیر** ہے جس نے **دوسری شق رحمت** کو جو نبوت وغیرہ ہے پورا کرنا ہے

اس حاشیہ کی پچھلی سطروں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رحمت کے نشان موعود کو پورا کرنے والا دوسرا لڑکا بشیر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا ہی مصلح موعود ہے۔ کیونکہ صاف لکھا ہے کہ اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ اور یہ معلوم ہی ہے کہ بعد کی عبارت مصلح موعود کے لئے ہے (دیکھو سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کا حاشیہ جس کی نقل اس مضمون کے شروع میں دی گئی)

اب واضح ہو کہ اس نشانِ فضل میں سبز اشتہار کے جن حوالوں کا ذکر ہے یہی وہ مقامات ہیں جن کی بنا پر حضرت اقدس نے سراج منیر کے صفحہ ۳۷ کے حاشیہ میں فرمایا تھا کہ سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں **بلا توقف** لڑکا پیدا ہونے کا **وعدہ** تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ ایسا فرمانے سے یہی مطلب تھا کہ مصلح موعود کی نسبت بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے کا وعدہ یعنی الہامی فیصلہ تھا سو وہ یہی محمود ہے جو بلا توقف بشیر اول کے بعد ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہو چکا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۷ لفظ ... وعدہ ۷ لفظ ... بلا توقف کا صریح

نوٹ۔ حاشیہ مندرجہ بالا کی پچھلی سطروں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء والا ایک لڑکا وہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا مصلح موعود ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے کہ پہلے تو ۱۰ جولائی والے ایک اور لڑکے کو دوسرا بشیر فرمایا پھر فرمایا کہ آسمان سے آتا ہے تک پہلے بشیر کے لئے عبارت ہے اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ بعد کی عبارت مصلح موعود کے لئے ہے۔ اور جب ۱۰ جولائی والے اشتہار کی عبارت کو دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ قطعی طور پر ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء والا ایک اور لڑکا مصلح موعود کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جب کہ الہام نے بتا دیا کہ ۲۰ فروری والی پیشگوئی درحقیقت دو لڑکوں کے متعلق تھی تو کھل گیا کہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء والا ایک اور لڑکا اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا دوسرا لڑکا دراصل دونوں ایک ہی ہیں کیونکہ ۲۰ فروری والے اشتہار کی عبارت میں بھی پہلے بشیر اول کا ذکر ہے پھر دوسرے لڑکے کا اور ۱۰ جولائی والے اشتہار کی عبارت میں بھی پہلے بشیر اول

کا ذکر ہے پھر دوسرے لڑکے کو ۲۰ فروری والے دوسرے لڑکے کا نام بھی محمود ہے اور
۱۰ جولائی والے ایک اور لڑکے کا نام بھی محمود احمد ہے۔ ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا بھی بشیر
اول کے بعد بہت جلد یا توقف پیدا ہونے والا ہے اور ۱۰ جولائی والا ایک اور لڑکا بھی بشیر اول
کے بعد قریب مدت میں ہونے والا ہے۔ تو دراصل ایک لڑکے کا دو مقام پر ذکر تھا۔ پس
چونکہ دراصل یہ دونوں لڑکے ایک ہی تھے لہذا سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ میں بھی
۲۰ فروری کے اشتہار کے ساتھ ہی ۱۰ جولائی والے حوالہ کو ۲۰ فروری کے حوالہ کے ساتھ
اسی لئے رکھا ہے کہ یہ دونوں لڑکے ایک ہی ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۷ کے حاشیہ کی عبارت
ذیل میں لکھکر تشریح کر کے سمجھایا جاتا ہے۔ "الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا
پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہونگے دیکھو اشتہار
۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا
پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا
بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں
ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا زمین آسمان ٹل
سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے
اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے
اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔" حضور کی اس عبارت کی تشریح
یہ ہے۔

الہام نے (یعنی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام نے) پیش از وقوع دو لڑکوں
کا پیدا ہونا ظاہر کیا (یعنی ایک بشیر اول پیدا ہونا تھا اور ایک بشیر دوم) یاد رہے کہ یہ
۲۰ فروری والے الہام کا ذکر ہے۔ ۱۰ جولائی والا اشتہار ہرگز مراد نہیں کیونکہ جس وقت
۱۰ جولائی والا اشتہار شائع ہوا اس وقت بشیر اول پیدا ہو چکا تھا۔ اور یہاں لکھا ہے

یعنی اشتہار ۲۰ فروری کا حوالہ ہے اور اس ... سے مراد ... ۲۰ فروری

کہ الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور پیش از وقوع کا لفظ صاف
ظاہر کر رہا ہے کہ یہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا الہام ہے۔ اگلی عبارت اور بھی اس کی تائید
کرتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں) اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے
(یعنی ۲۰ فروری کے الہام نے بیان کیا۔ اور کا لفظ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اسی ۲۰
فروری کے الہام نے بیان کیا کہ بعض لڑکوں کا کم عمری میں فوت ہونا اسی ۲۰ فروری کا
کے الہام میں لکھا ہے ۔ ۔ ۔ ۱۰ جولائی والے اشتہار میں یہ بات نہیں لکھی پس یہ سلسلہ
ذکر ۲۰ فروری والے الہام کا ہے) اب ظاہر ہے کہ دو پیشگوئیاں ہوئیں۔ ایک پیشگوئی تو دو
لڑکوں کا پیدا ہونا ہے اور دوسری پیشگوئی بعض لڑکوں کا کم عمری میں فوت ہونا اور یہ
دونوں پیشگوئیاں اشتہار ۲۰ فروری میں صریح ہیں چنانچہ فرماتے ہیں) دیکھو اشتہار ۲۰
فروری ۱۸۸۶ء (جب اشتہار ۲۰ فروری کو دیکھا گیا تو ٹھیک سطر ۲۲ و سطر ۲۳ میں یہ
دونوں پیشگوئیاں صریح ہیں) و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۶ء (اس اشتہار میں دو لڑکوں کا
پیدا ہونا اور بعض کا کم عمری میں فوت ہونا صریح نہیں لیکن چونکہ اس اشتہار کا ایک اور
لڑکا وہی ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے لہٰذا اس اشتہار کا حوالہ
بھی یہاں ساتھ ہی دے دیا) سو مطابق پہلی پیشگوئی کے (یعنی ۲۰ فروری کے اشتہار کی
دو پیشگوئیوں میں سے پہلی پیشگوئی کے مطابق جو دو لڑکوں کی پیدائش کے متعلق تھی)
ایک لڑکا پیدا ہو گیا (یعنی دو لڑکوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مکرر یاد رہے کہ ۲۰
فروری والا الہام ایک لڑکے کے متعلق نہیں کیونکہ الہام نے بتا دیا کہ یہ دو لڑکوں
کے متعلق ہے اور جب اس الہامی عبارت کو غور سے پڑھا جائے تو صاف دو لڑکے
معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ پیچھے کھول کر بتایا گیا۔ غرض ان دو لڑکوں میں سے ایک لڑکا
پیدا ہوا) اور فوت بھی ہو گیا (یعنی اپنے فوت ہونے سے ۲۰ فروری کی دوسری پیشگوئی
کو پورا کر گیا جس کے لفظ پر غور کرو جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ فروری کا

دوسری پیشگوئی کی طرف جو بعض بچوں کے کم عمری میں فوت ہونے کے متعلق ہے اشارہ ہو
غرض ان دو لڑکوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور سوا برس کی عمر میں فوت ہونے سے ۔ ہم
فروری کی دوسری پیشگوئی کو پورا کر گیا ۔ لیکن ۲۰ فروری کی پہلی پیشگوئی کا ابھی آدھا حصہ باقی
تھا یعنی دوسرے لڑکے کا پیدا ہونا سو اس کے بارے میں فرماتے ہیں (اور دوسرا لڑکا
جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا (الخ) یہ کہ الہام نے دوسرے لڑکے
کو دوسرا بشیر کہا ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا بشیر مصلح موعود ہے جس کا دوسرا
نام محمود ہے (سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہے کہ مصلح موعود کا نام محمود
ہے اور بشیر ثانی بھی) وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا لیکن دوسرا لڑکا
جو دوسرا بشیر اور مصلح موعود اور جس کا دوسرا نام محمود بھی ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر
۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور
پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں ۔ نادان اس کے
الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر
سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے (صفحہ ۷)

اب دیکھو کہ صفحہ ۷ کے حاشیہ کی عبارت سے بھی کیسا صاف ظاہر ہے کہ ۱۰ جولائی
والا ایک ہی لڑکا دوسری ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا ہے اسی لئے دونوں اشتہاروں کا
ایک ہی جگہ حوالہ دیا گیا ۔ اگر ۱۰ جولائی والا لڑکا ایک علیحدہ لڑکا ہوتا تو ۲۰ فروری والے اشتہار
کے ماتحت اس کا حوالہ نہ دیا جاتا ۔

جون ۱۹۱۳ء میں ایک رسالہ بنام مصلح الموعود شائع ہوا ہے اس رسالہ میں ۱۰
جولائی والے لڑکے کو ۲۰ فروری والے دوسرے لڑکے سے ایک علیحدہ لڑکا بنانے کی کوشش
کی گئی ہے اور سبز اشتہار کے حاشیہ مندرجہ بالا اور اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کا
مصداق حضرت میاں صاحب کو بنا کر میاں صاحب کو مصلح موعود سے ایک الگ لڑکا

بتاتا ہے اور صفحہ ۱۰ میں اس صفحہ ۸ کے حاشیہ کی نقل کرتے ہوئے پچھلی آخری تین سطور کو چھوڑ دیا ہے ہم کہتے ہیں کہ اس قدر تو ٹھیک ہے کہ ۲۰ فروری والے لڑکے کا مصداق بھی میاں صاحب ہیں اور صفحہ ۸ کا حاشیہ بھی انہی کے لئے ہے کیونکہ ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا اور ۸ اپریل والا ایک اور لڑکا دونوں ایک ہی ہیں۔ ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا بھی بشیر اول کے بعد دوسرا ہے اور ۸ اپریل والا ایک اور لڑکا بھی بشیر اول کے بعد دوسرا ہے۔ دوسرے معنی بشیر اول کے بعد بہت جلد پیدا ہوتا ہے اور اس نے بھی بشیر اول کے ہی بعد قریب مدت میں پیدا ہونا ہے لیکن اس رسالہ کے مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ جبکہ ایک ہی لڑکے کا دو مقام پر ذکر ہے تو ۸ اپریل والا لڑکا ایک علیحدہ لڑکا کس طرح بن گیا۔ حضرت صاحب کے تو ایک ہی بیوی تھی۔ ہاں اگر دو بیویاں ہوتیں اور ایک بیوی سے بشیر اول کے پیدا ہونے کے بعد بہت جلد دونوں بیویوں سے دو لڑکے پیدا ہوتے تو شاید کچھ گڑبڑ پڑ جاتی۔ لیکن اب تو یہ صورت نہیں۔

سوا اسکے اگر ۸ اپریل کا لڑکا ایک الگ لڑکا تھا اور صفحہ ۸ کا حاشیہ بھی اُسی کے لئے تھا تو پچھلی سطروں میں یہ کیوں لکھا گیا کہ "نادان اُس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اُس کی پاک بشارتوں پر مسخرا کرتا ہے" کیا کبھی کسی نے ۸ اپریل والی پیشگوئی کو مصلح موعود کی پیشگوئی سے الگ پیشگوئی سمجھ کر اس پیشگوئی کی نسبت تمسخر کیا تھا اور ہنسی اڑائی تھی؟ کیا اسکا ثبوت قائم دے سکتے ہو؟ ہرگز نہیں بلکہ جسقدر ہنسی اور ٹھٹھا ہوا وہ مصلح موعود کی ہی پیشگوئی کی نسبت ہوا۔ اگر ۸ اپریل کا اشتہار ایک علیحدہ لڑکے کے لئے تھا تو دشمنوں کو دوسرے لوگوں سے کیا غرض۔ وہ تو بشیر اول کے فوت ہونے پر شور مچاتے تھے اور کہتے تھے کہ مصلح موعود مر گیا۔ اگر ۸ اپریل والا لڑکا کوئی الگ لڑکا تھا تو اس ۸ اپریل والے اشتہار میں ایسی کونسی بات تھی جس پر دشمنوں نے ہنسی ٹھٹھا کیا۔ اور ۸ اپریل والے اشتہار میں اور یکم دسمبر یعنی سبز رنگ والے اشتہار میں تو کل پانچ مہینے کا فرق ہے

کتب خانہ تالیف و تصنیف ۔ قادیان

اس پانچ مہینے کے قلیل عرصہ میں ایسی کونسی بات ۱۰ جولائی والے اشتہار کے متعلق وقوع میں آئی جس پر مخالفوں نے اس قدر زور شور کے الفاظ لکھے پڑے۔ صاف ظاہر ہے کہ خاص ۱۰ جولائی والے اشتہار کے متعلق کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا لہٰذا صفحہ ۷ کے حاشیہ میں جو مخالفوں کے ہنسی اور ٹھٹھے کا ذکر فرمایا تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ اس جگہ مصلح موعود کا ہی ذکر ہے۔ اور مصلح موعود کی نسبت ہی فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔

علاوہ اسکے اگر صفحہ ۷ کے حاشیہ کی پیشگوئی مصلح موعود کے سوا ایک الگ لڑکے کیلئے ہوتی تو اول تو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں جو میاں صاحب کی پیدائش کا اشتہار ہے سبز اشتہار کے صرف صفحہ ۷ کے حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا اور باقی اشتہار کو ترک کر دیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ جس زور شور سے اس صفحہ ۷ کے حاشیہ کی پچھلی سطروں میں دعوے کیا گیا ہے کہ اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں اسی زور شور سے لکھا جاتا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور قریب مدت میں ۱۰ جولائی والا لڑکا پیدا ہوگیا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بجائے اسکے یکم دسمبر کا لفظ لکھکر پورے اشتہار کا حوالہ دیا گیا صفحہ ۷ کے حاشیہ کا نام بھی نہیں لیا گیا اور بجائے اسکے کہ ۱۰ جولائی والے لڑکے کو الگ سمجھکر زور شور سے پیشگوئی کے پورا ہونیکا اعلان کیا جاتا یہ لکھا کہ کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی اور اسی عبارت لکھی جس سے صاف ثابت ہے کہ ۱۰ جولائی والا لڑکا مصلح موعود ہے۔ ۱۲ جنوری کے اشتہار کی عبارت

یہ ہے خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی **وفات** کے بعد ایک دوسرا **بشیر** دیا جائے گا جس کا نام **محمود بھی ہوگا** اور اس عاجز کو مخاطب کرکے

فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ قادر ہے
جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی
الاول ۱۳۰۶ھ بروز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو
گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر **بشیر** اور **محمود** بھی رکھا گیا ہے
اور **کامل** انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔

دیکھو اس حوالہ کی عبارت سے ظاہر من الشمس ہے کہ ۱۰ جولائی والا اشتہار مصلح
موعود ہے۔ اور نیز دوسرا بشیر کا لفظ بھی موجود ہے جو یقیناً مصلح موعود ہے (دیکھو
سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ کی آخری سطر) اور محمود کا لفظ بھی موجود ہے اور یہ
بھی مصلح موعود کا ہی نام ہے (دیکھو سبز اشتہار کے صفحہ ۲۲ کے حاشیہ کی پہلی سطر) اعلاوہ
اسکے اگر ۱۰ جولائی والا اشتہار مصلح موعود کے لئے نہ تھا تو بطور تفاؤل نام رکھنے کی کیا
ضرورت تھی کہ **کامل** انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ صاف ظاہر ہے کہ
۱۰ جولائی والے اشتہار میں قریب مدت میں ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کی گئی تھی
سو وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ جیسا کہ بشیر اول کے متعلق ۸ اگست کا اشتہار دیا کہ ۸ اپریل
والا لڑکا پیدا ہو گیا پیشگوئی پوری ہو گئی اور جیسا کہ دوسرے بچوں کے متعلق پیشگوئی کے
مطابق پیدا ہونے کے اشتہار دئے گئے۔ یاد رہے کہ اس فقرہ سے کہ کامل انکشاف
کے بعد پھر اطلاع دیجائے گی کی طرف سے مقصد مراد ہے کہ انکشاف تو ہو گیا ہے صرف
کامل انکشاف نہیں ہوا سو کا لفظ بھی پیشگوئی کے پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور
اس سے اگلا فقرہ کہ ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا اسکا بھی یہی مطلب ہے کہ ابھی کامل انکشاف
نہیں ہوا۔ کیونکہ کھلنے کے معنے کامل انکشاف ہونے کے ہے۔ کھلنے کے معنے یہ ہرگز نہیں
کہ بالکل معلوم نہیں۔ ماسوا اسکے ایسے الفاظ کہ کامل انکشاف کے بعد اطلاع دیجائیگی
اور یہ کہ ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا۔ یہ سب الفاظ لڑکے کے متعلق ہیں۔ ان سے یہ قسمیں

پایا جاتا کہ اشتہار ۱۰ جولائی یا سبز اشتہار کے مصلح موعود ہونے کے متعلق کچھ شک ہے ان اشتہاروں کی نسبت تو ۲۰ جنوری کے اشتہار کی عبارت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ مصلح موعود ...... کے متعلق ہیں کیونکہ دوسرا بشیر مصلح موعود کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور دوسرا بشیر کا لفظ اشتہار ۱۰ جولائی میں ساتھ ہی موجود ہے تا کسی قسم کا شبہ نہ رہے پس ۱۰ جولائی والے لڑکے کو دوسرا بشیر کہنے سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۰ جولائی والا لڑکا مصلح موعود ہے اس ۲۰ جنوری کے اشتہار میں اگر کامل انکشاف چاہا گیا تو صرف لڑکے کی نسبت چاہا گیا نہ کہ ان دونوں اشتہاروں کی نسبت۔

اور اگر اب بھی باوجود استقدر کافی ثبوتوں کے تمہارے نزدیک ۱۰ جولائی والا لڑکا مصلح موعود کے علاوہ ایک علیحدہ لڑکا ہے۔ اور صرف اسلئے کہ ۱۰ جولائی کا حوالہ سبز اشتہار میں ہے سبز اشتہار بھی مصلح موعود کے لئے نہ رہا اور کسی اور لڑکے کے لئے بنگیا (نعوذ باللہ من ذالک) اور تمہارے نزدیک میاں صاحب ۱۰ جولائی اور سبز اشتہار کے مصداق نہیں جیسا کہ تم اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۲ سطر ۹ میں لکھتے ہو کہ "سبز اشتہار اصل میں صرف ۱۰ جولائی کی پیشگوئی کی مکرر اشاعت کے لئے ہے" اور صفحہ ۴۳ سطر ۱ میں لکھتے ہو کہ "حضرت مسیح موعود کی متعدد تحریروں سے ظاہر ہے میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کو آپنے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار والی پیشگوئی اور سبز اشتہار کے مطابق قرار دیا ہے" تو اگر میاں صاحب مصلح موعود نہیں ہیں تو کم از کم میاں صاحب کو اولو العزم ہونے اور حسن و احسان میں حضرت صاحب کا نظیر ہونے کا تو رتبہ دو۔ کیونکہ یہ تعریفیں تو یقیناً تمہارے نزدیک بھی ۱۰ جولائی والے اور سبز اشتہار والے لڑکے کی ہیں جیسا کہ مندرجہ ۲۰ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار کے حاشیہ کی ابتدائی سطروں میں ان دونوں اشتہاروں کا حوالہ دیکر فرمایا کہ "خدائے عزوجل نے ..... اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ وہ اولو العزم ہوگا اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا"

اگر تم اس بات کو جو تمہارے نزدیک بہت صاف ہے مان لو تو سمجھو اس سے آگے بھی تمہاری
سمجھ میں آ جائیگا لیکن اگر تم وہ نصیب کچھ کر رہے ہو اور اپنے کسی مطلب کے پورا کرنے کیلئے
نے حضرت صاحب کے اس زمانہ کے گمان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو جبکہ بشیر اول ابھی زندہ
تھا اور ۱۰ جولائی والے اشتہار کے الفاظ کو اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۳ کے آخری دو سطروں
میں موٹے موٹے حرفوں میں اسی لئے پیش کیا ہے تو پھر ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں
۱۰ جولائی کے اشتہار کے الفاظ میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے تم فائدہ اٹھا سکو۔ بشیر
اول کو دین کا چراغ اس لئے کہا گیا کہ اسکا ایک نام الہامی چراغ دین تھا دیکھو سبز اشتہار
صفحہ ۲ سطر ۱۰۔ اور محمود احمد اولوالعزم کو ایک اور اسلئے کہا گیا کہ واقعی وہ بشیر اول کے
بعد ایک اور . . . . یعنے دوسرا تھا۔ ۱۰ جولائی
والا اشتہار اس زمانہ کا ہے جبکہ بشیر اول ابھی زندہ تھا اور اسپر مصلح موعود ہونے کا گمان
کیا گیا تھا۔ لہذا اس زمانہ میں تو ہو سکتا تھا کہ دس جولائی والے لڑکے کو مصلح موعود کے
سوا ایک اور لڑکا سمجھا جاتا۔ لیکن بشیر اول کے فوت ہو جانے کے بعد یہ ممکن تھا کہ ۱۰ جولائی
والے لڑکے کو مصلح موعود سمجھا جاتا کیونکہ الہام نے کھول دیا تھا کہ ۲۰ فروری والی
پیشگوئی دو لڑکوں کے متعلق ہے پہلا لڑکا یعنے بشیر اول مصلح موعود نہ تھا بلکہ دوسرا
لڑکا مصلح موعود ہے جو بہت جلد پیدا ہونیوالا ہے۔ پس چونکہ ۱۰ جولائی کے اشتہار
میں بھی یہی وعدہ الٰہی تھا کہ بشیر اول کے بعد بہت جلد ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہے تو ہم
سبز اشتہار کے زمانہ میں اس صریح الہامی اطلاع کے ہوتے ہوئے دس جولائی والے
لڑکے کو کس طرح مصلح موعود نہ سمجھا جاتا۔ ۲۰ فروری والا دوسرا لڑکا یعنی مصلح موعود بھی
بشیر اول کے بعد ایک اور یعنے دوسرا تھا اور ۱۰ جولائی والا اولوالعزم محمود احمد
بھی بشیر اول کے بعد ایک اور یعنے دوسرا تھا پس دراصل دو مقام پر ایک
لڑکے کا ذکر تھا۔ لہذا سبز اشتہار میں اور ۱۲ جنوری کے اشتہار میں ۲۰ فروری

کہ لڑکے سے حضرت صاحب کی مراد مصلح موعود ہی ہے اسی لئے بار بار اسکو دوسرا بشیر فرماتے ہیں۔ اور دوسرا بشیر بے چون وچرا مصلح موعود ہے۔ اور ۱۰ جولائی کے اشتہار میں دوسرا بشیر کا لفظ بالکل نہیں۔ اور اس شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں کہ دوسرا بشیر اور ہے اور وہ دوسرا بشیر اور ہے ورنہ اگر ۱۰ جولائی کے اشتہار میں دوسرا بشیر کا لفظ ہے بھی تب بھی کچھ حرج نہ تھا کیونکہ الہام نے کھول دیا تھا کہ بشیر اول کے بعد دوسرا لڑکا مصلح موعود ہوگا

رسالہ نشان فضل تمام ہوا۔

رسالہ نشان فضل نے اپنی اساسی تعیین سے رسالہ المسیح الموعود کا کافی جواب دیدیا ہے بلکہ اسکے نوٹ میں بعض زائد جوابات بھی دیئے گئے ہیں ذیل میں ہم چند اور زائد جواب دیئے جاتے ہیں۔

ضمیمہ نشان فضل

قولہ صفحہ ۲۲۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس شخص پر حضرت صاحب کا لڑکا کوئی نہیں ہے مصلح موعود کوئی بھی نہ ہوا تو میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ... مصلح موعود کبھی آئندہ نسلوں میں پیدا ہوگا۔

اقول۔ تم تو یہ کہتے ہو لیکن ذیل کے حوالجات سے ثابت ہے کہ وہ حضرت صاحب کے بیٹا ہے آئندہ نسلوں میں سے نہیں دیکھو حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں؟

حوالہ اول۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۰۲ سطر ۴ "پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ میں بعض لڑکے فوت بھی ہونگے اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائیگا" الخ ایسا عبارات کا یہ مطلب ہے کہ فوت تو حضرت صاحب کے لڑکے ہونگے اور وہ کامل والا کسی آئندہ نسل میں سے ہوگا۔ خدا کا خوف کرو۔

حوالہ دوم۔ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ الہام "سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا"

یہاں لفظ تخم سے نطفہ کی طرف اشارہ ہے یہ تمام عبارت الہامی ہے اب دیکھو الہام کیا کہتا ہے جو تم کیا کہتے ہو اگر اس نے آئندہ نسل میں سے ہونا تھا اور عبارت کو مبہم رکھنا تھا تو صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ تیری نسل میں سے ہوگا۔ یہ بار بار تجھے اور بار بار ہی کہنے کی کیا ضرورت تھی اور تجھے ملیگا اور تجھے دیا جائیگا فرمانے کی کیا حاجت تھی؟

ذریت کا لفظ بیٹوں کے لئے بھی آیا ہے۔ اسی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک الہام ہے۔ "میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے۔" پھر میاں بشیر احمد صاحب بشیر اول کے فوت ہونے پر حضرت اقدس نے سبز اشتہار کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۱ میں تحریر فرمایا۔ "ہمارے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے پس سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی۔" کیسی بڑے فخر کی بات ہے کہ ذریت کے لفظ سے اس الہام میں جو نقصان کی بابت ہے بیٹے مراد لئے جائیں اور اس الہام میں جو فائدہ کا الہام ہے ذریت کے لفظ سے آئندہ نسل مراد لی جائے۔

حوالہ سوم۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰ سطر ۹ "خدا نے مجھے **وعدہ** دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے **تجھ سے ہی** اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائیگا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔" دیکھو یہاں کیا صریح طور پر فرمایا کہ تجھ سے ہی یعنی تیرا بیٹا۔ اور یہ وعدہ الٰہی ہے کہ تجھ سے ہی ہوگا۔

حوالہ چہارم۔ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۹۔ "**فرزند دلبند گرامی** ارجمند مظہر الحق والعلاء" یہ الہام کے الفاظ ہیں۔ الہام میں اس لڑکے کے لئے فرزند دلبند کے الفاظ استعمال کئے گئے۔

حوالہ پنجم۔ در ثمین بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا۔ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
یہاں تو بیٹے کا ہی لفظ موجود ہے اور فرمایا کہ اک بیٹا ہے یعنے وہ پیدا ہو چکا ہے۔ ہو
ہے ہوگا نہیں فرمایا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ انہی میں سے ایک ہے جو بڑا ہو کر ظاہر ہو جائیگا۔

حوالہ ششم۔ سراج منیر ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کا لقب پسر موعود ہے۔ پسر کے
معنے بیٹے کے ہیں

. . . .

حوالہ ہفتم۔ اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء صفحہ اول کی پہلی سطروں سے "چونکہ اس عاجز کے
اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح
ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنے حافظ سلطان کشمیری
و صابر علی نے روبرو مرزا نواب بیگ و میاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان
یہ دروغ بے فروغ مشہور کیا ہے کہ وہ لڑکا جس کی پیشگوئی اشتہار میں ہے عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب اشتہار کے گھر میں لڑکا
پیدا ہو گیا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور سراسر افترا اور دروغ و بمقتضائے کینہ و حسد و عناد جبلی
ہے جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے
قول دروغ کا رد وجہ بجگر عام مشتہر کرتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء
ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰-۲۲ سال سے زیادہ ہے
پیدا نہیں ہوا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس
کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ
کے اندر پیدا ہو جائیگا اور یہ الزام کہ ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے سراسر دروغ ہے
ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آجکل ہمارے گھر کے لوگ
بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس گئے ہوئے اپنے والد میر ناصر نواب صاحب
نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور ان کے گھر کے متصل منشی

مواہب صاحب ملازم ڈاک لیے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر بستے ہیں مسمی منشی جس شخص کو شبہ ہو اسپر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنیکے لئے وہاں چلا جاوے اور انکے ارد گرد سے خوب دریافت کرے اگر کوئی امر دروغ موجود ہو تو ہم اسکو دینگے لیکن اگر اب بھی جاکر دریافت نہ کرے اور شور و غوغا و نکتہ چینی سے باز نہ آوے تو بجز اسکے کہ ہمارے اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس بیہودہ گوئی کا ہوگا خدا تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت دے کہ جو جوش حسد میں اگر اسلام کی کچھ پروا نہیں رکھتے اور اس حد تک ظلم کو کبھی نہیں سوچتے۔ اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیارپور ایک آریہ صاحب نے اس پیشگوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا یا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے یعنے دایاں بھی معلوم کرسکتی ہیں کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔ واضح ہو کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی و حق پوشی ہے کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوے نہیں کرسکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بسا اوقات خطا جاتی ہے۔ علاوہ اسکے یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں اور بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔

اب خدا کا خوف کرکے بتلاؤ کہ جو لڑکا آئندہ نسل میں سے ہونیوالا ہو اس کے لئے مشتہر کی عبارت ایسی ہی ہوا کرتی ہے صاف کیا جاتا کہ ایسے اعتراض کیوں کرتے ہو اس کی نسبت تو فیصلہ نہیں ہوا کہ میرا بیٹا ہوگا یا آئندہ نسل میں سے ہوگا بخلاف اسکے دائیوں اور گھر کے لوگوں کا ذکر کرنا امر معروف کے گئے ہو اور پھر الہامی میعاد نو برس کی تمام کارروائی کو بیکار کردیا اور پھر اس بات پر ضد پر نہ روئے کہ خود اس طرح

پیدا ہوگا اور بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا غرض ان سب باتوں سے اظہر من الشمس ہے کہ وہ حضرت اقدس کے بیٹوں میں سے ہے۔ اور کیا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں صاف لکھا تھا کہ ایک بچہ سوا برس کا ہو کر مرجائے جیسا کہ الہام نے بتایا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار دو لڑکوں کے متعلق ہے تو پھر اگر بشیر اول حضرت صاحب کا لڑکا تھا تو مصلح موعود بھی حضرت صاحب کا لڑکا ہے۔ ہاں اگر بشیر اول حضرت صاحب کا لڑکا نہیں تو پھر مصلح موعود بھی حضرت صاحب کا لڑکا نہیں لیکن یہ محال ہے۔ پس کیا وجہ کہ ایسے رسالے شائع کرتے ہو جو صریح طور پر حضرت صاحب کے الہامات اور ارشادات کے مخالف ہیں۔

قولہ صفحہ ۳ ۔ وہ استقرار جلد آنے والا تھا صفحہ ۴۔ ابھی ہمارے بھائیوں کو ایک عرصہ تک مشکلات اور مصائب کے نیچے کام کرنا چاہیئے۔

اقول تم تو یہ کہتے ہو لیکن حضرت اقدس سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ میں پہلی تقریر نشان فضل میں لکھتے ہیں ہے فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ رحمت کی پہلی قسم جو تبشیر اصلاحی بشیر اول کے ذریعہ سے پوری ہوئی اور رحمت کی دوسری قسم بشیر دوم یعنی مصلح موعود کے ذریعہ سے پوری ہوگی اور فرماتے ہیں کہ اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔

اب دیکھو کہ تم حضرت صاحب کے کلام کے خلاف چل رہے ہو اور بجز غضب کی بات ہے کہ ایسا خیال ہو کہ بشیر اول کے آنے سے تو حضرت صاحب کا بیٹا ہے لیکن رحمت کی دوسری قسم کے لئے حضرت صاحب کا کوئی بیٹا نہیں بلکہ

قولہ صفحہ ۸ ۔ یہ امر کہ مصلح موعود کے پیدا ہونے کے لئے نو سال کی میعاد ضروری تھی یا نہیں اسکا فیصلہ ذیل کی باتوں سے ہوتا ہے۔ الخ

اقول ۔ تم نے تو فیصلہ کر دیا کہ مصلح موعود کیلئے نو سال کی میعاد ضروری نہ تھی اچھا

اگر نو سال کی میعاد ضروری نہ تھی تو پھر بتاؤ کہ نو برس کے سوا حضرت صاحب نے اور کونسی
میعاد مصلح موعود کے لئے بتائی ہے۔ کیونکہ تم نے اسکے بعد اپنے رسالہ میں حضرت اقدس
کی کتابوں اور اشتہارات سے بالکل ثابت نہیں کیا کہ مصلح موعود کے لئے حضرت اقدس نے
کوئی اور میعاد رکھی ہے اور وہ جو تم نے اپنے رسالہ کے آخر میں تین سو یا چار سو برس لکھے
ہیں سو یہ تمہاری اپنی بات ہے۔ حضرت اقدس نے ہرگز ہرگز نہیں لکھا کہ مصلح موعود
تین سو یا چار سو برس کے بعد آئیگا۔ پس معلوم ہوا کہ تم ایک ایسا مصلح پیش کرتے ہو جس
کے لئے حضرت اقدس نے کوئی میعاد نہیں بتلائی۔ ایسے مصلح تو قیامت تک بیشمار ہونگے
اور بیشک ہونگے لیکن تمہارا مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک حضرت اقدس کی
نسل میں سے نعوذ باللہ صرف ایک لڑکا مصلح ہوگا باقی تمام نسل میں سے اور کوئی بھی
لوگوں کی اصلاح کے لائق نہ ہوگا۔ حالانکہ حضرت صاحب کا یہ مطلب ہے کہ میری اور
اولاد بھی بڑے مرتبہ والی ہوگی اور قیامت تک میری نسل سرسبز رہے گی اور بڑے بڑے
مرتبہ والے اور مصلح قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے (دیکھو بچوں کی نسبت الہامات
اور درثمین کی دعائیں) لیکن ایک مصلح اور بڑے مرتبہ والا لڑکا ان لڑکوں میں سے بھی
ہوگا جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء سے نو برس کے اندر اندر پیدا ہونگے اور وہ بشیر اول کے بعد
دوسرا ہوگا اور بلا توقف بشیر اول کے بعد پیدا ہوگا اور وہ عمر پانے والا ہوگا اور بہت ذہین
ہوگا اور جلد جلد بڑھیگا اور دل کا حلیم ہوگا اور وہ میرا خلیفہ ہوگا اور نام اسکا محمود ہوگا۔ سو
یہ پیشگوئی حضرت صاحب کی جو اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں تھی حرف بحرف
پوری ہوئی لیکن تم اسپر خاک ڈالنا چاہتے ہو۔ اور کہو کہ نو سال کی میعاد وعدہ الٰہی تھا
جیسا کہ فرمایا: "ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے
عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے
اندر پیدا ہو جائے گا۔" اور تم کہتے ہو کہ نو سال کی میعاد ضروری نہ تھی۔

قولہ سطر ۱۔ نو سال کی میعاد ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مقرر کی گئی اور اسکے بعد پیدا اعتراض ہوا کہ یہ میعاد لمبی ہے تو ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ لکھا "ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا یعنی ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔" یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دوبارہ اسی امر کے انکشاف کے لئے توجہ کی گئی جو پہلے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں تھا یعنی تعلق میعاد نو سال تو درحقیقت اسی نو سال کی میعاد کی مزید تشریح ان الفاظ میں تھی۔ گو بعد کے ایک اشتہار میں اس فقرہ کو کہ "ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا" ذو الوجوہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے دو معنی کئے ہیں مگر یہ ابہام پیشگوئی کے پیدا ہونے کے وقت دور ہو گیا چنانچہ بشیر اول کے تولد پر آپ نے ذیل کا اشتہار شائع کیا "اے ناظرین میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود✤ مسعود پیدا ہو گیا۔" پھر اسی لڑکے پر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا پہلا حصہ سبز اشتہار میں لگایا ہے جہاں صفحہ ۷ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی درحقیقت دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے" پس اس صورت میں صاف یہی آتی

✤ اصل اشتہار میں مولود کی بجائے مولود کا لفظ ہے۔

کہ نو برس کی میعاد مصلح بشیر اوّل کی پیدائش کی نسبت تھی۔

اقول۔ نہ جانے تمہاری سمجھ ہی کو کچھ ہو گیا ہے یا دانستہ ایسی باتیں کرتے ہو تمہاری اس تقریر کی مثال تو بالکل یہی ہے کہ۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا۔ یہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہیں گل ہے۔ بھلا بیس اشتہار کے صفحہ کے حاشیہ پر باوجودیکہ پچھلی سطر کے چھوٹے کے میعاد سے کیا تعلق اور پھر نو سال کی میعاد کا بشیر اول سے کیا تعلق تم نے غیر متعلق باتیں جمع کر کے ایک غیر متعلق نتیجہ نکالا ہے مگر تمہاری اس تقریر کا جواب خود حضرت اقدس دے گئے ہیں جس طرح تم نے ۸ اپریل کے کے اشتہار کا اگلا فقرہ چھوڑ دیا ہے لیکھرام نے بھی یہی فقرہ چھوڑ دیا تھا۔ اگر تم نے دانستہ ایسا نہیں کیا تو ان سطروں کو کہ تم نے نقل کیا ہے مگر ان سے پہلی اور پچھلی سطروں پر ایک نظر بھی ڈال لیتے تو فوراً تمہیں معلوم ہو جاتا کہ نو برس کی میعاد بشیر اول کے لئے نہیں پھر تم کبھی یہ رسالہ شائع نہ کرتے غیر ہو کچھ بھی جواب حضرت اقدس کا جواب سنو حضرت اقدس کا جواب لکھنے سے پہلے اشتہار محک اخیار و اشرار مورخہ قریباً جولائی ۱۸۸۷ء میں سے کچھ عبارت اس جگہ نقل کر دینا مناسب ہے کیونکہ مصلح بشیر اول کی وفات کے بعد لیکھرام نے ۸ اپریل والے اشتہار کی عبارت [illegible] بشیر اول کی پیدائش سے پہلے بھی لڑکی پیدا ہونے پر مخالفوں نے ۸ اپریل کے اشتہار کو محرف و مبدل کر کے لوگوں کے آگے پیش کیا تھا۔ وہ عبارت یہ ہے "بعض مخالف ناخدا ترس جن کے دلوں کو زنگ تعصب نے سیاہ کر رکھا ہے ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرف و مبدل کر کے اور کچھ کے کچھ معنی بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں تا دھوکہ دیکے ان کے ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی **اس کا وقت گذر گیا** اور وہ غلط نکلی ہم اسکے جواب میں صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں

...... نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تو **فرزند موصوف** کے لئے نوبرس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو **نوبرس** کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہوگئی ہے۔"

بشیر اول کی وفات کے بعد لیکھرام نے اپنے اشتہار میں ۸ اپریل کے اشتہار کا اگلا فقرہ چھوڑ دیا تھا تاکہ لوگوں کو دھوکہ دے کہ بشیر اول ہی کے لئے نوبرس کی میعاد تھی اور یہی مصلح موعود تھا جو سوا برس کا ہو کر مر گیا اس کا جواب حضرت اقدس نے سبز اشتہار کے صفحہ اول اور اس کے حاشیہ میں یوں دیا ہے۔

حضرت اقدس کا جواب

بعض مخالفین نے پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھا ہے کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی بعضوں نے اپنی طرف سے افترا* کر کے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا الخ

حاشیہ متعلقہ* یہ مفتری لیکھرام پشاوری ہے جس نے ایسی اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعوی کی غرض سے اپنے اشتہار میں پیش کئے ہیں اور سراسر خیانت سے کام لیا ہے مثلاً وہ اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کا ذکر کر کے اس کی یہ عبارت اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ اس طرح پر اسقاط حمل ہو گیا کہ لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ **ظاہر نہیں**

کیا گیا کہ جواب پیدا ہو گیا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا اور اسکے خیال فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔"

یہ دعویٰ ہے کہ اگر ہمارے رسالہ کے جواب میں اور کچھ بھی نہ لکھا جاتا صرف یہی ایک حوالہ پیش کر دیا جاتا تو تمہارے سارے رسالہ کے قلع قمع کے لئے کافی تھا۔ اب خدا کا خوف کر کے بتلاؤ کہ جبکہ اشتہار اپریل کے بعد نو سال کی میعاد قائم ہے اور نو سال کی میعاد اشتہار اول کے لئے نہیں ہے بلکہ مصلح موعود کے لئے ہے تو پھر تم نے اپنے رسالہ کیوں لکھ کر مصلح موعود کبھی آئندہ نسلوں میں کئی سو برس کے بعد پیدا ہوگا؟

اب اگلے آٹھ اپریل کے اشتہار کی نقل کر دینا مناسب ہے۔ اسکے بعد توجہ کے اس کی بابت تمہیں سمجھا دینگے۔

اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ **نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے** بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اسکے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفاتِ خاصہ کیساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے **گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی** اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو **ایسے نامی اور اخص آدمی** کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بیشک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔ اما

اس کے بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ **ایک لڑکا** بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً **ایک** لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اُس کے قریب حمل میں **لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا** ۔ اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ **آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں** چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جل شانہٗ کا ہے اسلئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جاویگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

ان فقروں کو ہم نے چھوڑ دیا ہے اور جس کا حوالہ حضرت صاحب نے دیا ہے اب وہ فقرہ اسجگہ بیکلو صاف لکھا ہے کہ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ یعنے نو برس کی میعاد اسی مصلح موعود کے لئے ہے اگر مصلح موعود وہ نہیں ہے جو اب پیدا ہوگا تو مصلح موعود کسی اور وقت میں اپنی نو برس کی میعاد میں پیدا ہو جائے گا۔ علاوہ اسکے آسکے فقرہ سے پہلی سطروں سے بھی ثابت ہے کہ نو سال کی میعاد مصلح موعود کے لئے ہے اس ۸ اپریل والے اشتہار کے یعنے بشیر اول کے لئے نہیں کیونکہ تمام اشتہار میعاد کے متعلق جناب الٰہی میں توجہ کرنے کے بعد ہی لکھا گیا ہے یہ تو نہیں کہ ما سوا کے فقرہ سے پہلے فقرہ تک آدھا اشتہار لکھکر چھوڑ دیا اور پھر توجہ کی اور پھر توجہ کے بعد باقی آدھا اشتہار لکھا۔ غرض اس اشتہار سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ نو سال کی میعاد بشیر اول کے لئے ہے بلکہ برخلاف اسکے اس اشتہار سے اظہر من الشمس

بلکہ نو سال کی میعاد مصلح موعود کے لئے ہے۔
توجہ کی بابت بتانے سے پہلے یہ بھی معلوم کر رکھو کہ اول تو اس اشتہار میں **ایک** کا لفظ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس الہام کی نسبت یقین نہیں کر لینا چاہئے کہ مصلح موعود کی نسبت ہے۔ اگر اس الہام سے مراد مصلح موعود ہوتا تو لفظ ایک کی بجائے **وہ** کا لفظ ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اگر مصلح موعود یہی لڑکا ہوتا تو اس الہام کے بعد پھر اس الہام کے ہونے کی کیا ضرورت تھی جو اسی اشتہار میں درج ہے کہ "انہوں نے کہا کہ **آنے والا یہی ہے** یا ہم **دوسرے** کی راہ تکیں"۔ تیسرے یہ کہ اس ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے لڑکے یعنے بشیر اول کی وفات کے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ یہ مصلح موعود نہ تھا اور الہام نے کھول دیا کہ بشیر اول مصلح موعود کے سوا ایک الگ لڑکا تھا۔ پس جبکہ یہ ثابت ہوا کہ بشیر اول مصلح موعود کے سوا ایک الگ لڑکا تھا اور اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس کی پیدائش کے لئے ...... الگ پیشگوئی تھی تو اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء والی نو برس کی میعاد بشیر اول کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ ۲۲ مارچ والا اشتہار ۸ اپریل والے اشتہار سے پہلے کا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پیشگوئی لڑکا پیدا ہونے کی تو بعد میں کی جائے اور میعاد پہلے ہی بتلا دی جائے۔

اب معلوم ہو کہ میعاد کے متعلق جناب الہی میں توجہ کرنا صرف اسلئے تھا کہ بعض مخالف اعتراض کرتے تھے کہ نو برس کی میعاد بہت لمبی ہے اور اس میعاد میں بڑی گنجائش ہے کوئی نہ کوئی لڑکا اتنے لمبے عرصہ تک پیدا ہو سکتا ہے سو ایسے معترضوں کے لئے (جنہوں نے اس پیشگوئی سے صرف یہی مطلب سمجھا تھا کہ نو برس میں ایک معمولی لڑکے کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ وہ اصل میں ایک بڑے مرتبہ والے لڑکے کی پیشگوئی ہے جس کے لئے اگر نو برس کی دو چند میعاد بھی ہوتی تب بھی کچھ حرج نہ تھا) ایک الگ پیشگوئی کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ قریب

کہتے ہو کہ میعاد بہت لمبی ہے تو یہ تو ایک بہت کم میعاد والے لڑکے کی پیشگوئی کی جاتی ہے عنقریب اور بہت ہی قریب ایک لڑکا پیدا ہو گا جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا یعنی اسی حمل میں یا بالضرور اس کے قریب دوسرے حمل میں پیدا ہو جائے گا تم کو اس سے کیا غرض ہے کہ وہ مصلح موعود ہے یا نہیں ہے تمہارا اعتراض تو صرف میعاد کے لمبا ہونے اور وقت کے مقرر نہ ہونے کا ہے سو تمہارا اعتراض توڑ دیا جاتا ہے ایک لڑکا بہت ہی قریب اسی حمل میں ورنہ دوسرے حمل میں تو ضرور ہی پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ بہت ہی قریب اور دوسرے حمل میں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو صرف سوا سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور پیشگوئی پوری ہوئی اور مخالفوں پر حجت تمام ہوئی جیسا کہ حضرت اقدس ۷ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں فرماتے ہیں۔

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ **وہ لڑکا** جس کے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو **دوسرے حمل** میں جو اس کے قریب ہے **ضرور** پیدا ہو جائے گا آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب **وہ مولود مسعود** پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی آپ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیشگوئی منظور کریں گے **جس کا وقت بتلایا جائے**۔ سو اب **یہ پیشگوئی** انہیں شرطوں کو لئے ہوئے ہے کیونکہ **اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے** کہ حمل دوم **بالکل** خالی نہیں جائیگا **ضرور لڑکا پیدا ہوگا** اور وہ حمل ابھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا

تو دوسرے حمل میں ضرور ہو گا۔"

مندرجہ بالا اشتہار کی عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ نو سال کی میعاد کو اس لڑکے سے کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ الگ پیشگوئی ہے اور اسکی میعاد بھی الگ ہے اگر نو برس کی میعاد بشیر اول کے لئے ہوتی تو اس اشتہار میں لکھ دیا جاتا کہ لڑکا نو برس کے اندر پیدا ہو گیا اور بہت زور دیا جاتا کہ دیکھو ابھی نو برس کے پورا ہونے میں سات برس باقی تھے جو لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس اشتہار میں نو برس کی میعاد کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف بہت قریب ہونے اور دوسرے حمل کا ذکر ہے۔

غرض آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی تو صرف میعاد کے لمبا ہونے پر جو اعتراض تھا اسکا رد تھا سو رد ہو گیا اور خوب رد ہوا۔ لیکن اب اس لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہی مصلح موعود ہے ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو جبکہ ابھی وہ سوا برس کا ہو کر فوت ہو گیا تو لوگوں نے شور مچایا۔ تب حضرت اقدس نے ان کے جواب میں سبز اشتہار شائع فرمایا۔ اس میں بار بار یہی لکھا ہے کہ ہماری طرف سے کوئی ایسا اشتہار نہیں نکلا جس میں ہم نے یہ دعوےٰ کیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے اور لیکھرام کو وہ جواب دیا جو اوپر لکھا گیا اور ترک اسلام کے مصنف نے بھی اعتراض کیا تھا اور ۲۰ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار کے فقرہ مسعود کو پیش کیا تھا۔ اسکا جواب حقیقۃ الوحی میں یہ دیا کہ "بیشک مجھے الہام ہوا تھا کہ موعود لڑکے سے قومیں برکت پائیں گی مگر ان اشتہارات میں کوئی ایسا بھی الہام نہیں جس میں کسی لڑکے کی تخصیص کی ہو کہ یہی موعود ہے اگر ہے تو لعنت ہے تجھ پر اگر تو وہ الہام پیش نہ کرے۔ ہاں دوسرے **حمل** میں جیسا کہ بیان ہو چکا مجھے ایک اور لڑکے کی بشارت ملی تھی لڑکا پیدا ہوا۔ سو یہ **بجائے خود ایک مستقل پیشگوئی تھی** جو پوری ہو گئی جسکا ہمارے مخالفوں کو صاف اقرار ہے۔ ہاں اگر اس پیشگوئی میں کوئی ایسا الہام میں نے لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا

کہ صاحب نے اسی کو موعود لڑکا قرار دیا تھا تو کیوں وہ الہام پیش نہیں کیا گیا؟ پس جبکہ تم الہام کے پیش کرنے سے عاجز ہو تو کیا یہ لعنت تم پر ہے یا کسی اور پر۔ اور یہ کہنا کہ اس لڑکے کو بھی مسعود کہا ہے تو سنو! اکابر مسعودوں کی اولاد مسعود ہی ہوتی ہے الا شاذ و نادر۔ کون باپ ہے جو اپنے لڑکے کو سعادت اطوار نہیں بلکہ شقاوت اطوار کہے ہے کیا تمہارا یہی طریقہ ہے ..... میں پوچھتا ہوں کہ وہ خدا کا الہام کونسا ہے کہ جس نے ظاہر کیا تھا کہ پہلے حمل میں ہی لڑکا پیدا ہو جائے گا یا جو دوسرے حمل میں پیدا ہوگا وہ درحقیقت وہی موعود لڑکا ہوگا؟

یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ بشیر اول کے تے دوسرے حمل کی میعاد تھی اور یہ پیشگوئی بجائے خود ایک الگ مستقل پیشگوئی تھی جس کی میعاد بھی الگ تھی مصلح موعود کی نو برس والی میعاد سے اسکو کچھ تعلق نہ تھا۔

(اسجگہ اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ اخبار پیغام صلح میں محمد یٰسین صاحب واقعوی نے اس حوالہ کی چند سطریں لکھکر تعیین پر اعتراض کیا ہے اُس کا جواب صرف اسی قدر کافی ہے کہ ان اشتہارات کے زمانہ میں ابھی حضرت میاں صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے۔ فقط)

Digitized by Khilafat Library

وہ اشتہار جس میں سوم قسم نے ایک لفظ ذو الوجوہ کا لیا ہے یعنے اشتہار محک اخیار و اشرار وہ اقتباسات کچھ مفید نہیں کیونکہ بشیر اول کی پیدائش سے پہلے جو لڑکی پیدا ہونے پر جو اعتراض مخالفوں نے کئے تھے اُن کے جواب میں وہ اشتہار نکلا ہے اور اسوقت ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء والا ایک لڑکا آیا کوئی اور لڑکا ہے جو مصلح موعود ہے۔ اور کسی وجہ سے حضرت اقدس کا گمان اس طرف ہوگیا تھا کہ شاید یہی لڑکا مصلح موعود ہو۔ لیکن پھر بھی حضرت اقدس نے ۸ اگست ۱۸۸۷ء والے اشتہار میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ موعود لڑکا پیدا ہوگیا بلکہ صرف ۸ اپریل کے اشتہار کا حوالہ

دیا اور لکھا کہ وہ لڑکا پیدا ہو جس کی پیشگوئی آٹھ اپریل کے اشتہار میں کی گئی تھی اور صرف مولود مسعود کا انتظار لکھا اور نہ ۶ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں نو سال کی میعاد کا ذکر کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے حضرت صاحب کے اُس زمانہ کے گمان سے اِس زمانہ میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہو لیکن کیا فائدہ جبکہ بعد میں حضرت صاحب نے سب کچھ بتلا دیا۔

بشیر اول کے بعد نو سال کی میعاد کا قائم ہونا ایک تو ہم نے تمہیں سبز اشتہار کے پہلے صفحہ کے حاشیہ سے بتلایا۔ اب ایک اور حوالہ پیش ہو۔ یہ حوالہ بھی بشیر اول کی وفات کے بعد کا ہے۔

اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء صفحہ ۱ حاشیہ سطر ۹۔ "مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا **مصلح موعود** اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ **اپنے وعدہ** کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا اور اگر ابھی **اُس** موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر **مدت مقررہ سے ایک دن** بھی باقی رہ جائیگا تو خدائے عزوجل **اُس دن کو ختم نہیں کرے گا** جب تک اپنے پاک وعدہ کو پورا نہ کرلے۔"

اس حوالہ سے یہ تو صاف ثابت ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء سے پہلے **مصلح موعود** کے لئے کوئی میعاد مقرر ہو چکی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ میعاد گول مول نہیں بلکہ گن کر دن بتلائے گئے ہیں۔ اب بتلاؤ کہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار سے پہلے وہ کونسا اشتہار یا کتاب اور مقام ہے جہاں مصلح موعود کے لئے میعاد بتلائی گئی ہے اور اس مدت کی مقدار کتنی ہے تا کہ اُس کے آخری دن تک انتظار کیا جائے۔ اس کو جواب سوچ لے اور تمہارے پاس کچھ نہیں کہ وہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء

واہ اشتہار ہے اب یا تو اقرار کرو کیونکہ اور کوئی راہ فرار تمہارے لئے نہیں یا خاموش ہو کر اپنے رسالہ کی اشاعت بند کرو۔ اور جبکہ ثابت ہو گیا کہ وہ مصلح موعود اسی نو سال کے اندر ہے تو حضرت صاحب کے اُن صاحبزادوں میں اُس کی تلاش کرو جو نو سال کے اندر اندر ہوئے اور ہم نے نشان فضل میں اسکا اسامی پتہ بتلایا ہے۔

پھر تم اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہو کہ سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ میں جو میعاد کا لفظ ہے اس کا مطلب قریب مدت ہے اور یہ ۱۰ اپریل والے لڑکے کے لئے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خواہ ۱۰ اپریل کہو خواہ ۲۰ فروری ایک ہی بات ہے جیسا کہ ہم نے پیچھے ثابت کر دیا ہے کہ ایک ہی لڑکے کا دو مقام پر ذکر ہے لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ میعاد سے مراد قریب مدت ہے یہ غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قریب مدت کے لفظ سے بھی پیشگوئی ہو سکتی ہے لیکن قریب مدت پر میعاد کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ میعاد کے لئے ضروری ہے کہ اعداد کے ساتھ گن کر بتلائی جائے۔ مثلاً اسجگہ میعاد کے لفظ سے مراد وہی نو برس ہیں جو ۲۲ مارچ کے اشتہار میں بتلائے گئے لیکن ۱۰ اپریل کے لئے بھی دو قسم کے الفاظ بولے گئے ایک تو دوسرا حمل جو مقررہ وقت تھا اور دوسرے بہت ہی قریب۔ (دیکھو اشتہار ۱۰ اپریل ۱۸۸۶ء) مصلح موعود کے لئے بھی دو قسم کے الفاظ بولے گئے ایک تو نو برس جو مقررہ وقت ہے اور دوسرے قریب مدت۔ لیکن سبز اشتہار کے اس صفحہ سات کے حاشیہ میں میعاد کے لفظ سے نو سال والی میعاد مراد ہے کیونکہ جس پیشگوئی میں دن اور سال گن کر بتائے جاتے ہیں اس کے اظہار کے لئے میعاد کا لفظ ہی مقرر ہے یا صورت مقرر کی جاتی ہے۔ قریب مدت کے معنے ہیں عنقریب اور بہت جلد اور میعاد کے لفظ میں مہلت کا ہونا کچھ شرط نہیں بیشک قریب مدت اور عنقریب اور بہت جلد وغیرہ الفاظ سے پیشگوئی ہو سکتی ہے اور پھر بہت جلد اس بات کا ہو جانا بڑی بھاری پیشگوئی ہے لیکن میعاد اور قریب مدت کا مفہوم جدا جدا ہے۔ قریب مدت کے الفاظ میں لوگوں کو ہر وقت منتظر رہنا پڑتا ہے

افیل ادھر لگا رہتا ہے کیونکہ کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ صرف اس بات کا جلد ہو جانا خیال میں بستا ہے اور میعاد کے لفظ میں لوگ مطمئن بیٹھتے ہیں۔ اگر سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے حاشیہ کی تحریر کے وقت ۸ اپریل والا اشتہار پیش نظر ہوتا تو پھر عبارت یوں نہ ہوتی کہ "وہ لڑکا ابھی تک جو ہم سے مبشرہ ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔" بلکہ یوں عبارت ہوتی کہ ابھی تو ۸ اپریل والے اشتہار کو پانچ ہی مہینے گذرے ہیں کیونکہ سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کا ہے گھبرانا نہیں چاہیے وہ مشتہرہ بہت جلد پیدا ہونے والا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس حاشیہ صفحہ ۷ کی تحریر کے وقت ہی ۲۰ فروری والا اشتہار پیش نظر تھا اور چونکہ میعاد کا لفظ بھی قریب مدت پر نہیں بولا جاتا لہٰذا یہاں میعاد سے مراد وہی نو سال ہیں۔

قولہ صفحہ ۳۱۔ اگر سبز اشتہار کو غور سے پڑھا جائے تو اس میں دو پیشگوئیوں کا ذکر ہے ایک اس پیشگوئی کا جو ۸ اپریل والے مشتہرہ کے اشتہار میں ہے اور دوسرے اس پیشگوئی کا جو ۲۰ فروری مشتہرہ کی ہے۔

اقول حق بر زبان جاری۔ تمہارے منہ سے نکل ہی گیا کہ سبز اشتہار میں ۲۰ فروری کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔ بس یہی حق ہے۔ اور یہ جو کہ ایک اور پیشگوئی کا بھی سبز اشتہار میں ذکر ہے یہ حق کے ساتھ باطل کی آمیزش ہے۔ ہم نے پیچھے ثابت کر دیا ہے کہ ۸ اپریل والی پیشگوئی ۲۰ فروری والی پیشگوئی سے الگ نہیں۔ اچھا اب جبکہ تمہارے نزدیک بھی سبز اشتہار میں ۲۰ فروری کی پیشگوئی کا ذکر ہے تو پھر تمہارے ہی اعتقاد کے بموجب تم پر حجت تمام ہے کیونکہ انجام آتھم اور سراج منیر اور تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی اور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی عبارتوں میں (جن میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ سبز اشتہار والا محمود وہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مشتہرہ ہے) کو ہیچ مطلق سبز اشتہار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ۸ اپریل کے اشتہار کا بالکل ذکر نہیں۔ اب دیکھو ان تمام عبارتوں میں محمود کا لفظ ہے یا محمود کا

اگر صرف محمود کا لفظ ہے تو سبز اشتہار کی ۲۰ فروری والی پیشگوئی مراد ہے کیونکہ سبز اشتہار میں ۲۰ فروری والے لڑکے کا نام محمود بتلایا ہے محمود احمد نہیں بتلایا۔ اور اگر ان تمام عبارتوں میں محمود احمد کا لفظ لکھا ہے تو پھر دس جولائی والا اشتہار مراد ہے کیونکہ ۱۰ جولائی والے اشتہار میں محمود احمد کا لفظ ہے صرف محمود نہیں۔ لیکن چونکہ ان تمام عبارتوں میں صرف محمود کا لفظ ہے محمود احمد کا لفظ نہیں لہٰذا تمہارے اعتقاد کے بموجب تمہارے نزدیک یہ ضروری ہے کہ تم ان تمام عبارتوں کو ۲۰ فروری والی پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سمجھو۔ ہاں تم خود بخود کسی وجہ کے اگر کسی اپنے مطلب کے لئے ان تمام عبارتوں کو ۱۰ جولائی کے اشتہار کی اشاعت کے لئے کہو تو یہ تمہارا اختیار ہے۔ اگر ان عبارتوں کو مراد ۱۰ جولائی کے اشتہار کی اشاعت ہوتی تو اول تو حضرت صاحب سبز اشتہار کا حوالہ نہ دیتے صاف صاف ۱۰ جولائی کے اشتہار کا حوالہ دیتے سبز اشتہار کے حوالہ کی کیا ضرورت تھی۔ اگر سبز اشتہار کے ذریعہ سے ہی ۱۰ جولائی کے اشتہار کی اشاعت کرنی ہوتی تو مطلق سبز اشتہار کا حوالہ نہ دیتے بلکہ ساتھ ہی بتلا دیتے کہ ان عبارتوں کو سبز اشتہار کی ۱۰ جولائی والی پیشگوئی کے متعلق سمجھنا۔ سبز اشتہار کی ۲۰ فروری والی پیشگوئی کے متعلق نہ سمجھنا لیکن یہ سب تمہاری باتیں ہیں حضرت صاحب نے ہرگز ہرگز ۱۰ جولائی والے اشتہار کو اور سبز اشتہار کو اور ۲۰ فروری والے اشتہار کی دوسری عبارات کو الگ الگ پیشگوئیاں نہیں سمجھا۔ اُن کے نزدیک یہ سب ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں۔ آخر تمہارے منہ سے بھی تو نکل ہی گیا کہ سبز اشتہار میں ۲۰ فروری کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۲۱ سطر ۴۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام تحریرات میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کو ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی سے الگ رکھا ہے۔

اقول۔ بالکل غلط ہے۔ اگر سبز اشتہار کے سطر ۷ کا حاشیہ اور صفحہ ۱۱ کا حاشیہ دیکھ لیتے تو یہ بات نہ کہتے۔ حضرت صاحب نے صفحہ ۷ کے حاشیے میں پہلے ۱۰ جولائی والے

لڑکے کو دوسرا بشیر قرار دیکر پھر ساتھ ہی اگلی سطر میں لکھدیا ہے کہ ۲۰ فروری کے اشتہار کی عبارت آسمان سے آتا ہے تک پہلے بشیر کے لئے ہے اور اس کے بعد کی **عبارت دوسرے بشیر کے لئے ہے**۔ اور پھر صفحہ کے حاشیہ میں ان دونوں اشتہاروں کا یکجا حوالہ دے کر ۱۰ جولائی والے حوالہ کو ۲۰ فروری کے حوالہ کے ماتحت رکھا ہے۔ اور اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں حوالے ایک ہی لڑکے کے لئے دئے گئے ہیں جیسا کہ پیچھے نشانِ فضل کے آخر میں ثابت کیا گیا۔ اور پھر ۲۰ فروری کے اشتہار میں ۱۰ جولائی اور سبز اشتہار کو اکٹھا کر دیا ہے اور مطلق یکم دسمبر کا لفظ رکھا ہے۔ اور سبز اشتہار الظہر من الشمس ہے کہ ۲۰ فروری والے دوسرے لڑکے کے لئے ہے۔ اور یہ ناممکن بلکہ محال ہے کہ ۲۰ فروری والے دوسرے لڑکے کے سوا سبز اشتہار میں کسی اور لڑکے کی پیشگوئی ہو۔

قولہ صفحہ ۔۔ سطر ۔۔ مصلح موعود کی اصل پیشگوئی صرف اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ہے .... ان تمام اشتہارات اور تحریروں کو جن میں میاں محمود صاحب کے پیدا ہونیکا ذکر ہے غور سے دیکھیں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کو ایک دفعہ بھی میاں صاحب پر چسپاں کیا ہے؟ .... ایک جگہ بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میاں محمود صاحب پر نہیں لگائی گئی۔

اقول۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں دو لڑکوں کی پیشگوئی کی تھی۔ کچھ مدت تک اس کا علم نہ تھا۔ پھر جب بذریعہ الہام اس کا علم ہوا تو ۲۰ فروری کی پیشگوئی میں سے دوسرے لڑکے یعنی مصلح موعود کی پیشگوئی کو سبز اشتہار میں الگ کر دیا گیا اور ۲۰ فروری والے الہام کی عبارتوں کی تفصیل کر کے یہاں سے یہاں تک بشیر اول کے لئے ہے اور یہاں سے یہاں تک دوسرے لڑکے یعنی مصلح موعود کیلئے ہے اور مصلح موعود کے دوسرے الہامی نام درج کر کے اور مصلح موعود کی خاص

علامت یعنے بشیر اول کے بعد دوسرا ہونے والے لڑکے کے بعد بلا توقف پیدا ہونے کا ذکر کر کے اور جماعت کو خوشی کی بشارت دے کر اب روشنی آئے گی سبز اشتہار کو مصلح موعود کے لئے **خاص کر لیا گیا**۔ پھر جبکہ سبز اشتہار میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پسر کے لیے مصلح موعود کا ذکر ہے تو پھر سبز اشتہار کے مطابق میاں صاحب کی پیدائش کا بتانا اگر ۲۰ فروری والی پیشگوئی کا میاں صاحب پر چسپاں کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا سبز اشتہار والا مصلح موعود ۲۰ فروری والے **مصلح موعود** سے کوئی الگ مصلح موعود ہے؟ سبز اشتہار میں صاف صاف تینوں صفحوں پر (یعنے صفحہ ۷ و صفحہ ۱۰ و صفحہ ۱۲ میں) ۲۰ فروری کے اشتہار کا حوالہ موجود ہے۔

قولہ صفحہ ۱۱ سطر ۲۔ میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کو صرف دہم جولائی اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہاروں کے مطابق بیان کیا ہے اور اس میں بھی یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس بارے میں ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔

اقول۔ ایسا تحریر فرمانا تو ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ دونوں اشتہار مصلح موعود کے لئے نہیں۔ کیونکہ بشیر اول کی نسبت نہیں فرمایا کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔ صاحبزادہ بشیر احمد کی نسبت نہیں فرمایا کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔ صاحبزادہ شریف احمد کی نسبت نہیں فرمایا کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔ صاحبزادہ مبارک احمد کی نسبت نہیں فرمایا کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔ سب کی پیدائش کی نسبت پیشگوئی کے پورا ہونے کے اشتہار نکلے اور ہر ایک کی پیدائش پر چھاپے گئے کہ فلاں اشتہار یا کتاب میں اس لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی کی گئی تھی اور کسی کی نسبت نہیں لکھا کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا۔ پس اگر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء یعنے سبز اشتہار مصلح موعود کے لئے نہیں تھے اور ایک علیحدہ لڑکے کی نسبت تھے تو پھر یہاں بھی ویسا ہی کیا جاتا جیسا کہ اور لڑکوں کی نسبت کیا گیا۔ اس بات کے کہنے کی کیا

ضرورت تھی کہ ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا ؟ اسکے لئے کونسی **خصوصیت** تھی ؟ پس ایسا فرمانا ہی ثابت کرتا ہے کہ دونوں اشتہار تو مصلح موعود کے لئے ہی ہیں لیکن لڑکے کی نسبت ابھی کچھ اور کشف کی ضرورت ہے۔ اور اس سے اگلے فقرہ سے کہ ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا کہ یہی لڑکا **مصلح موعود** اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ اور شروع کی سطروں میں **"جیسا کہ"** اور **"سو"** کے الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ دونوں اشتہار مصلح موعود کے لئے ہی ہیں۔ (۱۰؍ جنوری کے اشتہار کو خوب غور سے دوبارہ پڑھو) اور اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ دونوں اشتہار مصلح موعود کے لئے ہی ہیں۔ یاد رہے کہ کامل انکشاف نہ ہوتا اور نہ کھلنے کے الفاظ کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ بالکل اور کچھ بھی علم نہیں بلکہ ان کے صرف اتنے معنے ہیں کہ ابھی کسی قدر اور کشف کی ضرورت ہے۔ علم الیقین تو ہے صرف حق الیقین کا انتظار ہے۔

قولہ صفحہ ۱۱ سطر ۲۰ ۔ وہ کامل انکشاف جس کا وعدہ اشتہار ۱۰؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں کیا تھا۔ کیا اسکی تصریح آپ کی بعد کی کسی تحریر میں پائی جاتی ہے ؟ ہرگز نہیں کہا جا سکتا ہے کہ سراج منیر میں کامل انکشاف کے بعد لکھا گیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ سراج منیر میں کہیں نہیں لکھا کہ اب مجھے کامل انکشاف ہو گیا ہے۔

اقول۔ اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اشتہار ۲۰؍ فروری و سبز اشتہار مصلح موعود کیلئے نہیں ہیں تو کبھی ایسا سوال نہ کرتے کیونکہ ۱۰؍ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں انہی دونوں اشتہاروں کا حوالہ ہے۔ تم تو ان اشتہاروں کو مصلح موعود کے لئے سمجھتے ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں خود یقین نہیں ورنہ تمہیں اس پوچھنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ اور **ہرگز نہیں** کہنے کی کیا حاجت تھی۔ جواب بجواب سنو۔

۱۲؍ جنوری کے اشتہار میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سبز اشتہار میں وعدہ تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود

یہی ہوگا۔ سراج منیر ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔

پھر آٹھ سال بعد سراج منیر میں فرماتے ہیں جس کا منشا یہ ہے۔ کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہوگیا۔ اب دیکھو کیا تمہیں ان دونوں عبارتوں میں فرق نظر نہیں آتا۔ ۱۰ جنوری کے اشتہار میں تو لکھا ہے کہ ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی کہ وہی سبز اشتہار والا ہے یا نہیں۔ پھر سال بعد لکھتے ہیں کہ [illegible] بحکم الہامی محمود [illegible] اب دیکھو وعدہ پورا ہوا یا نہیں۔ اور [illegible] بغیر کامل انکشاف کے لکھ دیا۔ اور [illegible] یعنی ۲۰ جنوری ۱۸۸۹ء کا اشتہار [illegible] کہ وہ جو سبز اشتہار والا لڑکا ہے وہ ادھر ہے تو کیا اب آٹھ سال بعد سراج منیر کے زمانہ میں اور تریاق القلوب کے زمانہ میں اور حقیقۃ الوحی کے زمانہ میں اجتہاد کو چھوڑ دیا تھا اور کیا پہلا سال نعوذ باللہ پہلے حال سے خراب تھا۔ اور جبکہ ۱۰ جنوری کے اشتہار میں فرمایا تھا کہ ہم کامل انکشاف کے بعد بتلائینگے تو کیا اب کامل انکشاف کے بغیر ہی کہدیا کہ سبز اشتہار والا لڑکا یہی محمود ہے۔ اب نورس کا ہے؟ کیا حضرت صاحب پر یہ بدگمانی ہو سکتی ہے کہ بار بار اس کے کہ وعدہ کیا کہ کامل انکشاف کے بعد اطلاع دی جائے گی پھر وعدہ خلافی کی اور بغیر کامل انکشاف کے لکھ دیا کہ سبز اشتہار والا محمود ہی ہے۔ افسوس تم کہاں سے کہاں تک پہنچے۔ اگر سراج منیر میں جو تم بھی بغیر کامل انکشاف کے کہدیا تھا تو پھر اسی زمانہ میں یعنی ۱۰ جنوری ۱۸۸۹ء کے زمانہ میں کیوں نہ کہدیا کہ یہی وہ سبز اشتہار والا لڑکا ہے۔ اگر بغیر کامل انکشاف کے کہنا تھا تو اسی وقت کہدیتے۔ پس ثابت ہوا کہ سراج منیر میں کامل انکشاف کے بعد اطلاع دی گئی۔ اب ان باتوں سے کیا فائدہ کہ الفاظ و کچھ و الی نہ دکھاؤ اگر حق طلبی ہے تو یہ بیان کافی ہے۔

قولہ صفحہ ۱۰ سطر ۸ اگر حضرت اقدس کی طرف سے موعود کے متعلق تعیین

لکھا چاہتے ہو تو وہ الہام پیش کرو۔

اقول۔ یہ بحث بھی ہم نے نمبر ۱۰ رسالہ میں پوری کر دی ہے نشانِ فضل میں اصلی تعیین کرا دی ہے اب اگر اپنی بات کا کچھ پاس ہے تو آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

قولہ صفحہ ۱۳ سطر ۸۔ مجھ تو اڑتے تو میں کو چاہو بنا لو۔

اقول۔ بہ تکرار کہہ تو چکے ہیں۔ وہی ایک بات سنت کہنے سے کیا فائدہ؟

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۳۔ موجودہ صاحبزادوں میں سے مصلح موعود بنانے کی کوشش ناک میں مچائی ہے۔

اقول۔ ایسے الفاظ سوائے اس شخص کے جس کے دل میں حضرت میاں صاحب کی عزت بلکہ سب صاحبزادوں کی طرف سے سخت بغض و عناد بھرا ہوا ہو کوئی نہیں لکھ سکتا۔

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۰۔ صفحہ ۴۹ کے شروع کے الفاظ یہ ہیں۔ ان سے موجودہ صاحبزادوں میں سے مصلح موعود بنانے کی کوشش ناک میں دم لاتی ہے۔ وہ عجیب تر یہ کہ چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی خبر جو سب سے پہلے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں دی تھی۔ اس وقت ان چار لڑکوں میں سے ابھی ایک بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور اشتہار مذکور میں نمائندہ لڑکے پسر چہارم کا نام مبارک **احمد** رکھا گیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء دوسرے کالم کی سطر ۱۴۔ سو جب اس لڑکے کا نام مبارک احمد رکھا گیا تب اس نام رکھنے کے بعد کیونکر وہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پوری آئی۔

اقول۔ جس طرح حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ دیکھو صفحہ ۳ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء دوسرے کالم کی سطر نمبر ۔ اگر تم اشتہار ۲۰ فروری کا صفحہ ۳ کالم ۲ سطر **سات** کو دیکھ لیتے تو یہ رسالہ نہ لکھتے۔ سطر ۷ میں بیشک **مبارک** کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ ساتویں سطر بشیر اول کی عبارت میں ہے۔ مصلح موعود والی عبارت میں نہیں۔ اور یہ بات الہام نے بتائی ہوئی ہے کہ آسمان سے آتا ہے تک بشیر

[illegible] الہام کا لفظ بھی ہے صرف [illegible] کا لقب ہے

حاشیہ کے نئے عبارت ہے اور نیچے کی عبارت مسیح موعود کے تھے ہے۔ اور شیر علی ان
لڑکوں میں سے تھا جو کم عمری میں فوت ہونے والے تھے جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
کے اشتہار میں یہ الہام ہے کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہو جائیں گے ضمیمہ انجام آتھم
کے صفحہ ۴۳ کی سطر ۳ میں پیشگوئی تھی کہ مبارک احمد ان لڑکوں میں سے ہے جو کم عمری میں
فوت ہو جائیں گے [illegible] کم عمری میں فوت ہو [illegible] انجام آتھم کے صفحہ [illegible]
اب صاحبزادہ مبارک احمد کا چوتھا ہونا اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت صاحب کو
جس طرح مصلح موعود کے لئے تین کو چار کرنے کا الہام ہوا تھا ایسا ہی مبارک احمد
کے لئے بھی ایک الگ الہام تین کو چار کرنے کا انجام آتھم میں ہوا تھا۔ اور یہ
الہام عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کے بعد ہوا تھا۔ اور حضرت صاحب نے اس الہام کے
پورے ہونے کو منجملہ مباہلہ کے اثروں کے ایک اثر شمار کیا ہے۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے
جیسا کہ حضرت اقدس انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ سطر ۱۵ میں فرماتے ہیں۔ شعر جاہل
اور وحشی فرقہ جنگ کیوں شرم انداز ہے کام نہیں لیتا عبدالحق کے مباہلہ کے
بعد میں قدر خدا تعالیٰ نے ہمیں ترقی دی ہماری قبولیت زمین پر پھیلا دی۔ ہماری
جماعت کو ہزارہا تک پہنچا دیا۔ ہماری علمیت کا لاکھوں کو قائل کر دیا۔ الہام کے
موافق مباہلہ کے بعد ہمیں ایک لڑکا عطا کیا جس کے پیدا ہونے سے تین لڑکے
ہمارے ہو گئے **یعنے دوسری بیوی سے**۔ اور چوتھے کی نسبت بھی ایک
چوتھے لڑکے کے لئے متواتر **الہام کیا**۔ اور ہم عبدالحق کو یقین دلاتے ہیں کہ
وہ نہیں مرے گا جب تک **اس** الہام کا پورا ہونا بھی نہ سن لے۔ اب اسکو چاہیئے
کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے **اس** پیشگوئی کو ٹال دے۔ ....

[illegible]

اب اس بات کا ثبوت کہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے الہام نے ایک

الگ الہام تھا ایک تو یہی پورا ہو گیا یعنی یہ الہام عبد الحق کے مباہلہ کے بعد ہوا دوسرے یہ کہ اسی عبارت میں مبارک احمد کے لئے ایک چوتھا لکھا ہے وہ چوتھا نہیں لکھا۔ یک کے لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ چوتھا اس ۲۰ فروری والے چوتھے لڑکے سے الگ لڑکا ہے۔

تیسرے یہ کہ تریاق القلوب کے ذیل کے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مبارک احمد کے لئے انجام آتھم میں الگ پیشگوئی تھی۔

(۱) صفحہ ۴۰ سطر ۲۰ "ابھی تازہ نشان ظہور میں آیا ہے جس کا ذکر میں از روئے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں ہے"

(۲) صفحہ ۴۰ سطر ۲۲ "وہ الہام جسکو میں نے کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے جس میں چوتھا لڑکا پیدا ہونے کے بارے میں پیشگوئی ہے جو جنوری ۱۸۹۷ء میں بذریعہ کتاب مذکورہ یعنی انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم کے لاکھوں انسانوں میں شائع کی گئی جس کو آج کی تاریخ تک جو ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء ہے پورے تین برس سے کچھ زیادہ دن گزرے ہیں اس تھوڑی سی مدت کو ایک زمانہ دراز خیال کر کے یہ نکتہ چینی شروع کر دی کہ وہ الہام کہاں گیا جو انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ اور ۱۸۳ - اور اسکے ضمیمہ کے صفحہ ۵۸ میں درج کر کے شائع کیا گیا تھا اور اسکا ابتک پتہ نہیں ہوا۔ اسلئے پھر میرے دل میں دعا کی خواہش پیدا ہوئی ... . الغرض یعنی بہاں ان نکتہ چینیوں کو سنکر جو اس لڑکا پیدا ہونے میں دیر ہو گئی جناب الٰہی میں تضرع کے ہاتھ اٹھائے اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری دعا اور میری متضرعانہ توجہ کی وجہ سے ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا اصبر ملیا ساھب لک غلاماً زکیا یعنی کہ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کروں گا" اس الہام میں

...کا کہنا قابل غور ہے۔ بشیر اول کی نسبت حضرت صاحب سبز اشتہار کے صفحہ ۷ حاشیہ سطر ۲ میں فرماتے ہیں "وہ پاک آنے والا اور پاک جانے والا" پھر صفحہ ۸ حاشیہ سطر اول میں فرماتے ہیں۔ "وہ اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ جس سے (یعنی گناہ سے) بکلی پاک ہے یہ بھی اسکی صغرسنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے" پس زکیا میں مبارک احمد کی وفات کی طرف اشارہ تھا)

چوتھے یہ کہ اگر یہ الہام الگ نہ تھا اور یہی ۲۰ فروری والا الہام تھا جو مصلح موعود کے لئے ضروری ہے کہ عمر پائے اور اس کا وجود بہت سی خلق اسکی ہدایت و اصلاح کرے حضرت صاحب نے اپنی ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اور سبز اشتہار میں بار بار مصلح موعود کے لفظ کیساتھ عمر پانیوالا لکھا ہے غرض بے عمر کا مصلح محال ہے۔

پانچویں یہ کہ جبکہ خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ مبارک احمد چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا تو حضرت صاحب کو ایسا کوئی الہام نہیں ہو سکتا تھا کہ مبارک احمد مصلح موعود ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی بات کو آپ جھوٹا کرے۔ پہلے تو مبارک احمد کے مصلح موعود ہونے کا الہام کرے پھر اسکو مار دے۔ اس طرح تو پیشگوئی جھوٹی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ پہ نبیوں کا سچا ہونا پھر کس طرح ثابت ہوگا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا کو تو یہ معلوم ہو کہ میں مبارک احمد کو مصلح موعود نہیں بناؤں گا اور وہ لوگوں کی اصلاح و ہدایت نہیں کریگا اور اسکو کم عمری میں وفات دونگا۔ پھر حضرت صاحب کو فرماوے کہ یہ لڑکا جو اب پیدا ہوگا یہ عمر پائیگا اور لوگوں کی اصلاح کریگا۔ پس چونکہ مبارک احمد کم عمری میں فوت ہو گیا لہذا خدا کے فعل نے ثابت کر دیا کہ مبارک احمد مصلح موعود نہ تھا اور ۲۰ فروری والی پیشگوئی اس کے لئے نہ تھی۔ اور انجام آتھم والا الہام تین کو چار کرنے کا مبارک احمد کے لئے الگ الہام تھا۔

چھٹے یہ کہ جبکہ الہام نے بتا دیا کہ ۲۰ فروری والی پیشگوئی دو لڑکوں کے متعلق ہے

یعنی بشیر اول اور مصلح موعود۔ اور مصلح موعود بشیر اول کے بعد دوسرا ہے تو پھر تین کو
چار کرنے والا الہام ہوا اسی اشتہار میں درج ہے۔ اس کے معنے سوائے اس کے اور کچھ نہیں
ہو سکتے کہ جن تین لڑکوں کو مصلح موعود نے چار کرنا ہے وہ دوسری بیوی کے تین لڑکے ہیں نہ مصلح
موعود سے پہلے بشیر اول اور پہلی بیوی کے دو لڑکے۔ پس معلوم ہوا کہ ۲۰
فروری والے تین کو چار کرنے والے الہام کو مبارک احمد والے تین کو چار کرنے والے
الہام سے کچھ تعلق نہیں۔

اب اگر یہ پوچھو کہ مصلح موعود بھی چوتھا اور مبارک احمد بھی چوتھا۔ یہ کس طرح
ہو سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ مصلح موعود کے لئے بشیر اول کو چار کرنے والا الہام
لئے تمام لڑکوں میں سے چوتھا۔ اور مبارک احمد کے لئے شرط یہ تھی کہ وہ دوسری
بیوی کے تین زندہ لڑکوں کو چار کرے۔ کیونکہ مبارک احمد کے لئے الہام اس وقت ہوا
جبکہ دوسری بیوی کا پہلا لڑکا فوت ہو چکا تھا اور تین اور پیدا ہو چکے تھے ان تین کو چار
کرنے والا مبارک احمد تھا۔ ورنہ اصل میں تو مبارک احمد دوسری بیوی کا پانچواں لڑکا
تھا چوتھا ہرگز نہ تھا۔ اور اگر تمام لڑکوں کو گنا جائے تو مبارک احمد ساتواں تھا
اور اگر مصلح موعود نے دوسری بیوی کا پہلا لڑکا ہونا تھا تو بشیر اول سے لڑکی گنا گیا تھا
اسکو کیوں نہ شمار کیا جائے۔ کیا وہ حضرت صاحب کا لڑکا نہیں تھا؟ غرض مصلح موعود
بھی چوتھا ہے اور مبارک احمد بھی چوتھا تھا۔ علاوہ ازیں انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ کی عبارت
جو سطر ۱۸ میں ہے کہ "پس آیا شمارا طاقت است کہ پیش ازیں [illegible]
فرزندگان [illegible] ہے کہ تین لڑکوں کو چار
کرنے والا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس الہام سے
اصل غرض لڑکوں کی تعداد کی زیادتی مراد ہے۔

پھر بتایا جاوے کہ حضرت صاحب نے یہاں مبارک احمد کی نسبت مصلح موعود ہونے کا

گمان کیا تھا یا نہیں۔ تو ذیل کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے ایسا گمان نہیں کیا تھا۔ (۱) اول تو حضرت صاحب نے مبارک احمد کی نسبت مصلح موعود ہونے کا فقرہ کہیں نہیں لکھا۔ (۲) دوسرے یہ کہ گو اس الہام کا مطلب حضرت صاحب نے یہ کیا تھا کہ مسیح موعود دوسری بیوی کا بچہ چوتھا لڑکا ہوگا تو پھر بشیر اول کو کیوں شمار نہیں کیا (۳) تیسرے یہ کہ ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ سطر ۷ میں مبارک احمد کو ایک چوتھا لڑکا لکھ دو کا اشتہار میں لکھا ہوا ہے جیسا کہ تریاق القلوب صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے۔ "مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں تجھے ایک اور لڑکا دونگا اور یہ وہی چوتھا لڑکا ہے جو اب پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے مجھے دی گئی اور پھر اس وقت دی گئی کہ جب اس کے پیدا ہونے میں قریباً دو مہینے باقی رہتے تھے۔ اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا یہ الہام ہوا۔ انی اسقط من اللّٰہ و اصیبہ یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف جاؤنگا۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اس کے ارادہ کے موافق ہے۔ اور میں نے اس پیشگوئی کو اپنے رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۳ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں چھاپ کر اس وقت بڑے رسالہ اشتہار میں شائع کر دیا ہے۔"

اس حوالہ میں صاف لکھا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ مبارک احمد زندہ رہے گا یا فوت ہو جاویگا۔ اور یہ حوالہ اسی کتاب کا ہے جس صفحہ کو مخالف نے پیش کیا ہے۔ اس سے زیادہ بحث بیکار ہے اور یہ وہ تین سطریں حضرت اقدس نے کوئی آدھ گھنٹے میں لکھ لی ہونگی

(حاشیہ) اشتہار تبصرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں فرماتے ہیں۔ "میرا لڑکا مبارک احمد داغ ہے اور ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا اب وہ فوت ہو گیا اور خدا سے

اسکی وفات سے کئی برس پہلے دو مرتبہ اسکی نسبت خبر دی تھی کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوگا جو فوت ہو جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور علاوہ اسکے اور کئی الہام تھے جن میں بصراحت اس لڑکے کے مرنے کی خبر دی گئی تھی اور صرف یہی نہیں تھا کہ زبانی اپنی جماعت کو یہ پیشگوئیاں بتلائی گئی تھیں بلکہ یہ پیشگوئیاں اس واقعہ سے کئی سال پہلے اخبار بدر اور الحکم میں شائع کر دی گئی تھیں جن کا خلاصہ مضمون یہی تھا کہ مبارک احمد قبل اسکے کہ جو بلوغ کی عمر کو پہنچے فوت ہو جائیگا اور باوجود اسکے کہ میرے کئی اور لڑکے تھے جو اسکے حقیقی بھائی تھے مگر میں نے خدا سے الہام پاکر صریح طور پر پیشگوئی میں شائع کیا تھا کہ قبل از بلوغ وفات پانے والا مبارک احمد ہے اور صاف اور کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ مبارک احمد نابالغ ہونے کی حالت میں ہی فوت ہو جائے گا ۔"

اب جبکہ حضرت صاحب کو معلوم تھا کہ مبارک احمد فوت ہو جائے گا تو پھر کس طرح مبارک احمد پر مصلح موعود ہونیکا گمان کر سکتے تھے ۔ اور انی اسقط من اللہ و اصیبہ والا الہام تو مبارک احمد کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے ۔ اب طالب حق کے لئے ہم نے کافی جوابات دیئے ہیں اور محکمات کھول کر سامنے رکھ دیئے ہیں ۔ لیکن پھر بھی یاد رہے کہ خدا و رسول کی کلام میں خبیث کو طیب سے جدا کرنے کیلئے متشابہات ضرور ہوتے ہیں پس مبارک وہ جو متشابہات کو محکمات کے ماتحت کرے اور ان لوگوں میں شامل نہ ہو جن کے لئے یہ آیت ہے فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ۔ حضرت میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے کے محکمات کافی سے زیادہ ہیں جو پیچھے اس رسالہ میں بیان ہو گئے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اسامی تعیین موجود ہے (دیکھو نشان فضل) اور مبارک احمد کے متعلق اگر کوئی متشابہ تھا بھی تو اسکی وفات نے فیصلہ کر دیا ۔ اسکے علاوہ

مبارک احمد کے مصلح موعود نہ ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ وہ نو سال کے اندر فوت ہوا تھا بشیر اول
کے بعد دوسرا نہ تھا۔ اس کا نام محمود نہ تھا بشیر نہ تھا۔

قولہ۔ صفحہ ۱۰ سطر ۹ مسیح موعود صرف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے دوسرے حصہ کا موعود ہے۔ اور اس کو اپنی ساری تحریروں میں حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ بھی سوائے مبارک احمد کے اور کسی لڑکے پر چسپاں نہیں کیا۔

اقول۔ ہم نے تمہارے پہلے قول کے جواب میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے دوسرے حصہ کو مبارک احمد پر چسپاں نہیں کیا بلکہ پہلے حصہ کو لگایا ہے۔ دیکھو تریاق القلوب کے صفحہ ۴۳ کی تیسری سطر اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کے صفحہ ۳ کالم دوم کی ساتویں سطر۔ اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ سبز اشتہار ۲۰ فروری والے اشتہار کی ہی تشریح ہے اور کہیں بھی اس نے مسیح موعود کے لئے علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اس میں ۲۰ فروری والے دوسرے لڑکے کی پیشگوئی کے علاوہ کسی اور لڑکے کی پیشگوئی نہیں۔ پس حضرت صاحب کا یہ فرمانا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو سبز اشتہار والا لڑکا پیدا ہو گیا اس سے یہی مطلب ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا لڑکا پیدا ہو گیا۔

قولہ۔ صفحہ ۱۲ سطر ۹ مصلح موعود کی لازمی صفت ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو صفحہ ۲۰ سطر ۱۰ تین کو چار کرنے والے کی صفت جو مصلح موعود کی اصل شناخت ہو

اقول۔ اگر تمہارے نزدیک مسیح موعود کی یہ لازمی صفت اور اصل شناخت ہے کہ وہ حضرت صاحب کا چوتھا بیٹا ہو اور اس سے پہلے حضرت صاحب کے تین لڑکے پیدا ہو چکے ہوں تو پہلے حضرت اقدس کے بیٹوں میں ہی تلاش کرنا چاہئے تھا۔ تم نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۲ و ۲۰ میں کہیں لکھا کہ وہ کبھی آئندہ نسلوں میں کوئی ہو گا۔ کیا جو کوئی ہو گا حضرت صاحب کا چوتھا بیٹا ہو گا جو کیا اس وقت حضرت صاحب زندہ ہوں گے

میں تشریف لے آئیں گے اور نئی شادی کریں گے اور بال بچے پیدا ہونگے ؟؟؟؟؟ !!!!! خدا جانے
تم نے کس نیت اور کس ارادہ سے یہ رسالہ لکھا ہے۔ تم خود کہتے ہو کہ اصل شخص مصلح موعود
کی حضرت صاحب کے بیٹوں میں سے ہی ہونا ہے اور حضرت میاں صاحب خلیفہ ثانی
کو باوجود پورا ہونے کے مانتے نہیں اور صفحہ ۲۲ سطر ۹ میں کہتے ہو کہ "وہ موعود ان تینوں
میں سے کوئی نہیں ہے" اور میاں مبارک احمد صاحب کی نسبت اسی صفحہ ۲۶ میں
کہتے ہو کہ "اگر ہو سکتا تھا تو مبارک احمد ہو سکتا تھا۔" جب وہ نہ تھا تو پھر جبکہ تمہارے نزدیک
حضرت صاحب کے بیٹوں میں سے کوئی بھی مصلح موعود نہ ہوا اور ایک طرف کہتے ہو کہ لازمی ہے
ہے کہ وہ حضرت صاحب کا پوتا بیٹا ہو تو اب تمہارے نزدیک یا تو پیشگوئی جھوٹی نکلی یا پھر
حضرت میاں صاحب سے بغض و عناد ہے۔ ان دونوں صورتوں کے سوا اور کوئی صورت
نہیں ہو سکتی۔ شاید انہی دونوں اعتراضوں سے بچنے کے لئے اب کسی اور مطلب کے لئے
منزل المبارک والی بات ایجاد کرنا چاہتے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ وہ تو ایجاد بندہ ہی ہے
اس کا ثبوت وغیرہ تمہارے پاس کچھ نہیں۔ دوسروں کو تم اس زور شور سے اپنے رسالہ
میں عقل اور قیاس پر بات کرنے سے منع کرتے ہو لیکن خود ایسی باتیں کرتے ہو جو
عقل اور قیاس سے بھی گئی گذری۔ اور پھر ایک قیاس نہیں بلکہ قیاسات کا سلسلہ
ہی شروع ہو گیا ہے۔ منزل المبارک کو مصلح موعود بنانے کی جو تم نے رسالہ کے پچھلے
اوراق میں تقریر کی ہے وہ میری سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ اولاً تو مبارک احمد کو بیٹا
ہونے سے مسیح موعود بنانا چاہتے ہو پھر یک لخت کہتے ہو کہ وہ مصلح موعود نہیں تھا۔ پھر
کہتے ہو کہ وہ ایک رنگ میں بیٹے کسی قدر تھا۔ پھر کہتے ہو کہ وہ کسی قدر بھی نہ تھا بلکہ وہ
کسی قدر جو منزل المبارک میں بدل گیا۔ پھر کہتے ہو کہ منزل المبارک کسی قدر مصلح موعود
نہیں بلکہ پورا مصلح موعود ہے۔ یہ تمہاری تقریر کا خلاصہ مطلب ہے۔ میں تو اسے
سمجھا نہیں ہوں شاید مولوی قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق سمجھے ہوں۔

اب اس میں ہاں پوچھنے والی دو باتیں ہیں (۱) اول تو مبارک احمد کو باوجود وفات یافتہ
ہونے کے مصلح موعود بنانے کی کیوں کوشش کی (۲) اس قدر کوشش کے بعد پھر اسے
مصلح موعود کیوں نہ مانا۔ (۳) سوم اسکو مصلح موعود نہ ماننے کے باوجود پھر اسی میں ایک
رنگ سے بیٹے کس قدر مصلح ہونا کہاں سے آگیا اور کس طرح آگیا (۴) چہارم مبارک کے
معصوم بچے کو نشانہ کیا تھا جس کی سزا میں اسکو مار دیا گیا اور اس کا کسی قدر
مصلح موعود ہونے کا منصب اس سے چھین کر منزل المبارک کو دیا گیا (۵) پنجم جب کہ
منزل المبارک ایک حد تک مصلح موعود تھا تو پھر سلسلہ رنگ سے کس طرح چھوڑ گئے
(۶) ششم کیا وہ حضرت اقدس کا پانچواں بیٹا ہوگا؟

قولہ صفحہ ۸ سطر اول - جس طرح پر حضرت مسیح موعود نے یہ خیال کر لیا تھا کہ مبارک احمد
ہی وہ موعود لڑکا ہے اسی طرح آپ نے اس کی وفات پر خدا نے آپ کو تسلی دی کہ حقیقی موعود جو
فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق ہے مبارک احمد کے بعد ہی ہوگا۔ انا معلم
... وہ اسعد حسب دل آنے والا ہے جسکو حضرت صاحب کا خیال تھا۔

اقول حضرت صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ ہم نے مبارک احمد کو مصلح موعود سمجھا تھا
صرف چوتھا لکھا ہے۔ ان بشیر اول کی نسبت بیشک اپنے اجتہاد کا اظہار کیا
ہے پس اگر یہاں خدا نے تسلی دی تو کیا بشیر اول کی وفات پر تسلی نہیں دی تھی؟ تسلی
یہ: وہاں تو صاف صاف بذریعہ الہام کھول دیا کہ یہ فروری کی پیشگوئی در حقیقت
دو لڑکوں کے متعلق تھی پہلا لڑکا مصلح موعود نہ تھا بلکہ دوسرا آئے۔ اور تم جو کچھ یہاں کہتے
ہو یہ صرف تمہاری اپنی بات ہے حضرت صاحب نے ہرگز ہرگز نہیں لکھا کہ منزل
المبارک مصلح موعود ہوگا۔ اور یہ جو تم نے لکھا کہ علم الٰہی میں الخ تو علم الٰہی کی تمہیں کہاں سے
خبر لگ گئی کیا تمہیں الہام ہوا تھا کہ حضرت صاحب کا یہ خیال کہ وہ میرے مریدوں میں سے
ہے غلط تھا اور کیا اس بات کا بھی تمہیں الہام ہوا تھا کہ یہ حضرت صاحب کا خیال تھا

الہام بتاتا ہے یہ علم غیبی کے علم کا دعویٰ تم نے کس بنا پر کیا ہے؟
اگر الہام کی بنا پر نہیں تو اول تو یہ الفاظ کیوں لکھے دوسرے یہ کہ اگر صرف تمہارا خیال ہے تو تمہارا خیال حضرت صاحب کے خیال سے (جو تمہارے خیال میں خیال ہے) کس طرح افضل ہوا کیا پہلے کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی ثابت ہوئی ہے یا جبکہ حضرت صاحب کی کوئی اجتہادی غلطی ثابت نہیں تو پھر تم نے حضرت صاحب کے خیال کو (جو صرف تمہارے نزدیک خیال ہے) کیوں ابتلا کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ حضرت صاحب کا یہ صرف خیال تھا کہ وہ میرے بیٹوں میں سے ہوگا۔ ......

....

....

قولہ صفحہ ۵ سطر ۷۔ مصلح موعود کی وہ بڑی شناخت یہ اس کے کاموں سے ہوگی۔
اقول۔ اس سے پہلے جو تم نے اصل شناخت چوتھا ہونے کی قائم کی تھی وہ تو ردی کی طرح پھینک دی۔ اب اس بڑی شناخت کو بھی تم کب قبول کرنے والے ہو ہاں اگر میاں صاحب کی طرف سے دل صاف ہو جائے تو سب کچھ نظر آنے لگے۔
قولہ صفحہ ۵ سطر ۱۰۔ تذکرۃ الشہادتین سے معلوم ہوتا ہے کہ تین صدیوں کے گذرنے کے بعد جب لوگ عام طور پر مسیح کی دوبارہ آمد سے مایوس ہو جائیں گے ...
... تین صدیوں کے بعد لوگ مایوس ہو کر ادھر آئیں گے الخ
اقول۔ تذکرۃ الشہادتین کے جس مقام کا تم نے حوالہ دیا ہے وہاں تو مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل نہ ہونے کا ذکر ہے وہاں مصلح موعود کا تو کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ عبارت تو بتا رہی ہے کہ اگر اس زمانہ میں مصلح موعود نہ بھی ہو تب بھی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے سے مایوس ہو کر خود بخود ادھر آئیں گے یعنی لوگوں کو خاص سلسلہ احمدیہ کی طرف کھینچنے والا مصلح موعود نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری آسمان سے نازل

نہ ہو کہ اس بات کو ثابت ہو کہ لوگ اور ہزار بن گے۔ یہ بے تعلق بات ہے کس سے دیکر تے ہو

قولہ۔ صفحہ ۵، سطر ۲۰۔ جو کہ یہاں ایک ہی مذہب ہوگا۔ ایک ہی پیشوا کے الفاظ کا منشاء ہے وہی منشاء ان الفاظ کا ہے کہ وہ مصلح موعود دنیا کو ایک راستہ پر لائے گا۔

اقول۔ کیا ایک ہی پیشوا کے الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ قیامت تک حضرت صاحب کی نسل میں سے صرف ایک ہی پیشوا چوتھی صدی میں ہوگا نہ اس سے پہلے کوئی ہوگا اور نہ اس کے بعد۔ کیا عبارت کا یہی مطلب ہے جو تم لوگوں کو سناتے ہو۔ افسوس۔

قولہ۔ صفحہ ۵، سطر ۲۔ جس طرح مسیح کا سلسلہ چوتھی صدی عیسوی میں غالب ہوا تھا اسی طرح پر یہ سلسلہ بھی چوتھی صدی میں غالب ہوگا۔

اقول۔ یہ تشبیہ تمہاری بالکل غلط ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں کوئی بڑا مصلح مسیح کے سلسلہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور کسی خاص آدمی کی وجہ سے اس سلسلہ نے ترقی نہیں کی تھی۔ اور علاوہ اس کے اس مصلح نے تو ہدایت و صلاح کرنی ہے نہ کہ اس طرح مسیح کا سلسلہ چوتھی صدی میں صلیب پرست بن گیا تھا۔ مصلح موعود لوگوں کو دین سے گمراہ کر کے دنیاوی ترقی دے گا۔ اور یہ کہاں لکھا ہے کہ اس مصلح موعود کے ذریعہ سے یہ سلسلہ دوسروں پر غالب آئے گا اور دنیاوی ترقی کرے گا۔ ہرگز کہیں نہیں لکھا۔ تم صرف اپنی بنائی کے مطابق تقریریں اور گفتگو کرتے ہو۔

قولہ۔ صفحہ ۶، سطر ۱۶۔ جھوٹی امیدیں نہ دلاؤ .... اس طرح پر خدائی وعدہ الٰہی کے پورا ہونے میں اور بھی تاخیر پڑے گی۔

اقول۔ نہ ہم نے جھوٹی امید دلائی نہ دیں گے۔ ہاں حضرت اقدس نے سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں امید دلائی تھی کہ **"خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی"** اور نیز فرمایا **ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت**

ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔" یہ مصلح موعود کا ابتدائی ... نے
کی ابتدائی مدد بشیر اول کی موت ہے۔ اس کے بعد بہت جلد بیٹے بشیر اول کی موت پر
ایک سال ... نہیں گذرنے پائے تھے کہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے پیدا ہونے
پر حضرت اقدس نے اشتہار دیا اور اس میں فرمایا کہ "خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم
جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا
تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہوگا ....
.... سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں .... ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا
نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر
اطلاع دی جائے گی۔" پھر بعد کو اس اشتہار میں اطلاع دینے کا وعدہ ہے کہ کامل انکشاف
کے بعد اطلاع دی جائے گی کہ آیا یہی وہ لڑکا ہے یعنی سبز اشتہار والا لڑکا ہے
یا نہیں۔ سات آٹھ برس کے بعد انجام آتھم، سراج منیر، اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
تریاق القلوب، حقیقۃ الوحی میں لکھا جس کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ سبز اشتہار والا
لڑکا وہی لڑکا ...... ہے جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔ ان تمام کتابوں میں ان
تمام مقامات کو پڑھ کر دیکھو

اس کے بعد جب حضرت میاں صاحب خلیفہ ثانی نے اپنے رسالہ ... اور ۲۸
۱۹۴۴ء میں دعویٰ فرمایا کہ حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں کیا ہے تو ہم
نے بھی اس دعوے کی تصدیق میں اشتہار اور رسالے شائع کئے۔ اور ان سب
باتوں کو جو .... حضرت اقدس نے فرمائی تھیں ان رسالوں اور اشتہاروں
میں شائع کر دیا۔ ہم نے کوئی جھوٹی امید دلائی نہ تھی۔ ہم نے صرف تصدیق کی ہے اور
حضرت اقدس کے تمام شہادت کو جو اس بارے میں تھے یکجائی کر کے دکھلایا ہے کہ
واقعی طور پر حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کا مصداق حضرت میاں صاحب کو ٹھہرایا ہے

پس تمہارا ہے۔ سالہ کے صفحہ ۵ سطر ۱۵ میں یہ کہنا کہ "پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند" بالکل غلط ہے۔

اور یہ جو تم نے کہا کہ "اس طرح پر خدائی وعدوں کے پورا ہونے میں ادر بھی تاخیر پڑجائے گی۔" تو تمہیں تاخیر کا خوف کیوں ہوا تم تو خود ہی کہتے ہو کہ وہ تین سو برس کے بعد آئیگا؟

قولہ صفحہ ۵ سطر ۱۵ مصلح موعود اگر ابھی جائے تو اسکا آنا عبث ٹھہرا۔

اقول عبث کیوں ٹھہرا حضرت صاحب کی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری تھا اور اسکا یہی وقت تھا۔ علاوہ اسکے اسوقت مصلح موعود کی سخت ضرورت ہے۔

قولہ صفحہ ۵ سطر ۱۵۔ اگر کوئی مصلح موعود پیدا ہوجائے یا پیدا ہوچکا ہو تو اسکے ذریعہ تو ابھی دنیا راہ راست پر آجائے گی۔

اقول کیا کبھی دنیا پر ایسا وقت آیا ہے یا آئے گا کہ ایک فرد واحد بھی کافر و گمراہ نہ رہے گا؟ کیا یہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے موافق ہے؟ کیا حضرت صاحب کی تحریروں کا یہی مطلب ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ایک شخص بھی کافر اور گمراہ نہ رہیگا تمام دنیا مسلمان ہوجائے گی۔

قولہ صفحہ ۲۲ سطر ۱۴ - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - مبارک احمد کے متعلق

جو اجتہاد حضرت صاحب کا تھا کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہے وہ بھی ایک رنگ میں صحیح تھا اسلئے اسکی وفات پر اللہ تعالےٰ نے یہ خوشخبری دی کہ اسکا قائم مقام پیدا ہوگا۔

اقول حضرت صاحب نے اگر مبارک احمد کو چوتھا فرمایا تو اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ حضرت صاحب نے اسے مصلح موعود سمجھا۔ مبارک احمد کے لئے ایک الہام چوتھا ہونیکا ہوا تھا اسلئے اسکو چوتھا فرمایا۔ اور اگر بقول تمہارے تھوڑی دیر

کے لئے فرض کرلیں کہ اجتہاد کیا تھا تو وہ اجتہاد ایک رنگ میں صحیح کس طرح تھا؟ کیا اسلئے کہ اسکی وفات پر اسکے قائم مقام کا الہام ہو چکا تھا جو کہ ایسا الہام ہوا کہ اسکا قائم مقام پیدا ہوگا تو اسلئے وہ اجتہاد ایک رنگ میں صحیح تھا۔ یہ کونسی منطق ہے اور کس زبان کی بولی ہے۔ الہام تو صرف قائم مقام پیدا ہونیکا اور اجتہاد صحیح ہوگیا اسکے مصلح موعود ہونیکا گو پورا نہیں بلکہ ایک رنگ میں۔ تعجب ہے کہ یہ بات تمہارے دماغ میں کسطرح سمائی۔ اس قسم کا تو وہم بھی کسی کو نہیں آسکتا۔ پھر علاوہ اسکے اگر اجتہاد صحیح بھی ہو تو کم از کم مبارک احمد کو مصلح موعود سمجھنے کا۔ اگر اس اجتہاد کو صحیح بتاؤ گے تو ماننا ہی پڑیگا پھر انبیاء کا اور الہامات کا کیا اعتبار رہے گا اور تعجب ہے کہ اسی صفحہ کے شروع میں سطر ۳ میں اور صفحہ ۳ کے سطر ۹ میں تم اپنا اعتقاد ظاہر کر چکے ہو کہ مبارک احمد مصلح موعود نہیں تھا۔ اور حضرت صاحب کی نسبت بھی اسی صفحہ کی سطر ۹ میں ظاہر کر چکے ہو کہ مبارک احمد کی نسبت مصلح موعود کا اجتہاد کرنے میں غلطی ہوئی۔ اور صفحہ ۹ سطر اول میں لکھ چکے ہو کہ حضرت صاحب نے سنت الہیہ کے خلاف کسی شخص کو قائم نہیں کیا۔" اور اب مبارک احمد کو دوبارہ مصلح موعود بنانا چاہتے ہو جو شاید منزل المبارک کو مصلح موعود بنانے کے لئے یہ تجویز اب بعد میں سوجھی ہے لیکن پچھلی بات یاد تو نہیں رہی یا کچھ پرواہ نہیں کی۔ اچھا اب اگر مبارک احمد کو مصلح موعود بنانے کے بعد پچھلی بات کو بھولنے کی وجہ سے منزل المبارک کو مصلح موعود بنانے کے لئے مبارک احمد کو بلا دلیل اور بے وجہ تم نے ایک رنگ میں مصلح موعود بنا لیا تو اب تم سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ مبارک احمد معصوم نے کونسا ایسا گناہ کیا تھا جسکی سزا میں اسکو اٹھوا لیا گیا اور اس سے مصلح موعود ہونیکا منصب چھینکر دوسرے لڑکے کو دیدیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دینا کہ اگر مبارک احمد مصلح موعود تھا تو اس کے فوت ہونے سے نبی کا جھوٹا ہونا لازم آتا تھا یا نہیں اسکو وفات دیکر نبی کے جھوٹا ہو جانے کی کیوں پرواہ نہیں کی گئی؟!!

مذکورہ بالا تین حوالوں کی عبارتیں یہ ہیں۔ (۱) صفحہ ۴۲ سطر ۹ سے سطر ۹ تک "حضرت صاحب نے پہلے مصلح موعود والے الہام کے پہلے حصہ کو بشیر اول پر "اجتہاداً" لگایا اور وہ فوت ہو گیا۔ پھر "اجتہاداً" دوسرے حصہ الہام کو مبارک احمد پر لگایا اور وہ بھی فوت ہو گیا۔ اب ایک تو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے اجتہاد میں غلطی کا ہو جانا بھی کوئی عجیب بات نہیں" یعنے مبارک احمد کے متعلق حضرت صاحب کا اجتہاد غلط تھا۔

(۲) صفحہ ۴۴ سطر ۴۔ "اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس طرح پر حضرت صاحب کے لڑکوں میں سے مصلح موعود کوئی بھی نہ رہا تو میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں" یعنے مبارک احمد بھی مصلح موعود نہ تھا۔

(۳) صفحہ ۴۴ سطر اول و دوم "یہ الہام قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ وہ موعود ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ اور اگر ہو سکتا تھا تو مبارک احمد ہو سکتا تھا۔" یعنے مبارک احمد بھی نہیں تھا۔

ان تینوں حوالوں میں تم نے اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ مبارک احمد مصلح موعود نہ تھا اور حضرت صاحب کی نسبت بھی تم صفحہ ۲۰ سطر اول میں لکھ چکے ہو کہ حضرت صاحب نے سنت اللہ کے خلاف کسی شخص کو قائم نہیں کیا۔" پھر صفحہ ۱۰ سطر ۹ میں مبارک احمد کے متعلق لکھا تھا کہ "ذرا غور کرو کہ مصلح موعود کی تعیین حضرت اقدس نے کس کے حق میں کی" اور صفحہ ۱۴ سطر ۹ میں لکھتے ہو کہ "مصلح منیر کے بعد کے الہام نے کہ تین کو چار کرنے والا اب آگیا ہے یہ صاف طور سے ثابت کر دیا ہے کہ پہلے تین لڑکوں میں مصلح موعود کوئی نہیں" یعنے مبارک احمد مصلح موعود ہے۔

پھر صفحہ ۱۰ میں تم نے پسر موعود سے مصلح موعود مراد لیا اور صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہو کہ پسر موعود سے مراد صرف موعود ہے۔ اور پھر دوسری جگہ اپنے رسالہ میں کہتے ہو کہ حضرت مسیح موعود نے سوائے اس کے کی تعیین نہیں کی پھر صفحہ ۱۰ سطر ۹ میں لکھتے ہو کہ حضرت مسیح موعود کا کہنا اور خدا کا کہنا ایک نہیں اور صفحہ ۱۰ سطر اول میں جو یہ فقرہ لکھا ہے کہ "ملی

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کو میاں صاحب پر لگایا ہے۔" اس سے آگے پیچھے کی عبارتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تمہاری مراد ۲۰ فروری والی پیشگوئی ہے یا ۱۰ جولائی والے اشتہار کو مصلح موعود کے لئے سمجھتے ہو۔ پھر صفحہ ۱۹ سطر ۱۰ میں مبارک احمد کے متعلق کہتے ہو کہ "اب الہام صریح کے مقابل کوئی اشتہار خواہ وہ کسی کا ہو ایک ذرہ بھر وقعت نہیں رکھتا۔ پھر باوجود اسکے کہ تمہارے نزدیک الہام صریح تھا صفحہ ۲۰ سطر ۲ اور صفحہ ۲۰ سطر ۵ میں کہدیا کہ مبارک احمد مصلح موعود نہ تھا۔ تمہاری ان الٹ پلٹ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں تحقیق حق سے غرض نہیں کچھ اور ہی مطلب ہے۔

قولہ صفحہ ۲۰ سطر ۱۰۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس سے تو خود آپ پر اعتراض آتا ہے کہ باوجود ایسا سمجھنے کے مصلح موعود کے سامنے وہ خلیفہ کیوں بنے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس ضمن میں آپ نے فرمایا ہوا کہ یہ مصلح موعود ہیں یہ میرے بعد ہی خلیفہ ہو جانا چاہئیں

اقول۔ حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کو معلوم تھا کہ مصلح موعود بننے والا یہی لڑکا ہے لیکن انکو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی اصلاح کا کام کب اور کس وقت سپرد ہوگا۔ وہ جانتے تھے کہ چونکہ میاں صاحب مصلح موعود ہیں لہذا وہ خلیفہ ضرور بنینگے لیکن چونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خلیفہ بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے لہذا انکو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت میاں صاحب کا نمبر خلافت کونسا ہے۔ پہلا یا دوسرا یا تیسرا۔ پس چونکہ خلیفہ بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے لہذا جس وقت خدا تعالیٰ نے خلافت انکے سامنے پیش کی انہوں نے قبول کرلی اور میاں صاحب کی نسبت یہ خیال کیا کہ جس وقت انکا وقت اور نمبر آئیگا یہ بھی خلیفہ بنائے جائینگے۔ اور وصیت کے وقت بھی یہی خیال کیا۔ چنانچہ میاں صاحب چونکہ مصلح موعود تھے لہذا انہوں نے خلیفہ ضرور بننا تھا کیونکہ لازم ہے کہ مصلح موعود خلیفہ ہو لہذا اپنے وقت پر وہ خلیفہ ہو گئے۔ اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء سے اصلاح کا کام انکو سپرد ہوا۔

قولہ صفحہ ۴۰ سطر ۱۸۔ اگر بالفرض پہلے کبھی یہ خیال گزرا بھی ہو۔

اقول - فرض کیوں کرتے ہو جبکہ حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح کی تحریر موجود ہے

قولہ صفحہ ۴۰ سطر ۱۰ پسر موعود سے تو مراد اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی جو حضرت صاحب نے خود لکھا کہ ہر ایک لڑکا جو اس بیوی سے میرے گھر میں ہو وہ موعود ہی ہے۔

اقول - ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مصلح موعود ۔ بشیر ۔ موعود ہے۔ اور پسر موعود کے بعد ۔ ۳ ۔ ۲ ۔ کو چار کرنیوالا ہے ۔ مسیح موعود کے سوا اور کچھ کہا ہی نہیں ۔ جو لوگ تم نے ایک نئی بات بنانی چاہی ہے۔ اور تمہارے نزدیک تو حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول مہدی ہیں ان پر کیوں بدگمانی کرتے ہو؟ کیا وہ ایسا کرتے تھے کہ رسائل کا مطلب تو کچھ ہو اور جواب ایسا دیں جس کا اصل مطلب تو کچھ اور ہو اور سائل کچھ اور سمجھے۔ ✣

علاوہ اسکے اگر حضرت مولوی صاحب ممدوح کی مراد پسر موعود سے صرف موعود ہوتی تو یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی (کہ یہیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے) اور حضرت میاں صاحب کے ساتھ بعض طرزوں سے ملنے کے ذکر کی کیا حاجت تھی۔ اور پھر کیا وہ سائل کے سوال کو اور تحریر کو بھی نہ سمجھ سکے۔ سائل کی تحریر میں تو صاف صاف اسی کا انکار کیا ہوا ہے۔ اور خود تمہارے نزدیک اسی پسر موعود کے لفظ سے اگر صرف موعود سے بڑھکر اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی تو پھر اپنے رسالے کے صفحہ ۲۱ میں تریاق کے صفحہ ۴۰ کی نسبت پسر موعود سے مصلح موعود کیوں مراد لیا ہے اور نیز یہ بھی بتاؤ کیا تمہارا استغفار بھی تمہیں ایسا سوال کرنے کی اجازت دیتا تھا؟ کیونکہ تریاق القلوب کے اسی صفحہ ۴۰ میں مسلک بد کا ذکر ہے!!!

قولہ صفحہ ۴۰ سطر ۱۰ حضرت صاحب کا اجتہاد صرف اسقدر ہے کہ صفحہ سبز اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق میاں محمود صاحب ہیں اور اجتہاد حجت نہیں۔

اقول - اسجگہ تم نے دو باتیں کہی ہیں ایک تو سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کے متعلق دوسری

✣ **قولہ** صفحہ ۴۰ سطر ۱۰ اور وہ کل تریاق القلوب کی تحریر جس کی بنا پر اگر شستہ سے ذیل کیا جاتی ہے۔ **اقول**

اشتہار کے متعلق جو غیر، کے متعلق تو اس سے پہلے ہم پوری طرح پر ثابت کر چکے ہیں کہ وہ سبز اشتہار سے الگ نہیں۔ اور حضرت اقدس نے بھی کہیں نہیں فرمایا کہ سبز اشتہار کے صفحہ ۲ میں کسی اور لڑکے کی پیشگوئی ہے اور باقی اشتہار میں کسی اور لڑکے کی پیشگوئی ہے بلکہ حضرت صاحب کی تمام تحریروں سے اظہر من الشمس ہے کہ سبز اشتہار میں صرف ایک ہی [illegible] بطور نمونہ ایک تحریر ہے سراج منیر صفحہ [illegible] "پیشگوئی درج ہے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی گئی [illegible] پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائیگا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔" حاشیہ "سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہوگیا۔" اور بھی حضرت صاحب کی تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۰ جولائی والا لڑکا وہی ہے جس کا سبز اشتہار میں ذکر ہے۔ ۱۰ جولائی والے اشتہار کو حضرت صاحب نے سبز اشتہار سے ہرگز الگ نہیں کیا ہے۔ ان امور مذکورہ بالا باتوں کے تم خود بھی قائل ہو یہاں تک پہلی بات بھول گئے ہو دیکھو اپنے رسالہ کا صفحہ ۲ سطر ۱ لکھتے ہو کہ "حضرت مسیح موعود کی متعدد تحریروں سے ظاہر ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کو آپ نے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار والی پیشگوئی اور سبز اشتہار کے مطابق قرار دیا ہے۔" اسی قسم کے الفاظ آپ نے کئی جگہ اور بھی اپنے رسالہ میں لکھے ہیں۔ پس یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت میاں صاحب صرف صفحہ ۲ کے مصداق ہیں۔ اور یہ بھی جتنے کافی طور سے پہلے ثابت کر دیا ہے کہ ۱۰ جولائی والا اشتہار اور سبز اشتہار مصلح موعود کے لئے ہیں۔

اور تمہاری دوسری بات کہ اجتہاد حجت نہیں اس سے ظاہر ہے کہ تم خود بھی

منسوبات کو اور مبشر و مشتاق کو مصلح موعود کے لئے سمجھتے ہو۔ کیونکہ اگر تمہیں یقین ہوتا کہ یہ کسی اور لڑکے کے لئے ہے اور مصلح موعود کے لئے نہیں تو تمہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اجتہاد حجت نہیں۔ ایسے ہی کلمات تمہارے منہ سے اور کئی جگہ بھی سالہ سال نکل چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم دل میں محسوس کرتے ہو کہ حضرت صاحب تعیین کر چکے ہیں اور تم اسکو اجتہاد کہہ کر انکار کرنا چاہتے ہو اگرچہ اجتہاد بھی ہو تو کیا سوائے اسلام کے نبی کی کسی بات کو قابل اتباع نہ سمجھنا .... جائز ہے؟

دیکھو حضرت صاحب اپنی اطاعت و تابعداری کی نسبت کیا فرماتے ہیں تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱ "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ "وہ مکالمات الٰہیہ میں سے مجھے مشرف کیا گیا .... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ .... انکو کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبت کرے" انتہیٰ۔ یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ اس میں خداوند قدیر فرماتا ہے کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے کہ تم **کامل طور پر** پیرو ہو جاؤ اور تم میں **ایک ذرہ مخالفت** باقی نہ رہے"

لیکن یاد رکھو کہ یہ عجیب ہے کہ برکات حضرت صاحب نے اسکی تو تشریح فرمائی ہے اور حقیقۃ الوحی اور تریاق القلوب وغیرہ کتابوں میں حضرت اقدس نے اسکو پیشگوئی سمجھ کر اپنی صداقت کا نشان بتایا ہے اور خلق اللہ پر حجت قائم کی ہے مگر تم کہتے ہو

کہ یہ ثبوت نہیں۔ گویا تم نہایت دلیری سے ایک نشان کی جسکو حضرت مسیح موعود نے اپنی صداقت کا گواہ بیان فرمایا ہے تکذیب کرتے ہو۔

اور علاوہ اسکے حضرت اقدس سراج منیر کے صفحہ ۳۴ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ

"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا **وعدہ** تھا سو محمود پیدا ہو گیا" یعنے سبز اشتہار والے لڑکے کی نسبت **وعدہ الٰہی یعنے الہام** تھا کہ وہ بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہوگا اور بشیر اول کے بعد دوسرا ہوگا سو وہ یہی محمود ہے جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہو چکا ہے۔

یہاں سے ثابت ہے کہ حضرت صاحب نے میاں صاحب کی تعیین اشتہار سے نہیں کی بلکہ وعدہ الٰہی یعنے الہام کے مطابق کی ہے اور ہم نے نشان فضل میں اچھی طرح کھول کر اس الہامی تعیین کو بیان کر دیا ہے۔

بالآخر ایک بات سنو۔ تمہارے نزدیک بھی حضرت میاں صاحب موعود تو ضرور ہیں جیسا کہ تم اپنے رسالہ کے صفحہ ۹ سطر ۱۴ میں لکھتے ہو کہ "وہ اپنے دوسرے بھائیوں اور بہنوں کی طرح .... موعود تو ہو سکتے ہیں کیونکہ انکی پیدائش کی نسبت پیشگوئیاں ہیں" اور جب وہ موعود ہوئے تو اُن کی پیدائش سے پہلے انکی پیدائش کی پیشگوئی کا الہام اور اشتہار ضرور ہونا چاہئے۔ اور تم مانتے ہو کہ وہ ۱۰ جولائی والا اشتہار ہے جیسا کہ تم نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے یہاں صفحہ اور سطر بتانے کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھو ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء والے لڑکے کی نسبت یعنے حضرت میاں صاحب کی نسبت جیسے ہی تحریک قبل از پیدائش خدا تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء صفحہ ۳ کا حاشیہ سطر اول لکھا ہے۔ "خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار **دہم جولائی** ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے **وعدہ** دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا"

جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔"

اب یا تو جیسا کہ ہم نے تمہارے رسالہ کا رد کر دیا ہے حضرت میاں صاحب کو مصلح موعود مان کر مخالفت چھوڑو اور واپس آؤ۔ یا پھر اپنے ہی مسلمات کی بنا پر حضرت میاں صاحب کو حضرت اقدس کا حسن و احسان میں نظیر اور اولوالعزم مان کر مخالفت چھوڑو اور واپس آؤ۔ یاد رکھو کہ حضرت میاں صاحب کا یہ دوسرا درجہ جس کو تمہیں اپنے ہی مسلمات کی بنا پر ماننا چاہیئے **مصلح موعود سے کچھ کم نہیں**۔ بلکہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء والے لڑکے کے مصلح موعود ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اسکی نسبت ایسے عظیم الشان الفاظ بولے گئے فقط قد فرغنا من املاء الذی ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

خاکسار

(میاں) منظور محمد از قادیان دار الامان۔ ۲۳ر اگست ۱۹۱۴ء

مطابق ۳۰ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

تشحیذ کا بقایا ادا کرو

جن اصحاب نے ابھی تک سالِ گذشتہ کی قیمت سالانہ ادا نہیں فرمائی۔ اور وی۔ پی بھی واپس کرتے ہیں وہ مہربانی فرما کر توجہ فرمائیں اور چندہ سالانہ ادا کر کے حقوق العباد کی ادائے سے فارغ ہوں۔ نیز ہمارے خوش معاملہ احباب تشحیذ کے خریدار بڑھا کر اجر جزیل حاصل کریں تشحیذ کا اصل حجم ۴۰ صفحے ہے ہم ۴۸ صفحے ماہوار کا رسالہ ٹھیک وقت پر پیش کرتے ہیں اور کئی مہینے بجائے ۴۸ صفحے کے ۵۶ صفحے کا رسالہ دیتے ہیں بلکہ یہ رسالہ ۶۴ صفحے پر ہے اور جو مضمون اس میں شائع ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر علیحدہ کتابی صورت میں ہو تو ناظرین تشحیذ کو قیمتاً خریدنا پڑے ہم اپنی طرف سے اعلیٰ سے اعلیٰ میٹریل پیشکش احباب کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ احباب بھی کسی قدر اپنی فرائض (ادا کریں) (مینیجر)

ختم نبوت کی حقیقت

مصنفہ منشی محمد الدین صاحب شملوی۔ نبوت کے مسئلے کو خوب واضح کیا ہے تمام احادیث کا جواب دیا ہے جو حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے متعلق پیش کی جاتی ہیں ۴ قیمت ملنے کا پتہ الحق دہلی

سناء مکی

یہ رسالہ اپنے عجیب و غریب ہم کلام عجیب و غریب مضامین پر مشتمل ہے اس میں بعض خطرناک قومی امراض مسلمانوں کا علمی علاج ہے ملنے کا پتہ مینیجر احمدیہ لیشن ایجنسی کوچہ گشن دہلی

چمکار مہدی

تائید سلسلہ پنجابی نظم　ا/

چمکار محمدی

سوانح عمری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پنجابی منظوم　۸/

اسکی حضرت خلیفۃ المسیح فضل عمر نے مستحق سفارش فرماتے ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیس برس کی آزمودہ دوائیوں کا اشتہار

فصلی بخار و ڈھال کی دوا

اسکے دو تین ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے

فصلی بخار و ڈھال کی دوا

یہ ڈھال کو فوراً گلا دیتی ہے

فصلی بخار و ڈھال کی دوا

یہ خون کو صاف کرتی ہے اور [illegible] کی خرابی کو دور کرتی ہے

فصلی بخار ڈھال کی دوا کی قیمت

شیشی کلاں ۱۲ر شیشی خورد ۸ر

محصول ڈاک ۹ر محصول ڈاک ۵ر

کف اور کھانسی کی دوا

پرانی کھانسی کو دور کرتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا

دو تین خوراک پینے سے [illegible] کو آرام پہنچاتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا

یہ ضعیف سینہ [illegible] فائدہ پہنچاتی ہے

کف اور کھانسی کی دوا کی قیمت

شیشی کلاں [illegible] شیشی خورد [illegible]

محصول ڈاک [illegible] محصول ڈاک [illegible]

داد کا مرہم

ایک بار کے لگانے سے کھجلی کو [illegible] ہے

داد کا مرہم

وہ چار مرتبہ کے لگانے سے ایک دم [illegible] کر دیتا ہے

داد کا مرہم

[illegible] آزمایا آپ [illegible]

داد کے مرہم کی ڈبیہ کی قیمت

فی ڈبیہ ۴ر محصول ڈاک ایک سے چھ تک ۵ر

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں میں کونین نہیں ہے

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

جب [illegible] دواؤں میں [illegible] آجاتا ہے اور آرام ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی ہے تو ایسی حالت میں [illegible] گولیاں فائدہ پہنچاتی ہیں

پرانے ملیریا بخار

کے مفصل حالات کے لئے بڑی فہرست منگوا کر ملاحظہ فرمائیے

جملہ ادویات [illegible] طلب کیجیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نام کتاب	قیمت		نام کتاب	قیمت	
ترجمہ انگریزی حصہ اول	[illegible]	[illegible]	معیار حق	[illegible]	[illegible]
" " دوم	[illegible]	[illegible]	عمدۃ الاحکام	[illegible]	[illegible]
امۃ الحفیظ کی آمین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	[illegible]	[illegible]
مجموعہ اعلانات حصہ اول و کشوف [illegible]	[illegible]	[illegible]	الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]
" " دوم	[illegible]	[illegible]	الوعظ الحسنہ	[illegible]	[illegible]
" " سوم	[illegible]	[illegible]	سلک مروارید حصہ اول	[illegible]	[illegible]
آثار مبارکہ	[illegible]	[illegible]	معجزات نورالدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب	[illegible]	[illegible]	" " دوم	[illegible]	[illegible]
دافع البلاء	[illegible]	[illegible]	تفسیر ترجمۃ القرآن پ	[illegible]	[illegible]
صراط مستقیم	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]
ہدیہ ثاقب	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]
محسن سلیم	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]
سر الشہادتین	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]
بیانات درباره معاملات	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]
کلام محمود	[illegible]	[illegible]	خطبات نور حصہ اول	[illegible]	[illegible]
ضرورت زمانہ	[illegible]	[illegible]	" " دوم	[illegible]	[illegible]
محمد رسول اللہ	[illegible]	[illegible]	کسر صلیب	[illegible]	[illegible]
اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	[illegible]	مکتوبات احمدیہ حصہ اول	[illegible]	[illegible]
			دوم	[illegible]	[illegible]
چولہ بابا نانک نمبر			سوم	[illegible]	[illegible]

Digitized by Khilafat Library

یہ سب کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور سے مل سکتی ہیں

رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱ — ۱۹

اشتہار ۲۰

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب حضرت مسیح موعود کے سراسر خلاف ہے۔ ۲۱ — ۳۲

میاں محمد سعید صاحب سعدی دہلوی

مصلح موعود کے بارہ میں چند سوالات ۳۲ — ۳۶

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

قیمت سالانہ ... طلباء ... غیر ممالک ...

باہتمام ... [illegible] ... قادیان ... شائع کیا

کچھ تشحیذ کی نسبت

معزز ناظرین کرام کو معلوم ہی ہے اور محنت کیساتھ عمدہ سے عمدہ ریڈنگ میٹریل بہم پہنچایا جاتا ہے مگر اقبال ہو کہ جس قدر قیمتی رسالے تشحیذ میں مفت دیئے گئے ہیں اگر علیحدہ شائع کئے جاتے تو مالی اعتبار سے کارخانہ تشحیذ فائدہ میں رہتا مگر خریداروں کی خاطرداری منظور ہے اسلئے اس حجم سے بھی بیس بیس صفحے زائد کا وعدہ شائع کیا جاتا ہے آپ اس کے عوض میں اتنی مہربانی تو کریں کہ جس جس صاحب نے اس سال کی قیمت تا حال ادا نہیں کی وہ وی پی بھی واپس کر دیتے ہیں وہ اپنے ذمے کا بقایا ارسال فرما کر اسوقت تشحیذ کی امداد فرمائیں اور جو صاحب قیمت دے چکے ہیں۔ وہ ایک خریدار اور پیشگی دینے والا مہیا کر دیں۔ تا کہ تشحیذ آگے سے زیادہ ترقی ہی کے ساتھ خدمت اسلام کر سکے میں امید کرتا ہوں۔ میری یہ درخواست رائیگاں نہ جائیگی اور اللہ تعالیٰ آپکے دلوں میں قبولیت ڈالدیگا۔

۲- یہ تشحیذ ۴۰ صفحے کا ہے کیونکہ اس سے پہلا رسالہ ۴۰ صفحے یعنی ۸ صفحے زائد تھا اور موجودہ مالی حالت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ زائد حجم پر رسالہ خود ہو کے جزاء پیدا کرتا بقایا۔ باقی دارومدار آپکے فضل ہے۔

المسلم لدھیانہ۔ مسلم الاسلام کے زیر ہمت شیر دھرمپال ناستک کی مجموعی اپنی مذہبی زندگی کی تحریک چھاپ رہے ہیں جو بہت مفید ہے احباب ضرور ایک سال تک یہ رسالہ جاری کرا کے ملاحظہ کریں

اطلاع ضروری۔ اکتوبر کا رسالہ احباب کے نام وی پی ہوگا جنہوں نے تا حال چندہ سالانہ نہیں دیا۔ میجر

احمد۔ یہ مضمون الگ بھی چھاپا گیا ہے۔ ۔ روپیہ سینکڑہ کے حساب سے احباب منگوا کر تقسیم کریں۔ بقلم محمود (سیکرٹری تشحیذ) ۱۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء

احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ
اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ
مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ
مُّبِیْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی
اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا
نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ ھُوَ
الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ
کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ سورۃ صف ع ۱ ترجمہ: اور یاد کر اس وقت کو جب
عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں اور

میں اپنے گرنیوالا ہوں اسکا جو مجھ سے پہلے توریت میں لکھا گیا تھا اور میں بشارت دیتا ہوں
ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا اسکا نام احمد ہوگا پس جب وہ ان کے پاس بینات لایا
انہوں نے کہا کہ یہ تو فریب ہے کھلا کھلا۔ اور کون زیادہ ظالم ہو سکتا ہے اس سے جو اللہ
تعالےٰ پر جھوٹ بولتا ہے درآنحالیکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ
تو ظالموں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نور کو اپنے مونہوں
سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ تو اس نور کو پورا کریگا گو کافر ناپسند ہی کریں وہی ہے
جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اسے کل
ادیان پر غالب کرے گو کہ مشرک ناپسند ہی کریں۔

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے ایک رسول کی پیشگوئی کی ہے
جو انکے بعد آئیگا اور جس کی لوگ مخالفت کرینگے اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے آخرکار
سب کفار پر غالب آئیگا اس رسول کا نام احمد ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ احمد کون ہے؟

غالباً اکثر لوگ اس بات کو سن کر یہی جواب دینگے کہ وہ احمد ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں جو حضرت عیسےٰ کے بعد ہوئے اور جنکی پیشگوئی انجیل میں موجود ہے اور آپکے سوا
کون شخص ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی اس پیشگوئی کا مستحق ہو۔

رسول کریم سے زیادہ تعریف کا مستحق کوئی ہوا نہ ہوگا آپ محمد تھے صلی اللہ
علیہ وسلم۔ آج ۱۳ سو سال گذر گئے ہیں کہ کروڑوں انسان بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اربوں
انسان ایسے گذرے ہیں۔ جو آپ پر اپنی جان قربان کردینا ایک معمولی بات سمجھتے تھے۔ اور
اسوقت بھی ایسے انسان موجود ہیں کہ جو آپکے عشق میں اپنی جان دینا ایک عظیم الشان
برکت تصور کرتے ہیں اور آپکے دین کی اشاعت کے لئے اپنی ہر ایک پیاری سے پیاری شے
کو قربان کردینا باعث فخر جانتے ہیں۔ وبفضل اللہ تعالےٰ انا واحد منہم ان شاء اللہ آپکی

تعریف کرتے کرتے لوگوں کی زبانیں گھس گئیں۔ نظم و نثر کی کوئی صنف نہیں کہ جس میں آنحضرت صلعم کی نعت نہ بیان کی گئی ہو۔ تقریر و تحریر کی کوئی طرز نہیں جس میں آپ کے محامد بیان کئے گئے ہوں مگر پھر بھی عشاق کے دل ابھی تشنگی سے آزاد نہیں ہوئے اور جس قدر کوئی آپ کے محامد پر غور کرتا ہے آپکا عشق اسکے دل میں بڑھتا ہی جاتا ہے پس آپ محمدؐ تھے۔ اور آپ سے بڑھکر کوئی محمد نہیں ہوا۔ بندوں نے بھی آپکی حمد ہی نہیں کی بلکہ خدا نے بھی آپکی حمد کی ہے

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ✦ گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

یہ ایک عاشق کے خیالات کا نقشہ ہے جو اس نے رسول کریمؐ سے اپنی محبت کے اظہار کے لئے استعمال کئے ہیں۔

جو محبت آپکو خدا سے تھی اور جسقدر آپ اسکی محبت کے نشہ میں چور تھے۔ اسکا اندازہ کرنا بھی کسی انسان کی طاقت سے باہر ہے کیونکہ اس عشق کے درجہ کو کسی نے پایا ہو تو وہ اسکی کیفیت بیان کرسکے ورنہ دوسرے کیونکر اسکا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جس رنگ میں خدا تعالےٰ کی حمد کا اظہار آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اور جس جس طرح خدا تعالےٰ کے جلال کو دنیا میں قائم کیا ہے اسکی نظیر اور کسی انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی پھر آپ سے بڑھکر احمد کہلانے کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ محمدؐ تھے۔ اور آپ سے بڑھ کر محمد نہ کوئی پہلے گزرا ہے نہ اب موجود ہے نہ آئندہ پیدا ہوگا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپ احمدؐ تھے اور آپ سے بڑا احمد نہ آپ سے پہلے کوئی ہوا اور نہ آپ کے بعد ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ آپ احمد بھی تھے محمد بھی تھے کیونکہ آپ میں جمال و جلال دونوں بحد کمال موجود تھے اور آپ ان دونوں صفات کے جامع تھے۔

آپ کی اُمت میں کبھی جمال کے کبھی جلال کے مظہر پیدا ہونے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ آپ احمد بھی ہوتے اور محمد بھی۔ کیونکہ آپکے خدام دینی مدارج حاصل کر سکتے ہیں جو آپکو حاصل ہو چکے ہوں کیونکہ آپ اُستاد تھے اور آپ کی سب اُمت آپکی شاگرد اور آپ کے باغ کی خوشہ چین ہے پس ضرور تھا کہ آپ ہر رنگ میں کامل ہوں تا کامل انسان آپکی تعلیم سے پیدا ہو سکیں آپکو پہلے سب انبیاء پر یہی فضیلت ہے۔ اور وہ دو قسم کے تھے مرتبہ احمدیت رکھنے والے اور مرتبہ محمدیت رکھنے والے پس ضرور تھا کہ رسول کریم ان دونوں مراتب کو طے کرتے اور تمام پہلے انبیاء سے اسمیں فضیلت لیجاتے۔

لیکن باوجود اسبات کے کہ آپ محمدیت اور احمدیت کے جامع تھے یہ سوال قائم رہتا ہے کہ کیا اس آیت میں جس احمد کا ذکر ہے وہ رسول کریم ہی تھے یا کوئی اور رسول ہے جس کو حضرت عیسیٰ ابن مریم نے احمد کے نام سے یاد کیا ہے۔ کیونکہ باوجود اسکے کہ آپ جامع محمدیت و احمدیت تھے پھر بھی ممکن ہے کہ احمد سے مراد کوئی اور احمد ہو۔ اور گو رسول کریم بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہوں مگر اپنے نام کے لحاظ سے کوئی اور انسان بھی اس پیشگوئی کا پورا کرنے والا ہو۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ آیا انجیل میں رسول کریم کی کوئی پیشگوئی ہے بھی یا نہیں اسکے جواب کے لئے ہمیں زیادہ تحقیقات کی کچھ ضرورت نہیں۔ انجیل میں حضرت عیسےٰ صریح طور پر رسول کریم کی پیشگوئی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اس کی تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں سچائی کی راہ بتاوے گی اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی وہ میری بزرگی کریگی اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی اور تمہیں دکھاویگی"

(یوحنا باب ۱۶)

لیکن اس سوال کے حل ہونے سے بھی ابھی یہ آیت حل نہیں ہوتی کیونکہ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس پیشگوئی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک نبی آئیگا اور اسکی فلاں فلاں نشانیاں ہونگی اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اسکا نام احمد ہوگا۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ اسکا نام احمد ہی ہوگا تو دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا رسول کریم کا نام واقعہ میں احمد تھا۔

ہم پہلے سوال کا جواب تو بعد میں دینگے پہلے دوسرے سوال کا جواب دیتے ہیں کہ کیا رسول کریم کا نام واقعہ میں احمد تھا۔ ہم نے پہلے اقرار کیا ہے کہ صفات کے لحاظ سے تو رسول کریم احمد تھے بلکہ صرف احمد ہی نہ تھے بلکہ ایسے احمد تھے کہ آپ سے بڑا احمد نہ ہوا ہوگا۔ لیکن اس جگہ یہ سوال ہے کہ کیا آپ کا نام بھی احمد تھا یا نہیں۔ اگر آپ کا نام واقعہ میں احمد تھا تو پھر پہلے سوال کے حل ہونے کے بعد اس آیت پر غور کرنیکا موقعہ ہوگا۔ لیکن اگر آپکا نام ہی احمد ثابت نہ ہو تو پھر تنے سرے سے انجیل کی پیشگوئی اور آیت قرآنی کے معنی کرنے ہونگے۔

پس باوجود کہ ہم احمد ماننے کے آپکے نام کے دریافت کرنے کی یہ حاجت پیش آئی ہو کہ باوجود اسکے کہ ایک انسان کسی نیک صفت سے متصف ہو لیکن پھر بھی اگر اس صفت سے کوئی کسی کو پکارے تو اول یہ دیکھا جائیگا کہ آیا اس نام کا بھی کوئی شخص ہے یا نہیں۔ مثلاً عبدالرحمٰن کے معنے میں جو خدا کا بندہ ہو معنوں کے لحاظ سے تو نیک اور پاک لوگ جو مقام محبوبیت کو پہنچے ہوئے ہوں اس نام سے پکارے جانیکے مستحق ہیں لیکن اگر کوئی شخص ہو اسکا چال چلن اچھا نہیں مگر اسکا نام عبدالرحمٰن ہے تو جب کوئی عبدالرحمٰن کہکر پکاریگا تو اس سے مراد وہ عبدالرحمٰن ہوگا جس کا نام عبدالرحمٰن ہے نہ وہ جو معنی عبدالرحمٰن ہے۔ یا اگر دو انسان ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک کا نام شجاع ہو تو جب کوئی شجاع کہکر آواز دیگا تو گو دوسرا اس سے زیادہ ہی شجاع ہو مگر جواب وہی دیگا جسکا نام شجاع ہے خواہ وہ اصل میں بزدل ہی ہو۔ پس اس آیت پر غور کرنے سے پہلے اس سوال کو حل کرنا بھی

نہایت ضروری ہوگا کہ آیا رسول کریم کا نام احمد تھا بھی کہ نہیں۔

اس سوال کے حل کرنے کے لئے اول تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے والدین نے آپکا کیا نام رکھا تھا۔

کامل ابن اثیر کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول کریم کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور بخاری میں جہاں آپ کے نام محمد و احمد آئے ہیں۔ وہاں اسی کے ساتھ اسی حدیث میں ماحی اور حاشر بھی آپکے اسماء آئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بطور صفات آپکے اسماء کا ذکر ہے نہ کہ اصل نام کے طور پر

اسی طرح جو تاریخ کھول کر دیکھو۔ اس میں آپکا نسب اسی طرح لکھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ پس معلوم ہوا کہ آپکی والدہ اور آپکے دادا نے تو آپکا نام محمد ہی رکھا تھا صلی اللہ علیہ وسلم پھر جب آپکا نام ہی احمد نہ تھا تو گو آپ صفت احمدیت کے لحاظ سے اس پیشگوئی کے مصداق ہوں مگر کوئی اور احمد بھی تلاش کرنا پڑیگا جس کا نام ہی احمد ہو۔

ایک اور طریق سے بھی اس بات کا فیصلہ ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن شریف میں آپکو ہر جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہکر ہی پکارا گیا ہے۔

کلمہ شہادت میں بھی آپکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

صحابہ میں آپ کو محمد کہکر پکارتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آپکو اسی نام سے یاد کرتے تھے۔

درود میں بھی آپکو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

آپ خود ہی اپنے آپکو اسی نام سے پکارتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے۔ اور دعاء اذان میں بھی آپکو اسی نام سے یاد کیا گیا جیسا کہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

ان تمام شہادتوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپکا نام محمد ہی تھا صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صرف بوجہ احمدیت کے حصول کیوجہ سے کہے جاتے تھے۔ جیسے کہ اکثر آدمیوں کا نام ایک ہی ہوتا ہے لیکن وہ اپنی مختلف صفات کی وجہ سے کئی اچھے یا برے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ رسول کریم تمام انسانی کمالات کے جامع تھے جن سے انسان ممتاز ہے اسلئے ہر ایک صفت نیک سے آپ موصوف تھے۔

اس بات کے ثابت کرنیکے بعد کہ آنحضرت کا نام محمد تھا میں اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انجیل میں کہیں احمد کے لفظ کے ساتھ کسی رسول کی پیشگوئی نہیں کی گئی بلکہ توحید نبی یا فارقلیط کہکر رسول کریم کی پیشگوئی کی گئی ہے جو اپنے دوبارہ آنے کی خبر بھی ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی مذکورہ بالا آیت میں تو صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ پھر اس آیت کے کیا معنے ہونگے۔ اگر انجیل میں کسی احمد کی خبر ہی نہیں۔ تو یہ بات نعوذ باللہ غلط ہو جائے گی۔ اور خدا کا کلام تو غلطیوں سے پاک ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انجیل میں تو کسی احمد کا ذکر ہی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اسکا ذکر کر دیا۔ عالم الغیب ہستی سے تو یہ غلطی ہو نہیں سکتی۔ پھر اسکے کیا معنے ہونگے؟

اسکے دو جواب ہیں۔

اول۔ تو یہ کہ ہم انجیل کو محرف و مبدل مانتے ہیں اور کبھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ کلی طور سے انسانی دستبرد سے پاک ہے اور اسکے لئے ہمیں

کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ خود اناجیل سے ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ بہت کچھ اصلاح یافتہ ہیں۔ اوّل تو کوئی انجیل اس وقت مسیح کی انجیل موجود کہلاتی ہی نہیں پھر جو انجیلیں موجود ہیں۔ وہ خود ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ تیسرے ہر ایک انجیل خود اپنے اندر بھی بہت سے اختلافات رکھتی ہے پس ہم ذمہ وار نہیں ہیں کہ ضرور ان اناجیل کے الفاظ کا تتبع کریں۔ بلکہ ہمارے لئے وہی بات یقینی اور سچی ہے جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور اگر قرآن شریف بیان فرماتا ہے کہ کسی احمد کی پیشگوئی حضرت عیسےٰ نے کی تھی تو یہ شہادت انجیل کے تمام بیانات کو رد کرنے کیلئے کافی ہے خصوصاً اگر کوئی احمد ایسا مل جائے جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو تو پھر تو کسی کو گنجائش انکار نہیں ہو سکتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمیں عربی زبان کی طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ آیا جو پیشگوئی انجیل میں کیگئی ہے اسکا اگر عربی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو کیا کسی صورت میں احمد کا لفظ نکل آتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ جب ہم عربی زبان کے محاورات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے العود احمد دوبارہ آنا احمد کہلاتا ہے۔

حضرت مسیح نے دو پیشگوئیاں کی ہیں۔ ایک اپنی دوبارہ آمد کی اور ایک رسول کریم کی۔ رسول کریم کی نسبت جو پیشگوئی ہے اس میں ذکر ہے کہ میرا جانا آپ کے آنے کی ایک شرط ہے اور آپ کی بعثت کو آپ نے اپنی دوبارہ آمد نہیں قرار دیا ہے بلکہ بتایا ہے کہ رسول کریم کی بعثت کے بعد میں پھر دوبارہ آؤنگا۔ پس اس عربی کے محاورہ کے بموجب کہ العود احمد ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے جو اپنی دوبارہ آمد کا ذکر کیا ہے اسی کا ذکر قرآن شریف نے احمد کے نام سے کیا ہے کیونکہ عود کو عربی زبان میں احمد کہتے ہیں۔ پس حضرت عیسےٰ کی آمد ثانی کا نام احمد ہوگا۔ اور مذکورہ بالا آیت میں اسی پیشگوئی

کا ذکر ہے۔ جس میں حضرت عیسےٰ نے اپنے بعد احمد کا ذکر کیا ہے۔

اب اس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ آنحضرت فداہ ابی و امی کا نام احمد تھا۔ گو آپکو احمدیت کا انتہائی درجہ حاصل تھا اور یہ بات ثابت کر چکنے کے بعد کہ عربی زبان میں محمود کو احمد کہتے ہیں۔ اس لئے انجیل سے بھی یہ پیشگوئی ثابت ہے گو ہم انجیل کی تصدیق کے محتاج نہیں۔ اب اس آیت پر کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں کہ اس آیت سے خود ثابت ہے کہ وہ احمد جس کی پیشگوئی کی گئی تھی وہ رسول کریم نہیں۔ بلکہ آپکی امت کا کوئی خلیفہ امام ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے رسول کے نام سے یاد کیا ہے و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء و بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اور یہی انجیل سے پہلے ثابت کر آیا ہوں۔

پہلی بات جو اس آیت میں قابل غور ہے یہ ہے کہ ومن اظلم ممن افترےٰ علی اللہ الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام و اللہ لا یھدی القوم الظٰلمین سے کون مراد ہے؟ کیا اس کی یہ مراد ہو سکتی ہے کہ رسول کریم تو سچا نبی ہے اور مسیح کی پیشگوئی کے ماتحت آیا ہے۔ پھر تم اسے جھوٹا کیونکر کہہ سکتے ہو جھوٹے سے زیادہ تو ظالم کوئی نہیں ہوگا۔ پھر اگر باوجود اسلام کی طرف بلائے جانے کے یہ جھوٹ بولتا ہے (نعوذ باللہ) تو پھر یہ ترقی کیوں کر رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ تو ظالموں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں دو باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں۔ جو رسول کریم میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۔ ایک بات تو یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مدعی نبوت ہے اور لوگوں کے خیال میں جھوٹا ہے۔

۲۔ یہ ہے کہ نہ صرف وہ جھوٹا ہے اور مدعی نبوت ہے بلکہ جس وقت اس نے دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت کوئی سچا مذہب بجز اسلام کے نام سے پکارا جاتا ہے اور لوگ اس کی

نبوت کو کہتے ہیں کہ تو اسلام میں داخل ہوجا۔ لیکن وہ باوجود اسلام کی طرف بلایا جانے کے اپنے دعوے پر قائم ہے۔

پہلی بات تو رسول کریم میں پائی جاتی ہے۔ کہ آپ نبی تھے اسلئے آپ کے مخالفین کو کہا جاسکتا تھا کہ اگر نعوذ باللہ آپ مفتری ہیں۔ اور خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی طرف سے کہتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپکو بڑھا رہا ہے اور ہلاک نہیں کرتا حالانکہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین۔

لیکن دوسری شرط آپ میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف وہ دعوے نبوت کرتا ہے بلکہ وھو یدعی الی الاسلام۔ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم نے جس وقت نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اسوقت کوئی مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہو۔ اور جس کے پیرو آپکو کہتے ہوں کہ آپ اسلام میں شامل ہوجائیں بلکہ کوئی مذہب نصرانیت کوئی یہودیت کوئی شرک کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ایک مذہب بھی ایسا نہ تھا۔ جس کے پیرو پہلے آپکو مسلم کہتے ہوں اور جس مذہب کا نام اسلام ہو۔ پس رسول کریم کی نسبت یا آپکے زمانہ میں کسی نبی کو نہیں کہا جاسکتا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے اور خصوصاً کون ہو سکتا ہے جب وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ کیونکہ اسوقت کوئی مذہب اسلام موجود نہ تھا۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ ماننا پڑیگا کہ یہ بات کسی ایسے رسول کے حق میں ہو سکتی ہے جو رسول کریم کے بعد آئے۔ اسوقت کے مسلمان اسے کہیں کہ تو مسلمان ہوجا یہ کیا کفر اختیار کیا ہے کہ میں رسول ہوں تو ان لوگوں کو چاہیئے کہ اگر یہ جھوٹا ہے اور اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے تو پھر تو یہ بڑا ظالم ہے۔ اور ظالم تو کامیاب نہیں ہوتے۔ اور یہ تو کامیاب ہوجاتا ہے۔

یدعی الی الاسلام کے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ایک انسان تو ایسا ہوتا ہے

جسکو اس کا علم ہی نہیں ہوا۔ وہ کسی قدر معذور ہوسکتا ہے۔ لیکن جس شخص کے سامنے کافی موجود ہو اور حق کی طرف اسے بلایا جائے اور پھر وہ جھوٹا دعوےٰ کرے تو وہ نہایت سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مدعی نبوت جھوٹا دعوے کرتا ہے اور پھر ایسے حال میں کرتا ہے کہ حق اسکے سامنے موجود ہے اور لوگ اسے اسلام کی طرف پکارتے ہیں۔ تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوسکتا ہے لیکن ظالم تو ہدایت نہیں پاسکتے یہ تو ہدایت پا سکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کہا جائے کہ اسلام سے مراد کوئی ایسا مذہب نہیں جو اسلام سے موسوم ہو بلکہ قرآن شریف نے پہلے مذاہب کا نام بھی اسلام ہی رکھا ہے پس ہوسکتا ہے کہ یدعیٰ الی الاسلام سے مراد ہو کہ پہلے مذاہب کے پیرو آپکو اپنے مذاہب کی طرف بلاتے ہیں لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن شریف نے اسلام کے سوا جسقدر مذاہب اس وقت موجود تھے۔ اسکا نام اسلام نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت ابراہیم موسیٰ مسیح وغیرہم جس قدر انبیاء گزرے ہیں۔ انکے سچے متبعین کو مسلم کہا گیا ہے۔ مگر ان غلطیوں کو جو رسول کریم کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ اگر ان مذاہب کا نام اسلام رکھا گیا ہے تو پھر ماننا پڑیگا کہ وہ سچے مذاہب تھے۔ لیکن یہ غلط ہے وہ سب مذاہب بگڑ چکے تھے اسلئے انہیں اسلام نہیں کہا جاسکتا تھا۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے رسول کریم مراد نہیں ہوسکتے بلکہ آپکے بعد آنیوالا کوئی شخص ہے جسے اس وقت کی حقیقت سے دور پڑے ہوئے مسلمان اسلام کی طرف بلائینگے اور کہینگے کہ یہ تو کافر ہیں۔ تم اسلام میں داخل ہو۔ اور اللہ تعالےٰ انکے دعوے کی تکذیب کرتا ہے۔

دوسری صورت اس آیت کی تفسیر کی یہ ہوسکتی ہے کہ کہا جائے کہ یہ آیت کفار کی نسبت ہے .... کہ تم سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے کہ تم رسالت کے منکر ہو اور ہمارا رسول تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہے۔ مگر اسے قبول نہیں کرتے۔

لیکن یہ صورت بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ومن اظلم ممن
افترٰی علی اللہ الکذب۔ اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر
افترا کرتا ہے۔ اور **مفتری اسے کہتے ہیں کہ جو کوئی دعوے کرے۔ اور اسی**
قطعاً نہیں کہتے کہ جو کسی دعوے کا انکار کرے۔ اور اگر انکار کا نام
دعوی رکھ جائے۔ تو پھر دنیا میں سب مدعی بن جائینگے منکر کوئی رہیگا نہیں۔ حالانکہ یہ
عقل کے صریح خلاف ہے۔ ہر بات کا ایک مدعی ہوتا ہے۔ ایک منکر اور انکار کرنیوالا
مدعی نہیں کہلا سکتا۔ پس کفار اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کا
اس آیت میں کوئی دعوی بیان نہیں کیا گیا۔ گو بعض مفسرین نے انکے بعض دعاوی
بیان کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کے شریک ہیں۔ لیکن ان دعاوی کا
اسجگہ کوئی ذکر نہیں۔ اسجگہ تو انکا انکار ہی بیان ہوا ہے کہ جب ہمارا نبی آیا۔ تو انہوں
نے کہا کہ یہ تو ایک جھوٹا انسان ہے اور باتیں بناتا ہے پس انکو مدعی نہیں کہا جا
سکتا۔ بلکہ وہ منکر کہلا سکتے ہیں۔ قرآن شریف میں یہ آیت بہت جگہ آتی ہے۔ اور ہر
جگہ مدعیوں کے حق میں آئی ہے۔ منکر کے حق میں یہ الفاظ قرآن شریف نے استعمال
نہیں کئے۔ اگر کفار کے حق میں بھی ہے تو کسی دعوے کی طرف ضرور اشارہ کیا گیا
ہے۔ پس کفار کے حق میں بھی یہ آیت نہیں ہو سکتی۔ اور بہر حال ماننا پڑیگا۔ کہ
کسی مدعی رسالت کی نسبت ہے جو رسول کریم کے بعد آئے گا۔ اور اسکا نام احمد
ہوگا۔ اسے اس وقت کے لوگ کہینگے تو اگر مسلمانوں میں شامل ہو لیکن وہ مجبور
ہونگے حقیقی اسلام اُسی کے پاس ہوگا۔

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواههم
واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یعنی باوجود مخالفت کے ہم اسے
بڑھائینگے۔ اور گو لوگ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اس خدا کے نور کو بجھانا چاہینگے

لیکن اللہ تعالےٰ اس موعود کے کفار کو اپنی مخالفت میں ناکام کر دیگا۔ اور وہ کامیاب نہ ہو سکینگے۔ اس آیت سے بھی چار باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول۔ تو یہ کہ اس موعود کی سخت مخالفت ہوگی۔ اور لوگ اسے مٹا دینا چاہینگے

دوم یہ کہ وہ مخالفت تلوار یا بذریعہ جنگ نہ ہوگی۔ بلکہ لوگ اپنے مونھوں کی پھونکوں سے اُسکے نور کو بجھانا چاہینگے۔

سوم یہ کہ وہ مخالفت میں ناکام رہیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ انکو خائب و خاسر کریگا

چہارم یہ کہ اس موعود کا وقت اتمام نور کا وقت ہوگا۔

ان نتائج سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم اس آیت سے مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ گو رسول کریم کی مخالفت بھی ہوئی اور آخر میں کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن آنحضرت کے مخالف صرف فتووں سے کام نہ لیتے تھے بلکہ تلوار کے زور سے آپکے نور کو مٹانا چاہتے تھے۔ اور بعض میں ایسے بڑھ گئے تھے کہ گالیوں اور فتووں کے علاوہ تلواروں اور تیر و تفنگ سے آپکو تکلیف دیتے تھے۔ اور یہ کوئی ایسا موعود ہے جس کی مخالفت تو ہوگی۔ لیکن لوگ کسی نہ کسی وجہ سے تلوار سے اسکا مقابلہ نہ کرینگے۔

دوم۔ رسول کریم کا وقت نور کی ابتدا کا وقت تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسلام کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اس شجر نے بڑھتے بڑھتے بہت بڑی ترقی کرنی تھی۔ پس یہ کوئی ایسا شخص ہے جو آپکے بعد آئے اور آپکے آخری خلفاء میں سے ہو۔

آخری حصہ ان آیات کا یہ ہے هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اس میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس موعود کے زمانہ میں دین حق کو دیگر تمام ادیان پر غلبہ دیا جائیگا۔ اور اسکی نسبت بھی کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آخری زمانہ اسلام میں ہوگا کیونکہ اسوقت کل ادیان کا اظہار ہو جائیگا۔

پس یہ تمام دلائل صاف کر دیتی ہیں کہ ان آیات سے رسول کریم مراد نہیں ہیں بلکہ کوئی ایسا شخص مراد ہے کہ جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء میں سے ہوگا کیونکہ آپ کے بعد کوئی شخص براہ راست نور رسالت چھوڑ کر نور ایمان بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

انجیل کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے نے صرف دو شخصوں کی نسبت پیشگوئی کی ہے ایک تو رسول کریم کی نسبت اور ایک اپنی دوبارہ آمد کی نسبت پس اب جبکہ آیت رسول کریم کے بعد کسی اور انسان کی نسبت ہے تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی نسبت ہے اور جس قدر دلائل پہلے بیان کئے گئے ہیں وہ سب مسیح موعود پر چسپاں بھی ہو جاتے ہیں یعنی اسکی آمد مسیح کی دوبارہ آمد قرار دی گئی ہے۔

۱۔ اور چونکہ موعود کو احمد کہتے ہیں اسلئے مسیح موعود کے آنے کو احمد کہا گیا۔

۲۔ وہ اسلام میں آیا اور اسکے زمانہ میں ایک جماعت ایسی موجود ہے جس نے اسکے دعوے کے وقت کہا کہ تو کافر ہے اسلام کی طرف آ اور اس نے ان لوگوں کو یہی جواب دیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں۔ اور تم اپنے خیال میں مجھے اسلام کی طرف پکارتے ہو تو مجھ سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے اور ظالم تو ہدایت نہیں پاتے پھر میں ترقی کیوں کر رہا ہوں۔

۳۔ اسکا مقابلہ مونہوں سے یعنی ملفوظات سے کیا گیا۔ اور اسکے مخالفین نے چاہا کہ اسے فتووں کے زور سے تباہ کر دیں لیکن ناکام رہے۔

۴۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ وہ قوم کیونکر تباہ ہو سکتی ہے جس کے اول میں اور آخر میں مسیح موعود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتمام نور مسیح موعود کے وقت ہوگا یعنے اسکے زمانہ میں اسلام اپنی آخری حد کمال کو پہنچ جائیگا۔ ورنہ اس سے مراد نہیں کہ رسول کریم کے نور میں کچھ کسر تھی جسے مسیح آکر پورا کریگا۔ بلکہ مسیح تو رسول کریم کے باغ کا ایک خوشہ چین ہے وہ رسول کریم کے نور کو کیونکر پورا کر سکتا ہے۔ رسول کریم کا نور تو پورا ہو چکا اور آپ سے بڑھکر کیا یہ کہ ہم تو یہی کوئی آدمی اب پیدا نہیں ہوگا ہی مطلب ہے کہ

کہ اسلام کو اسکی انتہائی ترقی پر پہنچائیگا۔

۵۔ اس بات پر قریباً تمام مفسرین متفق ہیں کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا زمانہ مسیح کا زمانہ ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعود کی ہے۔

مفسرین کی تائید قرآن شریف بھی کرتا ہے کیونکہ یہ آیت قرآن شریف میں تین جگہ پر آئی ہے۔ سورہ توبہ آیت ۳۳ میں سورہ فتح آیت ۲۸ اور ایک اسی سورۃ میں اور تینوں جگہ مسیح کا ذکر ہے۔ سورہ توبہ اور صف میں تو صاف طور سے پہلے مسیح کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد ازاں یہ آیت ہے اور سورہ فتح میں اس آیت کے ذکر کے بعد انجیل کی ایک پیشگوئی کا ذکر ہے گویا تینوں جگہ مسیح کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا۔ تب ہی اسکے ساتھ مسیح کا ذکر کیا جاتا ہے سبحان الملک القدوس اس نے اپنے کلام میں کیسی کیسی حکمتیں مخفی رکھی ہیں جو اپنے وقت پر کھلتی ہیں۔

اب ان دلائل قطعیہ سے ثابت کرنیکے بعد کہ یہ مسیح موعود کی پیشگوئی ہے ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود کا نام بھی احمد ہے۔

۱۔ آپ کے والدین نے آپکا نام احمد رکھا۔ غلام صرف خاندانی رواج میں سے ہے۔ اسکے ثبوت یہ ہیں۔

ا۔ آپکے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا آپکے چچا کا نام غلام محی الدین تھا۔ پس غلام کا نام ایک خاندانی علامت تھی ورنہ اصل نام احمد تھا۔ پھر قرآن مجید میں فبشرنٰہ بغلام حلیم۔ اور بھی آیات میں غلام کا لفظ ہے پس غلام احمد سے مراد ہے کہ محمدی گھرانے کا فرزند جو احمد کے نام سے آنیوالا تھا (؟) غلام کے معنے قوم کے لئے جائیں تو بھی ماننا چاہئے کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ کی امت میں نبوت کے درجہ پر فائز ہوگا۔ وہ آپ کی غلامی سے ہوگا۔

۲۔ آپ کے والد صاحب نے آپکے نام پر ایک گاؤں بسایا تھا۔ اسکا نام احمد آباد رکھا

نکہ غلام احمد آیا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے آپکا نام احمد ہی رکھا تھا۔

۳۔ آپ نے اپنی اولاد کے ناموں میں اپنا نام داخل کیا اور وہ احمد ہی ہے۔ جیسے سلطان احمد۔ فضل احمد۔ بشیر احمد۔ محمود احمد۔ بشیر احمد۔ شریف احمد۔ مبارک احمد ان سب ناموں میں اپنا نام احمد ساتھ لگایا۔

۴۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ آپ بیعت کے وقت یہ اقرار لیتے تھے کہ میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ نہیں کہتے کہ غلام احمد کے ہاتھ پر

۴۔ الہام میں بھی آپ کو احمد احمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جیسے یہ الہامات ہیں
(۱) یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک (۲) یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی
(۳) یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ

اسی لئے بیعت کرنے والوں کو احمدی کہلانے کا حکم دیا۔

ان دلائل سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ آپکا نام احمد تھا۔ پس اسمہ احمد کی پیشگوئی بھی صاف ہو جاتی ہے۔

آخر میں یہ صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس پیشگوئی کو اپنے پر چسپاں کیا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ پر تحریر فرماتے ہیں

"اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا"

برطبق پیشگوئی اسمہ احمد قابل غور الفاظ ہیں۔

آپ کے بعد حضرت خلیفہ اول حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے بھی بارہا یہی بیان

چنانچہ اسکے لئے حلفیہ شہادتیں لکھی جاتی ہیں۔

یہ شہادت انکے کئی جناب خاص شاگردوں کی ہیں جو اکثر حضور میں بیٹھتے اور جنہوں نے بخاری و قرآن شریف کو سبقاً پڑھا۔

حلفیہ شہادتیں

(۱) واللہ باللہ ثم تاللہ میں نے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح سے یہ سنا ہے کہ حضرت مسیح نے جو بشارت حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی دی ہے۔ اور آپ کا اصل نام احمد ہے۔ محمد سرور شاہ

(۲) بے شک خلیفۃ المسیح رحمۃ اللہ علیہ۔ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لیتے تھے۔ قاضی امیر حسین

(۳) مجھے ایک دفعہ تمام سورہ صف بخصوصیت پڑھائی تھی۔ جس میں احمد والی پیشگوئی کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کو قرار دیا تھا۔ اور تمام آئمہ کو جو اس پیشگوئی کے بعد ہیں اسی زمانہ پر چسپاں کیا تھا۔ اور میں بحیثیت آپکے شاگرد ہونے کے یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس آیت کا یہی مطلب بیان فرمایا کرتے تھے۔ حافظ روشن علی

(۴) میں نے مختلف موقعوں پر حضرت خلیفۃ المسیح اول سے سنا تھا کہ و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد والی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہے۔ اور کہ آپ کا اصل نام احمد ہے۔ غلام لفظ زائد ہے۔ میر محمد اسحٰق

(۵) میں نے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الرحمۃ کو اس بات پر زور دیتے ہوئے اور قرآن کریم سے اس بات کو ثابت کرتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

(۶) میں بھی اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول اس مذکورہ والا پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کے متعلق بیان فرماتے تھے۔ مرزا برکت علی

(۷) واقعی یہ مضمون خلیفۃ المسیح اول نے بارہا سنایا کہ مسیح موعود کا نام احمد قرآن کریم کی پیشگوئی

کے مطابق ہے۔ مولوی غلام نبی و غلام محمد رضا و رحمت حسن

(۸) میرا بھی اسی پر اتفاق ہے جو مولوی غلام نبی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ عطاء الرحمٰن جزوی

(۹) وہ خدا جو حاضر ناظر ہے اسے گواہ رکھ کر یہ بات لکھتا ہوں کہ میرے ان دو کانوں نے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول سے یاتی من بعدی اسمہ احمد کے متعلق سنا ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی ہے جو کہ مسیح موعود ہیں۔ اور حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی ہے جس کا اشارہ انا ارسلنا میں ہے اور حضرت خلیفہ اول سے بار بار میرے کانوں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد ہے اور غلام کے معنے ایک جوان کے ہیں۔ اور اسکی دلیل یہ دیا کرتے تھے کہ آپ بیعت لیتے وقت صرف احمد کا لفظ کہتے تھے۔ سید محمود عالم

(۱۰) صوفی غلام محمد۔ بی اے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ خلیفہ اول کا یہی مذہب تھا۔

ان شہادات کے بعد رسالہ اسمہ احمد کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ہم نے آنحضرت صلعم کے احمد ہاں سب سے بڑا احمد ہونے سے ہرگز انکار نہیں کیا اور جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور ان حوالوں کے خلاف لکھا گیا ہے جو اس رسالہ میں دئے گئے ہیں۔ باقی ہماری کوئی ایسی دلیل نہیں جس کا رد کرنے میں وہ کامیاب ہوئے ہوں۔ اور نہ انکی کوئی ایسی دلیل ہے جو ہمارے بیان کو کمزور کرے۔

ہاں یہ جو کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ رسول نہیں تھے اور آیت میں مستقل رسول کا ذکر ہے اسلئے آپ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی ایک کمزور بات ہے کیونکہ اس سوال کا جواب حضرت اقدس نے نزول المسیح صفحہ ۱۰۴ پر دیا ہے وہاں معترض نے لکھا ہے کہ آپ کو بروزی رسول ہونے کا دعویٰ ہے اور آیت ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق میں اصل رسول کا ذکر ہے تو آپ نے لکھا ہے کہ میری وحی اور اگلے رسل کی وحی میں کچھ فرق نہیں۔ میری وحی بھی ویسی قطعی اور یقینی ہے۔ اور

شبہات سے پاک اور منزہ ہے (صفحہ) یعنے بلحاظ نفس نبوت محمد میں اور اگلے رسل میں کچھ فرق نہیں۔ اور بعض اپنے کلام میں ہر ایک اختیار رکھتا ہے۔ اس نے رسول کا لفظ ان رسولوں کے لئے بھی استعمال کیا ہے جو آنحضرت صلعم سے بہت کمتر تھے اور آپ کے لئے بھی جو سب سے افضل اور سب کے لئے بطور فضل کے ہیں وہی رسول کا لفظ استعمال ہوا۔ الخ (صلہ حاشیہ)

پھر آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۹ میں آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کا ذکر (جس میں صاف لفظ رسول ہے) اپنے پر چسپاں کیا ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سی آیات ہیں کہ ان میں لفظ رسول یا نبی ہے اور آپ نے انکا مصداق اپنے آپکو ٹھہرایا ہے۔ مثلاً اشتہار منارۃ المسیح میں فرماتے ہیں۔ آیت هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى .... یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے۔

غرض آپکے نبی و رسول ہونے کے شہود ثبوتوں کے لئے انکا مضمون مطالعہ فرمائے اور رسالہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کا صفحہ ۱۸۱ بھی پڑھ جانا چاہیئے جس میں لکھا ہے کہ

"قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے۔ جو توسط فیض و اتباع آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا تعالے سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے اسپر کیا دلیل ہے۔"

اور چشمہ معرفت کا صفحہ ۳۲ جس میں لکھا ہے۔

"خدا تعالے نے اسبات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اسکی طرف سے ہوں اسقدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے .... لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔"

آپ کے ہاتھ پر ان ۱۰ لاکھ نشانات تو شاید دکھلائے گئے ہوں کہ ہزار نبی کی نبوت انکے بعد ثابت ہو سکے مگر آپ نبی خود نہ ثابت ہو سکیں۔

یہ کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان سے مل سکتی ہیں

نام کتاب	قیمت		نام کتاب	قیمت	
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	[illegible]	[illegible]	نشان رحمت	[illegible]	[illegible]
سچ بیان نظم پنجابی	[illegible]	[illegible]	پسر موعود	[illegible]	[illegible]
احسن القصص	[illegible]	[illegible]	غلامی	[illegible]	[illegible]
درثمین فارسی اردو	[illegible]	[illegible]	عصمت انبیاء	[illegible]	[illegible]
مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	المہدی والمسیح	[illegible]	[illegible]
درس قرآن ایڈیشن کے نوٹ از خلیفہ اول	[illegible]	[illegible]	مجموعہ درسات حصہ اول کشوف حضرت اقدس	[illegible]	[illegible]
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	" " دوم	[illegible]	[illegible]
تحفہ رسالہ جلد [illegible]	[illegible]	[illegible]	" " سوم	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	آثار مبارکہ	[illegible]	[illegible]
رد چکڑالوی	[illegible]	[illegible]	ہدایات در بارہ صلوٰۃ	[illegible]	[illegible]
اربعین الاحادیث	[illegible]	[illegible]	کلام محمود	[illegible]	[illegible]
صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]	ضرورت زمانہ	[illegible]	[illegible]
طبیب روحانی	[illegible]	[illegible]	عمدۃ الاحکام	[illegible]	[illegible]
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	[illegible]	[illegible]	تجربات نورالدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]
القادیانی	[illegible]	[illegible]	" " دوم	[illegible]	[illegible]
البلاغ المبین	[illegible]	[illegible]	تفسیر ترجمۃ القرآن پ	[illegible]	[illegible]
ادویۃ القرآن	[illegible]	[illegible]	" پ	[illegible]	[illegible]
غنیۃ الکل جلد دوم	[illegible]	[illegible]	" " پ	[illegible]	[illegible]

"دوستو! اک نظر خدا کیلئے"

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب حضرت مسیح موعودؑ کے سراسر خلاف ہے

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اخبار پیغام صلح جلد دوم نمبر ۲۰ کے ضمیمہ میں "عقیدہ" کے عنوان سے اپنا مذہب شائع کیا ہے میں اس پر بہت سی شہادتیں لکھ سکتا ہوں جو حضرت مسیح موعود کے مذہب کے بالکل مخالف ہیں لیکن اس وقت مولوی محمد علی صاحب کا مذہب ایک طرف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب دوسری طرف پیش کرتا ہوں شاید کسی کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب انکے اپنے الفاظ میں	مولوی محمد علی صاحب کا مذہب
(۱) خدا کی اصطلاح میں مسیح موعود کا نبی ہونا نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں۔ × × خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۰	**عقیدہ نمبر اول۔** میں دیانتداری سے ایسا مانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود شرعی .... اصطلاح میں نبی اور رسول نہ تھے۔

(۱) نبیوں کی اصطلاح میں مسیح موعود کا نبی ہونا

جبکہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں **نبوت** کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر سب نبیوں کا اتفاق ہے ۔ ۔ ۔ سو میں نے محض خدا کے فضل سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۔)

(۲) محدثین کی اصطلاح میں مسیح موعود کا نبی ہونا

نبی سے مراد صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں ۔ ۔ اور جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۔)

(۳) عربی اور عبرانی زبان میں مسیح موعودؑ کا نبی ہونا

سو میں اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔

(۴) قرآن شریف کی اصطلاح میں مسیح موعود کا نبی ہونا

(۱) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ سے ظاہر ہے کہ رسول سے مراد جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ اور مسیح موعود بھی مراد ہے (تحفہ گولڑویہ) آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے (اشتہار منارۃ المسیح)

(۲) ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک

نبی کرنے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

(۲) فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا۔ جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اسکے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر کئے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی

پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی)

(۳) کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ پس چونکہ میں اسکا رسول ہوں × × ×
اسلئے میں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنے آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ اسی آیت کا مفہوم سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی میرے حق میں سچا نکلے گا۔ (نزول المسیح)

(۴) اگر مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ تو یہ نئی بات نہیں دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون (چشمہ معرفت)

(۵) یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں جسکو پنجوقت مسلمان پڑھتے ہیں۔ میرے آنے کی نسبت پیشگوئی کر دی (تحفہ گولڑویہ) میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔ اور میں وہ منعم علیہ ہوں کہ اسکی طرف سورۃ فاتحہ میں ان دو گروہ کے ظہور کے وقت اشارہ ہے (خطبہ الہامیہ)

(۶) **میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔**
اسلئے انکار .... کفر تک نوبت پہنچتی ہے لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اسپر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی ... (۲) دوسرا بعث
احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جس کی نسبت بحوالہ آیت قرآن شریف میں یہ آیت ہے
ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد .... جو اسے
پہلے فرمایا) اور مہدی معہود اور مسیح موعود ...... پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا بعث دوم موقوف ہے۔ (تحفہ گولڑویہ)

(۵) و اذا الرسل اقتت۔ اور جب رسول وقت مقررہ پر لائے جاویں گے یہ اشارہ
درحقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے (شہادۃ القرآن)

(۶) یاجوج ماجوج کے قرینہ سے قطعی طور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ قرنا مسیح موعود
ہے (جیسا کہ ... فرمایا) "اس کے بعد کہے گا خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا۔
وہ قرنا کیا ہے وہ اس کا نبی ہوگا۔ (چشمہ معرفت)

احادیث اور دوسری کتب سماویہ میں مسیح موعود کا نبی ہونا

اسی وجہ سے صحیح بخاری صحیح مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے (تحفہ گولڑویہ)

اصطلاح اسلام میں مسیح موعود کا نبی ہونا

اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی عشق ہوتا ہے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں۔ اور خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں ... (لیکچر سیالکوٹ)

نوٹ۔ قرآن شریف کی دو آیات مذکورہ بالا اور نصوص صریحہ حدیثیہ وغیرہ سے صاف صریح طور پر مسیح موعود کو نبی اور رسول کے لقب سے ملقب کیا ہے جو آیات محولہ بالا میں نبی اور رسول کا لفظ شرعی اصطلاح میں بولا گیا ہے ...

اگر حضرت مسیح موعود شرعی اصطلاح میں بھی نبی اور رسول ہیں۔ تو دلیل دعوے پر کیسے اور کیونکر منطبق ہو سکتی ہے۔ دعوے میں تو آپ لغوی معنوں میں نبی اور دلیل میں شرعی معنوں میں نبی جو کہ بالبداہت باطل ہے۔ فتدبروا

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب

عقیدہ نمبر ۲ ۔ آپ جن معنوں میں نبی اور رسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں

حضرت مسیح موعود کا مذہب

(۱) اس امت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی . . . . (حقیقۃ الوحی)

(۲) احادیث نبویہ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا (حقیقۃ الوحی)

(۳) غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال۔ اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ انکو یہ حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(۴) نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا × × تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے (حقیقۃ الوحی)

(۵) و یا کن لعذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے

(۶) و آخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ بہر حال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔

(۸) بدر نمبر ۲۳ جلد ۲ مورخہ ۸ جون ۱۹۰۶ء میں ایک سائل کے سوال پر کہ کیا اسلام میں اس قسم کا نبی ہو سکتا ہے تو آپ سے پہلے کوئی ہوا ہے " فرمایا یہ سوال مجھ پر نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ انہوں نے صرف **ایک کا نام نبی** رکھا ہے۔

(۹) میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں۔ جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا
" " پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ
" " اور **کوئی شخص ایسا تلاش کرو جو میری مانند ہو**۔ اور ہرگز نہ پاؤگے اگرچہ جنگل ایک ہی ڈھونڈتے ہو (خطبہ الہامیہ)

(۱۰) "ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس وجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہو اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(۱۱) "یہ وحی اللہ کہ دنیا میں **ایک نبی آیا مگر دنیا نے اسکو نہ مانا** (مکتوب مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

نوٹ۔ اب ان متعدد الہامات کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود کے علاوہ اور بھی کوئی امت محمدیہ میں نبی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یا کیا ایسا کہنا مسیح موعود کی مخالفت اور تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب	مولوی محمد علی صاحب کا مذہب
"دو اور نسبتیں (ع) عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد رسول اللہ صلعم اسکا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے اب بعد اسکے	**عقیدہ نمبر ۳**۔ میں حقیقی نبوت کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم یقین کرتا ہوں آپ کے بعد کوئی پرانا نبی واپس نہیں آئیگا اور نہ کوئی نیا نبی مبعوث ہوگا۔

کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ (کشتی نوح)

(حوالہ نمبر ۵) یہ کس قدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے۔ **ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا۔ اور ایک پہلو سے امتی** وہی مسیح موعود کہلائیگا (حقیقۃ الوحی)

(حوالہ نمبر ۶) وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے (حقیقۃ الوحی)

(حوالہ نمبر ۷) واخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔

(حوالہ نمبر ۸) مواہب الرحمن صفحہ ۶۶ میں ہے ومن نبذ من عقائدنا × × و نومن بانہ خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ الا الذی ربی من فیضہ واظہرہ وعدہ (ترجمہ) اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ سیدنا محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء ہیں۔ انکے بعد کوئی نبی نہیں سوا اسکے جو آپکے فیض سے پرورش پاتا اور آپ کے وعدہ کے موافق ظاہر ہو۔

نوٹ ۔ پس یہ بات قطعی الدلالت آیات قرآنیہ و نصوص صریحہ حدیثیہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے اظہار اور اثبات کے لئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ بخشے جس کو نبوت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پس یہ بات لازمی طور سے مقدر تھی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نبی اللہ ہو جو بروزی طور سے محمدیت کی چادر کے نیچے ہو تا ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال فیضان دنیا پر ظاہر ہو اور دوسری طرف پیشگوئی مندرجہ آیات قرآنیہ و حدیثیہ پوری ہو۔

اور نیز دونوں سلسلوں کا تقابل پورا ہو پس حضرت مسیح موعود کی نبوت باعتبار اسکے کہ وہ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہے ختم نبوت کے منافی نہیں۔ مگر باعتبار اسکے کہ انکی نبوت اپنی کیفیت و کمیت میں اس کثرت اور کمال کو پہنچ گئی ہے جس کثرت اور کمال کو پہنچنا ایک نبی کے لئے ممکن ہے۔ نبوت کاملہ ہے۔ اسلئے انکی نبوت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں [illegible] کچھ فرق نہیں۔ صرف ذریعہ اور ذریعہ حصول نبوت کا فرق ہے اور وہ فرق بھی حضرت نبی کریم کی ختم نبوت کی وجہ سے ظہور میں آیا۔ فتدبروا

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب

عقیدہ نمبر ۴ — میں یہ ایمان رکھتا ہوں کہ پہلی امتوں میں بعض عظیم الشان نبیوں اور رسولوں کے علاوہ حقیقی نبی اور رسول ہوتے رہے لیکن اس امت کے خلفاء میں کوئی خواہ کیسا ہی عظیم الشان خلیفہ کیوں ہو وہ حقیقی نبی اور رسول نہیں ہو سکتا

حضرت مسیح موعود کا مذہب

اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل پر کھڑا کیا گیا ہے تا موسوی اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجھ آجاوے اسی غرض سے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے (...) پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو (نزول المسیح) اور اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں اسلئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جاوے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جاوے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو (تذکرۃ الشہادتین)

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب

عقیدہ نمبر ۵۔ نبی مجددوں میں سے ایک مجدد حضرت مسیح موعود بھی ہیں

حضرت مسیح موعود کا مذہب

(نوٹ) "مجدد دین کا کام صرف تجدید دین کرنا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے علاوہ تجدید دین کرنے کے تکمیل بھی کی ہے۔ اس لئے آپ صرف مجدد نہیں۔ بلکہ نبی بھی ہیں۔ تکمیل کے بارے حضرت مسیح موعود یوں فرماتے ہیں۔ ؎

رونق آدم کے تھا وہ نا مکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ رنگ و بار

(حوالہ اول) (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(حوالہ دوم) اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ (کشتی نوح)

(حوالہ سوم) خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب قائم کئے ہیں ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا .... دوسری تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنے والا۔ لیکن تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوئی (تحفہ گولڑویہ)

(حوالہ چہارم) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ان کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

Digitized by Khilafat Library

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب

عقیدہ نمبر ۶۔ مسیح موعود کا انکار معمولی ... [illegible] ... زیادہ سخت ہے۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب

نوٹ۔ حضرت مسیح موعود کو علاوہ بہت سی اور خصوصیات کے تمام امت محمدیہ کے مجددین وغیرہ پر [illegible] ... ایک خاص امتیاز ہے ... کہ آپ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ اور دوسرے تمام لوگ مجدد ہی ہیں۔ لہٰذا آپکا انکار انبیاء علیہم السلام کے انکار میں داخل ہے۔ اور عام مجددین کے انکار [illegible] ... مناسبت [illegible]

چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جس شخص کو خدا تعالیٰ نے بصیرت عطا کریگا۔ اور وہ مجھے پہچان لیگا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور وہی ہوں۔ جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔ اور اس کو سلام کہا ہے۔ اور اس کو اپنا دوسرا بازو قرار دیا ہے۔ اور خاتم الخلفاء ٹھہرایا ہے اور مجھے اسی طرح سے افضل سمجھیگا۔ جس طرح خدا اور رسول نے مجھے فضیلت دی ہے (نزول المسیح)

حضرت مسیح موعود کا مذہب	مولوی محمد علی صاحب کا مذہب
(حوالہ نمبر ا) بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اسنے مجھے قبول نہیں کیا وہ	عقیدہ نمبر ۲۔ ہر کسی مسلمان کو محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے خارج از اسلام نہیں جانتا

مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے (از خط بنام عبدالحکیم مرتد)

(حوالہ نمبر ۲) اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو۔ (خطبہ الہامیہ)

(حوالہ نمبر ۳) اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ انکے مناسب حال کونسی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کہ ما دعاء الکافرین الا فی ضلٰل (ضمیمہ انجام آتھم)

(حوالہ نمبر ۴) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا ۔ ۔ ۔ پس اسلئے

۔۔۔ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے **کافر ہے۔**

(حوالہ نمبر ۵) جو شخص مجھے نہیں مانتا ۔۔ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اسلئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ **کافر بنتا ہے۔**

(حوالہ نمبر ۶) جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔

(حوالہ نمبر ۸) قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں۔

(حوالہ نمبر ۹) فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور انس و جن میں سے ان سا کوئی بھی بد طالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا۔ دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا۔ (الحکم)

(حوالہ نمبر ۱۰) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی ہے (حقیقۃ الوحی)

(حوالہ نمبر ۱۱) میں اسم احمد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اگر اس سے انکار کیا جاوے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیروزبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے کا مذہب	حضرت مسیح موعود کا مذہب
عقیدہ نمبر ۹ - مگر جن مسلمانوں کو آپ کی خبر نہیں پہنچی وہ میرے نزدیک کسی مواخذہ کے نیچے نہیں۔	(حوالہ نمبر ۱۲) بیشک یہ سچ ہے مگر یہ مسیح موعود کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸ میں فرماتے ہیں۔

"جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعوے پر اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مواخذہ ہو گا ... ایسا ہی عقیدہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بارہ میں بھی یہی ہے"

(حوالہ نمبر ۱۳) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا ...... پس جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری

قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن قابل مواخذہ ہوگا۔ اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور وہ مکذب اور منکر ہے۔ تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر پر ہے۔ اسکا نام بھی کافر ہی رکھا ہے۔ اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں ہم اس بات کے مجاز نہیں ہیں۔ کہ اسکی نسبت نجات کا حکم کریں۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب	مولوی محمد علی صاحب کا مذہب
(حوالہ نمبر ۱) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔	**عقیدہ نمبر ۹** سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے میں صرف بیعت ضروری نہیں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانا جاوے اور میں

(حوالہ نمبر ۲) خدا تعالیٰ نے میری وحی میں میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ جس کے کان ہوں سنے اور جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

(حوالہ نمبر ۳) جو شخص فی الواقعہ مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے (کشتی نوح)

(حوالہ نمبر ۴) جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے (اربعین ص)

(حوالہ نمبر ۸) خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ محمدی مسیح موسوی مسیح سے افضل ہے (کشتی نوح)
اُس مسیح کے مقابل پر خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے
اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا مذہب	حضرت مسیح موعود کا مذہب
عقیدہ نمبر ۱۔ حضرت مسیح موعود چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہیں اسلئے آپکے بعد خلافت کا سلسلہ نہیں چلتا۔	(نوٹ) حضرت مسیح موعود صرف خلیفہ ہی نہیں بلکہ نبی بھی ہیں۔ جیسا کہ اوپر واضح طور سے ثابت ہے۔ پس یہ ایک خطرناک مغالطہ ہے جو محمد علی نے دیا ہے خدا کا مسیح فرماتا ہے

(حوالہ نمبر ۱) حضرت عیسے علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا اس بات کی طرف اشارہ
ہے کہ ضرور نبوت ان سے منتقل ہوجاوے گی۔ مگر اس امت کا مسیح مذکر و مؤنث سے
پیدا ہوا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس گروہ میں بہت مرد
پیدا کرے گا۔ جو صاحب صدق و صفا ہونگے (خطبہ الہامیہ)

(حوالہ نمبر ۲) اسمیں پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے
کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسا شخص پیدا کریگا۔ جو اسکا جانشین ہوگا۔

(حوالہ نمبر ۳) میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں
خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت
کا مظہر ہوں گے۔ (الوصیت)

(حوالہ نمبر ۴) حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۰ میں یوں فرماتے ہیں۔ کہ ثم یسافر المسیح الموعود
او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق۔

(حوالہ نمبر ۵) الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں
تو دنیا میں زلزلہ آجاتا ہے۔ وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی

خلیفہ کے ذریعہ سے اسکو ملتا ہے۔

آخر میں چونکہ مولوی صاحب کے سب اعتقادات کی بنیاد انکار نبوت مسیح موعود ہے اسلئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس کا سب سے آخری مکتوب مندرجہ اخبار عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں سے کچھ اقتباس درج کردوں۔ جس کے بعد امید ہے۔ کہ مولوی صاحب اور دیگر منکران نبوت کو کوئی چون وچرا کرنے کی گنجائش نہیں رہیگی

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کروں۔ میں اسپر اس وقت تک قائم ہوں۔ جو اس دنیا سے گذر جاؤں"

والسلام خاکسار سعدی از لاہور

مصلح موعود کے بارہ میں چند سوالات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ... [illegible]

ارشادات [illegible]

(ب) [illegible]

[illegible] (اختصار ... [illegible])

سوالات

[illegible]

[illegible] مسیح موعود [illegible]

[illegible] کی گئی [illegible]

[illegible] پیدا ہوگا [illegible]

[illegible] حضرت اقدس کے الہام [illegible]

[illegible] حضرت اقدس [illegible] اشتہار [illegible]

[illegible] مصلح موعود [illegible]

[illegible]

(۲) [illegible] حضرت اقدس [illegible] بشیر ثانی [illegible] مصلح موعود [illegible]

[illegible]

(۳) [illegible] حضرت اقدس [illegible]

[illegible]

(۴) [illegible] اشتہار [illegible] پیشگوئی [illegible] مصلح موعود [illegible]

[illegible] پیشگوئی [illegible]

(۵) [illegible] حضرت اقدس [illegible] پیشگوئی [illegible]

[illegible] مسیح موعود [illegible]

[illegible] پیشگوئی [illegible] ؟

ادویہ مجربہ از مطب حضرت خلیفۃ المسیح ساختہ حکیم قطب الدین صاحب

سرمہ دافع پھولا فی تولہ ...... [illegible]

[illegible]

حب مقوی باہ و مسک فی ڈبیہ ۸/ حب مقوی باہ فی ڈبیہ ۶/

[illegible]

[illegible] دفتر تشحیذ سے طلب کرو

نایاب آنکھوں کا انجن اور یکصد روپیہ انعام!!!

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

قیمت ۱۲	چھ مشہور دوائیوں کا بکس	قیمت ۱۲

آزمائش کیلئے ۱/۸ آزمائش کیلئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب ادویات آزمودہ ۴۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں اسکی قدیم خریدار دوکو مطالبہ کی ضرورت نہیں ہے ہی صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری دواؤں سے متنفر ہوگئے ہوں یقین دلانے اور آزمائش کے لئے ہم ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا نمونہ بکس بنایا ہے جس میں اسقدر کافی مقدار ایک دوا ہے کہ آزمائش پوری ہو سکتی ہے یہ چھ شیشیوں میں ایک خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں ان کے ساتھ علامات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی رہتی ہے گھر والوں کے لئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے اپنی خواہش تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے ہر ایک بڑی شیشی کے دام الگ الگ ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

دواؤں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا

درد کی دوا۔ درد کیسا ہی زور پر ہو فوراً دباتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے طاقت بڑھانے کی دوا

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا ہی فائدہ

جلاب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم وریاحی درد کی دوا

پوری حالات فہرست بلا قیمت طلب کرکے دیکھئے۔ ادویات ہر جگہ کے دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن لمیٹڈ ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

فہرست مضامین

نبوت احمدیہ ۱ - ۶۲

بجواب [illegible]

حافظ روشن علی صاحب

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ [illegible]

[illegible]

اللہ بخش [illegible] پریس نے چھاپا [illegible] سید عبد السلام [illegible] پبلشر نے شائع کیا

چند کتابیں جن میں غیر معمولی رعایت کی گئی ہے

دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب کرو

نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۳	[illegible]	[illegible]
ایضاً پ ۲۴		
ایضاً پ ۲۶		
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء	[illegible]	[illegible]
رد چکڑالوی	[illegible]	[illegible]
النصح	[illegible]	[illegible]

ناظرین اب موقع جانے نہ دیں کہ صرف چند روز کے لئے جتنے خریدار [illegible] رعایت کردی ہے [illegible] صاحب کمیشن [illegible] کی کتابیں خریدیں گے ان کو بقدر [illegible] رعایت دی جائیگی۔

احمد۔ یہ مضمون انگریزی میں چھاپا گیا ہے [illegible]

کی [illegible] کا مصداق۔ [illegible] رسالے کے صاحب احباب منگوا کر تقسیم کریں

چکار محمدی [illegible] پنجابی منظوم ۔/[illegible]

چکار مہدی مرثیہ خلیفہ اول ۱ر

احمدی عقائد [illegible] مولوی محمد علی صاحب [illegible] عقائد کے خلاف حضرت اقدس کی تحریروں کا

مجموعہ [illegible] کے منشور کا جواب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والہٖ مع التسلیم

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی رسولوں کے ساتھ قدیم سے ... چلی آتی ہے کہ ان سے
تمسخر کیا جاتا اور ان کی تکذیب ہوتی ہے بہت سی آنکھیں اُن کی سچائی معلوم
کرنے سے محروم رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی بیشمار نشان ان کی سچائی پر دلالت
کرتے۔ لیکن متکبروں کے چہرے ان کے دیکھنے سے ہٹائے جاتے بلا سوچے جو
لوگ انکار کر دیتے ہیں ان کے لئے قانون الٰہی ہو چکا ہے کہ ان کے لئے کسی
قسم کا نشان وعدہ وعید مفید نہیں ہو سکتا وہ خدا تعالیٰ کی ہستی جو کہ نہاں
درنہاں اور وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے وہ اپنے آپ کو اپنے رسل بندوں کے ذریعہ
سے ظاہر کرنا چاہتا ہے لیکن تاریکی کے فرزند چونکہ اس نورانی چہرہ سے جلتے
ہیں وہ اپنے اضطراب اور جنبش سے ایسی غبار اٹھاتے ہیں کہ ایک سیاہ
آندھی اس سورج کی روشنی کے آگے کھڑی کر دیتے ہیں۔ چونکہ تاریکی کے
فرزندوں کی کثرت ہوتی ہے اور رسل کے وجود سے پہلے ان کو دنیا پر تسلط ہوتا
ہے ان کے خیالات کی سیاہ رات دنیا کی تمام جہات میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جس سے
شمس ہدایت کی طرف نگاہوں کا اٹھانا بہت دقت ہوتا ہے +

خدا تعالیٰ کی اسی سنت کے مطابق مسیح موعود دنیا میں تشریف لائے
اس کا طلوع ایسے وقت میں ہوا کہ لوگوں کے احساس اس حد تک تغیر پا چکے
تھے کہ نہایت تیز آنکھ کو برف خیال کر بیٹھے اور نہایت تاریک رات کو روز روشن

سمجھتے ہیں ازل سے جس کا نام مجسم نئی روشنی ہے گیا اس کا کوئی نقل اور اس کی کوئی چیز
ایسی نہیں جسے ذرہ بھی تاریکی کا چہرہ دیکھا ہو ایسے بیمار کا تو علاج کر طبیب
کے لئے آسان جو اپنے آپ کو بیمار سمجھے لیکن ایسا بیمار جو اپنی بیماری کو اعلےٰ درجہ
کی صحت سمجھے اس کی تو گرد کو بھی طبیب نہیں پہنچ سکتا وہ تو ایسے ملک سے بھی
کوسوں دور ہو گا جس میں طبیب کا نام ہو چنانچہ مسیح موعود کے سورج کے طلوع
کے وقت ان اندھیرے والوں نے وہ گرد اٹھا دی کہ ملی تمام اندھیریاں اس کے
سامنے باد نسیم معلوم ہونے لگیں چونکہ دنیا کی عمر اپنے انتہا تک پہنچ گئی عباد الرحمٰن
کا عباد الشیطان نے اپنے تمام آلات کو جمع کیا ہر طرح شمس ہدایت پر تاریکی کا پردہ
ڈالا۔ لیکن یہ دنیا کا سورج تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کو بادل یا سیاہ اندھیریاں
لکھ شمس نور ہی کی حرارت کے سامنے یہ تمام کی تمام بھسم ہو جاتی ہیں منجملہ ان تمام
پردوں کے جو مخالفین نے مسیح موعود کا چہرہ مخلوق الہٰی سے چھپانے کے لئے
پھیلائے ہیں وہ کتابیں بھی ہیں جن کو کر مختلف قسم کی جعل سازی اور دھوکہ
دہی سے بھر کر لوگوں کے سامنے رکھا ہے ایک کتاب وہ بھی ہے جس کے ٹائٹل
پیج پر مرزا صاحب اور ثبوت پر قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان گڈھ کپتان سکول
پٹیالہ کا محاکہ جو لکھا ہے اور عام طور پر محاکمہ کے نام سے موسوم ہے یہ کتاب
جواب خلیفۃ المسیح کے دربار سے مجھے ملی جس کے پڑھنے کے بعد اپنی سمجھ کے مطابق
کوشش کی ہے کہ اس کے جوابات ہدیہ ناظرین کئے جاویں اللہ تعالےٰ ہی فہم
بخشتا ہے اور توفیق دیتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں تمام ہدایت اور حل ہے لا حول
ولا قوۃ الا باللہ جواب دینے سے پہلے اس امر پہ تنبیہ کر دینی لازم ہے کہ جس قدر
اعتراضات عموماً مخالفین نے کئے ہیں وہ سب کے سب وہی اعتراضات ہے
جو ابتدا میں جو پہلے نبیوں پر ان کی امتوں نے کئے یا جو آج یہود و نصاریٰ مخالفین
اسلام پر کر رہے ہیں خصوصاً قاضی سلیمان صاحب کے اعتراضات تو بالکل
ہی اہل کتاب کے اعتراضوں سے ملتے ہیں یہ بھی مسیح موعود کی سچائی کا نشان ہے
کہ آپ کے دشمنوں نے آپ سے وہی معاملہ کیا جو پہلے راستبازوں کے دشمنوں نے
ان راستبازوں سے کیا اقتباس سے تعجب انگیز تو یہ بات ہے کہ یہ لوگ جن جیسے

کو اہل کتاب کی طرف منسوب کرتے ہیں آپ بھی انہی کے مرتکب ہوگے ہیں ان لوگوں کے ایسے واقعات حضرت سید المرسلین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی سچائی کا ایک جاری نشان ہے کیونکہ آپ نے پہلے سے خبر دیا تھا لتتبعن سنن من قبلکم کہ تم پہلوں کی چالوں پر چلو گے سو مسلمان ان کی چالوں پر چلے جو غضب الٰہی ان پہلوں پر ہوا۔ اس غضب کے آثار ان میں بھی نمودار ہیں۔ اللھم انا نعوذ بجلالک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک ونعوذ بک منک لا نحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علٰی نفسک۔ تعجب ہے کہ حکم عدل کا عہدہ دربار رسالت سے مسیح موعود کو ملا ہے قاضی صاحب کو کس نے حکم بنایا کہ یہ محاکمہ لکھیں مسیح موعود کا تو امت میں ہونا جائز قرار نہیں دیتے مگر اس کے صفات لیکن اس کے صفات اور اس کے القاب سب کے سب اپنے اوپر چسپاں کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس مختصر تمہید کے بعد ذیل میں جناب قاضی سلیمان صاحب کے سوالات کو لکھا جاتا ہے اور ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھا گیا ہے قولے اشارہ سوال کی طرف ہے اور اقوالے جواب شروع ہوتا ہے۔ ہم نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ سوال کو بالفاظ قاضی صاحب نقل کیا ہو کہیں تو بعینہٖ آپ کے الفاظ ہیں اور کہیں بخوف طوالت ان کا ماحصل لکھا گیا ہے +

قاضی محمد سلیمان صاحب کے اعتراضات کا منشاء حضرت مرزا صاحب کا ایک اشتہار ہے جو ایک غلطی کا ازالہ کی غرض سے شائع کیا گیا جس کے شائع ہونے کا باعث یہ ہوا۔ کہ شیخ غلام احمد صاحب نومسلم سابق ہیرالال جب احمدی جماعت میں داخل ہوئے تو یہ بیچارے تو ابھی معمولی امور اسلام سے ناواقف تھے چہ جائیکہ احمدیت کے تمام امور سے آگاہی رکھتے شیخ صاحب موصوف امرتسر میں تشریف لے گئے۔ کسی نالائق نام کے مسلمان نے آپ سے احمدیت کا مباحثہ شروع کر دیا جس میں یہ ذکر تھا۔ کہ مرزا صاحب نبی ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں وہ مرزا صاحب کی کتابوں سے دکھلانے لگے۔ اس بنا پر حضرت صاحب نے ایک غلطی کا ازالہ نام اشتہار دیا تاکہ آئندہ مسلموں کو اور عوام کو دھوکہ نہ لگے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قول۔ مرزا صاحب نے اس اشتہار میں دو باتیں بہت صحیح لکھی ہیں:۔
اول یہ کہ جماعت مرزائی میں ایسے لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے دعوے اور دلائل سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں اور صحبت میں رہ کر بھی تکمیل نہیں کی۔

اقوال۔ مولوی صاحب نے یہ بات طعن سے لکھی ہے۔ جیسا کہ ان کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے مگر میں حیران ہوں۔ کہ اس میں طعن کی کونسی بات ہے بلکہ اس ایک بات سے اگر آپ کا دل راستی پسند ہوتا تو مرزا صاحب کو قبول کر لیتا کیا کبھی کوئی جھوٹا انسان بھی جس کی غرض محض دنیا کمانا ہو اس طرح اپنے مریدوں کی مذمت کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو ہمیشہ مریدوں کو خوش کرنے کی کوشش میں لگا رہیگا۔

کیا کسی کی غلطی اور کمزوری پر اُسے آگاہ کر دینا قابل طعن بات ہے یا قابل تعریف یاد رکھئے کہ جھوٹوں اور مفتریوں کی یہی راہ ہے کہ وہ قوم کی اصلاح سے غافل رہیں **کامل** صاحب کبھی کوتاہی نہیں کرتے تاکہ اُن کی قوم اپنی اصلاح کرے۔ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون الآیۃ کا مصداق نہیں۔

پھر یہ بتائیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے بعض مریدوں نے سلسلہ کی کامل واقفیت حاصل نہ کی تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی ذات پر کونسا الزام آیا۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین شریعت کی کامل واقفیت رکھنے والے تھے کیا سب کے سب ہی مفتی یا فقیہ تھے۔
کیا جو واقفیت اور معرفت حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو تھی وہی واقفیت ایک جنگل کے رہنے اعرابی صحابی کو تھی دیکھو قرآن

شریف بھی اس کے بارے میں یہی فرماتا ہے کہ ایک گروہ قوم میں سے علماء کا ہونا چاہئے نہ کہ سب کے سب چنانچہ فرماتا ہے۔ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون پھر فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الآیۃ ۔

افسوس ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بعض مریدوں کی کم واقفیت پر تو آپکو اعتراض ہے مگر اپنے افترا اور دھوکہ دہی کی مطلق پرواہ نہیں دیکھئے اسی ایک جملہ میں آپنے کس قدر افترا کیا ہے اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔

آپ کی عبارت کا خط کشیدہ فقرہ کیا مرزا صاحب کے اشتہار میں پایا جاتا ہے اور اگر ہے تو کیا اُس کا یہی مطلب ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے میں اس فقرہ کو یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو آپ کی دھوکہ دہی کا علم ہو جاوے اور وہ یہ ہے۔ "ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے" اس فقرہ کا مفہوم تو یہ ہے کہ وہ صحبت میں ہی نہیں رہے مگر آپ لکھتے ہیں کہ صحبت میں رہ کر تکمیل نہیں کر سکے۔ جب آپ حضرت مرزا صاحب کی اس معمولی عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکے تو باریک مسائل کو سمجھنے میں آپ کی عقل کیا کام کر سکتی ہے ۔

قولہ ۔ دوم یہ کہ نبی اور رسول بننے کا دعوےٰ مرزا صاحب کو مدت مدید سے ہے اور اس کے لئے براہین کے حوالے بھی دیتے ہیں ۔

اقول خود بننے کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائے جانے کا کیا براہین کے حوالوں میں دعوے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے یا خدا تعالیٰ کے الہامات شائع فرمائے ہیں۔ غور سے پڑھو ۔

قولہ ۔ اگر ان حوالوں سے یہ مقصود ہو کہ مسلمانوں کی خاموشی سے نبی ثابت نکالنا چاہیں۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ جب مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ انکے مریدوں نے بھی ان کی کتابوں کو نہیں پڑھا اور ان کے دعوے کو نہیں سمجھا تو عام مسلمانوں کا ان کی کسی کتاب کو نہ پڑھنا اور نہ سمجھنا بالاولیٰ ثابت ہو گیا ۔

اقول۔ اول تو یہ شق جو آپ نے اختیار کی ہے حضرت مرزا صاحب کے اشتہار میں کہیں اس کا اشارہ تک بھی نہیں آپ خواہ مخواہ اس کا رد کرنے بیٹھ گئے بلکہ اس میں تو صاف پتہ لگتا ہے کہ براہین کے حوالوں سے تو صرف اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ خدا تعالےٰ نے میرے لئے اپنے الہام میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ہے اسلئے مجھے نبی اور رسول کہلانے میں کوئی تردد نہیں۔ مگر خیر اس شق پر جو آپ نے دلیل دی ہے وہ آپ کی علمیت پر کافی روشنی ڈالتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کو خود اقبال ہے کہ ان کے مریدوں نے بھی ان کی کتابوں کو نہیں پڑھا امریدوں سے مراد اگر آپ کی سب مرید ہیں جیسا کہ آپ کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب نے اس کا قبل کیا ہے بلکہ وہاں تو صاف یہ لفظ موجود ہے "ہماری جماعت میں سے بعض" جب پھر آپ نے بعض کی قید کو کیوں حذف کر دیا کیا نقل اسی کا نام ہے) تو عام علماء کا ان کی کسی کتاب کو نہ پڑھنا اور نہ سمجھنا بالاولیٰ ثابت ہو گیا۔

ناظرین! ذرا قاضی سلیمان صاحب کی اس منطقی دلیل پر تو غور فرماویں۔ کیا قاضی صاحب اسی منطق کے ناز پر آپ حضرت مرزا صاحب (جن کا سلطان القلم ہونا ایک دنیا کو مسلم ہے) کے مقابلے میں تصنیف کرنے بیٹھ گئے ہیں +

براہین احمدیہ جس کے حوالوں سے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے سلسلہ مریدین شروع کرنے سے پہلے کی شائع ہوئی ہوئی ہے اس پر یہ کہنا کہ جب مرزا صاحب کے مریدوں نے اس کو نہیں پڑھا تو عام مسلمانوں نے کیونکر پڑھ لیا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مسلمانوں کی یہ تقسیم موجود ہی نہ تھی جو آپ نے اپنی کتاب میں کی ہے بلکہ اس وقت تو تمام عام مسلمان ہی تھے +

دوم آپ خود لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں آدمی نے اس کو پڑھا اور اُس کو مخالفین کے خیالات کہے۔ ایک ہی جملہ میں عام مسلمانوں کا نہ پڑھنا اور نہ سمجھنا اور پھر پڑھنا اور اسکو سمجھ کر مخالفین کے خیالات کہنا کیا یہ تناقض نہیں تو اور کیا ہے +

اس کے بعد ہم آپ سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے بعض مریدین

کہ آپ کی کتابوں کو نہ پڑھنے سے یہ کس طرح لازم آیا کہ دیگر تمام مسلمانوں نے بھی ان کتابوں کو نہیں پڑھا یا لزوم کی کونسی قسم ہے واضح کر کے بیان کیجیے ÷

آپ اتنا ہی خیال کر لیں کہ آخر مرزا صاحب کے مرید وہی لوگ ہیں جو عام مسلمانوں سے نقل کر آئے ہیں۔ اور بہت سے ان میں سے ایسے ہی ہیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کے مطالعہ سے ہی آپ کی صداقت کو مانا ہے۔ یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جب کسی شخص کو صادق اور راستباز اور خدا کا مامور یقین کرلے اور اس کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو جائے تو پھر اس کی دوسری کتب کے مطالعہ سے تساہل کرے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مخالفین بالکل ہی نہ پڑھیں بلکہ وہ ضرور پڑھینگے بعض تو اسلئے تا کہ ان کو صداقت مل جاوے کیونکہ وہ صداقت کے بھوکے ہوتے ہیں اور اور بعض اپنی شقاوت قلبی سے تردید کرنے کے لئے پڑھینگے۔ الغرض ضرور پڑھینگے۔ خواہ کسی رنگ میں پڑھیں۔ اچھا اگر فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ کسی نے نہ کسی کتاب کو پڑھا اور نہ ہی سمجھا تو کیا آپ کے تمام اعتراضات جو آپ نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ مرزا صاحب کی کتابوں کے پڑھنے کے بغیر ہی کئے ہیں؟

قولہ۔ مولوی غلام علی صاحب۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری و دہلوی عبدالعزیز صاحب سنان الملامات کو بچپن کے خیالات بتلا رہا ہے ÷

اقول۔ یہ تو قاعدہ ہی ہے اور سنت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے کہ صادق کو مجنون کہا جاوے اگر اس وقت کے یہودی صفت لوگوں نے اپنے زمانہ کے رسول کو مجنون کہہ دیا تو کونسی بڑی بات ہے اور مرزا صاحب کی شان میں کونسا فرق آگیا۔ بلکہ ان کا بچپن کے خیالات کہنا تو بھلا آپ کی صداقت کی نشانات میں سے ایک بہت نشان اور شاندار نبوت پر ہونے کی قوی دلیل ہے۔ کذلک ما اتی الذین من قبلہم

آپ یہاں پر کہیں، نقلی اعتراض نہ کریں کہ مسلمانوں تمام کا لفظ نہیں لکھا بلکہ عام کا لفظ لکھا ہے۔ اور عام سے مراد ان پڑھ اور معمولی انسان ہوا کرتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ اس جگہ آپ نے مرزا صاحب کے مریدوں کے مقابل عام مسلمانوں کو رکھا ہے گویا کہ آپ نے دو گروہ بنائے ہیں ایک خاص اور ایک عام خاص سے مراد تو آپ نے مرزا صاحب کے مرید لئے ہیں اور عام سے مراد تمام دیگر مسلمان جو مرزا صاحب کے مخالف ہیں ÷

من رسول الا قالوا ساحر او مجنون - اتواصوا بہ بل ھم قوم طاغون ۔
مگر جب آپ خود ہی مانتے ہیں کہ عام مسلمانوں نے حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب کو بھی نہیں پڑھا اور نہ ہی سمجھا تو پھر ان لوگوں کا بغیر دیکھے کے مخالفین کی خیالات کہنا محض مجنونانہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے ۔

قولہ - قادیان میں آنے والے مریدوں کی زندگی وحشیانہ ہی بد تہذیبی باہمی بداخلاقی دشنام دہی بلکہ استعمال کلمات فحش کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے ۔

اقول - جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس بات کے لکھنے سے آپ کی سوا اس بات کے اور کوئی غرض نہیں کہ آپ جہلاء کو دھوکہ دیں کہ جب اس شخص کے مرید ایسے ہیں تو خود یہ شخص کس طرح سچا ہو سکتا ہے ۔

مگر آپ یاد رکھیں کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر واقع ہوا ہے اس لئے جو اعتراض اس پر آپ کریں گے وہی اعتراض دیگر انبیاء پر وارد ہوگا - کیا کسی نبی کی قوم کے بعض افراد میں اگر کچھ غلطیاں یا کمزوریاں ہوں تو اس نبی کے کاذب ہونے پر دال ہوا کرتی ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ حالات وقتی ہیں کہ بعض افراد سے کسی خاص وقت میں کوئی فعل سرزد ہوتی ہے تو اس کو وہ اٹھا لیتا ہے - اس سے یہ منشاء کبھی نہیں ہوتا کہ ان کی یہ حالت مستمرہ ہے - ورنہ چاہئیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے واقعات پر بھی نظر ڈالو جن کی شان میں رضی اللہ عنہم اور کنتم اعداء فالف بین قلوبکم کی شہادتیں نازل ہو چکی تھیں - کیا ان میں اس قسم کی غلطیاں نہ تھیں کیا ان کی آپس میں لڑائیاں نہیں ہوا کرتی تھیں - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے پر جو نبی کریم نے خطبہ پڑھا تھا کہ مجھے ان لوگوں کے حق میں معذور سمجھا جاوے جنہوں نے میرے اہل پر الزام لگایا ہے - تو کیا سعد بن معاذ نے یہ عرض نہیں کیا تھا - اگر وہ ہمارے قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج سے ہے تو آپ حکم دیجئے ہم اس کی تعمیل کر دیں گے - تو کیا خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو غیرت نہیں آگئی تھی اور اس نے سعد بن معاذ کو یہ نہیں کہا تھا کہ تو جھوٹا ہے تو ہرگز ہمارے قبیلہ کے آدمی کا قتل

نہیں کر سکتا اور دوسری طرف سے سعد کے چچا اسید بن حضیر نے اٹھ کر سعد بن عبادہ کو یہ نہیں کہا تھا کہ تو جھوٹا ہے اور تو منافق ہے ہم ضرور اس کو قتل کرینگے پھر بیان کیا ہے دونوں قبیلے بڑھے یہاں تک قریب تھا کہ ان میں تلوار چل جاتی مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کوشش کر کے ان کو خاموش کراتے تھے۔

اب دیکھو کہ یہ واقعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی موجودگی میں ہوا ہے حالانکہ جن واقعات پر شہادت القرآن میں اُن کو ڈانٹا گیا ہے۔ وہ حالت خطبہ اور مسجد اور عین دربار رسالت میں نہیں ہوئے۔ کیا اس کا نام شائستہ اور پاک کلمات رکھینگے۔ دیکھو بخاری تفسیر سورۂ نور۔

کیا غزوہ تبوک والا واقعہ آپ کو بھول گیا ہے جس میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماری تھی اور اس نے یاللانصار اور دوسرے نے یاللمہاجرین کہکر پکارا تھا۔

کیا طعمہ بن ابیرق کی زرہ چرانے کا واقعہ کوئی پوشیدہ امر ہے پھر سب سے بڑھ کر کیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے اولوالعزم صحابہ آپس میں نہیں جھگڑ پڑے تھے جس پر آخر یہ آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی۔

کیا ان واقعات سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اعلےٰ میں کچھ فرق آجاتا ہے۔ جو اصلاح آں حضور نے صحابہ کی فرمائی کیا دنیا اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے باوجود اس کے پھر بھی کبھی نہ کبھی صحابہ میں بھی رنجش اور جھگڑا ہو ہی جاتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاں مختلف طبائع اور مختلف قوموں اور مختلف حیثیتوں کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہونگے۔ ضرور ان میں کبھی کبھی اختلافات اور لڑائی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر کمال یہ ہے کہ دلوں میں کینہ اور بغض کو جگہ نہ دی جاوے۔

پس جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے بعض افراد سے کسی نہ کسی وقت ایسے امور سرزد ہو جاتے تھے اور باوجود اس کے آں حضرت کی ذات اقدس الٰہی والی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی حرف نہیں آتا۔ تو حضرت صاحب

پر کیا وجہ ہے۔ پھر اگر آپ اس واقعہ کو گہری نگاہ سے دیکھتے تو اس سے بھی
آپ کو حضرت مرزا صاحب کی صداقت ہی نظر آتی کیونکہ مرزا صاحب کے جن
مریدوں میں یہ عادتیں ہیں آخر وہ بھی لوگ ہی ہیں جو عام مسلمانوں سے نکل
کر آئے ہیں پس یہ عیب جو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے ہیں۔
در اصل مسلمانوں میں پہلے ہی موجود تھے اور ان عیوب کا ہونا صاف بتلاتا ہے
کہ مسلمانوں کی حالت بہت بگڑ چکی تھی اور ان کی حالت کا بگڑنا تو حضرت مرزا
صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کی ضرورت کی ایک زبردست
دلیل ہے۔ مرزا صاحب تو مصلح تھے اور مصلح کے لئے ضروری ہے۔ کہ
اس شخص کے عیوب کھول کر بیان کرے جس کی اصلاح مد نظر ہے تاکہ وہ
ان کو چھوڑ سکے اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی غلطیوں
کو علی الاعلان شائع کیا تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں +

قولہ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین
کلہ۔ اس الہام سے اپنا دعوے رسالت نکالا ہے حالانکہ براہین میں اسی کو
مسیح کے لئے جسمانی اور سیاست ملکی کے لئے پیشگوئی مانا ہے۔ کیا براہین کے اس
بیان پر آپ کو ایمان ہے کہ نہیں اگر آپ خود مسیح ہیں تو سیاست ملکی کی عنان کب
ہاتھ میں لیجئے +

اقول۔ اگر آپ براہین میں اس کی اگلی عبارت کو بھی ساتھ ہی پڑھ لیتے
تو آپ ایسے شبہ کرنے سے ضرور باز رہتے چنانچہ ہم یہاں ناظرین کے لئے اس عبارت
کو نقل کر دیتے ہیں۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ
علی الدین کلہ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق
میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح
کے ذریعے ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا
میں تشریف لاوینگے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں
پھیل جاویگا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور
انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا

موجود ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسےٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے اگر وہ حامد ہے تو وہ احمد ہے اگر وہ محمود ہے تو وہ محمد ہے صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اسلئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے ہی اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ مقدر ہے گو اس کی زندگی میں ہو یا بعد وفات انتہیٰ ۔

اب اگر غور سے اس عبارت کو دیکھا جاوے ۔ تو صاف پتہ لگتا ہے کہ دراصل تو الہام کے مصداق آپ ہی ہیں مگر بوجہ اس پرانے عقیدہ کے جو عام مسلمانوں میں رائج تھا ۔ کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاوینگے اور جسمانی طور پر حکمرانی کرینگے ۔

(۳) آپ نے بھی ایسا ہی لکھ دیا ۔ چنانچہ اس تمام عبارت میں صرف دو ہی فقرے ایسے ہیں جن میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق ذکر کیا ہے ورنہ باقی تمام عبارت میں آپنے صاف بتا دیا ہے کہ پیشگوئی کا مصداق میں ہی ہوں اور غلبہ اسلام روحانی طور پر مجھ سے ہی ہوگا اور مسیح کے ساتھ مجھے مشابہت ہے ۔ اس میں شک نہیں اور نہ ہم انکار کرتے ہیں کہ شروع شروع میں جب خدا تعالےٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوا تو حضرت مرزا صاحب کو کھول کر یہ نہیں بتایا گیا کہ دراصل آنے والے مسیح آپ ہی ہیں ۔ بلکہ صرف ایسا ایما والہام کر دیا گیا اور چونکہ آپ بھی اسی پرانے عقیدہ پر تھے اس واسطے آپ نے

بھی ان کو اپنے پر چسپاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ جہاں تک ہو سکا اس کی تاویل کر کے حضرت مسیح کی آمد ثانی پر لگا دیا۔ جیسا کہ آپ کی عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے ورنہ اگر آپ منصوبہ باز ہوتے تو ضرور آپ اسی وقت دعوے کر دیتے ۔

باقی آپ پوچھتے ہیں کہ اگر مسیح آپ ہی ہیں۔ تو پھر جسمانی طور پر عنان حکومت ہاتھ میں لینگے یا نہیں تو اس کا جواب صاف ہے کہ جب اس کی بنیاد ہی پرانے باطل عقیدہ پر تھی جو مسیح کے آنے اور ظاہری سلطنت کرنے کے متعلق عام مسلمانوں میں پھیلا ہوا تھا۔ تو جب اس عقیدہ کا بطلان ہی الہام سے پتہ لگ گیا تو اب آپ کا یہ سوال کرنا بیجا ہے۔ ہاں آپ جس حیثیت اور غرض کے لئے مسیح تھے اس کو آپ پہلے براہین میں بتا چکے ہیں یعنی روحانی طور پر جیسا کہ عبارت متذکرہ بالا سے ظاہر ہو رہا ہے ۔

قولہ۔ اگر دو نو باتوں سے انکار ہے تو پھر براہین کا حوالہ کیوں ذکر فرمایا گیا ہے

اقول۔ براہین کا حوالہ تو صاف طور پر مفید ہے۔ کیونکہ اس سے تو صرف یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ میری نسبت خدا تعالیٰ نے رسول کا لفظ فرمایا ہے۔ اور وہ اس الہام میں صاف ہے باقی رہا یہ کہ وہاں اس کو مسیح علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے تو وہ میں بتا آیا ہوں۔ کہ اپنی نسبت بھی لکھا ہے ۔

قولہ۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ اشتہار میں اس الہام سے نبی ہونے کا استدلال کیا ہے اور براہین میں لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے بعض افراد کو حلہ انبیاء عطا ہوتا ہے یہ لوگ نبی نہیں ہوتے ۔

اقول۔ ان دو نو قولوں میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ خود متکلم اپنی کلام کی تشریح کرتا ہے و الکل یفسّر نظم۔ دیکھئے اشتہار میں ہی حضرت والا اپنی نبوت دعویٰ کی تفسیر فرماتے ہیں ۔

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر میں ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا

سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اب اس سے صاف پتہ لگتا ہے" کہ وہ نبی نہیں ہوتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی نہیں ہوتے اور جہاں لکھا ہے کہ وہ نبی ہوتے ہیں وہ غیر تشریعی نبی ہیں۔ اب تناقض کہاں رہا کیونکہ تناقض میں موضوع کا ایک ہونا بھی شرط ہے اور یہاں موضوع مختلف ہیں ایک کا موضوع تشریعی نبی اور ایک کا غیر تشریعی نبی +

قولہ - آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر غور کیجئے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۵ میں آیت کے تمسک سے اپنے آپ کو رسول اللہ کا صرف جزو اور اپنی نبوت کو غیر تامہ بتلایا تھا اور اشتہار میں اسی کی دلیل پر اپنا رسول اور محمد خاتم الانبیاء ہونا تحریر کیا ہے +

اقول - قاضی صاحب خشیۃ اللہ کیا اسی کا نام ہے۔ دو تین سطروں میں آپ نے دو جھوٹ بولے ہیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ ازالہ کے صفحہ ۵۷۵ میں آپ نے اپنی رسالت کو جزوی رسالت لکھا ہے مگر آپ کی مذکورہ آیت سے کہاں تمسک پکڑا ہے میں نے تو ازالہ کے صفحہ ۵۷۵ - اور اس سے پہلے اور پچھلے صفحوں کو غور سے پڑھا ہے وہاں تو کہیں بھی اس آیت سے تمسک نہیں پکڑا پس جب ازالہ میں اس آیت سے تمسک ہی نہیں تو آپ کا ثابت کردہ تناقض بھی ساتھ ہی ہباءً منثوراً ہو گیا +

دوسرا جھوٹ آپ نے یہ بولا ہے - کہ اشتہار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو محمد خاتم الانبیاء لکھا ہے۔ حالانکہ تمام اشتہار میں یہ عبارت آپ کہیں نہیں دکھلا سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کہیں اشتہار میں بیں یہ لکھا ہو کہ میں مستقل طور پر نبی اور رسول ہوں آگے یہ اشتہار تو تمام کا تمام ہی اس کے رد میں بھرا ہوا ہے اور اسی ایک بات کا اس میں زور دیا گیا ہے کہ میں کوئی صاحب شریعت نبی نہیں ہوں بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض کی ہی برکت ہے کہ مجھے نبی کا درجہ ملا ہے مگر آپ کی اس

* بلکہ وہاں صاف طور پر یہ لکھا ہے کہیں بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں آپ پہلے حضرت کی تحریر کو غور سے دیکھیں

صریح کذب بیانی کو ظاہر کرنے کے لئے میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار کے چند ایک مقامات یہاں نقل کر دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ قاضی صاحب موصوف نے کس قدر تعصب سے کام لیا ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں:۔ "کہ اس قسم کا نبی (یعنی صاحب شریعت نبی) اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً نہیں آ سکتا۔ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک معصیت ہے و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے" +

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں ہیں مگر ایک کھڑکی سیرۃ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی +

"لا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسط النبی صلے اللہ علیہ وسلم"

"ہمارے نبی کے بعد قیامت تک ایسا کوئی نبی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو جس کو بغیر توسط آنجناب اور فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جاوے یہ جو نبی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے۔ ومن ادعی فقد کفر +

"مگر بروزی معنی کی رو سے بھی کوئی شخص نبی یا رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس دعا کے کیا معنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم سو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت و رسالت سے انکار نہیں اس لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا"

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اسی کے واسطے

سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ مذاہب کرتا ہوں"۔

"یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے۔ کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم"۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات ہیں جن سے صاف پتہ لگ رہا ہے کہ آپ نے کہیں بھی یہ دعوے نہیں کیا کہ میں وہی محمد ہوں یا وہی خاتم الانبیاء ہوں یا کوئی مستقل صاحب شریعت نبی ہوں مگر میں خوف طوالت سے انہی پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اب دیکھئے نہ تو ازالہ میں اس آیت کا ذکر ہے اور نہ ہی اشتہار میں اپنے آپ کو وہی خاتم الانبیاء کہا ہے پھر سوائے اس کے اور ہم کیا کہیں کہ لعنت اللہ علے الکاذبین۔

قولہ۔ براہین کے الہام محمد رسول اللہ والذین معہ اشد اء علے الکفار رحماء بینھم سے ثابت کیا ہے کہ میرا نام محمد ہے حالانکہ براہین میں صراحۃً کیا کنایۃً بھی اس کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس اشتہار تک کسی اور کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس خاموشی کے کیا معنی۔

اقول۔ اس بات نے تو پوری طرح سے آپ کی قلعی کھول دی ہے کہ آپ نے کہاں تک حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کے اس دعوے کی کہ دیگر مسلمانوں نے آپ کی کتب کو نہیں پڑھا کسی قدر تصدیق کر دی ہے کیونکہ کم از کم دیگر مسلمانوں میں سے آپ نے تو ضرور ہی حضرت مرزا صاحب کی کتب کو نہیں پڑھا اور اگر پڑھا ہے تو سمجھا نہیں۔

ساری بنا تو آپ کے اعتراض کی اسی بات پر ہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار سے پہلے کسی کتاب میں اپنے آپ کو محمد کے نام سے نہیں پکارا اب میں آپ کی خدمت میں دو حوالے پیش کرتا ہوں ان پر آپ غور کریں۔

اور پھر اپنے اعتراض کو بھی دیکھیں۔ اوّل فتح اسلام میں حضرت اقدس؏
فرماتے ہیں :-
"حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کی روحانی حالت
کے موافق ہو گئی وہی ضرورت کے وقت محدث ہوگا۔ چنانچہ اس عاجز کو
بھی ایک مرتبہ اس بارے میں الہام ہوا تھا۔ فیک مادۃ فاروقیہ۔ سوا اس
عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت کے علاوہ جس کی تفصیل براہین احمدیہ
میں بہ بسط تمام مندرج ہے۔ حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت
ہے۔ جن سطروں پر میں نے خط کھینچ دیا ہے ان سے صاف واضح ہوتا ہے
کہ دیگر ان تمام بزرگوں سے بھی مشابہت ہے جن کا براہین میں ذکر ہے اور براہین
میں یہ الہام بھی درج ہے۔ اس جگہ تو حضرت نے مجمل ذکر کیا ہے اب میں
آپ کو ایک ایسا حوالہ بتاؤں جس میں کھلے طور پر اپنا نام محمد لکھا ہے اور وہ
یہ ہے :-

"منم مسیح زمان و منم کلیم خدا   منم محمدؐ و احمد کہ مجتبےٰ باشد"

کیا قاضی صاحب اب بھی آپ کی تسلی ہوئی یا نہیں۔ پس جبکہ آپ کی
بنیاد کو ہی اکھیڑ دیا تو پھر باقی عمارت تو خود بخود ہی گر گئی کسی کے گرانے
کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم آپ کی اس بات کو مان کر بھی کہ
آپ نے کہیں نہیں لکھا پھر بھی بتاتے ہیں۔ کہ اس میں بھی کوئی حرج
لازم نہیں آتا۔ قاضی صاحب کیا کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس امر پر دال
ہی کرتا ہے کہ وہ امر واقع میں ہے ہی نہیں۔ کیا ایک آدمی اگر چند برس تک
اتفاقاً اس بات کا ذکر نہ کرے کہ وہ فلاں شخص کا بیٹا ہے۔ تو کیا اس مدت
کے بعد اس کے اظہار کرنے پر یہ کہا جاویگا کہ تو فلاں کا بیٹا ہرگز نہیں کیونکہ
تو نے اس مدت میں اس سے خاموشی اختیار کی رکھی اور کسی پر اس کو
ظاہر نہیں کیا۔ یاد رکھیں کہ بغیر ضرورت کے کسی امر کا ظاہر کرنا لغو ہوتا
ہے۔ ہر ایک امر کا اظہار اپنے محل اور موقعہ پر ہی اچھا لگتا ہے براہین احمدیہ
کی تصنیف کے وقت تو آپ کا کوئی دعوےٰ ہی نہ تھا۔ اسلئے اس وقت تو

جس قدر الہامات آپ کو ہوئے آپ نے درج فرما دیئے اور نہ ہی پیچھے کوئی ضرورت پیش آئی کہ اس کو کھولتے (بقول آپ کے) +

لیکن اب جب ضرورت پیش آئی تو اس کو کھول کر بتا دیا۔ کہ میں واقعی رسول ہوں اور مجھے خداوند تعالےٰ نے رسول کر کر پکارا ہے اور بطور شہادت کے اُن الہامات کا بھی ذکر کر دیا اس میں اب کونسا تناقض ہُوا۔ ہاں تناقض تب ہوتا کہ ایک ہی وقت میں حضرت اقدس اس الہام کا مصداق بنتے اور اسی وقت انکار بھی کرتے اس صورت میں ایک کوئی وجہ گریز کی نکال نہ سکتا لیکن اب تو آپ کا اعتراض واقعی بے دلیل ہے۔

اچھا میں اس بات کو مان لیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب فداہ ابی و امی کو اس الہام کے وقت یہ علم نہیں تھا۔ کہ یہ الہام میری نسبت ہے تو بھی بتلیئے کہ اس میں کونسا نقص لازم آتا ہے کیا اگر کسی ملہم کو ایک الہام ہو اور اس کی تفہیم ایک مدت کے بعد بتائی جاوے تو کوئی عقلمند یہ کہ سکتا ہے کہ اب یہ تفہیم غلط ہے اور جھوٹی ہے۔ کیونکہ اتنی دیر تک کیوں اس کا اظہار نہیں کیا گیا۔ کیا نبی کریم اپنی خواب کی بناء پر حج کے لئے نہیں گئے تھے اور اگر آپ کو اسی وقت تفہیم ہو جاتی تو کیوں آپ مدینہ سے باہر نکلتے۔ پس جب کہ یہ علم سنت اللہ ہے کہ تفہیم بعض اوقات بعد میں بھی ہُوا کرتی ہے تو حضرت مرزا صاحب پر کونسا اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ نے براہین میں صرف الہام کو درج فرما دیا اور اس کے مصداق سے بوجہ تفہیم نہ ہونے کے سکوت اختیار کر لیا اور بعد تفہیم کے اس کا اظہار لوگوں پر کر دیا کہ میں اس کا مصداق بن رہا ہوں تو کونسا حرج لازم آگیا آپ غور فرمائیں +

قولہ ۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جو کفار کے لئے سخت تھے اُنہوں نے ہرقل اور پرویز کی سلطنتوں کو فتح کیا اور باہمی رحم ایسا تھا کہ تنعم میں بھی خود پانی نہ پیتے اور ایک دوسرے کو پلاتے تھے۔ مرزا صاحب اپنے مریدوں کے باہمی برتاؤ کی شہادت تو شہادۃ القرآن میں دے چکے ہیں اب پبلک کو دیکھنا باقی ہے۔ کہ وہ شدت پر کفار کا کیا نمونہ دکھلاتے ہیں +

اقول ۔ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما اگر باوجود آپس میں جنگ

کرنے کے اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کروانے کے بھی رحماء بینہم کے مصداق ہو سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا ابالی والی کے چند مرید آپس میں معمولی بول چال کی وجہ سے اس آیت کے مصداق نہ ہو سکیں۔ باقی شدت بر کفار کا آپ پوچھتے ہیں۔ سنئے حضرت مرزا صاحب کے مریدوں نے کس قدر اپنے آپ کو کفار پر شدید ثابت کیا ہے۔ آپ اور آپ جیسے کئی اور مولویوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت تتر بتر ہو جاوے کفر کے فتوے دیئے واجب القتل ٹھیرایا بیویوں کی طلاق کے فتوے دے دیئے بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے تعلق رکھنے والوں کو کیا بلکہ اُن کے لیکچروں کے سننے والوں کی بیویوں کو بھی طلاق ہو جائیگی مگر کیا کسی مرید کا قدم پھسلا کیا کسی کے دل میں آپ کی تقریروں یا تحریروں یا فتوے کا کچھ بھی اثر ہوا کیا اس سے بڑھ کر شدت بر کفار بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہرقل اور پرویز کی سلطنتوں کو فتح کیا تھا تو حضرت مرزا صاحب اور آپ کے مریدوں کو خدا کے فضل و کرم سے آپ لوگوں پر ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے جس کی نظیر سوائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور کسی نبی کی جماعت میں نہیں مل سکتی۔ کیا حضرت مرزا صاحب اکیلے نہیں تھے اور پھر کیا صرف چند آدمی ہی آپ کے ساتھ نہیں ہوئے مگر دیکھا کہ باوجود دشمن کے کثیر اور طاقتور ہونے کے بھی ان چند ہی آدمیوں نے کس قدر ترقی کی کہ اب جس [illegible] کی [illegible] مقبول تعداد پائی جاتی ہے اور کس قدر ان پر خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ آپ کے بھائی بند بھی جہاں کہیں مذہبی جلسے کرتے ہیں احمدی علماء سے ہی اس کو بارونق بناتے ہیں دل سے تعصب اور عناد کو دور کر کے ذرا آپ حضرت مرزا صاحب کی کامیابی اور اپنی ناکامی پر غور کریں تو آپ خود ہی سمجھ جائینگے۔

قولہ۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو تصویر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور ظلی اور بروزی طور پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم بنتے ہیں سوال یہ ہے۔ کہ ان الفاظ کے معنی ایک ہیں یا جدا جدا اگر جدا جدا ہیں تو پھر کس لفظ کے اعتبار سے محمد صلعم

علیہ وسلم ہیں۔ تصویر کو اصل سے کیا نسبت شکل انعکاسی کو اصل وجود کے کمالات کس طرح مل سکتے ہیں نبی کریم نے بیت اللہ سے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویروں کو محو کرا دیا اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔ تصویر خواہ کسی نبی یا رسول کی ہی کیوں نہ ہو قابل محو ہے +

اقول۔ قاضی صاحب سنبھل کر چلیں۔ ہر ایک مصور کو لعنت کا مصداق نہ بنائیں۔ اللہ تعالےٰ بھی مصور ہے۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور انسان کی تصویر بنائی ہوئی تو قابل عزت نہ ہو۔ لیکن خدا کی بنائی ہوئی تصویر اپنے اندر کمالات رکھیگی اور اس کو محو کرنے والا انسان مقتول یا ملعون ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی تصویر خود نہیں بنائی نہ کسی انسان نے اس کے بنانے میں دخل دیا ہے یہ صنع اللہ ہے۔ ما ترےٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر ھل ترےٰ من فطور۔ ان تمام الفاظ کے معنی حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں تو ایک ہی لئے گئے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

"مگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعوے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے اور اسی کا نام ہے"

اب اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ظل اور تصویر سے ایک ہی مفہوم مراد لیا گیا ہے +

پھر ایک جگہ فرمایا کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔" اب اس میں بھی ظل اور انعکاس کا ایک ہی مفہوم ہے پھر ایک جگہ فرماتے ہیں جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ

وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا"۔ اب اس میں بھی بروز ظل اور انعکاس کا ایک ہی مفہوم بتایا ہے۔ پس جب ان کے معنی صاف طور پر ایک ہی ہیں تو پھر آپ کا یہ لکھنا کہ ان کے معنی ایک ہی ہیں یا جدا جدا اور اگر جدا جدا ہیں۔ کس بات پر دلالت کرتا ہے آپ خود ہی سمجھ لیں ؛

پھر آپ نے خود ہی الگ الگ معنی کر کے ہر ایک پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہیں جن کو بمع جواب ذیل میں درج کرتا ہوں ؛

سوالات تصویر کو اصل سے کیا مناسبت۔ انعکاس کو وجود یا وجود کے کمالات کس طرح مل سکتے ہیں کسی وجود کے ساتھ پس ہم میں وہ کمالات کس طرح موجود ہو سکتے ہیں ؛

قاضی صاحب نے اس میں تصویر کے وہی معنی کئے ہیں جو عام لوگ کیا کرتے ہیں یعنی وہ نقش جو لوگ کسی دیوار پر یا کسی کاغذ پر کسی نقاش یا کسی فوٹو گرافر سے کھچواتے ہیں مگر ہر ایک سلیم العقل انسان غور کر سکتا ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب کی مراد اس جگہ وہی ہے جو قاضی صاحب نے سمجھی ہے یا دیدہ و دانستہ تم تکتمون الحق و انتم تعلمون کے مصداق بنے ہیں۔ یہ ایک ...... کھلی بات ہے کہ اگر کوئی مصنف اپنی تصنیف کے ایک لفظ کے کچھ معنی کرے تو وہ خواہ لغت یا عرف کے خلاف ہی ہوں مگر کسی شخص کو حق حاصل نہیں کہ کم از کم اس کی تصنیف میں سوائے ان معنوں کے کوئی اور معنی کر سکے۔ بلکہ ان کی اصطلاح اب حضرت مرزا صاحب کے تمام اشتہار کو پڑھ جاؤ ان لفظوں کا صرف یہی مفہوم پاؤ گے۔ کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں محو ہو کر فنا فی الرسول کی حالت تک پہنچ کر اور آیت ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے ماتحت اور دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی قبولیت پر جو شخص درجہ نبوت کا پاتا ہے اور وہ خلق میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرنگ ہو

اس کو تصویر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور اسی کا نام ظلی اور بروزی نبی ہے۔ پھر اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ کاغذوں پر یا دیواروں پر تصویر کھینچنے والے انسان ہوتے ہیں جن میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اصل وجود کے کمالات بھی اس میں رکھ دیں مگر اس جگہ تصویر کھینچنے والا اور عکس صورت بنانے والا خداوند تعالےٰ ہے۔ جس میں یہ سب قدرتیں ہیں کہ وہ اصل جس کی تصویر بنائی ہے۔ اس کے تمام کمالات تصویر میں بھر دے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ان اللہ خلق آدم علےٰ صورتہ اب دیکھو کہ کیا انسان میں اللہ تعالےٰ کی صفات کا نمونہ موجود نہیں پھر تصویر کے معنی لغت میں تمثیل کے لکھے ہیں۔ تو کیا کسی شخص کی تمثیل بغیر اس کی صفات کے پائے جانے کے ہو سکتی ہے ۔

اب جبکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مقولہ کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے خود ان لفظوں کو حل کر دیا تھا۔ تو قاضی صاحب کو ان کے خلاف ظاہر کر کے عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو اس جگہ اپنی قرآن دانی حدیث دانی اور لغت دانی جتلانا مقصود ہے مگر افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے بجائے اس کے ان اعتراضوں سے اپنے علم کی پردہ دری کر دی ہے ناظرین ذرا غور سے ان معنوں کو سنیں جو قاضی صاحب نے کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں تصویر بنانے والے پر نبی کریم صلے اللہ علیہ۔ لعنت فرمائی ہے تو قاضی جی اگر آپ تصویر کو صرف ایک ہی معنی میں حصر کر دیجئے جیسا کہ آپ نے کیا ہے اور پھر اس جملہ کو بھی مطلق چھوڑ دیجئے تو آپ کو بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑیگا۔ جس کا حل پھر آپ سے ممکن نہیں کیا قرآن شریف میں خدا نے اپنا نام مصور نہیں رکھا ہے آیت۔ ھو الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ پر غور کرو۔ اب اس جگہ خدا تعالےٰ نے مصور نام کو اسماء حسنیٰ میں سے قرار دیا ..... ہے کیا اس جگہ بھی آپ کا اطلاق جاری ہو سکیگا کچھ تو غور فرما لیا ہوتا ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ تصویر قابل ادب ... انالله کے ہیں اس کو بھی آپ نے
مطلق دکھایا ہے معور ناکم پر غور کریں کہ اب جتنے انسان ہیں کیا وہ سب قابل
محو اور انالله کے ہیں اگر ہیں تو ایہ الگا امر زندگی کے کیا معنی اور غیر مجذوب اور
غیر مسنون جیسے الفاظ قرآن شریف میں کس غرض کے لئے بولے گئے ہیں

قولہ۔ اب رہا ظلی طور پر محمد ہونا تو کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے
کہ کسی وجود کے سایہ میں بھی وہی کمالات موجود ہوتے جو شخص میں ہوتے ہیں

اقول۔ قاضی صاحب نے اس جگہ ظل کے معنوں کو صرف سایہ میں ہی
منحصر کر دیا ہے حالانکہ اس کے لغت میں کئی معنی آئے ہیں جن کو میں ناظرین
کی خاطر تفصیل درج کرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ ہر ایک معنی کے لحاظ
سے حضرت مرزا صاحب کا ظل نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہونا صاف اور ہویدا ہے

(۱) من کل شئی شخصہ ۔ ومنہ قولہم لا یفارق ظلی ظلک ۔ اے
سوادی سوادک یعنی میں تجھ سے جدا نہیں ہونگا ۔ اس جگہ ظل کے معنی
سایہ کے نہیں بلکہ خود اسی شخص کو ظل کہتے ہیں جس کے لئے یہ لفظ بولا
جاوے جیسا اوپر کی مثال میں واضح ہے بلکہ تصدیق ... شاعر کا ایک
شعر بھی ہے ۔ لما نزلنا رفعنا ظل اخبیتنا ۔ یعنی جب ہم اترے تو ہم نے
اپنے خیموں کو کھڑا کیا ۔ اب تو کیا کبھی کسی نے سایہ کو بھی کھڑا کیا ہے ۔

اب جب ظل کے معنی خود اس شخص کے ہو گئے تو اب اعتراض بالکل
صاف ہو گیا کیونکہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوۃ والسلام کا ظل محمد صلے اللہ
علیہ وسلم ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ وہ خود نبی کریم کی شخصیت ہی اپنے اندر
رکھتے تھے ۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے " پس جو شخص میرے پر شرارت سے
یہ الزام لگاتا ہے جو دعوے نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک
خیال ہے مجھے بروزی صورت سے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا
تعالےٰ نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا ہے مگر بروزی صورت
میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے
اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے

پاس ہر نہیں یعنی محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی کوئی
ہی کیسے کہ وہ عین محمدؐ نہیں تو یہ ٹھیک ہے کہ کمالات محمدیہ کے لحاظ سے عین
محمد ہی ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس نے خود فرمایا ہے کہ ایک بروز محمدی مع
جمیع کمالات محمدیہ کے آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ بلحاظ
حیثیت کے غیر ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہم ایک شخص کو کسی نسبت
سے اس کا عین بھی کہہ سکتے ہیں اور غیر بھی جیسا کہ بہادر آدمی کو شیر اب وہ
بلحاظ صفت شجاعت کی مناسبت کے شیر بھی ہے اور بلحاظ جنسیت کے
اس کا غیر بھی ہے۔

(۲) دوسرے معنی ظل الشئ کنہ یعنی شئے کی حقیقت اب صاف ظاہر ہے۔ کہ
حضرت مرزا صاحب نبی کریم کی حقیقت ہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی ردی
حالت کی وجہ سے آپ کے کمالات کا چہرہ بالکل چھپ گیا ہوا تھا۔ اور حضرت مرزا
صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی آکر آپ کی حقیقت کو دنیا پر ظاہر کیا۔
چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ۔۔۔ بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

(۳) تیسرے معنی پھر ظل کبھی موضع پر بولا جاتا ہے۔ جیسے عرب لوگ کہتے
ہیں اترکہ ترک ظلی اللہ ۔ یعنی موضع ۔ ظلہ مطلب اس کا
یہ ہے کہ میں اس کو اس طرح چھوڑ دوں گا جس طرح ہر ایک اپنے سایہ کی جگہ کو چھوڑ
دیتا ہے اس معنی کو دیکھو تو اس کے لحاظ سے بھی حضرت مرزا صاحب [illegible] طور پر
ظل محمد ہیں یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سایہ کی جگہ ہیں آپ پر آنحضرت
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ آکر پڑتا ہے علاوہ بریں ایک اور بات ہے کیونکہ
جس قدر فیض اور روشنی حضرت مرزا صاحب نے دنیا کو پہنچائی ہے وہ چاند کی
طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی لیکر پہنچائی ہے چنانچہ آپ اس
اشتہار میں ہی خود فرماتے ہیں۔ لا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسط
یعنی نبی کریم کے توسط کے بغیر اللہ تعالیٰ کے فیضوں کے حاصل کرنے کا اور کوئی راہ
نہیں پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ

پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں ۔ کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر .... اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں پھر فرمایا کہ کل برکت من محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔

(۴) چوتھے معنی عام طور پر عرب لوگ بولتے ہیں فلانٌ یعیش فی ظلّہ ای فی کنفہ و ناحیتہ ای منعلو عز ۔ یعنی اس کی حفاظت اور عزت میں رہتا ہے ۔ اب اس معنی سے جو حضرت مرزا صاحب کا ظلِ محمدؐ ہونا صاف ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے آپ کی ہی زیر حفاظت پرورش پائی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ۔؎

دگر استاد را نامے ندانم

(۵) پھر الظلی فلانٌ نہایت قرب کے موقعہ پر بھی بولتے ہیں اس لحاظ سے بھی حضرت مرزا صاحب بغیر کسی تاویل کے ظلِ محمد کہلا سکتے ہیں کہیں آپ خوش فہمی سے قرب کے یہ معنی نہ سمجھ لینا جیسا کہ عوام لوگوں میں مستعمل ہیں ۔ یعنی ایک جسم کا دوسرے جسم کے نزدیک آ جانا بلکہ کسی خاص گہرے تعلق کے لحاظ سے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں ۔ فلاں مقرب الٰہی ہے فلاں فلاں کا رشتہ میں قریب ہے ۔ اب ان معنوں کے بتانے کے بعد میں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر آپ والے معنی ہی رکھے جاویں یعنی سایہ کے جیسا کہ وہ بھی لغت میں آئے ہیں تو پھر بھی کوئی حرج لازم نہیں آتا ۔ آپ ہی بتلائیے کہ کیا سایہ اردو زبان میں صرف انہی معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں کہ آپ نے سمجھا ہے یعنی سورج یا چاند یا لیمپ کے ذریعہ سے کسی چیز کا دیوار وغیرہ پر گرنا کیا نہیں کہا کرتے کہ فلاں آدمی سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا ۔ یا فلاں آدمی پر تو جن کا سایہ ہے ۔

دیکھیا اس کے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایک شخص پر دیوار کی طرح سایہ کیا ہوا تھا اب اُن کے ہٹنے سے وہ سایہ بھی ہٹ گیا۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو آخر ایک دن خدا کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے یوں جاہل اور سیدھے سادھے لوگوں کو غلطی میں ڈالتے ہیں یاد رکھیں ان سب کا گناہ آپ کی گردن پر ہوگا۔

قولہ - ظل زوال پذیر چیز ہے اسلئے وجود کو ظل زائل سے تشبیہ دیتے ہیں۔

اقول - اس فقرہ سے آپ نے اپنی لیاقت ذاتی اور علمیت کا کافی ثبوت دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چھوٹی موٹی عربی کی کتاب میں ظل زائل کا لفظ پڑھ لیا ہے اور اسی پر آپ نے اعتراض کی بنا رکھدی ہے مگر اس پر ذرا بھی غور نہیں کیا کہ ظل کو زائل کیوں کہتے ہیں اصل بات یہ ہے ظل یعنی سایہ اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں بلکہ ذی ظل کے ماتحت ہوتا ہے اگر وہ ذی ظل ایسی شے ہے جو زوال پذیر ہے تو اس کا ظل بھی زوال پذیر ہوگا - اور اگر وہ زوال پذیر نہیں بلکہ دائمی ہے تو اس کا ظل بھی دائمی ہوگا یہ بات ہم نے اپنے پاس سے ہی نہیں کہی بلکہ لغت اس کی مصدق ہے چنانچہ اقرب الموارد میں لکھا ہے ظل الیوم اے الولود وذلک لان الظل یقتضی بقاءہ وفی ذل بزوالہ یعنی اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے پاس ظل الیوم مجمل یعنی تمام دن وجہ اس کی یہ ہے کیونکہ ظل اصل چیز کی بقا و ثبات کی وجہ سے ہے اور اصل چیز کے زوال سے زائل ہو جاتا ہے اب کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک قیامت تک زندہ ہیں اور آپ کا روحانی فیض قیامت تک جاری رہیگا - اسلئے آپ کا ظل بھی قیامت تک رہیگا - اور ہمیشہ وہ کسی نہ کسی پر پڑ کر اس کو ظل بناتا ہی رہیگا یعنی وہ نبی جو آپ کے ظل کے پڑنے کی وجہ سے بنایا جاتا ہے

اس کے بعد اگر ہم قرآن شریف میں غور کریں تو وہاں بھی آپ کا یہ کلیہ کہ ظل ہمیشہ زوال پذیر ہوتا ہے نہیں چل سکتا - سورہ واقعہ میں خدا تعالے نے فرمایا ہے واصحب الیمین ما اصحب الیمین فی سدر مخضود وظل ممدود - کیا اب یہاں جن چیزوں کے سایہ کا ذکر ہے وہ بھی دور ہو جائینگی

جو ان کے سائیوں کو ظل زائل کہا جاوے یا کیا ان کو لاشی وجود کہا جاوے ✦

اس طرح سورۃ نساء میں فرمایا ہے والذین امنوا وعملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا لھم فیھا ازواج مطھرۃ وندخلھم ظلا ظلیلا ✦

سورۃ یٰس میں ہے ھم وازواجھم فی ظلل علی الارائک متکئون

سورۃ مرسلت ان المتقین فی ظلل وعیون وفواکہ مما یشتھون ✦

سورۃ رعد مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھار اکلھا دائم وظلھا تلک عقبی الذین اتقوا وعقبی الکفرین النار ✦

ایمان تمام آیات پر غور کرو کیا ان میں جس قدر ظل کا ذکر ہے وہ سب مٹنے اور زوال پذیر ہے کیا آپ کا اعتقاد جنت کی نعماء کے متعلق عطار غیر مجذوذ پر نہیں رہا جو آپ نے ظل کو مطلق زوال پذیر کر دیا اور لاشی سے تعبیر کیا یہ ہے آپ کی قرآنی واقفیت کا نمونہ اب حدیث شریف کی واقفیت کا حال بھی سن لیجئے بخاری شریف جو بعد کتاب اللہ مسلمانوں میں اصح الکتب مانی گئی ہے اس میں یہ حدیث مندرج ہے ۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ ۔ ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ سات آدمی ہیں جن کو خدائے تعالے اپنے سایہ میں لیگا جس دن سوائے اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں ہوگا ۔ اب بتلائیے کیا آپ کا یہی ایمان ہے کہ کوئی وقت ایسا بھی آئیگا کہ ان سات آدمیوں سے خدا اپنا سایہ چھین لیگا ✦

قولہ ۔ نبی کریم کے وجود کا سایہ نہیں اور یہ اسی واسطے تھا کہ جب حقیقت میں ایک چیز نہ ہو تو مجازی طور پر کسی کو اس لفظ کے استعمال کا کیا حق ہو تا ہے حدیث کی کتب سے اس کا حوالہ یا سند تو دی ہوتی ✦

قول ۔ سب سے اول میں اس بات کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا سایہ تھا یا نہیں ۔ جہاں تک میں نے اس بات کو سوچا ہے مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور کے سایہ کا انکار بھی انہی باتوں

میں سے یہ جن کو زبان سے جغرافیہ اور تاریخ سے ناواقف لوگوں نے مشہور کر کے اسلام
پر لوگوں کو تمسخر کرنے کا موقع دیا ہے چنانچہ عام طور پر مشہور ہے کہ گوہ (جو ایک جانور ہے)
نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک قصیدہ پڑھا تھا۔ حالانکہ
وہاں لفظ ضب ہے اور ضب کے معنی بیشک گوہ کے ہیں۔ مگر دراصل ضب ایک آدمی
کا نام ہے جس نے وہ قصیدہ پڑھا تھا۔

اسی طرح بعض مولوی یہ بھی بیان کرتے تھے کہ دریائے نیل چاند میں سے نکلتا ہے
اور یہ انہوں نے قمر لفظ سے لیا حالانکہ جبل القمر ایک پہاڑ کا نام ہے جو بسبب برف کے
ہمیشہ سفید نظر آتا ہے اور اسی طرح بعض طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت
جبرئیل حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک قوۃ باہ کا نسخہ لائے تھے۔
حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ جبرئیل ایک طبیب کا نام تھا اور اس نے ایک بادشاہ
مسمی محمد کے لئے ایک نسخہ تیار کیا تھا اب کسی خوش فہم مولوی نے جو ان دونو
ناموں کو روکھا سوکھا دیکھا ساتھ لفظ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی بڑھا دیا
پھر یہ لفظ ساتھ دیکھ جبرئیل سے وہ فرشتہ سمجھ لیا گیا جو حضرت نبی کریم صلے اللہ
وسلم پر وحی لایا کرتا تھا۔ اور محمد سے مراد خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی سمجھ
لئے گئے۔ سو اسی طرح یہاں بھی اگر کسی جگہ لفظ ظل کا آپ کے لئے نفی کے رنگ میں
آیا ہے تو اس کو سایہ کے معنی میں ہی سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ اس کے اور معنی
بھی ہیں۔ جو آپ کی شان کے ساتھ چسپاں بھی ہو جاتے ہیں جن کو میں آگے
چلکر بیان کرونگا۔ یہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آیا قرآن شریف سے بھی کوئی
اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔ قرآن شریف تو صاف بتاتا ہے کہ ہر ایک مخلوق
چیز کا سایہ ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ واللہ جعل لکم مما خلق ظللا پھر فرمایا اولم یروا الی
ما خلق اللہ من شیء یتفیؤ ظللہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم
داخرون۔ ان دونو آیتوں سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ہر مخلوق شے کا سایہ ہوتا ہے
اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی مخلوق تھے۔ آپ کا
ضرور سایہ ہو گا۔ پھر سورہ کہف میں آپ کو حکم ہوتا ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ
الی انما الٰہکم الٰہ واحد۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ بھی انسان تھے

کی طرح ایک انسان تھے۔ پس جب آپ باقی تمام بشری لوازمات میں شامل کی نسبت سے [illegible]
سونے وغیرہ میں ہماری طرح ہی تھے تو کیا وجہ ہے کہ سایہ جو انسانی جسم کے لوازمات
میں سے ہے آپ میں نہ پایا جائے چنانچہ [illegible] سے بڑھ کر ایک زبردست ثبوت ہے جس
نے صاف طور پر آپ کا ظل کر دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرھا و ظلالھم
بالغدو والاٰصال۔ ایک حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں داخل
نہیں ہیں جو طوعاً خدا کے حضور سجدہ کرتے ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔ پس جب داخل
ہیں تو پھر آپ کا سایہ بھی ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالے ایسے لوگوں کی نسبت صرف
فرماتا ہے کہ ان کے سائے بھی ایسا کرتے رہتے ہیں۔ پھر ہم قرآن کے بعد حدیث
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ضرور آپ کا سایہ ہوگا کیونکہ
اللہ تعالے نے جو لطیف تو کہاں بلکہ بالکل ہی جسمیت سے پاک ہے اس کے لئے جب
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود ظل کا لفظ استعمال فرماتے ہیں جیسا کہ
میں بخاری کی حدیث اوپر درج کر آیا ہوں جس میں لکھا ہے کہ سات آدمیوں کو
خدا قیامت کے دن اپنے سائے میں لیگا تو پھر نبی کریم کا کیوں ظل نہیں ہوگا۔

اب جب ہم نے حقیقی طور پر آپ کا ظل ثابت کر دیا تو پھر مجازی طور پر
ہونا بالکل صحیح اور درست ہو گیا۔ لیکن میں اس کو مان کر بھی کہ آپ کا حقیقی سایہ
نہیں تھا آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پھر بھی مجازی طور پر اس کے لئے ظل کے لفظ
کہنا کوئی خلاف عقل و خلاف قیاس بات نہیں اول تو آپ نے یہ دھوکہ دیا ہے
کہ جب حقیقی طور پر آپ کا سایہ نہیں تو مجازی طور پر کوئی ظل محمد نہیں بن سکتے
کیونکہ مجاز کے لئے (اگرچہ مجاز در حقیقت ہی میں بحث ہے کہ آیا [illegible] میں
کوئی شے بھی ہے کہ نہیں مگر میں اس بحث کو غیر ضروری سمجھ کر یہاں چھوڑتا
ہوں) یہ بات ضروری ہے کہ جو لفظ ہم نے مجازاً بولا ہے اس کے حقیقی بھی
کچھ معنی ہوں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ حقیقی کسی خاص شخص میں بھی پائے
جاویں چنانچہ اللہ تعالے کا حقیقتہً تو کوئی سایہ نہیں مگر دیکھئے پھر بھی مجازی طور
پر اس کے لئے ظل کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ میں اوپر دکھا چکا ہوں۔ اور

ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے السلطان ظل اللّٰہ فی الارض یعنی بادشاہ زمین میں خدا کا ظل ہوتا ہے اب دیکھو یہاں بھی مجازی طور پر خداوند تعالےٰ کے لئے ظل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ ضروری ہے کہ جس کو مجازی طور پر ظل کہا جاوے اس کا حقیقی ظل بھی ہو تو پھر خداوند تعالےٰ کا حقیقی ظل ثابت کریں مگر یاد رکھیں کہ انہی معنوں سے ثابت کرنا ہوگا جو آپ نے اپنی کتاب میں مانے ہیں اور اگر آپ کہیں

. . . . کہ ان حدیثوں میں ہم اور معنی کر سکتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی شان کے شایاں ہو تو اول تو آپ کر نہیں سکتے کیونکہ آپ نے اپنی کتاب میں سایہ کے معنی میں ہی محدود کر دیا ہے۔ اور اگر آپ کریں بھی تو ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بھی . . . . نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق معنی کریں چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام وہ معنی جو ہیں ظل کے اوپر لکھ آیا ہوں آپ کی شان پر چسپاں نہیں ہو سکتے تو لغت میں ایک وہ معنی بھی ہیں جو میرے خیال میں چسپاں ہو جاتے ہیں وہ یہ ہیں اقرب الموارد اور دیگر لغت کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ھذا ثوب حالہ ظل ای درز یعنی اس کپڑے میں کوئی شگاف نہیں ہے اب یہاں ظل کے معنی درز یعنی عیب اور نقص کے ہوئے اور یہ معنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر خوب چسپاں ہو جاتے ہیں ما لہ ظل یعنی آپ میں کوئی عیب اور نقص نہیں تھا +

قولہ - بروز کا لفظ قرآن مجید میں انہی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جو جسم چھپ جاوے وہی آشکار ہو جاوے اسلئے بروز محمدی کے معنی تو صرف یہ ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے مرقد منورا ور راحتگاہ پاک سے اٹھ بیٹھیں +

اقول! ان معنوں نے بھی آپ کی قرآن دانی کی قلعی کھول دی چنانچہ میں آپ کو آگے چلکر بتاؤنگا۔ کہ قرآن شریف میں ان معنوں کے علاوہ اور معنوں میں بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنا ہی بتاتا ہوں کہ لغت میں اس کے دو معنی لکھے ہیں۔ پوشیدگی کے بعد جب کوئی آدمی باہر

نکل آوے تو اس وقت بروز الرجل بولتے ہیں باقی عین بعین وہی شخص ہونا آپ
کی اپنی اختراع کردہ تعریف ہے وہاں تو مطلق رکھا گیا ہے خواہ وہی نکلے یا کوئی اس
کا مثل کیونکہ جس شخص میں کسی کی صفات پائی جاویں تو اس کو بھی اسی لقب
اور اسی نام سے پکارا جاتا ہے جیسے بہادر کو شیر یا سخی کو عام طور پر حاتم طائی
یا کسی زبردست پہلوان کو رستم کہتے ہیں۔ چنانچہ انہی معنوں میں حضرت مرزا
صاحب نے اس لفظ کو استعمال فرمایا جیسا کہ پیچھے آپ کی عبارتوں کو نقل کرکے
بتا آیا ہوں اور پھر حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ مہدی خلق اور خلق میں
میرے ہمرنگ ہوگا۔ اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ اب دیکھو کہ قرآن
شریف میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ چنانچہ سورہ کہف میں فرمایا ہے۔
یوم نسیر الجبال وترے الارض بارزۃ وحشرناھم فلم نغادر منھم
احدا۔ اب بتلایئے کہ قیامت کے روز بھی زمین بارزہ ہوگی جس پر ہم آباد ہیں
یا کوئی اور آپ کے معنی کے رو سے تو بھی زمین ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہمارے
مرنے کے بعد تو یہی زمین ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگی۔ لیکن خداوند
تعالےٰ ایک اور آیت سے شہادت دیتا ہے کہ اس دن اور زمین ہوگی جیسا کہ
فرمایا یوم تبدل الارض غیر الارض یعنی اس دن زمین بدل جائیگی اور اس
کی بجائے کوئی اور زمین ہوگی پھر دوسرے معنی اس لفظ کے نکلنے کے بھی
ہیں۔ چنانچہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔ برز اے خرج یہاں بعد الخفاء
کی تیا یعنی اشارہ دی گئی ہے اور یہ معنی بھی قرآن شریف میں مستعمل ہیں جیسا کہ
اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک
بیت طائفۃ منھم غیر الذی تقول۔ اب اس جگہ سوائے مطلق
نکلنے کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کیا منافق لوگ آپ سے پوشیدہ
تھے۔ جو پھر ظاہر ہوگئے۔ بلکہ یہاں تو صاف لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس
ہی تھے۔ اب آپ ہی تبلایئے کہ آپ کا یہ دعوے کہ قرآن شریف میں لفظ
بروز کا سوائے ان معنوں کے اور کسی معنی کے لئے استعمال ہی نہیں ہوا
کہاں تک درست اور راستی اور انصاف پر مبنی ہے ٭

قولہ۔ مرزا صاحب نے نبی بننے کے لئے سیرۃ صدیقی کی کھڑکی کو کھلا مانا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی نہیں تھے تو جب مشبہ بہ میں ایک صفت نہ ہو تو مشبہ میں کس طرح ہو سکتی ہے +

اقول۔ افسوس حضرت مرزا صاحب نے کہاں یہ لکھا ہے کہ میں ابوبکر ہوں یا کالی بکر ہوں جو آپ کو مشبہ بہ اور مشبہ بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ بلکہ انہوں نے خود سیرۃ صدیقی کے معنی وہی کر دیئے ہیں یعنی فنا فی الرسول اور بار بار فنا فی الرسول ہی پر زور دیا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر ہی اپنے تمام درجوں کے حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ پس اب آپ کا تمام اعتراض خود بخود ہی اُڑ گیا مگر میں اتنا اور بھی آپ کو بتا دیتا ہوں۔ کہ حضرت ابوبکر رض اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کچھ فرق ہے +

اول۔ یہ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض کی نسبت یہ کہیں پیشگوئی نہیں کی کہ آپ نبی ہونگے مگر مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ فرمایا ہے +

دوسرے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر رض خلق اور خلق میں میرے ہمرنگ ہونگے لیکن مہدی کی نسبت یہ فرمایا ہے تیسرے یہ کہ حضرت ابوبکر رض کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ اس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا لیکن مہدی کی نسبت یہ الفاظ موجود ہیں +

قولہ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ بروزی رنگ میں حضرت نبی کریم ہزار دفعہ دنیا میں آجاویں اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں معلوم ہوا کہ مرزا صاحب لفظ بروز تناسخ کا ہم معنی استعمال کرتے ہیں +

اقول۔ تعجب ہے کہ آپ خود ہی لفظ بروز کے ایسے معنی کرتے ہیں کہ عین بعین وہی شخص ظاہر ہو جاوے جس سے تناسخ لازم آوے اور ایسا اعتراض حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے نہ ہی اپنے اشتہار میں یہ معنی کئے ہیں اور نہ اپنی کسی اور

کتاب میں۔ باقی رہا آپ کے معنی سوال کا رد میں پہلے کافی طور پر کر آیا ہوں اور ان کا غلط ہونا واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں آپ سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ کیا ان ہر دو آیات ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام اور فاتی اللہ بنیانھم من القواعد میں بھی یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالے جو غیر محدود ہے ان محدود چیزوں میں آ کر سما گیا۔ مناسب ہے کہ آپ محاورات کے سمجھنے کا بھی ملکہ پیدا کریں۔

قولہ۔ مرزا صاحب سے پہلے بھی کیا کوئی ایسا شخص گذرا ہے اگر نہیں تو یہ امکان مرزا صاحب نے کہاں سے پیدا کر لیا۔

اقول۔ یہ امکان تو حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی اشتہار میں بتا دیا تھا کہ کہاں سے لیا ہے مگر افسوس کہ آپ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھتے تو آپ کو نظر آتا۔ سنئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پاوے گی جو پہلے نبی اور رسول پا چکے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں بھی ہیں جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے پس مصفا غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے۔ کہ اس مصفا غیب سے منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے حضرت مرزا صاحب پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اب بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے

روشنی سے انکار کیا جاوے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جاوے ۔ کہ امت مکالمات ومخاطبات الہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرور اس پر مطابق آیت لا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اسی کو ہم رسول کہینگے"۔ اب بتلائیے کیا حضرت مرزا صاحب نے اسی اشتہار میں امکان نبوت کا ثبوت نہیں دیدیا تھا جو آپ نے خواہ نخواہ اس سوال کو درج کر کے ایک صفحہ ضائع اپنی کتاب میں کیا ہے ۔ اس کے علاوہ میں اور بھی ثبوت امکان نبوت میں آپ کے پیش کرتا ہوں چنانچہ سورت اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی ۔ ترجمہ اے بنی آدم میرے رسول ہمیشہ تمہارے پاس آتے رہینگے جو میری آیات تم پر پڑھتے رہینگے اس آیت میں صاف طور پر رسولوں کے آنے کا ذکر ہے +

پھر حدیث شریف میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا لو عاش لکان نبیا اگر نبوت کا امکان ہی نہ تھا تو پھر اس جملہ کے فرمانے کا کیا مطلب تھا ۔ اب خوف طوالت سے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں لیکن کیونکہ عام طور پر لوگ یہ کہ دیتے ہیں کہ کیا متقدمین میں بھی کسی نے ایسا کہا ہے یا ایسے اعتقاد کا معتقد ہوا ہے +

اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض گذشتہ علماء کے اقوال اس مسئلہ کے متعلق درج کر دئے جاویں تا کہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں جو احمدیوں نے ہی نکال لی ہے جیسا کہ اکثر مولوی عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہ دیا کرتے ہیں +

(قالت عائشة ـ اول ما بدئ به رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا فکان لا یری رؤیا الا خرجت مثل فلق الصبح وهی التی ابقی اللہ علی المسلمین من اجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالکلیة ولهذا قلنا ارتفعت نبوة التشریع فهذا معنی لا نبی بعده) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اول

اول وحی شروع ہوئی تو رؤیا سے شروع ہوئی اور وہ رؤیا صبح صادق کی طرح پوری ہو جاتی تھی۔ اور اس نعمت کو خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے باقی رکھا ہے اور یہ رؤیا کا جز نا نبوۃ کا اجزا ہے بس ثابت ہوا کہ نبوت امت محمدیہ سے بالکل نہیں اٹھ گئی اور اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ نبوۃ تشریعی اٹھ گئی ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث لا نبی بعدی کے یعنی میرے بعد کوئی ... یعنی نبی نہیں ہوگا +

پھر لکھتے ہیں کہ لا نبی بعدہ کے معنی ہیں شرع خاصۃ لا اذ لا یکون بعدہ نبی یعنی کوئی تشریعی نبی نہیں ہوگا نہ یہ کہ مطلق کوئی نبی نہیں ہوگا آگے لکھتے ہیں ھذا مثل قولہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ولم یکن کسریٰ وقیصر الا ملک الفرس والروم وما زال الملک من الروم۔ یعنی یہ آپ کے اس قول کی مانند ہے کہ جب کسرےٰ اور قیصر ہلاک ہو جاوینگے۔ تو پھر کوئی کسرےٰ اور قیصر اس کے بعد نہیں ہوگا۔ حالانکہ قیصر اور کسرےٰ تو روم اور فارس کے بادشاہ کو کہتے ہیں اور وہ تو بدستور جاری ہیں مگر وہ نام اٹھ گیا اسی طرح نبی کا نام بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اٹھ گیا اب کوئی شارع نہیں ہو سکتا +

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ آخری زمانہ میں نازل ہونگے وارث ہونگے خاتم ہونگے نبوۃ مطلقہ ان کو حاصل ہوگی کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ ہیں ان کے بعد تشریعی نبوت نہیں ہو سکتی اگرچہ آپ کے بعد عیسےٰ جیسے اولو العزم اور خاص نبیوں میں سے آجاویں +

پھر آپ پوچھتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب اگر نئی نبیوں کے آنے کے قائل ہیں تو پھر اپنا نام خاتم الانبیاء کیوں رکھ لیا +

اول تو آپ نے اپنے آپ کو بروزی رنگ میں کہا ہے مگر پھر بھی سُن لیجئے کہ اگر کہا ہے تو کیا حضرت مرزا صاحب اس کے کہنے کے مستحق نہ تھے کیونکہ جب خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں میں ہوں اور اخیر میں مسیح ہو +

اب بتلاؤ کہ جب خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسیح کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں

اور اس کی وہی شان قرار دیتے ہیں جو اپنے لئے بیان کی ہے اور حضرت مرزا صاحب
کا دعوے بھی مسیح ہونے کا ہی ہے تو آپ کا یا کسی اور دوسرے کا کیا حق ہو
سکتا ہے کہ وہ اس پر اعتراض کرے اسکے علاوہ میں آپ کو آپکے ایک مسلم
عالم کا قول دکھاتا ہوں جس میں انہوں نے کھلے طور پر کئی خاتم الانبیاء کا وجود
میں ہونا مانا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جو ایک مشہور عالم گذرے ہیں
دافع الوسواس میں فرماتے ہیں نفس خاتم اضافی طور پر بہت ہو سکتے اس کے تعدد
ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ آمد خاتم اس طرح پر کہ ایک اضافی ہو اور ایک حقیقی
یہ صورت بھی جائز ہے پھر صفحہ ۱۰ پر ملا علی قاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ ولو
عاش وکان من اتباعہ کعیسیٰ وخضر والیاس فلا ینافض قولہ تعالیٰ
خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ۔ یعنی اگر
زندہ ہوتے تو حضرت عیسیٰ خضر الیاس جیسے نبی بھی اس کے اتباع میں ہوتے
اور یہ خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ اس کے تو یہی معنی ہیں کہ آپ کے بعد
کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپ کے مذہب کا ناسخ ہو ◆

اس وقت طوالت کے خوف سے اتنے ہی حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر قاضی
سلیمان صاحب کی اس سے بھی تسلی نہ ہو تو پھر عند الطلب پیش کئے جائینگے
باقی آپ پوچھتے ہیں کہ امت میں کوئی ایسا آدمی گذرا ہے کہ نہیں اس میں تو
کوئی شک نہیں کہ بہت سے بزرگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے
عظیم الشان دعوے کئے ہیں۔ مگر ہمیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ ہم نے
قرآن شریف۔ حدیث اقوال ائمہ سے امکان نبوت کو ثابت کر دیا ہے فرض
کرو کہ ایک شخص بھی ایسا نہ گذرا ہو پھر بھی حضرت مرزا صاحب کے دعوے
کو کونسا ضعف پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و سلم
نے خود مسیح کو نبی کے لفظ سے پکارا ہے مرزا صاحب کا جبکہ دعوے مسیح ہونے
کا ہے تو پھر کیوں وہ اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال نہ کریں کیا جب آپ کے عقائد
کے مطابق حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائینگے
لباس نبوت اور لقب رسالت کو آسمان پر ہی چھوڑ آئینگے ◆

قوله - مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح دوسرے اجسام میں حلول کر جاتی ہیں اس عقیدہ کو رکن ایمانیہ میں سے سمجھتے ہیں دیکھو آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۶ سے ۳۴۷ تک ۔

اقول - اس کا جواب سوائے اس کے ہم اور کیا دیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین - میں نے ان تمام صفحوں کو پڑھا ہے اور خوب غور سے پڑھا ہے مگر کسی جگہ بھی یہ الفاظ لکھے ہوئے نہیں دیکھے ان صفحوں کو چھوڑ آپ حضرت مرزا صاحب کی تصنیف میں سے کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں دکھا سکتے - کیا صاحب اس کذب بیانی سے آپ حضرت مرزا صاحب پر غالب آنا چاہتے تھے مگر کیا پہلے کبھی کسی رسول کے مقابلہ میں کسی نے جھوٹ بول کر کامیابی حاصل کی جو آپکو امید تھی اب تو آپ نے بھی کافی طور پر اپنی ناکامی کو دیکھ لیا ہے - فتب الی اللہ ۔

Digitized by Khilafat Library

قوله - مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو ام المومنین کا خطاب دیا ہے اب خدیجۃ الکبریٰ کے رنگ میں بروز فرمانے میں کچھ دیر نہ ہوگی ۔

اقول - دیکھا قاضی صاحب آپ کا قیاس کس طرح غلط نکلا جس طرح آپنے اس بات پر بدظنی سے کام لیا ہے اسی طرح آپ نے حضرت مرزا صاحب کے معاملہ میں بھی بدظنی سے ہی کام لیا ہے اگر آپ میں اب بھی کوئی مادہ بغض ہے تو اسی ایک بات سے آپ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو مان سکتے ہیں اگر مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے ہوتے تو وہ ایسا ہی کر دیتے جیسا کہ آپ نے قیاس کیا ہے مگر چونکہ حضرت مرزا صاحب راستباز تھے وہ کہتے تھے - جو اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا تھا اسلئے آپ نے کبھی بھی ایسا نہ کیا ۔

قوله - توضیح المرام میں آپ نے آپ کو محدث لکھا ہے اور محدث کا بھی ایک معنی سے نبی ہونا لکھا ہے اور اشتہار میں لکھا ہے کہ میرا نام نبی ہے محدث نہیں ہو سکتا کیونکہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ۔

اقول - میں اس امر کو پہلے بھی کھول کر بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اقدس

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عام مسلمانوں کی طرح پہلے بھی اعتقاد تھا کہ اس اُمت میں نبی نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے آپ نے تمام ان الہامات کی جن میں آپ کو نبی کے لفظ سے پکارا گیا تھا۔ کچھ نہ کچھ تاویل کر کے اپنے آپ کو نبی کہلانے سے اجتناب کیا اور اس لفظ نبی کی ہمیشہ ایسی ہی تشریح کرتے رہے جس سے لوگوں کو ابتلاء نہ آئے اب یہ امر تو بدیہی ہے کہ براہین احمدیہ میں آپ کے لئے لفظ نبی کا موجود ہے جس کا ہمارے مخالف کو بھی انکار نہیں مگر اس کے معنی آپ نے توضیح مرام میں محدث کے کر دئے تاکہ لوگوں کو ابتلاء نہ ہوے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم بھی ہو اور اپنے دیدہ و دانستہ اس کا اظہار نہ کیا ہو تو اس میں بھی کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ بہت سی باتیں ہوتی ہیں جن کو انبیاء مصلحت وقت سے لوگوں کے ابتلاء سے ڈر کر ان کا اظہار نہیں کرتے چنانچہ دیکھو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و تخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبدیہ و تخشی الناس واللّٰہ احق ان تخشٰہ یعنی تو اپنے نفس میں چھپا رہا ہے جس کو اللہ ظاہر کر دیگا اور تو لوگوں کے ابتلاء سے ڈرتا ہے لیکن ڈر صرف خدا کا ہی رکھنا چاہئے بخاری شریف صریح یہ حدیث موجود ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ قال لھا الم تری ان قومک لما بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراھیم فقلت یا رسول اللہ الا تردھا علےٰ قواعد ابراھیم قال لولا حدثان قومک بالکفر لفعلت یعنی اے عائشہ کیا تو نہیں دیکھتی کہ تیری قوم نے کعبہ کو بناتے وقت حضرت ابراہیم کی قواعد سے کم کر دیا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ کیا آپ پھر ایسا ہی بنا دینگے تو فرمایا کہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں ایسا ہی کرتا۔ اب دیکھو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا انسان بھی بعض باتوں کو لوگوں کے ابتلاء کے ڈر سے چھپا لیتا تھا اور بعض امور کو محض لوگوں کے ابتلاء سے ڈر کر چھوڑ دیتا تھا تو اگر حضرت مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ کہیں نبی کا لفظ صریح لکھنے سے لوگوں کو

جو ابھی ایسے لفظوں کی برداشت نہیں رکھتے ہیں ابتلاء نہ آجاوے اس لفظ کو چھوڑ کر اس کی جگہ محدث کا لفظ استعمال کر دیا تو کونسا غضب آگیا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے جس کی شان میں یہ ہے اُس کا اظہار کر دیا تو کیوں آپ ان دونوں میں باوجود زمانہ کے اختلاف موجود ہونے کے تناقض سمجھ بیٹھے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں جگہوں میں تناقض تب ہو سکتا تھا۔ جبکہ ان دونوں جگہ میں ایک ہی اعتبار سے محدث ہونے کا اقرار کیا جاتا اور اسی اعتبار سے پھر انکار کیا جاتا۔ مگر یہاں تو دونوں جگہوں میں اعتبار مختلف ہیں۔ اسلئے لا الا عتبارات لبطل الحکمۃ کے ماتحت آپکا قائم کردہ تناقض بھی اُڑ گیا اشتہار میں آپ نے اس اعتبار سے انکار کیا ہے کہ لغت میں محدثیت کے معنی اظہار غیب نہیں ہیں اور توضیح میں انکار اصطلاحی معنی کے لحاظ سے کیا ہے حالانکہ وہاں انہوں نے اس بات کو کھول بھی دیا ہے کہ محدث ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔

پھر جب ہم اشتہار کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہاں آپ نے ایسا کلیہ باندھا ہے جس سے آپ کے تمام ثابت کردہ تناقض اُڑ جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اب اس عبارت کو توضیح کی اس عبارت سے ملاؤ کہ محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ تو مطلب صاف کھل جاتا ہے کہ اشتہار میں بھی آپ نے اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی کہا ہے اور یہاں بھی محدث سے مراد وہی غیر تشریعی نبی ہے پس تناقض دونوں

میں کوئی نہیں ہاں چونکہ محدث صرف اصطلاح میں نبی کے معنی دیتا تھا اور لغت میں اس کے معنی میں اظہار غیب نہیں پایا جاتا۔ مگر نبی لفظ ایک وسیع لفظ ہے اور دونو طرح سے اظہار غیب پر دلالت کرتا ہے اسلئے حضرت مرزا صاحب نے اب لفظ محدث کو چھوڑ کر لفظ نبی کا اختیار کر لیا اس میں حرج کونسا لازم آگیا اچھا اگر ہم بالفرض مان بھی لیں کہ پہلے آپ محدث ہی تھے اور محدثیت کامل نبوت پر دلالت بھی نہیں کرتا اور پیچھے آپ پھر کامل نبی ہو گئے تو اس میں بھی کونسا استبعاد عقل لازم آتا ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں آتا ہے من استوی یوماہ فھو مغبون یعنی جس کے دو دن برابر رہے اور اس نے کوئی ایمانی اور علمی ترقی نہ کی وہ بہت ہی گھاٹے میں رہا اب جبکہ ہر روز مومن ایمان میں ترقی کرتا رہتا ہے تو اگر حضرت مرزا صاحب محدثیت کے درجہ سے ترقی کر کے نبوت کے درجہ تک پہنچ گئے تو آپ کو کیوں تعجب ہوتا ہے قرآن شریف پر آپ غور کریں کہ کس طرح مومنوں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درجات کی ترقی کا ذکر ہے اور کس طرح آپ کو ترقی حاصل ہونے کا ذکر ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات کو غور سے دیکھو ایک جگہ فرمایا ہے یا ایھا النبی حرض المومنین علے القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔

اب دیکھئے اس آیت میں تو یہ فرمایا ۲۰ مومن ۲۰۰ کفار پر اور ایک سو مومن ایک ہزار کفار پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس کی اگلی ہی آیت میں دیکھو فرمایا الئٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ اب دیکھو اس آیت میں صاف فرما دیا لیکن ابھی تم میں کمزوری ہے اس وقت تمہاری موجودہ حالت کے لحاظ سے یکصد مومن صرف دو صد کفار پر اور ایک ہزار مومن دو ہزار پر صرف غالب آ سکتا ہے۔ اب ان دونو آیتوں کے ملانے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جب مومنوں کی ایمانی اور روحانی حالت ترقی کر جائیگی تو پھر وہ یکصد ہی ہزار کے لئے کافی ہونگے پھر

کی ضرورت نہیں ٭

اسی طرح نبی کریم کی ترقی کا علم مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے چنانچہ مکہ
میں تو آپ کے مخالفوں کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے ام یقولون افترٰہ قل فاتوا
بعشر سور مثلہ مفتریات یعنی اس جیسی تم دس سورتیں ہی بنا لاؤ مگر
جب آپ کی روحانی حالت بہت ترقی کر گئی تو مدینہ میں جا کر یہ الہام ہوتا ہے
ان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ
وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین یعنی ایک
ہی سورۃ اس جیسی بنا لاؤ اب دیکھئے کہ کہاں دس اور کہاں ایک ٭

پھر ایک جگہ صریح اللہ تعالٰے کی طرف سے حکم ہوتا ہے قل رب زدنی
علما۔ کہہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کیجئے کیا اب اسی آیت سے نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ترقی درجات کا پتہ نہیں لگتا۔ پھر دیکھئے کہ سب
سے پہلے جو آپ کو وحی ہوتی ہے وہ رویاء صادقہ سے شروع ہوتی ہے۔ اور
جوں جوں آپ ترقی کرتے گئے وحی بھی صاف اور روشن ہوتی گئی اور جب
یہ وہ سلسلہ شروع ہوا تو آپ کو صرف منذر کا خطاب دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالٰے
نے سورۃ مدثر میں فرمایا ہے یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک
فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔ اب دیکھو کہ
چالیس سال کے بعد وحی ہوتی ہے اور پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رجز سے
بچے رہنا اور دل کو پاکیزہ رکھنا اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ جوں جوں صفائی
قلب میں ترقی ہوگی درجات بھی بڑھتے جائیں گے ٭

پھر سب سے بڑھ کر قابل غور یہ امر ہے کہ خاتم النبیین کا الہام آپ کو
کب ہوا صاف ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ آکر ہوا۔ کیونکہ سورۃ احزاب جس
میں یہ لفظ موجود ہے وہ مدنی ہے مکی نہیں اور سورت مدثر اور سورۃ علق
دونوں ہی مکی ہیں ٭

اب اتنی مدت تک جب آپ اپنے آپ کو نبی ہی لکھتے رہے تو کیا کوئی تمہاری
طرح کا مخالف یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ پہلے تو صرف نبی کہتے رہے اور پھر ترقی کر

خاتم النبیین بن بیٹھے۔ ہاں اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نذیر کا لفظ مدنی سورتوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن حضرت مرزا صاحب تو محدث کا لفظ اپنے لئے استعمال کرنے سے انکار کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نذیر کا لفظ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے لغوی معنی (ڈرانے والا) کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً اور لغوی معنی کی رو سے حضرت مرزا صاحب نے بھی محدث ہونے سے انکار نہیں کیا۔ لغت میں تو محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس سے کلام کیا جاوے۔ ان معنوں کے لحاظ سے تو آپ وفات تک محدث تھے اور نہ ہی آپ نے اس سے کبھی انکار کیا ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ منذر۔ نذیر اور نبی ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ محدث اور نبی بھی ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے توضیح مرام میں کھول کر بیان کر دیا کہ محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ پس جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی لفظ منذر کا اور کبھی نبی کا بولا گیا ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنے لئے لفظ محدث کا بولا لیا اور کبھی نبی کا +

قولہ۔ سیکون فی امتی ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ ۔ مرزا صاحب بتائیں کہ نبی کس شان کے ہونگے ظلی ہونگے یا بروزی کس قسم کا دعوے ہوگا +

اقول۔ میں حیران ہوں کہ حضرت مرزا صاحب سے اس سوال کے پوچھنے کے کیا معنی جو خبیث ایسے ہو گئے ہیں یا ہو چکے ہیں ان سے جا کر دریافت کیجئے کہ آیا تم کس قسم کا دعوے کرتے ہو یا ان کے حالات کو پڑھ لیں کہ انہوں نے کس قسم کا دعوے کیا اور اگر آپ کا منشاء اس تحریر سے یہ ہے کہ مرزا صاحب پر چسپاں کریں یا نعوذ باللہ آپ بھی انہیں میں سے ہیں تو پھر آپ سچے نبی کی پرکھ کے لئے کوئی معیار پیش کریں کیونکہ جس قدر کامیابی حضرت مرزا صاحب کو ہوئی کیا آپ کسی جھوٹے نبی کے لئے ایسی کامیابی کی نظیر پیش کر سکتے ہیں جو اتنا

تو بتائیں آپ ان انبیاء میں سے بھی جن کو قرآن شریف نے صادق مانا ہے بعض
نبیوں کی ایسی عظیم الشان کامیابی نہ دکھا سکیں گے جو حضرت مرزا صاحب
کو حاصل ہوئی۔ کیا قرآن شریف میں آپ نے ما آمن معہ الا قلیل وما وجدنا فیھا
غیر بیت من المسلمین نوح اور لوط علیہما السلام کے متعلق نہیں پڑھا
کیا حدیث شریف میں نہیں پڑھا کہ قیامت کے روز بعض نبی ایسے ہونگے جن کے
ساتھ صرف ایک ہی آدمی ہوگا۔ اب ان کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب
کی جماعت کو بھی دیکھیں باوجود اس قدر مخالفت کے پھر بھی تقریباً چار
لاکھ جماعت بنا کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر جس مسئلہ کے منوانے
کے لئے آپ نے زور دیا تھا اب تقریباً تمام لوگ خواہ وہ مرید ہوں یا نہ ہوں
اس کو ماننے لگ پڑے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان
میں تو اللہ تعالےٰ یہ فرماتے کہ (لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ
بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین - یعنی اگر یہ رسول ہم پر ایک بات بھی ایسی
کہتا جو ہم نے نہ کہی ہو تو ہم اس کو اپنے مضبوط ہاتھ سے پکڑ لیتے اور
فوراً اس کی شاہ رگ کاٹ لیتے اس آیت سے یہ صاف پتہ لگتا ہے
کہ جو شخص خدا تعالےٰ پر افترا کرتا ہے تو اس کی ترقی روک لی جاتی ہے
پھر اس کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور دوسرے یہ قاعدہ بھی ساتھ ہی نظر
آتا ہے کہ جو شخص ۲۳ برس تک مدعی نبوت رہے وہ جھوٹا نہیں
ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دعوےٰ نبوت کے
بعد تیئیس برس تک ہی زندہ رہے تھے لیکن حضرت مرزا صاحب باوجود دعویٰ
نبوت ہونے کے تیئیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہیں ان کے مخالف علماء
جو آپ کے نزدیک راستباز اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق
تھے ان کے مقابلہ میں آکر ہلاک ہوتے رہیں کیا جھوٹوں کے ساتھ بھی
معاملہ ہوا کرتا ہے اگر نہیں تو پھر تمہارے پاس انکار کی کونسی وجہ ہے
اور کس بناء پر آپ حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ دجالوں میں داخل کرتے
ہیں۔ خدارا کچھ تو غور کرو اور خدا سے ڈرو قیامت کے روز خدا کے حضور کیا

جواب دوگے +

قولہ۔ مسیلمہ کذاب بھی نبی کریم کی رسالت کو تسلیم کر چکا تھا صرف اتنی بات تھی کہ اپنے آپ کو رسول کہتا تھا تو پھر اس کو کذاب لکھنے کی کیا وجہ ہے آپ کے اور اس کے دعوے میں کیا مغائرت ہے +

اقول۔ اوّل تو مسیلمہ کذاب نے آپ کی رسالت کا اقرار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے تو یہ کہا تھا کہ اگر آپ اپنے بعد خلافت مجھے دے جاویں تو میں آپ کو نبی مان لیتا ہوں جس پر آپ نے صاف جواب دیا کہ میں تو کھجور کی یہ شاخ جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی وہ بھی تجھ کو نہیں دے سکتا جس پر وہ واپس چلا گیا اور اپنی نبوت کا مستقل طور پر دعوے کر دیا +

اگر آپ تعصب کو چھوڑ کر غور کریں تو مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہی آپ کے لئے موجب صداقت ہو سکتا ہے کیونکہ اسی سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جو کذاب ہوتا ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور دنیا میں کس طرح ذلیل اور خوار ہو کر نامرادی کی موت مر جاتا ہے اور ادھر حضرت مرزا صاحب کا رفع کس عزت اور شان اور کامیابی کے ساتھ ہوا ہے +

حضرت مرزا صاحب اور مسیلمہ کذاب کے دعاوی میں افسوس ہے آپ فرق نہیں کر سکے
اوّل فرق تو یہی ہے کہ وہ کذاب تھا اور آپ صادق اور راستباز ہیں جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں +

دوم۔ اس کا دعوے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہو کر نہیں تھا اور نہ ہی وہ یہ کہتا تھا۔ کہ میں نے آں حضور سے کوئی فیض حاصل کیا ہے بلکہ وہ مستقل نبوت کا مدعی تھا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کا دعوے اس کے خلاف آں حضور کے فیض کے ماتحت اور آپ کے ماتحت نبوت حاصل کرنے کا تھا +

سوم۔ مسیلمہ کذاب دنیا سے ناکام اور نامراد مرا اور کامیابی کا منہ نہ دیکھ سکا۔ مگر حضرت مرزا صاحب جیسا کہ میں بتا آیا ہوں کامیابی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے +

چہارم مسیلمہ نے شریعت محمدیہ کو نسخ کیا۔ اور اپنی شریعت ایجاد کرنے لگا۔
پنجم۔ اس کی شہرت اور قبولیت بہت جلد ہوئی۔ اور جلدی فنا ہوا۔ دیگر انبیاء کی طرح اس پر استہزاء کیا گیا اور نہ ہی اس کو اللہ تعالےٰ کے رستے میں کچھ پہنچا۔
پھر آپ بتائیں کیا یہی سوال حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف آپ پر نہیں کر سکتے کہ جیسا کہ آپ نبی ہونے کا دعوےٰ کرتے تھے اسی طرح مسیلمہ کذاب بھی کرتا تھا۔ فرق کیا ہوا سو جو فرق آپ کر کے دکھلائینگے اسی فرق سے ہم آپ کو حضرت مرزا صاحب کی صداقت بھی ثابت کر دینگے ۔

قولہ۔ مرزا صاحب بتائیں کہ جب آپ کا دعوےٰ مدت سے ہے تو کیوں آپکے مریدوں کو علم نہیں ہوا۔ کیا جناب کی تفہیم کی کوتاہی ہے یا فہم مریدین کی کمی

اقول۔ حضرت مرزا صاحب نے تفہیم کی کوتاہی اور نہ مریدوں کی کم فہمی بلکہ آپ کی اپنی ہی سمجھ کا قصور ہے بتائیے تو سہی کہ حضرت مرزا صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ میرے تمام مریدوں کو میرے دعوے اور دلائل سے واقفیت نہیں وہاں تو بعض صاحب کا لفظ ہے اور وہ ایک پر بھی بولا جاتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ اگر ایک شخص حضرت مرزا صاحب کا یا مرید ہوا ہو اس نے صحبت سے فیض حاصل نہ کیا ہو تو کیا اس کی ناواقفیت سے تمام مریدوں پر ایسا ہی حکم صادق آئیگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا نعوذ باللہ دعوےٰ ہی باطل ہے۔ کیا کچھ مسلمانوں کا قرآن سے ناواقف ہونا اسی امر پر دال ہوا کرتا ہے کہ دنیا میں کسی مسلمان کو قرآن نہیں آتا یا قرآن شریف ہی نعوذ باللہ مجہول تھا ہے کیونکہ بعض کو سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر میں پیچھے بھی لکھ آیا ہوں کہ اگر کسی الہام کی تفہیم نفس الہام کے کچھ مدت بعد ہو تو اس میں کونسا استبعاد دخل اندازم آجاتا ہے ۔

قولہ۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو بحیثیت مسیح ایک طرف کہتے ہیں اور بعد محمدی ایک طرف محمد اول ہیں تو ثانی نہیں اور اس صورت میں ناصری کی آمد ثانی پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ خود بدولت پر عاید ہونگے ۔

اقول۔ ایسے اعتراضات ایسے شخص سے جو اپنے آپ کو عالم و قاضی کہے نہایت حیرت میں ڈالتے ہیں۔ اول تو اسلئے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں واو تغیر

بومناسبات لکھے ہیں جس سے قاضی صاحب کی نظر عمداً یا سہواً چوک گئی ہے۔ دوم اسلئے کہ اگر وہ خلاف بھی کر دیتے تو تشبیہ بلیغ اور تمثیل ابلغ کے مطابق یہ کلام ہوتی۔ سوم اسلئے تعجب ہے کہ اتنی جلدی ان کے دماغ پر کیوں ایسی بھول اور نسیان کی آندھیاں کیوں چل گئیں جبکہ لوازمات مشبہ بہ کا ذکر کرنا تشبیہ کی تاکید کے لئے ہوا کرتا ہے نہ اسلئے کہ تشبیہ کو بیچ سے اٹھا دیا جاوے کیا زہیر بن ابی سلمہ کا وہ شعر جو کہ معلقہ ثالثہ میں مندرج ہے وہ آپ کے لئے اچھا نہیں۔ شعر یہ ہے

لدی اسد شاکی السلاح مقذف له لبد اظفاره لم تقلم

کیا شاعر کا منشاء ہے کہ حصین بن ضمضم کو نوع حیوان ناطق سے نکال کر نوع حیوان مفترس میں داخل کرے یا یہ کہ شجاعت اسد کو بتاکید حصین بن ضمضم میں ثابت کرے مراد مرزا صاحب کی مسیح یا بروز محمدی ہونے سے صرف یہی ہے کہ آپ قوم نصاریٰ کے لئے ہادی اور مسلمانوں کے لئے حکم۔ قوم نصاریٰ کے کاسر صلیب اور مسلمانوں کے لئے امام مختلف حیثیات سے متعدد احکام کا کسی موضوع کے لئے ثابت کرنا یہی حکمت ہے ✦

آپ کا یہ کہنا یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مرزا صاحب احمد کہ بنے۔ رسول اللہ کے احمد ہونے کو بوجہ اس نام کے جمالی ہونے کے جائز نہ رکھا اسلئے کہ آپ جامع جلال وجمال ہیں پھر محمد رسول اللہ کے الہام کے مرزا صاحب کیونکر مصداق بنے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جہاں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ احمد مذکور فی الآیت میں میں مراد ہوں وہاں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسلئے باہر رکھا کہ فقط احمدیت کی پوری حقیقت کا آئینہ نہیں اور جہاں آپ محمد رسول اللہ کے الہام کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ وہاں مراد نیابت ہے اور خلافت ہے ✦

قولہ۔ وعاوی مرزا صاحب نے تدریجاً کئے وقتاً فوقتاً ظاہر کئے ہیں۔ اور حدیث وضعی لا مہدی الا عیسےٰ سے استدلال کیا ہے تاکہ مہدی اور مسیح دو شخص نہ ہوں بلکہ خود ہی سب کچھ بن جاویں ✦

اقول - دعاوی اور ان امور کا اظہار جو خدائے تعالےٰ کی طرف سے حاصل
ہوتے ہیں علم پر موقوف ہیں جب تک ذات باری تعالےٰ کی طرف سے علم اور
اس کی تفہیم نہ ہو جیسا مامورین کا پاک گروہ کبھی جرأت نہیں کرتا تعجب ہے کہ
موجودہ منافقین بعینہٖ رسول اللہ کے مخالفین رسول اللہ کے کیسے
مشابہ ہو گئے۔ جیسا انہوں نے کہا تھا **وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ
القران جملۃ واحدۃ** پارہ ۱۹ رکوع اول کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم پر سارے امور یکدم کیوں نازل نہ ہو گئے کیوں ایسا ہوا کہ پہلے
شراب جائز رکھا گیا پھر حرام کیا گیا پہلے پردہ کا کوئی حکم نہ تھا پیچھے حکم
ہوا پہلے دعوٰے رسالت تھا۔ سترہ برس نبوت ہونے کے بعد خاتم النبیین
ہونے کا دعوٰے ہوا۔ یہ وہ اعتراضات ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے مخالفین نے آپ پر کئے اسی رنگ کا ٹھیک اسی طرح کا وہ شبہ ہے جو مفتی
صاحب نے جناب مرزا صاحب کے متعلق لکھا ہے حدیث **لا المہدی
الا عیسےٰ** کو وضعی کہنا ایسا ہی ہے جیسے شیعہ سنیوں کی حدیثوں اور خارجیوں
کی حدیثوں کو وضعی قرار دیتے ہیں اور سنی ان دونو کے پیش کردہ امور کو وضع
سمجھتے ہیں بلا دلیل وضع کسی حدیث کو وضعی کہنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کی تکذیب ہے اور صالحین کی اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اپنی کتاب
میں روایت کیا ہے علامہ سندھی نے ان روایات پر کوئی جرح نہیں کی اور
جرح کرنے والوں کی تردید کی ہے اور ان تمام کو ثقہ ثابت کیا ہے معلوم نہیں
کہ کس سنگدلی نے ان لوگوں میں یہ جرأت پیدا کر دی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کو جب اپنے کسی خیال فاسد کے خلاف
پاتے ہیں تو بے دلیل اور بے دھڑک اسے وضعی قرار دیتے ہیں کیوں نہیں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں سچی نکلیں تو ان کو
موت ہے کسوف خسوف کی پیشگوئی جس کی شہرت تمام اسلامی دنیا
میں تھی کہ مہدی کا نشان ہے جب وہ پوری ہوئی اور ایسے وقت میں پوری
ہوئی جس وقت کہ ایک مدعی بھی تھا۔ اور اس کی ضرورت بھی تھی۔ یہ

ہی بجائے اس کے کہ اس کو قبول کرتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی صداقت کا سورج جو دنیا پر ظاہر ہوتا یا انکار پر کمر بستہ ہو گئے اور اس صورج کے آگے
سیاہ آندھی کی طرح حائل ہو گئے۔ یہ ہر ایک نشان جو دنیا کی ہدایت کے لئے ظاہر
ہوتا ہے اس سے دنیا کو ہٹاتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ ابھی تک یہود بین
قوموں کی انتظار میں بیٹھے ہیں اور نصارے دو کی کیا وہ اپنے انتظار میں کامیاب
ہو گئے ہیں کہ یہ کامیاب ہونگے

قولہ۔ مرزا صاحب باوجودیکہ اپنے آپ کو شارع نہیں بتلاتے شریعت
محمدیہ میں پھر بھی بہت سی ترمیم کی ہے چنانچہ عقاید میں جن کا خود ان کو
ہے ایسی زیادتیاں کی ہیں کہ نصوص قرانیہ ان کو صریح رد کرتے ہیں جیسا
خدا تعالے کی نسبت یوں لکھا کہ خدا تعالے نے مجھے الہام کیا ہے انت منی
و انا منک۔ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ اور اپنے بیٹے کی نسبت کان
اللہ نزل من السماء۔ خداے تعالے کو جسم قرار دیا ہے اس کے لئے
ولد کا اثبات کیا ہے +

اقول۔ مجھے یہ شبہات سن کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ لو ذاتسو لر
یطمئنی۔ جو باتیں قران کریم میں احادیث نبویہ میں اللہ تعالے کی طرف
سے بندگان مقرب بارگاہ کے حق میں بغرض اظہار قرب و مودت ارشاد
فرمائی گئی ہیں ان سے علماء کو کیوں بے خبری ہے یا اس مصرع پر ایمان
نہیں یا اس کے کچھ معنی ہوتے بہر حال ہم بے خبری پر ان اعتراضات
کو محمول کرتے ہیں منی و منک سے اتحاد و عینیت مراد نہیں ہوتی کیا
پارہ دو کے آخری رکوع میں فلما فصل طالوت بالجنود قال ان
اللہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منہ فلیس منی و من لم یطعمہ
فانہ منی کیا جو نہر سے پانی پی لیگا وہ طالوت کا عین نہیں رہیگا
اور جو نا پئیگا وہ عین ہو جاویگا بلکہ مراد مطلق تعلق ہے اسی طرح
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جلیبیب کے حق میں فرمایا ہے۔
ھذا منی و انا منہ۔ تو کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعوذ

ہے کہ میں جلیبیب کا بیٹا ہوں اور جلیبیب میرا بیٹا ہے اسی طرح رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے قرون ثلاثہ کے بعد آنے والے لوگوں کے حق
میں فرمایا ہے کہ لیسوا منی و لست منھم کیا قاضی صاحب اس
کے یہ معنی کریں گے کہ وہ میرے بیٹے نہیں اور میں ان کا بیٹا نہیں مقصد
نفی تعلق ہے پھر جہاں بیٹے کے حق میں مرزا صاحب نے یہ الہام
بیان کیا ہے کان اللہ نزل من السماء جہاں کہ لفظ کان بھی موجود
ہے کیا بڑھ کر ہے اور قاضی صاحب کے نزدیک زیادہ برا ہے بہ نسبت
اس کلام کے جو اللہ پاک نے اپنی کلام پاک میں اپنے حبیب کے حق
میں فرمائی ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کہ تحقیق جو لوگ
تیری بیعت کرتے ہیں حق نہ اور کسی کی۔ اب مقام غور ہے کان اللہ نزل من السماء
میں کان کا لفظ جو کہ تشبیہ کو واضح کرتا ہے وہ موجود ہے اور یہاں آیہ کریمہ
میں لفظ تشبیہ بالکل کوئی نہیں بلکہ نفی غیریت کے لئے لفظ انما لوازم کے
کھڑا ہے اور انّ تاکید مزید کر رہا ہے کیا صاف ہے یقیناً جو لوگ تجھ سے
بیعت ہوتے ہیں وہ تو سوائے اللہ کے اور کسی کی بیعت نہیں کرتے قاضی
صاحب غور کریں آشنا و بھول کیوں ہے حدیث صحیحین میں مروی ہے
کہ جس بندے سے میں پیار کرتا ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔
جس سے وہ سنتا اس کی آنکھ بن جاتا جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن
جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا میں اس کے پاؤں بن جاتا جس سے وہ چلتا
کیا مرزا صاحب کے کان اللہ نزل من السماء سنانے پر فوراً اعتراض
ہو گیا۔ کہ اللہ تعالے کو آپ جسم مانتے ہیں اور وہ حدیث قدسی جو رسول
صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کی طرف سے بیان کرتے ہیں جس میں
اعضاء جسمانیہ کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ اپنے
محبوب انسان کے جسمانی اعضاء خدا تعالے بن جاتا ہے مراد ان الفاظ سے
اظہار تعلق ہے نہ جسمانیت مگر یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح متشابہات کی طرف
جھک جاتے اور محکمات سے احتراز کرتے ہیں۔

[illegible]

قولہ ۔ مرزا صاحب ملائکہ کے ارواح ماننے ہیں اور ان کے نزول کے قائل نہیں ۔ حالانکہ نزول ملائکہ خصوصاً جبرائیل کا قرآن و حدیث میں بار با مذکور ہے ۔

اقول ۔ جناب مرزا صاحب کا وہی عقیدہ ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے ۔ قرآن و حدیث کو خود نہ سمجھنا اپنی ناسمجھی کا الزام دوسروں پر لگانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی کو نہ سمجھا اور اُلٹے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ۔ شریعت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ جسم نورانی ہیں اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جسم کی طرح دو مکانوں میں ایک وقت میں نہیں ہوتے اور نزول ان کا اس طرح ہوتا ہے جیسا کہ اوپر سے اینٹ یا پتھر گرے کیا آپ لوگ اللہ کے نزول سے یہی سمجھا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ آخری ثلث لیل میں سماء دنیا پر نزول فرماتے ہیں تو کیا اُس وقت عرش خدا تعالےٰ سے خالی ہو جاتا ہے جسم کثیف پر ان کو قیاس مت کرو ملائکہ کے متعلق جو ارشاد قرآن کریم میں لکھا ہے اس پر مرزا صاحب کا ایمان ہے وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون فرشتوں کی طرف سے اللہ تعالےٰ نقل فرماتے ہیں کہ ہر ایک کا ملائکہ میں سے مقام معین ہے اور ہم صف بستہ تسبیح کرتے ہیں ان کا نزول بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے مقام معلوم کو چھوڑتے بھی نہیں ۔

قولہ ۔ ہمیں تمام کتب الٰہیہ قرآن انجیل توریت وغیرہ سب پر ایمان لانے کا حکم ہے مرزا صاحب ایلیا کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانے کا انکار کرتے ہیں باوجودیکہ توریت میں لکھا ہے مسیح علیہ السلام کے صلیب پر مر جانے کی قرآن تردید کرتا ہے اور مرزا صاحب بزور ثابت کرتے ہیں ۔

اقول ۔ مرزا صاحب پر سراسر بہتان ہے کہ وہ بات جو کتاب میں قول فیصل پر لکھی ہوئی ہوں وہ اس کا انکار کرتے ہیں ۔ توریت موسےٰ کی کتاب پر یہ افترا ہے کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ ایلیا آسمان پر بجسدہ العنصری

جاتا گیا توریت میں تو ایلیا کا نام تک نہیں اگر ہو تو کیا قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے اور ہر بات جس کی تکذیب یا تصدیق سے قرآن کریم ساکت ہو ہمیں اہل کتاب کی تصدیق کرنی چاہئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبو ھم۔ مرزا صاحب نے تو یہ کہیں نہیں کہا کہ قرآن کریم کی وہ آیات جو اپنے مطلب کی ہوں لے لیں اور باقی کو چھوڑ دیا۔ ہاں قاضی صاحب آپ کی یہ عادت ہے جیسا کہ انجیل سے آپ نے الیاس کا جسمانی طور پر نزول بقول یہود تسلیم کر لیا۔ اور حضرت مسیح نے جو اس کے معنی کئے ہیں اس کا انکار کیا اور انجیلوں کو محرف بتلایا افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض قرآن کریم میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ مسیح کو انہوں نے صلیب پر چڑھایا نہیں قرآن کریم میں تو یہ ہے کہ انہوں نے صلیب پر مسیح کو مارا نہیں دیکھئے لسان العرب الصلب القتلۃ المعروفۃ صلب کے معنی ہیں صلیب سے مار ڈالنا وما قتلو۔ کے یہ معنی نہیں کہ انہوں نے صلیب پر لٹکایا نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے صلیب پر مارا نہیں یہ آپ کو دھوکہ لگتا ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ مسیح ناصری نے جو نیا آنا انجیل میں بوضاحت بیان کیا ہے اس سے مرزا صاحب کو روگردانی ہے یہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مسیح نے کسی کے دوبارہ کے آنے کے معنی خود الیاس کے دوبارہ نازل ہونے کے متعلق انجیل میں کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان آپ کو یہودیوں کی طرح الیاس کا آسمان پر بجسدہ العنصری ہونا مسلم ہے مسیح دنیا میں آ نہیں سکتے جب تک الیاس آسمان سے بجسدہ العنصری نزول نہ فرمائیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آ نہیں سکتے جب تک مسیح نہ آوے کیونکہ وہ آپ کا مبشر ہے اس لئے یہود اگر ان دونوں نبیوں مسیح اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں تو آپکے نزدیک حق پر ہیں اور آپ کو بھی ان کا ساتھ دینا منظور ہے تو نیز ....

.........سچ تو یہ ہے کہ راستبازوں کا انکار ایمان کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے

قولہ۔ مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام کے متعدد مقامات میں یہ بیان کیا ہے کہ نبیوں کو شیطانی القا ہوتا ہے۔ اور مسیح کے معجزات مسمریزم ہیں۔ میں ان کو مکروہ سمجھتا ہوں +

اقول۔ یہ مثال شاید آپ ہی کے لئے مشہور ہے کہ قرآن میں ہے لا تقربوا الصلوٰۃ پڑھ لیں آگا پیچھا دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر آگے پیچھے کا لحاظ جیسا کہ آپ کا داب ہے نہ رکھا جاوے تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں بت پرستی کی تعلیم دی گئی ہے جیسا کہ سورہ نوح میں ہے لا تذرن آلہتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا۔ گو اس کے اتصال میں دیکھنے سے قالوا کا لفظ بتلا دیگا کہ یہ حکایت مشرکین سے ہے قاضی صاحب نے ازالہ میں یہ کس سے خطاب ہے۔ اسے بھی نظر انداز کیا۔ اور جو اولہ مرزا صاحب نے پیش کردہ پر قائم کی ہیں ان سے بھی آپ کی نظر چوک گئی دیکھئے وہاں وہ اہل حدیث و دہلی ایک مولوی عبد الحق غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب لکھوکی مخاطب ہیں جن کی تفاسیر مسلمہ میں اس آیت کے نیچے وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ روایتوں کی بھرمار کی ہے کہ مرزا نبیوں کو شیطان القا کر دیتا ہے اور نبیوں کی وحی میں وہ الفاظ ملا دیتا ہے اور مشرکوں کو اور شیطان کے دوستوں کو اس سے چند روزہ خوشی مل جاتی ہے آخر کار خدا القائے کو دور القا منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ خدا کی آیتیں محکم ہوں مسیح نے سچ کہا ہے کہ دوسرے کی آنکھ میں تو تنکا دیکھ سکتے ہو۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا +

باقی مرزا صاحب کا مسیح کے پرندہ بنانے کو مکروہ بتلانا اس لئے ہے کہ شریعت اسلام میں تصویر بنانے کو مکروہ سمجھا گیا ہے اگر کسی پہلی کتاب نے کسی نبی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اس نے تصویر بنانے کا معجزہ دکھلایا تو.....

شراب اور اس کے بنانے کو مکروہ کیا بلکہ حرام سمجھیگا۔ گو اس نبی کے ماننے
والے اس کو بطور اعجاز ہی کیوں نہ پیش کریں اصل بات یہ ہے کہ مرزا
صاحب کو تمام جہان کی اصلاح کے لیئے بھیجا گیا ایک طرف نصرانی مسیح
کو الوہیت کی کرسی پر بٹھلاتے ہیں دوسری طرف مسلمانوں کے علماء اس
کی تصدیق کرتے ہیں یعنی صفات الوہیت کو مسیح میں تسلیم کرتے ہیں
جس سے نصاریٰ کو ظاہری دنیوی غلبہ کے ساتھ مذہبی باطنی غلبہ بھی
ملتا جاتا ہے سو مرزا صاحب نے فریقین کو بوجہ احسن بتلا دیا کہ
کہ مسیح الہ نہیں اور نہ اس میں صفات خداوندی پائے جاتے ہیں۔
چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ مٹی سے پرندے بنانے کا یہ مقصد ہے کہ
محض امی بے خبروں کو وہ علم بخشا کہ ان کا پشتی ضلالت سے ہدایت
کے بلند درخت کی کونپلوں پر پہنچا دیا اور مسیحیوں کو یہ سمجھایا کہ مٹی سے
ایسی ایسی شکلیں بنانی کچھ اچنبا نہیں کیونکہ ایسے بہت اور بھی گذرے
ہیں جنہوں نے مسیح سے بڑھ کر عجائبات دکھلائے اور نصاریٰ نے ان
کی الوہیت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ان کی الوہیت کا دعوے کرتے
ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں اس مضمون کو شروع سے لے کر اخیر تک
پڑھنے والے پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ وہاں دونو قوموں کو تنبیہ
کی ہے ٭

قولہ۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کا قصہ کہ پرندوں کا گوشت
ان کو پہاڑ پر رکھنے کا حکم ہوا پھر گوشت سے وہ پرندے بن کر آ گئے۔
مرزا صاحب اس کو گوبرا وردیہی سے بچھوؤں کا پیدا ہو جانا بتلاتے ہیں
اور ایک اور بزرگوار جو سو برس مرا پھر اس کو زندہ کیا گیا اور اس کا
اس کے سامنے گدھے کی حالت سے گدھے کی حالت میں لایا گیا اور اس کو کھانا
نہ بگڑا مرزا صاحب کو ان دونو قصوں کی حقیقت سے انکار ہے گویا قیامت
سے انکار ہے ٭

اقول۔ دعوے اور دلیل کا فرق کرنا اور تقریب کا تمام کرنا تقاضی جبلت

پر بھی موقوف ہے معلوم نہیں کہ کس طرح کی عدالت کرتے ہونگے ان دونو قصوں کا قیامت سے کیا تعلق ہے کہ ان دونو کی حقیقت جو آپ نے سمجھی ہے اگر اس کا کوئی انکار کرے تو اس سے انکار قیامت لازم آتا ہے۔

یہ باتیں جو آپ نے لکھی ہیں الحمد للہ کہ قرآن کے الفاظ میں نہیں ہیں قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ گوشت پہاڑوں پر رکھا گیا یا گرد سے گدھا بنا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن کریم میں بھی یہ جرأت کیا یہ یہود والی تحریف نہیں ہے جب علماء نے یہودی بننے کا فرض ادا کر دیا کیا امت میں کوئی مسیح بننے کا فرض ادا نہ کرتا اس دنیا میں مردہ کا زندہ ہونا مرزا صاحب نے انکار نہیں کیا اگر انکار کیا ہے تو اللہ تعالےٰ نے انکار کیا ہے جیسا کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا ہے جیسا کہ آپ کی کلام سے ظاہر ہے دیکھئے آیات قرآنیہ

ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون پیدا ہونے کے بعد تم مروگے پھر تم قیامت میں اٹھائے جاؤگے حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون سورۃ مومنون رکوع اول و آخر جب لوگوں میں کسی کو موت آتی ہے تو کوئی کراہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے دنیا میں واپس بھیج میں وہ نیک عمل کروں جو مجھ سے رہ گئے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ اس کے منہ کی بات ہے روز بعث تک ان کے آگے روک ہے اور ایک آیت میں یہ فرمایا ہے فیمسک التی قضی علیہا الموت سپارہ ۲۴ سورہ رکوع ۲ اللہ تعالےٰ اس جان کو روک رکھتا ہے جس پر موت کا حکم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ جابر کے باپ کے حق میں فرمایا کہ شہید ہو جانے کے بعد جابر کا باپ مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوا اور اُسے اجازت دی گئی کہ جو چاہے مانگے اس اجازت پر اس نے یہی مانگا کہ مجھے دنیا میں دوبارہ پھر بھیجا جاوے تاکہ میں تیرے راستہ میں پھر

قتل کیا جاؤں اللہ تعالےٰ کی طرف سے باوجود اجازت دینے کے یہی جواب ملا۔ کہ یہ ہم مقرر کر چکے ہیں۔ کہ اس جہاں میں آئے ہوئے پھر لوٹ کر نہیں جاتے +

قرآن و حدیث سے خود اعتراض ہے اور نصوص بینہ سے انکار ہے۔ پھر دیکھئے کہ ابھی تک مرزا صاحب مصلح قوم کی تکذیب پر اصرار ہے +

قولہ ۔ مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح جنت یا نار میں چلی جاتی ہے یہ عقاید محمدیہ کے بالکل خلاف ہے +

اقول ۔ عقائد محمدیہ کے خلاف تو بالکل نہیں ہاں ان عقاید کے خلاف ہے جو زمانہ فیج اعوج میں تراشے گئے ہیں قرآن کریم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو دس دفعہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ شروع ہو جاتا ہے دیکھئے قوم نوح کے متعلق باری تعالےٰ کیا ارشاد فرماتے ہیں مما خطیئٰتھم اغرقوا فادخلوا ناراً ۔ اور فرعون اور اس کے لشکروں کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیہا غدواً وعشیاً و یوم تقوم الساعۃ۔ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔ نوح کی قوم کو غرق کرنے کے بعد آگ میں داخل کیا گیا اور فرعون کے لوگوں کو صبح و شام آگ پر جلایا جاتا ہے قیامت کے روز اس سے بھی سخت عذاب میں پڑیں گے جنت کے متعلق دیکھئے اللہ تعالےٰ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ جو تین رسولوں پر ایمان لایا سورت یٰسین میں قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین ۔ اس کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے کہا کاش میری قوم کو پتہ لگ جاوے کہ میرے رب نے میری کیسی مغفرت اور عزت کی ہے شہدا کے متعلق لکھا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین ۔ احادیث کی طرف توجہ فرمایئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران ۔ قبر بھی جنت کے باغوں میں ایک باغیچہ ہے یا جہنم

کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اپنے بیٹے ابراہیم کے حق میں ان کی وفات پر فرمایا ان لہ لمرضعا فی الجنۃ کہ اس کے لئے جنت میں ایک دایہ ہے۔ یہ جنیات ہیں مگر صادق کی تکذیب جیسا کہ ایمان قلب سے سلب کر دیتی ہے ویسے ہی دماغ سے علم بھی مٹا دیتی ہے ✦

ہم تو آریوں اور عیسائیوں سے نالاں تھے کہ اُنہوں نے سید المرسلین الطیب الطیبین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کس قدر گندے اعتراضات اور ناپاک شبہات ان کے ازواج کے متعلق ان کی اپنی زندگی کے متعلق ان کے تعلقات کے متعلق کئے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علماء سے ہی اُنہوں نے یہ طریق سیکھا ہے۔ کیونکہ ان کا اور ان علماء کا طریق ایک ہے جاہل ہمیشہ مقتدی ہوتے ہیں علماء کی شان مقتدا ہوتا ہے انہی حضرات نے آریہ اور نصاریٰ کو اپنی ان عادات سے جرأت دلا دی ہے ✦

قولہ۔ مرزا صاحب کی غیب دانی اور نبوت پیشگوئیوں پر مبنی ہے جن کی تعداد وہ دوسو کے قریب بتلاتے ہیں ساری دنیا کی نگاہ ایک نکاح والی پیشگوئی پر ہے انا زوجنٰکہا ماضی کا صیغہ ہے پھر بکر یا ثیب کا لفظ شک کے لئے آتا ہے مرزا صاحب کے الہام کنندہ کو اصل واقعہ کا علم نہیں جبھی تو شک کے الفاظ بولے جاتے ہیں ✦

اقول۔ مرزا صاحب کی ایک ہی پیشگوئی نہیں جس کا آپ کی ذات سے تعلق ہے بلکہ بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صرف آپ ہی سے وابستہ ہیں اور ان کی سچائی روز روشن کی طرح مخلوقات پر ظاہر ہو چکی ہے مثال کے طور پر چند پیشگوئیاں کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا براہین میں جو کہ ایسا وقت تھا کہ آپ کو کوئی نہیں جانتا تھا اور کوئی آپ کا مخلوقات میں سے معین و مددگار نہ تھا ایسے وقت میں خدا تعالےٰ کا یہ الہام یاتیک من کل فج عمیق وحان ان تعان وتعرف بین الناس دخم مکانک

یعنی تیرے پاس دور دور سے تحائف آئینگے لوگ اس کثرت سے آئینگے کہ راستے چل چل کر گہرے ہو جائینگے تیرے پاس وہ مرد آئینگے جن کو آسمان سے ہم حکم دے کر بھیجینگے۔ وہ وقت آگیا کہ تیری مدد کی جاوے اور تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اپنے مکان کو وسیع کر میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور یہ پیشگوئیاں جن کو مرزا صاحب نے یا تحائف اشتہارات اور رسائل میں شائع کیا ہے۔ انی معین من اراد اعانتک واللہ یعصمک من الناس انی احافظ کل من فی الدار [illegible] کردونگا۔ اس شخص کو جو تیری ذلت چاہتا ہے اور اللہ تعالی نے تجھے لوگوں سے محفوظ رکھیگا۔ عین طاعون کی شدت کے دنوں میں کون ایسا دعوے کرسکتا ہے۔ میں ان لوگوں کی حفاظت کرونگا جو تیرے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں۔ دیکھو یہ پیشگوئیاں مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں جو روز روشن کی طرح پوری ہوئیں اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے ان کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا مگر باوجود اس کے کہ دنیا نے ناخنوں تک زور لگایا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی نہ جاوے اور نہ ان کو کوئی شناخت کرے مگر لاکھوں کی تعداد میں وہ ہیں جنہوں نے آپ کو شناخت کیا اور آپ کے دروازے پر پہنچے اس بات سے ظاہر ہے قاضی صاحب کا آپ کی ذات کے متعلق صرف ایک پیشگوئی کو جتلانا اور باقی سے انکار کرنا اور ان کی تفصیل کو باوجود کثیر التعداد رسائل اور اشتہارات میں شائع ہوتے ہوئے کو محض نا معلوم بتانا کس قدر تعصب اور عناد کی دلیل ہے باقی رہا نکاح والی پیشگوئی کے متعلق سو واضح ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے نکاح والی پیشگوئی اسلئے نہیں شائع کی تھی کہ آپ کو کسی نکاح کی ضرورت تھی بلکہ اپنے رشتہ داروں میں ایک نشان کا قائم کرنا مقصود تھا تا ان کو بھی وہ معرفت حاصل ہو اور اس چشمہ سے وہ بھی سیراب ہوں جس کو حضرت مرزا صاحب دنیا میں لائے ہیں وہ پیشگوئی بطور تہدید اور وعید کے ان کے لئے

کی گئی تھی۔ چنانچہ ان میں سے بعض مرے جو کہ عناد میں حد سے بڑھے
ہوئے تھے اور بعض نے آپ کو شناخت کیا اور بعضوں نے وہ بیباکانہ
حالت جو ان کی پہلے تھی اسی سے رجوع کر لیا اور گستاخی اور بے ادبی
کے طریق کو چھوڑ کر حلقہ بیعت میں داخل ہوئے یا ارادت کا اظہار کیا
چنانچہ ان کے خطوط موجود رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع کئے گئے ہیں
مخالفین کے ایسے ہی اعتراض ہوتے ہیں جو کہ قرآن کریم کے اصولوں
کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کریم کے خلاف نہ چلتے
تو مسیح موعود کی ضرورت نہ تھی چنانچہ قرآن شریف نے جو پیشگوئیوں
کے متعلق جو اصول باندھے وہ حسب ذیل پیش کئے جاتے ہیں جن
کے دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ لوگ قرآن شریف بالکل سمجھے
ہی نہیں یا ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا انہوں نے وہ نگاہ جو مسیح موعود
کی تکذیب کے لئے ڈالی ہے قرآن کریم میں کبھی کوئی اس کا حصہ خرچ
نہیں کیا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ یا تو محض ناواقف ہیں یا ان کو
قرآن پر ایمان نہیں اپنی من گھڑت باتوں کو معیار بناتے اور یہ نہیں سوچتے
کہ جس شاخ پر ہم بیٹھے ہیں کہیں وہی نہ کاٹ رہے ہوں جو وار ہم دوسروں
پر کر رہے ہیں الٹ کر ہم پر ہی نہ پڑے وہ اصول یہ ہیں +

وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم پارہ ۲۴ سورۃ
حم مومن رکوع ۴ کہ اگر راستباز ہے تو پہنچ جائیگی تم کو بعض اس کے وعدہ
یمحو اللہ ما یشاء و یثبت جس کو اللہ چاہے مٹا دے اور جس کو چاہے ثابت
رہنے دے اور یہ آیت بالخصوص نشانات کے لئے وارد ہوئی ہے اس کا قبل
یوں ہے وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ لکل اجل
کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب سیپارہ
۱۳ سورت رعد رکوع اخیر +

و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما
انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون جب ہم بدلتے ہیں بعضے

ایک نشان کی بجائے دوسرے نشان کے اللہ ہی اپنے نازل کرے تو جلدی کہتے
ہیں کہ محض تو مفتری ہے اکثر لوگ نہیں جانتے یاد رہے کہ جس قدر پیشگوئیاں
ہوتی ہیں وہ نشان ہوتے ہیں ایک نشان کے بدلے اور نشان کا رکھ دینا خدا
تعالیٰ کی سنت میں قرار پا چکا ہے ایسی حالت کو دیکھ کر مفتری کہہ دینا
قول کفار ہے مفتری اس صورت میں ہو سکتا ہے ۔

کہ بغیر نشان کے بدلے وعدہ وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ آئندہ زمانہ میں کسی عمل کا
نتیجہ شر یا خیر کے وقوع کی نسبت خبر دیتا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے جیسا کہ
کفر کی راہ بھی کھلی ہے جو ایمان لائے عمل صالح کرے اس کے لئے جنت
کا وعدہ ہے اور جو شخص نیک عمل کرتا کرتا آخری دم میں ارتداد اختیار
کرے اس سے وہ وعدہ ٹلیگا اور وعید جہنم اس کے لئے نمودار ہوگا۔
کوئی وعدہ یا وعید اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا کہ خدا تعالیٰ
کے ہاں وہ کتاب میں لکھا ہے وہ ذات جو کہ غنی مطلق غالب علیٰ امرہ
جس کی شان یمحو اللہ ما یشاء و یثبت جس کی صفات اس کی باتوں
پر کس طرح پر اعتراض ہو سکتا ہے ماہرین شریعت محلی بملکات النبوۃ
دیکھئے کیا فرماتے ہیں ۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا
میں فرماتے ہیں ۔ اے اللہ اگر تو نے میرا نام اشقیاء میں لکھ دیا ہے
وہاں سے مٹا کر میرا نام سعداء میں لکھ دیجئے وہ تضرعات اور ابتہال
جو سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ
لقاء ذاتی کو مدنظر رکھ کر جنگ بدر میں کیا ہے وہ کسی اہل علم پر مخفی
نہیں تبدیل حالت سے ضرور وعدہ میں تاخیر یا محو یا نسخ یا تبدیل واقع
ہو سکتا ہے یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم
ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین موسیٰ علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے اپنی قوم کو یہ فرمایا اے قوم ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ
اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہوئی ہے یہ صیغہ ماضی ہے جو کہ فعل
کی تحقیق کو گذشتہ زمانہ میں ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

آخر بنی اسرائیل جب جانے سے منحرف ہوئے اور یہ کہا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون قال فانہا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ، ۴۰ سال تک وہ ان پر حرام کی گئی اور ان کی حالت نے وعدہ کو تاخیر میں ڈال دیا دیکھئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولایت کا شرق غرب اسلامی دنیا کا گواہ ہے وہ وعدہ کے متعلق کیا رقمطراز ہیں +

اذا کنت ضعیف الایمان والیقین ووعدت بوعد وفی بوعدک ولا تخلف لئلا یزول ایمانک ویذھب یقینک فعند تو عد بوعد فاذا اطمانت الیہ ووجدت فیک اماراۃ ما لقلت من ذالک الموعد الی ما ھو اعلے منہ وحرفت الی ما ھو اشرف منہ ایفاء ابل الشی واعدم وصرفت عنہ فلم تعطہ فی الدنیا وعوضت منہ فی الاخری انتہے ملخصاً یعنی ضعیف الایمان سے اگر کوئی وعدہ کیا جاوے وہ ضرور پورا کیا جاتا ہے تاکہ اس کا یقین اور ایمان زائل نہ ہو ہاں عارف کامل سے عدم ایفاء علے الخصوص جب عارف خود بھی چاہتا ہو اس دنیا میں کچھ ضرری نہیں اس سے اعلٰے کی طرف لے جانا یا آخرت میں اس کا بہتر بدلا دینا یہ بھی جائز ہے۔ مقالہ ۱۹ +

اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں انما لم یستجب للعارف کل ما یشل ربہ عز وجل ولم یوف لہ بکل وعد مثلا یغلب علیہ الرجاء عارف کی تمام دعائیں اور رب کے سب وعدے اسلئے بھی پورے کئے جاتے کہ کہیں اس پر امید غالب نہ آجاوے۔ مقالہ ۴۴ +

یہ اس کامل عارف کی کلام ہے جو کہ قرآن اور حدیث کو خوب سمجھے مشکلات کے حل کے لئے ایسوں ہی کی کلام کنجی ہے۔ دیکھئے دوسرے عارف شاہ ولی اللہ صاحب جو کہ شان ... محدثیت بھی رکھتے ہیں

ہیں اپنی مصنفہ کتاب فیوض الحرمین میں کیا فرماتے ہیں ایک مبشر منفی کی سرخی یہ قائم کرتے ہیں۔ قد یعد اللہ لواحد من اھل اللہ مولا اللہ لا ینظھر الامر علی ما وعد مع کون الالھام صحیحا۔ بیشک اللہ تعالے اپنے خاص بندوں کو کوئی وعدہ دیتا ہے پھر اس طرح پر ظاہر نہیں کرتا جس طرح پر وعدہ کیا تھا۔ حالانکہ الہام بھی صحیح ہوتا ہے۔ قرآن شریف کے معیاروں سے اور عارفین کی کلام سے یہ امر ثابت ہوتا ہے ہر ایک وعدے کا پورا کرنا خدا تعالے کے ذمہ فرض نہیں ہے یہ نہ کہا جاوے کہ قرآن شریف میں ان اللہ لا یخلف المیعاد لا یخلف اللہ وعدہ صریح آیتیں لکھی ہیں۔ جس کا خلاف کسی طرح قبول نہیں ہوسکتا اسلئے کہ المیعاد اور وعدہ سے وہی وعدہ خاص مراد ہوتا ہے جس کے بیان کے بعد یہ الفاظ لائے جاتے ہیں مثلاً ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد جسے وعدہ کا ذکر ہے کہ قیامت کے روز مخلوقات کو خدا تعالے ضرور اکٹھا کریگا اس کے بعد فرمایا کہ ضرور اللہ تعالے اس وعدہ کا خلاف نہیں کریگا نکاح والی پیشگوئی کیا چیز ہے جبکہ اللہ تعالے نے جن اغراض کے لئے وہ وعدہ مسیح موعود کو دیا تھا اس سے کئی گنا بڑھ کر اغراض کو پورا کیا اور اس سے بڑھ کر جلالی اور جمالی نشانات کو ظاہر کیا کیا سارے نشانوں سے جن کو خدا تعالے نے محکم کیا ہے ان سے اعراض کروگے اور جن کو متشابہات میں چھوڑا ہے ان کے پیچھے لگو گے جن کے دلوں میں کجی ہے فتنہ اور فساد کی خواہش پر وہ ضرور متشابہات کی طرف راغب ہونگے کیا خدا تعالے کے رسل پر جس قدر امور اللہ تعالے نے نازل فرمائے ہیں سارے کے سارے کا تم احاطہ کرسکتے ہو تو پھر تمہارے علماء نے اپنے اصول کی کتابوں میں یہ کیوں لکھ دیا ہے کہ متشابہات کا حل کبھی نہیں ہوسکتا اس سے امید ہی قطع کردینی چاہئے ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء۔

بعض باتوں کے جواب دینے میں میری طبیعت رکتی ہے کہ یہ معترض علما چونکہ قرآن سے تو ناواقف ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ ایسی باتوں کو قرآن میں دیکھ کر یہ اسلام سے برگشتہ ہوں چنانچہ مجھے ایک دفعہ کا واقعہ یاد ہے کہ ایک مولوی صاحب نے بعض سوالات حضرت مرزا صاحب پر کئے تھے جب ان کا نمونہ قرآن کریم سے پیش کیا تو انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ میں تو قرآن کو بھی سلام کرنے کو تیار ہوں +

سوال یہ کیا ہے کہ الہام کے یہ لفظ ہیں کہ کنواری یا بیوہ ہو کر تیرے پاس وہ عورت آئیگی تو کیا الہام کنندہ کو اصل واقعہ کا علم نہیں کیونکہ او شک کے لئے آتا ہے اور شکی باتیں وہی کرتا ہے جس کو علم نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالم الغیب کی کلام نہیں۔ اس کا جواب سیدھا اور صحیح تو یہ ہے مولا کریم تو بیشک عالم الغیب ہے اس کے علم میں تو کوئی نقص نہیں لیکن جس قدر وہ کسی کو علم بخشنا چاہے اس سے زائد کے لئے کوئی اُسے مجبور نہیں کر سکتا جیسا کہ اپنی کتاب مطہر میں اپنی شان کا ذکر فرماتا ہے لا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء کہ اس کے علم کا اسی قدر حصہ کوئی لے سکتا ہے جتنا وہ چاہے یعنی اس بارگاہ سے علم انسان کی خواہش کے مطابق نہیں آتا۔ بلکہ باری تعالےٰ اپنی مرضی کے مطابق جتنا چاہتے ہیں فیضان علمی فرماتے ہیں اگر لفظ او کے استعمال کرنے سے کلام الٰہی نہیں بن سکتی تو یہ لفظ ان آیات مبارکات میں کیوں استعمال کیا گیا ہے +

لیقطع طرفاً من الذین کفروا او یکبتھم فینقلبوا خائبین لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک ان تمام آیات میں لفظ او موجود ہے اور ایسا قرآن کریم میں بیشمار جگہوں میں پایا جاتا ہے خوف طوالت ہے اور علماء

کے خوف رتداد سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے علماء مخالفین کی طبیعتیں چونکہ حقیقت دین سے کہیں دور جا پڑی ہیں اور اپنے من گھڑت اصول کو انہوں نے دین سمجھا ہوا ہے اسلئے خوف آتا ہے کہ حقیقی اصول اگر ان کے سامنے پیش کئے جاویں تو ضرور ان کے من گھڑت اصولوں کے خلاف ہونگے تو ان کو دین چھوڑنا پڑیگا۔ اگر یہ حقیقی اصولوں پر قائم ہوتے ان کا رسول ایک ان کی کتاب ایک ان میں اتنا اختلاف فتوے کفر جیتا یہ تو اندھیری رات ہیں چونکہ خود اندھے ہو رہے ہیں۔ اسلئے نہ اپنا قبح نظر آتا ہے اور نہ دوسرے کے حسن کو یہ دیکھ سکتے ہیں۔ اندھا دھند فتوے کفر کی بوچھاڑ ان کے جلسوں میں سے برس رہی ہے ان کو شرم نہیں آتی ....

....

علاوہ بریں نکاح والی پیشگوئی کے متعلق میرے مکرم دوست اکمل صاحب نے تشحیذ الاذہان کے پرچہ میں بہت مفصل مضمون لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی نہیں بلکہ کئی ایک پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے جس شخص کو زیادہ تحقیق مدنظر ہو وہ وہاں سے پڑھ لے۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ہم مباحثہ کے جواب سے فارغ ہوئے جو باتیں اس میں صحیح لکھی گئی ہیں جو غلطیاں ہیں وہ ہماری نادانی کی وجہ سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہماری اس محنت کو اپنی رضا کی موجب بنائے اور اپنی مخلوق کی ہدایت کا باعث ہو۔ آمین ؁

تمت

راقم خاکسار حافظ روشن علی سکرٹری انصار اللہ قادیان

ضلع گورداسپور

عرض حال

ابتدا میں حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بعض کتب قاضی سلیمان صاحب کی جو انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف لکھی ہیں بعض دوستوں کو تقسیم کیں۔ چنانچہ خاکسار کے سپرد ایک نہایت چھوٹا رسالہ کیا جس کا نام محاکمہ ہے جس کا جواب میں نے انہی دنوں میں نہایت سرعت کے ساتھ شیخ عبدالرحمن صاحب مالک مصری کے قلم سے لکھوایا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے اول سے اخیر تک سنا۔ پڑھا اور اسکو بہت پسند کیا اور اسکی تعریف کی۔ بعض دوستوں کو بھی اس مسودہ کو پڑھ لینے کے لئے حکم فرمایا جن میں سے مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کا نام یاد ہے اسکے بعد خاکسار کو کوئی سفر پیش آیا وہ مسودہ حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس ہی رہا کیونکہ آپ نے فرمایا فکر مت کرو میں اسکو خود چھپوا دونگا۔ جب دو مہینے کے بعد میں سفر سے واپس آیا تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے اس مسودہ کے متعلق دریافت کیا آپ نے اسکو اپنے کاغذات میں تلاش کیا تو فرمایا ہم نے کسی کو دیدیا۔ قادیان میں میں نے کئی دوستوں سے دریافت کیا مگر مسودہ کا پتہ نہ چلا جب ملتان کے جلسہ پر ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں جا رہے تھے رستہ میں لاہور ٹھہرے وہاں حکیم محمد حسین المعروف مرہم عیسےٰ نے کچھ کاپیاں پیش کیں جو کہ طبع کرنے کے لئے لکھوائی گئی تھیں۔ اور وہ تصحیح کرائیں جب دیکھا تو وہی مضمون تھا میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کہاں سے لیا۔ حکیم نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح نے مجھے چھپوانے کیلئے دیا ہے اسکا ایک ہزار نسخہ چھپواؤنگا اور اسکو دو آنے پر فروخت کرونگا وہاں تو صحیح کرنیکا موقعہ نہ تھا اسلئے حکیم صاحب مجھے پر [illegible] تصحیح کے بعد کاپیاں انکو واپس دی گئیں پھر اسکو حکیم صاحب نے نہیں چھپوایا۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات ہوئی بعدہٗ دریافت کیا تو حکیم صاحب نے کاپیاں قادیان میں بھیجدیں مگر مسودہ کے متعلق دریافت کیا تو کہا کہ وہ گم ہو گیا ہے افسوس ہے کہ جس مسودہ پر حضرت خلیفۃ المسیح کے دست مبارک سے کئی جگہ لکھا ہوا تھا اسکو حکیم صاحب نے گم کر دیا تاہم [illegible] وہی مضمون ہے جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے دیکھا اسکے اصلاح کی بعد مجھے اس میں کوئی کمی و بیشی [illegible] اصلاح نہیں کی۔ والسلام خاکسار [illegible]

مرہم عیسیٰ

کیا ہے جو ایک نادر نسخہ جسے ہر زمانہ کے فاضل طبیبوں نے آزمایا۔ اسکی عمدہ تاثیرات کو بلا اختلاف تسلیم کیا۔ تم بھی ضرور آزماؤ کیونکہ یہ مرہم ایک بزرگ نبی مسیح کی یادگار ہے۔ جو ہر قسم کے زخموں جراحتوں پھوڑوں جلدی بیماریوں اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے پھنسیوں ناسور سلعہ و رسولی اور خنازیر سرطان طاعون گھاؤ گنج خارش بواسیر جانوروں کے کاٹ لینے جل جانے وغیرہ وغیرہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ شفا اور اطمینانی علاج ہے قیمت فی ڈبیہ خورد ۸ر کلاں ۱ر علاوہ محصول ڈاک

مینیجر الفضل سے طلب کرو

روغن کافور

مندرجہ ذیل امراض کے لئے نہایت مفید سریع الاثر اکسیر الفائدہ مجرب المجرب اور حکمی علاج ہے ہیضہ و دستہال ہر قسم کے۔ متلی و قے۔ تکسیر ہڈ معمولی بخار۔ خسرہ۔ چیچک بسار کی۔ چھپاکی۔ خناق خلوہ زکام گلا پکنا جانا سوڑوں سے خون بہنا ماگ پھولنا ڈاڑھ درد۔ پیٹ درد۔ جوڑوں کا درد خارش یا چھری سے کٹ جانا شہد کی مکھی زنبور وغیرہ جانوروں کا کاٹ لینا حرقت بول سوزش مثانہ بواسیر خونی دردہائی یا عصبی جلجانا یا چھالے پڑنا وغیرہ وغیرہ جو صاحب استعمال کریں اطلاع اور تصدیق فرمادیں گے قیمت فی شیشی ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔

مینیجر تشحیذ سے طلب کرو۔ قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے ملک ہندوستان میں مشہور ہے [illegible] کے فائدے اٹھا رہے ہیں۔

یہ ملیریا [illegible] کو ہلاک کرتی ہے

اسکی چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے

طحال کو فوراً گھٹا دیتی ہے اور [illegible] کرتی ہے

قیمت فی شیشی [illegible] — شیشی خورد [illegible]

محصول [illegible]

داد کا مرہم

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی [illegible] دو تین مرتبہ کے استعمال سے آرام ہو جاتا ہے۔ اگر کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا ہو تو [illegible] آزمائش کیجئے

دیکھئے [illegible] صاحب [illegible] آپ کی دوا کے [illegible] میں آپکا [illegible] سے مشکور ہوں

قیمت فی ڈبیہ [illegible] محصول ڈاک [illegible]

کف کھانسی کی دوا

بعض وقت [illegible] کھانسی [illegible] ہو جایا کرتی ہے اور دوا کسی وقت [illegible] نہیں [illegible] کف نہیں نکلنے سے ایک قسم کی [illegible] کرتی ہے [illegible] کھانسی [illegible] ضعیف [illegible] آجاتی [illegible] کھانسی شروع ہوتے ہی فوراً اسکی تدبیر کرنی چاہیے

[illegible] آسان ہے [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible]

قیمت فی شیشی کلاں [illegible] — شیشی خورد [illegible]

جملہ ادویات ہر جگہ [illegible] سے مل سکتی ہیں [illegible] طلب فرمائیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۱۶۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق مسیح موعود ہے

فتاویٰ نوویہ

تصوف

[illegible]

فہرست کتب

قیمت سالانہ [illegible]

[illegible] چھاپا [illegible] نے شائع کیا

ظہور المہدی

یعنی

حج احمدیہ

۳۵۰ صفحے کی کتاب جس میں یقیناً بوجہ گنجان تحریر ہونے کے ۵۰۰ صفحے کا مضمون آیا ہے بجائے دو روپے کے ۱۵- دسمبر سے ۱۵ جنوری تک صرف سوا روپے میں ملے گی - اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کے تمام لٹریچر کا خلاصہ ہے اور احمدی مذہب کو امنت باللہ سے یوم الآخر تک مدلل بہ آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ پیش کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر مبسوط بحث ہے ایک ایک دعوے کے لئے بیس بیس دلائل بعض مقامات پر دیئے ہیں حضرت امام کی تمام اصلاحوں کا ذکر ہے - غرض خاکسار اکمل کی تمام مذہبی تحقیقات اس کتاب میں بند ہے اور یہ کتاب ۱۹۰۵ء کی لکھی ہوئی ہے - اور اس میں تبدیلی نہیں کی گئی اور سب مضمون میری اپنی ذمہ واری پر ہے *

ملنے کا پتہ

دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

پنجاب

کتب خانہ ادارۃ التالیف و التصنیف ۔ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ
تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء

پیشگوئی اسمہٗ احمد کا مصداق مسیح موعودؑ ہے

اس رسالہ میں ایک مستقل سوال مضمون نمبر کے آخر میں شائع ہوا ہے جو کسی شخص کے استفادات کو [illegible] نہیں ہو سکا [illegible] بعض احمدی احباب [illegible] دریافت کیا ہے کہ کیا مسیح موعود کا [illegible] ہے اس [illegible] کے [illegible] محمد [illegible] صاحب [illegible] کا یہ مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

پیشگوئی اسمہٗ احمد کا مصداق کون ہے؟ اس کا جواب گزشتہ رسالہ تشحیذ میں [illegible] سے لکھا جا چکا ہے اور چند ایک شواہد متعلق شہادتیں بھی پیش کی جا چکی ہیں کہ اس پیشگوئی کا مصداق [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] اب ہم حضرت مسیح موعود کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں اس عقیدہ کی تائید صاف اور کھلے الفاظ میں پاتے ہیں [illegible] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان [illegible] کو بھی بیان کریں جو مسیح موعود نے لکھیں تاکہ حق و حقیقت دنیا پر ظاہر ہو۔

سب سے ضروری۔ لازمی اور یہی بات جو سمجھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنصوص قرآنیہ و حدیثیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثت مقرر فرمائی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہو مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے ۔ ۔ ۔ ۔"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت کا ماننا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اسکا ماننا فرض و ایمانیات میں سے ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں" (تحفہ گولڑویہ)

بعث دوم کے منکر کو حق کا اور نص قرآن کا منکر ٹھہرا دیا جیسا کہ فرمایا۔

"اور جس نے اس بات کا انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا"
(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰)

دوسری بعثت کی کیوں ضرورت پڑی اسکا جواب مسیح موعود کی زبانی یہ ہے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ وہ بذریعہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی یہ بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی لیکن اس وقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی ۔ ۔ ۔ ۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)

پس یہ بات بنصوص صریحہ قرآنیہ و حدیثیہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دو بعث ہیں۔ اور یہی ایک بات نہایت دقیق ہے جس کے سمجھنے پر تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ بعث دوم آیا خود آنحضرت صلعم کے وجود مبارک پر ہی موقوف ہے یا کسی اور پر۔ سو یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث یقیناً اور قطعاً پانچویں ہزار میں تھا لیکن چونکہ بعث دوم چھٹے ہزار کے آخر میں مقدر ہے لہذا وہ بعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے ہوا نہیں ہو سکا بلکہ وہ بعث مسیح موعود پر موقوف ہے جیسا کہ فرمایا۔

"غرض یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہو کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفرقہ کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔" (تحفہ گولڑویہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بعثوں کے زمانہ مختلف ہیں چنانچہ فرمایا

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے....."

(تحفہ گولڑویہ)

الغرض جب یہ ثابت ہو گیا کہ (اول) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔

(دوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا بعث مسیح موعود مہدی مسعود پر موقوف ہے (تحفہ گولڑویہ)

(سوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا بعث آخر ہزار ششم سے تعلق رکھتا ہے

(چہارم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا بعث اسم احمد کی تجلی کا مظہر ہوگا جیسا کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے ظاہر ہے۔

پس ان باتوں کے بیان ہو چکنے کے بعد جو کہ نصوص صریحہ قرآنیہ و حدیثیہ سے ثابت ہیں۔ اس امر کا بیان کر دینا بھی ازحد ضروری ہے کہ کن معنوں سے ہم اسمہ احمد کا مصداق حضرت مسیح موعود کو جانتے ہیں اور کن معنوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا مصداق مانتے ہیں۔ سو اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مسیح موعود کے بروز میں ہیں جیسا کہ فرمایا۔

"جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے"

(خطبہ الہامیہ)

پس جب انسان اس قدر کو پا لیتا ہے اور اسپر اسکو پورا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ ایک بعث وہ جبکہ خود آپ کے ہی وجود مبارک سے پورا ہوا دوسرا بعث وہ جو آپ نے اپنے بروز کامل مسیح موعود کے ذریعہ سے پورا کیا۔ تو پھر اس بات کا سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں کہ صرف مسیح موعود ہی اسمہ احمد کا مصداق ہیں۔

اس بات کو جاننے کے لئے کہ کیونکر مسیح موعود ہی اسمہ احمد کا مصداق ہیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کو اس طور سے ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ باعتبار ظہور صفات جمالیہ کے دوسرا بعث گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بعث بتایا گیا ہے۔ لیکن وجودی حقیقت میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے پورا نہیں ہوا۔ بلکہ مسیح موعود کے وجود سے پورا ہوا۔ پس یہ بات صحیح اور حق ہے۔ کہ روحانی حقیقت کے لحاظ سے تو محمد رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود دونوں ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں ملکر ایک ہی ہیں اسلئے جب ہم یہ کہیں کہ مسیح موعود ہی اسمہ احمد کے مصداق ہیں تو اس سے کوئی نادان یہ نتیجہ نہ نکال لے۔ کہ گویا ہم آنحضرت صلعم کے احمد ہونے سے انکاری ہیں یا آپ کو اسمہ احمد کا مصداق نہیں مانتے۔ یا نعوذ باللہ ہم مانتے ہیں کہ گویا آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام پر ہے جس کی نسبت مسیح موعود نے فرمایا کہ ؎

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ۔ سب سے بڑھکر مقام احمدؐ ہے

پہلا مطلب بھی ہیں غلط نہیں اور ہرگز نہیں ہم تو مسیح موعود علیہ السلام کو اس پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق ٹھہرا کر حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے ہیں کیونکہ مسیح موعود اسی بروز کامل ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دوئی نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ یہی کہ مسیح موعود بروزی لباس میں خود نبی کریم صلعم ہی ہیں۔ جو کہ حسب منطوق آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے اپنی دوسری بعثت کو پورا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ پس چونکہ پیشگوئی اپنے صحیح اور اصلی معنوں کے رو سے خدا کے فضل سے مسیح موعود کے ہی مخصوص کر دی ہے تو ہم مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق مان کر حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اسکا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ غرض دو بات کوئی اختلافی بیانی نہیں کہ آیت کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کی دوسری بعثت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جیسا کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت۔ قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

اور دوسری اس سے یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم مسیح موعود کے وجود پر موقوف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود اپنے وجود سے جیسا

کر فرمایا:

"مہدی مسعود اور مسیح موعود ۔ ۔ ۔ ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم ہو تو ہے"
(تحفہ گولڑویہ)

پس معلوم ہوا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود بوجہ ظلّیت اور بروز ذاتی معنی یعنی حقیقی اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ اگر شبہ ہو تو مندرجہ بالا حوالوں کو ذرا غور سے مطالعہ کرو اور پھر دیکھو کہ کن صاف اور صریح الفاظ میں حضرت مسیح موعود اس پیشگوئی کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا فرد ہیں جو دو شانوں سے متصف ہیں۔ ایک شان محمدی اور ایک شان احمدی مگر وہ دونوں شانیں اپنے اپنے رنگ و وقت پر ظہور پذیر ہوئیں یعنی محمد رسول اللہ صلعم کے وقت شان محمدی کا کامل و اتم ظہور ہوا۔ گو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ شان احمدی سے بھی آپ کامل طور سے متصف ہیں۔ لیکن ظہور اتم اس شان کا یعنی شان احمدی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت میں جو کہ مسیح موعود کے وقت میں ہوا جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے۔

"پیارے کیسا ہی دل کے ساتھ کے واقع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

اسلئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمد کی تجلی ہے۔ یہ جلالی تجلی ہے جو جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہو مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ سے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے" حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ کا نقل قابل غور ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسم احمد کی کامل تجلی نہیں ہوئی جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا اور صفت جمالی کو

مسیح موعود اور اسکے گروہ کے ذریعے سے کمال تک پہنچایا۔ ۔ ۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵)
اور دوسری جگہ یہ بھی فرمایا۔

"ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا بلکہ اسکے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷)

پس دلائل بینہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسم احمد سے دوسری بعثت کی طرف اشارہ ہے اور دوسری بعثت مسیح موعود کے ذریعہ ظہور میں آئی۔ لہٰذا برطبق پیشگوئی محمد و احمد مسیح موعود ہی ہیں جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی محمد و احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا تھا بھیجا گیا۔" (انجام آتھم صفحہ ۶۷۳)

برطبق پیشگوئی اور محمد و احمد قابل غور الفاظ ہیں ایسا ہی ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲ میں فرمایا۔

"آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا۔ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔"

ہمارے پاس ان الفاظ سے بڑھکر اور کوئی الفاظ نہیں کیونکہ ان سے صاف عیاں ہے کہ احمد اپنے نام کی تجلی تام کے لحاظ سے مسیح موعود ہی ہیں۔ کون ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ بموجب آیت "وآخرین منہم لما یلحقوا بہم" ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہونگے جیسا کہ پہلے موجود تھے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"تاکہ منہم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اور رسول کریم آخرین میں موجود ہو جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے ..... (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

لیکن دوسری طرف یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ کا آخرین میں اپنے وجود کے ساتھ ہونا ایک ممتنع اور محال امر ہے۔ اس لئے آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کا حقیقی طور سے وہی مصداق ہو سکتا ہے جس نے بروز محمد صلعم ہو کر ہم میں اقامت کیا۔ اور ہم اس کے طفیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے گروہ میں شمار کئے گئے۔ جیسا کہ فرمایا

"وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا ..... (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

پس یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح موعود بروز کامل ہونے کے باعث درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے بھی آپ کو آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار فرمایا ہے چنانچہ خدا کا مسیح فرماتا ہے

خدا نے "میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس جبکہ حضرت مسیح موعود کا وجود خدا تعالیٰ کے نزدیک آنحضرت صلعم کا ہی وجود ہے تو پھر مسیح موعود کو احمد قرار دینا اپنے معنوں کے لحاظ سے اور خدا تعالیٰ کے قول اور فعل کی تصدیق سے بالکل درست اور حق ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا سمجھنا ایک خطرناک غلطی ہے بلکہ مرتکب کفر ہونا ہے مطابق آیت کے آپ ہی کے گروہ میں داخل ہے جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) اور یہ سب سے بڑھ کر سب آیت کی ہے۔ (کشتی نوح صفحہ)

کتابوں کی کتابیں اور دفتر کے دفتر بروز کی حقیقت پر لکھے جاویں تو پھر بھی تھوڑے ہیں اور بروز ہی ایک ایسا باریک نقطہ ہے کہ جس کے ہاتھ وہ آجاوے۔ وہ بیشک اپنے آپکو ایک عظیم الشان معرفت کے خزانے کا مالک سمجھے۔ پس مختصر الفاظ میں مسیح موعود محمد رسول اللہ ہی ہے۔ جو کہ بروزی صورت اختیار کر کے آج ہم میں مبعوث ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے آپ کے نام کا وارث۔ آپکے علم کا وارث۔ آپ کے خلق کا وارث۔ آپکی روحانیت کا وارث۔ آپ کے انعام نبوت کا وارث ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت محمدیہ کے متصف ہے لیکن اگر وجودی حقیقت پر غور کیا جاوے تو اسبات کے ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم (صاحب بروز) اور مسیح موعود (مورد بروز) وجودی لحاظ سے الگ الگ وجود اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سو جب ایک عقلمند انسان بروزی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے تو پھر وہ انکے وجودی حقیقت کے اعتبار سے وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے اور بغیر کسی روک ٹوک کے کہہ سکتا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد کا اصل مصداق مسیح موعود ہی ہے کیونکہ وہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو بعثت کہ مسیح موعود کے وجود سے پورا ہوا۔

ہم بارہا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو دونوں نام ہیں اور آپ جامع کمالات محمدیہ و احمدیہ تھے۔ لیکن تھوڑی سی سمجھ کا انسان بھی اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ چونکہ ناموں کے لحاظ سے دو الگ الگ بعثت ہیں۔ ایک بعثت محمدی دوسرا بعثت احمدی لہذا مسیح موعود کا ہی احمد ہونا متحقق ہے کیونکہ آپ اسم احمد کی تجلی اتم کے مورد ہیں۔ یہ حق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات محمدیہ و احمدیہ ہیں اور مسیح موعود بھی بروز کامل ہونے کی وجہ سے جامع کمالات محمدیہ و احمدیہ ہے۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت میں اتم اور اکمل طور پر اسم محمد کی تجلی تھی۔ اور اسم محمد کی تجلی اسم احمد کی تجلی پر غالب ہے

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی بعثت میں اسم محمد کی تجلی تام رکھنے کے باعث محمد کہلائے گئے لیکن اسم احمد کی تجلی تام ہو کر پیچھے ہزار کے آخر میں مقدر تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا وقت مقدر ہے چنانچہ بنا مسیح موعود ہوا [illegible] وہ بعثت دوم ہونے کے احمد کہلانے کا مستحق ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

تب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے [illegible] وقت نہیں رہا [illegible] اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے۔" (اربعین صفحہ [illegible])

پس اسم احمد کا مظہر اتم حضرت مسیح موعود ہی ہے جیسے کہ فرمایا

"وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔" (اربعین صفحہ [illegible])

پھر آگے چلکر فرمایا

"خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا سو اسنے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ جو عیسٰے کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔" (اربعین صفحہ [illegible])

پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد ہیں۔ اور آپ اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں چنانچہ فرمایا۔

"میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ [illegible])

ان باتوں کو بچشم خود کے مسیح نے تحریر کیں۔ تا ایمان اور معرفت سے پُر کئے جاؤ۔ والسلام

خاکسار محمد سعید احمدی

فتاویٰ نوریہ

یعنی

ان فتووں کا مجموعہ جو حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی چھ سالہ خلافت کے دوران میں مسائل متنازعہ فیہا کے متعلق دئیے۔ (ایڈیٹر)

(کلام امیر صفحہ ۱۱ کالم اول)

اپنی مسجدیں بناؤ

فرمایا۔ لوگ اپنی مساجد بنانے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ وہ کوئی خیال ہوتا ہے کہ مسجد پر بڑا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ بڑا روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں کوئی چھوٹا سا سستی کا چبوترہ بنا لیں۔ اگر نماز پڑھا کریں۔ پھر کبھی توفیق ہو اس کو چھت لیں خواہ کچی دیواریں۔ جہاں مسجد بنائی جائے وہاں دین کا استحکام ہوتا ہے دینی ... احمدیو تم اپنی مسجدیں الگ بناؤ غیر احمدیوں سے کیا تعلق (؟)

کلام امیر صفحہ ۱۱ کالم دوم

غیر احمدی کو لڑکی کا ناطہ نہ دو

ایک شخص نے دریافت کیا کہ جو کسی غیر احمدی کو اپنی لڑکی کا ناطہ دے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جو غیر احمدی کو لڑکی دے وہ احمدی ہی نہیں اسکے پیچھے نماز کیسی۔

کلام امیر صفحہ ۱۳ کالم دوم

حضرت مسیح موعود نبی تھے۔

گجرات پنجاب کے ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح کو کہا کہ آپ یہ حضرت مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں تو اس میں آپ شرک فی النبوۃ کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرا نبی بناتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب دیا کہ وہ شرک ہے جس کے واسطے علی

جیسے نبی نے دعا کی کہ میرے بھائی کو میرے ساتھ شریک کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کیا اور موسیٰ کے ساتھ ہارون کو بھی نبی بنایا۔

کلام امیر صفحہ ۱۵ وصیت نور دین

اور عیسیٰ ابن مریم جو نازل ہونے والا تھا وہ نازل ہو گیا .... یہی مرسل ہے

کلام امیر صفحہ ۱۸

منکرین خلافت پر فتوے

جواب عریضہ نمبر ۱ خلافت امر دینی ہے سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خلیفے مقرر کرتا ہوں جو انہیں نہ مانے وہ فاسق ہے ......

جواب عریضہ نمبر ۲ خلافت کا نشان و لیمکنن ...... میں دیا گیا ہے۔ جس کو خدا خلیفہ بناتا ہے اسکی مخالفت میں کون کھڑا ہو سکتا ہے۔ خدا نے آدم کو خلیفہ بنایا داؤد کو خلیفہ بنایا۔ ابو بکر عمر کو خلیفہ بنایا۔ نورالدین کو خلیفہ بنایا۔ کوئی مخالفت کر کے دیکھے کیا نتیجہ ہوتا ہے .... جواب عریضہ نمبر ۳ ...... انکی نشانی ہو کہ وہ کامیاب ہوتے ہیں۔

بدر نمبر ۳۸ جلد ۷۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ء صفحہ کالم اول و صفحہ کالم اول

یہ نبوت کا زمانہ ہے

رسالہ البیان کے ایڈیٹر نے ..... لکھا ہے کہ ہمارا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں حضرت خلیفۃ المسیح کا جواب۔ آپکو اس بلیسہ میں ہی نبوت ہوئی ہے کہ آپکا زمانہ نبوت کا نہیں۔

بدر نمبر ۳۹ جلد ۸ صفحہ ۱۱ کالم ۳

مسیح موعود کے رسول خدا ہونیکا اقرار

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ حضرت مرزا صاحب تو رسول خدا تھے کیا آپکے جنازہ میں مغفرت والی دعائیں پڑھی جائیں یا نہ۔ کیونکہ استغفار کے معنے ہیں گذشتہ غلطیوں کے بد نتائج سے حفاظت اور آئندہ ان کے وقوع و ارتکاب سے حفاظت اور یہاں دونوں مفقود۔

اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا کہ جنازہ میں سنت کی دعائیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ کسی کا استغفار بہت سے پہلوؤں سے ہوتا ہے کچھ اسکی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور کچھ اہل وعیال اور متعلقین اور متبعین کے متعلق ہوتا ہے علاوہ اسکے ہر حصہ میں کامل ہونا تو عبودیت کی شان کے برخلاف ہے کامل طور پر سبوح وقدوس تو اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے باقی سب کو استغفار کی ضرورت ہے

بدر نمبر ۱۸ جلد ۹ صفحہ ۷ ، ۲ فروری ۱۹۱۰ء کالم ۲

ایک امام زندہ موجود ہونے کے سوا جماعت نہیں بنتی

فرمایا ۔ اسوقت روئے زمین پر کوئی اہل سنت والجماعت نہیں مگر احمدی ۔ جماعت تو وہی ہوگی جس کا امام ہو ۔ کیا ہمارے مخالف مسلمان اگر ایک صف میں کھڑے کئے جائیں تو انکا کوئی امام ہو ۔ ہرگز نہیں ۔ ہاں احمدی جماعت کا خصوصیت سے امام ہے پس اسوقت احمدیوں کے سوا کوئی اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ۔

بدر نمبر ۲۰ جلد ۹ صفحہ ۳ کالم ۲

شہادت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول در عدالت شاہان مقدمہ قتل بنام محمد تراب خان

مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلفاء

میں حضرت مرزا صاحب کا خلیفہ اول ہوں ۔ جماعت احمدیہ کا لیڈر ہوں قریباً ۵۰ سال سے حکمت کرتا ہوں ۔ ریاست کشمیر میں شاہی طبیب شاہان قریباً پندرہ سال رہا ۔

بدر نمبر ۲۵ ، ۲۶ جلد ۹ صفحہ ۳ کالم ۳

قل اللہ ثم ذرهم کے معنے

فرمایا ۔ قل اللہ ثم ذرهم کے یہ معنے نہیں کہ اللہ اللہ کرتے رہو کیونکہ محض اللہ اللہ ذکر جاری شریعت اسلامی میں ثابت نہیں بلکہ یہ تو جواب ہے من انزل الکتاب کا کہ کتاب کس نے اتاری تو کہہ اللہ نے

بدر جلد ۹ ـ نمبر ۱۳ ـ مورخہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے

غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے والے یا غیر احمدی کو ناظر دینے والے کو امام صلوٰۃ نہ بناؤ

(۱) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ صرف اللہ پر بھروسہ کو دنیا روز سے چند عاقبت کار باخدا رند۔ اللہ تعالیٰ نے بیا یا دشاہ ہو کر ایک جماعت سے تمام بخشتا ہے۔ فرمایا ہے۔ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ یہ اس کا فضل ہے ..... امام مسجد ہیں۔ اور یہ لوگ بہت کمزور ہوتے ہیں۔ وہ مجھے فرماتے تو میں انشاء اللہ بہت تدبیر کر دیتا۔ مگر آپ بات جانے دو۔ وہ آپ کے پیچھے چاہیں تو نماز پڑھ لیں۔ ہم امام کے خلاف نہیں کر سکتے۔ تو ریت باطل ہوتی ہے اور اس راز کو یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ اس لئے آپ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ان کے والد اور ان کا کنبہ سخت دشمن ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ نور الدین

(۲) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ حکم حضرت امام کے خلاف کرنے والا ہمارا کیا لگتا ہے اور ہمارا اس سے کیا تعلق ہے۔ آپ اسکو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اسکے بدلے کوئی بہتر خوش نماز پیدا کر دیگا۔ نور الدین۔ ۲۳ فروری ۱۹۱۰ء

بدر نمبر ۹ جلد ۱۰ ـ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۱۱ء

غیر مکفر غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت

حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ چونکہ بعض مولوی صاحبان وہاں کی جماعت احمدیہ کو کہتے ہیں کہ ہم آپ احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے واسطے طیار ہیں۔ آپ ہمارے امام کے پیچھے پڑھ لیا کریں۔ ہم آپ کے امام کے پیچھے پڑھ لیا کرینگے۔ ان صاحبان کو کیا جواب دیا جاوے

فرمایا۔ انکو کہدو کہ قد بدت البغضاء من افواھکم وما تخفی صدورکم اکبر۔ جب تم ہمارے امام کو مفتری جانتے ہو اور مفتری ڈاکو۔ کنجر۔ دہریہ سے بدتر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً۔ تو پھر ہم تمہارے پیچھے کس طرح نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا کیا اتنی ترقی جو جماعت کو اب تک ہوئی ہے وہ ان لوگوں کے میل ملاپ سے ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے میل ملاپ سے کوئی فائدہ نہیں

جس میں منافقت پائی جائے۔

بدر نمبر ۱۹ جلد ۱۰۔ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء

کلمہ گو وہی ہیں جو سب ماموروں پر ایمان لائے

سوال پیش ہوا کہ جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھے کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے ان کے لئے کیا جواب دیا جائے۔ فرمایا لا الٰہ الا اللہ ماننے کے پیچھے خدا کے سب ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سب حکموں کو مانا جاویگا۔ اب سب ماموروں کا ماننا لا الٰہ الا اللہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ حضرت آدم۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت مسیح ان سب کا ماننا اسی لا الٰہ الا اللہ کے ماتحت ہے۔ حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا۔ سیدنا حضرت محمد خاتم النبیین پر ایمان لانا۔ قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوی میں جھوٹے تھے۔ یہ لوگ بڑے بھولے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے من اظلم ممن افترٰی علی اللہ الکذب او کذب بالحق لما جاءہٗ۔ دنیا میں سب سے بڑھکر ظالم دو ہی ہیں۔ ایک جو اللہ پر افترا کرے۔ دوم جو حق کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا کہ مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔

بدر نمبر ۲۳ جلد ۱۰۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۱ء

حضرت مرزا صاحب کو صرف مسلمان کہنے پر غیر مکفر نہیں کہلا سکتے

ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ بعض غیر احمدی یہ کہہ دینے کو تیار ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ پھر وہ مرزا صاحب کے دعوے وحی و الہام کے متعلق کیا کہینگے۔ مدعی وحی و الہام کے معاملہ میں دو ہی گروہ ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہٗ الیس فی جہنم مثوی للکافرین۔ اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا کرے یا

خدا کی طرف سے الہام نہ ہوا ہو اور کہے کہ مجھے ہوا ہے۔ ایسا ہی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اس حق کی تکذیب کرے۔ یا تو مرزا صاحب اپنے دعووں میں سچے تھے۔ انکو ماننا چاہئے۔ یا جھوٹے تھے۔ انکا انکار کرنا چاہئیے۔ اگر مرزا صاحب مسلمان تھے تو انہوں نے سچ بولا اور وہ فی الواقع مامور تھے اور اگر انکا دعویٰ جھوٹا ہے تو پھر مسلمانی کیسی؟

بدر نمبر ۲۴ جلد ۱۰ - ۱۳ اپریل ۱۹۱۱ء

مومن متشدد ہوتا ہے | ایک شخص نے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے غیر احمدیوں کے حق میں بعض مقامات پر ایسی تحریریں لکھی ہیں۔ جنکو ان کی نسبت ہونے سے دل رکتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تمام سعید لوگ خدا کی اس آواز کو سن کر قبول کریں گے۔ سو ہٹ لگے جو متبع کے بھرنے کے واسطے ہی فرمایا۔ ہمارے مخالف ان عیسائیوں کو جو یورپ و امریکہ میں بستے ہیں کیا سمجھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں اگر خدا نہیں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے اور نہ اس قدر انکو مصیبتیں پہنچتیں جیسے چھوٹی عمریں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے خیالوں کا نتیجہ دہریت ہے یا مرنا کا انکار کر دیا جائے۔ تناسخ کا مسئلہ بھی ایسے ہی خیالات سے پیدا ہوا ہے۔ فیثا غورث کو انہی مشکلات نے تناسخ کا قائل کر دیا تھا۔

بدر نمبر ۲۴ جلد ۱۰ - ۱۳ اپریل ۱۹۱۱ء

ہم مسیح موعود کو نبی کہینگے خواہ لوگ ہمیں کافر کہیں | ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا ہے کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں تو ہم کفر کا فتوے واپس لے لینگے فرمایا۔ ہمیں ان فتووں کی کیا پرواہ ہے۔ اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ جب سے مولوی محمد حسین نے فتوے دیا وہ دیکھے کہ اسکے بعد آجتک اسکی عزت کہاں تک پہنچی ہے اور مرزا صاحب کی عزت نے کتنی ترقی کی ہے۔

بدر نمبر ۲۹ جلد ۱۰ - ۴ مئی ۱۹۱۱ء

حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کو ماننا لازمی ہے | میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں مرزا صاحب

کے تمام ہادیوں کو دل سے مانتا تسلیم کرتا ہوں۔ اور انکے معتقدات کو نجات کا مدار جانتا میرا ایمان ہے۔ نورالدین (دستخط حضرت خلیفۃ المسیح)

بدر نمبر ۳۹ جلد ۱۰ ۔ ۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء

ہم ہر قسم کے غیر احمدی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے

حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کا خط ایک شخص کے جواب میں۔ اس شخص کا سوال یہ ہے کہ غیر احمدی خواہ کوئی ہو کیوں ہم انکے پیچھے نماز جائز نہیں۔ میں نہایت ادب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو کس حکم قرآنی یا حدیث نبوی کے مطابق یہ حکم دیا گیا ہے۔

جواب

.... آپ مجھ سے روایت و حدیث دریافت فرماتے ہیں جن کی بنا پر ہم لوگ انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مجھے اس دریافت پر خوشی ہوئی۔ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیٰتنا یوقنون۔ امام بننے کیلئے اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ ہم ان کو امام بناتے ہیں جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت فرماتے ہیں۔ جبکہ وہ صبر کرتے ہیں۔ اور ہماری بات پر یقین کرتے ہیں۔ آپ غور فرماویں کہ ایک آیت کے اندر تین شرطیں ہیں۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ یہ فتویٰ گر قاتل کافر کہنے والے زہر دینے والے عورتیں چھیننے والے ان شرائط کے جامع ہیں۔ یہ انصاف آپ پر ہے۔ اور صحیح بخاری شریف میں تو یہ صاف آیا ہے قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بہ احدھما۔ ہم تو ہمیشہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔ ملائکہ، انبیاء و رسل، کتب اللہ پر ایمان ہے۔ نمازیں پڑھتے زکوتیں دیتے۔ حج کرتے۔ روزہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے۔ پھر جو ہمیں کافر کہتا ہے اور کافر سے بدتر ہم سے معاملہ کرتا ہے وہ اس حدیث کے مطابق اپنے آپ کو کیا قرار دیتا ہے۔ ہم فتوے نہیں دیتے۔ قرآن کریم نے دو شخصوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا ہے۔ ایک

وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے۔ دوسرا وہ جو راستباز کو اور اس کی حق تعلیم کا انکار کرے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب بالحق لما جاءه۔ اب ظالم ترین مرزا ہے یا یہ مکفرین۔ مرزا کو تو ہم مفتری نہیں مان سکتے اب انکو کیا کہیں۔ یہ مضمون کسی قدر مفصل لکھنے کے قابل ہے اور بیماری اجازت نہیں دیتی۔ اگر مفید نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ مکرر عرض کروں گا۔

(تشحیذ الاذہان - ۱۰ر جولائی ۱۹۱۱ء)

بدر نمبر ۴۹و۵۰ جلد ۱۰ - ۵ر اکتوبر ۱۹۱۱ء

حضرت مرزا صاحب کو بزرگ سمجھنے سے مسلمان نہیں رہتے

ایک غیر احمدی کا خط پیش ہوا کہ مجھے آپ کے سیمویل ہونے کے ساتھ اتفاق ہے۔ میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں۔ اور نہ کسی کی ضرورت ہے۔ اور نہ خلیفۃ المسیح کی ضرورت ہے۔ البتہ نیکوکار رہنما پرست رہبروں کی ہر زمانے میں ضرورت ہے۔ اور مرزا صاحب مرحوم اور جناب کی مثال جیسے بزرگ دنیا میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا کہ میں مسیح ہوں۔ مہدی ہوں۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ برابر اپنے الہام سناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعوے میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جائے اور یا وہ خدا پر افترا کرتا ہے۔ اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں۔ راہیں تو دو ہی ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ تیسری راہ کہاں سے لوگوں نے فرض کر لی ہے۔

بدر نمبر ۴۹و۵۰ جلد ۱۰ - مورخہ ۵ - اکتوبر ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ ایک جماعت بنانے کا ارادہ کرتا ہے اور کوئی مصلح دنیا میں بھیجتا ہے تو انہی لوگوں میں سے جنکی وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے ایک مفسد گروہ پیدا ہو جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے شاندار نبی کے زمانہ میں بھی ایسے منافق گذرے ہیں۔

بدر جلد ۱۱ نمبر ۳۰۳ - ۹ نومبر ۱۹۱۱ء

خلافت خدا کے اختیار میں ہے

فرمایا۔ خدا جسے چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے خدا کی مرضی سے خلافت ہوتی خدا خود بناتا ہے۔ سورہ نور میں لکھا ہے کہ خدا خود خلیفہ بناتا ہے۔

بدر نمبر ۴ و ۵ جلد ۱۱ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۱ء

غیر احمدی کے جنازہ کی ممانعت

ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا ہم غیر احمدی کے وارثوں کی خواہش پر اپنے امام کے پیچھے اس غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لیا کریں۔

فرمایا۔ یہ خطرناک بات ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اسکے لئے کیا دعا کریں گے کہ اے خدا اس شخص نے تیرے مامور کو نہیں مانا اس واسطے اسکو جنت نصیب کر۔

بدر نمبر ۹ جلد ۱۵ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۴ء

خلافت کی پوزیشن

میں خلیفۃ المسیح ہوں اور خدا نے مجھے بنایا ہے ...... خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردا پہنائی ہے ...... اس نے آپ۔ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا ...... معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں ایک وہ خلیفہ ہوگا جو لیستخلفنہم فی الارض میں موعود ہے ...... تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم سے کسی کا بھی شکرگزار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔ مجھے یہ لفظ بھی دکھ دیتا ہے جو کسی نے کہا کہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے ... میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کرے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری کہتا ہے ...... مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہوگئی اور دستوری کا زمانہ ہے۔ انہوں نے اس قسم کے الفاظ بول کر جھوٹ بولا بے ادبی کی ...... میں پھر کہتا ہوں وہ اب بھی توبہ کر لیں ...... اب حضرت مسیح موعود اور مہدی بھی آچکے ہیں خدا نے اپنے فضل سے مجھکو خلیفہ بنایا۔

۱۹۰۹ء

بدر نمبر ۱۶ جلد ۹ صفحہ ۳ مورخہ ۲۸ جنوری

تمہارا مال جو میرے پاس قرض کے رنگ میں آیا تھا اس سے پہلے اپریل تک میں نے مولوی محمد علی کو دیدیا تھا۔ مگر کسی کو غلطی میں ڈالا ہے اُس نے کہا کہ یہ چار ماہ پہلے ادا ہم اسکے حق دار ہیں۔ تب بیٹے محض خدا کی رضا کے لئے اُس روپیہ کو دینا چندہ کرو دیا کریں دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں۔ ایسا کہنے والے نے غلطی کی نہیں بے ادبی کی۔ اسے چاہئیے کہ وہ توبہ کرے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ توبہ کرے۔ آپ بھی توبہ کریں۔ بیٹے لوگ اگر توبہ نہ کریں گے تو لگے ہے اچھا نہ ہوگا ایک وقت کسی سے تم سے جھگڑا کیا۔ اس وقت کے بعد سے میں ایسے سوال اٹھاتے ہیں در حقیقت جو بخصوص مجھے ہی نشانہ بنائے ہیں

Digitized by Khilafat Library

کلام امیر صفحہ اول کالم ۲

سائل تو صرف احمد کے متعلق کھول کر بیان چاہتا ہے یہاں تو خدا نے احمد کے بعد نور کی طرف بھی قرآن شریف	مسیح موعود نے مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے متعلق

میں اشارہ کر دیا ہے آگے دین کا لفظ بھی ہے۔ اور اس نور کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے ولو کرہ الکفرون۔

بدر یکم فروری ۱۹۱۰ء

تم اس حبل اللہ (خلافت) کو مضبوط پکڑو۔ یہ بھی خدا ہی کی رسی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزا کو اکٹھا کر دیا۔ ثابت ہوا کہ بیعت خلیفہ	خلیفہ کی بیعت واجب ہے

واجب ہے بحکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً)

۱۹۱۲ء

بدر نمبر ۲۶-۲۷ صفحہ ۱۱ اپریل جلد ۱۲

ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک غیر احمدی ایک اہلسنت جو خود نماز گزار حضرت مرزا صاحب کا مداح خواں اُنکے دعوے پر غور کرتا	کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں

ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے احمدی نماز پڑھ لے۔

فرمایا یہ سب تکلیفیں ہیں جو لوگ بتاتے ہیں۔ مجھے ایسی ترکیب کا پتہ نہیں تھا۔

بدر نمبر ۱ جلد ۲ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ کالم

مسیح موعود خدا کا مُرسل

ایک مرزا غلام احمد علیہ السلام آیا۔ اس نے لوگوں کو نصائح کیں اور اشتہار دیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور و مرسل ہو کر آیا ہے۔ اس پر تیرہ نے اس کو قبول کیا

بدر نمبر ... صفحہ ... تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ... احمدیہ بلڈنگ پر حضرت خلیفۃ المسیح کی اصلاح و تصدیق سے شائع ہوئی۔

خلیفہ کا تقرر اور مسئلہ تکفیر پر فیصلہ کن تقریر

...... اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سن رکھو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے۔ ایک میرا نہایت ہی پیارا **محمود** ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خان کو کہیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا ام المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ یہ عجب بات ہے کہ یہ سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعوے ان کے سامنے پیش نہیں کیا۔ مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا ...... میاں محمود بالغ ہے ...... میرا اچھا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں ایک بھی نہیں ...... میرے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا۔ مجھے تبرا

امام و خلیفہ بنایا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے انکو بھی میرے سامنے جھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو۔ . . . . . . جو سنتا ہے وہ سن لے اور خوب سن لے اور جو نہیں سنتا اس کو سننے والے پہنچا دیں کہ یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقداروں کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اس سے توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بنکر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔

دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ کفر کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اسکو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو۔ . . . . . . وسیلہ کی ضرورت اور امور ایمان کے متعلق قرآن شریف نے کھول کر بیان کیا ہے۔ غرض مثنوی کے مصنف نے ایک حکایت لکھی ہے کہ پچھلی قوم کو ایک ہادی کے ماننے میں سہولت ہوتی ہے۔ . . . . . . مگر پہلوں کو مشکل ہوتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں پچھلوں کو سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔ وہ پہلوں کی تعلیم پیش کر دیتا ہے گو وہ کہتے ہیں کہ باوجودیکہ پہلے نبی پچھلوں کے لئے راہ صاف کر جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی پیچھے آنے والوں پر ان کی قوم اعتراض کرتی اور ان کا انکار کرتی ہے۔ پس یہ کیسی صاف راہ ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا اسکے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقت باقی رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے۔ ان کے وقت میں دو ہی قومیں بنتی رہیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شبہ کبھی پیدا ہوا؟ اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں۔ جب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں . . . . غرض کفر و ایمان

کے اصول تم کو بتائے گئے ہیں حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں۔ اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔ اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص اسلام کو مانتا ہے۔ اسی حصہ میں اسکو اپنے قریب سمجھو۔ جس طرح یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریب سمجھتے ہو اسی طرح یہ مرزا صاحب کا انکار کرکے ہمارے قریب ہو سکتے ہیں۔ اور پھر مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔ .... خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اسکو آپ کھڑا کریگا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔ ....

.... کبھی کبھی مجھے ان حالتوں کو دیکھ کر بد دعا کا جوش آتا ہے مگر پھر رحم سے کام لیتا ہوں توبہ کر لو۔ ہماری زندگی میں چھوڑ دو۔ تھوڑے دن صبر کرو پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کریگا۔

سنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اول ان امور اور مسائل کے متعلق ہیں جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو۔

بدر نمبر ۲ جلد ۱۲ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲ کالم اول

حضرت مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں

ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔

بدر نمبر ۶ جلد ۱۰ مورخہ ۷ اگست ۱۹۱۰ء

حضرت مسیح موعود ہی مہدی ہیں

سوال۔ کیا مرزا صاحب مہدی تھے؟ جواب از طرف حضرت خلیفۃ المسیح۔ ہاں مہدی تھے۔ سوال۔ کیا مسیح و مہدی ایک ہیں؟ جواب از طرف حضرت خلیفۃ المسیح۔ ابن ماجہ صفحہ ۳۰۰ میں حدیث ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ۔ اور مسند امام حنبل میں بھی یہ حدیث ہے جلد دوم صفحہ ۴۱۱ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مھدیاً وحکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ وتضع الحرب اوزارھا۔ اور ہمارے نزدیک کئی مہدی ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، حیدر کرار، عبد اللہ بن زبیر، محمد عبد اللہ بن حسن مثنیٰ، مہدی ہارون کے والد شیخ الطلیفہ۔ مگر جو مسیح کے نام سے مہدی ہوگا وہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہے۔

بدر نمبر ۳ جلد ۱۲ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء

مسلمان کون ہے

ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا میرے خیال میں مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانے۔ ایک شخص اگر مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو مدعی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ جھوٹا ہے تب تو اس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں اور اگر وہ سچا ہے تو اس کو نہ ماننے والا خدا تعالیٰ سے جنگ کرتا ہے۔

کلام الامام مندرجہ الحکم نمبر ۲۰ جلد ۱۳ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۹ء

مسیح موعود کا منکر کون ہے

ایک غیر احمدی مولوی نے ہماری دعوت کی۔ یہ غلام محمد امرتسری بھی ہمارے ساتھ تھے وہ میزبان خود تو نکل کے کھڑا ہو گیا اور دوسرے مولوی کو جو کہ ہم سے بحث کرنے کو لاکر ہمارے پاس بٹھا دیا تھا۔ بہت سی باتیں نرمی و محبت کی کر کے کہا کہ ہم تو عیسیٰ کو مرا ہوا مانتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بڑا راستباز جانتے ہیں۔ اور بھی سب باتوں کو مانتے ہی ہیں گویا آپ کے مرید ہی ہیں۔ مولوی صاحب! ذرا یہ بتلائیے کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہ مانے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ایک طرف موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ دوسری طرف آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر ایک طرف موسوی مسیح ہیں دوسری طرف محمدی مسیح۔ موسیٰ علیہ السلام کے منکر کو کیا کہنا چاہیئے آپ جانتے ہی ہیں۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو کیا کہنا چاہیئے یہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ اسی طرح موسوی مسیح کے منکر کو بھی جو کچھ سمجھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں محمدی مسیح کے منکر کو کیا سمجھیں۔ آپ خود ہی تجویز فرما سکتے ہیں۔ یہ سنکر اسے بڑے زور سے ہنسنے لگا اور جلدی سے کہا کہ ان سے بحث کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ (۲۵ مئی ۱۹۰۹ء در مسجد مبارک)

کلام الامام الحکم نمبر ۲۵ جلد ۱۳ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۹ء

ختم نبوت کے یہ معنے نہیں کہ اب آنحضرت کے فیض سے بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

جب حضرت صاحب نے فتح اسلام لکھی تو ایک مولوی عطاء اللہ امرتسر میں بیان کیا۔ وہ اس کتاب کو کہ ابھی شائع بھی نہیں ہوئی تھی اچھی طرح پڑھ کر دیوانہ ہوگیا۔ میں ابھی وہاں تھا اور مجھکو فتح اسلام کے متعلق حال معلوم نہ تھا۔ عطاء اللہ نے وہاں جا کر خان بہادر وغیرہ کئی آدمیوں سے کہا کہ میں نور الدین کو ابھی حنفی کئے دیتا ہوں۔ میرے پاس آیا اور کہا ختم نبوت کے کیا معنے ہیں؟ میں نے مختصر طور پر جو اس زمانہ میں سمجھتا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا اب اگر

اس زمانہ میں کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اسکو آپ کیا سمجھینگے۔ میں نے کہا کہ اگر وہ راستباز انسان ہو اور بعد مسیح کے اسکو راستباز انسان مان لیا ہے پھر تو ہمکو کوئی دقت ہی نہیں۔ کیونکہ ختم نبوت کے جو معنے وہ بتاتے ہیں گا وہی ٹھیک ہوں گے۔ یہ سنکر عطاء اللہ میرے پاس سے اٹھکر چلا گیا اور قاضی بہاؤ سے جاکر کہا کہ مولوی تو لاعلاج پڑا ہوا ہے۔ ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء

الحکم جلد ۱۵ نمبر ۱ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۹ کالم اول

امام کی اطاعت

تم سکرٹری لوگ ہو پریسیڈنٹ بھی ہو۔ تمہیں کبھی کبھی مشکلات پیش آتی ہونگی اور پھر اسی سے مناد بڑھ جاتا ہے اور تو اسی غلطی سے کہ کیوں مجھے عہدہ دار نہ بنایا۔ میرا اپنا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت صاحب کی لڑکی حفیظہ (امۃ الحفیظ) کو امام بنالیتے تو سب سے پہلے میں بیعت کرلیتا اور اسکی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی مرزا کی فرمانبرداری کرتا تھا ...... میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر حفیظہ (امۃ الحفیظ) کو امام بنا لیتے تو اسکی بھی مرزا صاحب جیسی ہی فرمانبرداری کرتا۔ بڑی غلطی پاخوشی پاہے اور یہی بعض آدمیوں سے ہوئی۔ اب ہم نے درگذر کردیا ہے مگر انہوں نے حق نہیں سمجھا کہ کیا امامت کا حق ہوتا ہے۔

الحکم نمبر ۷ و ۸ جلد ۱۵ مورخہ ۲۱ و ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۹ کالم ۳

احمدیوں غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے

۲۰ فروری ۱۹۱۱ء کو قبل ظہر آپ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی فروعی اختلاف ہے؟ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ اسکا جواب دیا میں اسکے مفہوم کو اپنے حافظہ سے اپنے الفاظ میں لکھتا ہوں۔ فرمایا یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ اور حج اور روزوں کے متعلق ہمارے اور انکے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ میری سمجھ میں ہمارے اور انکے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اسکے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر و شر کے اندازہ پر

اور عبث بعد فوت ہو ۔ اب قابل طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی باتیں بعینہٖ مانتے ہیں اور اسکا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا ۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں ہے خواہ وہ پہلے گذر چکے یا بعد میں آئے ۔ ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں ۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں ۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا ۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے ۔ یہی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا ۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے ۔ یہ جدا امر ہے کہ ہم اسکے کیا معنے کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا ۔ اس خاتم النبیین کی بحث کو لا نفرق بین احد من رسلہ سے تعلق نہیں ۔ وہ ایک الگ امر ہے ۔ اس لئے میں تو **اپنے اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں ۔"**

(الحکم نمبر [illegible] جلد ۱۵ مورخہ [illegible] مارچ ۱۹۱۱ء)

ہماری ترقی الگ رہنے میں ہے

فرمایا ۔ اشتراک کا ہم نے فیصلہ کر دیا ہے ۔ مشترک امور میں مل کر کام کرنا ضروری ہے ۔ لیکن امتیاز قائم رکھنا بھی ضروری ہے ۔ اسکے لئے چار وجوہ ہیں (۱) امتیاز ترقی کا موجب ہوتا ہے ۔ امتیاز نہ ہو تو قوم گھل مل کر تباہ ہو جاتی ہے (۲) اگر کسی کے ماں باپ یا بہن کا مقتدی کسی اہل حدیث کے ساتھ ہو تو لوگوں کا دستور ہے کہ اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ۔ پس جب ہمارے مامور من اللہ کو یہ لوگ جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہماری غیرت کس طرح برداشت کر سکتی ہے کہ انکو اپنا امام صلوٰۃ بنا لیں (۳) جب تک تمیز نہ ہو نہ امر بالمعروف کی رغبت ہے نہ نہی عن المنکر ۔ تمہارے لیکچروں کی عزت بھی احمدی نام سے ہی ہوئی ہے ۔ (۴) خود نام رکھنا ہی ترقی کا موجب ہوتا ہے (۵) جب کوئی قوم ممتاز ہوتی ہے

موجود ہیں کی مخالفت کرتی ہو۔ پھر جہاں جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں مشتاق بننے والے کو کسی امر دعا کا موقع ملتا ہے۔ پس خوب یاد رکھو جب تک مشکلات پیش نہ آویں دعا اور کوشش کا موقع نہ ملے تو ترقی نہیں ہو سکتی۔ سعی کوشش جہاد دعا کے لئے ضروری ہیں۔ صلح کل سے ترقی نہیں ہو سکتی۔

(الحکم نمبر ۴۴ جلد ۱۵ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کالم ۳ صفحہ ۱ بولے لطیفہ)

خلیفہ کا فیصلہ بہر حال ماننا پڑیگا

نیز فرمایا۔ . . . . . میری طرف سے یہ شائع ہو چکی ہے اور میں ظاہر کر چکا ہوں کہ اصول غلط نہ ہو۔ اور میں اگر حضرت صاحب کی کسی تحریر کا صحیح استنباط کروں تو حق پہنچتا ہے کہ اسے دنیا جائز حاصل ہو جو کچھ کہتا ہوں وہ ماننا چاہئے۔ خلیفہ ماننے کے یہ معنی نہیں کہ جو بات اسکی اپنی سمجھ اور عقل میں آجائے وہ مان لی جاوے اور دوسری بات سے انکار ہو۔ اس طرح پر تو ایک بے عقل اور معمولی انسان کو بھی خلیفہ مانا جا سکتا ہے

Digitized by Khilafat Library

(الحکم نمبر ۴۴ جلد ۱۵ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء)

خلیفہ اول کے نزدیک یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق کون ہے

حضرت خلیفۃ المسیح نے کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ میں جناب رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے متعلق مانتا ہوں کیونکہ خود۔

(الحکم نمبر ۲۵ جلد ۱۶ مورخہ ۷ و ۱۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

کفر نہ ماننے کا نام ہے

اگر مرزا صاحب کو خدا کا مامور و مرسل نہ ماننے سے تم ہم کو کافر بناتے ہو تو تم خود مسیح اور کرایک مامور و مرسل کے انکار سے کیونکر مومن بن سکتے ہو۔ کفر تو نہ ماننے کا نام ہے ماننے والے تو مومن ہی کہلاتے ہیں۔

(الحکم نمبر ۲۵ جلد ۱۶ مورخہ ۲۱ و ۲۸ جولائی ۱۹۱۲ء)

ختم نبوت کا راز

ہمارے بادشاہ مرزا صاحب کو جو کچھ ملا وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع اور کامل محبت

سے ملتا ہے۔ اور یہی ختم نبوت کا راز ہے کہ نبی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں گم ہو کر
ہونے کے بغیر کوئی نبوت نہیں مل سکتی۔

از رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان

صفحہ ۴۱ سے صفحہ ۴۳ تک

حضرت خلیفۃ المسیح کی پہلی تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۸ء بعد نماز ظہر

مسیح موعود کے بعد خلفاء ہیں اور ان کی بیعت واجب ہے

آج ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم علم نہیں، تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی اسی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے جو خدا تعالیٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے۔ اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ علم آدم الاسماء کلہا جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتا دیا تو اب نوح اور ابراہیم کی آنے کی کیا ضرورت ہے۔ کلہا تو ان کے حق میں آچکا ہے۔ پھر آدم کے لئے سب ملائکہ نے سجدہ کیا پس بعد والے انبیاء کی کیا ضرورت ہے۔ پھر وہ مقدس وجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل خاتم الحکام خاتم النبیین خاتم الاولیاء خاتم الانسان ہیں۔ اب ان کے بعد اگر کوئی ابوبکر کو نہیں مانتا تو فرمایا فمن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ یعنی جو انکار کرے گا وہ اطاعت سے باہر نکلنے والا ہے

....

غرض یہ سوال پہلے آدم پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ابوبکر پر۔ پھر علی پر۔ پھر مہدی پر کہ جب سلطے علوم رسالت آپ سے لگئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعہ۔ اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں

شاء صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا ایک سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے۔ عصر کو کیا پھر شام کو کیا پھر عشاء کو کیا۔ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے۔ پھر حج میں کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھائی تو پھر دوسرے وقت کی ضرورت ہے۔ جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے۔ یہ میں اسلئے بیان کرتا ہوں کہ تم سمجھ کر جاؤ کہ امام چلے گئے تو پھر بھی ہم میں اسی طرح اتفاق و اجتماع اور پرجوش تبلیغ کی ضرورت ہے۔

تصوف

(آداب صحبت و اخوت)

(ماخوذ از عوارف المعارف)

۱۔ مشائخ کا فرض ہے کہ حفظ عزت و حرمت اور بھائیوں کے ساتھ حسن معاشرت یعنی بڑوں کا ادب کریں اور چھوٹوں کو نصیحت اور ان لوگوں کی صحبت کو ترک کردیں۔ جو ان کے طبقے میں سے نہ ہوں۔ بذل و ایثار اپنا طرز عمل قرار دیں۔ اور ذخیرہ جمع کرنے سے کنارہ کشی اور دین و دنیا کے کام میں مدد دیں۔ انکا بھائی اگر کوئی لغزش کرے تو اس کو عفو اختیار کریں اور جس میں نصیحت واجب ہو نصیحت کردیں۔

۲۔ آداب صوفیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بھائی کی خدمت میں کر بیٹھے اگر اس سے کوئی اذیت پہنچے تو سہ جائے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا وہ پرنالہ جو عباس بن عبد المطلب کے گھر میں اس رستے کی طرف جو صفا و مروہ کے درمیان ہے اکھاڑ دیا جائے۔ حضرت عباس نے کہا کیوں حضرت؟ آپ وہ پرنالہ اکھاڑتے ہیں جو رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا آپ نے فرمایا کہ اب سیڑھی عمر کے کاندھے کے سوا نہ ہوگی آپ اس پر چڑھ کر اسکو اسی جگہ لگا دیں۔

۳۔ صوفیہ اپنے نفس کے لئے کوئی ملک نہیں سمجھتے۔ جس کے ساتھ انکی خصوصیت ہو۔ ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہتے جو یہ کہے کہ میرا جوتا۔ احمد بن قلانسی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن بصرہ میں فقراء کے ایک گروہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ ایک روز ان میں سے کسی کو میں نے پوچھا میرا پاجامہ کہاں ہے بس اتنی سی بات پر میں ان لوگوں کی نظر سے گر گیا۔ ابن سعد کے اخلاق میں سے تھا۔ کہ جو کوئی اپنے بھائی کے مال میں سے کسی چیز کی احتیاج رکھتا تو بغیر مشورہ اسکے استعمال میں لاتا۔

۴۔ صوفیہ کا دستور ہے کہ جب ان پر کوئی بار خاطر ہو۔ تو وہ بہر حال اپنے تئیں متہم اور قصوروار ٹھہراتے تھے اور حتی الوسع اپنی اصلاح میں مشغول ہو جاتے۔ ابوبکر کتانی بیان کرتے ہیں ایک شخص میرے ساتھ تھا اور میرے دل پر اسکی ہمراہی گراں گذری پس میں نے اسے ایک چیز اس نیت سے دی کہ اسکا ثقل میرے قلب سے دور ہو مگر وہ دور نہ ہوا تب میں ایک دن اس کو خلوت میں لے گیا اور اس سے کہا کہ آپ اپنے پاؤں میرے رخسار پر رکھ دیجئے اس نے انکار کیا مگر میں نے عرض کیا ضرور ایسا کرنا ہوگا۔ جب اس نے ایسا کیا تو معاً میرے دل سے وہ بات جاتی رہی جو روحانیت کے لئے تکلیف دہ تھی۔

۵۔ صوفیہ اس شخص سے ترک صحبت کر لیتے ہیں جس کے ارادے میں کوئی شے دنیا کے فضولیات سے ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاعرض عمن تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا (اس شخص سے اعراض کر جس نے ہمارے ذکر سے منہ پھیر لیا اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا۔

۶۔ آداب صوفیہ سے ہے اپنے بھائیوں کا انصاف دینا اور اپنے متعلق انصاف کے مطالبہ کو چھوڑ دینا۔ ابو عثمان حیری کا قول ہے کہ حق صحبت تو یہ ہے کہ تو اپنے مال سے اپنے بھائی کو صاحب وسعت و مقدور کر دے اور اسکے مال میں طمع نہ کرے۔

اسکا انصاف کرے مگر اس سے اپنا انصاف طلب کرے آپ تو اسکا پیرو ہو مگر یہ آرزو نہ کرے کہ وہ میرا پیرو ہو۔ جو نیک سلوک وہ مجھ سے کرے تو اسے بہت بڑا جانے مگر جو اس سے نیکی کرے اسے ناچیز سمجھے۔

۷۔ صحبت میں نرمی و ملائمت اختیار کرے اور اپنے نفس کی صولت کو دبائے رکھے حلم اس شخص پر جو تجھ سے اونچا ہے شوخی اور بے حیائی ہے اور اپنے برابر والے پر بے ادبی اور اپنے سے نیچے پر نامردی ہے۔

۸۔ صوفیہ کبھی اس طرح کا کلام نہیں کرتے۔ کہ اگر ایسا ہو تو ایسا نہ ہوگا۔ اور کاش کہ ایسا ہوتا۔ اور قریب ہے کہ ایسا ہو۔

۹۔ آداب صوفیہ سے یہ بھی ہے کہ انکے تعلقات میں دوام کی پابندی رہتی ہے اور مخالفت سے حتی الوسع پرہیز کرتے ہیں۔

۱۰۔ صوفیا میں ایثار حسن خلق کا مادہ بہت ہوتا ہے نقل ہے کہ ابراہیم بن ادہم کھیت کاٹنے کا کام کرتے تھے انکے چند احباب جو روزہ دار تھے انکے مکان پر رہتے مگر ابراہیم کو اکثر آنے میں دیر ہو جاتی۔ ایک رات احباب نے مشورہ کیا کہ آؤ ہم جلدی کھانا کھا کر سو جاویں تو بعد میں کھا لینگے۔ آپ آئے دیکھا کہ تھوڑا سا پڑا ہے خیال کیا وہ بھوکے ہی سو گئے ہیں آپ نے آٹا گوندھا اور اسے پکانا شروع کیا دوستوں کی آنکھ کھل گئی کیا دیکھتے ہیں کہ آپ آگ پھونک رہے ہیں اور ریش مبارک پر راکھ لگ رہی ہے۔ آپ نے ان کو حضرت کی کہ آج آپکے کھانے کے متعلق میری غلطی سے تکلیف ہوئی ہوگی وہ بہت نادم ہوئے کہ وہ تو کھانا کھا چکے تھے اور ابراہیم کا انتظار گوارا نہ کیا تھا (ص) انہی حضرات میں سے بعض کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے دوست سے کہے چل ہمارے ساتھ چل اور وہ کہے کہ کہاں تک تو اسکے ساتھ دوستی جائز نہیں اسی طرح کوئی اپنے بھائی سے کہے اپنے مال سے مجھ کو کچھ دیدے دوسرا پوچھے کہ کسقدر تو چاہتا ہے تو دونوں اخوت کے حق نہیں سمجھا ۔ لا یسئلون اخاهم حین یندبهم ۔ فی النائبات علی ما قال برهانا

(باقی آئندہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پیشگوئیاں پوری ہوئیں

(قرب قیامت اور خلافت محمود کی حقانیت)

جو لوگ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود و مہدی معہود نہیں مانتے یا آپ کے خلافت کے منکر ہیں وہ ذرا غور و تدبر کے ساتھ پہلے حدیث ذیل کو غور سے پڑھیں۔ اور پھر ان موجودہ واقعات کو انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس ہوئے جن باتوں کی خبر دی وہ کس طرح آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔

پہلی پیشگوئی وہ حدیث یہ ہے۔ احمد و ابوداؤد و حاکم از ابن حوالہ مرفوعاً آمدہ انہ یا ابن حوالۃ اذا رأیت الخلافۃ نزلت الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام والساعۃ یومئذ اقرب الی الناس من یدی ھذہ من راسک وکان وضع یدہ علی راسہ (حج الکرامہ) یعنی جب ارض مقدس میں خلافت کا تعلق ہوگا تو سو وقت دنیا میں بڑے بڑے امور ظاہر ہونگے اور قیامت بہت نزدیک ہوگی۔ اب اس مقدس جگہ میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا تاج ایک شخص کے سر پر رکھا جسکو بعض لوگ اس کی شناخت نہیں کرتے لیکن اسکے ہوتے ہی جنگ یورپ کے ایسے بڑے بڑے امور دنیا میں ظاہر ہونے لگے بلکہ لوگ بھی ارض مقدسہ کی طرف رجوع کریں اور منجملہ ان کے ایک تو جنگ عظیم اور قرآن شریف میں اسکا ذکر بیان ہوا اور ترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض اور اسلام کو حیرت دینگے کہ وہ آپس میں لڑیں۔ مولوی نذیر احمد نے ترجمہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا اس حال کو دیکھئے کہ دنیا کی لہروں کی طرح ایک دوسرے پر گتھم گتھا ہو جائینگے۔

دوسری پیشگوئی یہی کہ جنگ کے شروع کے وقت (ان الحکم الا للہ) ... قال الذی ظہر ... انشاء اللہ تعالیٰ اس حدیث کے پیش نظر ...

میں لکھا ہے وقال الشیخ ابن حجر [illegible] کہ [illegible] اہل صناعات و اہل [illegible] و سلطنت [illegible] کہ اس امت میں [illegible] ہو جائیگا [illegible] قدرت و حیثیت [illegible] کا انتظار ہی باقی ہے۔

تیسری پیشگوئی

تیسری بات علامات قیامت میں سے لوگوں کا مشرق سے مغرب کی طرف اٹھا ہوا ہونا ہے۔ بخاری کتاب الفتن میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب۔ دیکھو جنگ کی آگ نے بھی [illegible] مشرق و مغرب کو [illegible] کر رکھا ہے۔

چوتھی پیشگوئی

ایک حدیث میں ہے لن تقوم الساعۃ حتی ترون قبلها عشر آیات وقال فی العاشرۃ وریح تلقی الناس فی البحر۔ ریح سے مراد [illegible] کے سبب [illegible] کے اسکو ریح فرمایا ہے [illegible] آجکل [illegible] مخلوق کو سمندر میں ڈال رہی ہے۔

پانچویں پیشگوئی

ایک اور بات علامات قیامت میں سے ہوائی جہازوں کا [illegible] ہے جیسا کہ [illegible] میں [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ سے [illegible] اقوام [illegible] آسمان [illegible] کے [illegible] یہ حالت کیا کسی نے پہلے دیکھی اس سے بڑھکر امر عظیم کیا ہوگا۔

چھٹی پیشگوئی

علامات قیامت سے پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا ہے۔ طبرانی [illegible] کروڑوں [illegible] بنی اسرائیل کی زمین میں ایک بڑا زلزلہ ہوگا [illegible] سمندر کی مچھلیاں اور آسمان کے پرندے اور زمین کے [illegible] . . . . اور سارے انسان جو روئے زمین پر ہیں میرے سامنے [illegible] جائیں گے اور پہاڑ [illegible] جائیں گے چنانچہ بعض پہاڑوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور بعض [illegible]

ملک میں جیسے ترکی گیر اسکے حق میں ایک پیشگوئی خوب کے معلوم ہوا ... بادشاہ روم ...
فرقہ از نصاریٰ جنگجوئی پیش آید و با فرقہ دیگر صلح ... تصرف شوند ...
الغرض ان واقعات کی شہادت سے ثابت کر دیا کہ مسیح موعود آپکا اور ارض مقدسہ میں جسمانی روحانی
خلافت کا زوال تو واقع برحق ہے یہ ممکن نہیں کہ کسی وجہ ... اور مسیحی کے ... اسکی جگہ لوگ اپنی
طرف ایک خلیفہ بنالیں اور انکے ساتھ ... سب نشانات بھی ظاہر ہو چکے ہیں جنکا آنحضرت صلعم نے
ذکر فرمایا جو لوگ موجودہ جنگ کو دیکھکر خونی مہدی کے منتظر ہیں وہ خوب یاد رکھیں کہ اب وہ وقت
قریب ہے کہ اس غلط اعتقاد کو چھوڑ کر اس مہدی کو تلاش کریں جو دنیا میں امن اور صلح کا جھنڈا
لیکر آیا۔

آخر میں اسقدر لکھدینا ضروری ہے کہ اس نازک وقت میں تمام احمدی جماعت عام طور پر اور
پوسٹ طور پر اپنی گورنمنٹ کی وفادار ہے جیسا کہ حضرت مہدی کا حکم ہے ...

گذارش بقایاداران کیخدمت میں

جن اصحاب نے آجتک چندہ سنہ ۱۹۱۳ء و سنہ ۱۹۱۴ء
تاحال ادا نہیں فرمایا وہ مہربانی کرکے اپنے اپنے بقایا
دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء تک صاف کردیں۔ اسطرح بقایا رہنے کے باعث
کارخانہ کو سخت ضعف پہنچ رہا ہے توجہ فرماکر بذریعہ منی آرڈر یا جلسہ پر
اپنی اپنی بقایا ادا فرماکر مشکور فرماویں۔ — مینجر

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعائت

آخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء تک

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰/	۵/	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
سچ بیان نظم پنجابی	[illegible]	[illegible]	مسیح موعود کی تائید میں
احسن القصص	[illegible]	[illegible]	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
درثمین فارسی	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں
درثمین اردو	[illegible]	[illegible]	" " اردو "
مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے درس
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۴	[illegible]	[illegible]	کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت تھی
" پ ۲۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]
" پ ۲۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]
" پ ۲۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]
" پ ۲۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]
" پ ۲۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۱۰ء	[illegible]	[illegible]	[illegible]
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	نماز کے متعلق ضروری احکام
النصح	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نور چکڑالوی	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	قیمت جلد	قیمت بلا جلد	خلاصہ مضمون
ادعیۃ الاحادیث	۱ر	۸ر	احادیث کی دعائیں [illegible] مختلف مقامات [illegible] کے [illegible]
صادقوں کی روشنی	۱۴ر	۴ر	
البرق	۲ر	۱ر	ردّ شیعہ
طبیب روحانی	۱ر	۱ر	[illegible]
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	۱۰ر	تمام [illegible] [illegible]
			[illegible]
القاء ربانی	عہ	۸ر	مرزا احمد بیگ [illegible] پیشگوئی [illegible]
			[illegible]
تشحیذ اگست ۱۳ء	۳ر	۱ر	[illegible] رمضان [illegible]
ابلاغ المبین	۱ر	۸ر	حضرت اقدس [illegible]
خصوصیات مسیح موعود	۱ر	۱۰ر	[illegible]
ادعیۃ القرآن	۳ر	للعہ	قرآن کریم [illegible]
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	۳ر	۲ر	[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
تشحیذ مارچ ۱۹۱۳ء	۳ر	۲ر	[illegible]
تشحیذ جون	۶ر	۵ر	[illegible]
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء	۳ر	۸ر	[illegible]
نغمہ اکمل حصہ دوم	۳ر	۲ر	حضرت [illegible]
نشانِ رحمت	۱ر	۸ر	[illegible]
پسر موعود	۱ر	۱ر	" " "

نام کتب	[illegible]	[illegible]	خلاصہ مضمون
اربعین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	[illegible]	[illegible]	ترجمہ اردو جو حضرت اقدس کا کیا ہوا ہے
غلامی	[illegible]	[illegible]	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے
عصمت انبیاء	[illegible]	[illegible]	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید [illegible]
ترجمہ انگریزی حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
امۃ الحفیظ کی آمین	[illegible]	[illegible]	منظوم حضرت صاحبزادہ [illegible]
مجموعہ الہامات حصہ اول [illegible]	[illegible]	[illegible]	
دوم	[illegible]	[illegible]	
سوم	[illegible]	[illegible]	
آثار مبارکہ	[illegible]	[illegible]	[illegible] فارسی حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف متعلقہ طاعون
صراط مستقیم	[illegible]	[illegible]	[illegible] کے متعلق مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب	[illegible]	[illegible]	[illegible] کے [illegible] کی [illegible] نظم
مخمس سلیم	[illegible]	[illegible]	بر ترکیب بند حالی
سر الشہادتین	[illegible]	[illegible]	صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی
ہدایات دربارہ معاملات	[illegible]	[illegible]	معاملات کے [illegible] احادیث نبویہ سے ثبوت
کلام محمود	[illegible]	[illegible]	صاحبزادہ [illegible] محمود احمد [illegible] [illegible]
ضرورت زمانہ	[illegible]	[illegible]	اسلام [illegible]

نام کتاب	قیمت سابق	قیمت حال	خلاصہ مضمون
محمد رسول اللہ	[illegible]	[illegible]	عیسائیوں کے ایک ٹریکٹ [illegible] کا جواب
اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	[illegible]	[illegible] سوال و جواب
چولہ بابا نانک مجلد	[illegible]	[illegible]	[illegible] اسلام کا لیکچر
معیار حق	[illegible]	[illegible]	[illegible] مذہب کی شناخت [illegible]
عمدۃ الاحکام	[illegible]	[illegible]	بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ [illegible]
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]	اللہ تعالیٰ کے اسماء [illegible]
الموعظۃ الحسنہ	[illegible]	[illegible]	تفسیر [illegible]
سلک مروارید حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مجربات نور الدین حصہ اول / دوم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
خطبات نور حصہ اول / دوم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
کسر صلیب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مکتوبات احمدیہ حصہ اول / دوم / سوم	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے [illegible]
احمد	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چمکار محمدی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چمکار مہدی	[illegible]	[illegible]	مرثیہ [illegible]
احمدی عقائد	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الوصیت پر ایک نظر [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

رسیدات زر ماہ سنہ ۱۹۱۴ء

[illegible] جناب ... برکت علی صاحب [illegible]	[illegible] جناب محمد اکبر صاحب [illegible]	[illegible] جناب ڈاکٹر ... بخش صاحب [illegible]
[illegible]	[illegible] جناب ... عبد العظیم صاحب [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

جناب محمد [illegible] صاحب	جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible] احمد صاحب
جناب [illegible]	جناب محمد [illegible]	جناب حکیم [illegible] محمد
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب چوہدری [illegible]
جناب [illegible]	جناب حکیم [illegible]	جناب محمد [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب حکیم [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب محمد [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible] صاحب	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
چوہدری [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب محمد [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
[illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]
جناب [illegible]	جناب [illegible]	جناب [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴۲

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیوں پر ایڈیٹروں کی رائے

پیسہ اخبار لاہور۔ دوائیوں کو استعمال کرایا اور ہر موقعہ پر بے نظیر اکسیر پایا

نیر اعظم مراد آباد۔ حقیقت میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی مشہور اور موثر دوائیوں میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور ملک کو قدر کرنی چاہیئے۔

اخبار عام لاہور۔ جب ادویات کا بکس پہنچا۔ دوائیاں ایک ایک مجرب اور اکسیر ہو وہ بلکہ بہتر پائی جاتی ہیں اس مفید اور پر تاثیر بکس کا ہر ایک گھر میں ہونا مفید ثابت ہوگا۔

پنجاب سماچار لاہور۔ عرق کافور کو ہم نے کئی دستوں و قے وغیرہ کے مریضوں پر استعمال کرایا نہایت اکسیر ثابت ہوئی۔

پردہ نشین آگرہ۔ عرق پودینہ سبز درد شکم وغیرہ کیلئے ہم نے آزمایا اور نہایت ہی مفید ثابت پایا

Digitized by Khilafat Library

[illegible] گزٹ گجرانوالہ۔ جیسا کہ ڈاکٹر برمن کے مقوی باہ کی گولیوں کے مقابلہ میں دوسری دوا کم دیکھنے میں آئی ہے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔

رہنما لاہور۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ تمام ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے دواخانوں سے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ادویات سستی اور پر تاثیر ہیں۔

زمانہ کانپور۔ ڈاکٹر صاحب کی دوائیں سستی ہونے کے علاوہ مفید اور مجرب بھی ثابت ہوئی ہیں ہم ان کو آپ کے پبلک کی سفارش کرتے ہیں۔

تمدن دہلی۔ دانت کے درد اور کان کے بہنے کی دوا بجنسہ اپنے تجربہ میں اکسیر بے نظیر پائی۔

مدینہ بجنور۔ ڈاکٹر صاحب کی ادویات بڑی اعتبار اور مفید ثابت ہوئی ہیں مفصل حالات کیلئے بڑی فہرست منگوائیں جس میں چالیس امراض کی آسان دوائیں اور قیمتیں درج ہیں مفت طلب کریں اور جیبی کتاب اپنے اور اپنے ہمسایوں کو فائدہ پہنچائیے
ادویات ہر جگہ ملتی ہیں طلب فرمائیے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ ۔ ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

مسیح موعود کے تعلق سے کیا پایا ۱-۱۰

تصوف ۱۱-۱۴

تصدیق خلافت احمدیہ ۲۰

فہرست کتب ۲۱-۳۰

قیمت سالانہ

"الصلح خیر"

کل ایک بیاسے دوست یہ مجھ سے کہا کہ کل
آخر ہیں وہ بھی معتقد مہدی آخر زماں

ان کو بھی ہے خلوص و محبت مسیح سے
وہ بھی ہیں سید فدائے شہنشاہ انس و جاں

بیعت مگر خلیفۂ ثانی کی کی نہیں
گر کیا ہوا صحابہ میں ایسے تھے بدگماں

کیوں آپ کفر و فسق کا فتویٰ لگاتے ہیں
کیوں آپ کھینچے رکھتے ہیں ہر وقت کماں

میں چاہتا ہوں صلح ہو آپس میں آپ کی
مل کر ہو کام یعنی اخوت ہو درمیاں

میں نے کہا کہ وہ جو چھٹ جائے ایکبار
اسلام کا وہ پا نہیں سکتے کبھی نشاں

پھر کہا کہ جان برادر تو غور کر
مرزا کو مانتے ہیں وہ کب مہدی زماں

وہ مہدی و مسیح جو موعود خلق تھا
اس کا نشاں یہ ہے نبی ہوگا بیگماں

پس جو نبی رسول نہیں مانتے اسے
ایسا نبی کہ جیسے محمدؐ خدا نشاں

ایمان اس کا حضرت مرزا پہ کچھ نہیں
سنئے اگر کہوں تو ہے دل تنگ بیاں

ارشاد ہے کہ قدرت ثانی بھی آئے گی
یعنی ہے میرے بعد خلافت برنشاں

فرزند گرامی و دولت فضل ہے
محمود نام مصلح موعود اس کی شاں

صدر انجمن کی کثرت نے قطعی جانیو
اور سلسلہ کا دائمی مرکز ہے قادیاں

انکار ساری باتوں سے کرتے ہیں یہ ابھی
وہ مخلص و محب مسیحا ہیں - الاماں

احمد کا ہے جو حسن میں احسان میں نظیر
کہتے ہیں اس کو غاصب و مشرک یہ بدزباں

پھر اس پہ بس نہیں ہے علاوہ ازیں سب
دیتے ہیں اہل بیت مسیحا کو گالیاں

اہل نظر تو اس کو ان سے گر پیار ہو تو ہو
غیرت نہیں ہے جس میں وہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۴ء

ہم نے مسیح موعود کے تعلق سے کیا پایا

"یہ مضمون ظہور المہدی المنتج احمدیہ سے لیا گیا ہے جو حال ہی میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اور جس میں احمدی مذہب کو آمنت باللہ سے یوم الآخر تک مدلل بآیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ پیش کیا گیا ہے جو صاحب علم اور صحت پسند [illegible] کی کتاب کے ذریعہ تمام احمدی اور غیر احمدی عقائد اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے ثبوت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ پانسو صفحے کا مضمون [illegible] ۲۸۰ + ۲۵۲ صفحوں میں ختم ہوا ہے اور قیمت بجائے دو روپے کے ایک روپیہ [illegible] صرف [illegible] ہے۔ فہرست مضامین علیحدہ بھی لگی ہے" (ایڈیٹر)

سب سے اول تو یہ کہ خدا پر ایمان پیدا ہوا مت آمنت باللہ تو سب کہتے ہیں مگر وہ حقیقی یقین [illegible] وہ کامل ایمان [illegible] اور اس سے تعلق پیدا کرنے کے سوا [illegible] حاصل ہو سکتا کیونکہ عقل کے ذریعہ تو صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ "ہونا چاہیے" [illegible] "ہے" [illegible]

نقشہ کھینچ تعصب کی طرح پر ایمان ہوگا۔ یا یہ سادہ وہ خدا کو مانتے چلے آتے ہیں۔ مگر ایسے ایمان میں جو نقص ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود امنت باللہ کہنے کے گناہ کرتے ہیں۔ حالانکہ جنکی ہستی پر یقین ہو تو گناہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جب یکدم اللہ کے سامنے گناہ کرتے دل جھکتا ہوتا کیا اب ہے کہ خدا پر ایمان ہو اور پھر گناہ بھی ہو۔ علاوہ ازیں ایمان میں تعصب ہے اور اس لئے کہ اصل میں اسکی ہستی پر یقین نہیں۔ [illegible] وہ کہتے ہیں کہ خدا ہے تو ہمیں بھی طرف [illegible] یا تیسری طرز پر اصلی زمانہ تو سائنس کا ایسا ہے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت معمولی دلیلوں سے سخت مشکل ہو گیا ہم کہو کہ خدا بولتا ہے اور سنتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں ایسے ہی اور دلیلوں کا حال ہے۔ غرضیکہ اس زمانے میں صرف یہی دلیلیں قائم ہو سکتی ہیں کہ قبل از وقت بعض واقعات کی اطلاع دیکر تحدی سے کہا جاوے کہ اس اعلیٰ ہستی نے مجھے اطلاع دی ہے یہ کام یوں ہوگا۔ پھر تم دیکھ لینا کہ اسکے نہ ٹلنے سے [illegible] اس طرح ہوگا جیسے کہ میرے مولیٰ کریم نے مجھے اطلاع دی۔ جب تم ان کی اسباب کے خلاف اپنی کوششوں کے خلاف ظاہر ہوگا تو خود بخود ایک اعلیٰ ہستی کا اقرار کرینگے اور یہ صرف ہمارے امام ہی سے خاص ہے جس نے ہزارہا پیشگوئیاں کیں اور اپنے وقت پر باوجود مخالفانہ کوششوں کے پوری ہوئیں۔

ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ خوفناک زلزلہ نے جس کی خبر ۱۵ برس پیشتر سے دی گئی تھی سب دہریوں کے دل ہلا دئے اور وہ پکار اٹھے کہ خدا ہے اور واقعہ خدا کی ہستی پر دلیل ظاہرہ جیسے اس طرح جیسے کہ یوسف کے بھائی یوسف کو حقیر سمجھ کر کنوئیں میں پھینکتے ہیں۔ اس وقت ہزاروں ای سنایا جاتا ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (کہ تو ان کے کرتوت سے اطلاع دیگا۔ یہ ایک انکو وہم اور خیال بھی نہ ہوگا) پھر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ واقعات و حالات کی زینہ پر چڑھ کے بعد یوسف حاکم مصر ہوتے ہیں اور وہی بھائی مخالفانہ [illegible] حاضر ہوتے ہیں۔ پھر دیکھو ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ [illegible] ہیں۔ اتنی ہی کوئی حامی نہیں مگر بڑے پر زور الفاظ میں کہتے ہیں

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (قمر) یعنی وہ سب گروہ شکست یاب ہو کر پیٹھ پھیر جائیں گے اور
فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى (طٰہٰ) یعنی تم عنقریب جان
لوگے راہ راست پر کون ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔ آخر واقعات نے بتا دیا کہ محمد رسول اللہ صلعم
اس خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں جو ان کی نظروں سے چھپا ہوا تھا۔ ایسا ہی ایک چھوٹے سے
گاؤں کو وہ برس پیشتر کہیں نہ دکھائی دیتا ہے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن
خدا زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ آخر قحط، طاعون، خوفناک زلزلے اور آئے
دن عذاب کی صورتیں ظاہر ہوئے۔ اور خدا پر ہمارا ایمان ان باتوں نے کامل کر دیا۔ اور ہم تو
خدا کی ہستی اور اس کی صفات سے محسوس کرتے ہیں کیونکہ ہر روز ایک نشان ظاہر ہوتا ہے جو اس کی
ہستی پر دلیل ٹھہرتا ہے پہلا فائدہ تو یہ ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم خدا کی بعض صفتوں کے اصل میں منکر ہو چکے تھے۔ مثلاً اس کا
متکلم ہونا۔ کہ اب سوائے امامیوں کے مسلمانوں کے تمام فرقے اس سے انکار کئے بیٹھے ہیں اور
کہتے ہیں کہ خدا متکلم تو تھا مگر اگلے زمانہ میں۔ رسول اللہ صلعم کے بعد وحی اور الہام و مکالمہ کا دروازہ
بند ہو گیا۔ اور یہ قول اصل میں ایسا ہی ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ خدا نے ابتدائی زمانہ میں کلام
کیا اور اتارا مگر پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا اور سلسلہ بند کر دیا۔ یہودی اس سے اور بڑھنے
لگے کہ توریت تک ہی کلام کرتا تھا۔ یہ وہی یہودی اور توریت پر ختم ہو گئی ان کے بعد عیسائی یہ کہنے لگے
کہ بس انجیل تک ہی صفت تکلم تھی اس کے بعد کچھ ضرورت نہ رہی۔ اب مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن
شریف تک ہی سلسلہ تھا۔ مگر ان لوگوں کو کیا معلوم کہ عارفین تو بغیر کلام الٰہی ایک منٹ بھی
زندہ نہیں رہ سکتے یہ ان کی روح کی غذا ہے۔ پھر واقعات اس کی تردید کرتے ہیں اور حدیث
شریف میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے یا ساریۃ الجبل فرمایا کہ اے ساریہ
پہاڑ کی پشت سے ہو تیرا سپہ سالار تھا جس کو آپ نے بے موقع کھڑے ہوئے دیکھا اور پکارا
پھر حضرت علی کی کئی پیشگوئیاں ہوئیں اور اسلام میں جو بعض اصحاب ہوئے ان سے ... تک جمع

کی ہیں تو تم سمجھ لیں کہ اے اہل بصرہ تب تم نے شہر کو دیکھتا ہوں کہ سیلاب میں غرق ہے۔ اور پھر یوں ہی ہوا جیسے طوفان میں مرغابی کا سینہ۔ پیشگوئی دو دفعہ پوری ہوئی خلیفہ قادر باللہ عباسی کے عہد میں چوتھی صدی کے قریب اور خلیفہ المستعصم باللہ کے پانچویں صدی میں ایسا ہی کوفہ کی تباہی کی پیشگوئی۔ پھر ہلاکو خاں کے ہاتھ سے بغداد کی تباہی۔

پھر ان کے بعد حضور علیہ السلام کے مریدوں میں سے کئی ایک کو الہام ہوتا ہے مخالفین بھی اپنے الہام بیان کرتے ہیں پس اس وحی کا انکار کہ اب بند ہو چکی۔ خدا کی صفت تکلم کا انکار اس سے ہم کو بچا لیا۔

تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ ہم زبان سے تو کہتے تھے کہ خدا کی صفات میں کوئی شریک نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی مانتے کہ عیسیٰ ابن مریم باوجود بشری فطرت کے خلاف دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے کھانے پینے کا محتاج نہیں وہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ آپ نے سمجھایا کہ یہ صفتیں ہی خدا سے خاص ہیں ایک گونہ شرک ہے پس ہم نے اس عقیدہ سے رجوع کر کے اصل حقیقت سمجھی۔

چوتھا فائدہ۔ ملائکہ کے وجود کی حقیقت کو سمجھا۔ نزول ملائکہ۔ وحی والہام کی کیفیت سمجھی ... پہلے ایمان صرف سماع و تقلید پر موقوف تھا۔ مگر اب یقینی مشاہدہ سے ایمان حاصل ہوا اس کی تفصیل ایسی سمجھ آئی ... خدا تعالیٰ تک میرے وجدان میں آ گئی آپ کی برکت سے ہر مومن ہی ... ایمان بالملائکہ حق الیقین کے درجہ کو پہنچ گیا۔

پانچواں فائدہ۔ ... تو کہتے کہ نبی اکرم صلعم کل انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی تھا کہ آپ زیر خاک مدفون اور وفات یافتہ ہیں مگر حضرت موسیٰ کا ایک خلیفہ دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے آپ صلعم سے تو چند لوگ مسلمان ہوئے مگر وہ آ کر کل دنیا کو ایک دین پر جمع کرے گا۔ آپ کی شریعت کے کئی احکام منسوخ کرے گا

مشرف ہو جائیں۔ نبی کریم کو تو کفار شب رمیں رہیں۔ مکہ سے خارج کرنے میں پہلے کامیاب ہو گئے بعض جنگوں میں ابھی تک شکست ہوئے مگر حضرت علیہ السلام کی قوت کا یہ حال ہے کہ وہاں ایک ہی تو زندگی دیکھ لیں کہ دہنی ان کے اقوال اور شاعت پر سال مردوں کو شکست دی (ریو) ذکریا اعتبار ہو گا۔ اور جس کے متعلق سبھی انبیاء و رات کو لیے گئے دیکھتے ہی ہلاک ہو گیا۔ غرض ایسے خاص وقت سے تھے جو سے بھی اس انحطاط ہوئی اور ہمارا دشمن کامل ہو کر رہتا ہے۔ لگا کر ۔۔۔ نبی بن دو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر جو کہ دینی ثبوت دیتے ہیں کہ تو سے متاثر ہو کر کسی وجہ آتے ہیں ہم جو دنیا پر اہم حجت کرتے ہیں جب انہیں نے اپنی اطاعت ہے یہ حضور کی محبت میں فنا ہو کر رہی ہو گی۔ یہ آپ کے اتباع کے برکات کا [illegible] فیض ہے۔ اس طرح سے نبی کریم صلعم کی عزت و عظمت ہمارے دلوں میں بیٹھ گئی۔ کیونکہ جب ان کے غلام کرانتے فیوضات و خوارق عادات معجزات و معارف و حقائق کا منبع و مصدر ہیں۔ تو پھر اس آقا کا درجہ کتنا بلند ہو گا۔

چھٹا فائدہ۔ مت سے تو ہم کہتے تھے کہ رب نبی معصوم ہیں مگر قرآن کی بعض آیات کا ترجمہ غلط نہیں جو مفسرین کے ترجمے میں یہ کرتے کہ رب عصمت کے پہلوں پر اتہام لگتے کہ آپ کے سمجھانے سے رہ تمام غلطیاں نکلیں۔ انہی مفسرین علما کی تقلید ہی تھی جس نے ہمیں إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ الخ کے معنے سمجھنے نہ دیئے۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ ایک عظیم الشان فتح کر کے ہم تمام کر دیں نقصوں عیوب کو جو تیری طرف منسوب کئے گئے ہیں یا کئے جائیں گے۔ وہاں ان کا جواب ہو گی۔ گویا دامن کو داغ نہ لگے گا۔ پھر کسی کو چین نہ ہو کہ اس طرح کی اداہی کے تقلید میں یہ سمجھ دیا کہ ابراہیم سا پیغمبر جس کو پہلے ملکوت السموت والارض دکھائی گئی۔ وہ ستاروں کو کیوں خدا کہنے لگا تھا۔ اور پھر یہ ستاروں ہی کو کیوں دیکھا۔ حالانکہ آفتاب سب سے بڑا جرم موجود تھا۔ پھر غروب ہونے کا استدلال کیسے ہے حالانکہ ثابت ہو چکا ہو کہ آفتاب ہماری نظروں سے نہاں ہو کر دوسری دنیا والوں پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ پھر حضرت داؤد سا پیغمبر عورت کے دیکھنے اور اس کے نکاح میں لانے کی ہوس کی تہمت

یعنی کئی پیشگوئیاں تھیں۔ جن کا ذکر مفصل کر چکا ہوں ؎

ساتواں فائدہ۔ معجزات انبیاء پہلے زمانہ کے بیان تھا۔ خصوصاً مجھ کو خواب ہے (اور آگے ہم ان کی نسبت کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے۔ کیونکہ ہم اگر تواتر سے ثابت کرتے اگر یہ بھی ممکن وہ ممکن ہے) تو وہ بھی اپنے معجزات کا ثبوت تواتر سے دیتے۔ اس وقت کوئی بات نکلنے نہ پاتی۔ کسی مخبر یا ساحر سے۔ معتقد ہوتے تو پھر خواہ وہ معجزہ ثابت ہو جاتے وہ سب بالکل معمولی سمجھے جاتے جو لوگ خود بجائے ہوئے ہیں بتا سکتے ہیں۔ اب آج کل جرمنی اور امریکہ کو لوگ زلزلہ کے زلزلہ کا صحیح وقت دریافت کر سکتے ہیں۔ بعض زلزلہ کی حالت میں بتا دیتے ہیں کہ فلاں موقعہ پر سخت زلزلہ تو وہ ایسی باتوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ سو ان کا ایک ہی علاج تھا کہ ایسے معجزے دکھلائے جاتے کہ ان کی مثلیں معجزات دکھائی ہیں۔ دیکھو طاعون آیا جس کی سات برس اور ایک حساب سے دو برس پہلے خبر دی۔ پھر تمام جہان کے ڈاکٹر حکیم زور لگا چکے کچھ حقیقت نہ نکلی۔ اور نہ اس کی کوئی پیدا کر سکے۔ غرض مشکل یہی معجزات منوانے کے لئے یہ نہیں کہ پچھلے معجزوں کے وقوع کا ثبوت دیا جاوے بلکہ یہی کہ ان کی مثل تازہ ہی سے معجزے دکھلائے جاویں۔ سو الحمد للہ یہاں ایسے ہی امور سے تعلق رکھتے ہیں

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ؎ بیا بنگر ز غلمان محمد

کی مصداق میں ثابت ہے۔ جس سے اب ہمارے زمانے کوئی منکر نہیں ہو سکتا ؎

آٹھواں فائدہ۔ قرآن مجید پہلے اس طرح پڑھتے کہ آج کل پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔ مگر اس پر گو چندان امام نے سمجھایا کہ خدا نے اس کو طوطا نہیں بنایا کہ بے سمجھے پڑھو۔ خوب غور کرو جتنے معارف حقائق نکلیں پھر اس کی تلاوت زبان تک ہی نہ رہے بلکہ اعمال میں ظاہر ہو۔ اور اس کی تعلیم کا اثر یہ کہ انسان خدا کا برگزیدہ صدیق اور مقبول ہو سکتا ہے اور اس مرتبہ پر کوئی کتاب نہیں پہنچا سکتی۔ مگر کوئی ایسی کتاب کسی مذہب میں ہے تو اپنا نمونہ پیش کرے اور ہمارے مقابل میں آوے۔ مگر کوئی مقابل میں نہ آیا۔ جس سے اس بات پر مہر ہو گئی کہ دنیا میں اگر کوئی

سچا مذہب ہے تو اسلام، جو اپنا اصلی حسن اپنے متبعین کے ذریعے پیش کرتا ہو۔

نواں فائدہ۔ سب غیر مذاہب کے علماء جو اسلام پر حملے کرتے تھے، الحکمت ایک ہی اصل ہو جاکر دیا کہ اپنے حق پر ہونے کے دلائل اپنی کتاب ہی سے پیش کرو۔ اعتقادات حق کا ثبوت خارق عادت نشانوں کے ذریعہ دیکر خاموش سب دم بخود رہ گئے اور ساحت تعصب یقین سے بھر گئے۔ اور اگر اس طرح ہم احمدی جماعت کے ممبر قسمت اتحاد سے بالکل محفوظ و مامون ہونگے۔ ورنہ آجکل مذہب کی اشاعت میں رنگ آمیزی سے ہو رہی ہے اس سے بچنا بڑا مشکل ہوا ہے۔

دسواں فائدہ۔ ہم رسولوں نبیوں کو سنتے آئے تھے کہ ایسے ہوتے ہیں۔ مگر اب خدا نے اپنے خاص فضل سے ہمیں تمام رسولوں کا نمونہ یک وجود مبارک میں دکھا دیا۔ اور ہمارا ایمان علمی سے عینی ہو گیا۔ اب رسولوں ہی کے متعلق ہمیں کوئی اعتراض نہیں رہا کیونکہ سب باتیں اس مبارک وجود کے ذریعے حل ہو گئیں۔ آپکا وجود دوسرے انبیاء کے حالات کا آئینہ ہے۔

گیارھواں فائدہ۔ قرآن مجید کے پڑھنے میں ایک خاص لذت محسوس ہوتی ہے۔ اسکی مثال یوں ہے کہ اگر کسی کتاب میں کچھ حالات تم پڑھتے ہو اور وہی واقعات تم پر گزرے ہوں۔ تو تمہیں ایک خاص لطف آئیگا جو دوسرے کو نہیں آسکتا۔ بس ہم لوگ جب قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ تو منہ سے [illegible] کیونکہ وہ سب واقعات ہم پر گزرے ہیں۔ [illegible] جو ان [illegible] کے معنی [illegible] کہتے تھے۔ غرض یہ لطف وجدان سے مخصوص ہے زبان قلم سے بیان بہت مشکل ہے ع [illegible] ہی جانتے ہیں اس درد کی لذت

بارھواں فائدہ۔ نماز کو ایک زمانہ تک بیٹھے بیٹھے وقت جانے لگا تو [illegible] نہیں لگا ہیں۔ مگر اب تو نماز کو بڑے مزے سے پڑھا جاتا ہے۔ [illegible] ہوتے [illegible] ہیں اور حقیقت میں [illegible] پہنچاتی ہے۔ [illegible] افسوس کی بات تھی کہ انسان [illegible] وصل میں تو لذت پائے مگر معبودیت و معبودیت کے وصال پر [illegible] لذت محسوس نہ ہو۔ اور [illegible] اس لذت کے

مسرور ہونیکا اتنی عمر بھی نہ ہو جتنا کہ سالوں میں بار بار شکست ہو چکا ہوں ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ فساد کی حقیقت جاننے والوں ہی جاتی کیونکہ کن صوفیوں اور مولویوں سے ہیں ان سے وہ کھینچے ہوئے عمل سیکھتے ہوئے تھے اور اس طرح ہوگئیں اور رسموں کے قواعد پر ہی تبدیل اللہ نے چلانے کی ہدایت کرکے گمراہ کر دیا تھا یہی نماز میں سنت تنے کو فکر کیوں ہونے لگا تھا شکر ہے کہ اس درخت سے ہم بچ گئے۔ اور اب بچے کرتی کو دین کامل پر جو کچھ طریق عبادت فرمایا یعنی نماز بس اسی تمام مسائل سلوک کے لے کر نیکے لئے کافی ہے انکے علاوہ ذکر اذکار اور وظیفوں وغیرہ کے وسیلوں کی کچھ ضرورت نہیں اور اس ہم اسباب متفرقوں کے پنجے میں پھنسنے سے بچکر ایک منہ والے ہو گئے کیونکہ سبب اسکی۔ کہ نجات حضور کی محبوبیت کا ستم ہر شی کی سنت سے حاصل ہوگا نہ کہ حزب البحر اور اوراد وظائف اور دعائیہ نتی پڑھنے سے۔

تیرھواں فائدہ۔ ہم مدت سے یہ سمجھتے ایک دستور تھا گر ساتھ ہی نماز کے بعد وظیفہ کرتے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ۔ کوئی مصیبت پڑتی تو قبروں پر دوڑتے پیر کو کہتے جو کرنا ہے آپ ہی نے۔ شکر ہے اب سمجھا کہ کسی ولی صرف نمونہ کے طور پر سمجھیں اور اپنے عمل ہو درکار ہیں کرنا یہی خدا سے۔ مانگو وہ کریم ہے مانگو۔

چودھواں فائدہ۔ قرآن شریف کی کئی آیتوں کے معنے ذوقے۔ کئی کے غلط کرتے گر سب ایسے مقامات اب صاف ہوگئے ہیں ہم مدت سے قرآن کو کامل وغیر متبدل کلام سمجھتے مگر ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ تھا کہ کئی آیتیں قرآن میں مثل معطل کی طرح ہیں اور عمل نہیں کیونکہ منسوخ ہوچکی ہیں مگر اب سمجھ کہ اپنی ہی غلطی تھی۔

پندرھواں فائدہ۔ ہم اللہ ملیوں کے پیچھے چل کر فنا فی اللہ۔ بقا باللہ وغیرہ اصطلاحات سے خوش ہوتے۔ مگر اس راہ سے بیچا یا گرید اپنی باتیں ہیں۔ ان ملی کا اثر عمل میں دیکھو۔ پس خیال ہو فنا فی اللہ بننے کا کچھ اثر نہیں ہم اسکی عملی حالت دیکھینگے کہ وہ بے او جوس اور مخلوق کا ذر چھوڑ کر رشتہ کا ہرگز ابھی جدا نہیں۔ گرو استہزی سلسلے میں ہو گی ایسے ہی

تو تمام مسائل حل کر دکھایا ہے۔ مگر دوسری طرف اس کی یہ حالت ہے کہ دل میں ایک بات بھی ایسی نہ تھی جو علامہ صاحب
دھو حق پر ہیں اور شاہان سے اتر و نہیں کہ صرف اس لئے کہ مخلوق ناراض ہوگی تو افسوس ہو اسکی
زندگی پر اور حسرت ہو ان قائل شدہ ہونے پر۔

سولھواں فائدہ۔ ہم نے اسکی قوت قدسی و فیض صحبت سے مکالمہ الٰہی[1] کا درجہ حاصل کیا۔

سترھواں فائدہ۔ شاید کوئی اعتراض ہونے کے لیے ہیں کہہ کر جھوٹی ہیں یہ پہلے ہی تھے
واضح ہو کہ اوروں سے سمعت الغیر اللہ سے تنفر۔ بے ادبی و گستاخی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی یہاں تک
کہ وہ یا رسول اللہ کہنا بھی کفر خیال کرتے۔ حالانکہ حضرت ہی انکار کرنے والا ہے التحیات میں
السلام علیک ایھا النبی پڑھتے۔ ویسا تو نہیں تو اور کیا ہے جو نیز انہوں نے احادیث
کو قرآن مجید کا قاضی ٹھہرا دیا تھا اور شرعی کوشش بھی ظاہری عمل تک محدود تھی مگر مسیح
علیہ السلام نے ہمیں بتلایا کہ سلوک و تصوف کی تمام منازل اسی شریعت میں ہیں پس تم باطنی فیض
روحانیت بھی اسی کے ذریعہ حاصل کرو۔

اٹھارھواں فائدہ یہ کہ ہمارا تعلق ایک ایسے وجود سے ہے یا بالفاظ دیگر ہمارا پیوند ایسے
درخت سے ہے یا ہم اس پیڑ کی شاخ ہیں جس کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے لگایا۔ اور جو روز جس
آب وحی سے سینچا جاتا ہے پس ہم بحیثیت شاخ ہونے کے اپنی فطرت و استعداد کے موافق
اس صفا پانی سے حصہ لے رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ جلدی پھل لیں پھیلینگے اور ہم میں تقوے و دوام
کے پھول اور رضائے الٰہی کے پھل لگینگے۔ اسکے بعد چند فوائد جو تحریر ہیں سید حضرت اقدس کی زبانی
تحریر ہوتے ہیں۔

---

[1] شاید کوئی کہے کہ بعض کو الہام نہیں ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے ضروری نہیں
جیسے اسلام میں سب (نبی) نہیں پھر کلام خدا کی طرح سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہی جو عزیز و رسول کو
فیوحی باذنہ ما یشاء۔ یا کوئی رسول بھیجتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے نازل ہو کر
اللہ کی مرضی بندہ پر وحی کرتا ہے (الشوریٰ ع ۵)

انیسواں فائدہ۔ مجھے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہے اور اسکو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اسکی نسبت کسی طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں ہرگز نہیں دی۔ اسوجہ سے اس ثواب کا مستحق حاصل ہوا جو کہ بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔

بیسواں فائدہ۔ جو حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نفسانی جذبات سے مغلوب ہو سکے اس وجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کیونکہ وہ حق کو پاکر صرف یہ بات سمجھ کر کہ اس زمانہ کی ہوا ہوس کر کے اسکو قبول کریں۔ ورنہ کسی طرح کی ہلاکت کا خوف نہیں کرتے۔

اکیسواں فائدہ۔ پیشگوئی کے مصدق پر بیعت کرنے کی وجہ سے جو لوگ اس سے مخلص ہوگئے وہ ستارہ کی طرح ترقی کرتے ہیں پیدا ہو جاتے ہیں معرفت اس کی حالت میں ہو جاتی ہے یہ موجب ہوتے ہیں اور سعید ... ضرور خلافت ... کے بہت سے قیصر ... خدا تعالیٰ کا ایک نشان اور اسکے نبی کی پیشگوئی اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہیں بہت ترقی کرگئے اور ساتھ ہی ایمان پر ایک معرفت کا رنگ آگیا۔ اب وہ تمام جو ترقی کر بیٹھ گئے جو ان پیشگوئیوں کے پورے ہونے میں دلوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جو پہلی ہونے میں آنکھیں تھیں۔

بائیسواں فائدہ۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے ہی ہوئی جماعت پیدا ہو کر اس سے محبت اور نفسانی کی گئے ہیں وہ ان فوائد سے حصہ لیں گے جن کے حصہ میں ایسے لوگ جو دوسرے سلسلے سے الگ ہیں۔

تیئیسواں فائدہ۔ یہ کہ ہم ان فوائد اور برکات کے مستحق ٹھہر گئے ہیں جو ان مخلص لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کرتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔

یہ تیئیس فوائد ہیں جو مناسبت سے کہ صدی کے بھی تیئیس سال گزرے ہیں بہت ہی دلکش ہونگے اخیر میں قرآن کریم کی وہ آیات جو خدا کی طرف سے آنے والے کو ماننے کے بارہ فوائد پر ... مندرج ہیں لکھ کر ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ

[illegible]

تصوف

گذشتہ سے پیوستہ

۱۱- [illegible]

[illegible]

[illegible] کہاں کشف و کرامت ہیں۔

تو آپ صوفیہ میں یہ بھی ہے کہ وہ بجائے اپنے بھائی کے لئے سرزنش طلب کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اسکی بہتری کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا نیک لوگ گذرے ہیں ایک بھائی کسی غلطی میں گرفتار ہوا۔ اسنے اپنے دوست بھائی جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا تھا کہ میری حالت ٹھیک نہیں رہی آپ چاہیں تو مجھ سے قطع تعلق کرلیں اسنے کہا میں ہرگز ایسی بات نہ کرونگا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے مروتی ہے بلکہ تیرے لئے دعائیں کرونگا۔ چنانچہ اس نے عہد کر لیا کہ وہ روزے سے رہیگا جب تک اسکا بھائی اپنے پہلے حال میں نہ آ جائے چنانچہ چالیس دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ بعد اسکے اسکے بھائی نے خبر دی وہ بات مجھ سے دور ہو گئی۔

صوفی اپنے دوست کو ملامت و معذرت خواہی کی تکلیف نہیں دیتے اور وہ دوست کی خواہش کو اپنی خواہش پر بہرحال مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنے دوست کو کسی ایسی بات کی تکلیف نہیں دیتے جو اسکو مشکل ہو

حضرت علی کا ارشاد ہے کہ سب دوستوں سے بدتر وہ ہے جو تم پر طرح طرح کا بوجھ ڈالے جسکے لئے تجھے تکلف کرنا پڑے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں میرے اوپر نہایت بھاری وہ دوست ہے جو میرے لئے تکلف کرے۔ اور سب سے ہلکا میرے قلب پر وہ ہے کہ میں اسکے ساتھ ایسا ہوں جیسا اکیلا ہی رہتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہ لوگ اپنے مولا کے ہو کر رہتے ہیں۔ اگر کچھ چاہتے ہیں تو اپنے مولا کے نہ خود اپنے نفس کے لئے کسی کی صحبت اختیار کرتے ہیں تو خدا کے لئے چھوڑتے ہیں تو خدا کیلئے

اطلاع

تشحیذ الاذہان آئندہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوا کریگا۔ کیونکہ مہینے میں تاریخ روانہ کرنے سے رسالہ اکثر احباب کے پاس دوسرے مہینے میں پہنچتا تھا۔ نیز پہلے رسالہ انگلش پریس میں چھپتا تھا۔ وہ پریس بند ہوگیا اسلئے یہ رسالہ اسلام پریس میں اسکا چھپنا منظور ہوا ہے۔ ہم ... کے ہم اپنے ضلع کے ... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے ممنون ہیں۔

"تصدیق خلافت احمدیہ"

پیغام انجمن کی طرف سے ایک ٹریکٹ بنام "تقریر ہے امامکا جواب" شائع ہوا ہے۔ جس میں قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے خلافت احمدیہ پر اپنے نظریہ کے مطابق لکھتے ہیں کہ اعلان حق کرکے مولویوں اور مسیح موعود کی تحریروں کی بھی تکذیب لازم آتی ہو۔ ذیل میں معترض کے بیانگ کے ماتحت مختصر جواب دئے جاتے ہیں۔ معترض سے مراد قاضی صاحب ہیں۔ مجیب سے مراد راقم مضمون ہے۔ اس مضمون میں جہاں تک ہو سکا ہے۔ زیادہ تر مسیح موعود کی تحریروں کو پیش کیا گیا ہے یعنی کوئی بات مسیح موعود کی تحریروں سے لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں محض امر خلافت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ نبوت کے متعلق اس میں کوئی بحث نہیں۔ سوائے سلسلہ کے جہاں انکار خلافت پر پہنچا ہو۔ معترض اصولی بحث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ فروعی باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(معترض) میرے نزدیک منعم علیہ گروہ میں وہی داخل سمجھا جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۷) مسیح موعود کے بعد جب تک کوئی شخص مامور من اللہ نہ ہو اور قرب وحی سے مخصوص نہ ہو۔ اسکا کوئی قول و فعل جماعت احمدیہ پر حجت نہیں ہو سکتا۔" (صفحہ ۶)

(مجیب) جناب قاضی صاحب آپکا یہ پیش کردہ ایک کیفیت مامورین اللہ ہونے کے ہے یا کسی خاص وحی و الہام کی بنا پر اگر نہیں تو یہ جواب آپکی ہی پیش کردہ اصول کے مطابق حجت نہیں آپ کیا مامور ہیں جو کہ خاص وحی سے منعم علیہ گروہ میں داخل ہونے کے لئے منعم علیہ اصول بتلا رہے ہیں۔ اگر دونوں امور تحریروں سے ایک بھی نہیں اور ہرگز نہیں تو آپکا یہ کہنا باطل ہو غلط ہے۔ اب خود مسیح موعود کی بھی سن لیجئے۔ جس سے معلوم ہو کہ آپ مسیح موعود کے کس قدر مخالف کہہ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نبی اللہ خلفاء راشدین کے فیصلہ فرماتے ہوئے یوں ارشاد

قرآن شریف ۔ روئے کان کھول کر سن لو ۔ شاید [illegible]

پس اس تحقیق سے فیصلہ ہو گیا کہ اہل بصیرت اور حضرات اور متقی اہل طریقت کے
قول و فعل کی اس مسئلہ تصریح کرنی ضروری ہے یہاں تک کہ [illegible] ہو
کہ اس شخص نے صاف [illegible] قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک متقی
حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ لا یمسہ الا المطہرون معرفت کا دامن پکڑ کر متقی
ہو مگر یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص [illegible] کے ساتھ تکمیل پا چکے [illegible]
یہ حالات موجودہ زمانہ کے موافق پیش آئیں انہیں حل کر سکے۔ اسی طرف حدیث
من فسر [illegible] امام [illegible] فتاویٰ احمدیہ [illegible]

پس یہ خدا کے [illegible] حکم [illegible] صاف صحیح [illegible]
پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسکی اطاعت کو نبی کی تعلیم کے ماتحت ضروری [illegible]
ہر کوئی [illegible] قطعی فیصلہ کر لے۔ پھر غیر متقین کی نسبت [illegible]
جس حالت میں [illegible] لا یمسہ الا المطہرون ۔ اور [illegible] حدیث
بھی [illegible] کو کس سے [illegible]
کہ ہر ایک شخص [illegible] حصہ تقویٰ کا بھی حاصل نہیں [illegible] بصیرت اس کو
عطا کی گئی ہے جو پاک لوگوں کو دی جاتی ہے [illegible] قرآن کے معنے کرے
اور [illegible] حدیث کے معنی کرے بلکہ [illegible] کا مصداق ہو گا۔"
فتاویٰ احمدیہ

دوستو! [illegible] خوف کرو ہم اس [illegible] نہیں چاہتے کہ [illegible] تقسیم کے ماتحت [illegible]
اپنی اصلاح کل [illegible] صحیح مسیح موعود کے مقابل اگر کوئی بات کہے تو [illegible] حضرت اقدس [illegible]
صاف [illegible] صحیح [illegible] حکم و عدل کی اطاعت اور [illegible] کو ضروری [illegible]
بیشک [illegible] کے مقابل ہیں اور [illegible] کے پیچھے چلنا [illegible]

ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب خدا کا قانون موجود ہے تو اس وقت کیا کیا جائے کہ ہر ایک کو اپنا آپ امام تسلیم کر لینا چاہئے اور بعض غیر مسلمین کی طرح اس وقت ہر ایک طبقہ کے لوگوں اور ہر ایک مرحلہ کی عقل کو مقدم کر کے آزادی دی جاوے جس سے ہر ملک میں خطرناک نقصان ہو جیسا کہ اب اس آزادی سے نقصان ہو رہا ہے کہ مسیح موعود کو اگر کوئی خدا کی طرف سے [illegible] کہ ایسا آیا یا ایہا النبی [illegible] اللہ [illegible] وغیرہ وغیرہ کے ماتحت اور حدیث صحیح کے ماتحت (جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے [illegible] ان کا نام [illegible] نبی اللہ رکھا ہے۔ نزول مسیح صفحہ [illegible]) نبی اللہ کے تصادق اور صریح لفظوں میں ہیں [illegible] دین قرار دیا جاتا ہے تو ایسی کو ایک انتہا ہوا [illegible] مشرکوں کا مسکن حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کو اسلام کا دشمن اور سلسلہ احمدیہ کی بیخکنی کرنے والا مشرک و [illegible] اپنے کانوں سے سنا اور دیکھا ہو گا [illegible] خلیفۃ المسیح ثانی کو [illegible] لیا شیر ہیں کوئی [illegible] کہ رات دن [illegible] اسکو [illegible] اور آزادی کا اب انتہا کھل گیا [illegible] الوصیت [illegible] اور پھر ایسے شخص کو جب [illegible] منکر [illegible] کی ضرورت نہیں [illegible] آزادی [illegible] کے برخلاف ہر [illegible] انبیاء علیہم السلام کے آنے کو [illegible] حضرت [illegible] اسلامی آزادی کی تعلیم نہیں دیتا کیونکہ ہے

اسلام چیز کیا ہے ؟ خدا کے لئے فنا ✱ ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

دوسرے عقلی بات موسوں میں جو خلفاء گزرے ہیں بعض ان میں سے صرف نبی تھے۔ اور بعض صرف بادشاہ مگر [illegible] اور بعض نبی اور بادشاہ دونوں [illegible] اور مماثلت امت محمدیہ موجود ہے [illegible] علیہ [illegible] محمد [illegible] نبی اور بادشاہ ہے

(مجھے) حضرت مسیح موعود [illegible] خوب فرمایا ہے

" ہر چہ [illegible] آمدہ [illegible] آمدہ "

سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو خلافت کے لئے نبوت اور بادشاہت کو [illegible] قرآن کے

؎ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی [illegible] خلیفۃ المسیح [illegible] بادشاہ [illegible]
[illegible]

ثابت ہو جائے کونسی وہی مسیح موعود ہے یا کونسی وہ تحریر جو مسیح موعود نے ایسی پیش کی ہیں جن میں خلافت کے لئے نبوت یا بادشاہت کو لازمی قرار دیا گیا ہے تو پیش کرو۔ اور اگر نہیں تو آپ کا قول کیوں ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے لائق نہیں۔ مسیح موعود کے لئے تو آپکا یہ قانون ہو کہ اسکی کوئی بات جو کسی الہام کی بنا پر نہ ہو وہ الہامی اجتہادی تشریح اگر ہم ثابت بھی اسکو غلط ثابت نہ کریں تو وہ ہمارے لئے قابل حجت ہے۔ لیکن شرم کا مقام ہے کہ آپ نے گویا آپ کی ہر ایک بات وحی من السماء کا حکم رکھتی ہے۔ سو اور خدا خوف سے سنو حضرت اقدس مسیح موعود خلافت کی یہ تعریف کرتے ہیں۔

"اے لوگو! تم مسلمان کہلاتے ہو برائے خدا سوچو کہ من بعد استخلاف کے یہی معنی ہیں کہ ہمیشہ قیامت تک تم میں روحانی زندگی اور باطنی بینائی رہیگی اور غیر مذاہب والے تم سے روشنی حاصل کرینگے۔ اور یہ روحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذہب والوں کو حق کی دعوت کرنے کے لئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں **خلافت** کہتے ہیں۔" شہادۃ القرآن صفحہ ۵۵

جناب قاضی صاحب! آپکا یہ فرمانا کہ خلیفہ یا نبی ہو یا بادشاہ۔ کیسا باطل ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود خلافت ہی کے ان دو شرطوں میں سے ایک بھی بیان نہیں فرماتے۔ حضرت اقدس تو روحانی زندگی اور باطنی بینائی کی لیاقت کو خلافت قرار دیتے ہیں اور آپ نبوت یا بادشاہت کو۔ اب آپ ہی فرمادیں کہ آپ کی مانیں یا حضرت اقدس مسیح موعود کی

جناب قاضی صاحب! کیا یہ فرمانا کہ خلیفہ یا مسیح ہو یا بادشاہ دو پہلو سے غلط ہے (اول) قرآن سے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں نبوت اور بادشاہت کو الگ الگ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اور نبی کے لئے بادشاہ ہونا یا بادشاہ کے لئے نبی ہونا کوئی لازم ملزوم بات نہیں۔ پس جب کہ خود نبی کے لئے بادشاہ ہونا شرط نہیں۔ تو خلفاء نبی کے لئے بادشاہ ہونا کیونکر شرط ہو سکتی ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ سو حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ السلام کے بیٹے تک خلفاء انبیاء ہی اور مامور رہتے تھے لیکن آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی وجہ سے ہر ایک خلیفہ کا نبی اور رسول ہونا ممتنع الحصول ہو گیا۔ اور آنحضرت صلعم کی شان ختم نبوت تو ظاہر ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ اور پیدا ہو پس خاتم النبیین کے بعد خلفاء ریشی کے لئے نبی یا بادشاہ کی شرط پیش کرنا نادانی ہے۔

دوم استاد کا قول اسکے بالکل برخلاف ہے کیونکہ ایک آیت قرآنی بھی اس امر کی تصدیق نہیں کرتی کہ امت موسویہ میں بعض بادشاہ خلفاء موسیٰ علیہ السلام میں داخل تھے۔ بلکہ کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں جہاں بعض بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہو۔ بلکہ موسیٰ کے تمام خلفاء نبی تھے۔ جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ لہٰذا حکمت الٰہی نے اور واقعات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ امت محمدیہ میں سوائے مسیح موعود کے کوئی **نبی اللہ** کے نام سے مخصوص نہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱) پس امت محمدیہ میں باوجود غیر نبی اور غیر بادشاہ ہونے کے بعض افراد امت خلفاء محمد رسول اللہ کہلاتے ہیں۔ اس سے لازم آیا کہ خلفاء نبی کا نبی یا بادشاہ ہونا ضروری نہیں۔

پس سورۃ استخلاف میں محمدی خلافت کو جو موسوی خلافت سے مماثلت دی گئی ہے وہ مطلب یہی ہے جس کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود نے روحانی زندگی اور باطنی بینائی کی بہت کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اور اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم کے بعد دو طرح سے خلافت ہوئی ہے۔

یک تو خلافت بالسکینہ ہوا اور دوسری خلافت باطنی یا ظاہری ہے۔ پہلی خلافت ان کی زبردست قدرت سے نبی کی صحبت کے بعد قائم ہوتی ہے اور دوسری خلافت خدا کی ...

اور چونکہ سوائے مسیح موعود کے دو خلفاء امت میں کوئی نبی نہیں۔ لہٰذا خلافت باقی دو خلافت
باسکینہ کو ایک ہی جگہ ذکر کر دیا گیا۔ جو دونوں قسم کے خلفاء ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ بعض ان
میں نبی صاحب بھی ہیں اور بعض صاحب نبی نہیں مگر امر خلافت میں دونوں ایک ہی ہیں۔ ہاں چونکہ
کسی کو مقام نبوت دیا گیا ہے اس سے وہ تمام خلفاء سے ممیز اور ممتاز ہو گئے۔ اسلئے
مسیح موعود کا سورۃ النور میں علیحدہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(معترض) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت حکومت کے رنگ میں تھی۔

(مجیب) یہ بحث اور محض غلط۔ جناب قاضی صاحب ایک آپ نے اس بات کا ٹھیکہ اٹھا لیا ہے
کہ ہر ایک بات میں مسیح موعود کی مخالفت کی جاوے۔ اگر آپ جب پیش کردہ اصول خود اس کی تائید
میں قرآنی آیت پیش کیجئے۔ نہیں تو کسی آنحضرت صلعم کی ہی حدیث کا حوالہ دیجئے۔ اور اگر اس سے
بھی انکار ہے تو مسیح موعود کی تحریر کا کوئی حوالہ پیش کریں۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے اس دعویٰ
سے توباز آجاویں۔ سنئے مسیح موعود کیا فرماتے ہیں:۔

"دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلاتا ہے
(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیش آجاتا ہے
. . . دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت
کو سنبھال لیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر کے وقت میں ہوا . . . تب خدا تعالیٰ
نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا اور اسلام
کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا . . ." الوصیت

اس میں صاف اور صحیح طور پر حضرت ابوبکر کو نبی کا خلیفہ پیش کیا ہے اور اسلام کا تھام لینا انکی
طرف منسوب کیا ہے۔ پس اگر اسلام بادشاہت اور حکومت کا نام ہے تو بیشک وہ حکومت کے رنگ
میں تسلیم ہوں گے اور اگر اسلام دین اور مذہب کا نام ہے تو وہ یقیناً دینی خلفاء تھے

پھر کہ حضرت ابوبکر اور عمر دینی خلفائے اسلام تھے اور کسی ہی ہیں۔ مسئلہ جو ذیل پانچ باتوں

سے مستنبط ہوتا ہے۔

(اول) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین مہدیین فرمایا۔ سیاسی خلیفے نہیں فرمایا۔

(دوم) آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت راشدہ علی منہاج النبوت کی مدت تیس سال مقرر فرما کر بتا دیا۔ کہ دینی خلفاء اور سیاسی سلاطین الگ الگ ہیں۔

(سوم) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۰ھ میں ان خلافت کے اپنی خلافت کو بعد الفاظ امیر معاویہ کی طرف منتقل کر دی کہ اب خلافت راشدہ کا زمانہ گزر گیا ہے۔ اور ملوکیت کا رنگ ہے ہم چاہتے نہیں۔

(چہارم) مرزا صاحب مسیح موعود نے حضرت ابو بکر صدیق کو محمدی سلسلہ خلافت کا اول اور اپنے آپ کو آخر تسلیم کیا ہے اور بعض واقعات میں حضرت ابو بکر اور اپنے درمیان بڑی مشابہت بیان کی ہے دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ […] پس اس سے بھی ابو بکر کا دینی خلیفہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ سلسلہ مسیح موعود کی خلافت سیاسی نہ تھی۔ اور دوسری طرف حضرت ابو بکر کی خلافت ثابت والی نہ تھی بعد مشابہت کے قیام کے لئے حضرت ابو بکر کا روحانی اور دینی خلیفہ ہونا لازم ہے ورنہ مشابہت باطل ہوتی جاتی ہے

(دلیل پنجم) حضرت مولوی نور الدین صاحب نے مسجد میں قرآن کو ہاتھ میں لے کر خدا کی قسم کھا کر کئی ہزار آدمیوں کے سامنے بڑے زور سے بیان کیا کہ

"جس طرح ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔" (تقریر ۱۹۰۹ء)

پس اس سے بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت سیاسی نہ تھی بلکہ انہی معنوں میں تھی جن معنوں میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تھی حضرت مولوی نور الدین صاحب جیسے عالم باعمل اور مسیح موعود کے خاص صحابی کا اپنے حلفیہ بیان میں غلطی پر ہونا محال ہے۔

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود کو آنحضرت محمد رسول اللہ، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ یعنی حضرت مسیح ناصری سے زیادہ مشابہت اور مماثلت ہے لہذا اس رسول (حضرت مسیح ناصری) کا سا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا صفحہ ۹۹۔ گو عبارت کی ترتیب یہ نہیں مگر مطلب اور الفاظ یہی ہیں۔

(جواب) قاضی صاحب! آپکا یہ فرمانا کہ مسیح موعود کو حضرت مسیح ناصری سے بہ نسبت نبی کریم کے زیادہ مشابہت اور مماثلت ہو گیا یہ قول، جو کہ یہی ہی کہ مسیح موعود کا مذہب اور مشرب قطعاً بالکل قرین قیاس ہے تعجب ہے کہ آپ اس بات میں مسیح موعود پہ حملہ کرتے ہوئے ذرہ نہیں جھجکتے اگر آپ کے کان سننے کے ہوں تو ذرہ دل لگا کر سنو۔ غلام مسیح کیا فرماتا ہے وہ فرماتا ہے۔

خدا نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے اپنی طرف سے مامور کر کے بھیجا ہے اور آدم سے لیکر اخیر تک جس قدر نبی گزر چکے ہیں۔ سب کے نام میرے نام رکھ دئے اور سب سے آخری نام میرا عیسیٰ موعود اور احمد اور محمد مہدی رکھا۔ اور دونوں ناموں کے ساتھ بار بار مجھے مخاطب کیا ان دونوں ناموں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کر کے بیان کیا گیا ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۹)

باقی یہ کہ مسیح موعود صرف مسیح ناصری ہی سے مشابہت رکھتے ہیں محض غلط اور بے بنیاد ہے اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر سو مشابہتیں ہیں جو مسیح موعود کی وہ مشابہتیں ایسی ہیں جو مسیح ناصری سے مشابہ ہیں تو ۹۰ ایسی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں کیا قاضی صاحب نے آپنے کبھی نہیں پڑھا جو مسیح موعود نے فرمایا ہے۔

"ہر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب ٭ گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

ایک طرف تو حضرت مسیح موعود ہیں۔ جو اپنے مسیحی دعویٰ کا مدار احمد ہونے پر قرار دیتے ہیں اور ایک طرف آپ جیسے منکرین مسیح موعود ہیں کہ سارے دعوے کا دارومدار مسیح ہونے پر منحصر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے حضرت اقدس کے مسیح اور مہدی ہونے کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ورنہ ہو سکے تو بھی ایسا کلمہ زیب اپنے منہ سے نہ نکالتے کہ مسیح موعود کو محمد رسول اللہ

سے کچھ نسبت نہیں رکھتی بلکہ نسبت تو مسیح ناصری سے ہے آپ خود اس حقیقت کو کس صفائی سے بیان کرتے ہیں:-

Digitized by Khilafat Library

"مجھ کو مسیح عیسیٰ ابن مریم کا مظہر بنایا۔ تا کفر اور گمراہی کے دلوں کو دور فرمائے اور مجھکو مہدی احمد کریم کا مظہر بنایا تا لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہدایت اور ہدایت کی باتیں کو دوبارہ لائے۔ اور لوگوں کو غفلت اور گنہگاری کے میل سے پاک کرے۔" (خطبہ الہامیہ)

پس مسیح موعود دفع شر کے لئے تو عیسیٰ مسیح ہے۔ اور افاضہ خیر کے لئے محمد مہدی ہے۔ اور اسی حقیقت کو آپ نے بار بار اپنی کتابوں میں کھول کر بیان فرمایا اور یہ کہ مہدی آخر زمان کے لئے مسیح موعود کی دونوں صفتوں کا وارث ہونا لازمی اور ضروری ہے چنانچہ فرمایا:-

"اور مہدی آخر زمان کے لئے جس کا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے باوجود ظہور زمان ہونے کے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا لازمی اور ضروری ہے ۔ ۔ ۔ اور مہدی کا نام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور مسیح کا نام حضرت عیسیٰ سے بطور خصوصیت رکھتا ہے" (اربعین ص ۱۳)

پس مسیح موعود کو مشابہت میں مسیح ناصری سے مخصوص کر دینا صاف اور صریح اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح موعود کے مہدی ہونے سے انکار کیا جائے۔ حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے حضرت مسیح موعود نے بیسیوں جگہ (دیکھو رسالہ جہاد صفحہ [illegible]) لکھا ہے کہ دفع شر کے لئے تو میں مسیح ہوں اور افاضہ خیر کے لئے میں مہدی ہوں اور یہ ایک مسلم امر ہے کہ دفع شر کو افاضہ خیر سے کوئی نسبت نہیں اگر کوئی نسبت ہو سکتی ہے تو وہ محض جزو و کل کی ہو سکتی ہے جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"جاہل کو قتل کرنا صرف دفع شر ہے جو مدار نجات نہیں مگر آسمان سے ایمان کو واپس لانا اور لوگوں کو مومن کامل بنانا افاضہ خیر ہے جو مدار نجات ہے اور افاضہ خیر سے دفع شر کو کچھ نسبت نہیں۔ اور جو شخص افاضہ خیر کرسکتا وہ دفع شر بھی کرسکتا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ [illegible])

پس مسیح موعود کو اگر کسی اور کامل مشابہت ہو سکتی ہے تو وہ حضرت نبی کریم صلعم سے ہے کیونکہ آپ کا مظہر ہونے کی وجہ سے ہی مسیح موعود احمد مہدی کہلاتے ہیں۔ اور اقتضائے غیرت الٰہی یہی ہے جو عارف تحقیقات ہے پس افسوس اس قوم پر جو محض جوش پر گرویدہ کرتی ہے اور مظہر کو تو مزکی ہیں پھر کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں کوئی رسول ہو جس کے ساتھ مسیح موعود کی مشابہت ہو سکتی ہے تو صرف محمد رسول اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔ مسیح ناصری کو اس مظہر میں مسیح موعود کی ذرہ بھی نسبت نہیں۔ دیکھئے صفحہ اول تا آخر پڑھئے۔

(۱) حضرت مسیح موعود کی بعثت ساتویں ہزار میں ہوئی جو کہ ہدایت کا ہزار مقدر ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت بھی اسی ہزار میں ہوئی جو ہدایت کا ہزار ہے یعنی پانچویں ہزار میں لیکن مسیح ناصری کی بعثت چوتھے ہزار میں ہوئی جو ضلالت کا ہزار ہے پس ہدایت کے زمانہ کے اعتبار سے مسیح موعود کو نبی کریم صلعم سے خاص مناسبت ہے نہ کہ مسیح ناصری سے (مفصل دیکھو لیکچر سیالکوٹ)

(۲) حضرت مسیح موعود کا کل دنیا کی طرف نبی ہو کر آنا ثابت ہے جیسے کہ الہام دنیا میں ایک نبی آیا ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین وغیرہ وغیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو کل دنیا کی طرف مبعوث فرمایا۔ لیکن حضرت مسیح ناصری کی دعوت کا دائرہ محدود تھا۔ پس ہدایت کی دعوت کے اعتبار سے مسیح موعود حضرت نبی کریم کے مثیل و مشابہ ہیں نہ کہ مسیح ناصری کے۔

(۳) حضرت مسیح موعود کے وقت میں تکمیل اشاعت ہدایت ہوئی (دیکھو تحفہ گولڑویہ) اور حضرت نبی کریم صلعم کے وقت میں تکمیل ہدایت ہوئی لیکن مسیح ناصری کے وقت میں نہ تو تکمیل ہدایت کاملہ ہوئی۔ نہ ہی تکمیل اشاعت ہدایت۔ پس تکمیل کے پہلو سے مسیح موعود کا نبی کریم کے مشابہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نہ کہ مسیح ناصری کے

(۴) حضرت مسیح موعود کو نشانہ کمال کے لئے مہر دی گئی یعنی ختم ولایت۔ اور حضرت

نبی کریم صلعم کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی گئی یعنی ختم نبوت۔ لیکن مسیح ناصری کا افاضۂ کمال کے معنوں میں نہ ہی تو خاتم النبیین اور نہ ہی خاتم الانبیاء ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا افاضۂ ہدایت میں مسیح موعود حضرت نبی کریم صلعم کے مشابہ ہیں نہ کہ مسیح ناصری کے۔ کیونکہ مسیح ناصری بطور تتمہ کے تمام الخلفاء تھے۔ اور حضرت نبی کریم اور مسیح موعود دونوں سلسلوں کے خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء تھے۔

(۵) حضرت مسیح موعود کا کمال ایمان دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اسقدر نشانات اس کثرت سے دکھلائے کہ بجز نبی کریم صلعم کے کیفیت اور کمیت اور مقدار کے لحاظ سے اسقدر نشانات کا پایا جانا ممکن بلکہ محال ہے لہٰذا اس صورت میں بھی مسیح موعود کا حضرت نبی کریم کے مشابہ ہونا لازم آیا۔ نہ کہ مسیح ناصری کے۔

(۶) حضرت مسیح موعود کے روحانی افاضہ اور قوت قدسیہ کے اثر سے شہزادہ عبد اللطیف جیسے شخص نے اپنی جان کو قربان کر دیا۔ جیسے کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں صحابہ نے کیا لیکن مسیح ناصری کے وقت میں ایسی قوت قدسیہ اور کمال افاضہ کی تاثیر کی نظیر نہیں ملتی۔ پس اس سے بھی مسیح موعود کا حضرت نبی کریم کے مشابہ ہونا لازم آیا۔ نہ کہ مسیح ناصری کے۔

(۷) حضرت مسیح موعود کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت مولوی نور الدین کو خلیفہ کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا جیسے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد حضرت ابوبکر کے وقت میں ہوا۔ پس اس سے بھی مسیح موعود کا حضرت نبی کریم کے مشابہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ مسیح ناصری کے ساتھ۔

(۸) حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ "خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک [illegible] دنیا کو [illegible] برکات ظاہر کرے [illegible]" برکات کے [illegible] اگر کوئی رسول شریک ہو سکتا تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی ہے نہ کہ مسیح ناصری جس کی برکات اسکے ساتھ ہی ختم ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنی برکات کی نسبت لکھتے ہیں۔

"مریم بیٹے نے دی تھی کوڑھی کو شفا * میری مریم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار"
پھر فرمایا "میں خدا سے ہوں۔ اور مسیح مجھ سے ہے۔" پھر فرمایا "سر سے لیکر پاؤں تک وہ یار ہو
مجھ میں نہاں"۔ پس جو تمام برکات اور صفات کاملات کے رنگ میں اگر کوئی مسیح موعود کا شریک ہو
سکتا ہے تو صرف محمد صلی اللہ ہی کا ہے نہ کہ مسیح ناصری۔

(۵) حضرت مسیح موعود کو داعی الی اللہ اور سراج منیر کے دو نام عطا ہوئے ہیں (اربعین) اور یہی دو نام صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص ہیں۔ لیکن مسیح ناصری ان ناموں سے ملقب نہیں ہوئے۔ پس اس سے بھی مسیح موعود کا آنحضرت صلعم کا مشابہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ مسیح ناصری کے۔

(۱۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل سے ایک شخص کھڑا کیا جائیگا" (تحفہ گولڑویہ) اور حقیقۃ الوحی میں فرمایا "وہ تیرا جانشین ہوگا" اور الہام الٰہی میں اسکی نسبت "مظہر الحق والعلاء" کا خطاب ہے۔ پس خدا کے فضل نے ثابت کیا کہ یہ بات بھی مسیح موعود کے مثیل محمد ہونے پر گواہی دیتی ہے نہ کہ مثیل مسیح ہونے پر۔ تمت عشرۃ کاملۃ۔

پس تو یہ دس وجوہ مسیح موعود کا مثیل محمد ہونا ثابت ہوتا ہے اور صرف دس ہی ... مثیل مسیح ہونا اور جیسے ... کو ... کوئی نسبت نہیں صرف جزوی کی نسبت ہو سکتی ہے ویسے ہی مسیح ناصری کو مسیح موعود سے کوئی نسبت نہیں اور اگر کوئی ہو تو محض جزوی نسبت ہو سکتی ہے۔

(معترض) حضرت سیدنا محمد نے جو کچھ پایا۔ اسکا عشر عشیر بھی مسیح موعود نے نہیں پایا مثلاً اصل کو حکومت بھی ملی اور شریعت بھی۔ مگر مسیح موعود نے ... تو پھر کونسی بات پائی۔

(مجیب) جناب قاضی صاحب! یہ آپکی ذات پر سخت افسوس ہے کہ آپ کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ مسیح موعود کے بالمقابل نکل کر اعتراض کریں۔ دل زبانی ہی مسیح موعود پر حملے کرنا اپنا کام سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو حضرت سیدنا محمد کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ لیکن خدا کے

وجود کو محمد رسول اللہ صلعم کا وجود قرار دیا اور ہر ایک بات میں خود کو محمد رسول اللہ کا شریک کہا ہے۔ اگر کسی سننے کی تاب ہو تو سنو۔

"ثم ما ثابت ہوا ہے کہ زیر بحث آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر بھی ہی تمام انبیاء ہیں۔ اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور میرے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے"

پھر حقیقۃ الوحی میں فرمایا "خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ...)

پھر خطبہ الہامیہ میں فرمایا

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا اور جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے" (۱۷۱-۱۷۲)

پس یہاں سے ثابت ہوا۔

"اور مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے اور جلالی طاقتوں سے نازل ہوا۔ اس لئے خدا کے نزدیک اس کا ظہور بعینہ مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانہ میں ... روحانی تجلی کا آخری سر شمار کیا گیا۔ ... کے ... (خطبہ الہامیہ ...) ... کہا جا سکتا ہے کی ذات ہے کہ ... جماعت میں داخل ہیں وہ درحقیقت صحابہ رسول کریم میں لیکن ... کی وجہ سے ہم صحابہ کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ ... حضرت نبی کریم کا ... بھی ... کیا۔

کیونکہ مسیح موعود کو حضرت نبی کریم سے الگ اور علیحدہ سمجھنا ایک خطرناک غلطی ہے جس سے بہت سا فساد لازم آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی کریم کا مرتبہ بہت بڑا ہے جو حضرت مسیح موعود کو حاصل نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات محمدیہ مع نبوت محمدیہ کا کامل وارث بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے سلسلے میں آپ کا قول کیا حیثیت رکھتا ہے۔ مخالف مخالفات کرتے کرتے مر بھی جائیں۔ لیکن خدا اپنے کاموں سے نہیں رکے گا جیسا کہ انسانی ... یا خدا کا قول اور فعل غلط ہو جائیگا۔ اس قول میں آپ نے خدا کا مقابلہ کیا ہے ... باقی رہا۔

شریعت اور بادشاہت سو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ نبی کے لئے صاحب شریعت یا بادشاہ ہونا کوئی ایسی ضروری نہیں اور کمالات نبوت میں ہونی کہ شارع ہو یا بادشاہ ہو ہرگز داخل نہیں ہیں۔ پس یہ کہنا ظاہر ایسا نہیں جس سے مسیح موعود کو بعض ہونا لازم آئے۔ اور دوسرے حضرت مسیح موعود بھی صاحب شریعت اور صاحب حکومت تھے ذرا غور کر کے سنیں تو۔ آپ کی تصنیفوں میں صاحب شریعت بھی ... آپ ایسی تحریر اور دعوے فرماتے تھے (دیکھو اربعین ص) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ ... میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی"

اور دوسرا آپ کی تصنیفات میں صاحب شریعت ... پھر کہ آپ ... کے قرآن شریف کو دوبارہ شائع کرنے میں ... حکمت کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"آسمانی بادشاہت"

اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر ؎ گرچہ دنیا میں بہت گزرے ہیں شاہ و شہریار

اور الہام بھی "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" ثابت کرتا ہے کہ آپ بھی مسیح موعود صاحب حکومت ہیں۔

(مترجم) اعمال رسول کی خلافت کیسی ہے ...

(رہیں) قاضی صاحب! آپکی ساری بنیاد صرف اسی اصول پر ہے کہ کوئی رسول کی خلافت نہیں ہوتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپکو یک لخت کس قرآنی آیت کے ماتحت یہ یاد آگیا کہ جو مسیح موعود ہے وہ کوئی ابھی تشریف لائے ہیں۔ نہ آپ نے پیش ہی کی ہوتی معلوم نہیں کہ کہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی رسول کی خلافت نہیں ہوتی سنئے جناب قاضی صاحب! حضرت مسیح موعود کیا فرماتے ہیں

”خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں میں وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔“ (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۷)

اور خلافت کا نبوت کے بعد ہونا لازمی اور ضروری ہے جیسا کہ فرمایا۔

”چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں۔ ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔“ (شہادۃ القرآن ص۵۷)

پس جب دلائل صریح طور پر ثابت ہو گئے کہ رسول کے بعد اسکی خلافت کا ہونا ضروری ہے اور اس اور اسکی تائید حدیث بھی صاف طور پر کر رہی ہے جیسا کہ فرمایا ”ما من نبوۃ الا تبعتها خلافۃ“ و شرح یعنی حضرت نبی کریم کے الفاظ تو ایک طرف اور مسیح موعود کے الفاظ دوسری طرف صاف اور واضح کر رہے ہیں کہ ہر ایک نبی کے بعد خلافت ہوا کرتی ہے [illegible]

باقی رہا یہ سوال کہ رسول جلالی کی خلافت نہیں ہوتی۔ اسکی تائید کسی کتاب سے نہیں ہوتی اور یہ بھی کس طرح ہو سکتی ہے کہ جب خود خدا نے نبی کے لئے بادشاہت لازم [illegible] کی ہے۔ انبیاء دنیا میں مبعوث فرمائے ہیں [illegible] شاہانہ تھی پس یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ رسول کا تعلق [illegible] و جلال۔ اسکی خلافت کا ہونا لازم و ملزوم ہے۔ بادشاہت چونکہ خاص نبوت نہیں لیکن خلافت [illegible] کو مستلزم ہے۔ لہٰذا حکومت کا سوال ہٹا کر اگر دیکھا جائے تو ہر ایک نبی صاحب جلال و جمال ہوا کرتا ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

تین برس تک [illegible] حضرت مسیح [illegible] جلالی اور جمالی صفتیں رکھتا
ہے [illegible] رنگ میں [illegible] جلال اور جمال کے رنگ ہو گئے
[illegible] رنگ میں ہو کر جائے
والی [illegible] ہر ایک قوم کو
[illegible] جلالی [illegible] جمالی [illegible]
کے ساتھ [illegible] کی عادتوں کو [illegible]
محمد [illegible] ایک [illegible]
[illegible] (تحفہ گولڑویہ صفحہ [illegible]) [illegible]
پس [illegible] کہ جمالی رسول کی خلافت نہیں۔ [illegible]
[illegible] جمالی [illegible]
کہ جمالی رسول کی خلافت نہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صاحب [illegible] تمام انبیاء علیہم
[illegible]
چاہئے تھی۔

(معترض) جمالی رسول کی خلافت نہیں ہوتی۔ مگر حضرت عیسیٰ جمالی رسول تھے ان کی خلافت
کی وجہ [illegible] صفحہ

(مجیب) ایک عجیب علم کلام ہے جو آپ نے ایجاد کیا ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ کی خلافت نہیں ہوئی
لہٰذا ہر ایک [illegible] حضرت عیسیٰ کے رنگ میں ہو خلافت نہیں ہو سکتی ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ۔ میاں صاحب! پہلے تو آپ کو ایسی کوئی نص پیش کرنی چاہئے تھی [illegible]

کوئی حدیث ہی سہی۔ جس میں کوئی مسیح کا کلام ہی سہی کہ ہمارے رسول کی خلافت نہیں ہو سکتی۔ پھر باوجود آپ کو مسیح ناصری کی مثال پیش کرنی چاہیئے۔ جب پہلے دعوے ہی ثابت نہیں۔ تو دلیل کیسی۔ بے دلیل کو دعوے کے رنگ میں پیش کرنا محض آپکا ہی کام ہے۔

جب یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ہر ایک رسول کی خلافت کا ہونا لازمی امر ضروری ہے خواہ وہ رسول جمالی ہو یا جلالی۔ تو پھر ہم پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد خلافت نہیں ہوئی۔ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ اور بفرض محال اگر مان بھی لیں کہ حضرت عیسےٰ کے بعد خلافت نہیں۔ تو اس سے حضرت مسیح موعود کی خلافت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ مستثنیات بھی تو آخر قواعد ہی کی ہوا کرتی ہیں۔ اور مستثنیات کے لئے بعض وجوہ ہوتے ہیں بلکہ پایا جانا حضرت مسیح ناصری کی نسبت کہ پہلے مسیح ناصری کے بعد خلافت نہ ہونے کے دو بڑے اور زبردست وجوہات ہیں۔ جنکا جاننا اس جگہ ضروری ہے۔

وجہ اول تو یہ ہے کہ خدا تعالے نے مسیح ناصری کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا تھا جو نبوت کا آخری وقت تھا۔ جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پھر حواریوں کے دور میں ضلالت نمودار ہوئی اور اسکی جڑیں کٹ گئیں بنی اسرائیل بگڑ گئے۔ اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا۔ اور اسکا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

پس جب عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا۔ اور اسکا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ تو خلافت کیسی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ خلافت کا مقصد تو مسیح موعود کی زبانی یہ ہے:-

"جس کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے ہوں۔ اپنے کمال کو پہنچ جاویں۔" (الوصیت صفحہ)

پس جب مقاصد ہی معدوم ہیں۔ تو انکے کمال کو پہنچانا کیا معنے رکھتا ہے اور دوسری وجہ

مسیح موعود کی زبانی مندرجہ ذیل ہو

"حضرت عیسیٰ اس عمارت کی آخری اینٹ تھے اور ایک مثیل تھی اس عمارت (عمارت موسوی) کے زوال کی گھڑی پر اور عبرت لیتے اس شخص کے لئے جو ڈرتا ہو۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بنی اسرائیل سے مبعوث فرمایا۔ اور انکو بنی اسرائیل کا خاتم الانبیاء بنایا۔ اور نبوت کے انتقال کی ساعت کے لئے انکو دلیل ٹھہرایا اور اس طور سے یہود کو ڈرایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل میں سے ہونے یعنی ان کے کوئی باپ نہ تھا۔ اس طرح پر خدا نے انکو بے باپ پیدا کیا۔ اور اس بے باپ پیدا کرنے میں یہ اشارہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اب نبوت جاتی رہیگی۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان ہونے کا یہ اس تھا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۳)

پس مسیح ناصری کے سبب خلافت نہ ہونے کی وجوہات تو صاف ہیں لیکن مسیح موعود میں وہ کونسی ایسی وجوہ ہیں کہ باعث انکا سلسلہ خلافت نہ چلے۔ مسیح موعود میں تو وہ دونوں صورتیں جو مسیح ناصری کے بعد خلافت نہ ہونیکی تھیں ایک وجہ دو کی ہوگئیں۔ پائی ہی نہیں جاتیں۔ بلکہ مسیح موعود میں تو معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ آپ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جو ہدایت کا مقدر ہوچکا ہے۔ اور آپ کو ان تمام خلفاء سے ان معنوں میں آخری ہیں اور جن معنوں میں حضرت عیسیٰ تھے ویسے کر فرمایا۔

"حضرت عیسیٰ کا بے باپ پیدا ہونا بنی اسرائیل میں سے نبوت کے اٹھ جانے کی تنبیہ ہو اور انکے زوال کی گھڑی پر ایک دلیل ہو اور اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ نبوت بعد ان سے منتقل ہوگی۔ مگر اس امت کا مسیح مذکر اور مؤنث سے توام پیدا ہوا تھا اور اب لئے صیغہ کی ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ خدا تعالیٰ اس گروہ سے بہت سے مرد پیدا کریگا۔ جو صاحب صدق اور صفا ہونگے پس ان دونوں پیدائشوں میں مختلف اغراض ہیں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۵۴)

پس یہ امر ایک بدیہی غلطی پر مبنی ہے کہ اگر مسیح موعود کو مسیح ناصری کے ساتھ باوجود مختلف حالات اور واقعات کے من کل الوجوہ مشابہ ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ مسیح ناصری کا معاملہ ترقی سے زوال کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن مسیح موعود کا معاملہ زوال سے ترقی پر مبنی ہے جیسے کہ فرمایا

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ یعنی دو بدر پر دلالت کرتی ہے اوّل وہ بدر جو پہلوں کی نصرت کے لئے گزرا۔ اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے ۔ ۔ ۔ ایک بدر گزشتہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا بدر آئندہ زمانہ سے اور وہ مسلمانوں کو تقویت پہنچی جیسے کہ اس [illegible] ہے اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے (تحفہ گولڑویہ صفحہ [illegible])

الغرض خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے دو وقت کے بعد دو عروج رکھے ہیں۔ یہود کے برخلاف کہ ان کے تو عروج کے بعد دو تنزل مقرر کئے گئے جیسے کہ سورہ بنی اسرائیل میں ان کے اقوام اور ان کا [illegible] قصہ پڑھتے ہو ۔ ۔ ص ۱۹۵

پس جب زمانے اور واقعات نے دیوار قطعی ثابت کر دیا کہ مسیح موعود کی بعثت مقاصد و اغراض کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ بلکہ مسیح ناصری کے واقعات اور مقاصد کے بالکل الٹ ہی ہیں۔ تو اس سے لازماً ثابت ہوا کہ مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلفاء ہوگا اگرچہ مسیح موعود وضع قطع میں مسیح ناصری کے مشابہ ہیں لیکن وضع عمل میں بالکل مختلف۔ پس مسیح ناصری کے حالات پر مسیح موعود کو قیاس کرنا انصاف سے بعید ہے چاہئے تھا کہ مسیح موعود کے بعد خلفاء اور سلسلہ خلفاء ہو کیونکہ مسیح ناصری نبوت کے انتقال کی ایک دلیل ہے اور مسیح موعود اسلام کی عزت اور کمال کی ایک دلیل ہے۔

قاضی صاحب! اگر آپ صحیح ہیں کہ اگر مسیح ناصری کے بعد خلافت نہیں ہوئی تو وہاں پر واقعات ہی ایسے پیدا ہو گئے تھے جن سے خلافت کا ہونا مشکل تھا مگر مسیح موعود کے لئے تو

کوئی ایسا وقت مقدر نہیں بلکہ واقعات ہونے والے تھے اس امر پر مہر لگا دی کہ مسیح موعود کے بعد سلسلہ
خلفا ہو۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک زوال اور کمال اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ دوسرا خطرہ
کہ نہ ہوتا زوال پر دلالت کرتا۔ اور اگر مسیح موعود کے بعد خلافت نہ ہو تو گویا یہ ماننا ہے کہ مسیح موعود
کا آنا نعوذ باللہ زوال اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ جو بداہت باطل ہے۔

(معترض) جب خود حضرت اقدس کل ہیں تو کل کو ظل کیا ہے۔ اور جب خود خلیفہ ہوئے تو خلیفہ کا خلیفہ
کیا۔ جب جمالی رسول ہوئے تو خلافت کہیں مل گئی ہے۔

مگر وہ جمالی رسول کی بابت تو پہلے عرض کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس کا ظلی ہونا تو
اسکی بابت حضور کا ارشاد یہی کافی ہو۔ شاید کام ہونے خدا کا مسیح فرمایا ہو۔

چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اسکے سر پر پیدا ہو اور اسکے بعد
کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب
دنیا کا خاتمہ ہو جسپر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف
سے مسیح موعود بھی کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ
اس جگہ کے بعد۔ اس میں مسیح موعود نے تمہارے عقائد باطلہ کا خوب ہی رد کیا ہے۔ اور باوجود ظلی
ہونے کے اپنے بعد آنیوالوں کو ظلی امام کا خطاب دیا ہے۔ جب مسیح ہے تو پھر کل کا ظل کیا ہوا۔

(معترض) حضرت مسیح موعود تو جمالی اور ظلی رسول ہیں۔ جب آپکا اپنا فیض ہی مستعار
تو دوسرے کسی کے فیض کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ مستفیض ہونگے جن مستعار ہیں یہ دراصل محمد کا فیض ہے

(مجیب) اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث صحیح یا کسی مسیح کا قول اس مستعار فیض کا بالکل بے اثر ہونا ہے
جو اگر بھی کا فیض اپنا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ مستعار ہی ہوتا ہے۔ پس فیض کے مستعار ہونے میں وہ تو
فیض میں کوئی نقص یا بے اثری پیدا نہیں ہو سکتی مثلاً میرے پاس ایک روپیہ ہو جو میں نے مستعار
لیا ہو لیکن روپیہ روپیہ ہی ہے اور اسکا اثر ویسا ہی ہو جیسا کہ دوسرے روپیہ کا
کا یا کسی چیز کو مستعار لے کے رد عمل کرنا یا نقص پیدا نہیں کرتا۔ آپ لوگ جو مسیح موعود

آنحضرت صلعم سے پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس تو یہ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلعم سے جدا نہ سمجھو اور
فرمایا جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ پہچانا۔ پس ظاہر
ہے کہ آپ لوگ حقیقت سے بالکل ناآشنا ہو کر ایسے بے ہنگم سے سوالات کرتے ہیں جن کا کوئی تعلق
نفس مضمون سے نہیں ہوتا۔ بھلا فرمائیے تو یہی کہ مسیح موعود کا مستقل نبی اور اصل ہونا آپ کی نبوت
و رسالت میں کیا نقص پیدا کرتا ہے اگر ہے تو پیش کرو۔ اور اگر نہیں اور اگر نہیں تو یہی بات مستقل
نبوت کے لئے مستلزم ہوتا تو کوئی نقص ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر نبی کی کسی قوت قدسیہ کا ظہور
نہ ہو۔ تو وہ نبی نبی نہیں ہو سکتا پس اسی بنا پر مسیح موعود نے فرمایا خوب سنو!

"خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ اسلام بطور اسلام میں روحانی غذا کا قحط نہیں [illegible]
روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے اور ہر ایک
فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائیں گی اور اسی بندہ درگاہ پر جو اس وقت ہے ہر ایک نشان
کا انعام ہوگا پس جو لوگ اس روحانی موت سے بچنا چاہیں گے وہ اسی بندہ حضرت عالی
کی طرف رجوع کریں گے" (ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء)

کیوں جی؟ جناب قاضی صاحب! ذرا فرمائیے کیا جناب بھی مسیح موعود کو بے فیض اور بے اثر اور
بودی قوت قدسیہ کا مالک تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ایک تو [illegible] ہے کہ نام اللہ ہے۔ ہر
ہر وقت تم کو روحانی غذا کا [illegible] مسیح موعود سے وابستہ کر رہا ہے سو یہ بھی قوت [illegible]
تو بگڑو۔ لاؤ کوئی حوالہ پیش کرو۔ کہاں مسیح موعود نے لکھا ہے کہ میں اس مستقل نبی اور اصل نبی
جو قصیر اور ناتمام ہوں اور میرا فیض محض حق کی حد تک ہے تو پیش کرو۔ ورنہ [illegible]
کو نہ پہنچا تو۔

معترض۔ سیدنا حضرت محمد صلعم از روئے قرآن شریف خاتم ہیں اور خاتم الامت محمدیہ [illegible]
ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح خادم محمد صلعم قمر کامل ہیں [illegible] مگر یہ میں آپکو قمر کامل اسی بدر کی [illegible]
۔۔۔ ہیں پس چونکہ قمر کامل ہوگا۔۔۔ [illegible] ہیں جن کا مسیح موعود کے بعد خلافت میں ہونا [illegible]

وصدق) کہ قاضی صاحب نے اسکو حجت نیرہ کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن مسیح موعود کی تحریر اسکو بالکل غلط ثابت کر رہی ہے جیسا کہ قاضی صاحب اسکو سنیں گے۔ فرماتے ہیں [illegible]

تحریر کی کے زمانہ میں اصل مسیح مثل چراغ کے ہے جو سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیر کہا گیا ہے اسکو چراغ کہنے میں یہی حکمت ہے جو چراغ وہ ہے جس سے ہزاروں چراغ جلائے جائیں سب مکان روشن ہو جاتا ہے پھر ایک کو اسکی طرف نسبت باقی ہو جس چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ اور اس چراغ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا آفتاب نہیں فرمایا۔ کہ اس سے یہ بات نہیں کہ اس سے دوسرا آفتاب پیدا ہو سکتا (تحریر مرقوم)

اب اس عبارت میں آپکے سب اگلے پچھلے اوہام باطلہ کا ازالہ ہو گیا ہے

(اول) یہ کہ نبی کریم صلعم کو چراغ فرمایا ہے۔ آفتاب نہیں فرمایا۔

(دوم) یہ کہ ایک چراغ دوسرے چراغ سے بلحاظ کیفیت وکمیت میں اتنا ہی ہو تو وہی روشنی وہی حیثیت وہی کیفیت رکھیگا جس چراغ سے روشنی حاصل کی ہو

پس اس سے آپکے اوہام باطلہ کا خوب ہی اچھی طرح سے ازالہ ہوتا ہے اور آپ کی حجت نیرہ کو یہی منشاء کہ صدمہ پہنچتا ہو کہ [illegible] آپکا یہ اعتراض کہ [illegible] کیا نہیں دیکھا۔ حضرت اقدس کی چراغ کی مثال دینا ہے خوب ہی یہی طرح [illegible] حضرت مسیح کو اور محمد رسول اللہ کے ایک ہی حیثیت میں اس سے خوب ثابت ہو جاتی ہو ایک اعتراض جو [illegible] اب بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ [illegible] حضرت اقدس کو بھی خدا نے لطافت و حکمت میں رسائی چراغ بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم کو عکس اصل [illegible] ظل کو [illegible] آنحضرت صلعم اصل ہیں اور مسیح موعود اسکی ظلیت ہیں ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں

[illegible]

جناب قاضی صاحب! اب تو انشاء اللہ تعالیٰ تسلی ہو گئی ہو گی اگر نہیں اور آپ اپنے ہی حجت نیز دلیل پیش کرنا چاہتے ہیں جو بغیر اس کے نہیں سکتے تو لیجئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو ہی شمس کہا ہے جیسا کہ فرمایا۔

"یا قمر یا شمس انت منی وانا منک"

یہ تو مسیح موعود کو قمر کے علاوہ شمس کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے علاوہ ازیں چنانچہ آپ کو آفتاب فرمایا۔

"قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب"
"وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار"
"آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ"
"دن سے ہیں بیزار اور راتوں کو کرتے ہیں پیار"

کیوں جی۔ اب بھی کچھ تسلی ہوئی ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ اب آپ کے گھر پیدا ہو گئی ہو گی بیشک حضرت کے خلفاء امت محمدیہ کے قمر ہیں لیکن مسیح موعود بدر کامل بھی ہے اور شمس بھی ہے اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے کیا ہی فرمایا کہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ "اذلۃ" اور بدر یہ حالات کرتی ہے ایک تو وہ بدر جو پہلوں کی نصرت کے لئے گزرا اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے۔ (خطبہ الہامیہ) پس اگر نبی کریم صلعم ایک بدر ہونے کے سبب خلفاء تھے تو مسیح موعود ویسا ہی بدر ہونے کے باوجود اگر صاحب خلفاء دیکھیں سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگ مسیح موعود کی صرف ایک حیثیت کو دیکھتے ہو اور دوسری کو نظر انداز کر دیتے ہو حالانکہ وہ حیثیت اصل ہے جس کی بنا پر مسیح موعود کے ہونے کی بنیاد (خلیفۃ اللہ) آپکا نام رکھا کہ مسیح موعود جب خود خلیفہ ہیں تو خلیفہ کو خلیفہ کیا ہے۔ غلط ہے ہم تو بار بار کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود صرف امتی نہ تھے بلکہ نبی بھی تھے صرف قمر نہ تھے بلکہ شمس بھی تھے

صرف خلیفہ نہ تھے بلکہ نبی اللہ اور رسول بھی تھے اور آپ کی خلافت بھی نبی ہونے کے لحاظ سے ہیں
اور مخلوق خدا کا خون نہ کریں۔

اعتراض: حضرت اقدس مرزا غلام احمد سیدنا محمد کی خلافت کا ایک خلیفہ ہیں اور اپنی جدا خلافت کا
ملک نہیں۔ اور جو خلیفہ آپ کا جانشین ہوگا وہ بھی سیدنا محمد سے براہ راست مستفیض ہوگا۔ نعم

جواب: حضرت مسیح موعود صرف خلیفہ ہی نہیں بلکہ آپ نبی اللہ بھی ہیں۔ آپ نے لکھا
"حکمت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جیسا کہ ابتداء کو ... ختم نبوت کیا جائے
اور اس کا نام نبی رکھا جاوے ... اسکو دیا جاوے تا ختم نبوت پر نشان ہو
پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں
دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

پس مسیح موعود رسول کریم کے خلیفہ امت کی طرح نہیں بلکہ آپ نبی اللہ ہیں۔ اور چونکہ نبی کے لئے خلافت ضروری اور لازمی ہے (دیکھو شہادۃ القرآن صفحہ ...) اور حضرت ... وغیرہ اور حدیث ان من نبوۃ الا تبعتها خلافۃ۔ اس لئے مسیح کا بھی نبی اللہ ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہو۔ اور دوسرے ... یہ فرمانا کہ بعد از مسیح موعود جو خلیفہ ہوگا۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا ہی خلیفہ ہوگا۔ اور آنحضرت صلعم سے ہی براہ راست فیض حاصل کرنے والا ہوگا۔ یہ محض غلط اور بے ہودہ ... ایسا کہنا بے غلط ہے کہ خدا کے مسیح کی سخت ہتک لازم آتی ہے اور خدا کا مسیح اس بات کی غلط فہمی تردید کرتا ہوا فرماتا ہے۔

"ایک دور محمدی جو جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ میں مقدر تھا۔ سو ظاہر ہو گیا
اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی پینے کے لئے باقی
نہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت براہ راست ہوگی۔ اصل میں حضرت اقدس مسیح موعود کی ... ہے۔ اور آپ کے قائم مقام ہونے سے انکار کرتا ہے گویا کہ قائم ... ہوتا ہے

مفہوم مقتضی ہے کہ جب تک کوئی پرورش اور اولادت کو باقی ہے اس وقت تک کوئی خاتم الاولیاء پیدا ہوگیا اور اس امر کا حضرت نے دعویٰ کیا ہے ہو خاتم الاولیاء ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کو خاتم الاولیاء ہونا ان معنوں میں ہے جن معنوں میں ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد و محمد بھی رکھا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت میں انبیاء کی ہیں ایسا ہی میں خاتم ولایت ہوں اور یہ خبر دیتا ہوں تیں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو ہر ایک بلندی کو ختم کر گئی ہے۔"

پس ان دونوں حوالوں سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود انہی معنوں میں خاتم الاولیاء ہیں، جن معنوں میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ پس جیسے خاتم النبیین کے بعد براہ راست بغیر توسط آنحضرت صلعم کے کسی کا مقام نبوت حاصل کرنا محال اور غیر ممکن ہے کیونکر مسیح موعود ہی فرماتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا

خاتم الاولیاء کے معنے	خاتم الانبیاء کے معنے
ہم کو کیا آخری اور سب سے افضل ولی ہے جو اس کے ماتحت کے سپرد پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی آئے گا۔ مگر وہ جو اس کے دائرہ عمل کے ہو۔ دیکھو سیالکوٹ ۱۰	تحدیث کے رو سے ہم خاتم سے جو بات سمجھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا ایک اور محمد رسول اللہ صلعم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ (کشتی نوح)

پس جیسے خاتم النبیین کے بعد محمدیت کی چادر کسی کو فٹ نہ ہوئی [illegible] مسیح موعود کے بعد احمدیت کی چادر کسی کے قد پر ٹھیک اور موزوں ہے۔ پس اگر مسیح موعود کا خاتم الاولیاء ہونا مسیح ناصری کے مشابہ نہیں، بلکہ حضرت نبی کریم کے خاتم الانبیاء ہونے کے مشابہ ہے کیونکہ حضرت مسیح ناصری کا نام خاتم الانبیاء [illegible] خاتم الخلفاء ہو [illegible]

"خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو موسوی سلسلہ کا خاتم بنایا [illegible] منصب اسلام [illegible] پس خدا تعالیٰ نے [illegible] کیا [illegible]"

(الفضل [illegible])

جس طرح مسیح موعود کا خاتم الخلفاء و خاتم الاولیاء ہونا اور مسیح ناصری کا خاتم الخلفاء یا خاتم الانبیاء ہونا [illegible] مفہوم [illegible] کہ مسیح موعود کے ساتھ مسیح ناصری کا سا سلسلہ ہوگا۔ مسیح ناصری کا خاتم الخلفاء ہونا یہود کے زوال اور نبوت کے انتقال کی دلیل ہے مسیح موعود کا خاتم الخلفاء و خاتم الاولیاء ہونا ترقی اسلام اور نبی کریم صلعم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان پر ایک دلیل ہے۔ پس یہ ایک خطرناک غلطی ہے کہ مسیح موعود کو مسیح ناصری سے مشابہ بنایا جائے بلکہ وہ خاتم ہونے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں [illegible] مسیح ناصری سے [illegible] کی نبوت سے [illegible] حضرت مسیح موعود حضرت نبی کریم کے شریک ہیں اور مسیح ناصری اس میں ہرگز شریک نہیں اور جس طرح نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر ہیں۔ بلکہ سب نبیوں سے بڑھ کر اس میں فیض ہے [illegible] "[illegible]" بلکہ سب سے بڑھ کر اس میں فیض ہے [illegible] کہ مسیح موعود کے بعد کسی بھی حیثیت سے ظاہر ہو سکے کوئی امام نہ کوئی [illegible] نہ کوئی شیخ نہ کوئی ولی نہ کوئی مسیح نہ کوئی مجدد۔ نہ کوئی محدث۔ نہ کوئی [illegible] تک وہ ہے آپ کی [illegible] اور [illegible] کے معنے [illegible] اس میں [illegible] ہیں۔ اور اگر کوئی [illegible] نبوت [illegible] کے [illegible] ختم نبوت کے مفہوم کو [illegible]

ثابت ہو گا۔ "مسیح موعود کیا ہے ؟"

وہ خاتم الاولیاء۔ خاتم محمدیت۔ خاتم المصلحین۔ خاتم الصلحاء۔ خاتم الخلفاء۔ خاتم الاولیاء۔ خاتم کمالات محمدیہ واحمدیہ۔ خاتم الافراد ہے۔ (دیکھو تریاق القلوب۔ اربعین۔ خطبہ الہامیہ) [illegible] پیدا نہ ہو۔ [illegible] مسیح موعود سے [illegible] ولایت کی مہر [illegible] صرف وہی ہے [illegible] ولایت مل سکتی ہے [illegible] جس کی شان کو سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اور جس کی شان میں خود خدا [illegible] ہمہ منزل [illegible] یعنی [illegible] جس کی شان میں [illegible] آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ اور جس کی نسبت کہا گیا کہ [illegible] آسمان پیدا نہ ہوتے [illegible] حضرت محمد رسول اللہ [illegible] محمد رسول اللہ [illegible] وہ نبی ہے [illegible] محمد رسول اللہ [illegible] پہنچ سکتا۔ [illegible] رسول اللہ صلعم [illegible] بنی ہے [illegible] محمد رسول اللہ تھے۔ [illegible] ہے [illegible] محمدیہ واحمدیہ [illegible] صفات انبیاء [illegible] کمالات [illegible] نبی کریم صلعم کے [illegible] شان سے [illegible] آنحضرت [illegible] کوئی [illegible] تمام دنیا کا [illegible] سب [illegible] خلاف کرنے [illegible] تمام [illegible] کو قبول کرتے [illegible] خدا کی [illegible] نہیں۔ [illegible] نبی کی شان [illegible] انکار [illegible] تمام [illegible] محمدی [illegible]

پر محمد ہیں جو کہ انسانی ترقیات کی تمام حدیں ختم کی گئی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ احمد مہدی ہے جس کے لئے سوائے تعریف کے اور کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ وہ صاحب زمان ہے جس کے بعد کوئی زمانہ نہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس پر ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ وہ محمد رسول اللہ کا رقیب ہے وہ غلام [illegible] افضل الانبیاء ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ محمد رسول اللہ اور اس پر کوئی حقیقی یہ مخالفت ہے وہ نہاں در نہاں ہے۔ مگر پھر بھی اب دنیا کے لوگوں سے زیادہ تر ظاہر ہو رہا ہے پس مجھے ایسے مسیح کو مان اور اس کے نشانات دیکھ دیکھ کر جانے والی سیر ہو گئے وہ سیدوں کی اصلاح کے لئے آفتاب تھا جیسے ہم سب کے لئے سورج دوپہر کے وقت ظاہر ہو۔ اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر گیا ہم کس زبان سے اس خدا کا شکر ادا کریں جس نے ہمیں ایسے نبی کی پیروی نصیب کی۔ جو گزشتہ نبیوں کے لئے باعث فخر اور اشتیاق تھا۔ وہ ایک ہی سنگ پارس تھا جس کے چھونے سے ہم صحابہ کی جماعت میں شامل ہوئے فالحمد للہ رب العالمین۔ ہم خدا کی اس کے [illegible] کرتے ہوئے جو [illegible] دیکھیں جس سے ہم پہلے ہم صحابت [illegible] جس سے ہم داخل ہو گئے ہیں [illegible] احکام [illegible] نہیں [illegible] تم منہ کی آگ [illegible] افسوس [illegible] آدمی پر جس نے باوجود اس کو پانے کے [illegible] مبارک میں [illegible] اپنے آپ کو اس کے [illegible] کر دیا کیونکہ وہ ہمیشہ جنت کے وارث ہوں گے فالحمد للہ رب العالمین۔ والسلام

خاکسار محمد سعید [illegible]

حالات زمین

اکثر احباب سلسلہ ہم سے لڑکیوں کے پڑھنے کے لائق کتب [illegible] اور ہم ایسے سوالات میں [illegible] فکر کرتے ہیں وہ کتاب جغرافیہ کے متعلق [illegible] اور اسلامی ممالک [illegible] علم جغرافیائی [illegible] پر حاوی ہے ہم بڑی خوشی سے اس کے متعلق سفارش کرتے ہیں کہ [illegible] قیمت [illegible] مولوی محمد اسمٰعیل صاحب [illegible]

افادہ

[illegible]

سلسلہ احمدیہ میں ایک نئی تصنیف

احمدی مذہب کا مفصل بیان
مدلل بہ احادیث و آیات قرآن

ظہور المہدی

یہ ۲۰×۳۰ تقطیع کے ۲۳۲ صفحوں کی کتاب جس میں گنجائش تحریر ملفوظ منے کا مضمون ہے حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ اس میں احمدیت آمنت باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک اور حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا ثبوت مندرج ہے۔ مخالفوں پر اتمام حجت اور برادران طریقت کے وسعت معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی دو روپے (عہ) قیمت تھی مگر دار جنوری تک سوا روپے میں دی جائے گی *

فہرست مضامین ظہور المہدی دفتر تشحیذ الاذہان اور دیگر دو کانداروں سے مفت مل سکتی ہے۔

ملنے کا پتہ

دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

کتابوں کی قیمت میں غیر معمولی رعایت

بہ تقریب جلسہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۵ء تک

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	کیفیت مضمون
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	[illegible]	[illegible]	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
پنج بیان نظم پنجابی	[illegible]	[illegible]	مسیح موعود کی تائید میں
احسن القصص	[illegible]	[illegible]	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
درثمین فارسی	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں
درثمین اردو	[illegible]	[illegible]	ایضاً
درثمین مکمل	[illegible]	[illegible]	اردو فارسی یکجا جلد میں حضرت اقدس کی نظموں کا مجموعہ
مبادی الصرف	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے فرمودہ
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۳	[illegible]	[illegible]	کون نہیں جانتا کہ ایک ایسی تفسیر کی ضرورت ہے
〃 پ ۲۴	[illegible]	[illegible]	جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو۔ اور معنی دلائل کو
〃 پ ۲۶	[illegible]	[illegible]	لیکر لکھا گیا ہو۔ جو قرآن مجید براہمیت سے اپنے
〃 پ ۲۵	[illegible]	[illegible]	دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے اور جو مضامین اسی
〃 پ ۲۶	[illegible]	[illegible]	کتاب میں سے منجملہ امتیازی نکات لکھے گئے ہیں
〃 پ ۲۷	[illegible]	[illegible]	

نام کتاب	[illegible]	[illegible]	خلاصہ مضمون
تحفہ سالانہ جلسہ ۱۹۰۶ء	[illegible]	[illegible]	مختلف رنگ کی قسم کی تقریریں
حقیقت نماز	[illegible]	[illegible]	[illegible] صفحے کی کتاب نماز کے متعلق ضروری احکام اور انکی فلاسفی
النصح	[illegible]	[illegible]	تائید سلسلہ
ردّ چکڑالوی	[illegible]	[illegible]	ردّ فرقہ چکڑالوی
ادعیۃ الاحادیث	[illegible]	[illegible]	احادیث کی [illegible] دعائیں مختلف اوقات [illegible]
صادقوں کی روشنی	[illegible]	[illegible]	حضرت صاحب کی صداقت پر جو اعتراض ہیں ان کا مفصل جواب
البرق	[illegible]	[illegible]	ردّ [illegible]
الحبیب روحانی	[illegible]	[illegible]	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث کی رو سے [illegible]
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	[illegible]	[illegible]	تمام اعتراض [illegible] مرزا سلطان محمد [illegible] کا عکس جس میں [illegible] کا اظہار کیا
القاہر ربانی	[illegible]	[illegible]	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر [illegible] [illegible]
البلاغ المبین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی [illegible] تقریر [illegible]
خصوصیات مسیح موعود	[illegible]	[illegible]	[illegible] خصوصیات [illegible]
ادعیۃ القرآن	[illegible]	[illegible]	قرآن کریم کی تمام دعائیں [illegible]
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	[illegible]	[illegible]	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
تشحیذ جون ۱۹۱۳ء	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء	[illegible]	[illegible]	تمام قرآن مجید کے آیات کی فہرست
نغمۂ اکمل حصہ دوم	[illegible]	[illegible]	حضرت [illegible] کی یاد میں عاشقانہ [illegible]

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
نشانِ رحمت	[illegible]	[illegible]	حضرت صاحبزادہ صاحب کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب
تشحیذ بابت سنہ ۱۹۳۲ء	[illegible]	[illegible]	
پسرِ موعود	[illegible]	[illegible]	" " " " " " "
اربعین	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	[illegible]	[illegible]	ترجمہ زیادہ تر حضرت اقدس کا ہو گیا ہے
غلامی	[illegible]	[illegible]	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے
عصمت الانبیاء	[illegible]	[illegible]	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید اور ...
ترجمہ انگریزی حصہ اول	[illegible]	[illegible]	ترجمہ سمجھنے کے آسان ...
دوم	[illegible]	[illegible]	
ظہور المسیح	[illegible]	[illegible]	دعاوی حضرت مسیح موعود پر نہایت ... کتاب
امۃ الحفیظ کی آمین	[illegible]	[illegible]	منظوم حضرت صاحبزادہ صاحب
مجموعہ الہامات حصہ اول کشف	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کو ... الہام و ... کشوف ہوئے
حضرت اقدس			
" دوم "	[illegible]	[illegible]	" "
" سوم "	[illegible]	[illegible]	" "
آثار مبارکہ	[illegible]	[illegible]	بال ڈاڑھی حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی	[illegible]	[illegible]	پہلے پارہ کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس کی تصنیف متعلقہ طاعون
صراط مستقیم	[illegible]	[illegible]	وفات مسیح کے متعلق دلائل ...
ہدیہ ثاقب	[illegible]	[illegible]	کشتی نوح کے حصہ تعلیم کی ... نظم
مخمس سلیم	[illegible]	[illegible]	...
تذکرۃ الشہادتین	[illegible]	[illegible]	صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی

نام کتاب	قیمت		خلاصہ مضمون
ہدایات دربارہ معاملات	[illegible]	[illegible]	معاملات کے بارہ میں احادیث نبوی سے ثبوت
کلام محمود	[illegible]	[illegible]	صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب کا منظوم کلام
ضرورت زمانہ	[illegible]	[illegible]	[illegible] اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں آریوں کی طرف سے کئے گئے ہیں ان کا مدلل جواب
محمد رسول اللہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اسلام کی پہلی کتاب	[illegible]	[illegible]	سلسلہ احمدیہ کی تعلیم پر [illegible] سوال و جواب
چولہ بابا نانک صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
معیار حق	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عمدۃ الاحکام	[illegible]	[illegible]	بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم اردو [illegible]
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	[illegible]	[illegible]	[illegible]
الاسماء الحسنیٰ	[illegible]	[illegible]	اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تشریح [illegible]
المواعظ الحسنہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سلک مروارید حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مجربات نور الدین حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دوم	[illegible]	[illegible]	
خطبات نور حصہ اول	[illegible]	[illegible]	[illegible] حضرت خلیفہ اول [illegible]
دوم	[illegible]	[illegible]	
کسر صلیب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	[illegible]	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے پرانے خطوط کا مجموعہ
دوم	[illegible]	[illegible]	
سوم	[illegible]	[illegible]	

نام کتاب	[illegible]	[illegible]	خلاصہ مضمون
احمد	[illegible]	[illegible]	میں آیت مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود کو ثابت کیا گیا ہے
چکار محمدی	[illegible]	[illegible]	سوانح نبی کریم پنجابی نظم
چکار مہدی	[illegible]	[illegible]	مرثیہ خلیفہ اول
احمدی عقاید	[illegible]	[illegible]	اس میں مولوی محمد علی صاحب کے تغیر عقاید کے خلاف حضرت اقدس کی تحریروں کا مجموعہ درج ہے
الوصیت پر ایک نظر	[illegible]	[illegible]	الوصیت سے خلافت ثابت کی گئی ہے
مورکھ سید ہے	[illegible]	[illegible]	نظم پنجابی مسیح موعود کے دعویٰ کا ثبوت

نوٹ - حمائیل اور قرآن شریف مختلف قسم اور حضرت اقدس کے کتبخانے کی کتابیں بھی اور اس پتہ پر مل سکیں گی ۞

تحفۃ الملوک - حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الاحد کی تازہ تصنیف اعلیٰ کاغذ مجلد سوم ۱۲ ار

مرقاۃ الیقین - مولانا نور الدین کے قادیان آنے سے پہلے سوانح عمری مجلد

منصب خلافت - خلیفہ ثانی کی تقریر متعلق منصب خلافت ار

مرہم عیسیٰ - ڈبی کلاں مجلد خورد ۱۲ ار

روغن کافور - عرق کافور - یہ دوائیں اکثر بیماریوں کے لئے نہایت مجرب ہیں

سید محمد ورسال حبیب

ملنے کا پتہ

دفتر تشحیذ الاذہان سے وصول کرو

قابلِ توجہ خریدارانِ تشحیذ

[illegible]

پندرہ سو روپے

بقایا ان خریداروں کی جن کے نام سے اب رسالہ بند ہے	۰	۳	۹۲۷
رسالہ جاری ہے	۰	۹	۹۳
[illegible]	۰	۲	۱۱۲
[illegible]	۰	۲	۴۲۲
			۱۵۴۶

[illegible]

تشحیذ الاذہان

(جو قادیان دارالامان سے اب ہر انگریزی مہینہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوگی)

معزز احباب! یہ وہ پودہ ہے جسے ہمارے موجودہ اولو العزم امام حضرت صاحبزادہ مرزا **بشیر الدین محمود احمد** ایدہ اللہ الاحد خلیفہ ثانی مسیح موعود نے نخلستانِ احمد میں لگایا۔ اور اسکی آبیاری میں جہد بلیغ سے کام فرمایا۔ یہانتک کہ یہ ایک بہترین اسلامی رسالہ نظر آیا حجم ۴۸ صفحے ۱۸×۲۲ تقطیع اسلام واحمدیت کی تائید اور اسکے اندرونی و بیرونی مخالفوں کی تردید میں مضمون شائع ہوتے ہیں بعض بعض نمبروں میں ایسے جامع اور مقبول عام مضمون دئے گئے ہیں کہ الگ کتابی صورت میں بھی چھاپے گئے اور اس قسم کے نمبروں کی قیمت رسالہ کی سالانہ قیمت سے بڑھ جاتی ہے پس برادرانِ ملت خیال فرماسکتے ہیں۔ کہ نہیں اسکی خریداری میں فائدہ ہی فائدہ ہے سالانہ چندہ دو روپے (عللہ) ماہوار ۳ر پیشگی قیمت دینے والے نئے خریدار کو گذشتہ پرچے درجے تمام تر مفت۔

المشتہر مینیجر تشحیذ

اصحاب میں تو ایسا کوئی آدمی نہ تھا
بیعت نہ کرنے والے کو فاسق خدا کہے
جو تیرے پیارے باپ کو کہدے کہ ہی بنا
ہرگز تو اسکے ساتھ کبھی برتا نہیں
لیکن یہ پنیر جان سے پیارا عزیز قوم
احمد کے دل کو جس کے کھلیں زمین پر
وہ حال پوچھتا ہوں میں جس کا خیال ہے
محسن کشوں سے کچھ بھی تعلق نہیں مجھے

اپنے نبی پہ اُن سے نہ تھا کوئی مہرباں
ہم کیا ہمارے فتوے سے بھی کیا انہیں دریغ ہاں
یا اس کو اور طمع سے دیتا ہو گالیاں
بلکہ سبب ہے اسکے لئے اپنا دے دے جاں
اس کے بیٹے دکھائے د ... جہاں
اور تو کہے کہ ان سے محبت ہو ... یاں
دنیا میں کا جس میں نظر آتا ہے نیاں
انی ترکت ملۃ قوم ہے بر زباں

ہر چند مجھ سے میرا نہایت پیار ہے
جو بات میں نے تجھ سے کبھی تو نے مان لی
تیرے بغیر کل نہیں پڑتی یہ ٹھیک ہے
لیکن معاملہ ہے یہ دین رسول کا
اس واسطے یہ مشورہ مجھ کو ہے ناپسند

بے شک تو میرے عزو شرف کی بہار ہے
اور میں نے بھی کبھی نہیں رکھی کوئی چھپی
میرا تو ہیچ وراحت و غم میں شریک ہے
اس کے علاوہ گلشن احمد کے پھول کا
... شرط پہ ہوتا ہے جنگ بند

لے ہم سے شمر لے بات جو پہلے سنی نہیں
غیرت نہیں ہے تجھ میں تو ایمان بھی نہیں

شرح اجرت اشتہارات

فی سطر ... [illegible]

[illegible]

... نوٹ ... [illegible]

... میجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

قیمت ۸/	چھہ مشہور دوایونکا بکس	قیمت عہ

آزمائش کیلئے ۹ آزمائش کیلئے

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن کی عجیب دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں اسلئے قدیم خریدار کو تو اب انکی ضرورت نہیں ہی۔ صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہیں ہیجی ہی ڈالنے اور آزمائش کے لئے ہم نے چند مشہور اور مجرب ادویات کا نمونہ بکس بنایا ہے جسمیں سفید کانچ ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہیں۔ یہ چھہ شیشوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انگلش اور اردو کے چھپے ہوئی کتاب اور استعمال کرنیکی ہی ترکیب ہے گھر والوں کے سب تقسیم ہوتا ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے تھوڑے خرچ سے ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ معلوم کر سکتے ہیں خواہ دوسروں کے تھوڑے ہی خرچ میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ ہیں۔

دواؤں کا نام

(۱) عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی اکسیر ہی

(۲) دمہ کی دوا۔ دمہ کیسی ہی نوعیت ہو فوراً دفع کرتی ہے

(۳) کولا ٹانک۔ ہر ایک کمزوری طاقت بڑھانے کی

(۴) مقوی معدہ کی گولیاں۔ ہیضہ ہاضم اور ریاح کی دوا

(۵) جاب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو صاف اجابت ہوتی ہے

(۶) عرق پودینہ سبز۔ درد شکم اور ہاضمہ کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

[illegible]

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۰ نمبر ۱

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

جنوری ۱۹۱۵ء

صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

فتویٰ شریعت غرّاء در معتقدات حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء	۱ - ۴۵	اکمل
ریویوز	۴۶ - ۴۸	"

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبداللہ صاحب پبلشر نے شائع کیا

وی پی آتے ہیں؟

تمام خریدارانِ تشحیذ کی خدمت میں سنہ ۱۹۱۵ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے حسب معمول فروری کا پرچہ ۳۰ جنوری کو وی۔پی کیا جائے گا۔ اور جن صاحبوں نے سنہ ۱۹۱۴ء کا چندہ نہیں دیا۔ ان کے نام بھی پرچہ بقایا وصول کرنے کے لئے وی۔پی ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں۔ خوش معاملہ خریداران تشحیذ وی۔پی وصول فرمالیں گے۔ اور جو صاحب لینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ پہلے ہی سے اطلاع فرماویں گے۔ رسالہ کو وقت پر بدستور آب وتاب کے ساتھ چلانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کا چندہ پیشگی وصول ہو جائے ڈیڑھ ہزار کے قریب بقایا ہے۔ جو احباب نے ادا نہیں کیا۔ اور اس کا اثر اس سال کارخانہ پر پڑا ہے۔ رسالہ کو بہتر و عمدہ مفید بنانے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا جا رہا ہے۔ پہلے حجم ۴۰ سے ۴۸ صفحے کیا تھا۔ اب بجائے ۲۱ سطر کے ۲۳ سطر فی صفحہ کردی ہیں۔ جس سے رسالہ کا حجم ۵۶ صفحے ہو جائے گا۔ چھپوائی اور کاغذ سوائے کے قریب مہنگا پڑ رہا ہے۔ اب احباب اگر چندہ وقت پر ادا نہ کریں۔ تو پھر اس کا جاری رہنا مشکل ہے۔ اسلئے امید کہ کوئی صاحب وی۔پی واپس نہ فرمائیں گے +

فروری کے تشحیذ میں نبوۃ پر ایک نادر مضمون

حضرت اقدس کی تمام کتب تمام تحریروں میں نبوۃ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کا انتخاب شدہ ایک فیصلہ کن مضمون فروری کے تشحیذ میں ہوگا۔ جس کے ۶۵ عنوان ہونگے اور جو مسیح موعود کی نبوت کے متعلق سب سے مکمل اور پھر گویا سب سے آخری مضمون ہوگا احباب وی پی ضرور وصول کرلیں۔ بلکہ جس قدر اسکی زیادہ کاپیاں مطلوب ہوں تقسیم کرنے کے لئے اطلاع دیں۔ تاکہ اتنا رسالہ زیادہ چھپوایا جائے +

منیجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۵ء

فتویٰ شریعت غرّاء
اور
معتقدات حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء

میرے سامنے ایک فتویٰ "شریعت غرّا" پڑا ہے جو حسب فرمائش جمیع مسلمانان وزیرآباد (معلوم نہیں ہمیں .. . . بھی شامل ہیں یا نہیں . . . . . تو بہرحال ان جمیع مسلمانان . . . کو اپنی طرح مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور ایسے تنگ دل نہیں کہ اپنے دو چار گھروں کے سوا کسی کو مسلمان ہی نہ سمجھیں) تیار ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ نقل کرنا میرے لئے سخت دشوار ہے تاہم اپنے رسالہ کے ناظرین کو مطلع کرنا بھی ضروری ہے۔ سو میں اس حالت میں کہ میرا دل بریاں میری آنکھیں گریاں ہیں میرے ہاتھ لرزاں ہیں۔ یہ فقرہ نقل کئے دیتا ہوں۔

"قادیانی خنزیر مسیلمہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندیق مردود۔ کافر ناپاک ابلیس لعنت اللہ علیہ۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں۔ شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔" (صفحہ ۵)

آہ! یہ حالت ہے امت محمدیہ کے علماء کی۔ اور یہ ہیں ہمارے محافظانِ اسلام و ملت بیضاء اور یہ ہیں انکے اخلاق۔ اب کوئی انہیں سمجھائے تو کیا سمجھائے۔ البتہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ فتویٰ گاؤں بہ گاؤں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسپر اصحاب ۱۱ اجاب کے ذریعہ علماء ہند و پنجاب نے تصدیق کی ہے کس جرم میں؟ اس جرم میں کہ کیوں اس برگزیدۂ بارگاہِ کبریائی نے اسلام کو ایسی نازک حالت میں سنبھالا اور کیوں اسکی تائید و نصرت میں اپنی جان و مال کو لگا دیا۔

بہر حال میں ان عقائد ہاں بقول "علمائے دین و مفتیان شرع متین" عقاید کفریہ کو نقل کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ان کی اصلیت کو بھی کھولے دیتا ہوں۔ تا وہ جو خدا تعالےٰ اور یوم الآخرۃ میں اسکے حضور حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں۔ کسی قسم کی غلط فہمی سے بچے رہیں۔

پہلا اعتراض۔ عیسےٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

جواب۔ یہ صفحہ ۳۰۳ بغور دیکھا ہے اس میں مطلقاً یہ الفاظ نہیں جو اس دیانت دار مفتی نے نقل کئے ہیں البتہ یہ الفاظ ہیں۔

"کیونکہ حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے"

اس عبارت میں باپ کا لفظ بطور مجاز و عرف عام استعمال ہوا ہے۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح کا بے باپ پیدا ہونا اپنے عقائد میں لکھا ہے۔ پس وہ محکم ہے۔ اور جو اس کے خلاف کہیں سے اشارہ ملے۔ وہ متشابہ کے حکم میں ہے اور اہل حق کا یہ قاعدہ ہے کہ متشابہ کو محکم کے تابع کرتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں زیغ ہے وہ متشابہ کو اٹھا لیتے ہیں اور محکم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں چنانچہ فرمایا قرآن مجید میں فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله (آل عمران ۱۶)

اب حضرت مسیح موعود کا محکم بیان پڑھئے جو مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰ سے نقل کیا جاتا ہے

"ومن عقاید نا ان عیسےٰ ویحیی قد ولدا علی طریق خرق العادۃ

اور ہمارے عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ خرق العادۃ طور پر پیدا ہوئے"

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

"فاول ما نفعل لهذه الارادة هو خلق عيسى من غير اب بقدرة المجردة"۔

پس پہلا کام جو اللہ نے اس ارادہ کے لئے کیا وہ یہ ہے کہ عیسیٰ کو بغیر باپ کے اپنی یکتا قدرت سے پیدا کیا۔"

پھر لکھتے ہیں۔

"وكون عيسى من غير اب وبلا ولد دليل على ما مر بالدلالة القاطعه"

اور عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا نشان ہے اس پر جو دلالت قاطعہ سے گزرا۔

پھر فرماتے ہیں۔

"كان تولد يحيى من دون مس قوى البشرية وكذلك تولد عيسى من دون الاب"

یحییٰ بدوں قوی البشریہ کے مس کے پیدا ہوئے اور اسی طرح عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

پھر تنبیہ کی ہے۔

"يقولون ان عيسى تولد من نطفة يوسف ابيه وكلا يفهمون الحقيقة من الجهالات"

کہتے ہیں کہ عیسیٰ یوسف اپنے باپ کے نطفے سے پیدا ہوا اور حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے۔

(کیا اس فقرے کو پڑھکر بھی یہ خیال دل میں رہ سکتا ہے کہ جہاں حضور نے اس کتاب کی تحریر سے دس بارہ سال قبل فرمایا کہ اپنے باپ یوسف وہاں باپ سے یہ مراد ہے کہ عیسیٰ یوسف کے نطفے سے تھے اور باپ نہیں تھے۔)

پھر اخیر میں بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ

اما نحن فنؤمن بكمال قدرة الله الاعلى × × × × فاى

عجب یاخذکم من خلق عیسٰے یا فتیان"۔

ہم اللہ کی کمال قدرت پر ایمان لاتے ہیں یعنی عیسے کو بغیر باپ کے پیدا کیا) پس عیسٰی کے بے باپ پیدا ہونے سے تمہیں اے جوانو! کیوں تعجّب ہے؟

پھر عیسے کا باپ ماننے والوں سے سخت بیزاری کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

"والذین ینکرونھا فما قدروا اللہ حق القدر"

جو لوگ اس (بے باپ پیدائش) سے انکار کرتے ہیں انہوں نے اللہ کی قدر کو جیساکہ اسکا حق ہے نہیں جانا۔

یہ عربی عبارت ہے اب میں الحکم ۲۴ رجون سنہ ۱۹۰۱ء سے مفصّلہ ذیل الفاظ آپ کے نقل کرتا ہوں۔

"ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہے ایسے لوگوں کا خدا مُردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔"

اسپر خدا کے لئے ہمارے ناخدا ترس مفتی غور فرمائیں اور اپنے اس الزام کو واپس لیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب تھا کہ عیسے علیہ السلام یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ چونکہ مسیح بن مریم کا باپ کوئی نہ تھا۔ اور وہ یوسف کی تحویل میں تھے جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے اسلئے عام لوگ یوسف کو ان کا باپ کہتے تھے۔ اور اسی عرف کے لحاظ سے حضرت اقدس نے یہ فقرہ لکھا جو اوپر نقل ہوا۔ مگر یہ نہیں فرمایا جو اس بیباک مفتی نے لکھدیا کہ عیسٰی علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ پھر یہ بات بھی علمائے اصول میں مسلّمہ ہے کہ آخری قول معتبر ہوتا ہے۔ پس ازالہ اوہام سے بارہ چودہ سال بعد کی تصنیف مواہب الرحمٰن ہے۔ جس سے میں نے آپ کے عقائد نقل کئے۔ اخیر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ علمائے اسلام میں سے کئی ایسے ہیں جو مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ اور ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا۔ خود آپکی تفسیروں میں ایسے لوگوں کا

ذکر ہے۔

دوسرا اعتراض۔ حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے (یہاں کچھ ناواجب الفاظ لکھے ہیں)

جواب۔ اول سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ الفاظ آپ نے استعمال بھی کئے ہیں اصل حوالہ کو کھولکر دیکھئے یعنے انجام آتھم کے صفحہ ۳ تا ۷ تو اس میں یہ الفاظ اس طرز میں نہیں جس میں "مفتی" نے نقل کئے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے شریر مکار آپ نے اس شخص کے لئے لکھا ہے۔ "جس نے یہ مشہور کیا۔ کہ میں ایسا ورد بتلا سکتا ہوں۔ جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائیگا۔ بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔ (صفحہ ۵ ضمیمہ انجام آتھم)

دوم۔ یہ کہ آپ کے یہ الفاظ (قطع نظر اس سے کہ وہ صراحتاً نہیں جیسا کہ مفتی نے ظاہر کیا ہے) اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ آپ نے صرف اپنے مخاطب (پادری) کی مسلمہ کتب سے بعض واقعات کو نقل کر دیا۔ اور اس طرح پر گویا اسے نادم اور اپنی غلطی پر متنبہ کیا ہے۔ کہ تمہاری کتب الہی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان میں جو واقعات ہیں۔ اگر وہ بیان کئے جاویں۔ تو اس سے تمہارے سردار کی ہتک لازم آتی ہے۔

سوم۔ یہ باتیں جو حضرت اقدس نے درج کیں۔ یہ الزامی ہیں۔ اور اس شخص کے جواب میں ہیں۔ جس نے حضرت سرور کائنات سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ "زانی" لکھا۔ چنانچہ آپ صفحہ ۳ کے حاشیہ کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں

"فتح مسیح نام نے × × × ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے
× × × × × × × × × × × × × × کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے
ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا × × ×
× × × چنانچہ اسی × × فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے
نام بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے
علاوہ اور بہت سی گالیاں دی ہیں"

پس جن حالات میں آپ نے اس قسم کی عبارت لکھی ہے اسکو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے

چہارم۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کے بارے میں ہرگز ہرگز نہیں

لکھا۔ بلکہ وہ ایک فرضی وجود کا ذکر ہے۔ جس کے اوصاف یہ تھے۔ جو آپ نے صفحہ ۹ پر اسی عبارت زیر بحث کے بارے میں لکھے ہیں۔

پس ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ایسا شخص کوئی اس دنیا میں نہیں آیا۔ جس نے خدا کے سچے نبیوں کو چور کہا ہو۔ اور خاتم الانبیاء کو جھوٹا۔ اور خدائی کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو۔ پس وہ عبارت اس فرضی وجود کے بارے میں ہے۔ جس کا بعض لوگ غلطی سے ادعا کر رہے ہیں۔ مریم کے بیٹے جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات ان تمام عقاید سے بالکل پاک تھی۔ اور وہ خدا کے نہایت برگزیدہ راستباز و وجیہا فی الدنیا والآخرۃ نبی تھے۔ ان کی شان میں کسی قسم کا ہتک آمیز لفظ ہمارے نزدیک کفر ہے۔ اور یہی مذہب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا تھا۔

پنجم۔ حضرت اقدس نے براہین احمدیہ میں اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ میں اور ابن مریم ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ پس کیا آپ ابن مریم کے بارے میں کوئی برا لفظ کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ آپ خود اسی جوہر کا ایک ٹکڑا بنتے ہیں اور آپ کو اسکے مثیل ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر آپ مسیح ابن مریم کو برا کہیں۔ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ بلحاظ اسکا مثیل ہونے کے خود بھی ویسے ہیں۔ پس اس محکم دلیل سے بھی ثابت ہوا۔ کہ آپ کی وہ عبارت صرف مسلمات خصم کی بنا پر اسکی غلطی کو واضح کرنے کے لئے اسی کی مسلمہ کتاب سے نقل کر دی گئی ہے اور آپ کا اپنا اعتقاد ہرگز یہ نہیں تھا۔

ششم۔ ہم انبیاء کو ہر قسم کے گناہ سے پاک سمجھتے ہیں۔ پس جب مسیح بن مریم کو نبی ماننا ہمارے عقائد میں داخل ہے تو اسکے بارے میں یہ الفاظ جو "مفتی" نے نقل کئے ہیں۔ کیونکر استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ازالۂ اوہام مطبوعہ ۱۳۰۸ھ صفحہ ۳۲۲

"خدا تعالیٰ نے مسیح بن مریم کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا خاتم الانبیاء کر کے بھیجا۔"

تیسرا اعتراض۔ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالہ ۶۲۸ - ۶۲۹

الجواب۔ ایک چھوٹے سے فقرے کے لئے دو صفحوں کا حوالہ دینا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ "مفتی" کو خواہ مخواہ الزام دینا مقصود ہے اور وہ کسی عبارت سے اپنے مقصود کے موافق مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ ورنہ حوالہ یوں دیتا کہ دیکھو صفحہ فلاں سطر فلاں۔ اب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ تا ۶۲۹

ملاحظہ کیا جائے تو اس میں یہ لفظ ہرگز نہیں ملتے۔ کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ البتہ وہاں اور ہی بات ہے وہ یہ کہ۔ میاں عبد الحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب لکھو کے والے اس عاجز (یعنی مسیح موعود حضرت مرزا صاحب) کے حق میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ اسپر حضرت اقدس لکھتے ہیں۔ کہ ہم اسجگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف اسقدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی × × × × پھر آگے چل کر تشریح فرمائی ہے کہ جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ توجہ کرتا ہے تو شیطان اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے سچے انبیاء و مرسلین کی وحی میں اس قسم کی آرزو کے نہ ہونے اور شاذ و نادر ہو جانے کی صورت میں بلا توقف نکال[۱] دیئے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ انجیل کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے۔ کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کی مثال مجموعہ تورات سلاطین اول باب بائیس آیت ۱۹ سے نقل کی ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی۔ اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اسکا سبب یہ تھا۔ کہ در اصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا۔ اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا (دیکھو ازالہ طبع اول صفحہ ۶۲۹) صاف ظاہر ہے کہ یہاں آپنے ربانی الہام اور اللہ کے کامل اور سچے نبیوں کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آپ تو یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ الہام شیطانی بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ کے سچے نبیوں کے مقابل میں جھوٹے نبی بھی اٹھتے ہیں۔ جو غیب کی خبریں دینے کے مدعی ہوتے ہیں (مثلاً نجومی۔ کاہن رمال) مگر آخر جھوٹے نکلتے ہیں۔ چنانچہ ایک بادشاہ کے وقت میں ایسا ہوا۔ کہ بعض غیب کی خبریں دینے کے مدعی لوگوں نے فتح کی پیشگوئی کی مگر وہ جھوٹے نکلے کیوں جھوٹے نکلے اسلئے کہ وہ الہام ربانی نہ تھا۔ اور اللہ کے نوری فرشتے کی طرف سے نہ تھا۔ جو خدا کے سچے نبیوں پر نازل ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ اور اس کا ذکر کرنے سے آپ کا

[۱] اسپر تمام مفسرین کا اتفاق ہے بلکہ بعض ظالموں نے تو رسول کریم کی وحی میں اس دخل کو تسلیم کیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اے مجھے جہنّمی کہنے والو! تمہارا الہام شیطانی ہے کیونکہ اس کے منجانب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ سو بڑی اور بھاری نشانی میاں محی الدین اور میاں عبدالحق کے شیطانی الہام کی یہ نکل آئی۔ کہ ان کے اس خیال کا قرآن شریف مکذب ہے پس یہاں انبیاء علیہم السلام کے جھوٹے نکلنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو صاحب الہام غیب کی خبریں دینے کی مدعی ہوتے ہیں۔ اور عبرانی میں نبی کہلاتے ہیں۔ اور ان پر شیطانی القاء ہوتا ہے۔ چنانچہ سلاطین باب ۱۸ و ۲۲ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ وہ نبی اللہ کے کامل اور سچے نبی نہ تھے۔ بلکہ بعل بُت کے پجاری تھے جو نبی کہلاتے تھے۔ اور حضرت اقدس نے نبی کا لفظ تورات سے نقل کیا۔ دیکھو بائبل۔ سلاطین ۱۔ باب ۱۸۔ اب تو لوگ بھیج اور سارے اسرائیل کو اور بعل کے ساڑھے چار سو نبیوں کو اور گھنے باغوں کے چار سو بیٹوں کو جو ایزبیل کے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ کوہ کرمل پر مجھ پاس اکٹھا کر۔ اور ایلیاہ نے لوگوں کے درمیان آکر کہا کہ تم کب تک۔۔ دو فکروں میں لٹکے رہوگے۔ اگر خداوند خدا ہے۔ تو اسکے پیرو ہو × × × × × تب ایلیاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ خداوند کے نبیوں میں سے میں ہاں میں ہی اکیلا باقی ہوں پر بعل کے نبی چار سو پچاس آدمی ہیں۔ پھر دیکھو باب ۲۲ تُب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے (یہ امر قابل غور ہے کہ ایک وقت میں کبھی چار سو نبی اللہ کا مبعوث نہیں ہوا۔ پس مراد یہاں بعل کے کاہنوں سے ہے۔ جو نبی کہلاتے تھے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا) اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا۔ میں رامات جلعاد پر لڑنے چڑھوں۔ یا اس سے باز رہوں وے بولے چڑھ جا۔ کہ خداوند اسے بادشاہ کے قبضے میں کرے گا۔ پھر یہوسفط بولا کیا سوا خداوند کا کوئی نبی ہے (اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ کاہنوں اور بعل کے نبیوں سے پوچھ کر پھر وہ خداوند کے نبی کی طرف متوجہ ہوا) وہ آیا۔ اور اُسنے کہا۔ میں نے سارے اسرائیل کو ان بھیڑوں کی مانند ہے جو بے چوپان ہیں پہاڑوں پر بھٹکے ہوئے دیکھا۔ دیکھو یہ بھی سچی پیشگوئی چنانچہ اسی کے مطابق ایک شخص نے تیر چلایا۔ اور وہ اتفاقاً شاہ اسرائیل کو لگا۔ اور بادشاہ شام ہوتے ہوتے

مرگیا"۔(سلاطین ۱ باب ۲۲)

اور بعلی نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حضرت اقدس اپنے جہنمی ہونے والے کو کہتے ہیں۔ تم بھی سچے ملہم کے مقابل ایسے جھوٹے ملہم اور نبی ہو۔ پس اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہوگی۔ کہ آپ نے ہرگز نہیں فرمایا انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت مسیح موعود کو خود بھی نبی ہونے کا دعوٰے ہے۔ پس آپ یہ فقرہ کہیں تو خود بھی جھوٹے بنتے ہیں اور یہ محال ہے پس یہ بھی قرینہ بلکہ دلیل قاطع ہے۔ اس بات پر کہ آپ کا یہ عقیدہ نہیں جس کی بنا پر مفتی صاحب نے کفر کا فتوی دیا۔

چوتھا اعتراض۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی غلط نکلی تھی۔

الجواب۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ اتنا بڑا افترا صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹ ازالہ اوہام کا پڑھ جائیے۔ اس میں آپ ہرگز یہ الفاظ یہ فقرہ نہیں پائینگے۔ اور آپ اس امام الانبیاء کی وحی کو کیونکر غلط کہنے لگے۔ جس کی غلامی کی نسبت آپ ہمیشہ اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے + جس کا غلام دیکھو مسیح الزماں ہے

آپ تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کی نسبت مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے عقیدہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔ دیکھو توضیح مرام صہ ۱۲

"وہ اعلیٰ درجہ کی روشنی وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رائی مارای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے۔ جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے

× × ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ وحی کا اسکو عطا ہوا × ×

یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔"

پس یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کو غلط لکھیں۔ چنانچہ اصل حوالہ کو دیکھنے سے مندرجہ الفاظ ملتے ہیں۔

انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکانِ سہو و خطا ہے مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے ابتلاء کا موجب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کر کے اس بلدۂ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا۔ اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں طواف میسر آجائیگا اور بلاشبہ رسول اللہ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اسپر متنبہ نہیں کیا گیا تھا۔ تبھی تو خدا جانے کتنی رو رہ تک مصائب سفر اٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔ اگر راہ میں متنبہ کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مدینہ میں واپس آجاتے۔" (ازالہ صفحہ ۶۶۸ طبع اول)

اب ایک تاریخی واقعہ ہے اور تمام مفسرین نے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب اپنی تفسیر غایۃ البرہان میں لکھتے ہیں صفحہ ۵۰۸ حم ۲۶ سورۃ الفتح

"چھٹے سال ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ مکہ میں ہم عمرہ کے لئے گئے ہیں اور حلق کیا ہے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تم داخل ہو گے مکہ میں اگر خدا نے چاہا امن والے ہو کر سر منڈواتے اور ترشوانے والے × × × × پس خود صحابہ کے ساتھ سوائے شمشیر کے دوسرے ہتھیار کے بغیر مکہ کو روانہ ہوئے × × × × اور اہل مکہ کے پندرہ سو آدمی یہ خبر سن کر مسلح ہو گئے اور انہوں نے عروہ بن مسعود کو حال کے دریافت کے لئے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ کے قصد پر آیا ہوں نہ جنگ کے لئے لیکن انہوں نے مکہ میں آنے کی اجازت نہ دی × × × اہل مکہ نے سہل بن عمرو کو صلح کے لئے بھیجا اور صلح اسپر ٹھہری کہ اگلے سال عمرہ کی اجازت نبی کو ہوگی جو تعبیر خواب کا منشا تھا × × اور عمر فاروق رضؓ نے جوش اسلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نبی ہیں ہ کیا آپ نے نہ فرمایا تھا کہ اس سال مکہ میں ہم داخل ہوں گے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم نے اسی امید پر سفر کیا تھا نہ صرف خود بلکہ بہت سے صحابہ کو ساتھ لیا کہ اسی کے سفر میں طواف میسر آجائیگا مگر منشاء الٰہی یہ نہ تھا اور اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہوگئی۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ وحی غلط نکلی۔ خواب جو بمنزلہ وحی تھا وہ تو بالکل سچا نکلا مگر اس کے لئے جو وقت سمجھ لیا گیا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ بلکہ جیسا کہ میں نے ثابت کیا۔ خود مفسرین نے اسے بڑے وثوق کیساتھ لکھا۔ اسی طرح کی تین اور مثالیں حضرت اقدس نے بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ آپ نے فرمایا وفات کے بعد سب سے پہلے مجھے لمبے ہاتھوں والی بی بی ملے گی (اسرعکن بی لحوقاً اطولکن یداً) اسپر سب بیبیوں نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے آپ نے منع نہ فرمایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سخی مراد تھی۔ دوم یہ کہ حضرت عمر رضؓ نے قسم کھا کر بیان کیا۔ کہ ابن صیاد دجّال ہے آپ نے اسکی تردید نہیں فرمائی (دیکھو مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد قال انی سمعت عمر یحلف علیٰ ذٰلک عند النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم فلم ینکرہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ)

سوم یہ کہ فذھب وھلی الیٰ انہ الیمامۃ او الھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب ہجرت کا مقام دکھایا گیا۔ تو آپ (علیہ الصلوٰۃ) فرماتے ہیں کہ میں سمجھا وہ یمامہ یا ہجر ہے۔ مگر مدینہ یثرب نکلا۔ اس پر حضور مسیح موعود نے لکھا ہے۔ صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا۔ غلط نکلا (صفحہ ۶۸۹ ازالہ) دیکھئے صاف اجتہاد سے جو محل و مصداق سمجھا تھا۔ اسپر غلط نکلا لکھا ہے نہ کہ وحی الٰہی پر اور یہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے اپنے منہ بولے الفاظ سے ثابت ہے کہ آپ نے جو محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔ پس حضرت مرزا صاحب پر اسکا الزام نہیں آسکتا۔ آگے چل کر آپ نے اس بات کو اور بھی واضح کیا ہے کہ وحی غلط نہیں نکلی۔ بلکہ اجتہاد غلط نکلا چنانچہ صفحہ ۶۹۰ ازالہ اوہام پر فرماتے ہیں۔

بہر حال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں جس قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں

وہ تو بلاشبہ اول درجے کے سچے ہوتے ہیں (مفتی مکفر اسے نوٹ کرے) مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے انکی کسی قدر تفصیل کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ انسان ہیں اسلئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی"۔

امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہوگی نہیں ہوئی تو وہ سن لے کہ قرآن مجید میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں جیسے حضرت نوحؑ کو وحی ہوئی۔

قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین واہلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن (پ ۱۲ - ہود ع ۴)

آپ اہلک وحی کے معنے صحیح نہیں سمجھے جبھی عرض کیا ونادیٰ نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اہلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ دیکھئے حضرت نوحؑ کس وثوق سے ان ابنی من اہلی اور ان وعدک الحق عرض کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو اہلک میں سمجھتے تھے مگر ارشاد ربانی ہوا۔ کہ اس وحی الٰہی کے سمجھنے میں تیری اجتہادی غلطی ہے۔ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح۔ تب جاکر حضرت نوح کو الا من سبق علیہ القول استثناء اور اہلک کے صحیح معنے سمجھ میں آئے۔

چھٹا اعتراض۔ حضرت جبریل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔

الجواب۔ اسکے لئے معترض نے توضیح مرام ۶۸ - ۸۵۷ کا حوالہ دیا ہے توضیح مرام ۸۰ صفحے کا رسالہ ہے اس میں یہ صفحے ہی نہیں مگر بہرحال میں تمام توضیح مرام کی ورق گردانی کرکے جواب عرض کرتا ہوں کہ اگر حضرت اقدس نے جبریل کے بذاتہ زمین پر نہ آنے سے انکار کیا تو معلوم نہیں اس میں کیا کفر لازم آگیا۔ جبریل کے نزول سے تو حضرت اقدس ہرگز منکر نہیں۔ بلکہ فرشتے ... میں۔

تیسرا کام جبریل کا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کلام کا ظہور ہو۔ تو ہوا کی طرح موج میں آکر اس کلام کو دل کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یا روشنی کے

پیرایہ میں افروختہ ہوکر اسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے" (توضیح صفحہ ۳۷)

ہاں نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ بذاتہٖ آئے اور یہ تمام علماء کا مسلمہ مسئلہ ہے مثلاً اللہ تعالےٰ کے بارے میں حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ پچھلی رات یا شب نصف شعبان سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے جاء ربک صفا صفا تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ عرش عظیم سے اتر کر نیچے آسمان پر آجاتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی وقت میں ہر جگہ پر محیط ہے پس فرشتے بھی اترتے ہیں اور ضرور اترتے ہیں۔ مگر اپنے تمثل کے ساتھ۔ بذاتہم و بشخصہم اتریں تو ہر کام سر انجام ہی نہیں پا سکتے۔ چنانچہ آپ نے ایک نہایت مضبوط دلیل فرمائی ہے۔

"محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔ اور یہ خیال بہ بداہت باطل بھی ہے۔ کیونکہ اگر یہ بھی ضرور ہوتا۔ کہ ملائک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لئے اپنے اصل وجود کے ساتھ زمین پر اترا کرتے۔ تو پھر ان سے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغایت درجہ محال تھا مثلاً فرشتہ ملک الموت۔ جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ اگر ہر یک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کہ اول پیروں سے چل کر اسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے۔ اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کے لئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہو سکتی × × × پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اسکی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات سماویہ (جنہیں) موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب دیں۔ اور درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور بحکمت کاملہ خداوند تعالےٰ زمین کی ہر یک مستعد چیز کو اسکے کمال تک پہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۵-۱۶)

اب جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اس زبردست دلیل کو رد کرے پھر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے کہ فرشتے بشخصہم وبذاتہم نیچے اترتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خصم کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں۔ اور ہمارے پاس اس عبارت کی تائید میں بہت سے دلائل ہیں دیکھو قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم۔ پارہ ۲۳ سورہ صٰفٰت ع ۵۔ اور ہم فرشتوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے لئے مقرر ٹھہرنے کی جگہ نہ ہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ولو انزلنا ملکا لقضی الامر انعام ۱ اگر ہم فرشتے اتاریں تو پھر فیصلہ ہی ہو جائے۔ اور فرمایا یوم یرون الملئکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین جس دن ملائکہ کو دیکھینگے اسی دن مجرموں کے لئے بشارت نہیں۔

پس یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ فرشتے زمین پر جو دیکھے جاتے ہیں تو وہ ان کا تمثل ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے بروایت عائشہ صدیقہ۔ قال رسول اللہ صلعم ما من السماء موضع قدم الا علیہ ملک ساجد او قائم (آسمان میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتہ حالت سجدہ یا قیام میں نہ ہو) اور امام شعرانی فرماتے ہیں۔ فمن حیث نظرھم الی من ینزلون الیہ قال تنزل الملئکۃ ومن حیث انہم فی نزولہم اصحاب عروج قال تعرج الملئکۃ۔ یعنی نیچے توجہ کرنے کی حیثیت سے بولا جاتا ہے تنزل الملئکۃ اور بوجہ توجہ الی الحق کے بولا جاتا ہے کہ تعرج الملئکۃ۔ اور شیخ اکبر اپنی فتوحات میں لکھتے ہیں ان جمیع النجوم والشمس والقمر مراکب للملئکۃ وجعل لکل ملک نجما ھو مرکب لہٗ۔ یعنی تمام تارے۔ چاند۔ سورج ملائکہ کے مراکب ہیں۔ اور ہر ملک کے لئے ایک نجم ہے۔ یہی بات ہے جو حضرت اقدس نے تحریر فرمائی ہے ہمیں تو اس میں کوئی کفر کی بات معلوم نہیں ہوتی جو کچھ فرمایا عین قرآن و حدیث و اقوال ائمہ و صوفیاء سلف کے مطابق ہے

پانچواں اعتراض ۔ صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۰ ازالہ اوہام قرآن مجید میں جو معجزات ہیں۔ وہ سب مسمریزم ہیں

الجواب ۔ اُف! اسقدر بڑا افترا۔ میں معزز ناظرین رسالہ ہٰذا کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ وہ ضرور ازالہ اوہام کے صفحات محولہ کو ملاحظہ کریں۔ ان میں ہرگز ہرگز یہ فقرہ نہیں ہے معجزات کی نسبت تو ہمارا اور ہمارے امام کا جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ؎ معجزات انبیاء سابقین آنچہ در قرآن بیانش،

بالیقین - برہمہ از جان و دل ایمان ماست - ہر کہ انطار سے کنند از اشقیاست -

اب میں اصل الفاظ کو دکھاتا ہوں جن سے معترض نے معجزات مسیح کے مسمریزم ہونے کا استدلال کیا ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ثابت کرکے پھر آپ نے لکھا ہے کہ مردے زندہ ہو کر دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے - پھر اس پر آپ نے ایک وہم کا ازالہ کیا ہے جو بعض لوگ نادانی سے پیش کرتے ہیں - اذ قتلتم نفسًا فادّٰرأتم فیہا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون - اب اس آیت میں نہ تو گائے کے گوشت کا ذکر ہے اور نہ مردے سے اسکے ٹکرانے کا - اور نہ مردے کے زندہ ہونے کا - مفسرین نے خود بخود ایک قصہ گھڑ لیا ہے - جس کا نہ قرآن مجید میں ذکر ہے نہ احادیث صحیحہ میں حضرت اقدس نے انکو سمجھایا ہے - کہ اگر ایسی صورت تسلیم بھی کر لی جائے - تو اسکی اصلیت صرف اتنی ہوسکتی ہے -

"تم ایک گائے کو ذبح کرکے اسکی بوٹیاں اس کی لاش پر مارو - اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے - ان بوٹیوں کو نوبت بہ نوبت اس لاش پر ماریں - تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسے حرکات صادر ہونگی - جس سے خونی پکڑا جائے" (صفحہ ۷۴۹)

پھر لکھا ہے -

"اب اس قصے سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا × × × اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنے مسمریزم کا ایک شعبہ تھا - جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے ہمیں چاہیئے کہ کسی سچائی کو ضائع نہ کریں × × علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبیعی کا ایک روحانی حصہ ہے - جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں"

اب اس عبارت سے غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس نے ایسا طریق اختیار کیا ہے - جس سے دوسری قرآنی آیات و مواعید رب الکائنات کا تخلف بھی لازم نہ آئے اور معجزہ کی حد تک جو فعل ہوا ہے - اس سے انکار بھی نہ کیا جائے مردے کے زندہ ہونے سے آپ نے انکار کیا ہے اسلئے کہ قرآن مجید

میں ہے فیمسك التی قضی علیها الموت - پس روک لیتا ہے اسکو جس پر موت کا فتوی صادر ہوا اور من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (روز قیامت تک ان کے آگے پردہ ہے) اور حرام علی قریة اهلکناها انهم الیهم لا یرجعون (جس بستی کو ہم ہلاک کریں - ضرور ہے کہ وہ واپس نہ لوٹیں) آچکا ہے - پس کسی مُردے کا دوبارہ دنیا میں زندہ ہونا خلاف سنت اللہ ہے - پھر جو قصہ مفسرین نے بیان کیا ہے اس میں سے اتنا حصہ لے لیا ہے کہ گوشت لگانے سے اس قریب المرگ شخص سے ایسی حرکات صادر ہوئیں جس سے اصل قاتل کا حال معلوم ہو گیا - اسے آپ نے علم علم الترب فرمایا اور اسے تسلیم کیا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان روحانی علم ہے - اور علم رب اللہ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں - کسبی طور سے حاصل ہوں تو وہ فن ہیں وھبی ہوں تو معجزہ مثلاً رمل ہے یہ دانیال نبی کا معجزہ بتایا جاتا ہے اور اب ہزاروں رملی اور جفری پائے جاتے ہیں - پس جب وہ اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کے حکم سے تھا تو معجزہ تھا - آپ کسی چیز کو مسمریزم کہنے سے یہ کیوں کہتے ہیں - کہ یہ معجزہ نہ رہا - جب وہ وہبی طور پر اللہ کے حکم سے ہوگا تو معجزہ ہے اور حضرت اقدس نے اس سے انکار نہیں کیا - بلکہ مان لیا ہے -

چھٹا اعتراض - چند مختلف باتیں لکھی ہیں - دجال[۱] (صفحہ ۴۹۵ - ۴۹۶) دجال کا گدھا[۲] (صفحہ ۴۹۵) یاجوج ماجوج[۳] (صفحہ ۵۰۲ تا ۵۰۸) دخان کچھ نہیں[۴] (۵۱۳) آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا[۵] (صفحہ ۵۱۵) دابة الارض[۶] - حضرت محمد رسول کو ابن مریم - دجال - گدھے یاجوج ماجوج دابة الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی -

الجواب - دجال اور اسکے گدھے یاجوج ماجوج - دابة الارض کے متعلق اس بسط سے کتب سلسلہ میں متفرق طور پر ذکر ہو چکا ہے کہ اب اسکو دہرانے کی کچھ ضرورت نہیں "مفتیان شرع متین" جب ان دلائل کا رد کریں گے ہم جواب دینگے - ورنہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں - کہ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ نبی کریم کی کوئی پیشگوئی پوری ہو - مومن تو اپنے نبی کی بات مثل فلق الصبح پوری ہوتے دیکھکر سجدوں میں گر جاتے ہیں کہ سبحٰن ربنا ان کان وعد ربنا مفعولا -

دجال کی نسبت یہ امر قابل غور ہے کہ لغت میں اسکے معنے طائفة عظیمة تحمل المتاع للتجارة کے ہیں (یعنے ایسا گروہ جو تجارت کے لئے متاع اوھر سے اوھر لے جائے)

دوم۔ یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا نظارہ کشف میں دیکھا جیسا کہ حدیث رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ الخ مالک اور احمد بن حنبل اور بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے ہمکو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے کعبہ کے نزدیک ایک رات رؤیا میں دکھلایا گیا × × × × پھر میری نظر ایک اور شخص پر پڑی۔ جس کے بال گھنگریالے ہیں اور اسکی دائیں آنکھ کانی ہے × × × میں نے پوچھا یہ کون جواب ملا کہ مسیح الدجال کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۶۔ پس دجال کے معنے علم الرؤیا کی کتب میں دیکھنے چاہئیں۔

سوم۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیگا۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۳۔ اب آپ سورہ کہف کی پہلی آیات قرآن مجید سے نکالکر پڑھئے آیا اہی میں اسی گروہ کا ذکر اور رد ہے یا نہیں جس کا ذکر حضرت اقدس نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۶ پر کیا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین میں یختلون جمع کے صیغے اور (ب) لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس میں حسب تفسیر معالم التنزیل للناس سے مراد دجال ہونے اور (ج) آخری زمانہ کے فتنے کے سب سے بڑے ہونے اور الحمد شریف میں دجال کی بجائے صرف ضالین کا لفظ پایا جانے سے اور (د) دجال کے حلیے میں شدید اختلاف اور مختلف صحیح احادیث کی موجودگی سے یہ امر روز روشن کیطرح ثابت ہوتا ہے کہ دجال کی وحدت نوعی ہے عددی نہیں۔ پس اس سے مراد ایک قوم ہی ہو سکتی ہے۔ جس پر تمام احادیث صادق آئیں۔

اور دجال کے گدھے کی نسبت عرض ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے اسے کشف میں دیکھا۔ ایک ایسی سواری جس پر لوگ بھی چڑھیں اور باربرداری بھی کی جائے۔ اس کا نام اس زمانہ کے حالات کے مطابق گدھے سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ (۱) جس کے کانوں کے درمیان چالیس باع کا فیصلہ ہے جس کے ساتھ دم پہاڑ درخت اور پھل اور پانی کے ہوں۔ جو آگ اور پانی کے حیس سے چلے جو دن رات چلتی رہے۔ اور جس کے ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک جہاں غیر معمولی آرام کی ضرورت ہو ایک منزل کا فاصلہ ہو۔ اور جس کی آواز دور دور

تک سُنی جائے۔ اور دن غروب ہونے تک کہیں کی کہیں جا پہنچے۔ اور ایک ہفتہ میں زمین کے گرد پھر سکے۔ سوائے ریل گاڑی کے اور کیا ہو سکتی ہے۔

اور یاجوج ماجوج کے متعلق تو آپ کے مفسّرین بھی ہم سے کامل اتفاق رکھتے ہیں۔ ان کے اصل اجّ اور مجّ ہی ثابت کرتے ہیں۔ کہ آگ اور پانی سے کام لینے والی قومیں مراد ہیں۔ اور آخروہ آدم زاد ہی ہیں۔ جیسا کہ حدیث ابو عساکر مندرجہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۹ سے ثابت ہے۔ کہ وہ یافث کی اولاد سے ہیں۔ پس آپ ان میں ایسی باتیں کیوں بناتے ہیں۔ جو انسانوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً کانوں کا اتنا لمبا ہونا کہ نیچے اور پر اوڑھ سکیں۔ دریاؤں کا پانی پی جانا۔ جب وہ آدم زاد ہیں تو ضرور ہے کہ یہ نشانات بطور استعارہ سمجھے جائیں۔ اور کانوں کی طوالت سے مراد دور کی خبریں حاصل کرنا ہو۔ اور دریاؤں کا پانی پی جانے سے مراد اسے تصرف میں لا کر خشک کر دینا۔ اسقدر تمہید کے بعد میں غایۃ البرہان تفسیر القرآن (جو ایک غیر احمدی مسلمہ عالم فاضل کی ہے) سے یہ سطور نقل کرتا ہوں۔

سورہ کہف صفحہ ۵۹

"یاجوج والی رُوس و تمسک و توبل جو نسل یاجوج بن سمعیا بن یوائیل بن آردین یعقوب سے حسب فصل ۲۰ تاریخ ایام اول کے ہیں۔ اور توبل و تمسک ابنائے یافث سے ہیں۔ اور اس کے ساتھی یاجوج بن یافث کیلی اگال ین تاتارہ بن یافث ہیں"۔

اور سورہ انبیاء ۱۳۸ میں ہے۔

"یاجوج ماجوج کرۂ زمین سے بعد ہزارہ اہل اسلام نکل پڑیں × × × قرآن کے مطابق یہ بعید واقعات ہوئے × × اور قیامت کا آنا واضح ہو گیا"۔

دخان کچھ نہیں

یہ آپ نے محض افترا کیا صفحہ ۵۱۳ پر تو صاف لکھا ہے

"اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم و شدید ہے × × × آخری زمانے کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا × × اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا"۔

باوجود اس تحریر کے آپ نے یہ کیوں لکھا کہ دخان کچھ نہیں۔ دخان ضرور ہے اور اسی طرح ظاہر ہوا جیسے پہلے نبی کریم صلعم کے زمانہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا چنانچہ پارہ ۲۵ تفسیر سورہ دخان کی ماتحت صفحہ ۴۸۴ پر غایۃ البرہان تفسیر القرآن میں لکھا ہے۔

"فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ پس انتظار کر واس دن قحط سالی کا کہ لاوے آسمان ظاہر دھوآں کہ ڈھانپے آدمیوں کو دعا پیغمبر سے یہ عذاب ہے دردناک پس حضور صلعم نے دعا کی کہ ان پر یوسف کے برس بھیج پس سال خشکی کا پڑا۔ کہ کافر کتے کے استخواں تک کھانے لگے اور آنکھوں کے آگے دھوآں مثالی نظر آنے لگا۔"

اور ابن کثیر، خازن، فتح الباری، فتح البیان میں ہے۔

"ان آیتوں میں دھوئیں کا جو ذکر ہے × × اس دھوئیں کے باب میں جو اختلاف ہے صحیح قول اس اختلاف میں یہ ہے۔ کہ ان آیتوں میں تو مکہ کے قحط کے دھوئیں کی مانند غبار کا ذکر ہے × × حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بددعا سے مکہ میں قحط پڑا تھا اور قحط کے دنوں میں بھوک کے سبب آنکھوں میں اندھیرا سا آکر آسمان پر غبار چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی کو دھوآں فرمایا یہی تفسیر صحیح بخاری میں ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ دخان سے مراد قحط لینا صحیح ہے۔ اب آخری زمانہ کے متعلق دخان کی پیشگوئی کے اگر یہی معنے کر لئے گئے تو اس میں کونسا کفر لازم آگیا۔ کیا کوئی صحیح حدیث ہے کہ آخری زمانہ کے دخان کے یہ معنے قحط نہ کرنا حسن نظامی نے اس سے مراد سگرٹ و تمباکو کی کثرت لی ہے۔ بہرحال یہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔

آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا۔ یہ بھی آپ نے جھوٹ باندھا۔ ہمارے امام نے ہرگز اس مقام پر ایسا نہیں لکھا ملاحظہ ہو۔ ازالہ صفحہ ۵۱۵ تا ۵۱۶ وہاں تو یہ لکھا ہے۔

"ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا۔ ہم اسپر بہرحال ایمان لاتے ہیں (فرمائے اور کیا کہلوانا چاہتے ہو)"

پھر آگے فرمایا۔

"اور یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربھا کے

کوئی اور معنے بھی ہوں۔ یہاں صرف اس کشف کے ذریعہ سے جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے مذکورہ معنی کو بیان کیا ہے۔"

وہ مذکورہ بالا معنے یہ ہیں۔ کہ

مجھے رؤیا میں بتلایا گیا کہ مغرب سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک غربی ...

... آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے۔ اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا۔ سو اس معنے کی تصدیق بھی واقعات کر رہے ہیں۔ کیونکہ عین مرکزِ مغرب میں اسلام پھیل رہا ہے۔ پس واقعات کو کیونکر جھٹلا سکتے ہیں۔ بہرحال آپنے جو الزام دیا تھا وہ غلط ہے کیونکہ آپنے لکھا ہے۔ ہم اسپر بہرحال ایمان لاتے ہیں۔

دابۃ الارض علماء ہونگے۔ ازالہ صفحہ ۵۱۰ دیکھنے سے واضح ہے۔ کہ دابۃ الارض یعنے وہ علمائے واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ معلوم نہیں کہ اس تشریح میں کونسا کفر لازم آتا ہے احادیث سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ اور مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ معالم التنزیل میں حضرت علیؓ کا قول درج ہے۔ کہ دابۃ الارض ایسا جانور نہ ہوگا۔ جس کی دُم ہوگی بلکہ داڑھی ہوگی یعنے وہ انسان ہوگا۔ جو لوگوں کو وعظ سنائیگا (تکلمھم ان الناس کانوا بآیٰتنا لا یوقنون) مگر خود زمینی ہوگا۔

امر ہفتم۔ حضرت محمد رسول اللہ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ یہ فقرہ ازالہ اوہام میں ہے۔ نہ حضرت اقدس کی دیگر تصنیفات میں۔ میں بڑی شرح صدر سے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتا ہوں۔ مفتی مکفر شرح صدر سے آمین کہدے۔ پھر آگے چل کر صفحہ ۴۰۴ پر ۶۹۱ کا حوالہ دیا ہے اور یہ فقرہ لکھا ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت صلعم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف ہوئی۔ الخ۔ ناظرین ذرا یہ صفحہ دیکھیں وہاں تو اول یہ لکھا ہے کہ انبیاء سے تفسیر وحی و الہام میں کبھی خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی (صفحہ ۶۹۱) پھر لکھا ہے۔ غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالےٰ خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اور مسائل

دینیہ سے انکا کچھ علاقہ نہیں ہوتا" صـ ۹۱

اس سے آگے لکھا ہے۔

"اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت صلعم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ۷ باع کی گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو۔ اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلوم ظاہر ہو جائیں تو شانِ نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں"

اب ناظرین مفتی مغوی مومنین کی حوالہ دینے میں بددیانتی ملاحظہ فرمائیں۔ کہ پہلے تو تمہید ہی چھوڑ دی ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایسا خفا ہوتا ہے۔ اور یہ معاملہ تمام انبیاء سے ہے (۲) پھر اگر کو نہایت خوبصورتی سے اڑا دیا۔ جو حرف شرط ہے۔ جس سے تحقق وقوع نہیں پایا جاتا یعنے ضروری نہیں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ پایا بھی جائے۔ پس کسقدر بے ایمانی ہے کہ حرف شرط کو اڑا کر عبارت کا مفہوم کچھ سے کچھ کر دیا (۳) پھر آگے عبارت نقل نہیں کی۔ تاکہ لکھنے والا کا اصل منشاء ظاہر نہ ہو سکے۔ دیکھو پہلے تو کہہ سکتے ہیں[۱] فرمایا نہ کہ کہتے ہیں۔ پھر اگر[۲] حرف شرط ہے۔ پھر حقیقت[۳] کاملہ لکھا ہے۔ جو سوائے واقع ہونے کسی پیشگوئی کے معلوم ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر موبمو منکشف[۴] لکھا ہے۔ یعنے اپنی تمام جزئیات کے ساتھ من وعن جو اسکے واقع ہونے اور وجود میں آجانے پر منحصر ہے۔ پھر اصل کیفیت[۵] کا فقرہ۔ پھر عمیق تہ تک وحی الٰہی کا اطلاع نہ دینا تحریر فرمایا ہے یعنی اللہ کی مرضی پر چھوڑا ہے۔ پھر ماہیت کماھی ہی رقم فرمایا۔ پھر لکھا ہے کہ کشف میں صرف امثلہ قریبہ۔ صور متشابہ اور امور متشاکلہ ہی سے تشریح ممکن ہے۔ اسکا اعتراف کیا اور لکھا کہ جہانتک غیب محض کی تفہیم انسانی قویٰ کے ذریعہ ممکن تھی کر دی گئی۔ اب اس میں فرمائیے اعتراض کی کیا بات ہوئی۔ اللہ کے اور انسان کے علم

میں یہ فرق ہے کہ اللہ کا علم کسی شے کے وقوع کے بعد بھی ویسا ہی رہتا ہے جیسے کہ پہلے تھا مگر انسان کا علم کسی چیز کے وقوع اور چیز وجود میں آنے سے پہلے جو ہوتا ہے بعد میں ضرور بڑھتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور وہ بھی بوجہ ادب نبوی اگر حرف شرط سے جس کا تحقق وقوع ضروری نہیں۔ پس حضرت اقدس نے نہ تو علم نبوی کی تحقیر کی نہ اپنی بڑائی۔ کیونکہ آپ کو جو علم دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کا ہوا۔ وہ مشاہدہ عینی کے بعد اور تفہیم الٰہی سے ہوا کوئی ذاتی قابلیت سے نہیں۔ اور پھر آپ کا اقرار ہے کہ کل برکۃ من محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) لا یحیطون بشیئٍ من علمہٖ الا بما شاء پر سب مومنوں کا ایمان ہے۔ مفسرین نے اور متصوفین نے کئی کئی معارف و حقائق بیان کئے ہیں۔ جو نہ حضور رسالتمآب نے بیان فرمائے نہ صحابہ کرام نے مگر تاہم کوئی فضیلت کا مدعی نہیں۔ کیونکہ آخر یہ سب اسی ذات ستودہ صفات کا فیض روحانی ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس تو حضور رسالت پناہ کے بارے میں لکھ چکے ہیں ع وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔

ساتواں اعتراض۔ "مرزا کی طرف سے دعوی نبوت"

الجواب۔ بیشک دعوٰی نبوت ہے مگر اس نبوت کا دعوی نہیں جو آپ کے ذہن میں ہے جس سے انسان براہ راست مستقل نبی ہوتا ہے۔ یا کوئی نئی شریعت لاتا ہے۔ یا کسی سابق حکم شریعت کی ترمیم یا تنسیخ کرتا ہے بلکہ خاتم النّبیّین کے فیض و برکت اتباع سے صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ و اعلام الٰہی سے اخبار عن الغیب کہ یہ بھی خدا کی اصطلاح میں اور کل نبیوں کے نزدیک نبوت ہے مراد ہے۔ چنانچہ اسکا ثبوت آپکی مندرجہ ذیل تحریروں سے ملتا ہے۔

۱۔ الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳

"وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے × ×× چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خداتعالٰی سے

تعلق رکھتے ہیں۔ اسجگہ ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں"۔

۲۔ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ پر فرمایا

"ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہوکر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد و بیدین ہے"۔

۳۔ سراج منیر صفحہ ۳ پر فرمایا۔

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا × × یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے"۔

۴۔ چشمہ معرفت ۳۲۴/۳۲۵

"میں اسکے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اسپر ختم ہیں × × اور جو اسکے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اسکا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔ اور اسی سے فیضیاب ہے × × نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات و مخاطبات مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں × × خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا"۔

۵۔ الوصیّت

"اُس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے × × لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں اور اسکی پیروی سے خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے × × اور جب وہ مکالمہ

مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے × × ایسی نبوت۔ نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے۔ جو ایک پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔

یہ پانچ اقتباس حضرت اقدس کا منشاء ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور اس قسم کی نبوت قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا۔

"یٰبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (پ۸)

اس سے پہلے یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد سے امت محمدیہ کو خطاب ہو چکا۔ پس یہاں بھی یا بنی ادم سے مراد امت محمدیہ ہے کیونکہ حکایت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں۔ پس اس میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں رسل آئیں گے جو آیات کو بیان کرینگے۔

(ب) ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی بتایا ہے کہ ابوت جسمانی کی نفی ہے۔ مگر ابوت روحانی قائم ہے۔ اور آئندہ جو نبی ہوگا وہ آپ کے فیض سے ہوگا

احادیث چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کا قول مجمع البحار میں ہے۔

قولوا اللہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

یعنے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ یا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ نبیوں کی مہر یعنی آئندہ آپ کی تصدیق سے نبوت ملے گی۔ اور گذشتہ نبیوں کی نبوت کا ثبوت آپ ہی کی صداقت کے ذریعے ملیگا۔ یا یہ کہ انبیاء کے کمالات کا جامع کہ اسپر سب کمال ختم ہو گئے۔ اور اب آپ کی نبوت کی ذاتی فیض رسانی سے درجۂ نبوت ملے گا

یہی معنے دیگر علماء نے سمجھے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبد الحی فرنگی محل والے دافع الوسواس میں فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ (یعنی اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی نبی آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہیں آئیگا)

(۲) تحذیر الناس میں مولانا محمد قاسم دیوبندی لکھتے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں اور بعد زمین پر آسمان پر کوئی نبی ہو۔ وہ بھی اس وصفِ نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہے۔

(۳) الفتوحات مکیہ میں ہے۔ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ لھذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدی (نبوت بالکل مرتفع نہیں صرف صاحب شریعت نبی کوئی نہیں ہوگا۔ یہی معنی ہیں لا نبی بعدی کے۔

(۴) روح المعانی میں ہے۔ فھؤلاء ھم انبیاء الاولیاء اور یہ کہ قد یطلقون علی علی بعض الاولیاء انبیاء الاولیاء (جلد ۷ صفحہ ۳۲۶) بعض اولیاء جبرئیل کی وحی بواسطہ حقیقت محمدیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ انبیاء ہیں غرض خاتم النبیین کے بعد بھی آپ کے فیض و اتباع سے جاری ہے اور اس پر علماء سبق کے حالات و کلمات گواہ ہیں۔ اور ان میں سے ایک وہ بھی ہونیوالا تھا۔ جو کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اخبار عن الغیب کے کمال کے لحاظ سے نبوت کے درجہ پر فائز ہی اور اسے نبی کریم صلعم نے نبی اللہ ہی کہا۔

پس حضرت مرزا صاحب کے بارے میں یہ سوال ہونا چاہیئے کہ وہ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ جب وہ مسیح موعود ہیں تو نبی اللہ بھی ضرور ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ حدیث النواس میں صفحہ ۶۵ پہ ہے ویحصر نبی اللہ واصحابہ × × × فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ × × × ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الی الارض۔ دیکھو یہاں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کو جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور وہ فی الواقع ہیں۔ تو ان کے نبی ہونے میں بھی شک نہیں۔ ورنہ حدیث کی تکذیب لازم آئیگی۔ اگلے علماء بھی مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں۔ مثلاً علامات قرب قیامت مصنفہ عمدۃ المفسرین سند المحدثین مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (جس کا ترجمہ علماء مخالف کی طرف سے ہمارے رد کے واسطے شائع کیا گیا ہے) کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے یا نبی اللہ! اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے × ×

اور فرمائینگے یا نبی اللہ! امامت کیجئے حضرت عیسٰے علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے

× ×

اس سے ثابت ہے کہ دوبارہ جب عیسٰے علیہ السلام آئینگے تو انہیں یا نبی اللہ سے ہی خطاب کیا جائیگا۔ فرمایئے ان پر بھی کفر کا فتویٰ دو گے۔ اسلئے کہ وہ نبی اللہ کہلاتے ہیں۔ غرض مسیح موعود کے نبی ہونے پر آپکا اور ہمارا اتفاق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم ایک مستقل نبی کا آنا (جو براہ راست نبی بنا ہے) خاتم النبیین کے بعد نہیں مانتے۔ بلکہ ایک اُمّتی کے آنے کے قائل ہیں جو خاتم النبیین کے فیض اور برکت اتباع سے آپ ہی کی نبوت کو اپنے آئینہ قلب میں منعکس دیکھے گا۔ اور مسیح موعود ہونے کی وجہ سے نبی کہلائے گا۔

اب یہ آپ خود غور کریں۔ کہ کس قسم کا نبی ماننے میں امت محمدیہ کی عزت ہے اور خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ باقی رہے وہ الہامات جو آپنے انجام آتھم سے نقل کئے ہیں۔

(۱) ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (ب) ما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔ سوال میں کفر کیا ہے۔ یہ خدا سے کہئے کہ کیوں ایسے الہامات کئے ہاں ہم سے انکے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت لیجئے۔ جو فی الحال دو دیئے جاتے ہیں۔ کہ

لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذ نا ہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ یعنے اگر یہ ہم پر افترا کرے۔ تو ہم اسکی رگِ جان کاٹ ڈالیں۔ یہ حضرت نبی کریم کی صداقت وحی کا ثبوت پیش کیا گیا یعنے جو مفتری ہو۔ وہ ۲۳ سال سے زیادہ ہرگز نہیں جی سکتا۔ پس جب یہ امر واضح ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا۔ کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اس دعوے پر دم وصال تک قائم رہے۔ جو ۲۳ سال سے زیادہ ہی اور خدا کی کتاب فرماتی ہے کہ اتنی مدت کوئی جھوٹا مدعی نبوت زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس بالمحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ آپ پر جو وحی ہوئی۔ وہ صادق وحی تھی۔

---

(۱) رسول کریم فرماتے ہیں۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی۔ اس لحاظ سے بھی حضرت صاحب کا اتباع رسول اللہ کا اتباع اور رسول اللہ کا اتباع اللہ کا محبوب بناتا ہی یہ جواب بطریق تنزل ہے۔

(دوم) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول یعنے اظہار غیب بکثرت صرف رسول پر ہوتا ہے۔ آپ کی سینکڑوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ کی وحی منجانب اللہ ہے۔ مثلاً آپ کو وحی ہوئی۔ جو براہین میں درج ہے۔ کہ آپ کو ایک بڑی جماعت اسلام دی جائے گی۔ اور دور دور سے لوگ چل کر آئینگے۔ سو یہ امر قادیان میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پھر آپ پر وحی ہوئی کہ طاعون پھیلے گا سو پھیلا اور اس کثرت سے پھیلا۔ کہ ہر ایک شہر اسکا نمونہ دیکھ چکا ہے۔

آٹھواں اعتراض۔ مثیل نوح۔ مثیل یوسف۔ مثیل داؤد۔ مثیل موسیٰ۔ مثیل ابراہیم ہونیکا دعوے

الجواب۔ اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ خدا نے ایسا فرمایا۔ باقی وحی کی صداقت کا جو معیار ہے اسپر وحی کو پرکھ لو۔

(دوم) کسی نبی کا مثیل ہونے سے کفر لازم نہیں آتا۔ کہ حدیث میں ہے یا علی اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (مسلم)

دیکھو یہاں علی کو مثیل ہارون فرمایا پھر ارشاد نبوی ہے۔ ما من نبی الا لہ نظیر من امتی وابوبکر نظیر ابراھیم وعمر نظیر موسیٰ وعثمان نظیر ھارون ××

× (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

کوئی نبی ایسا نہیں۔ جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو۔ ابوبکر مثیل ابراہیم عمر نظیر موسیٰ اور عثمان نظیر ہارون۔

(سوم) امت محمدیہ میں اولیاء کے ایسے دعوے مذکور ہیں۔ از خواجہ محمد پارسا منقول است کہ میفرمودند مقصود از وجود بہاؤ الدین ظہور محمد است (مکتوب امام ربانی جلد اول ص۲۴۸) (۲) حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔ وہ سب میں ہی ہوں یعنے ابراہیم اور موسیٰ اور محمد (صلعم) (تذکرۃ الاولیاء ص۱۵۶) (۳) سید احمد بریلوی کے بارے میں کہا گیا ؎

از پئے احیاء موتے عیسیٰ دم ✣ در جہاں اینک بہ پیدار آمدہ

(۴) سگنے بیشرب احمدم از ثور غار ✣ از پئے تعلیم انصار آمدہ

حضرت مولنا محمد اسمٰعیل شہید کا قصیدہ ہے ؎

سید احمد با ہمہ اصحابِ خود روز رسید ✦ باصحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلین

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد ✦ من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

ناظرین میں یہ بھی واضح ہو۔ کہ جس صفحہ کا حوالہ دیا ہے وہاں حضور نے یہ لکھا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو آدم کا مثیل پھر نوح کا مثیل۔ پھر یوسف کا مثیل۔ پھر داؤد کا مثیل قرار دیا۔ مگر کسی مولوی کو غصہ نہ آیا۔ اور کسی شخص نے ایک ذرہ بھی غیظ و غضب ظاہر نہ کیا۔ یہ تو علماء پر ایک سوال تھا۔ کہ اسوقت کیوں کفر کا فتویٰ نہ دیا۔ اور مثیل عیسےٰ کہنے پر شور ڈال دیا۔ بجائے جواب دینے کے عبارت میں تحریف کر کے فتویٰ لگاتے ہو۔

نواں اعتراض۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رُو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا۔ وہ تو اپنے وقت پر نشانوں کے ساتھ آ گیا (ازالہ صفحہ ۱۲۸)

الجواب۔ پس یہ اصل دعوےٰ ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آپ کی ۸۰ کتابوں میں موجود ہے پھر آپ کے خدام کے بیسیوں رسالے اور کتب موجود۔ ان میں جو دلائل مذکور ہوئے ہمت ہے۔ تو انکی تردید کرو۔ اور پھر جواب لو۔

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے دو امر ثابت ہیں۔ وہ اس طرح کہ یہ جواب حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ کے حضور قیامت کے دن دینگے۔ آپ عرض کر رہے ہیں کہ اے مولیٰ جب تو نے مجھے وفات دی۔ تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ یعنے عیسائی گمراہ ہوئے ہیں میری وفات کے بعد۔ وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم۔ جب تک میں ان میں رہا وہ نہیں بگڑے۔ پس عیسائی بگڑ چکے ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی یقینی ہے۔ کیونکہ بگاڑ بعد وفات ہے۔

(دوم) یہ ثابت ہوا۔ کہ عیسائیوں کے بگڑنے کا حضرت عیسےٰ کو علم نہیں۔ اگر دوبارہ آئے ہیں تو پھر یہ لاعلمی کا اظہار جناب باری میں اور کنت انت الرقیب کہنا جھوٹ بنتا ہے پس جب عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے اور احادیث میں عیسےٰ کا آخری زمانہ میں آنا مسطور ہے تو لامحالہ عیسےٰ کا مثیل آئیگا جیسے حضرت الیاس کا بروز ہو کر آیا (اور یہ امر انجیل سے ثابت ہے

اور سورہ نور کی آیت استخلاف۔ لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے بھی ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ کے چودہویں صدی پر حضرت عیسےٰ کے مثیل ظہور خلیفہ ہونے چاہئیے۔ کما سے بھی یہ واضح ہے کہ وہ اگلا عیسےٰ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتے اور مشبہ پر مشبہ بہ کا اطلاق بوجہ کمال مشابہت ہوتا ہے۔ جیسے شجاع کو شیر خوبصورت کو چاند کہتے ہیں۔ پس آنے والا ابن مریم پہلے ابن مریم کا بروز چاہئیے بخاری میں مسیح ناصری کا حلیہ اور ہے اور مسیح محمدی کا حلیہ اور۔ باقی جو صدی کے سر پر عین ضرورت کے وقت ظاہر ہوا۔ اس کا دعوےٰ اسی طریق پر پرکھنا چاہئیے جس پر ہر مدعی ماموریت کا پرکھا جاتا ہے۔ آپ اس کسوٹی پر پرکھ لیں مسیح موعود کا سب سے بڑا کام تو کسرِ صلیب ہے۔ اور صلیبی مذہب کی بنیاد حیات مسیح پر ہے۔ پس جس مدعی نے وفات مسیح کو ثابت کیا۔ اسی نے کسر صلیب کر دی۔ غرض ہر طرح پر آپکی صداقت کا ثبوت پیش کیا جا چکا۔ پھر جو حوالہ آپ نے دیا ہے۔ اس میں تو حضرت اقدس نے یہ لکھا ہے

سلہ "پھر بعد اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر ہی ان بعض مختلف حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جائے۔ تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے خدا تعالےٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے۔ جو منجانب اللہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو × × پس اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پائے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں × × × × اس مسیح کو بھی یاد رکھو۔ جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے" (ازالہ صفحہ ۱۵۶ طبع اول)

دسواں اعتراض۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ کے متعلق ہے۔ بلفظہٖ ازالہ ۶۷۵

الجواب۔ اس سے اگلا فقرہ آپ نے نہیں لکھا۔ شاید اس خیال سے کہ مطلب واضح نہ ہو جائے۔ اور پھر کفر کا فتویٰ لگانے کا موقعہ نہیں رہیگا۔
دیکھو فرماتے ہیں۔

سلہ ہمارے احمدی احباب بھی اس حوالہ کو توجہ سے پڑھیں۔

کیونکہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا۔ وجہ یہ کہ یہی زمانہ ہے کہ جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔"

مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے پہلے لیجئے تفسیر مدارک التنزیل تالیف حافظ الدین ابوالبرکات نسفی۔ پ۲۶ سورۃ الفتح

"ھو عند نزول عیسٰے علیہ السلام حین لا یبقی علٰی وجہ الارض کافر"

یعنے عیسٰے علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا۔

Digitized by Khilafat Library

اور پ۲۸ سورہ صف۔

وعن مجاھد اذا نزل عیسٰی لم یکن فی الارض الا دین الاسلام

ان عبارات سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مفسرین بھی اس آیت کو عیسٰے علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں۔ باقی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اور القینا بینہم العداوۃ والبغضاء الٰی یوم القیمۃ سے تو صاف ظاہر ہے۔ کہ قیامت تک کفار رہینگے اور لا یبقی علی وجہ الارض کافر صحیح نہیں ہو سکتا۔

پھر سید احمد حسن صاحب محشی ابن کثیر۔ خازن۔ فتح البیان جامع البیان کے حوالہ سے سورہ صف کے آخری رکوع میں لکھتے ہیں۔ کہ

"آخری زمانہ میں جب حضرت عیسٰی علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ اہل اسلام کے لشکر میں ان لوگوں کی اولاد ہوگی۔ اور یہ لوگ مخالف لوگوں پر غلبہ اور فتح حاصل کرینگے۔ اسی غلبہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے"

اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور نحن انصار اللہ اور فاصبحوا علٰی عدوھم ظاہرین کی پیشگوئی مسیح کی آمد ثانی کے متعلق ہے۔

پھر تفسیر غایۃ البرہان میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے۔

"بھیجا اپنے رسول کو ہدایت و دین حق کے ساتھ تاکہ ہزار سال تک اول و بعد کو

مسیح سے غالب کرے ۔"

غرض تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے جس کی بنا پر آپ نے کفر کا فتویٰ لگایا۔

گیارھواں اعتراض - احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنے کے رو سے ایک ہی ہیں - اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (ازالہ ۶۷۳)

الجواب - آپ نے اس کے ساتھ کا فقرہ بھی کیوں نہ نقل کیا - تاجس دھوکہ میں آپ نے اپنے ناظرین کو ڈالنا چاہا ہے - اس میں وہ نہ پڑ سکتے - دیکھو وہاں حضرت اقدس نے لکھا ہے - مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں - بلکہ محمد بھی ہیں جو جامع جلال و جمال ہیں - پس آپ کا اعتراض تو دفع ہوا - جو یہ ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے یہ کہا ہے - کہ حضرت محمد رسول اللہ احمد نہیں - وہ احمد ہیں اور ضرور ہیں - چنانچہ اس کے متعلق اپنی مختلف کتابوں میں تحریر فرمایا ہے مثلاً تذکرۃ الشہادتین - آئینہ کمالات اسلام - اربعین نمبر ۴

"تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی کریم کے دو نام ہیں - ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا × × اور دوسرا نام احمد ہے - اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الہٰی ہے ۔"

باقی ایک سوال ہے - وہ آپ حل کر دیجئے وہو ہذا - کہ اسی آیت سے آگے ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام - پس اس سے مراد نبی کریم کس طرح ہو سکتے ہیں - جب کہ آپ سے پہلے کوئی مذہب اسلام نہ تھا جس کی طرف بلائے جاتے یعنی مخالف انہیں کہتے کہ یہ کفر (دعویٰ وحی) چھوڑ دو - اور اسلام کی طرف آؤ - البتہ مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہوا - کہ لوگوں نے انپر کفر کے فتوے لگائے اور اسلام کی طرف بلایا - اگر کہو کہ یہ کفار کے متعلق ہے کہ وہ اسلام کی طرف بلائے جاتے تو بتاؤ انہوں نے اللہ پر کیا افترا کیا یہ آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ تو مدعی کے حق میں آتی ہے انکار کرنے والا کسی چیز کا دعویٰ تو نہیں کرتا - اور اگر یہ کہو کہ فلما جاءھم بالبینٰت ماضی کا صیغہ ہے تو قرآن مجید میں کئی مثالیں موجود ہیں جہاں آئندہ کے واقعات کو بصیغہ ماضی بیان کیا گیا مثلاً حضرت عیسےٰ کا سوال و جواب جو قیامت کو ہوگا - اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم (آخر مائدہ)

سے بیان فرمایا۔ دیکھو ماضی پر اذ ہے پھر بھی ایسا فرمایا۔ اور دیکھو سورہ اعراف الثلثۃ۔ ونادٰی اصحٰب الجنۃ اصحٰب النّار اور یوم یعرض الذین کفروا الی النّار الیس ھٰذا بالحق قالوا بلٰی اور وقالوا ربّنا انا اطعنا سادتنا۔

پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ والدین نے آپکا کیا نام رکھا (ب) قرآن شریف میں کس نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ عبادات میں کونسا نام ہے (ج) درود میں کیا نام ہے (د) ادعیہ ماثورہ میں کیا نام ہے؟ یہ بھی یاد رکھئے کہ غلام خاص اپنے آقا کی ہر ایک چیز سے حصہ پاتا ہے۔

بارھواں اعتراض ۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئیگا۔ ہرگز نہ مریگا۔ (صفحہ ۲)

الجواب ۔ حضرت اقدس نے یہ کلمہ ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے جو اسی عبارت کے اوپر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہے۔

"اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو آنکھیں بخشیں۔ بہروں کے کان کھولے۔ ان تمام معجزات سے مثیل مسیح نے کیا دکھایا"

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے زعم میں تو حضرت مسیح جسمانی مردوں کو زندہ کرتا اور وہ لامحالہ پھر مر ہی جاتے۔ مگر میں روحانی طور پر زندہ کرتا ہوں۔ اور یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے چنانچہ

"علاوہ اس کے خدا تعالےٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے۔ کہ تا روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں × × × جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئیگا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں۔ الخ"

مطلب آپ کا ظاہر ہے۔ ان حکمت کی باتوں پر جو عمل کرے گا۔ وہ ضرور ہمیشہ کی زندگی پائیگا قرآن مجید میں بھی ہے ولنحیینّہ حیوٰۃ طیبۃ۔ آپ کی اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ مریگا ہی نہیں نہ کسی نے یہ سمجھا۔ آپ تو یہ سمجھا رہے ہیں کہ جسمانی مردوں کی جسمانی زندگی کا مطالبہ نہ کرو۔ کہ اس سے بہتر روحانی زندگی ہے۔

تیرھواں اعتراض ۔ حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت میں حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیّد باندھی تھی۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے

کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ بلفظہٖ ازالہ ص۵

الجواب میں پہلے بتا آیا ہوں کہ حضرت اقدسؑ نے ثابت کیا ہے کہ انبیاء سے اجتہادی غلطیاں کسی وحی کی تفسیر میں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی کے ساتھ یہ فقرہ ہے جو مفتی کفر نے نہیں لکھا۔

"مگر یہ غلطی نفسِ الہام میں نہیں۔ بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے۔ چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے اسلئے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آگئیں۔"

اب فرمائیے۔ کیا اعتراض رہ گیا۔ پھر کیا حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو یقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللّٰہ لکم نہیں فرمایا۔ پھر کیا وہ اس سرزمین میں داخل ہوئے جنگل ہی میں فوت ہو گئے۔ زیادہ تفصیل بائبل میں دیکھو۔

چودھواں اعتراض۔ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

الجواب۔ یہاں آپ نے اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے ان لوگوں کو جو عربی نہیں جانتے۔ دھوکہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ کثیف گندہ کو نہیں کہتے۔ بلکہ مطلب وجود مادی و خاکی ہے لغت کی کتاب دیکھو۔ منتہی الارب۔ کثیف ظاہر سطبر یعنے مادی

باقی معراج کے متعلق عرض ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے کفار سے سوال کیا۔ او ترقیٰ فی السماء تو جواب ارشاد ہوا۔ سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا یعنی میں بشر رسول ہوں۔ اور بشر کے لئے مع وجود خاکی آسمان پر جانا خلاف سنت اللّٰہ ہے اور یہ سنت اللّٰہ فیھا تحیون وفیھا تموتون (اسی زمین کرہ میں زندہ رہو گے۔ اسی میں مر گے) اور ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (تمہارے لئے اولاد آدم اسی زمین میں جائے قرار اور زندگی ہے موت تک) سے ثابت ہے۔ اگر آپ کا معراج ہو چکا تھا۔ تو کفار سے کہنا تھا میں تو ہو آیا ہوں۔ اگر بعد میں جانا تھا تو پھر انہیں صاف کہا جاتا۔ کہ میں جاؤنگا۔ اور ان کے سامنے آپ چڑھتے۔ تاکہ اتمام حجت ہوتا۔ مگر دونوں باتیں نہیں پس حضرت اقدس کا مسلک مطابق قرآن وحدیث ہے جو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کرسکتا ہے × × اسکا نام خواب ہرگز نہیں × × بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی اور اجلیٰ ہے" (ازالہ ص ۴۸)

دیکھو بیداری کا اقرار بھی ہے اور نوری جسم کا بھی پس ہم جسمانی معراج کے عین بیداری میں قائل ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ و معاویہؓ و دیگر صحابیوں کا یہی مذہب تھا۔

محمد بن اسحٰق نے سیرۃ میں کہا کہ معاویہ بن سفیان کانت رؤیا من اللّٰہ صادقہ فرمایا کرتے اور حضرت عائشہ فقد جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ولکن اسری بروحہ۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس قول عائشہ کا انکار نہیں ہوا۔ پھر بخاری میں جو حدیث معراج ہے اس میں تمام واقعہ معراج کے بعد فاستیقظ (پھر بیدار ہوئے) کا لفظ موجود ہے۔ اور اکثر مفسرین نے وما جعلنا الرؤیاء التی اریناک میں رؤیا سے مراد معراج لیا ہے۔ سید احمد حسن محشی لکھتے ہیں۔ مسند ابویعلی موصلی تفسیر ابراہیم ابن منذر اور ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ میں جو شان نزول اس آیت کا چند صحابہ سے بیان کیا گیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جس رات آنحضرت کو معراج ہوئی × × اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ معراج لوگوں کے آزمانے کے لئے ہوئی ہے۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں۔ اور وہ دکھاوا (رؤیا) معراج ہے۔ کہ لوگ جانچے گئے۔ سچوں نے مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا۔

پھر دودھ پینے کی تعبیر دین فطرت کا ملنا اور نبی کریم کا بار بار نماز کے متعلق کم کرنے کا تقاضا کشف کا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ نبی کا یہ کام نہیں۔ کہ اللہ کے حکم پر کچھ بولے۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ معراج روحانی تھا۔ اور اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا۔

پندرھواں اعتراض۔ حضرت مسیح کا معجزہ پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر (اوڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ (ص ۳۰۲)

(ب) چڑیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے داود سلیمان کی طرح ہے (ص ۳۰۴)

الجواب۔ حوالہ میں سخت بددیانتی سے کام لیا گیا ہے اصل بات یوں ہے۔ کہ حضرت اقدس نے خلق طیر کے مسئلہ کو اس رنگ میں تو نہیں مانا۔ جس سے شرک لازم آئے یعنی یوں نہیں ہوا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ایسے چمگاڈر بنائے ہوں۔ جن میں گوشت پوست سلسلہ توالد و تناسل ہو۔ کیونکہ اس امر کو یہ آیات روکتی ہیں (۱) قل ھل من شرکاءکم من یبدء الخلق (۲) ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم قل اللہ خالق کل شیء (۳) ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ (جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تو سب کے سب مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے) ہاں معجزہ کی حد تک ان الفاظ میں مان لیا ہے۔

"ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات نہیں پیدا ہوتی تھی۔ بلکہ صرف عقلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے" صـ ۳۱۸

اور اسے بھی معجزہ ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ معجزہ کی تعریف میں لکھا ہے

"واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر × × × دوسرے عقلی معجزات جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے × × × اب جاننا چاہیئے۔ کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کیطرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے (۳۰۲)

یہ ہے اصل حوالہ "بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے" کہ آپ نے حذف کر دیا پھر اوپر کی عبارت نہ لکھی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس جسے عقلی فرما رہے ہیں۔ اسکی نسبت یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ عقل خارق عادت طور پر بذریعہ الہام الٰہی ملتی ہے۔ اور معجزہ خارق عادت اور الہام ہی کا نام ہے پس جب حضرت اقدس خلق طیر کو معجزہ تسلیم کر رہے ہیں تو پھر اعتراض کیسا۔ اسی طرح دوسرے حوالہ کے اصل الفاظ یوں ہیں۔

(۱) ہے کوئی تمہارے معبودوں سے جو خلق کرے (۲) کیا یہ ایسے شرکاء کے قائل ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح خلق کیا ہو اور پھر دونو کی مخلوق مشتبہ ہو گئی ہو کہدے اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

"پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان[1] کی طرح اسوقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں" (صفحہ ۳۰۷) اس میں بھی معجزہ تسلیم کیا گیا ہے۔

سولھواں اعتراض۔ "حضرت مسیح بن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا"۔ (صفحہ ۳۰۹)

الجواب۔ باذن و حکم الٰہی موجود ہے۔ جس سے عمل الترب کی وہ حیثیت نہیں رہی۔ جو آپ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ حضرت اقدس عمل الترب کو جو وہبی ہو از قسم خارق عادت معجزہ سمجھتے ہیں۔ پس توہین کی نیت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور اس عمل کو مکروہ و قابل نفرت کہنے میں بھی ہتک نہیں۔ کیونکہ آپ نے معجزہ کو مکروہ نہیں فرمایا۔ بلکہ اس عمل کو یعنی مٹی کا بت بنانا اور اس میں پھونکنا جو شریعت محمدیہ میں حرام ہے۔ پس جب تک آپ کے نام حکم الٰہی نہ آتا۔ یہ عمل مکروہ بلکہ حرام تھا۔ آپ نے تو حضرت مسیح کے بارے میں بھی صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے کہ "دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا"۔ پس اسمیں توہین کی نیت نہیں۔

سترھواں اعتراض۔ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ ازالہ صہ ۶۸۳

الجواب۔ جھوٹ۔ افترا۔ بہتان۔ اس صفحہ بلکہ اس سے قبل و بعد بھی یہ فقرہ موجود نہیں ہاں یہ لکھا ہے۔

"اسوقت جو ظہور مسیح کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوےٰ نہیں ہوا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں"۔

اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اور واقعات کے مطابق ہے آخری کوئی مسیح موعود ہوتا تو دعویٰ کرتا۔

---

[1] حضرت سلیمانؑ کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اٹھارھواں اعتراض حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزے کا جو ذکر قرآن مجید میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا (صفحہ ۵۲)

الجواب۔ مفتی مکفر اصل عبارت نہ لکھ کر مطلب خبط کر دیتا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

"اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزائے متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا۔ اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے"

پس عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم نے چار پرندوں کا قیمہ کر کے ان کی ملی جلی بوٹیاں پہاڑوں پر ڈال دی تھیں پھر زندہ کر دیا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اور اسکی سنت آیات قرآنی سے ظاہر ہے۔ اور نہ ہی یہ امر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ جو قرآن مجید میں اس واقعہ کے متعلق ہے آیت یوں ہے۔ جب ابراہیم نے عرض کیا۔ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ تو جواب ارشاد ہوا۔ فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینک سعیاً۔ کہ چار پرندے لے اور انہیں اپنی طرف مائل کر (صر کے یہ معنے صراح میں موجود ہیں۔ اور منتہی الارب میں کہ اپنی طرف مائل کر) پھر ایک ایک پہاڑ پر ایک ایک ان میں سے رکھ دے (یہ نہیں فرمایا کہ بوٹیاں کر کے بوٹیاں بانٹ دے۔ جزء یعنی چار میں سے ایک جیسے۔ وان جہنم لموعدھم اجمعین۔ لھا سبعة ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم (جہنم سب کا ٹھکانا ہے اسکے لئے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے میں ان کا ایک ایک ٹکڑا بٹا ہوا۔ اب یہ مراد تو نہیں۔ کہ ہاتھ ایک دروازے سے ٹانگ ایک دروازے سے سر ایک دروازے گذاری جاتی ہے) پھر ان کو بلا تیری طرف شوق سے آئینگے۔ اس میں حضرت ابراہیم کا اطمینان یوں کرایا گیا۔ کہ دیکھ تیرے عارضی احسان سے پرندے تیری طرف دوڑے آتے ہیں۔ تو

میں جو ذرے ذرے کا خالق ہوں اور رب ہوں۔ کیا میرے بلانے سے قیامت کے دن نہیں آئینگے۔ اب بتاؤ کہاں لکھا ہے ذبح کرو۔ کہاں لکھا ہے بوٹیاں پہاڑوں پر رکھدو۔ اگر کوئی صحیح حدیث ہے تو اسے پیش کرو۔ ورنہ اپنی طرف سے باتیں نہ بناؤ۔ بلانے کے متعلق حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ قلبی توجہ سے حضرت ابراہیم نے بلایا تو یہ بالکل صحیح ہے۔ ایسی توجہ کے تمام اولیاء امت قائل ہیں۔ اور یہ روحانی طاقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور مشق سے بھی پیدا کی جا سکتی ہے حضرت ابراہیم ؑ کو وہی حاصل تھی۔

میں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم بھی اسی کے مطابق دیکھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ پس بہم آور ہمہ را نزدیک خود بعد ازاں بگذار برہر کوہے پارۂ ایشاں (۲) پس صورت پہچان رکھ۔ پھر کیمدے اور پر ہر پہاڑ کے ان میں سے ایک ٹکڑا (۳) پھر انکو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر انکا ایک ایک ٹکڑا۔

انیسواں اعتراض۔ مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے زیادت نہیں رکھتا۔ انجام آتھم ص۴۱

الجواب۔ اس میں کیا ہتک یا توہین ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت اقدس ؑ راجہ رامچندر علیہ السلام کو خدا کا راستباز اور نبی مانتے ہیں۔ اور تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض کے قائل ہیں۔ بس اگر ایک نبی کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوسرے سے زیادہ نہیں رکھتا۔ تو کونسی ہتک ہو گئی۔

دوم۔ روئے سخن پادریوں کی طرف ہے۔ جو غیر معمولی پیدائش کی وجہ سے اسے خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ عجیب طور پر پیدائش تو کشلیا کے بیٹے کی بھی ہے۔ پس اس معاملہ میں وہ اس سے بڑھکر نہیں کہ اتنی بات سے خدائی ثابت کی جائے۔ اصل عبارت یہ ہے "میں نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں" یعنی اگر اس وجہ سے ابن مریم کی پرستش کی جاتی ہے تو پھر رام پرست بھی حق پر ہیں۔

بیسواں اعتراض۔ ہمارا خدا عاجی ہے۔ براہین ص۵۵۶ حاشیہ پر لکھا ہے ہاتھی کا دانت

الجواب - براہین احمدیہ میں تو یہ لکھا ہے "پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے - وہ مجھے راہ بتلائیگا - اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر - ہمارا رب عاجی ہے (اسکے معنے ابھی تک معلوم نہیں) (دیکھو براہین احمدیہ ۵۵۶)

آپ نے عاجی کے معنے "ہاتھی دانت" از خود کر لئے ہیں - حالانکہ حضرت اقدس اپنے خدا کی نسبت الوصیۃ میں یہ لکھتے ہیں -

"وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں - وہ وہی بےمثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں - اور جس کا کوئی ہمتا نہیں - جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں - وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے × × × × وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا - اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں - اور اسکے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں"

اب کیا ایسے خدا کو ہاتھی دانت کہا جائیگا - عاجی کے یہ معنے کیوں نہ لئے جائیں - علیم احد - جلیل

اکیسواں اعتراض - نیا اور پرانا فلسفہ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے - پس اس جسم کا کرہ ماہتاب آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے (ازالہ ۴۷)

الجواب - حوالہ میں خیانت کیوں کرتے ہو - وہاں تو یہ ذکر ہے - کہ کئی طرق سے ان پرانے خیالات پر سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں - پھر لکھا ہے - کہ از انجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ - اب اعتراض ہے کو کاٹ کر اگلی عبارت

کو حضرت اقدس سے منسوب کرنا ایمانداری نہیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ تم نئے اور پرانے فلسفہ سے ثابت کرو۔ کہ آدمی کرہ ماہتاب یا آفتاب تک پہنچ سکتا ہے۔ سوم۔ اس فلسفہ کی تائید اسلئے ہے کہ یہ آیات قرآنی کے ماتحت ہے۔ یہ مطلب نہیں ہیں کہ چونکہ فلسفہ کہتا ہے اسلئے ہم مانتے ہیں۔ بلکہ اسلئے کہ قرآن مجید کہتا ہے اور فلسفہ اسکے ماتحت بھی یہی بتاتا ہے اور یہاں تو آپ نے غیروں کا اعتراض نقل کیا ہے۔

بائیسواں اعتراض۔ قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے الخ قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔ استعمال کئے ہیں (ازالہ ص۲۴)

الجواب۔ بات یوں ہے کہ حضرت اقدس کی عبارات سے چند نا ملائم الفاظ کو علیحدہ کر کے محض نادانوں نے اعتراض کیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں"

پھر اسکا جواب دیا ہے کہ

"میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا۔ جس کو دشنام دہی کہا جائے
* * * حالانکہ دشنام اور سبّ و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے۔ جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاوے" (ازالہ ص۱۳)

اس کے بعد آپ نے قرآن شریف کے سخت الفاظ کو پیش کر کے اپنے مخالف کو ملزم کیا ہے کہ "اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اسکی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے" پس مفتی مکفر کا عبارت کا آگا پیچھا ہضم کر کے یہ بنا لینا کہ حضرت مرزا صاحب قرآن شریف کو گالیوں سے پُر کہتے ہیں۔ حد درجے کا ظلم اور

افترا ہے اور دوسرے حوالہ میں مکفّر نے صریح تحریف کی ہے۔

"ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجے کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔" (ص۲۶)

جو بصورت ظاہر کا لفظ خوبصورت بناکر مفہوم کو بدل دیا ہے۔ حالانکہ اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ ان الفاظ کو گالیاں نہیں سمجھتے۔ بلکہ آپ اپنے معترض کے اصول کے مطابق گفتگو کرکے اسے ملزم کر رہے ہیں۔ کہ اگر ہر سخت لفظ گالی ہوتا ہے تو پھر تمہارا یہ مذہب یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں گالیاں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "اب کیوں حضرت مولوی صاحب آپ کے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے۔" (ص۲۹)

قرآن شریف کی نسبت آپ کا اعتقاد ہمارا مذہب کے عنوان سے اس کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۰ پر درج ہے۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ ان کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔"

تئیسواں اعتراض۔ قرآن شریف میں انا انزلنا قریبًا من القادیان (ص۷۶)

الجواب۔ پھر وہی تحریف۔ وہی یہودیت کا نمونہ۔ اس سے پہلی عبارت بھی نقل کرتے۔

"کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان (ص۷۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کشفی معاملہ ہے اور صاحب کشف کا اس میں کوئی قصور نہیں اور یہ تعبیر طلب ہے فی الواقعہ موجود نہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"چونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا (ص۷۷) × × × اور چونکہ موجود نہیں اور بجز اسکے اور کس طرف خیال جاسکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور

لکھا ہوگا"۔

پھر آپ لکھتے ہیں۔

"اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرے کو انکی زبانی قرآن شریف میں پڑھتے سنا۔ تو اس میں یہ بھید مخفی ہے × × × کہ انکے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے"۔

پھر منارۃ المسیح میں جس پیرایہ میں ذکر ہے اس کو خوب کھولا ہے یعنی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ میں سیر زمانی قادیان کی مسجد اقصیٰ تک بتایا ہے۔

چوبیسواں اعتراض۔ امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں۔ (ازالہ ص۵۱۸ و ص۲۵)

الجواب۔ مفتی مکفر صاحب وہاں تو یہ لکھا ہے کہ بخاری و مسلم میں مہدی کا ذکر نہیں پس اگر ہے تو نکال کر دکھاؤ۔ اور اسی بنا پر فرمایا۔

"اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے صحیح اور کامل تحقیقات کی رو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا۔ جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہے ہیں"۔

غرض آپ نے مطلق مہدی کے آنے کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ مہدی کے آنے کو لازم غیر منفک قرار دینے کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ اور دلیل زبردست دی ہے۔

"باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اسکی کے مسیح بن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اسکے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو کیا وہ خود مہدی نہیں کیا وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا × ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ" (ص۵۱۹)

پھر مطلق مہدی کا اقرار کیا ہے۔

"یوں تو ہمیں اسبات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے۔ کہ آئندہ بھی آویں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو۔ لیکن جس طرز سے عوام کے خیال میں ہے اسکا ثبوت نہیں پایا جاتا۔"

غرض آپ نے مہدی کے آنے کو تسلیم کیا۔ صرف عوام الناس کے خیال کو غیر صحیح کہا۔ اگر آپ مہدی کی آمد کے قائل نہ ہوتے تو یہ کیوں فرماتے۔

"جو مجھے مسیح موعود و مہدی مسعود نہیں مانتا۔ وہ میری جماعت سے نہیں" (کشتی نوح)

پچیسواں اعتراض۔ کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ازالہ صـــ۱۵)

الجواب۔ آپ نے اس سے پہلی عبارت کو حذف کر دیا۔ وہاں یہ لکھا ہے

"حدیثوں میں بکثرت یہ بیان پایا جاتا ہے۔ کہ ان میں گنہگار ہونے کی حالت میں بچھو پائے جائینگے اور سانپ ہونگے اور آگ ہو گی۔ اگر ظاہر پر ہی ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے۔ تو ایسی چند قبریں کھود و۔ اور ان میں سانپ اور بچھو دکھلاؤ۔"

اس سے مطلب آپکا یہ ہے کہ عذاب قبر عالم مثال میں ہوتا ہے۔ اور سانپ اور بچھوؤں سے یہ بچھو یا سانپ مادی مراد نہیں۔ اور یہی مذہب محققین علماء کا ہے۔ چنانچہ عقائد نسفی میں ہے ای العذاب الذی بعد الموت وقبل الحشر اعم ان یکون فی القبر و فی غیرہ۔ اور عبد الحکیم بر حاشیہ خیالی میں کان العذاب للروح المتعلق بہ لانہ المدرک اللذۃ والالم سواء کان ذلک جسما لطیفا ساریا فیہ علی ما ھو اکثر المتکلمین (صـــ۲۲۲ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے۔ تو پھر جو ڈوب جاتے ہیں یا جلائے جاتے ہیں انکو سانپ اور بچھو کہاں کھاتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ عالم مثال و برزخ میں جہاں روح مع جسم اعمال کے رکھی جاتی ہے وہیں عذاب ہوتا ہے۔ پس یہ تو حق بات ہے اسپر فتوےٰ کفر لگاؤ گے تو اپنے اسلاف پر بھی ساتھ ہی لگاؤ۔ اور (نعوذ باللہ) حضرت نبی کریم اور قرآن شریف کے بھیجنے والے پر بھی۔ کیونکہ ان کا بھی یہی ارشاد ہے۔ پھر میں کہتا ہوں اگر یہی سانپ بچھو مادی دنیا کے مراد ہیں۔ اور یہی انہی قبروں میں یہ عذاب ہوتا ہے تو اول ثابت کرو کہ اسی قبر میں جسم میں روح پڑ کر مردہ زندہ ہوتا ہے

دوم - پھر سانپ بچھو نکال کر دکھلاؤ۔ اسکا جواب کفر کا فتوٰی نہیں بلکہ مطالبہ کا پورا کرنا۔ امام غزالی نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ بعض لوگوں نے مُردہ کی آنکھوں پر پارہ رکھدیا یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا فرشتہ اگر سوال و جواب کے لئے اسی جسم کو اٹھاتا ہے یا نہیں مگر جب قبر کھودی گئی تو پارہ اسی طرح موجود تھا۔ ثابت ہُوا کہ وہ قبر عالم مثال کی ہے اور عذاب و ثواب اسی میں ہے حضرت اقدس نے اسکی تشریح اسی ازالہ میں دوسرے مقام پر فرمائی۔

"ایسا ہی اس درجہ میں میّت خبیث کے لئے دوزخ کی طرف قبر میں ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جس کی راہ سے دوزخ کی ایک جلانے والی بھاپ آتی رہتی ہے۔ اور اسکے شعلوں سے ہر وقت وہ خبیث روح جلتی رہتی ہے۔" (ازالہ ص۳۵۳)

اس عبارت کے پڑھنے کے بعد کوئی خدا ترس نہیں کہہ سکتا کہ آپ عذاب قبر کے منکر ہیں

چھبیسواں اعتراض - جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔

الجواب - حضرت اقدس کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے۔ ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذّب بالصدق اذ جاءہٗ الیس فی جہنم مثوی للکٰفرین (اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا اس صداقت کی تکذیب کرے۔ جو اسکے پاس آئے ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنّم نہیں) پس اگر مرزا صاحب (نعوذ باللہ) مفتری ہیں۔ تو وہ اظلم ہیں۔ اگر وہ مفتری نہیں صادق ہیں تو لامحالہ انکے نہ ماننے والے اظلم ہیں۔ یہ کوئی نیا فتوٰی نہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ آپ اپنے مزعومہ امام مہدی و مسیح موعود کے منکر کو اور اسے مفتری ٹھہرانے والوں کو کیا کہتے ہیں۔ جب تمام اہل سنت جماعت کا وہی فتوٰی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو دیا تو اسپر اعتراض کیسا ہے آپکو شاید اپنے علماء کا فتوٰی بھول گیا ہے جو مسیح و مہدی کے منکر پر دیا ہے۔ بطور یاد دہانی نقل کرتا ہوں۔

۱ - شخص مذکور ضال اور مضل ہے۔ اور اہلسنت سے خارج (غلام محمد البگوی امام مسجد شاہی)

۲ - بریں است اجماع اہلسنت و جماعت منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہلسنت و جماعت مبتدع و ضال و مضل است (عبد الجبار الغزنوی)

۳ - شخص مذکور مفتری کذاب ضال مضل خارج اہلسنت سے ہے۔ (سید نذیر حسین محدث دہلوی)

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ میں مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کر چکا ہوں جیسے کہ آپ بھی اپنے مزعومہ مسیح کو مانتے ہیں (اور انبیاء عزل سے امان میں ہیں دیکھو قصیدہ امالی) پس آپ ہی بتلائیے کہ نبی اللہ کا منکر کون ہے۔ باقی یہ بھی خود ہی بتلائیے کہ آپ کے مسلمات کے مطابق جو نبی اللہ کو جھوٹا بھی نہ کہے اور بیعت بھی نہ کرے وہ کیا ہوتا ہے؟

متفرق اعتراضات - ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

الجواب - آپ فرمائے۔ کیا آپ نہیں مانتے۔ کہ مسیح کی آمد ثانی پہلی کی نسبت جلالی ارفع اور اعلیٰ ہوگی۔ پہلے مسیح بن مریم آئے۔ اور یہودیوں نے صلیب پر چڑھانا چاہا۔ چھپ گئے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ مگر دوسری بار آکر یہود کو قتل کرینگے۔ تمام جہان کے کفار اما السیف اما الاسلام سنائینگے۔ جو کام خاتم النبیین نے نہیں کیا۔ وہ کر دکھائینگے۔ یعنی تمام دنیا کو مسلمان۔ آپ کے دم سے کافر مرتے جائینگے۔ اب کہو آخری زمانہ کا مسیح پہلے مسیح سے افضل ہوا یا نہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ آپ جس کو مانتے ہیں انکی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ پہلے سے افضل ہے۔

(ب) یہود نے عیسیٰ کے بارے میں قوی اعتراض کئے ہیں کہ ہم جواب دینے سے حیران ہیں۔ بغیر اسکے کہ یہ کہدیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے۔

الجواب - اس میں تو قرآن کریم کی شان کا اظہار ہے اس میں کیا شک ہے کہ تمام انبیاء کی نبوت قرآن کریم نے آکر ثابت کی ہے اور یہی ثبوت ہمارے پاس ہے۔ اگر آپ قرآن مجید سے الگ ہو کر نبوت ثابت کر سکتے ہیں تو بسم اللہ کیجئے اور یہود کے اعتراضات کا تحقیقی جواب دیجئے والسلام

الحمد للہ کہ یہ مضمون ختم ہوا جو صاحب اسکی اشاعت دیہات و امصار میں مفید سمجھیں اور اس فتوے کی تردید کرنی چاہیں جسے وہ بدہ شائع کرکے غلط فہمی پھیلائی گئی ہے یا پھیلائی جاتی ہے۔ وہ مہربانی کرکے اسکی متعدد کاپیاں ۲ر فیجلد کے حساب سے منگوا کر (علاوہ محصولڈاک فی رسالہ ۔/ تقسیم کرکے عند اللہ ماجور ہوں۔ اور ایڈیٹران اخبارات یہ مضمون پڑھ لیں کیونکہ وہ اکثر ہماری نسبت غلط عقائد شائع کر دیتے ہیں۔

مینیجر تشحیذ قادیان

ریویو

اسوۂ حسنہ یہ رسالہ اس بات میں امتیاز رکھتا ہے کہ نہایت گنجان تحریر ہے اور بین السطور بہت ہی کم تشحیذ کے صفحے کے برابر صفحہ ہے اور ہر صفحہ پر ۲۰ سطریں باوجود اسکے چھپوائی نہایت اعلیٰ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہی کاغذ بھی اچھا ہی مضامین نہ صرف بلحاظ زبان بلکہ باعتبار مطالب مفید۔ پہلے ایک دو رسالوں سے مجھے رنگ تشیع غالب ہونیکا گمان ہوا تھا۔ اب نہیں رہا۔ نامور اہل قلم کے مضامین بہم پہنچانے کے لئے بعض اوقات انکی مصنفہ کتب سے اقتباس مجھے پسند نہیں اسی طرح بعض لغات رسول اللہ صلعم کے متعلق ایسی روایات دیکھی گئی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں دیا جاسکتا مثلاً مولوی محمد عظیم صاحب کے مضمون میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا نے کسی سے وعدہ کر لیا کہ میں یہاں ٹھہرونگا وہ شخص بھول گیا آپ اسکے انتظار میں دوسرے دن تک وہیں ٹھہرے رہے کیا رسول اللہ صلعم پر کوئی نماز فرض نہ تھی کیا دیگر حوائج متعلقہ و فرائض مفوضہ نہ تھے صحابہؓ نے اپنے مطاع کو تلاش نہ کیا مدینہ یا مکہ کی گلیوں میں قیامت برپا نہ ہوگئی۔ میرے خیال میں وفائے عہد کے متعلق اس سے زیادہ موثر صحیح مثالیں نبی کریم صلعم کی زندگی میں مل سکتی ہیں مثلاً لیلۃ العقبہ والا وعدہ کہ میں بہرحال اب مدینہ منورہ ہی میں ہونگا۔ پھر مکہ فتح بھی ہوگیا تو بھی آپ اپنے وطن میں نہیں رہے پھر یہ کہ صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضا کے لئے آپ تشریف لائے اور باوجود طاقت اور جمعیت اور مرکز پر تسلط پانے کے آپ اپنے مواعید پر قائم رہے اور مکہ والوں سے کچھ تعرض کیا وغیرہ ذٰلک پھر وفائے عہد ہمارے نقطۂ خیال سے نہیں بلکہ ابوسفیان بحالت مخالفت یہ شہادت ہرقل عظیم روم کے سامنے دینے پر مجبور ہوتا ہے کہ آپ وعدے کے بڑے پکے ہیں۔ ایک اور نامہ نگار ہیں نورالدین تاجر چرم۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کو اپنے مضامین کے ذریعے شائع کرنے میں بہت پرجوش ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یوں تو تمام احمدی اس بات کو محسوس کرتے ہونگے مگر میں خصوصیت سے اسلئے اس بارے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ اکثر ڈائری اور درس قرآن شریف کے نوٹ میرے ہی لکھے ہوئے ہیں نظم کا حصہ اس سے زیادہ دلکش ہوسکتا تھا اسلام کا عہد و میثاق کچھ ایسا اثر انداز نہیں اس سے زیادہ اچھی مثالیں مل سکتی ہیں۔ اس نظم میں صُلح کو صُلُح دو بار لکھا گیا ہے ایک اور مصرع میں غالباً اسی نظم میں یا کسی دوسری نظم میں "ع" تقطیع سے گرتا ہے۔ محمد انور ہاشمی ایسے فاضل ادیب تو ایسی باتوں کا مجھ سے زیادہ خیال رکھ سکتے ہیں کچھ اور بھی لکھتا مگر مزاج یار نازک چندہ سالانہ عہ قسم اول ۶/ ۔ مقام اشاعت میرٹھ

افادہ آگرہ اس رسالہ پر میں ریویو کرچکا ہوں دلچسپ ہے توجہ سے پڑھتا ہوں اسکے فاضل ایڈیٹر شبلی نعمانی کی

وفات پر کچھ لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"گو اس دعا کی انکو حاجت نہیں مگر تاہم بحسب عادت اور بربنا دلی آرزو کے یہ التجا جناب باریتعالےٰ سے ہے کہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرماوے۔"

نہیں سمجھ سکتا کہ نواب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ایسے فرزانہ روزگار کیونکر دعاء مغفرت سے شبلی نعمانی کو غیر حاجتمند ٹھہراتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نجات محض فضل ربی پر بتاتے ہیں اور ہم انکے مدارج کی ترقی کے لیے بھی ہر روز پانچوں نمازوں میں درود پڑھتے ہیں اور اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان پر اپنی رحمت کاملہ اور سلامتی بھیج۔ پھر میں تو اہل جنت کو جنت میں داخل ہونیکے بعد بھی یہ دعا پڑھتے سنتا ہوں ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا امید ہے حاجی صاحب مکرم معظم اس فقرے پر نظر ثانی فرمائینگے صنیفوں کے نزدیک تو کسی کے بارے میں سوا عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونیکا جزم نہیں شبلی نعمانی کیسے مستثنیٰ ہو گئے۔

علمی جنتری کانپور سید محمد عبداللہ صاحب علم یہ جنتری ہر سال شائع کرتے ہیں ٹائٹل پیج بہت خوبصورت ہے علاوہ تواریخ اور سیاروں کی چال کے چند اور مفید اور دلچسپ مضامین ہیں جنمیں کے قریب سلاطین و مشاہیر کی تصاویر ہیں اس جنتری میں سب سے بڑا ظلم اور دکھ دینے والا امر یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی نسبت نہایت غلط انفرمیشن دی گئی ہے مثلاً لکھا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ لا الہ الا اللہ احمد ولی (نبی) اللہ پڑھتا ہے اور یہ کہ مولوی نورالدین صاحب کی استقامت میں فرق آگیا لاحول ولاقوۃ کوئی گروہ جماعت احمدیہ میں ایسا نہیں ایک یا دو فرد ہوں تو انہیں جماعت سے کوئی نہیں سمجھتا۔ پھر مرزا نصیرالدین خلیفہ خدا جانے کسکا نام ہے اور یہاں محمود خلیفہ نہیں خدا جانے یہ کس چیز کا نام ہے، علمی جنتری کے مؤلف اور کل اہالیان ہندوستان کو معلوم رہنا چاہئیے کہ ہم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور شریعت محمدیہ میں ایک شوشہ کے نسخ کے بھی قائل نہیں حضرت مسیح موعود پر ہماری جماعت کا ایمان ہے کہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں آپ کے بعد سلسلہ خلفاء کے مولنا نورالدین رض کی وفات تک سب قائل تھے۔ اب چند لوگ البتہ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو حضرت اقدس کے ظلی نبی ہونے کے کچھ اور معنے صرف ملہم من اللہ کے کرتے ہیں اور خلیفے کے معنے یہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص غیر احمدیوں کو سلسلہ میں داخل کر سکے مگر ایسے لوگ جماعت میں نہیں جو ایک زندہ امام کے ماتحت ہوتی ہے

رحمانی جنتری یہ جنتری بھی اسی طرز کی ہے جیسی علمی جنتری اس میں بھی مفید مضمون ہیں اور دلچسپ اور مذکورہ بالا پتہ پر مل سکتی ہے۔ کانپور مقام اشاعت

بڑی جنتری یہ وہ اعلیٰ و نفیس کاغذ پر چھپنے والی جنتری ہے جو محمد رحمت اللہ رعد کانپور سے شائع کرتے

کرتے ہیں اس میں علاوہ تواریخ وسنین کے تاریخ افغانستان بھی ہے جسے اس نمبر میں ختم کر دیا گیا ہے۔ امیر دوست محمد خان۔ امیر شیر علی خان۔ امیر عبد الرحمٰن خان کے حالات اور تصاویر قابل دید ہیں اسکے علاوہ علم قیافہ و اسلحہ پر مضمون ہے۔ ان تینوں جنتریوں میں بلحاظ سنین مشہور یہ نقص ہے کہ بکرمی سنہ پنجاب کے شمار کے مطابق نہیں اور یہاں علی العموم کام نہیں دیتا۔ قیمت اعلیٰ قسم عہ۔

مشہور عالم جنتری یہ جنتری ایک لاکھ تعداد میں پنڈت گردہاری لعل لاہور سے شائع کرتے ہیں اس میں جوتش قیافہ و نجوم کے متعلق بہت مفید انفرمیشن ہے اور انگریزی ہجری بکرمی تاریخیں اہل پنجاب کے کام آنے والی طرز میں لکھی گئی ہیں۔

قدسیہ جنتری یہ اسلامی جنتری ہے جو مولوی بقا حسین فلکی علیگڈھ سے ملتی ہے اس میں ہجری تاریخ پہلے دی ہے اور ہر تاریخ کے سامنے مشہور اسلامی واقعات لکھے ہیں پہلے صفحات میں اسلام کے عالمگیر ہونیکے متعلق ایک حسابی پیشگوئی ہے زمانہ نبوۃ (۲۳ سال) کے مقابل ایک ایک صدی لکھی ہے اور چودھویں صدی کو خاص ترقی کے لئے خاص کیا ہے

وفات نامہ حضرت نور الدینؓ یہ پنجابی اشعار الہ داد خان نمبردار موضع محلانوالہ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے لکھے ہیں جس میں خلیفہ اول کی وفات اور اسکے بعد حالات درج ہیں قیمت ۲ قابل دید اور مفید

معین المبلغین منشی احمد حسین صاحب احمدی فرید آبادی نے یہ نہایت ہی مفید رسالہ لکھا ہے اس میں پہلے تو نہایت عمدگی سے وہ ضروری باتیں جمع کردی ہیں جن پر مبلغین کو بولنا چاہیئے یہ سب باتیں سلسلہ احمدیہ کے اصول کا مجموعہ ہیں پھر چند ہدایات متعلق تبلیغ ہیں پھر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے دلائل مختصر جامعیت کے ساتھ ایسے طریق میں دیئے ہیں کہ ایک کم فرصت سے کم فرصت تھوڑی دیر میں پڑھ سکے اور بدوں متاثر ہونے کے نہ رہے پھر حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو نہایت عمدہ ترتیب سے سمجھایا ہے اور دراصل مبلغ کو صرف اشارات دیئے ہیں گو ان مضامین کو اس ترتیب و ترکیب سے اپنے طرز پر پیش کرے غرض ۳۲ صفحے میں بہت کچھ بھر دیا ہے قیمت ۱؎ احمدیہ کمیشن ایجنسی کمرہ بنگش دہلی

خلافت محمود و مصلح موعود رسالہ المصلح الموعود کا مکمل و مفصل و مدلل جواب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق نے نہایت عام فہم طرز میں دیا ہے میر صاحب موصوف کو مکذبان پیشگوئیہا حضرت مسیح موعود کے جواب کا خاص ملکہ و خاص تجربہ ہے اسلیئے احباب اس کتاب کو پڑھکر جسکے اخیر میں مصلح موعود کے متعلق تمام اشتہارات و تحریرات حضرت مسیح موعود جمع کردی گئی ہیں نہایت خوش ہونگے مخالفین پر اتمام حجت اور انہیں ساکت کرنے کے لئے یہ کتاب

ظہور المہدی یعنی
حجج احمدیہ

ایک مبلغ کے لئے ایک مناظر کے لئے ایک طالبِ حق کے لئے ایک تمام
مذاہب عالم پر تنقید کرنے والے کے لئے ایک احمدی کی وسعتِ معلومات
کے لئے یکساں مفید۔ ہر مسئلہ پر آیات واحادیث و روایات کا اتنا ذخیرہ
جمع کر دیا ہے۔ کہ اس سے زیادہ کیا کوئی جمع کریگا۔ احمدی مذہب کا امنت باللہ
سے لیکر الیوم الآخر تک پھر حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا مفصّل
و مدلل ثبوت اس میں درج ہے۔ اور عسل مصفّٰی کے شائع ہونے کے بعد جو نئے
اعتراض ہمارے پیش کردہ دلائل پر کئے گئے تھے انکو زیر نظر رکھکر یہ کتاب
لکھی گئی ہے۔ حجم ۳۵۲ صفحے قیمت بجائے دو روپیے کے سوا روپیہ عہ
آپ ایک دفعہ منگا کر دیکھیں ❊

ملنے کا پتہ **دفتر تشحیذ الاذہان قادیان** ضلع گورداسپور
(پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

Digitized by Khilafat Library

سنہ ۱۹۱۵ء کی کانوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی۔

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں۔ اور اپنی من مانی جس کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی۔ دودھ۔ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ جڑی۔ بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ **ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں** ہیں۔ آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں۔ اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں جوانی کی بے اعتدالیوں کیوجہ جو خرابی ہو۔ اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو۔ یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

تو ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیجدیں۔ **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جاویگا قیمت ۳۰ گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۲ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حجم ۸۰ صفحے

(فروری سنہ ۱۹۱۵ء)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ربیع الاول ۱۳۳۳ھ — ماہ فروری ۱۹۱۵ء مطابق

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

مسئلہ نبوت احمد علیہ السلام یعنی مسیح موعود — صفحہ ۱ [illegible]

(۱) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں" (مکتوب آخری)

(۲) "میں وہی ہوں جسکا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے" (نزول المسیح ص ۴۸)

(۳) "نبی کا نام پانے کے لئے (صرف) میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں" (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

قیمت سالانہ عوام سے ۸ عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ۸ عہ/

[illegible]

باہتمام میر عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام ... نے شائع کیا

[illegible]

فروری کا رسالہ

مسئلہ نبوت احمد پر مبسوط بحث ملاحظہ ہو۔ میں امید کرتا ہوں یہ مضمون بڑی دلچسپی سے پڑھا جائیگا ضرورت پڑی تو مزید اعتراضوں کے جواب بھی دئیے جائینگے۔ بجائے ۴۸ صفحے کے ۹۶ صفحے حجم ہے یعنی ڈبل اسلئے

۲- جو صاحب وی پی واپس کرینگے۔ انکو بھی یہ رسالہ تشحیذ ماہ فروری بھیجدیا جائیگا تا کہ فائیل میں نقص واقع نہ ہو مگر ضروری ہے کہ چندہ کے بارے میں اطلاع دیں کس ماہ میں ادا کرینگے۔

۳- احباب کو چاہئے کہ مہربانی فرماکر توسیع اشاعت رسالہ میں جہد بلیغ فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔ موجودہ خریدارانِ تشحیذ کا چندہ اس خرچ کو پورا نہیں کر سکتا بالخصوص اسلئے کہ موجودہ خریدار ابھی قیمت نہیں دیتے۔ چنانچہ ابھی ۱۴ء ۱۹ کا بقایا چار پانسو باقی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ احباب اس امر کی طرف خاص توجہ دینگے۔ صرف مضامین کی پسندیدگی کے سرٹیفکیٹ کافی نہیں ہیں۔ (۴) یہ رسالہ فروری ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر جو صاحب چاہیں منگوالیں مفت تقسیم کرنیکے لئے ایک روپے کے پانچ۔

القول الفصل

حضرت مصلح موعود خلیفہ ربانی مظہر قدرت ثانی سیدنا صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے جس میں مسئلہ نبوت کو خوب واضح کیا ہے اور خواجہ صاحب کے متفرق اعتراضوں کے لاجواب جواب دئیے ہیں۔ جو صاحب چاہیں۔ دفتر ترقی اسلام قادیان سے منگالیں۔

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود ۵ر سی حرفی بیان نظم پنجابی ا۔ احسن القصص ۱۰ر درثمین فارسی ۴ر تفسیر فرقان ۴۰ر درس قرآن شریف کے نوٹ ۱۰ر حقیقت نماز ۵ر رد چکڑالوی ۲ر ادعیۃ الاحادیث ۶ر طبیب روحانی ۱ر القول ربانی ۲ر البلاغ المبین ۶ر ادعیۃ القرآن ۱۰ر خصوصیات مسیح موعود ہدایات دربارہ معاملات ۱ر خطبات نور حصہ اول۔ خطبات نور حصہ دوم ۸ر چکار محمدی ۱ر چکار مہدی ۱ر احمدی عقاید۔ ر الوصیت پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۵ء

دنیا میں ایک نبی آیا

"یہ مضمون اس عزیز نوجوان کا ہے جس کے جوش اور اخلاص کو میں نے ہمیشہ غبطہ کی نظر سے دیکھا ہے نبوت مسیح موعود پر اس سے بہتر اور مفید اور جامع مضمون کوئی کیا لکھیگا۔ ہر ایک پہلو پر سیر کن بحث کردی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء احباب کرام سے امید ہے کہ وہ اسے اول سے آخر تک بنظر امعان مطالعہ فرمائینگے اور پھر اسکی اشاعت میں مساعی ہونگے۔ چونکہ سب کو حضرت اقدس کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اسلئے کوئی احمدی احمدی رہکر اسکے برخلاف زبان اعتراض نہیں کھول سکیگا۔ بلکہ غیر احمدیوں پر اسی کے ذریعے اتمام حجت کریگا۔" (ایڈیٹر)

مسیح موعود نبی اللہ

"دوستو اک نظر خدا کے لئے"

خدا کے لئے اس مضمون کو اوّل تا آخر پڑھو۔ اس میں نبوت مسیح موعود کو مسیح موعود کی ہی تحریروں

سے پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پوری طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا۔ اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا۔ اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا۔ اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے"

(نزول المسیح ص ۲۰)

پس فریقین کے ان امور کو غور سے مطالعہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی جناب میں متکبر گردانے جاؤ۔

۱۔ نبوت کی تعریف عام معنوں کے رو سے

"نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں۔ جو بذریعہ وحی والہام ہو" (چشمہ معرفت ص ۱۸۱)

اور

"نبی ایک لفظ ہے جو عربی و عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(نوٹ) مندرجہ بالا تعریف نبوت عام معنوں کے رو سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کی نبوت کو جو محض لغوی معنوں سے ہی متحقق ہو "نبوت جزویہ یا ناقصہ" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔

۲۔ "نبوت کی تعریف اصطلاح شریعت کے رو سے"

۱۔ خدا کی اصطلاح۔ "خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں"

(چشمہ معرفت ص ۳۲۵)

۲۔ نبیوں کی اصطلاح "جبکہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے۔ اور اس میں کوئی کمی و کثافت باقی نہ رہے۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں "نبوت" کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر سب

نبیوں کا اتفاق ہے (الوصیۃ صفحہ ۱۲)

۳- اسلام کی اصطلاح "ایسے شخص کو (جس میں) ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا عشق بھی ہو ایسے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں۔ اور خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۸)

۴- مجددین کی اصطلاح - مجدد صاحب سرہندی نے لکھا ہے۔

"جس شخص کو بکثرت مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹)

۵- زبان کی اصطلاح - "عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا ہو۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔" مکتوب مندرجہ اخبار عام

۶- قرآن کی اصطلاح - "جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اسپر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا" (ایک غلطی کا ازالہ)

۷- مسیح موعود کی اصطلاح - "ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص جسکو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جاویں۔ اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔"

نوٹ - مندرجہ بالا نبوت کی اصطلاح شریعت کے رو سے ہے لہذا ایسی نبوت کو دوسرے لفظوں میں نبوت کاملہ تامہ کہتے ہیں۔

۳- نبوت کی تعریف خدا کے حکم سے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اسکی کثرت کا نام بموجب

حکم الہٰی نبوت رکھتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۵)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔" چشمہ معرفت ص۱۸۰

پس معلوم ہوا

کہ کوئی اور تعریف اسکے برخلاف یا اسکے بالمقابل قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ نبی کی یہ تعریف حکم خداوندی سے تقویت پاکر نص صریح کے طور پر ہے لہٰذا نص محکم کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف دوڑنا تقوے سے بعید ہے

۴۔ کثرت اظہار امور غیبیہ منجانب اللہ کو نبوۃ نہ سمجھنا نادانی ہے

(از مسیح موعود)

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الہٰیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ حالانکہ نبوت آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں۔ جو بذریعہ وحی و الہام ہو۔" چشمہ معرفت ص۱۸۱

۵۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے نبی کہلانے کی وجہ

(از مسیح موعود)

"منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے" (از ایک غلطی کا ازالہ)

اور نیز فرمایا۔

"کیا سورۃ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالےٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ و مخاطبہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے انکی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی۔"

(براہین احمدیہ ص۱۳۸)

۶۔ نبی کے لئے شرائط ضروریہ

ایک نبی اور ایک غیر نبی میں امتیاز کرنے کے لئے لازمی ہے کہ چند ایک اور ایسی باتیں ہوں جس سے انسان نبی اور اسکے غیر میں بین فرق کر سکے۔ سو وہ شرائط جس سے متصف ہو کر ایک پاکباز انسان شرعی اصطلاح میں نبی کہلا سکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں (از مسیح موعود)

(۱) "نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبریں اسکو مل نہیں سکتیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)

(۳) "نبی کے لئے لازمی ہے کہ خدا اسکی وحی کو لوگوں کے لئے مدار نجات ٹھہرائے یعنے اسکی وحی کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وحی کی طرح شرعی حجت مقرر کرے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "خدا نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔" جس کے کان ہوں سنے۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ دیکھے۔

(۴) "خدا اپنی وحی میں اسکا نام نبی رکھے جیسے کہ فرمایا۔ "اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (مکتوب اخبار عام)

(۵) "وحی نبوت کی نسبت ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جاوے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔" (اربعین ص۹۱)

پس یہ صفات ہیں جن سے کامل طور سے متصف ہو کر ایک خدا کا برگزیدہ بندہ نبی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

۷۔ نبی کی سچائی کو پہچاننے کے طریقے

از حضرت مسیح موعود

"ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔

(اول) **عقل سے** دیکھنا چاہئے کہ جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے۔ عقل سلیم گواہی دیتی ہے یا نہیں کہ اسوقت اسکے آنے کی ضرورت بھی ہے۔ یا نہیں ؟

(دوم) پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں

(سوم) نصرت الٰہی اور تائید آسمانی

سو اب یہ تینوں علامتیں خدا نے میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔ اب چاہو تم قبول کرو یا نہ کرو۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

۸۔ مدعی نبوت کے لئے ایک نہایت ہی صحیح پیمانہ

(از مسیح موعود)

"میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنے ۲۳ برس تک مہلت پا سکے بلکہ ضرور ہلاک ہوگا × × اور خدا تعالیٰ کا یہ قول لو تقول علینا محل استدلال پر ہے۔ اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے۔" (اربعین صفحہ ۵)

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ معیار محض مدعی نبوت و رسالت کے لیئے ہی جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت رسولوں[1] اور نبیوں اور ماموروں کی نسبت ہے × × لیکن ایک ایسا شخص جو اپنے تئیں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے قوم کا مصلح قرار نہیں دیتا اور نہ نبوت اور رسالت کا مدعی بنتا ہے وہ قابلِ التفات نہیں۔" (اربعین صفحہ ۵)

---

[1] حضرت اقدس نے اپنی صداقت کا اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ جس کو آپ نبیوں سے مختص قرار دیتے ہیں پس ثابت ہوا۔ کہ آپ نبی ہیں ۱۲

۹- آنحضرۃ صلعم کے نمونہ پر وحی اللہ کا پانا صرف مسیح موعود میں متحقق ہے

(از مسیح موعود)

"سو اس آیت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی عمر دی گئی ہے۔ اور تئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا۔"

(اربعین صـ۲۶)

پس

"سو جہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (از مسیح موعود حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

۱۰- ایک سوال کا ضروری جواب

(از مسیح موعود)

"بعض نادان کہتے ہیں کہ عربی میں کیوں الہام ہوتا ہے اسکا یہی جواب ہے کہ شاخ اپنی جڑ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی جس حالت میں یہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں پرورش پاتا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کا یہ الہام بھی اس پر گواہ ہے کہ تبارک من علم و تعلم یعنی بہت برکت والا انسان ہے جس نے اسکو فیض روحانی سے مستفیض کیا۔ اور دوسرا بہت برکت والا یہ انسان ہے جس نے اس سے تعلیم پائی تو پھر جب معلم اپنی زبان عربی رکھتا ہے۔ ایسا ہی تعلیم پانے والے کا الہام بھی عربی میں چاہیئے تا مناسبت ضائع نہ ہو"

(اربعین حصہ سوم صـ۴۲)

۱۱- ملہم اور نبی میں فرق

(از مسیح موعود)

"بعض جاہل اسجگہ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں کبھی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے۔ پس ہم میں اور رسولوں میں کیا فرق ہے؟ × × × × × × یہ ایک ایسا مغرورانہ خیال ہے۔ جس سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں × × × اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں

اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں۔ مگر وہ مفلس نہیں سمجھ سکتا کہ میں بادشاہ کے برابر ہوں۔ یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے۔ اور آفتاب میں بھی روشنی ہے مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں

× × × × ۔" لیکچر سیالکوٹ

۱۲- ولی اور نبی میں فرق

ولی اور نبی میں کثرت وقلت اور قوت اور فضل کا فرق ہے۔ مکالمات ومخاطبات کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ پس جو شخص کثرت مکالمات وکثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے وہ نبی کہلاتا ہے۔ ورنہ ولی۔ اور دوسرے ولی کے لئے شرط نہیں کہ وہ خدا کا رسول ہو۔ لیکن نبی کے لئے خدا کا رسول ہونا شرط ہے۔ یعنی بغیر مامور ہونے کے بھی ایک شخص ولایت کے منصب کو پا سکتا ہے لیکن بغیر مامور ہونے کے نبی کے لقب کو پانا محال ہے اور تیسرے ولی کی وحی شرعی حجت نہیں۔ لیکن نبی کی وحی باعتبار وحی نبوت ہونے کے شرعی حجت اور لوگوں کے لئے مدار نجات ہے جیسے کہ فرمایا۔

خدا تعالےٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے۔ بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتباء کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول × × × ×

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صک)

۱۳- ان معنوں کے رو سے نبوۃ کے دو اقسام ہیں

مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر و باہر ہے کہ نبوت کا لفظ لغوی معنوں میں عام ہے "نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دیوے"۔ یعنے شرعی اصطلاح میں ایسے مکالمات الٰہیہ جو کثرت سے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبوت دو قسم پر منقسم ہے (۱) نبوت جزئیہ یا ناقصہ (۲) نبوت کاملہ تامہ ۔ لغوی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے ۔ وہ نبوت جزئیہ یا ناقصہ کہلاتی ہے لیکن اصطلاحی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے ۔ وہ نبوت کاملہ تامہ کہلاتی ہے ۔

۱۴۔ حضرت مسیح موعود شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول ہیں

مندرجہ بالا حوالوں کے رو سے چونکہ نبوت کی تمام شرائط ضروریہ مسیح موعود میں متحقق ہیں ۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود کا نبوت کے اصطلاحی معنوں میں نبی اور رسول ہونا ہر طرح سے متحقق ہے اور حضرت مسیح موعود نے نبوت کاملہ تامہ کا پورا حصہ پایا ہے ۔ لہٰذا آپ ہر پہلو سے من حیث النبوۃ کامل نبی ہیں ۔ چنانچہ فرمایا ۔

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے ۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲)

اور نیز فرمایا

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں ۔" (مکتوب مندرجہ اخبار عام)

اور نیز فرمایا

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں در اصل یہ نزاع لفظی ہے ۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو ۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں ۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

"کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے"

(۱۵) حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبی کی تعریف

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے ۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں ۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے وہ کلام جو میرے پر نازل

ہُوا یقینی اور قطعی ہے × × × × × وہ کلام جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے
میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر × × × × اور چونکہ میرے
نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی طور پر بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر
مشتمل ہو۔ اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔" ص۲۵ ج۳

اس سے ثابت ہُوا۔ کہ نبوت کاملہ کے لئے سوائے کثرت وحی و کثرت اظہار امور غیبیہ سے اور کوئی دوسری شرط نہیں۔ پس حضرت اقدس یقیناً اور قطعاً نبی اللہ تھے۔ اور آپکی نبوت نبوت کاملہ تامہ تھی۔ اور آپکی وحی قرآن کی وحی کی طرح نص صریح اور قطعی اور شرعی حجت ہے۔ جس سے انکار حضرت مسیح موعود کی زبانی "انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۱۶)
حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ایک "قاعدہ کلیہ"

۱۹۰۱ سے پہلے پہلے حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں اپنی نبوت کو بعض جگہ ایسی طرح سے پیش کیا ہے۔ جس سے کوئی بعض وقت یہ دھوکا کھاتا ہے کہ شاید مسیح موعود نے اپنی نبوت کو جزوی یا لغوی نبوت قرار دیا ہے ہو سکتا ہے۔ کہ عبارات میں الفاظ جزوی اور لغوی کے بھی پائے جاویں۔ لیکن ان عبارتوں کے وہی معنے ہم کرنے کے مجاز ہیں۔ جو مسیح موعودؑ نے ہمیں کرنے کے لئے تاکید کئے۔ وھو ھذا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس اس قاعدہ کلیہ سے تمام ان عبارتوں کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ایک منٹ کے

لئے انسان مسیح موعود کو اپنا حکم اور عدل قبول کرے۔ اور اسی کے حکم کے ماتحت اسکی عبارتوں کے وہ معنی کرے جو ہمیں اس نے کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ جب خود خدا کا مسیح ان عبارات کے وہ معنے نہیں کرتا۔ جو ظاہر معلوم ہوتے ہیں۔ تو پھر ہم کون ہیں۔ کہ ان عبارات کو ظاہر پر حمل کر کے ایک کھلی کھلی گمراہی کو خرید کریں۔ بعض لوگ ہمیشہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب سے یہ معنے نکالا کرتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت مسیح موعود نبی اور رسول نہ تھے حالانکہ حضرت مسیح موعود نے اسکے معنے خود کر دیئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

"اور میرا یہ قول "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" اسکے معنے صرف اسقدر ہیں۔ کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ صـ۶)

پس خدا کے مسیح کے کلام کے وہ معنے کرنے چاہئیں۔ جو خود خدا کا مسیح کر گیا ہے۔ نہ کہ وہ جو کہ خود ہمارا سرکش نفس ہمیں کرنے پر مجبور کرے۔

۱۷۔ ذاتی صفات اور اضافی صفات

جاننا چاہئیے کہ جیسے کہ خدا تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ایک ذاتی اور دوسرے اضافی (دیکھو چشمہ معرفت صـ۲۶۷) بعینہٖ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تو وہ صفات ہیں۔ جنکا ہونا نبی کہلانے کے لئے ضروری ہے اور جن کے بغیر نبی نبی نہیں کہلا سکتا۔ وہ تو ذاتی صفات ہیں جن کا ذکر نمبر ۱ میں ہو چکا۔ لیکن دوسرے صفات وہ ہیں۔ جنکا تحقق و وجود خارج میں پایا جانا موقعہ ومحل کو چاہتا ہے۔ اور جن کے ہوتے یا نہ ہونے سے ذات نبوت میں کوئی زیادتی یا کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ ایسی صفات کو اضافی صفات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ وحی نبوت پاوے۔ اور رسول ہو لیکن خاتم النبیین یا شارع ہونا یا مستقل ہونا۔ یا ظلی ہونا۔ ہر ایک نبی کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ انکا تحقق و وجود خارج میں پایا جانا موقع ومحل کو چاہتا ہے۔

نبوت کی صفات ذاتیہ کا ذکر نمبر ۱ میں ہو چکا ہے۔ اب انشاء اللہ صفات اضافیہ کا ذکر ہوگا۔ اور اس کے واقع ہونے کی وجہ تسمیہ بھی بتلائی جائے گی وباللہ التوفیق

۱۸۔ مسئلہ نبوۃ مستقلہ اصلیہ و ظلیہ

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو سمجھنے کے لئے اس مسئلہ کا کماحقہ سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی وہ مسئلہ ہے جس کے سمجھنے پر ختم نبوت اور حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے۔ جب ہم نبوت مستقلہ و نبوت ظلیہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف یا وحی مسیح موعود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں ان الفاظ کا استعمال نہیں پاتے۔ قرآن شریف میں جس طرح دوسرے انبیاء کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مسیح موعود کو۔ وحی نبوت یعنی قرآن شریف اور وحی مسیح موعود میں صاف اور صریح لفظوں میں نبی اور رسول کہا گیا ہے اور کہیں بھی نبی کے ساتھ ظلّی یا بروزی کا استعمال نہیں ہوا۔ پس یہ قیاس مع الفارق ہے کہ مسیح موعود کا اپنی نسبت ظلّی یا بروزی یا اُمتی کا لفظ بولنا بذاتہٖ نبوت مسیح موعود میں کوئی خلل واقع کرتا ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ جب قرآن اور وحی مسیح موعود میں نبی کے ساتھ ظلّی یا مستقل لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو بہت دفعہ استعمال کیا۔ سو جہاں تک غور کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو بطور اظہار صفات اضافیہ کے استعمال کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں یعنی حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کا استعمال طریق حصول نبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سُن کر دھوکا کھاتے ہیں۔ کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوے کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعوے نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ مجھ کو بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اسلئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔

اسوجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے نبی اللہ ہونے کا بتصریح دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپکو مقام نبوت تک پہنچنے والا پیش کیا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مقام نبوت کے حصول کا طریق کیا تھا آیا اصالتاً یا وساطتاً۔ سو اسکا جواب بھی اس میں درج کر دیا۔ کہ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّ ہے نہ کہ اصلی نبوت۔" یعنی میری نبوت آنحضرت صلعم کے کمال فیضان کی وجہ سے ہے نہ کہ براہ راست۔ پھر اس طریق کا فائدہ بتایا۔ "تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے۔" پس اس حوالہ میں نبوت اصلیہ و نبوت ظلیہ کا کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ نبی اللہ ہیں۔ باقی طریق حصول نبوت میں فرق بیان کیا ہے۔ بذاتہ نبوت میں کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا

۱۹۔ بعد از خاتم النبیین ولی او نبی بننے کا طریق یکساں ہے

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ ولی کا براہِ راست بغیر استفادہ مشکوٰۃ نبوت اپنے کمال کو پہنچنا ناممکن اور محال ہے۔ اور ہر ایک نبی کے روحانی افاضہ سے انکی امت میں اولیاء اللہ ہوتے رہے ہیں۔ پس یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ ولی کا ظلی ہونا لازمی ہے یعنے ولی بھی بغیر اتباع نبی مرتبہ ولایت تک پہنچتا ہے۔ براہ راست بغیر اتباع نبوت اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔ لیکن نبی کے لئے لازمی نہیں کہ وہ ظلی یا بالواسطہ ہو۔ اور اسکا کمال کسی سابقہ نبی کے چراغ نبوت سے مکتسب و مستفاض ہو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک نبی مستقل یعنی براہ راست طریق سے بغیر استفاضہ کسی سابقہ نبی کے مقام نبوت حاصل کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی وجہ سے اب نبوت کاملہ کا ملنا اُس طرح پر تو منقطع ہو گیا۔ کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر منقطع نہیں۔ کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔" (ریویو جلد ۷ ٹرالوی)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کے بعد مقام ولایت ومقام نبوت کا ملنا یکساں طریق پر واقع ہوا۔ تا اس سے آنحضرت صلعم کا افضل انبیاء ہونا ظاہر ہو جیسے کہ فرمایا۔

"اسجگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ دخل نہ تھا لیکن اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے۔ اور ایک وہ بھی ہے جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی"۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

علاوہ ازیں اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیئے + کہ بعد از خاتم النبیین گو طریق حصول مقام ولایت ومقام نبوت یکساں ہے۔ مگر ولایت و نبوت میں بذاتہ بہت فرق ہے جیسے کہ نمبر ۱۲ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ طریق حصول کے یکساں ہونے کی وجہ سے نبی اور ولی کو ایک ہی نہ سمجھ لیا جاوے۔ بلکہ حدود اللہ کو قائم رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

۱۸۔ نبوۃ دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے

مقام نبوت کے حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے دو ہی طریق مقرر فرمائے ہیں۔

(۱) ایک طریق کا نام براہِ راست یا مستقل طور پر ہے۔

(۲) دوسرے طریق کا نام بالواسطہ یا ظلی ہے۔

براہ راست وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو بغیر پیروی کسی سابقہ نبی کے حاصل کرے اور یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رائج تھا۔

بالواسطہ یا ظلی وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو کسی سابقہ نبی کے واسطے اور فیض سے حاصل کرے۔ اور یہ طریق آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے جاری کیا گیا۔ ایک طرف

ختم نبوت قائم رہے۔ اور دوسری طرف تکمیل نفوس مستعدۂ امت کی بھی پوری ہو جائے۔ اور کوئی فردِ ہمیں اتباع نبوی اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جاوے تا خیر الامم کا مفہوم پورا ہو۔ (دیکھو ریویو برچکڑالوی)

نوٹ۔ مقامِ نبوت اسلئے لکھا گیا ہے۔ کہ نبوت ناقصہ جسکو ولایت یا محدثیت کہتے ہیں وہ ضرور بضرور ظلی یا بالواسطہ ہوتی ہے۔ اسلئے یہاں پر نبوت ناقصہ کی کوئی بحث نہیں صرف نبوت کاملہ کی بحث ہے۔ یاد رہے کہ میںنے جہاں ولی کا لفظ لکھا ہے اس سے میری مراد محدث کی ہے کیونکہ محدث وہ ہوتا ہے جو ایک پہلو سے امتی ہو اور دوسرے پہلو سے ناقص نبی (دیکھو ازالہ)

۲۱۔ نبوت مستقلہ سے مراد

نبوت چونکہ دو طریق سے حاصل ہوتی ہے ایک براہ راست اور دوسرے بالواسطہ یا ظلی طور پر سو طریق حصول کے رُو سے نبوت دو قسم پر منقسم ہے (اول) نبوت مستقلہ (دوم) نبوت ظلیہ

(۱) نبوت مستقلہ یا اصلیہ وہ نبوت ہے (جو اپنی ذاتی صفات کے رُو سے کاملہ ہو) اور جو پیشتر از زمانہ خاتم النبیین بغیر توسط کسی پہلے نبی کے براہ راست طریق سے ملتی تھی۔ چنانچہ مسیح فرماتے ہیں

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی تھی اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے" (ریویو برچکڑالوی)

۲۲۔ نبوت ظلّیہ سے مراد

(۲) نبوت ظلّیہ (اپنے صفات کے رُو سے خواہ وہ کاملہ ہو یا ناقصہ) وہ نبوت ہے جو نبوت بعد از خاتم النبیین اور چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔ کوئی الگ یا علیحدہ براہ راست طور پر نہ ہو جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اسکا دروازہ قیامت تک بند نہ ہوگا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

نوٹ نبوت مستقلہ کی تعریف میں نبوت کاملہ کا لفظ درج کیا گیا ہے اور نبوت ناقصہ کا ذکر عمداً ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ نبوت ناقصہ کا براہ راست ہونا محال ہے۔ لیکن

نبوت ظلیہ کی تعریف میں نبوت کاملہ اور نبوت ناقصہ دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اسلئے کہ ظلی نبوت کے معنے صرف یہی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اور نبوت خواہ کاملہ ہو یا ناقصہ۔ مگر وہ فیض محمدی سے حاصل ہو تو بالضرورت اسپر ظلی کا اطلاق آتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ہر ایک ایسا شخص جس کو وحی ملے۔ اسپر عام معنوں میں نبوت کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ عام سچی خوابوں اور الہامات پر بھی نبوت کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا "اسوقت یعنے مسیح کے وقت عورتیں اور بچے نبوت کرینگے" ضرورت الامام۔ لیکن کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ جو پاوے وہ اصطلاح شریعت میں نبی کہلاتا ہے (دیکھو نمبر ۲) اسلئے جو شخص فیض محمدی سے وحی پاوے۔ اسپر عام معنوں کی رُو سے ظلی نبوت کا اطلاق تو ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر کی تعریف سے ظاہر ہے لیکن اصطلاح شریعت میں ظلی نبوت وہ ہوگی جس پر کثرت مکالمات ومخاطبات وکثرت اظہار بر علوم غیب کا ہی صادق آئے گا جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہو۔ دوسرے اس امر کو ضرور بضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ ظلی نبوت کاملہ وظلی نبوت ناقصہ میں گو طریق حصول یکساں ہے۔ مگر بذاتہ بہت بڑا فرق ہے۔ ہاں ظلی نبوت کاملہ اور مستقل نبوت گو طریق حصول کے رُو سے مختلف ہیں۔ مگر بذاتہ ان میں کوئی ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔

۲۳ نبی کا براہِ راست ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعود)

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے (حقیقی) معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

پس اس حوالہ سے صریح طور سے ثابت ہو گیا کہ نبی کے لئے براہ راست مقام نبوت حاصل کرنا صفات ذاتیہ میں سے کوئی صفت نہیں۔ بلکہ یہ ایک صفت منجملہ اضافی صفات کے ہے

۲۴۔ تبدیلی طریق سے نقص شئے لازم نہیں آتی" (جہاد اور نبوت)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال" اور فرمایا

"مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا" (اربعین ۴ ص۱۳)

الغرض ہر ایک جگہ نہیں بلکہ ہزاروں جگہ مسیح موعود نے قتل و جہاد کو حرام اور قطعی حرام کیا ہے لیکن کیا مسیح موعود کا ایسا کرنا قرآن شریف کے اس حکم کو یعنی کتب علیکم القتال منسوخ کرنا ہے ہرگز نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود اسکی بابت یہ فرماتے ہیں۔

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلعم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ جو نئے احکام سکھائے۔ یا قرآن شریف کو منسوخ کرے یا اسکی پیروی معطل کرے۔ بلکہ اسکا عمل قیامت تک ہے"۔

(الوصیۃ ص۱۱)

پس ایکطرف قرآن شریف میں کتب علیکم القتال کا صریح حکم موجود ہے۔ اور دوسری طرف مسیح موعود قتل اور جہاد کو قطعاً حرام قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ تو اس کے کیا معنے ہیں؟ یہی کہ جہاد منسوخ نہیں بلکہ ایک طریق بند ہے جو تلوار کا طریق ہے جیسے کہ فرمایا۔

"مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی کام نہیں"۔ (اشتہار منارۃ المسیح (ف))

پس جہاد کا قطعی بند ہونا ایک طرف آیت قرآن شریف کا صریح حکم کتب علیکم القتال دوسری طرف ہمیں اسبات کے ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی کیفیت و کمیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا خواہ اسکو کسی طریق سے حاصل کیا جائے۔ اس چیز کا تحقق و وجود قائم رہتا ہے کیونکہ باوجود جہاد اور قتل کے قطعی بند ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم نے مسیح موعود کے لئے قتل خنزیر کے الفاظ بولکر بتادیا۔ کہ جہاد اور قتل کے الفاظ اسپر پھر بھی متحقق ہو سکتے

ہیں۔ جو بغیر تلوار محض قلم اور دعاؤں کے طریق سے کیا جاوے۔ پس یہاں سے ایک زبردست مسئلہ استنباط ہوتا ہے وہ یہ کہ "جبتک کسی چیز کی کیفیت و کمیت و ذات میں کوئی فرق واقع نہ ہو" محض تبدیلی طریق سے اس میں کوئی نقص یا رخنہ نہیں پڑ سکتا"۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جو ہمارے لئے ازحد مفید ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ نبی کے لئے براہِ راست ہونا شرط نہیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ تبدیلی طریق سے بذاتہٖ نقص شئے لازم نہیں آتا۔ تو پھر کسی کا ظلی طور سے نبی ہونا کیونکر نفس نبوت میں فرق ڈال سکتا ہے اور اگر یہ مانا جاوے کہ تبدیلی طریق سے نقص شئے لازم آتا ہے تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یا تو نعوذ باللہ من ذلک قرآن کا یہ حکم منسوخ ہے وکتب علیکم القتال یا حضرت مسیح موعود کا جہاد اور قتل کو حرام کرنا نعوذ باللہ بیہودہ اور لغو امر ہے۔ اور نیز قتل خنزیر والی پیشگوئی بھی متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ مروجہ طریق قتل یعنے تلوار کے ذریعہ ظہور میں نہیں آئی۔ مگر دونوں باتوں کو حق تسلیم کرتے ہوئے اس امر کے ماننے سے چارہ نہیں کہ تبدیلی طریق سے ذات شئے میں کوئی نقص لازم نہیں آتا پس مسئلہ جہاد بھی ایک زبردست دلیل مسیح موعود کے واقعی نبی اللہ ہونے پر ہے اور اس بات پر صریح طور سے دلالت کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظلی طور سے مقام نبوت حاصل کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ نعوذ باللہ من ذلک وہ نبی نہ تھے۔

۲۵۔ مستقل نبی اور ظلّی نبی میں فرق

(از مسیح موعود)

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اسپر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا۔ ایسا ہی جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہینگے فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جسکو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد و احمد رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے ومن ادعی فقد کفر۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس معلوم ہؤا کہ مستقل نبی اور ظلی نبی من حیث النبوت ایک ہی ہیں۔ آپس میں کوئی تفاوت نہیں رکھتے۔ کیا کوئی ہے جو مستقل نبی اور ظلی نبی میں بذاتہٖ کوئی فرق ثابت کر دے۔ فرق ہے تو صرف طریق حصول میں ہے نہ کہ ذات نبوت میں۔

۲۶۔ ظلی نبی کے معنے

بعض لوگ ظلی نبی کو جزدی نبی یا ناقص نبی کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ظل کو جزو یا نقص قرار دینا ایک صریح بطلان ہے۔ ہر ایک لفظ کے معنے موقع و محل کی رعایت کو چاہتے ہیں۔ سو ظلی نبی میں لفظ ظلی کے وہی معنے کرنے پڑینگے جو عکسی قرآن میں لفظ عکسی کے۔ اور جیسے عکسی قرآن میں لفظ عکسی منجملہ صفات اضافیہ کے ایک صفت ہے جو طریق چھپائی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ نہ کہ وجود قرآن کی طرف۔ اسی طرح ظلی نبی میں لفظ ظلی طریق حصول نبوۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ ذات نبوت کی طرف چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہؤا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہوگیا۔ پس اس طرح پر دو نام مجھے دیئے گئے۔ (براہین ص ۱۸۹)

پس حضرت مسیح موعود کا اپنے آپکو ظلی نبی کہنا اس بات کے ہرگز ہرگز مترادف نہیں کہ آپ نعوذ باللہ من ذلک ناقص یا جزوی نبی تھے۔ اور آپکو مقام نبوت اتم و اکمل طرح سے حاصل نہ تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کامل اور مکمّل نبی تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ آپ میں کامل طور پر متحقق تھیں۔ اسلئے من حیث النبوت آپ نبی بلکہ بعض انبیاء سے افضل نبی تھے اور جیسے عکسی قرآن بوجہ عکسی ہونے کے پھر بھی قرآن ہی ہے۔ اور اس کے قرآن ہونے میں کوئی نقص نہیں آیا ایسا ہی ظلی نبی باوجود ظلی ہونے کے پھر بھی نبی ہی ہے۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل ہے۔ کیونکہ صفات ذاتیہ کا متحقق ہونا نبی کے لئے لازمی ہے نہ کہ صفات اضافیہ کا۔ اور صفات اضافیہ میں ایک نبی دوسرے نبی سے کئی حالات میں مختلف ہوتا ہے۔ اسی لئے صفات ذاتیہ کے اعتبار سے تو لا نفرق بین احد من رسلہ کا ارشاد ہے۔ لیکن صفات اضافیہ کے لحاظ سے فضلنا

بعضھم علٰی بعض بھی وارد ہے۔ پس صفات اضافیہ کے رُو سے انبیاء علیہم السلام کا یکساں ہونا بالکل ناممکن و محال ہے۔

۲۷۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ظلّی نبی ہونیکی حقیقت

(از مسیح موعود)

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوۃ کا دعوٰی کرنے والا ہوتا تو خدا تعالٰی میرا نام محمد و احمد اور مصطفٰے اور مجتبٰے نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھکو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔ لیکن خدا تعالٰے نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہانتک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظلّ اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایسا کیوں کیا گیا۔ اسمیں راز یہ ہے کہ خدا تعالٰے جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسنے خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوۃ عالیہ کی کسرِشان نہ ہو اسلئے خدا تعالٰے نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا۔ اور ظلّی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھدی۔ تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوۃ محفوظ رہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۳)

۲۸۔ آنحضرت صلعم کی خصوصیت اور مسیح موعودؑ کی نبوۃ

(از مسیح موعود)

"پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلا سکتا تھا۔ گو اُس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اسکو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوۃ ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ جو انکی امت سے باہر ہو۔ بلکہ وہ

"(نبی) امتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت ص۹)

پس اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی وجہ سے ہے نہ کہ آپ کے یعنی مسیح موعود کی نبوت میں کسی نقص کی وجہ سے۔ پس مسیح موعود کے امتی ہونے سے بذاتہ نبوت میں کوئی فرق یا رخنہ نہیں پڑتا۔

۲۹۔ امتی نبی اور نبی امتی

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال فیضان کی وجہ سے نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک نبی جو پہلے براہ راست ہی مقام نبوت حاصل کر چکا ہے۔ وہ پھر کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔" (براہین ص۱۸۶) لیکن کوئی نبی جو پہلے سے نبی قرار پا چکا ہے وہ کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا

"کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہو سکتا۔" (ص۱۸۳ حاشیہ)

کیونکہ

"امتی اسکو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اسکو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ جب تک دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہ ہوں۔ تب تک نعوذ باللہ وہ گمراہ اور بے دین ہیں یا وہ ناقص ہیں۔ اور انکی معرفت ناتمام ہے۔" ص۱۹۲

پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

"کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ وہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

روحانی تعلیم سے نبی نہ بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے" صفحہ ۱۹۲

لیکن ایک امتی نبی کہلا سکتا ہے۔ اگر وہ نفس نبی سے کامل طور سے مستفیض ہے۔

۲۳۰۔ امتی نبی اور نبی امتی میں ایک بین فرق ہے

ایک امتی کا نبی ہونا اپنے اندر تین فوائد رکھتا ہے	لیکن اگر حضرت عیسےٰ امتی ہو جائیں تو اس میں تین خطرناک نقائص پیدا ہونگے :-
(اول) اس سے آنحضرت صلعم کا قوت قدسیہ اور کمال فیضان کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔	(اول) حضرت عیسےٰ پر نعوذ باللہ گمراہ و بے دین اور ناقص اور ناتمام ہونے کا الزام عائد ہوگا یا کم از کم کسی گناہ کا ثابت ہونا لازم آئیگا جس کی سزا میں وہ نبی سے امتی بنا دیے گئے۔ (براہین صفحہ ۱۳)
(دوم) اس سے ایک پیشگوئی ثابت ہوتی ہے جو احادیث نبویہ اور قرآن شریف میں درج ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳) کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۹)	(دوم) حضرت نبی کریم کی قوت قدسیہ پر ایک سخت بدنما داغ عائد ہوگا۔ کہ آپکی قوت قدسیہ و کمال فیضان نے اپنا اثر الٹا ظاہر کیا کہ بجائے ایک امتی کو نبی بنانے کے ایک نبی کو امتی بنا دیا گیا (دیکھو ریویو برچکڑالوی)
(سوم) اس سے مسیح موعود اور مسیح اسرائیلی میں ایک امتیازی بات پیدا ہوتی ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۱۹۲)	(سوم) خدا تعالےٰ کے وعدہ میں تخالف لازم آتا ہے جو فرمایا کہ جبتک مسیح زندہ ہے وہ نبی ہی ہے اور جو ایکدفعہ نبی بنجاوے پھر اسکو لوٹا کر امتی نہیں بنایا جاتا۔ یعنی نبی کبھی معزول نہیں ہو سکتا۔

۲۳۱۔ امتی نبی زمرۂ انبیاء میں شامل ہے

امتی ہونا ایک ایسے نبی کے لئے جو براہ راست پہلے ہی نبی مقرر ہو چکا ہے بلا شک وشبہ باعث نقص نبوت ہے۔ اور نہ کوئی ایسا ہُوا۔ اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے لیکن ایک شخص جو کہ امتی ہو کر آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے نبی بنا ہے اسکے لئے امتی ہونا باعث ذلت و نقص نہیں بلکہ

اسکے لئے تو امتی ہونا ایک نہایت ہی مبارک اور عمدہ امر ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اُس بدیہی شہادت کے رُو سے حضرت عیسیٰ مسیح موعود کیونکر ٹھہر سکتے ہیں۔ پس چونکہ وہ امتی نہیں اسلئے وہ اس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے جسکا امتی ہونا ضروری ہے (براہین ۱۹۳)

اس حوالہ سے بوضاحت تام معلوم ہوتا ہے کہ امتی نبی ہونا بھی اقسام انبیاء سے ایک قسم انبیاء کی ہے پس امتی نبی کا زمرۂ انبیاء میں شامل ہونا لازم آیا وہو المراد

۳۲۔ نبوت شریعت اور مسیح موعود

(از حضرت مسیح موعود)

"شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی × × × × × ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے × × × اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے"۔ (اربعین ۴ صفحہ ۶)

اس حوالہ سے صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی نبوت جس میں امر و نہی تجدید کے طور پر نازل ہوں اسپر بھی ایک پہلو سے تشریعی نبوت کا اطلاق آسکتا ہے۔ لیکن اصطلاحی معنوں کے رُو سے وہی نبوت تشریعی کہلائیگی۔ جس نبوت میں ایسے امر و نہی ہوں جو کہ ناسخ احکام کتاب سابقہ ہوں یا سابقہ کتاب سے بالا تر اور زیادہ ہوں۔ بیشک مندرجہ بالا حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی کر کے پیش کیا ہے لیکن آپ نے صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور مانا ہے کہ قرآن کے بعد قیامت تک کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہو گی۔ (دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

۱؎ یعنی جس کا حامل صاحب شریعت ہو

۳۳۔ نئی شریعت کے نازل ہونے کی حکمت

(از مسیح موعود)

”وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وحی الٰہی پر آئندہ کے لئے مُہر لگ گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ہاں خدا کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہوں۔وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے یعنے ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی نسبت بد عقیدگی اور بد عملی میں بہت ترقی کر جائے۔اور پہلی کتاب میں ان کے لئے کافی ہدایتیں نہ ہوں × × × قرآن شریف کے بعد کسی کتاب (نئی شریعت) کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جسقدر قرآن کی حالت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا.... (چشمہ معرفت صـ۳۲۴)

۳۴۔ نبی کا شارع ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعود)

”نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔

(ایک غلطی کا ازالہ) اور فرمایا

”بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔“ (بدر مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

پس یہاں سے معلوم ہُوا کہ نبی کا شارع ہونا منجملہ صفات اضافیہ ایک صفت ہے۔اور صفات ذاتیہ میں سے یہ صفت نہیں۔یعنی یہ ایسی صفت نہیں جس کے بغیر نبی نبی نہیں ہو سکتا۔

۳۵۔ نبوّت کے اقسام مختلفہ کا بیان

مندرجہ بالا تمام تحریر کا لب لباب اور خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) نبوت اپنی ذاتی صفات کے رُو سے دو قسم پر منقسم ہے۔نبوت کاملہ (۱)۔نبوت ناقصہ (۲)

(۲) نبوت کاملہ اپنی ذاتی صفات کے رُو سے باعتبار طریق حصول کے دو قسم پر منقسم ہے

نبوت مستقلہ۔ نبوت ظلّیہ

(۳) نبوت کاملہ اپنی اضافی صفات کے رُو سے باعتبار ضرورت زمانہ کے دو قسم پر منقسم ہے نبوت شریعت والی۔ نبوت غیر تشریعی۔ ذیل کا نقشہ قابلِ غور ہے۔

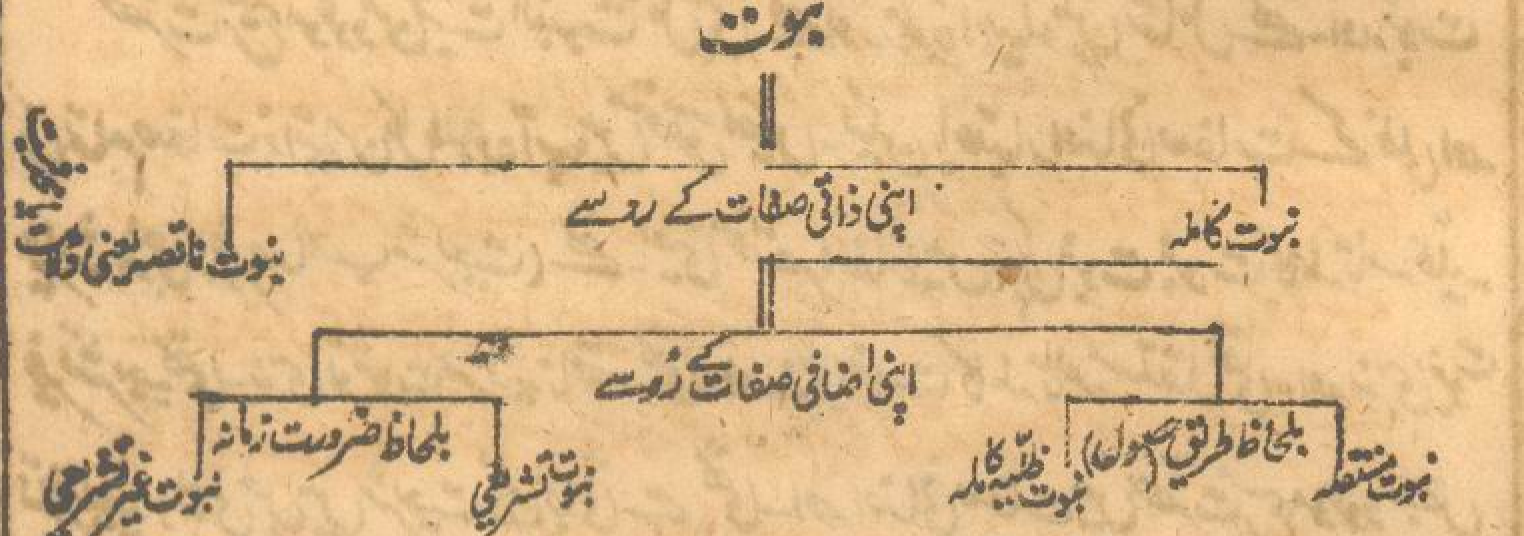

نوٹ ضروری۔ تشریعی سے مراد شریعت والی غیر تشریعی سے مراد جس میں شریعت نہ ہو

نبوت کاملہ کی ذاتی صفات

(۱) کثرت سے مصفّٰی وحی کا پانا
(۲) کثرت اظہار امور غیبیہ کا پانا
(۳) وحی نبوت کے اظہار کے لئے رسول ہونا

نبوت کاملہ کی اضافی صفات۔

(۱) نبی کا شارع ہونا۔ نبی کا غیر شارع ہونا
(۲) نبی کا مستقل ہونا۔ نبی کا ظلی ہونا
(۳) نبی کا خاتم النبیین ہونا۔ نبی کا غیر خاتم النبیین ہونا
(۴) نبی کا بعض انبیاء سے افضل ہونا۔ نبی کا بعض انبیاء سے کمتر ہونا

حکم لا نفرق بین احدٍ من رسلہ باعتبار نبوۃ کاملہ کی ذاتی صفات کے ہے اور آیت فضلنا بعضہم علٰی بعضٍ باعتبار نبوۃ کاملہ کی اضافی صفات کے ہے محض محمدی فیض سے وحی و وحی نبوت پانا ظلی طریق کہلاتا ہے۔ براہ راست بغیر توسط کسی نبی کے وحی نبوت پانا مستقل یا اصلی یا براہ راست طریق کہلاتا ہے۔ نبوت ناقصہ نبوت ظلّیہ کاملہ طریق حصول کے رُو سے یکساں ہیں مگر بذاتہٖ اپنے اندر بہت فرق رکھتے ہیں۔ نبوت ظلیہ کاملہ و نبوت مستقلہ اصلیہ کو طریق حصول کے رو سے یکساں ہیں مگر بذاتہٖ وہ ایک ہی ہیں۔

۳۶۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت

حضرت مسیح موعود من حیث النبوت کامل نبی تھے اور زمرۂ انبیاء میں شامل تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ من کل الوجوہ آپ میں متحقق تھیں۔ لیکن باعتبار اضافی صفات کے ظلی اور غیر تشریعی (غیر صاحب شریعت) تھے۔ یعنی مختصر الفاظ میں آپکی نبوت نبوت کاملہ تامہ ظلیہ غیر تشریعیہ تھی۔ نہ ہی تو نبوت جزویہ ناقصہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت کاملہ تامہ مستقلہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت تشریعیہ (یعنی جس میں شریعت دی جاتی ہے) تھی۔ اور اضافی صفات میں حضرت مسیح موعود بعض انبیاء سے افضل اور بہتر تھے۔ اور خدا کے نبی برحق تھے جیسے کہ فرمایا۔

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ ہاں میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا × × ×" (مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام)

۳۷۔ مسئلہ ختم نبوت

عام لوگوں کے نزدیک "ختم نبوت" مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک زبردست روک ہے۔ لیکن کیا ہی مزے کی بات ہے کہ وہی ختم نبوت جو کہ عام کے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک روک خیال کی جاتی ہے۔ وہی ختم نبوت ہمارے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر نہ صرف ایک ثبوت بلکہ ایک بدیہی اور زبردست دلیل ہے اور نیز وہی ختم نبوت مسیح ناصری کے دوبارہ آنے کے عقیدہ کو پاش پاش کرتی ہے۔ گویا ہمارے لئے ختم نبوۃ ایک ایسا ہتھیار ہے جو اپنے اندر دشمن کو ہلاک کرنے اور مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کرنے کی دو خاصیتیں رکھتا ہے فالحمد للہ رب العالمین

نبوت کی تعریف پوری پوری ہو چکی یعنی یہ کہ خدا تعالےٰ کے وہ مکالمات جو کثرت سے

پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

(اول) مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے یا نہیں

(دوم) اگر کھلا ہے تو ملہم مصفے غیب پا سکتا ہے یا نہیں۔

(سوم) اگر مصفے غیب پا سکتا ہے تو اسپر نبوت یا رسالت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(چہارم) اگر ہو سکتا ہے تو پھر ایسا شخص جسکو کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے وہ نبی کہلانیکا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

پس سب سے پہلے امکان وحی۔ پھر امکانِ نبوت۔ پھر امکان شخصیت جو کہ نبی کہلانیکا مستحق ہو۔ کا ثابت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے سو وہ مندرجہ ذیل ہے۔

۳۸۔ ختم نبوۃ کے متعلق ہمارا ایمان کیا ہونا چاہیئے

(از مسیح موعود)

"یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو۔ یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو۔ بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمتِ وحی حاصل کرنیکے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ ص)

۳۹۔ امکان وحی بعد از خاتم النبیین

سب سے پہلے ہمنے یہ ثابت کرنا ہے کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد مفیض وحی ہو سکتا ہے یا نہیں سو اسکا جواب یہی ہے کہ بیشک ہو سکتا ہے جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ۔ یعنے خدا جسپر چاہتا ہے اپنا کلام نازل

کرتا ہے اور فرماتا ہے لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا یعنے مومنوں کے لئے بشریٰ الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے لیکن خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ حاشیہ)

اور نیز فرمایا

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الہیہ کا بند ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالیٰ کی فیض وحی پانا بند ہے۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۲)

۴۰۔ امکان نبوۃ بعد از خاتم النبیّین

(از مسیح موعود)

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی اور رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفیٰ غیب کے لئے نبی کا ہونا ضروری ہے۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفیٰ غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت ورسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۴۱۔ امکانِ نبی بعد از خاتم النبیین

(از مسیح موعود)

"ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۲)

اور نیز فرمایا

"یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ پس جبکہ خدا تمہیں تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں۔ پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو لہذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ" (لیکچر سیالکوٹ صہ۳۲)

۴۲۔ ممکن نہیں کہ امت محمدیہ کے تمام افراد نبوت کے مرتبہ عالیہ سے محروم ہیں

(از مسیح موعود)

"پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ (نبوت) سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس (نبوت کے) مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی۔ کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپکی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اسکے وہ دعا جسکا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا۔ اسکا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا" (الوصیت)

۴۳۔ نفی نبوت بعد از خاتم النبیین سے آنحضرۃ صلعم نعوذ باللہ ابتر ٹھہرتے ہیں

(از مسیح موعود)

غرض اس آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونیکی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونیکا اثبات بھی کیا گیا ہے۔ تا وہ اعتراض جسکا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جاوے

ماحصل اس آیت کا یہ ہُوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب ایک جہت سے تو امتی ہو۔ اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کیجائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند اور نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے۔" (ریویو بر مباحثہ ص۶)

۴۴۔ حضرت نبی کریمؐ کن معنوں میں خاتم النبیّین ہیں

(از مسیح موعود)

"وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں کے رُو سے نہیں کہ آئندہ اس سے روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجُز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اسکی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجُز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔"

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا فیض اور نبوت دونوں چیزوں کا بعد از خاتم النبیین ملنا ممکن ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک ملہم نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مکالمہ و مخاطبہ کا پانا اور نبوت کا پانا الگ الگ رکھا ہے۔

۴۵۔ حضرت خاتم النبیّین کی روحانی تاثیرات

(از مسیح موعود)

"خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپکو افاضہ کمال کی مہر دی جو کسی نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین

ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

"میں عیسےٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنے جیسے اسپر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا۔ اور جیسے اسکی نسبت معجزات منسوب کیے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں۔ بلکہ ان سے زیادہ۔ اور یہ تمام شرف مجھے ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جسکے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے۔ یعنے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم * * ہمنے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں بلکہ تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونیکا کیوں دعویٰ کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسےٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے ہاں کفر خود تمہارے اندر ہے" (چشمہ مسیحی صفحہ ۱۴)

۲۴۔ بعد از خاتم النبیین ایک نبی اللہ کا آنا مقدر ہو چکا ہے

خواہ لاکھ حیلے تراشے جاویں یا کروڑوں حجتیں پیش کی جاویں۔ مگر قرآن شریف اور احادیث نبویہ ہمیں بعد از خاتم النبیین ایک نبی اللہ کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ قرآنی شہادت کو غور سے سنئے۔ مسیح موعود فرماتے ہیں

"(۱) واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے اور جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا واخرین من الامۃ بلکہ یہ فرمایا واخرین منھم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کیطرف راجع ہے۔ لہٰذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس میں ایسا رسول موجود ہو۔ کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو۔ اور خدا نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں

"محمد اور احمد رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی)

قرآن شریف میں یہی پیشگوئی ہے ۔ وان من قریۃ الا نحن ۔ ۔ ۔ ۔ الخ یعنے آخری زمانہ میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا

۲۔ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ)

۳۔ "ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صـ۲۱)

۴۔ "فلا یظہر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ خدا تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو وہ قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اسکے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو × × × سو اس کثیر حصہ وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں × × × اسلئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

۵۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ۔ ۔ ۔ الخ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے (اشتہار منارۃ المسیح)

۶۔ "انا اعطینٰک الکوثر۔ میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

نوٹ۔ آنحضرت صلعم کا مظہر ہونا اور آنحضرت صلعم کا بروز ہونا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ وہ مظہر اور وہ بروز لازماً اور وجوباً رسول اور نبی ہو جیسا کہ حوالہ نمبر ۵، ۶ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

احادیث نبویہ کی شہادت

"احادیث نبویہ میں یہ ایک پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اور عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

کتب سابقہ کی شہادت

صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے (تحفہ گولڑویہ)

۷ہ۔ حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے

حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ ورنہ نہ مسیح موعود مسیح موعود ہیں۔ اور نہ قرآن خدا کا کلام ہے۔

(دلیل اول) آیت و آخرین منھم میں منھم کا مفہوم متحقق نہیں ہو سکتا جبتک مسیح موعود نبی اللہ اور رسول اللہ نہ ہو (دیکھو حقیقۃ الوحی ص۶۷)

(دلیل دوم) دونوں سلسلوں (یعنی سلسلہ موسوی و محمدی) کا تقابل پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر مسیح محمدی مسیح موسوی کے مقابل پر شان نبوت کے ساتھ نہ آوے (دیکھو نزول المسیح ص۲)

(دلیل سوم) چونکہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کیوقت بموجب آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ایک رسول کا آنا لازمی اور ضروری ہے جو مسیح موعود ہے لہذا اگر مسیح موعود رسول و نبی نہ ہوں تو آیت کی تکذیب لازم آتی ہے (حقیقۃ الوحی ص۶۵)

(دلیل چہارم) جس کے ہاتھ پر اخبار منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرور اسپر مطابق آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا (ایک غلطی کا ازالہ) پس مسیح موعود کا بوجہ حامل کثرت وحی و کثرت امور غیبیہ ہونے کے نبی اللہ ہونا لازمی ہے ورنہ تکذیب آیت لازم آئیگی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(دلیل پنجم) چونکہ مفہوم آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی مسیح موعود پر متحقق ہے لہذا مسیح موعود کا رسول اور نبی ہونا لازمی ہے (دیکھو نزول المسیح ص۲)

۴۸ - مسئلہ بُروز اور اس کی حقیقت

(از مسیح موعود)

اسلامی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "اسوقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا۔ اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسے مسیح کا اوتار کر کے بھیجا۔ ایسا ہی اسنے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد و احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ میں ان معنوں کے رُو سے عیسے مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ اور یہ وہ طریق ظہور ہے۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں سو مجھے دو بروز عطا ہوئے۔ ایک بروز عیسے و بروز محمد۔" (ضمیمہ رسالہ جہاد ۶)

نبیوں کی اصطلاح میں بُروز سے مراد۔ "تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

علماء اسلام کی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "عادت اکثر علماء جاری شدہ کہ او شان نام بروز قدم مے نہند۔ مثلاً می گویند کہ ایں مرد بر قدم موسیٰ است و آں مرد بر قدم ابراہیم است" Digitized by Khilafat Library (لجۃ النور حاشیہ ۱)

قرآنی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت و آخرین منھم سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے۔ لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا تصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

حدیثوں کی رُو سے بروز کی مراد۔ "حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کا خلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اسکا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہوگا یعنے اسکا نام بھی محمد اور احمد ہوگا ۔ × × × ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے تھے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ۹)

بُروز کی صفات ضروریہ - (از مسیح موعود) "بُروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بُروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بُروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو۔ اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔" (ایک غلطی کا ازالہ صہ ۹)

مختصر الفاظ میں "جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ یا یوں کہنا چاہئیے کہ روحانی حقیقت کے رُو سے میں وہی ہوں۔" (لیکچر سیالکوٹ صہ۳۲) یعنی اکمل و اتم طور پر ظہور صفات کا نام بُروز ہے۔

۷۹ - بُروز اور فنا فی الرسول میں فرق

(از مسیح موعود)

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ میں فنا فی الرسول اور بُروز میں ایک فرق بیان کیا گیا ہے فنا فی الرسول ایک ابتدائی مرحلہ ہے جسکے طے کرنے پر سیرت صدیقی کی چادر پہنائی جاتی ہے وہ انتہائی مقام ہے۔ جہاں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے محمدی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے اور بروز وہ انتہائی مقام ہے جہاں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے محمدی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے اور اسکا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقرر کیا جاتا ہے اسکا مقام مقام مصطفےٰ سمجھا جاتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے اور اسکو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔"

(خطبہ الہامیہ)

اور نیز فرمایا۔

"خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ و احمد رکھا ہے۔

اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اور نیز فرمایا

"خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی ص۹۹)

پس فنا فی الرسول اور بروز میں فرق نمایاں ہے۔ فنا فی الرسول مقام صدیق کا ہے لیکن بروز وہ مقام ہے جبکہ ایک کو مقام مصطفےٰ و مجتبےٰ کی خلعت پہنائی جاتی ہے۔ پس اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پہلے صلحاء امت کا یہ کہنا کہ میں ابراہیم ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ یا میں محمد ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض فنا فی الرسول کی حالت میں تھا۔ اور یہ اُنکا ایک حال تھا۔ لیکن مسیح موعود کا یہ کہنا کہ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد یہ فنا فی الرسول کی حالت سے گزر کر بروزی حالت میں تھا۔ اور فی الحقیقت یہ آپکا مقام تھا اور خدا تعالیٰ نے آپکے وجود کو آنحضرت صلعم کا وجود مقرر فرمایا ہے۔ ع وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے۔

۵۰۔ بُروز اور تناسخ میں فرق

(از مسیح موعود)

"اگرچہ مینے اپنی بہت سی کتابوں میں اسبات کی تشریح کر دی ہے کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں۔ اس خیال پر مبنی نہیں کہ میں درحقیقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہوں اور نیز درحقیقت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں مگر پھر بھی وہ لوگ جنھوں نے میری کتابیں غور سے نہیں دیکھیں وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا مینے تناسخ کے طور پر اس دعوے کو پیش کیا ہے اور گویا اس بات کا مدعی ہوں۔ کہ سچ مچ ان دو بزرگ نبیوں کی روحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے × × × × × × × × × × کہ میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح کی روحانی شکل اور خُو اور بُو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں اور ایسا ہی میرا نام محمد و احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خُو اور بُو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔" (رسالہ جہاد ص۲-۶)

اب مندرجہ بالا عبارت کو پڑھکر بروز اور تناسخ میں ایک امتیازی فرق معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے (اول) کسی آدمی کا کسی گذشتہ گزرے ہوئے آدمی کی شکل اور خو اور طبیعت پر ظاہر ہونا بروز کہلاتا ہے۔ لیکن ایک ہی روح کا مختلف شکلوں میں بدلکر واپس پھر پھر آنا تناسخ کہلاتا ہے۔

(دوم) بروز میں صاحب بروز اور مورد بروز روحانی حقیقت کے رو سے گویا ایک ہی ہوتے ہیں۔ تناسخ میں صاحب تناسخ اور مورد تناسخ وجودی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہوتے ہیں۔

(سوم) بروز میں مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ تناسخ میں صاحب تناسخ کا وجود معدوم اور مورد تناسخ کا وجود اصل وجود مانا جاتا ہے۔ پس یہ تین موٹی موٹی امتیازی باتیں ہیں جن سے انسان بروز اور تناسخ میں فرق کر سکتا ہے۔

۱۵۔ اوتار اور نبی آپس میں مترادف المعنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعود)

"اور ہندوؤں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہم معنی ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰)

اور نیز فرمایا۔

"واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے × × × اپنے وقت کا اوتار یعنے نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا × × × وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

پس حوالہ مندرجہ بالا کے رو سے مسیح موعود کا یہ فرمانا کہ "میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح اور نیز حضرت محمد صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں" (دیکھو رسالہ صفحہ ۳۳ و لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳) صاف اور صریح طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اور ایسا نبی ہوں جو حضرت مسیح و نیز آنحضرت صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت رکھنے کی وجہ سے عیسے مسیح اور محمد مہدی اور کرشن رودر گوپال کہلاتا ہوں۔

۵۲۔ بروز۔ مظہر اور اوتار ہم معنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعود)

"خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اسکا (کرشن کا) بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اسکا مظہر ہوں اور اسجگہ ایک اور راز درمیان ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن و مسیح موعود ایک ہی ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

پس اس حوالہ اور پچھلے حوالہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی۔ بروز۔ مظہر۔ اوتار۔ سب ہم معنی الفاظ ہیں۔ ایک نبی اگر کسی گذشتہ نبی کی خو بو اور صفات میں مشابہت رکھتا ہو۔ تو اسکو اس نبی کا بروز کہینگے۔ جیسے کہ ایک ہی درخت کے دو پھل اپنے ذائقہ واثر میں مشابہت تامہ رکھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے بروز کہلا سکتے ہیں اور اسی طرح حضرت مسیح موعود کا معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود ایسے نبی ہیں کہ ظہور صفات بینہ کے لحاظ سے وہ عیسےٰ مسیح ہیں اور محمد مہدی ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور نے اپنے آپکو بروزی نبی کہا۔ یعنی ایسا نبی جو روحانی حقیقت کے رو سے گویا مسیح ناصری اور محمد رسول اللہ ہی ہے یعنے ان سے مشابہت تامہ رکھتا ہے۔

۵۳۔ بروزی رجعت کی پیشگوئی قرآن شریف سے

"قرآن شریف کی آیت اھدنا الصراط المستقیم ..... الخ صاف کہہ رہی ہے کہ بعینہ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جائینگے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ ظاہر ہوگا۔ اسی کی طرف سورہ انبیا جزو ۱۷ میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ ..... الخ × × × × × × × × غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج ماجوج زمانہ رجعت کہلاتا ہے یعنی رجعت بروزی نہ رجعت حقیقی۔"

(نزول المسیح صفحہ ۵)

۵۴ - بروزی رجعت کی فلاسفی

(از مسیح موعود)

"رجعت بروزی کی فلاسفی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے۔ جو اسکی توحید پر دلالت کرے۔ اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے عام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کے جہات اور پہلو نہیں۔ اسلئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے × × × پس جیسا کہ تمام ستارہ جنکو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا کروی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقت عالم کا بھی کروی الشکل ہے × × × × × × تا وحدت خالق کائنات پر دلالت کرے۔ تو اس سے لازم آیا کہ آخری نقاط بنی آدم کے نقاط اولی سے یعنے جہاں سے نقطہ دائرہ پیدائش بنی آدم شروع ہوتا ہے قریب تر واقع ہوں اور اپنے ظہور اور بروز سے انہیں کی طرف رجوع کریں اور یہی وہ بات ہے جسکو دوسرے لفظوں میں رجعت بروزی کہتے ہیں"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱ مفصل دیکھو ۱۲۹ تا ۱۳۴)

۵۵ - بعد از خاتم النبیین کون نبی کہلانیکا مستحق ہے؟

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی امتی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو۔ اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں کامل انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا" (ایک غلطی کا ازالہ)

۵۶ - بعد از خاتم النبیین نبی کہلانے کے لئے بروز کامل ہونیکی شرط ہے

(از مسیح موعود)

"اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی × × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔"

"اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت و رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

۵۷۔ بروز کامل کے لئے نبی ہونا شرط ہے

(از مسیح موعود)

"بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اسلئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں بھی وہ کمال نمودار ہو" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس

مسیح موعود بروز کامل ہونے کی وجہ سے نبی کہلانے کے مستحق ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

"اور مسیح موعود کی نبوت ظلّی ہے کیونکہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۳)

گویا دوسرے لفظوں میں بعد از خاتم النبیین نبی ہونا اور بروز کامل ہونا آپس میں لازم ملزوم چیزیں ہیں اگر پہلی نہیں تو دوسری کا ہونا باطل ہے۔ اور دوسری نہیں تو پہلی کا ہونا باطل ہے۔

۵۸۔ حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوۃ محمدیہ تھے

(از مسیح موعود)

"میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ اسبات کو خوب یاد رکھو کہ میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت نئے نام اور نئے دعوے کے" (ایک غلطی کا ازالہ)

"لیکن میں نبی اور رسول ہوں باعتبار ظلّیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص ۳)

"میں بعضی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا"

۵۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ماننا فرض ہے

(از مسیح موعود)

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ ایک بعث محمدی۔ دوسرا بعث احمدی۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ واخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

۶۰۔ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی کیوں ضرورت پیش آئی

(از مسیح موعود)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے (۲) دوسرے بعث تکمیل اشاعت کے لئے × × × × × × اسلامی اقبال کے زمانہ کے دو حصے کئے گئے (۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور نیز آیت یتلوا صحفاً مطہرۃً فیہا کتب قیمۃ اس پر گواہ ہے۔ لیکن اس وقت (بوجہ عدم حصول ذرائع اشاعت) تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی × × × × × سو اس وقت (جبکہ تمام ذرائع اشاعت مہیا ہیں)

"حسب منطوق آیت داخرین منھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی"۔
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱)

۶۱۔ آنحضرت صلعم دوسرے بعث میں بھی نبی ہی ہونگے

(از مسیح موعود)

(۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے۔ ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے"۔ (خطبہ الہامیہ)

(۲) "یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہؓ پر جاری تھا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا"۔
(تحفہ گولڑیہ صفحہ ۹۴)

(۳) "جس نے اسبابات سے انکار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ تو اسنے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بہ نسبت ان سالوں کے ان دنوں میں اقوی اشد اور اکمل ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہے"۔
(خطبہ الہامیہ)

"اور اسکا ظہور نبی مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اسکا زمانہ رسول کریم کے زمان معراج کا منتہا اور خیر الوریٰ کی روحانی تجلی کا آخری سر اشمار کیا گیا ہے اور جہاں کے پروردگار کا یہ ایک پختہ وعدہ تھا"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۶۸)

پس جب کہ مسیح موعود کا ظہور ایک نبی کا ظہور ہے اور نبی بھی ایسا جسکا ثانی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ یعنی افضل الانبیا و خاتم الانبیاء نبی مصطفےٰ کا ظہور ہے تو مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ ورنہ دوسرے لفظوں میں یا تو مسیح موعود کے مظہر اتم ہونے سے انکار کرنا پڑیگا۔ اور یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی اللہ ہونے سے منکر ہونا پڑیگا (نعوذ باللہ من ذالک)

۶۲ - مسیح موعود پر آنحضرت صلعم کا بعثت دوم موقوف ہے

(از مسیح موعود)

"ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵)

۶۳ - مسیح موعود کو نبی اللہ نہ ماننے سے حضرت نبی کریم کی نبوت باطل ہوتی ہے

(از مسیح موعود)

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے۔ اور اسکو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور جس نے مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کیا اسنے نہ ہی مجھے دیکھا اور نہ ہی مجھے پہچانا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۰-۱۷۱)

پس مسیح موعود اس حوالہ میں اپنے مقام کو مقام مصطفےٰ و مجتبےٰ کا بیان فرماتے ہیں جبھی تو یہ فرمایا۔ کہ جس نے مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کیا اسنے نہ ہی مجھے دیکھا اور نہ ہی مجھے پہچانا۔" اسلئے مسیح موعود کا بوجہ مورد بعث ثانی ہونے کے نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر مسیح موعود کو نبی اللہ نہ مانا جائے تو (اول) حضرت نبی کریم کی نبوت باطل ہوتی ہے (دوسرے) حضرت نبی کریم کی ذات بابرکات پر ایک سیاہ دھبا عائد ہوتا ہے۔ کہ بجائے درجات میں ترقی کرنے کے آپ دوسری بعث میں نعوذ باللہ نبی سے غیر نبی ہو گئے (سوم) حضرت مسیح موعود کا مورد بعث ثانی ہونا باطل ہوتا ہے اگر آپ نبی اللہ نہ ہوں۔ پس اس بات کو خوب ہی ذہن نشین کرنا چاہئے کہ مسیح موعود کو غیر نبی سمجھنا نعوذ باللہ حضرت نبی کریم کے نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اور ظل کا نقص اصل کے ناقص ہونے پر بدیہی دلیل ہے۔ فتدبروا

۶۴ - حضرت مسیح موعود کی پچیس امتیازی خصوصیات

حضرت مسیح موعود کو بہت سی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو آپکو تمام افراد امت محمدیہ سے خصوصاً

اور بعض انبیاء بنی اسرائیل سے عموماً ممتاز کرتی ہیں۔ اس بارے میں موٹی موٹی پچیس خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی خصوصیت ۔ آپ نبی اللہ ہیں اور امت محمدیہ میں یہ خطاب کسی اور کو حاصل نہیں جیسے کہ فرمایا "پس اس وجہ سے نبی کہلانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی)

دوسری خصوصیت ۔ قرآن کی آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ الخ خاص آپ کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا۔

"مجھے بتلایا گیا تھا کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ الخ"

(اعجاز احمدی صـ)

تیسری خصوصیت ۔ سورہ تحریم کی پیشگوئی خاص مسیح موعود کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا۔

"قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔ × × × × اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ میرا ہی نام خدا نے پہلے مریم رکھا۔ بعد اسکے میری ہی بعثت پر یہ کہا کہ ہم نے مریم میں اپنی روح پھونکی۔ اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسیٰ قرار دیا۔ پس اس آیت کا میں ہی مصداق ہوں" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صـ ۳۳۸)

چوتھی خصوصیت ۔ صرف آپ ہی بروز محمد صلعم تھے جیسے کہ فرمایا۔

"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے × × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

پانچویں خصوصیت ۔ صرف آپ ہی خاتم الاولیاء و خاتم الخلفاء ہیں۔ جیسے کہ فرمایا

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرتا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر ترقیات اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایسے منار پر ہے

جو اسپر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۰)

چھٹی خصوصیت۔ صرف آپ ہی جری اللہ فی حلل الانبیاء تھے جیسا کہ فرمایا۔

"وحی الہی جری اللہ فی حلل الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ دیا گیا ہے × × ×

ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔

ساتویں خصوصیت۔ صرف آپ ہی حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس کے مصداق ہیں (براہین احمدیہ صفحہ ۹۰) چنانچہ فرمایا۔

"اگر کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقا بالثریا … الخ اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ دعوےٰ امت محمدیہ میں ابتک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے میرا یہ نام رکھا اور خدا کی وحی سے صرف میں ہی اس نام کا مستحق ہوں۔" (حقیقۃ الوحی)

آٹھویں خصوصیت۔ صرف آپ ہی خدا تعالےٰ کی طرف سے کل داخلی و خارجی اختلافات کا فیصلہ فرمانے کے لئے حکم و عدل مقرر ہوئے دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۳"

نویں خصوصیت۔ مسیح موعود و مہدی معہود ہونا محتاج بیان نہیں۔

دسویں خصوصیت۔ قرآن کی تمثیلی پیشگوئی کے مطابق ذو القرنین ہونا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۹۷

گیارہویں خصوصیت۔ حضرت مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہونا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ اور فرمایا

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھکر ہے۔"

بارہویں خصوصیت۔ آپکا مجدد الف آخر ہونا۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ

تیرھویں خصوصیت۔ آپ کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ نے اتنے نشانات ظاہر کئے کہ اولیاء امت محمدیہ تو درکنار کئی انبیاء سابقین کو بھی نہیں دیئے گئے۔ اسکے لئے دیکھو نزول المسیح صفحہ ۰ اور چشمہ معرفت۔

چنانچہ فرمایا۔

"خدا تعالےٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اسکی طرف سے ہوں۔ اسقدر نشان

"دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جاویں۔ تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

چودھویں خصوصیت۔ صرف آپ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر وحی پائی جیسے کہ فرمایا

"سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جسکو اپنے نبی کریم کے نمونے پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی عمر دیگئی۔" (اربعین ۴ صفحہ ۳۲)

پندرھویں خصوصیت۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف آپکو ہی سلام کہا۔ اور یدفن معی فی قبری سے برزخ میں ایک مقام پہ ہونے کی اطلاع دی۔ دیکھو خطبہ الہامیہ ونزول المسیح صفحہ ۳۰۲

سولھویں خصوصیت۔ آپ ہی کے عہد میں وہ خسوف و کسوف ہوا جو خلق زمین و آسمان سے ابتک کسی مدعی رسالت کے عہد میں نہ ہوا تھا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۶)

سترھویں خصوصیت۔ آپ نے کسر صلیب عین غلبہ صلیب کے وقت کی اور اسکے لئے ایسا علم کلام ایجاد کیا اور وہ اصول بتلائے کہ ۳۰۰ برس پیغمبری میں آجتک کسی نے بھی ایسا کلام پیش نہیں کیا

اٹھارہویں خصوصیت۔ آپ پر جب الہام الہی آیت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق۔ اس مقام پر نازل ہوئے ہیں جسکو انسانوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ جیسے کہ فرمایا۔

"میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ہاتھوں سے بہت دور تر ہے اور میرے اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸)

انیسویں خصوصیت۔ صرف آپکا ہی نام خداتعالےٰ نے اپنی وحی میں احمد رکھا ہے جیسے کہ فرمایا۔ "میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰)

بیسویں خصوصیت۔ آپکو دو کے عدد سے خاص مناسبت ہے یعنے آپکی ذات میں بہت سارے امور میں دو باتوں کا مشترک ہونا پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) آپ مجدد صدی بھی تھے اور مجدد الف آخر بھی تھے۔

(۲) آپکی پیدائش دو صدیوں میں اشتراک رکھتی تھی۔ اور کسی قوم کی مقرر کردہ صدی ایسی نہیں ہے جس میں آپکی پیدائش اُس قوم کی دو صدیوں پر مشتمل نہیں۔ (دیکھو براہین ص۳۵۱)

(۳) آپ کے دو نام خدا تعالےٰ نے رکھے تھے ایک غلام احمد دوسرے احمد۔ ایک مریم اور دوسرے عیسےٰ۔

(۴) آپ کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک اُمّتی ہونے کی اور دوسری نبی ہونے کی۔

(۵) آپکی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھتی تھی۔ اسرائیلی و اسماعیلی

(۶) آپ کے عہد میں دونوں چاند و سورج کو ایک ہی ماہ میں گرہن ہوا۔

(۷) آپ دو زرد رنگ والی چادروں میں نازل فرما ہوئے

(۸) آپ کا نزول دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہوا۔

(۹) آپ کے وقت دو نمازیں جمع کی گئیں۔ ظہر و عصر اور شام و عشا

(۱۰) آپ خصوصیت سے دو انبیاء یعنی حضرت مسیح اور حضرت نبی کریم صلعم کے وارث اور مظہر یعنی بروز اتم و اکمل تھے

اکیسویں خصوصیت۔ "غرض آنے والے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے۔ دو جوہر عطا کئے گئے ہیں۔ ایک علم الہدیٰ جو مہدی کے اسم کی طرف اشارہ ہے جو مظہر صفت محمدیت ہے اور دوسرے تعلیم دین الحق بانفاس شفا بخش مسیح کی طرف اشارہ ہے × × اور مہدی آخر زمان کے لئے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذو البروزین ہونے کے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا از بس ضروری ہے" (اربعین ۲ صفحہ ۱۰-۱۱)

بائیسویں خصوصیت۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وہ وقت آتا ہے کہ تیرے باپ دادا کا ذکر کوئی نہیں کریگا اور ابتدا سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہوگا (اور یہی انبیاء اور مامورین عظام میں خدا تعالیٰ کی عادت ہے (اربعین ص۲)

تئیسویں خصوصیت۔ آپ عیسیٰ مسیح بھی تھے اور محمد مہدی بھی تھے۔ آپ قمر بھی تھے اور شمس بھی تھے۔ آپ محمد رسول اللہ صلعم کی خلافت کے ایک خلیفہ بھی تھے اور بوجہ بروز کامل ہونے کے خود

بھی جداگانہ خلافت کے صاحب بھی ہیں۔ الغرض آپکو ہر ایک نام ہر ایک حیثیت اور ہر ایک شان عطا ہوئی تھی جس میں اور کوئی نبی یا کوئی غیر نبی خلیفہ ہرگز ہرگز شریک نہیں۔

چوبیسویں خصوصیت۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک مسیح موعود سب انبیاء اور اولیاء اللہ کا موعود تھا۔ اور تمام انبیاء کا موعود ہونا ایک ایسی شان ہے کہ اولیاء اور صلحاء امت تو ایک طرف بہت سے انبیاء بھی یہ خصوصیت ہرگز ہرگز اپنے اندر نہیں رکھتے۔ مگر مسیح موعود میں یہ ایک خاص خصوصیت ہے کہ وہ کل دنیا کے انبیاء کا موعود ہے۔

پچیسویں خصوصیت۔ مسیح موعود اپنے زمانہ کا صرف اکیلا آپ ہی ہادی سب دنیا کا تھا۔ جیسے کہ فرمایا۔

"گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی اس زمانہ میں ہوئے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسے آنحضرت صلعم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے۔ اسی طرح اسجگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں کسی کو دعوے نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلائے۔" (دافع البلاء ص۲۳)

۶۵۔ حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر چند زبردست دلائل

(اول) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمامتر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اسپر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔" (خطبہ الہامیہ ص۳۵)

پس اس سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا کیونکہ آپ اس مقام پر ہیں جس کے اوپر اور کوئی مقام نہیں۔ اور انسانی ترقی کی حد صرف مقام نبوت ہی ہے جو اسکی تمامتر قوت اور ترقی مسیح میں متحقق ہے

لہذا مسیح موعود کا ہونا لازم آیا۔

(دوم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲) پس اس سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ منعم علیہ گروہ قرآنی اصطلاح میں نبی صدیق شہید صالح کا ہے (دیکھو سورہ مائدہ) اور اس گروہ میں سے فرد اکمل نبی ہوتا ہے۔

(سوم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھکر ہے۔" (دافع البلاء) پس مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھکر ہونا یہ اس بات کو مستلزم پڑا ہوا ہے کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ ہوں۔ ورنہ دعویٰ باطل ہے۔

(چہارم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلعم جیساکہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰) پس اس سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم نبی ہیں اور انکا بروزی صورت میں ویسا ہی مبعوث ہونا جیساکہ پہلے تھے ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود موید بعث ثانی ہونے کی وجہ سے لازمی اور ضروری طور سے نبی اللہ ہیں۔ ورنہ یا تو مسیح موعود کا مورد بعث دوم ہونا باطل ہے۔ اور یا نعوذ باللہ حضرت نبی کریم کا نبی اللہ ہونا باطل ہے۔

(پنجم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا تعالےٰ نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۷) پس یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ تھے۔ کیونکہ آجتک کسی غیر نبی کی وحی و تعلیم و بیعت کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ مدار نجات نہیں ٹھہرایا۔

(ششم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔" پس ہر ایک حال میں اپنے آپکو حَکَم ٹھہرانا اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔ ورنہ آجتک کوئی غیر نبی خدا کے حکم سے حکم و عدل مقرر نہیں ہوا۔ حکم و عدل ہونا نبی کی ہی شان ہے غیر نبی کی شان نہیں

(ہفتم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اس زمانہ میں مسیح موعود کرکے بھیجا۔ اسکے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ جو شخص اسپر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم

اور ضلالت میں گرفتار ہے۔" پس اس سے بھی لازم آیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ جب سوائے مسیح موعود کے پیش کردہ خدا کے اور کوئی خدا ہی نہیں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کا آئینہ مسیح موعود ہے۔ پس اس سے یہی لازم آیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ ایک غیر نبی میں یہ ہرگز قدرت و طاقت نہیں کہ سوائے اپنے پیش کردہ خدا کے سب دوسروں کے خداؤں کو رد کر دیوے۔

(ہشتم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں اسلئے حکمت الٰہیہ نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے سب خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جاوے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو پھر آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳) پس چونکہ مسیح موعود کو مسیح ناصری سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ ہے۔ دیکھو کشتی نوح۔ اسلئے لازم آیا کہ مسیح موعود بھی مسیح ناصری کے بالمقابل شان نبوت کے ساتھ آوے تا تقابل پورا ہو جاوے۔ دیکھو نزول المسیح صفحہ ۲۰۳)

(نہم) از مسیح موعود "جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر۔ مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸) پس آپکا اپنی جماعت کو غیروں سے الگ رہنے کی تاکید کرنا اور انکے پیچھے نمازیں پڑھنا اور انکو اپنی لڑکیاں دینا حرام کرنا اس امر کی بڑی دلیل ہے کہ آپ یعنی مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ کوئی غیر نبی ایسا نہیں کر سکتا۔

(دہم) از مسیح موعود "نبوت کی شکست و ریخت جس قدر ہو چکی ہے اب خدا تعالیٰ ان میرے تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۱۲۹) پس یہاں سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا قول و فعل اور اسکی نصرت و تائید اس امر کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے کیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے۔ جس کے نشانات تو خدا تعالیٰ اپنی کمیت و کیفیت و ثبوت کے لحاظ سے تمام انبیاء سے باستثناء نبی کریم افضل قرار دیوے (دیکھو نزول المسیح صفحہ ۹۲) بلکہ بطور افضل قرار دیوے (دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷) اور وہ خود نبی نہ ہو۔ وھذا بھتان عظیم۔ ونعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

پس یہ دس زبردست دلائل ہیں جن سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آتا ہے کیا کوئی ہے جو ان باتوں کا رد کر سکے۔ اسکے علاوہ اور بہت ہی زبردست دلیل آپ کے نبی ہونے پر مندرجہ ذیل ہے۔ از مسیح موعود

"تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثنائے آنحضرت صلعم × × × سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اسکا ظل"۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

پس اپنے آپکو سچا شفیع قرار دینا اس امر کی کافی سے بڑھکر زبردست دلیل ہے کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔

تیس ایسے حوالے جنمیں صریح طور سے مسیح موعود نے اپنے آپکو نبی اللہ کہا

منجملہ ہزارہا کھلی کھلی تحریروں کے جن میں مسیح موعود نے اپنے نبی اللہ ہونے کا کھلے لفظوں میں اقرار کیا۔ اسوقت صرف تیس ۳۰ حوالے ذیل میں درج کیے گئے ہیں۔ وہو ہٰذا

(۱) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۲) "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا تب وہ وقت آیا کہ انکو اپنے جرائم کی سزا دیجا دے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۰۲)

(۳) "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے × × × کہ اسنے میرا نام نبی رکھا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

(۴) "وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

(۵) "وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۶)

(۶) "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

(۷) "جبکہ میں نے ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ اور آنیوالا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسکو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم جو کچھ ہے پہلا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

(۸) "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور الانبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۹) "میں رسول اور نبی ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

(۱۰) "ایسا ہی خدا نے اور اسکے رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالے کے نبیوں نے اسکی تعریف کی ہے اور اسکو تمام انبیاء کی صفات کا مظہر ٹھہرایا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۱۱) "اسکے فیصلہ کے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا۔ وہ قرنا کیا ہے۔ وہ اسکا نبی ہوگا۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۶)

(۱۲) "اسطرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسےٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے اور عیسےٰ ایک نبی ہے پس میرا نام مریم اور عیسےٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔" (براہین صفحہ ۱۸۹)

(۱۳) "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔ کیونکہ یہ اسکے رسول کا تختگاہ ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء)

(۱۴) "میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ابو بکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی بہتر ہے۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۳۳۶)

(۱۵) "صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔" (اربعین ۳ صفحہ ۲۵)

(۱۶) "اور حدیثوں سے صاف طور سے ثابت ہے کہ اگرچہ مسیح موعود ایک شخص امت میں سے ہے مگر انبیاء کی اس میں شان ہے پھر ایسے شخص کے حق میں صلوٰۃ اور سلام کیوں غیر موزوں اور غیر محل ہے × × × خدا سے ڈرو اور سمجھو کہ جس شخص کو مسیح موعود کرکے بیان کیا گیا ہو وہ کچھ معمولی آدمی نہیں بلکہ خدا کی کتابوں میں اسکی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی

گئی ہے۔" (اربعین ص ۲۴)

(۱۷) "ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور اسکا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۸) "میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵)

(۱۹) "اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اس میں ہو کر اور اسکے نام محمد و احمد سے مسمّیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۰) "جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہیں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں ہاں میں اسطور سے نبی ہوں جس طور سے ابھی ہمنے بیان کیا × × × مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲)

(۲۱) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (آخری خط مندرجہ اخبار عام)

(۲۲) "میں اسوجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقق نہیں ہو سکتے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۳) "پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانے میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۴) الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء جسکا ترجمہ ہے۔ خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا ہے اور نبی بھی۔ پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں۔ اسکو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے۔" (ایام الصلح ص ۷۵)

(۲۵) "ہمارا دعوے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۲۶) "جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور انکے معجزات کو بھی نئے سرے سے قبول کرتا ہے × × × خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔" (نزول المسیح ص۸۴)

(۲۷) "جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔" (آخری خط)

(۲۸) "میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں × × × نبی ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

(۲۹) "میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تا ہمارے سید آقا کی پیشگوئی پوری ہو کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔" (آخری خط)

تیس ایسے حوالے جن سے مسیح موعود کا صریح طور سے نبی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے

(از مسیح موعود)

(۱) "آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ... الخ رسول سے اسجگہ آنحضرت صلعم بھی مراد ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۸)

(۲) "کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ یعنی خدا نے ابتدا سے لکھ چھوڑا ہے کہ وہ اور اسکے رسول ہمیشہ غالب رہینگے پس چونکہ میں اسکا رسول یعنے فرستادہ ہوں × × × اسلئے جیسا کہ قدیم سے یعنے آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک ہمیشہ اس آیت کا مفہوم سچا نکلتا رہا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلیگا۔" (نزول المسیح ص۳۲)

(۳) "میں جانتا ہوں کہ خدا ضرور میری تائید کریگا۔ جیسا کہ ہمیشہ سے اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۴) "اگر مجھے ٹھٹھا کیا گیا تو یہ نئی بات نہیں دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جسے ٹھٹھا نہ کیا گیا جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیہم من رسولٍ الا کانوا بہ یستہزءون۔" (چشمہ معرفت صہ ۳۱۹)

(۵) "اسجگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اسکی صور ہوتے ہیں۔" (چشمہ معرفت صہ ۷۷)

(۶) "آپ برائے خدا میری کتاب نور الحق حصہ دوم غور سے پڑھو اور دیکھو کہ کسقدر مدت دراز سے طاعون کے آنیکی پیشگوئی موجود ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۳۳۶)

(۷) "اگر میری نسبت تمہیں کچھ شک ہے تو مجھے جسطرح چاہو آزمالو۔ اور خدا کے اس قانون کو جو رسولوں کے حق میں جاری ہے مت بھلاؤ۔" خطبہ الہامیہ صہ ۱۲۹

(۸) "اے دشمنوں کے گروہ! کیا کچھ آرزو تمہارے دل میں باقی ہے جو چاہتے ہو کہ پھر دوسری دفعہ میرے جیسے دوسرے شخص مسیح ناصری کی تکفیر اور تفسیق کرو۔" (خطبہ الہامیہ صہ ۱۴۰)

(۹) "خدا تعالےٰ کا کوئی معاملہ مجھ سے ایسا نہیں جس میں کوئی نبی شریک ہو اور کوئی اعتراض میرے پر ایسا نہیں کہ کسی اور نبی پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہو۔ پس ایسے شخص جو میرے پر اعتراض کرنیکے وقت یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہی اعتراض بعض اور نبیوں پر بھی وارد ہوتا ہے وہ سخت خطرناک حالت میں ہیں اور اندیشہ ہے کہ دہریہ ہو کر نہ مریں۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۱۲۹)

(۱۰) "شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نواہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا × × میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی × × اور خدا تعالےٰ نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو لوگوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا ہے۔" (اربعین ۴ صہ ۶)

(۱۱) "اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں کی تاخیر ہو جاتی۔ میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہوگئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۲۵۶)

(۱۲) "میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ اور جس کی سچائی اسکے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۳) "اور جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہیں۔ ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک و منزہ ہے اور اگر کہو کہ اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسجگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں۔" (نزول المسیح ص۸۱-۸۲)

(۱۴) "تمام نبیوں کی پیشگوئیوں میں، ایسا ہی میری پیشگوئیوں میں بعض اجتہادی دخل بھی ہوتے ہیں × × × کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور معہذا لک مجمل ہوتی ہو اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے پس میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو × × اس بات میں تمام انبیاء شریک ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳)

(۱۵) "ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے × × × اور خدا نے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۴)

(۱۶) "نبیوں کی شفاعت سے کسکو انکار ہے۔ حضرت موسیٰ کی شفاعت سے کئی مرتبہ بنی اسرائیل بھڑکتے ہوئے عذاب سے نجات پا گئے اور میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں × × میری شفاعت سے بعض مصائب اور امراض کے مبتلا اپنے دکھوں سے رہائی پا گئے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۶)

(۱۷) "پس یہی معنے آیت و اذا الرسل اقتت کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا یہی مسیح موعود ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۱)

(۱۸) "حق تعالیٰ آخرین منہم کے قول میں اشارہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود کی جماعت صحابہ میں کی ایک جماعت ہے اور ان میں کے رکھنے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ مرتبہ مسیح موعود کی جماعت کو ہرگز حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے درمیان قدسی قوت اور اپنے روحانی افاضہ کیساتھ موجود نہ ہوں۔ جیسے کہ صحابہ میں موجود تھے۔ یعنی مسیح موعود کے واسطہ سے کیونکہ وہ نبی کریم کا مظہر یا آنجناب کے لئے حلہ کی مانند ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹۹)

(۱۹) "بعض نادان کہتے ہیں کہ فلاں فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جیسا کہ شریر آدمی پہلے نبیوں کے وقت میں ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۶)

(۲۰) "میں خدا کے نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ اور میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جس نے مجھے چھوڑا۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

(۲۱) "آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔ داد آن جام را مرا بتمام + انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بعرفان نہ کمترم زکسے آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار + آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔ بخدا پاک دانمش ز خطا" (نزول المسیح صفحہ ۹۹)

(۲۲) "رہا اجتہاد تو میں اسبات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے اجتہاد میں کبھی غلطی نہیں کی۔ جب وہ نبی جو تمام انبیاء سے افضل تھا۔ اجتہادی غلطی سے بچ نہ سکا × × × تو پھر دوسروں پر کیا اعتراض × × × × × پس جس امر میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اور ایک بھی ان میں سے باہر نہیں۔ اسکو اعتراض کی صورت میں پیش کرنا کسی متقی کا کام نہیں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰)

(۲۳) "روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک + میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام + ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب + گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

(۲۴) "اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ میں ہوں۔ اسی طرح تمام زمانہ میں تمام بدوں کے نمونہ بھی ظاہر ہوئے۔ فرعون ہو یا وہ یہود جنھوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل ہو سب کی مثالیں اسوقت موجود ہیں۔" (براہین صفحہ ۹۰)

(۲۵) قولہ ۔ چونکہ حضرت کی ابتک کوئی ایسی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی × × × پیر آگے ناتمام

کی ظہور تک بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف و تاخیر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں۔

اقول۔ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے × × × × × اصل بات یہ ہے کہ نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانے والوں کی کثرت شرط نہیں ہے۔ (براہین احمدیہ ص۱۸۷)

اور نیز فرمایا

"گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی انکے زمانہ میں ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہیں" (دافع البلاء ص۲۱)

(۲۶) "اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی یہ دونوں گرہن نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت و نبوت کے وقت میں یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں" (حقیقۃ الوحی ص۱۹۶)

(۲۷) "اگر ایک لاکھ نشان دیکھیں تو اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اگر ایک بات سمجھ میں نہ آوے تو شور مچا دیتے ہیں در اصل انکے دل ہر ایک نبی سے برگشتہ ہیں کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جو انکے فہم کے مطابق ہو" (حقیقۃ الوحی ص۱۲۹)

(۲۸) "ایمان درحقیقت وہی ایمان ہے جو خدا کے رسول کو شناخت کرنیکے بعد حاصل ہوتا ہے.. ... ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول کا تابع ہو گیا اور اسکو شناخت نہیں کیا۔ اور اسکے انوار سے مطلع نہیں ہوا۔ اسکا ایمان بھی کچھ نہیں۔ اور آخر وہ ضرور مرتد ہوگا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کے وقت میں اور یہودا اسکریوطی حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اور چراغدین جمونی اور عبد الحکیم خان میرے اس زمانہ میں" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۹)

(۲۹) "وہ فرماتا ہے کہ اپنے اسرار کے اظہار کے لئے میں نے تجھے ہی برگزیدہ کیا ہے اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہے جیسے کہ میرے ساتھ ہے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرا عرش۔ اسی کے مطابق قرآن شریف میں یہ آیت ہے جو خدا کے برگزیدہ رسولوں کو غیروں سے ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ ہے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول" (تجلیات ص۱۶)

(۳۰) "سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف

تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو“۔ (تجلیات ۹)

سوائے مسیح موعود کے اور کوئی مجدد یا ولی یا خلیفہ امت محمدیہ میں نبی نہیں کہلا سکتا

(از مسیح موعود)

”غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط انمیں پائی نہیں جاتی“۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

پھر تذکرۃ الشہادتین ص ۴۳ میں فرمایا۔

”حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جاوے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو پھر آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔ اور مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے“۔

ان دونوں حوالوں سے بنص صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے سوائے حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد ہرگز ہرگز کوئی فرد امت نبی کہلانے کا مستحق نہیں۔ ”قرآن شریف میں بعد از رسول کریم صرف ... ایک نبی اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ احادیث صحیحہ میں صرف مسیح موعود کو ہی نبی اللہ ہونے کا استحقاق دیا گیا ہے۔ تازہ وحی الٰہی ”دنیا میں ایک نبی آیا“ میں ایک کا لفظ خاصکر قابلِ غور ہے پھر یہ کسقدر ظلم ہے اگر ہم بغیر کسی سند شرعی کے کسی اور فرد امت کو نبی اور رسول کا لقب دیویں اور ایسا کرنے سے بقول حضرت مسیح موعود ”آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ ڈالنے والے ٹھہریں“۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ طبع اول)

---

(۱) اس مستحق نہیں کو غور سے پڑھو جنکا خیال ہے کہ سب مجددین نبی رسول ہیں۔ ...حدیث میں صرف مسیح موعود کے نام کے ساتھ اتفاقیہ طور پر نبی کا لفظ آ گیا۔ وہ توبہ کرلیں۔

الوصیت کی عبارت "بعض افراد" والی کا مطلب

الوصیت میں صحیح ہے۔

"پس اسطرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونیکے نبی کا خطاب پایا"۔

اسجگہ بعض افراد سے بعض وہ لوگ جن کے دل نفاق کی بیماری سے ملوث ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی کھلی کھلی تحریروں اور قرآن اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسا غلط مفہوم نکالتے ہیں کہ الامان! بعض نے اس عبارت کی ایسی تحریف کی ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں چنانچہ اس عبارت میں اس طرح پر کی جگہ "میری طرح پر" لکھدیا ہے۔ اور میری طرح پر لکھکر ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود کے علاوہ اور بھی بعض افراد نے نبی ہونیکا خطاب پایا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے۔ بعض افراد سے صرف مسیح موعود ہی مراد ہیں۔ کیونکہ

(اول) حضرت اقدس نے اس عبارت کے آگے ہی یہ تحریر کر دیا ہے۔ "یہی معنے اس فقرے کے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا۔ کہ نبی اللہ و اما مکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ورنہ غیر کو اسجگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں"۔ پس اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے بغیر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ بعد آنحضرت صلعم وہ نبی کہلائے۔

(دوم) حضرت مسیح موعود کی یہ عام عادت ہے کہ آپ بعض جگہ اپنی تحریر میں بعض افراد سے محض اپنے آپکو مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی صـ ۳۳۷ میں فرمایا۔

"اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسےٰ سے حاملہ ہوگئی × × × خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں × × × اس آیت کا میں مصداق ہوں میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ پہلے میرا نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونکدی۔ جس سے میں عیسےٰ بن گیا"۔

پس اسجگہ بعض افراد سے حضرت نے محض اپنے آپکو مراد لیا ہے اور علاوہ اسکے دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ ۱۸۹ کشتی نوح صـ ۴۷ نزول المسیح حاشیہ صـ ۵۵

(سوم) اگر غور سے دیکھا جاوے تو حضرت اقدس باعتبار بیعت سے نام اور مختلف عہدے رکھنے کے

بعض افراد کا ہی حکم رکھتے ہیں چنانچہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کا صریح الہام اس امر کی تصدیق کر رہا ہے۔

(چہارم) نبی کے نام کو محض اپنے لئے مخصوص کیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ پس بعض افراد کے معنی محدود ہوئے اور اس سے مراد صرف صرف حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا اپنی نبوت کے متعلق آخری اشتہار

حضرت مسیح موعود نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا۔

"ان لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز عزت نہیں کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ اور افضل الانبیاء کے مدینہ میں مدفون اتنا نہیں سوچتے کہ اگر وہی عیسےٰ آجاوے تو پھر تو وہ خاتم الانبیاء ہو گیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ تم بھی نبوت کے مدعی ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ویسا نبی نہیں ہوں۔ حضرت عیسےٰ براہ راست خدا کے نبی تھے۔ اور میری نبوت آنحضرت صلعم کے واسطہ اور فیض سے ہے۔" (تقریر لاہور)

اسپر کسی نا سمجھ نے یہ سمجھکر کہ گویا مسیح موعود نے نبوت سے انکار کر دیا ہے اخبار عام میں یہ شایع کر دیا۔ کہ مرزا صاحب نے نبوت سے انکار کر دیا ہے۔ جسکو دیکھکر مسیح موعود نے ایک اشتہار شایع کیا۔ جو گویا آپ کا آخری اشتہار ہے وہ اشتہار اخبار عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء یوم وصال کے دن شایع ہوا۔ اسکو اسجگہ بعینہٖ درج کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

تقدس مآب میرزائے قادیانی کا خط

(جناب اڈیٹر صاحب اخبار عام)

"پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۹۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا اسکے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے

ہوں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوےٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسقدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جبتک انسان کو اسکے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں میں نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے سو میں صرف اسوجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہوسکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں بن سکتا سو خدا نے اپنی کلام کے ذریعہ سے بکثرت مجھے علم غیب عطا کیا ہے اور ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور کر رہا ہے میں خود ستائی سے نہیں مگر خدا کے فضل اور اسکے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں
مکتوب آخری

میں خدا غلبہ دیگا۔ اور ہر ایک پہلو سے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا۔ ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دیگا۔ پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دیجاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت ہی کم ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو۔ اسکو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جاوے بلکہ اسکو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جاوے تاکہ اس میں اور اسکے غیر میں امتیاز ہو اسلئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جاوے ان معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ اور حضرت عیسےٰ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے۔ وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر وہ نئے سرے مسلمان ہونگے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدےٰ

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں مکتوب آخری

الراقم خاکسار مفتقر الی اللہ الصمد **غلام احمد** عفی اللہ عنہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء از شہر لاہور

نبوت کے چار ثبوت

پہلا ثبوت۔ اگر حضرت اقدسؑ نبی نہیں تھے تو آپ نے یہ کیوں لکھا۔

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے ××

× × چنانچہ چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اسکا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھو اگر ہر خطبہ جمعہ ہر تقریر ہر تحریر میں حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنا ایک احمدی کا فرض تھا بلکہ یہ عملی جُزو ایمان قوم بنا دینے والا تھا تو آپ علیہ السلام خوش ہونے بجائے اسکے اسے غلطی قرار دیا۔ اور اسے اپنے دعوے سے ناواقف بغور کتابیں نہ پڑھنے والا اور صحبت سے نافیضیاب فرمایا۔ فتدبروا!

دوسرا ثبوت - جب ایک معزز شخص نے بیان کیا کہ دربار میں جب رئیس نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ تمہارے امام نبوت کے مدعی ہیں تو میں نے عرض کیا انکا نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ تو آپ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا۔

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں۔ انکے بیان کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر غور کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ انکا عقیدہ تھا۔ وہ صاف کہدیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے جبھی لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعوے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اب سوچو کہ اگر آپ نبی نہیں تھے تو آپکو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ ایک الزام یا غلط فہمی کو دور کردیا۔

تیسرا ثبوت - اگر آپ انہی معنوں میں نبی رسول تھے جن میں دوسرے مجددین امت محمدیہ تھے تو جہاں آپ وفات مسیح کے متعلق دوسرے اولیاء امت کے حوالے دیتے تھے اس بارے میں بھی یہ حوالہ دیتے کہ اگر میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو کیا حرج ہے اگلے مجدد بھی اپنے آپکو نبی و رسول کہلاتے رہے یا کم از کم جانتے رہے

چوتھا ثبوت - لاہور میں جو آخری پبلک تقریر آپ نے فرمائی اسکے بعض الفاظ سے جب یہ سمجھا گیا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ واپس لے لیا تو آپ نے فوراً اپنا ایک مکتوب روزنامہ اخبار عام میں چھپوایا۔ اگر نبوت کا دعویٰ نہیں تھا تو آپکو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پبلک میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی تھی وہ دور ہوئی مگر آپ تو لکھتے ہیں۔

"پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی × × میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا × × × میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔"

چند اعتراضات کا جواب

اعتراض۔ کیا حضرت مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے برابر تھے؟

جواب۔ برابری تقابل اور غیریت کو چاہتی ہے لیکن مسیح موعود محمد رسول اللہ کا غیر نہیں ہے اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلعم کے مقابل ہو کر وہ کوئی دوسرا محمد رسول اللہ ہے پس برابری کا سوال بالکل لغو اور بیہودہ ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت نئے دعوے اور نئے نام کے اور کہ میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص۳)

مسیح موعود چونکہ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہے اسلئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا غیر نہیں کہلا سکتا۔ جیسے کہ فرمایا

"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس حضرت مسیح موعود چونکہ محمدی حقیقت کا کامل مظہر ہے اور ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا تعالےٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہانتک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔" (نزول المسیح)

اسلئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا برابر نہیں کہلا سکتا ہے بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم سے ایسے مقام پر ہے جہاں وہ اور محمد رسول اللہ صلعم دو تصور نہیں ہو سکتے بلکہ

جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں

"جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم **دو** نہیں ہو سکتے بلکہ **ایک ہی ہو** اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہو صرف ظلّ اور اصل کا فرق ہے سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی **وہ میں ہی ہوں**۔ اور اس میں دوئی نہیں آئی۔" (کشتی نوح ص۱۵)

پس بیشک حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد کے نام سے نبی اور رسول نہیں کہلاتے۔ بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم میں ہو کر اور اسی کا نام پا کر رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے جیسے کہ فرمایا۔

"میں خدا کا رسول یعنی فرستادہ ہوں لیکن بغیر کسی نئی شریعت۔ نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بنکر آیا ہوں۔" (نزول المسیح ص۲) حاشیہ میں فرمایا۔

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنیوالا ہوتا تو خدا تعالے میرا نام محمد و احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھکو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔"

پس مسیح موعود وہ آئینہ ہے جس میں حقیقت محمدیہ کا کامل انعکاس ہے یا وہ لباس ہے جسکو آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کیا ہے یا وہ مظہر ہے جس کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور مسیح موعود ایسے مقام پر نازل ہوا ہے جہاں محمد رسول اللہ اور اس میں کوئی دوئی یا مغائرت ہی نہیں اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں فرق کرنا گویا دونوں میں سے ایک کو جھوٹا جاننا ہے کیونکہ اگر اسکو محمد رسول اللہ صلعم سے غیر مانا جائے تو پھر بموجب

"میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔"

نعوذ باللہ مسیح موعود کو کافر اور کاذب ماننا پڑیگا۔ کیونکہ اگر وہ **مدعی نبوت** تھا اور یقیناً تھا۔ اور باوجود مدعی نبوت ہونے کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دوئی یا مغایرت رکھتا تھا۔ تو وہ پھر یقیناً علیحدہ نام کا مدعی نبوت تھا۔ حالانکہ ایسا ماننے سے کفر لازم آتا ہے۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود باوجود غیر از محمد رسول اللہ صلعم وجود رکھنے کے حقیقت محمدیہ کا کامل مظہر تھا۔ اور ظلی طور پر محمد رسول اللہ صلعم ہی تھا۔ اسلئے فرمایا۔

جو مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اسنے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔" (خطبہ الہامیہ)
پس اسبات کو یاد رکھو کہ وہ بروز محمد صلعم ہونے میں عین محمد تھا۔ اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں کوئی دوئی یا مغائرت یا فرق نہیں۔ ہاں میرزا غلام احمد ہونے کی حیثیت میں وہ آنحضرت صلعم کا ایک امتی تھا۔

اعتراض ۲۔ اگر حضرت مسیح موعود اپنی روحانی حقیقت و حیثیت میں محمد رسول اللہ ہی تھا تو پھر تناسخ لازم آیا اور تناسخ کا ماننا بطلان ہے۔

جواب۔ حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کا کامل بروز اور اتم مظہر تھا اسلئے مادی حقیقت میں وہ عین محمد نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی وہ محمد صلعم سے الگ متصور ہو سکتا ہے لیکن تناسخ میں مورد تناسخ عین وجود صاحب تناسخ مانا گیا ہے پس حضرت مسیح موعود کا حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہونا تناسخ کے رنگ میں نہیں بلکہ بروز اور مظہریت کے رنگ میں ہے۔

اعتراض۔ اگر مرزا صاحب کا دعویٰ محض مجاز اور مظہریت کے رنگ میں تھا تو اس سے لازم آیا کہ آپ واقعی اور حقیقی رنگ میں محمد رسول اللہ صلعم نہ تھے اور اگر آپ مظہر اتم ہونے کی وجہ سے محمد رسول اللہ کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھ سکتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلعم خدا کا مظہر اتم ہونیکی وجہ سے خدا ہوا۔

جواب۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک شے کی دو طرح کی صفات ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنکو ذاتی صفات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور جنکا تحقق اور وجود بغیر حاجت خارجی اسباب کے پایا جاتا ہے۔ دوسری وہ ہیں جنکو اضافی صفات سے موسوم کرتے ہیں جنکا تحقق اور وجود خارجی اسباب کے پیدا ہونے کے بعد پایا جاتا ہے۔ پس خدا کی ذاتی صفات۔ اسکی وحدانیت اسکا علم۔ اسکا تقدس ہیں۔ اسلئے مظہریت بھی دو طرح ہی سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ مظہریت ہے۔ جس میں خلق خلق اور نام ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شیر دوسرے شیر کا مظہر ہوتا ہے ایک وہ مظہریت ہے جس میں خلق اور نام علیحدہ ہوتے ہیں۔ محض خلق کی وجہ سے اسکو مظہر قرار دیا جاتا ہے مثلاً زید شیر ہے پس حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہرگز حقیقت الٰہیہ کے مظہر نہ تھے۔ نہ ہی آپکا نام اللہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی ایسی صفات کے مظہر اتم تھے جنکے پائے جانے سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت علم اور تقدس میں شریک لازم نہیں آتا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر اتم تھے اور آپکا نام محمد و احمد تھا۔ پس حضرت نبی کریم کے خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور حضرت مسیح موعود کے مظہر اتم اور بروز کامل محمد صلعم ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور وہ سکے یہ بھی تو جاننا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود

بھی تو خدا تعالیٰ کے مظہر اتم تھے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں جو شخص میرے پاس آئیگا اور مجھے قبول کریگا وہ نئے سرے سے اس خدا کو دیکھیگا جسکی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے ہیں"۔ (نزول المسیح ص۸۴)

پس جیسے خدا اور انسان میں فرق ہے ایسے ہی خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور محمد صلعم کے مظہر اتم ہونے میں فرق ہے مظہریت تامہ حقیقیہ کے لئے لازمی ہے کہ خَلق خُلق۔ نام۔ شان۔ حیثیت۔ حقیقت میں ہمرنگ ہو لیکن آنحضرت صلعم ہر ایک بات میں وجود الٰہی میں داخل نہیں اور ہمارے حضرت مسیح موعود ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں پس حضرت مسیح موعود کا محمد رسول اللہ صلعم کی روحانیت کا کامل مظہر ہونا اور آنحضرت صلعم کا مظہر خدا ہونا اپنے اندر ایک مطالب رکھتا ہے۔

اعتراض۔ حضرت اقدس کا مذہب ہے۔ ہر نبوت را بروشد اختتام

جواب۔ اس سے بڑھکر حوالہ بتاتا ہوں۔ الوصیت میں لکھا ہے اسی پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے مگر اس کے ساتھ لکھا ہے یہ نبوت اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں اور مسیح موعود کی نبوت الگ نبوت نہیں بلکہ محمدؐ کی چیز محمد ہی کے پاس ہی۔ ہم تو نبی کریم ہی کی بعثت ثانیہ کو پیش کر رہے ہیں فلیس نبوتی الا نبوتہ (الاستفتاء ص۲۷)

اعتراض۔ خاتم النبیین کے معنے حضرت اقدس نے کہاں کئے ہیں کہ آئندہ آپ کے فیض سے نبی بنینگے۔

جواب۔ دیکھو الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء "خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے یہ بالکل سچی بات ہے ×× یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین × اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ خاتم ہیں آپکی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے ہم خود بخود نہیں بنگئے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق بنایا"

دوم۔ الاستفتاء صفحہ ۲۰ لامعنی لختم النبوۃ علی فرد من غیر ان تختم کمالات النبوۃ علیٰ ذالک الفرد ومن الکمالات العظمی کمال النبی فی کلا تضمۃ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ ہر کمالات نبوت ختم ہو گئے اور یہ کمال تو یہ ہے کہ اسکا فیض جاری ہو یعنی اس سے نبی بنیں۔

سوم ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کہ اجی لوٹ رہا گیا دیکھو انوار الاسلام ص۱۶ آخری زمانہ میں بر طبق پیشگوئی ظہور احمد جب اپنے اسی حقیقت عیسویت کے رکھتا ہے بھیجا گیا۔ اور الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲

یہ لوگ جو بار بار ہوتے ہیں قرآن میں کہاں نام ہے انکو معلوم نہیں کہ خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے × × اور احمد نام پر ہی ہم

بیعت لیتے ہیں پھر دیکھو اعجاز المسیح ۱۲۳ "عیسیٰ بن مریم نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی تھی۔"

اعتراض۔ حضرت اقدس نے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں اپنی نبوت کو مجازی فرمایا ہے

جواب۔ اصل الفاظ یہ ہیں وسمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ اور اسکے معنے بھی آپ نے خود ہی کر دیئے ہیں کہ فانی ابی تحت جناح النبی (میں نبی کے فیض سے تربیت یافتہ مقام نبوت تک فائز ہوں) پس یہاں مجاز سے مراد یہ ہے کہ آپکی نبوت براہ راست نہیں بلکہ برکت اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوم۔ مجاز بمقابلہ حقیقت ہوتا ہے اور حقیقی کے معنے حضرت اقدس کے نزدیک صاحب شریعت کے ہیں۔ دیکھو سراج منیر صفحہ ۳۔ "اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں" اور دیکھو مکتوب الحکم جلد ۳ ۲۹ "وہ شخص غلطی کرتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔" پس مجاز کا لفظ اس حقیقت کے مقابلہ پر ہے۔

سوم۔ جب آپ اپنی بعثت کو محمد رسول اللہ کی بعثت فرماتے ہیں اور اپنی نبوت کو انکی نبوت۔ جیسا کہ اوپر الاستفتاء اور ازالہ غلطی کا حوالہ گزرا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ وجود کے لحاظ سے وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں تھے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) تھے تو لامحالہ آپکی نبوت علیٰ طریق المجاز ہی ہوگی۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ظلی فرمایا۔ پس آپکی نبوت حقیقی و اصلی نہیں۔

جواب۔ ظلی کا لفظ تو شان کو بڑھاتا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے لئے ضروری نہ تھا کہ نبوت کے حصول کے لئے جمیع کمالات محمدیہ حاصل کرتے مگر مسیح موعود کے لئے ضروری تھا کہ جمیع کمالات محمدیہ کے بعد نبی کا لقب پاتے (دیکھو غلطی کا ازالہ) اور نزول المسیح صہ "اسلئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا۔"

دوم۔ دنیا میں ہزاروں قرآن مجید ہیں جو عکسی ہیں پس اگر قرآن کے عکسی ہونے کے سبب اسمیں حقیقت قرآنی معدوم ہے اور اسکے الفاظ ہمارے لئے حجت نہیں تو بلاشبہ مسیح موعود کی ظلی نبوت بھی بے حقیقت ہے اگر قرآن مجید کے عکسی ہونے سے کوئی نقص لازم نہیں آتا تو یہاں بھی نقص نہیں۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے ساتھ امتی فرمایا۔

جواب۔ اس سے بھی اصلِ نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ امتی کی وجہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ میں فرماتے ہیں
"میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" ایسا
ہی دوسرے رسالہ میں "کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جبتک اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے
یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست" (صفحہ ۹ حاشیہ) پس امتی کا لفظ
تو طریقِ حصولِ نبوت پر دال ہے جیسے مستقل کا لفظ براہ راست پر۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے لکھا ہے میری نبوت کاملہ تامہ نہیں اور صاحب نبوت کاملہ تامہ امتی نہیں ہو سکتا

جواب۔ نبوت کاملہ تامہ سے مراد آپکی وہ نبوت ہے جو براہ راست حاصل کی جائے اور جس کے ساتھ وحی
شریعت ہو چنانچہ توضیح مرام صفحہ ۱۹ پر ارشاد ہوتا ہے ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ
قد انقطعت (نبوت تامہ یعنی وحی شریعت کی حاملہ منقطع ہوئی۔

دوم۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے جب آپ اپنی وحی کے الفاظ نبی و رسول کو لغوی معنوں پر حمل فرمایا کرتے تھے

سوم۔ آپ نے یہ فرمایا ہی کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا (ازالہ ص۲۳۵) یہ نہیں فرمایا کہ امتی
صاحب نبوت نہیں ہو سکتا۔ نبی امتی اور امتی نبی میں فرق ہے کوئی نبی جو براہِ راست نبی ہو یا صاحب شریعت
وہ دوسرے نبی کا امتی نہیں بنیگا۔ مگر ایک امتی خاتم النبیین کا امتی نبی بن سکتا ہے دیکھو براہین حصہ پنجم ص۱۳۸
"نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت
کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا
نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔"

معترض کو سوچنا چاہیئے جہاں حضرت صاحب نے فرمایا۔ نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ وہاں کلام حضرت عیسٰے
بن مریم کے بارے میں ہے جنہیں ہمارے مخالفین غیر احمدی آسمان سے اوتار کر نبی سے امتی بنانا چاہتے ہیں۔ اور
ہم ایک امتی کا ذکر کرتے ہیں جو نبی بنا۔

چہارم۔ حضرت صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے "شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ بغیر
شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو" اس سے ظاہر ہے کہ امتی نبی ہو سکتا ہے۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ناقصہ ٹھہرایا اور اپنے آپکو محدث فرمایا۔

جواب۔ محدث تو اسلئے فرمایا کہ حضرت صاحب کے نزدیک ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اسی واسطے اوائل

ہیں ایک اشتہار میں فرمایا نبی کی جگہ محدث بنا دو۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹ "فاعلم ارشدک اللہ تعالےٰ ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوة"۔ مگر ہر محدث نبی نہیں ہو سکتا اور حضرت اقدس نے اپنے لئے صرف محدث کا اطلاق جائز نہیں رکھا دیکھو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ "اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔"

باقی رہی نبوت ناقصہ۔ سو ایک معترض نے "میری نبوت سے نبوت ناقصہ مراد ہے" حضور کے الفاظ بتائے ہیں اصل حوالہ صفحہ ۵۶۹ (ازالہ) میں پہلے نبوت کاملہ تامہ کا ذکر ہے جو وحی شریعت سے مختص ہے اور اسکے مقابلہ میں محدث کو ناقص طور پر نبی لکھا ہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ "ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی" یہ نہیں فرمایا میری نبوت نبوت ناقصہ ہے اسی طرح اصل حوالہ صفحہ ۵۳۲ میں یہ الفاظ ہیں۔ "وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائیگی" یہاں بھی نبوت تامہ کے مقابل یہ لفظ بولا ہے اور یہ اوائل کا ذکر ہے جب حضور اپنی وحی کے الفاظ نبی اور رسول کو لغوی معنوں پر محمول کرتے اور اپنے آپکو صرف محدث سمجھتے۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے × × × اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا (جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷) × × × مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔"

اعتراض۔ اوائل سے مراد قبل از دعویٰ مسیح موعود ہے۔

جواب۔ یہ غلط ہے یہ عبارت حضرت اقدس نے اس اعتراض کے جواب میں لکھی ہے کہ حضور نے تریاق القلوب میں مسیح ابن مریم پر اپنی فضیلت کو جزئی قرار دیکر لکھا ہے کہ غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس تریاق القلوب کے لکھنے کی تاریخ بھی اوائل میں شامل ہے۔

اعتراض۔ تریاق القلوب تو ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی

جواب۔ یہ غلط ہے سنہ ۱۹۰۰ء کے ابتداء میں صفحہ ۵۸ تک چھپ چکی تھی اندرونی شہادت بھی موجود ہے دیکھو صفحہ ۱۳۷ اسوقت تک جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے۔ ٹائٹل اور آخری ورق سنہ ۱۹۰۲ء میں چھاپا گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت اقدس نے معترض کے اعتراض کو تسلیم کر لیا کہ آپنے تریاق القلوب میں اپنے آپ

غیر نبی اور جزئی فضیلت رکھنے والا کہا۔ یہ اوائل کا مذہب ہے اور دافع البلاء (مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء) میں تمام شان میں بہت بڑھکر یہ بعد کا مذہب ہے حالانکہ تاریخوں کے لحاظ سے تریاق القلوب بعد کا اور دافع البلاء اوائل کا مذہب ہونا چاہیئے۔ اگر تریاق القلوب کے وہ صفحات اپریل ۱۹۰۲ء کے بعد چھپتے تو آپ فرماتے دافع البلاء کی عبارت منسوخ ہو گئی۔ نیز کشتی نوح جو اپریل ۱۹۰۲ء کو چھپی اس میں بھی آپ نے مسیح بن مریم سے اپنے آپکو بڑھکر لکھا ہے۔ مقدر۔ بلکہ یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء مسیح کی سیر میں فرمایا۔ "خدا تعالیٰ کی صریح وحی سے مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے بڑھ کر ہے" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اعتراض۔ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں تو کیا ۱۹۰۲ء تک آپ بیخبر رہے کہ میں نبی ہوں۔

جواب۔ آپ ان الفاظ کو لغوی معنوں پر محمول فرماتے رہے اور ظاہر پر حمل نہ کیا اور بیخبری و لاعلمی تو حضرت اقدس مسیح کی دوبارہ آمد کے بارے میں بھی مانتے رہے ہیں۔ ایک طرف براہین احمدیہ میں مسیح کے آسمان سے نازل ہونا لکھا۔ دوسری طرف اسی براہین میں یہ الہام درج ہے کہ یا عیسٰی یہ آپ کے صدق پر دال ہے باوجود الہامات کے بیخبری کا اقرار دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ "جس زمانہ میں خدا نے براہین احمدیہ میں فرمایا۔ اس وقت میں اس معرفت سے خود بیخبر تھا۔" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ "جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔" اعجاز احمدی صفحہ ۶ "میں قریباً بارہ برس جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بیخبر اور غافل رہا۔ کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔"

اعتراض۔ صحیح مسلم میں جو نبی اللہ آیا ہے اسکے معنے حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں وحی پانے والا لکھے اور انجام آتھم میں صوفیانہ اصطلاح قرار دی ہے۔

جواب۔ یہ بھی اوائل کا ذکر ہے اور نبی وحی پانے والا ہی ہوتا ہے اور لکھا ہوا ہے کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو خدا کی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵) صوفیانہ اصطلاح ہوتی تو پھر کئی نبی ہوتے مگر حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس نے لکھدیا ہے کہ "اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقعہ ہو جاتا × × اسلئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا کہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے

دیکھو یہاں صحیح مسلم کی حدیث کا مصداق صرف ایک قرار دیا ہے پس جو اول میں فرمایا وہ وحی الٰہی کی بنا پر خاص ہوا۔

اعتراض۔ مسیح موعود مجدّد تھے اگر دوسرے مجدد نبی تھے تو آپ بھی ہیں۔

جواب۔ مجدّد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بھی تھے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ ص۳ "ہمارے نبی اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے"۔ پس کیا وہ بھی نبی نہیں۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیٔ نبوت کو کاذب اور کافر فرمایا ہے پھر آپ کیوں دعوی کرنے لگے تھے۔

جواب۔ جو آپکو یہ کہے اسے کہنا چاہیئے اصل حوالہ دکھاؤ۔ پھر اس حوالہ کی پہلی اور بعد کی سطریں دیکھیں انہیں ضرور ایسی نبوت کا ذکر ہوگا جو براہ راست ملے یا صاحب شریعت کی نبوت ہو۔ مثلاً آسمانی فیصلہ طبع سوم جہاں مدعی نبوت کو کافر فرمایا۔ ساتھ ہی قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرنے والا لکھا ہے

اعتراض۔ اگر مرزا صاحب بروز محمد صلعم تھے تو بروز مسیح ناصری بھی تو تھے اور بروز کرشن بھی تھے۔ لہذا بروز محمد صلعم ہونے میں آپکی کونسی خصوصیت ہے۔

جواب۔ اس امر کو خوب ہی یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور آپ کے شاگرد ہیں اور بیٹوں کی طرح آپکے نام کے وارث آپکے علم کے وارث آپکے خلق کے وارث اور آپ کی روحانیت کے وارث ہیں۔ غرض ہر ایک کمال کے وارث ہیں اسلئے بروز محمد صلعم ہونے میں آپکو خاص خصوصیت ہے اور باقی دیگر انبیاء علیہم السلام کے بروز ہونے میں آپکو کوئی خصوصیت نہیں یہی وجہ ہے کہ جب مسیح موعود نے محمد رسول اللہ صلعم کے بالمقابل اپنے آپکو پیش کیا ہے تو محض ایک امتی اور آپکے فیض سے پروردہ۔ لیکن برخلاف اسکے جب دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بالمقابل اپنے آپکو پیش کیا ہے تو اپنے آپکو انپر ہر شان میں فضیلت دی ہے جیسے کہ فرمایا۔ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اپنی تمام شان میں اس مسیح سے بہت بڑھکر ہے" (دافع البلاء) پس یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بروز محمد صلعم ہونے میں مسیح موعود آنحضرت صلعم کے فیض سے پروردہ ہے لیکن بروز مسیح ناصری یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے بروز ہونے میں مسیح موعود ہرگز انکے فیض سے پروردہ نہیں چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں "میری نسبت انکی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالے کا یہ قول وّ اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس

آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے اور اسکو کامل بنایا۔ اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنے آخرین منہم کے بھی ہیں ٭ ہداور جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اسنے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۰-۱۷۱)

یہ تو مسیح موعود کے بروز محمد صلعم ہونے کی حقیقت ہے لیکن بروز مسیح یا بروز دیگر انبیاء ہونے میں مسیح موعود ہرگز مسیح ناصری یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے فیض یافتہ نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر دیگر انبیاء اسوقت ہوتے تو یقیناً اس بندہ محمد صلعم کی فرمانبرداری کرتے۔ اور اپنے آپکو اسکے فیض کا محتاج پاتے۔ پس بروز محمد صلعم ہونے میں ہم مسیح موعود اور محمد رسول اللہ میں کوئی فرق نہیں کرتے لیکن بروز عیسےٰ مسیح یا راجہ کرشن یا دیگر کسی نبی کے بروز ہونے میں مسیح موعود اور دیگر انبیاء میں وہی فرق ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں اور دیگر انبیاء میں ہے اسکی مثال یوں ہے کہ بروز محمد صلعم ہونے میں تو آپ اس وارث بیٹے سے تشبیہ رکھتے ہیں جو اپنے باپ سے ہر ایک رنگ میں ملتا جلتا ہے اور ہر ایک کمال اپنا خود نہیں۔ بلکہ اپنے باپ سے حاصل کرتا ہے لیکن دیگر انبیاء کے بروز ہونے میں آپ اس شہنشاہ سے تشبیہ رکھتے ہیں۔ جو بذاتہ خود ایک شہنشاہ ہو لیکن صفات میں وہ کسی دوسرے شہنشاہ سے تشبیہ رکھتا ہو اور ہمرنگ ہو۔ پس بروز محمد صلعم ہونے میں آپ بالواسطہ ہیں اور بروز انبیاء ہونے میں آپ براہ راست ہیں۔ یہی ایک وجہ ہے کہ مسیح موعود نے حضرت نبی کریم صلعم کے بالمقابل اپنے نفس کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپکو بروزی وجود قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء کے مقابل جب اپنے آپکو پیش کیا ہے تو بڑے زور سے اپنے آپکو ان پر فضیلت کلّی قرار دی ہے۔

اعتراض۔ حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۔ ا میں لکھا ہے کہ "ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے لیکن ہمارے نبی کریم صلعم کے دو بعث ہیں۔ اور اسپر نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منہم دلالت کرتی ہے۔" لیکن برخلاف اسکے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حضرت عیسےٰ بھی دوبارہ آئینگے۔ اور دیگر انبیاء بھی بعض وقت دوبارہ آئے۔ مثلاً حضرت الیاس کا یحییٰ کی بروزی صورت میں دوبارہ آنا وغیرہ وغیرہ۔ پس اس صورت میں حضرت نبی کریم کے دو بعث ہونے میں کوئی خصوصیت نہ رہی۔

جواب۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل بروز کے طور پر دوبارہ آئے ہیں۔ اور دیگر انبیاء مثیل ہونے کے طور پر دوبارہ آئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مورد بروز کوئی ایسا شخص نہیں

جسکا کمال اپنے طور پر ہے بلکہ ایسا وجود ہے جس کا تمام کمال اپنے طور سے نہیں بلکہ اسی میں ہو کر اور اسی میں فنا ہو کر حاصل کردہ ہے لیکن یہ بات دوسرے بروز میں پائی نہیں جاتی۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ آجتک ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ کہ ایک نبی کا بروزی طور سے دوبارہ آنا ایسے شخص پر موقوف کیا گیا ہو۔ جو اول اسکے فیض سے پرورش ہو اور اسکا ہر ایک کمال اپنے طور سے نہیں بلکہ صاحب بروز سے پایا ہو۔ پس اس صورت میں اصلی اور حقیقی معنوں میں آنحضرت صلعم کے ہی دو بعث ماننے پڑے نہ کہ کسی اور نبی کے۔ کیونکہ وہ بروز اس شعر کے مصداق ہے کہ "من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"۔ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے مقدر ہے۔ کسی اور نبی کو ہرگز ہرگز یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ اسکا کوئی بروز امتی سے فیضیافتہ ہو کر اسکا مورد بروز ہو اسلئے کوئی نبی اس بات کا مستحق نہیں کہ کہا جاوے کہ اسکے لئے دو بعث مقدر ہیں۔ سوائے حضرت نبی کریم کے۔

اعتراض۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود خود بھی آخرین منہم میں داخل ہے اور مسیح موعود کی جماعت بھی۔ پس اس سے مسیح موعود کا صرف صحابی ہونا لازم آیا۔ نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم۔

جواب۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ کروڑہا دفعہ اس امر کا اعلان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود دو الگ جہتیں شان میں نازل ہوئے ہیں فیض لینے میں تو وہ امتی ہیں اور صحابہ کی جماعت میں داخل ہیں لیکن فیض دینے میں وہ نبی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رکھتے ہیں۔ اور مسیح موعود کی جماعت صحابہ کی جماعت نہیں کہلا سکتی۔ جبتک مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم کی ہی شان میں مانا نہ جاوے۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "مسیح موعود کی جماعت خدا کے نزدیک صحابہ ہی کی ایک جماعت ہے اور اس نام رکھنے میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہ مرتبہ مسیح موعود کی جماعت کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک نبی کریم انکے درمیان دینی قدسی قوت اور روحانی افاضہ کے ساتھ موجود نہ ہوں جیسا کہ صحابہ میں موجود تھے یعنی مسیح موعود کے واسطہ سے کیونکہ وہ نبی کریم کا مظہر اور آنجناب کے لئے حلہ کی مانند ہے۔" (خطبہ الہامیہ ص۱۹۹)

پس آیت آخرین منہم جہاں مسیح موعود کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استاد اور شاگرد کی نسبت ظاہر کرتی ہے وہاں اسکی جماعت کو صحابہ کی جماعت قرار دیکر مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کی حقیقت کا مظہر تام پیش کرتی ہے پس اس امر کو خوب ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود صرف امتی نہیں بلکہ نبی بھی ہیں۔ صرف جمالی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم بھی ہیں صرف خلیفہ نہیں بلکہ خود صاحب خلفاء بھی ہیں صرف قمر نہیں بلکہ شمس

بھی ہیں صرف غلام احمد نہیں بلکہ احمد بھی ہیں صرف فیضیافتہ نہیں بلکہ فیض دہندہ بھی ہیں پس مسیح موعود غلام احمد ہونے میں تو امتی ہیں اور آنحضرت صلعم کے صحابہ میں داخل ہیں لیکن احمد ہونے میں وہ محمد ثانی ہیں۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ) اور اپنے اندر بغیر فرق ایک ذرہ کے حقیقت محمدیہ من وعن رکھتا ہے

اعتراض۔ آیت آخرین منہم بتلاتی ہے کہ کوئی دوسری امت تبدیل ہونے والی نہیں رسول اللہ صلعم کے بعد آنیوالے محمدی سلسلے آخری ہیں اور مسیح موعود کی جماعت بھی آخری ہے

جواب۔ گویا معترض کے نزدیک آخرین منہم میں منہم کی ضمیر تمام افراد امت کی طرف راجع ہے نہ کہ صرف صحابہ کی طرف

ہذا بہتان عظیم حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "آیت ہو محمد صبا لاتعنی و آخرین منہم میں یہ تو نہیں فرمایا کہ و آخرین من الامۃ بلکہ یہ فرمایا و آخرین منہم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منہم کی ضمیر اصحاب رضی کی طرف راجع ہے لہذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہو سکتا ہے کہ جس میں ایسا رسول موجود ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے ہی قرار دیا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۶۷)

پس منہم سے تمام افراد امت کو مراد لینا در حقیقت قرآن شریف میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ منہم سے صرف صحابہ ہی مراد ہیں

اعتراض۔ اگر مسیح موعود نے محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس سے آپکی شان کچھ بڑھ نہیں گئی کیونکہ ایسا دعویٰ پہلے اولیاء نے بھی کیا ہے۔

جواب۔ یہ محض غلط اور سراسر غلط ہے کہ کامل بروز محمد صلعم ہونے کا دعویٰ آجتک کسی ولی یا مجدد یا محدث یا قطب یا غوث نے کیا ہو لیکن اگر کسی نے اپنے آپکو محمد و احمد کہا تو اس سے اسکا دعویٰ شرعاً متحقق نہیں ہو سکتا مسیح موعود کا دعویٰ تو نص صریح آیت کریمہ و آخرین منہم سے متحقق ہے پس حضرت مرزا صاحب کا محمد رسول اللہ صلعم ہونا منصوص ہے برخلاف ہر ایک ایسے مدعی کے جس نے اپنے دعوے کے لئے کوئی نص صریح پیش نہیں کی

اعتراض۔ کیا صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونا مقدر ہو چکا ہے یا کسی اور کا بھی

جواب۔ ایک اور صرف ایک یعنی مسیح موعود ہی صرف وہ بروزی وجود ہے جسکا وعدہ قدیم سے دیا گیا ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں۔ جو کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ سے جہاں ایک طرف مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے وہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بجز بروزی وجود کے اور کوئی نبی کہلا نہیں سکتا۔ پس چونکہ صرف ایک ہی موعود بروزی وجود ہے یعنی مسیح موعود لہذا صرف ایک ہی نبی کہلانیکا مستحق ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ایک اور صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونیکا مستحق قرار دیا گیا ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔" پھر فرمایا "ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ وہ آیت اٰخرین منھم سے ظاہر ہے۔" پھر فرمایا۔ "انا اعطیناک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۸) پس چونکہ مسیح موعود ہی وہ بروزی وجود ہے جسکا وعدہ قرآن شریف اور قدیم سے دیا گیا ہے اسلئے صرف مسیح موعود ہی مخصوص ہے جو کہ نبی اور رسول کہلا سکتا ہے اور اگر دوسرے اولیاء ابدال اور مجددین وغیرہ بھی مسیح موعود کی طرح نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں تو پھر لامحالہ وہ بھی بروز محمد صلعم ہونگے اس صورت میں کثرت کا ہونا لازم آیا حالانکہ قرآن شریف میں کثیر بروزی وجودوں کا ذکر نہیں بلکہ ایک اور صرف ایک کامل بروزی وجود کا ذکر ہے جسکا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود ہے۔

اعتراض۔ مسیح ابن مریم کے ابن اللہ ہونے میں اور مرزا غلام احمد کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ حضرت مسیح ابن مریم حقیقت الٰہیہ کے مظہر تام نہ تھے لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر تام تھے اصل حقیقت یہ ہے کہ مجاز دو طرح سے ہوتا ہے ایک مجاز حقیقی اور دوسرے مجاز غیر حقیقی۔ حقیقی مجاز کی تو مثال یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بیویاں ہماری مائیں ہیں حالانکہ وہ حقیقتاً ہماری مائیں نہیں ہیں۔ نہ ہی انہوں نے ہمیں جنا نہ ہی انہوں نے ہمیں دودھ پلایا ہے لیکن شرعاً وہ مائیں ہیں اور باوجود ہماری حقیقی اور اصلی مائیں نہ ہونے کے اپنے اندر وہی حقیقت اور حیثیت رکھتی ہیں جو کہ ہماری اصلی حقیقی مائیں رکھتی ہیں لیکن مجاز غیر حقیقی میں یہ بات پائی نہیں جاتی جیسے کہ ہم کسی بوڑھی عورت کو اپنی ماں کہدیں تو اس سے وہ شرعاً ہماری ماں نہیں کہلا سکتی۔ سو یہی حال حضرت مسیح ابن مریم اور حضرت مسیح موعود میں ہے حضرت مسیح ابن مریم مجاز غیر حقیقی کے رنگ میں ابن اللہ تھے لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے کامل بروز یا مظہر اتم تھے اسلئے وہ شرعاً محمد رسول اللہ صلعم کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے سے تشبیہ دینا غلط اور محض غلط ہے حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں حقیقت شرعی مقصود ہے اور حضرت عیسےٰ کے ابن اللہ ہونے

سو حقیقت معنوی مقصود ہے وہ مجازِ حقیقی ہے اور یہ مجازِ غیر حقیقی

اعتراض۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے کہ "ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا اسکا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔" ص۲۸ اور دوسری طرف فرمایا کہ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔" ص۱۵۰ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود انہی معنوں میں نبی اور رسول تھے جن معنوں میں دوسرے اولیاء اور مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔

جواب۔ صفحہ ۲۸ کی عبارت میں نبوت کے معنے لکھے گئے ہیں نہ نبوت کی اصطلاح اور ہم مانتے ہیں کہ معنوں کے لحاظ سے جو نبوت ہے یعنی وحی پانا سو اسکا دروازہ قیامت تک کھلا ہے لیکن ہر ایک شخص جو وحی پاتا ہے وہ نبی نہیں کہلا سکتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ "اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۰) پس نبی کہلانے کیلئے کثرت وحی اور کثرت اظہار امور غیبیہ شرط ہے اور یہ شرط باتمام و کمال صرف مسیح موعود میں متحقق ہے لہذا مسیح موعود کا ہی شرعی اصطلاح میں نبی کہلانا متحقق ہو سکتا ہے اور دوسرے کا لغوی معنوں میں نبی اور رسول ہونا پایا جاتا ہے اور علاوہ اسکے اگر مسیح موعود کی اس عبارت صفحہ ۲۸ والی سے یہی مراد ہے جو پیش کیا گیا ہے تو حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۸ ہی کے حاشیے پر یہ نہ درج کرتے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔" ص۲۸ حقیقۃ الوحی۔ پس یہاں پر صرف ایک کو نبوت تامہ سے مخصوص ٹھہرایا گیا ہے ہم مانتے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت گو ظلی ہی تھی یعنی فیض محمدی سے ہی تھی لیکن وہ اپنی کیفیت اور کمیت میں اس کمال کو پہنچی جس کمال پر جا کر ایک امتی کو نبی کہا جاتا ہے اسلئے آپکی نبوت، نبوت ظلیہ کاملہ تھی اور ہم ایسے فرد مخصوص ہیں جو نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں "اور مسیح موعود کی نبوت ظلی ہے کیونکہ وہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہو گیا ہے۔" اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بروز کامل ہونا سوائے مسیح موعود کے اور کسی بھی فرد امت محمدیہ کے لئے مقدر نہیں لہذا نبی کہلانا بھی صرف مسیح موعود ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اعتراض۔ آیت و آخرین منہم سے کہاں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود کے لباس میں محمد رسول اللہ صلعم بھی تھے۔

جواب از مسیح موعود "آیت وآخرین منھم سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا × × × × اور افاضہ بغیر بعثت غیر ممکن ہے اور بعثت بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے پس اس صورت میں بروزی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کا آنا ماننا پڑا" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۶)

اعتراض - اگر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد صرف ایک ہی فرد نبی کہلانے کے لئے مخصوص ہے تو خاتم النبیین کے کیا معنی ہوئے جس میں النبیین صیغہ جمع ہے اور دوسرے مماثلت سلسلہ موسویہ کی ثابت نہیں ہوتی اگر سلسلہ موسویہ میں بہت سارے انبیاء نہ ہوں۔

جواب - حضرت مسیح موعود گو وجود میں ایک ہیں مگر حیثیت میں شان میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی حیثیت اور حقیقت اپنے اندر رکھتے ہیں چنانچہ خدا نے فرمایا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء جسکی نسبت مسیح موعود فرماتے ہیں "وہ اس زمانہ میں چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں" (براہین ص ۹۰) اور نزول المسیح میں فرمایا کہ "کل انبیاء (میرے آنے سے) اس امت میں پیدا ہو گئے" ص ۳ گویا مسیح موعود کا وجود ایسے طور سے پیدا کیا گیا ہے جو ایک نہیں بلکہ بہت سے انبیاء کے وجود کا حکم اپنے اندر رکھتا ہے پس اس طور سے کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں دیکھا کہ آپکے پیچھے ایک ہی صف میں اور ایک ہی وقت میں کل انبیاء نے نماز ادا کی ہے پس یہ کشف دلالت کر رہا ہے کہ آپکے بعد کل انبیاء علیہم السلام مبعوث ہونگے جو آپکے متبعین میں سے ہونگے لیکن ایک ہی صف اور ایک ہی وقت سے یہ امر ظاہر ہو رہا ہے کہ کل انبیاء کا آنا صرف ایک ہی وجود اور ایک ہی وقت میں ہوگا و اذا الرسل اقتت میں بھی یہ بتایا سو وہ مسیح موعود کے وجود سے پورا ہوا فالحمد للہ یہ بھی یاد رہے کہ النبیین میں آپ سے پہلے انبیاء بھی شامل ہیں ان سب انبیاء کی نبوت بھی آپ ہی کی تصدیقی مہر سے ثابت ہوئی کیونکہ انکی صحیح تعلیم ہمارے پاس موجود تھی نہ صحیح نشانات اور نہ صحیح کتابیں آپ ہی کی مہر نبوت سے انکی نبوت کی تصدیق ہوئی۔

اعتراض - کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی نبوت کسبی تھی۔ وہبی نہ تھی۔

جواب - یہ محض افترا ہے نبوت کبھی کسبی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس موہبت کے لئے کونسا طریق استعمال ہوا بیشک حضرت مسیح موعود کی نبوت براہ راست نہ تھی بلکہ بالواسطہ تھی۔ کیونکہ ایک طرف ختم نبوت کی وجہ سے بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور دوسری طرف ایک نبی اللہ کا آنا مقدر ہو چکا ہے تا محمدی سلسلہ کا تقابل موسوی سلسلہ سے پورا ہو جاوے (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۳) پس اسلئے اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ ص ۵ حاشیہ) پس مسیح موعود کی نبوت کسبی تو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ بلکہ وہبی ہی تھی۔ ہاں ختم نبوت کا نشان قائم رکھنے کے لئے خدا تعالے نے نبوت کو آنحضرت صلعم کی پیروی

سے وابستہ کر دیا۔ مسیح موعود کا نبی ہونا گو بالواسطہ طریق سے ہے لیکن کسبی نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس گو موجبات میں فرق ہے لیکن اصلیت اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔

اعتراض۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایسے بروز محمد صلعم تھے کہ انکے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔

جواب۔ بیشک وہ چونکہ حقیقت محمدیہ کے کامل بروز تھے اسلئے انکار بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ حضرت نبی کریم کا خود۔ اور اگر حقیقت محمدیہ میں یہ داخل ہے کہ آنحضرت صلعم کا انکار کفر ہے تو پھر لامحالہ مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہوگا کیونکہ وہ "ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں"۔ (نزول المسیح صـ۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ پس میں وہ مظہر ہوں۔ پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو"۔ (خطبہ الہامیہ صـ۱۷۸)

خاتمہ

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ یہ عظیم الشان مضمون جس میں بڑے بڑے لوگوں نے ٹھوکر کھائی محض اسکے فضل و رحم سے مجھ ہیچمدان کو لکھنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس مضمون میں مسئلہ نبوت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر پہلو میں مکمل بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حتی الوسع کسی ایسے مقام کا حوالہ نہیں چھوڑا۔ جہاں حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہو۔ اسکے بعد اندرونی مخالفین کی طرف سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں وہ بھی سب جمع کر کے انکا جواب دیدیا گیا ہے الحمدللہ کہ یہ رسالہ اب ایک مکمل شان میں نظر آتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ احباب اسکی قدر کرینگے خود بڑے غور سے مطالعہ کرینگے اور اسکے بعد اسکی اشاعت میں سعی فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے خدا تعالےٰ انہیں توفیق بخشے فالحمدللہ رب العٰلمین

نوٹ۔ خاکسار اکمل نے بعض مقامات پر اس مضمون میں دخل دیا ہے اور چند اعتراضوں کے جواب اسمیں بڑھا دئے ہیں یہ عرض کرنے کی کچھ ضرورت تو نہ تھی۔ مگر چونکہ ہر ایک کا مذاق جدا اور رنگ الگ ہے اسلئے ہو سکتا ہے کہ برادر سعید کے خلاف ذوق میں نے کچھ لکھ دیا ہو اسکی ذمہ واری میرے اوپر ہی رہنی چاہیئے

مدینۃ المسیح قادیان کے دار الامان و مدینۃ المسیح ہونے کی تائید میں نہایت ہی پرجوش ٹریکٹ ہی احباب قاضی فضل کریم صاحب احمدی اگد ام لسنڈا بازار نولکھا سے منگوالیں۔

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کے ہینڈ بل بہت مفید ہیں محلہ چابک سواران لاہور کے پتہ سے منگوائے جائیں۔

ظہور المہدی یعنی حجج احمدیہ

ایک مبلّغ کے لئے ایک مناظر کے لئے ایک طالب حق کے لئے ایک تمام مذاہب عالم پر تنقید کرنے والے کے لئے ایک احمدی کی وسعت معلومات کے لئے یکساں مفید ہر مسئلہ پر آیات و احادیث و روایات کا اتنا ذخیرہ جمع کردیا ہے کہ اس سے زیادہ کیا کوئی جمع کرے گا۔ احمدی مذہب کا آمنت باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک پھر حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا مفصّل و مدلل ثبوت اس میں درج ہے۔ اور عسل مصفّی کے شائع ہونے کے بعد جو نئے اعتراض ہمارے پیش کردہ دلائل پر کئے گئے تھے۔ ان کو زیر نظر رکھکر یہ کتاب لکھی گئی ہے حجم ۳۵۲ صفحے قیمت بجائے دو روپے کے سوا روپیہ (عہ) آپ ایک دفعہ منگا کر ضرور دیکھیں +

ملنے کا پتہ

دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

سنہ ۱۹۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت ومحصولڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیئے۔ جنتری بو لیسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی۔

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مزاجوں کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ بمقدور لیاقت کے باہر خرچ ہے وہ **ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں**۔ آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیجدیئے **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائیگا قیمت ۳۰ گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۳ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(مارچ سنہ ۱۹۱۵ء)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

خلیفہ ثانی یوسف قادیانی	۱ - ۱۱	اکمل
دنیا ظہور امام موعود کیلئے بیقرار ہے	۱۲ - ۱۴	"
مسافر آگرہ کا ادعاء عربی دانی	۱۴ - ۱۶	"
صداقت کا زندہ ثبوت	۱۷ - ۱۹	شیخ عبد الخالق صاحب نو مسلم
شیر علی فرشتہ	۲۰ - ۲۲	مولوی عبد العزیز صاحب ساکن بھینی
بائبل کی اصلیت	۲۳ - ۲۴	اکمل
کیا یہ اسلام کی دوستی ہے یا دشمنی	۲۵ - ۲۷	"
معارف قرآن مجید	۲۷ - ۲۸	"
تاویل الاحادیث	۲۸ - ۳۱	"
کلمات مسیح موعود نظم	۳۲	نبی بخش صاحب لاہور
خلیفہ اور انجمن ریویو	۳۳ - ۳۹ - ۴۰	میاں محمد سعید سعدی ایڈیٹر

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ فیروز الدین صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور شیخ محمد اسماعیل ... مینیجر ... نے شائع کیا

فروری کے تشحیذ سے متعلق ایک ضروری تصحیح

میاں محمد سعید صاحب حوالے دینے میں نہایت محتاط ہیں۔ اگر بوجہ خوف طوالت درمیان سے کچھ عبارت چھوڑ دیں تو درمیان میں نقطے یا × × × × یہ نشان ڈال دیتے ہیں۔ فروری کے رسالے میں بعض جگہ حوالہ نقل مطابق اصل کرنے میں تساہل ہوا ہے۔ ایک ضمیمہ بطور تصحیح اغلاط شائع کیا جاتا ہے ملسے فروری کے رسالہ کے ساتھ لگا دینا چاہیئے۔ اور جن صاحبوں کے پاس فروری کا رسالہ نہ ہو۔ وہ اس دو ورقہ کو محفوظ رکھیں۔ اور فروری کا رسالہ منگوا کر ساتھ لگا لیں۔

حقیقۃ النبوۃ حضرت صاحبزادہ اولوالعزم کی بیش بہا تصنیف جو مسئلہ نبوت کو بھی بخوبی سمجھانے والی ہے۔ شائع ہوگئی۔ طالبانِ حق دفتر ترقی اسلام سے منگوا کر پڑھیں۔ حجم ۳۰۰ صفحے قیمت چھ آنہ

جواب طلب ضروری جن صاحبوں نے وی۔ پی واپس کیا ہے۔ یہ بھی اطلاع دیں کہ آیا وہ خریدار رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ بصورت عدم اطلاع خریدار سمجھے جا کر قیمت دینے کے ذمہ وار ہونگے۔ مینیجر

ماہ فروری کا رسالہ تشحیذ نبوت مسیح موعود پر کامل بحث اس رسالہ میں کی گئی ہے اور تمام اعتراضات جو منکرین نبوت مسیح موعود کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ انکے جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ مضمون ۸۰ صفحے پر آیا ہے۔ ۶۳ عنوان ہیں۔ اور علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود کی پچیس امتیازی خصوصیات ہیں۔ اور آپ کے نبی اللہ ہونے پر دس دلائل دیئے گئے ہیں۔ اور تیس ایسے حوالے ہیں۔ جن میں صریح طور سے مسیح موعود نے اپنے آپکو نبی اللہ کہا۔ اور بیس ایسے حوالے ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غرض مضمون ہر طرح سے مکمل جامع اور پھر مختصر بھی ہے۔ جن صاحبوں نے وی۔ پی واپس کیا ہے اور آئندہ خریدار رہنا چاہتے ہیں وہ چندہ ادا کرنے کی تاریخ سے اطلاع دے کر اور ۲ کے ٹکٹ حرجانہ وی۔ پی بھیجکر یہ رسالہ منگوا سکتے ہیں۔ یہ لکھنے پر کہ فلاں تاریخ ہمارے نام وی۔ پی مع حرجانہ کر دیں وصول کر لینگے۔ رسالہ مفت بھیجدیا جائیگا۔ ہر صاحبکو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ملاحظہ کرے۔

عجیب و غریب ادویات
حضرت خلیفۃ المسیح اول

بواسیر کی نہایت مجرب دوائی قیمت عہ فی شیشی۔ طاعون سے محافظت کرنے والی دوائی قیمت عہ فی ڈبیہ حمل میں بچہ کی محافظت اور اسقاط حمل کی بیماری کی دافع گولیاں ۳۰ عدد جس میں مشک جیسی قیمتی دوائی ہوتی ہے قیمت ہے۔ مردوائے مقوی دافع جریان مقوی باہ قیمت فی شیشی عہ
(پیر بخش احمدی۔ قادیان۔ گورداسپور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۵ء

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء

چودہ کے عدد سے احمدی جماعت کو خاص مناسبت ہے اور یہ مناسبت کسی شاعرانہ خیال پر مبنی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ اُمّت محمدیہ میں چودھویں صدی کا وہ چودھواں خلیفہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے سلسلہ موسویہ سے مشابہت تامہ پیدا کرنے کے لئے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا۔ اور آیت وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ پیشگوئی کے رنگ میں پوری ہوئی یعنی جیسا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو بحالت کمزوری بدر میں اپنی نصرت سے ممتاز کیا۔ اسی طرح پھر دوسری بار بدر چودھویں صدی میں جبکہ حسب پیشگوئی مندرجہ حدیث اسلام غریب ہو جائیگا۔ اسکی نصرت اس جلیل القدر انسان کے ہاتھ پر ہوگی۔ جو چودھویں رات کے چاند کی طرح آفتاب رسالت محمدیہ کا پورا پورا عکس اپنے آئینہ قلب پر لینے والا ہوگا۔ یعنی اور مجددین و مامورین کی حالت اسکے مقابل پر ایسی ہی ہوگی جیسی چودھویں رات سے پہلے مختلف تاریخوں کے چاند کی ہوتی ہے وہ جو اس آفتاب کے انوار کا مظہر اتم ہوگا وہ صرف ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ چودس کا چاند بھی صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ظلمت آباد

عالم میں انوار نبوت پھیل کر ضیاء افزائے دیدۂ اسلام و اسلامیان ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر مارچ کا مہینہ بھی اس سلسلہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ یہ بہار کا موسم ہے اور پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی کا جلوہ بہت سی آنکھیں ہیں جو دیکھ چکی ہیں۔ اور اسی بہار کو یاد دلانے کے لئے ہمیرے آقا میرے سید و مولیٰ میرے مطاع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبز رنگ کے اشتہار جاری کئے کیونکہ جس زمین میں تخم ایمان بویا گیا تھا۔ اس میں قسم قسم کے گل بوٹوں کی بہار اسی موعود کے زمانہ میں مقدر تھی جس کے اوصاف اس سبز اشتہار میں لکھے ہیں۔ پھر اسی موسم بہار کے مہینے میں ابتداء سلسلہ سے جس قدر بھی خدا کی وحی نازل ہوئی۔ وہ سلسلہ کی آئندہ کامیابیوں اور پیش آنے والے واقعات کی تفصیل ہے۔ دیکھو

۴ مارچ ۱۸۸۹ء أَمْ يَسْتَرْنَا لَهُمُ الْهُدٰى وَأُمَّ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ × × × قُلْ اَيُّهَا الْكُفَّارُ اِنِّيْ مِنَ الصَّادِقِيْنَ × × يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ × × حُكْمُ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِيْفَةِ اللّٰهِ السُّلْطَانِ يُؤْتٰى لَهُ الْمُلْكُ الْعَظِيْمُ وَيُفْتَحُ عَلٰى يَدِهِ الْخَزَائِنُ وَتُشْرِقُ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَفِيْ اَعْيُنِكُمْ عَجِيْبٌ بعض گروہوں کے لئے ہدایت مقرر ہے۔ بعض پر عذاب ثابت ہو چکا۔ وہ بھی تدبیریں کرینگے اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا ہے اور اللہ سے بڑھکر خیر و خوبی کی تدبیر کرنیوالا کون ہے کہ اوکافرو! میں صادق ہوں۔ وہ اللہ کے نور کو اپنی پادر ہوا باتوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے گو کافروں کو برا لگے۔ اللہ رحمان اپنے خلیفہ کے لئے حکم صادر فرماتا ہی کہ اسے ملک عظیم دیا جائیگا۔ اور علوم و معارف کے خزانے اسکے ہاتھ پر کھولے جائینگے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔

شروع مارچ ۱۸۹۷ء "پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا"۔ (اشتہار سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی مطبوعہ ۱۲ مارچ ۹۷ء)

۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء بنت الرسول کی عزت و اقبال کی زندگی کی خبر ہے۔

مارچ ۱۹۰۰ء ابتداء اپریل میں خطبہ الہامیہ جو حسب وحی باریتعالےٰ کلام افصحت من لدن رب کریم الہامی کلام ہے زبانی پڑھکر سنایا جس میں حضور نے اپنا درجہ اپنی جماعت کو سمجھایا ہے۔

مارچ ۱۹۰۳ء (۱) نواب محمد علیخان کو حجۃ اللہ کا خطاب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا۔ (۲) جماعت میں سے ایک شخص کے گھوڑے پر سے گر پڑنے کا کشف۔ (۳) جس کا تھا اسکے پاس آگیا (۲) لَنُفَخِّمَنَّ فِيهِمْ مِّنْ عِنْدِيَّتِنَا (۴) طاعون کا دروازہ کھولا گیا۔

مارچ ۱۹۰۴ء اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر۔ جو تیرا دشمن ہے وہی بے نسل ہے۔

مارچ ۱۹۰۵ء ۔ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) (۲) سلامًا سلامًا۔ (سلامتی۔ سلامتی)

مارچ ۱۹۰۶ء ۹ مارچ ۰۶ء جس سے تو پیار کرتا ہے۔ میں اُس سے بہت پیار کرونگا۔ اور جس سے تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہونگا۔ محترمہ ناظرین غور سے پڑھیں۔

۱۱ مارچ ۱۹۰۶ء "چو دور خسروی آغاز کردند۔ مسلماں را مسلماں باز کردند" اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ روئے زمین پر احمدی مسلمان ہیں اور ان مسلمانوں کو اسلام پر قائم کرنے کی ضرورت پڑنے والی تھی۔

۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر۔ بڑی بڑی بشارتوں سے بھری ہوئی یہ وحی ہے اسپر احمدی جماعت جس قدر خوشیاں منائے کم ہے۔ مسیح موعود کو کوثر عطا ہوتا ہے اگر حضرت خاتم النبیین کے کوثر میں آپ کے خلفاء ہیں جو آپ کے کمالات والنعامات سے حصہ پانے والے ہیں اور وہ بھی جو آپ کے جمیع کمالات کا وارث ہوا۔ تو حضرت خاتم الاولیاء کو بھی سلسلہ خلفاء دیا جائیگا۔ جو آپکی برکات وانوار سے حصہ پانے والے ہونگے۔ اور ان میں سے وہ بھی جو حسن واحسان میں آپ کا نظیر ہوگا۔

۱۴ مارچ ۱۹۰۶ء "چمک دکھلاؤنگا تم کو اس نشاں کی پنج بار" اگر کانگڑہ کی بدقسمت زمین نے نشان زلزلہ کی چمک دیکھی تو دوسری بار ابھی موسم بہار میں اٹلی کی زمین نے یہ قہری نشان دیکھا جہاں قصبہ انوار انو کے آٹھ ہزار باشندوں میں سے صرف سو بچے۔ تیس گاؤں بالکل نابود

ہو گئے تیس ہزار آدمی صرف ابوزی کے صوبہ میں ہلاک ہوئے باقی گاؤں کی آبادی اٹھارہ ہزار تھی جن میں صرف نصف بچے ہوئے۔

پھر اسی تاریخ کا الہام ہے۔ مقام او مبیں از راہ تحقیر + بدورانش رسولاں ناز کردند۔ حضرت مسیح موعود کا درجہ گھٹانے والوں کے لئے یہ شعر تازیانہ ہے۔ کاش کہ وہ سوچیں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ جسے فخر رسل کہا گیا اسکے دور پر بھی رسولوں کو ناز ہے۔

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء خدا نکلنے کو ہے (۲) وعد اللہ ان وعد اللہ لا یبدل۔

۲۴ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء "رفیقوں کو کہدیں کہ عجائب در عجائب کام دکھلانے کا وقت آگیا ہے۔ (۱) قال ربك انه نازل من السماء ما یرضیك (تیرا رب آسمان سے وہ چیز اتارنے والا ہے جو تجھے خوش کر دے گی)

۳۰ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء اخرہ اللہ الی وقت مسمّی (سخت زلزلہ میں تاخیر کی گئی اور آپ کی دعا مقبول ہوئی)

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء پچاس یا ساٹھ نشان اور دکھلاؤنگا۔

مارچ سنہ ۱۹۰۶ء انا نبشرك بغلام نافلة لك۔ ایک لڑکے کی بشارت جو حضور کی نسل میں سے ہوگا۔

۲ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (۲) اے میرے اہلبیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ اس آیت تطہیر پر غور کریں۔ وہ لوگ جو اہلبیت پر الزام لگانے والے ہیں۔ اور ان سے برسر پرخاش ہیں۔ حضرت اقدس نے مقبرہ بہشتی کے شرائط سے اپنے اہل وعیال یعنی بیوی بچوں کو مستثنے کر کے بتا دیا کہ یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے۔ یعنی آیندہ سلسلہ انہی پانچ سے چلیگا۔ اور یہ کہ اللہ اپنے فضل وکرم سے انہیں حق پر قائم رکھیگا۔ وہ خیالات الہیہ پر چلنے والے ہونگے کبھی گمراہی اور شرک نہیں پھیلائینگے بلکہ بہشتی

۹ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء "ہزاروں آدمی تیرے پردوں کے نیچے ہیں (۲) یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی۔ یعنی وفات کی خبر دی۔

۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) لاہور میں ایک بے شرم ہے (۲) ویل لک ولافکک تیرے پر اور تیرے جھوٹ پر لعنت۔ (۳) ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے مبارک وہ جو اس امتحان میں پاس ہوئے اور افسوس انکے لئے جو فیل ہوگئے (۴) اعجبنی موتک ہر تمہاری موت نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ (۵) یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلیگی۔ جو بہت ہی سخت ہوگی۔ جنگ کی وجہ سے تباہی پھیل رہی ہے سب جانتے ہیں (۶) ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مرینگے (۷) واستوت علی الجودی۔ یہ الہام ایک طوفان کی خبر دے رہا ہے اور نہیں معلوم اس طوفان سے کیا مراد ہے؟ (راقم)

۱۸ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) جو دعائیں آج قبول ہوئیں۔ ان میں قوت اسلام اور شوکت اسلام بھی ہے۔ (۲) ایک موتی ہے میں اسے ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے اسے عزت دونگا۔

۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء ۔ لاکھوں نشانوں کو تہ وبالا کردونگا (۲) انی مع الرسول اقوم

۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) والضحٰی واللیل اذا سجٰی ما ودعک ربک وما قلٰی وللآخرۃ خیرلک من الاولٰی۔ اس رات کو جس نے ڈھانپ لیا اور پھر چاشت کو ہم شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں۔ اس الہام کے کئی نظارے ہمنے دیکھے۔ ۱۳ و ۱۴ مارچ ۱۷ء کی درمیانی رات ہی یاد ہے پھر ۱۴ مارچ ۹ بجے چاشت کا وقت جب تقریریں ہوئیں اور کسی نے بڑا بول بولا پھر نیچا دیکھا اور ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود کو اللہ نے چھوڑا نہیں وہ اسکے سلسلہ کو برقرار رکھیگا اور اسکو حسب وعدہ قدرت ثانی کے ہاتھ پر ترقی دیتا رہیگا۔

(۲) لا تطأ قدم العامۃ قدم النبی۔ عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کرسکتا

(۳) بلغت قدم الرسول۔ میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں (اے میرے مولیٰ ہم تیرے کلام پر ایمان لائے (راقم)

۲۷ مارچ ۱۹۰۷ء ۔ انقلب علٰی عقبیہ (وہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا) ولقد اٰثرک اللہ علینا۔ مسیح موعود کے زمانہ میں بھی ہمنے اسکا نظارہ دیکھا۔ پھر فتنہ ارتداد بھی دیکھا اور ایک متین آدمی کو حسب کشف بر بنا مصلحت وقت ایڑیوں کے بل لوٹنے والوں میں داخل ہوتے دیکھا۔ اور ان لوگوں کی آوازیں بھی سنیں جنھوں نے کہا کہ تجھے ہمپر اللہ نے ترجیح دی۔ یہ کس کو

کہا گیا تھا سب جانتے ہیں یوسف کو حضرت مسیح موعود بھی یوسف تھے پھر آپ نے بھی ایک یوسف کی خبر دی۔ مبارک ہیں وہ جو اس یوسف کے حضور ولقد اثرك الله علینا عرض کریں۔

یہ بات مینے اپنی طرف سے نہیں بنائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکتوب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ بنام حضرت مولنا نورالدین رضؓ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون وقالوا تا للہ تفتئوا تذکر یوسف حتیٰ تکون حرضًا اوتکون من الھالکین۔ شاھت الوجوہ فتول عنھم حتی حین ان الصابرین یوفی لھم اجرھم بغیر حساب۔ اب خدائے تعالےٰ نے ان آیات میں صاف بتلادیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور جو کچے تھے۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے نو امید ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا یہاں تک کہ قریب المرگ ہوجائیگا یا مرجائیگا سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے جبتک وہ وقت پہنچ جائے اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے۔ انکے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرتناک"

پھر اسی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے۔

"چونکہ اس لپسر متوفی (بشیر اول) کو اس آنے والے فرزند سے تعلقات شدید تھے اور اسکے وجود کے لئے یہ بطور ارھاص تھا اسلئے الہامی عبارت میں جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار میں درج تھی۔ ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط کیا گیا کہ گویا ایک ہی ذکر ہے۔ ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ یہ وہی بشیر ہے جسکا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یخلق مایشاء"

اب دیکھو بشیر اول کے بعد دوسرے فرزند کو مصلح موعود فرمایا۔ پھر اس کا لقب یوسف بتایا پھر اس دوسرے فرزند کا نام بشیر اور پھر ساتھ ہی تشریح کردی کہ یہ وہی بشیر ہے جسکا دوسرا نام محمود ہے۔

پھر اسکا نشان فرمایا کہ وہ اولو العزم ہوگا اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر اور یہ وہ الہام ہے جو ۱۰ جولائی کے اشتہار میں مندرج ہے اور جسے مبائعین وغیر مبائعین متفق اللفظ حضرت محمود کے حق میں سمجھتے ہیں۔ تو پھر تشریح مندرجہ بالا کے رُو سے دوسرا بشیر مصلح موعود اور اس اعتبار سے یوسف بھی آپ ہی قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام سے آپ کی چند مشابہتیں بھی لکھتا ہوں جو مولوی حکیم قطب الدین صاحب نے اپنے ذوقی رنگ میں لکھیں۔

پہلے انھوں نے یہ مسئلہ واضح کیا ہے کہ جو بڑے عظیم الشان مرسل اور مجدد ہوتے ہیں۔ وہ ہزار کے دور پر آتے ہیں اور پھر ان کی وفات کے بعد اتباع احباب اور اولاد کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ يُدَبِّرُ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ سے مستفاد ہے حدیث لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِّنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ۔ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آخری ہزار پر جو مجدد اعظم و مرسل و رفیع المرتبت مبعوث ہوگا۔ وہ فارسی الاصل ہوگا۔ اب اس قانون الٰہی کے ماتحت پہلے حضرت آدم آئے۔ جن کے بعد انکی اولاد سے سلسلہ تبلیغ چلا۔ پھر دوسرے دور میں حضرت نوحؑ کا زمانہ تھا۔ جن کے بعد اتباع کا غلبہ تھا۔ اور انہی کے ذریعہ سلسلہ تبلیغ جاری رہا۔ پھر تیسرے دور میں حضرت ابراہیمؑ پھر ان کی اولاد میں تبلیغ کرنے والے قائم ہوئے۔ مثلاً حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت اسحٰقؑ و حضرت یعقوبؑ و حضرت یوسف علیہم السلام اور چوتھے دور میں حضرت موسیٰ ہوئے۔ جن کے بعد انکے اتباع سے سلسلۂ خلافت چلا۔ پانچواں دور حضرت داؤد کا تھا۔ جن کی اولاد سے سلسلۂ تبلیغ جاری رہا مثلاً سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسٰی جو سب سے آخر ہوئے۔ چھٹا دور سیدنا خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد متبعین کے ذریعے سلسلہ خلافت قائم ہوا لیکن چونکہ رسول کریم پر دوسرے انبیاء سے دوہرا فضل ہوتا ہے اسلئے آپکی بعثت ثانی ضروری تھی۔ جیسا کہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اور حدیث المہدی منی اجلی الجبهة و ینزل اخی عیسٰی ابن مریم علی جبل افیق علیه برنس (بارانی کوٹ) سے ظاہر ہے۔ نیز دنیا کی عمر سات ہزار ہے اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم کو اس منبر پر دیکھا جس کے سات درجے ہیں۔ اور آپ آخری درجے پر کھڑے تھے۔ اب آپکی بعثت اول تو پانچویں ہزار میں ہوئی۔ پس ساتویں درجے پر کھڑے ہونے کی حدیث اسی طرح

صحیح ہو سکتی ہو کہ آپ ساتویں ہزار میں پھر مبعوث ہوں۔ چنانچہ آپ مبعوث ہوئے اور وہ پیشگوئیاں بھی پوری ہوئیں جو آپ نے فرمائی تھیں۔ یعنی یہ کہ میری اُمت اگر صالحہ رہی تو ایکدن اسکو مہلت ملیگی یعنی ایکہزار برس اور مسیح موعود و دجال علامات کبریٰ قیامت سے ہے۔ اور یہ کہ ایک ہزار کے بعد جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جائے تو موتی ایکدوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ اسطرح نشان پر نشان ظاہر ہوتا جائے گا غرض ان نشانوں کے ساتھ وہ موعود آیا۔ چونکہ اسکی مشابہت حضرت موسیٰ سے بھی تھی۔ اسلئے وفات کے بعد معاً ایک بزرگ یوشع کی مانند اٹھا اور اُس نے جماعت کو سنبھال لیا۔ پھر یہ دور چونکہ مختص بہ اولاد تھا۔ اسلئے اسی موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق خلافت کا وارث وہ ہوا جسے الہامی زبان میں مصلح موعود بھی کہا گیا ہے اور یوسف بھی چنانچہ یوسف سے آپکی مندرجہ ذیل مماثلت ہے۔

اول۔ یہ کہ یوسف علیہ السلام اولاد ابراہیم میں سے تھے ایسے ہی سیدنا محمود بھی اس مرسل کی اولاد میں سے ہیں جسے اللہ تعالے نے اپنے کلام میں ابراہیم فرمایا۔ اور اس وحی الہی سے بشارت دی کہ انظر الی یوسف و اقبالہ اور لا تثریب علیکم الیوم انا کنا خاطئین۔ اور وفات سے تھوڑی مدت پہلے وحی ہوئی۔ کہ انی لاجد ریح یوسف لولا تفندون چنانچہ وہ یوسف اپنے وقت پر صاحب اقبال ہوا۔ اور جیسا کہ مقدر تھا اسکے بھائیوں نے اس سے بگاڑ کی اور پھر بعض ان میں سے تائب بھی ہوئے۔ اور انھوں نے لا تثریب علیکم الیوم بھی سن لیا۔

دوم۔ یہ کہ حضرت یوسف کو سولہ سترہ برس کی عمر میں بلکہ اس سے بھی پہلے رؤیا صالحہ شروع ہو گئے۔ ایک رؤیا یہ تھی کہ کھیت میں میرے بھائیوں کے پولے گر گئے اور میرا پولا کھڑا رہا بھائیوں نے سن کر کہا کہ تمہیں ہم پر سرداری کا شوق ہے۔ اسی طرح حضرت میاں صاحب کو بھی رؤیا ہوئے جن میں سے بعض آپکی تقریر بر سالانہ جلسہ میں مذکور ہیں۔ ایک رؤیا یہ بھی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب سے آپکے قد کا مقابلہ کیا جا رہا ہے تو آپ ہر صورت میں اس سے بلند اور قد آور ہی رہے ہے۔

سوم۔ حضرت یوسف سے جنھوں نے حسد کیا۔ وہ ماں کی طرف سے بھائی نہ تھے بلکہ اب کی طرف سے اسی طرح حضرت اقدس کی طرف سے جو اخ ہیں۔ انہوں نے ہی اس یوسف سے حسد کیا

چہارم۔ حضرت یوسف کو حسن و جمال سے خاص حصہ دیا گیا تھا۔ اسی طرح اس یوسف کو

حضرتِ اقدس کا حسن احسان بے نظیر فرمایا گیا۔ اس امر کی پہچان بھی زیادہ تر صدق و محبت سے وابستہ ہے دیکھو حسنِ یوسف برادرانِ یوسف و شتربان سے مخفی رہا نہ حضرت یعقوب و دیگر احباب سے۔ اسی طرح سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کا حسن ابو جہل وغیرہ کو ناپسند تھا جو مکہ معظمہ سے نکالنے کو تیار ہو گئے۔ مگر وہ بھی تھے جو اس حسن کی خاطر اپنے اوطان اپنے احباب اقارب چھوڑ کر آپ ہی کے ہو رہے۔

پنجم۔ حضرت یوسف نے چوبیس پچیس برس کی عمر میں اجعلنی علےٰ خزائن الارض کی درخواست کر کے بیت المال میں تصرف شروع کیا اپنے لئے نہیں بلکہ بہ نیت تربیت رعایا و مخلوقات الٰہی چنانچہ انکی خوب پرورش کی اور انکو ہلاکت قحط سے بچایا۔ اسی طرح اس ہمارے یوسف نے اس عمر ۲۵ سالہ میں بیت المال جماعت احمدیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مبلغین کی جماعت تیار کی اشاعت اسلام کا کام اس قحط الرجال میں شروع کیا۔ اور احمدیت کی تخم ریزی شام و مصر و انگلستان و دیگر ممالک عالم میں شروع کی۔

ششم۔ ۲۶ سال کی عمر میں حضرت یوسف کے دو لڑکے تھے۔ اسی طرح اس یوسف کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں دو فرزند عطا کئے۔

ہفتم۔ حضرت یوسف کو چھبّیس برس کی عمر میں نبوت ملی۔ ہمارا یوسف بھی چھبیسویں برس میں مسندِ خلافت پر بیٹھا اور اسے بھی الہام و رؤیا صالحہ و اخبار عن الغیب سے حصہ مل رہا ہے

ہشتم۔ جس طرح حضرت یوسف کے حضور میں بھائیوں نے بھی آپ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اور جو رہ گئے ان میں سے بھی کئی خرّوا لہ سجدًا کے مصداق بن رہے ہیں۔ اور ہمارے یوسف کے کاموں سے آپ کے والدین کا مرتبہ و درجہ بڑھ رہا ہے اور رفع ابویہ علی العرش پورا ہو رہا ہے

نہم۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کو تاویل الاحادیث کا علم بخشا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب مسیح موعود کے یوسف کو اللہ تعالےٰ نے علم لدنی بخشا ہے اور آپ احسن الحدیث یعنے قرآن مجید اور احادیث نبی کریم کے وہ وہ معارف بیان کرتے ہیں۔ کہ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ

پھر چونکہ صاحبزادہ صاحب اس دور میں ہیں جس میں سلسلۂ خلافت غالبًا بذریعہ اولاد قائم ہوتا ہے اسلئے آپکو حضرت سلیمان سے بھی کئی مناسبتیں ہیں مثلاً جیسے حضرت سلیمان کو علم منطق الطیر دیا گیا جس سے مراد علم دیا طاعون ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے تطیرنا بکم و طائرکم معکم

اور حدیث میں کالطیر کہ۔ اسی طرح آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کو طاعون کی وبا کا علم قبل از وقت دیا گیا اور آپ نے دار الامان کے رہنے والوں کو متنبہ کیا۔ دوسرے معنے منطق الطیر کے ہیں آپ لوگوں کے کلام کا علم جو ملاء اعلیٰ میں طیران کرتے ہیں اور طیرانیت کی صفت اپنے اندر رکھتے ہیں چنانچہ اس میں بھی آپکو بہرہ وافی دیا گیا ہے آپ صحابہ کرام اور حضرت مسیح موعود اور خلیفہ اول کا کلام خوب سمجھتے ہیں۔

دوم۔ جیسے حضرت سلیمان چالیس برس سے پہلے اپنے باپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے ایسے ہی حضرت میاں صاحب بھی چالیس سال عمر پانے سے پہلے ہی مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

سوم۔ حضرت سلیمان کو خاص بنی اسرائیل کی قوم نے بہت سے معائب لگائے یہاں تک کہ انکو حامی بت پرستی و شرک کہا اور بت پرستی کا مروج دیکھو سموئیل ۲۔ اور بعض جہلاء نے انکو کافر بھی کہدیا اور اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان کی بریّت کی اور ما کفر سلیمان فرمایا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو جماعت احمدیہ میں سے بعض نے کہا کہ یہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے یعنی کافر ہیں اور یہ کہ گدی قائم کرکے بت پرستی کی تخم ریزی کرنے والے ہیں مگر اللہ تعالےٰ نے آپکو مسندِ خلافت پر بٹھایا اور پھر خوف کو امن سے بدلا اور آپکو تسکین دی۔ اسی طرح آپکی خلافت حقہ پر مہر لگا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ خلیفہ راشد ہیں اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا (میرے ہی فرمانبردار رہینگے اور ذرا بھی ان میں شرک نہیں ہوگا) کے مصداق۔ نہ تو آپ کافر ہیں نہ مشرک

چہارم۔ جس طرح حضرت سلیمان نے بنا بیت المقدس کی اٹھائی اور عمارت بنائی۔ اس طرح حضرت میاں صاحب نے دینی عمارت منارۃ المسیح کی شروع کرائی ہے۔ چنانچہ ایک منزل پوری بھی ہو چکی ہے۔ اور یہ وہی منارۃ المسیح ہے جس کے بارے میں حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ اسکی تیاری کے بعد مسیحیت کے انوار خصوصیت سے نازل ہونگے۔

اسکے علاوہ اور مسلمہ خلفاء سے بھی آپکو کئی مشابہتیں اور مماثلتیں حاصل ہیں مثلاً حضرت عمر کہ حضرت مسیح موعود نے انکی حضرت سلیمان سے تشبیہ دی ہے اور سلیمان وقتہ فرمایا ہے۔ جیسے حضرت عمر کو فتوحات حاصل ہوئے ایسے ہی اس عمر ثانی کو ہو رہے ہیں اور سلسلہ تبلیغ دور دراز کے ممالک تک پہنچ چکا ہے اور انشاء اللہ جیسے کہ وہ جمالی صفت کے مظہر اتم احمد کے خلیفہ ہیں ایسے ہی اخلاق و نرمی و فروتنی و خاکساری سے آپکو روحانی فتوحات حاصل ہونگی۔

(۲) خلیفہ ہادی بھی بعمر ۲۳ سال خلیفے ہوئے اور ۲۲ سال خلافت کی

(۳) خلیفہ عمر بن عبد العزیز ۳۶ سال کی عمر میں خلیفے ہوئے۔

(۴) ایک خلیفہ حضرت داؤد کے خاندان کا حزقیاہ ہوا جو ۳۰ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا۔ اور ۳۰ سال خلافت کی۔ غرض حضرت صاحبزادہ صاحب جو

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء

کو ہمارے خلیفے ہوئے وہ اگلے خلفاء کے منہاج پر آئے ہیں اور انکے انکار سے تمام خلفاء کا انکار کرنا پڑیگا مبارک وہ جو آپکی بیعت کرکے اگلے خلفاء کی صداقت پر بھی مہر لگا دیں اور حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی بھی تصدیق کر دیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کا شکر کریں کہ جب ایک آدم ان سے جدا ہوا۔ تو جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ ہر چیز کی تکمیل چھ کے بعد ساتویں درجہ میں ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ آدم بھی چھٹے روز کے اخیر میں پیدا ہوا۔ چھ سال تک اس موجودہ آدم نے نور کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی۔ اور ساتویں سال کے ابتدا میں وہ مکمل انسان ہو کر خلیفہ بنا اور سلسلہ احمدیہ کے خصوصی مسائل کو محکم و استوار کیا جس پر مخلصین و مومنین پکار اٹھے ؎

چو دور خسروی آغاز کردند ✤ مسلماں را مسلماں باز کردند

اور اے وہ جو از راہ کبر و آبا اسکے مقام کو تحقیر سے دیکھتا ہے کیا تجھے یاد نہیں کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں یہ الہامی شعر ہے ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ✤ دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

پس

مقام او مبیں از راہ تحقیر

بدورانش رسولاں ناز کردند

یہ ناز کیوں نہ ہو بزرگ اپنی لائق بچے پر ناز کیا ہی کرتے ہیں وہ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء اور نبی مسعود کا نام پانے والا تھا اسے سزاوار ہے کہ اسکے زمانہ پر ناز کرے اور اسکے وجود کو اپنا فخر جانے کیونکہ یہ اسکے کاموں کی تکمیل کرنے والا اور اسکے مقاصد کو پورا کرنیوالا ہے صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ✤

دنیا ظہور امام موعود کے لئے بیقرار ہو رہی ہے

۱ پھلواری کے قاری شاہ سلیمان انجمن حمایت الاسلام میں تقریر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پیرزادے تو یوں سے گئے دیہاتی لوگ باہم کٹ مرے مولوی بھی جنگ و کشتی میں رہے امید تھی کہ ان گریجوایٹوں میں بڑا اثر ہوگا ہمیں باہم ملا دینگے مگر خدا کی قدرت اگر ہم میں کالرا تھا تو ان میں پلیگ پیدا ہو گیا اب مسلمانوں کا کیا بنے مولوی الگ تباہ ہوئے تعلیمیافتہ جدا مضطرب رہے خسر الدین والدنیا کی نوبت آپہنچی" پھر گھبرا کر بول اٹھتے ہیں۔ "ہماری دعا میں بھی تو اب کچھ اثر نہیں رہا نہ معلوم کیا بات ہو گئی ہے کہ بیرنگ واپس آ رہی ہے۔" پھر کہتے ہیں کہ ہماری بیماری کا علاج یورپ کے ڈاکٹر اور طبیب نہیں کر سکتے آخر سب طرفوں سے مایوس ہو کر پکار اٹھتے ہیں کہ

اے یہ سراپردہ یثرب بخواب ✤ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

میں شاہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ سراپردہ یثرب میں آرام کرنے والا اٹھا اور الٰہی وعدہ کے مطابق احمد قادیانی کی صورت میں بزنگ بروز ظاہر ہوا اسکے دامن سے وابستہ ہو کر اپنے دکھوں کا اپنے دردوں کا درمان کیجئے اگر آپکو اسکی صداقت میں شبہ ہے تو انہی معیاروں پر پرکھ لیجئے جن پر "سراپردہ یثرب بخواب" والے کی صداقت پرکھی۔

۲ پھر ایک اور صاحب ہیں وہ المنیر میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

کنوں گیتی از فسق تاریک شد ✤ رہ راستی سخت باریک شد

ہوس آخرت را بدنیا فروخت ✤ بہ برق امل خرمن سلم سوخت

ہمہ بیخود افتادہ اندر گذشت ✤ نہ بیم جہنم نہ ذوقِ بہشت

بہر گوشہ وحال برپا خباثت ✤ جہاں گشت پُر شور مہدی کجا است

انکو بھی میں اطلاع دیتا ہوں کہ اگر پہلے نہیں سنا تو اب سن لیں کہ وہ مہدی قادیان دارالامان میں ہے فامنوا تقصر و وتفوزو - یہ تو مسلمانوں کا حال ہے ہندوؤں کے پنڈت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سری کرشن کی آمد ثانی کا وعدہ پورا کرنے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے چنانچہ پنڈت راجا رام جی شاستری لکھتے ہیں۔

تمام مذاہب کے پیش کردہ ان باتوں کی تہ میں یہ ایک ہی اصل اصول ہے کہ پرماتما اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ الہام بھیجکر اپنی تمام پرجا کو دھرم کا سچا راستہ دکھلا دیتے ہیں اور جب وہ مکمل ہدایت بھیج چکتے ہیں تو پھر ہدایت لانے والوں کی ضرورت مٹ جاتی ہے مگر اس ہدایت کو تازہ کرنیوالوں کی ضرورت بنی رہتی ہے اور اسکے لئے وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجتے ہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر سب سے پہلا الہام وید کا پاتے ہیں اور چونکہ وہ مکمل ہے اسلئے اسکے بعد نئے الہام کی ضرورت مٹ جاتی ہے۔ صرف اس میں ڈھیلا پن آنے پر اسکو تازہ کرنے کی ضرورت ہی باقی رہجاتی ہے جو تمام مذاہب میں اصولاً مانی گئی ہے اس ضرورت کو مکھیہ رکھکر سری کرشن نے ارجن کو کہا ’’اے ارجن جب سب دھرم کمزور ہوتا ہے اور ادہرم زور پکڑتا ہے تب میں پھر دنیا میں آتا ہوں نیکوں کی رکھشا اور دشٹوں کے ناس کے لئے اور دھرم کو قائم کرنے کے لئے میں یگ یگ میں جنم لیتا ہوں‘‘

سو ہر ایک مذہب میں موجود مذکورہ اصول کے مطابق اور سری کرشن کے وعدہ کے مطابق اب جبکہ دنیا میں سے دھرم کی اصلیت گم ہو چکی تھی اور مذہب صرف رسمیات پر قائم رہ گیا تھا ایک ایسے مہاپرش کو آنا چاہئے تھا جو پھر اصلی الہام کو تازہ کرتا پرماتما کے اس مکمل دھرم کو اصلی روپ میں لوگوں کے سامنے رکھتا۔ سری کرشن جی کا وعدہ جھوٹا نہیں تھا انہوں نے یہ وعدہ صرف اپنے ہی ساتھ نہیں جکڑا۔ بلکہ اس سے آگے چلکر انہوں نے کہدیا ہے کہ ’’بہت سے ایسے ہیں جو گیان کے تپ سے پوتر ہو کر میری پدوی کو پہنچے ہوئے ہیں‘‘۔ اس لئے سری کرشن کا یہ وعدہ اس اصول کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک ایسے موقعہ پر دھرم کو پھر اصلیت پر لانے کے لئے مہاپرش دنیا میں آتے رہینگے یہ ایک پرماتما کا نیم ہے جس کے مطابق ایک ایسے مہاپرش کی دنیا کو ضرورت تھی جو کہ دھرم نام پر پھیلے ہوئے توہمات کے جال کو اصلیت میں تبدیل کر دے‘‘

اب اسکا مصداق کوئی اپنی خوش فہمی یا خوش اعتقادی سے سوامی دیانند بنائے تو اسکی مرضی ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو الہام کے جاری رہنے کا قائل ہی نہیں۔ جس نے خود یہ دعوے ہی نہیں کیا کہ میں وہی کرشن ہوں جو پہلے مبعوث ہوا وہ کس طرح اس وعدے کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اس وعدہ کا مصداق تو وہی ہے جس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں اور اس وعدہ کے مطابق آیا ہوں جو پہلی بعثت میں کیا تھا۔ پھر وہ کام بھی کر کے دکھا دیا ہو جو کہ اسکی بعثت ثانی کے متعلق تھا۔ دیکھو اس عبارت منقولۃ الصدر کے اس فقرے کو

جب وہ مکمل ہدایت بھیجتے ہیں تو پھر ہدایت لانے والوں کی ضرورت مٹ جاتی ہے۔ مگر اس ہدایت کو تازہ کرنے والوں کی ضرورت بنی رہتی ہے"۔

ہمارے عقائد سے کسقدر تطابق ہے پہلے یہ فیصلہ ہونا چاہئیے کہ مکمل ہدایت وید ہے یا قرآن کریم مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ تمام دنیا کے لئے کونسی کتاب ہو سکتی ہے اور کونسی کتاب زندہ برکات اپنے اندر رکھتی ہے اور اپنی تعلیم پر چلنے والوں کو بطور نمونہ تمام مذاہب عالم پر فائق دکھا سکتی ہے پھر اس ہدایت کو تازہ کرنے والے یعنی مجددین کا سلسلہ کس دین میں جاری ہے جب آریوں میں یہ سلسلہ نہیں اور نہ اس مذہب کے حامل اس بات کے مدعی ہیں تو پھر کیوں خواہ مخواہ سری کرشن کا وعدہ پورا کرنے والا سوامی دیانند کو بتایا جائے اور اس حقیقی موعود سے انکار کیا جائے۔ جو کرشن ثانی بنکر آیا۔ اور کامیاب و کامران اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اور اسکا جانشین موجود ہے آؤ اور دیکھو +

مسافر آگرہ کا ادعاء عربی دانی

کسی آریہ اخبار نے آیت قرآنی انما نملی لھم لیزدادوا اثما پر اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالیٰ لوگوں کو خود گناہوں میں بڑھانے کے لئے مہلت دیتا ہے اسکا جواب الفضل نے دیا کہ اول تو ما یضل بہ الا الفاسقین ایک اصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو نافرمانی کریں۔ جو اللہ کا عہد توڑتے ہیں۔ اور ان سے میل جول رکھتے ہیں جن سے انقطاع کا حکم ہے اور زمین میں فساد کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔ دوم۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ مہلت گناہ بڑھانے کے لئے بلکہ فرمایا کہ

"ہم تو انکو مہلت دیتے ہیں، مگر اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں"۔

اب اسپر مسافر آگرہ نے لکھا ہے

"آپ سمجھتے ہیں کہ آریہ عربی تو جانتے ہی نہیں چلو جیسا بھی سمجھ میں آئے ترجمہ گھڑ دو۔ اسی طرح سے چلن نبیے۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے تو بھولے میاں جی! اس غلط خیال کو گوشۂ دل سے کافور کیجئے۔ اور جان بوجھکر اصلیت پر پردہ ڈالکر اہل علم میں ذلیل نہ ہو جئے۔ آریہ آپکی طرح کہ بیدوں سے بالکل اُمّی

ہو قرآن سے اُمی نہیں ہیں بلکہ وہ عربی بھی جانتے ہیں جسکا ثبوت ابھی آپکو ملا جاتا ہے تجاہل عارفانہ یعنی آپ عربی کی صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہیں کہ جو ایسا غلط ترجمہ کیا ہے آپکو ابھی مضارع اور امر میں بھی تمیز نہیں ہے کسی عربی داں سے جاکر پوچھ دیکھئے۔ مگر آپ بڑی بھاری غلطی کرتے ہیں کہ لیزدادوا جو کہ امر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اس بات کو ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ امر کے معنے ہمیشہ کام کے کرنیکی اجازت کے لئے آتے ہیں اسی لئے اسکو امر یعنی حکم کہتے ہیں مگر آپ ترجمہ کرتے ہیں نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ محض آپکے دماغ کا اختراع ہے کیا آپ اصلی عبارت میں سے ایک بھی لفظ ایسا پیش کر سکتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہو سکتا ہو ہرگز نہیں اور قیامت تک نہیں (لعنت اللہ علی الکاذبین) وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں" حضرت یہ مضارع کے معنے ہیں اسلئے چاہیئے تھا کہ یزدادون" ہوتا کہ جسکے یہ معنے ہوتے کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا بڑھینگے کہیئے اب تو آپا خیال شریف میں کچھ اپنی علمی لیاقت معلوم ہوئی"۔

مسافر آگرہ کو واضح ہو کہ الفضل کا ترجمہ صحیح ہے اور آپکی عربی دانی کا ادعا غلط سنو! لیزدادوا مضارع ہی کا صیغہ ہے ایک لام امر کا ہوتا ہے ایک لام تعلیل کا ایک لام عاقبت کا۔ یہ لام امر کا نہیں بلکہ عاقبت کا ہے اور اسکے معنے ہوتے ہیں انجام اور نتیجہ کے اسکی مثال قرآن مجید ہی سے لیجئے فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ط (القصص ۲۶) حضرت موسیٰ کو فرعون کے لوگوں نے اٹھایا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکا دشمن ہوا اور غم کا موجب۔

دیکھو یہاں لام کے یہ معنے نہیں کہ انہوں نے اس غرض سے موسیٰ کو اٹھایا کہ وہ انکا دشمن ہو جائے۔ دشمن بنانے کے لئے تو کوئی ڈوبتے کو نہیں بچایا کرتا اسی واسطے تفسیر مدارک میں لکھا ہے لیکون لہم عدوا ای لیصیر الامر الی ذلک لا انہم اخذوہ لھٰذا یعنی اٹھایا اور اسکا نتیجہ و انجام یہ ہونے والا تھا۔ یہ مراد نہیں کہ دشمن بنانے کی غرض سے اٹھایا پھر اسکی مثال دی ہے لقولہم للموت ما تلدہ الوالدۃ وھی لم تلد لان یموت ولدھا ولکن المصیر الی ذلک کذا قالہ الزجاج جیسے بولتے ہیں کہ موت کے لئے ماں جنتی ہے حالانکہ وہ موت کے لئے تو نہیں جنتی۔ مگر انجام یہ ہوتا ہے زجاج نحو کا امام یہی کہتا ہے اور مفسروں نے بھی اسی لئے اس لام کو عاقبت کا قرار دیا ہے (وعن ھٰذا قال المفسرون ان ھٰذا الام العاقبۃ والصیرورۃ) پھر اس لام کو تعلیل کا بھی بنائیں تو بھی نتیجہ یہی نکلتا ہے چنانچہ مفسر اسکی مثال دیتا ہے۔ جیسے جنتات

لتکرمنی" میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری تکریم کرے"۔ اب وہ اسلئے تو نہیں آیا کہ اسکی تکریم کی جائے مگر اس ملاقات کا نتیجہ یہی تھا کہ ملنے والے کی تکریم ہو چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہاں تعلیل کے معنے علیٰ طریق المجاز ہیں لاکرام الذی ہو نتیجۃ المجیٔ اکرام نتیجہ ہے اسکے آنے کا

پس لیزدادوا کا بھی عاقبت کا لام ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ علت کا بنایا جائے تو بھی معناً عاقبت کا بنجائیگا

یہانتک لام کی بحث تھی۔

اب سنو! کہ یزدادون کیوں نہیں سو یہ قاعدہ ہے اور ایک ابتدائی کتاب دروس النحویہ میں بھی لکھا ہے کہ

الاصل فی نصب الفعل ان یکون بالفتحۃ

وینوب عنہا حذف النون فی الامثلۃ الخمسۃ

یعنی فعل کی نصب زبر سے ہوتی ہے اور اسکی بجائے یہ بھی ہے کہ نون حذف کر دیا جائے۔ پھر اسکی مثال دیتا ہے۔ وہی کل مضارع اتصلت بہ الف اثنین کیفعلان وتفعلان او واو جماعۃ کیفعلون وتفعلون۔ یعنی ہر مضارع جس کے ساتھ الف تثنیہ کا ہو یا واؤ جمع کی ہو جیسے یفعلون۔ یزدادون کو نصب دی جائیگی تو نون حذف ہو جائیگا اور یزدادوا رہجائیگا۔

اب نصب کے عامل بتاتا ہے۔ وہو ینصب اذا سبقہ احد الاحرف الناصبۃ وہی ان۔ لن۔ واذن۔ کہ فعل کو نصب دیجاتی ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی حرف ناصبہ اَنْ۔ لَنْ۔ اِذَنْ ہو

اس سے آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ فعل کو جب نصب ہو تو نون جو واؤ جمع کے بعد ہو حذف ہو جاتا ہے اور یہ کہ اَنْ نصب دیتا ہے۔ اب یہ بتانا باقی رہ گیا کہ لام تعلیل و عاقبۃ کے بعد اَنْ محذوف بھی ہوتا ہے چنانچہ یہی دروس النحویہ میں لکھا ہے تنصب ان وہی محذوفۃ ویجب ذلک فی خمسۃ مواضع۔ اَنْ نصب دیتا ہے بحالیکہ یہ محذوف ہو اور یہ پانچ مواضع میں ہے اسکے بعد وہ پانچ مواضع بتلائے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے۔ ویجوز حذف اَنْ واثباتہا بعد لام التعلیل ×× نحو حضرت لاسمع او لان اسمع۔ لا ان کا حذف کرنا یا اسکا ثابت رکھنا لام تعلیل کے بعد جائز ہے جیسے حَضَرْتُ لِاَسْمَعَ اَوْ لِاَنْ اَسْمَعَ۔ پس اسیطرح لیزدادوا میں لام عاقبۃ کا ہے اور اَنْ مقدرہ ہے اور یزدادون مضارع جسے اَنْ نے نصب دیا۔ اور نصب کی وجہ سے نون محذوف ہوا۔ اور یزدادوا رہ گیا اور وہی معنے صحیح ہوئے جو ہم نے کئے

یعنی یہ کہ ہم انکو مہلت دے رہے ہیں اور اسکا انجام و نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں حالانکہ اس مہلت میں انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے تھی کیونکہ اللہ تعالے الفحشاء کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ نیکیوں کا حکم فرماتا ہے۔ (۱) قواعد سے الگ ہو کر بھی اگر کوئی منصف مزاج سوچے تو ہپر صاف کھلجائیگا کہ انما نملی لہم کے بعد لیزدادوا بصیغہ امر نہیں آسکتا۔ مگر یہ بات تو اسی کو سمجھ آسکتی ہے جو کچھ تقوےٰ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ ولا یمسہ الا المطہرون

صداقت کا زندہ ثبوت

"میں امید کرتا ہوں کہ شیخ عبد الخالق صاحب نو مسلم کا یہ مضمون بڑی دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور ہمارے عیسائی دوست اس سے فائدہ اٹھائینگے"۔

مبارک وہ آدمی ہے جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطا کاروں کی راہ پر کھڑا نہیں رہتا ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتا۔ بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا اور دن رات اسکی شریعت میں سوچا کرتا ہے۔ زبور $\frac{1}{1-2}$ آیت

داؤد کا یہ الہامی کلام واقعی قابل داد ہے۔ خداوند کی شریعت میں مگن رہنا اور شب و روز اسکی شریعت میں سوچنا ایسا کام ہے جس کا نتیجہ ظلمت سے بھاگ کر نور کی طرف آنا ہی ہے مگر شریر جو خداوند کی شریعت میں کچھ نہیں سوچتا بلکہ سوچنے والے کو ٹھٹھے میں اڑاتا ہے وہ اس بھوسے کی مانند ہے جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے آیت ۴

انبیاء جو خداوند کی شریعت بنی نوع انسان تک پہنچاتے ہیں خداوند کی شریعت کی صداقت کا جزو اعظم ہوتے ہیں۔ پس جو کوئی کسی نبی کے زبان و کام پر ایک غور کرنے والی نظر ڈالتا ہے۔ بیشک وہ اس نبی کی معرفت تامہ سے بہرہ ور ہو کر ثمر دار درخت کی مانند پھلتا پھولتا ہے مگر شریر جو اس پر ٹھٹھا مارتے ہیں انکی راہ نیست و نابود ہو جائے گی۔ آیت $\frac{6}{1}$

اسی طرح زمانہ حال کے نبی مثیل مسیح کے زبان اور کام پر جو کوئی حق پسندی کی نظر سے سوچتا ہے بلاریب وہ ہلاکت سے بچ جاتا ہے یعنی اگر کوئی حق جو غور کی نظر سے مثیل مسیح کے تمام وہ نشانات جو مسیح ناصری کے نشانات سے مماثلت رکھتے ہیں دیکھتا ہوا اپر غور سے سوچے تو بیشک وہ خود بخود

(۱) بلکہ اس سے بڑھکر ہیں ۱۲

صداقت کی طرف کھینچا چلا آئیگا بشرطیکہ تقوی اپنے دل میں رکھتا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی صرف کلیسیا کی تواریخ کا ہی غور سے مطالعہ کرے تو بیشک بہت سے ایسے نشانات پڑھنے میں آئینگے جن سے مسیح ناصری کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اور پھر جب اس زمانہ میں بھی وہی علامات اور نشانات نظر آتے ہیں۔ تو بلاشبہ وہی امورات اس مسیح محمدی کی صداقت کا بیّن ثبوت ٹھہرتے ہیں چنانچہ منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ کلیسیا کی تواریخ کے رسولی زمانہ کی تعریف بقول ریونڈ جیمز جی ڈی۔ ڈی یہی ہے کہ رسولی زمانہ وہ ہے جو اس زمانہ سے جس کے اخیر میں دین عیسوی نے سلطنت روم میں سارے مذہبوں پر قدر و منزلت حاصل کی پہلے تک کا ہے۔ کلیسیا کی تواریخ صد ۱۰ اب یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ۳۲۲ء سے پہلے سلطنت روم کے تمام فرمانروا مسیحیوں کو سخت ایذا اور تکلیف دیتے رہے مگر ۳۲۲ء میں ایک شہنشاہ روم نے دین عیسوی کی طرف توجہ کی اور ایذا رسانی موقوف ہوئی لہٰذا ہم عیسائی مورخین کی اس اصطلاح کو کہ رسولی زمانہ صرف ۱ء سے لیکر ۱۰۰ء تک ہی ہے تسلیم نہیں کرسکتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ رسولی زمانہ ۱ء سے لیکر قریب ۳۰۰ء تک شمار کیا جاسکتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ کا چوتھا حصہ ۶۱ء سے ۷۰ء تک کا ہی اور بقول عیسائی صاحبان یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنا رسول زندہ تھا۔ کلیسیا کی تواریخ صد ۲۹ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ پطرس رسول خلیفہ اوّل ۶۶ء میں شہید کیا گیا۔ اور پھر یعقوب یروشلم کی کلیسیا کا اسقف مقرر ہوا۔ پھر جب یعقوب نے وفات پائی تو اس بزرگ اسقف (یعقوب وہی رسول ہے جس نے غیر اقوام کے مسیحیوں کیواسطے پولوس رسول کو ایک شریعت سکھلائی جو پولوس رسول نے غیر قوموں کے مسیحیوں کے درمیان جاری کی دیکھو اعمال ۱۵ / ۱ تا ۲۱ و کلیسیا کی تواریخ صد ۲۱) کے بعد شمعون ابن کلیوپاس یروشلم کی کلیسیا کا اسقف مقرر ہوا۔ جس نے ایک صد بیس (۱۲۰) کی عمر پاکر وفات پائی کلیسیا کی تواریخ صد ۲۹ تیسرا باب۔ پس اب ہم ان وجوہات و ثبوت کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسولی زمانہ قریب ۳۰۰ء تک شمار کیا جاسکتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں مسیح کے پیغام رسان اور انکے شاگرد الہام سے لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

آمدم بر مطلب۔ اسی رسولی زمانہ کا ایک وقت اس زمانہ کے مسیح کے رسولی زمانہ سے بالکل ملتا ہے اور وہ یہی زمانہ ہے کیونکہ ۶۱ء میں جبکہ مسیح کی تعلیم کی مخالفت میں لوگ حد سے بڑھ گئے تو خدا نے آسمان پر سے ان مخالفوں کی سرزنش کے واسطے طرح طرح کے آفات نازل کئے۔ بزرگ پادری جیمز جی ڈی۔ ڈی اس حادثہ کو بالفاظ ذیل تحریر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان ایام میں بہت سے حادثے وقوع میں آئے

بھونچال اور پانی کا سیلاب - کال (قحط) اور مری بہت جگھوں میں تھی - جن کے سبب لکھو کھا آدمی ہلاک ہوئے ایسا ہی ایک قسم کا طاعون بھی پھیلا - جس سے اتنی اموات ہوئیں کہ شہر اور گاؤں ویران ہو گئے کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۳۸

پس اے سعید روح رکھنے والو! غور کرو اور فہمید سے کام لو - یہ چار آفات خدا نے اس مسیح محمدی کے رسولی زمانہ (زمانہ خلفاء) میں بھی جبکہ ہر طرف سے اس مسیح کی تعلیم کی مخالفت کیجاتی ہے آسمان سے نازل کر کے اس مسیح ناصری اور اسکے سلسلہ کی مماثلت اس مسیح محمدی اور اسکے سلسلہ کے ساتھ ظاہر فرما کر دنیا پر اتمام حجت کر دی - غور کرو - گورداسپور - کانگڑہ وغیرہ اضلاع اس سیلاب سے برباد ہو گئے اٹلی کا بھونچال اپنی نظیر آپ ہے - ہندوستان میں آجکل کسقدر قحط ہے طاعون آجکل بے موسم ہر جگہ نمودار ہے یہ کیوں ہے اسلئے کہ خدا اپنے مسیح کے مخالفوں پر ہر طرح سے اتمام حجت کرتا ہے اور مومنوں کو اپنے نبی کی معرفت بخشتا ہے پس اے خدا کے برگزیدہ مسیح کے منکرو! سوچو اور غور کرو تا بچ جاؤ -

اور اگر تم خدا کی ان حجتوں کو اپنی خام فیلسوفی اور بے رخی نکتہ چینی سے جھٹلاؤ گے - اور اکبر مسیح صاحب کی طرح یہی کہو گے کہ یہ سب آثار اس مسیح کی تکذیب آسمان سے کرتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ مصیبتیں پڑتی ہیں (ضربہ عیسوی آخری صفحہ) تو جان لو کہ یہ خیال صرف تمہارا خیال ہی نہیں ہے بلکہ یہی خیال ۱۶۱ء میں ان بت پرست اقوام نے جن پر خدا نے ان وقتوں میں حجت قائم کی تھی - کیا تھا اور یہی کہا تھا کہ یہ ساری مصیبتیں ہم پر مسیح اور مسیحیوں کے سبب سے پڑی ہیں پس تم انکے ہم زبان ہو کر یہ نہ کہو اور اگر ایسا ہی کہو گے تو یہ بھی ایک صداقت کا نشان ہے - دیکھو کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۳۸

(راقم عبد الخالق نو مسلم)

روغن کافور عہ - فی شیشی مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں عہ خورد ۱۲ - الوصیت پر ایک نظر مر
احمدی عقائد - چمکار محمدی ۵ - چمکار مہدی ۱ - احمد ۱ - خطبات نور حصہ اول دوم
ادعیۃ القرآن ۱ - البلاغ المبین ۳ - القاء ربانی ۶ - مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی عہ
طبیب روحانی ۱ - ادعیۃ الاحادیث ۳ - حقیقت نماز ۵

یہ سب دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب فرماویں

شیر علی فرشتہ

یہ ایک کشف تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا تھا۔ اصل عبارت جو کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب کے صفحہ ۵۹ میں لکھی ہے اس طرح ہے۔

"مینے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اسکا نام شیر علی ہے اسنے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت انمیں سے پھینکدی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفّا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اسکو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے وہ شخص غائب ہو گیا۔ اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا مینے اس خواب کی بہت سے لوگوں کو اطلاع دی تھی چنانچہ ان میں سے صاحبزادہ سراج الحق سرساوی اور میر ناصر نواب صاحب دہلوی ہیں۔"

دوستو! یہ ہیں اصل الفاظ کشف مذکور کے اسکے متعلق کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ پیشگوئی ہے جسکا پورا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ حضرت اقدس کی تمام پیشگوئیاں علیٰ منہاج النبوت ہیں جن میں سے بعض تو اما نرینک بعض الذی نعدھم کے مطابق آنحضور انور کی بابرکت زندگی میں ہی پوری ہو گئیں اور بعض او نتوفینک کے مطابق حضرت اقدس کے بعد وقتاً فوقتاً الی یوم القیامت پوری ہوتی رہینگی تاکہ پچھلی قوموں کے لئے بھی انکی ترقی اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوں جیسا کہ حضرت اقدس تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیشگوئیوں سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں۔"

اسلئے ضروری ہے کہ بعض نشان اب بھی پورے ہوں اور آئندہ زمانہ میں بھی پورے ہوتے رہیں۔

عرض دوم یہ ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں یا پوری تو ہو چکیں۔ لیکن اب وہی

پیشگوئیاں کسی دوسرے پہلو سے پوری ہوتی نظر آتی ہیں تو انکے پورا کرنے کے لئے بھی مومن کو بہت کوشش کرنی چاہیئے تاکہ اس مرسل یزدانی کی صداقت ظاہر ہو جس نے وہ پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ حضرت صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی طبع دوم کے صفحہ ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عیسائی کہا کرتے تھے کہ اگر آنحضرت صلعم کے لئے قرآن شریف میں فتح کی پیشگوئی کی گئی تھی تو آپ نے جنگیں کیوں کیں اور دشمنوں کو حیلوں تدبیروں سے قتل کیوں کیا۔ آج اس قسم کے اعتراض لوگ پیش کر رہے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے انکی تالیف قلوب کے لئے حیلوں سے کیوں کوشش کی گئی۔ اور کیوں احمد بیگ کی طرف سے خط لکھے گئے مگر افسوس کہ یہ دونوں یعنی عیسائی اور یہ نئے یہودی نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں میں جائز کوشش کو حرام نہیں کیا گیا۔ جس شخص کو خدا خبر دے کہ فلاں بیمار اچھا ہو جائیگا۔ اسکو منع نہیں ہے کہ وہ دوا بھی کرے کیونکہ شاید دوا کے ذریعہ سے اچھا ہونا مقدر ہو۔ غرض ایسی کوشش کرنا نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ممنوع ہے نہ اسلام میں"۔

Digitized by Khilafat Library

ایسا ہی حضرت نبی کریم نے جو پیشگوئی فرمائی تھی اسرعکن لحوقابی اطولکن یداً۔ اس حدیث کے سنتے ہی تمام امہات المومنین اہلبیت رضی اللہ عنہن کو یقین ہو گیا کہ درحقیقت لمبے ہاتھوں سے انکا لمبا ہونا ہی مراد ہے۔ یہانتک کہ آنجناب کی اس پاکدامن بیویوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کئے۔ لیکن جب سب سے پہلے زینب رض نے (جسکے بظاہر چھوٹے ہاتھ تھے) وفات پائی تب انہیں سمجھ میں آیا کہ لمبے ہاتھوں سے ایثار اور سخاوت کی صفت مراد ہے جو زینب رضی اللہ عنہا پر سب کی نسبت زیادہ غالب تھی۔" دیکھو ازالہ اوہام طبع دوم صفحہ ۳۴۴۔ پس صحابہ کرام اور اہلبیت کا ظاہر سے باطن ہی کی طرف کھینچ کر لیجانا یعنی ظاہری ہاتھوں سے سخاوت کے لمبے ہاتھ سمجھ لینا محض اجتہاداً اور اس غرض سے تھا کہ جسطرح ہو سکے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ اور یہ اجتہاد کوئی منافی شریعت نہیں کیونکہ بموجب لکل ظہر و بطن۔ ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر جو ایک دوسرے کے مؤید و ممد ہو سمجھ لینا کچھ حرج نہیں ہے۔

اب میں اصل مدعا کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ پیشگوئی مذکورہ بالا مندرجہ کتاب تریاق القلوب صفحہ ۹۵ اگرچہ باطنی معنوں کے لحاظ سے آنحضور اقدس ع کی بابرکت زندگی میں ہی پوری ہو چکی تھی۔ لیکن ظاہری معنوں کے لحاظ سے بھی خدا کا شکر ہے کہ یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔ جو بعض پہلو اپنے اندر روحانیت اور طلعیت کے بھی رکھتی ہے اس طرح پر کہ موجودہ ابتلا میں جبکہ کوتہ اندیش بیمار طبع لوگوں نے اپنی

بیماری اور کوتہ بینی کا فاسد مادہ حضرت اقدس علیہ السلام کی آنکھوں (چشمہ معرفت اسلام) میں ڈالکر میل و کدورت سے تاریک کرنا چاہا اور اس مصفا نور کو جس کی روشنی دور دور تک پہنچ چکی تھی بعض مواد فاسدہ کے نیچے دبانا چاہا۔ تو فوراً ایک شخص مسمی شیر علی نے (جسکو دنیا جانتی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانہ طیبہ میں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے زمانہ مبارکہ میں بھی فرشتہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا چونکہ کشف مذکور میں فرشتہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اسکو شخص (آدمی) بھی لکھا گیا ہے) اٹھکر کوشش کی اور اس میل و کدورت کو جو حضرتؑ کی آنکھوں میں بعض کوتہ بینوں نے ڈال رکھی تھی۔ اور بعض مواد فاسدہ کے نیچے وہ اسلام کا چشمہ دب جانے کو تھا۔ بڑی ہمت اور استقلال سے باہر پھینکدیا۔ اور اس مصفا نور کو جو آنکھوں میں پہلے ہی سے موجود تھا ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح روشن اور نمودار کر دیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

مطلب یہ کہ وہ روشنی اسلام کی جو اس فرشتہ شیر علی کی معرفت نمودار ہوگی نئی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ نور مصفا (اسلامی نور) پہلے ہی سے اس چشمہ میں موجود و مخفی ہوگا۔ فرشتہ کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ اسکو تاریکیوں اور ظلمتوں سے جو بعض کوتہ بینوں کے مواد فاسدہ کے سبب سے چھا گئی ہونگی صاف اور روشن تر کر دیگا سو الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی اور اس فرشتہ شیر علی کی معرفت موجودہ ظلمت جو سلسلہ خلافت کے پاک چشمہ پر چھا گئی تھی دور کی گئی۔

اے شیر علیؓ تجھے مبارک ہو کہ تیرا نام پہلے سے ہی الہام الٰہی میں فرشتہ رکھا گیا اور تو نے وہی کام کر دکھایا جو کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے کشف میں تیری نسبت بیان کیا تھا اور اے جماعت احمدیہ تجھے بھی مبارک ہو کہ شیر علی جیسا فرشتہ سیرت شخص تجھے دیا گیا۔ جس نے اس پیشگوئی کو جو تیرے آقا مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے بیان کی گئی تھی پورا کر دکھایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

ممکن ہے کہ بعض کج طبع لوگ اس پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنیکے لئے کوشش کریں جیسا کہ بعض اور پیشگوئیاں کے جھٹلانے کے لئے کوشش کرنا انکا شیوہ ہو رہا ہے سو اسکا جواب یہی ہے جو کہ خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دیا ہے "اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹا تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا .... لیکن اس تفتیش کیوقت منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب کے لئے ٹھہرا دیں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیشگوئیاں انکے نزدیک صحیح نہیں تو انکو تمام انبیاء علیہم السلام سے انکار

[illegible]

بائبل کی اصلیت

کتب عہد عتیق کی نسبت ایک عالم کی رائے ہے کہ جو الفاظ عبرانی کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ تک انکا کہیں بھی پتہ نہیں ملتا۔ جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ موجودہ توراۃ بنی اسرائیل کے بابل میں قید ہونے سے بعد مرتب ہوئی ہے پھر بابل کے مضافات میں قصبہ سوس سے حمو ربی شہریار راست گفتار کی شریعت سنگ خارا کے ایک ستون پر کھدی ہوئی ملی ہے جو موجودہ توراۃ سے متفق ہے جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ توراۃ اہل بابل سے اخذ کی گئی ہے یہ وہی حمو ربی ہے کہ جس کا ذکر سفر تکوین کے چودہویں باب میں ہے اسی بادشاہ آشتی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی اور حضرت خلیل اللہ نے دہکی دی۔ پولس رسالہ العبرانیین کے باب ہفتم* میں لکھتا ہے کہ یسوع ہمارے واسطے شہریار راست گفتار کے یمین کا ہمان کے رتبہ پر داخل ہوئے شہریار مذکور بے پدر و مادر و بلا نسب تھا نہ اسکی عمر کی ابتدا تھی نہ انتہا بلکہ وہ خدا کے بیٹے (یسوع) کے مشابہ تھا۔" توراۃ کئی بار گم ہو چکی ہے آخر عزرا نے لکھی" یہ عزرا بابل سے آیا وہ مد باب شریعت موسیٰ جو پروردگار خدائے اسرائیل نے اسے دی تھی ایک کاتب ماہر تھا" سے یہی ثبوت ملتا ہے۔ کتاب استثناد ...... کے اکتیسویں باب میں یہ عبارت ہے "پس جب موسیٰ اس توراۃ کو ایک کتاب میں اول سے آخر تک لکھ چکے تو لادیوں کو جو حاملان تابوت عہد پروردگار تھے موسیٰ نے یہ کہکر حکم دیا کہ اس توراۃ کو ... پھر آگے چلکر لکھا ہے۔" کسی شخص نے انکی قبر اب تک** نہیں پہچانی" "بنی اسرائیل میں کوئی پیغمبر موسیٰ کا مثیل نہیں ہوا یہ عبارتیں صاف دلالت کرتی ہیں کہ موجودہ توراۃ وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ جب توراۃ حسب منشائے الٰہی گم ہو گئی۔ تو عزرا نے ان احکام توراۃ کو مرتب کیا جو بنی اسرائیل کے تعامل سے یاد رہ گئے تھے اور کچھ بابلی شریعت مل گئی جیسا کہ اس درس سے ظاہر ہے "عزرا بمنشائے حکمت خداوندی ہر گروہ کے مقدمے کا فیصلہ ... جو قریب ہے کہ خدا اور بادشاہ کی شریعت پر عمل نہ کرے اسکو جلد سزا دے۔"

یہ تو سب جانتے ہیں کہ توراۃ کو کسی نے حفظ نہیں کیا ہاں بنی اسرائیل چونکہ اسپر عمل پیرا تھے اسلئے اسکا کچھ حصہ بیشک یاد رہ سکتا ہے جو عزرا نے لکھدیا۔

قرآن کریم سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے بلکہ ایک بڑا بھاری معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو بات اس وقت

* دیکھو عبرانیون باب ۶ و ۷۔ ** دیکھو استثناد باب ۳۴

کے زمانہ میں بڑی تحقیق و تفحص سے معلوم ہوئی وہ قرآن میں بزبانِ خداوندی پہلے مذکور ہے چنانچہ سورہ النساء
میں ایک آیت ہے الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب کیا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جنہیں
کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے پھر فرمایا وجعلنا قلوبھم قاسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا
حظا مما ذکروا بہ ہم نے انکے دلوں کو سیاہ کر دیا۔ وہ کلمات کو اپنے مواضع (ما وضع لہ) سے پھیرتے ہیں
اور اس تذکرہ کا جو انکو دیا گیا کچھ حصہ بھول گئے یہ آیتیں صاف صاف پکار رہی ہیں کہ اہل کتاب کے
پاس اصل کتاب کا کچھ حصہ باقی ہے جو قرآن مجید سے بحکم مصدقا لما معکم و فیھا کتب
قیمۃ مطابق ہے پروٹسٹنٹ علماء اس بات کے معترف ہیں کہ خدائے حقیقی کی عبادت بادشاہ منسا
کے زمانہ میں منقطع ہو چکی تھی بایں وجہ کہ بخت نصر نے جب ہیکل بیت المقدس کو ویران کیا تو تابوت
کے ساتھ تورات کا رہا سہا نسخہ بھی کھو یا گیا۔ پھر جب ارتحششتا ملک بابل نے انکو رہا کیا تو عزرا
نے تورات کو قلمبند کیا۔ علم آثار الاقوام و الہیات کے علامہ ڈیلیتش نے ایک طولانی لیکچر میں جو
ایک بادشاہ کے سامنے دیا تھا صاف صاف سنایا کہ موجودہ تورات شرائع بابل سے منقول ہے
تعجب یہ ہے کہ اسکے اس بیان سے کوئی شور نہیں اٹھا بلکہ سب نے قبول کیا حتی کہ اس بادشاہ
نے لیکچرار مذکور کی بڑی عزت کی اور اس سے متاثر ہو کر اپنے ایک دوست کو لکھا کہ تورات کی تاریخ احکام
شریعت سب انسانی فعل ہے اور خدا کی وحی کو اسمیں ذرا بھی دخل نہیں یہ کیوں؟ صرف اسلیئے کہ نئے
انکشافات نے ثابت کر دیا کہ موجودہ تورات وحی الٰہی نہیں بلکہ بشری فعل ہے جیسا کہ بعض
کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم شریعت کا نسخہ بابل سے فلسطین میں لائے تھے اور شریعت
مصریہ سے مل جل کر موجودہ تورات کی صورت اختیار کی اور قصبہ سوس کی حمورابی والی شریعت
سے مطابقت نے اس عقدے کو اور بھی کھول دیا ہے والفضل ما شھدت بہ الاعداء
ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ غرض یہ سب نکتے مسیح موعود کی برکت سے ہیں اور اسکے مقاصد
کی تکمیل کے لئے خدا کی طرف سے پیدا ہوئی ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت کی تصدیق ہو رہی ہے
سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق ہم انہیں اپنے نشان
آفاق میں اور خود انکے نفسوں میں دکھائینگے تاکہ خوب طرح کھل جائے کہ یہی حق ہے) پھر ایک موقعہ پر فرمایا
ولتعلمن نباءہ بعد حین (اسکی خبر کچھ مدت بعد پائینگے) سو وہ خبریں مل رہی ہیں کاش کوئی سمجھے

کیا یہ اسلام کی دوستی ہے یا دشمنی

نظام المشایخ کچھ ایسا ویسا رسالہ نہیں بلکہ حلقہ صوفیا میں خاص شوق سے پڑھا جاتا ہے اسکے سرپرست حسن نظامی مشہور مضمون نگار ہیں۔ ملا محمد الواحدی ایک جمہور دو اخبار وں کے ایڈیٹر یا مہتمم ہیں پھر تعجب ہے کہ اس رسالہ میں بعض ایسے مضمون چھپ جائیں جو اپنی روایات کا کوئی صحیح ثبوت اپنے ساتھ نہیں رکھتے بلکہ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ غیر مسلموں میں اسلام کے استہزاء کا موجب ہو سکتے ہیں ملاحظہ فرمائیے رسول نمبر کا ایک مضمون جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔

فقرہ اول۔ دوسرے دن جب صبح کے وقت حضرت حوا اپنی خوابگاہ سے نکلکر آنکھیں ملتی ہوئی باہر آئیں تو آپ کے بچے آپکو آ لپٹے اور بھولے پن سے کہنے لگے۔ اچھی بی اماں جان یہ ایسی چمکتی ہوئی دھکدگی رانوں رات آپکے گلے میں کہاں سے آئی ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت آدم نے جو یہ جلوہ آرائی دیکھی تو آپ بھی حیران ہو گئے اتنے میں جبریل نے آکر کہا۔ اے آدم! نور محمدی جو تیری پیشانی میں امانت رکھا تھا۔ آج رات کو منتقل ہو کر حوا کی پاک کوکھ میں آگیا ہے۔

فقرہ دوم۔ فلما اثقلہ موثقھا۔ بیٹوں نے بادا کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ سمجھے موثق کس مچلکہ کس ضمانت کس پر عمال کس گارنٹی کس عہد کس پیمان کو کہتے تھے۔ وہ ہمارے حضور کے نام مبارک کی قسم تھی۔ جب اگلی امتیں آپس میں کسی بھاری کام پر معاہدہ کرتی تھیں تو کہتی تھیں محمدؐ کی قسم۔ بس گویا رجسٹری ہوگئی اسٹامپ لکھدیا۔ بندے بیچارے کس شمار کس قطار میں ہیں۔ خدا اپنے حبیب کی قسم کھاتا ہے والنجم اذا ھوی اے محمدؐ مجھے تیرے پیارے منہ کی قسم جو معراج کی رات ستارے کی طرح چمکتا ہوا۔ آسمانوں سے پرے آن کی آن میں گیا ۔ ۔ ۔ ۔ اور اے محمدؐ! مجھے قسم ہے تیرے رخسار تاباں کی۔ اے محمدؐ! مجھے قسم ہے تیری اُن سیاہ زلفوں کی جو تیرے عارض پر بکھر کر اسے ڈھانک لیتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد۔ اے محمدؐ میں شہر مکہ کی قسم اسوجہ سے کھاتا ہوں کہ تو اپنے نازک پاؤں سے اس میں گشت کرتا ہے۔

فقرہ سوم۔ حضور پر نور ایکدن کوہ ابو قبیس پر مع صحابہؓ کے کھڑے ہوئے سیر کی عبرتگی نظر سے

ملاحظہ فرما رہے تھے جو پہاڑ میں سے آواز آئی العطش العطش الغیاث الغیاث ..... ناگہاں جبرئیل امین آئے اور عرض کرنے لگے خدا فرماتا ہے۔ اے میرے حبیب اس پہاڑ پر بہت سے انبیاء اور مرسلین کے مزار ہیں.. .... لوگ تیری دید میں اپنے اپنے خاندان اور شہر و دیار کو چھوڑ کر یہاں آئے اور تیرے انتظار ولادت میں اپنی جانیں گنوا کر آغوش لحد میں سو رہے ہیں۔ چونکہ مکہ میں پانی کی قلت آپ سے پہلے اور بھی زیادہ تھی۔ اسلئے یہ پیاسے فوت ہوئے ہیں اور اب تجھے دیکھکر تجھ سے محبت کا گلہ کر رہے ہیں۔

فقرہ چہارم جناب آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھوں کا تارا محمدؐ میرے پیٹ میں تھا۔ تو مجھے وہ تکلیفیں ذرا نہ ہوئیں جو پیٹ والیوں کو ہوا کرتی ہیں۔ میرے اعضاء بالکل ہلکے پھلکے تھے جب میں زمین پر چلتی اور میرے پاؤں کے نیچے کوئی اینٹ یا پتھر آجاتا تو فوراً موم کی طرح پگل کر بہ جاتا۔ یا برف کی طرح گھلکر بہجاتا۔ میں کنوئیں پر جا کھڑی ہوتی تو کنوئیں کا پانی جوش مارتا۔ اور میرے قدموں تک آجاتا پانی جو ایک عنصر بسیط بے عقل و شعور بیجان کہلاتا ہے۔ رسولؐ کی تعظیم کے لئے کنوئیں کی تہ سے ابھر کر منہ تک آجائے اور انسان دانا اور عاقل ہو کر محفل میلاد کے قیام کے لئے حجتیں کرے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست۔

فقرہ پنجم۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں مینے کمرہ میں قدم رکھا ہی تھا جو فرشتوں نے کواڑ بند کر دئیے × × × ہول کے مارے مجھے دروزہ شروع ہو گیا۔ اور مینے جو کچھ انوکھی باتیں دیکھیں وہ کیا بیان کروں جب میرے ہوش ٹھکانے ہوئے تو مینے دیکھا۔ پیارے محمدؐ لاڈلے محمدؐ پیدا ہوئے ہیں اور زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے امتی امتی فرما رہے ہیں۔

فقرہ ششم۔ بغداد میں دجلہ کے کنارے یہ تذکرہ چھڑ رہا تھا کہ خراسان میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوا ہے جسکے سیدھے پہلو پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پہلو پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے یعقوب صیاد نے کہا مینے پرسوں اس دجلہ میں سے ایک مچھلی پکڑی تھی جس کے ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

فقرہ ہفتم۔ آپکا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قرنی کے لفظ میں غور کیجئے تو ترتیب خلافت پنہاں ہے یعنی قرنی میں قاف صدیقؓ کا ر سے عمرؓ کی نون عثمانؓ کا اور یا سے معروف علیؓ کی ... اور جب تک ایک ایک امتی کو فردوس بریں میں نہ بھیجونگا

جنت میں جاؤنگا۔ قیامت کے دن خدا فرمائیگا اے پیارے محمدؐ! تو امت کے لئے کڑھ نہیں جس طرح یعقوبؑ کی ملاقات کی خوشی میں یوسفؑ نے مصر کے باشندوں کو اپنی غلامی سے آزاد کر دیا تھا۔ آج میں تیری دیدار کی فرحت* میں تیری امت کے گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہوں +

اب خیال فرمائیے کہ یہ مزخرفات دین اسلام کی طرف اغیار کو متوجہ کرنے والے ہیں یا اس سے متنفر کرنیوالے اور کیا ہمارے پاس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہی خوارق یہی مکارم رہ گئے ہیں۔ جو ولادت کے متعلق بیان کئے جاسکتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ سب دانشمند مدعیانِ اسلام میرے ساتھ اتفاق کرکے فرمائینگے کہ نہیں تو پھر کیوں ایسی روایات چھاپی جاتی ہیں جو کوئی اصلیت نہیں رکھتیں غیر معتبر فضولیات میں بعض ایسی باتیں ہیں جن سے اللہ تعالےٰ اور اسکے پسندیدہ دین کی صریح ہتک ہوتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔

معارفِ قرآن مجید

از سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۳-دسمبر- فرمایا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل- مسیح بن مریم کی وفات کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے خلت کے معنے اللہ تعالےٰ نے خود ہی کردیئے ہیں کہ افائن مات او قتل پس وہی طریقے خلاء کے ہیں طبعی موت سے مرنا یا مارا جانا الرسل میں ال استغراق کا ہے ورنہ ہمارا حریف خاتم النبیینؐ میں بھی تسلیم کرے کہ یہاں کل انبیاء مراد نہیں۔ بہرحال ایک نہ ایک صداقت تو ثابت ہوگی اور ہمارے معتقدات کی تائید۔

فرمایا- ایک طرف فرمایا لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (اگر یہ ہم پر افترا کرے تو ہم اپنے دہنے ہاتھ سے اسے پکڑ لیں اور اسکی رگِ جان کاٹ دیں) اور دوسری طرف فرمایا اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ (اگر محمد رسول اللہ مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنی پچھلی گمراہی پر لوٹ جاؤگے) ان دونوں آیتوں میں توفیق کیونکر ہوا۔ توفیق یوں ہے کہ بفرض محال نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اگر قرآن مجید یا محمد رسول اللہ کے دعویٰ صداقت کی ایک دلیل صحیح بھی اترے تو بھی اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوسکتا کہ شرک اچھا ہے

* گویا اس سے پہلے خدا دیدار سے محروم تھا (نعوذ باللہ)

یا تثلیث کا عقیدہ درست ہو یا یہود کے خیالات مذہبی درست ہیں پس فرمایا اگر محمد رسول اللہ قتل بھی ہو جائیں تو بھی کم از کم یہ تو تمہیں سمجھ لینا چاہئیے کہ شرک۔ تثلیث۔ بت پرستی اور تمام وہ باتیں جن سے محمد رسول اللہ صلعم منع فرماتے رہے ہیں بُری ہیں اور تمہیں جائز نہیں کہ پھر لوٹ کر انہی باتوں میں گرفتار ہو جاؤ۔

دوم۔ ایک کسی امر کے شرائط ہوتے ہیں اور ایک انعام قتل کیا جانا جھوٹا ہونے کی علامت نہیں اور نہ یہ شرط کہ ہر نبی ۲۳ سال یا اس سے زیادہ تک بعد دعویٰ نبوت زندہ رہے ورنہ لازم آئیگا کہ جب نبی فوت ہو جائے تب اسپر ایمان لایا جائے۔ پس قتل سے بچایا جانا ایک انعام ہے۔ اور ۲۳ سال بعد دعویٰ نبوت زندہ رہنا شرائط ذاتیات صداقت سے نہیں۔ پس اگر محمد رسول اللہ صلعم اس مدت سے پہلے قتل کئے جاتے تو یہ امر انکے جھوٹا ہونیکی دلیل نہیں۔

تاویل الاحادیث

ماخوذ از درس حضرت خلیفہ ثانی

(نوشتہ مولوی نیاز احمد نصر اللہ)

۱۔ کتاب بدء الخلق۔ باب یزفون النسلان فی المشی۔ حدیث موسیٰ ابن اسمٰعیل مسجد اقصیٰ۔ بیت المقدس۔ اس (جامع) مسجد کو بھی خدا تعالےٰ نے مسجد اقصیٰ فرمایا ہے۔ مسجد سے مراد اگر مساجد انبیاء ہیں تو اس لحاظ سے اول مسجد کے معنے یہ ہونگے کہ جو اولاد ابراہیم کے لئے پہلے بنائی گئی۔ اور اگر اسکے معنے خاص مسجد ہی لئے جاویں تب بھی ٹھیک ہے کہ مسجد حرام پہلے بنی۔

خواہ ہیں اگر مسجد دیکھی جاوے تو مراد سلسلہ اور جماعت ہے چونکہ حضرت اسحٰق و اسمٰعیل کے سپرد جماعت کرنی تھی اسلئے ان دونوں کے ہاتھوں سے مسجدوں کی بنیاد رکھوائی۔ اور بعد میں چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہی جماعت نے رہنا تھا اسلئے انکی مسجد کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکا (یعنی خانہ کعبہ) اور حضرت اسحٰق کی جماعت درمیان میں کئی دفعہ ٹوٹ گئی اسلئے انکی مسجد پر کئی حوادثات ہوئے وہ ٹوٹ گئی (مسجد بیت المقدس) پھر اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوایا۔

۲۔ حدیث عبد اللہ ابن یوسف و حدیث قیس ابن حفص۔ النزول

نے نبی کریم سے دریافت کیا کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں سلام تو ہمیں اللہ تعالےٰ نے سکھلا دیا ہے (تشہد میں) پھر آپ نے انکو درود سکھلایا۔ اس میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے درود میں یہ سکھایا ہے کہ اے اللہ! تو محمد صلعم اور آپکی اولاد ازواج پر اس طرح رحمت کر جس طرح تو نے ابراہیم اور آپکی اولاد ازواج پر رحمت کی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیمؑ حضرت نبی کریم سے بڑے تھے تو یہ دعا سکھلائی ہے نہیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم کا درجہ حضرت ابراہیمؑ سے بڑا ہے تو اس سے مراد کیا ہوگی؟ اسکا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہی۔ اسی طرح حضرت نبی کریم کی اولاد میں بھی نبوت قائم رہے صرف نبوت کی ہی خصوصیت کے لئے آپ نے یہ دعا سکھلائی چنانچہ آپکے اہلبیت میں نبوت قائم ہوئی۔

نبی کریم صلعم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ سلمان منا اھل البیت کہ سلمان اہل بیت میں سے ہے اور اسکی نسبت ایک پیشگوئی تھی کہ اسکی اولاد میں سے ایک نبی ہوگا۔ آجکل تو لوگ اپنے آپکو زور سے اہلبیت میں سے بنانا چاہتے ہیں یہی ایک بات ہے جس کی رُو سے اسکے معنی بھی ٹھیک بنتے ہیں اور نبی کریم کی رفعت ثابت ہوتی ہے ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ نبی کریم چھوٹے تھے

۳۔ حدیث عثمان بن ابی شیبہ۔ یعوذ الحسن والحسین۔ آپ حسنؓ اور حسینؓ کے لئے پناہ مانگا کرتے تھے۔ بعض لوگ ایسے حریص اور بخیل ہوتے ہیں کہ وہ اگر کسی چیز کو دیکھیں تو فوراً انکے منہ سے انکے لئے بد دعا نکلجاتی ہے اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ کسی کے پاس کوئی اچھی چیز ہو یا کوئی اچھی حالت میں ہو۔

انبیاء کا طریق دیکھو کیسا عمدہ ہوتا ہے کہ بچہ کو چھوٹی عمر میں اللہ اللہ سکھلانا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی عمر چھوٹی تھی۔ تو آنحضرت صلعم نے بچپن سے انکے دل میں ڈالنا شروع کر دیا کہ ایک خدا ہے جو بچا سکتا ہے اور انسان کی حفاظت کر سکتا ہے۔

۴۔ باب ونبئہم عن ضیف ابراھیم۔ حدیث احمد بن صالح۔ نحن احق من ابراھیم اذ قال رب ارنی کیف تحیی الموتی الخ بہت لوگوں کو اس بات پر دھوکہ لگا ہے وہ اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ ابراہیم کو شک تھا اور نبی کریم صلعم انکسار کی وجہ سے فرماتے

ہیں کہ ہم ابراہیم سے زیادہ شک کرنے کے حقدار ہیں۔ میں ایسے معنوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتا۔ مجھے اسکے معنے یہ سمجھائے گئے ہیں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرکے بتلایا کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کے حضور عرض کیا کہ اے مولیٰ تو مردوں کو کسطرح زندہ کیا کرتا ہے آپکا سوال یہ تھا کہ مردوں کو زندہ کسطرح کریگا۔ بلکہ آپکا سوال یہ تھا کہ ویران جگہ کو تو آباد کب کریگا یہ بھی سوال کرنے کا ایک طریق ہوتا ہے ایکدفعہ حضرت خلیفۃ المسیح جسکے پاس ملازم تھے اُسنے آم کھانیکے لئے اُن سے اجازت مانگی تو آپنے جواب میں کہلا بھیجا کہ آم کیسے ہوتے ہیں مطلب یہ تھا کہ مجھے بھی بھیجو اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ سے پوچھتے ہیں کہ یہ ویران جگہ جہاں میںنے اپنی اولاد کو رکھا ہے کب آباد ہوگی۔ کسی چیز کے ہونیکا یقین کسی طرح سے ہو جائے اور آدمی مان لے تو یہ ایمان ہی مگر اطمینان جبھی ہوتا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس سے آگے چار طیور لانیکے حکم کا ذکر ہے کیا اللہ تعالےٰ ایک طیر پر یہ نہ کرسکتا تھا کہ اسکو زندہ کرکے دکھلائے۔ چار طیر سے مراد چار ترقیاں ہیں جو بنو ابراہیم کو ملینگی۔ "بنی اسحٰق" کو اور "بنی اسمٰعیل" کو۔ موسیٰ کے وقت مسیح ناصری کے وقت۔ آنحضرت صلعم کے وقت۔ مسیح موعود کے وقت۔ تو چار پرندوں میں یہی حکمت تھی اسی لئے فرمایا کہ چار پرندے لاؤ انہیں سدھاؤ اور پھر الگ الگ پہاڑی پر رکھدو تو دیکھو پھر وہ آتے ہیں یا نہیں تو کیا میں جو سارے جہان کا خالق و مالک ہوں اگر اس بستی کو آباد کرنا چاہوں تو اسکے اسباب جمع نہیں کرسکتا اور یہ بھی بتایا کہ میں تیری اولاد کو چار بار بلاؤنگا اسی وجہ سے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ نحن احق من ابراھیم۔ میری شان بڑی ہے اسلئے میرا حق زیادہ ہے کہ میں یہ سوال کروں کہ الٰہی تو مجھے بڑھا کفر و شرک سے ویران شدہ علاقوں کو ایمان کی تازگی سے سرسبز کر۔

عمدۃ الاحکام ۲؎ محمد رسول اللہ ۱ر ضرورت زمانہ ۶؎ کلام محمود ۴ر
الموعظۃ الحسنہ ۱ر کسر صلیب ؎ حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲؎
غلامی ۳ر دافع البلاء ۱ر پسر موعود ؎ عصمت الانبیاء ۷ر ظہور المسیح ۳ر
مبادی الصرف ۱ر البرق ۱ر صادقوں کی روشنی ۴ر ۲؎ رد چکڑالوی ۱ر النصح
الاسماء الحسنی ۲ر نغمۃ الحمل حصہ دوم ۲ر درثمین فارسی ۴ر ابطال الوہیت مسیح ؎

کلمات طیّبات مسیح کائنات علیہ الصّلوٰۃ

"یہ ڈائری مجھے اپنے پرانے کاغذات سے ملی ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضور کس طرح اپنے خاص احباب کی اصلاح فرمایا کرتے اور کیونکر انہیں اعلےٰ مدارج یقین پر پہنچانے کی سعی فرماتے"

۱۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب نے کہا۔ حضور یہاں کمیٹی بنے گی۔ ہماری طرف سے کوئی ممبر ہونا چاہیئے۔

فرمایا! مولوی صاحب ابھی تک غلبہ نہ کرینگے آپ موجودہ حالت کو دیکھتے ہو اور میری آئندہ پر نظر ہے

۲۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب نے کہا کہ حضور وہ دوائی بہت مفید ہے فلاں مریض اس سے تندرست ہوا فلاں اور فلاں۔

فرمایا! مولوی صاحب دوا نے تو صحت نہیں بخشی خدا نے بخشی وہی دوائی کسی کے لئے مضر بھی ہوگی نفع و ضرر خدا کے اختیار میں ہے۔ شفاء کو اپنے یا کسی کی طرف منسوب کرنا ہی شرک ہے۔

۳۔ کچھ دن ہوئے حضرت مولوی صاحب نے خط پیش کیا کہ کسی نے مجھے لکھا ہے کہ فلاں راجہ کی طرف اگر اپنے دعاوی کی ایک ناگری کتاب مختصر لکھی جائے تو وہ چاہتا بھی ہے ہدایت پا جائے اور ساتھ ہی عرض کیا حضور لکھدیں بابرکت بات ہے خواہ بالخصوصیت سے اسکو مخاطب فرمایا جائے۔

فرمایا۔ مولوی صاحب! اگر اس میں حق کی تڑپ ہے۔ تو وہ براہ راست کیوں نہیں لکھتا خدا کے ماموروں میں شانِ کبریائی ہوتی ہے یہ لوگ امراء کے لئے متکبّر فقراء کے لئے متواضع ہوتے ہیں۔ ہمارے اوقات ایسے معمولی نہیں۔

کافوری جنتری ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ کی جنتری بہت مفید ہے اور نفیس بھی ہے۔ دس معززین کے پتے انکو لکھکر بھیجنے والا مفت لے سکتا ہے ڈاکٹر صاحب معاملہ کے اچھے ہیں اور مفید دوائیاں فروخت کرتے ہیں۔

مناجات

خاکسار نبی بخش لاہور

اے خدا اے میرے محسن اے مرے نگرانِ حال
اے کریم و کارساز و عیب پوش و ذوالجلال

پاک بے ہمتا قدیر و واحد و فرد و بصیر
بے مثال و بے نظیر و جامع وصفِ کمال

تجھ سے ہے آرامِ دل اور تو میری پشت و پناہ
تیرے الطاف و کرم سے دور ہوں رنج و ملال

قدرتیں تیری عیاں ہیں اور تو از بس نہاں
عقلِ انساں غرقِ حیرت اور یہی اس کا مآل

جملہ عالم جذبِ پنہانی سے ہے شیدا ترا
جسم و جاں کا ذرّہ ذرّہ ہے بہ امیّدِ وصال

زیر و بالا میں ہے جو کچھ سب پہ ہے حکمِ فنا
مالکِ ملکِ بقا ہے۔ تیری ذاتِ لایزال

نیستی کو خلعتِ ہستی سے کیا تو نے عطا
روئے خوباں پر چمکتا ہے ترا حسن و جمال

راحتِ ہر دو جہاں ہے تیرے منہ کا دیکھنا
تیرے بن فردوسِ اعلیٰ بھی ہے اک جاں کا وبال

تیرا ملنا سہل ہے پر جو تیرا ہو کر رہے
ہے وہی زندہ جو پیتا ہے ترا آبِ زلال

بے حجابانہ ہو دل پر تیری رحمت کا نزول
معرفت کے پھل لگیں پھولے پھلے دل کا نہال

آرزوئے دل یہی ہے جوشِ الفت تیز ہو
موردِ لطف و کرم ہوں۔ مہبطِ فضل و کمال

خلیفہ اور انجمن

"تصدیق خلافت احمدیہ" کے ہیڈنگ کے ماتحت دسمبر تشحیذ الاذہان میں ایک جامع مضمون شایع ہو چکا ہے الحمدللہ کہ قاضی محمد یوسف صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ حضرت فضل عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اسلئے اب وہ ہمارے بھائی واجب التعظیم ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکو پوری استقامت عطا فرماوے۔ قاضی صاحب کے لئے خصوصاً اور تمام احمدی جماعت کے لئے عموماً آج ہم بتوفیق الٰہی خلیفہ اور انجمن کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک عجیب مضمون حوالہ قلم کرتے ہیں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ عام فائدہ کی چیز ہو۔

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون کی طرف توجہ کروں۔ بخلوص نیت سے اپنے بھائی مکرمی قاضی صاحب کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سے مخاطب کرتا ہوں۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری لڑائی یا ہماری محبت محض اللہ کیلئے ہو آمین یارب العٰلمین۔ مضمون حسب ذیل ہے۔

یہ ایک مسلم امر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو ۲ کے ہندسہ سے ایک خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ

... (۱) آپکے دو نام ہیں۔ (۱) "غلام احمد" (۲) "احمد"

(۲) آپ کی دو شانیں ہیں (۱) امتی (۲) نبی

(۳) آپکی دو حیثیتیں ہیں (۱) قمر (۲) شمس

الغرض آپ کئی ایک باتوں میں دو امور میں اشتراک رکھتے ہیں۔ اگر آپ امتی ہیں تو یقیناً نبی بھی ہیں۔ اگر آپ قمر ہیں تو یقیناً شمس بھی ہیں۔ اگر آپ مریم ہیں تو ابن مریم بھی آپ ہی ہیں۔ اگر آپ آیت استخلاف کے ماتحت آنحضرت صلعم کی خلافت کے ایک خلیفہ ہیں تو ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کے ماتحت خود ایک رسول اللہ اور نبی اللہ صاحب خلافت بھی ہیں۔ اگر خدا نے آپکا نام غلام احمد رکھا ہے تو احمد بھی یقیناً آپ ہی کا نام رکھا ہے۔ الغرض مسیح موعود کے نام اپنے اندر دو نام۔ مسیح موعود کی حیثیت اپنے اندر دو حیثیتیں۔ مسیح موعود کی شان نزول اپنے اندر دو شانیں رکھتی ہے۔ ایک پہلو سے آپ کل انبیاء سے خصوصیت رکھتے ہیں اور دوسرے پہلو سے آپ کل خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں یعنی امتی ہونے کے پہلو میں کوئی نبی آپکا شریک نہیں۔ وہ نبی ہونے کے پہلو میں

کوئی خلیفہ آپکا شریک نہیں ایسا کیوں ہوا۔ اسکا جواب حضرت مسیح موعود کی زبانی حسب ذیل ہے۔

"اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں اسلئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جاوے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جاوے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

پس حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا تحریر اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود امتی ہونے کے پہلو سے خلیفہ من خلفاء رسول اللہ تھے اور نبی ہونے کے پہلو سے آپ خود محمد رسول اللہ تھے (گو بروزی صورت میں) پس دونوں باتیں اس امر کی مقتضی تھیں۔ کہ آپ کے بعد آپکی خلافت بھی دو ہی پہلوؤں سے تقسیم کیجاوے۔

مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حیثیت اس امر کی مقتضی ہے کہ آپ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو جیسے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہوئی اور جیسے کہ حدیث وان من نبوۃ الا تبعتہا الخلافۃ سے ظاہر ہے اور مسیح موعود کی خلیفہ ہونے کی حیثیت بموجب لا خلافۃ الا بالمشورۃ اس امر کی مقتضی تھی کہ آپ کے ماتحت ایک مجلس شوریٰ یعنی انجمن ہو۔ پس مسیح موعود نے اپنی حیثیت کے دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے الوصیت میں اپنی خلافت کو بھی دو ہی پہلو سے تقسیم کیا۔ نبی اللہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے آپ نے صفحہ ۶ میں فرمایا۔

"میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔"

اور دوسری قدرت کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رض کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔" (الوصیت صفحہ ۷)

اور یہ ایک نہایت ہی قابلِ غور بات ہے۔ کہ الوصیت میں جہاں آپ نے اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوت کا ذکر کیا وہاں اشارتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی اپنی نسبت امتی ہونے کی حیثیت سے نہیں لکھا۔ بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں بار بار نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ہے اور انبیاء کے لیے جو سنت مستمرہ پائی جاتی ہے اسکا جاری رہنا اپنے بعد لازمی قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

"اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے"۔ (الوصیت صفحہ ۷)

پس اگر آپ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت نہ ہوتی تو مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا مشتبہ ہو جاتا۔ اور نیز آپکی قوت قدسیہ اور کمال فیضان پر ایک بدنما داغ لگتا تھا اور آپکا محمد مہدی ہونا باطل ٹھہرتا تھا۔ لیکن اسکے دوسری طرف یہ بھی خرابی تھی کہ اگر خلیفہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے کوئی انجمن نہ ہوتی تو اس سے نہ صرف مسیح موعود کا امتی ہونا باطل ہوتا۔ بلکہ ختم نبوت میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ سو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک طرف تو قدرت ثانیہ یعنی خلافت کا وعدہ دیا۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے ہی انجمن کا انعقاد بھی کروا دیا۔

یہ ایک نہایت ہی لطیف بات ہے کہ جہاں الوصیت میں قدرت ثانیہ کا ذکر آیا۔ وہاں مسیح موعود نے اپنی نسبت کھلے لفظوں میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن جہاں انجمن کا ذکر ہے وہاں آپ نے ہرگز اپنی نسبت نبی اور رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے کہ فرمایا

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔

یہاں پر صریح طور سے انجمن کی جانشینی کو اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت کی طرف منسوب کیا ہے اور "ہے" کا قرینہ اسپر نص قطعی کے طور سے شہادت دے رہا ہے کہ انجمن کی خلافت محض مسیح موعود کے خلیفہ ہونے کی حیثیت میں ہے کیونکہ مشورہ کا مفہوم مقتضی ہے کہ مجلس شوریٰ مطابق لا خلافة الا بالمشورة خلیفہ کی زندگی میں ہو۔ پس اسلئے مسیح موعود نے انجمن کی خلافت کو اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت کی طرف منسوب کیا۔ اور "ہے" کا لفظ لکھکر بتا دیا کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت خلافت در خلافت ہے۔ خلافت علیٰ منہاج النبوت نہیں۔

ہم اس خدا کا کس زبان سے شکر ادا کریں۔ جس نے اپنے برگزیدہ نبی سے کوئی ایسا کام نہیں کروایا جو اسکی رسوائی کا باعث ہو۔ بلکہ اپنے وعدہ کے مطابق

"ہم کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھینگے" (الوصیت ص)

ایسے کھلے کھلے نشان تصدیق کیلئے پیدا کئے جنکو غور سے سوچنے والا اور ایک خدا ترس انسان یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بے شک و شبہ مسیح موعود خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے مثلاً حضرت مسیح موعود کی جانشینی کا مسئلہ ہی دیکھو کہ خدا نے مسیح موعود کے ہاتھ سے مسئلہ جانشینی کو ایسے طور سے الوصیت میں درج کروایا جس سے تا ابد الآباد ایک طرف مسیح موعود کا امتی ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف نبی اللہ اور رسول اللہ ہونا بھی قائم رہے۔

یہ ایک کھلی کھلی صداقت ہے جس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور یہ کہ اسکی خلافت محض خلافت در خلافت ہے ورنہ مسیح موعود کے امر نبوت کی خلافت سے انجمن کو کوئی سروکار نہیں اور نہ یہ کہ ہمنے پہلے بیان کیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہونے میں دوسرے خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں ورنہ امر خلافت میں ہر ایک ایسا خلیفہ جس کی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوت ہے مسیح موعود کا شریک ہے اور امر خلافت میں وہی حکم رکھتا ہے جو مسیح موعود خلیفہ ہونے کی حیثیت سے رکھتے تھے۔ پس انجمن بموجب ارشاد مسیح موعود ہر ایک ایسے خلیفہ کی جسکی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو اسکی خلیفہ یعنی جانشین ہے حضرت مسیح موعود کے اس فرمودہ سے کہ

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

تین باتوں کا استنباط ہوتا ہے۔

(۱) انجمن خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت خلافت در خلافت ہے نہ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

(۲) انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی کے ہرگز ہرگز خود مختار نہیں ہو سکتی۔

(۳) انجمن کا وجود چونکہ واحد ہے اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ صاحب انجمن یعنی خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اپنے زمانہ میں صرف ایک ہی ہو۔

علاوہ ان تین باتوں کے یہ دو امور بھی بدیہی طور سے ثابت ہوتے ہیں۔ (اول) یہ کہ جب انجمن خلیفہ کی خلیفہ ہونے سے یہ اختیار رکھتی ہے کہ اسکا ہر ایک فیصلہ قطعی ہو۔ تو خلیفہ بوجہ نبی کے خلیفہ ہوتے کے بدرجہ اولیٰ یہ اختیار رکھتا ہے کہ اسکا ہر ایک قول و فعل قطعی ہو (دوم) کہ انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی ہرگز یہ اختیار نہیں رکھتی کہ خود مختارانہ طور سے قوم پر حکمرانی کرے۔ ہاں عدم موجودگی خلیفۃ النبی

میں وہ کچھ دیر کے لئے ایسا اختیار رکھ سکتی ہے جیسے کہ واقع ہوا۔ حضرت مسیح موعود جب فوت ہوئے تو ۳۶ گھنٹے تک انجمن کی حکمرانی رہی یعنی خود مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حیثیت نے خدا سے التجا کی کہ کوئی نور الدین اعظم کی شکل میں خلیفہ مقرر کیا جاوے سو خدا تعالےٰ نے حضرت نور الدین اعظم کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے نور الدین کو اسکی امر نبوت کا پہلا خلیفہ تجویز فرمایا۔ اسی طرح خدا نے حضرت فضل عمر کو مسیح موعود کی امر نبوت کا خلیفہ ثانی بنایا۔ الغرض انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی ہرگز ہرگز اس امر کی مجاز نہیں کہ اس کی اطاعت سے منہ موڑے اور خود مختاری کا دم مارے۔ بلکہ اسکی خیر اسی میں ہے کہ وہ اپنے آپکو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشینی سے الگ کرے اور خود اپنے آپکو خلیفۃ المسیح خلیفۃ النبی کے لقب سے مخاطب کرے

یہ امر کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت محض خلافت در خلافت ہے اور قدرت ثانیہ کے مظہر وجود یا بیعت لینے والے پاک نفس بزرگ خلفاء مسیح موعود نبی اللہ ہیں اور انکی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوت ہے نہ صرف مسیح موعود کے صریح الفاظ سے ہی معلوم ہوتا ہے بلکہ اسکے کاموں کی تقسیم سے بھی یہ امر نہایت بدیہی طور سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امر نبوت کے خلفاء کو یہ ہدایت ہے۔

"اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کے لئے نمونہ بنادے"

لیکن انجمن جو محض امر خلافت کی خلیفہ ہے اسکی نسبت یہ ہدایت ہے۔

"پس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا چاہیئے"

اور یہ ظاہر ہے کہ جو کام انجمن کے سپرد کیا گیا وہ محض حساب کتاب کا کام ہے لیکن جو کام خلفاء کے سپرد کیا گیا وہ وہ کام ہے جسکے لئے مسیح موعود دنیا میں تشریف لائے چنانچہ فرمایا۔

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے × × کہ اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد تھا جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو" (الوصیت ص۸)

اور تم سے مراد وہی قدرت ثانیہ کے مظہر وجود یا بیعت لینے والے پاک نفس جو رگ ہیں۔ پس اپنے اصلی کام کو خلفاء کے سپرد کیا۔ اور روپیہ پیسہ کے حساب کتاب کے کام کو انجمن کے سپرد کیا اور کون نہیں جانتا کہ جو ہدایت آپنے خلفا کے لئے چھوڑی یعنی

"چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے"

ہو وہ ہدایت ہو جس میں انجمن کی ہدایت بھی شامل ہے کیونکہ جو کوئی دوسروں کے لئے نمونہ بنیگا لامحالہ اسکو دنیاداری کے تمام رنگوں سے بکلی پاک ہونا پڑیگا۔ لیکن یہ لازمی نہیں کہ جو دنیاداری کے رنگوں سے بچے وہ ضرور دوسروں کے لئے نمونہ بھی ہو۔ پس اس سے بھی لازم آیا کہ انجمن کی خیر بھی اسی میں ہے کہ وہ کسی "زندہ نمونہ" یعنی خلیفۃ النبی کے ماتحت ہو ورنہ عجب نہیں کہ وہ بغیر کسی صاحب نمونہ کے اپنے آپکو ہلاکت کے گڑھے میں پھینکے

اسجگہ ایک سوال کا حل کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا دیگر انبیاء بنی اسرائیل بھی تو آخر موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اور نبی اور رسول تھے سو اس صورت میں انکی خلافت بھی ویسی ہی ہونی چاہیئے تھی جیسے کہ مسیح موعود کی سو اسکا جواب گو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں لیکن مزید اطمینان کے لئے عرض کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ حضرت موسیٰ کے امتی نہ تھے یعنی حضرت عیسیٰ کی نبوت میں حضرت موسیٰ کا کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ براہ راست ذاتی طور پر نبی اور رسول تھے لیکن چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے اور توریت پر چلتے تھے اور موسوی دین کی اشاعت اور نصرت کرتے تھے اسلئے وہ تابع ہونے کے معنوں میں موسیٰ کے خلیفہ تھے لیکن وہ حضرت موسیٰ کے امتی ہرگز نہ تھے یعنے وہ پہلے نبی بنکر پھر خلیفہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود امتی ہیں۔ لہٰذا انکا نبی ہونا ایک خاص معنی رکھتا ہے حضرت موسیٰ کے جسقدر خلفاء ہیں وہ سب نبی ہیں لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے جسقدر خلفاء ہیں وہ سب امتی ہیں اور سوائے مسیح موعود کے کوئی بھی نبی نہیں پس مسیح موعود نبی ہونے میں تو انبیاء سے خصوصیت رکھتے ہیں اور امتی ہونے میں خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں پس یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود کے بعد مسیح موعود کی خصوصیات کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے آپکی جانشینی میں بھی ایک خصوصیت پیدا کر دی۔ وہ یہ کہ ایک طرف تو خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم کی اور دوسری انجمن کا تقرر مسیح موعود کے اپنے ہاتھ سے کروایا۔

بعض لوگ امتی کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ حالانکہ امتی کے معنے صرف اسقدر ہیں کہ ہر ایک کمال اپنا نبی متبوع سے حاصل کیا جائے پس مسیح موعود کا امتی ہونا یہ معنے نہیں رکھتا کہ مسیح موعود نعوذ باللہ ناقص یا جزوی نبی تھے بلکہ محض یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی تھے حضرت مسیح موعود کا ایک پہلو سے امتی ہونا اور ایک پہلو سے نبی ہونا مسیح موعود کے زبانی حسب ذیل معنی رکھتا ہے۔

یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا ہے
نبی اللہ و اماماً منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے۔" (الوصیت صـ۱۴)

پس یہاں پر حضرت مسیح موعود نے اماماً منکم کے معنے صاف امتی کے کئے ہیں یعنی حضرت مسیح موعود ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے خود ایک خلیفہ تھے اور دوسری طرف وہ صاحب خلافت نبی بھی تھے۔ خود فیض یافتہ بھی تھے اور خود ہی فیض دہندہ بھی تھے لیکن حضرت عیسے حضرت موسیٰ کے فیض یافتہ نہ تھے پس وہ حضرت موسیٰ کے ان معنوں میں خلیفہ نہ تھے جن معنوں میں حضرت مسیح موعود اور دوسرے اولیاء امت تھے۔

الغرض مسیح موعود کے امتی ہونے کے پہلو میں یہ لازمی ہے کہ آپ کے بعد کوئی جدا خلافت نہ ہو جیسے کہ دوسرے خلفاء امت محمدیہ کے بعد کوئی خلافت علی منہاج النبوت قائم نہیں ہوئی لیکن نبی ہونے کا پہلو اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ کے بعد لازماً اور یقیناً خلافت علی منہاج النبوت ہو تا آپکا بروزی محمد رسول اللہ صلعم ہونا ثابت ہو جاوے۔ پس خداتعالےٰ نے "امتی ہونے" اور "نبی ہونے" کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے مسیح موعود کی خلافت کو دو طرح پر تقسیم کیا۔

(۱) خلافت علی منہاج النبوت (۲) خلافت در خلافت

اور من وجہٍ انجمن کو خلیفۃ المسیح بنایا گیا۔ لیکن اصلی اور حقیقی طور سے قدرت ثانیہ کے مظہر وجودوں کو خلیفۃ المسیح کا خطاب دیا گیا گویا انجمن مسیح موعود کے محض امر خلافت کی خلیفہ ہے۔ لیکن قدرت ثانیہ کے مظہر وجود مسیح موعود کے امر نبوت کے خلیفہ ہیں۔ پس جیسے امتی ہونے میں اور نبی ہونے میں فرق ہے وہی فرق انجمن اور خلیفہ کی حیثیت کا ہے۔ والسلام (خاکسار "سعدی" از لاہور)

مبادی الصرف ۱ ر ابطال الوہیت مسیح ۵ ر تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۴ - تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۵ - تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۶ برسہ ۱۲ر - تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲ و پ۳ و پ۲۹ ۸ ر فی جلد - تحفہ سالانہ جلسہ ۸ ر النصح ۱ ر صادقوں کی تشفی ۱ ر البرق ۱ ر تشحیذ فروری ۱۳ء ۲ ر تشحیذ جون ۱۳ء ۵ ر تشحیذ ستمبر ۱۳ء ۷ ر نغمہ اکمل حصہ دوم ۲ ر نشان رحمت ۵ ر تشحیذ اگست ۱۲ء ۲ ر مسیح موعود ۰ ر اربعین ۲ ۰ ر نماز مترجم ۰ ر غلامی ۳ ر عصمت الانبیاء ترجمہ انگریزی حصہ اول و دوم ۵ ر ظہور المسیح ۳ ر امۃ الحفیظ کی آمین - مجموعہ الہامات وکشوف حضرت اقدس حصہ اول و دوم و سوم ۱۲ر آثار مبارکہ ۵ ر تفسیر القرآن ۸ ر فتح البلاء ۱ ر صراط مستقیم ۱ ر ہدیہ ثاقب ۱ ر

ریویو

جناب شرر لکھنوی کی چار کتابیں

حسن کا ڈاکو حصہ اول و دوم و اسرار دربار حرامپور نمبر اول و نمبر دوم یہ چار ناول میں نے مطالعہ کئے شرر صاحب کا نام اسبات کی ضمانت ہو کہ یہ ناول نہ صرف بلحاظ زبان بلکہ باعتبار اپنے اہم مطلب کے بہت مفید ہیں مگر میں کچھ زیادہ تفصیل کر دیتا ہوں۔

اس سلسلے میں مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے بعض نوابوں اور رئیسوں کی بدکاریاں ان سے سوسائٹی کی تباہی اور پھر انکا انجام نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے جلد اول و دوم کے پڑھنے سے مفصلہ ذیل اخلاقی نتائج نکلتے ہیں۔ اچھے بھلے شریف آدمی بعض اوقات اخلاقی کمزوری کی وجہ سے کسی بات میں دب جاتے ہیں اور پھر انکا خطرناک خمیازہ بھگتتے ہیں (۲) عورت ذات بہت کمزور خیال کیجاتی ہے لیکن اگر وہ بھی کسی امر کا عزم بالجزم کرے تو سوسائٹی اور قوم کی بہت بڑی خدمت بجا لا سکتی ہے (۳) قرآن مجید میں غیر عورتوں سے بھی جو پردے کا حکم ہے یہ بہت ضروری اور نہایت اعلیٰ مصالح پر مبنی ہے بعض اوقات اسکے عدم تعمیل سے کئی گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں (۴) آجکل بعض مولانا یعنی ملّانے بجائے مصلح قوم بننے کے مفسدین اور بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر کے مصداق اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت قابل نفرت اور اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہیں وہ بجائے عمل بالکتاب والسنۃ کے عملیات اور ٹوٹنے ٹوٹکے ایسی لغویات میں پڑے ہیں ان سے بچے رہنا چاہیئے (۵) وہ اسلامی تہذیب جو سید الرسل محمد مصطفےٰ خاتم النبیین نے سکھائی آجکل کے بعض مسلمان رؤسا و نواب اپنی حکومت کے زعم میں اسے بد تہذیبی اور بے ادبی سمجھتے ہیں۔ مگر اہل اللہ ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور اسپر قائم ہیں (۶) اگر ماں بوجہ جہالت کے اپنی بات پر ضد کرے۔ تو بھی سعادتمند بیٹا اسکا مقابلہ نہیں کرتا (۷) رؤسا کے نوجوان بیٹے عدم نگرانی کی وجہ سے رنڈیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں (۸) انسان کے بد اعمال اسکے لئے ایک جہنم ہیں زندگانی تلخ ہو جاتی ہے اور اسی دنیا میں مجرم کو سزا ملجاتی ہے جب لذت کے حصول کے لئے کسی بدی پر اصرار کیا جائے اس سے محروم کر دیا جاتا ہے (۹) ہنر جو انسان سیکھے کبھی نہ کبھی کام آجاتا ہے دستکاریاں بھی بہت مفید ہیں (۱۰) بدکاری اور بد اطواری کیوجہ سے بڑے بڑے آدمی ذلیل ہو جاتے ہیں اور ایک ریاست کے مالک کو ایک چھ ٹکے کا آدمی ذلیل و بے عزت کر سکتا ہے (۱۱) حاجتمندی انسان کو بے غیرت بنا دیتی ہے مگر مومن ایسا نہیں ہوتا۔ غرض اس قسم کی کئی مفید باتیں اخذ کیجا سکتی ہیں میں مولوی عبد الحلیم صاحب سے سفارش

ظہور المہدی علیہ السلام

(جس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں)

(۱) ہمارا اللہ اور اسکے صفات (۲) تردید استمداد من غیر اللہ (۳) دعا و تدبیر و تقدیر اضلال و ہدایت (۴) شفاعت (۵) عملیات (۶) زیارت قبور (۷) نذر لغیر اللہ (۸) چندے کے مصارف (۹) عکوف الی القبور (۱۰) وحدت وجود کا مسئلہ (۱۱) کشف قبور (۱۲) سجدہ لغیر اللہ (۱۳) تصاویر (۱۴) اللہ خالق ہے نہ کہ مسیح (۱۵) روح حادث ہے (۱۶) خلق عالم (۱۷) مردوں کا زندہ کرنا (۱۸) مسیح ابن مریم فوت ہو گئے (۱۹) حقیقت معراج (۲۰) وفات مسیح کا مزید ثبوت (۲۱) مسیح کی قبر کشمیر میں (۲۲) مسیح موعود کے الہامات کی تشریح (۲۳) حقیقت توبہ (۲۴) ملائکہ اور انکی حقیقت (۲۵) نزول وحی (۲۶) اولیاء اللہ کے نشانات (۲۷) نشانات ۲۵ کے قریب (۲۸) سچے الہام کی شناخت (۲۹) اوراد و وظائف طرق وصول الی اللہ (۳۰) عصمت انبیاء (۳۱) معجزات (۳۲) مسیح موعود کے معجزات (۳۳) ختم نبوت (۳۴) نزول مسیح (۳۵) الہامی کتب کی پیشگوئیاں (۳۶) مسیح موعود کے بارے میں پیشگوئی (۳۷) مسئلہ بروز مسیح محمدی و مسیح موسوی میں مشابہت (۳۸) امامکم منکم (۳۹) مسیح و مہدی ایک شخص (۴۰) علامات قرب قیامت (۴۱) خروج دجال اور اسکی حقیقت (۴۲) یاجوج ماجوج (۴۳) دابۃ الارض (۴۴) مغرب قیامت کے اور تیس نشانات (۴۵) مسیح موعود کے ظہور کا وقت ۳۶ دلائل (۴۶) مسیح کا ظہور ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں آٹھ ثبوت (۴۷) مسیح موعود کا حلیہ اور کچھ اور نشانیاں (۴۸) منجانب اللہ ہونے کے مزید چودہ ثبوت (۴۹) دس اعتراضوں کے جواب (۵۰) مسیح موعود کا مذہب اور تعلیم (۵۱) مسیح موعود کے تعلق سے تیئس فائدے (۵۲) مسیح موعود کے اکتیس کام (۵۳) مسیح موعود کے نہ ماننے والے اور انکی قسمیں (۵۴) یوم الآخر (۵۵) بہشت و دوزخ و عذاب قبر کی حقیقت۔ حجم ۳۵۲ صفحے قیمت عہ

ملنے کا پتہ۔ مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن

کافوری جنتری	سنہ ۱۹۱۵ء

سنہ ۱۹۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردی جائے گی۔

Digitized by Khilafat Library

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جس کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی۔ دودھ اور میوہ وغیرہ کھلاتے ہیں۔ اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کی کھوج میں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ استقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کا نام اور پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیجدیئے نمونہ مفت بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جاویگا قیمت ۳۰ گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

نمبر ۴ جلد ۱۰

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

النبوۃ فی الاسلام کی تمہید پر ایک نظر ۱ - ۳۷ } اکمل
چند حل طلب معموں کا حل ۳۸ - ۵۶

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عار

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام ایڈیٹر پبلشر نے قادیان سے شایع کیا

ناظرین تشحیذ الاذہان ضرور پڑھیں

احباب کرام صرف چالیس صفحے ماہوار دینے کا وعدہ ہے مگر دیکھئے رسالہ فروری کا حجم ۸۰ صفحے تھا۔ اور اب اس رسالہ اپریل کا حجم ۵۶ صفحے ہے۔ ہر صفحے میں اکیس سطروں کی بجائے تیئیس سطریں کردی گئی ہیں ۲ صفحے کا مضمون یوں بھی بڑھا ہے پھر اسکے علاوہ گنجان اسقدر ہے کہ ڈیڑھ صفحے کا مضمون ایک صفحے میں چھپایا گیا ہے اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ تشحیذ نے کسقدر اخراجات زائدہ اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔ پھر ہر مہینے گویا ایک کتاب آپکی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔ اسکے مقابل میں آپکا سلوک اس رسالہ سے کیا ہے یہ آپ خود غور فرمائیں۔ جو خریدار ہیں وہ سوچیں کہ آیا انہوں نے اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کردیا ہے اور اگر بقایا ادا کرچکے ہیں تو آیا اس سال ۱۹۱۵ء کا چندہ سالانہ دیدیا ہے اگر یہ فرض بھی آپ ادا کرچکے ہیں تو کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ تشحیذ کی توسیع اشاعت میں جان توڑ کر کوشش کریں اور عنداللہ ماجور ہوں میں امید کرتا ہوں کہ آپ پہلے بھی اس سے غافل نہ ہونگے۔ مگر موجودہ صورت حالات میں جبکہ تشحیذ کا خرچ اسکی آمد سے زیادہ ہے بہت ضرورت ہے اس بات کی کہ کم از کم چارسو خریدار اور پیدا کئے جائیں یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں ہر خریدار اگر اپنے حلقہ اثر میں ساعی ہو۔ تو دو مہینے کے اندر اندر تعداد پوری ہو سکتی ہے میں ایسے محسنین و معاونین کے نام انشاء اللہ آئندہ نمبر میں شائع کرونگا۔ جنہوں نے میری درخواست پر نظر مرحمت فرمائی۔ یہ رسالہ مولوی محمد علی صاحب کے دو مضمونوں النبوۃ فی الاسلام کی تمہید اور چند حل طلب معموں کے جواب میں ہے وہ ہماری نسبت سمجھتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کو نبی اسلئے مانتے ہیں تا دوسروں کو کافر بنائیں ہماری نیتوں کا علم تو اللہ کو ہے اور وہی علیم بذات الصدور ہے مگر المرء یقیس علی نفسہ کے مطابق کم از کم اس سے پتہ ملگیا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب مسیح موعود کی نبوت کا انکار محض اسلئے کر رہے ہیں تا غیر احمدیوں سے ملے رہیں اور ان سے توتی ٹرھی جائے۔ احباب کرام سے گذارش ہے کہ وہ اس رسالہ کی متعدد کاپیاں منگوا کر تقسیم کریں تا فتنہ فرو ہو ایک روپیہ میں چھ کاپیاں۔ اور ایک جلد کی قیمت ۳؎ والسلام

فروری کا تشحیذ۔ نبوت مسیح پر کامل و مکمل بحث۔ روپیہ میں پانچ جلد۔ **مینیجر**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

النبوۃ فی الاسلام کی تمہید پر ایک نظر

مسئلہ خلافت

اگر میں گمنام ٹریکٹ اظہار الحق نمبر اول و دوم کے مصنف کی خوش فہمی نہیں کرتا تو مجھے صاف لہجہ سے کہہ دینا چاہئے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے جماعت کے شیرازہ اتحاد کو توڑا۔ اور جماعت احمدیہ کے کلمۂ واحدہ کو متفرق کیا۔ اور اسکی بندھی ہوئی ہوا کو نقصان پہنچایا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت فرمائی کے بعد جس امر پر سب سے پہلے جماعت احمدیہ کا اجماع ہوا (اور یہ یقینی بات ہے کہ نبی کی وفات کے بعد معاً اسکی جماعت تمام کی تمام کبھی گمراہ نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اسکا اکثر حصہ بالضرور حق پر قائم ہوتا ہے جبھی تو فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ نہ کوئی رسول آیا ہے نہ ایسا نبی کہ شیطان نے اسکی آرزوؤں میں روک نہ ڈالی ہو مگر اللہ تعالیٰ شیطانی روکوں کو دور کرتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کرتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے) وہ یہ تھا کہ نظام سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے

ایک اور صرف ایک خلیفہ ہونا چاہئیے جو تمام جماعت احمدیہ اور صدر انجمن احمدیہ (جو حسب ہدایت سلسلہ کام کرنیوالی ہے) پر حاکم ہو اور اسکی تمام احمدی بیعت اطاعت کریں۔ اب یہ ایک صراط مستقیم تھا۔ جو خدا نے ہمارے لئے پسند کیا۔ اس پر ہم سب جا رہے تھے۔ اب جو اس صراط کو چھوڑ کر کسی اور رستے یا پگڈنڈی پر ہو لئے یقیناً تفرقہ کے ذمہ وار وہی ہیں دیکھئے ہم تو اسی سڑک پر جا رہے ہیں۔ اب بھی ہم ایک خلیفہ کے ماتحت ہیں اور ہمارا شیرازہ اتحاد قائم مگر کچھ لوگ ہیں جو اپنے آپکو اہل الرائے اور ذمہ وار کہتے ہیں وہ اس جادہ صراط مستقیم سے الگ ہو کر دوسرے رستے پر چلنے لگے ہیں۔ پس جس قدر بھی جماعت کے اتحاد کو نقصان پہنچا ہی اسکے ذمہ وار بھی وہی ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ ذمہ داری اس شخص پر ہے جو اس سارے افتراق و فساد کا موجب ہوا۔

حالانکہ سیدنا محمود کی خلافت وہ خلافت عظمیٰ ہے کہ آجتک اسلام میں جتنے طریقوں سے کوئی جائز خلافت خلافت ثابت ہوئی۔ ان سب دلائل سے یہ خلافت خلافت حقہ ثابت ہو سکتی ہے

اوّل یہ کہ خلافت منصوص ہو سو اس اعتبار سے بھی ہم مسیح موعود کے کلام میں سیدنا محمود کا نام دیکھتے ہیں اور یہ امر اپنے محل پر بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت ہو چکا ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہ تھی مگر مختصراً لکھدیتا ہوں۔ سبز اشتہار کے صفحہ ۱۵ پر فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں × × × دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا انکی اقتداء ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔"

پھر صفحہ ۱۷ پر فرماتے ہیں۔

"دوسری قسم رحمت کی × × × اس تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ نے دوسرا بشیر بھیجے گا × × اور خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا۔ یخلق اللہ مایشاء۔"

دیکھئے دوسری قسم رحمت کی جو انزال خلفاء ہے اسکی تکمیل کے لئے دوسرا بشیر (بشیر ثانی) ہے اور اسکا نام محمود بھی ہے۔ پھر اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا خواہ

"جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

اس سے مدت بھی مقرر کر دی۔ اب حقیقۃ الوحی پڑھئے جہاں آپ صفحہ ۳۶۰ پر لکھتے ہیں۔

"میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے × × × × × × × یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ ۷ کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور ابتک بفضلہ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔"

اس میں بتا دیا کہ وہ جو خدا تعالےٰ نے ظاہر کیا تھا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہے۔ اور جو ۱۸۸۶ء سے ۹ سال کے اندر پیدا ہونا تھا۔ وہ مطابق پیشگوئی جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہو چکا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے وقت سترھویں سال میں تھا اور یہی وہ ہے۔ جس کی نسبت حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲ پر فرمایا ہے۔ کہ:-

"اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اسکا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کریگا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

سلہ جس کی نسبت سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے۔ کہ

"مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی بھی ہے۔"

اور پھر زیادہ تعیین کے لئے حسب الہام یہ بھی فرما دیا کہ وہ بشیر اول کی وفات کے بعد معاً بلا توقف پیدا ہونے والا تھا۔ کیونکہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

"ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے × × × اسکے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔"

اور یہ پیشگوئی دو لڑکوں کی ہے جیسا کہ سبز اشتہار کے صفحہ ۳۰ پر فرمایا!

"بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے

پس خلافت اگر منصوص مانی جائے تو بھی سیدنا محمود کی خلافت ثابت ہے اگر خلافت کے ماننے کا یہ طریق ہے کہ پہلا خلیفہ اسکی نامزدگی کرے تو یہ امر بھی خدا کے فضل سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول مولٰنا نورالدین نے جب شدت بیماری کیوقت وصیت لکھی تو آپ ہی کا نام لکھا۔ اور یہ امر بعض معتبرین جماعت کو معلوم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب خلیفہ اول کو صحت دیدی اور ادھر وہ ہلال آسمان خلافت (جو اوائل میں بوجہ اپنی باریکی کے اکثر کمزور نظر والوں کو نظر نہ آنیکا احتمال تھا۔ اور اسوقت انگلی سے دکھانے کی ضرورت تھی) بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچگیا کہ جو شارٹ سائٹ نہیں اسے دیکھ سکتا ہے۔ تو پھر اس حکیم الامۃ نے صرف چند قرائن بتلا دئیے۔ کہ وہ ہر دلعزیز ہے عالم باعمل متقی ہے۔ اہلبیت میں سے ہے اور باقی تعیین ہمیں شناخت کا ثواب دلانے کے لئے خدا تعالےٰ پر چھوڑ دی سو خدا نے ہماری یہ مدد کی کہ جس وجود کی وجہ سے یہ معاملہ بفرض محال مشتبہ ہو بھی سکتا تھا (یعنے محمد علی) خود اس سے یہ شائع کرادیا کہ مسیح موعود کے بعد کوئی خلیفہ ہونا ہی نہیں چاہئے۔ پس مطلع صاف ہوگیا۔ اور وہ **نبیوں کا چاند** صاف صاف نظر آنے لگا۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیشک مولانا نے پہلے محمود ہی کا نام خلافت ثانیہ کیلئے لکھا تھا مگر بعد ازاں آپکی نظروں سے وہ گر گیا۔ انکا جواب میں دے چکا ہوں۔ دوم اس بیماری کے بعد آپنے ۱۰ ستمبر ۱۳ء کو جب ایک مخلص نے عرض کیا کہ کیہ موعود مصلح موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کیساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ اور جب آپنے مصلح موعود مان لیا تو اسے خلیفہ بطریق اولیٰ مان لیا کیونکہ مصلح موعود کے خلیفہ ہونے پر تو تمام جماعت احمدیہ کا اتفاق ہے۔ غرض جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا تھا اسی طرح اس صدیق ثانی نے **فضل عمر** کو نامزد کردیا۔

ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی"۔

عبارت مندرجہ بالا میں بتا دیا کہ بشیر اول کے ساتھ معاً پیدا ہونیوالا وہ لڑکا ہے۔ جس کا نام فضل ہے اور جسکا دوسرا نام محمود و بشیر ثانی بھی ہے اور یہی مصلح موعود ہے۔ اور اس ساتھ کے معنے حضرت اقدس نے بھی یہی سمجھے ہیں جیسا سراج منیر صفحہ ۳۱ پر فرماتے ہیں۔ "سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہوگیا"۔

تیسرا طریق خلافت کا شوریٰ ہے ہو اس اعتبار سے بھی آپ کی خلافت ثابت ہی کیونکہ اگر اہل حل و عقد ممبران صدر انجمن ہیں۔ تو ان تمام ممبروں نے (حالانکہ شرط صرف کثرت کی ہے[1] اور حضرت اقدس نے بھی کثرت رائے کو قطعی قرار دیا ہے) جو حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت کے قائل ہیں۔ (اور قائلین خلافت یوں بھی منکرین خلافت سے کثیر ہیں۔ اور کثرت رائے کا فیصلہ ہی قطعی ہے) اس بات پر اتفاق کیا کہ خلیفہ ثانی سیدنا محمود ہو۔ مولوی محمد علی صاحب اور دیگر بعض ممبران صدر انجمن جو ان کے مقابلہ میں چھ ہیں۔ وہ تو اسبات کے قائل ہی نہیں کہ مسیح موعود کے بعد خلافت ہونی چاہئے۔ تو اب انکی رائے اس شوریٰ میں معتبر نہیں ہو سکتی کیونکہ اصولاً شوریٰ میں وہی داخل ہو سکتے ہیں جو اصولاً اس بات کے قائل ہوں جس پر مشورہ ہونے والا ہے۔ پس اس شوریٰ کے ذریعہ بھی سیدنا محمود ہی مقرر ہوئے۔ اور پھر اگر اہل حل و عقد مہاجرین ہیں اور جماعت کے بعض بزرگ جو انصار ہیں۔ تو اس اعتبار سے بھی فتح ہماری ہے اور ہمارے نام کی کیونکہ تمام مہاجرین خلافت کے قائلین نے خلافت ثانی اور خلیفہ ثانی سیدنا محمود پر اجماع کر لیا۔ اور جماعت سے ایسا ایک شخص بھی نہیں جو خلافت کا قائل ہو اور پھر اس نے یہ کہا ہو کہ خلیفہ سیدنا محمود نہیں۔ بلکہ فلاں شخص ہونا چاہیئے اور جس شخص کا اس نے نام لیا ہو۔ وہ خلافت کا قائل بھی ہو۔ یہ ایک عجیب بات ہی کہ تمام جماعت احمدیہ اور تمام اہل حل و عقد اور تمام مہاجرین نے آپکی خلافت پر اجماع کیا اور متفق اللفظ مان لیا کہ یہی یہی خلیفہ ہونا چاہیئے ورنہ صرف کثرت کا اعتبار کافی تھا کیونکہ حضرت علیؓ امیر معاویہ کو لکھتے ہیں دیکھو نہج البلاغہ ج ۲ ص مصر

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان و علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یردوا انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان فی ذلک رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین۔ ولعمری

[1] جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مولنا نور الدینؓ نے معتمدین صدر انجمن کو بہیئت مجموعی خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے۔ ان کو غور کرنا چاہئیے کہ بانی صدر انجمن نے انجمن کی کیا پوزیشن مقرر کی ہے یہی کہ جس پر ان کی کثرت رائے ہے وہ امر قطعی ہے تو بس اب یہ دیکھ لینا چاہئیے کہ دربارۂ امر خلافت اور تعین خلیفہ و نام خلیفہ کس پر کثرت رائے ہوئی اب بلکہ عین اسوقت جبکہ مولانا واصل باللہ ہوئے۔

یا معاویہ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ عنہ الّا ان تتجنیٰ فتجن مابدالک والسلام

میری بیعت اس قوم نے کی جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی اور انہی شرائط پر جن پر ان خلفاء کی بیعت کی تھی۔ پس جو مجلس انتخاب میں موجود ہو اسکو حق نہیں کہ اپنی رائے پر اڑا رہے اور جو موجود نہ ہو اسکو اپنی غیر حاضری کی بناء پر انتخاب عام کو رد کرنیکی اجازت نہیں۔ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے٭ جب وہ کسی مرد پر رضا پر اتفاق کرلیں اور اسے امام بنالیں تو اب کسی کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں اور اگر کوئی اس اتفاق سے نکلے تو غیر سبیل المومنین ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

پس اس اصل کے مطابق بھی کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ خلافت ثانی کا انکار کرے کیونکہ مرکز میں جس کی خلافت پر اجماع ہو گیا[۱] اس پر کسی کو طعن یا خدشہ کا حق حاصل نہیں۔

چوتھا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص[۲] اپنی قابلیت سے مرکز پر غالب آجائے اور سلسلہ کی انسٹیٹیوشنز اسکے قبضے میں ہوں۔ اس اعتبار سے بھی سیدنا محمود کی خلافت ثابت ہے اور منکرین خلافت کے سردار کا مرکز کو چھوڑنے پر مجبور ہو جانا اسکی کھلی ہوئی شہادت موجود ہے اور جس قدر اشیاء سلسلہ میں اہمیت رکھتی ہیں وہ سب کی سب اس خلافت کی تحویل میں ہیں۔ اس انجمن کا جو حضرت اقدس نے قائم کی۔ اسکا حاکم بھی یہی ہے۔ پھر جماعت کے وہ لوگ جو جماعت میں بڑے سمجھے جاتے تھے اور جو تمام جماعت

---

[۱] یہ صحیح ہے کہ من دعی الی امارۃ من غیر مشورۃ فلا یحل ان یقبل ہم ۴ گھنٹے کے مشورے کے بعد حضرت محمود نے بیعت لی اور بیعت لینے کے وقت قائلین خلافت کا آپ پر اجماع تھا۔

[۲] بعض لوگوں نے کہا کہ لیس فیکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر یعنی اب نورالدین کی صفات کا انسان موجود نہیں جو مجمع خواص و عوام ہو ہم کہتے ہیں تو کیا پھر ابوبکر کی مثل نہ ہونے سے صحابہ نے حضرت عمرؓ کی بیعت نہ کی تھی اور وہ سب نعوذ باللہ منکرین خلافت ہو گئے تھے جواب ہم نورالدین کی مثل نہ پایا جانے سے خلافت ہی کے منکر ہو جائیں پھر ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ خلافت اولیٰ سے بڑھکر لوگ اسطرف جھکے آتے ہیں چنانچہ صرف ایک برس میں ایکہزار آدمی نیا سلسلہ میں داخل ہوا۔ ہمنے تو اس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بارے میں خدا نے فرمایا۔ اے فخر رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۴۲

خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ

٭ پاک نفس آپ کا شوریٰ ہی مان چکا ہے۔"

پر ایک اثر رکھتے تھے جو ضرورت کے وقت یہ کہنے کا حق بھی رکھتے تھے کہ ہم جوتیوں سے یہ بات منوا لینگے وہ تمام کے تمام مقابلہ پر اٹھے لیکن ان پر سیدنا محمود غالب آیا اور انکی کچھ پیش نہ گئی نہ مرکز پر غلبہ پا سکے نہ جماعت کے کثیر حصہ کو اپنی طرف کر سکے نہ انجمن اپنی تحویل میں رکھ سکے غلبہ اسی کو ہوا جو حق پر تھا۔ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون

پانچواں طریق خلافت حقہ کے جانچنے کا یہ ہو کہ دیکھا جائے آیا جانشین میں اپنے مستخلف عنہ (جس کا وہ خلیفہ ہو) کے کمالات ظلی طور پر پائے جاتے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر وہ کمالات نہیں تو وہ اس کام کو نہیں چلا سکتا۔ چنانچہ شہادۃ القرآن میں حضرت اقدس نے لکھا ہے صفحہ ۵۶

”خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہے“

اب دیکھئے کہ منکرین خلافت میں سے وہ جو ذہین مشہور ہے اور جس کی شدت مخالفت کا یہ ثبوت کافی ہو کہ اس نے سب سے پہلے خلافت کو پوپ لکھا وہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ اس خلیفہ میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو ہم حضرت اقدس کی صداقت کا نشان سمجھتے تھے (دیکھو پیغام ۲۱ مارچ ۱۴ء) اس نے بوجہ کم نظری کے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ معیار صداقت مشتبہ ہو گیا حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ جو مستخلف عنہ میں کمال ہے ظلی طور پر وہ خلیفہ میں ہونا چاہئے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ سیدنا محمود اپنے متبوع کے کمالات کا وارث ہے تقریر میں تحریر میں۔ دشمن اسکا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے اگر کوئی منکرین خلافت میں سے ہے تو وہ تفسیر قرآن مجید میں مقابلہ کرے لو نشاء لقلنا مثل ھذا کہنے والے بہت ہیں۔ اور عیب چینی و نکتہ چینی والے بھی ہر قوم میں موجود جیسا کہ مسیح موعود کی کسی کتاب کا جواب تو مخالفین سے نہیں ہو سکتا۔ مگر بعض قرات یا بعض تفسیری اقوال پر نکتہ چینی کر دیتے تھے اور کسی میں ہمت ہے تو دعاؤں کے ذریعے مقابل آکر فیصلہ کرے۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

پھر دیکھو مسیح موعود کا دعویٰ ہے انی متوفیک و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یعنی میرے متبع میرے کافروں پر قیامت تک غالب رہینگے۔ اب اسکے اتباع

محمود پیدا ہوا اور اسکے پیدا ہونیکی میں نے اس اشتہار میں خبر دی جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہے ۔۔ اور اسکے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے اے فخر رسل قرب تو معلوم شد

کا دعویٰ تو منکرین خلافت کو بھی ہے مگر ہمارا خلیفہ کھلے بندوں اعلان کرتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائیگا یا تباہ کر دیگا اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہینگے۔" (القول الفصل صفحہ ۵۷)

اور واقعات بھی اسکی تصدیق کر رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے روز دو ہزار بیعت کرنے والا تھا تو اب چار لاکھ کی جماعت میں سے ۹۸ بلکہ ۹۹ فیصدی ہے اور روزمرہ ترقی ہے۔ ان منکرین خلافت کی بجائے اللہ نے اتنے نئے آدمی سلسلہ میں داخل کر دئے ہیں تو ہم کیوں نہ مانیں کہ خلیفہ برحق یہی ہے برخلاف اس کے منکرین گھٹ رہے ہیں۔ اور وہ اس تحدی کے ساتھ مقابل پر دعویٰ نہیں کر سکتے تو مسیح موعود کی یہ پیشگوئی ہمارے ذریعے سے پوری ہوگی۔ ایک ان میں سے اٹھا اور اس نے کہا کہ چھ سال تک خلافت کی حقیقت کھل جائیگی مگر ابھی چھ ہفتے نہ گزرنے پائے کہ اسکی خانہ ویرانی ہو گئی وہ دوسرے کا گھر ویران دیکھنا چاہتا تھا مگر اسکا اپنا ہی گھر ویران ہو گیا۔

چھٹا طریق خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت ہے کہ وہ کس کی تائید و نصرت فرما رہا ہے اور کس پر وہ نشان پورے ہوتے ہیں جو خلافت حقہ کے لئے مقرر ہیں۔ سورہ نور میں خلیفہ صادق کے یہ نشان بتلائے جن سے خلافت راشدہ پر ہم روافض کے مقابلہ میں استدلال کیا کرتے ہیں (۱) ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم (۲) ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ اس دین کی تمکین جو اللہ کا پسندیدہ ہے اور خوف کو امن سے بدلا گیا یا نہیں یاد کرو وہ وقت جب تمام جماعت میں ایک ھودی اعلان کی اشاعت سے خوف بدامنی اور فساد پھیل گیا۔ اور اب دیکھو موجودہ وقت کہ بدامنی امن سے بدل گئی۔ فساد مٹ چکا اور خلافت کو ہر طرح تمکین حاصل ہوئی۔ اور خود تمہارا زعیم پکار اٹھا کہ اب یہ خلافت تو قائم ہو چکی۔

دوسرا نشان یہ ہے کہ وقال لہم نبیہم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھرون تحملہ الملئکۃ ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مومنین۔ قلوب میں ایک قسم کا اطمینان پیدا ہو جائے سینکڑوں شہادتیں اس بارے میں موجود ہیں کہ کئی دل ڈانواں ڈول تھے۔ بیعت خلافت کے ساتھ ہی وہ مطمئن

ہو گئے۔ کئی لوگوں نے بیعت میں توقف کیا اور اس سے قلوب میں سخت بے اطمینانی و تشویش پائی۔ آخر بیعت کرنے سے یہ نقص رفع ہوا۔ پھر تبرکۂ آل موسٰی و آل ہارون کہ خواہ اس سے مراد اس نبی کے تبرکات لو۔ اور خواہ سلسلہ الہام ورؤیا کہ ہمیشہ علامت صدق اور رضامندی باریتعالےٰ رہا ہے وہ بھی مبائعین ہی کی جماعت میں ہے۔ غرض خلافت کا فیصلہ تو ہو گیا اور اسے تمکین حاصل ہوئی۔

مسئلۂ نبوت

جب حریف نے دیکھا۔ کہ اس میں مجھے سخت ناکامی ہوئی ہے۔ تو اسنے اب نبوت کا مسئلہ چھیڑا ہے کہ شاید اسی رستے سے کوئی صورت اپنے مقصد کے حصول کی نکل آئے مگر وہ یاد رکھے کہ نبوت تو اصل الاصول اور وہ امر ہے جس کی بناء سلسلہ قائم ہے۔ اللہ تعالےٰ آگے سے بڑھکر حریف کو ناکام کریگا۔

اس خصوص میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک رسالہ بنام القول الفصل کی غلطی کا اظہار نکالا جس میں ازخود ایک بات بناکر اسپر ۲۰ صفحے کا رسالہ لکھ دیا یعنی ظاہر یہ کیا کہ گویا حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۲ء سے پہلے تو جزئی نبی تھے اور ۱۹۰۲ء کے بعد کامل نبی بنائے گئے۔ اور پھر اسی غلط بات کی بناپر کئی سوالات لکھے جو بناء فاسد علی الفاسد کے مصداق ہیں۔ اسکے جواب میں حضرت صاحبزادہ اولوالعزم نے حقیقۃ النبوۃ تین سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے۔ جس میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

آپ (مسیح موعود) نبی ابتداء سے تھے۔ لیکن جب تک پورے طور پر انکشاف نہ ہوا۔ آپ اس عقیدہ کو جو لوگوں میں رائج تھا مانتے رہے لیکن بعد میں جب انکشاف ہو گیا تو اسکو بدل دیا اور اب اس عقیدہ کا ماننا ضروری ہو گیا۔ اور چونکہ خدا کے نزدیک آپ شروع دعوے سے نبی تھے اسلئے مسیحیت کے دعوی کے ساتھ نبوت بھی لازم و ملزوم تھی اگر کہو کہ ایسی بات مسیح موعود کو پہلے کیوں نہ معلوم ہوئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی طرح معلوم نہیں ہوئی جس طرح مسیح کی حیات کا مشرکانہ عقیدہ معلوم نہ ہوا۔ اور جس طرح باوجود خدا تعالےٰ کے فرمانیکے سب نبیوں کے اتفاق یہود و نصاریٰ کے اتفاق کے مسیح پر اپنی فضیلت کا علم نہ ہو سکا۔

پھر صفحہ ۱۳۱ پر اور بھی کھولکر فرماتے ہیں۔

"غرضکہ اپنے دعوے کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے تو آپ ہمیشہ ایک ہی بیان شائع کرتے رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے جو انذار و تبشیر کا رنگ رکھتے ہیں۔ اور خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی اپنی نبوت سے انکار نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کی تفصیلی کیفیت جو بیان کرتے رہے ہیں اسکے صاف معنے یہ تھے کہ آپ نبی ہیں × × × جہاں جہاں آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے یا نبی بمعنے محدث لیا ہے اسکا مطلب صرف یہی ہے کہ آپ شریعت جدیدہ کے لانے یا براہ راست نبوت کے پانے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اسوقت آپ کے نزدیک نبی کے یہی معنے تھے × × × پس یہ نہ دیکھا جائیگا کہ آپ نے لفظ نبی سے انکار کیا ہے بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ نبی کے لفظ کے کیا معنے سمجھ کر اس سے انکار کیا ہے۔" (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

یہ اقتباس آپ کا مطلب واضح کرنے کے لئے کافی ہے اس پر مولوی محمد علی صاحب نے النبوۃ فی الاسلام کی تمہید شائع کی ہے جس پر میں ایک نظر کرنی چاہتا ہوں۔ اس تمہید کو پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ فی الواقعہ جیسا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے مولوی صاحب موصوف ان اشخاص میں سے ہیں "جو جوش و غضب سے مجبور ہو کر اپنی رائے سے اختلاف رکھنے والے کی تحریر پر کافی غور نہیں کر سکتے اور اس کے غلط معنی سمجھ کر اپنی غلط فہمی کا ازالہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ عادت انسان کے لئے بہت سی ٹھوکروں کا موجب ہو جاتی ہے"۔ چنانچہ بیان مندرجہ بالا پر ایک انصاف پسند خدا ترس مومن کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں مگر مولوی صاحب نے شور ڈالدیا ہے کہ غضب ہو گیا ستم ہو گیا۔

"(مسیح موعود) کو اپنے دعوے کے متعلق غلطی لگے رہنا پندرہ سال تک اس غلطی کا سلسلہ چلنا اسی غلط خیال کے مطابق سینکڑوں صفحے لکھدینا قرآن و حدیث سے اسکی تائید کرتے جانا خدا کی وحی کو بھی اسی کا مؤید بتانا میرے تو یہ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔" (النبوۃ فی الاسلام ضمیمہ)

سوال یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کا دعویٰ کیا تھا یہی کہ

۱۔ میرے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود ہیں خدا مجھے ان سے خطاب کرتا ہے

۲۔ میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب سے سرفراز کیا گیا ہوں۔

اور صاف ظاہر ہے کہ دلائل بھی آپ اسی امر کے دیتے رہے اور سینکڑوں صفحے بھی اسی خیال کے مطابق لکھے اور قرآن وحدیث سے بھی اسی کی تائید کی اور خدا کی وحی کو بھی اسی کا مؤید بنایا۔ اب میں پوچھتا ہوں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے کہ آیا کہیں حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد مسیح موعود نے

۱۔ آیا اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ میرے الہامات میں نبی و رسول کا لفظ موجود ہے اور خدا مجھے ان سے خطاب کرتا ہے۔

۲۔ آیا اس بات سے انکار کیا ہے کہ میں کثرت مکالمہ ومخاطبہ واظہار علی الغیب سے سرافراز کیا گیا ہوں جب یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر یہ واویلا کیوں ہے کہ حضرت میاں صاحب کے عقیدے میں مسیح موعود خدا کے حکم کے خلاف دلائل دیتا چلا گیا۔ یہ تو صرف لفظی دھوکہ ہے جو آپ دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جس قدر دلائل قرآن وحدیث سے دیے یا اپنی وحی کو پیش کیا اس سے یہی ثبوت دیا کہ آپ کثرت مکالمہ ومخاطبہ سے سرافراز ہیں اور یہی وہ نعمت ہے جس سے آپ تا یوم الوصال اول سے آخر تک سرافراز رہے اور اس میں ہم قطعاً کسی نسخ کے قائل نہیں چنانچہ میں حقیقۃ النبوۃ سے یہ حوالہ نقل کر چکا ہوں۔ کہ

"دعوے کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے تو آپ ہمیشہ ایک ہی بیان شائع کرتے رہے ہیں" الخ

باقی رہا یہ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبوت سے انکاری ہے۔ اس سے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی انکار ہی فرماتے رہے۔ سوال تو یہ ہے کہ کس نبوت سے آپکو انکار تھا اسکا جواب حضرت مسیح موعود خود دیتے ہیں جو یہ ہے۔

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶ طبع ۲)

یعنی آپ فرماتے ہیں۔ میں ایسا نبی نہیں جو شریعت لائے اور نہ ایسا نبی ہوں جو براہ راست نبوت پائے اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت صاحبزادہ صاحب نے کہیں یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود نے یہ سمجھا تھا کہ میں جدید شریعت لانے والا یا براہ راست نبی ہوں جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا تو پھر مولوی محمد علی صاحب کا اعتراض کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ پندرہ سال کی مصنفہ کتب پر پانی

پھر گیا۔ پانی کس طرح پھر گیا جبکہ تفصیلی کیفیت کے اظہار کے لحاظ سے آپکا دعویٰ اول سے لیکر آخر تک یکساں ہی رہا ہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی حضرت مسیح موعود اسی امر کے دلائل دیتے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد جدید شریعت والا اور براہ راست نبی نہیں ہو سکتا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اسی امر کے دلائل دیتے رہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی کہیں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم کی امت میں آپکے اتباع فیض سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ ایسا نبی نہیں ہو سکتا۔ پس آپ کا دعویٰ تو تفصیل کے لحاظ سے ایک ہی رہا اور آپنے خدا کے حکم کے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں دی۔ خدا نے آپکو یہی فرمایا کہ تو کثرت مکالمہ مخاطبہ سے سرافراز اور آنحضرت کے فیض اتباع سے سب انعام پانے والا ہے اور آپنے بھی ہمیشہ یہی ظاہر کیا۔ البتہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب کا نام محدثیت۔ جزوی نبی کیوں رکھتے تھے سو اسکے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا ہے جو میں حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۰۵ سے نقل کر چکا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب بتائیں۔ کہ آیا قرآن مجید کی کھلی کھلی اور متواتر وحی اور ساٹھ آیات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود کا ایک عرصہ تک یہ عقیدہ رہا ہے یا نہیں کہ مسیح ناصری زندہ آسمان پر موجود ہے اور وہ پھر بجسدہ آئیگا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ جن آیات سے ایک کم علم سے کم علم احمدی بھی وفات مسیح ابن مریم سمجھ سکتا ہے وہ حضرت مسیح موعود سے کیوں مخفی رہا پھر مولوی محمد علی صاحب یہ بتائیں۔ کہ براہین احمدیہ میں ایسے الہامات موجود ہیں یا نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود ہیں مگر آپ کیوں اپنے مرتبہ و درجہ سے باوجود دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ و الہامات متعددہ کے بے خبر رہے۔ ہاں آپنے اپنی تمہید کے صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ براہین احمدیہ میں کوئی صریح الہام موجود ہے جس طرح پر نبوت اور رسالت کے الہامات ہیں جس میں آپکو مسیح موعود بتایا گیا ہے۔ تو اس کا ایسا دعویٰ صحیح نہیں۔

میں کہتا ہوں صریح الہام موجود ہونیکا دعویٰ خود حضرت اقدس نے فرمایا ہے دیکھو اعجاز احمدی صفحہ ۱

جبتک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے جب خدا نے مجھپر اصل حقیقت کھولدی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور

"مجھے نور سے بھر دیا اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔ حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسےٰ رکھا گیا تھا۔ اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کریگا۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله۔ تاہم یہ الہام براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی مینے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا۔ حضرت عیسےٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر مینے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھدیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ مینے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھدیا۔

پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسےٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھولدیجائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے

× × × × × × × × × اگر براہین احمدیہ میں فقط یہ ذکر ہوتا کہ وہی عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ اور میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت کچھ ذکر نہ ہوتا تو البتہ ایک جلد باز کسی قدر اس کلام سے فائدہ اٹھا سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ براہین احمدیہ سے بارہ برس بعد کیوں اس پہلے عقیدے کو چھوڑ دیا گیا گو ایسا کہنا بھی فضول تھا کیونکہ انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ انکی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام تاہم عوام کے آگے یہ دھوکا پیش جا سکتا تھا مگر اب تو ایسے پوچ اعتراض کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں"

اس عبارت متقدسہ سے چند امور ثابت ہوئے۔

اول۔ یہ کہ آپکو بذریعہ الہام بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

دوم۔ یہ بھی بذریعہ الہام ہی بتایا گیا تھا کہ ھُوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ آیت کا مصداق تو (مسیح موعود) ہی ہے اور یہ الہام کھلے کھلے طور پر موجود تھا۔

سوم۔ یہ کہ براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر آپکو مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا۔

چہارم۔ یہ کہ باوجود کھلی کھلی وحی کے جو آپ کو مسیح موعود بناتی تھی۔ آپ رسمی عقیدہ پر قائم رہے یعنی مسیح کے آسمان سے نازل ہونیکے قائل۔

پنجم۔ یہ کہ باوجود متواتر الہامات کے آپ بارہ برس تک اس امر سے غافل رہے کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے

ششم یہ کہ یہ کہنا فضول ہے کہ بارہ برس پہلے کا عقیدہ کیوں چھوڑا۔ کیونکہ انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ انکی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام۔ پس حضرت مسیح موعود نے نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کبھی یہ کہا ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ میرے الہامات میں موجود نہیں۔ اور نہ بعد میں فرمایا ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ جو الہامات میں تھا وہ غلط ہے البتہ اپنے اجتہاد سے نبی اور رسول کے ایک معنے آپ نے کئے۔ جس کے غلط نکلنے سے آپ ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔

اب میں عرض کرتا ہوں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی جناب میں کہ وہ ان عبارات میں مسیح موعود کی بجائے نبی کا لفظ کر لیں اور ساتھ ہی اپنے سوالات کا جواب مسیح موعود ہی کی تحریر سے پڑھ لیں۔ اگر باوجود بڑی شد و مد سے مسیح موعود قرار دیا جانے کے اور باوجود کھلی کھلی وحی کے بارہ برس تک آپ یہ نہ سمجھے کہ میں مسیح موعود ہوں اور اسکے خلاف لکھتے رہے کہ میں مسیح موعود نہیں اور آنیوالا مسیح آسمان سے آئیگا۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر آپ دس سال تک (دیکھو تمہید النبوۃ فی الاسلام صـ۱۴) یہ نہ سمجھے کہ دوسرے محدثین کی نبوت جزئی ہے اور میری کامل ہے ایسے تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے آپ برابر یہ اعلان فرماتے رہے اور اسی کے متعلق دلائل بھی دیتے رہے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ و اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں اب میرا حق ہو گیا ہے کہ میں آپ ہی کی عبارت میں آپکو جواب دوں۔ پس آپکی تمہید کا صفحہ ۱۴ یوں پڑھا جائے تو آپکو اپنی غلطی واضح ہو سکتی ہے۔

"تم نے تو حضرت صاحب کو ایک معمولی انسان کے مرتبے سے بھی گرا دیا کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی ہو جانا اور امر ہے مگر کسی شخص کو اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھنا اور دس سال تک یا پندرہ سال تک نئے صرف اس غلط دعویٰ کا اعلان (میں مسیح موعود نہیں ہوں) کرتے رہنا بلکہ نعوذ باللہ من ذالک جھوٹے طور پر قرآن اور حدیث سے اسکی تائید میں استدلال کرتے رہنا (جیسا کہ مسیح کے معنے براہین احمدیہ میں کئے) × × کیا یہ باتیں مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہو۔ تم اس عہدہ دار کو کیا کہو گے جس کو اسکے افسروں نے ایک عہدہ پر مامور کر کے بھیجا (مسیح موعود بنا کر) اور وہ بارہ سال تک یہ سمجھا ہی نہیں کہ میرا عہدہ کیا ہے؟ ایک تھانہ میں سب انسپکٹر (مسیح موعود) کو بھیجا۔ اور وہ خیال کرتا رہا کہ میں کانسٹیبل ہوں (صرف مجدد) کیا ایسے شخص کو مجنون کہو گے یا کچھ اور پھر تم خدا کا خوف کرو کس طرح یہ لفظ تمہارے منہ سے نکل سکتے ہیں۔ کہ بارہ سال تک ایک ایسے عظیم الشان انسان کو جسے اصلاح خلق کے لئے مامور کیا گیا یہ الہام ہوتے رہے کہ تو مسیح موعود ہے مگر وہ یہ بھی نہ سمجھا کہ مسیح موعود کہتے کس کو ہیں × × عوام الناس کے خیالات باطلہ (مسیح کے آسمان سے نزول اور اسکے زندہ ہونے) کا متبع رہا جن کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا × × خدا نے بھی اچھا مسیح بنایا کہ جس کو اپنے مسیح موعود ہونے ہی کا پتہ نہیں لگتا کیا ساری مثالیں یہی اور مسیح کا بھی پتہ بتا سکتے ہو۔ جس کو خدا تو کہتا ہے کہ تو مسیح موعود ہے مگر وہ بارہ سال تک یہی کہتا چلا جائے کہ میں مسیح موعود نہیں × × اپنے دعویٰ کو نہ سمجھنے اور باوجود وحی کی غلطی پر اسی طرح اصرار کرتے چلے جانے اور اس غلط عقیدہ (کہ میں صرف مجدد ہوں) کے دلایل پر دلائل دیتے چلے جانے کے ادنیٰ سے ادنیٰ نبی میں مجھے مثال دکھا دو تو میں اپنی ساری تحریر جلا دونگا"

مینے مولوی محمد علی صاحب ہی کی عبارت صرف اتنے تغیر سے کہ نبی کی بجائے مسیح کر دیا ہے نقل کر کے بتایا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے دل میں کیا بھرا ہے۔ اور وہ مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور یہ جو آپ بار بار کہتے ہیں کہ آپ غلط عقیدہ کے دلائل پر دلائل دیتے چلے گئے یہ بالکل غلط ہے آپکے دلائل ہمیشہ اس بات کے دیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد باوجود حدیث (لا نبی بعدی) دروازہ وحی و الہام کھلا ہے اور آپکو کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ و اظہار علی الغیب سے بارگاہ

ایزدی میں سرافرازی ہے اور نبی ہونے سے انکار کیا تو انہی معنوں میں کہ میں کوئی شریعت جدیدہ نہیں لایا۔ میں براہ راست نبی نہیں جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کے ازالہ مطبوعہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء میں لکھا ہے کہ جس جس جگہ میں نے نبوت و رسالت سے انکار کیا ہے تو ان معنوں میں کہ میں جدید شریعت نہیں لایا۔ اور کہ میں مستقل (براہ راست) نبی نہیں۔ پس اس خصوص میں دلائل دیئے تو اسی بارے میں کہ کوئی جدید شریعت نہیں لاسکتا کوئی براہ راست نبی نہیں ہو سکتا پھر اپنے محدث ہونے کے دلائل دیئے تو وہ بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد یکساں مفید ہیں۔ کیونکہ ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۹ فاعلم ارشدك الله تعالیٰ النبی محدث۔ پس لوگوں کے جذبات کو برانگیخت کرنے اور مسیح موعود کو کسی بہلانے سے گالیاں دینے کے لئے جو بار بار کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرتا چلا گیا۔ اور خدا بھی ادھر وحی پر وحی کرتا جاتا تھا مگر ادھر مسیح موعود بھی اس حکم کے خلاف دلیل پر دلیل دیتا چلا جاتا تھا یہ بالکل غلط بالکل غلط ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنے آپ کو اسی حد تک نبی سمجھتے تھے یعنی جزئی یا مجازی یا ناقص طور پر[1] جس حد تک دوسرے محدثین و اولیاء امت محمدیہ ہو گزرے ہیں۔ بعد ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اس عقیدہ کو بدل دیا اور اسکے ہمارے پاس کھلے کھلے ثبوت موجود ہیں۔

پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے فرمایا۔

اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسکو پکارا جائے اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔ (صفحہ ۵ ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھئے پہلے کثرت مکالمہ اور غیب کی باتیں ظاہر ہونے کی وجہ سے اپنے آپکو محدث فرماتے تھے۔ مگر اس میں فرمادیا کہ جس پر کثرت سے اظہار غیب ہو اسے صرف محدث نہیں کہنا چاہیئے بلکہ نبی چنانچہ آپ سوال کرتے ہیں کہ اگر نبی کے نام سے نہ پکارا جائے تو پھر کس نام سے پکارا جائے۔ اگر اس عبارت کے کچھ اور معنے ہو سکتے ہیں۔ اور اس میں حضور نے صرف یہ بتایا ہے کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس کے بعد اپنے لئے صرف محدث کا لفظ استعمال نہیں فرمایا

[1] ناقص صرف یہ سمجھا کہ براہ راست نہیں ہے۔

اور اپنے آپکو نبی کے نام سے پیش کیا ہی تحفہ غزنویہ کا حوالہ ان الفاظ میں دینا کہ وہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کی چھپی ہوئی ہے بالکل خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ کتاب بھی تریاق القلوب کے ساتھ تیار ہوکر پڑی ہوئی تھی صرف شائع ہونے میں دیر لگی ہے اور یہ امر شہادتوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے پھر جو عبارت پیش کی ہے وہ یہی کہ "اگر اپنے ارادے پر کسی نبی یا رسول یا محدث کو مطلع کردے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے" (تحفہ غزنویہ صفحہ ۶) اب اس سے کہاں ثابت ہوا سنئے مولوی صاحب اظہار غیب اور اظہار علی الغیب میں فرق ہی اظہار علی الغیب کے

"یعنے غیب کا ایسا دروازہ کسی پر کھولنا کہ گویا وہ غیب پر غالب اور غیب اسکے قبضے میں ہے

یہ تصرف علم غیب میں بجز خدا کے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا

کہ کیا باعتبار کیفیت اور کیا باعتبار کمیت غیب کے دروازے

اسپر کھولے جائیں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۶)

باقی غیب کی کسی بات کا ظاہر کردینا اسکے لئے تو محدث کی بھی شرط نہیں اللہ تعالےٰ ایک معمولی مومن پر بھی کئی غیب کی خبریں ظاہر کردیتا ہی اور میں یقین کرتا ہوں کہ اس میں تقریباً تمام مخلص احمدی صاحب تجربہ میں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ حجت ملزمہ قائم کرنیکے لئے بعض اوقات بدکاروں اور شریروں پر بھی کسی غیب کا اظہار ہو جاتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی ہو گئے۔ نبی اور رسول کے لئے غیب کی خبروں کے بارے میں وہ شرائط ہیں جو اوپر حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۶ سے نقل ہوئے اور یہ شرط کسی محدث میں نہیں پائی جاتی۔ پس حقیقۃ الوحی میں بھی جو یہ لکھا ہی کہ "جس بلا سے اللہ تعالےٰ بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے" ۳۸۹۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ محدث کو نبی کے نام سے پکارا جائے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ محدث بھی اظہار علی الغیب سے مشرف ہے کیونکہ آپنے ۳۸۹ سے آگے صفحہ ۳۹۰ پر اپنی نسبت فرمایا ہے۔

"اگر یہ تمام ذخیرہ خدا کے نشانوں اور پیشگوئیوں کا کسی پہلے اسرائیلی نبی کی کتابوں میں تلاش کیا جائے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کسی اسرائیلی نبی کے سوانح میں اسکی نظیر نہیں ملیگی"۔

پھر آپ اسی صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ

مخصوص افراد کے لئے ہیں۔

اسپر ظاہر کئے جائیں - وہ نبی کہلاتا ہے"

اس عبارت میں آپ نے نبی کی تعریف کرکے محدث اور نبی میں فرق بتادیا ہے اور یہ سمجھادیا ہے کہ مکالمہ مخاطبہ تو کئی اولیاء امت محمدیہ مخصوص ہیں مگر بکثرت امور اظہار علی الغیب کے لئے صرف نبی مخصوص ہے اور اسی سے ثابت ہے کہ آپ اپنے آپکو محدث سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ جس کا مزید ثبوت دوسرے ثبوت میں پڑھئے۔

دوسرا ثبوت - اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر آپ فرماتے ہیں۔

"جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ **کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔**"

میں تمام جماعت احمدیہ کی خدمت میں نہایت زور سے عرض کرتا ہوں - کہ وہ اس حوالہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ کیونکر مسیح موعود نے اپنے آپکو دوسرے محدثین امت محمدیہ میں سے الگ کر لیا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ بھی انہی معنوں میں نبی اور رسول ہیں۔ جن میں دوسرے اولیاء یا مجددین امت محمدیہ - وہ غور فرمالیں کہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ ایک شرط جو نبوت کے لئے ضروری ہے - وہ ان سب میں نہیں پائی جاتی اور مجھ میں پائی جاتی ہے - اسلئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ حضرت نبی کریم کی پیشگوئی بھی یہی تھی کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا - اب مسیح موعود تو فرماتے ہیں - کہ

"دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں - وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے - تو وہ نبی کہلانیکے مستحق ہو جاتے - تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقعہ ہو جاتا - اسلئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا - تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا - وہ پیشگوئی پوری ہو جائے" (صفحہ ۳۹۱)

اور ان سے بعض مریدان رشید ہیں جو کہتے ہیں کہ ایک نہیں بہت سے ایسے اشخاص امت محمدیہ میں گزرے ہیں - مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ اگر دوسرے صلحاء امور غیبیہ سے اتنا حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے

مستحق ہو جاتے۔ اور اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ پڑتا اور یہ شاگرد اتنے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح موعود بھی جزوی اور مجازی نبی تھے اور یہ نبوت دوسرے مجددین اور اولیاء میں بھی پائی جاتی تھی میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ بیشک ہمیں مشرک کہیں گدی پرست کہیں۔ غلو کرنے والے کہیں۔ بلکہ جیسا کہ انھوں نے اپنے پمفلٹ میں فرمایا ہے وہ ہمیں نصاریٰ بھی کہہ لیں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے ہیں تو بیشک ہمارا ہی اور حضرت مسیح موعود کے فرزند دلبند گرامی و ارجمند اور اپنے مرشد و آقا کے اہلبیت اور دیگر مہاجرین قادیان دار الامان ہی کا تصور کر لیا کریں اور وہ بیشک ہماری ہلاکت کی پیشگوئی کریں اور ہمارے آقا و مطاع حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو اپنے خسر کے قول کے مطابق پوپ اور اپنے خلیل سردار عجب خان کے عقیدہ کے موافق طالب جاہ اور دنیا پرست ہی قرار دیں۔ اور اپنے اعلان کے مطابق انہیں مسلمانوں کو کافر کہنے والا یعنی کافر اور تقویٰ کی راہوں سے دور یعنی فاسق اور اپنے خلیفۃ المسیح کے لقب میں شریک خواجہ کمال الدین صاحب کے قول کے مطابق یزید کہیں۔ اور اپنی تحریروں میں لکھیں۔ غرض اپنی شمشیر زبان اور خنجر قلم سے جسقدر بھی وار کر سکتے ہیں کریں اور کھلے دل سے کریں بلکہ گالیاں دینے کے لئے اگر ہفتہ میں تین بار پرچہ رکھا ہے تو اب اسے بیشک روزانہ کر دیں۔ مگر خدا کے لئے ہاں اس خدا کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا۔ جس نے قادیان کو دار الامان بنایا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین بھیجا۔ اس عبارت کو سوچیں آیا اس سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں اپنے آپکو رسول اور نبی نہیں مانتے جن معنوں میں دوسرے مجدّدین و اولیاء امت محمدیہ گذرے ہیں۔ بلکہ آپ انہیں نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں سمجھتے۔ کیونکہ انمیں وہ شرط نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے۔ اور ان کے نبی اور رسول ہونے کو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ انداز سمجھتے ہیں۔ اور صرف اپنے آپ ہی کو "نبی" نام پانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح پر اپنے آپکو ان محدثین کی جماعت سے الگ کر کے ان نبیوں کی جماعت میں شامل کر رہے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آتے رہے ہے کوئی تم میں سے رجل رشید جو اسپر غور کرے۔ دوسرے محدثین کو نبی کہنے والو! اور خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعود کو انہی محدثین کے زمرے میں شامل کرنے والو! حضور علیہ السلام کی عبارت کو غور سے پڑھو۔ کیا حقیقۃ الوحی کے یہ فقرات متشابہ ہیں یا مشتبہ ہیں

کیا صاف صاف نہیں فرمایا۔ کہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ اگر یہ عبارت متشابہ ہے تو پھر دنیا میں کوئی صاف عبارت نہیں ہو سکتی۔ ہم سے باربار پوچھا جاتا تھا کہ اعلان تبدیلی عقیدہ یا منسوخی کتب یا دعویٰ کو غلط طور پر پیش کرنیکا دکھاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کو تمہارے سامنے معذرت کرنے یا کھلے الفاظ میں معافی مانگنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو خدا کے حکم کے تابع تھا۔ جب تک اسے علم نہ ہوا وہی کہا جو اوائل میں کہا اور جب اسے خدا کی طرف سے علم ہوا۔ تو آپ نے اسکے مخالف کہا آپ انسان تھے آپکو عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں تھا بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے دیکھو کیسی صاف بات ہے پہلے اپنے آپکو محدثین کی جماعت کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ پھر بذریعہ ایک غلطی کے ازالہ کے فرما دیا کہ ایسے شخص کو جس پر بکثرت اظہار غیب ہو صرف محدث نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب کے نہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھکر حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت ہے جس میں اعلان فرما دیا کہ ان محدثین میں وہ شرط نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے اور مجھ میں وہ شرط موجود ہے پس وہ نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور میں ہوں اب اس سے زیادہ تبدیلی عقیدہ کا کیا اعلان ہو سکتا ہے۔ کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود آپ لوگوں کی خدمت میں ایک عرضداشت لکھتا کہ میں نے جو یہ لکھا تھا کہ نبوت کو براہِ راست پانا بھی نبی کہلانے کے لئے شرط ہے تو میں اس میں بھول گیا معاف فرمایا جائے۔ تب آپ میں سے کوئی بحیثیت سکرٹری اسے انجمن کے ایجنڈے پر چڑھاتا۔ اور انجمن کے کسی اجلاس میں باقاعدہ منظوری ہوتی تب یہ نسخ باقاعدہ منظور ہوتا۔ بندگانِ خدا عقل سے کام لو۔ تقویٰ سے کام لو سیدھی بات ہے پہلے آپ نے نبی کی تعریف یہ سمجھی کہ اس میں براہ راست نبوت کا پانا ضروری ہے یا شریعت کا لانا۔ پھر جب بار بار آپ نے اپنے الہامات میں نبی اور رسول کا لفظ پایا۔ اور آیات قرآنیہ پر غور فرمایا۔ تو اللہ نے جو سمجھایا۔ اس پر آپ قائم ہو گئے اور نبوت کے لئے صرف بکثرت مکالمہ مخاطبہ اور بکثرت اظہار غیب اور نبی کا خطاب ہی شرط سمجھی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اپنے آپکو کبھی محدث نہیں لکھا۔ کبھی جزئی نبی نہیں کہا۔ اور[عل] کبھی نبی کی تعریف یہ نہیں کی۔ کہ اس میں براہ راست نبوت پانا شرط ہے اور یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ نبوت کی تعریف کے بارے میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی فرمائی تھی۔ اسکی تفصیل تیسرے ثبوت میں آتی ہے۔

تیسرا ثبوت یہ کہ آپ نے نبوت کی جو تعریف کی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے اور دوسرے محدثین پر وہ صادق نہیں آتی چنانچہ آپ نے لکھ دیا کہ ان محدثین میں وہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اور

نوٹ عل:۔ اپنے تئیں مجازی نبی کہا یعنی (شریعت لانے یا براہ راست نبوت پانے کے) مقابل ہیں اور سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کہا علاوہ مندرجہ بالا اپنے آپ کو محدث سمجھ کر۔

انجام میں لکھا ہے کہ یہ شرط میرے میں موجود ہے اور نبی کی تعریف یہ کی ہے

۱۔ "میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۲۔ "نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔ مگر ہماری مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

۳۔ جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ (الوصیۃ صفحہ ۱۲ ۱۹۰۵ء)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تعریف حضرت مسیح موعود پر صادق آتی ہے یا نہیں جب صادق آتی ہے تو آپ نبی ہیں۔ اور یہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ دوسرے محدثین امت محمدیہ پر یہ تعریف صادق نہیں آتی۔ پس وہ نبی نہیں ہیں۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ پہلے جو نبی کی تعریف سمجھتے تھے۔ اسکے اعتبار سے اپنے آپکو صرف جزئی نبی یا ناقص طور پر نبی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے محدثین بھی ہیں۔ مگر اب جو تعریف سمجھی ہے اسکے رُو سے آپ ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے انبیاء سابقین علیہم السلام اور یہی تعریفیں اس بات کو ثابت کرنیکے لئے کافی ہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبی کی تعریف کے بارے میں آپنے اپنا عقیدہ بدل دیا تھا۔ اور اسی بنا پر آپنے مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہونے کا دعویٰ کیا۔

چوتھا ثبوت۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ جو امر فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ اسے جزوی فضیلت قرار دیتے اور اسکی وجہ یہ فرماتے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت نہیں ہو سکتی۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپنے ایسا کبھی نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپکو مسیح موعود مستقل نبی سے تمام شان میں بڑھکر پیش کیا چنانچہ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹

"اوائل میں[دیکھو ۵ا] میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔

ہ۱ یہ امر حقیقۃ النبوۃ میں بوضاحت ثابت کیا جا چکا ہے کہ لفظ اوائل میں تریاق القلوب سنہ ۱۹۰۱ء کا بھی زمانہ شامل ہے ۱۲

تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔"

اس عبارت کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ باوجود فضیلت کے الہام کے مسیح بن مریم سے کلی فضیلت کا دعویٰ اسلئے نہ کرتے تھے کہ وہ نبی ہے اور میں نبی نہیں۔ صرف جزئی فضیلت کا دعویٰ کرتے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے (دیکھو تریاق القلوب ص ۱۵۷)

اُس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔"

مگر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ آپ ویسے ہی نبی ہیں جیسے انبیائے سابقین اور نبی ہونے کے لئے براہ راست نبوت پانا شرط نہیں تو پھر آپنے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ یہ بھی ایک بڑا بھاری ثبوت ہے اس بات کا کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد آپنے **نبی کی تعریف** کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے تھے اس میں تغیر کر لیا تھا۔

پانچواں ثبوت۔ آپنے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے لئے جزئی یا ناقص نبی کا استعمال نہیں فرمایا۔ اور نہ اپنے آپکو صرف محدث کہا۔ پس ان الفاظ کو چھوڑ دینا باوجود اسکے کہ تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے اپنا دعویٰ بدستور رکھا۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ آپنے نبی کی تعریف کے بارے میں اپنے عقیدہ میں تغیر کر لیا تھا۔ اور دوسرے محدثین کو ان تعریف کا مصداق نہیں سمجھتے تھے۔ جبھی تو نہیں جزئی یا ناقص نبی فرماتے تھے مگر اپنے آپکو کبھی ایسا نہ فرمایا۔ یہ سوال کہ پہلے آپ پر یہ نبی کی تعریف کیوں نہ کھل گئی اور کیوں معلوم نہ ہو گیا کہ براہِ راست نبوت پانا نبی ہونے میں شرط نہیں ایسا ہی ہے جیسے یہ کہیں کہ ....

....

...... کیوں تمام مجددین تمام اولیاء امت محمدیہ پر اور خود حضرت مسیح موعود پر بارہ برس تک یہ بات نہ کھل گئی کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ امر تیس آیات قرآنی سے ثابت ہے اور یہ ایسی کھلی کھلی بات ہے کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس پر سب سے پہلا اجماع کیا وہ یہی ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو گئے۔ مگر ایسی کھلی کھلی بات کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی اور کسی نے اسپر زور نہ دیا۔ حالانکہ غیر محسوس طریق پر بعض نے مسیح ناصری کی وفات

کا اقرار بھی کیا۔ اسی طرح نبی کی تعریف یہودیوں نے بھی یہی کی کہ النبی انسان بعثہ اللہ لاصلاح الخلق مگر ساتھ یہ بھی خیال کرتے رہے کہ یہ نبوت براہ راست ملتی ہے خاتم النبیین کے فیض سے نبی کامل نہیں بن سکتا۔ اسی طرح حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا قرآن مجید کی آیات متعددہ و احادیث صحیحہ و اقوال ائمہ و الہامات کثیرہ سے ثابت ہے اور ہم اسکا ثبوت ابھی پیش کرتے ہیں اور خود حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں کھلے کھلے طور پر مسیح موعود کا ذکر ہے (دیکھو حقیقۃ الوحی کا تتمہ صفحہ ۶۵) مگر پھر بھی یہ امر (باوجود اس صراحت کے اور باوجود آپکو بڑی شد و مد سے بذریعہ وحی الٰہی مسیح موعود ٹھہرایا جانیکے) آپ پر بارہ برس تک نہ کھلا نہ دوسرے بڑے بڑے فضلاء پر۔ پھر اسکی ایک اور مثال یہی نضیات کا مسئلہ ہے کہ مسیح موعود لکھتے ہیں۔

"جبکہ خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح بن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

مگر ایک مدت تک آپ باوجود خدا اور اسکے رسول کے فرمانے اور تمام نبیوں کے اتفاق کے اسے صرف جزوی فضیلت پر محمول کرتے رہے بلکہ ھو افضل من بعض الانبیاء کی بھی تاویل ہی کردی اور حدیث میں جو نبی اللہ آیا ہے اسے بھی فرما دیا کہ یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ لیکن جب وقت آگیا کہ اس امر کا انکشاف ہو جائے اور لوگوں کے طبائع میں اتنی برداشت ہوگئی کہ وہ آپکے دعوے کو برداشت کرسکیں تو پھر صاف صاف نبوت کا دعویٰ پیش کر دیا گیا۔ کیونکہ اب وہ وقت نہیں رہا تھا جس کے بارے میں سراج منیر صفحہ م پر آپنے فرمایا تھا۔

"میرے پاس خدا کے فضل سے اس سے بھی بڑھکر باتیں ہیں مگر تم انکی برداشت نہیں کرسکتے۔" (سراج منیر صفحہ م)

چنانچہ اسوقت آپنے یہ فرمایا کہ :۔

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸)

اور یہ اس سوال کا جواب ہے کہ :-

"اگرچہ یہ سچ ہو کہ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسٰی اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اسکا نام نبی اللہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا"

دیکھو یہاں سائل کا یہ مطلب ہے کہ آنے والا تو نبی اللہ ہے اور امتی تو نبی نہیں ہو سکتا۔ اسپر آپ فرماتے ہیں کیوں نہیں ہو سکتا نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی وہ معنے تو ایک امتی میں پائے جا سکتے ہیں گویا دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ جو میرے الہامات میں ہے وہ حقیقی معنوں پر محمول ہے کیونکہ جب آپ اپنے کو حقیقی معنوں کے رو سے نبی بنا رہے ہیں تو اسکے یہی معنے ہیں۔ کہ **میں فی الواقع نبی ہوں**۔ اور الہامات میں جو مجھے نبی یا رسول سے مخاطب کیا جاتا ہے تو اس میں کوئی تاویل نہیں ہونی چاہیئے۔

چھٹا ثبوت۔ چنانچہ یہی وجہ ہے اور یہی حوالہ مندرجہ بالا بڑا بھاری ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ ازالہ اوہام میں تو لکھتے تھے کہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے (صفحہ ۵۷۵) اور یہاں فرما رہے ہیں کہ رسول کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔ ازالہ اوہام میں تو فرماتے ہیں کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ اور صرف اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے (صفحہ ۵۷۶) مگر یہاں فرماتے ہیں کہ رسول ہونے کے لئے صرف وحی سے خبر پانا شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونا ضروری ہے نہ کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہونا کیا یہ دونوں حوالے یہ نہیں ظاہر کرتے کہ نبوت کی تعریف کے متعلق آپنے اپنے عقیدہ کو بدل دیا تھا اور ۱۹۰۱ء کے بعد امتی ہونے کو آپ رسالت کے منافی ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ اور نہ رسالت و نبوت کو اس سے ناقص جانتے تھے۔ چنانچہ جہاں آپنے امتی کا لفظ اپنے لئے لکھا ساتھ ہی تشریح فرمائی کہ یہ صرف اسلئے ہے تا ظاہر ہو کہ ہر کمال میں نے آنحضرت کی وساطت سے پایا دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ

"میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے"

ایسا ہی تجلیات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

"کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک کہ اسکو اُمتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست۔"
(صفحہ ۹ حاشیہ)

دیکھو اس میں آپنے کھولکر بتا دیا ہے کہ اب آپکے مذہب میں اُمتی ہونا رسالت کے مفہوم سے متبائن نہیں اور نہ اُمتی ہونے سے نبوت ناقص ہو جاتی ہے بلکہ اس سے تو شان اور بھی بڑھتی ہے ایسا ہی فرمایا۔
"شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا بغیر شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو" (صفحہ ۵)
جس سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد بھی بغیر شریعت کے رسول اور نبی آسکتا ہے اور وہ اُمتی ہونا چاہیئے۔ یہ حوالے آپکے مذہب کو واضح کر رہے ہیں اور نبی کی تعریف کے بارے میں جو تبدیلی آپنے اپنے خیالات میں فرمائی اسکو بتا رہے ہیں۔ اور یہ دکھا رہے ہیں کہ اُمتی ہونے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں ہوتا جبھی تو پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر کوئی اس آیت کو الہامًا سننے سے رسول کہلانے کا مستحق بنے تو پھر انہی معنوں کے مطابق رسول بنیگا جو معنے خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں مراد لئے ہیں۔ آپنے نفی میں نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک از قبیل اضغاث احلام اور حدیث النفس نہیں ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ اگر اس وحی کے ساتھ معجزات اور پیشگوئیاں بھی ہیں تو اسجگہ گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ (نزول المسیح صفحہ ۹۲)
الغرض وحی نبوت کے لئے جس قدر بھی نشانات ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر میرے دعوے کی قوی دلیل ہے۔

ساتواں ثبوت یہ ہے کہ آپنے ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ میں تحریر فرمایا کہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسکو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اسوقت ٹوٹ جائیگی اور پھر ۷۶۱ پر فرمایا کہ باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

اسکا جواب تو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اول دیکھنا چاہیئے کہ یہ تمام عبارت مسیح ابن مریم کے بنفسہ واپس آنے کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اور اسی نبوت(۱) کو ذہن میں رکھکر آپ فرما رہے ہیں۔ جو کچھ فرما رہے

(۱) خوب غور کرکے دیکھو جہاں کہیں بھی حضرت اقدس نے خاتم النبیین کے بعد نیا یا پرانا رسول آسکنے سے انکار کیا ہے وہ اس خیال کا رد ہے کہ وہ مسیح ابن مریم رسول اللہ بنفسہٖ واپس نہیں آسکتا اور اسی واسطے فرمایا کہ صاحب نبوت تامہ [illegible] بہرہ مند ہو جاری ہے [illegible] ہو سکتا کیونکہ جو شریعت جدید لاوے یا براہ راست نبوت پاوے وہ بیشک اُمتی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دوستوں کو یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے ۱۲

ہیں چنانچہ ۲۴۵ کی محولہ عبارت کے ساتھ ہی لکھا ہے اگر مجھ کو مسیح بن مریم نبوت تامہ سے معزول کر کے بھیجا جائیگا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اس نبوت کو جس کے ساتھ شریعت جدیدہ ہو یا جو براہ راست ہو۔ نبوت تامہ فرما رہے ہیں۔ اور ایسے ہی رسول کی تعریف حسب تصریح قرآن مجید یہ کی ہے کہ جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے جہاں نبوت یا رسالت نبی یا رسول آیا ہے اسکے معنی کرنے کے لئے آپ نے ہمیں ایک اصل **غلطی کا ازالہ** میں بتا دیا ہے۔ کہ جس جس جگہ مینے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہاں مراد شریعت جدیدہ یا مستقل یعنی براہ راست نبی ہونا ہے۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ آپ کے کلام میں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آئیگا۔ ہم یہی مراد لینگے۔ ایسا ہی توضیح مرام سے ظاہر ہے کہ آپ **نبوت تامہ کاملہ** سے مراد وحی شریعت والی نبوت لیتے ہیں چنانچہ آپنے صفحہ ۱۹ پر فرمایا ہے۔ بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیۃ الی یوم القیمۃ لا انقطاع لھا ابدًا۔ یعنی حدیث دلالت کرتی ہے کہ **نبوت کاملہ تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے** وہ منقطع ہوگئی۔ البتہ مبشرات قیامت تک باقی ہیں۔ پس جس وحی نبوت پر مہر لگ چکی ہے۔ اسکی تفصیل بھی آپنے خود ہی فرما دی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ براہ راست بغیر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا وہ جدید شریعت کا حاملہ ہو۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اسپر مہر لگ چکی ہے۔ اور اب ایسا رسول قیامت تک نہیں آسکتا۔ جس نے احکام و عقائد دین محض جبریل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں اور وہ نبوت تامہ کاملہ رکھتا ہو یعنے وحی شریعت والی نبوت مگر مبشرات تو باقی ہیں۔ اور وحی نبوت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دو ہی چیزیں[1] ہوتی ہیں۔ ایک شریعت و احکام دین۔ دوم رسول اور اسکے متبعین کے لئے مبشرات جو معاندین کے لئے منذرات ہوتے ہیں اور حضرت اقدس نے شہادۃ القرآن میں بصراحت تام لکھدیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے نبی بھی ہوئے ہیں۔ جنکا کام صرف

---

[1] حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے معنے حضرت اقدس نے کئے ہیں لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات یعنی نبوت کی کئی قسمیں ہیں۔ حامل وحی شریعت اور ایک بغیر شریعت کے براہ راست اور بغیر شریعت کے بوساطت فیض اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس فرمایا شریعت والی تو ختم ہوگئی بے شریعت کے رہ گئی اسپر یہ کہنا کہ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ حضرت مسیح موعود پر اعتراض کرنا ہے ۱۲

صرف توریت کے احکام کی تعمیل کراتا تھا چنانچہ فرماتے ہیں :-

"حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح تک ہزارہا نبی اور محدث ان میں پیدا ہوئے جو خادموں کی طرح کمربستہ ہو کر توریت کی خدمت میں مصروف رہے × × × اور بائبل شہادت دے رہی ہے اور وہ نبی کوئی نئی کتاب نہیں لاتے تھے کوئی نیا دین نہیں سکھاتے تھے صرف توریت کے خادم تھے۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۴۲)

اور

"اس کے بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ × × × × × پھر انکو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں۔" (صفحہ ۴۴)

پس جس پر کثرت سے مبشرات نازل ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اسے نبی نہ کہیں جبکہ انبیاء بنی اسرائیل کو اسی وجہ سے ہم نبی کہتے اور مانتے ہیں۔ دیکھو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ "منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے ہیں" اور چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ "خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا ہے" اور چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰۔ "نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں (اب مولوی محمد علی صاحب قائل ہیں) لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے"

اب اگر کہو کہ حضرت اقدس نے اسکا نام محدث اور جزئی نبی رکھا ہے تو میں کہتا ہوں یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اپنا نام آپنے پہلے محدث رکھا یا جزئی[1] نبی تو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبی[2] رکھا۔ اور اسی واسطے مینے عبارات ازالہ اوہام کو نقل کیا تھا تا آپ پر منکشف ہو کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت اقدس نے نبی کی تعریف کے بارے میں اپنے عقیدہ کو بدل دیا تھا۔ اگر اسوقت آپ اپنے کو محدث

[1] یہ بھی یاد رہے کہ یہ جزوی کا لفظ اس کاملہ تامہ کے مقابل ہے جس میں آپنے شریعت کی شرط رکھی ہے

[2] جزئی یا ناقص کو چھوڑ کر نبی کہنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ اپنے آپکو کامل نبی سمجھتے تھے لفظ کامل ساتھ ملانیکی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ لفظ وضع ہی کامل کے لئے ہے ہم اگلے انبیاء میں کسی کا نام لیکر مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت یونس یا حضرت عیسے) کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے تو کیا جبتک یہ نہ کہا جائیگا کہ وہ کامل نبی تھے تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ ناقص نبی تھے ؟ قندیر ۱۲

یا من وجہ نبی یا شعبہ قویہ نبوت رکھنے والا (بوجہ اس خیال کے کہ نبی بننے کے لئے شریعت جدیدہ یا براہ راست نبوت پانا شرط ہے) کہتے تھے تو بعد میں آپ نے اس عقیدہ کو بدل لیا۔ اور صرف بکثرت مکالمات مخاطبات و اظہار علی الغیب کو نبی ہونے کے لئے کافی سمجھنے لگے۔ اگر کہو کہ پھر دوسرے محدثوں کو بھی نبی کہو تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے خود فرما دیا ہے کہ ان میں وہ شرط نہیں پائی جاتی۔ جو نبوت کے لئے ضروری ہے یعنی کثرت جس کا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی لگا سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ تم ابھی کہہ چکے ہو کہ مبشرات کا نام نبوت ہے اور توضیح مرام سے دکھا چکے ہو کہ اسکا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو میں کہتا ہوں کہ مطلق مبشرات کا نام نبوت نہیں۔ بلکہ نبوت کا مفہوم تو تبھی صادق آئیگا۔ جب وہ اس حد تک پہنچ جائے جہاں تک پہنچنا نبوت کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ چشمہ معرفت میں حضور انور نے فرمایا ہے۔ "اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنے اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو (صفحہ ۱۸۰) اور مبشرات کا سلسلہ بیشک قیامت تک جاری ہے اس سے سب کا نبی ہونا لازم نہیں آتا حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اور صفحہ ۲۸ پر فرمایا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔"

پس مبشرات کا سلسلہ تو ہے اور جیسا کہ آپ نے توضیح مرام میں لکھا ہے ان ابواب النبوۃ الجزئیۃ مفتوحۃ ابدا ولیس فی ھذہ النوع الا المبشرات والمنذرات من الامور الغیبیۃ او اللطائف القرآنیۃ والعلوم اللدنیۃ۔ جزئی نبوت کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں اور اس نبوت جزئی میں مبشرات اور منذرات اور امور غیبیہ اور لطائف قرآنیہ اور علوم لدنیہ ہی ہیں مگر جیسا کہ میں حوالے اوپر نقل کر آیا ہوں۔ جس مبارک وجود پر بکثرت ان کا اظہار ہوگا کہ زمانہ میں اسکی نظیر نہ پائی جائے۔ وہ نبی کہلائیگا۔ یعنی یوں تو ہزارہا اولیاء ہونگے

مگر ایک وہ بھی ہونا چاہیئے جو اسی امت میں سے ہونیکی وجہ سے اُمتی مگر نبی بھی ہوگا۔ اگر یہ نبی بھی تھا ان معنوں میں جو مولوی محمد علی صاحب کے ذہن میں ہیں یعنے ناقص نہ ان معنوں میں جو کاملہ تامہ کے مقابل جزوی کے معنے ہو سکتے ہیں۔ تو آپ یہ نہ فرماتے کہ ہزارہا اولیاء ہوئے اور **ایک** وہ بھی ہوا۔ کیونکہ جزئی اور ناقص طور پر نبی یا محدث تو ہزارہا ہوئے۔ اسی نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ بار بار ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ عبارت پیش کرو جس میں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہو کہ میری نبوت جزئی نہیں یا مجھے نبوت کاملہ دیگئی حالانکہ ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ دے چکے ہیں۔ جس میں آپنے تمام ان لوگوں سے جنکو نبوت جزئی دیگئی اپنے آپکو الگ کر لیا ہے اور فرمایا کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور چند حوالے اوپر بھی دئیے جاچکے ہیں۔ پھر حضرت اقدس کا بار بار یہ کہنا کہ میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (مکتوب آخری) اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ آپ نے دعویٰ کیا کہ مجھے نبوت **کاملہ**[1] دی گئی۔ کیونکہ جو کہے میں نبی ہوں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ وہ کامل نبی ہے۔ اگر کوئی یہ نہ مانے اور کہے کہ ضرور کامل کا لفظ ہونا چاہیئے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ جب تک محمد کامل رسول اللہ نہ کہا جائے۔ کیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ناقص سمجھی جائیگی۔ اور اسی نکتہ کے نہ سمجھنے سے آپ ایک غلطی کے ازالہ کا حاشیہ (یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کیلئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے) اپنی تائید میں پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہاں ایسی نبوت و رسالت کا ذکر ہے جو سب امت کو مل سکتی ہے پس ایک فرد نبی نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ساری امت کے لئے کسی دروازے کے کھلے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب نبی ہوں۔ کیونکہ یہ تو آپ بھی نہیں مانتے۔ کہ امت محمدیہ کے تمام افراد جزوی نبی یا محدث ہیں۔ پس جس قاعدے سے ان سب میں سے چند وجود خاص ہیں۔ اسی قاعدے سے ان چند میں سے ایک وجود غیر ناقص نبوت[2] کے لئے مختص ہوگا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس نے آیت انعمت علیہم سے یہ استدلال کیا ہے اور منعم علیہم گروہ میں نبی رسول صدیق۔ شہداء۔ صالحین شامل ہیں۔ پس یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے

---

[1] یہ بھی یاد رہے کہ نبوت کاملہ کے معنے توضیح مرام میں وحی شریعت کے حامل نبوت کے فرمائے ہیں۔ پس نظر بریں تشریح میں کہتا ہوں آپ صاحب شریعت نبی نہیں تھے جو آپ دعویٰ فرماتے مجھے نبوت کاملہ دی گئی ۱۲

[2] میں منعم علیہ گروہ سے فرد اکمل کہا گیا ہوں (خطبہ الہامیہ) حضرت اقدس کا یہ ارشاد قابل غور ہے منعم علیہم کا فرد اکمل ہی نبی ہوتا ہے

بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے (حاشیہ صفحہ ۱۲ غلطی کا ازالہ) مگر فیض بقدر استعداد فطری ہی ہوگا۔ پس بعض امت محمدیہ میں سے صدیق بعض صالحین بعض شہداء اور بعض جزوی نبی اور ایک[1] نبی بھی۔ کیونکہ نبی تو وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے کوئی پردہ مغائرت کا باقی نہ رہے اور ایسا گم ہو۔ کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو (صفحہ ۴ ایک غلطی کا ازالہ)

اور ایسا شخص حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ابتک ایک ہی ہوا۔ پس یہ اعتراض ہے تو حضرت اقدس پر ہے نہ کہ ہم پر وہی فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شخص ایک نہ ہوتا تو نبی کریم کی پیشگوئی میں رخنہ پڑتا اور یہ جو پیش کیا جاتا ہے کہ فلا والذی خلق السمآء لاجلہ۔ لہ مثلنا ولد الی یوم یحشر۔ تو اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود ہی صرف ایک نبی امت محمدیہ میں نہیں ہو سکتے بلکہ بہت سے ہونے چاہئیں کیونکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ انعمت علیہم کے گروہ کی کوئی بھی نعمت اب بجز وساطت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مل سکتی۔ پس جسقدر بھی صدیق۔ محدث۔ جزوی نبی۔ شہداء۔ صالحین اور اولیاء امت محمدیہ میں ہونگے آپ ہی کے روحانی بیٹے ہونگے اور اس طرح پر بیٹا ہونے کی حیثیت میں مسیح موعود انکے ساتھ شامل ہیں۔ مگر جیسا حضرت مرزا صاحب کے لہ مثلنا ولد کہنے سے یہ لازم نہیں آیا کہ دوسرے مجددین بھی مسیح موعود ہوں اسی طرح یہ بھی لازم نہیں آسکتا کہ دوسرے بھی نبی ہوں۔ دیکھو بادشاہ کے کئی بیٹے ہیں مگر ولیعہد تو ایک ہی ہوگا۔ اب ایک کے ولیعہد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے بیٹے نہیں رہے اور نہ یہ لازم آئیگا کہ ولیعہد ہو جانیکی وجہ سے وہ دوسروں کی طرح بیٹا نہیں رہا۔ اور اب وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری مثل اور بھی بادشاہ کے بیٹے ہیں کیونکہ باوجود ولیعہد ہونے کے بیٹا ہونے

[1] دیکھو تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۲۔ حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جائے × × × پھر آخری یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائےگا اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ کمالات محمدیہ سے جتنا جتنا کسی کو انعام ملا اسی کے مطابق انعام پایا حتٰی کہ بعض نے یہ بھی کہا کہ میں محمد یا احمد ہوں مگر تمام شرائط کے ساتھ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ ایک ہی وجود ہوا کیونکہ اگر کسی دوسرے میں بھی محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہوتا تو وہ بھی نبی کے نام سے پکارا جاتا مگر واقعات بتلاتے ہیں اور حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اور کوئی ایسا نہیں ہوا اسلئے بموجب آیت وآخرین منہم ایک ہی بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

میں تو دوسرے بیٹوں کی مانند ہے پھر دیکھو نبی کریم صلعم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم تو کیا صرف اسلئے کہ نبی کریم نے فرمادیا۔ کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں۔ دوسروں کا نبی ہونا بھی ضروری ہو گیا۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر یہ بھی غلط ہے کہ لہ مثلنا ولد کہنے سے دوسرے اولیاء امت محمدیہ کا بھی نبی ہونا لازم آگیا۔

بات دور چلی گئی۔ میں ثبوت یہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسیح موعود نے پہلے رسول ہونے کے لئے ایک شرط رکھی اور وہ شرط اپنے اندر نہ پاکر اپنے آپکو محدث ہی کہا۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھکر کہ اب نبوت تو ہو نہیں سکتی یہ فرمایا کہ وحی نبوت پر مہر لگ چکی اور نزول جبرئیل بھی بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود فرمایا مگر جب آپ پر یہ امر کھل گیا۔ تو پھر وحی نبوت کا دعویٰ بھی کیا۔ اور نزول جبریل کو بھی تسلیم کیا۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ میری وحی میں احکام دین ہیں۔ ان سب باتوں کے ثبوت میں دیتا ہوں۔

اول نزول جبریل ۔ وقالوا انی لک ھذا قل ھو اللّٰہ عجیب جاء نی ائیل واختار وادار اصبعہ واشار (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳) حاشیہ پر ہے کہ اسجگہ آئیل خداتعالیٰ نے جبریل کا نام رکھا ہے۔ کہ بار بار رجوع کرتا ہے اگر کہو کہ یہ صرف ایکبار جبریل کے آنیکا ثبوت ہے تو میں کہتا ہوں کہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷ میں فرمایا۔ کہ صرف ایکبار بھی جبریل کے آنے سے وحی رسالت کی مہر ٹوٹ جاتی ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہاں مراد شریعت کی وحی ہے یا وہ وحی جو بغیر وساطت نبی کریم آئے۔ (زیادہ تفصیل دیکھو چند حل طلب امور کے جواب میں)

دوم وحی نبوت کا دعویٰ ۔ سو دیکھو اربعین کہ اس میں آپنے آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل اپنے صدق دعوی کی دلیل پیش کی ہے اور اخیر میں ضمیمہ اربعین ۳ و ۴ صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں۔

"تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ انکی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔ جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کرکے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے"۔

اس حوالہ میں دیکھو اپنے صدق دعوے کا تمام دار و مدار اس آیت پر رکھا ہے اور فرمایا کہ ہماری تمام گفتگو

وحی نبوت ہیں۔ اب بتاؤ اگر حضرت اقدس پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی تو پھر تمام اربعین اور اس کے دلائل اکارت گئے۔ یہ زبردست ثبوت اس بات کا کہ آپ اپنی وحی کو وحی نبوت فرماتے ہیں اور اربعین ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کی چھپی ہوئی ہے اسی لئے آپ نے ایک غلطی کے ازالہ میں اس شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ کیونکہ اربعین[1] میں آپ نے وحی نبوت کا دعویٰ فرما دیا تھا۔ جس سے بڑا واضح ہے کہ اب آپ نبوت کے لئے براہِ راست یا شریعت کی شرط غیر منفک اور لازمی نہیں سمجھتے تھے دوم۔ کتابوں کے بغور مطالعہ کے ساتھ صحبت میں معقول مدت تک رہنے کی شرط لگائی ہے مولوی محمد علی صاحب نے اسپر بہت ہنسی اڑائی ہے کہ اگر ایک غلطی کا ازالہ اپنا عقیدہ بدلنے کا اعلان تھا تو اس میں بجائے اس شخص کو ڈانٹنے کے یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ جو کچھ ہمنے آجتک اپنی کتابوں میں اپنا دعویٰ نبوت کے متعلق لکھا وہ محض ایک اجتہاد تھا۔ جس میں ہم سے غلطی ہوتی رہی۔ اب آئندہ کے لئے ہمارا دعویٰ یہ ہے × × اور اس اعلان سے پہلی کتابیں دعویٰ نبوت کے متعلق منسوخ ہو گئیں (صفحہ ۱۰ تمہید) مگر افسوس ہنسی اڑانے والے ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو غور سے کسی بات کو نہیں سنتے اور تحریر کو نہیں پڑھتے۔ اول تو کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ صحبت کی شرط لگی ہوئی ہے۔ دوم۔ اربعین پہلے ایک کتاب موجود ہے۔ سوم اسی غلطی کے ازالہ میں آپنے اپنی کتابوں کے چند ایسے فقرات کے معنے صاف صاف کر دیئے ہیں جو صحبت میں رہنے والے اس اشتہار کے اعلان سے بہت پہلے ہی سمجھ چکے تھے جبھی تو مولانا عبدالکریم رض نے خطبوں میں اسپر زور دینا شروع کر دیا تھا۔ اور پھر جن عبارتوں سے یہ واضح ہوتا تھا۔ کہ آپنے دعوے نبوت سے انکار کیا۔ ان کے معنے آپنے کر کے دکھائے مثلاً فرمایا کہ جس جس جگہ مینے نبوت و رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ محدث کے لئے بتایا۔ کہ وہ لفظ اپنے لئے استعمال تو کرتا رہا۔ مگر اس میں اظہار غیب کے معنے نہیں اور مجھ پر بکثرت اظہار غیب ہوتا ہے اسلئے یہ لفظ میرے مرتبہ کے اظہار کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ جو خاتم النبیین ولا نبی بعدی کے معنے صرف حضرت مسیح بن مریم کی

---

[1] ایک غلطی کا ازالہ نومبر ۱۹۰۱ء میں شایع ہوا ۔

(براہ راست) رسالت کو مدنظر رکھکر فرمایا کرتے تھے۔ اسکے لئے کہا کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپ آنحضرت صلعم کے فیض اتباع سے بھی کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اس میں ہو کر اور اسکے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ اور اس طرح پر خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہتی ہے اور من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب کے معنے صرف اسقدر ہیں کہ میں صاحب شریعت[^١] نہیں یہ نہ سمجھنا کہ رسول بھی نہیں۔ غرض آپنے بتادیا کہ میری پچھلی کتابیں اور ان کے دلائل بالکل منسوخ نہیں ہیں۔ کیونکہ تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے میرا دعویٰ ایک ہی ہے صرف چند الفاظ و عبارات کے معانی دریافت کرنے کے لئے آپ نے قواعد بتادیئے اور اس طرح پر جو کچھ پہلے لکھا تھا۔ وہ بھی بالکل ٹھیک رہا۔ اور کسی عدو اللہ کو یہ کہنے یا ہنسی اڑانے کا موقعہ نہ رہا۔ کہ خدا نے اچھا نبی بنایا جس کو اپنی نبوت کا ہی پتہ نہیں لگتا۔

سوم احکام دین۔ سو اسکے لئے بھی یہ اربعین پڑھ لیجئے صفحہ ۶

"ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف (مولوی محمد علی صاحب بھی) ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔"

اور اسی بنا پر آپنے فرمایا۔ کہ خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اسکو مدار نجات ٹھہرایا ہے اگر کسی ولی کی تعلیم یا وحی اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہو تو اسکا نام پیش کرو۔ اور اگر کسی اور محدث یا مجدد نے یہ کہا ہے کہ میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں تو اسکا نام لو۔

آٹھواں ثبوت۔ پہلے آپنے ازالہ اوہام میں فرمایا صفحہ ۴۲۱ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالے کے حکم سے کیا گیا ہے" اور توضیح مرام میں فرمایا صفحہ ۱۷ "آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔"

[^١]: ۱۷ مئی کے بدر کی ڈائری کا بھی یہی جواب ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے ہم نے ان معنوں میں کوئی دعویٰ رسالت نہیں کیا جیسا کہ ملاں لوگ لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ ملاں لوگوں کو بھی کہتے تھے یہ نیا دین نیا کلمہ لایا ہے اسلام کا بیخ کن ہے۔ چنانچہ مکتوب آخری میں آپ نے اسکی تشریح کی ہی ورجری اللہ فی حلل الانبیاء کے معنے بتادیا کہ میں تمام انبیاء کے کمالات اپنے اندر رکھنے والا ہوں اور آپ ابتدا سے ہی یہ فرماتے چلے آئے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں (اسی کا نام نبوت ہے) اور جو کچھ میں نے پایا آنحضرت کی متابعت سے پایا۔

مگر دیکھو پھر آپ ہی فرماتے ہیں۔ خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ اور فرماتے ہیں :۔

(۲) پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) ایسا ہی خدا نے اور اسکے رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے (نزول المسیح)

(۴) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے × × کہ اسنے میرا نام نبی رکھا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

(۵) جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اسپر قائم ہوں۔ اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں (آخری خط)

(۶) ان اللہ سمّانی نبیا بوحیہ (اللہ نے میرا نام اپنی وحی میں نبی رکھا ہے) الاستفتاء صفحہ ۱۶

(۷) اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (آخری مکتوب)

(۸) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) × × بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اسکے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے)

ان آٹھ حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اگر محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے تھا تو نبوت کا دعویٰ بھی خدا ہی کے حکم کے موافق ہی پس ہم تو ایمان لانے والے ہیں اگر وہ خدا کا حکم تھا تو یہ بھی اسی خدا کا حکم ہے۔ ہم مسیح موعود کو مفتری نہیں سمجھتے۔ اور اصول کی کتابوں میں یہ مشرح ہے کہ آخری قول پر عملدرآمد ہوتا ہے پس یہ نبوت کا دعویٰ خدا کے حکم سے آخری قول ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اور دوسرے حوالے جو ہم دے آئے ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ آپ اپنے آپکو دوسرے محدثوں میں شامل نہیں سمجھتے پس ان دونوں میں یوں توفیق نہیں ہو سکتی کہ نبی سے مراد جزوی نبی ہے بلکہ یوں ہو سکتی ہے کہ پہلے آپ کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار علی الغیب کے صاحب کا نام محدث رکھتے تھے مگر جب یہ بات کھل گئی کہ نبوت کے لئے براہ راست وحی پانے کی شرط نہیں تو اسی کو نبوت فرمانے لگے اور ضرورت الامام میں جو فرمایا کہ امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں تو یہ اپنی نسبت ہی فرمایا چنانچہ آگے چلکر فرماتے ہیں امام الزمان میں ہوں۔

دوم۔ پہلے فرمایا مسیح کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی مگر بعد میں آپ ہی فرمایا

۱۔ دیکھو تذکرۃ الشہادتین "پہلے بہت سے خلفاء کو بر عایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جائے × × پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے"۔

۲۔ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ "بعض یہ کہتے ہیں × × × صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اسکا نام نبی اللہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے محذور لازم نہیں آتا"۔

دیکھئے یہاں یہ جواب نہیں دیا کہ مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں بلکہ نبوت ثابت کی ہے۔

۳۔ "آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"۔

۴۔ اور پڑھو وہ آٹھ حوالے جو اوپر دیے گئے۔

۵۔ میں وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

۶۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں"۔ (غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

۷۔ دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو (نزول المسیح) شانِ نبوت کا لفظ ملحوظ خاطر ہو۔ آیا اس سے ثابت ہوا یا نہیں کہ آنے والے مسیح کیلئے نبوت شرط ہے

۸۔ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنا عقیدہ درباره تعریف نبوت بدل دیا تھا اور جس بات کو مدنظر رکھکر آپنے فرمایا تھا کہ نبوت شرط نہیں۔ جب وہ بات نبی نام پانے کے لئے ضروری نہ ٹھہری تو پھر آپ نے

کھلے الفاظ میں لکھدیا کہ مسیح موعود کو شان نبوت کے ساتھ نبی ہو کر آنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

۱۔ "اسوقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے × × × خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے۔" (صفحہ ۶۵ تتمہ حقیقۃ الوحی)

۲۔ "آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے" (ص۶۵ تتمہ)

۳۔ "اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں × × × بہر حال یہ آیت آخری زمانے میں ایک نبی کے ظاہر ہونیکی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے (تتمہ صفحہ ۶۷)

اگر اسپر بھی کوئی یہی کہتا چلا جائے کہ آنے والے مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں تو اس سے خدا سمجھے کیونکہ مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ تتمہ)

میں خدا کے فضل سے مولوی محمد علی صاحب کی تمہید پر کافی نظر کر چکا ہوں اور ایک طالب حق کیلئے یہ وافی ہے ہاں ایکبات رہ گئی۔ مولوی صاحب کے خیال میں ہم مسیح موعود کو نبی صرف اسلئے کہتے ہیں۔ کہ دوسروں کو کافر بنائیں یہ ہماری نیتوں پر حملہ ہے میں خدا کی قسم کھا کر ہاں اس خدا کی قسم کھا کر جو علیم بذات الصدور ہے اعلان کرتا ہوں کہ ہمنے مسیح موعود کو نبی انکے فی الواقعہ نبی ہونے کی وجہ سے مانا ہے اور انہی وجوہات پر مانا ہے جن پر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خدا کا سچا رسول مانا ہے کیا مولوی محمد علی صاحب نے حضرت محمد مصطفےٰ کو اسلئے خدا کا رسول مانا ہے کہ دوسرے لوگوں کو کافر سمجھیں اور خدا پر اسی لئے ایمان لائے ہیں کہ تا دوسروں کو کافر کہہ سکیں واللہ باللہ میں تو اس نیت سے ایمان نہیں لایا بلکہ اسلئے کہ خدا کے فرستادہ کو اس حیثیت اور مرتبے میں ماننا فرض ہے جس میں وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا۔ مولوی محمد علی صاحب اگر دوسروں کا اتنا پاس رکھتے ہیں کہ جس مرتبہ کے ماننے سے دوسروں کا کافر ہونا لازم آئے وہ نہیں ماننا چاہیئے۔ تو پھر وہ حضرت محمد مصطفےٰ کی رسالت سے بھی انکار کر دیں اور لوگوں کو وعظ کریں کہ کیا اتنا کافی نہیں۔ کہ

حضرت محمد مصطفٰے کو سب سے بڑا مقنّن سب سے بڑا مصلح و ریفارمر مانیں حضرت مسیح ابن مریم سے افضل جانیں نبوت کاملہ آپکی طرف منسوب کر کے سوا اسکے کچھ تمہارے ہاتھ نہیں آئیگا کہ آپکی بیعت (امت) میں جو لوگ شامل نہیں وہ کافر بنجائینگے (صفحہ ۴۳ تمہید النبوۃ فی الاسلام)

آخر میں اپنے ایک معزز و مکرم کی ایک بات بیان کر دیتا ہوں جو اس مضمون کے لکھتے ہوئے انہوں نے مجھ سے بیان کی۔ کہ صاحب ہدایہ نے شاہی دربار میں کسی مولوی کے سوالوں کے چالیس جواب دیئے وہ ۳۹ کو تو کھا گیا اور صرف ایک جواب کو کمزور دیکھکر اس پر جرح کر دی اور عوام الناس کو غلطی میں ڈالدیا۔ یہی حال ہمارے مولوی محمد علی صاحب کا ہے کہ القول الفصل میں کئی باتیں تھیں سب کو چھوڑ کر ایک بات از خود گھڑ لی۔ کہ گویا ہمارا مذہب ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے آپ جزئی نبی تھے۔ بعد ازاں نبوت کاملہ دیگئی پھر آپنے اس پر جرح شروع کر دی اور عجیب عجیب سوالات کئے گویا اپنی تمام قابلیت قانون دانی کو ان سوالات جرح پر جو انہی کی خود ساختہ بات پر ہو سکتے ہیں پر خرچ کر دیا۔ جب اسکا جواب حقیقۃ النبوۃ کی صورت میں شائع ہوا تو اب یہ شور مچا دیا ہے کہ حضرت اقدس کے پندرہ سال کے عقائد و دلائل و کتب پر پانی پھیر دیا حالانکہ حقیقۃ النبوۃ میں کئی بار لکھا گیا کہ بلحاظ تفصیلی کیفیات و تشریحات کے آپکا دعوٰی ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور دلائل اول سے آخر تک برابر قائم ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی منسوخ نہیں۔ صرف نبی کی تعریف کے عقیدے میں تغیر کیا ہی سو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپنے کوئی دلیل نہیں دی کہ آنحضرت صلعم کے فیض اتباع سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد یہ نہیں کہا کہ مسیح موعود کے لیئے جدید شریعت یا براہ راست نبوت لانا ضروری ہے اور یہ بات میرے ہیں پائی جاتی ہے۔

ایک اور مطالبہ مولوی محمد علی صاحب کا ہے کہ سنہ ۱۸۹۹ء سے پہلے بیعت کرنے والا قسم کھا جائے کہ حضرت اقدس کی زندگی میں ایک غلطی کے ازالہ سے یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بدل گیا آج انکی سابقہ تحریریں منسوخ ہوگئیں۔ آج انکے قرآن و حدیث کے دلائل جن سے سینکڑوں صفحے پر ہیں۔ ردّی کی طرح ہو گئے۔ اسکے جواب میں عرض ہے کہ میں ثابت کر چکا ہوں نہ مسیح موعود کی سابقہ تحریریں منسوخ ہو گئیں نہ قرآن و حدیث کے دلائل کے سینکڑوں صفحے ردّی ہوئے اور نہ کسی امر کی صداقت کے لئے یہ ضروری ہے کہ نبی کی زندگی ہی میں اسکو سمجھ لیا جائے۔ مگر میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ایک غلطی کے ازالہ سے مینے سمجھا تھا کہ حضرت اقدس نے کھلا کھلا

چند حل طلب معموں کا حل

میں اس مضمون کو ختم کرکے کاتب کے حوالہ کر چکا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کا مضمون چند حل طلب معمے دیکھ کر میں بہت خوش ہوا کیونکہ اس میں میرے مضمون کے بعض کلمات کی مکرر تصدیق ہوتی ہے ایک تو یہ کہ انکار خلافت کے بعد آپکی عادت ہو گئی ہے کہ خود ہی ایک غلط فہمی پیدا کریں اور پھر اس پر سوالات مرتب کریں۔ دوم یہ کہ جب کسی دلیل کا جواب نہ آئے تو اس سے قطع نظر کرکے چند نئے سوالات پیدا کر دیئے تاکہ اصل بحث میں خلط ہو جائے چنانچہ اب آپنے تیس سوالات کئے ہیں اور اس طرح پر پبلک کی توجہ اس بات سے ہٹانا چاہتے ہیں کہ حقیقۃ النبوۃ کا جواب میرے ذمے ہے

اول۔ آپنے القول الفصل صفحہ ۲۴ و ۲۵ سے چند فقرات کو توڑ کاٹ میں سے کر یہ خیال پیدا کرنا چاہا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے دربارہ نبوت اپنا عقیدہ بدلنا افتراءً حضرت مسیح موعود کے ذمہ لگا دیا۔ حالانکہ حضرت صاحبزادہ اولوالعزم حضرت مسیح موعود کی عبارت کو بتمامہ نقل فرما چکے ہیں اور اب اسکا حاصل مطلب بیان کرنے میں لفظ بہ لفظ نقل کی ضرورت نہ تھی (دیا) پھر آپ "بعد میں متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا" کی بنا پر کہتے ہیں کہ ان الہامات کا پتہ بتاؤ۔ کیونکہ تم پر ذمہ داری ہے کہ اس وحی کا پتہ دو جن کے رو سے مسیح موعود نبی بنے۔

یہ اعتراض مولوی محمد علی صاحب نے دراصل مسیح موعود پر کیا ہے کیونکہ حضور مغفور حقیقۃ الوحی ۱۴۹-۱۵۰ پر اس سوال کے جواب میں (کہ پہلے آپ کہتے تھے مجھے مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور اب آپ کہتے ہیں کہ تمام شان میں بڑھکر ہوں) فرماتے ہیں۔ "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے × × × مگر بعد میں[۱] جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔"

اب جبتک آپ زبان سے حضرت مرزا صاحب کو صادق مانتے ہیں آپکا بھی فرض ہے کہ وہ بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی بتائیں جس میں کم از کم آپ ہی کے خیال کے مطابق یہ ذکر تو ہو کہ تو مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہے۔ اگر آپ ایسے الہامات پیش نہیں کر سکتے تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ گویا حضرت

۱؎ خوب غور کرکے دیکھ لو مولوی محمد علی صاحب نے جس فقرہ پر اعتراض کیا ہے وہ دراصل حضرت اقدس کا ہے۔ نہ کہ صاحبزادہ صاحب کا پس جسقدر بھی مطالبہ ہے وہ دراصل مسیح موعود سے ہے اور تعجب ہے کہ آج انکی وفات کے بعد یہ شور مچایا ہے پہلے یہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مسیح موعود کے صادق القول ہونے پر حملہ کر رہے ہیں کیونکہ ایک طرف آپکا یہ اعتقاد ہے کہ تمام الہامات کا اظہار نبی کیلئے ضروری ہے دوسری طرف وہ وحی جو بعد میں (اور یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ "اوائل" کے مفہوم میں تریاق القلوب کی طبع کا زمانہ بھی شامل ہے) بارش کی طرح نازل ہوئی (یقیناً ایسی وحیوں کی تعداد بہت زیادہ ہونی چاہیئے) اس میں سے ایک وحی بھی آپ پیش نہیں کر سکتے۔ جو ان الفاظ میں ہو کہ تو مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہے ہمارے عقیدہ پر تو کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ ہم تو نبی کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ تمام الہامات کو ظاہر کرے اور نہ ہمیں مسیح موعود کے صادق القول ہونے میں شبہ ہے جب وہ فرماتے ہیں کہ بارش کی طرح وحی نازل ہوئی تو ہم کہتے ہیں اٰمنّا کچھ ضرورت نہیں کہ ہم اپنے آقا و ہادی سے مطالبہ کریں کہ اصل الفاظ میں وہ وحی الگ الگ شائع کرو۔

دوم۔ آپنے حقیقۃ النبوۃ کو غور سے نہیں پڑھا۔ آپکے اس خدشہ کا ازالہ کیا جاچکا ہے دیکھو صفحہ ۱۲۴

"لیکن بعد میں جب بار بار مجھ پر وحی نازل ہوئی اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا تو مجھے اپنا عقیدہ بدلنا پڑا۔ اب یہ بات تو ظاہر ہے کہ نبی کے نام سے تو حضرت مسیح موعود کو براہین کے زمانہ سے یاد کیا جاتا تھا پس صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ آپکو پہلے نبی کا خطاب دیا گیا بعد میں دیا گیا اسلئے فضیلت کا عقیدہ بدل دیا۔ بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی نبی کے نام سے آپکو پکارا تو جاتا تھا لیکن آپ اسکی تاویل کرتے رہتے تھے لیکن جب بار بار الہامات میں آپکو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول کے نام سے پکارا تو آپکو معلوم ہوا کہ آپ واقعہ میں نبی ہیں غیر نبی نہیں جیسا کہ پہلے سمجھتے تھے اور نبی کا لفظ جو آپکے الہامات میں آتا ہے صریح ہے قابلِ تاویل نہیں۔ پس اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپکو نبی کا خطاب نہ دیا گیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ بار بار کی وحی نے آپکی توجہ کو اسطرف پھیر دیا کہ تئیس سال سے جو مجھکو نبی کہا جا رہا ہے تو یہ محدث کا دوسرا نام نہیں بلکہ اس سے نبی ہی مراد ہے"۔

کیوں اب تسلی ہوئی یا نہیں اور کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ کافی غور کرنے سے پہلے ہی آپ دوسروں کی تحریروں کا جواب شروع کر دیتے ہیں۔

اب دوسرے سوال کو لیجیے جس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس شبہ کا کہ حضرت مسیح موعود نے نزول جبریل کو نبوت کے لئے شرط ٹھہرایا ہے کا ازالہ بھی ان الفاظ میں کر دیا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳ پر ایک الہام درج ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکے پاس جبریل بھی آیا کرتا تھا۔ اب اسپر مولوی محمد علی صاحب خود بخود ایک غلط فہمی پیدا کرتے ہیں اور پھر اسکی بنا پر مرتب کردہ سوالات کا جواب حضرت صاحبزادہ صاحب سے چاہتے ہیں۔

اوّل یہ کہ ازالۂ اوہام صفحہ ۵۳۴ پر نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس سے مسیح موعود نے انکار کیا ہے پس ۱۸۹۱ء تک تو کم از کم آپ پر جبریل نازل نہ ہوا۔ **دوم** یہ کہ اس سے ثابت ہوا باوجود مسیح موعود ہونیکے قطعاً اور یقیناً آپکی وحی وحی ولایت تھی نہ وحی نبوت۔ **سوم** یہ کہ اسکے بعد وحی رسالت کب شروع ہوئی اسکا بتانا آپکا فرض ہے **چہارم** یہ کہ اس وحیٔ رسالت کو ۱۹۰۶ء سے شروع کرنا پڑیگا۔ اور نبوت کے دعوے کی میعاد صرف دو سال کے قریب رہ گئی **پنجم** یہ معلوم ہوا کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبریل نہ ہوتا تھا۔

جوابات۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جب انسان حق کی مخالفت کرتا ہے تو ایک فہیم سے ذہین شخص کی عقل ماری جاتی ہے ناظرین غور فرمائیں خود ہی ایک بات فرض کر لی ہے[۱] اور اسپر ایک عمارت کھڑی کر کے ساری ذمہ داری ہم پر ڈالی جاتی ہے۔

مولوی صاحب اسلئے حضرت مسیح موعود ابتداء دعوے سے نبی اور بلحاظ نفس نبوت ایسے ہی نبی تھے جیسے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام۔ پس نزول جبریل بھی آپ پر ابتداء دعویٰ ہی سے ہوتا تھا ۱۸۹۱ء کے بعد یا ۱۹۰۱ء کے بعد یا ۱۹۰۶ء کے بعد شروع نہیں ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک الہام پیش کر کے صرف یہ بتایا تھا کہ خدا کی وحی میں یہ ثبوت و اقرار موجود ہے کہ آپ پر جبریل نازل ہوتا ہے اس وحی میں یہ نہیں لکھا کہ آج ہی جبریل آیا اور اس سے پہلے کبھی جبریل نہیں آیا بلکہ اس میں تو ایک امر واقعہ کا اظہار ہے اور شاید ایسے ہی منکران نبوت کے لئے اس بات کو ظاہر کیا گیا ورنہ یہ الہام وحی میں نہ بھی موجود ہوتا تو بھی نزول جبریل کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت اقدس کا تو یہ مذہب ہے کہ ولیوں پر بھی نزول جبریل ہی ہوتا ہے پھر رسولوں پر تو بالضرور ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دیکھو توضیح مرام صفحہ ۷۰ تا ۷۱

"مثلاً جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہیں خدمات کے موافق نیّر سے لیجاتی ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک

---

[۱] پہلے آپنے یہ بات بنائی تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا گویا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۲ء تک جزوی نبی تھے اور اسکے بعد کامل نبی بنائے گئے لیکن جب دلائل قاہرہ ثابت کیا گیا کہ آپکا یہ عقیدہ نہیں اور ایسا آپنے ہرگز نہیں لکھا کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۲ء تک جزوی نبی تھے بلکہ یہ لکھا تھا کہ مسیح موعود کو جب اللہ تعالیٰ نبی فرماتا تو آپ پرانے عقیدہ کی بنا پر اپنے آپکو نبی قرار دینے کی بجائے یہ معنی کر لیتے کہ نبی سے مراد صرف جزوی نبوت ہے (دیکھو القول الفصل صفحہ ۱۹) ندامت کیساتھ مولوی محمد علی صاحبکو اقرار کرنا پڑا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہی مراد تھی مگر صاف اقرار تو طریق صفا ہے اسلئے آپ لکھتے ہیں تو چلئے میں داد دے لیتا ہوں جو آپ کہتے ہیں اسی طرح اب نزول جبریل کے بارے میں ایک نئی بات ہمارے ذمہ لگا دی ہے ۱۲

ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو۔ نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے)

لیکن اُسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے متعلق ہے × × × کہ ہریک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے × × پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد تیاری وجود کے اس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے اس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو۔ وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے × × × ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونوں وحیوں میں وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشے اور بڑے آئینہ کا ہے یعنے اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی ہے اور اُسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر یک جگہ مادّہ قابلہ ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہیں اور یہ جو اسجگہ میں نے صفائی کا لفظ بھی لکھدیا تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہیں بلکہ کیفیت کے بھی متعلق ہے یعنی صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کی ایک ہی مرتبہ پر کبھی نہیں ہوتی جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے۔"

اس میں بتا دیا کہ نزول جبریل تو ادنےٰ سے ادنےٰ ولی پر بھی ہوتا ہے اور نبی پر بھی فرق تکدر و صفائی کیفیت و کمیت کا ہے چنانچہ اسی مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر بھی ادا فرمایا ہے۔

"وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بہ باعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۳۸)

پس جب مسیح موعود۔ ادنیٰ سے ادنیٰ ولی پر بھی نزول جبریل مانتے ہیں تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبریل نہ ہوتا تھا۔ یا یہ کہ آپ اپنے پر نزول جبریل سے کیونکر انکار فرما سکتے ہیں۔

لا محالہ جہاں انکار فرمایا ہے وہاں اسکے ساتھ کوئی اور شرط ہے اور وہ یقیناً وحی شریعت کی شرط ہے۔ یعنی آپنے جس وحی و نزول جبریل سے انکار فرمایا ہے وہ ایسی وحی ہے جس میں شریعت جدیدہ ہو چنانچہ اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۸/۵۷۹ پر فرماتے ہیں "پھر وہ بغیر وحی نبوت کے تفصیلات مسائل دینیہ × × × × × × × کیونکہ قرآن شریف سے استنباط کرینگے اور یہ تو ظاہر ہو چکا کہ وہ حدیثوں کی طرف رجوع بھی نہیں کرینگے × × × × یہ تمام تفصیلات انکو معلوم ہونگی جو بوجہ وحی رسالت ہونیکے کتاب اللہ کہلائینگے"۔ اور نیز ایسی وحی ہے جو براہ راست حاصل کردہ نبوت پر نازل ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱۔ اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے دیکھو یہاں آپنے جس قسم کا نزول جبریل ممتنع ہے اسکو بہ پیرایہ وحی رسالت سے مختص کر دیا۔ اور رسالت سے مراد یہاں مسیح موعود کی وہی لیجائیگی جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ لیتے تھے۔ کیونکہ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ فرما چکے ہیں۔ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہاں مراد شریعت یا براہ راست[1] نبوت ہے پس یہ عبارت ازالہ اوہام یوں پڑھی جائیگی کہ ۔ **باب نزول جبریل اس پیرایہ میں کہ وحی شریعت لائے یا براہ راست نبوت (جو قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہ رکھتا ہو) کے مدعی پر مسدود ہے**

یہ بھی یاد رہے کہ نبوت تامہ کے معنے صفحہ ۱۹ توضیح مرام پر الحاملۃ لوحی الشریعۃ کے کئے ہیں۔ پس ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ کی عبارت۔ نبی کی نبوت تامہ کے لوازم وحی و نزول جبریل مان لیا ہے اسلئے آپکی وحی وحی رسالت ثابت ہو گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ خوشی ایک عارضی خوشی ہے کیونکہ مسیح موعود نے اپنی وحی کو رسولوں کی وحی کی قسم میں داخل کیا ہے اور الہی کی وحی کی طرح اسے مصفی اور اضغاث سے پاک قرار دیا ہے دیکھو نزول المسیح صفحہ ۸۱۔ "جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہیں ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے" پھر دیکھو اربعین ۴ صفحہ ۱۱۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے اور دیکھو حقیقۃ الوحی ۳۹۱۔ جس میں آپنے اپنے آپکو دوسرے صلحاء امت محمدیہ سے ممتاز کر لیا ہے اور دیکھو الوصیۃ صفحہ ۱۲۔ اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے × × × پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم × × × ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا × × × پس اس

[1] مستقل نبوت کے یہی معنے ہیں۔ دیکھو اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء

پر بعض افراد نے یہ بات کامل طور سے ثابت کی جاچکی ہے کہ یہاں بعض افراد سے مراد صرف حضرت مسیح موعود ہیں۔

دیکھو حقیقۃ النبوۃ (۲۳۹ تا ۲۴۳) باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا۔

یہ تمام حوالے زبردست ثبوت ہیں اس بات کا کہ آپؑ اپنی وحی کو وحی ولایت نہیں بلکہ وحی رسالت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جو تمام نبیوں کے اتفاق سے نبوت کے نام سے موسوم ہے اسکی تعریف آپ پر صادق آتی ہے۔ اسی کیفیت وکمیت کا فرق آپنے وحی ولایت و وحی رسالت میں بتایا ہے۔ جیسا کہ توضیح مرام اور آئینہ کمالات اسلام سے نقل کیا گیا۔ پس یہ غلط ہے کہ سنہ ۱۸۹۱ء تک آپ پر جبریل نازل نہیں ہوا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ آپکی وحی وحیٔ رسالت نہ تھی اور یہ بتانا ہمارا فرض نہیں کہ وحی رسالت اسکے بعد کب شروع ہوئی۔ کیونکہ ابتداء دعویٰ سے یہی وحیٔ رسالت آتی تھی۔ اس سے آپؑ نے انکار نہیں کیا اور جس عبارت سے ایسا نتیجہ نکالا جاتا ہے وہاں شریعت یا نبی کی وہ تعریف مراد ہے جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ فرماتے تھے اور یہ بھی غلط ہے کہ وحی رسالت کو سنہ ۱۹۰۱ء سے شروع کرنا پڑیگا اور یہ بھی غلط ہے کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبریل نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ نبوت کی میعاد صرف دو سال ہی تھی۔ دوسرے الفاظ میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود مفتری تھے (نعوذ باللہ منہ) اور یہ بھی غلط ہے کہ جاء نی ائل کا الہام سنہ ۱۹۰۶ء سے ہے بلکہ یہ الہام ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء البدر جلد ۱ نمبر ۱۱ پر درج ہے اور حقیقۃ الوحی میں سب سے پہلے نہیں شائع ہوا جیسا کہ آپکو اسوقت معلوم ہوا ہے

تیسرا سوال آپکا یہ ہے کہ نبی کی تعریف صاحبزادہ صاحب نے یہ کی ہے جسے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے پس (۱) کثرت کی کوئی تعیین کیجئے مثلاً تین سو زیادہ اہم امور پر اطلاع ملجائے (۲) یہ ضروری ہے کہ جب پہلے نبی کو الہام شروع ہوں تو کچھ مدت تک اسکو مرتبہ ولایت ہی کا ہے۔ کیونکہ ایک آن میں کثرت مہیا ہو نہیں سکتی۔ بلکہ کچھ وقت لے گی (۳) دوسری طرف ہر ولی الہام پاتا ہے تا اگر عمر بیوفائی نہ کرے تو نبی ہو سکتا ہے (۴) جب ولی خاص اس حد تک پہنچیگا جہاں نبوت شروع ہو جاتی ہے جیسے مثلاً ۹۹ الہام ہو گئے۔ اور سو الہاموں پر نبوت کا منصب عطا ہو جاتا ہے تو اب یا تو خدا تعالیٰ الہام کا دروازہ بند کر دے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ نبی نہ ہو جائے یا اسے فی الفور وفات دے ورنہ زبردستی نبی بن جائیگا۔

جواب معزز ناظرین! یہ تو آپکو معلوم ہے کہ نبی کی تعریف حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی تحریر نقل کی ہے مثلاً دیکھیے القول الفصل صفحہ ۵۔ "سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا ہے (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے پس یہ اعتراض جنکی توقع کسی دشمن عنید سے ہو سکتی تھی آہ! آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان اعتراضات اعتراضات نہیں بلکہ تمسخرات کا کرنیوالا محمد علی ہے میں تمام جماعت احمدیہ کو اسطرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ خدارا اس قلب و دماغ کی نسبت اپنی رائے قائم کریں۔ جس سے یہ تمسخر اور یہ استہزاء نکلا ہے کیا اس میں ذرا بھی عزت مسیح موعود اور اسکے کلام کی ہے اور کسی احمدی سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کے کلام پر یوں تمسخر اڑائے۔ مولوی محمد علی صاحب سے مخفی نہ رہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حقیقۃ النبوۃ میں ان سوالات کا جواب دے چکے ہیں دیکھو صفحہ ۵۶

"جس میں یہ بات پائی جاوے کہ وہ عظیم الشان واقعات کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پاکر لوگوں تک پہنچائے اور اسکا نام اللہ تعالیٰ نبی بھی رکھے تو وہ نبی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کی شرط اسلئے ہے کہ **اس امر کا فیصلہ کہ اخبار غیبیہ جو کسی بندہ کو اللہ تعالےٰ بتائے۔ انکی اہمیت اور کثرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے**۔ علاوہ ازیں × × × اگر انسان آپ ہی اس بات کا فیصلہ کر لیا کریں کہ کس پر اسقدر اظہار غیب ہوتا ہے کہ وہ نبی کہلا سکے تو بہت سے لوگ چند خوابوں یا چند الہامات کی بنا پر اپنے آپکو نبی قرار دیکر ان خصوصیات کے وارث بنجائیں اور ایک خطرناک تباہی آجائے × × × اگر نبی کا نام خدا تعالےٰ نہ رکھے تو بہت سے لوگ جنکو چند رؤیا ہو چکی ہوں اپنے آپکو نبی قرار دے کر دنیا پر اپنے قول کو حجت قرار دیں × × نبوت ایک موہبت الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے کہ کسی شخص کو جنے امور غیبیہ پر اطلاع دی ہے یا نہیں کہ وہ نبی کہلا سکے۔ اور یہ کہ ایک خبر دینے والے کی اخبار ایسی مہتم بالشان ہیں یا نہیں کہ انکی وجہ سے اسے نبی کہہ سکیں × × × نبی وہی ہوتا ہے اور وہی ہو سکتا ہے جو ایسے امور غیبیہ پر کثرت سے مطلع کیا جائے جو خاص **اہمیت اور عظمت** رکھتے ہوں۔" (۵۶-۵۷)

پھر دیکھو صفحہ ۵۷ جس میں آپنے بتایا ہے کہ درحقیقت آیت لا یظھر علیٰ غیبہٖ میں ان تینوں شرائط کا مفہوم آجاتا ہے × × × اور نبی کا نام خدا کی طرف سے رکھا جانا بھی اسی آیت سے ثابت ہے × × × اور جب کہ اللہ تعالےٰ رسول کو رسلہ میں اپنی طرف نسبت دیتا ہے تو یہ بات ثابت ہے کہ نام بھی وہ خود ہی رکھتا ہے ورنہ دوسرے اشخاص کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص اب اس درجہ کو پہنچ گیا ہے پس کثرت سے اظہار امور غیبیہ

کا ہونا ایک ایسی شرط ہی جو درحقیقت ایک ہی شرط نبوت ہے اور دوسری دونوں شرطیں اسی کی تشریح ہیں۔

ان دونوں حوالوں سے آپکے تمام اعتراضوں کا جو آپنے حضرت اقدس مسیح موعود کے کلام پر کئے قلع قمع ہو گیا ہے آپ کہتے ہیں کثرت کی تعیین کرو ہم کہتے ہیں اسکی تعیین وہی جانتا ہی جو نبوت عطا فرماتا ہی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ پس وہ جسے نبی کا خطاب دیگا برحق و برمحل دیگا۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں (۲) اور پہلے مرتبہ ولایت کا رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خوب جانتا ہی کہ یہ نبوت کا اہل ہی اسلئے کثرت مکالمہ مخاطبہ کا مستحق (۳) ہر ولی نبی نہیں کیونکہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کے ساتھ دوسری شرطیں بھی ہیں (۴) الہام کرنیوالا اگر الگ خدا ہو اور نبوت دینے والا الگ تو یہ ڈر ہو سکتا ہی ۹۹ کی بجائے ۱۰۰ الہام ہوگئے تو یہ نبوت پا جائیگا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کی نعمت دیگا ہی اسے جو نبوت پانے کا مستحق ہوگا۔ نبوت کا نتیجہ کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی نہ کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نتیجہ نبوت۔ بادشاہ اپنے خاص مقربین ہی سے زیادہ باتیں کیا کرتے ہیں نہ کہ ادنٰے سے کیا بادشاہ بعض ملازمین سے اس خوف سے زیادہ باتیں نہیں کیا کرتے کہ پھر یہ وزیر اعظم بنجائیگا ہرگز نہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ تعلق ہی نہیں کہ زیادہ مکالمہ ہو پس ولیوں سے جو مکالمہ مخاطبہ کم ہوتا ہی تو یہ اس خوف سے نہیں کہ پھر خدا کو ضرور انہیں نبی بنانا پڑجائیگا بلکہ وہ جتنے انعامات کے قابل و مستحق ہوتے ہیں اتنے انہیں دیئے جاتے ہیں اور یہ جو آپنے از خود بنالیا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے نزدیک وحی ولایت اور وحی رسالت میں کوئی فرق کیفیت کے رنگ میں نہیں بالکل غلط ہی جو حوالے مینے حقیقۃ النبوۃ سے دیئے ہیں ان میں اہمیت اور عظمت کے الفاظ کو مینے موٹا کر دیا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمیت کے علاوہ کیفیت کا فرق بھی ہی اگر کوئی کہے کہ بحث القول الفصل میں ہی تو مخفی نہ رہے کہ اسکے صفحہ ۵ پر جو تعریفیں نبوت کی حضرت مسیح موعود کی طرف سے نقل کیگئی ہیں ان میں یہ لفظ ہی دیکھو سطر ۱۴-۱۵- وہ تعریف جو الوصیت سے نقل کی گئی ہی پس یہ افتراء ہے کہ ہم کثرت کے علاوہ کیفیت کا فرق نہیں کرتے۔ اور اسی سے آپکا یہ اعتراض بھی حل ہو جاتا ہے کہ جب تک کثرت نہ ہو مورد وحی ولی ہی رہیگا۔ کیونکہ کیفیت وحی۔ وحی ولایت اور وحی رسالت میں فرق کردیگی گو اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ جو نبی ہوتا ہے آخر وہ پہلے ولی ہی ہوتا ہی۔ انسان صالح صالح شہید۔ صدیق۔ یہ سب مراتب طے کرکے ہی نبی ہوتا ہے اور مبشرات سے رؤیا صادقہ بھی ہی۔ اسی واسطے اسے چالیسواں حصہ نبوت کا لکھا ہے اور ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ وہ پہلے ولی رہا یا نہیں

سلہ حقیقۃ النبوۃ میں سمجھا دیا گیا ہی کہ نبی ایک درجہ تقرب کا تام ہی جب وہ نبی مرسل بنیگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بکثرت مکالمہ مخاطبہ فرمائیگا

کیونکہ ہم پر اسکا ماننا اسی وقت فرض ہوگا اور اسی وقت اسکے انکار (اعاذ باللہ منہ) سے کفر کا فتوی لگیگا جبکہ وہ یہ دعوی کریگا کہ مجھے خدا نے نبی کا خطاب دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ یہ خطاب دیگا۔ اسکے ساتھ ضرور کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہوگا ومن اصدق من اللہ قیلاً پس یہ علامت ہے اسکی نبوت کی کہ خدا اسکے ذریعہ بہت سی آئندہ کی خبریں دیتا ہو اور خدا کی طرف سے دعوت الایمان اسی وقت دلائی جائیگی جب [۵] وہ نبوت کا نام پانیکا مستحق ہوگا۔

اسی ضمن میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے دوسرے سوالات کا جواب بھی ہو جائے جنکا تعلق حضرت صاحبزادہ صاحب کی ذات سے ہے مثلاً آپ نبوت کی تعریف کا ایک فقرہ "کثرت مکالمہ مخاطبہ" لے کر اسپر مکتوب محمود مندرجہ الفضل ۱۴ جون ۱۹۱۴ء سے یہ عبارت پیش کرکے کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ مجھے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔

طرح طرح سے ہنسی اڑاتے ہیں (۱) پس آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہے کیا آپ درحقیقت نبی ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو خدا نے اطلاع کیوں نہیں دی۔ اگر نہیں تو آپکی اصطلاح درست نہ ہوئی (۲) آپ تو مصلح موعود بھی کہلاتے ہیں سنا گیا ہے کہ بعض مریدین آپکو نبی کہتے ہیں (۳) اگر خدا اسے باوجود کثرت امور غیبیہ پر اطلاع کے نبی نہیں کہتا تو معلوم ہوا۔ اسکے سوا اور کچھ بھی ہے یا ملہم نے جھوٹ بولا (۴) القول الفصل میں آپنے لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ اور دوسری طرف آپکو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانیکا دعوی ہے اور خلیفہ کے معنے نبی بھی آپ مانتے ہیں پس آپ نبی کیوں نہیں کہلاتے شاید آپ (صاحبزادہ) کو بھی حضرت مسیح موعود کی طرح غلطی لگ رہی ہو اور جب اللہ آپکو بار بار خلیفہ کہہ چکا ہے تو ہمیں کافر کیوں نہیں کہتے۔

اما الجواب۔ نبی کی تعریف صرف یہی نہیں کہ مطلق کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف (یہ بات تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے محدثوں میں بھی مانی ہے دیکھو حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۳

صدیق اسے کہتے ہیں جو شہید سے بڑھکر صداقت پر اپنے آپکو قائم کرے اور ایسا صدق ظاہر کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سننے کا بہت زیادہ مستحق ہو جائے اور ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی بارش نازل کرتا ہے اور یہ محدثیت کا آخری درجہ ہوتا ہے اور یہ درجہ امت محمدیہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے پایا ہے۔

بلکہ اسکے پانے کے بہت سے شرائط ہیں حقیقۃ النبوۃ کا صفحہ ۸۱

نبی لغت عرب اور قرآن کریم کے رو سے اسے کہتے ہیں جو (۱) اللہ تعالیٰ سے کثرت سے امور غیبیہ کی اطلاع پائے (۲) جن غیب کی خبروں کی اطلاع اسے دیجائے وہ نہایت عظیم الشان قومی تباہیوں اور ترقیوں

[۵] کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس مدعی نبوت کی راستبازی کے اور بہت سے نشان دکھدیتا ہے جن سے وہ صادق اور کونوا مع الصادقین کے امر کی تعمیل کا مورد ثابت ہوتا ہے ۱۲

پر مشتمل ہوں (۳) یہ کہ خدا تعالیٰ نے اسکا نام نبی رکھا ہو"۔

پس حضرت صاحبزادہ صاحب کو نبوت کا مدعی یا نبوت کی تعریف کے مطابق نبی نام پانیکا مستحق ثابت کرنے کے لئے صرف کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع کا دعویٰ دکھانا کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی کہ وہ کثرت عنداللہ کثرت ہے دوم یہ کہ وہ امور غیبیہ عظیم الشان قومی تباہیوں یا ترقیوں پر مشتمل ہیں۔ سوم یہ کہ خدا نے نبی کا خطاب آپکو دیا ہو جب یہ باتیں ثابت نہیں نہ انکا دعویٰ ہے تو پھر اعتراض اول ھبأ منثورًا ہوئے اور یہ اصطلاح بالکل درست نکلی اور یہ قول آپکا بالکل جھوٹ نکلا کہ نبی کی تعریف صاحبزادہ صاحب پر صادق آتی ہے کیونکہ نشان فضل کا جواب ابھی تک آپسے یا آپکے کسی متراح سے نہیں ہو سکا۔ دوم آپکو ثابت کرنا چاہیئے کہ ہمارے نزدیک مصلح موعود کیلئے نبی ہونا بلکہ مامور ہونا بھی شرط ہے (۳) باوجود کثرت امور غیبیہ جب اور شرائط بھی ہیں تو ملہم کے یہ کہنے سے کہ وہ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیا جاتا ہے اور نبی نام نہ پانے سے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ کثرت کا لفظ تو اپنے خیال کے مطابق ہے جو چند الہامات پر بھی اطلاق پا سکتا ہے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اتنے امور غیبیہ پر اطلاع کا نام کثرت ہی رکھتا ہے۔ نبی کی تعریف میں تو وہ کثرت معتبر ہے جسے خدا کثرت کہے اور اپنے طور پر کسی چیز کو کثیر کہہ لینا کوئی شرعی جرم نہیں ہر ایک کا[1] اپنا خیال اور اپنا محاورہ ہے۔ سوال کے چوتھے حصہ کو حل کرنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مامور عام ہے اور نبی خاص۔ مامور کا لفظ نبی اور مجدد دونوں کو شامل ہے اور خلیفہ بھی عام ہے خلیفہ نبی بھی ہوتا ہے[1] جیسے حضرت موسیٰ کا خلیفہ مسیح بن مریم مامور مگر غیر نبی بھی[2] جیسے مجددین امت محمدیہ اور غیر مامور بھی[3] جیسے حضرت ابوبکر یہ تقسیم میں نے آپکے مسلمات کی بنا پر کی ہے اسلئے حضرت مسیح موعود یا قرآن و حدیث کے حوالے دینے کی ضرورت نہیں آپ مجددین کو مامور سمجھتے ہیں اور دوسرے انبیاء پر مامور کا لفظ بولتے ہیں آپ حضرت عیسیٰ کو حضرت موسیٰ کا خلیفہ اور پھر نبی بھی سمجھتے ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ مانتے ہیں اور انہیں مامور نہیں سمجھتے۔ پس اب حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے تین فقرات کا مطلب سمجھنا آسان ہے اور جو معنے وہ اپنے فقرے کے خود کرتے ہیں اور سیاق و سباق بھی اسی کا مؤید ہے اسکے خلاف کسی کو حق نہیں کہ کوئی معنے کرے۔

اپریل ۱۱ سنہ ۱۹۱۱ء کو فرمایا "مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے" یہاں ماموروں سے مراد انبیاء ہیں کیونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب اسی مضمون اور دیگر مضمونوں سے ثابت ہے کہ وہ انبیاء کے منکروں پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں کسی مجدد و مامور کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

(۳) مصلح موعود کا ذکر تو آپکی زبان پر نہیں آنا چاہیئے

[1] اسی لئے دوسرے موقع پر اس کثرت کو چند فرمایا ۱۲

۱۴ لار جنوری ۱۹۱۴ئہ کو فرمایا :- "اگر مجھے وحی ہو تو میرا منکر کافر ہوا نہ کہ فاسق" یہاں خلیفہ اور وحی پانے سے مراد نبی ہے کیونکہ آپ نبیوں ہی کے منکر کو کافر کہتے ہیں اور مولوی محمد علی صاحب النبوۃ فی الاسلام کی تمہید میں خود لکھ چکے ہیں کہ تم حضرت مسیح موعود کو کامل نبی اسی لئے بتاتے ہو کہ لوگوں کو کافر بناؤ۔ اگر ہمارا یا حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب ہوتا کہ مامور غیر نبی کا منکر بھی کافر ہوتا ہے تو آپ کے خیال کے مطابق ہمیں ضرورت نہ تھی کہ مسیح موعود کو کامل نبی کہیں پھر دیکھو خود حضرت صاحبزادہ صاحب نے ۱۷ر جنوری ۱۹۱۵ء کے خط میں اسکی تشریح کر دی ہے۔

"یہ یاد رہے کہ ہر رسول اور نبی مامور ہے ہر مامور رسول یا نبی نہیں اسی لئے حضرت صاحب اپنے آپکو مامور بھی کہتے تھے۔ میرا اب تک یہی مذہب ہے کہ صرف انبیاء و رسل کا منکر کافر ہوتا ہے غیر مامور خلیفہ یا مامور خلیفہ کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہوتا ہے × × × اور یہ جو میں نے کہا کہ اگر میں مامور ہوتا تو میرے منکر کافر ہوتے یہ مامور و خلیفہ نبی سے مراد تھی کیونکہ مامور اور خلیفہ سے مراد نبی بھی ہوتی ہے اور یہ لفظ عام ہیں۔"

دیکھئے کیسی صاف تشریح ہے اب اسے لغو وہی کہہ سکتا ہے جس کا دل سیاہ ہو کیونکہ آپ نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی فرمائی جو سب اہل حق کے نزدیک مسلم ہے بلکہ جن کی طبیعت میں زیغ ہے وہ بھی اسکے ماننے پر مجبور ہیں کیونکہ واقعات ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی مامور نبی یا مامور غیر نبی۔ مامور خلیفہ۔ غیر مامور خلیفہ نبی خلیفہ سب اقسام مانتے ہیں۔

اب آپ اپنے سوال پر نظر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بار بار بتایا ہے کہ تو خلیفہ ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ آپ نبی بھی ہوں کیونکہ خلیفہ غیر مامور بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ آپ **مامور خلیفہ** ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو بار بار بتانا کہ تو خلیفہ ہے اس بات کا مستلزم نہیں کہ وہ مامور ہے کیونکہ الہامات تو غیر ماموروں کو بھی ہوتے ہیں اس امت محمدیہ کے کئی ایسے اولیاء ہیں۔ جو مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے مگر مامور نہ تھے صرف کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانا بھی نبی کا مستحق نہیں بنا دیتا۔ اور صرف اس بات سے کہ خلیفہ کے معنے نبی بھی ہیں آپ نبی نہیں ہو سکتے جیسے کہ حضرت عمر محدث تھے مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مشرف خلیفہ بھی تھے مگر نبی نہ تھے خود اپنے نفس پر غور کر لو کہ خلیفہ تو بنتے ہو مگر نبی نہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کو کیوں شوق ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نبی ہوں۔ آپ نے تو بہر حال

انکار ہی کرنا ہی بما کذبوا من قبل پس یہ فرض تو آپ اب بھی ادا کر رہے ہیں۔ جن گالیوں کی ابتدا آپکے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اسے بھی آپکے قابل و پرجوش دوستوں نے کمال تک پہنچا دیا ہمیں بائیکاٹ کر دینے کے لئے بھی آپکی چھٹی ۱۹ فروری والی شائع ہو چکی ہی سختی کرنیکا ریزولیوشن بھی پاس ہو چکا ہے آپکے مخلص آپکی سنت پر حرامزادہ اور بے ایمان کہنے سے بھی نہیں ٹلتے اب اور کونسا پہلو تکذیب اور تشدد اور ایذا دہی کا باقی ہی جو آپ اختیار کرنا چاہتے ہیں اور سوائے اسکے کہ سیدنا محمود نبی ہو جائیں منصۂ شہود پر نہیں آسکتا اگر آپکو صرف کافر بننے کا ہی شوق ہی تو حضرت محمود کے نبی بننے پر ہی موقوف نہیں یہ مطلب و مقصد دید آپکا اور طرح سے بھی حاصل ہو سکتا ہی مثلاً کافروں کے کفر کی نفی بھی وجہ کفر ہے کسی مسلمان کو مسلمانوں کو کافر کہنے والا کہکر کافر بنانا بھی وجہ کفر ہو سکتا ہی۔

یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا بتانا اور اللہ کی وحی میں بھی عموم و خصوص کی نسبت ہی بتانا تو یوں ہے کہ مثلاً کسی آیت قرآنی سے آپکی خلافت کا ثبوت ہو کسی الہام مسیح موعود سے یہ ثابت ہو کہ آپ خلیفہ ہیں رؤیا میں آپ پر منکشف کیا جائے کہ آپ خلیفہ ہیں یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ سیدنا محمود پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ اے محمود تو خلیفہ ہے اور یہ تو میں کہہ چکا ہوں اگر ایسا ہو بھی تو بھی آپ کا اس سے نبی ہونا لازم نہیں آتا یہ آپکا کہنا کہ سنا گیا ہی مرید آپکو نبی کہتے ہیں افسوسناک ہے کیونکہ کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع کے نیچے لاتا ہی القول الفصل میں اسکی تردید کی گئی اور ثبوت طلب کیا گیا۔ مگر اعتراض سے باز نہیں آئے کیا یہ تقویٰ ہے۔ ان تین سوالوں کے جواب میں آپکے بہت سے سوالوں کے جواب آگئے باقی چند متفرق باتیں ہیں۔ (۱) صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہی کہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائیگا یا تباہ کر دیگا اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہینگے اسپر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں جب منکر کوئی رہیگا ہی نہیں تو پھر دوسرا الہام کیونکر سچ ہو سکتا ہی دیکھئے آپنے اس میں دو غلط فہمیاں ڈالی ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب تو فرماتے ہیں میرے مخالف اور خود آپنے پیغام میں لکھا ہی کہ مخالف سے مراد ایذا دینے والے کافر کہنے والے اور واجب القتل سمجھنے والے ہیں اور اب آپ اسے صرف منکر کے معنی میں لیتے ہیں۔ حالانکہ عذاب شوخی و شرارت پر آتا ہے۔ اختلاف مذہب سے نہیں آتا۔ (۲) تباہ کے معنی مطلق نیست کر دینے کے آپ لیتے حالانکہ جب کوئی کہے کہ فلاں ساہوکار تباہ ہو گیا یا فلاں سلطنت تباہ ہو گئی تو اس سے آپ ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود بھی مر گیا یا اس سلطنت کے تمام باشندے مر گئے

اور کوئی بھی زندہ نہیں رہا پھر یہ مان کر کہ تباہ کے معنے مرجانیکے بھی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگلا فقرہ جو اسی کے ساتھ ہے اور جو ایک ہی وقت میں ایک ہی عبارت[۱] میں کہا گیا ہی یعنی متبعین کا مخالفوں پر غلبہ۔ وہ تباہ کے دو معنوں میں سے ایک معنی کو متعین کر رہا ہے یعنی ایسا کمزور ہو جانا کہ قابلِ ذکر نہ رہیں پھر حضرت اقدس نے بھی اپنے مخالفوں کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور انکو بھی یہ الہام ہی کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا۔ اسپر بھی آپکا اعتراض وارد ہوگا چنانچہ فرمایا الاشتہار مستقیناً بوحی اللہ القہار میں اسکے زمانے میں تمام ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام۔ تو کیا اسکے یہ معنے ہیں کہ اور کوئی دین رہیگا ہی نہیں پھر فرمایا۔ عیسے کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دینگے اور دنیا میں ایک مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ تو کیا فوق الذین کفروا کے مطابق کافروں کا وجود ہی نہ پایا جائیگا۔ (۲) آپ یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں واضح ہو کہ پیشگوئی ان لوگوں کے بارے میں ہی جو ایذائیں دیتے کاموں میں روکیں ڈالتے ہیں واجب القتل سمجھتے ہیں اور ہر وقت درپے آزار ہیں۔ اس میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں اور نہ فرد خاص کی جس میں ایسی اوصاف ہوں وہ اللہ کے نزدیک عذاب کا مستوجب ہوگا کیونکہ یہ کچھ آسمانی ہاتھوں سے ہونے والا ہے (۳) ان لوگوں سے بیعت لینا جو مسیح موعود کے منکر تھے پالیسی تھی یا نہیں؟ جواب یہ ہی کہ ایسے لوگوں کا نام پیش کریں۔ دوم۔ نواب محمد علیخان صاحب کی بیعت حضرت مسیح موعود نے باوجود اختلاف عقائد کے جو لی تھی تو یہ پالیسی تھی یا کیا؟ (۴) سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود حقیقی نبی کا لفظ مسلمانوں کے عام اصطلاح کے مطابق استعمال کرتے تھے یا نہیں۔ جواب۔ عام لوگوں کو سمجھانیکے لئے ایسا فرماتے تھے تاکہ جب مجھے نبی کہا جائے تو معاً سمجھیں کہ اس میں شریعت نہیں براہ راست نہیں اور اسی بنا پر اپنی حقیقی نبی ہونے سے انکار بھی کیا۔ آپنے یہ بھی پوچھا ہی کہ جب حقیقی نبی کے معنے صرف صاحب شریعت کے ہیں۔ تو کیا بغیر صاحب شریعت نبیوں کو غیر حقیقی۔ مجازی کہہ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقی نبی آپ نے براہ راست نبوت پانیوالوں کو ہی فرمایا ہے دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۷۔۲۸ حاشیہ اسلئے ایسا کہنا جائز نہیں۔ (۵) تحفۃ الملوک میں تبلیغ شروع کی گئی ہے اور اس میں صاف بتایا گیا کہ حضرت عیسےٰ صاحب خدا کے فرستادہ تھے

نوٹ [۱] اگر دو متفرق اوقات میں فرماتے تو پھر بھی اعتراض جائز نہ تھا کیونکہ اگر دو کلاموں کو ملا کر معنے نہ کئے جائیں تو یضل بہ من یشاء سے لازم آتا ہی کہ اللہ تعالیٰ مضل بھی ہی حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ دوسرے موقعہ پر وما یضل بہ الا الفٰسقین آیا ہی

دوم - کسی دعوے کو خاص ترتیب سے پیش کرنا اور بات ہی اور بالکل خواجہ صاحب کی طرح دعویٰ پیش ہی نہ کرنا بلکہ اسکا ذکر تک قابل سمجھنا اور بات (ب) ہمیشہ گفتگو مخاطب کے مسلمات سے شروع کی جاتی ہی **سوم** - یہ بالکل غلط ہی کہ صرف بطور مجدد پیش کیا ہی بلکہ صاف دعوے الفاظ میں مسیح موعود لکھا ہی دیکھو صفحہ ۱۳ اور صفحہ ۶۲ جس میں لکھا ہی ایک عظیم الشان انسان مبعوث کیا ہی جو اپنی شان میں مثل واقع ہی اور یہ کہ وہ مسیح موعود ہیں جو مسیح موعود مانیگا لامحالہ نبی بھی مانیگا کیونکہ صحیح مسلم میں آنیوالے مسیح کا یہ وصف آیا ہی پھر دیکھو صفحہ ۶۵ تحفۃ الملوک وہاں حضرت کو آنحضرت صلعم ٹھہرایا ہی اور صاف لکھا ہی کہ ایک دفعہ صحابہ کرام میں آئی تو ایک دفعہ آنحضرت صلعم آخری زمانہ میں آئینگے اب اس سے زیادہ نبی اور رسول کس طرح کہا جائے جامع جمیع کمالات محمدیہ تو کہدیا صفحہ ۷۰ پر کامل بروز لکھا ہے صفحہ ۷۵ پر لکھا ہی معمولی مجدد نہیں (۴) حضرت صاحبزادہ صاحب کی رؤیا (اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مسیح موعود نبی ہے) کی بابت لکھا ہی کہ وہ حدیث النفس کیوں نہیں کیا قرآن مجید و حدیث آنحضرت پر عرض کرکے دیکھ لیا؟ اسکا جواب یہ ہی کہ ہاں دیکھ لیا حضرت مسیح موعود نے قرآن مجید و احادیث صحیحہ کی بنا پر ہی لکھا ہی کہ یہ آیت (واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم) آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونیکی نسبت ایک پیشگوئی ہی (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷) وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہی اور وہی مسیح موعود ہی (تتمہ صفحہ ۶۵) پھر دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱ خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی وہی مسیح موعود کہلائیگا - یہ عبارت ظاہر کرتی ہی کہ وہ مسیح موعود صرف نبیوں سے مشابہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اُمتی ہونیکے باوجود نبی ہوگا اسی میں آپکے اٹھائیسویں سوال کا جواب ہے جس کی بنا پر آپ لکھتے ہیں کہ ایک اصطلاح دنیا میں اگر ایک انسان کے لئے ہی تو متوفیک کے معنے حضرت مسیح ناصری کے لئے آسمان پر اٹھا لینے کے کیوں نہیں ؟ مولوی صاحب! غالباً ایسے اعتراضات غیر احمدیوں سے میل جول کی وجہ سے آپکے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں جنہیں کسی نہ کسی پیرایہ میں آپ ظاہر کرکے اپنے دل کا حال بتلانے پر مجبور ہو جاتے ہیں یہی سوال آپ کو خاتم النبیین کی اصطلاح صرف حضرت محمد مصطفےٰ کے لئے ہونے پر پیدا ہو سکتا تھا - دوم یہ اصطلاح عام ہی مصداق ایک شخص ابتک ہوا یہ اور بات ہی - آپنے یہ بھی لکھا ہی کہ مسیح موعود کے سوا حدیث میں اور کسی کا نام نبی اللہ آیا نہیں اور نہ کوئی آپکے سوا خاتم الولایت ہوگا تو کیا اسصورت میں یہ کہنا جائز ہوگا کہ آنحضرت صلعم صرف تشریعی نبیوں کے خاتم ہیں اور مسیح موعود کل کا خاتم -

مولوی صاحب! غور فرمائیں کہ یہ اعتراض سیدنا محمود پر ہے یا حضرت مسیح موعود پر کیا اس میں کچھ شک ہے

کہ حدیث میں مسیح موعود کے سوا کسی اور کا نام نبی اللہ نہیں آیا اور کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ مسیح موعود خاتم الخلفاء خاتم الاولیاء ہیں پس سوچو کہ یہ اعتراض احمدی کہلا کر احمد پر کون کر رہا ہے سنو! الوصیت میں حضرت اقدس نے فرمایا ہے

اس نبوت (نبوت محمدیہ) پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے × × × لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے

قاصر نہیں × × × اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے × × × ×

اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ × × × کمال درجہ تک پہنچ جائے × × نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے

(صفحہ ۱۲) پس شریعت والی نبوت کا خاتمہ بھی ہے اور بغیر شریعت کے اس نبوت کا بھی خاتمہ ہے جو براہ راست ملے صرف آپ کے اتباع سے ملنے والی نبوت باقی ہے اور یہی وہ فیض نبی کریم ہے جو اب مسیح موعود کے ذریعے قیامت تک جاری ہے۔ اس نبوت کا دروازہ تو کھلا ہے اب کامل نبوت پانا یا جزوی۔ یہ نبوت پانے والے کی استعداد نفسیہ پر موقوف ہے نبی کریم خاتم الاولیاء ہیں مگر ان معنوں کے رو سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸) مسیح موعود فرماتے ہیں۔ میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا (خطبہ الہامیہ) مسیح موعود نے جو کچھ پایا آنحضرت صلعم سے پایا۔ پس اصل چشمہ جسکی مہر سے قیامت تک یہ فیض جاری ہے نبی کریم ہی ہیں اور جس قسم کی نبوت بنتی ہے وہ بھی آنحضرت صلعم ہی کے اعزاز میں پس ہر پہلو سے نبی کریم ہی خاتم ہیں۔ (۷) آپ کہتے ہیں کیا قسم کھا سکتے ہو کہ کامل اتباع نبی کریم کا درجہ تیرہ سو برس تک کسی کو نہیں مل سکا۔ افسوس ہے کہ آپ کامل اتباع اور نبوت کو لازم ملزوم سمجھ رہے ہیں۔ نبوت تو موہبت الٰہی ہے صرف کامل اتباع اسکے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب جسے وہ جل شانہ چاہے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل کر دے۔ اور وہ آئینہ بنا دے جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہو لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (۸) آپ ہماری کثرت پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ مگر ہمنے کبھی مطلق کثرت کو دلیل صدق نہیں ٹھہرایا بلکہ یہ کہا ہے کہ نبی کی وفات کے بعد معاً ایک بڑا حصہ قوم کا گمراہ نہیں ہوتا حق پر قائم رہتا ہے ہم کوئی مدت مقرر نہیں کرینگے جبتک اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دینی چاہتا ہے اس میں زیادہ حصہ نیک لوگوں کا رکھتا ہے اور اگر کثرت کا اعتبار نہیں تو انجمن کا مسلمہ اصول کثرت رائے کا فیصلہ قطعی ہے غلط ٹھہرتا ہے پھر محاکمہ میں حضرت اقدس نے حنفی فقہ کے خدا کی مرضی کے مطابق ہونے پر جو دلیل دی ہے کہ کثرت اس طرف ہے وہ بھی باطل جاتی ہے باقی رہا یہ سوال کہ تین لاکھ نام لو جو تمہارے ساتھ ہے در اصل مسیح موعود پر حملہ ہے۔ کیونکہ ایک مدت

سے آپ کے دل میں یہ اعتراض کھٹک رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کی تعداد حضرت اقدس نے نعوذ باللہ غلط بتائی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ جتنی بھی جماعت ہے اسکا کثیر حصہ ہمارے ساتھ ہے آپ زیادہ سے زیادہ تعداد اپنے ہمجاؤں کی پیش کریں گے اس سے زیادہ ہم اپنی جماعت کی تعداد پیش کر دینگے اور یہ بھی غلط ہے کہ آپنے کبھی کثرت کو معیار نہیں ٹھہرایا الحکم میں آپکا خط چھپا

ہے جس میں آپ لکھتے ہیں۔ جب کوئی ایسا تنازعہ ہوگا × × میں یقین رکھتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا

اس سلسلہ کو ترقی دینے کا ہے اسلئے وہ ایسے موقعہ پر بڑے حصے قوم کو ناحق اور غلطی پہ نہ چھوڑیگا اور کیا آپ وہ اعلان بھول گیا جو آپ چھ ممبروں کے دستخط سے شائع ہوا تھا کہ ۹/۱۰ حصہ قوم کا ہمارے ساتھ ہے (۹) مولوی محمد علی صاحب کے دل کو اس سے سخت صدمہ پہنچا ہے کہ حضرت صاحب کے الہامات کیوں زیادہ ہیں اسلئے آپ فرماتے ہیں کہ شائع شدہ الہامات کی تعداد اڑہائی تین سو سے زیادہ نہ ہوگی گو بعد میں کسی نے لکھا ہے کہ یہ حقیقۃ الوحی تک کے ہیں مگر پھر بھی یہ قول غلط ہے البشریٰ میں جو الہامات درج ہیں انکے نمبر بھی چھ سو سے متجاوز ہیں اور ہر نمبر میں چھ چھ بلکہ دس دس سے زیادہ الہامات ہیں اور اس طرح کئی ہزار الہامات بنتے ہیں اور کئی الہامات ہیں جو شائع نہیں ہوئے اور جس احمدی میں ذرا بھی تقویٰ باقی ہے وہ اس بات پر ہرگز قسم نہیں کھا سکتا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے تمام الہامات شائع ہوئے ہیں خود مولوی محمد علی صاحب بھی ناواقف نہیں ہونگے کہ بعض الہامات کے شائع نہیں ہوئے جو بعض احباب کو معلوم ہیں۔ پھر ایک ایک الہام بعض اوقات کئی کئی بار ہوا ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہزاروں ایسے الہامات ہو سکتے ہیں جو شائع نہیں ہوئے۔ (۱۰) آپنے یہ بھی پوچھا ہے کہ حضرت صاحب کی وحی کو کیا درجہ حاصل ہے واضح ہو کہ وہی جو انبیاء علیہم السلام کی وحی کو ملنا چاہیئے البتہ شریعت محمدیہ میں کسی قسم کی ترمیم اور تنسیخ جائز نہیں اور نہ ان الہامات کے ایسے معنے جائز ہیں جن سے شریعت محمدیہ کا خلاف لازم آئے۔

ایسا نبی کہ جیسے محمدؐ خدایگاں

ماہ دسمبر کے تشحیذ الاذہان میں ایک شعر چھپا ہے ؎ پس جو نبی رسول نہیں مانتا اسے + ایسا نبیؐ کہ جیسے محمدؐ خدایگاں + اسکے معنی حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے یہ بنا کر کہ مینے گویا مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدمقابل ٹھہرایا۔ مندرجہ ذیل زبردست دلائل سے اسکی تردید فرمائی ہے۔ ۱۔ گندے اور بیہودہ شعر ۲۔ اندھا مقلد اور پیرو۔ ۳۔ نابکار کذاب اشرؔ شاعر ۴ خبیث شاعر ۵۔ کروڑ لعنت ہے ۶۔ شیطان مرید۔ ۷۔ شتر بے مہار مرید اور جعلی و نقلی پیر (سیدنا محمود) اور اسی ضمن میں

مسیح موعود کی بھی دل کھول کر ہتک کرلی ہے اور انکی توہین کا جسقدر جوش دل میں تھا اسکے اظہار کا بھی کافی موقعہ پالیا ہے
واقعی یہ ایسے زبردست دلائل ہیں کہ میں ان کے جواب سے عاجز ہوں لہذا اپنی اس کمزوری کو علی الاعلان تسلیم
کرتا ہوا میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آیا اس شعر سے میرا یہی مطلب تھا کہ میں مسیح موعود کو آنحضرت صلعم
کا ہمسر اور مد مقابل اور ہم درجہ ثابت کروں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ میرے وہم میں بھی یہ بات
نہ تھی بلکہ مینے صرف لا نفرق بین احد من رسلہ کا ترجمہ کرنا چاہا اور مینے صرف اس عقیدہ کا اظہار کیا
کہ نفس نبوت کے اعتبار سے تمام انبیاء برابر ہیں اور مسیح موعود بھی انہی انبیاء کی جماعت میں شامل ہیں۔ اگر
اس عقیدہ پر کوئی مجھے گالیاں دے کر اپنی شرافت نفس کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو بسم اللہ ع شوق سے
تیر لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے۔ نفس نبوت کے اعتبار سے تمام انبیاء برابر ہیں اور سب پر ایمان لانا فرض ہے
یہ تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ ہے بلکہ رسالہ مہدی نمبر ۲ و ۳ کے صفحہ ۶۶ پر بھی یہی الفاظ موجود ہیں
کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور پہلے نبیوں کی نبوت میں بلحاظ نبوت کوئی فرق نہ تھا پس جو اس شعر سے میری مراد
تھی اسکے اعتبار سے (مسیح موعود کو نبی تسلیم کرنے کے بعد) تو اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی
ہتک نہیں کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ انبیاء بنی اسرائیل بھی ایسے ہی نبی تھے جیسے محمد رسول اللہ صلعم، اور اس
سے کوئی ہتک نہ ہو تو مسیح موعود کو نبی تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ مسیح موعود بھی ایسے ہی نبی تھے جیسے آنحضرت
صلعم، بھی موجب ہتک نہیں ہو سکتا۔ البتہ جو معنے حکیم محمد حسین صاحب نے اپنی روشنی طبع سے پیدا کرلئے ہیں
کہ گویا میں مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کا ہمسر اور مد مقابل ٹھہراتا ہوں یہ مجھ پر ایک اتہام ناروا ہے بہتان ہے
اور افترا ہے۔ ان معنوں کی سیدی و مولائی مصلح موعود نے بھی حقیقۃ النبوۃ میں تردید فرمائی اور یقین دلایا کہ
اس شعر کا یہ مطلب نہیں مگر پھر بھی حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یہی مطلب تھا۔ اب اس بدگمانی کا کیا علاج
ہو۔ خود رسالہ المہدی کے صفحہ ۵۱ و ۵۳ پر اس شعر کے وہی معنے لئے گئے ہیں جو ہم کرتے ہیں اور جو ہمارے
مراد تھے چنانچہ لکھا ہے (صفحہ ۵۱) پھر تم کیوں اسکے کامل پیرو حضرت غلام احمد کو نبی کہکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہتک کرتے ہو (صفحہ ۵۳) مسیح موعود کو اگلے انبیاء کی طرح کا نبی مان کر قرآن کی تکذیب کروگے یا تصدیق
(صفحہ ۵۳) حضرت صاحب ایسے نبی ہو سکتے ہیں جیسے کہ محمد مصطفےٰ تھے یا جیسے کہ پہلے انبیاء تھے (صفحہ ۵۴)
میرے تو وہم میں بھی کبھی نہیں آسکتا کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح موعود بھی نبی ہو کر آسکے ہیں (صفحہ ۵۵)
تو اس سے یہی لازم آیا کہ آپ (مسیح موعود) واقعہ میں نبی نہیں۔ ان عبارتوں کے نقل کرنے سے میرا منشا

یہ دکھانا ہے کہ حکیم صاحب نے بھی میرے شعر کا یہی مطلب سمجھا تھا۔ کہ میں مسیح موعود کو نفس نبوت کے اعتبار سے آنحضرت صلعم جیسا نبی کہہ رہا ہوں۔ اور حکیم صاحب نبوت محمدیہ کی ہتک یہی سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود اسکے فیض سے ویسا ہی نبی بنجائے جیسے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام تھے۔ حالانکہ حضرت اقدس کو مسیح بن مریم رسول اللہ سے تمام شان میں بڑھکر ہونیکا دعویٰ ہے مگر حکیم صاحب تو ویسا نبی کہنے کی بجائے اپنی بچوں کو آنکھوں کے سامنے قتل کرالینا زیادہ آسان سمجھتے ہیں الوصیۃ میں مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے مگر حکیم صاحب کو یہ مسلم نہیں خیر اس سے کچھ بحث نہیں مقصد تو یہ ہے کہ میرے شعر کے وہ معنے نہیں کرنے چاہئیں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں اور خود آپ نے بھی وہ معنے نہ کئے ہوں۔ اور باوجود ان معنوں کی تردید کے پھر بھی یہی کہا جائے کہ نہیں تم نے انہی معنوں میں یہ شعر لکھا پھر میں پوچھتا ہوں کہ آیا کبھی حکیم صاحب یا انکے ہمنواؤں نے مفصلہ ذیل تحریر حضرت مسیح موعود کی پڑھی ہے۔

(۱) ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا (غلطی کا ازالہ)

(۲) میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ (غلطی کا ازالہ)

(۳) اور اسی نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔ اب جو مجھ میں اور مصطفےٰ میں فرق کرے اس نے مجھے پہچانا نہیں (خطبہ الہامیہ)

(۴) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ .... رسول سے اسجگہ آنحضرت صلعم ہی مراد ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔

(۵) مہدی معہود اور مسیح موعود پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔

(۶) میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

(۷) اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اسکے مشابہ تھا۔ × × × × گویا اسکا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔

(۸) میں بموجب آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (صفحہ ۷)

مندرجہ ذیل کتب دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب کرو

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
ظہور المہدی	عا ر	عہ ر	یہ ۲۰×۲۶ تقطیع کے ۳۵۲ صفحوں کی کتاب جسمیں بوجہ گنجان تحریر ہونیکے پانسو صفحے کا مضمون ہی حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں احمدی مذاہب کو آمنت باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک اور حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا ثبوت مندرج ہے مخالفوں پر اتمام حجت اور برادران طریقت کے وسعت معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰ ر	۵ ر	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
سچ بیان نظم پنجابی	۲ ر	۱ ر	مسیح موعود کی تائید میں
احسن القصص	۲ ر	۱۰ ر	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
دُرِّثمین فارسی	۶ ر	۴ ر	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں
دُرِّثمین اردو فوٹو والی	۸ ر		؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
مبادی الصرف	۲ ر	۱ ر	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح
درس قرآن شریف کے نوٹ	صہ ر	للعہ	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے فرمودہ
ابطال الوہیت مسیح	۱ ر	۔ ر	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ ر		کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت ہے
؍؍ ؍؍ پ ۲۸	عہ ر		جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو اور ان دلائل
؍؍ ؍؍ پ ۲۹	عہ ر		کو کھول کر لکھا گیا ہو جو قرآن مجید ہر آیت میں اپنے دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور جو دوسری الہامی کتابوں سے منجملہ امتیازی نشانات کے ہے

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
حقیقت نماز	عہ	۸ر	۳۰۲ صفحے کی کتاب نماز کے متعلق ضروری احکام اور انکی فلاسفی
النصح	۲ر	۲ر	تائید سلسلہ
ادعیۃ الاحادیث	ار		احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات وحالات کے مناسب رسول کریم نے فرمائی ہیں۔
صادقوں کی روشنی	۴ر	۴ر	حضرت صاحب کی وفات پر جو اعتراض ہیں۔ انکا مفصّل جواب
البرق	۲ر	ار	ردّ شیعہ
طبیب روحانی	ار		بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھانے کیلئے
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	ار	۰ر	تمام اعتراض کا دندان شکن جواب سلطان محمد کے دستی خط کا عکس جس میں اسنے اپنی عقیدت کا اظہار کیا
القاء ربّانی	عہ	۶ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اور آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پر مدلل ومفصّل بحث اور تمام اعتراضوں کے دندان شکن جواب
البلاغ المبین	ار		حضرت اقدس کی آخری تقریر جس میں تمام دعاوی کے دلائل موجود ہیں اور حضرت خلیفہ اول کی پہلی تقریر
خصوصیات مسیح موعود	ار	۰ر	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء وانبیاء سے ممتاز کرتی ہیں۔
ادعیۃ القرآن	۲ر		قرآن کریم کی تمام دعائیں نثر و نظم ترجمہ کیساتھ چھاپی گئی ہیں۔ بآخیر میں ... دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے۔
نشان رحمت	ار		حضرت صاحبزادہ صاحب کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
اربعین	۴ر		حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	۰ر		ترجمہ زیادہ تر حضرت اقدس کا دیا گیا ہی
غلامی	۵ر	۳ر	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے۔
عصمت الانبیاء	۱۰ر	۷ر	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید سے اور اعتراضوں کا جواب
ترجمہ انگریزی حصہ اول	۰۲ر	۵ر	ترجمہ سیکھنے کے آسان قاعدے مصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن
" دوم			"
ظہور المسیح	۶ر	۳ر	دعاوی حضرت مسیح موعود پر نہایت مدلل و جامع کتاب
امۃ الحفیظ کی آمین	۰ر	ــر	منظومہ حضرت صاحبزادہ صاحب
مجموعہ الہامات حصہ اول وکشوف حضرت اقدس	۴ر	۴ر مع ۳ حصص [illegible]	حضرت اقدس کو تا یوم وصال جو الہامات وکشوف ہوئے
" " " دوم	عہ		" " " "
" " " سوم	۴ر		" " " "
آثار مبارکہ	۱ر		پرانی ڈائری حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب	عہ	۸ر	پہلے پارہ کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	۲ر	۱ر	حضرت اقدس کی تصنیف دربارہ طاعون
صراط مستقیم	۲ر	۱ر	وفات مسیح کے متعلق مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب	۲ر	۱ر	کشتی نوح کے حصہ تعلیم کی سلیس نظم
خمس سلیم	۳ر	۲ر	بر ترکیب بند حالی
سر الشہادتین	۱ر	۰ر	صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کی پیشگوئی
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	۱ر	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت
کلام محمود	۴ر	۴ر	صاحبزادہ سید نا مرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ کلام جس کا ایک ایک مصرعہ نرخ پانے والا ہے ۲۸ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت خوشخط بڑے اہتمام سے چھپوایا گیا ہی

Digitized by Khilafat Library

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۵ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء

جمادی الثانی

فہرست مضامین

ایک عیسائی کو دعوت الی الخیر	۱ - ۳۷	ملفوظات سیدنا خلیفہ ثانی
سعد بن عبادہؓ	۳۷ - ۴۲	مولوی محمد جی فاضل
سوالات دربارہ نبوت مسیح موعودؑ کا جواب	۴۲ - ۴۸	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل

قیمت سالانہ عوام سے عا/ طلباء سے عہ/ غیر ممالک سے عا/ ۸

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی [illegible] ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری [illegible] شائع

[illegible]

"ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ نہیں ملتا"

کہتے ہیں کہ بیمار کو عیسےٰ نہیں ملتا
ڈھونڈے اگر انسان تو پھر کیا نہیں ملتا

عیسیٰ تو بہت دیر ہوئی آبھی چکا ہے
ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ نہیں ملتا

یہ کیا ہے کہ برات آپکی موجود ہے لیکن
احبابِ صفا کیش ہیں، دولھا نہیں ملتا

پہلے کسی موسیٰ پہ وہ ایمان تو لائیں
پھر ہم سے تقاضا ہو کہ سلویٰ نہیں ملتا

وہ مال دل و جاں سے خریدار ہوں جس کا
ہر چند کہ مینے اسے ڈھونڈا نہیں ملتا

اس گلشنِ ہستی میں بہت پھول کھلے ہیں
لیکن مجھے وہ نرگسِ شہلا نہیں ملتا

محنت ہی سے ملتا ہے جو ملتا ہے جہاں میں
سونے سے تو اے جاں کبھی سونا نہیں ملتا

مذہب ہے یہی سچا ہے کہ جو آج دلائے
ہے کون جسے وعدۂ فردا نہیں ملتا

دل دے کے خریدارِ غم و رنج و الم ہوں
لیکن کسی دکاں سے یہ سودا نہیں ملتا

وہ چشمہ ہدایت کا جو پھوٹا ہے یہاں سے
کیا کوثر و تسنیم سے سوتا نہیں ملتا

وہ آئیں ادھر نور میری چاند کا دیکھیں
تاریکی میں جن کو کوئی رستہ نہیں ملتا

اس وقت بشر اور بھی گذرے ہیں نظر سے
لیکن کوئی محمود سا پیارا نہیں ملتا

ہیں علم و فضیلت میں نظیر آپ ہی اپنی
واللہ اولوالعزم بھی اُن سا نہیں ملتا

اس خاک کے ہر ذرہ میں ہی طور کا جلوہ
غیروں کو مگر دیدۂ بینا نہیں ملتا

صادق سے یہ کہہ دو کہ ترا صدق ہے روشن
کاذب کو نتیجہ کبھی اچھا نہیں ملتا

تھے موجبِ تسکین دلِ مضطرِ اکمل
اب کچھ بھی پتہ ان رفقاء کا نہیں ملتا

ظہور المہدی - احمدی مذہب کا مفصل و مدلل بیان اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی صادقہ کا ثبوت قیمت بجائے دو روپے (عا) کے ایک روپیہ چار آنہ (عہ) دفتر تشحیذ قادیان سے طلب فرمادیں۔ مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ
تشحیذ الاذہان
بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَام
ایک عیسائی کو دعوت الی الخیر

۱۲ مارچ ۱۹۱۵ء کو ایک عیسائی جنٹلمین یہاں آیا جس نے اپنی نسبت بیان کیا کہ وہ چھ سات سو لوگوں کو بپتسمہ بھی دے چکا ہے اور مسیحیت کا سرگرم واعظ ہے اسکی باتوں سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھا ہوشیار آدمی ہے۔ ۱۳ مارچ سے اس نے حضرت خلیفہ ثانی سے گفتگو شروع کی پہلے دو روز تو کچھ بحث کا رنگ رہا مگر پھر اسے معلوم ہوگیا کہ میں اس طرح عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اسلئے پھر وہ صرف حضور کی تقریر سنتا رہا۔ سات روز متواتر دو دو تین تین گھنٹے اسکو وقت دیا جاتا رہا۔ اگر یہ تقریریں لفظ بلفظ لکھی جائیں تو ہر تقریر کے لیے ایک رسالہ بمشکل کافی ہوتا مینے صرف نوٹ لئے وہ بھی ایسی حالت میں کہ بعض اوقات مجھے ایسی جگہ بیٹھنا پڑا کہ آواز بھی ٹھیک نہ پہنچ سکتی یا لکھنے میں بعض اور دقتیں پیش آئیں۔ میری طبیعت بھی علیل تھی تاہم جو کچھ میں لکھ سکا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے ناظرین تشحیذ بھی پڑھکر فائدہ اٹھائیں اور جان لیں کہ غیر مذاہب کے

لوگوں کے سامنے اسلام کیونکر پیش کرنا چاہیئے۔ ان تقاریر میں اگر کوئی بے ربطی ہو تو یہ نقص میری طرف منسوب ہونا چاہئے۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کے ارشادات کو بکمال میں کوٹ نہیں کر سکا۔ اس خصوص میں بھی جتنے نقص پائے جائیں وہ بھی میری ہی تحریر میں ہیں نہ کہ اصل تقریر میں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی کسی بات کو میں سمجھ نہ سکا ہوں یا نوٹ لکھ کر کچھ بھول گیا ہوں کہ اصل بات کیا تھی اسلئے یہ ذمہ داری بھی میرے سر پر ہے۔"

سب سے اول عیسائی جنٹلمین نے یہ بات پیش کی کہ دنیا میں قانون ارتقاء رائج ہے۔ انجیل کا عہد نامہ جدید اور اسکی تعلیم اسی ارتقاء کے ماتحت ہے۔ مذہب کو آہستہ آہستہ جسمانیات سے روحانیات کی طرف لایا گیا ہے۔ حضرت محمد اگر خداوند یسوع مسیح سے بڑھکر تعلیم دیتے تو قابل تسلیم ہو سکتی تھی۔ وہ تو خدا کی بابت وہی تعلیم دیتے ہیں جو آدم کے وقت تھی۔ گویا بی اے کو پھر اے۔ بی شروع کرادی۔

جواب از حضرت خلیفہ ثانی:۔ ارتقاء کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ہی قسم میں تمام قسموں کو بند کر دینے سے بہت سی صداقتوں کا انکار لازم آتا ہے۔

ایک صداقتیں ترقی کرنیوالی ہوتی ہیں۔ دوسری ایک ہی حالت پر رہنے والی مثلاً سچ بولنا یہ آدم کیوقت میں جائز نہ تھا۔ تو اب اسکا ارتقاء یہ نہیں۔ کہ اب جائز ہو گیا بلکہ یہ صداقت ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے۔ اسی طرح واقعات اور ان کے بیان میں ارتقاء نہیں ہوتا۔ مثلاً زید مر گیا یہ ایک واقعہ ہے اب اسکا ارتقاء یہ نہیں کہ زید زندہ ہے البتہ کیفیت میں ترقی ہو سکتی ہے۔..

.... مثلاً ایک شخص بیان کرے کہ زید مر گیا اور دوسرا بعد میں آکے اسکی موت کا مفصل حال بیان کرے مگر یاد رہے کہ زائد علم پچھلے علم کو غلط قرار نہیں دیتا۔

بعض واقعات تغیر پکڑنے والے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک نے بیان کیا کہ گنے کھیت میں موجود تھے دوسرا آکے بیان کرے کہ گنے کٹے ہوئے تھے تیسرا بیان کرے کہ گنوں کا رس نکالا جا رہا تھا۔ تو اب یہ واقعات گو بظاہر ایک دوسرے کے متضاد ہیں مگر پھر بھی اپنی اپنی جگہ

سب درست ہیں۔ غرض ہر جگہ ارتقاء کا اصول نہیں چلیگا بلکہ جو صداقتیں بدلنے والی ہیں ان میں ارتقاء ہوتا ہے اور جو بدلنے والی نہیں۔ ان میں ارتقاء نہیں۔ اب اس اصل کو مدنظر رکھکر ہم مسئلہ ذات الٰہی میں غور کرتے ہیں۔ خدا کی ہستی بدلنے والی نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ تغیر پذیر ہے۔ کیونکہ تغیر فانی میں ہو سکتا ہے جس چیز میں بیرونی چیز ملتی ہے اس میں ارتقاء ہوتا ہے مثلاً درخت۔ جو ذات کامل ہو اسمیں ارتقاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیرونی چیزوں کا اس میں دخل نہیں۔ درخت بڑھتا ہے۔ ہاں علم انسانی میں ارتقاء ہو سکتا ہے کیونکہ وہ معلومات کے جاننے کا نام ہے

غرض ارتقاء اس میں ہوگا جو اپنی ترقی میں دوسروں کا محتاج ہو۔ ذات الٰہی صمد ہے دوسروں کی محتاج نہیں اسلئے اس میں ارتقاء نہیں۔ ذات باری کے ارتقاء کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے قیام میں دوسروں کا محتاج ہے مگر اللہ تو قیوم قائم بالذات ہے۔ ذات الٰہی میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی پس یہ ایسی صداقت ہے جو نہ بدلنے والی ہو اسکے متعلق دو بیان ہونگے تو ایک بیان ان میں سے ضرور جھوٹا ہوگا۔

اب صفات الٰہی کا مسئلہ لیجئے جب ذات میں تغیر نہیں تو ذاتی صفات بھی نہیں بدل سکینگی پس غلط ہی یہ کہنا کہ خدا پہلے علیم تھا اب علیم نہیں۔ اب ان دونوں میں سے ایک بات ضرور جھوٹی ہوگی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے ایک زمانے میں شامی خاندانوں کا علم دیا جائے دوسرے میں کسی اور خاندان کا۔ پس یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ بنی اسرائیل کے نبیوں ہی کا ذکر ہو ہندوستان کے لئے ہندوستان کی مثالیں دینے سے کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مقصود ہسٹری بیان کرنا ہے ایک بیان دوسرے کو غلط نہیں قرار دیتا۔

اسکے بعد میں احکام کے تغیر اور انکی فلاسفی سمجھاتا ہوں۔ ایک قسم ایسے امور کی ہے جو ہمیشہ منفر ہیں مثلاً جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ سو یہ ہر زمانے میں ممنوع و حرام رہینگے۔ ان کے متعلق یہ ارتقاء نہیں کہ ایک نبی تو آکر انہیں حرام کرے اور دوسرا انہیں حلال ٹھہرائے۔

(ب) بعض امور ایسے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں میں استعداد نہیں ہوتی کہ انکو چھوڑ سکیں انکے بارے میں بہ تغیر حالت تغیر حکم ہوتا ہے۔

(ج) لوگ سخت رسوم کے پابند ہوتے ہیں۔ اب رسوم بعض بری بھی ہیں۔ مگر صرف انسانوں

کی مجبوری کی وجہ سے ایک حد تک انکی رعایت کی اجازت دیجاتی ہو۔ پس جب نسل انسانی میں یہ استعداد ہو جائے کہ وہ ان سے بکلی منقطع ہو سکیں تو پھر انکی پابندی چھڑا دی جاتی ہے۔

غرض ایک احکام ایسے ہیں۔ جو کبھی نہیں بدل سکتے (۲) ایک ایسے کہ حالات کے بدلنے کے ساتھ بدل جاتے ہیں (۳) ایک ایسے کہ ان کے بارے میں انسانوں کی مجبوری کی وجہ سے اجازت دی جاتی ہے مگر بعد میں اٹھا دیجاتی ہے۔

فرعونیوں کی حکومت کے ماتحت غیرت مر چکی تھی۔ ان کے لئے عفو مضر ہو گئی تھی اسلئے انہیں حکم دیا گیا کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ جب عمل کرتے کرتے انتقامی سپرٹ بڑھ گئی تو مسیح کے ذریعے یہ حکم دیا گیا کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری بھی کر دو۔ غرض نرمی اور ملائمت پیدا کرنے والے حکم دیئے گئے یہ تبدیلی احکام صداقت کا انکار نہیں۔ بلکہ بہ تغیر حالات صداقت بدل گئی۔ موسیٰ نے ضرورت زمانہ کے مطابق انتقام پر زور دیا اور عیسےٰ نے عفو پر۔

اب اسکے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ بدلنے والے حالات میں ارتقاء ایک حد تک ہوتا ہے مثلاً انسان کے قد میں ارتقاء ہے انسان لمبا ہوتا ہے مگر ایک حد تک۔ پھر ارتقاء ایک حد تک پہنچکر یا تو قائم ہوگا یا پھر تنزل شروع ہوگا۔ مثلاً علم انسانی ترقی کرتا ہے مگر ذہن پر ایک زمانہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام تک بھول جاتا ہے دیکھو لا یعلم بعد علم شیئاً۔ اسی طرح انسان بچے سے جوان ہوتا ہے پھر جوان سے بوڑھا۔ اور اسکی طاقت کم ہوتی ہے ننکسہ فی الخلق۔ پس پہلے ارتقاء کو خوب سمجھ لیجئے پھر شریعت پر نظر کیجئے۔

سو پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ ان احکام میں سے ہیں جن میں ارتقاء ہو سکتا ہے یا ان احکام میں سے جن میں نہیں ہو سکتا۔ یا ہو کر ایک حد تک ٹھہر جاتا ہے موسیٰ نے انتقام کے لئے کہا اور عیسیٰ نے عفو کے لئے یہ دونوں تعلیمیں بہ تغیر حالات بدل سکتی ہیں۔ اگر صرف عفو سے گزارہ ہو سکتا تو موسیٰ کے زمانے میں انتقام پر زور دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور اگر صرف انتقام سے انتظام چل سکتا تو عیسےٰ کے زمانہ میں عفو پر زور دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پس کامل تعلیم وہ ہو سکتی ہے جو دونوں ضرورتوں میں کام دے۔ اور پھر ہر ضرورت کے مطابق حکم کی وجہ بیان کرے۔

اسپر غور کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ عفو اور سزا کی ضرورت کیا ہے۔ سزا دیتے ہیں

کہ سزا پا بندہ پھر گناہ نہ کرے۔ اور عفو اسلئے کرتے ہیں کہ بعض طبائع کو وہ گناہ سے روک دیتا ہے پس کامل تعلیم وہ ہے جو یہ حکم دے۔

"اگر سزا میں اصلاح ہو تو سزا دو۔ اگر عفو سے اصلاح ہو تو عفو کرو۔ اور اس حکم کی تعمیل میں جو نقصان ہو اسکا ذمہ وار اللہ تعالیٰ خود ہو"

چنانچہ اسلام میں یہ تعلیم ہے جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنی اگر سزا میں اصلاح ہو۔ تو ضرور اس بدی کے اندازہ پر سزا دو۔ اور اگر عفو میں اصلاح ہو تو عفو کرو۔ اور اس میں جو بظاہر تمہیں نقصان نظر آوے تو فکر نہ کرو۔ کہ اسکا معاوضہ دینا ہمارے ذمے ہے۔ یہ تعلیم ارتقاء کی آخری تعلیم ہے جس طرح قد انسانی ایک حد تک پہنچکر پھر ختم ہو جاتا ہے پس اس سے آگے اب کوئی صورت نہیں جس کا انکشاف ہو اور یہ تعلیم اسلام نے سکھائی۔ پس اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہوگا۔

عیسائی جنٹلمین۔ معاف فرمائیے لکھنؤ میں کوئی صاحب پلاؤ کھا رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ جیب سے ایک لیموں نکالا اور اسپر نچوڑ کر کہنے لگا۔ کہ دیکھئے صاحب! اب پلاؤ کیا لطف دیتا ہے۔ اور جھٹ سے ساتھ کھانے لگ گیا (مطلب یہ تھا کہ انتقام اور عفو دو تو تعلیمیں تورات اور انجیل میں موجود ہیں اسلام نے نئی بات کیا کی؟)

حضرت صاحبزادہ صاحب! بعض قومیں ایسی ہیں کہ کوئی بھی کتاب نہیں مانتیں۔ ان میں بھی لوگ بدلہ لیتے ہیں۔ اور معاف بھی کرتے ہیں۔ پس تورات اور انجیل نے کونسی نئی بات پیش کی۔

عیسائی جنٹلمین۔ ہمنے مردم خوری کو روکا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! سنیئے ایک وقت بت پرستوں نے بھی عدل سے کام لیا اور نہایت انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس سے انکے مذہب کی صداقت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ عیسائیت کی تاریخ میں اسکے خلاف واقعات بھی پائے جاتے ہیں اور اپنے ساتھ ایسے ثبوت رکھتے ہیں کہ آپکو ماننا پڑیگا۔ پس ایسی بات کے پیش کرنے سے کیا حاصل؟ اسوقت بحث تو تعلیم میں ہے نہ کہ تعلیم پر چلنے والوں کے کیریکٹر پر (اور اسمیں بھی ہم کسی سے ہٹے نہیں۔ مگر یہ بات

اپنے وقت پر آئیگی یہ موقعہ نہیں) میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہیرا تو بے شک کان میں موجود ہے مگر اسکی قدر وقیمت اسکی تراش وخراش پر مبنی ہے۔ بدلہ لینا اور معاف کرنا۔ یہ دونوں باتیں انسان کی فطرت میں داخل ہیں اور شریعت کا تو کام ہی یہی ہے کہ وہ انسانی فطرت کی بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلائے۔ اسی واسطے قرآن مجید کو ذکر کہا گیا مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ اس انتقام اور عفو کو اپنے اپنے موقعہ ومحل پر چلانے کی تعلیم کس مذہب نے موجود ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ گوشت بھی پہلے موجود تھا (انتقام) اور چاول بھی (عفو) مگر جب تک یہ معدہ کے مناسب حال پکا کر تیار نہ کئے جائیں کسی کام کے نہیں۔ پس اصل کام تو پلاؤ تیار کر کے مع لوازمات کے سامنے رکھنے والے کا ہے اسلام پر چوری کا الزام یا چالاکی سے قبضہ کر لینے یا شریک ہو جانے کا الزام آپ اس صورت میں لگا سکتے ہیں کہ پہلے یہ ثابت کر لیں کہ انتقام اور عفو کی تعلیم توریت اور انجیل سے پہلے موجود نہ تھی۔ اگر پہلے موجود تھی تو آپ پر بھی وہی فتوے لگیگا۔ جو آپ ہم پر لگانا چاہتے ہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ قرآن کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یہی تو میں بتا رہا ہوں اور بتا چکا ہوں دنیا میں عفو اور انتقام پہلے سے انسانی فطرت میں موجود ہیں۔ قوموں کا ان پر عملدرآمد بھی ہے اب ضرورت تو یہ ہے کہ کوئی مذہب بتائے۔ عفو اور انتقام کیوں کرنا چاہیئے۔ کہاں کہاں کرنا چاہیئے اور پھر اس حکم کے مطابق عمل کرنے میں اگر نقصان ہو تو اسکی ذمہ واری کون لیتا ہے یہ تعلیم اسلام میں موجود ہے اور میں آیت قرآنی سے بتا چکا ہوں اگر آپکے مذہب میں انجیل میں ان سوالوں کا جواب ہے۔ تو آپ پیش کریں۔

عیسائی جنٹلمین! آپ تمام کھڑکیاں بند کر رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! اور اسلام انکو کھولنے والا موجود ہے دیکھئے کہ خالق فطرت نے ہماری فطرت میں مادۂ انتقام بھی رکھا۔ عفو بھی رکھا۔ تلوار بھی موجود۔ بندوق بھی موجود مگر یہ موجودگی کسی کام کی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں خطرناک ہے ضرورت ہے ایک استاد کی جو بتائے کہ بندوق یوں چلانی چاہیئے۔ تلوار یوں چلانی چاہیئے۔

عیسائی جنٹلمین۔ آپکے پاس گوشت نہ چاول نہ بندوق نہ تلوار

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ کیا بائبل سے پہلے لوگ بدلہ نہ لیتے تھے۔ کیا بائبل سے پہلے لوگ عفو نہ کرتے تھے۔ بس ان چیزوں کے مالک آپ کسطرح بنتے ہیں۔ خالق نے یہ چیزیں سب کے لئے پیدا کیں اب ایک کامل فن اُستاد کی ضرورت البتہ ہے جو انکو اپنے لئے مفید بنانا سکھلائے

عیسائی جنٹلمین۔ اسوقت بحث کتابوں میں ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ کیا کسی چیز کے لکھدینے سے اسکی قیمت بڑھ جاتی ہے مثلاً یہ ناک ہے اب اسے کاغذ پر لکھدیں تو یہ کچھ اور ہو جائے گی۔

عیسائی جنٹلمین! سوال یہ ہے کہ تفوق ظاہر ہو۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! یہ تفوق تو میں ثابت کر چکا ہوں۔ لوگوں میں ایسے بھی تھے جو انتقام لیتے تھے ایسے بھی جو عفو کرتے۔ تورات نے ایک شق پر زور دیا انجیل نے دوسری پر۔ قرآن مجید نے بتایا کہ موقعہ و محل پر اصلاح کے خیال سے دونوں میں سے ایک کو استعمال کرو اور اس عملدرآمد میں نقصان کی تلافی اپنے ذمے لی۔ پس قرآن کا تفوق ظاہر ہے صرف بدلہ یا عفو کے ذکر سے بائبل کا تفوق ثابت نہیں ہوسکتا۔ آپ یہ بتائیں کہ بدلہ بائبل سے پہلے بھی لیا جاتا تھا یا نہیں اسی طرح بعض لوگ پہلے بھی عفو کرتے تھے یا نہیں؟

عیسائی جنٹلمین اسوقت کتابوں کا مقابلہ ہو رہا ہے

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپ اپنے اصول کو دیکھیں اس سے تو کتابوں کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ آپ بائبل کے اوپر قرآن مجید کی فوقیت جس طریق سے معلوم کرنی چاہتے ہیں۔ اس طریق سے بائبل کی فوقیت ثابت کریں (یعنے یہ ثابت کریں کہ بائبل سے پہلے انتقام یا عفو کا نام تک نہ تھا نہ رواج بائبل ہی نے یہ راز سربستہ کھولا)

عیسائی جنٹلمین۔ تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس معاملہ میں کتابوں کی ضرورت نہیں

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپ یہ مان لیں کہ اس انتقام یا عفو کی تعلیم کے لئے بائبل کی ضرورت نہ تھی۔ پھر میں قرآن مجید کی ضرورت ثابت کرونگا۔

عیسائی جنٹلمین۔ انجیل کو بلحاظ کتاب مقدم تو آپ بھی مانتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ قرآن مجید میں فیہا کتب قیمہ آیا ہے بس کسی مقدم کتاب کی ہمیں ضرورت نہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ از روئے قرآن آپ مجبور ہیں کہ انجیل کو مانیں

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپ ماننے کے معنے نہیں سمجھے دیکھئے قرآن مجید کے ابتدا ہی میں ہے یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک یہاں بما انزل الیک کو مقدم رکھا ہے جس سے ثابت ہوا کہ سب سے مقدم قرآن مجید ہے نہ کہ بائبل دوم ما انزل من قبلک میں صرف بائبل ہی نہیں بلکہ ان من امة الا خلا فیہا نذیر کے مطابق ہر قوم میں نبی مبعوث ہوئے۔ اسلئے سب تعلیموں پر جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہوئیں ہمیں ایمان لانے کا حکم ہے اب اگر اسکے یہ معنے ہیں کہ اسپر عمل بھی کریں تو کئی تعلیمیں مٹ چکیں کئی بدل چکیں۔ ان متضاد باتوں کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ پس ماننے کے یہ معنے ہیں کہ ہم تسلیم کریں کہ پہلے نبیوں پر جو کچھ کلام نازل ہوا تھا وہ حق تھا باقی عمل کے لئے قرآن مجید کافی ہے اور یہی مقدم کتاب ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ قرآن میں تورات اور انجیل کا نام موجود ہے

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ نام تو فرعون کا بھی موجود ہے (اپنی تمام تقریر کو تفصیل سے دُہرا کر) ان کتابوں کے ماننے کے صرف یہ معنے ہیں کہ ان نبیوں پر جو الہام ہوتے وہ سچے تھے اور بس باقی عمل کے لئے قرآن مجید ہے کیونکہ اگلی تمام تعلیمیں اسمیں آچکی ہیں۔ آپکے دل میں چند اور آیات بھی کھٹک رہی ہونگی وہ میں خود ہی پڑھ دیتا ہوں۔ چنانچہ آپنے پڑھ کر ان کے معنی بتائے اور اسی ضمن میں سمجھایا کہ مصدقاً لما معکم کے یہ معنے ہیں کہ انکی بعض پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے۔ صدق بہ اور صدق لہ میں فرق ہے۔

پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا

دوسرا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب! شریعت کی ضرورت اسلئے ہے کہ ہمارے اندر جو طاقتیں ہیں۔ اسکو کسی انتظام کے ماتحت چلایا جائے بس سزا دو یا عفو کرو صرف اتنا کہنے کی ضرورت نہیں یہ تو فطرت انسانی میں پہلے ہی سے موجود ہے اور لوگوں کا معمول بہا ہے شریعت کا کام یہ بتانا ہے کہ کہاں سزا دے کہاں عفو کرے اور کس غرض کو مدنظر رکھکر ایسا کرے۔

عیسائی جنٹلمین! دنیا کا رجحان ظلم کی طرف ہے اسلئے عفو پر زور چاہیئے تھا سزا غلطی سے دی جا سکتی ہے اسلئے بھی عفو پر زور کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انجیل نے عفو پر زور دیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ عفو کر دینا چاہئے اور یہ انجیل کا حکم ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ ہاں! انجیل کا یہی حکم ہے کہ ہمیشہ عفو کر دینا چاہیئے کیونکہ خداوند کہتا ہے کہ انتقام لینا میرا کام ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یہ حکم آپ انجیل سے دکھائیں اصل کلام جس میں یہ درج ہو کہ انتقام لینا میرا کام ہے تم مت لو اور پھر یہ بھی دکھائیے کہ تمام مرافعے حکام سے چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ جو حاکم سے سزا دلواتا ہے وہ گویا خود ہی سزا دیتا ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ یہ الفاظ تو اصل کلام الٰہی میں میں نہیں دکھا سکتا۔ باقی عدالتوں کے متعلق الگ بات ہے یہاں کلیسیا کے قانون پر گفتگو ہو رہی ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! عدالتوں میں جانے والے جب کلیسیا کے قانون کے ماتحت ہیں تو ان کا عدالت میں جانا انہیں از روئے تعلیم انجیل ملزم بنائیگا کیونکہ جو عدالت میں جاتا ہے وہ انجیلی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ انتقام لینا چاہتا ہے عفو نہیں کرتا پھر عفو کا جو قانون ہے اسپر غور کرو کیا یہ تعلیم ہمیشہ کے لئے سکھ کا موجب ہے اور اسپر عمل ممکن ہے۔ اور کیا یہ تعلیم اس تقاضائے فطرت کو پورا کرنے والی ہے جس میں سزا اور عفو دونوں چیزیں ہیں یاد رکھو کہ جو مذہب ایک شق پر زور دیتا ہے وہ فطرت انسانی کے خلاف حکم دیتا ہے کیونکہ

وہ ایک طاقت کو ضائع کرتا ہے۔ اگر انتقامی طاقت کسی کام کی نہ تھی تو کیا خدا نے اس طاقت کو یونہی پیدا کیا۔

عیسائی جنٹلمین۔ انتقام کے بارے میں فرمایا کہ میں خود لے لونگا

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپنے یہ فقرہ جسے کلام الہی کہتے ہو۔ اس سے دکھایا ہی نہیں۔ دوم اسکے یہ معنے ہوتے کہ تلوار ہاتھ میں دیدی اور پھر کہا کہ تلوار میں ہی چلاؤنگا یہ تلوار دینی نہ دینے سے بھی بدتر ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ نوٹ پر دستخط گورنمنٹ ہی کے ہوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ انتقام کی طاقت ہم میں خدا نے رکھی ہے گویا نوٹ تو دیدیا۔ اب اسکا چلانا تو ہمارا ہی کام ہے۔

عیسائی جنٹلمین بہت خوب۔ تو چلانے کا طریق بتادیا کہ پھر میرے (خدا کے) حوالے کرو یا عدالت میں مقدمہ لیجاؤ۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ انجیل میں تو یہ ہے کہ عدالت میں کیوں جاؤ۔ جو تمہارا کرتہ اتارے تم اسے چوغہ بھی دیدو۔ جو ایک کوس بیگار لے جانا چاہے اسکے ساتھ دو کوس چلے جاؤ۔ وہاں تو عدالت میں جانے کی گنجائش ہی نہیں۔ مینے تو آپ سے پوچھا تھا کہ عدالت میں مقدمہ لے جانے کا حکم انجیل سے دکھائیے۔ انجیل میں تو بددعا بھی ناجائز ہے گویا خدا کے پاس بھی انتقام کے لئے جانا جائز ہے اب بتائیے کہ فطرت کی ایک طاقت ماری گئی یا نہیں۔ کیونکہ انتقام کی فطرت انسان میں ہے اور ضرور ہے مگر اس سے کام لینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ میں اس کمزوری کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے پاس اس بارے میں کوئی آیت نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جو طاقت ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ جو شریعت اسکا مصرف نہیں بتاتی وہ ناقص ہے۔ نیز یہ کہ اگر انتقام کسی موقعہ پر بھی نہ دیا جائے۔ تو قطعاً امن نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسی لئے دنیا کا انجیل کے حکم پر عمل نہیں ہے حتیٰ کہ انجیل ماننے والا بھی نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ چور آئے اور آپ اپنے

مذہب کے مطابق اپنی چابیاں بھی اسکے حوالے کردیں کہ جس پر چور قبضہ نہیں پا سکا وہ بھی لے جائے۔

عیسائی جنٹلمین۔ تو کیا ہم ایسے نادان ہیں کہ مثلاً کوئی میری بیوی مجھ سے مانگے تو میں اسکے حوالے کردوں۔ انجیل اس چور یا ڈاکو کے لئے بھی تو ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ ہم تو انجیل کے احکام کے نتائج عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس جو لوگ احکام کی تعمیل نہیں کرتے انکے لئے انجیل نے کیا انتظام کیا ہے۔ یہ میں مانتا ہوں کہ بعض دفعہ عفو سے اصلاح ہو جاتی ہے مگر جہاں عفو سے بگاڑ ہو۔ اسکا علاج انجیل میں کیا ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ انتقام لینا خدا کا کام ہے ہمارا کام نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ عفو کرنا خدا کا کام ہے یا نہیں؟ اور انتقام سے عفو اچھا ہے یا نہیں؟ جب اچھا ہے تو انجیلی تعلیم کے مطابق ہم خدا سے اچھے ٹھہرے کہ عفو کرنا تو ہمارے متعلق رہا اور انتقام خدا کے متعلق۔

عیسائی جنٹلمین۔ معلوم نہیں اسلام سزا دلوا کر جہنم میں پہنچا کر کیوں خوش ہوتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ اسلام بعض حالات میں سزا دلوا کر جہنم سے بچاتا ہے ہاں انجیل کہتی ہے کہ سزا دے کر اصلاح نہ کرو۔ بلکہ اسے جہنم ہی میں پڑا رہنے دو۔

عیسائی جنٹلمین۔ تمام گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام فطرت کے دو تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یوں کہئے کہ اسلام انسان کی فطرت میں جو دونو باتیں رکھی ہیں۔ انہیں اس رنگ میں چلاتا ہے کہ جس سے اصلاح اور امن ہو۔ اور انجیل انسان کی فطرت میں مرکوز دو باتوں میں سے ایک پر چلاتی ہے خواہ اس سے اصلاح ہو یا بدامنی پھیلے۔

عیسائی جنٹلمین! آپ یہ فرمائیں کہ پہلے کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ عفو

عیسائی جنٹلمین۔ تو بس مطلب حل ہو گیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب - لیکن اگر دوسری بار ایسا کرے تو اسکے لئے انجیل کیا کہتی ہے؟

عیسائی جنٹلمین - یہ پھر دیکھا جائیگا اگر والی بات تو کمزور ہوتی ہے -

حضرت صاحبزادہ صاحب - یہ بھی آپنے بجا فرمایا اگر پھوڑا اچھا نہ ہو تو سرجن کے پاس لیجائیں - اب چونکہ **اگر** والی بات کمزور ہوتی ہے اسلئے ثابت ہوا کہ سرجری غلط ہے (۲) آپ کل بیان کر رہے تھے کہ مسیح نے کہا اگر میں چاہوں تو بارہ ہزار فرشتے میری مدد کو آسکتے ہیں تو یہ بھی کمزور بات ہوئی -

یاد رہے کہ عفو مقدم اس صورت میں ہے کہ جب پہلی بار گناہ صادر ہو - اور اسکے چھوڑنے میں یقیناً اصلاح ہو یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ اولاً عفو ہی کرے -

عیسائی جنٹلمین - انجیل فطرت سے بالا تعلیم دیتی ہے -

حضرت صاحبزادہ صاحب - تعلیم تو انسانوں کیلئے ہے اب چار ہارس پاور انجن سے چھ ہارس پاور انجن کا کام لینے کی امید حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

عیسائی جنٹلمین - خدا لامحدود اسکی شریعت لامحدود - انسان کے علم میں جو محدود ہے لامحدود کس طرح آسکے -

حضرت صاحبزادہ صاحب - انسان اسی حد تک مکلف ہے جس حد تک اسکی سمجھ میں آسکے اور انہی باتوں کا حکم اسے دیا گیا ہے جو اسکی طاقت اور علم میں آسکتے ہیں (اسکو بہت تفصیل سے سمجھایا)

عیسائی جنٹلمین - میں سمجھ گیا میں حضور سے مباحثہ نہیں کرتا - میں شبہات دور کرنے آیا تھا - یہ ضروری نہیں کہ جو بات میں مان لوں اسکا علی الاعلان اقرار بھی کروں -

حضرت صاحبزادہ صاحب - آپ ہرگز ہرگز اس بات کا وہم بھی نہ کریں کہ ہم زبردستی کوئی بات منوانا چاہتے ہیں یا گفتگو ہارجیت کے خیال سے ہے جب آپکا سوال حل ہو جائے - تو آپ اتنا کہدیا کریں کہ جو کچھ میںنے آپ سے سننا تھا سن چکا اور بس باقی آپ اپنی جگہ غور کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچیں

دوسرا اجلاس ختم ہوا

تیسرا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر شروع کی

مذہب کے معنے وہ سڑک جو اللہ تعالےٰ تک پہنچاتی ہے اطاعت فرمانبرداری کا وہ رستہ جس کے ذریعے خدا تعالیٰ کا انسان فرمانبردار ہو جائے۔

دین کے معنے جزاو سزا جو انسان کو ایسے کاموں پر چلائے جس پر نیک بدلے ملیں۔ اور سزا سے بچ جائیں۔

مذہب کی غرض اصل میں ایک ہی ہے اللہ تک پہنچاوے کیونکہ اسکا دوسرا منشا اُنسانوں کے آپس کے تعلقات کو پاکیزہ بنائے یہ پہلے کے اندر ہی آجاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کا تعلق باپ کے ساتھ اچھا ہو بیٹے سے بھی اچھا ہوگا کیونکہ جس چیز سے محبت ہو اسکی متعلقہ چیزوں سے بھی محبت ہوگی۔ پس جو اللہ کا مطیع ہوگا وہ مخلوق سے بھی محبت کریگا۔ اور جو مذہب اللہ اور اسکی مخلوق سے حسب مراتب بہترین تعلقات قائم کرے وہ سچا مذہب ہے۔

اسی طرح کتاب کونسی ہو جو کامل ہوگی جو انسان کو خدا سے ملاوے مخلوق میں امن و آشتی پھیلائے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ کوئی مذہب ایسا ہے ہی نہیں جو کہے میں اللہ تعالےٰ سے تعلق توڑنے آیا ہوں یا مخلوق میں بدامنی پھیلانے۔ اسی طرح اخلاقی تعلیموں کے اعتبار سے مذاہب بلحاظ اصول تقریباً ایک ہیں یہ تو ممکن ہے کہ بعض احکام ایسے ہوں جن سے ظلم ہو ایذا ہو مگر لفظوں میں سب مذاہب کا یہ حکم ہوگا کہ ظلم نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ ایذا نہ دو۔ اس خصوص میں بابی مذہب سے زیادہ دھوکہ دینے والا ہے کیونکہ اسکے پیرو وہ باتیں پیش کرتے ہیں جن میں سب مذاہب اصولاً مشترک ہیں مگر ان اصول کے فروعات پیش نہیں کرتے۔ نہ اپنے مذہبی احکام پیش کرتے ہیں تا معلوم ہو سکے کہ یہ مذہب کیسا ہے۔ پھر اس مذہبی تعلیم کے متعلق یہ دیکھنا ہے کہ وہ عملی رنگ میں آسکتی ہے یا نہیں اور اس پر عمل کرنے سے انسان سکھ حاصل کرتا ہے یا نہیں نیز دنیا میں امن پھیلتا ہے یا بدامنی۔ پھر اس مذہب کے متعلق یہ قابل غور بات ہے کہ اصل غرض

کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔ مرنیکے بعد نجات ہوگی یہ صحیح ہے لیکن اگر مرنیکے بعد نجات نہ ہوئی تو پھر کون دنیا میں آئیگا پس ثبوت تو دم نقد چاہیئے اور دلیل ایسی کہ اسی دنیا میں معلوم ہو جائے کہ ہم نجات یافتہ ہیں اور جس مذہب پر چل رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ ہے غرض مذہب میں مفصلہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱۔ اسکی غرض کیا ہے ؟ ۲۔ مشترک تعلیمات کی تفصیلات کیا ہیں ؟ ۳۔ مذہب پریکٹیکل ہے یا نہیں ۴۔ اصل غرض کو پورا کرتا ہے یا نہیں ۵۔ اسکے ذریعے سے خدا کو ملنے کا یقینی ثبوت اسی دنیا میں ملتا ہے یا نہیں ۶۔ مرنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ اللہ خوش ہو گیا پس سچا مذہب وہ ہے جو یہ مطالبات پورے کرے۔ لیکن ایک ایسا بیّن نشان ہونا چاہیئے جو ہر طبقے ہر استعداد کے آدمی پر ظاہر کر دے کہ یہ مذہب خدا کا پسندیدہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکومت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہی مذہب خدا کی طرف سے ہے مگر سکندر بہت بڑا فاتح تھا۔ پھر اٹالین فتحمند تھے۔ مصریوں کی حکومت رہی بابلیوں کا غلبہ رہا پھر ایرانیوں کا۔ اب عیسائی تمام اکناف عالم پر حکمران ہیں۔ تو کیا اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ انکا مذہب سچا ہے۔ اگر اس دلیل سے عیسائیوں کا مذہب سچا ثابت ہوتا ہے تو پھر بابلیوں کا مذہب بھی سچا تھا کیونکہ انہوں نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ بعض لوگ مذہب کے صادق ہونے کا یہ معیار پیش کرتے ہیں کہ تعلیم اچھی ہو مگر یہ بھی ایک ظنّ غالب ہے اس پر بھی یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ تعلیم کا جو حصہ پیش کیا جائے وہ اچھا ہو مگر اسکے علاوہ کوئی گند بھی ہو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہو کہ وہ تمام خوبیاں اس مذہب کے اندر ہیں جن سے خدا راضی ہو پس سچا یہ ہے کہ

"خدا نے اس یقین پر قائم کرنے کے لئے کیا طریق اختیار کیا"

جب تواریخ مذاہب پر ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اول حضرت موسیٰ کی طرف سے دعوے ہوتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اور اسکا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ وہ مجھ سے بکثرت کلام کرتا ہے اور کثرت سے امور غیبیہ پر مجھے اطلاع دیتا ہے چنانچہ ایسے کئی نشانات پورے ہوتے ہیں جن سے روز روشن کی طرح یہ امر مبرہن ہو جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ ان سے راضی ہے پس وہ مذہب

جو حضرت موسیٰ نے پیش کیا۔ وہ درست ہے۔ پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم پر چلنے والوں سے خدا نے کلام کیا اور یوں سینکڑوں شاہد اس بات کے پیدا ہوتے ہیں کہ تورات پر عمل کر کے انسان خدا تک پہنچتا ہے پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اسی سلسلے میں مسیح آتے ہیں۔ مگر انکے بعد یہودیوں میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ جس سے خدا کلام کرے پس اس بات کو سوچنا چاہیئے کہ کیا سبب ہے کہ پھر مسیح کے منکروں میں یحییٰ اور ذکریا پیدا نہیں ہوتے اور وہ جو مسیح پر ایمان نہ لائے ان سے خدا کلام نہیں کرتا۔ اسی طرح ابتدا سے دیکھو۔ حضرت ابراہیم نے دعویٰ کیا کہ مجھے خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہے پھر انکی نسل واتباع سے حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے۔ پھر کچھ مدت تک حضرت اسمٰعیل کی نسل سے تو کوئی پیدا نہیں ہوتا مگر حضرت اسحٰق کی نسل میں پے در پے ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جن سے خدا نے کلام کیا۔ پھر آخر مسیح پر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور نسل اسمٰعیل سے وہ نبی پیدا ہوتا ہے۔ جو سارے نبیوں کے کمالات کا جامع اور ان سے بڑھکر ہے اب دیکھو فطرت انسانی بھی وہی۔ خواہش بھی وہی۔ خدا بھی وہی مگر مسیح کے منکروں کے ساتھ کلام الٰہی بند ہو جاتا ہے اور مسیح کے ماننے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ جو خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے اور اسکے انکار کے بعد مسیح کے ماننے والوں میں سلسلۂ الہام بند ہو جاتا ہے کیا یہ ثبوت نہیں اس بات کا کہ اب خدا کی مرضی عرب کے اس نبی کی تعلیم کے ساتھ وابستہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ جو خدا چودہ سو برس میں اتنی بار بولا وہ انیس سو سال سے کلام نہیں کرتا۔ کیا لوگ بدل گئے یا صفات الٰہی معطّل ہو گئیں اگر کہو کہ اب بدوں حکم الٰہی گزارہ ہو سکتا ہے تو پھر موسیٰ تک کیوں نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم تک یہ سلسلہ کیوں ختم نہ ہو گیا۔ حضرت آدم یا حضرت نوح کے وقت تک ہی مکالمہ مخاطبہ کیوں بند نہ کر دیا گیا اگر کوئی کہے کہ شریعت ختم ہو گئی اسلئے اسکی ضرورت نہیں تو واضح ہو کہ نبی صرف شریعت جدیدہ کے لئے نہیں آتے۔ بلکہ بائبل ہی میں کئی ایسے نبیوں کا ذکر ہے جو شریعت نہیں لائے۔ پھر انکو نبوت کیوں دی گئی۔ خود مسیح کہتا ہے کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ اور یہ کہ جو فقیہہ اور فریسی کہتے ہیں۔ اسپر عمل کرو۔ پس خدا کا کلام شریعت کے لئے نہیں بلکہ یہ یقین دلانے

کے لئے نازل ہوتا ہے کہ جس رستہ پر ہم اس شخص کی اتباع میں جا رہے ہیں وہ ٹھیک رستہ ہے اور قصے کہانیوں پر نہیں بلکہ واقعات پر ہمارا ایمان ہے قرآن مجید نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے حل کیا ہے - اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں اس فطرت انسانی کی خواہش کو دعا کے رنگ میں ظاہر کیا اور آگے چلکر اس امر کی تشریح کردی کہ انعام کیا ہے۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین یعنی نبی ہونا شہید ہونا۔ صدیق ہونا۔ صالح ہونا۔ شہید وہ جو خدا کو دیکھ لے۔ صدیق وہ ہے جس کا ہر فعل اسکے ایمان پر شہادت دے۔ نبی وہ جس سے خدا بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرے۔ اور اپنے امور غیبیہ پر اطلاع دے۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس فطرت انسانی کی خواہش کو ہم پورا کرینگے اور تعلیم قرآنی پر چلنے والوں کو شہید و صدیق و صالح بلکہ نبی بنا دینگے۔ نادان کہتا ہے کہ مع الذین انعم اللہ علیھم ہے معیت سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ نبی بنجائیگا مگر اسے معلوم نہیں کہ یہ قرآن مجید کا محاورہ ہے جیسے توفنا مع الابرار اب اسکے یہ معنی تو نہیں کہ جب کوئی نیک مرنے لگے تو اسکے ساتھ ہی میری جان بھی نکال لو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس گروہ میں شامل کر لو۔ پس جیسے خود بانی سلسلہ اپنے صادق و ممتاز ہونے کا ثبوت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے دیتا ہے ایسے ہی اسکے متبعین میں اسی انعام کا اجراء ثابت کرتا ہے کہ خدا کے پسندیدہ دین پر یہ گروہ قائم ہے۔ اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو فریق کسی مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے۔ اس میں سلسلہ الہام بند ہو جاتا ہے تو ضرور ہے کہ مسیح کے بعد بھی یہی سلسلہ چلے جیسا کہ اس سے پہلے تمام سلسلوں میں جاری رہا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی معیار سے صادق ثابت ہوں اور پھر قرآن مجید کی تعلیم پر چلنے والوں کے لئے بھی یہی معیار صدق ہے چنانچہ قرآن مجید نے ایسا دعوےٰ کیا ہے اول فطرت انسانی کی خواہش کو دعا کے رنگ میں بتایا پھر اسکا جواب دیا اور طریق بتایا۔

الٓمّٓ انا اللہ اعلم یعنے سوال ہوتا ہے کہ آپکی طرف کیوں آئیں جواب ملتا ہے اسلئے کہ میں اللہ اعلم ہوں۔ بعض اوقات طبیب تو اچھا ہوتا ہے مگر وہ علاج نہیں کرتا فرمایا ذلک الکتٰب یہ نسخہ بھی موجود ہے پھر نسخہ کے متعلق خطرہ ہوتا ہے کہ مشتبہ ہو ایک

نہ ہو فرمایا لا ریب فیہ۔ اسمیں کوئی ہلاکت کی بات نہیں پھر فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اس میں نقصان کوئی نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے اور مذاہب تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ انسان کو متقی بنا دیں مگر اس کتاب کے ذریعے متقیوں سے بھی اوپر ہدایت ملتی ہے متقی تو وہ درجہ ہے جس تک انسان اپنی کوشش سے پہنچتا ہے مگر اسکے آگے وہ رتبہ کہ خدا اوپر سے نیچے اترے اور اس انسان کو دلائل سے شہود تک پہنچا دے یہ صرف خدا ہی کا کام ہے اور یہ کام دل قرآن مجید کے ذریعے حاصل ہوگا کیونکہ وہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور انہیں نہ صرف اگلوں پہ نازل شدہ کلام کا پڑھنے والا بلکہ خود انہیں مہبط کلام الہی بنا دیتا ہے۔ ہاں سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ساری دنیا کے مسلمانوں کو کیوں نہیں بنا دیتا سو اسکا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار میں ہر ایک نہیں جا سکتا۔ بلکہ درباری وہی ہوتے ہیں جو خاص پیار کے مستحق ہوں اور اپنے اعمال سے اس قابل ہو جائیں کہ وہ خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کر لیں اور ایسے لوگوں کا اس جماعت میں پایا جانا ضروری ہے سب کا ہونا ضروری نہیں اگر مسیح تک شریعت کا کمال ہو گیا تھا اور خدا جو اپنی مرضی ظاہر کرنی چاہتا تھا کر چکا تھا تو پھر حواریوں پر روح القدس کیوں نازل ہوا۔ اور کیوں ایک تسلی دہندہ کا وعدہ کیا گیا اور کیوں کہا گیا کہ ابھی میری کچھ اور بھی تعلیم ہے جس کی تم برداشت نہیں رکھتے اسی طرح اگر نبی کریم کے بعد یہ سلسلہ بند تھا تو یہ دعا نہ سکھائی جاتی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور نہ پھر یہ معیار مذہب ہوتا۔ جو تواریخ سے ثابت ہے کہ تمام ان مذہبوں میں موجود ہے جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب تک خدا کی مرضی ان سے متعلق رہے ضرور ان میں یہ سلسلہ الہام موجود رہتا ہے اور جونہی کہ اس مذہب کے ماننے والے کسی نبی کا انکار کرتے ہیں انمیں یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ یہ سلسلۂ الہام اسلام میں جاری ہے اور یہی وہ فضیلت ہے جو معیار صدق ہے اور جس کا مدعی اسوقت سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں پس وہی مذہب قابل توجہ ہے جو کہے کہ آج بھی وہی سلسلہ کھلا ہے جو پہلے تھا ہو تو ممکن ہے کہ کوئی اور مذہب بھی اپنی تعلیم کا کوئی حصہ خوشنما کر کے دکھلا دے مگر خدا کی زندہ شہادت کسی مذہب کے اختیار میں نہیں وہ جس مذہب میں پائی جائیگی وہی درستی پر ہوگا۔

تیسرا اجلاس ختم ہوا

چوتھا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر

کل مینے بتایا تھا کہ کوئی ایسی شہادت ہونی چاہیئے۔ جس سے اسی دنیا میں معلوم ہو کہ خدا ہم پر راضی ہے اور وہ شہادت سلسلۂ الہام و وحی ہے پھر مینے دکھایا تھا کہ جب کبھی کوئی سچا نبی ہوا تو اسکے منکروں میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پچھلے تجربہ و تاریخی حالات پر نظر کرتے ہوئے مسیحیوں میں پہلے اس سلسلہ کا اجرا اور روح القدس کا نزول اور پھر نبی کریم صلعم کی بعثت کے بعد اس سلسلہ کا ان میں بند ہو جانا بتاتا ہے کہ انھوں نے بھی کسی بڑی صداقت کا انکار کیا ہے۔

اب چند اور سوالات غور طلب ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ وہ مدعی الہام صادق بھی ہے یا نہیں

دوم۔ یہ کہ یہ سلسلہ اسلام میں جاری ہے یا نہیں

یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے متبعین کو بعض رؤیا ہو جانا صداقت کی دلیل نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات سچے رؤیا تو بدکاروں کو بھی آجاتے ہیں۔ پس لامحالہ ایسے شرائط لگانے پڑینگے جس سے خواب کے سچے ہونے اور جس کو خواب آئے اسکے سچے ہونے میں فرق ہو سکے۔

سو اسکا حل قرآن مجید نے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے کیا ہی کہ غیب پر غلبہ سوائے رسولوں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ پس کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع اور انکا پورا نکلنا اسکے سچے ہونیکی علامت ہے۔

اسکی مثال یوں ہی کہ مثلاً کسی نے سڑک پر بادشاہ کو جاتے ہوئے دیکھ لیا یا کسی سے بادشاہ نے ایک دو باتیں کر لیں تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ بادشاہ کا مقرب ہے۔ بلکہ جسے بادشاہ سے اکثر مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہو۔ وہی مقرب ہی کیونکہ دوست کہتے ہی اسے ہیں جسے ہر وقت ملاقات و مقالات کا موقعہ حاصل ہو۔ پس جو خدا کی طرف سے نبی ہو اسکے رؤیا عام لوگوں کی طرح معمولی واقعات کے متعلق نہیں ہوتے اور نہ چند کشوف یا الہامات ہوتے ہیں بلکہ اسے ایسی عظیم الشان خبریں کثرت سے دیجاتی ہیں جو قوموں کی تباہی اور ترقی کے متعلق ہوتی ہیں۔ ہاں دوسرے لوگوں کو کبھی کبھی رؤیا اور الہام

اسلئے ہوجاتے ہیں تا وہ جانیں کہ سچے نبیوں کے دعوے جھوٹے نہیں۔

غرض عام وخاص میں فرق ہے پھر منجم اور نبی کی خبروں میں بھی ایک فرق ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ مرسلان الٰہی کی خبریں ماننے والوں کے لئے بشارت اور منکروں کے لئے نذارت ہوتی ہیں منجم میں یہ بات نہیں کہ انکے معتقدوں کے لئے بشارت اور مخالفوں کے لئے عذاب کی خبریں ہوں۔ پھر نبی کی خبروں میں ایک قوت ایک شوکت ایک قدرت پائی جاتی ہے منجم بتاتا ہے کہ مری پڑے گی تو ممکن بلکہ اغلب ہے کہ وہ خود بھی اسی مری کا شکار ہوجائے مگر نبی مری کی خبر دیگا تو خاص اپنی اور اسکے متبعین کی نسبتاً حفاظت کا وعدہ بھی ہوگا۔ غرض دیکھنا چاہیئے کہ کثرت سے امور غیبیہ کس پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ان سے خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے یا نہیں اب اس اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو دیکھنا چاہیئے وحی نازل ہوتی ہے یا ایہا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ ایک یتیم کھڑا ہوتا ہے خونخوار قوم میں اپنے ساتھ نہ فوج رکھتا ہے نہ سامان حرب پھر وہ مسلمہ امور پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ باتیں پیش کرتا ہے جن کے ماننے سے اس قوم کی ظاہری وجاہت بھی بظاہر جانیکا احتمال ہو۔ اور پھر اصل مذہب کا بطلان بھی ظاہر ہو۔ عرب پر مشرکوں کی حکومت ہی اس خیال سے تھی کہ وہ بتوں کے پجاری اور بتخانوں کے خدمتگذار ہیں۔ پس بت پرستی چھوڑنے میں انکی حکومت اُن کے ذریعہ آمد پر اثر پڑتا تھا۔ پھر وہ ایسی آزاد قوم کہ کسی کی سرداری ماننے والی نہیں تھی۔ وہ یہ تو گوارا کر سکتی تھی کہ کوئی انہیں مدد کے لئے بلائے اور یہ کہے کہ بس سب کچھ انکی طفیل ہے لیکن یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی انہیں محکوم سمجھے اور کہے (اس پر آپ نے عمر بن ہند اور عمرو بن کلثوم کی ماں کا قصہ سنایا جو اتنی سی بات کی تاب نہ لاسکی کہ ایک برتن اٹھاکر دیدے۔

حالات تو یہ ہیں مگر وہی یتیم خبر دیتا ہے کہ سیہزم الجمع ویولون الدبر اسمیں کئی پیشگوئیاں ہیں۔ اول یہ کہ ... ہی مخالف جمع ہونگے کیونکہ اکٹھے ہوکر لوگ جبھی آئینگے* دوم یہ کہ وہ حملہ کریں گے سوم یہ کہ وہ بھاگ جائینگے۔ پھر اسکے بعد آپ پر طرح طرح کی مشکلات گزرتی ہیں مخالفت کا اتنا زور ہے کہ کوئی نام لیتا ہے تو دو اونٹوں سے باندھ کر چیر دیا جاتا ہے شرمگاہوں میں نیزے مارے جاتے ہیں جلتی ریت پر لٹایا جاتا ہے۔ ایک شعب میں پناہ گزین ہونا پڑتا ہے مگر آخر خدا کا وہ

* جیب باہر سے آئینگی ۱۲

مقدس کلام ایک جلال و جبروت کے ساتھ پورا ہوتا ہے کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہو کہ آپ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف اور خدا کے خاص مقرب تھے۔

پھر دوسرا دعویٰ ہو اسی آزاد اکھڑ قوم کے سامنے کہ واللہ یعصمک من الناس اس اشتعال دہ تبلیغ کے باوجود اور اس بے سروسامانی کے باوجود مجھے کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ پھر وہ بار بار انکو غیرت دلاتا ہے کہ میری سچائی کی علامت ہی یہی ہے کہ تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے مگر پھر بھی کوئی آپ پر قابو نہیں پا سکتا وہ مقدس وجود مدینہ میں جاتا ہے دس ہزار کا لشکر اس پر حملہ کرتا ہے یہودی بھی ساتھ مل جاتے ہیں۔ منافق ہنسی اڑاتے ہیں کہ پاخانے کے لئے جگہ نہیں مگر دعویٰ یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ کے ملکوں پر حاکم ہونگے آخر آپ اس دعوے میں صادق نکلتے ہیں اور وہی ہوتا ہے جسکی پہلے خبر دی گئی۔ خندق کھودتے ہوئے جس خزانہ کی کنجیاں پانے کی اطلاع دیتے ہیں وہ بھی ملتی ہیں۔

پھر تیسرا دعویٰ ہے کہ نہر سویز نکالی جائے گی اور بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ احمر آپس میں ملائے جائینگے چنانچہ فرمایا مرج البحرین یلتقیٰن پھر ان سمندروں کا پتہ دیا فیھما اللولؤ والمرجان یعنے وہ سمندر لولو والمرجان کے سبب ممتاز ہیں چنانچہ قلزم میں مرجان اور احمر میں بڑا موتی غیر معمولی طور پر نہایت اعلیٰ نکلتا ہے

Digitized by Khilafat Library

تیرہ سو برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہو اور اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جس نے یہ خبر دی وہ خدا کا راستباز تھا۔

پھر انگلستان کی موجودہ ترقی کا ذکر سورہ کہف میں ہو کہ وہ تجارت والی قوم ہے۔ کتنے بھی ساتھ ہونگے خدا کی طرف سے خاص رُعب دیئے گئے۔

پھر اسی مقدس نبی کی پیشگوئی ہے کہ میری امت میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو تمام رسولوں کے نام پانے والا جری اللہ فی حلل الانبیاء ہوگا چنانچہ وہ رجل من ابناء فارس وہ آخرین منھم لما یلحقوا بھم کا مزکّی و معلّم آیا۔ اس نے بھی اسی معیار صدق پر اپنے آپکو راستباز ثابت کیا جو ہمیشہ سے خدا کے مقبولوں کا مابہ الامتیاز رہا ہے یعنے بکثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب چنانچہ اس نے بتایا کہ فرشتے پودے لگا رہے ہیں اور یہ طاعون کے ہیں توبہ کرو تا بچ جاؤ

پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون حیرت انگیز سرعت کے ساتھ بڑھی اور کوئی دنیوی تدبیر اسکے روکنے کے
لئے کارگر نہ ثابت ہو سکی۔ (۲) پھر یہ بتایا کہ خون کی ندیاں بہینگی کشتیاں چلینگی تا کشتیاں ہوں چنانچہ
آپ آجکل اخباروں میں اسکی تصدیق دیکھ رہے ہیں (۳) کانگڑہ اور اٹلی شرک کے مرکزوں میں
ہولناک زلزلوں کی خبر اور اسکے لئے موسم بہار۔ پھر غیر معمولی زلزلوں کا آنا (۴) پھر یہ کہ جو میرے
مقابلہ پر اٹھیگا۔ اگر وہ اس معیار سے مقابلہ چاہے گا کہ کاذب صادق سے پہلے مرے۔ تو وہ
ضرور ہلاک ہوگا (۵) امریکہ کے ایک شخص ڈوئی نے الہام کا دعویٰ کر کے اس خصوصیت کو مٹانا
چاہا تھا کہ کلام الٰہی صرف اسی فریق پر نازل ہوتا ہے جو تمام ماموران الٰہی کا ماننے والا ہو۔
اس لئے وہ باایںہمہ شان و شوکت آپکی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا (۶) اسی طرح آتھم
ایک صاحب تھے ان سے مباحثہ ہوا۔ آپنے پیشگوئی کی کہ ۱۵ ماہ تک وہ فریق جو عمداً جھوٹ کو اختیار
کر رہا ہے ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے۔ اس طرح آپ کے ذریعے سے دو
پیشگوئیاں پوری ہوئیں پہلے ۱۵ ماہ میں وہ بچایا گیا کیونکہ اسنے رجوع تو اسی مجلس میں کر لیا تھا اس
بات سے کہ میںنے آنحضرت صلعم کو دجال کہا پھر جب رجوع کا معاملہ اسنے مشتبہ کر دیا اور اسپر
قسم کھانے سے انکار کیا (حالانکہ قسم کھانے کی ممانعت عیسائیوں میں ہوتی تو بادشاہ اور ویسرائے
اور بڑے بڑے لوگ عہدہ سے پہلے قسم نہ کھاتے اور نہ عدالت میں حلف لیا جاتا) تو اسی میعاد
میں مر گیا (۷) پھر ایک بلا شرط پیشگوئی لیکھرام کے متعلق تھی اسکے لئے دن بھی مقرر کر دیا کہ عید
سے دوسرے دن بلکہ وقت بھی بتا دیا۔ بعد میں کامل تحقیقات کے بعد اس بدظنی کا کامل دفعیہ بھی
ہو گیا کہ اس میں انسانی ہاتھوں کا کچھ دخل تھا (۸) پھر قادیان کی رونق کے متعلق یاتون من کل
فج عمیق کی پیشگوئی ہے جب اس ملہم کو بھی گاؤں سے باہر کوئی جانتا نہ تھا۔ ادنیٰ سے اعلیٰ
حالت تک پہنچنے کی مثالیں نادر شاہ۔ نپولین۔ تیمور کی زندگیوں میں موجود ہیں مگر انہوں
نے پہلے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی نہیں کی پھر انکی قومیں انکے ساتھ تھیں اور انکی مدد سے
ہوا جو کچھ ہوا۔ مگر یہاں اس صادق کا نہ اپنی قوم سے اتحاد تھا نہ غیر اقوام سے مسلمانوں سے
بھی مقابلہ آریوں سے بھی مقابلہ عیسائیوں سے بھی مقابلہ غرض سب سے مقابلہ۔ اور باوجود انکی
سخت مخالفتوں کے آپنے یہ شان یہ غلبہ پایا۔ ایک وقت آپنے کتاب شائع کی جسمیں آپ نے

تمام پیروؤں کے نام درج کئے اور وہ بمشکل ۳۱۳ ہو سکے۔ لیکن اب دیکھئے اتنے لوگ تو اسی مسجد میں موجود ہیں۔ پس یہ حالت صرف نبیوں سے خاص ہے کہ ان کے متبعین جلد سے چار لاکھ بنتے ہیں دو دیگر بعض لوگ بھی بیشک ترقی کرتے ہیں مگر نہ تو وہ خدا کی طرف سے ہونیکے مدعی نہ خدا کی جانب سے خبر پاکر پہلے اطلاع دینے والے نہ وہ اپنی قوم کے خلاف اٹھتے بلکہ قوم تو انکے ساتھ ہوتی ہے اور نہ وہ ان اسباب وحالات کے خلاف چلتے ہیں جو اسوقت موجود ہوں اور یہ وہ موعود ہے جس کا انتظار تمام قوموں میں ہے ہندوؤں میں کرشن کا انتظار ہے عیسائیوں میں مسیح کی آمد ثانی کا مسلمانوں میں مہدی کا پارسیوں اور بدھوں میں بھی انتظار ہے اور سارے مذاہب اسے حَکَم مانتے ہیں۔ پس سب مذہبوں پر فرض ہے کہ اسکا فیصلہ مانیں اسنے تو یہی فیصلہ کیا کہ اسلام برحق مذہب ہے اور اسوقت بھی مذہب خدا کا پسندیدہ مذہب ہے۔ اور خود سلسلہ الہام کہ نشان صدق ہے وہ بھی اسی مذہب کے پیروؤں میں پایا جاتا ہے۔

پھر اسلام کے مختلف فرقوں میں سے اب ایک ہی گروہ حق پر ہے۔ جو مسیح موعود نے تیار کیا کیونکہ مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ اسی مسیح کے پیروؤں میں اب جاری ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین تھے اسلئے مکالمہ مخاطبہ بند۔ مگر بڑے آدمی کا یہ نشان نہیں کہ انعام بند ہو جائے بلکہ بڑے آدمی کے ذریعے تو بیش از بیش انعام ملتا ہے جب یونیورسٹی عمدہ ہو کالج کا پرنسپل لائق ہو تو زیادہ قابل طالبعلم پیدا ہونگے نہ یہ کہ سب ہی نالائق پیدا ہوتے جائیں سو اب ہم خدا کی برگزیدہ جماعت ہیں کیونکہ اسکا مکالمہ ہم سے ہے نہ کہ روئے زمین پر کسی اور سے۔ اگر کوئی اور مدعی ہے تو ہمارے مقابلہ پر آئے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کا چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی اگر صدق و راستی پر عمل پیرا ہوگا۔ تو وہ اس مدعی کاذب کے مقابل پر فتح پائے گا۔

پس وہ امر جو ہمیشہ سے صدق کا معیار ہے اور جو خود ہر ربانی سلسلہ کے صدق کا نشان ہوتا رہا ہے اسی سے ہم اپنی صداقت ثابت کرتے ہیں تعلیم کے متعلق میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے دو درخت ایک ہی شکل کے ہوں اسلئے بادی النظر میں امتیاز نہ ہو سکے مگر دیکھا جائے گا۔ کہ ان درختوں میں سے کونسا درخت موسم پر پھل دینے والا ہے پس جس کے پھل میٹھے ہونگے

وہی درخت کام کا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب پر از روئے تعلیم فوقیت نہیں دکھا سکتا وہ فوقیت تو میں دکھا چکا ہوں اور انشاء اللہ دکھاؤنگا مگر مینے ایک ایسی عملی شہادت کی طرف آپکو متوجہ کیا ہے جو ایک غیر مشکک ثبوت اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ (چوتھا اجلاس ختم ہوا)

پانچواں روز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر

مینے کل بتایا تھا کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے خلاف یہ بات ہے کہ یہ درخت ثمردار ہے یہودیوں میں کوئی ملہم پیدا نہیں ہوتا۔ مسیحیوں کی کتابوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب ان میں کوئی ملہم ہے البتہ قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ اسپر عمل کرنے والوں میں سلسلہ وحی والہام ہے اور صرف دعوی ہی نہیں بلکہ ملہم ہوتے بھی ہیں۔ سلسلہ الہام ہونا چاہیئے اس میں تو سب مذہب متفق ہوسکتے ہیں مگر ایسے ملہم ہیں بھی؟ یہ عملی شہادت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اب اگرچہ باوجود تساوی اشکال ایک کو پھل لگنا ہی اسکی فضیلت کا ثبوت ہے اور اس صورت میں تعلیموں کے مقابلہ کی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ اسلام کی تعلیم بہترین تعلیم نہیں اسلئے میں موٹی موٹی باتیں بیان کرتا ہوں۔

ذات باری دیگر مذاہب میں اللہ کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے جس سے جسمانیت کے ساتھ تعلق زیادہ معلوم ہوتا ہے ہندوؤں نے تو نام ہی ایسے رکھدیئے ہیں مثلاً اگنی وایو۔ اندر۔ اور ابتدائی حالت ہی انسان کی ایسی تھی کہ مثال سے ذات باری کا مسئلہ سمجھایا جاسکتا تھا مثلاً کہا گیا کہ وہ ایک آگ ہے جو بھسم کر دیتا ہے بعد میں اسکی نسبت غلط فہمی ہوئی اور آگ ہی کو پرمیشور سمجھ کر پوجا ہونے لگی۔ اسی طرح اسکے رحم کو بتانے کے لئے ماں یا باپ کا لفظ رکھا گیا۔ بائبل میں بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً خدا سے کشتی لڑنا اور نس چڑھ جانا۔ پھر ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ خدا پچتایا۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ لفظ اسکے رجوع برحمت بتانے کے لئے اختیار کیا گیا پھر جوں جوں نسل انسانی ترقی کرتی گئی شریعت کے الفاظ بھی صاف ہوتے گئے پہلے یہ بتانے کے لئے کہ اللہ تعالےٰ ایک زمانہ میں قوم کو بلند کرتا ہے اور پھر ایک زمانہ اس ترقی کو پورا کرنے کے لئے انہیں انکی حالت پر چھوڑ دیتا اور اسباب سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیتا ہے یہ فقرہ بولا گیا کہ خدا نے آرام کیا مگر جب نسل انسانی نے ترقی

کرلی ہو اور وہ بغیر اس قسم کے الفاظ کے اصل مطلب سمجھنے کے قابل ہو گئے تو لیس کمثلہ شیئ کی آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا لقد خلقنا السموات والارض فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب ہمنے چھ وقتوں میں آسمان اور زمین بنائے اور تمام چیزیں چھ مراتب طے کرکے ہی کامل ہوتی ہیں مگر ہم اس سے تھک نہیں گئے نہ آرام کی ضرورت ہوئی۔

بیٹا۔ خاص پیار کے اظہار کے لئے تھا قرآن مجید نے صاف الفاظ میں اس تعلق کو واضح کیا اور فرمایا وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون پہلے کامل محبت کامل تعلق بتانے کے لئے بیٹے کے لفظ کو استعمال کرنے کی ضرورت تھی مگر بعد میں عباد مکرمون سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا۔ غرض قرآن مجید نے استعارہ کا کوئی لفظ استعمال بھی کیا تو ساتھ ہی تشریح بھی کردی اور اسلام نے خدا کو ایسے الفاظ میں پیش کیا کہ جس سے اسکی ذات کے متعلق کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ یہ پہلی برتری ہے اسلام کی تعلیم کو دوسرے مذاہب کی تعلیم پر۔

عبادۃ۔ پھر عبادت کو لیجئے پہلے مذاہب چونکہ ایک ایک قوم کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اسلئے انکی عبادت کے طریقے بھی اسی قوم کے طرز ادب سے مخصوص تھے مگر اسلام کل دنیا کیلئے آیا اسلئے اسنے تمام اقوام کے طریق اظہار عزت وعبودیت کو جمع کرلیا۔ محبت اور عزت کے اظہار کے کئی طریقے ہیں زبان سے بولنا اور کچھ حرکات جسمانی ہیں مثلاً بعض قومیں جذبہ تعظیم کے لئے ماتھے کے بل گرجاتی ہیں بعض سینے پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں بعض ہاتھ چھوڑ کر کھڑی ہوتی ہیں بعض تیل ڈون گھٹنوں کے بل گر پڑتی ہیں۔ ہر قوم کی ایک رسم ہے اور اظہار ادب کا ایک طریق اور ہر قوم نے اپنی رسم کے مطابق خدا کی عبادت کے لئے ایک طریق اختیار کیا مگر اسلام چونکہ تمام دنیا کے لئے تھا اسلئے اسنے تمام فطرتوں کے تقاضا کو جمع کرلیا اور ہر فطرت کا جواب دیدیا۔ اسپر بعض نادانوں نے اعتراض کیا ہے کہ ظاہری باتوں کی طرف جانیکی کیا ضرورت ہے حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جسم کا اثر روح پر اور روح کا جسم پر پڑتا ہے مثلاً انسان کے دل میں ایک جذبہ محبت اٹھتا ہے تو معاً اسکا اثر چہرہ پر دکھائی دیتا ہے پھر وہی جذبہ حرکات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر زبان سے الفاظ کے ذریعے بھی اس سے ثابت ہے کہ جسم کا اثر روح پر اور روح کا جسم پر ہے مسیح نے بھی کہا ہے کہ روح تو تیار ہے مگر جسم کمزوری کرتا ہے۔

یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عبادت میں روح کے ساتھ جسم بھی چاہیئے۔ پس نماز جو اظہار عبودیت اور اظہار اطاعت کے لئے ہو اس میں زبانی الفاظ بھی چاہئیں۔ اور اپنے تمام جسم سے بھی یہ دکھانا کہ عابد عبودیت واطاعت و تعظیم میں دل و جان سے مشغول ہے۔ اسلام نے روح اور جسم دونوں کے لئے سامان رکھا ہے ایک طرف تو وہ پابندیاں جو مشقت ڈالنے والی تھیں۔ وہ چھڑا دیں مثلاً برتن یا خاص ٹمپل میں جانا یا خاص گنگا کے پانی سے نہانا۔ یا خاص امام کے ساتھ پڑھنا اسکی بجائے فرمایا کہ الماء طہور ہر ایک پاک پانی وضو کے لئے کافی ہو۔ اور ہر پاک زمین کا حصہ مسجد ہے اور ہر شخص جو مسایل دینیہ سے واقف ہو۔ پادری ہے اور دوسری طرف کچھ جسم کا تعلق بھی رکھا۔ دل ہی کی نماز نہ رکھی بلکہ زبان کے الفاظ اور بعض تعظیمی حرکات جسمانی ساتھ رکھیں اور یہ ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جہاں روح پر احسان ہے وہاں جسم پر بھی ہے۔ پس ضرور ہے کہ روح کیساتھ جسم بھی ہو غرض بہت سی قیود کو مٹا کر حد بندی کر دی ایسے الفاظ رکھے جس سے قرب الٰہی کی طرف توجہ ہو۔ اور ایسی حالتیں رکھیں جنکا اثر روح پر ہو نماز کی یہ حالتیں گاڑی کی مثال ہیں۔ جو اٹھا کر خدا کے پاس پہنچا دیتی ہیں۔ جو کسی سے ملنے جاتا ہے اسکا اکّہ بھی ساتھ ہی نہیں ملا کرتا۔ کیونکہ وہ تو صرف ایک ذریعہ ہے وہاں تک پہنچانے کا۔ اسی طرح جسمانی حرکات ممدّ و معاون ہیں وصول الی اللہ میں وہ جس حد تک ضروری تھیں۔ لے لی گئیں۔

اسلام نے پانچ اوقات نماز کے لئے مقرر کئے پہلا وقت ہو تاریکیوں کے جانے اور روشنی کے آنے کا اسوقت مسلم ظاہری تغیر سے روحانی تغیر کی طرف متوجہ ہوتا اور دعا مانگتا ہے کہ جیسے یہ جسمانی سورج چڑھ رہا ہے اسی طرح مجھ پر روحانی سورج چڑھا دو۔ پھر جب زوال کا وقت آتا ہے تو مسلم گھبرا کر خدا کے حضور کھڑا ہو جاتا ہو کہ میری روحانی روشنی میں زوال نہ ہو۔ پھر جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو مسلم خدا کے حضور گرتا ہے کہ یہ تو ڈوبنے لگا مگر میرے مولیٰ ہم نہ ڈوبیں پھر جب سورج ڈوب جاتا ہو تو مسلم کی دعا ہوتی ہے کہ دنیا میں بڑی بڑی مشکلات ہیں الٰہی تاریکی تو قانون قدرت کے ماتحت ہو مگر تاریکی میں تیرا ساتھ نہ جدا ہو۔ سورج کے پرستار کی عبادت اسوقت ختم ہو گئی ہو مگر میری عبادت ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ میرا خدا تو غروب نہیں ہوتا وہ تو ہر وقت اپنے انوار برساتا رہتا ہے۔ پھر جب دنیا سونے لگتی ہو تو مسلم کے لئے

ضروری ہو کہ اسوقت بھی خدا کے حضور جھکے اور ایکبار خدا کا نام لے دیکھئے اسلام کی اعلیٰ تعلیم کہ ہر ترقی کے لئے خدا کی مدد۔ اور ہر تنزّل کے لئے خدا کی پناہ۔ ہر مُصیبت کے کمال میں خدا ہی یاد دلایا جاتا ہو پھر دنیا چھوڑنے کے وقت بھی خدا ہی کا نام پھر ہر حالت میں نماز کا حکم برقرار رکھا جب دین کی ابتدائی حالت تھی اسوقت بھی نماز۔ اور جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی شوکت کا وقت تھا تب بھی نماز صلح میں بھی نماز۔ جنگوں میں بھی نماز کہ خدا پر بھی بھروسہ ہے اور اسی کے ساتھ ایک طرف جو پابندیاں تھیں۔ وہ مٹا دیں اور دوسری طرف جسم کی ایسی باتیں رکھ لیں جو روحانی ترقی میں ممدّ و معاون ہوں۔ ظاہری پاکیزگی چونکہ غفلت دُور کرنے اور چُستی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اسلئے اسے وضو کی حد تک رکھ لیا اور غسل کی پابندی جو تکلیف مالا یطاق ہے وہ چھوڑ دی۔ نماز میں جو دعا سب سے پہلے پڑھی جاتی ہو وہ سورہ فاتحہ ہے اسکا بھی دوسرے مذاہب کی دعاؤں سے مقابلہ کیجئے۔

دعاؤں کا فرق الحمد للہ رب العٰلمین۔ ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہو کیوں ہو کہ وہ رب العالمین ہے جسم کے لئے ربوبیت کی ضرورت ہو تو روح کے لئے بھی پھر وہ نہ صرف مومنوں کا بلکہ تمام مذاہب کے افراد کا۔ دہریوں کا بھی اور یہ تو انسان ہیں حیوانوں کا پرندوں کا نباتات کا رب ہے میں نے دیکھا ہو کہ ہر کھانے کی چیز میں اس نے حیوانات کا حصہ بھی رکھدیا۔ غلّہ پیدا کیا تو ایک حصہ بھوسہ بھی رکھا تا چارپائیوں کے کام آئے ورنہ انسان ایسا حریص تھا کہ بہت کم حصہ انکو دیتا۔ آم میں رس رکھا مگر کچھ نہ کچھ اسکا چیونٹیوں کے لئے رہ ہی جاتا ہے گوشت میں ہڈیاں ہیں انسان انہیں پھینکتا ہے اور وہ کتوں کی مرغوب غذا ہے (آپنے ربوبیت کا بیان ایسا مفصل کیا کہ سامعین وجد میں آگئے) غرض عالمین میں اپنے سوا سب کچھ لے لیا پھر فرمایا الرحمٰن الرحیم نہ صرف پیدا کر کے تربیت کرتا ہے بلکہ بلا کسی محنت کے انعامات دیتا ہے مثلاً پانی سورج اور یہ عدل کے خلاف نہیں پھر وہ محنت کرنے والوں کو بہتر سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ ملٰك یوم الدّین۔ جزا و سزا کا مالک ہے جج نہیں جج اور مالک میں فرق ہے مالک کسی چیز کو معاف کر سکتا ہو اور اسمیں وہ ظلم یا حق تلفی نہیں کرتا۔ مثلاً زید ایک سزا کا مستحق ہے اور جس بارے میں وہ سزا کا مستوجب ہُوا وہ چیز تو خدا ہی کی ملکیّت ہو پس اگر وہ چھوڑ دے تو کسی کا اسمیں حرج نہیں۔ تحصیلدار سے کوئی خزانہ لے جائے اور گورنمنٹ معاف کر دے تو اب تحصیلدار پر کوئی الزام نہیں۔ عادل کے معنے اتنے ہی ہیں کہ کسی کا حق دبا نہیں لیا۔ کسی پر وہ انعام کرے تو یہ ظلم یا عدل

کے خلاف نہیں ایسے محسن اور بہمہ اوصاف موصوف رب کے لئے بے اختیار منہ سے نکلتا ہی ایاک نعبد وایاک نستعین اور پھر جوش محبت میں مومن پکار اٹھتا ہے کہ مولیٰ مجھے نزدیک سے نزدیک رستہ اپنے حضور میں آنیکا دکھائیو اور ہر قسم کے دُکھ سے بچائے۔ غرض اس دعا میں وہ تمام الفاظ جمع ہیں۔ جو انسان کی طرف سے جذبہ شوق و محبت کے اظہار کے لئے ہو سکتے ہیں اور اس دعا کا مقابلہ دنیا کے کسی مذہب کی کوئی دعا نہیں کر سکتی (الحمد کی تفسیر بہت طویل تھی اور اسمیں عجیب و غریب معارف ہیں نے مختصر بعض باتیں لکھی ہیں) (پانچواں اجلاس ختم ہوا)

چھٹا روز

تقریر حضرت صاحبزادہ صاحب

کل تعلیمی فضیلت کے متعلق دو باتیں بیان کی تھیں۔ ذات باری کے متعلق۔ عبادت کے متعلق اب یہ بتانا ہوں کہ بندوں کے ساتھ خدا کے کیسے تعلق ہیں۔

یہ مسئلہ صرف قرآن نے حل کیا ہے دوسرے مذاہب نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے بیان ہی نہیں کیا۔ یا امتداد زمانہ سے وہ تعلیمیں مٹ گئیں اسلام نے بتایا ہے کہ شریعت ایک امتحانی کورس ہے ایک دوست دوسرے دوست کی رضامندی کی راہیں معلوم نہیں کر سکتا جبتک کہ وہ خود اسے نہ بتائے تو خدا جو وراء الوراء ہستی ہے۔ اسکی خوشنودی کی راہ بغیر اسی کے بتائے کیونکر معلوم ہو سکتی پس ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ وہ باتیں بتاتا جن میں اس خالق و مالک کی رضامندی ہے۔ اور یہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ قرآن کریم کوئی ایسا حکم نہیں دیگا۔ جس سے بندے کا نقصان ہو۔ کیونکہ شریعت کی غرض یہ ہے کہ انسان کو آرام کی زندگی حاصل ہو۔ خود خدا کی ذات کا اسمیں فائدہ نہیں۔ اب شریعت کے جو احکام ہیں۔ انہیں انسان کسی نہ کسی طرح توڑ دیتا ہے اور یہ توڑنا اس کے اپنے اختیار سے ہے کیونکہ شریعت کے احکام ہی ان امور کے بارے میں ہیں جو انسان کی مقدرت میں ہیں مگر پھر بھی اس نقص کو دیکھکر (کہ انسان تمام شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتا) بعض مذاہب نے تناسخ کا مسئلہ مقرر کر لیا۔ اور بعض نے کفارہ کا۔ بعض نے خاموشی اختیار کر لی جیسے یہود

مسیحیت نے کفارہ نکالا۔ ہندوؤں نے تناسخ۔ مگر اسلام نے فرمایا ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی۔ یعنے شریعت کی یہ غرض نہیں کہ تمہیں دکھ میں ڈالدیا جائے بلکہ یہ تو تمہارے نفع کے لئے اور تمہارے آرام کے لئے ہے اور جس قدر سزائیں ہیں۔ وہ بھی اصلاح ہی کے لئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون یعنے عذاب رجوع الی الحق اور اصلاح کے لئے ہے پھر فرماتا ہے امہ ھاویہ یعنے سزا اصلاح کے لئے ہے جیسے ماں کے پیٹ اور گود میں بچہ کی تربیت ہوتی ہے۔ خدا بدلہ نہیں لیتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ گند دور ہو کر وہ علیین میں آنے کے قابل ہو۔ سونے کو آگ میں اسی لئے ڈالا جاتا ہے کہ میل علیحدہ ہو۔ شریعت لعنت نہیں بلکہ ایک امتحانی کورس کے ہے۔ حشر یوم الامتحان ہے اور اعمال پرچے اور اسمیں پاس ہونا اسی طریق سے سمجھ لو۔ جیسے آجکل یونیورسٹیوں میں بعض سوالوں کا جواب نہ دینے پر بھی پاس کر دیتے ہیں چنانچہ اسی لئے فرمایا الوزن یومئذ الحق اور فرمایا فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ یعنی جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو۔ وہ راحت والی زندگی پائے گا۔ شریعت بیشک تمام ہی عمل کے لئے ہے جیسے یونیورسٹی کا تمام کورس پڑھنے اور جواب دینے کے لئے ہوتا ہے مگر کورس بذاتہ کوئی مقصود چیز نہیں۔ بلکہ استعداد پیدا کرنیکے لئے ہوتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان ایک خاص درجہ تک جو نجات دلانے والا ہے پہنچ جائے جیسے بی اے کورس کی غرض متعدد کتب کا یاد کرنا نہیں بلکہ خاص استعداد پیدا کرنا ایسے ہی نماز کی غرض اٹھنا بیٹھنا نہیں۔ بلکہ وہ استعداد پیدا کرنا جس سے انسان خدا کے حضور حاضر ہونیکے قابل ہوسکے اور وہ ادب پیدا کرنا جو اپنے مالک و محسن کے حضور ہونا چاہئے۔ پس امتحان کے وقت یہ دیکھا جائیگا کہ اس میں وہ استعداد آگئی ہے یا نہیں جو اسکی کامیابی کے لئے کافی ہے۔ تمام دنیا میں کثرت پر کل کا حکم دیا جاتا ہے۔ جب بیماری کے اجرام کم ہوں اور صحت کے زیادہ تو کہتے ہیں یہ شخص تندرست ہے۔ اسی طرح کسی کی بدیاں کم ہوں اور نیکیاں زیادہ تو اسے نیک ہی کہا جائیگا۔ بدیاں زیادہ ہوں اور نیکیاں کم تو برا کہا جائیگا۔ بڑے سے بڑے بدکار میں بھی کوئی نہ کوئی نیکی ہوتی ہے مگر چونکہ کم ہے اس لئے جس چیز کی کثرت ہے اسپر حکم دیا جاتا ہے۔ ہاں ایک اور بات ہے کہ بعض پرچے ایسے ہوتے ہیں۔

کہ ان کا جواب نہ دینے سے امتحان دینے والا فیل سمجھا جاتا ہے اسی طرح شریعت کے بعض احکام کا حال ہے کہ انکے خلاف کرنے سے انسان نجات نہیں پا سکتا اور وہ اصول ہیں مثلاً خدا کا انکار ملائکہ کا انکار۔ انبیاء کا انکار۔ کتب کا انکار۔ الیوم الآخر کا انکار۔ قدر خیر و شر کا انکار۔ بعث بعد الموت کا انکار۔ اور بعض احکام ایسے ہیں۔ کہ ان میں ثقلت موازینہ کا قانون چلتا ہے۔ اگر شریعت کا ایک حکم توڑنے سے نیک۔ بد ہو جاتا ہے۔ تو پھر برائی کے لئے بھی یہ شرط ہونی چاہئے۔ کہ کل نیکیاں چھوڑے۔ تب بد کہلائے۔ حالانکہ جس میں برائیاں زیادہ اور نیکیاں کم ہوں اسے نیک کہتے ہیں۔ باقی اس حد کا موازنہ جس سے انسان نجات کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ کے اختیار میں ہے

ایک اور بھٹو کر بعض مذاہب خصوصاً مسیحیت کو لگی ہو کہ ان کے نزدیک خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے بدکاروں کو بھی بھیج دیتا ہے مگر اسلام کہتا ہے کہ خدا پاک نفسوں کو بھیجتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں انبیاء کے نام لیکر فرمایا۔ کل من الصٰلحین۔ جو لوگ انکی ہدایت کے لئے بطور نمونہ بھیجے جائیں وہ بُرے نہیں ہو سکتے۔ ڈپٹی کمشنر ضلع کا قانون توڑنیوالا نہیں ہوتا۔ بلکہ قانون پر چلانے والا ہوتا ہے۔ اگر نبی بدکار بھی آسکتے تھے تو موسیٰ کی کیا ضرورت تھی۔ فرعون ہی کام چلا دیتا۔ ضرورت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں خدا کے بندے آئیں۔ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے اسکے حکموں پر چل کر دکھائیں نہ یہ کہ وہ خود قانون توڑیں اور دوسروں کو کہیں کہ قانون پر چلو۔ قرآن مجید نے کہا ہے کہ خدا کے فرستادے سب نیک ہوتے ہیں۔ مگر بائبل نے اسکے فرستادوں کو بدکار دکھایا۔ اصل میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو ذلیل کرنے ہی سے اپنی عزت ثابت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ بہادری یہ ہے کہ دوسروں کو بزرگ ثابت کر کے پھر اپنی فضیلت اسپر ثابت کی جائے۔ مسیحیت نے سب نبیوں کو بدکار کہا تا مسیح کی فضیلت کا نقش بیٹھے مگر اسلام نے پہلے تمام نبیوں کی تعریف کی۔ اور پھر اپنے نبی کی فضیلت انپر بتائی جاہلوں میں عالم کہلانا کوئی فخر کی بات نہیں۔ عالموں میں اعلم ہونا فخر کی بات ہے ہسپتال کے مریضوں میں کسی کا جا کر کہنا ہے کوئی تندرست بیہودہ بات ہے۔ تندرستوں میں کھڑے ہو کر اپنی اعلیٰ تندرستی کا ثبوت دو۔ مذاہب نے ایکدوسرے کی عیب چینی ہی میں اپنی برتری دیکھی مگر قرآن مجید نے انکی صداقتوں کی قدر کی۔ اور اپنے آپکو کل صداقتوں کا مجموعہ ثابت کیا قالت الیھود لیست

النصاری علی شیئ الآیۃ یہود کہتے ہیں نصاریٰ کے پاس کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ایک کتاب کو دونوں مانتے ہیں۔ یہ خوبی تو تھی جو دونوں کو ایک دوسرے میں تسلیم کر لینی چاہیئے تھی۔ بائبل نے سلیمان پر شرک کا الزام لگایا۔ قرآن مجید نے ماکفر سلیمان سے ہٹایا اصل میں حضرت سلیمان کے خلاف ایک کوشش ہو رہی تھی۔ اور یہود کو انکے خلاف اکسانے کے لئے اکسانے والوں کے پاس اور کوئی وجہ نہ تھی۔ سوائے اسکے کہ انہیں (حضرت سلیمان کو) بت پرست قرار دے کر بغاوت کروا دی جائے۔ وہ حضرت سلیمان کے عہد میں تو کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر اسکے بیٹے کے عہد میں ہو گئے قرآن مجید نے ان تمام الزامات کی تردید کی۔ اور فریمیسنوں کا ذکر بھی کیا۔

میں جانتا ہوں کہ اسوقت آپ کے دل میں قرآن مجید کی بعض آیات کھٹک رہی ہیں۔ سو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق ایسی آیات کو لیتا ہوں۔ ان کے متعلق اصول کے طور پر یہ بات یاد رکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی تھے آپکو معلوم ہے کہ مجسٹریٹ جب فیصلہ لکھواتا ہے کہ تمہیں چھ سال قید۔ تو لکھنے والا چیخ نہیں اٹھا کرتا۔ کہ حضور میرا کیا قصور ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مجرم کے لئے ہے۔ اسی طرح نبی کو خطاب کر کے جو حکم ایسا دیا جائے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اسکی زیر تبلیغ ہیں۔ اسکی مثال قرآن مجید سے بیان کرتا ہوں۔ فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما۔ کہ تو ماں باپ کو اف تک بھی نہ کہہ اور نہ ان دونوں کو جھڑک۔ حالانکہ اس امر کا مسیحیوں کو بھی اقرار ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اس آیت کے نزول تو کیا۔ نبوت ملنے سے بھی بہت پہلے فوت ہو چکے تھے پس یہ حکم نبی کی معرفت امت کو دیا گیا

اسی طرح ووجدك ضالا اگر ایک طرف فرمایا ہے تو یہ بھی فرمایا کہ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ اب ضال کے بہت سے معنوں میں سے وہ معنی ہم لینگے۔ جس سے ان دونو آیات میں اختلاف لازم نہ آئے۔ کیونکہ یہ تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک طرف تو فرمائے کہ تو گمراہ تھا اور دوسری طرف فرمائے تو کبھی گمراہ ہوا ہی نہیں۔ بلکہ گمراہی کی بات کی خواہش بھی نہیں ہوئی سو ہم لغت میں دیکھتے ہیں کہ ضال کے معنے کمال درجہ کی محبت کرنیوالے بھی ہیں پس معنے یہ ہوئے کہ ہمنے تجھے محبت میں بڑھنے والا پایا۔ اور جوں جوں تو محبت میں بڑھتا گیا۔ ہم تمہیں عرفان پر عرفان دیتے گئے۔ یہ جس سورۃ میں ہے وہی سورۃ اسکو حل کر دیتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ الم یجدک یتیماً فاوٰی (کیا تجھے یتیم نہیں پایا پھر تمہیں پناہ دی) اب اسکے مقابلہ میں فرماتا ہے فاما الیتیم فلا تقھر پہلے فرمایا ووجدک ضآلاً فھدٰی۔ اسکے مقابلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ واما السائل فلا تنھر یہ بتایا کہ جیسے تم ہمارے دیدار کے سائل ہماری محبت میں بیتاب تھے اور ہمنے تمہیں اپنے وصل کی راہ بتادی ایسے ہی تو بھی کسی سائل کو جھڑکنا نہیں۔ ضال کے مقابلہ میں سائل رکھکر اسکے معنے حل کردئے پہلے فرمایا ووجدک عائلاً فاغنیٰ اسکے مقابلہ میں واما بنعمۃ ربک فحدث فرمایا۔ ایک اور ترتیب بھی اس سورۃ کی ہے یتیم کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔ اسلئے اسکی تربیت ایسے طور پر کہ جس سے وہ مقہور نہ ہو۔ حد سے زیادہ پیار سے بھی یتیم بگڑ جاتا ہے پھر جو سائل آئے اسے بھی دے۔ اور نہ صرف یتیم کی خبر گیری اور سائل کی خبر گیری کر بلکہ لوگوں میں اعلان کر کہ آؤ میں تمہیں دیتا ہوں بلکہ وہ خزانہ جو اسکے پاس ہے وہ لیکر خود لوگوں کے گھروں تک پہنچے (یہ تفسیر بہت لمبی تھی اور عیسائی جنٹلمین پکار اٹھا۔ کہ یہ تفسیر تو ایک معجزہ ہے)

ذنب کے متعلق بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسکے کئی معنے ہیں۔ اب جس کے بارے میں فرمایا (ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) کہ وہ بہترین نمونہ ہے۔ پیروی کیلئے اور جسے ماڈل قرار دیا ہے اسکے لئے اگر ذنب کا لفظ آئے تو اسکے وہ معنے نہیں لئے جاتے جو عام مجرموں کے لئے کئے جاتے ہیں یعنے گناہ کے کیونکہ خداتعالےٰ تو بایدی سفرۃ کرام بررۃ فرماکر رسول اللہ کے صحابہ کو بھی معزز اور نیکوکار اور مصلح قرار دیتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی جو اس رسول کی اتباع کرے اسے میں اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جسکی پیروی خدا کا محبوب بنا دیتی ہے وہ گنہگار اور نافرمان بھی ہو۔ خدا تو ان اللہ لا یحب الظّٰلمین سے فرماتا ہے کہ وہ ظالموں کو محبوب نہیں بناتا پس جس کے متبع بھی محبوب الٰہی بنجائیں۔ وہ خود ظالم یا گنہگار کیونکر ہوگا۔

چھٹا اجلاس ختم ہوا

ساتواں روز

کل ذنب و استغفار پر گفتگو تھی۔ اور میں نے بتایا تھا۔ کہ گناہ کے لئے مختلف الفاظ ہیں۔ عدوان جناح۔ اثم۔ عصیان۔ اور یہ کسی نبی کے لئے استعمال نہیں ہوتے۔ پس ذنب اور جناح میں فرق ہے۔ ذنب زائد بات کو کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ ذنب و استغفار کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے جہاں فتوحات کا ذکر ہے۔ پس اس مناسبت کو سمجھنے سے ذنب و استغفار کے معنے حل ہو جائینگے۔ اگر یہاں معنے گناہ اور گناہ سے معافی طلب کرنے کے ہیں تو بتائیے اس کے ساتھ فتوحات کا کیوں ذکر کیا ہی کیا فتح و ظفر کا انعام گناہ پر ملا کرتا ہے یا فتح ہو جانیسے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر یہ بات نہیں اور فی الواقع نہیں۔ تو پھر ان آیات کے معنے پر غور چاہیئے۔

(۱) انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔

(۲) اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

(۳) فهل ينظرون الا الساعة[1] ان تاتيهم بغتة فقد جاء اشراطها فانى لهم اذا جاءتهم ذكرهم فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنت والله يعلم متقلبكم ومثوكم (سورہ محمد)

(۴) فاصبر ان وعد الله[2] حق واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔

ان ہر چہار آیات میں دیکھئے جہاں ذنب سے استغفار کا حکم ہے ساتھ ہی فتوحات کی بشارت ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ معلم جب تعلیم دینے لگتا ہے تو کم تعداد کو تو وہ سنبھال سکتا ہے۔ مگر جب

---

[1] یہاں ساعت سے مراد فتح مکہ کا وقت ہے [2] یہی یوم الفرقان فتح مکہ کا وعدہ

شاگردوں کی تعداد بڑھ جائے تو کنٹرول نہیں رکھ سکتا۔ اور اس سے تعلیم کے اثر میں ایک نقص پیدا ہو جاتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی فتوحات کے بعد بہت سے نئے پیرو آنے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت میں بوجہ کثرت ایک قسم کا نقص پیدا ہوتا تھا۔ اس نقص کے بد اثر سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا سکھائی گئی۔ کیونکہ وہ نو مسلم جو مرکز سے دور دراز علاقوں میں تھے۔ وہ ایسی تعلیم و تربیت کہاں پا سکتے تھے۔ جو پاس رہنے والے یا بار بار حاضر ہونے والے پا سکتے تھے۔ پھر نہ صرف عرب کے لوگ بلکہ عجم میں بھی اسلام کا سلسلہ بڑھنا تھا۔ اور مختلف المذاق۔ مختلف الاحوال۔ مختلف الطبائع لوگوں کے ملنے سے قوم پر اور ہی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ دو چار سو سال کے بعد جب کثرت سے عیسائی لوگ مسلمانوں میں آئے تو اپنے ساتھ حیات مسیح کا عقیدہ لائے جو بڑھتے بڑھتے تمام مسلمانوں میں پھیل گیا اور اس غلط فہمی کی وجہ سے کئی لوگ مسیح موعود کے ماننے سے محروم ہے۔ اسی طرح یہود اپنی روایات کو ساتھ لائے اور اس سے لوگوں پر نبیوں کی پہچان مشکل ہو گئی۔ لیکن پھر بھی یہ خرابی ایسی نہیں پھیلی۔ جیسی دوسری اقوام میں کیونکہ امت محمدیہ کا کوئی نہ کوئی گروہ حق پر قائم رہا۔ اور اصل دین بگڑا نہیں۔ اور یہ سب اسی دعا کا اثر تھا۔ جو نبی کریم کو فتوحات کی آمد سے پہلے مانگنے کا حکم ہوا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں فتح مبین دی ہے یعنے صرف فتح جسمانی ہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ فتح روحانی بھی دی۔

(بندوں سے بندوں کے ساتھ تعلق کیسے ہوں)

اب اسکے بعد میں آپکو یہ بتاتا ہوں کہ بندوں سے بندوں کے ساتھ کیا تعلق رکھنے چاہئیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے فرماتا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (سورۃ نحل) انسان دنیا میں جیسا سلوک اپنے ساتھ چاہتا ہے۔ ایسا ہی وہ دوسروں کے ساتھ کرے۔ لوگوں کے حقوق پورے ادا کرے اگر وہ ملازم ہے تو آقا کی خدمت معاوضہ کے مطابق بجا لائے اگر آقا ہے تو غلام کو اسکی خدمت کا پورا حق دے اگر سوداگر ہے تو کم نہ تولے نہ ماپے نہ دھوکہ کرے۔ غرض کسی کی حق تلفی نہ کرے یہ تو عدل ہے اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ حق سے زیادہ دے یا نیک سلوک سے بڑھکر نیک سلوک کرے۔ پھر اس سے بھی عمدہ یہ بات ہے کہ احسان والے کو تو پھر خیال ہوتا ہے کہ اگر میں احسان کرتا ہوں تو یہ میرے ساتھ احسان کر دیگا۔ مگر یہ سلوک کو محض سلوک کی خاطر کرے

اور نیکی کو صرف نیکی سمجھ کر بجالائے اور طبعی جوش سے کسی کو راحت پہنچائے جیسے ماں بچہ کی خدمت کرتی ہے اور محبت سے اسکی خبرگیری بغیر خیال اسکے کر بیٹا بھی میرے ساتھ احسان کرے گا۔

اب ان تین سے باہر کوئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف فحشاء و منکر و بغی سے روکا۔ فحشاء سے رُکنا یہ کہ نفس میں بھی بدی پیدا نہ ہو۔ اور مُنکر یہ کہ ان بدیوں سے رُکے جو لوگوں کو ناپسندیدہ ہوں البغی حد درجے کی بدیاں۔ اب اس سے بڑھکر کوئی اور تعلیم نہیں جو بدی سے روکے۔ عدل کے مقابلہ میں فحشاء سے روکا۔ احسان کے مقابلہ میں منکر سے روکا۔ ایتاءِ ذی القربیٰ سے البغی سے روکا۔ عدل کریگا بغی سے چھٹ جائیگا۔ گویا پہلی نیکی آخری بدی چھڑائیگی۔ درمیانی نیکی درمیانی بدی سے روک دیگی اور نیکی کی ذاتی محبت منکر و بغی و فحشاء سب رکوا دیگی۔ یہ تو اجمالی حکم ہے۔ اب تمام احکام شریعت اسی اصول کے ماتحت ہیں۔

زکوٰۃ:۔ اوّل زکوٰۃ کا مسئلہ لو۔ صدقہ تو بائبل میں بھی موجود ہے مگر صدقہ میں ایک شرط ہی کہ لوگ ایک دوسرے پر احسان نہ جتائیں اسلئے بہترین طریق یہ تھا کہ مال جو صدقہ دیا جائے۔ وہ کسی تیسرے کے ذریعے مستحق کو ملے تا احسان نہ جتایا جاسکے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن پر کسی کا احسان ہو۔ وہ اسکے سامنے آنکھ اٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر رفتہ رفتہ قوم کے ایک حصہ میں جبن اور بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہی پس اسلام نے یہ انتظام کیا کہ ایک فنڈ قائم کیا۔ جس میں صدقات جمع ہوں۔ اور پھر اپنے طور پر غرباء میں تقسیم ہوں۔ تا کوئی غنی کسی فقیر یا مسکین کو یہ نہ کہہ سکے کہ تو میرا زکوٰۃ خوار ہے اسلام اپنے ماننے والوں میں جرأت اور مردانگی پیدا کرنا چاہتا ہے اس نے امام کو حکم دیا کہ خذ من اموالھم صدقۃً تطھرھم وتزکیھم بھا اور ادھر اسکی وجہ رسول اللہ نے بتادی کہ یؤخذ من اغنیائھم ویرد الی فقرائھم۔ یورپ میں دو قسم کے خیالات والے ہیں۔ اکانومسٹ اور سوشلسٹ۔ ایک کہتے ہیں کہ سرمایہ دار کی مدد کرنی چاہیئے کیونکہ انہوں نے مال کو خطرہ میں ڈالا ہے ایک کہتے ہیں کہ مالداروں سے چھین کر غریبوں کو دینا چاہئیے۔ دونوں خیالات ناقص ہیں۔ اسلام نے اپنے حکم سے لیول برابر کر دیا۔ ایک طرف مالداروں کو کہا کہ یہ ٹیکس دینے سے غلطیوں کا کفارہ ہو جاتا ہی دوسری طرف غرباء کو ان کا حق دلایا۔ پھر وہ لینے والا بھی حریف کے مقابل میں شرمندہ بھی نہیں کیونکہ وہ تو گورنمنٹ سے وظیفہ پاتا ہے نہ کہ کسی خاص دولتمند سے۔

پردہ:- آپ نے ارتقاء کے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ پہلے زنا کا حکم تھا۔ مسیح نے کہا شہوت کی نظر سے نہ دیکھ مگر اسلام کہتا ہے۔ تو دیکھ ہی نہیں بلکہ نیچی نظروں سے چلنے پھرنے کی عادت ڈال لے کیونکہ شہوت تو پیدا ہوتی ہی دیکھنے سے۔ پس دیکھنے کی اجازت اور کہنا شہوت کی نظر نہ ہو۔ ایک ایسا حکم ہے جو عملی رنگ میں نہیں آسکتا۔ اسلام میں مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو غض بصر کا حکم ہے۔ اسلام عورتوں کو اندر بند نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جو پردہ رائج ہے۔ یہ اسلامی پردہ نہیں۔ بلکہ احتیاطی پردہ ہے اور جن حالات میں ہم رہتے ہیں اسکے لئے ضروری اور بامر مجبوری ہے کیونکہ اسلام میں جو زنا کی یا کسی عورت کی ہتک کی سزا ہے وہ تو دی نہیں جاسکتی۔ پس اپنی حفظ آبرو کے لئے احتیاطی پردہ ضروری ہو گیا۔

نکاح پھر اسلام نے نکاح و طلاق کے متعلق جو قواعد رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ کوئی مذہب ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ کل دنیا والے ناچار انہی قواعد پر عمل کرتے ہیں۔ اسلام زندگی سدھارنے اور اسکو باآرام بنانے کے لئے آیا ہے زنا کے سوا بھی ایسے اسباب ہیں۔ جن سے میاں بی بی بعض اوقات اکٹھے نہیں رہ سکتے ان حالات کے لئے طلاق کی اجازت ہے اب ایک طرف تو فرمایا فان کرھتموھن فعسیٰ یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (اگر تم کسی وجہ سے ان سے نفرت رکھو تو خدا کی خاطر محبت سے گزارہ کرو۔ اللہ خیر کثیر کا ذمہ وار ہے) اور یہ کہ ابغض الحلال عند اللہ الطلاق اور دوسری طرف طلاق کی اجازت بھی دیدی۔ مگر اسکے لئے اور شرائط رکھیں (۱) حیض میں طلاق نہ دے۔ کیونکہ بعض لوگ کسی نفسانی جوش سے مغلوب ہو کر طلاق دے بیٹھتے ہیں۔ پس وہ دن ہوں کہ میاں بی بی کو ملنے کی اجازت ہو (۲) پھر تین بار مختلف طہروں میں طلاق ہو (۳) جھگڑا ہو تو طرفین سے حکم مقرر ہوں۔ غرض ایسی شرائط ہیں کہ انکو پورا کر کے انسان اسی وقت طلاق دے سکتا ہے کہ آپس میں تعلقات کا قائم رکھنا ناممکن ہو جائے۔

(بعد از نماز مغرب)

ابتک میں نے انسان کے انسان کے ساتھ تعلق بتلائے ہیں۔ عام تعلقات کے لحاظ سے زکوٰۃ کا مسئلہ اور گھر کے تعلقات میں بی بی کے حقوق۔ اب اور سنئے کہ اسلام نے عورت کو اسکے مال کا مالک بنایا ہے۔ انجیل میں کوئی ایسی آیت نہیں جو عملی طور پر اس خصوص میں کام آنے والی ہو۔ پھر عورت

کو مال وراثت (ترکہ میت) میں بھی حصہ دار رکھا ہی ماں عورت کا حصہ نصف ہے کیونکہ مرد پر دوہری ذمہ داری ہے ایک اپنا خرچ دوسرا بیوی بچوں کا نان ونفقہ۔ اسلئے اسکا حصہ ڈبل کر دیا۔ تورات میں والدین کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ مگر قرآن مجید میں ماں باپ کو بھی حصہ ملتا ہی۔

تجارت - اب معاملات کو لیجئے پچھلی کتابوں میں اگر کسی حکم کی کمی تھی تو اسے پورا کر دیا اور اگر پورا حکم تھا تو اسے لے لیا۔ غرض تمام خوبیاں جو اور مذاہب میں تھیں وہ اسمیں موجود ہیں۔ تمام ضروریات و فوائد انسانی کو شریعت اسلامیہ کے احکام حاوی ہیں۔ تورات کہتی ہے اپنے بھائی سے سود نہ لے قرآن مجید نے کہا نہ غیر سے لے نہ اپنوں سے کیونکہ ظلم اپنے پر بھی جائز نہیں اور غیر پر بھی جائز نہیں

حلت وحرمت کا مسئلہ تورات نے بعض جانداروں کو حرام ٹھہرایا۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں بتائی اسلام جو تمام جہان کے لئے تہا۔ اس نے وجہ بھی بتائی اور قواعد بتا دیئے تا ہر جگہ رہنے والے اپنے اپنے علاقوں کے حالات کے مطابق فیصلہ کر سکیں۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ نقصان دہ چیزیں نہ کھاؤ۔ جو خواہ جسم کے لئے نقصان دہ ہوں یا روح کے لئے یا اخلاق کے لئے۔ المیتۃ۔ الدم۔ لحم الخنزیر۔ ما اھل بہ لغیر اللہ سب حرام ہیں۔ مردار خواروں کی عقل موٹی اور کبھی الٰہیات کو کما حقہا نہیں سمجھ سکتے۔ خون میں زہروں کا مجموعہ ہوتا ہے یہ طب کی مسلم بات ہے۔ خنزیر کا گوشت اخلاق پر اثر انداز ہی کیونکہ اسمیں ایک ایسی بات ہے جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ نرکا نر پر چڑھنا جو چیز غیر اللہ کی طرف منسوب ہو گی اس سے نفرت نہ رکھی جائے گی تو غیرت ماری جائے گی۔

پھر اثمھما اکبر من نفعھما سے یہ بتا دیا۔ کہ ہر مضر چیز میں بھی کچھ نہ کچھ فوائد ہوتے ہیں ان سے انکار نہیں مگر غالب نقصان ہے اسلئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور جہاں حالتوں کے بدلنے سے احکام بدلتے ہیں۔ وہاں دونوں احکام رکھے۔

اسلام کی اور خوبیاں اس تعلیمی مقابلہ کے بعد یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید جو بات کرتا ہی اسکی دلیل دیتا ہے دوسرے مذاہب کی کتب میں دلیل نہیں۔

پھر یہ کہ اسلام جب کسی جرم کو مٹاتا ہی تو جتنی چیزوں سے وہ جرم پیدا ہو جن راہوں سے وہ پھیل سکے وہ سب راہیں روک دیتا ہے اور بدی کے مٹانے کا قاعدہ ہی یہی ہے کہ اسے جڑ

سے کاٹا جائے مثلاً زنا سے بچانا ہے تو اب جن جن راہوں سے یہ گناہ پیدا ہوتا ہے سب کی پیش بندی کردی یہانتک کہ آنکھیں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔ اور غیر محرم عورتوں سے خفیہ بات کرنے سے بھی روکا۔ تاکہ کوئی ایسی صورت ہی نہ پیدا ہو جس سے انسان ابتلا میں پڑے پھر دیکھئے جھگڑا ہے یہ کہنا تو آسان ہے کہ جھگڑا نہ کرو۔ مگر اسلام تو اس بدی کو روکنا چاہتا ہے اسلئے اسنے تمام اسباب کو لیا۔ جن سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے اور اسکے لئے سورہ حجرات کو دیکھئے پہلے فرمایا فاصلحوا بین اخویکم باہم صلح رکھو۔ پھر جن باتوں سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے ان سے روکا۔

۱۔ لا یسخر قوم من قوم۔ تمسخر نہ کرو کیونکہ اسکا نتیجہ عیب چینی ہے۔

۲۔ ولا تلمزوا انفسکم۔ پس ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ عیب لگا کر نام دھروگے

۳۔ ولا تنابزوا بالالقاب۔ نام دھرنا بُرے لقب دینے یہ ایک فسق ہے اور اس سے بدظنیاں پیدا ہونگی۔

۴۔ اجتنبوا کثیراً من الظن۔ پس تم بدظنیوں سے بچو۔ بدظنی کا نتیجہ غیبت ہے

۵۔ ولا یغتب بعضکم بعضاً۔ غیبت اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس جائز نہیں کیونکہ کسی کے عیبوں کے پھیلانے سے لڑائی پیدا ہوتی ہے۔

دیکھئے کیسی حکیمانہ تعلیم ہے۔ اس طرح پر خدا کے فضل سے میں دو مہینے بھی اگر آپ چاہیں تو اسلام کی خوبیوں پر تقریر کرسکتا ہوں۔ موٹی موٹی باتیں تو میں نے سمجھا دی ہیں۔ ان پر آپ غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت کرے کیونکہ ہدایت دینا تو اسی کا کام ہے ہمارا فرض تو پہنچا دینا ہے۔

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود اصلی قیمت ۱۰ رعایتی ۵ ر احسن القصص اصلی قیمت ۲۰ رعایتی ۱۰ ر درثمین اردو فوٹو والی ۸ ر درس قرآن شریف کے نوٹ اصلی قیمت ۶ رعایتی للعصر ابطال الوہیت مسیح اصلی قیمت ۱ ر رعایتی ۸ ر ادعیۃ الاحادیث ۱ ر طبیب روحانی ۱ ر مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اصلی قیمت ۱ ر رعایتی ۸ ر القاء ربانی اصلی قیمت ۴ ر رعایتی ۲ ر البلاغ المبین ۱ ر خصوصیات مسیح موعود اصلی قیمت ۱ ر رعایتی ۸ ر ادعیۃ القرآن ۲ ر نشان رحمت ۱ ر غلامی اصلی قیمت ۵ ر رعایتی ۳ ر عصمت الانبیاء اصلی قیمت ۱۰ ر رعایتی ۷ ر مجموعہ الہامات حصہ اول ۴۰ ر وکشوف حضرت اقدس دوم مجموعہ سوم ۴ ر

سعد بن عبادہ

ما نگوئیم بد و میل بنا حق نکنیم
جامہ کس سیہ و دلق خود ازرق نکنیم

القول الفصل کے صفحہ ۱۶ پر میاں نذر علی صاحب پشاوری نے ضمیمہ پیغام ۲۵ فروری ۱۹۱۵ء میں ایک اعتراض شائع کیا ہی اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی راستبازی اور حقانیت پر بکمال ظلم اور تعدی سے حملے کئے ہیں۔ جنکا جواب وہی قادر اچھی طرح دیگا۔ جس نے اپنے سلسلہ کو انکے ہاتھ میں دیا ہی۔ لیکن میں معترض کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو آپنے یہ اعتراض کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق و مرتد لکھا ہے اور صحابہ کرام پر افترا باندھا ہے کہ انہوں نے بھی انکو ایسا ہی کہا تھا اسمیں آپنے حضرت خلیفۃ المسیح کو مفتری نہیں کہا۔ بلکہ تمام راستبازوں اور نقلۃ الاحادیث اور ائمہ سیر کو کہا ہے کیونکہ ہم اچھا یا بُرا کسی شخص کو گزشتہ میں سے اسی صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ جسکے متعلق کسی ثقہ ناقل نے مناقب یا مثالب کا ذکر کیا ہو پس ابو جہل کو بُرا ہم اسلئے کہتے ہیں کہ اسنے نبی کریم کو بہت ستایا تھا اور آخر ناکام ہو کر ہلاک ہوا۔ اور اسکے بیٹے عکرمہ کے حق میں رضی اللہ عنہ کی دعا اسلئے کرتے ہیں کہ اہل سیر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہی کہ وہ اسلام کی مدد میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے اور اسی طرح نبی کریم صلعم کی رحلت کے بعد جن لوگوں کے متعلق یہ لکھا ہی کہ وہ اس وعدے پر قائم نہیں رہے جو نبی کریم صلعم سے باندھا تھا انکے متعلق رضی اللہ عنہم کی دعا اسوقت تک نہیں کر سکتے جبتک انکے حق میں کوئی عذر قوی نہ ملے پس حضرت خلیفۃ المسیح نے قول فصل میں جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن شریف اور ائمہ دین کے اقوال کے ماتحت لکھا ہی محققین اسلام نے بالاتفاق سورہ نور آیت استخلاف کے ماتحت حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کو ماننا فرض قرار دیا ہے اور حدیث صحیح میں نبی کریم کا یہ فرمودہ موجود ہے ان ھٰذا الامر فی قریش لا یعادیہم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین فتح الباری ص ۳۶۹ پ ترجمہ۔ کہ یہ امر خلافت قریش میں رہیگا جو بھی انکی مخالفت کریگا۔ خدا انکو منہ کے بل گرائیگا جبتک خلفاء دین کو قائم رکھیں۔ نبی کریم کے اس صریح حکم کے ہوتے ہوئے تم خود ہی بتلاؤ حضرت صدیق سے برسر پرخاش ہونے والے کو کیا کہو گے اور انصار سے تو اسکے

متعلق یہ وعدہ لیا تھا۔ ستکون علیکم اثرۃ شدیدۃ فاصبروا حتی تلقوا اللہ ورسولہ ترجمہ (پیغمبر دوسروں کو فضیلت دیجائیگی تم صبر سے کام لینا یہانتک کہ اللہ و رسول سے ملو) اور انصار نے جواب میں یہ عرض کی تھی۔ سنصبر یعنی ہم ضرور ہی صبر کرینگے ہمنے سعد بن عبادہ کے متعلق اپنے خیال سے کچھ نہیں لکھا صرف آپ لوگوں کے سمجھانیکے لئے ایک واقعہ نقل کیا تھا کیونکہ گذشتہ لوگوں کی مثالیں پچھلوں کے واسطے خدا نے عبرت کا مقام بنائی ہیں۔ جس حدیث کو نقل کر کے سعد کی خوبی اور خصوصیت کا حوالہ دیا ہے اس حدیث میں سعد کی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ صرف نبی کریم صلعم نے انصار کے قبائل کی افضلیت اور اولویت کا ذکر کیا تھا اور سعد کی شکایت کے متعلق آنحضرت نے یہ جواب دیا ہے اولیس بحسبکم ان تکونوا من الخیار ترجمہ۔ کیا تمہارے لئے اخیار میں سے ہونا کافی نہیں۔ اس فقرہ سے سعد کی تو کوئی فضیلت نہیں۔ تمام قوم کی طرف اشارہ ہے اور انصار میں سے تمام کے تمام نیک نہیں تھے۔ بلکہ منافق بھی تھے جو نبی کریم کو تکلیف دیتے رہے تھے چنانچہ جنگ تبوک میں عبد اللہ بن ابی کے ساتھیوں کے علاوہ ۹۰ کے قریب انصار میں سے منافق پیچھے رہے تھے جنکی طرف سورہ توبہ میں بار بار اشارات فرمائے گئے ہیں سعد بن عبادہ کا صحیح بخاری میں جہاں ذکر کیا گیا ہے وہاں بخاری صاحب نے حضرت عائشہ کا قول درج کر کے اپنے اعتقاد بھی انکے متعلق ظاہر فرما دیا ہے اور وہ یہ ہے وکان قبل ذلک رجلاً صالحاً (ترجمہ) اور یہ کہ اس سے پہلے اچھے آدمی تھے۔ اور اگر نبی کریم نے کسی موقع پر انکے فضائل کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصور پر بھی انکو قصوروار نہ ٹھہرایا جائے صفت یا مذمت کسی شخص کی اسکے موجودہ اعمال پر ہوتی ہے دیکھو کعب بن مالک انصاری نے مکہ میں قبل ہجرت عقبہ کی رات میں نبی کریم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن جب ان سے غزوہ تبوک میں تساہل اور سستی ظاہر ہوئی تو انکو رسول کریم نے پچاس دن تک کیسی سخت سزا دی تھی اور اسی طرح مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ انصاری دونوں بدری صحابہ ہیں۔ اور انکے حق میں خدا نے یہ خوشنودی ظاہر کی تھی۔ اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ او فقد غفرت لکم بخاری صفحہ (ترجمہ) جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی۔ اسی طرح اور بھی بدر میں حاضر ہونے والے ہیں۔ جنکو قصور پر سزائیں دی گئیں اور ایک موقعہ پر آنحضرت نے مسیلمہ کذاب کی تعریف فرمائی تھی اور اسی بات کو مسیلمہ نے اپنی قوم کے آگے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ اور ایک رجال (سورہ بقرہ کا حافظ) نام شخص تھا جو صحابہ میں سے مرتد ہو گیا تھا۔ اسنے مسیلمہ کی قوم کے سامنے اس بات کی قسم کھائی تھی کہ نبی کریم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کیا تھا۔ خالد بن ولید کو یمامہ

میں جاکر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اہل یمامہ کے حق میں مسیلمہ سے بھی رجال کا فتنہ زیادہ ہو دیکھو عینی جلد ۶ ص
فکان اعظم علی اہل الیمامۃ فتنۃ من مسیلمۃ (ترجمہ) اہل یمامہ کے لئے مسیلمہ کے فتنہ سے
اسکا فتنہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور عینی جلد ۱۶ ص واخذ منہ جائزتہ وانہ قال انما انا لیس بشر کی
وان مسیلمۃ لما ادعی انہ اشرک النبوۃ مع رسول اللہ صلعم احتج بھذہ المقالۃ
(ترجمہ) نبی کریم صلعم سے مسیلمہ کے بیٹے بھی انعام لیا گیا تو آپ نے مسیلمہ کی قوم کو فرمایا کہ یہ شریر آدمی نہیں۔ اسکے
بعد جب مسیلمہ نے یہ دعوی کیا کہ مجھے نبی کریم کے ساتھ نبوت میں شریک بنایا گیا ہے تو آنحضرت کے مندرجہ
بالا قول سے اسنے حجت پیش کی۔

پس نبی کریم کی بشارتوں اور رضی اللہ عنہم کی دعا کے مستحق وہی لوگ ہیں۔ جنکی صفات سورہ حشر
اور باقی سورتوں میں بیان شدہ ہیں اور جو دنیا سے رحلت کر گئے ایسی حالت میں کہ نبی کریم سے جو وعدہ
کیا تھا۔ اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی اور حدیث ایۃ المنافق بغض الانصار کی تشریح میں عینی جلد ۱
میں یوں لکھا ہے من ابغض بعضہم لمعنی غولہ البغض فلیس داخلا فی ذلک (ترجمہ) انصار
میں سے جو کسی جائز وجہ سے بغض کرے وہ اس حدیث کے وعید میں داخل نہیں۔ حضرت صدیق نے سعد
بن عبادہ کو اسوقت تک نہیں چھوڑا۔ جب تک آپکو یہ یقین نہیں دلایا گیا کہ سعد آپسے ہرگز مخالفت
نہیں کریگا۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل وترک ایاما ثم بعث الیہ ان اقبل فبایع فقد بایع الناس
وبایع قومک (ترجمہ) کچھ دن اس سے چشم پوشی کی گئی پھر اسکو حکم بھیجا کہ آکر بیعت کرے کیونکہ لوگوں
نے بھی اور تیری قوم نے بیعت کرلی۔ تو سعد نے اسکا جواب یوں دیا ہے وایم اللہ لو ان الجن
اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتکم حتی اعرض علی ربی واعلم ما حسابی (ترجمہ)
سعد نے کہا بخدا اگر جن بھی انسانوں کے ساتھ ملکر تمہاری بیعت کرینگے تو میں تمہاری بیعت
نہیں کرونگا یہانتک کہ میں اپنے رب کے حضور پیش کیا جاؤں اور اپنا حساب سامنے دیکھ لوں
جب یہ جواب حضرت ابوبکر کو ملا تو حضرت عمر نے عرض کی لا تدعہ حتی یبایعک فقال
بشیر بن سعد انہ قد لج وابی ولیس بمبایعکم . . . فلیس ترکہ بضار کم انما
ھو رجل واحد فترکوہ وقبلوا مشورۃ بشیر بن سعد (ترجمہ) آپ اسے نہ چھوڑیں
جبتک بیعت نہ کرے بشیر بن سعد نے کہا کہ وہ چڑ گیا ہے اور انکار کر بیٹھا بیعت تو

کرسکا نہیں اسکو چھوڑ دینا آپکے لئے مضر نہیں وہ اکیلا آدمی ہے اسپر اسکا خیال چھوڑ دیا گیا اور بشیر بن سعد کا مشورہ قبول ہوا۔ اور بیعت ابی بکر کے ایام میں سعد بن عبادہ یا ان لوگوں کے حق میں جو لفظ بولے گئے ہیں جنھوں نے مہاجرین سے خلافت میں نزاع کیا۔ وہ عبرت کے لئے ذیل میں درج ہیں۔ قول عمرؓ۔ فقال عمر قتلہ اللہ بخاری حضرت عمرؓ نے فرمایا سعد پر خدا لعنت کرے۔ قال لسعد اقتلوہ قتلہ اللہ ثم قام علی راسہ فقال لقد ھممت ان اطاک یعنی حضرت عمرؓ نے سعد کے حق میں فرمایا اسکو مار ڈالو خدا اسپر لعنت کرے۔ حتی یندر عضوک اور پھر آپ اسکے سر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میںنے ضرور یہ ارادہ کیا تھا کہ تجھے پاؤں کے نیچے ایسا روند ڈالوں کہ تیرا گوشت جسم سے الگ ہو جائے۔ تاریخ کامل و طبری

قول عمرؓ۔ قتلہ اللہ انہ منافق۔ خدا اسپر لعنت کرے ضرور ہی وہ منافق ہے۔ طبری

قول سعید بن زید۔ کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ قال اوخالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من کاد ان یرتد لولا ان اللہ عز و جل ینقذھم من الانصار۔ یعنے امام کے لئے رہنے کو صحابہ نے تھوڑی دیر کے لئے بھی گوارا نہیں فرمایا۔ اور راوی نے آپ سے پوچھا کیا اس پر کسی نے مخالفت بھی کی تھی۔ تو حضرت سعید نے فرمایا نہیں۔ ہاں کسی مرتد نے یا انصار میں سے ان لوگوں نے کی تھی جو مرتد ہونیکے قریب تھے اگر خدا انکو نہ بچاتا۔ تاریخ طبری

قول ابو بکرؓ۔ ا۔ لئن نزعت یدا من طاعۃ او فرقت جماعۃ لنضربن الذی فیہ عیناک (ترجمہ) اگر تم میری فرمانبرداری سے ہاتھ اٹھا لوگے یا جماعت میں تفرقہ ڈالوگے تو ہم تمہیں تباہ کر دینگے ۲۔ فھم اول من عبد اللہ و امن باللہ و بالرسول وھم اولیاءہ و عشیرتہ واحق الناس بھذا الامر من بعدہ ولا ینازعھم الا ظالم (ترجمہ) مہاجر مقدم ہیں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسپر اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نبی کریم کے دوست اور رشتہ دار ہیں۔ وہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان سے صرف ظالم ہی جھگڑا کرتا ہے۔

پس معترض صاحب! اب باز آجاؤ۔ سعد کے خلفاء کا انکار ہلاکت صریح ہے اور سعادت انکی پیروی کرنے میں ہی اور دیکھو حضرت عمرؓ نے جمعہ کے خطبہ میں صحابہ کے روبرو اپنا حق کس طرح بیان فرمایا ہے اور جو آپکے کام میں طعن کرے اسکے حق میں کیسا وعید فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ انی لقد علمت اقواما یطعنون فی ھذا الامر انا ضربتھم بیدی ھذہ علی الاسلام فان فعلوا ذلک فاولئک اعداء اللہ الکفرۃ

استدلال صحیح مسلم صفحہ ۱۵۱ جلد ۱ (ترجمہ) میں جانتا ہوں کہ کچھ گروہ ان باتوں میں طعن کرتے ہیں جن میں مینے انکو اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہو اگر وہ میری مخالفت سے باز نہ آئے تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہیں۔

پس سعد بن عبادہ کا انجام بھی سن لو کہ انکی لاش گھر کے غسلخانہ میں پڑی ہوئی پائی گئی وجد میتا علی مغتسلہ، وقد اخضر جسدہ ولم یشعروا بالمدینۃ حتی سمعوا قائلا من البئر (ترجمہ) اپنے غسلخانہ میں مردہ پایا گیا جسم سبز ہو چکا تھا اسکی موت کی خبر مدینہ میں کسی کو معلوم نہ ہوئی یہانتک کے ایک ندا سنی کہ ہمنے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہمنے اسے جگر دوز تیر سے مار ڈالا

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ٭ فرمیناہ بسہم فلم نخط فوادہ

چند سوالات در بارہ نبوت مسیح موعود کا جواب

سوال اوّل۔ خدا تعالیٰ کا مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کہکر مخاطب کرنا آپنے اسبات کی دلیل گردانا ہے کہ ان کی نبوت تامہ تھی۔ ورنہ خدا تعالیٰ انکو نبی جزوی کہکر پکارتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ حدیث لا نبی بعدی کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں اگر آپ اسکو صحیح مانکر اس نبی مراد نہیں کہ اس سے مراد نبوت براہ راست ہے تو سوال یہ ہے کہ کیوں مسیح موعود کے نبی پکارا جانے سے بھی یہ مراد نہ لیجائے کہ یہاں نبوت سے مراد نبوت جزوی ہے۔

سوال دوم۔ مانا کہ نبوت دہندہ یونیورسٹی قائم ہوگی مگر اس یونیورسٹی کی عظمت وشوکت نظروں سے بالکل گر جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ رسول کریم جیسے عظیم الشان انسان کی سرپرستی میں قائم ہو کر ایک دراز مدت میں بلکہ آپکے خیال کے مطابق قیامت (تک) اس امت میں صرف صرف ایک ہی ڈگری دے سکی۔

سوال سوم۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گزشتہ صلحائے امت (خواہ ان سے صحابہ مراد لیں یا مجددین) نے رسول کریم علیہ السلام کی متابعت میں کونسی کسر اٹھا رکھی جس سبب سے انکو نبوت کا عہدہ نہ ملا۔ درآنحالیکہ انکو خدائے ذوالجلال کی طرف سے رضیت لکم الاسلام دینا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے سرٹیفیکیٹ مل چکے تھے۔

سوال چہارم۔ اگر بذریعہ متابعہ کمال رسول کریم علیہ السلام کے بعد ہی نبوت مل سکتی ہے تو حدیث النبی نبی ولو کان فی بطن امہ سے کیا مراد ہے؟

سوال پنجم۔ کیا مجھے یا میرے کسی ہمعصر کو رسول اکرم کی کمال اتباع کرنے سے عہدہ نبوت مل سکتا ہے اگر نہیں

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ورمیناہ بسہمین فلم نخط فؤادہ

مل سکتا تو یہی کہنا پڑیگا واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء پس متابعت کا سوال اٹھ گیا نبوت براہ راست ہی ہو تو ہو جسکا دروازہ مسدود ہے۔

جواب

(از فاضل جلیل مولنٰنا محمد اسمٰعیل صاحب)

(۱) خاکسار نے کتاب حقیقۃ النبوۃ حصہ اول کو بہت غور سے پڑھا ہے لیکن مجھے اسمیں حضرت مسیح موعودؑ کے پورا نبی ہونیکی دلیل یہ کہیں نہیں ملی کہ آپکو جزئی نبی نہیں کہا گیا۔ بلکہ نبی کہکر مخاطب کیا گیا ہے ہاں مجھے اس میں جا بجا یہ لکھا ہوا ملا ہے نبی کیلئے تین شرطیں ہیں جس شخص میں وہ تینوں شرطیں موجود ہوں وہ نبی ہے اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط بھی اسمیں مفقود ہوگی۔ تو اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ وہ شخص نبی نہیں ہے گو اس میں ان شرائط میں سے کوئی شرط ہی کیوں نہ ہو مثلاً یہ کہ اسے خدا نے نبی کے نام سے کسی الہام میں کبھی پکارا ہو۔ مگر کثرت مکالمہ مخاطبہ کی شرط اور امور مہمہ کے متعلق پیشگوئیوں کی شرط اسمیں موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ کثرت الہام کا شرف تو رکھتا ہو۔ مگر نہ اسکا نام خدا نے نبی رکھا ہو۔ اور نہ اسے امور مہمہ غیبیہ پر اطلاع دیجاتی ہو۔ یا یہ کہ ایسے بعض امور مہمہ پر تو اطلاع دی گئی ہو مگر پہلی دونوں شرطیں اس میں متحقق نہ ہوں۔ یا یہ کہ پچھلی دونوں شرطیں تو اس میں پائی جاتی ہوں مگر تیسری شرط موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ پہلی اور تیسری شرط پائی جاتی ہو۔ اور دوسری شرط موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ پہلی شرط موجود نہ ہو اور دوسری اور تیسری شرطیں پائی جاتی ہوں۔ یا یہ کہ تینوں شرطوں میں سے کوئی شرط بھی اسمیں نہ پائی جاتی ہو پس ان ساتوں صورتوں میں نبی ہونا متحقق نہیں ہوگا اور صرف ایک صورت میں یہ منصب متحقق ہوگا یعنے یہ کہ تینوں شرطیں موجود ہوں پس اس صورت میں ایسے شخص کو لامحالہ نبی ماننا پڑیگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ مذکورہ بالا سات صورتوں میں سے دو صورتوں میں نبی کے لفظ سے مخاطب کیا جانے کی شرط موجود ہے ایسے شخص کا نبی ہونا غیر متحقق ہے۔

غرض کسی شخص کا نبی کے نام سے مخاطب کیا جانا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ شخص نبی ہے ہاں جس صورت میں ان تین شرائط میں سے بعض موجود ہوں۔ اور بعض غیر موجود تو ایسی صورت میں چونکہ مفہوم نبی کے اجزاء میں سے بعض اجزاء موجود ہیں اسلئے اس بنا پر ایسے شخص کو جزوی نبی کہنا جائز ہوگا۔ یعنے ناقص نبی لیکن ایسا شخص نبی نہیں ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ جزوی نبی کہلانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ الہام میں جزوی کا لفظ موجود ہو ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص میں نبوت کی ایک یا دو شرطیں پائی جاتی ہوں۔

اور جس طرح مجھے اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے پورا نبی ہونیکی یہ دلیل کہیں نہیں ملی کہ آپکو جزئی نبی کہکر نہیں پکارا گیا۔ بلکہ نبی کہکر پکارا گیا ہے اسی طرح مجھے اسمیں آپ کے جزئی نبی نہ ہونے کی یہ دلیل بھی کہیں نہیں ملی کہ اگر آپ جزدی نبی ہوتے تو بجائے لفظ نبی کے آپکو جزوی نبی کے نام سے پکارا جاتا۔

لانبی بعدی کا جواب اول تو یہ ہے کہ جہاں حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ نے حقیقۃ النبوۃ میں جزوی نبی کے متعلق مذکورہ بالا بحث فرمائی ہے وہیں ساتھ ہی بالکل متصل یعنے اس سے بعد کی عبارت میں خود ہی ایک رنگ میں اسی سوال کو اٹھا کر اسکا جواب وہیں دیدیا ہے کیونکہ وہاں تصریح کے ساتھ اس حدیث پر بحث نہیں کی گئی۔ اور نہ وہاں اس بحث کی کوئی ضرورت تھی اسلئے میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس جواب کو اسی جگہ دہراتا ہوں سو واضح ہو کہ اس حدیث کو ہم صحیح تسلیم کرنیکے بعد کہتے ہیں کہ اسکے معنے خود ہی حدیث حل کر رہی ہے اور ایک اور حدیث سے ان معنوں کی زیادہ توضیح ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس حدیث میں نفی نبوت کو ایک خاص زمانہ کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جو بعدی کے لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے یعنے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ یہ کہ میرے زمانہ میں بھی کوئی نہیں آئیگا اب ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ہے جس کو حدیث میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انا والساعۃ کہاتین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور وسطیٰ دونوں انگلیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ میں اور قیامت ہم دونوں اسطرح باہم متصل اور ملے ہوئے ہیں جس طرح کہ یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں اور درمیان میں تیسری کوئی چیز نہیں یعنے میرا زمانہ اسوقت تک ہے کہ قیامت آجائے اور جب میرا زمانہ منقطع ہوگا تو اسکا انقطاع کسی اور نبی کے آنیکے ساتھ نہیں ہوگا۔ بلکہ قیامت کے آنیکے ساتھ ہوگا۔ غرض میرے بعد قیامت ہی آئیگی اور کوئی زمانہ حائل نہیں ہوگا۔ پس یہ حدیث مطلقاً کسی نبی کے آنے کی نفی نہیں کرتی بلکہ حقیقتاً یعنے آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جسکا آنا انقطاع زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستلزم ہو اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا گیا ہے آپکی امت ان تمام انعاموں کی وارث ہوگی اور ان انعامات میں سے نبوت بھی ہے اور ان تمام انعامات کے حصول کا ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو بتایا گیا ہے اسلئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکے بعد کوئی شخص کوئی ایسا انعام ان انعامات موعودہ اربعہ میں سے پاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے اور اسکے ذریعہ سے اور اسکی برکت سے اسے نہ ملا ہو۔ بلکہ اس واسطہ اور ذریعہ کے بغیر ملجائے یا کوئی شخص کوئی نئی شریعت لے کر آجائے تو ان دونوں صورتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا انقطاع لازم آئیگا کیونکہ پہلی صورت میں

یہ نتیجہ نکلیگا کہ جو انعامات کہ بلاواسطہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملنے کا دروازہ آپ کے آنیکے ساتھ بند کیا گیا وہ کھل گیا جس کے یہ معنے ہونگے کہ آپکا زمانہ منقطع ہو چکا اور دوسری صورت تو اظہر من الشمس ہے پس جو قیود اس حدیث میں نبی کے معنے کو مخصوص کرتی ہیں وہ خود اس حدیث میں مذکور ہیں ہم اپنی طرف سے نہیں بڑھاتے۔

اور ثانیاً یہ کہ ہم نہیں کہتے کہ اس حدیث میں نبی کا لفظ کسی بیرونی قید کا محتاج ہے اسجگہ بھی نبی کے وہی معنے مراد ہیں جو اسکے اصلی معنی ہیں لیکن دوسری طرف چونکہ حدیث میں ایک نبی اللہ کے آنیکا وعدہ بھی دیا گیا ہے اسلئے دونوں کی تطبیق ضروری ہوئی جسکی یہ صورت ہے کہ نبیوں کی کئی قسمیں ہیں جنمیں سے کسی ایک قسم کی نفی لانبی بعدی میں کیگئی ہے اور دوسری قسم کے نبی کا وعدہ دوسری حدیث میں دیا گیا ہے جس صورت میں معنی بھی برحال رہتے ہیں اور تطبیق بھی ہو جاتی ہے

اور ثالثاً یہ کہ نبی کے ساتھ شرعی یا غیر شرعی یا بلاواسطہ یا بالواسطہ کی قید لگانا اور جزئی کی قید لگانا ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ شریعت کا پانا نہ پانا اور اسی طرح نبوت بالواسطہ پانا یا بلاواسطہ پانا نبوت کے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ اور یہ قیود صرف نبی کی قسم کو ظاہر کرتے ہیں لیکن جزئی کا لفظ نبی کے مفہوم کو بدلا دیتا ہے کیونکہ جزئی نبی کے یہ معنے ہیں کہ وہ ادھورا نبی جس میں تمام ضروریات و شرائط نبوت موجود نہیں ہیں۔ برخلاف اسکے شریعت کے لانے یا نہ لانے نبوت بالواسطہ پانے یا بلاواسطہ پانے سے نبوت کا اصل مفہوم نہیں باطل ہوتا پس ایسی قیود لگانے میں تو کوئی حرج نہیں جو اصل مفہوم کو نہ بدلاتی ہوں بلکہ تفصیل کرتی ہوں لیکن کسی ایسی قید کا لگانا جو باوجود تمام شرائط نبوت کے موجود ہونیکے ایک شخص کے نبی ہونیکی نفی کرتی ہو۔ موجب حرج ہے

دوسرے سوال کا جواب۔ میرے مکرم اگر یہ باتیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی فرمائی ہوئی نہ ہوتیں تو انپر کسی احمدی کا جرح وقدح کرنا چنداں بعید نہ تھا لیکن جبکہ ہم لوگ یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ پیش کرتے ہیں تو اس صورت میں کسی احمدی کا حق نہیں ہے کہ انکو حقارت کی نظر سے دیکھے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونیکے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے پس مصفا غیب پانیکے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفا غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفا غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے

کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ ایک غلطی کا ازالہ“ اور کیا یہ الفاظ حضرت اقدس کے اپنے نہیں ہیں ”غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانیکے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی“۔

ممکن ہے کہ اسجگہ کسی شخص کو یہ وہم گذرے کہ قرآن کریم و حدیث شریف سے اس بات کو ثابت نہ کرنا اور صرف حضرت کا کلام پیش کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اسکی کچھ اصلیت موجود نہیں ہے سو اگرچہ ایک احمدی کی شان سے یہ بالکل بعید ہے کہ وہ حضرت اقدس کی نسبت ایسی بدظنی دل میں رکھتا ہو بلکہ کوئی غیر احمدی بھی جو تعصب کی وجہ سے اندھا نہ ہو رہا ہو ایسا وہم نہیں کر سکتا۔ لیکن میں حضرت اقدس کے کلام طیب ہی میں سے اسکے دلائل قرآنیہ و حدیثیہ پیش کرتا ہوں تاکہ اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاوے سو واضح ہو کہ نہ تو احادیث میں مسیح موعود کے سوائے اس امت میں کسی نبی کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم بعثت سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے یوم بعثت تک کوئی ایسا مدعی نبوت ملتا ہے جسے آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین دعوئے نبوت میں سچا ثابت ہونے دیتی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی بابت احادیث میں بھی پیشگوئی موجود ہے اور آیت مذکورہ بھی آپکی تصدیق کرتی ہے چنانچہ حدیث کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ”خود حدیثیں پڑھتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی طرح کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا“۔ حقیقۃ الوحی ملخہ

اب اگر کسی کی طاقت ہے تو احادیث میں مسیح موعود کے سوا کسی اور نبی اللہ کی پیشگوئی پیش کرے اب رہا یہ کہ اگرچہ احادیث میں مسیح موعود کے سوا اس امت میں سے کسی کو نبی نہیں کہا گیا مگر کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ بغیر پیشگوئی کے وعدہ کے کوئی نبی آگیا ہو۔ سو یاد رہے کہ اس وہم باطل کا ابطال قرآن کریم کی آیت لو تقول علینا کر رہی ہے اور اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آجتک سوائے حضرت مسیح موعود کے کسی کا دعویٰ نبوت ثابت نہیں ہونے دیا چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اشتہار کے ذریعہ سے اس بات کا اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مدعیٔ نبوت کو پیش کرکے ثابت کرے کہ آیت مذکورہ نے اسکی تصدیق کی۔ تو

اسے پانسو روپیہ انعام دیا جائیگا تو کسی کو جرأت ہوئی کہ کوئی اسکی ایک مثال بھی پیش کرتا۔ میں اسجگہ اسکے متعلق حضرت اقدس کے چند فقرے نقل کر دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔ "ممکن نہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پانے کی مدت اس شخص کو مل سکے جسکو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے ہاں اس بات کا قطعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ درحقیقت اس نے وحی اللہ پانے کے دعوی میں تئیس برس کی مدت حاصل کر لی اور اس مدت میں اخیر تک کبھی خاموش نہیں رہا اور وہ اس دعوے سے دست بردار ہوا سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جسکو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دیگئی اور تئیس برس تک وحی کا سلسلہ جاری رہا" (اربعین ۳ صفحہ ۲۲) "بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور تئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہئیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہئیے کہ جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنے یہ کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں اصل لفظ انکی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جسکی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا (تتمہ اربعین صفحہ ۱۱) پس یہ ممکن نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لیکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک کے عرصہ میں کوئی ایسا شخص مل سکے جو مطابق شرائط مذکورہ بالا مدعی نبوت ثابت ہو اور پھر آیت لو تقول اسکی تصدیق کرے

تیسرے سوال کا جواب - جناب سید صاحب تقوی و صلاح کا نہ تو گزوں یا فٹوں یا جریبوں کے ساتھ اندازہ کیا جاتا ہے نہ ترازو پر تولا جاتا ہے اسکی کمی بیشی کا جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ آپ یا میں یا کوئی اور انسان کس طرح یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ فلاں شخص کا تقویٰ اس درجہ کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ مقام نبوت کا مستحق ہے پس یہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ فلاں زمانہ کے لوگ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے مگر انہیں نبوت نہ ملی ہاں یہ سچ ہے کہ بموجب آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یہ منصب اسی کو عطا ہوتا ہے جو تقویٰ میں ارفع الشان ہو مگر انسان اندازہ نہیں لگا سکتا کہ کون شخص ارفع الشان ہے اور کون نہیں ہے اسی طرح پر کسی شخص کو یہ اندازہ لگانیکا حق نہیں ہے کہ چونکہ ایسے لوگ گذرے ہیں جو تقویٰ میں نقطہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور باوجود اسکے انہیں یہ منصب نہ ملا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ بواسطہ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ منصب کسی کو نہیں مل سکتا کہاں لکھا ہے کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام پانیکے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے لوگ تمام مراتب تقویٰ طے کر چکے ہوں کیا اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا کہ مقام اصطفےٰ پانے والوں کے

بھی متعدد مراتب جنہیں سے ظالم لنفسہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رضا اور اصطفاء میں تلازم ہے پس یہ معیار صحیح نہیں ہے۔

چوتھے سوال کا جواب بعد از تسلیم اسکے معنی سنا ہے بڑکے بیج میں وہ استعداد تو موجود ہوتی ہے جس سے وہ ایک بڑا عظیم الشان درخت بن سکے اور اس بنا پر اسے بالقوہ بڑ کہہ سکتے ہیں مگر اسے فضیلت کے رنگ میں بڑ کا درخت اسی وقت کہینگے جب وہ درخت بنجاویگا بات یہ ہے کہ ہر نبی واجب الاطاعت ہوتا ہے مگر فی البطن اسے یا فی المہد کہا نہیں اسکی اطاعت کسی پر فرض نہیں ہوتی ہاں جب بلغ اشدہ کا مصداق بنتا ہے اور کمال احسان کے مرتبہ پہنچ جاتا ہے تو اس سن کو اللہ تعالیٰ جس مقام پر چاہتا ہے کھڑا کر دیتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی عدم شرطیت کیونکر ثابت ہوئی۔

پانچویں سوال کا جواب۔ امکان سے کسکو انکار ہے مگر اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور اس سے بڑھکر کونسی عدو نکی پورا کرنیوالا ہے اوفوا بعہدی اوف بعہدکم مگر قلیل ما ھم یاد رکھئے کہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء آیت قل ان کنتم تحبون اللہ کی نسخ نہیں ہے میرا خیال ہے کہ بلاواسطہ کے معنے سمجھنے میں کسی قدر غلط فہمی ہوتی ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ منصب عطا کرتا ہے انہیں اجر عمل کے طور پر ملتا ہے جسکے لئے ضروری ہو کہ ہر کس عامل کو مل سکے بلکہ اسکے لئے ایک یہ بھی شرط ہے کہ یہ منصب صرف ذی النسب لوگوں کو ملتا ہے۔ حالانکہ اجر اعمال کے لئے یہ شرط نہیں ہے پس یہ ہے تو موہبت رحمانیت مگر اسکا حصول اکمل اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اتباع کے بعد تابع کا دل تمام زنگاروں سے مصقول ہو کر ایک آئینہ تجلی بن جاتا ہے۔ جس پر نبوت کے شعبوں کا فوٹو کا اثر اترآتا ہے اسی روحانی صفائی کو عام اصطلاح میں ظلیت کہتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ظلی نبوت کے کچھ اور معنی بیان فرماتے ہیں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ظلی نبی وہ تمام کمالات پورے طور پر رکھتا ہے جنکی وجہ سے پہلے انبیاء نبی کہلاتے رہے اور کہ بعدی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جبتک کہ ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمالات اپنے اندر نہ رکھتی ہو اور کہ تمام نبی اسبات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے اور کہ میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اگر خواب بینی کا نام ہی ظلی نبوت ہے تو کیا وہ تمام کمالات جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور جنکے ساتھ انبیاء مخصوص ہوتے ہیں ایسے خواب بہتوں میں پائے جاتے ہیں۔

جیسا اوپر مفصل بتا چکا ہوں کہ جزئی نبوت اور چیز ہے اور کہ نفس نبوت جسکی قسموں میں سے ایک قسم ظلی نبوت ہی اور چیز ہے یہ نہیں کہ جہاں لفظ نبی کے ساتھ کوئی قید آجاوے وہ سب ایک ہی دائرہ میں داخل کردی جاوے ایسی صورت میں تو اندیشہ ہے کہ کل کوئی شخص لفظ نبی کے ساتھ کاذبی قید لگا کر اسے بھی ظلی نبی کا مرادف قرار دینے لگے اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔ خاکسار محمد اسمٰعیل

اصول فقہ مختصر الاصول

فقہ کی کتابیں تو اردو میں بھی بہت ہیں اسلئے ناظرین تشحیذ عام طور پر ان سے آگاہ ہونگے یہ کتاب جس کا عنوان اوپر درج ہے اور جس کو میں نے بڑے شوق سے منگوایا۔ اور پڑھا اور پڑھکر فائدہ اٹھایا۔ اصول فقہ میں ہے اصول فقہ ایسا علم ہے جسکی وجہ سے دلائل اجمالیہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور اسکی غرض یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ کو انکے ادلہ کتاب وسنت سے استنباط کرنیکا موقعہ حاصل ہو جائے۔ عربی میں تو ایسی کتابیں بہت ہیں جو درس وتدریس میں داخل ہیں لیکن اردو میں جو ایسی کتاب کی ضرورت تھی تا ہر طبقہ کے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اسے علامہ محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے پورا کر دیا ہے۔ زبان ایسی شستہ اور سلیس ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ اصول فقہ کے متعلق یہ کتاب کافی ووافی ہے۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ احباب اسے خریدیں قیمت عہ ملنے کا پتہ الیس ابن علی اخبار نیر اعظم مراد آباد حجم قریباً چار سو صفحہ

مسیح موعود

یہ رسالہ جو تبلیغ کے لئے اور وفات مسیح موعود کے ثبوت میں بہترین رسالہ ہے برادر سراج الدین صاحب نے مختلف کتب سلسلہ سے اقتباس کر کے انجمن احمدیہ ہمبڑیال کی طرف سے مفت شائع کروایا ہے احباب محصول ڈاک بھیجکر منگوائیں اور حظ اٹھائیں۔

اسرار روایات

منشی خادم حسین صاحب خادم ایک مشہور مضمون نگار ہیں اور شیعہ کے متعلق انکی واقفیت بہت اعلیٰ ہے یہ ۲۰ صفحے کا رسالہ انہوں نے اس موضوع پر لکھا ہے کہ مرثیہ خواں جو روایات کربلا سنا کر رویا رلایا کرتے ہیں وہ از روئے شیعہ کتب معتبرہ ناقابل اعتبار ہے ۱۰ کے ٹکٹ آنے پر یہ رسالہ دفتر تشحیذ سے بھیجا جا سکتا ہے جہاں شیعوں کا زور ہے یا جنہیں ان سے بحث کرنی پڑتی ہے یا جن کے رشتہ دار احباب شیعہ ہوں وہ ضرور متعدد کاپیاں منگا کر مفت تقسیم کریں۔

القمر دہلی

یہ رسالہ دہلی سے ماہوار شائع ہوتا ہے محمد عبد العزیز جنیدی اسکے ایڈیٹر ہیں اس رسالہ میں ممتاز علماء و مشاہیر اہل قلم کے مضمون شائع ہوتے ہیں چندہ سالانہ عہ نمونہ منگوا کر دیکھئے

کلمۃ الفصل

القول الفصل تو آپ نے پڑھ لیا۔ اب ہمارے مکرم معظم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب خلف ثانی مسیح موعود کا یہ مضمون بھی مسئلہ کفر و اسلام پر پڑھئے جو ریویو آف ریلیجنز ماہ مارچ و اپریل میں شائع ہوا ہے حق یہ ہے کہ اپریل ۱۱ء کا تشحیذ (مسلمان وہی ہے جو تمام ماموروں کو مانے) اگر متن ہے تو یہ اسکی بہترین شرح ہے میں امید کرتا ہوں کہ یہ بہت دلچسپی سے پڑھا جائیگا اسلئے خدا کے برگزیدہ

نبی کے فرزند تجھ پر سلام کہ تو نے نعرہ اسلام کی حقیقت سمجھا کر امن و سلامتی پھیلائی۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے نقشے

یہ نقشے اپنی حیثیت میں پہلی دفعہ طبع ہوئے ہیں ہر چیز پیمائش کے ساتھ اور باصول انجینیری صحیح پیمانہ میں ہیں انکے بلاک خاص اہتمام کے ساتھ بنوا کر تھیکر اسپنک کمپنی کلکتہ سے جو ہندوستان میں سب سے بہتر پرنٹر ہے نہایت اعلیٰ قسم کے کاغذ پر چھپوائے گئے ہیں صحت اصلیت اور عمدگی کا تصفیہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔

ہدیہ فی سٹ { قسم اول پانچ روپیہ / قسم دوم دو روپیہ } محصول بذمہ خریدار

(۱) پلین حرم شریف مکہ معظمہ (۲) ایلی ویشن (۳) شہر مکہ معظمہ

(۴) پلین مسجد نبوی مدینہ طیبہ (۵) ایلی ویشن (۶) شہر مدینہ طیبہ (۷) پلین و ایلی ویشن قبہ اہلبیت جنت البقیع مدینہ طیبہ (۸) مسجد قبا (۹) جبل احد و مزار حضرت (۱۰) قبہ سیدنا عثمان غنیؓ (۱۱) حلیمہ سعدیہ رض

ملنے کا پتہ:۔ **محمد معین الدین انجینیر کسرول مراد آباد (یو پی)**

دوائے مقوی

جو نزلہ۔ زکام۔ ضعف اعضائے رئیسہ و اختلاج قلب کو دور کرتی ہے اور یہ وہی کشتہ جیریاں ہے جو اس سے پہلے تین روپیہ تولہ کثرت سے فروخت ہوتا رہا ہے۔ برادر بدرالدین صاحب نے اسے ایسے طریق پر بنایا ہے کہ ڈیڑھ روپیہ تولہ میں فروخت کر سکیں ضرورت مند معرفت تشحیذ قادیان منگوالیں

نکمروں کی دوائی

قریشی امیر احمد صاحب کی اس دوائی کو بعض احباب نے استعمال کر کے مفید پایا ہے قیمت ایک شیشی ایک روپیہ ملنے کا پتہ معرفت دفتر تشحیذ قادیان

Digitized by Khilafat Library

وی پی واپس کرنے والے

جن صاحبان نے تشحیذ کے وی پی بابت سنہ ۱۵ء واپس کئے ہیں وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت بھیجکر مشکور فرمائیں اور جنہوں نے ابھی تک سنہ ۱۶ء کی قیمت بھی نہیں دی۔ وہ اپنی رائے سے مطلع کریں کہ آیا آئندہ خریدار بننا چاہتے ہیں یا نہیں اور جو قیمت دے چکے ہیں انکا شکریہ توسیع اشاعت کی طرف توجہ ضروری ہے۔ مینیجر

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۰ — نمبر ۶

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ — قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جون ۱۹۱۵ء

رجب ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

تحقیق امام آخر الزمان — مابین احمدی و شیعہ اثنا عشری	۱ — ۲۲	منشی خادم حسین صاحب
السلام علی حق الجدید — حضرت مرزا صاحب کے دعوی کی صداقت کتب شیعہ سے	۲۲ — ۴۸	خادم بھیروی

قیمت سالانہ عوام سے ۱عہ طلباء سے ۸ غیر ممالک سے ۱عہ

[illegible]

باہتمام شیخ محمد عبد الرحمن صاحب ... ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام ... قادیان نے شائع کیا

[illegible]

آخری زمانے کا موعود

حضرت مسیح موعود حجۃ اللہ علی الارض امام آخر الزمان نے (جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے) تمام اقوام عالم پر حجت قائم کردی اور وہ فرض تبلیغ سے سبکدوش ہو کر واصل باللہ ہوئے۔ ان کے بعد ہمارے احمدیہ لٹریچر میں یہ ایک کمی تھی کہ شیعہ کتب کے رو سے شیعہ پر حجت نہیں قائم کی گئی تھی۔ مگر ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے یہ سعادت میرے نہایت ہی مہربان منشی خادم حسین صاحب بھیروی کے حصے میں تھی۔ ایسا ہوا کہ چند خطوط بعض شیعہ کی طرف سے بغیر کسی ظاہری تحریک کے گالیوں سے بھرے ہوئے جناب خلافت مآب کے حضور پہنچے۔ جس سے کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مسیح الزمان کے معالجہ کے حاجتمند ہیں۔ دوسری طرف ایک دوست کی طرف سے ایک معزز شیعہ کا سوال پہنچا کہ امام غائب کی وفات شیعہ کتب کے رو سے ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح و مہدی مان لونگا۔ حضور نے منشی صاحب موصوف کو ایما فرمایا۔ اور انہوں نے امتثالاً لامر الامیر صرف دو روز میں مضمون تیار کر کے بھیجدیا۔ اور پھر اسکے بعد اس مضمون کا دوسرا حصہ بھیجا۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو شیعہ مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس متانت اور ثقاہت سے منشی صاحب نے یہ مضامین لکھے ہیں وہ مذہبی دنیا میں خاص عزت کی نظر سے دیکھے جائینگے بلکہ مناظرین کو چاہئے کہ انہیں بطور نمونہ اختیار کریں دوسرے مذہب اور اسکے علماء کی پوری پوری عزت کو مدنظر رکھکر نہایت ہی مدلل طور پر اپنا مذہب اپنا مسلک پیش کرنا احمدیت ہی کا حصہ تھا اور ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا آپ دونوں مضامین پڑھیں اور منشی صاحب موصوف کے حق میں دعا خیر کریں کیونکہ عرصہ سے آپکی طبیعت علیل چلی آتی ہے۔ اور اس حالت میں بھی (جبکہ لکھنا پڑھنا انکے لئے نظر بظاہر حالات مفید نہیں مضر ہے) انہوں نے محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یہ محنت کی ہے خدا تعالیٰ اسکا بہتر سے بہتر اجر دینے والا میں امید کرتا ہوں کہ شیعہ حضرات اس مضمون کو محض اللہ کے لئے بنظر تحقیق حق پڑھینگے اور فائدہ اٹھائینگے اور ذرا اپنے رسالہ اصلاح کے مضمون منزہ [illegible] شاب کو بھی دیکھیں کہ کسقدر دلآزاری اہلسنت کی روا رکھی گئی ہے ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہ انکے حلقہ واقفیت ہے۔ اس رسالہ کی متعدد کثیر اشاعت کریں۔ اور [illegible] [illegible]

دفتر ترقی اسلام قادیان سے منگائیں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۵ء؁ ۱۹

تحقیق امام آخر الزمان

مابین احمدی و شیعہ اثنا عشری

سوال منجانب شیعہ اثنا عشری:- اگر کتب شیعہ سے امام غائب یعنی بارہویں امام محمدؑ بن الحسن العسکری کی وفات ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا صاحب کو امام آخر الزمان مان کر بیعت کو تیار ہوں۔

جواب منجانب احمدی بعونہٖ و تعالیٰ (۱) واضح ہو کہ امام غائب کی پیدائش ۲۵۵ھ؁ میں ہے اور غیبت کبریٰ کا زمانہ ۳۳۰ھ؁ سے شروع ہوتا ہے۔ نوع انسان میں ایک بشر جس کو پیدا ہوئے۔ ایک ہزار اٹھتر برس ہو چکے اور جو کہ ہزار برس سے غائب ہے۔ اسکی وفات سے پہلے تو اسکی حیات ثابت کرنا ضروری ہے۔ بالفرض اگر اسکی وفات کا کسی کو علم نہ ہو۔ تو اس عدم علم کو عدم وقوع وفات کہاں مستلزم ہے۔

(۲) کتب شیعہ میں امام صاحب العصر کو صرف امام غائب ہی نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ اس سے

پہلے حاضر بھی لکھا گیا ہے چنانچہ محقق ابن بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں :-

"جہاں بعد رسول صلعم بارہ اماموں کا نام بنام ذکر فرمایا - آخر میں لکھا ہے ثم محمد بن الحسن الحجۃ القائم بامر اللہ صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمان فی ارضہ الحاضر فی الامصار والغائب عن الانظار" ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۹

اور پھر یہ لکھا ہے - ولا جنس اشہر من جنس القائم لانہ مذکور فی المشرق والمغرب - اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۹۳

یعنی کوئی جنس جنس قائم سے زیادہ مشہور نہیں ہے کیونکہ مشرق و مغرب میں اسی کا چرچا ہے علی بن عیسٰی اردبیلی نے کشف الغمہ میں امام کی نسبت لکھا ہے - انہ حیٌ موجود یحل و یرتحل و یطوف فی الارض ببیوت وخدم وحشم وابل وخیل وغیر ذلک منقول از کتاب غایت المرام مطبوعہ ایران صفحہ ۷۱۳ - یعنے وہ زندہ اور موجود ہیں - کوچ و مقام کرتے - زمین میں اپنے نوکر چاکر اونٹ گھوڑوں وغیرہ کے ساتھ پھرتے ہیں -

پس جو امام کہ حاضر فی الامصار اور جنس اشہر اور مذکور فی المشرق والمغرب اور پورے سازو سامان و امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندہ ہے - اسکو غائب کس طرح کہہ سکتے ہیں - اسکو غائب کہنا کیا اسکی حیات کے ثابت کرنے کے بار ثبوت سے اپنے کو بچانا نہیں ہے ؟ مگر میں تو ضرور پوچھوں گا - کہ اگر امام فوت نہیں ہوچکے تو اس تمام شہرت کے مقابلہ میں غیبت کلی کا اثر کیوں عالمگیر ہے -

(۳) خود شیعہ کے کئی فرقے جو بعض تو اماموں اور بعض امام زادوں کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اپنے اپنے اماموں کو غائب اور حی و قائم مانتے اور بعض صدہا برس اس عقیدہ پر قائم رہے ہیں مثلاً

(۱) کیسانیہ محمد بن حنفیہ کو زندہ اور غائب مانتے

(۲) مغیرہ یعنی اصحاب مغیرہ بن سعید بعد وفات امام محمد باقر محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی علیہم السلام کو

(۳) ناؤوسیہ — منکر فوت حضرت امام صادق ہو کر انہی کو مہدی موعود مانتے ہیں

(۴) اسمٰعیلیہ — منکر فوت اسمٰعیل پسر امام صادق اور انہی کو امام حی و مہدی قائم جانتے ہیں۔

(۵) مبارکیہ — بعد رسول صلعم کے صرف سات امام ضروری جانتے اور محمد بن اسمٰعیل بن امام صادق کو امام عالم و پیغمبر و مہدی مانتے ہیں

(۶) واقفیہ — حضرت موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کو قائم و مہدی موعود مانتے ہیں

(۷) محمدیہ — امام علی نقی علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے محمد کو امام مانتے ہیں اور باوجودیکہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے کہتے ہیں کہ نہیں فوت ہوئے اور انہی کو قائم مہدی مانتے ہیں۔

(۸) عسکریہ — یہ فرقہ امام غائب کے باپ حسن عسکری علیہ السلام کو غائب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں فوت ہوئے۔

ملاحظہ ہو کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی مطبوعہ طہران صفحہ ۸۱ و ۸۲

اور اسمٰعیلیہ تو اب بھی موجود ہیں۔

اگر اسی طرح اثنا عشری بھی کسی شخص کو امام حی و قائم و غائب مانیں تو کیا عجب ہے پس جس طرح ان سب فرقوں کے اماموں کی حیات کا اثبات خود ان ہی فرقہ والوں کے ذمہ ہے اسطرح اول تو اثنا عشریوں کے ہی ذمہ ہے اپنے امام غائب کو زندہ ثابت کرنا۔ لیکن اگر وہ یہ تکلیف اپنے ذمہ نہ لیں تو ہم بطور شاہد ان سب فرقوں کو اور ان کے علاوہ زیدیہ شیعہ کو بھی جو لکوک کی تعداد میں آج بھی یمن میں آباد ہیں پیش کر سکتے ہیں جو سرے سے امام غائب کی امامت کے ہی قائل نہیں ہیں اور اس بنا پر اسکی حیات کے بھی قائل نہیں۔ پھر اگر یہ فرقے اثنا عشریوں سے اسی طرح دریافت کریں کہ ہمارے امام غائب کی وفات ثابت کرو ورنہ ہم تمہارے امام کو مان لینگے۔ پس جو جواب اثنا عشری انکو دینگے وہی ہماری طرف سے بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۴) اثنا عشری شیعہ کے متاخرین فرقوں میں سے ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے سے سابق فرقوں پر عموماً اور شیعہ عسکریہ پر خصوصاً امام غائب کا وجود ثابت کر کے اتمام حجت کر دیتے

ان بیچاروں کی بعد وفات امام حسن عسکری کے جو حالت تھی وہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہو سکتی ہے
پس در ہماں سال (۲۶۰ھ) آنحضرت (حسن عسکری) وفات فرمودند۔ شیعہ و یاران وے متفرق گردیدند۔ پس پارہ ایشاں خود ساں را بہ جعفر منسوب کردند (جعفر برادر حسن عسکری) و پارہ بہ شک و ریب افتادند و پارہ دیگر در حیرت ماندند الخ بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ ایران ترجمہ فارسی صفحہ ۶۹

پس اسوقت بعض شیعوں کا رجوع بطرف جعفر اور بعض قائلین کا منکرین و متحیرین پر جو خود امام کے والد بزرگوار کے مخلص شیعوں میں سے تھے۔ اپنے امام غائب کے وجود مسعود کو ثابت کر سکنا امام کی وفات تو درکنار کیا کسے امام کی ولادت کو ہی ظنی نہیں بنا دیتا؟ جب ولادت امام مظنون ہے تو حیات بوجہ اولیٰ مظنون ٹھہری۔

(۵) عام شیعہ تو درکنار خود آل ابو طالب کی ایک جماعت جو مدینہ میں رہتی تھی۔ امام ؑ کی ولادت کی منکر ہے۔ چنانچہ ملا خلیل ایک حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:۔
جمعے کہ از آل مدینہ از آل ابو طالب قائل بودند بہ مذہب حق پس وظائف دادہ میشد برایشاں از سامرہ (مولد امام غائب نواح بغداد) و در موعد معین ہر سالے پس چوں رفت از دنیا امام حسن عسکری علیہ السلام برگشتند جمعے از ایشان از قائل شدن بفرزندے یعنے برگشتند از مذہب امامیہ کہ زمانے خالی از امام معصوم نمے باشد بسبب قائل نہ شدن بوجود فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام پس وارد شد آں وظائف بر ہر کہ باقی ماند از ایشان بر مذہب حق بقائل شدن بفرزند و بریدہ شد از جماعت دیگر پس مذکور نمی شوند آں جماعت دیگر در مجالس شیعہ" دیکھو صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۳۰۸ ترجمہ حدیث ہفتم باب مولد صاحب الزمان جزو ۳ حصہ ۲ مطبوعہ لکھنؤ
اس جگہ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ لوگوں کو امام غائب کی ولادت کا قائل دمقر بنانے میں سیم و زر کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

(۶) پھر آل ابو طالب بجائے خود امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بھی منکر ولادت ہے دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۲۹

(۷) منکرین ولادت کی تائید میں کئی اور قرآئن بھی ہیں۔ مثلاً کتب معتبرہ شیعہ میں لکھا ہے

کہ امام غائب کی والدہ ماجدہ جن کا نام نرجس خاتون تھا۔ ایک قیصر روم کے فرزند یشوعا نام کی صاحبزادی تھیں۔ اور اُن کی والدہ کا سلسلہ شمعون وصی عیسیٰ علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔

اور جس عجیب و غریب طریق سے یہ شاہزادی امام غائب کے دادا بزرگوار تک پہنچی وہ بجائے خود بعید از فہم و قیاس ہے۔ بی بی شہر بانو دختر یزدجرد شاہ فارس کا حال اکثر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ جو بوقت فتح فارس خلیفہ ثانی حضرت فاروق رضی اللہ کی خلافت میں مدینہ میں آئی تھیں لیکن تعجب ہے کہ جس قیصر روم کی نواسی۔ لونڈی غلاموں محافظوں سے آنکھ بچا کر اور شاہی محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہکر غلام فروشوں کی معرفت ایک امام عالیمقام کی خدمت میں آئی۔ اور جس کے بھاگوں میں امام غائب کی والدہ ماجدہ ہونا مقدر تھا۔ اس کے حالات سے سوائے راویان شیعہ کے کوئی واقف نہ ہوا پس جب تک محققین شیعہ اس زمانہ کے ہمعصر قیاصرہ روم سے یشوعا کے باپ قیصر کا پتہ نہ بتائیں یا اس واقعہ کو تاریخ قیاصرہ روم یا تاریخ کلیسیا یا کسی ہمعصر مورخ اسلامی کی کتاب سے ثابت نہ کریں۔ بار ثبوت ولادت امام غائب ان کے ذمہ ہے۔

(۸) شیخ امیر رکن الدین اور ایک جماعت امامیہ کی نسبت مجالس المومنین سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی وجود امام سے انکاری تھے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

و بر تقدیر تسلیم میگوئیم انکار وجود محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام منافی تشیع شیخ نیست۔ چہ بعضے از طوائف شیعہ حتیٰ جمعے از امامیہ قائل بہ دوازدہ امام کہ یکے از ایشاں محمد بن الحسن عسکری است نیستند۔ مجالس المومنین مجلس ششم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱

یاد رہے کہ امامیہ شیعہ سے مراد اثنا عشری ہوتے ہیں۔ اور بقول شوستری ایک جماعت منکر وجود امام غائب ہے۔

(۹) ولادت کے بعد جو حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ جس سے بقائے امام کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔

مثلاً امام کو پانچ چھ برس کی عمر میں ہی یکایک غائب کیا جاتا ہے اور پھر ایک زمانہ کو غیبت صغریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو کم و بیش ستر برس تک رہی۔ اس عرصہ میں خوش اعتقادوں کو بہکایا گیا۔ کہ امام خوف اعدا سے غائب ہیں۔ منجملہ ان کے سگے چچا جعفر سے

اوّل درجہ کے دشمن قرار دیئے گئے۔ پھر یہ کہ اس عرصہ میں کئی ایک نائب مقرر تھے جو قائمقام امام غائب تھے یہ لوگ شیعوں سے نذر و نیاز۔ زکوٰۃ خمس وصول کرتے اور اہل حاجات و سائلین سے تحریری عرائض واقعات لیتے اور ان کو امام غائب کی خدمت میں پیش کر کے جواب باصواب حاصل کرتے یہ جواب تحریری ہوتے تھے اور دستخط امام سے مزیّن۔ اصطلاح میں ان جوابات کو توقیع شریف کہا جاتا تھا۔ لیکن تا یکے تقریباً ستر برس تک تو یہ سفارتخانہ رہا۔ بعد کو ایک خاص توقیع بلفظہٖ کے مطابق ہمیشہ کے لئے بند کیا گیا۔ ملا باقر مجلسی نے ایک مستقل رسالہ ان توقیعات شریف کو جمع کر کے بھی لکھا ہے اور وہ آجکل مطبوعہ ہے شیعہ تاجران کتب سے ملسکتا ہے بی بی نرجس خاتون کا حال اگر کسی مورخ کو درج کتاب کرنیکا خیال نہ رہا تو خیر۔ لیکن جو سفارتخانہ ستر برس تک چلا گیا۔ اور جو کئی ایک امام کے وکیل اور نائب اور سفیر کام کرتے رہے کیا تعجّب نہیں کہ دوسری اسلامی دنیا اس سے بے خبر رہی جب خلفائے عباس کا یہ زمانہ ایک متمدّن زمانہ تھا جس کے عہد میں یعقوبی اور بلاذری وغیرہ جیسے بزرگ خاص درباری مورّخ تھے۔ انکی تاریخیں ان واقعات سے بالکل بیخبر ہیں۔ خیر اگر کہا جائے کہ وہ پھر بھی مخالف تھے انکو کسی مصلحت سے اس راز سے واقف کرنا مناسب نہ تھا تو میں کہتا ہوں کہ وہ بے شمار اصل توقیعات شریف کیا ہوئے جن پر امام کے دستخط موجود تھے جو کہ خاص شیعوں کے نام پر صادر ہوتے تھے پس غیبت صغریٰ کی تصدیق جب تک نہیں ہو سکتی کہ کوئی اصل توقیع شریف دستخطی امام غائب نہ دکھلایا جائے وہو محال۔

(۱۰) آنریبل سید امیر علی صاحب ممبر پریوی کونسل انگلستان بھی بقائے عمر امام غائب کے منکر ہیں۔ حالانکہ ہمیشہ اپنی تمام تصانیف میں ائمہ اہلبیت کرام کا ذکر بکمال عزت و احترام کیا کرتے ہیں اگر روایات متعلقہ امام غائب میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو وہ یوں صریح انکار کرنے کی ملامت اپنے ذمہ نہ لیتے۔ دیکھو کتاب سپرٹ آف اسلام صفحہ ۵۰۷ در ذیل بیان دوازدہ امام اہلبیت کرام۔

(۱۱) غیبت کبریٰ کا ابتدا سنہ ۳۲۱ھ سے ہوا۔ آج جو سنہ ۱۳۴۳ھ ہے۔ امام غائب کو غائب ہوئے ہزار برس ہو چکے ہیں بلکہ کچھ زیادہ بھی۔

اس ہزارہ کے واقعات میں سینکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسے ضرور ہیں جن سے بقائے امام ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سابقہ شکوک کی تقویت ہوتی ہے۔

منجملہ ایسے واقعات کے ایک مختلف و نامعلوم مستقرہائے خلافت کا ہونا ہے جس کو اصطلاح شیعہ میں ناحیہ مقدسہ کہتے ہیں اور جو کہ ہونے کو تو اس ربع مسکون و معروف ممالک عالم میں ہیں لیکن آج ان کا سُراغ کسی فاضل جغرافیہ دان یا سیاح سے پوچھا جائے تو مایوس ہونا پڑیگا۔ اور دوسرے نامعلوم اشخاص کا ذکر جن کو ادعائے رویت امام ہے بطور نمونہ دونوں امور کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے۔ مختصر تفصیل نواحیہ مقدسہ

(۱) حوالی مدینہ۔ کوہستان و صحرائے مدینہ کہ میان مسجد مدینہ و مسجد مکہ است شاید کہ مراد حوالی روضہ باشد کہ محرم در وقت رسیدن بآنجا تلبیہ را بلند میگوید۔
و سی کس از غلامان خالص ہمہ وقت با او۔ اگر یکے از ایشاں از دنیا رود۔ دیگرے قائمقام میشود۔ صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب ہفتاد و نہم صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸

خطہ پاک حجاز کے چپہ چپہ سے لوگ واقف ہیں خصوصاً کوہستان و صحرائے مدینہ سے۔ اور روحا اس سے مراد ہو تو ہر سال احرام باندھنے والے وہاں جاکر صدائے لبیک بلند کرتے ہیں۔ بعض روایات سے پتہ ملتا ہے کہ امام غائب ہر سال حج کرنے بھی آتے ہیں۔ اور لوگ ان کو دیکھتے تو ہیں مگر شناخت نہیں کرتے۔ و در غیبت کبریٰ نیز در موسمہا حاضر میشود بر جائے کہ ہمہ کس او را می بینند اما نمی شناسند صفحہ ۲۰۶ صافی باب ۷۹ باب فی الغیبۃ

اور وہ اکیلے بھی نہیں ہوتے تیس آدمی مخلص جان نثار بطور باڈی گارڈ ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور بقول اردبیلی ان کے ساتھ نوکر چاکر گھوڑے اونٹ بھی ہوتے ہیں مگر کسقدر تعجب ہے کہ کوئی شخص ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جو یہ کہے کہ مینے امام کو دیکھا ہے۔

(۲) جزیرہ خضرا۔ مذکور است کہ جزیرہ اخضر و بحر ابیض جزیرہ البیت در سرزمین ولایت بربر میان دریائے اندلس کہ آنحضرت (امام غائب) و اولاد اصحاب او در آنجا میباشند و معمور و آباد ان است و ساحل آں دیار موضع است بشکل جزیرہ کہ اندلسیان آنرا جزیرہ رفضہ میگویند و ساکنانِ آں ساحل ہمگی شیعہ امامیہ اند و ما یحتاج ایشانرا

از راہ جزیرہ اخضر کہ مقام آنحضرت است در سالے دو بار وکیل ناحیہ بکشتی ناز از بحر ابیض
کہ محیط بآن ناحیہ مقدسہ است سے آوردہ بر اہل آں جزیرہ قسمت کردہ مراجعت می نمایند۔
مجالس المومنین صفحہ ۴۳ منجم ثاقب صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۷ رسالہ جزیرہ خضراء و بحر ابیض مجلسی
مطبوعہ لکھنئو

ولایت بربر۔ اندلس بحر ابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرہ خضراء یا جزیرہ رفضہ کا خدا
جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں ذکر ہے جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد و اصحاب آباد
اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلّہ وغیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کے بھیجے جاتے ہیں
مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز ران ان حالات سے واقف نہیں

(۳) شعاب ذی طوی۔ یکون لصاحب هذا الامر غیبة فی بعض هذه الشعاب
واومی بیده الی ناحیة ذی طوی رسالہ المجیہ فیما نزل فی القائم الحجة مشمولہ کتاب
غایت المرام در ذیل آیت الثالث والستون صفحہ ۷۴۵ ۔ ذوطوی موضع بمکة داخل الحرم
کتاب مجمع البحرین زیر لفظ طوا۔ ایسے مشہور و معروف مقام میں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے
کس طرح ہزاروں لاکھوں حجاج پر ابتک امام غائب کے غائب رہی ہیں

(۴) شہر جابلسا و جابلقا۔ در طرف شرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ یکے را جابلسا
گویند و دیگر را جابلقا بلکہ شہرہائے متعددہ واین کہ اہل آں شہرہا از انصار قائم علیہم السلام
(امام غائب) اند و باں جناب خروج میکنند و بر اصحاب سلاح سبقت جویند و پیوستہ
از خدا تعالیٰ مسئلت نمایند کہ ایشاں را از انصار دین خود قرار دہد و اینکہ ائمہ علیہم السلام
در اوقات معینہ نزد ایشاں می رفتند و معالم دین با آنہا می آموختند الخ نجم ثاقب صفحہ ۲۲

متمدن دنیا آجتک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غائب ہیں۔
کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن وہ شہر کیوں اہل عالم سے مخفی ہیں۔ کیا مکاں کی عدم موجودگی سے
مکیں کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے ؟

دوم۔ دربارہ رویت امام معلوم ہو کہ مدعیان رویت سینکڑوں بیان کئے گئے ہیں
لیکن سوال یہ ہی کہ انکو تسلی بخش کس طرح قرار دیا جائے منجملہ مدعیانِ رویت ایک شخص ابی حبیل

قائم الھندی ہیں ان کی زبانی روایت ہے کہ ہم کشمیر میں رہتے تھے اور میرے ساتھ کے اور چالیس آدمی تھے جو بادشاہ کے دائیں ہاتھ کرسیوں پر بیٹھتے تھے وہ سب کے سب چاروں کتابوں توریت۔ انجیل۔ زبور اور صحف ابراہیم کی قرأت کرتے تھے۔ عام لوگوں کو ہم دین کی تعلیم دیتے۔ اور ان کے حلال وحرام میں فتویٰ دیا کرتے۔ ایکدن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہمنے کہا انکی بابت تو ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔ پس ہم سب نے اتفاق رائے کیا اس امر پر کہ اس نبی صلعم کی تلاش کرنی چاہیئے الی آخرہ کتاب اکمال الدین صفحہ ۲۴۴۔ اصول کافی صفحہ ۲۴۳ باب مولد صاحب الزمان کتاب الحجۃ۔ برائے خدا اس قصہ کے لفظ لفظ پر غور کریں اور پھر بتائیں کہ آیا عقل سلیم اسکو امر واقعہ خیال کر سکتی ہے اول تو ابی سعید غانم کسی ہندی کا نام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ کشمیر کا کونسا بادشاہ ایسا تھا جس کے درباری توریت وانجیل پڑھا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ الی آخرہ؟

(۱۲) اس نمبر میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جائیگا۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ امام غائب ایک عرصہ سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

منجملہ فرائض منصبی امام قائم آل محمد دشمنان اہلبیت کرام سے انتقام لینا ہے پہلے دشمن اس خاندان کے بنی امیہ ہیں۔ اور دوسرے بنی عباس چنانچہ دونوں خاندانوں کی تباہی کا قائم آل محمد کے ہاتھ سے ہونا کتب شیعہ میں موجود ہے۔

(۱) تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں زیر آیت سئل سائل بعذاب واقع کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلے گی اور اسکو فرشتے پیچھے سے ہانکینگے یہاں تک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر کے پاس پہنچ جائے گی اور کسی بنی امیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑے گی نہ گھر کے رہنے والوں کو اور نہ اس گھر کو چھوڑے گی جس میں آل محمد کا حق ہوگا۔ مگر اسکو جلا دیگی اور یہی مہدی علیہ السلام ہونگے۔ فلاتدع دارًا لبنی امیة الا احرقتها واهلها .... وذلک المهدی علیه السلام دیکھو تفسیر مذکور ابتدائے سورہ معارج مطبوعہ ایران

محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں جو کہ علی بن ابراہیم کے شاگردوں میں سے تھے۔ قال اذا قام القائم علیه السلام وبعث الی بنی امیه بالشام هربوا الی الروم دیکھو فروع کافی کی کتاب الروضہ صفحہ ۱۰۲۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کو پامال ہو

صدیاں گزر چکی ہیں اور موجودہ سلاطین روئے زمین میں کوئی بنی امیہ سے نہیں خصوصاً ملک روم کا بادشاہ
اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ قائم آل محمدؐ قید حیات میں نہیں ہیں۔

(۳) محقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہو کہ نفس زکیہ اور قائم آل محمدؐ کے خروج کے درمیان صرف ۱۵ رات کا وقفہ ہوگا لیس بین قائم آل محمد و بین قتل النفس الزکیۃ الا خمس عشر لیلۃ کتاب اکمال الدین باب ۵۶ ذکر علامات خروج القائم

سو واضح ہو کہ ایک نفس زکیہ امام حسن بن علی ع کے پڑپوتے تھے بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کے معاصر انکو مہدی کہتے تھے منصور عباس کے خلاف خروج کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تفصیل کے لئے دیکھو مجالس المومنین مجلس ششم صفحہ ۳۶۳

تفسیر عیاشی کے حوالہ سے ایک روایت ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں خلفائے عباس کے بارہ میں ذکر کیا کہ صالح اور عیسیٰ بن علی کا مکان عالیشان تیار ہوگیا ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ یا تو خدا ان کو مسمار کر دے یا ہم کو زور بخشے کہ ہم کر دیں۔ فقال لہ عبداللہ ع لا تقل ھکذا بل یکون مساکن القائم واصحابہ اما سمعت اللہ یقول وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم دیکھو رسالۃ المحجۃ مشمولہ کتاب غایت المرام ذیل آیت نمبر الرابع والثلثون قولہ تعالیٰ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا صفحہ ۷۳۶

تفسیر صافی میں ہو کذلک بنو امیۃ وبنو العباس لما ان وقفوا علی ان زوال ملک الامراء والجبابرۃ منہم علی یدی القائم ناصبونا العداوۃ ووضعوا سیوفہم فی قتل اھلبیت رسول اللہ وابادۃ نسلہ طمعاً منہم فی الوصول الی قتل القائم تفسیر صافی سورہ توبہ بعد از نصف زیر آیت یریدون ان یطفؤا نور اللہ

ان روایات کی بنا پر ضروری تھا کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تباہی حضرت قائم آل محمدؐ کے ہاتھ پر ہو۔ اور ان کے مساکن میں امام اور آپکے اصحاب سکونت پذیر ہوں۔ اب جبکہ بنی عباس بھی بنی امیہ کی طرح تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور دولت عباسیہ کی کوئی شاخ بلاد اسلامیہ میں حکمران نہیں ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور قائم آل محمدؐ کے ہاتھوں سے تباہ ہو چکے اگر نہیں ہوئے تو ائمہ کی احادیث کی تکذیب لازم آئے گی۔ دوسرے ثابت کرنا ہوگا

کہ فلاں ملک میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس ظالمین آل محمد حکمران ابھی باقی ہیں جنکو امام غائب بھی وقت ظہور فنا از تباہ و پامال کرینگے۔

(۳) منجملہ علامات ظہور امام غائب صدائے آسمانی و سفیانی بھی ہیں دیکھو رسالہ رجعت مجلسی صفحہ ۴۸

(۱) کلینی نے لکھا ہے کہ ینادی مناد الا ان فلان ابن فلان و شیعتہ ھم الفائزون اول النہار و ینادی آخر النہار الا ان عثمان و شیعتہ ھم الفائزون الخ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۹۹۔ یعنی منادی کرنے والے کی ندا آئے گی صبح کے وقت کہ فلاں ابن فلاں اور اسکے شیعہ کامیاب ہیں اور شام کو آواز آئے گی کہ دیکھو عثمان اور اسکے شیعہ کامیاب۔ لیکن یہ حدیث مجمل سی ہے اسکی تشریح کے لئے حدیث ذیل کا مطالعہ کرو۔

(۲) فیرو من اھل الارض اذا سمعوا الصوت من السماء الا ان الحق فی علی بن ابی طالب و شیعتہ قال فاذا کان الغد صعد ابلیس فی الھوا حتی یتواری من اھل الارض ثم ینادی الا ان الحق فی عثمان بن عفان فانہ قتل مظلوما فاطلبوا بدمہ قال فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت علی الحق وھو النداء الاول ویرتاب یومئذ الذین فی قلوبہم مرض والمرض واللہ عداوتنا الخ آیت نمبر ۱۵۹ والتسعون قولہ وان یروا آیۃ یعرضوا رسالہ المحجۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ [illegible] اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور قائم بوقت بنی امیہ موعود تھا۔ اب سفیان کی بابت سنیئے۔

سو تاریخدان اصحاب پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ ظہور بھی خلفائے عباس کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔

مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں ھو علی بن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ .... کانت امہ نفیسۃ بنت عبد اللہ بن العباس (عباس علمدار) بن علی بن ابی طالب وکان یقول انا ابن شیخی صفین یعنی علیا و معاویۃ وکان من بقایا بنی امیہ بالشام وکان من اھل العلم والروایۃ فادعی لنفسہ بالخلافۃ آخر سنہ خمس وتسعین واعانہ الخطاب بن وجلۃ العلس مولی بنی امیہ الخ تاریخ ابن خلدون جزو ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵

اس عبارت میں وکان من بقایا بنی امیہ بالشام خاص قابل غور ہے یہ تو تاریخی سفیانی

ہے لیکن ایک اور روائتی سفیانی بھی ہے سو خدا کا شکر ہے کہ اس کا سن ظہور بھی حسب روایات معتبرہ شیعہ ہو چکا ہے دیکھو روایات ذیل واقعات

(۴) محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی میں واقعات ۷۰۰؁ھ میں آیا ہے کہ فی سبعمائۃ قنطاریۃ وھی علم علی کل قنطاریۃ صلیب تحت کل صلیب الف فارس افرنجی ونصرانی وھذہ قصۃ عظیمۃ طویلۃ وفی زمانہ یخرج الیہ رجل من مکۃ یقال لہ سفیان بن حرب وفی خبر اٰخر من وقت خروجہ الیٰ ظہور قائم اٰل محمد صلوٰۃ اللہ الیہ ثمان اشھر لا یکون زیادۃ یوم ولا نقصان جامع الاخبار مطبوعہ ایران فصل ۱۰۲ یعنی ۷۰۰؁ھ میں قنطاریہ کا ظہور ہوگا۔ اور اس کے زمانہ میں ایک شخص مکہ سے نکلیگا جس کو سفیان بن حرب کہینگے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اسکے خروج کے وقت سے ظہور قائم آل محمد تک آٹھ ماہ ہونگے اور اس سے ایک دن نہ زیادہ ہوگا نہ کم

آٹھ ماہ کی بجائے ایک سال ہی فرض کیا جائے تو ۷۰۱؁ھ ہوتا ہے اور اسوقت ظہور امام غائب مقدر تھا۔ اور اب تو ۱۳۳۳؁ھ بھی شروع ہو گیا ہے۔ کیا اس سے بوجہ اولیٰ وفات امام غائب مستنبط نہیں ہوتی؟

(۱۳) اب ایک اور طریق سے وفات امام غائب پر توجہ دلاتا ہوں یہ طریق مشتمل ہے بعض معتقدات شیعہ پر۔

اول عقیدہ رجعت ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت رسول کریم اور جناب علی اور امام حسین اور دوسرے امام اور پیغمبر و اوصیائے انبیائے سابقین دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئینگے اور اسی طرح دشمنان و قاتلان آل محمد بھی اور امام غائب کے لشکر میں داخل ہو کر معرکہ کربلا و صفین کو از سر نو تازہ کرینگے بڑے گھمسان کے رن پڑینگے اسی زمانہ رجعت میں امام غائب کا ظہور بھی مقرر ہے رسالہ رجعت صفحہ ۵۹ بلکہ آپ کے اسمائے گرامی میں سے ایک صاحب الرجعۃ بھی ہے نجم ثاقب ص ۲۸ اور رجعت بغیر ایک دفعہ مرنیکے ناممکن ہے۔ نیز اگر رجعت کے عقیدہ کا ابطال از روئے قرآن کیا جائے تو وہ مستلزم ہوگا عدم ظہور امام غائب[a] عدم حیات کو علیٰ ھذا القیاس۔

اور پھر لکھا ہے کہ سب سے پہلے رجعت امام حسین کی ہوگی اور وہی امام غائب کی تجہیز و تکفین

[a] کو اور عدم ظہور امام غائب

کرینگے کیونکہ امام کی تجہیز و تکفین بجز امام کے نہیں ہوتی دیکھو حق الیقین مجلسی بیان رجعت صفحہ ۱۴۷

سو پہلے قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ ثابت بھی ہو جائے پھر بھی حیات و بقائے امام غائب الی الآن پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب امام کے سب لشکر اور معاون مر کر زندہ ہونگے اور انکی وفات اولیٰ انکی رجعت کی مانع نہیں ہے تو امام غائب کی رجعت بھی بعد از وفات ظہور کے لئے مانع نہ ہوگی۔ پس بہر صورت اس عقیدہ رجعت سے بھی وفات امام غائب نکل سکتی ہے۔

اسجگہ یہ بھی معلوم رہے کہ عقیدہ رجعت ہرگز عقائد شریعت اسلام میں سے نہیں ہے بلکہ اسکا بانی مبانی عبداللہ بن سبا ہوا ہے دیکھو ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲۴ زیر عنوان ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنج ہجری اور بعض اسلاف شیعہ بھی اس عقیدہ سے منکر تھے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں جمعے از شیعیان شما ہستند کہ قائل نیستند کہ شما و دشمنان شما در آں روز زندہ خواہید شد دیکھو حق الیقین صفحہ ۱۴۷ در بیان واقعات رجعت مطبوعہ ایران

دوم۔ کتب شیعہ میں ایک نہایت معتبر و متواتر حدیث ہے، عن النبی اذ قال کلما فی الامم السالفة یکون فی ھذہ الامة مثله حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة جسکا ماحصل یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ ضرور ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے بعینہ اس امت میں بھی ہو کر رہیگا دیکھو اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امم سالفہ میں کونسا امام بلکہ پیغمبر ہی سہی ایسا ہو گزرا ہے جس کے حالات مطابق ہوں بحالات امام غائب؟ مثلاً غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ وغیرہ جبتک ایسی کوئی نظیر سابقہ امتوں میں نہ ملے امام غائب کی ولادت سے لیکر تا ظہور بزمانہ رجعت تک سب حالات قابل تسلیم نہ ہونگے۔

کسی خاص شخص کو تو شیعہ پیش نہیں کر سکے جو مطابق مفاد حدیث طابق النعل بالنعل من کل الوجوہ امام غائب کا نظیر ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ مختلف حالات کو مختلف اشخاص سے مشابہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً طول العمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو وقد روی فی الخبر الذی اسندته فی ھذا الکتاب ان فی القائم سنة من نوح ع

اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

اسمیں شک نہیں کہ حضرت نوح کی عمر قرآن مجید کی ظاہر آیت سے ۹۵۰ ثابت ہی لیکن امام غائب کی عمر تو اسوقت ۱۰۷۸ برس ہو چکی ہی مشابہت طابق النعل بالنعل کیسے ہوئی۔

پھر نوح کی نسبت تو قرآن شاہد ہے امام غائب کی عمر کا کون شاہد ہے نوح کی نسبت قرآن میں لکھا ہے ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہٖ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین یعنی وہ ۵۰ کم ہزار برس اپنی قوم کے درمیان رہے اور دوسری جگہ نوح علیہ السلام سے خطاب آیا ہے ودعوت قومی لیلاً و نھاراً یعنے رات دن اپنی قوم کو دعوت کی لیکن امام غائب سے نہ قوم واقف ہی نہ وہ خود اپنی قوم میں اقامت رکھتے ہیں نہ دعوت فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ غرض ثابت ہوا کہ اسوقت نوح کی نسبت امام غائب کے حالات پر کسی طرح منطبق نہیں فھو المراد

پھر اصول کافی میں ایک حدیث امام محمد باقر سے مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصیاء کرام ہیں وہ مطابق ہیں اور مشابہ ہیں اوصیائے عیسےٰ علیہ السلام کے اور حضرت علی علیہ السلام مسیح کی سنت پر ہیں۔ حدیث مشابہت نوح جس کا اشارہ ابن بابویہ نے کیا ہے خدا جانے اسکی اصل کہانتک درست ہے لیکن جو حدیث مشابہت اوصیائے عیسےٰ ہے وہ نہایت صاف و واضح ہی وکان الاوصیاء الذین من بعد محمد علےٰ سنۃ اوصیاء عیسےٰ وکانوا اثنی عشر وکان امیر المومنین علےٰ سنۃ المسیح۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنی عشر صفحہ ۳۴۷ نظر برایں اصل محکم امام غائب کا مثیل پیغمبران ازمنہ قدیم مثل نوح والیاس وخضر وغیرہم میں ہی منتخب کرنا بیسود ہے بلکہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیائے عیسےٰ (حواریین) میں سے تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن امید نہیں کہ اسمیں بھی کامیابی ہو۔ پس جب زمانہ سلف قدیم و قریب میں امام غائب کی کوئی مثال ہی نہیں تو ثابت ہوا کہ امام غائب کے حالات ہی غلط ہیں۔

(۱۳) امام غائب کی غیبت کی جو وجوہات کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ان پر غور کرنے سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اب سے بہت زمانہ پہلے وہ وجوہات مفقود ہو چکی ہیں مثلاً

(۱) لکھا ہی کہ بنی امیہ اور بنی عباس کو چونکہ علم تھا کہ ہماری ہلاکت قائم آل محمد کے ہاتھ پر ہوگی لہذا وہ عموماً قتل اہلبیت رسول میں سرگرم رہتے تھے اس آرزو کے برآنے کے لئے کہ قائم کو

بھی قتل کردیں اسکا ثبوت بحوالہ تفسیر صافی اوپر عرض کرچکا ہوں۔ اب اسوقت کہ بنی امیہ و بنی عباس کی سلطنت کا نام دنیا میں باقی نہیں امام غائب کا بدستور خائف و مستور رہنا صریحاً غیر ضروری ہی اس سے نتیجہ نکلا کہ امام کسی جگہ بھی خائف و مستو نہیں ہیں کیونکہ وجہ خوف عرصہ سے مرتفع ہوچکی ہے اگر مستور و مخفی بھی ہوتے تو ضرور ظہور فرماتے۔ جب ظہور نہیں فرماتے تو ضرور ہی کہ وہ فوت ہوچکے ہیں۔

(۲) لکھا ہے کہ آپکے چچا جعفر نے معتمد عباسی کے پاس جاکر شکایت کی تھی کہ لوگ ہزاروں اشرفیاں اور اموال وہدایا میرے بھائی امام حسن عسکری کے واسطے لاتے ہیں چونکہ وہ فوت ہوگئے ہیں انکا مستحق میں ہوں لیکن ایک خورد سالہ بچہ چھلاتے پتے بتلاکر اس مال و زر کو لوگوں سے بٹورلیتا ہی اس پر معتمد نے اپنے خدمتگار روانہ کئے انہوں نے لڑکا نہ پایا۔ آخر امام حسن عسکری کی کنیز صیقل (یا نرجس خاتون مادر امام غائب) کو پکڑ لیا کہ اپنا لڑکا ہمکو دکھلا۔ انہوں نے رفع شک کے واسطے کہدیا کہ ابھی تو مجھکو حمل ہے امام حسن عسکری سے اسلئے صیقل کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا گیا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو قتل کردیں۔ ناگاہ عبد اللہ بن یحییٰ وزیر مر دو صاحب الزنج نے بصرہ میں خروج کیا۔ مخالفین کو اپنی پڑ گئی۔ پس وہ کنیز چپکے سے قاضی کے گھر سے اپنے گھر میں چلی آئی۔ رسالہ رجعت مجلسی صفحہ ۲۶۔ اور نجم ثاقب میں ہی کہ نرجس بانو در آں وقت در حیات نہ بود۔ ماریہ نام کنیز کے را یہ دند۔ کہ کودک را نشاں دہد ماریہ انکار نمود کہ ہیچ کودکے درین خانہ نیست۔ نجم ثاقب صفحہ ۱۴۰

اسی طرح اصول کافی میں لکھا ہے کہ جعفر نے امام حسن عسکری مرحوم کے جو لونڈی غلام فروخت کرڈالے۔ انہیں سی ایک ترکی لڑکی اولاد حضرت جعفر طیار سے تھی جس کی پرورش امام مرحوم نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ امام غائب صاحب کے وکلاء اس سودے سے جو مطلع ہوئے تو ۱۸۱ دینار بھیجکر خریدار سے لڑکی کو لے لیا اور اولاد جعفر سے جو ولی تھا اسکے حوالے کردی۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد صاحب الزمان صفحہ ۳۲۰

ان روایات سے ظاہر ہوا۔ کہ آپکا دشمن آپکا سگا چچا جعفر تھا۔ اور شائد ایسے ہی واقعات کی تصدیق کے لئے وہ مشہور حدیث ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے وقد امسینا وما اعدی لنا من ذوی قرابتنا۔ مجمع البحرین زیر لفظ جعفر صفحہ ۲۴۲

اگر امام غائب اپنے ایسے چچے کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے غائب ہوئے ہوں تو بے شک وہ حق بجانب تھے لیکن کیا آپ کے ساتھ آپکا چچا بھی زندہ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ابتک غائب و ترساں ہے اور ہیں یہ اس انتہا درجہ کے جبن کو ایک امام ع کی طرف منسوب کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۳) امام غائب کے چچا کی شکایات سُن سُن کر خلیفہ وقت اور اسکے وزراء کو بھی امام غائب کے خوف نے جو انکی دولت کو ملیامیٹ کرنے والے تھے یا مال و دولت کے لالچ نے جو امام کے نام سے امام کے وکلاء بیچارے سادہ لوح شیعوں سے وصول کرتے رہتے تھے رفتہ رفتہ اس بات پر آمادہ کر دیا کہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے زیادہ شور و فساد بھی نہ ہونے پائے اور مال و دولت دینے والوں اور وکلاء اور امام کی آمد و رفت و نقل و حرکت سے بھی ہم ناواقف نہ رہیں۔ اس تحقیق حال کے لئے حسب معمول جاسوس چھوڑے گئے۔ لیکن امام غائب فوراً اس تجویز پر واقف ہو گئے اور انھوں نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ کوئی وکیل کسی رعیت سے مال نہ لے اگر پکڑا جائے تو تجاہل عارفانہ کرے صافی شرح اصول کافی باب مولد صاحب الزمان (جزو سوم حصہ دوم ص ۱۵۳) شارح کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ مخفی نماند کہ این تضییق باعث سخت گیری خلیفہ و غیبت کبریٰ باشد یعنے خلیفہ وقت کو اس سے اور بھی غصہ آیا اور اسکی سخت گیری اور امام کی غیبت کبریٰ کا موجب یہی امر ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب بھی امام غائب کے خاص وکلاء شیعوں سے مال و دولت وصول کیا کرتے ہیں اور کیا اب بھی خلیفہ معتمد عباسی اور اسکے جاسوس اُنکے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے غیبت کو بدستور لازم گردانا ہوا ہے کیا ان واقعات کو صدیاں نہیں گزر گئیں ؟

(۴) پھر غیبت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہر ایک امام کے گلے میں کسی نہ کسی ظالم جابر کی بیعت کا جوا ہوتا رہا ہے۔ امام غائب اسلئے غائب ہیں کہ خروج کریں تو انکو کسی جابر طاغی کی بیعت نہ کرنی پڑے۔ ابن بابویہ نے غیبت کی علت اسی امر کو قرار دیا ہے چنانچہ مختلف روایات کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(۱) تعمی ولادته علی هذا الخلق لئلا یکون لاحد فی عنقه بیعة اذا خرج۔

(۲) یبعث القائم ولیس فی عنقہ بیعۃ لاحد

(۳) لئلا یکون فی عنقہ لاحد بیعۃ اذا قام بالسیف - اکمال الدین باب علۃ الغیبۃ صہ ۲۶۵

ائمہ اہلبیت کرام کے مخالفین تو وہی بنی امیہ تھے یا بنی عباس باقی مسلمانوں میں سوائے مقدار قلیل خوارج کے شیعہ ہوں یا سنی کوئی بھی دشمن نہیں ہے - ان دونوں خاندانوں کو برباد ہوئے جو صدیاں گذریں ہو چکیں بلکہ بلاد اسلامیہ میں جو کئی شیعہ خاندان وارث تخت و تاج ہوئے ان سے بھی امام ناواقف نہ تھے - اگر زندہ ہوتے تو ضرور اپنے مخلصین باتمکین کو دولت دیدار سے مالامال فرماتے والا فلا

(۵) پھر علت غیبت یہ قرار دی ہے کہ امام کو اپنی جان کا خوف ہے ائمہ سابقین اہلبیت علیہم السلام اور دکھائے امام غائب ہے اس وجہ کو ظاہر کرنے والی جو روایات ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں

(۱) عن الصادق یقول ان للقائم غیبۃ قبل ان یقوم قلت ولم ذالک جعلت فداک قال یخاف واشار بیدہ الی بطنہ و عنقہ - اکمال الدین صہ ۱۹۰

(۲) فی تفسیر قولہ تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق سنن من کان قبلکم لا بد للقائم من غیبۃ قلت ولم قال یخاف علی نفسہ و اومی بیدہ علی بطنہ

(۳) ایک وکیل امام سے راوی سے پوچھا کہ بھئی سچ بتاؤ تم نے بھی امام کو دیکھا - تو اس نے کہا نعم ولہ رقبۃ مثل ذی واشار بیدہ الی عنقہ

حالانکہ ائمہ اہلبیت کی فضیلت میں آیا ہے کہ وہ کسی کے مارنے سے مرتے ہی نہیں بلکہ جب چاہیں مرتے ہیں وانہم لا یموتون الا باختیار ہم اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۱۵۸ باب ایضاً

پس یا تو وہ علت غلط ہوگی یا یہ حدیث - بصورت اول ایسا خائف شخص کس طرح امام زمان کے معزز لقب سے ملقب ہو سکتا ہے کیا انبیائے سابقین میں سے بعد عطیہ فرض رسالت کوئی ایسا نبی یا امام مفترض الطاعۃ ہوا ہے - بصورت دوم ممکن ہے کہ کسی وقت اپنی حالت زار سے تنگ آ کر انہوں نے ایسی مخفی در مخفی اور تنہائی کی زندگی سے موت کو ہی ترجیح دے دی ہو قطع نظر ان باتوں کے موجودہ وقت میں ثابت کرنا چاہیئے کہ ایسا شدید خوف کس شخص یا کس قوم یا اہل ملک کی طرف سے امام پر طاری ہے کہ وہ چاروناچار غائب ہیں بظاہر حالات کوئی خوف غالب نہیں - پس جب شرط غیبت عرصہ سے اٹھ گئی ہے تو مشروط بھی اس کے ضرور فارغ البال ہو چکا ہے

(۳) پھر غیبت کی وجہ ایک ثالث افضل نے علاوہ خوف اعداء عدم نصرت رعیت بھی قرار دی ہے اور عدم نصرت کو بمنزلہ عدم اطاعت کے ٹھہرایا ہے ایسی صورت میں اسکا خیال ہے کہ امام غائب ہی رہیں تو بہتر دیکھو سرمایہ ایمان لاہجی صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ بمبئی

لیکن افسوس ہے کہ یہ وجہ بھی مثل دیگر وجوہ کے بودی ہے کیا کوئی واقفکار مسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیعوں کو اپنے امام سے اس حد تک سرد مہری ہے کہ وہ ظہور کریں تو وہ انکی نصرت جان و مال سے نہ کریں۔ ہرگز نہیں اور کیا اس خیالی عدم نصرت کے الزام سے انکو عدم اطاعت کا مجرم ٹھہرانا قرین انصاف ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور کیا وہ اس ہزار گیارہ سو برس میں کسی وقت ظہور فرمانا چاہتے تو وہ رعایا کے محتاج تھے؟ ہرگز نہیں۔ اُن کے پاس تو عصائے موسیٰ۔ انگشتر سلیمان۔ اسم اعظم جیسی چیزیں ہیں۔ اور جنکی نصرت میں حسب اعتقاد شیعہ ملائکہ اور جن اور باشندگانِ جابلسا و جابلقا ہیں۔ کیا ایسے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے ہند و پنجاب یا ایران کے شیعوں کی نصرت کا کوئی منتظر رہتا ہے؟ ہرگز نہیں پس یہ علت بھی غلط اور گو خلاف واقعہ ثابت ہوگئی فہو المراد

(۴) جب دیکھا گیا کہ واقعات سے امام کے وجود کو ثابت کرنا مشکل ہے تو ایسی تاویلات کی طرف رجوع کیا گیا جن سے ہر زمانہ میں ظہور امام کے اعتقاد سے ملکی فائدہ حاصل کیا جائے یا جن سے کہ سائل کسی وقت بھی مجبور نہ کر سکے۔

اوّل مثلاً بنی امیہ اور بنی عباس کی سطوت کو برباد کرنے کے لئے اس اعتقاد سے خوب فائدہ اٹھایا گیا امام ظاہر ہوئے نہ ہوئے مگر ہوا خواہانِ تشیع کی مرادیں پوری ہوگئیں۔

دوم۔ امام کے نام میں سے ایک نام فرج تجویز کر دیا یعنی خوشحالی۔ جسکا مطلب یہ کہ جب شیعوں کے اچھے دن آئیں سمجھا جائے کہ امام زمان کے دم قدم سے یہ دن نصیب ہوئے اور جب مصیبت کے دن ہوں تو ہم منتظر رہیں۔ شوستری نے لکھا ہے۔ و فرج یکے از اسمائے صاحب الامر است مجالس المؤمنین مجلس اول ص ۴۴

سوم۔ دینی فوائد تو اس وقت بھی حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آپ امام غائب ہی مانے گئے تھے لیکن ہوا خواہانِ تشیع نے گذشتہ مظالم کے انتقام لینے اور ساتھ ہی شیعوں کو دنیوی ترقی اور سلطنت کا امیدوار بنانے کے لئے ایسے عقائد بنائے جیسے غیبت کبریٰ امام۔ ملا باقر مجلسی

لکھتے ہیں "معنے رجعت آنست کہ پادشاہی بما گردد و مہدی ما پادشاہ شود" رسالہ رجعت صفحہ ۱۴- قدیم شیعوں کو دنیاوی ثروت کی بڑی آرزو رہتی تھی یہانتک کہ ضرب المثل ہوگئی الشیعۃ تربی بالامانی- دیکھو توضیح المقال صفحہ ۶۴ مطبوعہ ایران

چہارم- شیخ محمد حسن بن سلیمان نے منتخب البصائر میں روایت کی ہے جس میں امام صادق فرماتے ہیں کہ جسقدر آیات خدا نے قیام ساعت کے لیے قرآن میں فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام قائم کے قیام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دیکھو رسالہ رجعت حدیث ہشتم صفحہ ۲۹- یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام قائم سب آیات متعلق قیامت کا مصداق ہے تو جو آیات حسب اعتقاد شیعہ اثبات رجعت کے لئے ہیں ان کا مصداق کون ہوگا ؎

نزاکت وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر ٭ پھر اس پر صبر کرتا ہے دل امیدواروں کا

پنجم- امام غائب کو موجب امان زمین لکھا گیا ہے جیسے کہ ستارے موجب امان آسمان ہیں- کتاب حق الیقین صفحہ ۱۳۳ در بیان غیبت آنحضرت- اس سے معلوم ہوا کہ امام قرآن کی آیات دینیہ و ہدایت سے یا تو فارغ البال ہو چکے ہیں اس عہدہ سے انکو دوسرے عہدہ پر منتقل کیا گیا ہے اور قرآن کی امامت سے ان کا علیحدہ ہونا بمنزلہ وفات کے ہے-

(۱۵) ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کی غیبت کی امتداد زیادہ سے زیادہ بقدر مدت بقائے نوح علیہ السلام تھا اپنی قوم میں چنانچہ لکھا ہے واللہ لو بقی فی غیبتہ ما بقی نوح فی قومہ لم یخرج من الدنیا حتی یظہر فیملاء الارض قسطاً و عدلاً اکمال الدین صفحہ ۱۹۷

مصنف اکمال الدین کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے اور ائمہ کا زمانہ اس کے بھی پہلے کا ہے ان امام یا راوی یا مصنف مذکور کو اسوقت تو عمر نوح ایک عرصہ طویل اور مدت مدید معلوم ہوتی ہوگی اور اسکو یقین تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو عمر نوح کے عرصہ تک یعنے ۹۵۰ کے اندر اندر تو ضرور امام ظہور فرمادینگے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا-

اصل روایت میں بقائے نوح فی قومہ کا لفظ تھا اور جیسا کہ تصدیق قرآن ہے فلبث فی قومہ الف سنۃ الا خمسین سے کافی طور پر بتانی ہے اور اس سے زیادہ عرصہ تجویز کرنے کی کسی ذی بلائے و صاحب قیاس کو اجازت نہیں دیتی اب اصل حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو

امام فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی اگر امام قائم غائب رہے اتنا عرصہ بھی جتنا کہ نوح اپنی قوم میں رہے تو پھر وہ دنیا سے رخصت نہ ہونگے جب تک کہ ظہور نہ کریں اور زمین کو انصاف و عدل سے بھرپور نہ کردیں اب چونکہ نوح والا عرصہ بھی گزر گیا اور امام نے ظہور نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ امام بقید حیات نہیں ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو وہ ضرور ظہور فرماتے۔

(۱۶) تمام عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کے منافی ہیں عقل کی فضیلت میں شروع اصول کافی میں ہی کئی احادیث ہیں۔ منجملہ

(۱) عن ابی عبد اللہ ع قال حجۃ اللہ علی العباد النبی والحجۃ فیما بین العباد وبین اللہ العقل صفحہ ۱۴ کتاب العقل

(۲) العقل دلیل المومن " صفحہ ۱۴ "

(۳) ان للہ حجتین حجۃ ظاہرۃ و حجۃ باطنۃ فاما الظاہرۃ فالرسل و الانبیاء و الائمۃ و اما الباطنۃ فالعقول صفحہ ۱۰ "

نکتہ۔ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی کسی امام سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی طرف سے اسکی مخلوق پر حجت ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ امام ظاہر اور مشہور ہو۔ یا ترسناک پوشیدہ اما ظاہراً مشہوراً او خافیاً مغموراً۔ رسالہ ارشادیہ شرح اعتقادیہ صفحہ ۲۹۹ دراصل یہ دوسرے شق خایفاً مغموراً والی ہی عقیدہ غیبت امام کی جڑ ہے لیکن اس نمبر میں حدیث نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ رسل الانبیاء اور ائمہ ہمیشہ حجت ہائے ظاہرہ ہوتے ہیں۔ اور جو حجت کہ ظاہر نہیں باطن میں ہے وہ عقل ہے یہ بھی ایک دلیل واضح ہے بطلان عقیدہ غیبت امام و وفات امام غائب پر

(۱۷) کافی میں متعدد احادیث اس امر پر وارد ہیں کہ ہر ایک امر کو پھیرا جائے طرف قرآن اور سنت رسول اللہ کے اور جو حدیث مخالف قرآن ہو وہ جھوٹی ہے مثلاً

(۱) عن ابی عبد اللہ (امام صادقؑ) قال قال رسول اللہ صلعم ان علی کل حق حقیقۃ و علی کل صواب نور فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ اصول کافی صفحہ ۴۹ کتاب العلم۔

(۲) ابا عبد اللہ ع۔ یقول کل شیء مردود الی الکتاب و السنۃ و کل حدیث

لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف ،، صـ ۳۹

(۳) عن ابی الحسن موسٰی (امام رضا) قال (راوی) قلت لہ کلّ شی فی کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہٖ او یقولون فیہ قال بل کل شی فی کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہ ،، ۳۵،،

(۴) عن ابی جعفر (امام باقر) قال کلشیی خالف کتاب اللّٰہ عزّ وجل ردّ الی کتاب اللّٰہ وسنتہٖ -

اب قرآن میں دیکھیں تو کہا ہے کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر تم کو ماریگا - اور تم میں سے ہیں - جو ارذل درجہ عمر تک لوٹائے جائینگے تاکہ سب کچھ جان بوجھکر پھر لا علم سے لاعلم رہجائیں ارذل العمر کی میعاد میں اختلاف ہے فی المجمع عن النبی وامیر المومنین (علی) ھو خمس سبعون سنۃ والقمی عن الصادق عن ابیہ اذا بلغ العبد مأۃ سنۃ فذلک ارذل العمر وفی الخصال مثلہ قال وقد روی ان ارذل العمر ان یکون عقلہ مثل عقل ابن سبع سنین تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت واللہ خلقکم ثم یتوفٰکم الخ اذا بلغ المأۃ فذلک ارذل العمر - فروع کافی کتاب الروضہ صـ ۵۳

ظاہر ہے کہ امام غائب بعد نزول قرآن مجید تیسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں اب قرآن تو اپنے مخاطبین سے کہتا ہے کہ جو تم میں سے ارذل عمر تک جیتے رہینگے - اسکے عوض میں اسی قدر وہ علم و عقل سے بے بہرہ کئے جائینگے اور ارذل عمر کی حد زیادہ سے زیادہ سو برس کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہو رسول پاک اور باقی اماموں میں سے کوئی بھی اس حد عمر تک زندہ نہیں رہا - پھر امام قائم و غائب کے لئے کسطرح ممکن ہے کہ وہ گیارہ سو برس سے زندہ ہوں اور انکی عقل علم و حواس بدستور قائم ہوں

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود اصلی قیمت ۱۰ ر رعایتی ۸ ر احسن القصص اصلی قیمت ۲ ر رعایتی ۱/ در ثمین اردو فوٹو والی ۸ ر درس قرآن سیفر کے نوٹ اصلی قیمت صہ ر رعایتی للعہ ابطال الوہیت مسیح اصلی قیمت رعایتی ۸ ر ادعیۃ الاحادیث ار طبیب روحانی ۱/ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اصلی قیمت ا ر رعایتی ۱/ القاء ربانی اصلی قیمت عہ ر رعایتی ۶ ر البلاغ المبین ار خصوصیات مسیح موعود اصلی قیمت ا ر رعایتی ۱/ ادعیۃ القرآن ۲ ر نشان رحمت ار غلامی اصلی قیمت ۵ ر رعایتی ۳ ر عصمت الانبیا اصلی قیمت ۱۰ ر رعایتی مجموعہ الہامات حصہ اول ۴ ر کشوف حضرت اقدس دوم ہم سوم ۴ ر (دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کریں) مینیجر

السّلام علیٰ خوقِ الجدید

یہانتک تو امام غائب کی وفات کے متعلق لکھا گیا۔ اب مضمون کا دوسرا حصہ شروع کیا جاتا ہے جس میں انشاءاللہ تعالیٰ کسی قدر تصدیق سلسلہ احمدیہ کی کتب شیعہ سے دکھائی جائیگی۔"

۱۔ وفات مسیح ۔ واضح ہو کہ سلسلہ احمدیہ وفات مسیح کا قائل ہے اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے اپنی تصانیف میں لکھا ہے پس اگر وفات مسیح کو تمام عقائد سلسلہ کا بنیادی عقیدہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ثبوت وفات مسیح از کتب شیعہ (۱) ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ در حدیث موثق از حضرت امام رضا منقول است کہ مشتبہ نشد امر کشتہ شدن و مردن احدے از پیغمبران و حجت ہائے خدا بر مردم بغیر از عیسیٰ ابن مریم زیرا کہ او را زندہ از زمین بالا بردند و در میان آسمان و زمین قبض روحش کردند و چوں بآسمان رسید حق تعالیٰ روحش را بایدنش گردانید چنانچہ حق تعالیٰ میفرماید انی متوفیک و رافعک الیّ و از حضرت عیسیٰ حکایت مینماید فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم پس ہر دو آیہ دلالت میکند بر وفات آنحضرت۔ بالفاظ حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۰۴ باب ۲۵۔

۲۔ عقیدہ فخر المحدثین محقق ابن بابویہ قمی ۔ و منکرانِ ما نقل کردہ اند کہ چوں حضرت قائم بیرون آید عیسیٰ از آسمان فرود آید و در عقب او نماز کند و نزول او بزمین زندہ شدن بعد از مرگ است زیرا کہ حق تعالیٰ فرمودہ انی متوفیک و رافعک الیّ ۔ حق الیقین مجلسی بحوالہ اعتقادات ابن بابویہ۔ در بیان رجعت مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴۳

نوٹ ۔ ثبوت محاورہ رفع الی اللہ کے لئے دو موقع عجیب نکلے ہیں (۱) اصول کافی میں تقیہ کرنے والے کی فضیلت میں انہ من کانت لہ تقیۃ رفعہ اللہ یا حبیب (نام راوی) من لم تکن لہ تقیۃ وضعہ اللہ یا حبیب ص ۴۸۳ باب التقیۃ (۲) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ حتی اذا دعا اللہ عز و جل نبیہ صلی اللہ علیہ

والہ و رفعہ الیہ۔ فروع کافی کتاب الروضہ صـــ

۲۔ عدم رجوع موتیٰ الی الدنیا۔ یعنی جو ایکدفعہ مرچکے ہیں وہ دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں نہیں آسکتے

(۱) وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون ۔ فی الفقہ فی خطبۃ الجمعۃ لامیر المؤمنین (علی علیہ السلام) الم ترو الی الماضین منکم لا یرجعون والی الباقین منکم لا یبقون قال اللہ تعالیٰ وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون۔ تفسیر صافی سورۃ انبیاء صفحہ ۳۲ زیر آیت مذکورہ۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ میں جمعہ کے فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو تم طرف گئے ہوؤں کے اپنے میں سے کہ وہ تم میں پھر نہ آئینگے چنانچہ فرمایا خدا نے وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون تفسیر عمدۃ البیان اردو مطبوعہ یوسفی دہلی صفحہ ۲۰۷۵

(۲) من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ القمی (مراد مفسر تفسیر علی بن ابراہیم) قال البرزخ امر بین امرین وھو الثواب والعقاب بین الدنیا والاخرۃ وھو قول الصادق ع واللہ ما اخاف علیکم الا البرزخ واما اذا صار الامر الینا فنحن اولی بکم۔ وفی الکافی من الصادق ع انہ قیل لہ انی سمعتک وانت تقول کل شیعتنا فی الجنۃ علی ما کان منھم قال صدقتک کلھم واللہ فی الجنۃ قیل ان الذنوب کثیرۃ کبار فقال اما فی القیمۃ فکلکم فی الجنۃ بشفاعۃ النبی المطاع او وصی النبی ولکنی واللہ اتخوف علیکم فی البرزخ قیل وما البرزخ فقال القبر منذ حین موتہ الی یوم القیمۃ وفی الخصال عن السجاد (امام زین العابدین) انہ تلا ھذہ الآیۃ وقال ھو القبر وان لھم فیھا معیشۃ ضنکا واللہ ان القبر لروضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار۔ تفسیر صافی زیر آیت مذکور صفحہ ۳۶

مفاد آیت و تفسیر ائمہ اہلبیت سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں رجوع محال ہے۔ بلکہ موتیٰ کو بعد مرگ برزخ یعنے قبر میں رہنا ہو اور وہاں عذاب سے ائمہ بھی نجات نہیں دلاسکتے اعمال نیک و بد کا ثمرہ قبر میں ہی شروع ہوجائیگا اور روز قیامت تک رہیگا اور نیز اسکی مؤید ہے حدیث من مات فقد قام قیامتہ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین پارہ اول

نوٹ۔ اس تفسیر ائمہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ برزخ یعنی قبر اور قیامت کے درمیان میں کوئی رجعت کا زمانہ

نہیں اور حدیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا۔ کہ مرنے کے ساتھ ہی قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ پس یہ آیت اور حدیث صریح ناطق ہے اور ابطال عقیدہ رجعت کے۔ جب رجعت ہی نہیں تو پھر صاحب الرجعت یعنی چہ

۳۔ لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم (۱) حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا دعویٰ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی مہدی ہے (۲) چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور وفات انکی از روئے قرآن ثابت ہے اور وفات پا کر کسی شخص کا پھر دنیا میں آنا خلاف قرآن ہے اور ساتھ ہی چونکہ مسیح موعود کا قبل از قیامت دنیا میں مبعوث ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (۳) لہذا وہ مسیح موعود و مہدی مسعود میں ہی ہوں۔

تصدیق۔ (۱) واضح ہو کہ کتب شیعہ میں مہدی موعود کے اسماء و القاب میں سے حسن اتفاق سے مسیح الزمان بھی ہی چنانچہ لکھا ہے مسیح الزمان۔ اسم آنجناب است در کتاب فرنگیان۔ نجم ثاقب نمبر صد و سی و سیم صفحہ ۳۳۔ اور اس سے پہلے نمبر صد و سی و یکم میں ایک نام ماشح بھی لکھا ہے۔ اسکی بابت فرمایا ہے کہ:۔

در ذخیرہ گفتہ کہ ایں اسم آنجناب است در توریت عبریہ نجم ثاقب صد ۳۳ یعنی ماشع عبرانی اغلباً عربی میں مسیح ہے فہو المراد۔ حق انبیاء کا مہدی کو مظہر لکھا ہے انمیں عیسیٰ بھی ہیں چنانچہ لکھا ہے گوید (مہدی) ہر کہ خواہد نظر کند بآدم و شیث و نوح و سام و ابراہیم و موسیٰ و یوشع و عیسیٰ و شمعون پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ با من است حق الیقین صفحہ ۱۴۴۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ جب مہدی خود مسیح اور مسیح الزمان ہے تو اسکے ساتھ خاص مسیح ابن مریم کی شمولیت و معیت لا حاصل ہے۔

(۲) ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں۔ بدانکہ احادیث خروج مہدی خاصہ و عامہ (شیعہ و سنی) بطرق متواترہ روایت کردہ اند کہ رسول خدا فرمود کہ بحق آں خداوندے کہ جانم در دست قدرت اوست کہ نزدیک است کہ نازل شود فرزند مریم کہ حاکم عادل باشد۔ پس چلیپائے نصاریٰ را بشکند و خوک ہا را بکشد و جزیہ برطرف کند..... پس گفت کہ چگونہ خواہید بود در وقتے کہ نازل شود۔ درمیان شما فرزند مریم و امام شما باشد یعنی مہدی ع۔

(۳) محقق ابن بابویہ کی فراست پر آفرین کہنی چاہیئے جس نے تمام دیگر علماء شیعہ سے منفرد ہو کر وفات مسیح ابن مریم کا اعلان کیا۔ لیکن تھوڑی سی غلطی کر گیا وہ یہ کہ نزول مسیح کو رجعت سے تعبیر کیا

حالانکہ رجعت قرآن سے ثابت نہیں۔ پس جو فیصلہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے یعنی یہ کہ مسیح ابن مریم کی آمد ثانی بروزی رنگ میں تھی وہی درست رہ جاتی ہے ورنہ تناسخ کا قائل ہونا پڑے گا وہو مردود۔

۴- اسمائے مہدی موعود - محمد[1] و احمد[2] و مہدی ناطق[3] و کشن[4] و داعی[5] منصور[6] فتح[7] - ساعۃ[8] - سید[9] الحق الجدید[10] - حجۃ اللہ[11] - صاحب الزمان[12] - قصر شیدہ[13] صاحب الرجعت[14]-

Digitized by Khilafat Library

(۱) حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں بروز محمد ہوں اور مصداق ہوں اس آیت کریمہ کا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ جن میں سے بعض بالکل فراموش ہو چکے تھے اور بعض جو کہ بالکل مخفی تھے عرصہ سے سب اب ظاہر ہو گئے ہیں لیکن انکو مقہور و مغلوب کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ سوائے وجود مسعود حضرت مرزا صاحب کے۔ مہدی کا نام محمد صلے اللہ علیہ و آلہ دیکھو نمبر صد و سی و ششم نجم ثاقب صفحہ ۲۱

(۲) احمد تو آپ کا نام نامی تھا ہی اور اسی نام پر لوگوں سے بیعت بھی لیتے تھے اور جماعت کا نام بھی احمدیہ رکھا ہے علاوہ ازیں آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی جس احمد کی پیشگوئی ہے وہ میں ہی ہوں و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ احمد نام کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب غایت المقصود "اسم او احمد است بحوالہ کتاب غیبت طوسی و بحوالہ اکمال الدین شیخ صدوق - برائے او دو اسم است اسمے مخفی و اسمے ظاہر اما اسمیکہ مخفی است پس احمد است صفحہ ۴۰ کتاب مذکور جلد ۲ مطبوعہ لاہور - یہاں اسم ظاہر سے مراد اغلبًا غلام احمد ہے

(۳) مہدی ناطق - ظاہر ہے کہ امام غائب حسب اعتقاد شیعہ مستور محجور و صامت ہیں۔ جناب علی کی خاطر تو وہ قرآن کو بھی کتاب صامت اور علی کو کتاب ناطق کہہ دیتے ہیں۔ اس دلیل پر کہ کتاب بذات خود نفع بخش نہیں ہو سکتی۔ جبتک اسکو کوئی سنانے والا اور مفسر عارف بااللہ نہ ہو۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی بدبختی کا کیا علاج ہے کہ قرآن تو پہلے ہی سے صامت تھا جو امام ہے وہ بھی صامت ہے تفسیر صافی جزو ۲ صفحہ ۳۰۹

لیکن مرزا صاحب کی تصانیف کو دیکھو عربی و فارسی و اردو نظم و نثر حقائق و معارف و علوم کے دریا بہا دئے ہیں۔ بعض خاص تصانیف اعجازی رنگ میں لکھی ہیں۔ جنکا جواب کسی مخالف

اسنک نہیں بن پڑا۔ اب بھی کسی کو دعویٰ ہو تو مقابلہ میں آجائے امام مہدی ناطق لکم بروایت طوسی مع امام مہدی ظاہر ناطق منکم۔ نجم ثاقب ص۲۵ غایت المقصود ج ۳ ص۹۶

(۴) **کرشن** ۔ حضرت مرزا صاحب نے ہنود پر اتمام حجت کرنیکے لئے اعلان فرمایا کہ وہ موعود کرشن جسکا تم کو انتظار ہے وہ میں ہوں میںنے بعض شیعہ سے سنا کہ وہ جناب مرزا صاحب کے اس نام پر تمسخر کرتے تھے۔ کہ کبھی مہدی بنتے ہیں کبھی مسیح کبھی کرشن۔ کرشن جو کہ ائمۃ الکفر میں سے تھا بھلا اسکے مثیل و ہمنام بننے میں کیا فائدہ دیکھا۔ ایسے صاحبان کو معلوم ہو کہ خود انکی کتابوں میں ایک جگہ لکھا ہے کہ بشن آنحضرت صلعم کا نام ہے دیکھو نجم ثاقب۔ "سید خلائق دو جہان بشن کہ بزبان ایشان نام رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ است" صفحہ ۲۵ زیر لقب خدا شناس نمبر چہل و ہشتم اور دوسری جگہ جناب علی علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ کتاب ہنود میں آپکا نام بشن تھا۔ "در کتاب ہندو واں بشن"۔ تذکرۃ الائمہ صفحہ ۵۹ مطبوعہ ایران۔ اور جناب علی کے جو نو دونہ نام اکثر لوگوں کی زبانی سنے ہیں۔ ان میں توصاف طور پر کرشن بھی انکو لکھا گیا ہے۔

(۵) **داعی** ۔ وآنجناب داعی است از جانب خداوند۔ خلائق را بسوے خداوند و انجام این دعوت را بآنجا رساند کہ نہ گذارد در دنیا دینے مگر دین جد بزرگوار خود صلی اللہ علیہ وآلہ و بوجود دعوت او ظاہر شود و صدق وعدۂ صادق الوعد کہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ الخ نجم ثاقب ص۲۶ واقعات خود شاہد ہیں کہ یہ تعریف تمامہ حضرت مرزا صاحب پر صادق آتی ہے جنہوں نے مشرق سے مغرب تک اپنی دعوت کا ڈنکا بجایا تمام جہان کے بادشاہوں کو تبلیغ نامے لکھے ہیں نہ کہ امام غائب پر جنہوں نے ابتک دعوت کا نام ہی نہیں لیا اور کسطرح لیتے جبکہ شیعہ مذہب میں دعوت ہدایت کرنا ہی ممنوع ہے چنانچہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جسکا عنوان ہے فی ترک دعاء الناس ایک حدیث میں آتا ہے۔ یا ثابت (نام راوی مخاطب امام صادق ع) مالکم و للناس کفوا عن الناس ولا تدعوا احدا الی امرکم پس داعی کے خطاب کا مستحق وہ ہے جو نہ صرف برائے نام بلکہ کام کر کے دکھلانے والا ہے۔ السلام علیک یا داعی اللہ نجم ثاقب ص۲۶

(۶) **منصور** ۔ لقب امام دیکھو نمبر صد و سی و پنجم نجم ثاقب ص۳۳ لیکن چونکہ امام غائب مستور و مقہور ہے اسواسطے وہ منصور نہیں اور جناب مرزا صاحب چونکہ اندرونی و بیرونی دشمنان دین پر غالب رہے اسواسطے اصل مستحق اس خطاب کے وہی ہیں۔ امام غائب کی زبانی ایک روایت لکھی ہے فرماتے ہیں کہ پدرم بمن وصیت نمود کہ منزل نگیرم از زمین مگر جائیکہ از ہمہ جا مخفی تر و دور تر باشد بجہت پنہاں نمودن امر خود و محکم کردن

محل خود از مکائد اہل ضلال تا آنکہ میفرماید پدرم بمن فرمود برتو باد اے پسر من بملازمت جائے پنہاں از زمین وطلب کردن دوری آں زیرا کہ اندیشہ ہر ولی از اولیائے خداوند دشمنے است مخالب وضدے است منازع غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۹

(۷) فتح نمبر صد و نہم نجم ثاقب صفحہ ۳۰۔ "مرویست کہ در آیت شریفہ اذا جاء نصر اللّٰہ الخ کہ مراد از فتح فتح قائم علیہ السلام است۔" یدخلون فی دین اللّٰہ افواجًا کا نظارہ مخلصین سلسلہ احمدیہ دیکھ چکے ہیں اور اب بھی بفضلہ تعالےٰ دارالامان قادیان میں موجود ہے۔ امام غائب کے حالات پر یہ لقب ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کے ناموں میں سے ایک نام ہی طرید نجم ثاقب ۲۹ نمبر ہشتاد و ہفتم۔ اور دوسرا نام ہے شرید غایت المقصود صفحہ ۷۸ ج ۳۔ دونوں کے معنے ہیں راندہ شدہ۔ یعنے از بین خلق منکوس کہ نہ جنابش را شناختند و نہ قدر وجود نعمتش را دانستند۔ و نہ در مقام شکر گذاری و ادائے حقش برآمدند۔ غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۹

(۸) ساعۃ شصت و پنجم نجم ثاقب صفحہ ۲۷۔ از جناب صادق علیہ السلام مروی است کہ مراد از ساعۃ در آیت شریفہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا و یسئلونک عن الساعۃ و عندہ علم الساعۃ و ھل ینظرون الا الساعۃ و ما یدریک لعل الساعۃ تا قولہ تعالےٰ الا الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید۔ در تاویل حضرت مہدی علیہ السلام است . . . . و مشابہت آنحضرت با ساعت از جہات بسیار است مثل آنچہ فرمود مثل آمدن ہر دو بغتۃً و شراکت در علامات بسیار از خسف و مسخ و ظہور آتش و غیر آں و امتیاز مومن از کافر بسبب ہر دو و ہلاک جبارین و وقت قرار نہ دادن خداوند برائے آمدن آں۔

مثل او مثل ساعت یعنے روز قیامت است کہ پنہاں داشتہ خدائے تعالےٰ علم آنرا بر اہل آسماں ہا و زمین نمی آید مگر ناگاہ و بیخبر۔ ختم شد عبارت نجم ثاقب صفحہ ۲۷۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو علامات آنحضرت صلعم نے قرب قیامت کے فرمائے ہیں وہ اسوقت تقریبًا ظاہر ہوچکے ہیں۔ پس موجودہ وقت میں جو مدعی امامت و مہدویت ہو وہ حق پر ہے علامات قیامت کے لئے دیکھو تفسیر صافی میں زیر آیت فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃً فقد جاء اشراطھا۔ فی الخصال عن الصادق ع قال سئل رسول اللّٰہ عن الساعۃ فقال عند ایمان بالنجوم

وتکذیب بالقدر - وفی الکافی عن الصادقؑ قال قال النبی من اشراط الساعة ان یفشو الفجور وموت الفجاءة - وفی روضة الواعظین عن النبی ؐ ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویظهر الجهل ویشرب الخمر ویفشو الزنا ویقل الرجال ویکثر النساء حتی ان الخمسین امراۃ فیھن واحد من الرجال - والقمی عن ابن عباس قال حججنا مع رسول اللہ حجة الوداع فاخذ بحلقته باب الکعبة ثم اقبل علینا بوجھه فقال الا اخبرکم باشراط الساعة فکان ادنی الناس منه یومئذ سلمان فقال بلی یا رسول اللہ فقال ان من اشراط القیٰمة اضاعة الصلوٰة واتباع الشھوات والمیل مع الاھواء وتعظیم اصحاب المال وبیع الدین بالدنیا - فعندھا یذاب قلب المومن فی جوفه کما یذاب الملح فی الماء مما یری من المنکر فلا یستطیع ان یغیرہ الخ ص۱۷۲ تفسیر صافی

(۹) سیّد - شصت وششم نجم ثاقب صفحہ ۷۲ - خداوند کریم نے حضرت مرزا صاحب کو اس خطاب سے بھی محروم نہیں رکھا - اسوقت پانچ لاکھ نفوس کے قریب آپکو اپنا سیّد مانتے ہیں - اللھم زد فزد - اور چونکہ آپ سادات دہلی کے داماد ہیں اسواسطے بھی سیادت میں بہرہ وافر ہے -

(۱۰) الحق الجدید - جناب مرزا صاحب کو سب سے پہلے مجددیت کا منصب دیا گیا جس کا یہ مطلب ہے کہ دین اسلام جو ایک عرصہ سے مجموعہ مراسم واوہام بنگیا ہے اسکی تجدید کی جائے اور بعض ایسے معارف آپ پر کھولے گئے کہ ابتک کسی پر نہ کھلے تھے مثلاً وفات عیسےؑ تفہیم دجال دخرو شناخت یاجوج وماجوج ونشر تع دابة الارض وغیرہ - پس اس لحاظ سے آپ بوجہ احسن اس خطاب مستطاب کے مستحق ہیں جس کا ذکر بہ ذیل نمبر سی ونہم نجم ثاقب صفحہ ۷۴ وغایت المقصود ص۶۹ ج ۳ پر ہے - السلام علی حق الجدید -

(۱۱) حجة اللہ - سی وہشتم نجم ثاقب ص۲۷ ظاہر ہے کہ اس خطاب کا مستحق وہ امام ہی جو حسب دستور انبیاءؑ ورسل مخلوق پر ظاہر ہوکر اتمام حجت کرے اور جو اسکے مخالف ہوں - انکو خدا معذب کرے ... ہمارے ... ان پر اپنے انعام واکرام وبرکات نازل کرے - سو الحمد للہ کہ ایسا مستحق بھی ہمارے امام مسیح موعود نکلے ہیں نہ وہ امام غائب جس کے وجود کا اثبات ہی مشکل ومحال ہو رہا

ہے۔ آگے یہ دیکھنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو قسم کی حجتیں پیدا کی ہیں ایک حجت ظاہرہ وہ انبیاء و رسول و امام ہوتے ہیں۔ دوسری حجت باطنہ اور وہ عقل ہے اصول کافی صفحہ۔ بظاہر اسباب بھی دنیا میں نقص کا رہنمائے ہدایت ہونا و مانع غوایت ہونا ہر شخص کو مسلم ہے لیکن امام غائب کو سوائے امامیہ کے کوئی جانتا بھی نہیں پس وہ حجت اور حجۃ اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) صاحب الزمان بعقائد و یکم نجم ثاقب صفحہ ۲۵ ... حضرت مرزا صاحب پر چسپاں ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ آپکی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جس کے حالات بصراحت بعنوان فی الزمان احادیث میں مروی ہیں جیسے کہ آگے معلوم ہوگا۔ پس جب زمانہ وہی زمانہ ہے تو صاحب الزمان وہی ہوگا جو اسوقت مدعی امامت ہے نہ کوئی اور

فصل فی الزمان۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یاتی علی الناس زمان وجوههم وجوه الآدميين وقلوبهم قلوب الشياطين كامثال الذئاب الضواري سفاكون للدماء لا يتناهون عن المنكر فعلوه ان تابعتهم ارتابوك وان حدثتهم كذبوك وان تواريت عنهم اغتابوك السنة فيهم بدعة والبدعة فيهم سنة والحليم بينهم غادر والغادر بينهم حليم والمؤمن فيما بينهم مستضعف والفاسق فيما بينهم مشرف ...... فعند ذلك يحرمهم الله قطر السماء في اوانه وينزل في غير اوانه ويسلط عليهم شرارهم ... فيدعوا اخيارهم فلا يستجاب لهم قال رسول الله صلى الله عليه و آله يأتي على الناس زمان بطونهم آلهتهم ونساؤهم قبلتهم ودنانيرهم دينهم وشرفهم متاعهم لا يبقى من الايمان الا اسمه ومن الاسلام الا رسمه ومن القرآن الا درسه مساجدهم معمورة وقلوبهم خراب عن الهدى علماؤهم شر خلق الله على وجه الارض حينئذ زمان اربع خصال جور من السلطان وقحط من الزمان وظلم من الولاة والحكام فتعجب الصحابة وقالوا يا رسول الله ايعبدون الاصنام قال نعم كل درهم عندهم صنم ...... قال رسول الله صلى الله عليه و آله سياتي زمان على امتي يفرون من العلماء كما يفر الغنم عن الذئب فاذا كان كذلك ابتلاهم الله تعالى بثلاثة اشياء الاول يرفع البركة من اموالهم والثاني سلط

اللہ علیہم سلطاناً جائراً - والثالث یخرجون من الدنیا بلا ایمان الیٰ آخرہٖ فصل ۸۰ کتاب جامع الاخبار ابن بابویہ

(۳) قصر مشید - الامام الناطق تفسیر صافی سورۂ حج زیر آیت دبئر معطلۃ وقصر مشید تفسیر اہلبیت کرام میں لکھا ہے کہ بئر معطلۃ (بیکار کنواں) سے مراد امام صامت ہے اور قصر مشید (مضبوط محل) سے مراد امام ناطق چونکہ شیعوں نے امام غائب کو بئر معطلۃ سے موسوم وملقب کیا ہے دیکھو نجم ثاقب بست دیکم بئر معطلۃ ص۲۲ واصول کافی صفحہ ۲۶۹ وغایت المقصود ج ۲ صفحہ ۸۷ - اسواسطے میں مرزا صاحب کو بلحاظ آپکے ظہور وعلو منصب وآثار باقیہ وبراہین ثابتہ شیعوں کی تقلید میں بئر معطلۃ نہیں بلکہ قصر مشید سے ملقب کرونگا خصوصاً اسلئے کہ آپ امام ناطق تھے

(۴) صاحب الرجعت - ہفتاد ودوم نجم ثاقب صفحہ ۲۸ - رجعت سے مراد رجعت موتی الی الدنیا نہ لی جائے بلکہ رجوع کفار الی الحق لیجائے تو مضائقہ نہیں یا رجعت دین لی جائے کمال بعد غربت کے کیونکہ رجعت موتی الی الدنیا کا بطلان تو اوپر ہو چکا ہی سو رجوع کفار الی الحق کا نظارہ بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں موجود ہے - اب تک کئی ہندو - آریہ وعیسائی وسکھ احمدی مسلمان ہو چکے ہیں - اور ولایت میں بھی تبلیغ کا کام جاری ہے اور دین کی غربت بھی ظاہر ہے محقق ابن بابویہ غالباً ۳۳۰ھ میں فوت ہوا ہے وہ مشہور حدیث بدءَ الاسلام غریباً وسیعود غریباً کا اپنے زمانہ کو مصداق ٹھہراتا ہے حالانکہ اسوقت بھی سلاطین اسلام کا دور دورہ تھا - اور اسکے بعد کئی خاندان مدتوں تک برسر حکومت متمازرہے اسکے الفاظ یہ ہیں فقد عاد الاسلام کما قال علیہ السلام غریباً فی ہٰذہ الزمان کما بدءَ وسیقوی بظہور ولی اللّٰہ وحجتہ کما قوی بظہور نبی اللّٰہ ورسولہ وتقر بذلک اعین المنتظرین لہ والقائلین بامامتہ کما قرت اعین المنتظرین لرسول اللّٰہ والعارفین بہ بعد ظہورہٖ اکمال الدین ص۱۱

۵ - مولد مسیح موعود ومہدی مسعود - خروج آنحضرت از قریہ ایست کہ آنرا کرعہ میگویند نجم ثاقب ص۲۸۴ و ص۳۲۵ - شیعوں سے اس نام کا گاؤں بھی اب تک معلوم نہیں ہو سکا لیکن تھوڑے تغیر حروف سے کرعہ کدعہ بن سکتا ہی اور ممکن ہے رواۃ نے بجائے حرف د کے ر سمجھ لیا ہو اور در اصل د ہی ہو - اور کدعہ اور قادی بالکل قریب الصوت ہیں - عام لوگ قادیان کو قادی

ہی کہتے ہیں جو کہ مولد ہے حضرت مسیح موعود کا

۶ ـ مفتری کو مہلت نہیں ملتی ـ حضرت مرزا صاحب نے اس نکتہ کو لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین پ ۲۹ سورہ حاقہ سے بکمال فراست خداداد مستنبط فرمایا ہے اور حسن اتفاق سے اسکی تائید ایک حدیث اہلبیت سے بھی ہوتی ہے ولید بن صبیح قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان ھذا الامر لا یدعیہ غیر صاحبہ الا بتر اللہ عمرہ (اصول کافی کتاب الحجۃ باب من ادعی الامامۃ ولیس لھا باھل صفحہ ۲۳۶)
ترجمہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ تحقیق اس امر (مہدویت) کا سوائے اس صاحب کے کوئی مدعی نہیں ہوگا مگر یہ کہ خدا تعالے اسکی عمر کو تباہ کر دیگا ـ پس یہ دلیل نہایت قوی ہے اوپر صحت دعوی امامت حضرت مرزا صاحب کے کیونکہ تاریخ شیعہ شاہد ہے کہ جسقدر امام زادوں نے دعوے امامت کے کئے اور سلاطین زمانہ کے خلاف خروج کئے ہیں وہ سب کے سب تھوڑی ہی مدت کے اندر یا تو قتل کیے گئے ہیں یا مصلوب ـ ان سب کا حال کسی قدر تفصیل کیساتھ کتاب مجالس المومنین میں موجود ہے جس کا ایراد یہاں پر موجب طوالت ہے فمن شاء فلیرجع الیہ ـ

۷ ـ مرزا صاحب معصوم تھے ـ شیعہ کے نزدیک عصمت خصوصیات و مستلزمات امامت حقہ میں سے ہے ـ اب تعریف معصوم کی عرض کیجاتی ہے ـ المعصوم ممتنع من جمیع محارم اللہ کما جاءت بہ الروایۃ ـ وعن علی بن الحسین الامام منا لا یکون الا معصوما ولیست العصمۃ فی ظاھر الخلقۃ فتعرف قیل فما معنی المعصوم قال المعتصم بحبل اللہ وحبل اللہ ھو القرآن لا یفترقان الی یوم القیمۃ والامام یھدی الی القرآن والقرآن یھدی الی الامام وذلک قولہ تعالی ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ـ کتاب مجمع البحرین زیر لفظ عصم مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲۶ نیز تفسیر صافی زیر واعتصموا بحبل اللہ

ماحصل اسکا یہ ہے کہ معصوم وہ ہے جو تمام محرمات شرعیہ سے بچا ہوا ہو ـ اور بقول جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے سب امام معصوم ہیں لیکن اس سے مراد کوئی ظاہری یا جسمانی عصمت نہیں ہے ـ جس سے شناخت کی جاوے بلکہ معصوم وہ ہے جو حبل اللہ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہو اور حبل اللہ سے مراد قرآن ہے الحمد للہ کہ یہ تعریف معصوم کی زبان فیض ترجمان سے ہے وہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مبرور پر

بالکل صادق آتی ہے۔

۸۔ ذکر بعض علامات قرب قیامت جو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ امامت کی تصدیق کرتے ہیں اور جنکو حضرت صاحب نے اپنی صداقت کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔

(۱) دجّال۔ تفسیر صافی میں زیر آیت ولنذیقنّہم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون صفحہ ۲۱ لکھا ہے ان عذاب الادنیٰ عذاب القبر قال الاکثر فی الروایۃ عن الباقر والصادق ان العذاب الادنیٰ الدابۃ والدجّال۔ سورہ سجدہ یعنے عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے اور نیز اکثر روایات مرویہ امام باقر و صادق سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب ادنیٰ یعنے جو عذاب کہ قیامت والے عذاب اکبر سے چھوٹا ہے وہ دابہ اور دجال کے ذریعہ ہوگا۔ اس موقعہ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب الرجعۃ بالسیف ہی لیکن چونکہ رجعت ثابت نہیں اسواسطے دابہ اور دجال کا عذاب یقینی ہی اور یہ ہردو علامات قرب قیامت میں سے ہیں۔

اب دجّال کی کیفیت جہانتک کتب شیعہ سے دیکھی گئی مفصّل نہیں بلکہ مجمل ہے۔ مثلاً جناب علی علیہ السلام سے حضرت صعصعہ بن صوحان نے دریافت کیا کہ دجّال کا ظہور کب ہوگا تو آپ نے فرمایا:۔ کہ این علمے است از اسرار مخفیات و شاید رخصت اظہار آن نہ باشد اما آنرا نشانہا و علامتہا است کہ ہمہ متصل بہم است فوت کردن و سہل داشتن نماز و برطرف شدن امانت و رواج یافتن و حلال دانستن دروغ و افترا و پوشیدن و فروختن دین بہ دنیا و قطع صلہ رحم نمودن و ربا خوردن و تابع ہوا شدن ... امرا فاجر شوند و وزراء ظالم گردند و علماء خیانت پیشہ کنند ... علانیہ فجور نمایند و ظاہر شود شہادت زور و منارہا بلند شود و مسجدہا کنگرہ دار گردد و مصحف ہا حلی و حلل بہم رسانند و بہتان شائع شود و اثم و طغیان رونق گیرد و سفیہانے نماز و رہم و بہم پیوستہ باشند۔ اما دلہا از ہم متفرق و دور بود و نقض عہد را سہل شمارند و خلف وعدہ را سہل گیرند و شریک باشند۔ بازنان شوہران در تجارت بجہت حرص بر دنیا و آوازہا۔ فاسقان بلند باشد ... زنان بمردان مانند شوند (جیسے کہ پارلیمنٹ میں شامل ہونیکے لئے انگلستان کی عورتوں نے مردوں کے دوش بدوش اپنے حقوق قائم کرانے پر صدائے احتجاج بلند کی) و مردان بزنان تشبیہ جویند۔ زنان چوں مردان بر زینہا سوار شوند و از زین ہا گردند .....

عمل دنیا را بر آخرت ترجیح دہند و اختیار نمایند گرگاں باشند پوست میش پوشیدہ دلہا از مردار بدبوتر و از صبر تلخ تر پس بر شما است کہ از ایشاں قسم رفتہ گار خود را از میاں بکنارے کشیدہ۔ تذکرۃ الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸۵ و اکمال الدین باب ۱۵ حدیث الدجال و عین الحیات مجلسی و کتاب الجرائح و الخرائج وغیرہ۔ اسی روایت میں اسکی ایک علامت یخوض البحر بھی لکھی ہے جسکا ترجمہ عین الحیات میں ہے بدروئے دریا ہا رود۔ اور پھر خر دجال کے ذکر میں ہے تحتہ حمار احمر خطوۃ حمارہ میل تطوی لہ الارض منہلاً منہلاً × × ینادی باعلی صوتہ یسمع ما بین الخافقین من الجن والانس والشیاطین مجلسی نے ترجمہ کیا ہے ہر گامش یک میل باشد و زمین زیر پائش پیچیدہ شود الخ مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ سوائے مکہ و مدینہ کے وہ تمام زمین پر پھر جائیگا لا یبقی سہلاً من الارض الا وطئہ الا مکۃ والمدینۃ۔

حضرت مرزا صاحب نے اسکی نہایت مفصل تشریح فرمائی ہے جو آپکی تصانیف میں موجود ہے اور قرار دیا ہے کہ دجال سے مراد قوم نصاریٰ ہے اور خر دجال سے مراد ریل ہے اسی ریل اور جہاز کے ذریعے قوم نصاریٰ کا تسلط روئے زمین پر عالمگیر ہوگیا ہے اگر علامات مذکورہ بالا پر غور کیا جائے تو حضرت صاحب کا یہ اجتہاد بالکل حق بجانب ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں جو ظہور دجال سے مخصوص تھیں اگر یہ نصاریٰ اس سے مراد نہیں تو بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ دوسری کوئی قوم اسوقت ان علامات سے متصف پائی نہیں جاتی پس اس حقیقت سے انکار کرنا گویا بدیہات سے انکار کرنا ہے

۲۔ دابہ۔ واضح ہو کتب شیعہ میں دابہ کی تشریح تین قسم پر مذکور ہے ایک تو موافق اہلسنت کے ہے دوسرے جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ہوں دابۃ الارض۔ دیکھو تفسیر عمدۃ البیان اردو صفحہ ۱۵۰ تفسیر صافی زیر آیت اخرجنا لہم دابۃ من الارض صفحہ ۷۷ تیسرے امام مہدی کو بھی دابۃ الارض سے موسوم کیا گیا ہے دیکھو نجم ثاقب پنجاہ و چہارم ص ۲۶ و غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۷

لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس دابہ سے مراد طاعون کا کیڑا لیا ہے اور اسی تناسب سے تکلم کے معنی جہاں دوسروں نے کلام کرنیکے لئے ہیں حضرت صاحب موصوف دیگروں نے کاٹنے کے لئے

ہیں بعض علمائے اہلسنت نے اسکو خلاف لغت عرب غلط ظاہر کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی شیعہ عالم بھی غلط ٹھہرائیں اسواسطے ایسوں کی تسلّی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مفسّر صادق نے اسی لفظ کی تفسیر میں لکھا ہے وقرء تکلمھم بالتخفیف من الکلم بمعنی الجرح

ظاہر ہے کہ یہ تفسیر پہلی ہر دو تفاسیر سے معنی خیز و بر محل و چسپاں ہے خصوصاً اسواسطے کہ عذاب الادنیٰ کے مفہوم و مفاد کو خوب ظاہر کرتی ہے فہو المراد

۴۔ یاجوج و ماجوج ۔ تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ دونوں قبیلوں کے نام ہیں یافث بن نوح کی اولاد سے اور یہ کہ یاجوج در اصل ترک ہیں اور ماجوج پہاڑی لوگ ہیں اصل عبارت یہ ہے قیل هما قبیلتان من ولد یافث بن نوح وقیل یاجوج من الترك وماجوج من الجبل وفی العلل عن الهادی جمیع الترك والتقالب ویاجوج وماجوج والصین من یافث زیر آیت قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج الخ سورہ کہف ص۱۱

مجمع البحرین میں ہے یاجوج وماجوج یهمزان ولا یهمزان فمن همز هما جعلهما مشتقین من اجیة البحر وشدة وقوة ومنه اجیج النار وهو توقدها و حرارتها سموا بذلك لسعتهم وکثرتهم وقیل هم ولد یافث بن نوح وعن الضحاك هم من الترك وفی الخبر عنه ... . یشربون انهار المشرق یمنعهم الله من مکة والمدینة وبیت المقدس ... . وعن بعض المورخین یاجوج وماجوج امتان عظیمتان ۔ وفی بعض الاخبار ان یاجوج وماجوج اثنان وعشرون قبیلة وقبیلة واحدة منها کانت خارج السد لما ردمه ذوالقرنین فامرهم بترکهم خارج السد فلذلك سموا ترکاً فقال القوم لذی القرنین هل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا الخ زیر لفظ اجج ص۱۵۲ و ص۱۵۳

پھر سورہ انبیاء میں جہاں آیت آئی ہے تفسیر صافی میں لکھا ہے القمی قال اذا کان فی اٰخر الزمان خرج یاجوج وماجوج الی الدنیا ویاکلون الناس زیر آیت حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج ص۳۲

باوجود ایسی تصریحات کے کسی عالم سنی یا شیعہ کو جرأت نہیں پڑتی تھی کہ کسی نوع انسانی یا کسی قوم کو یاجوج و ماجوج سے نامزد کر سکیں سوائے حضرت مسیح موعود سلام اللہ علیہ و علیٰ اتباعہ کے کہ انہوں نے

بزبان تفہیم ربّانی دو قوموں کو ان اسماء سے جو صفاتی ہیں نامزد کیا اور خدا کے فضل سے خود بائیبل و کتب تاریخ انگریزی سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی۔

۴۔ **کسوف وخسوف در ماہ رمضان** عن بدر بن خلیل الازدی قال کنت جالسًا عند ابی جعفر علیہ السلام فقال ایتان تکونان قبل قیام القائم علیہ السلام لم تکونا منذ ھبط ادم علیہ السلام الی الارض تنکسف الشمس فی النصف من شھر رمضان والقمر فی اٰخرہ فقال رجل یا ابن رسول اللہ تنکسف الشمس فی اٰخر الشھر والقمر فی النصف فقال ابو جعفر علیہ السلام انی اعلم ما تقول ولکنھا اٰیتان لم تکونا منذ ھبط اٰدم علیہ السلام۔ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضۃ صـ۱

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی کے قیام سے پہلے دو نشان ظاہر ہونگے کہ آدم کے زمین پر آنے سے لیکر آجتک ظاہر نہیں ہوئے وہ یہ کہ سورج کو گہن لگیگا نصف ماہ رمضان میں اور چاند کو آخر میں اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ اے بیٹے رسول اللہ کے دستور تو یہ ہے کہ سورج کو آخر مہینہ میں گہن لگتا ہے اور چاند کو نصف ماہ میں تو فرمایا امام باقر علیہ السلام نے بیشک ہم اسکو خوب جانتے ہیں جو تم کہتے ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں نشانات ایسے ہیں کہ ہبوط آدم سے اب تک ایسے نہیں ہوئے۔ ایسی ہی ایک حدیث اکمال الدین میں بھی ہے جس میں شہر رمضان کا ذکر تو نہیں مگر آخر حدیث میں یہ الفاظ مؤلف کی اپنی طرف سے بڑھائے گئے ہیں فعند ذلک یسقط حساب المنجمین یعنی یہی وقت ہو گا کہ منجمین کا حساب غلط ٹھہرایا جائیگا۔ مگر نظام قدرت اور قانون الٰہی یعنی قرآن پر نظر کیجائے تو یہ سلسلہ اسی دستور پر جاری رہتا ہے اور رہنا ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں لیکن سیدھی راہ یہ ہے کہ حدیث کا جو حصہ مطابق قرآن و قانون قدرت ہے اسکی تصدیق کرکے باقی کو حوالہ بخدا کیا جائے جیسے کہ امام محمد باقر کے اپنے الفاظ سے مترشح ہے جو اس شخص معترض کے جواب میں فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس حدیث کی عجیب تشریح فرمائی ہے جس سے الفاظ حدیث کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے اور مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جن تاریخوں میں عموماً سورج گہن ہوتا ہے یعنی ۲۷-۲۸-۲۹- اسکی درمیانی تاریخ لے لی جائے اور جن تاریخوں میں چاند گہن ہوتا ہے یعنی ۱۱-۱۲-۱۳

انکی آخری تاریخ۔

اور واضح ہو کہ یہ گہن ٹھیک ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں ۱۳ و ۲۸ کو واقع ہو چکے ہیں۔ اور حضرت نے اپنی تصدیق پر ان سے استدلال فرمایا ہے۔

۵۔ طاعون - کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے عن سلیمان بن خالد قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قدام القائم موتان موت احمر و موت ابیض حتّیٰ یذھب من کل سبعۃ خمسۃ فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون دیکھو ب۲ ص ۳۶۸

واضح ہو کہ عام طور پر ہندوستان میں طاعون پھوٹنے سے پہلے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا اور جو تباہی مابعد میں اس عالمگیر مرض سے تمام اطراف ملک میں پھیلی اسکا نظارہ پہلے ہی سے دکھلایا گیا تہا۔ اور آپ نے اشتہار دیدیا تھا کہ وقت ہے توبہ کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کر لو۔ ورنہ پیچھے پچھتاؤ گے سو طاعون تو ایک مدت سے پھوٹی ہوئی ہے اور رہی موت تلوار سے سو وہ طاعون سے پہلے کی علامت ہے وہ بھی اغلباً پوری ہو چکی ہے خواہ بذریعہ تلوار کے خواہ بذریعہ توپ و تفنگ کے۔ تفسیر صافی میں مرض فالج اور اموات ناگہانی کو اشراط الساعۃ میں شمار کیا ہے قال النبی من اشراط الساعۃ ان یفشو الفالج و موت الفجاءۃ زیر آیت فھل ینظرون الا الساعۃ پ۲۶ سورہ محمد

۶۔ فساد ایران و فساد عثمانیہ علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ فساد دولت عثمانیہ و سلطنت کسرویہ و اضمحلال دین اسلام کو علائم قریبہ ظہور مہدی آخر الزمان سے بیان فرمایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خاندان کسریٰ مدت ہوئی تباہ ہو چکا۔ یہاں سلطنت کسرویہ سے دولت ایران مراد ہے بعینہ منقول از رسالہ البرہان لاہور جلد ۲ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶۲۔ حضرت مرزا صاحب نے دولت عثمانیہ کے بارے میں برسوں پہلے اس اشتہار میں ذکر فرما دیا تھا جو حسین کامی ترکی سفیر کے چند روزہ اقامت قادیان کے بعد آپ نے شائع فرمایا۔ اسوقت سلطان عبد الحمید خان حکمران تھے۔ جو بعد کو ینگ ٹرکش پارٹی کے فساد عظیم کا شکار ہو گئے اور ایران کے متعلق بھی آپکا یہ الہام عرصہ سے مشتہر ہو چکا تھا سہ تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد۔ اسوقت ایران میں تزلزل دولت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر بعد کو جو اس ملک کی درگت بنی ہے وہ اخبار بین دنیا سے مخفی نہیں۔

اسکے بعد بعض خاص شبہات کا جواب عرض کیا جاتا ہے جو اکثر شیعہ صاحبان کے دل میں اغلباً خطور کریں گے۔

شبہ اوّل ۔ یہ کہ شرف امامت وجمہوریت تو خاندانِ نبوت کے ہی شایان تھی یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ انکے سوا بھی کوئی شخص امامت کی اہلیت رکھ سکتا ہے اور اس فضیلت میں انکا شریک ہو سکتا ہے۔

جواب ۔ ہمکو اس امر حق سے انکار نہیں کہ سرچشمۂ ہدایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں اور اہلبیت کرام کو بھی اسی سرچشمہ سے فیض پہنچا اور دوسروں کو بھی اور نہ ہمکو اس سے انکار ہے کہ جناب علی سے لیکر مہدی علیہ السلام تک جو بارہ امام ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے وقتوں میں بیشک امت کے رہنما وملت کے پیشوا تھے لیکن ہدایت وامامت کو انہی تک محدود کرنے کے لئے کوئی زبردست دلیل منقول ومعقول نظر نہیں آتی۔

یہ ایک نہایت معرکۃ الآرا بحث ہے مگر چونکہ طوالت سے ڈرتا ہوں اسواسطے نہایت مختصر آمیں انشاءاللہ دو تین ثبوت اس کے عرض کر دیتا ہوں۔

۱۔ ائمہ کی شان امامت میں سے لکھا ہے کہ وہ متوسّمین یعنے غور کرنے والے ہوتے ہیں۔ قال امیر المومنین فی قولہ عزّ وجلّ انّ فی ذٰلک لاٰیۃً للمتوسّمین۔ قال کان رسول اللہ المتوسم وانا من بعدہٖ والائمۃ من ذرّیتی المتوسّمون۔ اصول کافی صفحہ ۱۳۳ باب انّ المتوسمین فی کتابہٖ تعالیٰ ھم الائمہ کتاب الحجۃ

اور سلمان فارسی کی نسبت بھی لکھا ہے سمعت اباجعفرؑ یقول کان سلمان من المتوسمین رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۹ ترجمہ سلمان فارسی

(۲) ائمہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ محدث ہوتے ہیں۔ ان اوصیاء محمد علیہ وعلیہم السلام محدثون الائمۃ علماء صادقون مفہمون محدثون۔ اصول کافی باب ان الائمہ محدثون مفہومون صفحہ ۱۶۶

اور سلمان کی نسبت بھی لکھا ہے عن ابی جعفر قال کان علیؑ محدثاً وکان سلمان محدثاً رجال کشی صفحہ ۹ وصفحہ ۱۳

۳۔ ائمہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اسم اعظم کو جانتے ہیں ونحن عندنا من الاسم الاعظم اصول کافی باب ما اعطی من الائمۃ من اسم اللہ الاعظم صفحہ ۱۳۵ اور سلمان کی نسبت بھی لکھا ہے کہ عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبداللہ ع یقول سلمان علم الاسم الاعظم رجال کشی ص ۹

۴۔ امامت اہلبیت کے لئے مخصوص ہے مگر سلمان فارسی کو بھی آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہے ان سلمان منا اھل البیت رجال کشی ص ۱!

۵۔ ائمہ کو باب اللہ یعنی خدا کے دروازے کہا گیا ہے قال ابو عبداللہ ع الاوصیاء ھم ابواب اللہ عزّ وجلّ یوتی منھا۔ اصول کافی باب ان الائمۃ خلفاء اللہ عزّ وجلّ فی ارضہ وابوابہ التی منھا یوتی صفحہ ۱۱۵۔ اور سلمان کو بھی باب اللہ کہا گیا ہے۔ ان سلمان باب اللہ فی الارض من عرفہ کان مومنا ومن انکرہ کان کافرا۔ و ان سلمان منا اھل البیت رجال کشی ص ۱

ان سب احادیث سے ثابت ہو گیا کہ سرچشمہ نبوت کا فیض صرف اپنے اہل بیت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان کے غیر پر بھی ہے۔

شبہ دوم۔ مانا کہ سلمان فارسی کو اہلبیت ومحدث ومتوسم کے قابل فخر خطاب دئے گئے لیکن کیا سلمان کے سوا بھی کسی کے حق میں اس قسم کے القاب واوصاف مروی ہیں

جواب۔ ہاں سلمان کے سوا بھی مروی ہیں مثلاً

(۱) امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے بعد ذکر کرنے آیت قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ کذا من کان منا لم یطع اللہ فلیس منا وانت اذا اطعت اللہ فانت منا اھل البیت یعنی اسی طرح جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تو ہی (اے حسن الوشا) اگر خدا کا فرمانبردار ہو تو تو اہلبیت میں سے ہے۔

واضح ہو کہ یہ ذکر امام موصوف نے اپنے سگے بھائی زید پر جو کہ تاریخ میں زید النار کرکے مشہور ہیں عتاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲

۲- تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ جب آیت یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ! اسوقت سلمان آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ نے سلمان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا فقال ھذا وقومہ والذی نفسی بیدہٖ لوکان الایمان منوطا بالثریا لتناولہ رجال من فارس یعنے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ یہ سلمان اور اسکی قوم ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر ایمان (دنیا سے اٹھکر) ثریا پر جا پہنچیگا تو فارس کے لوگ اسکو پھر دنیا میں لے آئینگے۔ دیکھو تفسیر صافی آخر سورہ محمدؐ صفحہ ۱۷۹

۳- پھر اسی تفسیر میں زیر آیت واٰخرین منہم لما یلحقوابہم لکھا ہے قیل وہم الذین جاء وابعد الصحابۃ الی یوم الدین فان دعوتہ وتعلیمہ یعم الجمیع وفی المجمع عن الباقرؑ ہم الاعاجم ومن لا یتکلم بلغۃ العرب قال وروی ان النبیؐ قرأ ھذہ الایۃ فقیل لہ من ھؤلاء فوضع یدہ علی کتف سلمان رض وقال لوکان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھؤلاء تفسیر صافی سورہ جمعہ ص ۳۱۳

اسجگہ یہ یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی فارسی النسل تھے اور انہوں نے اس امر کو اپنی کتابوں میں ظاہر فرمایا ہے۔

۴- تفسیر صافی میں ہے زیر آیت ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا وھو نبیہا او امامہا القائم مقامہ لیشہد لہم وعلیہم بالایمان والکفر فی المجمع والقمی عن الصادقؑ لکل زمان وامۃ امام یبعث کل امۃ مع امامہا۔ تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت مذکور یعنے خدا نے جو فرمایا ہے کہ اس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرینگے یہ گواہ اس امت کا نبی ہوگا۔ اور بعد نبی کے اسکا قائمقام امام۔ جو کہ اس امت کے حق میں یا اسکے برخلاف گواہی دینگے ایمان کی یا کفر کی اور تفسیر مجمع البیان طبرسی و علی بن ابراہیم قمی بن امام صادق سے مروی ہے کہ ہر ایک زمانہ کا امام اور ہر ایک امت کا امام ہوتا ہے اور ہر ایک امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔

اب اس حدیث کے ساتھ وہ حدیث مشہور ملاؤ یعنے من مات ولم یعرف امام

زمانه مات میتة الجاهلیة ـ اصول کافی صفحہ ۲۳۸ کتاب الحجۃ باب من مات ولیس له امام

۵ ـ قوله تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم هاد (امام صادق) فرمود ہر امامے ہدایت کنندۂ آں قوم است کہ آں امام درمیان ایشان است ـ حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۴ ـ اور تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے عن الصادق کل امام هاد للقرن الذی هو فیهم ومثله فی الاکمال ورواه القمی والعیاشی وغیر واحد من الخاصة والعامة فی غیر واحد من الاسانیده والقمی هو راد علی من انکر ان فی کل عصر وزمان اماماً وانه لا یخلو الارض من حجة سوره رعد

ان روایات میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث قابلِ غور ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کل امام هاد للقرن الذی هو فیهم یعنے ہر ایک امام اسی قرن کا ہادی ہے جسمیں وہ ان لوگوں میں ہوتا ہے اب قرن کی تشریح کے لئے دیکھو مجمع البحرین میں لکھا ہے والقرن اهل زمان واحد قال شاعرهم اذا ذهب القرن الذی انت فیهم* وخلفت فی قرن وانت غریب* وقیل هو مدة اغلب اعمار الناس وهو سبعون سنة وقیل ثمانون وقیل ثلثون سنة وقیل القرن اهل عصر فیه نبی اوفائق فی العلم قل اوکثر زیر لفظ قرن صفحہ ۵۶۶ یعنی قرن کی میعاد انسانوں کی اغلب میعاد عمر کے برابر ہوتی ہے جو کہ ۷۰ برس ہے اور کہا گیا ہے کہ اسّی سال اور تیس سال بھی ـ

اب جو لوگ امام غائب کو اسی قرن کا امام اور ہاد قرار دیتے ہیں ـ جنکو غائب ہوئے ہزار برس ہو گیا ہے وہ اس تشریح کو غور سے مطالعہ کریں ـ قرن کی میعاد تو زیادہ سے زیادہ اسّی برس انکی معتبر لغت قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہے ـ

شبہ سوم ـ امامت بارہ اماموں تک محدود ہے ـ ان کے سوا دوسرا کوئی امام کسطرح ہو سکتا ہے ـ

جواب ـ خداوند کریم نے اول تو آدم سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص قوم یا ملک کے لئے مخصوص نہیں فرمایا ـ بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک قوم میں ایک نبی یا امام یا نذیر پیدا ہوتا رہا ہے ـ تا کہ خلق پر اتمام حجت ہوتا ہے جیسے

کہ فرمایا وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر سورہ فاطر پ ۲۲ ع ۱۵ اسکی تفسیر میں لکھا ہے القمی قال لکل زمان امام صافی صفحہ ۴۲۲ - ابن بابویہ نے کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار لکھی ہے اور اسی طرح لکھا ہے کہ ان کے اوصیاء بھی اسی قدر ہوئے اعتقادنا فی عددہم انہم مائۃ الف واربعۃ وعشرون الف نبی لکل نبی منہم وصی - نیز تفسیر عمدۃ البیان اردو صفحہ ۳۹۷ زیر آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی - اور اصول کافی میں ہے کہ جسطرح آدم سے لیکر محمد صلعم تک خلفائے برحق مامور ہوتے رہے اسی طرح بعد رسول کے بھی ہونگے - در ذیل تفسیر وعد اللہ الذین امنوا منکم . . . کما استخلف الذین من قبلہم یقول استخلفہم لعلمی ودینی وعبادتی بعد نبیہم کما استخلف وصاۃ آدم من بعدہ حتی یبعث النبی الذی یلیہ - اصول کافی باب ذکر الصحیفۃ والجفر

اور پھر موسیٰ کے اثنا عشر نقیباً سے بارہ امام نکالتے ہیں - حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ بارہ نقیب موسیٰ علیہ السلام کی عین حیات مقرر کئے گئے تھے اور ان کے مثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بارہ انصار کو ٹھہرانے چاہئے جنھوں نے لیلۃ العقبہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی - اور مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے وہ نقیب مقرر ہوتے تھے - دیکھو تفسیر علی بن ابراہیم قمی -

اور اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے حواری وہ بھی بارہ تھے - مگر موسیٰ کے نقبا کی طرح عیسیٰ کی زندگی ہی میں مقرر کئے گئے تھے - اور یاد کرو کہ وہ حدیث جسکو ابن بابویہ نے اکمال الدین میں ذکر کیا ہے کہ اس امت میں بھی وہ ہوگا جو پہلی امتوں میں ہو چکا ہے کلما کان فی الامم السالفۃ یکون فی ہذہ الامۃ مثل النعل بالنعل صفحہ ۹۳ یعنی می باشد دریں امت مثل آنچہ در امم سابقہ واقع شدہ است مانند موافقت دو پائے نعل و پرہائے تیر باہمدیگر " حق الیقین باب رجعت صفحہ ۱۷۳ - تو جو لوگ رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک بارہ یا ہزار سال سے لیکر قیامت تک صرف ایک امام غائب کو امام العصر صاحب الزمان قرار دیتے ہیں - اور انکو اس قسم کی نظیر سابقہ امم سے نکالکر دکھانی چاہئیے ورنہ انکا یہ عقیدہ ہرگز قابل تسلیم اور بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں ٹھہر سکتا - اور پھر آنحضرت صلعم نے جو اپنے علمائے امت کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا ہے جیسے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے " روایت شدہ است از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ علمائے امت من مانند پیغمبران بنی اسرائیل اند در تفسیر علماء

در بعضے از روایات بائمہ علیہم السلام شدہ است" حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۳۰- اس حدیث کے رو سے بھی یہ تحدید بارہ تک کی اڑ جاتی ہے۔ تدبر

شبہ چہارم - رسول یا امام تو یا شام سے پیدا ہوتے رہے یا عرب مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ سے لیکن ہندوستان تو ہمیشہ شرک کا گھر رہا۔ اسکے ایسے بھاگ کہاں کہ اسکی خاک سے امام مہدی جیسا بزرگ مبعوث ہو۔

جواب - بیشک اکثر پیغمبر و مرسل شام سے پیدا ہوئے یا عرب سے لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ دوسرے کسی ملک یا قوم سے کوئی نبی یا رسول یا نذیر نہ پیدا ہوا ہو۔ ابھی اوپر کسی جگہ ایک آیت معہ تفسیر لکھی گئی ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسی امت نہیں جسمیں کوئی نذیر یا مامور من اللہ نہ بھیجا گیا ہو۔ اب خدا تو سب قوموں کے لئے خواہ وہ کسی حصہ ملک میں ہوں یہ فرما کر اتمام حجت کرتا ہے اور کوئی قوم اس سے منکر نہیں ہو سکتی لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہندوستان جیسے ملک وسیع و قدیم میں کوئی رسول نبی یا ولی آیا ہی نہیں کیا یہ ارشاد الٰہی سے معارضہ نہیں ہے؟

(۳) آنحضرت صلعم نے مجوس کو اہل کتاب اور ایک نبی کی امت ٹھہرایا۔ اور ان سے جزیہ قبول فرمایا بمقابلہ کفار مکہ کے کہ ان سے قبول نہ فرمایا۔ فی الکافی عن الصادق انہ سئل عن المجوس اکان لہم نبی فقال نعم . . الیٰ . . . فکتب الیہم النبی ان المجوس کان لہم نبی فقتلوہ و کتاب احرقوہ تفسیر صافی زیر آیت حتی یعطوا الجزیۃ وہم صاغرون۔ سورہ توبہ

(۳) علاوہ ازیں آپکو معلوم ہو کہ ہندوستان وہ خطہ مبارک ہے جسکو اگر سرچشمہ ہدایت و منبع نبوت و خلافت کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہیں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ بابا آدم جب بہشت سے نکالے گئے تو وہ سب سے پہلے سرزمین ہند میں ہی تشریف لائے تھے۔ اور حجر اسود جیسی متبرک چیز بھی پہلے ہند میں ان کے ساتھ تھی تو پھر ہند سے ہی اسکو مکہ معظمہ لے گئے۔ دیکھو حیات القلوب جز اول صفحہ ۵۸ باب ۲ فصل ۴ فرود آمدن آدم و حوا بر زمین

(۴) فروع کافی میں ایک حدیث ہے کہ امام جعفر صادق سے پوچھا گیا نجوم کی بابت تو آپ نے فرمایا کوئی نہیں جانتا اسکو مگر ایک خاندان عرب کا جانتا ہے یا ایک خاندان ہند کا۔ سئل عن النجوم قال مایعلمہا الا اہل بیت من العرب و اہل بیت من الہند۔ فروع کتاب الروضۃ ۱۵۳

کیا عجب ہے کہ اس نجوم سے مراد کسوف خسوف جیسے عظیم الشان نشانات کا علم مراد ہو۔

شبہ پنجم۔ نبوت و امامت تو ذریت ابراہیم کے لئے مخصوص ہے مرزا صاحب کس طرح ذریت ابراہیم ہیں۔

لہ **جواب**۔ ذریت دو قسم کی ہوتی ہے ایک روحانی۔ دوسری جسمانی مرزا صاحب اگر بالفرض جسمانی ذریت سے نہ ہوں تو مضائقہ نہیں روحانی ذریت ہونے کی بناء پر بھی آپ ان مواعید و بشارت کے وارث ہو سکتے ہیں۔ کیا قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے حکایتاً اس حقیقت کا اعتراف مذکور نہیں ہے فمن تبعنی فانہ منی کے کیا معنے ہیں؟

شبہ ششم۔ مانا کہ بعض احادیث سے مرزا صاحب کے دعاوی و تعلیم کی تصدیق ہوتی ہے لیکن بہت سی احادیث و روایات جو ان کے مخالف پڑتی ہیں اسکا کیا علاج؟

جواب۔ شیعہ و سنی علماء نے احادیث کی صحت و سقم کے متعلق بڑے بڑے قواعد تجویز کئے ہیں۔ یہانتک کہ اصول حدیث پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اور جن سے واقف ہونا محال نہیں۔ تو مشکل ضرور ہے۔

لیکن خدا کے مسیح نے ایک ایسا موٹا اصول صحیح و سقیم میں تمیز کرنیکا ارشاد فرمایا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ورق گردانی کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ یہ کہ خواہ کسی طبقہ کی حدیث ہو۔ اسکا معارضہ قرآن سے کرو۔ اگر وہاں سے تصدیق و تائید ہو سکے تو بلا چون وچرا مان لو۔ ورنہ چھوڑ دو

اور یہی اصول کتب شیعہ میں بھی موجود ہے کل حدیث لا یوافق کتب اللہ فہو زخرف نما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ۔ اصول کافی کتاب العلم باب اختلاف الحدیث صہ ۳۹

شبہ ہفتم۔ امت محمدیہ امت مرحومہ ہے اور ہمارے نبی رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ایسے نبی کا خلیفہ مہدی بھی ایسا ہونا چاہئیے تھا جس کا آنا ملک و ملت کے لئے رحمت ہو۔ لیکن مرزا صاحب نے جب سے مہدویت و مسیحیت کے دعوے کئے ہیں دنیا جنگ و جدل میں پُر خون ہے۔

جواب۔ دیکھئے جسقدر انبیاء و رسل کا ذکر قرآن میں ہے انکو بشیر و نذیر کہا گیا ہے یعنی مومنین صادقین کو خوشخبری دینے والے اور منکرین و مخالفین کو ڈرانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

و آلہ وسلم کی بعثت میں بھی دونوں سے عیاں ہیں۔

اور مہدی موعود بھی جہاں مخلصین کے لئے بشارات و انعام کے لحاظ سے رحمۃً للعلمین ہیں منکرین کے لئے انکا وجود عذاب مہین ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس حقیقت کا اشارہ ہے وماکنا معذبین حتٰی نبعث رسولاً اور روایات شیعہ میں تو صاف طور پر لکھا ہے کہ ان تبارک و تعالیٰ بعث محمداً رحمۃ وبعث القائم نقمۃ یعنے محمد رحمت تھا اور مہدی عذاب ہے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت وما ارسلناک الا رحمۃً للعلمین ص۳۳

شبہ ہشتم۔ ممکن ہے امام غائب چند سال بعد ظاہر ہو جائیں۔ اور ان کے بعد مسیح بھی آسمان سے اتر آئیں۔

جواب۔ بسا ممکن ہے کہ غائب ظاہر بھی نہ ہوں۔ اور اسی طرح مسیح آسمان سے اترے ہی نہ اور امکان تو ان امور میں ہوتا ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں۔ میںنے تو صریح احادیث و روایات بلکہ آیات سے ان مطالب کو واضح کر چکا ہوں۔ ابتک اگر آپ کے دل میں اطمینان نہیں ہوا۔ تو انشاء اللہ بعد کو ہو جائیگا۔ آپ دوبارہ غور کریں۔

لیجیئے یہاں پر ایک دو اور دلائل عرض کرتا ہوں۔

(۱) امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم مانند نجوم سماوی کے ہیں۔ جہاں ایک ستارہ غائب ہوا۔ دوسرے نے طلوع کر دیا۔ "الا ان مثل آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کمثل النجوم کلما ھوی نجم طلع نجم۔ مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۹۔ اور اسی طرح کافی میں ہے۔۔ انما نحن کنجوم کلما غاب نجم طلع نجم۔ اصول کافی باب فی الغیبۃ صفحہ ۲۱۱ فرمایئے اس اصول پر امام غائب کی اسقدر طویل غیبت کہاں مثل نجوم سماوی کے ثابت ہو سکتی ہے بلکہ انکی غیبت مقتضی ہے اس امر کی کہ کوئی اور امام مطلع امامت سے طلوع کرے۔

(۲) امام موسیٰ رضا سے روایت ہے کہ لازمی ہے ہمارے صاحب الامر کے لئے غیبت لیکن کہاں تک ؟ فرمایا ہے) ان تعیشوا فسوف تدرکونہ۔ اصول کافی صفحہ ۲۰۹ یعنے اگر تم جیتے رہو تو ضرور اسکو پالو گے۔ کیا اس ارشاد سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ عنقریب امام ظہور کرینگے۔ جس غائب کا ظہور

ہزار بعد ہزار برس

تک ملتوی ہو۔ اسکے بارہ میں یہ ارشاد کہ عنقریب تم اسکو پالو گے کیا عام بول چال انسانی کے مطابق ہے؟

(۳) بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ مہدی کا زمانہ امت محمدیہ کا ابتدا یا اوسط ہے اور آخر زمانہ مخصوص ہے مسیح کے واسطے چونکہ اکثر علامات قرب قیامت کا ظہور ہو چکا ہے لہذا اسوقت مہدی کا انتظار لاحاصل ہے ہاں اس مہدی کا انتظار ضروری ہے جو مدعی مسیحیت بھی ہے دیکھو ذیل میں

(۱) علی بن الحسین (امام زین العابدین) قال قال رسول اللہ کیف تہلک امۃ انا و علی واحد عشر من ولدی اولو الایات اولہا والمسیح بن مریم آخرها ولکن یہلک بین ذلک من لست منہم ولیسوا منی۔ دیکھو اکمال الدین صفحہ ۱۶۴

(۲) کیف تہلک امۃ انا اولہا و اثنی عشر من بعدی من السعداء و اولی الالباب والمسیح بن مریم آخرها ولکن بین ذلک نطح الہرج لیسوا منی ولست منہم اکمال الدین ص ۱۵۷

ان سے ثابت ہوگیا کہ مسیح کے بعد مہدی کا زمانہ نہیں بلکہ اس سے پہلے کا ہے چنانچہ خاندان نبوت و قریش کے جسقدر مدعیان مہدویت تھے سب اوائل قرون اسلام میں ہو چکے ہیں۔ اب دور دورہ مسیح محمدی کا ہے

(۳) پھر ممکنات پر اگر قیاس کیا جائے تو میں کہتا ہوں ممکن ہے پھر امام غائب کی جگہ خدا نے حضرت مرزا صاحب کو ہی مہدی موعود بنا دیا ہو لیکن یاد رہے یہ میرا ممکن محض خیالی ممکن نہیں ہے بلکہ ایک بڑے عقیدہ تشیع کی بناء پر ہے یعنے عقیدہ بداء پر جسطرح پر خدا نے پہلے امام صادق علیہ السلام کے بیٹے اسمعیل کو امام بنایا تھا۔ لیکن پھر بداء ہوگیا اور امام موسیٰ کاظم کو امام بنا دیا وفی حدیث الصادق ما بدا للہ فی شیئ کما بدا للہ فی اسمعیل ابنی۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ بدا صفحہ ۹ شیعہ اسمعیلیہ اسی اسمعیل کے پیرو ہیں۔

شبہ نہم۔ کیا مرزا صاحب مسیح محمدی مسیح ابن مریم سے افضل ہیں؟ چنانچہ انکا شعر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ✦ اس سے بہتر غلام احمد ہے

جواب جو لوگ مرزا صاحب کے دعاوی کو مان چکے ہیں۔ انکی نظر میں تو آپ کے اس قسم کے تحدیثات بطور اظہار نعمت الٰہیہ کے ہیں و اما بنعمۃ ربک فحدث البتہ جو مخالف ہیں۔ ان کو

یہ باتیں ضرور کھٹکتی ہیں خیر ذیل میں چند ایسے حوالے لکھے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ شیعہ نے اپنے آئمہ کی شان میں کیا کیا کچھ کہا ہے

(۱) علمائے امامیہ ائمہ اثنا عشر را از پیغمبران اولو العزم فاضلتر دانند۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۸۴

(۲) الائمۃ بمنزلۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ اصول کافی صفحہ ۱۶۵ باب ان الائمۃ یشبھون ممن مضیٰ

(۳) از امام محمد باقر ع کہ چوں قائم آل محمد بیروں آید اورا یاری کند بملائکہ و اول کسے کہ باو بیعت کند محمد باشد وبعد ازاں علی۔ حق الیقین مجلسی در بیان رجعت صفحہ ۱۳۹

شبہ دہم۔ مانا کہ مرزا صاحب اپنے زمانہ کے امام تھے لیکن اب تو وہ بھی فوت ہو چکے ہیں اب احمدیوں کا امام بھی کوئی نہ رہا پس معاملہ مساوی ہو گیا۔

جواب۔ ہرگز نہیں معاملہ تو جب مساوی ہوتا کہ جس طرح ہم حضرت مرزا صاحب کو حسب مفادات آیات قرآنی وماجعلنا البشر من قبلک الخلد الخ وانک میت وانہم میتون فوت شدہ مانتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اسی طرح امام غائب کو زندہ اور قائم دائم کی بجائے فوت شدہ مان لیں۔ اگر ایسا ہے تو بسم اللّٰہ چشم ما روشن دل ما شاد۔

پھر بعد وفات حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ہم لوگ خدا کے فضل سے بے امام نہیں رہے جیسے کہ آپکا خیال ہے بلکہ بعد آپ کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا اسم باسمی نور الدین نور اللہ مرقدہ ہوئے پھر بعد اُن کے حضرت مرزا صاحب کے بڑے صاحبزادہ فضل عمر محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کو امام اور وصی مانتے ہیں۔ بمصداق "امام نہ میباشد مگر آنکہ اورا فرزندی باشد امام" نجم ثاقب صفحہ ۱۶۰ لیکن امام غائب کی نسبت احادیث شیعہ میں وارد ہے کہ انکا کوئی فرزند دلبند بوقت ظہور زندہ یا وصی و امام نہ ہو گا۔ "اورا فرزند نہ خواہد بود" نجم ثاقب۔ بلکہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئینگے اور مہدی کا جنازہ پڑھینگے "زیرا کہ امور وصی را غیر وصی مرتکب نمیشود" حق الیقین صفحہ ۱۴۱ و نجم ثاقب صفحہ ۱۶۶۔ لیکن امام حسین علیہ السلام جنت میں ہیں۔ اور اہل جنت کا جنت سے نکالا جانا از روئے قرآن مجید محال ہے۔

شبہ یازدہم - مرزا صاحب نے شیعوں سے کوئی ہمدردی نہیں کی نہ انکی حمایت کرتی ہی اگر امام غائب ظہور فرماتے تو تمام ملکوں میں شیعوں کی سلطنت ہوتی اور مال و دولت کی کثرت سے وہ خورسند ہوتے۔

جواب - حضرت مرزا صاحب کو شیعوں سے ہمدردی تو ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ جب ہو کہ وہ اپنے قول و فعل کے رو سے سچے شیعہ ہوں خود ائمہ اہلبیت نے بصراحت فرمایا ہے کہ اصلی شیعہ کوئی نہیں، دیکھو روایات ذیل :-

(۱) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ دیکھو عین الحیات مجلسی اردو صفحہ ۳۶۲

(۲) امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جھوٹ کہتے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ علی علیہ السلام ہیں شیعہ علی کوئی نہیں تھا۔ مگر حسنینؑ و سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ و محمد بن ابی بکر۔ اصل عبارت

دعوی دروغ میکنید کہ مائیم شیعہ امیر المومنین علیہ السلام و شیعہ آنحضرت نبود مگر حسن و حسین و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و محمد بن ابی بکر کہ مخالفت نہ کردند چیزے ازاں ہا کہ حضرت ایشاں را بآنہا مامور ساختہ بود" حیات القلوب فارسی جلد ۲ صفحہ ۵۹۳

(۳) پھر امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث ہے کہ جسقدر آیات قرآن میں منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ سب کی سب ان لوگوں کے حق میں ناطق ہیں جو جھوٹے شیعہ ہونیکا ادعا کرتے ہیں ما انزل اللہ سبحانہ آیۃ فی المنفقین الا وھی فیمن ینتحل التشیع - رجال کشی ترجمہ مقلاص بن ابی الخطاب صفحہ ۱۹۳

پھر خاص امام غائب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ جب خروج کرینگے تو سب سے پہلے جھوٹے شیعوں کو قتل کریں گے لو قام قائمنا بدا بکذا بی الشیعۃ فقتلھم رجال کشی صفحہ ۱۹۳

پھر خصوصاً ایسے شیعہ لوگ جو دولت ائمہ اہلبیت کے منتظر اور مال و دولت کی کثرت کے خواب دیکھا کرتے ہیں ائمہ کرام نے بھی انکو جہنمی فرمایا ہے۔

شنیدم از ابی عبداللہ (امام صادق) علیہ السلام کہ میفرمود مردم متفرق شدند درباره ما بہ سہ فرقہ فرقہ دوست داشتند مارا بانتظار قائم ما کہ برسند بدنیائے ما یعنی غرض شان از محبت ما تعیش و خوش

گذرانی است در سلطنت ما پس گفتند یعنی اظہار تشیع و محبت کردند و دشمنان ما را سقط کردند و کوتاہی کردند در اعمال ما یعنی متابعت نکردند ما را در کردار۔ پس بزودی برانگیزاند ایشان را خداوند بسوئے دوزخ الی آخرہ۔ کتاب لولو و مرجان فارسی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۵

جو اصلی شیعہ ہیں حضرت مرزا صاحب انکو بہت چاہتے تھے اب پوچھو گے کہ اصلی شیعہ کون ہوتے ہیں سنئے امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے جو خدا کا فرمانبردار اور مطیع ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے۔" عین الحیات اردو صفحہ ۳۶۶۔ تم اصلی شیعہ بنو پھر دیکھو ہم سب احمدی کسقدر آپ سے ہمدردی کرنے لگجائینگے پھر آپکو معلوم نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک دولت کے خزانے بلا دریغ اور بلا امتیاز ہر فرقہ و ملت کے سامنے کھولدئے خوش نصیب بہرہ اندوز ہوئے اور بدنصیب لوگوں نے انکار کر دیا بعض متامل و متردد رہ گئے لیکن نہ یہ دام و درم و اشرفی و روپیہ کی دولت جس سے خاصانِ خدا نے پیار کرنا ہمیشہ حرام سمجھا۔ اور جس نے اپنے دامن کو کبھی آلودہ و ملوث نہیں کیا۔ بلکہ وہ حکمت و معرفت و ایمان کی دولت جس کی تعریف خدا نے بھی فرمائی ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ جس کے ہوتے ہوئے دنیا کی دولت بعینہٖ گوشت مردار معلوم ہوتی ہے۔ پس اے شیعیان اثنا عشریہ آؤ۔ اور اس دولت عظمیٰ سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ۔

فی الحال اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ پھر کبھی لکھونگا۔ والسلام علی حق الجدید وعلی من اتبع الہدیٰ

خادم الخدام مسیح موعود و مہدی مسعود

ہیچمدان **خادم حسین** ؓ سابق شیعی حال احمدی بھیروی

اطلاع - اس رسالہ کی پانچسو مزید جلدیں حسب ارشاد حضرت خلیفہ ثانی ترقی اسلام قادیان نے چھپوائی ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ یہ رسالہ محصولڈاک بھیجکر مفت منگوالیں۔ اور نہایت احتیاط سے اپنے گرد و نواح قرب و جوار کے شیعہ حضرات میں مفت تقسیم کریں۔ شیعہ حضرات خود بھی درخواست کرکے اسے مفت لے سکتے ہیں والسلام

مینیجر

۳ ۲ ۱

ضرورت نبی - اسلام قدامت روح و مادہ

ضرورت نبی

معزز ناظرین تشحیذ یہ تین رسالے ہیں جنکا حجم علی الترتیب ۴۲ - ۹۲ - ۸۴ صفحے ہے ضرورت نبی میں منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ نے بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع پانے کے لئے ایک رہبر ایک نبی کی ضرورت ہے اور پھر شناخت نبی کے کچھ طریق بتائے ہیں یہ رسالہ غیر مذاہب میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ) اسکی قیمت بجائے ۲؍ کے ۱؍ کر دیگئی ہے۔

اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا یا بزور شمشیر اس سوال پر ایک زبردست تقریر ہے جو منشی برکت علی صاحب نے انجمن اسلامیہ شملہ میں کی - آپ نے اس میں عقلی و نقلی دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ دین اسلام کی ترقی محض قوت قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دلائل و براہین سے ہوئی نہ کہ شمشیر سے یہ مضمون بھی بہت مفید ہے اور بہت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھاپا گیا ہے اصل قیمت ۲؍ تھی - اب رعایتی ۱؍ رہے۔

قدامت روح و مادہ - اور اسی کے ساتھ کا مسئلہ تناسخ اس رسالہ میں حل کر دیا گیا ہے اور منشی برکت علی صاحب نے ان عقائد باطلہ کی تردید بذریعہ عقل و نقل کر دی ہے - یہ رسالہ بھی مختلف تقاریر کا مجموعہ ہے اور اسکی لکھوائی چھپوائی بہت دلآویز ہے اصلی قیمت ۵؍ اور رعایتی ۴؍ غرض تینوں رسالے ایک نادر مجموعہ ہیں اور صرف ۸؍ میں علاوہ محصولڈاک ملتے ہیں - دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کرو

مفرح یاقوتی انسانی جسم کی تمام کمزوریوں کو دور کرنیوالی تکان کو ایک آن کی آن میں رفع کرکے قوت مزید پیدا کرنے والی دل اور دماغ میں قوت اور چستی کا سرور پیدا کرنے والی کام کرتے کرتے تھک جانے والوں اور دماغی کام کی کثرت کے لیے عمدہ سے عمدہ مفرح قلوب دوا ہے

تریاق کافور ہیضہ - پیچش خونی - طاعون - تپ محرقہ - میریا فیور - منہ میں چھالے اور زخم وغیرہ کے واسطے سریع الاثر اکسیر التاثیر مجرب المجرب ہے قیمت شیشی کلاں عہ خورد ۱۲ر

مرہم عیسیٰ ڈبیہ کلاں عہ خورد ۱۲ر - دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب کرو

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۲۴

سوزاک مزمن ... مفصل حالات ... بیان ... قیمت ...

سوزاک پرانا

سوزاک پرانا ہو جانے سے پیشاب میں جلن نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی چینک پیدا ہو جاتی ہے پیشاب رک رک کر ہوتا ہے۔ اور مواد تھوڑا تھوڑا پیدا ہوتا رہتا ہے ایسی حالت میں پرانے سوزاک کی دوا استعمال کرنی چاہیئے اگر علاج نہ کیا جاوے تو زندگی وبال ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک پانچ آنہ

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپ کے دکھ درد کے لیے دوست ہیں

زخم کا مرہم ... طبع کے زخموں میں یہ فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مر جاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہو کر جلد بھر آتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک ... مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا بھی چاہیے ... دوا سے زخم دھونے کا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیا کی طرح بنی ہوتی ہے ایک ٹکیہ سے ایک پتل زخم دھونے کا پانی بنتا ہے مرہم کے ساتھ ٹکیا ملتی ہے قیمت ... محصول ...

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا ابن ہیر

یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے درد کو دور کرنے کیلئے ایک لاجواب دوا ہے موچ چوٹ گٹھیا کے سبب جوڑوں میں یا گانٹھوں میں درد ہو ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کولہا پنجر گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکی مالش سے فوراً ہی دور ہو جاتا ہے مسوڑھے کے درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ... محصول ...

دوائیاں ہیں ابرک کی ... ہندوستان میں ہر امیر و غریب کے گھروں میں استعمال کیجاتی ہیں

سر درد ... کی دوا ... درد ... ایسی دوا ملتی کہ استعمال کرتے ہی آرام ہو جاتا ہے اور یہ اسکو فوراً دور کر دیتی ہے ... ریاح کی وجہ سے درد ہو اور ٹیس چلتی ہو ... استعمال سے دور ... تکلیف ہو اسکے ... ٹکیوں کی ایک شیشی ... قیمت ۱۲ ... محصول ڈاک وغیرہ ۳ ۱۲

ڈاکٹر ایس کے برمن ... نمبر ... تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر ۷ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتّبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قوم کی ترقی ایک امام کی اطاعت پر منحصر ہے۔ ۱ - ۶

خبروں کی اشاعت کے متعلق اسلامی حکم۔ ۶ - ۹

نبی کس کو کہتے ہیں؟ ۹ - ۱۰

بعض افراد کے معنی صرف ایک فرد۔ ۱۱ - ۱۳

خواجہ صاحب کے شوروغل کی قدر۔ ۱۴ - ۱۵

} ایڈیٹر

آنحضرت صلعم کے بعد مسیح موعودؑ نبی اور قادیان کی فضیلت کا لاہور سے مقابلہ ۱۶ - ۲۵ } مولوی کرم داد دوالمیال

قیام رمضان ۲۶ - ۴۸ } اکمل

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے رعایتاً عہ غیر ممالک سے (۸/عہ)

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے قادیان سے شائع کیا

دفتر تشحیذ

مطبع نمبر [illegible]

عرضِ حال

الحمدللہ کہ تشحیذ الاذہان اپنے خریداروں سے شرمندہ نہیں۔ تین سال سے بالخصوص اپنے وقت مقررہ پر ضروری اور مفید مضامین کو لیئے ہوئے نکلتا ہے۔ بلکہ بجائے چالیس صفحے کے ۴۸ صفحہ دیئے جاتے ہیں۔ اور سال میں تین چار مرتبہ رسالہ کا حجم ۵۶-۶۴-۷۲ صفحے بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا کوئی زائد معاوضہ خریداران سے طلب نہیں کیا جاتا۔ اب اگر اس کے معاوضہ میں ہمارے احباب کا ہم سے یہ سلوک ہو۔ کہ وہ واجبی قیمت بھی روانہ نہ کریں۔ تو کسقدر افسوس کی بات ہے۔ حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی ہزار روپیہ بقایا خریداران کے ذمے ہے۔ حالانکہ وہ رسالے باقاعدہ وصول کرتے رہے ہیں۔ بلکہ بعض کے نام ابھی تک بدستور رسالہ جاتا ہے۔ بارہا خطوط لکھے جوابی کارڈ بھیجے۔ مگر اکثر دوستوں نے تو جواب تک ندیا۔ اور جنھوں نے ازراہِ کرم جواب دیا۔ ان میں کئی ایک ہیں جن کو اپنا وعدہ یاد ہی نہیں رہا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فنڈ کی حالت روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو تشحیذ دسمبر تک اپنی اشاعت کا خرچ نہیں نکال سکے گا۔ اور یہ علاوہ ہمارے ساتھ ناانصافی کے ان خریداروں کی حق تلفی کا موجب ہوگا۔ جو پیشگی قیمت سال حال کی ادا کر چکے ہیں پس میرے معزز بھائی توجہ فرمائیں۔ اپنے اپنے ذمگی بقایا ادا کریں۔ اور جو پیشگی چندہ دے چکے ہیں۔ وہ خوش معاملہ خریدار بہم پہنچانے میں ساعی ہوں جن کتابوں کا اشتہار اس رسالہ میں درج ہے۔ ان کی رعایتی قیمت سے ماہ رمضان میں فائدہ اٹھائیں۔

والسلام۔

مینیجر تشحیذ قادیان

۲۔ ہادم اصلاح خادم :۔ یہ ایک رسالہ مرزا زین العباد صاحب کورٹ انسپکٹر مالیرکوٹلہ نے میرے پاس بھجوایا ہے۔ اس میں منشی خادم حسین صاحب خادم کے ایک مضمون کا جواب ہے جس میں شیعہ کے تشبہ بالنصاریٰ کا ثبوت تھا۔ مرزا صاحب نے ان روایات کی بالعموم تصدیق کی ہے۔ جو منشی صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں درج کی تھیں۔ بلکہ چند مزید روایات سے ان کی تائید کی ہے۔ ظہور الملک مسلمی جیب احمدی مذہب کا مفصل ومکمل جواب ہے۔ ۳۵۲ صفحے حجم۔ صرف ۱۲؍ میں تشحیذ قادیان سے منگوائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء

قوم کی ترقی ایک امام کی اطاعت پر منحصر ہے

اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں اپنے صفات میں اپنے افعال میں یگانہ ہے۔ اس نے اپنے مسلم بندوں کے لئے پسند فرمایا کہ وہ اسکے حکم سے الگ ہو کر کسی حاکم کا حکم مانیں فرمایا ان الحکم الا للہ۔ مگر خدا کا حکم جاننے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور وہ نبی ہے۔ کیونکہ وہ جناب الٰہی میں کثرت مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہے۔ وہ اسکی مرضیات پر پورے طور سے اطلاع پاتا ہے۔ پھر اولی الامر ہے۔ جس کے سپرد مہمات امور کا انتظام ہو۔ اور اس کا اولین مصداق اس نبی کا خلیفہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہر حاکم اور کسی صیغہ کا افسر بھی شامل ہے گویا ایک مسلم کے لئے دستور العمل بتایا کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور اس کے احکام کا علم نبی کے ذریعہ حاصل کرے پھر خلیفہ کی اطاعت کرے۔ کہ جو نبی کے بعد ایسا فرد مکمل ہے جو ان کے کاموں کی تکمیل اور اشاعت کرنے والا اور جماعت کو حسب حالات زمانہ کلام اللہ اور کلام الرسول کے ماتحت چلانے والا اور انہیں ایک انتظام کے ماتحت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا [illegible]

وہ غیر مامور ہے اس لئے غلطی کرتا ہے اور جس میں غلطی کا احتمال ہو اسکے سپرد تمام انتظام نہیں ہونا چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی غلطی تو انبیاء کے اجتہاد میں بھی مسلم ہے۔ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ اللہ رب العلمین فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو تمہارے مقدمہ لاتے ہیں ممکن ہے کہ ایک شخص زبان کی چالاکی سے فتح پا جائے اور میں اسکے حق میں فیصلہ کردوں وہ یاد رکھے کہ جو کچھ اس نے زبان کی چالاکی سے حاصل کیا ہے وہ اسکے لئے آگ ہے۔ پھر اسی قسم کی کئی مثالیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں موجود ہیں کہ انبیاء سے بھی بعض اوقات اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ پس اگر اس بنا پر ایک شخص واحد کی اطاعت جائز نہیں تو پھر انبیاء کی اطاعت بھی جائز نہیں اور اسی غلطی کی بنا پر ایک فرقہ چکڑالوی پیدا ہوا ہے۔ جو نبی کی صرف اسی بات کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے جو وحی الٰہی سے ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ (ڈریں وہ جو اس رسول کے حکم کی مخالفت کریں) اصل بات یہ ہے کہ جس سلسلہ کی بنیاد خدا تعالےٰ اپنے ہاتھوں سے رکھتا ہے اسکی حفاظت بھی اپنے ذمہ لیتا ہے۔ وہ شخص جس کے ہاتھ میں امامت کی باگ ہے وہ تو ایک حجاب ہے اصل کام خدا کا ہے پس وہ اس منتظم کو ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے وہ قوم تباہ ہو باقی رہی یہ بات کہ ایک شخص ہے ممکن ہے شریر ہو جائے اور کسی کی حق تلفی کرے اور مال ضائع ہو۔ اس قسم کے تمام خدشات کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیدیا ہے یٰایّھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیر و احسن تاویلا۔ یعنے اگر تم میں اور خلفاء میں کوئی تنازع ہو تو اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لیجاؤ۔ اب اسکے یہ معنی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق اس امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کرو۔ کیونکہ دونوں فریق مسلم ہیں۔ آخر دونوں طرف سے قول اللہ قول الرسول سے ہی دلائل دئیے جاتے ہیں۔ پس فیصلہ کون کرے اگر کہو کہ ایک جیوری کرے تو وہ بھی چونکہ غیر مامور ہے اسکی عصمت از غلطی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ پس یہاں تو یہ فرمایا کہ تم اولی الامر یعنے خلیفہ کی اطاعت کرلو۔ اور اسکا فیصلہ مان لو۔ باقی اگر تمہاری حق تلفی ہوئی۔ تو اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لوٹا دو۔ وہ حکم کیا ہے؟ اسی قرآن مجید میں اسی آیت سے آگے ہی لکھا ہے ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یعنی آخرت کو اس کا اجر

ملجائیگا۔ اور تلافی ہو جائیگی اور جسے یوم الآخر پر ایمان اور اللہ پر ایمان ہے وہ اس حکم سے مطمئن ہے۔ پھر حدیث شریف میں آیا ہے کتاب الفتن مشکوٰۃ قال تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظھرك واخذ مالك فاسمع واطع (پس تو امیر کی اطاعت کر اگرچہ وہ تجھے سزا دے۔ اور تیرا مال چھین لے پس تو اسکی سُن اور اطاعت کر) دوسری حدیث ہے فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرك واخذ مالك فاطعه والا فمت (بہرحال خلیفہ کی اطاعت کرو ورنہ مر جا) یہ سب احکام بتاتے ہیں کہ جماعت کا یہی فرض ہے کہ جسے اللہ تعالےٰ اپنے نبی کے کاموں کی تکمیل و اشاعت کے لئے خلیفہ بنائے۔ مومن اسکی اطاعت کرے اور اس کی فرمانبرداری میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہونے پائے اور اسکا معاملہ خدا پر چھوڑ دے وہ خود اپنے سلسلہ کے قیام کے لئے بہت غیور ہے۔

اگر خلیفہ دیدہ دانستہ شرارت سے کام لیگا اور قوم کو اس راستہ پر چلائیگا جو ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہے تو اسے تباہ کر دیگا جب تک اکثر حصہ قوم میں نیک اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کا ہوگا۔ ان کا حاکم ان کا خلیفہ بالضرور نیک ہوگا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ ظالم متولی ظالموں کے لئے ہوتا ہے کذلك نولّی بعض الظلمین بعضا۔ پس جو گروہ کسی خلیفہ کو برا قرار دے اسے اپنی برائی کی فکر ہو جانی چاہئے۔ مسلمانوں میں تو نماز پنجگانہ میں غیر مامور امام کی اطاعت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسکی اطاعت اس طرح ہو کہ اگر کوئی اس سے سہو ہو جائے تو اس میں بھی مقتدی شریک ہوں۔ اور نہایت ادب سے اسے غلطی کی اطلاع دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ امام انکے انتباہ پر عمل بھی کرے۔ اس عملی مشق کو دیکھتے ہوئے پھر بھی یہ کہنا کہ غیر مامور کی اطاعت پیر پرستی ہے ایک حماقت ہے۔ پھر جس بنا پر اسکی اطاعت کو ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے وہ وجہ تو انجمن میں بھی پائی جاتی ہے اگر انجمن کی کثرت رائے پر قومی کاموں کا فیصلہ ضروری ہے اور شاورھم فی الامر سے یہی نکلتا ہے شاوروا ہونا چاہیئے تھا۔ پھر وشاورھم فی الامر کے آگے فاذا عزمت کی بجائے فاذا عزمتم ہوتا کیونکہ عزم کرنے والے اور منتظم بہت سے لوگ ہیں نہ کہ ایک۔ اس آیت نے تو یہ ثابت کیا ہے .... کہ ایک شخص مشورہ لینے والا ہو اور پھر وہ مشورہ کا پابند بھی نہیں۔ بلکہ عزم

بھی اسی ایک کا ہے .... یہی طریق بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے عالم ربانی مفسر حقانی حضرت علامہ نور الدین خلیفۃ مسیح قادیانی کو کامل اتفاق تھا اور میں بڑے یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ حامیان پیغام میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کا علم و فضل آپ کے علم و فضل کے برابر ہو۔ آپ فرماتے ہیں (دیکھو درس قرآن شریف کے نوٹ صفحہ ۲۵۴)

"امام ایک ہی ہونا چاہئے تاکہ وحدت قائم رہے اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو ایک کی اطاعت کو گمراہی اور مصیبت کا موجب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے۔ خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤید و منصور کرتا ہے خدا سے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے قوم تباہ ہو۔ شوریٰ اسلئے نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اسکی اتباع کرے بلکہ وزراء کی رائیں اسکی بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں کہ ان میں اپنی رائے کا حسن و قبیح دیکھ لے"

پس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت تھی اور ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسوقت تک ترقی کی جب تک ایک خلیفہ کے ماتحت میں تمام فرقہائے اسلامی رہے جمہوریت بہتر ہوتی تو ایران و ترکی کی یہ حالت نہ ہوتی۔ البتہ ہم یہ ضرور کہینگے کہ لا خلافۃ الا بالمشورۃ۔ خلیفہ کے لئے مشورہ ضروری ہے وہ ہر امر اہم کے لئے اس کام کے مناسب حال قابل آدمیوں سے مشورہ لے انکی آراء کے آئینہ میں اپنی رائے کا حسن و قبیح دیکھے پھر جو قوم کے لئے مناسب سمجھے اسپر توکل علی اللہ عمل کرائے چونکہ اللہ کی تائید و نصرت اسکے ساتھ ہے اسلئے وہ ایسی غلطی میں نہیں پڑیگا جس سے قوم تباہ ہو۔ ہاں جب اللہ تعالےٰ نے چاہیگا کہ یہ قوم تنزل پکڑے۔ اسوقت خلیفہ کے شریر اور گمراہ ہونے سے پہلے قوم کا اکثر حصہ شریر و گمراہ ہوگا ایسے حالات میں خواہ انجمن کے قواعد کیسے اعلیٰ ہوں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ دیکھتے نہیں غیر احمدیوں میں کتنے بڑے بڑے مقنن اور متکلم ہیں اور کسقدر ان کے پاس مال و دولت کا ذخیرہ ہے مگر باوجود اس کے اسلام کے تنزل کا کوئی علاج نہیں کرسکے نہ کرسکتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انکے اعمال پر نظر کرکے ایک نئی قوم کے سپرد اپنے دین کا کام کرچکا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ اب تمام دینی امور سرانجام

پائینگے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں جو خلیفہ کو برملا کہتے تھے ہم تجھے سیدھا کر دینگے اسکی معتبر تواریخ سے تحقیق کر کے دیکھ لو ایسے لوگوں کو ہمیشہ بے ادب سمجھا گیا ہے اور کوئی مشہور اور مستند شخص نہیں جس نے ایسا کہا ہو۔ اور پھر معترض نے ہمیشہ ندامت اٹھائی ہے اور اسکا اعتراض غلط نکلا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ کو اسکی غلطی پر ادب سے اطلاع دینے کے تو ہم بھی قائل ہیں ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ جماعت کے انتظام کا ذمہ وار ہمیشہ ایک شخص ہو۔ اور بس بغیر اسکے وحدت ممکن نہیں اور انجمنوں کے نظم ونسق چھوڑ دو۔ خود اس انجمن میں جس کی بنا خدا کے برگزیدہ رسول نے رکھی جو اختلال آیا۔ اسکی شکایت خود ہمارے حریفوں کو بھی ہے۔ ہمارے لئے تو یہی طریق اعلیٰ و افضل ہے جس پر مسیح موعود کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے جو اس سلسلہ کا حافظ و ناصر ہے ہمیں اپنے خاص تصرف سے چلایا۔ پس میں اپنے مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ اگر تم اشاعت و حفاظت اسلام کا کام مسیح موعود کے منشاء کے مطابق کرنا چاہتے ہو۔ تو الوصیۃ کے مطابق قدرت ثانی کے سلسلہ کو مان لو۔ اور ایک خلیفہ کی جو مرکز میں ہو اطاعت کرو اسکی بیعت میں داخل ہو۔ اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلم مگر مسیح موعود تو ایک خلیفہ تھا۔ اب خلافت در خلافت کا سلسلہ کیسے چلے وہ کان کھول کر سن لیں کہ مسیح موعود نبی ہے۔ اور نبی کی تعریف جو کلام اللہ و کلام الرسول سے نکلتی ہے۔ وہ آپ پر صادق آتی ہے۔ وہ نشانات جو انبیاء کے لئے بطور خاصہ کے ہیں۔ وہ آپ کے وجود باجود میں پائے جاتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد ایک نبی آنے والا تھا۔ جو آپکا مظہر اتم اور آپکی بعثت ثانیہ کا مصداق ہو۔ اور یہ کمال نبوت آپ ہی کے فیض اتباع سے پائے چنانچہ فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء و الصلحین وحسن اولئک رفیقا ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما ؕ کہ جو اللہ اور اسکے اس رسول کی اطاعت کرے۔ وہ اس منعم علیہم گروہ میں شامل ہے جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح کہلاتا ہے اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے اور اللہ ایسے لوگوں کا علیم بس ہے۔ اس سے تین امر ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ صرف خاتم النبیین کے فیض اتباع سے انسان نبی بن سکتا ہے۔ اگر ہر رسول کے اتباع سے نبی بن سکتا۔ تو

رسلہ ہوتا۔ الرسول لانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ صرف خاتم النّبیّین سے یہ امر خاص ہے۔ دوم یہ کہ امت محمدیہ میں ضرور ہے کہ ایک نہ ایک نبی بھی ہو۔ ورنہ اس آیت پر زد پڑے گی اور اگر یہ کہیں کہ مع النّبیّین فرمایا جس سے مراد ان کی معیت ہے نہ انکی جماعت میں شامل ہونا۔ تو پھر لازم آئیگا کہ صدیق بھی کوئی نہ ہو شہید بھی کوئی نہ ہو۔ صالح بھی کوئی نہ ہو۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے کفیٰ باللہ علیماً فرما کر بتا دیا کہ اللہ کے علم میں ایک نبی ہے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے لحاظ سے ہر نبی کا قائمقام اور زندہ شد ہر نبی بآدمنم کا قائل ہوگا کیونکہ اس میں جامع جمیع صفات انبیاء حضرت محمد رسول اللہ کے تمام کمالات اور فضائل ہونگے اور اس طرح وہ النّبیّین اور اذا الرسل اقّتت کی پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد اسلئے کہ وہ نبی ہے خلافت بھی قائم ہونی چاہئے۔ اور اس مسند خلافت پر متمکن ہونے والے کے وہی حقوق ہیں۔ اور اسکی وہی پوزیشن ہے جو اسلام میں خلیفہ کے لئے مقرر ہو یعنی یہ کہ وہ تمام جماعت کا منتظم اور واجب الاطاعت وجود ہوتا ہے۔ اور اسکے حکم سے انحراف شرعاً فسق کہلاتا ہے۔ جس کا مومن میں کوئی شائبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

خبروں کی اشاعت کیمتعلق اسلامی حکم

گورنمنٹ نے جنگ کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق احتیاط کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ایک تقریر میں فرمایا۔

"قانون تحفظ سلطنت ہند کے رو سے اخبار کا اڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر اور تقسیم کنندہ قابل مواخذہ ہوگا خواہ اس کے نزدیک اسکی نیت یا ارادہ کیسا ہی نیک یا اچھا کیوں نہ ہو۔ اور وہ کتنا ہی یہ عذر کیوں نہ پیش کرے کہ اس نے کسی انگریزی یا ملکی اخبار کا مضمون نقل کیا ہے۔ اگر ایڈیٹروں کو جنگ کی خبریں یا ملکی پالیسی کے متعلق مضامین چھاپنے میں تذبذب ہو۔ تو وہ ایسے افسروں سے مشورہ کر کے اپنے شکوک و شبہات رفع کر سکتے ہیں جنہیں گورنمنٹ نے اسی غرض سے مامور کر رکھا ہے اور جن سے بہت سے ایڈیٹر

فی الواقع مشورہ بھی کرتے ہیں۔"

یہ ارشاد ایک منصف اور عادل حاکم کی طرف سے ہے اور جو چیز انصاف اور عدل ہے وہ ایک صداقت ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسی صداقت نہیں۔ اور نہ آئندہ پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو کیونکہ وہ کامل و مکمل اور خاتم کتب سماویہ ہے۔ پس ضرور تھا کہ جس دین کے لئے اکملت لکم دینکم کی وحی نازل ہوئی۔ اس بارہ خاص میں بھی کوئی حکم پایا جائے سو الحمد للہ کہ ہمارا دعویٰ صرف زبانی نہیں بلکہ فی الواقعہ سورہ نساء پارہ پنجم میں جنگ ہی کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق مفصلہ ذیل ارشاد رب العباد ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

اور جب کوئی واقعہ امن یا خوف کا ہو۔ منافقین اسکو پھیلا دیتے ہیں اگر وہ اسے روحانی یا جسمانی حاکم کی طرف لوٹا دیتے یعنی اسکے حضور پیش کر دیتے۔ تو جو لوگ ان میں سے تحقیق کے اہل ہیں وہ اسکی اصلیت کو پا لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو۔ تو یقیناً تم شیطان کی اتباع کر لیتے مگر تھوڑے ہوتے جو ایسا نہ کرتے یعنی علی العموم ہر وقت اور جنگ کے موقعہ پر خصوصاً لوگوں کو چاہیئے کہ وہ کسی خبر کی اشاعت از خود نہ کیا کریں۔ خواہ وہ خبر امن کی ہو خواہ خوف کی کیونکہ ہو سکتا ہے ایک خبر بظاہر بالکل بے ضرر معلوم ہو مگر نتیجہ کے لحاظ سے قبل از وقت یا مضر ہو اور ممکن ہے کہ وہ خبر خوف کی بھی جا کر کسی ایسے پیرایہ میں بیان کیجائے جو اسوقت مناسب حال نہ ہو۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ وہ اس بارہ میں فیصلہ کر سکے پس ہر قسم کا واقعہ جو پیش آئے یا سنا جائے اور اسے اپنے حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ وہاں محکمہ سینسر سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا یہ خبر قابل اشاعت ہے یا نہیں اور پھر شائع ہو تو کن الفاظ میں اور کس طریق پر ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر سچی ہے تو شائع کرنے میں کیا حرج مگر انہیں قرآن مجید کے الفاظ کو دیکھنا چاہیئے کہ وہاں امر من الامن کو تو پہلے رکھا ہے اور خوف کو بعد میں۔ اس تقدیم میں یہ بتانا مقصود ہے کہ خوف کی خبر کی اشاعت سے تو ہر ایک شخص کچھ نہ کچھ ڈرتا ہے امن کی خبر سے بے پروائی ہو سکتی ہے لیکن چونکہ سیاسی مصالح کو ہر ایک دماغ نہیں سمجھ سکتا

اسلئے امن کی خبر کی اشاعت کی نہی کو پہلے رکھکر زیادہ تاکید فرمائی کہ کسی قسم کی خبر ہو جس کا اثر ملکی و قومی معاملات پر پڑتا ہو۔ اسکی اشاعت سوائے محکمہ سینسر کی اجازت کے نہیں چاہیئے۔ کیونکہ بعض باتیں ایک شخص اپنے معلومات کے لحاظ سے بالکل حق سمجھتا ہے لیکن جب انہیں اس کے متعلقہ واقعات کیساتھ ملاکر دیکھا جائے تو وہ کچھ اور ہی صورت رکھتی ہیں اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نیک نیتی کے ساتھ ایک فتح کی خبر شائع کر دیتا ہے لیکن اسکی اشاعت ایسے طریق سے کرتا ہے کہ اس سے فوج کی نقل و حرکت یا کسی مقام میں موجودگی یا ساز و سامان کا حال کھلجاتا ہے۔ اور اس فتح کے اعلان سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ پس بہتر طریق یہی ہے جو قرآن مجید نے فرمایا کہ تمام امور حاکم وقت کے پیش کر دیئے جائیں۔ اس کا ایک محکمہ ہوگا۔ جس میں ایسے ذی فہم اصحاب ہونگے جو ان خبروں کے متعلق بہتر فیصلہ کر سکینگے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا نام الذین یستنبطونہ رکھا ہے اسکے دو معنے ہیں (۱) اظہار کرنا (۲) بات سے بات نکالنا۔ پس مطلب یہ ہوا۔ کہ بات کا پھیلانا اور نہ پھیلانا حاکموں کا کام ہے وہ مناسب جانینگے تو پھیلائینگے نامناسب ہوگا تو نہ پھیلائیں گے یا یہ کہ جان لینگے اس خبر کی حقیقت کو وہ لوگ جو بات سے بات نکالتے ہیں ان میں سے اور خوب سمجھ رکھتے ہیں۔ یعنی وہ بات کی تحقیق خوب کر کے اسکی اصلیت کو پہنچ جاتے ہیں۔ خبروں کی اشاعت سے اس نظام میں بہت سے فائدے ہیں۔ اوّل تو کوئی جھوٹی افواہ نہیں اڑ سکتی کیونکہ ہر ایک خبر جو اڑائی جائے اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہونا چاہیئے کہ آیا سرکاری گزٹ میں چھپی ہے یا نہیں۔ یا محکمہ سنسر سے پاس ہو کر آئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو غیر معتبر ہے اگر چھپی ہے یا پاس ہو کر آئی ہے۔ تو اس کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں فوراً اصل مجرم کا پتہ لگجائیگا۔ اور وہیں اس خبر کی اشاعت رکجائیگی۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر کا مبدء بالکل درست ہوتا ہے۔ لیکن غیر ذمہ دار طور پر پھیلتے پھیلتے کچھ کا کچھ بنجاتی ہے۔ لیکن اگر اس حکم کی تعمیل ہو کہ ۔۔۔۔ خوف و امن کے متعلق جو پیش آئے وہ پہلے حاکم مجاز کے پیش کیا جائے تو پھر اس قسم کے تمام خدشات دور ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ حکیمانہ نظام سلطنت ہے جو ہمارے قرآن مجید نے پیش کیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر عمل کرایا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے افسران بالا دست اس طریق پر عمل پیرا ہیں۔ جو اسلام نے تیرہ سو برس پیشتر پیش کیا۔ اور یہی اسلام

کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے کہ جس قانون کو مہذب دنیا نے اتنے تجربوں کے بعد اختیار کیا۔ وہی قانون کئی سو برس گذرے۔ ایک ایسے مذہب کا دستور العمل ہے۔ جو ارض حجاز سے ظاہر ہؤا۔ اور جہان کے رہنے والوں کو مہذب و متمدّن دنیا اپنے میں سے نہیں سمجھتی تھی۔ اخیر میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جب یہ حکم ایک اسلامی اور قرآنی حکم ہے تو مسلمانوں اور اسلامی اخبارات کو تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھکر اس پر عمل کرنا چاہئیے۔ کیونکہ یہ نہ صرف موجودہ زمینی حکومت کا حکم ہے جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ بلکہ یہ آسمانی گورنمنٹ کا حکم ہے۔ جس کے حکم کی تعمیل ایک مومن پر فرض ہے اور مدار نجات۔

نبی کس کو کہتے ہیں؟

الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ سنہ ۱۸۹۹ء میں حضرت اقدس نے نبی کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

اور اس تعریف کو مدنظر رکھکر حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء تک اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے کیونکہ یہ تعریف آپ پر صادق نہ آتی تھی۔ لیکن آپ یہ ضرور بیان کرتے تھے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ و اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں۔ پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اس تعریف سے رجوع فرمالیا۔ جبکہ وحی الٰہی نے بارش کی طرح نازل ہو کر آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا۔ اور آپکو یقین دلایا کہ آپ فی الواقعہ اور فی الحقیقت بلحاظ نفس نبوت ویسے ہی نبی ہیں جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام تھے۔ تب آپ نے تحریر فرمایا۔

"خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا۔ اسلامی اصطلاح کے رُو سے نبی کہلاتا ہے" (دیکھو تقریر لاہور مطبوعہ حجۃ اللہ ٹریکٹ حکیم محمد حسین قریشی۔ منقولہ پیغام جون ۱۹۱۵ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کی تعریف کے بارے میں جو مذہب آپکا سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا۔

وہ ۱۹۰۱ء سے بعد نہیں رہا۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ بعض احکام شریعت کو منسوخ کرنا اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے وحی پانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے لازمی شرط نبوت سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء سے بعد آپ غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں مخلوق کو پہنچانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے نبوت کی تعریف سمجھتے تھے اور یہ زبردست ثبوت ہے اس مذہب کی تبدیلی کا جو تعریف نبوۃ کے بارے میں آپکا تھا جب تک پہلی تعریف آپ کے مدنظر رہی۔ آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور در اصل نبی ہونے سے نہیں۔ بلکہ براہ راست یا بعض احکام کو منسوخ کرنے والی وحی پانے سے انکار کیا جیسا کہ آپ نے ۱۹۰۱ء ایک غلطی کے ازالہ میں لکھدیا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔"

اور پھر جب دوسری تعریف وحی الٰہی سے صحیح اور اسکے مطابق پائی تو آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو نبی لکھا اور نبی کہلایا۔ اور نبوت کا مدعی ظاہر کیا چنانچہ آخری خط میں فرماتے ہیں۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں ......

...... میں اسپر قائم ہوں اسوقت تک کہ اس دنیا سے گزر جاؤں"

فتفکروا یا اولی الالباب۔ باقی نبوت کی تفصیل یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ۔ اظہار علی الغیب اور خدا سے نبی کا خطاب پانے کے آپ ابتداء دعوٰی سے یوم الوصال تک یکساں مدعی ہے اور خدا کی قسم آپ اپنے دعوے میں صادق تھے راستباز تھے دیا جربت علیہ الکذب

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود اصلی قیمت ۱۰ ر رعایتی ۸ ر سیح بیان نظم پنجابی اصلی قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر احسن القصص اصلی قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر در ثمین فارسی اصلی قیمت ۶ ر رعایتی ۴ ر در ثمین اردو اصلی ۳ ر رعایتی ۲ ر در ثمین مکمل ۸ ر مبادی الصرف اصلی قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر درس قرآن شریف کے نوٹ اصلی قیمت صہ رعایتی للعہ ابطال الوہیت مسیح ۱ ر تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۴ پ ۲۵ پ ۲۶ اصلی قیمت سے رعایتی عہ پ ۲۷ پ ۲۸ پ ۲۹ ۸ ر فیجلد تحفہ سالانہ جلسہ سنہ ۱۹۰۰ اصلی قیمت عہ رعایتی ۸ ر حقیقت نماز اصلی قیمت عہ رعایتی ۵ النصح ۲ ر رعایتی ۱ ر

بعض افراد کے معنی صرف ایک فرد

(از کلام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

منجملہ ان اختلافات کے جو ہمیں منکرانِ خلافت سے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں ۔ جیسے مسیح موعود نبی تھے ویسے ہی اور مجددین اور خلفاء اور اولیاء بھی تھے ۔

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اسکی کیا دلیل ہے؟ تو وہ الوصیۃ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں جو صفحہ ۱۳ پر درج ہے کہ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا ۔ ان کے نزدیک اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ جن معنوں میں مسیح موعود نبی تھے ۔ ان معنوں میں دوسرے مجددین بھی نبی تھے ۔ اس پر ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ پیش کرتے ہیں ۔ جہاں حضرت اقدس نے فرمایا ۔

"اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا ۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"

اس سے ظاہر ہے کہ نبی کا نام پانے کے لیے حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہیں ۔ اسکے جواب میں منکرانِ خلافت یہ کہتے ہیں ۔ کہ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ پیشگوئی میں صرف مسیح موعود کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ آیا ہے اور صرف انہی کو نبی کا خطاب دیا گیا ۔ باقی اس قسم کی نبوت تو دوسرے مجددین کو بھی ملی تھی ۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں ۔ حضرت مسیح موعود کی عبارت کو غور سے پڑھنا چاہیئے ۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱	الوصیۃ صفحہ ۱۳
اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا	بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا

ایک طرف فرماتے ہیں بعض افراد نے نبی ہونے کا خطاب پایا ۔ اور دوسری طرف ارشاد ہے کہ میں نے ہی نبی کا نام پایا ۔ دونوں عبارتوں کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی مراد بعض افراد سے

صرف اپنا وجود باجود ہے۔ ورنہ دونوں عبارتوں میں تناقض لازم آئیگا۔ جس کے رفع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ دیکھو ایک جگہ بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور دوسری جگہ اس خطاب کے لئے اور نبی نام پانے کے لئے صرف اپنے آپ کو مخصوص بتایا۔ اگر ایک مقام پر یہ فرماتے کہ اس طرح پر بعض افراد نے نبوت پائی۔ اور دوسرے مقام پر یہ ارشاد ہوتا۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ تب بھی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے کہ ایسی نبوت کا درجہ تو کئی افراد نے پایا۔ مگر نبی کا خطاب اور نبی کا نام صرف ایک نے پایا۔ لیکن یہاں یہ بات نہیں۔ پہلے بھی بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور بعد میں بھی نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ فرمایا۔ یہ خطاب پانا اور نام پانا ایک ہی فقرہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ "بعض افراد" لکھا ہے اور دوسری جگہ "میں"۔ کیا یہ اس بات کا زبردست ثبوت نہیں۔ کہ بعض افراد سے مراد صرف "میں" ہے۔ اگر بعض افراد سے مراد جمع ہے تو پھر الوصیۃ اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تو تطبیق کرکے دکھاؤ اور پھر یہ بھی مدنظر ہے کہ صرف کثیر حصہ وحی الٰہی کی وجہ سے اپنے آپکو مخصوص نہیں کیا۔ جس سے یہ مراد لیجا سکے۔ کہ آپ دوسرے مجددین سے زیادہ وحی پانے میں ممتاز ہیں۔ ورنہ ہی اگلے مجددین بھی ہیں اور آپ بھی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔

"دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"۔

یعنی نبی ہونے کے لئے جس درجہ کی کثرت وحی و کثرت امور غیبیہ کی شرط ہے وہ ان مجددین و اولیاء میں موجود نہیں تھی اسلئے بوجہ نہ پایا جانے اس شرط کے وہ تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں پس اب بھی جو اگلے مجددین کو نبی کہے وہ حضرت مسیح موعود کی تحریر کے خلاف کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ نبی بننے کے لئے جس حصہ کثیر وحی الٰہی کی شرط ہے وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ شرط تمام امت محمدیہ کے اولیاء میں سے صرف میرے وجود میں موجود ہے۔ پس باوجود اس کھلی کھلی تشریح کے پھر بھی اگلے مجددین کو نبی کہنا غلطی ہے کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ۔ اس نام کے مستحق نہیں۔ اور اگر دوسرے صلحا بھی جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے

تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ پس بعض افراد کے معنے خود حقیقۃ الوحی کی عبارت نے حل کر دیئے اور حضرت اقدس کی تشریح کے سامنے کسی کا حق نہیں کہ کوئی ایسی بات پیش کرے۔ جس سے دو کلاموں میں تناقض اور ایک بیاد تحدّی کلام کی تکذیب لازم آئے۔ دیکھو حضرت اقدس چیلنج فرما رہے ہیں کہ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پس جو کہتا ہے کہ اگلے مجددین بھی نبی تھے وہ دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ نبی نام پانے کے لیے جس قدر نعمت وحی الٰہی کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھی۔ اور یوں وہ حضرت اقدس کے کلام متذکرہ بالا کا منکر ہے اور بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پھر ہم حضرت مسیح موعود کے کلام کا محاورہ بھی یہی دیکھتے ہیں کہ وہ بعض افراد امت سے مراد اپنا وجود لیتے ہیں جیسا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۷ پر فرمایا۔

"یعنے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے" اور دو چار سطر آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے

(صفحہ ۳۳۸)

اب ایک طرف بعض افراد اس امت کے فرماتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے۔ کہ بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ اور یہ کہ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ یہ تشریح بعض افراد کے معنے کو حل کر رہی ہے۔ احباب جماعت احمدیہ اس نکتہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں پھر اس حربۂ کاری کے آگے باطل کبھی سر نہ اٹھا سکیگا۔ چونکہ صرف مکالمہ مخاطبہ کثرت سے افراد سے ہوا ہے اسلئے الوصیۃ میں صفحہ ۱۳ سے پہلے جمع کا صیغہ ہے اور افراد کے لحاظ سے بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ پھر اسکی تعیین بھی کر دی۔

ظہور المہدی بیان احمدی مذہب کا مفصل و مدلل ۔ ۔ رعایتی قیمت عہ

خواجہ صاحب کے مشورونکی قدر
مسیح موعود کے دربار میں

خواجہ صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود مجھ سے نازک سے نازک موقعہ پر مشورہ طلب کرتے اور میری رائوں پر عمل کرتے۔ ہمیں تمام باتوں کا تو علم نہیں۔ البتہ ایک مشورہ کا ذکر حضور نے اپنی کتاب میں فرمایا وہ درج ذیل ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مشوروں کی دربار رسالت میں کیا قدر تھی؟

خواجہ صاحب	حضرت مسیح موعود
(۱) قال لو اشعتہا لا تامن من مقت الحکام۔ اگر آپ اس وحی کو شائع کرینگے تو آپ حکام کی ناراضگی سے امن میں نہیں رہینگے۔	(۱) انی اری الصواب فی تعظیم الالہام لاریب میں صواب اور بہتری الہام الہی کی عظمت ظاہر کرنے میں دیکھتا ہوں۔
(۲) ولا سبیل الی الخلاص اور پھر خلاصی پانے کی کوئی صورت نہیں	(۲) ندعوا ربنا الذی ہو منبت الفضل ہم اپنے رب سے دعا کرینگے جو تمام فضلوں کا منبت ہے
(۳) ولات حین مناص اور نہ ہی پناہ اور گریز کی کوئی جگہ	(۳) وان لم یستجب فنرضی بالعیش الرسول اور اگر اسنے دعا قبول نہ کی تو اسکے لئے رذیلانہ زندگی پر ہی خوش ہیں۔
(۴) وتلزمک المصائب ملازمۃ الغریم اور اس سعد اللہ کی وجہ سے حکام وقت کی طرف سے آپکو وہ مصائب چمٹینگے جیسے کہ کسی قرضدار کو قرضخواہ کی وجہ سے	(۴) واللہ لا یسلط علی ہٰذ الشریر خدا کی قسم خدا اس ... کو مجھ پر مسلط نہیں کریگا۔

(۵) والمآل معلوم بعد التعب العظیم

اور مآل اور انجام اس امر کا جیسا کہ سخت صدمہ کی اور بہت بڑی تکلیف کے بعد ہوگا وہ بھی معلوم ہے

(۶) ولیس للحکومۃ تارك المجرمین

اور گورنمنٹ ایسے مجرموں کو کبھی چھوڑنے والی نہیں۔

(۷) ویجرّك القانون الی الآثام

اور گورنمنٹ کا قانون آپ کو اس جرم کی سزا کی طرف ضرور کھینچیگا

(۸) فالخیر فی اخفاء ھذا الوحی۔

پس ساری خیر اسی بات میں ہے کہ اس وحی کو ظاہر نہ کیا جائے اور پوشیدہ رکھا جائے

(۵) وینزل علیہ آفۃ وینجی عبدہ المستجیر۔ یہانتک نوبت ہی نہ پہنچیگی بلکہ خدا تعالیٰ اسپر آفت نازل کریگا اور اپنی بندہ کو اسکے شر سے نجات دیگا۔

(۶) ماکان لاحد ان یضر من دون باریٔ الانام۔ خدا کے سوا کچھ بھی کسی کے اختیار میں نہیں کہ کسی کو ضرر دے سکے۔

(۷) لا ابالی بعدہ تھدید الحکام

جب خدا پر میرا یہ ایمان ہے تو اسکے بعد خدا کی راہ میں میں حکام کی تہدید کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا

(۸) ان الاخفاء معصیۃ عندی و من سیر اللئام۔ خدا کی وحی اور الہام کو لوگوں کے ڈر سے چھپانا اور ظاہر نہ کرنا میرے نزدیک معصیت اور لئیم لوگوں کی خصلت ہے۔

ردّ چکڑالوی اصلی قیمت ۵ رعایتی ۲٫ ادعیۃ الاحادیث ار ۳ صادقوں کی روشنی اصلی قیمت ۴ رعایتی ۳ البرق ۲ رعایتی ا طبیب روحانی ا رعایتی
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اصلی قیمت ا رعایتی ۰ القاء ربّانی اصلی قیمت ۸ رعایتی ۶
البلاغ المبین اصلی قیمت ا رعایتی ۹ خصوصیات مسیح موعود اصلی قیمت ا رعایتی
ادعیۃ القرآن اصلی قیمت ۲ رعایتی ا تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء اصلی قیمت ۳ رعایتی ۲
تشحیذ جون ۱۹۱۳ء اصلی قیمت ۶ رعایتی ۵ تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء اصلی قیمت ۸ رعایتی
نعمۃ الجمل حصہ دوم اصلی قیمت ۲٫ رعایتی ۲ نشان رحمت ا رعایتی ۹ تشحیذ اگست ۹۱۳ء
۳ رعایتی ۲ بیپسر موعود اصلی قیمت ا رعایتی ۰ اربعین ۴ رعایتی ۲ نمازمترجم
غلامی اصلی قیمت ۵ رعایتی ۳ عصمت الانبیا اصلی قیمت ۱۰ رعایتی ۷

آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں مگر مسیح موعود

خطبہ الہامیہ کا ضمیمہ صفحہ ب غور سے پڑھو حضرت اقدس فرماتے ہیں وقد ختمت النبوۃ علی نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلّم فلا نبی بعدہ الا الذی نوّر بنورہ وجعل وارثہ من حضرۃ الکبریاء۔ اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلّہ فتبارک من علم و تعلم فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ہو یوم السادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ہو خاتم نوع الانسان ۰۰۰۰ والیہ اشار سبحانہ فی قولہ و اٰخرین منہم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الیٰ یوم الجمعۃ الحقیقیۃ واراد من ہٰذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم من حیث المضاہات التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ وانہ ہو عیسی الموعود لہٰذہ الامۃ وعداً من اللہ ذی العزّۃ فی سورۃ التحریم والنور والفاتحۃ قول الحق الذی فیہ یمترون ما کان لنبی ان یاتی بعد خاتم الانبیاء الا الذی جعل وارثہ من مّنّہ واعطی من اسمہ وھویتہ ویعلمہ العالمون فذٰلک مسیحکم الذی تنظرون الیہ ولا تعرفونہ والی السماء اعینکم ترفعون۔

جو شخص اپنے آپکو احمدی سمجھتا ہے وہ اس تحریر کو پڑھکر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا فیصلہ کرلے اگر اسمیں کچھ بھی خدا کا خوف اور تقویٰ ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ ہرگز اس عقیدہ کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ان معنوں میں نبی و رسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں" پسند نہ کریگا کیونکہ یہ عقیدہ سراسر حضور مغفور کے دعوے کے برخلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلعم کے بعد تمام امت محمدیہ سے میں ہی وہ شخص ہوں۔ جو نبوت کا انعام لیکر آیا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ نبوت

کے آپ وارث نہیں ہو سکتے۔ دوسرے مجددوں کی طرح لغوی نبی ہیں پس کوئی احمدی جو حضرت اقدس کے دعوے کو ماننے والا ہے اس عقیدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔

فسخ العہد کا نشان اور حضرت مسیح موعود کے نافرمان

جو لوگ حضرت اقدس کو مسیح موعود مان کر پھر آپ کے شان اور رتبہ کو اس طرح کہکر کہ آپ نبوت میں فلاں مجدد کے مانند ہیں گھٹاتے ہیں یعنے جیسے پہلے مجدد لغوی نبی تھے ایسے ہی آپ ہی ہیں۔ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ وہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸ کی اس عبارت کو پڑھیں۔

فانا ذلك النور والمجدد المامور والعبد المنصور والمهدی المعهود والمسیح الموعود وانی نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس وان سری اخفی وانئ من اکثر اهل الله فضلاً عن عامة الاناس وان مقامی ابعد من ایدی الغواصین وصعودی من قیاس القائسین وان قدمی هذه اسرع من القلاص فی مسالك رب الناس فلا تقیسونی باحد ولا احداً بی ولا تهلکوا انفسکم بالریب والعماس وانی لب لا قشر معه وروح لا جسد معه وشمس لا یحجبها دخان الشماس واطلبوا مثلی ولن تجدوه وان تطلبوا بالنبراس ولا فخر ولکن تحدیث لنعم الله الذی هو غارس لهذ الغراس وانی غسلت بماء النور وطهرت بعین القدس من الاوساخ والادناس وسمانی ربی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امرکم الی الابلاس ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان ومن کذب هذ البیان فقد مان واغضب الرحمن فویل للذی شك وفسخ العهد وغلّ ولوث بطائف من الجن الجنان۔

حضرت کے فرمان فلا تقیسونی باحد کے نافرمانو! آج فسخ العہد کے نشان کو تم نے اپنے ہاتھ سے پورا کر دیا اسلئے اغضب الرحمن کا خوف کرو حضور اقدس تو فرماتے ہیں ان الختمیة الحقیقیة کانت مقدرة فی الالف السادس۔ اور تم کہتے ہو نبوت الف خامس میں ختم ہو گئی۔ حالانکہ جس شخص کا ایسا عقیدہ ہو۔ اب اس کو حق کا منکر اور ظالم قرار دیتے ہیں وکیف یتحقق مفهوم لفظ منهم من غیر ان یکون الرسول موجوداً فی الاخرین کما کان

فی الاولین فلابد من تسلیم ما ذکرناہ ولا مفر للمنکرین ومن انکر من ان بعث النبی علیہ السلام یتعلق بالالف السادس کتعلقہ بالالف الخامس فقد انکر الحق ونص الفرقان وصار من الظلمین صفحہ ۱۸۱ حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنیوالو! کہانتک تم حق کو چھپاؤ گے۔ تمہارے اعتراضات کے دھوئیں آپکی نبوت کے سورج کو چھپا نہیں سکتے سنو! حضور مغفور اپنی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ وانزل اللّٰہ علیّ فیض ھذا الرسول فاتمہ واکملہ وجذب الیّ لطفہ وجودہ حتی صار وجودی وجودہ فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین وھذا ھو معنی واٰخرین منھم کما لا یخفی علی المتدبرین ومن فرّق[۱] بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رای پس تمنے مسیح موعود کو دیکھا نہیں اور نہ اسکو شناخت کیا ورنہ اس صاف اور صریح دعوٰی کا انکار نہ کرتے وان ھذا الزمان موطاء قدمہ علیہ السلام من الحضرۃ الاحدیۃ کما یفہم من اٰیۃ واٰخرین منھم واٰیات اخری من الصحف المطہرۃ ففکر ان کنت من العاقلین واعلم ان نبینا صلے اللہ علیہ وسلم کما بعث فی الالف الخامس کذلک بعث فی اٰخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود وذلک ثابت بنص القراٰن فلا سبیل الی الجحود ولا ینکرہ الا الذی کان من العمین ‘‘ اے تعصب کے اندھو! یہ چودھویں کا چاند تمکو نظر نہیں آتا جو لوگوں سے جھگڑتے ہو کہ یہ بھی ایک ستارہ ہے بل الحق ان روحانیۃ علیہ السلام کان فی اٰخر الالف السادس اعنی فی ھذہ الایام اشد واقوی واکمل من تلک الاعوام کالبدر التام ط ۱۸۱ دیکھو آپ تو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت اب اُن دنوں کی نسبت اقوی اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے لاہور کو مدینۃ المسیح سمجھنے والو! کیا اطاعت اور فرمانبرداری اسی کا نام ہے کہ وہ مسجد اقصٰے جسکی نسبت حضور کا ارشاد ہے ولا شک ان مسجد المسیح الموعود ھو اقصی المساجد من حیث الزمان من المسجد الحرام وتدلّٰی مدارہ من کل جانب برکۃ ونوراً کالبدر التام صفحہ ۱۹۷

---

[۱] جس شخص نے لکھا تھا۔ کہ فرق کے معنے خلافت کے قائل نہیں ہیں سمجھے وہ صار وجودی وجودہ پر غور کرے کہ یہی مراد ہے یا نہیں؟

آج بقول تمہارے وہ ایک پوپ کی گدی ہے لفظ المسجد الحرام اور المسجد الاقصیٰ میں کیا ہی لطیف اشارہ تھا کہ عصم اللّٰہ نبیّہ ودینہ وبیتہ من صول الصائلین وہ تو دشمنوں کے حملہ سے محفوظ ہے اور المسجد الاقصیٰ الذی یبلغ فیہ نور الدین الی اقصی المقام کالبدر التام اسکی حفاظت کا یہ حال کہ جہلاء اور اشقیاء کا وہ مرکز ہو۔ خدا کے واسطے کچھ تو غور کرو آخر مزا ہی حضرت اقدس تم اپنی صداقت کا مخالفوں کے سامنے یہ ثبوت پیش کریں کہ میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونے کی خبر دیگئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اسکا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود" دیکھو ترجمہ تریاق القلوب ضمیمہ ۴ جس میں یہ اشارہ ہے کہ اے میرے دشمنو تم جو مجھے بے نام ونشان دیکھنے کے خواہشمند ہو۔ سو یاد رکھو کہ تمہاری یہ آرزو کبھی پوری نہ آئیگی۔ ایک وقت آئیگا کہ **میرے بعد اس مسجد میں محمود امام جماعت ہوگا**۔ یہ کشف حضور کا محمود کو خلیفہ برحق ماننے ہی سے آپ کے لئے بشارت ہوسکتا ہے تمہارے اعتقاد کے مطابق تو معاملہ برعکس ہے ایسا ہی تریاق القلوب صفحہ ۴۲ میں ہے" الہام یہ بتلاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور ایک کو انمیں سے ایک مرد خدا مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے" صفحہ ۶۵۔ سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اسمیں سے وہ شخص پیدا کریگا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اسلئے اسنے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے" صفحہ ۷۰ سو اس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اسکے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے **پاک** اولاد دیجائے گی جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا" اشتہار تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰۔ اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی بنیاد کے مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا" پھر اس ابراہیم کی پاک اولاد پر حملہ کرنا اور اسکو پوپ سے تشبیہ دینا کیا یہ متقیوں کا کام ہے مریم کی اولاد پر ایک قوم نے حملہ کرکے کیا عزت پائی جو تم پاؤگے۔ خدا ترس دل کے ساتھ ان وعدوں کو پڑھو۔ جو اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کو اپنی اولاد بلکہ در ودیوار کے متعلق بار بار دئیے۔ اگر تم مریم کی اولاد کو پاک سمجھتے ہو۔ اور ابراہیم کی آل اولاد

تمہارے نزدیک بزرگ ہے تو پھر اس مریم اور اس ابراہیم کے ان لخت جگروں کے ستانے کے لئے کیوں رات دن کمربستہ ہو تمہارے اعتقاد کے موافق تو حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے جا بجا بڑے زور کے ساتھ اپنے مخالفوں کے آگے یہ دعویٰ پیش کیا۔ کہ میری اولاد جو میری اس نئی بیوی سے ہوگی وہ پاک ہوگی۔ اور ایک لڑکا ان چار میں سے مسیح صفت ہوگا۔ اور جن نوروں کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی وہ نور انکے ہاتھ سے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلینگے اور قادیان کی نسبت فرمایا "کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جاویگی" (دیکھو اشتہار منارۃ المسیح ف) اور اسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا یعنے خدا کا مسیح ظاہر ہو جاویگا۔ اور اسجگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش ماریگا اور وہ قادیان ہے جو خدا کی نظر میں دارالامان ہے (نزول المسیح ص۲۶) اب تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ وعدے اس طرح پورے ہوئے کہ جس بیوی سے حمایت اسلام کی بنیاد قائم ہونی تھی۔ اس سے بجائے مسیح صفت کے پوپ صفت ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ قادیان جس سے زندگی کی روح پھونکی جانی تھی۔ وہ آج ایک بقال کی دکان بن گئی۔ اور اسلام کی حمایت کے بجائے وہاں احمدیوں کی جیبیں کترنے والے خود مسیح کے گھر میں لٹیرے پیدا ہو گئے۔ حق کے دشمنو! صداقت سلسلہ کی یہی دلیلیں ہیں جو تم پیش کرتے ہو؟

سنو! حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کتاب سے قادیان میں جیتا پانی نکلنے کی پیشگوئی نقل فرمائی اسی کتاب میں اس یروشلم کی نسبت یہ پیشگوئی بھی موجود ہے "........

....

اور میں داؤد کے گھرانے پر اور یروشلم کے باشندوں پر **فضل** اور مناجات کی روح برساؤنگا" دیکھو ذکریا باب ۱۲۔

حضرت فضل عمر کو طفل مکتب کہنے والو تم جو اس یروشلم پر چڑھائی کر رہے ہو کہ وہاں کم عمر کا بچہ ہے ہم سر غالب آجائینگے سو یاد رکھو جب وہ مہدی اور مسیح اس یروشلم میں آگیا تو پھر یہاں کوئی بچہ نہ پاؤ گے جو کم عمر ہو" اور میں یروشلم سے خوش ہونگا اور اپنے لوگوں سے مسرور۔ اسی میں رونے کی صدا کبھی پھر سنی نہ جائے گی اور نہ نالہ کرنے کی آواز سو آگے کو وہاں ایسا کوئی لڑکا نہ ہوگا

Digitized by Khilafat Library

جو کم عمر ہے" دیکھو یسعیاہ باب ۶۵/۱۹ -

بچے کا اعتراض تمہاری طرف سے ہونا تھا اسلئے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی جواب دیدیا۔ تاکہ جب یہ پیشگوئی پوری ہو تو دنیا میں ثابت ہو جائے کہ قادیان ہی یروشلم ہے جسکے در و دیوار پر خدا تعالےٰ نے نگہبان بٹھلائے ہیں جنھوں نے اجنبی زادوں کو نکالدیا اور خدا کے برگزیدہ بندے یہاں اپنے گھر بنارہے ہیں۔ "اے یروشلم میں نے تیری دیواروں پر نگہبان بٹھلائے ہیں۔ ۔ ۔ آگے کو تیرا غلّہ تیرے دشمنوں کو نہ دونگا کہ کھائیں اور اجنبی زادے تیری مے جس کے لئے تو نے محنت کھینچی آگے کو نہ پئینگے بلکہ وہی جنھوں نے فصل کی ہے اس میں سے کھائینگے اور خداوند کی مدح کرینگے" (یسعیاہ باب ۶۲) وہ گھر بنا دینگے اور ان میں بسینگے وہ تاکستان لگائینگے اور انکے میوے کھائینگے اور ایسا نہ ہوگا کہ وہ بناویں دوسرا بسے ۔ ۔ ۔ اور میرے برگزیدے اپنے ہاتھوں کے کام سے خود فائدہ اٹھائینگے کیونکہ وہ اپنی اولاد سمیت خداوند کے مبارکوں کی نسل ٹھہریں گے اور ایسا ہوگا کہ پیشتر اسکے کہ وہ پکاریں میں جواب دونگا اور وہ ہنوز کہہ نہ چکینگے کہ میں سن لونگا (فیعطون ما سألوا۔ ابن ماجہ) بھیڑیا اور بھیڑ ایک ساتھ چرینگے اور شیر ببر بیل کے مانند گھاس کھائیگا (حتی ترعی الاسود مع الابل والنمر مع البقر والذئاب مع الغنم) ایضاً باب ۶۵/۲۱ "دیکھو خداوند زمین کو انڈیل کے خالی کرتا ہے اور اوپر کے تلے کرتا ہے ۔ ۔ ۔ سرزمین بالکل خالی کیجائے گی (والقت ما فیہا وتخلت) سرزمین کے عالی قدر لوگ ناتواں ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرزمین انکے نیچے جو اسپر بستے ہیں نجس ہوئی کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانون کو بدلا۔ عہد ابدی کو توڑا۔ ۔ ۔ سرزمین شدت سے ہلائی گئی ۔ ۔ ۔ کیونکہ اسکے گناہ کا بوجھ اسپر بھاری ہوا ۔ ۔ ۔ اور اسدن میں ایسا ہوگا کہ خداوند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سزا دیگا (اذا نزلت الخلافة الارض المقدسة فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام) اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ (ان لمهدینا آیتین) یسعیاہ باب ۲۴ ۔ اور اسوقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھیگا اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا جو امت کی ابتدا سے لیکے اسوقت تک کبھی نہ ہوا تھا اور اسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا۔ رہائی پادیگا۔ دانی ایل باب ۱۲/۱" اور دانیئل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے

(اشتہار تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶) بلکہ ہر ایک جس کا نام یروشلم کے زندوں میں لکھا ہوگا مقدس کہلائیگا۔ یسعیاہ باب ۴
یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ۔ ومعہ صحیفۃ مختومۃ فیھا عدۃ اصحابہ الخ۔ ام حسبتم ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا (یہ الہام دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۱) قادیان کی مقدس گروہ مراد ہے کیونکہ یہاں ہی وہ کہف (پناہ) ہے۔ جو شیطانی فتنوں سے بچاتی ہے اور صحیفہ میں لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اور قادیان کا نام حضرت اقدس نے کشف میں نصف قرآن (باعتبار حروف) کے دائیں طرف دیکھا (دیکھو ازالہ صفحہ ۷۹) حجج الکرامہ صفحہ ۳۷۹ میں ہے۔" ابن مردویہ از ابن عباس آوردہ مرفوعاً کہ اصحاب کہف اعوان مہدی شوند۔
پس دنیا کے مُردوں نے اس یروشلم قادیان کے زندوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے اور اصحاب الکھف والرقیم کو اپنے دشمن سے کیا خوف ہے مسیح موعود کے بہادر مرید جو دور دور سے آکر اس روحانی گروہ میں بھرتی ہوئے دنیا دیکھے گی کہ لشکرِ پیغام کو کسطرح شکست دیتے ہیں"۔ اور "انہیں زمین کی انتہا سے سیٹی بجا کے بلاتا ہے اور دیکھ وہ دوڑ کے جلد آتے ہیں۔۔۔ وہ نہیں اونگھتے اور نہیں سوتے۔ ان کا کمر بند کھلتا نہیں ہے۔۔۔ ہاں وہ جوان شیروں کے مانند گرجتے ہیں"۔ "ونزد نماز عشا باوے (یعنی مہدی) رائت رسول خدا صلعم ظاہر شود وہم قمیص و سیف او صلعم۔۔۔ وایں رفقاء او رھبان لیل و شیران نہار باشند و جیش صاحب مدینہ بر سر ایشاں رسیدہ مقابلہ کند روئے ایشاں ہزیمت دادہ تعاقب کناں مدینہ رساند۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۰۷"
لاہور کو مدینہ کہنے والو! تم جو اپنا جیش لیکر اس مہدی کے شان پر حملہ کرنے آئے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں ظاہر ہوا۔ اور جس کے ہاتھ میں آپکی دلائل ایمان کی سیف ہے۔ اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مار یگا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ یسعیاہ ولایحل الکافر ان یجد ریحہ نفسہ الامات۔ کیا تم نے پڑھا نہیں تہا کہ رہبان لیل اور شیران نہار سے جیش صاحب مدینہ کا مقابلہ کر کے شکست کھائیگا۔ اگر لاہوری پیغام بلڈنگس ہی مدینۃ المسیح تہا تو پھر شکست کے کیا معنے؟ لاہور کو مدینہ بنا کر تم نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ تمہارے اس مقابلہ کی ایک اور روائت میں بھی پیشگوئی ہے اسکا انجام پڑھ لو۔" نعیم بن حماد از زہری روایت کردہ کہ بمیرد مہدی بموت خود و مردم بعد از شے در فتنہ افتند (یعنے خلافت کے مسئلہ میں) و بیا لاید

یعنی

بسوئے ایشان مرے از بنی مخزوم (یعنے مقام مہدی میں باہر سے آیا ہوا شخص) و بیعت کردہ شود او را (یعنے کچھ لوگ اسکے ہمخیال ہو جائینگے) و مکث کنند زمانے (یعنی کچھ مدت اسی طرح گذار دیگا) لپس ندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس و جن مگر بیعت کنند فلاں را و برنگردید بر پاشنہ ہائے خود بعد ہجرت (یعنے ایک وقت ایسا آئیگا کہ وہ شخص اس فتنہ کا اعلان کردیگا جس سے بعض مہاجر مقام ہجرت کو چھوڑنا چاہینگے) پس نظر کنند و نشناسند آنمرد را (یعنے اس خلیفہ کو) باز ندا کند سہ بار (سبز اشتہار صفحہ ۷، ۱۷ و ۲۱ میں اس خلیفہ کے نام کی ندا موجود ہے) لپس بیعت کردہ شود منصور و برود بسوے مخزومی (یعنے وہ فتنہ اٹھانے والا بمعہ اپنے ساتھیوں کے کہیں باہر چلا جاویگا۔ اور خلیفہ منصور کو اسکی طرف توجہ کرنی پڑیگی) و نصرت دہد خدا او را بروئے تو .... **یعنی اسکے فتنے کو اپنی دعاؤں سے دور کردیگا** (دیکھو حجج الکرامہ ۲۴۲)

جن لوگونکا کافر اور یہودی ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے انکا حمایتی بنکر ایسی شخص کی نبوت کا انکار کرنا جس کو خدا اور رسول نبی کہے اور وہ خود بھی نبی ہونیکا مدعی ہو۔ اور روایات سے بھی ثابت ہے کہ لوگ اسکو رسولخدا کہینگے "فرود آید عیسےٰ بن مریم .... گویند اے رسولخدا ... پس یہودی عظیم طویل اکول شروب اکبر بمنیخز دست او .... ۲۱۴" اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۱ میں ہے ومن قال بسلب نبوتہ[1] کفر حقا کما صرح بہ السیوطی۔ غرض قادیان ہی وہ شام ہے جہاں عیسےٰ نبی اللہ کے ہاتھ سے شیطان نے قتل ہونا تھا۔ ثم تصرف الملٰئکۃ وجھہ قبل الشام وھنالک یھلک (مسلم) اور قادیان ہی میں وہ ابدال شام ہیں۔ جو مسیح موعود کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں (یدعون لک ابدال الشام) اسی شام سے بعض بدقسمتوں نے نکالا جانا تھا (قائم نشود ساعت تا آنکہ برگردند شرار شام بسوئے عراق و خیار عراق بسوئے شام رواہ ابن ابی شیبۃ عن ابو امامہ صفحہ ۲۹۴) اسی شام کی نسبت آپکی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو اکٹھا کرنے والی ایک آگ ظاہر ہوگی صحابہ نے عرض کی فما تامرنا قال علیکم بالشام یعنی تم فتن کی آگ سے بچنے کے لئے قادیان میں پناہ لو۔ قادیان ہی مقام ابراہیم ہے اور اسکی طرف ہجرت کرنا پہلی ہجرت کی طرح ہے۔ جس سے آپ کی بعثت ثانی کا پتہ لگتا ہے احمد و ابو داؤد و حاکم و ابو نعیم از ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کردہ اند۔ ستکون ھجرۃ

[1] جس نے کہا آنے والا مسیح نبی نہیں کافر ہے (امام سیوطی رح)

بعد ہجرۃ فخیار الارض الزمھم مھاجر ابراھیم ویبقی فی الارض شرار ھا . . . تحشرھم النار مع القرادۃ والخناز یر۔ دیکھو اس ابراہیم یعنے مسیح موعود کے مقام کی طرف نہ جلنے کی جب یہ سزا ہے تو جو لوگ ان مہاجرین پر حملہ کرتے ہیں۔ انکا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔ اس مقام سے سبت کے دن بھلنے والو! حضرت اقدس کے اس الہام کو بھی پڑھ لو۔ الذین اعتدوا منکم فی السبت (دیکھو البشریٰ جلد دوم ص۱۲۹) اگر تمنے مسیح موعود کا انکار کرکے جماعت کو پراگندہ کرنا نہیں چاہا تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود کے اعتقاد کے ساتھ تمہاری صلح ہے۔ جس کے نابود کرنے کو مسیح موعود نازل ہوا۔ حج الکرامہ صفحہ ۴۰۶ میں ہے۔ در حدیث ابن مسعود آمد نزد نعیم وحاکم کہ چوں دجال بگوید انا رب العٰلمین . . . او را الیاس بگوید کذبت والیسع بگوید الیاس راست گفتہ“ یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم کو الان کما کان زندہ سمجھکر دوبارہ زمین پر اتارنا اسکے ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے جس کو اسی طرح پیش کیا جاتا ہے جس طرح یہود الیاس کے دوبارہ آنیکے منتظر اور مدعی ہیں۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا خیال ہے اسلئے حدیث میں ایسے گروہ کو یہود کہا گیا۔ اور الیاس کا کذبت کہنا یہ کہ او جھوٹے دیکھ میں بقول ابن آدم دنیا میں کیونکر آیا۔ ایساہی ابن مریم کا آنا بھی ہے یعنے وہ مرگیا اور اسکی جگہ جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ جس کے ہاتھ سے تو اور اس اعتقاد میں تیرے دوسرے ہمخیال سب ہزیمت یاب ہونگے خواہ تو کتنے ہی حیلے کرے۔ میں دجال کا آخری حیلہ بھی لکھدیتا ہوں جو یہ ہے۔ دجال عیسیٰ را دیدہ بعض یاران خود را بگوید برپا کن نماز را ایں حروف از خوف عیسیٰ علیہ السلام گفتہ باشد بعدہٗ دجال بگوید اے نبی خدا اقامت نماز گفتہ شدہ است وے فرماید اے دشمن خدا گمان کردی کہ تو رب العٰلمین بودہ پس نماز برائے کدام یک میگذاری۔ حج الکرامہ ص۴۱۵“

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کچھ ایسے نمازی ہونگے جو مسیح کو خدا بنانے میں ان کے معاون ہونگے اور وہ چاہینگے کہ مسیح موعود ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیں تاکہ اس صلح سے ان کے اعتقاد کی بیخکنی نہ ہو۔ پر خدا کا بھیجا ہوا مسیح موعود انکے اس دھوکے میں کیونکر آسکتا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے نماز کے لئے بلایا ہے اور قبلہ کو منہ کرکے نماز پڑھینگے۔ بلکہ یہ کہکر کہ جب تمہارا عقیدہ سخت برا ہے پھر نماز کیسی ایک ایسا حربہ دعا کا چلائیگا۔ جس سے ، ، فتنے کا کام تمام

ہو جائیگا۔ دجال باوجودیکہ مسیح موعود کا سخت دشمن ہے۔ پھر بھی اسے نبی خدا کہیگا مگر اُن کے معاونوں کے طرفدار اور حمایتی احمدی کہلا کر آپ کی نبوت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ دوسرے مجددوں کی طرح ایک مجدد ہیں حالانکہ آپ فرماتے ہیں فان ھذا البعث بعث ما رالا الاولون والمرسلون السابقون ولا النبیون اجمعون (دیکھو ضمیمہ خطبہ د) انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علیٰ سبیل الموھبة والعطاء (ررف) وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں آپکی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں . . . آپنے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا (الحکم نمبر ۶ ۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۲ء) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۱ء) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خدا سے وحی پاتا ہوں اور منہاج نبوت کے تینوں معیار میرے ساتھ ہیں۔ (الحکم نمبر ۱۲ - ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء) جسقدر نشانات خدا تعالیٰ نے میری تائید میں ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت میں ایسے ہیں کہ بجز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کل انبیاء مرسلین سے ثابت نہیں ہوئے لیکن اس میں میرا کیا فخر ہے یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت ہے (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۶ء) اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو (نزول المسیح ص) باقی پھر انشاء اللہ تعالیٰ

(کرمداد از دو المیال)

ترجمہ انگریزی حصہ اول } ۲ ۔ ۵] ظہور المسیح اصلی قیمت ۶ رعایتی قیمت ۳

" دوم } ۲ ۔ " امة الحفیظ کی آمین اصلی قیمت ۔ رعایتی

مجموعہ الہامات حصہ اول و کشوف حضرت اقدس ۲ ۔ آثار مبارکہ اصلی قیمت ا رعایتی

" " دوم . . . . . عمر (بہر تیسرا حصہ)

" " سوم . . . . . ۲ تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب اصلی قیمت ۸ رعایتی ۸

دافع البلاء اصلی قیمت ۲ رعایتی ا صراط مستقیم اصلی قیمت ۲ ۔ رعایتی آ ہدیہ ثاقب اصلی قیمت ۲ رعایتی ا مخمس سلیم اصلی قیمت ۲ رعایتی ۲ سر الشہادتین اصلی قیمت ا رعایتی

ہدایات در بارہ معاملات اصلی قیمت ۲ رعایتی ا کلام محمود اصلی قیمت ۴ رعایتی ۲

ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ قادیان

قیام رمضان

یہ مضمون فتوی نہیں بلکہ بطور مذاکرہ علمیہ ہے ہمارے احباب غور سے مطالعہ فرمائیں جن باتوں پر ہمارا عمل ہے اسکے دلائل بھی کتاب و سنت سے معلوم ہونے چاہئیں یہ مضمون بڑی محنت سے بیس پچیس کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا۔ (ایڈیٹر)

قیام رمضان جسے عوام الناس بلکہ اب تو خواص بھی تراویح کہتے ہیں نماز تہجد سے کوئی الگ نماز نہیں ہے بلکہ یہ وہی نماز ہے جس کا حکم قرآن مجید میں ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ط اور رات کو نیند سے اٹھکر خدا کی نماز ... یہ اے مخاطب قرآن تیرے لئے موجب قربت ہے پھر فرمایا یا یہا المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفہ او انقص منہ قلیلاً او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلاً (اے کمبلی اوڑھنے والے رات کو اٹھکر قیام کر۔ مگر[1] آدھی رات یا اس سے کچھ گھٹالے یا اسپر کچھ بڑھالے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں اس نماز کی زیادہ تاکید و زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور یوں بھی ہر عبادت وصلوٰۃ کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ: (عن عائشۃ کَانَ رسول اللہ صلعم یجتہد فی رمضان ما لا فی غیرہ وفی العشر الاواخر اشد وکان یحیی لیلہ ویوقظ اہلہ ویشد میزرہ اخرجہ الخمسۃ (تلخیص الصحاح ص ۲۹۹)

رسول اللہ صلعم رمضان میں عبادت کی ایسی کوشش وریاضت فرماتے تھے جو غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ اور اخیر کے دہاکے میں تو بہت ہی کوشش فرماتے ساری ساری رات جاگتے۔ اور اپنے اہلبیت کو بھی جگادیتے اور آپ اپنی کمر کس لیتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ اپنے صحابہ کو قیام کی تاکید فرماتے یعنی حکم قم اللیل پر اس مہینے بالخصوص عمل کریں کیونکہ یہ مہینہ باقی سال کے لئے گویا بطور سبق کے ہے اس مہینے میں نمازوں کو جماعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے پڑھایا جاتا۔ تاکہ باقی سال بھی مومنین ایسی ہی عبادت کریں اور سمجھیں کہ آدمی اگر اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اور بڑے سوز و اطمینان و حضور قلب سے نماز پڑھنا چاہئے تو پڑھ سکتا ہے اور پھر قرآن شریف کی زیادہ تلاوت ہوتی۔ تاکہ

[1] قلیلاً مستثنیٰ ہے اللیل یعنی بعض راتوں میں کسی عذر سے یا اس نیت سے کہ عادت و رسم نہ بنجائے ۱۲

غلطیاں جو ہیں وہ نکلجائیں اور دنیا داروں کو سمجھ آجائے کہ اگر وہ قرآن کریم اتنا ہی روز پڑھیں یا سنیں تو کاروبار میں چنداں فرق نہیں آتا۔ ایسا ہی سحری کے وقت اٹھانے کی مشق ایک مہینہ کرائی جاتی ہے۔ جو لوگ اس خوف سے نہیں اُٹھتے کہ شاید ہم اسوقت بیدار ہونے سے بیمار ہو جائیں یا یونہی تغافل و کسل سے کام لیتے ہیں یہ اٹھنا انکے نادم کرنے کے لئے کافی ہے کہ دیکھو تم کھانے کے لئے کیا خوشی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہو پس اگر تمہیں روح کی کچھ فکر ہے تو اس روحانی غذا (تہجد۔ قیام اللیل) کے لئے بھی اسی شوق و ذوق تام و محنت و اہتمام سے اٹھو چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے (عن ابی ھریرۃ) کان رسول اللہ صلعم یرغبھم فی قیام رمضان من غیران یأمرھم بعزیمۃٍ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه فتوفی رسول اللہ صلعم والامر علی ذلك ثم کان الامر علی ذلك خلافة ابی بکر وصدرًا من خلافة عمر (اخرجه الستة) واخرج البخاری المرفوع منه فی قیام رمضان (تلخیص الصحاح ط۲۹۹ ومشکوۃ صـ۱۰۶) رسول اللہ صلعم اپنے صحابہ کو قیام رمضان کی ترغیب دیتے تھے مگر یہ نہیں کہ آپ انہیں تاکیدی و وجوبی حکم دیں۔ یہ فرمایا کرتے جو شخص رمضان میں ایمان[له] اور ثواب کے حصول[له] کے لئے قیام (حکم قم اللیل) کو ادا کرتا رہیگا اسکے اگلے گناہ بخشدئے جاینگے پس رسول اللہ صلعم وفات پاگئے اور یہی طریقہ جاری رہا۔ پھر خلافت ابوبکرؓ میں بھی یہی طریق العمل رہا پھر حضرت عمرؓ کے شروع زمانہ خلافت تک اسی پر عملدرآمد رہا بخاری نے اس روایت کو ابوہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

چونکہ رسول اکرم صلعم رمضان میں اکثر مسجد میں رہتے۔ اسلئے بعض صحابہ نے آپکو تہجد پڑھتے دیکھکر ساتھ اقتدا کرلیا۔ مگر آپنے اخیر پر منع فرمادیا۔ اور اسکی وجہ بھی بتادی اسکے متعلق حدیثیں بیان کیجاتی ہیں (انس) کان رسول اللہ صلعم یقوم فی رمضان فجئت فقمت الی جنبه فجاء رجل اخر فقام ایضا حتی کنا رھطا فلما احس انا خلفه جعل یتجوز فی الصلوۃ ثم دخل حله فصلی صلوۃ لایصلیھا عندنا فقلت له حین اصبحت افطنت

له ای تصدیقا لحکم اللہ ۱۲ له احتساب کے معنے حاشیہ مشکوۃ پر لکھے ہیں طالبا الثواب من غیر ریاء وسمعة ۱۲ له اسپر شارح مشکوۃ نے لکھا ہے ای علی ما کانوا علیه من قیام رمضان من غیر جماعة یعنی رمضان میں تہجد بالضرور پڑھتے مگر سوائے جماعت کے اپنے اپنے گھر ۱۲

لنا اللیلۃ قال نعم ذلك الذی حملنی علی ما صنعت (اخرجہ مسلم اخیص الصحاح صفحہ ۳۰)

رسول اللہ صلعم رمضان میں قیام فرماتے تھے آیا اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا یہانتک کہ ایک جماعت بنگئی (دیکھا دیکھی جوں جوں لوگ آتے گئے کھڑے ہوتے گئے) جب آپکو محسوس و معلوم ہوگیا۔ کہ ہم آپکے پیچھے ہیں تو آپ نماز میں جلدی کرنے لگے پھر اندر تشریف لیگئے پھر ایسی نماز پڑھی جیسی ہمارے سامنے نہ پڑھی تھی یعنے لمبی نماز صبح کو مینے عرض کیا۔ آپکو معلوم ہوا تھا ہم پیچھے ہیں فرمایا اسی لئے تو مینے ویسا کیا۔ یعنے جلدی جلدی وہ دوگانہ ختم کردیا۔ گویا آپنے ان نوافل تہجد کو تنہا پڑھنا افضل سمجھا اور نہ پسند فرمایا کہ باجماعت ادا ہوں۔ وقت کا اس حدیث سے پتہ نہیں لگتا۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر رات ہی ہوگی اور اسوقت کئی لوگ مسجد میں تہجد پڑھنے آئے ہونگے۔

(دوسری حدیث) (عن عائشۃ) قالت صلّٰی رسول اللہ صلعم فی المسجد فصلّٰی بصلوتہ ناس کثیر ثم صلّٰی من القابلۃ فکثروا ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیھم فلمّا اصبح قال قد رایت صنیعکم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الّا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلك فی رمضان (اخرجہ الستۃ الا الترمذی) رسول اللہ صلعم نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی تو آپکے ساتھ اکثر لوگوں نے بھی پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی پڑھی تو بہت سے آدمی جمع ہوگئے[۱]۔ پھر جب تیسری رات ہوگئی تو بہت ہی کثرت سے لوگ جمع ہوئے مگر آپ اپنے حجرہ (جو مسجد میں بنایا گیا تھا) سے باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو فرمایا مینے تمام اجتماع دیکھ لیا مگر میں نہ نکلا کہ کہیں یہ نماز تمپر فرض نہ ہوجائے (کیونکہ جب لوگونکی طرف سے استعداد و اہتمام و تیاری دیکھی جائے تو حظیرۃ القدس و عالم ملکوت میں اس چیز کی نسبت قطعی حکم صادر ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے حضور کا منشا یہ تھا کہ اگر یہ نماز فرض ہوگئی تو امت جو بلحاظ اپنے حالات کے مختلف طبقوں کی ہے اس فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہیگی وان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلاً ط

---

[۱] آدمی جمع ہونے کا سبب یہ ہے کہ حضور صلعم رمضان مبارک میں اکثر مسجد ہی میں رہتے تھے۔ جیسا کہ اگلی حدیث سے ثابت ہوگا کہ بالخصوص ان ایام میں جبکہ یہ نماز نوافل باجماعت پڑھی گئی آپ مسجد میں ہی معتکف تھے اور عموم صحابی بھی اکثر مسجد میں پچھلی رات کو آجاتے وہاں رسول اکرم صلعم کو نماز پڑھتے دیکھکر ان کے ساتھ اقتدا کرلیتے بوجہ شدت حرص ثواب کے۔

خداوندکریم خود فرماتا ہے کہ یہ نفل ہی ہے پھر راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے معلوم ہوا کہ حضور نے اس نماز کا باجماعت گروہ کثیر کے ساتھ پڑھنا پسند نہیں فرمایا ہاں تعلیم کے لئے دو تین روز ایسا فرمایا۔ تاکہ انکو نوافل پڑھنے کا طرز معلوم ہو جائے کہ اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اس طریق سے پڑھنے چاہئیں۔ چنانچہ ابو ذر اس حدیث کے راوی ہیں صمنا مع رسول اللہ صلعم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشہر فقام حتی ذہب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ وقام فی الخامسۃ حتی ذہب شطر اللیل فقلنا لہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ فقال انہ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب لہ قیام لیلۃ ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلث من الشہر فصلی فی الثالثۃ و دعا اھلہ ونساءہ وقام بنا حتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح (السحور) اخرجہ اصحاب السنن وصححہ الترمذی (ہمنے رسول اکرم صلعم کے ساتھ روزے رکھے پس آپنے ہمکو قیام نہیں کرایا یہاں تک مہینے میں سات راتیں رہ گئیں تو تیئسویں رات کو ہمیں تہائی رات کا قدر قیام کرایا پھر چوبیسوں کو نہیں مگر پچیسویں کو قیام کرایا آدھی رات گزرنے تک ہمنے عرض کیا آرزو تھی کہ بقیہ رات بھی اسی قیام میں گزرتی فرمایا جو امام کے ساتھ قیام کرے فارغ ہونے تک تو اسنے گویا ساری رات قیام کیا پھر ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں۔ اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا۔ یہانتک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہیں سحری نہ جاتی رہے یعنے دو تہائی رات تک یہ مت سمجھو کہ کوئی علیحدہ نماز تہجد سے پڑھی جاتی بلکہ یہ اسی حکم کی تعمیل تھی نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ یعنے آدھی رات یا آدھی رات سے کم ایک تہائی رات یا آدھی رات سے زیادہ دو تہائی قیام کرو۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں آپکے اس قیام کا جو نماز تہجد کے متعلق ہو ذکر ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ تیرے ساتھ ایک گروہ بھی ہے ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطایفۃ من الذین معک (تیرا رب جانتا ہے کہ تو قیام کرتا ہے دو تہائی کے قریب یا رات کا نصف حصہ یا ایک تہائی حصہ اور ایک اور گروہ بھی جو تمہارے ساتھ ہے (المزمل ع ۲ ۲۹) اور یہ آیات بالاتفاق نماز تہجد کے بارے میں ہیں۔ پھر ایک اور حدیث سنئے تاکہ آپ پر واضح ہو کہ آپنے باجماعت ادا کرنے سے تنہا پڑھنے کو فضیلت دی۔

(عن زید بن ثابت) انّ النبی اتّخذ حجرۃً فی المسجد من حصیر فصلّی فیھا لیالی حتّٰی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم فقال مازال بکم الذی رایت صنیعکم حتّٰی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہٖ فصلّوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرءِ فی بیتہ الا الصلوٰۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۶

نبی کریم صلعم نے مسجد میں ایک حجرہ کھجوروں کی شاخوں سے بنا ہوا بنایا۔ اور اسمیں کئی رات نماز پڑھی یہانتک کہ چند آدمی بھی آپ پر جمع ہوجاتے تھے۔ پھر ایکدن آپکی آواز رات کو نہیں آئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ سوتے ہیں تو لگے گھنکارنے تاکہ آپ انکی طرف تشریف آور ہوں۔ فرمایا میں تمہاری حرکات دیکھتا رہا ہوں مگر میں ڈر گیا کہ یہ نفل فرض نہ ہوجائے اور پھر فرض ہوجائے تو تمہیں (امت محمدیہ) یہ قیام دشوار ہوجائے اور تم قیام نہ کرو پس اے لوگو! تم اپنے اپنے گھروں میں پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی افضل نماز مکتوبہ کے سوا وہی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ (بخاری و مسلم)

یہ سب قیام رمضان کی نسبت ارشاد ہے یہ وہی تہجد کی نماز ہے جس کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ پس اس حکم قطعی کے بعد آپکی وفات و وصال تک اور پھر خلافت ابی بکر اور خلافت عمر میں اسی پر عملدرآمد رہا۔ یعنے لوگ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیتے۔ شاذونادر مسجد میں آگئے اس نماز کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تہا۔ نماز عشا کے بعد جس وقت کوئی پڑھے اختیار تہا گو تہجد کے معنوں پر نظر کرنے اور نبی اکرم کے عمل پر غور کرنے سے یہی واضح ہوتا کہ افضل طریقہ پچھلی رات تھی۔ مگر ایک حدیث گزرچکی ہے جسے ترمذی نے صحیح کہا کہ نبی کریم نے رات سے پہلے ثلث (تہائی) تک بھی اس نماز کو پڑھا اور اخیر رات میں بھی پڑھایا جیسکہ اس حدیث سے واضح ہے (عائیشۃ) ان رسول اللہ صلعم خرج من جوف اللّیل فصلّی فی المسجد رجال یصلّون بصلوتہ فاصبح الناس یتحدثون بذالک فاجتمع اکثرھم فخرج رسول اللہ صلعم فی اللیلۃ الثالثۃ فصلّوا بصلاتہ فاصبح الناس یذکرون ذٰلک فکثر اھل المسجد من اللیلۃ الثالثۃ فخرج فصلّوا بصلاتہ فلمّا کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اھلہ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلعم حتّٰی خرج لصلوٰۃ الفجر فاقبل علی النّاس فقال امابعد فانہ

لم یخف علی شانکم اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفترض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنھا (رواہ مسلم) رسول اللہ صلعم آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں کچھ مردوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح ان لوگوں نے اس امر کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور دوسری رات ان سب نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح جب انہوں نے بھی ذکر کیا تو تیسری رات کو اور بھی زیادہ لوگ ہو گئے جنہوں نے آپ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور چوتھی رات تو اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی مگر آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کی نماز کے لئے برآمد ہوئے اور فرمایا لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہ میں نے آج کی رات تم سے اندیشہ نہ کیا ولیکن میں ڈر گیا کہ صلوٰۃ اللیل تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس سے عاجز نہ ہو جاؤ (یعنے تم سے نبھ نہ سکے تو فرض کے ادا نہ کرنے سے گنہگار نہ ہو) یہ حدیث ہدیۃ المہدی فصل رابع مشکوٰۃ میں ہے باب قیام شہر رمضان (رواہ مسلم) دیکھئے یہاں صلوٰۃ اللیل اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ وہی تہجد کی نماز تھی اور آپ نے باجماعت ادا کرنا اسکا پسند نہیں فرمایا۔ اور اسکی وجہ بھی بیان فرمادی پھر اسکے بعد جب حضرت عمر رضہ کا عہد خلافت آیا تو کئی باتیں تھیں۔ ایک طرف تو یہ کہ لوگ سست ہو چلے تھے۔ رمضان المبارک میں بھی وہ اہتمام نہ رہا (اس لحاظ سے بھی ضروری معلوم ہؤا کہ ایسے عوام الناس کے لئے باجماعت مسجد میں ادا کرنا مقرر ہو تاکہ ادا میں کسل نہ ہو۔

دوم ایسے لوگ بھی تھے۔ جن کے لئے پچھلی رات کو اٹھ کر پڑھنا واقعی طور سے بوجہ ضعف و ذکاوت مرض وغیرہ ذالک اشتغال و عذرات کے مشکل وازقسم حرج ضرور تھا پس وہ اس حدیث پر عمل کر کے پہلی رات متفرق طور سے بعد از عشا مسجد میں پڑھ لیتے تھے کہ کچھ تو ثواب ہو جائے

سوم۔ قرآن مجید کی حفاظت از بس ضروری تھی۔ اور چونکہ نیا نیا زمانہ تھا۔ پریس (مطبع) وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسلئے نہایت ضروری معلوم ہؤا کہ اسکی حفاظت کا اہتمام حافظانِ قرآن کی بہت سی جماعتیں پیدا کرنے سے کیا جائے۔ اور چونکہ یاد رکھکر دل ہی میں رکھنے سے بہت سے غلط الفاظ رہ جانے کا اندیشہ تھا اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ عام مجلس میں خاص اہتمام سے سنایا جائے بایں طور کہ ایک قرآن مجید سنائے اور دوسرے پیچھے بغور سنیں اور یہ توجہ نماز کی ماہیت کے سوا اور کسی طرح پیدا ہونی محال تھی۔ پس اس لحاظ سے بھی جماعت کا قیام

ضروری تہا۔ اور پھر اسی قیام کے لئے خود بخود حافظ قرآن بننے کی تحریک پیدا ہوئی ایک معمولی بات تھی اور چونکہ رمضان شریف وہ مہینہ تہا کہ انزل فیہ القرآن اسلئے قرآن سنانے کے لئے یہی ماہ مبارک مخصوص کیا گیا۔ گویا برس دن کی محنت کے اظہار کا ایک وقت و موقعہ مقرر بنگیا اور چونکہ مطلب قرآن سنانا تہا۔ اسلئے رکعتوں کی کوئی خاص تعداد ملحوظ نہیں رکھی۔ اسی لئے اسکے متعلق روایات مختلف ہیں۔

چہارم۔ ایسے لوگ بھی تھے جو اعرابی۔ گنوار اور باہر رہنے والے تھے اور چونکہ ابھی دین نیا نیا تھا اسلئے ایسا موقعہ سال میں کم از کم ایک مہینہ بنانا ضروری ہُوا۔ جس میں وہ آکر تمام قرآن مجید ایک دفعہ سن جائیں۔ تاکہ مختلف مسائل سے آگاہی ہو۔

پنجم۔ نماز تہجد میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے ورتل القرآن ترتیلاً۔ مگر کئی ایسے آدمی تھے۔ جو سوا چند پچھلی سورتوں کے کچھ نہ جانتے تھے۔ ان کے لئے بھی جماعت ہی کو بہتر سمجھا گیا۔ غرض یہ پانچ اور ایسی ایسی مصلحتیں تھیں جن کی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے قیام رمضان بہ جماعت ادا کرنے کی اجازت دی۔ جو بحکم ضرورت تھی۔

میرا یہ مطلب نہیں حضرت عمر رضہ نے یہ حکم اپنی ایجاد سے دیا۔ بلکہ اسوقت کے مناسب حال بہ نظر چند مصالح کے یہی مناسب تہا۔ اور اس حکم کے الفاظ دیکھنے سے نماز تراویح بایں ہیئت ثابت نہیں ہوتی جو اب غیر احمدیوں میں رائج ہے۔ چنانچہ وہ اثر بلاحظہ ہو جو یہ ہے۔

(عن عبد الرحمن بن (القاری) قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃً الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوٰتہ الرہط فقال عمر لوجمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعہم علی ابیّ بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئہم قال عمر نعمت البدعۃ ھٰذہ والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ (رواہ البخاری مشکوٰۃ) عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ میں ایک رات عمر بن خطاب مسجد کی طرف نکلا کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آدمی علیحدہ علیحدہ متفرق ہو کر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں یعنی کوئی تو منفرد پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے

دو چار آدمی بھی کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ انہیں ایک قاری پر جمع کر دوں اور یہ اس سے بہتر ہوگا (کیونکہ یہ امر اتفاق سے خلاف ہے اور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کچھ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور کچھ منفرد) پھر یہ ارادہ پختہ کر کے انکو ابی کعب پر جمع کر دیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں آپ کے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ہے تو نیا طریقہ (یعنے زمانہ خلافت ابوبکری میں اسطرح باجماعت نہیں پڑھتے تھے) مگر اسمیں کوئی برائی نہیں) ہے اچھا ہی اور جو لوگ اس نماز سے سو رہتے ہیں (یعنے سونے کے بعد پچھلی رات پڑھتے ہیں) وہ افضل ہے جو اب قیام کرتے ہیں مراد یہ تھی کہ پچھلی رات پڑھنا افضل ہے۔ اور لوگ پہلی رات قیام کرتے تھے (بخاری نے اسکو روایت کیا) اس اثر پر غور کی نظر کرنے سے ظاہر ہوگا کہ آپ نے باجماعت مسجد میں پڑھنے کا حکم کس صورت میں دیا یعنے خاص اہتمام نہیں دیا کہ جو لوگ گھروں میں پڑھتے ہیں ضروری سمجھکر جماعت میں شریک ہوں بلکہ وہ متفرق پڑھتے (اور وہ بھی بایں طور کہ بعض باجماعت اور بعض منفرد پڑھیں) کی رسم کو مٹانے کے لئے ایسا کیا اور نیز وہ مصالح مدنظر تھے جو ہمنے پہلے بیان کئے اور پھر دیکھو آپ آخر اللیل پڑھنے کو افضل فرماتے ہیں۔ اور خود بھی اسی لئے شریک نہیں ہوئے کہ اس طرح آخر اللیل پڑھنے کی فضیلت فوت ہوتی تھی۔ اور یہ طریق صرف عوام الناس کے لئے تھا۔ یہ ہیں قیام رمضان کے متعلق تمام احادیث اور اسی پر عمل ہے ہماری جماعت کا۔ کہ جو لوگ پچھلی رات اٹھکر پڑھ سکتے ہیں اور قرآن مجید جانتے ہیں تو انکو چاہئے کہ پچھلی رات اٹھکر جس قدر رکعتیں ذوق و حضور دل سے میسر ہوں پڑھیں اور اپنا طرز عمل اسی طرح بنائیں یعنے ان تمام طریقوں میں سے جو مروی از نبی اکرم ہیں جونسے طریقے سے چاہیں پڑھیں اور اس حدیث پر عمل کرنے کا ثواب پائیں جو پہلے لکھی گئی کہ صلوا ایہا الناس فی بیوتکم اور جو پچھلی رات نہیں اٹھ سکتے یا پڑھ سکتے یا سوا قل ھو اللہ کے کچھ نہیں جانتے وہ اگر پہلی رات باجماعت پڑھ لیں تو ثواب سے محروم نہیں بلکہ بالکل نہ پڑھنے والوں سے تو ہزار درجہ اچھے ہیں۔ اسی طرح یوں بھی کرتے ہیں کہ پچھلی رات اٹھکر باجماعت اسلئے ادا کرتے ہیں کہ حافظ سے قرآن مجید سن سکیں ورنہ تنہا ہی اور چاہیئے کہ گیارہ رکعت مع وتر پڑھیں کہ سنت موکدہ نبی اتنی رکعت ہی ثابت ہے اور اتنی رکعتوں کے قیام کا ہی حضرت عمرؓ نے بھی امر فرمایا تھا اور حضرت عایشہؓ کی حدیث

سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ اس سے زیادہ پڑھنا ممنوع ہے نماز پڑھنے سے کون روکے صرف بات یہ ہے کہ اس طریق سے پڑھنا کہ رکوع سجدہ۔ قیام۔ قومہ۔ سنت طریق سے ادا نہ ہو۔ یہ واقعی ممنوع ہے اور ایسی نماز بجائے ثواب کے گناہ عظیم کا موجب ہوجاتی ہے دوم۔ نبی کریم صلعم سے بڑھکر عبادت کرنا بھی خلاف طریقہ نبوی ہے (انس) جاء ثلثۃ رھط الی ان واج النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسالون عن عبادۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا بھا کانہم تقالوھا الی ان قال۔ قال النبی صلعم فمن رغب عن سنتی فلیس منی (تین شخص ازواج النبی کے پاس نبی صلعم کی عبادت پوچھنے آئے جب انہوں نے اس عبادت کی خبر دی تو گویا بہت کم سمجھا اسپر نبی صلعم کا قول سنایا گیا جو میری سنت یعنے میرے طریقہ سے ہٹے وہ مجھ سے نہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

بزہد و ورع کوش صدق وصفا ٭ ولیکن میفزائے بر مصطفٰی

ہاں قرآن شریف کو جلد ختم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے اگر رکعات زیادہ پڑھی بطور نفل تو اسمیں سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اب میں پہلے حضرت عائیشہ کی حدیث لکھتا ہوں جو یہ ہے (عائشہ) رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلعم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ (متفق علیہ بلوغ المرام) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں پر زیادہ نہ فرماتے تھے۔ اسپر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ سے اس سے زیادہ رکعتیں بھی مروی ہیں یعنے تیرہ رکعتیں چنانچہ زید خالد الجھنی سے روایت ہے دیکھو مشکوۃ باب صلوۃ اللیل ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ (رواہ مسلم) اور ایسا ہی ابن عباس سے صحیحین میں تو یہ کچھ مضائقہ نہیں۔ جس قدر رکعتیں نبی کریم صلعم سے آگئی ہیں وہ پڑھ لے۔ غالب عمل تو یہی ہے کہ آپ گیارہ رکعت ہی پڑھتے اور کبھی تیرہ بھی۔ پس قیام رمضان میں بھی کبھی تیرہ پڑھ لے تو مضائقہ نہیں۔ نیز ان دو پر تو سنت فجر کا گمان بھی ہے جیسا کہ مشکوۃ میں ہے (عائشہ) کان النبی صلعم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ منھا الوتر و رکعتا

الفجر (رواہ مسلم) نبی صلعم تیرہ رکعتیں پڑھتے جن میں وتر اور فجر کی دو رکعتیں شامل ہوتیں۔

پھر ایک اور روایت ہے (عائشۃ) کان النبی صلعم یصلّی فیما بین ان یفرغ من صلوۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین۔ نبی صلعم عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کسی وقت میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اب دیکھئے حضرت عمر رضہ نے کتنی رکعت کے اقامت کا حکم دیا (عن السائب بن یزید) قال امر عمر ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرۃ رکعۃ فکان القاری یقرء بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام فما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر (رواہ مالک) دیکھو مشکوۃ باب قیام شہر رمضان۔ عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں گیارہ رکعتوں کے ساتھ لوگوں کو قیام کرائیں۔ قاری سو سو آیت پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طول قیام سے تھک کر عصا پر سہارا لگاتے۔ اور فجر کے اوائل میں واپس جاتے۔ یہ روایت موطا کے امام مالک میں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے (عن السائب بن یزید) انہ قال۔ قال عمر بن الخطاب لابی بن کعب وسلیمان بن ابی حشمہ ان یقوما للناس باحدی عشر رکعۃ۔ عمر بن خطاب نے ابن ابی کعب اور سلیمان بن ابی حشمہ کو کہا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت سے قیام کرائیں۔ اور سنن سعید بن منصور حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشر رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں گیارہ رکعت سے قیام کیا کرتے تھے اور قیام لیل مصنفہ محمد بن نصر المروزی میں ہے حدثنا محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلّی فی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرۃ رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتا ہے ہم عمر رضہ کے زمانے میں رمضان کے مہینے تیرہ رکعت گذارتے تھے (گلی میں یہ دو روایتیں موجود ہیں) بیشک ۲۳ رکعتوں کی بھی ایک دو روایتیں

لہ مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلیمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف انہ سال عائشہ زوج النبی صلعم کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔

بیان ہوئی ہیں مگر وہ قابلِ احتجاج نہیں خود بیس رکعت پڑھنے والوں کے ائمہ بھی اسے ضعیف ٹھہراتے
ہیں چنانچہ ایک روایت تو یزید بن رومان کی ہے قال کان الناس یقومون فی زمن
عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ کہ لوگ عمر کے زمانہ خلافت میں
بماہ رمضان ۲۳ رکعت سے قیام کرتے اسکے متعلق کبیری شرح منیۃ المصلی حنفیوں کی مفتی بہ کتاب
میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کو نہیں پایا۔ پس یہ کیونکر
حجت ہو سکتی ہے۔ ہاں صاحب محلی نے گیارہ رکعت کی روایت کی یہ تاویل بھی کر دی ہے کہ وہ
پہلے گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے مگر پھر امر بیس رکعت پر مستقر ہو گیا یہ ایک خیالی بات ہے اس
پر کوئی دلیل قائم نہیں مختلف آثار کو دیکھ کر کیوں اسطرح نہیں ہو سکتا کہ پہلے احیاناً و ضرورتاً
بیس رکعت سے قیام ہوا ہو۔ پھر گیارہ رکعت مقرر ہو گئیں اور ہم کئی وجوہ سے اس روایت کو آثار
کے مختلف ہونے کی صورت میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ گیارہ رکعت نبی اکرم صلعم سے فریقین کے
نزدیک ثابت ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی شک نہیں برخلاف بیس کے کہ انکا نبی کریم صلعم یا حضرت
ابوبکرؓ یا خلافت حضرت عمرؓ سے تو ہرگز ہرگز ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں گیارہ رکعت کے
ادا کرنے میں اتباع نبوی کے ساتھ اتباع صحابہ بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ اور دوسری صورت
میں قطع نظر اس کے کہ اتباع صحابہ بھی مشکوک ہے اتباع نبوی بھی ہاتھ سے گیا۔ شاید بعض لوگ
کہیں (چنانچہ کہتے بھی ہیں) کہ بیس رکعت کے پڑھنے میں گیارہ رکعت بھی ادا ہو جائے گی لیکن شاید
انکو معلوم نہیں کہ نماز کی ہیئت کو بھی نماز کی تکمیل و اتمام و صحت میں پورا پورا دخل ہے۔ کیا
اگر کوئی شام کے وقت چار رکعت دیدہ دانستہ پڑھ لے تو اسکے تین فرض ادا ہو جائینگے نہیں
پس اسی طرح بیس پڑھنے سے گیارہ کا ادا ہونا درست نہیں اور یوں کبھی کسی نے نیت نہیں
کی کہ پہلی بارہ کو سنت صحابہ قرار دیکر پڑھے اور پھر گیارہ سنت نبوی کر کے اور انکے ائمہ سلف
کا بھی قول اسکے خلاف ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے کون المسنون منہ ثمانیۃ
والباقی مستحبًا یعنے منتخب پچھلا حصہ رکعتوں کا ہے نہ کہ پہلی۔ پھر اس بات کا ثبوت
بھی مشکل ہے کہ صحابہ نے پہلے بارہ کو اپنی زیادات سے ٹھہرایا۔ اور بیس رکعت کو شفع
شفع کر کے ادا کریگا۔ تو اس سے گیارہ رکعت جو وتر ہیں ادا نہ ہونگے یہ مت کہو۔ کہ ان گیا

ہیں ہے آٹھ قیام رمضان ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے اس نماز کو بہیئت مجموعی وتر فرمایا (عن جابر) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی شہر رمضان ثم انتظروا من القابلة فلم یخرج وقال انی خفت ان یکتب علیکم الوتر (رسول اللہ صلعم نے شہر رمضان میں قیام کیا پھر دوسری رات لوگوں نے انتظار کیا۔ مگر آپ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا میں ڈر گیا کہ تم پر بیوتر فرض نہ ہو جائے دیکھئے یہاں قیام رمضان کو وتر فرمایا۔ پھر دوسری حدیث ابن عباس سے ہے جس کے متفق علیہ ضعف کا مصنّف فتح القدیر (حنفیوں کے قبلہ و پیر) نے خود اقرار کر لیا ہے چنانچہ لکھا ہے واما ماروی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ . . . . . من حدیث ابن عباس انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعتہ سوی الوتر فضعیف بابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبہ متفق علی ضعفہ مخالفتہ للصحیح یعنی یہ حدیث ابی شیبہ کے واسطے ضعیف ہے اسکے ضعف پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور صحیح روایا کے بالکل مخالف ہے چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے وابو شیبہ ھو ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبہ کذبہ شعبہ (شعبہ نے اسے کاذب کہا) وضعفہ احمد وابن معین والبخاری والنسائی وغیرھم (اور ان بزرگوں نے ضعیف کہا) واورد لہ ابن عدی ھذا الحدیث فی الکامل فی مناکیرہ اور ابن عدی نے مناکیر حدیث سے اسے گنا اور تہذیب الکمال مصنفہ ابی حجاج میں لکھا ہے۔ ابو شیبہ لہ مناکیر (اسکی منکر احادیث بھی ہیں) منھا حدیثا انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعتہ یعنی یہ حدیث بھی انہی مناکیر سے ہے جو اس نے روایت کی وقد ضعفہ اور ضعیف کیا اسے احمد بن معین والبخاری والنسائی و ابوحاتم الرازی وابن عدی وابوداؤد والترمذی والاحوص بن الفضل الملائی وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث پھر لکھا ہے اس کتاب میں کہ معاذ عنبری کہتا ہے میں نے شعبہ سے بذریعہ خط پوچھا ابراہیم سے روایت کروں تو فرمایا لا تروعنہ فانہ رجل مذموم (نہ روایت کر کہ وہ بد شخص ہے) اور فتح سر المنان میں بہت خوب لکھا ہے اسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ وکانت اعلم بحال النبی صلعم من غیرھا یعنے یہ باوجود ضعیف الاسناد ہونے کے حدیث

عائشہ کے خلاف ہے جو نبی صلعم کے حال کی سب سے زیادہ واقف تھیں پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے اسکو تقویت پہنچتی (ملتی) ہے۔ اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ایسے لوگوں کو واضح ہو کہ عمل کا جواز اور بات ہے اور اسکا سنت مؤکدہ یا وجوب اور بات ہے۔ محض نماز سے کون روکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسقدر کے تارک کو ملامت کرنا کیونکر جائز ہے نیز اسکی مراد کچھ اور ہے جو یہ لوگ نہیں سمجھے مطلب تو یہ تھا کہ جو عمل مشروع ثابت ہو جائے اسکی فضیلت ضعیف حدیث سے بیان کیجا سکتی ہے نہ یہ کہ جو عمل بہتر ہو وہ ضعیف حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ کچھ فضیلتیں صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو کچھ ضعیف احادیث سے بھی اسکے متعلق بیان کردیں تو جائز ہے اسی لئے فضائل اعمال فرمایا۔

جب اس طرح بھی کچھ نہیں بنتا تو اپنا اخیری ہتھیار اجماع پیش کرتے ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے کہ جب ان لوگوں کی کوئی دلیل کتاب و سنت و حدیث صحیح سے نہیں ملتی (اور اکثر نہیں ملتی) تو کہدیتے ہیں۔ اسپر اجماع ہے وہ اپنی کتابوں میں پہلے اجماع کی تعریف تو دیکھیں اور پھر یہ خیال بھی کریں کہ کیا سنت صحیحہ یا آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ غرض نصوص صریحہ کے خلاف بھی اجماع جائز ہو سکتا ہے ایک طرف اس بات پر ایمان ہے کہ نبی کریم گیارہ رکعت پڑھتے اور پھر یہ کہ آپ صلعم و ابوبکر رضہ صدیق و صدر خلافت فاروق میں صحابہ کرام کا یہی عملدرآمد رہا پھر باوجود ایسی صحیح و صریح شہادت کے جس سے کوئی وجہ مفر نہیں کہتے ہیں کہ تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے ذرا اجماع ثابت تو کریں اول تو حضرت نبی کریم کا ارشاد کہ گھروں میں پڑھو۔۔ اور پھر گیارہ رکعت ہمیشہ پڑھنا اسکے خلاف ہے اور آپ صلعم لقولہ تعالیٰ ان ابراہیم کان امۃ ط سب کے مقابلہ میں بمنزلہ جماعت ہیں۔ دوم شروط اجماع میں لکھا ہے خلاف الواحد مانع یعنے ایک کا خلاف بھی انعقاد اجماع کا مانع ہے اور یہاں تو خود نبی اکرم صلعم پھر صدیق اکبر کا خلاف مسلم مخالفین ہے اسکے بعد مذاہب اربعہ کا مختلف عمل ہی دیکھو اور مختلف معتبر حنفی کتب کا مطالعہ ہی کرو کہ بیس رکعت کو سنت مؤکدہ تو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ ہاں گیارہ کا سب کو اقرار ہے اگر بیس پر اجماع ہو جاتا تو یہ روایات نہ ہوتیں۔ شیخ عبدالحق رحمہ ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں قال مالک ویروی عن الشافعی ایضاً (مالک نے کہا اور شافعی سے بھی یہی روایت کیا گیا) انتہا

ست وثلثون اوتسع وثلثون مع الوتر وھو عمل اھل المدینۃ خاصۃً
× × × واستمر عادتھم علی ذلک الی الآن کہ ۳۶ یا ۳۹ رکعت مع وتر ہے۔ اور
یہی بالخصوص اہل مدینہ کا عمل ہے۔ اور یہی اب تک انکا معمول ہے وقد یروی ذلک
عن عمر وعلی لکنہ غیر مشہور عنھما اور حضرت عمرؓ و علیؓ سے بھی ایسا ہی روایت کیا جاتا
ہے اور کبیری میں ہے وعند مالک رحمہ اللہ تم ست وثلثون رکعۃ احتجاجاً
بعمل اھل المدینۃ اور دراسات اللبیب میں لکھا ہے ان عمل اھل المدینۃ
المطھرۃ حجۃ من اقوی الحجج عندنا ونری الامر فیما طریقۃ النقل من ذلک علی
ما یری الامام الاکبر عالم المدینۃ مالک ابن انس الاصبحی من ان اجتماع اھل
المدینۃ حجۃ (کہ اہل مدینہ منورہ کا عمل بہت بڑی قوی حجت ہے) واضح ہو کہ یہ روایت
مینے صرف اجماع کو توڑنے کے لئے نقل کی ہے اور ہمپر کچھ حجت نہیں ہوسکتی کیونکہ ہم مرفوع
صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی اجماع و قول غیر ماسور کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل
کتب کی عبارات ملاحظہ ہوں (حدیث مشکوٰۃ) عن الاعرج قال ما ادرکنا الناس الا وھم
یلعنون الکفرۃ فی رمضان (ہم ہمیشہ صحابہ کو رمضان کے وتروں میں لعنت بھیجتے پایا
قال وکان القاری یقرء سورۃ البقرۃ فی ثمانی رکعات واذا قام بھا فی ثنتی
عشرۃ رکعۃ رای الناس انہ قد خفّف (رواہ مالک) اور قاری آٹھ رکعت میں سورہ
بقر پڑھتا تھا۔ اور جب بارہ رکعت میں اس سورہ سے قیام کرتا تو لوگ سمجھتے بہت کچھ تخفیف
کی (۲) حنفیوں کے قبلہ وکعبہ امام ابن ہمام اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں فحصّل من ھذا
کلّہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ علیہ السلام وترکہ
بعذر افاد انہ لولا خشیت ذلک لواظبت ولا شک فی تحقیق الامر ذلک بوفاتہ
صلی اللہ علیہ وسلّم فیکون سنۃ وکونھا عشرین سنۃ الخلفاء الراشدین ندب
الی سنتھم ولا یستلزم کون ذلک سنۃ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ الا بعذر
وبتقدیر عدم ذلک العذر انما استفدنا انہ کان یواظب علی ما وقع منہ وھو
ما ذکرنا فیکون عشرون مستحبا ذلک القدر منھا ھو السنۃ کالاربعۃ بعد العشاء

مستحبۃ و رکعتان منہا سنۃ وظاہر کلام المشائخ ان السنۃ عشرون ومقتضی الدلیل ماقلنا فالاولیٰ حینئذ ہو عبارۃ القدوری من قولہ مستحب یعنی اس تمام بحث سے یہ حاصل ہوا کہ قیام رمضان وتر کے ساتھ گیارہ رکعت سنت ہے جو علیہ السلام نے بھی کیا اور عذر سے چھوڑ دیا۔ اگر فرضیت کا خوف نہ ہوتا تو آپ اسپر مواظبت فرماتے۔

پس گیارہ رکعت سنت ہوئیں

اور بیس رکعت سنت خلفاء الراشدین جو کہتے ہیں بقولہ علیہ السلام میری سنت و سنت خلفاء راشدین کو لازم پکڑو۔ تو یہ انکی سنت کی طرف بلاہٹ ہے۔ اس امر مندوب کو سنت نہیں کر دیتا کیونکہ سنت وہی ہے جس پر آپ صلعم نے مواظبت بنفسہٖ فرمائی ہو (ہاں عذر سے چھوڑی تو یہ دوسری بات ہے)[1] اور اگر عذر نہ ہوتا تبھی حاصل ہوتا ہے کہ آپ اسی مقدار پر مواظبت فرماتے جسقدر کہ آپ سے واقع ہوا (یعنے گیارہ رکعت) جو ہمنے ذکر کیا پس بیس رکعت مستحب ٹھہریں۔ اور اس میں سے گیارہ رکعت سنت جیسے عشاء کی چار تو مستحب ہیں اور دو رکعت اس سے سنت ہیں ظاہر کلام مشائخ سنت ہے مگر دلیل اسی کی مقتضی ہے کہ مستحب کہا جائے۔ پس مستحب کہنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ پس حضرت ہ اب آپکو معلوم ہوئی اس بات کی حقیقت کہ بیس کے سنت ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اس سے آگے سنئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلعم فی التراویح عدداً معیناً بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات (کہ رسول اللہ صلعم نے تراویح کا کوئی عدد معین نہیں کیا ہاں رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے تھے) پھر لکھا فکان طائفۃ من السلف یقومون باربعین رکعۃ ویوترون بثلث وآخرون بست وثلثین بثلث وہذا کلہ حسن اور سلف سے ایک طائفہ چالیس رکعتوں سے قیام کرتا اور تین وتر اور دوسرا طائفہ ۳۶ رکعت اور یہ سب اچھا ہے اس سے بھی اجماع بیس رکعت کی حقیقت معلوم ہوئی یہ بھی یاد رہے کہ اسنے گیارہ رکعت کے نبی اکرم صلعم سے ثابت ہونیکا اقرار کر لیا۔ زیادہ اپنی ضرورت و طاقت کے مطابق ہے جس سے منع ہم بھی نہیں کرتے ہاں

[1] اب یہ تو قیامت تک ثابت نہ ہوگا کہ آپ صلعم نے یا حضرت صدیق اکبر نے بیس رکعت پڑھائیں ۱۲

اِس سنت رسول اللہ صلعم ہمیشہ گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور بعض اس سے زیادہ پڑھنے کو بدعت کہتے اور اُس پر ناراضگی سے منع کرتے ہیں (۳) اور نفحات رشیدی میں ہے۔ فاختار بعضھم عشرین رکعۃ سوی الوتر و استحسن بعضھم ستا و ثلثین رکعۃ (بعض نے بیس رکعت بعض نے چھتیس رکعت کو اچھا جانا) بیس رکعت پر اجماع کی حقیقت کھل گئی۔ اب سنیئے مصنف لکھتا ہے فان کان لابد من الاقتداء فالاقتداء برسول اللہ صلعم فی ذلک (یعنی جب تعداد رکعت میں اختلاف ہے تو اقتداء کے وقت رسول اللہ صلعم سے اقتداء بہتر ہے) فان ثبت عنہ صلی اللہ علیہم انہ ما زاد علی احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر شیئًا لا فی رمضان ولا فی غیرہ الا انہ کان یطولھا فھذا ھو الذی اختار والجمع بین قیام رمضان والاقتداء برسول اللہ صلعم قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پس آپ صلعم سے ثابت ہے کہ رمضان یا غیر رمضان میں آپنے گیارہ رکعت سے نہیں بڑھایا۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے یہی میرا مختار ہے کہ اسمیں قیام رمضان اور اقتداء رسول میں جمع ہے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے ہے رسول اللہ میں پیروی عمدہ۔ پھر دیکھو بحر الرائق میں لکھا ہے ذکر المحقق فی فتح القدیر ما حاصلہ ان الدلیل یقتضی ان یکون السنۃ من العشرین ما فعلہ صلعم منھا۔ والباقی مستحبًا وقد ثبت ان ذلک کان احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر کما ثبت بالصحیحین من حدیث عائشۃ فاذاً یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منھا والمستحب اثنا عشرۃ رکعۃ۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیس رکعت سے سنت اتنی ہیں جو نبی اکرم صلعم نے خود پڑھیں۔ باقی مستحب اور گیارہ رکعت آپ صلعم سے صحیحین میں ثابت ہے پس سنت ۸ رکعت ہی ہیں اور طحطاوی شرح در المختار میں یہی عبارت مذکورہ بالا بعینہٖ درج ہے۔ اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار نے لکھا ہے کہ قیام رمضان کا مشروع ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ اور صلوٰۃ باجماعت و منفرد دونو طرح ثابت ہے۔ فقصر الصلوٰۃ المسماۃ بالتراویح علے عدد معین و تخصیصھا القراءۃ مخصوصۃ لم ترد بہ سنۃ کہ تراویح کے لئے رکعت کا مقرر کرنا اور قرءۃ کا مخصوص کرنا اسپر سنت وارد نہیں ہوتی۔ گویا اجماع صحابہ بیس رکعت پر ثابت نہیں ہوا۔ ادھر امام سیوطی۔ رسالہ تراویح میں لکھتے ہیں قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلعم قیل لہ احدی عشرہ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشرۃ قریب منہ قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر۔ کہ لوگوں کو عمر بن الخطاب نے جس عدد پر جمع کیا ہے وہ گیارہ رکعت ہے اور یہی مجھے زیادہ محبوب ہے اور یہی رسول اللہ صلعم کی نماز تھی۔ پوچھا گیا وتر سمیت گیارہ۔ کہا ہاں اور تیرہ رکعت قریب اس سے ہے اور نہیں معلوم کہ یہ زیادہ رکعتیں کہاں سے ایجاد کر لی گئیں پس حضرت اجماع کی حقیقت تو کھل گئی۔ اب آپکی ایک حدیث رہ گئی جسپر تجھے نماز نظر ڈالنا ہے وہ کونسی ہے؟ یہ کہ: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا

بالنواجذ (احمد۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ یعنی میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر رہو۔ اور اس پر متمسک رہو۔ اور اچھی طرح پکڑے رکھو ہمیں کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضؓ وغیرہ نے ۲۰ رکعت کا حکم دیا۔ تو بیس کا سنت ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱) ہم اس پر مفصل بحث کر آئے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ سے بیس رکعت کا حکم ثابت نہیں ہے تو یزید بن رومان کی حدیث حجت نہیں۔ اسکے علاوہ دوسرے آثار خصوصاً جب ان کے خلاف مرفوع صحیح احادیث موجود ہیں۔ (۲) پھر خلفاء الراشدین کی سنت ہونے سے بیس رکعت کا سنت ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر لکھ دیا ہے۔ قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی ندب الی سنتہم ولا یستلزم کون ذالک سنۃ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ یعنی سنت تو وہ ہے جس پر آپ نے خود مداومت کی ہو۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے۔ کہ آپ صلعم نے بیس رکعت پر مواظبت چھوڑ ایک دفعہ بھی ایسا نہیں فرمایا۔ (۳) پھر یہ خلفاء راشدین کی سنت بھی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ سنت کی تعریف فتح القدیر میں ہے السنۃ ما واظبہ بنفسہ (سنت وہ ہے جس پر ہمیشہ مواظبت (ہمیشگی) کریں۔ آپ صلعم) اور ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا (سنت وہ ہے جس پر نبی صلعم نے مواظبت کی اور کبھی شاذ و نادر ترک کیا۔) اسی بنا پر سنت خلفاء وہ ہو گی۔ جسکو وہ بذاتہ و بنفسہ اپنے فعل میں لائے۔ اب کوئی بیس رکعت پڑھنے والا ثابت کرے۔ کہ خلفاء راشدین میں سے کسی ایک نے بھی بیس رکعت قیام رمضان بجماعت یا منفرد ہی سہی پڑھی ہو۔ ہمیرے دوستو! ہم تو بخاری کے معتبر اثر میں پڑھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ ایک قاری پر جمع کر کے آپ تشریف لے گئے۔ ایسا ہی دوسرے دن جس سے معلوم ہوا کہ ایسا حکم کسی خاص عذر و ضرورت کی بنا پر تھا۔ ایسا ہی حضرت عثمان و علی و دیگر خلفاء راشدین سے بیس ثابت نہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سنت بلحاظ تقریر و تجویز ہے یعنی انہوں نے ایسا کرنا جائز رکھا یا کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہے۔ اول تو اسکا ثبوت درکار ہے جو مخالفین ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے دوم یہ واضح رہے کہ خلفاء راشدین کو منصب تشریع (شریعت ایجاد کرنے کا) ہرگز نہیں۔ پس وہ اسی سنت پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کی اجازت دے سکتے ہیں جو نبی اکرم سے ثابت ہوا۔ اور یہاں ان کا اجازت دینا اس امر کے سنت ہونے کا ثبوت بھی نہیں جائز ہے مستحب ہو یا مباح۔ خصوصاً خود ان کا شامل نہ ہونا اول شب یا در بایں ہیئت مخصوصہ پڑھنے کے عدم سنیت کا ثبوت ہے۔ اگر یہ امر مہتم بالشان ہوتا۔ یا ترک پر کچھ عذاب عتاب تو خلفاء کبھی ایسا نہ کرتے اور پھر عدم سنیت پر دلالت ہی نہیں بلکہ حضرت عمر رضؓ نے تو صاف فرما دیا نعمت البدعۃ ھذہ اور یہاں اذان کی مثال بھی نہیں دے سکتے۔ کہ سنت ہے مگر نبی اکرم صلعم نے خود اذان نہیں کہی۔ کیونکہ اذان ایسا امر سنت ہے جسمیں سب کا شمول ضروری نہیں۔ اور ہر فرد پر لازم نہیں۔ اسی لئے اتخذ مؤذنا کا حکم ہے۔ کہ ایک مؤذن قرار دے تو۔ برخلاف اس کے قیام رمضان ایسی

سنت نہیں جس بزعم مخالفین کہ انکی جماعت میں سب کا شامل ہونا ضروری نہو اور بلا عذر اس کے شمول کے ترک سے ترک سنت لازم نہ آئے۔ اور یہ جو دوسری احادیث میں ہے۔ کہ صحابہ کا اقتدا کرو تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ جیسی انہوں نے نبی اکرم صلعم کی تابعداری کی ویسی تم بھی کرو۔ فرداً فرداً ہر ایک کا قول و فعل حجت نہیں جبتک کوئی ثبوت ساتھ کتاب و رسول سے نہ ہو۔ چنانچہ مسک الختام میں ہے نیست مراد بسنت خلفاء راشدین مگر طریقہ ایشاں کہ موافق طریقہ آنحضرت باشد۔ یا آنکہ صحابی رضی اللہ عنہ خلاف کردہ اند شیخین را در مواضع و مسائل پس دلالت کرد۔ برایں کہ حمل نکردند ایشاں حدیث را بر حجت بودن قول و فعل او :۔

یہاں چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو کہ خلیفۂ واحد کا قول کسی صحابی نے حجت نہیں سمجھا چنانچہ دیکھیے حضرت عمرؓ نے جنبی کو تیمم کی اجازت نہ دی۔ آپ نے مفقود الخبر کے چار سال گذرنے پر اس کی زوجہ کو نکاح ثانی کی اجازت دی حنفی اسپر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے مہر کثیر سے منع کیا۔ مگر اسکو قبول نہیں کیا گیا۔ بوجہ آیت نص صریح و آتیتم احدٰھن قنطاراً پھر دیکھو قرآن مجید کے جمع کرنے پر جبکہ دو خلیفے متفق الرائے ہو گئے۔ کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر دیکھو ابن عمر تمتع کے قائل اور عمر منع فرماتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے والد کے برخلاف فتویٰ دیا۔ (۴) پھر دیکھو توضیح تلویح کہ اس میں ہے المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولی۔ معرفت کا جب اعادہ کیا جائے۔ تو دوسرا عین پہلے کا ہوتا ہے۔ اب دیکھیے سُنتی بھی معرفہ ہے۔ اور سنۃ الخلفاء بھی معرفہ معادہ پس یہ عین پہلے کا ہوا۔ گویا سُنتی اور سنۃ الخلفاء ایک ہی چیز ہے۔ اور ان میں ہرگز مغایرت نہیں یعنی اسی سنت خلفاء پر کاربند ہونا واجب ہے۔ جو نبی اکرم صلعم کی سنت ہو اور یہ مخالفین ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ کہ آپ صلعم نے بیس ۲۰ رکعت کو باجماعت ایک دفعہ بھی ادا کیا۔ اس سنت کے ایک ہونے پر ایک اور قرینہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس حدیث کے اخیر میں جیسا کہ نقل کیا جا چکا ہے۔ و عضوا علیہا آیا ہے یعنی ضمیر مفرد راجع طرف دو سنتوں کے ہوئی۔ اگر سنت نبوی اور ہوتی۔ اور سنت خلفاء اور تو علیہما آتا (۵) پھر یہ سوچیے۔ کہ سنت مضاف ہے طرف الخلفاء جمع محلی بہ لام مفید معنے استغراق کی پس اس سنت پر کاربند ہونا ثابت ہوا جو تمام خلفاء کی سنت (اس بات سے بحث نہیں۔ کہ بطریق مجموع یا علی سبیل الانفراد کیونکہ حاصل ایک ہی ہے تمام خلفاء کی سنت اور ہر فرد خلفاء کی سنت کا) ہو۔ اگر فرداً فرداً ہر خلیفہ کی سنت مراد ہوتی تو سنن الخلفاء آتا۔ اور جمع کے مقابلہ میں جمع فرداً فرداً کا مفید ہوتا ہے یہاں تو سنت واحد آیا ہے اس مسئلہ کو خوب سمجھیے کہ اسی سے مخالفین کی تمام باتوں کا رد ہو جاتا ہے :۔

قیام رمضان کی سنت اسقدر بحث کافی ہے ہاں اتنا بتانا باقی رہ گیا۔ کہ شاید ہم پر اعتراض ہو کہ جس حدیث

عائشہ میں گیارہ رکعت سے کم وبیش نہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے چار چار رکعت کو کے اس کا ذکر گذرتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ چار چار نماز تہجد وقیام رمضان نہ پڑھے جائیں۔ بلکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جسقدر طریقے بصحیح روایات سے ثابت ہیں۔ سب پر عمل جائز ہے۔ چنانچہ دو دو کر کے پڑھنے کے بارے میں مشکوۃ میں آچکا ہے (صلوٰۃ اللیل فصل الاول) عن عائشۃ قالت کان النبی یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین ویوتر بواحدۃ (نبی صلعم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت ۱۱ رکعت پڑھتے۔ دو دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ اور پھر ایک کے ساتھ وتر پڑھتے (متفق علیہ) اور نیز باب الوتر فصل الاول ابن عمر کی حدیث میں قال رسول اللہ صلعم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ (رات کی نماز دو دو رکعت ہے) اور اول رات پڑھنے کے لئے ابی ذر کی حدیث گواہ ہے۔ مشکوۃ میں جو نقل ہو چکی ہے کہ آپ نے ثلث اللیل تک قیام کرایا۔ اور اسی سے جماعت بھی ثابت ہوئی۔ اور وتروں کے اول رات پڑھنے کا تو صحیحین میں ذکر آیا ہے۔ (جابر) من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ۔ (پہلی رات وتر پڑھے (عائشہ) من کل اللیل اوتر رسول اللہ صلعم من اول اللیل واوسطہ وآخرہ (متفق علیہ) رات کے ہر حصے میں نبی کریم نے وتر پڑھے ہیں۔ پہلے حصہ میں۔ وسطی میں۔ پچھلے میں۔ باقی رہی قرأت۔ سو اس کے لئے قرآن مجید کی آیت ملاحظہ ہو۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن (قرآن سے جسقدر تمہارے لئے پڑھنا آسان ہو پڑھو) اور پھر آدمیوں کے عذر بیان فرما کر (مرض۔ سفر۔ محنت مزدوری۔ جہاد) فاقرؤا ما تیسر منہ فرما دیا۔ اور اسی کی تعریف میں رسول اکرم نے فرمایا۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام بعشر آیات لم یکتب من الغافلین۔ (جو دس آیات کے ساتھ قیام کرے۔ غافلوں میں نہ لکھا جائیگا۔) ومن قام بمائۃ آیۃ کتب من القانتین۔ (اور جو سو آیت کے ساتھ قیام کرے وہ قانتین (طاعت پر دوام کرنیوالے) میں لکھا جاتا ہے۔ ومن قام بالف آیۃ کتب من المقنطرین اور جو ہزار آیت کے ساتھ قیام کرے وہ نوبت اجر لینے والوں سے بنیگا۔ (ابوداؤد) اور بیشک کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ فوت السحر مخافۃ الفجر) ہم رمضان میں قیام سے واپس پھرتے تو خدمتگاروں کو طعام پکانے کے لئے جلدی کرتے۔ کہ کہیں سحر نہ فوت ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے) یہ بھی ایک درجہ احسان ہے۔ رزقنا اللہ ایانا۔ والسلام ٭

بہت افسوس ہوگا۔ اگر احباب نے اس مضمون کو بنظر غائر نہ پڑھا ٭

غیر مبائعین کے عقائد

شملہ میں ایک بحث ہو رہی ہے۔ اس میں غیر مبائعین کے قائمقام نے مفصلہ ذیل عقائد ظاہر کئے ہیں ۱۔ مومن کو کافر کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۲۔ مفتری علی اللہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ۳۔ مرزا صاحب کو کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۴۔ مرزا صاحب کو کوئی الہام ایسا نہیں ہوا۔ کہ قطعی حرام ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ نعوذ باللہ حضرت صاحب کو مفتری علی اللہ قرار دیا ہے) (نعوذ باللہ من ذلک) ۵۔ خدا اور رسول کے حکم کا منکر خارج از اسلام نہیں ہے۔ ۶۔ مسیح موعود بلا کیا ہے۔ تشخیص اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ ۷۔ ہزار لعنت اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہے۔ جب کہا گیا۔ خدا کہتا ہے کہ یا ایہا النبی۔ تو کہنے لگا۔ کہ مفتری ہے وہ جو یہ کہتا ہے۔

چیستان مرزا کا حل:۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس چیستان کے حل پر پانسو روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔ نہایت دندان شکن جواب اور تسلی بخش حل ہے۔ قیمت بجائے ۳ر کے ۱ر پانچ یا زیادہ کے خریدار کو ایک آنہ میں ؛

اسلام:۔ بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے نہ کہ بزور شمشیر اصلی قیمت ۳ر ۔ رعایتی ۲ر

قدامت روح و مادہ:۔ مسئلہ تناسخ کی تردید۔ مختلف تقاریر کا مجموعہ۔ اصلی قیمت ۵ر ۔ رعایتی ۴ر ۔

ضرورت نبی:۔ دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی کے لئے ایک رہبر نبی کی ضرورت۔ اور اس کی شناخت :۔ اصلی قیمت ۲ر ۔ رعایتی ۱ر

مفرح یاقوتی:۔ نہایت مقوی اعضاء رئیسہ للعہ فی ڈبیہ

روغن کافور:۔ ہیضہ خونی۔ طاعون۔ تپ محرقہ کے واسطے شیشی کلاں ۸ر۔ خورد (۱۲ر)

مرہم عیسیٰ:۔ ڈبیہ کلاں ۸ر، خورد (۱۲ر)

ملنے کا پتہ :۔ تشحیذ قادیان

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

امراض مستورات کی دوا ✤ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید بار لین ملک کی مشہور دوائیں دائی برغم اور وید کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور پر ہو چکی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم کو طاقت دیتی ہے۔ اور صاف رکھتی ہے۔ اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ بخش ہے۔ ماہواری ایام کی خرابی دور ہوتی ہے ✤ اس دوا کا چند دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ خوراک عہ۔ محصول ڈاک وغیرہ ۶ ر۔ دو شیشی تک ۸ ر

Digitized by Khilafat Library

اس دوا پر اسسٹنٹ آف فیمیل ہوسپٹل رام پور کی رائے آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کیں۔ اس سے مجھ کو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمایئے ✤

آئی اوڈ انڈ ز ڈ سالسہ

گرمی و گٹھیا کی وجہ سے جسم میں جگہ جگہ کا ہونا زخم ہونا۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا نا طاقتی کی وجہ سے خون خراب ہو گیا ہو۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیکر بنا ہے اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنیوالا ہے اور اس کے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں ہے فہرست منگا کر ملاحظہ فرمائیے فی شیشی عگہ

ڈاک محصول ۶ ر ۳

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچے سے ضعیف تک اس کے فائدہ سے آگاہ ہے۔ یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اس کے چار یا پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور خون کو گاڑھا بنا کر قویٰ کو مضبوط کرتی ہے قیمت فی شیشی کلاں ۱۴ ر شیشی خورد ۸ ر۔

محصول ۶ ر و ۵ ر

پتہ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۸ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

بابت ماہ اگست ۱۹۱۵ء

رمضان شوال ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

مسئلۃ الدعاء — ۱-۴۱ — فاضل مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

مسیح ابن مریم کا پہلا خلیفہ پطرس — ۴۲-۵۰ — شیخ عبد الخالق صاحب نو مسلم

فہرست کتب — ۵۱-۵۲

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عا

Digitized by Khilafat Library

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودہری عبد السلام صاحب پبلشر قادیان نے شائع کیا

[illegible]

[illegible]

خلاصۂ مطالب قرآن - سیٹھ الہ دین بھائی سوداگر الہ دین بلڈنگ اکسفورڈ سٹریٹ سکندر آباد دکن نے ایک انگریزی رسالہ اپنے خرچ پر چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے جسمیں قرآن شریف کی آیات متعلقہ اخلاق و بعض اہم مسائل الٰہیات کا انگریزی ترجمہ دیا ہے یہ ایک کار خیر ہے جس کا اجر انشاء اللہ سیٹھ صاحب موصوف (جو حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں) پائینگے۔ احباب جو انگریزوں یا انگریزی دانوں میں اسے تقسیم کرنا چاہیں وہ مندرجہ بالا پتے پر محصولڈاک ارفی رسالہ بھیجکر منگوالیں۔

انجمن یادگار احمدؐ کا دوسرا ٹریکٹ محبی الفاضل سید محمد اسحٰق صاحب نے گوجرانوالہ کے مباحثہ میں عیسائیوں سے کئی ایک مطالبات کئے تھے جن کی پختگی کا یہ ثبوت ہے کہ عیسائی مناظر ان کے جواب سے عہدہ برآنہ ہوسکا۔ یہ اکیس مطالبات ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں احباب منگواکر مفت تقسیم کریں ایک کی قیمت ۰ سردس کی ۴ر پچیس کی ۸ر پچاس کی ۱۴ر سو کی سوا روپیہ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

اظہارِ حقیقت - جو جوش اور اخلاص محبی اخویم قاضی فضل کریم صاحب لنڈا بازار (لاہور) کو دیا گیا وہ قابل رشک ہے، غیر مبائعین کچھ عرصہ سے حضرت مولٰنا نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ ایک خط بنام خواجہ کمال الدین صاحب کی خفیہ خفیہ اشاعت کررہے تھے جس میں ایک فقرہ سے یہ بتایا جاتا تھا کہ سیدنا محمود کو مولٰنا مرحوم نے نالائق اور بیجا جوشیلا قرار دیا ہے اسکے جواب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مضمون روزانہ پیسہ اخبار میں چھپوایا۔ جس میں غیر مبائعین سے چار پانچ ایسے مطالبات کئے گئے ہیں۔ جن سے انکے اعتقادات پر روشنی پڑتی ہے اور ان پر حجت ملزمہ قائم ہوتی ہے پھر اس فقرہ کا صحیح مطلب بتایا ہے جس سے مندرجہ بالا مفہوم اخذ کیا جاتا تھا۔ اس مضمون کو قاضی صاحب موصوف نے علیحدہ چھپوایا ہے ہر ایک احمدی دوست محصولڈاک ۱ر یا ۲ر حسب ضرورت بھیجکر مندرجہ بالا پتہ سے مفت یہ ٹریکٹ منگوا سکتا ہے۔

البرہان - ایک شیعہ رسالہ لاہور سے شائع ہوتا ہے تازہ نمبر میں سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا ہے اسکے بودے استدلات کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ اس مضمون پر کیوں ایک فاضل شیعہ کو اتنا فخر ہے تاہم میں امید کرتا ہوں کہ منشی خادم حسین صاحب نے اگر مناسب سمجھا تو اسکی طرف جلد تر توجہ فرمائینگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۵ء

الدعاء

رمضان شریف ایک مبارک مہینہ ہے جسمیں دعاؤں کی قبولیت کیلئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے دُعا کا مضمون نہایت ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جائیگا۔ جسے میرے مخلص صمیم و محبّ قدیم مولوی غلام رسولؐ صاحب فاضل راجیکی نے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ خوب لکھا ہے منکرانِ دُعا کے لئے علاوہ ان ثبوتوں کے جو اس دُعا میں مندرج ہیں۔ خود یہ مضمون بھی دُعا کی قبولیت اور اس کے مفید و ذریعۂ فلاح ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ کیونکہ فاضل مضمون نگار اس مضمون کے لکھنے میں محض اپنی دعاؤں کی طفیل خدا کی طرف سے خاص طور پر مؤید و منصور کیا گیا ہے۔

میں احباب جماعت احمدیہ کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ وہ اسے غور سے پڑھیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ اس کی اشاعت کریں ؛

دُعا لغو اور فضول امر نہیں ہے

مسئلہ دعا گو تمام قوموں کا مسلّمہ متفقہ اور مشترکہ مسئلہ ہے لیکن افسوس کہ آج اس زمانہ میں جسطرح اور ارکانِ اسلام اور احکام ملت کی بجاآوری سے لاپرواہی کی گئی ہے۔ اسی طرح دعا جیسی ضروری چیز کو بھی عام طور پر غیر مفید سمجھنے سے متروک کر دیا گیا۔ اور لغو اور فضول سمجھ کر پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور اگر کچھ اس کا رواج ہے بھی تو محض رسمی طور پر۔ اور وہ لوگ کہ جو دعا کو حقیقت میں دعا سمجھ کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ وہ کبریت احمر کی طرح بہت ہی کم ہیں۔ اور تعجب ہے کہ جب لوگوں کو دعا کی طرف عام طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ جب قدرت نے انسان کو اس کے فطری تقاضا کے مطابق تمام ضرورتوں کو انجام دینے سے بخوبی پورا کر سکتا ہے۔ تو پھر دعا ایک لغو اور فضول امر ہے جس کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔

کر سکنے کے لئے ہر طرح کے قوٰی اور اعضاء اور روحانی و جسمانی قوتیں اور طاقتیں عطا کر دی ہیں۔ جن سے وہ اپنی ضرورتوں م

یہ ایک سوال ہے۔ جو محض جہالت اور تجبّر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جسطرح فطرت میں خالق فطرت کی طرف سے اور انواع اقسام کے تقاضے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس میں دعا کا تقاضا بھی پایا جاتا ہے۔ اور جسطرح انسان اپنے ہر ایک سکھ کے حاصل کرنے کے لئے اور ہر ایک دکھ سے بچنے کے لئے دیگر مادی اسباب کا محتاج ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دعا کا محتاج ہے۔

صرف عقلی تدبیر کامیابی کے لئے کافی نہیں

کیا انسان کی اندھی عقل جو آسمانی روشنی کی مدد کے سوا قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے والی ہے۔ اس قابل ہے کہ دکھ اور سکھ کے موقع پر کامیابی کے اسباب کو صحیح طور پر سمجھنے اور دریافت کرنے کا دعوے کر سکے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ عقل جو روز روشن میں چلتے چلتے آگے جب راستہ کی دو تین شاخیں ہو جائیں۔ ان میں سے سیدھی شاخ کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ وہ سکھ اور دکھ کے موقع پر کامیابی کے مفید مطلب اسباب کے سمجھنے کا کیسے دعویٰ کر سکتی ہے۔ جو اپنے گوناگوں خواص اور تاثیرات کی مخفی اور پوشیدہ حالتوں کے ساتھ پردۂ غیب میں ہیں۔ ہاں عقل کو اپنی تدبیروں اور تجویزوں میں اگر کوئی مرتبہ حاصل ہے۔ تو صرف رمی السہم فی الظلمات کا نہ کچھ اور۔ اور جس طرح اندھیرے میں تیر چلانے کے متعلق دعوے نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ضرور ہی یہ تیر نشانہ پر لگیگا۔ اسی طرح عقل کی کسی تدبیر اور تجویز کے متعلق بھی حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ فلاں امر کا نتیجہ عقل کی اس تدبیر او تجویز

کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوگا۔ پھر جب عقل اپنی تجویز اور تدبیر کے صائب اور خاطی ہونے کے متعلق بھی پورا پورا فیصلہ نہیں دے سکتی۔ جو خود اس کے اندر کا متاع اور سرمایہ ہے۔ تو خارجی اشیاء کے اندرونی حالات کے متعلق وہ کیا فیصلہ دے سکتی ہے۔ اور جب عقل کے صائب رائے ہونے کا خاص موقع جو اُسے کسی امر کی تجویز اور تدبیر کرنے میں کسی وقت میسر آجاتا ہے۔ اس کا باعث بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی اس صحیح تدبیر کے علم کو اس منبع علوم ہستی کی علمی تجلی کا اثر تسلیم کیا جائے جس کی علمی تجلیات کے فیض کے سوا عقل کا سلیم الفہم ہونا غیر ممکن ہے۔ تو اب ایسی صورت میں عقل کو کیا اس امر سے انکار ہوگا۔ کہ وہ اپنے نقائص کو دور کرنے اور کسی امر کے تدبیر اور تجویز کرنے میں سلیم الفہم ہونے کے لئے اس برتر ہستی کے حضور دعا کرے۔ کہ جس کے رحمانی فیض سے کبھی کبھی بلا دعا کے بھی اتفاقی طور پر اپنی رائے میں صواب کو محسوس کر لیتی ہے۔ اور پھر جب عقل کا خطا کرنا انسان کے عاجز ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور صواب رائے کسی دوسری ہستی کے فیض کا پتہ دیتا ہے۔ تو اب انسان باوجود اس عجز اور احتیاج کے کیا اسطرح کی شرارت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ صواب رائے کی وجہ سے جو خدا تعالےٰ کا فیض ہے تکبر کرے اور اپنے تئیں بڑا سمجھے۔ اور خطا کی وجہ سے جو اس کے عجز سے ہے۔ اس کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرنے کو غیر ضروری سمجھے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ کا اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن کریم میں انواع اقسام کی دعاؤں کا ذکر کرنا خود اسی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ خالق فطرت نے انسان کیلئے دعا کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور اگر انسان دعا کا محتاج نہ تھا۔ اور نہ ہی دعا کی اسے ضرورت تھی۔ تو پھر اسقدر دعاؤں کا ذکر کرنا کس غرض اور مطلب کے لئے تھا۔ بلکہ قرآن کو شروع کیا۔ تو بھی دعا سے اور ختم کیا تو بھی دعا پر۔ اور اس کے مختلف مقامات کو دیکھو۔ تو بھی دعا ہی دعا نظر آتی ہے۔ اب باوجود اس کے پھر کہا جاتا ہے۔ کہ دعا کی کیا ضرورت ہے؟ پھر پانچ وقتوں کی نماز جو دراصل دعا ہی ہے اس کا فرض قرار دینا دعا کی ضرورت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ کہ انسان دعا کا سخت محتاج ہے۔ بلکہ اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ اپنی جسمانی غذا سے بھی بڑھ کر محتاج ہے۔ کیونکہ جسمانی غذا کے لئے تو دو تین وقت ہیں۔ لیکن دعا کے لئے جو روحانی غذا ہے۔ کم از کم پانچ وقت مقرر کئے گئے۔ پھر دعا کے متعلق فرمایا۔ قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاء کم۔ یعنی تمہاری دعا کی وجہ سے تمہاری ہمیں پرواہ ہے۔ اگر دعا نہ ہوتی۔ تو ہم کبھی بھی تمہاری پرواہ نہ کرتے۔ پس دعا وہ چیز ہے۔ کہ جس سے

انسان لاپرواہی کرکے زندہ نہیں رہ سکتا۔

محض اسباب پر بھروسہ تکبّر اور جہالت کی وجہ سے ہے

خدا اپنا رحم کرے۔ زمانہ میں اس عالمگیر وبا کا اصل باعث صرف تکبّر اور جہالت اور خود روی ہے۔ اور بس۔ کس قدر افسوس ہے۔ کہ خالق پرستی کی جگہ مخلوق پرستی کو دیگئی۔ اور اسباب کو خالق الاسباب پر مقدم کیا گیا۔ اور ایک زندہ کو ایک مردہ کے لئے چھوڑا گیا۔ اور ترک کر دیا گیا۔

اسباب کیا ہیں؟ ایک مردہ چیز ہے۔ جو خالق الاسباب اور مسبب الاسباب ہستی کے دست تصرف میں ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے ارادہ کے مطابق اس کی قدرت کے ماتحت اپنی تاثیرات اور خواص کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اب کیا وہ عقلمند ہوگا۔ جو پانی پلانے والے سے تو اعراض کرتا ہے اور روگردان ہے لیکن پانی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اے پانی! تو خود بخود میرے منہ تک پہنچ۔ اور میری پیاس بجھا۔ حالانکہ وہ دوسرے کے تصرف میں ہے۔ اور کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ایک زندہ سے مانگنے سے تو شرم کی جاتی ہے۔ لیکن ایک مردہ کی بوسیدہ ہڈیوں کے آگے مشکل کشائی کے لئے ہاتھ باندھ باندھ کر چلایا جاتا ہے۔ کہ او مردے میری دستگیری کر۔ شرم اور لاپرواہی کے تو یہ معنے ہونے چاہئے تھے۔ کہ جس خدا کے حضور ہمیں دعا کیلئے کہا جاتا ہے۔ وہ چونکہ نعوذباللہ عاجز اور ذلیل ہے اس سے دعا کرنا ہماری ذلت کا باعث ہے۔ اس لئے ہم خدا کو چھوڑ کر کسی بہتر اور برتر ہستی کے حضور گریں گے۔ جہاں گرنے سے ہماری ذلت نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ خدا کو چھوڑ کر جس چیز کے آگے گرنے کو پسند کیا جاتا ہے۔ وہ ناچیز مخلوق اور ناچیز اسباب ہیں جو اس ہستی کے تصرف تام اور اس کی قدرت کاملہ کے مقابل میں سخت حقیر اور ذلیل چیز ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

دُعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے

پھر کہا جاتا ہے۔ اور فخر سے کہا جاتا ہے۔ کہ دعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جسقدر اسباب کی ناموافقت سے ناکامیوں اور مصیبتوں کی صورت میں نقصان ہوگا۔ یہ سب دعا کے نہ کرنے سے ہی ہوگا کیونکہ خالق الاسباب نے

اپنے کلام یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کی دعا میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اسباب عالم کہ جن کا وجود انسان کے لئے علاوہ انعام کے غضب یعنی عذاب اور ضلالت یعنی ناکامی کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنے والے انسان کے لئے صرف انعام ہی انعام ہو جاتا ہے۔ اور اس کے غضب اور ضلالت کے پہلو سے جو نقصان کا پہلو ہے۔ دعا کرنے والے کو بالکل محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور جو دعا نہیں کرتا۔ اس کے لئے خطرہ ہے۔ کہ وہ علاوہ غضب اور ضلالت کے دو نقصان دہ پہلوؤں کے انعام کے تیسرے پہلو سے بھی محروم نہ رہ جائے۔ پس دعا نہ کرنے کا نقصان اس سے ظاہر ہے کہ کیا ہے اور کسقدر ہے۔

دعا کرنا موجب آرام اور دعا نہ کرنا باعث حرمان

ہاں یہ سوال کہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ جو دعا سے واقف بھی نہیں۔ اور نہ ہی وہ دعا کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کو بہت ہی عمدہ آسودگی اور خوشحالی سے گذار رہے ہیں۔ لیکن برعکس اس کے بہت سے دعا کرنے والے ہیں۔ جو دکھ اور تکلیف میں زندگی کو بسر کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو دعا موجب آرام ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی دعا کا نہ کرنا باعث حرمانِ نعمت۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جس چیز کا نام سکھ اور آرام ہے۔ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔ نہ ظاہری اسباب کے ساتھ۔ کیونکہ بعض ایسے انسان ہیں۔ جو باوجود مالدار اور صاحب اولاد ہونے کے ہر وقت دکھی رہتے اور بعض باوجود مفلسی کے اپنے اندر ہر وقت ایک سرور پاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ مال اور اولاد اور ظاہر اسباب آرائش کا ہونا دنیادار کے لئے حقیقی راحت کا موجب نہیں۔ بجز اس کے کہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس کا فرمانبردار بندہ بنے۔ ورنہ دنیا کے اسباب کی لذت کسی سچی راحت کا باعث نہیں ہو سکتی۔ یہ سوال اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہستی باری کا مسئلہ غلط ہو۔ اور پھر خدا تعالےٰ کا وجود اور عدم مساوی ہو۔ اور اس کی رضا اور ناراضگی اور اس کی رحمت اور غضب ہیچ اور محض لاشے ہو۔ اور پھر دنیا ہی دنیا ہو آخرت کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو ایک کروڑپتی انسان جو اپنی زندگی کو خوراک

اور پوشاک کے لحاظ سے اور ایسا ہی مال اور اولاد کے لحاظ سے بہت ہی بڑی آسودگی اور خوشحالی کے ساتھ گذارتا ہوا نظر آرہا ہے۔ لیکن ادہر گورنمنٹ کی بغاوت اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسا انسان اس شخص کے مقابل جو گورنمنٹ کا فرمانبردار اور اس کا وفادار مملوک ہے۔ گو دنیوی حیثیت سے مفلوک الحال ہی ہو گورنمنٹ کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ پس دعا بھی جب خدا تعالےٰ کی اطاعت ہی کے نیچے ہے جیسا کہ نماز سے ظاہر ہے۔ اور جس کی پابندی پانچوں وقت ضروری قرار دیگئی ہے۔ اور جس کے قیام کے لئے حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے تاکیدِ حکم کے الفاظ سے خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا فرض قرار دیا گیا تو اب اس تعمیل ارشاد سے انکار کرنا اور باوجود بلائے جانے کے دربار میں نہ آنا سرکشی اور نافرمانی ہی ہے جس کا نتیجہ سکھ اور آرام نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ خدا تعالےٰ کے نافرمانی کرنے والے لوگوں کو دنیوی آسائش میں آسودہ حال پاکر تعجب کرتے اور ان کی اس حالت کی تمنا کرتے ہیں۔ انہیں قارون کے اس عبرت بخش واقعہ کی طرف غور کرنا چاہئے۔ جو ذیل کے فقرات میں اللہ تعالےٰ نے سورہ قصص میں بیان فرمایا۔

فخرج علےٰ قومہ فی زینتہٖ قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظٍ عظیم۔ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحاً ولا یلقٰھا الا الصابرون فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃٍ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین واصبح الذین تمنوا مکانہ بالامس ویکأن اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لولا ان مَنَّ اللہ علینا لخسف بنا ویکأنہ لا یفلح الکافرون۔ کیا مطلب یعنی قارون اپنی قوم پر زینت کے لباس میں شان وشوکت کے ساتھ نکلا۔ تو دنیا طلبوں نے دیکھ کر کہا۔ کہ کاش! جو کچھ قارون کو دیا گیا۔ ہمیں بھی ملتا۔ بیشک قارون بہت ہی بڑے نصیب والا ہے۔ ان کے اس قول کو سنکر اہل علم لوگوں نے کہا۔ تم پر افسوس۔ مومن صالح کے لئے تو اس سے بھی بڑھ کر اجر اور ثواب ہے۔ مگر یہ بات مستقیم الاصول لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد معاً ہم نے قارون کو اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا اور غرق کر دیا

اور خدا کی اس گرفت سے اسے کوئی نہ بچا سکا۔ پھر جب صبح کے وقت قارون کے اس غرق ہونے کے واقعہ کا ان لوگوں کو علم ہوا۔ کہ جو کل کے روز قارون کی شان وشوکت کی تمنا کرتے تھے۔ تو کہنے لگے۔ کہ تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے جس کیلئے چاہتا ہے۔ رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یہ خدا کا ہی احسان ہے۔ اگر اس کا احسان نہ ہوتا۔ تو قارون کیطرح ہم بھی زمین میں غرق کر دیئے جاتے۔ تعجب ہے کہ کافر لوگ باوجود اتنی بڑی شان و شوکت کے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اور نہ ہی انہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس جگہ رزق کی تنگی فراخی کو بطور ابتلاء کے ذکر کیا ہے۔ یعنی کفار کی آسودہ حالی اور رزق کی فراخی ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں۔ کہ جس کو اصطفا کا باعث سمجھا جائے۔ بلکہ یہ ابتلاء کی صورت ہے۔ کہ آیا اس سے خدا کے شکر گذار اور مومن بندے بنتے ہیں یا ناشکر گذار اور کافر۔ پس شکر اور صبر کا امتحان اور ابتلاء نہ کسی کے فخر کا باعث ہو سکتا ہے نہ کسی کی ہتک کا۔

دنیوی نعمتیں دنیادار کے لئے زبان کان اور آنکھ کی آنی لذت اور ذوق کیطرح پائدار اور دیرپا نہیں ہوتیں۔ لیکن ایمان اور اعمال صالح کی نعمت اپنے اندر ابدی لذت کا انعام رکھتی ہے جس سے مومن انسان ہر وقت خوش رہتا ہے۔ اور اس کو خوشحالی اور لذت کے اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ جہاں کسی قسم کی بیماری اور علالت اور کسی قسم کا افلاس اور فلاکت اور کسی قسم کا قتل اور ہلاکت دکھ اور تکلیف کی وجہ سے اس کے عیش کو منغص نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کی اس لذت کو کسی طرح سے دور ہی کر سکتا ہے۔ بلکہ سچا مومن کبھی ایمانی لذت سے موت کو اپنی زندگی پر اور ایک دکھ کو سکھ پر محض خدا کی رضا اور اس کی محبت کی وجہ سے اختیار کرتا ہے۔ جو دنیادار سے نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا ایمان اور اعمال صالحہ کہ جنکا نتیجہ اسطرح کی ابدی لذت کی روح اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ بجز دعا کے میسر نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دعا کے متعلق آنحضرت الدعاء مخ العبادۃ فرما کر اسے عبادت کا مغز قرار دیتے ہیں۔ پس دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کے سوا انسان کا حقیقی ایمان اور حقیقی اعمال صالحہ کو حاصل کرنا مشکل اور خدا تک پہنچنا محال اور ابدی راحت اور سچی خوشحالی کو پانا نا ممکن ہے۔ پس دعا ضروری اور نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

ادعونی استجب لکم کے کیا معنی؟

اور یہ سوال کہ دعا عام طور پر کی جاتی ہے بلکن قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم دعا کرو۔ میں قبول کروں گا۔ تو اب باوجود اس وعدہ کے دعا کا پھر بھی قبول نہ ہونا دو باتوں سے ضرور ایک بات کو ظاہر کرتا ہے۔ یا یہ کہ نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالیٰ قبول دعا کے وعدہ میں تخلف کرنے والا ہے۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ کی اس امر سے قبولیت دعا مراد نہیں۔ بلکہ قبولیت عبادت مراد ہے۔ اور ادعونی کے لفظ میں دعا بمعنی عبادت ہے نہ سوال دعا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ امر اول یعنی تخلف وعدہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ پس لامحالہ امر دوم یعنی دعا بمعنی عبادت ہی مراد ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ وہی سوال ہے جو سید احمد خان نے اپنے رسالہ الاستجابة والدعا میں اٹھایا۔ اور دعا کی حقیقت صرف اسی قدر ظاہر کی۔ جو اس سوال میں پائی جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رسالہ برکات الدعا میں بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ مفصل تحریر فرمایا ہے جس کو ناظرین سے اکثر نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ لیکن تاہم اس جگہ بھی اس کے جواب کے متعلق کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سو واضح ہو کہ دعا اپنے صحیح معنوں میں اپنے آداب کے ساتھ کبھی بھی رد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی خیر الراحمین اور خیر المحسنین ذات جو بلا مانگے اور بلا دعا کرنے کے انواع اقسام کے احسانات سے خود بخود متمتع فرمانے والی ہے اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دعا کرنیوالوں اور مانگنے والوں کو محروم کر دیگی۔ پس دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ ہاں دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جسطرح اپنے مقاصد کے حصول کے دوسرے ذرائع اور دوسرے اسباب کے بہم پہنچانے اور ترتیب دینے میں پوری پوری سعی اور کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دعا کے ذریعہ سے جب مقاصد کو حاصل کرنا چاہے۔ تو دعا کے آداب کی بھی رعایت رکھے۔ اور جو جو شرائط دعا کے لئے ضروری قرار دیئے گئے ان کے بہم پہنچانے میں پوری پوری کوشش کرے۔ اور اگر دعا میں پوری کوشش اور پورے آداب سے کام نہ لیا جائے۔ اور بے توجہی اور بے التفاتی کے ساتھ یوں ہی قبض خاطر سے بوجھ سمجھ کر سر سے اتارا جائے۔ اور دعا کیلئے صرف اتنا ہی ظاہر کیا جائے۔ کہ یا ہاتھوں کو اٹھا دیا۔

یا منہ سے چند فقرات دعائیہ طوطے کی طرح بے سمجھے رٹ دئے۔ اور یہ شکایت کردی۔ کہ دعا تو کی جاتی ہے لیکن قبول نہیں ہوتی۔ تو دوسرے لفظوں میں گویا اس بات کا اظہار کیا۔ کہ خدا نے جیسا کہ ادعونی استجب لکم کا ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا نہیں کیا۔ بلکہ اس میں تخلف وعدہ کو کام میں لایا گیا۔

دیکھو نفس امارہ کی شرارتوں اور خباثتوں سے یہ بھی ایک کتنی بڑی شرارت اور خباثت ہے۔ کہ اپنے نفس کو حضرت رب العزت کا نقص قرار دیا اور اپنی شرارت کو حضرت سبوح اور قدوس کی تقدس مآب ذات کیطرف منسوب کردیا۔ وسبحان اللہ عما یشرکون ولکم الویل مما تصفون۔

دیکھو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہر ایک سعی اور کوشش کا ثمرہ اسی قدر ہوگا۔ جسقدر کہ کسی نے ثمرات مقاصد کے لئے اسباب کو ترتیب دینے اور بہم پہنچانے سے اپنی سعی اور کوشش کو جاذب الفیوض اور مثمر بنایا ہو۔ اب اگر ایک شخص پیاس بجھانے کے لئے سعی تو اسباب کی صورت میں اسقدر کام میں لائے جو ایک قطرہ کی جاذب ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر اس امر کی شکایت کرے کہ کیوں قطرہ کی جگہ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا مجھے اس سعی کے مقابل نہیں دیا گیا۔ جس سے میں سیر ہو سکتا۔ اور میری پیاس بجھ سکتی۔ جائز نہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پانی جو پندرہ ہاتھ کنواں کھودنے سے اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ کوئی انسان اس کے حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دو ہاتھ زمین کو کھود کر لوگوں سے شکایت کرنے لگے۔ کہ دیکھو میں نے ایک دو ہاتھ تک مٹی کھودنے کی محنت بھی کی۔ لیکن افسوس کہ پانی نہیں نکلا۔ کیا ایسے انسان کو ہر ایک عقلمند نادان نہیں سمجھیگا۔ اور کیا دوسرے جو پندرہ بیس ہاتھ زمین کھودنے سے کامیاب ہوئے اسے ملزم نہیں کریں گے۔ کہ تو نے پوری محنت نہیں کی۔ اور تو نے کنوئیں کے شرائط کو اداب کے ساتھ ترتیب نہیں دیا۔

پس اسی طرح دعا کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرے تو پوری توجہ اور پورے اخلاص اور پورے اداب کے ساتھ کرے۔ پھر دیکھے کہ آیا قبول ہو کر بارآور ہوتی ہے یا نہیں۔

اور یہ پست ہمتی بلکہ بے ایمانی ہے کہ جو امر لاکھوں نبیوں اور رسولوں اور کروڑہا اولیاء اور اصفیا کی متفقہ اور مسلمہ شہادت اور رؤیت سے بپایۂ ثبوت پہنچ چکا ہو۔ اور جس کے ثبوت کے لئے ہر زمانہ میں اہل اللہ کی تازہ شہادتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق یہ فتوے دیا جائے۔ کہ

مسئلہ قبولیت دعا بالکل خلاف واقع اور غلط محض ہے۔ پھر قرآنی احکام میں بھی تحریف کر دی کہ ادعونی استجب لکم کے حکم میں دعا بمعنی عبادت ہے نہ خدا سے مانگنا۔

او پست ہمتو! اور دعا کے منکرو! تم نے کب دعا کی جو قبول نہ کی گئی۔ اور تم نے کب کھٹکھٹایا۔ جو تمہارے لئے کھولا گیا۔ اور تم نے کب مانگا جو تمہیں دیا نہ گیا۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ تم نے جسقدر منت اور الحاح سے دنیوی حکام کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور روئے اور چلائے کبھی اسی قدر اخلاص کے ساتھ خدا کے حضور بھی دعا کی۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کاش تم اپنے دنیوی اسباب کے بہم پہنچانے کے لئے جسقدر محنت اور سعی کرنے والے ہو۔ اس سے نصف محنت ہی خدا کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے کرتے۔ پھر دیکھئے کہ تمہارے ساتھ تمہارا مولیٰ کیا سلوک کرتا ہے۔

ہر ایک دعا قبول ہونا ضروری نہیں

اور یہ سوال کہ ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ نبیوں کی بھی بعض دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ایسی دعا جو اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے خلاف اور امور استثنائیہ میں داخل ہے۔ ایسی دعا اگر قبول نہ ہو۔ تو جا بجا ہے۔ اور ایسی ہی وہ دعا ہے۔ کہ جس سے جہالت اور جسارت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا امتحان کرنا مقصود ہے۔ اس کا قبول کرنا خدا کی مرضی پر ہے۔ نہ ضروری۔

اور نوح علیہ السلام کی دعا کو بیٹے کے حق میں قبول نہ کرنا بیٹے کے شرک کرنے کی وجہ سے تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کی دعا مغفرت آزر کے حق میں جو ان کا باپ تھا۔ بوجہ اس کے شرک کے قبول نہ کی گئی۔ اور جیسا آزر نے شرک کی وجہ سے اپنی نجات پتھر کے بتوں میں دیکھی۔ جو محض ضلالت اور سفاہت تھا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے قول لا عاصم الیوم الا من رحم ربی کے مقابل اس کے بیٹے نے ساٰوی الی الجبل کہکر جبل کو جو بت کے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہی تھا۔ اپنی نجات کا باعث سمجھا۔ جو محض شرک تھا۔ پس حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی دعا کا ایک مشرک کے حق میں قبول نہ ہونا ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ کے اصل کے نیچے تھا۔

پس اس طرح کی دعا خلاف وعدہ ہونے کے مستثنیات سے ہوتی ہے جس کی قبولیت کے لئے حکمت خداوندی اور غیرت الٰہیہ مانع ہے۔

اور اگر اتفاقی طور سے کوئی دعا بوجہ نہاں در نہاں نقائص اور مخفی در مخفی مخالف اسباب کے

نہ بھی قبول ہو۔ تو یہ امر شاذ و نادر اور ندرت کے لحاظ سے دعا کی عام قبولیت کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کے بازار کی رونق کو کم کر سکتا ہے۔ کیونکہ شاذ و نادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ جو قانون قدرت کی تمام شاخوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً دعا کے مقابل دوا اور علاج کے سلسلہ کو ہی دیکھو کہ دوا اور علاج سے سب کے سب بیمار شفایاب ہی ہوتے ہیں۔ یا اکثر کو ان سے ناکامی کے ساتھ قبر میں بھی جانا پڑتا ہے۔ پھر اسکولوں اور کالجوں کے امتحانوں کی طرف دیکھو۔ پھر ریل اور تار کے محکمہ کی طرف دیکھو۔ پھر زراعت اور باغوں کی طرف دیکھو۔ پھر ہر قسم کے مادہ کے حمل اور تولید کی طرف دیکھو۔ ان سب کے سب سلسلوں میں کم از کم دس فیصدی ضرور ہی ناکامی بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ناکامی ہر ایک سلسلہ کے کاروبار اور اس کے معاملات کے لئے مانع نہیں۔ اور نہ ہی اس کی نفی کی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس اسی طرح دعا میں اگر بعض مخفی وجوہ اور مخالف اسباب کے نیچے قبولیت نہ بھی ہو۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ ایک دو دعا کا نہ قبول ہونا ہر ایک دعا کی نفی قبولیت کی دلیل اور ثبوت ہے۔

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے میں حکمت ہوتی ہے

پھر دعا کا باوجود اخلاص اور آداب ضروریہ کے پائے جانے کے پھر بھی قبول نہ ہونا شریعت میں ایک باطل امر نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس کو ایک معنی خیز حیثیت کا مرتبہ دیا گیا ہے۔

اور وہ اس طرح کہ کبھی دعا کرنے والا اپنی دعا سے اپنا کوئی خاص مقصد چاہتا ہے۔ لیکن اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہوتی ہے۔ تب اس کی اس دعا کے مقصد کو اس طرح سے بدل دیا جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اسے وہ مقصد دیا جائے۔ اس کو اس نازل ہونے والی آفت سے بچایا جاتا ہے جس کے نازل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ وہ تمنا کرتا کہ کاش! میرے مقصد کی جگہ مجھے آفت سے محفوظ رکھا جاتا۔

پس ان معنوں میں دعا کبھی گناہوں کے بد نتائج سے بچانے والی ہو کر باعث مغفرت ہو جاتی ہے۔

اور کبھی انسان کی حقیقی ضرورتوں کے لحاظ سے حکمت خداوندی داعی کے مقصد کو مبدل کر دیتی ہے جس طرح ایک گرم مزاج بچہ جو شہد مانگتا ہے۔ اسے بجائے شہد کے مصری یا کوئی اور چیز دی جائے۔ یا مثلاً جیسے کہ ایک انسان چار یا پانچ روپیہ کے حصول کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور ادھر اس کے

کپڑے سب پھٹے پرانے ہیں جن کی وجہ سے وہ اسبات کا بھی سخت محتاج ہے۔ کہ اس کو کپڑے دیئے جائیں اس صورت میں حکمت خداوندی سے کبھی بجائے اس کے کہ اُسے روپیہ دیا جائے۔ کپڑے ہی دیئے جاتے ہیں۔ اب اس صورت میں گو دعا اپنے ظاہری اور معین مقصد کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی لیکن حقیقت میں ضرورت کے لحاظ سے وہ دعا ضرور قبول ہو گئی۔ پس اس صورت میں بھی کوئی سمجھدار آدمی اس امر کی شکایت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ کہ میرے مولیٰ نے دعا کو قبول نہیں فرمایا۔

پھر حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ بعض دعا کرنے والوں کی دعائیں آخرت میں حسنات اور اعمال صالح کا کام دیں گی۔ جن سے حساب کے ترازو کے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائیگا۔ سو دعا غیر مفید چیز نہیں ہو سکتی۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں ضروری ہے کہ دعا کی حقیقت کو سمجھ کر پورے اخلاص اور پورے آداب کے ساتھ عمل میں لایا جائے ◆

جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہنا ہے تو دعا کا کیا فائدہ

اور یہ سوال کہ جب جف القلم بما هو كائن کے نیچے جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہنا ہے۔ تو پھر دعا کا کیا فائدہ؟ سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر جف القلم بما هو كائن کا یہی مطلب ہے کہ جو معترض کی سمجھ میں آیا۔ تو چاہیئے۔ کہ وہ پھر ہر قسم کے اسباب کو استعمال کرنا چھوڑ دے۔ لیکن اگر بیماری کے وقت وہ باوجود جف القلم بما هو كائن کے مسئلہ کو تسلیم کرنے کے علاج اور دوا سے باز نہیں رہتا۔ اور حتی الوسع اپنی تمام ضرورتوں کیلئے اسباب کو مہیا کرنے سے نہیں چُوکتا۔ تو دعا کے لئے کیوں یہ بیہودہ عذر اٹھایا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ خدا پر پورا پورا ایمان نہیں اور نہ ہی اس کی معرفت ہے۔ ورنہ ایسے کلمات جو دہریت کی رگ کا نتیجہ ہیں۔ وہ ایک مومن انسان کے منہ سے کیسے نکل سکتے ہیں ◆

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جیسے جف القلم بما هو كائن کے مسئلہ نے اسباب کے مؤثر ہونے کے قانون کو باطل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اسباب کا موثر ہونا خود جف القلم کے نیچے ہی قرار پایا۔ جن سے بلحاظ اسباب کے دعا سب سے بہت بڑا اور نہایت قوی اور مؤثر سبب پیدا کیا گیا۔ کیونکہ اسباب کو اسباب سے دریافت کرنا خالق الاسباب سے دریافت کرنے کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے ◆

تو اب باوجود اس صحت کے پھر دعا کو غلط قرار دینا بدیہی غلطی ہے۔

غیر اللہ سے استمداد کا فائدہ دعا کے مسئلہ کو باطل نہیں کرتا

اور یہ سوال کہ بہت سے لوگ عناصر پرستی اور سورج پرستی اور چاند پرستی اور قبر پرستی وغیرہ مخلوق پرستی کرتے ہیں۔ اور ان کی مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ غیر اللہ سے استمداد اور استعانت بھی واقعات مشہودہ کے لحاظ سے درست ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کا مسئلہ جیسا کہ عقل سلیم اور نقل صحیح کے برخلاف ہے۔ اسی طرح غیر اللہ سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ غلط محض ہے۔ جیسا کہ اس کا فیصلہ ہر ایک مامور من اللہ کے وقت کھلے طور سے ظہور میں آجاتا ہے۔ کہ ایک طرف اکیلا خدا پرست ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ سب اسباب اور اسباب پرست اور سب مخلوق اور مخلوق پرست۔ پھر ان دونوں سے مقابلہ کرنے کے بعد خدا پرست کا سب دنیا پر غالب آنا اور اس کے مقابل سب مخلوق کا عاجز آنا اس راز کو صفائی کے ساتھ منکشف کر دیتا ہے۔ کہ مسئلہ وہی صحیح ہے۔ جو مامور من اللہ کے قول اور فعل سے تصدیق یافتہ ہؤا۔ پھر اس ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا وجود باجود ہمارے سامنے ایک زندہ اور تازہ مثال قائم کی گئی۔ جس سے سب قسم کے شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔

پھر کسی کا اسباب کے صحیح استعمال کے بعد خدا تعالیٰ کی رحیمیت یا اس کی رحمانیت کے نیچے کامیاب اور بامراد ہونے کو اپنی جہالت اور جاہلانہ خوش اعتقادی سے مخلوق پرستی اور اسکی استمداد کا نتیجہ سمجھ لینا اصل حقیقت کو باطل نہیں کر سکتا۔ بجز اس کے کہ اہل بصیرت اور محقق طبائع اسے ایسے لوگوں کی جہالت تسلیم کریں جو صحیح علم سے محروم اور عقل کے بالکل کورے ہیں۔ جیسا کہ کوئی مشرک کسان سال بھر کی محنت کے بعد خدا کی رحیمیت سے اناج کا انبار حاصل کرے۔ اور پھر اسے مشرکانہ خوش اعتقادی سے کسی بت کی طرف منسوب کر دے۔

اور یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں کئی جگہ آنحضرت سے استمداد فرمائی۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ اے سید الورے مدد وقت نصرت است

ایسا ہی حضرت سید عبد القادر صاحب فرماتے ہیں ؎ یا حبیب الالٰہ خذ بیدی۔ مالعجزی سواک مستندی۔ ایسا ہی بعض دوسرے اولیاء کرام سے ثابت ہے کہ انہوں نے

آنحضرتؐ سے یا کسی دوسرے ولی سے جو وہ بھی غیر اللہ میں داخل ہیں۔ استمداد فرمائی ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ استمداد غیر اللہ کا مسئلہ حقیقت میں بیشک غلط مسئلہ ہے۔ اور خدا کی مخلوق سے کوئی بھی اس قابل نہیں۔ کہ وہ مالک نفع وضرر ہونے کی وجہ سے قابل استمداد سمجھا جائے۔ لیکن با این ہمہ ان بزرگوں کا آنحضرت سے استمداد فرمانا اور پھر اس صورت میں استمداد فرمانا جبکہ غیر اللہ سے استمداد کرنے کا مسئلہ ان کے نزدیک خود غلط ہے اور جس سے مخلوق کو وہ خود روکتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ امر اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے جو نہایت ہی لطیف ہے اور وہ حقیقت صرف آنحضرت کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور بس۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت خاتم النبیین کی خصوصیت سے مخصوص فرمائے گئے۔ اور آپ کی خاتم النبیین ہونے کی شان اور حیثیت جو افاضۂ خلق کے اعلیٰ مقام پر قائم کی گئی۔ کہ جس سے واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے ارشاد کے مطابق آخر سے آخر زمانہ کی مخلوق بھی مستفیض ہونے والی ہے۔ اور پھر آپ کے سوا یہ مرتبہ دنیا میں دوسرے کو نہیں دیا۔ تو اب یہ کچھ بات ہے۔ کہ جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں نے آپ سے استمداد فرمائی۔ جو خالی از حکمت نہیں۔ اور وہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں کا آنحضرت سے استمداد فرمانا غائبانہ حالت میں نہ تھا۔ بلکہ عین مشاہدہ کے وقت میں تھا۔ اور پھر مقام اتحاد کی وجہ سے جو آیات ذیل سے ثابت ہے۔ یعنی ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ اور ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور ایسا ہی دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی صاحب حال کا مقام اتحاد پر ہو کر مقام اتحاد کے اعلیٰ اصدر سے افاضہ اور استفاضہ کی نسبت کے ساتھ کسی امر کے لئے استدعا کرنا اور استمداد فرمانا اور پھر کسی خاص حالت میں فرمانا یہ عام حالات سے مستثنےٰ ہے اور جیسے ان بزرگوں کی اپنی خاص حالتیں عام حالتوں سے مستثنےٰ ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے اس طرح کے واقعات بھی استثنا میں ہی داخل ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎ واللہ انی قد رأیت جمالہ۔ بعیون جسمی قاعدا بمکانی۔ یعنی میں نے آنحضرت کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح آپ کے دوسرے بعض خاص حالات ہیں۔ جو عام حالت پر قیاس نہیں کئے جا سکتے۔ پس آپ کا آنحضرت سے استمداد فرمانا ایک گہرے راز کی بات ہے۔ جس کی حقیقت کو عوام نہیں سمجھ سکتے۔ پھر معرفت

الٰہیہ کے ساتھ اسباب مؤثرہ اور مفیدہ سے مستفیض ہونے کو خود خدا تعالےٰ سے مستفیض ہونا یقین کرنا توحید کے منافی نہیں۔

دُعا کے معنی از روئے لغت

ہاں یہ سوال کہ انسان دعا کرے۔ تو کس طرح کرے۔ اور یہ کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کے آداب کیا ہیں۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ہم ذیل میں ان امور کے سمجھنے کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں۔ اس سے سمجھ لیا جائے۔ کہ دعا کیا ہے۔ اور کس طرح کی جاتی ہے۔ اور کن آداب کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لیکن پہلے لفظ دعا کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ دعا لغت اور اصطلاح کے رُو سے کس چیز کو کہتے ہیں۔ سو واضح ہو۔

لفظ دعاء لغت میں اپنے مشتقات کے ساتھ کئی طرح کے معانی پر اطلاق پاتا ہے جن میں سے چند اقسام بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) استعانت کے معنوں میں جیسے فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ یعنی نوح نے اپنے ربّ سے مدد طلب کی یہ کہ میں مغلوب ہوں۔ پس میری مدد کر اور میرے دشمنوں سے انتقام لے۔ ایسا ہی وادعوا شہداء میں دعا بمعنی استعانت ہے۔

(۲) نداء کے معنوں میں جیسے یوم یدعوکم یعنی جس دن کہ پکارے گا تم کو۔ اس جگہ دعا بمعنے ندا ہے۔

(۳) عبادت کے معنوں میں جیسے ولا تدع من دون اللّٰہ مالا ینفعك ولا یضرك یعنی خدا کے سوا کسی چیز کی کہ تجھے نفع اور ضرر دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اس کی عبادت مت کر۔ اس جگہ دعا بمعنی عبادت ہے۔

(۴) ایمان کے معنوں میں جیسے قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم۔ یعنی اگر تمہارا ایمان نہ ہوتا تو میرا رب تمہاری کچھ بھی پرواہ نہ کرتا۔ اس جگہ دعا بمعنی ایمان ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے بھی یہی بیان فرمایا۔

(۵) سوال کے معنوں میں جیسے کہ ادع لنا ربك یبین لنا۔ یعنی ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کر اور پوچھ دے۔ تا وہ بیان کر دے۔ واسطے ہمارے۔ اس جگہ دعا بمعنی سوال ہے۔

(۶) تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے معنوں میں جیسے کہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا۔ یعنی رسول اللہ صلعم کو یا محمدؐ کے طور پر آپ کا نام لیکر مت بلاؤ۔ جیسا کہ تمہارے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ اس جگہ دعا بمعنی تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے ہیں۔ ایسا ہی قل ادعوا اللہ وادعوا الرحمان میں دعا بمعنی تسمیہ ہے۔

(۷) دعوت طعام کے معنوں میں جیسے کہ اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا۔ یعنی جب تمہیں کھانا کھانے کے لئے بلایا جائے۔ تو گھر میں آجاؤ۔ پھر جب کھانا کھاچکو۔ تو اُٹھ کر چلے جاؤ۔

(۸) قول اور ذکر کے معنوں میں جیسے دعواھم فیھا سبحانک اللھم ․․․․ وآخر دعوھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی بہشتی لوگوں کا بہشت میں ذکر الٰہی کے طور پر زبان پر تسبیح اور تحمید کا قول ہوگا۔

(۹) طلب کے معنوں میں جیسے۔ ولکم فیھا ما تدعون۔ یعنی اس بہشت میں تم جو کچھ بھی طلب کروگے اور چاہوگے۔ تمہیں ملیگا۔

دعا کے بعض معانی صلہ کے لحاظ سے پائے جاتے ہیں جیسے کہ بطور مثال کے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۰۔ دعا الیٰ کے صلہ کے ساتھ آمادہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے کہ واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ۔ یعنی (۱) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے یعنی آمادہ کرتا ہے۔ ایسا ہی رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ میں دعا آمادہ کرنے کے معنوں میں ہے۔

۱۱۔ جب لام کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو فائدہ کے معنے دیتا ہے۔ جیسے ادع لنا ربک یعنی (۲) ہمارے فائدہ کے لئے اور ہمارے بھلے کے لئے اپنے رب سے دعا کر۔

۱۲۔ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو بد دعا کے معنے دیتا ہے۔ (۳) جیسے دعوتُ علیہ یعنی میں نے اس پر بد دعا کی۔

۱۳۔ دعا کے معنوں میں کبھی لفظ صلوٰۃ اور ذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ صلوٰۃ کی مثال

جیسے (۱) وصل علیہم ط ان صلوٰتک سکن لہم - یعنی اے نبی مومنوں کے لئے دعا کر- لاریب تیری دعا ان کی سکینت کا باعث ہے۔

۱۴۔ ذکر کی مثال جیسے واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (۲) یعنی اللہ سے بہت بہت دعا کرو۔ تا تمہیں اپنے مقاصد میں فلاح اور کامیابی حاصل ہو۔

دعا کے معنی اسلامی اصطلاح میں

اس کے بعد اب اسلامی اصطلاح میں جو دعا کے معنی ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ دعا کے اصطلاحی معنی قرآن کے ان الفاظ سے خوب واضح ہوئے ہیں۔ وادعوہ خوفاً وطمعاً ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ یعنی خواہ کوئی خوف ہو۔ کہ جس کا تم دفعیہ چاہتے ہو۔ اور خواہ کوئی صورت امید کہ جس کے حصول سے تم بامراد ہونا چاہتے ہو۔ ان دونوں صورتوں میں سے جب کوئی صورت تمہیں پیش آجائے۔ تو اس دعا کے حصول کے لئے سب سے بڑھ کر یہی طریق ہے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ اور صرف اسی سے طلب کرو۔ پھر جب تم ایسا کروگے۔ تو لاریب خدا تعالیٰ کی رحمت جو دفع شر اور جلب خیر کے حصول مطالب کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ وہ خلوص دل اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرنے والوں کے بہت ہی قریب ہوگی۔ محسنین کا لفظ جو احسان سے مشتق ہے۔ حدیث احسان کی رو سے اس کا ترجمہ ہم نے حضور دل سے دعا کرنیوالے کیا ہے۔ جو زیادہ مناسب حال معلوم ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ اصطلاح میں دعا کی تعریف یہ ہے۔ کہ جس میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہو۔

۱۔ خوف اور طمع کا پایا جانا۔

۲۔ دعا صرف خدا کے حضور کرنا۔

۳۔ دعا تضرع اور حضور دل سے مومنانہ آداب کے ساتھ کرنا۔

دعا کی کیا ضرورت ہے

ہاں اس کے بعد جیسا کہ قبل اس کے عرض کیا گیا۔ دعا کی ضرورت کے متعلق پھر کچھ مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ انسان چونکہ انواع اقسام کی کمزوریوں اور احتیاجوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے ضرور ہے۔ کہ

وہ خوف اور طمع کی دو حالتوں میں سے کسی نہ کسی ایک حالت میں ضرور ہی پایا جائے۔ اور پھر بمقتضاء فطرت ضرور ہے۔ کہ وہ خوف کے دفعیہ اور طمع اور امید کو پورا کرنے کے لئے اسباب ضروریہ کو بہم پہنچانے کے لئے کوشش کرے۔ اور یہ بھی ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے نقص علم اور نقص قدرت کی وجہ سے مفید اسباب کو سمجھنے اور انہیں انجام دینے میں عجز دکھائے۔ اور غلطی کھائے۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ اس کی امداد کے لئے کوئی ایسی دستگیری کرنے والی ذات ہو۔ جو اپنے صحیح علم اور کمال قدرت کے ساتھ مفید مطلب اسباب کو مہیا کرنے سے خوف اور طمع کا کافی طور سے تدارک کر سکے۔ اور وہ ان معنوں میں صرف حضرت رب العالمین کی ذات ہے اور بس۔ پس اس وجہ سے انسان ماں یہ عاجز اور کمزور انسان خوف اور رجا کی ہر حالت میں اس امر کا سخت محتاج ہے۔ کہ خدا کے حضور دعا کرتا رہے۔

اور آیت ادعوہ خوفاً وطمعاً میں لفظ خوف اور طمع کو دعا ہی کی ضرورت کا باعث قرار دیا ہے۔ گویا خوف اور طمع کی دو حالتیں انسان کے ہر وقت شامل حال اس لئے کی گئی ہیں تا وہ انسان کو دعا کرنے کے لئے ہر وقت تحریک کرتی رہیں۔ اور تا انسان کی رُوح دعا کے لئے ہر وقت آستانہ الوہیت پر گری رہے۔

آدابُ الدُعاء

دعا کے لئے استجابت اور ایمان کی ضرورت ہے

لیکن دعا کے لئے کچھ آداب ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے۔

(۱) یہ کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہو۔ اور اُسے اپنی ذات اور صفات اور اسماء اور افعال میں کامل اور واحد لاشریک مانتا ہو۔ اور کسی چیز کو جو اس کی مقدس شان کے منافی نہیں۔ اس کے علم تام اور کمال قدرت سے باہر نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر ایمان کے ساتھ خدا تعالےٰ کی اطاعت کرنے والا اور صالح ہو۔ نہ نافرمانی کرنے والا۔ اور جرائم پیشہ۔ یہ اس لئے کہ قبولیت دعا کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ اور اطاعت کا ہونا ایک لازمی اور لابدی امر ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔

اذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ ہمارا رب کہاں ہے۔ تو جواب میں کہدو۔ کہ میں تو بہت ہی قریب ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں دعا کرنیوالے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ اور پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ پس لوگوں کو چاہئے۔ کہ اس مطلب کے حصول کے لئے میری فرمانبرداری کو اختیار کریں۔ اور میرے ساتھ پورا پورا پورا ایمان لائیں۔ تا وہ اپنے اس مطلب اور مرادمیں کامیاب ہوں۔

پس ایمان اور اطاعت قبولیت دعا کے لئے ضروری شرط ہے اور کفر اور عصیان قبولیت دعا کے لئے سخت روک۔ جیسا کہ فرمایا۔

وما دعاء الکفرین الا فی ضلل۔ یعنی کافروں کی دعا بوجہ کفر کے ناکامی اور نامرادی میں رہتا ہے۔ ایمان اور استجابت کی شرط کو مناسبت کے لئے قرار دیا ہے۔ اس طرح پر کہ جب ایک شخص ایمان لاکر عقائد سے اپنی روحانی قربانی بجالاتا ہے۔ اور استجابت یعنی اطاعت اور اعمال صالحہ سے جسمانی قربانی تو اسطرح کی قربانی اور ایثار کا لازماً یہ نتیجہ ہونا چاہئے۔ کہ جیسے بندہ اپنے مولیٰ کا حکم مانتا ہے۔ اس کے مقابل اس کا مولیٰ بھی اپنے بندہ کی مومنانہ دعا سنے۔ اور اسے قبول فرماوے۔

گویا ماننے کو ماننے سے نسبت ہے۔ اور کفر یعنی نا ماننے کو نہ ماننے سے اور کافر نے چونکہ کفر کی وجہ سے تعلق کو توڑنے سے وہ نسبت ہی پیدا نہیں کی۔ اس لئے اس کی دعا کو بھی وہ شرف قبولیت عطا نہیں ہو سکتا۔ جو مومن کی دعا کو حاصل ہوتا ہے۔ پس ایمان اور اعمال صالحہ کی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے دعا کو قبولیت کے مدارج حاصل ہیں۔ جتنا کوئی ایمان اور اعمال صالحہ میں ترقی کریگا۔ اسی قدر قبولیت دعا کے لئے اہلیت پیدا کریگا۔ اور جسقدر کوئی ضعف اور کمی میں ہوگا۔ اتنا ہی وہ دعا میں بھی کم رہیگا۔

دعا کیلئے تضرع اور حضورِ دل ضروری ہے

(۲) یہ کہ دعا کرنے والا تضرع اور حضور دل سے دعا کرے۔ اس لئے کہ قبولیت دعا میں تضرع اور حضور دل کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ادعوربکم تضرعا وخفیہ انہ لایحب المعتدین۔ یعنی اپنے رب سے دعا کرو۔ تو تضرع سے اور لوگوں سے چھُپ کر کرو۔ یعنی اخلاص سے نہ ریا سے۔ اس لئے کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اعتدا سے مراد اس جگہ ریا اور شرک ہے۔ اور معتدین سے مراد مشرک اور ریاکار یعنی مشرک اور ریاکار کی دعا قبول کرنا خدا تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا یہ کام خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دکھاوے کی غرض سے ہے۔

پس دعا کے لئے تضرع[1] اور ابتہال[2] اور حضور دل[3] اور اخلاص[4] کا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ تضرع اور اخلاص سے قبولیت دعا اور فیضان الہٰی کو ایک نسبت ہے۔ اسطرح پر کہ جب انسان اپنے عجز اور انکسار اور تضرع اور ابتہال سے ایک نیستی کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ تو وہ ہستی جو اپنے فیضان کے لحاظ سے بحر محیط کی طرح ہے۔ اس نیستی کی وجہ سے داعی کو مستفیض کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ چشمہ کہ جس کی اطراف سے جب کسی طرف کو نیچا کر دیں گے۔ تو اس کی وہ پستی جو عجز و انکسار کے معنوں میں پائی جائیں گی۔ فیضان کے قبول کرنے کے لئے ایک قابلیت اور مناسبت پیدا کرلے گی۔ لیکن وہ طرف جو بجائے پست ہونے کے بلند اور اونچی پائی جائیگی۔ وہ اپنی اس بلندی کی وجہ سے جو تکبر اور خودبینی کے معنوں میں ہوگی۔ اس فیضان سے بوجہ نامناسبت رکھنے کے محروم رہیگی۔ اور اس سے بھی اقرب مثال انسان کے بدن اور روح کی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح گو مجسم بینائی اور شنوائی اور مجسم گویائی ہے لیکن انسان کے بدن سے جس جس حصہ کو روح کی بینائی اور شنوائی اور گویائی وغیرہ حواس سے مناسبت ہے۔ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسا کہ بینائی کے لئے آنکھ اور شنوائی کے لئے کان اور گویائی اور ذائقہ کے لئے زبان وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ روح سارے بدن میں ہے لیکن مناسبت کے بغیر اس سے جسم کا کوئی حصہ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح فیض کی کمی بیشی استعدادوں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اب دیکھیئے۔ جو فیض دریا سے ایک نہر جذب کرسکتی ہے۔ اس کے برابر ایک چھوٹی نالی یا ایک مشک یا مٹکا کیسے جذب کرسکتا ہے۔ اسی طرح جو فیض ایک نبی کی دعا جذب کرسکتی ہے۔ عوام کی وہ ہرگز جذب نہیں کرسکتی۔ کیونکہ نبی کی دعا سورج کی روشنی کی طرح یا عالمگیر بارش کی طرح ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی دعا کو

اللہ تعالےٰ نے آپکے الہام میں بارش کی طرح فیض کو جذب کرنے والی بیان فرمایا۔ جیسا کہ

خدا ابر رحمت ببارید یلنے   تو در منزل ما چو بار بار آئی

کے الہام سے ظاہر ہے۔

تضرع کے کیا معنے؟ اور لفظ تضرع جو ضرع اور ضراعۃ دونوں سے مشتق ہو سکتا ہے۔ وہ خود انہی معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ضرع عربی میں پستان کو کہتے ہیں۔ اور جیسے لفظ خِلف اونٹنی کے پستانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ضرع گائے اور بکری دونوں کے پستانوں کے لئے۔ لیکن عرب جیسے لمبے پستانوں والی بکری کو شاۃٌ ضریعۃٌ بولتے ہیں۔ اسی طرح ایسی عورت کو بھی امرأۃ ضریعۃٌ بول لیتے ہیں۔

اب اگر تضرع کو ضرع سے سمجھا جائے۔ تو اس کے معنے ہوں گے۔ بچہ کا خواہ وہ گائے بکری کا ہو۔ خواہ انسان کا ضرع یعنی پستان کے لئے بلبلانا اور پستان سے دُودھ پینے کے لئے تضرع کرنا۔ اور زاری دکہانا ایسا ہی تضرع کو اگر ضراعۃ سے مشتق سمجھا جائے۔ تو اس کے معنے ہوں گے۔ زاری کرنا اور اپنے تیئں درماندہ اور ذلیل دکہانا۔ اور ضرع اور ضراعۃ دونوں لفظ بجائے خود گو متبائن المفہوم ہیں۔ لیکن تضرع میں دونوں کو ایک تناسب حاصل ہے جس سے تضرع کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ بچہ کا پستانوں سے دودھ پینے کے لئے زاری کرنا۔ اور داعی لوگوں کی اصطلاح میں ایک دعا کرنے والے کا جناب الٰہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بچے کی طرح زاری کرنا۔ اور اپنے تیئں عاجز اور ذلیل دکہانا۔

پھر جیسے بچے کا رونا اور زاری کرنا ماں کی شفقت اور ہمدردی کو ابھارتا اور اس کے پستانوں کے دُودھ کو جوش میں لاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو تضرع اور ابتہال سے دعا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا بحر رحمت اس کے لئے جوش دکہاتا ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن   تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

دعا میں بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ خدا تعالےٰ سے فیض طلب کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ کہ دعا انسان کی جسمانی غذا کے مقابل ایک قسم کی روحانی غذا ہے جس کے سوا

انسان کی روح زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز دعا کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی گئی۔ تا انسان ان پانچ وقتوں میں نماز اور دعا کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے فیض کا دودھ بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ حاصل کرے۔ اور اس روحانی غذا سے اپنی روحانی زندگی کو قائم کرے اور قائم رکھے۔

خفیہ کے معنے

تضرع کے ساتھ خفیہ کا لفظ اس لئے بڑھایا۔ تا خلوص اور اخلاص میں اور بھی مدد ملے۔ پھر خدا تعالےٰ کے حضور اور اس کی خلوت کے لئے خلوت ہی مناسب ہے۔ نہ جلوت اور پردۂ خفا اور باطن ہی مناسب ہے نہ ظاہر۔ کیونکہ وہ مخفی در مخفی ذات ہے جس کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے اس سے مخفی ہونا ہی مناسبت رکھتا ہے۔ پھر اس لئے بھی کہ لوگوں کے سامنے یا جلوت میں ممکن ہے کہ ریا پیدا ہو۔ یا ان کی وجہ سے توجہ الی اللہ میں نقص واقعہ ہو۔ اس لئے تضرع کے ساتھ خفیہ کی شرط بطور مدد اور معاون کے ہے۔

اور نماز کے لئے جلوت کو اختیار کرنا جماعت کے حکم کی وجہ سے ہے۔ پھر یہ حکم فرائض کے لئے ہے۔ اور نوافل کے لئے زیادہ تر یہی مسنون ہے۔ کہ گھر میں پڑھیں۔ تا جلوت اور خلوت دونوں طرح کا ذکر اور دعا میسر آئے۔ پھر جلوت ترغیب کے لئے ہے۔ اور خلوت ترہیب کے لئے۔ تا جلوت سے دوسرے لوگوں کو بھی رغبت اور توجہ ہو۔ اور خلوت کے ساتھ ریا وغیرہ نقائص سے حفاظت رہے۔

دُعا کے لئے اضطرار کی ضرورت

پھر ایسا ہی دوسری جگہ اضطرار کو بھی قبولیت کے اسباب میں داخل فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء یعنی بھلا خدا کے سوا کوئی ہے کہ جب کوئی شخص بیقرار ہو کر اس سے دعا کرے۔ اور وہ اس بیقرار کی فریاد رسی کرے۔ اور اس کی مصیبت کو دُور کر دے۔ اضطرار کا لفظ ضر سے مشتق ہے۔ اور ضر کے معنی گزند اور تکلیف کے ہیں۔ اور مضطر کے معنے گزند رسیدہ اور مصیبت زدہ کے۔

پس جو شخص مصیبت زدہ ہو کر اور بیقرار ہو کر دعا کرے۔ اس کی دعا بھی سُنی جاتی ہے

اس لئے کہ اضطرار اور بے قراری سے اخلاص اور تضرع جو قبولیت دعا کے لئے ضروری چیز ہے۔ مضطر شخص کو میسر آجاتا ہے ؛

نماز کے ارکان مضطر انسان کے قلبی اضطرار کے گواہ ہیں

نماز جو عربی زبان میں صلوۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو دعا کے تمام لوازمات ادبیہ پر مشتمل ہونے سے کامل اور اکمل دعا ہے۔ اس کی صورت کو ایک مضطر انسان کے اضطرار اور بیقراری کی حالت کے نقشہ پر ہی دکھایا گیا ہے۔ اس طرح پر کہ نماز میں انسان کا کبھی کھڑے ہونا کبھی جھکنا اور کبھی زمین پر گرنا اور سر بسجود ہونا اور کبھی بیٹھنا اور پھر اٹھنا یہ سب حرکات مضطرانہ حالات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنے والا نماز کو مضطرانہ حال کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ اور کوئی بات ہے۔ کہ جس کے لئے یہ بیقرار ہو رہا ہے ؛

پس ضروری ہے۔ کہ نماز پڑھنے والا اپنی جسمانی حرکات سے جیسے مضطرانہ حالت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اپنی روح میں مضطرانہ اور بیقراری کی کیفیت پیدا کرے تا اس کے جسم کی بے قراری اس کی رُوح کی بے قراری پر شاہد اور دال ہو۔ اور تا بموجب ارشاد امّن یجیب المضطر اذا دعاہ اس کی مضطرانہ دعا قبول ہو کر اس کے لئے مثمر اور بار آور ہو۔

دعا کی بہترین صورت نماز ہے

اور نماز کے لئے نمازی کا پاک جسم اور باوضو ہونا اور پاک لباس اور پاک جگہ ہونا اور خاص اوقات اور رُو بقبلہ ہونا دعا کے آداب کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایک دعا کرنے والا دعا کرنے کے لئے ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ اور یہ سب آداب قبولیت دعا کے اسباب میں سے بطور ممد اور معاون کے ہیں جن میں سے جسم لباس اور جگہ کی طہارت اور پاکیزگی طہارت اور صفائی قلب کی تاکید کے لئے ہے۔ جو رُوحانی توجہ کی قوت اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے ضروری اور بھاری ذریعہ ہے ؛

تعیین اوقات

اور خاص اوقات کی تعیین قبولیت دعا کی خصوصیت کا نشان ہے۔ جو بارگاہ حدیث کی طرف سے دربار میں حاضر ہو کر کچھ مانگنے والوں کے لئے

قائم کیا گیا۔ اس طرح پر کہ ایک کریم النفس اور غنی ذات جو رحمان اور رحیم ہونے کی وجہ سے عام افاضہ کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔ اس کا دعا کرنے والوں کو خاص آداب کے ساتھ خاص اوقات کے لئے مدعو کرنا ان کی دعا کو قبول کرنے کے لئے ہے نہ رد کرنے کے لئے۔ پس اللہ تعالےٰ گو دعا کرنے والوں کی دعا کو ہر وقت سُن سکتا ہے۔ اور اس کی عام رحمت کسی کو بھی جو اس سے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔ محروم نہیں رکھتی۔ لیکن وہ لوگ جو اس کے بتائے ہوئے آداب دعا کے ساتھ اس کے مقرر کردہ اوقات میں دعا کریں گے۔ ان کی دعا تو ضرور ہی قبول ہوگی۔ کیونکہ یہ امر اس کی شان کے سخت مخالف ہے۔ اور عقل ہرگز اس کو باور نہیں کرتی۔ کہ وہ ایک طرف تو اپنی رحمانیت سے لوگوں کو بے مانگے دے۔ اور دوسری طرف مانگنے والوں کو جو اسی کی ہدایت کے مطابق اور اسی کے حکم سے مانگتے ہیں۔ انہیں محروم رکھے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نمازی کی دعا یعنی نماز قبولیت کے لحاظ سے دوسری سب دعاؤں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

کیونکہ دُوسری دعا دعا کرنے والے کی اپنی تجویز سے ہے جس کی قبولیت ضروری نہیں۔ لیکن نماز کی دعا چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تجویز شدہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے قبولیت کا ہونا ضروری ہے اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ کوئی کریم النفس انسان لوگوں میں یہ اعلان کر دے۔ کہ فلاں فلاں وقت میں جو شخص اس ہدایت کے مطابق ہم سے کچھ آکر مانگے۔ تو اُسے ہم ضرور دیں گے۔ لیکن جو ہمارے مقرر کردہ وقت اور مقرر کردہ ہدایت کے سوا آکر مانگے۔ تو اس کو کچھ دینا ہماری مرضی پر ہے۔ خواہ دیں۔ خواہ نہ دیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے حضور نماز کی دعا کو دُوسری دعاؤں کے مقابل ایک خاص وقعت اور خاص عزت ہے ؛

رُو بہ قبلہ ہونا

اور رُو بہ قبلہ ہونا بھی اسی مدعا کے حصول کی تائید کے لئے ہے۔ کیونکہ رُو بہ قبلہ ہونے کے امر سے آمر یعنی اللہ تعالےٰ کا تصور پیدا ہوگا۔ کہ یہ حکم خدا نے دیا ہے۔ پھر کعبہ کا تصور جو مکان ہے۔ اپنے صاحب یعنی رب البیت کا تصور پیدا کریگا کہ اس پر عظمت اور پر شوکت مکان کو قائم کرنے والے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر جب انسان اپنے جسمی ابعاد ثلثہ کے لحاظ سے اس امر کے لئے مجبور ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرف اپنے منہ کو ضرور رکھے۔ تو جہات ستہ میں سے بجائے اس کے کہ عبد عبادت کیلئے کوئی جہت معین کرتا

خود معبود نے ہی اپنی معبودیت کے مقتضاء سے عبد کے لئے ایک سمت معین کردی۔ تا عبد تعین جہت میں بھی خودی اور خود روی سے جو عبودیت کے مفہوم کے مخالف ہے علیحدہ رہے۔

نماز کے آداب سے اللہ کو اکبر سمجھنا بھی ہے

پھر نماز میں دعا کے آداب سے اس ادب کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ کہ دعا کرنے والا دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھے۔ اور کوئی بھی ایسی بات جو اس کی شان کے مخالف نہیں۔ اس کے آگے انہونی نہ سمجھے۔ جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔ کہ

"سچ تو یہ ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وہی بات جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو۔ تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو۔ جو اپنے خیال ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھتے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں۔ نہ سوجاکھے۔ وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں۔ اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو۔ تو تجھے لازم ہے۔ کہ یقین رکھ۔ کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھیگا۔ جو ہم نے دیکھے ہیں"۔

حضرت مسیح موعود کے یہ پاک فقرات جو نقل کئے گئے۔ یہ دعا کے اسی ضروری آداب کو ظاہر کرتے ہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ پس دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی کبریائی کو اس وصف کے ساتھ دل میں قائم کرنا ضروری امر ہے۔

نماز میں اللہ اکبر کہنے کی حکمتیں

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کو اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنے کے لئے حکم دیا گیا جو اس امر کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ انسان اپنے دل میں اپنے علم اور معرفت کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس کے علم اور قدرت اور اس کے افعال کے لحاظ سے جو بھی تصور کرے۔ خدا اسی قدر نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بہت ہی بڑھ کر ہے

پھر انسان جلب خیر اور دفع شر کے معنوں میں جو بھی دعا کرنا چاہے۔ اُسے بتا یا گیا۔ کہ خدا صرف تیری اس قدر احتیاج کو روا کرنے کی قدرت اور اسباب رحمت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اکبر یعنی اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ کیا مطلب؟ یعنی اگر انسان اپنے فطری تقاضوں کے ماتحت دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں جو بھی بڑے سے بڑا مقصد اور حاجت رکھتا ہو۔ خدا اپنے پاس اس سے بھی بڑھ کر مقاصد اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے پاس سامان رحمت کے خزائن رکھتا ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اللہ کے لفظ کے ساتھ اکبر کے لفظ کو اس لئے بھی زیادہ کیا۔ کہ تا انسان علم اور معرفت کے لحاظ سے خواہ کتنی بھی ترقی کر جائے۔ لیکن خدا کو پھر بھی وہ پورے طور سے اپنے تصور میں نہیں لا سکے گا۔ بلکہ جس قدر خدا کو وہ سمجھیگا۔ اس سے وہ اپنی معرفت کا اندازہ کریگا۔ نہ خدا تعالےٰ کی ذات کا۔ کیونکہ خدا اس اندازہ سے جو اس کی معرفت سے پیدا ہوا۔ ابھی بہت بڑھ کر ہے۔ اور جتنا بھی بڑھتا جاوے وہ اس سے بھی اکبر اور بڑھ کر ہے۔

پس بلاغت کے لحاظ سے بھی اللہ اکبر کا لفظ نہایت ہی بلیغ المعنی ہے۔ کہ جیسا کہ ایک مبتدی کے لئے اللہ اکبر مکتفی ہے۔ اسی طرح ایک منتہی کے لئے بھی ویسا ہی مکتفی ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اکبر کا لفظ استغناء اغیار کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ان معنوں میں کہ انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ کیوں اللہ کے سوا کائنات عالم کی چیزوں میں سے کسی کے آگے دعا نہ کرے؟ تو اس کے جواب میں بتلایا گیا۔ کہ اللہ اکبر یعنی اس لئے کہ خدا سب سے بڑھ کر ہے۔ اور ہر طرح سے ہر شان میں بڑھ کر ہے۔ اسواسطے اس کی عظمت اور بزرگی اس امر کی مقتضی ہے کہ سب چیزوں پر اسی کو اختیار کیا جائے۔ پھر اس لحاظ سے بھی کہ انسان چونکہ اپنی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کائنات عالم کی تمام چیزوں کے ساتھ مناسبت رکھنے سے سب کا محتاج ہے۔ اس لئے وہ کس کس کے آگے دعا کرے گا۔ اور کس کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔

پھر جبکہ کائنات عالم سے افاضہ کے لئے علم قدرت اور تصرف کے کامل اور پورے اندازے کے لحاظ سے کوئی چیز بھی کفایت کرنے والی نہیں۔ تو پھر لامحالہ اسی بزرگ ذات کے حضور دعا کرنا مناسب ٹھہرا۔ کہ جس کے کامل علم اور کامل قدرت اور کامل تصرف کے نیچے یہ تمام کائنات عالم کی چیزیں انسان کے استفاضہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ گویا اس صورت میں کائنات عالم

کی مختلف اشیاء خدا تعالےٰ کے فیضان کی نالیاں ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے بحر رحمت سے انسان کے افاضہ کے لئے ہر آن اور ہر وقت تموج اور جوش کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔ اور سب کی کل خدا تعالےٰ کے دست تصرف میں ہے جسے چاہے کھولے رکھے۔ اور جسے چاہے بند رکھے۔ اور بند کر دے۔

پس سورج۔ چاند اور ہوا۔ زمین وغیرہ سب چیزیں اس کے فیضان کی نالیاں ہیں جو انسان کی خدمات کیلئے قائم کی گئیں۔ اور جو اپنی خدمات سے انسان کو مخدوم اور اپنے تئیں انسان کا خادم کر رہی ہیں۔ اب اس صورت میں انسان کا مخدوم ہو کر ان خادموں کے آگے دست بدعا ہونا اور بھی موجب ہتک اور باعث ذلت ہے۔

انسان دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو صرف خدا کے آگے!!

پس انسان دعا کیلئے ہاتھ پھیلا سکتا ہے۔ تو صرف اسی کے آگے۔ کہ جس کی مقتدر اور متصرف ذات نے کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اس خاک کے پتلے کا خادم بنا کر اسکے سر پر اعزاز مخدومیت کا تاج رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی پاک کتاب میں انسان کو بار بار شرک سے منع کیا۔ اور فرمایا۔ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء یعنی شرک کرنے سے انسان بہت ہی بلندی سے پستی پر گرتا ہے۔ کہ گویا آسمان سے گرا۔ کیونکہ خدا کے سوا جس کو بھی معبود بنلائے گا۔ وہ چیز اس کے خادموں سے کوئی خادم ہی ہو گی۔ اب جس خادم کو اس کا مخدوم بنانا بھی اس کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ اس کو معبود بنانا تو اس کے لئے اور بھی ذلت اور باعث فضیحت ہوگا۔ اس لئے انسان کو شرک سے منع کرنا گویا دوسرے لفظوں میں بطور شفقت کے اسے ذلت کے اسباب سے منع کرنا ہے۔

پس انسان دعا بجز خدا تعالےٰ کے اور کسی سے نہیں مانگ سکتا۔ کیونکہ اس میں اس کی سخت ذلت اور ہتک ہے اور نہ اس کی صرف بلکہ اس طرح سے خدا تعالےٰ کی شان الوہیت پر بھی سخت حملہ ہوتا ہے کیونکہ جو چیز خود انسان کی خادم ہونے سے انسان کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اسے خدا تعالےٰ کا ہمتا بنانا اور سمجھنا کس قدر ظلم ہوگا۔ پس انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ دعا کرے۔ تو بس خدا کے حضور ہی کرے۔

الحمد سب دعاؤں کی جامع دعا ہے

اور گو انسانی فطرت کے مختلف تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف قوموں میں اور مختلف زبانوں میں اور مختلف لفظوں میں مختلف دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ و جامع دعا ہے جو جامع کمالات نبوت اور جامع کمالات انسانی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو عطا کی گئی۔ اور وہ دعاء فاتحہ ہے۔ جو تمام قسم کی دعاؤں کے مختلف مطالب اور مختلف مقاصد پر بوجہ اپنی جامعیت اور کمال کے مشتمل اور حاوی ہے۔ اور پھر بوجہ اپنے کمال افاضہ کے ہر زمانہ میں پانچوں وقت خدا تعالیٰ کے حضور کروڑہا انسانوں کے ورد زبان ہو کر بار بار بتکرار پڑھی جاتی ہے۔ دعاء فاتحہ جو بسم اللہ سے شروع ہو کر ولا الضالین پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں علاوہ دعائیہ مقاصد کے ابتداء میں قبولیت دعا کے اسباب اور اس کے طرز اور طریق کو بھی خوب بتلایا ہے۔

بسم اللہ میں آداب الدعا سکھلائے ہیں

چنانچہ ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فرما کر آداب دعا کو سکھایا۔ کہ انسان جب دعا کرے۔ تو پہلے بسم اللہ کی تعلیم کے نیچے دل میں اس امر کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرے۔ کہ میں اس دعا کے کام کو اپنی ہوائے نفسی کے نیچے انجام نہیں دینے لگا۔ بلکہ عبودیت کی حیثیت کے ماتحت اس کام کو اللہ تعالےٰ کے اسم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ نہ اپنے نفس کی طرف۔ اور پھر جب اس کا دعا کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہو نے سے اللہ تعالےٰ کا کام ہو جائیگا۔ تو پھر اس دعا کا قبول ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں گویا انسان ہوائے نفس کے نیچے غیریت کے ساتھ اس کام کو خدا کے حضور پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ عبودیت کے نیچے عبد ہو کر خدا کے کام کو خدا کے حضور پیش کر رہا ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ ایک مالک اپنی مملوک چیز کو اپنے مالکانہ تعلق کی وجہ سے ردّ نہ کرے۔ بلکہ قبول کرے۔ اور عبودیت کے آداب سے یہ ایک ضروری امر ہے۔ جس سے ہر ایک نیکی اور ہر ایک کام میں خواہ کیسا ہی شکل ہو۔ قبولیت اور برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے سوا برکت حاصل کرنے کی کوئی عمدہ راہ نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فھو اکا بتر۔ یعنی جو کام خدا تعالےٰ کی طرف منسوب نہیں اور نہ اس کے اسم کے نیچے ہے۔ وہ برکت سے محروم ہے۔

خدا کے اسم کی طرف منسوب کرنے میں حکمت!!

پس جس کام کو خدا کے نام کی طرف منسوب کیا جائے اور اُسے خدا کی رضاء کے لئے عبودیت کے ساتھ شروع کیا جائے۔ وہ چونکہ اس عبد کا کام نہیں۔ بلکہ خدا کا کام ہے اس لئے وہ ابتر اور ادھورا نہیں رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی غیرت اس امر کو گوارا نہیں کرتی۔ کہ ایک کام جو اس کے نام کی طرف منسوب کیا جانے سے خود اسی کا کام قرار دیا جاتا ہے۔ وہ ابتر اور ادھورا رہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پس دعا کرنے والے کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے یہ اہتمام کرے۔ کہ اس کی دعا خدا کے اسم کے نیچے ہے یا اس کے نفس کی ہوا کے نیچے۔ اور عبودیت کے نیچے ہے۔ یا نفسانیت کے نیچے؟

رحمان و رحیم میں کیا اشارہ ہے

پھر دُوسرا امر کہ جس کی طرف اسم رحمٰن اور اسم رحیم اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دعا کے وقت پہلے خدا کے حضور خدا تعالےٰ کے رحمانی فیوض کو ذہن میں مستحضر کرے۔ تا مناسبت کی وہ کیفیت جو خالق اور مخلوق کے تعلق میں پائی جاتی ہے۔ قوت اور جوش میں آکر فیض لینے کے لئے مستعدی دکھلائے اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسم رحمٰن کو اسم رحیم سے پہلے ذکر فرمایا۔ کہ تا دعا کرنے والا رحمانیت کے فیوض پر نظر کر کے اپنے اندر یہ یقین پیدا کرے۔ کہ جو ذات بلا مانگے اور بلا محنت کرنے کے اسقدر بیشمار انعامات اور احسانات سے ممنون فرمانے والی ہے۔ اس کے حضور سے انسان دعا کرنے اور مانگنے سے کب محروم ہو سکتا ہے۔

الحمد میں کیا اشارہ ہے؟

پھر تیسرا امر کہ جس کی طرف الحمد للّٰہ کا فقرہ اشارہ کرتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والا پہلے رحمانیت کے تمام فیوض کی وجہ سے رحمانی فیوض کے محامد کا اللّٰہ تعالےٰ کے لئے اقرار کرے۔ اور پھر اسی طرح رحیمیت کے تمام فیوض کیلئے بھی رحیمی فیوض کے محامد کا اقرار اللّٰہ تعالےٰ کے لئے کرے۔

اور یہ اس لئے کہ رحمانیت کے فیوض حاصلہ پر خدا تعالےٰ کے محامد کا اقرار جو ایک قسم کا شکر ہے وہ رحیمی فیوض کے حاصل ہونے کیلئے بارشاد و لئن شکرتم لا زیدنکم ایک عمدہ وسیلہ اور

بھاری ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر رحیمی فیوض کو جن کا حاصل کرنا دعا کرنے والے کا مدعا اور مقصد ہے۔ان کے حصول سے پہلے وہ خدا تعالےٰ کو ان کے محامد کے ساتھ یاد کریگا۔ تو یہ اور بھی حصول مقصد کا عمدہ ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی شان سے یہ بعید ہے۔ کہ انسان اسے ان فیوض کے محامد کے ساتھ یاد کرے۔ جو ابھی اسے نہیں عطا کئے گئے۔ اور خدا تعالےٰ اس کے عوض میں اسے ان فیوض سے محروم فرما دے۔ پس الحمدللہ کا فقرہ رحمانیت اور رحیمیت دونوں قسم کے فیوض کو مدنظر رکھ کر پڑھنا قبولیت دعا اور حصول مقصد کیلئے مفید امر ہے۔

دُعا کے متعلق یہ چاروں صفات کیا تعلیم دیتی ہیں

پھر چوتھا امر کہ جس کی طرف رب العلمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدّین کے چاروں صفات اشارہ کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے اپنے وجود پر ایک فنا طاری کرے۔ تا اس سے عبودیت حقہ کی وہ حقیقت پیدا ہو۔ جو حصول مقاصد کیلئے ضروری چیز ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ انسان جو کچھ ہے۔ ان ام الصفات کی چاروں صفتوں کے فیض کا اثر ہے۔ اور بس۔ اب جب یہ خدا تعالےٰ کے حضور ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے ان چاروں صفات کے فیوض کو ان چاروں کی طرف منسوب کر دیگا۔ تو اس وقت یہ اپنی انانیت اور خودی سے بالکل باہر آ جائیگا۔ اور اسوقت مرتبۂ عرفان کے نیچے یہ ایک فنا ہوگی۔ جو ہر ایک صفت کے فیض کو اپنی اپنی صفت کی طرف منسوب کرنے سے پیدا ہوگی۔ جس کے بعد ایاک نعبدُ کا قول اپنے محل پر نہایت ہی موزون اور مناسب طور پر چسپاں ہوگا۔

اس طرح پر کہ جب انسان ایاکَ نعبدُ کہیگا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو ضرور ہے کہ اس کا یہ قول اسوقت اپنے لئے کچھ ثبوت رکھتا ہو۔ تو اس کا ثبوت یہی ہے۔ جو اُس نے ایاکَ نعبدُ کے قول سے پہلے اپنے وجود کو ام الصفات کی چاروں صفات کے اقرار اور ان کا فیوض تسلیم کرنے سے ان کی طرف منسوب کر دیا۔ جو دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے میرا نہیں۔ بلکہ اس خدا کا ہے۔ جس نے مجھے ان صفات کے فیوض سے مستفیض فرمایا۔ اب جبکہ انسان اِیاکَ نعبدُ کے قول کو اس طرح کے اقرار کے ساتھ عرض کرے گا۔ جو ایک گونہ

شکر ہے۔ تو اس کے بعد اس کے اس شاکرانہ قول کو حصول مطلب کیلئے ایک ذریعہ بنایا جائے گا۔ اور ایسا ہی اِیَّاکَ نَعبُدُ کے بعد اِیَّاکَ نَستَعِینُ کہنا حصول مدعا کیلئے اور بھی مؤید ہوگا۔ اور جیسا کہ تیسرے امر میں بیان کیا گیا۔ اسی کے مطابق اس چوتھے امر کا مقصد ہے۔ یعنی الحمد للہ کے فقرہ کو جسطرح رحمانیت فیوض حاصلہ کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح الحمد للہ کو ان چاروں صفات کے اقرار سے قول اِیَّاکَ نَعبُدُ کے ساتھ نسبت ہے۔ پھر جسطرح الحمد للہ کے فقرہ کو رحیمیت کے فیوض کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح ان چاروں صفات کے اقرار سے الحمد للہ کو قول اِیَّاکَ نَستَعِینُ کے ساتھ نسبت ہے۔

گویا انسان کا ایک طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحمانیت کے فیوض کے نیچے بطور شکر کے ہے۔ اور دوسری طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحیمیت کے فیوض کو حاصل کرنے کے لئے بطور دعا کے ہے۔ یا قبولیت دعا کے لئے بطور ذریعہ کے۔

گویا مومن انسان جیسا کہ ایک طرف دنیوی انعامات کے لحاظ سے ان چاروں صفات کے فیوض سے مستفیض ہوتا ہے۔ ویسا ہی دوسری طرف دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور ان معنوں میں گویا مومن انسان کیلئے یہ چاروں صفات دنیوی اور دینی انعامات کے لحاظ سے دگنی ہوگئیں۔ یعنی بجائے چار کے آٹھ ہوگئیں۔ جیسا کہ ان چاروں صفات کے مقابل لفظ نَعبُدُ اور نَستَعِینُ۔ اور اِھدِنَا اور لفظ اَنعَمتَ سے معبود اور مستعان۔ اور ہادی اور منعم چار صفات پیدا ہوتے ہیں۔ جو مومن انسان کیلئے دنیوی انعامات کے لحاظ سے تو رحمانیت کے نیچے۔ ربّ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدّین کے نام کے چار صفات ہیں۔ لیکن دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے یہی چاروں صفات بطور افاضۂ جزاء کے۔ معبود۔ مستعان۔ ہادی اور منعم کے نام کے چار صفات ظہور فرما ہیں۔ اور اس صورت میں دوسری دنیا پر تو رب۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین کے چار صفات کی تجلی ایک ہی طرح کی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن مومن پر ان صفات کی تجلی دنیوی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے دوہری ہوتی ہے۔ اور پھر جب انسان اِیَّاکَ نَعبُدُ کی حالت کے ساتھ صفت معبود کے فیض سے ترقی کرتا ہوا اَنعَمتَ عَلَیھِم تک پہنچ کر صفت منعم کے فیض سے مستفیض ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت مومن کو ان آٹھ صفات کے افاضہ سے وہ حالت اور وہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے

جس کے متعلق فرمایا گیا۔ کہ یحمل عرش ربک یومئذ ثمانیہ۔ یعنی اس دن خدا کی ربوبیت آٹھ صفات کے افاضہ میں تجلی فرماتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اِیاکَ نعبُدُ و اِیاکَ نستعین کی تشریح

اور پانچواں امر کہ جس کی طرف فقرہ اِیاکَ نعبدُ و اِیاکَ نستعین اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وَ اِیاکَ نستعین کہ انسان جب دعا کرے۔ تو اس کے سامنے اللہ ہی ہو۔ اور کوئی چیز نہ ہو۔ تا اِیاکَ نعبدُ کے مخاطبہ میں صادق ٹھہرے۔ اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ جبتک انسان اور خدا کے درمیان جو کچھ بھی بطور حجاب کے ہے۔ ان سب کو نہ اٹھا دیا جائے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء ہے۔ اپنے مقام تقدس کے لحاظ سے کائنات عالم کی چیزوں سے بالکل الگ اور بلند تر ہے۔ اس لئے انسان کی رسائی اس کے حضور میں تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ جب انسان اپنی معرفت کی قوت اور بازؤں سے اس قدر پرواز کرے۔ کہ یہ کائنات عالم کی چیزوں سے پوشیدہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ نہ کوئی اس کو دیکھے۔ اور نہ کسی کو۔ اس حالت میں یہ خدا کے حضور پہنچیگا۔ اور اپنے قول اِیاکَ نعبدُ و اِیاکَ نستعین میں حقیقت کے لحاظ سے صادق قرار دیا جائیگا۔ اور اس امر کی معرفت اور بصیرت حاصل کرنے کے لئے یہ طریق نہایت ہی سہل ہے۔ کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے سے پہلے کائنات عالم کی دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ جو انسان کی تمام قسم کی ضروریات کو پورا کرے۔ اب اس لحاظ سے یہ سب چیزیں انسان کے لئے مقام ...... افاضہ پر قائم کی گئیں خدا تعالےٰ اور انسان کے درمیان میں واسطہ کی صورت میں ہیں۔ جس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایک طرف خدا تعالیٰ کی بحر فیوض ذات ہے۔ اور دوسری طرف کائنات عالم کی سب چیزوں کے اخیر میں انسان۔

اب انسان اس افاضہ کے لحاظ سے جو سلسلۂ علت و معلول کے طور پر خدا اور انسان کے درمیان کی چیزوں کی وساطت سے انسان تک پہونچتا ہے۔ اسباب پرستی کے طور پر اِیاکَ نعبدُ و اِیاکَ نستعین کا فقرہ منہ پر لائے۔ تو وساطت افاضہ کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز اپنے اپنے افاضہ کی وجہ سے اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور ہر ایک چیز اس کی معبود اور مستعان بننے کے لئے طیار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک محجوب انسان انہی معنوں میں اس مقام پر ٹھوکر کھا کر مشرک بن جاتا ہے۔ کہ جس چیز کو مفید پایا۔ ہندؤں کی طرح اس کے آگے سربسجود ہو گیا۔ لیکن عارف انسان کہ جس کے سامنے خدا

تک کائنات عالم کی تمام چیزیں سلسلۂ افاضہ کی صورت میں نظر آرہی ہیں۔ ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس سے آگے گذرتا ہے۔ اور اس کے سامنے سورج آئے خواہ چاند خواہ کوئی چیز جسمانیات سے خواہ روحانیات سے کسی کے آگے بھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا فقرہ منہ پر نہیں لاتا۔ بلکہ چاہتا ہے۔ کہ وہ حقیقی معبود اور فیضان کے اصل چشمہ پر جا پہنچے۔ اس لئے وہ ہر ایک چیز سے گذرتا ہے۔ حتّٰی کہ گذرتا گذرتا اور چلتا چلتا معرفت حقہ کے پرواز سے اس مکان پر پہنچتا ہے۔ کہ جہاں کائنات عالم کی چیزوں سے نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ مکین۔ گویا دوسرے معنوں میں وہ لامکان کے مقام میں جا مقام کرتا ہے۔ جہاں خدا تعالےٰ کی منزہ عن الجہات ذات کا ورود ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر خدا کے حضور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مومن انسان دعا اور نماز کے وقت کس بلندی اور بلند پروازی کا جانور بن جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے الصلوٰۃ معراج المومن کی حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ کسقدر برکت اور رحمت ہے۔ کہ جس مقام بلند پر آنحضرتؐ روحانی معراج کے موقع پر پہنچے۔ اس میں شریک کرنے کے لئے آپ نے نماز اور دعا کے ساتھ اپنی امت کو بھی مستفیض فرمایا۔ تاکہ پانچوں وقت وہ بھی روحانی معراج روحانی بلندیوں کی طرف پرواز کرے گو یہ جدا بات ہے۔ کہ ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق پرواز کر سکتا ہے۔ اور مختلف استعدادوں کے لحاظ سے ترقی کے مختلف مدارج ہیں۔ لیکن تاہم آنحضرتؐ کا یہ نمونہ اس عظیم الشان امر کو نصب العین قرار دیتا ہے۔ کہ جس سے بڑھ کر کوئی امر نصب العین نہیں ہو سکتا۔

پس اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کمال توحید ہے جو قبولیت دعا کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ پھر اِیَّاکَ کی ضمیر مخاطب کو نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْنُ پر مقدم کرنا اور بھی ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ضمیر کو اسطرح پر مقدم کرنا ایک خصوصیت کے معنے دیتا ہے۔

پھر جسطرح اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کیلئے الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک فرمایا گیا۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تصدیق کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی آخر تک دعا فرمائی تا اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے پہلی عبارت مومن انسان کے قول اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کرے۔ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے بعد کی عبارت اس کے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے دعوے پر دلیل ہو۔ اور یہ اس لئے کہ تا مومن انسان اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق دکھانے کا عادی ہو جو صدق اور اخلاص کی علامت ہے ؏

اور نعبدُ اور نستعینُ کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس لئے فرمایا۔ کہ تا ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کے سوا کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اپنی طرح عابد اور مستعین سمجھا جائے۔ نہ معبود اور مستعان گویا دوسرے لفظوں میں معبود حقیقی کی خصوصیت کا اظہار ہے۔ اور جیسے ایاکَ کی ضمیر واحد سے توحید کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح نعبدُ و نستعین کے صیغۂ جمع سے ماسوائے اللہ کے عابد اور مستعین ہونے کا اظہار کیا گیا۔ اور اگر بجائے نعبد اور نستعین کے اعبد اور استعین ہوتا۔ تو اس سے ممکن ہے۔ کہ یہ سمجھا جاتا۔ کہ ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کا عابد اور مستعین یہی شخص ہے جو متکلم ہے۔ اور دوسری مخلوق سے شاید کئی چیزیں عابد اور مستعین نہ ہوں۔ بلکہ معبود اور مستعان ہوں۔ اس لئے جمع کا صیغہ لاکر اس امر کی توضیح کردی۔ کہ معبود اور مستعان صرف اللہ کی ہی ذات ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے۔ وہ سب متکلم کی طرح عابد اور مستعین ہی ہے۔ نہ معبود اور مستعان۔

نعبدُ اور نستعین کا جمع کا صیغہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت کے لئے کسی ایک عضو اور قوت کو خاص نہ کیا جائے۔ بلکہ سب قویٰ اور اعضاء کو عبادت اور استعانت کے کام میں لایا جائے۔

نعبد اور نستعین کو مضارع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت وقتی نہ ہو۔ بلکہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے استمرار کے ساتھ ہو۔ اور ہمیشہ ہو اور دائمی ہو۔ اس کے علاوہ اور فوائد کا خاص فائدہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والے کی توجہ میں فیوض اللہ کے جذب کرنے کی وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے داعی کی دعا کو قبولیت عامہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔

اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

اب اس کے بعد اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے دعائیہ فقرات فرمائے۔ کہ دعا کی جائے۔ تو یوں کی جائے۔ اس دعا میں انعام[1]۔ غضب[2] اور ضلالت[3] کے تین پہلوؤں کو بیان فرمایا۔ یہ اس لئے کہ کائنات عالم کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز انسانی استعمال کے لحاظ سے اپنے اندر تین طرح کی خاصیت رکھتی ہے۔ یا یہ کہ انسان کے لئے باعث نعمت ہو۔ یا یہ کہ باعثِ غضب ہو۔ یا یہ کہ باعث ضلالت ہو۔ باعث نعمت ہونے سے انسان کو حسنۃ فی الدنیا و

حسنة فی الآخرة کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ باعث غضب ہونے سے خسر الدنیا والآخرة کا باعث ضلالت ہونے خسر الآخرة کا۔

اب جبکہ ہر ایک چیز میں یہ نافع اور مضر تین پہلو پائے جاتے ہیں۔ تو انسان اپنے نقص علم کی وجہ سے کہاں اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس چیز کے استعمال سے میں انعمت علیہم کے گروہ سے بنوں گا۔ یا المغضوب علیہم سے یا الضالین سے۔ اس لئے انسان کو اس امر کی از بس ضرورت ہے۔ کہ وہ ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ تا کائنات عالم کی تمام چیزیں اس کے لئے باعث نعمت اور نافع ہی نافع بن جائیں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ اس لئے بھی کہ جب انسان کو کوئی نعمت ملتی ہے یا اس پر غضب نازل ہوتا ہے۔ یا کسی طرح کی ناکامی اور نامرادی ہوتی ہے۔ تو یہ تینوں صورتیں انہی اسباب اور کائنات عالم کی چیزوں سے اس کے لئے ظہور میں آجاتی ہیں۔ اور یہ خود علیم حکیم اور قادر متصرف نہیں۔ کہ ہر ایک چیز کے مضر اور نافع پہلو کو سمجھ کر اپنی قوت سے بچ سکے۔ اس لئے حضرت خالق الاسباب اور خالق الاشیاء کی علیم ذات کے حضور دعا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور ہر وقت ضرورت ہے۔

اور دعا کرنے والا ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ کہ کہتے وقت جب کائنات عالم کی تمام چیزوں سے بالکل علیحدہ اور الگ ہو کر ایک لامکان کی بلندی پر خدا کے حضور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کرتا ہے۔ تو گویا دعا سے اس بات کی استدعا کرتا ہے۔ کہ الہٰی میں تیرا عبد ہوں۔ جو صرف تیرے ہی لئے عابد اور مستعین ہو کر تیرے حضور پہنچا ہوں۔ میری دعا یہ ہے۔ کہ کائنات عالم کی تمام اشیاء کہ جن کی طرف توجہ الی اللہ سے نزول کرنے کے وقت واپس لوٹنا ہے۔ جب واپس لوٹوں۔ تو یہ سب چیزیں میرے لئے ممد اور معاون ہو کر موافقت کرنے سے باعث نعمت ہوں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔

پھر چونکہ یہ دعا خود حضرت رب العلمین اور ملک السلطین کے دربار سے قبولیت کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے اور محض قبول فرمانے کی غرض سے اس دعا کی تعلیم دی گئی۔ اس لئے دعا کرنے والا اس سے اپنے مطلب کو پالیتا ہے۔ اور اپنی مراد اور مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ جب دعا کرنے والا توجہ الی اللہ سے دعا کرنے کے بعد نزول کرنے سے اس عالم کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اس دعا کی قبولیت کی برکت سے خدا تعالےٰ کے حضور سے کائنات عالم کے تمام ذرات اور تمام چیزوں کو حکم ہوتا ہے۔ کہ سب کے سب

اس کے ممد اور معاون ہو کر اس کے لئے باعث نعمت ہو۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز بھی حقیقت اور معنی کے لحاظ سے اس بندہ کے لئے مضرانہ پہلو نہیں ظاہر کرتی۔ بلکہ سب کی سب چیزیں اس بندہ کی خادم اور غلام بن جاتی ہیں۔ اور جب وہ بندہ درگاہ الٰہی دربار سے رخصت ہوتا ہے۔ تو دربار سے نکلتے ہی تمام چیزیں اس کی تعظیم اور خدمت کے لئے طیار ہو جاتی ہیں ؛

پھر اہدنا الصراط المستقیم کی دعا سے اس بات کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ جف القلم بما ھو کائن کو جن معنوں میں لوگوں نے سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس دعا سے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ ایک مغضوب علیہم اور ایک ضال انسان دعا سے منعم بن کر اپنی پہلی حالت کو بالکل بدل سکتا ہے۔ اور اہدنا میں ضمیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا عام مخلوق کی شفقت کے لحاظ سے ہے۔ تا دعا میں دوسروں کو شریک کر کے شفقت علے خلق اللہ کا پہلو بھی پورا کیا جاوے ؛

پھر اس لئے بھی کہ تا جماعت کی شرکت سے دعا کی قبولیت اور بھی زیادہ ہو۔ اس طرح پر کہ ممکن ہے۔ دعا کرنے والا گنہگار ہو۔ اور اپنے گناہوں کی وجہ سے قبولیت دعا کے مقام کو حاصل کرنے میں عاجز ہو۔ اس لئے جب وہ اپنی دعا میں نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے گروہ کے لوگوں کو بھی ان کی کامیابی اور ان کی ترقی کے لئے داخل کریگا۔ تو گو یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اس قابل نہیں۔ کہ اپنی کمزور دعا اور کمزور توجہ سے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے فیوض الٰہیہ کا جاذب بنے۔ لیکن ان دوسرے پاک اور بزرگ لوگوں کو جب یہ دعا میں شریک کریگا۔ تو خدا تعالےٰ ان کی خاطر اس کی دعا کو بھی ضرور قبول فرمائے گا۔ کیونکہ وہ مقبول گروہ ہے۔ کہ جن کا اللہ تعالےٰ کو بہت ہی پاس ہے۔ اس لئے جب ان مقبولوں کے حق میں دعا قبول فرمائیگا۔ تو ان مقبولوں کی برکت سے بمنطوق ارشاد ھم رجال لا یشقی جلیسہم۔ اس دعا کرنے والے کی دعا کو اس کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اور رد نہیں کریگا۔

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کے لئے جماعت کا حکم ہے کہ پانچوں وقت کے فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اور جو اتقی اور اعلم اور اعرف ہونے کی وجہ سے دعا کے ذریعہ فیوض کے لئے بڑھ کر جاذب ہو۔ اُسے امامت کرنے کا حکم ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں امام کے معنے اکرمکم عند اللہ

انقا کمہ کے ارشاد کے مطابق لنفسہٖ صفت کا انسان ہے۔

امامت اور جماعت کا مسئلہ

امامت اور جماعت کا مسئلہ اہل اسلام کے لئے ایک ضروری سبق ہے۔ جو انہیں پانچوں وقتوں میں اس امر کے لئے متنبہ کرتا ہے۔ اور توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ کبھی بھی بلا کسی امام کے زندگی بسر نہ کریں۔ اور جس مکان اور زمان میں ان کا وجود پایا جائے۔ ایک امام کی اطاعت کے نیچے ہوں۔ اس صورت میں ان کو کم از کم دو فائدے ہوں گے۔ ایک وحدت اور اتحاد کا فائدہ جو باہمی ہمدردی اور شفقت کے لئے قوی محرک اور بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دوسرا امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں میں شریک ہونے کا فائدہ۔ گناہوں کی شامت سے بہت سے ایسے مصائب آنے والے ہوتے ہیں۔ جو انسان کو تباہ و برباد کر دیں۔ لیکن محض امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں کی وجہ سے وہ بلائیں اور وہ مصائب ٹل جاتے ہیں۔ اور ایسے بھائی جو حقیقی شفقت اور ہمدردی سے اپنے کسی بھائی کے لئے دعا کریں۔ وہ بجز اس کے میسر نہیں آتے۔ کہ وہ ایک ہی امام سے تعلق رکھنے سے اتحاد اور وحدت کی ایک ہی سلک میں منسلک ہوں۔ اور جن لوگوں کا کوئی امام نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی واحد شخص کی سچی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتے ہیں۔ گو وہ بظاہر ایک ہی جگہ اکٹھے نظر کیوں نہ آئیں۔ ان میں حقیقی اتحاد اور حقیقی شفقت ہرگز نہیں پائی جاتی۔ ہاں ان کا اتحاد نما جھگٹا محض ایک بناوٹ اور تصنع ہے۔ جو صحیح معنوں میں تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتیٰ کا مصداق ہے ؎

پس کسی مومن اور مسلم کا بغیر ایک امام کی اطاعت کے گذارہ بہت ہی مشکل ہے۔ اور جو لوگ شخصی اطاعت کی جگہ جمہوریت یا حریت کو پسند کرتے ہیں۔ اس کا سارا باعث خودی اور خود روی اور اتباع ہوا نفس پرستی ہے۔ اور بس۔ پس جن لوگوں کو آپ کسی امام وقت کے باغی اور مخالف پائیں گے۔ وہ محض اس لئے۔ کہ وہ تکبر کی وجہ سے خودروی کو چاہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جن معنوں میں حریت کو لیا جاتا ہے۔ وہ بجز اس کے نہیں۔ کہ ہم جو چاہیں۔ کریں۔ شراب پئیں۔ زنا کریں۔ نہ مذہب کا جوا گردن پر ہو۔ نہ سلطنت کا۔ لیکن یہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ اس حریت کا انجام کس بری حالت کے ساتھ تباہ کن اور بربادی بخش ہے۔

پھر جب حریت باطلہ کی یہ حقیقت ہے۔ کہ محض خدا کی عبودیت حقہ کو ترک کر کے نفس امارہ اور

شیطان جیسے سخت دشمن کی اطاعت کے جوئے کو گردن پر اٹھایا جائے۔ تو بتاؤ نفس لامر آزادی کہاں کی ہوئی۔ خدا کی اطاعت سے بھی بندہ ہی بنا۔ اور نفس اور شیطان کی اطاعت سے بھی بندہ ہی بنا ہاں فرق ہے تو یہ ہے۔ کہ بندۂ خدا بننے کو چھوڑ کر بندۂ نفس اور بندۂ شیطان بننے کو اختیار کیا گیا۔ تو الغرض امام کی اطاعت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور امام وقت سے علیحدگی سم قاتل ہے۔ جو ابو جہل بنا دیتی ہے۔ و نعوذ باللہ من ذالک

اِہدنا کی مزید تفسیر!

ہاں پھر اہدنا کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ کہ اہدنا میں غیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں لانا نعبد اور نستعین کے صیغۂ جمع کی مانند اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہادی اصل میں اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور ماسوی اللہ تمام مخلوق اس کی عابد اور مستعین اور اس کی ہدایت کی محتاج ہے۔ اور جو کچھ ہدایت وغیرہ کمالات سے کسی کے پاس ہے۔ وہ سب اسی ہادی خدا سے ہے۔ جس کے بغیر ہدایت کا حاصل ہونا ناممکن ہے ؛

دُعا کا ہر ایک نبی محتاج ہے!

اور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کا آنحضرت سے لیکر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک عمر کے آخری وقت تک ورد کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی نبی ہو۔ یا صدیق اور کوئی شہید ہو یا صالح ہو۔ اور کوئی ادنےٰ ہو یا اعلیٰ۔ کسی امر کے نعمت غضب اور ضلالت کے تین پہلوؤں کو سمجھنے اور تمیز کرنے میں سب کے سب عاجز ہیں۔ اور سب کے سب اس بات کے محتاج ہیں۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے کسی امر کی حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے عرض کریں۔ اور اس سے دعا کے ذریعے پوچھیں۔ اب جب آنحضرت سے لیکر ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک سب لوگ محتاج ہیں۔ تو کسی کا یہ کہنا کہ میں نے بجائے خود صراط مستقیم کو خوب سمجھ لیا ہے۔ یہ دعوےٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پس دعا کی انسان کو بہت ہی سخت ضرورت ہے جس کے سوا کام کا چلنا مشکل امر ہے ؛

قبولیت دعا کے دلائل۔

ہاں یہ سوال۔ کہ قبولیت دعا کے دلائل کیا ہیں۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ قبولیت دعا کے اس قدر دلائل ہیں۔ کہ جنکا تقریر اور تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ہاں کچھ نمونہ کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں ؛

اوّل آپ قرآن کو ہی کھول کر دیکھو۔ کہ قرآن میں کس قدر دعاؤں کی قبولیت کے نمونے دئے گئے۔ آدم سے غلطی ہوتی ہے۔ جب پھر وہ ربنا ظلمنا کی دعا کرتے ہیں۔ اور ادھر فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم کے الفاظ سے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس غلطی کو معاف کیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہُوا۔ کہ دعاؤں سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ اور توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی حضرت یونس کی دعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو نجات ملی۔

پھر حضرت نوحؑ کی دعا ربّ لاتذر علے الارض من الکٰفرین دیارا کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کس طرح قبول کی گئی۔ اور اسی دعا سے موذی کفار کہ جنہوں نے حضرت نوح کو بڑی بڑی تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ پانی کے طوفان عظیم میں کس طرح غرقاب ہوئے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک مومن کی دعا سے موذی تباہ ہوسکتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا رب ھب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم۔ کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کسطرح سے قبول کی گئی۔ اور آپ کی اس دعا سے باوجود پیرانہ سالی اور آپکی بڑھیا بیوی کے خدا نے آپکے ہاں محض دعا کی برکت سے کسطرح اسمٰعیل جیسا فرزند عطا فرمایا۔ ایسا ہی حضرت زکریا کی دعا قبول ہوئی۔ اور یحییٰ پیدا ہُوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعا سے اولاد اور پاک اولاد بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اور باوجود عدم اسباب ظاہریہ کے پھر بھی خدا کا فضل ہوسکتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولا۔ کی طرف غور کرو۔ کہ وہ قبول ہوکر آنحضرت کی بعثت سے کسطرح سے پوری ہوئی۔ اور باوجود ایک لمبا زمانہ گذرنے کے پھر بھی قبولیت کے شرف سے مشرف ہوکر ہی رہی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مومن کی دعا اس کی نسلوں کی ہدایت کے لئے بھی قبول ہوکر ضرورت کے وقت کسی مامور کی صورت میں ضرور ہی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی دُعا اھدنا کا نتیجہ

پھر آنحضرت کی دعاء اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کی طرف غور کرو۔ کہ یہ دعا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود کے ذریعہ کس طرح پوری ہوئی۔ الحمد کو آنحضرت کی دعا سمجھ کر اس سے میرا

یہ نتیجہ نکالنا اسطرح سے ہے۔ کہ عام مومن لوگ جب دعا فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تو صراط الذین انعمت علیہم سے مراد پہلے منعم مراد لیکر ان کے انعامات کے لئے التدعا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منعم گروہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح لوگ ہیں۔ جن کے جامع کمالات اور جامع برکات ہونے کے لحاظ سے سب کے سردار آنحضرتؐ ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ سب سے پہلے منعموں کے سردار ہیں۔ تو آنحضرتؐ اپنی اس دعا فاتحہ میں کون سے منعموں کا انعام طلب فرماتے تھے۔ کیونکہ پہلے منعموں کے کمالات تو آپ کو حاصل تھے۔ اس لئے اہدنا کی ضمیر جمع متکلم میں آنحضرتؐ کی امت کو داخل سمجھ کر اس دعا کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ آپ کی دعا کا یہ مطلب تھا۔ کہ پہلے سب منعم جو ہو گذرے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی امت کو دئے جائیں۔ اور جو جو کمالات اور برکات پہلوں کو ملے ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کی امت کو عطا ہوں۔ سو جتنے کہ آنحضرتؐ کی دعا قبول ہوئی۔ اور پہلے سب قسم کے منعموں کے کمالات اور برکات آپ کی امت کو عطا ہوئے۔ اور آپ کی دعا سے ہر صدی کے سر پر اسرائیلی نبیوں کی مانند علماء مجددین پیدا ہوئے۔ اور وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ کی بشارت کے ماتحت مسیح اور مہدی لقب کے آخری مجدد کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان میں مبعوث فرما کر پہلے سب نبیوں کے کمالات کا وارث انسان بھی آپ کی امت کو عطا کیا گیا۔

امت محمدیہؐ کے اولیاء بالخصوص جری اللہ فی حلل الانبیاء کی دعاؤں کی قبولیت

ایسا ہی قرآن میں دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں بہت سی دعائیں ہیں۔ جو قبولیت کے ساتھ اور قبولیت کے لئے ذکر کی گئیں۔ پھر امت کے اولیاء کرام کی زبان کو دعا کی قبولیت کے لحاظ سے قضاء و قدر کی طرح اٹل خیال کرتے ہیں۔ اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی قبولیت کا وہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے۔ کہ آج خیر و شر کے رنگ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ سب آپ کی دعاؤں کا ہی کرشمہ ہے آپ کی جلالی دعاؤں کا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتھم کی موت اور ڈپٹی احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے۔ پھر ان لوگوں کی موت سے کہ جن کا کسی قدر نمونہ کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا۔

اور پھر آپ کے قول "ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلاتے کو ہے" کے مطابق دنیا میں

حضرت مسیح موعود کی دعاؤنکا وہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے کہ آج حوادث کے رنگ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب آپکی دعاؤنکا ہی کرشمہ ہے۔ آپکی جلالی دعاؤنکا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتھم کی موت ڈوئی اور احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے پھر ان لوگونکی موت سے کہ جنکا کسیقدر نمونہ کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا ہے اور پھر آپکے قول "ہر طرف یا آفت جاں تھ پھیلانیکو ہی" کے مطابق مختلف قسم کے عذاب جو طاعون ہیضہ قحط سالی۔ زلازل اور جنگوں کی صورت میں بار بار ظہور کر رہے ہیں جنکی تفصیل اور تفصیل کے نیچے سب افراد کی نوبت کا ذکر کہ جو آپکی جلالی دعاؤں کی قبولیت کا نشان ہے تقریر اور تحریر میں لانا مشکل اور محال ہے۔

اور آپکی جمالی دعاؤنکا نمونہ چار پانچ لاکھ انسان کی جماعت کا ہر فرد ایک زندہ نشان ہے۔ پھر آپکی بیوی اور بچے اور دوست اور انکے مشکلات کے دفعیہ کے لئے دعائیں اور برکات اور ہزاروں بیماروں کی آپکی دعاؤں سے شفا اور پھر اپنے مقدمات اور دوستوں کے مقدمات کیلئے دعاؤں سے فتوحات کا حاصل ہونا مشہور عالم نشان ہیں۔

مسیح موعود کے خلفاء اور آپ کی جماعت کی دعاؤنکی قبولیت

پھر اسوقت ہمارے امام وقت کا خلیفہ ہونا آپکی دعاؤنکا ہی نتیجہ ہے کیونکہ آپکی دعاؤں پر آپکو فضل عمر کا الہام ہوا جو حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت سے پورا ہوا یہ آپکی دعا کی قبولیت کا نشان ہے پھر آپکے بعد حضرت خلیفہ اول کی دعاؤں کی قبولیت اور حضرت خلیفہ ثانی کی دعاؤں کی قبولیت اور پھر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں احمدیوں کی دعاؤنکی قبولیت کا نمونہ اس زمانہ میں تازہ مثالیں ہیں جن سے عام لوگ واقف اور میرے خیال میں کوئی بھی ایسا احمدی نہیں ہوگا جس نے قبولیت دعا کا نمونہ اپنی دعا میں نہ پایا ہو۔

پس دعا کے دلائل واقعات مشہودہ محسوسہ سے بڑھکر اور کیا ہو سکتے ہیں والسلام مع الاکرام

غلام رسول راجیکے

آئینہ حق نما۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کا مسکت جواب۔ قیمت ۱۳/
پید ائش عالم۔ بانی آریہ سماج کے تمام دلائل پر جرح ہے۔ جواز لیست دنیا پر دی ہیں۔ قیمت ۱۳/

مسیح بن مریم کے بعد سلسلۂ خلفاء

پہلا خلیفہ پطرس

"مولٰنا سرور شاہ صاحب نے خطبۂ جمعہ میں فرمایا کہ حضرت مسیح کے بعد پطرس خلیفہ ہوا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اسپر ۶ جون کے پیغام میں ایک مضمون لکھا جسمیں پطرس کے خلیفہ ہونے سے انکار کیا مگر اسی ضمن میں مولٰنا کی شان میں اسقدر گستاخیاں کی ہیں اور تمسخر اور استہزاء سے کام لیا ہے کہ ہر ایک شریف انسان کو پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے اسکے جواب میں شیخ عبد الخالق صاحب نومسلم نے یہ مضمون لکھا ہے جو اپنی زبردست استدلال کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو تہذیب سے گفتگو کرنا بھی سکھائیگا یہ مضمون ۱۳ جون کو نومسلم موصوف نے لکھکر دیا تھا افسوس ہے کہ اسقدر دیر سے شائع ہوتا ہے"

آپ لکھتے ہیں حضرت مسیح کے بعد پطرس تو خلیفہ ہو گئے یہ پہلا جھوٹ اور افترا ہے انجیل موجود ہے مولوی سرور شاہ بتائیں کہ کس جگہ لکھا ہے کہ پطرس خلیفہ بنگیا اور حواریوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت کی یہ مولوی صاحب کا افترا ہے جو محض خلافت کی تائید کے لئے گھڑ لیا گیا ہے۔

لیجئے صاحب! اب آپکی انجیل دانی کا راز ہم فاش کئے دیتے ہیں۔ لو اپنی دونوں آنکھیں کھولکر دیکھو شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ مبارک[۱] ہے تو شمعون بر یونا کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اسی پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤنگا۔ اور عالم ارواح کے

---

[۱] اسجگہ یسوع نے پطرس کو مبارک کہا ہے ہم ڈاکٹر مذکور کو آئندہ کے لئے کہدیتے ہیں کہ اول وہ اپنے کسی استاد سے سیکھ لیں کہ اسجگہ پطرس کی کیا تخصیص ہے کیونکہ اصل زبان میں دو الفاظ لفظ مبارک کے واسطے اپنے اپنے موقعہ و محل پر استعمال ہوتے ہیں۔ ایک یو لوگے منیاس اور دوسرا لولوگے تاس۔ پس خوب غور کر کے جواب دیں۔ کہ اس جگہ کون سا لفظ ہے اور کیوں ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دروازے اسپر غالب نہ آئینگے میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دونگا اور جو کچھ تو زمین پر باندھیگا وہ آسمان پر بندھیگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولیگا وہ آسمان پر کھلیگا متی ۱۶/۱۹

اب اس عبارت سے ایک موٹی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یسوع نے صاف کہا کہ میں اسی چٹان پر (پطرس یعنی چٹان اور پتھر) اپنی کلیسیا بناؤنگا اور جس طرح بموجب مکاشفہ ۱/۱۸ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں اسی طرح پطرس کے پاس ہونگی۔

دوم یہ کہ جو کچھ پطرس زمین پر کریگا وہ آسمان پر کیا جائیگا جسکو پطرس رد کریگا اسے مسیح اور خدا باپ رد کریگا اور آسمان کے فرشتے بھی اسے فاسق و ملعون کہینگے اور جس نے پطرس کو رد کیا اسنے مسیح اور خدا باپ کو رد کیا۔

پس ہم اپنے مخاطب سے دریافت کرتے ہیں کہ خلافت کی تشریح اور توضیح اسی کو کہتے ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر یہ خلافت نہیں تو خلافت اور کس چیز کا نام ہے ہم متی ۱۰/۱ کی اور زیادہ تشریح کر دیتے ہیں اور پطرس کی تخصیص بتا دیتے ہیں۔

متی باب ۱۰/۱ یسوع نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ انکو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں انکی تطبیق مرقس ۶/۷ اور لوقا ۹/۱ وہ ہے اب یہ امر ظاہر ہے کہ ان مقامات سے پطرس کی خلافت اور تخصیص کے برخلاف کوئی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ معجزات تو تمام وے لوگ جو مسیح پر ایمان لاویں دکھا سکتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ یسوع نے بارہ کو چن لیا اور پھر ان تمام نے معجزات دکھائے خلافت پطرس کے خلاف کوئی دلیل نہیں چنانچہ مرقس باب ۱۶/۱۷ میں لکھا ہے اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے وہ میرے نام سے بد روحوں کو نکالینگے نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھائینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی چیز پیئینگے انہیں کچھ ضرر نہیں ہوگا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائینگے اور نیز یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا بلکہ ان سے بھی بڑے بڑے کام کریگا۔ یوحنا ۱۴/۱۲ آیت

پس معجزات اور دیگر امور میں تمام شاگرد شامل ہیں اور ایماندار بھی ویسے ہی حقدار ہیں مگر کلیسیا صرف مخصوص پطرس پر مسیح نے بنائی اور یہی تخصیص اور خلافت پطرسی کی دلیل ہے۔

لیجئے ڈاکٹر حضرت! ہمنے تو صرف ایک مقام سے ہی خلافت پطرس ثابت کر دی مگر اب آپ کسی

آیندہ پرچے میں یہ رونا روتے نظر آئینگے کہ یسوع نے خود کہا اگر کوئی شخص میری خدمت کرے تو میرے پیچھے ہولے اور جہاں میں ہوں وہاں میرا خادم بھی ہوگا یوحنا ۱۲/۲۶ یا یوحنا ۱۵/۱۶ میں لکھا ہے کہ یسوع نے کہا تمنے مجھے نہیں چنا بلکہ میںنے تمہیں چن لیا اور تمکو مقرر کیا کہ جا کر پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے یا متی ۱۹/۲۸ میں مسیح کہتا ہی کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھکر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے مگر ہماری دلیل کو ان تمام مقامات سے کچھ ضعف نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع پر ایمان لانے والے لوگ یسوع سے بھی بڑے بڑے کام کرینگے یوحنا ۱۴/۱۲ حتے کہ بموجب یوحنا ۲۰/۲۳ کے گناہ معاف کرنے اور بخشنے میں بھی سب شاگرد مساوی الاختیار ہیں مگر یہ ہرگز کسی اور شاگرد کی تخصیص اور فوقیت اناجیل کی رو سے ثابت نہیں ہو سکتی کہ کلیسیا کی بنیاد مسیح نے اسی پر رکھی ہو اور یہ صرف پطرس کا ہی حصہ ہے اور یہی پطرس کی تخصیص اور خلافت ہے۔

اور اگر ہمارا مخاطب ڈاکٹر مذکور انجیل کا ذرا زیادہ مطالعہ کریگا تو اسکو یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ یسوع نے ایکدفعہ ستر شاگردونکو اسی طرح چنا تھا اور منادی کے لئے بھیجا تھا اور بموجب لوقا ۶/۱۳ کے سب کو رسول کا لقب دیا تھا مگر ہمارا مطالبہ پھر وہی ہے اور اسکا کسی پراٹسٹنٹ یا پراٹسٹنٹوں کے چیلے کے پاس ہرگز کوئی جواب نہیں ہے۔

اب ایک اور مقام ملاحظہ فرمایئے اور سر تہ گریبان میں ڈالئے اور اپنے شب و روز انجیل کے ورد کرنے پر کف تاسف ملئے۔

پطرس کا رسولی خدمت پر از سر نو مقرر ہونا

اور جب کھانا کھا چکے تو یسوع نے شمعون پطرس سے کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے۔ کیا تو ان سے زیادہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے اس سے کہا ہاں خداوند تُو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میرے برّے چرا[1] اسنے دوبارہ اس سے پھر کہا۔ کہ اے

---

[1] ہمارا مخاطب لکھتا ہی پطرس اگر مسیح کا سچا حواری تھا تو موحد ہوگا اسکو تثلیث سے کیا۔ لہذا اغلب ہے کہ یہ سب کچھ جانتا ہے کا جملہ پڑھ کر پطرس کو اور بھی بلند آواز سے تثلیثی بتایا کرے۔ اس لئے

شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ بولا ہاں خداوند۔ تو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر۔ اس نے تیسری بار اس سے کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے چونکہ اس نے تیسری بار اس سے کہا کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے اس سبب سے پطرس نے دلگیر ہو کر اس سے کہا اے خداوند! تو تو سب کچھ جانتا ہے۔ تجھے معلوم ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں یسوع نے اس سے کہا کہ تو میری بھیڑیں چرا میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تو جوان تھا تو آپ ہی اپنی کمر باندھتا تھا اور جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا مگر جب تو بوڑھا ہوگا تو اپنے ہاتھ لمبے کریگا اور دوسرا شخص تیری کمر باندھیگا۔ یوحنا کی انجیل ۲۱ باب ۱۵-۱۸

ہمکو کچھ ضرورت نہیں کہ آیات مذکورہ کی خود کوئی تشریح یا تفسیر کریں کیونکہ وہ خود آپ اپنی تشریح اور تفسیر ہیں اور صاف سے صاف ہیں (بشرطیکہ پڑھنے والا کور باطن نہ ہو) پس ہم اپنے ذی علم علم سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ زوردار الفاظ لانا جن سے پطرس کی تخصیص اور خلافت ثابت ہو سکے۔ ممکن ہیں ہرگز نہیں پس اگر آپ نے اب کسی دوسری جگہ کسی دیگر حواری کے واسطے از سر نو رسولی خدمت پر مقرر ہونا ثابت نہ کیا تو وہ جو کچھ آپ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے حق میں لکھ چکے ہیں۔ آپ پر صادق آئیگا گویا وہ معززالقاب آپنے صرف اپنے لئے خود منتخب کر کے ہمارا ہاتھ بٹایا جزاکم اللہ احسن الجزا۔

غور کا مقام ہے کہ یسوع مسیح اس تقریر کے عین بعد بقول اناجیل نویساں آسمان پر صعود کر نیوالا ہی صرف پطرس کو از سر نو رسولی خدمت پر مقرر کر کے اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی اسکے سپرد کرتا ہے اور پھر ساتھ ہی جوانی اور بڑھاپے کی مثال پیش کر کے تمام منکرین کی زبان بند کرتا ہے پس اگر یہ خلافت نہیں۔ تو پھر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴

ہم اسکو سمجھائے دیتے ہیں کہ یہ ایک عام محاورہ ہے چنانچہ یہی فقرہ یوحنا نمبر ۱ باب ۲ میں تمام ایمانداروں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ کو دعوے ہے کہ پطرس اور دیگر حواری موجودہ انجیل کی رو سے تثلیثی تھے تو ذرا ہمارے مضمون الوہیت مسیح کا جو جنوری۔ فروری۔ مئی ۱۵ء کے تین نمبروں میں ریویو میں شائع ہوا غور سے پڑھکر جواب دیں اور ہمنے اسمیں تمام دلائل در بارہ اثبات الوہیت مسیح جو اہل تثلیث کے علماء و فضلاء پیش کیا کرتے ہیں تحریر کر دئے ہیں اور پھر انکا رد ایسے طریق سے کر کے دکھایا ہے کہ آپکو یا آپکے کسی استاد کو ہرگز ایسا طریق کبھی نصیب نہیں ہوگا۔

خلافت کی تشریح کے واسطے کسی ہسکلاپن رکھنے والے لیکچرار کے لیکچر کی کیا ضرورت ہے؟ اور کس طرح اس لیکچر سے کوئی ثابت کر سکے گا۔

پس ہم صرف ان ہر دو مقامات سے ہی آپکی مدعا کی بطالت ثابت کر چکے ہیں اور ہم کو کچھ ضرورت نہیں کہ آپ کے دیگر تمام اوہام کی بھی جو افسانہ کذب پر مبنی ہیں تردید کریں مگر صرف ناظرین پر یہ بات ظاہر کرنے کے واسطے کہ آپ دین مسیحی سے ناواقف اور نابلد ہونیکے باوجود ہمہ دانی کے مدعی ہیں۔ آپ کے چند خرافات کو اہل نظر کی نظروں کے سلسنے رکھدیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آپنے خلافت حقہ مسیح موعود قادیانی کے خلاف کیا حال کیا کچھ ہمت کی ہے اور اس کمال میں آپکو کیا ید طولےٰ حاصل ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ "کیونکہ پوپ پطرس کی گدی پر ہی بیٹھنے کے مدعی ہیں انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ پوپوں کی گدی دراصل مسیح کی خلافت نہیں بلکہ پولوس کی ہے ابتدا سے ہی تمام پوپ پولوسی مذہب کی تعلیم کی ہی اشاعت و ترویج کرتے رہے ہیں اور پطرس بیچارے سے نسبت تو صرف بہشت کی کنجیوں کے وارث بننے کے لئے پیدا کی گئی ہے" اس سے آگے لکھتے ہیں وو "یہ ہی یعقوب جو غیر قوموں سے شریعت کا بوجھ ہٹا رہا ہے اور جس کا مثیل میاں محمود کو مولویصاحب بنانا چاہتے ہیں خدا جانے مولٰنا نے کیا سوچا جو یعقوب کو اس مماثلت کے لئے پسند کیا۔ ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہی جس نے ایسے کارنمایاں کرکے دکھائے ہیں کہ مسیحی مذہب کی کایا ہی پلٹ کردی اور لفظ پرستی اختیار کرکے اور مجاز کو حقیقت کا جامہ پہنا کے مسیح کی شان میں خوب غلو کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کر لی"۔ یہ دلیل ہمہ دانی اور نازہ بخدانی پر شاہد ناطق ہے۔ اور آپ کے مسیحی مذہب کے عالم متبحر ہونے پر دال ہے۔

کیوں جی! حضرت! ڈاکٹر!! صاحب!!! اور وہ سب کچھ جو آپ مولوی سرورشاہ صاحب کو کہہ چکے ہیں کس سند پر آپنے یہ لکھدیا "ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہے"۔

بتائیے کس وقت پطرس کے بعد پولوس نے ایسے کارنمایاں کئے اور کس وقت مسیح کی شان میں غلو کیا انجیل کے کون سے مقام کی رُو سے آپنے اپنا یہ استدلال صحیح ظاہر فرمایا۔ آپنے کس تاریخ کی کتاب میں مطالعہ کیا کہ پطرس کے بعد پولوس نے یہ کام کئے اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔ کن وقتوں میں جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔

اگر آپ یہ دلیل نہ لکھتے تو میری حیرت وفعہ نہ ہوتی کہ پیام پارٹی میں یہ اسسٹنٹ سرجن کیسا

ناظرین پر واضح ہو کہ اس اتنی بڑی علمیت کے مدعی کو تاحال یہ بھی معلوم نہیں کہ پطرس کس وقت فوت ہوا۔ اور پولوس کب کون پہلے فوت ہوا دوسرا کتنے سال بعد ہم آج اسکو بتائے دیتے ہیں۔ تا پھر ایسی بیہودہ دلیل اُنکی زبان سے نہ سنیں۔

بھلا اس بیچارے کو کیا معلوم کہ تمام عیسائی مؤرخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پطرس مسیح کا خلیفہ اول ۶۷ء میں شہید ہوا۔ اور پولوس رسول ۶۳ء یا ۶۴ء میں پطرس سے چند ماہ پہلے شہر روم میں ہی شہید کیا گیا۔ چنانچہ کلیسیا کی تواریخ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی مصنفہ مترجمہ پادری ای۔ ایم ویری صاحب ڈی ڈی کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ رومی اسقفوں کا ذکر تواریخ میں نہیں ملتا بیشتر وفات پولوس رسول کی جو ۶۳ یا ۶۴ء میں ہوئی اور گمان غالب ہے کہ پطرس بھی ۶۷ء میں شہر روم میں شہید ہوا اور نیز صفحہ ۲۴ و ۲۵ بھی ملاحظہ ہو۔

پس ہم کہتے ہیں کیوں آپنے ہمہ دانی کا اتنا بڑا دعوے کیا اور کیوں محار ہوئے اب اپنی اس بیعلمی کا لوگوں کو کیا جواب دو گے غالباً کہدو گے کہ ہماری مراد اس سے یہ نہ تھی کہ پطرس کے بعد پولوس نے ایسا کیا۔ بلکہ پطرس کی عین حیات میں ہی اسنے ایسا کیا مگر پھر دکھانا پڑیگا کہ کس سنہ میں ایسا کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی مگر آپ کی مجال نہیں کہ یہ تاویل کر سکیں کیونکہ آپنے خود ہی تشریحًا تحریر فرماتے ہوئے اس تاویل کی راہ ماری اور یہ کیوں یہ اسلئے کہ اس مضمون کے لکھتے وقت آپکے سر پہ بے علمی کا ایک جن چڑھا ہوا تھا اور اس تمام ساختہ پرداختہ کے وہی حضرت پڑھے جن جوابدہ ہیں۔

ایسے شخص کی جو مسیحی مذہب سے بکلی بے بہرہ اور بے علم ہے زیادہ تردید کرتے ہوئے ہمیں خود افسوس آتا ہے مگر اتمام حجت کے واسطے ہم اسکی بے علمی کو اور بھی فاش کئے دیتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ پطرس کے مرنیکے بعد یعقوب خلیفہ ہوا ڈاکٹر صاحب نے بالکل غور نہیں کیا اگر وہ اپنے تحریر کردہ مقام اعمال ۱۵ ۱ سے ذرا پہلے کی چند آیات مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو گیا ہوتا کہ ان کا پولوس پطرس کے بعد والا فیٹنگے اور ساحر یہ کے پیچھے سے چل کر پطرس کے پاس فتوی لینے کے واسطے آتا ہے اور پطرس کے تقریر کر چکنے کے بعد یعقوب رسول کی پیش کردہ تجویز کو پطرس خلیفہ وقت اور پولوس رسول ہر دو نے تسلیم کرلیا ہے پس اگر یعقوب معزز اور باوقعت شخص نہ تھا۔ تو اور کیا تھا؟

اور آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ جلسہ کس سنہ میں ہوا مگر خیر ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں تا آپ غور کریں یہ جلسہ ۵۰ء یا ۵۱ء میں منعقد ہوا کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۱ - اور ۶۳ء یا ۶۷ء میں پولوس شہید ہوا - اور ۶۷ء میں ہی پولوس کے چند ماہ بعد پطرس بھی شہید کیا گیا اور باقی رسولوں کی نسبت تواریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ انکی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے کہا جاتا ہے کہ وہ عرب حبشستان فارس ہند اور کئی اور ممالک میں انجیل کی خوشخبری سناتے رہے کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۱۴ مگر صرف یعقوب اور یوحنا کی نسبت لکھا ہے کہ یوحنا رسول کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ اسنے بہت برسوں تک خداوند کی ماں کو بیٹا نہ محبت کے ساتھ شہر یروشلم میں اپنے پاس رکھا دیکھو یوحنا ۱۹/۲۶ و ۲۱/۲۰ اور ۲۱/۲۴ کے یوحنا رسول مسیح کا پیارا شاگرد تھا اور یہ یعقوب اسکا بھائی ہے مسیح یسوع کے ساتھ ہر وقت یہی تین شاگرد یعنی پطرس یعقوب اور یوحنا ہی رہے دیکھو لوقا ۸/۵۱ و ۹/۲۸ و متی ۱۷/۱ و مرقس ۱۴/۳۳ اور متی ۲۶/۳۷ لیکن جب مریم مرگئی وہ شہر افسس میں بود و باش رکھنے لگا اور وہیں موت تک ان کلیساؤں کی خبر لی جن کی بنیاد پولوس نے ڈالی تھی۔

اور یعقوب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ یروشلم کا اسقف مقرر ہوا لیکن جب یعقوب نے وفات پائی کلیوپاس کا بیٹا شمعون یروشلم کی کلیسا کا اسقف مقرر ہوا پھر نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب کا راولپنڈی سے چیخنا چلانا چہ معنے دارد بھلا انکو کون سمجھائے کہ حضرت ایروشلم میں ہی پطرس خلیفہ یا اسقف مقرر ہوا تھا۔ اعمال ۱/۱۵ یروشلم میں ہی پطرس نے متھیاہ کو رسولی خدمت پر مامور کیا تھا۔ اعمال ۲/۱۴ یروشلم میں ہی پطرس نے پہلے خلافت کے زمانہ میں وعظ کیا تھا۔ اعمال ۳/۱ یروشلم میں ہی اول لنگڑے والا معجزہ پطرس رسول سے ظاہر ہوا تھا اعمال ۲/۴۱ یروشلم میں ہی تین ہزار آدمیوں نے اول پطرس سے بپتسمہ حاصل کیا تھا اعمال ۴/۴ پس یروشلم میں ہی پطرس کے بعد کا اسقف اسکا جانشین سمجھا جاتا ہے جو یعقوب ہوا اور یعقوب رسول ہی وہ رسول ہے جس کا نام پطرس اور پولوس تمام شاگردوں سے پہلے لیا کرتے تھے چنانچہ پطرس نے جب ایک دفعہ مخالفین کے ڈر سے ہجرت اختیار کی تو سب سے پہلے یعقوب کو مطلع کرنا ضروری خیال کیا چنانچہ فرمایا یعقوب اور بھائیوں کو خبر کر دینا اعمال ۱۲/۱۷ اور پولوس نے بھی جب کبھی ذکر کیا تمام رسولوں کے نام سے پہلے یعقوب ہی کا نام ادب سے لیا گلتیوں ۲/۹ تطبیق کرو دیگر مقامات سے پس ہمنے ثابت کر دیا اور نہایت واضح دلائل سے ظاہر کر دیا کہ پطرس کے بعد یعقوب ہی یروشلم کا اسقف مقرر ہوا۔ اب آپ کا حق ہے کہ اسپر کچھ اور لکھکر اپنی اور زیادہ بے علمی کا ثبوت دیں ہم تغیر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں پھر ڈاکٹر مذکور مولانا سرور شاہ کا یہ فقرہ نقل کرکے "اس انجمن نے کہا غیر اقوام میں تبلیغ کرنی چاہیئے

تو پطرس جو کہ حضرت مسیح کا خلیفہ تہا اسنے کہا کہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں میں ہونی چاہیئے کیونکہ مسیح صرف انہیں کے لئے آیا تہا۔ ہمیں باہر نہیں جانا چاہیئے"۔ لکھتا ہے کہ لاحول ولاقوۃ (آپکی زبان پر یہ لاحول کیسے آیا) الحمد اللہ جمعہ کا خطبہ اور یہ جھوٹ رسولوں کے اعمال پڑھو۔

بھلا اس شخص سے کوئی پوچھے کہ رسولوں کے اعمال ۱۱ کی چند آیات تمنے کس اُستاد سے پڑھی تھیں جس نے آپکو بتایا تہا کہ پطرس نے کبھی کسی وقت میں غیر اقوام میں تبلیغ کرنے سے منع نہیں کیا پھر اسنے کس سے پڑھا کہ رسولوں کے اعمال کس سن میں لکھے گئے اور پطرس نے کبھی ایسا نہیں کہا اور ہرگز نہیں کیا اسنے یہ سمجھا۔ کہ مسیحیت کی تمام مذہبی کتب احمدیہ بلڈنگس کی کسی الماری میں مقفل بند کر رکھی ہیں اور ضرور!

ناظرین پر واضح ہو کہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ فلاں وقت میں پطرس رسول نے غیر اقوام میں تبلیغ نہ کرنے کے واسطے کچھ کہا تہا مگر اس ڈاکٹر کی شامت ملاحظہ فرمائیے کہ کس بیبا کی سے چیختا چلاتا ہے ہم اسکو بتائے دیتے ہیں کہ ایک وقت میں پطرس ضرور اس بات کا حامی ہوا۔ کہ غیر اقوام سے الگ رہنا چاہیئے۔

کلسیا کی تواریخ مصنفہ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی ترجمہ پادری ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔

"یروشلم کے جلسہ عام کے بعد باقی رسولوں کی تاریخ کی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے پطرس کی بابت معلوم ہے کہ وہ انطاکیہ کو گیا اور یہودیوں کی مخالفت کے خوف سے وہ غیر اقوام والے مسیحیوں سے الگ ہو گیا پولوس نے اسکو ملامت کیا پھر ذرا آگے لکھا ہے جیسا پولوس غیر قوموں کا رسول ہوا ویسا پطرس یہودیوں کا خاص رسول ہوا جو غیر ممالک میں تتر بتر ہو گئے تھے چنانچہ وہ روایتیں جن کے مطابق نیرو کے آخری ایام میں وہ روم کو گیا اور قریب اسوقت کے کہ جب پولوس شہید ہوا وہ بھی شہید ہو گیا"۔

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ مولوی صاحب نے حق اور سچ کہا لہذا وہ سب کچھ جو آپنے مولوی صاحب کی شان میں لکھا وہ آپ ہی کی تعریف ثابت ہوئی اور ہمنے آپکی بہت رعایت کی کہ پراٹسٹنٹ علماء کی تواریخ

سلہ بھلا اس بیچارے مسیحیت کے مذہب سے ناواقف آدمی کو کیا معلوم ہو کہ عیسائی لوگ متی ۱۵/۲۴ اور ۲۸/۱۹ کی تطبیق کس طرح کر کے معترضین کو کیا جواب دیا کرتے ہیں کاش کہ یہ شخص کچھ تو واقفیت بہم پہنچا کر تحریر کر[illegible]

سلہ و سلہ فقرات صرف ان ہر دو علماء مسیحیت نے بوجہ پراٹسٹنٹ چرچ کے ممبر ہونے کی لکھے ہیں جنکا [illegible] علاوہ ثبوت کچھ نہیں رکھنے

مصنف کے حوالے لکھے اگر رومن کلیسیا کی تواریخ کو مدنظر رکھکر آپکی غلطیوں پر سے پردہ اٹھایا جاتا۔ تو پھر آپ اپنے آپکو اکسٹرییم انکش[۱] کرتے ہوئے نظر آتے۔

اب ہم دیکھینگے اور منتظر رہینگے کہ آپ ہمارا کیا جواب لکھتے ہیں یا بے فائدہ پیام پرچہ کے چند اوراق کو سیاہ کرنیکا ٹھیکہ لیتے ہیں۔

آخر میں ہم پوچھتے ہیں کہ آپنے جو یہ لکھا دربار خلافت سے خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے یہ کس سند اور کس تہذیب کو مدنظر رکھکر لکھا یہ کہکر اس شخص نے ہم کو اپنے قلب کی حالت دکھلادی اور ہم کو بہت افسوس آیا اور یقین کر لیا کہ امن کے شاہزادہ عمانوئیل کے ساتھ اس شخص کی عداوت حد کو پہنچگئی۔ مگر ہم ناظرین کی خدمت میں ایک معمولی سے معمولی واقعہ پیش کر کے یہ دکھا دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے خیال میں کسقدر سچا ہے اور ضد لغض ۔ کینہ میں کسقدر پکا ہے۔

راقم مضمون ایک نومسلم ہے چند ایک خطوط کے اخیر میں جو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں اسنے تحریر کئے بلحاظ ادب صرف یہ لکھا کرتا تھا حضور کا غلام یا آپکا غلام حضرت اقدس جو خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کے برحق خلیفہ ثانی ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

آپکے خطوں کے آخر میں ایک فقرہ ہوتا ہے جو پرانے زمانہ کے راجوں۔ نوابوں کو لکھتے تھے مجھے پسند نہیں ہم غریب لوگ ہیں سب عزت قادیان اور خدمت میں ہے ایسے الفاظ بادشاہوں کو مبارک ہوں میری طبیعت سادگی پسند ہے۔

پس وہ یوسعیہ نے صدوقیوں سے انکے جھوٹ کی نسبت کہا تھا کہ جھوٹ بولتے ہیں وہی انکی وہی ہم اس پیامی کو اسکے اس جھوٹ کے جواب میں کہتے ہیں کہ خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے نہیں۔ بلکہ ناراضگی کا تمغہ ملتا ہے اور سادگی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

اس حسد اور بغض و کینہ کا نتیجہ آپنے ابھی سے دیکھ لیا کہ آپنے ایک مضمون لکھا جس سے آپ کی بیعلمی الم نشرح ہوگئی اور پطرس خلیفہ ثابت ہوگیا پھیر لے حسود تا بہی فالحمد للہ رب العٰلمین۔ فقط

جو ابکا طالب ۔ ایک نومسلم از قادیان

---

[۱] رومن کلیسیا میں بموجب یعقوب کے خط ۱۴ کے بیمار و نکو کلیسیا کے بزرگونکی حاضری میں آخری مالش کرنیکا دستور ہے یہ دستور اگرچہ تمام کلیسیاؤں میں ہے مگر عملاً مخصوص رومن کلیسیا میں زیادہ تر رائج ہے۔

(ماہ اگست میں) فہرست کتب (خاص رعایت)

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ	۱۰/-	۵/-	مجموعہ الہامات حصہ اول و کشوف	۴/-	
پسح بیان نظم پنجابی	۲/-	۱/-	حضرت اقدسؑ " دوم	عہ	
احسن القصص	۲/-	۱/-	" سوم	۴/-	
درثمین فارسی	۸/-	۴/-	کسر صلیب ۱/	۱/-	۰/-
درثمین اردو	۸/-	۸/-	کسر صلیب ۲/	۱/-	۰/-
درثمین مکمل	۸/-		مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸/-	۴/-
مبادی الصرف	۲/-	۱/-	" " دوم	۸/-	۶/-
درس قرآن شریف کے نوٹ	ہ/	للعہ/	" " سوم	۸/-	۸/-
ابطال الوہیت مسیح	۱۲/-	۶/-	خطبات نور حصہ اول	۱۰/-	عہ
ادعیۃ الاحادیث	۱/-	۸/-	" " دوم	۸/-	
صادقوں کی روشنی	۴/-	۲/-	ہدایات دربارہ معاملات	۲/-	۱/-
طبیب روحانی	۲/-	۱/-	کلام محمود	۴/-	۴/-
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱/-	۰/-	ضرورت زمانہ	۸/-	۶/-
القاء ربانی	۲/-	۶/-	احمد	۱/-	۰/-
البلاغ المبین	۱/-	۶/-	چمکار محمدی	۸/-	۴/-
خصوصیات مسیح موعود	۱/-	۰/-	چمکار مہدی	۲/-	۱/-
ادعیۃ القرآن	۲/-	۱/-	احمدی عقائد	۰/-	-/-
نشان رحمت	۱/-	۶/-	الوصیت پر ایک نظر	۰/-	-/-
نماز مترجم	۰/-	۰/-	سور کو سیدھا	۱/-	۱/-
غلامی	۵/-	۳/-	چیستان مرزا کا حل	۳/-	۱/-
عصمت الانبیاء	۱۰/-	۷/-	اسلام	۳/-	۲/-

بقایا دار توجہ فرماویں

تشحیذ کے خریداروں میں سے بعض احباب ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک ۱۴ء کا چندہ بھی ادا نہیں فرمایا پھر ایسے بہت ہیں جنکے نام ۱۵ء کا چندہ پیشگی وصول کرنے کے لئے فروری میں وی پی کئے گئے اور واپس آئے پھر اب ماہ جولائی میں انکے نام وی پی کئے گئے اور وہ بھی واپس آئے یہ بہت قابل اعتراض طرز عمل ہے اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تشحیذ فنڈ بہت کمزور ہو گیا ہی اور دسمبر تک اخراجات کا چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے ایسے تمام احباب کے نام کارڈ بھی بھیجے گئے تاکہ وہ چندہ سالانہ ادا کرنیکا وقت بتائیں مگر دوستوں نے جواب تک نہیں دیا۔ جو لوگ اس قسم کے تساہل کے عادی ہیں وہ صرف تشحیذ ہی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ دوسرے خوش معاملہ خریداران تشحیذ کی بھی حق تلفی کرتے ہیں کیونکہ اس طرح رسالہ کے چھپنے میں مشکلات پیش آجانے کا غالب احتمال ہے۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ حقوق العباد کو پہچان کر اپنے اپنے ذمہ کا بقایا چندہ ادا فرما کر بروقت امداد کریں۔ ہم اپنی طرف سے تشحیذ کو عمدہ اور نافع اور دلچسپ بنانے میں محنت اور کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور زائد خرچ کر کے مقررہ حجم سے زیادہ پر رسالہ نکالتے ہیں۔ یہ رسالہ بھی ۵۲ صفحے کا ہے بجائے ۴۰ صفحے کے پھر مضمون بھی ایسا جامع ہے کہ احمدیہ لٹریچر میں (حضرت اقدس ؑ کی کتابوں کے بعد اسکی نظیر مشکل سے ملیگی۔ احباب خریداروں کے بڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے تو کم از کم جو بقایا انکے ذمے ہے وہ تو ادا کریں اور جہاں سلسلہ کے اور اخبار خریدتے ہیں وہاں اپنے امیر و مطاع کے جاری کردہ رسالہ کو آئندہ جاری رکھنے میں ساعی ہوں۔ کیونکہ موجودہ صورتحال خطرناک ہے سارا سال رسالہ وصول کرتے رہنا اور مطالبہ کے وقت کہنا کہ بند کردو احمدیت کے خلاف ہے۔

مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان

قدامت روح و مادہ اصلی قیمت ۵؍ رعایتی ۴؍ ضرورت نبی اصلی ۲؍ رعایتی ۱؍ مفرح یاقوتی للعہ فی ڈبیا روغن کافور شیشی کلاں ۸؍ مرہم عیسیٰ ڈبیا کلاں ۸؍، خورد ۲؍ ۱۱
تشحیذ قادیان سے منگواؤ

انجمن تائید اسلام لاہور۔ کا تازہ ٹریکٹ پہنچا۔ جس میں وہ خط و کتابت درج ہے جو اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سکرٹری انجمن احمدیہ اور میاں پیر بخش صاحب تائید اسلام لاہور کے مابین مناظرہ کے متعلق ہوئی اس خط و کتابت سے صاف ظاہر ہے کہ ہم ہر طرح سے مباحثہ کرنے کو تیار تھے۔ مگر مدمقابل کو جرأت نہیں ہوئی اسلئے وہ عذر تلاش کرتا ہے اگر کچھ زعم ہے تو کیوں مقابل پر نہیں آتے

نسخے مجرب

سفوف مقوی دماغ و مقوی معدہ و دافع قبض و ہاضم طعام و کاسر ریاح و دافع قراقر و نفخ شکم کے لئے نہایت مفید ہے قیمت ڈبیہ خورد ۱۲ر ڈبیہ کلاں عہ

اکسیر چشم۔ آنکھوں کی سرخی خارش اور ککرے جالا پھولا دھند اور آنکھوں کی گرمی کو دور کرتا ہے قیمت شیشی خورد ۸ر شیشی کلاں عہ

مرہم زنگاری۔ ناسور کہنہ اور ہر ایک قسم کے گندے پھوڑے اور زخموں اور گنج اور خارش کیلئے نہایت اکسیر ہے قیمت ڈبیہ خورد ۸ر ڈبیہ کلاں ۱۲ر

پتہ۔ تشحیذ۔ قادیان ضلع گورداسپور

سلسلہ احمدیہ میں ایک نئی جامع تصنیف

حجج احمدیہ

(ظہور المہدی)

اس کتاب میں جو ۳۵۲ صفحے حجم کی ہے۔ نہایت شرح و بسط سے احمدیوں کے تمام عقائد اٰمنت باللہ سے لے کر یوم الآخر تک درج ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا پورا پورا ثبوت ہے قیمت بجائے دو روپے آٹھ آنہ (۸؍۲) کے سوا روپیہ عہ

ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ قوت کی گولیاں

طاقت دینے والی دوائیوں میں مشہور دوائیں فاسفورس اسٹانیا اور ڈیبانہ ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اور اسلئے مغز بدن رگ۔ گوشت اور خون کو طاقت بخشنے کا خاص دعوی رکھتی ہیں۔ اسکے استعمال سے بھوک بڑھتی ہے اور قوت ہاضمہ کی خرابی کو ایک ہی دو دن میں دور کرکے طبیعت کو بشاش اور جوانی کی بے اعتدالیوں وغیرہ سے چہرہ کی چمک جاتی رہی ہو تو تین ہفتے میں یہ گولیاں شکستہ جسم کو توانا بنا دیتی ہیں **اگر آپ آزمائش کرنا چاہتے ہیں** تو ایک لفافہ میں نصف آنہ کا ٹکٹ اور دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کا نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اسکے اس اشتہار کو کاٹ کر بھیجدیجئے **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائے گا قیمت اسی گولیوں کی ایک شیشی عہ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر دوائیاں ہر جگہ ملتی ہیں۔

آئی اوڈائڈڈ سالسہ

گرمی و گٹھیا کی وجہ سے جسم میں چکتا کا ہونا زخم ہونا۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناطاقتی کیوجہ سے خون خراب ہو گیا ہو۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیگر بنا ہے اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنے والا ہے اور اسکے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں فہرست منگا کر ملاحظہ فرمائیے فی شیشی عہ ڈاک محصول ۶ر

فصلی بخار و طحال کی دوا

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سلسلے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچہ سے ضعیف تک اسکے فائدہ سے آگاہ ہے یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے اسکے چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ر شیشی خورد ۸ر محصول ۶ر ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

(Sultan alam)

نمبر ۹ — جلد ۱۰

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء

شوال و ذیقعدہ سنہ ۱۹۱۵ء

فہرست مضامین

کامل نبی	۱—۱۱	میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور
مسیح بن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے	۱۸—۳۲	شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم قادیان
"	۱۱—۱۷	م—ل
عقاید ہمنے بدلے ہیں یا مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے	۳۳—۴۸	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عا

باہتمام شیخ عبدالرحیم صاحب پرنٹر [illegible] ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا [illegible] عبدالسلام [illegible] قادیان سے شائع کیا [illegible]

آپکا تشحیذ

رسالہ جنوری ۴۸ صفحے فروری ۸۴ صفحے مارچ ۴۰ صفحے اپریل ۵۶ صفحے مئی ۴۸ صفحے جون ۴۸ صفحے جولائی ۴۴ صفحے اگست ۵۲ صفحے تھا

اور یہ ستمبر کا رسالہ ۶۸ صفحے علاوہ سرورق ہے۔ خریداروں کو ۴۰ صفحے ماہوار دینے کا وعدہ ہے اس حساب سے نوماہ میں ۳۶۰ صفحے دینے چاہیئیں مگر ہم خدا کے فضل سے ۴۸۸ صفحے دے چکے ہیں اور اگر ۴۸ صفحے ماہوار سمجھے جائیں (جو ہمنے اپنی مرضی سے کر دیئے تھے بلکہ فی صفحہ ۲ سطریں بڑھا کر ۴ صفحے اور زائد کر دیئے اور ۵۲ صفحے کا رسالہ ہو گیا ہے) تو بھی ۴۳۲ صفحے ہمارے ذمے تھے اور ہم ۵۶ صفحے زائد دے چکے ہیں اور پھر خدا کے فضل و رحم سے ماہوار عین وقت پر رسالہ پہنچاتے ہیں اور ہر رسالہ کا مضمون اپنی نوعیت میں ایسا مکمل ہوتا ہے کہ اگر وہ مستقل تالیف کی صورت میں فروخت ہو تو کارخانہ تشحیذ کو مالی رنگ میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے چنانچہ فروری کا رسالہ **نبوت احمد** پر ہے جس میں تمام حوالے نبوت پر جمع ہیں اپریل میں مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ النبوۃ فی الاسلام کی تمہید کا جواب ہے اگست کے رسالہ میں دعا پر ایک مکمل مضمون نکلا ہے اب اس رسالہ میں غیر مبایعین پر ایسے رنگ میں اتمام حجت ہے کہ وہ قیامت تک اسکا جواب نہیں دے سکتے اب آپ فرمائیے کہ آپنے اپنے پیارے تشحیذ کے لئے کیا کیا اس سال کوئی نیا خریدار دیا بلکہ **تین چار سو احباب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپنے اس سال کا چندہ بھی دیا ہے** خدارا انصاف! ہم دفتر کے اخراجات کا کیا انتظام کریں جبکہ قریباً ہزار (۱۰۰۰) روپیہ بقایا ہے بعض احباب تو دو دو سال رسالہ لے کر اب مفقود الخبر ہو گئے ہیں یا مر گئے ہیں قریباً دو سو (۲۰۰) نے خریداری چھوڑ دی۔ جسکا اثر لازماً رسالہ کی باقاعدگی اور اخراجات پر پڑیگا۔ پس خوش معاملہ خریداران و بہی خواہانِ تشحیذ اس کسر اور کمی کو نئے خریدار مہیا کر کے پورا کر دیں اور بقایا دار اپنا بقایا ادا نہ ما دیں ایسا نہ ہو کہ تشحیذ کا خاتمہ ہو جائے۔

مینیجر

پیغام حنیف

پیر جی حاجی محمد حنیف صاحب ڈیرہ دون نے اپنے رنگ میں غیر احمدیوں کو خوب تبلیغ کی ہے۔ اور جو اعتراضات سوالات انکے سامنے آئے ہیں۔ سب کا جواب دے گئے ہیں ۴۸ صفحے حجم تشحیذ کی تقطیع اور الیٹ دی ہی لکھوائی چھپوائی۔ برادر محمد یمین سے اور رسالہ کے حساب سے منگا کے مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک روپے کے بیس رسالے محصولڈاک علاوہ۔ دینیات کے رسالے آمدہ از علیگڈھ کا ریویو اگلے رسالہ میں ہوگا گنجائش نہیں رہی۔ **اس رسالہ کے ساتھ جو ضمیمہ ہے۔ اسکے متعلق درخواستیں صرف تشحیذ قادیان کے نام آنی چاہئیں۔**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ
تشحیذ الاذہان
بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء

"کامل نبی"

المہدی نمبر ۴ و نمبر ۵ - پیامی رسالہ ایک دوست کے ذریعے دیکھا۔ جس میں سارا زور اسی بات پر ہے کہ گو مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ قرآن مجید میں احادیث صحیحہ میں حضور کے الہامات میں اور آپ کی عبارات میں آیا ہے مگر اس نبی سے مراد **ناقص نبی** ہے اس لئے ایسے حوالوں کی ضرورت تھی۔ جن سے یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کی نعمت سے ویسا ہی کامل طور پر حصہ پایا ہے۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اور سید الرسل خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ میں بہت خوش ہوں کہ بدوں میری تحریک کے میرے نہایت عزیز بھائی محمد سعید سعدی لاہور نے اس ضرورت کو پورا کردیا۔ فجزاہ عنی وعن سماء المسلمین (ایڈیٹر)

ۃ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اس امر کو تکرار سے شائع کیا گیا ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود

کی نبوت ظلّی ہی مانتے ہیں۔ یعنی یہ کہ آپ کی نبوت نور نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض تھی۔ کوئی علیحدہ یا بالمقابل مستقل طور پر نبوت نہ تھی۔ اور چونکہ وہ نبوت اپنی کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت احدیت کے لحاظ سے اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ جہاں پر جاکر ایک شخص کو منصب نبوت پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ نفس نبوت میں کامل نبی تھے۔ اور آپکی نبوت من حیث النبوۃ کامل اور اکمل نبوت تھی۔ لیکن تاہم جو دل کے اندھے ہیں وہ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم لوگ حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کامل نبی یقین کرتے ہیں۔ اور آپکی نبوت کو ظلی نہیں۔ بلکہ حقیقی بمعنی صاحب شریعت اور مستقل بمعنی براہ راست یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا الزام ان کا سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے۔ ذیل میں میں بفضلہ تعالے پچیس ایسے حوالے درج کرتا ہوں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ کامل نبی تھے۔ چنانچہ آپ ؑ فرماتے ہیں:۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کو کیا نعمت ملی؟

حوالہ نمبر ۱ ۔"سو اصل نعمت جس پر قوت ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں۔ خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے × × × × × **یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو** دی گئی تھی اور پھر اس امت کو حکم ہوا۔ کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ میں تمہیں بھی دونگا × ×" (براہین صفحہ ۱۴۱)

حضرت مسیح موعود کو انبیاء والی نعمت سے کامل حصہ ملا جیسے کہ فرمایا:۔

"سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے **اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے** ۔ جو مجھ سے پہلے **نبیوں اور رسولوں** اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی" حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲

پس ان دونوں حوالوں کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو دوسرے انبیاء کی طرح اس نعمت سے **کامل حصہ** ملا ہے۔ جو ان کو ملا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت نبوت کاملہ تھی۔ ناقصہ یا جزویہ نہ تھی۔

حوالہ نمبر ۲ ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہوگیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے"۔ (براہین حصہ ۵ صفحہ ۱۸۹)

اس حوالہ میں پورا عکس نبوت کا لفظ قابل غور ہے۔

حوالہ نمبر ۳ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور میں رسول اور نبی ہوں یعنے باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"۔ (نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

اس حوالہ میں "ظلیت کاملہ" اور "محمدی نبوت کا کامل انعکاس" کے الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۴ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھدی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے"۔ (نزول المسیح صفحہ ۴ حاشیہ)

اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ آپ پر نبی اللہ کا لفظ پورے طور سے صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کامل ظلیت کے ساتھ پیدا ہوئے اور آپ میں ظلی طور پر نبوت محمدی رکھدی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۵ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اھدنا الصراط المستقیم ... الخ پس یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ اس امت کے بعض افراد کو گزشتہ نبیوں کا کمال دیا جائیگا۔ اور نیز یہ کہ گزشتہ کفار کے عادات بھی بعض منکروں کو دی جائینگی۔ اور بڑی شد و مد سے آئندہ نسلوں کی گزشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائینگی۔ چنانچہ بعینہٖ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جائینگے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا"۔ (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵)

اس حوالہ میں "نبیوں کا کامل نمونہ" کے الفاظ خاص قابل غور ہیں۔

حوالہ نمبر ۶ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اُسکے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ اور اسکو **تمام انبیاء کے صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا۔**" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ اور تمام انبیاء کے صفات کاملہ کے مظہر ہیں۔ یعنی جامع جمیع صفات کاملہ تمام انبیاء ہیں۔ پس کیا شک ہے کہ مسیح موعود واقعی کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۷ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے۔ اور **جامع کمالات متفرقہ** ہے" (نزول المسیح صفحہ ۴۴)

حوالہ نمبر ۸ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"اس امت میں بھی اُس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جاوے۔ سو خدا نے آخری زمانہ میں **اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا۔**" (نزول المسیح صفحہ ۸۹)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا کی یقینی قطعی وحی اس آخری زمانہ میں مسیح موعود پر اکمل اور اتم طور پر ہوئی ہے۔ پس چونکہ بموجب فرمودہ حضرت مسیح موعود

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

حضرت مسیح موعود کامل بلکہ اکمل اور اتم طور پر نبی ثابت ہوتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۹ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آنچہ داد است ہر نبی را جام ⁂ داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ⁂ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے"

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو صریح طور سے من حیث النبوۃ انبیا

ہی کامل نبی پیش کیا گیا ہے۔ جیسے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام تھے۔

حوالہ نمبر ۱۰ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود × × × بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

کہاں ہیں وہ معاندین جو حضرت مسیح موعود کو نبی کہلانے کا مستحق خیال نہیں کرتے۔ وہ ذرا آنکھیں کھول کر اس حوالہ کو پڑھیں۔ کہ ان چند ہی لفظوں میں انکے تمام خیالات کا کماحقہ ردّ کیا گیا ہے

حوالہ نمبر ۱۱ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"میں بروزی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں" (ایک غلطی کا ازالہ" صفحہ ۸)

اس حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود میں تمام کمالات محمدیہ مع نبوت محمدیہ کا ظلی طور پر انعکاس ہے۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کامل نبی تھے۔ تو اسکا بروز اتم ہی کامل نبی ہو

حوالہ نمبر ۱۲ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا" ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۱

اس حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپکو جامع جمیع کمالات محمدیہ ٹھہرایا ہے۔ کاش کسی کے دماغ میں کوئی عقل ہو۔ تو وہ سوچے کہ مسیح موعود کو ناقص یا جزوی نبی قرار دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر ہتک لازم آتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک اصول کی بات ہے۔ کہ ظل کا نقص اصل کے ناقص ہونے پر بدیہی دلیل ہے۔ پس اگر مسیح موعود جو باوجود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوۃ محمدیہ ہونے کے ناقص اور جزوی نبی ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ناقص اور جزوی ہی نبی تھے۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔

حوالہ نمبر ۱۳ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا۔ اور اسکو کامل بنایا۔ الخ

اُس نبی کریم کے لطف اور جُود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہُوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہُوا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

کیا کوئی ہے جو اس حوالہ پر خدا کے لئے غور کرے۔ اسمیں حضرت مسیح موعود کا کامل نبی اور عین محمد صلعم ہونا یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اور سوائے مخالفوں کے کوئی اس بات سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے کامسیح موعود پر رسول کریم کا فیض نازل فرمانا۔ اسکو کامل بنانا۔ یہاں تک کہ اسکے وجود کو آنحضرت صلعم کا ہی وجود ٹھہرانا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مسیح موعود کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۱۴ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا .... پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لا۔ اور کافروں سے مت ہو" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۸)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی روحانیت کے کمال اور نور کے غلبہ کے مظہر ہیں ۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کامل نبی ہیں ۔

حوالہ نمبر ۱۵ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایساہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اسمیں انکار کی گنجائش نہیں۔ اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے سر نہیں پھیرتا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلعم پہلی بعثت میں کامل نبی تھے۔ تو دوسری بعثت میں (جبکہ وہ مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے ویسے ہی مبعوث ہوتے ہیں) بھی کامل نبی ہونے ضروری ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جس طرح منہم کے لفظ کا مفہوم تحقق ہو سا گر رسول کریم آخرین میں (اسی طرح) موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے × × × بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی بروزی صورت میں آنحضرت صلعم کی یہ بعثت پہلی بعثت سے اقوی اور اکمل اور اشد ہے پس اگر آنحضرت صلعم اپنی پہلی بعثت میں کامل اور مکمل نبی تھے تو کیا وجہ ہے کہ وہی آنحضرت صلعم جب مسیح موعود کی بروزی صورت میں دوبارہ تشریف لاویں۔ اور بہ نسبت ان سالوں کے اقوی اور اکمل اور اشد روحانیت کے ساتھ ظہور کریں۔ تو نعوذ باللہ آپ کامل سے ناقص اور جزوی نبی ہو جاویں۔ جو مردود عقیدہ ہے۔ جو رفتہ رفتہ کفر تک نوبت پہنچائیگا۔

حوالہ نمبر ۱۷ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جلالی حلتوں میں نازل ہوا ہے۔ اسی لئے خدا کے نزدیک اسکا ظہور نبی مصطفے کا ظہور مانا گیا ہے اور اسکا زمانہ رسول کریم کے زمانی معراج کا منتہا اور خیر الوریٰ کی روحانی تجلی کا آخری سر اشمار کیا گیا ہے۔ اور جہان کے پروردگار کا یہ پختہ وعدہ تھا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰۰)

حوالہ نمبر ۱۸ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ✣ میرے آنے سے ہُوا کامل بجملہ برگ و بار"

(نظم براہین حصہ پنجم)

حوالہ نمبر ۱۹ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کیساتھ

بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے پس خدا سے ڈرو اے جوانمردو اور مجھے پہچانو۔ اور نافرمانی مت کرو اور نافرمانی پر مت مرو۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵ - ۳۶)

اس حوالہ سے صریح طور سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل اور اکمل نبی تھے۔ اور کوئی ایسا مقام نہیں جس سے آپ محروم کئے گئے ہیں۔ بلکہ آپ کا قدم ایسے منارہ پر ہے جہاں پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۲۰ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"اور ضرور تھا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی۔ ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے۔ لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اسقدر خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا۔ کہ آپ اس آخری زمانہ کو پاتے۔ اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا۔ کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رو سے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہی تھا۔ اور آسمان پر ظلی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا × × × × × × × × × اس چھٹے دن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ و محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا۔ تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جاوے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

اس حوالہ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(اول) یہ کہ تکمیل اشاعت ہدایت آنحضرت صلعم ہی کا منصبی کام ہے۔ اور وہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے ایک بروز کے ذریعہ سے یہ منصبی کام پورا ہوا۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود آسمان پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے شریک ہیں

سوم۔ حضرت مسیح موعود مظہر تجلیات احمدیہ و محمدیہ ہیں۔ اور مظہر تام آنحضرت صلعم ہیں

حوالہ نمبر ۲۱۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم میں تجلّی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمدؐ کی تجلّی ہے" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

اور صفحہ ۹۵ حاشیہ پر فرمایا۔

"مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہؐ ہے۔ جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اکمل اور اتم طور پر اسم احمد کی تجلی اعظم کے مظہر ہیں کیونکہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم کے مورد ہیں۔

حوالہ نمبر ۲۲۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی × × × (۲) دوسرا بعث احمدی × × × اور چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسےٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اسلئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلایا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

حوالہ نمبر ۲۳۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"چونکہ احمد کا نام خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اسلئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتحیابی ہوتی ہے اور ایسا ہی آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو۔ اور پھر اسکے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو۔ جو خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا

کا ظل ہے یعنی احمدؐ۔ اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷)

اس حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپکو احمد قرار دیا ہے۔ اور احمد وہ نام ہے جو خدا تعالے کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جس کا مظہر اتم اسم احمدؐ ہے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ایسے وجود کو چاہتی تھی جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ)

پس یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جو کچھ بھی تھے کامل اور مکمل تھے ناقص یا جزوی نہ تھے۔

حوالہ نمبر ۲۴ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں۔ جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اسکی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی اسلئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں۔ جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اسمیں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح ؑ کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے۔ تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اپنے نبی متبوع کی طرح کامل اور مکمل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۲۵ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالے نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے" (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

پھر فرمایا۔

"مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پہ رحمت اور عنایت کی گئی۔ جو اس پر نہیں کی گئی۔ تا لوگ سمجھیں کہ فضل خدا

کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

پھر فرمایا۔

"میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امورات میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنے جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا۔ اور جیسے اسکی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں میں یقینی طور پر ان کے معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں۔ بلکہ ان سے زیادہ"۔ (چشمہ مسیحی صفحہ ۳)

ان حوالجات کو درج کرنے سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ابن مریم سے ہر ایک شان میں بہت بڑھکر تھے۔ پس اگر مسیح ابن مریم کامل نبی تھا تو یقیناً مسیح موعود ان سے بڑھکر کامل نبی ہیں۔ والسلام۔

خاکسار محمد سعید سعدی لاہوری

مسیح ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے

منجملہ ان اختلافات کے جو ہمیں حامیان پیغام سے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بالعموم مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ اور ہم اسکی پیدائش کو معجزانہ جانتے ہیں۔ چنانچہ مواہب الرحمٰن میں سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود نے اس امر کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کے عقاید میں داخل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ یوسف کے نطفے سے پیدا ہوئے۔ وہ حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے"۔ اور لکھا ہے کہ "جو اس مسیح کے بے باپ پیدا ہونیکا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اس کا حق ہے نہ جانا۔ اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے"۔ آپ کے کلمات طیبات سے ہے (دیکھو الحکم) کہ "جو اللہ تعالےٰ کو مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر قادر نہیں سمجھتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ اسقدر سخت تنبیہات کے ہوتے جو احمدی کہلا کر اپنے امام الحکم العادل کا فیصلہ نہیں مانتا۔ اسکے ایمان کا حال قابل افسوس ہے گو اس قسم کے گندے عقاید کا موجد مرہم علیسے[1] ہے۔ مگر ایک مضمون پیغام میں مسٹر فضل الٰہی نو مسلم (جو نام نہاد اشاعت اسلام

[1] پہلے تو مولوی محمد علی صاحب کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوا دیکھو ریویو جلد ۵ صفحہ ۷۵،۴۔ اب وہ بھی اپنے دوسرے عقاید کی طرح عقیدہ بھی بدلتے سنے جاتے ہیں۔

کالج لاہور کا پروفیسر ہے) کے نام سے چھپا ہے۔ جس میں از روئے اناجیل مسیح کو نعوذ باللہ یوسف کا صلبی بیٹا قرار دیا گیا ہے اسکے جواب میں احباب شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم کا مضمون ملاحظہ فرمائیں

مسٹر فضل الٰہی میں اگر کچھ دم خم ہے تو وہ کھلا کھلا نومسلم موصوف کے مقابل میں آئیں۔ اور تحریرًا یا

تقریرًا اس سے فیصلہ کرلیں کہ اناجیل سے کیا ثابت ہوتا ہے گو ہم اناجیل کے ذمہ وار نہیں لیکن تاہم قرآن مجید جس بات کی زور شور سے تصدیق کرتا ہے۔ اس میں تحریف نہیں ہونی چاہئے پھر ستم یہ ہے کہ مسٹر فضل الٰہی اتنے سال مشن کے ٹکڑے کھاکر انجیل سمجھنے کے قابل نہیں ہوئے اور قرآن مجید کی آیات میں دخل دیتے ہیں۔ چنانچہ آپکا استدلال ملاحظہ ہو۔

"حضرت عیسےٰ کی نسبت قرآن کریم کا آخری فیصلہ سورۂ آل عمران میں حسب ذیل ہے ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین" (اسکا ترجمہ دیا ہے جو غلط بھی ہے) پھر لکھتے ہیں :-

ان آیات شریف میں چند الفاظ حل طلب ہیں۔ اول آدم اسکے معنے جنس انسان ہیں۔ دوم۔ ابتھال اسکے معنی دوسرے پر فیصلہ چھوڑنا مطلب یہ ہے۔ کہ جب نجران کے عیسائی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سوال پیش کیا تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ چونکہ بن باپ پیدا ہوئے ہیں لہذا وہ خدا ہیں۔ اسکا جواب یوں خداتعالےٰ نے دیا ہے کہ عقل کے اندھو! مناظر قدرت اور مشاہدات فطرت کو دیکھو کہ باقی نوع انسان کی پیدائش جس طرح ہوئی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی بھی ہوئی ہے۔ اگر تم کو شک ہے تو ہم اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں لائیں۔ اور عیسائی اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں لائیں یا تو ہمارے لڑکے لڑکیوں میں سے کوئی نکالکر دکھلادیں کہ کونسا بے باپ ہے۔ یا اپنا کوئی بچہ بے باپ نکال کر دکھلائیں نیز ہم مسلمان اپنی عورتوں کو لاتے ہیں۔ اور عیسائی بھی اپنی عورتیں باہر لائیں۔

پس یا ہمارے میں سے کوئی عورت دکھاؤ کہ بے شوہر بچے جنتی ہے یا کوئی عیسائی لیڈی دکھاؤ جس کو بغیر شوہر کے بچے ہوتے ہوں۔"

یہ عجیب و غریب تفسیر جو دھرمپال کی شاگردی میں کی گئی ہے آپ اپنی تردید ہے۔ مگر تاہم فتنہ سے بچانے کے لئے اس پر جرحیں کیجاتی ہیں۔ عقیدہ کا بانی محمد حسین مریم عیسے حقیقہ بھی لائل سکتا جو پیش کرے تا اس زہر کا تریاق مہیا کیا جاوے۔

جرح اوّل۔ مسٹر فضل الٰہی والے معنے اگر لئے جاویں۔ تو تعالوا ندع ابنائنا و ابناءکم مسیح کی خرق عادت ولادت کے رد میں ایک علمی دلیل ہوگی۔ اور اگر اس آیت سے مباہلہ مراد لیا جاوے تو یہ ایک عملی فعلی دلیل ہے۔ اب ہمنے فیصلہ کرنا ہے کہ دونوں معنوں میں سے کونسے معنے مراد ہیں تو اسی آیت کے سیاق سباق پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ یہاں مباہلہ ہی مراد ہے۔ کوئی علمی دلیل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم یعنے عیسائیوں سے یہ بات کہو کہ اگر عدم ابوت مستلزم الوہیت ہے تو آدم کو بھی خدا سمجھو کیونکہ اسکا بھی کوئی باپ نہ تھا۔ اور اگر باوجود بے باپ کے ہونیکے پھر بھی آدم خدا نہیں تو مسیح کو بے باپ ہونے کی وجہ سے خدا کیوں سمجھتے ہو پھر فرمایا فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم یعنی اس علمی دلیل کے بعد بھی جو شخص تجھ سے اس بارہ میں باوجود ایسی روشن اور بین دلیل کے جھگڑا کرے تو اب صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ تم انہیں چیلنج دو اور کہو کہ علمی دلائل تم پر اثر نہیں کرتے اور اس سے تم راہ پر نہیں آتے۔ تو آؤ ہم سے عملی مقابلہ کر لو۔ اور اپنے بیٹوں بیبیوں اپنے لوگوں کو لیکر میدان میں عاجزی سے دعا مانگو۔ دعا کا مضمون کیا ہو۔ فرمایا فنجعل لعنة الله على الكٰذبين یعنی جھوٹے مذہب کے پیرو پر لعنت ڈالو۔

پس مسٹر فضل الٰہی کے معنوں کی تردید کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مختار معنوں کے لحاظ سے ندع ابنائنا ایک علمی دلیل ٹھہرتی ہے مگر قرآن کہتا ہے۔ فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم یعنی ندع ابنائنا والی دلیل تب پیش کرو۔ جب حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم کے مطابق کوئی شخص علمی دلائل سے نہ مانتا ہو۔ اس کر معلوم ہوا۔ کہ ندع والی دلیل علمی دلیل نہیں۔ کوئی فعلی معیار ہے۔ جبھی تو فرمایا کہ جب علمی

دلائل سے کوئی نہ مانے اور پھر بھی جھگڑا کرے۔ تب اس کے سامنے یہ بات پیش کرو۔ دیکھو فقل تعالوا ندع ابنائنا جواب شرط ہے۔ اور اسکی شرط فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم ہے یعنی بیٹوں اور بیویوں کے بلانے کی اسوقت درخواست کرو۔ جب کوئی شخص علمی دلائل کے بعد بھی اس بارہ میں جھگڑا کرے پس مسٹر فضل الٰہی کے معنے اس لئے مردود ہیں کہ انکی رو سے ندع ایک علمی دلیل بنتی ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ ایسی دلیل ہے جو علمی دلائل کے بعد ایک کج بحث جھگڑالو کو دی جاوے۔

جرح دوم مسٹر فضل الٰہی ثم نبتہل کے یہ معنے کرتا ہے کہ مسلمانو! تم کافروں کو یہ علمی دلیل دو۔ اور چونکہ یہ دلیل نہایت بیّن اور روشن ہے اسلئے کافروں کو مخاطب کرکے کہو ثم نبتہل یعنے اے کافرو! ہم تم پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہیں[۵۱]۔ لیکن اگر مسٹر فضل الٰہی ذرا بھی غور کرتا کہ نبتہل میں متکلم کون ہے تو وہ یہ معنے نہ کرتا نبتہل متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے مسٹر فضل الٰہی غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ نبتہل میں متکلم صرف مسلمان ہیں جبھی تو کافروں کو مخاطب قرار دیا ہے۔ اور یہ معنے کئے ہیں کہ ہم (مسلمان) تم (کافروں) پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ نبتہل میں مسلمان اور کافر دونوں فاعل ہیں۔ کیونکہ عبارت یوں ہے **فقل** یعنے اے رسول کہدے تعالوا آؤ کافرو! ندع ہم اور تم دونوں پکاریں ابنائنا و ابناءکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل پھر ہم اور تم دونوں ابتہال کریں۔ فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین۔ پھر ہم اور تم دونوں جھوٹوں پر لعنت کی بددعا کریں غرض نبتہل میں مسٹر فضل الٰہی نے صرف مسلمانوں کو متکلم سمجھا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں تعالوا کے بعد جس قدر فعل ہیں سب متکلم مع الغیر کے صیغے ہیں اور سب کے فاعل مسلمان اور کافر دونو ہیں۔ اسلئے یہ معنے ہی نہیں بنتے کہ ہم فیصلہ تم پر چھوڑتے ہیں۔ یہ تو اس صورت میں بنتے جبکہ نبتہل میں صرف مسلمان متکلم ہوتے۔ مگر نبتہل کا عطف ندع پر ہے اور ندع میں پکارنے والے کافر اور مسلمان دونوں ہیں سو اگر فیصلہ چھوڑنے[۵۲] کے ہی معنی لئے جاویں تو ثم نبتہل کے لفظی معنے یوں بنینگے۔ کہ ہم مسلمان اور تم کافر دونو فیصلہ چھوڑتے ہیں اور اسکی لغویت عیاں ہے ۔

۵۲ یہ معنے لغت سے ہرگز ثابت نہیں۔

جرح سوم - یہی ایک آیت ہے جس میں مباہلہ کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ لیکن مسٹر فضل الٰہی کے معنوں کے رُو سے یہ آیت مباہلہ کی نہیں رہتی۔ بلکہ صرف عدم خرق عادت و ولادت مسیح کے ثبوت میں ایک علمی دلیل ہے۔ اب ہمیں مسٹر فضل الٰہی بتاوے۔ کہ مباہلہ جو سنت نبوی ہے۔ اور جسے حضرت اقدس نے بھی معیار صدق وکذب تسلیم کیا ہے۔ اور کئی لوگوں سے مباہلہ بھی کیا ہے وہ کس آیت سے نکلتا ہے وہ کسی آیت سے اس آیت کے سوا ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کہ طریق مباہلہ یہ ہے ہاں ایک جگہ فتمنوا الموت ہے مگر موت پر ال ہے۔ اور ال کسی خاص موت کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنے وہ موت طلب کرو جو ہم کسی دوسری جگہ ذکر کر آئے ہیں۔

جرح چہارم - مسٹر فضل الٰہی لکھتے ہیں کہ آدم کے معنے جنس انسان کے ہیں۔ ابو البشر نہیں اس پر یہ جرح ہے کہ یہ معنے لغت عرب اور قواعد نحو کے خلاف ہیں کیونکہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثلِ اٰدم میں آدم محلاً مجرور ہے اور لفظاً مفتوح اور یہ اس لئے کہ آدم غیر منصرف ہے۔ کیونکہ عجمی اور علم ہے۔ لیکن مسٹر فضل الٰہی کے معنوں کے لحاظ سے جب آدم سے مراد ابو البشر نہ ہوا بلکہ جنس انسان ہوا تو علم نہ رہا۔ اب صرف عجمیت رہ گئی اور علمیت دور ہو گئی۔ اس لیے اس آیت میں لفظ آدم غیر منصرف نہ رہنا چاہئے تھا۔ مگر آیت میں باوجود زیر کے موقعہ کے پھر غیر منصرف کی طرح زیر کی جگہ زبر آئی ہے۔ غرض جرح یہ ہے کہ اگر آدم سے مراد ابو البشر نہیں بلکہ جنس انسان ہے تو پھر اس لفظ کو منصرف ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر اس آیت میں غیر منصرف ہے۔ اور اسی لئے زیر کی جگہ زبر آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں آدم سے مراد ابو البشر ہے ورنہ غیر منصرف نہ ہوتا۔

پانچویں جرح - کلام کی ترتیب چاہتی ہے کہ نبتہل کے معنے تضرع اور زاری کرنے کے ہوں اور فیصلہ چھوڑنے کے نہیں کیونکہ نبتہل کے معنے فیصلہ چھوڑنے کے کئے جاویں۔ تو ف لغو ٹھہرتی ہے ہاں اگر نبتہل کے معنے تضرع کرنے یا زاری کرنے کے لئے جاویں۔ تب فنجعل کی ف ٹھیک مناسب معلوم ہوتی ہے۔

چھٹی جرح - ان مثل عیسےٰ سے لیکر فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین تک عیسائیوں کے خلاف دو دلیلیں قرآن مجید نے دی ہیں۔ ایک یہ دی کہ عیسیٰ کی مثال آدم

کی مثال ہے پھر فرمایا کہ جو شخص اس دلیل کو سُن کر بھی جھگڑا کرے تو اسکو ندع والی دلیل دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دو دلیلیں مختلف ہیں تبھی تو فرمایا کہ اس دلیل کے بعد بھی کوئی جھگڑا کرے۔ تب ندع والی دلیل پیش کرو۔ لیکن مسٹر فضل الٰہی والے اگر معنے کئے جاویں تب دونوں دلیلیں مختلف نہیں رہتیں۔ بلکہ ایک ہی بنجاتی ہے کیونکہ بقول مولوی فضل الٰہی آدم سے مراد جنس انسان ہے۔ اور عیسائیوں کو ان مثل عیسٰی میں یہ دلیل دی کہ عیسٰے بے باپ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ تمام جنس انسانی باپ اور ماں سے چلی ہے اسلئے جب سب ماں اور باپ سے پیدا ہوئے ہیں تو مسیح کو کیوں بے باپ مانتے ہو۔ اور دوسری دلیل ندع سے شروع ہوتی ہے۔ مگر یہ کوئی نئی دلیل نہیں ان مثل عیسٰی میں بھی تو یہی دلیل تھی ندع میں بھی وہی دلیل دی کہ ہم تم مرد عورت بچے عورتیں سب ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلئے مسیح کو کیوں بے باپ مانتے ہو۔ غرض مسٹر فضل الٰہی کے معنوں کی رُو سے ان مثل عیسٰے میں اور ندع میں دو مختلف دلیلیں نہیں بلکہ ایک ہی دلیل ہے۔ اس میں بھی یہ فرمایا کہ سب انسان ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس میں بھی یہی مضمون ہے کہ سب ماں باپ کے ذریعہ وجود پذیر ہوتے ہیں مگر قرآن کی یہ آیت کہتی ہے کہ ان مثل عیسٰے میں اور دلیل ہے اور ندع میں کوئی اور دلیل ہے۔ کیونکہ فرمایا فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم یعنے ان مثل عیسٰے والی دلیل سے جب مخالف نہ مانے اور کج بحثی کرے اور یہ علمی دلیل وہ تسلیم نہ کرے۔ تب اسے کہو تعالوا ندع ابنائنا وابناء کم۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی دلیل اور قسم کی ہے اور دوسری دلیل اور قسم اگر دونوں ایک ہی قسم کی دلیلیں ہوتیں۔ تو یہ کبھی نہ کہا جاتا۔ کہ اگر یہ دلیل نہ مانیں۔ تو وہ دلیل پیش کرو۔

ساتویں جرح۔ مسٹر فضل الٰہی کہتا ہے کہ آدم سے مراد جنس انسانی ہے یعنے تم عیسائیوں کو کہو کہ مسیح اسواسطے بے باپ نہیں کہ تمام افراد انسانی کو دیکھو۔ کہ سب ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور جب سب ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو مسیح بھی ماں باپ سے پیدا ہوا۔ لیکن یہ دلیل ایسی کچی ہے کہ قرآن کی طرف اسے نسبت دینا ہی اسکی ہتک ہے کیونکہ اس دلیل سے بجائے مسیح کا باپ ثابت ہونیکے الٹا مسیح بے باپ ثابت ہوتا ہے۔ یہ اس طرح پر کہ جنس انسانی نام ہے۔ انسانی

افراد کا اور انسانی افراد میں خود حضرت آدم ابوالبشر بھی شامل ہیں۔ سو جب خدا نے عیسائیوں کو کہا کہ مسیح افراد انسانی جیسا ہے۔ اسکی ولادت کو ان کی ولادت پر قیاس کرو۔ تو جب معترض کہہ سکتے ہیں۔ کہ افراد انسانی میں حضرت آدم بھی شامل ہیں۔ جو نکہ وہ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے مسیح کا بے باپ ہونا ممتنع نہیں۔ کیونکہ دلیل تو تب بن سکتی ہے جبکہ ایک فرد بھی بے باپ نہ ہو۔ مگر جب ایک فرد بھی ایسا نکل آیا جو بے باپ ہے تو عیسائیوں کا دعویٰ صحیح ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریم کی وفات قد خلت من قبلہ الرسل والی آیت سے ثابت کی۔ اب اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے ایک نبی بھی زندہ ہوتا تو حضرت ابوبکر کا استدلال باطل ہو جاتا۔ اسی طرح جب اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کو کہا کہ عیسےٰ کی مثال، افراد انسانی کی مثال ہے۔ تو اربوں کروڑوں افراد انسانی میں سے ایک فرد بھی بے باپ ہونے کی صورت میں ہو۔ تو خدا تعالےٰ کا استدلال ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مسیح کا بے باپ ہونا ممتنع نہیں رہتا۔ اور بے باپ پیدا ہونے کا امکان ہو جاتا ہے غرض یہ معنے بالکل غلط ہیں جو مسٹر فضل الٰہی نے کئے اور مسیح کا بے باپ پیدا ہونا قرآن مجید کے دلائل بینہ سے ثابت ہے اگر کسی کو اس سے انکار ہے تو وہ میدان میں آئے

آٹھویں جرح۔ ہمنے نبتہل کے معنے کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتے ہیں۔ مان کر یہ جرح کی ہے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ نبتہل کے اصل معنے کا فیصلہ آپ پر چھوڑنے کے ہرگز نہیں۔ بلکہ اسکے معنے تمام کتب لغت میں التعان اور التضرع فی الدعا کے ہیں چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے۔ الا بتھال الالتعان وبہ فسر الآیۃ ایضا وابتھل اللہ ھم فیھم استرسل نافناھم ۔ نظر اللہ الیہم ھم فابتھل۔

الابتھال التضرع والاجتھاد فی الدعاء واخلاصہ ومنہ قولہ تعالےٰ

ثم نبتھل ای نخلص فی الدعاء ونجتھد۔

والبھل اللعن بھلہ لعنہ۔ جلد ۷ صفحہ ۲۳۸

دیکھئے یہاں التعان اور التضرع فی الدعا لکھکر اس آیت زیر بحث کا حوالہ دیا ہے۔ پس اس کے معنے بجز التعان اور دعا کے کچھ نہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ✤ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

دھرمپال کے شاگرد کا دامِ تزویر
اور
ہماری زبردست تنقید

"اس مضمون کے مطالعہ کیوقت یہ امر مدنظر رہے کہ اس میں زیادہ تر عیسائی نکتہ خیال سے عیسائی مسلمات کی بنا پر بحث ہے"۔ (ایڈیٹر)

گمراہ کرنے والے اُستادوں سے بچو

ان چرواہوں پر واویلا۔ جو میری چراگاہ کی بھیڑوں کو ہلاک و پریشان کرتے ہیں خداوند کہتا ہے اسلئے خداوند اسرائیل کا خدا اُن چرواہوں کی مخالفت میں جو میری قوم کو چراتے ہیں یوں کہتا ہے کہ تم نے میرے گلے کو پراگندہ کیا اور انہیں ہانک کے نکالدیا اور نگہبانی نہیں کی دیکھو میں تمہاری کاموں کی برائی تمپر ڈالونگا۔ خداوند کہتا ہے پھر میں انکو جو میرے گلے سے بچ رہے ہیں۔ ساری سرزمینوں سے جہاں جہاں انہیں ہانک دیا ہے جمع کرونگا اور انہیں انکے بھیڑخانے میں پھیر لاؤنگا۔ اور وہ پھیلینگے اور بڑھینگے اور میں ان پر ایسے چوپان مقرر کرونگا جو انہیں چرائینگے اور وہ پھر نہ ڈرینگے نہ گھبرائینگے نہ گم ہو جائینگے خداوند کہتا ہے۔ یرمیاہ ۲۳ آیات ۱تا۴

جسطرح بنی آدم کی خوش قسمتی سے ہر ظلمت کے زمانہ میں کوئی نبی مبعوث ہو کر ظلمت کو اجالے اور روشنی سے بدل دیتا ہے اسی طرح یہ بھی سنت قدیمہ ہے کہ بعض اہل نخوت و کبر کی بد قسمتی کی وجہ سے انبیاء کے بعد جھوٹے استاد اور ریفارمر خود اسی نبی کی امت میں سے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں یرمیاہ نبی کا مذکورہ الہامی کلام بھی انہیں جھوٹے استادوں اور ریفارمروں کی یاد دلاتا ہے۔ اور بائبل کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اکثر انبیاء نے اپنی امتوں کو جھوٹے استادوں اور ریفارمروں کی تعلیم سے بچنے کے لئے اسی طرح متنبہ کیا ہے جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو دجال مردود کی تعلیم سے علیحدہ رہنے کے لئے سخت تاکیدی حکم فرمایا ہوا ہے مثلاً یرمیاہ اور یسعیاہ و حزقی ایل کے اکثر ابواب اسی مضمون سے پر ہیں۔ مسیح ناصری نے بھی متی ۷ باب ۱۵ میں تاکیدی حکم دیکر یرمیاہ کی طرح ان جھوٹوں کی شناخت کا معیار بھی قائم کر دیا ہے جیسے جسطرح یرمیاہ نبی نے بتایا کہ جھوٹے آخر کار ناکام رہینگے۔ اور خدا اپنے بندوں کی

جو ان سے بچ رہے ہونگے آپ حمایت کریگا۔ اسی طرح مسیح نے کہدیا کہ جھوٹوں کو تم انکے پھلوں سے پہچانو گے اور آیت نمبر ۱۹ میں کہدیا کہ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر مسیح کے بزرگ حواری اور خلیفہ اول پطرس نے بھی کہدیا فرمادی کہ جسطرح اس امت میں جھوٹے نبی بھی تھے اسی طرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہونگے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنیوالی بدعتیں نکال لینگے اور اس مالک کا انکار کرینگے جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپکو جلد ہلاکت میں ڈالینگے پطرس ۲ باب ۲ آیت ۱ آخر

یہی حال ہوا اس امت خیر الرسل کا جس کا آخری نگہبان مسیح موعود جیسا ذی شان نبی تھا۔ چنانچہ جھوٹے استادوں اور ریفارمروں نے ہر طرح سے اس امت کے لوگوں کو روکا کہ وہ مسیح موعود کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں۔ اور پھر اسی سنت قدیمہ مذکورہ کی رو سے ان لوگوں میں سے بھی جو مسیح موعود کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہوئے تھے جھوٹے استاد اور ریفارمر اٹھ کھڑے ہوئے مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ اس نے پھر ان لوگوں کو جو بقول یرمیاہ بچ رہے تھے جمع کر لیا اور ان پر ایک ایسا نگہبان مقرر فرمادیا جس کے سائے تلے وہ بچے ہوئے بڑھتے اور پھلتے ہیں۔ مگر ان استادوں اور ریفارمروں نے بقول پطرس حواری پوشیدہ طور پر بدعات نکالنے اور اس مالک کا انکار کرنے میں جس نے انہیں پستی سے نکال کر بلندی کی طرف کھینچا تھا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آجکل احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان فٹ بال بنے ہوئے ہیں چنانچہ انکے سرغنہ نے اول ہی مسیح موعود کی نبوت سے انکار کر کے صرف مجددین میں کا ایک والا عقیدہ گھڑ لیا۔ اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ مدت مدید تک وہ اپنے مضامین کے جوابات میں غیر احمدیوں اور عیسائیوں کے ہر ایک مضمون میں پڑھتا رہا۔ کہ ان مخالفین نے کن کن طریق سے مسیح موعود کی نبوت پر ہنسی اور استہزاء کیا ہے اور اسوقت آپ ایک طفل مکتب کی طرح گویا لڑکے ڈر سے ایسے چپ رہے کہ ہرگز نام تک اس عقیدہ کا نہیں لیا کہ مرزا صاحب نبی نہیں بلکہ صرف معمولی مجدد مگر مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے چند سال بعد پطرس ۲ باب ۲ آیت ۱ آخر پر فی الفور مہر کر دی۔

پیامی دلائل مسیح کے باپ ہونے پر

ظاہر ہے کہ جہاں سرگروہ کا یہ حال ہے۔ پھر اسکے گروہ کے دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا اور بقول سعدی ؎ اگر شاہ یک مرغ کباب کند لشکریان ہزار بیضہ۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ چنانچہ مشت نمونہ از خروارے پیام پرچہ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۵ء کے ایک مضمون نگار فضل الہی صاحب نومسلم کی جرأت دیکھئے جو اپنے مضمون بعنوان رسالہ "مسیح یا محمد" پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے ایک مسئلہ کے بارے میں

اپنی قلت بصارت کا ثبوت دیتا ہے لکھتا ہے کہ باقی رہا یہ گپوڑہ کہ وہ (مسیح ناصری) بے باپ تھے سو اناجیل میں تو صاف الفاظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ ملاحظہ ہو انجیل متی فارسی باب ۲ درس ۱۶۔ اور متی ۱۳ باب ۵۵ درس اور یوحنا ۱ باب ۴۵ آیت۔ یہ صاحب فضل الہی آجکل اشاعت اسلام کالج کے پروفیسر ہیں اور بخیال اہل پیام بائبل دانی میں یکہ خیال کئے جاتے ہیں مگر ہم گجرانوالہ میں پادری جیونمل کے مقابلہ میں انکے علم کا اندازہ کر چکے ہیں۔ القصہ ان تین حوالہ جات مذکورہ تک انجیلی دلائل کا خاتمہ ہے اسکے بعد آپنے قرآن کریم کی ایک آیت سنداً تحریر کر کے مسیح کو باباپ ثابت کرنا چاہا ہے۔

یہ حوالے دھرمپال کے رسالہ سے نقل کئے ہیں

اگرچہ ہمیں فضل الہی صاحب کی معلومات کے بخیے کو ٹٹولنے اور کھولنے کی کچھ ضرورت نہیں (کیونکہ اسکی تحریرات ہمیشہ پرانی تحریرات کی تازہ یاد کا نمونہ ہوتی ہیں) مگر اتنا عرض کر دینا بھی نامناسب نہیں ہوگا۔ کہ جس طرح نومسلم مذکور ہمیشہ سے چند معمولی کتب کا مطالعہ کر کے کسی معمولی نتیجہ پر پہنچا کرتا ہے۔ اسی طرح اسکے مذکورہ بالا قرآن شریف و انجیلی دلائل بھی اپنے نہیں ہیں۔ بلکہ انجیل کے ہرسہ حوالہ جات مسٹر دھرمپال بی اے کے رسالہ سلم الاسلام نمبر ۸ بابت ماہ فروری ۱۵ء سے نقل کئے ہوئے ہیں دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۵۰۹ و صفحہ ۵۱۲

اور قرآن شریف کے حوالجات معہ تفسیر و نتیجہ انہیں صاحب دھرمپال جی بی اے کے رسالہ سلم الاسلام حصہ ہشتم نمبر ۹، ۱۰ بابت ماہ مارچ و اپریل کے صفحہ ۵۹۴ و صفحہ ۵۹۵ سے نقل کر کے اپنی معلومات کے ذخیرہ کا انبار لوگوں کو دکھلایا ہے اور اس طرح اپنے آپکو مسٹر دھرمپال کا شاگرد ثابت کیا ہے مبارک!

ہمیں فضل الہی صاحب کی کسی تحریر کی تردید کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اسکا قلم کوئی نئی اور انوکھی بات لکھنا بالکل نہیں جانتا اور اسکی تردید کرنا بالکل آسان امر ہے۔ مگر چونکہ اسنے ابھی اپنی اس تحریر میں ایک حق اور صحیح بات کو گپوڑہ کہا ہے اسلئے ہمیں اسپر کچھ لکھنا پڑا۔ اور شاید ہم پھر بھی اس صاحب سے مخاطب ہو کر اپنا تضیع اوقات کرنا گوارا نہ کرتے اگر ہمیں اسکا یہ گپوڑہ مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف نظر نہ آتا اور چونکہ مسیح ناصری کے تولد بے پدر کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تسلیم کیا ہے اور نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اپنی جماعت کے عقاید میں اسے داخل کیا ہے اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان ہرسہ انجیلی دلائل کا جو مسٹر نومسلم اپنے ان استادوں سے یاد کر لائے ہیں بدیہی بطلان اور رد تحریر کر کے ان لوگوں پر ایک بار اور اتمام حجت کریں۔

ہمیں بہت افسوس ہے کہ آج حضرت مسیح موعود کے بعد مسٹر محمد علی ایم اے کے مرید جہاں مسئلہ خلافت

و نبوت اور دیگر مسائل کے منکر ہیں وہاں ساتھ ہی مسیح ناصری کے تولد بے پدر کو گپوڑہ کہکر خود مسیح موعود علیہ السلام کے مسلمہ عقائد کو گپوڑہ کہتے ہیں کاش! ان لوگوں کے پیر مسٹر محمد علی ایم اے حضرت مسیح موعود کی عین حیات میں ہی صاف لکھدیتے کہ ہم مسیح ناصری کے بے باپ والے مسئلہ کو گپوڑہ سمجھتے ہیں اور قرآن شریف اور انجیل کے حوالجات تحریر کر دیتے مگر چونکہ اسوقت مسٹر دھرمپال بی اے نے اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا تھا شاید اسلئے آج کے دن تک انتظار کھینچنا پڑا تو گویا اب آپ لوگوں کے فرقہ کا نام دھرمپالی فرقہ نہایت موزون ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اگر اسوقت کسی مسلمان یا عیسائی کے سامنے اس مسئلہ کو اسی بیباکی کے ساتھ گپوڑہ کہا جاتا جسطرح آج آپ کے پروفیسر لکھتے ہیں تو کچھ شک نہیں ڈاکٹر عبد الحکیم کے ساتھ آپ بھی سفر کرتے ہوئے نظر آتے۔

بہر حال ان نو مسلم صاحب کے انجیلی دلائل کو ہم ضرور پرکھینگے کیونکہ اس سے پہلے کئی بار منکران معجزہ اور یہود وغیرہ نے اس مسئلہ کو گپوڑہ کہا ہے جن کے ہمزبان ہو کر ہمارے مسٹر فضل الٰہی اس مسئلہ کو گپوڑہ کہتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر ہر دو گروہ نے انجیل کے بیان کی بنا پر اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا بلکہ اپنی خام فیلسوفی کیوجہ سے اس مسئلہ کے منکر رہے ہیں اور اپنی بحث کے مکمل کرنیکے لئے کبھی کبھی انہوں نے چند اناجیل کی آیات کی رو سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ مسئلہ گپوڑہ ہی مگر اس طریق میں انہوں نے ہمیشہ منہ کی کھائی اور انہیں لوگوں کے مال میں سے ان صاحب فضل الٰہی نے بھی کچھ نکما اور بودا مال سرقہ کر کے اپنا ایک قصہ بنایا مگر بہت ہی نکما اور فضول جیسا ابھی ثابت کیا جائیگا۔

پہلی دلیل سو اناجیل میں تو صاف لفظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا ملاحظہ ہو انجیل متی فارسی ترجمہ از ہنری مارٹن مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۴۲ء۔ و یوسف شوہر مریم است و یسوع کہ بمسیح موسوم است از و زائیدہ شد باب ۱ ورس ۱۶ (اردو ترجمہ) متھان سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ (یہ دونوں جملے بخیال فضل الٰہی صاحب فارسی انجیل میں محذوف ہیں کیا عجیب ترجمہ ہے) جو شوہر تھا مریم کا۔ جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔ انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶۔ یہ دلیل جیسا کہ ہم بتا چکے مسٹر دھرمپال کے رسالہ سلم الاسلام نمبر ۶ بابت فروری ۱۹۱۴ء کے صفحہ ۱۲ و ۵ سے نقل کیگئی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ ان میاں کے پیر دستگیر دھرمپال جی (بی اے) نے حوالہ درست تحریر کیا تھا یعنے متی باب ۱ آیت ۱۶۔ مگر یہ ان کے شاگرد دونوں جگہ یعنے اصلی فارسی و ترجمہ اردو کے آگے حوالہ غلط تحریر کرتے ہیں یعنے متی باب ۲ ورس ۱۱ مسیح ناصری نے سچ کہا ہے۔ شاگرد اپنے

استاد سے بڑا نہیں متی ۱۰/۲۴ آیت

اس دلیل کی تردید اب حقیقت اس دلیل کی سنئے فضل الٰہی صاحب کچھ عرصہ عیسائی رہے معلوم نہیں کہ جب کوئی آپ ہی سا دل و دماغ رکھنے والا معترض یہ اعتراض کرتا تھا کہ لوقا نے مسیح کے نسب نامہ میں آدم کو خدا کا بیٹا اسی طرح قرار دیا ہے جسطرح اس نسب نامہ کے اور آدمیوں کو اپنے اپنے ابا کا جسمانی بیٹا۔ اور سلسلہ وار اسی طرح آدم کا جسمانی باپ خدا کو لکھدیا ہے جسطرح اور آدمیوں کے جسمانی ابا کا ذکر کیا ہے تو کیا جس طرح اور آدمی اپنے اپنے باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے اسی طرح آدم بھی خدا کے نطفہ سے پیدا ہؤا تھا تو ایسے معترض کو آپ کیا جواب دیا کرتے تھے دیکھو لوقا کی انجیل ۳/۳۸ انوش بن سیث بن آدم بن اللہ۔ پس فضل الٰہی صاحب کی اس دلیل سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ عیسائیت میں آپنے بائبل کو خوب ہی سمجھ کر پڑھا تھا جس پر اب اور جلا ممکن نہیں۔

فضل الٰہی صاحب غور کیجئے اور عینک اتار کر پڑھئے کہ جس طرح لوقا باب ۳ آیت ۳۸ میں لکھا ہے کہ آدم خدا کا بیٹا۔ اسی طرح متی ۱/۱۶ میں لکھا ہے کہ یوسف شوہر مریم است و یسوع کہ بمسیح موسوم است ازو زائیدہ شد۔ اور حقیقت ہر دو نسب نامہ کی دونو آیات کی یہی ہے کہ جس طرح آدم خدا کے نطفہ سے پیدا نہیں ہؤا تھا۔ اسی طرح مسیح یوسف کے نطفہ سے پیدا نہیں ہؤا تھا۔ اور جسطرح آدم کی تربیت و پرورش کے بظاہر اسباب نہ تھے۔ صرف خدا کے ساتھ آدم کے ظاہری تعلقات تھے۔ اسی طرح مسیح کی تربیت و پرورش کے بظاہر اسباب تھے اسکے یہ تعلقات صرف یوسف کے ساتھ وابستہ تھے پس اسی لئے اناجیل نویسوں نے یوسف کو مسیح کا شرعی باپ لکھدیا۔

دوسرا جواب پھر کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہودیوں میں ہمیشہ[1] باپ کی طرف سے نسب نامہ شروع ہؤا کرتا تھا

---

[1] جس طرح لاہور شہر کے تھیٹر۔ اسی ٹر اور دیگر تماشا گاہوں میں عام طور پر اکثر انگریزی خواں کوٹ پتلون پہننے والے بابو لوگوں کا جمگھٹا ہوتا ہے اسی طرح کے فیشن کے لوگ جو چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ نیز بعض ملانے خیالات کے ٹکہ دھوتر اکی دوپلی ٹوپی پہننے والے بھی ہیں مگر پھر بھی کثرت اولی الذکر گروہ کی ہے لہٰذا عجب نہیں کہ کسی انگریزی کی ضخیم کتاب کا حوالہ دے کر اپنا کوئی کرتب و کرشمہ دکھا جاویں اسی لئے ہم اول ہی لکھدیتے ہیں کہ قبل زمانہ موسوی اسرائیل

اور چونکہ مریم یوسف کی چچیری بہن تھی لہذا بموجب رواج یہود کے اناجیل نویسوں نے ان نسب ناموں کو یوسف کی طرف منسوب کر دیا۔ اور صرف ایک پشت یعنی یوسف مریم کے داد اکے نام سے پہلے یوسف کے باپ یعقوب کا نام لکھدینے میں کوئی مضائقہ خیال نہ کیا پھر اس میں کون قباحت لازم آئی جو آپنے یہ تحریر کر کے لوگوں کو جتلادیا کہ عیسائیت میں آپنے علم تطبیق حد سے زیادہ سیکھا تھا۔

تیسرا جواب پھر آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تہا کہ قدیم زبانی نسخوں مثلاً اے۔بی سی اور ڈی میں لوقا کے ۳ باب ۲۳ آیت میں یہی لکھا ہے کہ جب یسوع تیس برس کا تہا اور جیسا کہ سمجھا جاتا تھا یوسف کا بیٹا تہا چنانچہ آجتک ایسے نسخوں میں اسی طرح لکھا ہے دیکھو انجیل لوقا فارسی۔ کہ از زبان اصلی یونانی مجدداً در شہر اصفہان ایران ترجمہ شد۔ وبعد تصحیح و ترمیم بنفقہ پنجاب بائبل سوسائٹی در مطبع امریکن مشن لودیانہ طبع پوشید ۱۸۹۲ء۔ وخود عیسے وقتیکہ شروع کرد قریب بسی سالہ بود وحسب گمان خلق پسر یوسف۔ آخر آپنے کچھ سوچا ہوتا۔

دوسری دلیل کیا یہ یوسف بڑھئی کا بیٹا نہیں ہے اور اسکی ماں مریم نہیں کہلاتی اور اسکے بھائی یعقوب اور یوسیس اور شمعون اور یہودا۔ اور اسکی سب بہنیں ہمارے ساتھ نہیں انجیل متی باب ۱۳ درس ۵۵ و ۵۶ یہ دلیل واقعی ایک مضبوط دلیل اور قاطع برہان ہے کیونکہ اول ہی آپکا صحیح حوالہ لکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے بڑھ گیا اور یہ ایک عجیب بات ہے بلکہ آپکا معجزہ کیونکہ آپکے استاد مسٹر دھرمپال نے یہی الفاظ لکھکر حوالہ متی ۱۲ لکھا تھا جو غلط تہا دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۵۰۹ پس اگر کبھی وہ آپکی متی ۱۲ والے حوالہ کے غلط لکھنے پر جس کو آپنے دو دفعہ متی ۱۲ لکھا تھا۔ گوشمالی کریں تو آپ مجھے الغور کہدیں کہ آپنے بھی ایک حوالہ غلط لکھا تہا۔ اور اس صورت میں وہ معقول جواب کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۔ کے اور رواج اور مذہبی اصول تھے اور انکے نسب نامے عورتوں کی طرف بھی منسوب کئے جاتے تھے جیسے بنی قتورہ۔ بنی لیاہ۔ بنی راخل۔ بلہاہ۔ زلفہ۔ بنی ہاجر وغیرہ (اور یعقوب کے تمام قبائل کے نام دراصل یعقوب علیہ السلام کی بیویوں سے چلے ہیں) یا ماں کی طرف سے اصل رشتہ سمجھا جاتا تہا جیسا کہ یوسف کے قصہ سے ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بھائی کے واسطے لفظ ماں کا بیٹا استعمال کیا دیکھو پیدائش ۴۳/۲۹ و ۴۴/۲۰ و ۴۲/۲۰ و ۲۷ مگر توریت نے انکی ممانعت کر دی اور یہ رواج سب گئے اور اصل رشتہ باپ کا ہی حسب حکم شریعت سمجھا جانے لگا دیکھو مثانی ۲۵ تا ۲۸ اور ۲۱ تا ۱۵ تا ۱۷ اور اگرچہ قبل از موسیٰ علیہ السلام خاوند افسر سمجھا جاتا تہا مگر موسیٰ علیہ السلام کیوقت سے خاوند بھی بیوی کے تابع شرعاً بیوی کو رہنا پڑا دیکھو مثانی باب ۲۴ تا ۵ اور عبری کا وہ فقرہ جس کا ترجمہ مرد عورت کے ساتھ بیاہا گیا) اڑ گیا اور اسکی جگہ مرد کی جورو بنی کا رواج ہو گیا پس سٹر تو مسلم نہایت سوچکر جواب دیں اور ساتھ ہی یاد رکھیں کہ موسیٰ کے بعد کبھی کسی بزرگ فقیہ فریسی یہودی کا نسب نامہ حسب شریعت موسوی ماں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا

آپکو معاف کردینگے۔

جواب کیوں جی مسٹر نومسلم۔ اگر آپکا کوئی اولڈ کرسچن حریف کسی مجلس میں آپکا ذکر خیر بصورت ذکر بد شروع کردے اور ایک دو ایسی باتیں جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہوں آپکی طرف منسوب کردے تو آپ بلا چون وچرا تسلیم کرلینگے اور اگر آپ تسلیم نہیں کرسکتے تو پھر کس طرح آپ یہودیوں کی باتوں کو حق اور صحیح سمجھکر مسیح کے تولد بے پدر سے انکار کرسکتے ہیں کیا آجتک آپکو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ یہودی ہمیشہ مسیح پر طرح طرح کے الزام لگایا کرتے تھے اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا

۲۔ پھر کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہودیوں نے بھری مجلس میں مسیح سے سوال کیا تھا تیرا باپ کہاں ہے یوحنا ۸/۱۹ اور پھر انہیں یہودیوں نے طاعن بنکر مسیح کو مطعون کیا تھا کہ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے ہمارا ایک باپ ہے یعنے خدا یوحنا ۸/۴۱ پس کیا لوگ آپکے ہمخیال اور موید و مصدق یہود کی یہ ساری باتیں مسیح کے حق میں تسلیم کرلینگے؟ پھر آپکو یہ بھی خیال نہ آیا کہ باوجود اس امر کے کہ یہود کی مقدس کتابوں کے رو سے تمام یہود خدا کے بیٹے ہیں۔ پس اگر بخیال آپکے یہودی مسیح کو یوسف کے نطفہ سے جانتے اور مانتے تھے تو پھر مسیح کے اس قول کو کہ میں بھی خدا کا بیٹا ہوں۔ کیوں تمسخر اور حقارت اور کنایت کی نظر سے دیکھتے تھے جیسا کہ یوحنا ۶/۴۲ اور ۸/۴۸ سے ظاہر ہے۔

۳۔ کچھ تعجب نہیں کہ کل کلاں کو ہمارے یہ مسٹر نومسلم یہودیوں کے ان بیانات کی بنا پر جو متی ۲۷/۲۹ اور یوحنا ۱۹/۱۲ میں درج ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو نعوذ باللہ دھوکے باز اور قیصر کا باغی لکھدیں کیونکہ متی ۲۷/۲۹ میں قیصر کے سامنے یہود مسیح کو دھوکے باز کہتے ہیں اور یوحنا ۱۹/۱۲ کے رو سے اسے باغی قرار دیتے ہیں۔ پس یہودیوں کی ایسی باتوں کا وہی سہارا لیگا جس نے بیشرمی کا آسرا لے رکھا ہو۔ اور یہود کے ہاتھ بک چکا ہو۔

۴۔ پھر کتنا بڑا تعجب ہے کہ اس شخص نے بائبل کے علم تطبیق کا کبھی نام تک نہیں سنا کیونکہ اگر وہ متی ۱۳/۵۵ کی متوازی آیت مرقس میں تلاش کرتا۔ تو اسے صاف معلوم ہوگیا ہوتا کہ مرقس ۶/۳ میں یہود کے یہ الفاظ ہیں۔ کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب و یوسس اور یہودا و شمعون اسکے بھائی ہیں۔ پس آپکے گواہ یہود تو اسے مریم کا بیٹا کہتے ہیں پھر اسکا مطلب سمجھاؤ۔ کیوں مرقس ۶/۳ میں اسکی ابنیت کو مریم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیا یہودیوں میں ماں کی طرف سے نسب نامہ شروع کیا کرتے تھے؟ اور اسجگہ بڑھئی اسلئے کہا کہ مریم کا باپ بھی اسی خاندان سے تھا جس سے کہ یوسف تھا پس اسکا کیا جواب ہے۔ کیا اسی جہالت کی دستار فضیلت پر آپ انجیل کی رو سے مسیح کو یوسف کا بیٹا ثابت کرنے چلے تھے۔

۵۔ آپکے استاد مسٹر دھرمپال نے بھی اول یہی دلائل تحریر کئے تھے مگر چونکہ وہ ایک گریجوایٹ تھو

انہوں نے فی الفور اپنے رسالہ میں لکھدیا کہ ان حوالہ جات پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہاں پر غیر لوگوں نے مسیح کی ابنیت کو ایک یونانی کی طرف منسوب کیا ہے ممکن ہے کہ انکا خیال غلط ہو دیکھو رسالہ سلم الاسلام بابت ماہ فروری ۱۵ء صفحہ ۱۰۔ پس کیا آپ اپنے استاد کی طرح خود ہی اپنے ان حوالہ جات کی تردید شائع کرینگے مگر آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ مسٹر دھرم پال نے ان حوالہ جات کو خاص محکم دلائل نہیں بتایا تھا مگر آپکی جہالت عجیب بلندی پر ہے کیونکہ آپنے اپنی خاص تنقید میں اول ہی ایسے لغو اور بے بنیاد حوالہ جات پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی کہ جس سے آپکی انجیل دانی پر بٹہ لگ گیا کاش آپ کچھ سمجھکر بات کرنا سیکھتے کیونکہ اگر اختصار نویسی کے خیال سے صرف تین حوالہ جات ہی تحریر کرنے تھے تو وہ کوئی مضبوط اور مستحکم مفید مطلب حوالہ جات تحریر کرنے تھے مگر آپنے یوں ہے اور تمام حوالہ جات لکھکر خود ہی اسبات کا ثبوت دیدیا کہ ہم مضبوط دلائل ایسی محکم بنیاد پر قائم کیا کرتے ہیں اب آپ ناحق دھرم پال صاحب کی اور نقل اڑائینگے۔

تیسری دلیل جسکا ذکر موسیٰ نے اور توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہمنے اسے پایا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ہے انجیل یوحنا باب ۱ درس ۴۵

جواب۔ فضل الٰہی نے غور نہیں کیا کہ یہ کس نے کہا تھا اب ہم اسکو بتا دیتے ہیں کہ یہ فلپس نے نتن ایل سے کہا تھا۔ اور اس فلپس باشندہ بیت صیدا کو ابھی نئی نئی دولت ایمان نصیب ہوئی تھی (جسکو شاید ابھی پورا ایک دن بھی نہیں گزرا تھا) اور فلپس نے اپنے سابقہ خیال سے ہی نتن ایل سے یہ کہدیا کہ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔ بھلا فضل الٰہی صاحب آپنے انجیل کی کسی آیت کا حوالہ تو دیا ہوتا کہ دیکھو فلاں جگہ اور فلاں وقت خود مسیح نے فلپس سے کہا تھا کہ میں یوسف کا بیٹا ہوں پھر کیا آپکے خیال میں مسیح کے سامنے ہی فلپس نے نتن ایل کا مسیح کی نسبت وہی خیال تھا۔ جو عام طور پر یہود ملعون کا تھا چنانچہ مسیح کا نام سنتے ہی نتن ایل نے فی الفور کہدیا اے ربی تو خدا کا بیٹا ہے تو اسرائیل کا بادشاہ ہے آیت ۴۹ پس ہم فضل الٰہی سے دریافت کرتے ہیں جس صورت میں فلپس کے غلط خیال کی بنا پر (یا جسکو آپنے غلط طریق سے سمجھا) یوسف کو مسیح کا باپ لکھنے میں اصرار کرتے ہیں۔ اسی موقع میں آپکو کیا حق حاصل ہے کہ نتن ایل کے خیال کی بنا پر مسیح کو خدا کا جسمانی بیٹا نہ تسلیم کریں۔ اور کیوں پھر ایسے اپنی منطق اور نیز ایمان کی مرمت کر کے بپتسمہ حاصل نہ کریں۔

انجیل سے مسیح کا بے باپ ہونا ثابت ہے

یہاں تک تو ہمنے صرف فضل الٰہی کے چند لغو اور باطل اوہام کا ازالہ کیا اور ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا اسی قدر وقت خرچ ہوا۔ کیونکہ اس سے کوئی عام فائدہ نہیں ہوا فقط فضل الٰہی کی بے علمی کا راز

اور انجیل سے بکلی ناواقف ہونیکا اسرار لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ اناجیل کے رُو سے مسیح کو بے باپ تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہیں اور فضل الٰہی صاحبکا یہ لکھنا کہ یہ صرف گپوڑہ ہے نہ صرف غلط بلکہ دانستہ کذب پر مبنی ہے۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جن اقوام نے اپنی خام فیلسوفی کی بنا پر مسیح کی معجزانہ پیدائش سے انکار کیا ہے۔ ہمیشہ غضب الٰہی انکے شامل حال رہا ہے۔ لوگ جو باوجود قرآن شریف پڑھنے کے اور مسیح موعود کے عقائد مسلمہ سننے اور نیز اناجیل جاننے کے بھی مسیح کے تولد بے پدر کا انکار کرینگے کیونکر اپنے عقاید کے بارے میں اطمینان کامل رکھ سکتے ہیں اسلام میں کبھی کوئی فرقہ ایسا نہیں ہوا جو اس مسئلہ کا انکار کرکے سرسبز و شاداب اور پھلا پھولا ہو۔ اور تعداد اسکی معدودے چند سے بڑھکر ایک معقول حد تک پہنچگئی ہو عیسائیوں کے درمیان بھی کبھی کوئی فرقہ آجتک ایسا برپا نہیں ہوا جس نے اناجیل کی بنا پر اس مسئلہ کا انکار کیا ہو اور وہ اس مسئلہ کا عیسائی رہکر انکار بھی کیونکر کرسکتے تھے۔ جبکہ وہ خود اپنی سب سے پرانی انجیل متی [لہ] کے شروع باب میں ہی یہ پڑھتے ہیں۔

پہلی دلیل اب یسوع مسیح کی پیدائش اسطرح ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا

لہ ان میاں فضل الٰہی کی ایک اور جہالت کی دلیل بھی ہم سنائے دیتے ہیں۔ ان صاحبکو یاد ہوگا کہ گوجرانوالہ میں عین مباحثہ کیوقت استادی میر محمد اسحٰق صاحب نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کونسی انجیل سب سے پرانی ہے (اسوقت فضل الٰہی میر صاحب کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا) تو ان صاحب نے جواب دیا تھا کہ مرقس اور لوقا کی انجیلیں سب سے پرانی ہیں اور میر صاحب نے اس بات کا جب مجھ سے تذکرہ کیا تو میں نے جواب دیا۔ کہ متی اور یوحنا کی انجیلیں سب سے پرانی ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ فضل الٰہی صاحب کہتے ہیں کہ لوقا اور مرقس کی اناجیل پرانی ہیں۔ اور جب میں نے ہنستے ہوئے ان سے پوچھا کہ کیوں صاحب! مرقس و لوقا کی اناجیل کی نسبت آپ نے کسی تاریخ کی کتاب میں پڑھا کہ یہ انجیلیں پرانی ہیں اور کیا آپ نے کبھی لوقا کا دیباچہ بھی نہیں پڑھا ہے یا کیا کم از کم پادری عماد الدین صاحب ڈی ڈی کی تفسیر متی کا بھی مطالعہ نہیں کیا کہ یہ متی اور یوحنا رسول تھے اور اول انہی کی انجیلیں تھیں مابعد مرقس و لوقا نے مضامین ان سے لئے۔ اور عبارت ان کی اپنی تھی (دیباچہ تفسیر متی مصنفہ پادری عماد الدین صاحب) اور کیا آپ کو معلوم نہیں کہ متی کی انجیل قدیم ترین نسخوں میں بھی پائی جاتی ہے یہ بات تو بچے بھی جانتے ہیں۔ تو یہ صاحب فضل الٰہی مسیحیت کے جید عالم بالکل دم بخود رہ گئے۔ مگر اب ایک اور دعویٰ کر بیٹھے ع
مگر او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

چپکے سے اسکے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا وہ ان باتونکو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دیکر کہا اے یوسف ابن داؤد۔ اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اسکے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے وہ بیٹا جنے گی اور تو اسکا نام یسوع رکھنا متی کی انجیل ۱/۱۸-۲۱

کیوں جی مسٹر۔ ان الفاظ سے زیادہ زوردار الفاظ اور کونسے لائے جاسکتے ہیں۔ جن سے مسیح بے باپ ثابت ہوسکے۔ غور کرو (۱) متی نے صاف لکھا جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔

۲۔ متی انجیل نویس نے یوسف کے واسطے لفظ راستباز موزون خیال کر کے لکھا کیا کبھی انجیل پڑھتے وقت آپ کے کسی استاد نے آپکو اس لفظ کا مطلب بھی سمجھایا تھا۔ یا کہ نہیں سنئے بموجب بائبل کے راستباز اسکو کہتے ہیں۔ جنکی تعریف اصطلاح اسلام میں یومنون بالغیب ہے چنانچہ عیسائیوں کے رسول پولوس نے اسکی تشریح کردی کہ کتاب مقدس کہتی ہے کہ ابراہیم خدا پر ایمان لایا اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا روم ۴/۳ اور اسکی زیادہ تشریح یہ ہے کہ باوجود ابراہیم اپنے بڑھاپے کے خدا کی اس بات پر کہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا اور تیری اولاد بیشمار ہوگی۔ ایمان لے آیا اور اس بات کا ہرگز خیال نہ کیا یہ کس طرح ہوسکتا ہے درآنحالیکہ میں بالکل بوڑھا ہوں مگر نہ خدا کی اس بات پر ایمان لے آیا اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا پیدائش ۱۵/۶ اب جائے غور ہے کہ یوسف نے کونسا ایسا کام کیا۔ جس کے سبب سے اسے راستباز کہا گیا سو وہ کام یہی تھا کہ اسنے بموجب ہدایت وارشاد الٰہی ۲۴ اپنے ہاں لے آیا آیت نمبر ۲۴۔ اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا گویا اپنی راستبازی پر اسنے مہر کردی اور اسی لئے متی نے اسے راستباز لکھدیا۔

۳۔ وہ بیٹا جنیگی تو اسکا نام یسوع رکھنا۔ کیا آپکے کسی استاد نے جب یہ آیت آپکو پڑھائی تھی تو اسوقت فقرہ تو اسکا نام یسوع رکھنا کی تفسیر کر کے بائبل کے علم تعلق سے آپکو آگاہ کیا تھا ہرگز نہیں بس اب سن لو۔

لوقا کی انجیل میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش کا مفصل ذکر ہے وہاں پر بھی یہ جملہ تو اسکا نام یوحنا رکھنا آیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جب زکریا کو خوشبو جلاتے وقت فرشتہ دکھائی دیا اور اسپر دہشت چھاگئی تو فرشتے نے اس سے کہا اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیری بیوی الیشبع تیرے لئے بیٹا جنیگی تو اسکا نام یوحنا رکھنا۔ اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی اور بہت سے[ف] لوگ اسکی پیدائش کے سبب خوش ہونگے لوقا ۱/۱۴ اب جائے غور ہے کہ یہاں پر

[ف] زکریا کو کہا کہ بہت سے لوگ اسکی پیدائش سے خوش ہونگے یوسف کو کہا کہ وہی اپنے لوگوں کو انکے گناہوں سے نجات دیگا متی ۱/۲۱ اس سے ظاہر ہے جس طرح لوقا ۱/۱۴ میں کسی خاص شخص کی استثنا نہیں اسی طرح متی ۱/۲۱ میں بھی کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ عام لوگوں کا ذکر کیا جس میں یوسف بھی شامل ہے اور جیسا ۔۔۔ مراد صرف روحانی تعلقات ہیں

کیوں کہا تیری بیوی تیرے لئے بیٹا جنیگی سو صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ زکریا کے نطفہ سے پیدا ہونا تھا۔[۵] پھر دوسری آیت میں زکریا کو کہا "اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی" یہ کیوں کہا سو یہ امر بھی صاف آشکارا ہے کہ چونکہ یوحنا نے زکریا کے نطفہ سے پیدا ہونا تھا اسلئے جتلا دیا کہ دوسرے لوگوں کی طرح جسطرح ہر ایک باپ کو خوشی ہوتی ہے تجھے بھی خوشی و خرمی ہوگی مگر یوسف کے لئے ہرگز یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے اسکی وجہ یہی ہے کہ مسیح نے اسکے نطفہ سے پیدا نہیں ہونا تھا اور نہ صدیقہ مریم کا حمل اسکی طرف منسوب ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انکے اکٹھا ہونے سے پہلے ہی صدیقہ خدا کی قدرت سے حاملہ ہو گئی تھی۔

۴— اب دوسری طرف نگاہ کرو کہ مقدسہ مریم کو مسیح کی پیدائش کی خبر سننے سے ضرور نہایت خوشی ہوئی اور اسنے خداوند کی بڑی حمد اور تعریف کی لوقا ۱ باب اور کہا کہ دیکھ اب سے تمام پشتیں مجھے مبارک کہینگی لوقا ۱ باب یہ کیوں صرف اسلئے کہ مسیح نے بطن اطہر صدیقہ سے پیدا ہونا تھا اور مسیح کے تمام تعلقات پیدائشی صرف مریم سے وابستہ تھے اسی لئے مریم کو بھی خوش ہونا چاہئیے تھا اور اس پیدا ہونیوالے لڑکے کی آئندہ تکلیفوں اور دکھوں کے باعث مریم کو ہی رنج و غم ہونا تھا چنانچہ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے کہ شمعون نام ایک راستباز بزرگ جو ملہم بھی تھا اور روح القدس سے اسے آگاہی ہوئی تھی کہ جب تک تو مسیح کو نہ دیکھ لیگا نہ مریگا اور اسنے جب مسیح کو ہیکل میں اسوقت جبکہ اسکی ماں مریم اور اسکا شرعی باپ یوسف جسد شرعی رسوم ادا کرنے کو تھے گود میں لیا تو مقدسہ مریم سے کہا دیکھ یہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اٹھنے کے لئے اور ایسا نشان ہونے کے لئے مقرر ہوا ہے جسکی مخالفت کیجائیگی بلکہ خود تیری جان بھی تلوار سے چھد جائے گی لوقا ۲ باب ۳۵ آیت

اس بزرگ شمعون نے یہ مریم سے کیوں کہا یوسف سے کیوں نہ کہا صرف اسلئے کہ وہ لڑکا یوسف کے نطفہ سے نہ تھا بلکہ مریم کے شکم سے تھا مگر جب ایسے ایسے دلائل کے ہوتے ہوئے ہم فضل الہی سے یہ سنتے ہیں کہ یہ ایک گپوڑہ ہے۔ ورنہ اناجیل میں تو صاف لفظ لکھے ہوئے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا تو ہمیں صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے نہ تو کبھی بائبل کو سمجھا اور نہ مسیحیت کے مسائل کو باوجودیکہ چند سال عیسائی رہا۔ چہ جائیکہ چند ماہ مسلمان کہلوا کر قرآن شریف سمجھ جانے کا مدعی بن بیٹھے۔

دوسری دلیل پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا اور اسکو نہ جانا جبتک وہ بیٹا نہ جنی اور اسکا نام یسوع رکھا۔ متی ۱ باب ۲۴ و ۲۵ آیت

دیکھو متی نے صاف الفاظ میں لکھدیا کہ یوسف نے مریم کو چھوا تک نہیں جب تک کہ مسیح جو خدا کی قدرت سے تھا پیدا نہیں ہوا۔ پھر ہم ان جاہلوں اور ابلہ فریبوں سے کیا کہیں جو کہتے ہیں کہ انجیل میں صاف

[۵] اسلئے کہا تیرے لئے بیٹا جنیگی مگر یسوع کی پیدائش کی خبر دیتے وقت یوسف کے لئے یہ الفاظ ہرگز استعمال نہیں ہوئے کیونکہ اس ہونے والے نے یوسف کے نطفہ سے پیدا نہیں ہونا تھا۔

الفاظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف کا بیٹا تہا اناجیل تو پکار پکار کر کہتی ہیں کہ ؎ چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

تیسری دلیل ودر ماہ ششم جبرائیل فرشتہ از جانب خدا بہ بلدے از جلیل کہ ناصرت نام داشت۔

فرستادہ شد نزد باکرہ نامزد مردے مسمّٰی بہ یوسف از خاندان داؤد ونام آں باکرہ مریم بود پس فرشتہ نزد او داخل شدہ گفت سلام اے نعمت رسیدہ خداوند باتوست وتو درمیان زناں مبارک مریم چوں اورا دید۔ از سخن او مضطرب شدہ متفکر شد کہ ایں چہ نوع تحیّت است فرشتہ بدو گفت اے مریم ترساں مباش زیراکہ نزد خدا نعمت یافتہ واینک حاملہ شدہ پسرے خواہی آورد او را یسوع خواہی نامید او بزرگ خواہد بود وبہ پسر حضرت اعلیٰ مسمّٰی شود وخدائے خداوند تخت پدرش داؤد را بدو عطا فرماید و او بر آل یعقوب تا ابد پادشاہی کند وسلطنت او را نہایت نخواہد بود ومریم بفرشتہ گفت ایں چگونہ میشود وحال آنکہ مردے را نشناختہ ام فرشتہ درجواب وے گفت روح القدس بر تو خواہد آمد وقدرت حضرتِ اعلیٰ بر تو سایہ خواہد افگند ازآنجہت آں مولود مقدس پسر خدا خواندہ میشود واینک الیصابات از خویشان تو۔ نیز در پیری بہ پسر حامل شدہ وایں ماہ ششم است مر او را عاقر میخواندند۔ زیراکہ نزد خدا ہیچ امر محال نیست دیکھو لوقا کی انجیل فارسی جو اصفہان میں ترجمہ ہوئی سنہ ۱۸۹۲ء

ہم اپنے مخاطب سے پوچھتے ہیں کہ

(ا) فرشتے نے مریم کو کیوں کہا کہ تو عورتوں میں سے مبارک ہے کیونکہ اگر بخیال شما مسیح نے یوسف کے نطفہ سے پیدا ہونا تہا تو وہ کونسی انوکھی بات تھی جس کے لئے اسے مبارک کہا گیا اور اگر کہو کہ جس کا بیٹا نبی ہونیوالا تھا اگر وہ ماں مبارک نہیں تو اور کون مبارک کہلوانے کا مستحق ہوسکتا ہے تو پھر بتاؤ اس سے پہلے ملاقی۔ ذکریا۔ حجی صفنیاہ۔ میکاہ۔ یوناہ۔ دانی ایل۔ حزقی ایل یرمیاہ۔ یشعیاہ ہر ایک نبی کے پیدا ہونے سے پہلے جبرائیل ان نبیوں کی ماؤں کو یہی الفاظ کہکر خوشخبری دیا کرتا تہا اور اگر یہ کہو کہ چونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی تہا اسلئے اسکی والدہ کو بشارت کے ساتھ مبارک کہا گیا تو پھر بتاؤ مسیح موعود علیہ السلام جس کے ہاتھ پر تمہارے پیر نے بیعت کی تہی۔ وہ کہتا ہی کہ میں مسیح ناصری سے بڑھکر ہوں تو پھر کیا اسکی پیدائش کیوقت بھی ایسا ہوا مگر ہمیں خیال ہی کہ آپ اپنا وہی عقیدہ جواب تحریر کردینگے جسکو آپ لوگوں نے اپنا اکل وشرب بنایا ہوا ہی یعنے مسیح موعود نبی نہ تہا صرف ایک مجدد تہا واویلا اُن پر! جو احمدیت کا دم بھرتے ہوئے ایسے عقیدہ کو قبول کرلیتے ہیں۔

(ب) فرشتے نے کہا کہ وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کریگا اور اسکی بادشاہت کا آخر نہیں ہوگا۔ آیت ۳۲ و ۳۳ کیوں جی مسٹر آپنے اس آیت کو اپنے استاد سے کس طرح سمجہا تہا معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو

یاد نہیں رہا بس اب ہم آپکو سناتے ہیں یہ آیت بخیال عیسائیاں یسعیاہ ۹/۶ والی پیشگوئی[ل] کی تشریح ہی جہاں لکھا ہی ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا ہماری لئی ایک لڑکا تولد ہوا نام اسکے بشیر۔ سلامتی کا شہزادہ ہونگے سلطنت اسکے کندھے پر ہوگی۔

Digitized by Khilafat Library

عجیب کے لفظ پر غور کرو اگرچہ عجائباتِ قدرت کی کچھ حد نہیں مگر پیدا ہونے والے موعود کی نسبت یہ لفظ ایک خاص معنی دیتا ہے جس کے سچے معنے اور تفسیر صرف مسیح کی پیدائش بے پدر ہی ہو سکتی ہے اور یہی اس لڑکے کی شناخت رکھی ہے عیسائی اسکے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکا مردوں میں سے جی اٹھنا بھی عجیب تھا اور مطلب انکا یہ ہوتا ہی کہ مسیح کی سوانح کے سارے واقعات عجیب و غریب ہیں مگر ہم مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ یسعیاہ ۹/۶ میں صاف لکھا ہی ہمکو ایک لڑکا بخشا گیا ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا پس یہاں پر صرف اسکی پیدائش ہی کے ساتھ ربط دینے کو لفظ لڑکا لکھکر عجیب لکھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مسیح بخیال اناجیل توبیاں جب دوبارہ زندہ ہوا اسوقت لڑکا نہ تھا اسلئے بخیال عیسائیوں کے اس عجیب واقعہ کا یسعیاہ نے ذکر نہیں کیا۔

(ج) مریم نے فرشتہ کو کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جس صورت کہ میں مرد کو نہیں جانتی آیت ۱/۳۴ فرشتے نے اسکا یہ جواب دیا تہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی آیت ۱/۳۵ پس مسٹر فضل الہی بتاوے کہ اگر بخیال اسکے مسیح نے یوسف کے نطفہ سے پیدا ہونا تہا تو پھر روح القدس اور قدرت کے سایہ کی تشریح کی کیا ضرورت تہی کیا مریم (نعوذ باللہ) دہریہ تھی۔ جو خدا کی قدرت کو نہیں مانتی تہی ہرگز نہیں اسنے حیرانی صرف اسوجہ سے ظاہر کی تہی کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہی بغیر مرد کے کوئی عورت حاملہ ہو جائے تو فرشتے نے اسکے جواب میں یہی الفاظ آیت ۱/۳۵ والے کہے تھے اور آگے ایک زندہ مثال سے اسکی تسلی بھی کی تہی۔

(د) اور دیکھ تیرے رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونیوالا ہی اور اب اسکو جو بانجھ کہلاتی تہی چھٹا مہینہ ہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی امر محال نہیں آیت ۱/۳۶ و ۳۷

یہ ایک مثال پیش کر کے فرشتے نے مریم کا اطمینان کیا کہ دیکھ بڑھاپے میں بیٹا نہیں ہو سکتا پھر جبکہ خاوند بھی بوڑھا ہو اور اسکی عورت بوڑھی ضعیفہ عورت بانجھ بھی ہو مگر خدا کے نزدیک یہ ناممکن امر بھی ممکنات سے ہے چنانچہ جا اور دیکھ کہ تیری رشتہ دار الیشبع بھی باوجود ضعیفہ اور عاقر ہونیکے چھ ماہ سے حاملہ ہی پس تو کیوں خیال کرتی ہی کہ یہ کسطرح ہوگا خدا کے نزدیک یہ محال امر نہیں ایسا ہی ہوگا کہ مرد تجھے نہ چھوئیگا۔ اور تو روح القدس

[ل] یہ بات [illegible] عیسائی مسلمات کی بنا پر ہے۔ ۱۲

سے حاملہ ہو جائیگی چنانچہ مریم بموجب لوقا ۱/۳۹ اپنی تسلی اور الیشبع کو دیکھنے کے لئے یہودا کے ایک شہر میں گئی اور زکریا کے گھر میں داخل ہو کر الیشبع کو دیکھ کے اپنا اطمینان کر لیا۔

چوتھی دلیل اناجیل میں مسیح کی ماں مریم کو تقریباً تیس بار مسیح کی ماں لکھا ہے نمونہ کے طور پر دیکھو متی ۱/۱۸ و ۲/۱۱ و ۲/۱۳ و ۲/۱۴ و ۲/۲۰ و ۲/۲۱ و ۱۲/۴۶ و ۱۲/۴۷ و ۱۳/۵۵ اور مرقس ۳/۳۱ اور لوقا ۱/۴۳ و ۲/۳۳ و ۲/۴۸ و ۲/۵۱ و ۸/۱۹ و ۸/۲۰ اور یوحنا ۲/۱ و ۲/۳ و ۲/۵ و ۲/۱۲ و ۱۹/۲۵ و ۱۹/۲۶ و ۱۹/۲۷ وغیرہ مگر یوسف کو شاید زیادہ سے زیادہ اٹھ بار مسیح کا شرعی باپ انجیل نویسوں نے تحریر کیا ہے جنمیں سے بہت جگہ یہود کے اس خیال کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ یوسف کا بیٹا ہے اب غور کا مقام ہے تیس بار مریم کا بیٹا فضل الٰہی کو نہ جینچا اسکو اگر جینچا تو صرف چند بار یوسف کو یہود کے زبانی مسیح کے باپ والا مسئلہ جنچا اور اسنے اسبات کا خیال نہ کیا کہ یہ تو دوسرے غیر لوگوں کے خیالات ہیں جو کسی تحقیق پر مبنی نہیں یہ مسیح کے حق میں آپ کی اور آپکے استادوں کی دشمنی ہے کہ اسکا باپ یوسف تجویز کیا اور معجزہ کو باطل کرنا چاہا کیونکہ اگر اناجیل کے الفاظ پر ہی غور کرکے آپ کس نتیجہ پر پہنچا کرتے ہیں تو پھر کیوں کثرت کو دیکھکر یہ اقرار نہیں کرتے ہو کہ وہ خدا[۱۵] کا بیٹا تھا کیا تین چار یہود کا کلام سنکر آپ فی الفور کہہ سکتے ہیں کہ مسیح یوسف کے نطفہ سے تھا مگر ایک صد بار خدا کا بیٹا پڑھکر اسکو خدا کا بیٹا نہیں مان سکتے۔

پانچویں دلیل کسی نے کیا خوب کہا ہے من آنم کہ من دانم اگر اس معیار کی رو سے بھی ہم اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق تفحص کریں تو ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو خود بھی یہ دعویٰ تھا کہ میں بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں چنانچہ متی ۲۲/۴۱-۴۵ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسیح نے کس طرح یہ دعویٰ کیا۔ تشریح اسکی یہ ہے۔ کہ چونکہ یہود اپنی خباثت اور جبلی شرارت کی وجہ سے ہمیشہ مسیح علیہ السلام کو مطعون کیا کرتے تھے کہ تیرا تو باپ ہی نہیں پھر تو مسیح موعود کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اسنے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہونا تھا۔ مسیح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا ہے۔ اگر وہ بخیال شما داؤد کا بیٹا ہے تو پھر داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے۔ کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے نہ کر دوں+

---

۱۵ جسطرح یہودیوں کے کہنے سے یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ مسیح یوسف کے نطفہ سے تھا۔ اسی طرح ہم عیسائیوں کے کہنے کے مطابق یہ بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ مسیح خدا کا بیٹا یا اقنوم ثانی ہے بلکہ جس طرح ہم از روئے اناجیل یوسف کو مسیح کا شرعی باپ مان سکتے ہیں۔ اسی طرح خدا کو مسیح کا روحانی باپ کہہ سکتے ہیں نہ تو بموجب قاعدہ کلیہ کے مسیح یوسف کا بیٹا تھا اور نہ خدا کا بلکہ مریم کا بیٹا خدا کی قدرت سے۔ ادریس۔

زبور ۱۱۰ آیت دشمن لاجواب ہو گئے چنانچہ متی ۲۲ میں لکھا ہے اور کوئی اسکے جواب میں ایک بات نہ بول سکا اور نہ اس دن سے پھر کسی نے اس سے سوال کرنے کی جرأت کی۔

مسٹر فضل الٰہی غور کریں کہ اگر بخیال جناب مسیح واقعی یوسف کے نطفہ سے تھا تو کیوں نہ یہود کو جواب دیا کہ میں داؤد کے خاندان سے سچا اور پکا اسرائیلی ہوں کیوں اسنے یہ کہا کہ آنے والا موعود جسطرح تم سمجھتے ہو اسی طرح داؤد کی نسل سے نہیں ہوگا اور اسی طرح جسمانی رنگ میں میں بھی نہیں ہوں اور کس طرح زبور ۱۱۰ کی تفسیر اور معنی کی طرف انہیں اشارہ کیا کہ چونکہ میں روح القدس کی طرف سے ہوں اسی لئے وہ مجھے خداوند کہتا ہے اور مسٹر نومسلم کو اگر وقت نظر حاصل ہوگی تو معلوم ہوگا کہ آجتک یہودی مناظرین نے یوسف کے نسب نامہ کو غلط ثابت نہیں کیا اور نہ کوئی اسپر ایسا اعتراض کیا نہ تو کسی مسیح کے ہمعصر یہودی نے نہ اسکے بعد مگر صدیوں کے بعد جب عیسائیوں اور یہودیوں میں عداوت کا بازار گرم ہوا تو ایک دو یہودیوں نے یہ کہا کہ اسکا رد ایسے طریق سے کیا گیا کہ آجتک یہود کو چوں کرنے کی مجال نہیں اور شاید اگر عیسائیت کی حالت میں ہمارے مسٹر فضل الٰہی صاحب کو کبھی کسی یہودی کے ساتھ گفتگو کرنیکا موقعہ ملا ہوگا تو خود دیکھ لیا ہوگا۔ کہ آج تک مسیح کے اس جواب اور دلیل کا یہود کچھ بھی جواب نہ دے سکے۔ بشرطیکہ اسوقت مسٹر کو یہ دلیل بھی کسی نے بتائی ہو۔

ہم نے مسیح کے تولد کی نسبت فضل الٰہی صاحب کے گھوڑہ کو جو صرف فاسد اور باطل اوہام کی بنا پر تھا۔ اس سے زیادہ مضبوط اور قوی دلائل سے رد کر دیا۔ جن کے وہ مستحق ہو سکتے تھے اور آیندہ کو بھی آپ کی انجیل دانی کی قلعی کھولنے کے لئے تیار ہیں۔ فقط

(راقم جواب کا طالب ایک نومسلم از قادیان)

حجج احمدیہ

یعنے

ظہور المہدی

اس کتاب میں جو ۳۵۲ صفحہ حجم کی ہے نہایت شرح وبسط سے احمدیوں کے تمام عقائد امنت باللہ سے لیکر یوم الآخر تک درج ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونیکا پورا پورا ثبوت ہے قیمت بجائے دو روپے آٹھ آنہ کے سوا روپیہ

ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ قادیان ضلع گورداسپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عقاید ہم نے بدلے ہیں

یا

مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقائے

آجکل غیر مبایعین کی طرف سے یہ مشہور کیا جا رہا ہے کہ ہمنے باتباع سیدنا ذوالعزم حضرت مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد اپنے عقاید بدل دئیے ہیں اور اب ہمارے وہ عقیدے نہیں رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم الوصال سے قبل تھے اسکے لئے مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل کا یہ مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور انشاء اللہ بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگا کیونکہ اس میں مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے ان مضامین سے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں سنہ ء سے پہلے لکھے گئے ثابت کیا گیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بھی انہی معنوں میں نبوت مسیح موعود کے قائل تھے جن معنوں میں کہ ہم قائل تھے اور ہیں اور بفضلہ تعالےٰ رہینگے۔ اور یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ سیدنا محمود کا ابتدا سے یہی عقیدہ تھا جو اب آپ اعلان فرما رہے ہیں یہ مضمون غیر مبایعین اور مولوی محمد علی صاحب پر ایک حجت ملزمہ ہے جس کے جواب سے وہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے چاہیئے کہ حق پسند سعید روحیں اسپر غور فرمائیں

(ایڈیٹر)

اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق میاں صاحب کے عقائد ان عقائد کے سراسر برخلاف ہیں جن کی تعلیم خود حضرت اقدس ؑ نے جماعت کو دی تھی اور جن پر جماعت احمدیہ آپکی زندگی میں قائم تھی۔ اب میاں صاحب کے کہنے سے جماعت کے اکثر حصہ نے اُن حضرت اقدس کے بتائے ہوئے عقائد کو چھوڑ کر ان نئے عقائد کو اختیار کر لیا ہے۔

جواب

واقعات اس اعتراض کو باطل قرار دیتے ہیں۔ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے مینے اس امر میں بہت غور کیا ہے۔ کہ آیا

حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں تبدیلی آئی ہے یا مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں۔ میرے نزدیک یہ امر روز روشن سے بھی بڑھکر صاف اور ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد اب بھی وہی ہیں جو حضرت اقدس کی زندگی میں تھے کوئی تبدیلی ان میں نہیں آئی جسقدر تبدیلی آئی ہے وہ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ غیر مبائعین کے عقائد میں آئی ہے باقی جماعت انہی عقائد پر قائم ہے جن پر وہ حضرت اقدس کی زندگی میں قائم تھی۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ذی انصاف شخص واقعات پر غور کرنے کے بعد میرے اس بیان کی تصدیق کریگا۔ اور جو خیال آپ نے ظاہر فرمایا ہے اسکو کبھی صحیح تسلیم نہیں کریگا۔

ریویو آف ریلیجنز حضرت اقدس اور جماعت احمدیہ

میرے مکرم دوست! یہ امر آپ سے ہرگز مخفی نہیں ہوگا۔ کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ایک ماہوار رسالہ ہے۔ جو حضرت اقدس کی زندگی میں جاری ہوا۔ بلکہ خود حضرت اقدس نے اپنی طرف سے جاری کرایا اور اسکے اجرا کی اصل غرض ہی حضور کی تعلیم کو دنیا میں شائع کرنا تھی جیسا کہ اسکے پہلے ہی نمبر کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

"ہم سب سے اول اس رسالہ میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا مصلح اسوقت کون ہے۔ اور پھر ہمارے اس رسالہ کے اغراض میں سے دوسری غرض یہ ہے کہ وہ مصلح کن دلائل اور نشانوں کیساتھ اپنے تئیں منجانب اللہ ظاہر کرتا ہے پھر تیسری غرض یہ ہے کہ اسکی اخلاقی تعلیم کیا ہے پھر چوتھی غرض یہ ہے کہ وہ کن اعتقادات کو سکھلاتا ہے اور کن سے منع کرتا ہے۔ پانچویں غرض یہ ہے کہ وہ کن کن علوم اور معارف کو لایا ہے اور اُس کے معارف کس کتاب الٰہی کے موافق ہیں اور اس سے نکلتے ہیں چھٹی غرض یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے عمل اور سلوک کا وہ کیا راہ سکھلاتا ہے۔ یہی ستہ ضروریہ اصل اغراض اس رسالہ کے ہونگے۔" (صفحہ ۸)

اسکے ایڈیٹر شروع سے مولوی محمد علی صاحب تھے۔ جو ۱۹۰۹ء تک اس کام پر متعین رہے یہ رسالہ حضرت اقدس کی نظر سے اور جماعت احمدیہ اور نیز کثیر التعداد غیر احمدیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی نظروں سے گزرتا رہتا تھا۔ غرض اس میں شائع شدہ مضامین ہمیشہ حضرت اقدس اور جماعت احمدیہ اور دیگر لوگوں کے مطالعہ میں آتے رہتے تھے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ اس میں کوئی ایسا مضمون شائع ہو جو حضرت اقدس کی تعلیم کے سراسر خلاف ہو اور پھر وہ حضرت اقدس سے بھی مخفی رہے۔ اور

تمام جماعت احمدیہ سے بھی بالکل پوشیدہ اور مستور ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ حضرت اقدس ایسے ذمہ وار رسالہ میں ایسے خطرناک مضمون کو دیکھکر اسکی تردید نہ فرمائیں اور نہ جماعت احمدیہ اس پر اطلاع پاکر اسکے خلاف آواز اٹھائے اور یہ بات تو وہم میں بھی نہیں آسکتی کہ ایسا غلط مسئلہ اور حضرت اقدس کی تعلیم کے سراسر خلاف عقیدہ متواتر کئی سال تک اس رسالہ میں شائع کیا جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس کی وفات تک بڑے زور سے اسے ایسے رسالہ میں جس کی غرض ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو دنیا کے سامنے صحیح طور پر پیش کرنا ہو شائع کیا جاوے اور حضرت اقدس کبھی بھی اسکی تردید نکریں بلکہ اسکی خریداری اور اشاعت کے لئے تمام جماعت کو بڑے زور سے تاکید فرماتے ہیں۔ اور تمام جماعت احمدیہ بھی ایسے غلط مضمون کو پڑھکر اور اسے حضرت اقدس کی تعلیم اور سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے سراسر خلاف پاکر نہ کبھی خود اسکی تردید کرے اور نہ حضرت اقدس کی خدمت میں گزارش کرے کہ حضور آپ ہمیں ہمیشہ اور تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ رسالہ جو آپکی طرف سے ہی شائع ہوتا ہے کچھ ہی اور عقاید کی تعلیم دیتا ہے جو حضور کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔ اور پھر ان عقائد کو آپکی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہم ان متخالف اور متضاد عقائد میں سے کونسے عقائد کو اختیار کریں بلکہ تمام جماعت ہمیشہ اپنے عمل سے ان مضامین پر مہر تصدیق کرتی رہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر رسالہ مذکورہ سے اس بات کی بابت کبھی استفسار نہ کیا جاوے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ احمدی کہلا کر ایسے مضامین اپنے قلم سے لکھکر اس رسالہ میں شائع کر رہے ہیں۔ اگر کبھی کسی نمبر میں ضمناً کوئی فروگذاشت ہو گئی ہو۔ اور حضرت اقدس نے یا جماعت کے لوگوں نے اس غلطی کا ازالہ نہ کرایا ہو تو یہ کچھ جائے تعجب نہیں مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سالہا سال تک ایسے رسالہ میں ایسی غلط تعلیم پیش کیجاتی رہے جو سلسلہ کے بنیادی پتھر کو ہلا دینے والی اور اسلام کی بیخکنی کا موجب ہو۔ اور باوجود اسکے نہ حضرت اقدس اسکا ازالہ فرمائیں۔ اور نہ جماعت احمدیہ اسکی تردید کی طرف متوجہ ہو۔

ریویو کے چند مضامین کا حوالہ جن میں حضرت اقدس کو نبی اور رسول ثابت کیا گیا ہے

اس تمہید کے بعد اب میں آپکی توجہ ان مضامین کی طرف منعطف کراتا ہوں۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کو نبی اور رسول بتاتے رہے ہیں۔ اور آیات قرآنیہ اور دلائل حدیثیہ سے اور دیگر مذاہب کی مستند مذہبی کتابوں سے آپکی نبوت و رسالت کو بڑے زور کے ساتھ

ثابت کرتے رہے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے آپ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ حضرت اقدس کی زندگی میں آپکی نبوت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا کیا عقیدہ تھا اور جماعت احمدیہ کیا عقیدہ رکھتی تھی۔ اور حضرت اقدس کی اس بارہ میں کیا تعلیم ہے؟ اسجگہ اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ ایسے تمام مضامین کو نقل کیا جاوے اس لئے میں ان میں سے صرف بعض مضامین کی نشان دہی کر دیتا ہوں۔ تاکہ جب آپ چاہیں۔ ریویو کے فائلوں میں سے آسانی سے نکال کر مطالعہ میں لاسکیں۔ لیکن زیادہ مفید یہ ہوگا کہ آپ شروع سے لیکر ۱۹۰۹ء تک (یعنے جب تک اس رسالہ کو مولوی محمد علی صاحب ایڈٹ کرتے رہے) کے ریویو کے تمام فائل ایک نظر دیکھ جائیں ورنہ سردست آپ ان میں سے حسب ذیل مضامین کو مطالعہ میں لائیں۔

(۱) ریویو جلد ۴ نمبر ۱۰ (ایک نیا معترض) صفحہ ۳۹۴ تا ۴۰۱

(۲) " " " ۱۲ (عصر جدید کا یہ جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصل غرض) ۴۶۳-۴۶۹

(۳) " " ۵ " ۵ (سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد) ۱۶۳-۱۹۲

(۴) " " " " ۶ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختصر حالات) ۲۲۸-۲۴۲

(۵) " " " ۱۱ (ایک نیا معترض نمبر ۲) ۴۲۷-۴۳۷

(۶) " " ۶ " ۳ (آخری زمانہ کا مصلح) ۸۱-۱۰۸

(۷) " " " " ۷ (شاندار مستقبل کی پیشگوئی) ۲۶۸-۲۷۴

(۸) " " ۷ " " (حضرت مسیح موعود کی وفات پر چند مختصر نوٹ) ۲۹۱-۲۹۲

ریویو کی بعض عبارتیں ایسی آپکی سہولت کی غرض سے اسجگہ ریویو آف ریلیجنز کی بعض عبارتیں نقل بھی کر دیتا ہوں۔

نبی یا مدعی نبوت (۱) مولوی محمد علی صاحب خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں۔ کہ:

"کیا ایک متعصب آدمی جو ایک نبی کے خلاف رائے قائم کر چکا ہو جیسے آپ اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر چکے ہیں وہ ایسی مبہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈال سکتا ہے یا نہیں۔" (جلد ۴ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۹۵)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی بیان کیا ہے۔ بلکہ

اس نام کا اطلاق آپ پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مساوی طور پر اور ایک ہی معنے میں کرکے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ نفس نبوت میں حضرت مسیح موعود میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) ”انبیاء علیہم السلام شہرت پسند نہیں ہوتے اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ ناپاک لوگوں کو اس اعتراض کا موقعہ نہ ملے کہ وہ ایک جاہ طلب اور شہرت پسند انسان ہے جس نے یہی ایک ذریعہ شہرت حاصل کرنیکا سوچ لیا ہے انکے لئے اپنے گوشہ خلوت سے باہر نکلنا سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اور اسکی فرمانبرداری میں وہ اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اسی کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہی حالت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی جیسا کہ متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں۔ بلکہ ایک عرصہ دراز تک جبتک اللہ تعالےٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت توبہ لیں۔ آپکو کسی سے کچھ سروکار نہ تھا اور سالہا سال تک گوشہ خلوت سے باہر نہیں نکلے۔ یہی سنت قدیم سے انبیاء کی چلی آئی ہے“ (جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

اس حوالہ میں بھی مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو خدا تعالےٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی بیان کرکے بتایا ہے کہ انبیاء کے متعلق اللہ تعالےٰ کی جو سنت قدیم سے چلی آتی ہے اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی نبی ہیں اور انہی انبیاء کے زمرہ میں سے ہیں۔ جنکو اللہ تعالےٰ قدیم سے مبعوث کرتا آیا ہے اور لفظ نبی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے اسی طرح آپ پر بھی صادق آتا ہے۔

(۳) ”چونکہ یہ فتنہ ہر چہار اکناف عالم میں پھیل چکا ہے اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں **موعود نبی** کا نزول مقدر تھا“ (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۳)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موعود نبی کے نام سے ذکر کرکے بتایا ہے کہ آپ کے متعلق جو پیشگوئیاں قرآن کریم حدیث شریف اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں ہیں۔ وہ آپکو نبی قرار دیتی ہیں اور اس طرح سے بتا دیا ہے کہ جن معنوں میں قرآن کریم اور حدیث میں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انہی معنوں میں آپ بھی نبی ہیں۔

(۴) ”فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے

اسکی جڑھ قرآن شریف میں موجود ہے چنانچہ سورہ الجمعہ میں آیا ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ترجمہ خدا تو وہ ہے کہ جس نے اُمّی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا کہ انہیں اسکی آیات سنائے اور انہیں پاک بنائے اور کتاب وحکمت کی ان کو تعلیم دے گو وہ پہلے عیاں طور پر غلطی میں پڑے ہوئے تھے اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی وہ قوم بھی انہیں لوگوں کے ہمرنگ ہوگی اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا جو انہیں خدا کی آیات سنائیگا اور انہیں پاک بنائیگا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیگا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے قرآن کریم سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نبی ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول تھے۔

(۵) "آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے۔ انہیں آخرین کہا گیا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جو بجنسہ یا جس کے مترادف الفاظ ان تمام پیشگوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح موعود کے نزول کے متعلق ہیں" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو فارسی الاصل نبی بتایا ہے اور اسکے اثبات میں قرآن اور حدیث کو پیش کیا ہے۔

(۶) "پیشگوئی کے بیان میں اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ نبی آخر زمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۸)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی آخر زمان بیان کیا ہے۔

(۷) "ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے ہم اب اس حالت میں ہوگئے ہیں۔ کہ اس نبی آخر زمان کے دعوے کی تصدیق کو سمجھنے کے لئے اندرونی شہادت پر غور کریں" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۹)

اس حوالہ میں بھی مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کا ذکر نبی آخرالزمان کے نام سے کیا ہے۔

(۸) مولوی محمد علی صاحب خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔کہ:۔

"مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق پر ہونا کھل جائے" (جلد ۲ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۶۴)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں عیسائیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں غیر احمدیوں کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت مسیح موعود ع پر لفظ مدعی نبوت کا اطلاق کر کے ظاہر کیا ہے کہ جن معنوں میں نبی کا لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی صادق آتا ہے

(۹) اور جلد ۵ نمبر ۱ میں لکھتے ہیں۔کہ:۔

(ا) "خواجہ غلام الثقلین صاحب نے چار اصول سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے پرکھنے کیلئے قائم کئے تھے یعنے عدل و انصاف۔کفایت شعاری۔سعی و محنت اور اتفاق قومی۔میں نے ان کی اس بحث کی غلطی کو ظاہر کر کے دکھایا تھا کہ یہ وہ اصول نہیں جو کلام ربانی میں حق اور باطل کے درمیان امتیازی نشانوں کے طور پر قائم کئے گئے ہوں۔نہ ہی ان باتوں پر زور دیکر ہم کسی مفید نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔بلکہ امتیازی نشان سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں وہ ہے جس کو قرآن کریم نے اس پختہ اور حتمی وعدہ کے رنگ میں بیان کیا ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا" (صفحہ ۲۷)

(ب) "نصرت اور تائید اس طرح پر جو سلسلہ نبوت کے ساتھ خاص ہے جھوٹے مدعی کو کبھی نہیں ملتی۔" (صفحہ ۳۱)

(ج) "چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کے ان معنوں کی تردید میں جو میں نے بیان کئے ہیں پیش کی ہیں۔جو انکے اپنے الفاظ میں نقل کیجاتی ہیں۔

"... شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ سب کو گمراہ

ہوگیا .... شیطان اپنے اس خیال میں سچا ہوگیا .... ۲- بنی اسرائیل کی عورتوں کو چھوڑ کر فرعون اور قوم فرعون انکے بچوں کو قتل کر دیتی تھی .... ۳- مسیح مصلوب ہوئے اور یہود نے فتح حاصل کی .. .. ۴- خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے منجملہ چھ کے پانچ نفس دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے .... ؟

بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتادیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا شیطان مدعی نبوت ہے؟ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار لڑکے مدعی نبوت تھے؟ کیا خلفاء اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے؟ (صفحہ ۱۳۲۱ء)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ :-

(۱) خواجہ غلام الثقلین نے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے پرکھنے کے لئے چند اصول بیان کئے جس پر میںنے انکی غلطی کو ظاہر کرکے انہیں بتایا کہ مدعی نبوت کی صداقت کے پرکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ اصول مقرر نہیں فرمائے یعنے حضرت مرزا صاحب تو مدعی نبوت ہیں اور انہی معنوں میں نبوت کے مدعی ہیں جن معنوں میں قرآن کریم میں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے اسلئے انکے دعوی کی صداقت معلوم کرنے کے لئے انہی معیاروں کو مدنظر رکھنا چاہئے جو قرآن کریم نے انبیاء کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اس قسم کی نبوت نہیں کہ جس قسم کی اس امت کے دیگر اولیاء اور مقربین اور محدثین کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے۔ بلکہ آپ انہی معنوں میں نبی ہیں

جن معنوں میں دیگر انبیاء علیہم السلام جیسے مسیح ناصری وغیرہ نبی تھے ظاہر ہے کہ خلفاء اربعہ وسبطین رضؓ رؤیا صالحہ سے جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے مشرف تھے اور بالخصوص ان میں سے حضرت عمرؓ کا نام تو خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے محدث ہذہ الامۃ رکھا ہے اور محدث پر جزوی نبی اور ناقص نبی کا لفظ اطلاق پاتا اور صادق آتا ہے۔ سو مولوی محمد علی صاحب نے اس حوالہ میں محدثوں کو انبیاء سے الگ کرکے اور ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی جیسے حضرت مسیح ناصری وغیرہ نبی تھے بیان کرکے ظاہر کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت جزوی یا ناقص نہیں بلکہ پوری یعنے کامل نبوت ہے اور کہ آپکی نبوت کو ناقص قرار دینا گویا تمام انبیاء علیہم السلام کو ناقص قرار دینا ہے کیونکہ جن معنوں میں پہلے انبیاء کرام نبی تھے انہی معنوں میں آپ بھی نبی ہیں۔ اور جن دلائل سے ان انبیاء کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے ان تمام دلائل سے آپکی نبوت بھی ثابت شدہ ہے۔ پس آپکو ناقص نبی یا جزوی نبی کہکر جو حملہ آپ پر کیا جاویگا وہ صرف آپ پر نہیں ہوگا بلکہ اسکی زد تمام انبیاء پر پڑے گی۔

(۱۰) اور ریویو جلد پنجم میں صفحہ ۴۳۱ پر خواجہ غلام الثقلین کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"استفادہ کی خواہش تو آپ کو کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ آپ ایک مدعی نبوت کے خلاف میدان میں نکلے تھے"

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو مدعی نبوت بیان کیا ہے۔

(۱۱) اور ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۴ میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ

"مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق جاپر ہونا کھلجائے"

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے آنحضرت کو عیسائیوں کے مقابل پر اور حضرت اقدس کو غیر احمدیوں کے مقابل پر مدعی نبوت بیان کیا ہے۔

(۱۲) اور اسی جلد کے صفحہ ۴۶۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے۔ اوّل یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اسکی نبوت کے اور اسکے منجانب اللہ ہونیکو تسلیم کریں۔ ......

سو یاد رکھنا چاہئے کہ بعینہ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے ؁ (صفحہ ۴۶۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے بڑی تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نبی ہیں۔ جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام جو قدیم سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں نبی تھے اور آپ نبی ہونے کے لحاظ سے انبیاء و رسل کے زمرہ میں داخل ہیں یہ نہیں کہ پہلے انبیاء تو سچ مچ کے نبی ہوتے تھے لیکن آپ نعوذ باللہ یونہی جھوٹے موٹے اور محض برائے نام نبی ہیں۔ غرض جیسے پہلے نبی تھے۔ ویسے ہی آپ بھی نبی ہیں اور جو پہلے انبیاء کا کام ہوتا تھا وہی آپکا کام ہے۔

رسول۔ پیغمبر۔ مرسل اور مدعی رسالت

(۱) مولوی محمد علی صاحب بعض غیر احمدیوں کی طرف اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

"آہ! عجب حالت ہے ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کو پیسہ کمانیکے لئے بالکل ترک کر دینا چاہئے۔ اور دوسری طرف خدا کا وہ برگزیدہ رسول ہے۔ جو اس شخص کو اپنے ساتھیوں میں نہیں سمجھتا جو دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا ؁ (جلد ۴ نمبر ۲ صفحہ ۶۹)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر برگزیدہ رسول کے نام سے کرتے ہیں۔

(۳) "یہ الفاظ ایسے وقت میں شائع کئے گئے تھے۔ جب ڈوئی کے عروج کا ستارہ اوج پر تھا اور یہ وہم بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ ایسا ذلیل ہو جائیگا ہاں اسکے انجام سے سوائے عالم الغیب خدا کے کوئی واقف نہ تہا اور اس نے جیسا کہ خود فرمایا ہے کہ لا یظھر علے غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ اپنے ایک برگزیدہ رسول پر اس انجام کو ظاہر فرمایا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ خدا کے سچے مرسل کے سامنے ہلاک ہوگا ؁

(جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۹)

اس حوالہ میں مولوی صاحب نے نہ صرف برگزیدہ رسول اور سچے مرسل کے لفظوں میں حضرت اقدس ؑ

کا ذکر کیا ہے بلکہ آپکی نبوت و رسالت کے ثبوت میں قرآن کریم کی ایک زبردست دلیل بھی دی ہے -

(۳) مولوی محمد علی صاحب رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں "سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد" کے عنوان کے ذیل میں حضرت اقدس کی نبوت و رسالت کے متعلق اپنے عقیدہ اور سلسلہ احمدیہ کے عقیدہ کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

"باوجود اسکے کہ اس شخص (یعنے چراغ دین جمونی ناقل) نے دعویٰ رسالت کیا اور اسلام پر اس کا حملہ سخت تھا کیونکہ وہ عیسائی مذہب کو بھی سچا مانتا تھا کس مولوی نے اسکی مخالفت کی ہے؟ کس نے کفر کا فتوے تیار کیا؟ کس نے اخباروں اور رسالوں کے ورق اسکی مخالفت میں سیاہ کئے - کیا جائے تعجب نہیں ہے کہ ایک شخص (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام - ناقل) جو اسلام کا حامی ہوکر مدعی رسالت ہو - اور اسلام کی صداقت کو تمام دنیا میں ثابت کر رہا ہو - اور تمام عقائد باطلہ کی تردید کر رہا ہو - اسپر تو فتووں کا اسقدر جوش و خروش ہو کہ کھانا پینا اور سونا بھی حرام کر دیا جائے - اور جب ایک دوسرا شخص عیسائی مذہب کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو اور بظاہر اپنے آپکو مسلمان کہتا ہو تو اسکی مخالفت کے لئے ایک سطر بھی نہ لکھی جاوے پھر جس کی مخالفت کیگئی تھی وہی کامیاب ہو اور دوسرا ہلاک ہو - اگر دعویٰ محض دعوے رسالت ہی مخالفت کا باعث ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ چراغ دین کی مخالفت نہ ہوئی حالانکہ ابھی مولوی محمد حسین صاحب زندہ ہی ہیں" (جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو مدعی رسالت اور آپکے دعوے کو دعوی رسالت بیان کیا ہے -

(۴) "خود طبیعتیں بتا رہی ہیں کہ یہ وہی آخری دن ہیں جنکا وعدہ دیا گیا تھا - ان کے ماسوا ہر ایک مذہب میں اور بھی بعض علامات اور قرائن ایسے پائے جاتے ہیں - جن سے یہ زمانہ معین کیا جا سکتا ہے - یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں کہ پیغمبر آخر زمان کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا - جبکہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور شور سے جمع ہو جاینگی - جس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نہ

گزری ہو"۔ (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۱)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو نہ صرف پیغمبر آخر زمان کے نام سے ذکر کیا ہے بلکہ تمام مذاہب عالم کی پیشگوئیوں کو اس امر کا مثبت بیان کیا ہے۔ اور نیز حضرت اقدس کی شان کی عظمت اور آپکے کام کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جس فساد اور ضلالت کے مقابلہ کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں اسکی نظیر کسی پہلے زمانہ میں کبھی نہیں گزری۔ اور اس پر بھی تمام مذاہب کی پیشگوئیوں کو شاہد قرار دیا ہے۔

(۵) پھر عبارت مذکورہ بالا کے ساتھ ہی لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کے ساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اسوقت ایک سخت خطرناک جنگ ہوگا اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح پائینگی"۔ (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۱)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو موعود پیغمبر کے نام سے ذکر کیا ہے۔

امتی کا لفظ ان مذکورہ بالا حوالوں میں جہاں جہاں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نبی۔ رسول۔ مدعی نبوت۔ مدعی رسالت۔ موعود نبی۔ موعود پیغمبر۔ پیغمبر آخر زمان۔ نبی آخر زمان وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہاں کہیں بھی **امتی** کا لفظ ساتھ نہیں رکھا۔ حالانکہ رسالہ الوصیۃ میں جو دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہو چکا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھ چکے تھے۔ کہ

"اسکا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلاسکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں"۔

پس باوجود حضرت اقدس کے اس ارشاد کے مولوی محمد علی صاحب کا حضرت اقدس کے متعلق بار بار نبی اور رسول کا لفظ استعمال کرنا اور ایک دفعہ بھی امتی کا لفظ ساتھ استعمال نہ کرنا۔ اور پھر باوجود حضرت اقدس کا اسے غلطی نہ قرار دینا اور جماعت احمدیہ کا اس کے متعلق اسوقت قطعاً سوال نہ اٹھانا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ حضور کے مذکورہ بالا ارشاد کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ امتی کے لفظ کو ساتھ ملانے کے بغیر آپ پر نبی یا رسول کے لفظ کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس ارشاد کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپنے منصب نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل کیا ہے۔

ظلی بروزی وغیرہ الفاظ اسی طرح ان تمام حوالجات میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کیلئے **نبی** اور **رسول** کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ظلّی۔ بروزی۔ غیر حقیقی اور غیر مستقل کے الفاظ بھی استعمال نہیں کئے اور اس پر بھی نہ کبھی جماعت احمدیہ نے مولوی صاحب پر اعتراض کیا۔ اور نہ کبھی حضرت اقدس نے اس غلطی کا (اگر یہ غلطی تھی) ازالہ کروایا جس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک اور تمام جماعت احمدیہ کے نزدیک اور مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک یہ الفاظ **نفس نبوت** کے منافی ہرگز نہیں بلکہ صرف قسم نبوت کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور ان کے اطلاق یا عدم اطلاق کا **نبی** کے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور کہ انکے اطلاق کے بغیر آپ کے لئے لفظ **نبی** اور **رسول** کا استعمال بالکل صحیح اور درست اور حضرت اقدس کے دعوے کے عین مطابق ہے۔

لفظ نبی اور رسول کا حضرت اقدس کیلئے عام طور پر استعمال کرنا نیز ان حوالجات میں بار بار **نبی** اور **رسول** کا لفظ عام بول چال کے طور پر حضرت اقدس کے لئے استعمال کرنے پر حضرت اقدس اور تمام جماعت احمدیہ کا اسے **غلطی** نہ قرار دینا بلکہ برقرار رکھنا ثابت کرتا ہے کہ آپ کے لئے ایسے طور پر انکا استعمال صحیح اور جائز ہے اور کہ سنہ ۹۹ء میں یا اس سے پیشتر اس بات کو حضرت اقدس کے ناپسند فرمانے کی وجہ در اصل وہی ہے جو خود حضور نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰ میں بیان فرمائی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ القول الفصل صفحہ ۹ الغایت صفحہ ۲۴ و حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۰ الغایت صفحہ ۳۳)

حضرت اقدس زمرہ انبیاء میں داخل ہیں اسی طرح مولوی صاحب نے ان حوالجات میں اس بات پر بھی بہت زور دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود اسی طرح زمرۂ انبیاء میں داخل ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام ؑ داخل ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس مدعا کو ذیل کے حوالجات میں بھی بیان فرمایا ہے۔

(۱) "سلسلہ احمدیہ کا اہم مقصد اور اس مشن کی اصل غرض دنیا میں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان کو از سر نو زندہ اور تازہ کرکے انسان کو پاکیزگی کی راہوں پر چلائے اور گناہ سے نجات پانے کی راہ بتاوے اس سلسلہ کا یہ دعوےٰ ہے کہ صرف اسی میں شامل ہو کر انسان ان راہوں کو پا سکتا ہے۔ اور اس دعوے کی تشریح یوں کیجاتی ہے کہ خدا تعالےٰ

پر ایمان صرف منہ کی ایک بات ہے جبتک کہ دل اس صداقت کے یقین سے بھرا ہوا نہ ہو۔ جس کا اقرار منہ سے کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ کی ہستی پر قدرت کے ملاحظہ سے بھی دلائل پیدا ہوتے ہیں مگر یہ دلائل صرف اس منطقی نتیجہ تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہئیے مگر اس خدا کو پہچاننا اور یقین سے جان لینا کہ واقعی وہ ہے بھی یہ ایک بالکل الگ امر ہے اور اسکا حصول صرف اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونے دیکھے جاویں۔ جن کا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہی اور ہوتا رہا ہے۔ اور قدیم سے یہی سنت الٰہی چلی آئی ہے کہ خدا تعالےٰ ایسے اوقات میں جب زندہ ایمان لوگوں کے دلوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی عظیم الشان قدرتوں کا اظہار بذریعہ خارق عادت نشانوں کے کر کے اپنی ہستی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جس سے انکی زندگی میں ایک پاک تبدیلی واقع ہوتی ہے ایسی ہی ضرورت اس زمانہ میں ہی کیونکہ گذشتہ انبیاء کے نشان بطور قصوں کے ہو گئے ہیں " (جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۸۲)

(۲) "کوئی نبی اللہ صرف دفع شر ہی کے لئے مامور و مبعوث نہیں کیا گیا۔ بلکہ دفع شر ایک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہی جس کے بعد اعلیٰ اصول نہایت برجستگی اور مضبوطی کے ساتھ قائم کئے ہوتے ہیں اور اگر دفع شر سے یہ مقصود حاصل کرنا مدنظر نہ ہو تو پھر یہ بالکل بے حیثیت اور بیقدر بات ہی اسی طرح مسیح موعود کا حال بھی ہے وہ اس قانون الٰہی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا " (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹۵)

(۳) "اب جب یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا منہاج نبوت کے رُو سے انکار نہیں ہو سکتا اور حضرت مسیح موعود پر اگر کوئی مطالبہ ہو سکتا ہے تو منہاج نبوت کے رُو سے ہی ہو سکتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہو گا کہ پھر ما بہ الامتیاز کیا ہے جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت ہو .... سو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو خود پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت کو دیکھنا چاہئے کیونکہ قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اظہار علی الغیب کو اللہ تعالےٰ انبیاء اور رسل کے لئے مخصوص کرتا ہے یعنے کثرت سے غیب کی

اطلاع دینا۔" (جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۹۲)

(۴) "تمام دنیا کو تلاش کر لو۔ تاریخ کے ورقوں کو ایک ایک کر کے الٹ ڈالو۔ مگر ان سب باتوں کا مجموعہ سوائے خدا کے برگزیدہ نبیوں کے ہرگز کہیں نہ پاؤ گے۔" (جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۹۳)

(۵) "جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دیجاتی۔ بلکہ اسے ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے .... اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالےٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کے رُو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا۔ بلکہ صادقوں اور اپنے سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے اسکی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالےٰ سے جنگ کرنا اور اسکے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں۔ تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکیگی۔" (جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۹۴)

ان حوالجات کے پیش کرنے سے کیا مقصود ہے؟

ان عقائد مذکورہ بالا کے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاحب اب جن عقائد کا اظہار اور اشاعت کر رہے ہیں وہ میں ذیل میں بیان کرتا ہوں لیکن پیشتر اس سے کہ میں مولوی صاحب کے جدید عقاید کا ذکر کروں۔ پھر اپنے اصل مدعا کی طرف آپکی توجہ منعطف کراتا ہوں۔ میرا اصل مقصود صرف یہی نہیں ہے کہ ان حوالجات کے ذریعہ سے مولوی محمد علی صاحب پر اتمام حجت کروں، بلکہ میرا اہم مقصود ان کے پیش کرنے سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت اقدس کی نبوت کا عقیدہ آپکی رحلت کے بعد نہیں گھڑ لیا گیا۔ بلکہ آپ کی زندگی میں بھی جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ تھا۔ ہاں اگر کوئی شخص اس زمانہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل نہ کر سکا ہو۔ اور آپکی تحریرات و تصنیفات کے مطالعہ سے بھی محروم رہا ہو۔ اور سلسلہ کے اخبارات اور رسائل سے بھی غافل رہا ہو۔ اور پھر ساتھ ہی اسے عام طور پر جماعت کے راسخین فی العلم سے ملاقات اور استفاضہ کا موقع بھی نہ ملا ہو اور اس وجہ سے وہ اپنے عقائد کی اصلاح نہ کر سکا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اسے حضرت اقدس کی تعلیم سے صحیح طور پر آگاہی حاصل کرنیکا موقع ہی نہیں ملا اور نہ وہ اپنے عقائد کو درست کر سکا اسی طرح وہ شخص بھی مستثنےٰ ہے۔ جو باوجود ان ذرائع کے میسر آنے کے اور باوجود پورے طور پر اتمام حجت ہو چکنے

کے منافقانہ طور پر دل سے ان عقائد حقہ کا منکر رہا ہو۔ اور شیطان اخرس کی طرح اپنے اصلی عقائد کے اظہار سے اُس زمانہ میں خاموش رہا ہو۔ اور باوجود بار بار ان عقائد کی اشاعت ریویو جیسے رسالہ میں ہوتی ہوئی دیکھکر اس نے نہ کبھی اپنے عقائد کی اصلاح کی ہو۔ اور نہ کبھی ان شائع شدہ عقائد کا اظہار حضرت اقدس پر یا جماعت پر کیا ہو

غلطیوں کے ازالہ کے متعلق حضرت اقدس کا معمول

جب ہم حضرت اقدس کا یہ طریق عمل دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی آپکو اپنی جماعت کے کسی فرد کے متعلق یہ علم ہوجاتا کہ اُس کے عقائد میں فلاں غلطی ہے تو آپ فی الفور اس غلطی کے ازالہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت کی ضرورت بھی یہی پیش آئی تھی کہ ایک احمدی پر ایک مخالف نے یہ اعتراض کیا کہ جس شخص کے ہاتھ پر تم نے بیعت کی ہوئی ہے وہ نبوت کا مدعی ہے۔ تو اس احمدی نے اس سے انکار کر دیا سو چونکہ یہ جواب غلط تھا اسلئے حضور نے ایک علیحدہ مخصوص اشتہار کے ذریعہ سے اس غلطی کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح جب ایک احمدی کے متعلق حضور کو اطلاع پہنچی۔ کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو حضور کی تعلیم کے خلاف ہیں تو اسی وقت حضور نے اشتہار تبلیغ الحق کے ذریعہ سے اس غلطی کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے بدر کی ڈائری مظہر ہے کہ ایک احمدی پر ایک نواب ریاست نے یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جس کے جواب میں اس احمدی نے کہا کہ حضور فرماتے ہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ تو اس واقعہ کو سُن کر حضور نے بڑے زور سے اس جواب کی غلطی کو ظاہر کیا اور فرمایا کہ ہم نبوت کے مدعی ہیں اور ہم پر نبوت کی تعریف صادق آتی ہے اسلئے ہم نبی اور رسول ہیں۔ اور بھی اسکی سینکڑوں مثالیں ہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کی نبوت کا مسئلہ آج گھڑ لیا گیا ہے حضور کی زندگی میں جماعت احمدیہ اس عقیدہ سے آشنا نہ تھی۔ اگر آپ نبی نہیں تھے تو کیا وجہ ہے کہ آپنے ان ریویو میں شائع شدہ غلطیوں کا ازالہ نہ فرمایا

حضرت اقدس کا نفی نبوت کو غلطی قرار دینا۔

آپ انہی واقعات پر غور فرمائیں۔ اگر حضرت اقدس نبی نہیں تھے۔ اور آپکا نبوت کا دعویٰ نہیں تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ جب ایک صاحب سے ایک مخالف

نے کہا کہ تمہارا پیشوا نبوت کا مدعی ہے۔ اور ان صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ تو اس خبر کو سُن کر حضرت اقدس نے اسے ایک غلطی قرار دیکر ایک لمبے اشتہار کے ذریعہ سے اس کا ازالہ فرمایا۔ اور اسی طرح جب ایک صاحب نے ایک رئیس کے اس سوال پر کہ تمہارے پیشوا مدعی نبوت ہیں یا نہیں۔ جواب میں خود حضرت اقدس ہی کا یہ شعر پڑھا کہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم۔ تو اس خبر کو سنکر آپ نے اسے اخفاء حق قرار دیا۔ لیکن برخلاف اسکے ریویو آف ریلیجنز جیسے ذمہ وار رسالہ میں سالہا سال تک کل دنیا میں اس عقیدہ کی اشاعت ہوتی ہوئی دیکھکر کبھی بھی اسے غلطی نہیں قرار دیا۔ اور اس کی تردید میں کبھی ایک سطر بھی لکھ کر نہیں شائع فرمائی۔ اور نہ کبھی زبانی طور پر اس کا ازالہ فرمایا

اس مسئلہ کے متعلق حضرت اقدس کی تعلیم اور آپ کی زندگی میں اسکے متعلق جماعت کا عقیدہ

سو جبکہ ریویو آف ریلیجنز جیسے رسالہ میں حضرت اقدس کی زندگی میں سالہا سال تک متواتر طور پر حضور کی نبوت و رسالت کے عقیدہ کو دنیا میں شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ حضور کی نظر سے اور جماعت احمدیہ کی نظر سے گذرتا رہا۔ اور کبھی بھی اسکی تردید نہ کی گئی تو اس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آپکی زندگی میں جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ تھا اور آپکی بھی یہی تعلیم تھی۔

ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جس طرح مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ایک رسالہ بنام "ایک نہایت ضروری اعلان" تیار کر کے اور چھپوا کر

چھپا کر رکھ چھوڑا تھا۔ اور پھر مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے انتظار میں لگ گئے تھے اور جب تک حضرت ممدوح کے آثار زندگی باقی تھے اسوقت تک اسے بالکل مخفی رکھا۔ اور جب وہ وقت آگیا جس کے انتظار میں انکی آنکھیں لگی ہوئی تھیں تو جھٹ آپنے اسے شائع کر دیا۔ تو اس صورت میں میرا استدلال صحیح نہیں ہوگا مگر رسالہ ریویو آف ریلیجنز تو ایک معتد الشیوع رسالہ ہے جو ہمیشہ ماہ بماہ شائع ہوتا ہے اسلئے یہ عذر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسوقت نعوذ باللہ تمام جماعت کچھ ایسی خواب غفلت میں پڑی سوتی تھی کہ باوجود اس رسالہ کی بلا ناغہ اشاعت کے انہیں بالکل کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس میں کیا عقائد شائع کئے جا رہے ہیں۔ اور نہ ہی نعوذ باللہ حضرت اقدس اسے مطالعہ میں لا سکتے تھے تو پھر بھی یہ عذر ہو سکتا ہے مگر جب یہ بات نہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ عقائد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد اب گھڑ لئے گئے ہیں۔

حضرت اقدس کی نبوت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا نیا عقیدہ

مذکورہ بالا عقائد کے مقابلہ میں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کرتے رہے ہیں۔ اب جس عقیدہ کی آپ اشاعت کر رہے ہیں اور جو اپنا عقیدہ بتا رہے ہیں وہ یہ ہے:-

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی ہی بیخکنی سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے۔ اگر تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو" (دیکھو اخبار پیغام صلح جلد دوم نمبر ۱۱۹ بابت ۶ را پریل ۱۹۱۵ء)

اجمالی طور پر اس نئے عقیدہ کا انکے پہلے شائع کردہ عقائد سے مقابلہ

اس بیان میں مولوی محمد علی صاحب نے اوّلاً یہ بتایا ہے۔ کہ مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) نبی نہیں انکو نبی ماننے سے اسلام کی بیخکنی ہوتی ہے حالانکہ مولوی صاحب خود ہی متواتر کئی سال تک آپکی نبوت کو ثابت اور اس عقیدہ کو دنیا میں شائع کرتے رہے ہیں۔ اور ثانیاً یہ بتایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہو چکنے کا عقیدہ رکھنا بڑی خطرناک غلطی ہے حالانکہ یہی مولوی صاحب ریویو جلد ۵ نمبر ۵ میں "سلسلہ احمدیہ کے مختصر

حالات و عقائد" کا عنوان قائم کر کے اسکے ذیل میں احمدیہ عقاید کا ذکر اور غیر احمدیوں کے ساتھ اس سلسلہ کے اختلافات عقائد کا بیان کرتے ہوئے اس مذکورہ بالا عقیدہ کو ان غیر احمدیوں کا عقیدہ اور سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے مخالف عقیدہ قرار دیکر اسکے مقابل پر اس مسئلہ کے متعلق سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ :۔

"یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جس کو نبوت بدوں آپکے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپکے متبعین کامل کے لئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہو کر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں انکے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔" (صفحہ ۱۸۶ رسالہ مذکورہ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے جو عقائد پہلے حضرت اقدس کی زندگی میں تھے وہ اب نہیں رہے اور جن عقائد کو وہ خود احمدیہ عقائد اور غیر احمدیوں کے خلاف عقاید بتا چکے ہیں انکو وہ اب چھوڑ کر ان کے بجائے انہوں نے وہی عقاید اختیار کر لئے ہیں جنہیں وہ غیر احمدیوں کے عقایدِ باطلہ اور احمدیہ عقایدُ کے مخالف عقائد بتا چکے ہیں اور بڑے زور سے انکا ابطال کر چکے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کا اعتراف کہ انکار نبوت کے عقیدہ کی بنیاد میں نے ہی ڈالی ہے

اخبار پیغام صلح کے اس مذکورہ بالا حوالہ میں گو مولوی محمد علی صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نبوت کا عقیدہ گویا ایک نیا عقیدہ ہے۔ جو آج گھڑ لیا گیا ہے جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ :۔

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخکنی سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے"

(اگر مولوی صاحب بجائے الفاظ نبی قرار دینا کے نبی ماننا رکھتے تو یہ دھوکہ پیدا نہ ہوتا۔ مگر

مگر انہوں نے نبی قرار دینا کے الفاظ رکھکر عمداً مغالطہ دینا چاہا ہے) اور گو خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ لوگ بھی خلق خدا کو یہی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور ساری دنیا کی آنکھ میں خاک ڈال کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بلکہ میاں صاحب کے عقائد میں اور ان کے مبایعین کے عقائد میں تبدیلی آئی ہے مگر یہ لوگ حق کو کہاں تک چھپا سکتے ہیں۔ جو بات حق ہوتی ہے۔ اور ایک شخص اسے حق سمجھتے ہوئے عمداً اسے چھپانا چاہتا ہے۔ تو خواہ وہ شخص کتنی ہی کوشش کرے تاہم بعض اوقات وہ حق بات بے ساختہ اسکے منہ سے نکلجاتی ہے۔ اور **حق بر زبان جاری** ہوجاتا ہے یہی حال مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ چنانچہ اخبار مذکورہ میں حوالہ مذکورہ بالا سے چند سطریں اوپر مولوی صاحب غیر مبایعین کو مخاطب کرتے ہوئے اس نئے عقیدہ متعلق مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

جو شخص پہل کرتا ہے وہ سب کا ذمہ وار ہو جاتا ہے۔ مینے بیشک پہل کی ہے اور تم نے میری بات کو صحیح سمجھ کر مان لیا ہے[۱]

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بیساختہ یہ بات نکل گئی ہے کہ مسئلہ نبوت کے متعلق جو عقیدہ مینے اب پیش کیا ہے اسکی بنیاد مینے ہی ڈالی ہے ورنہ پہلے جماعت احمدیہ اس عقیدہ سے بکلی نا آشنا تھی۔ سب سے پہلے مینے یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ اور باقی جس قدر اب منکران نبوت مرزا صاحب نظر آتے ہیں۔ وہ خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب کے سب میرے ہی شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے مجھ سے ہی یہ سبق حاصل کیا ہے کوئی ان میں سے یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہی سے مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہوں۔ اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو وہ سراسر جھوٹا ہے۔

مولوی صاحب کی نیک نیتی کا ایک کھلا ثبوت۔ کیا مولوی صاحب نے اپنے سابقہ پیش کردہ دلائل کی تردید کردی ہے

اسجگہ اسبات کو ظاہر کر دینا بھی غیر موزوں نہیں ہوگا کہ مولوی محمد علی صاحب جن دلائل سے حضرت اقدس کی نبوت کو ثابت کرتے رہے تھے۔ انہوں نے اس عقیدہ کو بدلنے اور اسکے

[۱] اگر مولوی صاحب اپنے ان الفاظ کے متعلق یہ بات کہیں کہ ان سے میرا مقصود اپنی تبدیلی عقاید کا اعتراف کرنا نہیں تھا۔ بلکہ یونہی بلا ارادہ میرے منہ سے نکل گئے تھے تو اس صورت میں یہ سوال باقی رہیگا کہ جب آپکی تبدیلی عقائد صاف ظاہر ہے تو پھر

خلاف عقائد کی اشاعت کرنے کے وقت ان دلائل میں سے کسی ایک دلیل کو بھی نہیں توڑا۔ ان پر واجب تھا کہ پہلے وہ ان دلائل کا ابطال کرتے جنہیں وہ خود مخالفین کے سامنے بڑے زور سے پیش کرتے رہے تھے اور اسکے بعد وہ حضرت اقدس کی نبوت سے انکار کا اعلان کرتے مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے آپ ہی مولوی صاحب کیخدمت میں سفارش کریں کہ وہ نمبروار ان تمام دلائل کو توڑیں اور اگر وہ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے تو جتنی جزوں میں وہ ان دلائل پر بحث کرکے حضرت اقدس کی نبوت کو ثابت کر چکے ہیں اتنی سطروں میں ہی انکی تردید کریں۔ تعجّب کی بات ہے کہ مولوی صاحب اس موضوع پر خامہ فرسائی فرمانے سے بالکل کنارہ کش ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے موجودہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے متعدّد رسائل لکھکر شائع کر چکے ہیں۔ آخر اس کام کے لئے بھی تو انہیں اپنا کچھ قیمتی وقت وقف کرنا چاہئے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ حضرت اقدس کی نبوت کو سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم سے پورے طور پر ثابت کر چکے ہیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت لا یظہر علےٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کو بار بار آپکی نبوت کے اثبات میں پیش کر چکے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل سے آپکی نبوت ثابت کرکے ساتھ ہی یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا سے بڑے زور کے ساتھ آپکو اسی طرح کا نبی ثابت کر چکے ہیں۔ جس طرح کے نبی پہلے انبیاء کرام تھے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ وہ اس بات کو بہت زور سے دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں کہ تمام مذاہب عالم کی پیشگوئیاں حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی آخر زمان قرار دیتی ہیں۔ جب ان باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے تو یہ دلائل قطعی طور پر حضرت اقدس کو نبی ثابت کرتے تھے۔ مگر اب ان دلائل کے موجود ہوتے ہوئے بھی مرزا صاحب کو نبی ماننے کا عقیدہ خطرناک غلطی بن گیا۔

مولوی صاحب کے پیش کردہ دلائل

ممکن ہے کہ اسکے جواب میں یہ کہا جاوے کہ جب مولوی محمد علی صاحب اپنے موجودہ عقائد کے ثبوت میں کئی دلائل پیش کر رہے ہیں تو ان کے ان پہلے پیش کردہ دلائل کا خود بخود بطلان ثابت ہو گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جن دلائل کو وہ اپنے

موجودہ عقیدہ کے اثبات میں پیش کر رہے ہیں وہ دلائل تو اسوقت بھی موجود تھے جبکہ مولوی صاحب اپنے پہلے عقائد کو قرآنی دلائل سے ثابت کر رہے تھے۔ اگر اسوقت ان کے پچھلے دلائل کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج وہی دلائل جنہیں مولوی صاحب قرآنی دلائل سے باطل ثابت کر چکے ہیں سچے ہو گئے۔ اگر کسی دلیل کے سچا ہونیکا صرف یہ معیار ہو کہ مولوی محمد علی صاحب اسے پیش کرنے والے ہیں تو بیشک ان کے پچھلے دلائل کو سچا ماننا پڑیگا۔ مگر پہلے دلائل بھی خود مولوی صاحب کے ہی پیش کئے ہوئے ہیں ان کا اب کیا علاج کیا جاوے۔

میں اسجگہ اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کہ انکا جماعت کے بڑے حصہ کو احمدیہ عقائد سے برگشتہ قرار دینا اور ان کے عقائد کو نئے گھڑے ہوئے عقائد بتانا یا اپنے ان پہلے دلائل کے جواب سے سکوت اختیار کرنا اس معاملہ میں کس حدتک انکی نیک نیتی ثابت کرتا ہے اور نہ میں اس بحث میں پڑنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے سابقہ عقائد کو جنہیں وہ عقاید احمدیہ اور اسلام کی تعلیم جو سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے کے عنوان کے نیچے شائع کرتے رہے ہیں ترک کر کے اور ان کے خلاف عقائد کی اشاعت کر کے اب وہ شرعًا اور عقلًا اور عرفًا کس نام کے مستحق ہیں۔ مجھے ان بحثوں سے کچھ غرض نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جن دلائل کی بنا پر وہ حضرت اقدس کی نبوت کو ایک عرصہ دراز تک ثابت کرتے رہے ہیں۔ انکا اب وہ کیا جواب دیتے ہیں

مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب

اس موقع پر بیجا نہیں ہوگا۔ اگر میں مولوی محمد علی صاحب کے وہ الفاظ آپ کے سامنے پیش کردوں جنہیں مولوی صاحب موصوف ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد کے متعلق اسکے ارتداد کے موقع پر ریویو میں لکھ چکے ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی ان تمام الفاظ کو خود مولوی صاحب پر بھی چسپاں کر کے دکھا دوں۔ تاکہ آپ پر میرے مطالبہ یا سوال کے صحیح یا غلط ہونے کی حقیقت روشن اور واضح ہو جائے۔ گو مولوی صاحبکا وہ تمام مضمون جو وہ ڈاکٹر مذکور کے متعلق لکھ چکے ہیں پورے طور پر خود مولوی صاحب پر چسپاں ہو رہا ہے مگر میں اسجگہ اس میں سے صرف چند فقرے نقل کر دیتا ہوں۔ اگر آپ مفصل دیکھنا چاہیں تو ریویو جلد ۵ نمبر ۷ کو مطالعہ میں لائیں۔

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کی نسبت لکھتے ہیں	خود مولوی محمد علی صاحب کے متعلق
ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے چند ماہ ہوئے ایک ترجمہ انگریزی میں قرآن شریف کا شائع کیا جس میں اسنے حضرت مسیح موعود کے دعوی کی صداقت کو قرآن شریف اور حدیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔ اور ان دلائل سے یہ قطعی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں لیکن مرتد ہوتے وقت ان دلائل میں سے ایک کو بھی نہیں توڑا۔ بلکہ چند اور باتیں پیش کی ہیں . . . . اور وہ باتیں آج وجود میں نہیں آئیں۔ بلکہ اُسوقت بھی موجود تھیں جب اسنے حضرت مرزا صاحب کا منجانب اللہ اور مسیح موعود ہونا ثابت کیا تھا . . . . . . یہ باتیں آج ڈاکٹر صاحب کے علم میں نہیں آئیں۔ بلکہ جسوقت اسنے اردو تفسیر میں حضرت مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا تہا۔ یا پھر جسوقت ابھی چند ہی ماہ ہوئے انگریزی ترجمہ میں ایسا ہی ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسوقت یہ سب باتیں موجود تھیں . . . . . . پھر اگر یہ تمام امور اسوقت منافی مسیحیت نہیں تھے تو اب کیونکر ہو گئے۔ آخر جس طرز استدلال سے اب وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے اسکو بھی تو دنیا کے سامنے کھولکر بیان کرنا چاہیئے . . . . اگر ایک شخص نے مرزا صاحب کے متعلق یہ رویہ اختیار کیا ہی تو کل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی رویہ وہ اختیار کر سکتا ہے۔ کیونکہ آخر آنحضرت پر بھی اعتراض کرنے والے موجود	مولوی محمد علی صاحب نے چند سال ہوئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے اور ان دلائل سے یہ قطعی نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی اور رسول ہیں۔ لیکن اس عقیدہ کو چھوڑ کر اسکے مخالف عقائد اختیار کرتے وقت انہوں نے ان دلائل میں سے ایک کو بھی نہیں توڑا۔ بلکہ چند اور باتیں پیش کی ہیں اور وہ باتیں کوئی نئی نہیں ہیں۔ بلکہ اسوقت بھی موجود تھیں جب انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا نبی اور رسول ہونا ثابت کیا تہا۔ یہ باتیں آج مولوی محمد علی صاحب کے علم میں نہیں آئیں۔ بلکہ جسوقت انہوں نے ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مرزا صاحب کا نبی اور رسول ہونا ثابت کیا تھا۔ اسوقت بھی یہ سب باتیں موجود تھیں۔ پھر اگر یہ تمام امور اسوقت منافی نبوت و رسالت نہیں تھے۔ تو اب کیونکر ہو گئے۔ آخر جس طرز استدلال سے اب وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اسکو بھی تو دنیا کے سامنے کھولکر بیان کرنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ تو کل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی رویہ وہ اختیار کر سکتا ہے کیونکہ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے بھی موجود ہیں میں مولوی محمد علی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ دلائل جو

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کی نسبت لکھتے ہیں	خود مولوی محمد علی کے متعلق
ہیں میں ڈاکٹر عبدالحکیم سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ وہ دلائل جو اسنے تائید مسیح موعود میں دئیے ہیں وہ اب بھی صحیح ہیں یا غلط ہو گئے ہیں مثال کے طور پر میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ دلیل جو ڈاکٹر مذکور نے اپنے ترجمہ میں دی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ۲۷ سال سے اپنے الہامات کو شائع کر رہے ہیں۔ اور انکا سلسلہ روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ مفتری کے متعلق اللہ تعالے کا وعدہ ہے کہ وہ اسکو مخذول و مردود کرتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے اب جب ۲۷ کے بجائے ۲۸ سال اس دعوے پر گذر گئے۔ تو اب یہ دلیل کیوں اسی مدعا کو ثابت نہیں کرتی پھر یہ دلیل کہ قرآن شریف اور حدیث کی رُو سے ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن مقررہ تاریخوں پر مہدی کے ظہور کا نشان ہے۔ اب کیونکر اس پہلے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا ہی وہ ان تمام دلائل کو پڑھ کر جو پہلے دے چکا ہے۔ اب ان کا باطل ہونا ثابت کرے۔ تو ہم بھی مان لیں گے کہ واقعی جیسا وہ دعوے کرتا ہے۔ اسکا مرزا صاحب کے سلسلہ سے مرتد ہونا نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ورنہ یہی کہنا پڑیگا۔ کہ تفسیر اور ترجمہ کے بیچنے کے لئے یہ بھی ڈاکٹر صاحب نے ایک چال چلی ہے۔ ایسا ہی جب تک	انہوں نے اثبات نبوت و رسالت حضرت مسیح موعودؑ میں دئیے ہیں وہ اب بھی صحیح ہیں یا غلط ہو گئے ہیں مثال کے طور پر میں پوچھتا ہوں کہ یہ دلیل جو مولوی محمد علی صاحب نے ریویو جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۶ میں دی ہے کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ اور اس سے یہ ثابت کیا ہو کہ جس طرح امیوں میں آنحضرت رسول بنا کر مبعوث کئے گئے تھے اسی طرح آخری زمانہ میں بھی ایک نبی مبعوث ہوگا۔ اور اسی نمبر میں صفحہ ۱۸۱ پر لکھا ہی کہ خود طبیعتیں بتا رہی ہیں کہ یہ وہی آخری دن ہیں جنکا وعدہ دیا گیا تھا انکے ماسوا ہر ایک مذہب میں اور بھی بعض علامات اور قرائن ایسے پائے جاتے ہیں جن سے یہ زمانہ معین کیا جا سکتا ہے یہ تمام پیشگوئیاں اس امر پر متفق ہیں کہ پیغمبر آخر زمان کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا جبکہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور شور سے جمع ہو جائینگی جس کی نظیر کسی زمانہ میں نہ گذری ہو اور ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کیساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اسوقت سخت خطرناک جنگ ہوگا اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق	خود مولوی محمد علی صاحب کے متعلق
وہ یہ ثابت نہ کرے۔ کہ کیوں وہ اعتراضات جن کا اسے پہلے سے علم ہے۔ آج تک اس مدعا کو ثابت نہ کرتے تھے۔ جس کے ثبوت میں آج وہ انہیں پیش کرتا ہے۔ تو لازماً ہمیں ماننا پڑیگا۔ کہ اس کی پہلی تحریریں بھی نفاق پر مبنی تھیں اور دل میں کچھ اور تھا اور لکھ کچھ اور رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ یقین کرنے کے وجوہات بھی ہونگے۔ کہ یہی حالت اس کی ان تحریروں کی ہے۔ جو وہ اسلام کی تائید میں لکھ رہا ہے۔ یعنے وہ بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی ہیں" (ریویو آف ریلیجنز۔ جلد ۵ نمبر ۷ صفحہ ۲۷۵ لغایت ۲۷۷)	فتح پائینگی اور صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہی کہ "چونکہ یہ فتنہ ہر چہار اکناف عالم میں پھیل چکا ہی اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے جسمیں موعود پیغمبر کا نزول مقدر تھا" اور پھر یہ دلیل کہ اُس نے جیسا کہ وعدہ فرمایا ہی کہ لا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول اپنے ایک برگزیدہ رسول پر اس انجام (ڈوئی کی ہلاکت) کو ظاہر فرمایا" (جلد نمبر ۷ ص ۱۲۹) اب کیونکر اس پہلے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہے ایسا ہی ان تمام دلائل کو پڑھکر جو پہلے وہ دے چکے ہیں اب انکا باطل ہونا وہ ثابت کریں تو ہم مان لینگے کہ واقعی جیسا وہ دعوٰے کرتے ہیں انکا عقیدۂ نبوت و رسالت حضرت مسیح موعود کو چھوڑنا نیک نیتی پر مبنی ہے ورنہ یہی کہنا پڑیگا کہ بعض ذاتی اغراض کے لئے حسب معمول یہ بھی مولوی صاحب نے ایک چال چلی ہی ایسا ہی جبتک وہ یہ نہ ثابت کریں کہ کیوں وہ دلائل جنکا انہیں پہلے سے علم تھا آج تک اس مدعا کو ثابت نہ کرتے تھے جسکے ثبوت میں آج وہ انہیں پیش کرتے ہیں تو لازماً ماننا پڑیگا کہ انکی پہلی تحریریں بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی تھیں اور دل میں کچھ اور تھا اور لکھ کچھ اور رہے تھے اور اسکے ساتھ ہی یہ یقین کرنیکے وجوہات بھی ہونگے کہ یہی حالت انکی ان تحریروں کی ہی جو وہ اسلام کی تائید میں لکھ رہے ہیں یعنے وہ بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی

ممکن ہے کہ اسجگہ آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو۔ کہ میںنے تو اپنے اعتراض میں میاں صاحب کے عقائد کی تبدیلی کا ذکر کیا تہا۔ نہ کہ مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ یہ کہ مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے۔

سو اسکے جواب میں معروض ہے کہ اوّلاً تو میں اوپر جو کچھ لکھ چکا ہوں اسی سے یہ سوال حل ہو جاتا ہے کیونکہ میں ثابت کر چکا ہوں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کی زندگی میں رسالہ ریویو میں جن عقائد کی اشاعت کرتے رہے ہیں۔ انہیں تمام جماعت احمدیہ مانتی تھی پس جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب انہی عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں تو پھر اس بات میں کیونکر شک و تردد ہو سکتا ہے کہ حضور ممدوح کے عقائد میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مولوی محمد علی صاحب کی شہادت حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقاید وغیرہ کے متعلق

علاوہ اسکے میں آپ کے سامنے اسکے متعلق خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ مولوی صاحب موصوف ریویو جلد ۹ نمبر ۳ میں رسالہ تشحیذ الاذہان پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا البشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہی جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہی خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں اور مُردار دنیا پر گِدوں کی طرح گرتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں تو اسوقت میں ہمیشہ سے خدا تعالےٰ کی یہ سنت الٰہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور

لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھلائے۔ پھر لوگ جو معاصی میں بالکل اندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور یا اسے دُکھ دیتے ہیں اور اسکے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اسلئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دیتا ہے کہ آخر کار وہی مغلوب ہونگے اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسرونکو راہ راست پر لے آویگا۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔

ایسا ہی اسوقت ہوا ...... اسوقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس برس کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور خیال انکے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں۔ بلکہ مینے دیکھا ہے۔ کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے ....

ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھکر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اسکا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ نہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افترا کرتا ہے تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افترا کو چھپا بھی لے۔ مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتے ہیں

چھپا نہیں سکتا۔ وہ اسکی ہر ایک حرکت و سکون کو دیکھتے ہیں ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقعہ پر اسکے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔" (جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۱۷ الغایت ۱۱۹)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اس تحریر میں جو آج سے ساڑھے نو سال بیشتر کی اور حضرت اقدس کی وفات سے سوا دو سال پہلے کی ہے مندرجہ ذیل امور بوضاحت بیان کئے ہیں۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مانتے ہیں۔ اور آپ کو انہی انبیاء کے زمرہ میں سے سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنی قدیم سنت کے مطابق مبعوث فرماتا رہا ہے۔

۲۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ غلط ہو۔ کیونکہ آپ ہر وقت حضور کے ساتھ رہتے ہیں۔ حضور کی ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ اور ہر موقعہ پر آپ کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اسلئے حضور کے دعاوی آپ سے مخفی نہیں رہ سکتے۔

۳۔ آپکی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ حضرت اقدس کے دعاوی کو اور حضور کی گفتگو کو سمجھ ہی نہ سکتے ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپکو اسی عمر میں اسقدر فہم عطا فرما رکھا ہے۔ کہ آپ تشحیذ الاذہان جیسے خالص دینی اور مذہبی رسالہ کو جس کا مقابلہ تمام ادیان عالم سے ہے اور جس کی اشاعت کی اہم غرض حضرت اقدس کے دعاوی کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ ایڈیٹ کرتے ہیں اور پھر آپ کے لکھے ہوئے مضامین بطور ایک نشان اور اعجاز کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہیں۔ نیز اس فہم کی تائید میں آپکی عمر کا سوال بھی نہیں پیش کیا جاسکتا۔ کیونکہ بفضل خدا آپکی عمر اسوقت اٹھارہ انیس برس کی ہے۔

۴۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے خارق عادت طور پر دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا ولی جوش بخشا ہوا ہے جس میں تکلّف کا کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ پس آپ پر صراحتاً یا کنایتاً یا اشارۃً اسلام کی بخیلی کا الزام لگانا سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ اور آپ پر ایسا الزام لگانے

والا شخص والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واثماً مبیناً کا مصداق ہے۔

۵۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ مگر برخلاف اس کے خارق عادت طور پر آپکو دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا سچا جوش ہے۔ پس آپکی طرف کھیل کود کا شغل منسوب کر کے نعوذ باللہ آپکو دین سے غافل اور حضرت اقدس کی تعلیم سے ناواقف قرار دینا اپنے تئیں خدا تعالےٰ کی لعنت کے نیچے لانا ہے اعاذنا اللہ منہ

اس سے بڑھکر اس بات کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جو کچھ تبدیلی آئی ہے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے عقائد میں ہی آئی ہے۔ جیسا کہ آج سے گیارہ سال پیشتر اللہ تعالےٰ نے اسکی بابت خبر دیدی تھی۔ جو حضرت اقدس کے اس رؤیا سے ظاہر ہے۔ کہ :۔

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

بعض لوگ اس مکاشفہ کی یہ تاویل کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی دنیا کے متعلق نہیں۔ بلکہ آخرت کے متعلق ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اس صورت میں بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال اناد یہم الا ھلم۔ فیقال انہم قد بدلوا بعدک[1] فاقول سحقاً سحقاً رحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۲۷ طبع نولکشوری) یعنے بعض لوگ میرے حوض پر سے دور کر دیئے جائینگے جیسے گم کردہ راہ (گم شدہ) اونٹ کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ میں انہیں اپنی طرف بلاؤنگا۔ کہ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ تو مجھے بتایا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپکے بعد انقلاب کی راہ اختیار کر کے اپنے عقائد و اعمال تبدیل کر لئے تھے تب میں کہونگا کہ ان کے لئے دوری ہو۔ دوری ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخلصین کو اپنی طرف نہیں بلائینگے بلکہ مرتدین کو بلائینگے۔ جو اپنے تئیں بظاہر مومنوں میں شامل قرار دیتے ہونگے۔ تب ان کے جھوٹ اور دھوکے کو ظاہر کر کے انہیں الگ کر دیا جائیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون

[1] بعدک پر غور کیجئے۔

یعنی اے قطع تعلق کرنے والو! الگ ہو جاؤ۔

اولوالعزم محمود احمدؓ اسکے مقابل پر حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق بھی بعض بشارتیں ہیں جن کے حضور ممدوح کے متعلق ہونے سے غیر مبائعین حضرات بھی انکار نہیں کر سکتے اور جو آپکی ولادت سے بھی پیشتر کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ "اسکا نام محمود احمد ہوگا[1] اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا" ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالےٰ پیشگوئیوں میں جب کسی آنے والے کی خبر دیتا ہے اور اسکا نام بتاتا ہے تو اس نام میں اس آنے والے شخص کی صفات کی طرف اشارہ ہوتا ہے (چنانچہ اخبار پیغام جلد اول نمبر ۷۹ بابت ۲۔ نومبر ۱۳ء میں بھی اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے اور صریح طور پر بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد آپ کے والدین نے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ صفتی طور پر آپ پر صادق آتا ہے)

پس مذکورہ بالا الہامی بشارت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی بابت پیشگوئی موجود ہے۔ کہ آپ نعوذ باللہ مذموم نہیں ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محمود ہونگے۔ اور آپ کے کام دین کی شوکت و عظمت کا موجب ہونگے اس سے زیادہ میں کیا لکھوں اب آپ خود ہی سوچیں کہ ای الفریقین احق بالامن (دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق امن و سلامتی کی راہ پر چل رہا ہے)

کامل نبی حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مرزا صاحب کو کامل نبی مانتے ہیں۔ اور نبوّت کے معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت مسیح موعود میں کوئی فرق نہیں بتاتے۔ صرف آقا و غلام اور استاد و شاگرد کا فرق بتاتے ہیں اور اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور نیز حضرت مسیح موعود کی ہتک ہے۔ اسکے جواب میں معروض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر اگر تو کوئی رسول کامل نبی نہیں کہلا سکتا۔ خواہ موسیٰ ہو یا عیسےٰ یا مسیح موعود علیہم السّلام۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء گذر چکے ہیں۔ اُن کے کمالات کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے وہی نسبت ہے جو جزو کی نسبت کل سے ہوتی ہے جیساکہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

خاتم الانبیاء والرسل است ❊ دیگراں ہیچو جزو داو چو کل است

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو کمالات اللہ تعالےٰ نے دئیے ہیں۔ وہ آنحضرت صلے

[1] دیکھو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اس پیشگوئی کو حضرت خلیفہ ثانی کے حق میں مولوی محمد علی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دیکھو

ہی کے کمالات ہیں۔ آنحضرت سے الگ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی کمال نہیں دیا گیا اسلئے اسجگہ مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ مقابلہ ہمیشہ غیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں کوئی غیریت ہی نہیں۔ وہاں مقابلہ کے کیا معنے ہ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر آکر دنیا میں کوئی نبی بھی کامل نبی نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح اگر کامل نبی سے یہ مراد لیجائے۔ کہ صاحب شریعت نبی۔ تو اس صورت میں بھی نہ حضرت عیسےٰؑ نبی کامل ہونگے۔ اور نہ حضرت مسیح موعود کیونکہ یہ دونوں غیر تشریعی نبی ہیں (حضرت عیسےٰ کے غیر تشریعی نبی ہونے کا اخبار پیغام میں اعتراف کیا گیا ہے دیکھو جلد اول نمبر ۱۵ صفحہ ۳)

ہاں حضرت موسیٰؑ نبی اس تعریف کی بناء پر کامل نبی ہونگے کیونکہ وہ صاحب شریعت نبی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توضیح مرام میں کامل نبی کے یہی معنے کئے ہیں جو حضور نے عربی عبارت کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اگر کامل نبی کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ پورا نبی جس کے مقابل پر ادھورے نبی کا لفظ ہے یعنے ½ نبی یا ¾ نبی یا ⅓ نبی یا ⅔ نبی یا ¼ نبی یا ⅕ نبی یا ⅙ نبی یا ⅛ نبی تو ان معنوں کے رو سے خدا تعالےٰ کے کسی نبی کو کامل نبی نہ ماننا بڑی معصیت ہے قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ سارے ہی کامل ہوتے ہیں جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تمام منعموں کو چار درجوں میں تقسیم کر کے سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کا بتایا ہے۔ پس جس شخص کو کمال حاصل نہیں ہے وہ خواہ صدیقین میں سے ہو یا شہداء میں سے یا صالحین میں سے ان میں سے تو ہو سکتا ہے۔ مگر جب تک وہ ابھی مرتبہ کمال کو نہیں پہنچا وہ نبی ہی نہیں ہے۔ پس نبی خواہ کوئی سا ہو وہ کامل ہی ہے۔ اس بناء پر حضرت عیسےٰ زکریا یحیٰی۔ الیاس جو نبی اللہ تھے سبھی کامل نبی تھے۔ پس جب ایسے انبیاءؑ جن کے کمالات کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کیساتھ ایسی ہی ہے جیسے ستاروں کی نسبت سورج کے ساتھ ہے وہ بھی کامل نبی ہیں۔ تو جس نبی کے کمالات خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات ہیں اسکو ناقص نبی کیونکہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

[1] یاد رہے کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ تمام محمدی کمالات و فضائل اسکے آئینہ ظلیت میں منعکس نہ ہوں

والسلام کی بعثت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت ہے۔ اگر یہ سچ نہیں ہے تو پھر آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کے کیا معنے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے کہ اس آیت میں ان آخرین کے درمیان جس شخص کی بعثت کی پیشگوئی ہے وہ میں ہی ہوں پس اگر حضرت اقدس کا یہ دعویٰ سچا ہے اور خدا تعالےٰ اس بات کا گواہ ہے کہ آپکا دعویٰ سچا ہے تو ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں ذرہ بھر بھی غیریت نہیں ہے۔ جو کچھ حضرت مسیح موعود کا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ حضرت مسیح موعود کا ہے۔ کیونکہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دوبارہ بعثت کی خبر دیتی ہے کسی غیر کے آنے کی ہرگز خبر نہیں دیتی۔ پس ماننا پڑیگا۔ کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات ہیں وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات ہیں اسلئے آپ ناقص نبی نہیں۔ بلکہ کامل نبی ہیں۔ کیونکہ نعوذ باللہ آپکو ناقص نبی ماننے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ناقص نبی ماننا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"وہ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔"

اور خطبہ الہامیہ میں صفحہ ۱۷۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ من فرّق بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رأی یعنے جس نے مجھ میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں تفریق کی۔ اس نے نہ مجھے دیکھا نہ پہچانا۔ غرض جب حضرت اقدس نبی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں۔ تو پھر ناقص نبی ہونے اور کامل نبی نہ ہونے کے کیا معنے ؟ بالخصوص جبکہ حضرت اقدس کا دعویٰ ہے۔ کہ ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام ٭ داد آں جام را مرا بتمام

بلحاظ نبوت آنحضرت اور مسیح موعود میں فرق

باقی رہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں حضرت مسیح موعود میں نبوت کے معاملہ میں فرق سو جو فرق ہمیں خود حضرت مسیح موعود

بتایا ہے اس پر تو ہمارا ایمان ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا منصب کسی اور نبی کے طفیل سے نہیں ملا۔ بلکہ مستقل طور پر ملا۔ لیکن حضرت اقدس کو یہ منصب اس طرح مستقل طور پر نہیں ملا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانی کے ذریعہ سے عطا ہُوا۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کامل بلکہ اکمل کتاب اور اکمل شریعت لائے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کوئی نئی شریعت یا نئی کتاب نہیں لائے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے مطاع اور حضرت مسیح موعود ہمیشہ کے لئے آپ کے مطیع ہیں۔ لیکن جو فرق ہمیں نہ قرآن کریم بتاتا ہے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

ورنہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے۔ ایسا کوئی فرق ہم نہیں مانتے اور ایسے فرقوں سے ہم ایسے بیزار ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی۔

اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا بیان اور اسمہ احمد کا مصداق

مولوی محمد علی صاحب بھی ریویو میں متعدد جگہ ظاہر کر چکے ہیں کہ نفس نبوت میں آنحضرتؐ میں اور حضرت اقدس میں کوئی فرق نہیں ہے چنانچہ جلد کے صفحہ ۹۶ پر تو اس مدعا کو قرآن کریم آیت وآخرین منہم سے ثابت کیا ہے اور جلد ۵ کے صفحہ ۴۷ پر آپ لکھتے ہیں

کہ "قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں یا دو ظہور ہیں۔ اور آپ کے دو ناموں محمد اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم میں انہی دو بعثتوں کی طرف اشارہ ہے۔"

اس حوالہ میں مولوی صاحب نے بتا دیا ہے کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی بعثت میں نبی تھے۔ ضرور ہو کہ دوسری بعثت میں بھی آپ نبی ہوں۔ جو مسیح موعود کی بعثت ہے اور اگر آپکو آپکی دوسری بعثت کے لحاظ سے نبی نہ تسلیم کیا جاوے۔ یعنے حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لایا جاوے تو یہ نہ صرف مسیح موعود کی نبوت کا انکار ہوگا۔ بلکہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار لازم آئیگا اور نیز اس حوالہ میں آپنے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں آنحضرتؐ کی پہلی بعثت کی بابت پیشگوئی کا ذکر نہیں بلکہ اسمیں آپکی دوسری بعثت کی پیشگوئی کا ذکر ہے یعنی اسکا مصداق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

مجھے آپکے ان الفاظ سے بار بار تعجب آتا ہے کہ میاں صاحب حضرت نبی کریمؐ اور حضرت اقدس میں نبوت کے

رُو سے صرف آقا اور غلام اور اُستاد اور شاگرد کا فرق بتلاتے ہیں اور کوئی فرق نہیں۔ بتلاتے کیا یہ کوئی فرق نہیں ہے یا یہ کہ فرق نہیں پایا جا سکتا ہے کہ ہم ان دو خدا کے سچے نبیوں میں سے ایک کو تو مسیح کا نبی مانیں اور دوسرے کو نعوذ باللہ یونہی جھوٹا موٹا نبی۔

حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے میں آنحضرتؐ کی عزت ہے یا آپکی نبوت کے انکار میں

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کے عقاید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک ہوتی ہے مگر آپ یہ نہیں بتلاتے کہ وہ کونسے عقاید ہیں جن میں آنحضرتؐ کی اور حضرت اقدس کی عزت ہے آپ ہی بتلائیے کہ کیا میں یہ مان لوں کہ اللہ تعالیٰ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم کا وعدہ کر گئے اور ساتھ ہی اسکی تفسیر اولٰئک الذین انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین میں کر کے نعوذ باللہ اپنے وعدہ کو بھول گیا۔ یا کہ ان من قریۃ الا نحن مهلکوها قبل یوم القیمۃ او معذبوها عذابا شدیدا کا وعدہ سنا کر یہ تو پورا کر دیا مگر اپنا وعدہ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا نعوذ باللہ بھول گیا۔ یا یہ مان لوں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا یہ وعدہ غلط ہو گیا۔ یا میں یہ مان لوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض برائے نام خاتم النبیین ہیں۔ ورنہ در اصل آپکی اتباع کی برکت سے اس منصب نبوت کو کوئی نہیں پا سکتا۔ یا میں یہ مان لوں کہ یہ تمام وعدے تو بیشک سچے تھے مگر جو شخص (حضرت اقدس) اس عہدہ پر کھڑا کیا گیا وہ نعوذ باللہ اس لائق نہیں کہ ایسے انعامات عالیہ سے عطا ہوں یا میں یہ مان لوں کہ اس شخص کا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر یہ امت نعوذ باللہ بجائے **خیر امت** ہونیکے **اشر الامم** ہے اسلئے وہ ایسی نعمت نہیں حاصل کر سکتی۔ میں اس مسئلہ کو ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے اگر ایک شخص کو چار درجہ کے مختلف انعامات میں سے اعلیٰ درجہ کا انعام مل جائے تو اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیونکر لازم آتی ہے۔

اخبار پیغام صلح کے سابقہ اعلان اور نبوت حضرت مسیح موعودؑ

بالآخر میں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اخبار پیغام صلح لاہور جو اب کچھ عرصہ سے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت و رسالت کے ابطال کے لئے اپنا سارا زور خرچ کر رہا ہے اور اپنے باطل مدعا کو پورا کرنے کے لئے سر توڑ کوششوں میں لگا ہوا ہے پہلے

انہی عقائد حقہ کا اعلان کئی بار کرچکا ہے جن کے ابطال کے لئے اب اسکے کالم وقف شدہ ہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور کی جلد اول کے نمبر ۲۵ پرچہ ۲ ستمبر ۱۳ء میں مندرجہ ذیل اعلان شائع ہو چکا ہے۔

"ہم خدا کو شاہد کرکے اعلان کرتے ہیں کہ .... ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰے کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپکی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقاید کو بفضلہ تعالےٰ چھوڑ نہیں سکتے۔"

اور اخبار مذکور کی جلد اول نمبر ۴۲ پرچہ ۱۶ اکتوبر ۱۳ء میں حسب ذیل اعلان شائع ہو چکا ہے

"معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالدیا ہے۔ کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے ہم تمام احمدی جنکا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اس زمانہ کا نبی۔ رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔"

میری غرض ان حوالوں کو آپکی خدمت میں پیش کرنے سے یہ نہیں ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان اعلانوں کے رُو سے مولوی محمد علی صاحب اور دیگر غیر مبائعین "جنکا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کیساتھ تعلق ہے" اور جو اب حضرت اقدس کے دعویٰ نبوت و رسالت کو نہ صرف استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ اسکے ابطال میں پورے زور اور نہایت سرگرمی سے لگے ہوئے ہیں آیا باقرار خود مسلوب الایمان ہو چکے ہیں یا نہیں اور نہ یہ امر دریافت کرنا مجھے مطلوب ہے کہ انکی یہ غلیظ قسمیں جو انہوں نے ان مذکورہ بالا اعلانوں میں کھائی تھیں سچی قسمیں تھیں یا سراسر جھوٹی۔ بلکہ میں آپ سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ فرمان الٰہی اذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ پر عمل پیرا ہو کر اور لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ کو پیش نظر رکھکر ارشاد الٰہی یاایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ

دلوا علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین کے مطابق اور حکم ربانی یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ کے ماتحت ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح طور پر بیان فرمائیں آیا حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے احمدی عقائد حقہ احمدیہ کو ترک کرکے ان کے خلاف عقائد اختیار کر رہے ہیں یا کہ مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء

الٰہی سلسلے اور ارتداد

ممکن ہو کہ اجگہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مولوی محمد علی صاحب کے انقلاب میں تو واقعی کچھ شبہ نہیں ہو لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ یہ سلسلہ (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحبکا یہ انقلاب تو اس سلسلہ کی صداقت کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان نشان ہی نہ کہ نعوذ باللہ اسکے کذب کی دلیل کیونکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا حضرت اقدس کے ایک رؤیا نے پہلے سے مولوی صاحب کے اس انقلاب کی خبر دیدی تھی (دیکھو رسالہ مکاشفات صفحہ ۳۰)

اور نیز براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۸۷ میں جو ۱۹۰۵ء کی لکھی ہوئی کتاب ہے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ کہ

"بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا۔ کہ انکو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائینگے۔ پس مقام خوف ہے"۔

علاوہ اسکے خود مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم کے ارتداد کے موقع پر ریویو جلد ۵ نمبر ۷ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ

"جب کبھی اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح کے لئے کسی نبی کو مامور فرما کر بھیجتا ہے اور اسکے ذریعہ سے مخلصین کی ایک جماعت کو اکٹھا کرتا ہے تو ساتھ ہی بعض ایسے لوگ بھی خدائی جماعتوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جنکے ایمان کچھ اور کمزور ہوتے ہیں پھر یا تو یہ لوگ مامور سے تعلق پیدا کرکے اپنے ایمان کو مضبوط کر لیتے ہیں۔ اور یا اگر انہوں نے مامور سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا تو اس شاخ کی مانند جو تنہ کے ذریعہ جڑھ سے غذا حاصل نہیں کرتی آہستہ آہستہ خشک ہو کر کاٹ دیئے جاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی بھی ہوتی ہو جو منہ سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں نور ایمان نے جگہ پیدا نہیں کی ہوتی اور نہ وہ ان ہدایتوں پر چلتے ہیں جو مخلص مومنین کو خدا کی راہ میں ترقی کرنے کے لئے بتائی جاتی ہیں گویا مخلص مومنین کے علاوہ ایک جماعت مرتدین کی اور ایک جماعت منافقین کی ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔ اور اس میں ایک یہ مصلحت

بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب مامور من اللہ کے ہزار ہا دشمن بیرونی طور پر ہوتے ہیں۔ جو اس کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اندرونی طور پر بھی جو لوگ چاہیں۔ اس سے کھلم کھلا یا چھپکر دشمنی کریں اور اتنی کوشش وہ اسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کر سکتے ہیں کر لیں تا آخر میں ان تمام بیرونی اور اندرونی دشمنوں کو ناکام اور نامراد کر کے اور مامور من اللہ کو ان سب پر غالب کر کے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ مامور من اللہ کی تائید میں کام کرتا ہوا دکھائے اسلئے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض وقت وہ لوگ جنکو ظاہر طور پر بعض لوگوں کی نظروں میں مامور سے ایک گہرا تعلق ہوتا ہے وہ بھی مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دشمن خوشی کے مارے بغلیں بجاتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کے باوجود مامور کو محفوظ رکھتا اور اسکے سلسلہ کو ترقی دیتا ہے۔ اور کوئی بات خواہ وہ ابتداء میں اس سلسلہ کے لئے کیسی ہی خطرناک معلوم ہو در اصل صرف اس سلسلے کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے اور اسکی ترقی نشو و نما کا ذریعہ بنجاتی ہے۔ ۱۹۱۹ (صفحہ ۲۶۷ و ۲۶۸)

پس مولوی صاحب کا یہ انقلاب سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان نشان ہے کہ جس سے کوئی ذی عقل و شعور انکار نہیں کر سکتا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ (خاکسار محمد اسمٰعیل احمدی عفا اللہ عنہ)

تذکرۃ المہدی) - پیر سراج الحق صاحب نعمانی (جو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں انیس بیس سال رہے) نے اپنا سفرنامہ لکھنا شروع کیا تھا۔ وہ اپنا سفرنامہ تو غالباً بھول گئے۔ حضرت اقدس کی مجالس کا ذکر چھیڑ کر ہمیں تڑپا دیا جس میں مولویوں سے مناظرات اور مشکوۃ نبوت سے نکلے ہوئے نکات اور کلمات طیبات اور اپنے دعوے کے دلائل محکمات کا خوب ذکر ہے اور یہ مضامین کا مجموعہ جناب میر قاسم علی صاحب کی توجہ سے کتابی صورت میں ۳۰۰ صفحہ حجم کے ساتھ تذکرۃ المہدی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مفید دلچسپ موجب ازدیاد ایمان عوام الناس میں سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کا عمدہ ذریعہ ہے تاہم میں اس کتاب کو تاریخی رنگ میں سوانح کی حیثیت دینے کو تیار نہیں یعنے اسپر تنقید کی گنجائش ہے کیونکہ مؤلف صاحب ایک صوفیانہ مذاق کے بزرگ ہیں۔ اور اپنے رنگ طبیعت کے مطابق انہوں نے واقعات کو قلمبند کیا ہے یہ کتاب ہر تعلیم یافتہ احمدی کے پاس ہونی چاہئے اور ناخواندہ لوگوں کو سنانی چاہئے قیمت صرف ایک روپیہ ملنے کا پتہ میر قاسم علی ایڈیٹر الفاروق قادیان

نمبر ۵۶۴
رجسٹرڈ ایل

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملا کر بنا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش، کھجلی، چھاجن، ایرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا۔ اسوجہ سے تیل لگانے کیساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا۔ ایڈوڈائیزڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۶؍ سالسا قیمت دو روپیہ ۲عہ محصول ۶؍

گھیگھے کی دوا

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہوجانے سے آرام نہیں ہوتا۔ مگر تھوڑے دن کا ورم ہے تو ہی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہیئے۔ اس میں صرفہ بھی بہت کم ہے۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے۔ جو کہ ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت کھانے کی دوا ۱۲؍ لگانے کی دوا ۴؍ محصولڈاک ۵؍

Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار و تلی کی دوا

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و تلی کی دوا کا آپ نے دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی۔ ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گھٹا دیتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴؍ چودہ آنہ محصولڈاک چھ آنہ ۶؍ شیشی خورد آٹھ آنہ ۸؍ محصولڈاک پانچ آنہ ۵؍ دو شیشی چھ آنہ ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک بار ایک مضبوط تنکہ یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے اس دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگا دے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو یہ روئی ڈبو کے اسمیں رکھ دے فوراً درد بند ہوجاتا ہے قیمت ۴؍ محصولڈاک [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

پھر لوٹنے والے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں میں کونین نہیں ہے۔ جہاں بار بار کونین یا کونین ملی ہوئی دوائیاں کھا لینے پر بھی بخار نہ جاتا ہو یہ گولیاں ایسی ہی حالت کے لئے بنی ہیں اسکے استعمال سے پرانے سے پرانا ملیریا فوراً دفع ہو جاتا ہے قیمت ۲۴ گولیاں فی ڈبیہ آٹھ آنہ محصولڈاک [illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

جلد ۱۰ نمبر ۱۰ و ۱۱

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۵ء

ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

ایک نبی اور عامل میں فرق غیر احمدی کا جنازہ مسئلہ کفر کے متعلق نئی بات	۱ – ۱۰	اکمل
کامل نبی میں کون ہوں	۱۱ – ۱۵ ۵۳ – ۵۴ ۱۶	میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور
مسیح موعود کے دعویٰ کا ثبوت	۱۷ – ۳۲	ملا عبد الجلیل مدرس احمدیہ
ایک حدیث کی تشریح	۳۳ – ۳۵	حافظ جمال احمد صاحب
ایک سوال کا جواب	۳۶ – ۴۴	مولانا محمد سرور شاہ صاحب
مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دو اعتراضوں کا جواب	۴۵ – ۵۲	مولوی عمر الدین صاحب شملہ
ایک حدیث میں دو معترضوں کا جواب	۵۵ – ۵۶	اکمل
ریویوز		"

قیمت سالانہ عوام سے عا؍ طلباء سے عہ؍ غیر ممالک سے عمہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب ... سے شائع ہوا

اکتوبر و نومبر دو مہینوں کا تشحیذ

میں نے پچھلے مہینے حساب کر کے بتایا تھا کہ ستمبر تک ۴۸۸ صفحے آپکو دئے جا چکے ہیں ۔ حالانکہ ۴۳۲ صفحے ہمارے ذمہ تھے اب یہ رسالہ دو مہینوں کا ۵۶ صفحوں پر ہے کیونکہ ۵۶ صفحے پہلے زائد ہیں یہ کل ۱۱۲ صفحے ہوئے اور ہمارے ذمے ہیں ۹۶ صفحے ۔ پس اب بھی ۱۶ صفحے زائد ہیں ۔ ہم نے خریداروں کی کوئی حق تلفی نہیں کی بلکہ معاہدہ سے زیادہ دیا ہے البتہ خریداروں میں سے ۵۰ ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے ابھی چندہ سالانہ نہیں دیا اور پچھلے سالوں کا بقایا ایک ہزار روپیہ الگ ہے اسکا اثر تشحیذ کے فنڈ پر پڑا ہے اور اب تین ماہ کا خرچ چلانا دشوار ہو گیا ہے پس میں بہی خواہان تشحیذ سے عرض پرداز ہوں کہ اگر وہ تشحیذ کو مفید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاری رہے تو اسکے خریدار بڑھانے میں کوشش فرمائیں اور بقایا دار اپنا بقایا ادا کریں ۔ (مینیجر)

سرمۂ نور

(دفتر تشحیذ قادیان سے ملتا ہے)

اسکا نسخہ ولی کامل حکیم حاذق حضرت مولوی نور الدین صاحب کا تجویز کردہ ہے جس میں دوا اور دعا دونوں موجود ہیں ایسے اصحاب کے لئے جو کتب بینی کے شائق ہوں لیکن بوجہ کمزوری بصارت وخیرگی نہ پڑھ سکتے ہوں یہ سرمہ حکم اکسیر رکھتا ہے ۔ دھند ۔ غبار ۔ پڑوال بھی کر کے ۔ پانی کا بہنا ۔ پلکوں کا گل جانا ۔ ابتدائی نزول الماء وابتدائی پھولا اور دیگر امراض چشم کے لئے از حد مفید پایا گیا ہے پھر لطف یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ اسکو استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ آنکھوں میں بالکل سیاہی معلوم نہیں ہوتی ہے بوڑھے بچے ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہے بطور نمونہ منگوا لیجئے فائدہ نہ ہو قیمت واپس لیجئے اس سے بڑھکر اور کیا معیار صداقت ہو سکتا ہے ۔

اطلاع چونکہ ظہور المہدی کی قیمت ۱۵ اکتوبر کے بعد دو روپے ۲؍ ہو جائیگی اسلئے جو صاحب چاہیں آجکل میں ۸؍ پر منگوا لیں مینیجر تشحیذ

تصحیح فروری ۔ صفحہ ۳۳ سطر ... بجائے ... پڑھا جائے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء
و ماہ نومبر ״

ایک نبی اور عامل میں فرق

اس زمانہ کا نبی

مولوی نیاز محمد صاحب فتحپوری نے "معجزات انبیاء و دیگر اعمال محیرہ کا فرق" کے عنوان سے ایک مضمون خطیب میں چھپوایا ہے جس میں ایک عامل اور نبی میں فرق بتایا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ "یہ بالکل صحیح ہے کہ آج کسی کو مشاہدہ نہیں کرایا جاسکتا کہ دیکھو ایک عامل و نبی میں یہ فرق ہے کیونکہ عامل بہت ہیں اور نبی کوئی نہیں"۔ بس یہ فقرہ ہے جو مضمون ہذا کا محرک ہے۔ کیونکہ میں مولوی صاحب موصوف کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالٰے نے اس زمانہ میں ایک نبی کو مبعوث فرمایا اور اس کے ہاتھ پر اسقدر نشانات ظاہر ہوئے۔ کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو بھی انکی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ مولوی نیاز محمد صاحب گذشتہ انبیاء کے معجزات کو عاملوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں مگر اس زمانہ کے نبی کا ذکر تک نہیں کرتے اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ مولوی صاحب موصوف حضرت مرزا غلام احمد

مسیح موعود کی نبوت سے اپنے اصول مسلمہ کی بناء پر انکار کر سکیں جو باتیں ایک عامل اور نبی میں فرق کے طور پر بیان کی گئی ہیں خود ان پر تنقید کی گنجائش ہے مگر تاہم ہم پہلے ان کا اقتباس دیتے ہیں اور پھر انہی مسلمہ اصول کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرینگے۔

(۱) پہلا فرق تدرج کا ہے عامل مسمرزیم سے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ بدوں تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پہ ڈال سکے اور انبیاء کے لئے یہ شرط ضروری نہیں۔

(۲) اعمال نفسانی و روحانی میں اجتماع حواس تخلیہ امور دنیا سے بے تعلقی تشویش ظنون تردد خاطر سے دوری ہونی چاہیئے۔ لیکن برخلاف اسکے انبیاء علیہم السلام کے ہزاروں معجزات اضطراب اور پریشان خاطری کی حالت میں رونما ہوئے بلکہ محاصرہ اور نرغۂ اعداء میں خاص طور سے انکا ظہور ہوا۔

(۳) جس قدر آلات و وسائل قوت نفسانی و روحانی کے بڑھانے میں آجتک معلوم ہوئے ہیں انبیاء علیہم السلام ان میں سے کسی کے محتاج نہ تھے۔

(۴) جب کوئی عامل مسمرزیم اپنا اثر کسی دوسرے پر بغرض سلب امراض پہنچانا چاہتا ہے تو اسکو کسی واسطہ و رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اسکے محتاج نہ تھے۔ ان کو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ اِدھر منہ سے کہا اور اُدھر ہو گیا۔

(۵) مسمرزیم کے معمول کے حواس خمسہ ظاہری بالکل مسلوب ہو جاتے ہیں لیکن برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کسی کو امر غائب کا معائنہ کراتے تھے تو وہ شخص اپنی معمولی حالت میں رہتا تھا۔

(۶) مسمرزیم کا اثر پورا ہونے میں یہ شرط ہے کہ جس پر اثر ڈالا جائے اثر یا موثر کا منکر نہ ہو لیکن انبیاء علیہم السلام جو جس قدر زیادہ منکر ہوتا تھا۔ اسی قدر زیادہ اظہار اعجاز کرتے تھے۔

(۷) کیسا ہی زبردست عامل سحر و مسمرزیم اور کیسا ہی خواص حروف کا عالم کیوں نہ ہو لیکن انبیاء پر اسکے علم و عمل کا اثر نہیں ہو سکتا اور انبیاء کا اثر اعجاز کوئی عامل نہیں روک سکتا۔

(۸) اکثر لوگ عامل تسخیر ارواح و نفوس ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ نجوم و جفر کے ذریعہ واقعات گذشتہ کا پتہ بتا سکتے ہیں اور حالات آیندہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ

نکلتا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو غرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں یہ آٹھ نو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل و تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بنا پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۲ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہوگی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انہ یریدان یتخطف عرضک ثم یجعل نفسہ غرضک × × × و رأیت کاتی احضرت محاکمۃ کالماخوذین و رأیت ان اٰخر امری نجات بفضل رب العلمین ولو بعد حین و بشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کیوقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنیئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنادیا اس بارے میں خدا تعالیٰ نے آپ سے فرمایا

نکالنا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو فرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں

یہ آٹھ نو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بناء پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۲ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہو گی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انه یرید ان یتخطف عرضك ثم یجعل نفسه غرضك × × × و رایت کانی احضرت ھا کمة کا ٰخذین و رایت ان اخر امری نجات بفضل رب العالمین ولو بعد حین و بشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کیوقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنیئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنا دیا اس بارے میں خدا تعالے نے آپ سے فرمایا

انا نجالدنا فانقطع العدو واسبابہ سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنانے والے شمن بھی

(د) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بعض مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہو چکے تھے مگر آپنے اس نرغۂ اعداء میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیک ورافعک الیّ کہ میں تجھ کو طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوگی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے پس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو پہلے بیان کیئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہوسکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کر دینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہوگیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہؤا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولٰنا نورالدینؓ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تہا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہؤا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں ـــ وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہوگیا اور آج تک زندہ موجود ہے بس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہوگیا۔

انا نجالدنا فانقطع العدو واسبابہ سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنانے والا دشمن بھی۔

(د) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بلکہ خود مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہو چکے تھے مگر آپنے اس نرغۂ اعداء میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ واللّٰہ یعصمك من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیك ورافعك الی کہ میں تجھے طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوگی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلے کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے بس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو پہلے بیان کئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہوسکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کر دینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہوا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولنا نورالدین رضؓ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تہا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں۔ وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہو گیا اور آج تک زندہ موجود ہے بس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا۔

(ب) ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو سخت بخار ہو گیا انکو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہی مرنیوالوں کی طرح وصیت بھی کر دی حضور انکی عیادت کو گئے۔ جاتے ہی ایک جلال میں فرمایا کہ اگر آپکو طاعون ہو گئی ہی تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط کیونکہ مولوی محمد علی صاحب جس دار میں رہتے تھے اسکے متعلق الہام تھا انی احافظ کل من فی الدار یہ کہکر جب نبض پر ہاتھ لگایا۔ تو یا تو یہ حالت تھی کہ وہ بخار سے پھک رہے تھے یا دست مبارک لگتے ہی بدن ایسا سرد ہو گیا کہ تپ کا نام ونشان نہ تھا اور وہ تندرست ہو گئے۔ اسکے متعلق جس طرح آپ چاہیں۔ تسلی کر سکتے ہیں۔ پس آپ اپنے اصل کے مطابق ایمان لائیے کہ حضرت مرزا غلام احمد کو خدا سے وہ طاقت دیگئی تھی جو انبیاء کو دی جاتی ہے۔

(ج) نبی زادہ مبارک احمد کو غشی پر غشی آئی تھی سب حاضرین نے کہدیا کہ لڑکا فوت ہو گیا حضور نے آکر ہاتھ رکھا توجہ کی تو دو تین منٹ کے بعد دم کو سانس آنا شروع ہو گیا اور لڑکا زندہ ہو گیا۔

(د) ایک لڑکے کو دیوانہ کتے نے کاٹا اسے کسولی علاج کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں سے پوری احتیاط کے ساتھ علاج کروا کے واپس آیا تو یہاں وہ علامات ظاہر ہو گئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں کسولی تار دیا گیا وہاں سے جواب آیا کہ اب اسکے لئے کچھ نہیں ہو سکتا تب حضور نے اس پر توجہ فرمائی اور دعا کی اور وہ تندرست ہو گیا اور اس قسم کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ان علامات کے ظاہر ہونے کے بعد (اور وہ بھی علاج کروا کے) کوئی صحتیاب ہوا ہو۔

میں امید کرتا ہوں یہ چار واقعات صحیحہ آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ کوئی دشمن سے دشمن بھی نہ کہے گا کہ آپ ایسے سلب امراض یا قریب المرگ لوگوں کو زندہ کرنے کے لئے کسی قسم کے اسباب سے کام لیتے تھے مثلاً مریض کا کپڑا۔ یا کسی قسم کا کوئی حیلہ جو عامل کیا کرتے ہیں امر غائب کا مشاہدہ کرنے کے لئے تو چار لاکھ سے زیادہ انسان گواہ ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ان آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا اور ایمان غیب سے شہود میں آ گیا اور ہمنے وہ کچھ دیکھا جسکو اندھی دنیا باوجود آنکھوں کے نہیں دیکھ سکتی فالحمد للہ رب العلمین

پھر آپ نے تمام جہان کو چیلنج دیا کہ طاعون کے پودے اس ملک میں لگائے جا رہے ہیں توبہ کرو۔ اپنے مامور پر ایمان لاؤ۔ اس بلاء عظیم سے بچائے جاؤ گے لوگوں نے توجہ نہ کی طاعون

پھیلا اور بڑے زور سے پھیلا ملک میں بڑے بڑے عامل ہیں مسمرائزر ہیں خود ہلاک ہوئے مگر اس طاعون کو نہ روک سکے۔ ہاں ایک خدا کا نبی تھا جس نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے (۱) انی احافظک خاصۃ (۲) انی احافظ کل من فی الدار (۳) آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ میں تجھے خصوصیت سے طاعون سے بچاؤنگا۔ اور جو اس چار دیواری کے اندر ہیں وہ بھی بچائے جائینگے اور پھر اسکے مقابلہ میں جو یہ دعوی کریگا کہ میں بھی بچایا جاؤنگا یا میری چار دیواری میں بھی لوگ محفوظ رہینگے وہ ضرور اسی عذاب سے ہلاک ہونگے ہمنے اپنی آنکھوں سے خدا کا یہ کلام پورا ہوتے دیکھا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس امتحان میں پورا اترے۔ اور یہ دعوی کرسکے کہ ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے

اسی طرح آپنے اسوقت جبکہ آپکو کوئی جانتا نہ تھا خدا کا یہ کلام شائع کیا کہ حان ان تعان وتعرف بین الناس اور باوجود انگریزی سے بکلی ناواقف ہونے کے یہ الہام سنایا

I shall give you a large party of Islam

میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور یہ کہ یاتون من کل فج عمیق دور دور سے لوگ چلکر آئینگے اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ اور آپ کو ہر طرح سے کامیابی و کامرانی دی گئی آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔ کسی خواص حروف کے عالم کا علم و عمل کام نہ آیا۔ آپکا یہ نشان زیادہ تر منکروں ہی کے ذریعہ پورا ہوا۔

پھر آپنے لکھا ہے کہ عامل نہایت ردی الاخلاق ہوتے ہیں مگر انبیاء کے ذریعہ ایک عالم کے اخلاق بدل لیتے ہیں اخلاق حسنہ کا رواج ہوتا ہے کفر وضلالت مٹ جاتے ہیں۔ سو اس معیار پر بھی حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت لے لیجئے۔ آپکے خلق عظیم کا ایک زمانہ شاہد ہے پھر پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمان اس بات کا زندہ گواہ ہے کہ آپنے اخلاق حسنہ کا رواج دیا اور کفر وضلالت کو مٹایا۔

بیشک نجومی اور رمال اور کاہن بھی بعض آیندہ کے واقعات بتاتے ہیں مگر جیسا کہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے انبیاء کو ان سے ایک مابہ الامتیاز ہے انکی پیشگوئیاں قوموں کے بننے اور بگڑنے کے متعلق ہوتی ہیں اور پھر وہ صرف اخبار عن الغیب ہی نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یوں کروگے تو یوں ہوگا اور یوں کروگے تو یوں یہ ایک ایسا امر ہے جس میں الٰہی اقتدار اور جلال پایا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ یہ بات سیدنا مسیح موعود کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے پھر آپنے قرآن مجید کو بطور ایک معجزہ پیش کرکے اس کے بے مثل

ہونے اور اسکی نظیر نہ لاسکنے کو بھی نبوت کا امتیازی نشان ٹھہرایا ہے چونکہ ہمارے مسیح موعود کی نبوت نبوت محمدیہ سے مستفاض اور مکتسب ہے اسلئے آپکو بھی ظلّی طور سے یہ معجزہ ملا - اور آپنے بہت سی کتابیں عربی میں ایسی شایع کیں جن کی نسبت مخالفین کو چیلنج دیا گیا ہے - کہ وہ اسکا معارضہ کریں مگر عرب و عجم کے مشاہیر علماء سے کوئی نہ اٹھا جو یہ مقابلہ کرسکے ہاں لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا کہنے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بہت تھے اور اب بھی ہیں -

میں امید کرتا ہوں کہ یہ مختصر تحریر مولوی نیاز محمد خان صاحب کے غور و تدبر کے لئے کافی ہوگی اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اسپر کیا اعتراض کرتے ہیں آیا اپنے اصول مسلمہ پر قائم رہتے ہیں یا اپنی تردید خود اپنی زبان قلم سے فرماتے ہیں -

ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

پیغامی سید شاہین نامی کامی کہتے ہیں کہ بیشک حضرت اقدس کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب مرزا شریف احمد صاحب اور پھر (سیدنا و امامنا) مرزا محمود احمد صاحب بشارت کے مطابق ہوئے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صالح اور قائم علی الحق اور داعی الی الحق رہیں - چنانچہ اسی بنا پر وہ کھلا کھلا کہتے ہیں کہ یہ تینوں بیٹے گمراہ اور مسیح موعود کے بارے میں غلو کرکے ضالین میں داخل ہو چکے ہیں اور اسوقت یہود و نصاریٰ کی تلاش کرنے کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قادیان میں اور خود مسیح موعود کے اہلبیت میں موجود ہیں یہ سب کچھ مرزا عبد الکریم پونچھ والے اور مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حال ہی میں لکھا ہے ان کو واضح ہو کہ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت اقدس فرماتے ہیں - قد اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج و یولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ و یکون من عباد اللہ المکرمین (ص ۵۷۸) رسول اللہ صلعم نے خبر دی کہ مسیح موعود نکاح کریگا اور اسکو اولاد دی جائے گی اور اسمیں اشارہ ہے - کہ

اللہ اسے ولد صالح دیگا جو اپنے باپ کے مشابہ (باپ کا مثیل) ہوگا۔ اور اسکے خلاف نہ ہوگا۔ اور اللہ کے بزرگ بندوں میں سے ہوگا۔"

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے نکاح کیا یا نہیں پھر اس سے اولاد ہوئی ہے یا نہیں۔ اب اگر تمام بچے اپنے باپ کے خلاف عقاید شائع کر رہے ہیں اور اس راہ پر گامزن ہیں جن پر ان کا مقدّس باپ تھا تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے نہیں کہ یہ پیشگوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی حضرت مرزا صاحب کے حق میں پوری نہیں ہوئی کیونکہ اگر پیشگوئی پوری ہوتی تو ضرور تھا کہ ولد صالح بھی اس نکاح سے پیدا ہوتا جو سیرت میں اپنے باپ کا مثیل ہوتا اور ذرا بھی اسکے خلاف نہ ہوتا بلکہ اللہ کے مکرّم معظّم بندوں میں سے ہوتا۔ جب پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو حضرت صاحب کے مسیح موعود ہونے میں شک ہوگیا جو صحیح نہیں پس ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق صالح اولاد دی جو صحیح عقائد اور صالح اعمال والی ہے۔ پھر حضور اسی کے ساتھ عام قانون کے رنگ میں فرماتے ہیں:۔

ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین۔ (صفحہ ۵۷۹) آئینہ کمالات

اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت اسی صورت میں دیتا ہے کہ صحیح عقاید اور نیک اعمال والی اولاد مقدّر ہو پس یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ ہر بیٹے کی بشارت قبل از وقت دی گئی ہے اور تم نہ مانو خود مسیح موعود فرماتے ہیں" ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے" اب بتاؤ کہ اگر یہ بیٹے صحیح عقائد پر قائم نہیں بلکہ نہ صرف خود گمراہ بلکہ گمراہ کرنے والے ہیں تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود اپنے دعویٰ میں صادق نہیں تھے۔ نبی ہونے سے تو پہلے ہی انکار ہے اب ولی بھی نہ رہے کیونکہ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت دیتا ہی نہیں جب تک کہ ان کا صحیح العقاید وصالح الاعمال ہونا مقدر نہ ہو۔ اب یہ اولاد مشرک اور غلط عقائد کو پھیلانے والی ہے۔ تو آپ نبی ہے نہ ولی اور یہ باطل امر ہے۔ پس یہی صحیح ہے کہ پیغامی ضلالت پر قائم ہیں اس کا جواب اگر کچھ ہے تو دیں۔

غیر احمدی کا جنازہ

اس جنازہ کے جواز کیلئے ۱۹۰۲ء کی ایک ڈائری پیش کی جاتی ہے۔ . . . .

مگر اسکی تشریح ۲۴ را پریل ۱۹۰۳ء کے البدر میں کیگئی ہے جس کی بعینہٖ نقل دی جاتی ہے۔

"فرمایا اگر متوفی بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے" فرمایا جو لوگ ہمارے مکفر ہیں اور ہم کو صریح گالیاں دیتے ہیں۔ ان سے السلام علیکم مت لو۔ اور نہ ان سے ملکر کھاؤ۔ ہاں خرید و فروخت جائز ہے اسمیں کسی کا احسان نہیں"۔

"جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادہر کا اور نہ ادہر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور

جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں انکو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں انکا یہ اصول ہوتا ہے کہ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام ان لوگوں کو خدا سے تعلق نہیں ہوتا بظاہر کہتے ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے مگر یاد رکھو کہ جو شخص ایک طرف کا ہوگا۔ اس سے کسی نہ کسی کا دل ضرور دکھے گا"

(البدر نمبر ۱۴ جلد ۲۔ ۲۴ را پریل ۱۹۰۳ء)

اصل حکم یہ ہے کہ مرنے والا اگر مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لیں اور اس سے آگے تشریح فرمائی کہ مکذب کون ہے؟

۱۔ جو شخص نہ اِدہر کا ہے (یعنی احمدی) نہ اُدھر کا (یعنے غیر احمدی۔ اور پختہ غیر احمدی وہی ہوگا جو اپنے علماء کے فتوی کے موجب حضرت مسیح موعود کو کافر کہے گا۔ یا انہیں اپنے دعوی میں (نعوذ باللہ) کاذب و مفتری ٹھہرائیگا یا گمراہ قرار دیگا) وہ بھی مکذب ہے۔

۲۔ جو شخص مصدق نہیں یعنی بیعت نہیں کرتا مگر کہتا ہے کہ میں انہیں اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے اور منافق طبع ہیں ایسے اشخاص کا جنازہ بھی جائز نہیں۔

اب فرمائیے تیسری قسم کونسی رہ گئی جس کے جنازہ کے متعلق فتوی پوچھا جاتا ہے جو مکفر ہے

اسکا جنازہ تو بہ اتفاق فریقین ناجائز ہے جو حضرت اقدس کی تکذیب کرتا ہو آپ کو دعوے میں جھٹلاتا ہو یعنی آپکو مفتری جانتا ہے یا گمراہ کہتا ہے اسکا جنازہ بھی جائز نہیں۔ باقی ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں اچھا جانتے ہیں مگر بیعت نہیں کرتے۔ انکی نسبت بھی حضور فرماتے ہیں۔ کہ اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے اور مخالف اور منافق طبع پس اسکا جنازہ بھی جائز نہ ہوا۔ اور باقی چوتھی قسم اگر کوئی ہے تو پیش کیجئے اسکے متعلق حضرت صاحب کا حکم دکھایا جائے۔

مسئلہ کفر کے متعلق ایک نئی بات

"غیر مبائعین سے خطاب"

حضرت مسیح موعود کو جو کافر کہتے ہیں انکی نسبت حضرت اقدس علیہ السلام آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۰ میں فرماتے ہیں۔

"میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں مگر اب مجھکو بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہو اور اسکو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پاکر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے"

یعنے کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں (باوجود اہل قبلہ اور کلمہ گو ہونے کے) پھر حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے کو اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے"

اس سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود کو نہ ماننے والے بھی اسلامی شریعت کے فتوے کے رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اگر کسی کو اسپر اعتراض ہو تو پیش کرے۔

ظہور المہدی احمدی مذہب کا مکمل و مدلل بیان۔ ۱۵ اکتوبر کے بعد بجائے ۲؍ کے دو روپے ۲ میں ملے گی۔ (مینجر)

"کامل نبی"

نمبر۲
(گذشتہ سے پیوستہ)

تشحیذ الاذہان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں خاکسار کا ایک مضمون "کامل نبی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے چونکہ مضمون کی نوعیت چاہتی ہے کہ مضمون اپنے اندر بھی کامل ہو لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند ایک اور حوالے یہاں درج کردوں جو اگلے مضمون میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ آج کے مضمون میں میں صرف دس حوالے اور درج کرتا ہوں امید ہے کہ ناظرین ان حوالوں کو اگلے مضمون کے حوالوں کے ساتھ ملاکر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمادینگے اور وہ حوالے حسب ذیل ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنے منعم علیہم پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچادے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں × × × × اور میں منعم علیہم گروہ میں سے **فرد اکمل کیا گیا ہوں**"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

اگر کسی کو ضد اور تعصب نے اندھا نہیں کردیا تو وہ ضرور اس حوالہ کو پڑھکر ہماری اس بات کی سچے دل سے تصدیق کریگا کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ قرآن کے رُو سے منعم علیہم گروہ نبی صدیق، شہید اور صالح کا گروہ ہے پس مسیح موعود منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل ہونے کی وجہ سے نبی ہیں اور کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وہ جو منعم علیہم کے وارث ہوئے ان میں سے بعضوں نے انعام سے حصہ نہ پایا۔ مگر تھوڑا سا حصہ عقاید اور احکام میں سے انکو ملا۔ اور اسی پر انہوں نے قناعت کی اور بعض ان میں سے درمیانی چال والے ہیں اور وہ اسی اپنی چال پر کھڑے ہوگئے اور تکمیل اور کمال کے درجہ تک نہیں پہنچے اور ان میں سے **ایک فرد** ہے کہ خدا

نے اسکو چنا اور امام بنایا اور اسکو کامل کیا اور نیکیوں میں اسکو مرتبہ سبقت بخشا۔ اور وہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور درجوں سے مخصوص کرتا ہے پس وہی مخصوص وہی مسیح موعود ہے جو اس قوم میں ظاہر ہؤا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۰۵)

اس حوالہ سے تین باتوں کا پتہ لگتا ہے۔

(اول) یہ کہ مسیح موعود ہی وہ فرد مخصوص ہے جسکو خدا نے کامل نعمت سے حصہ بخشا ہے۔ یعنے کامل نبی بنایا ہے۔

(دوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ امت محمدیہ میں ہرگز کوئی شخص نبی کہلانے کا مستحق نہیں

(سوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کو نعمت سے کامل حصہ نہیں ملا۔ مگر تھوڑا

(حوالہ نمبر ۲۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارے نبی کی روحانیت کا زمانہ پانچویں ہزار سے شروع اور چھٹے ہزار کے آخر تک کامل ہؤا۔ اور اسکی طرف خدا تعالےٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ × × ×" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۴)

پھر آگے چل کر فرمایا:۔

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اُس روحانیت کی ترقیات کا انتہی نہ تہا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنے اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷)

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود واقعی اور حقیقی معنوں میں نبی تھے اور کامل اور مکمل نبی تھے۔

کیونکہ اگر آنحضرت صلعم اجمالی صفات کی روحانیت کے ساتھ کامل نبی تھے تو بلاشبہ مسیح موعود جو آنحضرت صلعم کی روحانیت کی کامل اور پوری تجلّی کے مورد ہیں کامل نبی ہوئے۔

(حوالہ نمبر ۲۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ

آنجناب کی بعثت قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں تھی پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے وقت کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہان میں محمدی فیوض کے موج مارنے کے دنوں کی طرف۔ اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جو زمانہ کہ مسیح موعود کے لئے مقرر ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۹)

اس حوالہ میں "تجلی تام اور "روحانیت کے ظہور کے کمال" کے الفاظ قابل غور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود واقعی کامل نبی تھے۔ کیونکہ ان دو باتوں سے آنحضرت صلعم بھی کامل نبی تھے

(حوالہ نمبر ۳۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"کمالات متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم میں بڑھکر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہمکو عطا کئے گئے اسلئے ہمارا نام آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ نوح۔ داؤد۔ یوسف۔ سلیمان یحییٰ عیسٰے وغیرہ ہے × × × × × × × پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔"

(الحکم اپریل ۱۹۰۲ء)

اس کلام مسیح موعود میں بعض فقرات توجہ طلب ہیں۔

(اول) تو یہ کہ تمام کمالات متفرقہ انبیاء علیہم السلام حضرت نبی کریم میں سب سے بڑھکر تھے اور پھر یہی تمام کمالات کے سب مسیح موعود میں موجود ہیں۔ یا یوں کہو کہ مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ ہے۔

(دوم) یہ کہ تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات کے مگر مسیح موعود تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ پس اس سے بھی صریح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۱) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسٰے اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم

کیا جائیگا۔ یعنے اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(حوالہ نمبر ۳۲) حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جسقدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی **شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی** × × × × × × × × بس اسوجہ سے نبی کا نام پانیکے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں × × × × × × × × × × اسلئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو **پورے طور پر** پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس عبارت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبوت کی نعمت سے کامل حصہ ملا ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ... الخ سے ظاہر ہے اور **رسول سے مراد اسجگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔**" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۶)

اس حوالہ کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ ویسے ہی کامل نبی تھے جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود نے لفظ رسول سے اپنا مراد لینا انہی معنوں میں لیا ہے جن معنوں میں حضرت نبی کریم کو اور کون نہیں جانتا کہ حضرت نبی کریم کامل نبی تھے۔ پس حضرت مسیح موعود بھی کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۴) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے

پہلے گزر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا۔" (خط بنام ڈوئی مندرجہ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۲۰)

اب اگر مسیح ناصری باوجود مسیح موعود سے کم فضل رکھنے کے اور باوجود خدا کی کمتر تجلی پانے کے کامل نبی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعود جو مسیح ناصری سے افضل اور بہت زیادہ بڑھکر اور خدا کی وسیع تجلی پانے والا ہے وہ کامل نبی نہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۵) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

حضرت مسیح موعود کی وحی و تعلیم و بیعت مدار نجات ہے

جیسے کہ فرمایا:-

"خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اسکو **مدار نجات** ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۶ حاشیہ)

نجات بجز پیروی نبی کامل کے حاصل نہیں ہوسکتی

جیسے کہ فرمایا:-

"کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے بجز **نبی کامل کی پیروی** کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸)

پھر فرمایا:-

"خدا نمائی **کا آئینہ میں ہوں**۔" (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

پھر فرمایا:-

"میرا آنا خدا کے **کامل جلال** کے ظہور کا وقت ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پیروی سے ہی کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے مل سکتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود ہی خدا نمائی کے اسوقت آئینہ ہیں اور وہی ہیں جنکی بیعت اور تعلیم اور وحی کو خدا نے مدار نجات ٹھہرایا ہے پس چونکہ آپکی پیروی سے نجات وابستہ ہے اور نجات بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا بموجب عبارت صریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ (سعدی لاہوری)

میں کون ہوں

از حضرت مسیح موعود

(۱) نبی کا نام پانے کے لئے (صرف) میں ہی مخصوص کیا گیا (ہوں) اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

(۲) میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۳) میں رسول اور نبی ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ (حاشیہ نزول المسیح ص۴۸)

(۴) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر مارچ ۱۹۰۸ء)

(۵) اُس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اسمیں ہو کر اور اسکے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۶) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۹) اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں اسکے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۰)

(۱۰) خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں (نزول المسیح)

(۱۱) میں احمد مہدی ہوں۔" (خطبہ الہامیہ)

(۱۲) میں منعم علیہ گروہ سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ ص۱۱۳)

(۱۳) اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا سو میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۹)

(۱۴) میں بموجب آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے ... میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۵) میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا" (خطبہ الہامیہ ص۱۹)

(۷) میں بتحقیق مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں" (خطبہ الہامیہ ص۸۵) (۱۶) میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" (خطبہ الہامیہ ص۳۵)

(۸) سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں۔ (دافع البلاء ص۱۳) (۱۷) میں حکم اور عدل ہو کر آیا ہوں" (خطبہ الہامیہ ص۵۵)

(خاکسار محمد سعید سعدی)

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا ثبوت

اثبات نبوت نبی کریم صلعم کے بعد

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی پہلی دلیل

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں اسکے متعلق اللہ تعالےٰ سورہ اعراف ع۴ میں یوں فرماتا ہے یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۔ یعنی اے بنی آدم تمہارے پاس رسول آئینگے جو تم پر میری آیتیں بیان کرینگے یہ آیت حضرت نبی کریم پر نازل ہوئی جس میں انبیاء کی آمد کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ایک وعدہ دیا ہے اگر انبیاء کا سلسلہ منقطع ہونا تھا تو کیا نعوذ باللہ اُسنے یہ آیت یونہی فضول اتاری۔ یا نعوذ باللہ اسکو یہ بات ہی بھول گئی تھی کہ نبی کسی نے بھی نہیں آنا۔

اس آیت میں بنی آدم سے کیا مراد ہے؟

پھر یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے کبھی آدمؑ یا انکی اولاد سے یہ وعدہ کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نہیں تو اسکے دو جواب ہیں (۱) اگر پہلوں کے لئے تھا تو یہاں بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی ہے قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب نہیں وہ تو نور ہدایت ہے اگر کوئی پچھلا واقعہ بیان کرتا ہے تو وہ بھی اسلئے کہ اس امت میں بھی ایسا ہی ہونے والا ہے نعوذ باللہ فضول قصے بیان کرنا قرآن کا کام نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ دلیل سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سے آگے پیچھے سب احکام اسی امت محمدیہ کے لئے بیان فرمائے ہیں چنانچہ یہ حکم کہ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ پھر یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ یہ خطاب ... اللہ تعالےٰ نے اس امت کی اصلاح کیلئے

مدّنظر رکھکر فرمائے ہیں۔ بنابریں مفسرین نے بھی یک زبان ہوکر اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیتیں جو اس سے پہلے آئی ہیں وہ سب اسی امت کو مخاطب کر کے فرمائی گئی ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر اس آیت میں بعض پچھلے واقعات کا ذکر کرنا مدنظر ہوتا تو جیسے اللہ تعالےٰ نے اول پچھلے واقعات کو بیان کرتے ہوئے اشارات رکھّے ہیں انہیں قرائن میں سے اسکے پہلے بھی کوئی نہ کوئی قرینہ آتا لیکن یہاں مطلق یہ بات نہیں مثلاً اللہ تعالےٰ نے واذ قلنا سے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں یا قلنا یا واذ قال اللہ سے اور یہاں یہ بات نہیں پس اس قرینہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے۔

یہ رسل ظلی و بروزی نبی ہوں گے۔

پھر اس میں ایک بات ایسی بیان فرمائی کہ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انبیاء موعودین جو اس امت میں تشریف لائینگے وہ مستقل انبیاء (یعنے براہ راست نبوت پانیوالے) کی صورت میں نہیں آئینگے اور حقیقی نبوت کا سلسلہ بھی آپ کے بعد بند ہے یعنے آنحضرت صلعم کے بعد تشریف لانے والے انبیاء نہ تو براہ راست نبوت پائینگے نہ کوئی نئی شریعت لائینگے بلکہ شریعت تامہ جو آنحضرت کو عطا ہوئی اسی کو تازہ کرنیکے لئے آئینگے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم ہی کے فیوض سے بہرہ ور ہوکر بطور آپ کے ظل یا بروز کے پہلی ہی شریعت کو جو رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے گی دوبارہ دنیا میں پھیلائینگے اسی وجہ سے یقصّون فرمایا کیونکہ مستقل نبیوں کی نسبت قرآن مجید نے یتلون کی اصطلاح مقرر فرمائی ہے اور ظلی و بروزی نبی کے لئے یقصون کی یہ اسلئے کہ قصہ وہی ہوتا ہے۔ جو پہلے کسی سے روایت شدہ ہوتا ہے پھر اگر کوئی اور آدمی کسی شخص کو وہی قصہ سناتا ہے تو اسکے لئے عربی زبان میں قصّ کا لفظ مقرر ہے

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی دوسری دلیل

دوسری دلیل آنحضرت کے بعد نبی کے آنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں ہمیں ایک دعا سکھائی جو ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ نماز پنجگانہ میں اسکو پڑھے پھر اللہ تعالےٰ نے سورہ نساء میں اسکی تشریح یوں فرمائی ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا (النساء ع ۹) یعنی وہ لوگ جنکے درجات کے حصول کے لئے ہم نے تم کو سورہ فاتحہ میں

ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین۔ لیکن ایک بات ہے وہ یہ کہ ان مراتب کے حصول کا ذریعہ آنحضرت ہی کی اطاعت ہے[1] پس تم اسی کے ذریعہ یہ مراتب حاصل کر سکتے ہو۔ یہاں اس امر کا بھی فیصلہ کر دیا کہ نبی کریم کے بعد مستقل نبی کوئی نہیں آسکتا ہاں آپ کی اطاعت سے بروزی رنگ میں آسکتا ہے اب یہ کہنا کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا محض جہالت ہے

تیسری دلیل

پھر اللہ تعالےٰ نے سورہ صٰفّٰت میں بہت سے نبیوں کا ذکر فرما کر بار بار فرماتا ہے کہ کذالک نجزی المحسنین لیکن افسوس کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ایسی کثیر تعداد میں ہے کہ آنحضرت نے خود فرمایا کہ انی اکاثر بکم الامم اور باوجود اسکے کہ اللہ تعالےٰ نے جعلنا کم امۃ وسطاً اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس فرمایا ایک بھی ایسا فرد کامل نہ ہو جسے پورے طور پر یہ نعمت دیگئی ہو تعجب ہے حیرت ہے افسوس ہے کہ اس دعا کو پڑھتے پڑھتے صدہا سال گزر گئے لیکن ابھی تک جس بات کی دعا مانگی گئی وہ کسی کو نہ حاصل ہوئی اور کوئی بھی اس انعام کا مستحق نہ ہوا نعوذ باللہ من ذالک حضرت موسیٰ نے تو اپنی قوم سے کہا کہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔ لیکن مثیل موسیٰ کی امت کو باوجود ایک خاتم النبیین کے درجہ پانے والے نبی کی امت ہونے اور امۃً وسطاً اور خیر امۃ کا خطاب پانے کے اس انعام کا چہرہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا کیا اس میں خود آنحضرت کی کسر شان لازم نہیں آتی کہ آپکو تو اللہ تعالےٰ نے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء کا خطاب دیا لیکن کمالات نبوت کے فیوض جو اور نبیوں کی امتوں کو عطا ہوئے آپکی امت اس سے محروم ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کی امت میں تو ہزاروں نبی آئیں لیکن مثیل موسیٰ جو موسیٰ سے بدرجہا افضل ہے اسکی ظلیت میں ایک نبی آنے کی بھی گنجائش نہ ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ مثلاً ایک معلم تو ایسا ہے جس سے علم سیکھ کر کئی لوگ عالم بن سکتے ہیں اور دوسرا ایسا ہے کہ جس سے علم حاصل کر کے کوئی شخص قطعاً ایک معمولی عالم ہونے کی بھی امید نہیں رکھتا پس ظاہر ہے کہ ان میں سے پہلا دوسرے کی نسبت بدرجہا افضل ہے تو اس قاعدے کے موجب خود آنحضرت بلکہ آپکی شریعت کا نقص لازم آتا ہے۔

خاتم النبیین کے کیا معنے

اب مخالفوں کے اسپر دو اعتراض پڑتے ہیں ایک خاتم النبیین

[1] یہی وجہ ہے کہ ومن یطع اللہ ورسلہ نہیں فرمایا بلکہ الرسول فرمایا یعنے جو اللہ کی اور اس خاتم النبیین کی پیروی کریگا وہ حسب استعداد نبی یا صدیق یا شہید یا صالح ہو جائے گا ۱۲

کا اور دوسرا لانبی بعدی والی حدیث کا جسے اکثر پیش کرتے ہیں۔

سو پہلے کا تو یہ جواب ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ خاتَم ہے نہ کہ خاتِم پس ہم مانتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین یعنی انبیاء کی مُہر تھے اسمیں اللہ تعالےٰ نے یہ بتایا ہے کہ جیسے گذشتہ انبیاء کی نبوت آپکی تصدیقی مہر سے ثابت ہوتی ہے ایسے ہی آئندہ بھی آپکی اتباع ہی میں انبیاء آسکتے ہیں اور مستقل یعنی براہِ راست نبوت پاکر کوئی نبی نہیں آسکتا جب تک کہ آپکی اسکے متعلق تصدیق نہ ہوگی کلی طور پر نبوت آپ ہی کو عطا ہوئی پہلے پچھلے انبیاء سب جزوی نبوت لیکر آئے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپنے فرمایا کُنْتُ نبیًّا و آدم بین الماء والطین میں نبی تھا اور آدم پانی اور طین کی حالت میں تھا۔ پس مہر سے یہ مراد ہے کہ آئندہ بھی آپکی تصدیق سے ہی نبی ثابت ہونگے۔ اور مہر اعتبار کے لئے ہی ہوا کرتی ہے اسی بنا پر قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ مصدقًا لما بین یدیہ دوسرا اسکا یہ جواب ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم کے لئے مقام مدح میں فرمایا ہے اب اس سے انبیاء کا سلسلہ منقطع سمجھنے کی صورت میں تو آپکی نعوذ باللہ مذمت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبییّن یعنے آنحضرت کا یوں جسمانی بیٹا جیسے تم زید کو بتلاتے ہو کوئی نہیں لیکن ہاں خاتم النّبییّن یعنے روحانی تعلق سے جو کوئی بھی اسکے رنگ میں رنگین ہوگا وہی اسکا بیٹا ہے یہ اسلئے فرمایا کہ مشرک آپکو ابتر کا خطاب دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تردیدًا فرمایا کہ ہرگز آپ ابتر نہیں ہیں کیونکہ آپکا فیضان بہت وسیع ہے۔

آپکے بعد میں آپکے ہزاروں فرزند مجدّدین خلفاء اولیاء ہیں جو آپکا روحانی ورثہ لینے والے ہیں پھر وہ ولیعہد ہے جو آپ کے تمام کمالات وفضائل کا وارث ہے پس آپ ان سب کے روحانی باپ ہیں۔

لا نبیّ بعدی کے کیا معنے ہیں

پھر لانبی بعدی والی حدیث کے کئی جواب ہیں اول یہ کہ میں پیچھے ثابت کر آیا ہوں کہ اس امت میں انبیاء کا آنا ایک ضروری اور لامحالہ امر ہے۔ دوم یہ کہ حضرت مسیح آخر زمان جن کی نسبت نبی کریم اور ہزارہا اولیاء کرام اور انبیاء عظام خبر دیتے آئے وہ بھی آپکے بعد ہی آنے والے ہیں اور وہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ نبی اللہ ہیں۔ سوم پھر نبی کریم کی یہ حدیث کہ لو کان ابراھیم حیًّا لکان نبیًّا۔ یہ سب باتیں اس

حدیث کے نقیض واقع ہیں تو پھر ہمیں کوئی ایسا طریقہ ڈھونڈنا چاہیئے کہ جس کی رُو سے ان میں تطبیق ہو جاوے سو غور کرنے سے ہمیں پتہ لگ جاتا ہے کہ نبی کریم کی یہ حدیث کس موقعہ پر اور کس لئے بولی گئی مشکوٰۃ میں یہ سب قصہ آتا ہے ایک دفعہ حضرت نبی کریم ؐ کو کسی جنگ پر تشریف لے گئے آپ مع تمام صحابہ کے روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے اور چونکہ پیچھے تمام صحابہ اور نبی کریم کے اہلبیت کے لئے کوئی خادم خاص نگران نہ تھا اسلئے آپنے مناسب سمجھا کہ حضرت علی کو پیچھے چھوڑ جائیں جب حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ میں ایک جنگ میں شمولیت سے محروم رہ جاؤنگا تو وہ غمناک ہوئے اسپر آنحضرت نے حضرت علیؓ سے یہ الفاظ کہے یا علی اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (اے علی کیا آپ راضی نہیں کہ آپ میرے پیچھے ایسے ہی رہیں جیسے ہارون موسیٰ کے پیچھے رہے تھے) کئی باتوں میں حضرت علی رضہ ہارون کے مشابہ ہو سکتے تھے جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی تھے حضرت علی بھی بھائی تھے لیکن سگے نہ تھے چچیرے تھے جیسے حضرت موسیٰ ہارون کو اپنے پیچھے قوم کا نگہبان مقرر کر گئے تھے آپنے بھی حضرت علی کو اس بات کیلئے مقرر فرما دیا لیکن ایک ایسی بات تھی جو ہارون میں تو پائی جاتی تھی اور حضرت علی میں نہ تھی وہ یہ کہ حضرت ہارون تو نبی تھے جیسے قرآن سے ثابت ہے وھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیًا اور حضرت علی نبی نہ تھے اسلئے نبی کریم نے فرمایا کہ حضرت ہارون تو نبی تھے لیکن لا نبی بعدی تم میرے پیچھے نبی نہیں ہو۔

چہارم حضرت عائشہ مجمع البحار جو حدیث کی لغت ہے اسکی آخری جلد کے تکملے میں فرماتی ہیں۔ نبیء کی تشریح کے نیچے) قولوا انہ خاتم النبییّن ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبییّن کے وہ معنے جو لوگ کرتے ہیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ انکے رُو سے حضرت عائشہ کے قول کی تردید ہوتی ہے

پنجم۔ اس حدیث کے معنے حضرت مسیح موعود نے خود کئے ہیں کہ لا نفی کمال کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلعم کی اس حدیث کے معنے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب میں صلوٰۃ خداجٌ (ناقص) کئے ہیں پس لا نبی بعدی کے یہ معنے ہوئے کہ میرے بعد نبوت کاملہ تامہ (جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے) والا نبی یعنے صاحب شریعت نبی کوئی نہ آئے گا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر نفی جنس ہی کے معنے لئے جائیں۔ تو اس سے ہر ایک قسم کا نبی

ساقط ہو جاتا ہے پس مخالف جو ایک مستقل رسول یعنی مسیح بن مریم کو خاتم النبیین کے بعد لاتے ہیں۔ وہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس سے لازم آئیگا کہ اُسے بھی نہ مانا جائے اور پھر ان معنوں سے نبی کریم کے اس قول کی کہ سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ تردید ہوتی ہے نیز آپ کا یہ ارشاد خلاف واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کیونکہ جب نفی جنس ہو تو ضرور ہے کہ مبشرات کا سلسلہ بھی بند ہو جائے پس ہمیں ضرور اسکے معنے اُس موقع کے مطابق جب آپ نے یہ حدیث فرمائی کرنے چاہئے جو یہ ہیں کہ حضرت علی میرے بعد ہارون کی حیثیت میں ہیں مگر نبی نہیں اور یہ کہ صاحب نبوت کاملہ تامہ یعنے نئی شریعت لانے والا نبی آپ کے بعد نہیں آئیگا۔ بلکہ جو آئیگا آپکی اتباع یا ظلیت میں پہلی ہی شریعت کو بیان کرنے والا ہوگا۔

مسیح موعود کس شان کا نبی ہے

واضح ہو کہ نبی کریم کو خدا تعالے نے وہ شان بخشی ہے کہ اس شان کا اور کوئی نبی نہیں آیا جیسے آپ فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے امت مرحومہ محمدیہ کے علماء بھی شریعت موسوی کے انبیاء کے بعض کمالات حاصل کرینگے پس جو مثیل ہونے کے علاوہ خود نبی ہو وہ بدرجۂ اولیٰ ان سب سے بہتر ہوگا پھر آپکو وہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ جو خاتم الانبیاء سے ظاہر ہے پھر اللہ تعالے فرماتا ہے عَلَّمَہٗ شدید القویٰ ذو مرۃ فاستویٰ پھر فرمایا ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ پھر پہلے انبیاء تو ایک ایک قوم کی طرف ایک خاص غلطی کو جو اُن میں موجود ہوتی تھی دور کرنے آئے اور ہمارے نبی کریم تمام جہان کی قوموں کی طرف تمام غلطیوں کے دور کرنے کے لئے تشریف لائے۔ چنانچہ سورہ شوریٰ میں سب سے آخر اللہ تعالے نے آنحضرت کو مخاطب کیا کہ تجھکو ایک کامل تعلیم دی گئی ہے اسلئے کہہ کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا پہلی تمام شرائع اس شریعت کی ایک جزو تھیں کیونکہ وہ مختلف قوموں کیطرف ایک ہی وقت میں کئی کئی آئیں اسلئے یہ شریعت کامل ہے کہ ایک ہی شریعت کل اقوام عالم پر آئی اور تا قیامت یہی شریعت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ و اوحی الیّ ھٰذا القراٰن لانذرکم بہ ومن بلغ تو اسوجہ سے آپ کی امت کا نبی بھی پہلے انبیاء سے افضل ترین مرتبہ رکھتا ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل مسیح موعود ہے۔ جس کی نسبت آنحضرت نے فرمایا

کہ کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم امامکم منکم یعنے تمہاری کیسی بہتر حالت ہوگی جبکہ تم میں مسیح ابن مریم اتریگا کیونکہ وہ حقیقت میں میری ہی دوسری بعثت ہوگی جیسے سورہ جمعہ واخرین منہم سے ظاہر ہے۔ کہ وہ نبی پہلے امیین میں مبعوث ہوا پھر آخرین میں مبعوث ہوگا تقدیر عبارت یوں ہوئی۔

عیسےٰ ابن مریم امت محمدیہ سے آنیوالا ہے

اب میں یہ بتاؤنگا کہ یہ عیسےٰ ابن مریم آپ نے مسیح موعود کو کہا اور یہ کہ پہلا مسیح آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ میں سب سے پہلے یہ بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کو عیسیٰ بن مریم کیوں کہا کئی باتیں ہم کو مابین مشابہت کی ملتی ہیں (۱) یہ کہ اُس زمانہ میں سب سے بڑی قوم عیسائیوں کی ہوگی اور خاص اس قوم کے مقابلہ میں ایک جنگ روحانی آپ کے ذریعہ ہوگی بات یہ ہے کہ جب کوئی نبی مرجاتا ہے تو اسکی قوم میں ضرور ایسے نقص پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے ایسے ہو جاتے ہیں کہ اس نبی کی روح یہ حالت دیکھکر اللہ تعالےٰ سے التجا کرتی ہے کہ اے خدا تو مجھے ہی دوبارہ دنیا میں بھیج تا انکی اصلاح ہو۔ اسپر اسکی دعا کو قبول کر کے ایک اور نبی بھیجا جاتا ہے جو اس کام کو سرانجام دیتا ہے اب حضرت صاحب کا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں تمام انبیاء کی قومیں راہ راست سے بھٹک کر دور جا پڑی ہیں لیکن ان کی ضلالت اتنا سخت نہیں ہے جتنی کہ مسیح کی قوم کی ہے کیونکہ دنیا میں زبردست قوم ان سے بڑھکر کوئی نہیں پیدا ہوئی اسلئے خاص اصلاح جو حضرت صاحب نے کرنی ہے وہ مسیح کی قوم کی کرنی ہے پس ؎ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند۔ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند۔ کے ماتحت آپکو اسم مسیح سے موسوم کیا۔ پھر چونکہ اور بھی تمام قوموں کی اصلاح آپ کے سپرد ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے کہ آپ امت محمدیہ کی اصلاح کرنے آئے محمدؐ مہدی کہلائے اور اس لحاظ سے کہ یہود کی اصلاح کرنے آئے آپکو موسیٰ اور سلیمان کہا گیا لیکن خاص اصلاح جو کرنی ہے وہ نصاریٰ کی ہے اسلئے ابن مریم کہا گیا۔

(۲) دوسری وجہ عیسےٰ ابن مریم کہنے کی یہ ہے کہ جیسے مسیح ابن مریم شریعت موسوی کے آخر اور اسکی تکمیل کے لئے آئے اسطرح آپ بھی مثیل موسیٰ کی شریعت کے اشاعت ہدایت میں مکمل ہیں جیسے مسیح ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح آپ نے بغیر کسی سلسلہ کے پیر کے روحانی تولید پائی اور ابن مریم کہلائے ؎

بعث فی الامیین (بعث) وفی الاٰخرین اگر عطف ضمیر پر ہو تو یوں پڑھینگے یتلوا علیہم اٰیاتہٖ ویتلوا علی الاٰخرین منہم یعنی وہ رسول امیین کو آیات پڑھ کر سنائیگا پھر یہ رسول آخرین کو پڑھکر سنائیگا۔ قتدبر

دگر استاد را نامے ندانم ✤ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

ابن مریم خود نہیں آسکتے

اگر ابن مریم خود آئیں تو اُن کے آنے سے نبی کریم کی نبوت اور آپکی تعلیم ناقصہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ مسیح ناصری جزوی نبوت لیکر آئے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم اور شریعت جزوی تھی یعنے صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ ایک عورت آپکے پاس آئی اور کہا کہ مجھے بھی وہ کچھ سکھا جو کہ باپ نے تجھے دیکر بھیجا ہے لیکن جواب دیا کہ میں سؤروں کے آگے موتی نہیں ڈالتا سو صریحًا ظاہر ہے کہ آپ نے سوائے بنی اسرائیل کے اور کسی کو وہ شریعت نہ سکھائی جو انکو دی گئی تھی تو ایک جزئی نبی نبی کریم کی شریعت کی تکمیل کے لئے کس طرح آسکتا ہے جبکہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ آنحضرت کی شریعت کاملہ کل دنیا کے لئے تھی پھر حضرت نبی کریم کی اسمیں ہتک شان بھی ہے کیونکہ اس طرح آپکی شریعت ایسی ثابت ہوتی ہے کہ جسے سیکھکر کوئی ایسا انسان نہیں پیدا ہوسکتا جو وہ شان حاصل کرے جو مکمّلِ شریعت موسوی کو حاصل ہوئی پس بلفظ دیگر یہ کہنا پڑیگا کہ شریعت محمدیہ ناقص شریعت ہے کہ باوجود تمام دنیا کے لئے ہونے کے ایک ایسا نبی جو جزوی شریعت کا مکمل ہوا۔ اسکو آکر لیظھرہ علی الدین کلّہ کے مطابق پھیلاتا ہے اور خود یہ کسی ایسے انسان کو نہیں پیدا کرسکتی جو اس پیشگوئی کا مصداق بنے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس قاعدے کے ماتحت کیا وہ شریعت جو نبی کریم لائے افضل اور مفید ہے یا وہ شریعت جو حضرت موسیٰ لائے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو نئی شریعت کے آنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ پہلی بعد میں آنے والی سے بڑھکر ہے پس ضرور ہے کہ جو اس شریعت کی تکمیل اشاعت کیلئے آئے وہ مثیل موسیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت سے آئے نہ کہ موسیٰ کی شریعت کا پیرو کیونکہ اس صورت میں معلّم (آنحضرتؐ) کی کسر شان ہے

دوسری وجہ ابن مریم کے خود نہ آنے کی یہ ہے کہ آپ فوت ہوچکے ہیں۔ سو اسکے متعلق بڑی عظیم الشان آیت سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں یوں آتی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط

تَعْلَمُ مَا فِی نَفْسِی وَلَا اَعْلَمُ مَا فِی نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۔

اسمیں ہمیں دو باتیں ملتی ہیں۔ (۱) عیسائیوں کا رد دیکھو حضرت مسیح نے خود اقرار کیا کہ مینے تثلیث نہیں سکھائی تھی۔ (۲) غیر احمدیوں کا رد یعنے وہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں۔ پس حضرت مسیح یہاں پر دو زمانے بتلاتے ہیں (۱) آپ کا اپنی قوم میں شہید رہنے کا زمانہ اور وہ وفات سے پہلے تمام زمانہ پر مشتمل ہے کیونکہ اس کے بعد آپ فلمّا توفیتنی فرماتے ہیں نہ کہ فلمّا رفعتنی الی السماء اور دوسرا زمانہ وفات سے بعد کا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مینے اپنی وفات سے پہلے پہلے ان میں اس باطل عقیدہ کو نہیں پھیلنے دیا اور انکی ہر طرح سے نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ہاں جب آپنے وفات دیدی تو اسوقت آپ ہی نگہبان تھے اگر بعد میں یہ عقیدہ پھیلا ہو تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ پس حضرت مسیح کا پہلا قول یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی وفات سے پہلے ان کے نگران رہے ہیں اور یہ تثلیث کا عقیدہ آپکی حیات میں بالکل نہیں پھیلا۔ لیکن جب آپ اپنی قوم سے جدا ہوئے اور وہ جدائی وفات سے ہوئی ہے تو اسوقت نصاریٰ میں شرک پھیلا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں میں تثلیث موجود ہے تو بداہتاً ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ جتنا زور ان میں اسکا ہے اتنا کبھی نہیں ہوا۔ تو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کو ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح ضرور مطابق آیت مذکورہ وفات یافتہ ہیں۔ اسی طرح کنت انت الرقیب علیہم میں عیسائیوں کے بگڑنے سے اپنی لاعلمی جو حضرت عیسےٰ نے بیان کی تو اس سے یہ ثبوت ملگیا کہ آپ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں میرے بعد کیا ہوا۔

لفظ توفّی کے متعلق واضح ہو کہ جب کبھی یہ فعل ہو اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو تو ضرور یقیناً روح قبض کرنے کے معنے ہوتے ہیں جیسے کہ لغت کا حوالہ دیتا ہوں توفاہ اللہ۔ اماتہ۔ توفّی فلان مات فاللہ المتوفّی والعبد المتوفّی

(منجد صفحہ ۸۲۱)

وفات مسیح کی دوسری دلیل

دوسری آیت مسیح ناصری کی وفات کے متعلق یہ ہے

(یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ الخ) یہاں بھی صریح الفاظ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میں تجھے پاک موت دیکر وہ الزام جسکے رُو سے تجھ کو یہود نعوذباللہ لعنتی ٹھہراتے ہیں رفع کر دونگا اور صلیبی موت جو ایک نبی کے لئے شایان نہیں ہے اس سے بچا لونگا یہاں پر بعض لوگ تقدیم اور تاخیر کا ڈھکونسلا چلاتے ہیں جو بہت ہی بیہودہ ہے کیونکہ تقدیم اور تاخیر ہمیشہ کسی وجہ سے ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص مضمون لکھتے لکھتے وہ بات جو پہلے لکھنی تھی پیچھے یا جو پیچھے لکھنی تھی پہلے لکھدے (یہ ہمیشہ جلدی سے ہوتا ہے) یہ کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ عیب ہے اور ایک کمزوری ہے اور بعض دفعہ اشعار میں ایسا ہوتا ہے اور وہاں بھی یہی حال ہوتا ہے صرف قافیہ بندی میں کوئی نقص پیدا ہونیکی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف جو تمام صفات کا جامع اور غلطیوں اور کمزوریوں سے پاک ہے یہ بات منسوب کرنی صرف ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

تیسری دلیل۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام۔ یہاں بتایا کہ حضرت ابن مریم اور ان کی ماں پہلے کسی زمانہ میں کھانا کھاتے تھے کیونکہ کانا کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب نہیں کھاتے بلکہ پہلے کھایا کرتے تھے تو اگر مسیح زندہ تھے تو ضرور تھا کہ یہ کہا جاتا کہ پہلے تو دونوں کھایا کرتے تھے لیکن خود حضرت مسیح اب بھی کھاتے ہیں کیونکہ ہر ایک جسم جو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ طعام کھائے جیسے اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے وما جعلناهم جسدًا لا یاکلون الطعام۔ پس اگر حضرت مسیح کو مع جسم کے آسمان پر مانا جائے تو ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ طعام بھی کھاتے ہیں پھر اس پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ بھی ماننے پڑینگے یعنے جو بھی طعام کھائے ضرور ہو کہ پاخانہ بھی کرے اور پیشاب بھی کرے پھر اسکو بیوی کی ضرورت ہو۔ پھر آگے جو نتائج نکلتے ہیں سب ہوں حالانکہ ایسی باتوں کے لئے خدا تعالےٰ نے زمین بنائی ہے اگر کہا جائے زندہ ہیں لیکن طعام نہیں کھاتے تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ نص صریح قرآنی جو ہر ایک جسم کیلئے کھانا اللہ تعالیٰ کا قانون بتلاتی ہے نعوذباللہ جھوٹی ماننی پڑے گی اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جسم تو اوپر نہیں گیا۔ البتہ روح گئی ہوگی سو یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ ایک مومن اور نبی کی روح

آسمان پر جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت مسیح کی روح منجملہ اور وفات یافتہ انبیاء کی روحوں کے دیکھی۔

چوتھی دلیل ۔ پھر اجماع صحابہ جو قد خلت من قبلہ الرسل (اس سے پہلی آیت ما محمد الا رسول ہے) پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہُوا صاف طور پر بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں کیونکہ اتنے صحابہ میں سے ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں حالانکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسیح آخری زمانہ میں اترنا ہے پس تعامل بھی مطابق حدیث علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین بتلاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم فوت ہو گئے تھے۔

پانچویں دلیل پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کہ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون بتلاتا ہے کہ رفع عیسےٰ آسمان پر ایک ناممکن اور خلاف سنت اللہ بات ہے کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں ظرف کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے (یہ بلاغت کا قانون ہے) یعنی اسکے معنے یہ ہیں کہ بجز زمین کے اور کہیں بھی ہرگز تم نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اور کہیں مر سکتے ہو اور بعث ثانی بھی اسی زمین سے ہو گی پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً یعنے زمین میں ایسا جذبہ نہیں رکھا کہ یہ اپنی چیزوں کو خواہ جاندار ہوں یا بیجان ہوں اپنے سے جُدا نہیں ہونے دیتی۔

چھٹی دلیل علاوہ ازیں اور بھی کئی آیات ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ (۱) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء یہاں سے دو باتوں کا پتہ لگتا ہے ایک یہ کہ غیر احمدیوں کا یہ بیہودہ اعتقاد کہ حضرت مسیح چمگادڑیں پیدا کرتے تھے بالکل غلط ہے (۲) یہ کہ معبود مانتے ہیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف تم الوہیت منسوب کرتے ہو وہ خود مخلوق خدا تھے اور دوسرے عوام الناس کی طرح مر چکے ہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔

ساتویں دلیل ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمارا قانون ہے کہ اگر کسی کی عمر میں کوئی غیر معمولی اضافہ کریں۔ تو وہ نہایت ہی کمزوری کی حد کو پہنچ جاتا ہے اسکے وہ قوٰی ہرگز نہیں رہتے جن سے وہ اس زندگی کا مزا اٹھا سکے لیکن افسوس کہ غیر احمدی

کہتے ہیں کہ مسیح دو ہزار سال سے زیادہ عمر پانے کے بعد بھی وہ کام آکر دنیا میں کریگا کہ جسے ایک جوان آدمی بھی نہیں نبھا سکتا۔

Digitized by Khilafat Library

ومنکم من یتوفّٰی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا

یہ آیت بھی اس سے پہلی کی تقریبًا مترادف ہے۔

آنیوالا کون ہے اور اس کے صفات

پس جب کہ خدا کے فضل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم کسی صورت میں بھی دوبارہ نہیں آسکتا اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسکی جگہ پر جو آئیگا وہ کون ہوگا۔ اسکا حلیہ اور اسکے زمانے کے متعلق جو پیشگوئیاں احادیث میں مذکور ہیں وہ کونسی ہیں اور کسطرح سے صادق آتی ہیں۔

(۱) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل اٰدم سبط الشعر ینطف او یھراق رأسہ ماءً قلت من ھٰذا قالوا ابن مریم حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں حالت رؤیا میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا ایک آدمی گندم گوں اور سیدھے بالوں والا دیکھا۔ اسکے بال ایسے صاف تھے کہ گویا پانی ٹپک رہا ہے میںنے پوچھا کہ یہ کون ہے تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ابن مریم (بخاری ۴۸۹ - ۸۷۶ - ۱۰۵۵) بخاری میں دو حلیے آئے ہیں ایک تو یہی جو اوپر مذکور ہے اور دوسرا یہ کہ فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر یعنے عیسےٰ تو سرخ رنگ کا گھنگرالے بالوں والا چوڑے سینے والا ہے۔

لہٰذا اختلاف حلیتین سے ثابت ہُوا کہ عیسےٰ ابن مریم دو ہیں اول مسیح ناصری دوم امت محمدیہ میں سے ایک نبی اللہ جو مصداق ہو کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم کا پس احادیث بخاری و مسلم کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ مسیح محمدی کا حلیہ تو پہلا ہے اور مسیح بنی اسرائیل کا دوسرا کیونکہ پہلے حلیئے والے مسیح موعود کے ساتھ دجال کا ذکر آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ نہیں آتا پس اس سے ان میں تمیز ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ پہلا حلیہ حضرت صاحب کا ہے پھر اس میں ایک بات ایسی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا وہ یہ کہ اس حدیث میں فیکم و امامکم منکم کا لفظ بتلاتا ہے کہ وہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا جیسا کہ قرآن کریم میں سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسولوں کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ وہ انہیں میں سے

آئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم اور جیسے حضرت ابراہیم کی دعا ہے جو آپ نے اپنی اولاد کے بارے میں فرمائی ربنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم الخ اے خدا تو انہیں میں سے رسول بھیج جو تیری آیتیں ان پر پڑھے یہ بھی ایک امتی فضیلت ہے کہ اسی میں سے رسول بھیجے جائیں اسی لئے فرمایا کہ مسیح بن مریم جیسا عظیم الشان نبی جس سے شیطان کی آخری جنگ ہوئی وہ تمہیں میں سے آئے گا۔

(۲) عن ابی سعید رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطًا وعدلًا کما ملئت ظلمًا وجورًا یملک سبع سنین رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ فی باب اشراط الساعۃ رواہ الحاکم ایضًا۔ چونکہ یہ حدیث حدی چہاردہم کا مصداق لامھدی الا عیسٰے کا ہے لہذا حلیہ مہدی کا جو اس حدیث میں موجود ہے یعنے روشن پیشانی والا اسپر صادق آتا ہے اور اسوقت میں تمام زمین کا ظلم سے پُر ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ تثلیث اور بت پرستی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شرک سے بڑھکر کونسا ظلم ہوگا ان الشرک لظلم عظیم غلبۂ اسلام اور توحید کامل کا دنیا میں ہونا یقینی طور پر متوقع ہے کیونکہ الہامات مندرجہ براہین وغیرہ میں یہ غلبۂ اسلام مذکور ہوچکا ہے۔ ہوسکتا ہے۔ کہ اس طرح کا غلبہ پورے سات برس تک رہے کیونکہ پیشینگوئی کا اکثر حصہ پورا ہوچکا ہے سو ضرور ہے کہ یہ جزو بھی واقع کی صورت اختیار کرے یاد رہے کہ یہ غلبۂ اسلام بحجت ہے نہ بہ سیف

(۳) تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس رواہ احمد وابوداؤد۔ قیامت قائم ہوگی اس حالت میں کہ نصاریٰ سب لوگوں سے زیادہ ہونگے والحمد للہ کہ اپنے وقت موعود پر مسیح موعود تشریف لائے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ قال فیما اعلم عن رسول اللہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ھکذا فی المشکوٰۃ فی کتاب العلم ورواہ الحاکم ایضًا۔ اس چودھویں صدی میں سے ۲۴ برس گذر گئے اور پیشگوئی جو حدیث صحیح سے آنحضرتؐ سے ثابت ہے وہ نعوذ باللہ جھوٹی نہیں ہوسکتی کیونکہ کوئی دوسرا ایسا مجدد جو اسوقت اپنا فرض منصب ادا کر رہا ہو موجود نہیں ہے پس ہر ایک مومن کو جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو۔ لازم

اور واجب ہے کہ اس امام برحق کو مان لے جو ساتویں ہزار میں پانچویں ہزار کے مجدد اعظم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کا مظہر ہے۔

(۵) والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب (بخاری) شراح حدیث اسکی شرح میں لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ اس حدیث صحیح اور متفق علیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود بوقت غلبہ صلیب پرستی آویگا اور حجج وبراہین سے اسکی تردید کریگا۔ اور نشانات سے اپنے متبعین کا ایمان اس درجہ پر پہنچائیگا کہ وہ اپنے دین کے متعلق تمام قسم کے فتن سے محفوظ ہو جائینگے

(۶) حدیث نواس بن سمعان میں موجود ہے فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم الی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مقابلہ مسیح کا دجال سے بحجت و برہان و ادعیہ کے ہوگا نہ کہ تلوار سے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ دجالیہ انتہا درجہ کو پہنچیگا اور اہل اسلام میں ان کے دفع کرنے کی تاب نہ رہیگی تب اللہ تعالےٰ مسیح موعود کو اپنے وقت پر بھیج دیگا چنانچہ وہ سپنے معینہ وقت پر آچکا۔ پس مژدہ ہے ایمان اور ایقان کے تشنوں کے لئے پھر اس حدیث کے ساتھ یضع الحرب والی حدیث بھی آتی ہے جس میں اس بات کا رد ہے جو غیر احمدیوں کا اعتقاد ہے۔

(۷) عن ابی حصین رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امرًا اکبر من الدجال (مسلم) قال البغوی فی تفسیر لخلق السمٰوات والارض اکبر من خلق الناس الناس الدجال۔۔

اس حدیث اور اس تفسیر سے ایک تو یہ پتہ لگ گیا کہ دجال کا فتنہ بڑا فتنہ ہے۔ دوم وہ ایک آدمی نہ ہوگا بلکہ ایک گروہ کا نام ہے۔ پس مطابق حدیث کے تمام تواریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس زمانہ جیسا ابتلا کبھی پیدائش دنیا سے آجتک نہیں ہوا۔ ہزار ہا کتابیں اسلام کی تردید میں شائع ہوئیں اور کروڑوں روپیہ اسپر خرچ ہوا قریب تھا کہ اسلام کا نام ہی مٹ جاتا۔ اگر خدا تعالےٰ اپنے رحم سے اسکی حفاظت نہ کرتا جیسے کہ اسکی مشیت کا تقاضا تھا۔ کہ حق

مذہب کا وہ امی ہوتا ہے۔

(۸) عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوساً عند النبی فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سال ثلثا وفینا سلمان الفارسی ثم قال لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ھؤلاء۔ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ نبی کریم کی بعثت ثانی کا ذکر جو سورہ جمعہ میں ہے اسی طرح مسیح بن مریم کا بھی دوبارہ آنا ہے پس آنحضرت نے فرمایا کہ میری بعثت ایک فارسی نسل شخص کے ذریعہ ہوگی تو آپ نے تشریح کردی مسیح بن مریم کی بعثت کیونکر ہوگی۔ کیونکہ غیر احمدی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم خود آئیگا۔ لیکن ہم تو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ آنحضرت دوبارہ آئینگے پس جب سب مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کی بعثت بروزی رنگ میں ہوگی تو مسیح بن مریم کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ خود آئیگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود فارسی ہوگا۔ پس یہ بھی حضرت مسیح موعود نے اپنی متفرق کتابوں میں ثابت کردیا ہے پھر ایمان کی حالت جو اس مسیح کی آمد کے زمانہ میں ہوگی اسکا نقشہ بھی آنحضرت صلعم نے حدیث میں کھینچا ہے۔

پھر حدیث میں آیا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (کنز العمال)

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے انکے نزول کا ٹھیک پتہ دیا اور وہ یہ کہ دمشق سے ٹھیک جانب شرق کو ہوگا چنانچہ قادیان تخمیناً بتیسویں درجہ پر شرق کو دمشق سے واقع ہے اور دمشق تقریباً ۳۳ درجہ مغرب کو اور منارہ کے معنے نور چمکنے کی جگہ جس کے متعلق عین منارہ ہی کا لفظ الہام میں آیا ہے۔

(۹) عن انس ابن مالک قال لیس من بلد الا لیطاہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ لیس من نقابہا نقب الا علیہا الملئکۃ صافین یحرسونہا (بخاری صفحہ ۲۵۳)

ظاہر ہے کہ جس گروہ کی یہ خبر ہے۔ اس کے افراد تمام بلاد دنیا میں پھیل گئے جیسے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وھم من کل حدب ینسلون مگر مکہ اور مدینہ میں ان کا ابتک کوئی دخل تصرف

نہیں ہے۔

(۱۰) عن کعبؓ قال یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم ولہ ذنب ویضیئی* اقتراب الساعۃ والے نے کہا کہ یہ ستارہ ۱۲۷۵ء میں جمادی الآخر میں نکلا تھا دو مہینے تک ٹھہر کر غائب ہو گیا پھر ۱۸۹۶ء میں بھی نکلا چنانچہ کئی اخبارات میں بھی شائع ہو چکا۔

(۱۱) ان للمھدی اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ یہ اجتماع خسوف وکسوف تواریخ غیر معمولی ہیں ممالک مشرقیہ خصوصاً پنجاب میں ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۸۹۴ء واقع ہو چکا۔ تمام اخبارات اور ہیئت دانوں نے اسکے عجائبات لکھے۔ فالحمد للہ

پھر قرآن کریم میں جو علامات آئے وہ بھی خدا کے فضل سے سب کے سب ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہوئے مثلاً اذا الصحف نشرت ٭ واذا العشار عطلت واذا النفوس زوجت واذا النجوم انکدرت الخ یہ سب علامات پوری ہو گئیں ان کے متعلق کوئی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت صاحب کی کتابوں میں اسکی بار بار تشریح آئی ہے۔ اور سینکڑوں دفعہ یوں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اخیر میں صرف یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے اس آخری زمانہ کے رسول کا نام ظاہر ہے جو آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا مظہر اتم ہونیوالا تھا آنحضرت احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اولین مصداق تھے مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم احمدؐ تھا چنانچہ اسی لئے عبادات میں محمد ہی آتا ہے اور جائز نہیں کہ اسکی بجائے کوئی احمد استعمال کرے۔ اور لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھے پھر وھو یدعٰی الی الاسلام (اور وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہو) بھی بتاتا ہے کہ اس سے مراد نبی کریم نہیں کیونکہ آپ تو بانی اسلام تھے اسمیں تو کسی ایسے شخص کا ذکر ہو سکتا ہے جو آپ کے خلفاء میں سے ہو اور جسے لوگ مفتری سمجھکر اسلام کی طرف بلائیں پس یہ احمد مسیح موعود ہے جو نبی کریم کی دوسری بعثت (حسب وعدہ واٰخرین منھم) کا مظہر اتم ہے اور جسکا وجود آنحضرت ہی کا وجود ہے اور بروزی رنگ میں وہی نبی خاتم الانبیاء ہے جو سب کو معلوم ہے کہ بیعت لیتے وقت اپنی رسالت کا اقرار ان الفاظ میں لیا کرتا تھا کہو آج میں احمدؐ کے ہاتھ پر .... (اور صاف ظاہر ہے کہ احمد اور رسالت بہ طبق پیشگوئی لازم وملزوم ہیں) اور جسکی نسبت قرآن مجید میں اسی آیت سے متصل ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ آیا ہے۔ اسپر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ مسیح موعود کے لئے ہے اور اسی کے زمانہ میں کل دینوں پر غلبہ ہوگا۔ فاٰمنوا بہ ولا تکونوا من الکافرین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ٭

عبد الجلیل متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

ایک حدیث کی تشریح

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد الخ (متفق علیہ مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

اس حدیث کی تشریح اکثر مولوی صاحبان یوں کیا کرتے ہیں کہ مسیح جب آویں گے تو اسقدر مال لٹائینگے کہ کوئی قبول نہیں کریگا ہر شخص مال و دولت سے مالا مال ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ معنے قرآن اور حدیث کی رُو سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں مگر مولوی صاحبان کی موجودہ دنیاوی حالت انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ اسکے یہی معنے کریں۔ ظاہر ہے کہ جب مسیح مال لٹائینگے تو دو صورتیں ہونگی یا تو وہ مسلمانوں کو مال دینگے اور وہ نہیں لینگے یا وہ کفار کو دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے۔

ایک مسلم مال لینے سے انکار نہیں کرسکتا

صورت اول میں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایک خدا تعالےٰ کا پیارا نبی جس کی آمد کی تمام انبیاء خبر دیتے آئے وہ ایک مسلمان کو مال دے اور وہ ناشکری سے انکار کردے خصوصاً قرآن کریم کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اٰتکم الرسول فخذوہ کہ رسول جو تم کو دے وہ لے لو ایک مسلمان تو قرآن کریم کے خلاف مسیح کے دئیے ہوئے مال کے لینے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور پھر رسول اللہ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اعطیت بغیر مسئلۃ فخذہ یارک اللہ لک حضرت عمرؓ کو آنحضرت نے کچھ دیا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ میں تو غنی ہوں آپ کسی حاجتمند کو دیں آپنے فرمایا کہ جو چیز تو بغیر سوال کئے دیا جائے تو اس کو قبول کر خدا تعالےٰ اسکو تیرے لئے مبارک کریگا پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مومن پاک اور مبارک چیز کو قبول نہ کرے بلکہ اگر قرآن اور حدیث کی یہ تاکید نہ بھی ہوتی۔ تو بھی مسلمان تو تبرکاً مسیح موعود کا دیا ہوا مال ضرور قبول کرتے

ایک کافر بھی مال لینے سے انکار نہیں کریگا

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کفار کو مال دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے یہ معنے قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن

کے رُو سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو مال و دولت بہت عزیز ہوتی ہے حتیٰ کہ اسکے بدلے میں وہ خدا کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن آدم کے لئے اگر دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی موجود ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کریگا۔ سوا مٹی کے ابن آدم کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی پس جب ایسی حالت ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کفار کو مسیح مال دیں اور وہ قبول نہ کریں بلکہ کفار جو دنیا کے شیدا ہیں وہ تو مسیح کے بڑے شکر گذار ہو کر اور بھی لالچ کرینگے۔

غیر احمدیوں کے معنے ایک اور وجہ سے بھی غلط ہیں

علاوہ اسکے ان معنوں میں ایک اور دقت یہ پیش آتی ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک جس قدر انبیاء آئے ہیں سب نے دنیا کے پنجے سے چھوڑانے اور خدا کی طرف لگانے کی کوشش کی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث اور تجربہ و مشاہدہ سے یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مال و دولت انسان کو خدا سے غافل کرنے والی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کہیں زکوٰۃ لگا دی ہے اور کہیں قسم کے کفارات اور صدقات اور قربانیاں رکھدی ہیں اور کئی مدین مصرف مال کی اسی غرض سے نکالیں تاکہ انسان کی نظروں میں مال کی محبت کم ہو اور غفلت کی نوبت نہ پہنچے پس یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح منہاج نبوت کے خلاف لوگوں کو دنیا دار بنانے کی کوشش کریں اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کے لئے غفلت کے سامان مہیا کریں حالانکہ نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ غفلت کی ظلمت سے لوگوں کو نکالیں پس ان معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح پر سخت الزام آتا ہے۔

پیشگوئی کے معنے قبل از وقت نہیں سمجھے جا سکتے

اصل بات یہ ہے کہ قبل از وقوع پیشگوئیوں کے معنے کرنا اور سمجھنا بہت دشوار امر ہے جبتک خدا تعالےٰ خود تصریح کر کے نہ سمجھا دے۔ نبیوں کو بھی ان کے معنے کرنے میں غلطی لگ جاتی ہے چنانچہ حضرت نوحؑ سے خدا تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں تیری قوم کو تباہ کرونگا اور تجھے اور تیرے اہل کو بچاؤنگا۔ اب حضرت نوحؑ نے اہل کے مفہوم میں اپنے بیٹے کو بھی شامل کیا اور عرض کی رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق۔ بحالیکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک نبیوں اور پاکوں کے اہل میں بھی وہی شامل ہوتا ہے جو انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے جو ایسا نہ ہو انکے اہل سے خارج کر دیا جاتا ہے اسی واسطے جواب ملا۔ انہ لیس

من اھلک انہ عمل غیر صالح ۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کو بتایا گیا کہ لمبے ہاتھوں والی بیوی آپ کی سب بیبیوں سے پہلے فوت ہوگی۔ اسکا ظاہری مفہوم جو آپکی ازواج مطہرات نے لیا وہی آپنے بھی لیا (ورنہ آپ ضرور انکو حقیقی معنوں سے آگاہ کرتے) لیکن واقعات نے اسکے یوں معنی کھولے کہ حضرت زینب پہلے فوت ہوئیں جو کہ سخاوت کے لحاظ سے لمبے ہاتھ رکھتی تھیں پس مولوی صاحبان کو مناسب تھا کہ قبل اسکے کہ واقعات اس پیشگوئی کے معنوں کو کھولتے اپنے دل میں کوئی خاص معنے متعین نہ کرتے یا کم از کم ان پر اصرار نہ کرتے تا اس ٹھوکر سے بچ جاتے۔

اس حدیث کے صحیح معنے

دیکھو واقعہ نے اسکے معنے یوں کھولے ہیں اور یہی حقیقی معنے ہیں جو معجزہ کے رنگ میں پورے ہوئے اور اپنے اندر ایک عظمت اور شان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود نے کتاب براہین احمدیہ شائع کی اور اشتہار دیا کہ جو کوئی اسکا رد لکھے دس ہزار روپیہ میں اسکو انعام دونگا اگر اعتبار نہ ہو تو یہ رقم بنک میں جمع کرائی جاسکتی ہے جو رد لکھنے کے بعد جواب دہندہ کو دیجائے گی مگر آجتک کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جو اس کتاب کا رد لکھے پھر مولوی ثناءاللہ و دیگر علماء کے مقابلہ میں اعجاز احمدی لکھی اسکا بھی دس ہزار روپیہ انعام رکھا مگر مخالفین کا ایسا ناطقہ بند ہوا کہ آجتک کسی کو جواب کا حوصلہ نہ ہوا۔

اسی طرح حجۃ اللہ اور نام تحفہ گولڑویہ و کرامات الصادقین میں بھی انعام کا وعدہ ہے مگر کوئی شخص علماء عرب و عجم سے نہ نکلا جو یہ مال قبول کرتا سچ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یفیض المال ولا یقبلہ احد۔

الغرض منکرین مسیح کے لئے تو اس رنگ میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ انبیاء کے منکر دنیا کے زیادہ گرویدہ ہوتے ہیں پس دنیا کے رنگ میں بھی ان کے لئے یہ نشان ظاہر ہوا۔ باقی رہے مومنین سو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مومن کا مال درہم اور دینار نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو خاص حقائق اور معارف ملتے ہیں وہ مومن کا مال اور دولت ہوتے ہیں پس مسیح موعود نے آکر حقایق اور معارف کا ان کے لئے ایسا دریا بہادیا کہ سنبھال نہ سکے اور انکی کثرت نے انکو تھکا دیا۔

مخالفین کو چاہئیے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں غور سے پڑھیں شاید اس حقیقی دولت سے ان کو کچھ حصہ ملجائے۔

(راقم حافظ جمال احمد مبلغین کلاس)

ایک سوال کا جواب

"عالم حقائق آگاہ مولنٰنا محمد سرور شاہ صاحب نے ایک سوال کا جواب اس عالمانہ اور محققانہ رنگ میں دیا ہے جس کی ان سے توقع کیجا سکتی تھی میں اس مضمون کے بارے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ پیامی حضرات اس واقعہ سے عبرت پکڑیں۔ اہلبیت نبوت سے جو بغض و نقارہ وہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے الزامات تراشتے رہتے ہیں وہ الہٰی غضب سے ڈریں اور حرکت ناشائستہ کا انجام سوچیں کہ کیا ہوگا یہ ایک چھوٹی سی بات نہیں بلکہ بڑا بول ہے جو وہ بولتے ہیں اس بدظنی کی سزا میں وہ سلسلہ سے عملاً خارج ہو چکے ہیں اور روز بروز دور ہوتے جاتے ہیں قریب ہے کہ دہریت کے لق و دق میدان میں وحید و طرید ہلاک ہوں۔ اعاذنا اللہ منہا"

سوال میرے ایک مکرم دوست نے واقعہ افک کی نسبت (جو کہ حضرت صدیقہ عائیشہ پر باندھا گیا تھا اور جس کا بیان سورہ نور میں ہے) یہ سوال کیا ہے کہ واقعہ افک سے پہلے زنا پر چار گواہوں کا پیش کرنا اور بصورت نہ پیش کر سکنے کے اتہام زنا لگانے والوں کو ۸۰ درہ لگانا مشروع اور شرعی حکم ہو چکا تھا۔ یا کہ واقعہ افک کے پیش آنے کے بعد یہ شرعی حکم صادر ہُوا۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت تو ہو نہیں سکتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان دو صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اس پر نہایت قومی اعتراض وارد ہوتا ہے۔

کیونکہ بصورت پہلے مشروع ہونیکے یہ بڑا بھاری اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب شرع نے الزام زنا پر چار گواہ لانا۔ اور بصورت نہ لانیکے حد قذف لگانا مقرر کیا ہُوا تھا تو پھر آنحضرت صلعم کیوں ایک ماہ متردد رہے اور عائیشہ رضؓ کو استغفار کی ترغیب دی۔ اور ایک ماہ تک انکو کالمعلقہ رکھا بلکہ اس عرصہ میں اس سے بات چیت بھی ترک کر رکھی۔ اور کیوں حکم شرعی کے مطابق ان سے چار گواہ نہ طلب فرمائے اور بصورت عجز۔ کیوں انکو حد قذف نہ لگائی اور کیوں انکے چار گواہ نہ لانے پر انکو جھوٹا اور عائیشہ کو بری قرار نہ دیا اور کیوں شرعی حکم پر عمل نہ کیا۔

اور پہلے مشروع نہ ہونے کی صورت میں ان سے کیوں چار گواہوں کا مطالبہ کیا حالانکہ یہ مطالبہ

تب ہی ہو سکتا تھا کہ اس سے پہلے یہ شرعی قانون قرار پاچکا ہوتا اور نہ لا سکنے کی صورت میں ۸۰ درّہ لگانا بھی صریح ظلم ٹھہرتا ہے کیونکہ اجرائے قانون سے پہلے کے فعل پر سزا شرعاً اور عقلاً ظلم ہے

الجواب اس سوال کے جواب سے پہلے ہم کلام اللہ اور حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان سے ان دو صورتوں میں سے کس کی تعیین ثابت ہوتی ہے۔

سورہ نساء میں فرمایا ہے واللتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ شھداء فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلاً ط اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اثبات زنا کے لئے گواہوں کا مطالبہ اسوقت شروع ہؤا ہے جبکہ ابھی لعان اور حد زنا مشروع نہیں ہوئے جیساکہ فامسکوھن حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلاً سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ استشہاد اربعہ شہود کا حکم (جو سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیت کریمہ ہے) ضرور مقدم ہوگا (بلکہ ہے) اس آیت کے نزول سے جس میں اس سبیل کا بیان ہو جسکو اس آیت کریمہ میں امساک فی البیوت کے لئے غایت اور نہایت قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کو تلاش کرتے ہیں کہ جن میں اس موعود سبیل کا بیان ہے تو وہ الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کلوا احد منھما الخ میں ہے جو کہ سورہ نور کے ابتداء میں واقعہ افک سے پہلے نازل شدہ ہیں۔

یہ تو تحقیق نفس چار گواہ کے مطالبہ کی نسبت ہے کہ یہ بیانِ سبیل پر مقدم ہے اور بیانِ سبیل واقعہ افک پر مقدم ہے اور اسی طرح چار گواہ نہ لانے کی صورت میں اتہام لگانے والوں کے جھوٹا ہونے کا بیان بھی اسی طریق کے ساتھ واقعہ افک پر مقدم ہے کیونکہ سورہ نساء کی اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائینگے تو انکا بیان کردہ الزام محض اتہام اور جھوٹا الزام ہوگا۔

رہی یہ بات کہ اگر وہ چار گواہ نہ لاسکیں تو پھر انکو ۸۰ درے لگاؤ۔ تو اسکا ذکر گو سورہ نساء میں نہیں لیکن سورہ نور ہی سے ثابت ہے کہ واقعہ افک کے نزول سے پہلے یہ مشروع ہو چکا تھا سورہ نور کا پہلا رکوع سورۃ انزلنھا سے شروع ہو کر وان اللہ تواب حکیم تک ختم

ہوتا ہے جس میں پہلے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الیٰ قولہ وحرم ذٰلک علی المومنین میں حد زنا اور زانیہ اور زانی کے نکاح کا بیان ہے اسکے بعد والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الیٰ قولہ فان اللہ غفور رحیم میں محصنات پر اتہام زنا لگانے اور چار گواہ نہ لاسکنے کی صورت میں ۸۰ دُرّے لگانے اور مردود الشہادت قرار دینے کا ذکر ہے اسکے بعد والذین یرمون ازواجہم الیٰ قولہ وان اللہ تواب حکیم میں اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر اپنی ذات کے سوا اور چار گواہ نہ لاسکنے کی حالت میں اربعہ شہادات اور لعنت اور غضب الٰہی کی اپنے لئے بد دعا کرنیکا بیان ہے۔

اسکے بعد دوسرا رکوع ان الذین جاؤا بالافک سے شروع ہوکر وان اللہ رؤف رحیم پر ختم ہوتا ہے اور افک کے فیصلہ کے لئے یہی رکوع نازل ہؤا ہے جوکہ ۱۰ آیتیں ہیں جیساکہ افک کی حدیث میں آیا ہے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہے اور جس میں آتا ہے کہ قد مکث اشھر الا یوحیٰ الیہ اور پھر اسکے آخر میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں ثم تحولت فواللہ ما رام مجلسہ حتی انزل اللہ علی رسولہ فاخذہ من البرحاما یاخذہ حتیّٰ یتحدر منہ مثل الجمان من العرق فی یوم شات من ثقل ما نزل علیہ فسری عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یضحک ویقرأ ان الذین جاؤا بالافک الخ اور پھر پہلے رکوع میں والذین یرمون ازواجہم الخ جیسی آیتیں موجود ہیں جوکہ صاف بتاتی ہیں کہ واقعہ افک کے متعلق وہ ہرگز نہیں ہیں۔ پس اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ماہ تو پہلا رکوع دوسرے سے پہلے نازل ہؤا ہے اور پھر دوسرے رکوع کا طرز بیان یہ رکھنا کہ جب فلاں فائدہ تھا تو کیوں تم نے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یہ افک مبین ہے اور فلاں امر کے لحاظ سے کیوں تم نے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یقیناً یہ بہتان عظیم ہے۔ پھر خصوصاً دو چار گواہ نہ لائے تھے تو وہ اللہ کے نزدیک کاذب تھے الخ صاف بتاتا ہے کہ چار گواہوں کے مطالبہ کا ارشاد پہلے سے نازل شدہ اور معمول بہا تھا۔

تو جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ محض احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ چار گواہوں کا اس صورت

میں مطالبہ کرنا چاہئیے اور اسکو پورا نہ کرنے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہیں اور نیز ان کو ۸۰ درہ لگانا چاہئیے"۔ فیصلہ افک کی آیات سے اور فیصلہ کے وقت سے پہلے نازل ہو چکا تھا تو اب میں ان باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں جو کہ بطور اعتراض اس صورت پر پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جب ایسا تہا تو پھر کیوں آپ ایک ماہ تک متردد رہے اور کیوں عائشہ کو استغفار اور توبہ کی ترغیب دی اور ایک ماہ تک اسکو کالمعلقہ رکھا بلکہ بات چیت بھی اس سے ترک کر دی اور کیوں اس شرعی حکم پر عمل نہ کیا کہ چار گواہ طلب کرتے اور عجز کی صورت میں انکو کاذب اور عائشہ رضہ کو بریہ قرار دیتے۔

پس اسکی نسبت عرض ہے کہ اگر اس مقدمہ کا مجرد فیصلہ مدنظر ہوتا۔ تب تو چار گواہ طلب کرنے پر اگر وہ چار گواہ نہ لاتے تو مجرد اسکے لانے کے ساتھ حضرت عائشہ رضہ کو بری کر دیتے اور کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ رہتی لیکن قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور آثار کے مطالعہ اور واقعات اور حالات میں غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر فقط فیصلہ ہی مدنظر نہ تہا۔ بلکہ یہاں پر چونکہ اہلبیت نبوت پر الزام تھا اور منافقوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں میں اسکو پھیلا دیا تھا اور بعض ضعیف لوگوں پر اسکا بہت برا اثر ہو چکا تھا۔ اور فیصلہ قانونی ہو یا شرعی ہو۔ اور اسکا کرنے والا معمولی انسان ہو۔ یا عظیم الشان نبی ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جیسا فیصلہ ہوا ہے واقعہ میں بھی یونہی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی چالاکی سے یا ثبوت مہیا نہ ہونے سے فیصلہ کچھ دیا جائے اور واقعہ میں اسکے خلاف ہو چنانچہ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات ایک لسان شخص ہو۔ اور میں فیصلہ اسکے حق میں دیدوں۔ تو اس سے وہ چیز اور زمین اسکا حق نہیں ہو جاتی۔ بلکہ میں گویا اسکو آگ کا ایک ٹکڑہ دے رہا ہوں۔ پس چار گواہوں سے عاجز ہونے کی صورت میں گو آنحضرت صلعم حکم بریت کا بھی دیدیتے تو بھی یہ ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں وہ بدظنی قائم رہتی جو کہ منافقوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ضعفاء کے دلوں میں خوب ڈالدی تھی۔ تو اس صورت میں: اول تو اہلبیت نبوت کی نسبت بدوں شہادت الٰہیہ کے محض از خود ایسی قبیح بدظنی ہی انکی ہلاکت اور تباہی کیلئے کافی تھی اور پھر اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلعم کی نسبت انکے دلوں میں طرح طرح کے گندے خیالات پیدا ہوتے جب وہ دیکھتے کہ آپکا فلاں عورت کے ساتھ ایسا پیار کا تعلق اور برتاؤ ہے اور الخبیثات للخبیثین الطیبات للطیبین پر خیال کرکے نہیں معلوم کہ وہ کس وادی میں جا ہلاک ہوتے

اور انکے دین و ایمان کا کیا حشر ہوتا۔

پس ایک مقدمہ میں جلد فیصلہ دینے کی نسبت نبی کے لئے مومنین کو ہلاکت اور تباہی اور بے دینی اور گمراہی سے بچانا اور اصلاح الناس زیادہ ضروری اور اہم مقصد اور مقدّم ترین فرض ہے۔ اور یہ امکان ہی کی حد تک نہیں بلکہ قرآن مجید سے صاف ثابت ہے کہ یہ امر واقعہ ہے۔ چنانچہ سورہ نور کی اسی رکوع کی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ یہ ظاہر ہے کہ کسی جماعت کے وہ افراد جو کہ سب سے زیادہ اسکے اہل اور مستحق ہیں کہ وہ کسی امر سے بچیں یا کسی امر کو ضرور کریں۔ ان افراد کی خلاف ورزی کی حالت میں اُس جماعت کے دوسرے لوگوں سے بالکل امان اٹھ جائے گا۔ مثلاً جب کسی بادشاہ کے بیٹے اور حرم اور وزراء دوسرے بادشاہوں کے لئے اس ملک میں جاسوسی کریں یا رشوت لیں تو نیچے ادنی ملازمین کی نسبت کب اطمینان ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بچینگے پس نبی کریم کی ایسی عزیز بی بی اور ابوبکر کی بیٹی اسطرح نبی کریم کی صحبت میں رہتی ہو۔ اور اسکی نسبت بعض کے دل میں یہ خیال رائج ہو کہ اسنے اس بدی کا ارتکاب ضرور کیا ہے تو پھر وہ اپنے یا اور دوسرے مومنوں کی نسبت (جنکو عائیشہ کا اعلیٰ مقام ہرگز حاصل نہیں) کب یہ اطمینان کر سکتے ہیں کہ وہ اس بدی سے بچتے ہیں یا بچینگے یا انکی بیبیاں اور انکی بیٹیاں یا بہنیں بچتی ہیں یا ضرور بچینگی۔ اسی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے لولا اذ اسمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیراً وقالوا ھٰذا افک مبین ؕ پہلے تو مومنوں کو مخاطب کیا ہے لیکن ظنّ المومنون الخ میں ان کو مخاطب کرکے ایمان کے عنوان اور لقب کے ساتھ ذکر فرما کر ظن خیر بانفسھم کا اصل سبب اور باعث بتایا ہے کہ وہ ایمان ہے اور فرمایا تم اپنی جانوں پر بھلائی کا خیال کرتے (کہ مومنین اور مومنات اس سے بچتے ہیں اور آیندہ بچینگے۔ اور یہ اسی وقت تم کر سکتے ہو کہ جب عائیشہ جیسی مومنہ کو اس سے پاک خیال کر لیکن جب تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ عائشہ رضہ ام المومنین بنت ابی بکر صاحبۃ الرسول اس سے ملوث ہے تو پھر تم کبھی دوسرے مومنوں اور مومنہ عورتوں کو اس سے پاک نہیں گمان کر سکتے) اور اس صورت میں ضروری تھا کہ تم اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ کھلا کھلا افترا ہے۔

فاسق کی خبر کی نسبت اگرچہ ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا فرما کر تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اور

تحقیق سے پہلے قبول اور رد ممنوع قرار دیا ہے لیکن یہاں پر فرمایا ہے کہ ظن خیر بانفسہم کی بنا پر سنتے ہی بدوں کسی تحقیق کے انتظار کے لازم تھا کہ تم اس خبر کو کھلا افتراء کہہ دیتے پھر چونکہ قرآن مجید میں الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علے المؤمنین جیسی کثرت کے ساتھ آیات موجود ہیں جن سے وہ قاعدہ صاف صاف ثابت ہوتا ہے جو کہ سورہ نور میں الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت کے الفاظ کیساتھ ذکر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کے لحاظ سے نعوذ باللہ من ذٰلک اگر عائشہ حبیبۃ الرسول خبیثات سے ہے تو پھر سید الرسل پر خبث کا الزام لازم آتا ہے اور حضور پر اسکے لازم آنے سے خدائے قدوس پر (کہ جس نے حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت، اور دوستی اور محبت کیلئے سب نسل آدم سے چنا ہے) نعوذ باللہ من ذٰلک خبث کا الزام لازم آتا ہے۔ بنا بریں اس قاعدہ کے لحاظ سے یہی لازم آتا ہے کہ حضرت عائشہ بلکہ آپکی مانند جن کو یہ اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ وہ سب ایسے گندی الزاموں سے بری ہوں یہی وجہ ہے کہ سورہ نور میں آیت مذکورہ بالا کے متصل فرمایا ہے اولٰئک مبرؤن مما یقولون یعنے وہ لوگ کہ جن کے ساتھ رسول جیسے اطیب الطیبین کو اس قسم کا تعلق ہو وہ لوگ ان سب الزاموں اور اتہاموں سے ہمیشہ کے لئے بری کئے ہوئے ہیں (اور بری کرنے والا وہی علیم و خبیر وحدہٗ لاشریک ہے) جو ان کے مخالف اب (یعنی نزول آیت کے وقت) لگاتے ہیں یا آیندہ کہینگے جیسا کہ ایک روافض کا گروہ موجود ہے جو کہ اس آیت کے نزول کے بعد اور خداوند تعالےٰ کے اس فیصلہ کو بار بار پڑھنے کے بعد پھر اس خدا کے بری کئے لوگوں پر گندے سے گندے الزام منہ پر لاتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ انکی تبرہ بازی کا جواب خداوند تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ خداوند تعالےٰ نے اسی قاعدہ کی بنا پر مومنوں کو خطاب کر کے فرمایا ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھٰذا سبحٰنک ھٰذا بہتان عظیم یعنے کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تھا تو سنتے ہی کہتے کہ اس میں کلام کرنیکے ہم مجاز نہیں۔ کیونکہ الطیبات الخ کے قاعدہ سے خدائے قدوس پر بھی اس سے خبث کا الزام لازم آتا ہے پس اسکے خیال سے تم ڈر جاتے اور خدا کا جلال تمہارے سامنے آجاتا اور تم اسوقت اسکی قدوسیت کا سبحانک کیساتھ اظہار کرتے ہوئے کہہ دیتے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

ایک رکوع میں دو دفعہ جدا جدا دو قاعدوں کی بنا پر مومنوں کو فرمایا کہ کیوں تم نے سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم نہ کہدیا اور اسکے علاوہ تیسری بات یہ فرمائی کہ لولا جاءوا علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکذبون ؕ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لمسکم فیما افضتم فیہ عذاب عظیم ؕ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم یعنی کیوں نہ یہ لوگ چار گواہ لائے (اور ظاہر ہے کہ گواہ تب ہی لائے جایا کرتے ہیں کہ پہلے انکا مطالبہ ہو پس ان الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ چار گواہوں کا ان سے مطالبہ ہوا۔ پر وہ نہ لاسکے) اور جب وہ گواہ نہ لائے تو پھر فیصلہ اور نتیجہ بالکل صاف تھا کہ وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (اور جب یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہی اللہ کے نزدیک کاذب ہیں تو پھر کسی طرح تمہارے لئے جائز نہ تھا کہ تم پھر اس الزام میں ایک قابل تحقیق امر کی طرح لگے رہتے اور کچھ لوگوں سے سنتے اور کچھ سناتے۔ بلکہ) اگر اللہ کا تم پر فضل اور اسکی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو پھر جس بات میں تم لگے ہوئے تھے۔ اسکے باعث سے تم کو بڑا عذاب پکڑتا۔ جبکہ تم اسکو اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے جاتے اور اپنے مونہوں کے ساتھ وہ کہتے تھے جسکا تم کو علم نہیں اور تم اسکو آسان سی بات خیال کرتے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی تھی۔

غرضکہ اس سارے رکوع میں مومنوں ہی کو کہا ہے جو کچھ کہا ہے اور کہا بھی یہی ہے کہ اول تو تمکو چاہیئے تھا کہ سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم کہتے۔ خیر اگر یہ موقعہ ہاتھ سے گیا تھا۔ تو پھر جب ان سے گواہ طلب ہوئے اور وہ نہ لاسکے اور الٰہی فیصلہ یہی ہے کہ نہ لانے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہونے میں تو تم کو چاہیئے تھا کہ اب اسکو جھوٹا الزام سمجھ لیتے اور آئندہ اس میں لگے رہتے لیکن تم پھر بھی باز نہ آئے۔

اور جب آیات قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ باوجود گواہ نہ لاسکنے کے مومنوں کا ایک حصہ اس میں لگا رہا اور باز نہ آیا تو اب آپ غور فرمائیں کہ اس حالت میں اگر آنحضرت عائشہ رض سے عند اللہ بری ہونے پر صفائی کر لیتے اور پہلے کی طرح برتاؤ کرتے تو ایک بڑا حصہ ہلاک اور تباہ ہو جاتا۔

علاوہ بریں نبوت کی شان ہی ایسی ہے کہ وہ گندے اتہاموں سے برأت چاہتی ہے۔ اور

شرعی یا قانونی فیصلہ گو ظاہری حدود وغیرہ سے بری کر دیتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں سے بدظنی کو رفع نہیں کر سکتا حدیث میں ایسا مقدمہ نظر آتا ہے جو اس بات کو صاف صاف ظاہر کرتا ہے ایک عورت پر اسکا خاوند تہمت لگاتا ہے اور مقدمہ حضور ؐ کی خدمت میں آتا ہے اور حضور لعان کا حکم دیتے ہیں اور قرآن مجید میں صاف آیا ہے ویدرأ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات الخ اور وہ لعان کر جاتی ہے اسپر حضور ؐ قرآنی حکم کے مطابق اسکو حد سے بری فرماتے ہیں لیکن باوجود اس فیصلہ کے اسکے بری عن الزنا ہونے پر کوئی یقین نہیں کیا بلکہ اسکا گمان اسپر پھر بھی قائم رکھا اور فرمایا کہ اگر فلاں حلیہ کا بچہ لائے تب تو اسکے خاوند کا بچہ ہوگا۔ اور اگر فلاں حلیہ کا ہو تب اسکو اس شخص کا بچہ سمجھنا چاہئے جسکی اسکو تہمت لگی تھی الخ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ میں بری ہونے کے ساتھ یہ لازم نہ تھا کہ بدگمانی بھی اس سے رفع ہو جائے اور یہ بدگمانی شانِ نبوت کے بالکل مخالف تھی پس جس طرح ان لوگوں کو ہلاکت سے بچانا اس بات کو چاہتا تھا کہ باوجود فیصلہ شرعی میں بری ثابت ہونے کے حضور اسوقت تک علیحدگی اختیار فرما دیں کہ کوئی ایسا امر پیدا ہو جائے جو کہ اس بدگمانی کو ان کے دلوں سے نکال دے۔ اسی طرح شان نبوت بھی اسی کی مقتضی تھی کہ جب تک یہ بدظنی رفع دفع نہ ہو جائے۔ تب تک علیحدگی کا التزام کیا جائے۔ اس امر کی مثال اگر اس حدیث سے ملتی ہے کہ آنحضرت ؐ عائشہ رض کو فرماتے ہیں اگر تیری قوم حدیث العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں ضرور کعبہ کو گرا کر حطیم کو اس میں داخل کرتا تو امر دوم کے ثبوت کے لئے یہی حدیث کافی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بی بی سے باتیں فرما رہے تھے جب بعض صحابہ پاس سے گزرے تو انکو بلا کر فرما دیا۔ کہ یہ میری فلاں بی بی ہے حالانکہ امت کے سب افراد کے لئے یہ کوئی لازم نہیں کہ جب ان کے اہلبیت ساتھ ہوں تو ہر ایک گزرنے والے کو بلا بلا کر کہتے رہیں کہ یہ میری اہلیہ ہے۔

اب رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ سے دریافت کرنا یا حضرت عائشہ رض کو استغفار کا ارشاد فرمانا۔ سو یہ کسی بدظنی کی وجہ سے نہیں تھا۔ ورنہ بدظنوں کے عتاب میں آپ بھی شریک ہوتے۔ بلکہ یہ حسن ظن کی وجہ سے تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ رض کے حالات سے اسکی بریت کا یقین تھا۔ مگر یہ خیال کر کے کہ باوجود اسکے افک کا معرض ظہور میں آنا اور بدظنی کے دفع کرنیکے لئے کسی صورت کا ابتک مہیا نہ ہونا ضرور

کسی اور کمزوری کے باعث ہے ہے اور اسکا حقیقی اور روحانی علاج استغفار ہے۔ چنانچہ اسی علاج سے قرآن مجید میں بریت نازل ہوئی۔ اور حضرت علی وغیرہ لوگوں سے دریافت کرنا بھی اسی وجہ سے تہا کہ آپ جانتے تھے کہ یہ راستباز ضرور صفائی کی شہادت دینگے اور ممکن ہو کہ اس سے بدظن پشیمان ہوں پر وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو آپنے فیصلہ الٰہی کا انتظار کیا اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ جن سے آپنے دریافت کیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر انکی بریت کی شہادت دی لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام نے کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔

پس ان وجوہات اور اہم ترین دینی مقاصد کے لئے چند روزہ علیحدگی اختیار کرنا کوئی قابلِ عتاب امر نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ رکوع جو افک کے موقعہ پر نازل ہُوا ہے۔ اس سب میں ان مومنوں کو عتاب ہے جو کہ اس بات کے پیچھے پڑے رہے ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا انتظار مرضی الٰہی کے مطابق تھا نہ مخالف۔ اور اس افک کو بل ھو خیر لکم اسی وجہ سے فرمایا ہو کہ اسی کی وجہ سے ایک طرف تو مومنوں کو اس خطرناک راہ کے خطرۂ عظیم سے آگاہ کیا کہ جو بھی اس خطرناک راہ یعنی اہلبیت نبوت پر گندے اتہام لگانے اور ان کے ساتھ کینہ رکھنے میں پڑا ہے خواہ سعد بن عبادہ کی طرح نقباء رسول اللہ سے اور سید الانصار ہو۔ ضرور وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا حزب اللہ سے باہر نکلجاتا ہے۔ چنانچہ سعد بن عبادہ پہلے افک میں شریک ہُوا۔ پھر ابوبکر کی خلافت کا مخالف اور بالآخر جماعۃ المومنین اور مدینۃ الرسول کو ترک کر کے قیصر کے ملک میں چلا گیا نعوذ باللہ من ذٰلک اور دوسرے طرف عائشہ رض اور آپ جیسا تعلق بالرسول رکھنے والوں کے لئے دائمی اور قطعی فیصلہ خداوند علیم وخبیر کی طرف سے یہ صادر ہو گیا کہ اولٰئک مبراؤن مما یقولون ؁

محمد سرور احمدی از قادیان مدینۃ المسیح

لہ اہلبیت نبی اللہ مسیح موعود سے بگاڑ کر کے خلافت کا مخالف اور مدینۃ الرسول کا تارک خدا سے ڈرے اور ضرور ڈرے۔ (ایڈیٹر)

مجموعہ الہامات و کشوف حضرت اقدس ہر سہ جلد ؏

ادعیۃ الاحادیث ؎ روحانی طبیب ۱۰؍

مولانا نور الدین خلیفہ اول کے درس قرآن شریف کے مکمل نوٹ قیمت صرف چار روپے (للعہ)

مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دو اعتراضوں کا جواب

اعتراض لدھیانہ میں جو مباحثہ میر قاسم علی صاحب احمدی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان ہوا۔ اسمیں احمدیوں کا شرط ہار جانا احمدیوں کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

جواب اگر یہ بات سچی تسلیم کر لی جاوے تو بہت سخت خرابی پیدا ہوتی ہے کیونکہ شرط تو صدیق اکبرؓ نے بھی ہاری تھی۔ اب اگر شرط ہار جانے سے ہی کسی کا کچھ نہیں رہتا۔ تو آپ اسلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

سنیئے! جب وحی الٰہی الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو اس پر حضرت صدیق اکبر نے کفار قریش سے کچھ اونٹ بطور شرط مقرر کئے اور میعاد شرط تین اور ۹ کے درمیان ۶ سال مقرر ہوئی لیکن چھ سال مقررہ گزر گئے قبل اسکے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب آویں تو کفار نے مال شرط لے لیا۔ اب نویں سال وحی حق کی خبر پوری ہو گئی تو کیا اب اسلام کا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ہم اس بارے میں صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۶۷ پر سورہ الروم کی تفسیر کے ضمن حدیث صحیح درج ہے۔ اس حدیث کا صحیح ترجمہ نواب صدیق حسن خان نے کیا ہے۔

ترمذی نے نیاز بن عکرم اسلمی سے روایت کی ہے کہ جس دن آیت الم غلبت الروم الآیۃ نازل ہوئی اس دن فارس نے روم کو دبایا ہوا تھا اور مسلمانوں کی خوشی اسمیں تھی کہ لڑائی کا میدان روم کے ہاتھ میں رہے کیونکہ مسلمان اور روم دونوں اہل کتاب ہیں اور اسی بھید کا پتہ دیتا ہے اللہ تعالٰے کا یہ قول یومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ الآیۃ اور قریش کی خوشی تھی کہ فارس جیتے کیونکہ یہ دونوں فرقے کتاب نہیں رکھتے اور نہ ان کو رسل کے مبعوث ہونے پر ایمان ہے تو جب اللہ تعالٰے نے اس آیت مطہرہ کو نازل فرمایا تو ابو بکر مکے کے ارد گرد پکارتے پھرتے تھے الم غلبت الروم ... الی ... فی بضع سنین تو قریش کے چند آدمیوں نے ابو بکر سے کہا کہ یہ ہمارے تمہارے درمیان

شرط ہی تمہارا یار (رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم) تو دعویٰ کرتا ہے کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب ہو جاوینگے کیا ہم اس بات پر تیرے ساتھ گرو نہ باندھیں (یعنی شرط مقرر نہ کریں) ابوبکر نے کہا کیوں نہ باندھو (راوی کہتا ہے) اور یہ قصہ گرو باندھنے کی حرمت سے پہلے کا ہے[علہ] تو ابوبکر اور مشرکوں نے شرط باندھکر گرو کا مال رکھدیا اور مشرکین نے ابوبکر سے کہا کہ بضع کو کیا بتائیں یہ لفظ تو تین برس سے لیکر نو برس تک مدت کو شامل ہی ہمارے لئے بیچوں بیچ کا مقرر کرو کہ وہاں جاکر ہماری شرط ختم ہو جاوے راوی نے کہا آخر کار چھ برس کی میعاد پر فیصلہ کر لیا گیا پس روم کی فتح ہونے سے پہلے ہی چھ برس گزر گئے تو مشرکوں نے ابوبکرؓ کی شرط جیت لی پس جب ساتواں برس داخل ہوا۔ تو روم فارس پر غالب ہو گئے راوی نے کہا تو مسلمانوں نے ابوبکر رضؓ کو چھ برس کی میعاد مقرر کرنے کی وجہ سے معیوب ٹھہرایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو بضع سنین کا لفظ فرمایا ہے (چھ برس کی تحدید اپنی طرف سے کیوں نکالی) راوی نے کہا اس موقعہ پر بہت لوگ مسلمان ہو گئے اسی طرح ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا پھر کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث کے سوا کسی اور طریق سے ہم اسے نہیں پہچانتے"

مذکورہ بالا ترجمہ کرنے کے بعد صدیق الحسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

"اور اسی کی مشابہ تابعین کی ایک جماعت سے مرسل مروی ہوئی ہے جیسے عکرمہ اور شعبی اور مجاہد اور قتادہ اور سدی اور زہرہ وغیرہم" (دیکھو تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱۱ ص۱۰۰)

معلوم ہوا کہ تابعین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے کہ بلاشبہ ابوبکر صدیق نے پہلے شرط ماردی تھی اور جبکہ حدیث صحیح ہے تو ایک اہلحدیث مولوی کو تو اس سے انکار نہ کرنا چاہئے تھا خصوصاً جبکہ ان کے فرضی مجدد نواب صدیق الحسن خان صاحب نے اس حدیث کو حسن صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

ہاں مولوی صاحب شاید یہ کہیں کہ اس حدیث صحیح کے بعد جو یہ لکھا ہے کہ

لا نعرفہ الا من حدیث عبد الرحمٰن بن ابی الزناد۔ لہذا یہ حدیث غریب ہے تو میں کہتا ہوں کہ بیشمار صحیح احادیث ہیں۔ جو از روئے سلسلہ روایت غریب ہیں۔ لیکن غریب ہونے سے وہ غیر صحیح نہیں ہو جاتیں۔ اسی طرح یہ حدیث ہے اور کوئی حدیث اسکے معارض موجود نہیں ہے

علہ جو شرط حرام ہے وہ دو طرف ہوتی ہے ۱۲

لہٰذا اس حدیث کے غریب ہونے سے مولوی صاحب کا یہ حق نہیں کہ وہ اسکو تسلیم کرنے سے انکار کردیں غریب کے تو معنے صرف اسی قدر ہیں کہ حدیث کے راویوں میں سے کہیں کوئی راوی اکیلا ہے وبس سو اگر ایک راستباز راوی اکیلا ہے تو اسکی روایت صحیح ہوگی نہ غلط۔ پھر جبکہ تابعین کی جماعت کا بھی یہی مذہب ہے تو حدیث مذکور کے غریب ہونے سے صحیح روایت کا انکار کرنا ایک حماقت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کو دوسری احادیث بھی تقویت دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ حدیث ترمذی تفسیر سورہ الروم صفحہ ۱۶۷ پر ہے اسمیں یہ فقرہ قابل ذکر ہے۔ فجعل اجل خمس سنین فلم یظھروا فذکروا ذلك للنبی صلعم فقال الا جعلته الی دون قال اراہ العشر × × ×

ھٰذا حدیث حسن صحیح غریب۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی دفعہ جو پانچ سال کی میعاد مقرر تھی وہ گذر گئی اور پھر اہل روم اہل فارس پر غالب آگئے پہلی روایت میں چھ سال میعاد مقررہ بیان کی گئی ہے لیکن ہر دو روایت میں صدیق اکبر کی مقرر کردہ میعاد میں پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

اب شاید مولوی صاحب کہیں کہ پھر تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی میں جو اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے۔ کہ :۔

راھن ابوبکر وابی ابن خلف علی عشر قلائص من کل واحد منھما وجعل الاجل ثلاث سنین فاخبر ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال البضع ما بین الثلث والی التسع فزائدہ فی الخطر ومادہ فی الاجل فجعلا ھا مائۃ قلوص الی تسع سنین ومات ابی بن خلف من جرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعد قفولہ من احد وظھرت الروم علی فارس یوم الحدیبیۃ فاخذ ابوبکر الخطر من ورثۃ ابی وجاء بہ الی الرسول فقال تصدق بہ۔

اسکا کیا مطلب ہے سو واضح ہو کہ ہر دو تفاسیر کی روایت کو احادیث صحیحہ مذکورہ بالا نے رد کر دیا ہے اسلئے ہر دو مفسرین کی یہ روایت درست نہیں۔ ہاں یہ روایت بھی ایک طرح ان احادیث کے ماتحت

آجاتی ہے اور وہ یہ کہ اوپر کی روایت کی تفسیر میں جو یہ تھا کہ فاخبو رسول اللّٰہ صلعم فقال البضع ما بین الثلث والی التسع فزائدہ فی الخطر وماده فی الاجل فجعلھا مائۃ قلوص الی تسع - اسکو ہم اجل مقررکردہ کے گزر جانیکے بعد کا واقعہ قرار دیں جیسا کہ مذکورہ بالا صحیح احادیث میں ہے اور عربی زبان میں اسکی مثالیں بکثرت موجود ہیں - اور اس مطلب کا مؤید اخبر سے پہلے حرف فاء کا موجود ہونا بھی ہے پھر ایک اور روایت بھی ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہے جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے اور ہم یہاں بقدر حاجت ابن جریر کی روایت کا ترجمہ جو نواب صدیق حسن خان صاحب نے ترجمان القرآن میں کیا ہے درج کر دیتے ہیں -

"ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے × × جب آیت الم غلبت الروم × × سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے ابو بکر سے کہا کہ اے ابا بکر تیرا یار کہتا ہے کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر فتحیاب ہونگے ابو بکر نے کہا سچ کہتا ہے انہوں نے کہا کیا تم ہم سے شرط باندھتے ہو - پس سات برس کی میعاد پر چار جوان اونٹوں کی شرط لگائی - پس سات برس گذر گئے - اور کچھ نہ ہوا × × تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا - جاکر ان سے میعاد زیادہ کرو - دو سال مدت میں اور بڑھا - راوی نے کہا کہ ابھی دو سال نہیں گزرنے پائے تھے - فارس پر روم کی فتحیابی کی خبر لیکر سوار آن پہنچے تو مسلمانوں کو اس بات کی کمال خوشی ہوئی"

اسی طرح ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ براء سے روایت کی ہے - لیکن اس روایت میں بجائے تین - پانچ - چھ - سات کے مطلق ایک میعاد کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب یہ مدت گزر گئی اور روم کو فتح نہ ہوئی تو آنحضرت کو یہ خبر پہنچی اور آپکو رنج ہوا - اور آپ نے ابو بکر صدیق کو مال کے بڑھانے اور مدت کے بضع سنین تک مقرر کرنے کا حکم دیا تب ابو بکر صدیق انکے پاس گئے اور کہا ھل لکم فی العود فان العود احمد - یعنی کیا تمہاری رائے ہے کہ پھر کوئی شرط باندھیں کہ لوٹ کر تلافی مافات کر لینا خوب کام ہے - انہوں نے کہا بیشک پس اس دفعہ ابو بکر صدیق شرط جیت گئے اور مال شرط آنحضرت کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا کہ اسے

صدقہ کردو۔ (دیکھو ترجمان القرآن)

ان ہر دو روایات نے معاملہ بالکل صاف کر دیا اور معالم اور بیضاوی کی روایات کی حقیقت کھولدی اور حاصلکلام یہ ہُوا کہ ایک میعاد جو پہلے مقرر کی تھی اور مال شرط مقرر کیا تھا وہ مدت تو گزر گئی۔ اور شرط کا مال دینا پڑا لیکن دوبارہ جو مدت بڑھائی گئی اور مال زیادہ کیا گیا تو اس دفعہ صدیق اکبر نے شرط جیت لی۔ فہو المراد

دوسرا اعتراض ۔ اچھا مانا کہ شرط ہارنے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر منصف نے فیصلہ کر دیا تھا یا نہیں کہ ثناء اللہ کے دلائل زبردست ہیں۔

جواب ۔ جو مناظرہ ہوا تھا وہ چھپا ہُوا موجود ہے ثناء اللہ نے خود تمام مباحثہ شائع کر دیا ہے آپ فریقین کے بیانات کو پڑھکر دیکھ لیں کہ کون سچا ہے مولوی ثناء اللہ نے تو صرف اپنی غرض کو مدنظر رکھکر یہ اصول بنا لیا کہ کوئی نبی جو کچھ کہتا ہے وہ سب وحی الہی سے ہوتا ہے اسلئے مرزا صاحب کا میرے حق میں آخری فیصلہ کا اشتہار دینا اور اس میں کاذب کی ہلاکت کی دعا کرنا وحی الہی سے ہی ہے۔ اب یہ اصول بالکل غلط اصول ہے۔ قرآن و حدیث میں اسکا کوئی ثبوت نہیں۔

چنانچہ مباحثہ میں اس اصول کے غلط ہونے پر کئی ایک دلائل بطور یادداشتوں کے ثالث کو لکھکر دیئے گئے تھے خلاصہ یہ تھا کہ آیت قرآنی وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ کے یہ معنی نہیں کہ نبی کبھی اپنی طرف سے بولتا نہیں کیونکہ اگر یہ معنے اسکے ہوں تو چاہئے کہ نبی سے کبھی کوئی غلطی بھی نہ ہو حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ یعنی اے نبی تو اللہ کی حلال کردہ شے کو اپنے لئے حرام کیوں کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے ایسا کرتا ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے شہد کھانا ترک کرنیکا حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی بہرحال کچھ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حلال شے کو ترک کرنے پر حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اب اگر اس حلال کو حرام کرنیکا عہد وحی الہی سے ہوتا تو یہ کب ممکن تھا کہ اس طرح اللہ تعالی آپکو ایسا کرنے سے منع کرتا۔ اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم سے چھوڑ دیا گیا تو اللہ تعالے نے وحی نازل کی کہ:

عفا اللّٰہ عنک لما اذنت لہم

یعنی اللہ نے آپکو معاف کیا آپنے کیوں ان کو خود بخود چھوڑ دیا اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ اذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دیدیا تھا۔جس پر اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا وحی نازل کی پھر ایک حدیث صحیح میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بہت لمبا سجدہ کیا جب سر مبارک کو سجدہ سے اٹھایا تو اصحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آج اسقدر لمبے سجدے کا کیا باعث ہے۔حضور نے فرمایا اے صحابہ آج مینے اپنی امت کے لئے تین عظیم الشان دعائیں کیں جن میں سے دو دعائیں تو جناب الٰہی نے قبول فرمائیں اور تیسری دعا منظور نہیں فرمائی۔اس حدیث سے معلوم ہؤا کہ کم ازکم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمائی۔

کہ کم ازکم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمایا جو تمام امت کے لئے تھی وہ وحی الٰہی سے نہ تھی ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ وہ دعدوں کا سچا خدا خود اپنے سب سے پیارے نبی کو حکم دے کہ اے نبی آپ یہ دعا کریں اور پھر وہ دعا قبول نہ کرے۔

غرض ہماری طرف سے قرآن وحدیث سے اسکا کافی ثبوت دیدیا گیا تھا کہ نبی اپنی طرف سے جناب الٰہی میں دعا کرنیکا مجاز ہے۔جب کوئی نبی بلا اذن الٰہی دعا کرے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور وحی الٰہی ہی ہے۔چنانچہ خود آخری فیصلہ کے اشتہار کے اندر یہ الفاظ موجود ہیں کہ یہ دعا کسی وحی الٰہی کی بنا پر نہیں کی گئی۔یہ کوئی پیشگوئی ہے بلکہ محض دعا کے طور پر اللہ تعالےٰ سے فیصلہ چاہا گیا مجھے اب ان الفاظ کے ہوتے ہوئے خواہ مخواہ اس دعا کو وحی الٰہی سے قرار دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ نے ہماری ان دلائل کو پڑھکر گھبراہٹ کے مارے جواب دینے سے انکار کر دیا ادھر ثالث کہی کہ مولوی صاحب ان یادداشتوں کا جواب دو ادھر مولوی صاحب کہیں کہ میں ان کا جواب نہیں دیتا اور بہانہ کیا کہ یہ خلاف قاعدہ آپکو دی گئی ہیں۔اگر مولوی صاحب ان یادداشتوں کو پڑھے بغیر ایسا کہہ دیتے تو ہم یہ نہ کہتے کہ مولوی صاحب جواب سے عاجز ہو کر بہانہ کر رہے تھے مگر چونکہ ان یادداشتوں کو پڑھنے کے ساتھ ہی آپ جواب دینے سے جواب دینے لگ گئے۔حالانکہ ثالث نے اصرار کیا اسلئے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب ان مضبوط دلائل کو اپنے فرضی قانون کو توڑ دینے والی پاکر گھبرا گئے۔لیکن جب ثالث نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔مجھ پر ان

یادداشتوں کا کوئی اثر نہیں ہؤا۔ تب مولوی صاحب نے یادداشتوں کو پڑھکر ایک ہی جواب دیا۔ جس کا خلاصہ یہ تہا کہ :-

میںنے جو یہ کہا تھا کہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ جو وحی الہی ہو۔ وہی کہہ سکتا ہے۔ اس سے میرا مدعا یہ تہا کہ کسی ایسے اہم امر میں جو نبی کے مشن پر اثر ڈالنے والا ہو۔ نبی بدوں وحی الہی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

لیکن ہماری یادداشتوں میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ خود اہم امور کے متعلق تھا مثلاً اگر نبی کریم تمام عمر شہد نہ کھاتے تو اسکا اثر تمام امت پر ہوتا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو چھوڑنا تمام اہل اسلام پر اثر رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رض انکے چھوڑے جانیکے خلاف تھے پھر وہ دعا جو آپنے تمام امت کے لئے کی تہی بڑی عظیم الشان تھی۔ لیکن مولوی صاحب نے شاید انکو معمولی باتیں سمجھا ہو۔ مگر تاہم مولوی صاحب کا جو اصول آیت قرآنی کی بنا پر تہا۔ وہ یہ نہیں ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بولتا وہ تو یہ تہا کہ نبی بلا وحی الہی مطلقاً نہیں بولتا مولوی صاحب کا اپنا مرکز چھوڑ دینا ہی اس اصول کے غلط ہونے پہ کافی دلیل ہے۔ اور اگر مولوی صاحب اب کہیں کہ میرا اصول تو یہی ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بول سکتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کس آیت قرآنی سے اصول قائم کیا ہے آیت نہیں تو حدیث ہی لاؤ۔ لیکن چونکہ اس قسم کی نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث اسلئے کہ اصل ہی ناقابل ثبوت ہے پھر اسکی بنا پر انکے حق میں فیصلہ دیا جانا ثالث کی غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس اصل کو توڑنے کیلئے ایک نہایت ہی عظیم الشان امر پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر فترۃ وحی کا زمانہ بھی آتا تہا۔ اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ آپ فرماتے ہوں وہ بدوں وحی الہی ہو۔ اور یا یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اس زمانہ میں آنحضرت بولتے ہی نہ تھے۔ لیکن یہ تو صریحاً باطل ہے لہذا زمانہ فترت وحی کا کلام وحی الہی نہیں ہوسکتا اسلیئے یہ اصول غلط ہے کہ نبی بدوں وحی بول ہی نہیں سکتا۔

تمام محققین اس امر کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے وحی نبوت اقرأ باسم ربك الذی خلق الخ جو آنحضرت صلعم پر ہوئی اور اسکے بعد اڑھائی تین سال تک وحی[1] آپ پر نہ ہوئی۔

---

[1] وقع فی تاریخ احمد حنبل عن الشعبی ان مدۃ فترۃ الوحی کانت ثلاث سنین وبجزم ابن اسحق (صفحہ ۱۵ فتح الباری)

(دیکھو فتح الباری باب بدءالوحی) اور یہ فترت وحی کا دراز زمانہ آنحضرت پر اسقدر شاق گزرا۔ کہ کئی دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیقرار ہوگئے اور آپ نے ارادہ کیا کہ پہاڑ سے اپنے آپ کو گرادیں ۵۲ یہ تمام بیان احادیث نبویہ سے ثابت ہے (دیکھو مشکوٰۃ کتاب البعث) اب سوال یہ ہے کہ جس طرح بولنا زبان کا فعل ہے اسیطرح خودکشی کا ارادہ دل کا فعل ہے اور یہ اسقدر عظیم الشان امر ہے کہ اس سے بڑھکر تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اور اگر کبھی نبی کریم ایسا کرتے تو تمام دنیا کفر میں رہتی۔ پس اب یہ بتاؤ کہ یہ قصد جو نبی کریم نے کئی مرتبہ زمانہ فترت وحی میں کیا تھا۔ یہ اللہ کے حکم سے تھا؟ اگر نہیں تو پھر مولوی صاحب کا اصول بالکل باطل ہو گیا۔ اور اگر مولوی صاحب کو یہ خیال ہو کہ اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت میں کسی طرح فرق آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہیں یہ جوش عشق ہے نہ کہ کسی حکم خداوندی کی خلاف ورزی۔ کیونکہ شریعت تو ابھی نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ ونعم ماقیل

گفتگوے عاشقان درباب رب

جوشش عشق است نے ترک ادب عمرالدین از شملہ

۵۲ حاشیہ دیکھو صفحہ ۵۴ پر

کامل نبی

نمبر ۳

(گذشتہ سے پیوستہ)

"پندرہ اور حوالے جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ظاہر ہوتا ہے"

(حوالہ نمبر ۳۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علی سبیل الموہبۃ والعطاء"

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ د)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود میں انبیاء والی کیفیت اور شان بکلی موجود تھی۔ اور آپ نے کامل طور سے اس نعمت کو حاصل کر لیا تھا جو پہلے انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئی تھی۔

(حوالہ نمبر ۳۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"گو مخفی طور پر بہت سے اخیار اور ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے

مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے × × × اسی غرض کے لئے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے" کشتی نوح صفحہ ۴۹

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ اول آپ کھلے طور پر مسیح اسرائیلی کے مقابل کھڑے کئے گئے ہیں اور دوسرے آپکو ایک کامل نبی یعنی مسیح ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دیگئی ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس دعا (سورہ فاتحہ) میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق اور صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائینگے اور **نبوت اور رسالت** کی نعمتیں پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہو جائینگے × × × × اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہنینگے × × × × پس یہ سورت (فاتحہ) پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے **کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا** تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جاوے اور کوئی گروہ ان میں سے ان یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا جن پر حضرت عیسے نے لعنت کی تھی × × × × اور کوئی گروہ ان میں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جاویگا۔ اور عیسائی بنجاویگا"۔ (کشتی نوح صفحہ ۴۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ کی پیشگوئی کے مطابق امت میں سے ایک ایسے فرد کا ہونا لازمی ہے جو کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں جو کامل نبی ہو۔ اور نبوت کی کیفیت اور کمیت اس میں پورے طور سے متحقق ہو۔ اور وہ اس امت میں صرف مسیح موعود ہی ہے جو کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت احدیت کے اعتبار سے کامل نبی کہلانے کا مستحق ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"کامل مصلح کے لئے ہمیشہ سے یہ ضروری شرطیں ہیں کہ وہ ان دونوں صفتوں سے متصف ہو۔ یعنی خدا کا خاص شاگرد ہو۔ اور پھر ہر ایک میدان میں روح القدس سے تائید پاتا ہو اور مہدی اخر الزمان کے لئے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذو البروزین ہونیکے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا ازبس ضروری ہے"

اربعین ۲ صفحہ ۱۲

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے اور نیز عبارت کے سیاق اور سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت من حیث النبوۃ کامل اور مکمل نبوت تھی نبوت ناقصہ یا جزویہ نہ تھی۔

(حوالہ نمبر ۴۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"والیہ اشارۃ سبحانہ فی قولہ واخرین منہم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الی یوم الجمعۃ الحقیقۃ واراد من ھذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم من حیث المضاھاۃ التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰)

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ تھے اور آپ کے آئینہ ظلیت میں آنحضرت صلعم کے کل کمالات معہ نبوت کامل طور پر منعکس تھے۔ پس آپ کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت صلعم کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو بالبداہت باطل ہے۔

اگر یہ چالیس حوالے بھی حضرت مسیح موعود کے کامل نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتے۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اور وہ کونسے حوالے ہو سکتے ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ثابت ہو سکے۔ ان حوالوں میں مسیح موعود نے کھلے کھلے طور پر اپنے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن میں انکار کی گنجائش نہیں۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵۲ — وزاد البخاری حتی حزن النبی فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبل فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن۔ لذالک جاشہ وتقر نفسہ

ایک حدیث میں دونوں معترضوں کا جواب

غیر احمدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ آنیوالا مسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ ہے جو آسمان پر زندہ موجود ہے اسلئے ہم مرزا صاحب کے دعویٰ کیطرف توجہ نہیں کر سکتے۔

پھر غیر مبائعین بھی حضور انور کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ جو متبع ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا اور متبع و نبی ہونے کا مفہوم آپس میں متبائن ہے۔

دونوں معترضوں کی تردید ایک ہی حدیث سے ہو جاتی ہے وہ حدیث یہ ہے لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی (اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرے متبع اور امتی بننے کے سوا چارہ نہ تھا) یہ حدیث تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان جلد ۲ صفحہ ۴۶۱۔ الیواقیت والجواہر مصنفہ امام سید عبدالوہاب شعرانی صفحہ ۲۴ مدارج السالکین امام ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳۔ شرح مواہب لدنیہ جلد ۶ صفحہ ۴۷ میں موجود ہے اس میں عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا کھلا کھلا ذکر ہے۔ پس غیر احمدی جو حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے انکا عذر باطل ہوا کیونکہ عیسیٰ بن مریم تو فوت ہو چکا ہے۔ ادہر پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری ہونی بھی ضروری ہے۔ پس آنے والا اس امت میں سے ہوگا۔ اور جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور جمہور اہل اسلام اسپر متفق ہیں ضرور ہے کہ وہ رسول اللہ ہو۔ پس غیر احمدیوں کا جواب تو ہو گیا۔ اب رہے غیر مبائعین سو انکا رد بھی اسی حدیث میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ کی نبوت و رسالت مسلّمہ ہے مگر آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ان کو بھی میرے متبع بننے کے سوا چارہ نہ ہوتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی رسول دوسرے رسول کا متبع بننا اسکی رسالت کے منافی نہیں البتہ کوئی براہ راست نبوت پانے والا امتی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امتی وہ ہے جو اپنے رسول مطاع سے فیض پائے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اپنے آپکو ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے

لڑکیوں کیلئے فقہی رسالے

مکرم معظم شیخ عبد اللہ صاحب سکرٹری کمیٹی دینیات تعلیم نسواں نے لڑکیوں کے لئے تین رسالے شائع کئے ہیں جو میں نے لفظ بلفظ پڑھے ہیں پہلے رسالے میں خدا۔ رسول ایمان اسلام۔ نماز کی کیفیتوں اور دعاؤں کا بیان ہے شش کلمے بھی ہیں جو حنفی مسلمانوں میں بچوں کو ضرور یاد کرائے جاتے ہیں اور جن کی سند بھی آجتک کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ملی ورنہ وہ عقاید کا مجموعہ ہیں کہ اس اعتبار سے ہی انہیں ضروری سمجھا جائے تاہم غیر معمولی مقبولیت بتاتی ہے کہ کچھ ہے اس حصہ میں عربی عبارات کی صحت کا پورا خیال نہیں دوسرے رسالے میں ارکان اسلام نماز شرائط نماز۔ وضو۔ غسل تیمم۔ اذان۔ ترکیب ادائے نماز کا بیان ہے اور حنفی فقہ کے مطابق سب کچھ بتایا ہے مگر نہایت پاکیزہ اور سلیس عبارت ہے۔ تیسرے رسالے میں جس کا حجم ۲۰ صفحہ ہے۔ ناپاکی۔ صفائی۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور کسی قدر حج کے تمام ضروری مسائل کو نہایت عمدگی کے ساتھ جمع کر دیا ہے طرز بیان ایسا ہے۔ کہ معمولی استعداد کی لڑکیاں خود بخود سمجھتی چلی جائیں۔ مستورانہ شرم و حیا کی باتوں کے اوراق نکال ڈالے ہیں (بہتر تھا کہ چھپنے سے پہلے یہ فیصلہ ہوتا) اور جہاں بہت ضرورت پڑی ہے وہاں نہایت مہذبانہ الفاظ میں اسکا ذکر کیا ہے فقہی مسائل میں یہ رنگ میں نے انہی رسائل میں دیکھا افسوس ہے تو یہ کہ حنفی فقہ کے تتبع میں کئی مقامات پر صریح طور پر صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ ہے اسلئے میں جماعت احمدیہ کو یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ضرور منگوا کر اپنے بچے بچیوں کو پڑھاؤ تاہم غیر مفید بھی نہیں کہہ سکتا قیمت تینوں کی چار پانچ آنے تک ہے۔ (آنریری سکرٹری مدرسہ اسلامی تعلیم نسواں)

یہ دو کتابیں ضرور خریدو

آئینہ حق نما۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کا مسکت جواب ۱۲/

پیدائش عالم۔ بانی آریہ سماج کے تمام دلائل پر جرح جو ازلیت مادہ پر دی ہیں

قیمت ۲۰/ یہ دونوں کتابیں میر قاسم علی صاحب نے دفتر تشحیذ میں بغرض فروخت بھیجی ہیں قیمت کا ایک حصہ دفتر ترقی اسلام کو ملیگا۔ اسلئے انکی خریداری درحقیقت انجمن ترقی اسلام کی امداد ہے۔

احسن القصص ۲/ مبادی الصرف ۲/ صادقوں کی روشنی ۴/ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۱/ القاء ربانی ۸/ البلاغ المبین ۱/ ادعیۃ القرآن ۲/ غلامی ۵/ عصمت الانبیاء ۱۰/ مکتوبات احمدیہ حصہ اول ۸/ مکتوبات احمدیہ حصہ دوم ۸/ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم ۸/ خطبات نور حصہ اول ۱۰/ خطبات نور حصہ دوم ۸/ ہدایات دربارہ معاملات ۲/ کلام محمود ۴/ چمکار مہدی ۸/ احمدی عقاید ۰/ چیستان مرزا کا حل ۳/

امتی فرمایا۔ اس سے ثابت ہؤا۔ کہ وہ کامل نبی نہیں بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح لازم آئیگا کہ آپ کامل امتی بھی نہیں کیونکہ اپنے آپ کو امتی بھی ایک پہلو سے فرمایا۔ فتفکروا یا اولی الالباب

ریویوز

النبی والاسلام ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی کی اس کتاب پر مختلف ہندو و مسلم اخباروں میں ریویو ہؤا ہے۔ مجھے بھی اس کتاب کے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جس کی تقطیع تشحیذ کی تقطیع کے برابر ہے اور اچھی لکھوائی چھپوائی کے ساتھ صفحہ پر ختم ہوئی ہے دو روپیہ قیمت ہے۔ اس کتاب میں ان خیالات وعقائد کی جھلک پائی جاتی ہے جن کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح صادق علیہ السلام نے ڈاکٹر موصوف کو اپنی جماعت سے خارج کیا۔ پھر اسکے اخیر میں ان کتابوں کا اشتہار جو حضرت اقدس کی تردید میں ڈاکٹر موصوف نے لکھی ہیں بہت دل آزار عبارت میں موجود ہے۔ اور زیادہ حصہ اس کتاب کا ان مضامین سے پُر ہے جو تفسیر القرآن بالقرآن میں آچکے ہیں۔ تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں کامل تحقیق و تنقید سے کام نہیں لیا۔ تاہم ہم اسکی بعض خوبیوں سے انکار نہیں کرسکتا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات و نشانات کو عمدگی کے ساتھ جمع کیا ہے غزوات کا حال جو قلمبند کیا ہے تو اسکے واقعات کی تفصیل کی بجائے انکے نتائج اور ان نشانات پر زور دیا ہے جو اس ذریعہ سے ظاہر ہوئے۔ غرض اسلام کے متعلق مفید ذخیرہ ہے۔ باوجود ان جزوی خوبیوں کے میں کہونگا اثمھما اکبر من نفعھما دودھ کے ایک پیالہ میں دو قطرے زہر کے ہلاک کرنیکے لئے کافی ہیں اور پلیدی کے دو قطرے بھی ایک مومن کو اسکے پینے سے باز رکھ سکتے ہیں سیب بہت لذیذ پھل ہے مگر ایک غیور اپنے دشمن کے ہاتھ سے لیکر کبھی نہیں کھائیگا۔ ارتداد کسی سلسلہ حقہ سے ایسا جرم ہے کہ اسکے ساتھ تمام تعلقات اخوت منقطع کر لینے کا حکم ہے وہ تصنیف بابرکت نہیں ہو سکتی اور نہ روحانیت کے لئے مفید جس کے مصنف و مؤلف کو اسنے یہ فائدہ دیا ہو۔ کہ وہ آخری زمانہ کے نبی کا مکفر و مکذب ہو۔

احمدی خاتون شیخ یعقوب علی صاحب نے جلد ۲ کا نمبر ۲ ریویو کے لئے بھیجا ہے [continued in left margin:] ...کے لئے ایک رسالہ کی ضرورت ہے یہ رسالہ مفید ہوگا مضامین اور احمدی [illegible] کی طرف سے شیخ صاحب [illegible] قیمت سالانہ دو روپیہ ہوگا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶۴

ڈاکٹر ایس کے برمن

لال شربت بنایا ہوا لال شربت

Digitized by Khilafat Library

بچوں کے لئے ایک ہی دوا ہے ماں وینا میٹھا میٹھا لال شربت

شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں پاخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں لاغر ہو جاتے ہیں دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں غذا جزو بدن نہیں ہوتا۔ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کمزور ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں بچہ کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو۔غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنے سے لاغری جاتی رہے گی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہینگے پوری حالت کی فہرست جس میں سارٹیفکیٹ بھی درج ہیں منگوا کر دیکھئے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصول ۴ر تین شیشی عار محصول ۱۰ر

اس برسات کے

موسم میں جاڑہ دیکر بخار باری سے ہوگا یہ ملیریا کی پہلی حالت ہے ابھی طرح اگر علاج نہیں کیا جاوے۔ تو خون کو پانی کر دیتا ہے تلی بڑھ جاتی ہے اور جسم لاغر ہو جاتا ہے۔ اس شکایت کو دور کرنے میں ڈاکٹر ایس کے برمن کا

فصلی بخار و تلی کی دوا

ایک ہی دوا ہے تین چار خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے تلی گلجاتی ہے اور جلد آرام ہو جاتا ہے

قیمت بڑی شیشی ۱۴ار محصول ۶ر خورد شیشی ۸ر محصول ۵ر

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو دوا کے استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۴ر پچکاری کان صاف کرنے کی ۴ر خرچ ہر دو چیز کا ۵ر

تصحیح ضروری

صفحہ ۳۹۳ پر و نفقش المال پڑھا جائے

پیپرمنٹ کا تیل درد۔ بدہضمی اور ریاح کے فساد کے لئے ایک بہت ہی مشہور دوا ہے یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے ولایتی پیپرمنٹ سے کہیں بڑھکر مفید اور بہتر دوا ہے اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملاکر ایک کی تین شیشیاں بناکر لوگ بازار میں چار چار آنے اور چھ چھ آنے پر بیچتے ہیں قیمت آدھ اونس شیشی دس آنہ اور محصولڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک پانچ آنہ ۵ر

ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملسکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب فرمایئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

جلد ۱۰ — نمبر ۱۲

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء

مطابق ماہ محرم و صفر ۱۳۳۴ھ

فہرست مضامین

ایک اثنا عشری کے سوال کے جواب حضرت فضل عمر سے	۱ - ۲۰	اکمل
نبوت مسیح موعود پر قرآنی آیات سے بحث	۲۰ - ۲۶	,,
غیر مبائعین سے یکسالہ بحث کا خلاصہ	۲۷ - ۳۲	,,
مسیح موعود کے معجزے قصے بنانے سے پہلے پیش کرو	۳۳ - ۳۵	,,
چلو مجدد وہی منواؤ	۳۵ - ۳۷	,,
ریویوز	۳۷ - ۴۰	,,
فہرست کتب کی رعایتی قیمت	۴۱ - ۴۸	,,

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے [illegible] غیر ممالک سے عار

باہتمام ... عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام ... سیکرٹری ... قادیان سے شائع کیا

چند قدم عزیز عبدالحی کے جنازے کے ساتھ

حضرت خلیفۃ اول کا نوجوان بیٹا فوت ہوا چونکہ انجمن تشحیذ نوجوانوں کی انجمن ہے۔ اس مناسبت سے "یہ مرثیہ درج کیا جاتا ہے"

پیارے عبدالحی تجھے رخصت تو کر سکتے نہ تھے
ہم مگر تیری جگہ افسوس۔ مر سکتے نہ تھے

تو جدا ہم سے ہوا۔ دل ہو رہا ہے بیقرار
اپنے کاموں کے مصالح جانے خود پروردگار

آہ! پیارے ماہ پارے تو سپرد خاک ہو
اور اسکے دیکھنے والا یہ "سینہ چاک" ہو

کچھ کہا جاتا نہیں۔ چپ بھی رہا جاتا نہیں
گر نہ ہوں تحسین تو یہ صدمہ سہا جاتا نہیں

یاد آتی ہے مجھے رہ رہ کے تیری پیاری شکل
آہ! وہ آنکھیں بڑی۔ خوشرنگ سی پیاری شکل

تیرا وہ فہم و ذکا۔ وہ شوق تحصیل علوم
مدرسے کے ماسوا دینی کتابوں کا لزوم

عمر چھوٹی تھی مگر باتوں میں تھی سنجیدگی
اے رخ زیبا تو وہ شاب بتان آذری

یادگار نور تھا تجھ کو جانتے تھے ہم سبھی
اور یہ جو کچھ ہوا۔ آیا نہ تھا دل میں کبھی

آہ! کیا کیا یاد کر کے روؤں رونا منع ہے
درد کہتا ہے نہیں۔ خاموش ہونا منع ہے

تیری اماں۔ اشکبار اماں کی حالت ہے بتر
جس کا تو لخت جگر تھا جس کا تھا نور نظر

جس کے گھر کا چاند تھا جس کا تو خورشید تھا
جس کی تو امید تھا ہاں جس کی تو اک عید تھا

تیرے ننھے ننھے بھائی اور سب احباب و خویش
اک سے اک بڑھکر ہراساں پریشاں سینہ ریش

ہیں یہی وہ فقرے ہو سکتے ہیں اب وجہ سکوں
انا للہ اور پھر انا الیہ راجعون

اچھا اللہ کے حوالے ہے ابا جان سے
یعنی الحقنا بہم کی آیت قرآن سے

قادیان کے رہنے والوں کا انہیں بھی ہے پیام
بھیجتے ہیں ان صبح و شام انپر ہزاروں ہی سلام

فتنہ پردازی سے باز آئیں نہیں نا اہل لوگ
یہ جماعت کی ترقی میں لگے ہیں سخت روگ

اک دعا کیجیے کہ ان کو بھی ہدایت ہو نصیب
تا کہ پھر بنجائیں ویسے ہی ہمارے یہ حبیب

تفرقہ بھاتا نہیں ہے اکمل غمناک کو
خادم احمد۔ غلام سید لولاک کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء

ایک اثنا عشری کے سوالات کے جواب حضرت فضل عمر سے

"مسٹر افضل علی بی اے کہ جن کے نام کیساتھ اثنا عشری لکھنے کی مجھے تاکید ہے ایک خوش اخلاق حیا پرور جنٹلمین ہیں۔ وہ اکتوبر میں دار الامان تشریف لائے۔ چند سوالات لکھکر حضرت فضل عمر کے حضور پیش کئے اور اسی وقت زبانی جوابات پالئے میں کہ اس پر لطف صحبت میں حاضر ہونے کا شرف رکھتا تھا۔ خلاصۃً قلمبند کرتا گیا اب ناظرین تشحیذ کے افادہ کے لئے شائع کرتا ہوں اسمیں جو خوبیاں ہیں وہ یقینی طور پر سیدی و مولائی خلیفہ ثانی کا بیان ہیں اور اگر کچھ نقص اور کمی ہے تو اسکی ذمہ دار میری کوتاہی فہم ہے غرض جو میسر ہوا پیشکش محفل مودت منزل احباب اولی الالباب ہے۔" .... (ایڈیٹر)

سوال اول - بروزی نبی کی مکمل تعریف کیا ہو سکتی ہے؟ اور (ب) لاہوری جماعت حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو کس رنگ میں پیش کرتی ہے۔ جس سے احمدیہ جماعت کو اصولی اختلاف تک نوبت پہنچ گئی۔

جواب - بروز عربی زبان میں ظہور کو کہتے ہیں پس بروزی نبوت وہ نبوت ہے جو کسی اور کی نبوت کے ظہور کا باعث ہوئی۔ اسکی مثال شیشے میں عکس کی ہے جیسے شیشہ میں عکس کو دیکھکر اصل کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس بروزی نبوت والے سے اس اصل کی شان ظاہر ہوتی ہے جس کا وہ ظل ہے۔ جو مستقل کھڑا ہو۔ وہ تو اپنا وجود ظاہر کرتا ہے مگر ایسی نبوت جو کسی غیر کے کمالات کو ظاہر کرتی ہے وہ بروزی

اور ظلی نبی موسوم ہی حضرت مسیح حضرت موسیٰ کی نبوت مستقلہ تھی جو خود اپنے کمالات کو ظاہر کرتی تھی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ اسقدر بلند فرمایا کہ آپ کے بعد ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے ذاتی کمال ہی کچھ کر سکے۔ پس پہلے جو انبیاء کا سلسلہ چلا آیا ہی وہ براہ راست اللہ تعالےٰ سے تعلق و تقرب حاصل کرتے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن پر تمام کمالات نبوت کا خاتمہ ہی انکا کمال یہ ہی کہ جبتک اب ان کے امتی و متبع ہونے کی سند نہ ہو۔ خدا تعالےٰ کے حضور میں کوئی تقرب نہیں ہو سکتا اور نہ منصب نبوت پر فائز ہوتا ہی چونکہ یہ کمال آنحضرت صلعم ہی میں تھا۔ اسلئے آپ سے پہلے کوئی ایسا کامل نبی نہیں ہوا جس کی طفیل نبوت ملے۔ قرآن شریف میں آتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ پس اب کوئی نیکی نہیں کوئی درجہ نہیں جب تک وہ آپکی پیروی میں حاصل نہ کیا جائے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتا۔ یا جانتے ہوئے نہیں مانتا۔ یا مانتے ہوئے اتباع نہیں کرتا وہ اب کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ پہلے بیشک مختلف ممالک میں اپنے اپنے طور پر نبی آئے مگر اب کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپ کے ایمانی کمالات حاصل نہ کرے اور کوئی مجدد مجدد نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپکی مجددیت کے کمالات سے بہرہ اندوز نہ ہو۔ اور کوئی صدیق صدیق نہیں ہو سکتا جب تک آپکی صدیقیت کے کمالات سے پورا حصہ لینے والا نہ ہو۔ اور کوئی نبی نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ جب تک آپکی نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر بروزی طور پر نہ لے کیونکہ جو کچھ ہے وہ رسول اللہ کا ہے اب جو کچھ ملیگا آپ کی اتباع ہی سے ملیگا۔ اسی لئے فرمایا۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ط اگر کوئی انعام حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو جو کچھ میں کرتا ہوں وہی کرو آپ تو بروزی نبی پوچھتے ہیں میرا تو عقیدہ ہی کہ اب تو مومن بھی بروزی ہی ہو سکتے ہیں جب تک کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایمان سے حصہ نہیں پاتا۔ مومن نہیں کہلا سکتا۔ جتنے مجدد جتنے صلحاء جتنے اولیاء گزرے ہیں سب بروزی ہی تھے۔ جس حد تک کوئی اپنے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات لے گا۔ اس حد تک وہ بروز ہوگا۔ لیکن اس خطاب اس نام اس القاب کا حقیقی طور پر مستحق اسی وقت ہوگا جبکہ وہ کمال کامل طور پر پائے گا اگلے مجددین و اولیاء امت پر بھی نبوت محمدیہ کا پرتو پڑا۔ مگر وہ اس حد تک نہ تھا کہ وہ نبی کا نام پانے کے مستحق ہو جاتے وہ بیشک مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف

تھے۔ امور غیبیہ بھی ان پر ایک حد تک ظاہر ہونے تھے۔ کیونکہ ختم نبوت کا فیضان بعثت محمدی سے لیکر قیامت تک جاری ہے مگر اس نعمت سے انہوں نے اتنا کثیر حصہ نہیں پایا۔ کہ وہ نبی کا خطاب پاتے اور نبوت کے درجہ پر فائز ہو جاتے دیکھو جس کے پاس دو چار پیسے ہوں وہ بھی ایک طرح کا مالدار ہے اور جس کے پاس سو روپیہ ہو وہ بھی مالدار۔ مگر ہر ملک کی اصطلاح کے مطابق جب تک کسی کے پاس اسقدر مال نہیں پایا جاتا جسقدر مال ہونا دولتمند کہلانے کے لئے ضروری ہے اسوقت تک اسے دولتمند نہیں کہتے مثلاً ہندوستان میں کسی کے پاس دس ہزار ہے تو وہ دولتمند کہلاتا ہے ولایت میں مثلاً لاکھ روپیہ ہو تو وہ دولتمند کہلائیگا۔ اسی طرح خدا کی اصطلاح میں کہ وہی اسلام کی اصطلاح ہے ایک خاص مقدار معیّن ہے جب کسی سے مکالمہ مخاطبہ اظہار امور غیبیہ اس حد تک مقدّر ہوتا ہے تو وہ نبوت کا خطاب پاتا ہے مستقل نبوت ایک آسان تھی۔ مگر اب تو کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ جبتک کہ وہ جمیع کمالات نبوت محمدیہ کا مظہر اتم نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ پہلے خلفاء کو نبی نہ کہا گیا اور مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ تاکہ امر ختم نبوت مشتبہ نہ ہو۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ تمام نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے صرف نبوت محمدیہ باقی ہے۔ پس اب نبی وہی ہوگا۔ جس میں نبوّت محمدیہ ہو۔ جو جامع جمیع کمالات نبوت ہے۔ پہلے مجددین بھی نبی ہوتے جنھوں نے کمالات نبوت محمدیہ سے کچھ حصّہ پایا۔ تو پھر حقیقۃً نبوت محمدیہّ مشتبہ ہو جاتی اور لوگ یہی سمجھتے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی نبی تھے۔ حالانکہ وہ اکمل فرد گروہ منعم علیہم میں سے تھے اس لحاظ سے نبی وہی بنایا گیا جو خاتم النبیّین کے جمیع کمالات کا مظہر اتم تھا اور اسی کو حضور نے نبی اللہ کے خطاب سے یاد کیا یہ مراد ہے بروزی نبوت سے یعنی وہ نبوت جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

اب رہا سوال کا دوسرا حصہ۔ یہ سوال تو انہی سے ہونا چاہئے مگر خیر میں آپکو بتا دیتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب آنحضرت صلعم کے اتباع سے مجدد بنے محدّث بنے اور نبی صرف نام دیدیا گیا اسکے نیچے وہ حقیقت نہیں جو نبی کے اندر پائی جانی چاہئے۔ آپکو یونہی ایک خطاب دیدیا گیا جیسے خانصاحب۔ خان بہادر ایک خطاب ہوتا ہے اسکے لئے فی الحقیقت خان یا بہادر ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح نبی کا نام تو دیدیا۔ مگر حقیقت میں نبوّت جسے کہتے ہیں۔

وہ بات آپ میں نہیں پائی جاتی مگر ہم کہتے ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نام نہیں دیا جاتا جب تک اس کی تہ میں وہ حقیقت نہ ہو جو اس نام سے مختص ہے بغیر کافی مال کے کسی کو دولتمند کہنا لوگوں کو دھوکہ دینا ہے و تعالیٰ شانہ عن ذالک

باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ یہ اصولی اختلاف ہے سو اس سے آپکی کیا مراد ہے۔ اگر آپکا منشاء اس اعتراض سے یہ ہے کہ دو فرقوں میں اصولی اختلاف ہو جانا اس مذہب کے باطل ہونے کی دلیل ہے تو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں ہی ایک فریق ہمارا ہے جو دوسرے مسلمانوں سے اصولی اختلاف رکھتا ہے۔ تو کیا اس سے لازم آئیگا کہ اسلام باطل مذہب ہے اور ہمارا ذکر جانے دو۔ مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں جو خدا تعالیٰ کے بارے میں کئی قسم کے اختلاف رکھتے ہیں۔ وحدت وجود والے کچھ اور کہتے ہیں دوسرے کچھ اور اسی طرح رسول کے معنے چکڑالوی کچھ اور ہی کرتا ہے۔ پھر سنّی شیعہ میں نبی کی تعریف میں فرق ہے پس اگر ہم دونوں میں اصولی اختلاف ہے تو اس سے احمدیت باطل نہیں ہو سکتی۔

اور میرے نزدیک تو ابھی اصولی اختلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ جس کے مرتبہ کی نسبت جھگڑا ہے اسکی صداقت کے تو دونوں گروہ قائل ہیں اسکو اللہ کی طرف سے اور راستباز مانتے ہیں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پیشگوئیوں میں مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ ہے۔ حضور کے الہامات میں بھی نبی کا خطاب مانتے ہیں۔ جہاں جہاں حضرت اقدس نے اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے اسے بھی صحیح سمجھتے ہیں صرف اس لفظ نبی کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد تھی مثلاً لغوی یا اعزازی وغیرہ۔ پس جب تک وہ اصل لفظ کے قائل ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو ایک صادق اور راستباز مانتے ہیں اسوقت تک میں ان کی اس قسم کی تاویلوں کو جو ایک نبی کو غیر نبی بناتی ہیں۔ ایک اجتہادی غلطی قرار دونگا۔ اور انہیں احمدی ہی کہونگا غیر احمدی نہیں ہاں دلوں کا حال اللہ کو معلوم ہے آپ ہمارا ذکر جانے دیں۔ خود مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں ہر ایک فرقے میں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کے بارے میں انبیاء کے بارے میں ہزاروں اختلاف ہیں۔ ایک کے نزدیک ایک بات کفر ہے دوسرے کے نزدیک وہی عین اسلام باایں ہمہ جبتک قرآن مجید و احادیث صحیحہ کو برحق مانتے ہیں۔ ان میں جو الفاظ آتے ہیں انکے قائل ہیں خواہ پھر تاویل کر کے کیا سے کیا بنا لیتے ہوں۔ ان میں اصولی اختلاف نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح ہم میں اصولی اختلاف نہیں۔

میر قضل - جناب کی بحیثیت امام سلسلہ اس تشریح کو سن کر میرا کوئی حق نہیں کہ اب بعض اخبارات کے فقرات "سابق احمدی" "مرتد" وغیرہ پر اعتراض کروں -

حضور عالی - اس قسم کے فقرات جوش میں لکھے جاتے ہیں خواہ وہ جوش غضب کی صورت میں ہو یا محبت کے رنگ میں - اس سے مقصود مخاطب کو صرف یہ جتلانا ہوتا ہے کہ تم جو کام کر رہے ہو - یا جو عقیدہ بیان کرتے ہو - وہ احمدیت یا تمہارے سابقہ طرز عمل کے خلاف ہے اور بس - جیسے باپ اپنے بیٹے کو استاد شاگرد کو ناصح اپنے دوست سے کہدے کہ تم تو انسان نہیں یا کہدے کہ تم تو گدھے ہو - تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کہنے والا سچ مچ اسے انسان ہی نہیں مانتا - بلکہ صرف تنبیہ مقصود ہے - کہ دیکھو تمہاری حرکات تمہارا طرز عمل وہ نہیں - جو ایک انسان کا ہونا چاہئیے اسی طرح ہماری اخباروں میں جو کسی نے لکھا تو مطلب تنبیہ ہے کہ یہ عقیدہ احمدیت کے منافی ہے آپ انہی اخباروں میں میرے یہ فتوے بھی ضرور پڑھتے رہے ہونگے کہ غیر مبائعین کے پیچھے نماز جائز ہے - اب میرے مذہب میں تو غیر احمدی کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے اگر میں انہیں غیر احمدی سمجھوں - تو پھر یہ فتوی کیوں دوں اور یہ میرا خیال آج کا نہیں - بلکہ ابتداء سے ہے - میں نے سب سے پہلا فتوی بھی یہی دیا - اور اب بھی یہی دیتا ہوں - جبتک کہ وہ حضرت اقدس کو مسیح موعود اور راستباز مانتے ہیں - اور اس کے خلاف کوئی ایسی حرکت شنیعہ نہیں کرتے جس سے مجھے یقین ہو جائے کہ نبوت کے لفظ کی تاویل یا احمدیت کی بعض باتوں یا مسیح موعود کے بعض حکموں سے برگشتگی کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہیں - بلکہ بدنیتی سے ہے - اور ان کے دل اس سلسلہ سے پھر چکے ہیں - اور مسیح موعود کو کاذب سمجھتے ہیں - آپ خوب یاد رکھیں کہ اسلام سے نکالنے والی یہی باتیں ہیں - خدا کا انکار - ملائکہ کا انکار - کتب کا انکار - انبیاء کا انکار - بعث بعد الموت کا انکار - الیوم الآخر کا انکار - قدر خیر و شر کا انکار - جب تک کوئی ان کا قائل ہے اور رسل میں سے کسی ایک رسول کا بھی منکر نہیں وہ مسلم ہے - یہی وجہ ہے کہ شریعت زانی کو - چور کو گنہگار ٹھہراتی ہے مگر کافر نہیں کہتی کیونکہ وہ اصول میں سے کسی اصل کا منکر نہیں -

سوال دوم - سلسلہ خلافت نا ختناہی ہوا کرتا ہے یا اسکی کوئی حد قرار دی جا سکتی ہے - اور اگر طول زمانہ کی مناسبت سے حد قرار دی جائے تو کن وجوہات پر یعنی خلافت

محمدیہ کو محض روحانی اور مذہبی رنگ میں دیکھیں تو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم جیسے عظیم الشان رسول کی خلافت کھینچ تان کر چار پر ختم ہو گئی تو حضرت مرزا صاحب کا یہی سلسلہ (جنکو مختلف معنوں میں ہر ایک احمدی ظلی اور بروزی نبی مانتا ہے) اسی تناسب سے قیاساً کتنے خلفاء پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

جواب۔ سلسلہ خلافت مسلمانوں کے لئے خدا نے بطور انعام مقرر کیا ہے جب تک مسلمان اپنی حالت اس قابل رکھینگے کہ وہ اس انعام سے بہرہ اندوز ہوں۔ خلافت انمیں رہتی ہے یا رہیگی اور جب وہ ایسی حالت بنا لیتے ہیں یا بنا لینگے کہ یہ انعام چھینا جائے خلافت ان سے اٹھالیجاتی ہے یا اٹھالیجائیگی۔

آپ سے مخفی نہ ہے رسول اللہ صلعم دونوں قسم کے کمالات اپنے اندر رکھتے تھے جسمانی اور روحانی۔ خلیفہ نائب کو کہتے ہیں جس کا وہ خلیفہ ہوگا۔ اسی کے کمالات سے حصہ پائیگا۔ اور اسی کا کام کرے گا۔ پس نائب کے نسبتی اعتبار سے معنے ہونگے۔ ایک درزی کا خلیفہ ہے ایک لوہار کا خلیفہ۔ ایک بادشاہ کا۔ ایک ایسے نبی کا خلیفہ جس کو حکومت نہیں دی گئی صرف روحانی بادشاہی ہے۔ غرض اضافت کے لحاظ سے معنے بدلتے رہینگے۔ جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے دو تعلق ہیں بادشاہ اور حاکم ہونے کا۔ نبی و رسول ہونے کا۔ خلافت بھی اسی نسبت سے ہو گی یعنے یا تو خلیفہ روحانی و جسمانی دونوں قسموں کا حاوی ہوگا۔ یا ان میں سے صرف ایک ایک کا۔ یہ سلسلہ ہمارے مذہب کے رُو سے حضرت علیؓ بلکہ امام حسنؓ تک تو اکٹھا چلا آیا ہے یعنے روحانی و جسمانی دونوں۔ پھر دونوں سلسلے الگ الگ ہو گئے پھر مسلمانوں میں بادشاہ بھی ہوتے رہے اور روحانی خلیفے بھی۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں۔ صوفیاء کا کوئی فرقہ نہیں جو اپنے سلسلہ کی انتہا ان خلفاء راشدین تک نہ پہنچاتا ہو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ روحانی خلافت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اب تک چلی آئی ہے۔ گو وہ اپنے اندر وہ کمال نہ رکھتی ہو۔ جو پہلے تھا۔

سوال۔ پھر خلافت جمع کیوں نہ ہوئی۔

جواب۔ جمع ہونا ضروری نہیں۔ چونکہ کوئی کامل انسان کامل بروز ہو کر نہ آیا اسلئے مختلف ممالک میں مختلف خلیفے ہوتے رہے۔

سوال۔ پھر ایسے خلیفے تو اختلاف کا موجب ہونگے۔ جو مختلف ممالک میں ہونگے۔

جواب - روحانی آدمیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ خاصکر جب وہ اپنے اپنے علاقہ یا مذاق کے لوگوں کو روحانی فیض پہنچانے والے تھے تو اختلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال - کیا خلیفے کے لئے اعلان کرنا ضروری نہیں۔

جواب - جن خلیفوں کے لئے اعلان ضروری ہے وہ کرتے رہے خلفاء راشدین پھر مجددین کا سلسلہ ہے جو ہر صدی کے سر پر آتے ہیں۔ پھر وہ مجدد جو ہزار پر آتے ہیں۔ ہاں آخری زمانے میں ایسے لوگ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ تا ظاہر ہو کہ اب رسول اللہ کے روحانی فیض کا کامل نمونہ ہند سے پیدا ہونے والا ہے۔

سوال - مجددین اور پھر دوسرے روحانی خلفاء کے نہ ماننے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب - انسان ان انعامات سے محروم رہ جاتا ہے جو کامل مومن کے لئے مخصوص ہیں مجددین کے منکروں کو تو فاسق فرمایا۔ اور دوسرے روحانی خلفاء کو مسیح موعود کے زمانے سے پہلے جس نے نہ مانا۔ وہ ان کمالات کو حاصل نہ کرسکا۔ جو ان کی بیعت سے وابستہ تھے آپ دیکھ لیں۔ جب تک کوئی مسلمان کسی روحانی انسان کی بیعت نہ کرتا تھا روحانیت نہیں پاتا تھا۔ آپ اگلے بزرگوں میں سے کوئی بزرگ نہ دیکھینگے جس نے بغیر کسی کی بیعت کے فیض حاصل کرنیکا دعوے کیا ہو۔ ہاں یہ دعویٰ صرف حضرت مسیح موعود کا ہے کہ آپ کسی پیر کے مرید نہیں ہوئے۔ اور یہ خاصۂ نبوت ہے۔

سوال سوم - اور اگر خلفائے راشدین کے بعد خلافت کو بنی امیہ میں جاری بامر اللہ سمجھا جائے تو اول اعتراض تو یہ ہوگا۔ کہ الٰہی منشاء میں فاسق و فاجر لوگ بھی امیر المومنین خلیفہ محمد مصطفےٰ صلعم مانے جاسکتے ہیں۔ اگر نہیں تو سلسلۂ بنی امیہ کے تقریباً تمام افراد بوجہ جابر و ظالم اور جوع العرض میں مبتلا ہونے کے نہ محض مرتبۂ خلافت کے نااہل بلکہ پایۂ ثقاہت سے بھی گرے ہوئے تھے۔ اور اگر ایسے لوگوں پر خلافت جاری ہوسکتی ہے تو بعینہ ایسے ہی حالات میں بنی عباس بھی خلفائے برحق سمجھے جانے چاہئیں۔ اور پھر کوئی وجہ خلافت تا نارسے انکار کی نظر نہیں آتی پس اسی نامتناہی سلک کے آخری سردار سید محمد رشاد کو بھی خلیفۂ اسلام بمنشائے الٰہی ماننا چاہئیے ورنہ وہ صحیح وقت معین و محدود فرماویں جبتک کہ خلافت محمدیہ قابل پذیرائی رہ چکی ہے۔

جواب۔ قرآن شریف میں خلافت کی شرط آیت استخلاف میں بتادی گئی ہو۔ جس پر خلیفہ برحق کی علامت چسپاں ہوگی۔ وہی برحق خلیفہ ہوگا۔ بنو عباس بنو امیہ میں جسمانی خلفاء ہوئے یہ دنیاوی حکومت تھی۔ اسمیں کسی کے بدکار ہونے سے کیا حرج ہے جبکہ روحانی سلسلہ الگ ہو چکا تھا۔

سوال۔ کیا رسول اللہ کا خلیفہ بدکار ہونا چاہئے؟

جواب۔ جسمانی تعلق میں مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ انکو خلیفہ تو صرف ان معنوں میں کہتا ہوں کہ جس ملک پر رسول اللہ قابض تھے۔ اس پر آپ کے بعد وہ بھی قابض ہوئے۔ نیک باپ کا بیٹا خواہ کس قدر بدکار ہو۔ لغت اور زبان کے لحاظ سے اسے اسکا خلیفہ کہنا پڑیگا۔

سوال۔ جناب سوال تو چلن کا ہے

جواب۔ چلن تو روحانی چیز ہے اور یہاں جسمانی حکومت کا ذکر ہے۔

سوال۔ جب وہ دنیاوی امور میں ظالم ہو تو مقابلہ کیوں جائز نہ ہوگا؟

جواب۔ مقابلہ کی شرائط بتادی ہیں۔ ان کا لحاظ ضروری ہے رسول اللہ نے فرمایا ہی۔ تمہارا حاکم اگر فاسق وظالم ہو تو بھی اطاعت کرو۔ پس اس سے انحراف کرنے والا معذور نہیں بغاوت کسی حال میں بھی جائز نہیں (بجز اسکے کہ خدا کے حکم سے کوئی کھڑا ہو) کیونکہ یہ خلافت جسمانی ہی اگر اس میں روحانی بدیاں پائی جاتی ہیں تو ہوں ہاں اگر روحانی خلیفہ بدکار ہو تو اسے فوراً چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ اس سے تعلق ہی روحانیت کا ہے۔

سوال۔ مگر جو خلیفہ غاصب ہو۔ کسی کا حق غصب کر کے تخت نشین ہو۔ اسکی اطاعت کیا تعاون علی الاثم والعدوان نہیں ہے۔

جواب۔ غصب کا سلسلہ تو ابتدا دنیا سے جاری ہے پہلے کسی کی حکومت ہوتی ہے پھر کسی دوسرے کا غلبہ ہو کر اسکی حکومت قائم ہو جاتی ہے جو غصب کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ مگر عام رعایا پر اطاعت لازم ہے۔ کیونکہ دنیا دار الجزاء نہیں۔ اسکے گناہ کی سزا اسے ملے گی۔ لیکن جب خدا نے اسے بنایا ہے تو آخر کسی مصلحت یا غرض کے لئے بنایا ہے پس اس کا معاملہ خدا سے جدا ہے رعایا کا کام ماننا ہے اور بادشاہ وقت کی فرمانبرداری۔

سوال۔ تو آپ کے نزدیک ہر حکومت کی اطاعت واجب ہے اور اس طرح پر سلطنت اسلامی

جو ترکوں اور کابلیوں میں تقسیم شدہ ہو وہ صرف اسی رعایا کی مطاع ہو جس پر کہ حکمران ہے۔

جواب۔ بیشک! جو مسلمان عیسائیوں کی حکومت میں رہتے ہیں انہیں دنیاوی طور پر عیسائیوں ہی کی فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ انپر ترکوں یا کابلیوں کی اطاعت کا حکم نہیں۔

دونوں سوالوں کا اکٹھا جواب۔ اب میں آپکے دونوں سوالوں کو ملاکر ایک اور رنگ میں جواب دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لیستخلفنہم فی الارض۔ پس جب تین خلیفے ہوگئے تو یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور اب اس سے آگے اگر خلفاء نہ ہوں تو ہم پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ تین ہو جانے پر وعدہ قرآنی پورا ہوچکا۔ کوئی کہے کہ دوسروں کو کیوں نہیں مانتے ہم کہینگے شرائط نہیں پائی جاتیں۔

(ب) خلیفہ برحق کا نشان ہو کہ اسکا دین تمکین پاجائے اور ایک ایسی جماعت ہو جو اسکے فتووں پر چلے آپ بتا سکتے ہیں کسی ایسی جماعت کا پتہ جو یزید کے فتووں پر چلتی ہو اسکا تو ہمنام ہونا بھی کوئی مسلمان پسند نہیں کرتا۔ پس بنی امیہ یا بنو عباس کی خلافت کا سوال ہی غلط ہے کیونکہ انہیں خلافت کے وہ نشان ہی نہیں پائے جاتے۔

(ج) لیستخلفنہم سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ بلا کسی ناغہ کے متواتر خلفاء چلے ہی جاینگے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسی قدر وقفے کے بعد پھر خلیفہ برحق ہو۔

سوال۔ کیا ایسے خلفاء کی بیعت ضروری ہے؟

جواب۔ نہایت ضروری ہے۔ اگر ضروری نہ ہوتی تو ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم نہ فرماتا۔ اور یہ ارشاد نہ ہوتا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین۔ پس غیر مامور خلیفے کی اطاعت بھی لازم ہے کیونکہ اسکی غرض بھی دین قائم کرنا ہے اور غیر مامور کی صداقت کا نشان یہ ہے کہ اسے دین ہیں اتباع کرنے والی ایک جماعت دیجائے اور دوسرا یہ کہ اسکے مخالف تباہ ہوں

سوال۔ تو کیا امام احمد حنبل۔ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی کی اطاعت ضروری نہیں ان کے فتووں پر چلنے والی بھی جماعتیں ہیں۔

جواب۔ وہ ایسے خلفاء نہیں تھے نہ خلافت کے مدعی انکی قبولیت بطور انعام ہے یہ نیکی و تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔ اسکا اجر ان کو ملا۔

اسپر سائل نے کچھ اعتراض کیا جس کے جواب میں فرمایا۔ آپ میرے دونوں جوابوں کو ملاکر اعتراض پیدا نہ کریں میں نے خلفاء کے تین سلسلے بیان کئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ چار پر ختم ہو گئے ایک یہ کہ مجددین کا سلسلہ ہے اور یہ کہ خلفاء روحانی خلفاء جسمانی کا سلسلہ جاری ہے آخری صورت میں متعدد خلفاء ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف ممالک میں مختلف مجدد آئیں مگر پہلی صورت میں کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اسوقت بھی کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ سلسلہ بھی منہاجِ نبوت پر ہے اور نبی کریم کی بعثت ثانی کا وقت ہے۔ باقی اہل تشیع کے بھی بیشک امام ہوئے ہیں ان میں سے جنھوں نے ایسا دعویٰ کیا جو تمام دنیا کے لئے فرد واحد ہونے کی حیثیت سے ہو تو میں ان نشانوں کے ساتھ جو ایسے لوگوں کے لئے مقرر ہیں انکو پرکھونگا اور جو ایسے امام اور خلیفے ہیں۔ جن سے روحانی فیض حاصل کیا جاتا ہے اور جنکا متعدد ہونا بھی جائز ہے میں اگر اس زمانہ میں ہوتا تو انکی نیکی اور تقویٰ کو دیکھتا۔ جس کو اپنا متبوع ہونے کے قابل پاتا۔ اس سے روحانی فیض لیتا۔ یا فقہی مسائل پوچھتا جیسے شاگرد اپنے استاد کو اپنی سمجھ کے مطابق دیکھ لیتا ہے یہ جھگڑے بعد میں ہوئے پہلے تو شیعہ امام سنیوں کے اُستاد اور سنی امام شیعوں کے مقتدا رہے ہیں۔

سوال چہارم۔ اندرونی اختلاف اور اخلاقی لغزشوں کے باعث اگر خلافت محمدیہ کا یہ حشر ہوا۔ کہ خلافت طاہرہ کے متعلق تعیین زمانہ ہی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک ظلّی اور بروزی نبی کے اسی قسم کے سلسلۂ خلافت کو مشیت ایزدی میں کسقدر مہلت حیات ہو سکتی ہے۔

جواب۔ اسکا جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ خلافت ایک انعام الٰہی ہے جب تک نبی کی جماعت اپنے آپکو اس قابل رکھے گی یہ نعمت جاری رہیگی صرف اس خیال سے کہ یہ نعمت آخر چھینی جاتی ہے اس نعمت کو ابتدا ہی سے نہ لینا کفران ہے کیوں نہ اپنی حالت ایسی بنائی جائے کہ یہ نعمت ہمیشہ جاری رہے مکالمہ مخاطبہ بھی ایک نعمت الٰہی ہے اور مغضوب علیہم قوم سے چھین لی جاتی ہے تو کیا اسکی التجا بھی اسلئے نہ کیجائے کہ ہم سے آخر چھینی جاتی ہے میں نے آپکو بتایا ہے کہ ایک طور پر رسول اللہ صلعم کی خلافت ختم نہیں ہوئی اور اب تو نئے سر سے پھر سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے اور اگر دوسرے معنے لئے جائیں یعنے چار پر ختم یا صرف مجددین کا سلسلہ جاری۔ تو بھی آپ دیکھیں کہ خلافت کس طرح ختم ہوئی حضرت امام حسن خلیفہ ہوئے انہوں نے اس خیال سے کہ میں انتخاب

مومنین سے خلیفہ نہیں ہوا۔ اور اسلئے کہ باپ کے بعد معاً بیٹا بغیر انتخاب کے خلیفہ ہو جانے سے خلافت وراثت بنجاتی ہے امیر معاویہ سے صلح کرلی اور انہیں خلافت دیدی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں سے خلافت ہی اٹھ گئی۔ کیونکہ یہ ایک نعمت الٰہی کو ایک طور پر رد کرنا تھا۔ میں حضرت امام حسن کی نیک نیتی کا قائل ہوں اور انکو اسکا اجر بھی ملیگا مگر بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا خمیازہ ضرور اٹھانا پڑتا ہے اب دیکھئے جو خلافت کو مٹانا چاہتے تھے انکی تو پیش نہ گئی کیونکہ یہ خدا کا کام تھا۔ لیکن جب خدا نے اس انعام کو اٹھا لینا چاہا۔ تو خود ان کے ہاتھوں سے اسکا خاتمہ ہوا جو خلافت کو بجائے مٹانے کے بنانا چاہتے تھے۔

اس زمانہ میں چونکہ اشاعت دین کا موقعہ ہے اور اسکے سامان مہیا ہیں اور خلافت کی ایسے حالات میں بہت ہی ضرورت ہے۔ کیونکہ کوئی جماعت ترقی نہیں کرسکتی جبتک ان کا ایک منتظم ایک نگران کار نہ ہو اسلئے اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے اور دنیا میں پھیلانے کے لئے میں امید کرتا ہوں کہ خدا خلافت کے سلسلہ کو بہت لمبا کر دیگا اور چار پر ہی خاتمہ نہیں ہو جائیگا پھر اسکی ہمیں کیوں فکر ہو خلیفہ بنانا ہمارا کام نہیں ہمارا کام تو خلیفہ کی اطاعت ہے۔ بنانے کا کام خدا کے سپرد کردو اور اپنا فرض ادا کرتے رہو۔ مسیح موعود حضرت رسول کریمؐ کا کامل بروز ہیں۔ اسلئے جن کمالات کا اظہار پہلی دفعہ ہوا۔ اب بھی ہوگا۔ بلکہ چونکہ یہ وہ دن ہیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کمال تک پہنچکر کالبدر التام ہوگئی ہے اسلئے خدا کا جلال پہلے سے بڑھکر ظاہر ہوگا۔

سوال پنجم حضرت علیؓ منصب خلافت پر انہیں اصولوں کی تحت میں سرفراز ہوئے تھے۔ جن کے رُو سے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ خلیفہ رہ چکے تھے پس وہ لوگ جو علی سے نافرمان ہوکر جنگ جمل وصفین میں ان کے مخالف صف آرا ہوئے انکے ایمان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

اور اگر جانبین حضرت محمد صلعم جیسے ہتم بالشان رسول کے سلسلہ میں بھی رخنہ اندازی کرکے علیؓ و معاویہؓ کی پیروی سے مخلص مومنین رہ سکتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے مرید کسطرح جناب سے انحراف یا مولوی محمد علی سے ارادت رکھنے کے باعث سلسلہ احمدیہ سے خارج ہو سکتے ہیں یا کم سے کم انپر عقوبت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ابوبکر و عمر ہوں یا حضرت علیؓ۔ ان کے منکر کافر نہیں۔ فاسق ہیں۔ فاسق کے تین معنے

ہیں۔ فاسق بمعنی کافر۔ فاسق بمعنی بدکار۔ فاسق بمعنے باغی۔ یہاں تیسرے معنے مراد ہیں۔ یعنے باغی جس کے معنے ہیں سلسلہ کے اتحاد کو توڑنے والے اور بس۔ اس بغاوت کا اثر ان پر بھی پڑیگا کہ اگر دوسری نیکیاں اتنی ہیں کہ اس گناہ کو ڈھانپ لیں تو خدا عفو کر دیگا ورنہ سزا دیگا۔ اور سزا دینا یا بخشنا اللہ کا کام ہے یہ ہمارا کام نہیں کہ اس پر بحث کریں ہم کو تو شریعت کی اصطلاح سے غرض ہے وہ خلیفہ کی بیعت نہ کرنے والے کو باغی قرار دیتی ہے

سوال۔ تو شیعہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو نہ ماننے کی وجہ سے فاسق ہوئے کافر نہیں۔

جواب۔ صرف خلیفہ کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ ہاں باقی عقائد کی بحث جدا ہے اور میرے نزدیک اسوقت کے شیعہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو کہ مومنین صالحین ہیں) سبّ و شتم کرنے کی وجہ سے اس فتویٰ کے نیچے آتے ہیں۔ ورنہ جو ان میں سے یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان مومنین صالحین مخلصین تھے ہم انہیں برا نہیں کہتے نیکی سے یاد کرتے ہیں۔ صحابی مانتے ہیں۔ صرف حضرت علی احق بالخلافت تھے تو میرے نزدیک وہ فاولئک ھم الفاسقون میں داخل نہیں کیونکہ خلافت کی اطاعت تو اس کی حیات تک ہے جب وہ خلفائے راشدین فوت ہو چکے ہیں حاکم و بادشاہ بھی نہیں تو اب ان شیعوں کو انکا باغی کہنا بے فائدہ ہے ہاں یہ خیال رہے کہ مسیح موعود کی بعثت کا سوال اور ان کے انکار کا مسئلہ الگ ہے۔

سوال۔ پھر امیر معاویہ جنھوں نے حضرت علی سے ان کے وقت میں بغاوت کی وہ تو کم از کم × ×

جواب۔ ہاں ان کے سر پر ذمہ داری ہے حضرت مسیح موعود نے لکھا۔ فمن خالفہ فی وقتہ فبغی وطغی (جس نے حضرت علیؓ کی ان کے وقت میں مخالفت کی وہ باغی و طاغی ہی مگر اب ہم امیر معاویہ پر الزام نہیں لگاتے نہ انہیں باغی کہتے ہیں نہ فاسق کیونکہ انہوں نے بعد میں صلح کر لی۔ اور امام حسن نے اس صلح کو قبول کر کے انہیں اپنی خلافت دیدی۔ اس معاملہ میں اگر امیر معاویہ نے کوئی غیر مخلصانہ فعل کیا تو ان کا معاملہ خدا سے ہے۔ ہماری نظر تو ظاہر پر ہی ہو سکتی ہے ہم دیکھتے ہیں اور تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ انہوں نے صلح کی امام حسنؓ نے قبول کی۔ اپنی خلافت بھی دیدی پس وہ باغی نہ رہے کیونکہ اب باغی یا فاسق انہیں کہا جائے تو امام حسن پر الزام آتا ہے۔ کہ ایک

فاسق کو خلافت حوالہ کر دی۔ باقی میرے انکار کے متعلق جو آپ نے دریافت کیا ہے میں تو بار ہا بتا چکا ہوں کہ خلیفہ کے انکار سے ایمان نہیں جاتا۔ مولوی محمد علی صاحب کو احمدی لکھتا ہوں۔ ان سے ارادت رکھنے والا بھی سلسلہ احمدیہ سے خارج نہیں مگر فسق و بغی کا فتوے ضرور ہے۔ سعد بن عبادہ کا قصور ان سے بہت کم ہے وہ حکم خلافت کے باغی نہ تھے انہوں نے صرف بیعت نہیں کی مگر احکام خلافت کی اطاعت کرتے رہے اور خاموش رہے جب اپنے وجود کو فتنہ سمجھا تو چلے گئے اسی طرح دوسرے صحابی حضرت علی یا حضرت عثمان کے وقت میں منکرِ خلافت نہ تھے بلکہ ایک خلیفہ کے بارے میں جھگڑا تھا یا اس سے چند مطالبات تھے اور یہ لوگ۔ (پیام والے) تو سرے سے خلافت ہی کے قائل نہیں۔ اور مجھ پر کفر کا فتوے دے رکھا ہے اور شرک کا مبدء سمجھتے اور لکھتے ہیں۔ اور پھر عقاید میں اختلاف رکھتے ہیں۔ تاہم میں انہیں ابھی تک۔ احمدی ہی سمجھتا ہوں۔

سوال ششم۔ کہا جاتا ہے کہ جائز خلافت صرف تشریعی نبی سے جاری ہو سکتی ہے اور ظلی نبی صاحبِ خلافت نہیں ہؤا کرتے۔ اسکے متعلق جناب کا کیا ارشاد ہے؟

جواب۔ صرف صاحب شریعت نبی کی خلافت ہوتی ہے۔ اس دعوے کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے پیش کیجائے تو میں کچھ کہوں

دلیل۔ مثال موجود نہیں۔

جواب۔ کسی چیز کی مثال کا موجود نہ ہونا اسکے نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ پھر مثال تو مسیح موعود کی بھی موجود ہے جو صاحب شریعت نبی نہیں تھے۔ ان کی دو زندگیاں ہیں ایک واقعہ صلیب تک سو اسکے بعد پطرس کی خلافت موجود ہے۔ انجیل میں صاف لکھا ہے اے پطرس تو میرے بعد میری بھیڑوں کو چرا۔ اور دوسری کشمیر میں سو ان کی اپنی زندگی کے حالات کا بہت کم علم ہے تو ان کی خلافت کا کیا ثبوت دیا جائے۔ پہلے تمام غیر صاحب شریعت انبیاء کی تاریخ لائی جائے جب تاریخ ہی موجود و محفوظ نہ ہو۔ تو یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے کہ مثال بھی موجود نہیں۔

ہم تو حدیث میں پڑھتے ہیں کہ ما من نبوۃ الا تبعتھا الخلافۃ۔ ہر نبوت کے بعد خلافت ہے

سوال ہفتم۔ جس حالت میں منصب خلافت پر عزل و نصب محض کثرت رائے سے ہو سکتا ہے۔ اور

ہم خلفا کو مامور تو مان ہی نہیں سکتے تو پھر غیر مامور کی اطاعت ہر شخص پر فرض کیونکر قرار دی جاسکتی ہے۔ اگر ایک شخص اپنی روشنی ضمیر میں کسی خلیفہ سے انحراف کرے تو خواہ نظام سلسلہ بگڑتا ہوا دیکھکر اسکی یہ حرکت سیاسی غلطی بھی مان لیجائے پھر بھی مذہباً وہ قابل عقوبت کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب۔ خلافت حقہ کا عزل کبھی نہیں ہوتا۔ اور خود ہٹنا بھی گناہ ہے۔

سوال۔ امام حسنؓ کیوں ہٹ گئے۔

جواب۔ اسکی ایک خاص وجہ ہوئی۔ وہ سمجھے کہ میں انتخاب سے خلیفہ نہیں ہوا۔ اور باپ کے بعد معاً بیٹا اس صورت میں ٹھیک نہیں۔ پاک دل تھا گو اجتہاد میں غلطی ہوئی۔

سوال۔ حضرت علیؓ نے اپنا معاملہ جو حکم کے سپرد کر دیا تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزل ہو سکتا ہے۔

جواب۔ میں ہرگز اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت علیؓ نے اپنا عزل منظور کر لیا تھا بلکہ حضرت علی نے یہ بتانا چاہا تھا کہ یہ شرارت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے جب فیصلہ ہوا تو آپ نے مانا نہیں اصولاً یہ بات نہیں مانی تھی کہ عزل منظور ہے بلکہ بات یہ مانی تھی کہ قرآن کا فیصلہ منظور ہے اور خلافت کا عزل کرنا (بعد اسکے قیام کے) قرآن مجید کے خلاف ہے۔ پس یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے اصولاً اپنا عزل مان لیا تھا۔

سوال۔ جب نصب جماعت کی رائے پر ہے تو عزل کیوں اسکی رائے پر نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ایک نبی کی بیعت بھی اپنی مرضی سے ہوتی ہے مگر اسکی بیعت سے نکلنا انسان کو مرتد بنا دیتا ہے جس کے لئے کفار سے بھی زیادہ سخت احکام ہیں۔ خلافت بیشک مومنوں کے انتخاب سے بھی ہوتی ہے مگر خلیفے قائم کرنا در اصل خدا تعالٰے کا کام ہے۔ اور خدا کے کام کو مٹانا انسان کے لئے جائز نہیں۔ حضرت نبی کریم کی بعثت اولیٰ کی نظیر موجود ہے۔ خدا نے خلافت قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر جس طرح وہ پورا ہوا۔ وہ جائز طریق ہے قیام خلافت کا اور لیستخلفنھم کی ماتحت ہمیں ماننا ہوگا کہ اس طریق سے جس پر ہر چہار خلفاء کی خلافت ہوئی۔ خلافت قائم ہوا اس کا خدا کی طرف سے دیا جاتا ہے پھر اس معاملہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔ میں پورے یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ خلافت خدا ہی قائم کرتا اور خلیفہ خدا ہی بناتا ہے جس فتنہ عظیمہ اور مخمصہ کثیرہ کیوقت

خدا نے مجھے خلیفہ بنایا۔ ایک انسان بلکہ تمام جماعت کی طاقت میں بھی ہرگز نہ تھا کہ مجھے خلیفہ نامزد کر کے پھر وہ تمکین دین دے سکتے اور وہ امن بعد خوف پیدا کرتے جو خدا نے میرے لئے کیا اور بغیر کسی میری ذرا سی کوشش کے مفسدین و مخالفین کو نیچا دکھایا۔ ان کے گروہوں کو جیسا کہ اس قادر ذوالجلال نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ لیمزقنہم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کی جمعیت پراگندہ ہو گئی۔ اور خدا تعالےٰ کی بات غالب ہوئی میں نے بھی خیال کیا تھا۔ کہ خلافت چھوڑ دوں اور اپنے آپکو معزول کر لوں۔ مگر جب استخارہ کیا اور بہت دعائیں تو مجھے ایک رؤیا میں سمجھایا گیا کہ یہ جائز نہیں تب میرا دل مستحکم ہو گیا اور میں نے اسکے سلسلہ کا خادم بننا قبول کیا۔

سوال ہشتم - چند سال پیشتر مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدّین سلسلہ احمدیہ کے لئے باعث فخر و مباہات سمجھے جاتے تھے اور نبی کے متبوعہ صحابی ہونے کی وجہ سے درست بھی تھا۔ اب اس اختلاف نے اگر ان کو جاہ طلب اور منافق ثابت کر دیا تو شیعہ نقطہ خیال سے بھی جاہ طلبی اور منافقت اصحاب رسول اللہ صلعم میں بھی رونما ہو سکتی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا اختلاف اور حضرت علی اور امیر معاویہ میں جو لڑائی باوجود رسول اکرم کے صحابی ہونے کے ممکن الوقوع تھی۔ ان تاریخی اور موجودہ تنازعات نے جو ایک بزرگ ترین رسول اور نبی ظلّی کے اصحاب خاص وپیوستہ مشن اور معتمدین خصوصی میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اغیار پر حضور سرور کائنات اور حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کا (جو گروہ خاص میں منافقین پیدا کرنے میں صرف ہو جائے) کیا اثر ہو سکتا ہے اور کیا احترام ہونا چاہئے۔

جواب - اس معاملہ میں شیعوں اور ہم میں ایک فرق ہے شیعہ تو صرف چند آدمیوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ باقی سب منافق۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ حضرت اقدس کے کثیر اصحاب حق پر ہیں۔ صرف معدودے چند ہیں جو غلطی پر اڑے ہیں باقی رہا یہ اعتراض کہ نبی کے اصحاب گمراہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ سو میں تو دیکھتا ہوں خدا کے ولی بھی گمراہی میں گر جاتے ہیں۔ دیکھئے ایک شخص کا ذکر قرآن مجید میں ہے لو شئنا لرفعنہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض اور صحابیوں کی نظیر تو ہر مذہب و ملّت میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے صحابی ہی تھے جو اپنے نبی کی ذرا سی غیر حاضری ہی میں بچھڑا پوجنے لگ گئے۔ انکی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے پھر نوحؑ کا بیٹا بھی آخر صحبت ہی میں رہتا تھا۔ اسے ہدایت ہی نہ ہوئی۔ یہودا اسکریوطی بھی صحبت ہی میں رہتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم

کا کاتب وحی بھی صحابی ہی تھا اور معتمد علیہ پس چند لوگوں کا بگڑ جانا اس مذہب کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہاں کثرت نہیں ہونی چاہئے۔ منافقوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ جس چیز پر نفاق ہو اسکے مطابق فتویٰ ہوگا۔

حضرت علی و حضرت ابو بکر میں تو کوئی اختلاف نہیں اور امیر معاویہ حضرت علی کے بعد زندہ رہے اسلئے ہم انہیں برا نہیں کہتے۔ جبکہ انہوں نے صلح کر لی۔ اور امام حسنؓ نے بھی مان لیا۔ آپ اس بات پر غور کریں۔ اگر وہ خدا کے نزدیک بے قصور اور متقی ثابت ہوئے تو جو انہیں برا کہتے ہیں ان پر مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ برے ہیں تو ہم انہیں نیک کہتے ہیں۔ تو جو امام حسنؓ کا حشر ہوگا وہی ہمارا ہو جائیگا۔

پھر ایسی باتوں سے لوگوں پر حق مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صادقوں کے مقابلے پر اٹھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ امام حسینؓ کے مقابلہ پر یزید اٹھا۔ تو کیا اسکا نام و نشان نہیں مٹ گیا امام حسینؓ بیشک شہید ہو گئے مگر جس غلطی کے مٹانے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے وہ مٹ گئی یزید خود شرمندہ ہوا۔ اسکی اولاد پھر امام حسینؓ کی اولاد کی خادم ہوئی۔ وہ مومن جو کسی خاص کام کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ ان کے قتل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ خدا کی تلوار تھے۔ لوگوں کو وہ ٹوٹی نظر آتی ہوگی میں تو دیکھتا ہوں اس نے وہ کام کیا جس کا اثر اب تک موجود ہے۔

سوال۔ امام حسینؓ کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ایک جسمانی خلیفہ کے مقابل جنگ کی

جواب۔ میں امام حسینؓ کو خدا کا ایک برگزیدہ سمجھتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ خدا کے حکم سے یزیدیت مٹانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مگر ایسے مامور نہیں۔ جن کی بعثت عام ہوتی ہے بلکہ ایک خاص کام کے لئے اور جنہوں نے ان کا مقابلہ کیا سخت غلطی کی۔ مگر نہ ماننے سے ان پر فسق کا فتویٰ نہیں اسلئے کہ آپ خلفاء اربعہ کی طرح خلیفہ نہ تھے اور نہ مامور تھے۔ ہاں جنہوں نے ظلم کیا وہ ظالم ہیں جنہوں نے متعمداً قتل کیا وہ جہنمی ہونگے۔

سوال حضرت علیؓ تو برحق تھے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے حضرت معاویہ کو آپ کیا کہتے ہیں۔ اور حضرت[۱] کے خطاب سے کیوں یاد کرتے ہیں۔

---

[۱] لطف یہ کہ ہمارے دوست میر صاحب خود حضرت معاویہ کہتے تھے۔

جواب - میں پہلے جواب دے چکا ہوں کہ امیر معاویہ حضرت علی کے بعد زندہ رہے پھر صلح کر لی۔ اسلئے بظاہر ان کی توبہ معلوم ہوتی ہے اور فی وقتہ بغی و طغی حضرت صاحب نے لکھا ہی۔ ہم انکی عزت صحابی ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ کی عظمت دل میں ہو۔ تو وہ تو ایک صحابی ہیں۔ میں تو آنحضرت کے ایک کُتّے کو بھی حضرت کہہ دوں لیکن کتے کو پالنا جائز نہیں فرمایا۔

سوال نہم - بروزی نبی اور مجددؔ الوقت میں کیا امتیازی فرق ہی جس مشن کو مجددؔ ہر صدی کے اخیر پر بوجہ احسن پورا کر سکے۔ اسی کے لئے پھر ظلیؔ نبی کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے بوجہ یکساں مشن یکساں تعلیم یکساں نتائج اثمہ مرتب ہونیکے ظلیؔ نبی اور مجدد مترادف ہو جاتے ہیں۔

جواب - مجددؔ تو اپنے اپنے علاقوں میں ایک وقت میں کئی بھی ہونگے مگر بروزی نبی کسی خاص علاقہ کے لئے نہیں ہوگا اسلئے کہ اسکی نبوت اپنی نبوت نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ کی نبوت ہے۔ جو تمام جہان کے لئے تھے بس وہ جو اس ختم الرُّسلؐ کے تمام کمالات کا مظہر ہے وہ بھی سارے دنیا کے لئے ہوگا مجدد کے انکار سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ ہاں قرب الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔ سلب ایمان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ نبی کا انکار کفر ہے یہ ممکن ہے کہ کوئی مجدد کو نہ جانے اور اسکے نہ جانتے ہوئے قرب الٰہی میں ترقی پا جائے۔ مگر کامل بروزی نبی سے جاہل رہ کر کوئی ترقی و تقرب نہیں پا سکتا۔

سوال دہم - محمد علی باب افریقی مہدی اور دیگر داعیان نبوت کے دعاوی کو کن وجوہ سے حضرت صاحب کے مقابلہ میں غلط قرار دیا جائے

جواب - افریقی مہدی نے دعوٰی نبوت نہیں کیا۔ پھر ایسے تمام مہدیوں میں سے ہو سکتا ہے کہ بعض سچے ہوں۔ حالات صحیحہ ان کے موجود ہوں تو پھر ہم بتا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے بہت سے مہدیوں کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ مگر کوئی ایسا مہدی نہیں ہوا۔ جس نے یہ دعوٰی کیا ہو کہ آنے والا مسیح بھی میں ہی ہوں۔ محمد علی باب نے نبوت کا دعوٰی نہیں کیا۔ آپ ان لوگوں کی کتابیں دیکھیں وہ تو نبوت کے قائل ہی نہیں۔ وہ تو مظاہر الٰہی کہتے ہیں یعنے خدا کی ذات ورا اورا ہی اسکے صفات کے مظہر دنیا میں آیا کرتے ہیں اور انہی میں ذات الٰہی پائی جاتی ہے بس ایسے رہیوں کو نبوت کے معیار پر نہیں پرکھا جائیگا۔ وہ تو اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں کہہ سکتے کیونکہ موجودہ شریعت اسلامی و قرآن مجید کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ اور نئی کتاب کے نازل ہونیکے قائل ہیں۔

سوال ۔نبیوں کے پرکھنے کا کیا معیار ہے ؟

جواب ۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل ۔جس پر ۲۳ سال بعد از دعویٰ وحی گزر جاویں وہ ضرور صادق ہے ۔

پھر فرمایا وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین ۔ مرسلان الٰہی تبشیر و انذار کرتے ہیں (۳) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ۔ وہ اپنے مخالفوں پر غالب آتے ہیں ۔جس بات کو وہ قائم کرنا چاہتے ہیں قائم کر کے جاتے ہیں اور مخالفوں کی کچھ پیش نہیں جاتی (۴) فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول ۔ جو خدا کا نبی ہو ۔ اسکو غیب کی خبریں دی جاتی ہیں بالخصوص ایسی خبریں جو قوموں کی تباہی یا ترقی کی نسبت ہوں (حضور نے نشانات صداقت کی جو تشریح فرمائی تھی مینے نہایت مختصر کر دی ہے صرف اشارۃً آیات لکھدی ہیں)

سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے ؟

جواب ۔بروزی نبوت کا سلسلہ جاری ہے یعنے قدسی نفوس میں نبوت محمدیہ ہی پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوگی ۔ یہ سلسلہ بند ہو جانے کے ہم قائل نہیں ۔ اگر نبوت بند ہوتی ۔ تو ایک طرف اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کیوں سکھائی جاتی ۔ دوسری طرف انعم علیہم کی تفسیر اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النّبیّین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین سے کی ہے بس نبوت کا دروازہ کھلا ہے مگر نبی وہی ہوگا جو رسول کریم کے تمام کمالات کا مظہر اتم ہو ۔ اور اسوقت تک صرف ایک ہی ہوا ۔ حالانکہ مکالمہ مخاطبہ کا انعام بہت سے اولیاء وصلحاء امت محمدیہ نے پایا اور نبوت محمدیہ کا پرتو بھی بقدر ان کی استعداد کے ان پر پڑا ۔ مگر چونکہ وہ جمیع کمالات محمدیہ کے مظہر نہ تھے اسلئے نبی نہ کہلائے ۔

سوال ۔مع الذین انعم اللہ علیہم فرمایا ہے نہ یہ کہ وہ نبی ہو جائینگے ۔

جواب ۔ اس معیت سے مراد اس جماعت میں داخل ہونا ہے ۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ اب کوئی صالح بھی نہیں ہوگا ۔ شہید بھی نہ ہوگا ۔ صدیق بھی نہیں ہوگا ۔ اسکا کوئی فرقہ قائل نہیں پھر دیکھئے قرآن شریف میں آتا ہے توفنا مع الابرار تو کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی نیک فوت ہو تو ساتھ ہی ہماری جان بھی قبض کرے ۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک آیت ہے ۔ تو اب کیا اس سے یہ مراد ہے ۔ کہ ایسے

*الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولئک مع المومنین ۱۲

لوگ مومن نہیں ہونگے بلکہ مومنوں کے ساتھ ساتھ رہینگے۔

اسکے بعد سائل صاحب متفرق باتیں دریافت کرنے لگے۔

سوال۔ بروزی نبی کے معاملہ میں کوئی سکوت کرے تو اسکی نسبت کیا ارشاد ہے؟

جواب۔ سکوت جائز نہیں توقف بھی ایک قسم کا انکار ہے۔ آپ تو سکوت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ نبیوں کے معاملہ میں تو بعض اوقات اقرار بھی کفر ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں آتا ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین۔ وہ اللہ سے یوم الآخر تک تمام اصول کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں مگر اُنپر بھی فتویٰ کفر ہے سکوت اسلئے جائز نہیں اس طرح تو پھر جماعت بن ہی نہیں سکتی۔ نبی کے ساتھ ہونے میں مشکلات ہوتی ہیں۔ اب سب لوگ مشکلات سے بچنے کے لئے یہی کہنے لگیں کہ ہم خاموش ہیں تو پھر وہ جماعت کہاں سے آئے جو دنیا کی اصلاح کے لئے طیار کر کے نبی نے اپنے مولی کے حضور واپس لوٹنا ہے۔

سوال۔ کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے تو جبتک وہ کثرت نہ ہوئے نبی نہیں ہوگا۔

جواب۔ تحصیلدار اسے کہتے ہیں۔ جو مالگذاری کی وصولی کا انتظام کرے وغیر ذالک تو کیا جب تک ایک سال گذر نہ جائے اور وہ کار متعلقہ سر انجام نہ دے لے اسے تحصیلدار نہ کہنا چاہئیے۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر کو ڈپٹی کمشنر نہ کہا جائے جبتک وہ تمام باتیں نہ آمیں ہولیں جو اس عہدہ کے نشان ہیں۔ پھر قرآن مجید میں آتا ہے اناحملنا ذریتھم فی الفلک المشحون۔ اب اگر وہ کشتی پہلے ہی بھری ہوئی تھی۔ تو پھر لوگ کہاں بیٹھے پس یہ اعتراض جو میرے مخالفوں نے مجھ پر بلکہ حضرت اقدس پر کیا ہے (کیونکہ یہ تعریف حضور ہی کی ہے) بہت ہی بیہودہ ولغو ہے۔ جس کو کثرت امور غیبیہ سے مشرف کرنا ہوگا۔ اسی کا نام نبی رکھیگا۔

سوال۔ آئندہ اگر کوئی نبی آیا تو کیا اسکے لئے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے سلسلہ میں ہو۔

جواب۔ ہاں ضروری ہے بلکہ مومن بننے کی شرط بھی مسیح موعود کی اتباع ہی

سوال۔ اس طرح تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے

جواب۔ جب کوئی شخص خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جبتک کہ آنحضرت صلعم کو نہ مانے۔ تو کیا اس سے لازم آئیگا کہ حضرت نبی اکرم خدا ہو گئے۔ یہ تو وجاہت کی بات ہے جب خدا تعالیٰ کسی کا رتبہ بلند فرماتا ہے تو شرط لگا دیتا ہے۔ کہ اب جو ہمارے دربار میں آنا چاہیے انکی وساطت اور سند اتباع حاصل کرنے

کے بعد آئے آپ نوابوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے حضور میں پہنچنے کیلئے ایڈیکانگ ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ خود بھی کسی بادشاہ کے ایڈیکانگ ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کا درجہ بڑھتے بڑھتے ۱۳ سو سال میں اسقدر بلند ہوگیا ہے کہ خدا نے فرمادیا۔ تو ہم اب تمہیں بھی ایک دربان دیتے ہیں اب تمہارے دربار میں بھی کوئی نہ باریاب ہوسکے گا جبتک کہ وہ تمہارے ایک متبع کامل کی سند اتباع نہ لائے۔ پس اصل خاتم النبیین تو حضرت نبی کریم ہی ہیں اور یہ وساطت کی شرط بھی آپ ہی کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ میں تو اس بات کا بھی قائل ہوں کہ حضرت صاحب کا درجہ بھی بڑھتے بڑھتے کبھی ایسا ہوجائے کہ ان کو بھی ایک دربان ملجائے اور آئندہ جبتک کوئی اسکے اتباع کامل کی سند یافتہ نہ ہو۔ آپ کے حضور باریاب ہوسکے گا۔

خاتمہ پر میر افضل علی صاحب نہایت ممنون اور متاثر نظر آتے تھے جس کا انہوں نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا۔ ھداہ اللہ الی صراط مستقیم

نبوت مسیح موعود کے متعلق قرآنی آیات سے بحث

"مرزا عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ نے حضرت مسیح موعود کے حق میں ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو ایک احمدی کی شان سے بعید ہیں اسلئے المہدی نمبر ۶-۷ سے ان کی ان دلیلوں کا جواب دیا جاتا ہے جو صرف قرآن مجید کی آیات سے نبوت اصلیہ حقیقیہ شرعیہ کے شرائط لازمہ غیر منفکہ کے بارے میں پیش کی ہیں" (ایڈیٹر)

قولہ (۱) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ جب نبی کسی کی اطاعت کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ تو کسی کے فیض سے نبی بننے کے کیا معنے ہیں نبی تو وہ پہلے ہی سے ہو چکا (۲) النبی نبی ولو کان فی بطن امہ (۲) قولہ عیسیٰ۔ انی عبد اللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا (۳) یہ وہ عظیم الشان شرط نبوت ہے جس نے آدم سے لیکر خاتم النبیین تک سب رسل کو گھیر رکھا ہے۔

جواب اس آیت کے آپ نے خود یہ معنے کئے ہیں کہ ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا۔ مگر اسلئے کہ وہ مطاع ہو یعنے لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ بیشک یہ تو صحیح ہے مگر اس سے آگے جو آپ نے یہ فقرہ

ملا دیا ہے۔ "اور خود کسی کا مطیع نہ ہو" یہ کس آیت یا کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

(۲) آپکا یہ کہنا کہ وہ کسی کا مطیع نہیں ہوتا۔ اسمیں استثنا ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ وہ خدا کا بھی مطیع نہیں۔ اور اگر استثنا ہے تو شرعی نبی کی اطاعت بھی ممنوع نہ ہوئی۔

(۳) نبی مطاع ہو اور غیر مطیع یہ آپکا ترجمہ ہے۔ اب بتائیے کہ مطاع سب کا ہے؟ اگلوں پچھلوں کا۔ آپکا جواب ہوگا نہیں۔ ورنہ موسیٰ بھی باوجود رسول اللہ ہونے کے رسول اللہ صلعم کے مطیع ماننے پڑینگے بلکہ آپ کہینگے۔ کہ رسول انہی کا مطاع ہوتا ہے جو اسکی امت ہو۔ میں کہونگا۔ نبی کا غیر مطیع ہونا بھی انہی لوگوں سے مختص ہُوا۔ جو اسکی امت ہی سے ہوں۔ باقی جس طرح ان دوسروں کا مطاع نہیں۔ اسی طرح ان دوسروں کا غیر مطیع ہونا بھی شرط نہیں۔

(۴) مطیع کس کو کہتے ہیں آیا مطیع اسی کو کہینگے جو کسی دوسرے نبی کی شریعت پر چلے۔ اس طرح پر موسیٰ کے بعد کے تمام اسرائیلی نبی جو موسوی شریعت پر چلتے رہے موسیٰ کے مطیع ہیں۔ اگر مطیع کے کوئی اور معنے ہیں تو بتائیے + اس پر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح تو پھر نبی کریم بھی دوسرے نبیوں کے مطیع ہوئے کیونکہ ان کو بھی۔ ارشاد تھا۔ کہ اولٰئک الذین ھدی اللّٰہ فبھدٰھم اقتدہ۔ اسکا یہ جواب ہے کہ رسول اللہ صلعم جو اعمال کرتے اور عقائد رکھتے تھے وہ اسلئے نہیں کہ حضرت موسیٰ کی یا کسی دوسرے صاحب شریعت نبی کی کتاب میں تھے۔ بلکہ وہ سب بالتفصیل الگ طور پر آپ پر نازل ہوئے مگر بنی اسرائیل کے انبیاء اسلئے مطیع موسیٰ ہیں کہ انکی اپنی کوئی شریعت نہیں تھی۔ وہ اعمال شرعی کو اسلئے ہی بجالاتے تھے کہ تورات میں ایسا کرنے کا حکم تھا۔ پس فبھدٰھم اقتدہ سے یہ مراد نہیں کہ اعمال شریعت موسیٰ وغیرہ انبیاء کے کہنے سے بجالاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ اعمال حسنہ ضرور کرو۔ کیونکہ یہ تو ایسے اعلیٰ ہیں کہ پہلے راستباز بھی ان پر کاربند تھے۔

(۵) آپنے لکھا ہے کہ کسی کی فرمانبرداری سے نبوت پانے کے کیا معنے؟ جبکہ حدیث میں ہے۔ النبی نبی ولو کان فی بطن امّہٖ۔ **اوّل**۔ اس حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیجیے رواۃ اور کتاب کا حوالہ دو۔ **دوم**۔ مولوی محمد علی صاحب کا یہ کہنا کہ مبائعین کے نزدیک حضرت اقدس ۱۵ سال تک اپنی نبوت نہیں سمجھے۔ بالکل لغو ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بقول آپکے فی بطن امہ نبی تھے۔ تو اپنی نبوت چالیس سال تک نہ سمجھ سکے اور نہ جانا کہ میں عظیم الشان نبی ہوں۔ اسی طرح

قرآن شریف کی شہادت بھی موجود ہے کہ ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان

سوم - اگر نبی پیدائش ہی سے نبی ہوتا ہے تو یہ کہنا کہ "نبی کی پہلی زندگی پاک ہونی چاہئے" غلط ہؤا کیونکہ پہلی زندگی چہ معنے دارد۔ ماں کے پیٹ سے تو نبی تھا۔ کیا آپ تناسخ کے قائل ہیں۔

چہارم - النبی نبی کے کیا معنے ہیں اگر نبی کے معنی نبی بننے والا ہے (یعنی خدا کے علم میں ہے کہ وہ نبی ہوگا) تو آپکا اعتراض باطل اور اگر نبی کے معنے یہ ہیں کہ نبی ہو چکا ہے۔ تو پھر نبی کی جو تعریف آپ کرتے ہیں۔ اور جو شرائط غیر منفکہ آپ اس میں لازم ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس میں ثابت کیجئے یعنے یہ کہ وہ تمام علوم جبریل سے سیکھا ہو۔ اور حل معضلات دین نبوت سے کرتا ہو۔ اپنی قوم کی زبان میں مبعوث ہو۔ (اگر کہو کہ وہ ابھی مبعوث نہیں ہؤا تو یہ شرط غیر منفک نہ ٹھہری) (۳) شفقت علی خلق اللہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ یہ فی بطن امہ کس طرح ہوگا۔ واہ تاجر صاحب

۳ - اور یہ کہنا کہ مسیح کے جعلنی نبیاً کہنے سے ثابت ہؤا۔ کہ وہ مہد ہی میں نبی بن گئے تھے کسی سے فیض پانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

اوّل - ہمنے مسیح کی نسبت کب کہا ہے کہ ان کو کسی کے فیض سے نبوت ملی - دوم متوفی مثالوں سے کوئی کلیہ ثابت نہیں ہوگا۔ سوم - اگر جعلنی میں سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اسوقت وہ نبی تھے تو اٰتنی الکتٰب سے ماننا پڑیگا۔ کہ مہد میں کتاب بھی مل چکی تھی جب یہ باطل ہے۔ تو پہلی بات بھی باطل ہوئی چہارم - اصل بات یہ ہے کہ پیشگوئی میں ماضی بمعنے مضارع ہوتی ہے

۴ - اگر آدم سے لیکر خاتم النّبیین تک تمام نبیوں کا براہ راست نبوت پانا اس بات کی دلیل ہے کہ براہ راست ہونا شرط غیر منفکہ نبوت ہے۔ تو آدم سے لیکر مسیح تک نبیوں کا صرف اپنی قوم کے لئے بھیجا جانا اور ساری دنیا کے لئے نہ آنا یہ بھی کیوں شرط غیر منفکہ نبوت نہ کہی جائے اور اگر اس کلیہ سے نبی کریم صلعم مستثنیٰ ہیں اور وہ ساری دنیا کے لئے آئے تو اسی طرح مسیح موعود بھی بہ سبب اتباع کے نبی بن کر اس کلیہ سے مستثنیٰ ہوئے۔

دوم - اگر آدم سے لیکر مسیح تک تمام نبیوں کی شریعتیں منسوخ یا ترمیم ہوتی رہیں تو کیوں نہ مانا جائے کہ شریعت کا منسوخ ہونا بھی شرط نبوت ہے۔ اس طرح پر رسول اللہ صلعم نبی بھی ثابت نہیں ہو سکینگے۔ اگر کہو رسول اللہ صلعم کا استثنا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا بھی استثنا ہے

سوال ۵ - دوسری شرط یہ ہی کہ خدا کے رسول علوم دین کو ہمیشہ جبریل سے سیکھا کرتے ہیں - اور جو دلائل ان کو دئے جاتے ہیں - وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اسی لئے تو فرمایا - ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی -

جواب ۱ - ا حضرت مسیح موعود نے بھی علوم دین اور دلائل جبریل کے ذریعہ سے سیکھے -

(۲) حضرت صاحب نے اپنے پر جبریل کے نازل ہونیکا اعلان فرمایا ہے جیسے فرمایا جاء نی ائیل - اسکی تشریح حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں کہ یہ جبریل کا نام ہی اور بار بار آنے کی وجہ سے یہ نام رکھا تھا -

(۳) اگر کہو کہ وحی رسالت کا اقرار نہیں تو اسکے لئے اربعین ملاحظہ ہو - ۳ و ۴ صفحہ ۱۱ "کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے -

(۴) فرشتے کے ذریعے کسی کلام کا آنا وحی رسالت ہے یا نہیں ؟ اگر کہو نہیں تو معلوم ہوا - فرشتوں کا آنا نبیوں سے مخصوص نہیں آپکا اعتراض باطل ہے اور اگر کہو کہ "ہے" تو پھر مریم کو بھی نبی ماننا پڑیگا - کیونکہ وہاں ایک چھوڑ کئی فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے اذ قالت الملئکۃ

(۵) آپکا یہ کہنا کہ آیت ما ینطق الھوی سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام دلائل جبریل کے ذریعہ نازل ہوتے ہیں تسلیم کیا جائے تو سن لیجئے کہ یہ وحی حضرت صاحب پر بھی نازل ہو چکی ہے

سوال ۶ - وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم - خدا کے مرسل قوم کی زبان میں بھیجے جاتے ہیں -

جواب اول - تو کیا حضرت صاحب اپنی قوم کی زبان نہیں بولتے تھے یا اپنی قوم کی زبان میں انہیں الہام نہیں ہوئے -

۲ - خواجہ صاحب کا مضمون ام الالسنہ پڑھئے اس میں خواجہ صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ قوم سے مراد تمام وہ لوگ ہیں - جن کی طرف رسول بھیجا جائے - پس مسیح موعود کی قوم چونکہ کل دنیا ہے اسلئے کسی زبان میں الہام ہونا اس آیت کے خلاف نہ ہوگا - اگر کہو کہ ساری قوموں کی زبانوں میں کیوں الہام نہیں ہوا - تو ہم خواجہ صاحب والا جواب دیتے ہیں کہ عربی چونکہ ام الالسنہ ہی اسلئے

اسمیں الہام ہونا تمام زبانوں میں الہام ہوتا ہے۔

۳- اسی آیت میں ایک حصر ہے آیا رسولوں میں حصر ہے یا بلسان قوم پر۔ اگر کہو رسولوں پر حصر ہے تو اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ ہر ایک رسول کو اپنی قومی زبان میں الہام ہوتا ہی یہ نہیں کہ کسی اور زبان میں الہام ہوتا ہی نہیں۔ اگر بلسان قومہ پر حصر ہے تو معلوم ہُوا کہ نبیوں کا کوئی کام نہیں مگر صرف اپنی زبان میں گفتگو کرنا اور یہ خود بدیہی البطلان ہے

آپکے استدلال سے تو رسول اللہ صلعم بھی نبی ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا ہی رسول اللہ صلعم کو فارسی میں وحی نازل ہوئی

این مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم

جس نحوی ترکیب پر آیت ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہے۔ اسی ترکیب پر ما نرسل المرسلین الا مبشّرین ومنذرین ہے سو آپکی طرز پر اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ نبی کا کام صرف تبشیر و انذار ہے۔ باقی تمام شرائط غیر منفکہ پیش کردہ آپکے باطل گئے۔

اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ خدا کے رسول تعظیم لامر اللہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں تو کیا حضرت اقدس میں یہ بات برنگ اعلیٰ موجود نہ تھی۔ انکار کرو تو جواب دو۔ ں

قولہ - آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول حقیقی غیر حقیقی انبیاء کے لئے مشترک ہے۔

۲- ہر ایک رسول یا نبی کے لئے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانا کوئی شرط نہیں (۳) کہا جاتا ہے کہ یہاں من بیانیہ ہی تبعیضیہ نہیں۔ لیکن اگر من بیانیہ لیا جائے تو ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہٖ من یشاء کی تکذیب لازم آتی ہی کیونکہ اس آیت نے معمولی اطلاع علی الغیب کو بھی رسل کے لئے ضروری شرط تسلیم نہیں کیا۔ (۴) ہاں لغت میں ضرور اسکو شرط نبوت ٹھہرایا ہی۔

اقول - آپنے اس آیت میں بجائے من بیانیہ کے تبعیضیہ ہونے پر زور دیا ہے اور اپنی تائید میں ایک آیت بھی پیش کی ہے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ اسکے معنوں پر غور کریں کہ ننذا تعم

اظہار علی الغیب بعض عظیم الشان برگزیدہ نبیوں سے خاص کرتا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت نہ ہوگیا۔ کہ حضرت صاحب عظیم الشان رسل میں سے ہیں۔ کیونکہ من تبعیضہ کی صورت میں فلا یظہر علی غیبہ احداً کے یہی معنے ہیں کہ رسل کے سوا بلکہ آپ کے قول کے مطابق برگزیدہ رسل کے سوا کسی پر بھی اظہار علی الغیب نہیں ہوتا۔ پس جس پر ہوگا وہ بہر حال برگزیدہ اور مرتضیٰ رسول ہوگا۔ ہم تو صرف غیر رسل سے نفی کرتے تھے۔ آپ نے بعض دیگر رسل سے بھی نفی کردی اس سے حضرت صاحب کی شان اور بھی بڑھ گئی۔ اچھی طرح سمجھو آپ کہتے ہیں یہ شرط لازم نہیں۔ کیونکہ بعض رسل میں نہیں پائی جاتی۔ پس لو ہم نے تسلیم کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ جن میں پائی جاتی ہے۔ وہ تو بہر حال برگزیدہ رسل ہیں۔ جیسا کہ نئی شریعت لازمہ نبوت نہیں۔ مگر جس کو نئی شریعت ملے گی۔ وہ بہر حال برگزیدہ رسول ہوگا۔ سو بقول آپ کے مان لیا گیا کہ اظہار علی الغیب بعض نبیوں کو نہیں ہوا۔ مگر آیت کی نفی اور پھر اثبات بتاتا ہے کہ جس پر اظہار علی الغیب ہو۔ وہ بہر حال رسول ہے۔

دوم۔ اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ بعض رسولوں پر اظہار علی الغیب نہیں ہوا اور پھر وہ رسول بھی تھے یہ حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں فرماتے ہیں جس میں کثرت مکالمہ مخاطبہ و اظہار امور غیبیہ متحقق نہ ہو وہ نبی کا نام پانے کا مستحق ہی نہیں تو پھر آپ ان کو رسول کس طرح کہتے ہیں۔

سوم۔ آپ کہتے ہیں کہ غیر نبی میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ چونکہ مجھ سے پہلے جتنے اولیاء اور اقطاب گزرے ہیں چونکہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی نہیں۔ حالانکہ بقول آپ کے باوجود کثرت کے نہ ہونے پھر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت صاحب عدم کثرت کی دلیل سے انکو غیر نبی ٹھہراتے ہیں۔

چہارم۔ یہ کہنا کہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب سے ظاہر ہے کہ معمولی اطلاع غیب بھی ہر ایک رسول کے لئے ضروری قرار نہیں دیگئی۔ آپ اپنے کلمات کو پھر سوچیں کہ اس سے آپ کے دعوے کی تردید ہو رہی ہے کیونکہ آیت فلا یظہر علی غیبہ اور ما کان اللہ لیطلعکم سے تمام غیر انبیاء کو اطلاع علی الغیب دیا جانے کی نفی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ غیر انبیاء کو بھی بکثرت اطلاع علی الغیب دیجاتی ہے ما کان اللہ لیطلعکم میں تو بتایا ہے کہ یہ خدا کی شان ہی

سے بعید ہے کہ وہ کسی غیر نبی کو غیب کے اس درجہ پر مطلع کرے جو برگزیدہ رسول کے لئے شرط لازمۂ نبوت ہے

پنجم - انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ میں بتایا ہے کہ نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز وحی ہے اور دوسری آیت ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں بتا دیا ہے کہ یہ وحی بشارت و نذارت پر مبنی ہے اب آپ بتائیں کہ جس شخص کو وحی ہوگی - وہ بشارت کی ایسی باتیں جو عظیم الشان اور قوم سے تعلق رکھتی ہوں غیب ہی سے پائیگا - پس یہ کہنا کہ ہر رسول کے لئے اظہار علی الغیب ضروری نہیں - دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے ہیں کہ ہر رسول کے لئے وحی پانا ضروری نہیں -

ششم - آپ کہتے ہیں لغت میں بیشک اطلاع علی الغیب شرط نبوت ہے - ہم کہتے ہیں اصطلاح شرع میں لغوی معنے ضرور قائم رہتے ہیں - اور ان معنوں کو چھوڑ کر کبھی اصطلاح نہیں بنتی جیسے صلوٰۃ - صوم - حج کہ انکے معنے شرعی اصطلاح میں اور ہیں - مگر لغوی معنے بھی ساتھ قائم ہیں پس نبی کے اصطلاحی معنوں میں غیب پر اطلاع کی شرط ضرور قائم رہے گی -

ہفتم - ما کان اللہ لیطلعکم میں ایک خاص غیب کا ذکر ہے جس کا اظہار رسولوں میں سے خاص برگزیدہ رسولوں پر ہوتا ہے یہ مراد نہیں کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار رسل پر نہیں ہوتا - بلکہ یہ مراد ہے کہ ایک خاص غیب کا اظہار ہو سکتا ہے ہر رسول پر نہ ہو - بلکہ کسی خاص رسول پر ہو - اور یہ بات اس زمانہ میں بالخصوص ہوگی جب ایک وقت میں کئی رسول موجود ہوں

ہشتم - اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ کر دیتا ہے تا انکی جلالت شان ظاہر ہو -

---

سرمۂ نور | اسکا نسخہ ولی کامل حکیم حاذق حضرت مولوی نور الدین صاحب کا تجویز کردہ ہے جس میں دوا اور دعا دونوں موجود ہیں - ایسے اصحاب کے لئے جو کتب بینی کے شائق ہوں لیکن بوجہ کمزوری بصارت وخیرگی نہ پڑھ سکتے ہوں یہ سرمہ حکم اکسیر رکھتا ہے - دھند - غبار - پڑوال رہے - ککرے پانی کا بہنا پلکوں کا گلجانا - ابتدائی نزول الماء وابتدائی پھولا - دیگر امراض چشم کے لئے از حد مفید پایا گیا ہے - پھر لطف یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ اسکو استعمال کر سکتے ہیں - کیونکہ آنکھوں میں بالکل سیاہی معلوم نہیں ہوتی ہے بوڑھے بچہ ہر ایک کے یکساں مفید ہے بطور نمونہ منگوائیے فائدہ نہ ہو قیمت واپس لیجئے اس سے بڑھکر اور کیا معیار صداقت ہو سکتا ہے -

(دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے ملتا ہے)

غیر مبائعین سے یک سالہ بحث کا خلاصہ

Digitized by Khilafat Library

در بارہ نبوت مسیح موعودؑ

مسیح ناصری کی وفات کے بیشمار دلائل احمدیوں کے پاس ہیں۔ مگر ایک فلمّا توفیتنی ہی ایسی زبردست دلیل ہے کہ غیر احمدی دم بخود رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح غیر مبائعین کے ردّ میں ہمارے پاس ہزاروں دلائل ہیں۔ مگر ایک یہی دلیل کافی ہے کہ ایک غلطی کے ازالہ میں لکھا ہے۔

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے"

پس جو حوالہ بھی ایسا پیش کیا جائے جس میں لکھا ہو۔ میں نبی نہیں تو اسکے یہی معنے ہونگے کہ آپ براہ راست اور صاحب شریعت نبی نہیں۔ باقی نبی ضرور ہیں کیونکہ آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہے جو چشمہ معرفت میں بایں الفاظ ہے۔

"اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنے اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو۔ اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

اب یہ کہنا کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ و کثرت اظہار امور غیبیہ یعنے مبشّرات نبوت نہیں اسکا جواب بھی خود حضرت اقدس نے اسی صفحہ پہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے"

پس اگر کوئی احمدی کہلا کر پھر پیشگوئیوں کی کثرت کا نام نبوت نہ رکھے اور اسے فی الواقعہ نبوت نہ کہے تو

تو یہ اسکی نادانی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ایسی نبوت مجازی نبوت ہوتی ہے اور اعزازی جو اپنے اندر وہ حقیقت نہیں رکھتی جو نبی کے لئے ضروری ہے تو میں کہونگا کہ پھر حضرت اقدس نے ایسی تعریف نبی کی کیوں کی جس میں غیر نبی بھی داخل ہوجائیں۔ دیکھو آپ فرماتے ہیں "کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" یہاں اپنی نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ تمام نبیوں کی تعریف کی ہے اور یہی الوصیۃ میں لکھا ہے یہی خدا کی اصطلاح بنائی ہے اسی پر تمام نبیوں کا اتفاق بتایا ہے پس اگر اس تعریف میں کوئی غیر نبی داخل ہوسکتا ہے تو دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے تمام نبیوں نے تمام مجدّدوں نے جو نبی کی تعریف کی وہ ناقص تعریف کی اور جامع مانع نہیں۔

دوسرا جواب اسکا حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر ہے جہاں اپنی نبوت کو حضور نے دوسرے مجددین کی نبوت سے الگ و ممتاز کرلیا ہے اور صاف لکھدیا ہے کہ دوسرے مجددین میں وہ شرط ہی نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے اور وہ ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ۔ یہاں درجہ کا سوال نہیں کہ کس کا بڑا ہے بلکہ آپنے اپنے آپکو اس جماعت سے باہر نکالکر انبیاء کی جماعت میں شامل کرلیا ہے دیکھو فرماتے ہیں:۔
"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" (صفحہ ۳۹۰)

اس میں ان لوگوں کا جواب بھی آگیا ہے۔ جو کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے کے یہ معنے ہیں۔ کہ ابتک کوئی بھی کامل متبع نہیں ہوا۔ اور صراط الذین انعمت علیہم دعا لغو جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں لغو نہیں گئی۔ مکالمہ مخاطبہ کئی سے ہوا۔ اور کئی لوگوں سے ہوگا مگر بکثرت یعنے اتنا جو نبوت کا درجہ پانے کے لئے شرط ہے ابھی تک ایک ہی سے ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
"اس امت میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی اور نبی بھی"
اب اگر آپ بھی ان اولیاء ہی سے جزوی یا مجازی نبی تھے تو اپنے آپ کو الگ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ بتانا مقصود تھا وہ نبی نہیں تھے میں **نبی ہوں**۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔
"فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول یعنے خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے بجز اس شخص کے جو

اسکا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔"

اور پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

"پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔"

اس عبارت میں اول یہ بتایا کہ غیب پر پوری قدرت اور غلبہ سوا برگزیدہ رسول کے کسی کو نہیں بخشتا۔ اگر محدث بھی اسمیں شامل ہو سکتے تھے تو پھر یہ کہنا غلط ہوا۔ کہ کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت نہیں عطا کی گئی اور پھر حضرت عمر کا محدث ہونا بھی باطل ہوگا۔ جن کے محدث ہونے پر آنحضرت صلعم کی تصدیقی مہر موجود ہے

دوم۔ فرمایا کہ دوسرے اس نام نبی کے مستحق نہیں۔ پس جو کہتے ہیں یہاں مجازی نبوت مراد ہے وہ غور کریں کہ مجازی نبی تو دیگر مجددین کو بھی وہ کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ اس نام کے وہ مستحق نہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت صاحب جسے غیر مستحق ٹھہرائیں آپ اسے مستحق بتائیں۔ اور اپنے آپ کو مستحق قرار دیں۔ اور آپ لوگ اس سے انکار کریں اور اسے اسلام کی بیخکنی کا موجب قرار دیں۔

اس دلیل قویہ کا جواب آجتک غیر مبائعین سے نہیں ہو سکا۔ ایک نے ان میں سے لکھا کہ یہ صرف اولیاء کا ذکر ہے خلفاء کا نہیں مگر حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ ایک شخص بھی امت محمدیہ میں سے ایسا نہیں ہوا جس میں حضرت عمر بھی داخل ہیں اور دیگر اولیاء کرام بھی ایک نے یہ عذر کیا کہ پیشگوئی میں نبی اللہ ایک کے لئے آیا پس دوسرے بھی ہیں تو نبی۔ مگر ایسا نبی کہا نہیں جاتا۔ لیکن حضرت صاحب کی عبارت پڑھو اسمیں یہ وجہ مجددین کے نبی نہ کہلانے کی نہیں لکھی کہ پیشگوئی میں ان کے نام کے ساتھ نبی نہیں۔ بلکہ یہ وجہ لکھی ہے کہ نبی کہلانے کے لئے جو کثرت امور غیبیہ شرط ہے وہ شرط انمیں نہیں پائی جاتی ایک نے یہ جواب دیا کہ "نبی کا نام ہی لکھا ہے۔ نبوت کا منصب یا درجہ تو نہیں فرمایا۔" لیکن اگر یہ صرف نام ہی نام تھا تو ایسا برائے نام دوسرے مجددین کیوں نہیں کہلا سکتے پھر تم تو ان مجددین کو مجازی اور بروزی اور ظلی نبی مانتے ہو پس مسیح موعود کی خصوصیت نہ رہی نیز تذکرۃ الشہادتین میں حضرت اقدس ؑ

نے لکھا ہے:-

"حکمت الہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے مجددین کو یہ مرتبہ نبوت نہیں دیا گیا۔ اور وہ اس منصب پر فائز نہیں ہوئے مگر مسیح موعود کو یہ مرتبہ نبوت دیا گیا۔ اور وہ اس منصب پر فائز ہوا۔ کیونکہ بقول حضرت اقدس وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہو گیا ہے۔"

تیسرا جواب۔ مینے یہ پڑھا ہے کہ اگر یہ معنے لئے جائیں تو حضرت اقدس کے کلام میں تناقض لازم آتا ہے مگر میں کہتا ہوں جب حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ جس جس جگہ مینے نبوت سے انکار کیا ہے اس سے صرف صاحب شریعت اور براہ راست نبوت کی نفی مراد ہے تو تناقض کیسے ہوا۔ وہ خود ارشاد کرتے ہیں۔

"کہ اسوقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جسے طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

جس سے ثابت ہوا کہ پہلے آپ اس بارے میں متامل تھے اور الفاظ نبی اور رسول کی تاویل کرتے تھے لیکن جب سنہ ۱۹۰۱ء میں زیادہ تصریح اور توضیح ہوئی تو پھر کھلے کھلے الفاظ میں اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام نبوت رکھا اور جس نے آپکے دعویٰ رسالت و نبوت کا انکار سے جواب دیا اسے ڈانٹا۔

چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ قول حضرت اقدس کا **خلاف قرآن** ہے۔ البتہ یہ جواب ایسا ہے کہ میں اسکا کوئی جواب نہیں دینا چاہتا۔ جب اس حد تک کوئی غیر مبائع پہنچے تو اسے کہنا چاہئے۔ کہ اب تم غیر احمدی کی پوزیشن میں ہو۔ اسلئے تم سے اب اس رنگ میں گفتگو ہوگی۔ جس رنگ میں غیر احمدیوں سے کی جاتی ہے۔

ہاں اس حوالہ پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سراج منیر میں حضرت اقدس نے خدا سے علم پا کر اپنے آپکو محدث لکھا ہے اسلئے آپکا جو دعویٰ خدا کے علم کے خلاف ہوگا وہ غیر مسلم ہے اسکی تاویل کیجائے گی۔ اسکے جواب میں سراج منیر کھولکر اسکے سامنے رکھدینی چاہیئے دیکھو اس میں صفحہ ۳ پر جہاں یہ لکھا ہے کہ:-

"یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا۔ جس نے سمجھنا ہو۔ سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں"۔

وہاں اسی صفحہ پر اوپر یہ بھی لکھا ہے کہ

"خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں"۔

پس خدا کی طرف سے جو علم آپکو دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ صاحب شریعت نہیں۔ یہاں آپ نے نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ حقیقی نبوت سے انکار کیا ہے اور حقیقی کے معنے بھی بتا دئیے ہیں کہ "صاحب شریعت" فی الحقیقت نبی ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ چنانچہ براہین حصہ پنجم میں ہے۔ صفحہ ۱۳۸

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرّف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"۔

یہ وہ تعریف ہے جو آپ پر صادق آتی ہے۔ پس آپ نبی ہیں جو لوگ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نبی کے لغوی معنے ہیں۔ ان سے پوچھتا ہوں کہ یہاں لفظ نبی (جس کے معنے بتائے ہیں) سے مراد کونسا نبی ہے اگر کہو کہ مجازی اور ظلّی اور لغوی تو میرا سوال یہ ہے۔ کیا لغوی شریعت بھی لا سکتا ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ **شریعت کا لانا ضروری نہیں**۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شریعت لائے تو کوئی حرج نہیں۔ پس یہاں لغوی اور مجازی ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر لغوی مراد ہوتا تو منطوق کلام یوں نہ ہوتا کہ شریعت کا لانا ضروری نہیں بلکہ فرماتے کہ شریعت اسمیں نہیں ہوتی ضروری نہیں سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ اگر ہو تو کچھ حرج نہیں۔ حالانکہ مجازی نبی۔ غیر نبی کو کبھی شریعت نہیں ملتی اور جسے شریعت ملتی ہے وہ ضرور بہ اتفاق فریقین نبی ہوتا ہے۔ پس یہاں وہ نبی مراد ہے جو از روئے اصطلاح اسلام نبی کہلانے کا مستحق ہے اور یہ تعریف کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا آپ (مسیح موعود) پر صادق آتی ہے پس آپ فی الحقیقۃ نبی ہوئے۔ رہا یہ کہ آپ امتی ہیں تو امتی ہونا نبوت کو مانع نہیں۔ ہاں جو مستقل رسول ہو۔ وہ پھر امتی نہیں بنایا جاتا۔ امتی کے معنے اس براہین میں یہ لکھے ہیں۔

"امتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت صلعم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا"۔ صفحہ ۱۸۲ حاشیہ

*ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔

یہ ہمیں بھی اقرار ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ درجہ محض بہ برکت اتباع آنحضرت صلعم ملا ہے یہ کہنا کہ نبی مطاع ہوتا ہے اور کسی دوسرے نبی کا مطیع نہیں ہوتا بالکل غلط بات ہے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی خاتم النبیین نہیں تھا اسلئے نظیر تو نہیں پیش کیجا سکتی۔ مگر تاہم حضرت ہارون وحضرت موسیٰ کا حال موجود ہے۔ حضرت موسیٰ انہیں فرماتے ہیں افعصیت امری (کیا تونے میری حکم عدولی کی) صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو حکم دینے کا حق رکھتے تھے جبھی تو یہ فرمایا۔ میری حکم عدولی کی۔ پس ایک نبی دوسرے نبی کا مطیع ہو سکتا ہے۔ اور امتی ہونا قادح نبوت نہیں میرے خیال میں یہ دلائل اگر ہمارے دوست یاد رکھیں۔ تو انشاء اللہ کسی غیر مبائع کو ان کے منہ آنیکی جرأت نہ ہوگی۔ ہاں استفتاء سے آپکی نبوت کو مجازی بتایا کرتے ہیں۔ اسکے کئی جواب ہیں مگر مختصر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ حقیقی یا مستقل یا مجازی یہ الفاظ قرآن وحدیث والہامات مسیح موعود میں موجود نہیں۔ پس یہ حضرت اقدس کی اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح میں جو حقیقی کے معنے ہیں۔ اسکے مقابل مجاز کے معنے ہونگے۔ جب حقیقی کے معنے حضور نے صاحب شریعت یا براہ راست نبوت کے لکھے ہیں تو مجاز کے یہ معنی ہونگے جو ایسا نہ ہو۔ اگر مجازی مراد صرف استعارۃً ہوتی۔ تو آپ دوسرے مجددین سے اپنی نبوت کو الگ نہ فرماتے نہ انہیں نبوت کے منصب کا غیر مستحق اور اپنے تئیں مستحق ٹھہراتے اور ایسا ہی اعزازی سے مراد صرف برائے نام ہوتا۔ تو حدیث میں یہ نہ ہوتا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہیں اور مسیح موعود نبی اللہ دیکھو اگر کہا جائے کہ فلاں فلاں آدمی مردے کی طرح ہے اور زید مردہ تو صاف سمجھا جائیگا۔ کہ زید فی الواقعہ اور فی الحقیقت مردہ ہے کیونکہ یہ دوسرے فقرے کے مقابل پر آیا ہے جیسے کسی کو شیر نہیں کہتے۔ جب تک اسمیں بہادری نہ ہو۔ اسی طرح کسی کو نبی نہیں کہہ سکتے جبتک اسمیں فی الواقعہ نبوت نہ ہو۔ پھر آپنے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ مجھے مسیح ناصری سے ہر پہلو میں مشابہت ہے پس اگر مسیح نبی تھا تو آپ کیوں نبی نہیں۔

فتدبروا یا اولی الالباب ؎

یہ دو کتابیں ضرور خریدو

آئینہ حق نما ۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کا مسکت جواب ۱۳ر

پیدائش عالم ۔ بانی آریہ سماج کے تمام دلائل پر جو ازلیت مادہ پر دی ہیں قیمت ۳ر یہ دونوں کتابیں

میر قاسم علی صاحب نے دفتر تشحیذ میں بغرض فروخت بھیجی ہیں قیمت کا ایک حصہ دفتر ترقی اسلام کو ملیگا اسلئے انکی خریداری درحقیقت انجمن ترقی اسلام کی امداد ہے۔

مسیح موعود کے معجزے اب پیش نہ کروگے۔ تو کیا اسوقت جب یہ قصّے بنجائینگے

جب خدا کا حقیقی چہرہ لوگوں کی نظر سے چھپ جاتا ہی اور وہ قسم قسم کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں اور گندے عقیدوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ انہی میں سے ایک قدسی نفس پر اپنی تجلّی فرماتا ہے اور اسکے ذریعہ سے بعض ایسے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ جن سے لوگوں کو یقین ہوجاتا ہے کہ اسکا تعلّق اس ذات بابرکات سے ہے جو لیس کمثلہٖ شیئ ہے کیونکہ جیساوہ خود لازوال اور بے مثال ہے اسی طرح اسکے کام کی مثل لانے پر بھی کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ یہ بات اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ کا مقرّب ثابت کرتی ہے پھر جو کچھ وہ کہتا ہے اسکو مان لینا اور اسپر عمل کرنا عین ایمان قرار پاتا ہے کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ حضرت حق سبحانہ کی طرف سے پیغامبر ہے اور بوجہ تقرّب بارگاہ صمدی ہونے کے اسکی مرضیات پر صحیح طور سے واقف و آگاہ اسلئے ہر ایک سعادتمند بے کھٹکے امید بھرے دل کے ساتھ اسکی اطاعت کرتی ہے۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں سب سے بڑا مابہ الامتیاز یہی ہے کہ اسمیں ایسے نفوس پیدا ہوتے رہے ہیں اور رہتی دنیا تک ہوتے رہینگے۔ جو خاصان بارگاہ ایزدی ہوں اور جنکے ہاتھ پر ایسے خوارق و نشانات ظاہر ہوں جو انہیں اس لیس کمثلہٖ شیئ کی درگاہ میں مقرّب خاص ثابت کریں۔ چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ مادہ پرستی و دنیاپرستی کا زور ہے۔ اور دہریّت و اباحت و توہین انبیاء کا شور ہے۔ ایک اللہ کا جری انبیاء کے حلوں میں آیا اور اسنے باواز بلند سنایا ؂

آں خدائے کہ ازو اہل جہاں بے خبر اند ✤ برمن او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

اسکے دست حق پرست پر ہزاروں نشان ظاہر ہوئے جو مردوں کو زندہ کرنے والے اور زندوں میں یقین کی روح بھرنے والے ہیں۔ اور اس زمانے کے دہریوں مادہ پرستوں اور سائینس دانوں اور محض اپنے عقل و علم پر ناز کرنے والوں پر اتمام حجت کرتے ہوئے محک امتحان میں پورے اترنے والے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم جہاں اسلام کو پیش کریں وہاں اسکی حقانیت کے ثبوت میں یہی نشانات پیش کریں کیونکہ اگر پرانے نشانات ہی کافی تھے تو پھر نئے نشان دکھانے اور مسیح موعود کو مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بڑا بھاری کفران نعمت ہے کہ جو نعمت خدا نے ہمیں بخشی ہم اسے چھپائیں اور اما بنعمۃ ربک فحدث کے مطابق

معرض بیان میں نہ لائیں بیماروں کو دوائی تو اسی شیشی سے دیں اور دلائیں مگر لیبل کو مٹائیں یا مشتبہ بنائیں

اللہ نے ہم پر بڑا فضل بڑا احسان کیا ہے اور نہایت بندہ نوازی غریب نوازی سے کام لیا ہے کہ معترض کے جوابات

سے سبکدوش فرما دیا ہے اب ہمیں ضرورت نہیں کہ حضرت خاتم النبیین سیّد المرسلین کے معجزات کے ثبوت

کے لیئے تاریخی روایات تلاش کرتے پھریں۔ کیونکہ اب تو دمِ نقد جواب ہے اور زندہ گواہ موجود۔ پس ہمارے لئے

تبلیغ اسلام میں کسقدر آسانی ہو کہ ہمارے ہاتھوں میں تازہ وحی ربانی ہو پہلے تو وحی کی حقیقت اور نبوّت کی

حقیقت سمجھانے میں دقت پیش آتی تھی۔ مگر اب جبکہ ہمارے سامنے وحی کا نزول ہؤا۔ اور خدا کا ایک نبی مبعوث ہؤا

تو کون ہو جو اس حقیقتِ صادقہ کو جھٹلا سکے پس ضروری ہے کہ آجکل ہم اسلام کی صداقت کا ثبوت مسیح موعود

کی ذات اور اسکے معجزات کو پیش کریں اور دشمنانِ دین کے پُرکینہ سینوں کو ریش۔ یہ کہنا بالکل غلط ہو۔ کہ

پہلے اسلام منوالیں کلمہ پڑھالیں رسول کریم کو بنالیں پھر احمدی سلسلہ کا ذکر بھی کرینگے کیونکہ احمدیت

ہی اسلام ہے اور اسکے سوا اسلام ہے ہی کہاں۔ احمدیت سے باہر بھی اسلام ہوتا تو مسیح موعود کو بھیجنے کی کیا ضرورت

تھی؟ خدا نے جو شمشیر ہمارے ہاتھ میں دی اسے چھوڑ کر اپنے دست و بازو پر بھروسہ تو صد درجہ کی حماقت ہی

پھر مسیح موعود کے معجزات کو پھر کسی زمانے کے لیئے اٹھا رکھنے کے تو یہ معنے ہیں کہ جب یہ قصے بنجائینگے

تو اسوقت لوگوں کو سنائینگے۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ایک دہریہ سکھ حضور خلیفہ ثانی حاضر ہؤا اسنے خدا کی

ہستی کا ثبوت پوچھا۔ آپ جانتے تھے کہ دوسرے دلائل تو زیادہ سے زیادہ "ہونا چاہیئے" تک پہنچا سکتے ہیں اسلئے

آپ نے مسیح موعود کے بعض معجزات کو پیش فرمایا تو اس نے نہایت متانت بھری آواز میں کہا۔ "جو کچھ آپ نے

سنایا بیشک یہ ایک دلچسپ کہانی ہو اور نہایت دلربا قصہ ہے اور اس سے زیادہ دلچسپ اور دلکش کہانیوں

میں مختلف مذاہب کی کتب میں پڑھ چکا ہوں مگر میں تو دم نقد کوئی نشان چاہتا ہوں"۔ اسکا جواب حضور نے

اسے دیا کہ میں نے کوئی کہانی نہیں سنائی میں نے جو کچھ کہا اسکے زندہ گواہ موجود ہیں۔ احمدی ہی نہیں۔ بلکہ ہر مذہب

وملّت کے۔ آپ کسی واقعہ کی صداقت جانچنے کے لئے جو اصول رکھتے ہیں وہ پیش کریں میں ان پر یہ باتیں ثابت

کر دیتا ہوں۔ خیر اسے تو جو جواب دیا۔ دیا مگر میرے دل پر اسوقت سخت چوٹ لگی کہ ہم کیسے غافل ہیں۔ ابھی

اس قدسی نفس کو کفن میں لپٹے ہوئے آٹھ سال بھی نہیں گزرے اور اسکے معجزات و نشانات کو قصہ اور

کہانی کہنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ چند سال بعد خدا جانے کیا حالت ہوگی۔ پس ہمارا فرض ہو کہ ہم نہ صرف ایشیا

میں بلکہ یورپ اور تمام جہان میں ان نشانات کی منادی کریں اور لوگوں کو سنادیں۔ کہ دنیا میں ایک نبی آیا

پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا میرے دوستو! ابھی وقت ہے اٹھو اور گاؤں گاؤں یہ نشانات پہنچا دو۔ غافلوں کو سنا دو۔ سوتوں کو جگا دو اور انہیں بتا دو کہ خدا کا مسیح آخری زمانے میں مبعوث ہونے والا کل نبیوں کا موعود رسول آچکا۔ بلکہ اس رسول کا موعود بھی تخت خلافت پر جلوہ فرما چکا آؤ ایمان لاؤ تا ہمیشہ کی زندگی پاؤ۔ اگر سستی کرو گے اور میری ہمنوائی کا دم نہ بھرو گے تو عنقریب یہ نشان بھی قصہ ہوتے جاتے ہیں پھر تم میں اور اغیار میں بہت کم فرق رہجائیگا سنبھلو کہ ابھی سنبھلنے کا وقت ہے اٹھو کہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا۔ چلو کہ ابھی رستہ صاف ہے اور سڑک پر میں موجود

وفقکم اللّٰہ وایانا ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر

چلو مجدّد ہی منواؤ کچھ تو کام کرو

بانیٔ فتنہ پیغام۔ اور اسکے رفقاءِ ناکام کا دن رات یہی مشغلہ یہی کام ہے کہ کوئی ایسی دلیل سوجھے کوئی ایسا حوالہ ملے۔ جس سے مسیح موعود کا مرتبہ (جو خدا نے اسے دیا) گھٹے۔ اور دنیا کی توجہ اس سے ہٹے اور اس سلسلہ کی رونق مٹے۔ یہ خبط اسقدر بڑھ گیا ہے کہ آیت آیت میں انہیں یہی لکھا نظر آتا ہے کہ مسیح موعود نبی نہ تھے اور اسکے نہ ماننے والے مسلمان ہیں۔ اور اگر کافر اور ضال کوئی قوم اس دنیا کے پردے پر ہے تو مسیح موعود کے گھر والے یعنی خدا کے مرسل کی زوجہ اور اسکے بیٹے اور بیٹیاں اور وہ جماعت جو مسیح موعود نے اپنی زیر تربیت تیار کی اور دیگر وابستگانِ دامن خلافت ✤ تمام کلمہ گو اہل قبلہ مسلمان ہیں مگر یہ کلمہ گو اور اہل قبلہ ایسے بدبخت اور شقی ہیں کہ سب کے سب محمد علی کی سرکار میں گشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ راج گورنمنٹ برطانیہ کا ہے ورنہ خندقیں کھودی جائیں اور ان میں آگ جلا کر منشیب کو راکھ کر دیا جائے تا دنیا کفر و ضلالت سے نجات پائے عجیب عجیب مضحکہ انگیز دلائل دیتے ہیں۔ جسے سُن سُن کر بوجہ تعلقاتِ دیرینہ ہمارے احساسات صحیحہ کی پیشانی بھی عرقِ ندامت سے تر ہوئی جاتی ہے ایک اٹھتا ہے اور تین چار ہزار کے مجمع میں پکارتا ہے کہ دوستو! یہ غلام احمد احمدؐ نہیں ہو سکتا۔ اسکو تو کسی نے ساحر نہیں کہا اور آنے والے احمدؐ مرسل کو تو ساحر کہینگے دوسرا اٹھتا ہے تو شاہی محال ہیں قرآناً عربیاً سے یہ اشارات غیبیہ و نکات عجیبہ سناتا ہے جو بطور امانت تیرہ سو برس سے سربمُہر چلے آتے تھے کہ خطۂ عرب میں کوئی اور رسول سوائے نبی کریم کے مبعوث نہیں ہوا۔ تا دنیا جان لے۔ کہ اب قیامت تک کوئی نذیر عرب کی طرف نہیں آئیگا۔ غرض ایک سے ایک بڑھکر ہے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ اب تو یہاں تک حالت پہنچی ہے کہ سوچتے رہتے ہیں کوئی ایسی بات ملے جو حضرت صاحب میں

پائی جاتی ہو۔ تو اسکے نہ ہونے کو نبوت کی صفت لازمہ غیر منفکہ ٹھہرائیں مثلاً وہ جو ان کا امام المناظرین اور عقائد میں پیشوا ہے کہنے لگا کہ نبی وہ ہی جو حلّاف نہ ہو (قسمیں کھانے والا) اب یہ شرط محض اس خیال سے تھی کہ چونکہ حضرت مسیح موعود نے بارہا اپنی صداقت پر قسمیں کھائی ہیں اسلئے میں کہہ سکونگا کہ وہ بوجہ حلّاف ہونیکے نبی نہیں۔ اس محسن کُش نے یہ نہ سوچا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے زیادہ قسمیں پیش کیجا سکتی ہیں پھر یہ تو عیسائیوں اور آریوں کی کاسہ لیسی ہے جو قرآن مجید کی قسموں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ نبی کی صفت غیر منفکہ لازمہ یہ ہے کہ وہ بیمار نہ ہو۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود پر چوٹ تھی۔ پھر ان میں سے بعض مسیح موعود کی بعض پیشگوئیوں کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں (حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس برگزیدہ کبریار کی سب پیشگوئیاں سچی نکلیں) تا یہ کہہ سکیں کہ اگر وہ نبی نہ ہوتے تو سب پیشگوئیاں سچی نکلتیں۔ گویا جس طرح انکے رونگٹے رونگٹے پر مسیح موعود کا احسان ہے اس طرح وہ چاہتے ہیں کہ کوئی پہلو ہتک کا باقی نہ رہے اصول غلط ہوں۔ سلسلہ کی صداقت پر حرف آئے۔ غرض کچھ بھی ہو کسی طرح نبی نہ ثابت ہو جائیں ایک اور مہربان ہیں۔ وہ ارشاد فرمانے لگے کہ مسیح موعود نبی ہوتے تو ان کے کلام میں تناقض نہ ہوتے۔ غرض نبی نہ ہونے کا خبط روز افزوں ہے اور اسکے لئے ہمارے دوست جو تدبیر بھی بن سکے گی کرینگے۔ خواہ اسکے نتائج کیسے ہی خطرناک ہوں۔ میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کیا اسلام کا یہی خلاصہ ہے کہ مرزا غلام احمدؐ نبی نہ تھے اور ان کو نہ ماننے والے مسلمان ہیں دنیا میں آجتک کوئی مُصلح کوئی ہادی نہیں آیا۔ جس کے پیروؤں کا ایسا فرقہ بھی ہو جس کے ایمانیات کا دار و مدار چند نفیوں پر ہو ۔ میں کہتا ہوں نبی نہ سہی تم دنیا کو یہی کہو کہ وہ ایک مجدد تھے مسیح تھے۔ ان کے نہ ماننے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اسلئے مومن کامل بننا چاہتے ہو تو اسپر ایمان لاؤ۔ جو تیس پینتیس ہزار روپیہ اپنے محسن کے گھرانے کو گالیاں دینے پر صرف کیا۔ کاش تم لوگ اسی بات پر خرچ کرتے اور بلاد یورپ میں اگر کسی کے دونہ مینہ میں فرق آتا ہے تو کم از کم ہندوستان پنجاب میں لاہور ہی میں لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کے دلائل دیتے ابھی کل کی بات ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تمہیں چیلنج دیا کہ مجددیت ثابت کرو۔ اور تم جن کو ہمیں گالیاں دینے اور تبرّہ بازی سے ہی فرصت نہیں جھوٹوں کی طرح خاموش رہ گئے اور کوئی تم سے مرد میدان نہ نکلا بھلا کہ آکر تمہیں مجدد و مسیح ہونے کا ثبوت دیں۔ مانا کہ یہ بات تمہارے مذہب کے اصول میں نہ تھی۔ کیونکہ اصول تو تمہارے نزدیک تین ہیں (۱) حضرت صاحب نبی نہیں (۲) ان کے نہ ماننے والے مسلمان ہیں (۳) حضرت صاحب کے بیٹے بالخصوص میاں محمود ضال ہیں مضل ہیں مشرک ہیں اور بس یا بقول ہمارے مفتی صاحب ایک

ہی اصل بطور کلمہ طیبہ کے ہی "عداوت محمود" مگر تاہم یہ کہتے تو ہو کہ حضرت صاحب اس صدی کے مجدد تھے۔ قولِ مرداں جان دارد۔ اسکی تائید میں دکھاؤ۔ خواجہ صاحب نے کوئی مضمون لکھا ہو مولوی محمد علی نے کوئی ٹریکٹ شائع کیا ہو تمہارے خلیفۃ المسیح مولوی غلام حسن صاحب نے کچھ فرمایا ہو پیغام کے تمام مسائل کے قائل ہیں کوئی نئی دلیل پیش کی گئی؟ یا اگلی دلائل کو ہی دہرایا گیا ہو کوئی لکچر کوئی وعظ تمہارے وفود گئے تمہارے مبلغین گئے تو پیغام لے کر کہ اے مسیح موعود کو نہ ماننے والو! تم صراط مستقیم پر ہو۔ مسیح موعود کی تیار کی ہوئی جماعت گمراہ ہے ضال ہے مرتد ہے کافر ہے منافق ہے وہ جسے نبی کہتے ہیں ایک ملہم تھا مجدد نہ تھا اسے چند الہامات اور کشوف ہوئے چلو اتنا ہی سہی اسی کا کوئی ثبوت دیا ہوتا۔ واللہ میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور میں تمہاری خیر خواہی کے لئے یہ چند سطر لکھ رہا ہوں۔ لکھ رہا ہوں تم کچھ کام کرو۔ چلو مجدد ہی منواؤ۔ اور خدا را اس سب و شتم سے باز آؤ جب وہ مجدد مان لینگے تو اس مجدد کی کتابیں دکھا کر ہم نبی منوا لینگے مگر امید نہیں تم ایسا کرو۔ اور کرو گے تو کبھی تمہاری کوششیں بار آور نہ ہونگی۔ کیونکہ ایسا رویہ رکھنے والوں سے جیسا کہ تمہارا ہے۔ برکات چھین لیجاتی ہیں۔ دیکھو فضل عمر کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خادم ہے اور وہ سال میں تین سو نئے احمدی بناتا ہے۔ انہیں حضرت صاحب کی نبوت منواتا ہے اور تمہارے رئیس اور امیر کے ہاتھ پر تم سب کی کوششوں کے باوجود تین اشخاص بھی حضرت صاحب کو مجدد ماننے والے پیدا نہیں ہوتے یہ کیا بات ہے ان فی ذٰلک لعبرۃ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔ سنتا ہوں کہ اس جلسہ سالانہ پر تمہارے اسلحہ خانہ میں نئے نئے تیر تیار ہو رہے ہیں۔ اِدھر سے بھی یہ کہنے والا موجود ہے ؎

چھاتی میری ابھی تیروں سے چھِنی خوب نہیں ✦ ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں

بس ع تم شوق سے تیر لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے۔ مگر اے میرے روٹھے ہوئے بھائیو اور اے میرے پرانے دوستو بلکہ بزرگو عنایت فرماؤ خدا کے لئے کوئی کام بھی کرو۔ تم اس محبوب کا نورانی چہرہ دیکھنے یا دکھانے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو اسکی ایک جھلک ہی اندھی دنیا کو دکھاؤ۔ چشمہ نہیں تو اس آب زلازل کا ایک قطرہ ہی ان مریضوں کے حلق میں ڈالو۔ اے مولیٰ میری اس نیازمندانہ اور برادرانہ نصیحت میں اثر ڈال فھل انتم منتھون۔

۱۔ جن خریداران تشحیذ نے تاحال چندہ ادا نہیں فرمایا جلد ادا فرمائیں
۲۔ فہرست کتب کی رعایتی قیمت سے فائدہ اٹھالو پھر یہ موقعہ نہ مل سکیگا

ریویوز

فاروق عہد خلافت ثانیہ میں ہفتہ وار قادیان سے نکلنا شروع ہوا ہے اسوقت تک کہ یہ ریویو لکھ رہا ہوں چھ نمبر نکل چکے ہیں ماشاء اللہ نہایت عمدگی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور اصحاب سلسلہ کی تمام اہم ضرورتوں کو پورا کرتا ہے ڈائری کا اہتمام بھی ہے خدا کرے اسکا التزام رہ سکے ۲۰×۲۶ تقطیع حجم ۱۲ صفحے کاغذ ۱۶ پونڈ۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ فاروق کے مالک و ایڈیٹر میر قاسم علی صاحب کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے زیادہ نہیں تو اسکے خریداروں کی تعداد یکہزار تو ہو۔ اللّٰھم زد فزد

سیرۃ النبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانحعمری کے شائع کرنے کا اہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے کیا ہے پہلی جلد جس کا حجم ۱۰۰ صفحہ ہے شائع ہو چکی ہے جس میں زمانہ براہین احمدیہ تک حضور اور حضور کے خاندان کے حالات ہیں امید ہے کہ کام بخوبی تمام شیخصاحب کے ہاتھوں سے اس مبارک عہد خلافت میں پورا ہوگا۔ مگر ایسے کام خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے بعد پبلک کی توجہ اور حوصلہ افزائی پر موقوف ہوتے ہیں میں نے تو جب یہ دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی آخری وحی جس کا ذکر قرآن مجید کے پہلے رکوع میں ہے (وبالآخرۃ ھم یوقنون) اور جس کے انتظار میں ہزاروں اولیاء اور لاکھوں صلحاء فوت ہو گئے جب وہ کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ اور اڑھائی سو سے زیادہ تین سال کے عرصہ میں نہیں نکل سکی تو میں کسی کتاب کو احمدیہ پبلک کی قدر دانی کے بھروسہ پر شائع کرنے سے ڈرا کرتا ہوں۔ خیر مجموعہ الہامات حضرت اقدس کے متعلق تو میں نے اپنے دل کو یوں تسلی دے لی تھی کہ جامع و مؤلف کی نیت اور ایمانی کیفیت کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے مگر جب دیکھتا ہوں کہ تشحیذ کے بارے میں ایک طرف سے تو ہمارے احباب کا یہ دستور العمل ہے کہ جہاں اسکا ایک پرچہ نکلا اور جزاک اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسری طرف اسکے خریدار گھٹ رہے ہیں اور بقایا داروں نے یہانتک نوبت پہنچا دی ہے کہ اس سال کا خرچ چلانا دشوار ہو گیا۔ تو میں چپ رہ جاتا ہوں۔ پھر

ظہور المہدی ایک کتاب ہے جسمیں احمدی مذاہب کے مسلمانوں کے عقائد اٰمنت باللہ یوم الآخر تک مفصل اور مدلل موجود ہیں اسکے علاوہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت بھی بالتفصیل ہے جو اس کتاب کو خریدتا ہے یہی کہتا ہے کہ نہایت جامع اور مفید کتاب ہے لیکن حال یہ ہے

کہ اسکی چھپوائی کا قرض بھی تاحال نہیں اُترا۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ضرورت بھی ہی کیونکہ ایسی جامع کتاب کے لوٗ سف ء عجب کتاب تصنیف ہوئی) سے صدائیں آرہی تھیں۔ کتاب بھی اچھی ہے۔ اس طرز کی کوئی کتاب سلسلہ میں موجود بھی نہیں ہے اور پھر اسکی قدر دانی کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ مینے تو یہ ارادہ کیا ہی کہ انشاء اللہ اب خدا نے توفیق دی تو اپنے خرچ پر کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرینگے ورنہ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپکو بھی ابتلاء میں ڈالیں اور دوسروں کو بھی۔ شیخ صاحب نے ایک مفید سلسلہ شروع کیا ہے۔ اگر انکی حوصلہ افزائی ہوتی رہی تو وہ اس کام کو جاری رکھ سکینگے ورنہ وہ اتنے مالدار تو ہیں نہیں کہ گرہ سے خرچ کریں۔ شیخصاحب کی جلد اول زیر ریویو میں چند ایسی باتیں ہیں۔ جن سے مجھے اتفاق نہیں امید ہے شیخصاحب خود ہی انکی تلافی کر دینگے قیمت ۱۲ زیادہ عمدہ کاغذ عمہ یہ قیمت بہت زیادہ ہے مگر شیخصاحب فرماتے ہیں مینے سیاہی اور کاغذ کی قیمت نہیں رکھی۔ دماغی محنت کا معاوضہ بیشک ہوتا ہے۔ لیکن للہی کاموں میں اسکا خیال چنداں نہیں ہوتا۔ ہاں یہ صحیح ہی کہ جب از خود دی۔ پی نہ کر دینے کی صورت میں خریدار دو تین سو سے نہ بڑھتے ہوں تو تمام اخراجات طبع الہی سے بحصۂ رسدی لے لینے چاہئیں +

دلیل العرفان ماہ جون کے تشحیذ میں شیعہ پر انکی مستند و معتبر کتب کے رو سے حضرت اقدس کے دعوے کے بارے میں اتمام حجت کی گئی تھی اسکا جواب لاہور سے جناب سید علی صاحب الحائری کے ایماء سے مولوی مرزا احمد علی صاحب نے لکہا ہی جو خوشخط اچھے کاغذ پر اچھی چھپوائی کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ ایک روپیہ قیمت ہی چونکہ اس کتاب میں عالمانہ متانت سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ ہمیں اور ہمارے مقتداؤں کو بلاوجہ بلاسبب گالیاں دی گئی ہیں۔ اسلئے مینے منشی خادم حسین صاحب سے الفضل میں درخواست کی تھی کہ اسکا جواب دیں کہ ایسے لوگوں کو مخاطب کرنے میں سلسلہ عالیہ کی ہتک ہے البتہ اصلاح کھجوہ میں ایک جواب شائع ہو رہا ہے اگر انہوں نے تہذیب و متانت سے کام لیا تو پھر دونوں کو زیر نظر رکھکر تنقید کر دی جائیگی کتاب مذکورہ بالا کوچہ گانے شاہ موچی دروازہ لاہور سے مصنف کے پاس ملے گی۔

مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے خدا جزائے خیر دے مولنا میر محمد سعید صاحب حیدرآباد دکن کو کہ انہوں نے ایک قرآن مجید شائع کیا ہی جسمیں ہر صفحے کے بالمقابل

ایک صفحہ اسکے اردو تفسیری رنگ کے ترجمہ کا ہے۔ اور اخیر میں ہر رکوع کے متعلق تفسیری نوٹ ہیں۔ جو فی الحال ۱۱۲ صفحے تک طبع ہوئے ہیں مگر عنقریب مکمل ہو جائینگے یہ قرآن مجید نہایت عجلت میں طبع ہوا ہی اسلئے اسکا خط اور کاغذ قابل تعریف نہیں۔ مگر ضرورت کے لحاظ سے جو کچھ ہی غنیمت اور خوب ہے ترجمہ اور تفسیر کی نسبت میں ایک فقرہ کہدیتا ہوں کہ اگر آپ کسی سے سنیں تو اکثر اپکو معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلے ہوئے معنے اور تفسیر دہرائی جارہی ہے کیونکہ یہ ترجمہ مولانا مرحوم ہی سے مؤلف صاحب نے سبقاً قرآن مجید پڑھتے ہوئے لکھا ہی اور تفسیر میں علاوہ درس قرآن شریف کے نوٹوں کے دیگر کتب سلسلہ و تفاسیر سے بھی مدد لی ہی مولوی حافظ روشن علی صاحب نے اسے بالاستیعاب سنا ہے نقصوں سے خالی نہیں مگر انسانی کاموں میں ہمہ خوبی کہاں اور تمام مذاقوں پر حاوی ہونا بھی محال ہی۔ ترقی اسلام کے زیر اہتمام ترجمہ شائع ہونے تک جس کا ایک پارہ بھی تاحال نہیں چھپ سکا اسے بالضرور خریدا جائے قیمت بالکل واجبی ہے تین روپے

ملنے کا پتہ

سید فضل احمد۔ مہتمم کتبخانہ احمدیہ تالاب میر جملہ حیدر آباد دکن

نوٹ۔ میں سالانہ جلسہ پر کچھ جلدیں یہاں منگوانیکا بندوبست کرونگا احباب دفتر تشحیذ سے خرید سکینگے اگر کسی نے جلد کرانا ہو تو ۱۵ دسمبر تک اطلاع دے۔ (ایڈیٹر)

تذکرۃ الذاکرین خدا جزائے خیر دے تشحیذ کے نامہ نگار خصوصی منشی خادم حسین صاحب خادم کو کہ وہ شیعہ مذہب کے متعلق ایسی کتابیں لکھتے رہتے ہیں جو احمدی اور غیر احمدی دونوں کے لئے نہایت کارآمد ہوں۔ حال میں انہوں نے ایک شیعہ مجتہد کی کتاب لولو و مرجان کا اقتباس نہایت دلچسپ و دلآویز پیرایہ میں کیا ہے اور اس میں مرثیہ خوانوں کو صحیح روایات بیان کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور انکی ان خراب اعتقادیوں کو آشکارا کیا ہے جو اسلام کی بدنامی کا موجب ہوں سنی و شیعہ دونوں کے لئے یہ رسالہ مفید ہو ہماری دوست اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لیں قیمت صرف ۱؎ ملنے کا پتہ سکرٹری ترقی اسلام قادیان

مدینۃ المسیح قادیان ایک فاضل دوست نے اس امر کے دس زبردست دلائل دیئے ہیں کہ مدینۃ المسیح قادیان ہے نہ کہ لاہور۔ قادیان ہی سلسلہ احمدیہ کا مرکز ہے یہیں دوستوں کو سالانہ جلسہ پر فیض حاصل کرنے اور مسیح موعود کے کاموں کی تکمیل کے لئے جمع ہونا چاہئے یہ چار صفحے کا ٹریکٹ دفتر تشحیذ سے بمحصولڈاک بھیجکر ہر ایک صاحب مفت منگوالیں تمام انجمنوں کے سکرٹری صاحبان اسکی

بہت سی کاپیاں منگوالیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں اور لوگوں کو سالانہ جلسہ پر آنیکے واسطے طیار کریں۔

عقائد احمدیہ کے بارہ میں ایک جامع کتاب

ظہور المہدی کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقائد کو یکجا جمع کر دیا ہے اور پھر قرآن و حدیث سے مدلل کیا ہے حضرت اقدس کے دعاوی کا بھی پورا پورا ثبوت ہے بوجہ گنجان کتابت کے ۳۵۲ صفحے میں پانسو صفحے کا مضمون آگیا ہے۔ دو روپے کی بجائے ایک روپیہ چار آنہ (عہ/) پر ملے گی۔ مختصر فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ - جس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں فیصلہ کا معیار - خدا و رسولؐ کا حکم مانو - مامور من اللہ کا انکار - کونسی حدیث مانیں - فہم قرآن اگلے مفسرین سے خاص نہیں انبیاء سے اجتہادی غلطی ممکن ہے چہ جائیکہ مفسرین سے - سواد اعظم کی اتباع کے کیا معنے ہیں؟ قرآن کے معانی کا صحیح طریق	۱ تا ۱۲	نذر لغیر اللہ	۳۵ تا ۴۰
		چندے کے مصارف	۴۰ تا ۴۲
		عکوف الی القبور	۴۲ تا ۴۴
		وحدت وجود کا مسئلہ - کشف قبور - سجدہ لغیر اللہ	۴۴ تا ۴۷
		تصاویر	۴۷ تا ۵۱
ہمارا اللہ اور اسکی صفات	۱۲ تا ۱۶	اللہ خالق ہے نہ کہ مسیح	۵۱ تا ۵۳
تردید استمداد من غیر اللہ	۱۷ تا ۲۰	روح حادث ہے	۵۳ تا ۵۶
دعا و تدبیر و تقدیر اضلال و ہدایت	۲۱ تا ۲۵	خلق عالم	۵۶ تا ۵۷
مصائب کے انکشاف کے لئے کیا کرنا چاہئے؟	۲۵ تا ۲۸	مردوں کا زندہ کرنا اور مخالفین کی پیش کردہ آیات کے صحیح معنے	۵۸ تا ۶۵
شفاعت	۲۸ تا ۲۹	اللہ ہی حی ہے مسیح ابن مریم فوت ہو گئے - قرآن مجید احادیث - اناجیل سے ثبوت	۶۰ تا ۱۰۰
عملیات	۲۹ تا ۳۲	حقیقت معراج اور مسیح کا آسمان پر جانا	۱۰۰ تا ۱۲۰
زیارت قبور	۳۲ تا ۳۴	وفات مسیح کا مزید ثبوت - اور حیات مسیح میں جو دلائل پیش کئے ہیں - انکا رد	۱۲۱ تا ۱۲۸
کارساز اللہ ہے	۳۴ تا ۳۵		

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مسیح کی قبر کشمیر میں	۱۳۰ تا ۱۳۱	مسیح محمدی و مسیح موسوی میں مشابہت	۲۳۰ تا ۲۳۹
مسیح موعود کے الہامات کی تشریح	۱۳۱ تا ۱۳۲	انا کم منکم مسیح و مہدی ایک شخص	۲۴۰ تا ۲۴۷
ایمان و اعمال صالحہ کا تعلق۔ حقیقت توبہ	۱۳۴ تا ۱۴۱	علامات قرب قیامت	۲۴۵ تا ۲۴۷
ملائکہ اور انکی حقیقت	۱۴۰ تا ۱۴۲	خروج دجال اور اسکی حقیقت	۲۴۸ تا ۲۶۶
نزول وحی	۱۴۳ تا ۱۴۵	یاجوج ماجوج	۲۶۷ تا ۲۷۱
اولیاء اللہ کے نشانات	۱۴۶ تا ۱۴۸	دابۃ الارض	۲۷۱ تا ۲۷۳
صداقت کے معیار اور نشانات ۲۵ کے قریب	۱۴۹ تا ۱۶۴	قرب قیامت کے اور تیس نشانات	۲۷۳ تا ۲۷۹
سچے الہام کی شناخت	۱۶۴ تا ۱۶۵	آیات قرآنی سے مسیح کے ظہور کا وقت ۲۳ دلائل	۲۷۹ تا ۲۸۶
کتب اور صوفیائے زمانہ کے اوراد و وظائف و تعلیمات و طرق وصول الی اللہ	۱۶۵ تا ۱۶۸	مسیح کا ظہور ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں آٹھ ثبوت	۲۸۶ تا ۲۸۸
نبوت و رسالت اور صادق نبی کا نشان	۱۶۸ تا ۱۸۲	مسیح موعود کا حلیہ اور کچھ اور نشانیاں	۲۸۹ تا ۲۹۳
عصمت انبیاء اور اس بارے میں تمام آیات قرآنی کے صحیح معانی	۱۸۳ تا ۱۹۷	منجانب اللہ ہونیکے مزید چودہ ثبوت	۲۹۳ تا ۲۹۹
معجزات	۱۹۷ تا ۲۰۲	مسیح موعود کا مذہب اور تعلیم	۳۰۹ تا ۳۱۳
مسیح موعود کے معجزات	۲۰۲ تا ۲۱۶	مسیح موعود کے تعلق سے کیا پایا تئیس فائدے	۳۱۴ تا ۳۲۰
ختم نبوت	۲۱۷ تا ۲۲۳	مسیح موعود کے اکتیس کام	۳۲۱ تا ۳۳۰
نزول مسیح	۲۲۳ تا ۲۲۶	مسیح موعود کے زمانہ پانے والے اور ان کی	۳۳۱ تا
الہامی کتب کی پیشگوئیاں	۲۲۶ تا ۲۲۷	قسمیں	۳۴۲
مسیح موعود کے بارے میں پیشگوئی	۲۲۷ تا ۲۲۸	یوم الآخر۔ بہشت و دوزخ و عذاب قبر کی	۳۴۳ تا
مسئلہ بروز	۲۲۸ تا ۲۳۰	حقیقت	۳۵۰

تشحیذ الاذہان

یہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو اس انجمن تشحیذ کے ماتحت ہے جس کے ممبروں میں سے چوہدری فتح محمد صاحب و قاضی عبد اللہ صاحب لنڈن میں تبلیغ احمدیت کر رہے ہیں

اس رسالہ میں اندرونی بیرونی مخالفان سلسلہ احمدیہ کی تردید اور اسلام و احمدیت کی تائید میں مضمون شائع ہوتے ہیں

۴۸ صفحے حجم دو روپیہ سالانہ قیمت جو صاحب ۱۰ جنوری تک خریدار ہونگے انہیں القرآن فی رمضان جس میں تمام قرآن مجید کے نوٹ ہیں اور جو مفت دیئے جاتے ہیں پیشگی قیمت دینے کی صورت میں مفت دیئے جائینگے۔ مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان

غیر معمولی رعایت بہ تقریب جلسہ ۲۰ر دسمبر سے ۱۰ر جنوری ۱۹۱۵ء تک

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
احسن القصص	۲ر	۱ر	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
در ثمین اردو	۵ر		یہ نیا ایڈیشن نہایت محنت سے حضرت اقدس کی کتب کے پہلے ایڈیشن سے ترتیب وار نقل کر کے طیار کیا گیا ہے۔
درس قرآن شریف کے نوٹ	۱۰ر	۸ر	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے فرمودہ
حیدر آبادی مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے	۲ر		حضرت مولانا نور الدین رضؓ کے درس سے ماخوذ احمدی ترجمہ احمدی تفسیر
ادعیۃ الاحادیث	ار	۲ر	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم نے فرمائی ہیں
طبیب روحانی	۲ر	۱ر	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھانے کے لئے
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	ار	۲ر	تمام اعتراض کا دنداں شکن جواب سلطان محمد کے دستی رقعے کا عکس جس میں اس نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا
ادعیۃ القرآن	۲ر	۱ر	قرآن کریم کی تمام دعائیں نثر و نظم و ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی ہیں اخیر میں مسئلہ دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے۔
مجموعہ الہامات حضرت اقدس حصہ اول و کشوف	۴ر	[illegible]	حضرت اقدس کو تا یوم وصال جو الہامات و کشوف ہوئے
" " " دوم	عہ	[illegible]	" "
" " " سوم	۴ر	[illegible]	" "
ہدایات درباره معاملات	۲ر	ار	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت
خطبات نور حصہ اول	۱۰ر	عہ	حضرت مولانا خلیفہ اول رضؓ کے خطبوں کا دلچسپ پر از معارف و حقائق مجموعہ
دوم	۸ر		

نام کتاب	قیمت اعلیٰ	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸/	۴	حضرت مسیح موعود کے پرانے خطوط کا نادر مجموعہ
" " دوم	۸/	۶/	
" " سوم	۸/	۶/	
احمدؐ	۱/	۱۰/	جس میں یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود سے ثابت کیا گیا ہے
احمدی عقائد	۱۰/	ـ/	جس میں مولوی محمد علی صاحب کے میرے عقائد کے خلاف حضرت اقدس کی تحریروں کا مجموعہ ہے اور مرہم عیسےٰ کے مضمون کا جواب
الوصیت پر ایک نظر	۱۰/	ـ/	الوصیت سے خلافت ثابت کی گئی ہے۔
تشحیذ ماہ فروری ۱۵ء	۶/	۴/	حضرت صاحب کی کتب سے مسئلہ نبوت کے متعلق تمام حوالے
" جون ۱۵ء	۴/	۳/	شیعہ کی کتب سے مہدی آخر زمان کا ثبوت
فائل تشحیذ ۱۵ء	ع	۱۲/ع	
فائل تشحیذ ۱۴ء	ع	۱۲/ع	
فائل تشحیذ ۱۳ء	۴/ع		
فائل تشحیذ ۱۲ء	۸/ع		
فائل تشحیذ سابق نامکمل	ع		
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	۳/	۲/	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات
تشحیذ جون ۱۳ء	۶/	۵	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ پر تمام موجودہ اعتراضوں کا جواب
تشحیذ ستمبر ۱۳ء	۸/ع	۷	انعام قرآن مجید کے آیات پر نوٹ
نشان رحمت	۱/	۱۰/	حضرت صاحبزادہ صاحب کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب
تشحیذ اگست ۱۴ء	۳/	۲/	" " "
ابن مسیح موعود	۱/	۱۰/	" " "

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
شدھی کی اشدھی	۶/	۳/	
دہرمپال کا کچا چٹھا	۱/	۰/	
مصلح موعود خلافت محمود	۸/	۶/	اسمیں مصلح موعود کے متعلق تمام اشتہارات حضرت اقدس بھی جمع ہیں
تذکرۃ الذاکرین	۱/	۱/	آجکل کے مرثیہ خوانوں کی حقیقت کا انکشاف
ثنائی ہرزہ درائی	۰۲/	۰۱/	
ثنائی چکر	۱/	۰/	
علمائے خلف	۸/	۶/	آجکل کے علماء کا ایک دوسرے پر فتاوی
ختم نبوت کی حقیقت	۸/	۴/	حضرت مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت قرآن و حدیث سے
بدر کامل	۴/	۲/	آریہ کے بیس اعتراضوں کا جواب
آئینہ حق نما	۱۳/	۸/	
پیدائش عالم	۳/	۰۱/	
تذکرۃ المہدی	عہ	عہ	تھوڑی سی جلدیں باقی ہیں
اسرار روایات کربلا	۱/	۱/	
حل چیستان مرزا کا جواب	۱/	مفت	مفت شائع کرنے والے کو ایک روپیہ سیکڑہ جلد اسمیں ثناء اللہ کے چیستان مرزا کا دندان شکن جواب دیا گیا۔
قدامت روح مادہ	۵/	۴/	
اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے یا شمشیر	۰۳/	۰۲/	
ضرورت نبی	۲/	۰۱/	
گوشت خوری	۳/	۲/	
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰/	۵/	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
سچ بیان نظم پنجابی	۰۲/	۱/	مسیح موعود کی تائید میں
مبادی الصرف	۲/	۱/	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
ابطال الوہیت مسیح	۱/	۔/	
حقیقت نماز	عہ	۵/	۳۰×۴۰ صفحے کی کتاب نماز کے متعلق ضروری احکام اور انکی فلاسفی

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
النصح	۲ر	ار	تائید سلسلہ
صادقوں کی روشنی والا تشحیذ	۸ر	۶ر	حضرت اقدس کی وفات پر جو اعتراض ہیں انکا مفصل جواب
البرق	۲ر	ار	ردّ شیعہ
القاء ربانی	عہ ر	۶ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اور آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پر مدلل و مفصل بحث اور تمام اعتراضوں کے دندان شکن جواب
البلاغ المبین	ار	۔ر	حضرت اقدس کی آخری تقریر جس میں تمام دعاوی کے دلائل موجود ہیں اور حضرت خلیفہ اول کی پہلی تقریر
خصوصیات مسیح موعود	ار	۰ر	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہیں۔
نغمۂ اکمل حصہ دوم	۲ر	۲ر	حضرت خاتم الخلفاء کی یاد میں عاشقانہ ترانے
نغمۂ اکمل حصہ سوم	۲ر	ار	رسالہ واقعات پیش آمدہ کا فوٹو
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ ر	۸ر	شیخ یعقوب علی صاحب کی تفسیر
″ ″ پ ۲۸	عہ ر	۸ر	″ ″ ″
″ ″ پ ۲۹	عہ ر	۸ر	″ ″ ″
اربعین	۴ر	۲ر	حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	۰ر	۰ر	ترجمہ زیادہ تر حضرت اقدس کا دیا گیا ہے
غلامی	۵ر	۳ر	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے ؟
عصمت الانبیاء	۲ر	۷ر	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید سے اور اعتراضوں کا جواب
ترجمہ انگریزی حصہ اول	۰۲ر	۵ر	ترجمہ سیکھنے کا آسان قاعدہ مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن
″ ″ ″ دوم	۴ر		
ظہور المسیح	۶ر	۴ر	دعاوی حضرت مسیح موعود پر نہایت مدلل و جامع کتاب
امۃ الحفیظ کی آمین	۰ر	۔ر	منظومہ حضرت صاحبزادہ صاحب

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
آثار مبارکہ	ار	۶ر	پرانی ڈائری حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی	عہ	۸ر	پہلے پارہ کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	۲ر	ار	حضرت اقدس تصنیف درباره طاعون
صراط مستقیم	۲ر	ار	وفات مسیح کے متعلق مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب مخمس سلیم	۲ر	ار	کشتی نوح کے حصہ تعلیم کی سلیس نظم بہ ترکیب بند حالی
سر الشہادتین	ار	۶ر	صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی
کلام محمود	۴ر	۲ر	صاحبزادہ سید نا مرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ جسکا ایک ایک شعر تڑپا دینے والا ہے ۲۸ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت خوشخط بڑے اہتمام سے چھپوایا گیا ہے
ضرورت زمانہ	۸ر	۶ر	اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں آریوں کیطرف سے کئے گئے ہیں انکا مدلل جواب
محمد رسول اللہ	۲ر	ار	عیسائیوں کے ایک ٹریکٹ مسیح یا محمد کس پر بھروسہ کرینگے کا جواب
اسلام کی پہلی کتاب	۲؍	۳؍	سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر مدلل رسالہ بطرز سوال وجواب
چولہ بابا نانک نمبر ا و ۲	۶ر	۰ر	سردار مہر سنگھ نومسلم کا لیکچر
معیار حق	۶ر	۰ر	سچے مذہب کی شناخت بوعدہ انعام ۹۹ روپے
عمدۃ الاحکام	عہ	عہ	بخاری ومسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم اردو با اعراب خوشخط پسندیدہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۲؍	۲؍	نادر تحفہ
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	۲؍	اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تشریح بچوں کیلئے بہت مفید

البلاغ کلکتہ

۵ ۴ رپن لین کلکتہ سے الہلال کے ہم وزن البلاغ نکلنا شروع ہوا ہے۔ جو احباب مولانا ابو الکلام کے زور قلم سے آگاہ ہیں انہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ادبی اعتبار سے یہ ہفتہ وار رسالہ کس پایہ کا ہے مسلمانوں میں قرآنی آیات کا مذاق پیدا کرنیکے لئے نہایت مفید ہے اگر پالٹیکس میں بیمحل دخل نہ دے تو علمی و اخباری و مذہبی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ الہلال میں ابو الکلام صاحب نے مالی عطیوں کو نہایت بے پروائی سے واپس کیا تھا چونکہ یہ تعلیم نبوی وان عطیت بغیر استشراف نفس کے خلاف تھا اسلئے آخر کار انہیں اسکا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب البلاغ میں آپنے قرآنی حقائق و معارف کے علم لدنی دیئے جانے پر تعلّی کی ہے اسکا خمیازہ اٹھانے کو تیار ہو جائیں۔ انسانی ہاتھوں سے نہیں بلکہ الہی ہاتھوں سے جنہوں نے آپکو اسی الہلال میں دست سوال دراز کرنے پر مجبور کیا تھا البلاغ میں ترجمان القرآن کے نام سے قرآن مجید کے ترجمے کا اعلان بھی ہوا ہے قیمت للعہ اور تفسیر مقاصد القرآن جو ساتھ ساتھ چھپے گی۔ خدا کرے ترجمہ بغیر متن کے نہ ہو

ایک عیسائی کو دعوت الی الخیر

حضرت فضل عمر نے سات روز مسلسل ایک عیسائی کے سامنے تین تین گھنٹے تقریر کی جسمیں عیسائی مذہب کے بطلان کے علاوہ اسلام کے تمام اصول و ارکان و احکام کی فلاسفی بیان فرمائی جو صاحب یہ تقریر دیکھنا چاہیں وہ ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر منگو لیں۔ کیونکہ پچاس جلد ڈاکٹر فضل کریم صاحب ممباسہ کے خرچ پر مفت تقسیم ہونگی۔

تشحیذ کی امداد

اگر آپ تشحیذ کو زندہ اور جاری رکھنا اور دیکھنا چاہتے ہیں تو تین طریقے ہیں (۱) بقایا دار اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کریں (۲) ۱۹۱۶ء کی قیمت جلسہ سالانہ پر ادا فرما دیں یا ۵ جنوری کو وی۔ پی لینے پر تیار رہیں (۳) فہرست کتب جو شائع ہوئی ہے اس سے چند کتب بالضرور خریدیں۔ جو صاحب قیمت پیشگی سالانہ جلسہ پر ادا فرمینگے۔ ان کی خدمت میں ادعیۃ الاحادیث یا طبیب روحانی مفت نذر ہوگا۔

فائل تشحیذ ۱۹۱۵ء

۲۰ دسمبر کو جو صاحب درخواست بھیجینگے انہیں ۱۵ء کا مکمل فائل صرف ڈیڑھ روپیہ میں دیا جائیگا۔

اطلاع

بعض احباب کے نام ۱۶ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کے لئے ۵ جنوری کو رسالہ وی پی ہوگا۔ اور اسمیں ایک انعامی کتاب مفت ہوگی۔

مینیجر

پتہ یا البلاغ المبین

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
الموعظة الحسنة	۲ر	ار	تفسیر سورہ تبّت عجیب و غریب مصنفہ فاضل امروہی
سلک مروارید حصہ اوّل	۴ر	۲ر	لڑکیوں کے پڑھانیکے لئے سلسلہ کے رنگ میں تاریخ سلسلہ
مجربات نور الدین حصہ اوّل	۱۰ر	۵ر	شاہی طبیب حکیم حاذق حضرت مولٰنا نور الدین
” ” ” دوم	۱۰ر	۵ر	صاحب کے مجربات تینوں حصّے نہایت مفید نادر نسخے
” ” ” سوم	۱۰ر	۱۰ر	
کسر صلیب نمبر ۱	ار	ر	عقاید نصاریٰ کے ردّ میں نہایت پر زور و جامع
کسر صلیب نمبر ۲	ار	ر	(ضرور خریدیئے)
چمکار محمدی	۸ر	۴ر	سوانح نبی کریم پنجابی نظم
چمکار مہدی	۲ر	ار	مرثیہ خلیفہ اول
مورکھ سیدھ	ار	ر	نظم پنجابی مسیح موعود کے دعوے کا ثبوت
تحفة الملوک قسم اول - دویم	۸ر عہ	۱۲ر ۲ر	اعلیٰ کاغذ - نمبر دوم
مرقاة الیقین	۴ر عہ		مولٰنا نور الدینؓ کے قادیان آنے سے پہلے کے سوانح عمری
منصب خلافت	ار	ار	خلیفہ ثانی کی تقریر متعلق منصب خلافت
مسدس محمدؐ	ر		
وصال حبیب	ر		کلام ثاقب مالیر کوٹلہ
برکات خلافت	۴ر		جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء پر کے حضرت خلیفہ ثانی کی تقریریں کا مجموعہ
فیصلہ الٰہی ثنائی روسیاہی	۱۴ر	۸ر	ان تینوں کتابوں میں ثناء اللہ پر اتمام حجت
فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی			کی گئی ہے
ثنائی فرار مباہلہ سے انکار			ر

سرمہ نور حضرت مولٰنا نور الدین صاحب کے مجربات سے عمہ فی تولہ مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں عہ خورد ۱۲ار
روغن کافور ۸ر فی شیشی یہ دوائیں اکثر بیماریوں کے لئے نہایت مجرب ہیں۔ مفرح یاقوتی فی ڈبیہ للعہ

ملنے کا پتہ :- دفتر تشحیذ الاذہان قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

رجسٹرڈ اپیل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

لال شربت قیمت فی شیشی ۱۲ ۔ محصولڈاک ۹ ۔ دیکھئے

جنابہ عباسی بیگم صاحبہ اور جنابہ ش م صاحبہ کے سوال و جواب

پیاری اڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم ڈاکٹر ایس کے برمن کا لال شربت جس کا اشتہار بہت سے اخباروں میں دیا گیا ہے کیا درحقیقت وہ ایسی ہی تعریف کا مستحق ہے جو اخباروں میں ہوا کرتی ہے اگر اخباری بہنوں میں سے کسی نے اپنے پیارے بچوں کے لئے منگوا کر اسکا تجربہ کیا ہو اور درحقیقت ایسا ہی نکلا تو مجھے مطلع کریں میں ممنون و مشکور ہونگی۔

جواب تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ ار جولائی ۱۹۱۳ء

پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ۔ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال بر عکس نہند نام زنگی کافور خیال کرتی تھی۔ مگر اس لال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال و لال کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں۔ جو تازہ تجربہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری نجم النساء بیگم جس کی عمر اب پونے دو سال کی ہے عرصہ تین ماہ سے نصیب اعدا ایسی لاغر ہو گئی۔ کہ کوئی اسکے دشمنوں کو اثر خلش۔ اور پرچھائیوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بیر بتانے لگیں پرانے خیالات کے بزرگوں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت پریت کی قائل۔ گنڈے تعویذ کی معتقد کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخرکار ڈاکٹر ایس کے برمن کا یہ لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا جس کے فوری اثر نے دن بدن اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا بہ افضال الٰہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتے کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس کے برمن کا لال شربت بھوت پریت سایہ پرچھاواں کے دور کرنے کے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے بیر کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر بارہ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤنگی اسلئے اپنی مکرم بہن کی پریشانی کے دور کرنیکے لئے ترغیب دیتی ہوں کہ وہ بھی برخورداری عطیہ بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں اور قدرت الٰہی مشاہدہ کرائیں اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

جلد نمبر ۱۱ — جنوری تا دسمبر ۱۹۱۶ء

نمبر ۱ — جلد ۱۱

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

خلافت لائبریری ربوہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۶ء

صفر و ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

الفارق ۱ - ۶۱ مولوی محمد سرور شاہ صاحب قادیان

قیمت سالانہ عوام سے عا ر طلباء سے عہ غیر ممالک سے عگ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے قادیان سے شائع کیا

[illegible]

[illegible]

ماہ فروری کا پرچہ وی پی ہوگا

تمام خریداران تشحیذ کبنخدمتمیں (باستثناء ان کے جو پہلے سے منع کر بھیجیں اور اداء چندہ کی تاریخ مقرر کر دیں) فروری کا تشحیذ سنہ ۱۶ کا چندہ سالانہ پیشگی وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا۔ احباب وصول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

شکریہ

ممبران ایگزیکٹو کمیٹی تشحیذ کی اپیل پر جن اصحاب نے اپنے اپنے چندہ سالانہ میں اضافہ منظور فرمایا یا نئے خریدار دیئے ان کا ممبران تشحیذ کی طرف سے نیازمند ایڈیٹر شکریہ ادا کرتا ہے علی الخصوص برادر مکرم جناب ابوالحمید صاحب ناظم دیوانی اورنگ آباد بہت بہت قابل شکریہ ہیں جنھوں نے بارہ روپیہ سالانہ چندہ دینا منظور فرمایا ہے میں جناب ممدوح کا اور دیگر دوستوں کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں اور دیگر احباب کی نوازشات پیہم کا امیدوار ہوں اور تعمیل ارشاد کے لئے تیار۔

فہرست ان اصحاب کی جنھوں نے چندہ میں اضافہ منظور فرمایا (کل چندہ سالانہ)

۱۔ مکرم ابوالحمید صاحب ناظم دیوانی — عہ ۵
۲۔ بابو تاجدین صاحب پنشنر لاہور — صہ ر
۳۔ سید عابد حسین صاحب تحصیلدار — للعہ
۴۔ ماسٹر ہدایت اللہ صاحب گجرات — سے ر
۵۔ گلاب خان صاحب پوسٹماسٹر — سے ر
۶۔ چوہدری غلام حسین صاحب گھوری احمد نگر — سے ر
۷۔ حکیم اللہ دتہ صاحب چونڈہ — ۸ عہ
۸۔ سراج الدین صاحب — ۸ زاید
۹۔ غلام حیدر — ۴ زاید

فہرست ان اسماء کی جنھوں نے خریدار دیئے

۱۔ میاں محمد یوسف صاحب مردان — ۴ خریدار
۲۔ منشی فرزند علی صاحب فیروزپور — ۲ ر
۳۔ میاں محمد سلطان سوداگر چرم — ۲ ر
۴۔ میاں عبداللہ صاحب جلد ساز — ۱ ر
۵۔ مولوی عطا محمد صاحب انسپکٹر — ۱ ر
۶۔ میاں احمد الدین صاحب زرگر — ۱ ر
۷۔ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق — ۱ ر
۸۔ میاں عبداللہ حکیم جلد ساز قادیان — ۱ ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"الفارق"

غیر مبائعین کے مقابلہ میں ہمارے حق پر ہونیکے قوی دلائل اور قرائن صحیحہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ و اصحابہ وخلفائہ اجمعین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم کمالات نبوت ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس طرح خداوند کریم نے جمیع کمالات میں اور ہر ایک شان میں سب انبیاء و رسل پر فوقیت اور ترجیح دی ہے۔ اسی طرح ثبوت نبوت و رسالت میں اور اسکے براہین و آیات میں بھی بیّن طور پر امتیاز بخشا ہوا ہے۔ جس طرح وہ کل کمالات و امتیازات جو جدا جدا طور پر انبیاء و رسل میں پائے گئے ہیں وہ سب کے سب اجتماعی طور پر آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود ہیں۔ اسی طرح وہ سب براہین و آیات اور دلائل و معجزات جو کہ دیگر انبیاء و رسل میں الگ الگ اور انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں۔ حضورؐ کے وجود باجود میں کلاً و مجتمعاً مع شیئ زائد بلکہ وامثالہا معہا موجود ہیں۔

انبیاء کی معرفت ابتدا میں اتنی ہی کافی ہے جتنی باپ کو اپنے بیٹے کی

لیکن باوجود اس امتیاز لا امثال کے حضورؐ کی نسبت یہ فرما کر کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم اس حقیقت حقہ پر متنبہ فرمایا ہے کہ جس طرح قرائن وغیرہا سے انسان کو اپنے بیٹے کی نسبت وہ کامل اور پختہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ جس کی بنا

پر وہ اس بچہ کو اپنی نہایت قیمتی اور قابل قدر و لحاظ جائداد کا وارث اور مالک بنا دیتا ہے اور باوجود اپنے اہلبیت کی نسبت سخت غیور ہونے کے اسکی والدہ کے علاوہ اپنے دوسرے جوان اہلبیت کے پاس اس نوجوان کے آنے جانے سے اپنے دل میں کوئی انقباض نہیں پاتا اور ظاہر ہے کہ ایسا پختہ اور قوی یقین بجز قوی دلائل اور قرائن صحیحہ کے خود ساختہ اور خود رو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تسلیم تو انسان یونہی کر سکتا ہے لیکن یقین ایسی چیز ہی نہیں کہ انسان اسکو خود بخود پیدا کرے۔ باوجود اسکے جب انسان اپنے بیٹے کی نسبت شکوک کا دروازہ کھولے تو پھر سوائے اسکے کہ وہ خود ہی لاحول پڑھکر اپنا منہ اس سے پھیرے وہ اس دروازہ کے بند کرنیکے لئے اپنے پاس کچھ نہ پائے گا اور اسکے پورے طور پر بند کرنے سے اپنے آپکو ضرور عاجز پائیگا۔ مگر باوجود اسکے ہم دیکھتے ہیں کہ سوا مراقیوں اور مجنونوں کے جب دلائل اور قرائن سے یقین حاصل ہو جاتا ہے تو پھر باوجودیکہ وہ دروازہ آسانی سے کھل سکتا ہے کوئی نہیں کھولتا اور اس حاصل شدہ یقین کے مطابق عملدرآمد شروع کر دیتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ ابھی تو شکوک کا دروازہ کھولکر پھر اسکے بند کرنے کی کوشش تک تو ہونے کی نہیں تو پھر اس ناقص تحقیق پر اور محتمل الزوال یقین پر عملدرآمد کسطرح شروع کیا جائے ؟

اسی طرح یہ لوگ اس افضل الرسل کی نسبت براہین قاطعہ اور آیات باہرہ مشاہدہ کرکے معرفت کاملہ اور یقین راسخ اور قوی حاصل کر چکے ہیں مگر اس یقین پر عملدرآمد کرکے ایمان نہیں لاتے بلکہ شکوک کے پیچھے پڑتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ ایمان لانے کے لئے یقین مذکور کافی ہے اور بال کی کھال اتارنے یا ایک اور ایک دو کی طرح بالکل بیّن اور بمنزلہ مشاہدہ محسوس ہونے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ابتداءً ایسا ہو سکتا ہے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ ارشاد ہوا تو اس سے یہ انداز ہو سکتا ہے کہ دوسرے انبیاء کے بارے میں کیا ایسا ہو سکتا ہے ابنیت والے ثبوت سے بڑھکر انکے لئے کوئی ثبوت ہوگا یا ہونا چاہئے۔ اور پھر جب ثبوت رسالت ہی سے اثبات الوہیت اور اثبات کتاب اور اثبات آخرت اور اثبات ملائکہ وغیرہ عموماً ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دنیا میں مفقود یا کمزور ہونا رہا ہے تو خداوند تعالیٰ اسکے قائم اور قوی کرنیکے لئے رسول بھیجتا رہا ہے۔

اپنے ایمان کو شکوک سے زائل نہ کرو۔

اور جب ایمانیات اور اعتقادات اور اصول دین کی نسبت یہ ارشاد ہے تو یہی وجہ ہے کہ کل ایمانیات کی نسبت یؤمنون فرماکر یقین کا وجود تو ضروری قرار دیدیا لیکن بالغیب فرماکر یہ بھی بتا دیا۔ کہ یقین ابنیت سے زیادہ کسی اور صفائی اور ظہور کی ضرورت نہیں۔ پس ایمانیات کی نسبت خصوصًا اور دیگر دینیات کی نسبت عمومًا جو لوگ ابتداءً ایمان لانیکے لئے شکوک وشبہات کے دروازہ کو بالکل بند ہونا اور ایک اور ایک دو کی طرح بیّن ہونا ضروری قرار دیا کرتے ہیں۔ وہ تو ہمیشہ ایمان اور اسکے ثمرات عالیہ سے محروم رہا کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ایمان لاتے اور اسکے ثمرات نافعہ سے متمتع ہوتے رہے ہیں یا ہؤا کرتے ہیں وہ ثبوت ابنیت والے یقین کو قرائن صحیحہ سے حاصل کرنیکے بعد ایمان لے آیا کرتے ہیں اور شبہات وشکوک کے حملۂ ضعیف سے ڈر کر اس یقین کی ولایت سے باہر نہیں جاتے۔ لیکن جب وہ ایمان لے آتے ہیں تو گو کہیں کہیں شیطان اور نفس بشری ان شبہات وشکوک کے کند اور کمزور ہتھیاروں کے ساتھ حملہ آور ہوتے رہتے ہیں لیکن مؤمن لاحول اور دعا اور فراست مومنانہ کی ڈھال اور تلوار ونیزہ کے ساتھ ہمیشہ اس حملہ کو آسانی کے ساتھ دفع کرتا رہتا ہے یہانتک کہ بالآخر خدا تعالےٰ اس حملہ سے اسکو بالکل محفوظ کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کا نام ہی عمرؓ کی طرح اسیر اشد من المرسیح ہو جاتا ہے اور اب اسکو طمانینت اور اطمینان اور سکینت کی اس جنت میں جگہ دیجاتی ہے جہاں اس دشمن کا گذر محال اور ممنوع ہے۔

شبہات کا سلسلہ نامتناہی ہے فیصلہ کے لئے قرائن قویہ کافی ہیں

ایک روز جبکہ میں اسی امر میں غور کر رہا تھا تو معًا میرے دل میں خیال آیا کہ ہمارے اور پیغامیوں کے درمیان جو اختلاف برپا ہے اسکے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ میں ہماری طرف سے نہایت قوی دلائل پیش کر دئے گئے ہیں لیکن فریق ثانی بار بار اٹھتا ہے اور بجائے ان دلائل کو توڑنے یا اپنے مدعا پر دلائل دینے کے کچھ شبہات اور شکوک پیش کر دیا کرتا ہے حالانکہ سب ایمانیات وعقائد کا یہی حال ہے کہ یقین کے لئے کافی قرائن موجود ہوتے ہیں لیکن شکوک کے

وشبہات کا دروازہ بالکل مسدود نہیں ہوتا اور پھر بھی ان پر ایمان لانے والے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور ایمان نہ لانے والے یا بلفظ دیگر یوں کہو کہ محروم عن الھدایت لوگ باوجود ان قرائن پر نظر کرنے کے یہی کہتے رہتے ہیں کہ ابھی فلاں شبہ رفع نہیں ہوا تو ہم کس طرح ان کو مان لیں۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور بعض ایسے خیالات دل میں آتے ہیں کہ ان کے زبان پر لانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ منہ آگ سے بھر دیا جائے تو حضورؐ نے فرمایا اَوَ وجدتم ذلک ذلک صریح الایمان اور ائمہ محدثین نے اسکا یہی مطلب لکھا ہے تو اس خیال میں دور تک جاکر مجھے یہی بہتر معلوم ہوا کہ بجائے تفصیلی دلائل با ازالہ شبہات کے یہی بہتر ہے کہ میں ان قرائن کو جمع کر دوں جو کہ خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ اور آپ کی جماعت کے حق پر ہونے اور پیغامیوں کے غلط طریق پر گامزن ہونے کے لئے کھلے کھلے ہوں۔ تاکہ ایمان کی طرح یہاں پر بھی ایمان لانے والوں کے لئے وہ قرائن ایمان لانے کے لئے کافی اور مفید ہوں۔ اور ایمان نہ لانے والوں پر جو کہ انکو دیکھتے ہوئے شبہات کے پیچھے پڑنے والے ہوں۔ یہ حجت ملزمہ ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

پہلا قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

اللہ مسیح موعود اور اسکے اہلبیت کے ساتھ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ انی معک ومع اھلک۔ مجھے اس کثرت سے الہام ہوا ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا اور بعض اوقات ایک ہی رات میں یہ الہام کئی کئی بار پے در پے نازل ہوا ہے اور اخبارات اور رسالوں سے بھی اسکا پتہ لگ سکتا ہے اور معیت الٰہیہ کے دو ہی معنے ہیں۔ اول۔ اللہ تعالیٰ کا معاون اور ناصر اور مددگار ہونا۔ دوم۔ اللہ تعالیٰ کا دوست اور محب ہونا۔ اور اس الہام میں خداوند تعالیٰ نے ایک طرف اپنے مسیح کے ساتھ اپنی معیت کی خبر دی ہے دوسری طرف اپنے مسیح کے اہل کیساتھ اپنی معیت کی۔ اسی طرح اور اسی عبارت کے ساتھ خبر دی جس طرح اور جس عبارت کے ساتھ اپنے حضرت مسیح کیساتھ اپنی معیت کی خبر دی ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دنیا میں بہت مخالف اور معاند ہوئے مگر ان کے مقابلہ میں خداوند تعالیٰ کی اعانت نصرت و امداد حضرت مسیح موعودؑ

ہی کے ساتھ رہی ہے اور اسی طرح اسکی محبّت بھی بمقابلہ ان معاندین کے حضرت مسیح موعود ہی کے ساتھ مخصوص رہی ہے اور وہ معاندین اسکی نصرت اور محبت سے محروم رہے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ نصرت اور محبّت الٰہی کوئی وقتی طور پر حضرت مسیح موعود کے شامل حال نہ تھی بلکہ ہمیشہ رہی جیسی کہ یہ عبارت اس پر دال ہے پس یہی معنے ومع اھلک کے ہیں۔ کہ اللہ تیرے اہل کا بھی بمقابلہ ان کے مخالفین اور معاندین کے ناصر و معاون اور دوست و محب ہے

پس حق پر وہی ہے جو اہلبیت کیساتھ ہے

پس یہ الہام الٰہی کھُلا کھُلا بتاتا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود اور آپکے مخالفین میں سے کون حق پر ہے اور کس کی معیت ہمکو اختیار کرنی چاہئے۔ اور کون حق پر نہیں اور کس کی معیت ہمکو اختیار نہیں کرنی چاہئے اسی طرح یہ الہام الٰہی یہ بھی صاف بتاتا ہے کہ اہل مسیح موعود اور ان کے مخالفین میں سے کون حق پر ہے اور کس کی معیت ہمکو اختیار کرنی چاہئے۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ وہی حق پر ہے اور اسی کا ساتھ ہمکو اختیار کرنا چاہئے کہ جس کے ساتھ اللہ کی معیت ہے اور وہ حق پر نہیں کہ جس کو اللہ کی معیّت حاصل نہیں۔ پس یہ الہام جس طرح صاف یہ بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود حق پر ہیں اور ہمکو انہی کا ساتھ اختیار کرنا چاہئے۔ اور ان کے مخالف حق پر نہیں اور ہم کو انکا ساتھ نہ اختیار کرنا چاہئے۔ اسی طرح یہ الہام صاف صاف یہ بھی بتاتا ہے کہ مسیح موعود کے اہل حق پر ہیں۔ اور ان کا ساتھ اختیار کرنا چاہئے۔ اور ان کے مخالفین حق پر نہیں۔ اور ہمکو ان کے ساتھ ہونے سے اجتناب اختیار کرنا چاہئے۔

اھلک سے مراد یقیناً اہلبیت ہے

اور یہ عذر بالکل غلط ہے کہ اہل مسیح سے اہلبیت مسیح مراد نہیں بلکہ مریدین مراد ہیں۔ کیونکہ اہلبیت کے مقابلہ میں جو مرید رکھے جائیں وہ بمقابلہ اہلبیت لفظ اہل سے کسی لغت کسی محاورہ کسی عرف اور کسی عبارت بلکہ کسی زبان میں مراد نہیں لئے جاسکتے پس یہ الہام اس نزاع میں فیصلہ کُن ہے الہام بتاتا ہے کہ اللہ جس طرح اپنے مسیح کے ساتھ ہے اسی طرح اسکے اہل کے بھی ساتھ ہے۔ اور حق پر وہ ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کی معیت ہو پس جس طرح یہ الہام بتاتا ہے کہ اللہ کا مسیح اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں حق پر ہے اور مخالفین باطل پر۔ اسی طرح یہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ کے مسیح

کے اہل اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں حق پر ہیں - اور ان کے مقابلین باطل پر ہیں - اور اہل کے لفظ سے اہلبیت کے مقابل لوگ کس طرح مراد نہیں ہو سکتے بلکہ ہم مقابلین کے مقابلہ میں یقیناً اہلبیت ہی مراد ہیں -

دوسرا قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

مقبرہ بہشتی مومن و منافق میں فرق کرنے والا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہی اشارہ سے مقبرہ بہشتی قرار دیا - اور رسالہ الوصیۃ میں اسکی نسبت لکھا کہ "تمہیں یاد ہے کہ خدا تعالے کے کام میں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے بلاشبہ اسنے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے" پھر فرمایا - "وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلاوے اسلئے اس نے اب بھی ایسا ہی کیا . . . ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اسوقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنھوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاوینگے اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے اور اپنا صدق ظاہر کر دیا - بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزریگا - اور اس سے انکی پردہ دری ہوگی - اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکینگے - فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضاً" غرض ایسی بہت سی عبارتیں رسالہ الوصیۃ میں آپ نے لکھی ہیں - جن سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ انتظام مومن اور منافق میں فرق اور تمیز کرنے والا ہے اور کہ مومن آمیں دفن ہونگے اور منافق اور حقیقی ایمان نہ رکھنے والے ہرگز اس میں دفن نہ ہونگے -

مسیح موعود کے قائم کردہ ٹکڑے سے کس نے قطع تعلق کیا

لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کا اس مقبرہ بہشتی سے بالکل تعلق کٹ چکا ہے - اسقدر طویل عرصے میں یہی نہیں کہ ان میں سے کوئی اس میں دفن نہیں ہوا - بلکہ ان میں اس مقبرہ میں دفن ہونے کی خواہش بھی بالکل نہیں رہی - اور اسکا بڑا بیّن ثبوت یہ ہے کہ بجز اسکے کہ ان کو کسی نے روکا ہو - یا انہوں نے اسکے متعلق کوئی ذرہ بھر کوشش کی ہو محض نفسانی جوش سے قادیان میں

ایک اور زمین خرید کر اپنے لئے اسے مقبرہ بہشتی تجویز کر لیا - اور پھر ان میں سے بہتوں نے اپنی ان وصایا کو جو کہ مقبرہ بہشتی کی نسبت کی ہوئی تھیں فسخ کر لیا - اب اس سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا - کہ انہیں اس مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی خواہش نہیں -

ہمارے مخالفوں نے ایک اور مقبرہ بہشتی بنا کر اصل مقبرہ بہشتی سے تمسخر کیا

بلکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ انہوں نے خدا کے مسیح سے اور اسکے مقبرہ بہشتی سے ہنسی اور تمسخر کیا ہے اور اسکی حقیقت اسی قدر سمجھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس ذریعہ سے بہت سا مال کمایا ہے اور مال کمانے کا خوب ذریعہ نکالا ہے آؤ ہم بھی اس طریق کو استعمال کر کے مال کمائیں - ورنہ ان کے اس مقبرہ کے بہشتی ہونے میں کیا وجہ یقین ہیں کیا ان کو کوئی الہام ہوا کیا خدا کے مسیح نے یہ کہا کہ احمدیوں کا جو گروہ یا جو فرد قادیان میں اس مقبرہ بہشتی کے قرب وجوار میں زمین خرید کر اسکو مقبرہ تجویز کریگا وہ ضرور مقبرہ بہشتی ہو جاویگا - یا حضرت صاحب نے یہ بتا دیا تھا کہ اس مقبرہ بہشتی کے قرب و جوار کی اراضی سب کی سب بہشتی ہو گئی ہیں خواہ کوئی گروہ یا شخص میرے مقرر کردہ مقبرہ بہشتی کے مقابلہ میں بھی ان متصلہ اراضی کو مقبرہ بنائیگا تو بھی وہ مقبرہ بہشتی ہوگا -

حضرت اقدس کی مقرر کردہ انجمن کا اضافہ مقبول ہے

حضرت صاحب نے ایک طور پر اس میں اضافہ کردہ حصہ کو بیشک مقبرہ بہشتی قرار دیا ہے لیکن اس کے مقابل یا معلقاً اسکی متصلہ زمینوں کو قرار نہیں دیا

دوم حضرت صاحب نے اس میں اس اضافہ کئے ہوئے حصہ کو مقبرہ بہشتی قرار دیا ہے جس کو وہ انجمن اضافہ کرے جس کو خدا کے مسیح نے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا ہے اور جس کا نام حضور نے کار پرداز ان مقبرہ بہشتی رکھا - اور جبکا مرکز اسی رسالہ الوصیۃ میں یہ فرما کر کہ وہ "یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے" قادیان کو قرار دیا ہے - اب ان حالات کے ہوتے ہوئے بیرونجات کے چند اشخاص کا خدا کے مسیح کے مقرر کردہ مقبرہ بہشتی کے خلاف اور اسکے مقابل اور اس انجمن کے مقابل جو کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے

اور جس کا مقام و مرکز قادیان ہے قادیان میں ایک قطعہ اراضی خرید کر اسکو مقبرہ بہشتی قرار دینا - یہ خدا کے مسیح اور اسکے مقرر کردہ مقبرہ بہشتی سے تمسخر اور ہنسی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس عذر کا جواب کہ وہ انجمن اب انجمن نہیں رہی

اور یہ عذر بھی لنگ ہے کہ وہ انجمن ٹوٹ گئی لہذا ہمنے ایسا کیا کیونکہ اول تو عذر ہی غلط ہے کیونکہ اسکی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ انجمن ٹوٹ گئی ہے اسلئے کہ اس نے خلیفہ کے حکم کے ماتحت ہونا منظور کر لیا ہے حالانکہ پہلی انجمن نے کبھی اپنے اعلان میں خلیفہ اول کے حکم کو اپنے لئے ویسا ہی واجب الاتباع تسلیم کر لیا تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا حکم اسکے لئے واجب الاتباع تھا چنانچہ اس اعلان کی عبارت یہ ہے - اور حضرت مولوی صاحب کا فرمان

حضرت صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ جب یہ انجمن ٹوٹ جائے تو اور انجمن بنا لو -

دوم - اگر ایسا ہو بھی تو حضرت اقدس نے رسالہ الوصیۃ میں یہ نہیں لکھا کہ جب اس انجمن میں کوئی نقص آجائے یا تمہاری سمجھ میں اس پر کوئی اعتراض وارد ہو - تو پھر یہ مقبرہ بہشتی بہشتی نہ رہیگا - اور نہ یہ کہ اسوقت تمہارے لئے جائز ہے کہ تم اسکے مقابل ایک اور انجمن بناؤ - یا اس مقبرہ کے مقابل اور مقبرہ بہشتی اپنے لئے تجویز کرو - اور نہ یہ کہ اس وقت تمہاری نئی انجمن کا مرکز اور مقام مدینۃ المسیح لاہور یا کوئی اور مقام ہو - بلکہ یہ بھی نہیں لکھا کہ اسوقت اس مقبرہ بہشتی کی نسبت وصایا کرنے سے رُکنے اور روکنے والے منافق نہ ہوں گے اور نہ یہ کہ اسوقت جو اس میں دفن ہونگے وہ ضروری نہیں کہ حقیقی مومن ہوں - اور نہ یہ کہ اس وقت اس میں منافق اور غیر حقیقی مومن بھی دفن ہو سکینگے -

وصایا کا منسوخ کرنا انکے ناحق پر ہونے کی دلیل ہے

پس غیر مبایعین کے وصایا کے سلسلہ کا اس مقبرہ کی نسبت بند ہونا اور ان کا اسکی نسبت وصایا کرنے سے روکنا اور اسکی نسبت جنھوں نے پہلے وصیتیں کی ہوئی تھیں ان کا ان وصایا کو فسخ کرنا اور خدا کے مسیح کے مقرر کردہ مقبرہ بہشتی کے مقابل انکا نیا مقبرہ بہشتی تجویز کرنا یہ سب اس بات کی بین نشان دلیل ہیں کہ غیر مبایعین حق پر نہیں

اور غیر مبائعین باطل پر بلکہ بقتوی مسیح موعود مندرجہ الوصیۃ ہیں بڑی خطرے کی بات ہے۔

مقبرہ بہشتی نے حق و باطل میں امتیاز کرادیا۔

اور جس طرح خدا کے مسیح نے قبل از وقت اس انتظام کو خبیث اور طیّب اور منافق اور مومن میں فرق اور امتیاز کرنیوالا قرار دیا تھا یقیناً اسکے مطابق اس نے فرق اور امتیاز کرکے دکھادیا اور حقیقی مومنوں اور الذین فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً کو بالکل جدا جدا کرکے دکھادیا بیشک خدا نے اپنے مسیح سے یہ کہلایا تھا ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ یہ وہ بین قرینہ ہے جو ایک خدا ترس انسان کے دل کو ملادینے والا اور حق و باطل کو آنکھوں کے سامنے کردینے والا ہے لیکن ایک باطل کا دلدادہ اور تاریکی کا فریفتہ اسی طرح اس بیّن قرین قرینہ پر بھی نکتہ چینی اور اعتراض کرسکتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید اور خاتم النبیّین سیّد ولد آدم کے منجانب اللہ ہونے کے قرائن و آیات پر سب باطل پرست نکتہ چینی اور اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ایسے اعتراضوں کا دروازہ نہ کبھی پہلے بند ہوا۔ اور نہ اب ہوگا لیکن سعیدوں کے لئے جس طرح پہلے بیّن قرائن باوجود ان کے اعتراضوں کے کافی ہوتے رہے۔ اسی طرح اب بھی سعیدوں کے لئے باوجود تاریکی کے دلدادوں کے اعتراضوں کے یہ بیّن قرائن کافی ہونگے اور وہ ان کے ذریعہ سے ضرور حق کو پہچانینگے۔

تیسرا قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

صدر انجمن بھی حق و باطل میں امتیاز کرا رہی ہے

حضرت صاحب نے قادیان میں ایک انجمن بنائی اور اسکو حضرت کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا۔ اور اسکا مقام ہمیشہ کے لئے قادیان کو مقرر فرمایا۔ اور یہ لوگ خود اسکی نسبت بارہا شائع کرچکے ہیں کہ حضرت صاحب نے اسکے فیصلہ کو قطعی قرار دیا ہے۔

لیکن ان لوگوں نے یہی نہیں کہ پہلے اسکے اس عظیم الشّان فیصلہ کو ردّ کیا کہ جناب مولٰنا مولوی نورالدین صاحب خلیفہ ہیں اور سب پرانے اور نئے احمدی ان کی بیعت کریں۔ اور آئندہ آپکا حکم ہمارے لئے ایسا ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا تھا۔ اور پھر اسکے اس فیصلہ کو ردّ کیا کہ مولوی صاحب کے بعد اب حضرت میاں محمود خلیفۃ المسیح ہیں۔ اور آئندہ آپ کا حکم بھی ہمارے لئے ویسا ہی واجب التعمیل ہے

ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفہ اول کا تھا۔ اور پھر اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور آئندہ اسکے سب فیصلوں کو مردود اور ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ بلکہ مقبرہ بہشتی کی طرح اسکے مقابل بھی ایک نئی انجمن قرار دی۔ اور اسکا مقام لاہور کو قرار دیا۔ اور یہ بالکل واضح بات ہے کہ جب خدا کے مسیح نے اس انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا ہے۔ تو اس سے علیحدگی اور اسکا مقابلہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ سے علیحدگی اور اسکا مقابلہ ہے اور جب خدا کے مسیح ؑ نے اسکے فیصلہ کو قطعی قرار دیا ہے تو پھر اسکی بغاوت اور اسکے فیصلہ کا رد کرنا خدا کے مسیح کی بغاوت اور اسکے فیصلہ کو رد کرنا ہے۔

انجمن ٹوٹ جانے کی جو وجہ بتاتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔

اور اس صریح بغاوت کے لئے بھی وہی عذر رنگ پیش کیا ہے کہ وہ انجمن ٹوٹ گئی ہے کیونکہ اس نے خلیفہ ثانی کے حکم کو اپنے لئے ویسا ہی واجب الاتباع قرار دیدیا ہے جیسا کہ مسیح موعود کا حکم واجب الاتباع تھا۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ یہ عذر صریح غلط ہے کیا انہوں نے خود خلیفہ اول کی خلافت کے انعقاد پر خود یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ آئندہ آپ کا حکم ہمارے لئے ویسا ہو جیسا کہ خلیفہ اول کا تھا۔ (دیکھو بدر جون ۱۹۰۸ء)

خلیفۂ اول نے فیصلہ کیا۔ کہ انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اور از سرِ نو بیعت لی۔

اسکے چند ماہ بعد جب ان کے دماغوں میں بغاوت اور تعلی اور حکومت کا نشہ چڑھا تھا۔ اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ انجمن خلیفہ کے ماتحت نہیں۔ بلکہ خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں میر محمد اسحٰق صاحب نے چند سوالات لکھکر پیش کئے اور آپ نے وہ سوالات سب اراکین انجمن اور دیگر اہل علم والرائے کے پاس بھیجے اور ایک خاص تاریخ پر بیرونجات سے اصحاب کو بلایا اور مسجد مبارک کی چھت پر تقریر فرمائی اور ایسا کہنے والوں کو سخت ملامت کی اور فرمایا کہ تم نے بڑا گناہ کیا ہے اور اگر تم اس سے پشیمان اور تائب ہو تو پھر محمد علی اور کمال دین نئی بیعت کریں اور حضرت میاں صاحب سے دریافت کیا کہ آپ اس بارہ میں کیا خیال رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں آپکے حکم کو ایسا

ہی واجب الاتباع یقین کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کو واجب الاتباع یقین کرتا ہوں۔ تب خلیفۃ المسیح اول نے فرمایا کہ پھر آپ کو بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اگر خلیفہ کا حکم انجمن کے لئے واجب الاتباع نہیں تھا۔ بلکہ ایسا کہنے اور تسلیم کرنے سے انجمن بھی ٹوٹ جایا کرتی ہے تو پھر ان لوگوں نے اس مجمع عام میں توبہ کیوں کی اور معافی کیوں مانگی اور نئی بیعت کیوں کی۔ اور کیوں جرأت کر کے خلیفۃ المسیح اول کے سامنے اور اسپر مجمع کثیر کے روبرو یہ نہ کہا کہ ہم تو خلیفہ کو انجمن پر حاکم نہیں مان سکتے۔ کیونکہ اس سے انجمن ٹوٹ جائیگی۔

ان لوگوں کی ایک چالاکی

پھر خلیفہ اول کے وقت برابر اسی پر عملدرآمد رہا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ انجمن کے کاغذات انہی کے تصرف میں تھے انہوں نے عام طور پر یہ کوشش رکھی ہے کہ گو عمل تو اسی پر ہے کہ خلیفہ کا حکم انجمن کے لئے واجب الاتباع ہے لیکن کاغذات انجمن میں کوئی ایسی بات اندراج نہ ہونے پائے جس سے آئندہ یہ ثابت ہو سکے کہ انجمن خلیفہ کے حکم کے ماتحت تھی۔ تاکہ اس شیر خدا کے بعد اگر کوئی دوسرا خلیفہ خدانخواستہ مقرر ہو جائے تو ہم اسکے اتباع کے جوئے سے تو اپنی بلند گردنوں کو آزاد کر سکیں مگر شکر ہے ابتک اس عملدرآمد کے دیکھنے والے زندہ ہیں۔

کاغذات سے ظاہر ہے کہ انجمن ماتحت خلیفہ اول رہی

دوم۔ باوجود اس بلیغ کوشش کے کاغذات انجمن کو بھی بالکل اس ثبوت سے معرّیٰ نہیں رکھ سکے۔ بلکہ بہت سے شکستہ آثار ان میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جو کہ اس مقتدرانہ حکومت خلیفہ کا پتہ دیتے ہیں

مسیح موعود کی مقرر کردہ انجمن مقبرہ کے مقابل اپنا مقبرہ اور انجمن بنانیوالے کیونکر حق پر ہو سکتے ہیں

اور پھر میں کہتا ہوں کہ خدا کی ہستی اور اسکی توحید اور اسکے سب صفات کاملہ کے براہین اور انبیاء کی صداقت کے آیات پر مخالفین کی طرف سے ابتک نکتہ چینی جاری ہے لیکن باوجود اسکے نہ براہین و آیات الٰہی دعاوی کے اثبات میں قاصر نہیں اسی طرح باوجود انکے ایسے واہی تباہی اعتراضوں اور بارد عذروں

کہ یہ قرائن بیّنہ اس امر کے ثابت کرنے سے قاصر نہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے لیکن سعادت ازلی اور خوف خدا ہر ایک امر میں شرط ہے پھر ان بندگان خدا نے خدا کے مسیح کے ساتھ تمسخر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگر خدا کے مسیح کے قرار دادہ مقبرہ بہشتی کے مقابل محمد علی اور صدرالدین کا قرار دادہ مقبرہ بہشتی موجود ہے جس کی حقیقت کو صدرالدین نے ایک دوست کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ تشریح کیا تھا کہ یہ اللّٰہ والوں کے لئے بہشتی مقبرہ قرار دیا گیا ہے تو ان کے سب اہل اللہ نے لاہور میں جمع ہو کر خدا کے مسیح کی مقرر کردہ انجمن کے مقابل ایک اور انجمن بنا کر اس تمسخر کی تکمیل کی ہے۔ خدا کے مسیح کے ہاتھ سے مقرر کردہ انجمن جسکا مقام ہی یہی قادیان ہے جسکو خدا کے مسیح نے اس کیلئے ہمیشہ کے لئے مقرر فرمایا تھا اور وہ اپنے مفوضہ کاموں کو بھی ابتک ویسی ہی کر رہی ہے جیسی کہ وہ پہلے کیا کرتی تھی۔ وہ تو اسلئے وہ انجمن نہ رہی کہ اس نے پہلے خلیفہ کی طرح دوسرے خلیفہ کے حکم کو اپنے لئے واجب الاتباع یقین کر لیا۔ لیکن وہ انجمن جسکا نہ خدا کے مسیح نے خود تقرر کیا نہ اسکے زمانہ میں تقرر ہوا۔ اور نہ اسکے حکم سے ہوا۔ اور نہ خلیفہ اول نے کیا نہ اسکے حکم سے ہوا۔ اور نہ اسکے زمانہ میں ہوا بلکہ بعد کے زمانہ میں چند اور اشخاص نے اس پہلی انجمن کے مقابلہ میں اسکو مقرر کیا اور مقام اسکا لاہور مقرر ہوا۔ وہ خدا کے مسیح کی انجمن اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین اور قطعی الفیصلہ قرار پائے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بوالعجبی ہو سکتی ہے۔

چوتھا قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

وہ حق پر نہیں ہو سکتا جس کا خدا کے رسول کے تختگاہ سے قطع تعلق ہو گیا۔

خدا کے مسیح نے قادیان کو مرکز قرار دیا اسکو خدا کے رسول کا تختگاہ اور بابرکت مقام اور مرجع المحتاجین قرار دیا لیکن انکا اس سے بالکلیہ قطع تعلق ہو گیا یہانتک کہ انہوں نے اس عرصہ دراز میں محض

دین کے لئے بھولے ہوئے بھی اسکی طرف رخ نہیں کیا دور کی بات نہیں جب مولوی محمد علی صاحب کی نسبت حضرت میاں صاحب نے سُنا کہ وہ یہاں سے جانا چاہتے ہیں تو آپ نے اُن سے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے اسکا جواب یہ دیا کہ کیا میں قادیان کو چھوڑ سکتا ہوں میں تو فقط موسم گرما گذارنے اور ترجمہ کے لئے جانا چاہتا ہوں" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک وہ بھی قادیان کو ہماری طرح ہی خیال کرتے تھے لیکن اب وہ اس سے ویسے ہی بے تعلق ہیں جیسے کہ پُرانے غیر احمدی لاتعلق[1] ہیں۔ یہ قرینہ بھی صاف دکھاتا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر اور کون خدا کے مسیح کے ساتھ نسبت رکھتا ہے اور کون اس نسبت کو چھوڑ بیٹھا ہے

پانچواں قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

حضرت صاحب کی مقررہ کردہ پانچ مدوں میں سے چندہ نہ دینے والے حق پر نہیں ہو سکتے

خدا کے مسیح نے قادیان میں اپنے کاروبار کے لئے پانچ مدیں قرار دیں۔ اور ان میں ہر ایک بیعت کنندہ احمدی پر ماہوار چندہ لازم قرار دیا۔ اور بعد میں یہ بھی فرمادیا۔ کہ جو احمدی تین ماہ متواتر ان مدات میں چندہ نہ دے وہ جماعت سے خارج لیکن انہوں نے قادیان میں ان مدات کے لئے چندہ دینا بند کر دیا۔ اور ۱۰ اماہ سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے کہ کوئی چندہ قادیان میں نہیں دیا اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی قادیان میں خدا کے مسیح کی مقرر کردہ مدات میں چندہ دینے سے روکا۔ اور بار بار اور زور کے ساتھ روکا۔ بلکہ خدا کے مسیح کے ساتھ تمسخر اور مقابلہ کیا کہ خدا کے مسیح نے جو قادیان میں مقرر کی تھیں۔ انکے مقابل انہوں نے لاہور میں چندہ مدات کھولکر لوگوں کو یہ کہنا شروع کیا۔ کہ لوگو اب قادیان میں کوئی چندہ نہ دو۔ بلکہ لاہوری انجمن کو دو۔

قادیان والی مدات کی مخالفت سچے احمدی سے نہیں ہو سکتی

کیا اس کے ساتھ خدا کے رسول کے تختگاہ کو نقصان پہنچانا مدنظر نہ تھا۔ کیا اس کے

[1] دنیاوی رسوم وشادی و مرگ پر تو ہندو اور سکھ بھی آ لگتے ہیں۔

ساتھ اس کاروبار کو بند کرنا اور تباہ کرنا مقصود نہ تھا۔ جس کو خدا کے مسیح نے دار رسالت میں جاری کیا ہے کیا اسکے ساتھ انہوں نے ان تعلیمگاہوں کو بند کرنا نہیں چاہا۔ جن کو خدا کے مسیح کے ہاتھ نے جاری کیا تھا کہ جس ہاتھ کو خداوند تعالےٰ اپنا ہاتھ فرماتا ہے اور کیا اس سے انہوں نے اس مجمع مہاجرین کو پراگندہ کرنیکا ارادہ نہیں کیا جو کہ اپنے دور دراز وطنوں اور آباد گھروں اور پیارے دوستوں اور عزیز خویش واقارب سب کو چھوڑ کر دار رسالت میں محض للہ ڈیرا زن ہوئے ہیں۔ کیا کسی دشمن سے دشمن نے بھی خدا کے مسیح کے عمر بھر کے لگائے اور تیار کئے ہوئے درختوں کو اس بیدردی کے ساتھ بیخ وبُن سے اکھاڑنے کے لئے اس قسم کی بلیغ کوشش کی ہے۔ یا اس قسم کا تیز حربہ چلایا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جو لوگ خدا کے مسیح کی عمر بھر کی محنت کو اس بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ برباد کرنے والے ہوں وہ اسکے سچے مرید اسکے حقیقی متبع اور اسکے مستحق جانشین اور جائز نائب ہوں۔ ایں محال است وجنوں

چھٹا قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

ایک نبی یا مامور کے اہلبیت سب کے سب گمراہ نہیں ہو سکتے

جاؤ ساری تاریخیں دیکھ ڈالو۔ بائبل اور دیگر صحف انبیاء پڑھ لو۔ اور مختلف مذاہب کی کتب کی ورق گردانی کر لو۔ اور ہر ایک مذہب کے ماہروں سے دریافت کر لو کہ کیا کبھی ایسا واقعہ آدمؑ سے لیکر اسوقت تک ہُوا ہے کہ کوئی نبی اور رسول یا مہدی اور مجدد اور مامور من اللہ ہو۔ جس کو خداوند تعالےٰ نے اسکی قوم یا سب لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہو اور اسکے وہ سارے کے سارے اہلبیت اس کے مرنیکے بعد گمراہ ہو گئے جن سے وہ راضی ہو گیا ہو۔ یا سارے کے سارے اہلبیت بدوں استثنا شخصے سب کے سب ہی گمراہ رہے ہوں اسکی کوئی مثال آپ کو نہ ملے گی۔

مسیح موعود جیسے عظیم الشان مصلح کے تمام اہلبیت گمراہ رہیں یہ غیر ممکن ہے

تو پھر خدا کے اس نبی اور رسول اور مجدد اور مہدی اور مامور من اللہ

کے سارے کے سارے اہلبیت کس طرح گمراہ رہ سکتے ہیں۔ یا جن سے وہ راضی گیا وہ سارے کے سارے کس طرح اسکے جانیکے بعد گمراہ اور ضال و مضل ہو سکتے ہیں جو کہ سب انبیاء کا موعود اور جو کہ خاتم النبیین کی طرح سب نسل آدم کے لئے مبعوث ہوا۔ اور جو کہ وہ دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کی تکمیل و اتمام کرنے والا قرار پاچکا ہے اور جو کہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ کرنے والا اور اس پر اور اسکے حزب پر آخری اور دائمی فتح پانے والا اور جو کہ اپنے سانس سے کفار کو قتل کرنے والا اور جو کہ اسلام کو وہ بے مثل ترقی دینے والا قرار پایا ہوا ہے جو کبھی کسی خلیفہ اور مجدد کے وقت یا کسی زمانہ میں نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی کیا باہر تو اسکی یہ بے مثل کامیابی اور یہ شان اور اپنے ان سارے اہلبیت کی نسبت یہ ناکامی اور نامرادی کہ سارے کے سارے بدوں استثنا شخصے گمراہ رہیں یا جن سے وہ راضی رہا اور راضی گیا وہ سب کے سب بدوں استثنا شخصے اسکے رخصت ہوتے ہی گمراہ ہو گئے

احمدی جماعت کے اتقی و اعلم کو گمراہ کہنے والے حق پر نہیں ہو سکتے

بلکہ اسکا یہ مرض ایسا متعدی ہو۔ کہ جو شخص اسکی کامل اتباع کرنیوالا ہے۔ اور سب اتباع کی نسبت اس سے زیادہ فیض پانے والا تھا۔ گو وہ اسکے فیض سے صوفی کامل یا احمدی یا خلیفہ اول بھی ہو گیا اس کی بیعت سب نئے اور پرانے متبعین کے لئے ضروری بھی ہو گئی لیکن پھر بھی وہ اپنے مرشد کی اس متعدی مرض سے نہ بچ سکا کہ اسکے بھی رخصت ہوتے ہی اسکے وہ سب اہلبیت کہ جن سے وہ راضی گیا تھا سب کے سب بدوں استثناء شخصے گمراہ ضال اور مضل ہو گئے۔

اہلبیت کے گمراہ ہونے سے مسیح موعود کی صداقت پر حرف آتا ہے

اور پھر سب اہلبیت کے گمراہ اور ضال اور مضل ہونے سے ایک یہ بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول ہمیشہ آنحضرت صلعم کی صداقت کے لئے سب سے بڑی شہادت حضرت خدیجہ رض اور حضرت عائشہ کی شہادت قرار دیا کرتے تھے اور بارہا احمدیوں کی طرف سے اسکو پیش بھی کیا گیا ہے لیکن جب خدا کے مسیح کے سب اہلبیت گمراہ ہو گئے تو ان سب کی گمراہی سے حضرت مسیح موعود کے برخلاف بہت زبردست شہادت قائم ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ساتواں قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

انبیاء اور اولیاء کی مبشر اولاد ضرور صالح اور حق پر ہوتی ہے

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میری اولاد سب تیری عطا ہے۔ ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے۔ پھر اپنے اشتہاروں اور کتابوں میں خدا کی ان بشارتوں کو الہامی الفاظ میں لکھکر دنیا میں شائع کیا ہوا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۷۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ قد اخبر رسول اللہ ان المسیح الموعود یتزوج و یولد لہ۔ ففی ھٰذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولدًا صالحًا یشابہ اباہ ولا یاباہ و یکون من عباد اللہ المکرمین۔ والسِّرّ فی ذٰلک ان اللہ لا یبشر الانبیاء و الاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصّٰلحین الخ

پس پہلی عبارت سے ثابت ہے کہ یہ بیٹے الٰہی بشارتوں کے ساتھ ہوئے ہیں اور ہو چکے ہیں۔ اور حاشیہ کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو خداوند تعالےٰ جس اولاد کی بشارت دیتا ہے وہ ضرور ہے۔ کہ صالحین میں سے ہو۔ کیونکہ وہ تب ہی ان کو اولاد کی بشارت دیا کرتا ہے کہ اسکے ہاں مقدر ہو چکا ہو کہ وہ صالحین میں سے ہوگی۔ دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان تینوں بیٹوں کی خدا نے اپنے نبی اور ولی مسیح کو بشارت دی لہٰذا ضروری ہے کہ یہ سب صالحین میں سے ہوں اور ظاہر ہے کہ صالحین کے مقابل اور انکو ضال اور مضل کہنے والے اور اصول مذہب میں انکی مخالفت رکھنے اور کرنے والے فاسقین ہوتے ہیں۔ پس یہ قرینہ بھی صاف صاف بتاتا ہے۔ کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر

اٹھواں قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

خلیفہ ثانی مصلح موعود ہے۔ اور مصلح موعود کے مخالفین حق پر نہیں کہے جا سکتے

ان بیٹوں کی نسبت خدا کے مسیح نے اپنے اشتہاروں اور اپنی کتابوں میں یہ الہامات شائع فرمائے ہیں۔ "اسکے

"وہ اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اسکے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالینگے۔ اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائینگی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جاویگا وکان امراً مقضیا۔"

پھر اسی سبز اشتہار کے حاشیہ میں لکھا ہے

"اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے"

پھر اس سبز اشتہار میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ

"خدا تعالیٰ کے انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور برکت کے دروازے کھولے . . . . . دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا انکی اقتدا و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجاویں اور انکے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پاجاویں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں پس اول اسنے قسم اول کے

اتمام رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہمنے بیان کی ہے اسکی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ دوسرا بشیر بھیجیگا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اسکے بارے میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے"

پھر اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے کہ

"لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہو جائیگا"

پھر آپنے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں لکھا کہ

"آج ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس عاجز پر اسقدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا" پھر سبز اشتہار میں عبارت محولہ بالا سے پہلے یہ عبارت ہے۔ کہ:۔

"اور خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا"

پھر اسی سبز اشتہار میں یہ بھی ہے کہ

"کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک اور الہام میں اسکا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے"

پھر اشتہار تکمیل تبلیغ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جاویگا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا

تہا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

سو آج ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ

ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جاویگی۔

پھر آپ نے سبز اشتہار میں لکھا ہے کہ

"اُسی خیال سے اور انتظار میں (کہ یہ پیدا شدہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا اسی نو سالہ میعاد کے اندر اندر کوئی اور پیدا ہوگا۔ (ناقل) سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے۔ تب اسکا مفصل و مبسوط حال لکھا جائے۔"

یہ سبز اشتہار کہ جس میں سراج منیر کے توقف کا لکھا گیا ہے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو چھپا ہے اور بشیر ثانی کی پیدائش جس کا دوسرا نام محمود ہے جب اسکی عمر ۹ سال کی ہوگئی تو تب حضرت مسیح موعود نے اتنی مدت بعد سبز اشتہار والا وعدہ پورا کیا۔ اور سراج منیر کو شائع کیا اور اس میں صفحہ ۳۱ پر لکھا کہ

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اسکا نام محمود رکھا جائیگا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو ابتک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں (جو کہ ۹ سال مقرر کی گئی: ناقل) پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے" حاشیہ۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ تہا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔"

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۶ میں حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں۔

"تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونیکے بارے میں یہ بشارت ہے۔

دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ ابتک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔

زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدہ کا ٹلنا ممکن ہے یہ عبارت سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ کی ہے جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے"

ان عبارات محولہ بالا سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ رفروری والے اشتہار میں جو عظیم الشان بیٹے کی نسبت الہامات درج ہیں - ان سے پہلے ایک ہی بیٹے کی پیشگوئی سمجھی گئی تھی - پھر اسی پیشگوئی پر بعض نے یہ اعتراض کیا کہ "عرصہ ڈیڑھ ماہ سے مشتہر کے گھر لڑکا پیدا شدہ ہے اور نیز یہ کہ ایسی پیشگوئی دائیاں بھی کر سکتی ہیں" تو اسکا جواب حضرت صاحب نے ۲۲ رمارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں دیا - اور اس اشتہار میں سا بجز اس پیشگوئی کے کوئی اور پیشگوئی یا کسی اور لڑکے کی پیشگوئی ہرگز مذکور نہیں ہوئی اور اس اشتہار میں اسی پیشگوئی اور اسی بیٹے کے تولد کے لئے وعدہ الٰہی سے نو سال مقرر فرما کر یہ لکھدیا کہ ایسا لڑکا اس عرصہ تک ضرور پیدا ہو جائے گا پھر اسی پیشگوئی اور اسی بیٹے کی نسبت جو ۲۲ رمارچ ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں جو نو سال کی میعاد مقرر کی گئی تھی اسپر بعض نے یہ اعتراض کیا کہ "نو سال کی میعاد بہت گنجایش رکھتی ہے اس طویل عرصہ میں تو کوئی نہ کوئی بیٹا پیدا ہو ہی جائیگا" تو حضرت صاحب نے اسکے جواب میں ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شایع کیا جس میں اصل جواب دینے کے بعد لکھا کہ "ماسواء اُسکے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا (۲۲ رمارچ ۱۸۸۶ء والے اشتہار ناقل) کے دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج ۸ راپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اسقدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا" جس کی تفصیل ہم اسی اشتہار سے پہلے نقل کرتے ہیں - کہ "غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا" اسکے بعد حضرت صاحب نے ۱۰ رجولائی ۱۸۸۷ء کو ایک اشتہار شایع کیا اور اس میں یہ الہام لکھا کہ "وہ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل سے ہوگا - فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق و العلا کان اللہ نزل من السماء" اسمیں

فرزند دلبند گرامی ارجمند الخ تو بعینہٖ وہ الفاظ ہیں جو کہ اس عظیم الشان بیٹے کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ اور پھر اس خط میں جو کہ ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء کو حضرت صاحب نے حضرت مولوی نور الدین کو لکھا تھا۔ اس میں فرمایا ہے "اسلئے الہامی عبارت میں جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج تھی ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط کیا گیا کہ گویا ایک ہی ذکر ہے ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ یہ وہی بشیر ہے۔ جسکا دوسرا نام محمود ہے جسکی نسبت فرمایا اولو العزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا یخلق ما یشاء"

اس مکتوب کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰ جولائی والے اشتہار میں جو الہام درج ہے۔ اسکا ابتدائی حصہ نظیر ہوگا تک بھی اسی دوسرے لڑکے کی نسبت ہے جس کا ذکر ۲۰ فروری والے اشتہار میں اسکے ساتھ فضل ہوگا سے شروع ہونے کی حضرت صاحب نے بذریعہ الہام خبر دی ہے پھر اسی ۲۰ فروری والے الہام کا ذکر سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کیا اور اسی کی تشریح اور تفسیر کی ہے چنانچہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ "خدا تعالے نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔" اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت وہی ہے جو کہ اشتہار مورخہ ۲۰ فروری میں الہامی کلام قرار دیکر درج کی گئی ہے اور پھر اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ ۲۰ فروری والے اشتہار میں مصلح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اور وہ اسکے ساتھ فضل ہے سے آخر الہام تک ہے۔ اور سبز اشتہار میں ہے "اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اسکے ساتھ فضل ہے کہ جو اسکے ساتھ آئیگا۔" جس میں مصلح موعود کی پیشگوئی کی تصریح موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے اس انکار کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی کہ سبز اشتہار میں مصلح موعود کی پیشگوئی نہیں بلکہ جس طرح ۲۰ فروری والے الہام کے سبز اشتہار میں موجود ہونے سے بالبداہت یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں اشتہاروں میں پسر متوفی کے علاوہ ایک ہی لڑکے یا بلفظ دیگر مصلح موعود کی پیشگوئی ہے اسی طرح اس مذکورہ بالا حوالے سے جس میں مصلح موعود کا لفظ موجود ہے بالمشاہدہ اور برویۃ العین ثابت ہوتا ہے کہ دونوں اشتہاروں میں مصلح موعود کی پیشگوئی

مذکور ہے شاید تعصب اور شدید کینہ سے بصیرت کی طرح بصارت پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور یہ ایسا اثر بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔ پھر سبز اشتہار سے یہ بھی صاف ثابت ہے کہ اس بیٹے اور اس مصلح موعود کے نام جس کی پیشگوئی ۲۰ فروری و ۱۰ جولائی اور سبز اشتہار میں ہے فضل۔ بشیر۔ محمود۔ فضل عمر ہیں اور الہامی نام ہیں۔ چنانچہ سبز اشتہار میں عبارت محولہ بالا کے بعد متصل یہ عبارت درج ہے "اور مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے" پھر اسکے بعد متصل فرماتے ہیں "اور ضرور تھا کہ اسکا آنا معرض التوا میں تھا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اسکے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہی بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اسلئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا" تو جب مصلح موعود کا التوا جبتک ہی ضرور تھا کہ بشیر اول پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جائے تو پھر اس سے صاف ثابت ہوا کہ بشیر اول کے واپس اٹھائے جانیکے بعد اسکا اور التوا نہیں۔ بلکہ ضرور وہ اسکی واپسی کے بعد متصل بدوں توقف والتوا پیدا ہو گا۔ نیز جب بشیر اول بشیر ثانی کے لئے ارہاص تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ ضروری ٹھہرا کہ ان دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر ہو۔ اور دونوں کا دو پیشگوئیوں میں بالفصل ذکر جائز اور مناسب نہ رہا تو پھر اس سے بڑھ کر اسکی بھی ضرورت ثابت ہوئی کہ انکی پیدائش بھی متصل ہو اور ان میں فصل ناجائز و ممتنع اور نامناسب و غیر موزون ہے۔ پس جس طرح ان الہامی ناموں سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ۲۰ فروری اور ۱۰ جولائی اور سبز اشتہار والی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق کون میاں ہے۔ وہ جو محمود ہے وہ جو بشیر ہے۔ وہ جس کے آنے کے ساتھ فضل آیا۔ وہ جو کہ بالآخر آخری الہام کے مطابق فضل عمر ہوا۔ اسی طرح اسکی شناخت بشیر اول کی واپسی کے بعد بدوں التوا کے پیدا ہونا اور بلا فصل اسکے بعد تولد ہونا ہے۔ اور وہ وہی بشیر و محمود اور فضل و فضل عمر ہے جو بشیر اول کی واپسی کے بعد بدوں التوا کے پیدا ہوا۔ اور بشیر اول کی پیدائش کے بعد بلا فصل پیدا ہوا جو کہ اس کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اور جو اسکے ساتھ ایک ہی پیشگوئی میں مذکور ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب نے سراج منیر کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض جاہل محض جہالت سے یہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا تھا۔ اسوقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں

وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلاویں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی حمل میں بلا واسطہ لڑکا پیدا ہو جائیگا اور اگر پیدا ہونے کے لئے اس اشتہار میں کوئی وقت بتلایا نہیں گیا تو کیا خدا کو اختیار نہیں تھا کہ جس وقت وہ چاہتا اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔"

پھر اس سے بڑھکر حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۷ میں لکھا ہے کہ "میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا اور مخالفوں نے جیسا کہ انکی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی تب خداوند تعالےٰ نے مجھے بشارت دیکر فرمایا کہ اسکے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا۔ اور اسکا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا تب مینے سبز رنگ کے اشتہار پر ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں پیشگوئی شائع کی اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اسکا نام محمود احمد رکھا گیا۔" سو اگر بشیر اول کی واپسی کیساتھ اور اسکی پیدائش کے بعد بلا فصل پیدا ہونا ضروری نہ ہوتا اور یہ اسکے علامات خاصہ اور لازمہ اور ضروریہ سے نہ ہوتا تو آپ ایسا کبھی نہ لکھتے اور اسپر زور دیتے کہ ستر دن بھی اسکی موت پر نہ گزرے تھے کہ محمود احمد پیدا ہو گیا۔

پھر اس سے تعیین اس طرح ہوگی کہ انزال رحمت کے دو طریق بیان کئے ہیں اور دوسرا طریق ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفا ہے اور حضرت صاحب نے خبر دی ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ میری اولاد کے ذریعہ سے دونوں شق ظہور میں آجائیں اور فرمایا تھا کہ دوسری قسم کی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ دوسرا بشیر جو کہ مصلح موعود کے چار الہامی ناموں میں سے ایک ہے بھیجیگا۔ پس جو بشیر ثانی بشیر اول کے بعد بلا فصل پیدا ہو اور اسکی واپسی کے بعد بدوں التواء آئے اور محمود ہو فضل ہو فضل عمر ہو۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ انزال رحمت کی قسم ثانی کی تکمیل کرنے والا یعنے مرسل یا نبی یا امام اور یا کسی کا خلیفہ ہو وہی مصلح موعود ہوگا۔ چنانچہ وہ بشیر جو کہ محمود و فضل و فضل عمر ہے اور بشیر اول کی واپسی کے بعد بدوں التواء کے آیا اور اسکی پیدائش کے بعد بلا فصل پیدا ہوا۔ وہ خدا کے مرسل نبی کا خلیفہ بھی ہو گیا۔ پھر آمین میں ہے ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھادونگا کہ اک عالم کو پھیرا

چنانچہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد بہت سے لوگ بعض حضرات کی کوشش سے احمدیت سے دور چلے گئے تھے اور حضرت مولوی صاحب کی وفات کے بعد تو ایک طوفان برپا ہو کر ہزاروں لوگ احمدیت سے کوسوں دور چلے گئے مگر خدا کے مسیح کے ایک بیٹے نے ایک عالم کو پھیر کر پھر حقیقی احمدیت کے چشمہ پر انکو لا کھڑا کیا ہے۔

پھر اسکے صفات خاصہ اور لازمہ میں سے ایک صفت الہام الٰہی نے یہ رکھی ہے کہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ جیسا کہ ۲۰ فروری والے اشتہار سے پہلے نقل کر آئے ہیں اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ اس الہام میں نہ یہ قید لگی ہوئی ہے کہ دوسری زوجہ سے جو بیٹے ہونگے ان میں سے تین کو چار کریگا اور نہ یہ قید ہے کہ زندہ تین بیٹوں کو چار کریگا۔ اور نہ ان قیود کے لئے الہام میں قرینہ ہے پس بدوں ازخود کلام الٰہی میں دخل دینے کے کلام الٰہی سے جو مفہوم ہوتا ہے وہ اسی قدر ہے اور اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ملہم کے تین بیٹوں کو (خواہ وہ ایک بی بی سے ہوں یا متعدد سے اور زندہ ہوں یا مردہ اور ملہم کے پیرو ہوں یا مخالف کیونکہ جو ہوں شمار میں اسکے بیٹے شمار ہونگے) چار کریگا اور ہم دیکھتے ہیں کہ جو بشیر ثانی۔ محمود۔ فضل۔ فضل عمر۔ بشیر کی واپسی کے بعد بدوں التواء اور اسکی پیدائش کے بعد بلا فصل پیدا ہوا۔ اور پھر بالآخر خلیفہ بھی ہو گیا وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا چوتھا بیٹا ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنے والا بھی ہے اور وہی ہے نہ کوئی اور کیونکہ اور جو کوئی تین کو چار کرنیوالا تجویز ہوتا ہے وہ کلام الٰہی اور واقعہ کے مطابق نہیں۔ بلکہ ازخود قیود لگانے کے ساتھ بنتا ہے اور بشیر ثانی کلام الٰہی اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ حضرت صاحب کے دو بیٹے۔ سلطان احمد۔ فضل احمد موجود تھے۔ اور بشیر اول (جسکا بموجب الہام الٰہی تین کو چار کرنیوالے سے پہلے پیدا ہو کر واپس جانا ضروری قرار پاچکا تھا) پیدا ہو کر واپس جا چکا تھا اور ان تینوں کے بعد بشیر ثانی نے بدوں التوا اور بلا فصل اسکے بعد آکر ان تینوں بیٹوں کو چار کر دیا پہلے دو بیٹوں کو کسطرح شمار نہ کیا جائے حالانکہ حضرت صاحب نے اشتہار واجب الاظہار میں ان دونوں کو شمار کیا۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار واجب الاظہار میں لکھتے ہیں کہ "ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰-۲۲ سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا" پھر حضرت صاحب نے بشیر اول کے سوا اگر

الہامی طور پر کسی بیٹے کی پیدائش کے لئے میعاد مقرر کی ہے تو وہ بشیر ثانی محمود ۲۰ر فروری ۱۰ر جولائی یکم دسمبر
کے اشتہاروں والا ہی ہے اور بس۔ اور ہم پہلے سراج منیر کی عبارت نقل کر آئے ہیں جس میں یہ لکھا ہے
کہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے اور پھر حقیقۃ الوحی کی عبارت بھی لکھ آئے
ہیں جس میں پہلے آپ نے اشتہار کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے مگر خدا تعالے نے وعدہ کے موافق اپنی
میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدے کا ٹلنا ممکن نہیں ہے۔ اور
پھر اسکے بعد لکھتے ہیں اسکے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔ اور
ابتک بفضلہ تعالے زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔" اور اسکے سوا نہ کسی اور کے لئے میعاد
مقرر فرمائی اور نہ یہ حتمی اور یقینی اور قطعی طور پر کسی دوسرے کے لئے فرمایا۔ کہ خدا کے مقرر کردہ میعاد میں
پیدا ہوا ہے جیسا کہ سراج منیر کے حاشیہ کی عبارت سے ثابت ہے جو پہلے نقل ہو چکی ہے جس میں فرمایا "ماں سبز
اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا"

محمود مصلح موعود نہیں تو اسے اولوالعزم اور حسن و احسان میں نظیر اور اسی لحاظ سے حق پر ماننے کے سوا چارہ نہیں +

پس یہ سب امور صاف اور یقینی طور پر بشیر ثانی (محمود) کو مصلح موعود اور ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے
ہیں لیکن میرا منشاء یہاں بہ مصلح موعود ثابت کرنا نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ حقیقت میں وہ ۲۰ر
فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار عظیم الشان الہام کا مصداق اور ان الہامی اوصاف اور عظمتوں والا ہے
اور اگر کسی نادان کا یہ قول بھی بفرضِ محال تسلیم کیا جائے کہ سبز اشتہار ۱۰ر جولائی والے اشتہار والی پیشگوئی
کا تکرار ہے نہ ۲۰ر فروری والے اشتہار کی پیشگوئی کا تو پھر بھی یہ کسی طرح تسلیم نہیں ہو سکتا کہ سبز اشتہار میں
مصلح موعود کی پیشگوئی یا اسکا ذکر نہیں کیونکہ ہم لکھ آئے ہیں کہ اس میں اور اسمیں ذکر کی ہوئی پیشگوئی
میں مصلح موعود لکھا ہوا موجود ہے اور گو اسکا انکار انکارِ مشاہدات و محسوسات و مبصرات اور سوفسطائی
پن ہے لہذا اسکو تسلیم تو ہرگز نہیں کر سکتے مگر دشمن عنید کی تسوید الوجہ کے لئے ہم تھوڑی دیر کیلئے
اس سے اپنی توجہ اور نظر التفات کو پھیر سکتے ہیں۔ اور اسکو پھیر کر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پھر بھی محمود اور
بشیر ثانی اولوالعزم اور حسن و احسان میں خدا کے مسیح کا نظیر اور خدا کے مسیح کا فرزند دلبند گرامی و ارجمند

اور مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء کا شاہانہ تاج خدا کی طرف سے اپنے سر پر علیٰ رؤس الاشہاد علیٰ رغم انف مخالف رکھتا ہے بس کیا جس کے سر پر خدائے ذوالجلال نے یہ عزت کا تاج رکھا ہو وہ حق پر ہے یا جو اسکے مقابل پر ہے اور اسکا سر الٰہی اعزاز سے خالی ہی نہیں۔ بلکہ آگے چل کر انشاءاللہ ہم بتائینگے کہ خدا نے اپنے غضب کا سیاہ داغ اسکی پیشانی پر لگایا ہوا ہے۔ پھر اسی طرح دوسرے بیٹوں کے لئے بھی عظیم الشان الہام اشتہاروں اور کتابوں میں موجود ہیں مثلاً حضرت مسیح موعود نے یاتیک قمر الانبیاء کا مصداق بھی اپنے موجودہ بیٹوں میں سے ایک کو قرار دیا ہے۔ پس کیا ان الہامات والے سب بیٹے تو ضال و مضل اور گمراہ اور اس امت کے ضالین اور عیسائی بن گئے اور ان کے مقابل اور انکو ضال و مضل بلکہ کافر کہنے والے حق پر ہو گئے ان ھذا الا اختلاق

نواں قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

حضرت صاحب کے بیٹے اگر ضال و مضل ہیں۔ تو کیا آپ کی سب دعائیں اکارت گئیں

پھر حضرت مسیح موعود نے ان بیٹوں کے لئے بہت عظیم الشان دعائیں کی ہوئی ہیں۔ اور ان کو خود دنیا میں شائع کیا ہوا ہے مثلاً محمود کی آمین میں فرماتے ہیں۔ سہ

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور دولت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر دے ان کو تاج و افسر

شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو۔ دل پر سرور رکھیو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اسکو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
کر دور ان سے یارب دنیا کے سارے پھندے

چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے — کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے جاں کے جانی اے شاہ دو جہانی — کر ایسی مہربانی ہو دے نہ ان کا ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری — رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں — حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

اسی طرح اور بہت سی عظیم الشان دعائیں کی ہیں جن سب کی نسبت غالب امید قبولیت کی ہے پھر ایسا تو وہم میں بھی نہیں کہ سب بیٹوں کے لئے اسقدر ادعیہ کثیرہ اس غدیہ الحاح و زاری کے ساتھ خدا کے اس پیارے مہدی و مسیح موعود نے کی ہوں جس کو خدا فرماتا ہے کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک جس کی بہت کثرت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی دنیا نے مشاہدہ کی ہیں اور پھر ان میں کسی ایک بیٹے کے لئے بھی ایک دعا بھی ان میں سے قبول نہ ہو۔ بلکہ سب بیٹوں کے حق میں وہ سب ادعیہ کثیرہ جو بڑے الحاح و زاری کے ساتھ بار بار کی گئی ہیں یکقلم رد کیجائے اور اگر ان میں سے ایک کے لئے ایک دعا بھی قبول ہوتی ہے تو پھر کم از کم وہ بیٹا کافر ضالی اور مضل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ وہ ہدایت پر ہو اور چونکہ سب بیٹے ایک ہی اعتقاد و مذہب پر ہیں اور مخالف ان سب ہی کے مخالف ہیں پس حق اسی طرف ہے جس طرف وہ سب ہیں جن میں ہر کم از کم ایک ہدایت یافتہ ہے اور وہ یقیناً باطل پر ہیں جو کہ ان سب کے مخالف ہیں۔

ہر نبی کی ایک دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے اور وہ اولاد کے حق میں ہے

بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ یوں بھی انبیاء و رسل کی بہت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور کبھی بعض امور کی نسبت خداوند تعالیٰ ان کو وعدہ دیتا ہے کہ اگر تم ان امور کے لئے دعا کرو گے تو میں قبول کرونگا مگر اسکے علاوہ ہر ایک نبی کے لئے ایک مستجاب دعا ہوتی ہے کہ وہ ضرور قبول کی جاتی ہے اور رد نہیں ہوتی۔ اور پھر ہر ایک نبی اس کو حسب ضرورت و موقعہ اور موافق منشاء خود انتخاب کرتا ہے۔ پس جس طرح

حضرت مسیح موعود کو بعض دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ پہلے سے دیا ہے اسی طرح حضرت صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مقبول دعا حضرت زکریا کی دعا کی طرح جو کہ (رب ھب لی من لدنک ولیًّا یرثنی ویرث من اٰل یعقوب واجعلہ رب رضیًّا ہے) اپنی اولاد بلکہ یوں کہئے کہ اولیاء صدق کے لئے مخصوص کی ہے چنانچہ آپ آمین مبارکہ میں یوں فرماتے ہیں ؎

مرے مولا مری یہ اک دعا ہے | تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھکو جو اس دل میں بھرا ہے | زباں چلتی نہیں شرم وحیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے | ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے | وہ دے سب اُن کو جو مجھ کو دیا ہے

یہ دعا قبول ہونے کا الہام ہو چکا ہے پس آپ کی اولاد ضرور حق پر ہے

پھر جو ان کے لئے دعائیں کی ہیں ان میں سے بعض کے لئے صاف صاف بشارات الٰہیہ موجود ہیں۔ جو کہ ان دعاؤں کی قبولیت پر دال ہیں چنانچہ مبارکہ کی آمین میں آپ فرماتے ہیں ؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد | بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد | بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی | فسبحان الذی اخزی الاعادی

پس خدا بشارت دے کہ یہ برباد نہیں ہونگے اور پھر بار بار یہ بشارت دے اور ادھر بربادی یہ ہو کہ وہ کافر و ضال و مضل اور اس امت کے نصاریٰ ہو جائیں تو پھر خدا کی باتوں پر اور خدا کے مسیح پر ایمان رکھنے والا اجتماع نقیضین تجویز کرے تو کرے لیکن اس کو تجویز نہیں کر سکتا کہ وہ بیٹے کہ جن کی نسبت خدا لے صادق الوعد نے اپنے مسیح ہاں پیارے مسیح کو بارہا خبر اور بشارت دی کہ یہ برباد نہیں ہونگے کافر اور ضال اور مضل اور اس امت کے نصاریٰ ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جن کی نسبت ایک بار بھی کوئی بشارت نہ دی ہو بلکہ انذار ہی خبر دی ہو انکا گمراہ اور فاسق ہونا محال ہو اور حق پر رہنا لازم اور واجب ہو پس ایک خدا کے مسیح پر ایمان رکھنے والے کے لئے وہ الفاظ ہی ان بیٹوں کے حق پر ہونے کے لئے کافی شاہد ہیں۔ جن کے

ساتھ خدا کا مسیح انکو یاد کرتا رہا مثلاً وہ فرماتا ہے ؎

دیئے تونے مجھے یہ مہر و ماہتاب ٭ یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی ٭ فسبحان الذی اخزی الاعادی

صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سید ولد آدم نے بعثت اولیٰ میں یہ فرمادیا تھا کہ حق ہمیشہ میرے اہلبیت کے ساتھ رہیگا یہاں تک کہ دونوں ساتھی میرے پاس حوض پر آئینگے اس نے بعثت ثانیہ میں بھی اسی امر کو ان الفاظ کے ساتھ ادا کیا ہے ؎

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے ٭ یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

بلکہ پہلی بعثت میں اگر اپنی عترت کے ساتھ حق کی معیت ہی پر اکتفا فرمائی ہے۔

دوسری بعثت کی عترت کیساتھ مزید فضل

تو دوسری بعثت میں خداوند تعالےٰ کا یہ کلام شائع کرکے کہ انی معک ومع اھلک اپنی عترت سے علاوہ حق کی معیت کے اس ذوالجلال خدا کی معیت بھی بتادی ہے جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اس میں یہ نکتہ بھی سمجھادیا کہ گو پہلی بعثت کے اہلبیت پر باوجودیکہ حق ان کیساتھ تھا یزیدی لوگ چیرہ دست ہوئے اور طرح طرح کے انکو دھوکے دیئے یہانتک کہ مرکز میں رہنا بھی انپر دشوار کردیا لیکن دوسری بعثت کے اہلبیت کے ساتھ چونکہ علاوہ حق کی معیت کے خدائے ذوالجلال کی معیت بھی اسی طرح ہوگی جس طرح کے خود خدا کے برگزیدہ مرسل کے ساتھ اسلئے گو یزیدیوں کا ہونا تو ضروری ہے پر وہ نہ ان پر چیرہ دست ہوسکینگے اور نہ ان کو مرکز سے نکال سکینگے۔ بلکہ یزیدی لوگ خود ہی مرکز سے نکالے جائینگے۔ مگر چونکہ انکے نکالنے والی بھی وہی وراء الوراء اور غیب الغیب ہستی ہوگی اسلئے بظاہر ان کا نکالنے والا بھی کوئی معلوم نہ ہوگا۔

دسواں قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

الہام کے مطابق مخروج حق پر نہیں

حضرت مسیح موعود ع کا یہ الہام چھپا اور شائع شدہ پہلے سے موجود ہے۔ اُخْرِجَ منہ الیزیدیون۔ اب خدا کے لئے کوئی غور کرے کہ یزید اور یزیدی کون لوگ تھے۔ اور ان کو کیوں

بڑا سمجھا جاتا ہے تو سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں کہ یزید اور اسکے ہمرنگوں نے محمد رسول اللہ صلعم کے اہلبیت کی سخت مخالفت کی۔ پس اس زمانہ کے یزید اور یزیدی یقیناً وہ ہونگے جو کہ محمد رسول اللہ کے کامل بروز یا بلفظ دیگر محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ کے اہلبیت کی سخت مخالفت کرنیوالے ہوں

یزیدیوں کے معنے واقعات نے بتا دئیے

پہلے جبکہ اہلبیت کے کوئی سخت مخالفت کرنے والے موجود نہ تھے اسوقت یہ بھی ممکن تھا کہ اجتہادی طور پر یزیدیوں کے اسی طرح کچھ اور معنے تاویلی طور پر لئے جاتے کہ جیسے آنحضرت صلعم کے سامنے ازواج مطہرات نے قبل از وقت اطولکن یدًا کے کچھ اور معنے کر دئیے جنکو خداوند تعالیٰ نے واقعات کی شہادت کے ساتھ نسخ کر دیا۔ اور بعد ازاں وہ پہلے معنے کرنے کسی طرح درست نہ رہے یا جس طرح حضرت مسیح موعود نے شاتان تذبحان کے معنے احمد بیگ کی دو لڑکیوں کا اپنی موت سے مرنا کئے لیکن جب مولوی عبد الرحمن شہید اور مولانا عبد اللطیف شہید کی شہادت کی شہادت نے اپنی موت سے مرنیکے معنوں کو نسخ کرکے قتل کے ساتھ مرنا اسکے معنے بتا دئیے تو پھر پہلے معنے نہ رہے۔ یا جس طرح خدا کے مسیح نے عفت الدیار محلھا فمقامھا کے معنے طاعون کی شدت سے لوگوں کا کثرت کے ساتھ مرنا فرمائے تھے اور پھر کانگڑہ کے زلزلہ کی شہادت نے بتا دیا کہ اس سے زلزلہ کے ذریعے سے مکانات کا تباہ ہونا مراد تھا۔ غرض جس طرح واقعات کی شہادت سے پہلے اور تاویلی معنے ہو سکتے ہیں لیکن انکی شہادت کے بعد وہ پہلے معنے بالکل جائز نہیں بنتے اسی طرح یہاں پر بھی واقعات کی شہادت سے پہلے یہ بھی ممکن تھا کہ یزیدیوں کے کچھ اور معنے کئے جائیں یا اخرج منہ کے کوئی اور تاویلی معنے لئے جائیں۔ لیکن جب واقعہ میں بعض لوگ محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ کے اہلبیت کیلئے یزیدیوں کی طرح سخت مخالف اور انکی خلافت کے سخت مزاحم ہو گئے اور پھر قدرت الہیہ نے انکو قادیان سے خارق العادت اور اعجازی طور پر نکال کر دو معنوں کو نسخ کرکے دونوں کے حقیقی معنوں کا استحکام کر دیا تو اب کسطرح جائز نہیں کہ کوئی پہلے تاویلی معنے کئے جائیں۔

خلیفہ اول کی وصیت کہ یزیدی نہ بننا۔

اللہ اکبر خدا کی باتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں۔ جو لوگ ان دنوں میں قادیان میں موجود تھے یا ان دونوں میں کچھ دنوں کیلئے

قادیان میں آئے تھے کہ جن دنوں میں حضرت مولٰنا خلیفۃ المسیح بیمار تھے اور مولوی محمد علی صاحب ظہر کی نماز کے بعد آپ کے پاس آپ کے مکان پر آکر ترجمہ نوٹ لکھا کرتے تھے تو ان کو بخوبی معلوم اور خوب یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح روز اور بار بار مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یزید بہت ہی برا شخص ہوا ہے خدا نے بجیہ سالم سورۃ قرآن اسکے حق میں نازل فرمائی ہوئی بتائی ہے اسی طرح بنی امیہ کے حق میں بھی ایک سالم سورت موجود ہے آپ ضرور اسکے متعلق نوٹوں میں زور سے لکھیں یہ بہت ہی برا آدمی ہوا ہے اسلئے کہ اس نے بڑے پاک خاندان کا مقابلہ کیا ہے ۔ اور بار بار یہ کہتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ ایک دن ڈاکٹر محمد حسین وغیرہ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت نواب صاحب اور اور چند احباب بھی موجود تھے کہ آپ نے بڑے زور کے ساتھ فرمایا اور پھر زار زار رو پڑے تو جب ہم چند آدمی اسکے بعد اٹھکر باہر نکلے تو کسی نے سوال کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ پہلے کبھی حضرت مولٰنا صاحب اس طرح نہ فرماتے تھے اور اب بڑے زور کے ساتھ اور بار بار کہتے ہیں اور پھر بالخصوص مولوی محمد علی صاحب ہی کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں تو ہم میں سے ایک بڑے معزز شخص نے فرمایا تھا کہ اسکی وجہ بجز اسکے اور کوئی نہیں۔ کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ مخالفت اہل بیت سے یزیدی اور یزید بننے والے ہیں اور مولوی محمد علی ان کا رئیس ہے لہذا اسکے سمجھانے اور اسپر حجت پوری کرنیکے لئے یہ سب کچھ فرمارہے ہیں۔ تو سب نے کہا یہ بالکل سچ ہے اور اس سے کم از کم میرے دل میں یہ خیال آیا کرتا تھا کہ اب امید ہے کہ مولوی محمد علی مخالفت نہیں کرینگے مگر شدنی باتیں ہو کر رہتی ہیں پہلے یزید اور یزیدیوں نے بھی بہت کچھ حدیثیں سنی ہوئی تھیں جو کہ اہلبیت رسول اللہ کی مخالفت سے ڈراتی اور سختی کے ساتھ ڈراتی تھیں مگر باوجود اسکے باز نہ آئے۔ اسی طرح یہاں پر بھی حضرت مسیح موعود کے الہام اور خلیفۃ المسیح جیسے ماہر قرآن کے وعظ سن کر بھی باز نہ آئے اور جو کچھ کرنا تھا۔ وہ کر گزرے اللھم احفظنا من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ اب دیکھئے کسقدر یہ صاف بات ہے کہ خدا کے مسیح نے قبل از وقت خبر دی کہ یزیدی لوگ یہاں سر نکالے جائینگے پھر چند لوگ حضور محمد کی آل کے مخالف ہوئے اور ان کا ایک امیر قوم ہوا۔ اور انکی خلافت کے مزاحم ہوئے تو اب ان کے یزید اور یزیدی بننے میں کونسی کسر باقی رہ گئی۔

یا کونسی شک کی گنجائش رہ گئی پھر وہ یہاں سے نکالے گئے اور مطابق الہام الہی بدوں کسی انسانی کوشش کے محض الہی ہاتھ سے نکالے گئے تو اب بجز ایسے لوگوں کے کہ جو آل محمد کے مقابلہ میں یزید اور یزیدیوں کو حق پر کہنے والے تھے اور کون ہو سکتا ہے کہ آل بروز محمد کے مقابلہ میں جو یزید اور یزیدی ٹھہرے ہیں اور الہام الہی نے جن کو یہ خطاب دیا ہے اور پھر نکالے جانے کے بعد فعل الہی اور واقعات نے بھی شہادت دیدی ہے جو ان کو حق پر اور اہلبیت رسالت کو باطل پر کہہ سکے - پس یہی وقت ہے جو لوگ یزیدی بننے کو برا جانتے ہیں وہ یزیدیوں کے ساتھ سے علیحدہ ہو جائیں - تاکہ عند اللہ یزیدی نہ ٹھہریں - اب اگر پہلے یزیدیوں کے پاس حق تھا اور آل محمد باطل پر تھے تب یہاں بھی یزیدیوں کے پاس حق اور آل بروز محمد باطل پر ہیں اور اگر پہلے آل محمد حق پر اور انکے مقابل یزیدی باطل پر تھے تب یہاں پر بھی آل بروز محمد حق پر اور انکے مقابل یزیدی لوگ

گیارھواں قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

مسیح موعود کے الہامات ہماری صداقت کے شاہد ہیں -

پھر بعض ایسے الہامات بھی خدا کے مسیح کے چھپے ہوئے موجود ہیں کہ ان کو ملا کر پڑھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ الہام کس شخص اور کس گروہ کی نسبت ہیں اور یہ بھی کہ وہ شخص اور گروہ حق پر نہیں بلکہ حق پر ان کے مقابلین ہیں

حضرت صاحب کے الہامات کو جب تدبر سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک ماہ مارچ کے الہامات اس ماہ مارچ میں قائم ہونے والے فتنہ کی طرف کچھ نہ کچھ ضرور اشارہ کرتے ہیں اور پھر خصوصاً آخری سالوں کے ماہ مارچ کے اور پھر خصوصاً ۱۳-۱۴- اور انکے قریب کی تاریخوں کے الہام - یہاں پر میں ۱۹۰۶ء کے ماہ مارچ کے الہام درج کرتا ہوں جو کہ ۱۳ تاریخ کے نیچے درج ہیں - (۱) لاہور میں ایک بے شرم (۲) ویل لک لافکک (۳) ان اللہ مع الصادقین (۴) ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جاوینگے - اور بعض چھوڑے جائینگے (۵) انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

آپ غور کر کے دیکھیں کہ پہلے ایک لاہوری کا ذکر فرمایا ہے اور پھر اسکے افترا کا ذکر ہے اور ساتھ ہی اس ویل اور پھٹکار کا ذکر ہے جو کہ اسکے افترا کی وجہ سے اس لاہوری پر ہے اور پھر بتایا ہے کہ اس مفتری کے مقابل جو گروہ ہے وہ صادقین کا گروہ ہے اور اللہ انکے ساتھ اور انکا مددگار ہے پھر بتایا ہے کہ ایک امتحان ہے جس میں کچھ لوگ تو گرفتار ہو جائینگے اور کچھ لوگ چھوڑے جائینگے اور پھر اخیر میں اہلبیت مسیح کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی بتایا ہے کہ الٰہی منشاء ان کے مطہر بنانیکا ہے۔ اور ہر ایک رجس سے پاک کرنیکا ہے۔

الہام نے پیش آمدہ واقعات کا نقشہ کھینچدیا

اور اخیر میں اہلبیت مسیح کے اس طور پر ذکر کرنے سے صاف اور واضح طور پر بتادیا ہے کہ کوئی لاہوری اہلبیت مسیح کے مقابل افترا پردازی کریگا۔ پر اسکو کوئی کامیابی نہ ہوگی اور خدا کی طرف سے ویل نصیب ہوگی۔ اور اہلبیت مسیح صادقین ہونے کی وجہ سے خدا کی معیت میں ہوں گے اور اس امتحان میں جو چھوڑے جائینگے۔ وہ وہی اہلبیت مسیح کے مقابل افتراؤں سے کام لینے والے اور ویل والے ہونگے اور پھر وہ جو اسکی معیت میں ہوں جس کا پہلے الہام میں پتہ دیا ہے اور اسکی معیت کو نہ چھوڑیں اور کونوا مع الصادقین کے واجب الاذعان ارشاد الٰہی کے مطابق ان اہلبیت مسیح کی معیت اختیار نہ کریں۔ جن کے ہر ایک رجس سے مطہر کرنے اور صادقین اور بمعیتہ اللہ فائزین ہونے کی کھلی کھلی شہادت خدائے علیم و حکیم نے انہی الہاموں میں دی ہوئی ہے اور چھوڑے وہ جائینگے جن کی معیت میں ہونے کی اطلاع پہلے سے ان الہامات میں دیدی ہوئی ہے اللہ اکبر جسقدر کہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کا امتحان بہت سخت اور بہت خطرناک تہا۔ اسی قدر اس نے پہلے بار بار اسکی خبر دیکر آگاہ کیا پھر خصوصاً مارچ کے مہینوں میں بار بار آگاہی دی پھر ۱۹۰۸ء کے مارچ میں جو کہ اسکے مسیح ع کی عمر کا آخری مارچ تہا۔ اور اسکی ابھی اسی تاریخ کے بعد کی متصل تاریخ میں وہ امتحان پیش آنیوالا تہا کس وضاحت کے ساتھ بتایا کہ امتحان اور فتنہ پیش آئے گا اور اسکی یہ تعیین کر دی کہ اہلبیت مسیح کے مقابلہ میں ہوگا اور یہ بھی بتادیا کہ اسکا بانی اور سرگروہ لاہور میں مقیم ہوگا اور مکان کی تعیین کے علاوہ اشارتاً اسکے زمانہ کی بھی تعیین فرمادی کہ ماہ مارچ میں ہوگا۔ اور نہ

۲۳ر تاریخ کے بعد متصل ہوگا اور اسکی نوعیت بھی بتادی کہ افترا پردازی کے ذریعہ سے ہوگا اور پھر اسکا انجام اور فیصلہ بھی سنادیا کہ اہلبیت کہ جنکی علیم و حکیم خدا تطہیر چاہتا ہے صادقین میں سے ہونیکے باعث الٰہی معیت میں ہونگے اور اسکے باعث سے نصرت و فتح انکے شامل حال رہے گی اور ان کے مخالف چونکہ مفتری ہونگے لہٰذا بجائے نصرت الٰہیہ اور فتح کے ویل عظیم ان کو نصیب ہوگی۔

انقلب علیٰ عقبیہ کا مصداق حق پر نہیں ہوسکتا

پھر اس آخری مارچ کی ۲۷ر تاریخ کو الہام ہوتا ہے انقلب علیٰ عقبیہ (وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھر گیا) پھر اسکے بعد متصل یہ الہام ہوتا ہے تاللّٰہ لقد آثرک اللّٰہ علینا (واللہ کہ خداوند تعالےٰ نے تجھکو ہم پر اختیار کرلیا) پھر ۲۸ر مارچ کو الہام ہوتا ہے۔ کہ "وہ کوئی درباری حلقہ اطاعت سے گزرنے نہ پائے کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا" اب یہ الہام خبر دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس طریق سے پھرنیوالا ہے جس پر حضرت مسیح ؑ نے اسکو لگایا تھا۔ یا بلفظ دیگر یوں کہیے کہ کوئی شخص پہلے حضرت مسیح کے طریق پر تھا اور پھر وہ اس سے پھر جانے والا ہے اور وہ یہی کہ اس طریق کو چھوڑ کر پھر اس پہلے گروہ کی طرف لوٹنے والا ہے کہ جس کو پہلے وہ چھوڑ کر احمدی بنا تھا اور احمدی ہونے کی حالت میں اس سے دور ہوگیا تھا۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ وہ اس حد سے لوٹا ہے کہ کوئی شخص اسکے ساتھیوں میں سے اس پر اور اسکے دوسرے ہمراہیوں پر مقدم ہوگیا ہے اور پھر یہ بھی کہ وہ حضرت مسیح کے ان خاص مقربین میں شمار تھا۔ جو کہ آپکے خاص درباری سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ آپ کے حلقۂ اطاعت سے باہر نکلجائیگا۔ اور اس جرم کی سزا سے محفوظ نہ رہیگا۔ اب رہا یہ کہ ایسا شخص کون ہے سو جس کی آنکھوں پر تعصب اور حسد و بغض کی پٹی نہ ہو وہ خود سمجھ سکتا ہے کہ ایسا درباری کون ہے۔

ہمارے مخالف کا طرز عمل گذشتہ احمدی کا عمل نہیں

سب احمدی اور غیر احمدی بخوبی جانتے ہیں۔ کہ خدا کے مسیح کا غیر احمدیوں کے ساتھ کیسا تعلق اور کیسا برتاؤ تھا۔ اور غیر احمدیوں کا خدا کے مسیح کے ساتھ کیسا تعلق اور کیسا برتاؤ تھا۔ اور جو درباری حلقہ اطاعت سے نکل کر گیا ہے۔ اسکا اور اسکے ساتھیوں کا غیر احمدیوں کے ساتھ اور غیر احمدیوں کا ان کے ساتھ کیسا تعلق اور کیسا برتاؤ ہی

کیا خدا کے مسیح نے مسیح ہونیکے بعد اشاعت اسلام کے لئے غیر احمدیوں کے آگے چندہ کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ کیا خدا کا مسیح غیر احمدیوں کی انجمنوں میں شریک ہوا خواہ وہ تعلیم کی انجمنیں ہوں۔ یا اشاعت اسلام یا تعلیم اور خدمت قرآن کی ہوں یا آپنے کبھی غیر احمدیوں کی ان انجمنوں میں چندے دیئے۔ یا کیا خدا کے مسیح نے مسیح ہونیکے بعد کوئی غیر احمدی مسلمان بنایا یا اسکے بنانے یا بننے پر آپنے اظہار خوشی کیا۔ یا غیر احمدی مسلم بنانے والی انجمنوں میں شریک ہوئے یا ان کو چندہ دیا۔ یا کیا کبھی آپنے تبلیغ اور اشاعت اسلام میں اپنے آپکو پیش کیا۔ یا باوجود بیرونی اور اندرونی کوشش کے کبھی اسکی اجازت دی۔ یا کیا آپ کبھی مولوی نذیر حسین۔ رشید احمد۔ محمود حسن۔ ثناء اللہ وغیرہم کے ملنے کو گئے یا ان کے ساتھ ملکر کبھی کوئی جلسہ کیا یا مباحثہ وغیرہ۔ یا غیر احمدی لوگ آپکو چندہ دیتے اور آپ کے جلسوں میں شریک ہوتے اور ان کے پریزیڈنٹ وغیرہ بنتے رہے ہیں یا مولوی ثناء اللہ انکی ملاقات کو انکے پاس آتا رہا ہے یا کم از کم کبھی آپنے مولوی ابراہیم کی دوستی اور اسکے کمالات کا اظہار کیا ہو یا مولوی ابراہیم نے آپکی دوستی اور آپکے کمالات کا اعتراف کیا۔ یا خود نہیں تو کیا مولوی محمد علی۔ مولوی شیر علی صاحب مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے آپ کے وقت میں یہ امور کئے یا ان کے ساتھ غیر احمدیوں نے ایسا برتاؤ کیا۔ یا ان کو حضرت مسیح نے ان امور کی اجازت دی۔ سنو! اطاعت سے نکلنے والے درباری کے گروہ میں دیکھیں۔ یہ سب امور صاف اور کھلے طور پر موجود ہیں۔ کیا ان کی انجمن اشاعت اسلام میں غیر احمدی بلکہ احمد کو گالیاں دینے والے اسپر اور اسکی باتوں پر ہنسی اور تمسخر کرنے والے اسکے ممبر نہیں۔ کیا وہ ان کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتے کیا وہ ان کے پریزیڈنٹ نہیں ہوتے کیا ان کے آگے چندہ کے لئے ہاتھ نہیں پھیلایا جاتا۔ کیا مولوی ثناء اللہ انکی اور وہ اسکی ملاقاتیں نہیں کرتے۔ کیا وہ ثناء اللہ کے ساتھ مباحثات وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے۔ کیا مولوی ابراہیم انکی اور وہ اسکی تعریفیں نہیں کرتے کیا غیر احمدی مسلم نہیں بناتے کیا اس خواجہ نے (کہ جس نے وطن کے امدادی دعدہ پر یہ تجویز کی تھی کہ ریویو کا ایک ضمیمہ ہو جس میں احمد اور احمدیت کا ذکر ہو۔ مگر ریویو پیش ہو اور حضرت مسیح نے اسکو رد کر دیا تھا اور اسپر سخت ملامت کی) مسلم انڈیا میں اسی پر عملدرآمد نہیں کیا ہوا۔ کیا سیالکوٹ میں پریزیڈنٹ جلسہ نے خواجہ اور مولوی محمد علی وغیرہ

کے روبرو خواجہ کی طرف سے لوگوں کے آگے اس بات کو پیش نہیں کیا کہ اس رسالہ میں احمد اور احمدیت کا ذکر کبھی نہیں ہوگا۔ لہٰذا آپ اسکو ضرور خریدیں۔ غرضیکہ ان باتوں میں سے جو کہ حضرت مسیح ع کے وقت میں نہ تھیں کونسی بات ہے جو کہ اس گروہ نے نہ کی ہو۔

ہمارے مخالفین نے کیا کیا چھوڑا

پھر قادیان کو چھوڑا۔ مقبرہ بہشتی کو چھوڑا۔ قادیان میں چندہ دینا چھوڑا۔ قادیان کی انجمن کو چھوڑا۔ قادیان کے مہاجرین کو چھوڑا۔ اصحاب الصفہ کو چھوڑا۔ خدا کے مسیح کے اہلبیت اور اس دار کو اور اس دار والوں کو چھوڑا۔ جو کہ اسوقت ساری دنیا میں سے اکیلے انی احافظ کل من فی الدار کا امتیازی نشان رکھتے ہیں پھر خدا کے مسیح کے خلیفہ اور اسکی جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ پھر خدا کے مسیح اور برگزیدہ نبی کی نبوت کو چھوڑا۔ کبھی تو یہ کہا کہ خالی اور مجرد نبی ان کو کہنا ہی ناجائز ہے۔ اور کبھی کہا کہ نبی تو ہم کہتے ہیں پر غیر حقیقی۔ اور غیر کے معنے بتائے کہ نقلی اور فرضی جو کہ حقیقت میں نہ ہو۔ یا نبی تو کہتے ہیں پر مجازی اور مجازی کے معنے یہ بتائے کہ اصل میں تو کچھ نہیں یونہی کسی وجہ سے اسپر یہ لفظ بولا جائے جیسا کہ ایک شخص کو شیر کہدیں۔ تو وہ اصل میں شیر نہیں اور کبھی کہدیا کہ نبی تو ہیں پر ظلی مگر ظل میں کوئی اصلیت نہیں ہوتی بلکہ ظل کو تو پاؤں کے نیچے روندا جاتا ہے اور اسکو جوتے مارنے اور اسپر تھوکنا بھی جائز ہوتا ہے غرضیکہ یہ سب عبارتیں ہیں۔ اور مطلب ایک ہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نبی نہیں اور بس اور یہ الٹے ہاتھوں کان پکڑنے کی ضرورت بھی ان کو اسوجہ سے پیش آئی۔ کہ چند دام افتادہ احمدی نام والے ہاتھ سے نہ چلے جائیں اور دوسروں کے بہکانے کا ذریعہ ہاتھ سے نہ جائے اور نیز مرتد قرار پا کر غیر احمدیوں کی نظروں میں بھی ناقابل وثوق نہ ہو جائیں۔ اور اگر یہ انقلاب علی العقبین نہیں تو اور کیا ہے جس مسیح کے آنے کی محمد رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے اسکی نسبت آپنے یہی خبر دی ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ پس اسکے نبوت کے انکار سے اسکی مسیحیت کا انکار صاف صاف لازم آتا ہے۔ اگر یہ انقلاب عن الاحمدیت نہیں تو پھر کیوں غیر احمدی اور خصوصاً مولوی ابراہیم اور مولوی ثناءاللہ جیسے لوگ بہ آواز بلند یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ اب احمدی نہیں یا احمدیت سے دور اور ہمارے قریب آگئے ہیں۔ اور باوجود ہمیشہ

مسیح موعود اور آپ کے خلفاء اور مخلص خدام کیساتھ سخت ترین عداوت، اور بغض اور نفرت رکھنے کے پھر بھی وہ ان کیساتھ رسم دوستانہ اور اظہار انس و محبت کر رہے ہیں۔ اور یہ ان کے ساتھ کر رہے ہیں تو کیا اب یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس حق ہے جن کی یہ حالت ہو اور جو ان کے مقابل منقلب علیٰ اعقابہم نہیں غیر احمدیوں کیساتھ انکا برتاؤ اور انکا ان کے ساتھ برتاؤ وہی ہے جو کہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھا۔ قادیان اور اسکے چندوں اور اسکی انجمن اسکے مہاجرین اسکے اصحاب صفہ اسکے مقبرہ بہشتی اور اس دارہ والوں کو انہوں نے نہیں چھوڑا۔ جس کی نسبت انی احافظ کل من فی الدار خدائے ذوالجلال نے فرمایا ہوا ہے اور نہ خدا کے مسیح کی نبوت سے انہوں نے انکار کیا ہے وہ حق پر نہ ہوں۔ ہاں ایک غیر احمدی اپنے مذہب اور اپنے نقطۂ خیال کی رُو سے یہ کہہ سکتا ہے۔ لیکن خدا کے برگزیدہ مسیح کے مذہب اور نقطۂ خیال کے لحاظ سے نہ ایسا متصور ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس لحاظ سے اس گروہ کے سوا کوئی اور غیر احمدی ایسا فتوےٰ دے سکتا ہے۔

کیا جماعت احمدیہ سے نفرت اور مخالفین سلسلہ سے پیار رکھنے والوں کی محبت ایک مومن کے قلب میں رہ سکتی ہے +

یہ تو میرے منقلب علیٰ اعقابہم ہونیکا ثبوت دینے کے لئے لکھا ہے اور حقیقت میں یہ وہ امور ہیں۔ کہ قطع نظر سب الہامات کے یہ خود ہر ایک احمدی اور غیر احمدی کے لئے (کہ جس نے خدا کے مسیح کا زمانہ اور حضور عہ کا غیر احمدیوں سے اور غیر احمدیوں کا حضور کے ساتھ برتاؤ دیکھا ہے) اس بات کی بیّن ترین دلیل ہیں کہ یہ لوگ خدا کے مسیح اور آپ کے طریق اور آپ کے اسوہ حسنہ سے کوسوں دور جا پڑے ہیں اور خدا کے مسیح کے مذہب کے رُو سے یہ حق کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور حق انکو چھوڑ گیا ہے اے اپنی نجات کے طالبو! او حشر کے دن خدا کے مسیح کے علَم کے نیچے پناہ لینے کے خواہشمندو! او خدا کے مسیح کے تعلق پیدا کرنیکے لئے سب سے قطع تعلق کرنے والو! خدا کے لئے اور اپنے پیارے مسیح کے لئے اور پھر خصوصاً اپنی نجات کے لئے سوچو تو سہی کہ جن شخصیتوں کی محبّت اور قدر و منزلت تمہارے دماغوں اور دلوں میں جاگزین تھی سو وہ محض اسی لئے تھی کہ تمہیں یقین تھا۔ کہ

یہ خدا کے برگزیدہ مسیح کے خادم اسکے محبّ اسکے جان نثار اور فدائی ہیں۔ اور بعض شخصیتوں سے تم نے نفرت کی اور قطع تعلق کیا اسو سمجھتے نہیں کہ تمنے انکو خدا کے مسیح سے دور اور دور کرنیوالی یقین کیا خواہ ان میں سے تمہاری استاد اور پیر و مرشد اور بعض دوست و عزیز اور بعض خویش و اقارب تھیں۔ اب ان تمہاری محبوب شخصیتوں نے تمہارے سامنے قادیان کو اور قادیان کی ان سب چیزوں کو جنکی خدا نے اور خدا کے مسیح نے قدر کی ہے چھوڑ دیا بلکہ اسے ایک مغضوب بستی کہا (دیکھو پیغام) قادیان میں ہر ایک چندہ جو پہلے دیا کرتے تھے اب تین ماہ نہیں بلکہ بہت زیادہ عرصہ سے نہیں دیا اور دوسروں کو بھی اس سے روکا اور روکنے کے لئے خدا کے مسیح کے مقبرہ بہشتی کے مقابل بقول مولوی صدرالدین صاحب الّوؤں کا مقبرہ بہشتی قائم کر کے اس کی نسبت وصایا کی ترغیب دی غیر احمدیوں کے ساتھ انہوں نے وہ تعلق اور برتاؤ شروع کر دیا ہے جو کہ خدا کے مسیح کا نہ تھا اور نہ آپ کے زمانہ میں کسی قادیاں کے رہنے والے مخلص احمدی کا تھا اور غیر احمدیوں نے انکے ساتھ ایسا تعلق اور برتاؤ اختیار کر لیا ہے جو کہ نہ تو خدا کے مسیح کے ساتھ انکا تھا اور نہ آپ کے زمانہ میں قادیان کے رہنے والے کسی مخلص احمدی کیساتھ تھا۔ حضرت مسیح کے زمانہ میں جب بہت بڑی اعانت اور امداد کے وعدہ پر جماعت احمدیہ کے بڑے اہل الرائے اور کارکن پر بھی اور دولت کے دلدادہ اصحاب نے اسکو پسند اور منظور بھی کیا کہ قادیان سے جو رسالہ یورپ وغیرہ بلاد میں اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کرنے کے لئے شائع ہوتا ہے اس میں حضرت مسیح موعود کا ذکر نہ ہو۔ تو خدا کے مسیح نے بڑی سختی کے ساتھ اسکو رد فرمایا اور اسکو مطلقاً ناجائز اور ممنوع قرار دیا۔ مگر انہوں نے اپنے اس رسالہ میں جو یورپ وغیرہ میں اشاعت اسلام اور تبلیغ اور تبلیغ اسلام کے لئے شائع ہوتا ہے خدا کے مسیح کا ذکر ترک کر دیا ہے اور لوگوں کو اسکی خریداری کی اس شرط پر ترغیب دیتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب اور ان کے سلسلہ کا کبھی ذکر نہ ہوگا۔ بلکہ صاف صاف یہ لکھ دیا ہے کہ فرقہ بندی یورپ کے اندر اور احمدیت سم قاتل ہے پھر خدا کے مسیح نے اور اسکی ساری جماعت نے اسکے زمانہ میں بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا لیکن نمونہ کے لئے کسی ایک کو بھی غیر احمدی مسلمان نہیں بنایا اور نہ کبھی انہوں نے غیر احمدی

مسلمان ہونے پر اظہار خوشی کیا ہے لیکن یہ غیر احمدی مسلمان بنا رہے ہیں اور اسپر بڑی خوشیاں مناتے ہیں اور فخر کر رہے ہیں۔ بلکہ باوجودیکہ پہلے یہ لوگ ہمیں کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔ لیکن لندن میں جو چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے خالص احمدیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ وہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد دوکنگ میں جایا کرتے تھے اب ان کو محض اسوجہ سے مسجد سے روک دیا ہے کہ ان کے آنے سے وہاں پر احمدیت کا ذکر ہو جاتا ہے جو لوگ خدا کے مسیح کے سب سے زیادہ دشمن تھے (جیسے مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی) ان کے ساتھ اب ان کے دوستانہ تعلقات ہیں جلسوں میں سٹیجوں پر کھڑے ہو کر یہ انکی تعریفیں کرتے ہیں اپنے دوستانہ تعلقات کا اظہار کرتے ہیں اور وہ انکی تعریفیں کرتے اور روابط محبت کا اعلان کرتے ہیں تو کیا ان تغیرات عظیمہ کے ہوتے ہوئے بھی تمہاری محبت اور تعظیم کے لئے وہی شخصیتیں موضوع رہ سکتی ہیں یا کیا محبت و عظمت مسیح اور ان تغیر یافتہ شخصوں کی محبت و عظمت ایک سلیم قلب میں جمع ہو سکتی ہیں میرے پیارو! اور عزیزو! ذرا غور تو کرو۔ کہ جن شخصیتوں کو خدائے قدوس نے اپنے مسیح کے مدینہ سے باہر پھینک دیا ہے انکی محبت اور عظمت اس قلب میں مقیم ہو سکتی ہے جو کہ خدا کے برگزیدہ مسیح کا گھر ہے اور اگر امام حسین رضؓ اور یزید کی محبت و عظمت کسی مومن اور سلیم دل میں ہرگز جمع نہیں ہو سکتی تو پھر ؎ صد حسین است در گریبانم کا سہرا رکھنے والے خدا کے مسیح اور اخرج منہ الیزیدیون کا سیاہ داغ اپنی پیشانیوں پر رکھنے والوں کی محبت اور عظمت کسی با ایمان اور سلیم قلب میں کسطرح اور کب یکجا جمع ہو سکتی ہیں۔ ایں محال است و جنوں

بارھواں قرینہ ہمارے حق پر ہونیکا

غیر مبائعین کے لیڈروں کے بارہ میں مسیح موعود کے منذر الہام

پھر ان میں سے جو لیڈر ہیں۔ انکی نسبت خدا کے مسیح کے ایسے الہام یا خوابیں یا کشف موجود ہیں۔ جو کہ

ان کے اس جادۂ مستقیم سے پھر جانے پر دال ہیں کہ جس پر خدا کا مسیح تھا۔ اور اپنے اتباع کو اسپر چلانا چاہتا تھا اور جس پر کہ یہ لوگ بھی پہلے گامزن ہوئے تھے اور پھر وہ الہام اور خواب ایسے نہیں کہ ان میں کسی شخص کی تصریح نہ ہو۔ بلکہ قرائن کیساتھ تعیین کرنی پڑتی ہو مثلاً ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء کا الہام ہے کہ "کوئی درباری حلقۂ اطاعت سے گذرتے نہ پائے۔ کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔ سلطان عبدالقادر" اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کون درباری تھے اور کون حلقۂ اطاعت سے باہر ہوئے اور پھر کون ہیں جن کو اپنی نسبت اسیران سلطانی کے خواب آئے اور مثلاً ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کے الہام ہیں "لاہور میں ایک بے شرم" ویل لک ولافکک ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" اور ۲ مارچ ۱۹۰۷ء کا بھی یہی اہلبیت والا الہام ہے۔ پھر ۲۷ مارچ ۱۹۰۷ء کا الہام ہے انقلب علیٰ عقبیہ۔ لقد اثرک اللہ علینا"

ایک سنجیدہ فرد جماعت کے بارے میں منذر رؤیا

اور ان الہامات کے ساتھ ۱۸ ستمبر ۱۹۰۷ء کی یہ رؤیا ہے کہ "چند روز ہوئے مینے خواب میں ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ مرتدین میں داخل ہو گیا ہے میں اسکے پاس گیا وہ ایک سنجیدہ آدمی تھا مینے اس سے پوچھا کہ یہ کیا۔ اس نے کہا کہ مصلحت وقت ہے"

اب ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی جب ان الہاموں اور خوابوں کو پڑھے گا وہ اُن سے اسقدر تو ضرور ہی سمجھیگا کہ اہلبیت مسیح کے مقابلہ میں کوئی امتحان ہونے والا ہے تو اہلبیت کی تطہیر ہو گی اور بعض لوگ خدائی گرفت کے نیچے آئینگے جنکا لاہور سے تعلق ہوگا اور افترا سے کام لیا جائے گا اور اہلبیت کے مقابلہ میں جو امتحان ہوگا وہ یہ ہوگا کہ کسی کو خدا نے علیم و حکیم بڑا اور پیشوا بنادیگا تو وہ چند لوگ حسد سے اور اپنی امیدوں اور آرزوؤں کے خلاف ہونے سے جوش میں آکر اس کا اور

بھی کہ اسوقت تو مولوی محمد علی صاحب خدا کے مسیح کے تختگاہ میں رہتے ہیں اور آیندہ خدا کے مسیح کے تختگاہ کو چھوڑ کر باہر چلے جائینگے مگر باوجود اس تغیر عظیم کے خدا کا مسیح اور اسکا جانشین اور اسکے پاس اور ساتھ والے بلائینگے کہ آؤ ہمارے پاس رہو۔ لیکن ان کے قبول کرنے کی کچھ امید ظاہر نہیں ہوتی۔"
یہ تو اس رؤیا کا مفہوم ہے جو کہ بالکل ظاہر اور واضح ہے۔

اس رؤیا کے مصداق کی پہلی حالت

اور جو لوگ کہ مولوی محمد علی صاحب کے پہلے حالات کے واقف ہیں۔ اور پھر خدا کے مسیح کے سفر آخرت کے بعد کے حالات سے بھی واقف ہیں۔ جو کہ اسوقت تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان کو اس مفہوم کے وقوع اور اسکی صداقت اور حقانیت میں ذرہ بھی شک نہیں ہو سکتا مجھے خوب یاد ہے کہ جب انگریزی رسالہ کے اجرا کے لئے مجلس شورٰی مسجد مبارک میں بیٹھی اور اسکے اجرا کا فیصلہ ہوا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو اسکا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ تو اسوقت حضرت مولنا خلیفۃ المسیحؑ اول رضی اللہ عنہ وارضاہ اور خواجہ صاحب اور دوسرے احباب تنخواہ وغیرہ امور ضروریہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے لیکن مولوی محمد علی صاحب تھے کہ بار بار یہی کہے جاتے تھے کہ میں اس شرط پر یہ کام کرونگا۔ کہ قادیان سے باہر جانا نہ ہو۔ اور مسجد مبارک کے مشرقی حجرہ کی طرف اشارہ کر کے کہے جاتے تھے اسکے سوا میں کسی اور جگہ کام نہ کرونگا۔ اور دوسرے احباب اپنی باتوں میں مشغول تھے اور ان کی بات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور اسکو غیر ضروری خیال کرتے تھے مگر مولوی محمد علی صاحب بیتاب ہوئے جاتے تھے اور بار بار کہتے تھے خواجہ صاحب یہ بہت ضروری شرط ہے آپ اسکو ضرور لکھیں اور احباب مولوی صاحب کے قادیان کے شوق اور حجرہ مذکور کی عظمت اور محبت کو عشق کے درجہ تک پہنچا ہوا دیکھکر ہنس رہے تھے اور بعض انکو اس طرح چھیڑتے تھے جس طرح بچوں کو چھیڑا کرتے ہیں اور آپ جوش اور غصہ کے ساتھ انکا مقابلہ کرتے تھے۔ اسوقت ہم ان کے قادیان اور اس حجرۂ عشق سے لذت اٹھا رہے تھے۔

رؤیا مسیح موعود کے مطابق بری حالت

پھر ہمنے وہ زمانہ دیکھا کہ وہ حجرہ بجائے محبت کے موجب نفرت ہو گیا۔ اور کوٹھی کا شوق غالب ہوا۔ یہانتک کہ وہ تیار کرائی گئی اور وہ بھی قادیان کی آبادی سے باہر اور وہیں رہائش ہوئی

بھی کہ اسوقت تو مولوی محمد علی صاحب خدا کے مسیح کے تختگاہ میں رہتے ہیں اور آیندہ خدا کے مسیح کے تختگاہ کو چھوڑ کر باہر چلے جائینگے مگر باوجود اس تغیر عظیم کے خدا کا مسیح اور اسکا جانشین اور اسکے پاس اور ساتھ والے بلائینگے کہ آؤ ہمارے پاس رہو۔ لیکن ان کے قبول کرنے کی کچھ امید ظاہر نہیں ہوتی ۔"

یہ تو اس رؤیا کا مفہوم ہے جو کہ بالکل ظاہر اور واضح ہے۔

اس رؤیا کے مصداق کی پہلی حالت

اور جو لوگ کہ مولوی محمد علی صاحب کے پہلے حالات کے واقف ہیں۔ اور پھر خدا کے مسیح کے سفر آخرت کے بعد کے حالات سے بھی واقف ہیں۔ جو کہ اسوقت تک ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کو اس مفہوم کے وقوع اور اسکی صداقت اور حقانیت میں ذرہ بھی شک نہیں ہو سکتا مجھے خوب یاد ہے کہ جب انگریزی رسالہ کے اجرا کے لئے مجلس شوریٰ مسجد مبارک میں ہوئی اور اسکے اجرا کا فیصلہ ہوا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو اسکا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ تو اسوقت حضرت مولٰنا خلیفۃ المسیحؑ اول رضی اللہ عنہ وارضاہ اور خواجہ صاحب اور دوسرے احباب تنخواہ وغیرہ امور ضروریہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے لیکن مولوی محمد علی صاحب تھے کہ بار بار یہی کہے جاتے تھے کہ میں اس شرط پر یہ کام کرونگا۔ کہ قادیان سے باہر جانا نہ ہو۔ اور مسجد مبارک کے مشرقی حجرہ کی طرف اشارہ کر کے کہے جاتے تھے اسکے سوا میں کسی اور جگہ کام نہ کرونگا۔ اور دوسرے احباب اپنی باتوں میں مشغول تھے اور ان کی بات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور اسکو غیر ضروری خیال کرتے تھے مگر مولوی محمد علی صاحب بیتاب ہوئے جاتے تھے اور بار بار کہتے تھے خواجہ صاحب یہ بہت ضروری شرط ہے آپ اسکو ضرور لکھیں اور احباب مولوی صاحب کے قادیان کے شوق اور حجرہ مذکور کی عظمت اور محبت کو عشق کے درجہ تک پہنچا ہوا دیکھکر ہنس رہے تھے اور بعض انکو اس طرح چھیڑتے تھے جس طرح بچوں کو چھیڑا کرتے ہیں اور آپ جوش اور غصہ کے ساتھ انکا مقابلہ کرتے تھے۔ اسوقت ہم ان کے قادیان اور اس حجرۂ عشق سے لذت اٹھا رہے تھے۔

رؤیا مسیح موعود کے مطابق بری حالت

پھر ہمنے وہ زمانہ دیکھا کہ وہ حجرہ بجائے محبت کے موجب نفرت ہو گیا۔ اور کوٹھی کا شوق غالب ہوا۔ یہانتک کہ وہ تیار کرائی گئی اور وہ بھی قادیان کی آبادی سے باہر اور وہیں رہائش ہوئی

اور آئے دن یہ آواز آنے لگی کہ میں یہاں سے چلا جاؤنگا۔ اسکے بعد پھر وہ زمانہ آیا کہ اب اس کوٹھی کا احاطہ بھی کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ بلکہ کوہ مری جائیں تب کام ہو اسکے بعد پھر وہ زمانہ آیا کہ قادیان مکۃ المسیح قرار پایا جس سے ہجرت ضروری بلکہ فرض ہو گئی۔ اور وہ لاہور کہ جس میں ایک بے شرم کی خبر خدا کے مسیح نے پہلے سے دی ہوئی تھی۔ مدینۃ المسیح اور دار ہجرت مسلم ہوا۔

ترجمۃ القرآن کے متعلق غیر صالحانہ طرز عمل

پھر انکی پہلی حالت کو بھی جانتے ہیں کہ وہ پہلے کس طرح حرام تو حرام مشتبہات سے بھی بچا کرتے تھے اور جواب جو لیتے ہیں اسکو بھی جانتے ہیں کہ وہ انگریزی ترجمہ اور نوٹ جو کہ صدر انجمن احمدیہ نے ملازمت کی حالت میں انکو خاص اس کام پر لگا کر اور علاوہ تنخواہ کے اور بہت سا روپیہ دیکر تیار کرایا تھا وہ شرع اسلامیہ میں بدوں اختلاف کسی مذہب یا جماعت یا شخص یا روایت کے صدر انجمن احمدیہ کا مال ہے اور اسکے سوا کسی اور جماعت یا شخص کا اسکو بدوں اجازت صدر انجمن احمدیہ کے اپنے تصرف میں لانا قطعی حرام ہے اور بزبان عرف عام چاروں مذہبوں میں حرام ہے اور اس میں کسی مذہب یا روایت یا کسی عالم قرآن وحدیث اور ماہر شرع اسلام کا اختلاف نہیں مگر باوجود اسکے مولوی محمد علی صاحب نے اسکو دبالیا۔ اور انجمن کے بار بار مانگنے پر بھی نہیں دیا۔ اور صاف صاف کہدیا ہے کہ یہ میری اپنی ملکیت ہے۔

ترجمہ کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کے عذرات بارہ اور انکا جواب

فطرت بھی عجیب چیز ہے انسان خواہ کچھ سے کچھ بنجائے مگر وہ اندر سے کبھی کبھی چونک ہی پڑتی ہے مولوی محمد علی صاحب نے آجکل جو چٹھی ترجمہ اور نوٹوں کے متعلق صدر انجمن احمدیہ کے نام شائع کی ہے اس سے اسکا خوب پتہ چلتا ہے گو مولوی محمد علی صاحب جس طرح پہلے یہ کہتے تھے کہ یہ میری اپنی ملکیت ہے اور صدر انجمن احمدیہ کا کوئی واسطہ نہیں۔ جو اس میں انہوں نے یہی لکھا ہے مگر اس سے اسکا پتہ بخوبی چلتا ہے کہ انکی فطرت اب بھی کہہ رہی ہے کہ انجمن کی ملازمت میں انجمن کے حکم کے ماتحت محض اسکی تنخواہ لیکر ترجمہ کرنے اور نوٹ لکھنے سے ترجمہ اور نوٹ انجمن ہی کی ملکیت ہیں اور محمد علی کی ملکیت ہرگز نہیں۔ اور محمد علی کی ملکیت تب

سے یہ فقرہ جب خلیفہ اول نے سنا اور اسکی تصدیق فرمائی تو ارشاد کیا اسے کہہ دیجاتا ہے تو اب ہی چلا جائے تب مولوی محمد علی خاموش ہوگیا

ہی ہو سکتے ہیں کہ وہ انجمن کا ملازم نہ ہوا ہو مگر ترجمہ کرنیکے وقت ملازمت سے علیحدہ ہو کر اپنے ارادہ سے ترجمہ اور نوٹ لکھے اور انجمن کا تنخواہ خوار ملازم نہ ہو۔ مگر واقعات اسکے بالکل خلاف تھے وہ پہلے سے ملازم تہا اور ملازمت سے وہ علیحدہ نہیں ہُوا۔ بلکہ ملازم ہی رہا ہے اور انجمن کے حکم کے ماتحت اور کاموں سے سبکدوش اور خاص اسی کام کے لئے تنخواہ دار ملازم ہو کر ترجمہ اور نوٹ لکھے انجمن کے کاغذات ہیں ان سب باتوں کا نہایت پختہ اور کھلا ثبوت موجود ہے تو فتوی فطرت سے متاثر ہو کر واقعات کو اپنے منشاء کے مطابق ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ جرأت نہیں کر سکے کہ اصل واقعات کو برقرار رکھکر پھر اپنی ملکیت کا دعویٰ کریں مثلاً لکھیں کہ بیشک میں صدر انجمن احمدیہ کا تنخواہ دار ملازم تہا۔ اور خلیفہ اور ممبران انجمن کے مشورہ سے مینے انجمن میں یہہ درخواست دی کہ ضرورت ہے کہ انجمن ایک انگریزی ترجمہ نوٹوں کے ساتھ تیار کرائے اور اسکو طبع کرا کے یورپ میں شائع کرے اور مجھے اس کام پر ہی لگادے تو انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے (مولوی محمد علی) اور کاموں سے فارغ کرکے خالص ترجمہ کے کام پر لگایا جائے اور وہی تنخواہ جو کہ پہلے مجھے ملا کرتی تھی پھر بھی ملتی رہے اور جس طرح میں پہلے ملازم تہا۔ اور ترجمہ کرنیکے ایام میں بھی اگر مجھے گھر پر یا اور کہیں جانا پڑتا تہا۔ تو قواعد رخصت ملازمین کے مطابق انجمن کے آگے درخواست پیش کرتا اور اس سے رخصت لیکر باہر جاتا تہا اور علاوہ تنخواہ کے کئی ہزار کی کتابیں اور دیگر اسباب مجھے ترجمہ کے لئے خرید کر دیا گیا۔ یہانتک کہ بروئے قواعد انجمن میں مجاز نہ تہا کہ اس اسباب یا مسودات ترجمہ کو بدون اجازت انجمن قادیان سے باہر لے جاؤں۔ لہذا جب مجھے ان کے باہر لیجانے کی ضرورت ہوتی تو علاوہ رخصت حاصل کرنے کے انکے باہر لیجانے کی خاص اجازت مجھے انجمن سے حاصل کرنی پڑتی تہی لیکن جب آخری دفعہ مینے انجمن سے رخصت حاصل کی اور اسباب اور مسودات کیساتھ لیجانے کی بھی اجازت منگئی تو مینے لاہور میں اقامت اختیار کرکے ارادہ کر لیا۔ کہ اب انجمن کو یہ ترجمہ اور نوٹ ہرگز نہ دونگا اور اسیوجہ سے باوجود بار بار مطالبہ کرنیکے نہ دیا اور جو بندہ یا بندہ کے مطابق مجھے قانون بھی ہاتھ آگیا اور باوجود اس صورت اور کیفیت کے یہ میری ہی ملکیت ہے اور انجمن کا اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ بلکہ اصل

واقعات پر پردہ ڈالنے کے لئے اس طور پر لکھا ہے کہ اپنی صدر انجمن کی پہلی اور پچھلی ملازمت کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے کہ اس **انجمن نے میری حوصلہ افزائی کی**۔ اور کہ میری ہی درخواست پر یہ کام ہوا ہی تو کیا اگر کوئی ملازم درخواست دے کہ مجھے فلاں کام پر لگایا جائے اور آقا کو وہ پسند آوے اور اس ملازم کو اس کام پر لگا دے تو اس سے اس کام سے جو چیز تیار ہو اسکا مالک وہ ملازم ہو جایا کرتا ہے اور تنخواہ دینے والے آقا اور درخواست منظور کرنے والے آقا کا اس سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ یہ فلسفہ کوئی نیا ایجاد ہوا ہے۔ کم از کم ہم اس سے واقف نہیں اور نہ فقہاء اسلام اس سے آگاہ ہوئے ہیں۔ اور نہ یہ فلسفہ ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تنخواہ دینے والا آقا کسی کام میں ملازم کی حوصلہ افزائی کرے تو پھر آقا کا اس چیز سے کوئی واسطہ نہیں رہتا جو کہ اس کام سے تیار ہو۔ بلکہ وہی خوش نصیب تنخواہ خوار ملازم ہی اسکا واحد مالک ہو جاتا ہے۔ بلکہ کوئی حرام خور سے حرام خور اور خائن سے خائن ملازم بھی ایسے محسن آقا کی ملکیت اور قیمتی مال پر کبھی ہاتھ صاف کرنیکی جرأت نہیں کرتا کہ جس کی نسبت اس کو خود اقرار ہو کہ وہ میری حوصلہ افزائی اور قدر کرتا رہا ہے مگر مولوی محمد علی صاحب وہ بزرگ ملازم ہیں کہ ایک طرف اپنی آقا انجمن کی حوصلہ افزائی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور پھر اس حوصلہ افزائی ہی کو اس بات کی دلیل ٹھہراتے ہیں کہ جس کام میں حوصلہ افزائی کی گئی ہے اس سے جو چیز تیار ہوئی ہے وہ میرے حوصلہ افزا آقا کی ملکیت نہیں۔ بلکہ میں اس کا واحد مالک بدوں شراکت غیرے ہو گیا ہوں اور یہ وہی بزرگ مولوی صاحب ہیں جو کہ قادیان میں رہنے کے ایام میں حضرت مولانا مولوی محمد علی ایم اے کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ ہاں اگر صالح ہونا بھی اس جاٹ کے وضو کی طرح مضبوط ہے جو کہ ہوا کے خروج کے ساتھ نہیں ٹوٹتا تھا۔ تو پھر ان واقعات اور ان بیانات و اظہارات سے اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ ورنہ اس کے صدق میں کیا شک ہے کہ "آپ بھی صالح تھے" واقعات ہی پیشگوئیوں کے معانی کی تعیین کراتے ہیں۔

ایک اور غلط بیانی جس نے یہ رؤیا مسیح موعود ع پورا کیا

واقعات کا علم تو انسان کو اپنے پہلے خیال کے خلاف تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتا ہے ہمیں پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ تھا کہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب جیسے لوگ کبھی خلاف واقعہ بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن جب لاہور سے یہ تحریر شائع

ہوئی کہ ہم دونوں (خواجہ صاحب - مولوی محمد علی صاحب) سے قبلہ حکیم صاحب مرحوم (سیدنا خلیفۃ المسیح) نے قادیان میں جب مسجد کے سطح پر جو بیعت لی تھی وہ کوئی آپکی ناراضگی اور ہماری کسی غلطی وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی وہ تو آپکی خوشنودی اور ہماری خصوصیت اور اعزاز و امتیاز کے لئے تھی کیونکہ وہ بیعت توبہ نہیں تھی۔ بلکہ بیعت ارشاد تھی جو کہ کاملین اور خاص الخاص مریدین سے لیجاتی ہے تو وہ لوگ جو ان واقعات کے شاہدین رویت تھے جنکے سامنے حضور نے فرمایا تھا کہ میں مسجد کے اس حصہ میں بھی کھڑا نہیں ہوا جو کہ ان لوگوں نے بنایا ہے اور ان دونوں بزرگوں کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ تمنے بہت بڑا گناہ کیا ہے لیکن اگر تم اس سے سچی توبہ کرتے ہو تو پھر نئے سرے سے بیعت کرو۔ اور واقعات کے بھولنے کا بھی کوئی احتمال نہیں ہو سکتا تو ان کو مجبوراً اپنا پہلا خیال چھوڑ کر ان بزرگوں کی نسبت ایک بالکل نیا یقین کرنا پڑا گو یہ دونوں نہایت درجہ کے گندے جھوٹ ہیں۔ اور لوگ ان بزرگوں کی ذات کو ایسے امور سے بہت ارفع یقین کرتے تھے لیکن کریں کیا واقعات ان کو مجبور کر رہے ہیں اور آنکھیں مل مل کر خیال کر رہے ہیں کیا یہ خواب تو نہیں کہ ہم ایسے بزرگوں سے ایسے قبیح افعال کا صدور مشاہدہ کر رہے ہیں مگر یہ خواب والی تسلی بھی ان کی باطل ہو جاتی ہے۔ تو مجبوراً ان کو مصرف القلوب کی قدرت پر نظر کر کے نیا یقین کرنا پڑتا ہے مگر ہزاروں افسوس یا ہیں

خواجہ کمال الدین صاحب کے بارہ میں مسیح موعود کا خواب

اسی طرح جب وطن اخبار کے اڈیٹر کے ساتھ خواجہ صاحب معاہدہ کی تجویز کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت صاحب بار بار فرمایا کرتے تھے کہ مینے خواجہ صاحب کی نسبت خطرناک اور منذر خوابیں دیکھی ہیں۔ بلکہ عام مجلس میں جس میں مولوی محمد علی صاحب بھی موجود تھے خدا کے مسیح نے اپنا یہ رؤیا بیان فرمایا تھا جس کے سننے والے بہت سے ابھی موجود ہیں۔ کہ

"مسجد مبارک کی چھت پر میں اور مولوی (نور الدین رضی) صاحب ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور خواجہ کمال الدین آیا ہے اور وہ بالکل ننگا ہے اور پاگل ہوا ہوا ہے تو اسنے ہم دونوں پر حملہ کیا ہے تو ہمنے حامد علی یا کسی اور شخص کو کہا ہے کہ اسکو نکال دو تو وہ نکالنے کے لئے چلا ہے لیکن اسکے نکالنے سے پہلے ہی خواجہ خود ہی زینہ پر سے

اتر کر مسجد سے باہر چلا گیا ہے" اور ساتھ ہی فرمایا کہ مسجد سے مراد امام کی جماعت ہوتی ہے"

یہ رؤیا نہایت صفائی سے پورا ہوا

اب دیکھئے یہ خواب کیسا صادق ہوا ہے۔

پہلے تو دیکھئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے خواجہ صاحب کو کن پُر زور الفاظ میں غیر احمدیوں سے چندہ مانگنے سے منع فرمایا تھا اور اسکی وجہ بھی یہ بتائی تھی کہ اسکا اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور ہے جس میں حکیمانہ طور پر یہ سمجھایا تھا کہ اگر تم ان سے چندہ لوگے تو پھر تم مجبور ہوگے کہ احمدی مسلمان نہ بناؤ۔ بلکہ غیر احمدیوں کے نام نہاد اسلام میں داخل کرو اور بالآخر خود تمکو بھی ان جیسا بننا پڑیگا کہ جن سے چندہ لوگے اور نیز ان جیسا کہ جنکو نام نہاد نو مسلم بناؤگے مگر خواجہ صاحب کو دیکھئے کہ اس بارہ میں انکی وہ مصنوعی اطاعت کہاں گئی کہ ذرہ ذرہ بات میں لکھا کرتے تھے کہ میں تو حضور کی اجازت اور حکم کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا کے مسیح نے کس سختی کے ساتھ اس تجویز کو رد فرمایا تھا۔ جو کہ خواجہ صاحب انگریزی ریویو کی نسبت اڈیٹر اخبار وطن کے ساتھ کر رہے تھے لیکن پھر دیکھئے کہ کسطرح اسی تجویز پر انہوں نے اپنے انگریزی رسالہ میں عملدرآمد کیا ہے۔ اور ذرہ کے برابر بھی اسکی پرواہ نہیں کی کہ خدا کے مسیح نے میری اس تجویز سے سخت مخالفت کی تھی۔ پھر مولوی صاحب پر اور حضرت صاحب پر تخت پر ہونے کی حالت میں حملہ کرنا یہ بتاتا ہے کہ دونوں کی ذات پر حملہ نہ ہوگا بلکہ ان کے عہدوں پر حملہ ہوگا۔

خلیفہ اول پر حملہ اور ان کی اطاعت سے انکار

اور ایسا ہی ہوا بھی کہ حضرت مولوی صاحب کا اس وقت تو بظاہر کوئی عہدہ نہ تھا لیکن حضرت صاحب کے بعد مولوی صاحب خلیفۃ المسیح مقرر ہوئے اور خواجہ صاحب نے بذریعہ اعلان سب احمدیوں کو متنبہ کیا کہ

> اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود ؑ مندرجہ الوصیۃ ہم سب نے اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب کو آپکا جانشین اور خلیفہ اول تسلیم کیا ہے اور آپ ...... کے ہاتھ پر احمد کے نام پر بیعت کی ہے اور تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر آپکی بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب

کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ الہامی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کا تھا"
شیخ رحمت اللہ - محمد علی - خواجہ کمال الدین وغیرہم

لیکن جب چند دن کے بعد حضرت مولوی صاحب کو خلافت سے اتار کر انجمن کا ایک ملازم اور انجمن کو تخت نشین خلافت بنانے کی کھلی کھلی کوششیں شروع کردیں لیکن ناخنوں تک زور لگا چکے اور کچھ نہ بنا تو دوبارہ بیعت کی اور پھر حضرت مولوی صاحب کا زمانہ گزرنے کے بعد اپنے سب اعلانوں اور بیانوں کے خلاف برملا کہنا اور لکھنا شروع کردیا کہ ہمنے نہ مولوی صاحب کو خلیفہ مانا تھا اور نہ مطاع اور نہ ہمنے انکی بیعت خلافت کی تھی - بلکہ ہم ان کو ایک صوفی اور بزرگ جانتے تھے اور اسی حیثیت سے بیعت بھی کی تھی - اللہ اکبر انسان کی حالت کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے - بلکہ ان میں سے ایک بڑے ذی علم اور بزرگ معزز نے خلافت ثانیہ کے پہلے ہی ہفتہ میں مجھے کہا "کہ جب ہمارے دوست مولوی صاحب کو خلیفہ بنانے لگے تو میں نے ان کو اسی وقت کہدیا تھا کہ یہ غلط ہے نہ کوئی خلیفہ ہونا چاہیئے اور نہ کسی کی بیعت مگر انہوں نے میری نہ مانی اور غلطی کی" - اور یہ تو ان کا شائع شدہ مقولہ ہے کہ ہم الوصیۃ پر اپنے چھ سال کو قربان کرتے ہیں - جس کے بجز اسکے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب کا خلیفہ بننا اور بیعت لینا اور ہمارا ان کو خلیفہ بنانا اور ان کی بیعت کرنا یہ سب غلط اور مسیح موعود کی الوصیۃ کے خلاف تھا یہ تو حضرت مولوی صاحب کے منصب اور عہدہ خلافت پر حملہ ہوا -

مسیح موعود پر حملہ - اور انکی اطاعت سے انحراف

لیکن پھر ترقی کر کے اسکے بعد متصل ہی خدا کے مسیح کے منصب رفیع اور عہدہ جلیلہ پر جو کہ نبوت ہے حملہ شروع کردیا - لیکن پہلے تو اس طور پر کیا کہ اعلان کردیا کہ آپکا انکار کفر نہیں - اور اس میں گو بظاہر نبوت کا ذکر تک نہیں مگر اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ان کا یہی اعتقاد ہے کہ ہر ایک نبی کا انکار کفر ہے تو جب آپکا انکار کفر نہ ہوا - تو آپ بلفظ دیگر نبی نہ ہوئے اسیوجہ سے المنیر میں چھپا تھا - کہ اگر مرزا صاحب کا انکار کفر نہیں تو پھر فیصلہ ہوا کہ وہ نبی بھی نہیں مگر چونکہ تدریجی ترقی کرنی تھی اسلئے اسوقت المنیر کے سوال کا جواب نہ دیا گیا پھر خلافت ثانیہ میں آپکی

نبوت سے صاف اور کھلا کھلا انکار کر دیا۔ اور یہ حملہ کر کے خدا کے مسیح کی مسجد سے نکلکر بلکہ زینہ سے اترکر غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانا شروع کر دیا اور یہ وہ رؤیا ہے کہ جس کے علاوہ اور گواہوں کے خود مولوی محمد علی صاحب بھی گواہ ہیں اور وہ کبھی مؤکّد بعذاب قسم کھا کر اسکا انکار نہیں کر سکتے اور اگر کرینگے۔ تو پھر ہم انشاء اللہ ان سب شہادتوں کو شائع کرینگے جو کہ اسکی تصدیق کے لئے موجود ہیں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب کے بارے میں ایک الہام

اسی طرح شیخ رحمت اللہ صاحب کی نسبت اخبار میں شائع شدہ الہام موجود ہے چنانچہ بدر جلد ۷ صفحہ ۲ میں لکھا ہے "شر الذین انعمت علیہم ترجمہ (شرارت ان لوگوں کی جن پر انعام تونے کیا) (۲) میں ان کو سزا دونگا۔ میں اس عورت کو سزا دونگا۔ فرمایا کہ گھر میں طبیعت علیل تھی بہت سردرد و بخار اور کھانسی بھی تھی۔ لوگوں کے لئے ابتلا کا خوف ہوتا ہے میںنے رات بہت دعا کی (شیخ رحمت اللہ کو مخاطب کر کے) آپ کے لئے بھی دعا کی تھی پہلے تو ایک مشتبہ سا الہام ہوا معلوم نہیں کس کے متعلق ہے اور وہ نمبر ۱ و ۲ ہے معلوم نہیں کس کے متعلق ہے۔ اسکے بعد گھر والوں کے متعلق یہ الہام ہوا ساردّ الیہا روحہا و ریحانہا۔ انی ساردت الیہا روحہا و ریحانہا۔ اسکی طرف خوشی اور خوشبو لوٹائی گئی میںنے اسکی طرف خوشی اور خوشبو لٹائی"

اس الہام کی تشریح

جو لوگ الہامات کے واقف ہیں اور جو ملہمین اور خصوصاً خدا کے مسیح کے طرز و طریق سے واقف ہیں وہ ذرہ بھی اس میں شک نہیں کر سکتے کہ جس طرح آخری الہام حضرت سیّدہ ام المومنین کی نسبت ہے جنکے لئے دعا کی گئی تھی۔ اسی طرح یہ پہلے الہام اس شیخ صاحب کے لئے ہیں جس کے لئے دعا کی گئی تھی۔ اور نیز شیخ صاحب کے ان ہمراہیوں کے لئے جو کہ منعم علیہم میں شریک تھے اور دعا میں اہلبیت کے ساتھ شریک کرنے سے بھی پتہ لگتا ہے کہ شرّ بھی وہ ہوگی جو اہلبیت کے مقابلہ پر ہوگی اور ساتھ ہی انہیں اسی شرّ سے محفوظ رہنے اور اولاد کے ذریعہ سے پھر اس برکت اور عزت اور خوشی کے پانے کی طرف اشارہ ہے جو کہ اسوقت اور طرح سے حاصل ہے اور پھر کچھ عرصہ حالت اور ہو جائیگی اور پھر ریحان کے ذریعہ سے جس کے معنے نیاز بو و راحت کے ہیں پھر وہ لوٹ آئیگی۔ اور چونکہ یہاں پر شرّ سے وہی شرّ مراد ہے جو کہ اہلبیت کے مقابلہ میں کیجائیگی اسی وجہ سے دوسرے طرف

یہ الہام بھی ہونا ہے کہ اے اہلبیت خدا تمہیں شرّ سے محفوظ رکھے۔ دعا ہی سے حضرت صاحب نے آخری الہام کو حضرت ام المومنین کے لئے یقینی طور پر معیّن فرمایا ہے اور وہی دعا پہلے الہاموں کو شیخ صاحب اور ان کے دوستوں کے لئے تعیین کرتی ہے۔ شرّ الذین انعمت علیہم۔ ان چند اشخاص کے مقابلہ میں اور کون ہو سکتا تھا . . . .

. . . . اور الہامات کی اول تو حقیقت ہی بعد از وقوع کھلا کرتی ہے۔ دوم اسوقت یہ لوگ اور خصوصاً شیخ صاحب بڑے مخلص شمار ہوتے تھے۔ اور منذر الہامات میں دعا و استغفار وغیرہ سے تبدیل و تغییر ہو جایا کرتی ہے اور اپنے مخلصین کی طرف کہ جن کی ظاہری حالت ایسے الہامات کے مفہوم کے خلاف ہوتی ہے ایسے الہامات کو منسوب کرنا طبیعت برداشت کرتی ہے اور نہ ان کے متعلق باور کرتی ہے جب تک کہ واقعات یا الہامات کا استمرار مجبور نہ کر دے۔ پس ایسے لوگ (جن کے بارے میں یہ کھلے کھلے الہامات ہیں اور واقعات نے ان کی تصدیق کی ہے) اہل بیت اور اصحاب صفہ اور کثیر حصۂ جماعت احمدیہ تربیت یافتۂ مسیح موعود کے مقابلہ میں حق پر نہیں ہو سکتے۔

تیرھواں قرینہ ہمارے حق پر ہونے کا

آخری بات خدا کے مسیح کا فیصلہ موجودہ پیش آمدہ واقعات پر

اب میں ایک ایسا فیصلہ پیش کرتا ہوں جس میں کسی اور کا دخل نہیں واقعات وہ ہیں جو کہ خود مولوی محمد علی صاحب اور ان کے گروہ نے پیدا کئے ہیں اور فیصلہ وہ ہے جو کہ محض الٰہی واقعات پر خود خدا کے مسیح نے دیا ہے اور اپنی قلم سے لکھا ہے اور اپنے ارشاد سے اپنے روبرو شائع کیا ہے اوروں کا اس میں اگر کوئی دخل ہو سکتا ہے تو صرف اسی قدر کہ ان کے واقعات کو ان واقعات کے ساتھ مطابق کر دکھائیں جن کی بنا پر خدا کے مسیح نے کوئی فیصلہ دیا تھا اور جب یہ ثابت ہو جائیگا کہ موجودہ واقعات ان واقعات کے بالکل مطابق ہیں تو پھر وہی فیصلہ ان واقعات پر بھی عائد ہو گا جو کہ حضرت مسیح موعود نے دیا ہوا ہے اور یہ فیصلہ خدا کے مسیح کا فیصلہ ہو گا نہ کہ اس شخص کا جس نے واقعات میں مطابقت بیان کی ہے

اور خدا کے مسیح کے فیصلہ کے بعد بھی اگر کوئی احمدی نہیں سمجھتا تو پھر اس سے خدا ہی سمجھے۔ کیونکہ پھر وہ خدا کے مسیح کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یا نفس اسکو دھوکا دے رہا ہے یا وہ دوسروں کو دھوکا دے رہا ہے کہ وہ احمدی ہے حالانکہ حقیقت میں احمدی نہیں ہے۔ اب میں پہلے خدا کے مسیح کا ایک فیصلہ اور وہ واقعات جن کی بنا پر وہ فتوے دیا گیا لکھتا ہوں اور پھر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے گروہ کے واقعات کو ان کے ساتھ مطابق کرونگا۔

ڈاکٹر عبد الحکیم کا معاملہ یاد کرو

ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب پٹیالوی کو ہماری جماعت سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والے لوگ عموماً جانتے ہیں کہ اسنے اپنی طالب العلمی کے زمانہ میں حضرت اقدس کی بیعت کی اور کئی رسالوں میں اسنے حضرت اقدس کی تائید میں مضامین لکھے اور اپنے خرچ پر شائع کئے پھر اسنے اردو اور انگریزی ترجمہ قرآن مجید کا خود تالیف کر کے اپنے خرچ پر شائع کیا اور اردو تفسیر میں بہت کچھ تائیدی مضامین درج کئے اور کئی سال تک وہ احمدی جماعت میں داخل رہا۔ اور پھر وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری عہد میں اس ڈاکٹر عبد الحکیم کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تھا مرتد قرار دیا تھا یہانتک کہ جماعت احمدیہ میں اس کا عرف ڈاکٹر مرتد قرار پا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے پرانے اور قدیمی مرید کو جو کہ سابقین اولین میں سے تھا۔ اور جس نے اسقدر تائیدی مضامین لکھے۔ اور اپنے خرچ سے شائع کئے تھے حضرت اقدس نے بے وجہ تو مرتد اور خارج از جماعت نہیں قرار دیا۔ بلکہ ضرور اسکی کوئی وجہ ہو گی۔ اور چونکہ اسکا اخراج بذریعہ اعلان ہوا۔ اور اخباروں اور اشتہاروں اور کتابوں میں اس کا بہت کچھ چرچا ہوا تھا۔ اور اسنے بھی ان کے جواب میں بہت کچھ اشتہار اور رسالجات شائع کئے ہیں اسلئے وہ وجہ پوشیدہ بھی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ڈاکٹر عبد الحکیم نے وہ سب خط و کتابت ایک رسالہ کی شکل میں شائع کی ہے جو کہ اسکے اور حضرت اقدس کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اس رسالہ کی ابتدا میں اسنے اپنے پہلے خط کے لکھنے کی وجہ بھی بیان کی ہے۔

ڈاکٹر عبد الحکیم کا اپنا بیان

سو پہلے میں اس تمہیدی عبارت سے اور پھر ان خطوط سے کچھ اقتباسات درج کرتا ہوں۔ جن سے اسکے اخراج اور مرتد قرار دینے کی وجہ کھُلی کھُلی

معلوم ہو جائے گی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے تمہیدی عبارت میں لکھا ہے۔

"ایڈیٹر وطن[1] کی تحریک پر مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین صاحبان وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع کی کہ ریویو آف ریلیجنز قادیان میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مرزا صاحب کے متعلق ابحاث علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں۔ جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر ایسے اشخاص کے نام جو اسکے خود خواستگار ہوں۔ اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالیخیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں۔ اور اب یہ کام قرآنی رنگ اور خدائی آئین پر چلے گا۔ اور ہمارا پیغام احسن اور بلیغ صورت میں دنیا کو پہنچیگا۔ مگر وہ تمام خوشی خاک میں مل گئی۔ جب پکے مرزائیوں مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع کیا اور وہ تجویز خاک میں مل گئی۔ مولوی محمد علی صاحب کو مرزائیوں کا شور دبانے کی غرض سے اپنے اقرار اور عقائد شائع کرنے پڑے انا للہ وانا الیہ راجعون .... (تب) ایک خط میں نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں نہایت بیقراری اور جوش کی حالت میں لکھا۔"

اب میں ڈاکٹر عبدالحکیم کے خط اول کی کچھ عبارت نقل کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کے پہلے خط کا کچھ اقتباس

دوم۔ اسوقت میں چند امور کی طرف جو نہایت ضروری ہیں آپکی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب کرتے اور ہمیں صریحًا کافر کہتے ہیں۔ انکے ساتھ بیشک نماز نہیں ہو سکتی۔ مگر جو لوگ ہمیں صریحًا کافر نہیں کہتے۔ ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ حسن ظن سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی اجازت

[1] اسکو موٹا لکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کاتب نے غلط فہمی سے لکھدیا۔ (ایڈیٹر)

دیجائے تاکہ ہماری تبلیغ آسان اور وسیع ہو سکے۔ دوم یہ کہ جو تجویز انشراح صدر اور عالی ظرفی سے مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین صاحب نے شائع کی تھی کہ ریویو آف ریلیجنز میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مضامین جو آپکی ذات کے متعلق ہوں وہ ایک علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہو جایا کریں۔ اس سے ہمارے مشن کی تبلیغ بہت جاری اور عمارگی سے پھیل سکتی ہے۔ اور قرآنمجید کی رو سے مدار نجات بھی اللہ پر ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الغرض مدار نجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو رکھا ہے۔ پس جب بنائے نجات توحید اور تزکیۂ نفس ہوا۔ تو فروعات و مؤیدات کی خاطر تمام دنیا کو اصل بنا سے محروم کرنا سخت غلطی ہے۔ سوم آپ کا وجود خادم الاسلام ہے نہ کہ وجود اسلام پس اپنے وجود کی خاطر اصل اشاعت اسلام کو روکنا حکمت و دانائی کے خلاف ہے"۔

دونوں تحریروں کا خلاصہ

ان عبارتوں سے صاف صاف دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ڈاکٹر عبد الحکیم کو مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین کی یہ تجویز بہت پسند آئی تھی کہ انگریزی رسالہ میں اسلامی مضامین ہوں۔ اور مرزا صاحبکا نام اس میں نہ ہو اور حضرت مرزا صاحب نے چونکہ اس تجویز کو رد فرمادیا اور نہایت سختی سے رد فرمایا اسوجہ سے عبد الحکیم کو بہت رنج پہنچا اور اسنے وہ خط لکھا جس پر جماعت سے وہ خارج کیا گیا اور اس تجویز کے برحال قائم کرنے کے لئے اسنے اپنے خط میں بھی زور دیا۔

دوم۔ یہ کہ اس نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحبکو کافر کہیں۔ انکو تو کافر سمجھا جائے لیکن جو لوگ صریحاً آپ کو کافر نہ کہیں اور امت محمدیہ میں سے ہوں ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے کیونکہ آپکا ماننا کوئی ضروریات ایمان اور ضروریات اسلام سے نہیں ہے کہ آپکے نہ ماننے سے کوئی کافر ہو جاوے۔

سوم۔ آپکا وجود خادم اسلام ہے نہ وجود اسلام

مسیح موعود کا جواب

اس کے بعد میں اب حضرت مسیح موعود کے اس پہلے خط کی کچھ عبارت نقل کرتا ہوں۔ جو کہ ڈاکٹر مذکور کے پہلے خط کے جواب میں حضور نے لکھا تھا۔ چنانچہ اس خط کی ابتدا یوں شروع ہوتی ہے۔

خانصاحب آپکا خط مینے بہت افسوس سے پڑھا اس خط کے پڑھنے سے صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے اس سلسلہ سے خارج ہیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام سے بھی منہ پھیر رہے ہیں"

اس عبارت سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ڈاکٹر مذکور کے پہلے خط سے ایک تو کوئی ایسی بات معلوم کی ہے جس کے باعث سے وہ جماعت احمدیہ اور سلسلہ احمدیہ سے خارج ہو چکا ہے۔ دوم۔ حضور نے اس خط میں کوئی ایسی بات بھی ضرور پائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مذکور یا جس میں وہ بات ہو وہ اسلام سے منہ پھیر رہا ہے اور یہ دونوں باتیں حضور کی عبارت مذکورہ سے صاف اور کھلے طور پر ثابت ہوتی ہیں اور ان کے ثابت کرنیکے لئے کسی مزید تشریح اور ہیر پھیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسیح موعود کے نزدیک ڈاکٹر کا اسلام سے منہ پھیرنا کس بات سے ثابت ہوا

اب میں حضرت مسیح موعود کے اسی خط سے وہ عبارت نقل کرتا ہوں جسمیں حضور نے وہ امر بیان فرمایا ہے جس سے ڈاکٹر کا اسلام سے منہ پھیرنا آپ کے نزدیک لازم آتا ہے چنانچہ وہ عبارت یہ ہے

"مگر آپ کے قول کے موافق مومن بننے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا شرط نہیں ہے"

یہ عبارت بھی اپنے مطلب میں بالکل صاف ہے کیونکہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ کی رُو سے اور ائمہ مذاہب اربعہ اور ائمہ اہلحدیث اور سب فرق اسلامیہ کے نزدیک مومن بننے کے لئے آنحضرتؐ پر ایمان لانا شرط ہے اسکے سوا کوئی مومن نہیں ہو سکتا جیسا کہ قرآن مجید پر ایمان لانا اور آخرت پر ایمان لانا مومن بننے کے لئے شرط ہے اور بدوں اسکے ہرگز کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یقیناً یقیناً وہ کافر ہے تو اب جو شخص اس اہم ترین بات سے انکار کرے اور مومن بننے کے لئے آنحضرتؐ پر ایمان لانا شرط نہ ٹھہرائے تو اہل اسلام ضرور اسکو دین اسلام سے منہ پھیرنے والا سمجھینگے۔ لہٰذا جب ڈاکٹر نے ایسا لکھا تو حضرت صاحب نے اسکو لکھا کہ آپ دین اسلام سے منہ پھیر رہے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ سے برگشتگی ڈاکٹر کی کس بات سے ثابت ہوئی

اب میں اسی خط سے وہ عبارت نقل کرتا ہوں جسمیں حضرت اقدس نے وہ امر بیان

فرمایا ہے جس سے آپکے نزدیک ڈاکٹر کا سلسلہ احمدیہ سے خارج ہونا لازم آتا ہے اور پھر ایسی ہی عبارت دوسرے خط سے اور پھر تیسرے خط سے لکھونگا۔ تاکہ بات خوب صاف ہو جائے سو ایسی عبارت پہلے خط سے یہ ہے۔

"یاد رہے کہ یہ جو ہمنے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے اول تو یہ خدا تعالےٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور انکو انکی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈالدیں جو سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی طرح کسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے چونکہ آپ محض نام سے ہماری جماعت میں داخل ہوئے تھے اور حقیقت سے سراسر بے خبر اسلئے آپکو نہ یہ معلوم ہے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں اور اللہ کس کا نام ہے اور نہ یہ خبر کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اسلئے آپکو سخت لغزش اور لغزش بھی ایسی کہ ارتداد تک پہنچ گئے۔"

دوسرا ثبوت دوسرے خط کی ایسی عبارت جسمیں وہ امر بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر کو سلسلہ احمدیہ سے خارج سمجھا گیا یہ ہے۔

"پھر باوجود اس مخالفت کے آپ لکھتے ہیں کہ میں آپکے مسیح موعود ہونیکا مصدق ہوں یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ مصدّق بھی ہیں اور ایک طرف آپ ان تمام تعلیموں کے مخالف ہیں جو خدا تعالےٰ کی خاص وحی سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں تمام نبی وصیت کرتے آئے ہیں جو مسیح موعود کے احکام کو دل سے قبول کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسیح موعود کا نام حکم رکھا اور آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آئیں۔ کیا یہی تصدیق ہے؟"

تیسرا ثبوت حضرت مسیح موعودؑ کی تیسرے خط کی ایسی عبارت جس میں وہ امر

بیان کیا گیا ہے جس کے باعث سے ڈاکٹر کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تھا یہ ہے۔

"بہرحال جبکہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اسنے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کیا جائے اسلئے میں آج کی تاریخ سے آپکو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں"۔

مسیح موعود کے ارشادات کا خلاصہ

اب یہ عبارتیں صاف صاف بتاتی ہیں کہ خدا کے مسیح نے عبد الحکیم ڈاکٹر کو جس وجہ سے اپنی جماعت سے خارج کیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے مسیح پر یہ ظاہر کیا ہوا ہے کہ جس شخص کو تیری دعوت پہنچے اور وہ پھر بھی تجھے قبول نہ کرے وہ شخص مسلمان نہیں ہے اور قابل مواخذہ ہے اور ڈاکٹر عبد الحکیم اسکو نہیں مانتا۔ بلکہ اسکے خلاف یہ کہتا ہے کہ جس شخص کو خدا کے مسیح کی دعوت پہنچے اور وہ خدا کے مسیح کو قبول نہ کرے باوجود اسکے پھر بھی وہ **مسلمان** ہے اور اس اختلاف کے باعث خدا کے مسیح نے پہلے خط میں اسکو لکھا کہ آپ ہمارے سلسلہ سے خارج ہیں اور دوسرے خط میں ڈاکٹر کے اس قول سے تعجب کرتے ہیں کہ میں آپ کے مسیح موعود ہونیکا مصدق ہوں۔ اور تیسرے خط میں فرماتے ہیں اسلئے میں آج کی تاریخ سے آپکو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عبد الحکیم کے "دو جرم" اور اسپر خدا کے مسیح کا فیصلہ

اب ہم ان عبارات سے خدا کے مسیح کے "دو" فیصلے ڈاکٹر عبد الحکیم کی نسبت اور ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک ایک جداگانہ وجہ بتا چکے ہیں (۱) یہ فیصلہ کہ ڈاکٹر عبد الحکیم ہماری جماعت اور ہمارے سلسلہ سے خارج ہی اور اسکی وجہ یہ بتائی کہ خدا نے مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اسنے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور یہ ڈاکٹر اسکو نہیں مانتا۔ بلکہ اسکے

خلاف یہ کہتا ہے کہ ایسا شخص مسلمان ہے (۲) یہ فیصلہ کہ ڈاکٹر مذکور دین اسلام سے منہ پھیر رہا ہے اور اسکی وجہ یہ بتائی کہ یہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ مومن بننے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا شرط نہیں ہے۔

پس جس شخص میں یہ باتیں ہونگی اسکے لئے بھی وہی فیصلہ ہوگا

اسکے بعد یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ جس شخص میں خدا کے مسیح کے فیصلہ (۱) کی وجہ پائی جائیگی (یعنے وہ ایسے شخص کو مسلمان کہتا ہو جس کو خدا کے مسیح کی دعوت پہنچی ہو اور باوجود اسکے اسنے خدا کے مسیح کو قبول نہ کیا ہو) اس شخص پر بھی خدا کے مسیح کا فیصلہ نمبرا ضرور عاید ہو جائیگا۔ خواہ اور لوگ اسپر فتویٰ دیں یا نہ دیں اور نہ یہ لوگوں کا کام ہے۔ ہاں، انکا یہ کام ہے کہ جس شخص پر خدا کے مسیح کا فیصلہ نمبرا عاید ہوتا ہوا دیکھیں اس سے کنارہ کش رہیں۔ ایسا فتویٰ خدا کے مسیح اور اسکے جانشینوں کا کام ہے نہ زید و عمر کا۔ پس ہمارا پہلا فرض تو یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہ وجہ پیدا نہ ہونے دیں جو کہ خدا کے مسیح کے فیصلہ نمبرا کی موجب ہے تاکہ وہ فیصلہ ہمپر عائد نہ ہو۔ دوسرا فرض یہ ہے کہ جس شخص میں بھی وہ وجہ موجود دیکھیں جس کی وجہ سے فیصلہ نمبرا عائد ہوتا ہے تو ہمکو اس سے کنارہ کش رہنا چاہیئے۔

بعض اوقات باوجود موجودگی وجوہات مصلحتاً فیصلہ نہیں دیا جاتا

بعض اوقات وجوہات فتوے بھی موجود ہوتے ہیں اور اصل فتویٰ بھی عنداللہ اور فی الواقعہ عاید ہوتا ہے لیکن مصلحت عامہ اور حکمت الہٰیہ اسی کی مقتضی ہوتی ہے کہ نائب اللہ اور خلیفۃ اللہ بھی کچھ عرصہ اس فتوے اور فیصلہ کے اجرا میں توقف ڈالتا اور ایسے کام لے جیسی کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں منافقوں کی حالت تھی کہ وجوہات فتوے بھی موجود تھے۔ اور عنداللہ اور فی الواقعہ فتوے نفاق انپر عائد بھی تھا لیکن باوجود اسکے نائب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (انکو بعض کاموں سے الگ کر رکھا تھا) مومنین اور صحابۃ الرسول ہی میں شمار فرماتے رہے اور ان کے ساتھ ایک حد تک مومنوں والا برتاؤ کرنیکا ارشاد تھا۔

غیر مبائعین میں بھی یہ وجہ پائی جاتی ہے

سو اب ہمارے ذمہ اسی قدر رہتا تا باقی رہا ہے کہ ہم بتا دیں کہ ان لوگوں میں خدا کے مسیح کے فیصلہ نمبرا کی وجہ موجود ہے

یعنے یہ کہ یہ لوگ اسکے قائل نہیں جو کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے مسیح پر ظاہر فرمایا ہے کہ جس شخص کو تیری دعوت پہنچے اور پھر بھی وہ تجھکو قبول نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اسکے برخلاف۔ ڈاکٹر عبد الحکیم کی طرح اسکے قائل ہیں کہ جس کو خدا کے مسیح کی دعوت پہنچے اور پھر بھی وہ خدا کے مسیح کو قبول نہ کرے وہ مسلمان ہے اور یہ وہ ثابت شدہ بات ہے کہ ان کے رسالوں۔ اشتہاروں۔ اخباروں میں بار بار شائع ہو چکی ہے اور جس کے وہ کھلے کھلے مدعی اور قائل ہیں اور کسی کے لئے اسمیں شک کی گنجائش نہیں ہے تو پھر عند اللہ اور فی الواقعہ خدا کے مسیح کا فیصلہ ثمرا کے انپر عائد ہونے میں بھی اسی طرح شک نہیں ہو سکتا جس طرح کہ ڈاکٹر مذکور پر اسکے نافذ ہونے میں کسی طرح شک نہیں ہے

مسیح موعود نے ڈاکٹر میں اسوجہ کے پایا جانے پر اخراج کا فتویٰ دیدیا گو وہ آپکو مسیح مانتا تھا

اور یہ فرق کرنا بھی بالکل غلط ہے کہ ڈاکٹر عبد الحکیم تو حضرت اقدس کو مسیح موعود نہیں مانتا اور ہم غیر مبایعین ابتک آپکو مسیح موعود مانتے ہیں اسلئے کہ جس وقت خدا کے مسیح نے ڈاکٹر مذکور کے حق میں یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا اسوقت بلکہ کچھ عرصہ صدور فیصلہ کے بعد بھی وہ حضرت اقدس کو مسیح موعود بلکہ ظلی نبی مانتا تھا چنانچہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر عبد الحکیم نے جو خط حضرت اقدس کے نام بھیجا تھا جس کے جواب میں حضرت اقدس نے تتمہ الخط اسکو لکھا تھا جسمیں صاف لکھدیا تھا کہ میں آجکی تاریخ سے آپکو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں اس خط کو ڈاکٹر مذکور نے "حضرت مسیح الزمان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کیساتھ شروع کیا ہوا ہے بلکہ اسکے بعد کے خط کو بھی "حضرت مسیح الزمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کے ساتھ شروع کیا ہوا ہے بلکہ ۱۰ اپریل کے خط کے جواب میں تو حضرت مسیح موعود نے اسکو جماعت سے خارج کیا ہے اور ۲ مئی کو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضؓ نے جو ڈاکٹر مذکور کو خط لکھا تھا اسکے جواب میں ۸ مئی کو ڈاکٹر مذکور لکھتا ہے "میری تحقیق گذشتہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا میں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو مسیح الزمان اور ملہم من اللہ مانتا ہوں"۔ پھر اسی ۸ مئی کے خط میں وہ لکھتا ہے۔ "مگر میں تو اے نور الدین تیرا وہی روحانی فرزند ہوں جو پہلے تھا مسیح کا مرید ہوں اور تم سب کے لئے سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں"۔ بلکہ اسی

خط میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ "تمام انبیاء پیغام رساں اور ہادی خلائق ہوتے ہیں نہ کہ مدار نجات ایسا ہی حضرت مرزا صاحب بھی ہیں"۔ بلکہ خود حضرت اقدس اپنے دوسرے خط میں فرماتے ہیں "وہ پھر باوجود اس مخالفت کے آپ لکھتے ہیں کہ میں آپ کے مسیح موعود ہونیکا مصدق ہوں" الخ جیسا کہ میں پہلے نقل کر آیا ہوں۔ بلکہ اس عبارت سے صاف صاف حضرت اقدس کا یہ فیصلہ بھی ثابت ہوگیا کہ ایک شخص خواہ مسیح موعود کا اپنے آپ کو مصدق بھی ظاہر کرے مگر وہ ان تعلیمات کا مخالف ہو جو خداوند تعالیٰ کی خاص وحی نے اسپر ظاہر کی ہیں تو آپکا فیصلہ اسکی نسبت یہی ہے کہ وہ آپکی جماعت سے نہیں ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کے اتباع میں مولوی محمد علی کا یہ مذہب کہ آنحضرت صلعم پر ایمان شرط اسلام نہیں

اب میں آپکو خدا کے مسیح کے فیصلہ کی نسبت کچھ دکھاتا ہوں وہ فیصلہ تو میں آپکو بتا چکا ہوں۔ یہ ہے کہ ڈاکٹر دین اسلام سے منہ پھیر رہا ہے اور اسکی وجہ بھی آپکے خط سے بتا چکا ہوں کہ وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کے قول کے مطابق مومن بننے کے لئے آنحضرت صلعم پر ایمان لانا کوئی شرط نہیں ہے۔ اب میں آپکو یہ بتاتا ہوں کہ یہ راہ بھی یہ لوگ اختیار کر رہے ہیں چنانچہ ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ مسئلہ کفر و اسلام میں لکھا ہے "اسلام مان لینے کا نام ہے اور کفر انکار کا نام ہے اسلام کی بڑی اور آخری حد بندی توحید الہی ہے پس جو شخص توحید الہی کا قائل ہوتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے جب مسلم ہونے کے لئے آخری حد توحید الہی ہوئی اور اسکی تصریح اور نتیجہ بھی خود مولوی صاحب نے یہ لکھدیا کہ جو شخص توحید الہی کا قایل ہوتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر اس سے صاف ثابت ہوا کہ مسلم بننے کے لئے نہ تو آخرت پر ایمان لانا شرط ہے اور نہ ملائکہ پر ایمان لانا اور نہ قرآن مجید پر اور نہ کسی نبی یا انبیاء پر اور نہ ہی بالخصوص آنحضرت پر ایمان لانا شرط ہے کیونکہ شرط تو وہ چیز ہوتی ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو مشروط بھی نہ ہو تو اگر مسلم بننے کے لئے آنحضرت پر ایمان شرط ہوتا تو پھر بدوں آنحضرت پر ایمان لائے ہرگز مسلم نہ ہوتا خواہ ہزار بار توحید الہی کا قائل ہو تو جب توحید الہی کے قائل ہونے سے وہ مسلم ہو جاتا ہے خواہ وہ آنحضرت پر ایمان نہ لائے تو پھر یقیناً ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک مسلم بننے کے لئے آنحضرت پر ایمان لانا اس طرح سے شرط نہیں جس طرح کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے نزدیک مومن بننے کے لئے آنحضرت پر ایمان لانا شرط نہیں۔ حقیقت میں مسلم اور مومن بننے کے لئے آخری حد فقط توحید الہی کو قرار دینا

اور آخرت۔ ملائکہ۔ کتب الٰہیہ انبیاء و رسل اور بالخصوص قرآن مجید اور آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ایسی شرط قرار نہ دینا (جس کے نہ ہونے سے انسان مومن اور مسلم نہ ہوسکتا ہو) دین اسلام سے منہ پھیرنیکا موجب اور باعث ہو کیونکہ آجتک جس قدر مذاہب اسلام میں پائے جاتے ہیں ان میں سے کسی مذہب کے امام کا یہ قول نہیں ہے بلکہ سب کے نزدیک مومن اور مسلم بننے کے لئے **ضروری شرطیں** ہوں اسکے بغیر توحید کا قائل ہو مومن و مسلم نہیں ہوسکتا۔ مولوی محمد علی صاحب کا یہ عقیدہ ایسا ہے کہ نہ وہ اسکا حوالہ حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب سے دے سکتے ہیں اور نہ دیگر اسلامی فرقوں کے ائمہ کا کوئی حوالہ دے سکتے ہیں باقی رہا کسی امام کے ذمہ ایک غلط قول لگا دینا یہ اور بات ہے جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ کا مذہب یہ لکھ مارا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ دل سے اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہدے تو وہ مومن ہو جاتا ہے چاہے پھر اس سے شرک کفر یا ظلم سرزد ہو"۔ وہ کبھی اسکا حوالہ کسی معتبر کتاب کتب حنفیہ میں سے ہرگز نہیں دے سکتے ہمنے پہلے بھی ان سے اسکا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن وہ ابتک اس کا حوالہ دینے سے عاجز رہے ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ عاجز رہینگے۔

خواجہ اور مولوی محمد علی نازک حالت میں

اب آپ غور فرمالیں کہ جس تجویز کی بناء پر عبدالحکیم نے پہلا خط خدا کے مسیح کی خدمت میں بھیجا اور خدا کے مسیح نے اس تجویز کو پھر بھی رد کیا۔ اور ساتھ ہی عبدالحکیم کو بھی جماعت سے خارج کیا اس تجویز پر خواجہ کمال الدین بانئے تجویز ابتک عامل ہے اور اسی تجویز کے مطابق اسلامک ریویو۔ ریویو آف ریلیجنز کے مقابل لندن میں جاری کیا ہوا ہے اور پھر جس امر کی وجہ سے خدا کے مسیح موعود نے عبدالحکیم کو اپنی جماعت سے نکالا تھا وہ امر ان لوگوں میں موجود ہے پھر جس قول کی وجہ سے خدا کے مسیح نے عبدالحکیم کو دین اسلام سے منہ پھیرنے والا فرمایا ہے وہی قول ان کے امیر کا شائع شدہ موجود ہے۔

عبدالحکیمی خیالات والے لوگ پیدا ہونے والے تھے

انسان ان تینوں باتوں کو زیر نظر رکھتے ہوئے ایسی شہادتوں پر بھی نظر کرے جیسی مولوی رحمت اللہ صاحب احمدی خلف الصدق جناب مولوی محمد امیر صاحب لدیانوی حال مقیم سنگرور اہلمد دفتر اکونٹنٹ صاحب

کی شہادت ہے جو کہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے اور اصل تحریر ہمارے پاس محفوظ ہے اور خود ان سے تصدیق ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے۔

"مجھے خوب یاد ہے کہ قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم احمدی لودیانوی جو اولین سابقین سے تھے جنکے اوصاف حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں ارقام فرمائے ہیں مجھے لودیانہ میں آنمکرم کے ہمراہ ایک جگہ رہنے کا ایک عرصہ اتفاق ہوا ہے ایکدفعہ ڈاکٹر عبدالحکیم کا ذکر آیا میںنے افسوس سے کہا کہ آدمی لائق تہا مگر ابتلا میں آگیا اسپر قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میںنے حضرت اقدس کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ تم اسکو یعنے عبدالحکیم کو دیکھکر کیا حیران ہوتے ہو یا تعجب کرتے ہو ابھی میری نظر میں ۵۰-۶۰ آدمی مرتد ہونگے۔ خدا اس جماعت پر رحم فرمائے رب ارحم رب ارحم

خاکسار رحمت اللہ"

تو ایک ہی فتنہ اور ابتلا راور ایک ہی سلسلہ اور نہایت خوف کا مقام نظر آئیگا یا من لا ملجأ منك الا اليك اغفر لنا وارحمنا واحفظنا من شرور انفسنا ومن سوء ما كسبنا۔ پس جو چاہتا ہے کہ میں اللہ اور اسکے مسیح کے نزدیک ڈاکٹر عبدالحکیم کی جماعت اور اسکے ساتھیوں سے نہ ہوں وہ ان تینوں امروں سے اجتناب کرے جن سے عبدالحکیم پر یہ وقت آیا اور نہ ان سے تعلق رکھے جو ان تین امروں میں مبتلا ہوں میںنے ان باتوں کو معلوم کرکے ابتدا اختلاف میں جب مولوی محمد علی صاحب ایبٹ آباد میں قادیان سے گئے تہے ایک طویل خط آپ کو لکہا تہا اور محض یہ خیال تہا کہ شاید اپنی خطرناک حالت پر نظر کرتے ہوئے کچھ خوف خدا پیدا ہو۔ تو اس حالت سے تائب ہو جائیں مگر مولوی صاحب نے ایک کارڈ میں مجھے لکھدیا کہ تمنے مجھے بہت سی گالی دی ہیں اب میں نے یہ مضمون بہی اسی خیال سے لکہا ہے کہ شاید انکو اپنی حالت کا خطرہ محسوس ہو۔ دوم۔ جو لوگ ان کو وہ پہلے قادیانی بزرگ سمجھکر دھوکا کہاتے ہیں وہ انکے دھوکے سے بچ سکیں اسکے ساتھ ہی میرا ارادہ تہا کہ نبوت خلافت غیر احمدیوں کے کفر و اسلام پر بہی کچھ لکھوں لیکن بعض وجوہات سے یہی مناسب معلوم ہوا۔ کہ ان مسائل پر جداگانہ طور پر کچھ لکھوں پس اگر خداوند تعالے نے چاہا تو جلسہ کے بعد کچھ لکھونگا والسلام (محمد سرور شاہ از قادیان)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ

نمبر ۳

کافوری جنتری | سنہ ۱۹۱۶ء

سنہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیں جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی - دودھ - میوہ وغیرہ وغیرہ کھاتے ہیں - اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا ہی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت ہے یا خرچ ہی وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی **مقوی گولیاں** ہیں - آپ بھی آزمایش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو پیدا کرتی ہیں جوانی میں بے اعتدالی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

لال شربت ‌ ‌ لال شربت ‌ ‌ لال شربت

اگر آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں کلیجہ کی کمزوری دکھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور سرخ رنگ ہونیکے وجہ لڑکے خواہش سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرائیے آزمایش کرلیجئے قیمت ۱۲ر فی شیشی محصول ۴ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

نمبر ۲ — جلد ۱۱

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۶ء

مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ھ

فہرست مضامین

نبی آخر الزمان — میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور — ۱-۳۲

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ؏

باہتمام شیخ [illegible] صاحب [illegible] ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور [illegible] نے شائع کیا

Secretary for MISSIONARY WORK TO HIS HOLINESS THE KHALIFATUL MASIH, Qadian Punjab.

کچھ رسالے کی نسبت

جن احباب اصحاب نے ایجوکیشن کمیٹی کی اپیل پر توجہ فرمائی انکا شکریہ مگر ابھی کئی سو احباب ایسے رہتے ہیں جنھوں نے نہ تو کوئی نیا خریدار دیا ہے نہ چندہ سالانہ میں اضافہ فرمایا ہے کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ تشحیذ خدانخواستہ بند کر دیا جاوے کیونکہ اس بے پروائی کا تو یہی نتیجہ ہے تعجب تو یہ ہے کہ تشحیذ کے ایک ایک نمبر کے مضمون نہایت قیمتی اور مفید سمجھا جاتا ہے اور عملی یہ حال ہے۔

انتخاب خلافت

مکرمی منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ نے خلافت پر نہایت عمدہ اور مفید معلومات سے پر رسالہ ۴۸ صفحوں پر چھپوایا ہے دفتر الفضل سے طلب فرمایا جاوے۔

اثر الولاء

یہ ایک رسالہ ہے جو اسرار روایات کربلا مؤلفہ منشی خادم حسین صاحب خادم کے جواب میں شیعہ ینگ مین سوسائٹی لاہور موچی دروازہ کی طرف سے شایع کیا گیا ہے ٹکٹ بھجوانے پر مفت مل سکتا ہے مولوی مرزا احمد علی صاحب کی مستعدی اپنے ہم مذہب احباب میں قابل فخر ہے کہ وہ ہر رسالہ کا جواب فی الفور شائع کر دیتے ہیں اسرار روایات کربلا میں جن روایات پر جرح کی گئی تھی اسکا نصف سے زیادہ حصہ مؤلف اثر الولاء نے قبول کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ روایات کیوں مرثیوں میں سنائی جاتی ہیں اور باقی ثلث پر جو کچھ لکھا گیا ہے اسکی کمزوری خود اسکی عبارت سے ظاہر ہے۔

پارہ اول تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع ہو گیا

جو ترجمہ تفسیری نوٹوں کیساتھ زیر نگرانی حضرت خلیفہ ثانی تیار ہوا ہے وہ شائع ہو گیا ہے قرآن سیکھنے کے شائقین اس سے فائدہ اٹھائیں قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ: دفتر ترقی اسلام قادیان ضلع گورداسپور

کچھ رسالے کی نسبت

جن احباب اصحاب نے ایگزیکٹو کمیٹی کی اپیل پر توجہ فرمائی انکا شکریہ مگر ابھی کئی سو اصحاب ایسے رہتے ہیں جنھوں نے نہ تو کوئی نیا خریدار دیا ہے نہ چندہ سالانہ میں اضافہ فرمایا ہے کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ تشحیذ خدانخواستہ بند کر دیا جائے کیونکہ اس بے پروائی کا تو یہی نتیجہ ہے تعجب تو یہ ہے کہ تشحیذ کے ایک ایک نمبر کے مضمون نہایت قیمتی اور مفید سمجھا جاتا ہے اور عملی یہ حال ہے۔

انتخاب خلافت

مکرمی منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ نے خلافت پر نہایت عمدہ اور مفید معلومات سے پر رسالہ ۸۴ صفحوں پر چھپوایا ہے دفتر الفضل سے طلب فرمایا جاوے۔

اثر الولاء

یہ ایک رسالہ ہے جو اسرار روایات کربلا مؤلفہ منشی خادم حسین صاحب [...] خادم کے جواب میں شیعہ ینگ مین سوسائٹی لاہور موچی دروازہ کی طرف سے [...] کیا گیا ہے ٹکٹ بھجوانے پر مفت مل سکتا ہے مولوی مرزا احمد علی صاحب کی م[...] ہم مذہب احباب میں قابل قدر ہے کہ وہ ہر رسالہ کا جواب فی الفور شائع کر دیتے ہیں ا[...] کربلا میں جن روایات پر جرح کی گئی تھی اسکا نصف سے زیادہ حصہ مؤلف[...] نے قبول کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ روایات کیوں مرثیوں میں سنائی جاتی [...] اور باقی ثلث پر جو کچھ لکھا گیا ہے اسکی کمزوری خود اسکی عبارت سے ظاہر ہے۔

پارہ اول تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع ہو گیا

جو ترجمہ تفسیری نوٹوں کیساتھ زیر نگرانی حضرت خلیفہ ثانی تیار ہوا ہے وہ شائع ہو گیا ہے قرآن سیکھنے کے شائقین اس سے فائدہ اٹھائیں قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر ترقی اسلام قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۶ء

نبی آخر الزمان علیہ السلام

"یہ مضمون اس نقطۂ خیال سے پڑھنا چاہیئے۔ کہ اللہ کے نزدیک مسیح موعود ہمارے امام وہادی کا کیا منصب ہے کیونکہ آپ کا درجہ پہچاننے ہی میں ہماری تمام ترقیات مرکوز ہیں۔ اس مضمون کے بعض حصص سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا قبل از وقت ہے بہر حال جو کچھ ہے وہ مسیح موعود کا کلام ہے میاں محمد سعید صاحب کی ذاتی رائے نہیں اسلئے جو صاحب ناک بھوں چڑھائیں یا ہمیں غالی قرار دیں وہ پہلے اپنے ایمان کی فکر کریں"۔ (ایڈیٹر)

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت مضمون کا لکھنا جیسا اہم اور پرشوکت ہے ویسا ہی دلچسپ بھی ہے کیونکہ سابقین میں سے بعض نے بغیر کسی سند شرعی یا نص صریح کے نبی آخر الزمان کے نام کا مستحق حضرت خاتم النبیین سید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو قرار دیا ہے لیکن اس نام کا تحقق آنحضرت صلعم پر اس صورت میں نہیں ہو سکتا جب کہ اس نام کو آپکی پہلی بعثت (جو کہ پانچویں ہزار میں ہوئی) کی طرف منسوب کیا جائے۔ ہاں اس نام کے پورے مستحق حضرت مسیح موعود ہیں نہ اسلئے کہ آپ کوئی مستقل بمعنی براہ راست یا حقیقی بمعنی صاحب شریعت نبی تھے یا نعوذ باللہ آپ آنحضرت صلعم کے مقابل کھڑے ہو کر اس نام کے مستحق ہیں۔ بلکہ یہ سب اسلئے کہ آنحضرت

نے بموجب نص صریح آیت کریمہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ اپنی دوسری بعثت کیلئے مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کی اور اس نام کا تحقق بذریعہ حضرت مسیح موعود کے پورا کیا۔ میں اسجگہ اس وہم کا ازالہ کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعض مقامات پر نبی آخر الزمان لکھا ہے تو اس کا سوائے اسکے اور کچھ مطلب نہیں کہ آپ یعنی آنحضرت صلعم شارع نبی ہونے کے اعتبار سے نبی آخر الزمان تھے اور شریعت کے لئے آنحضرت صلعم کا ہی زمانہ آخری زمانہ تھا۔ پس ان معنوں سے کہ آنحضرت صلعم ایک ایسی کامل اور مکمل شریعت لائے جس کے بعد قیامت تک کوئی صاحب شریعت جدید نبی نہیں آسکتا۔ آپ یعنی آنحضرت صلعم آخری نبی اور نبی آخر الزمان تھے اور نیز ان معنوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ کہ آپ نے اپنے ایک بُروز کے واسطہ سے اس آخری زمانہ کو پایا۔ جس کا درحقیقت آخری زمانہ ہونا قرآن اور احادیث سے صراحتہً ثابت ہے پس مسیح موعود کا نبی آخر الزمان ہونا درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نبی آخر الزمان ہونے کی ایک دلیل ہے کیونکہ مسیح موعود آنحضرت صلعم کے لئے بطور آئینہ اور آپکا مظہر اور آنجناب کے لئے حلّہ کی مانند ہے اسلئے مسیح موعود کا نبی آخر الزمان ہونا آنحضرت صلعم کے لئے کوئی غیرت کی جگہ نہیں اور ماسوا اسکے حضرت مسیح موعود کا نبی آخر الزمان ہونا بھی ضروری تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہے۔ یہ بات غیر ممکن تھی کہ نبوۃ غیر تشریعی کو آنحضرت صلعم کے زمانہ پر ختم کیا جاتا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ابتداء سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے یہ تقاضا کیا کہ حضرت مسیح موعود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا اور نبوت محمدی اسمیں رکھدی اور اس کو کمال تک پہنچایا یہانتک کہ مسیح موعود کا وجود آنحضرت صلعم کا ہی وجود ہو گیا (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) تا اس طور سے ایک پہلو سے حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ اور خاتم نبوۃ ظلیہ ہونا محقق ہو جاوے اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کی ختم نبوت محفوظ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

قُد خُتِمَتِ النُّبُوَّةُ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اِلَّا الَّذِیْ نُوِّرَ بِنُوْرِهٖ وَجُعِلَ وَارِثَهٗ مِنْ حَضْرَتِ الْکِبْرِیَاءِ۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ الْخَتْمِیَّةَ اُعْطِیَتْ مِنَ الْاَزَلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اُعْطِیَتْ لِمَنْ عَلَّمَهٗ رُوْحَهٗ وَجَعَلَهٗ ظِلَّهٗ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ فَاِنَّ الْخَتْمِیَّةَ الْحَقِیْقِیَّةَ

کانت مقدرة فی الالف السادس الذی ھو یوم السادس من

ایام الرحمٰن بیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان ۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ)

اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خاتم ہیں اور نیز یہ کہ ختمیت ہزار ششم میں حقیقی طور سے ہوئی ہے الغرض چونکہ حضرت مسیح موعود بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہیں اسلئے بہر حال آنحضرت صلعم کی ختمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی اور کوئی علیحدہ وجود اور رسول حقیقی ختمیت کا مصداق نہ ہوا۔ اب اس تھوڑی سی تمہید کے بعد میں اب اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آخری زمانہ یہی زمانہ ہے جاننا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود ؑ نے بنصوص قرآنیہ وحدیثیہ اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ آخری زمانہ جس کی خبر ہر ایک نبی دیتا چلا آیا ہے تحقیق یہی زمانہ ہے جس میں ہم لوگ موجود ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں یہود اور نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے × × × صلحائے اسلام نے بھی اس زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳-۱۹۴)

پھر فرمایا:۔

"پھر یہ زمانہ جس پر تیرہ سو برس اور گذر گیا اسکے آخری زمانہ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے اور علاوہ نصوص صریحہ قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودھویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جسمیں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰-۹۱)

پھر فرمایا:۔

"اور دوسری دلیل زمانہ کے آخری ہونے پر یہ ہے کہ قرآن شریف کی سورہ عصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنے حضرت آدم کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے اور ایسا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے لہٰذا آخر ہزار ششم وہ آخری حصہ اس دنیا کا ہے جس سے ہر ایک جسمانی اور روحانی تکمیل وابستہ ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱)

پھر فرمایا:۔ "بلا شبہ احادیث اور قرآن شریف کی رو سے یہ آخری زمانہ ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶)

المختصر حضرت مسیح موعود نے اس بات کو بنصوص قرآن و حدیث کئی ایک مقامات پر کھول کھول کر لکھدیا ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے اور نیز یہ کہ اب اس زمانہ کے بعد کوئی اور زمانہ نہیں جس پر آخری زمانہ کا اطلاق آسکے جیسے کہ فرمایا:۔

"اور جان لو کہ میں چھٹے ہزار کے آخر اوقات میں پیدا کیا گیا ہوں جیسا کہ آدم چھٹے دن میں اسکے آخری ساعت میں پیدا کیا گیا۔ پس میرے سوا دوسرے مسیح کیلئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں اگر فکر کرو اور ظلم اختیار نہ کرو پس میں صاحب زمان موعود ہوں اور میرے بعد کوئی زمانہ نہیں" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۵۸-۱۵۹)

پھر فرمایا "پس جب کہ آخری دنوں کیلئے یہ علامتیں ہیں جو پورے طور پر ظاہر ہو چکی ہیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے دوروں میں سے یہ آخری دور ہے × × × ان تمام وجوہات سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہی آخری زمانہ اور دنیا کا آخری دور ہے جس کے سر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا کتب الہیہ سے ثابت ہوتا ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۷)

پھر فرمایا:۔ "اسوقت صدق اور وفا کے دکھانے کا وقت ہے۔ اور آخری موقعہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں اسلئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقعہ ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اسکے بعد کوئی موقعہ نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقعہ کو کھو دے۔" (الحکم ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء)

پھر فرمایا۔ "عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے اسوقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

پھر فرمایا۔ "اور یہ زمانہ خیر و رشد کا آخری زمانہ ہے اور اسکے بعد کوئی زمانہ فضل و رتبہ میں اس زمانہ جیسا نہیں ہو سکتا" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۷)

پھر فرمایا "غرض اس زمانہ کا نام جسمیں ہم ہیں زمانہ البرکات ہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زمان التائیدات اور دافع الآفات تھا اور اس زمانہ میں خدا کا بھاری مقصد دفع شر تھا۔"

(اشتہار منارۃ المسیح صفحہ ج)

پھر فرمایا۔ "اور مسیح موعود کے زمانہ کا نام یوم الدین رکھا ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جسمیں دین کو زندہ

کیا جاویگا اور لوگوں کا حشر کیا جاویگا"۔

یہانتک تو مینے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک بنصوص قرآنیہ و حدیثیہ و دیگر کتب سابقہ کے یہ زمانہ آخری زمانہ ہے اور نیز یہ کہ مسیح موعود کے زمانہ کے بعد اور کوئی زمانہ نہیں۔

آخری سب سے مسیح موعود ہے

اسکے بعد میں اب ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے یہ دکھاؤں کہ حضرت مسیح موعود نبیوں میں سے سب سے آخری نبی۔ آخری مسیح آخری آدم۔ آخری مجدد۔ آخری مصلح۔ آخری خلیفہ۔ آخری امام۔ آخری اینٹ آخری کڑی آخری راہ۔ آخری نور ہیں۔ حضرت مسیح موعود چونکہ کئی معنوں سے آخری ہیں اسلئے یہ ضروری ہے کہ اس امر کو خوب واضح کر دیا جاوے چنانچہ میں حضرت مسیح موعود کے آخری ہونیکو پانچ باتوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

(۱) یہ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپکے بعد وہ موعود مسیح موعود و مہدی اب کوئی نہیں آئے گا۔

(۲) یہ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ دومیں کے دوسرے تھے

(۳) یہ کہ مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ کی بعثت آخری زمانہ میں ہوئی۔

(۴) یہ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں نبی تھے کہ آپ پر تمام کمالات کا خاتمہ کیا گیا۔

(۵) یہ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے جن سے آپکا صاحب مہر یعنی صاحب افاضہ ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی آپکی ظلیت میں ولایت اور خلافت حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کی ظلیت میں نبوت و رسالت حاصل ہو سکتی تھی یعنے باوجود آپکے آخری ہونے کے آپکی نبوت ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔

پس یہ پانچ امور ہیں۔ جنکو میں علیحدہ علیحدہ طور سے لیکر انشاءاللہ العزیز ثابت کرونگا کہ حضرت مسیح موعود پر نبی آخر الزمان کا اطلاق کیسے صاف طور سے پایا جاتا ہے میں اس مضمون میں زیادہ تر حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے ہی حوالے درج کرونگا۔

وعدہ کا آخری مسیح و مہدی

(امر اوّل) حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ کے بعد وہ موعود مسیح و معہود مہدی نہیں آئیگا۔ جیسے کہ

(۱) آپ وعدہ کے آخری مسیح اور مہدی تھے جیسے کہ فرمایا

"چونکہ اول اور آخر کی مشابہت ثابت ہونے سے تمام سلسلہ کی مشابہت ثابت ہو جاتی ہے اسلئے خداتعالےٰ کے پاک نبیوں نے کتابوں میں جابجا انہیں دو مشابہتوں پر زور دیا ہے۔ بلکہ اول اور آخر کے دشمنوں میں بھی مشابہت ثابت کی گئی ہے جیساکہ ابوجہل کو فرعون سے مشابہت دی گئی ہے اور آخری مسیح کے مخالفین کو یہود مغضوب علیہم سے" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰

پھر فرمایا۔ "اس آخری مسیح کی تکذیب کے بعد بھی دنیا میں طاعون پھیلے گی" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۴

پھر فرمایا۔ "اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئیگا۔ آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا" ریویو جلد اول صفحہ ۴۲

پھر فرمایا۔ "× × بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والوں اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنیوالا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲

(۲) وعدے کا آخری حَکَم

آپ آخری حکم موعود تھے جیسے کہ فرمایا

"وہ مسیح موعود جو اس امت میں سے ہوگا وہ خداتعالیٰ کی طرف سے حَکَم ہوگا × × × کیونکہ بباعث کثرت اختلافات تمام اندرونی طور پر جھگڑنے والے یا بیرونی طور پر اختلاف کرنے والے ایک حَکَم کے محتاج ہونگے جو آسمانی شہادت سے اپنی سچائی ظاہر کریگا جیساکہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں ہوا۔ اور پھر بعد اسکے آنحضرت صلعم کے وقت میں ہوا۔ سو آخری موعود کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۴)

(۳) وعدے کا آخری انسان

آپ یعنے حضرت مسیح موعود وعدہ کے آخری آدم اور آخری انسان تھے اور نبیوں میں سے سب سے آخر تھے جیسے کہ فرمایا۔

"نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوگا کیونکہ وہ سب سے آخر ہے جیساکہ آدم سب سے اول تھا × × × اور

"چونکہ اوّل اور آخر کو ایک نسبت ہوتی ہے اسلئے مسیح موعود کو خدا نے آدم کے رنگ میں پیدا کیا" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ)

مسیح موعود سب سے آخری انسان تھے جیسے کہ فرمایا:-

"قرآن شریف میں اسبات کی تصریح کی گئی ہے کہ ہر ایک چیز کو خدا نے چھ دن کے اندر پیدا کیا مگر اس انسان کو جس پر دائرہ مخلوق ختم ہوتا تھا چھٹے دن کے آخری حصہ میں پیدا کیا۔ اسی طرح اس آخری انسان کے لئے ہزار ششم کا آخری حصہ تجویز کیا گیا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷)

پھر فرمایا "ضرور تھا کہ مرتبہ آدمیت کی حرکت دوری زمانہ کے انتہاء پر ختم ہوتی ہے سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے اور اسکا نام بھی آدم رکھا × × × جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا تھا یعنے اسنے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑہ پیدا کیا" تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶)

پھر فرمایا "میںنے (خدا نے) چاہا کہ میں اپنا مظہر دکھلاؤں اسلئے میںنے بھی اس آدم کو پیدا کیا۔ سو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدم صفی اللہ کے وجود کا سلسلہ دوریہ اس عاجز کے وجود پر آکر ختم ہو گیا" (تریاق القلوب صفحہ)

(۴) **خدا کے نوروں میں سے آخری نور** آپ یعنے حضرت مسیح موعود خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ اور خدا کے سب نوروں میں سے آخری نور تھے جیسے کہ فرمایا:-

"ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اسکے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے" (کشتی نوح صفحہ)

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اللہ تعالےٰ کی آخری صراط اور نور ہیں۔ گویا کہ آپ سب سے آخری صراط اللہ اور سب سے آخری نور اللہ ہیں۔

(۵) **رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا** آپ یعنی حضرت مسیح موعود رسولوں کی آخری میزان کے ظاہر کرنے والے تھے جیسے کہ فرمایا:-

"پس یہی معنے آیت واذا الرسل اقتت کے ہیں جن کو خدا نے میرے پر ظاہر فرمایا کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو معنی آیت کریمہ واذا الرسل اقتت کے کئے ہیں۔ یعنی یہ کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا مسیح موعود ہے وہ اپنے اندر بہت سے اسرار رکھتا ہے حضرت مسیح موعود کا الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں آپکا دعویٰ ہے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کاملہ کا مظہر اور یہ کہ میں جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت محمدیہ کا جامع ہوں بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ میزان کا مفہوم اس امر کا مقتضی ہے کہ اسکے اندر جنس کے تمام افراد کے کمالات پائے جاویں مثلاً ۳+۷+۵+۳=۱۵۔ آپ ۱۵ کا عدد تمام عددوں کا جامع ہے اور انکا میزان کہلاتا ہے۔ پس اسیطرح آنحضرت صلعم اپنی پہلی بعثت میں رسولوں کی اول میزان تھے اور آپکو مجملاً خاتم النبیین کے لفظ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا جامع بنایا گیا لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کی پہلی بعثت کی نسبت آپ ہی کی دوسری بعثت اکمل۔ اشدّ اور اقویٰ تھی (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱) اسلئے آنحضرت صلعم کی دوسری بعثت کے موردیعنی مسیح موعود کو تمام انبیاء علیہم السلام کے نام کھلے کھلے طور پر دیئے گئے اور آخیر میں آپکا نام جری اللہ فی حلل الانبیاء رکھا گیا یعنی اللہ کا رسول تمام انبیاء کے حلوں میں۔ پس اسطور سے آپ رسولوں کی آخری میزان کے ظاہر کرنیوالے ہوئے۔ یہ جو حضرت مسیح موعود کو قرآن شریف میں واذا الرسل اقتت تمام انبیاء علیہم السلام کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا پیش کیا گیا ہے اسکی تصدیق آپکی وحی میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا ہے کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحٰق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں"

پس قرآن شریف کی آیت واذا الرسل اقتت ایکطرف اور حضرت مسیح موعود کی وحی الٰہی دوسری طرف اس امر کی پوری تصدیق کر رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے جامع تھے اور آپ ہی رسولوں کی وہ آخری میزان ہیں +

(۶) خلفاء اللہ میں سے آخری خلیفہ

آپ یعنی حضرت مسیح موعود سلسلہ محمدیہ کے آخری خلیفہ تھے۔ جیسے کہ فرمایا :۔

"اور آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں یہ بھی اشارہ کر دیا ہے کہ آخری خلیفہ اس امت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایسے زمانہ میں آئیگا جو وہ زمانہ اپنی مدت میں اس زمانہ کی مانند ہوگا جبکہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے یعنی چودھویں صدی" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰)

پھر فرمایا۔ "آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت میں سے آئیگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

پھر فرمایا۔ "پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے۔ تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو جائے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

پھر فرمایا۔ "اور چونکہ موسوی خلافت کا انجام ایسے نبی پر ہوا یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام پر جو حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر آیا۔ اور نیز کوئی جنگ اور جہاد نہیں کیا اسلئے ضروری تھا کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدی کا بھی اسی شان کا ہو۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹)

پھر فرمایا۔ "اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

پھر فرمایا۔ "چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی۔ کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر با ایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا۔ جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں۔ اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں۔ اور سب سے آخر ہوں۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۲)

پھر فرمایا۔ "اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پھر فرمایا۔ "قرآن شریف نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا۔ بلکہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں تمام سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل قرار دیدیا ہے پس اس صورت میں قطعاً و وجوباً لازم آتا ہے کہ سلسلہ خلافت اسلامیہ کے آخر میں

ایک مثیل عیسیٰ پیدا ہو" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰)

پھر فرمایا۔ "ہم قرآن کے نص کے رُو سے اس بات پر مجبور ہو گئے کہ اس بات پر ایمان لاویں کہ آخری خلیفہ اسی امت میں سے ہوگا۔ اور عیسیٰ کے قدم پر آئیگا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱)

پھر فرمایا۔ "خلیفہ کہتے ہیں پیچھے آنے والے کو اور کامل وہ ہے جو سب سے پیچھے آوے اور ظاہر ہے کہ جو قرب قیامت کے وقت آویگا۔ وہی سب سے پیچھے ہوگا۔ لہٰذا وہی سب سے اکمل اور افضل ہوا صرف تغیر الفاظ ہے قرآن شریف نے خلیفہ کے لفظ سے پکارا ہے اور احادیث میں مسیح موعود کے نام سے نامزد کیا گیا ہے۔" (تقریر حجۃ اللہ صفحہ ۲)

(۷) مجددوں میں سے آخری مجدد

آپ یعنی حضرت مسیح موعود سلسلہ محمدیہ کے آخری مجدد تھے۔ جیسے کہ فرمایا "اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳)

(۸) عمارت اسلام کی آخری اینٹ

آپ یعنی حضرت مسیح موعود عمارت اسلام کی آخری اینٹ تھے۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"اور جتنے مسلمانوں میں سے عیسائی ہونے والوں کی کثرت کو دیکھا۔ اور اس امت کے یہود اور انکی سیرت کو بھی دیکھا۔ اور اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنی منعم علیہم کی پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچادے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں × × اور میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

پھر فرمایا۔ "اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیا ڈالی ہے کہ اسکے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اسکی روحانی فیض رسانی سے مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جبتک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

علاوہ ازیں آپ سلسلہ نبوت کی آخری اینٹ بھی تھے جیسے کہ فرمایا۔

"روضہ آدم تھا کہ وہ نامکمل اب تلک ∴ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار"

پھر فرمایا "وہ نبوت کی آدم کی شکست ریخت جسقدر ہو چکی ہے۔ اب خدا تعالیٰ ان میرے تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے اور اب وہ گذشتہ قصوں کو واقعات میں دکھلا رہا ہے" (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

نوٹ۔ حضرت مسیح موعود کی پاک تحریروں میں میری نظروں سے ایک ایسی تحریر گزری ہے جس میں آپ نے صریح لفظوں میں اپنے آپکو سلسلہ نبوت کی آخری اینٹ لکھا ہے اور اس حوالہ میں آخری اینٹ کا لفظ خوب موٹا درج ہے لیکن افسوس مجھے وہ حوالہ تلاش کرنے پر نہ ملا۔ اگر کسی بھائی کی نظر سے وہ حوالہ گزرا ہو اور اسکو کتاب وغیرہ کا نام و صفحہ یاد ہو تو مجھے اطلاع دیکر نہایت ہی شکر گذاری کا مستحق بن سکتا ہے

(۹) آپ اسمٰعیلی سلسلہ کے آخر تھے

حضرت مسیح موعود ؑ اسمٰعیلی سلسلہ کے آخر بھی تھے۔ جیسے کہ فرمایا:۔ "میں مسیح محمدی ہوں اور وہ مسیح موسوی تھا۔ خدا کی تقدیر نے مقدر کیا تھا کیا تھا۔ کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں جس کی شریعت کی ابتدا موسیٰ سے ہی ایک مسیح آوے اور اسکے مقابل پر یہ بھی مقدر کیا تھا کہ اسمٰعیلی سلسلہ کے آخر میں بھی جس کی شریعت کی ابتدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے ایک مسیح آوے × × سو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا۔ اور وہ میں ہوں" (ریویو جلد ۱ نمبر ۲۲)

(۱۰) آپ خلیفوں کے خاتم تھے

حضرت مسیح موعود تمام خلیفوں کے خاتم تھے۔ جیسے کہ فرمایا:۔ "خلاصہ کلام یہ کہ خدا اکیلا ہے اور ایک ہونیکو دوست رکھتا ہے اسلئے اسکی یکتائی نے چاہا کہ وہ انسان جو خلیفوں کا خاتم ہو۔ اس آدم کے مشابہ ہو جو سب خلیفوں کا پہلا تھا اور مخلوقات میں اول شخص تھا جسمیں خدا کی روح پھونکی گئی تھی" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۶۹)

علاوہ ان مندرجہ بالا دس باتوں کے حضرت مسیح موعود ؑ نے بعض جگہ اپنی نسبت آخری آدم۔ آخری کڑی۔ آخری اینٹ وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں مگر افسوس ہے کہ مجھکو اسوقت کے مواقع یاد نہیں ہے لہٰذا پیش نہیں کر سکا۔

(امر دوم) مسیح موعود دو میں سے دوسرے تھے

حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ دو میں سے دوسرے تھے چنانچہ

(۱) **محمد ثانی** آپ یعنی حضرت مسیح موعود دو محمدوں میں سے دوسرے اور آخری محمد تھے۔ جیسے کہ فرمایا
"پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جسکا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیّدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

پھر فرمایا "اس تقریر سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ)

(۲) **احمد ثانی**۔ آپ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام دو احمدوں میں سے دوسرے اور آخری احمد تھے جیسے کہ فرمایا۔

"پس اللہ تعالےٰ نے اس قول میں ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ دو احمدونکی طرف اشارہ کیا ہے اور ان دونوں کو اپنی نعماء متکاثرہ میں سے ٹھہرایا ہے اول احمد تو احمد مجتبےٰ اور محمد مصطفےٰ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرا احمد احمد آخر الزمان ہے جسکا نام خدا کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود رکھا گیا ہے" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۵)

پھر فرمایا "پس حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نصرِ اسلام اور آخر زمان میں دو احمد پیدا کئے اور انکی طرف اشارہ کیا تکرار لفظ حمد سے اول اور آخر فاتحہ میں اہل اسلام کے لئے اور ایسا ہی کیا تا نصرانیوں پر رد کرے اور آسمان سے دو احمدوں کو نازل فرمایا۔ تاکہ وہ دونوں دیواروں کی طرح اولین اور آخرین کی جماعت کے لئے ہوں" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۹۴)

(۳) **بدر ثانی** - آپ دو بدروں میں سے دوسرے اور آخری بدر تھے جیسے کہ فرمایا:-
"اور خدا تعالےٰ کے اس قول میں کہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ بینا ونکی طرح اس آیت میں نگاہ کرکیونکہ یہ آیت یقیناً دو بدر پر دلالت کرتی ہے اول وہ بدر جو پہلونکی نصرت کے لئے گزرا۔ اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے × × × × × ×
اس آیت کے دو رُخ ہیں اور نصرت دو نصرتیں اور بدر دو بدر ہیں۔ ایک بدر گذشتہ

زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا بدر آیندہ زمانہ سے اسوقت جبکہ مسلمانوں کو ذلت پہنچے جیساکہ اس زمانہ میں دیکھتے ہو۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۳-۱۸۴)

(۴) ختم الرسل کا بعث ثانی - حضرت مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعث میں سے دوسری اور آخری بعث کے مورد تھے - جیسے کہ فرمایا:-

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اسپر نص قطعی آیت کریمہ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے × × × × پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا - کہ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اسصورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کیوقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

پھر فرمایا۔ "اس تقریر سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلعم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا ہے جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۹۴)

پھر فرمایا۔ "غرض جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہوئے۔ تو بعض حدیثوں میں جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آیت کریمہ واٰخرین منہم سے سمجھا جاتا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

پھر فرمایا۔ "واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ پس یہ خبر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث دوم کے متعلق ہی جسکے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔ اسی حدیث سے اسبات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہی جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵)

پھر فرمایا۔ "جیساکہ مومن کے لئے اور دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہی ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

پھر فرمایا۔ "غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے (۱) ایک بعث تکمیل

ہدایت کے لئے (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے × × × × ×" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

(۵) مکمّل ثانی ہدایت ۔ حضرت مسیح موعود دو تکمیلوں یعنی تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت میں سے دوسری اور آخری تکمیل کے انجام دینے والے تھے۔ جیسے کہ فرمایا:-

"تمہیں کسی کو متقدمین اور متاخرین میں سے کلام نہیں کہ اسلامی اقبال کے زمانہ کے دو حصے ہیں (۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جسکی طرف آیت اشارہ فرماتی ہے کہ یتلوا صحفاً مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ (۲) دوسرے تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ جسکی طرف یہ آیت کہ لیظہرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تہا۔ کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں۔ ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی۔ جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور نیز آیت یتلوا صحفاً الخ اسپر گواہ ہیں لیکن اسوقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰) × × × × × سو اسوقت حسب منطوق آیت وآخرین منہم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی × × × × اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اسکے مشابہ تہا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اسکو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جاوے کہ گویا اسکا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور تہا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)

پھر فرمایا "اور ضرور تہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوگئی ایسا ہی تکمیل اشاعت وہدایت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ یہہ دونوں آنحضرت صلعم کے منصبی کام تھے لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اسقدر خلود آپکے لئے غیر ممکن تہا کہ آپ اس آخری زمانہ کو پاتے × × × اسلئے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا۔ کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رُو سے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا۔

یا یوں کہو کہ وہی تہا اور آسمان پر ظلی طور پر آپ کے نام کا شریک تہا × × × × × اس چھٹے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص کو جو مظہر تجلیات احمدیہ و محمدیہ تہا مبعوث فرمایا۔ تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جاوے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

(۶) صاحب منصب ثانی حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کے دو منصبوں میں سے دوسرے اور آخری منصب کے انجام دینے والے تھے جیسے کہ فرمایا:-

"اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالے نے قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے دو منصب قائم کرتا ہے (۱) ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا × × × × (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنیوالا × × × اور تکمیل ہدایت کے لئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا اسلئے یہ پہلی سنت اللہ ہمیں سمجھاتی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی ہے اور ہزار ششم ہے اور علماء کرام اور تمام اکابر ملت اسلام قبول کر چکے ہیں کہ تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوگی

پھر فرمایا:- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تہا اسلئے قرآن شریف کی آیت وآخرین منهم لما يلحقوا بهم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے اس وعدہ کی ضرورت اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ تا دوسرا فرض منصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنے تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپ کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہئے تہا اسوقت بباعث عدم وسائل پورا نہیں ہوگا سو اس فرض کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آمد ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی ایسے زمانہ میں پورا کیا جبکہ زمین کے تمام مومنوں تک اسلام پہنچانے کے لئے وسائل پیدا ہو گئے تھے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)

(۷) سردار خالص محمدی گروہ ثانی حضرت مسیح موعود دو خالص محمدی اور حقیقی منعم علیہم گروہ میں سے دوسرے اور آخری محمدی گروہ کے سردار تھے۔ جیسے کہ فرمایا:-

"اور منعم علیہم کے کامل طور پر مصداق باعتبار کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت احدیت از روئے نص قرآنی اور احادیث متواترہ حضرت مرسل یزدانی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صحابہ اور دوسرا گروہ جماعت مسیح موعود" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۰)

پھر فرمایا۔ "حسب منطوق آیت ثلة من الاولین وثلة من الاخرین خالص محمدی گروہ × × × اسلام میں صرف دو ہی گروہ ہیں یعنی گروہ اولین وگروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت ہے۔" (تحفہ گولڑویہ)

پھر فرمایا۔ "اور چونکہ بحکم کثرت مقدار اور کمال صفائی پر انوار پر ہوتا ہے اسلئے اس صورت میں انعمت علیہم کے فقرہ سے مراد یہی دونوں گروہ ہیں یعنی آنحضرت صلعم مع اپنی جماعت کے مسیح موعود مع اپنی جماعت کے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱)

پھر فرمایا۔ "خلاصہ کلام یہ کہ خدا نے ابتدا سے اس امت میں دو گروہ ہی تجویز فرمائے تھے اور انہی کی طرف سورہ فاتحہ میں انعمت علیہم میں اشارہ ہے (۱) ایک اولین جو جماعت نبوی ہے (۲) دوسرے آخرین جو جماعت مسیح موعود ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱)

پھر فرمایا۔ "خدا کے کلام میں یہ امر قرار یافتہ تھا کہ دوسرا حصہ اس امت کا وہ ہوگا جو مسیح موعود کی جماعت ہوگی اسلئے خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو دوسروں سے علیحدہ کرکے بیان کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ حاشیہ)

پھر فرمایا۔ "تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک کرو جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔" (کشتی نوح)

پھر فرمایا۔ "اور یاد رہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی امت کی دو حدیں مقرر کی ہیں اور فرمادیا ہے کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے جس کے اول میں میرا وجود اور آخر میں مسیح موعود ہے یعنی ایک طرف وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوار روئیں ہے اور دوسری طرف وجود بابرکت مسیح موعود کی دشمن کُش ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶)

پھر فرمایا۔ "آنحضرت صلعم نے یہانتک فرمادیا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں۔ ایک میں اور ایک مسیح اور اسکے درمیان آپ نے فیج اعوج فرمایا ہے۔ جنکی نسبت ارشاد ہے کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔" (لاہور کی تقریروں کا مجموعہ صفحہ ۱۳)

(۸) اسلام کی عزّت قائم کرنے والے

آپ اسلام کی دوسری اور آخری عزّت قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسے کہ فرمایا:۔

"الغرض خدا تعالےٰ نے اسلام کے لئے دو ذلّت کے بعد دو عزتیں رکھی تھیں یہود کے برخلاف کہ ان کے لئے سزا کے طور پر دو عزتوں کے بعد

دو ذلتیں مقرر کی گئیں جیسا کہ بنی اسرائیل کی سورۃ میں ان کے فاسقوں اور ظالموں کا قصہ پڑھتے ہو پس جس وقت مسلمانوں کو پہلی ذلت مکہ میں پہنچی۔ خدا نے ان سے اپنے اس قول میں وعدہ فرمایا اذن للذین یقاتلون آخر آیت تک اور علیٰ نصرہم کے قول سے اشارہ کیا کہ مومنوں کے ہاتھ سے کفار پر عذاب اتریگا۔ پس خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ بدر کے دن ظاہر ہوا۔ اور کافر مسلمانوں کی آبدار تلوار سے قتل کئے گئے۔ پھر دوسری ذلت سے خبر دی اپنے اس قول سے حتّٰی اذا فتحت یاجوج ماجوج الخ × × × × تب آسمان کی نصرت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بغیر تلوار اور بغیر نیزے اور لڑنے والوں کے عزت کے نشان اتریںگے اور اسی کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے ونفخ فی الصّور آخر آیت تک۔ اے عقلمندوں کے گروہ یہ مسیح موعود کی بعثت سے مراد ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷)

(۹) آدم ثانی - آپ یعنی حضرت مسیح موعود دو آدموں میں سے دوسرا اور آخری آدم تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

Digitized by Khilafat Library

"نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے آخیر میں پیدا ہوگا کیونکہ وہ سب سے آخر ہے جیسا کہ آدم سب سے اوّل تھا اور چھٹے دن جمعہ کی آخیر ساعت میں پیدا ہوا۔ اور چونکہ خدا کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس مشابہت سے خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے آخیر میں پیدا کیا گویا وہ بھی دن کی آخری گھڑی ہے اور چونکہ اوّل اور آخر میں ایک نسبت ہوتی ہے اسلئے مسیح موعود کو خدا نے آدم کے رنگ میں پیدا کیا۔ آدم جوڑہ پیدا ہوا تھا اور بروز جمعہ پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح یہ عاجز بھی جو مسیح موعود ہے جوڑہ پیدا ہوا۔ اور بروز جمعہ پیدا ہوا۔ اور اس طرح پیدائش تھی کہ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر اسکے عقب میں یہ عاجز پیدا ہوا۔ اس طرح کی پیدائش ختم ولایت کی طرف اشارہ کرتی ہے" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

پھر فرمایا "اس سے پہلے جب خدا نے آدم کو خلیفہ بنانا چاہا تو فرشتوں نے روکا مگر کیا خدا ان کے قول سے رک گیا۔ اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کرنیکے وقت فرمایا۔ اردت ان استخلف فخلقت اٰدم" (کشتی نوح صفحہ ۸)

پھر فرمایا "اسنے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑہ پیدا کیا جیسا کہ الہام یا ادم اسکن انت وزوجک الجنّۃ

"میں اسکی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ وہ انسان جو آدم ہو جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خلقت کے رو سے جوڑہ پیدا ہوگا یعنے آدم صفی اللہ کی طرح مذکر و مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولیاء ہوگا۔ کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا مولود تھا سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال و تمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو۔ وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اسکی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶)

پھر فرمایا "اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ بھی فرمایا ھو الاول والآخر اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک انسان خدا کی اوّلیت کا مظہر تھا اور ایک انسان خدا کی آخریت کا مظہر ہوگا۔ اور لازم تھا کہ دونوں انسان ایک صفت میں برعایت خصوصیات متحد ہوں۔ پس جبکہ آدم نر و مادہ پیدا کیا گیا۔ اور ایسا ہی شیث کو بھی تو چاہیے تھا کہ آخری انسان بھی نر و مادہ کی شکل میں پیدا ہو۔ اس لئے قرآن کے حکم کے رو سے وہ وعدہ کا خلیفہ اور خاتم الخلفاء جسکو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہنا چاہیئے اسی طور سے پیدا ہونا ضروری تھا کہ وہ توام کی طرح تولد پاوے اسطرح کہ پہلے اس سے لڑکی نکلے اور بعد اسکے لڑکا خارج ہو۔ تا وہ خاتم الولد ہو۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۹)

(۱۰) **مسیح ثانی** ۔ آپ دو موعود مسیحوں میں سے دوسرے اور آخری مسیح تھے جیسے کہ فرمایا:۔

"جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنیوالا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسکو نصوص حدیثیہ و قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم جو کچھ ہے پہلا ہے خدا نے اپنے وعدہ کے موافق مجھے بھیجدیا اب خدا سے لڑو۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پھر فرمایا "بہر حال یہ دونوں فرقے قائل ہیں کہ آنے والا مسیح آخری زمانہ میں آئیگا اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے اسلام نے بھی آخری مسیح کا نام حَکَم رکھا ہے اور تمام دنیا کے مذاہب کا فیصلہ کرنیوالا اور محض اپنے دم سے کفار کو مارنے والا قرار دیا ہے × × × غرض نہ اہل کتاب نہ اہل اسلام اسبات کے قائل ہیں کہ پہلا مسیح آنے والے مسیح سے افضل ہے بلکہ وہ تو دو مسیح قرار دیکر آخری مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں ... وغیرہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

۵۱ ہمارے احباب توجہ کریں ۱۲

پھر فرمایا "وہ مسیح ابن مریم میں کلمۃ اللہ ہونے کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ آخری مسیح بھی کلمۃ اللہ ہے اور روح اللہ بھی۔ بلکہ ان دونوں صفات میں وہ پہلے سے زیادہ کامل ہو" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۹)

پھر فرمایا "جان لو کہ اسمیں یہ راز تھا کہ مسیح ثانی تم میں پیدا ہوگا اور گویا وہ وہی ہوگا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۲۱)

امر سوم۔ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ کی بعثت آخری زمانہ میں ہوئی چنانچہ

(۱) مسیح آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو مسیح آخر الزمان تحریر فرمایا ہے جیسے کہ فرماتے ہیں۔

"پھر جبکہ خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جاوے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

پھر فرمایا "اسی طرح تم میں سے وہ جو مسیح آخر الزمان کی تکفیر کی وجہ سے اُن یہودیوں کے مشابہ ہوگئے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۲۲)

پھر فرمایا "اسی طرح انعمت علیہم سے اس امت کے ابدال کا سلسلہ مراد ہے جنھوں نے مسیح آخر الزمان کی تصدیق کی۔ اور صدق دل سے اسے قبول کیا یعنی اس مسیح کو جس پر یہ سلسلہ ختم ہوا" (خطبہ الہامیہ ۱۲۴)

پھر فرمایا "قرآن کے کلام کا نظام درست نہیں ہوتا سوائے اسکے کہ انعمت علیہم سے مسیح آخر الزمان مراد لیا جاوے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۲۵)

(۲) نبی آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعود اپنے آپکو نبی آخر الزمان قرار دیتے ہیں جیسے کہ فرمایا:۔

"بہر حال یہ آیت (و آخرین منہم لما یلحقوا بہم) آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

پھر فرمایا "خدا نے قرآن شریف میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں مذاہب کے جنگ ہوں گے × × × اور اس فیصلہ کے کرنیکے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا۔ وہ قرنا کیا ہے وہ اسکا نبی ہوگا۔ جو اسکی آواز کو پاکر اسلام اور توحید کی طرف لوگوں کو دعوت کریگا" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۸)

(۳) رسول آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو آخری زمانہ کا رسول یعنے رسول آخر الزمان بھی قرار دیدیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آئے ہیں × × × تو پھر کیونکر ممکن ہو کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہو اور تمام عالم پر محیط ہونے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

پھر فرمایا "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

(۴) احمد آخر الزّمان حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو احمد آخر الزمان قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا:۔

احمد آخر زمان نام من است ✤ آخریں جامے ہمیں جام من است

پھر فرمایا "وہ آیت مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ میں یہ اشارہ ہو کہ آنحضرت صلعم کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ہوگا گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (اربعین ۳۰ صفحہ ۲۲)

پھر فرمایا "یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئینگے۔" (اشتہار)

پھر فرمایا "ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی (مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا تھا بھیجا گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳)

پھر فرمایا "اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنیکا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات کے ایام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنیکا زمانہ ہے × × × × خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنے جمالی رنگ دکھلانا چاہا سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسے کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہو" (تصانیف اربعین ۴ صفحہ ۱۵)

پھر فرمایا "اور یہ دونوں اسم (اسم محمد و اسم احمد) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں پھر بعد میں اسکے ایک شخص کو بطور مستعار دئے جاتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کے لئے

"ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں پھر بعد میں اسکے اس شخص کو بطور مستعار دئے جاتے ہیں آنحضرت صلعم کے لئے بطور اظلال اور آثار ہوا جس شخص کو ان ناموں میں سے ایک چنگاری دیجئی تو اسکا دل کئی قسم کے نوروں میں سے روشن کیا گیا اور رسول مختار کے لب مبارک پر جاری ہوا تھا۔ کہ خدا آخری زمانہ میں ایک اپنے بندے میں یہ دونوں صفتیں جمع کر دیگا" (نجم الہدیٰ صفحہ ۴)

(۵) خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو آخری زمانہ کا خاتم الخلفاء یعنی خاتم الخلفاء آخر الزمان قرار دیا ہے جیسے کہ فرماتے ہیں:۔

"یہ زمانہ وہی آخری زمانہ ہے کہ جس کا ذکر قرآن میں ہے اور مقرر ہو گیا کہ یہ وقت وہی وقت ہو کہ جس میں خاتم الخلفاء کا مبعوث ہونا ضروری ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۷۲)

(۶) مجدد الف آخر۔ حضرت مسیح موعود آخری زمانہ کے مجدد اور مجدد الف آخر بھی تھے۔ جیسے کہ فرمایا۔ "وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴)

پھر فرمایا۔ "یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

(۷) امام آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعود امام آخر الزمان بھی تھے جیسے کہ فرماتے ہیں:۔

"حالت فاسدہ زمانہ کی یہی چاہتی ہے کہ ایسے گندے زمانہ میں جو امام آخر الزمان آوے وہ خدا سے مہدی ہو اور دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو اور نہ کسی کا مرید ہو" (اربعین صفحہ ۱۲)

پھر فرمایا۔ "اور نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ تھا کہ امام آخر الزمان میں یہ دونوں صفتیں اکٹھی کیجائینگی" (اربعین ص۱۱ حاشیہ)

(۸) مہدی آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان قرار دیا ہے۔ جیسے کہ فرماتے ہیں:۔

"اور مہدی آخر الزمان کے لئے جس کا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونیکے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا از بس ضروری ہے" اربعین ۲ صفحہ ۱۱)

(۹) ابراہیم آخر الزمان۔ حضرت مسیح موعودؑ ابراہیم آخر الزمان بھی تھے جیسے کہ فرمایا:۔

"ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ اسطرف اشارہ کرتی ہو کہ جب امت محمدیہ میں بہت سے فرقے ہو جائینگے تب آخری زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان

"سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا" (اربعین ۳ صفحہ ۳۲)

(۱۰) **کرشن آخر الزّمان** حضرت مسیح موعود آخری زمانہ کے کرشن یعنی کرشن آخر الزّمان تھے جیسے کہ فرمایا "ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جسکو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں اسکا نام بھی مجھے دیا گیا۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں۔ وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵)

(**امر چہارم**) حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے کہ آپ پر تمام کمالات انسانیہ کا خاتمہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ:۔

(۱) **تمام کمالات انسانیہ کا خاتم** حضرت مسیح موعود اس مقام پر نازل ہوئے ہیں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دُور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو ان سے کچھ اطلاع ہو سکے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹)

پھر فرمایا۔ "اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ہاتھوں سے بہت دور ہے اور میری اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی اور یہ قدم میرا خدا تعالےٰ کی راہ میں تیز چلنے والے اونٹوں سے تیز تر ہے پس مجھ کو کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰)

پھر فرمایا۔ "نہاں اندر نہاں اندر نہاں اندر نہاں ہستم + کجا باشد خبر از من گرفتاران نخوت را

پھر فرمایا "بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد + میرے باطن کی نہیں انکو خبر اک ذرّہ وار"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۱)

(۲) **آنحضرت کی روحانیت کا انتہائی کمال** حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی روحانیت کا آخری سرا اور ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال تام رکھتے ہیں جیسے کہ فرمایا۔

"مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے اور جلالی جلوں میں نازل ہُوا ہے اسی لئے خدا کے نزدیک

اسکا ظہور نبی مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اسکا زمانہ رسول کریم کے زمانۂ معراج کا منتہا اور خیر الوریٰ کی روحانی تجلی کا آخری سر اشمار کیا گیا ہے اور جہان کے پروردگار کا یہ پختہ وعدہ تہا۔ اور چونکہ مسیح موعود نبی کریم کے وجود کا آئینہ اور برکات کی اشاعت اور تمام دینوں پر اسلام کے غلبہ سے آنجناب کے امر کو تمام کرنے والا تہا۔ لہٰذا نبی کریم نے اسکی کوشش کو پسند کیا جیسا کہ باپ بیٹوں کی کوشش کا شکر ادا کرتا ہے اور وصیت فرمائی کہ آنجناب کا سلام اسکو پہنچایا جاوے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰۰)

پھر فرمایا۔ "اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا۔ اور مقدر یوں تہا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے پس خدا تعالےٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو پس انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے خدا تعالےٰ کے اس قول میں کہ لقد نصرکم اللہ ببدر" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۴)

پھر فرمایا "اور اسی لئے خدا تعالےٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے صدیوں کے شمار کو رسول کریم کی ہجرت کے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تا وہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال تام رکہتا ہے۔ دلالت کرے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۲)

پھر فرمایا "اس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہیٰ نہ تہا بلکہ اسکے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تہا* چھٹے دن کے آخر میں احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

پھر فرمایا۔ "اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تہا پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۸)

پھر فرمایا "بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودہویں رات کے چاند کی مانند ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

مسیح کا قدم ایسے منار پر جس پر سب بلندیاں ختم ہیں

(حضرت مسیح موعود کا قدم ایسے منار پر ہے جس پر جا کر ترقیات کی سب بلندیاں ختم ہوتی ہیں جیسے کہ فرمایا۔ "میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت

* پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیسا کہ آدم

کیساتھ بھیجا گیا ہوں اور یہ میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے جو اسپر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

پھر فرمایا۔ "آنچہ داد است ہر نبی را جام ✤ داد آں جام را مرا بتمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ✤ من بعرفان نہ کمترم زکسے

وارث مصطفےٰ شدم بہ یقین ✤ شدہ رنگیں بہ رنگ یارِ حسین

آں یقینے کہ بود عیسےٰ را ✤ بر کلامے کہ شد برو القا

واں یقین کلیم بر تورات ✤ و آں یقین ہائے سید السادات

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ✤ ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(نزول المسیح صفحہ ۹۹-۱۰۰)

(جامع جمیع کمالات محمدیہ - حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ تھے

جیسے کہ فرمایا۔ "میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے × × × میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

پھر فرمایا۔ "میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں" (ایک غلطی کا ازالہ)

پھر فرمایا۔ "ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا"

پھر فرمایا۔ "میں نبی اور رسول ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے" (نزول المسیح صفحہ ۳)

پھر فرمایا۔ "خدا تعالے نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہانتک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا" (نزول المسیح صفحہ ۳)

پھر فرمایا۔ "۔ ۔ ۔ خدا تعالے نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کیساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوۃ محمدی اسمیں رکھدی تا ایک معنوں سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے" (نزول المسیح صفحہ ۴)

( ) **مسیح موعود جامع کمالات متفرقہ انبیاء** حضرت مسیح موعود جامع کمالات متفرقہ اور مظہر کمالات جمیع انبیاء علیہم السلام تھے جیسے کہ فرمایا:۔

"ایسا ہی خدا نے اور اسکے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالٰے کے نبیوں نے اسکی تعریف کی ہے اور اسکو تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔" (نزول المسیح ۴۸)

پھر فرمایا "جس شخص کو خدا نے مسیح موعود بنایا صدہا نشان دیئے اور اسکو رسول اللہ صلعم نے ائمہ اہلبیت میں سے ٹھہرایا اور اسکو مظہر صفات جمیع انبیاء ٹھہرایا۔ اسکی نسبت یہ زبان درازیاں کرنا خدا اور رسول پر حملہ کرتا ہے۔" (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۴۹)

پھر فرمایا۔ "قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے اور جامع کمالات متفرقہ ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸-۴۹)

( ) **صفت مظہریت کے خاتم** حضرت مسیح موعود صفت مظہریت کے خاتم تھے۔ جیسے کہ فرمایا "جس شخص کو خدا نے آدم سے لیکر یسوع مسیح تک مظہر جمیع انبیاء قرار دیا تھا یعنی الف سے لیکر حرف یا تک اور پھر تکمیل دائرہ کی غرض سے الف آدم سے لیکر الف احمد تک صفت مظہریت کا خاتمہ کیا تھا اسی پر لعنتوں کی مشق کی۔" (نزول المسیح صفحہ ۲)

پھر فرمایا "آدمم نیز احمد مختار ⁂ در برم جامۂ ہمہ ابرار
کارہائے کہ کرد با من یار ⁂ برتر آں وفتر است از اظہار
آنچہ داد است ہر نبی را جام ⁂ داد آں جام را مرا بتمام (نزول المسیح ۹۹)

( ) **منعم علیہم سے فرد اکمل** حضرت مسیح موعود منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کئے گئے تھے جیسے کہ فرمایا:۔

"توبہ کی طرف جلدی کرو اور میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔ یہ فخر اور ریا نہیں خدا نے جیسا چاہا کیا۔ پس کیا تم خدا کے ساتھ لڑتے ہو۔ اور میں ہی مسیح موعود ہوں جس کا آنا آخر زمانہ میں خدا کی طرف سے مقدر تھا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

( ) **ہر نبی کی شان اپنے اندر رکھنے والا** حضرت مسیح موعود کے وجود میں کل انبیاء کے نمونہ موجود ہیں۔ اور آپکو کل انبیاء علیہم السلام کے نام عطا ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کئے جاویں۔ سو وہ میں ہوں" (براہین نمبر ۵ صفحہ ۹۰)

پھر فرمایا: "خدائے حکیم و علیم نے وضع دنیا ودین رکھی ہے یعنی بعض نفوس بعض کے مشابہ ہوتے ہیں نیک نیکوں کے مشابہ اور بد بدوں کے مشابہ مگر با ایں ہمہ یہ امر مخفی ہوتا ہے اور زور شور سے ظاہر نہیں ہوتا لیکن ہر آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا۔ تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو پس اسنے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھا دیا چنانچہ آدم۔ ابراہیم۔ نوح۔ موسیٰ۔ داؤد سلیمان یوسف۔ یحییٰ۔ عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس امت میں پیدا ہوئے یہانتک کہ سب سے آخر مسیح پیدا ہو گیا۔ اور جو میرے مخالف تھے انکا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔" (حاشیہ نزول المسیح صفحہ ۴)

پھر فرمایا: "اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا ہے کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲)

پھر فرمایا: "تمام نبیوں کے نام میرے نام رکھے مگر مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی جو اسپر نہیں کی گئی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

پھر فرمایا: "آدم سے لیکر اخیر تک جسقدر نبی گزر چکے ہیں سب کے نام میرے نام رکھدیئے اور سب سے آخری نام میرا عیسیٰ موعود اور احمد اور محمد مہدی معہود رکھا۔ ان دونوں ناموں کے ساتھ بار بار مجھے مخاطب کیا۔ ان دونوں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کر کے بیان کیا گیا ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۳)

پھر فرمایا: "میرے لئے ابن مریم ہونا پہلا زینہ تھا۔ مگر میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں۔ بلکہ اور بھی میرے نام ہیں × × × اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا × × × اور میری نسبت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرائے میں سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے۔ اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہو" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴-۸۵)

(نوٹ) الغرض حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ تھے اور مظہر صفات جمیع انبیاء علیہم السلام تھے اور مسمّی بہ اسماء کل انبیاء علیہم السلام تھے اور آپکا نام خدا نے رسل رکھا ہے اسلئے یہ کہنا کہ آپ انسانی کمالات کے خاتم اور روحانی سلسلے کے شہنشاہ تھے۔ غلط نہیں ہے۔

( ) **آخری جنگ کا مدافع** حضرت مسیح موعود ضلالت اور ہدایت کے آخری جنگ کیوقت مبعوث ہوئے اور چونکہ مدافعت بقدر حملہ دشمن ہوتی ہے اسلئے آپکا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے اور آپ میں وہ تمام قوتیں اور طاقتیں تھیں جس سے آپ متصف ہو کر اس آخری اور اس عظیم الشان جنگ کی مدافعت کے لئے عظیم الشان رسول اور نبی آخر الزمان مقرر کئے گئے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے اور میری وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے اور خدا اسوقت وہ نشان دکھائیگا جو اسنے کبھی دکھائے نہیں۔ گویا خدا زمین پر خود اتر آئیگا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

پھر فرمایا۔ "یقیناً سمجھو کہ یہ وہی وعدہ پورا ہوا ہے جو قدیم سے خدا کے پاک نبی کرتے آئے ہیں آج خدا کے مرسل اور شیطان کا آخری جنگ ہے اور یہ وہی وقت ہے اور وہی زمانہ ہے جیسا کہ دانیال نبی نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا تھا" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۴)

پھر فرمایا۔ "چونکہ احمد کا نام خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اسلئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتحیابی ہوتی ہے اور ایسا ہی آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو اور پھر اس کے مقابل پر وہ اسم بھی ظاہر ہو جو خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد۔ اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کے آخری حصہ مقرر کیا گیا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷)

پھر فرمایا۔ "چونکہ بلاشبہ سچائی کا جھوٹ کے ساتھ یہ آخری جنگ ہے اسلئے یہ زمانہ بھی اسبات کا حق رکھتا تھا۔ کہ اسکی اصلاح کے لئے کوئی خدا کا مامور آوے پس وہ مسیح موعود ہے جو موجود ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۸۷)

پھر فرمایا۔ "خدا تعالےٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے۔ خدا نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو

غفلت میں پاکر پھر اپنے عہد کو پورا کیا۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱)

(امر پنجم) مسیح موعود صاحبِ افاضہ - حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری تھے جس سے آپکا صاحب خاتم ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی آپ صاحبِ افاضہ تھے بجز آپکی مہر کے کوئی فیض آئندہ کسی کو نہیں مل سکتا۔ چنانچہ (۱) صاحبِ افاضہ ہونیکے اعتبار سے آپ یعنی حضرت مسیح موعود خاتم الاولیاء تھے جیسے کہ فرمایا:- "اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سیّد آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء تھے اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ اور میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

پھر فرمایا۔ "خدا نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور اسباب کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔" (براہین حصّہ ۵ صفحہ ۷۹)

(۲) خاتم الائمہ - صاحبِ افاضہ ہونیکے معنوں میں آپ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاتم الائمہ ہیں جیسے کہ فرمایا:-

المهدی الذی هو آدم الامة وخاتم الائمة۔ یعنی مہدی اس امت کا آدم اور خاتم ائمہ ہے۔" (سر الخلافہ صفحہ ۳۵)

پھر فرمایا۔ "فانه صرح فی سورة النور بقوله منكم بان خاتم الائمة من هذه الملة۔" (ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ ب)

پھر ایک اور جگہ فرمایا:-

"ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جسمیں ہم ہیں اور چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزّمان اسکے سر پر پیدا ہو اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی خاتمہ ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

(نوٹ) ان تین حوالوں کے پڑھنے سے یہ بات حل ہو جاتی ہے کہ آپ یعنی حضرت مسیح موعود کن معنوں میں خاتم الائمہ ہیں آیا ان معنوں میں کہ آپ کے بعد کوئی امام نہیں یا ان معنوں میں کہ آپ کے بعد بھی وہ امام بن سکتا ہے۔ جو آپ کے لئے بطور ظل کے ہو۔ پس حضرت مسیح موعود کا خاتم الائمہ ہونا اس بات کی

طرف اشارہ کرتا ہو کہ آپ یعنی مسیح موعود صاحب خاتم اور صاحب افاضہ ہیں اور آپکی پیروی کمالات امامت بخشتی ہے اور آپکی روحانی توجہ امام تراش ہے۔

(۳) **خاتم الخلفاء**۔ صاحب افاضہ ہونیکے اعتبار سے آپ یعنی حضرت مسیح موعود خاتم الخلفاء ہیں جیسے کہ فرمایا۔

"خدا نے مجھے خبر دی ہی کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہو لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کے رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیے خاتم الخلفاء تھا موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں" (کشتی نوح صفحہ ۱۶)

پھر فرمایا "براہین میں میرا نام عیسےٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا" (اعجاز احمدی صفحہ ۲)

پھر فرمایا "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسکا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہو اور اسکو سلام کہا ہے اور اپنا دوسرا بازو اسکو قرار دیا ہو اور خاتم الخلفاء ٹھہرایا ہے" (نزول المسیح صفحہ ۱۷)

پھر فرمایا "اگرچہ اس عاجز کو کیسا ہی تحقیر کی نظر سے دیکھا جاوے مگر خدا نے اس آیت کا خاتم الخلفاء اسی اپنے بندے کو ٹھہرایا ہو" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۶)

پھر فرمایا "اسباب نے تقاضا کیا کہ سلسلہ محمدیہ کے آخر میں وہ خلیفہ آوے جو عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو ×× × × اور واجب ہُوا کہ یہ خلیفہ جو خاتم الخلفاء ہو قریش میں سے نہ ہو اور تلوار نہ اٹھاوے اور جنگ کا حکم نہ کرے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۶)

پھر فرمایا "قرآن شریف جس شخص کا نام خاتم الخلفاء رکھا گیا ہے اسی کا نام احادیث میں مسیح موعود رکھا گیا ہے۔ تقریر حجۃ اللہ صفحہ ۲

الغرض حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو متعدد مرتبہ خاتم الخلفاء لکھا ہو لیکن اسکے یہ معنی ہیں کہ آیندہ کوئی خلیفہ نہیں ہوگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیضِ خلافت کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہو (الف) "میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کے مظہر ہونگے (الوصیّۃ صفحہ ۷) (ب) حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا × × × × اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ ضرور نبوت ان سے منتقل ہو جائے گی مگر اس امت کا مسیح مذکر اور مونث توام پیدا ہوا ہے۔ اور مادہ انثیت سے علیحدہ کر دیا

گیا ہے اور اسمیں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس گروہ میں بہت مرد پیدا کریگا جو صاحب صدق اور صفا ہونگے (خطبہ الہامیہ حاشیہ ص۱۵) (ت) اور پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسا شخص پیدا کریگا جو اسکا جانشین ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲) (ث) ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفاءہ الی ارض دمشق حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷

پس ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود صاحب افاضہ ہونیکے معنوں میں بھی خاتم الخلفاء ہے۔

(۴) خاتم المصلحین - صاحب افاضہ ہونیکے معنوں میں آپ یعنی حضرت مسیح موعود خاتم المصلحین بھی تھے جیسے کہ فرمایا "غرض آنے والے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے دو جوہر عطا کئے گئے ہیں ایک علم الہدیٰ × × × دوسرے تعلیم دین الحق۔" (اربعین ۲ صفحہ ۱۰)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود اپنے آپکو خاتم المصلحین قرار دیتے ہیں لیکن نہ ان معنوں سے کہ آپکے بعد کوئی مصلح نہیں ہوگا بلکہ ان معنوں سے کہ آپ کے بعد جو مصلح ہوگا وہ آپ سے ہوگا اور آپ کے فیض سے پروردہ ہوگا اور آپکے وعدے اس کو ظاہر کیا ہوگا۔ چنانچہ آپنے ایک مصلح موعود لڑکے کی پیشگوئی بھی کی ہوتی ہے۔ (دیکھو سبز اشتہار) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان معنوں میں خاتم المصلحین نہ تھے جس سے آپکے بعد کسی مصلح کا آنا ممتنع ہو جاوے بلکہ آپ ان معنوں میں خاتم المصلحین تھے کہ جس سے آپکا صاحب افاضہ اور صاحب خاتم ہونا ثابت ہوتا ہے

(۵) خاتم الاولاد - آپ یعنی مسیح موعود خاتم الاولاد تھے جیسے کہ فرمایا :-

"تمام صوفیوں کا خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوری ہیں مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئیگا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اسکے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کریگی باستثناء ان فرزندوں کے جو اسکی حیات میں ہوں۔" (تریاق القلوب ص۱۵۷)

(۶) یوسف ثانی - حضرت مسیح موعود ایک جگہ اپنے آپکو ان معنوں میں یوسف قرار دیتے ہیں جن سے آپکا صاحب افاضہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا :-

"خدا تعالیٰ نے مجھے یوسف قرار دیکر یہ اشارہ فرمایا ہے کہ آئیندہ بھی میں ایسا ہی کرونگا اور اسلام اور غیر اسلام میں روحانی غذا کا قحط ڈالدونگا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائینگے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لیجاوینگی اور اسی بندہ درگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا پس وہ لوگ جو اس روحانی موت سے بچنا چاہینگے

"وہ اسی بندہ حضرت عالی کی طرف رجوع کرینگے" (براہین نمبر ۵ صفحہ ۷۹)

پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپکو ایک یوسف لڑکے کی بشارت بھی دے رکھی ہے جو حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا اور وہ وہی ہے جو آج ہم میں بفضلہ تعالیٰ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ قائم کیا گیا ہے جسکا نام نامی و اسم گرامی حضرت فضل عمر رض خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔ اللہم ایدہ اللہ بروح القدس

(۷) **خاتم کمالات محمدیہ**۔ صاحب افاضہ ہونیکے اعتبار سے آپ خاتم کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ بھی تھے یعنی نبوت محمدیہ کے چشمہ سے پانی لینے کیلئے بجز آپکی کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی اسوقت کھلی نہیں جیسے کہ فرمایا

"اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اب اس نبوت کے مقابل پر تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات کیساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے اور کوئی کھڑکی باقی نہیں" (ایک غلطی کا ازالہ صـ ۶)

(۸) **خاتم کمالات مسیحیت**۔ حضرت مسیح موعود ایک جگہ اپنے آپکو خاتم کمالات مسیحیت بھی قرار دیتے ہیں جس سے آپکا صاحب افاضہ ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا:۔

"اور یہ زمانہ خیر و شر کا آخری زمانہ ہے اور اسکے بعد کوئی زمانہ فضل و مرتبہ میں اس جیسا نہیں ہو سکتا اور جب ہم دنیا سے گذر جاوینگے پھر مابعد اسکے قیامت تک کوئی مسیح نہیں نہ ہی کوئی آسمان سے نازل ہوگا اور نہ ہی کوئی غار سے آئیگا بجز اسکے جو اولاد کی بابت خدا تعالےٰ نے مجھے فرمایا" (اعجاز المسیح صـ ۱۱)

چنانچہ خدا تعالےٰ نے آپکی اولاد میں سے ایک مسیحی نفس لڑکے کی بشارت دی ہوئی ہے۔ اگرچہ مضمون کسی قدر لمبا ہو گیا ہے لیکن اگر سچ پوچھو تو جو حق ادا کرنیکا تھا۔ وہ ابھی تک ادا نہیں ہو سکا اور ہو بھی کسطرح سکتا ہے جبکہ خدا تعالےٰ کی وحی انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق صاف طور سے اسبات کی گواہی دے رہی ہے کہ مسیح موعود کی وہ شان جو خدا کے دربار میں آپکو حاصل ہے انسانی کلام یا قلم اسکو کما حقہ ہرگز بیان نہیں کر سکتی لیکن با اینہمہ اس امر کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح موعود کو براہ راست طریق سے نہیں ہیں۔ بلکہ بموجب وحی الٰہی کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم۔ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضیافتہ اور شاگرد ہیں پس ان تمام باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے جو مسیح موعود کے حق میں ثابت ہیں ہم بڑے زور سے اسکو ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعی اور حقیقی معنوں میں خاتم النبیین

یقین کرتے ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک بجز آپ کے ہی وجود کے کسی دوسرے غیر کو نبی اور رسول نہیں مانتے ہاں حضرت مسیح موعود چونکہ آنحضرت صلعم کا وجود اور آپکی بعثت ثانیہ کے مورد ہیں اسلئے نبی ہیں ہم مسیح موعود کو آنحضرت صلعم سے الگ نہیں مانتے بلکہ آپکو محمد ہی مانکر محمد کی نبوت کو محمد تک ہی محدود رکھتے ہیں اس طرح سے بہر حال آنحضرت صلعم ہی نبی اور رسول رہے کیونکہ مسیح موعود بموجب نص صریح آیت کریمہ وآخرین منہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہیں اسلئے یہ کہنا کہ آپ یعنی حضرت مسیح موعود نبی آخر الزمان ہیں آنحضرت صلعم کے لئے کوئی غیرت کی جگہ نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے لئے نبی آخر الزمان کا مفہوم تحقق نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ حضرت مسیح موعود کو نبی آخر الزمان تسلیم نہ کیا جاوے۔

بالآخر ہم اس بات کو نہایت زوردار الفاظ میں بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف میں گو حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے لیکن آخری کا لفظ بلا کسی استثناء کے آنحضرت صلعم کے بعثت ثانیہ کے مورد حضرت خاتم الخلفاء مسیح موعود علیہ السلام کیلئے خاص کیا گیا ہے چنانچہ قرآن شریف کی نصوص صریحہ اس بات کی شاہد ہیں جیسے کہ

(۱) وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ بہر حال یہ آیت نبی کے ظاہر ہونیکی نسبت ایک پیشگوئی ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

(۲) ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین حسب منطوق آیت ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین خالص محمدی گروہ × × اسلام میں صرف دو ہی ہیں یعنی گروہ اوّلین اور گروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱)

(۳) ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔ پس اللہ تعالےٰ کے اس قول میں دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے۔ اول احمد تو محمد مصطفےٰ × × اور دوسرا احمد احمد آخر الزمان ہے جس کا نام خدا کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود رکھا گیا ہے۔" اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۵

(۴) وبالآخرۃ ھم یوقنون۔ دیکھو شہادت حلفیہ مولوی شیر علی صاحب بی اے مندرجہ الکلمۃ الفصل

(۵) وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے اخیر میں یعنی ان دنوں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہے (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

(۶) ھو الاول والآخر۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک انسان خدا کی اولیت کا مظہر تھا۔ اور ایک انسان خدا کی آخریت کا مظہر ہوگا (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۹)

پس آیات مندرجہ بالا میں صاف اور صریح طور پر آخری کا لفظ حضرت مسیح موعود پر اطلاق پاتا ہے پس حضرت مسیح موعود کا نبی آخر الزمان ہونا ایسا بدیہی اور صاف ظاہر ہے کہ جس سے کسی صورت میں بھی انکار نہیں ہو سکتا لیکن تاہم حضرت مسیح موعود ان معنوں میں ہرگز نبی آخر الزمان نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ آپ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہو کر نبی آخر الزمان تھے یا آپ آنحضرت صلعم سے علیحدہ ہو کر کوئی اپنی مستقل اور حقیقی نبوت کے مدعی تھے حاشا کلا۔ لیکن چونکہ آپ بموجب آیت کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء تھے اسلئے آپکا نبی آخر الزمان ہونا آنحضرت صلعم کے لئے غیرت کی جگہ نہیں بلکہ ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب مبین میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلعم کا مظہر تام اور بروز کامل ہوگا اور نہ نام اور کام اور مقام میں عین محمد ہوگا اسلئے اسکا نبی آخر الزمان کہلانا کیا بوجہ ظہور محمد صلعم ہونیکے اور کیا بلحاظ سب سے آخر ہونیکے اور کیا بلحاظ نعمائے حضرت احدیت کے ضروری اور لازمی ٹھہرا۔ والسلام۔ خاکسار محمد سعید سعدی از لاہور

(ایڈیٹر) یہ مضمون نامکمل رہیگا اگر اسکے ساتھ مواہب الرحمن کا حوالہ نہ دیا جائے حضرت اقدس فرماتے ہیں وکون عیسٰی من غیر اب وبلا والد دلیل علیٰ ما ذکرنا بالدلالۃ القاطعۃ واشارۃ الیٰ قطع تلک السلسلۃ الاسرائیلیۃ فلا یجیٔ نبی من الیہود ولا تکثیر الاحادیث فی دورۃ النبوۃ المحمدیہ یعنے عیسٰے کے بغیر باپ ہونے میں یہ اشارہ ہے کہ اسرائیلی سلسلہ منقطع ہوا۔ اب کوئی نبی سلسلہ موسویہ میں نہیں آئے گا پھر ارشاد ہوتا ہے واما المسیح المحمدی فلہ اب وللہ من العنایات الالٰہیۃ کما کتب انہ یتزوج ویولد لہ من الرحمۃ فکانت ھذہ اشارۃ الیٰ دوام السلسلۃ المحمدیۃ وعدم انقطاعھا الیٰ یوم القیمۃ یعنی محمدی مسیح کو اولاد بخشی یہ اشارہ سلسلہ محمدیہ کے دوام کی طرف ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ مسیح اسرائیلی کے بعد اولیاء تو نبی کریم کی بعثت وانکار سے پہلے تک ہوتے رہے اسلئے فلا یجیٔ نبی فرمایا اور ادہر سلسلہ محمدیہ میں اولاد مسیح میں برکات نبوت کی نفی نہیں فرمائی فتدبروا۔

حضرت حکیم الامۃ کے مجربات

دافع ذیابیطس قیمت فیڈبیہ دو روپیہ عار مقوی بے نظیر قیمت فیڈبیہ عار
دافع جریان قیمت فی ڈبیہ عہ/ اکسیر بواسیر قیمت فیڈبیہ عہ/ سرمہ زنگاری قیمت فی شیشی عہ/ مدر طمث قیمت فیڈبیہ عہ/ مقوی معدہ قیمت فیڈبیہ عہ/ حبوب دافع طحال قیمت فیڈبیہ عہ/ سفوف مصفی خون قیمت فیڈبیہ عہ/ سفوف دافع سوزاک قیمت فیڈبیہ عہ/ مقوی دندان فیڈبیہ ۸/ دوائی خارش۔ قیمت فیڈبیہ ۸/

درخواستیں بنام مینیجر تشحیذ قادیان دارالامان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ

کافوری جنتری

سنہ ۱۹۱۶ء

سنہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھوں کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کر دیجائیگی

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر و غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی سمجھ جیسی جسکو سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی بہت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنیکی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی گولیاں ہیں آپ بھی آزمایش کر کے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو پیدا کرتی ہیں جوانی میں بے اعتدالی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے یہ سب شکایتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں -

لال شربت لال شربت لال شربت

اگر آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلا دیں - کلیجہ کی کمزوری و کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلا دیں - پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور سرخ رنگ ہونیکی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہیں - آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرا کے آزمایش کرا لیجئے - قیمت ۱۲ ار فی شیشی محصول ۱۸ر

Digitized by Khilafat Library

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر
وأولئك هم المفلحون

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۱ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۶ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۳

فہرست مضامین

احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت ۱-۴۲ اکمل

ریویوز ۴۳-۴۴ //

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ
غیر ممالک سے ۸؍

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔ اور چوہدری عبدالسلام صاحب مینیجر تشحیذ قادیان سے شائع کیا

[illegible]

وی پی واپس کرنیوالے

جن اصحاب نے فروری کے رسالے کے وی پی واپس فرمائے ہیں وہ مہربانی فرماکر اپنے اپنے ذمہ کا چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر ادا فرمائیں۔ روپے کی سخت ضرورت ہے۔ جس کاغذ پر پہلے چار روپے فی رم قادیان تک منگوانے میں خرچ ہوتا تھا۔ اب اس پر ۱۲ روپے فی رم خرچ ہوا کریگا۔ گویا دس روپیہ ماہوار خرچ بڑھ گیا۔ اب احباب چندہ بھی نہ دیں۔ اور دو تین سو کے قریب خریداری بھی چھوڑ دیں۔ تو رسالہ کیونکر چل سکتا ہے۔ اگر رسالہ کا جاری رکھنا منظور ہے تو مہربانی فرماکر خوش معاملگی سے کام لیں۔ اور خریداری قائم رکھیں اور کم از کم تین سو نئے خریدار دیں ورنہ مشکل ہے ۔

مندرجہ ذیل کتب منگوالیں

در ثمین اردو	۵/	ادعیۃ الاحادیث	۳/	طبیب روحانی	۱/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱/	ادعیۃ القرآن	۲/	مجموعہ الہامات حضرت اقدس	
ہدایات درباره معاملات	۱/	خطبات نور حصہ اول و دوم	۱۰/	حصہ اول کشوف ہر حصہ	۸/
ثنائی ہرزہ درائی	۲/	ثنائی چکر	۱/	علمائے خلف	۲/
ختم نبوت کی حقیقت	۸/	تذکرۃ المہدی	۱۲/	اسرار روایات کربلا	۱/
حقیقت نماز	۶/	القار ربانی	۶/	البلاغ المبین	۱/
نعمۃ الکمل حصہ دوم	۲/	غلامی	۳/	عصمت الانبیاء	۲/
" " " سوم	۱/	عمدۃ الاحکام	۸/		

حیدرآبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ

مولانا میر محمد سعید صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ نے مکمل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے۔ اور اخیر میں تفسیری نوٹ دئے ہیں جو آپ سے سبقاً پڑھ کر لکھے گئے ہیں۔ آپ کے درس کے نوٹوں اور دیگر بزرگان سلسلہ کی تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ہمارے احباب جب تک ترقی اسلام کی طرف سے مکمل ترجمہ قرآن شریف شائع نہیں ہوتا۔ اور انہیں مکمل ترجمہ قرآن کی ضرورت کی وجہ دوسرے ... مترجم قرآن خریدنے پڑتے ہیں یہ احمدی ترجمہ و تفسیر خریدیں - پر دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَاٰمِنُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا (النساء)

احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت

صداقت ثابت کرنے کے دو طریق

حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت بالعموم تین طور پر دیا جاتا ہے۔ **ایک طریق** تو یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اُمت محمدیہ میں مبعوث ہونے کا وعدہ ہے۔ پس اس چودھویں صدی کے سر پر کس نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور پھر کس نے اپنے اس دعویٰ کے مطابق تجدید دین کا فرض بجا لایا۔ اور مظفر و منصور اللہ تعالیٰ کی جناب میں مرفوع ہوا ؞

دوسرا طریق یہ ہے کہ اسلام میں مسیح موعود آخری زمانے میں نازل ہونے کا وعدہ ہے، اب پہلے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ عیسیٰ جو آنیوالا ہے۔ آیا وہی عیسیٰ بن مریم ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پیشتر یوروشلیم میں ظاہر ہوا۔ یا کوئی عیسیٰ کی خو بو پر اُمت محمدیہ کا ایک فرد مبعوث ہونیوالا

تھا۔ سو جب قرآن مجید میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ بن مریم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مانند وفات پاکر زمین میں مدفون ہو چکا ہے۔ اور حقیقی مُردے پھر دُنیا میں نہیں آتے۔ تو لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ اس آنیوالے عیسیٰ بن مریم سے مُراد اُمّتِ محمدیہ کا کوئی فردِ اکمل ہے۔ جو عیسوی صفات کا مظہر و بروز ہو ؞

امام بخاری کا لطیف اِستدلال وفاتِ مسیح پر

چنانچہ صحیح البخاری تیرھویں پارہ کتاب بدء الخلق میں پہلے تو یہ حدیث ہے:-

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم × × × × × × ثُمَّ یُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِی ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَیْحَابِی فَیُقَالُ اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ الی قوله العزیز الحکیم × × × × قَالَ ھُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰی عَھْدِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَاتَلَھُمْ اَبُوْبَکْرٍ۔

فرمایا۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے × × × × × کہ آدمی حشر کئے جائینگے × × × میرے اصحاب سے کچھ تو دہنی طرف بہشت میں لیجائے جائینگے اور کچھ بائیں طرف (دوزخ میں) تو میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں تو مجھے بتایا جائے گا کہ یہ جب سے تم ان سے جدا ہوئے۔ مُرتد ہو گئے تھے۔ تب میں وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ بن مریم کا قول ہے کہ جب تک میں ان میں رہا ان کا نگران تھا (یعنی اس وقت تک تو نہیں بگڑے تھے) پھر جب تو نے مجھے وفات دی۔ تو تو پھر ہی ان کا نگران حال تھا (مجھے کچھ خبر نہیں۔ ان کا بگڑنا میری وفات کے بعد کا واقعہ ہے) اور تو ہر چیز کا نگران ہے۔ اور کہا یہ وہ اصحاب مرتدین ہیں جو ابو بکرؓ کے عہد میں مرتد ہوئے اور ابوبکر نے ان سے مقاتلہ کیا ؞

اس حدیث میں چند باتیں توجہ طلب ہیں:-

اوّل۔ یہ کہ نبی کے اکثر اصحاب تو صراطِ مستقیم پر قائم رہتے ہیں مگر بعض کا گمراہ ہو جانا خواہ

وہ ایسے قریبی ہوں کہ خود نبی بھی ان کو پہچانتا ہو۔ اور ان کے گمراہ ہونے پر تعجب کرے۔ کوئی مستبعد نہیں ؛

دوم۔ یہ کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ کا یکساں معاملہ ہے۔ دونوں قیامت کے دن اپنے اپنے اصحاب کی نسبت جناب باری تعالےٰ میں عرض کرینگے (ب) دونو کے ایک ہی کلمات ہیں (ج) فلما توفیتنی دونو کی زبان سے نکلیگا (د) دونو کے بعض اصحاب کا بگڑنا اور گمراہ ہونا وفات کے بعد ہے ؛

پس اگر نبی کریم سید المرسلین کے لئے توفیتنی کے معنے موت کے ہیں تو عیسیٰ ابن مریم کے لئے اس لفظ کے یہ معنے کیوں نہ لئے جائینگے۔ اور جب توفیتنی کے یہ معنے ہونگے کہ تو نے مجھے وفات دی تو اب دیکھنا چاہیئے کہ جب عیسیٰ بن مریم سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ تو وہ عرض کرینگے۔ نہیں میں نے تو وہی کہا جو تو نے اے میرے مولا مجھے حکم دیا۔ اور جب تک میں ان میں رہا میں ان کا نگران تھا۔ اسوقت تک انمیں سے کوئی ایسا گمراہ نہیں ہوا کہ مجھے خدا بنائے۔ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ) مگر جب میری موجودگی وفات پاجانے کے سبب نہ رہی تو پھر تو ہی نگران تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی تو گمراہ ہو چکے ہیں۔ تو بہر حال یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کا بگڑنا وفات عیسیٰ کے بعد ہے ؛

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہر بات بات میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ حدیث لائے ہیں جس سے وفات عیسیٰ بن مریم صریح طور پر ثابت ہو۔

امام بخاری کا مذہب کہ آنیوالا عیسیٰ اور ہے

اور پھر اس کے ساتھ متصل دوسری حدیث نزول عیسیٰ بن مریم کی نسبت یہ لائے ہیں :۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ

فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہو۔ حکم عدل ہو کر پھر کسر صلیب

وہ ایسے قریبی ہوں کہ خود نبی بھی ان کو پہچانتا ہو۔ اور ان کے گمراہ ہونے پر تعجب کرے۔ کوئی مستبعد نہیں ؎

دوم۔ یہ کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ کا یکساں معاملہ ہے۔ دونوں قیامت کے دن اپنے اپنے اصحاب کی نسبت جناب باری تعالےٰ میں عرض کرینگے (ب) دونو کے ایک ہی کلمات ہیں (ج) فلما توفیتنی دونو کی زبان سے نکلیگا (د) دونو کے بعض اصحاب کا بگڑنا اور گمراہ ہونا وفات کے بعد ہے ؎

پس اگر نبی کریم سید المرسلین کے لئے توفیتنی کے معنے موت کے ہیں تو عیسیٰ بن مریم کے لئے اس لفظ کے یہ معنے کیوں نہ لئے جائینگے۔ اور جب توفیتنی کے یہ معنے ہونگے کہ تو نے مجھے وفات دی تو اب دیکھنا چاہیئے کہ جب عیسیٰ بن مریم سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بکڑو تو وہ عرض کرینگے۔ نہیں میں نے تو وہی کہا جو تو نے اے میرے مولا مجھے حکم دیا۔ اور جب تک میں ان میں رہا میں ان کا نگران تھا اسوقت تک انمیں سے کوئی ایسا گمراہ نہیں ہوا کہ مجھے خدا بنائے۔ (وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ) مگر جب میری موجودگی وفات پا جانے کے سبب نہ رہی تو پھر تو ہی نگران تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی تو گمراہ ہو چکے ہیں۔ تو بہر حال یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کا بگڑنا وفات عیسیٰ کے بعد ہے ؎

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی انکی بات بات میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ حدیث لائے ہیں جس سے وفات عیسیٰ بن مریم صریح طور پر ثابت ہو۔

امام بخاری کا مذہب کہ آنیوالا عیسیٰ اور ہے

اور پھر اس کے ساتھ متصل دوسری حدیث نزول عیسیٰ بن مریم کی نسبت یہ لائے ہیں :۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ

فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہو۔ حکم عدل ہو کر پھر کسر

حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ اور قتل خنزیر کریگا۔

پس یقیناً سمجھو کہ امام بخاری نے ابن مریم کی وفات کا ثبوت دیکر پھر نزول ابن مریم کی حدیث لاکر بتایا ہے کہ آنیوالا ابن مریم وہ ابن مریم نہیں جس پر انجیل نازل ہوئی۔ کیونکہ وفات یافتہ تو واپس نہیں آسکتے۔ پس یہ ابن مریم اُمّتِ محمدیہ کا ایک اکمل فرد ہے جو اُس پہلے ابن مریم کے صفات و کمالات اپنے اندر رکھنے والا ہوگا۔ اور وہ جیسا کہ دیگر نشانات کے منطبق ہونے سے ثابت ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؑ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

صداقت مسیح موعودؑ پر غور کرنے کا تیسرا طریق۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنا حَکَم بنایا جائے۔ اور اس میں صداقت کے معیار دیکھے جائیں پس اگر حضرت مرزا صاحب ان معیاروں کے مطابق راستباز ثابت ہوں تو ان کے جملہ دعاوی کو مان لیا جاوے۔ یہ آخری طریق میرے خیال میں زیادہ آسان اور بہت سی مشکلات اور پیچیدگیوں سے بچانے والا ہے۔ اس لئے اسی پر میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں:۔

نبیوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔

اوّل تو یہ جاننا چاہیئے کہ مجرد اتنا خیال کہ خاتم النبیین کے بعد نبی نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے اس لئے جھوٹے ہیں غلط ہے۔ کیونکہ ہم تقریباً تمام قوموں میں یہی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے بانی سلسلہ کے بعد یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا مگر واقعات بتاتے ہیں کہ نبی مبعوث ہوئے۔

آریہ کہتے ہیں وید کے بعد کسی پر الہام نہیں ہوا۔ عیسائی کہتے ہیں انجیل پر کلام الٰہی کی تکمیل ہوگئی۔ اب مسلمان بھی وہی کہتے ہیں جو یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا۔ حَتّٰی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔ (جب یوسف علیہ السلام وفات پا گئے۔ تو تم نے کہا کہ اب ان کے بعد اللہ کوئی رسول مبعوث نہیں کریگا) لیکن جب پچھلے واقعات

ؔ اسی طرح امام بخاری نے متوفیک کے معنے ممیتک کرکے اور عیسیٰ ابن مریم کا حلیہ اور بتا کر اور آنیوالا عیسیٰ کا حلیہ اور بتا کر سمجھایا ہے کہ عیسیٰ موسوی اور ہے اور عیسیٰ محمدی اور

حَکَمًا عَدۡلًا فَیَکۡسِرَ الصَّلِیۡبَ وَیَقۡتُلُ الۡخِنۡزِیۡرَ الخ اور قتل خنزیر کریگا ٭

پس یقیناً سمجھو کہ امام بخاری نے ابن مریم کی وفات کا ثبوت دیکر پھر نزول ابن مریم کی حدیث لا کر بتایا ہے[له] کہ آنیوالا ابن مریم وہ ابن مریم نہیں جسپر انجیل نازل ہوئی۔ کیونکہ وفات یافتہ تو واپس نہیں آسکتے۔ پس یہ ابن مریم اُمت محمدیہ کا ایک اکمل فرد ہے جو اُس پہلے ابن مریم کے صفات وکمالات اپنے اندر رکھنے والا ہو گا۔ اور وہ جیساکہ دیگر نشانات کے منطبق ہونے سے ثابت ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

صداقت مسیح موعودؑ پر غور کرنے کا تیسرا طریق۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنا حَکَم بنایا جائے۔ اور اس میں صداقت کے معیار دیکھے جائیں پس اگر حضرت مرزا صاحب ان معیاروں کے مطابق راستباز ثابت ہوں تو ان کے جلہ دعاوی کو مان لیا جاوے یہ آخری طریق میرے خیال میں زیادہ آسان اور بہت سی مشکلات اور پیچیدگیوں سے بچانے والا ہے۔ اس لئے اسی پر میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں:۔

نبیوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔

اوّل تو یہ جاننا چاہیئے کہ مجرد اتنا خیال کہ خاتم النبیین کے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے اس لیے جھوٹے ہیں غلط ہے۔ کیونکہ ہم تقریباً تمام قوموں میں یہی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے بانی سلسلہ کے بعد یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا مگر واقعات بتاتے ہیں کہ نبی مبعوث ہوئے ؎

آریہ کہتے ہیں وید کے بعد کسی پر الہام نہیں ہوا۔ عیسائی کہتے ہیں انجیل پر کلام الٰہی کی انتہا ہو گئی۔ اب مسلمان بھی وہی کہتے ہیں جو یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا۔ حتّٰی اذا ھلک قُلۡتُمۡ لَنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰہُ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ رَسُوۡلًا۔ (جب یوسف علیہ السلام وفات پا گئے۔ تو تم نے کہا کہ اب ان کے بعد اللہ کوئی رسول مبعوث نہیں کریگا) لیکن جب پچھلے واقعات

له اسی طرح امام بخاری نے متوفیک کے معنے ممیتک کر کے اور عیسیٰ ابن مریم کا حلیہ اور بتا کر اور عیسیٰ کا حلیہ اور بتا کر سمجھایا ہے کہ عیسیٰ موسوی اور ہے اور عیسیٰ محمدی اور ۱۲

نے بتا دیا ہے کہ بعض الفاظ کی بناء پر ہر سلسلہ کے لوگ یہی سمجھ لیتے ہیں کہ اب کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا۔ اور پھر رسول مبعوث ہو جاتا ہے تو صرف اس گمان پر کہ اب کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا کسی مدعی کے دعویٰ پر غور نہ کرنا ٹھیک بات نہیں۔ اور طریق تقویٰ سے بعید ہے۔ اور یہ بات اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔ جب کسی بابرکت چیز کو ختم کر دینا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو بڑھانیوالا نہیں بلکہ گھٹانے والا ہے ؛

خاتم النبیین کے بعد کس قسم کا نبی آسکتا ہے۔

پس خاتم النبیین کے وہی معنے صحیح ہوں گے۔ جو خود حضرت اقدس نے لکھے ہیں۔ اور جن میں نہ تو اس سلسلہ کو بکلی بند کر دیا گیا ہے اور نہ بالکل کھولا گیا ہے۔ وھو ھذا ؛-

" مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے جو انکی اُمت سے باہر ہو بلکہ وہ اُمتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت ص۹)

یعنی نہ تو اب کوئی صاحب شریعت جدیدہ رسول آسکتا ہے۔ اور نہ ہی براہ راست نبوت پانیوالا ہاں ایک طرح کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے ؛-

" اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔" (غلطی کا ازالہ)

یعنی اب اور کوئی نبوت قیامت تک نہیں۔ ہاں نبوت محمدیہ ہی ہے جو کسی فرد اکمل اُمت محمدیہ میں ظاہر ہو سکتی ہے یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس میں خاتم النبیین میں لفظ خاتم کے معنے ہر پہلو سے قائم رہتے ہیں یعنی کمالات کے خاتم ہونے کے بھی اور مُہر ہونے کے بھی۔ اور چونکہ مُہر دو طور پر کام دیتی ہے۔ ایک بند کرنے کے لئے ایک اجراء کے لئے۔ اس لئے ایک پہلو سے تو اس مُہر نے نبوت کا سلسلہ بند کر دیا یعنی شریعت اور براہ راست کا۔ اور اس سے پہلے انہی دو قسم کے انبیاء آتے تھے۔ اور ایک سلسلہ جاری کر دیا یعنی آپ کی مُہر سے ایسا نبی ہو سکتا ہے۔ جو ایک طرف تو اُمت محمدیہ کا فرد ہو

اور دوسری طرف نبی ہونے کی وجہ سے زمرۂ انبیاء میں شامل۔ اور یہ وہ درجہ و منصب ہے کہ گذشتہ مجددین میں سے کوئی اس میں شریک نہیں ہوا۔ کیونکہ اس سے پہلے تو نبوت پانے کے لئے ضروری تھا کہ مثلاً موسیٰ کے تمام کمالات حاصل کئے جائیں تب نبی ہوگا۔ مگر اب نبوت محمدیہ کے خاتم ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ نبی وہی ہو جو تمام کمالات نبوت محمدیہ کو ظلی طور پر اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور یہ بات صرف اور صرف جیسا کہ واقعات اور نشانات سے ثابت ہے۔ حضرت مرزا صاحب میں پائی جاتی ہے۔ آپ سے پہلے نہ تو کسی سچے ولی کو اللہ تعالیٰ نے نبی کا صریح طور پر خطاب دیا اور نہ اس نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور اپنی بعثت کو تمام جہان کے لئے ٹھہرایا۔ اور نہ حدیث صحیح میں اس کے لئے نبی اللہ کا خطاب آیا۔ پس اس وقت تک اُمت محمدیہ میں ایک ہی نبی مبعوث ہوا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کے دعوے کو قرآن مجید کے مقرر کردہ معیاروں سے پرکھیں ؂

قرآن مجید میں ہر اہم دینی مسئلہ کا فیصلہ موجود ہے

کیونکہ قرآن مجید کی شان میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (پارہ ۲۳ سورہ زمر رکوع ۳/۱۲) ہمنے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر عمدہ بات بیان کی ہے (۲) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ (پارہ ۲۱ سورۂ الروم ۶ ۱/۴) آیت کا ایک حصہ تو وہی ہے جس کا ترجمہ ہو چکا۔ بقیہ میں یہ بتایا کہ جب تُو ان کے پاس کوئی آیت لائے تو یہ کافروں کا طریق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تم فریبی ہو۔ پس قرآن مجید اور الٰہی نشانات پر نہایت تقویٰ کے ساتھ غور کرنی چاہیئے ؂

مسئلۂ صداقت مسیح موعودؑ کا فیصلہ (کہ اہم دینی مسائل سے ہے) ضرور قرآن مجید میں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ "ہے" اور بحکم آیت وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ ط (پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ رکوع ۲) جس امر میں تم لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہو۔ اس کا فیصلہ خدا ہی کے حوالے ہو ؂

مومنوں کا شیوہ یہی ہے کہ

ہمارا فرض ہے کہ اپنے اختلاف کو قرآن مجید کے مطابق دور کریں

خدا اور رسول کے فیصلہ پر کاربند ہوں

اور اپنی خواہشوں۔ آرزوؤں اور الفت و عادت کے خیالوں کی مطلق پروا نکریں کر ارشاد ہوتا ہے:-

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ط وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ - (پارہ ۱۸ - سورہ النور ع ۶/۱۲)

اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس رسول پر۔ اور ہم فرمانبردار ہوئے پھر ایک گروہ ان میں سے باوجود اس اقرار کے منہ پھیرتا ہے۔ اور یہ لوگ مؤمن نہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کیلئے بلایا جاتا ہی تو ایک گروہ انہیں سے گریز کرتا ہی :

یعنی باوجود زبان سے یہ اقرار کرنے کے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ بعبارت دیگر باوجود لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھنے کے پھر اختلافی امور کا فیصلہ قرآن مجید سے کرنے سے روگرداں ہیں۔ بحالیکہ سچے مومن کی صورت میں تو یہ شیوہ ہونا چاہیئے تھا:-

إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - (پارہ ۱۸ ع ۶/۱۲)

کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کی طرف ان کے تنازعات میں فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں ہمنے سنا اور مانا پس یہ لوگ کامگار ہیں

پس اے میرے دوستو! حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے متعلق بھی آپ کو اپنے متوارث خیالات کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ قرآن مجید اس بارے میں کیا فیصلہ دیتا ہے۔ اور اوپر کی آیات کو بنظر غور دیکھنا چاہیئے کہ اس میں ایک ایسے فریق کا بھی ذکر ہے جو باوجود دعوے ایمان بالتوحید و بالرسالت پھر خدا اور رسول کو حکم بنانے سے اعراض کرتا ہے۔ بحالیکہ مومنوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ سمعاً و طاعۃ کہیں اور اپنی خواہشوں کے خلاف فیصلہ ہونے پر بھی دم نہ ماریں

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا (پارہ ۲۲ - سورہ الاحزاب رکوع ۵)

کیونکہ کسی مومن مرد یا عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ کر دیں تو وہ اپنی رائے کو دخل دیں اور اس بات میں ان کا اپنا اختیار رہے۔ اور یاد رکھو کہ جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا :

(خ)دا اور رسول کے (ف)یصلہ پر کاربند ہوں

اور اپنی خواہشوں۔ آرزوؤں اور الفت وعادت کے خیالوں کی مطلق پروا نکریں کہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَيَقُولُونَ (آمَ)نَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى (فَرِ)يْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَا (أُولٰٓئِ)كَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى (ال)لّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ (پارہ ۱۸۔ سورہ النور ع ۶)

اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس رسول پر۔ اور ہم فرمانبردار ہوئے پھر ایک گروہ انمیں سے باوجود اس اقرار کے منہ پھیرتا ہے۔ اور یہ لوگ مومن نہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کیلئے بلایا جاتا ہے تو ایک گروہ انہیں سے گریز کرتا ہے :

یعنی باوجود زبان سے یہ اقرار کرنے کے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ بعبارت (د)یگر باوجود لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کے پھر اختلافی امور کا فیصلہ قرآن مجید سے کرنے سے روگرداں ہیں۔ بحالیکہ سچے مومن کی صورت میں تو یہ شیوہ ہونا چاہیئے تھا :۔

اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (پارہ ۱۸ ع ۱۲)

کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کی طرف ان کے تنازعات میں فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں ہمنے سُنا اور مانا۔ بس یہ لوگ کامگار ہیں

بس اے میرے دوستو! حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے متعلق بھی آپ کو اپنے متوارث خیالات کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ قرآن مجید اسبارے میں کیا فیصلہ دیتا ہے۔ اور اوپر کی آیات کو بنظر غور دیکھنا چاہیئے کہ اس میں ایک ایسے فریق کا بھی ذکر ہے جو باوجود دعوے ایمان بالتوحید و بالرسالت پھر خدا اور رسول کو حکم بنانے سے اعراض کرتا ہے۔ بحالیکہ مومنوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ سمعاً و طاعۃ کہیں اور اپنی خواہشوں کے خلاف فیصلہ ہونے پر بھی دم نہ ماریں

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (پارہ ۲۲۔ سورہ الاحزاب رکوع ۵)

کیونکہ کسی مومن مرد یا عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ کر دیں تو وہ اپنی رائے کو دخل دیں اور اسبات میں ان کا اپنا اختیار رہے۔ اور یاد رکھو کہ جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں ہے :

ایک معصوم عن الخطاء صاحب وحی حکم و عدل کی ضرورت۔

اب سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی مامور و مرسل کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ سو جب ہم مسلمانوں کے مسئلہ تنزل اور مختلف فرقوں کے باہمی تباغض و تحاسد کو دیکھتے ہیں۔ اور بیرونی حملات پر (جو رسالوں اور پمفلٹوں کی صورت میں اسلام کے پاک اصول اور مسائل پر ہو رہے ہیں) نظر کرتے ہیں تو ایک حکم و عدل کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے جو اپنے ظاہری علم کی بناء پر نہیں۔ بلکہ خدا سے وحی پا کر ان سب متنازعات میں فیصلہ دے۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کا کلمہ متفرق ہے۔ اور وہ بجائے ایک دوسرے کو ضرر دینے میں مصروف ہیں۔

صاحب وحی اور پھر معصوم عن الخطاء (کہ خاصہ نبوت و رسالت ہے) کی شرط اسلئے کہ ظاہری علوم کی بناء پر تو ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور یہ جھگڑا فیصل ہونے میں نہیں آتا۔ اور ایک طالب حق کے لئے ان مختلف اقوال میں فیصلہ کر کے ایک راہ اختیار کرنا سخت دشوار بلکہ ناممکن ہی اب تو کسی ایسے ہی مرد خدا کی ضرورت ہے۔ جو نشانات الٰہی اور منہاج نبوت سے اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کرے۔ اور پھر مسائل متنازعہ فیہا میں فیصلہ دے۔ اور مسلمان اس کا اتباع کریں۔ کیونکہ جب ایک بار ثابت ہو چکا ہے کہ یہ فرستادۂ خدا معصوم عن الخطاء ہے۔ اور مورد آیت وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ تو ضرور ہے کہ جو کچھ وہ فرماتا ہے۔ وہی حق ہو کیونکہ اسی بناء پر ہم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو مانا ہے۔ یہ ایسا آسان طریق ہے کہ پھر نہ قرآن مجید کی کسی آیت کے معانی میں ہمیں دقت پیش آئے گی۔ اور نہ کسی حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے پر بحث کرنی پڑیگی۔ اور نہ کسی صحابی یا تابعی یا امام یا مجدد کے قول پر جھگڑنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ معصوم عن الخطاء صاحب وحی کا فیصلہ بہر حال ناطق ہوگا۔ اور یہ وہ کام ہے کہ نہ عالموں سے کوئی عالم کر سکتا ہے نہ صوفیوں میں سے کوئی صوفی۔ اور نہ ولیوں میں سے کوئی ولی۔ کیونکہ اغلب ہے۔ جو ایک عالم اگر چہ ٹ اور خدا اور راست نفسانی خیالات سے کام نہ لے۔ مگر پھر بھی کسی آیت یا حدیث کے معنے سمجھنے یا کسی مسئلہ کو صحیح طور پر پرکھنے میں غلطی کرے اور مستبعد نہیں کہ ایک صوفی یا ولی کہی ایسے الہام یا کشف کی بناء پر فیصلہ دے۔ جسکے ساتھ فرشتوں کا چوکی پہرہ نہیں ہوتا

اور جس کے متعلق خود اسے بھی ایسا ہی یقین نہیں۔ اور نہ اس یقین کے ثبوت اسکے پاس موجود ہیں جیسا کہ قرآن مجید کے متعلق خود اُسے یا ہمیں یقین حاصل ہے۔ اور اس یقین کے بیّن دلائل بھی ہم لوگ رکھتے ہیں پس یہ کام تو اسی راستباز انسان کا ہو سکتا ہے جسکی وحی قرآن مجید کی وحی کی طرح منزہ عن الخطاء ہو۔ اور جس کے اندر وہی کمالات ہوں۔ جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حامل شریعت اسلام میں تھے۔ تا مسلمان پھر اسی طرح ایک ہوں۔ جسطرح صحابہ ایک تھے۔ اور انہی برکات کے وارث ہوں۔ جن کا ورثہ صحابہ نے پایا۔ مگر محمد رسول اللہ کا مد مقابل تو قیامت تک کوئی نہیں آسکتا کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور کمالات انسانی جہاں تک پہنچ سکتے تھے۔ پہنچ چکے۔ پس آپ ہی کے سلسلہ کے خدام میں سے ایک خادم مبعوث ہو سکتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہو کر من تو شدم تو من شدی کے درجہ پر فائز ہو ؎

ایسا راستباز احمد قادیانی ہی

اور میرا دعویٰ ہے کہ وہ راستباز حضرت احمد قادیانی ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ جو کمالات میں نے الحکم العدل بننے کے لئے ضروری بیان کئے وہ انہیں موجود تھے۔ چنانچہ آپ اپنی وحی کی نسبت فرماتے ہیں:۔

آں یقینے کہ بود عیسیٰ را — بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقین کلیم بر تورات — واں یقین ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

اور اپنے متعلق فرماتے ہیں:۔

"میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

"خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ میرا کوئی الگ نام ہو" (نزول المسیح ص۳)

اور جس اتحاد کی ضرورت تھی وہ مسلمانوں کی اس جماعت میں پیدا ہو چکا۔ جو آپ کی غلامی میں داخل ہوئی۔ پس واقعات نے یہ بھی دکھا دیا کہ مختلف فرقہائے اسلامی نہ تو کسی انجمن کے ذریعہ متحد

ہو سکتے ہیں نہ کسی سیاسی مسئلہ کی بنا پر۔ بلکہ جمع ہو سکتے ہیں تو اللہ کی قدیم سنت کے مطابق نبی یا اس کے سچے جانشین کے ہاتھ پر بیعت کر کے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک مختلف مذاہب اور پھر مختلف فرقہ ہائے اسلامی کے افراد باوجود مختلف مذاق مختلف طبائع مختلف حالات مختلف خیالات رکھنے کے اس جماعت میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ اگر کسی دوا کے خالص اور مفید ہونے کے لئے تجربہ ہی کافی شہادت ہے یعنی جب ہم ضرورت کو بھی محسوس کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ ضرورت کیونکر رفع ہو گی تو کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں ؛

راستبازوں کی پہچان کے چند معیار۔

لیکن تاہم میں چند معیار راستبازوں کی پہچان کے قرآن مجید سے پیش کر کے حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت پیش کرتا ہوں :-

عذاب الٰہی اور خوفناک تباہی بتاتی ہے کہ کوئی رسول مبعوث ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○

(پارہ ۲۰۔ سورۃ القصص رکوع ۵)

اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا۔ جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ مبعوث کرے جو ان لوگوں کو ہماری آیات پڑھ کر سنائے۔ اور ہم بستیوں کو تب ہی ہلاک کرتے ہیں کہ ان کے رہنے والے ظالم ہو جائیں ؛

اس میں یہ بتایا کہ عام تباہی بستیوں میں اسی وقت پڑتی ہے۔ جب کہ کوئی رسول مبعوث ہو۔ اور خلقت اس سے شوخی و شرارت سے پیش آ کر ظالم بنجاتی ہے

اب موجودہ حالات و حوادث زمانہ پر غور کرو۔ موت احمر (جنگ) موت ابیض (طاعون) کہ حسب حدیث سید المرسلین المہدی کے خاص نشانات ہیں اپنے کسقدر خوفناک تباہی ڈھا رکھی ہے۔ طاعون ہندوستان میں ۱۸۹۶ء سے کام کر رہی ہے۔ اور کوئی بستی کوئی خاندان۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کوئی فرد بشر ہندوستان اور اسکے مضافات کا نہیں جو بلاواسطہ یا بالواسطہ

اس کا زخم خوردہ نہ ہو۔ پھر جنگ ہے۔ تمام اقوام کی تاریخوں کی ورق گردانی کرلو۔ آدم سے لیکر ایندم تک کوئی جنگ ایسی خوفناک نہیں جیسی آج کل کی جنگ یورپ۔ نہ اس سے پہلے میدان جنگ میں لڑنے کے لئے اسقدر فوجیں پھر اتنے مختلف ممالک کی جمع ہوئی ہیں۔ اور نہ ایسی ہولناک تباہیاں آئی ہیں۔ جن کا اثر انسانوں سے گذر کر حیوانوں تک پھر عمارتوں تک پہنچا ہو۔ پہلے زمانہ میں میل جول کے اتنے سامان نہ تھے۔ اور نہ مختلف افراد کے ایسے تعلقات اس لئے ایک ملک کی جنگ کا دوسرے ملک میں کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ مگر اب تو ایسی جنگ ہے کہ بوجہ میل جول کے ذرائع کے دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کیا پرانی دنیا میں اور کیا نئی دنیا میں زلزلہ برپا ہے۔ ہر قوم کے نوجوان جنگ میں ہیں۔ اور جو بچے ہوئے ہیں وہ بھی امن میں نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی پہلو سے جنگ کی تباہی کے زیر اثر ہیں ؂۲

---

(۱) سنہ ۱۹۰۷ء۔ گیارہ لاکھ ۶۶ ہزار دو تیئیس۔
سنہ ۱۹۰۸ء۔ ایک لاکھ تین ہزار آٹھ سو اٹھاسی۔
سنہ ۱۹۰۹ء۔ ایک لاکھ اکتالیس ہزار چھ سو پچانوے۔
سنہ ۱۹۱۱ء۔ آٹھ لاکھ چھیالیس ہزار آٹھ سو تہتر۔
سنہ ۱۹۱۲ء۔ تین لاکھ چھ ہزار چار سو اڑتالیس۔
سنہ ۱۹۱۳ء۔ دو لاکھ سترہ ہزار ایک سو تینتالیس۔

طاعون سے صرف ہندوستان میں آدمی ہلاک ہوئے۔ اور ابھی کئی ایسے ہیں جن کی باقاعدہ رپٹ درج نہیں ہوئی گذشتہ آٹھ سال میں چوبیس لاکھ انسان ہلاک ہوئے ہیں۔ (الفضل نمبر ۲۹)

(۲) نقصان جان نو سلطنتوں کا کیا حساب بتایا جائے" جرنیل فرانسس وٹن گرین امریکن افواج کے بریگیڈیر جرنیل نے شہر شکاگو کے اخبار " دی پبلک میں موجودہ جنگ یورپ سے متخاصمین کے نقصانات کا حسب ذیل اندازہ شائع کیا

نام ملک	مقتولین	مجروحین	غائب	میزان
برطانیہ عظمیٰ	۸۶۰۰۰	۲۵۱۰۰۰	۵۵۰۰۰	۳۹۲۰۰۰
فرانس	۴۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰	۱۴۰۰۰۰۰
روس	۵۰۰۰۰۰	۸۰۰۰۰۰	۹۰۰۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۰
اٹلی	۵۰۰۰	۱۵۰۰۰	۵۰۰۰	۲۵۰۰۰
بلجیم	۲۵۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۵۰۰۰	۸۰۰۰۰
سرویا	۲۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۷۰۰۰۰
جرمنی	۶۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰	۱۹۰۰۰۰۰
آسٹریا	۴۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰	۱۸۰۰۰۰۰
ٹرکی	۳۰۰۰۰	۸۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰
میزان	۲۰۶۶۰۰۰	۳۶۲۶۰۰۰	۲۳۰۵۰۰۰	۷۹۹۷۰۰۰

اب سوال یہ ہے کہ بستیوں کی بستیاں جو طاعون اور قتل سے ہلاک ہو رہی ہیں آخر اس کا کیا سبب ہے۔ کوئی نیا گناہ دنیا سے صادر ہوا ہے جو پہلے نہیں تھا ورنہ جھوٹ فریب زنا چوری وغیرہ ذالک کبیرہ گناہ تو پہلے بھی موجود تھے وہ گناہ جیسا کہ خدا کی کتاب بتاتی ہے۔ اس کے رسول کا انکار ہے۔ کیونکہ اوپر کی آیت اور یہ آیت

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا — اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول بھیج کر اتمام حجت نہ کرلیں ۞ (پارہ ۱۵ - سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲)

بتاتی ہے کہ عالمگیر یا ہمہ گیر عذاب اُسی وقت آتا ہے جب رسول مبعوث ہو جائے۔ اور لوگ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ۔ (پارہ ۸ سورہ الاعراف رکوع ۴) — اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو جو اللہ پر افترٰی کرے یا اسکی آیات کو جھٹلائے۔

کے مطابق کسی فرستادۂ بارگاہِ ایزدی کی تکذیب کرکے اظلم بنجاتے ہیں۔ ان آیات کے مطابق ماننا پڑتا ہو کہ رسول مبعوث ہو چکا ہے۔ اور وہ حضرت اقدس مرزا صاحب ہیں کہ آپ ہی کے دعوی نبوت و رسالت کے بعد یہ عذاب آئے ہیں۔ دنیا نے اسی پاک رسول کی تکذیب کی ہے جس نے ہم پر اللہ تعالی کی آیات پڑھیں۔ اور اس کی پاداش میں حسب وحی آلہی دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ عذاب پر عذاب بھگت رہی ہے۔ اور اگر رسول مبعوث نہیں ہوا تو خدا تعالےٰ پر ظالم ہونے کا الزام آتا ہے۔ اور پھر یہ امر اس آیت کے بھی خلاف ہے، وَلٰكِنْ

مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعداد کئی ماہ گذشتہ تک کے ہیں۔ اور اب ان میں معتد بہ اضافہ ہوگیا ہے۔

چنانچہ اب جرمنی کی مقتول ۸۶ ۹ ۸ ۸ ۵

مفقود الخبر ۳ ۵ ۶ ۱ ۵ ۳

زخمی ہوئے ۲ ۴ ۰ ۸

۱۵ ۶ ۶ ۵ ۴ ۹ "

کل میزان ۲۵ لاکھ پنتیس ہزار سات سو اڑسٹھ کی تعداد بتائی گئی ہے

ایک صاحب مسٹر ایڈمنڈ نے اندازہ شائع کیا ہے کہ اتحادی سلطنتیں ۱۳۰ ارب روپیہ خرچ کرچکی ہیں اور جرمنی نے ۲۳ ارب ۲۰ کروڑ خرچ کیا ہے۔ تقریبًا ۶۰ لاکھ روپیہ فی گھنٹہ۔ (الفضل نمبر ۲۱)

تَجِدَ لِسُنَّتِہِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً - جب یہ اسکی سنّت جیساکہ خود اس نے فرمایا قرار پا چکی ہے کہ عالمگیر و ہمہ گیر تباہی اُسی وقت آتی ہے کہ جب کوئی رسول مبعوث ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے عہد کے خلاف اب یہ سنّت تبدیل ہو جائے ؛

(۲) جو مدعی وحی نبوت ۲۳ سال تک بعد از دعویٰ زندہ رہے وہ صادق ہے !

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صادق و مصدوق سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ رسول اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ رب العٰلمین کی صداقت کی ایک دلیل فرماتا ہے :-

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حٰجِزِیْنَ ۝
(پارہ ۲۹ سورہ الحاقہ رکوع ۲)

یہ قرآن مجید رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ثبوت یہ ہے کہ اگر اس وحی کا مہبط ہم پر ذرا بھی کوئی افترا کرتا تو ہم اسکو داہنے ہاتھ (پوری قوت سے) یعنی سخت پکڑ لیتے پھر اسکی رگ جان کاٹ دیتے - ہلاک کر دیتے - اور تم میں سے کوئی بھی اس سے روک نہ سکتا ؛

یعنی گورنمنٹ جسمانی میں اگر کوئی جھوٹا عہدیدار بنے تو فوراً گرفتار ہو جاتا ہے تو کیا خدا کی حکومت میں اندھیر ہے کہ کوئی گرفت نہ ہو - اور حق و باطل کا معاملہ دنیا پر مشتبہ ہو جائے - پس ضرور ہے - کہ مفتری علی اللہ اسی دنیا میں پکڑا جائے - اور ہلاک ہو - چنانچہ بائبل میں بھی یہی علامت صدق ہے کہ جھوٹا نبی ہلاک ہوتا ہے - اب یہ دلیل خوب غور کرکے دیکھ لینا چاہیئے کہ حضرت نبی کریم کی صداقت کے ثبوت میں دیگئی - اور آپ کی وحی نبوت کی کل مدت ۲۳ سال ہے - پس جس مدعی وحی نبوت پر ۲۳ سال گذر جائینگے اور ناکام ہلاک نہ ہو گا - وہ یقیناً سچا ہو گا - اگر اس کے خلاف مسلمانوں میں سے کوئی شخص کسی مدعی نبوت کو پیش کریگا - کہ وہ بعد از دعوےٰ ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہا تو یاد رکھے کہ جو حملہ وہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر کرنا چاہتا ہے - اسکی پہلی زد کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - چونکہ اس مضمون میں میرے مخاطب بالعموم مسلمان یعنی مدعیان اسلام ہیں - اس لئے میں کسی جھوٹے مدعی نبوت کے ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہنے کی مثال پر تاریخی رنگ میں جرح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں دیکھتا - کیونکہ وہ بدبخت جو ایسا

حوالہ پیش کرتا ہے۔ دراصل محسن کشی کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب پر نہیں۔ بلکہ اپنے آقا و مطاع سید المرسلین پر وار کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ وہ دلیل صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو خود خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں دی ہے۔ اور دلیل وہی ہے جو عام ہو۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے۔ کیونکہ جب ایک سے خاص ہو تو اسطرح ہر مدعی نبوت کہہ سکتا ہے کہ میری صداقت کا نشان یہ ہے کہ میں مثلاً ایک سال زندہ رہتا ہوں۔ پس حق دلیل عام ہے ضرور ہے کہ جب کسی دوسرے ویسے مدعی پر صادق آئے تو وہ بھی اپنے دعوے میں سچا ہو۔ ہاں یہ بات یاد رہے کہ ہر صادق و راستباز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ۲۳ سال تک بعد از دعوی وحی و الہام زندہ رہے۔ بلکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب ۲۳ سال گذر جائیں وہ ضرور صادق ہے۔ اس آخری بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ پھر سنو!

(۳)

مفتری علی اللہ اسی زندگی میں ذلیل ہوتا ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُھُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَذِلَّۃٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ۝ (پارہ ۹ سورہ اعراف ع ۱۹)

جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا۔ ان پر ان کے رب سے غضب نازل ہو گا۔ اور اسی دنیا کی زندگی میں ذلت۔ اور ہم مفتریوں کو بھی یہی سزا دیا کرتے ہیں ٭

یعنی بچھڑے کے پجاریوں کو جو سزا ملی۔ وہی سزا افترا علی اللہ کرنے والوں کے لئے مقرر ہے وہ کیا؟ ان پر الٰہی غضب نازل ہوتا ہے۔ اور وہ اسی دنیا کی زندگی میں ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اب میرے معزز بھائیو! آپ مہربانی فرما کر حضرت مرزا صاحب کے حالات زندگی پر نظر غائر ڈالو۔ کہ آپ پر (نعوذ باللہ من ذلک) الٰہی غضب نازل ہوا۔ یا آپ کو آپ کی اولاد کو آپ کے گھر کو برکات سے بھر دیا گیا۔ آپ آپ کا دامن بھی جس نے چھوا۔ وہ اور اس کے متعلقین اور اس کا گھر بھی برکات سے بھر گیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور ایک وقت اب یہ ہے کہ ہزاروں نہیں لاکھوں پاکباز انسان آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ آپ کا نام عزت کے ساتھ اطراف عالم میں مشہور ہوتا جاتا ہے۔ جو کام آپ نے شروع کیا تھا۔ اس میں دن بدن ترقی

ہو رہی ہے۔ آپ کا مقصد کیا تھا؟

(۱) لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہوں کہ اس کے ثابت ہو جانے پر صلیبی عقاید کا قلع قمع ہوتا ہے۔ کیونکہ جسے خدا سمجھ کر اپنے گناہوں کا کفارہ بناتے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ وفات پا گیا۔ اور پھر زندہ نہیں ہوا۔ وہ نہ تو خدا رہا نہ کفارہ بنا۔ کیونکہ بشریت کا کفارہ تمام جہان کے گناہوں کے لئے کافی نہیں ٭

(۲) اسلام کا بول بالا ہو۔ اس کے متبعین بڑھیں۔ اور وہ اپنے عقائد میں مستحکم ہوں۔ کسی غیر مذہب کا اثر قبول نہ کریں۔ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہوں ٭

اِن دونو مقصدوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ پورے پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔ مسیح کی حیات کے مسئلہ پر نہ کسی عیسائی کو ہمت پڑتی ہے نہ کسی مسلمان کو جرأت کہ آپکے پیروؤں سے گفتگو کرے جیسا کہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے۔ اور جب کوئی یہ مسئلہ چھیڑتا ہے تو خواہ کیسا عالم ہو۔ ایک معمولی احمدی سے بھی شکست پاتا ہے۔ اس سے زیادہ مقصد میں کیا کامیابی ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی بناء پر مسیح کی وفات پر یقین رکھنے والی ایک جماعت آپنے قائم کر دی۔ جو برابر ترقی کر رہی ہے اور یہ امر مسلّم ہے کہ وفاتِ مسیح کسرِ صلیب کا بنیادی اصل ہے ٭

پھر دوسرے مذاہب پر خواہ آریہ ہوں یا عیسائی یا یہودی یا سکھ۔ ایسی اتمام حجت کی کہ

چہ ہیبت ہا بداوند ایں جوان را کہ نیاید کس بمیدان محمدؐ

کوئی سامنے نہیں آتا۔ آپنے جلسہ مہوتسو لاہور میں جہاں تمام مذاہب عالم کے قائم مقام اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اپنا مضمون پڑھوایا۔ جو حسب پیشگوئی ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء جو پہلے شائع کر دیگئی تھی۔ سب سے بالا رہا۔ پھر آپنے بارہا فرمایا کہ ہر مذہب کا قائم مقام اپنے مذہب کی الہامی کتاب سے اسکی صداقت کی دلیلیں دے۔ مگر آج تک کسی کو حوصلہ نہیں ہوتا کہ اس اصول پر کاربند ہو کر مباحثہ ہو۔ پھر آپنے فرمایا کہ مذہب کی غرض تو نجات اور خدا سے لقاء ہے۔ اور نجات وہی ہے جس کا ثبوت اسی دُنیا میں ملے۔ پس اگر کوئی اہل مذہب اللہ کے ساتھ تعلق حاصل ہو جانے کا مدعی ہے تو وہ میرے مقابل پر آئے۔ اور کوئی ایسا نشان دکھائے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ پس اس مطالبہ میں بھی کوئی آپ سے عہدہ برآ نہ ہوا۔ آریوں میں سے لیکھرام بالمقابل پڑا یا۔ اور

آپ کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کے مطابق چھ سال کے اندر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو عید کے دوسرے روز قتل ہوا۔ عیسائیوں میں سے ڈپٹی آتھم مقابلہ پر آیا۔ آپ نے فرمایا عمداً گریز کرنے والا اگر حق کی طرف رجوع نہ کرے تو پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ پہلے رجوع کی شرط سے فائدہ اُٹھاکر بچ رہا اور پیشگوئی کا ایک پہلو پورا ہوا پھر جب رجوع نہ کرنے پر قسم نہ اٹھائی تو حسب پیشگوئی پندرہ ماہ کے اندر ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوا۔ اسی طرح ڈوئی امریکہ میں ہلاک ہوا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق و مغرب شمال و جنوب سے لوگوں کو جمع کروں۔ اور مسیحیوں کو اس شہر میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آوے۔ جب محمدی مذہب مٹ جائے مگر حضور نے شائع کیا کہ تم میرے مقابل آؤ۔ نہ آؤ گے تو بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھو۔ بلکہ تمہارے صیہون پر آفت آنیوالی ہے۔ چنانچہ چند ہی روز میں وہ ہلاک ہوا۔ سکھ مذہب کے بانی کو آپ نے دلائل قاہرہ سے مسلمان ثابت کیا۔ مسلمانوں میں سے مرزا احمد بیگ تین سال کے اندر ہلاک ہوا۔ لیکھو کے والا جس نے خریت خیبر شائع کیا۔ الٰہی بخش اکونٹنٹ۔ چراغ الدین جمونی۔ غلام دستگیر۔ حسب پیشگوئی وفات پا گئے۔

غرض ہر مذہب کے زعیم پر اتمام حجت کی۔ اور حقیقی اسلام کا بول بالا ہوا۔ پہلے مسلمان عیسائی ہوتے جاتے تھے مگر اب کوئی مسلمان جس نے حضرت اقدس کی کتابیں پڑھیں۔ عیسائی مذہب کو حق سمجھ کر قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ نے اپنے پیچھے ایک جماعت چھوڑی ہے جو آپ کے مقاصد کی تکمیل کرنے والی ہے۔ اس سے بڑھکر اور کامیابی کیا ہوتی ہے۔ اب قرآن مجید کی اس آیت پر ایمان رکھنے والے بتائیں کہ اگر آپ نعوذ باللہ مفتری تھے۔ تو اسی حیوٰۃ دنیا میں ذلت کی بجائے روز افزوں عزت کیوں ہوئی؟ اور آپ اپنے مقصد میں ہر پہلو سے کامیاب کیوں ہوئے؟ حالانکہ قرآن مجید میں تو فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۳)	اور کون ظالم ہے اس سے بڑھکر جو افترا کرے اللہ پر یا اسکی آیات کو جھٹلائے وہ ایسے ظالموں کو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں کیا کرتا۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں حضرت خاتم النبیین کی صداقت کے ثبوت میں پیش فرمائی ہے۔ چنانچہ اس سے اوپر یہ آیت ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ۔ (پارہ ۲، رکوع ۱/۲)	جن کو کتاب کا علم دیا گیا ہے وہ اس رسول کو پہچانتے ہیں۔ جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں؟

یعنی جیسے قرائن قویہ اور صرف ایک شہادت سے اپنے بیٹوں کی نسبت یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہمارے ہی بیٹے ہیں۔ ایسے ہی قرائن صحیحہ اس امر کے شاہد ہیں کہ یہ رسول وہ نبی ہے۔ جو تورات استثناء میں موعود ہے۔ اور ایمان لانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کے شبہات دُور ہو جائیں۔ پھر ایک قوی دلیل دی ہے کہ دیکھو مفتری کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ مگر محمد رسول اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اور ہوگا۔ اسی طرح حضرت احمدؑ قادیانی کے بارے میں یہ آیت شاہد صدق ہے کہ اگر آپ مفتری ہوتے تو مقصد میں کامیاب ہو کر فوت نہ ہوتے بلکہ اس دنیا میں ذلیل ہوتے مگر واقعات کی شہادت سے ثابت ہے کہ آپکے ذریعہ کسرِ صلیب ہوئی اور آپکے ہاتھ پر دین اسلام کل ادیان پر غالب ہوا۔ جیسا کہ پیشگوئی میں تھا کہ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ تمام ادیان پر دین الحق کو غالب کر دے گا۔ اور اس غلبہ کے یہ معنے نہیں کہ ساری دنیا مسلمان[ل] ہو جائے۔ یا سب کو لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں زبردستی نہیں پارہ ۳ سورۃ البقرہ ع ۲/۳۴) اور مَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے انکار کرے پارہ ۱۵ سورہ الکہف ع ۴/۱۶) کے خلاف زبردستی مسلمان بنالیا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اسلام از روئے دلائل سب مذاہب عالم پر غالب ثابت ہو۔ اور کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ اسکے مقابل پر آئے۔ اور پھر غلبہ بھی پائے۔ اور یہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ احمدیت کے مخالف بھی آپکے لٹریچر سے فائدہ اٹھا کر کامیاب مناظر بنے بیٹھے ہیں ٭

ل قرآن مجید کی آیت لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ (پارہ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۱۰) اور جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ اور اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ (پارہ ۶ سورہ المائدہ ع ۹) مشعر ہیں کہ قیامت تک یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب بھی رہینگے اور یہ سوال کہ کتنے عیسائی یا آریہ آپکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ فضول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل کے ہاتھ پر سات یہودی ایمان لائے اور جن میں محمد ثانی مبعوث ہوا۔ انمیں سے چار لاکھ انسان نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی ۱۲۔

(۴)
دعوے سے پہلے کی زندگی بے لوث ہونا راستبازی کا نشان ہے۔

قُل لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ (پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
کہدے اگر اللہ چاہتا تو میں یہ وحی پڑھ کر نہ سناتا۔ اور نہ اللہ تمہیں اس سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں۔ کیا تم سوچتے نہیں اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء باندھے یا اسکی آیات کو جھٹلائے۔ ایسے مجرم تو کامیاب نہیں ہوتے:۔

جیسے محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کے لئے آپ کی پہلی زندگی پیش کیگئی ہے اسی طرح ہم حضرت احمدؐ قادیانی کی وہ زندگی پیش کرتے ہیں جو دعویٰ سے پہلے گذری کہ اس میں کسی قسم کا عیب نکالو۔ بارہا اپنے اشد مخالفوں کو حضور نے چیلنج دیا مگر کسی کو عیب نکالنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کسی خوف یا لحاظ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اسلئے کہ فی الحقیقت آپ کی زندگی بے عیب تھی۔ مَیں نے خود سیالکوٹ ۱۹۰۳ء میں جاکر بہت سے لوگوں سے ملاقات کی۔ اور مخالفین میں کہا کہ مجھے کوئی عیب آپ کی اس زندگی کا بتاؤ جو دعوے سے پہلے گذری مگر سب نے یہی کہا کہ ان دنوں میں آپ بڑے نیک اور متقی تھے۔ پھر جب مَیں پہلے پہلے قادیان آیا تو شرم پت اور ملاوامل اور سوم راج سے ملا۔ وہ مجھے جانتے نہ تھے۔ مَیں نے بڑے اصرار سے کہا کہ کوئی عیب پہلی زندگی کا بیان کرو۔ مگر سب نے متفق اللفظ یہی کہا کہ وہ زندگی نہایت پاکیزہ تھی۔ پس فقد لبثت فیکم عمراً۔ اگر سیدنا محمد رسول کی صداقت کی دلیل ہے۔ تو امامنا احمد رسول کی صداقت کی دلیل کیوں نہیں؟

(۵) جس کلام* کی مثل فرد بشر نہ لاسکے وہ یقیناً من اللہ ہوتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔
کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ وحی افتراء ہے۔ اعلان کردو کہ پھر تم بھی ایسی دس سورتیں بناکر لاؤ۔ اور اپنے ساتھ خدا کے سوا جس کو بلا سکو بلالو

*۔ اسے خدا کی وحی بتایا جائے اور پھر تحدی بھی کی جائے کہ اسکی مثل لاؤ۔ ۱۲

مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (پارہ ۱۲ سورہ ہود ع۲)

اگر تم سچّے ہو۔ پھر اگر جواب نہ لا سکیں تو جانو کہ یہ خدا ہی کے علم سے اُترا ہے۔ اور اسی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس کیا تم مانتے ہو یا نہیں ؎

اس آیت میں سیدنا خاتم النّبیین کی صداقت کی ایک دلیل پیش کیگئی ہو۔ وہ یہ کہ جیسا کلام یہ رسُول برحق پیش کرتا ہے۔ اگر یہ انسانی قوت سے ہے۔ تو پھر تم بھی آخر انسان ہو۔ سب ملکر اسکی مثل لاؤ لیکن اگر مثل نہ لا سکو تو جان لو کہ یہ خدا کے علم سے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے کیونکہ بشر کا مقابلہ بشر کر سکتا ہے۔ مگر خدا کا مقابلہ بشر سے نہیں ہو سکتا۔

یہی دلیل سیدنا مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہو۔ آپنے مختلف کتابیں عربی میں شایع کیں۔ اور تمام جہان کے اہل زبان علماء و فضلاء کو ان کے معارضہ کے لئے بُلایا۔ مگر آج تک کوئی ایسا ماں کا بیٹا اور باپ کا سپُوت نہیں نکلا۔ جو اعجاز احمدی کے قصیدہ کا جواب لکھتا یا اعجاز المسیح تفسیر الحمد کا جواب لکھتا۔ آپنے اعجاز احمدی کو ۵ دن میں ختم کیا۔ اور مخالفوں کے لئے ۲۵ روز کی مہلت مقرر کی۔ اور یہ مہلت بھی صرف یہ دکھانے کے لئے تھی کہ ان میں سے کسی کو ہمّت نہیں پھر دس ہزار نقد انعام مقرر کیا مگر خدا نے سب کی فصاحت بلاغت سلب کرلی۔ اور کوئی معارضہ نہ کر سکا پھر اعجاز المسیح کے ٹائٹل پر پیشگوئی شایع فرمائی۔ مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَمَّرَ فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّہٗ تَنَدَّمَ وَتَذَمَّرَ (جو شوخی سے جواب کے لئے کھڑا ہُوا وہ نادم اور ہلاک ہوگا) اور یہ پیشگوئی پُوری ہوئی۔ نہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو حوصلہ ہُوا نہ کسی اور کو کہ اس کا جواب لائے۔ پھر اسی طرح اور کتابیں ہیں۔ جن کا جواب آج تک نہیں۔ پس جب یہ دلیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ تو یہی دلیل اس صورت میں حضرت احمدؑ کی صداقت کی کیوں نہیں بن سکتی نادان مُسلمان کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شکسپیر کے کلام کی مثل بھی کوئی نہیں لا سکا۔ بعض جانوروں کی بولیوں کی نقل نہیں وغیر ذالک۔ ان بے وقوفوں کو سوچنا چاہیئے۔ کہ وہ کس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ قرآن مجید پر یا حضرت اقدس پر جو جواب قرآن مجید پر اعتراض کی صورت کیا

دیا جائیگا۔ وہی حضرت اقدس پر اعتراض کی صورت میں ہماری طرف سے سمجھا جائے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ فصاحت و بلاغت تو کسی مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں۔ میں کہتا ہوں ایسے معترضوں کو پہلے اپنی تفاسیر دیکھنی چاہئیں کہ وہ کیوں فاتوا بسورۃ من مثلہ میں فصاحت کو دلیل حقانیت ٹھہراتے رہے ہیں۔ اور ہم تو صرف فصاحت کو پیش نہیں کرتے۔ بلکہ اخبار بالغیب میں ہدایت میں غرض ہر بات میں اس کلام کو اعجاز ٹھہراتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ علماء اس طرف متوجہ نہیں ہوئے ورنہ وہ اگر چاہیں۔ تو مثل لاسکتے ہیں تو یہ کوئی نیا قول نہیں۔ قرآن مجید کا معارضہ نہ کرسکنے پر بھی منکرین نے یہی کہا تھا۔ ملاحظہ ہو آیت:۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ٥ (پارہ ۹ سورۃ الانفال رکوع ۴/۱۸)

اور جب انپر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہتے ہیں ہمنے سن تو لیا۔ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی اس کی مثل لاسکتے ہیں۔ اس میں ہے ہی کیا اگلوں کے فسانے۔

بس اگر یہ کہنے سے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل لاسکتے ہیں کسی کلام کا معارضہ ہو جاتا ہے اور کسی مدعی کا دعویٰ باطل تو خیر ورنہ مثل نہ لاسکنے کی وجہ سے قرآن کو اعجاز اور منجانب اللہ ماننے کی صورت میں یہ بھی ایمان لانا پڑے گا کہ احمدؑ قادیانی کو بھی یہ معجزہ دیا گیا۔ اور ان کی وحی بھی سچی اور منجانب اللہ تھی۔ صرف کسی کلام میں غلطیاں دکھانے سے یا کوئی فقرہ کسی پرانی کتاب سے نکالکر دکھا دینے سے کوئی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا کہ میں قرآن مجید پر اس قسم کے اعتراض پادریوں کے دیکھ چکا ہوں۔ اور آریوں کے خصوصاً مسافر آگرہ میں ہر ہفتہ پڑھتا رہا ہوں۔ پادری بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کتب سابقہ سے ماخوذ ہے۔ بلکہ انہوں نے پچھلی کتابوں اور تحریروں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ پھر اس کی آیتوں کے فقرے جاہلیت کے شعراء کے کلام میں دکھائے ہیں کہ وہاں سے لئے گئے ہیں۔ پھر اس کی صرفی نحوی غلطیاں بزعم خود نکالی ہیں۔ اگر ایسے اعتراضوں سے قرآن مجید کے اعجاز پر کوئی حرف نہیں آیا تو احمدؑ کی کتابوں پر بھی محض اتنی وجہ سے (جسکے جواب بھی ہمارے پاس موجود ہیں) کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اور یہ کہنا کہ اگر کوئی اور کلام بھی ایسی ہوسکتی ہے جسکی مثل نہ لائی جاسکے۔ تو قرآن مجید کا اعجاز باطل ہوتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ کمال بھی اسی

نبوت محمدیہ کا ہے۔ جو پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔ کوئی علیحدہ یا مستقل نبوت نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ ہی کی بعثت ثانی ہے۔ اور اسی خدا کی طرف سے ہے۔ جس خدا کی طرف سے پہلے یہ تحدی کی گئی تھی ❊

(۶) ظلمات سے نور کی طرف لیجانے والا ہادی برحق ہے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ٥

(پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۱)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے نشانوں کے ساتھ بھیجا یہ کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نور کی طرف نکال کر لائے اور انہیں ایام اللہ یاد کرائے۔ اس میں ہر صبر و شکر والے کے لئے نشانات ہیں ❊

اس آیت میں سچے مرسل کی بعثت کی غرض اور اس کا یہ نشان بتایا ہے کہ وہ ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لاتا ہے۔ پس جو شخص اپنے دعویٰ رسالت کے بعد یہ غرض پوری کرے وہ خدا کا سچا فرستادہ ہوگا

حضرت اقدس مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت کیا۔ اور اسکے بعد اپنے ماننے والوں کو مختلف قسم کی ظلمتوں سے نکالا ❊

ازانجملہ ایک یہ کہ مسیح بن مریم کو آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ لایزال و لایحول موود کو زندہ کرنے والا سمجھتے تھے۔ آپ نے ہمیں اس شرک کی ظلمت سے نکالا کہ ایسا عقیدہ قرآن شریف کی آیات کے خلاف تھا انسانوں کی نسبت تو اس کا ارشاد ہے۔ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (پارہ ۸ سورہ الاعراف رکوع ۲) اور فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ (الاعراف رکوع ۲) (یعنی یہی زمین تمہاری جائے قرار ہے اسی میں تم زندہ رہوگے) اور پھر یہ فرماکر اِنَّہٗ ھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ( ) اور مِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (پارہ ۱۸ المؤمنون رکوع ۶) اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء رکوع ۷) یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ ہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور مرے واپس نہیں آیا کرتے۔ بلکہ قیامت تک ان کے آگے پردہ ہے۔ پس اس کے خلاف عقیدہ ایک ظلمت تھی جس سے آپ نے ہمیں نکالا پھر عیسےٰ بن مریم کی نسبت کہا جاتا تھا کہ بعض پرندے انہوں نے بنائے۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد رکوع ۲/۸)

کیا انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہ وہ بھی پیدا کرتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق کی طرح۔ اور اب مخلوقات کے بارے میں شبہ واقع ہو گیا ہے۔ کہدو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اس صفت میں یگانہ اور زبردست ہے۔ ایسے کسی معاون و مددگار کی ضرورت نہیں ٭

اسکی طرف متوجہ کر کے ہمیں اس ظلمت سے بھی نکالا۔ اور ہم سمجھ گئے کہ مسیح کے خلق کے یہ معنی نہیں

پھر تیسری ظلمت یہ تھی کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی۔ اور معجزاتِ انبیاء کو ایک کہانی سمجھنے لگے۔ آپ کے ہاتھ پر اسقدر نشانات و معجزات ظاہر ہوئے کہ وہ اگر ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو انکی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ہر ایک کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ معجزاتِ انبیاء برحق ہیں کیونکہ اب بھی ان کا دکھانے والا موجود ہے ٭

پھر چوتھی ظلمت یہ تھی کہ زبان سے خاتم النبیین محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اب کوئی شریعت نہیں مگر عملی طور پر وصول الی اللہ کے نئے نئے طریقے نئے نئے وظائف نکال رکھے تھے۔ جو اب پیروں کے ذریعے مریدوں کو تلقین کئے جاتے ہیں۔ آپ نے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اور وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (پارہ ۳۔ سورہ آل عمران رکوع ۹/۲) جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ مقبول نہیں۔ کی طرف توجہ دلا کر بتا دیا کہ شریعت کامل ہو چکی اور نعمت پوری۔ بس کوئی طریق وصول الی اللہ کا ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ جسپر خود نبی کریم یا صحابہ کرام عمل پیرا نہ تھے۔ پھر آپ نے اپنے مریدوں کو محض شریعتِ اسلام کے ذریعے وہ برکات دلوا کر (جن کے حصول کے لئے لوگ مختلف وظائف پڑھتے۔ اور اعمال غیر مشروع کرتے) ثابت کر دیا کہ یہ ایک ظلمت تھی جسمیں بڑے بڑے صوفی اور عالم کہلانیوالے گرفتار تھے ٭

پانچویں ظلمت یہ تھی کہ اغیار بھی کہتے۔ اور اپنے بھی یہ سمجھتے کہ اسلام بذریعہ شمشیر پھیلا۔ آپ نے قرآن مجید اور واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام بذریعہ شمشیر نہیں پھیلا۔ پھر خود بذریعہ دلائل

تمام مذاہب پر غلبہ حاصل کرکے یہ امر روزِ روشن کی طرح دکھا دیا کہ اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کی ضرورت نہیں ؛

Digitized by Khilafat Library

چھٹی ظلمت یہ بھی کہ مسلمانوں کا کلمہ بوجہ کسی مرکز نہ ہونے کے متفرق تھا۔ آپنے ایک مرکز قائم کیا۔ اور اس میں وہی برکات ہیں۔ جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خیر القرون میں پائے جاتے تھے پس مسلمان ظلمت میں تھے۔ انہیں کچھ سوجھتا نہیں تھا۔ وہ نور میں آ گئے۔ اور اب ان کو ترقی کی راہیں صاف نظر آ رہی ہیں ؛

ساتویں ظلمت یہ تھی کہ مسلمانوں کا کوئی امام نہ تھا اور حدیث شریف میں ہے:۔

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اَمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔	جو مر گیا۔ اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مر گیا ؛

آپ ہی کے وجود باجود کی طفیل ہم اس جاہلیت کی موت سے بچ گئے۔ اور زندگی پائی۔ ہم ظلمات میں تھے۔ اس روحانیت کے بدر نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ پھر حضور ہی نے ہم سے گورنمنٹ کی وفاداری و اطاعت اولی الامر منکم کی ماتحت اخلاص سے کرائی۔ اور یہ امر شرائط بیعت میں داخل کیا۔ اور الحمد للہ کہ ہم نفاق سے نہیں۔ بلکہ اپنا مذہبی فرض سمجھ کر اپنے بادشاہ کے وفادار اور فرمانبردار ہیں ؛

عذاب سے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا محفوظ رہنا نشان صداقت ہے۔

اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فرمانے کے بعد ارشاد کرتا ہے:۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (پارہ ۲۰۔ سورہ العنکبوت ۶ ع)	پس ان کو آپکڑا طوفان نے۔ اور وہ نافرمان تھے پھر ہمنے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔ اور یہ بات ہمنے تمام جہان کے لئے نشان ٹھہرائی ؛

طوفان سے کشتی پر سوار ہونے والوں کا بچ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے صداقت کا ثبوت بتایا ہے۔ حالانکہ کشتی پانی کے طوفان سے بچانے کے لئے اسباب عادیہ میں سے ایک سبب ہے۔ تو پھر طاعون جسکو تمام لوگ اب تھک کر عذاب الٰہی تسلیم کرتے ہیں اسکے بارے میں:۔

اول یہ اعلان ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو کہ ملائکہ طاعون کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور عنقریب

اس ملک میں پھیلیگا ؏

دوم یہ کہ اِنّی اُحَافِظُکَ خَاصَّۃً۔ میں خصوصیت سے تجھ اس طاعون سے محفوظ رکھونگا۔

سوم یہ کہ اِنَّہٗ اٰوی القریۃ لولا الاکرام لھلک المقام۔ وہ خدا اس بستی قادیان کو خوفناک تباہی یعنی طاعون جارف سے بچالیگا۔ اگر تیرا اے مسیح موعود اکرام نہ ہو۔ تو یہ مقام ہلاکت کے قابل ہے۔ (الہام دافع البلاء ۱۹۰۲ء)

چہارم یہ کہ اِنّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار۔ میں ان سب کی حفاظت کروں گا۔ طاعون سے جو تیری چار دیواری کے اندر ہیں۔ (الہام۔ اپریل ۱۹۰۲ء)

پنجم۔ اگر اور کوئی ان مذکورہ بالا دعووں میں سے کوئی دعویٰ کریگا۔ اور یہ شائع کریگا کہ میں اسے افترا سمجھتا ہوں۔ ولعنۃ اللہ علیٰ من کذب وافتریٰ۔ تو وہ آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہوگا۔ (بدر ۱۹۰۷ء)

ششم۔ یہ کہ اس طاعون کے ذریعہ احمدی بڑھینگے۔ غیر احمدی گھٹینگے۔ اور ہر مقام پر احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک امتیاز رہے گا ؏

یہ چھ زبردست امور کیوں اٰیۃً للعلمین نہیں۔ کیا کوئی چار دیواری طاعون سے بچانے کے لئے اسباب عادیہ میں سے ہوسکتی ہے؟ جب یہ بات اسباب عادیہ میں سے بھی نہیں۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ طاعون سے بستیوں کی بستیاں ویران ہوگئیں۔ مگر آپ اور آپ کی چار دیواری کے رہنے والے حسب وعدہ الٰہی قطعاً محفوظ رہے۔ قادیان میں حسب پیشگوئی خوفناک تباہی نہ آئی۔ اور ہر مقام پر احمدی غیر احمدیوں سے نسبتاً محفوظ رہے۔ اور جیسے جنگ بطور عذاب تھا۔ اور اس میں صحابہ بھی شہید ہوئے۔ مگر جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ بڑھتے گئے اور صحابہ کا زور گھٹ گیا۔ اسی طرح ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ گو بعض احمدی طاعون سے شہید ہوئے

ملہ اس گھر کا اللہ نے ایسا احترام فرمایا کہ کوئی چوہا بھی نہ مرا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو ایک بار گمان غالب ہوا کہ مجھ طاعون ہوگیا چونکہ مولوی صاحب دار کے اندر رہتے تھے۔ حضور نے فرمایا اگر آپ کو طاعون ہوگیا تو میرا سلسلہ جھوٹا ہے یہ کہکر ہاتھ لگایا تو پایا تو بخار ہوہی بھک ہو رہے تھے یا بدن بالکل ٹھنڈا ہوگیا اور صحت پائی۔

مگر جماعت نے برابر ترقی کی۔ اور غیر احمدیوں سے نکل کر اس پاک جماعت میں لوگ داخل ہوتے گئے۔ اور یہی کسی مُرسل کی صداقت کا نشان ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔ اِنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ہ (پارہ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء رکوع ۴) ہم زمین اس کے اطراف سے دبائے چلے آتے ہیں۔ یعنی اُمراء۔ غرباء۔ علماء اور ان کے متبعین دونو قسم کے لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور سلسلہ سے کوئی قابل ذکر تعداد نکل کر ان مخالفوں کی تعداد نہیں بڑھا رہی۔ پس وہ کیونکر غالب ہو سکتے ہیں۔

پس اگر طوفان سے کشتیٔ نوح کا سلامت نکل جانا آیۃً للعالمین ہے۔ تو طاعون کے ذریعہ اس زمانہ کے نوح کے بارہ میں چھ زبردست نشانوں کا پورا ہونا اور آپ کی کشتی (چار دیواری) کا سلامت نکل جانا یقیناً اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور آپکی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

الموت کی تمنا کرنے کے بعد کامیاب زندگی صداقت کا نشان ہے

اللہ تعالیٰ یہودیوں سے خطاب فرماتا ہے:۔

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ہ

(پارہ ۲۸۔ سورہ جمعہ رکوع ۱/۱۱)

اگر تمہارا زعم ہے کہ تمام آدمیوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے اولیاء ہو تو الموت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ اور یہ ہرگز اپنی کرتوتوں کی وجہ سے تمنا نہیں کرینگے۔ اور اللہ ان ظالموں کو جانتا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کے صدق کی یہ علامت ٹھہرائی ہے کہ وہ الموت کی تمنا کرے جسکی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اپنے لئے ان الفاظ میں بددعا کرے کہ اگر میں دیدہ و دانستہ جھوٹ اختیار کر رہا ہوں تو ہلاک و تباہ ہو جاؤں (۲) اپنے مدمقابل کو بلا کر دونو خدا سے لعنت اللہ علے الکاذبین کی دعا کریں کہ جو جھوٹا اور ظالم ہے وہ تباہ ہو (۳) جنگ یا عذاب کے نازل ہونے کی دعا کرے تاکہ اس سے ظالموں کی تباہی ہو۔ (۴) لوگ اسکی موت کی دعائیں کریں۔ یا اس کے مارنے کی جملہ تدابیر عمل میں لائیں۔ اور وہ مدعی ہو کہ میں اپنی طبعی موت سے اپنا

کام پورا کرکے فوت ہوں گا جو باوجود مقابلہ پر بلایا جانے کے ایسا نکرے۔ وہ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ظالم ہے۔ اور ظالم وہ جو اَوْ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَاءَهٗ (پارہ ۲۵۔ رکوع ۱) کے مطابق صدق کی تکذیب کرتا ہو یا خود افترا پرداز ہو ؁

حضرت اقدس اس معیار پر بھی صادق ثابت ہوتے ہیں۔

اپنے حق میں بددعا

چنانچہ آپ نے بارہا اپنے حق میں بددعا شائع کی۔ کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو تباہ ہو جاؤں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ثابت ہے:۔

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر ۔۔۔ گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن منِ بدکارہ را ۔۔۔ شاد کُن ایں زمرۂ اغیارہ را
آتش افشاں بر در و دیوار من ۔۔۔ دشمنم باش و تبہ کُن کارِ من

کیا کسی جھوٹے مفتری کو یا معمولی انسان کو جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسی کپکپی لگا دینے والی دعا مانگے اس دعا کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے در و دیوار پر رحمت برستی ہے۔ اور آپ کے کام میں اور بھی رونق آجاتی ہے؛

علماء کو مباہلہ کا چیلنج

پھر آپ نے تمام علماء، فضلاء، فقراء کو نام بنام مباہلہ کے لئے پکارا مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ چنانچہ آپ انجام آتھم صد۶۶ میں آپ نام لکھ کر فرماتے ہیں۔ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو میں یہ دعا کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا کوئی مفلوج کوئی دیوانہ کسی کی موت سانپ کاٹنے سے ہو۔ کوئی بے وقت موت سے مرے کوئی بے عزت ہو کسی کو مال کا نقصان پہنچے"۔

جب مباہلہ پر کوئی نہ آیا۔ تو بھی ان ۵۲ میں سے اکثر انہی امراض سے آپ کی زندگی میں یا مر گئے یا ان بلیات میں گرفتار ہو گئے ؁

عذاب کی دعا ظالموں کی ہلاکت

پھر آپ فرماتے ہیں ؎ فَلَمَّا طَغَى الْفِسْقُ الْمُبِيْدُ بِسَيْلِهٖ تَمَنَّيْتُ لَوْ كَانَ الْوَبَاءُ مُتَبِّرٌ (جب نافرمانی کا سیلاب حد سے بڑھ چلا تو میں نے تباہ کن وبا کی دعا کی) اس کے بعد طاعون کا زور ہوا۔ اور آپ کے مخالف ہلاک ہوئے اور جیسا کہ آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور آپ اور آپ کی چار دیواری کے اندر رہنے والے محفوظ رہے اور آپ کی جماعت نے اس سے ترقی کی ؁

لوگوں کا موت کی دعائیں کرنا

پھر آپ نے اپنی وحی الٰہی کو شائع فرمایا ہے کہ ثمانین حولاً

او قریبًا من ذالک۔ تیری عمر اسّی ۸۰ برس سے پانچ چھ برس کم ہوگی (دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم) اور فرمایا:۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ اللہ تجھے لوگوں کے حملہ سے بچائیگا۔ اور یہ وحی تو براہین احمدیہ ہی میں چھاپ دی کہ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا اور تجھے کامیاب کرکے اپنے حضور بلانے والا ہوں) پھر آپ کے مخالف ہزاروں عامل اور سیفی خوان تھے۔ ہزاروں فقر کا دعویٰ کرنیوالے اولیائی کا دم بھرنے والے تھے۔ اور پھر ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے قتل کا فتویٰ دیا۔ اور سینکڑوں ایسے جو آپ کو مار دینا کار ثواب سمجھتے۔ مگر آپ اُسوقت تک فوت نہ ہوئے۔ جب تک کہ حسب وحی الٰہی عمر ۷۴ سال نہ ہوگئی۔ اور آپ اپنا کام پورا نہ کرچکے۔ بیسیوں ڈاکے پڑتے اور آئے دن قتل ہوتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص اپنے اردگرد کوئی پہرہ نہ رکھنے (مارنیوالے تو پہروں کے اندر بھی مار جاتے ہیں) اور یہ اعلان کرنے کے باوجود کہ طبعی موت سے کامیاب مرنا میرے صدق کی علامت ہے، اپنے سخت مخالفوں میں زندہ رہتا ہے۔ اگر یہ بات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دلیل صدق تھی۔ تو احمد نبی اللہ کے لئے بھی دلیل صدق ہے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ عرب یا کابل میں جاتے تو پھر اس الہام کی قدر معلوم ہوتی۔ ہم کہتے ہیں یہاں ہندوستان میں قتل نہیں ہوتے۔ اور کیا مارنے والوں نے حضرت عمر کو باوجود انکی سلطنت کے نہیں مار دیا تھا۔ اور خود کسی مُصیبت میں پھنسنا اور اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنا تو شریعت میں منع ہے۔ پھر ایسا کہنے والا حضرت مسیح سے ایک اور مماثلت آپ کی پوری کرتا ہے۔ کیونکہ انہیں بھی شیطان نے کہا تھا۔ اگر تو سچا ہے تو پہاڑ سے اپنے آپ کو نیچے گرا۔ پس مردان خدا خود بلا کے منہ میں نہیں جاتے۔

غرض ہر چہار طریق سے آپ کی صداقت ثابت ہے:۔

کثرت سے اُمور غیبیہ کا اظہار دلیل صداقت ہے!

اللہ تعالےٰ اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ (پارہ ۲۹ سورہ الجن رکوع ۱۲)

وہ اللہ غیب کا جاننے والا وہ اپنے غیب پر کسی کو سوائے برگزیدہ رسولوں کے مطلع نہیں کرتا۔ اور اس کے آگے پیچھے فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے ؁

اِس آیت میں خدا نے یہ بتایا ہے کہ نبی و رسُول کس کو کہتے ہیں۔ اور ایک نبی اور غیر نبی میں کیا مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔ نبی اس کو کہتے ہیں جسے کثرت سے اُمور غیبیہ پر اطلاع دی جائے۔ اور وہ اطلاع اہم اُمور پر مشتمل ہو۔ اور اس زمانہ میں اسکی نظیر نہ پائی جائے۔ سو اس معیار پر ہم حضرت اقدس کی صداقت کو دیکھتے ہیں تو ثابت ہے۔ کیونکہ آپ کو اُمور غیبیہ سے اس کثرت سے اطلاع دی گئی کہ اُمت محمدیہ کے کسی مجدد و کسی ولی کسی غوث قطب میں اسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ آپ اس امر میں کئی نبیوں سے بڑھ کر ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں کا ذکر مضمون کے پچھلے حصے میں مختلف طور پر آچکا ہے یہاں میں چند اور مختصراً بیان کر دیتا ہوں:۔

۱۔ ہر مذہب کے قائم مقام اور زعیم کی موت جو آپ کے مقابل پر آیا۔ لیکھرام۔ ڈوئی۔ آتھم۔ غلام دستگیر محمد لکھو کے والا۔ فقیر مرزا۔ رُسل بابا۔ مولوی اسمٰعیل علی گڈھی۔ عبد القادر طالب پوری ابو الحسن سیالکوٹی۔

۲۔ ہر اس شخص کی موت جس نے آپ سے مباہلہ کیا یا جس کی ہلاکت کی بد دُعا آپ نے کی۔ اور زندہ رہنے کو دلیل صدق ٹھہرایا۔ مثلاً چراغ الدین جمونی نے ایک دُعا شائع کی۔ جسے پڑھ کر انسان کانپ جاتا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق الہام شائع کیا۔ انی اذیب من یریب (میں فنا کر دونگا میں غارت کر دوں گا۔ دافع البلاء صت۲۳) سو ۴۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو مع اپنے دونوں بیٹوں کے ہلاک ہُوا۔ (۲) الٰہی بخش اکونٹنٹ جسکے بارے میں ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو ایک الہام شائع فرمایا۔ ایک مُوسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کر دونگا۔ اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دُوں گا پر جس نے میرا گناہ کیا۔ میں اُسکو گھسیٹوں گا۔ اور اسکو دوزخ دکھلاؤں گا۔ میری نشان روشن ہو جائینگے۔ میرا دشمن ہلاک ہو گیا۔ سو وہ ۷۔ اپریل سنہ ۶، بجے شام طاعونی موت سے فوت ہُوا۔ (۳) قادیان کے آریوں کا زور تھا۔ مقابل پر سکول بنایا۔ اخبار نکالا۔ سماج قائم کی۔ آخر میں آپ نے "قادیان کے آریہ اور ہم" رسالہ شائع کیا۔ اور اسکے ٹائٹل پر یہ شعر ہے

میرے مالک تو ان کو خود سمجھا ✲ آسماں سے پھر اِک نشان دکھلا

اسکے بعد تمام وہ جو ایسی تحریکات کے حامی تھے۔ اور مقابلہ کرنے میں پُرجوش۔ طاعون سے فوت ہو گئے۔ سومراج۔ اچھر چند وغیرہما۔ اب کوئی مقابل پر نہیں۔ (۴) مولوی ثناء اللہ

امرتسری نے البتّہ آپ کی دُعا پڑھ کر لکھا تھا کہ یہ فیصلہ مجھے منظور نہیں۔ اور حواشی پر چھاپا کہ زیادہ عمر تو گمراہوں اور جھوٹوں کو دیجاتی ہے۔ سو خدا نے اسکے ساتھ اسی معیار پر معاملہ کیا اور جو فتوے اس نے اپنے لئے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔ اس کا مصداق اُسے بنا دیا۔ (۵) سعد اللہ نومسلم لودھیانوی کی نسبت انوار الاسلام مطبوعہ ۱۸۹۴ء میں الہام شائع فرمایا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اور انجام آتھم میں شائع فرمایا۔ فلست بصادق ان لم تمت بالخزی۔ چنانچہ وہ آپ کی زندگی میں جنوری ۱۹۰۷ء کو نمونیا اور پلیگ سے ابتر فوت ہُوا (۶) ایک شخص کی طرف سے مقدمہ فوجداری کی اطلاع الہاماً شائع کی۔ چنانچہ کئی سال بعد مقدمہ دائر ہُوا۔ اور مقدمہ بھی ان واقعات کی بناء پر ہُوا۔ جو اس رُؤیاء کے بعد پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مواہب الرحمٰن میں شائع فرمایا۔ دیکھو صہ ۱۲۹۔ ودمئیت ان آخر امری نجات بفضل رب العٰلمین۔ ولو بعد حین۔ وبشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین چنانچہ اس کے مطابق اور اپنے الہام مورخہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء اِنَّ اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون کے مطابق آپ نے تمام مقدمات سے نجات پائی۔ اور آپ عند اللہ متقی اور محسن ثابت ہوئے۔ اور اسی دشمن کو ایک مقدمہ میں سزا ہو گئی۔ اور آپ نے الفاظ لئیم وغیرہ جو اس کے لئے لکھے تھے وہ عدالت میں جائز تسلیم کئے گئے۔ یہ کہنا کہ مقدمات میں کئی فتحیاب ہوتے ہیں نادانی ہے۔ جنگوں میں بھی کئی فتحیاب ہوتے ہیں۔ مگر اپنی کامیابی کی قبل از وقت تحدّی سے اطلاع دینا اُسے نشان بنا دیتی ہے ؛

۳۔ طاعون کے متعلق پیچھے مفصل گذر چکا۔ کیونکہ آپ نے اسکے پھیلنے پھر اپنے اور چار دیواری کے اندر رہنے والوں اور احمدیوں کے نسبتاً محفوظ رہنے کی خبر دی ؛

۴۔ آپ نے ایک الہام شائع فرمایا۔ زلزلہ کا دھکا۔ اور پہلے آئین ۱۹۰۲ء میں شائع ہو چکا تھا۔

کھڑی ہے سر پر ایسی ایک ساعت ✕ کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت۔

اور براہین احمدیہ میں الہام چھپ چکا تھا۔ فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکاً۔ (خدا کی تجلی پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔ پھر آپ نے اشتہار شائع فرمایا۔ موتا موتی لگ رہی ہے، اور مجھ کو الہام ہُوا ہے۔ عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ کہ ایک خاص علاقہ میں تباہی نازل

ہوگی۔ سو اس کے مطابق ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شدید زلزلہ آیا۔ جس سے کانگڑہ کا علاقہ تباہ ہو گیا۔ وہ مندر بھی گر گیا جو سولہ سو سال سے محفوظ چلا آتا تھا۔ اس کے بعد آپ کو الہام ہوا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ تو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو پھر شدید دھکہ زلزلہ کا لگا۔ پھر آپ نے متواتر اشتہار شائع کئے کہ ابھی زلزلے آنیوالے ہیں۔ چنانچہ اسکے مطابق سانفرانسسکو۔ فارموسا۔ چلّی میں خوفناک زلزلے آئے۔ اور ابھی پچھلے سال کا ذکر ہے کہ اٹلی میں سخت زلزلہ آیا۔ جیسے ہندوستان میں کانگڑہ کی سرزمین پر تباہی آئی کہ وہ شرک گڑھ ہے اسی طرح اٹلی میں جہاں پوپ رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قہاریت اور یگانہ قادر معبود ہونے کا ثبوت دیا۔ پھر وقت اب نزدیک آیا کھڑا سیلاب ہے کے مطابق پیرس میں تباہی آئی۔ اور الہام زلزلہ در گور نظامی فگند کے مطابق موسیٰ ندی نے علاقہ نظام حیدر آباد میں تمام شہر کو تباہ کر دیا۔ پھر اسی سیلاب نے گورداسپور میں اور پھر اس سال لکھنؤ کو جس طور پر تباہ کیا ہے۔ وہ اس ملک کے رہنے والے خوب جانتے ہیں۔ اٹھارہ ہزار مکانات مسمار ہوئے۔ اسی ہزار خانمان برباد۔ ۴۶ جانیں تلف۔ جونپور کا ⅔ حصہ پانی میں ڈوبا رہا۔ چین کے علاقہ کو انگ ٹنگ میں سیلاب آیا۔ دس ہزار آدمی غرق ہوئے۔ ۵۰ تجارتی کوٹھیاں۔ آسام و برہما میں اس سے بڑھ کر سیلاب کی آفت آئی۔ ساٹھ ہزار آدمی بے خانمان ہوئے۔ پھر بنگال میں سیلاب آیا۔ جس کا زور نرائن گنج تک پہونچا۔

۵۔ آپ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو یہ اشعار لکھے اور چھپوائے:۔

اِک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد — جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار
آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب — اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے — کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمین ہو جائیگی زیر و زبر — نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رود بار
ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس — بھولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں — سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان — آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحی حق کی بات ہے، ہو کر رہیگی بے خطا کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

لفظ زلزلہ پر آپنے یہ حاشیہ لکھا ہے۔ "خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا لفظ بار بار ہے × × × لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نمونہ دکھلاوے۔ جسکی نظیر کبھی اس زمانہ میں نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔" اب ان اشعار اور اس تشریح کو زیر نظر رکھ کر موجودہ واقعات جنگ پر نظر کرو۔ کہ آیا یہ وہی زلزلہ ہے یا نہیں جسکی خبر خدا کے مُرسل نے نو سال پہلے دی۔ جبکہ اس جنگ کا سان گمان بھی نہ تھا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب جرمنی نے حملہ کیا تو اتحادی سلطنتیں تیار بھی نہ تھیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ کسی جنگ کا نہ تھا۔ جرمنی نے خواہ مخواہ امن میں خلل ڈالا۔ پھر کیا اِک انقلاب آیا یا نہیں؟ جس سے زمین زیر و زبر ہو گئی۔ کیا جہاں ۴۰۔۳۰ من گولہ پڑتا ہے۔ انسانوں اور پرندوں کے حواس اُڑتے ہیں یا نہیں؟ اور کوہستان میں خون کی نالیاں چل رہی ہیں یا نہیں؟ اور فوجوں کی مارچ اور جنگ کی وجہ سے دیہات گردش کھا رہے ہیں یا نہیں؟ ہر مسافر پر وہ گھڑی سخت ہے یا نہیں؟ راہ کو بھولے یا نہیں؟ بلجیئم اور سرویا اور دیگر مقامات پر جا کر دیکھو کہ رات جو برنگ یاسمن پوشاکیں رکھتے تھے۔ صبح نے انہیں مثل درختان چنار کیا یا نہیں۔ اور آیا اس کے خوف سے جنّ و انس و مسیح اور شریف امیر و غریب مضمحل ہو گئے یا نہیں؟

پس اگر ذرا بھی خدا کا خوف ہے۔ تو یہی ایک ربّانی نشان جو قہر کا نمونہ ہے۔ خدا کے فرستادہ کی صداقت پر ایمان لانے کا کافی محرّک ہے ؏

۶۔ آپنے سُلطان روم ترکی سلطنت کی نسبت شائع فرمایا کہ اسکے ارکان کی حالت اچھی نہیں اور انجام بخیر نہیں۔ اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے ہیں۔ اسوقت مُسلمانوں نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ کیونکہ انکی نظر ظاہر پر تھی۔ مگر چند سالوں کے بعد جیسا کہ خدا کے مامور نے اطلاع دی تھی۔ انہی ارکان نے سلطان کو معزول کر دیا۔ اور پھر ترکی گورنمنٹ کا زوال شروع ہُوا ؏

۷۔ ایران کی نسبت الہام شائع فرمایا۔ "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد"۔ اس وقت سب حیران تھے کیونکہ ایران میں بادشاہ کا پورا پورا اقتدار تھا۔ لیکن رعایا نے سلطان کو معزول کیا۔ اور وہ روس میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ پھر اسوقت سے تزلزل شروع ہے ۔

۸۔ ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء کو آپ نے وحی شائع فرمائی۔ کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب اسکی نسبت ان کی دلجوئی ہوگی"۔ اس وقت بنگالہ کی تقسیم ہو چکی تھی۔ اور بنگالی اس تقسیم کی ترمیم یا تنسیخ کے متعلق پورا زور لگا چکے تھے۔ پارلیمنٹ تک سے جواب مل گیا تھا۔ کہ اب یہ قطعی فیصلہ سمجھا جائے مگر آخر ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو قریباً چھ سال بعد شہنشاہ معظم نے بنفس نفیس دہلی کو دار الخلافہ مقرر فرمایا۔ اور اس تقسیم کی ترمیم فرماکر بنگالیوں کی دلجوئی کردی۔ یہ اعلان ایسے حالات میں ہوا۔ کہ اس وقت تک کسی کو اطلاع نہ ہوئی۔ جب تک اعلان نہ ہوگیا۔ کیونکہ شہنشاہ نے زبان مبارک سے اعلان فرمایا۔ اور پھر ایسی شان و شوکت سے کہ ہندوستان و بنگال والے اسے بھول نہیں سکتے۔ کیونکہ شہنشاہ خود ہندوستان میں آیا۔ اور یہ اعلان فرمایا۔ ہے کوئی جو اس کھلے کھلے نشان سے فائدہ اُٹھائے ۔

۹۔ آپ نے مکاشفہ میں پیشگوئیوں کے ایک کاغذ پر اللہ تعالیٰ سے دستخط کرائے۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ نے سرخی کے قلم کو جھاڑا۔ تو معاً سرخی کے چند قطرے آپکے کُرتے پر گرے۔ وہ قمیص اب تک موجود ہے۔ دیکھنے والے خدا کے اس نشان کو دیکھتے ہیں کہ کیونکر نیست سے ہست ہوتا ہے ۔

۱۰۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کابلی اور ان کے ایک رفیق کی شہادت کے لئے براہین میں الہام چھپ چکا تھا۔ شاتان تذبحان۔ دو بکریاں ذبح کی جائینگی۔ پھر جب صاحبزادہ رضؓ دارالامان میں آیا تو وحی الٰہی نازل ہوئی۔ قتل خیبة وزید هیبة (وہ قتل کیا گیا بحالیکہ اس کی کسی نے نہ سُنی۔ اور ہیبت بڑھ گئی) جسمیں اشارہ تھا کہ اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا وقت آگیا۔ چنانچہ یہاں سے واپس جاکر وہ اور ان کا رفیق شہید ہوئے۔ یہ واقعہ خون کے حرفوں کا کابل کی سرزمین کے پتّے پتّے پر لکھا موجود ہے۔ اور خدا کا ایک زبردست نشان ہے ۔

۱۱۔ حضور کو اپنے والدین کی وفات پر الہام ہوا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اسوقت خود اپنے خرچ اور گذارہ کے متعلق حالت اچھی نہ تھی کہ اسکے بعد ایک عظیم الشان کارخانے کے متکفل ہوئے۔ صرف لنگر کا خرچ دو ہزار تھا۔ (ب) اور براہین احمدیہ میں آپ کی الہامیہ دعا ہے۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن۔ اسکے بعد یا تو آپ اکیلے تھے۔ یا چار پانچ لاکھ کی کثیر التعداد جماعت آپکو دیگئی (ج) براہین احمدیہ یعنی ۱۸۸۱ء کے پہلے کے الہامات ہیں۔ یاتون من کل فج عمیق یاتیاتک من کل فج عمیق (دور دور علاقوں سے لوگ تیرے پاس آئینگے۔ اور تحفے تحائف لائینگے) لا تصعر لخلق اللہ (خلق اللہ سے منہ نہ پھلانا) اور انگریزی میں "آئی شل گو یُو اے لارج پارٹی آف اسلام"۔ میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دوں گا۔ اور حَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ (وہ وقت قریب ہے کہ تو لوگوں میں مشہور و معروف ہو) اور حالت یہ تھی کہ قادیان کے تمام لوگ بھی آپ کو نہ جانتے تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ اس کثرت سے لوگ آئے کہ رستوں میں گڑھے پڑ گئے۔ تحفہ تحائف کی کوئی حد نہیں۔ آپکو اسلام کی ایک بڑی جماعت دیگئی۔ جس نے پہلے نہیں دیکھا۔ وہ اب دیکھ لے کہ قادیان میں ہر ملک ہر دیار کے ہر اعلیٰ زبان جاننے والے موجود ہیں یا نہیں یہ نشان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب ساتھ ہی اس کے جو سخت مخالفت کی خبر دیگئی تھی وہ بھی پوری ہوئی۔ اور علماء نے امراء نے۔ رؤساء نے فقراء نے دل کھولکر مخالفت کی۔ مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ جسے خدا نے بڑھانا تھا۔ اُسے بڑھایا۔ اور جسے اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کے ماتحت ذلیل کرنا تھا اُسے ذلیل کیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی زندہ نظیر موجود ہے۔ اُس کے پہلے حالات اُسی کے کسی دوست سے پوچھو۔ اور پھر موجودہ عزت اور زندگی اپنی آنکھ سے دیکھو۔ پھر اس یدخلون فی دین اللہ افواجا کے نظارہ کو جلسہ دسمبر پر دیکھو۔ اور خدا کے مرسل اور اس کے راستباز پر ایمان لاؤ ؎

۱۲۔ عبد الرحیم خاں بن نواب محمد علیخاں کی نسبت اطباء نے کہدیا کہ اب ظاہری طور پر بچنا محال ہے۔ آپنے اسکی شفاعت کی۔ اور وہ تندرست ہوا (۲) خود میرے نوجوان بھائی

کو طاعون ہو گیا۔ اسکی آخری گھڑی تھی جب کہ ہر ایک اُسے مُردہ تصور کر رہا تھا۔ دُعا کے لئے عرض کیا گیا۔ تو اسے صحت ہو گئی (۲) صاحبزادہ مبارک احمدؑ کی نسبت عورتوں نے کہدیا کہ وفات ہو گئی مگر آپ کے ہاتھ لگتے ہی اسکی زندگی عود کر آئی۔ اور وہ صحت یاب ہو گیا ؛

۱۳- مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کا لڑکا محمد احمد فوت ہوا۔ دشمن نے ہنسی کی۔ آپ کی دُعا کو اللہ تعالےٰ نے قبول فرما کر دکھا دیا کہ "اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور انکی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہیں کا ہے۔ اور وہ بچہ خوش رنگسا اور خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں" (انوار الاسلام صہ ۲۶) سو اس کے مطابق میاں عبدالحی ۵۔ شوال ۱۳۱۶ھ کو پیدا ہوا۔ جس کا ہو بہو یہی حلیہ تھا۔ جو کئی سال قبل آپ نے شائع کیا۔ اور پھوڑوں کے نشان بھی تھے ؛

۱۴- آپ کو وحی ہوئی۔ اذکر نعمتی۔ رئیت خدیجتی۔ سو اس کے مطابق دہلی کے خاندان سادات میں آپ کی شادی ہوئی۔ اور الہام "ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ سامان کنم ؛ آنچہ در کار شما باشد عطائے آں کنم" کے مطابق تمام سامان خود بخود مہیا ہو گیا۔ پھر آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دو لڑکوں کی پیشگوئی شائع فرمائی۔ سو اس کے مطابق ۱۸۸۷ء میں بشیر اول پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد جیسا کہ پیشگوئی میں تھا کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ بلا توقف فضل عمر جس کا دوسرا نام بشیر ثانی۔ محمود بھی تھا۔ پیدا ہوا۔ جسکے بارے میں آپ نے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں شائع فرمایا تھا کہ نو سال کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ اور دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں فرمایا تھا کہ اولوالعزم پیدا ہو گا۔ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے سبز اشتہار میں لکھا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسجد کی دیوار پر سرخ حروف میں نام لکھا ہے محمود۔ جسمیں یہ اشارہ تھا کہ وہ جماعت کا امام ہو گا۔ اور سبز اشتہار میں بھی یہ تھا کہ دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و

.نبیین وائمہ واولیاء وخلفاء ہی × × × اور دوسری قسم کی رحمت کی تکمیل کے لئے خداتعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ پھر آمین میں شائع فرمایا ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا ٭ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا ٭ دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا

سو ان تمام پیشگوئیوں کے مطابق ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا محمود پیدا ہوئے وہ حضرت عمرؓ کی مانند خلیفہ ثانی ہوئے۔ اور فضل عمر کا نام صادق آیا۔ پھر آپ خدا کے محبوب ہوئے۔ اور دوسری قسم انزال رحمت کی پوری ہوئی۔ جو بذریعہ خلفاء پوری ہوتی ہے۔ آپ کی طرف ایک عالم کے قلوب کو پھیرا گیا۔ کیا یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی نہیں۔ جس میں وہ نشانات ہیں ٭

یہ چودہ زبردست نشان کہ ہر ایک نشان اپنے اندر بیسیوں نشان رکھتا ہے۔ ایک طالب صادق کے لئے کافی ہیں۔ کیا کوئی کشفی یا نجومی یا رمال ایسی عظیم الشان اس صفائی کے ساتھ اس تحدی سے پیشگوئیاں کر سکتا ہے۔ پس جب خداتعالےٰ کا کلام فرماتا ہے کہ کثرت سے اُمور غیبیہ کا اظہار سوائے برگزیدہ مرسلین کے کسی پر ہوتا نہیں۔ ادہر حضرت احمد قادیانی میں یہ اُمور رُسلاً مبشرین ومنذرین کے مطابق پائے جاتے ہیں تو آپ کیوں خدا کے مرتضیٰ فرستادہ نہیں ٭

.یہ نشانات (تسع آیات) آپ کے راستباز ہونے پر شاہد عدل ہیں جو ایک خدا ترس دل میں ایمان لانے کی تحریک کرنے کے لئے کافی ہیں۔ باقی رہے اعتراضات۔ سو وہ تو ہر نبی پر ہوئے اور ہوتے رہینگے۔ کیا خاتم النبیین سید المرسلین رحمۃ للعالمین پر آج عیسائی اور آریہ اعتراض نہیں کرتے۔ تو کیا ان اعتراضوں کی وجہ سے کوئی مسلمان آپ کو نعوذباللہ غیر صادق سمجھتا ہے یا ہر مسلمان ہر اعتراض کا کافی ومدلل جواب دے سکتا ہے۔ جب یہ بات نہیں تو ان دلائل کی موجودگی میں مسلمان کہلا کر آپ کیوں اس راستباز پر ایمان نہیں لاتے۔ کیا راستبازوں پر ایمان نہ لانا معمولی بات ہے۔ قرآن شریف میں ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	سوچو تو سہی اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر تم نے

ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِہٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ ھُوَ فِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۔ (پارہ ۲۵۔سورہ شوریٰ رکوع ۶)	انکار کیا۔ تو پھر اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو اس جناب سے دور پڑا ہوا ہے ؛

برادران ملت۔ راستبازوں کی مخالفت معمولی بات نہیں۔ آدم راستباز تھا۔ ابلیس نے مخالفت کی۔ کیا نتیجہ ہوا۔ ان علَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ( ) قیامت تک لعنت برستی رہیگی۔ نمرود کتنا بڑا بادشاہ تھا۔ حضرت ابراہیم کی مخالفت نے کتنا ذلیل کیا۔ فرعون مصر کا بادشاہ اسکی حکومت ایسی زبردست تھی کہ رب کہلاتا تھا۔ مگر حضرت موسیٰ کی مخالفت سے نہ وہ ملک رہا نہ حکومت دریا میں غرق ہو گیا ؛

یہودی کتنے سکھ میں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ جہاں کے لوگوں پر تمہیں فضیلت دی۔ نبی کے انکار سے کیا انجام ہوا ؛

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ۔ (پارہ ۴۔سورہ آل عمران۔رکوع ۱۲)	انپر ذلت لیس دی گئی۔ جہاں رہیں ذلیل ہوں ہاں مسلمان ہو کر یا کسی دوسری سلطنت کی طفیل پناہ ملجائے تو خیر۔ خدا کے غضب میں گرفتار اور محتاجی انپر لیس دیگئی ؛

پس مقام خوف ہے۔ دیکھو وہ جو سید الوادی ابو الحکم کہلاتا تھا۔ ابو جہل ہو گیا۔ جو اگلے لوگوں کے تجربہ سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ یاد رکھے کہ انکار اور اس کے ساتھ شوخی و شرارت سے پیش آنے کی صورت میں جو اس کے ساتھ یہ معاملہ ہونیوالا ہے۔ پس ایمان لانے میں امن ہے قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ مان لینے پر بھی کسی قوم کو عذاب ہوا ہو۔ اخیر میں مَیں بعض اعتراضوں کا جواب اصولی طور پر دے کر اس مضمون کو ختم کر دیتا ہوں:۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد جبرئیل کا نزول بند ہو چکا ہے اور وہ مکالمہ مخاطبہ اب نہیں ہوتا جو انبیاء علیہم السلام سے ہُوا کرتا تھا ؛

جواب۔ جو لوگ مکالمہ مخاطبہ الٰہی کا سلسلہ بند کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ ۝

(پارہ ۷ سورہ الانعام رکوع ۱۱)

ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کہ جاننی چاہیئے تھی نہیں جانی۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا۔ انہیں کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لوگوں کے لئے نور و ہدایت لائے ۞

آیت کے آخری حصہ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ پر تورات کے نزول کے قائل تھے مگر ان کے بعد سلسلہ الہام بند سمجھتے تھے۔ اور انہیں اس بات سے ملزم کیا گیا کہ جو خدا اپنے پیاروں سے پہلے کلام کرتا تھا۔ اب کیوں نہیں کرتا۔ اسی طرح جو لوگ حضرت محمد رسول اللہ پر وحی نبوت اترنے کے قائل ہیں وہ اگر کہیں آپ کے بعد نزول جبریئل بند ہے تو انہوں نے بھی اسکی قدر جیسا کہ جاننے کا حق ہے نہیں جانی۔ ورنہ وہ ایسا نہ کہتے ۞

(ب) اللہ تعالیٰ نے تو کلام نہ کرنے کو عدم الوہیت اور معبودیت کے لائق نہ ہونے کا ثبوت ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ قوم موسیٰ (جس نے بچھڑے کو معبود قرار دے لیا تھا) کو ملزم فرماتا ہوا۔

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝

(پارہ ۹ سورہ الاعراف رکوع ۱۸)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا نہ ان سے کلام کرتا ہے۔ اور نہ انہیں راہ ہدایت دکھاتا ہی اُسے معبود بنا بیٹھے اور اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے

پھر دوسرے مقام پر فرماتا ہے :-

فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ۝

(پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ رکوع ۱۳)

انہوں نے کہا یہ تمہارا معبود ہے۔ اور موسیٰ کا خدا تھا جو بھول گیا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ یہ انکی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اور نہ ضرر و نفع کا مالک ہے ۞

یعنی جو دعاؤں کو قبول نہ کرے۔ ان کا اپنے پیارے بندوں کو جواب نہ دے نفع و ضرر کا مالک نہ ہو۔ وہ معبود حقیقی کسطرح ہو سکتا ہے۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ اب سلسلہ نزول وحی بند ہے انہوں نے فی الحقیقت اس سچے معبود کی قدر کو نہیں پہچانا۔ اور جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب خدا تعالیٰ کسی

کی پکار کا جواب نہیں دیتا۔ وہ اپنے خدا کو ایک بچھڑو کی پوزیشن میں سمجھتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ وہ توبہ کریں ؛

دوسرا اعتراض بعض لوگ مکالمہ مخاطبہ کے قائل ہیں مگر حضرت احمدؑ کی وحی کو شیطانی وحی ٹھہراتے ہیں۔ میں قرآن شریف سے وحی رحمانی و وحی شیطانی کا ایک معیار پیش کرتا ہوں :۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ۝

(پارہ ۱۹ سورہ النمل رکوع ۱۱/۱۵)

کیا میں تمہیں آگاہ کروں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ اترتے ہیں جھوٹے بدکار پر۔ سنی سنائی بات القاء کرتے ہیں۔ اور اکثر ان کے جھوٹے ہوتے ہیں ؛

دو باتیں بیان فرمائیں یعنی شیطانی وحی کے دو نشان بتائے۔ ایک یہ کہ وہ شخص جھوٹا اور بدکار ہوتا ہے دوم جو پیشگوئیاں وہ کرتا ہے اکثر جھوٹی نکلتی ہیں۔

اب اس معیار پر حضرت احمدؑ کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ آپ نے بارہا اعلان فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھ پر کوئی گناہ ثابت کر سکے۔ دعویٰ سے قبل آپ کی زندگی ایسی پاک ہے۔ کہ کوئی مخالف سے مخالف بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور دعویٰ سے بعد تو آپ کی پاکیزہ زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ چار لاکھ انسان آپ کی قوت قدسیہ کی طفیل گناہوں سے پاک ہوا۔ ہزاروں بدکار اور جھوٹے لوگ تھے جو آپ کے انفاس پاک کی طفیل ایسے نیک ہوئے کہ فرشتے ان کے دامن پر نماز پڑھیں۔ پس کیا ایسے پاکباز پر شیطان کا غلبہ ہو سکتا ہے۔ شیطان تو آپ کے بعض مریدوں سے بھی ایسا بھاگتا ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ سے۔ پھر دوسرا معیار لیجئے۔ کہ آپ نے جتنی پیشگوئیاں فرمائیں وہ سچی نکلیں۔ اگر آپ پر شیطانی وحی ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جھوٹ نکلتیں۔ پس ان ہر دو معیار سے ثابت ہوا کہ آپ کی وحی رحمانی وحی تھی ؛

تیسرا اعتراض ۔ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں ؛

جواب۔ پیشگوئیوں کی نسبت سے بعض باتیں سمجھنے کے قابل ہیں جن کے نہ جاننے کی وجہ سے اکثر لوگ نعمت ایمان سے محروم رہے ؛

اول تو یہ کہ ایسے معترض سے میں پوچھتا ہوں کہ جو پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں ان سے تم نے کیا فائدہ

اُٹھایا۔ اُصول کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک نشان بھی مدعی رسالت کے ہاتھ پر پُورا ہو جائے تو ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی پیشگوئی کی سمجھ نہ آئے۔ اور وہ اس کے لئے متشابہ ہو تو جو پُوری ہو چکی ہے۔ اسکی بناء پر ایمان لانا چاہیئے۔

دوم۔ بعض پیشگوئیوں کا پُورا نہ ہونا جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ؕ (پارہ ۲۴ سورہ المومن رکوع ۴)	اگر وہ سچا ہے تو جو تم سے بطور پیشگوئی وعدہ کرتا ہے۔ بعض اس کا ضرور پُورا ہو کر تمہیں پہنچیگا ؛

دیکھو یہاں کل پیشگوئیوں کے پورے ہونے کو دلیل صداقت نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ بعض کو۔

سوم۔ نشانوں کی غرض قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیگئی ہے :-

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶)	اور ہم نشان نہیں بھیجتے مگر خوف دلانے کے لئے۔

پس جب یہ غرض پُوری ہو جائے تو پھر ضروری نہیں کہ وہ وعید پُورا ہو۔ اس اصل کی ماتحت مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی کا مطالعہ کرو۔ جب نکاح نہ کر دینے کی صورت میں ۳ سال کے اندر وہ خود حسب پیشگوئی فوت ہو گیا۔ اور ان کا تمام خاندان ڈر گیا تو پیشگوئی کے باقی حصے کو اللہ تعالیٰ نے تاخیر میں ڈالدیا۔ اور منسوخ فرمادیا ؛

چہارم۔ بعض پیشگوئیاں بانی سلسلہ صاحب پیشگوئی کے خدام کے ذریعہ پوری ہوئی ہیں۔ مثلاً مفاتح کسریٰ کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے ہاتھ پر فتح ہونگے۔ مگر وہ حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوئے۔ اب کوئی نہیں کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اسی طرح آپ نے دیکھا کہ ابوجہل کو بہشتی انگور دیا گیا ہے وہ تو کافر ہی مرا۔ اس کا بیٹا مُسلمان ہُوا۔ پس اسی طرح حضرت احمدؑ کی بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں۔ جو آپ کی اولاد یا خدام کے ذریعہ پوری ہونگی۔ مثلاً آپ نے دیکھا کہ لنڈن٭ میں آپ وعظ فرما رہے ہیں۔ اور آپ نے کچھ پرند پکڑے ہیں۔ سو چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے آپ کے خدام میں سے ایک خادم وہاں گئے۔ اور انہوں نے آپ ہی کی کتابوں کے ذریعہ وہاں تبلیغ سلسلہ کی اور پارہ احمدی ہو چکے۔ یوں آپ کا

٭ ووکنگ لنڈن نہیں بلکہ ۲۵ میل لنڈن سے دُور ایک قصبہ ہے۔ چودھری صاحب اور قاضی محمد عبداللہ صاحب خاص لنڈن میں کام

کشف جواز الاوہام میں ہے پورا ہو رہا ہے ۔

چوتھا اعتراض۔ اگلے مفسرین۔ اولیاء۔ مجددین نے ان آیات قرآنی سے وفات مسیح کیوں ثابت نہ کی۔ اور کیوں مسیح کا نزول اسطرح پر نہ لکھا ۔

جواب۔ صحابہ نے سب سے پہلا اجماع وفات مسیح پر ہی کیا۔ ائمہ عظام میں سے کسی سے بالصراحت مسیح کا زندہ آسمان پر ہونا منقول نہیں۔ مسیح کے بروزی نزول کے بھی اکثر اولیاء قائل رہے۔ باقی صراحت تو اپنے وقت پر ہی ہوتی ہے۔ اگر پہلے ہی یہ مسائل کھل جاتے تو پھر مسیح موعود کی ضرورت ہی کیا رہتی ۔

دوم۔ قرآن شریف میں حضرت سلیمان اور حضرت داؤد دونوں کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (پارہ ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۶) دونوں کو ہمنے حکم اور علم دیا تھا مگر باوجود اسکے اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا۔ اور حضرت داؤد نے جو فیصلہ کیا وہ مقبول نہ ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (ہمنے سلیمان کو سمجھا دیا)۔ اب دیکھو دونوں کو اللہ نے حکم و علم دیا مگر ایک بات ایک کو سمجھا دی۔ دوسرے کو نہ سمجھائی۔ اسی طرح اگر کسی ولی یا مجدد پر جناب باری نے یہ مسئلہ نہیں کھولا۔ تو اس میں ان کی کوئی ہتک نہیں۔ اور نہ یہ امر ان کی ولایت کے منافی ہے۔ جب ایک نبی کی نبوت کے منافی نہیں تو ایک مجدد یا ولی کی شان میں اس سے کیا بٹہ لگ سکتا ہے۔ اور مفسرین تو ہماری طرح بشر ہی تھے۔ وہ تو وحی بھی نہیں پاتے تھے۔ پس ان سے غلطیوں کا ہونا تو کوئی مستبعد نہیں

پانچواں اعتراض۔ مرزا صاحب پرانی باتیں چھوڑ کر نئی نئی باتیں سکھاتے ہیں ۔

جواب۔ باتیں تو دراصل وہی پرانی ہیں جو حضرت احمدؑ لائے۔ کیونکہ یہ وہ دین اسلام ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا۔ اور لوگ رسم ورواج کو دین سمجھ بیٹھے۔ اب اسی کو پرانا سمجھتے ہیں۔ اور اصل اسلام کو نیا۔ مگر قرآن شریف میں آیا ہے:۔

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (پارہ ۱۷ رکوع ۱)	ان کے پاس انکے رب کی طرف سے جو نئی بات آتی ہے یہ اُسے لاپروائی سے سنکر ہنستے کھیلتے ہیں ۔

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے نئی بات ہی آتی ہے جسے لوگ نہیں مانا کرتے۔ پس کیا حضرت اقدس کے منکر اپنے آپ کو اس گروہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ جو وحی و الہام کا دعویٰ سنکر سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ اور اپنے بھائی بندوں کو کہتے۔ کیوں دیکھو کہ ہیں آتے ہو۔ (افتأتون السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ) اور جو مدعی رسالت و نبوت کے رؤیا و کشوف اور الہام سنکر کہا کرتے تھے یہ پریشان خیالات ہیں۔ بلکہ یہ تو اس نے افترا کیا ہے۔ شاعر جو ہوا۔ اگر نبی ہے تو پہلے انبیاء جیسے معجزے دکھائے۔ (قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ) کیا یہ آیت ان منکران مسیح موعود پر صادق نہیں رہی جو بعینہ یہی الفاظ آپ کی رؤیا و کشوف والہامات کے متعلق بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی بنتا ہے تو وہ معجزہ دکھائے۔ جو حضرت موسیٰ نے دکھایا۔ عصا کا سانپ بننے یا جو جناب عیسیٰ نے دکھایا؛ یعنے مردہ زندہ ہو یا پرندے بنائے۔ یا یہ معجزے دکھائے کہ چاند دو ٹکڑے ہوکر پڑے۔ یا وہ کرامتیں دکھائے۔ جو وہ اگلے اولیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بارہ برس کی کشتی نوح کا نکلنا یا ایک برات کی برات کا ایک پیالہ کے نیچے دبا دینا وغیر ذالک ۔

چھٹا اعتراض۔ مہدی تو سیدوں میں سے آنا ہے ۔

جواب۔ سید کوئی خاص ذات نہیں۔ سید تو وہی ہے۔ جسے خدا سردار بنائے۔ ہاں اگر یہ کہو۔ کہ بنی فاطمہ میں سے تو سُن رکھو کہ حضرت اقدس کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں۔ اور پہلے بھی نسل سادات ایک خاتون ہی سے چلی ہے۔ پھر یہی وہ غلطی ہے۔ جو یہود کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے مانع ہوئی۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ وہ موعود نبی بنی اسرائیل میں سے آنا چاہیئے نہ کہ بنی اسمٰعیل سے۔ اور مشرکوں نے بھی یہی کہا۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (پارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۳/۹) یہ قرآن دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہوا۔ اس کا جواب جو اللہ نے دیا ہے وہ ایسے معترض کے لئے کافی ہے۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں۔ پس اس نے جس پر چاہا فضل کردیا۔ اور اسے سید بنا دیا ۔

غرض اس قسم کے اعتراض ہیں جن کا جواب قرآن مجید ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ مثال کے

طور پر بعض اُصولی باتیں سمجھادی ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک طالب حق مسلم کے لئے بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے اب کوئی قوی روک نہیں ہو سکتی۔ شبہات کا سلسلہ تو جب تک شیطان ہے۔ اور انسان رُوح القدس سے معمور نہیں ہوتا۔ چلاہی جائیگا قرائن قویہ کو دیکھنا چاہیئے۔ بعض لوگ مان کر پھر شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں۔ اور زیادہ انکشاف کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

(پارہ ۹ سورہ الانفال رکوع ۳/۱۷)

اے مومنو۔ اللہ اور اس کے رسُول کی بات کو قبول کرو۔ جب وہ تمہیں زندہ کرنے کے بلائے اور یاد رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے ارادے میں آڑے آجاتا ہے۔ آخر اسی کے حضور میں آنا ہے ۔

پس اگر تم اور اسرار کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس کا یہ طریق نہیں کہ اندھیرے میں رہ کر دید کے طالب ہو۔ بلکہ جب تم نے روشنی دیکھ لی۔ تو اس میں آجاؤ۔ اور پھر آگے بڑھو۔ اس میں سستی نہ کرو کہ بعض اوقات آدمی سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے کہ جسکی پاداش میں قبول حق سے محروم رہ جاتا ہے۔ اخیر میں میں اپنے ہموطن۔ ہم ملک بھائیوں۔ سے کہتا ہوں۔ جو اللہ فرماتا ہے :۔

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(پارہ ۶۔ سورہ المائدہ رکوع ۳/۴)

پس اس بشیر و نذیر پر ایمان لاؤ۔ اللہ تم پر اپنی دوہری رحمت نازل کریگا۔ اور تمہیں وہ نُور دیگا۔ جس سے تم روشنی میں چلو۔ اور تمہاری مغفرت کر دیگا۔ اور اللہ غفور و رحیم دیکھو۔ اور حکموں کی نسبت تو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہو۔ کہ کفار مخاطب ہیں۔ مگر یہاں تو خود تمہیں مخاطب کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(پارہ ۲۷ سورہ الحدید رکوع ۴)

محمد رسول اللہ پر تو تم ایمان لا چکے۔ پھر یہ اس کے کس رسول پر ایمان لانے کی تاکید ہے۔ بے شک محمد رسول اللہ ہی پر۔ مگر نہ صرف بعثت اول پر۔ بلکہ بعثت ثانیہ پر۔ (کفلین من رحمتہ کا استحقاق بھی جبھی ہو) جس کا ظہور شریعت محمدیہ پر چلنے کے ثمرہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کامل بروز و مظہر اتم کے ذریعہ ہونیوالا تھا۔ وَاِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

ریویوز

احمدؐ رسول خدا انہیں اسے خیر دے۔ ہمارے دوست چودھری مولا بخش صاحب بھٹی اہلمد سیالکوٹ کو کہ انہوں نے احمدؐ کے بارے میں جو مضمون رسالہ تشحیذ میں چھپ چکا ہے۔ اس کا اور دیگر تحریرات بزرگان ملت مندرجہ الفضل وغیرہ جرائد احمدیہ کا اقتباس ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا ہے جو برادران جماعت احمدیہ کے لئے بہت مفید ثابت ہو گا انشاء اللہ۔ ایک آنہ اسکی قیمت ہے اور مؤلف مذکور سے ملسکتا ہے۔ اس مسئلہ کو میں ایک اور طرح حل کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آیت میں وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ہے یعنی ایک ایسا رسول آنیوالا ہے جس کا نام احمد ہے اب سوال یہ ہے کہ اسم کیا ہے وہ جو ماں باپ رکھیں (۲) یا خود وہ شخص اپنا نام بتلائے۔ (۳) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس نام سے اُسے پکاریں (۴) اس کے احبار و اقربا اس کا نام بتائیں اب حضرت اقدس مسیح موعود کے بارے میں سنئیے۔ والدین آپ کا اصل نام احمدؐ ہی سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپکے نام پر جو گاؤں ہے اُسے احمد آباد کہتے ہیں (ب) خود آپنے اپنا نام احمدؐ بتایا۔ ہر شخص جس نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی ہے اِس بات کی گواہی دیگا کہ آپنے فرمایا کہو آج میں احمدؐ کے ہاتھ پر (۲) اپنی کتب میں حضور والا نے یہ نام لکھا ہے۔ چنانچہ لجۃ النّور میں اپنی کنیت ابی المحمود لکھکر اپنا نسب نامہ یوں فرمایا ہے۔ احمدؐ بن غلام مرتضےٰ۔

پھر سب سے بڑی شہادت اللہ کی ہے کہ اس اللہ ذات بابرکات نے آپ پر جو وحی نازل فرمائی۔ اسمیں آپکو اسی احمدؐ کے نام سے خطاب کیا۔ دیکھو براہین ۱۸۸۲ء کی وحی یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ (۲) یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰی شَفَتَیْکَ (۳) یَا اَحْمَدُ یَتِمُّ اسْمُکَ (۴) بورکت

یا احمدؐ (۵) بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی ۔ اب جو لوگ حضرت احمدؑ کو سچا ملہم تسلیم کہتے ہیں وہ بتائیں کہ یا احمدؑ کسکو پکارا گیا ہے اسکے بعد رسول اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں کہ آپ کا نام احمدؑ ہی تھا ۔

رسول اللہ کی شہادت

ورأیت ذات لیلۃ وانا غلام حدیث السن کانی فی بیت لطیف نظیف یذکر فیہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت ایہا الناس این رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاشاروا الی حجرۃ فدخلت مع الداخلین فبشرنی حین وافیتہ وحیانی باحسن ماحییۃ وما انسی حسنہ وجمالہ وملاحتہ وتحننہ الی یومی ھذا اشغفنی حبا وجذبنی بوجہ حسین قال ما ھذا بیمینک یا احمدؑ فنظرت فاذا کتاب بیدی الیمنی ۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۵)

اور مینے ایک رات جب کہ میں ابھی نوجوان ہی تھا کہ میں ایک نہایت پاکیزہ گھر میں ہوں ۔ مینے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں ۔ لوگوں نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کیا ۔ میں اسکے اندر گیا تو حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور میرے سلام کا جواب دیا ۔ میں آپ کے حسن وجمال کو آج تک نہیں بھولا ۔ آپکے حسن نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور آپ کی محبت میرے رگ وریشہ میں سرایت کر گئی ۔ آپنے فرمایا کہ یہ تیرے ہاتھ اے احمدؑ کیا ہے ۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ظلِ نبوت پڑنے سے یہ نام ملہم کے طور پر پایا وہ بھی غور کریں کہ ابھی آپنے دعویٰ نہیں کیا ۔ آپکی بعثت نہیں ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یا احمدؑ کہکے پکارتے ہیں جس سے واضح ہوا کہ آپکا یہی نام تھا (۳) پھر آپکے احباء واقربار قادیان انصار ومہاجر اور آپکے اہل بیت آپ کا یہی نام احمدؑ بتلاتے ہیں ۔ پس ایسی بات سے کسطرح انکار ہو سکتا ہے کہ آپ ہی احمدؑ تھے ۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے بعد سے آج تک کوئی شخص احمدؑ نام کا نہیں گذرا جس کا دعویٰ ہو کہ میں رسول و نبی ہوں ۔ اور وہ اپنے اس دعوے میں صادق بھی ہو ۔ سوائے حضرت مرزا احمدؑ قادیانی صلے اللہ علیہ وسلم کے ۔ ہاں یہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ احمدؑ رسول محض بہ برکت اتباع حضرت محمد رسول اللہ بنے ہیں صلے اللہ علیہما وسلم ۔

علمی جنتری کانپور

اشاعت حال میں جنگ کے متعلق مفید معلومات درج ہیں۔ اس کے علاوہ ہر مشہور سال کی تاریخیں مع تفصیلات درج ہیں۔ بڑے بڑے سوداگروں سے مل سکتی ہے۔ براہ راست منگوانی ہو۔ تو سید محمد عبداللہ صاحب علم گھڑی والی کوٹھی کانپور سے منگوائیں ؛

زیدی کلینڈر ۱۹۱۶ء

دیوار پر آویزاں کرنے کے لئے میر بشارت حسین صاحب زیدی ونڈو ڈلیوری ۱۴ خیر پور میرس کا یہ کلینڈر بابت ۱۹۱۶ء و ۱۹۱۷ء نہایت خوشنما اور رنگین ہے ایک ہی ورق ہے۔ احباب سے اسکی خریداری کی سفارش ہے فی ار۔ درجن کے ۸ر اور سَو کے چار روپے۔ زیدی جنتری بھی عنقریب آب و تاب سے شائع ہوگی ؛

مباحثہ لودھیانہ کے دو اعتراضوں کا جواب

تشحیذ ماہ دسمبر میں جو مضمون تھا وہ برادر محمد صدیق کمسٹ بانار میرٹھ نے علیحدہ چھپوایا ہے۔ احباب محصولڈاک بھیجکر منگوائیں ؛

مقوی بے نظیر

از مجربات طبیب شاہی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضہ

یہ وہ نسخہ ہے جس کو صدہا مریضوں پر کامیابی کے ساتھ برتا گیا ہے۔ دل کمزور ہو۔ کثرت مطالعہ یا دیگر اقسام کی کثرت محنت کے سبب سے دماغ کمزور ہو گیا ہو۔ اعضاء میں کسی قسم کا ضعف آگیا ہو۔ اعصاب میں کچھ کمزوری ہوگئی ہو۔ پیشاب بار بار آتا ہو۔ بدن میں تھکان رہتی ہو۔ ہاضمہ میں کمزوری ہو۔ اس قسم کی تمام مرضوں کے واسطے یہ گولیاں اکسیر ہیں۔ سریع التاثیر ہیں۔ اور ہزارہا دفعہ کی تجربہ شدہ عمدہ خوشنما گولیاں طیار کیگئی ہیں۔ جن کے نگلنے میں بھی دقت نہ ہو۔ باوجود ان سب ان سب خوبیوں کے قیمت ایک ڈبیہ (۴۲ گولیاں) صرف مبلغ دو روپیہ (۲ عار) علاوہ محصولڈاک ؛

المشتہر۔ حکیم امیر احمد قریشی شفاخانہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب قادیان ضلع گورداسپور

قیمت عہ	چھ مشہور دوائیوں کا بکس	قیمت عہ

آزمایش کے لئے آزمایش کے لئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۱۳ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اسلئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہوگئے ہوں یقین دلانے اور آزمایش کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جسمیں ہر ایک اسقدر کافی ادویہ ہیں کہ آزمایش پوری طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے گھر باریوں کے لئے یہ انمول ہے۔ اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے۔

ہر ایک بڑی شیشی کے دام الگ الگ ہیں ؂

دواؤں کے نام

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے۔

کولاٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا۔

جلاب کی گولیاں۔ جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔

پوری حالت کی فہرست بلا قیمت طلب کرکے دیکھئے۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ۔

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۶ء کی نہایت خوبصورت چھپ کر تیار ہے ... پڑھے لکھے اشخاص کو نام و پتہ لکھنے پر جنتری بلا قیمت ... مضمون لکھی جاتی ہو۔

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتب قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۱ | بابت ماہ اپریل ۱۹۱۶ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ | نمبر ۴

فہرست مضامین

مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام ۔ ۱ - ۲۶

مسیح موعود کا علم کلام ۔ ۲۷ - ۳۵

قیمت سالانہ عوام عہ طلباء عہ

غیر ممالک سے عہ

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا

کیا آپ چاہتے ہیں. کہ خدانخواستہ تشحیذ بند کر دیا جائے؟

معزز احباب سلسلہ! آپکے وہ تمام خطوط میں پڑھ چکا ہوں جن میں آپنے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر نہایت ضروری مفید معلومات کا حامل ہوتا ہے۔ ابھی مارچ کا رسالہ نہایت پسند کیا گیا ہے۔ جس میں نئے طریقے پر تبلیغ احمدیت اور صداقت مسیح موعود ثابت کی گئی ہے۔ مگر یہ زبانی باتیں میری کچھ مدد نہیں کر سکتیں۔ حال یہ ہے کہ آپ میں سے چار سو ایسے دوست ہیں۔ جنہوں نے تاحال سنہ ۱۶ء کا چندہ پیشگی ادا نہیں فرمایا۔ بلکہ وی پی واپس کر دیئے۔ اور تین چار سو سے زیادہ ایسے ہیں۔ جن کے ذمے سنہ ۱۵ء اورؔ پچھلے سالوں کا بقایا ہے۔ اور یہ بقایا ہزار روپے سے متجاوز ہے اور تین سو ایسے ہیں جو خریداری ہی چھوڑ چکے ہیں۔ کاغذ اتنا گراں ہو گیا ہے۔ کہ ڈبل خرچ ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ موجودہ خریدار تمام بھی چندہ ادا فرماویں۔ تو بھی سال کے اخراجات کے لئے کافی نہیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ برحق سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی کا لگایا ہوا پودہ سرسبز رہے تو آبیاری کیجئے۔ میں کوئی خیرات نہیں مانگتا۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اس کا حق لے دو۔ اپنے ذمہ کا بقایا ادا کرو۔ اس سال کا چندہ بھجوا دو۔ اور کم از کم ایک ایک خریدار مہیا کر کے اسے اس قابل بنا دو کہ اپنا خرچ آپ چلائے تشحیذ خدا کے فضل سے اپنے ناظرین سے شرمندہ نہیں۔ بجلیکہ ہم صفحے کے ۴۸-۶۴ - بعض اوقات ۸۰ صفحے پر اس کا ایک ایک نمبر نکلا ہے اور یہ پانچواں سال ہے۔ کہ اسکا ایک نمبر بھی لیٹ نہیں ہوا۔ ہمیشہ وقت پر شائع کیا گیا۔ ہر رسالہ ایسے مضمون کا حامل ہوتا رہا۔ جو ایک مستقل کتاب کا کام دے۔ اور ایسی سیر کن بحث کہ مزید لکھنے کی حاجت نہ رہے۔ کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ جب ہماری طرف سے یہ کوشش ہے۔ تو آپ کیا دو روپے سالانہ بھی خرچ نہیں کر سکتے؟ دیکھوں! کون میری اپیل کا جواب دیتا ہے ٭

جن اصحاب نے سنہ ۱۶ء کا تاحال چندہ ادا نہیں فرمایا۔ وہ ۵ مئی کا پرچہ وی پی لینے کے لئے تیار رہیں۔ اگر واپس کرنا ہو۔ تو پہلے ہی اطلاع دیدیں ٭

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۶ء

مباحثہ مابین غیر احمدی و احمدی

دربارہ

حیات و ممات مسیح ابن مریم علیہ السلام

یہ ایک مباحثہ ہے۔ جو ایک غیر احمدی مولوی اور ہمارے دوست احمدی مولوی صاحب کے درمیان ہوا۔ حسب شرائط عصر کے بعد شام تک ایک فریق کا مولوی لکھاتا جاتا اور ایک ہوشیار منشی لکھتا جاتا۔ پھر وہ مضمون پبلک کو سنایا جاتا۔ اس طرح پر ۱۹۰۵ء میں یہ مباحثہ ہوا۔ جو بہت دلچسپ ہے۔ میں اسے بطور نمونہ ناظرین کے افادہ کے لئے چھاپتا ہوں پہلے غیر احمدی مولوی کا پرچہ ہے۔ پھر اس کا جواب اور ثبوت وفاتِ مسیح احمدی مولوی کی طرف سے ؂

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ (سیپارہ ۳ آل عمران)

تحقیق لفظ توفی ا۔ میرا ثبوت یقال توفی اللّٰہ تعالٰی اے قبض روحہ۔ وتمام گرفتن حق را۔ منتہی الارب۔ ج ۴۔ ص ۴۵۳۔

مثال اوّل۔ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ۔ الم سجدہ سیپارہ ۲۱۔

مثال ثانی۔ تَوَفَّیْتُ مِنْہُ دَرَاھِمَ۔

قرآن شریف میں معنی نوم بھی ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ الخ۔ مثال اوّل میں ملک الموت قرینہ برائے معنی موت ہے۔

مثال ثانی میں دراہم قرینہ معنی تمام گرفتن ہے۔

مثال ثالث یعنی نوم کے لئے لیل و بعث قرینہ نوم ہے۔

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَی الآیۃ میں نہ قرینہ موت موجود ہے۔ اور نہ نوم ہے بلکہ رَافِعُکَ وَمُطَهِّرُکَ قرینہ رفع جسد ہے۔

رَافِعُکَ صیغہ اسم فاعل مشتق از رفع ہے۔ رفعہ رفعاً برداشت آنرا خلاف وضع کما یقال رَفَعْتُہٗ اِلَی السُّلْطَانِ اے قَرَّبْتُہٗ وکذلک جاء فی الحدیث فرفعہ الی النبی صلعم الصبی الخ مشکوٰۃ ص ۱۴۲

دوم۔ قرینہ رفع جسد مراد لینے کے واسطے مُطَهِّرُکَ الخ قرینہ ہے۔ کیونکہ تطہیر روحی تحصیل حاصل ہے۔ اور تطہیر جسمانی مفید مطلب کما ھو ظاھر من قولہ انما المشرکون نجس الآیۃ کیونکہ معنی تطہیر پاک کردن و شستن یقال طہرہ بالماء۔ منتہی الارب ج ۳۔ ص ۹۲۳۔

مضمون دیگر

درصورت قطع نظر قرائن اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے توفی بمعنی موت ثابت ہونے میں کلام ہے

کیونکہ متوفی صیغہ اسم فاعل ہے۔ تین حال سے خالی نہیں ہے۔ یا بمعنی ماضی یا بمعنی حال یا استقبال ہوگا۔ جیسا کہ کتب صرف ونحو میں موجود ہے۔ منادی عیسٰے علیہ السلام ہے۔ جو ماضی کا معنے مراد لینے سے مانع ہے۔ اور بمعنی حال بھی مفید مطلب نہیں ہو سکتا۔ ہاں بیشک بمعنی استقبال ہونے کی صورت میں کوئی نقص وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر حیات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بکمال وضاحت اثبات حیات ہوتا ہے۔

دیگر

ورافعک واؤ عاطفہ برائے عطف بغیر ترتیب ہے جیسا کہ قولہ تعالےٰ واسجدی وارکعی مع الراکعین۔ سے عطف بلا ترتیب ثابت ہے۔ اور کتب نحو میں اس مسئلہ کے تشریح موجود ہے۔ دریں صورت اگر توفی بعد رفع تسلیم کر لی جاوے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور نہ کوئی نقص عبارت قرآن لازم آتا ہے۔

جواب از جانب احمدی مولوی متعلق مضمون اول

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ - جس وقت فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے عیسیٰ تحقیق میں تجھ کو موت حتف انف یعنے طبعی موت سے ماروں گا۔ بغیر کسی کے قتل و صلب کے۔ یعنی دشمنوں سے تجھے معصوم رکھوں گا۔ اور تیری اپنی طبعی عمر پوری کر کے تجھ کو وفات دینے والا ہوں۔ اور تجھ کو اپنی طرف مراتب شریفہ میں جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کو بعد موت ہوتا ہے لے جاؤں گا۔ اور تجھ کو منکروں کے الزاموں اور اعتراضوں سے پاک کروں گا۔ اور تیرے متبعین کو منکروں پر قیامت تک غالب کرونگا۔

تحقیق معنی توفی کتب لغت (۱) قاموس تَوَفَّاہُ اللّٰہُ قبض روحہ۔ (۲) منتہی الارب ج ۴ ص ۱۳۲۵ - تَوَفَّاہُ اللّٰہُ میرانیدن - (۳) اساس البلاغۃ ج ۲ ص ۱۴۳ - (۴) اقرب الموارد ج ۲ ص ۱۴۷۲ - (۵) تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۴ - (۶) لسان العرب ج ۲ ص ۲۸۰ - (۷) صراح ج ۲ ص ۱۰

(۸) صحاح جوہری ج ۲-۴ ۳ ۶ ۵-

ان سب کتب میں توفاہ اللہ کے معنے قبض روح کے بیان کئے گئے ہیں-

قرآن شریف مثال ان معنوں کی یعنی توفی بمعنی موت کی (یعنی جبکہ توفاہ اللہ کی مثل عبارت ہو۔مع) یعنی جبکہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ ہو۔اور مفعول انسان ہو۔ تو معنی موت ہی مراد ہوتے ہیں۔ الا بالقرینہ معنے نوم بھی آتے ہیں ❊

آیت اوّل :- وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا الخ پ۲ سورہ بقرہ

ترجمہ :- اور جو لوگ تم میں سے فوت کئے جاویں - اور بیویوں کو چھوڑ مریں۔ انتظار کریں۔ یعنے عدت بیٹھیں-

آیت دوم - وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ الخ پ ۲-سورہ بقر ❊

ترجمہ :- جو لوگ تم سے فوت کئے جاویں - اور بیویوں کو چھوڑیں ان کی بیویوں کے لئے وصیت کرنی چاہیئے ❊

آیت سوم - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ - پ۴ س- آل عمران)

ترجمہ :- اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والا سنا - کہ ندا کرتا ہے ایمان کے لئے کہ اپنے رب کے ساتھ ایمان لاؤ - پس اے ہمارے پروردگار ہم نے مان لیا - پس ہمارے گناہوں کو بخش دے - اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کردے - اور ہم کو پاکوں کے ساتھ وفات دے ❊

آیت چہارم - فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ - پ ۴- سورہ نساء ❊

ترجمہ - پس اگر وہ گواہی دیں - تو ان کو بند رکھو گھروں میں یہانتک کہ ان کو موت ماردیوے

آیت پنجم - اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ الخ پ ۵- سورہ نساء ❊

ترجمہ:۔ تحقیق جن لوگوں کو فرشتوں نے وفات دی۔ در آں حالیکہ وہ اپنے نفسوں پر ظالم تھے۔

آیت ششم۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ پ ۷ سورہ انعام۔

ترجمہ:۔ حتیٰ کہ جب کسی کو تم سے موت آپہنچے۔ تو ہمارے فرشتے بھیجے ہوئے وفات دیتے ہیں۔

آیت ہفتم:۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ الخ پ ۸۔ سورہ اعراف

ترجمہ:۔ حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں۔ ان کو فوت کرنے۔ (موت دیتے) ہیں۔

آیت ہشتم:۔ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۔ پ ۹ سورہ اعراف

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال اور فرمانبرداری کی حالت میں روح قبض کر۔

آیت نہم۔ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ الخ پ ۱۱ سورہ یونس

ترجمہ:۔ یا تو ہم تجھ کو دکھا دیں گے۔ بعض وہ وعدے جو ان سے کرتے ہیں۔ یا دیتے ہیں۔ یعنے بعض وعدے تیرے دشمنوں کی نسبت تیری حیات میں تجھے پورے کرکے دکھا دیں گے۔ یا تجھے فوت کرلیں گے۔

آیت دہم۔ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ پ ۱۳۔ سورہ یوسف۔

ترجمہ:۔ تو میرا والی ہے۔ دنیا اور آخرت میں مجھ کو تابعدار کر کے مار اور مجھ کو صالحین کے ساتھ شامل کردے یا ملا دے۔

آیت یازدہم۔ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ پ ۱۳۔ سورہ رعد۔

ترجمہ:۔ آیت نمبر ۹

آیت دوازدہم۔ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ پ ۱۴۔ سورہ نحل۔

ترجمہ :۔ جن کو فرشتے فوت کرتے ہیں۔ الخ

آیت سیزدہم :۔ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ .... الخ پ ۱۴ سورہ نحل

ترجمہ :۔ ان کو فرشتے فوت کرتے ہیں۔ حالیکہ پاکیزہ نفس تھے یا پاک تھے ؛

آیت چہاردہم ۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ الخ پ ۱۴۔ سورہ نحل ۔

ترجمہ ۔ اللہ نے پیدا کیا تم کو اور پھر تم کو موت دیتا ہے ؛

آیت پانزدہم :۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ پ ۱۷۔ سورہ حج ؛

ترجمہ ۔ اور بعضے تم سے موت دیئے جاتے ہیں۔ اور بعضے تم سے لوٹائے جاتے ہیں رذیل عمر کی طرف ۔ یعنے بعضے تم میں سے پہلی عمر میں فوت کئے جاتے ہیں ۔ اور بعض ضعیف کئے جاتے ہیں ؛

آیت شانزدہم ۔ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ الخ پ ۲۱ سورہ سجدہ ؛

ترجمہ ۔ مارتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر موکل کیا گیا ہے ؛

آیت ہفت دہم ۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ ۔ الخ پ ۲۴ سورہ مومن

ترجمہ :۔ اور بعض تم میں سے فوت کئے جاتے ہیں پہلے ہی ؛

ان سب آیات میں توفی کے معنے موت کے ہیں ؛

احادیث

عن عائشہ رض ان رسول اللہ صلعم توفی فی بیتی ۔ بخاری ج ۲ ص ۶۴۰

ترجمہ :۔ مروی ہے عائشہ رض سے تحقیق رسول صلعم فوت کئے گئے میرے گھر میں۔ یعنے وفات دیئے گئے ؛

(۲) ۔ بعث النبی صلعم اسامہ بن زید فی الذی توفی فیہ بخاری ج ۲

ترجمہ ۔ بھیجا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسامہ بن زید کو اس مرض میں جس میں

آپ وفات دئے گئے ؛

(۳) توفی اللہ النبی صلے اللہ علیہ ثم توفی اللہ ابا بکر ۔ بخاری ج ۱ ص ۳۶۳

ترجمہ :۔ وفات دی اللہ تعالے نے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھر وفات دی اللہ تعالے نے حضرت ابا بکر رضی اللہ عنہ کو ؛

(۴) سوف یتوفی من وجعہ الذی ھذا الخ ۔ بخاری ج ۲ ص ۶۳۹ ؛

ترجمہ ۔ آپ فوت کئے جاویں گے ۔ اسی بیماری سے الخ

(۵) عن عائشہ رضی اللہ عنہا فلما اشتکے وجعہ الذی توفی فیہ ۔ بخاری ج ۲ ۔ ص ۶۳۹ ؛

ترجمہ :۔ عائشہ رضی اللہ تعالے سے روایت ہے ۔ کہ جب آپ بیمار ہوئے ۔ اس بیماری میں جس میں آپ فوت کئے گئے ۔ الخ

(۶) دخل علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین توفیت ابنتہ بخاری ج ۱ ۔ ص ۱۶۷ ؛

ترجمہ ۔ اس کے پاس حضرت علیہ السلام آئے جس وقت کہ آپ کی بیٹی فوت کی جاتی تھی ؛

(۷) توفیت احدی بنات النبی صلے اللہ علیہ وسلم ۔ بخاری ج ۱ ص ۱۶۸

ترجمہ :۔ فوت ہوئی ایک بیٹی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ؛

(۸) عن عبد اللہ بن جابر لما توفی جاء ابنہ ۔ بخاری ج ۱ ۔ ص ۱۶۸ ؛

ترجمہ ۔ جب فوت ہوگیا ۔ تو آیا ۔ اسکا بیٹا ۔

(۹) ما توفی اللہ نبیاً قط الا دفن حیث قبض ۔ کنز العمال ج ۲ ۔ ص ۱۱۲ ۔

ترجمہ ۔ نہیں فوت کیا کسی نبی کو بھی اللہ تعالے نے ہرگز ۔ کہ وہ دفن کیا گیا ۔ جس جگہ کہ فوت کیا گیا ؛

(۱۰) ثم یبعث اللہ ریحاً طیبۃً فیتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان ۔ مشکوٰۃ ۔ حدیث آمانجل قیامت ؛

ترجمہ:۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک لطیف ہوا بھیجیگا۔ جو فوت کریگی ہر اس شخص کو جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے ؏

(۱۱) ان اللہ تابع الوحی قبل وفات حتی توفی ملکہ ثم ماکان الوحی یوم توفی رسول اللہ۔ صحیح مسلم ج ۲-۴-۱۹۴۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے وفات سے پہلے پے در پے وحی بھیجی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے دن بہت ہی وحی کا نزول ہوا ؏

(۱۲) دعا جنازہ جو مشہور ہے۔

من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان

ترجمہ:۔ اے اللہ تعالےٰ جس کو تو زندہ رکھے۔ ہم میں سے پس اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور جس کو تو موت دے ہم میں سے پس موت دے اس کو ایمان پر ؏

(۱۳) انہ یقبض فی وجعہ الذی توفی فیہ بخاری ج ۲-۴-۶۳۸

ترجمہ۔ ان سے آپنے سرگوشی فرمائی۔ کہ اسی موت میں آپ فوت ہوجاویں گے۔ اس وقت کی بات ہے۔ جب آپ فوت کیئے گئے ؏

(۱۴) ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکی وبکی اصحابہ حین توفی سعد بن معاذ بن جبل۔ کنزالعمال ج ۲-۵-۲۲۴۔

ترجمہ۔ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب روئے۔ جبکہ سعد بن معاذ بن جبل فوت کئے گئے ؏

(۱۵) عن عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فلما اشتکی وجعہ الذی توفی فیہ طفقت انفث علی نفسہ بالمعوذات ؏

ترجمہ:۔ آپ بیمار ہوئے اس بیماری میں جس میں آپ فوت کئے گئے۔ تو میں آپ کی ذات مبارک پر دم کرنے لگی۔ معوذات کے ساتھ ؏

(۱۶) عن عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ حین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضھم یوسوس وکنت منھم فقالت لابی بکر

توفی اللہ نبیہ قبل ان اسئلہ عن نجاۃ ھذا الامر کنز الاعمال ج ۲ ص ۲۳

ترجمہ:- جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت کئے گئے۔ اصحاب نے غم کیا۔ آپ پر یہاں تک کہ بعض ان کے وسوسہ پڑنے کے قریب ہو گئے۔ اور میں بھی ان میں سے تھا۔ پس میں نے ابوبکر سے کہا۔ کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کو فوت کر لیا۔ اس سے پہلے کہ میں آپ سے سوال کروں۔ اس امر کی نجاۃ سے

(۱۷) عن علی اخرج من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا اباحسن الخ بخاری

ترجمہ:- حضرت علیہ السلام سے علی رضی اللہ تعالے عنہ نکلے۔ اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہو گئے یا کئے گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ اے اباحسن آپ آج کس طرح ہیں۔ یا آپ کا کیا حال ہے

(۱۸) واللہ انی لاریٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوف یتوفی من وجعہ ھذا۔ بخاری

ترجمہ:- اللہ کی قسم میں ضرور دیکھتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی بیماری سے فوت کئے جاویں گے

اسی طرح ہزاروں حدیثوں میں لفظ توفی آیا ہے جبکہ اللہ تعالے فاعل اور انسان مفعول ہو تو اس کے معنے قبض روح ہی ہیں

تفسیر اس لفظ توفّی کی جو قرآن شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام پر واقع ہے حضرت علیہ السلام والصلوٰۃ سے ثابت ہے کہ یہاں معنے موت ہی مراد ہیں

چنانچہ زیر آیت وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی

کنت انت الرقیب علیھم - امام بخاری علیہ الرحمہ نے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے - فاقول کما قال العبد الصالح کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی الخ یعنے جبکہ بعض صحابی حضرت علیہ السلام کے طرف جہنم کی یعنی بائیں طرف چلائے جاویں گے - تو آپ عرض کریں گے - کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں - پس کہا جائیگا، الی اخر الحدیث تو آپ عرض کریں گے - جسطرح کہ العبد الصالح نے عرض کی - یعنی حضرت مسیح علیہ السلام نے کہ میں انپر شاہد اور حافظ رہا جب تک کہ میں ان میں رہا - پس جب تونے مجھے فوت کر لیا - تو تو ہی ان پر رقیب رہا - یہ تو ظاہر ہے - کہ اس حدیث شریف میں اس آیت توفیتنی بولنے کے وقت آپ کی مراد موت ہی تھی - کیونکہ آپ کی وفات فریقین کو مسلم ہے - تو اس سے معلوم ہؤا - کہ اس لفظ کے معنے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں موت ہی ہیں - یہ نہیں ہوسکتا - کہ جب اس آیت کو حضرت مسیح علیہ السلام فرماویں - تو معنے اس لفظ توفیتنی کے اور ہوں - اور جب حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ لفظ فرماویں - تو معنے اور ہوں - پس اس حدیث سے ثابت ہوا - کہ اس لفظ توفیتنی کے معنی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت ہی بیان فرمائے - اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر کے وقت پیش کیا - تو معلوم ہؤا - کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ؛

تفسیر صحابہ

متوفیک جو اس آیہ شریفہ میں بحق مسیح علیہ السلام ہے حضرت عبد اللہ رضؓ بن عباس نے اسکے معنے ممیتک فرمائے - جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح کے صفحہ ۶۶۵ میں ذکر فرمایا اور اس کی سند عینی شرح بخاری مسمی بہ عمدۃ القاری نے بیان فرمائی - تو یہ حضرت عبد اللہ بن عباس وہ صحابی ہیں جس کی بابت حضرت علیہ السلام نے دعا فرمائی - کہ اے اللہ تو انکو قرآن کی مراد سمجھادے - چنانچہ ان کو صحابہ کرام قرآن کے معنے کے بڑے واقف سمجھتے تھے خصوصاً خلیفۂ دوم حضرت عمر رضؓ ان کی اس لئے بڑی عزت کرتے تھے - کہ یہ قرآن کے معنے خوب سمجھتے ہیں جیسا کہ سورہ اذا جاء نصر اللہ الخ کے معنوں میں صحابہ سے انھوں نے امتحان لیا - تو

سب سے حضرت عبداللہ بن عباس کے معنے ان کو پسند آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں بھی یہی معنے سمجھتا ہوں جو تو نے فرمائے۔ تو جب یہ جلیل القدر صحابی اس لفظ متوفیک کے معنے موت کے کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی ایسے صحابی دیگر سے اس کے برخلاف کوئی منقول نہیں۔ تو ثابت ہُوا۔ کہ صحابہ میں ان معنوں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اگر ہے۔ تو نقل کیا جاوے ؛

اب میں مولوی صاحب کی تحریر پر نظر کرتا ہوں

مولوی صاحب کی مثال نمبر۲ یعنی توفیت منہ دراھمی کو متوفی کے معنے کے اظہار کے لئے پیش کرنا بالکل درست نہیں۔ کیونکہ متوفیک میں فوت کرنے والا یعنی فاعل اللہ تعالےٰ ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کسی فعل میں فاعل ہو۔ تو چونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات اور افعال مخلوق سے نرالے اور بے مثل ہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ لیس کمثلہ شئ الایۃ یعنے اللہ تعالےٰ کی مثل کوئی شے نہیں۔ اس لئے اصحاب لغت نے افعال منسوب الی اللہ کو علیحدہ معنوں میں بیان کیا۔ جیسا کہ صاحب قاموس نے زیر معنی لفظ خلق لکھا ہے۔ الخالق فی صفاتہ تعالےٰ المبدع للشئ المخترع علے غیر مثال سبق و خلق الافک افتراہ۔ جب خلق کا فعل یعنی پیدا کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہو۔ تو یہ معنے ہوں گے۔ پیدا کرنا کسی چیز کو از سر نو نئی طرز سے نکالنا سوائے مثال سابق کے جیسا کہ فرمایا ہے۔ خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار۔ پ۲۷ س الرحمٰن پیدا کیا انسان کو بجنے والی مٹی مثل ٹھیکری سے اور پیدا کیا جنوں کو شعلہ والی آگ سے یعنی بنا لیا اس شخص نے جھوٹ کو۔ اسی واسطے اصحاب لغت نے لفظ توفی میں تفریق کی ہے۔ یعنے جب یہ لفظ خدا تعالےٰ کی طرف منسوب ہو۔ تو اس کے معنے قبض روح کے ہیں۔ اور جب انسان کی طرف منسوب ہو۔ تو حق لینے کے معنے کئے ہیں ؛

خلاصہ یہ کہ جب اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو۔ تو بموجب لغت عرب وہی خاص معنے ہوں گے۔ یعنی روح کا قبض کرنا۔ اس سے متوفیک مندرجہ آیت متنازعہ فیہ کے تصفیہ کے لئے توفیت منہ دراھمی پیش کرنا بالکل بے موقعہ اور بے محل اور سرح الفارق ہے

چاہیئے تھا۔ کہ اس فیصلہ کے لئے ایسی آیات اور احادیث و محاورات عرب پیش کئے جاتے جن میں اللہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول اور فعل توفی باب تفعل سے ہو ؛

مولوی صاحب نے ہر سہ امثلہ جو تحقیق لفظ توفی میں پیش کی ہیں۔ ان میں ہر ایک مثال کے معنے کے لئے قرینہ پیش فرمایا ہے۔ اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلا قرینہ لفظ توفی کے معنے کیا ہوا کرتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے بیان نہیں فرمائے۔

واضح رہے کہ لفظ توفی کے معنے جیسا کہ لفظ توفی کی بحث میں ہم نے ظاہر کیا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول اور فعل توفی باب تفعل ہو۔ تو معنی قبض روح ہی ہوتے ہیں ؛

مولوی صاحب کا متوفیک میں معنے موت سے انکار کے واسطے رافعک قرینہ پیش کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ رافعک الیّ میں اللہ تعالےٰ نے رفع بجانب خود کا وعدہ فرمایا۔ اور اجلی البدیہات اور پرُ ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تخصیص جہتہ من الجہات اور قیود خواص جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔ لیس کمثلہ شئے الایۃ۔ یعنے کوئی شئے اس کے مثل نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ تمام صفات میں بے مثل ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد یعنے ہم انسان کی طرف رگ جان سے بہت قریب ہیں۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ الایۃ جس جگہ تم منہ کرو پس اسی جگہ اللہ کا وجہ ہے۔ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ ۔ پ ۲۸۔ مجادلہ۔ یعنی تین اشخاص کی کوئی سرگوشی نہیں۔ مگر وہ بھی یعنی اللہ تعالےٰ ان کا چوتھا ہے۔ اور نہ پانچ مگر چھٹا انکا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے یعنی کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے۔ تا اس کی طرف جسد کو منزل بمنزل جانا پڑے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ جسمانی ہی آپ نے ثابت کرنا ہے تو ظاہر کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح کس طرف گئے۔ خدا تو ہر جگہ موجود تھا۔ اور یاد رہے۔ کہ آیۃ شریفہ میں رافعک الیّ فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ کہ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ آسمان کا تو اس میں نام تک نہیں ہے ؛

تحقیق لفظ رفع

ہاں کبھی رفع الی اللہ سے مراد مراتب شریفہ قرب الٰہی میں ترقی بحسب استعداد و لیاقت روحی ہوتی ہے۔ جیساکہ آیات قرآن شریف وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۔ پ۹۔س اعراف

ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو رفع دیتے۔ ان آیات سے ۔ لیکن وہ زمینی خواہش کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے ہولیا ۔

(۲) وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا پ۱۶۔مریم۔

ترجمہ۔ ہم نے اُس کو مراتب عالیہ میں مرفوع کرلیا ۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ زندگی میں بھی رفع الی اللہ سے رفع جسمانی مراد نہیں ہُوا

احادیث

(۱) اذا تواضع رفعہ اللّٰہ الی السماء السابعۃ ۔ کنز العمال ج ۲۔

ترجمہ۔ جب آدمی تواضع یعنی عاجزی کرے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان تک اٹھا لیتا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں ساتویں آسمان تک اٹھانیکا لفظ موجود ہے۔ لیکن پھر بھی جسم کا لے جانا آسمان کی طرف ہرگز مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے عزت مراد ہے۔ اور اس کا جسم زمین میں ہی رہتا ہے۔ کما ھو ظاہر ۔

(۲) الازد یرید الناس ان یضعوھم ویابی اللّٰہ الّا ان یرفعھم مشکوۃ ص ۵۴۳

ترجمہ۔ قبیلہ ازد کو تو لوگ نیچا کرنا چاہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ انکار کریگا۔ سوائے انکو اونچا کرنے کے ۔

(۳) قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ یرفع بھذا الکتٰب اقواماً ویضع بھا اٰخرین رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۱۷۶۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تحقیق اللہ تعالیٰ رفع کریگا اس کتاب کے ساتھ کئی قوموں کو

اور کئی دوسروں کو نیچا کر دے گا۔ اس کتاب کے ساتھ ؛

لغت

الرفع ضد الوضع فی السماء الله تعالےٰ الرافع ھو الذی یرفع المومنین اولیائہ بالاسعاد والتقریب۔ لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۴۸۸ ونمایہ فی غریب الحدیث جلد ۲ ص ۹۷۔

ان احادیث اور کتب لغت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رفع اللہ سے مراد رفع جسمانی نہیں ہوا کرتا ؛

لیکن رفع الی اللہ سے مراد اس آیت شریفہ میں مراتب شریفہ مکارمیں وصول و ترقی باقصائے مراتب بحسب استعداد و لیاقت روحی دینا اور ایصال الی محبوب حقیقی بعد انقطاع علایق حیات دنیوی یعنے بعد موت ہے ؛

ثبوت از احادیث

(۱) عن عبادۃ ابن الصامت قال قال رسول اللہ صلعم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ فقالت عائشہ او بعض ازواجہ انا لنکرہ الموت قال لیس ذلک ولکن المومن اذا حضرہ الموت بشر برضوان اللہ وکرامتہ فلیس شئ احب الیہ مما امامہ فاحب لقاء اللہ واحب اللہ لقاءہ وان الکافر اذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ فلیس شئ اکرہ الیہ مما امامہ فکرہ لقاء اللہ و کرہ اللہ لقاءہ۔ متفق علیہ وفی روایۃ عائشہ والموت قبل لقاء اللہ۔ مشکوۃ باب تمنی الموت صفحہ ۱۳۱ ؛

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص خدا تعالےٰ کے ملنے کی محبت کرے۔ خدا تعالیٰ اس کے ملنے کی محبت کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ملاقات کو مکروہ سمجھے۔ خدا تعالےٰ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ پس حضرت عائشہ رض نے عرض کی۔ یا کسی اور بیوی صاحبہ نے

ہم تو موت کو مکروہ سمجھتی ہیں۔ فرمایا یہ تو مطلب نہیں۔ ولیکن مومن جب اس کو موت آئے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اس کی عزت دہی کی بشارت ملتی ہے۔ پھر کوئی شئے اس کو ایسی پیاری نہیں۔ جیسی کہ آگے اس کے ہے۔ پس اللہ کی ملاقات کی محبت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بھی اس کی ملاقات کی محبت کرتا ہے۔ اور تحقیق منکر جب اس کو موت آوے۔ اللہ کے عذاب کی اس کو بشارت ملتی ہے۔ پھر ان کی طرف اس کے لئے کوئی شے بہت بُری نہیں۔ جیسی کہ آگے اس کے ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے۔ اور عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ کہ ہمیشہ اللہ کی ملاقات کے پہلے موت آتی ہے ؛

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کی ملاقات کے لئے رفع الی اللہ ضروری ہے۔ کیونکہ خدا بلند تر ہے۔ اور اس کی ملاقات کے لئے رفع ہونا ضروری ہے۔ اور کافر کو نہ خدا کی ملاقات ہے۔ اور نہ اس کو رفع ملتا ہے۔ اور دیکھو کہ عائشہ صدیقہ نے صرف خدا کی ملاقات کے ڈر سے موت کا ہونا پہلے سمجھ لیا۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کی ملاقات کامل طور پر سوائے موت کے نہیں۔

(۲) عن عبد اللہ ابن عمرو قال رسول اللہ صلعم تحفۃ المومن الموت۔ مشکوۃ صفحہ ۱۳۲ ؛

ترجمہ۔ مومن کا ہدیہ موت ہے۔ یعنی اس کے سبب سے اس کو خدا تعالیٰ کی ملاقات ہوتی ہے ؛

(۳) عن جعفر ابن محمد عن ابیہ .... ثم قال جبرائیل هذا ملك الموت يستاذن عليك ما استاذن على آدمی قبلك ولا يستاذن على آدمی بعدك قال ائذن له فاذن له فسلم عليه ثم قال يا محمد ان الله ارسلنی اليك فان امرتنی ان اقبض روحك قبضت وان امرتنی ان اترکه ترکته فقال عم تفعل يا ملك الموت قال نعم بذلك امرت وامرت ان اطيعك قال فنزل النبی الی جبرئیل عليه السلام فقال جبرئيل يا محمد ان الله قد اشتاق

الی لقائک فقال النبیؐ یا ملک الموت امض لما امرت بہ فقبض روحہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۱۔

ترجمہ۔ پھر فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے یہ موت کا فرشتہ آنے کا اذن مانگتا ہے۔ اس نے تجھ سے پہلے کسی آدمی پر آنے کا اذن نہیں مانگا۔ اور نہ تیرے پیچھے کسی آدمی سے اذن مانگیگا۔ فرمایا اس کو اذن دیدے۔ پس اس کو اذن دیا۔ اُس نے آپ پر سلام دیا پھر عرض کی اے محمدؐ علیہ السلام اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تیری طرف بھیجا ہے۔ اگر تو مجھ کو روح قبض کرنے کا حکم کرے۔ تو میں روح قبض کر لوں۔ اور اگر تو مجھ کو چھوڑنے کا حکم کرے۔ تو میں چھوڑ دوں پس آپ نے فرمایا۔ کیا تو یہ کر سکتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ ہاں میں اُسی کا مامور ہوں۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں تیرے کہنے پر چلوں۔ اُس نے بیان کیا کہ پھر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف نظر فرمائی۔ یعنی مشورہ کے لئے تو جبرئیل نے عرض کی۔ کہ اے محمدؐ اللہ تعالےٰ تیری ملاقات کا مشتاق ہے۔ پس فرمایا حضرتؐ نے ملک الموت کو۔ جس کام کا تجھے حکم ہے۔ پورا کردے۔ پھر اس نے آپ کی جان قبض کر لی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنت اللہ میں خدا تعالےٰ کی کامل درجہ کی ملاقات سوائے موت کے نہیں ہوتی ؛

(۴) عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلعم یقول وھو صحیح انہ لن یقبض نبی حتی یری مقعدہ من الجنۃ ثم یخیر۔ قالت عائشہ فکان اٰخر کلمۃ تکلم بھا النبی صلعم قولہ اللھم الرفیق الاعلیٰ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۰ ؛

ترجمہ۔ حضرت تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے۔ کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اس کو اس کی جگہ بہشت سے دکھائی جاتی ہے۔ پھر اس کو اختیار ملتا ہے۔ عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ آخر کی کلام جو حضرت نے فرمائی۔ یہ تھی۔ اے اللہ تعالےٰ۔ مجھ کو اونچی جماعت میں لے جا ؛

(۵) الحدیث ا لا نبیاء لا یترکون فی قبورھم ۔بل یرفعون من ثلث لیال حتی اربعین لیلۃ کتاب حیوات الانبیاء مصنفہ امام سیوطی ؛

ترجمہ:۔ پیغمبر اپنی قبروں میں چھوڑے نہیں جاتے ۔بلکہ اٹھائے جاتے ہیں ۔تین رات سے لے کر چالیس رات تک ؛

ان سب احادیث سے ثابت ہوتا ہے ۔کہ اعلیٰ قسم رفع الی اللہ کا بعد وفات ہی ہوتا ہے جو کہ زندگی میں نہیں ۔تب ہی تو اس کا شوق بکمال لگا رہتا ہے ۔حالانکہ انبیاء علیہ السلام اپنی حیات میں بھی واصل باللہ اور ایک قسم کے مرفوع الی اللہ ہوتے ہیں ۔

اسی کمال رفع کی حرص کے لئے وقت اختیار ملنے کے دعا فرمائی ۔اللھم الرفیق الاعلی اور جبرئیل نے بھی شوق کی آگ بھڑکائی ۔کہ اللہ تعالےٰ تیری ملاقات کا شائق ہے ۔کیونکہ خدا تعالےٰ اسی کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے ۔جو خدا کی ملاقات کو شوق سے چاہے ۔اور اسی پیاری مراد کے لئے حضرت علیہ الصلوٰۃ اپنی نماز میں یہ دعا مانگتے تھے ۔اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی (الحزب) اس سے ثابت ہوتا ہے ۔کہ بعد موت ایک پیارا رفع الی اللہ ہوتا ہے ۔جس کی تڑپ ہر ایک نبی کو لگی رہتی ہے ۔حتیٰ کہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کو جو زندگی میں بھی خدا کے کامل رفیع واصل تھے ۔لگی ہوئی تھی ۔یہ وہی رفع الی اللہ ہے جس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی تھی ۔حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی نبی مرسل رفیع و واصل بخدا تھے ؛ اور ابھی ان کو یہ رفع حاصل نہ تھا ۔کیونکہ اگر حاصل ہوتا ۔تو پھر بشارت دینے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی اگر اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہو کہ بعض احادیث مذکورہ بالا میں لقاء اللہ کا ذکر تو ہے مگر رفع الی اللہ کا ذکر نہیں ۔تو اس کو رفع الی اللہ کے اثبات میں پیش کرنا کیونکر صحیح ہے ۔ تو جواباً گذارش ہے ۔کہ رفع الی اللہ کا اصلی نتیجہ اور مراد لقاء اللہ ہی ہوتا ہے ۔کیونکہ جب لقاء اللہ نہو ۔تو رفع الی اللہ سے کیا غرض اور کیا عزت تو ضروری ہے ۔کہ لقاء اللہ کے پہلے رفع الی اللہ ضرور ہو ۔تو لقاء اللہ کی حدیث رفع الی اللہ میں ضرور مفید ہے ؛

مولوی صاحب کا رافعک کو قرینہ صارفہ عن معنی الموت قرار دینا

اس وقت صحیح ہوسکتا تھا۔ جبکہ موت اور رفع الی اللہ جمع نہ ہوسکیں۔ بلکہ یہ رافعک الیّ کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام کو باوجود نبی ہونے کے ملنی قرینہ موئیدہ لمعنی الموت ہے۔ کیونکہ جبکہ وہ پہلے بھی نبی مرسل تھے۔ تو ایک قسم کا رفع ان کو حاصل تھا۔ اور یہ بشارت جس رفع کی ہے۔ وہ تو وہی ہونا چاہیئے جس کی ان کو ابھی امید تھی۔ کیونکہ پہلے رفع کی بشارت تحصیل حاصل ہے۔ تو یہ رفع الی اللہ جو بعد الموت ہے۔ اس کی بشارت قرینہ موئیدہ لمعنی الموت ہے۔ پس یہ لفظ رافعک الیّ کا متوفیک کے معنی موت کے چاہتا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ مولوی صاحب رافعک کو قرینہ رفع جسد قرار دینا دعوے ہی کو دلیل کہنا ہے۔ گویا ان کے نزدیک سوائے رفع جسد کے اور کوئی رفع ہے ہی نہیں جبھی تو رافعک کو ہی رافعک کی دلیل پیش فرماتے ہیں۔

مطہرک

مولوی صاحب کا رفع جسد کے لئے مطہرک کو قرینہ فرمانا بھی درست معلوم نہیں ہوتا خود مولوی صاحب نے ہی مطہرک کا معنی پانی سے دھونا بحوالہ منتہی الارب فرمایا ہے۔ پانی تو زمین میں موجود تھا۔ پھر آسمان پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا مسیح علیہ السلام کو زمین پر جسم دھونے کے لئے پانی نہیں ملتا تھا۔ جو آسمان پر چڑھ کر پانی ڈھونڈنا پڑا۔

اور آیہ انما المشرکون نجس اس کی سند لانے کی ہم کو سمجھ نہیں آتی۔ کیا مشرکون کوئی نجاست حضرت مسیح علیہ السلام پر ڈالتے تھے۔ یا حضرت مسیح علیہ السلام خود شرک کی نجاست میں معاذ اللہ من ذالک ان کی گھنے کہلانے سے اور اغوا سے پڑ گئے تھے۔ حالانکہ ان کے حق میں قرآن فرماتا ہے۔ کہ والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ الآیتہ۔ پ ۱۶۔ س مریم۔ (ترجمہ) یعنے خدا کے فضل سے میرے پر سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا۔ اور جس روز مروں گا۔ اور جس روز میں زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔ یعنی خدا تعالیٰ ہمیشہ مجھے محفوظ اور معصوم فرمائے گا۔ یا مشرکون کے زمانہ میں زمین پر بود و باش رکھنا منافی تطہیر ہے۔ اگر ایسا ہی صحیح ہے۔ تو جملہ انبیاء علیہم السلام کی تطہیر جو ہمیشہ مشرکین

کے ازمنہ میں ہوتے رہے ہیں۔ مثل حضرت مسیح علیہ السلام کے بہ رفع جسد آسمان پر ہونی چاہیئے تھی۔ جو بالکل منقول نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا آیۃ تطہیر بحق اہل بیت نازل فرمانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ مشرکین اس وقت سے ہمیشہ دنیا میں چلے ہی آئے ہیں۔

پس مطہرک سے بقرینہ من الذین کفروا۔ ان الزامات سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پاک کرنا مقصود تھا۔ جو کہ منکروں یعنے یہود نے حضرت مسیح اور ان کی پاک پیدائش پر اور ان کی پاک نبوت پر لگائے۔ اور لگانے چاہتے تھے۔ یعنی معاذاللہ یہ حرام کی پیدائش اور توراۃ کو بگاڑنے والا ہے۔ یعنی زندیق بیدین اور مفسد ہے جس نے ہمارے دین میں اگر فساد ڈال دیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس لفظ مطہرک کی ان کو بشارت فرمائی۔ کہ میں تجھ کو کافروں یعنی یہود کے الزامات سے پاک صاف کردوں گا۔ جس تطہیر کو اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کو نازل فرماکر مکمل کردیا۔ جو آیات ذیل سے ظاہر ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت پر اعتراض کا جواب اس آیہ شریفہ میں ہے۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین۔ پ۲۸ سورہ تحریم ؛

ترجمہ :۔ یعنی وہ عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو پاک رکھا۔ یعنی کوئی بدکاری نہیں کی۔ تو ہم نے اپنے روح سے اس میں پھونکا۔ اور اس نے اپنے رب کے کلاموں اور کتابوں کے ساتھ عمل کرکے سچا کر دکھلایا۔ یعنے خدا کے کلمات اور کتابوں پر ٹھیک طرح عمل کرکے اپنے ایمان کو سچا کر دکھلایا۔ اور وہ تابعداروں میں سے تھے ؛

اسی طرح حضرت مریم صدیقہ کے حق میں کئی آیات ان کو یہود کے الزامات سے پاک کرنے کے لئے نازل فرمائیں۔ جو کئی مختلف مقامات پر قرآن شریف میں موجود ہیں۔ مثلاً سورہ مریم وانبیاء وغیرہ وغیرہ ؛

اور اسی طرح سے حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹ سے پاک کرنے کے لئے آیات ذیل میں فرمایا۔

وقفینا بعیسے بن مریم واتیناہ الانجیل وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ

رافۃ و رحمۃ پ ۲۷ - س حدید -

ترجمہ :- یعنی ان کے پیچھے ہم نے مسیح علیہ السلام کو انجیل دیکر بھیجا - اور ان کے پیروؤں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحمت ڈال دی - یعنی ان کے حواری اور امتی بڑے نرم دل اور رحیم تھے ؛

Digitized by Khilafat Library

استنباط - اس آیت سے معلوم ہوتا ہے - کہ انسان کو اس کے عمل سے پہچاننا چاہئے - یعنے جس کے مریدوں اور متبعین میں نرمی اور خدا ترسی ہو - وہ سوائے سچائی کے نہیں ہو سکتی - غور کرنے کا مقام ہے ؛

ایسے ہی اور بہت سی آئتیں یہود کے الزامات سے پاک کرنے کے لئے قرآن شریف میں موجود ہیں - جن سے مطہرک کی بشارت اعلیٰ درجہ پر پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے ؛

مولوی صاحب کا مثال رفعتہ الی السلطان اور دفع الی النبی صلعم الصبی کا پیش کرنا واسطے رفع جسمی کے آیت رافعک میں نامناسب اور بے موقعہ ہے - کیونکہ اس مثال میں رفع جسمانی مخلوق کی طرف ہے - اور رفع الی اللہ نہیں ہے - یہ مدعا تب ثابت ہوتا - جو مولوی صاحب کوئی مثال جس میں رفع جسمانی الی اللہ ہو - آیت متنازعہ فیہا کے واسطے لاتے - کہ جس میں رفع جسمانی کھلم کھلا فریقین کو معلوم ہو جاتا ؛

ہم اس بات میں مولوی صاحب سے متفق الرائے ہیں - کہ متوفیک اس جگہ بمعنی ماضی و حال نہیں ہے - بلکہ بمعنی استقبال ہی ہے - کیونکہ بیشک ان کو یہ وعدہ موت طبعی سے وفات پانے کا حیات میں ملا تھا - لیکن رافعک کا وعدہ بھی اسم فاعل ہی میں ہے اسی طرح وہ بھی معنی ماضی اور حال میں نہیں ہے - بلکہ بمعنی استقبال ہے - تو اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی رفع ثابت نہیں ہوتا - کیونکہ ابھی تو وعدہ ہی وعدہ ہے - پھر مولوی صاحب کا اس آیت کو پیش کرنا رفع جسمی کے اثبات اور وقوع کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؛

اگر یہ سوال ہو کہ آیت متوفیک کا وعدہ پورا ابھی ہوا ہے یا نہیں - تو اس کے جواب میں عرض ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے اس وعدہ کی مدت سے پورا ہو جانے کی خبر اس آیت میں فرمائی - واذ قال اللہ یٰعیسی بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی

وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الخ پ ۷ - س مائدہ -

ترجمہ :- میں نے ان کو اور کچھ نہیں کہا۔ یعنی اپنے متبعین کو سوائے اس کے کہ جو آپنے مجھ کو امر کیا۔ کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے - اور میں ان پر نگہبان رہا جب تک ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے فوت کردیا۔ تو تو ان پر رقیب یعنی نگہبان تھا۔

الحدیث۔ اس آیت کے زیر یہ حدیث مفسر ہے۔ الا وانہ یجاء برجال من امتی ..... فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی الخ فیقال ان ھولاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم ؛

اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ نصاریٰ بعد وفات مسیح علیہ السلام مبتلائے شرک ہوئے - اگر حضرت مسیح زندہ مانے جاویں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اب تک ان میں موجود ہیں اور نصاریٰ راہ راست توحید پر ہیں۔ لیکن نصاریٰ کے شرک کی خبر قرآن شریف میں بکثرت موجود ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم - پ ۶ - مائدہ

قالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ پ ۱۰ - توبہ

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ پ ۶ - مائدہ

وغیر ذلک من آیات ؛

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نصاریٰ کے شرک میں مبتلا ہونے سے پہلے حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ اور متوفیک کا وعدہ تب ہی کا پورا ہو چکا ہے۔ جس کے بعد

ما فعلک الیٰ وغیرہ کے دعوے اپنی اپنی باری سے پورے ہو گئے۔ اور بر صورت آپ کے رفع جسد والے معنے کے اس رفع کے وعدہ کا ایفا کہیں مذکور نہیں۔

اور یہ جو مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ واؤ عاطفہ بغیر ترتیب کتب نحو میں مشرح ہے اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہر جگہ واؤ عاطفہ ترتیب نظمی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اور ہر جگہ تقدیم و تاخیر مراد ہوتی ہو۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ واؤ عاطفہ جمع کے لئے اور ترتیب سے ساکت ہے یعنی چپ ہے۔ یاد رہے۔ کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظم قرآنی ملحوظ رکھ کر مقدم الذکر کو مقدم فی المراد رکھا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے باب الحج میں مذکور ہے کہ وقت سعی صفا و مروہ کے آپ کھڑے ہو گئے۔ اور یہ آیت شریف آپ نے پڑھی۔ ان الصفاء والمروۃ من شعائر اللّٰہ۔ پ ۲۔ بقرہ۔ پھر فرمایا۔ ابدء بما بدء اللّٰہ بہ۔ یعنے ہم بھی اسی سے سعی شروع کرتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے ابتداء میں ذکر فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقت تفسیر قرآن سنت نبویہ یہ ہے۔ کہ وقت تردد فی الترتیب ترتیب قرآنی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اور مولوی صاحب کا آیت واسجدی وارکعی کا تقدیم تاخیر کے لئے پیش کرنا ان کو مفید نہیں۔ پڑھو آیت لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللّٰہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم پ ۶ - مائدہ

یعنے ہر ایک امت کے لئے ہم نے علیحدہ شریعت مقرر کی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی اور ہماری طرز نماز میں ضرور فرق ہے۔ اس لئے آپ کو پہلے ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ان کی (یہود) نماز کی ترتیب ہماری نماز کی مانند تھی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ نماز سجدہ والی علیحدہ ہو۔ اور رکوع والی علیحدہ۔ یا ترتیب میں ہم سے کچھ فرق ہو۔ بحوالہ قرآن اور حدیث اس عمل عبادت پر آپ کو روشنی ڈالنی چاہیئے۔

اور جو یہ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ دریں صورت تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج و نقص عبارت قرآن شریف لازم نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب یہ تقدیم و تاخیر اس لئے قبول فرماتے ہیں۔ کہ متوفیک جو بمعنے ممیتک ہے جس سے حضرت

مسیح علیہ السلام کا مرنا رفع سے پہلے ماننا پڑتا ہے۔ اس سے بچ جاویں۔ تو غور کرکے فرمائیے گا کہ آپ لفظ متوفیک کو اپنی جگہ سے اٹھا کر کہاں رکھیں گے۔ شاید آپ فرماویں۔ کہ رافعک کے بعد رکھا جاوے گا۔ تو عبارت اس آیت شریفہ کی یوں ٹھہری۔ یٰعیسیٰ انی رافعک الی انی متوفیک ومطہرک من الذین کفروا الخ

جسکا ترجمہ یہ بنا۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور پھر ماروں گا۔ اور پھر کافروں سے پاک کروں گا۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ نظم عبارت مولوی صاحب کی مسلمہ واقعات کے خلاف ہے۔ یعنی مولوی صاحب مانتے ہیں۔ کہ رفع ہو چکا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی مان لیا ہے کہ تطہیر بھی ہو چکی ہے۔ جب رفع اور تطہیر ہو چکی ہے۔ تو چاہیئے تھا کہ موت مسیح بھی جو ان دونوں کے درمیان میں تھی۔ ضرور واقعہ ہو گئی ہو۔ کیونکہ مولوی صاحب کے نظم مجوزہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ آپنے متوفیک ما قبل مطہرک تجویز فرمایا ہے۔ تو اس وقت موت کا واقعہ ہونا تطہیر سے پہلے لازم آیا۔ جس پر یہ مثال پنجابی صادق آتی ہے ؛

"موسے نٹھا موت تھیں اگے موت کھڑی" ؛

اگر موت سے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچانے کے لئے لفظ متوفیک کو بعد لفظ مطہرک رکھنا تجویز فرماویں۔ تو آیت شریفہ کی عبارت یوں ہو گئی۔ یٰعیسیٰ انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا ومتوفیک وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔

ترجمہ۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور پھر تجھ کو کافروں سے پاک کروں گا۔ اور پھر تجھ کو ماروں گا۔ اور پھر تیرے متبعین کو قیامت تک غالب رکھوں گا کافروں پر ؛

یہ نظم بھی آپکے مسلمہ واقعات کے خلاف ہے۔ چونکہ رفع کا واقعہ ہونا آپ مانتے ہیں۔ تطہیر بھی مان لی ہے۔ اور حضرت مسیح کے متبعین کو کافروں (یہود) پر غالب مانتے ہیں۔ کیونکہ آپ اور ہم کل مسلمانوں کا قرآن شریف پر ایمان ہے جس کی آیات ذیل سے

ثابت ہوتا ہے ؀

ضربت علیھم الذلۃ اینما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس وباؤ بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایات اللہ ویقتلون الانبیاء بغیر الحق ۔ پ ۴ ۔ آل عمران ۔

ترجمہ ۔ ان پر یعنے یہود پر ذلت ماری گئی جہاں پائے جاویں ۔ مگر سوائے تعلق وسیلہ اللہ کے اور وسیلہ لوگوں کے یعنی لوگوں کی ماتحتی میں اور اللہ کے غضب کی طرف رجوع ہوئے ۔ اور ان پر مسکنت لبیس دی گئی ۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی آیات سے انکار کرتے تھے ۔ اور نبیوں کو قتل کرتے تھے ۔ سوائے حق کے ؀

آیت دوم ۔ قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا پ ۶ ۔ س مائدہ ۔

ترجمہ ۔ یہود نے کہا ۔ کہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ بخیل ہیں ۔ ان کے ہاتھ بخیل ہوں اپنے کہنے سے وہ لعنت کئے گئے ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ وہ تنگی اور سختی میں آکر خدا تعالےٰ کو گالیاں نکالنے لگے ۔ تو ضرور وہ کسی کے ماتحت میں تھے ۔ اور مشاہدہ بتلاتا ہے ۔ کہ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے ہمیشہ ماتحت رہے ؀

آیت سوم ۔ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیٰمۃ کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاءھا اللہ ۔ پ ۶ ۔ مائدہ ؀

ترجمہ ۔ ان کے درمیان آپس میں ہم نے دشمنی اور عداوت ڈال دی ۔ قیامت تک جب کبھی انہوں نے لڑائی کے لئے آگ جلائی ۔ اللہ تعالےٰ نے بجھادی ۔ یعنی جب کبھی انھوں نے لڑائی کا سامان کیا ۔ بے مراد رہے ؀

ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہود کو بعد وفات مسیح علیہ السلام نہ کبھی فتح نصیب ہوئی ۔ اور نہ قیامت تک نصیب ہوگی ۔ ہمیشہ تا قیامت مقہور رہیں گے ۔ جس کے پہلے یعنے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا کے پہلے اب

متوفیک اٹھا کر رکھا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ غالب آنا متبعین مسیح کا (خواہ حقیقی متبع جو مسلمان ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام کو سچا نبی سمجھتے ہیں یا ادعائی یعنی نصاریٰ۔ جو مسیح کو پاک نبی تو سمجھتے ہیں۔ لیکن غلو میں پڑ گئے ہیں۔ تاہم ان کے بے ادب نہیں) پورا ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے مرنا حضرت مسیح علیہ السلام کا آپ کو ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس سے یعنی جاعل الذین الخ سے پہلے آپ متوفیک کو نظم میں رکھ چکے ہیں۔

اور اگر حضرت مسیح کو موت سے بچانے کے واسطے جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمہ کے بعد متوفیک رکھنا تجویز فرمائیں گے۔ تو عبارت آیت اسطرح ہوگی۔ یٰعیسیٰ انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمہ ومتوفیک۔

اس مجوزہ نظم کے معنے یہ بنیں گے۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اور پھر کافروں سے پاک کروں گا۔ اور پھر تیرے تابعداروں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا اور پھر تجھ کو ماروں گا۔ یعنے قیامت کے بعد۔ تو اس سے یہ لازم آیا۔ کہ حضرت مسیح بعد قیامت مریں گے۔ اور ان کے لئے ایک اور علیٰحدہ قیامت آئے گی۔

اب فرمائیے گا۔ لفظ متوفیک کو اپنی جگہ سے اٹھانے پر کوئی نقص اور حرج واقعہ ہوتا ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ تعالےٰ شانہ عن ذالک۔ اس آیت قرآنی کے نظم کا یہ ایسا معجزہ ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی شخص آگے پیچھے کرنا چاہے۔ تو اس کے واسطے ہرگز ممکن نہیں۔ کہ اس کو اپنی جگہ سے جہاں اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے۔ اٹھا کر دوسری جگہ رکھ کر اپنی مجوزہ نظم قرآنی کے معنی صحیح بنا سکے۔ اب جائے غور ہے۔ کہ لفظ متوفیک اپنی جگہ سے اٹھ سکتا ہے؟ تو جواب صاف ہے۔ کہ ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنے موقعہ پر ہے۔ اٹھائے جانے اور پاک کرنے اور فوقیت تبعین الی یوم القیٰمہ سب سے پہلے لفظ متوفیک یعنی وفات مسیح کے معنے ماننے پڑے۔ اب اس سے پایا گیا۔ کہ اگر وفات مسیح علیہ السلام کسی دیگر آیت قرآنی میں صریح طور پر مذکور نہ ہوتی۔ تب بھی یہی آیت ان کے فوت ہونے کی ثبوت ہے حالانکہ اس کی تصدیق کے لئے بھی بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اب

آیت اذ قال اللہ الخ کی ترتیب بخوبی ناظرین پر واضح ہو چکی ہے۔ اس میں کوئی تقدم تاخر نہیں ہے۔ بلکہ جسطرح اللہ تعالےٰ نے ترتیب وار فرمایا ہے۔ اُسی طرح وعدے پورے ہوئے۔ سوائے اس کے خلاصی نہیں ✽

بالآخر

اس عاجز کو یہ بھی خیال ہے۔ کہ اتنے بڑے مضمون سے شائد سامعین نتیجہ نکالنے میں کسی مشکل میں نہ پڑ جاویں۔ کیونکہ ہم نے ایک لشکر آیات و احادیث و حوالجات کتب لغت اپنی تائید میں پیش کر دیا ہے۔ جسکا پڑھنا سمجھنا ایک خاصی محنت کا محتاج ہے۔ اور ایسا نہو۔ کہ اس کو یوں ہی ٹال دیا جاوے۔ اس لئے بخدمت مولوی صاحب بغرض سہل حصول نتیجہ یہ سوال ضروری ہے۔ کہ اس ہمارے مضمون پر محض جرح کر دینا ہی کافی نہ ہوگا۔ جب تک اپنی تائید دعوے میں معنے لفظ متوفیک کے پورا پورا بہ جسم خاکی انسانی پکڑ نا آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے ثابت نہ کر دکھلادیں۔ کہ جن میں لفظ توفی صیغہ باب تفعل اللہ تعالےٰ فاعل انسان مفعول ہو اور جسم انسانی خاکی کو پکڑنا مراد ہو۔ کیونکہ مولوی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں کوئی ایسی آیت یا حدیث ایک بھی پیش نہیں کی۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب ہمارے اس سوال کو پورا کرتے ہیں یا نہیں ✽

مندرجہ ذیل کتب ضرور منگوالیں

درثمین اردو	۵ر	ادعیۃ الاحادیث	۳ر	طبیب روحانی	۱۰ر
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	ادعیۃ القرآن	۲ر	مجموعہ الہامات حضرت اقدس	
ہدایات دربارہ معاملات	۱ر	خطبات نور حصہ اول و دوم	عصہ	حصہ اول وکشوف ہرسہ حصہ	عہ
ثنائی ہزرہ درائی	۲ر	ثنائی چکر	۱ر	علمائے خلعت	۸ر
ختم نبوت کی حقیقت	۸ر	تذکرۃ المہدی	عصہ	اسرار روایات کربلا	۱ر
حقیقت نماز	۶ر	القاء ربانی	۶ر	البلاغ المبین	۱ر
نغمۂ اکمل حصہ دوم	۲ر	غلامی	۳ر	عصمت الانبیاء	۷ر
” ” سوم	۱ر				

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسیح موعودؑ کا علمِ کلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علے الدین کلہ۔ یہ ہے۔ کہ آپ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دکھائیں۔ یہ غلبہ بہرحال ازروئے دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ ہے۔ کیونکہ تلوار سے منوانے میں تو جبر و اکراہ ہے۔ جو نہ دین میں جائز اور نہ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دین بحیثیت اپنی صداقت کے غالب رہا۔ میں یہاں چند ان ادلہ قطعیہ کا ذکر کروں گا۔ جو حضرت مسیح موعود نے دوسرے مذاہب کی تردید میں پیش فرما کر اسلام کو تمام ادیان پر غالب ثابت کیا۔

برہمو سماج

پہلا مذہب جو سب مذاہب سے عموماً اور اسلام سے خصوصاً اصولی طور پر سخت اختلاف رکھتا ہے۔ وہ برہمو سماج ہے۔ کیونکہ اس کے پیرو سلسلہ وحی والہام کے منکر ہیں۔ جو مذہب کی بنیاد ہے۔ آریہ وید کو الہامی مانتے ہیں۔ یہود تورات کو۔ عیسائی اناجیل کو۔ پارسی ژند و استا کو۔ غیر احمدی قرآن مجید کو۔ مگر یہ محض عقل کو انسان کی ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ رد میں حضرت اقدسؑ نے کئی زبردست دلائل دیئے ہیں۔ منجملہ ان کے پانچ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دلیل اوّل۔ دنیا میں کوئی کام محض عقل سے نہیں چلتا۔ ہر ایک کام میں ایک علم کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہر شعبۂ کار کو بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ عقل کافی ہے۔

دوم ۔ نظام قدرت کو دیکھو۔ انسان کا کوئی عضو بذاتہٖ مفید کار نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ آسمانی مدد نہ ہو۔ آنکھ کا کام دیکھنا ہے۔ مگر سورج کی روشنی کے بغیر وہ کسی کام کی نہیں۔ کان سننے کے لئے ہیں۔ مگر ہوا کے بغیر وہ اپنا کام نہیں کرسکتے۔ حتٰی کہ کنوئیں پانی نہیں دیتے جب تک آسمان سے بارش کا نزول نہ ہو ؛

سوم :۔ مذہب کیا ہے ؟ اللہ کی رضامندی کی راہیں۔ ایک انسان دوسرا انسان (حالانکہ وہ مشہود بالعین اور ہم جنس ہے) کی رضامندی کی راہ معلوم نہیں کرسکتا۔ تاوقتیکہ وہ خود نہ بتلائے۔ تو اس وراء الوراء غیب الغیب ہستی کی رضامندی کی راہیں بغیر اس کے بتانے کے کیونکر معلوم ہوسکتی ہیں۔

چہارم ۔ عقل زیادہ سے زیادہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق "ہونا چاہیئے" تک پہنچاتی ہے یہ الہام ہی ہے۔ جو خدا کی ہستی کا یقین دلاتا ہے۔ اور "ہے" کے حق الیقین درجہ تک پہنچاتا ہے ؛

پنجم ۔ آدم سے لیکر اَبتدم تک ہم دنیا کی تاریخ کو دیکھتے ہیں۔ تو محض عقل و مشاہدہ و تجربہ کی بناء پر کوئی قانون نہیں پاتے۔ بلکہ تمام کا مبدء کوئی نہ کوئی الہام ہے۔ اور یہی سب امم سابقہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اس سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے ؛

آریہ مذہب

آریہ مذہب بلکہ ہر مذہب کی بناء دو باتوں پر ہے۔ قانون یعنے وید۔ قانون پر چلانے والا یعنی رشی۔ اول وید کو لیجئے ؛

پہلی دلیل ۔ وید اگر کلام الٰہی اور اس موجودہ زمانے میں بھی ہمارے لئے رہنما ہے تو چاہیئے۔ کہ خدا کا فعل اپنے قول کی صداقت پر شہادت دے۔ وید اگر ساری دنیا کے لئے ہوتے۔ تو خدا تعالےٰ کا فعل اسکی حفاظت کرتا۔ اور اس میں کوئی ملاوٹ نہ ہوتی۔ مگر امر واقعہ اس کے خلاف ہے۔ دیکھو تعزیرات ہند کے جس ایڈیشن پر عملدرآمد ہے۔ گورنمنٹ اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اور کوئی شخص اس میں کچھ رد و بدل کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح جو

کلام الٰہی ساری دنیا کے لئے موجب ہدایت ہے۔ اس کے ساتھ حفاظت الٰہی لازمی ہے۔ جیسی کہ قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ اور اس کے مقابل کوئی اور کتاب یہ دعوےٰ نہیں کر سکتی ؀

دوسری دلیل ۔جس زبان میں وہ کلام الٰہی نازل ہو۔ اس زبان کے بولنے والوں کا دنیا سے ناپید ہو جانا بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اب یہ کتاب قابل عملدرآمد نہیں رہی اور یہ قانون اب رائج نہیں۔ وید جس زبان میں ہیں۔ اس کے بولنے والے موجود نہیں۔ پس یہ دلیل ہے۔ اس پر کہ اب یہ قانون بھی رائج نہیں۔ اور منسوخ ہو چکا ہے ؀

تیسری دلیل ۔ وید اگر زندہ کتاب ہے۔ تو ضروری تھا کہ اس کے اثرات بھی زندہ ہوتے۔ وید کی تعلیم کے اثرات جو پچھلے زمانے میں تھے۔ اب بھی پائے جانے چاہئیں۔ مگر ہمیں کوئی ایسا نمونہ نہیں دکھایا جاتا حتّٰی کہ سوامی دیانند جی بھی وہ عمر نہیں پا سکے۔ جو وید کی تعلیم پر عمل کر کے ایک آریہ پا سکتا ہے۔

برخلاف اس کے قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کر کے اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے والے ہر زمانے میں موجود رہے۔ چنانچہ اس صدی کے سر پر بھی آیا ؀

دوم قانون کے لانے والے کی زندگی پر نظر کیجئے ؀

ہر قانون لانے والے کی زندگی کے حالات معلوم ہونے ضروری ہیں۔ کتاب ملنے سے پہلے زمانے کے حالات اس لئے تا معلوم ہو سکے۔ کہ وہ قانون الٰہی اور نبوت دیئے جانے کے قابل تھا یا نہیں۔ مابعد اس لئے تا دوسرے کے واسطے نمونہ ہو سکے۔ اور لوگوں پر واضح ہو جائے۔ کہ جسے وہ کلام الٰہی بتاتا ہے۔ اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ اب وید کے رشیوں کے حالات تاریکی میں ہیں۔ ان کا کیرکٹر واضح اور پبلک کے سامنے نہیں۔ اور آریہ کسی رشی کی زندگی کا نمونہ نہیں پیش کر سکتے۔ پس نہ تو قانون کے متعلق آریہ مذہب معیار صداقت پر پورا اترتا ہے۔ اور نہ قانون لانے کے بارے میں ؀

وید کی اندرونی تعلیم ۔ اب اندرونی تعلیم کو لیجئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مادہ۔ روح ازلی ہیں۔ تناسخ درست ہے۔ اور نجات محدود۔ حضرت صاحب نے ان تینوں

باتوں کا ردّ بدلائل قاطعہ منطق و فلسفہ کے رو سے بھی کیا۔ اور موٹی موٹی عام فہم باتیں بھی بیان فرمائیں۔ از انجملہ

اوّل۔ یہ کہ جب مادہ اور اس کے خواص اور روح اور اس کے خواص خود بخود ہیں اور خدا تعالےٰ کا ان میں ذرا بھی دخل نہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان کا جوڑنا بھی از خود نہ سمجھ لیا جائے۔ اور آریہ پرمیشر کو جوڑ توڑ کا حق کیونکر حاصل ہوا۔ جب کہ نہ اس نے انہیں خریدا۔ نہ پیدا کیا۔ یہ غاصبانہ قبضہ الٰہی شان کے منافی ہے ؎

دوم۔ اگر خدا نے روح و مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ تو انسانوں کے دل میں خدا کی محبت کا مادہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مذہب کی بنیاد اور اس کا اصل الاصول محبت ہے۔ اسی واسطے عیسائیوں میں مشہور ہے۔ کہ خدا محبت ہے۔ پس اس خدا میں کیا حسن ہے اور کیا احسان جس نے نہ مادہ کو پیدا کیا۔ نہ روح کو نہ ان دونوں کے خواص کو۔ پس کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ تعلق میں اپنی نجات سمجھیں ؎

سوم۔ اگر روح و مادہ ازلی ہیں۔ تو خدا کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب سب کچھ خود بخود ہے۔ تو جوڑنا کیوں قدیم سے نہیں ؎

دوم۔ مکتی کا مسئلہ ؎

آریہ کہتے ہیں۔ مکتی (نجات) اس لئے محدود ہے۔ کہ انسان کا کام بھی محدود ہے۔

اوّل۔ ہم کہتے ہیں۔ بدلہ دینے کے وقت کام نہ دیکھو۔ بلکہ بدلہ دینے والے کی شان کو دیکھو۔ ایک فقیر ہے۔ ہم اُسے ایک پیسہ دیتے ہیں۔ ایک نواب نے دس روپے دے دیئے۔ تو کیا اب فقیر کی حیثیت کو دیکھا گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دینے والے نے اپنی شان کو دیکھا ؎

دوم۔ دنیا میں جو الٰہی قانون کام کر رہا ہے۔ اس پر نظر ڈالو۔ ایک بیج انسان ڈالتا ہے اور اس کے عوض سینکڑوں دانے لیتا ہے۔ حالانکہ آریہ نقطۂ خیال سے ضروری تھا۔ کہ ایک دانے کے بدلے میں ایک ہی دانہ ملتا۔ جب خدا کے فعل کی شہادت دنیا میں یوں پائی جاتی ہے۔ کہ ایک دانے کے عوض سینکڑوں دانے دیتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ دوسری زندگی میں بھی محدود اعمال کا بدلہ لامحدود دے ؎

سوم - جو شخص دس برس عبادت کرتا ہے - اور پھر مر جاتا ہے - اس کی نیت کو دیکھا جائے کہ وہ تو ہمیشہ عبادت کرنی چاہتا ہے - مرنا اس کے اختیار کی بات نہیں - پس ضرور ہے کہ ہر مومن عابد کو اس کے اعمال حسنہ کا بدلہ لامحدود دیا جائے - کیونکہ وہ جب تک زندہ رہتا - نیک اعمال ہی کرتا رہتا - خدا تعالےٰ نے اگر اس کے روح کو جسم سے الگ کر دیا - تو اس کے اختیار کی بات نہیں ؛

چہارم - اگر خدا تعالےٰ اتنا ہی بدلہ دے - جتنا کسی نے کام کیا - تو اُس سے خدا کی محبت نہیں پیدا ہو سکتی - یہ تو بنیئے کی دوکان کا معاملہ ہوا - شہر میں ہم بیسیوں دفعہ دکان سے سودا لیتے ہیں - مگر اس دوکاندار سے کوئی محبت پیدا نہیں ہوتی - کیونکہ ایک چیز دیتے ہیں - اس کے بدلے میں اتنی ہی لیتے ہیں - لیکن جو ہمارا محسن ہو - اس سے ہم محبت کرتے ہیں - اور اس کی اطاعت فرض جانتے ہیں - پس خدا کو ایک بنیئے کی پوزیشن نہ دو - وہ تو مالک اور رحمٰن رحیم ہے ؛

پنجم - پھر ہم اسی دنیا میں کئی عطیے ایسے دیکھتے ہیں - جن کو ہمارے اعمال سے ذرا بھی تعلق نہیں - کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے - کہ ہمیں سورج کس کام کے عوض میں ملا ہے - ہوا کس محنت کا نتیجہ ہے - ماں باپ کس نیک عمل کی جزاء ہے - یہ زمین کس نیکی کے بدلے میں ہے - پس جب اسی دنیا میں آریہ اپنے عقائد کے خلاف خدا کا فعل دیکھتے ہیں - تو مابعد الموت کے لئے کیوں اس بات پر مُصر ہیں کہ مکتی محدود ہے ؛

حجت باہرہ - پھر نہ صرف اور دیئے دلائل بلکہ آسمانی نشان سے بھی آریہ مذہب پر حجت ملزمہ قائم کی - یاد کرو

قیامت گرچہ بے نام نشان است ؛ بیابنگر ز غلمان محمدؐ

وقت - سال - اور ذریعہ سب کچھ بتا دیا - (۲) قادیان کے آریہ اور ہم پڑھو - اور خدا کا نشان کھلم کھلا دیکھو ؛

عیسائی مذہب

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے پادری سیدھے سادھے بھولے بھالے مسلمانوں کو

بہت دق کرتے تھے ؛

(۱) وہ پیش کرتے۔ کہ مسیح زندہ ہے۔ محمدؐ رسول اللہ فوت ہو گئے۔ پس مسیح افضل ہے۔ حضرت اقدسؑ نے جواب دیا۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسل مر چکے ؛

(۲) وہ کہتے تم خود مانتے ہو۔ مسیح نے پرندے خلق کئے۔ مردے زندہ کئے۔ محمد رسول اللہ نے کیا خلق کیا۔ کونسا مردہ زندہ کیا۔ حضرت اقدس نے جواب سکھایا۔ (۱) ربی الذی یحیی و یمیت (۲) ھل من خالق غیر اللہ ۔ (۳) اللہ خالق کل شئے ۔

(۳) وہ کہتے کہ مسیح آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہے۔ اور نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے اور محمد رسول اللہ خاک مدینہ میں مدفون ۔ مسیح موعود نے جواب فرمایا۔ (۱) ما جعلنا لبشر من قبلک الخلد ۔ (۲) ما جعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام ۔ (۳) کانا یاکلان الطعام ۔ (۴) فیھا تحیون و فیھا تموتون ۔ (۵) و لکم فی الارض مستقر ۔ یعنی کوئی بشر کرۂ زمینی سے باہر آسمان پر زندہ ہی نہیں رہ سکتا ؛

عیسائی مذہب کی بنیاد صرف مسئلہ کفارہ پر ہے۔ وہ یوں کہ شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔ انسان گنہگار ہے۔ خدا تعالے معاف نہیں کر سکتا۔ کہ یہ اس کی عدالت کے خلاف ہے۔ پس خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا بھیجا تا وہ صلیب پر مر کر تمام کے لئے کفارہ ہو جائے۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ تو کفارہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور کفارہ باطل ہونے سے عیسائی مذہب کی از سر تا پا تردید ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام کسر صلیب ہے۔ اور یہی مسیح موعود کا کام تھا۔ پس آپ نے انجیل کی اندرونی شہادت۔ تواریخ سے۔ قرآن مجید سے دیگر دلائل سے ثابت کر دیا۔ کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا۔ پس ایک ہی ضرب سے اس مذہب کی تردید ہو گئی۔ کیونکہ اس کا سارا دارومدار اسی کفارہ یعنی مسیح کی صلیبی موت پر تھا۔ باقی شریعت وغیرہ نہ وہ پیش کرتے ہیں نہ ہمیں اس پر جرح کی ضرورت ؛

سکھ مذہب

سکھ مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ باوا نانک صاحب فرمائیں۔ وہ حق ہے۔ اور وہی سچا

مذہب اور طریق نجات ہے ؀

حضرت مسیح موعود نے ثابت کر دیا۔ کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ اسلام کے پیرو تھے۔ پس سکھوں پر محبت قائم ہو گئی۔ اور آیت لیظھرہ علی الدین کلہ صادق آئی۔ آپنے باوا نانک صاحب کے کلام سے۔ چولے سے۔ جو ڈیرہ بابا نانک میں ہے۔ (۳) مسلمان صوفیاء کی طرز پر چلہ کشی اور اس نشانات سے۔ (۴) علاقہ فیروز پور میں ایک حمائل سے جسے سکھ باوا صاحب کی پوتھی سمجھ کر زیارت کے لئے جاتے ہیں ثابت کیا۔ کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ اسلام کے پیرو تھے۔ پس یہی ایک بات سکھوں پر حجت ملزمہ ہے ؀

مسلمانوں کا اندرونی اختلاف

اب اس کے بعد خود اہل اسلام کو لیجئے۔

دو بڑے فرقے سنی شیعہ ہیں۔ اور مابہ النزاع امر خلافت ہے۔ اس احکم العدل نے ان میں صرف ایک ہی آیت سے فیصلہ کر دیا۔ کہاں تو روایات کا ایک طومار اور احادیث کا انبار اور مختلف تاریخی حکایات اور کہاں ایک ہی آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض نے بتا دیا۔ کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ پس خدا نے ابو بکر رض وعمر رض کو خلافت دیکر بتا دیا۔ کہ خلیفہ بنانا میرا کام ہے۔ اور ان کے نشانات تمکین دین یعنی خلیفۂ وقت کے عقائد پھیل جاویں۔ اور ایک جماعت ان پر عامل ہو۔ اور تبدیل خوف بامن نے بتا دیا۔ کہ وہ مومن کامل۔ صالح الاعمال۔ غیر مشرک۔ ہر قسم کے الزام سے پاک تھے اس ایک ہی دلیل نے وہ کام کیا۔ کہ ہزاروں صفحات کی کتابیں بیکار ہو گئیں۔ اب آپکے بعد سلسلہ خلافت کے قیام نے اس امر کو اور بھی واضح کیا۔ کہ خلفاء کیونکر خدا ہی بناتا ہے۔ اور منکران خلافت کیسے ہوتے ہیں ؀

دوسرا اختلاف۔ مقلد غیر مقلد کا ہے۔ مقلدوں نے فقہ کو حدیث پر ترجیح دے رکھی تھی۔ اور اہل حدیث نے حدیث کو قرآن پر قاضی ٹھہرایا تھا۔ آپنے ان میں فیصلہ دیا۔ کہ قرآن مجید مقدم ہے۔ پھر سنت پھر وہ حدیث جو قرآن مجید کے مطابق ہو۔ پھر فقہ حنفی اور کو

اس اختلاف کا فیصلہ کیا ؛

تیسرا اختلاف :۔ صوفیاء سے تھا۔ جب اس ذوق شوق اور اخلاص فی العمل میں کمی ہوئی۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔ تو صوفیاء نے کچھ وظائف اور کچھ اپنی طرف سے وقتی ضرورت کے مطابق طریقے بنالیے۔ نیت نیک تھی۔ انہیں فائدہ ہُوا۔ مگر آہستہ آہستہ تصوف ایک نیا مذہب بن گیا۔ اور نئی شریعت ایجاد ہوئی۔ لوگ یہ بھول گئے۔ کہ وصول الی اللہ کا طریق وہی ہو سکتا ہے۔ جو نبی کریم نے بتایا۔ نمازوں میں وہ ذوق شوق نہ رہا۔ اور درود و وظائف پر زور دیا گیا۔ اور لطائف قلبی اور حرکات نبضی پر نظر رہنے لگی۔ آپ نے آکر پھر وہی ایمان قلوب المسلمین میں پیدا کیا۔ جو صحابہ کے وقت میں تھا۔ اور ہم پھر وہی ذوق شوق وہی اخلاص فی العمل وہی لذت صلوٰۃ میں پانے لگے۔ جو صحابہ پاتے تھے۔ اور ہم پر بھی وہی انعام ہونے لگے۔ جو صحابہ پر ہوئے تھے۔ جو لذت صوفی صاحبان کے حلقۂ خلوت میں سالہا سال بیٹھ کر قسم قسم کی مشقتیں کر کے چلہ کشیوں کے بعد حاصل ہوتی تھی۔ وہ مسیح موعود کی ایک گھڑی کی صحبت میں پالی۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ صوفی جو ذکر اور اسکا طریق بتلاتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔ پس اس پر عامل ہونا کیا اس بات کا اقرار نہیں۔ کہ رسول کریم صلعم نے جو طریق وصول الی اللہ بتایا۔ وہ کافی نہیں۔ مسیح موعود نے آکر بتایا کہ نہیں کافی ہے۔ اور پھر اپنے مریدوں کو واصل باللہ کر کے دکھا دیا۔ صوفی تو ذہنی لذتیں حاصل کرتا ہے۔ اور صرف مراقبات میں فنا فی الرسول و فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے۔ مگر ہم میں مسیح موعود نے وہ روح صدق پھونکی کہ ہمارے اعمال سے ظاہر ہے۔ کہ ہم فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہیں۔ ورنہ ذہنی اور خیالی طور پر تو ہندو جوگی اور مسمرائزر بھی کئی مقامات دیکھتے ہیں۔ اور کئی شعبدے دکھا سکتے ہیں ؛

چوتھا اختلاف۔ مختلف غلطیاں تھیں۔ مثلاً مسیح کو زندہ بجسد العنصری لا یزول ولا یحول محی الاموات خالق الطیور ماننا۔ (۲) صرف حضرت عیسٰی کو مس شیطان سے پاک سمجھنا۔ (۳) دجال میں خدائی صفات کا قائل ہونا۔ (۴) خونی مہدی کا منتظر ہونا جو آکر یا اسلام قبول کرائے گا یا مار دے گا۔ (۵) مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند سمجھنا۔

(۶) اس امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا نہ ہونا۔

وغیر ذالک سب کو دور کیا ؎

عملی پہلو

یہ تو دلائل کے رد سے اظہار علی الدین کلہ ہوا۔ اب عملی طور پر دیکھو تو بھی آپ نے تمام مذاہب پر حجت قائم کی۔ آریوں کے قائمقام لیکھرام۔ عیسائیوں کے قائمقام آتھم ڈوئی۔ مسلمانوں کے قائمقام چراغدین جمونی۔ ثناء اللہ محمد اسمٰعیل۔ غلام دستگیر۔ مرزا احمد بیگ۔ عبدالحکیم خان۔ (جس کے لئے یہ نشان تھا۔ کہ صادق وکاذب میں فرق کردے۔ سو دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ مسیح موعود کو ایک جماعت دیگئی۔ اور عبدالحکیم خان وحید وطرید رہا۔ ایک بھی اس کا پیرو نہ ہوا)

دوم۔ تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں۔ کہ ترقی کے لئے اتحاد کی ضرورت ہے۔ آپنے ایک جماعت پیدا کردی۔ جو ایک زندہ امام کے ماتحت ہے۔ اور اس لحاظ سے صرف احمدی جماعت ہے۔ جو حقیقی معنوں میں صحابہ کرام کے طریق پر اہل سنت وجماعت ہے ؎

سوم۔ آپنے جو کام شروع کیا تھا۔ اس کے سرانجام دینے کے لئے چار پانچ لاکھ کی جماعت پیدا ہوگئی۔ اور جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے۔ کہ انبیاء بیج ڈالتے ہیں۔ اور ان کے خلفاء ان کے کاموں کو پورا کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام ترقیات کا بیج ڈال کر آپ مرفوع الی اللہ ہوئے اور اب خلفاء کے ذریعہ یہ کام ہورہا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کا حافظ وناصر ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

حیدرآبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ

مولانا میر محمد سعید صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ نے کل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے اور اخیر میں تفسیری نوٹ دئے ہیں۔ جو آپ سے سبقاً پڑھ کر لکھے گئے ہیں۔ آپکے درس کی نوٹوں اور دیگر بزرگان سلسلہ کی تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں ہمارے احباب جبتک ترقی اسلام کی طرف سے کل ترجمہ قرآن شریف شائع نہیں ہوتا اور انہیں کل ترجمہ قرآن کی ضرورت کیوجہ سے دوسرے مترجم قرآن خریدنے پڑتے ہیں یہ احمدی ترجمہ وتفسیر خریدیں۔

منیجر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کیجئے

الہدیٰ

ناظرین تشحیذ کو معلوم ہوگا۔ کہ خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو ان کا ترکہ ان کی اولاد میں کیوں تقسیم ہوا۔ کیونکہ نبی نہ وارث ہوتا ہے نہ وارث کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ایک مضمون ۱۱ جنوری کے الفضل میں چھپا تھا جسمیں بتایا گیا۔ کہ انبیاء میراث پاتے بھی ہیں۔ اور ان کا ورثہ اولاد میں تقسیم بھی ہوتا ہے۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ورثہ پایا۔ البتہ آپکا ترکہ بموجب حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ تقسیم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپکا خاصہ ہے۔ اصل حدیث یہی ہے اور بخاری باب فرض الخمس سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہی مذہب ہے۔ اور انھوں نے حضرت ابو بکر کی بیان فرمودہ حدیث کا یہی مطلب سمجھا۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں یرید رسول اللہ نفسہ۔ پھر حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے۔ دیکھو نووی شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۳۔ انہ قال عدم الارث منہم مختص بہ نبینا صلعم۔

اس مضمون پر خواجہ اور اس کے رفقاء تو خموش رہے۔ اور باوجود کھلی چٹھی کے چپ سادھ لی گویا ان کے منہ بند ہیں۔ کہ گوئی مردہ اندر شیعوں کے مناظر ہمارے مہربان مولوی مرزا احمد علی صاحب مصنف دلیل العرفان خواہ مخواہ بول اٹھے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ چنانچہ اس ۱۶ صفحے کے رسالہ میں ان تمام روایات کو نقل کیا۔ لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ فیصلۂ حضرت ابو بکر درست تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم کی میراث بھی دیگر انبیاء کی طرح تقسیم ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے انھوں نے کوئی ایسے دلائل نہیں دیئے کہ مجھے میں انکی تردید کروں۔ البتہ حسب عادت چند کلمات ناروا ہیں۔ اور میں حیران ہوں کہ مرزا صاحب اہل علم ہوکر کیوں سب وشتم اور رکیک الفاظ استعمال کرتے ہیں جنہیں پڑھکر مخاطب کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ وہ پہلے مہربانی فرماکر نحن معاشر الانبیاء لا نرث کو صحیح حدیث ثابت فرمائیں پھر وہ اپنی تسلی یوں کرسکتے ہیں۔ کہ نبی کا مال دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جدی وراثت اور دوم جو اس نے قومی روپے سے قومی مفاد کے لئے مہیا کیا ہو سو یہ آخری ترکہ وراثت میں تقسیم نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ دیکھیئے۔ مدرسہ کی عمارت ہے زمین ہے۔ صدر انجمن کے متعلقہ دفاتر کے مکانات ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی جائداد ہے وہ بالکل تقسیم نہیں ہوئی۔ بلکہ بدستور قومی مفاد کے لئے ہے۔ فدک بھی عام اغراض سلسلہ کیلئے تھا۔ باقی نبی کریمؐ کی بیبیوں یا ان کی بیٹی کا گھر اور اسکا اسباب کسی نے ان سے نہیں چھینا۔ یہ رسالہ الہدیٰ محصول ڈاک بھیجنے پر مرزا محمد ہادی صاحب کوچہ گاماں موچی دروازہ لاہور سے ہر احمدی کو مل سکتا ہے ✦

مقوی بے نظیر

از مجربات حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ

یہ وہ نسخہ ہے کہ جسکو صدہا مریضوں پر کامیابی کے ساتھ برتا گیا ہے۔ دل کمزور ہو کثرت مطالعہ یا دیگر اقسام کی کثرت محنت کے سبب دماغ کمزور ہو گیا ہو۔ اعضاء میں کسی قسم کا ضعف آگیا ہو۔ اعصاب میں کچھ سستی یا کمزوری ہو گئی ہو۔ پیشاب بار بار آتا ہو۔ بدن میں تکان رہتی ہو۔ ہاضمہ میں کمزوری ہو۔ اس قسم کی تمام مرضوں کے واسطے یہ گولیاں اکسیر ہیں۔ سریع التاثیر ہیں۔ ہزارہا دفعہ کی تجربہ شدہ ہیں۔ عمدہ خوشنما گولیاں تیار کی گئی ہیں۔ جن کے نگلنے میں بھی دقت نہ ہو۔ باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت ایک ڈبیہ ۴۲ گولیاں صرف مبلغ عامہ علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی ہے

تازہ شہادتیں

عالی جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ”قریشی امیر احمد صاحب کی مجوزہ گولیوں کے نسخہ کے اجزاء مندرجہ اشتہار شکایات کے لئے نہایت مفید و موثر و مجرب ہیں“۔ (اکمل عفے اللہ عنہ) (۲) جناب مولنا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و استاد خاص صاحبزادگان حضرت مسیح موعود علیہ السلام ”میں نے حکیم امیر احمد صاحب قریشی کی گولیاں مقوی بے نظیر استعمال کی ہیں جن لوگوں کو دماغی کام کرنا پڑتا ہو ان کے لئے واقعی بہت مفید ہیں“ (محمد اسمٰعیل) (۳) عالیجناب حضرت مفتی محمد صادق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار بدر قادیان ”میں نے ان گولیوں کو استعمال کیا ہے۔ قوت دماغ اور دل کے واسطے اور تکان کے دور کرنے کے واسطے بہت مفید پایا ہے“۔ (محمد صادق عفے اللہ عنہ)

مرہم عیسیٰ۔ ہر قسم کے زخموں۔ جراحتوں۔ چوٹوں۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں۔ گنج خارش۔ بواسیر جانوروں کے کاٹ لینے وغیرہ کے لئے قیمت فی ڈبیہ کلاں عہ/۔ خورد ۱۲ / ۔ **عرق کافور**۔ یہ دوائی معدہ کی بہت سی امراض کے لئے مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ /

مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کرو

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴

قیمت ۸/	چھ مشہور دوائیوں کا بکس	قیمت ۸/

آزمائش کے لئے　　آزمائش کے لئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۱ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں۔ یقین دلانے اور آزمائش کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے نمونہ کا بکس بنا ہے جس میں ہر ایک اسقدر کافی ادویہ ہیں۔ کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پینٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب معہ استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھر باریوں کیلئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خاص دوسری بیماری کی تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ الگ ہیں۔

دواؤں کے نام

Digitized by Khilafat Library

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو۔ فوراً دباتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا۔

جلاب کی گولیاں۔ جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔

پوری حالت کی فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھئے ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۶ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے ہر شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پتہ لکھنے پر جنتری بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۵	بابت ماہ مئی ۱۹۱۶ء مطابق رجب ۱۳۳۴ھ	جلد ۱۱

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

حضرت مرزا صاحب مسیح ابن مریم کیونکر ہو سکتے ہیں	۱-۴	اکمل
نبوت مسیح موعود از روئے قرآن و حدیث	۵-۲۶	”
صحابۂ رسولؐ و صحابۂ امام حسینؓ	۲۷-۳۴	”
صحابہ و ریویوز	۳۵-۳۶	”

قیمت سالانہ عوام سے ۲؍ طلبا سے ۱؍ غیر ممالک سے ۲؍

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب مینیجر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔ اور چودھری عبدالسلام صاحب پبلشر کے حکم سے شائع ہوا

مدینۃ المسیح علیہ السلام

پیغام بلڈنگس میں اس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ مدینۃ المسیح لاہور ہے اور اب مسیح موعود کے مشن کی اشاعت یہیں سے ہوگی لیکن ۱۳ء میں ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مدینۃ المسیح قادیان ہی ہے۔ چنانچہ یہ نظم پیغام صلح ۱۵ ستمبر ۱۳ء میں چھپی ہے جس کے دیکھنے سے یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ عقائد میں تبدیلی کس نے کی۔ اسی فریق نے جو اپنے پہلے اقوال کے خلاف اب اپنے معتقدات بتاتا ہے +

کل چڑھ کے سمندِ سعادت پر اک بستی میں مَیں جا نکلا
جا نکلا تو معلوم ہُوا۔ فردوسِ بریں میں آ نکلا
محفوظ سمومِ دوراں سے۔ مصئون ہجوم طوفان سے
معمور رضائے رحماں سے۔ وہ گاؤں چھوٹا سا نکلا
ہر وقت نسیمِ جاں پرور۔ گلیوں میں اُسکی چلتی ہے
اور کہتی ہے ہر جھونکے میں۔ کیا اپنا بخت رسا نکلا
گھنگھور گھٹائیں رحمت کی کیا جھومی جھومی آتی ہیں؟
کھُل کھُل کے جو برسیں۔ دھُل دھُل کر۔ ہر چیز پہ رنگِ صفا نکلا
جاری ہیں چشمے علموں کے۔ بہتی ہیں ندیاں عرفاں کی
ہر قطرہ خیر کثیر ہُوا۔ حکمت کا اک دریا نکلا
اِن چشموں پر ان ندیوں پر رہتا ہے لگا اک میلہ سا
دُنیا کے کونے کونے میں جو پیاسا تھا سو آ نکلا

بستے ہیں اس میں جسمانی پر جسم ہیں ان کے نورانی
یہ خاک سیہ۔ جب پاک ہوئی ہر ذرّہ اک ہیرا نکلا
کچھ گورے ہیں۔ کچھ کالے ہیں پر سارے اللہ والے ہیں
ہر رنگ میں رنگ الٰہی کا اک نقشۂ صدق و صفا نکلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

حضرت مرزا صاحب مسیح بن مریم کیونکر ہو سکتے ہیں؟

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے مسیح بن مریم عَلَمْ ہے اور استعارہ علم نہیں ہو سکتا۔ اور معرفہ۔ مجاز نہیں لایا جا سکتا۔ پس ضرور ہے کہ کلام نبوی میں وہی مسیح بن مریم مراد ہو۔ جو آج سے ۱۹ سو سال پیشتر بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جب حقیقت متعذّر ہو تو مجاز ہو سکتا ہے اور ایسا ہی استعارہ عَلَمْ ہو سکتا ہے جبکہ ایک وصف مشہورہ اس علم کی اس میں پائی جائے۔ مثلاً حاتم ایک شخص خاص کا نام ہے اور عَلَمْ ہے مگر جب اسکی وصف مشہور کسی اور شخص میں کلّی طور پر پائی جائے تو اسے بھی حاتم کہینگے۔ اور اس صورت میں گو یہ حاتم استعارہ ہے مگر عَلَمْ ہے۔ کتب نحو میں بھی ایسا ہی لکھا ہے

وَلَا تَکُوْنُ الْاِسْتِعَارَۃُ عَلَمًا لِمُنَافَاتِہٖ الْجِنْسِیَّۃَ اِلَّا اِذَا تَضَمَّنَ الْعَلَمُ نَوْعَ وَصْفِیَّۃٍ بِوَاسِطَۃِ اِشْتِہَارِہٖ بِوَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ کَحَاتَمٍ

بِالسَّخَاوَۃِ وَمَادِرُ بِالْبُخْلِ وَسَحْبَانُ بِالْفَصَاحَۃِ وَبَاقِلُ بِالْفَہَاھَۃِ

ترجمہ اور استعارہ علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جنسیت علم میں نہیں پائی جاتی (یعنی علم تو خاص شخص کا نام ہے) ہاں جب علم کسی خاص صفت کی وجہ سے مشہور ہو تو پھر اُسے بطور استعارہ لا سکتے ہیں جیسے حاتم سخاوت میں۔ مادر بخل میں سحبان فصاحت میں اور باقل عجز کلام میں۔ اسی طرح جب وفات مسیح ثابت ہو چکی تو چونکہ مُردوں کا اسی دُنیا میں واپس آنا خلاف سنت اللہ ہے اس لئے وہی مسیح ابن مریم مراد نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اور مسیح ہے جس میں اس ابن مریم کی غالب و مشہور صفات پائی جائیں اور اسی کیطرف خود وہ حدیث رہنمائی کرتی ہے جس میں ابن مریم کے آنے کی خبر ہے ارشاد ہوتا ہے:۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔ واو حالیہ ہے۔ اور اب سوال یہ ہے کہ ذوالحال کون ہے سو اسکے لئے یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ وَلَا یَکُوْنُ لِغَیْرِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ (توضیح شرح اوضح المسالک) کہ حال یا فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے۔ اس حدیث میں واو حالیہ ہے تو اس کا ذوالحال بہر حال ابن مریم ہے پس یہ معنے ہوئے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ بحالیکہ وہ ابن مریم تم میں سے (امت محمدیہ ہی میں سے) تمہارا امام ہوگا۔ پس غیر ممکن ہے کہ وہی بنی اسرائیل کا ابن مریم نازل ہو۔ کیونکہ حدیث میں جس ابن مریم کے نزول کی خبر ہے وہ تو منکم یعنی امت محمدیہ ہی کا ایک فرد ہے۔ شارحین حدیث بھی یہی سمجھے ہیں چنانچہ فتح الباری میں ہے۔ معنی قولہ وامامکم منکم یعنی اَنَّہٗ یَحْکُمُ بِالْقُرْاٰنِ لَا بِالْاِنْجِیْلِ امامکم منکم سے یہ مُراد ہے کہ وہ قرآن مجید سے حکم کرنے والا ابن مریم ہے نہ کہ انجیل والا ابن مریم۔ اسکی تائید میں وہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں ہے حدثنی محمد بن حاتم بن میمون حدثنا یعقوب بن ابراھیم حدثنا ابن اخی ابن شھاب عن عمہ اخبرنی نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری انہ سمع اباھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلعم کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ فَاَمَّکُمْ قَالَ الطِّیْبِی المعنی یَؤُمُّکُمْ عِیْسٰی حال کونہٖ فِیْ دِیْنِکُمْ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا پس وہ تمہاری امامت کرے گا۔ طیبی نے کہا اسکے

معنے یہ ہیں کہ وہ آنیوالا عیسیٰ تمہاری امامت اس حال میں کرے گا کہ وہ تمہارے دین میں داخل ہوگا امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نبی عہدۂ نبوت سے معزول ہو کر اُمتی نہیں بنایا جاتا۔ پس یہ دو تو حدیثیں جہاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنیوالا عیسیٰ ابن مریم وہ پہلا عیسیٰ نہیں بلکہ اسی امت محمدیہ کا ایک فرد اکمل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دو شخص نہیں بلکہ ایک ہی وجود باجود ہے کیونکہ و امامکم منکم کے معنی شارحین حدیث نے یہ نہیں فرمائے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا اور[1] مہدی تمہارا امام ہوگا بلکہ یہی کئے ہیں۔ اور از روئے قواعد نحو بھی یہی ثابت ہوتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا اور وہی امت محمدیہ کا ایک فرد اکمل تمہارا امام ہوگا۔ اگر امامکم منکم سے دوسرے معنوں کا اشتباہ ہو سکتا تھا تو مسلم کی روایت فامکم اور یومکم حال کونه فی دینکم نے ان معنوں کی تعیین کردی کہ امامکم منکم سے وہی ابن مریم مراد ہے کوئی الگ شخصیت اور علیحدہ مہدی مراد نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جس ابن مریم کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ اسرائیلی ابن مریم نہیں بلکہ محمدی ابن مریم ہے جو غالب و مشہور صفات پہلے ابن مریم کی اپنے اندر رکھتا ہے اسکی مؤید وہ حدیثیں ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلا ابن مریم کوئی اور وجود ہے اور دوسرا کوئی اور۔ کیونکہ پہلے کا حلیہ ہے سرخ رنگ گھونگریالے بال۔ اور دوسرے کا حلیہ ہے گندمی رنگ۔ سیدھے بال +

ملاحظہ ہو حدیث اوّل۔ عن ابن عمر قال۔ قال النبی رَاَیْتُ عیسیٰ و موسیٰ و ابراھیم فاَمّا عیسیٰ فَاَحْمَرَ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ (یعنے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا۔ عیسیٰ سرخ رنگ۔ گھونگریالے بال چوڑے سینے والا) (بخاری) +

حدیث دوم۔ قال۔ قال عبد اللہ ذَکَرَ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمًا بَیْنَ ظَهْرانِی النّاسِ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ × × × وَاَرَانِی اللَّیْلَ عِنْدَ الْکَعْبَةِ فِی الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ کَاَحْسَنِ مَا تَرٰی مِن اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَیْنَ مَنْکِبَیْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ یَقْطُرُ رَأْسُهٗ مَاءً وَاضِعًا یَدَیْهِ عَلٰی مَنْکِبَی رَجُلَیْنِ وَهُوَ

---

[1] اگر اس واؤ کو عطف بناؤ گے تو اپنے مسلمات کے رو سے آپ کو ماننا پڑیگا کہ امام مہدی بھی آسمان ہی سے نازل ہوگا۔ ۱۲

يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ۔

مَیں نے کعبہ کے نزدیک دیکھا کہ ایک شخص بہت خوبصورت گندمی رنگ۔ اس کے بال کندھوں پر پڑ رہے تھے سیدھے بال۔ بالوں سے گویا پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے وہ طواف کر رہا ہے خانہ کعبہ کا۔ مَیں نے کہا یہ کون ہے تو لوگوں نے کہا یہ **مسیح بن مریم** ہے۔ دیکھئے پہلے مسیح کا ذکر حضرت موسیٰ کے ساتھ کیا۔ تا ظاہر ہو کہ وہ ابن مریم جو اُن کا خلیفہ تھا وہ سُرخ رنگ گھونگریالے بالوں والا تھا۔ اور اس ابن مریم کا ذکر مسیح الدجال کے ساتھ کیا تا ظاہر ہو کہ **دجال** کو ہلاک کرنے کے لئے **جو ابن مریم** آنے والا ہے وہ اَور ہے جو گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والا ہے۔ پس یہ حدیثیں بھی ثابت کرتی ہیں کہ **مسیح ابن مریم** اسرائیلی ابن مریم مُراد نہیں۔ دوم یہ کہ اُس آنیوالے کو۔ ابن مریم۔ بوجہ وصف مشہورہ پہلے ابن مریم کے۔ کہا گیا ہے اور یہ استعارہ ہے +

مندرجہ ذیل کتب ضرور منگوائیں

دررثمین اُردو	۵/	ادعیۃ الاحادیث	۳/	طبیب روحانی	۱۰/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱/	ادعیۃ القرآن	۳/	مجموعہ الہامات حضرت اقدس	
ہدایات دربارہ معاملات	۱/	خطبات نور حصہ اول ودوم	عہ/	حصہ اوّل وکشوف ہرسہ حصہ	۸/
ثنائی ہرزہ درائی	۲/	ثنائی چکر	۱/	علمائے خلف	۸/
ختم نبوت کی حقیقت	۸/	تذکرۃ المہدی	عہ/	اسرار روایات کربلا	۱/
حقیقت نماز	۶/	القاء ربانی	۶/	البلاغ المبین	۱/
نعمۃ الکمل حصہ دوم سوم	۳/	غلامی	۳/	عصمت الانبیاء	۷/

ظہور المہدی جسمیں عقائد جماعت احمدیہ پر از روئے آیات قرآنی واحادیث صحیحہ مکمل بحث ہے اور مسیح بن مریم کی وفات۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی کا ثبوت بالتفصیل مرقوم ہے۔ ایسی جامع اور پھر مختصر کتاب احمدیہ لٹریچر میں اور کوئی موجود نہیں +

قیمت بجائے عار کے صرف ۸/

نبوّت مسیح موعودؑ پر بحث

از روئے قرآن مجید و احادیث

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے اثنائے بحث میں جو آخری تحریر حکیم محمد شاہ نواز صاحب راولپنڈی کو بھیجی وہ یہ ہے۔ امید ہے کہ بہت سے شبہات و اوہام کے ازالہ کا موجب ہو گی۔ (ایڈیٹر)

الحمد للہ الذی جعل عیسٰی خاتماً و علماً لانبیاء بنی اسرائیل غضباً علی الیہود۔ والصلوٰۃ والسلام علی محمد الذی صار خاتماً و رحمۃ للعالمین فضلاً من اللہ الودود۔ وعلیٰ آلہ و مسیحہ الذی ثبت بنبوتہ فضل خاتمہ وکان حصاماً لاشیاع الجحود۔ فمرحباً للممیزین فی الخاتمین حافظین للحدود۔ اما بعد حکیم صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے آپ کے جواب کی طرف اس واسطے جلدی توجہ نہ کی کہ آپ کا یہ پرچہ ان دلائل بے معنی سے مملو تھا جن دلائل کو غیر احمدی لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں پیش کر کے بارہا جواب لے چکے ہیں مگر آج ۱۲ جنوری غلام ربانی ؓ کے کہنے سے جواب دینا از سرِ نو ضروری سمجھا گیا۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ آپ نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے کہ اگر مسیح موعود کو نبی مانا جائے تو آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ اسواسطے بجائے اس کے کہ آپ اِن حدیثوں اور اُن حدیثوں میں جنمیں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے تطبیق کرتے۔ اُلٹا سرے سے مسیح موعود کی نبوت کی ہی نفی کر کے ان احادیث کے مکذب ٹھہرے جنمیں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس واسطے اب میں پہلے آپ کی پیش کردہ حدیثوں اور آیت قرآنی پر مفصل بحث کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا وہ منشا اِن سے ہرگز ہرگز نہیں جو آپ سمجھے ہیں اور پھر آپکی دوسری عبارت کا مجمل و کافی جواب عرض کروں گا وباللہ التوفیق +

نبی کی تعریف از روئے قرآن شریف

(۱) پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ نبوت کیا چیز ہے یعنی کس شخص کو قرآن کریم اور امت مرحومہ کی اصطلاح میں نبی کہتے ہیں:- سنئے - قولہ تعالیٰ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ - اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کی تعریف فرمائی ہے کہ کسی بندے پر خدا تعالےٰ کا کلام اس غرض سے اُترتا ہے تاکہ لوگوں کی طرف مامور اور نذیر کی حیثیت میں آوے - دوسری آیت میں اس کلام کو غیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے - قولہ تعالےٰ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ - یعنی خدا تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو - پس قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی اور رسول اس شخص کو کہتے ہیں جس پر بکثرت امور غیبیہ اس غرض سے ظاہر ہوں کہ اسکو نذیر بنا کر بھیجا جاوے +

نبوت کی تعریف فتوحات مکیہ میں

اور فتوحات مکیہ میں نبوت کی تعریف یوں لکھی ہے إِنَّ النُّبُوَّةَ خِطَابُ اللّٰهِ تَعَالَىٰ أَوْ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالَىٰ لِمَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ فِي هَاتَيْنِ الْحَالَتَيْنِ فِي يَقْظَةٍ أَوْ مَنَامٍ وَهٰذَا الْخِطَابُ الْإِلٰهِيُّ الْمُسَمّٰى بِنُبُوَّةٍ عَلَىٰ ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ نَوْعٌ يُسَمّٰى وَحْيًا وَنَوْعٌ يَسْمَعُ كَلَامَهُ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَنَوْعٌ بِوَسَاطَةِ رَسُولٍ فَيُوحِي ذٰلِكَ الرَّسُولُ مِنْ مَلَكٍ وَلَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِأَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْأَخْبَارِ الْإِلٰهِيِّ بِهٰذِهِ الْأَقْسَامِ - یعنے نبوت صرف اس درجہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اپنے بندہ سے مکالمہ مخاطبہ کرتے ہوئے نبی پکارے خواہ یہ خطاب اس کو بیداری میں ہو یا حالت نوم میں - اور یہ خطاب نبی کا اور کلام تین طرح سے ہوتا ہے ایک بذریعہ وحی - دوم بذریعہ کلام من وراء حجاب - سوم فرشتہ کی وساطت سے - پس جو اخبارات ان تینوں ذرائع سے حاصل ہوں وہی نبوت ہے نبوت کوئی الگ چیز نہیں انتہی +

نبوت کی تعریف مجدد الف ثانی کے نزدیک

امام ربانی اپنے مکتوبات میں یوں فرماتے ہیں - اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے - اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جاویں - وہ نبی کہلاتا

ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ +

تینوں تعریفوں کا ماحصل

اب ماحصل ان تینوں حوالوں کا یہ ہوا کہ نبی اُس شخص کو کہتے ہیں۔ اوّل جسکو خدا تعالیٰ نبی کے نام سے موسوم کرے۔ دوم وہ لوگوں کیلئے نذیر بھی ہو۔ سوم کثرت سے اس پر امور غیبیہ کا اظہار بھی ہو +

یہ تعریف مسیح موعود پر صادق آتی ہے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں مسیح موعود میں بھی پائی جاتی ہیں۔ (۱) یَاَیُّہَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ ترجمہ اے نبی بھوکے اور بیقرار کو کھانا کھلاؤ (۲) دُنیا میں ایک نذیر (نبی) آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ (۳) غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں اُن کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام (نبی) کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جسقدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پس ثابت ہوا کہ جناب مسیح موعود علیہ السلام از روئے تعریف قرآن و فرمان حدیث و اقوال فضلائے امت و مشاہدہ کے نبی اللہ ہیں +

کیا لانبیّ بعدی میں لا نفی جنس کا ہے

(۲) حدیث لا نبی بعدی میں صرف لا کس نبوت کی نفی کرتا ہے واضح ہو کہ یہ لا اس طرح کا نہیں کہ جسکو اصطلاح نحویین میں لا نفی جنس کہکر ہر ایک طرح کی نفی کرنیوالا سمجھا جاتا ہے کہ جس سے ایک فرد بھی باہر رہنا منع سمجھا جائے کیونکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ مبشرات جو ایک قسم کی نبوت ہے وہ باقی ہے۔ نیز تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نبی اللہ ہی ہونگے۔ جب مزعومہ جنس نبوت کی نفی ہو گئی تو ایسی نفی میں تمام قسم کے نبی خواہ مجازی ہوں یا حقیقی۔ ظلی بروزی ہوں یا مستعارہ۔ اصلی ہوں یا نقلی غرض ناقص ہوں یا کامل سب کی نفی

اس حرف لا نے کردی اور یہ امت مرحومہ بجائے **افضل الامم** ہونیکے **انقص الامم** ٹھہری۔ پھر صرف یہی خرابی نہیں بلکہ بہت سا حصہ احکام قرآنی و حدیثیہ کا اس طرح کا لا ماننے سے چھوڑنا پڑیگا۔ مثلاً حدیث صحیح میں آیا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ یعنی کسی قسم کی نماز بغیر الحمد کے نہیں ہوتی۔ اور لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ ہمسایہ مسجد کی نماز بغیر مسجد کے نہیں ہوتی۔ یہاں بھی آپکا وہی لا۔ لا نبی بعدی والا ہے جسکے معنے آپکے خیال کے مطابق اور علم عقل کے موافق یہ ہوئے کہ کسی طرح کا نمازی ہو خواہ نفل پڑھے یا فرض بیمار ہو یا تندرست۔ مدرک فی الرکوع ہو یا غیر۔ اسکی نماز بغیر الحمد پڑھنے اور مسجد کے نہیں ہوتی۔ حالانکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔ اور مدرک فی الرکوع کی نماز بغیر الحمد کے ہوجاتی ہے ؛

اصل بات کیا ہے

اب میں آپ کو اصل حقیقت کیطرف متوجہ کرتا ہوں اور بتلاتا ہوں کہ آپکو غلطی لگی ہے کہ قواعد نحویہ کو آپ کلیہ اور یقینیہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اکثریہ اور ظنیہ ہوتے ہیں للاکثر حکم الکل القلیل کالمعدوم ان کا مشہور مقولہ اسپر شاہد ہے + اور **دوسری** غلط فہمی آپ کو اس حدیث لا نبی بعدی کے سمجھنے میں یہ ہوئی ہے کہ آپکو معلوم نہیں کہ بعض اوقات مثبت منفی بھی امور اضافیہ میں سے ہوجاتے ہیں۔ جب وہ اضافت الگ کرلیجائے تو وہ حکم منفی۔ منفی نہیں رہتا مثلاً قَالُوْا لَا ضَیْرَ جو ساحرانِ موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا تو باضافت اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ تھا ورنہ تکلیف اظہر من الشمس ہے۔ پس یہی حال لا نبی بعدی کا سمجھو (یعنی نبوت کی نفی خاتم النبیین کے مقابل ہر صاحب شریعت یا براہ راست نبوت کی ہے نہ مطلق نبوت کی) (۳) نیز آپ یہ بات قرآن شریف اور حدیثوں میں بھی پائینگے کہ ایک حکم عام دیا گیا ہے اور اسمیں سے کسی فرد کو خاص طور سے علیحدہ رکھ لیا جاتا ہے اور وہ فرد اسکی عمومیت میں کوئی نقص نہیں لاتا خاصکر علم نحو و صرف میں تو لفظ شاذ و نادر رکھ کر ایسا بھی کردیتے ہیں اور ایسے حکم کو اصول فقہ میں عموم خُصَّ عَنْہُ الْبَعْضُ سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ میں نبی کریم نے نفی تمام نماز کی کردی۔ پھر دوسری جگہ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً فَقَدْ

اَدْرَكَ سَجْدَةً فرما کر مدرک فی الرکوع کو رخصت دیدی اور اسے حکم عام سے بخصوصیت باہر رکھ لیا۔ اب جو شخص حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتٰب اور لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کو ہی مدنظر رکھے اور حدیث مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ سَجْدَةً اور خَيْرُ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَة کیطرف نظر تک نہ کرے، اور یہ یقین کرے کہ چونکہ نبی کریم نے ہر ایک طرح کی نماز کی نفی کر دی ہے۔ اسواسطے نوافل کیلئے مسجد میں جانا اور مدرک الرکوع کیلئے الحمد پڑھنا ضروری ہے۔ تو یہ اسکی سراسر بے انصافی ہوگی کیونکہ اسوقت وہ شخص نبی کریم صلعم کے قول مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً اور خَيْرُ صَلٰوةِ الْمَرْءِ کی تکذیب کر رہا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتا کہ لا صلوٰۃ کہتے وقت نبی کریم صلعم کا منشاء نوافل اور مدرک الرکوع کے بغیر تھا۔ پس یہی حال لَا نَبِیَّ بعدی کا بھی سمجھ لو۔ کیونکہ دوسری جگہ نبی کریم صلعم نے نبی اللہ مسیح موعود کو فرمایا ہے تو جس طرح لا صلوٰۃ کی نفی عام میں من ادرک رکعۃ اور خیر صلوۃ المرء سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اسی طرح لَا نَبِیَّ بعدی کی نفی عام میں عیسٰی نبی اللہ کا آنا خلل انداز نہیں۔ ایسا ہی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ مَن کان لہ امام فقرءۃ الامام لہ قرءۃ یعنی امام کا قرآن پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔ دوسری روایت میں ہے وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا یعنی جب امام قرآن پڑھے خاموش ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پیچھے قرآن پڑھتا تھا بعد نماز آپنے اسکو منع فرمایا۔ اب اگر کوئی شخص ان حدیثوں کو استدلالاً پیش کرے اور موجودہ حنفیوں کی طرح فاتحہ خلف الامام حرام ہونے کا فتویٰ دیدے تو یہ حرکت اسکی سراسر جہالت اور غلطی پر مبنی ہوگی۔ کیونکہ جس رسول مقبول صلعم نے ان احادیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے اُسی نے دوسری جگہ لا تفعلوا بشیءٍ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فرما کر فاتحہ پڑھنے کی خصوصیت کر دی۔ یہی حال لَا نَبِیَّ بعدی اور عیسٰی نبی اللہ کا ہے +

نیز آپ غور فرماویں کہ ایک شخص اگر یہ اعتقاد رکھ لے کہ قرآن شریف میں جو وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ آیا ہے یعنے ہر ایک رسول اپنی قوم کی زبان میں ہی بھیجا گیا ہے چونکہ من رسول نکرہ حیز نفی میں واقع ہونے سے فائدہ عمومیت کا دیتا ہے۔ اسواسطے محمد رسول اللہ صلعم بھی صرف عربوں کیطرف ہی مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ دوسرے ملک کی قومیں ان کی رسالت میں

شامل نہیں۔ چنانچہ ایک فرقہ عیسائیوں کا ایسا بھی ہے جس کا یقین ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت صرف عرب کے لئے ہی مخصوص تھی۔ تو اس شخص کا یہ استدلال بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ جس احکم الحاکمین نے یہ اصول عامہ بیان فرمایا ہے کہ تمام رسول صرف اپنی اپنی قوموں کی زبان میں ہی آئے ہیں۔ اسی نے دوسری جگہ محمد رسول اللہ صلعم کے حق میں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ فرما کر اس اصول عامہ سے باہر رکھ لیا۔ جس سے یہ سمجھا گیا۔ کہ سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے تمام انبیاء علیہم السلام مختص القوم والزمان تھے۔ ایسا ہی جس نبی کریم صلعم نے لا نبی بعدی فرما کر عام نفی کی ہے اسی نے دوسری جگہ عیسٰی نبی اللہ کا ارشاد سنا کر بتلا دیا کہ یہ قاعدہ باستثنائے مسیح موعود کے دوسرے مجددین و اولیائے امت کیلئے ہے۔ نیز اگر ایک شخص لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ سے یہ استدلال کرے کہ محمد رسول اللہ کا انذار حقیقی صرف خطۂ عرب کے لئے ہی تھا دوسرے ممالک مجازاً آپکی تبلیغ میں شامل ہیں اور لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ سے آنکھیں بند کرلے تو یہ اس کا تجاہل ہوگا۔ اس طرح کی مثالیں قرآن و حدیث میں بہت سی ہیں کہ ایک حکم عام دیا گیا ہے اور ایک آدھ فرد کو کسی خصوصیت سے باہر رکھ لیا ہے بعض وقت اس کا دوسری جگہ تذکرہ کر دیا ہے جس سے اسکی خصوصیت سمجھی جاسکے مگر اس سے اصل حکم میں کوئی تناقض واقع نہیں ہوا۔ پس یہی حال لا نبی بعدی اور عیسٰی نبی اللہ میں ہوا ہے + پھر غور فرمایئے صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا یعنے اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اور یہ ارشاد آپ کا نزول آیت خاتم النبیین کے بعد ہے پس باوجود خاتم النبیین کی آیت کے اپنے بیٹے کی نسبت یہ فرمانا کہ وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ کیا صاف اور بیّن دلیل اس بات کی نہیں ہے ؟ کہ نفس نبوت کی نفی نہیں کیگئی ورنہ ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلعم نے ایک صریح جھوٹ و خلاف واقعہ بات نعوذ باللہ کہی +

حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

(۳) لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ سے کیا مراد ہے اور مبشرات کو نبوت از روئے احادیث کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ اس حدیث کے یہ معنے کرنے کہ ہر ایک طرح کی نبوت باقی نہیں رہی غلط ہیں کیونکہ مبشرات خود ایک قسم کی نبوت ہے۔ دوم لم یبق نفی جحد ہے جو انکار ماضی کے لئے آتا ہے تو کیا جب نبی کریم صلعم نے یہ ارشاد فرمایا تھا

تو اس کے بعد آپ بھی سوائے مبشرات کے اور کسی نبوت کے حامل نہ رہے تھے۔ ضرور آپ اس حدیث میں کوئی مقدر مانینگے یعنے لم یبق کی تاویل لایبقی اور من النبوۃ سے من بعدی وغیرہ نکالینگے۔ کیوں ہم صرف اس لئے کہ ہمارے معتقدات میں سے ہے کہ نبی کریم صلعم تمام عمر ہی نبوت کاملہ تامہ تشریعیہ کے حامل رہے ہیں۔ اسواسطے یہ تاویل اور مقدر ماننا پڑا۔ اسی طرح ہمارے معتقدات میں سے ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ پس اس حدیث میں یہ **پہلی غلطی** ہے جو آپ لوگوں کو لگی ہے۔ یعنے ایک اعتقاد کے لئے محذوف مانا جاتا ہے اور دوسرے کیلئے نہیں +

اور دوسری **غلطی** یہ ہے کہ المبشرات کو آپ جزء النبوۃ کا اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ النبوۃ کا مستثنیٰ واقع ہوا ہے حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہی مستثنیٰ۔ مستثنیٰ منہ کا جزء ہی ہوا کرے جس سے اس پر مستثنیٰ منہ کا اطلاق ہی نہ ہو سکے۔ خاصکر یہاں تو اس طرح کا جزو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں آئی ہے۔ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ یعنے نبوت مبشرات سے رؤیائے صالحہ باقی ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ہے قالوا اما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ۔ اصحاب نے عرض کیا۔ مبشرات کیا چیز ہیں تو نبی کریمؐ نے فرمایا مبشرات رؤیا صالحہ ہیں۔ جب نبی کریم صلعم کے ارشاد کے بموجب مبشرات اور رؤیا صالحہ ایک چیز ہوئی اور پھر حدیث ابن ماجہ میں مستثنیٰ (الرؤیاء الصالحہ) کے مستثنیٰ منہ (مبشرات) واقع ہونے سے عبارت غلط نہیں ہوتی بلکہ صحیح رہتی ہے تو اسی طرح اگر النبوۃ اور المبشرات صورت استثنا میں آجائیں تو ان کے بھی معانی نہیں بگڑینگے۔ اب دیکھئے آپ کے معنے سے (کہ مبشرات اور النبوۃ کو جزو کل کی نسبت ہے) یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث لم یبق من مبشرات النبوۃ کے معنے بھی یہی ہونگے کہ مبشرات کی ایسی جزو رؤیا صالحہ ہیں جسمیں مبشرات کی حقیقت مفقود ہے۔ دیگر بموجب تفسیر نبوی بعض مبشرات اور رؤیا صالحہ حقیقتاً ایک ہی ہیں۔ ایسا ہی دیگر بعض مبشرات اور نبوت کا حال ہے +

پھر تیسری **غلطی** آپ کو یہ لگ رہی ہے کہ مستثنیٰ منہ کا جو جزو مستثنیٰ کے رنگ میں لفظاً مذکور ہو۔ اس کے سوا تمام اجزا مستثنیٰ منہ کا ہی حکم رکھتے ہیں (یعنی نہیں رہے اور لم یبق میں آ گئے) جسکے باعث آپ اس حدیث کے یوں معنے کرتے ہیں کہ نبوت کے اجزاؤں میں سے صرف

مبشرات کی جزہی باقی ہے۔ باقی اجزاء نہیں۔ حالانکہ یہ بات مخالف احادیث صحیحہ ہے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ لَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَةُ امْرَءَةُ فِرْعَوْنَ اور وَمَا مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّهُ الشَّیْطَانُ غَیْرُ مَرْیَمَ وَابْنِهَا۔ ان حدیثوں کے معنے آپ کی سمجھ اور علم کے مطابق یہ ہوئے کہ عورتوں میں سے صرف آسیہ امرءة فرعون اور مریم بنت عمران ہی کاملتان ہوئی ہیں دیگر سب عورات ناقصات ہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ خدیجہ فاطمہ علیہن السلام اور انبیاء علیہم السلام بھی مس شیطان سے نہیں بچے۔ بلکہ ہمارے نبی کریم صلعم بھی کیونکہ آپ کے مستثنےٰ نے حصر کر دیا کہ سوائے آسیہ اور مریم اور ابن مریم کے نہ کوئی مس شیطانی سے بچا ہے اور نہ کوئی کاملات گذری ہیں۔ یا شائد آپ یوں فرما دینگے۔ کہ مریم و ابن مریم تو حقیقی طور پر مس شیطانی سے محفوظ ہے اور نبی کریم صلعم یا دیگر انبیاء مجازی اور طفیلی طور پر۔ مگر ایسا دعویٰ بلا دلیل ہی ہوگا۔ اور اگر یہاں انحصار نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف اور حدیث نے ان کے ماسوا بھی دوسروں کو مس شیطانی سے وعدہ حفاظت کا فرمایا ہے اور کاملات بھی گذری ہیں (اسی طرح دوسرے مقام پر آنیوالے کو عیسیٰ نبی اللہ کہا گیا ہے) اسواسطے جب یہاں بھی (لم یکمل میں) انحصار نہیں تو لم یبق من النبوة الا المبشرات میں بھی اجزاء مبشرات پر انحصار نہ رہا۔ پس لم یبق من النبوة کے یہ معنی کرنے کہ نبوة عامہ حقیقتہ میں سے صرف جزو مبشرات ہی باقی ہے صحیح نہ رہے بلکہ جس طرح ان اشخاص مذکورہ میں انحصار نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ان افراد مذکورہ کے ماسوائے اور کئی افراد ہزاروں کی تعداد میں ان مذکورین سے بڑھ کر ہیں جن پر کاملات اور عدم مس شیطانی کا اطلاق حقیقتہً صادق آتا ہے اور عبارت استثنائیہ میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ اور وہ وجود مستثنےٰ سے ذکراً باہر رہکر بھی اس میں داخل سمجھے گئے ہیں۔ تو یہی صورت نبوت مسیح موعودؑ کے بارے میں سمجھ لیں +

صحیح معنی اس حدیث کے

اب ہم حدیث لم یبق من النبوة الا المبشرات کے اصلی اور حقیقی معنے جو مطابق عقیدہ مسیح موعود و جماعت احمدیہ و قواعد نحویہ ہیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ من النبوة سے مراد یا تو خاص نبوت محمدیہ (جو حاملہ کمالات نبوت عامہ یا شریعت جامعہ ہے) ہوگی کیونکہ لفظ النبوت معرف باللام ہے اور المبشرات سے نبوت غیر تشریعی مراد ہے۔ جو اس خاص نبوت تشریعی کی تقسیم اور نبوت مطلقہ کی قسم ہے۔ جس طرح کہ نصوص

جب مقابل تصدیق کے واقع ہو تو بشرط لاشی ہی مراد ہوتا ہے اور جس طرح تصور کی تین قسمیں ہیں ایک مطلق - دوم بشرط لاشی سوم بشرط شئے - اسی طرح نبوت کی تین قسمیں سمجھو - ایک مطلق نبوت بلا قید جسکی یہ دونوں قسمیں نبوت تشریعی و غیر تشریعی ہیں - پس جس طرح تصور بشرط شئے کے اجزاء تصور بشرط لاشئے سے زیادہ ہیں مگر تصور بشرط لاشئ پر مجازی معنوں میں تصور کا اطلاق نہیں سمجھا جاتا - بلکہ اس کو بھی حقیقۃً تصور کہا جاتا ہے - اسی طرح وہ نبوت جو غیر تشریعیہ ہے - گو وہ نبوت تشریعی کی ایک جزو شریعت سے قاصر ہے مگر حقیقت نبوت کو مفقود نہیں کر دیتی اور نہ یہ صحیح ہے کہ کسی چیز کے ایک جزو نہ ہونے سے حقیقت شئے میں فرق آجاتا ہے کیونکہ التشریعۃ امر زائد علی النبوۃ مشہور منقولہ امت مرحومہ ہے (کما فی فتوحات المکیہ)۔

پھر ہم آپ کو یہ بتلاتے ہیں کہ ہمارے ان معانی کے مؤید جناب مسیح موعود علیہ السلام تو عموماً ہر ایک انکی کتاب پڑھنے سے نظر آتے ہیں جہاں فرماتے ہیں "کہ میں نبی ہوں" مگر چونکہ آپ نے حضور فیضگنجور اعنی خلیفۃ اللہ المہدی حکم عدل کے معنوں پر دوسرے علماء فیج اعوج کو ترجیح دی ہے اور مسیح موعود کو اجتہادی غلطی سے متہم کیا ہے - حالانکہ احمدی کہلانے کی حیثیت آپکو ایسی ترجیح دینے سے مدفع ہونی چاہیئے تھی (اور اگر اس لفظ احمدی پر یوں اعتراض کرو کہ ہم مرزا صاحب کو احمد نہیں مانتے لہذا ہم احمدی نہیں ہیں تو یہ میری اجتہادی غلطی سمجھی جاوے) اسواسطے خاکسار شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا حوالہ تحریر کر دیتا ہے + ان الرسالۃ یزید علی النبوۃ بتبلیغ الاحکام للمکلفین بخلاف النبوۃ المجردۃ فانہا اطلاع علی بعض المغیبات .... فالتشریع جزء من اجزاء النبوۃ (فتوحات مکیہ)۔

مزید تشریح

اب ہم پھر دوبارہ حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات پر مفصل روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی ایک حدیث ہے جو پیغامیوں میں معرکۃ الآرا ہو رہی ہے یعنی من النبوۃ سے مطلق نبوت مراد ہے خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی یا خاص تشریعی مراد ہے - پہلی صورت میں الف لام النبوۃ کا جنسی یا استغراقی ہوگا - اور دوسری صورت میں عہد ذہنی یا خارجی عوض عن المضاف الیہ لے من نبوۃ التشریع ہوگا - اور المبشرات سے مراد نبوت غیر تشریعی ہوگی - اور الف لام المبشرات کا عہد خارجی ہے جیسا کہ دوسری روایت لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحہ سے

ثابت ہے۔ پس پہلی صورت میں حدیث لم یبق من النبوة الخ کے یہ معنے ہونگے کہ ہر ایک طرح کی نبوت باقی نہیں رہی لیکن غیر تشریعی باقی ہے۔ اور دوسری صورت میں یوں معنے ہونگے کہ وہ نبوت جو مقید بشریعت ہے باقی نہیں رہی لیکن غیر تشریعی باقی ہے۔ پہلی صورت میں استثنا متصل ہوگا اور دوسری میں منقطع۔ اور یہی صورت اور معنی حدیث ذهبت النبوة وبقی المبشرات کے ہیں یعنے ہر طرح کی نبوة نہیں رہی مگر صرف غیر تشریعی باقی ہے یا یوں معنے ہونگے کہ نبوت جو مقید بشریعت تھی وہ چلی گئی۔ لیکن غیر تشریعی باقی ہے۔ حاصل مطلب ہم مبشرات کو قسم نبوت بموجب حدیث نبوی ابن ماجہ کے ٹھہراتے اور سمجھتے ہیں اور آپ مخالفت حدیث کی کر رہے ہیں ؛

ایک اور حدیث پر نظر

باقی رہی آپ کی بیان کردہ حدیث کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون الخلفاء۔ اس سے آپ نے استدلال عدم نبوت مسیح پر کیا ہے۔ اس کا ایک جواب تو حدیث لانبی بعدی میں مفصل دے چکا ہوں۔ دوم یہاں لفظ سیکون قابل غور طلب ہے جو مستقبل قریب کے لئے مخصوص ہے اگر آخری زمانہ میں بھی نبی نہیں آنا تھا تو بجائے سیکون کے عبارت یکون الخلفاء چاہیئے تھی۔ چونکہ قریب عہد نبوی میں نبی کی ضرورت نہ تھی لہذا سیکون الخلفاء فرما دیا۔ فافهم وتدبر ؛

ختم نبوت کے کیا معنے ہیں

خاتم النبیین سے کیا مراد ہے اور کس طرح کے نبی ختم ہوئے ہیں۔ ختم کے معنی میں آپ کو ویسے ہی غلطی لگی ہے جیسی آجکل کے غیر احمدی مسلمانوں کو لگ رہی ہے چونکہ یہ معنے ختم نبوت کے معنے جو مسیح موعود نے بیان فرمائے ہیں تحریر کئے تھے۔ مگر آپ نے اُن کو ایسا حقارت کی نظر سے دیکھا ہے کہ لکھتے ہو " یہ معنے تو عقلاً و نقلاً ولغتاً غلط ہیں " حالانکہ آپکو احمدی کہلا کر اس طرح لکھنا ٹھیک نہ تھا۔ مگر خیر اب میں آپ کو بحوالہ کتاب لغت معتبر بتلاتا ہوں کہ مسیح موعود کے معنی ہی صحیح ہیں۔ فلان ختم لک بابه اذا اثرك على غيرك (لسان العرب) یعنی تیری خاطر فلاں شخص نے دروازہ بند کیا یعنے تجھے دوسروں پر ترجیح دیگئی۔ اب یہاں بھی معنے خاتم النبیین کے یہی ہیں کہ نبی کریم صلعم کو دوسرے نبیوں پر ترجیح دیگئی۔ کہ جب تک کوئی شخص آپ کی نبوت کا قائل نہ ہولے اسپر دروازہ نبوت نہیں کھلتا۔ اس صورت میں النبیین کا الف لام جنسی یا استغراقی ہوگا۔ اور جسقدر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں سب کے سب رسول اللہ کی

نبوت کا اقرار کرتے گئے ہیں اور ان کے حصول نبوت میں اتباع شرط نہ تھی۔کیونکہ مطاع مبعوث نہیں ہوا تھا۔چنانچہ قرآن کریم کی آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ اور حدیث کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ اس پر شاہد ہے۔اگر الف لام النبیین کا بعضیہ ہو جیسا کہ یقتلون النبیین میں ہے۔تو اسوقت مراد انبیائے تشریعی ہونگے اور اسوقت خاتم بمعنے اخیر ہوگا کیونکہ یہ لفظ دونوں معنوں میں آتا ہے تو جس طرح یقتلون النبیین کے معنے کروگے (یعنی بعض نبیوں کو قتل کرتے) اسی طرح خاتم النبیین کے معنے ہونگے (یعنی صاحب شریعت نبیوں کے خاتم) اگر ہم بطور تنزل کے غیر احمدیوں کیطرح یہ بھی مان لیں کہ خاتم بمعنے ایسے اخیر کے ہے جسکے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا تو بھی مسیح موعود کی نبوت میں کوئی بھی حرج نہیں واقع ہوتا۔کیونکہ مسیح موعود کی نبوت کوئی نبی کریم سے علیحدہ ہوکر نہیں۔بلکہ آپ میں محو ہونیکی وجہ سے آپ ہی نبی ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے سورہ جمعہ میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (عطف علی الامیین یعنے امیون پر) ڈالکر سمجھا دیا کہ نبی کریم صلعم کی ہی دو بعثتیں ہیں اور دونوں نبوۃ کے رنگ میں ہیں کیونکہ یہ عبارت معطوف معطوف علیہ واقع ہوئی ہے چونکہ اسلام تناسخ کا قائل نہیں۔لہذا محمد رسول اللہ صلعم کی دوسری بعثت بروزی رنگ میں ہوگی اور بروز مثیل سے اخص ہوتا ہے۔بروز محمدی کے لئے نبوت شرط ہے مثیل کے لئے نہیں۔اور تمام امت میں گو مثیل بہت سے ہوں مگر بروز ایک ہی ہونا تھا جسکو مسیح موعود فرمایا) تو جس طرح مسیح موعود کا وجود باوجود عدم ذکر آیت بالا میں حقیقی طور پر موجود فی نفس الامر ہے ایسا ہی آپ کی نبوت بھی فی نفسہ ہے گو نبی کریم صلعم کی وساطت سے ہی حاصل ہوئی ہو۔دوم جب بار بار حدیثوں میں مسیح موعود کو نبی اللہ (چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بار بار آٹھ دفعہ نبی اللہ پکارا گیا ہے) فرمایا ہے تو بباعث شہرت اور ایک ہی فرد ہونے کے اور وہ بھی نبی کریم کی ظلیت میں ہوکر نبوت پانا ختم نبوت کا ناقض نہیں ہے بلکہ مثبت ہے۔اس لئے کہ خادم کی چیز مخدوم ہی کی ہوتی ہے اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ تو سو وہ نبی کریم صلعم ہے مگر آپ کے معنے تو قرآن کریم کے سیاق سے بھی مخالف ہیں۔مثلاً شروع آیت یوں ہے۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ

مِن رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ اب دیکھئے جملہ خاتم النّبیین حرف لاکن کے بعد واقع ہُوا ہے اور اس سے پہلے جملہ منفیہ ہے جو ابوت محمد رسول اللہ کی ہر طرح سے نفی کرتا ہے۔ اب اگر خاتم النّبیین کے معنے غیر احمدیوں کیطرح یہ کئے جاویں کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آنا۔ تو یہ دونوں جملے متغائر نہیں رہینگے کیونکہ حرف لاکن سے پہلے جو جملہ ہے وہ بھی ابوت رُوحانی وجسمانی کی نفی کرتا ہے اور مابعد کا جملہ بھی اس صورت میں اسی کی ہی تائید کرے گا۔ حالانکہ حرف لاکن دو متغائر جملوں میں آیا کرتا ہے سُنئے لٰکن للاستدراك[1] لدفع التوھم الناشی من الکلام السابق ولھذا لاتقع الا بین الجملتین تکونان متغائرین بالمفھوم - (شرح مائۃ عامل) ✣

اب میں علمائے کرام کی بھی تحقیق جو خاتم النّبیین کے متعلق ہے وہ بھی نقل کرتا ہوں ان الدنیا لما کان لہا بدءٌ ونہایۃ وھو ختمہا قضی اللہ سبحانہ ان یکون جمیع ما فیہا بحسب نعمتہا بدءٌ وختام وکان من جملۃ ما فیہا تنزیل الشرائع فختم اللہ ھٰذا التنزیل بشرع محمد فکان خاتم النّبیّین وکان اللہ بکل شیٔ علیما - فان الرسالۃ والنبوۃ بالتشریع قد انقطعت فلا رسول بعدہ ولا نبی ای لا مشرع ولا شریعۃ وانّ عیسٰی اذا نزل لا ما یحکم الا بشریعۃ محمدٌ وھو خاتم الاولیاء فانہ من شرف محمد ان ختم اللہ ولایۃ امتہ والولایۃ مطلقۃً بنبیٍّ رسول مکرم فلا ولی بعدہ الا وھو راجع الیہ کما انہ لا نبی بعد محمد صلعم الا وھو راجع الیہ کعیسٰی فنسبۃ کل ولی بعد ھذا الختم الی یوم القیمۃ نسبۃ کل نبیٍ یکون بعد محمد صلعم فی النبوۃ کعیسی علیہ السلام فی ھذہ الامۃ - (فتوحات مکیہ) یہ وہ بزرگ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام وفات پاگئے اور ان کا آنا بروزی رنگ میں ہوگا ✣

اب آپ جیسے عالم کو باوجود احمدی کہلانے کے دو فاش غلطیاں لگی ہیں جنمیں غیر احمدی مبتلا ہیں (مگر چونکہ وہ مسیح ناصری کو فوت شدہ نہیں مانتے اسواسطے آپکا عقیدہ کسی فرقہ

[1] لاکن استدراک کے لئے ہوتا ہے یعنی اس وہم کو دفع کرتا ہے جو پہلے کلام سے پیدا ہو سو یہ دو ایسے جملوں میں آتا ہے جو مفہوم میں متغائر ہوں۔ ۱۲

اہل اسلام کے ساتھ مسیح موعود کی نبوت میں متفق نہیں) اوّل یہ کہ آپ بدایت و اختتام کو امور اضافیہ سے نہیں سمجھتے حالانکہ یہ بہت دفعہ کثرت کیطرف منسوب اور مضاف ہوتے ہیں مثلاً ایک حدیث میں ای القرآن انزل اول فقال یاایھا المدثر۔ اور دوسری میں اقرء باسم ربك الذی خلق آیا ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری کی ہیں۔ مگر چونکہ وحی اقراء کے بعد تین سال وحی بند رہی اور اس کے بعد جو پہلی وحی ہوئی وہ یاایھا المدثر تھی اور اس کے بعد پے در پے وحی ہوتی رہی۔ اسواسطے ایک دفعہ کی وحی کو جسکے بعد پے در پے وحی نہیں حکم منتفی میں رکھا۔ اسی طرح اختتام کی مثال بھی سمجھ لو کہ نبی کریم صلعم کو ہی خاتم النبیین قرار دیا گیا مگر ایک نبی کا آنا باعث ایک اور بعد زمانہ نبوی اور تبع ہونے کے اختتام کا ناقض اور منافی نہیں سمجھا گیا۔ اور **دوسری** غلطی آپ لوگوں کو یہ لگی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو آپ لوگ ایک ہی طرح کا خاتم مانتے ہیں صرف فرق یہ ہے کہ وہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل اور بعثت نبی کریم صلعم تک ہے اور جناب سرور کائنات صلعم جمیع مخلوقات اور جمیع ازمنہ کے لئے خاتم بنائے گئے یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اگر خاتم ہو کر صرف یہود پر غضب اللہ بعثت محمدؐ تک لائے تو محمد رسول اللہ صلعم نے جمیع مخلوقات الٰہی پر قیامت تک غضب الٰہی کا نشان دیا مگر یہ بات نہیں بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور وجہ سے خاتم بنائے گئے ہیں اور جناب محمد رسول اللہ اور وجہ سے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ملعون ہونیکی وجہ سے خاتم بنایا گیا۔ اور نبی کریم صلعم اپنی فضیلت اور کمال کی وجہ سے خاتم ٹھہرے۔ کیونکہ قرآن میں لفظ خاتم النبیین مقام مدح میں واقع ہوا ہے اور حدیث میں بھی جملہ ختم بی النبیون (مشکوٰۃ) اور لفظ فضلت بستٍ آیا ہے۔ بخلاف حضرت عیسٰی کے کہ وہ غضباً علی الیھود بنائے گئے۔ جب دونوں خاتموں کا باعث ختم الگ الگ ہے تو ضروری ہوا کہ نتیجہ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ہو۔ پس غضب الٰہی یہودیوں پر نبوت کو روکتا ہے۔ اور فضل الٰہی محمد رسول اللہ کی امت پر نبوت کا جاذب اور جاری رکھنے والا ہے اسی واسطے آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے بعد ذٰلِكَ فضل اللہ فرمایا ہے۔ چونکہ آپ نے خاتم کے معنے جو مسیح موعود علیہ السلام نے کمال کے کئے ہیں لغت اور عقل کے برخلاف لکھے ہیں جس سے ممکن ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے یہ بیان کردہ معانی بھی آپ عقل و لغت کے

ــــــ
۵ چھ باتوں میں مجھے فضیلت ہے ۔

خلاف سمجھیں گے۔ لہذا آپ کی عقل کا بندہ ذمہ وار نہیں ہے کیونکہ آپ خود حکیم ہیں مگر لغت کا حوالہ دیکر پھر متوجہ کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کے معانی ہی صحیح ثابت ہوتے ہیں غضب کی مثال فلان ختم علیک بابہ۔ ای اعرض عنک اور فضل کی مثال ختم لک بابہ اذا اثرک علی غیرک (لسان العرب)

آپ ختم کے معنے آخر کے کرتے ہیں پھر آخر کے معنے بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ اس کا ثبوت صحیح مسلم کی حدیث دیتی ہے انی آخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد (مسلم) میں آخر الانبیاء ہوں جس طرح میری مسجد آخر المساجد ہے یعنی میری مسجد کے ماتحت اور اتباع میں مساجد بن سکتی ہیں نہ کہ بالمقابل۔ یہ تو نہیں کہ اب محمد رسول اللہ صلعم کی مسجد کے بعد کوئی مسجد ہی نہیں بن سکتی یا کسی مسجد پر حقیقی طور سے مسجد کا اطلاق کرنا حرام ہے۔ پس آخر کے معنی بھی عربی میں کمال کے ہی ثابت ہوئے۔ اور آپ لوگ لفظ مکر کیطرح لفظ آخر کا مفہوم بھی پنجابی زبان کا سمجھ رہے ہیں حالانکہ لفظ مکر اور آخر یہ دونوں عربی الفاظ ہیں نہ پنجابی اردو ؂

بس کنیم و زیرکان را ایں بس است ✤ بانگ زد کردیم گرو ردہ کس است

اب میں آپ کی بقیہ عبارت کا بھی مجمل طور پر جواب عرض کرتا ہوں گو اس عبارت کو میرے سوال سے کوئی تعلق نہیں۔ تاکہ آپ کو یا کم از کم منصف ناظر کو معلوم ہو جائے کہ آپ ہار جیت کیطرف کوشش کر رہے ہیں جس سے سچائی کا خون کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً آپ نے حضرت مسیح موعود کے معنے جو خاتم النبیین کے کئے ہیں عقلاً لغتاً نقلاً غلط ٹھہراتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "یہ معنے تو عقلاً و نقلاً و لغتاً غلط ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو ہر ایک بات میں حکم عدل نہیں مانتے۔ حالانکہ حدیثوں میں اماماً حکماً عدلاً آیا ہے۔ اور مسیح موعودؑ تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں فرماتے ہیں۔ "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے" پس آپ لوگوں میں یہ **پہلی غلطی** ہے جو قرآن کریم و حدیث شریف کے معانی سمجھنے میں اپنی عقل اور دوسرے مفسرین و علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معانی پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اسے محمد رسول اللہ صلعم نے امام اور حکم مقرر فرمایا ہے۔

اور **دوسری غلطی** آپ یہ کر رہے ہو کہ حضرت مسیح موعود کی وحی کو دوسرے نبیوں کی طرح نہیں سمجھتے۔ جیساکہ آپنے لکھا ہے "مرزا صاحب کے الہامات میں چونکہ ایک قسم کی ربودگی حواس ہوتی تھی۔ اس لئے الہامات منامیہ تھے" مگر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

آنچہ داد ست ہر نبی را جام ——— داد آں جام را مرا بتمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ——— من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ——— ہر کہ گوید دروغ ہست لعین"

یعنے جس طرح کی وحی ہر ایک نبی کو دیگئی ہے۔ وہ مجھے بھی بغیر کسی کمی کے پوری پوری دیگئی ہے جو اسبات کا قائل نہیں وہ لعنتی ہے۔ (نزول المسیح) +

تیسری غلطی آپنے یہ کی ہے کہ آپ لوگ سمجھتے ہو کہ ہر ایک طرح کی نبوت اور نبی منقطع ہوگئے ہیں جیساکہ آپنے اسبات کی تائید میں حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت لکھی ہے "انعتقد بان عیسی الذی انزل علیہ الانجیل ھو خاتم الانبیاء لا رسولنا" حالانکہ اسکی تشریح کہ کس طرح کے نبی آنے منع ہیں۔ ساتھ کی عبارت میں فرمادی ہے جسکو آپنے بے سوچے لکھ بھی دیا ہے انعتقد ان ابن مریم یأتی وینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضاً فلا یقبل الجزیۃ ولا یمنع الحرب (حمامۃ البشریٰ) یعنے اس وجہ سے عیسیٰ خاتم ٹھہرے اور ہمارے نبی کریم کی ختم نبوت ٹوٹی کہ ابن مریم آکر بعض احکام قرآنی کو منسوخ کردے۔ اور بعض زیادہ کردے۔ مثلاً جزیہ کو قبول نہ کرے اور نہ جنگ کو ملتوی رکھے۔ دیکھئے مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین اور النبوۃ قد انقطعت کے یہ معنے فرمائے کہ ایسی نبوت یا ایسا نبی نہیں آسکتا جو احکام قرآنی میں تنسیخ یا تزئید کرے +

چوتھی غلطی آپ نے اس طرح کی ہے کہ جو چیز نبوت کے لئے ضروری ہے کہ جس سے نبی کو نبی کہا جائے۔ آپکے نزدیک وہ چیز مسیح موعود میں نہیں پائی جاتی جیساکہ آپنے لکھا ہے "مرزا صاحب میں کما ینبغی نہیں پائی جاتی" اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا تعالےٰ جسکے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے

بس ہم نبی ہیں۔ بدر ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

پانچویں غلطی آپ کیطرف یوں منسوب کی جاتی ہے کہ اپنے مطلب بنانے کے لئے حضرت اقدس کی عبارت آگے پیچھے سے کاٹ کر خلاف منشاء مسیح موعود مطلب نکالتے ہو چنانچہ آپ صرف جملہ والشریعۃ تبقی بحالہا ہی نقل کر کے لکھتے ہو کہ "یہ قید اتفاقی ہے نہ احترازی کیونکہ نبی غیر تشریعی بلاواسطہ کے وقت بھی یہ جملہ صادق آتا ہے" حالانکہ مسیح موعود علیہ السلام کی پوری عبارت جس سے آپکا یہ اعتراض غلط ثابت ہوتا ہے وہ آپنے دیدہ دانستہ چھوڑ دی ہے جو کہ مینے اپنے پرچہ میں درج بھی کر دی تھی۔ مثلاً الا من اتباع سیدنا الوریٰ والشریعۃ تبقی بحالہا یعنے اب حصول نبوت کے لئے دو شرطیں پہلے سے زیادہ ہیں ایک محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع سے حاصل ہو۔ دوسری شریعت میں کم و بیش واقعہ نہو۔ اور پہلے نبیوں کے لئے یہ دونوں شرطیں لازمی نہ تھیں۔ اب فرماؤ آپ کا یہ اعتراض کدہر گیا لاتقربوا الصلوٰۃ مقصودی معنے نہیں دیتا۔ اگر وانتم سکاریٰ نہ ملایا جاوے +

چھٹی غلط فہمی آپکی یہ ہے کہ جس حکم کو مسیح موعود علیہ السلام عدم تنسیخ میں پیش کرتے ہیں اس کو آپ تنسیخ سمجھ رہے ہیں۔ جیساکہ لکھتے ہو "یضع الحرب یضع الجزیۃ وغیرہ۔ تو امور بالاست (مرزا صاحب نبی) تشریعی ثابت ہوتے ہیں" حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان امور کے نہ کرنے کو تنسیخ احکام قرآنیہ قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ انعتقدان ابن مریم یأتی وینسخ بعض احکام القرآن فلا یقبل الجزیۃ ولا یضع الحرب (حمامۃ البشریٰ) افسوس کہ یہ سب امور جنکو آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف منسوب کر کے لکھتے ہو کہ شریعت محمدی میں انھوں نے کم و بیش کی ہے وہ تمامہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کے وقت یوں یوں ہوگا اور ہونا چاہیئے۔ تو یہ امور مسیح موعود علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کی اتباع اور فرمانبرداری میں کئے۔ وہو المقصود +

ساتویں غلطی اس طرح سے آپنے کی ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی بات کو قرآن و حدیث کے برخلاف سمجھتے ہو چنانچہ لکھتے ہو "سابقہ صحف میں دو قسم کی نبوت تشریعی اور غیر تشریعی ہے اور قرآن بھی دو ہی بیان کرتا ہے کیونکہ وہ مبینہ ہے" حالانکہ مسیح موعود علیہ السلام حصول نبوت کے

لحاظ سے تیسری قسم نبوت کی بھی مانتے ہیں جو صرف محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع سے ملتی ہے نہ کسی اور نبی سے۔ اور یہ قسم لفظ خاتم النبیین سے ثابت فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں آپ (محمد) کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ اور آپکی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی (حقیقۃ الوحی) دیکھا حضرت مسیح موعودؑ تو تیسری قسم حصول نبوت کو بھی قرآن کریم سے ثابت کرتے ہیں۔ مگر آپ لوگ اس کو خلاف قرآن کریم جانتے ہیں ؂

آٹھویں غلطی آپنے یہ کھائی ہے کہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیتے ہو اور اُن کا مفہوم اور مراد جو مسیح موعود نے لی ہے وہ نہیں لیتے بلکہ ان الفاظ کا مفہوم و مطلب وہ لوگوں کو بتلاتے ہو جو زید بکر نے اپنی اصطلاح مقرر کرلی ہے جیسا کہ بعض لوگ مخالفانِ اسلام کا حال ہے کہ لفظ عربی مکر کا قرآن سے اخذ کرلیا اور مفہوم پنجابی فریب سمجھ لیا اور قرآن کریم پر اعتراض کردیا کہ مکر اللہ کے معنے اللہ فریب کرتا ہے صحیح ہیں۔ اسی طرح آپ لوگ بھی کرتے ہیں جیسا کہ عدم نبوت کے ثبوت میں یہ عبارت حضرت اقدس کی نقل کرتے ہو میرا "نام جو رسول اللہ نے نبی رکھا ہے وہ امر ظلی ہے اصالتاً نہیں و سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علے وجہ الحقیقۃ۔ شیر کا لفظ خاص جانور کے لئے حقیقت ہے" اب جو حضرت صاحب نے مجاز حقیقت ظلیت اصلیت کی اصطلاح مقرر فرمائی ہے وہ آپ کی معقولیوں کی ناسوتی عقل و اصطلاح سے بالاتر ہے۔ جناب حکیم صاحب انصاف اسبات کو چاہتا ہے کہ جس شخص کے الفاظ ہوں اسی کی اصطلاح اور معانی معتبر ہوتے ہیں یہ نہیں کہ الہام ربنا عاج حضرت مسیح موعود کا لے لو۔ اور عاج کے معنے کرتے وقت کوئی کتاب لغت ڈھونڈ کر حضرت صاحب پر اعتراض کردو کہ مرزا صاحب کا نعوذ باللہ اعتقاد ہے کہ ہمارا رب ہاتھی دانت کا ہے کیونکہ قاموس آپ کو یہی کہتی ہے۔ جناب من اگر حضرت صاحب کے الفاظ لیتے ہو تو اصطلاح اور معانی بھی آپ ہی کے لینے پڑینگے۔ لیجئے بندہ ہی حضرت صاحب کے الفاظ اور اصطلاح و معانی ہدیہ کردیتا ہے **ظلی نبوۃ** جسکے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانی وہ قیامت تک باقی رہے گی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸) **حقیقی نبوۃ** کے معنے جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ

براہ راست نبی بننا چاہتے" انجام آتھم ص۲۸ - اب دیکھئے اس عبارت میں حضرت صاحب نے ظلّی - اصلی اور حقیقی مجازی کے معنے کردیئے - یعنے جو نبوت براہ راست بغیر اتباع محمد رسول اللہ اور آپ سے الگ ہو کر حاصل ہو اس کا نام حضرت صاحب نے حقیقی مستقل - اصلی نبوت رکھا ہے اور جو نبوت بوساطت و اتباع و فیض محمدی سے حاصل ہو اسکو ظلّی مجازی فرمایا ہے - پس اختلاف حصول نبوۃ کی وجہ سے مختلف نام فرمائے ہیں نفس نبوت میں بالکل فرق نہیں بتلایا یعنے حضرت مسیح موعود نے اختلاف حصول پر لفظ حقیقت مجاز بولا ہے - اور آپ لوگ زید کی حقیقت مجاز جو اختلاف موضوع پر مبنی ہے سمجھ رہے ہیں - آپ لوگوں کا شیر والا عقیدہ ایسا نرالا ہے کہ آجتک کسی سلف خلف بلکہ کسی ناخلف کا بھی نہیں کہ مسیح موعود کی نبوت اصلی بمعنے واقعی نہیں ہوگی بلکہ نقلی بناوٹی ہوگی +

Digitized by Khilafat Library

نویں غلطی اپنی طرف سے آپ لوگ یہ کرتے ہیں کہ کسی نبی کی پیروی کرنا شانِ نبوت کے مخالف ہے جیسا کہ لکھتے ہو "جب حصول اس کا اتباع سے ہؤا تو اکتسابی ہوا - والنبوۃ لیست باکتساب" مگر حضرت صاحب اس عقیدہ کے سخت مخالف ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع ہو (براہین احمدیہ حصہ پنجم) اب غور کرو کہ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ اتباعِ رسولِ صاحب شریعت منافی نبوت نہیں - آپ کہہ رہے ہو منافی ہے - پھر تعجب ہے کہ تحدیث کا درجہ بھی موہبت آلہی ہوتا ہے تو وہ بھی حضرت صاحب کو حقیقی طور پر نہ ملا کیونکہ آپ تبع محمد رسول اللہ صلعم تھے - پس مسیح موعود علیہ السلام محدث بھی نہوئے انّ التَّحۡدِیۡثَ مَوۡهَبَةٌ مُّجَرَّدَةٌ لَا تُنَالُ بِکَسۡبٍ اَلۡبَتَّۃَ کَمَا هُوَ شَانُ النُّبُوَّۃِ - یعنے تحدیث بھی نبوت کیطرح وہبی ہوتی ہے حکیم صاحب یا تو حضرت صاحب کو محدث بھی نہ مانو اور یا نبی بھی یقین کرلو - کیونکہ نبوت اور تحدیث دونوں موہبت الٰہیہ ہیں کسب سے حاصل نہیں ہوتیں - اور یا یہ کہدو کہ یہ بھی حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی ہے جو انھوں نے تحدیث کو بھی نبوت کیطرح وہبی درجہ کہدیا +

دسویں غلطی میں آپ اس طرح مبتلا ہو گئے ہو کہ میری عبارت کو نہ سمجھنے کے باعث میری عبارت میں تناقض ثابت فرماتے ہو - جیسا کہ لکھتے ہو - "اول باب نبوت مفتوح مان کر پھر مسدود قرار دیتے ہیں" حالانکہ جہاں کہیں یعنے باب مسدود مانا ہے - وہاں براہ راست بغیر اتباع و وساطت

محمد رسول اللہ صلعم تشریح کردی ہے اور جہاں مفتوح کہا ہے وہاں بھی فیض محمدی سے حصول اس کا تفصیلاً لکھ دیا ہے۔ اور یہی غلط فہمی آپ لوگوں کو ان حدیثوں اور مسیح موعود کی عبارت سے لگی ہے جنمیں وہ نبوت مراد ہے جس کا حصول براہ راست بغیر توسط نبی کریم ہو جو پہلے زمانوں میں براہ راست ملا کرتی تھی حالانکہ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حصول نبوت کیلئے اب وہ طریقہ نہیں رہا جو پہلے تھا اب اتباع اور توسط محمد رسول اللہ صلعم لازمی امر ہے کیونکہ نبی کریم صلعم فضلاً لا غصباً خاتم النبیین ہیں

گیارہویں غلطی دیدہ دانستہ آپ لوگ یوں کرتے ہیں کہ اپنی مرضی کے مطابق حضرت صاحب کے الفاظ جنسے عدم نبوت ثابت کرنا چاہتے ہو وہ الفاظ حقیقی معنوں میں مستعمل کہدیتے ہو اور جنسے نبوت روز روشن کیطرح ثابت ہے انکو یا تو ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کوئی بتلاوے تو انکو مجازی لباس پہنادیتے ہو جیسا کہ لکھتے ہو" یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مریم کو صدیقہ کہا ہے اگر آپ مریم ہیں تو صدیق ہیں" حالانکہ جیسا کہ حضرت صاحب کا یہ الہام ہے ایسا ہی آپ کو یا عیسیٰ کر کے پکارا گیا ہے اور عیسیٰ کی بابت قرآن میں وَجَعَلَنِی نَبِیًّا وَجَعَلَنِی مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ (یعنے جہاں میں ہوں نبی ہوں) آیا ہے۔ پس اگر آپ عیسیٰ ہیں تو نبی ہیں۔ عیسیٰ سے نبوت غیر منفک ہے اور مریم کا صدیقیت سے عدم ترقی قرآن سے ثابت نہیں۔ حکیم صاحب ہم لوگ حضرت صاحب کو مریم بھی مانتے ہیں اور اس حالت میں آپ صدیق تھے اور پھر عیسیٰ بھی یقین کرتے ہیں اور اس حالت میں واقعی نبی ہیں پہلے آپ مریم بنے یعنے صدیق پھر عیسیٰ ہوئے یعنے نبی۔ دیکھئے ایمان بکلہ اور دخول فی السلم کافۃ اس کو کہتے ہیں نہ کہ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض کیطرح ایک الہام مان لیا۔ دوسرے کو اپنا اصطلاحی مجاز کہکر ٹالدیا۔ اب یہ کیسا خطرناک اعتقاد ہے کہ مریم کے الہام میں حضرت مرزا صاحب واقعی طور پر صدیق ہیں۔ اور عیسیٰ کے الہام میں واقعی نبی نہیں سنیئے آپکے برخلاف یہاں بھی حضرت صاحب کا ارشاد تحریر ہوتا ہے۔" اس طرح خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام عیسیٰ اور مریم رکھنے سے ظاہر کیا گیا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی" کشتی نوح۔ افسوس کہ الہام یا مریم اسکن کے لئے تو آپنے النصوص تحمل علی ظواھرھا کہدیا اور یا عیسیٰ انی متوفیک وجعلناک مسیح

اپنی مرضی یا ایہا النبی اطعموا وغیرہ کے وقت یہ قاعدہ بھول گئے۔ اور اسی نسیانی حالت میں کہتے ہو کہ یہ دعویٰ الہام الٰہی سے نہیں بلکہ حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی ہے ایسی حرکتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بات حضرت مرزا صاحب کی آپکے اعتقاد کے مطابق نہوئی کہدیا کہ انھوں نے اجتہادی غلطی کی ہے۔ اگرچہ مسیح موعود دنیا کے لئے مصلح ہو کر آئے۔ مگر الحمدللہ آپ لوگ (نعوذ باللہ) انکے مصلح پیدا ہو گئے۔ آپ لوگوں کے خیال میں حضرت مسیح موعود اسقدر نعوذ باللہ کم علم تھے۔ کہ قاموس میں بھی انھوں نے نہ دیکھ لیا کہ تحدیث کے معنے اظہار علی الغیب کے ہیں شائد آپکے نزدیک صاحب قاموس زیادہ معتبر حضرت مسیح موعود سے ہے۔ اور تفسیر بیضاوی و تیسیر الوصول بھی حضرت صاحبنے نہیں دیکھی کیونکہ نبوت کی تعریف بیضاوی کے برخلاف آیت فلا یظھر علے غیبہ سے حقیقۃ الوحی میں لکھدی۔ جناب من بیضاوی قاموس تیسیر الوصول والے مسیح موعود کے کلام کے آگے ہیچ ہیں۔ کیا مسیح موعود عیسٰی نبی اللہ پر فیج اعوج کو ترجیح دیتے ہو انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ +

بارھویں غلطی آپ یوں کرتے ہیں کہ بیان پر تو جرح کرتے جاتے ہو پھر اپنی طرف سے بھی وہی جواب دیتے ہو۔ مثلاً نبوت تشریعی و غیر تشریعی پر اعتراض کیا ہے مگر جو صحیح تعریف نبوۃ کی آپکے نزدیک ہے وہ بھی نہیں لکھی پھر آپنے موسیٰ علیہ السلام کو صاحب شریعت رسول مانا ہے اور مینے بھی یہی لکھا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح واقعہ پر آپ روشنی نہیں ڈال سکتے صرف اعتراض کرنے آتے ہیں گو غلط ہوں یا کم از کم سچائی ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ اسواسطے میرے چھوٹے سے سوال کا جواب صاف صاف آپ نہیں دے سکے اور ادہر اُدہر کی باتیں بنا کر اُلٹا مجھ پر سوالات لایعنی کر دیئے جس کے جوابات مینے بفضلہ تعالیٰ محققانہ عرض کر دیئے ہیں +

باقی رہا مسئلہ **خلافت** اس کو آپنے لغو فعل کہکر ٹالدیا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ انکار نبوۃ و خلافت کیلئے آپکے پاس کافی کیا بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ ثبوت بھی نہیں صرف اعتراض ہی اعتراض ہے یا یہ کہدینا کہ یہ حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی بلکہ غلطیاں ہیں۔ یا لغو حرکت کیطرف منسوب کر کے خاموش ہو جانا جیسا کہ آپ لکھتے ہو "میں تو غیر نبی کی خلافت کو لغو خیال کرتا ہوں یہ تو پیر پرستی اور گدی نشینی ہے" افسوس آپسے سوال ہوتا ہے قرآن و حدیث کے حوالہ کا۔ ادر

آپ اپنا "لغو خیال" فرماتے ہو۔ آپکے "لغو خیال" کو تو ہم بھی "لغو خیال" ہی مانتے ہیں اس میں ہم اور آپ متفق ہیں۔ مگر ضرورت قرآن و حدیث کی ہے نہ کہ "لغو خیال" کی *

پس یہ **تیرھویں غلطی** ہے جو مطالبہ قرآن حدیث کا ہوتا ہے اور جواب دینے میں اپنا "لغو خیال" پیش کیا جاتا ہے + **چودھویں غلطی** جس سے بدر کا ظلمت نشانی میں پورا مقابلہ کیا ہے یہ کرتے ہو کہ آپ حقیقت اور مجاز کو ہر ایک جگہ گو با ختلاف الوجوہ ہو جمع ہونا ممتنع سمجھتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہو "کیونکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں" حالانکہ یہ بات صریح البطلان ہے مثلاً صوفیائے کرام کے نزدیک سوائے وجود باریتعالی کے جسقدر باقی موجودات ہے سب کا وجود مجازی ہے تو کیا اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ یہ وجود موجودات بھی حقیقی واقعہ فی نفس الامر ہے تو یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہو گیا۔ نہیں بلکہ موجودات کا وجود خدا تعالی کی حیثیت اور اصلیت کے مقابلہ میں مجازی ہے مگر فی نفسہٖ واقعی ہونیکی جہت سے حقیقی ہے یعنے ایک اعتبار سے مجازی اور دوسری جہت سے حقیقی فلا محذور فیہ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی نبوت فی نفسہٖ ہونیکی حیثیت سے ملحوظ ہو تو آپ حقیقی نبی ہیں اور اگر اس نسبت کو مدنظر رکھیں کہ آپ کو نبوت بواسطہ محمد رسول اللہ اور اُن کے فیض سے ملی ہے تو مجازی و ظلی ہے۔ پس حقیقت اور جہت سے ہے اور مجاز اور جہت سے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس طرح سے سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے جسقدر انبیائے سابقین گذرے ہیں سب مجازی اور ناقص سمجھے جائینگے جیسا کہ خلیفہ اوّل مرحوم فرماتے ہیں "نبی کریم صلعم کی نبوت تمام مکانوں تمام زمانوں کیلئے ہے اللہ تعالی نے ظاہر فرمایا ہے کہ وحی کا حقیقی منصب اگر کسی کو دیا گیا ہے تو خاتم النبیین کو چنانچہ دوسرے رسولوں کے متعلق اس تقابل میں وحیّٰی فرمایا صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ بالذات خیر اور بالذات رسول نبی کریم صلعم ہی ہیں (نوٹ درس شرع لکم من الدین) اب بتاؤ نبی کریم صلعم کے مقابل پر تو سارے انبیاء علیہم السلام کی نبوت طفیلی مجازی مانی جاتی ہے۔ آپ اپنے چاروں پرچوں میں یہ نہیں ثابت کر سکے کہ قرآن حدیث سے مسیح موعود کا کیا منصب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے اخیری پرچہ میں لکھتے ہو "مولوی صاحب مدعی تو آپ ہیں کہ حضرت اقدس نبی ہیں بس بار ثبوت آپکے ذمے ہے میں تو ناقص ہوں" معلوم ہوتا ہے کہ آپ ثبوت سے عاجز آگئے ہیں اور دل سے یقین کرتے ہیں کہ میری تحریر تسلی بخش نہیں۔ ورنہ یہ

قانون چوتھے پرچہ میں کیوں یاد آیا۔ پس آپ مہربانی فرماکر میرے اور اپنے پرچوں کو اپنے اخبار
میں چھپوادیں۔ اور بندہ بھی انشاءاللہ چھپوادیتا ہے تاکہ پبلک کو فائدہ پہنچ جائے۔ اور سمجھ
جاوے کہ میرے سوال کا جواب باصواب نہیں دیا جاتا۔ اور اگر آپ پرچہ بھیجنا چاہیں تو مہربانی
فرماکر اصل سوال سے اِدھر اُدھر نہ ہونا۔ دیکھئے میرا سوال کیسا صاف تھا۔ جو دو حرفی جواب میں
حل ہو جاتا تھا (سوال مسیح موعود کا منصب اور نام قرآن حدیث نے کیا بیان فرمایا ہے اور
کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلافت چلنا منع ہے) کوئی ہے
خداخوف انسان جو صرف حدیث یا آیت لکھ کر مجھے بھیجدے جس میں مذکور ہو کہ مسیح موعود کو رسول اللہ
یا قرآن نے فلاں نام اور منصب سے پکارا ہے اور فلاں آیت یا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ
خلافت بعد مسیح موعود چلنا منع ہے جب اس طرح کی آیات یا احادیث مجھے لکھ کر بھیجدو گے تو
اس پر بندہ خود فکر کرے گا۔ آخر میں نے بھی مرنا ہے اور خدا کے روبرو کھڑا ہونا ہے ان آیتوں
اور حدیثوں کو غور فکر سے پڑھ کر فیصلہ کرلونگا۔ نہ کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان کیطرح
مجھے جواب ملتا ہے۔ بندہ سوال کرتا ہے کہ مسیح موعود کا حدیثوں میں کیا نام اور منصب رسول اللہ
نے بیان فرمایا ہے مجھے جواب دیا جاتا ہے کہ نبی آنے بند ہوگئے ہیں۔ لوگو! اس سے مجھے
کیا غرض بند ہوں یا آئیں۔ میرا تو سوال ہی جدا ہے جب عموم خص عنہ البعض کا وجود
عندالمحققین مسلم ہے۔ تو صرف مجھے یہ بتلا دینا چاہیئے کہ حدیث اس کا کیا نام لیتی ہے اور
قرآن اس کو کس کا معطوف ٹھہراتا ہے یہ نہ ہوا تو ثابت ہو جائے گا کہ آپ ہمہ تن جواب سے
قاصر ہو اور پہلو تہی فرما رہے ہو ÷

نعمت ...
حضرت مسیح موعود کے نزول سے ... سلسلہ احمدیہ ...
ختم ہو چکا ہے صرف ۳ جلدیں ... پہلا حصہ
ہیں قیمت ... صرف ۸
حصہ دوم (...) ...
واقعات و حالات سلسلہ ...
حصہ سوم ... صرف ۱
تشحیذ قادیان
طلب کرو

صحابۂ رسولؐ و صحابۂ امامؑ

بجواب مضمون ایڈیٹر صاحب اصلاح مندرجہ رسالہ اصلاح صفر سنہ ۱۳۳۷ھ جس نے اصحاب الرسول کی توہین کر کے سنیوں کو بہت رنج پہنچایا ہے مگر میں خوش ہوں کہ منشی خادم حسین صاحب نے نہایت متانت سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس میں عدل و اعتدال کو نہیں چھوڑا۔ (ایڈیٹر)

اصلاح کی کجروی

عرصہ دو برس کا ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب موصوف نے ایک مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یزید حسب و نسب قوت و شوکت سلطنت میں اصحاب ثلاثہؓ سے بڑھ کر تھا۔ جس کا جواب رسالہ تشحیذ میں دو نمبروں میں دیا گیا تھا۔ ایک میں عنوان مضمون تھا "یزید کی مدح خوانی اکابر شیعہ کی زبانی" اور دوسرے کا یزید اور اصحاب ثلاثہؓ کا مقابلہ۔ (تشحیذ ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء) خدا جانے ایڈیٹر صاحب اصلاح نے اس کا کوئی جواب دیا ہے یا نہ ؟ اب کے آپ نے مضمون بالا میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم تو درکنار۔ تمام صحابہ رسول صلعم کو ہدف ملامت بنایا ہے اس طرح پر کہ اصحاب امام حسین علیہ السلام ان سے زیادہ وفادار تھے۔ خدا جانے آئندہ انکی طبع رسا جسکو ہمچو قسم دور کی سوجھا کرتی ہیں۔ بمقابلہ اصحاب رسول صلعم کے کس فرد یا افراد کو تجویز کرے گی۔

اصحاب امام حسینؑ۔ اصحاب الرسولؐ سے افضل نہیں ہو سکتے۔

واضح ہو کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی جو عزت و حرمت بحیثیت سبط الرسولؐ و فرزند بتولؓ ہونی چاہیئے اس سے کسی مخلص سنی کو انکار نہیں۔ میری رائے میں یہاں تک تو حرج کی بات نہیں کہ اصحاب امام علیہ السلام کو اپنے معاصرین سے ممتاز ظاہر کیا جائے۔ جیسے کہ بعض بزرگان دین سے مروی ہے ما علی وجہ الارض یومئذ لھم شبہ استیعاب جزو اول صفحہ ۱۴۷ لیکن یہ کہنا کہ امام علیہ السلام کے اصحاب رسول صلعم کے اصحاب سے بھی افضل ہیں ایک دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ تمام امت پر اصحاب

رسول صلعم کی افضلیت قرآن سے ثابت ہے خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جو زمرۂ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ میں داخل ہیں۔ بدلائل ذیل :-

دلیل اوّل اوّل- خداوند کریم فرماتے ہیں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ پ ۱۱- اس آیت کی تفسیر میں بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے سب سے پہلے مہاجرین کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ دوسروں سے سبقت یافتہ بھی ہیں۔ پھر انصار کی تعریف کی۔ پھر تابعین کی۔ پس ہر ایک گروہ کو بقدر اپنے درجہ اور مرتبہ کے یکے بعد دیگرے ذکر فرمایا۔ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کر رکھا ہے الخ تفسیر صافی سورہ توبہ اصول کافی باب السبق الایمان صفحہ ۳۸۳- چونکہ امام علیہ السلام خود بھی مہاجرین میں سے ہیں چہ جائیکہ اُن کے اصحاب ہوں۔ اور زیادہ سے زیادہ ان کو تابعین میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ اصول خدا کا مقرر کردہ اصول ہے نہ کہ ہمارا خانہ ساز۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اصحاب رسول صلعم ہی افضل ہیں نہ کہ اصحاب امام + رہی خاص صفت وفاداری اور جان نثاری سو یہ بھی اُن میں بوجہ احسن ماننی پڑے گی۔ کیونکہ مہاجرین کا خداداد و قابل فخر لقب خود اس صفت کو باآواز بلند ظاہر کر رہا ہے۔ اور اسی طرح انصار کا لقب۔ کیونکہ رسول صلعم کی خاطر اور دین کی خاطر جنہوں نے اپنے وطن اور مال و عیال سے ہجرت کو گوارا کر لیا۔ اور پھر جنہوں نے تمام عمر رسول صلعم اور اُن کے دین کی نصرت کی۔ اگر وہ وفادار نہ تھے تو بتلاؤ پھر اس سے بڑھ کر وفاداری کیا ہو سکتی ہے پس ماننا پڑیگا کہ مہاجرین و انصار اوّل درجہ کے وفادار تھے۔ اور اصحاب رسول سے مراد بھی یہی لوگ ہیں۔ اور بس +

دلیل دوم پھر خدا فرماتا ہے لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل اُولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا الخ پ ۲۷ ایک شیعہ فاضل نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ برابر نمے شود از جملہ شما کسے کہ خرچ کردہ پیش از فتح مکہ و جہاد کرد ایشاں بزرگتر اند باعتبار درجہ ازاں جماعت کہ خرچ کردند بعد از فتح و جہاد کردند۔ صافی شرح اصول کافی پ ۱۹ جزو چہارم صفحہ ۹ +

ظاہر ہے کہ فتح مکہ واقعہ کربلا سے کم از کم پچاس برس پہلے کا واقعہ ہے۔ خدا کہتا ہے

کہ فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والے افضل ہیں بمقابلہ ان لوگوں کے جنھوں نے بعد فتح مکہ کے خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور پہلوں کا درجہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے اعظم درجۃ کے لفظ پر غور کرو۔ پھر کیا کوئی سمجھدار آدمی کہہ سکتا ہے کہ خرچ کرنیوالے اور جہاد کرنے والے صفت وفا سے عاری ہوتے ہیں۔ جب عاری نہیں ہوتے تو ثابت ہوا کہ بعد فتح مکہ کے خواہ کسی معرکہ کے جنگ کرنیوالے یا خرچ کرنیوالے بھی ہوں۔ حسب ارشاد باری تعالیٰ وہ اوّل الذکر صحابہ رسول صلعم سے کسی طرح افضل نہیں۔ بایں ہمہ جو شخص اصحاب رض رسول ص پر کسی گروہ کو دیدہ و دانستہ افضل قرار دیتا ہے وہ گویا خدا کے مقررہ کردہ اصول کی تردید اور قرآن مجید کا معارضہ کرتا ہے۔

پھر تعجب ہے کہ ایک صفت وفاداری کو لیکر اصحاب رسول صلعم کے مقابلہ کیلئے خاص اصحاب امام حسین علیہ السلام کو ہی کیوں منتخب کیا گیا؟ اور دوسرے اماموں کے اصحاب کو مقابلہ کیلئے نظر انداز کر دیا؟ یا اصحاب امام حسین علیہ السلام جو کربلا میں شہید ہو گئے۔ اُنکے مقابلہ کیلئے دوسرے شیعیان اہلبیت کو جو سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے مگر اس خاص وقت مصیبت میں امام حسین علیہ السلام کی نصرت سے کنارہ کش ہو گئے ان کو کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ میرے نزدیک تو ان کا مدِ مقابل اصحاب رسول صلعم کو تجویز کرنا بوجوہ متعددہ ذیل سے ہی ناموزون ہے۔ مثلاً

(۱) امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں جو آپکے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔ زیادہ تر بلکہ تمامہ آپکے صاحبزادے اور برادر زادے اور قریبی رشتہ دار تھے شیعوں میں گو انکی تعداد بہتر ۷۲ تن مشہور ہے مگر محققین نے بصراحت لکھا ہے کہ وہ کلہم سترہ ۱۷ تھے بعض نے انکی تعداد سولہ ۱۶ لکھی ہے۔ اور بقول شیخے تیئس ۲۳ نفر تھے۔ عن ابن الحنیفۃ قال قتل مع الحسینؓ سبعۃ عشر رجلاً کلھم من ولد فاطمۃ رضی اللہ عنھم۔ وقال ابو موسیٰ عن الحسن البصری اصیب مع الحسینؑ بن علی ستۃ عشر رجلا من اھل بیتہ

(۱) آنحضرت صلعم کے اصحاب رض میں علاوہ آپکے عشیرۃ اقربین کے تمام قبائل قریش اور تمام مدینہ کے انصار رض جنکے متعدد قبائل تھے اور بعض دُور دست ملکوں کے لوگ شامل تھے جنکی قومیت و عادات و طبائع بالکل مختلف تھیں۔ تمام صحابہ رسول صلعم کی تعداد اور متفرق طور پر جو تعداد معلوم ہو سکی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن آپکے ساتھ دس ہزار صحابہ رض تھے دیکھو بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۸ مطبوعہ مصر حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ +

ماعلی وجہ الارض یومئذ لھم شبیہ۔ و قیل انہ قتل مع الحسینؑ من ولدہ واخوتہ واھل بیتہ ثلاثۃ وعشرون رجلاً استیعاب جلد ا صـ ۱۴۷ +

مشہور شاعر ایرانی قاآنی ایک دلسوز مرثیہ میں کہتا ہے ۔ کس کشتہ شد از پیرانش ؟ بلے ۔ سو تن دیگر کہ ؟ نہ برادر ۔ دیگر کہ ؟ اقربا + رسالہ اثر الولاء صـ ۵

(۲) امام حسین علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کا جنگی نوعیت نمبر ا میں عرض کیگئی ہے ۔ مدعا اور مقصد زندگی صرف مرجانا تھا ۔ اور بس ۔ وہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے جس کا چارہ کار سوائے جام شہادت کے کوئی تھا ۔ پس وہ اپنے عزیز الوجود گرامی قدر بزرگ خاندان پر اپنی جانیں قربان نہ کرتے تو کیا کرتے ؟ +

(۳) اصحاب امام کو صرف عاشورہ محرم کے دن ساری عمر میں ایک ہی دفعہ محض دوپہر تک لڑنا پڑا +

ایک فاضل شیعہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے فوت ہونے پر آپ کے رواۃ کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی ۔ وکان اھل الروایۃ عند وفاتہ مائۃ الف واربعۃ عشر الفا ۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ صحب صـ ۱۱۸ +

اسی طرح جمال الدین محدث نے لکھا ہے ۔ چوں از دنیا (آنحضرت صلعم) رحلت فرمود ۔ زیادہ از صد ہزار صحابی در روئے زمین بودند ۔ روضۃ الاحباب مقصد دوم صـ ۸ +

(۲) جناب رسول صلعم اور اُن کے اصحاب کا مقصد زندگی اس سے ارفع اور اعلیٰ تھا ۔ یعنے استیصال کفر و شرک و استحکام شریعت اسلام اگر کم از کم ۲۳ برس تک آپ زندہ نہ رہتے اور اسلام کی دعوت شروع کرتے ہی کفار مکہ کا مقابلہ کر کے معہ اپنے ہمراہان قلیل کے شہید ہو جاتے تو قرآن مجید جیسی کلام پاک کا کامل نزول کس طرح ہوتا ۔ اور پھر اگر خلافت نبوت تیس برس تک نہ رہتی تو اشاعت اسلام اور فتح بلاد مشرکین و کفار کا مقصد کس طرح پورا ہوتا +

(۳) اصحاب رسول صلعم کو منشائے الٰہی کے ماتحت خود رسول صلعم کی زندگی میں بقول ۲۶ دفعہ اور بعد وفات آنحضرت صلعم خلفائے راشدین کی زندگی میں بیسیوں معرکوں میں

(۴) امام حسین علیہ السلام خود بھی اور آپ کے اصحاب باوفا بھی اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ خود بعض قدیم شیعوں کے دل میں کھٹک چکا ہے اور انھوں نے آیت ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا سے حجت پکڑ کر آپ کی شہادت سے ہی انکار کر دیا ہے۔ دیکھو جلاء العیون اردو صفحہ ۴۰۶ باب ۶ فصل ۸ +

(۵) واقعہ کربلا کے اسباب پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کئی سالوں کی پولٹیکل تحریکات کا نتیجہ یا موروثی حقوق کی واپسی کے لئے ایک جان توڑ مگر ناکام کوشش تھی۔ خواہ اس کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقصد بھی شامل ہو لیکن وہ براہ راست خالص خلافت نبوت کے مہتم بالشان فرائض کی قسم سے نہ تھی۔ بلکہ از قسم فرائض عامہ مومنین۔ کیونکہ خلافت نبوت کا زمانہ یوم وفات جناب علی علیہ السلام کو منقطع ہو چکا تھا۔ دیکھو مقولہ حضرت "الیوم انقطعت

جانا پڑا۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ +

(۴) رسول صلعم کو دشمنوں نے کئی دفعہ قتل کر دینا چاہا۔ لیکن حفاظت والا وعدہ الٰہی واللہ یعصمک من الناس پ۶ ع۱۴ پورا ہو کر رہا۔ اور اسی طرح یہ وعدہ رسول صلعم کے سب سے بڑے صحابی ابوبکر صدیق رضی خلیفہ بلا فصل جسکو خدا نے ثانی اثنین فرمایا تھا پورا ہوا اسی طرح دوسرے مقامات پر جو خدا نے انبیاء اور اُن کی اتباع کامل کی نصرت فی الحیٰوۃ الدنیا کے وعدے ہیں رسول صلعم اور اُس کے ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں پورے ہوئے حتیٰ کہ وعدہ مندرجہ آیت ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا ۹ بھی +

(۵) کیا رسول صلعم کے حین حیات اور کیا بعد وفات آنحضرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں اصحاب رسول صلعم کو جن غزوات میں شامل ہونے کا شرف حاصل رہا۔ وہ بلاشبہ خالص دینی جہاد تھے۔ دیکھو ملا باقر مجلسی صاحب آیت وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ الخ کی تفسیر یوں لکھتے ہیں۔ یعنی وعدہ دادہ است شمارا خدا غنیمت ہائے بسیار کہ خواہید گرفت آنہارا مانند غنیمت ہائے فارس و روم و غیر آنہا کہ بدست عساکر مسلمانان

خلافۃ النبوۃ" اصول کافی صـ۲۸۸ اور حدیث۔ الخلافۃ فی اُمتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذالک۔ ترمذی باب ماجاء فی الخلافت مطبوعہ فخر المطابع دہلی ۱۲۷۰ھ صـ۳۷ ؎

(۶) واقعہ کربلا کو ایک مصیبت کبریٰ اور داہیہ عظمےٰ ظاہر کیا جاتا ہے بلکہ تمام انبیاء کے مصائب کا مقابلہ کرکے اس کو بے نظیر دردانگیز واقعہ بتلاتے ہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اسمیں زیادہ تر شعرائے ایران و ہند و پنجاب وقصاص و ذاکرین کی مبالغہ پرستی کو بہت کچھ دخل ہے یہی وجہ ہے کہ آجتک جسقدر کتب مقاتل لکھی گئی ہیں تاریخی حیثیت سے ان میں ایک بھی معتبر نہیں۔ خود محققین شیعہ نے اُن کتب کی تضعیف کیطرف توجہ کی ہے۔ دیکھو کتاب

آمد۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ۴۰۲

وحق تعالیٰ درچند آیت دیگر خبر دادہ است از فتح بلاد فارس وروم وفتح ہائے ونصرتہائے دیگر۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ۱۵۵۔

ولکن المہاجرین ظلموا من جھتین ظلمھم اھل مکۃ باخراجھم من دیارھم واموالھم فقاتلوا ھم باذن اللہ لھم فی ذالک وظلمھم کسریٰ وقیصر ومن کان دونھم من قبائل العرب والعجم بما کان فی ایدیھم مما کان المومنون احق بہ منھم فقد قاتلوھم باذن اللہ عزوجل لھم۔ فروع کافی جلد ا کتاب الجہاد باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب صـ۶۱۲ ؎

(۷) حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ مصائب انبیاء کو پیش آتے ہیں۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل مجمع البحرین زیر لفظ مثل صـ۴۹۵۔ نوح علیہ السلام کے بارہ میں خدا فرماتا ہے وَنجّیناہ واھلہٗ من الکرب العظیم ۲۴/۳ وپ۱۷ سورہ انبیاء کو دیکھو ہر ایک نبی کے مصائب کا حال لکھا ہے پھر خاصکر رسول صلعم کے مصائب کی بابت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ فان الخلق لم یصابوا بمثلہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ فقط

لولو و مرجان محقق نوری الطبرسی۔ وہ نہ ملے تو رسالہ تذکرۃ الذاکرین مؤلفہ خاکسار راقم ملاحظہ کریں ؎

(۷) واقعہ کربلا کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا کہ تمام مومنین مرتد ہو گئے۔ سوائے تین کے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام۔ قال ارتد الناس بعد قتل الحسین صلوٰت اللہ علیہ

کتاب الروضۃ صہ ۸۳

تکی زندگی کا ہر ایک دن آپکے لئے اور آپکے اصحاب کے لئے نمونہ کربلا تھا۔ پھر مدنی زندگی میں بھی آپؐ کو جن جن غزوات میں کفار کا تقابلہ کرنا پڑا وہ اپنی اہمیت میں کربلا سے کم نہ تھے خصوصاً بدر و احد و خندق و حنین و تبوک اور ان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے مثال کے طور پر ایک بدر کو ہی لو۔ سورہ انفال میں کس زور شور کے ساتھ اس کا ذکر ہے اور کتب میں بھی اس عظیم الشان واقعہ کا ذکر کمال عظمت کے ساتھ مذکور ہے وہی اعز وقعۃ کانت فی العرب بھا اعز اللہ الاسلام واھلہ۔ کتاب الروضۃ صہ ۵۴۔ ملا باقر مجلسی اس کا ذکر کرنے سے پہلے لکھتے ہیں۔ غزوہ بدر۔ اعظم فتوح اسلام است۔ حیات القلوب جلد ۲ صہ ۳۳۶

کجا کلام خدا و حدیث پیغمبرؐ
کجا روایت موہون و شعر و افسانہ
سر امام تلک کی تہیں خبر ان کو
کہاں کے محرم اسرار ہیں یہ بیگانہ

(۷) غزوات اسلام کا پہلا اور دائمی اثر یہ ہوا ہے کہ ہوا خواہاں اسلام کے دل باغ باغ ہو گئے اور اب تک جوں جوں ان واقعات کو لوگ پڑھتے سنتے ہیں۔ مارے خوشی کے پھولے

الا ثلثة ابوخالد الکابلی ویحیی ابن ام الطویل وجبیر بن مطعم رجال کشی صـ۸۳ +

اور مابعد کو مومنین کے گھروں میں سوگ پڑ گئے۔ اور اب تک ماتم کدے اور امام باڑے قائم کئے جا رہے ہیں۔ اور ہندوستان و ایران وغیرہ ممالک میں ہر محرم کو رسوم تعزیتیہ بجا لائے جاتے ہیں +

(۸) امام حسین علیہ السلام سید الشہدائے کربلا ہیں +

(۹) امام حسین علیہ السلام سید الشباب اہل الجنۃ ہیں +

(۱۰) زیادہ سے زیادہ ایک خوش اعتقاد شیعہ جو رتبہ امام علیہ السلام کا بیان کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی شہادت موجب احیائے اسلام ہوئی۔ اور بس +

نہیں سماتے۔ اور خدا کی حمد کرتے اور رسول صلعم اور ان کے جان نثاروں پر رحمتیں بھیجتے ہیں دشمنان اسلام پر ایسی بیکسی چھائی ہے کہ اُن کا کوئی سوگ کرنیوالا بھی باقی نہیں فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین پ۱۱ اگر کوئی ہے بھی تو امام حسین علیہ السلام کے سوگواروں سے بدرجہا بڑھ کر رہیں رنج والم ہے +

(۸) صحابہ رسول صلعم میں سید الشہدائے اسلام ہیں۔ وحمزة عمک سید الشہدا۔ کتاب الروضة صـ۲۵ +

(۹) صحابہ کرام رسول صلعم بہشت کے بادشاہ ہیں۔ دیکھو اول خطبہ رسول صلعم۔ ترک کنید بت پرستی را و اجابت نمائید مرا در آن چہ شمارا بآں میخوانم تا پادشاہاں عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرمانبرداراں گردند و در بہشت پادشاہاں باشند۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ۲۵۵

(۱۰) صحابہ رسول صلعم کی وہ شان ہے کہ انکی زندگی موجب بقائے اسلام اور انکی ہلاکت موجب ہلاکت اسلام ہے۔ دیکھو جو دعا رسول خدا صلعم نے بدر کے دن اپنے اصحاب کی قلت کو دیکھ کر مانگی۔ اس کا ایک فقرہ یہ ہے۔ ثم رفع یدہ الی السماء فقال یارب ان تہلک ہذہ العصابة لم تعبد وان شئت لم تعبد لا تعبد۔ تفسیر صافی زیر آیۃ وان للکافرین عذاب النار۔ سورۂ انفال۔ اور اس کا ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ صـ۳۳۶ +

(وتلک عشرۃ کاملہ)

صحابہؓ

اسلامی مؤرخین میں صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے۔ اکثر تو اس طرف گئے ہیں کہ (۱) صحابی وہ شخص ہے جو اسلام کی حالت میں نبی کریمؐ سے ملے اور پھر وفات بھی اسلام کی حالت میں پائے یعنی مرتد نہ ہو۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ (۲) صحابی وہ ہے جو کوئی حدیث یا اوّل درجہ کوئی ایک کلمہ ہی رسول کریم سے روایت کرے یا ایک دفعہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھے۔ لیکن بعض اور لوگوں کے نزدیک یہ تعریف ہے کہ (۳) جو شخص بلوغت کی حالت میں آپ کو دیکھے اور دین اسلام کو تسلیم کرے پھر خواہ ایک ساعت ہی رسول کریمؐ کی صحبت میں رہا ہو۔ یہ تو تعریف میں اختلاف تھا۔ اب اس کے بعد مورخین نے صحابہ کے طبقات بنائے ہیں اور مختلف صحابہ کو مختلف طبقوں میں مانا ہے ان کی تقسیم کے لحاظ سے صحابہؓ کی ۱۳ قسمیں ہیں :۔

(۱) جو اسلام میں متقدم ہیں جیسے خدیجہؓ۔ علیؓ۔ زیدؓ۔ ابوبکرؓ ؛

(۲) وہ جو کہ اسلام کے اچھی طرح ظہور کے وقت مسلمان ہوئے جیسے حضرت عمرؓ ؛

(۳) حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والے ؛

(۴) عقبہ اولیٰ میں بیعت کرنے والے چھ آدمی ؛

(۵) عقبۂ ثانیہ کے مبایعین جو ۱۲ آدمی تھے ؛

(۶) عقبہ ثالثہ میں اسلام لانے والے ۷۳ آدمی تھے ؛

(۷) جنھوں نے آپ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد اور مسجد قبا کے بننے سے پہلے ہجرت کی ؛

(۸) بدر میں شامل ہونے والے ؛

(۹) غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ایمان لانے والے ؛

(۱۰) بیعۃ الرضوان میں شریک ہونے والے ؛

(۱۱) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں بیعت کرنے والے ؛

(۱۲) فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے ؛

(۱۳) جنھوں نے بچپن کی حالت میں رسول کریم کو دیکھا ؛

ریویوز

شجرہ طیبہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مع خلفائے راشدین وعشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شجرہ نسب بصورت قطعہ رنگین نہایت خوشخط وخوشنما تیار شدہ ہمارے پاس موجود ہے جو دیوار پر آویزاں ہو سکتا ہے قیمت فی ار ڈیڑھ آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں +

درخواستیں بنام عبدالحمید صاحب غزنوی - مسجد چینیانوالی لاھور

سیرۃ ابن ہشام یہ سب سے پہلی اور مشہور ومعروف کتاب ہے جو سوانح نبی کریم صلعم میں لکھی گئی - بہت جامع - اس کا اُردو ترجمہ نہایت عمدہ اور سلیس خوشخط اور عمدہ کاغذ پر چھاپا گیا ہے - قیمت ۸/ روپے حجم ۵۱۲ صفحے +

مجھسے اس کتاب کی سفارش کے لئے کہا گیا ہے - میں تمام محبانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ یہ کتاب خریدلیں اور اسکی اشاعت میں حصہ لے کر ثواب حاصل کریں ملنے کا پتہ منیجر کتب خانہ مولوی عبدالرحیم صاحب مسجد چینیاں لاھور

خلیفۃ المسلمین محقق چلکانوی سید ہادی حسن صاحب مولوی فاضل وکیل درجہ اوّل پٹیالہ نے ایک کتاب خلیفۃ المسلمین لکھی ہے جسمیں انھوں نے صرف آیات قرآن مجید سے مسئلہ خلافت وامامت کا فیصلہ کرنا چاہا ہے سید صاحب شیعہ خیالات کے بزرگ ہیں - انھوں نے اپنے خیالات کی اشاعت ایسے طریق پر کی ہے کہ جنبہ داری معلوم نہو - اور پڑھنے والے شیعہ اثر کے نیچے بھی آجائے گویا عملی طور پر تقیہ کے مفہوم کو واضح کیا ہے اس کتاب پر مفصل تنقید کسی دوسرے وقت ہوگی - فی الحال یہ لکھتا ہوں کہ جو صاحب تحقیق کے خواہاں ہوں اور علم بھی رکھتے ہوں (کیونکہ کتاب عام فہم نہیں) وہ ایک روپیہ پر مصنف مذکور سے منگوالیں اور پڑھیں - سلسلہ احمدیہ کی فتح مبین کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض امام قائم حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوۃ والسلام کے اصول پر بحث کر کے فیصلہ کرنیکی طرف شیعہ حضرات بھی متوجہ ہو گئے ہیں +

جو گھر ہے وہ اک مسجد ہے جو گھر میں ہے سو عابد ہے
کہ عبادت جس کو کہتے ہیں ان لوگوں کا جینا نکلا
تن من میں بھری ہے بجلی سی۔ ہر جی میں لگن ہے پی تم کی
جو نکلا اپنے سینے سے۔ اک مشعل طور دیا نکلا !!!
جگنو میں۔ دیئے میں بجلی میں تارے میں۔ چاند میں سورج میں
اک آتش عشق لگی دیکھی۔ اک جلوہ نورِ خدا نکلا
اِک ماہِ زمین کے جلوے سے خورشید فلک بے آب ہوا
وہ چاند کہ گھٹتا شب کا ہے۔ نکلا تو منہ کو چھپا نکلا
اِس چاند کے مکھڑے کی خوبی ہے مہرِ عرب کے پرتو سے
وہ تاب ہیں شمسِ ضحیٰ نکلا۔ یہ آب میں بدرِ دجےٰ نکلا
دنیا میں **غلام احمد** سے پیدا ہے نمود **محمد** کی
آخر کو ہم واماندوں میں وہ پاک مزکّی آ نکلا
وہ کالی رات ضلالت کی یاروں نے بسر کی رو رو کے
اب **نور دین** خدا نے دیا وہ نشانِ صبحِ ہدیٰ نکلا
کیا وحشت تھی تاریکی میں۔ جی ڈرتے پاؤں بھٹکتے تھے
کیوں آنکھوں والو فرماؤ کیا سمجھے تھے اور کیا نکلا
کہتے تھے جس کو تم کا دیں تھا وہ "کدعہ" حدیث پیمبر کا
تم مرزا مرزا کہتے تھے۔ وہ مہدی وہ عیسےٰ نکلا
کہتے تھے دکان لگائی ہے۔ مرزا نے لوٹ مچائی ہے
یاں "تنجیکم" کا سودا تھا۔ جب دیکھا مال کھرا نکلا
کیا مال ہے؟ مال تمہارا یہ وہ سینے سے دل لیتے ہیں
جو اس بازار میں جا نکلا وہ جان سے ہاتھ اٹھا نکلا
دل دیتے ہیں جاں پاتے ہیں جاں دیتے جاناں پاتے ہیں
جو مول لگا۔ ناچیز لگا۔ جو مال ملا۔ اعدا نکلا

حقانی جھوٹ نہیں کہتے اس کو اگر تو دکھلائیں * کہ غلام احمد میں تم کو کوئی عیب صاف نکلا *

قیمت ۸؍

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

قیمت ۸؍

آزمائش کیلئے　　آزمائش کیلئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ ۳۱ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کیلئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہیں۔ یقین دلانے اور آزمائش کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جسمیں ہر ایک اسقدر کافی ادویہ ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے یہ سٹیٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ گھر باریوں کے لئے یہ انمول ہے اور مسافرت کی حالت میں بہت مدد دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے۔ ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ الگ ہیں +

دواؤں کے نام

Digitized by Khilafat Library

دمہ کی دوا - دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے +

کولاٹانک - ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا +

مقوی باہ کی گولیاں - جیسا نام ویسا فائدہ +

عرق کافور - ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے +

جلاب کی گولیاں - جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خاصہ اجابت ہوتی ہے +

عرق پودینہ سبز - درد شکم و دیگر درد کی دوا +

پوری حالت کی فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھئے ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ - ڈاکٹر ایس کے برمن کی فوری جنتری سنہ ۱۹۱۶ء کی خوبصورت تیار ہو گئی ہے جس میں شریف برصغیر کے خاص خاص تہواروں کے ایام و پٹم جنتری بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر
واولٓئك هم المفلحون

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مدیر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۶	بابت ماہ جون ۱۹۱۶ء مطابق شعبان ۱۳۳۴ھ	جلد ۱۱

فہرست مضامین

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صفحہ ۲
اختلافات کثیر فی المرویات اہل تطہیر ۲۱

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) طلباء سے (۱۲)
غیر ممالک سے (۸)

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر کے حکم سے شائع ہوا

مندرجہ ذیل کتب ضرور منگوائیں

درثمین اردو	۵ ر	تذکرۃ المہدی	۱۲ ر
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ ر	القاء ربانی	۶ ر
ہدایات درباره معاملات	۱ ر	غلامی	۳ ر
ثنائی ہرزہ درائی	۲ ر	طبیب روحانی	۱ ر
ختم نبوت کی حقیقت	۸ ر	مجموعہ الہامات حضرت اقدس حصہ اول و کشوف ہر حصہ	۸ ر
حقیقت نماز	۶ ر		
نغمۂ اکمل حصہ دوم سوم	۳ ر	علمائے خلف	۸ ر
ادعیۃ الاحادیث	۲ ر	اسرار روایات کربلا	۱ ر
ادعیۃ القرآن	۲ ر	البلاغ المبین	۱ ر
خطبات نور حصہ اول و دوم	۱۲ ر		
ثنائی چکر	۱ ر	عصمت الانبیاء	۷ ر

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۶ء

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم

الحمد للہ رب العٰلمین ۞ الرحمٰن الرحیم ۞ مٰلک یوم الدین ۞ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۞ اھدنا الصراط المستقیم ۞ صراط الذین انعمت علیھم ۞ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۞

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید

ایک دوست سے سلسلہ احمدیہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ بات دلچسپ تھی۔ دل نے چاہا کہ زبانی الفاظ قلمی کششوں کے ذریعہ اور دوستوں کی خدمت میں پہنچا دیئے جاویں کیونکہ وہ ایک ایسا سوال تھا کہ جو اکثر نوجوانوں کے دل و دماغ پر تصرف کئے ہوئے ہے۔ شاید کسی سعید روح کو اس سے فائدہ ہو۔

قبل اس کے کہ میں سوال و جواب کو لکھنا شروع کروں ضرور اپنے نیک دل اصحاب سے التجا کرونگا کہ کسی بات کو خواہ وہ کتنی ہی خلاف طبیعت کیوں نہو پہلے ٹھنڈے دل سے سوچ لینا چاہیئے پھر اُسکی تصدیق یا تکذیب کیطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ان سطور میں آپ کو حق و ہدایت کی روشنی ملجائے اور ہوسکتا ہے کہ اثنائے مطالعہ میں آپ کی توجہ کسی ایسی فروگذاشت پر پڑے جو آپکے خیال میں لاجواب ہو۔ عقلمند نادانوں کی باتوں سے نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ کان کن جوہر شناس پہاڑوں اور سنگریزوں سے ہیرے نکال لیتے ہیں +

کمی فرصت کا عذر غالباً اکثروں ہی کو ہوگا۔ اور مصنفین کا تو یہ پیشہ ہی ہے۔ اس لئے ان سطور کو حتی الامکان مختصر کرنے کی فکر کی گئی ہے۔ ٹھنڈے دل سے ایک نظر ڈالنے کی التجا ہے اور بس۔

اللھم انت الھادی انت الحق +

سوال اس کا کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب خدا ہی کی طرف سے مامور تھے۔ ممکن ہے کہ وہ۔ وہ نہوں جن کے آنے کی اُمید ہے۔ اور اگر وہ سچے ہی ہیں تو ان کے ماننے یا نہ ماننے کا اثر ہم پر کیا پڑسکتا ہے +

الجواب و باللہ التوفیق مزید توضیح کے لئے اس سوال کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (الف) اس کا کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب سچے تھے کیا ممکن نہیں کہ وہ وہ نہوں جن کے آنے کی امید ہے +

(ب) سچے ہونے کی صورت میں ماننے یا نہ ماننے کا ہم پر کیا اثر ہے +

مضمون کو زیادہ ذہن نشین کرنیکے لئے پہلے نمبر (ب) کا جواب دینا مناسب مقام ہے +

ہمارا فائدہ ہی ہے خیر محل صدق و کذب ہے۔ ممکن ہے کہ مدعی جھوٹا ہو۔ پھر آپ کس اعتبار پر کسی کو مان سکتے ہیں؟ اس کا فیصلہ قرآن شریف نے نہایت سکینت بخش الفاظ میں فرمایا ہے۔ قرآن شریف صاف کہتا ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا اگر دعوےٰ کرتا ہے تو اُس کا وبال اُس کی گردن پر پڑتا ہے۔ پر اُس کے ماننے والوں پر پرسش نہیں۔ ہاں سچا دعویدار کھڑا ہو اور ہم نہ مانیں تو البتہ ہم مستوجب سزا ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ۔ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم

بالبیّنات من ربکم وان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذّاب۔ اور ایک مومن آدمی نے آل فرعون سے کہا ایسے آدمی سے کیوں لڑتے ہو جو اللہ کیطرف بلاتا ہے حالانکہ وہ بیّنات کے ساتھ آیا۔ جھوٹا ہے تو اُس کا جھوٹ اُس پر پڑیگا۔ اور اگر وہ سچا ہے تو تم پر وہ مصیبتیں آنیوالی ہیں جو وہ کہہ رہا ہے کیونکہ اللہ مسرف اور کذاب کو ہدایت نہیں دیتا۔ معلوم ہُوا کہ سچے کو نہ ماننے سے مصیبت آئیگی۔ آدمی پکڑا جائے گا۔ لیکن جھوٹے کا وبال جھوٹے کی گردن پر ہی پڑتا ہے۔ بات بھی یونہی ہے۔ کسی بستی میں کوئی آکر کہے کہ میں سرکار کی طرف سے فلاں کام پر مامور ہوں پر وہ جھوٹا ہو۔ اور ہم اس کو مان لیں تو کیا سرکار ہم سے پوچھے گی کہ کیوں تم نے ایک جھوٹے آدمی کو قبول کر لیا کہ وہ مجسٹریٹ ہے۔ بلکہ سرکار خود اُس شخص کو سزا دیگی۔ آئے دن بدمعاش لوگ سب انسپکٹر آف پولیس۔ داروغہ آبکاری وغیرہ بنکر لوگوں کو دھوکے دیتے رہتے ہیں لیکن کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ سرکار نے دھوکہ کھانے والوں کو پکڑا ہو بلکہ وہ ہمیشہ دھوکہ دینے والے کو پکڑتی ہے۔ برخلاف اسکے کہ اگر سب انسپکٹر پولیس یا داروغہ آبکاری سچا ہو اور لوگوں نے اس کا انکار کیا تو سرکار مجسٹریٹ کو تو چھوڑ دیتی ہے پر پکڑتی ہے تو پبلک کو جس نے اُس کا انکار کیا +

ایک اور آیت

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکٰفرین۔ اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور وہ شخص جو سچائی آنے پر بھی اُس کا انکار کرے کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانا نہیں۔ معلوم ہُوا کہ دو ہی شخص قصوروار اور ظالم ترین مخلوق ہیں (۱) خدا پر جھوٹ بولنے والا۔ (۲) سچے اور سچائی کا منکر۔ تیسرا شخص یعنی جھوٹے کو مان لینے والا اس سے کچھ بھی بازپرس نہیں ہے۔ دیکھو مسیلمہ کذاب اور دوسرے جھوٹے دعویداران نبوت کو خدا نے سزا دی۔ ذلیل کیا۔ لیکن کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ انکے ماننے والوں پر بھی اس لئے عذاب آیا کہ اُنھوں نے مفتری کی اقتدا کی۔ عذاب ہمیشہ اُنھیں قوموں پر آیا ہے جو سچے نبیوں کا انکار کرتی ہیں۔ حدیث میں ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے +

سو بفرض محال ہمیں مرزا صاحب کے جھوٹے ہونیکی صورت میں بھی کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہی ہے۔ کیونکہ ہمیں حسن ظن کا ثواب ہی ملے گا۔ کہ ایک شخص کو بظاہر نیک اور پارسا دیکھ کر اسکی صداقت کے قائل ہو گئے۔ ایک بزرگ تھے۔ کسی مسخرے نے کہا۔ حضرت! آپکی تعظیم کے لئے فلاں ندی کا پل اُٹھ کر آرہا ہے۔ آپ بھی لباس فاخرہ پہن لیجئے۔ حضرت اندر گئے اور کپڑے پہننے لگے۔ بیوی نے کہا کہاں کی تیاریاں ہیں؟ فرمایا فلاں پل میرے پاس آرہا ہے اس لئے میں اُسکی تعظیم کو جا رہا ہوں۔ بیوی نے جھنجھلا کر کہا۔ ڈھنڈو! کہیں پل بھی اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے۔ فرمایا ایک مسلمان کے مُنہ سے مَیں نے سُنا۔ مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ اللہ اللہ! کیسے نیک گمان لوگ تھے۔ برحمہم اللہ۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ نیک گمان پر ہی دُنیا کا کارخانہ چلتا ہے۔ حدیث کا سارا علم اسی بات پر مانا جاتا ہے کہ نیک لوگوں نے سچے لوگوں سے ہم تک پہنچایا۔ اسی لئے تو اُس کو ظنّی کہتے ہیں کیونکہ پھر بھی گمان ہوتا ہے کہ ان سینکڑوں راویوں اور محدّثوں کے اندر کوئی تو جھوٹا ہو سکتا ہے۔ حُسن ظن ہوتا تو شیعہ لوگ کیوں شیخین سے باغی ہوتے۔ حُسن ظن ہوتا تو کیوں یہودی حضرت مریم پر بہتان لگاتے حُسن ظن ہوتا تو کیوں منافقین عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتے۔ گورنمنٹ کی نوکری محض اسی حُسن ظن پر مبنی ہے کہ مہینہ ختم ہونے پر تنخواہ۔ اور ملازمت کی مدّت ختم ہونے پر پنشن ضرور ملے گی۔ لیکن اگر کوئی گمان کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ مہینہ ختم ہونے پر گورنمنٹ تنخواہ نہ دے۔ گورنمنٹ ہی اُٹھ جاوے جب ہم پنشن کے مستحق ہوں۔ سو ایسا شخص نہ نوکری پا سکتا ہے نہ پنشن۔ حضرت صدیق کا لقب فقط آپ کے اعلیٰ درجہ حسن ظن پر ملا۔ نبی کریم کے حالات کو دیکھ کر کہدیا کہ "صدق" نہ دلیل پوچھی نہ معجزہ مانگا +

ایک سوال

جو فطرتاً یہاں پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح تو آدمی پر ایک آفت آجاتی ہے کہ وہ سب ہی پر حسن ظن کرنے لگے سچے کے ساتھ بھی ہو جھوٹے کے ساتھ بھی ہو۔ اطمینان قلب کہاں ہ تشفی تو نہ ہوئی کہ ہاں یہی خدا کیطرف سے آیا +

سو واضح ہو کہ خداوند تعالےٰ رؤف بالعباد ہے جب دُنیاوی معاملات کے لئے اُس نے ہدایت و نور کے سامان مہیا فرما دیئے ہیں تو بصیرت قلب کے لئے بھی کچھ

نہ کچھ سامان کیا ہوگا۔ خصوصاً جبکہ دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو کامل ترین ادیان قرار دیا
ساری نعمتوں کو ختم کر دینے کا وعدہ دیا تو پھر اس میں ایسے مہتم بالشان امور کے لئے جن پر
کفر و ایمان کا انحصار اور جزا و سزا کا دار و مدار ہے۔ ضرور مشعل راہ ہدایت بتائی ہوگی
ہمارے نبی سراج منیر تھے (علیہ از کے صلوٰۃ اللہ) چراغ اور روشن کرنیوالے چراغ۔ سورج
جس سے چاند اور ستارے روشنی لیں +

میں کہتا ہوں

کہ حضرت خاتم النبیین کے ماننے والوں کو بھی تو بجنسہ یہی پس و پیش حسن ظن کرتے میں ہوتا ہوگا۔ کہ ممکن ہے کہ یہ محمدؐ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو (معاذ اللہ) آج ہم اس پر حسن ظن کر لیں۔ کل دوسرا آجاوے۔ اس پر بھی حسن ظن کر لیں۔ اب بتاؤ فیصلہ کریں تو کیونکر کہ فلاں سچ مچ خدا کی جانب سے ہے اور فلاں نہیں۔ پس کیا ضروری نہ تھا کہ خداوند تعالےٰ اپنے حبیب پر سے اس خدشہ کو رفع کر دیوے تھا اور یقیناً تھا۔ سو قربان جائیں اپنے رحمٰن و رحیم خدا کے کہ اس نے ایک ہی آیت سے وہ اسباب بتلا دیئے جس سے ہم ایک نبی کی صداقت کے حُسن ظن کو یقین سے بدل سکتے ہیں۔ اور جس سے ہماری فراست ایمانی پکار اُٹھتی ہے کہ بیشک یہی وہ ہے جسے خدا نے رسالت و نبوت کے لئے چُن لیا۔ چونکہ آقا و غلام میں مناسبت ہوتی ہے۔ اصل و سایہ میں جدائی نہیں ہوتی۔ اس لئے کوشش کیجائیگی کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک ہی رنگ کے دلائل۔ اور ایک ہی طرز کا استدلال قرآنی پیش کیا جاوے۔ تاکہ غیر مذاہب کے سامنے نبی کریمؐ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے وہ ویسے ہی مفید ثابت ہوں جیسے کہ اس کے خادم اُس کے غلام اُس کے سایہ اُس کے ظل کی حقانیت کے لئے برادران غیر احمدیہ کے پاس اب ناظرین سوال (الف) کیطرف متوجہ ہوں۔

اسباب حُسن ظن۔

الف۔ کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب سچے ہی تھے +

واضح ہو کہ بے شک سارے انبیاء کے متعلق پیدا ہو سکتا تھا اور ہو سکتا ہے۔ نبی کریمؐ کے متعلق تو بے شک یہودیوں اور عیسائیوں کو تھا سو خداوند تعالےٰ نے بیسیوں روشن دلائل

سے ثابت کر دیا ہے لیکن منجملہ اُن کے ایک آیت لیجاتی ہے جو عجیب رنگ میں جامع و مانع ہے۔ قال اللہ تعالےٰ۔ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ۔ (ترجمہ) " یہ اہل کتاب اس کو اسی طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچان لیتے ہیں"۔ سو معلوم ہؤا۔ کہ جن اسباب۔ دلائل۔ وسائل سے باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے اُنہی سے ایک نبی کی صداقت بھی مانی جا سکتی ہے +

ایک باپ سے سوال

ہم یہ کرتے ہیں کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ لڑکا جسکو وہ اپنا بیٹا کہتا ہے۔ اسی کا لڑکا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی اور کا نطفہ ہو ممکن ہے اُس کی بیوی نے کہیں اور آنکھ لگائی ہو۔ (گستاخی معاف) کیا وہ یقیناً کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا نطفہ تھا جو مستحیل ہو کر لڑکے کی شکل میں مستحیل ہؤا۔ اس نے آنکھ سے تو نہ دیکھا۔ بعینہٖ یہی سوال ایک مامور کے متعلق ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مامور نہ ہو۔ ہم نے تو خدا کیطرف سے مامور ہوتے نہ دیکھا۔ سنیئے ایک باپ ذیل کے وجوہ پر اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے +

باپ حُسن ظن کرتا ہے

سب سے پہلے خاوند اپنی عورت پر نیک گمان کرتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے کبھی اُسکے حرکات و سکنات۔ طور و طریق بُرے نہیں پائے گئے۔ انشاءاللہ یہ نطفہ میرا ہی ہے۔ بعض خاوند شکّی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اپنی عورتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور یوں بھی خاوند کو عورت کے چال چلن کو آزمانے اور جانچنے کا بہت موقعہ ملتا رہتا ہے۔ ان مواقع و وقائع پر وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسکی بیوی کا چال چلن کیسا ہے۔ اسی طرح انبیاء کا چال چلن۔ طور و طریق قبل از دعویٰ نبوت دیکھنا چاہیئے کہ کیسا تھا۔ نبوت سے پہلے انبیاء کی زندگی نہایت بے لوث ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم کفار مکہ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔ ترجمہ۔ یعنے تم میں ایک عمر گذاری تم نہیں سمجھ سکتے؟۔ عمراً کو نکرہ رکھ کر عجیب بلاغت کے ساتھ ساری باتیں جمع فرمادی ہیں۔ عمراً (ایک بڑی عمر چالیس برس) عمراً۔ ایک خاص طرح کی عمر۔ جوانی کی جس میں انسان خواہشات و لذائذ کے لئے ہر قسم

کی بدی کرنے کو تیار رہوتا ہے۔ معاملات کی عمر۔ آپ فرماتے ہیں۔ چالیس برس تک تمہارے ساتھ رہا۔ جوانی کی عمر۔ تجارتی معاملات تم سے کئے۔ قومی کاموں۔ مذہبی امور میں تمہارے ساتھ شریک رہا۔ کیا کبھی مینے دروغ بیانی کی تھی۔ کسی کو دھوکہ دیا تھا۔ پھر جب مخلوق کے ساتھ میرا معاملہ ایسا صاف تھا۔ تو آج کیا خالق پر جھوٹ بولنے لگا ہوں؟ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ! لوگوں پر تہمت نہ لگائی آج خدا پر تہمت لگا سکتا ہوں۔ مخلوق کیطرف جھوٹی باتیں منسوب نہیں کیں۔ آج خالق کیطرف منسوب کرنے کی جرأت آگئی؟ سو ظاہر ہے کہ کفار مکہ میں سے کسی مخالف، عنید کو بھی یہ موقعہ حاصل نہ ہو سکا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو آلودہ ثابت کر سکے۔ مخالف و موافق سبھی آپ کو امین کہتے تھے +

یہی حال مرزا صاحب کا بھی تھا۔ چالیس برس تک کی زندگی کے گواہ ہندو بھی ہیں آریہ وسکھ بھی ہیں۔ غیر احمدی ہیں۔ اُنکے خون کے پیاسے قرابت دار بھی ہیں۔ ایک نے بھی تو یہ نہیں کہا کہ انکے معاملات میں جھوٹ۔ مکر۔ چالبازی۔ تہمت ہُوا کرتی تھی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے بڑھ کر کون واقف کار ہوگا۔ اور کون مخالف بھی۔ اُنہیں سے حلفیہ دریافت کر لیجئے یا انکے رسالہ اشاعۃ السنہ کو ہی دیکھ لیجئے۔ تعریفوں کے پُل باندھ دیئے ہیں۔ جوانی میں نہ کبھی جھوٹ بولا نہ تہمت لگائی۔ مہینوں روزے رکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف ٹہل ٹہل کر اس کثرت سے پڑھا کرتے کہ زمین دب جاتی۔ اُسی وقت ہی رؤیائے صادقہ وکشوف کی کثرت تھی۔ براہین احمدیہ اُسی وقت کی تصنیف ہے اُسی کو دیکھ کر انصاف پکار اُٹھتا ہے کہ ایسا شخص خدا پر جھوٹ بول نہیں سکتا +

باپ وقت سے پہچانتا ہے

بیوی پر حسن ظن کرنیکی ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ باپ دیکھتا ہے کہ آیا لڑکے کا تولد وقت پر ہُوا ہے؟ وہ اپنے جماع کی مدت کو تولد کی مدت سے ملاتا ہے اور جب وقت ٹھیک ملتا ہے تو پھر وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کی بعثت کا بھی ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ جس وقت کہ شیطان کی حکومت ہو جاتی ہے۔ خدا کے پرستاروں میں ضعف آجاتا ہے دُنیا پر تاریکی چھا جاتی ہے تو اُس وقت غیرت حق کو اِسی لئے جوش آتا ہے

کہ ظھر الفساد فی البر والبحر۔ دریاؤں میں خشکی میں فساد پھوٹ پڑا۔ یہ نبی کریمؐ کے نزول کا وقت تھا۔ علاوہ ازیں اور ایک وقت ہوتا ہے جو آسمانی کتابوں میں کسی نبی کے آنے کا لکھا ہوتا ہے۔ یجدونہ مکتوبًا فی التوراۃ والانجیل۔ نبی کریمؐ کی شان میں آیا ہے یعنی اس کے آنے کا ذکر توراۃ و انجیل میں لکھا ہے +

اسی طرح مرزا صاحب کی آمد کے وقت کو دیکھو! کیا دنیا میں فسق و فجور کی کثرت نہیں کیا دنیا مادہ پرست نہیں۔ کیا عالموں۔ زاہدوں۔ اور سجادہ نشینوں کی حالت خراب نہیں ہوئی۔ کیا عیسائیت اور آریہ قوموں کا زور نہیں ہے پھر نبی کریمؐ کی پیشگوئی نہیں تھی کہ چودھویں صدی کا فتنہ عظیم الشان فتنہ ہوگا۔ اور کیا آپ نے نہیں فرمایا۔ تھا کہ اُس وقت ایک مجدد۔ ایک مہدی آئے گا۔ اب بتلاؤ کہ چودھویں کا تقریبًا آدھا ہونے کو آیا۔ کہاں ہے وہ جسکی آڑ میں آکر ہم فتنہ سے نجات پاویں +

سو مبارک ہو آنے والا قادیان میں آیا اور اُنہی نشانوں کے ساتھ آیا جو حضرت نبی کریمؐ نے فرمائے تھے۔ اور اُسی وقت پر آیا جو آپ نے بتلایا تھا۔ آیا اور آپ کی صداقت پر مُہر لگادی +

باپ اپنے بیٹے کا کفیل ہوتا ہے

لڑکا اکیلا پیدا ہوتا ہے اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لاتا۔ باپ ہی اُسکی ساری ضروریات کا کفیل ہوتا ہے ماں کی چھاتیوں کا دودھ باپ ہی کی غذا سے تیار ہوتا ہے انبیاء بھی جب آتے ہیں تو اکیلے آتے ہیں۔ گمنام ہوتے ہیں۔ خدا اُن کو شہرت دیتا ہے ضعیف ہوتے ہیں خدا اُن کو دنیا بھر میں قوی بناتا ہے۔ بے کس ہوتے ہیں خدا اُنکے ساتھ ایک جماعت کر دیتا ہے۔ لوگ اُنکی جان کے خواہاں ہوتے ہیں وہ اُن سب کو ہلاک کر دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم کس مزے سے فرماتے ہیں کلا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ میرا رب میری ہدایت کرے گا مجھے کھلائے گا مجھے پلائے گا۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں گا تو وہی مجھے اچھا کردے گا نبی کریمؐ کو خداوند تعالیٰ کس پیار سے کہتا ہے الم یجدک یتیمًا فاوی کیا یتیم

پاکر تم کو پناہ نہ دی ووجدک ضالاً فھدیٰ کیا تم کو وارفتہ محبت پاکر ہدایت نہیں دی۔ و
وجدک عائلاً فاغنیٰ۔ بال بچے والے تھے تم کو غنی نہیں کیا۔ سُنّت اللہ ہی یونہی ہے ایک
نوح کے لئے سارا زمانہ غرق۔ ایک موسیٰ کے لئے سارا ملک فرعون زیر آب۔ اور ایک ابراہیم
کے لئے نمرود اور اُسکی ذریت ہلاک +

مرزا صاحب اکیلے۔ بستی میں رہنے والے۔ نماز پڑھنے کو بھی کوئی نہ تھا۔ کثرت
انہماک کی وجہ سے باپ تک ناراض۔ اسی وقت الہام ہوتا ہے۔ وسع مکانک یاتوک من
کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق۔ مکان کشادہ کرو۔ دُور دور سے لوگ اور اشیاء تحائف
تمھارے پاس آئینگی۔ اب اسکے ساتھ چھ لاکھ کی جماعت ہے۔ ماریشس۔ ہانگ کانگ۔
مالابار۔ لنڈن۔ امریکہ۔ اڑیسہ۔ بنگال میں اسکے مرید ہیں۔ ایک چھوڑ تین تین مسجدیں قادیان
میں ہیں پھر بھی نمازیوں کو جگہ نہیں ملتی۔ یہ بات تفصیل طلب ہے کہ کس طرح خدا نے اسکی
کفالت کی۔ اڑیسہ میں سونگھڑہ اور پنجاب میں قادیان کا جو مقابلہ کرسکتے ہیں وہ خوب اس بات
کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ فج عمیق کس طرح پورا ہُوا +

باپ بیٹے کو علم دیتا ہے

ہماری زبان ماں باپ کی دی ہوئی ہے۔ مضر و مفید اشیاء
کا علم ماں باپ ہی کی توجہ سے ہوتا ہے قرابت داروں اور
دوستوں سے باپ ہی انٹروڈیوس کراتا ہے۔ انبیاء کو بھی اللہ تعالیٰ
ہی علم سکھاتا ہے۔ وعلم اٰدم الاسماء کلھا۔ ایک پیغمبر کی شان
میں کہا۔ وعلمناہ من لدنا رشدا۔ ہم نے اُس کو اپنے پاس سے ہدایت کی باتیں سکھائیں۔
ففھمناھا سلیمان۔ سلیمان کو ہم نے سمجھایا۔ نبی کریم کو دُعا تلقین ہوتی ہے ربِّ زِدنی
عِلماً۔ اے اللہ سب سے بڑھ کر مجھ کو علم دے۔ اب اس کی قبولیت کا رنگ دیکھو! ایک اُمّی
محض۔ مدعیان فصاحت کو جو اپنے بالمقابل سب کو عجم (گونگے) کہنے والے تھے۔ ڈنکارتا
ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ٥
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ
اعدت للکٰفرین ٥ ایک سورۃ تو اس کے جیسا بنالاؤ اور سارے ملکر بنالاؤ۔ اگر تم

ذکر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لئے بنائی گئی ہے۔ اہل کتاب و مشرکین دونوں کو ایک ہی وار میں ختم کیا۔ اہل کتاب سے کہا مدعی کتاب ہو۔ مدعی ہدایت ہو۔ ایسی ہدایت بھری کتاب تو بنا لاؤ۔ مشرکین سے کہا کہ بڑے فصاحت کے ڈینگ ہانکتے ہو ایسی فصیح سورۃ لکھ لاؤ۔ اور ساتھ ہی پیشگوئی بھی کردی کہ نہیں لا سکو گے +

لطیفہ اس بات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو طرح کا علم اللہ تعالے انبیاء کو دیتا ہے۔ ایک ایسا علم جس کے مقابل پر کوئی دوسرا نہ لا سکے۔ دوسرا علم غیب۔ آیندہ کی باتیں۔ پیشگوئیاں۔ فاتوا بسورۃ اور فان لم تفعلوا میں قسم اول کا حال بتلایا ہے۔ اور ولن تفعلوا سے پیشگوئی بھی کردی کہ ایسا نہیں کر سکو گے۔ اسی طرح اور سینکڑوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں +

اسی معیار پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھ لیجئے۔ یہ بھی اُمّی تھے۔ معمولی لیاقت فارسی عربی کی تھی۔ اور مانا کہ اعلیٰ درجہ کے لائق اور چوٹی کے عالم تھے پھر بھی کوئی زبردست سے زبردست عالم ساری دُنیا کے عالموں کو چیلنج دے سکتا ہے کہ ایسی کتاب لکھ کر لاؤ ؟ حضرت مرزا صاحب نے سارے مذاہب والوں سارے مدعیان علم کو زور سے پکار کر کہا کہ محض قرآن شریف کی کامل اتباع اور نبی کریم کی غلامی کے سبب مجھے خدا نے یہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ میری کتابیں بھی لاجواب ہیں اور ولن تفعلوا کے رنگ میں میں بھی کہتا ہوں کہ کوئی اس کا جواب دے نہ سکے گا۔ جلسہ مذاہب والے مضمون کے متعلق پیشگوئی کی کہ میرا مضمون بالا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ براہین احمدیہ کا رد لکھنے والے کو دس ہزار کا انعام۔ اور متعدد کتابوں کے مقابل کئی کئی سو روپیوں کا انعام مقرر کیا۔ آجتک کسی نے نہ لیا۔ ایک مولوی فاضل مولوی کو فقط عربی عبارت پڑھ دینے کا چیلنج دیا وہ بھی نہ ہو سکا +

پیشگوئیاں (علم غیب جو خدا کیطرف سے بتلایا جاوے) بیسیوں نہیں سیکڑوں پوری ہوئیں۔ لیکھرام کی موت۔ ڈوئی کی موت۔ من کل فج کی پیشگوئی۔ پنجاب میں طاعون کی پیشگوئی۔ بنگالیوں کی دلجوئی کی پیشگوئی + یہ پیشگوئیاں اس صفائی سے پوری ہوئیں

کہ آج کسی ایک کو بھی مجالِ انکار نہیں۔ چند پیشگوئیاں جو زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ ہیں جو بزعم مخالفین پوری نہ ہوئیں۔ مثلاً احمد بیگ والی پیشگوئی وغیرہ سو اُس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کو پیشگوئی پر ہی ماننا ہے تو آپ اُن پیشگوئیوں کو پیش کیجئے جو پوری نہ ہوئیں انکی تعداد میں دعوے سے کہتا ہوں انشاء اللہ دس سے زیادہ نہ ہوگی (جتنا کہ مجھے علم ہے) اس کے مقابل پر میں اُن پیشگوئیوں کو پیش کروں گا جو آفتاب کیطرح پوری ہوئیں اور جنکی تعداد کم از کم ایک سو دس ہوگی۔ اب آپ سے عرض ہے کہ پلّہ کدھر بھاری ہے؟ آپ کو اگر پیشگوئی پر ہی ایمان لانا ہے تو ان پوری ہونے والیوں کو مان لیجئے پھر ہم انشاء اللہ ثابت کر دینگے کہ وہ بھی پوری ہوگئیں اور اُسی رنگ میں جن میں حضرت نبی کریمؐ کی بعض پیشگوئیاں۔

باپ چند علامتوں پر یقین کر جاتا ہے

بچّے کے پیدا ہونے پر جب باپ دیکھتا ہے کہ اُسکی صورت و شکل کے کچھ حصّے مجھ سے ملتے ہیں مثلاً ویسی ہی ناک باپ کیطرح ہے۔ چال باپ کیطرح ہے تو پھر وہ یقین کر جاتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ میرا ہی بچّہ ہے۔ وہ یہ بحث نہیں اُٹھاتا کہ اُس کے بال میرے بالوں کی طرح۔ اس کے کان میرے کانوں کیطرح اس کے ہاتھ پاؤں۔ آواز۔ رنگ پورا پورا میرے برابر کیوں نہ ہوا۔ نہیں! بلکہ دو تین مشابہتوں کو دیکھ کر اُس کا حسنِ ظن مبدل بہ یقین ہو جاتا ہے اور وہ بقیہ مشابہتوں کی بابت کچھ نہ کچھ تاویل کر لیتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ کے وقت۔ حضرت مسیح کے وقت یہودیوں کو کیا دھوکہ تھا؟ علامتیں سب کی سب پوری نہ ہوئیں (ورنہ وہ ایمان نہ لے آتے) یہودی اب تک منتظر مسیح ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ میں اُن کی سمجھ کے مطابق تورات کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ الیاس آسمان سے نہ آیا۔ ورقہ بن نوفل نے چند علامتوں کو دیکھ کر کہہ دیا کہ یہی نبی آخر الزمان ہے۔ اور وہ اہلِ کتاب بھی جنھیں خدا نے ہدایت دی۔ کسی نے حلم کی نشانی دیکھ کر اقرار کر لیا۔ کسی نے وقت کا اندازہ لگا لیا۔ حدیثوں کو پڑھئے اکثر اہلِ کتاب کی ہدایت کے لئے ایک ایک ہی علامت کافی ہوئی ہے۔

ظہور مہدی کی علامتوں میں اگر آپ ہر ایک کو لفظاً لفظاً پورا ہونا مانگینگے تو یہ ناممکن ہے اور ایسی بات ہے جو آنحضرتؐ کے وقت میں نہ ہوئی۔ لاجرم آپ کو رمضان کے خسوف و کسوف۔ ریل کی سواری۔ طاعون و قحط۔ مغرب سے آگ نکلنی۔ (سارے کام آگ سے لیتے ہیں) اور اسی طرح کی دس بیس علامتوں کو دیکھ کر یہ مان لینا چاہیئے کہ مدعی سچا ہے اور بقیہ علامتیں پوری ہوئیں لیکن رنگ جداگانہ ہے +

باپ فطرتی جوش سے پہچانتا ہے

ہر ایک باپ اپنے بیٹے کے لئے جوش رکھتا ہے۔ بستر مرگ پر بھی اُسے بچے یاد آتے ہیں جو اُس کے بچوں کو چھیڑتا ہے وہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالےٰ بچوں سے بڑھ کر انبیاء کو پیار کرتا ہے۔ جب قوم اُس کو چھیڑتی ہے تو ایک ایک لئے دُنیا کو فنا کر دیتا ہے۔ قرآن شریف ان قصوں سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم۔ نوح۔ موسیٰ۔ نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تائید کیسی ہوئی اور دشمن کس طرح پامال ہوئے +

اب مرزا صاحب کے چھیڑنے والے بیسیوں تھے۔ مباہلہ کرنیوالے بھی کثرت سے تھے سب کا کیا حال ہُوا۔ ہلاک ہو گئے۔ ذلیل ہو گئے۔ ہر میدان میں خدا نے ان کو ذلیل کیا۔ اور مرزاؑ اور اسکی جماعت کو کامیاب +

باپ پرائے بیٹے کو اپنا بیٹا نہیں کہتا

مانی ہوئی بات ہے۔ غیر کا لڑکا کسی کو اپنا باپ بنانے اور اس طرح اُس کی جائداد اور عزت میں حصہ لینا چاہے تو ایک شریف آدمی کے غصہ کی کچھ حد نہیں رہتی بعض نالائق لڑکے جب کسی فرضی باپ کی طرف منسوب ہو کر کچھ کر جاتے ہیں تو پھر سرکاری چارہ جوئی کی ضرورت پڑتی ہے +

شریف باپ نالائق اولاد کو اولاد نہیں کہتا

بلکہ عاق کر دیتا ہے۔ یا کم از کم اس سے تعلق نہیں رکھتا۔ سلوک نہیں کرتا۔ مکان سے جُدا کر دیتا ہے یہ دُنیا کا روزمرہ ہے آپ

ایسی بیسیوں مثالیں پائینگے - ناہنجار شہزادے ولی عہدی سے محروم رہتے ہیں - نوح سے کہا - انہ لیس من اھلک یہ نالائق بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناپسندیدہ بھائی باپ کے پاس آئے تو یعقوب نے اپنا دُرِّ بے بہا (یوسف) اُسکی سپردگی میں دینے سے پس و پیش کیا - اسی طرح وہ شخص جو خدا کیطرف اپنے تئیں منسوب کرتا ہے اور اسی طرح زبردستی سے منسوب کرتا ہے جس طرح کہ ایک نالائق یا فرضی بیٹا - تو پھر خدا کی غیرت تو دُنیا کے معمولی بادشاہوں اور شریفوں سے تو کہیں بڑھی ہے +

اسی لئے مفتری علی اللہ ہلاک ہو جاتا ہے

اور خداوند تعالےٰ کی عزت اسی اصول کے مطابق اُسے ذلت - ہلاکت - گمنامی کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے - سُنو! قرآن شریف سید الاولین و الآخرین سرور کائنات - صادق و مصدق رحمۃ اللعالمین حبیبے کے متعلق کن جلالی الفاظ میں کہتا ہے - لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (ترجمہ) یہ پیغمبر اگر بعض باتیں (کل بھی نہیں) بھی ہماری طرف لگائے تو ہم اُسے سیدھے ہاتھ سے پکڑ لیں اور اسکی رگ جان کو کاٹ ڈالیں "

تین سزائیں

(۱) اخذنا منہ بالیمین - سیدھے ہاتھ سے پکڑینگے - مضبوط پکڑیں گے رہائی نہیں ہوتی - (۲) لقطعنا منہ الوتین - (رگ جان کو کاٹ دینگے) جلدی ہلاک کر دینگے - رگ جان کو کاٹ دینے سے آناً فاناً جان نکل جاتی ہے - کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں - سر کچل ڈالیں - کچھ دیر سے جان نکلیگی - لیکن رگ جان کٹی اور رُوح فنا - (۳) لقطعنا منہ الوتین - اُس کا سلسلہ ٹوٹ جائیگا - دل سے آگ نکلتی ہے رُوح لیکر اور اوپر کیطرف جاکر پھر دو حصہ میں منقسم ہوتی ہوئی سارے جسم میں پھیل جاتی ہے یہی وہ موٹی رگ ہے جو گردن میں نمایاں ہے تو اُن تمام رگوں کی رُوح رواں ہے جو سارے جسم میں رُوح کی رسد پہنچاتی ہیں - وہ کٹ جاتی ہے تو سارا رُوح رسائی کا سلسلہ اور تار برقیات بھی کٹ جاتی ہیں +

اسی طرح ایک مفتری کو تین سزائیں ملتی ہیں (۱) مضبوطی سے پکڑا جاتا ہے - رہائی

نہیں ہوتی۔ (۲) جلدی ہلاک کیا جاتا ہے مہلت نہیں ملتی۔ (۳) اس کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تبع اور مرید اس سے بیزار ہوتے ہیں۔ مثال کے لئے ڈوئی کا واقعہ یاد کرو مضبوطی سے پکڑا گیا۔ جلدی سے ہلاک کیا گیا۔ اس کے متبعین سخت مخالف ہو گئے۔

نبی کریمؐ کا ۲۳ سالہ معیار

ایسے دل ہلانے والے اور پُر غضب الفاظ کے بعد خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے نورِ نظر کو عزت دی۔ دشمنوں پر غالب کیا۔ آپ کے بعد آپ کی اُمت ایسی بڑھی ایسی بڑھی کہ دُنیا کے گوشہ گوشہ پر نہ صرف پھیل گئی بلکہ حکومت کرنے لگی۔ اب اللہ تعالیٰ کے اس فعل سے ہم کو سچے اور جھوٹے مدعی کے پرکھنے کا معیار ہاتھ آیا۔ نبی کریمؐ جن سے بڑھ کر صادق و مصدق پیغمبر نہؑوا۔ اور نہ ہو گا ان جلالی الفاظ و وعدہ کے بعد جب دعویٰ نبوت سے لیکر وفات تک ۲۳ برس تک زندہ رہے۔ تو اب ہم بھی ایک معیار یہ پا گئے کہ کوئی مدعی دعویٰ نبوت و ماموریت کے بعد ۲۳ برس تک زندہ رہے۔ عزتمند رہے۔ اُس کا سلسلہ بڑھتا رہے تو اُسے ہم سچا کہینگے +

ورنہ اگر ایک جھوٹا بھی وہی مدت پا جاوے۔ جو ایک سچے کو ملی۔ وہی عزت پا جاوے جو ایک صادق کو عطا کی گئی تو پھر سچے اور جھوٹے میں کیا امتیاز ہو سکتا ہے۔ ایک آریہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں مفتری بھی ۲۳ برس تک زندہ رہا اور تمہارے پیغمبر بھی رہے۔ پھر ہم کس طرح دونوں میں تمیز کر سکتے ہیں +

کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے؟

کہ کسی مفتری نے جھوٹے دعوے کے بعد ۲۳ برس کی مہلت پائی ہے۔ اُسے عزت ملی ہو۔ اُس کے بعد اُس کا سلسلہ بھی برقرار رہا ہو۔ ہم ببانگ بلند کہتے ہیں اور اُس ایمان کو لے کر کہتے ہیں جو ہم کو قرآن پر۔ نبی کریمؐ پر ہے کہ کوئی نہیں ثابت کر سکتا۔ ورنہ پھر اس شک کا جو غیر اقوام کیطرف سے خود نبی کریمؐ کی صداقت پر وارد ہوتا ہے کوئی جواب نہیں ہے۔ حالانکہ آیت آپ ہی کے متعلق اُتری۔ فتدبر +

کیا خدا کا کام نہ تھا

باپ غیر کے بیٹے کو کیوں اپنا بیٹا نہیں کہتا؟ ناتائق

بیٹے سے کیوں بیزار ہوتا ہے اسی لئے کہ پبلک دھوکہ نہ کھائے۔ گورنمنٹ ایک غیر کو میری جائداد کا وارث نہ بنادے۔ اب میں بعجز یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا خدا کا کام نہ تھا کہ مرزا کو جو اس کیطرف سے نہ آیا۔ نہ اُس نے بھیجا۔ ہلاک نہ کیا۔ دعویٰ نبوت سے تیئیس برس تک زندہ رہا۔ عزت ملی۔ لاکھوں مرید ہوئے۔ لاکھوں روپے اور لاکھوں کا مال آیا۔ بیسیوں ایم۔ اے سیکڑوں علماء وفضلاء۔ مولوی فاضل منشی فاضل۔ ڈاکٹر۔ صوفی۔ مشائخ۔ پیرزادے جماعت میں آئے۔ بہت سے صاحب کشف والہام۔ مجذوب سلسلہ میں آئے۔ قادیان جیسی بستی میں رہنے والے کی آواز ماریشس۔ لنڈن۔ ہانگ کانگ۔ امریکہ۔ مالابار۔ افریقہ بنگال۔ برہما۔ سیکوں کے گوشہ گوشہ میں پہنچی۔ فوت ہوئے آٹھ برس ہوئے سلسلہ ترقی پر رہی ہے۔ وفات کے بعد کئی ہزار نئے مرید داخل سلسلہ ہوئے۔ سلسلہ میں سے اگر ایک نکلتا ہے تو بفضلہ سو داخل بھی ہوتے ہیں۔ عیسائیوں پر۔ آریوں پر سکھوں پر۔ برھموسماجوں پر۔ نمایاں فتح عطا فرمائی۔ ڈوئی۔ لیکھرام جیسے دشمنوں پر کامیابی پائی ساری دُنیا کے لوگوں نے مخالفت کی۔ علماء نے کُفر کے فتوے اس کثرت سے دیئے۔ کہ ہندوستان وعرب کا کوئی نامی عالم بھی نہیں بچا۔ لوگوں نے جان لینے کی کوشش کی۔ خون کے مقدّمے چلائے گئے۔ کئی وارنٹ نکالے گئے۔ اُس کا اور اُس کے مریدوں کا حقہ پانی بند کیا گیا۔ رشتہ داری روکی گئی۔ بیویوں کو خاوندوں سے جُدا کیا گیا۔ بعضوں کو شہید بھی کردیا گیا۔ حال ہی میں مالابار میں کتنوں کو مارتے مارتے ادھ موا کردیا۔ گورنمنٹ سے ملازمت چھین لینے کی درخواست کی گئی۔ ادھر گالیوں۔ پتھروں۔ ڈھیلوں کی نہ پوچھو۔ پھر ان تمام مخالفتوں اور رکاوٹوں کے ساتھ سلسلہ ہے کہ بڑھتا ہی جارہا ہے جو مصیبتیں کہ صحابہؓ پر آئیں اُسی قسم کی مصیبتیں ہم پر بھی آئیں لیکن آخر خدا نے کامیاب فرمایا +

دو باتیں

آپ سے میں پوچھتا ہوں آپ سوچ کر بولیں۔ اوّل یہ کہ سلسلہ میں داخل ہونیوالوں کی تعداد زیادہ ہے یا خارج ہونے والوں کی؟ (یہ وہی بات ہے جو ایک فرزانہ عیسائی بادشاہ نے ابو سفیان سے نبی کریمؐ کے متعلق پوچھی تھی) دوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب اور اُن کے سلسلہ کا موافق ومددگار دُنیا میں کون تھا یا ہے۔

کیا مسلمانوں کے تمام فرقے ؟ عیسائیوں کی ساری جماعت ؟ آریہ سماج ۔ برھمو سماج سکھ ۔ دیا نندی ۔ یہودی ۔ مشرک ۔ غرض وہ کونسا دُنیا کا فرقہ ہے یا تھا جس نے آپؑ کی مخالفت میں کسر اُٹھا رکھی ہو ۔ پھر ان تمام مخالفتوں اور گوناگون مخالفتوں اور ایڑی چوٹی کا زور خرچ کی ہوئی مخالفتوں کے باوجود سلسلہ کیوں بڑھ رہا ہے ۔ بانی سلسلہ کیوں تیس برس عزت کے ساتھ زندہ رہا ۔ اور موت طبعی سے مرا ۔ کیا خدا کا کام نہ تھا کہ یک جھوٹے کی ضلالت سے لوگوں کو بچا لیوے حالانکہ لوگوں نے اُس سے بچنے کی کوشش بھی کی ۔ (مخالفتیں ہوئیں) کیا خدا میں یہ طاقت نہ تھی کہ ایک جھوٹے کو جو اُس کے پاس سے نہیں آیا ہلاک کر دے ۔ حالانکہ خود اُس نے ایسا وعدہ بھی فرمایا ؛

یاد رکھو کہ یہ خداوند تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے اور وہی تائید ہے جو وہ اپنے لوگوں کے ساتھ کرتا ہے ؛

لفظ "ابناء" کے ایک اور معنے

"یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" ابناء کا لفظ اصطلاح عرب میں جنس کے معنوں میں بھی آتا ہے ابن البادیہ ۔ جنگلی آدمی ۔ ابناء زمانہ ۔ دُنیا کے لوگ ۔ ابناء منصب ۔ ایک عہدہ یا کام کے آدمی ۔ ابناء السبیل ۔ مسافر ابناء ھند ۔ ھندوستانی ۔ لطف یہ کہ حدیث میں بھی جسے ہمارے امام تائیداً پیش کرتے ہیں ۔ ابناء فارس آیا ہے ۔ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس ۔ (ترجمہ) ایمان اگر ثریا پر بھی لٹکتا ہوگا تو ابناء فارس (مغل) میں سے ایک شخص اُسے لے آویگا ؛

اب آیت کا ترجمہ یُوں بھی ہو سکتا ہے ۔ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ یہ اس کو اسی طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح اپنے ابناء (جنس ۔ قوم ۔ ذات والوں) کو ؛

جنس کی پہچان

خداوند تعالےٰ نے دُنیا میں مختلف قومیں اور مختلف قبائل بنائے قبائل وشعوباً قرآن میں آتا ہے ۔ اب ان میں تمیز کے لئے خاص خاص علامات و عادات و اطوار اُن میں رکھ دیئے ہیں ۔ سُرخ و سفید رنگ ۔ چوڑے چکلے

ہاتھ پاؤں لمبے لمبے کثیف بال۔ڈھیلے ڈھالے میلے کچیلے کپڑے کوئی پہنا ہو تو ہم چھوٹتے ہی کہدینگے افغانی ہے۔ اسی طرح ایرانیوں کی چال ڈھال۔رنگ۔شکل وصورت اور لباس میں اور یورپ والوں کے طور و اطوار۔چہرے مہرے اور رنگ و روغن میں بڑا فرق ہے۔پنجابیوں کی وضع قطع الگ ہوتی ہے۔لکھنویوں کی آن بان جُدا۔بنگالی اپنے ننگے سروں۔باریک دھوتیوں اور براق قمیصوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔تو افریقہ والے لمبے کالے رنگوں۔موٹے موٹے ہونٹوں۔اور گھونگریالے بالوں سے پرکھے جاتے ہیں۔ہمارے اُڑیسہ بھائیوں کے لئے تو فقط دھوتی۔گمچھا اور ہندو ہونے کی صورت میں ایک کثیف بٹوا در بغل شناخت کے لئے کافی ہے۔فقیر اپنے کشکول دھولی سے معلوم ہو جاتا ہے تو مشائخ اپنی نیچی قبا اور دراز آستینوں سے۔کلکتہ میں مدرسہ عالیہ کے طالب علم ترکی ٹوپیوں۔عینک دار چہروں۔خوش قطع شروانیوں سے جان لئے جاتے ہیں۔تو علیگڈھ کا سٹوڈنٹ کالے فراک کوٹ۔چھوٹی ٹوپی اور بڑے پھندنے کی ٹوپیوں سے۔تاجر۔معمار۔لوہار۔تجار غرض ہر ایک پیشہ ور کچھ نہ کچھ علامات امتیاز رکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اسی طرح انبیاء کی بھی ایک جنس ہوتی۔اور اسکی بھی خاص خاص پہچان ہے کیونکہ وہ بھی تو بشریت کے جامہ میں آتے ہیں۔خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ جس طرح تمام دُنیا کی جنسیں خاص خاص علامتوں سے پہچانی جاتی ہیں انبیاء کی جنس بھی ایک خاص علامت رکھتی ہے۔ ایسا نہوتا تو نبی اور غیر نبی میں تمیز کس طرح ہوتی +

جنس انبیاء کی پہچان

سارے قرآن کو پڑھ جایئے انبیاء کی ایک ہی طرح کی شان ہے ایک ہی طرح کی آن بان ہے اور یہی معنے ہیں لا نفرق بین احد من رسلہ +

سارے نبی توحید کی طرف بُلاتے ہیں +

سارے نبی عمل صالح کی طرف بُلاتے ہیں +

سارے نبی ایک دوسرے کے مصدق ہوتے ہیں +

سارے انبیاء کی مخالفت ہوتی ہے۔ پھر آخر کار وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اِنَّ جُندنا لھم الغالبون۔ حضرت آدم سے لے کر جناب خاتمؐ تک سب ایک ہی رنگ میں رنگین ہیں۔ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ نبی کریمؐ سے بڑھ کر توحید و اعمال صالح کی طرف دعوت دینے والا۔ نبی کریم سے بڑھ کر انبیاء کا مصدق کون ہوا۔ پھر نبی کریم سے بڑھ کر مخالفت کس کی ہوئی اور پھر اُن سے بڑھ کر کس کی نصرت ہوئی +

مرزا صاحب کو بھی اسی اصول پر دیکھئے۔ توحید کیطرف بُلاتے ہیں یا نہیں۔ اعمال صالح کی طرف دعوت ہے یا نہیں۔ (دیکھو دس شرائط بیعت) مخالفت کیسی اور کس قدر ہوئی۔ پھر کامیاب کون ہوا +

حضرت مرزا صاحب ہم سے کیا چاہتے ہیں

دس شرائط بیعت اس کے لئے کافی ہیں کشتی نوح میں جماعت کو وصیت کی۔ اول قرآن۔ پھر سنت۔ پھر حدیث۔ پھر سلسلہ احناف پر عمل کرو۔ فرمایا جو جھوٹ بولتا ہے۔ بدی کرتا ہے۔ بد نظری کرتا ہے۔ دغا بازی کرتا ہے۔ حرام مال کھاتا ہے شہوت میں پھنسا ہے۔ فساد فی الارض کرتا ہے۔ بیوی بچوں پر۔ ماں باپ پر احسان نہیں کرتا۔ گورنمنٹ سے بغاوت کرتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو یہہ کوشش نہیں کرتا کہ وہ پاک ہو۔ جو ناپاکی اور نالائقی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو خدا اور رسول کی محبت میں ترقی نہیں کرتا یا نہیں کرتا رہتا وہ میری جماعت میں سے نہیں یہ مختصر اُن لمبی چوڑی نصیحتوں کا ہے جو ہیئے اپنے الفاظ میں لکھی ہیں۔ کیا آپ کو اب بھی اور اس قدر بھی حُسن ظن کے لئے کافی نہیں ؟ ایک شخص ہزار بار نہیں کئی ہزار بار کہتا ہے کہ میں احمدؐ کا غلام ہوں مصطفےٰ میرا امام و پیشوا ہے۔ اسی کی غلامی اور کامل اتباع کی وجہ سے مجھے نبوت کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ لیکن نہ نبوت تشریعی بلکہ ظلی یعنی بہ طفیل اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ نہ حقیقی بلکہ مجازی۔

یعنی براہ راست نہیں۔ میں اُسی نبی کی اُمت میں تجدید کا کام کرنے آیا ہوں۔ کوئی شریعت میری نہیں مگر وہی جو محمدؐ لائے صلے اللہ علیہ وسلم۔ ایک قدم آپ سے دوری کفر ہے۔ تو پھر ہم کو کیا حق ہے کہ ہم اُسے کافر کہیں۔ اُس کو جھوٹا کہیں۔ اس سے تو ہمارے نبی کا درجہ بڑھتا ہے کہ اُس کا غلام اُس کا کامل متبع درجہ نبوت سے سرفراز ہوا۔ مسلمانوں کے لئے مہدی۔ عیسائیوں کے لئے مسیح۔ ہندوؤں کے لئے کرشن۔ بن کر آیا۔ اور سب کو پکار کر کہا کہ مسلمانو! عیسائیو! ہندوؤ! مشرکو! نجات ہے تو محمدؐ کے دامن میں اور نور ہے تو محمدؐ کے مشکوہ میں۔ زندگی کا پانی ہے تو محمدؐ کے چشمے میں۔ میں تم سب کی تشفی کے لئے آیا۔ اور سب کو ایک ہی دروازہ کیطرف بلاتا ہوں اور وہ باب محمدؐ ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) ÷

ایک بے خطا تدبیر

اِس قدر دلائل کے بعد بھی اگر آپ کو خلجان ہو تو ہمارے حضرت نے ایک تدبیر بتائی ہے کہ انسان استخارہ مسنونہ کرے۔ چاہیئے کہ دل صاف ہو۔ نہ حضرت صاحب کیطرف سے کچھ عداوت ہو نہ اپنی بات کی محبت۔ خدا سے یوں دُعا کرے۔ کہ الٰہی اگر مرزا صاحب تیری طرف سے آئے اور تیری طرف بلاتے ہیں تو میرے دل کو ان کی طرف پھیر مجھے ہدایت دے۔ مجھے وہ دلائل بتلا جن سے میں ان کو مان لوں۔ تجھ کو علم ہے میں جاہل ہوں۔ تیرے پاس ہدایت و نور کے خزانے ہیں۔ میں نادان اور خود فراموش ہوں۔ لیکن ضروری ہے کہ پھر نیک ہدایت پر جو خواب کے ذریعہ تشفی و تسکین خاطر کے ذریعہ حاصل ہو عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ نیک اور خالص نیت ہو۔ آزمائش و فساد کا ارادہ نہ ہو تو اللہ تعالےٰ ضرور اُس کی ہدایت فرمائے گا کیونکہ وہ ہدایت کے سچے طالبوں کو ضائع نہیں کرتا +

اب خاکسار فقیر صرف دس شرائط بیعت کو نقل کرکے رخصت ہوتا ہے اور دُعا کرتا ہے۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ الٰہی اگر تیرا سلسلہ سچا ہے۔ اگر تیرا

مسیح سچا ہے تو اس چشمہ کی طرف لوگوں کو ہدایت دے۔ اس گنہگار کو رحم و عفو کی نگاہ سے دیکھ۔ ان شرائط بیعت پر عمل کی توفیق دے۔ آمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمدؐ واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ واٰخر دعوینا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خاکسار عبدالحلیم احمدی
سونگھڑہ۔ کٹک

ظہور المہدی

یہ ۲۰ × ۲۶ تقطیع کے ۳۵۲ صفحوں کی کتاب جس میں بوجہ گنجان تحریر پانسو صفحے کا مضمون ہے حال ہیں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں احمدی مذہب امنت باللہ سے لے کر الیوم الآخر تک اور حضرت مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی کا ثبوت مدلل بآیات قرآن مجید و احادیث صحیحہ مندرج ہے۔ مخالفوں پر اتمام حجت اور برادران طریقت کے وسعت معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی

دو روپے (عہ) قیمت تھی مگر اب ڈیڑھ روپے میں دیجاتی ہے

ملنے کا پتہ :۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور

(۷۸۶)

اختلافات کثیر فی المرویات اہل تطہیر

منجملہ اُن وسائل کے جو ہر ملت کے محققین متکلمین مذاہب فریق مخالف کی تردید میں استعمال کرتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس فریق کی کتب معتبرہ میں سے مختلف معتقدات و مسائل پر متعدد اختلافات دکھلا دیتے ہیں۔ مثلاً بائبل کے اختلافات پر بعض متکلمین نے اپنے مؤلفات میں کم و بیش ذکر کیا ہے۔ اور یوں نصاریٰ پر اتمام حجت فرمادی ہے۔ شیعوں کے متعلق ایک اس ہیچمدان نے جو کچھ لکھا اور بعض اوقات انکے کئی اہم مسائل پر بھی جس طرح قلم فرسائی کی ہے باخبر احباب سے مخفی نہیں ہے۔ لیکن خاص اس موضوع پر خاکسار نے نہ کسی بزرگ فاضل کی کوئی مستقل تحریر دیکھی نہ خود ہی پیشتر توجہ کی تھی۔ آج اس پہلو پر بھی کچھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے۔ معزز ناظرین اس کو مشتے نمونہ خروار اور بطور اندکے از بسیار تصور فرمائیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو اسی طرح بہت سے اختلافات دکھلائے جائینگے۔ ورنہ کوئی اور صاحب ماہر کتب شیعہ اس کمی کی تلافی کردینگے۔

خاکسار خادم حسین

(۱) تعمیم اُمت

والامۃ الخلق کلھم و اُمۃ کل نبی اتباعہ ومن لم یتبع دینہ وان کان فی زمانہ فلیس من اُمتہ

مجمع البحرین زیر لفظ ام ص۵۰۲ مطبوعہ ایران

ترجمہ۔ اُمت سے مراد تمام مخلوق ہے اور کسی نبی کی اُمت اس کے تابعدار ہوتے ہیں اور جو شخص اُسکی اتباع نہ کرے اگرچہ اسکے زمانہ میں ہی ہو لیکن اسکی اُمت سے نہیں ہو سکتا۔

(۱) تخصیص اُمت

ابن ماہیار و ابن شہر آشوب از حضرت باقر علیہ السلام روایت کردہ اند کہ مراد از امت آل محمد اند۔ حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۶۳

ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اُمت سے مراد آل محمدؐ ہیں۔

مخفی نماند کہ اسم امت محمدؐ امت مرحومہ است .... وآں اسم مخصوص شیعہ امامیہ اند

قال ابو جعفر ان لرسول اللہ الشفاعۃ فی اُمتہ ولنا الشفاعۃ فی شیعتنا۔ تفسیر قمی سورہ السباء زیر آیۂ ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہٗ۔

(ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو شفاعت کرینگے اپنی امت کی۔ اور ہم شفاعت کرینگے اپنے شیعوں کی +

(۲) اخیار امتہ اصحاب اولین رسول صلعم ہیں

بیان ایں آنکہ بغایت غالب در فضیلت شدند پیش جنگاں ایں اصحاب رسول کہ در سورہ توبہ مذکور اند پس ماندگان اصحاب را۔ صافی شرح اصول کافی۔ کتاب الایمان والکفر باب السبق الی الایمان۔ در شرح حدیث تفاضل بذلک اوائل ہذہ الامۃ واواخرہا ص ۹۶ +

(۳) شفیق اور رحیم رسول صلعم آخر وقت میں اپنی امت کی بخشش خدا سے مانگتے گئے +

پس حضرتؐ از منبر بزیر آمد و داخل خانہ ام سلمہ شد و مے گفت کہ پروردگارا تو سلامت دار امت محمدؐ را از آتش جہنم و برایشان

از جملہ مدعیانِ اسلام و ایمان بہ محمدؐ۔ صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ باب ۱۰ حدیث ۱۸۳ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ نولکشور +

(ترجمہ) مخفی نہ رہے کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام اُمت مرحومہ ہے۔ اور یہ نام تمام اہل اسلام میں سے شیعہ امامیہ کیلئے مخصوص ہے +

(۲) اُمت آئمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں

ابن شہر آشوب از حضرت باقر روایت کردہ است کہ خیر امۃ مراد اہلبیت رسولؐ اند حیات القلوب جلد ۳ ص ۱۶۲ در تفسیر آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس +

(۳) آنحضرت صلعم اپنی امت پر ناراض گئے

ولقد قال امیر المومنین علیہ السلام لقنبر یا قنبر ابشر واستبشر فواللہ لقد مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وہو علی امتہ ساخط الا الشیعۃ فروع کافی کتاب الروضۃ باب مدح الشیعۃ ص ۱۰۱ یعنے جناب علی علیہ السلام نے اپنے غلام قنبر کو

حساب روز جزا را آسان گردان۔ پس ام سلمہ
گفت یا رسول اللہ چرا ترا غمگین مے یابم
و رنگ مبارک ترا متغیر مے بینم۔ حضرت فرمود
کہ جبرئیل دریں ساعت خبر مرگ من رسانید
پس سلام بر تو باد در دنیا کہ بعد ازیں روز ہرگز
صدائے محمدؐ را نخواہی شنید۔
حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۴ ص ۶۵۸

(۴۷) مدح خاص و عام اصحابِ رسولؐ

امام زین العابدین علیہ السلام ان پر صلوات
بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
اللھم و اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ
الذین احسنوا الصحابۃ الی آخرہ۔ صحیفہ کاملہ
باب الصلوٰۃ علی اتباع الرسول و مصدقیہم۔
مطبوعہ یوسفی دھلی۔ ص۲۰ و ص۲۱ +

تعریف صحابی۔ والصحابی علی ما
ھو المختار عند جمہور اہل الحدیث کل مسلم رائی
رسول اللہ قیل روی عنہ وقیل او راہ الرسول
مجمع البحرین زیر لفظ صحب ص۱۱۸
ابن بابویہ بسند معتبر از ابی امامہ روایت
کردہ کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ خوشا حال کسے کہ
مرا ببیند و ایمان آورد و بمن پس ہفت مرتبہ
گفت۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۵۷ ص ۵۸۸ +

بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ خدا کی قسم کہ رسول اللہ
صلعم فوت ہوئے اس حال میں کہ اپنی امت پر
ناراض تھے۔ سوائے شیعہ کے +

(۴۸) مذمت صحابہؓ

عبدالرحیم عن ابی جعفر علیہ السلام قال
یا عبدالرحیم۔ ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اہل جاہلیۃ۔
فروع کافی کتاب الروضۃ ص۱۳۹ +
(ترجمہ) عبدالرحیم نے امام محمد باقر علیہ السلام
سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ نے اے
عبدالرحیم۔ تحقیق سب لوگ پھر برگشتہ ہو گئے
بعد اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
نے وفات پائی۔ جیسے کہ وہ زمانہ کفر میں تھے +
عن ابی جعفر علیہ السلام۔ قال کان الناس
اہل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الا ثلثۃ
فروع کافی کتاب الروضۃ ص۱۱۵
(ترجمہ) امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ بعد
وفات رسول صلعم کے سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین کس کے +

(۵) بعد وفات آنحضرت صلعم کون لوگ مرتد ہو گئے؟

اصحاب رسول صلعم (نعوذ باللہ من ذلک)
آیۃ یا ایہا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہٖ الخ کے مخاطب وہ اصحاب رسول صلعم ہیں جنھوں نے آل محمدؐ کا حق غصب کر لیا اور دین خدا سے مرتد ہو گئے۔ تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی سورہ مائدہ زیر آیۃ مذکورہ۔

آیۃ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ۔ نزلت فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ الذین ارتدوا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ وغصبوا اہلبیتہ حقھم وصدوا عن امیر المومنینؑ وعن ولایۃ الائمۃ تفسیر قمی مطبوعہ ایران ص ۳۳۲ +

(۵) اصحاب رسول صلعم نہ تھے بلکہ اور لوگ تھے۔

ایک بڑے محقق اثنا عشری فرماتے ہیں۔ کہ مرتدین سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں پہلے وہ جو دین سے مرتد ہو گئے۔ اور وہ بھی دو گروہ تھے پہلے اصحاب مسیلمہ کذاب اور دوسرے وہ جو کہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں تھے ویسے ہی ہو گئے۔ اور صحابہؓ نے ان کے قتل اور اسیر کرنے پر اتفاق کیا۔ مثلاً بنی حنیف اسی قبیلہ میں سے محمد علی علیہما السلام پیدا ہوئے اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ایمان سے تو مرتد نہ ہوئے لیکن فرضی زکوٰۃ کی ادائگی سے منکر ہو گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ آیۃ خذ من اموالھم یعنے ان کے مالوں سے زکوٰۃ لو۔ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ تک ہی مخصوص تھی۔ مجمع البحرین زیر لفظ ردد مطبوعہ ایران ص ۱۹۸ +

(۶) مہاجرین مکہ وانصار مدینہ رضی اللہ عنہم پکے اور سچے مومن تھے۔

قرآن۔ والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا

(۶) مہاجرین و انصار میں سے کئی کافر و مرتد بلکہ کافر و نسبی بھی بدتر تھے

مدحہا و فضیلت ہا کہ در آیات و احادیث برائے صحابہ و مہاجران و انصار وارد شدہ

ونصروا اولئک هم المومنون حقا-

پارہ-۱۰- رکوع ۴ -

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی- اور جنھوں نے جگہ دی اور نصرت کی- برحق مومن وہی ہیں- مقبول ترجمہ

تفسیر- ان کو برحق مومن اس واسطے فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے دین کی خاطر ہجرت کر کے اور امداد دیکر اور اپنے اہل و مال اور جان سے جدا ہو جانے سے اپنی صداقت ایمانی کو ثابت کر کے دکھا دیا- اصل عبارت عربی- لانهم حققوا ایمانهم بالهجرة والنصرة والانسلاخ من الاهل والمال والنفس لاجل الدین- تفسیر صافی آخر سورہ انفال +

است برائے آنہا است کہ از دین بدر نہ رفتہ اند و منافق نہ بودہ اند و متابعت غیر خلیفہ حق امیرالمومنین نہ کردہ اند و آنہا کہ کافر و مرتد شدند و مخالفت امیرالمومنین نمودند و دشمنان او را یاری کردند- از ہمہ کفار بدتر اند-

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۹۰

قرآن- الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله اضل اعمالهم (جو لوگ کافر ہو گئے اور لوگوں کو راہ خدا سے روکا- انکے اعمال اکارت ہو گئے)

تفسیر- نزلت فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وآله الذین ارتدوا بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وغصبوا اهلبیته حقهم وصدوا عن امیرالمومنین وعن ولایة الائمة علیهم السلام اضل اعمالهم- ای ابطل ما کان تقدم منهم مع رسول الله صلی الله علیه وآله من الجهاد والنصرة-

تفسیر قمی ابتدائے سورہ محمد صفحہ ۳۳۲

(ترجمہ) تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا کے اُن اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بعد آنحضرتؐ کے مرتد ہو گئے تھے اور اُن کے اہلبیت کا حق غصب کر بیٹھے تھے الخ مقبول ترجمہ نوٹ نمبر ا صفحہ ۸۰۸ +

(۷) تمام امت میں سے پہلے مومنین اوّلین مہاجرین اور پھر انصار اور پھر تابعین کا رتبہ بلند ہے۔

قرآن۔ والسّٰبقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ الخ پ ۱۱۔ رکوع ۲

مقبول ترجمہ۔ اور مہاجرین و انصار میں سے سب سے پہلے ایمان کیطرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے نیکی میں انکی پیروی کی۔ خدا اُن سے راضی ہوگیا۔ اور وہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ صـ ۳۲۲

تفسیر۔ یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام کہ خدائے تعالےٰ نے مہاجرینؓ اولین کا ذکر بوجہ ان کی سبقت کے پہلے درجہ پر شروع فرمایا پھر ان کے بعد دوسرے درجہ پر انصارؓ کا ذکر کیا پھر تیسرے درجہ میں نیکی میں اتباع کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ پس خدائے تعالےٰ نے ہر قوم کو اُن کے درجوں اور منزلوں میں رکھا۔ مقبول ترجمہ صـ ۳۲۲

حاشیہ نمبر ۳ تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ اصول کافی کتاب الکفر والایمان باب السبق الی الایمان صـ ۳۸۴ ۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ ۵۷ صـ ۵۸۹ وغیرہم +

(۷) تمام امت میں سے ائمہ اہلبیت و شیعان علیؑ کا رتبہ بلند ہے۔

ابن شہر آشوب از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ ماائیم سابقون کہ پیشی گرفتہ ایم بر ہمہ امت در ہمہ کمالات۔ حیات القلوب جلد ۳ صـ ۱۱۳ +

کتاب عیون اخبار الرضا میں مروی ہے کہ جناب علیؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ آیت والسّابقون السابقون اولئک المقربون میری شان میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سلیم میں قیس ہلالی میں روایت ہے کہ جناب علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور بوقت اتمام حجت جو مہاجرین و انصار پر کی گئیں جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں تم جانتے ہو یا نہ کہ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ والسّابقون السابقون اولئک المقربون تو رسول صلعم سے پوچھا گیا دونوں آیات کی تفسیر کی بابت تو آپ نے فرمایا کہ خدا فرستاد در شان پیغمبران و اوصیائے ایشاں پس من بہترین پیغمبران خدا و رسولان اویم۔ و علی بن ابی طالب علیہ السلام وصی من بہترین اوصیائیست ہمہ گفتند بلے شنیدیم۔ حیات القلوب جلد ۳ صـ ۱۱۳

(۸) فضائل انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

شیخ طوسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب تک انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج مسلمان نہ ہوئے۔ مسلمانوں کی تلوار نیام سے نہ نکلی اور نہ نماز میں صف آرائی ہوئی۔ نہ معرکہ جنگ میں نہ اذان باواز بلند کہی گئی نہ قرآن میں خطاب یا ایہا الذین آمنوا نازل ہوا۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ +

جنگ احزاب کے موقعہ پر جب مہاجرین و انصار خندق کھود رہے تھے تو آنحضرت صلعم بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی اللہم اغفر الانصار والمہاجرین۔ تفسیر قمی زیر آیت اذجاء کم من فوقکم سورہ احزاب صفحہ نیز تفسیر صافی زیر آیۃ ماقاتلوا الا قلیلا سورہ احزاب صفحہ ۱۰۴ +

بشیر بن سلیمان (اولاد ابو ایوب انصاریؓ) بردہ فروش کو امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا "تو فرزند انصاری و ولایت و محبت ما اہلبیت ہمیشہ درمیان شما بودہ است از زمان حضرت رسولؐ تا حال و پیوستہ محل اعتماد ما بودہ اید" حق الیقین۔ قصہ نرجس خاتون مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۴

سید ریاض علی صاحب ریاض فاضل شیعی مصنف کتاب الکرار ایک موقعہ پر لکھتے ہیں :-

(۸) ذمائم انصار

بعد وفات رسول صلعم ابوبکرؓ تمام صحابہ کو اپنا وہ مشہور خطبہ سنا رہے تھے کہ اسی اثنا میں ... سے پہلے خود بخود انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں لے گئے۔ تا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

پس انصار جمعیت کردند بر سعد بن عبادہ و او را بسقیفہ بنی ساعدہ بردند کہ با او بیعت کنند۔ چوں ایں خبر بہ عمر رسید ابوبکر را خبر کرد و ہر دو بسرعت متوجہ سقیفہ شدند الخ حق الیقین صفحہ ۶۳ مطبوعہ ایران +

جب انصار نے ابوبکر کی بیعت کر لی تو رات کے وقت جناب علی علیہ السلام نے فاطمہ کو ایک گدھے پر سوار کیا۔ اور حسنینؑ کو ساتھ لیا اور اہل بدر اور مہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک کے گھر گئے اور اپنے حق امامت و خلافت کو یاد دلایا۔ اور اُن سے امداد مانگی مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ حق الیقین صفحہ ۶۴

دوسری رات پھر اسی طرح سب اصحاب رسول کے دروازوں پر جا کر دستک دی مگر سوائے چار نفر کے کسی نے امداد کی حامی نہ بھری + پس دراں شب باز حضرت امیرؓ فاطمہ و حسن و حسین را از برائے اتمام حجت بخانہ

"علیؑ کی محبت کے لئے انصار خلافت کے پہلے دن سے بدنام تھے۔" الکرار صفحہ ۳۷ مطبوعہ بنارس

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ رحمکم اللہ یا معاشر الانصار نصرتی رجالکم ورغبت فی نسائکم۔ تفسیر قمی زیر آیہ وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی سورہ احزاب مطبوعہ ایران صفحہ ۳۰۵ +

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے کہ خدا رحم کرے اے انصار و تمہارے مردوں نے ہماری نصرت کی اور تمہاری عورتوں نے میری طرف رغبت کی +

غزوہ حنین کے دن نہایت نازک وقت میں جب انصار پروانہ وار آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں آکر جان نثار ہونے لگے تو آپ نے فرمایا:۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الآن حمی الوطیس وتنزل النصر من اللہ الخ تفسیر قمی صفحہ ۱۵۶ وتفسیر صافی زیر آیہ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ ترجمہ۔ کہ اب میدان گرم ہوا ہے اور اللہ کی نصرت نازل ہوگئی

والذین تبوؤ الدار والایمان الخ جو ہجرت کرنے والوں کے پہلے سے دار ہجرت میں تقیم اور ایمان پر قائم ہیں اور جو انکی طرف ہجرت کرکے آئے انسے محبت رکھتے ہیں الخ مقبول ترجمہ صفحہ ۲۸

جمیع اصحاب رسولؐ بردو از ایشاں یاری طلبید بغیر آن چہار نفر اجابت نہ کردند۔ حق الیقین صفحہ ۶۴ وحیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۹۳ +

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ تحقیق انصار (راہ حق سے) کنارہ کش ہوگئے۔ اور اُن کا ایسا کرنا کسی خیر و مصلحت کی نیت سے نہ تھا وہ لگے سعد کی بیعت کرنے اور لگے شعر خوانی کرنے جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا

ے یا سعد انت المرجا وشعرک المرجل و فحلک المرجم۔ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹

آیۃ ظھر الفساد فی البر والبحر کی تفسیر میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ قال ذاک واللہ حین قالت الانصار منا امیر کم ومنکم۔ فروع کافی کتاب الروضۃ صفحہ ۲۹ یعنے فرمایا کہ خدا کی قسم اس کا نظارہ اس وقت درپیش ہوا جب انصار نے کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم (مہاجرین) میں سے +

حضرت رسولؐ جب رئے باقی رحلت نمودہ کردند انصار آنچہ کردند از منع حقوق اہلبیت رسالت وارادہ غصب حق ایشاں کہ حق تعالیٰ از برائے ایشاں مقرر فرمودہ بود وایں سبب شد کہ منافقین دیگر غصب خلافت کردند۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۴۹ صفحہ ۵۹۴

ترجمہ۔ جناب رسول صلعم فوت ہوگئے اور

تفسیر۔ والمراد بہم الانصار فانہم لزموا المدینۃ
والایمان وتمکنوا فیہا۔ تفسیر صافی زیر آیۃ مذکور کہ
اس سے مراد انصار ہیں۔ اور تحقیق انھوں نے
لازم پکڑے رکھا مدینہ اور ایمان کو اور دونوں
میں ثابت قدم رہے +

وصیت رسول صلعم بحق انصار:۔

پس کسے کہ والی امرے شود درمیان مسلمانان
باید کہ نیکو کار انصار را نوازد واز بدکردار
ایشاں عفو نماید۔ حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۶۵۲
و شیخ طوسی روایت کردہ است کہ حضرت
رسولؐ فرمود کہ بدرستیکہ انصار سپر من اند برائے
دفع دشمنان من۔ پس عفو کنید و درگذرید از گناہان
ایشاں و یاری کنید نکوکاران ایشان را۔
حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۵۹ +

اور کیا انصار نے جو کچھ کیا۔ اہلبیت کرام کے
حقوق کو روک دیا۔ اور اُن کے حق کو چھین
لینے کا ارادہ کیا جو کہ خداتعالےٰ نے ان کے
واسطے مقرر فرمایا تھا۔ اور یہی باعث ہُوا کہ
دوسرے منافقوں نے خلافت چھین لی +

نوٹ۔ ان تمام حوالوں سے مثل روز روشن
ظاہر ہوگیا کہ سب سے پہلے خلافت لینے کا خیال
رسول صلعم کے پیارے گروہ انصار کے دل میں
پیدا ہُوا۔ نہ مہاجرین کے دل میں +

صحیفہ مشومہ۔ یعنے وہ عہدنامہ جو مہاجرین
نے مخفی طور پر آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی ماہ
محرم سنہ ۱۰ ہجری میں باتفاق رائے لکھا تھا
جس کا کاتب سعد بن عاص اموی تھا۔ اور اس
کا مدعا یہ تھا کہ آنحضرت صلعم نے کسی کو اپنا خلیفہ
نہیں بنایا۔ اور خلافت کا اختیار امت کو
سونپ دیا ہے کہ جسکی رائے اور خیرخواہی پر
اتفاق کریں اسی کو خلیفہ بنایا جائے وغیرہ
وغیرہ۔ یہ صحیفہ خانہ کعبہ میں حضرت عمرؓ
کی خلافت تک مدفون رہا۔ اس میں انصار
بھی شریک سازش تھے۔ اور اس کا ابتدا
اس طرح پر ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اینست
آنچہ اتفاق کردند برآن اشراف و روسائے
اُمت محمدؐ رسول خدا از مہاجران و انصار الخ
حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۵۲۹ باب ۴۹ دربیان حجۃ الوداع

(۹) تعداد اصحابہ مخلصین - بارہ ہزار

ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر بودند - ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار نفر از رہا و آزاد کردہ ہا و یکے از ایشاں قدری نہ بودند کہ بجبر قائل باشند و مرجی نہ بودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است و حروری نہ بودند کہ امیر المومنین را ناسزا گویند - و معتزلی نہ بودند کہ گویند خدا را در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برائے خود سخن نہ مے گفتند و در شب و روزہا گریہ مے کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے ما را قبض کن و پیش ازاں کہ خبر شہادت حضرت امام حسین را بشنویم - حیات القلوب جلد ۲ باب ۵۷ ص ۵۸۸ +

ترجمہ - ابن بابویہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے اصحاب بارہ ہزار تھے - آٹھ ہزار تو مدینہ کے اور دو ہزار مکہ والوں میں سے - اور دو ہزار آزاد شدہ لوگ +

اور ان میں سے ایک بھی قدری نہ تھا - جو عقیدہ جبر کا قائل ہو اور مرجی بھی نہ تھے جو کہتے ہیں کہ سب لوگوں کا ایمان مساوی ہوتا ہے -

(۹) تعداد صحابہ مخلصین -

ایکسو چھبیس ۱۲۶ - عدتہم مائۃ وستۃ و عشرون - کتاب کشکول علامہ حیدر علی فصل ۹ نسخہ قلمی موجودہ شاہی کتب خانہ کلکتہ +

بیس نفر - محقق ابن بابویہ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے "در رسالہ العقیدہ کہ از مولفات اوست - زیادہ از بیست کس صحابہ را نام نہ بردہ" مجالس المومنین مجلس سیوم مطبوعہ ایران +

تیرہ - بسند معتبر از حضرت صادق و حضرت امام رضا روایت کردہ است کہ واجب است ولایت و محبت مومنانے کہ تغییر خلیفہ خداو تبدیل دین خدا بعد از پیغمبر خود نہ کردند مانند سلمان فارسی و ابوذر غفاری و مقداد بن اسود کندی و عمار بن یاسر و جابر بن عبداللہ انصاری و غیرہم - حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۹۲

سات نفر - بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند بعد از حضرت رسولؐ مگر سلمان و ابوذر و مقداد بعد ازاں ملحق شدند بایشان ابو ساسان و عمار و شبیر و ابو عمرہ پس ہفت نفر شدند -

حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۰۰ +

چار نفر - ابن بابویہ و شیخ مفید و دیگران

اور حروری نہ تھے جو کہ جناب علی علیہ السّلام کو برُا بھلا کہتے ہیں۔ اور معتزلہ بھی نہ تھے۔ جو کہتے ہیں کہ خدا کو بندوں کے عمل میں کچھ بھی دخل نہیں۔ اور دین خدا کے معاملہ میں اپنی رائے کی بات نہ کہتے تھے۔ اور رات دن رویا کرتے اور کہتے کہ خدایا پہلے اس کے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سُنیں ہمارے روحوں کو قبض کر لینا ؂

(۱۰) فضائل بعض صحابہؓ مخلصین

(۱) مقداد۔ راسخ الایمان تھے۔ سلمان سے بھی زیادہ۔ پس فرمود (امام محمد باقرؑ) کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نہ کرد و شبہ او را عارض نہ شد او مقداد است۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۴۳

منزلت مقداد بن اسود در ایں امت مانند منزلت الف است در قرآن کہ حرف دیگرے باں نمے چسپد۔ ہمچنین مقداد۔ دیگرے در کمال باو ملحق نمے گردد۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۴۳

بسندہائے معتبر بسیار روایت کردہ اند کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ حق تعالیٰ مرا امر کردہ است بہ دوستی چہار کس از اصحاب من الخ

حیات القلوب جلد ۲ صـ ۵۹۱ و صـ ۵۹۲

تین نفر۔ و ایضاً بسند حسنؓ از امام محمد باقر علیہ السّلام روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسولؐ مرتد شدند مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۴۳

صرف ایک صحابی۔ و شیخ کشی بہ سند معتبر روایت کردہ است کہ ہیچ یک از صحابہ نہ بود کہ بعد از حضرت رسولؐ حرکتے نہ کنند مگر مقداد بن اسود بدرستیکہ دل او در تصلب در حق مانند پارہ ہائے آہن بود۔

حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۴۳ +

(۱۰) ذمائم بعض صحابہؓ مخلصین

(۱) مقداد۔ ضعیف الایمان۔ سلمانؓ سے کم درجہ بیرہ و در کتاب اختصاص بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے سلمان اگر عرض کنند علم ترا۔ بر مقداد ہر آئینہ کافر مے شود۔ حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۴۳

کلینی و دیگران بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ اند کہ ایمان دہ درجہ دارد و مقداد در درجہ ہشتم است و ابوذر در درجہ نہم۔ د

۲۔ سلمانؓ فارسی

و در رجال کشی و غیر آن از حضرت صادقؑ روایت کردہ اند کہ سلمان علم اول را و آخر را دریافت داو دریائے بود از علم کہ آخر نمے شد علم او واز ما اہلبیت است × × × × × × × × × × × × دانست علم بنی اسرائیل را و علم حضرت رسولؐ را حضرت فرمود کہ نہ چنیں است بلکہ مراد انست کہ علم پیغمبر و علم امیر المومنین و غرائب امر پیغمبر و غرایب امر امیر المومنین را دانست۔

حیات القلوب جلد ۲ صہ ۶۰۹ ✣

جناب علی علیہ السلام ابوذر کو فرمایا:۔

اے ابوذر بدرستیکہ سلمانؓ درگاہ خدا است در زمین ہر کہ او را بشناسد مومن است وہر کہ انکار نماید کافر است و بدرستیکہ سلمان از ما اہلبیت است۔ حیات القلوب جلد ۲ صہ ۶۰۹

سلمان در درجہ دہم است - حیات القلوب جلد ۲ صہ ۵۹۸

(۲) سلمان نے امر ولایت جناب علی میں شک کیا

بسند حسن از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ صحابہؓ بعد از حضرت رسولؐ مرتد شدند × × × × × × × × × پس فرمود کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را عارض نہ شد او مقداد است اما سلمان در دل او عارض شد کہ نزد امیر المومنین اسم اعظم الٰہی ہست اگر تکلم نماید باآں ہر آئینہ زمین آں منافقاں را فرو مے برد۔ پس چرا چنین مظلوم در دولت ایشاں ماندہ است چوں در خاطرش گذشت گریبانش را گرفتہ و رستے در گلویش کردند و بپیچیدند تا آنکہ گندہ در حلقش بہم رسید پس حضرت امیر المومنین بر او گذشت و با او گفت کہ اے ابو عبداللہ (ایں گندہ گلوئے تو از آن چیز نیست کہ در خاطر تو خطور کرد ند بیعت کن با ابو بکر۔ پس سلمان بیعت کرد۔ حیات القلوب جلد ۲ صہ ۶۲۳

رجال کشی مطبوعہ بمبئی صہ ۸

قول رسول خدا۔ اے مقدادؓ اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمانؓ ہر آئینہ کافر مے شود۔

حیات القلوب جلد ۲ صہ ۶۰۲ ✣

(۳۳) صہیب رومی مولائے رسول صلعم عاشق رسول و محب مخلص جناب امیر المومنین علیہ السلام

صہیب نے عالم پیری میں اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔ اس طرح پر کہ ساری عمر کی کمائی میں سے سات ہزار درہم جو پاس تھے وہ بھی کفار کو دے آئے جب آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ مال دل کی رضا مندی سے کفار کے حوالے کر آئے تھے تو عرض کیا:۔

بحق آن خداوندے کہ ترا بحق فرستادہ است کہ اگر تمام دنیا طلائے سرخ بود و من مالک ہمہ مے بودم ہمہ را مے دادم بعوض یک نظر کہ بجمال تو بکنم و یک نظر کہ بجمال برادر و وصی تو علی بن ابی طالب مے اندازم پس حضرت رسول فرمود کہ عاجز گردانیدی خزینہ داران بہشت را از آنچہ احسان نمایند آں مالے را کہ حق تعالی بتو کرامت فرمودہ است بعوض مالے کہ از تو رفتہ است باین اعتقاد حقے کہ ترا روزی شدہ است زیرا کہ احصا نمے توانند کرد مال ہائے ترا در بہشت کسے بغیر آن خداوندے کہ آنہا را آفریدہ است

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۹۵۸ +

قال علی بن الحسین و ہولاء خیار من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عذبہم اہل مکۃ لیفتنوہم عن دینہم منہم بلال و صہیب

(۳۳) صہیب دشمن اہلبیتؑ اور ملعون تھا۔

(نعوذ باللہ)

وفی الحدیث بئس العبد صہیب کان یبکی علی رمع وعن صادقؑ - رحم اللہ بلالاً کان یحبنا اہل البیتؑ لعن اللہ صہیباً فانہ کان یعادینا وفیہ ایضاً ان صہیباً و بلالاً کانا مولیین لرسول اللہؐ وقد ترک بلال الاذان بعد وفات رسول اللہؐ وصہیب کان موذناً لعمر بعد وفات رسول اللہ۔ مجمع البحرین زیر لفظ صہب مطبوعہ ایران ۱۱۹

ترجمہ۔ حدیث میں آیا ہے کہ صہیب برے آدمی تھے۔ رمع (عمر) پر روتے تھے۔ اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا مغفرت کرے بلال کو کیونکہ وہ ہم اہلبیت کا محب تھا۔ اور لعنت کرے خدا صہیب پر کیونکہ وہ ہم سے عداوت رکھتا تھا۔ اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ صہیب اور بلال دو غلام تھے رسول اللہ صلعم کے بلال نے بعد وفات آنحضرتؐ کے اذان کہنا ترک کر دیا تھا۔ اور صہیب عمر کا موذن تھا بعد وفات رسول صلعم کے +

کان صہیب عبد سوءٍ یبکی علی عمر رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص ۲۶

ترجمہ۔ صہیب برے آدمی تھے۔ عمر پر رویا کرتے تھے +

وجناب وعمار بن یاسر الخ

تفسیر امام حسن عسکری زیر آیۃ و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ برحاشیہ تفسیر قمی مطبوعہ ایران صـ ۲۴۳

(۴۴) عباس رضی اللہ عنہ۔ فضائل :۔

(ا) عباس بن عبد المطلب الہاشمی عم حضرت پیغمبر از جانب پدر است و از سادات صحابہؓ آنحضرتؐ و اصحاب حضرت امیر المومنینؑ بودہ و بعد از حضرت ابی طالب تولیت سقایت حج مے نمودہ و حضرت پیغمبر او را گرامی داشتے و تعظیم و تبجیل او نمودے و فرمودے عباس بمنزلہ پدر من است و عباس در تخلف از بیعت ابی بکر با سائر بنی ہاشم موافقت نمودہ تا بحیرائے صواب نمائے حضرت امیر المومنین بود۔ تا آنکہ بعد از پیغمبر بحضرت امیر گفت امدد یدک ابایعک لا یختلف فیک اثنان فقال لہ ہل ینازعنا فی ہذا الامر احد۔ مگر کسے را یارا دریں امر خلافت نزاعے بخاطر مے رسد۔
مجالس المومنین مجلس سیم صـ ۷۸ ترجمہ عباسؓ +

(ب) و ابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام رضاؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ بہترین برادران من علیؑ است و بہترین عموہائے من حمزہؓ است و عباسؓ

(۴۴) عباسؓ ذمائم :۔

(ا) در کتاب کامل بہائی از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ کہ حضرت امیر در ایامیکہ خلافت در دست غاصبان بود۔ دائما گفتے۔ واللہ لو کان حمزہؓ و جعفرؓ حیین ما طمع فیہا ابو بکر ولکن ابتلیت بجلفین جافین عقیل و عباس۔ مجالس المومنین مجلس سوم صـ ۷۸ +

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب علیؑ جن دنوں کہ خلافت غاصبوں کے قبضہ میں تھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اگر حمزہ اور جعفر زندہ ہوتے۔ ابو بکر کو کبھی خلافت کا لالچ نہ ہوتا۔ لیکن میں تو عاجز ہو گیا۔ بباعث دو ذلیل و ڈرپوک شخصوں یعنے عقیل و عباس کے۔

(ب) روایت امام باقرؑ فقال ابو جعفرؑ و من کان بقی من بنی ہاشم انما کان جعفر و حمزۃ فمضیا و بقی معہ رجلان ضعیفان ذلیلان حدیثا عہد بالاسلام عباس و عقیل و کان من الطلقاء۔
کتاب الروضۃ فروع کافی صـ ۹۲ +

(ج) و کلینی بسند حسن روایت کردہ است

باپدرم از یک اصل برآمده است۔

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۵

(ج) ابی الحسن (امام کاظم) علیہ السلام
قال جاء العباس الی امیر المومنین علیہ السلام
فقال انطلق بنا یبایع لک الناس فقال امیر المومنین
اتراہم فاعلین قال نعم قال فاین قولہ- الٓمّ
احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم
لا یفتنون- تفسیر قمی- ابتدائے سورہ عنکبوت
صفحہ ۳۹۲ و تفسیر صافی زیر آیۃ مذکورہ صفحہ ۸۸ +

(د) حیدر علی آملی نے عباس کو حمزۃ رضی اللہ
عنہما کے ساتھ صحابہ مقبولیین میں شمار کیا ہے
جنکی تعریف میں لکھا ہے کہ وہ امام برحق کے
ساتھ ہمیشہ ثابت قدم رہے- اور احکام کے
پابند- اور حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام
وہی صحابہ رسول کہلا سکتے ہیں- لم یطلبوا کرایۃ
الدنیا و زینتہ علٰے محمد و اٰل محمد صلوات اللہ علیہم
اجمعین- ولم یجعلوا الدار الاٰخرۃ وراء ظہورھم
ولم یلحقھم السب واللعن فی الدنیا علی اعمالھم
الذی اقدموا بعد النبی علیہم-

کشکول فصل ذکر صحابہ صفحہ ۷۹ +

یعنے وہ طالب دنیا نہ تھے نہ انھوں نے آخرۃ
کی دولت کو پس پشت ڈال دیا تھا- نہ انھوں نے
بعد وفات رسول صلعم ایسے اعمال کئے- جس کی

کہ سدیر از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پرسید
کہ کجا بود عزت و شوکت و کثرت بنی ہاشم کہ
حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت از
ابوبکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت
فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود- جعفر و حمزہ
کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین
بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و دو مرد ضعیف
الیقین ذلیل النفس بودند کہ تازہ مسلمان شدہ
بودند (من الطلقا) عباس و عقیل و ایشان
را در جنگ بدر اسیر کردند و آزاد کردند و ایمان
چنیں قوتے نے دارد- حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۶

(د) تا آنکہ عباس رض از پیش خود ازتکاب
تزویج او (ام کلثوم) نمود و جہت اطفائے
نائرہ فتنہ باں منافق ظاہر الاسلام (فاروق)
عقد نمود- و ظاہرا بواسطۂ ایں وکالت فضولی
و امثال آں حضرت امیر عباس را مانند دیگر
یاراں فدائے خود راسخ در محبت و اخلاص نمے
دانست- مجالس المومنین مجلس سیوم صفحہ ۷۹

(ا) آیت من کان فی ہذہ اعمیٰ فھو فی
الاٰخرۃ اعمیٰ عباس کے حق میں نازل ہوئی
ہے- رجال کشی صفحہ ۳۶ +

وجہ سے مستحق سب و لعن ہوں +

(۵) عقیل و طالب برادران جناب علی علیہ السلام۔ فضائیل :۔

دونوں جناب علی علیہ السلام کے سگے بھائی ہیں۔

حیدر علی آملی نے عقیل و طالب کو صحابہ مقبولین میں شمار کیا ہے۔ جنکی تعریف میں لکھا ہے۔ لم ینقلبوا بعدہٗ ولم ینقضوا عہدہٗ ولم یحدثوا حادثۃ توجب الاختلاف بین الامۃ لا شہدوا بالزور علی نبیہم ولا کذبوا علی اللہ و رسولہ بل تمسکوا بالصحبۃ الامام المفترض الطاعۃ وضبط الاحکام الخ کشکول فصل ذکر صحابہ رسولؐ صہ۹ قلمی نسخہ +

عقیل کو ابو طالب بہت چاہتے تھے اور اسی بنا پر مروی ہے کہ جناب رسول صلعم بھی آپ کو دو چند چاہتے تھے۔ وکان ابو طالب یحبہ حبًّا ولذا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم انی لاحبک حبین حبًّا لک و حبًّا لحب ابی طالب۔ عمدۃ الطالب صہ۱۵ +

طالب جناب علیؑ سے تیس سال بڑے تھے۔ اور ابو طالب کی کنیت انہی کی وجہ سے ہے۔

فیکون طالبًا اسن من علی بثلثین سنۃ

(۵) ذمائم عقیل و طالب

حضرت علی عباس اور عقیل کو ہمیشہ جالفین (فرومایہ۔ ذلیل) اور جافین (ڈرپوک فرمایا کرتے تھے۔ مجالس المومنین صہ۴۸ +

امام محمد باقر علیہ السلام دونوں کے حق میں فرمایا کرتے تھے۔ ضعیفان۔ ذلیلان۔ تازہ اسلام لائے ہوئے اور طلقا میں سے کتاب الروضۃ صہ۹۲ +

جناب علی کی خلافت میں عقیل ناراض ہو کر امیر معاویہ کے پاس چلے گئے تھے اور جنگ صفین کے موقعہ پر امیر معاویہ کیطرف سے ہو کر لڑنے آئے تھے۔

وفارق اخاہ علیًا امیر المومنین فی ایام خلافتہ و حرب الی معاویۃ و شہد صفین۔ عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی صہ۱۵

طالب جنگ بدر میں عباس و عقیل کے ساتھ کفار مکہ کی امداد میں اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے آئے تھے۔

حیات القلوب جلد۲ صہ۳۳۷ +

عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ قریش طالب کو بدر میں آنے کے لئے مجبور کر کے لائے تھے۔ پس وہ مفقود الخبر ہو گئے۔ اور رہیم

وبہ کان یکنی ابوہ - عمدۃ الطالب صـ۱۴ +

(۶) عبداللہ و عبیداللہ ابنی عباسؓ

فضایل :-

عبداللہ ابن عباس بقول شوستری جناب علی علیہ السلام کے مرید خاص تھے اور علم تفسیر قرآن میں شاگرد با اختصاص واز جملہ علوم علم تفسیر قرآن است کہ تماماً از او (عبداللہ بن عباس) ماخوذ است و ابن عباس کہ اُستاد مفسرین است اکثر ایں علم از او ماخوذ است و ابن عباس از شاگردان او است - حق الیقین مجلسی دربیان علم آنحضرت صـ۵۶ +

نیز جناب علیؑ کے نائب اور مشیر معتمد علیہ تھے - رجال کشی صـ۴۴ +

دونوں بھائی بعد جناب علی علیہ السلام کے امام حسن علیہ السلام کے معتمد اور امیر افواج تھے +

علامہ حیدر علی آملی نے کشکول میں عبداللہ ابن عباس کو صحابہ مقبولین میں شمار کیا ہے

اُن کی کسی کو خبر نہ ہوئی - اور کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے گھوڑے کو سمندر میں مجبوراً ڈال دیا - یہاں تک کہ غرق ہو گئے - اور ابو طالب کی کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی -

عمدۃ الطالب صـ۵!

(۶) عبداللہ و عبیداللہ پسران عباسؓ

ذمایم :-

(۱) امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا - اے اللہ - فلاں شخص کے دونوں بیٹوں پر لعنت بھیج اور جس طرح ان کے دل اندھے ہیں اسی طرح ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر دے اور ان کی آنکھوں کے اندھے پن کو دلیل بنا ان کے دل کے اندھے پن کی +

دونوں بیٹوں کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہ عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس ہیں - اور عبداللہ نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ جدال کیا - اور دس ہزار درہم لے کر امیر معاویہ سے جا ملا - رجال کشی صـ۳۵ مجالس المومنین صـ۸۴ +

عبداللہ بن عباسؓ کو جناب علی علیہ السلام نے بصرہ کا گورنر بنایا تھا - بصرہ کے بیت المال کا سارا خزانہ جسکی تعداد دو لاکھ درہم تھی -

عبید اللہ بن عباس از اشراف صحابۂ پیغمبر و سادات اصحاب امیر المومنین حیدر است۔ مجالس المومنین مجلس سیوم ص۸۴ ✦

بلا اجازت جناب امیر علیہ السلام غبن کرکے بصرہ سے روانہ ہو کر مکہ میں چلے گئے اور جناب علیؑ کا ساتھ چھوڑ دیا ۞

یہ ماجرا سُنکر جناب علیؑ علیہ السلام کو ایسا صدمہ ہوا کہ مجلس عام میں منبر پر چڑھے اور رو رو کر فرمایا یہ رسول صلعم کے چچے کے صاحبزادے ہیں۔ باوجود ایں ہمہ علم و منزلت اس قسم کے ارتکاب سے سر چوکے۔ جب ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر۔ اے اللہ وہ مجھ سے تنگ آگئے مجھ کو اُن سے نجات دے کر راحت بخش اور میری جان قبض کر لے قبل اس کے کہ میں عاجز اور ملول ہو کر مروں۔ اس غبن کے متعلق جناب علیؑ اور ابن عباسؓ کے درمیان بہت سی خط و کتابت بھی ہوئی جسکی تفصیل رجال کشی میں ہے۔ دیکھو رجال کشی ص۴۱۔ ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ۔

و آخر عبید اللہ با آنہمہ نسبت و قرابت کہ با خاندانِ نبوت و طہارت داشت بواسطۂ طمع زخارف دون دنیا پردۂ حیا از میان برداشت و علم بیوفائی امیر المومنین حسنؑ برافراشت۔

مجالس المومنین مجلس سیوم ص۸۴

(۷) سعد بن عبادہ وقیس بن سعد بن عبادہ۔ فضایل :-

سعد بن عبادہ انصاری کو حیدر علی آملی نے صحابہ مقبولین میں شمار کیا ہے۔ دیکھو کشکول فصل ذکر صحابہ۔

قیس بن سعد بن عبادہ۔ بھی مثل عبید اللہ بن عباس کے امام حسنؑ کے امیر لشکر تھے۔ دونوں کو امیر معاویہ کے مقابلہ کیلئے تیار کیا گیا۔ قرار داد یہ ہوں کہ جب عبید اللہ پر کوئی مصیبت آ جائے تو قیس امیر لشکر ہوں۔ ناگاہ میدان جنگ سے امام حسنؑ کو قیس کا خط آیا۔ بدیں مضمون کہ ہمارے اور معاویہ کے لشکر بالمقابل ہوئے۔ معاویہ نے عبید اللہ کو لکھا اور اپنی متابعت کی ترغیب دی اور وعدہ کیا کہ لاکھ درہم اس کو دیگا۔ نصف فی الحال اور نصف بوقت دخول کوفہ۔ و عبید اللہ با آں فریفتہ شدہ۔ در نیم شب بے خبر کوچ نمودہ با خواص خود بہ معویہ ملحق شد۔ الخ مجالس المومنین مجلس سوم ص ۸۴ +

(۸) اسامہ بن زید بن حارث فضائل :-

آنحضرت صلیعم کے گرامی قدر صحابہ میں سے تھے۔ کئی دفعہ امیر لشکر بنائے گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنی وفات سے پہلے بھی ان کو امیر لشکر بنایا تھا۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۴۰ ص ۶۱۶ و باب ۶۳ ص ۶۴۵ +

(۷) سعد بن عبادہ وقیس بن سعد بن عبادہ۔ ذمایم :-

بعد وفات رسول صلعم لوگ پھر جاہلیت کی طرف مائل ہو گئے اور انصار بھی کنارہ کش ہو گئے۔ اور کسی بھلائی کے لئے علیحدہ نہیں ہوئے۔ سعد کی بیعت پر جھک پڑے۔ اور جاہلیت کے دستور کے مطابق شعر پڑھنے لگے۔

ع یا سعد انت المرجا و شعرک المرجل و فحلک المرجم۔ کتاب الروضۃ فروع کافی جلد ۳ ص ۱۳۹

عبید اللہ بن عباس کے چلے جانے کے بعد قیس بن سعد خود امیر لشکر بنا۔ اور ارباب کفر و عناد کے مقابلہ میں کمال اخلاص و وداد سے کوشاں تھا۔ لیکن جب امام حسنؑ نے خلافت معاویہ کو دیدی تو قیس اس سے سخت آزردہ ہوا اور بدجوشی ہمدردی میں امامؑ کو گستاخانہ کلمات کہے اور لشکر امام سے علیحدہ ہو کر چلا گیا۔ اور مدینہ میں سکونت اختیار کر کے عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اور سنہ ۶۰ھ میں فوت ہو گیا۔

مجالس المومنین مجلس سیوم ص ۱۰۳

(۸) اسامہ بن زید۔ ذمایم :-

معاویہ کے مقابلہ میں جناب علی علیہ السلام کے ساتھ حق وفاداری و جان نثاری ادا نہ کیا۔ بباعث ایک عذر کے کہ کسی کلمہ گو سے لڑائی نہیں کرنا ہے :-

حیدرآبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ

مولانا میر محمد سعید صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ نے مکمل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے اور آخیر میں تفسیری نوٹ دیئے ہیں جو آپ سے سبقاً پڑھ کر لکھے گئے ہیں۔ آپ کے درس کے نوٹوں اور دیگر بزرگان سلسلہ کی تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ہمارے احباب جب تک ترقی اسلام کیطرف سے مکمل ترجمہ قرآن شریف شائع نہیں ہوتا۔ اور انھیں مکمل ترجمہ قرآن کیضرورت کی وجہ سے دوسرے مترجم قرآن خریدنے پڑتے ہیں یہ احمدی ترجمہ و تفسیر قرآن خریدیں۔

دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتا ہے

مباحثہ امرتسر

جو تحریری مباحثہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل و مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کے مابین بمقام امرتسر ہوا ہے وہ چھپ کر شائع ہوگیا ہے ناظرین کرام سکرٹری انجمن احمدیہ امرتسر کے نام ۲/۰ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا سکتے ہیں

اسلام اور دیگر مذاہب

مارچ۔ اپریل کے رسالہ ریویو میں حضرت خلیفہ ثانی کا جو مضمون چھپا ہے وہ الگ بھی چھپایا گیا ہے۔ احباب کرام منگوا کر تقسیم کریں کہ وہ اپنے معارف کے لحاظ سے اسلام کی خلاصی کا حصہ دوم ہے

تشحیذ کی امداد

احباب نے تشحیذ کیطرف وہ توجہ نہیں کی جس کا وہ باعتبار اپنے مضامین کے مستحق ہے یہ دوبارہ اپیل کرتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو اجر دے گا

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا میں تم کو اہل وقوف سے اطلاع دوں۔ ہم نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا۔ اسامہ بن زید اس نے رجوع کر لیا تھا۔ پس اس کے حق میں بھلا ہی کہو

رجال کشی ص۲۶ ترجمہ اسامہ بن زید +

جناب علی علیہ السلام نے اپنی خلافت میں مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ سعد وقاص اور ابن عمر کو مال سے کچھ مت دو۔ لیکن اسامہ بن زید کو دو۔ باعث اس قسم کے جو اس نے کھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو معذور رکھا ہے۔ رجال کشی ص۲۶ +

(۹) عبداللہ بن مسعود:۔

جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین سات آدمیوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اُنہی کے باعث اہل زمین کو روزی ملتی ہے اور اُنہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور اُنہی کی برکت سے امداد ملتی ہے۔ یعنے ابوذر وسلمان ومقداد وعمار وحذیفہ وعبداللہ بن مسعود۔

پس حضرت فرمود من امام وپیشوائے ایشانم و ایشاں اند کہ حاضر شدند در نماز بر فاطمہ زہرا +

حیات القلوب جلد ۲ ص۵۹۲

پس اسامہ سوگند یاد کرد کہ دیگر جنگ نہ کند باکسے کہ کلمہ گوید واین را عذر خود گردانید کہ در جنگ ہائے امیرالمومنین حاضر نہ شد۔ وعذر آخرش بدتر از گناہ اولش بود۔ حیات القلوب جلد ۲ ص۴۱۶

علامہ حلی وحسن بن داؤد نے سعد وقاص وعبداللہ بن عمر کو مال غنیمت وخراج سے کچھ حصہ دیئے جانے۔ لیکن شیخ علامہ نے اسامہ کو دیئے جانے والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اسکی تفصیل ہم نے اپنی کتاب کبیر میں کی ہے۔ " وگفتہ اول آنست کہ در حدیثے کہ راوی آں اسامہ باشد توقف نمایند۔" مجالس المومنین مجلس سیوم ص۱۰۶ +

(۹) عبداللہ بن مسعود:۔

جو کچھ ابن مسعود کے بارہ میں اس حدیث میں مذکور ہوا ہے دوسری احادیث کے مخالف ہے جو اسکی مذمت میں وارد ہیں اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے +

وآنچہ دریں حدیث در باب ابن مسعود وارد شدہ است۔ مخالف احادیث دیگر است کہ در مذمت او وارد شدہ است وامر او مشتبہ است اگرچہ بدی او ارجح است۔

حیات القلوب جلد ص۵۹۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

قیمت ۲/۱	# چھ مشہور دوائیوں کا بکس	قیمت عہ

آزمایش کے لئے   آزمایش کے لئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ ۱۳ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہیں یقین دلانے اور آزمایش کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جسمیں ہر ایک اسقدر کافی ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور سے ہو سکتی ہے یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جن کے ساتھ اُن کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب کی بھی رہتی ہے۔ گھر باریوں کیلئے یہ انمول ہے اور مسافرت کیحالت میں بہت مدد دیتی ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑے ہی خرچ میں بہتری ہو سکتی ہے ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ الگ ہیں ❊

دواؤں کے نام

Digitized by Khilafat Library

دمہ کی دوا - دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے ❊

کولا ٹانک - ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا ❊

مقوی باہ کی گولیاں - جیسا نام ویسا فائدہ ❊

عرق کافور - ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے ❊

جلاب کی گولیاں - جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خاصی اجابت ہوتی ہے ❊

عرق پودینہ سبز - درد شکم وریاحی درد کی دوا ہے ❊

پوری حالات کی فہرست بلاقیمت طلب کرکے دیکھئے ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ: ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۶ء کی خوبصورت تیار کی ہوئی ہے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پتہ لکھنے پر جنتری بلاقیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۱ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ | نمبر ۷

فہرست مضامین

وضو میں پاؤں دھونے کا حکم	۱ تا ۵	اکمل
نزول المسیح اور اسکی حقیقت	۶ — ۲۷	سید وزارت حسین صاحب
معارف قرآن	۲۸ - ۳۳	اکمل
فہرست کتب	۳۳ - ۳۶	

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے ۸ر - غیر ممالک سے ۸ر

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چوہدری عبدالسلام سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے شائع ہوا

احمدؑ پیا کی نگری میں ایک جھونپڑا۔

میں جب سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوا اپنی یہ آرزو بہ التجا بیان کرتا رہا۔ کہ میرا مسکن و مدفن یہیں ہو۔ چنانچہ میرے مختلف اشعار مندرجہ ہرسہ نغمۂ اکمل سے ظاہر ہے۔ اور یہ دونو باتیں اللہ کے اختیار میں اس ذات بابرکات کے فضل پر موقوف ہیں۔ آخر وہ وقت آپہنچا کہ حضرت اُم المومنین نے بکمال شفقت مادرانہ تشحیذ کے پاس کی زمین سکینۃ النساء کو مرحمت فرمائی۔ جو صرف دو سو روپے کے قریب خرچ سے اس قابل ہوگئی۔ کہ اسپر مکان بنایا جا سکے۔ میرے پاس کوئی روپیہ ماہواری تنخواہ سے بچا ہوا نہ تھا۔ تاہم اپنے والدین کی گرانقدر امداد اور قرضہ حسنہ سے بارہ سو تک کا انتظام ہوا۔ اور یہ سب ایک کچے جھونپڑے کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے عجیب عجیب رنگ میں میری دستگیری کی۔ توحید کا سبق پڑھایا۔ اور مجھے اپنے حقیقی ہوا خواہوں کا پتہ بتایا۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اِس مکان کو بابرکت بنائے اور اس کے رہنے والے اپنے مطاع کی سچی تعلیم کے پابند ہوں۔ اللّٰھم آمین

اس وقت چند اشعار زبانِ قلم پر آگئے ہیں :۔

اِک جھونپڑا بنالوں بستانِ احمدیؑ میں ۔۔۔ کچھ نیکیاں کمالوں۔ دُنیا کی زندگی میں
یہ عمریاں گذاروں دُنیا و دیں سنواروں ۔۔۔ ہمت کبھی نہ ہاروں تکلیف کی گھڑی میں
ہر وقت یاد تیری یارب غذا ہو میری ۔۔۔ بھولوں نہ میں خوشی میں چھوڑوں نہ میں غمی میں
چُھوٹے نہ شہر تیرا ٹوٹے نہ عہد میرا ۔۔۔ یارب یہیں ہو ڈیرا تنگی تو نگری میں
لب پہ ہو نام احمدؑ۔ دل میں مقامِ احمدؑ ۔۔۔ پھیلے کلامِ احمدؑ۔ دورِ محمدیؐ میں

اِس جھونپڑے میں آؤں۔ مہدی کے گیت گاؤں
اکمل کبھی نہ جاؤں۔ لاہور یا مری میں

ط (ایبٹ آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہِ جولائی سنہ ۱۶ء

وضو میں پاؤں دھونے کا حکم

یہ مسئلہ سنی شیعہ میں اختلافی ہے۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ وضو کے لئے پاؤں دھونے فرض ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں۔ ان پر مسح کرنا چاہیئے۔ اصل حکم الٰہی ان الفاظ میں ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ رکوع ۲)

نظم قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ اَرْجُلَكُمْ منصوب ہے اور نصب دینے والا فَاغْسِلُوا فعل ہے۔ پس معنے یہ ہوئے کہ جب تم نماز کے لئے وضو کرنے لگو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔ اور پاؤں بھی دھولو۔ اگر وَامْسَحُوا کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا۔ تو اَرْجُلِكُمْ آتا۔ کیونکہ اس کا تعلق وَامْسَحُوا سے بذریعہ معطوف الیہ رُءُوسِكُمْ کے ہے جو بوجہ حرف جار۔ مجرور ہے ایسں یہ بھی مجرور چاہیئے تھا۔ مگر قرأت مشہورہ میں مجرور نہیں بلکہ منصوب ہے۔ جو زبردست ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ یہ فَاغْسِلُوا سے متعلق ہے اور لامحالہ اسکے معنے ہونگے کہ مسح کرو اپنے سروں

پر اور دھوؤ اپنے پاؤں کو +

۲- اس میں کچھ شک نہیں کہ اسکی ایک قرأت اَرْجُلِکُمْ- ل کی زیر سے بھی آئی ہے۔ اس کا جواب اہلسنت کیطرف سے یہ دیا گیا ہے کہ یہ جر جوار ہے یعنی ساتھ کے لفظ کی وجہ سے اس پر بھی زیر آگئی۔ ورنہ دراصل نصب کا محل تھا۔ اور اسکی مثالیں کلام عرب سے دی گئی ہیں +

مثال اول جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ- خرب بظاہر مجرور ہے۔ حالانکہ دراصل خَرِبٌ تھا۔ یعنی جحر مبتدا اور خرب خبر- مگر ضب کی مجاورت کی وجہ سے یہ بھی مجرور ہے +

مثال دوم- عَالِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ- چونکہ ثیاب مضاف ہے اور اِسْتَبْرِقٌ مضاف الیہ ہے اس لئے سُنْدُسٍ کی طرح اِسْتَبْرَقٍ چاہیئے تھا مگر خُضْرٌ کی مجاورت کی وجہ سے اِسْتَبْرَقٌ آیا ہے +

مثال سوم- مغنی اللبیب نحو کی مستند و مشہور کتاب میں لکھا ہے ان الشیء یعطی حکم الشی اذا جاوزہ اور اسکی مثال میں سورہ واقعہ کی ایک آیت پیش کی ہے جو یوں ہے یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ- اخیر پر آتا ہے وَحُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ- اب ایک قرأت اسکی حُوْرٍ عِیْنٍ ہے تو اس صورت میں یہ جو مجرور ہے تو محض بوجہ مجاورت اَکْوَابٍ اور کَاْسٍ اور فَاکِھَۃٍ- ورنہ یہ معنے نہیں کہ وہ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ جو ہیں وہ آبخوروں کے ساتھ حوریں بھی لئے پھرینگے

مثال چہارم- امام فراء کہتے ہیں ابوالجراح نے میرے سامنے یاصاح بلغ ذوی المزوجات کُلَّھُمْ- پڑھا- ل کی زیر سے یعنے کہا- کُلِّھِمْ- ل کی زیر پڑھے- کیونکہ بلغ کا مفعول ہے تو انھوں نے کہا کُلِّھِمْ ہی بہتر ہے اب یہ جر جو ہے تو المزوجاتِ کی جر کی وجہ سے ہے +

الغرض اول تو ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید میں اَرْجُلَکُمْ ل کی زبر سے لکھا ہے۔ پس اسی کے مطابق معنے ہونگے اور اگر کوئی اڑ جائے کہ اَرْجُلِکُمْ بھی قرأت ہے تو اس کا یہ جواب ہے جو اوپر دیا گیا +

۳- پھر اَرْجُلَكُمْ کے ساتھ اِلَى الْكَعْبَيْنِ بتا رہا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا مراد نہیں کیونکہ مسح کے لئے ٹخنوں تک کی شرط زاید بنتی ہے۔ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ پاؤں کا دھونا ہی مقصود شریعت ہے +

ایدیکم الی المرافق کے ساتھ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ کا تناسب بتاتا ہے کہ دونوں ایک ہی حکم میں ہیں +

۴- اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم ' جو مہبط وحی قرآن مجید تھے اس آیت سے کیا سمجھے اور آپ اور آپ کے صحابہ کرام کا تعامل کیا تھا +

اول- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پاؤں دھونے پر مداومت فرمائی اور ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے ننگے پاؤں پر مسح فرمایا ہو +

دوم- ننگے پاؤں پر مسح کرنے سے آپ نے روکا۔ چنانچہ صحیحین میں یوسف بن مالک سے آیا ہے۔ کہ ہم وضو میں پاؤں پر جلدی میں مسح کرنے لگے تو فرمایا۔(۱) اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار۔ وضو پورا کرو۔ ایڑیوں کو آگ سے بچاؤ (۲) ابوہریرہ سے بھی صحیحین میں یہی روایت ہے۔ (۳) مسلم میں حضرت عایشہ سے یہی روایت ہے۔ (۴) عبداللہ بن الحارث نے مرفوعاً کہا ہے۔ ویل للاعقاب وبطون الاقدام من النار (۵) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے ویل للعراقیب من النار رواہ احمد (۶) ابن ماجہ اور ابن جریر میں بھی یہ روایت ہے۔ (۷) ابوامامہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ نے ایسا فرمایا تو ہر شریف ووضیع اپنے پاؤں پھیر کر دیکھتا تھا کہ سوکھے تو نہیں رہے اگر سوکھا ہوتا تو پھر وضو کرتا (رواہ ابن جریر) (۸) حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے وضو کیا۔ ناخن کے برابر قدم سوکھا رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ نے دیکھ کر فرمایا۔ ارجع فاحسن وضوءك (رواہ مسلم) (۹) حضور علیہ الصلوٰۃ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھتا ہے اور پشت قدم پر درہم کے برابر سوکھا ہے فرمایا پھر وضو کر اور نماز کو لوٹا۔ (ابوداؤد) اس کے اسناد جید قوی ہیں۔ (۱۰) عمرو بن عبسہ کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے کہ ثم یغسل قدمیہ الی الکعبین کما امرالله (پھر دھوئے اپنے دونوں پاؤں جیسے کہ اللہ نے حکم دیا)

مسلم میں ہے ثم یغسل قدمیہ کما امرہ اللہ (۱۱) حدیث جابر میں ہے حسب نقل دارقطنی کہ امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ اذا توضئنا للصلوٰۃ ان نغسل ارجلنا۔ رسول اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم نماز کے لئے وضو کریں تو پاؤں کو دھوئیں۔ (۱۲) اسی طرح فرمایا رسول اللہ صلعم نے بعد ان توضاء وضوءً غسل فیہ قدمیہ فمن زاد علے ھذا او نقص فقد اساء وظلم یعنی آپ نے وضو میں پاؤں دھو کر فرمایا کہ جو اس پر بڑھائے یا اس سے کم کرے تو اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا۔ (اخرجہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وصححہ) (۱۳) آپ نے اعرابی کو فرمایا توضأ کما امرک اللہ وضو کر جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا اور پھر اسکے ساتھ اسے وضو کا طریق سمجھایا جس میں پاؤں دھونے کا حکم تھا +

یہ احادیث صحیحہ بتاتی ہیں کہ بالتواتر غسل الرجلین ثابت ہے اور اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ پس قرآن مجید سے رسول اکرم صلعم اور آپ کے صحابہ نے بھی یہی سمجھا +

سوم۔ وقال الزمخشری لما کانت الارجل من بین الاعضاء الثلاثۃ المغسولۃ تغسل بصب الماء علیھا کانت مظنۃ الاسراف المذموم شرعًا فعطفت علی الممسوح لا لتمسح ولکن لینبہ علے وجوب الاقتصاد فی صب الماء علیھا وقیل الی الکعبین مجیئ بالغایۃ اماطۃ لظن من یظن انھا ممسوحۃ لان المسح لم تضرب لہ غایۃ فی الشریعۃ۔ یعنی زمخشری نے لکھا کہ اسراف سے بچانے کے لئے جو شرعًا مذموم ہے ایک ایسے عضو کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے جس پر مسح کیا جاتا ہے۔ تاکہ پانی گرانے میں میانہ روی اختیار کی جائے۔ اسکے ساتھ الی الکعبین کا ذکر اس لئے کردیا تاکہ کوئی امسحوا ساتھ ہونے سے یہ نہ سمجھ لے کہ اس پر بھی مسح کرنا چاہیئے کیونکہ مسح کے لئے غایۃ بیان نہیں ہوتی +

مسیح موعود حَکَم عَدَل کا فیصلہ

یہ تو اگلوں نے لکھا۔ آخر وہ وقت آپہنچا۔ کہ خدا کا صاحب الوحی الحکم العادل امام ہمام علیہ السلام نازل ہوا۔ اس نے فرمایا۔ کہ پاؤں کے لئے غسل بھی تھا۔ اور مسح بھی اس لئے اس کا ذکر اس طریق پر کیا گیا کہ ترتیب وضو بھی قائم رہے اور یہ بھی اشارہ ہو کہ پاؤں کو دھونا چاہیئے

اور ایک طرح پر مسح بھی ہو سکتا ہے سو اسکے لئے شارع نے جس کا منصب تھا لتبین للناس ما نزل الیھم فرما دیا۔ کہ جب تم موزے یا جرابیں پہنو تو مسح کرو۔ حضر میں آٹھ پہر سفر میں تین دن رات۔ اور جب موزے یا جرابیں نہوں تو دھولو۔ حق یہی ہے اور اسی میں جواب ہے ان لوگوں کا جو عطف میں جر جوار کو ممتنع قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے قرآنی نظم کی بلاغت کا علم ہوتا ہے کہ کس طرح پر ایک ہی لفظ میں تین حکم فرما دیئے۔ ہاں شارع نے اپنی تفسیر و عمل سے اسکی تشریح فرما دی جیسے کہ احادیث غسل الرجلین پیش کی گئیں اور مسح کے لئے بھی احادیث موجود ہیں۔ مگر ہمیشہ اجازت موزہ یا جراب کے ساتھ مشروط ہے +

(۱) وعن عبد اللہ بن عمران سعد احدثہ عن رسول اللہ انہ یمسح علی الخفین فان ابن عمر سأل عن ذالک عمر فقال نعم اذا حدثک سعد عن النبی صلعم شیئا فلا تسأل عنہ غیرہ۔ رواہ احمد والبخاری +

سعد نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے خفین پر مسح کیا۔ ابن عمرؓ۔ حضرۃ عمر سے پوچھا تو فرمایا بیشک مسح کرو۔ سعد جب نبی کریم سے کچھ بیان کریں تو پھر کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں +

(۲) وعن المغیرۃ بن شعبۃ قال کنت مع النبی فی سفر فقضی حاجۃ ثم توضأ ومسح علی خفیہ قلت یا رسول اللہ انسیت قال بل انت نسیت بھذا امرنی ربی عز وجل رواہ احمد وابو داؤد۔ قال الحسن البصری روی المسح سبعون نفسا فعلا منہ وقولا۔

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں رسول اللہ نے وضو کیا۔ اور موزوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے۔ فرمایا نہیں تم ہی بھولے۔ مجھے میرے مولیٰ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں ستر بزرگوں نے آپ سے قولاً و فعلاً یہ روایت کی ہے +

(۳) وعن المغیرۃ بن شعبۃ ان رسول اللہ صلعم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین رواہ الخمسۃ الا النسائی وصححہ الترمذی۔ رسول اللہ نے وضو کیا۔ جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا۔ ابو داؤد نے کہا کہ جرابوں پر مسح کیا۔ علی ابن ابی طالب نے۔ ابن مسعود نے۔ براء بن عازب نے۔ انس بن مالک نے۔ ابو امامہ نے۔ سہل بن سعد نے اور عمرو بن حریث نے +

غرض ان تمام احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم ننگے پاؤں وضو میں دھوتے تھے اور موزوں اور جرابوں پر مسح فرماتے تھے اور اس طرز عمل کی نسبت ارشاد تھا کہ امرنی ربی عز وجل سو اس آیت کے وہی معنے صحیح ہیں جو دونوں باتوں کو جمع کر دیں۔ نہ صرف غسل رجلین پر زور دینا جائز ہے نہ صرف مسح پر۔ بلکہ حق اسکے بین بین ہے یعنی ایک محل غسل کا ہے ایک مسح کا۔ اسی لئے نظم قرآنی ایسی ہے +

نزول المسیح اور اسکی حقیقت

تمہید باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو خدا تعالیٰ نے ہر رنگ میں ظاہر و ثابت کر دیا ہے اور کر رہا ہے اور اپنے وعدے کے مطابق "اسکی سچائی کو زور آور حملوں سے" بھی "ثابت کر رہا ہے"۔ پھر بھی اکثر لوگ ہیں کہ ماننے میں نہیں آتے اور خدا کی آواز اور خدا کے نشانات کو نہیں پہچانتے اور نہ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور اب تک بعض مدعیان علم یہی کہے جاتے ہیں۔ کہ جب حدیثوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ مسیح ابن مریم نازل ہوگا اور وہ بھی دمشق کے پورب منارہ کے پاس تو پھر ہم کیونکر مان لیں کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں۔ اس لئے احمدیوں کو بھی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ بار بار ان امور پر بحث کریں اور بار بار اُن کی غلطیوں سے اُن کو آگاہ کر کے ہدایت کی راہ اُن پر کھولیں۔ میں بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے اِن صفحات میں اُن حدیثوں کی نسبت کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو نزول المسیح کے متعلق ہیں +

مسیح ناصری کی وفات مگر قبل اِس کے کہ میں اِن حدیثوں پر بحث کروں میں یہ امر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی و اقوال صحابہ و شہادت ائمہ سے یہ امر بالکل بیّن ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبیؑ بنی اسرائیل بھی سارے نبیوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور قرآن کریم کی کُھلی کُھلی آیتوں اور احادیث نبوی کی تصدیق سے یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ اس دُنیا میں کسی طرح واپس نہیں آسکتا۔ اور یہ قانون خداوندی بالکل اٹل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ موسوی سلسلۂ خلافت اور محمدی سلسلۂ خلافت کی مماثلت کی وجہ سے از روئے قرآن کریم اخیر میں ایک نبی اس اُمت میں خاص طور پر مثیل مسیح ہونا بھی ضرور تھا۔ اِن امور پر سلسلۂ احمدیہ کی مختلف کتابوں اور پھر انہیں صفحات میں کافی بحث ہو چکی ہے +

پیشگوئیوں کی حقیقت

ہاں! یہ امر بھی یقینی ہے کہ احادیث میں ایک مسیح کے اس امت میں اخیر وقت میں آنے کی پیشگوئی موجود ہے اور اُس آنے والے کو عیسیٰ ابن مریم بھی کہا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم سے حضرت مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ کسی طرح اِس دُنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانے میں ایک مثیل مسیح کو آنا چاہیئے نہ کہ خود مسیح کو۔ تو پھر احادیث کی اِن پیشگوئیوں کی کیا حقیقت ہے جن میں مسیح ابن مریم یا عیسیٰ ابن مریم کے آنے یا نازل ہونے کی خبر موجود ہے +

پیشگوئیوں میں اخفا کا پہلو کیوں ہوتا ہے

سو واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے کہ پیشگوئیوں میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا ہے کہ جو کچھ تو بدیہی ہوتے ہیں اور کچھ استعارات سے پُر ہوتے ہیں اور ایک اخفا کا پردہ اُس پر ضرور ہوتا ہے کہ جسکی پوری حقیقت اکثر بوقت وقوع ہی کھلتی ہے اِس میں سِر یہ ہے کہ اگر پیشگوئیوں میں ایسا اخفا نہ ہوا کرتا تو پھر ایمان بالغیب صفحۂ دُنیا سے مٹ جاتا۔ اور جو اجر خدا تعالےٰ نے مومنوں کے لئے ایمان بالغیب کی وجہ سے ٹھہرا رکھا ہے۔ اُس کا مستحق انسان نہ رہتا۔ ہاں پیشگوئیاں ایسی مجمل بھی عموماً نہیں ہوتی ہیں کہ لوگوں کے ادراک سے ہی باہر ہوں بلکہ اخفا کے پردے کے ساتھ ایسی صراحت بھی ہوتی ہے کہ ہر طبع سلیم بوقت وقوع سمجھ سکے اور اپنی خداداد فطرت سے کام لیکر اُسکی اصل حقیقت تک پہنچ جائے کہ اِس طرح اُسکی ایمان کی تازگی کا بھی باعث ہو اور ایمان بالغیب کا اجر بھی ہاتھ سے نہ جائے +

ایک مثال عہد عتیق سے

مثال کے طور پر دیکھو کہ بائبل کی کتاب اوّل سلاطین باب ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک نبی ایلیاہ گذرے ہیں جنکو عربی میں الیاس علیہ السلام کہتے ہیں۔ پھر ملاکی نبی کی کتاب کے باب ۴ آیت ۵ میں انہی ایلیاہ نبی یعنی الیاس علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی بایں الفاظ

درج ہے :-

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا" +

جس سے یہودیوں نے یہی سمجھا تھا کہ حقیقت میں الیاس علیہ السلام ہی دوبارہ اِس دُنیا میں آئینگے چنانچہ متی کی انجیل کے باب ۱۷- آیت ۱۰ تا ۱۳ میں لکھا ہوا ہے کہ :-

"اُسکے (یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے) شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر فقیہہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئے گا۔ اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انھوں نے اُس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اُسکے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن مریم بھی اُنکے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اُس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے" +

پھر متی کی انجیل کے باب ۱۱ آیت ۱۲ تا ۱۵ میں ہے :-

"اور یوحنا (یعنی یحییٰ علیہ السلام) بپتسمہ دینے والے کے دنوں سے ابتک آسمان کی بادشاہت پر زور ہوتا رہا ہے اور زور آور اُسے چھین لیتے ہیں۔ کیونکہ سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی۔ اور چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے" +

الیاس کی آمد ثانی

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اول ملاکی نبی علیہ السلام نے بالہام ووحی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے الیاس علیہ السلام جو پہلے گذر چکے تھے پھر دوبارہ آئینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام کے آجانے کے بعد جب حضرت مسیح کا انکار کیا گیا تو وحی الٰہی لوگوں پر ظاہر فرمایا کہ یوحنا یعنی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہی الیاس موعود علیہ السلام ہیں چاہو تو قبول کرو۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جو وعدہ الیاس علیہ السلام کے واپس آنے کا دیا گیا تھا وہ بروزی آمد کا وعدہ تھا اور اس سے مُراد ایک ایسے صاحب سے تھی جو انکے

رنگ اور خصلت میں آنے والے تھے اور ان کے مثیل تھے گو مثیل کا لفظ نہ کہا گیا بلکہ یہی کہا گیا کہ خود الیاس علیہ السلام ہی آئینگے +

اب یہ پیشگوئی عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے تو جب انھوں نے چند خاص مماثلت دونو نبیوں میں دیکھ لی ترقی ایمان کا باعث ہوئی اور ایمان بالغیب بھی قائم رہا مگر نادانوں تعصب سے کام لینے والوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوئی اور تین نبیوں یعنی حضرت یحییٰ۔ حضرت مسیح۔ اور حضرت محمدؐ خاتم النبیین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے سے محروم رہ گئے +

بائیبل کی یہ شہادت اسلام میں کیوں معتبر ہے

ہاں اگر یہ اعتراض کسی کے دل میں پیدا ہؤا ہو کہ انبیاء گزشتہ کی کتابوں کا حوالہ کیوں دیتے ہو تو انکی خدمت میں عرض ہے کہ اوّل تو یہ واقعہ صرف کتابوں ہی کے حوالے پر دار و مدار نہیں رکھتا بلکہ دو مخالف اقوام یہود و عیسائی کا متفقہ مسئلہ ہے کہ جسمیں کذب کا گمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اُسکے علاوہ ہم کو تو قرآن کریم نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ اُن باتوں کو جو تم نہیں جانتے یعنی جنکی تصریح قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے افعال و اقوال میں نہو اور وہ باتیں اہلِ کتاب کے متعلق ہوں تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ اور اگر وہ ہماری تعلیم کے خلاف نہوں تو قبول کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورہ انبیاء۔ رکوع ۱) ترجمہ:۔ اگر تم کو معلوم نہو تو کتاب والوں سے پوچھ لو +

پھر بخاری شریف میں ہے:۔ ”عن عبد اللہ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو اٰیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہٗ من النار۔ (بخاری جلد اول جزو ۱۳۔ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل صفحہ ۴۹۱ مطبوعہ دھلی) ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری بات پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل کی روایت لو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اوندھے مُنہ آگ میں ڈالا جائے گا +

اس پیشگوئی کے الفاظ جو سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے

اب حضرت حبقوق علیہ السلام کی اُس پیشگوئی کو ملاحظہ کرو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ہے فرماتے ہیں :-

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہِ فاران سے آیا۔ سلاہ۔ اُسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی۔ اُسکی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پر وہاں بھی اُسکی قدرت درپردہ تھی۔ مری اسکے آگے آگے چلی۔ اور اسکے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی۔ وہ کھڑا ہوا اور اُس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کردیا۔ اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے اور پُرانی پہاڑیاں اُس کے آگے دھس گئیں۔ اُس کی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں" (حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ آیت ۳ تا ۶)

عیسائیوں کی غلط فہمی

یہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی پیشگوئی ہے تاہم اسمیں بھی چند ایسی باتیں اور استعارات ہیں جس سے سوا سلیم دل یہودیوں اور عیسائیوں کے بقیہ یہودی اور عیسائی فائدہ نہ اُٹھا سکے اور ٹھوکر کھا گئے +

پہلی ٹھوکر جو عیسائیوں کو لگی وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں خود خدا کے آنے کی خبر ہے۔ اس لئے اُن لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے جو اُنکے خیال میں خدا اور خدا کا بیٹا تھا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حقیقتاً تو کوئی انسان خدا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ خود خدا آسکتا ہے بلکہ یہ ایک ایسے مظہر اتم خداوندی کے آنے کی خبر ہے کہ جس سے خدا کی وحدانیت کامل طور پر پھیل جائیگی اور یہ بات سوا آنحضرت صلعم کے کامل طور پر کسی دوسرے نبی میں پائی نہیں جاتی۔ لہٰذا بعضوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ گزشتہ واقعات کی خبر ہے جبکہ خدا کے جلال کا ظہور بذریعہ موسیٰ علیہ السلام کے ہوا تھا اور ماضی کے صیغے انکے اور بھی دھوکے کا باعث ہوئے ہیں جو حقیقتاً آئندہ ہی کے بارہ میں ہیں۔ ماضی کے صیغے ایسے مقامات میں اس لئے استعمال ہوتے ہیں کہ تا ظاہر ہو کہ یہ باتیں اس طرح یقینی ہونیوالی ہیں کہ گویا ہو چکی ہیں۔ مگر وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں +

دوسری ٹھوکر لفظ تیمان کی وجہ سے لگی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تیمان فلسطین کے اُس صوبے کا بھی نام ہے جسمیں شعیر پہاڑی ہے۔ جہاں عیسو یعقوب علیہ السلام کے بھائی رہتے تھے اور وہ ناصرت کے قریب ہے (جیسا کہ پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۳ اور یرمیاہ نبی کی کتاب باب ۴۹ آیت ۷ تا ۱۰۔ اور نقشہ متعلقہ بائبل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے) مگر تیمان کے لغوی معنے دکن کے ہیں (دیکھو اسکاٹس کمنٹری آن بائبل صفحہ ۹۱۸ جلد ۲) اس لئے جب اور نشانات مسیح علیہ السلام پر چسپیدہ نہیں ہوتے اور سیدنا محمد صلعم پر ٹھیک اُترتے ہیں تو تیمان سے بھی یہی سمجھا جائے گا کہ اس لفظ سے دکن کا ملک مراد ہے یعنی عرب جو فلسطین سے دکن واقع ہے اور خود مکہ بھی قریب قریب اسی دقیقہ پر جسپر کہ کوہ شعیر یعنی تیمان ہے دکن سمت میں واقع ہے +

تیسری ٹھوکر جو نہایت صاف ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی نبی عربی صلعم کی نسبت ہے جو مکہ یا مکہ کے قریب سے ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ یہ ہے کہ "وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔" آنحضرت صلعم کے قدوس ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اور فاران مکہ کی وادیوں کا نام ہے جسکو میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ تاہم عیسائی اور یہودی فاران سے آنے والا نبی حضرت موسیٰ ہی کو بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی نہیں بلکہ گزشتہ واقعات کا ذکر ہے اور وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا کسی دوسرے گزشتہ نبی کو فاران سے سروکار رہا ہوگا اسی کا اس میں تذکرہ ہے +

اس پیشگوئی کی حقیقی تشریح

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ فاران اسی وادی کا نام ہے کہ جہاں اسمٰعیل علیہ السلام نے آکر پرورش پائی اور رہ گئے (جو یقینی مکہ کی وادی ہے جو عرب کی نسلی روایات کا متفقہ مسئلہ ہے) دیکھو پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۷ تا ۲۱ +

تب خدا نے اُس لڑکے کی آواز سُنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کہ میں اس کو ایک بڑی

قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جاکر اُس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہو گیا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اُسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی" +

بقیہ جملے جو مذکورہ بالا پیشگوئی میں قابلِ غور ہیں اُنہیں سے **ایک** یہ ہے کہ "اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی" حقیقت میں کون نبی ہے جو آپکی شوکت کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کون نبی ہے کہ جسکی اسقدر تعریف درود اور دُعا اور نماز پنجگانہ کے ذریعہ سے سارے زمانے میں روزانہ ہر وقت ہر لحظہ کی جاتی ہو؟ بیشک آسمان آپکی شوکت سے چھپ گیا اور زمین آپکی حمد سے معمور ہو گئی اور آپ اسم با مسمیٰ "محمد" (بہت تعریف کیا گیا۔ بہت حمد کیا گیا) ثابت ہوئے گو اِس کا کامل ظہور آپ کی وفات کے بعد ہوا + **دوسرا** جملہ یہ ہے کہ "اسکی جگمگاہٹ نور کی مانند ہے" اِس سے مراد آنحضرت صلیلعم کی شریعت بیضا ہے جو ایسی روشن ہے کہ اُسکی روشنی کی چمک اور جگمگاہٹ سارے عالم میں چھائی ہوئی ہے اور ہر ایک زمانے میں ساری دوسری روشنیوں کو مات کرتی رہی ہے اور اسوقت بھی کر رہی ہے۔ پھر **تیسرا** جملہ ہے کہ "اُسکے ہاتھ سے کرنیں نکلیں" یہ ایک اشارہ اور استعارہ ہے اِس امر کے لئے کہ آپ کے ہاتھ اور آپکی ذات سے بڑے بڑے عجائبات اور انقلابات کا ظہور ہو گا۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات نے بڑی بڑی روشنیاں دکھلائیں۔ بڑے بڑے عجائبات ظاہر کئے اور عظیم الشان انقلابات ظہور میں لائے کہ جسکے لئے تاریخ کا صفحہ صفحہ شہادت دینے کے لئے ہر وقت موجود ہے + **چوتھا** جملہ یہ ہے کہ "پر وہاں بھی اسکی قدرت در پردہ تھی"۔ اس سے صاف ظاہر ہے اُن عجائبات اور انقلابات کے ظہور میں بھی ایک پوشیدگی ایک پردہ داری ضرور ہو گی یہ نہ ہو گا کہ ایمان بالغیب کا پردہ چاک کر دیا جائیگا کہ پھر جسکے بعد ایمان و عمل کا کسی کو اجر ہی نہ مل سکے ہنیں ہنیں ایسا نہ ہو گا۔ ہاں قدرتیں ضرور دکھلائی جائینگی مگر اُنپر ایک پردہ ضرور پڑا ہو گا تا کہ عقل سلیم سے کام لینے والے فائدہ

اُٹھائیں اور نفس کی پیروی کرنے والے۔ آنکھوں کو بند رکھنے والے جہنم کے وارث ہوں۔

پھر پانچواں جملہ یہ ہے کہ "مری اُسکے آگے آگے چلی اور اسکے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی"۔ اِس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے آتشین ہاتھ سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُترنا پڑے گا۔ اور آتشین بیماری یعنی جنگ کے ذریعہ خونخواروں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی جنگ کو آگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر آخر کے جملے ہیں کہ "وہ کھڑا ہوا اور اُس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اور پُرانی پہاڑیاں اسکے آگے دھس گئیں اسکی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں"۔ یہ بالکل گہرے استعارات ہیں۔ "زمین کو لرزہ دیا" سے مراد ظاہری نہیں کہ حقیقتاً آپ کے کھڑے ہونے سے ایک ہولناک بھونچال سارے عالم میں آجاتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا دبدبہ اور شوکت سارے عالم میں پھیل جائے گی۔ جسکو آپ کے خلفاء کے ہاتھوں پورے ہوتے ہوئے سارے عالم نے دیکھ لیا۔ کہ کسقدر جلد معلوم شدہ دُنیا میں آپ کے دبدبے اور آپ کی شوکت کا شہرہ ہو گیا۔ پھر آنحضرت صلعم کے علاوہ کون نبی ہے کہ جس نے خود اور جسکے جانشینوں نے اسقدر جلد دُنیا کو ہلا دیا؟ بیشک "اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا" کون ہے جس نے خود اور جسکے جانشینوں نے تمام عرب اور روم اور شام اور ایران بلکہ کل دُنیا کو اسقدر قلیل مدت میں فتح کر لیا؟ اور کون شک کر سکتا ہے کہ انھوں نے پیشگوئی کے مطابق تمام مقابلہ کرنے والی قوموں کو پراگندہ کر دیا؟ اور بڑے بڑے پہاڑوں یعنی قیصر و کسریٰ کی زبردست سلطنتوں کو صفحۂ ہستی سے زاویہ عدم میں پہنچا دیا۔ اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو بھی یعنی عرب اور آس پاس کی کل ریاستوں کو بھی اپنے تحت میں لے لیا۔ اور آپ کی شریعت قیامت تک قائم رہنے والی ہوئی جسکو بالفاظ "اُسکی راہیں ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں" بیان فرمایا۔

خدا رحمت کی بارشیں نازل فرمائے حضرت حبقوق علیہ السلام کی رُوح پاک پر کہ کس طرح اُنھوں نے صاف صاف خدا سے علم پاکر آنحضرت صلعم کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔

مگر تاہم خدا کی قدیم سنت کے مطابق اُس میں بھی استعارات اور اخفا کا پردہ ضرور تھا۔ کہ جسکی وجہ سے حق سے بھاگنے والی طبیعتیں ٹھوکر کھا ہی گئیں اور اب تک اِن کتابوں کے ماننے والوں کی آنکھیں اِس نور صداقت سے اندھی ہیں اور نہیں دیکھ سکتیں۔ یہودی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ کل باتیں موسیٰؑ کے جلال اور شوکت ۔ دیدبہ اور سطوت کے بیان میں ہیں اور اُسی کی راہ آخری راہ ہے اور جتنے اسکے بعد آنیوالے تھے اور ہیں وہ سب اُسی کے پیرو ہیں۔ اور عیسائیوں کی بھی کہتے زبان خشک ہوئی ہے کہ یہ خداوند مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے کہ ان میں سے بعض باتیں اُسکی پہلی آمد کے وقت پوری ہوئیں اور بقیہ باتیں بالکل ظاہر معنی میں اُسکی دوسری آمد کے وقت پوری ہونگی اور اسکی راہ آخری راہ ہے اور کسی دوسرے نبی کی اُسکے بعد آنے کی ضرورت نہیں +

ایک مثال پیشگوئی کی قرآن مجید سے

اب بطور مثال قرآن کریم کی ایک پیشگوئی پر بھی غور کرو۔ سورۂ دخان رکوع ۱۔ میں اللہ تعالےٰ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۙ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ ترجمہ۔ پس تو اُس دن کا منتظر رہ جس دن لاموجود کرے آسمان ایک ظاہر دھوآں جو چھالے لوگوں کو! یہ ہے عذاب دردناک (کہ کافر بھی کہہ اُٹھینگے) اے ہمارے پروردگار دور فرما ہم سے یہ عذاب۔ ہم ایمان لائے ہیں +

فَارْتَقِبْ کے معنے جیسا کہ بخاری شریف۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ دخان جزو ۲۰ صفحہ ۷۱۴ مطبوعہ دھلی سے ثابت ہے فانتظر کے ہیں۔ یعنی اے رسول تو اُسی دن کا انتظار کر جبکہ آسمان سے دھوآں آئے گا اور لوگوں کو گھیرے گا یہ ایک دردو دینے والا عذاب ہوگا اور لوگ چلا اُٹھینگے اور ایمان لانے کے لئے طیار ہو جائینگے۔ اب دیکھئے کہ یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی ہے۔ آیا ظاہر معنی ہی میں پوری ہوئی ہے یا کچھ اور ہی اسکی حقیقت کُھلتی ہے ظاہر الفاظ کا تو تقاضا یہ تھا کہ سارے جہان میں حقیقتاً ایسا دھوآں پھیل جاتا کہ لوگ اسکی بُو سے اور ہوا کی گندگی سے گھبرا اُٹھتے۔ تعابیروالوں نے تو بڑی بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں

مگر بخاری شریف سے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں جس دھوئیں کا ذکر ہے وہ ظاہری دھواں نہ تھا بلکہ آنحضرت صلعم کی بد دعا سے جو قریشیوں پر عذاب قحط نازل ہونیوالا تھا اُسی کی ان الفاظ میں خبر دیگئی تھی۔ اور جب قحط آیا تو بھوک اور کمزوری سے اُن کو خلائے بسیط دھواں کیطرح معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ بخاری شریف۔ کتاب التفسیر۔ سورہ دخان صلے ۷۱۴ جلد ۲ جزو ۲۰ میں اسی مضمون کی چند روائتیں ہیں جن میں سے ایک روایت نقل کرتا ہوں:۔

"حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال دخلت علی عبد اللہ فقال ان من العلم ان تقول لما لا تعلم اللہ اعلم ان اللہ قال لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ان قریشا لما غلبوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستعصوا علیہ قال اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتھم سنۃ اکلوا فیھا العظام والمیتۃ من الجھد حتی جعل احدھم یری ما بینہ وبین السماء کھیأۃ الدخان من الجوع قالوا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ فقیل لہ ان کشفنا عنھم عادوا فدعا ربہ فکشف عنھم فعادوا فانتقم اللہ منھم یوم بدر فذلک قولہ تعالیٰ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۔ الی قولہ تعالیٰ جل ذکرہ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ +

ترجمہ۔ حدیث بیان کی میرے پاس یحییٰ نے کہا انھوں نے کہ ان سے بیان کیا وکیع نے اور ان سے الاعمش نے اور ان سے ابی الضحیٰ نے اور ان سے مسروق نے کہ کہا انھوں نے کہ وہ گئے عبد اللہ کے پاس۔ تو فرمایا انھوں نے کہ تحقیق علم کی بات یہ ہے کہ جس چیز کو تم نہ جانو۔ کہو کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ تحقیق اللہ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ کہہ کہ نہیں چاہتا ہوں میں تم لوگوں سے اس کا کوئی اجر اور نہیں ہوں میں تکلیف دینے والوں میں سے" یہ کہ قریش جب آنحضرت صلعم پر زیادتی کرنے لگے اور آپ پر ظلم پیرا ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے دُعا کی کہ اے میرے اللہ اعانت کر میری ان پر سات سال کے قحط کے ساتھ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس انپر قحط پڑا اور ان لوگوں نے بوجہ شدت کمزوری کے

ہڈی اور مردار تک کھایا۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ہر ایک کو اُن کے اور آسمان کے درمیان بوجہ شدت بھوک کے دھوآں کی طرح معلوم ہونے لگا۔ تب ”اُن لوگوں نے کہا کہ اے میرے رب ہٹا دے مجھ سے یہ عذاب ہم ایمان لے آئینگے“ پس کہا گیا اُن کے لئے کہ اگر ہم ہٹائیں اُن سے تو وہ پھر جائینگے۔ پھر پکار اپنے رب کو پس ہٹایا گیا اُن سے پھر وہ لوٹ گئے پس بدلا لیا ان لوگوں سے اللہ نے **بدر** کے دن۔ اسی کے بارہ میں تھی وہ آیت کہ ”یَوْمَ تَأْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (تا) اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ“ +

نہایت قابل غور مقام ہے کہ کہاں تو الفاظ قرآنی ہیں ”دخان مبین“ تھا۔ یعنی ظاہر دھوآں اور کہاں وہ ظاہر ہوا خیالی دھوئیں کے رنگ میں جو قحط کی وجہ سے مارے بھوک اور کمزوری کے معلوم ہوتا تھا۔ اور پیشگوئی میں قحط کا یا اسکے دیگر عام لوازمات کا اشارہ تک نہ تھا۔ مگر پیشگوئی کی جو حقیقت ظاہر ہوئی ہے اس لحاظ سے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا تاکہ سلیم فطرتیں تو فائدہ اُٹھائیں اور جو ضد اور تعصب کے اندھے کنوؤں میں ہیں وہ جھانکا کریں۔ اور وہ ایک ہی امر کسی کے لئے ہدایت کا موجب ہو اور کسی کے لئے گمراہی کا:۔ ”یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا۔“ (سورہ بقر۔ رکوع ۳) +

پیشگوئی کی مثال حدیث سے

اب ایک حدیث نبوی بھی ملاحظہ ہو:۔

قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب۔ بخاری جلد اول۔ جزو ۱۵۔ باب ہجرۃ النبی صفحہ ۵۵ + ابن ماجہ باب تعبیر الرؤیا صفحہ ۲۸۹ + مشکوٰۃ کتاب الرؤیا۔ فصل اول صفحہ ۳۹۵ +

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے نیند میں دیکھا کہ ہم مکہ سے ایسی زمین کیطرف ہجرت کر رہے ہیں جس میں کھجوریں ہیں پس میں نے سمجھا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر ہے پس ناگہاں وہ مدینہ یثرب نکلا +

پس صاف ظاہر ہے کہ اس کشف کے دیکھنے کے بعد بھی آنحضرت صلعم یہی سمجھتے رہے کہ یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی اور ایسا ہی سمجھتے رہے جب تک کہ ہجرت کر کے مدینہ

Digitized by Khilafat Library

تشریف نہ لے آئے۔

یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کشف و خواب کی باتیں تھیں مگر نہیں آنحضرت صلعم کا خواب بھی وحی تھا (جیسا کہ حدیث مندرجہ مشکوٰۃ۔ باب البعث وبدأ الوحی فصل اوّل ص۵۲۱ عن عایشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ثابت ہوتا ہے) اس لئے جس طرح پیشگوئی کی ظاہر وحی کے لئے بھی ضرور نہیں ہے کہ وہ ظاہر لفظ ہی میں پوری ہو اسی طرح کشف و خواب کے لئے بھی ضرور نہیں ہے کہ وہ ظاہر صورت ہی میں پوری ہو اور اسکی پوری حقیقت پوری ہونے کے قبل ہی معلوم ہو جائے ÷

مسیح کی آمد ثانی والی پیشگوئی بھی اسی نظر سے دیکھو

پس اب دیکھو کہ قرآن کریم وغیرہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور نبیوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ اس دُنیا میں کسی طرح لوٹ کر نہیں آسکتا۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اس اُمت میں اخیر زمانہ میں خصوصیت سے ساتھ ایک مثیل مسیح کا بھی آنا ضروری تھا۔ اور اب جبکہ پیشگوئیوں کی حقیقت بھی معلوم ہو چکی کہ ان میں اکثر گہرے استعارات ہوتے ہیں اور کچھ حقیقتیں ظاہر اور کچھ حقیقتیں پوشیدہ ہوتی ہیں تو ان حدیثوں کا جس میں مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر ہے جو بظاہر قرآن کریم کے خلاف نظر آتی ہیں سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے ÷

پیشگوئی کے اصل الفاظ

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں جو ایک حدیث اس بارہ میں ہے اسکے یہ الفاظ ہیں:۔

عن ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و **امامکم منکم**" (بخاری جزو۱۳ جلد اوّل۔ باب نزول عیسٰی بن مریم صفحہ۴۹۔ مشکوٰۃ باب نزول عیسے علیہ السلام صفحہ۴۸۰) ÷

ترجمہ۔ یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب نازل ہوگا تم میں ابن مریم اور جو تم ہی میں کا تمہارا امام ہوگا"

ابن مریم سے کیا مُراد ہے

پہلا لفظ جو اِس میں قابل غور ہے وہ **ابن مریم** کا لفظ ہے جس سے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی آجائینگے۔ مگر جبکہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح نہیں آسکتے بلکہ مثیل مسیح کے آنے کا اشارہ موجود ہے تو لامحالہ یہی سمجھا جائیگا کہ یہاں بھی **ابن مریم سے مثیل ابن مریم مُراد ہے** اور یہ اُسی طرح کا کلام ہے جیسا کہ حضرت ملاکی علیہ السلام کی کتاب سے دکھلا چکا ہوں کہ حضرت یحییٰ کے آنے کی خبر اس طرح دیگئی کہ حضرت الیاس آئینگے حالانکہ الیاس سے مثیل الیاس یعنی حضرت یحییٰ مُراد تھے۔ یا جیسے حبقوق نبی کی کتاب میں آنحضرت صلعم کا آنا خود خدا کا آنا بتایا گیا تھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ صرف پاک مناسبت کی وجہ سے ایک کا نام دوسرے کے لئے بول دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اِس حدیث میں بھی مثیل ابن مریم کو ابن مریم فرمایا گیا۔ اس حدیث کے یہ الفاظ کہ "وہ تم ہی میں کا تمہارا امام ہوگا" بھی صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کہیں باہر سے نہیں آئے گا بلکہ اِسی اُمت کا ایک خاص فرد ہوگا جو اپنے وقت کا امام ہوگا۔ اس سے بھی بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے موعود کو صرف مماثلت اور مناسبت کی وجہ سے ابن مریم کہا گیا ہے +

نزول کا کیا مطلب

دوسرا لفظ جو کچھ قابل غور ہے وہ نزول کا لفظ ہے اور اِس لفظ سے بھی لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ **نزول** سے پایا جاتا ہے کہ آنیوالا حقیقتاً اوپر سے اُترے اور آسمان سے آئے۔ مگر نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ ہرگز نزول کے یہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ نزول کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز یا جو شخص خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے اُس بھیجنے یا ظاہر کرنے کو نزول کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً آنحضرت صلعم کے بارہ میں قرآن شریف میں آیا ہے:-

"قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا۔ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ"

(سورہ الطلاق رکوع ۲) ترجمہ۔ ہم نے اُتاری ہے ایک نصیحت۔ ایک رسول جو تم کو پڑھ سناتا ہے اللہ کی کھلی آیتیں +

اِس میں آنحضرت صلعم کی بعثت کو بھی لفظ نزول ہی سے بیان فرمایا ہے۔ پھر ساری

چیزوں کے بارہ میں فرماتا ہے:۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○"

(سورۃ الحجر رکوع ۲) ترجمہ۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا خزانہ ہمارے پاس نہ ہو اور ہم اُس کو تقسیم کرتے ہیں ایک معلوم شدہ انداز میں ٭

یہاں خدا تعالےٰ نے ہر ایک چیز کی تقسیم پر بندگان کو لفظ نزول ہی سے بیان فرمایا ہے۔ پھر کوئی بتا سکتا ہے کہ کل چیزیں جو بندوں کو خدا دیتا ہے وہ ظاہر طور پر آسمان سے یا کہیں سے اُترا کرتی ہیں؟ یا اسی دُنیا میں اُس کا مختلف طور پر سامان ہُوا کرتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اِس حدیث میں بھی نزول کے معنے صرف خدا کی طرف سے ہونے کے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ پھر احادیث میں مسیح موعود کے لئے **خروج** کا لفظ اور **بعثت** کا لفظ بھی آیا ہے۔ (دیکھئے۔ ابن ماجہ باب الآیات صفحہ ۳۰۲۔ مشکوٰۃ باب تقوم الساعۃ صفحہ ۴۸۱)

مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حلیوں میں اختلاف

پھر بخاری شریف میں جو حلیہ بیان ہُوا ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ:۔

(الف) حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو آنحضرت صلعم نے معراج کی شب میں دوسرے انبیاء کے ساتھ آسمان پر دیکھا تو وہاں آپ نے بیان فرمایا کہ:۔

"فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر" (بخاری شریف جلد اوّل۔ جزو ۱۳ باب واذکر فی الکتٰب مریم صفحہ ۴۸۹) ترجمہ۔ "پس عیسیٰ علیہ السلام سُرخ رنگ۔ گھونگر والے بال اور فراخ سینہ تھے" ٭

اور اسی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کو گندمی رنگ اور بھاری جسم بیان فرمایا ہے ٭

(ب) دوسری حدیث میں جو آنیوالے **مسیح** کا حلیہ **دجّال** کے ساتھ بیان ہُوا ہے وہاں بیان ہے کہ:۔

"رجلٌ آدم سبط الشعر۔" (بخاری شریف جلد اوّل۔ جزو ۱۳۔ باب واذکر فی الکتٰب مریم صفحہ ۴۸۹) ترجمہ۔ "ایک گندم گون آدمی جس کے سیدھے بال

کاندوں تک لٹکے ہوئے ہونگے +

پس ان بخاری کی احادیث سے بھی کیسے بیّن طور پر ثابت ہے کہ گزشتہ مسیح اور آنیوالے مسیح دونوں دو شخص ہیں۔اور آنیوالے مسیح کا جو حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے وہ حضرۃ مرزا صاحبؑ پر صادق آتا ہے جسکی تصدیق دیکھنےوالوں اور ایک حد تک فوٹو سے ہو سکتی ہے +

وجوہ مماثلت

اب یہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مماثلت ومناسبت جو مسیح علیہ السلام سے ہے اُس کو بھی مختصراً لکھ دیتا ہوں تا معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ نے بلا وجہ مثیل مسیح نہیں ٹھہرایا ہے۔مگر ساتھ ہی کچھ ان مماثلتوں کو بھی سُن لو۔جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی جسکی وجہ سے آنحضرۃ صلعم کو تورات میں اور پھر قرآن کریم میں مثیل موسیٰ ٹھہرایا گیا ہے +

مماثلت حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۱) جیسے موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی ورسول تھے ویسے ہی بلکہ بہت بڑھ کر آنحضرت صلعم بھی صاحب شریعت نبی ورسول ہوئے +

(۲) جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی ویسے ہی آنحضرت صلعم نے +

(۳) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ساتھ جہاد کی ضرورت ہوئی ایسا ہی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی +

(۴) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں حکومت قائم کی ویسا ہی آنحضرت صلعم نے بنی اسماعیل میں حکومت قائم کی مگر شوکت میں کہیں بڑھ کر +

(۵) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک فتح کئے اُسی طرح آنحضرت نے بھی +

(۶) جس طرح حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے متفرق اور اسیر اقوام کو ایک آزاد اور متحد قوم بنا دیا۔ ایسا ہی آنحضرت صلعم نے بنی اسماعیل کی متفرق جماعتوں کو

جو آپس کے نفاق کی اسیر تھیں ایک کر دیا +

(۷) جیسے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی تجدید کے لئے غیر تشریعی مامور اور دوسرے مجدّدین آتے رہے اُسی طرح اس امت میں بھی ایسے پاک اور مطہّر مامور اور ... مجدّدین تجدید کے لئے آتے رہے +

مماثلت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

(۱) جیسے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بنی اسرائیل کے گھرانے کے سب سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع تھے ایسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بنی اسماعیل کے گھرانے کے بلکہ دُنیا کے تمام رسولوں سے افضل رسول صلعم کی شریعت کے تابع و اُمتی ہوئے +

(۲) جس طرح حضرت مسیح علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے ایسے ہی حضرت مسیح موعودؑ بھی چودھویں صدی میں آئے +

(۳) جس طرح حضرت مسیحؑ کو جنگ و جدل کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اُسی طرح حضرة مسیح موعود کو بھی +

(۴) جس طرح حضرت مسیح علیہ السّلام پر علمائے وقت نے کُفر کا فتوے لگایا۔ اسی طرح یہاں بھی علمائے وقت نے کہا +

(۵) جس طرح مسیح علیہ السلام کے وقت میں ایک غیر ملکی امن پسند اور پابند قانون سلطنت تھی یعنی رومیوں کی۔ اُس سے کہیں بڑھ کر امن پسند اور قانون کی پابند غیر ملکی حکومت یعنی سلطنت برطانیہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی موجود ہے +

(۶) جس طرح مسیح علیہ السّلام دشمنوں کے ظلم سے عدالتوں میں حاضر ہوئے اُسی طرح حضرت مسیح موعودؑ بھی عدالتوں میں حاضر ہوئے (دیکھو انجیل۔ اور کتاب البریہ) +

(۷) جس طرح آخر کار حضرت مسیح کے دشمن خائب و خاسر ہوئے اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے دشمن بھی خائب و خاسر ہوئے +

(۸) جیسے مسیح علیہ السلام کی نسبت یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۱۱ ۔ اور آیت ۴ میں بطور پیشگوئی لکھا تھا کہ مسیح اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ ایسا ہی احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے دم سے کفار ہلاک ہونگے چنانچہ مسیح موعود کی دعا سے بھی بہت سے دشمن ہلاک ہوئے جنکی ہلاکت کی قبل از وقت اطلاع بھی دیگئی (دیکھو تریاق القلوب و حقیقۃ الوحی وغیرہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام) +

ایک سرگروہ صوفیائے کرام کا عقیدہ دربارۂ نزول مسیح

اب قبل اسکے کہ میں چند دوسری احادیث پر بحث کروں میں ایک عارف باللہ حقیقت آگاہ حضرت شیخ الاکبر علامہ محی الدین ابن عربی سرگروہ صوفیائے کرام کی تفسیر سے بھی دکھلاتا ہوں کہ نزولِ عیسیٰ ابن مریم کی یہی حقیقت ہے کہ حضرت مسیح سے ایک گہرا تعلقِ مماثلت رکھنے والا شخص اخیر زمانے میں آنے والا تھا چنانچہ آپ اپنی تفسیر میں زیر آیت ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ الی قولہ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ (سورۂ نساء) تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی" (تفسیر مذکور جلد اول صـ ۱۶۵) +

ترجمہ ۔ رفع کیا عیسیٰ علیہ السلام کو یعنی اتصال بخشی اُنکی رُوح کو بوقت مفارقت عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف " +

پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں :۔

"وجب نزولہ فی اٰخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر" ترجمہ ۔ واجب ہوا کہ اُن کا نزول ہو آخر زمانہ میں دوسرے بدن کے تعلق و مناسبت کے ساتھ " +

مشکوٰۃ کی ایک حدیث کا صحیح مطلب

اکثر مشکوٰۃ کی ایک حدیث پیش کیجاتی ہے اور اُس سے دکھلایا جاتا ہے کہ "مسیح ابن مریم نازل ہونگے دمشق سی پورب سفید منارہ کے پاس دو چادروں میں دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے وغیرہ وغیرہ" مگر اب جائے غور ہے کہ :۔

(۱) قرآن کریم اور بخاری شریف کی اصح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی اُمت کا ایک امام ہوگا نہ کہ خود مسیح علیہ السلام۔ پس اس حدیث میں بھی مسیح ابن مریم سے مثیل ابن مریم ہی مُراد ہوگا جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور نزول سے بھی نزول رُوحانی ہی مُراد ہے نہ کہ ظاہری۔ ورنہ قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی اور ایمان بالغیب کے بھی خلاف ہوگا +

(۲) تو جب نزول رُوحانی ثابت ہے تو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترنا وغیرہ بھی محض استعارات ہیں نہ کہ ظاہر ظاہر فرشتوں کا نظر آنا جو بالکل قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

"قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (سورۃ الفرقان رکوع ۳) ترجمہ۔ وہ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہیں کہ جب تک فرشتے ہمارے پاس نہ اُتر آئیں یا ہم خود خدا کو نہ دیکھ لیں (ہم ہرگز ایمان نہ لائینگے) بیشک وہ اپنے نفس کے اندر استکبار سے کام لیتے ہیں۔ اور ایک شدید گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں جسدن وہ فرشتوں کو دیکھ لینگے اُس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی خبر باقی نہ رہے گی اور وہ کہینگے کہ کاش یہ ہم سے بہت دُور ہی رہتا" +

اللہ اللہ کس طرح قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ قیامت کے قبل بھی ایک وقت فرشتے اپنی اصلی صورت میں ظاہر ظاہر اُترتے نظر آجائینگے۔ معاذ اللہ کفارانِ مکہ ہی کی طرح حضرت مسیح موعود پر اور اُنکی جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب تک فرشتوں کو اُترتا ہُوا ہم نے نہیں دیکھا ہم کیونکر ایمان لائیں؟ افسوس کہ ذرا بھی نہیں سوچتے کہ اگر فرشتے عام طور پر ظاہر ظاہر اُترتے نظر ہی آجائینگے تو پھر ایمان کا کیا فائدہ ہوگا اور کس ایمان کا اجر ملے گا! پس فرشتوں کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے اُترنے کے معنے بجز اسکے کچھ نہیں ہوسکتے کہ مسیح موعود کو خدا تعالےٰ کیطرف سے خاص دو فرشتوں

کی تائید اور نصرت عطا ہوگی۔ چاہیئے وہ حقیقتاً فرشتے ہی ہوں یا دو فرشتہ صفت انسان ہوں ؛

(۳) ہاں تیسری بات یہ کہ وہ "**دمشق** سے پورب سفید منارہ کے پاس نازل ہوگا" مگر جہاں حدیثوں میں دمشق سے پورب نازل ہونے کی خبر ہے وہاں ایک صحیح حدیث میں بیت المقدس میں نازل ہونا بھی بتایا گیا ہے جو دمشق سے پچھم واقع ہے (دیکھو سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰) اب دونوں امر صحیح اُسی حالت میں ہو سکتے ہیں جب اِسکی ظاہری حقیقت نہ لی جائے بلکہ جس طرح پیشگوئیوں میں اکثر ہُوا کرتا ہے کہ کسی خاص خصوصیت سے لطیف اشارہ کے ساتھ ایک مقام کا نام الٰہی کلام میں دوسرے مقام کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہو۔ جیسا کہ حضرت حبقوق علیہ السلام کی پیشگوئی میں مکہ کی وادیوں کا نام تیمان کی وادی جو شام میں ہے رکھ دیا گیا تھا۔ مگر وہاں یہ اشارہ موجود تھا کہ لفظ تیمان کے اندر ہی یہ معنے رکھے ہوئے تھے کہ اُسکے معنے دکن کے تھے جس سے سلیم فطرت انسانوں کے لئے بیّن اشارہ ہُوا کہ جس شہر یا جس وادی کا نام خدا نے اپنے کلام میں تیمان رکھا ہے وہ اصل تیمان سے آخر دکن ہی سمت میں محض دو چار دقیقہ کے فرق سے نکلا۔ اِسی طرح حدیث زیر بحث میں یہ لطیف اشارہ فرما دیا کہ وہ سفید منارہ (منارہ کے معنے ہیں روشنی کی جگہ) یعنی جہاں سے رُوحانی روشنیاں ظاہر ہونگی کہ جس جگہ مسیح موعود ظاہر ہوگا وہ دمشق سے پورب ہوگا۔ اسی لئے شرقی دمشق فرمایا۔ چونکہ لفظ دمشق میں تیمان کیطرح کوئی ایسے معنی پوشیدہ نہ تھے اِس لئے صاف لفظ شرقی یعنی پورب کا آنحضرت صلعم کی زبان پر خدا تعالےٰ نے جاری کرا دیا۔ اور ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ تیمان سے چند ہی دقیقوں کے فرق پر ٹھیک دکھن سمت میں مکہ واقع ہے۔ اُسی طرح قادیان بھی دمشق سے ٹھیک پورب رخ واقع ہے (صدقت یا رسول اللہ! کیسا تیرا کلام سچ ہُوا ہے! ہاں اسی طرح ٹھیک اُسی طرح سچ ہُوا ہے جس طرح پچھلے نبیوں کا کلام تیرے لئے سچ ہُوا تھا۔ مگر ہر دو صورتوں میں اُسی کے لئے جو سلیم فطرت رکھتا ہے تاکہ ایمان بالغیب کا اجر بھی ضائع نہ ہو) پس اسی طرح اُس رُوحانی روشنی کے مقام کو جہاں مسیح موعود ظاہر ہونے والا تھا اگر دمشق سے

لے امر ضرور قابل غور ہے۔ (ایڈیٹر)

سے حضرت اقدس نے قادیان کی مماثلت دمشق سے ثابت بھی فرمائی۔ (ایڈیٹر)

پورب بتایا تو اُس کو بیت المقدس یعنی مقدس گھر بھی فرما دیا! اور حقیقت میں جہاں خدا کا مامور ظاہر ہو وہ مقدس گھر نہو تو اور کون ہو؟ پس اِس طرح الحمدللہ کہ دونوں صحیح حدیثوں کا مطلب بھی معلوم ہو گیا اور کسی حدیث کو رد کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی! +

پھر اس پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلعم کو جو وحی منام ہجرت کے مقام کے بارہ میں ہوئی تو آپ اُس مقام کو یمامہ یا ہجر سمجھتے رہے مگر وہ مدینہ نکلا! اُسی طرح مسیح موعود کی پیشگوئی میں جو مقام آپ کو دکھلایا گیا اس کو آپ بیت المقدس یا دمشق سمجھتے رہے مگر وہ قادیان نکلا! ٹھیک جس طرح ہجرت کے مقام کے بارہ میں آپکا خیال دو شہروں کیطرف جاتا تھا یعنی یمامہ اور ہجر اور ظاہر ایک تیسرا شہر یثرب ہوا۔ اُسی طرح مسیح موعود کے ظاہر ہونے کے مقام کے بارہ میں بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا خیال دو شہروں کی طرف جاتا تھا یعنی دمشق اور بیت المقدس مگر وہ بھی تیسرا یعنی قادیان نکلا! اگر ٹھیک مقام خدا نے بتلایا ہوتا تو حضور اُسی ایک مقام کو فرماتے۔ نہ کہ کبھی وہ۔ اور کبھی وہ۔ مگر صدقے جائیے خدائے پاک کے کہ کس طرح اُس نے شرق دمشق آپ کی زبان پر جاری فرما کر اصل مقام کیطرف لطیف اشارہ فرما دیا۔

مشکوٰۃ کی دوسری حدیث

مشکوٰۃ شریف کی دوسری حدیث سے یہ دکھلایا جاتا ہے کہ "وہ آنے والا موعود حکم عادل ہوگا اور صلیب کو توڑے گا اور سؤر کو مارے گا اور مال دے گا مگر کوئی نہیں لے گا۔ اور جزیہ کو اُٹھا دے گا"۔ بیشک یہ پانچوں باتیں بھی حضرت مسیح موعود پر صادق آتی ہیں +

(۱) **پہلی** بات کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کریگا۔ اسمیں کیا شک ہو سکتا ہے کہ جن مسائل دینی میں مسلمانوں کے اندر اختلافات ہیں اُن کا فیصلہ کس انصاف اور راستی کے ساتھ آپنے فرمایا ہے کہ جو آپ کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ سینکڑوں ایسے اختلافی مسائل تھے کہ جنکی گتھی سلجھنی مشکل نظر آتی تھی اُن مسائل کو پانی کیطرح صاف کر دیا اور ایک کثیر جماعت اُن چشموں سے سیراب ہونے لگی +

(۲) **دوسری** بات کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اِسکے ظاہر معنی کہ بڑھیونکی طرح کلہاڑی لیکر صلیب کی لکڑیوں کو توڑتا پھرے گا یہ معنی تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتے۔ بس لامحالہ اسکے

رُوحانی معنے ہی لینے پڑینگے کہ جس کے یہ معنے ہیں کہ ایسی باتیں اور ایسے امور ظاہر کرنے کہ جن سے مذہب صلیب پرستی کا رد ہوتا ہو۔ سو اس امر سے کون واقف نہیں کہ صلیب پرستی کے مذہب کا دار و مدار عیسٰی علیہ السلام کے زندہ ہوکر آسمان پر چلے جانے اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھ جانے پر ہے۔ جس میں بدقسمتی سے اکثر مسلمان بھی ایک حد تک شریک ہو گئے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے مسیح علیہ السلام کی وفات اور اسی دُنیا میں مدفون ہونے کے ایسے زبردست دلائل قرآن کریم اور اناجیل۔ تاریخ اور دوسرے ذرائع سے دیئے اور اس قدر اشتہارات اور تصنیفات انگریزی۔ اُردو وغیرہ زبانوں میں اس مسئلہ پر شائع فرمائے کہ اب عیسائی قوم احمدی جماعت سے گفتگو نہیں کر سکتی اور پناہ مانگتی ہے +

(۳) تیسری بات کہ سؤر کو مارے گا۔ اس کے بھی ظاہر معنی کہ سوروں کا شکار جنگل جنگل اور صحرا صحرا کھیلتا پھرے گا تو کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔ پس اس کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خنزیر فطرت انسانوں کو وہ ہلاک کرے گا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُس موعود کے دم سے کفار مرینگے۔ پس یہاں بھی قتل خنزیر کے یہی معنے ہیں کہ خنزیر صفت انسان اُس کے مقابلہ میں آکر اُس کی دُعاؤں کے ذریعہ بطور نشان صداقت ہلاک ہونگے جسکی کثیر مثالیں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ (دیکھئے تریاق القلوب۔ حقیقۃ الوحی وغیرہ کتب کو) +

(۴) چوتھی بات کہ وہ روپیہ دے گا مگر لوگ اُس کو نہیں لینگے یہ آنحضرت صلعم کے پاک مُنہ کی پیشگوئی بھی بیّن طور پر پوری ہوئی۔ کہ اُس کے غلام نے بہت ساری کتابیں اپنے آقا کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور صداقت اسلام ظاہر کرنے کے لئے لکھکر مقابلہ پر مخالفین اسلام اور اندرونی بدانجام لوگوں کو بُلایا اور چیلنج دیا کہ ان کتابوں کا مقابلہ کرو۔ اگر تم سچے ہو اور اگر تم مقابلے میں پورے اُتر آئے تو ہم سے اتنا اتنا روپیہ لو۔ جس کی تعداد بعض صورتوں میں دس دس ہزار تک تھی مگر روپیہ لینا تو درکنار کسی کو ہمت مقابلہ بھی نہ ہوئی (دیکھو براہین احمدیہ۔ نور الحق۔ اعجاز المسیح۔ اعجاز احمدی

وغیرہ کتب مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ کو۔+)

(۵) **پانچویں** بات کہ وہ جزیہ کو اُٹھا دے گا۔ اِس کے معنی ظاہری ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جزیہ کا لینا قرآنی حکم ہے۔ پھر کس کی مجال ہے کہ اِس حکم کو منسوخ کر دے اور اپنی نئی شریعت چلائے۔ پس اِس کے صاف اور صریح معنے یہ ہیں کہ وہ موعود ایسی خلافت لے کر آئے گا کہ جس کو ظاہری حکومت سے سروکار نہ ہوگا۔ اِس کے اُسکو جزیہ لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ورنہ جس خلیفہ کے ہاتھ میں ظاہری حکومت بھی ہو اُسکی کیا مجال ہے کہ اِس حکم قرآنی کو ٹال دے اور اپنے ملکوں سے جزیہ کو اُٹھا دے۔ ہاں کوئی خودساختہ خلیفۃ المسلمین ایسا کرے تو کر دے مگر خدا کا قائم کردہ خلیفہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اُس موعود کے وقت میں مسلمانوں کے سوا جتنی قومیں ہیں وہ مسلمان ہو جائینگی اور جو مسلمان نہ ہونگی وہ قتل کر دی جائینگی پھر جزیہ کس سے لیا جائے گا۔ تو یہ کارروائی بھی قرآن کریم کے بالکل خلاف اور اُس کے حکم کے تضاد میں واقع ہوگی۔ کیونکہ قرآن کریم میں غیر مذہب والوں سے صلح کرنے اور جزیہ لے کر اُن کو امن دینے کا صریح حکم موجود ہے اور اِسی پر آنحضرت صلعم اور سارے خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔ پھر یہ کیسا خلیفہ آئے گا کہ قرآن کے حکم کو ٹال دے گا اور نئی شریعت چلائے گا۔ پس جزیہ اُٹھا دینے کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ بجز اِس کے کہ اس کو ظاہری حکومت سے سروکار ہی نہ ہوگا۔ اِس لئے اُس کو جزیہ لینے کی ضرورت بھی نہ ہوگی +

خاکسار

سید وزارت حسین احمدی

اگر آپ چاہتے ہیں کہ تشحیذ جاری رہے۔ تو اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کریں۔ اور ایک ایک خریدار دیں۔ ورنہ حالت نازک ہے ⁂

معارفِ قرآن

(فرمودۂ سیدنا و امامنا خلیفۂ ثانی صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ)

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ

مانی النفس سے مراد خواطر قلب نہیں یعنی ایسے خیال نہیں جو آنی طور پر بطور وسوسہ آتے اور گذر جاتے ہیں بلکہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ نے بتادیا کہ ایمان یا کفر کے عقائد مراد ہیں جو مرکوز خاطر ہوتے ہیں اور جن کا اثر انسان کے جوارح و اعمال پر پڑتا ہے۔ اَوْ تُخْفُوْہُ میں اُن لوگوں کا رد ہے جو ایسوں کی نجات کے قائل ہیں جو دل میں کفریہ عقائد رکھتے ہوں مگر بظاہر نماز روزہ کرتے ہوں +

وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ

جب اللہ تعالےٰ سے کوئی کتاب آئے گی تو لامحالہ اس کا لانے والا رسول ہی ہوگا۔ پس صاحب شریعت رسول کا ذکر تو اسی میں آگیا۔ مگر چونکہ ایسے رسول بھی ہوتے ہیں جو کسی قسم کی شریعت نہیں لاتے نہ اگلے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں اس لئے الگ فرمایا ورسلہ +

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

یعنی مومنین نہ صرف صاحب شریعت رسولوں پر بلکہ اُن رسولوں پر بھی جو شریعت نہیں لائے۔ ایمان لاتے ہیں اور ان دو نو پر ایمان لانے کے بارے میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتے (وَلَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ) یعنی یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صاحب شریعت پر ایمان لانا تو ضروری ہے اور اس کے نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر غیر صاحب شریعت رسول و امتی نبی و ظلی نبی (جس کی نبوت بہ طفیل و بہ افاضہ آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم ہو) پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ بلکہ وہ سب خدا کے فرستادوں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں۔ باقی درجہ میں تو ایک رسول دوسرے سے بڑھ کر ہوتا ہے +

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا

لا یکلف کے معنے تکلیف نہیں دیتا۔ وہی کرتے ہیں جو عربی زبان سے ناواقف ہیں۔ اس کے معنے ہیں کام سپرد نہیں کرتا۔ اسکے ذمے نہیں ڈالتا۔

لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے میری اُمت سے نسیان وخطا معاف ہے پھر یہ دُعا کیسی۔ جواب یہ ہے۔ کہ نسیان وخطا دو قسم ہے ایک وہ جو کہ معاف ہے۔ مگر بعض امور ایسے ضروری اور ایمان کے ساتھ بطور لازم وملزوم ہوتے ہیں کہ ان کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ ان کا بھلا دینا محض غفلت یا بے پروائی سے ہوتا ہے۔ اس پر مؤاخذہ ہوتا ہے اس لئے دُعا کی گئی کہ مواخذہ نہ ہو۔ اسی طرح ایک خطا اجتہادی ہوتی ہے مثلاً وضو کی آیت ہے۔ ایک شخص نیک نیتی سے پورے طور پر غور کرکے اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا چاہیئے۔ تو چونکہ یہ محل آیت دو معنوں کا محتمل ہے اس لئے ایسی خطا پر مؤاخذہ نہ ہوگا مگر بعض ایسے امور ہیں کہ وہاں خطا بغیر غفلت یا بے پروائی کے یا بجز کسی ابتدائی نافرمانی کے نہیں ہوسکتی۔ اس پر مؤاخذہ ہوگا۔ اس سے بچنے کے لئے یہ دُعا کی جاتی ہے +

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا

یعنی اے ہمارے رب ہم کوئی ایسا عہد نہ کریں جسے توڑ کر ہم مستوجب سزا ہوں جیسے کہ پہلے لوگ توڑ کر سزا پاتے رہے یہ مُراد ہرگز نہیں کہ پہلے لوگوں سے ایسے عہد لئے جاتے رہے اور اُن پر ایسے شریعت کے احکام نازل ہوتے رہے کہ ان کا بجالانا ان کے حیطۂ امکان سے باہر تھا۔ اس طرح پر تو خداتعالےٰ ظالم اور غیر منصف ٹھہرتا ہے یہ تو ایک دُعا کا طریق ہے۔ بندہ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتا ہے کہ ہم سے تو ایسا عہد جس کے توڑنے پر سزا ہو (یہ اصر کے معنے ہیں) نہ لیگا۔ یعنی ہمیں توفیق بخش کہ ہم جو پختہ عہد تجھ سے کریں اسے نباہیں +

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ؕ

جو لوگ وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ہم پر بارِ گراں نہ ڈال۔ یعنی کوئی سخت ناممکن العمل حکم نہ دے جیسا اگلوں کو دیا۔ وہ غور کریں کہ مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ میں پھر تکرار لازم آتا ہے یعنی پہلے کہا ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جو ہم اٹھا نہیں سکتے۔ اور پھر بھی یہ کہا کہ جو ہماری طاقت میں نہیں وہ ہمارے ذمے نہ لگا۔ اس میں یہ استدعا کی گئی ہے کہ ہم مشقت میں نہ پڑیں۔ لفظی طور پر تو یہ معنے بنتے ہیں کہ جس چیز کی ہمیں طاقت نہیں وہ ہمارے ذمے نہ ڈال۔ مگر اللہ تو ایسا کرتا نہیں۔ پس اس کے معنے محاورۂ زبان سے کھلتے ہیں ایک شعر ہے ؎ ولیس یبین فضل المرءِ الا۔ اذا کلفته ما لا یطیق ۔ جس امر کو انسان مشقت میں پڑکر سرانجام دے اسے مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ کہتے ہیں۔ پس دعا یہ ہے کہ ہم مشقت میں نہ پڑیں۔ ہمارے ذنوب اور ہماری کمزوریوں سے درگذر فرما۔ جو کسر تیری طاعت میں رہ جائے اسے معاف فرمادے۔ وہم بعض اوقات گناہ معاف ہو جاتا ہے مگر بدنامی تو رہ جاتی ہے۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ پردہ پوشی کر۔ یہاں تک کہ لوگوں میں بھی اس گناہ کا ذکر مذاکرہ نہ رہے۔ اور پھر اور بھی رحم کر کہ نہ صرف مجھے پاک کر۔ بلکہ ہم سب کو پاک کر کے توفیق دے کہ ہم دوسروں کو پاک کریں اور ہم اپنے مخالفوں پر غالب آئیں ۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

اس سے پہلے اس سوال کا جواب کہ ہم کیا خرچ کریں۔ یہ دیا جاچکا ہے کہ "عفو" عفو کے معنے ہیں زائد اور یہ زائد دو قسم ہے جو حاجت وضرورت سے بچ جائے۔ (۲) جو کام کا نہ ہو۔ اور تیسرے معنے اِس کے یہ ہیں بہتر سے بہتر چیز۔ اب ان سب باتوں کو ایک لفظ میں ادا کر دیا کہ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ۔ یعنی سب مال دیدیتے ہیں۔ یا اس کا حصہ۔ یہ دونوں پر مشتمل ہے کیونکہ جب ہم کہیں زید کو بند کر دیا تو سمجھا جائے گا کہ سب کا سب۔ لیکن اگر کہا جائے کہ زید کو مارا۔ تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جسم کے ہر ایک حصہ پر مارا

اسی طرح انفاق مال عام ہے۔ تمام پر بھی بولا جائے گا۔ اور اس کے ایک حصّہ پر بھی +

(۲) اَمْوَالَهُمْ ۔ میں ھُمْ سے ناجائز مال کی نفی کردی۔ یعنی یہ نہیں کہ ناجائز طور پر مال حاصل کر کے پھر خدا کے نام دیا جائے بلکہ محنت سے کسب حلال کرے۔ پھر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں +

(۳) بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔ ظلمت اور نور کو مصیبت اور خوشی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ عسر و یسر میں اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں (۲) اللَّيْل کو مقدم رکھنے میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک تو یہ لیل کے وقت انفاق ریا سے خالی ہوتا ہے دوم۔ رات کے وقت نیند سے اُٹھ کر کسی مصیبت زدہ کی مدد بہت بڑے عزم کا کام ہے +

(۴) پھر لیل و نہار کے مقابل میں سِرّ و علانیہ رکھا۔ سِرّ کو مقدم کیا سکہ اس میں علانیہ سے ایک خاص بات بھی ہے جیسا کہ اس سے پہلے فرمایا۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ یعنی صدقوں کا ظاہر دینا اچھی بات ہے اور اگر تم اسے چھپا کر محتاجوں کو دو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپ دے گا۔ یعنے جیسے تم نے ایک غریب کی پردہ پوشی کی اور اس کی غربت کو ظاہر نہونے دیا۔ اِسی طرح خدا تمہاری پردہ پوشی اور ستر عیوب کرے گا +

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ

لَ ۔ فائدہ اور تخصیص کے لئے آتا ہے۔ اس میں یہ بتایا کہ اجر جو اِن کو ملے گا۔ یہ ان کا حق ہوا۔ اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائینگے۔ دُنیاوی بادشاہوں کے انعام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انعام لینے والے کو اس سے متمتع ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ مثلاً جنگ میں بعض کو تمغے مرنے کے بعد ملتے ہیں یا یہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انعام ملا۔ مگر بوجہ موت یا کسی خوفناک بیماری کے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا +

عِنْدَ رَبِّهِمْ

اوّل ۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ ان پر کسی انسان کا احسان نہوگا

بلکہ ان کے رب کا ہوگا +

دوم یہ کہ انعام وسیع ہوگا کیونکہ دینے والا رب ہے وہ تو پہلے ہی بہت انعام کرتا ہے۔ اب جو اجر دے گا۔ تو وہ کس قدر بڑا ہوگا +

سوم یہ کہ حق تو اللہ کا بندے پر ہے مگر یہاں فرمایا کہ اللہ جو کچھ دے گا بندے کا حق بنا کر دے گا +

چہارم یہ کہ جو کچھ دے گا وہ بندے کے حق میں مفید ہوگا۔ کیونکہ وہ بچپن سے پرورش کرتا آتا ہے۔ اس لئے وہ خوب جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے کیا کچھ مفید ہوگا +

پنجم اس میں ایک اور بشارت ہے کہ یہ انعام جو ملے گا تو رب کے پاس ملے گا۔ یعنی انعام ملے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا تک پہنچ جاؤ گے اور اس کے قرب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔ دنیا میں بھی یہ دستور ہے کہ بادشاہ کی طرف سے جو خطاب دیا جاتا ہے وہ کسی افسر کی معرفت پہنچا دیا جاتا ہے مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انھیں خود بادشاہ اپنے حضور بلا کر اپنے ہاتھ سے تمغہ پہناتا ہے +

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

مال خرچ کرنے کے بعد دو حالتیں ہو سکتی ہیں ایک آئندہ ضرورت پر کیا ہوگا۔ دوم مال خرچ کر کے پچھتانا کہ یہ ضائع ہی گیا۔ فرمایا۔ ان لوگوں میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں +

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا

یاکلون فرمایا یاخذون نہ فرمایا۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔ اکل الشئے کسی دوسرے کی چیز پر قبضہ کرنے کو کہتے ہیں (۲) واپس نہ لوٹ سکے۔ ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں کہ وہ تو مال کھا گیا۔ یا ہضم کر گیا۔ بس یہ جتانا مقصود ہے کہ یہ ربٰوا خود اس کا مال نہیں بلکہ غیر کا مال ہے۔ جس پر وہ بیجا قبضہ کرتا ہے +

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

شیطان کہتے ہیں شرر والی چیز کو مس کے

معنے جنون- پس فرمایا کہ سود خوار خبط والی چیز جس سے مراد یہاں جنون ہے اس سے گر پڑنے والے کیطرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسلمانونکی تباہی یا سود دینے سے ہوئی یا سود لینے سے۔ یہ کہنا کہ غیر مسلم قومیں سود خواری سے ترقی کر رہی ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے پس جسکے لئے حکم ہے اسی کو نافرمانی کی سزا ملیگی + دوم ایک شخصی تباہی ہوتی ہے۔ ایک قومی تباہی- ہر ایک بات اپنے وقت پر ہوتی ہے پس اعتراض قبل از وقت ہے +

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا	عقل بھی کہتی ہے کہ بیع اور ربوا ایک نہیں- پھر جب خدا نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام کیا ہے تو ضرور اس میں فرق ہونا چاہیئے +
يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ	بدقسمت مسلمانوں نے اپنے تنزل کا علاج یہ سوچا ہے کہ سود لیا جائے مگر خدا تعالےٰ نے فرمادیا ہے کہ جب ایسا زمانہ آئیگا کہ مسلمان تنزل میں ہونگے تو اسوقت وہ قوم بڑھے گی کہ جو

صدقات دینے والی ہوگی +

اس پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ سود کے بارے میں تو مشاہدہ ہے کہ بڑھتا ہے پھر اسکی نسبت گھٹنے کا لفظ کیسے بولا جاسکتا ہے اس کا جواب كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ میں دیدیا ہے کہ وہ آدمی جو اللہ کا نافرمان اور زیادتی کرنیوالا ہے۔ نہ صرف خود خدا کے حکم کو توڑتا ہے اور دوسروں کو دکھ پہنچاتا ہے- اس لئے سزا ملے گی +

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا	بعض لوگ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ راس المال بھی صدقہ کردو- تو بہتر- مگر یہ اُس صورت میں ہوتا کہ اِنْ ہوتا- اصل میں

پچھلے مضمون کو دُہرایا ہے کہ ہر چند ربوا خوار دوسرے کا مال خود لیتا ہے اور صدقہ دینے والا اپنا مال دوسرے کو دیتا ہے مگر پھر بھی صدقہ دینا بابرکت ہے +

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ	اِس میں یہ بتایا کہ جیسے تم نے اپنا قرض کسی سے وصول کرنا ہے- ایسا ہی تم سے بھی خدا نے قرض لینا ہے وہ قرض کیا ہے- دی ہوئی طاقتیں- قوئی +

پس اگر تم فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ - کی تعمیل میں اپنے قرضداروں سے قرض وصول کرنے میں ڈھیل کروگے تو خدا بھی قرض وصول کرنے میں ڈھیل سے کام لے گا۔ عمر بڑھا دے گا۔ جس سے تمہیں تلافی مافات کا اچھا موقع ملے گا ۔

(۲۷۔ مئی ۱۹۱۵ء)

ماہِ رمضان المبارک کی تقریب پر کتب میں خاص رعایت

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
احسن القصص	۲؍	۱؍	مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸؍	۴؍
درثمین اردو	۵؍	۰؍	" " " دوم	۸؍	۶؍
درس قرآن شریف کے نوٹ۔	۴؍	سعہ	" " " سوم	۸؍	۸؍
حیدرآبادی مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے۔	ے		احمد	۱؍	۰؍
			احمدی عقائد	۰؍	۔؍
ادعیۃ الاحادیث	۱؍	۰؍	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات	۴؍	۳؍
طبیب روحانی	۲؍	۰؍	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ	۶؍	۵؍
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱؍	۰؍	تمام موجودہ اعتراضوں کا جواب		
ادعیۃ القرآن	۲؍	لا	نوزولی کے متعلق تمام مسئلے	۳؍	۲؍
مجموعہ الہامات حضرت اقدس حصہ اول کشوف	۴؍	[illegible]	احمد کامیابی کی صداقت کا ثبوت		
" " " دوم	۴؍	[illegible]	قرآن مجید سے	۳؍	۲؍
" " " سوم	۴؍	[illegible]	حضرت صاحب کی کتب سے مسئلہ		
ہدایات دربارہ معاملات	۲؍	۱؍	نبوت کے متعلق تمام حوالے۔	۶؍	۴؍
خطبات نور حصہ اول	۱۰؍		شیعہ کی کتب سے مہدی آخر زمان		
" " دوم	۸؍	عہ	کا ثبوت ؎	۴؍	۴؍

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
شدھی کی اشدھی	۲ر		النصح	۲ر	ار
دھرم پال کا کچا چٹھا	ار		مباحثوں کی روشنی والا تشحیذ	۱۲ر	۰
مصلح موعود و خلافت محمود	۸ر		البرق	۲ر	ار
تذکرۃ الذاکرین	لعہ		القاء ربانی	عہ	۶ر
ثنائی ہرزہ درائی	۲ر		التبلیغ المبین	ار	۶ر
ثنائی چکر	ار		خصوصیات مسیح موعود	ار	۹ر
ملائے خلق	۸ر		تحفۂ اکمل۔ حصہ دوم	۲ر	۲ر
ختم نبوت کی حقیقت	۸ر		" " " سوم	۲ر	ار
بدر کامل	۳ر		تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۷	۸ر	۶ر
آئینہ حق نما	۱۲ر		" " " " پ۲۸	"	"
پیدائش عالم	۳ر		" " " " پ۲۹	"	"
تذکرۃ المہدی	عہ		اربعین	۳ر	۲ر
اسرار روایات کربلا	ار		نماز مترجم	۱۰ر	۹ر
حل چیستان مرزا کا جواب	ار	۶ر	غلامی	۵ر	۴ر
قدامت روح مادہ	۵ر	۲ر	عصمت انبیاء	۱۰ر	۸ر
اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا یا شمشیر	۳ر	۲ر	ترجمہ انگریزی حصہ اوّل	۲ر	۰
ضرورت نبی	۲ر	۱ر	" " " دوم	۳ر	۵ر
گوشت خوری	۳ر	۲ر	ظہور المسیح	۶ر	۳ر
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰ر	۵ر	آیۃ الحفیظ کی آمین	۹ر	۲ر
مبادی الصرف	۲ر	ار	آثار مبارکہ	ار	۶ر
ابطال الوہیت مسیح	ار	۶ر	تفسیر القرآن۔ مصنفہ شیخ یعقوب علی	عہ	۸ر
حقیقت نماز	۸ر	۵ر	دافع البلاء	۳ر	ار

نئی تصانیف جو ابھی ابھی شائع ہوئیں

مباحثہ شملہ کا فیصلہ

پچھلے دنوں شملہ کے غیر مبایعین اور مبایعین میں ایک بہت بڑا مباحثہ نبوت مسیح موعود کے بارے میں ہوا جسمیں بذریعہ خاص چٹھی کے مولوی محمد علی صاحب نے بھی حصہ لیا۔ اور بہت سی ہدایات دیں حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بھیجا۔ اور انھوں نے بھی اپنا پورا زور لگایا۔ اس مباحثہ میں ثالث جناب شیخ محمد عمر صاحب بی۔ اے وکیل قرار پائے۔ جناب ممدوح نے ایک مطول طویل فیصلہ نہایت مدلل لکھا ہے۔ جس کا حجم ۵۶ صفحے ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ صاحب نے کسقدر محنت اسبارے میں کی۔ تمام کتب حضرت مسیح موعودؑ آپ کے زیر نظر ہیں۔ فریق ثانی کو اپنے تمام اعتراضات پیش کرنے کا پورا موقعہ دیا۔ پھر ان کا ایک ایک کر کے جواب دیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ ہر احمدی کے پاس ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں نبوت مسیح موعود پر مختصر مگر جامع و مدلل بحث مع حوالجات کتب موجود ہے۔ ہم اس فیصلہ کو غیر مبایعین پر اس لحاظ سے بطور حجت پیش نہیں کرتے کہ چونکہ ثالث نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ اس لئے مان لو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان دلائل کو دیکھو جو اسمیں دئے گئے ہیں۔ اور جن کے ذریعے ایک منصف مزاج جو فریقین کی جنبہ داری سے قطعاً محفوظ ہے۔ اس نتیجہ تک پہنچا ہے۔ جس تک ہم خدا کے فضل سے پہونچے ہیں۔ اس رسالہ کی قیمت صرف ۳؍ ہے جو صاحب چاہیں ۳؍ کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ وی پی منگوالیں۔ میں اس رسالہ کی اشاعت پر محب مکرم مولوی عمر الدین صاحب احمدی مناظر منجانب مبایعین شملہ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے ان کو جزاکم اللہ جزاءً خیرا کہتا ہوں ؁

پیغام حق

مولوی محمد احسان الحق صاحب نے اپنی بچی امۃ الحق کی یادگار میں یہ کتاب چھپوائی ہے جسمیں غیر احمدیوں کو سلسلہ احمدیہ کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے بہت سے دلائل قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے مندرج ہیں۔ تبلیغ کے لئے یہ رسالہ نہایت ہی مفید ہے۔ سرکاری درسی کتب کی طرز پر اسکی لکھوائی ہے۔ اور کاغذ و چھپوائی بھی قابل تعریف۔ قیمت ۳؍ محصول ۱؍ احباب اس کتاب کو منگا کر دیکھیں۔ ملنے کا پتہ :۔ تشحیذ قادیان ؁

نام کتاب	دیسی	ولایتی	نام کتاب	دیسی	ولایتی
صراط مستقیم	۲ر	ار	سلک مروارید۔ حصہ اول	۳ر	۲ر
ہدیہ ثاقب	۲ر	ار	مجربات نور الدین۔ حصہ اول	۱۰ر	۵ر
مخمس سلیم	۲ر	ار	" " " دوم	۱۰ر	۵ر
سر الشہادتین	۳ر	ار	" " " سوم	۱۰ر	۵ر
کلام محمود	۴ر	۴ر	کسر صلیب نمبر ۱	ار	۶ر
محمد رسول اللہ	امر	ار	" " نمبر ۲	ار	۰ر
اسلام کی پہلی کتاب	۰۲ر	۰۳ر	چمکار محمدی	۸ر	۴ر
چولہ باوا نانک رحمۃ علیہ نمبر ۱ و ۲	۶ر	۰ر	چمکار مہدی	۲ر	ار
معیار حق	۶ر	۰ر	مورکھ سیدھ	ار	۶ر
عمدۃ الاحکام	۸ر	۴ر	منصب خلافت	ار	۱۸ر
بلوغ المرام۔ صرف عربی متن	۱۲ر	۹ر	مسدس محمد	۶ر	
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۰۲ر	۰۳ر	وصال حبیب	۰ر	
الاسماء الحسنٰی	۵ر	۰۴ر	برکات خلافت	۳ر	
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	ار			

سرمۂ نور۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب کے مجربات سے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)
مرہم عیسےٰ۔ ڈبی کلاں عہ۔ خورد ۱۲ر
روغن کافور۔ ایک روپیہ فی شیشی۔ یہ دوائیں اکثر بیماریوں کے لئے نہایت مجرب ہیں
مفرح یاقوتی۔ فیڈبیہ ساڑھے چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ

دفتر تشحیذ الاذہان قادیان

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

Digitized by Khilafat Library

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل، دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر

دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کو ٹنے پیسنے کی تکلیف سے بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں

۱۔ روغن صندل۔ سوزاک کے لئے نہایت درجہ مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ر
محصول ایک سے چار شیشی تک پانچ آنے۔ ۵ر

۲۔ روغن اجوائن۔ قے اور بدہضمی کی ایک ہی دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصول ۵ر

۳۔ روغن سونٹھ۔ یہ بھوک کو بڑھاتا ہے۔ اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ قیمت
فی شیشی ۵ر۔ محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ر

۴۔ روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔
قیمت فی شیشی ۴ر۔ محصول سے ایک چار تک ۵ر

۵۔ روغن دال چینی۔ یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے۔ اور یہ چیز نہایت
خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ر محصول ایک سے چار تک ۵ر

۶۔ روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے۔ اور درد شکم و بدہضمی کو
مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۴ر۔ محصول ۵ر

۷۔ روغن لیمو۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا،
قیمت فی شیشی ۸ر محصول ۵ر

۸۔ روغن پیپر منٹ۔ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرتے میں یہ
ایک بہت مشہور دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ر۔ محصول ۵ر

۹۔ روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے۔ اور بھوک بڑھاتی ہے۔ قیمت ۶ر
محصول ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۝

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۱ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۶ء مطابق شوال سنہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۸

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

		صفحہ
کشتی نوح	مولوی عمر الدین صاحب شملہ	۱ تا ۸
بشارات القرآن	مولوی احمد الدین صاحب ناروال	۹ " ۲۴
کتاب الایمان	اکمل	۲۵ " ۳۶

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ

غیر ممالک سے عار/ ۸

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب مصر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

وَيُكَلِّمُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً

کلام شادِ قادیانی

حضرت فرخ قادیانی کا وہ کلام جو عنفوانِ شباب میں زیبِ رقم فرمایا۔ گو ہے گاہے تشحیذ میں چھپتا رہا ہے اسوقت کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہی نوجوان جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ محمد ثانی علیہ التحیۃ والثناء کے خطاب سے سرفراز ہونیوالا ہے۔ آج ہم حضرت شادِ قادیانی کا وہ کلام پیش کرتے ہیں جو ۱۴ برس کی عمر کا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مطاع قوم بننے والا مبارک وجود بچپن میں کن پاکیزہ جذبات کو اپنے سینے کے اندر رکھتا تھا +

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیمارِ عشق ہوں ترا۔ دے تُو شفا مجھے

جب تک کہ دم میں دم ہے اسی دین پر رہوں
اسلام پر ہی آئے جب آئے قضا مجھے

بیکس نواز۔ ذات۔ ہے تیری ہی اے خدا
آتا نظر نہیں کوئی تیرے سوا۔ مجھے

منجملہ تیرے فضل و کرم کے ہے یہ بھی ایک
عیسٰے مسیح سا ہے دیا رہنما مجھے

تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی
گر یہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ ملا مجھے

ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو
بحرِ گناہ میں ڈوب رہا ہوں۔ بچا مجھے

موسیٰ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں
زنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم۔

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہِ اگست ۱۹۱۶ء

کشتیٔ نوح

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت نصیحت کی اور ہر طرح سمجھایا کہ وہ راہ ہلاکت کو چھوڑ راہ ہدایت کو اختیار کرے لیکن اس قوم نے بجائے خدا تعالےٰ کے نذیر کی آواز پر لبیک کہنے کے انکار پر اصرار کرنا اپنا شیوہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے مایوسی ہو گئی۔ کیونکہ جسقدر آپ ان کو رحمت الٰہی کے قریب کرنے کی کوشش کرتے اسی قدر وہ شریر قوم دُور بھاگتی۔ جس قدر آپ کھول کھول کر دعوت حق کرتے اسی قدر وہ بدبخت قوم اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالتی۔ اور اپنے آپ کو نوح علیہ السلام سے چھپاتی اور ضد کرتی اور بہت ہی تکبر کے ساتھ دعوت حقہ کو رد کرتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۶ء

کشتی نوح

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت نصیحت کی اور ہر طرح سمجھایا کہ وہ راہ ہلاکت کو چھوڑ راہ ہدایت کو اختیار کرے لیکن اس قوم نے بجائے خدا تعالےٰ کے نذیر کی آواز پر لبیک کہنے کے انکار پر اصرار کرنا اپنا شیوہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے مایوسی ہو گئی۔ کیونکہ جسقدر آپ ان کو رحمت الٰہی کے قریب کرنے کی کوشش کرتے اسی قدر وہ شریر قوم دور بھاگتی۔ جس قدر آپ کھول کھول کر دعوت حق کرتے اسی قدر وہ بدبخت قوم اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالتی۔ اور اپنے آپ کو نوح علیہ السلام سے چھپاتی اور ضد کرتی اور بہت ہی تکبر کے ساتھ دعوت حقہ کو رد کرتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان

کے گناہوں کی سزا کا وقت آپہنچا۔ اور نوح علیہ السلام نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ:-

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۲۹/۱

یعنی اے میرے رب تو اس زمین پر کافروں کی کوئی بستی نہ چھوڑ۔ اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیرت الٰہی جو اپنے پیاروں کی خاطر تمام جہان کو زیر و زبر کر دیتی ہے جوش میں آگئی۔ اور حکم دیا کہ:-

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ - ۱۲/۴

اے نوح تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔ اور اب ظالموں کے متعلق کوئی سفارش نہ ہو۔ چنانچہ کشتی بنائی گئی۔ جس پر قوم ہنستی تھی۔ لیکن عذاب الٰہی قہری بارش کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ آسمان پھٹ گیا زمین سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور بڑا عظیم الشان طوفان آیا اور نوح کی پکار کے مطابق سرکش ہلاک کئے گئے اور نوح اور آپ کے اہل بچائے گئے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:-

وَنُوْحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ ۱۷/۶

یعنی نوح نے جب دعا کی تو ہم نے انکی دعا قبول کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے نوح کو مع اس کے اہل کے کرب عظیم سے نجات بخشی۔ دوسری آیات میں آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والے تمام لوگوں کے اس طوفان عظیم سے بچنے کا ذکر ہے اور آپ کے مخالف ظالموں کی ہلاکت کا بیان ہے۔ جو دلیل ہے حضرت نوح کے منجانب اللہ ہونے کی۔

اب ہم اس واقعہ کو مدنظر رکھ کر مسیح موعود کی صداقت کو پرکھتے ہیں تو آپ کی صداقت نہایت صفائی سے ثابت ہوتی ہے بلکہ یقیناً نوح علیہ السلام کی صداقت سے مسیح موعود کی صداقت زیادہ قوی اور روشن دلائل سے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مامور کئے جاتے ہیں۔ ادھر قدیم سنت اللہ کے مطابق آپ کی مخالفت میں آوازیں بلند ہوتی ہیں اور لوگ قوم نوح کی طرح شرارت سے پیش

آتے ہیں۔ نہ صرف مسیح موعود کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں بلکہ ہر قسم کی ایذا رسانی سے کام لیتے ہیں اور کوئی پہلو ایسا باقی نہیں چھوڑتے کہ جس سے مسیح موعود کی توہین اور تذلیل ہو کاش لوگ اس شرارت سے باز رہتے اور غضب الٰہی سے دُنیا میں تو بچ جاتے۔ ایک طرف معاصی کا زور اسقدر کہ مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ اور کوئی بدی نہ تھی جو اس گروہ میں نہ آگئی ہو۔ غرض یہود و نصاریٰ کی سی حالت تھی اور یہ پیشگوئی جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی تھی کہ:-

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرًا بشبرٍ اذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لاتبعتموهم قلنا یا رسول الله الیهود والنصاریٰ قال فمن (اخرجه البخاری)

بالکل پوری ہوچکی تھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ میں اس حدیث کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ سب کچھ میں نے دیکھ لیا۔ واقعی مسلمان یہود و نصاریٰ ہو گئے اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپ کو بتایا گیا کہ قیامت قریب آگئی اور مہدی علیہ السلام نکلنے کو ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

علمنی ربی جل جلاله ان القیامة قد اقترب والمهدی تهیئا للخروج والکمال قد انقطعت نموه بعد حامل الطریقة المتنافرة وعسے ان لا یکترث هذا الوحی اطول الاعمار فسبحان الله ماذا نزل من الفتن بحسب امر من الکمال ان یتعکس فیه انوار الحامل الوحی انا لله وانا الیه راجعون - تفہیمات الٰہیہ

اور حضرت شاہ صاحب نے تفہیمات میں ظہور المہدی کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ:-

فانه لما طغی النصرانیون علی ملة الاسلام کان من حکمت الله ان یظهر من آل النبی صلے الله علیه وسلم قامعًا لطغیانهم -

غرض جس بلا کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے آج سے قریبًا دو سو برس پہلے دیکھا تھا وہ بلا تیرھویں صدی کے آخر میں کامل ہوچکی۔ اس لئے قدیم وعدوں کے مطابق مہدی موعود

چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگیا اور سیل ضلالت کو دیکھ کر آپ نے طاعون کے بھیجے جانے کی دُعا کی، جو آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے عیاں ہے :۔

ولما طغی الفسق المبید بسیلہ تمنیت لو کان الوباء المتبرُ

یعنی جب فسق ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک کرنیوالی طاعون چاہیئے پس خدا تعالےٰ نے جو قدیم سے اپنے رسولوں کی مدد کرتا آیا ہے، اُس نے دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور اہلِ دُنیا کو اُن کے ظلموں کی سزا دینے کے لئے بڑے بڑے زبردست حملے کئے جنمیں سے ایک طاعون بھی ہے جس کا حملہ معلوم نہیں کب ختم ہو اور اس سال تو وہ بشدت پھوٹ پڑی ہے لیکن قبل اسکے کہ وہ ظاہر ہوتی خدا کے مسیح نے ازراہ ترحم دُنیا کو خبردار کیا۔ اور بتایا کہ طاعون کے سیاہ پودے پنجاب میں لگائے گئے ہیں۔ اس لئے اگر دُنیا اپنی بھلائی چاہتی ہے، تو اب بھی وہ میری اطاعت اختیار کرلے ورنہ اب یہ عذاب ٹل نہیں سکتا لیکن لوگوں نے ہنسی کی اور کہا کہ یہ جھوٹ ہے حالانکہ وبا کے پڑنے کی خبر براہین احمدیہ میں بھی موجود تھی۔ مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ اب غیرت الٰہی کچھ دکھانیوالی ہے۔ غرض طاعون کا عذاب الٰہی بڑے زور سے پھوٹ پڑا اور لوگوں کو کوئی بچنے کی صورت نظر نہ آئی اور ہر فرد بشر بزبانِ حال وقال این المفر۔ این المفر۔ پکار اُٹھا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ عذاب الٰہی نازل ہوتا خدا تعالےٰ نے مسیح موعود کو مخاطب کرکے فرمایا کہ :۔

اِنّی احافظ کلّ من فی الدار و احافظک خاصۃ

یعنی میں ہر ایک فرد بشر کو جو تیری چار دیواری کی کشتی میں ہے بچاؤں گا اور تجھے جو کشتی بان ہے خاص طور پر بچاؤں گا۔ پھر یہ وعدہ الٰہی کچھ عمومیت کے ساتھ آپ کے قریہ کے متعلق بھی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ :۔

لولا الاکرام لھلک المقام۔ انہ اوی القریۃ

یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک کردیا جاتا۔ مگر چونکہ ہمیں تیرا پاس ہے اس لئے یہ قریہ ہلاکت سے بچایا جائے گا اور اس پر عذاب شدید جھاڑو دینے والی صورت میں ہرگز نازل نہ ہوگا۔ پھر یہ وعدہ الٰہی کچھ اور عمومیت کے رنگ میں تمام

قوم کے لئے بھی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ :-

"کہ آں سعید ز طاعون نجات خواہد یافت | کہ جست و جست پناہے بچار دیوارم
مراقسم بخدا و نہ خویش و عظمت او | کہ ہست ایں ہمہ از وی پاک گفتارم

جو نشانِ صداقت ان شعروں میں مذکور ہے اسکی تشریح مسیح موعود نے اس طرح کی ہے کہ :-

وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جسکے علم تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہو گا۔ بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر اور خدا کے احکام اور اسکے مامور کے سامنے کسی طرح متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو" (کشتی نوح صہ۲)

وہ وحی الٰہی کہ جس میں اس کشتی نوح کے بنائے جانے کا حکم دیا گیا اس طرح پر ہے :-

واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔

اس فلک سے مراد یہ ہے اور لکڑی کی کشتی نہیں بلکہ تعلیم الٰہی کی کشتی مراد ہے جو خدا کی وحی کے مطابق بنائی گئی اور ایسے ہی انی احافظ کل من فی الدار کے معنے سمجھنے چاہئیں کیونکہ مسیح موعود نے لکھا ہے کہ :-

"یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں" (کشتی نوح صہ۱۰)

مذکورہ بالا الہامات و اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج بدیہی طور پر نکلتے ہیں :-

(۱) حضرت مسیح موعود خاص طور پر طاعون سے محفوظ رہینگے +

(۲) آپ کے اہل جو آپ کے گھر کے اندر ہیں وہ بھی طاعون سے محفوظ رہیں گے +

(۳) قادیان کے احمدی نسبتاً و مقابلتہً زیادہ محفوظ ہیں +

(۴) قادیان پر کبھی ایسی طاعون وارد نہ ہوگی کہ جس سے لوگ کتوں کی طرح دیوانہ ہو ہو کر بھاگیں اور مریں +

(۵) حضرت مسیح موعود کے جملہ مخلص خادمین (احمدی) طاعون سے بچائے جائینگے +

(۶) ایسے احمدی جو متکبر۔ مغرور۔ غافل۔ خودپسند ہوں اور جنکی عملی حالت موافق تعلیم احمدیہ نہ ہو۔ ان کے لئے حفاظت کا وعدہ نہیں بلکہ "ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے قائم نہیں یا انکی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو اُن پر طاعون وارد ہو سکتی ہے" (کشتی نوح صہ) +

اب ہم صورت حال پر نظر ڈال کر غور کرتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ بیشک حسب اعلان مسیح موعود ملک میں خطرناک طاعون کا سیلاب آیا اور اس طوفان کے وقت مذکورہ بالا وعدے جن کو ہم نے چھ نتیجوں کی صورت میں بیان کیا ہے۔ ایسی طرح پورے ہو گئے کہ اب انکار کی گنجایش نہیں اور وہ لوگ جو مسیح موعود کے منکر ہیں اگر وہ ان نشانوں پر ہی غور کرتے تو انھیں صداقت مسیح موعود کا اعتراف کرنا پڑتا۔ مگر وہ تو نوح کی قوم سے بھی سخت دل نکلے جو کشتی نوح سے بڑھ کر معجزہ دیکھتے ہوئے بھی غافل ہیں جو ایک مسلم کی شان سے بعید ہے :. .. ... منکران مسیح موعود زبان سے تو اسلام کے مدعی ہیں مگر انھیں قرآن کا شاید اعتبار نہیں رہا۔ غور کرو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

ما کان ربك مهلك القرىٰ حتى يبعث فى امها رسولا يتلوا عليهم اٰيٰتنا وما كان ربك مهلك القرىٰ الا واهلها ظالمون ؀

یعنی نہیں ہے تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا۔ جبتک کہ ان بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں جو اللہ کے نزدیک ان بستیوں کی ماں کے حکم میں ہو (یعنی وہ بستی کہ جس سے روحانی پرورش مقصود ہو) رسول مبعوث نہ کر دیا جاوے جو خدا کے احکام ان لوگوں کو سنائے اور نہیں ہے تیرا رب کسی بستی کو ہلاک کرنے والا مگر اُس حال میں کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہوں +

اِس آیت سے جہاں یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ دُنیا اس وقت یہود کی طرح ظالم ہو چکی ہے جسکی وجہ سے وہ قابلِ سزا ٹھہری۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس عالمگیر عذاب کے وقت یقیناً کوئی رسول مبعوث ہؤا۔ اور تم جانتے ہو کہ بجز حضرت مسیح موعود کوئی تمہارے سامنے مدعی رسالت نہیں۔ اور مسیح موعود نے ہی اس عذاب کی خبر بھی دی تھی۔ پس جس نے اس کا انکار کیا اس نے قرآن شریف کا انکار کیا۔ کیا کوئی مسلمان ہے جسے قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے پر یقین ہو اور پھر وہ اس عذاب عالمگیر کو دیکھتے ہوئے جسکی نظیر صدیوں سے دُنیا میں پائی نہیں گئی۔ یہ کہہ سکے کہ گو اللہ تعالےٰ نے پہلے ہمیشہ ایسا ہی کیا کہ نزول عذاب سے پہلے رسولوں کو نازل کیا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ:۔

فلن تجد لسنّت اللہ تبدیلا۰ ولن تجد لسنّت اللہ تحویلا۰ ۲۲/۱۲

یعنی تم سنّت اللہ کو ہرگز بدلا ہؤا نہ پاؤ گے اور ہرگز سنّت اللہ میں کسی قسم کی تحویل نہ پاؤ گے پس یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی اس سنّت قدیم کو بدل دے۔ جس کا ذکر کھول کھول کر قرآن پاک میں بار بار کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

وما کنّا معذبین حتّی نبعث رسولا ۰ ۱۵/۲

یعنی ہم کبھی عذاب نازل نہیں کرتے جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں۔ اب منکران رسالت مسیح موعود کو اگر قرآن شریف پر ایمان ہوتا تو وہ ضرور اس عالمگیر عذاب کو دیکھ کر یقین کر لیتے کہ واقعی مسیح موعود خدا کا رسول ہے جس کے آنے کے بعد مجرموں کو عذاب الٰہی نے پکڑ لیا۔ تا یہ عذاب اسکی رسالت پر نشان ہو۔ اور اگر باوجود اس عذاب الٰہی کے جو تمام دُنیا پر حاوی ہے یہ کہا جاوے کہ عذاب الٰہی کے آنے سے پہلے کسی رسول کی بعثت کی کوئی ضرورت نہیں تو یہ دلیل ہے قرآن شریف پر ایمان نہ ہونے کی اور یہی ثابت کرنا تھا +

اب ہم اپنے اصل کلام کی طرف رجوع کر کے پھر کہتے ہیں کہ مسیح موعود کی صداقت پر صرف عذاب کا آنا ہی ایک شہادت نہیں بلکہ اس عذاب کے سیلاب کے وقت کشتی نوح کے ذریعہ دُنیا کا نجات پانا ایک نہایت ہی زبردست آسمانی شہادت ہے دیکھو مسیح موعود مع اپنے اہل و عیال اور تمام ان لوگوں کے جو آپ کے گھر کے

مگر اس زمانہ میں ایسا نہیں کیا۔

اندر تھے طوفان طاعون سے بچائے گئے۔ نوح کے ہمراہی تو کشتی کے ذریعہ بچائے گئے مگر مسیح موعود کے ہمراہی بغیر کشتی کے ہی طوفان سے بچائے گئے اور یقیناً یہ معجزہ پہلے معجزہ سے بہت بڑا ہے گو طوفانِ آب کے وقت نوح علیہ السلام کا مع اپنے ساتھیوں کے بچایا جانا ایک کھلا معجزہ ہے پر پھر بھی وہ بچنا ایک کشتی کے ذریعہ تھا اور کشتی کا خاصہ ہے کہ وہ پانی پر تیرتی ہے اور بڑے بڑے سمندروں کا سفر جہازوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے لیکن قادیان کے صدہا گھروں میں مسیح موعود کا بھی ایک گھر ہے اور ایسا بھرا ہوا گھر کہ سَو کے قریب مرد و زن اس میں شامل ہیں اور طاعون کے روکنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں لیکن کیا مجال کہ طاعون کا ایک کیڑا بھی اس مقدس گھر کے اندر داخل ہوسکے۔ کسی انسان کو تو کیا اس پاک گھر کے اندر کسی اور جاندار کو بھی طاعون نہوا اور اس پر طرہ یہ کہ حضرت مسیح موعود للکار کر تمام دُنیا کو کہتے ہیں کہ کیا کوئی ہے جو اس قسم کی حفاظت کا وعدہ اپنے لئے یا اپنے گھر کے لئے یا اپنے شہر کیلئے کر سکے مگر کسی کو یہ حوصلہ نہوا کہ مقابلہ کرے:

مولوی محمد علی صاحب جو اسوقت اس کشتی نوح میں سوار تھے انھیں خطرہ پیدا ہوا کہ شاید مجھے طاعون ہو گیا ہے تو چونکہ یہ وعدہ الٰہی پہلے سے ہو چکا تھا کہ انی احافظ کل من فی الدار اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے جلال سے فرمایا کہ:۔

"اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۵۳)

آپ کے یہ الفاظ صرف اس بنا پر تھے کہ انی احافظ کل من فی الدار کا الہام موجود تھا چنانچہ ان الفاظ کا اثر یہ ہوا کہ فوراً بخار جاتا رہا اور مولوی محمد علی کو یقین ہو گیا کہ مسیح موعود خدا کا برگزیدہ ہے۔ اب بتاؤ کیا یہ معجزہ مسیح موعود کے رسول ہونے کی اس سے بڑھ کر شہادت نہیں دیتا جو کشتیٔ نوح کے معجزہ نے نوح نبی اللہ کے رسول الٰہی ہونے پر شہادت دی تھی۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ معجزہ جو مسیح موعود کا ہے جسے برسوں سے ہم دیکھ رہے ہیں ایسا زبردست نشان ہے کہ اسکی نظیر ملنی مشکل ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے بچے تھے یہاں بھی ابراہیم ثانی بمع تمام اُن لوگوں کے جو آپ کے گھر میں تھے طاعونی آگ سے بچے اور وہ نشان پورا ہوا جو فرمایا تھا کہ:۔

"آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" عمر الدین احمدی

بشارات القرآن

اعوذ باللہ میں ایک پیشگوئی

الله تعالےٰ ہمارے خاتم المرسلین صلعم کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب تو قرآن کو پڑھنا شروع کرے تو پہلے اپنے اللہ جامع جمیع صفات سے پناہ طلب کر لیا کر۔ یہ شیاطین ہلاک ہونیوالے کے فریب و مکاریوں کے بارہ میں ہے۔ سو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کا پڑھنا ہم سب کے لیے سنت بھی اور فرض بھی ہو گیا + اور خدا تعالےٰ علیم کل کا تاکید سے یہ حکم نافذ فرمانا بے حکمت نہیں ہے بلکہ اس میں دائمی بشارت ہے اور دشمن کے لئے ایک حربہ ہے جس سے اعدا کی ساری طاقتوں کو نیست کیا جاوے۔ اور یہ ایک ایسا نور ثاقب عطا کیا جس سے شیطانی ظلمت سب دُور ہو جائے +

اَعوذ باللہ الخ میں یہ سمجھا دیا کہ سلسلہ نبوت و وحی و الہام و تعلیم الٰہیہ میں کبھی اور کسی زمانہ میں کلامِ اعداء کا دخل ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ جیسا کہ کتب اولین و سابقین میں ہُوا۔ کیونکہ کنزِ اسلام کی نسبت ہمیشہ کے واسطے پناہ اُس اللہ جامع جمیع صفات والے کی چاہی گئی ہے۔ سو جس خزانہ کا خود اللہ تعالےٰ مع اپنے ملائکہ کے پہرہ دار ہونے کا ذمہ دار ہو جائے۔ پھر کون ہے جو اس خزانہ میں دست اندازی کر کے کچھ اپنی طرف سے کم و زائد ... کر سکے پس ایسی حفاظت کے طلب کرنے کا اپنے رسول کو حکم فرمانا اِس وعدہ حفاظت کے مضبوط اور موکد ہونے پر دلیل بیّنہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ +

اور لفظ رَجِیْم سے یہ بھی سمجھا دیا کہ وہ شیطان جو عادی چور نقب لگانیوالا ہے یہاں ایسی حرکات سے گرفتار کیا جائے گا اور ہلاک کیا جائے گا۔ اور معنے شیطان کے ہلاک

ہونے والا ہے اور رجم کے معنے سنگسار ہونے والا ہے ؁

بسم اللہ میں پیشگوئی ۲

(قل) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہاں یہ سمجھایا ہے کہ یہ سلسلۂ وحی اللہ کا جو تعلیم اسلام ہے اور ہدایت اور رحمت جہان کے لئے ہے اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے۔ جو جمیع انوار و برکات و فیوضات کا سمندر بے کنار ہے کبھی کسی زمانہ میں بے برکت اور خالی از فیوض نہ ہوگا۔ اور یہ چراغ وحی اللہ کا کسی مخالف ہوا کے جھونکے سے اور کسی دشمن کی پھونک سے کبھی بجھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ اسے اللہ کے نام سے روشن کیا گیا ہے اس کی روشنی تمام دُنیا میں پھیل جائے گی۔ مگر چاند کے نور کی مانند بتدریج۔ یعنے یہ سلسلہ تعلیم اللہ ہی کے نام مبارک سے آغاز کیا گیا ہے اور اسی کے اسم مبارک سے ختم کیا جائے گا۔ گویا یہ سلسلہ حفاظت الٰہیہ اور برکات سے لپیٹا گیا ہے اور الٰہی انوار سے محیط کیا گیا ہے کیونکہ وہ رحمٰن ہے یعنے بلا مبادلہ رحمتیں کرنیوالا ہے۔ ضرور لوگوں کو اس سلسلہ میں زور سے لائے گا۔ اور وہ رحیم بھی ہے۔ یعنے اپنے رسول کی دن رات کی شدید مشقتوں اور جان توڑ کوششوں کے نتائج مرتب کرنیوالا ہے۔ اور نیز اس کے صحابہ رض کی محنتوں کو ضائع کرنیوالا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی محنت پر نتائج مرتب کرنیوالا ہے۔ یعنے جن مسلمانوں نے اپنے خدا کی خاطر ملک چھوڑا وہ ملک ہی دیئے جائینگے۔ اور جنھوں نے مال اور تخت چھوڑا۔ ان کو تخت نشین ہی کیا جائے گا۔ سو یہ سب کچھ اُس رحیم خدا نے اس سلسلہ کے ساتھ جو وعدہ کیا پورا کر کے دُنیا کو دکھا بھی دیا ؁

سورۂ فاتحہ اور پیشگوئی ۳

(قل) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ سورۃ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلمات طیبات میں

اپنے رسولؐ کو بطور دُعا کے تعلیم کی ہے اور اس دُعا میں وہ وہ مطلوب طلب کرنے فرمائے ہیں جو جو آیندہ ظہور پذیر ہونیوالے تھے - اور جو سلسلہ ہذا کے لئے نہایت ہی مسرت بخش اور فرحت افزاء تھے - جن کو تفصیل وار لکھا جاتا ہے +

اوّل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں یہ بشارت سمجھائی کہ جس طرح میں اللہ جامع جمیع صفات اور محامد کا مالک ہوں - اسی طرح میری ربوبیت بھی عام ہے یعنے جس طرح میں عالم الاجساد کا رب پرورش کنندہ ہوں اسی طرح میں معاملات دینیات اور روحانیات کا بھی رب یعنی پرورش کنندہ ہوں یعنے بتدریج بڑھانیوالا ہوں اور دین اسلام کو چاند کی مانند چودہ اعداد پر بدر کامل کرنیوالا ہوں - جس طرح ہر ایک چیز بتدریج بڑھتی ہے - اور میں رحمٰن بھی ہوں کہ لوگوں پر بلا مبادلہ اعمال رحمت کر کے اسلام میں لانیوالا ہوں اور میں رحیم بھی ہوں - یعنے تمہاری محنت تبلیغ وغیرہ پر نتائج مرتب کرنیوالا ہوں - نہ ضائع کرنے والا - اور میں مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ بھی ہوں یعنے یوم بدر یا یوم فتح مکہ وغیرہ کے دن جزاء و سزا دینے کا کلی اختیار رکھنے والا ہوں - اور کوئی لات و عزیٰ وغیرہ اپنے پوجاریوں کے لئے اختیار نہ رکھے گا - اور حق اور باطل کے درمیان وہ دن یوم الفصل ہوگا - اور اُس دن کفر کا جھوٹا آفتاب غروب کیا جائے گا - اور اسلام کا چاند دنیا کو دکھایا جائے گا - تا معلوم ہو کہ بیشک وہ خدا حشر کو بھی مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہوگا اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں خبر دی ہے کہ اُس یوم الفصل یا یوم البدر یا یوم الفتح میں سچے خدا کے - سچے پرستاروں کو ہی نصرت الٰہیہ نصیب ہوگی - اور جھوٹے خداؤں کے جھوٹے پرستاروں کو اُس دن تمام نامرادیوں اور ناکامیوں کا مُنہ دیکھ کر ہلاکت کا شربت پینا پڑے گا +

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ طلب کرنے میں یہ سمجھایا کہ ہمیشہ ہر قسم کی کامیابیوں اور فتوحات ملکی وغیرہ کی کلید عطا کرنا یا سیدھی راہ دکھانا جس میں عدو کی شکست ہو - مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کلی مختار خدا ہی کا کام ہوگا - نہ لات و عزیٰ کا - اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں یہ بشارت مخفی تھی جس کا طالب کرتا

فرمایا۔ کہ جس طرح قدیم سے ہماری عادت میں داخل ہے کہ ہم اپنے مقدسین ہی کی حمایت میں کھڑے ہو کر ان کو مالک الملک بنایا کرتے تھے۔ اسی طرح اب بھی میں ایسا ہی کرنیوالا ہوں۔ اور کوئی بھی میرے آگے روک نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ عنقریب وہ دن آتا ہے جس میں انعام کے حقداروں کو انعام اور عذاب کے حقداروں کو عذاب پہنچایا جائے گا +

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ میں یہ پوشیدہ راز تھا کہ یہودیوں کی مانند جب امّت ہذا میں آثار پیدا ہونگے۔ تب انکی اصلاح کے لئے ایک عیسیٰ کو بھیجا جائے گا۔ جو ان کی اندرونی اصلاح کرے گا۔ اور پھر اُن کو اصل مرکز پر جمع کرے گا +

وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ میں یہ مخفی پیشگوئی فرمائی۔ کہ ساتویں ہزار کے آغاز میں ضلالت پھیل جائے گی۔ اور بعض لوگ دجّالی صفت سے متصف ہو کر دنیا کو ورغلائینگے +

سورۂ بقرہ اور پیشگوئی

الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ تا مُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی یہ کتاب لکھی ہوئی (یا جو کاتب کے ہاتھ سے لکھوائی جا رہی ہے ہمیشہ تک ہر قسم کے شک وشبہ کی خیانت کے دخل سے مبرا رہنے والی ہے اور رَیْبَ کے معنے ہلاکت کے بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب ہذا کے ماننے والے ہلاکت ابدی سے بچائے جائینگے۔ جن کا نام گرامی متقی رکھا گیا ہے۔ یعنے بچنے والے ابدی موت سے۔۔ اور کبھی اور کسی زمانہ میں قول بشر اس میں دخل نہیں پاسکے گا۔ جیسا کہ کتب سابقہ میں تحریف ہوئی۔ اور متقین حافظین کے وسیلہ سے وعدہ پورا ہو رہا ہے +

اور یہ بھی فرمایا کہ متقی ہی نیک اعمال کرنے والے ہر میدانِ مقابلہ میں کامیاب اور فلاح پانے والے ہونگے۔ اور ان کے مخالف مقابل میں بڑی حسرت سے خائب وخاسر ہو کر رہیں گے۔

اور حروف مقطعات الٓمّٓ کے معنے ہیں۔ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یعنے میں ہی اللہ خوب جاننے والا ہوں آیندہ کے امورات اور واقعات کو جس سے انسان کی ذات محض قاصر ہے

پس اس آیت سے جو الٓمّٓ ہے یہ پتہ ملتا ہے کہ مصنف کتاب کا علیم کل اور عزت کل اور عظمت کل اور جلال کل کا مالک ہے۔ جو بڑی تحدی سے فرماتا ہے کہ لَا رَیْبَ فِیْہِ +

پیشگوئی ۵

بقرہ رکوع ۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ یعنے بے شک و شبہ جو لوگ منکر ہوگئے برابر ہے اوپر اُن کے تیرا ڈرانا۔ اور نہ ڈرانا۔ وہ کبھی ایمان نہیں لائینگے +

یہاں کَفَرُوْا سے مُراد ابوجہل اور ابولہب وغیرہ منکرین ہیں۔ جن کے مومن ہو جانے کے لئے آنحضرتؐ بہت ہی دلی تمنا رکھتے تھے اور اپنی رات و دن پند و نصائح پر امید واثق رکھتے تھے کہ انشاء اللہ تعالےٰ یہ ضرور کسی روز مومن بنجائینگے۔ کیونکہ آپ عالم الغیب نہ تھے لہٰذا اُس خدائے علیم الکل نے اپنے نبیؐ کو اطلاع دیدی کہ یہ رات دن کی جان توڑ کوششوں سے ہرگز مومن باللہ و برسولہٖ نہیں ہونگے +

سو یہ پیشگوئی بھی جو پیش از واقعہ بتائی گئی تھی پوری ہوئی +

اگر کسی کو وہم گذرے کہ جب خدا نے پہلے ہی خبر دیدی کہ ایسے لوگ مومن نہیں ہونگے۔ تو پھر وہ کیونکر ہوتے۔ پس اس وہم کا ازالہ یہ ہے کہ کسی خبر کا پیش از وقوع الٰہی علم میں آجانا یا موجود ہونا اُس کے فاعل کو مجبور نہیں کرتا ہے۔ علم میں اُس کا آجانا اور بات ہے۔ اور اُس کے فاعل سے جبراً کرانا اور بات ہے۔ مثلاً ہم نے خواب میں دیکھا کہ زید نے عمرو کو قتل کیا ہے۔ اور ایک مدت کے بعد ایسا ہی ظہور میں آیا۔ تو کیا ہمارے علم میں پیش از وقوع آجانا۔ زید کو عمرو کے قتل پر مجبور کرتا ہے۔ ہرگز نہیں +

پیشگوئی ۶

بقرہ رکوع ۳۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ۔ اور اگر تم اے منکر وشک اور شبہ میں ہو جو ہلاکت تک پہنچانے والا ہے اُس وحی سے جو اُتاری ہم نے اپنے خاص بندے پر۔ پس لے آؤ تم بھی ایک سورۃ بنا کر مثل قرآنی ایک سورۃ کے۔ اور اِس کوشش میں تم اپنے معبودوں کو امداد علمی کے لئے بلا بھی لو۔ اور اُن کی خدائی سے آج کچھ کام لیکر دکھاؤ۔ اگر تم اپنے اِن شبہوں اور شکوں میں صادق ہو۔ پس اگر یہ مقابلہ نہ کرو۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہ کرسکوگے حشر تک۔ پس شکست ہذا کے بعد تمھیں چاہیئے کہ ڈرو اُس لڑائی کی آگ سے (جو جنگ بدر وفتح مکہ کے دن جلائی جائے گی اور اُس کا ایندھن کفار اور بڑے بڑے سخت سنگدل پہلوان ہو جائینگے۔ اور اُس کے بعد نارِ جہنم میں ڈالے جائینگے۔ سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی +

کیا کوئی انسان اپنے نفسانی خیالات یا قیافہ سے ایسی تحدی سے پیشگوئی کرسکتا ہے۔ جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں صادق بھی آوے۔ اور ہر زمانہ کے آنیوالے لوگ اُسپر صداقت کی مُہر چسپان کرتے چلے جائیں۔ اور اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے والے ثابت کریں) +

پیشگوئی ۲۷

بقرہ رکوع ۳۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ترجمہ۔ کیونکر ناشکر گذار ہو گے تم اُس اللہ جامع جمیع صفات سے۔ اور تھے تم مُردہ پس زندہ کیا تم کو۔ پھر مارے گا تم کو پھر زندہ کرے گا تم کو۔ پھر اُس اللہ کیطرف سچا رجوع کروگے +

آیت ہذا میں مخاطب وہ ہیں جن کو خدا نے اپنے محض فضل وکرم سے مسلمان بنایا + اور یہ آیت مدنی ہے۔ جبکہ اسلام کا آفتاب خطۂ عرب پر روشن ہو گیا۔ اور صحابہ بڑی

بڑی فتوحات اور مالِ غنیمت سے مالامال ہو گئے۔ تو آیت بالا میں اللہ تعالیٰ اُن کو مخاطب کر کے خطاب کرتا ہے کہ اے مسلمانو! کس طرح تم میرے ناشکرگذار ہو گے (یعنے ایک وقت میں ضرور ہو گے) اور میرے ان احسانات کو بھول جاؤ گے کہ تم حقیقت میں روحانی طور پر مر چکے تھے اور تمھیں اپنے فضل و کرم سے توفیق ایمان بخشی۔ اور اپنی خدمت کے لئے پسند کیا۔ اور اپنی طرف سے تم میں نئی رُوح پھونکی۔ اور تمھیں (زندہ انسان) مومن بنایا۔ اور پھر تم ایک وقت میری ناشکری میں حد سے بڑھ کر تجاوز کرو گے اور مرو گے۔ اور پھر تمھیں مسیح موعود کے وسیلہ سے زندہ کیا جائے گا۔ اور اُس وقت تم پھر سچے رجوع سے خدا تعالیٰ کی جانب لوٹو گے ؛

پیشگوئی ۶

بقرہ رکوع ۸۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ترجمہ۔ اور البتہ تحقیق تم معلوم کر چکے ہو حال اُن لوگوں کا جو احکام الٰہی کی حدود مقررہ سے نکل گئے تم میں سے (اہلِ کتاب۔ یہود) دربارہ عظمت سبت کے۔ پس کہدیا ہم نے ہو جاؤ بندر ذلیل۔ پس کر دیا ہم نے اُس قصہ کو پُردہشت اُن کے لئے جو روبرو تھے۔ اور اُن کے لئے جو پیچھے آنے والی نسلیں ہیں اور یہ بڑی بھاری نصیحت ہے اُن لوگوں کے لئے جو ڈرنے اور دہشت کھا جانیوالے قلوب ہیں۔ آیت ہذا میں بطور پیشگوئی کے فرمایا کہ دیکھو تمھیں اس واقعہ کا پورا علم ہو چکا ہے اور وہ نسل جنکو بندر ذلیل کا خطاب پُرعتاب جناب وہاب سے ملا ہے تم میں بستی ہے اور انھوں نے ہفتہ کی عظمت نہ کی تھی۔ اور اگر تم بھی اے مسلمانو! جمعہ کی عزت و عظمت نہ کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ تم پر ایک وقت آنے والا ہے کہ تم یہودیوں کی صفات سے متصف ہو کر وہی کام کرو گے جو انھوں نے کئے۔ اجد اگر اُمت ہذا میں یہ کام ہونے والے نہ تھے تو پھر اس قصہ کے نزول کی ضرورت ہی کیا تھی۔ سو اب اس

پیشگوئی کو مسلمانوں میں پورا ہوتے ہوئے دیکھا جاتا ہے +

پیشگوئی ۹

Digitized by Khilafat Library

بقرہ رکوع ۱۰۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

ترجمہ۔ یعنے اے یہودیو کیا تم بعض کتاب اللہ پر یا بعض حصہ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس ایسے افعال کی جزا یہ ہے کہ زندگی دنیا ہی میں خواری اور ذلت اور قیامت کے دن لوٹائے جاؤ گے طرف شدید عذاب کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو علیم الکل ہے بے خبر نہیں جو اعمال تم کرتے ہو +

یہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے مصداق کو اس طرح پہنچ گئی۔ کہ مدینہ طیبہ میں ایک مسلمان کے ہاتھ سے اتفاقیہ ایک آدمی مارا گیا۔ اور یہ واقعہ گذر گیا۔ مگر آنحضرتؐ نے شہر کے تمام لوگوں کو بلاکر فرمایا کہ ہم مقتول ورثا کو خون بہا دینا مناسب جانتے ہیں تاکہ اسکی قوم کے لوگ ہماری مخالفت نہ کریں۔ مگر امن عامہ کے لئے۔ یہود اس دیت کے دینے میں شریک نہ ہوئے۔ بلکہ ایک مسلمان عورت تکلا سیدھا کرانے کے لئے قینقاع لوہار۔ محلّہ میں گئی۔ اور گھونگٹ نکالے ہوئے تھی۔ شریر لوہار نے کہا یہ کیا طرز ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ ہمارے رسول اکرمؐ کا یہ حکم ہے۔ وہ بیٹھی رہی۔ اور لوہار نے شرارت سے لوہے کی ایک میخ پچھلی جانب کپڑے میں ٹھونک دی۔ عورت اُٹھنے لگی تو اُس کا کپڑا بھی پھٹ گیا۔ اور گھونگٹ بھی اُتر گیا۔ یہ حالت دیکھ کر۔ بجائے اس کے کہ معذرت کرتے۔ انھوں نے تمسخر اُڑایا۔ عورت نے گھبرا کر کہا کہ کوئی ہے جو میری مدد کرے ادھر سے ایک مسلمان بھائی نے یہ بات سُن لی۔ وہ مدد کو دوڑا۔ اور باہم لڑائی چھڑ

گئی۔ جس سے ایک قتل ہوگیا۔ رسول اللہ کو جب خبر بھیجی گئی تو فرمایا کہ بیرونی انتظام کے لئے معاہدہ کیا تھا۔ تم اندرونی معاملات میں ایسے تیز ہو جاتے ہو کہ قتل تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ جب وہ بہت تنگ ہوئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

اِدھر بنو نضیر قبیلہ یہود نے ایک حماقت کی۔ کہ کسی اپنے معاملہ میں آنحضرتؐ کو اپنے محلہ میں بلایا۔ اور ایک شخص کو سکھایا کہ جب یہ نبیؐ دیوار کے پاس بیٹھے تو تم اوپر سے ایک چکی کا پاٹ اُس پر ڈال دو۔ آپؐ کو بذریعہ وحی اللہ کے خبر مل گئی۔ آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور تشریف لے گئے۔ یہود کی شرارت بہت بڑھ گئی۔ انھوں نے مکہ میں جاکر چند سرداروں کو بھڑکایا۔ اور بعض نے مسلمان عورات کو ستایا۔ اس لئے قبیلہ بنو نضیر کو حکم ہُوا۔ کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پس اُن کو جلاوطن کر دیا۔ یہ جلاوطنی کی ذلت اور خواری الحیٰوۃ الدنیا میں انھیں اُٹھانی پڑی۔

اِدھر اہل مکہ نے پیغام بھیجا کہ اے یہود تم مسلمان مستورات کو خوب مارو۔ اور ہم باہر سے لشکر لیکر اُن پر حملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے گرد و نواح کی اقوام کو جمع کر لائے۔ جس کا تذکرہ سورۂ احزاب میں مذکور ہے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اِس جنگ سے بچالیا۔ پھر جب وہ مکی لوگ چلے گئے تو آپؐ نے بنو قریظہ سے پوچھا کہ تم پہلے دو واقعہ قینقاع۔ بنو نضیر کے دیکھ چکے ہو۔ پھر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور اب تمہارے حق میں ایک فیصلہ کرتا ہوں۔ جو تمھیں بہر صورت ماننا پڑے گا۔ بدقسمت انسان ایک کی بات نہیں مانتا۔ اس لئے اُنھوں نے کہا کہ ہمیں سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے نہ آپؐ کا۔ تب سعد نے کہا کہ میری رائے تو یہی ہے کہ جنگ کے شرکاء و حمائتیوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ مُنہ مانگا اُنھیں چار و ناچار ماننا پڑا۔ جن کو قتل کی سزا دی گئی۔ اُنکی تعداد کم از کم دو سو پچاس ۲۵۰ اور زیادہ سے زیادہ نو سو کی بتائی گئی ہے۔ پس یہودیوں کے فرقے تو موافق پیشگوئی کے دُنیا ہی میں اس طرح تباہ ہوئے۔

اور باقی رہے وہ جن کا لاٹ پادری عام تھا۔ اُس نے لوگوں کو اپنا ایک خواب سُنایا

کہ مینے محمدؐ صلعم کو دیکھا ہے کہ وہ پراگندہ اور ملک بملک اکیلا پھرتا ہؤا مرجائے گا۔ آنحضرتؐ نے یہ سُنکر فرمایا۔ کہ خواب تو سچ دیکھا ہے۔ مگر میرا نہیں تُونے اپنا انجام دیکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ وہ مکہ میں گیا اس خیال سے کہ کچھ انتظام مسلمانوں کے خلاف کروں۔ مگر وہاں اُس نے شراب پی کر بدمستی کی تو نکالا گیا۔ پھر روما چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ کو سکھلایا۔ مگر بادشاہ کسی امر پر ناراض ہؤا۔ راتوں رات نکل کر فرار ہونا پڑا۔ اور آخر اسی طرح مارا گیا۔ جب انکی تباہی کے ایام آگئے تو دیکھ لو اُن کا کوئی ناصر۔ حامی نہ ہؤا +

پیشگوئی ۱۰

سورہ بقرہ رکوع ۱۱۔ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ۔ اے نبیؐ کہدے یہود کو اگر ہے تمہارے لئے گھر آخرت کا نزدیک اللہ کے خاصکر سوائے لوگوں کے۔ پس آؤ موت مانگو یا جنگ کرلو۔ اگر تم اپنے دعوے میں صادق ہو۔ اور ہرگز نہ خواہش کروگے اس مقابلہ کی کبھی بسبب اس کے کہ آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے (بداعمالیاں) اور اللہ تعالیٰ علیم کل جانتا ہے ظالم مشرکین کو +

پس یہاں موت کے دو ہی معنے ہیں اور دونوں پسندیدہ ہیں (۱) یہ کہ تم سب ملکر نبی محمدؐ کے مرنے کی دعائیں کرو۔ اور لات وعزیٰ وغیرہ کی مدد بھی لو۔ پھر دیکھو دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ یا اُلٹی تم پر پڑتی ہے (۲) یا جنگ کرلو۔ پھر دیکھو فتحیاب کون اور فنا کون ہوتا ہے۔ موت بمعنے جنگ بموجب آیت وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ۔ بہردو صورت خدا کی پیشگوئی جو قبل از وقوع کہی گئی تھی پوری ہوئی +

پیشگوئی ۱۱

بقرہ رکوع ۱۲ - هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ آیت ہذا میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو قرآن کریم پر عمل کرے گا وہ فاتح اور بادشاہ وارثِ تخت بنایا جائے گا۔ اور ہُدًی وبُشرٰی کی اصل حقیقت یہی ہے۔ جو صحابہؓ کی ذات مبارک میں یہ پیشگوئی پوری ہو گئی +

پیشگوئی ۱۲

بقرہ رکوع ۱۴ - وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط - یعنے ہرگز نہیں راضی ہونگے تجھ سے اے نبی یہودی اور عیسائی ... یہاں تک کہ تو اُن کا دین قبول کرلے +

سو ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک یہود و نصارٰی ہمارے پیغمبر پر ناراض ہی ہیں اور ہمارا دین چھوڑنے والے پر راضی ہوتے ہیں۔ پس نشان عداوت جو پیشگوئی میں مذکور ہے اُن کے وجود سے گواہی دے رہا ہے کہ واقعی یہ پیشگوئی قرآنی اپنے سچے مصداق کو پہنچی ہوئی نظر آرہی ہے +

پیشگوئی ۱۳

بقرہ رکوع ۱۵ - وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

ترجمہ - اے یہودیو۔ ڈرو اُس دن سے کہ نہ بدلہ لیا جائے گا کسی جی کا کسی جی سے کچھ اور نہ قبول کیا جائے گا اُس سے بدلہ۔ اور نہ نفع دیگی اُسے کوئی شفاعت و سفارش اور نہ وہ اُس دن مدد دیئے جائینگے۔ اور نہ کوئی اُن کا حامی ہوگا +

آیت ہذا میں پیشگوئی وَاتَّقُوْا يَوْمًا میں ہے۔ اور وہ یوم یہودیوں کی جلاوطنی

کا اور قتل کر دینے کا دن ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آگے چلکر سورہ حشر میں مفصل ہوگا اور یوم سے مُراد وہ بھی ایک دن ہے جسدن یہود کو جناب وہاب شدید العقاب سے خطاب بندر اور خنازیر ذلیل ہونے کا ملا۔ پس خدا کی بات پوری ہوئی +

پیشگوئی ۱۴

بقرہ رکوع ۱۵۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ ترجمہ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے ابراہیمؑ میں نے بنایا ہے تجھ کو امامُ للناس۔ کہا ابراہیمؑ نے یا الٰہی میری اولاد سے بھی۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے ہرگز نہیں پہنچے گا میرا عہد نبوّت ظالموں اور مشرکوں کو +

آیت ہذا میں بطور پیشگوئی کے فرمایا ہے کہ عہد نبوت ناپاک لوگوں کو نہیں ملے گا یعنے وہ سلوک اُن سے نہیں کیا جائے گا۔ جو مقدس انبیاء کے ساتھ سنت اللہ نے رکھا ہے۔ جھوٹا نبی تمام قسم کی ناکامیوں اور نامرادیوں کا مُنہ دیکھ کر اسی زندگی میں دُنیا کے سامنے لاکھوں حسرتوں کے ساتھ مرتا ہے بخلاف مقدسین مرسلین کے کہ وہ اسی دُنیا کے سامنے ذلیل دکھائی دے کر پھر بادشاہ۔ امام۔ رسولؐ۔ دنیا ہی میں مانے جاتے ہیں +

پیشگوئی ۱۵

بقرہ رکوع ۱۵۔ وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ عہد ڈالا ہم نے طرف ابراہیم اور اسماعیل کے اس بات کا کہ بیت اللہ شریف کو پاک وصاف رکھیں واسطے طواف کنندگان اور عبادت کنندگان اور رکوع کنندگان اور سجود کنندگان کے +

یہ چار او صاف رکھنے والے مسلمان ہی تھے۔ اور اُن کے لئے بیت اللہ کو پاک

کرایا گیا ہے اور آیت ہذا کے ماقبل کی آیت یوں ہے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط یعنے جب بنایا ہم نے بیت اللہ کو جائے ثواب واسطے لوگوں کے اور جائے امن کی۔ اِن ہر دو آیات کے باہم ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ کعبہ کو پاک لوگوں کے لئے جائے ثواب اور جائے امن بنایا گیا ہے۔ اس پیشگوئی میں حضرات شیعہ صاحبان کو تدبر کرنا چاہیئے۔ کہ کیا اصحاب ثلاثہؓ بیت اللہ کے مالک اور خلیفے اور امام۔ اور بادشاہ ہوئے تھے یا نہ۔ کیا وہ کعبہ پاکوں کے لئے تھا یا ناپاکوں کے واسطے۔ کیا صحابہؓ پاک تھے یا پلید۔ کیا وہ جائے ثواب میں داخل ہوئے یا نہ۔ کیا بیت اللہ جو جائے امن تھا اُس میں فسادی۔ ناپاک۔ فساق۔ فجار امام بن سکتے تھے۔ نہیں نہیں وہ تو پیشگوئی کے مطابق طائفین اور عاکفین اور راکعین اور ساجدین ہی ثابت ہوئے۔ اور فاتح ممالک اور خدا سے اور ملائکہ سے امداد پانے والے ظاہر ہوئے۔ اور اُن کے ساتھ وہ سلوک سنت اللہ کے موافق ہوا جو مقدسین حزب اللہ کے ساتھ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اگر وہ دُنیادار فساق و فجار اور بدکردار بے دین ہوتے تو انکے ساتھ سنت اللہ کے موافق وہی سلوک ہوتا جو قدیم سے بدکاروں کے ساتھ ہوتا آیا ہے +

پیشگوئی ۱۶

بقرہ رکوع ۱۶۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ج فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ج ترجمہ۔ اگر یہودی بھی ایمان لے آتے مثل تمہارے قرآن اور نبی پر۔ بیشک نجات کی سیدھی راہ پاجاتے۔ اور اگر وہ مُنہ پھیر جائیں تو سوائے اس کے نہیں کہ وہ بڑے خلاف میں ہیں۔ اور عنقریب ہی وہ دن آتا ہے۔ کہ کافی ہوگا تیرے لئے اے نبیؐ اُن سے اللہ جو قادر مطلق ہے۔ اگرچہ ساری دنیا تیری دشمن ہو جائے اور لڑے پھر تو ہی غالب رہے گا +

پس لفظ عنقریب اور کافی میں ایک بڑی زبردست بشارت ہے کہ اگر وہ ایمان

ہنیں لائے قرآن پر۔ تو کبھی نجات کی راہ ہنیں دیکھیں گے۔ بلکہ ذلت اور خواری کی۔ اور اُن کے شر کو دُور کرنے والا خدا کافی ہوگا۔ اور اُن کے تمام منصوبوں سے تمہیں محفوظ و مامون رکھے گا۔ سو پورا ہو گیا جو فرمایا اللہ نے۔ صحابہؓ نے کتاب اللہ پر کامل یقین کیا اور عمل بھی کیا۔ اور وہ فلا خوفٌ علیہم ولا ہم یحزنون کے مصداق ہوئے۔ اور اُن کو کوئی دنیوی غم و حزن نہ رہا۔ اور وہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ کی امداد پانیوالے ہوئے یعنے جس ملک کی طرف صحابہؓ نے منہ کیا۔ وہی ملک بفضل خدا تصرف میں آگیا +

پیشگوئی ۱۷

بقرہ رکوع ۱۷۔ وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ ج۔ ترجمہ۔ یعنے اے نبیؐ اگر تو اہل کتاب کے پاس تمام معجزات سا یقین وغیرہ لے آوے تو بھی وہ تیرے قبلہ کو نہ مانیں گے +

پس اس پیشگوئی یں بھی کوئی انسانی دخل ہنیں ہے جو چودہ۱۴ صدی ہجری تک پوری ہوتی ہوئی دُنیا دیکھ رہی ہے اور بہتوں کے لئے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ وعدہ کنندہ خدا زندہ موجود ہے +

پیشگوئی ۱۸

بقرہ رکوع ۱۸۔ فلا تخشوھم واخشونی ولاتم نعمتی علیکم و لعلکم تھتدون ۵ ترجمہ۔ اے مسلمانو! تم ظالم و مشرکین کے منصوبوں سے اور ایذادہیوں سے ڈر کر کسی گناہ۔ کفر کا ارتکاب مت کرو۔ بلکہ تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ تاکہ میں کامل طور پر اپنی نعمت تم پر عطا کروں۔ اور تم ایک سیدھی راہ نجات اور کامیابیوں کی دیکھو گے +

یہ پیشگوئی صحابہؓ کے حق میں پوری ہوئی۔ اور تمام ظالم کفار کے منصوبے خاک

ہیں ہل گئے۔ اور لاکھوں فوجوں کے ہوتے ہوئے شکست کھاکر نابود ہوگئے فرار ہوگئے۔ مطیع ہوگئے۔ یہ سب نتیجہ ہے خدا تعالےٰ سے ڈرنے کا۔ جو خوف اور سارے حزنوں کو دُور کرتا ہے +

پیشگوئی ۱۹

بقرہ رکوع ۱۸۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

ترجمہ۔ اور بے شک ہم اے مسلمانو تم کو بڑے بڑے سخت ابتلاؤں میں ڈالکر آزماویں گے کبھی دشمن کا خوف دلاکر۔ اور کبھی بھوک دلاکر۔ اور کبھی مالوں کا نقصان کراکر۔ اور کبھی جانوں پر مصائب بیماری وغیرہ ڈالکر۔ اور کبھی فرزندوں اور باغات کو اُجاڑ کر۔ اور بڑی بشارت ہے ایسے مصائب میں صبر کرنے والوں کے لئے جو ابتلاؤں میں پھنسکر کہدیتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کیطرف لوٹ جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا (اور اُس کے ملائکہ کی) صلوات درود ہے اور رحمت۔ اور یہی لوگ ہیں کامیابی اور مرادوں کا راہ دیکھنے والے +

یہ سب کے سب مصائب صحابہ رضی کرام پر آئے اور وہ پورے صابر نکلے۔ پھر اُن کو ان صبروں کا نتیجہ خوشحالی۔ خلافتِ نبوت۔ بادشاہی۔ فتوحات ممالک کی بشارت ملی جو اُن کو قبل از وقت سُنائی گئی۔ جبکہ مومنین پر ہر طرح کے ابتلا جو اوپر مذکور ہوئے ٹوٹ پڑے تھے اور اِن وعدوں پر ایک ظاہر پرست ہنسی کر سکتا تھا۔

مگر اُس خدا قدوس صادق الوعد نے جو کچھ حالت یاس میں سُنایا تھا۔ وہ پورا کرکے دکھایا۔ صحابہ رض جو ایک چیونٹی کی مانند ذلیل تھے اُن کو اتنا زور دیا کہ انھوں نے بڑے بڑے سلطنت کے پہاڑوں کو چور چور کرکے اُڑا دیا۔ ایسے نازک اور

پُرخطر وقت میں صلوات کا وعدہ اور رحمت کا دینا بعید از قیاس تھا۔ سو وہ بھی اس خدائے اصدق نے یوں پورا کیا۔ کہ آج اُن صحابہ کرام پر ساری دُنیا کے مسلمان صلوات اور درود اور رحمت بھیجتے ہیں۔ کیوں نہ بھیجیں جبکہ خدا تعالےٰ خود اور اُس کے فرشتے بھیجتے ہیں +

پیشگوئی ۲۰

بقرہ رکوع ۲۶۔ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط ترجمہ۔ کفار کے لئے نری دُنیا ہی کی زندگی کی زینت دیگئی۔ اور وہ مغرور ہو کر مسلمانوں کو جو متقی تھے تمسخر کرتے۔ پر وہ متقی دُنیا میں اور قیامت کے روز بھی اُن پر بڑی فوقیت رکھیں گے +

آیت ہذا میں مومن کو جو منکرین پر فوق فی القیامت فرمایا ہے اُس فوق کے ثابت کرنے کے لئے دُنیا ہی میں مومنین کو فوق۔ غلبہ۔ فتح دیکر اور حکومت میں ممتاز فرما کر قیامت کے فوق کو ثابت کیا ہے۔ تاکہ یہ فوق حشر کے فوق کے حق ہونے پر ایک شاہد مبین ہو۔ اور انھیں تمسخر کرنے والوں کو دُنیا کے تمسخر کا نشانہ بنایا۔ تاکہ قیامت کے تمسخر پر۔ اور انکی ذلت پر گواہی ہو جائے اور یقین دلایا جائے کہ جس خدا نے یہ کیا ہے وہ بھی کریگا اور اس طرح خدا کی بات پوری ہو گئی +

پیشگوئی ۲۱

بقرہ رکوع ۲۷۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ ترجمہ۔ اے مسلمانو یہ کافر تم سے ہمیشہ لڑتے ہی رہینگے یہانتک کہ مرتد کرلیں تمکو دین تمہارے سے اگر کرسکیں۔ اور یاد رکھو کہ جو کوئی مرتد ہو جائے تم میں سے اسلام سے۔ پس وہ مر چکا اور ہلاکت کا شربت پی چکا۔ اور وہ کافر ہے۔ اور ایسے لوگوں کے وہ کام جو عزت بنانے کے لئے کرتے ہیں بد نتیجہ ہو جائینگے۔ دُنیا ہی کی زندگی میں۔ اور آخرۃ میں بھی اُلٹ نتیجہ پیدا کرینگے اور یہی منکر النار جنگ میں شکار ہو جائینگے اور جس طرح آگ تنکوں کو نابود کر دیتی ہے۔ اسی طرح عرب کے دشمن بے ٹھکانہ بے نشان ہو جائینگے۔ خدا کی یہ بات بھی پوری ہو گئی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان

ایک بار مینے صحاح ستہ و دیگر کتب میں سے وہ احادیث جمع کیں جو ایمان و اسلام کے بارے میں ہیں۔ اور پھر ایک ترتیب سے ترجمہ کر دیا تاکہ یکجائی طور پر انھیں پڑھ کر فائدہ حاصل کیا جائے + یہ قریباً اکیس روز کی مسلسل محنت کا نتیجہ ہے ناظرین معمولی نہ سمجھیں

(ایڈیٹر)

اسلام

(۱) اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے اللہ کے معبود محمدؐ کے رسول ہونے کی۔ پانچوں نمازیں قائم کرے۔ زکوٰۃ دے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ بیت اللہ کا بشرط استطاعت (امن۔ زاد راہ) حج کرے۔ (یہ فرض ہے اس سے زیادہ نوافل میں داخل ہے (ب۔ ت) دان میں کمی بیشی نہ کرنے والے کو جنت کی بشارت ہے (ت) جُنبی ہو تو غسل کرے۔ مال غنیمت سے پانچواں حصہ دے۔ آپؐ کو خالق ارض و سما کی قسم دیگئی کیا آپؐ کی رسالت اور یہ احکام خدا کی طرف سے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں (۵) +

(۲) اسلام کیا ہے؟ اپنے تئیں اللہ کی راہ میں سونپ دینا۔ اور سب چیزوں سے الگ ہو جانا (انھیں مقصود بالذات نہ رکھنا) اسی اسلام کے لئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ (ن) +

(۳) دین اسلام ان پانچ باتوں کا نام ہے۔ جن کا قبول ہونا ایک دوسرے پر منحصر ہے۔ اللہ کے سچے معبود۔ محمدؐ کے رسول ہونے کی شہادت اور اللہ اس کے فرشتوں کتابوں رسولوں۔ جنت۔ دوزخ۔ روز آخرت پر ایمان۔ یاد رکھو۔ اللہ یہ ایمان۔ نماز کے سوا جو قصر اسلام کا ستون ہے قبول نہیں کرتا۔ اور یہ ایمان و نماز۔ زکوٰۃ کے سوا

جو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے قبول نہیں ہوتے۔ پھر ماہ رمضان کے روزے اگر دیدہ دانستہ ترک کرتا ہے۔ تو نہ ایمان قبول ہوتا ہے نہ نماز نہ زکوٰۃ۔ اور جو یہ چاروں بجالایا مگر باوجود حج کی استطاعت رکھنے کے حج نہیں کرتا۔ یا کم از کم اپنے پر حج کی فرضیت تسلیم نہیں کرتا۔ اور نہ اس کے رشتہ داروں سے کسی نے اسکی طرف حج کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا۔ (حلیہ) +

(۴) ہر بچے میں اسلام قبول کرنے کی استعداد موجود ہے۔ اور وہ اسی مذہب پر رہے اگر اس کے والدین اسے یہودی۔ مجوسی نہ بنادیں۔ جیسے چارپائے کا بچہ۔ پہلے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے کان وغیرہ کاٹ کر اسے معیوب کردیتے ہیں۔ (۲-ن) +

(۵) اسلام میں کونسی خصلت بہتر ہے۔ فرمایا۔ کھانا کھلانا۔ اور ... ہر ایک کو آشنا ہو یا نا آشنا۔ سلام دینا (۲-ن) +

(۶) اسلام کی علامت کیا ہے۔ شیریں کلامی۔ تواضع۔ مہمان نوازی۔ سخاوت۔ (احمد) +

مسلمان کی صفات

(۷) کامل مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان بلکہ سب لوگ سلامت رہیں۔ (ت-ن) +

(۸) کامل مجاہد وہ ہے جو اللہ کی بندگی کے بارے میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (بیہقی)

(۹) حقیقی مہاجر جو چھوٹے بڑے ظاہر باطن سب گناہوں اور مواقعات الٰہی کو چھوڑ دے۔ (۵-ت) +

(۱۰) جو شخص ہماری نماز ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے پڑھے اور ہماری ذبیح کھالے وہ مسلمان ہے (ب-ا-ت) +

پیشگوئی دربارۂ اسلام

(۱۱) اسلام غربت سے شروع ہوا۔ پھر آخیر زمانے میں غریب ہو جائے گا۔ (م) +

(۱۲) ایک وقت آتا ہے کہ جزیرہ عرب کے گھر گھر کلمۃ الاسلام داخل ہو جائے (اس وقت دو ہی صورتیں ہیں) یا تو اللہ انھیں اس کلمہ کا اہل بنا کر عزت دے یا (عدم تسلیم کی سزا میں) انھیں ذلیل کرے اور وہ فرمانبردار (ذمی) بنکر رہیں۔ پس اللہ ہی کے دین کا غلبہ ہوگا۔ (احمد) +

ایمان کیا ہے

(۱۳) ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اُس کے فرشتوں۔ کتابوں۔ رسولوں۔ روز آخرت (موت۔ موت کے بعد جی اُٹھنے) پر ایمان لائے۔ ہر شے کے نیک و بد کا اندازہ پہلے سے کیا ہوا مانے۔ (۵) +

(۱۴) ایمان۔ دل سے سچ کر ماننے۔ زبان سے اقرار کرنے۔ اور اعمال کو بجالانے کا نام ہے (ابن ماجہ) +

(۱۵) ایمان کیا ہے؟ جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے باز رہنا۔ (صبر) اور جن کا حکم دیا ہے ان کو بجالانا۔ (سماحت) (احمد) +

ایمان کی علامت

(۱۶) ایمان کی درستی کی نشانی یہ ہے کہ تیری نیکی تجھے خوش کرے اور بدی ناخوش۔ جب تیرے ضمیر میں کوئی امر[۱] کھٹکتا ہو تو اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ گناہ ہے۔ (احمد) +

(۱۷) مسجد میں جانے کا عادی ہونا ایمان کی نشانی ہے۔ (ت) +

(۱۸) ایمان کی علامت یہ ہے کہ تو اپنا آگ میں جلایا جانا قبول کرلے۔ مگر اللہ کے ساتھ

[۱] جس کے بارے کوئی نص صریح وارد نہ ہو۔ ضمیر بھی نور تقویٰ سے منور ہو +

شریک نہ کرے۔ اور اپنے رشتہ داروں کے سوا دوسروں سے بھی للہی محبت رکھے (احمد)

(۱۹) دلوں میں جو بُرے خیالات آتے ہیں۔ ان کا زبان پر لانا۔ نہایت بُرا معلوم ہوتا۔ یہاں تک کہ اس اظہار سے آگ میں گر کر کوئلہ ہونے اور آسمان سے زمین پر گرنے کو ترجیح دینا۔ عین ایمان ہے۔ شکر ہے اُس اللہ کا جس نے شیطانی مکر کو وسوسہ تک ہی رکھا۔ عملی صورت میں نہ آنے دیا۔ (م + ۱) ؛

متفرق دربارۂ ایمان

(۲۰) تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں۔ کلمہ گو کو دکھ نہ دینا۔ اسے کسی بدعملی یا گناہ کی وجہ سے کافر یا خارج از اسلام نہ کہنا۔ جہاد (جیسے اچھے ظالم بادشاہ کا ساتھ بھی عادل کی طرح دینا چاہیئے) تقدیروں پر ایمان لانا (۱) ؛

(۲۱) احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا کہ اُسے دیکھتا ہے یا کم درجہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ (۵) ؛

(۲۲) ایمان کی ساٹھ ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سے افضل لاالہ الااللہ اور ادنیٰ رستے سے دُکھ دینے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔ ایک بڑی شاخ حیا (وہ غیرت جو ارتکاب مناہی سے باز رکھے) بھی ہے (۵) ؛

(۲۳) بہت اچھی صفت ایمان یہ ہے کہ تو اپنی زبان کو خدا کی باتوں میں مشغول رکھے اور جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا غیروں کے لئے بھی پسند نہ کرے (احمد) ؛

مومن کی صفات

(۲۴) اُس نے ایمان کا مزہ چکھا جس نے اللہ کو رب وحدہٗ لاشریک۔ سچا معبود اور محمدؐ کو رسول۔ اسلام کو دین خوشی سے قبول کیا (م۔ ت) اور اوسط درجے کے مال سے بطیب خاطر زکوٰۃ دی۔ (د) پھر کفر میں لوٹ جانے کو آگ میں پڑنے کے برابر سمجھا (۵-۱) ؛

ے ایسے شخص پر جنت واجب ہو چکی (ابوداؤد) ؛

(۲۵) کامل مومن وہی ہے جس سے لوگوں کے مال و جان امن میں رہیں (ت+ن)
اور جو اپنے مال متاع اہل و عیال۔ خویش و اقارب بلکہ تمام لوگوں (۲+ن) اور
دُنیا و ما فیہا کی اشیاء سے اللہ اور اُس کے رسول کو زیادہ محبوب سمجھے اور اُن کے
احکام کو مقدم رکھے (۵-۱) دوستی۔ دشمنی۔ خرچ کرنا۔ نہ کرنا۔ غرضکہ سب کام اللہ کی
راہ میں اسی کے دین کی خاطر ہوں (۱) جو کچھ اپنے لئے بہتر خیال کرتا ہے۔ اپنے
بھائی کے لئے بھی کرے۔ (۵+۱) +
(۲۶) میری امت سے جو شخص ایسا ہے کہ نیکی کرتا ہے اور پھر یہ یقین رکھتا
ہے کہ یہ نیکی ہے اور اسکی جزاء اللہ تعالےٰ دیگا۔ اور ایسا ہی اگر کوئی بدی کر بیٹھتا
ہے تو اُس کو بُرا کام سمجھ کر اللہ سے بخشش مانگتا ہے۔ اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے
اللہ ہی بخشے گا۔ وہ سچا مومن ہے (حم) +
(۲۷) عوف بن مالک رسول اللہ صلعم کے حضور سچے مومن ہونے کی کیفیت بیان
کرتے ہیں کہ میں دُنیا کی محبت سے آزاد ہو گیا۔ شب بیداری کرتا ہوں۔ دوپہر دن کو روزے
سے پیاسا رہتا ہوں۔ گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اہل جنت کو
ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوئے۔ اور اہل دوزخ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا بس
تم عارف ہو گئے۔ اِسی پر قائم رہو (ابن ابی شیبۃ) +
(۲۸) دو لونڈیوں سے پوچھا تیرا رب کون ہے؟ اللہ۔ کہاں بادشاہت ہے؟ آسمانوں میں
مَیں کون ہوں۔ اللہ کا رسول۔ فرمایا مومنہ ہیں۔ (م+ن-۱) +
(۲۹) خوشی پر صبر۔ مصیبت پر شکر مومن ہی کا حصہ ہے اس لئے ہر حالت میں
بہتری ہے (مسلم) +
(۳۰) مومن اس درخت کی مانند ہے جو ہمیشہ سرسبز رہے (۲) +
(۳۱) مومن پر اکثر مصیبتوں کی ہوا چلتی رہتی ہے۔ منافق پہ نہیں مگر یکدم
ہلاک ہو جاتا ہے (ب+ت) +
(۳۲) اعلےٰ درجے کا ایمان یہ ہے کہ آدمی جس جگہ ہو۔ اللہ کو اپنے ساتھ سمجھے۔

اسلام لانے کا فائدہ

(۳۳) اسلام لانے سے پہلے سب گناہ۔ اور ہجرت و حج سے وہ جو حقوق اللہ کے متعلق ہیں معاف ہو جاتے ہیں۔ (م) +

(۳۴) جب کوئی شخص اسلام لائے اور پھر اس اسلام پہ ٹھیک قائم ہو جائے تو اسلام قبول کرنے سے پہلے اس نے جو نیکیاں کی تھیں ان کا ثواب بھی اسے ملے گا اور جو گناہ کئے تھے وہ معاف ہو جائینگے اور آیندہ کے لئے ایک نیکی کرے گا تو دس نیکیاں بلکہ سات سو تک حسب اندازہ صدق و اخلاص لکھی جائینگی۔ مگر ایک گناہ کا ایک ہی لکھا جائے گا۔ (۲+ن) +

شرک نہ کرنے سے جنت اور کرنے سے دوزخ

(۳۵) مجھے جبرئیل نے بشارت دی ہے جو شخص تیری امت سے اس حال میں مرا کہ خدا کے ساتھ شریک ملاتا تھا۔ دوزخ میں جائے گا۔ اور جو نہیں ملاتا تھا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (مسلم) خواہ زنا اور چوری کا ارتکاب کیا ہو (دو بار فرمایا) (۲+ت) +

(۳۶) جو گواہی دے کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی وحدہ لاشریک۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے عیسےٰ بھی اللہ کا بندہ ہے اور اُس کا رسول (نہ خدا کا بیٹا) اور جنت و دوزخ برحق ہیں۔ تو وہ انجام کار جنت میں داخل ہو گا خواہ عمل کیسے ہوں + (۲+ت) +

ف۱ بروایتے جو لا الہ الا اللہ کہے پھر اسی اعتقاد پر بغیر اس کا خلاف کہنے اور کرنے کے مرے +

ف۲ اس کے لئے استحقاق جنت ہو گیا۔ خواہ اعمال کی سزا کے بعد ملے یا ممکن ہے گناہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے یا بہ شفاعت آنحضرت معاف کر دے +

ف۳ ایسے شخص پر جو یہ گواہی دے آگ میں ہمیشہ رہنا اللہ نے حرام کر دیا (م) بروایتے جو سچے دل سے یہ گواہی دے۔ اور سچے دل سے گواہی دینے کا ثبوت ہی یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرے برائیوں سے بچے اس صورت میں مطلق نار حرام ہے۔ زبان کی گواہی کلمہ شہادت کو پڑھنا ہی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی اس کو عملی صورت میں لانا +

(۳۷) اللہ تعالیٰ کا حق بندوں[۱ف] پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ کہ جو اس کے ساتھ شریک نہ ملائے اسے عذاب (ہمیشگی کا) نہ دے۔

(۳۸) جو شخص شرک نہیں کرتا[۲ف]۔ نماز پنجگانہ پڑھتا ہے۔ رمضان[۳ف] کے روزے رکھتا ہو۔ اُس کے لئے مغفرت[۴ف] ہے (احمد)

(۳۹) اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اُس کے ساتھ شریک نہ ملاؤ۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ روزے[۵ف] رکھو۔ جو تم پر فرض ہیں۔ یہ اعمال بجالاؤ گے تو جنت میں جاؤ گے۔ سائل نے جب کہا ان میں کمی بیشی نہ کرونگا تو فرمایا جس نے بہشتی دیکھنا ہو اسے دیکھے۔ (ت، احمد۔ ابن ماجہ)

ف۱ ہیچو قسم احادیث پر بھروسہ کرکے عمل کرنا چھوڑ دینا ممنوع ہے۔ چنانچہ جب بنی نجار کے باغ میں رسول کریم صلعم نے اپنی نعلین مبارک بطور نشان دیکر ابوہریرہ کو فرمایا کہ جو دلی یقین سے یہ گواہی دیتا ہو۔ **اللہ ہی حقیقی معبود ہے** اسے جنت کی بشارت دیدے۔ حضرت ابوہریرہ کو سب سے پہلے حضرت عمر ملے۔ یہ کلمات سنکر آپ ناراض ہوئے آنحضرتؐ کے حضور عرض کیا۔ چونکہ عوام الناس منشائے کلام نہیں سمجھتے اس لئے مجھے خوف ہے۔ اسی پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ فرمایا انھیں عمل کرنے دو۔ (م)

ف۲ بروایتے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اسکے گناہ اسے ضرر نہیں دینگے۔ جیسے کہ مشرک دوزخ میں جائے گا۔ اور اسکی کوئی نیکی اسکے کام نہ آئے گی۔ (احمد)

یہ خاص صورت میں ہے کہ اللہ اپنے فضل سے سب گناہ بخشدے یا وہ اپنے گذشتہ افعال سے توبہ کرتا ہوا ندامت سے مرتا ہے۔

ف۳ حج و زکوٰۃ خاص ہیں اس لئے مذکور نہیں۔

ف۴ نیز اسے اللہ بخش دیتا ہے جو اللہ کے حقیقی معبود اور محمدؐ کے رسول ہونے کی شہادت دلی یقین کے ساتھ (ندامت و توبہ سے) دیتا ہوا مرتا ہے (ابن ماجہ)

ف۵ بروایتے اور حج بیت اللہ کرو۔ الخ۔

(۴۰) جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتا ہوا مرتا ہے اُسے کہا جائے گا۔ کہ بہشت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہو داخل ہو۔

(۴۱) جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ آخر کار جنت میں داخل ہو گا (۱)

(۴۲) (ف) کلمہ طیبہ موت کے وقت پڑھیں تو وہ کلمہ اعمال نامے کے لئے نور ہو جاتا ہے اور پڑھنے والے کو اس سے حالت نزع میں ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے۔

(۴۳) کلمہ طیبہ (جسے میرے چچا نے قبول نہیں کیا) موجب نجات ہے۔ ۵۳ (احمد۔ ابویعلی)

(۴۴) میری شفاعت کا زیادہ تر وہی مستحق ہے جو سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہے۔

(۴۵) (ف) لا الٰہ الا اللہ بے شک جنت کی کنجی ہے مگر ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں۔ جن کے بغیر وہ کام نہیں دے سکتی۔ پس اس کے ساتھ بھی اعمال صالحہ ضروری ہیں۔ (ب)

ایمان لانے سے دُگنا ثواب
اور نہ لانے سے عذاب

(۴۶) قسمیہ بیان فرمایا۔ کوئی یہودی ہو یا نصرانی۔ جس نے میری رسالت کی خبر سُن لی۔ اور پھر اس دین یا قرآن پر ایمان لائے بغیر مر گیا۔ وہ ضرور دوزخی ہو گا (م)

۵۱ اصل بات یہ ہے جس کا ایمان ہو کہ اللہ حاضر و ناظر ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور دہ ہو گی وہ یقیناً گناہ نہیں کر سکتا۔ پس اعمال اس ایمان کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔

۵۲ یا جو اس یقین پر مرا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں (م)

۵۳ جو اسے قبول کرے وہ آتش دوزخ سے۔ جو اس کا ذکر کرے وہ وسوسہ شیطان سے محفوظ رہے گا۔ حضرت عثمان کو اُس وسوسہ کا یہاں تک فکر تھا کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو سلام دیا اور خبر تک نہ ہوئی + ۵۴ فرمایا اس کی شہادت جنت کی کنجیاں ہیں۔ (احمد)

(۴۷) وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا۔ اور محمدؐ پر بھی۔ وہ غلام (مملوک) جس نے اللہ تعالےٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا بھی۔ وہ شخص جس نے اپنی لونڈی کو جس سے وہ ہمبستر ہوتا ہو۔ نہایت مہربانی سے کافی ادب اور شریعت کے مسئلے سکھلائے۔ پھر اسے آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ ان تینوں کے لئے دو ثواب ہیں (۲) +

(۴۸) جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو گا۔ دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

جن الفاظ میں بیعت لی جاتی تھی۔

(۴۹) اللہ کے ساتھ شریک نہ ملاؤ۔ نہ چوری کرو۔ نہ زنا۔ اپنی اولاد کو حتیٰ کہ کسی نفس کو بھی جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو۔ اور نہ کسی پر ناحق بہتان باندھو۔ اچھی باتوں میں میری نافرمانبرداری نہ کرو۔ جو شخص اس عہد پر قائم رہا۔ اللہ سے اس کا اجر پائے گا۔ اور جو سوائے شرک کے کسی بات میں عہد شکنی کر بیٹھا۔ پھر دنیا میں اسے سزا (حد۔ بیماری) ملی تو وہ بطور کفارہ ہوگی۔ اور اگر نہ ملی تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے چاہے تو بخشدے چاہے تو عذاب دے (۵-۱)۔

(۵۰) اللہ ہی کی عبادت کرینگے۔ پنجگانہ نماز پڑھتے رہینگے۔ رسول اللہ کی باتیں ہر حال میں سُنینگے اور اطاعت[۲] کرینگے۔ اور بھیک نہ مانگینگے (م-ا-ن)

ایسے شخص کی خلافت میں جو اسکی اہلبیت رکھتا ہے۔ جھگڑا[۳]۔ اور خدا کی راہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرینگے۔ جہاں ہونگے حق بات کہینگے +

---

[۱] عورتوں سے بھی آپ نے انہی باتوں پر بصیغہ متکلم مع الغیر اقرار بیعت لیا (ل-ق-ن) ان سے مصافحہ نہیں کیا۔ بلکہ صرف زبانی اقرار (۶) +

[۲] آنحضرتؐ ان الفاظ کے ساتھ "جس امر میں قدرت وطاقت ہے" کی قید لگا دیتے تھے (۶)

[۳] جب تک کفر بے تاویل نہ دیکھیں +

مسلمان سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے

(۵۱) کلمہ گو جھوٹے معبودوں سے کنارہ کش کے مال و جان پر دست اندازی حرام ہے اور ہم ظاہر اسلام پر حکم کرتے ہیں (مسلم)۔

(۵۲) ہر مسلمان کا مال و جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ بجز جائز طریقے کے اس سے ایسا ہی سلوک کرے جیسا اپنے نفس سے کیا جانا چاہیئے - دونو بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کے مددگار۔ مشرک کا اسلام لانے کے بعد بھی کوئی عمل قبول نہیں جب تک مشرکوں سے قطع تعلق کر کے مسلمانوں میں نہ آ سے۔ (ن)۔

(۵۳) میں مامور ہوں ان لوگوں سے مقاتلہ کرنے پر یہاں تک کہ اللہ کے سچے معبود محمدؐ کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ جب ایسا کرنے لگیں۔ تو پھر بجز حق اسلام ان کے مال و جان سے تعرض نہ ہوگا (۲)

(۵۴) جو شخص بظاہر کلمۂ شہادت اور نماز پڑھتا ہے۔ گو منافق ہو۔ اسے قتل کرنا ممنوع ہے - (مالک)

مختلف مضامین دربارۂ ایمان و اسلام بطور وعظ

(۵۵) ایک دوسرے کی جان و مال آبرو پر ناحق ہاتھ ڈالنا ہمیشہ کے لئے ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ تم اس شہر (مکہ) میں اس مہینے (ذوالحج) اس روز (عرفہ) ایسی ناشائستہ حرکات کو حرام سمجھتے ہو (۲) تمہیں بہت جلدی خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی پڑیگی۔ پس ایسا نہ ہو میرے بعد گمراہ ہو جاؤ۔ اور باہمی کشت و خون شروع کر دو۔ تمہاری عورتوں سے اگر کوئی بے حیائی کا کام صادر ہو۔ تو تم بطور سزا۔ ان سے ہمبستر نہ ہونے اور انہیں

۵۱ حقیقتہً یا حکماً جزیہ قبول یا صلح۔ ۱۲۔ ۵۳ مثلاً قصاص یا مال کا عوض۔ ۱۲

مارنے کے مجاز ہو۔ مگر زیادہ سخت نہیں۔ پھر جب اطاعت کرنے لگیں تو انھیں تکلیف نہ دو۔ عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں اچھا کھانا اور کپڑا دو۔ ان سے نیک معاشرت کرو۔ اور تمہارا حق ان پر یہ کہ وہ تمہارے دشمنوں کو گھر میں نہ آنے دیں۔ اس شہر (مکہ) میں شیطان ہمیشہ کے لئے عبادت[1] سے محروم ہو گیا ہے ہاں معمولی باتوں میں تم اسکی اطاعت کروگے اور وہ اسی سے راضی ہو جائے گا۔ (۲+ت)

خیانت۔ دغا۔ فساد سے قلب کو بچانا ہے تو محض اللہ کے واسطے عمل کرو۔ خلیفۂ وقت کی خیر خواہی اور لزوم جماعت مسلمین کو نہ چھوڑو۔ (رزین)

ہاں جاہلیت کی رسمیں چھوڑ دو۔ پچھلے سود موقوف اور خون معاف ہوئے۔ یہ باتیں جو حاضر ہے۔ غائب کو پہنچا دے کہ شاید وہ اس سے زیادہ سمجھدار ہو ÷

(۵۶) نیکی کے دروازے یہ ہیں:-

روزہ جو گناہوں کے تیروں کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ صدقہ اور نماز تہجد گناہوں کی آگ کو پانی کیطرح بجھا دیتے ہیں۔ دین کے لئے اسلام[2] بمنزلہ سر کے ہے۔ اور نماز بمنزلۂ ستون۔ اور جہاد بمنزلۂ کوہان[3]۔ کل نیکیوں کی جڑ زبان کی محافظت ہے کیونکہ لوگوں کو انکی زبانوں کی بے احتیاطی ہی دوزخ میں گراتی ہے (احمد۔ ابن ماجہ۔ ت) ÷

(۵۷) اُس کا ایمان کامل نہیں جو امانت کو۔ اور اُس کا دین کامل نہیں جو عہد (قول قرار) کو نگاہ نہ رکھے[4]۔ (بیہقی)

(۵۸) جہاد کس نے سب سے اچھا کیا؟ جس کا گھوڑا بھی مارا گیا۔ اور خود بھی شہید ہُوا۔ کونسی ہجرت سب سے بہتر ہے یہ کہ جس چیز پر تیرا رب راضی نہیں۔ اسے چھوڑ دے۔ نماز میں کونسی چیز بہتر ہے۔ دیر تک خشوع کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنا۔ کونسا وقت مبارک ہے۔ پچھلی رات کا درمیانی حصہ۔ ایمان میں کونسی بات بہتر ہے۔ خوش اخلاقی ÷

---

[1] یعنی بُت پرستی نہ ہوگی ۱۲ [2] کلمۂ شہادت یا اپنے تئیں اللہ کی راہ میں سونپ دینا ۱۲ [3] جس سے اسلام کا بول بالا ہوتا ہے ۱۲ [4] امانت سے انا عرضنا والی امانت یعنی تکالیف شرعیہ۔ اور عہد سے عہد الست جو حفظ حقوق ربوبیت کے لئے تھا مراد لیں تو معنے بالکل صاف ہیں کہ جسے ان کا پاس نہیں وہ مومن ومتدین کیسے ہو سکتا ہے ۱۲

(۵۹) سو بات کی ایک بات یہ ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ۔ اس پر استقامت اختیار کرو۔ (م)

(۶۰) اللہ تعالےٰ نے کشفی نظارہ دکھلایا۔ ایک سیدھا رستہ ہے جسکے دونوں کناروں پر دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے۔ ایک بلانے والا رستے کے سرے پر ہے اور ایک اوپر وہ رستہ اسلام ہے۔ دروازے محارم[۱] الٰہی۔ پردے حدود الٰہی۔ رستے کے سرے پر بلانے والا قرآن۔ اور اوپر سے بلانے والا اللہ کا واعظ جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے (ت۔ ر)

(۶۱) ہمیں رسول اللہ صلعم صراط مستقیم کے بہت نزدیک چھوڑ گئے۔ جس کے دائیں بائیں اور بھی کئی رستے ہیں۔ جن پر کچھ لوگ اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اب جس نے ان رستوں کو قبول کیا وہ دوزخ ہیں۔ اور جو سیدھے رستے چلا گیا وہ بہشت میں جائے گا۔ (رزین)

قدسی حدیثیں

(۶۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اسے سزاوار نہیں۔ جب وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ (بعد مرنے کے) زندہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ جب میں نے عدم محض سے پیدا کر لیا۔ تو کیا دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہے اور مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اسے لائق نہیں۔ جب کہتا ہے کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ میری ذات پاک ہے اس عیب سے کہ کوئی جورو یا اولاد رکھوں میں واحد لاشریک بے نیاز ہوں۔ نہ میں نے کسی کو جنا نہ میں کسی سے جنا گیا۔ نہ کوئی میرے برابر کا ہے ؛

(۶۳) فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے رنجیدہ کرتا ہے ابن آدم۔ جبکہ وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے کیونکہ میں ہی ہوں دھر (تصرف کرنیوالا) میرے ہی قبضہ قدرت میں سب کام ہیں۔ اور میں ہی رات دن کو بدلاتا ہوں (۲)

(۶۴) گستاخانہ کلمات سنکر صبر[۲] سے کام لینے والا اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ چنانچہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں اور وہ انھیں عافیت بخشتا ہے اور رزق دیتا ہے (۲)

قیامت

(۶۵) اللہ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ فرمایا۔ کبھی تم قحط زدہ زمین پر گذرے ہو پھر اسکی سرسبزی کی حالت میں بھی۔ بس اسی طرح جی اُٹھنا ہوگا (احمد)

(۶۶) قیامت کو ان پانچ غیبوں میں فرمایا جو لقمان پارہ ۲۱ رکوع ۴ میں مذکور ہیں (ترمذی)

[۲] گنہگاروں سے انتقام لینے میں جلدی نہ کرنے والا۔ معاف کردے (خاصۂ حلم) یا تاخیر ۱۲

احساں نہ تیرا بھولوں گا تا زیست اے مسیح
پہنچا دے گر تو یار کے در پر ذرا مجھے
سجدہ کناں ہوں در پہ ترے اے مرے خدا
اُٹھوں گا جب اٹھائے گی یاں سے قضا مجھے
ڈوبا ہوں بحرِ عشقِ الٰہی میں شادؔ میں
کیا دے گا خاک فائدہ آبِ بقا مجھے

ضرور منگا لیجئے

حیدر آبادی مترجم قرآن مجید۔ مولانا میر محمد سعید صاحب کا ترجمہ۔ تفسیری نوٹ حضرۃ خلیفہ اوّل اور بزرگان ملت کی تشریحات کا خلاصہ۔ قیمت صرف۔ تین روپے +

ظہور المہدی نصف قیمت پر

محب مکرم برادر معظم فضل کریم صاحب افریقہ کی عنایت سے میں یہ اعلان کرنے کے قابل ہوا ہوں کہ ۲۲ جلد ظہور المہدی نصف قیمت پر یعنی بجائے ۸؍ کے ۴؍ پر دیجائیگی استطاعت احمدی جلد منگوالیں اور برادر موصوف کے حق میں دعا فرمادیں +

مینجر تشحیذ الاذہان قادیان

مجموعہ الہامات وکشوف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قیمت ہر ۳ مکمل ۸؍ +

مباحثہ شملہ کا فیصلہ۔ قیمت صرف ۳؍ پیغام حق ۴؍
سرمہ نورانی تولہ ایک روپیہ + مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں ۸؍ خورد ۴؍
نغمۂ اکمل حصہ دوم ۲؍ + حصہ سوم ۱؍ + درثمین اردو نیا ایڈیشن ۵؍

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴.

Digitized by Khilafat Library

امراض مستورات

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا!

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید یارلین ملک کی مشہور دوائیں برنم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آتی ہے ÷

یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنے کم یا زیادہ دنوں میں حیض ہونا اور پرتھو زیادہ ہونا۔ کمر پیڑو و رانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ وغیرہ دُور ہو جاتا ہے۔ پردر جس میں سفید و سرخ پانی کیطرح مواد نکلتا ہے۔ خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکالیف اس دوا سے رفع ہوتی ہیں رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بیوقت ضائع ہو جاتا ہے نطفہ قرار پاکے تیسرے چوتھے مہینے میں ضائع ہو جاتا ہے ایسی حالت میں اس دوا کا کچھ دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال کرنے سے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک ۱؎ محصولڈاک وغیرہ ۶؍ دو شیشی تک ۸؍ ÷

اس دوا پر اسسٹنٹ آف دی فیمل ہاسپٹل رام پور کی رائے۔ آپ نے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کیں اُس سے مجھ کو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمایئے ÷

قوت کی گولیاں

۳۱ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس۔ اسٹکنیا ڈامینا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے معز رریٹرہ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍ دیکھئے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے تیس گولیاں منگوائیں ایسے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ۳۰ کے ۳ ہزار بھی کم ہی تھی ÷

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۱ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۹

فہرست مضامین

		صفحہ
انبیاء کی شان ازروئے بائبل و قرآن	از منشی غلام نبی صاحب (بلانوی)	۱ تا ۲۶
بشارات القرآن . . .	از مولوی احمد دین صاحب نارووال	۲۷ " ۳۲
معارف قرآن . . .	از مولوی فاضل محمد اسمٰعیل صاحب	۳۲ " ۳۵
درس حدیث . . .	از حضرت اولوالعزم فضل عمر صاحب	۳۵ " ۳۶

قیمت سالانہ عوام سے ۲ر طلبہ سے ۸؍ر
غیر ممالک سے ۸؍ر

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلیشر نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشحیذ کی طرف احباب توجّہ فرماویں

میں احباب کرام کی خدمت بابرکت میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ تشحیذ ان کے موجودہ امام کا جاری کردہ رسالہ ہے اس لئے اس کی آن بان کو قائم رکھنا جو اسکی کثرت اشاعت پر منحصر ہے اس کے فرائض میں داخل ہے ✣

میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تشحیذ کو وقت پر عمدہ مضامین کے ساتھ نکال دیتا ہوں۔ اس مہینے کا رسالہ جس حالت میں شائع ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں وبائی تپ کے شدید حملے میں ماخوذ۔ اور جہاں تک ظاہر اسباب پر نظر پڑتی تھی مجھے اپنے بچنے کی امید نہ تھی مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی دعاؤں کو سنا اور مجھے افاقہ ہوا۔ یہ سطور ابھی بستر علالت پر لیٹے لیٹے لکھ رہا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسی روح فرسا حالت میں بھی مجھے رسالہ ہی کا خیال ہے پس آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں۔ رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشاں ہوں۔ کم از کم خریدار اتنے تو ہوں کہ ان کا چندہ سالانہ اخراجات تشحیذ کو ادا کر سکے۔ موجودہ حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ اور اس کے دجوہات میری سمجھ سے بعید ہیں۔ کیونکہ رسالہ کی موجودہ ترتیب کو عام طور سے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ گذارش کر دی۔ اللہ اثر دے ✣ ۲۰ اگست ۱۹۱۶ء۔

صادق

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض حدیث میں یہ مذکور ہے
یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر ✣

شق اوّل یعنی عیسائی مذہب کی تردید کے لئے مفتی محمد صادق صاحب کو مسیح کا شاگرد صادق ہونے کے لحاظ سے ایک خاص جوش اور ایک خاص ملکہ ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ یہ ماہوار اخبار جس کے تین نمبر نکل چکے ہیں بہت جلد جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء

انبیاء کی شان

از روئے

بائبل و قرآن

نبی ہر ایک بشری کمزوری سے پاک ہوتا ہے

تمام مذاہب کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے رشیوں منیوں اور نبیوں کے ذریعہ فرمائی ہے۔ اور انہیں کی وساطت سے وہ اصول اور قواعد لوگوں تک پہنچائے ہیں جن پر چلکر نجات حاصل ہوسکتی ہے گو اس سلسلہ کو ویدوں کے ماننے والے صرف انہی چار رشیوں پر ختم کرتے ہیں جن کی نسبت اُن کا یہ خیال ہے کہ ابتدائے آفرینش سے چار جوان جوان رشیوں کو پیدا کر کے ان

پر وید نازل کئے گئے تھے۔ اور یہودی صاحبان حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے انبیاء کو ماننے کے بعد اپنے زعم باطل میں کسی آنے والے کی نسبت باطل خیالات کو دل میں جاگزین کرنے کی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح عیسائی صاحبان حضرت مسیح تک کے انبیاءؑ پر ایمان لاکر آیندہ کے لئے اس در رحمت کو مسدود یقین کر چکے ہیں۔ نیز آجکل کے مسلمان بھی اسلام کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ کا یہ فضل بند ہو چکا ہے۔ یعنی اب خواہ کوئی کتنا ہی زہد و اتقا میں بڑھ جائے نبوت کے فیض سے ہرگز مستفیض نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ آپ کی اتباع کی وجہ سے ایک عظیم الشان نبی **حضرت مرزا غلام احمد صاحب** مسیح موعودؑ ان کے سامنے آچکا ہے اور زمین و آسمان نے اسکی صداقت کی گواہی دیدی ہے اور دے رہی ہے۔ اور آپ کا یہ کلام مبارک روز روشن کیطرح پورا ہو رہا ہے کہ :-

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں + ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

بھر حال۔ تمام مذاہب والے اس بات پر متفق ہیں کہ خدا تعالےٰ نے دُنیا میں کسی نہ کسی وقت ایسے لوگ ضرور بھیجے ہیں جو اسکی مخلوق کی رہنمائی کا باعث ہوئے ہیں اور اسکی شناخت کا ذریعہ ٹھہرے ہیں اور انہی کی لائی ہوئی باتوں پر ہر ایک مذہب کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ گو اس وقت ان مذاہب کی شکل اور ہیئت کچھ ہی نظر آتی ہو۔ تاہم یہی سچی اور پکی بات ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کی ابتدا خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں نے ہی کسی نہ کسی وقت میں رکھی ہے اور یہی پاک اور مطہر انسان مخلوق کا خالق سے تعلق پیدا کرانے کا باعث ہوئے ہیں ورنہ ناممکن تھا کہ انسان ضعیف البنیان اپنی کوشش اور ہمت سے کوئی ایسا طریق اور رستہ اختیار کر لیتا جس سے اپنے معبود حقیقی کی رضا اور رغبت کے مقام تک پہنچ سکتا۔ پس خدا تعالےٰ نے جو انسانی کمزوری کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔ انبیاء کے سلسلہ کو اسی غرض کے لئے جاری فرمایا۔ کہ میرے بھیجے ہوئے کے ذریعہ مجھ تک پہنچنے کا رستہ معلوم ہو۔ اگر کوئی انسان تھوڑی دیر کے لئے بھی غور کرے تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ ہر ایک انسان طبعی طور پر اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ غفلتوں۔ لغزشوں۔ کمزوریوں۔ جہالتوں۔ تاریکیوں۔ نفسانی حملوں

ٹھوکروں۔ وسوسوں۔ اور دُنیا کی انواع واقسام کی آفتوں اور بلاؤں سے بچایا جائے۔ اور بکر مکاتِ دُنیا سے چھڑایا جائے۔ لیکن یہ ہو نہیں سکتا جبتک کہ کوئی زبردست ہاتھ اسکی مدد اور رہنمائی نہ کرے جیسا کہ میں پہلے بتاتا آیا ہوں۔ انسان ایک ضعیف اور کمزور خلقت ہے۔ اس لئے ایک دم کے لئے بھی وہ اپنے نفس پر اس بات کا بھروسہ نہیں رکھ سکتا کہ وہ خود بخود اپنے عقل اور تدبیر سے نفسانی ظلمات اور تاریکیوں سے باہر آسکے گا۔ اسکے لئے خداتعالےٰ اپنے خاص بندوں کو نفسانی آلائشوں کے چھڑانے کے کام پر متعین کر کے اپنے دست خاص سے انکی مدد اور نصرت فرماتا ہے اور انھیں ایسا علم اور فہم دیتا ہے کہ جسکے سیکھنے اور جسپر عمل کرنے سے نہ صرف وہی پاک اوصاف ہو جاتے ہیں بلکہ ہر ایک وہ انسان جو ان کی پیروی کرتا ہے ہر ایک قسم کی تباہی اور ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور صرف محفوظ ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اعلےٰ سے اعلےٰ مدارج پر بھی پہنچ جاتا اور خداتعالےٰ کے مقرب اور پیارے بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ صحیفہ فطرت میں خداتعالیٰ نے انسانی کمزوری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ یعنی انسان کی پیدایش میں ہی کمزوری اور ضعف رکھا گیا ہے۔ ہر ایک عقلمند اور دانا انسان اپنی پیدائشی کمزوری کو جانتا ہوا ضرور اسبات کا احساس رکھتا ہے کہ واقعہ میں انسان خود بخود بدی کی کششوں کو روکنے اور انواع واقسام کی بدیوں سے بچنے کی تدابیر نہیں سوچ سکتا۔ بلکہ اسے کسی ایسے کامل رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جسے اس خدا کی طرف سے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے خاص طاقت اور ہمت عطا ہو۔ اور خداتعالےٰ نے اسے اس کام کے لئے چن لیا ہو کہ لوگوں کی رہنمائی کرے۔ ایسے انسان کی اتباع واقعی طور پر ہر ایک قسم کی بدیوں اور برائیوں۔ غفلتوں اور جہالتوں۔ ظلمتوں اور تاریکیوں۔ لغزشوں اور کمزوریوں۔ نفسانی حملوں اور وسوسوں سے چھڑا سکتی ہے اور نجات دلا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ انسان یعنی انبیاء اپنی کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ بلکہ اس طرح خداتعالےٰ کے تصرف اور قبضہ میں ہوتے ہیں جس طرح ایک انسان کے قبضہ میں کل ہوتی ہے۔ وہ نہیں بولتے جبتک کہ خدا انھیں نہ بلائے۔ وہ کوئی کام نہیں کرتے جبتک کہ خدا ان سے نہ کروائے۔ ان سے وہ تمام طاقتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ جنکی وجہ سے انسان خداتعالےٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ وہ کامل نمونہ اور اسوہ حسنہ

ہوں۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک بے جان چیز کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے تمام افعال اور اقوال اسی کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ ہر طرح کے نقصوں اور عیبوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔ تا وہ لوگوں کو پاک کریں۔ وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے متمتع کئے جاتے ہیں۔ تا وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر کی تعلیم دیں۔ وہ ہر طرح کی خوبی اور صفت سے متصف کئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگوں کو متصف کریں۔ وہ دُنیا کے لئے کامل نمونہ ہوتے ہیں اور گو وہ انسانی شکل و صورت میں جلوہ فرما ہوتے ہیں لیکن دراصل انہیں خدائی ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ ان کا جینا۔ ان کا مرنا۔ ان کا اُٹھنا۔ ان کا بیٹھنا۔ ان کا ہنسنا۔ ان کا بولنا سب کچھ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کسی کمزوری کے مرتکب نہیں ہوتے اور نہ کوئی گناہ ان سے سرزد ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بہت سی ایسی آیات ہیں۔ جن سے انبیاء کرام کی اس صحیح اور اعلےٰ شان کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶-۱۶۳) تو کہدے۔ کہ میری تو یہ حالت ہے کہ میرا اپنا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ میرا جسم بھی میرا نہیں۔ میری عبادت۔ میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا کچھ بھی میرا نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہی ہے جو ربّ العلمین ہے۔ پھر آپ کی نسبت خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۸-۱۷) جب تو نے مارا تو تُو نے نہیں مارا۔ بلکہ اللہ نے مارا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل خداتعالیٰ کا اپنا فعل قرار پا گیا۔ اور جو کچھ آپ نے کیا۔ وہ آپنے نہیں کیا بلکہ دراصل خدا نے کیا تھا۔ پھر یہاں تک فرما دیا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۵۳-۳) کہ یہ تو اپنی مرضی اور خواہش سے زبان بھی نہیں ہلاتا۔ بلکہ جو کچھ بولتا ہے۔ وحی سے ہی بولتا ہے۔ یعنی اس کا بولنا بھی خدا ہی کا بولنا ہے۔ آپ کی یہ شان بتا کر جو سراپا طہارت اور پاکیزگی تھی پھر آپ سے تمام دُنیا کو یہ کہلا دیا۔ کہ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (۳-۲۹) اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اور میرے نمونہ کو دیکھ کر اس کے مطابق چلو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خدا تم کو اپنا محبوب بنا لیگا۔ اور تم سے محبت کرنے لگ جائیگا۔ یہ انبیاء کا درجہ اور مقام ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے اور انکی پیروی

سے خدا انسان کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے +

پس خدا تعالیٰ جن لوگوں کو اپنی طرف سے نبی اور رسول کر کے دنیا کی طرف بھیجتا ہے وہ ہر طرح کی انسانی کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنا سخت غلطی ہے کہ وہ بھی کسی گناہ کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب ان کے آنے کی غرض ہی یہ ہو۔ کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے احکام پر چلائیں۔ برائیوں اور بدیوں سے چھڑائیں۔ نقائص اور عیوب سے پاک و صاف کریں۔ لیکن وہ خود ہی خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے کسی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہوں۔ تو اوروں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔ نیز اگر وہ انسان جن کو خدا تعالیٰ چنکر اور مخصوص کر کے اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لئے بھیجتا ہے۔ وہ بھی گناہ کے مرتکب ہو سکتے اور کسی فعل مذموم سے اپنے آپ کو نہ بچا سکتے تو پھر نا ممکن تھا۔ کہ دنیا کا کوئی بھی انسان بدیوں اور برائیوں اور گناہوں سے اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیتا۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ پیدا کر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود پاک اور مطہر ہستی ہے۔ اس لئے اس کا تعلق بھی پاک لوگوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب نبی بھی اپنے آپ کو پاک نہیں رکھ سکتا تو اور کسی کی کیا طاقت ہے کہ پاک رہے اور جب کوئی بھی پاک نہ ہوا۔ تو گویا کسی کا بھی خدا سے تعلق نہ ہوا اس صورت میں انبیاء اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں کا سلسلہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اور ان کا آنا بھی بے سود۔ حالانکہ ان کی آمد کے سہارے مذاہب قائم ہیں۔ اور پھر ہر ایک مذہب والے یہ دعویٰ بھی بڑے زور سے کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب پر چلکر انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تک پہنچ سکتا ہے اپنی حالت کو درست اور عمدہ بنا سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کوئی رہنما ہی نہیں۔ تو راہ رو منزل مقصود پر کس طرح پہنچ سکتا ہے لیکن اصل بات یہی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کا وجود ایک ایسا بابرکت اور سراپا نور ہوتا ہے۔ جو انسانوں کو برکت دینے اور انکے تاریک دلوں کو منور کرنے کا واحد ذریعہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بشری کمزوری اور نقص نہیں ہوتا۔ وہ کسی انسانی آلائش اور کدورت سے حصہ نہیں رکھتا۔ تا لوگوں کی نظروں میں ناکمل اور ناقص نمونہ نہ ٹھہرے۔ اور مخلوقات کو راہ راست پر لانے میں کسی قسم کی کمزوری نہ دکھلائے۔ وہ ہر طرح

سے کمل اور ہر ایک کمزوری سے منزہ کیا جاتا ہے۔ حتّٰی کہ اسکی ہر ایک حرکت وسکون خدا تعالےٰ کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اسکی خواہشات اور جذبات اپنے نہیں ہوتے۔ اس لئے اس کا حرکت وسکون محبت وعداوت۔ رحم وغضب۔ عفو وانتقام سخاوت وشجاعت اسکی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سب کچھ چونکہ خدا تعالےٰ کی منشاء اور ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لئے گویا خدا ہی کا ہوتا ہے۔ پس جو انسان بکلی خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہو۔ اور اپنا کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ اسکی نسبت کوئی عقلمند یہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ بھی کسی گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ یا کوئی غلطی اس سے سرزد ہو سکتی ہے۔ اس لئے آجتک جسقدر بھی انبیاء گذرے ہیں انکی نسبت یہی خیال رکھنا ضروری ہے کہ واقعہ میں وہ کسی گناہ اور برائی کے مرتکب نہیں ہوئے اور اگر کسی کتاب میں انکے متعلق اس کے خلاف کچھ لکھا ہؤا ہو۔ تو اسے غلط قرار دے کر مسترد کر دینا ہر ایک ایسے انسان کا فرض ہونا چاہیئے جو ان کو نبی مانتا ہے۔

بائبل اور قرآن میں انبیاء کا ذکر

اس وقت اسلام اور عیسائیت دو ایسے مذہب ہیں جن میں بہت سے نبیوں کا اشتراک پایا جاتا ہے یعنی بعض وہ انبیاء جنکو عیسائیت کی کتاب مقدس (بائبل) میں نبی قرار دیا گیا ہے۔ انہی کو اسلام کی مقدس کتاب (قرآن) نے نبی کر کے پکارا اور نبوت کی تصدیق کی ہے۔ ان انبیاء کے متعلق یہاں تک تو ان دونوں کتابوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ایک بہت بڑا فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ بائبل میں جن کو نبی قرار دیا گیا ہے ان میں سے بعض کیطرف ایسی ایسی باتیں بھی منسوب کی گئی ہیں جن سے کہ انکی شان بہت اعلےٰ وارفع ہے۔ چونکہ قرآن شریف نے بھی ان کو نبی قرار دیا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ان کے اس قسم کے غلط الزاموں کی تردید کرتے ہوئے جو بائبل کے رو سے ان پر عائد ہوتے ہیں ان کی شان کو واضح طور پر ظاہر کر دیں۔ اور ساتھ ہی بائبل کی کمزوری کو بھی بتا دیں۔ کیونکہ ایک طرف تو بائبل ان کو نبی اور خدا کے برگزیدہ بندے قرار دیتی ہے لیکن دوسری طرف وہ وہ باتیں منسوب کرتی ہے۔ جو صرف ایک معمولی انسان سے منسوب ہو سکتی ہیں۔ نیز اس طرح قرآن شریف کا ایک نیا معجزہ عالم شہود پر آجائے گا

کیونکہ بائبل کے رو سے کسی نبی پر جو الزام بھی عائد ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نہ کسی پیرایہ میں قرآن کریم نے رد کیا ہے۔ اور اس نبی کی اصل شان پر کسی قسم کی گرد و غبار کو پڑے نہیں رہنے دیا۔ یہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا ایک زبردست اور بالکل نیا ثبوت ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس سے دانا اور عقلمند انسان جہاں یہ سمجھ جائینگے۔ کہ بائبل کی رو سے جو اعتراضات انبیاء پر وارد ہوتے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ وہاں یہ بھی جان لینگے۔ کہ واقعی قرآن شریف ہی خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں انبیاء کی وہی شان نظر آتی ہے۔ جو انکے لئے موزون اور ضروری ہے +

حضرت نوح علیہ السلام

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں نوح علیہ السلام کی نسبت بائبل میں لکھا ہے:۔

"نوح کھیتی باڑی کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اسکی مے پیکر نشے میں آیا اور اپنے ڈیرے کے اندر آپکو ننگا کیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ اور اپنے دو بھائیوں کو جو باہر تھے خبر دی۔ تب سم اور یافث نے ایک کپڑا لیا اور اپنے دونوں کاندھوں پر دھرا۔ اور پچھلے پاؤں جا کے اپنے باپ کی برہنگی کو چھپایا۔ پر ان کی پیٹھ اسکی طرف تھی۔ کہ انھوں نے اپنے باپ کی برہنگی کو نہ دیکھا جب نوح اپنی مے کے نشے سے ہوش میں آیا۔ تو جو اسکے چھوٹے بیٹے نے اسکے ساتھ کیا تھا۔ اسے معلوم کیا" (پیدایش باب ۹ آیت ۲۰ تا ۲۴) +

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح ایک وقت میں انگور کی مے پی کر اس درجہ آپے سے باہر ہو گئے تھے۔ کہ انھیں اپنے جسم تک کی خبر نہ رہی تھی۔ حتٰی کہ کپڑے اُتار کر ننگے ہو گئے تھے۔ اب یہ دیکھنا چاہئیے کہ کیا ایک نبی ایک ایسے فعل کا مرتکب ہو سکتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ہر ایک نبی دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا کرتا ہے۔ لیکن جو شخص خود نشے میں چور ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ وہ بھلا دوسروں

کی کہاں فکر رکھ سکتا ہے۔ اپنی عزت اپنی آبرو اور اپنی توقیر کا خیال رکھنا ہر ایک انسان کو دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے انسان جان۔ مال۔ اولاد۔ اور عیش و آرام۔ غرضکہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور خاصکر انبیاء اس بات کا بہت ہی خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے بدکاروں اور بدافعالوں کے مدمقابل بنکر انھیں کام کرنا ہوتا ہے۔ اور انکے دام تزویر سے لوگوں کو آزاد کرنا ان کا فرض اولین ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے لوگ ہر وقت انبیاء کی مخالفت میں لگے رہتے ہیں۔ اور انکی عزت و آبرو کو برباد کرنے اور اس میں نقص نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ چونکہ انبیاء کو تمام نقائص اور عیوب سے پاک رکھتا ہے۔ اس لئے انکے معاند اور مخالف اپنے ارادوں اور منصوبوں میں ہمیشہ ناکام اور نامراد ہی رہتے ہیں لیکن اگر انھیں واقعہ میں کوئی بات اس قسم کی ملجایا کرتی جو ایک نبی کے لئے باعث عار ہوتی تو وہ کبھی ناکام نہوتے۔ پس اگر یہ بات مان لیجائے۔ کہ حضرت نوح نشے میں اسقدر از خود رفتہ ہوگئے کہ اپنے کپڑے اتار کر ننگے ہوگئے تھے۔ تو یہ ان پر ایک بہت بڑا اعتراض ہوتا جو انکے مخالفین کے ہاتھوں میں ایک ایسا حربہ تھا۔ جس سے وہ انکے برخلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے +

یہاں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بائبل میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت نوح بیہوش ہوگئے یہ اس وقت ایک مذموم فعل قرار دیا جاسکتا۔ اور حضرت نوح کیطرف منسوب کرنا خاص طور پر برا ہو سکتا ہے۔ جبکہ بائبل انھیں نبی بھی قرار دے۔ اس کے لئے میں بائبل سے ہی بتاتا ہوں کہ وہ حضرت نوح کی نبوت کا کن الفاظ میں اقرار کرتی ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ اسوقت دنیا کی یہ حالت تھی کہ:۔

"خداوند نے دیکھا۔ کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی۔ اور اس کے دل کے تصور اور خیال روز بروز بدہی ہوتے ہیں۔ **تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا**۔ اور خدا نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین سے مٹا ڈالوں گا۔ انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک۔ کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں۔ **مگر نوح**

پر خداوند نے مہربانی سے نظر کی "۔ "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا۔ اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا" (پیدائش باب ۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی بعثت کا وہ زمانہ تھا۔ جبکہ دنیا فسق و فجور میں پڑ کر غضب الٰہی کی مورد ہو چکی تھی۔ اور خدا تعالیٰ اس پر لوگوں کی بدکاریوں کی وجہ سے عذاب عظیم نازل کرنا چاہتا تھا۔ نیز انسان اس درجہ سیاہ کاری کے مرتکب ہو چکے تھے۔ کہ جنگل کے حیوان زمین کے کیڑے مکوڑوں۔ اور آسمان کے پرندوں تک کے لئے باعث ہلاکت ہو رہے تھے۔ ایسے زمانہ میں جس انسان کو خدا تعالیٰ ان بدیوں اور برائیوں کے دور کرنیکے لئے کھڑا کرے۔ اسکی نسبت ایک معمولی عقل والا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسے کس طرح کا ہونا چاہیئے بائبل بھی حضرت نوح کی شان کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا" (پیدائش باب ۶ آیت ۹) یعنی اس زمانہ میں صرف نوح ہی ایک ایسا انسان تھا جس پر "خداوند نے مہربانی سے نظر کی" اور جسے اپنی آغوش شفقت میں لیکر ایک ممتاز شخصیت عطا فرمائی۔ اسکے سوا اور کوئی ایسا انسان اس ملک میں نہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ کی اس رحمت اور مہربانی کا مستحق ہوتا۔ تو جب حضرت نوح کو خدا تعالیٰ نے اپنے زمانہ میں کامل اور صادق قرار دیدیا۔ اور اس دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث فرمادیا۔ جسکی بدیوں اور برائیوں سے وہ خود بھی گھبرا گیا تھا تو وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی بائبل اسے معمولی انسان کہتی ہے۔ پس جب بائبل سے حضرت نوح علیہ السلام کی یہ شان ثابت ہو گئی تو انکی نسبت یہ بیان کرنا کہ وہ مے پی کر اسقدر نشہ میں آگئے۔ کہ کپڑے اتار کر ننگے ہو گئے تھے ایک سخت بے ادبی کا کلمہ ہے۔ اب ایک اور بات رہجاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ آیا بائبل میں مے کی حرمت بھی آئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو گو ایک نبی اور مصلح کے لئے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہوش و حواس میں رہنا اور از خود رفتہ نہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اسپر کوئی مذہبی رنگ میں الزام نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب اس چیز کا استعمال کرنا ہی ممنوع نہیں۔ تو استعمال کرنے والا گنہگار اور خطاکار ہی کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ اسکے لئے میں بائبل میں سے مے کی حرمت کی نسبت احبار باب ۱۰ کی آیت ۸ و ۹ کا یہاں لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو یہ ہیں :-

"پھر خداوند نے خطاب کرکے ہارون کو فرمایا۔ کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم مے یا کوئی چیز جو نشہ کرنیوالی ہو۔ نہ پی جیو۔ نہ تو اور نہ تیرے بیٹے۔ تا نہو کہ تم مرجاؤ۔ اور یہ **تمہارے لئے تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک قانون ہے**"

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مے کا پینا ممنوع ہے۔ اور یہ حکم صرف حضرت ہارون کے لئے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے ÷

اب جبکہ بائبل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت نوحؑ ایک عظیم الشان نبی اور اپنے زمانہ کے فرد کامل تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ مے کا پینا ممنوع ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ بائبل نے حضرت نوح کے مے پینے کا جو ذکر کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اور اگر اسے درست مانا جائے۔ تو انھیں نبوۃ سے جواب دینا پڑے گا۔ اب یہ ایک جائز سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت نوح کے متعلق بائبل میں جو متضاد باتیں ہیں۔ انھیں کس طرح حل کیا جائے۔ اگر نبی مانا جائے تو مے کا پینا انکی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اس کو درست کہا جائے۔ تو وہ نبی نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ نبی بھی تھے۔ اور اس گناہ کے بھی مرتکب ہوئے تو یہ بھی کوئی ماننے کی بات نہیں ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک نبی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے ÷

چونکہ بائبل اپنے متضاد بیانات کی وجہ سے حضرت نوح کی شان کو اندھیرے میں رکھے ہوئے ہے۔ اور کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی۔ اس لئے ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی نسبت کیا بتاتا ہے۔ اور جو کچھ بتاتا ہے وہ ایک نبی کی شان کے شایاں بھی ہے یا نہیں ÷

قرآن شریف میں حضرت نوح کے متعلق آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (۳-۳۰) کہ اللہ تعالیٰ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو جہان کے لوگوں پر برگزیدگی عطا کی۔ پھر آتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ (۱۱-۲۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور نوح کو ہم نے رسول کرکے اسکی قوم کیطرف بھیجا۔ ان دو آیات اور قرآن کے دیگر بہت سے مقامات سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر دنیا میں بھیجا۔ تا وہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کا موجب ہوں۔ اور ان کو تباہ و برباد ہونے سے بچائیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ

فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۱-۱)

کہ ہم نے نوح کو اُسکی قوم کیطرف اس لئے بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ اُسکی بدکاریوں کی وجہ سے اُسپر دردناک عذاب نازل ہو ڈراوے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دُنیا کی اصلاح کے لئے اور بدیوں کو دُور کرنیکے لئے مبعوث فرمایا۔ تو وہ خود ضرور ہر ایک قسم کی کمزوریوں سے پاک تھے۔ اور انکے دل کے کسی گوشہ یا سینہ کے کسی کونہ میں کوئی ایسی بات پوشیدہ نہ تھی۔ جو کسی کے نزدیک انگشت نمائی کا موجب ہو سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ ہر ایک ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر ایک انسان کو خوب جانتا ہے پس جب وہ اپنی مخلوق کو ایک انسان کے سپرد کرتا ہے۔ تو اُسکی نسبت وہ ہر طرح کا علم بھی رکھتا ہے۔ نہ کہ یونہی اس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان باوجود اس بات کا علم رکھنے کے کہ فلاں آدمی میں فلاں کام کرنے کی اہلیت نہیں۔ اسکے سپرد کوئی کام نہیں کرتا۔ تو خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے۔ وہ کس طرح اتنا بڑا کام ایک ایسے انسان کے سپرد کر سکتا ہے۔ جو خود کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ پس حضرت نوح کے منزہ عن الخطا ہونے کا یہی ایک اتنا بڑا ثبوت ہے جسکی تردید نہیں ہو سکتی۔ لیکن بعض ایسے لوگ جو معرفت حقیقی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ انبیاء کی شان کے گھٹانے کے مرتکب ہوتے ہیں اور۔ چونکہ بائبل میں حضرت نوح پر مے نوشی کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے خاص طور پر اسکی تردید کر کے بتا دیا۔ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۳۷- ۷۶ تا ۷۸) کہ سلامتی ہو نوح پر جہانوں میں۔ ہم محسنوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں۔ نوح تو ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اسے کیوں نہ اجر عظیم دیتے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت نوح کو اپنے مومن بندوں میں سے فرمایا ہے۔ اور ایک دوسری جگہ قرآن میں یہ بتا دیا ہے کہ جو میرے بندے ہوتے ہیں ان پر شیطان کا کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا۔ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ۔ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ (۱۵- ۴۲) اللہ تعالیٰ

شیطان کو فرماتا ہے کہ جو کوئی میرا ہو گیا۔ اُس کو تو نہیں بہکا سکتا۔ اور اُسپر تیرا کچھ قابو نہیں ہے۔ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ ہر ایک وہ انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے ہر قسم کی آلایشوں اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور ان پر شیطان کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ اس لئے وہ ان کو صراط مستقیم سے ایک بال بھر بھی سرکا نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ کے عام بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ تو حضرت نوح جنکی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا انکی طرف شیطان کو نگاہ کرنیکی بھی کہاں جرأت ہو سکتی تھی۔ وہ اس سے بالکل مامون اور معصُوم تھے۔ اور اسکی ہر ایک چال سے آگاہ۔ اس لئے شیطان کو ان پر کسی قسم کا حملہ کرنیکی جرأت ہی نہ تھی۔ چہ جائے کہ وہ مے پی کر نشہ میں بیہوش ہو جاتے۔ کیونکہ نشہ والی چیز کو تو خدا تعالیٰ خاص طور پر شیطانی افعال میں سے قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۔ (۵-۹۲) تحقیق خمر یعنی نشہ والی چیز جوا۔ بت۔ اور تیر شیطان کے عملوں میں سے پلید ترین فعل ہیں ÷

چونکہ بائبل کے رو سے حضرت نوح علیہ السلام پر مے پی کر بیہوش ہونے کا الزام عائد ہوتا تھا۔ جو ایک نبی کی شان سے بہت بعید ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے اس الزام کو اس طرح دُور کیا۔ کہ ہر ایک نشہ والی چیز کو شیطان کے عملوں میں سے پلید ترین فعل قرار دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا۔ کہ خدا کے بندوں پر شیطان کا کچھ قابو نہیں ہوتا۔ نیز اس بات کی بھی پورے طور پر تشریح کر دی۔ کہ نوح ہمارا کوئی معمولی بندہ نہ تھا۔ بلکہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اب ہر ایک عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نوح کی نسبت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ انھوں نے مے پی۔ اور اُس سے بیہوش ہو گئے۔ قرآن شریف نے ایک عجیب پیرایہ میں حضرت نوح کے اس الزام کو رد کیا ہے۔ یعنی اوّل تو اس الزام کو حضرت نوح پر لگائے جانے تک کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور اس نے یہ بتایا ہے کہ قرآن شریف اس خدا کی طرف سے ہے جو اپنے بندوں کی نسبت اتنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ نادانی کی وجہ سے جو

الزام ان پر لگائے گئے ہوں اُن کو دو مہر لئے +

دوسرے قرآن شریف کی ان آیات نے حضرت نوح علیہ السلام کی ذات والاصفات پر جو سے نوشی کا سیاہ دھبہ تھا۔ ایک عام اصل کے ماتحت صاف کر کے خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ انسان کی شان میں پیش کر دیا ہے +

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیجئے آپ ایک بڑے عظیم الشان نبی گزرے ہیں۔ بائبل میں آپ کی نسبت لکھا ہے :۔

"اور اس ملک میں کال پڑا۔ اور ابرام مصر میں گیا۔ کہ وہاں ٹھہرے۔ کیونکہ ملک میں بڑا کال پڑا تھا۔ اور جب مصر کے نزدیک پہنچا۔ تو اس نے اپنی جورو سری کو کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے۔ اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کے کہینگے۔ کہ یہ اس کی جورو ہے۔ سو مجھ کو مار ڈالینگے۔ اور تجھے جیتا رکھیںگے۔ تو کہیو کہ میں اسکی بہن ہوں۔ تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو۔ اور میری جان تیرے وسیلے سے سلامت رہے +" (پیدائش باب ۱۲۔ آیت ۱۰ تا ۱۳)

اس عبارت میں حضرت ابراہیم کیطرف یہ بات منسوب کیگئی ہے کہ انھوں نے اپنی جان بچانے کی غرض سے اپنی بیوی کو جھوٹ بولنے کی تحریک کی۔ مگر اس سے نتیجہ بہت ناگوار نکلا جیسا کہ بائبل کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے :۔

"سو جب ابرام مصر میں پہنچا۔ مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ اور فرعون کے امیروں نے بھی اسے دیکھا۔ اور فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی۔ اور اس عورت کو فرعون کے گھر میں لے گئے۔ اور اُس نے اسکے سبب ابرام پر احسان کیا۔ کہ اس کو بھیڑ۔ بکری۔ اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈی اور گدھیاں اور اونٹ ملے۔ پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابرام کی جورو سری کے سبب مار ماری۔ تب فرعون نے ابرام کو بلاکر اُسے کہا۔

کہ تُو نے مجھ سے کیا کیا۔ کیوں نہ جتایا۔ کہ یہ میری جورو ہے **تو نے کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے** یہاں تک کہ میں نے اسے اپنی جورو بنانے کو لیا۔ دیکھ یہ تیری جورو حاضر ہے۔ اس کو لے اور چلا جا۔ اور فرعون نے اس کے حق میں لوگوں کو حکم کیا۔ تب انھوں نے اسے اور اس کی جورو کو اور جو کچھ اس کا تھا۔ روانہ کیا۔" (پیدائش باب ۱۲ آیت ۱۴ تا ۲۰)

اسکی تائید کے متعلق بائبل کا ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں جو یہ ہے کہ:۔

"ابرہام نے اپنی جورو سری کے حق میں کہا۔ کہ وہ میری بہن ہے" (پیدائش باب ۲ آیت ۲)

بائبل کے ان مقامات کو پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی کو جھوٹ کی ترغیب دی۔ یہاں میں حضرت ابراہیم کی وہ شان بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ جو بائبل نے قرار دی ہے تاکہ بائبل کے متضاد بیانات آشکارا ہو جائیں۔ پیدائش باب ۱۲ میں لکھا ہے۔

"اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا۔ کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤنگا۔ نکل چل۔ اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا۔ اور تو ایک برکت ہوگا۔ اور ان کو جو تجھے برکت دیتے ہیں۔ برکت دونگا۔ اور اس کو جو تجھ پر لعنت کرتا ہے۔ لعنتی کرونگا۔ اور دُنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائینگے"

اس شان کے نبی کی نسبت خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ کسی کڑے سے کڑے وقت میں بھی جھوٹ ایسے مذموم فعل کا ارتکاب کرے۔ یا ترغیب دے۔ اس لئے بائبل کے متعلق سوائے اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس میں اس قسم کی باتیں جو انبیاء کی شان کو بٹہ لگانے والی ہیں۔ بعد میں داخل ہو گئی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم پر بائبل نے جھوٹ کا الزام قائم کیا ہے۔ اس لئے ہم قرآن کریم سے اس کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ اور اصل بات کا کھوج لگاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ (۴-۱۲۴) ابراہیم کے ملت کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ خدا کا مخلص بندہ تھا۔ اور اللہ نے اُس کو اپنا خاص دوست بنایا تھا۔ ان آیات میں قرآن کریم حضرت

ابراہیم کی یہ شان بیان کرتا ہے۔ کہ تمام لوگوں کو انکی اقتدا کی تاکید کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے ان کا خاص تعلق ظاہر کرتا ہے۔ بھلا ایسا انسان جسکو خدا اپنی دوستی کے لئے مخصوص کرے۔ جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ ہر ایک انسان کو فرماتا ہے کہ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (۲۲-۳۱) جھوٹی بات کے زبان پر لانے سے بچو۔ تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کا خاص دوست اس کا ارتکاب کرے۔ اور پھر وہ دوست بھی بنا رہے +

پھر اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم کے متعلق فرماتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۷-۱۱۰ تا ۱۱۲) ابراہیم پر سلامتی ہو کیونکہ وہ ہمارا محسن بندہ تھا۔ اور محسنوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ نیز وہ تو ہمارے کامل مومن بندوں میں سے تھا۔ کیا اب کسی کو وہم بھی آسکتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم جھوٹ بول سکتے ہیں۔ یہ آئتیں انکی شان کو روز روشن کیطرح دکھا رہی ہیں۔ اس لئے انکی طرف جھوٹ بولنے کے فعل کو منسوب کرنیکا وہم بھی نہیں آسکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے اس عظیم الشان نبی کی نسبت یہ الزام معلوم کرکے صاف الفاظ میں اسکی تردید کئے بغیر کہاں چھوڑتا تھا۔ اس لئے اس نے کھلے طور پر فرمادیا۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ کہ ابراہیم کو کتاب میں یاد کرو۔ وہ ہمارا سچا۔ اور راستباز نبی تھا۔ انکی نسبت کسی جھوٹ کو منسوب کرنیوالے خود جھوٹے ہیں۔ پس جب خدا تعالےٰ نے خود فرما دیا کہ ابراہیم ہمارا سچا بندہ تھا تو پھر کون ہے جو ان کو جھوٹا کہے +

سبحان اللہ قرآن شریف نے صرف چند الفاظ میں ہی اس الزام کی کیسی تردید فرمادی +

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط کی نسبت بائبل ایک ایسا فعل منسوب کرتی ہے۔ جس کو لکھنے کی بھی

تہذیب اجازت نہیں دیتی جو دیکھنا چاہیں۔ پیدائش باب ۱۹ ملاحظہ کریں * حضرت لوط وہ نبی ہیں۔ جن کی نسبت بائبل میں ہی لکھا ہے کہ :۔

"جس وقت لوط ضغر میں داخل ہوا۔ سورج کی روشنی زمین پر پھیلی۔ تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کیطرف سے آسمان سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور اس سارے میدان کو اور ان شہروں کے سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اُگا تھا نیست کیا" (پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۳-۲۴)

یعنی یہ سزا ان لوگوں کو اس لئے دیگئی کہ انھوں نے لوط کی مخالفت کی۔ اور اسکی آواز پر کان نہ دھرا۔ اب سوال ہوتا ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ سے حضرت لوط کا اس قدر تعلق تھا۔ کہ انکے مخالفین کو اس نے نیست و نابود کر دیا۔ تو کیا وہ ایسی غلطی کے مرتکب ہو سکتے تھے اس کا جواب اثبات میں کوئی نہیں دیگا۔ لیکن افسوس کہ بائبل اس کو بڑی تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ جسے پڑھکر ہر ایک عقلمند حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ اور حضرت لوط کی شخصیت اس کے سامنے ایک ناخوش آیند لباس میں پیش ہوتی ہے لیکن خداوند تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر کوئی الزام نہیں رہنے دیتا۔ بلکہ انکی حیثیت کو بالکل بے عیب اور نمایاں طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اس لئے اس نے حضرت لوط کے متعلق بھی ہر ایک قسم کے شکوک شبہ قرآن شریف کے ذریعہ دور کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (۳۷-۱۳۳) اور تحقیق لوط ہمارے رسولوں میں سے تھا۔ وہ بھلا کسی برائی کا کہاں مرتکب ہو سکتا تھا۔ پھر فرماتا ہے۔ وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ۙ وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (۲۱-۷۴-۷۵) اور لوط کو ہم نے ہر ایک فعل کی حکمت سمجھائی تھی۔ اور ہر ایک قسم کی نیکی اور بدی کا علم دیا تھا۔ اور چونکہ وہ پاک باز تھا۔ اس لئے اسے اس گاؤں سے نجات دی تھی۔ جس

---

*نوٹ۔ اسی عبارت سے مجھے یہ مضمون لکھنے کی تحریک ہوئی تھی۔ ناظرین بائبل سے ملاحظہ فرمائیں۔ (بلغوی) ٭

میں اس کے رہنے والے ناپاک کام کرتے تھے۔ وہ کیوں ایسے کام کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ بہت بُری قوم اور فاسق تھے۔ اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ کیونکہ وہ ہمارے صالح بندوں میں سے تھا۔

اس آیت نے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ حضرت لوط خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ بندہ تھے۔ اور انہیں خود خدا نے حکمت اور علم سکھایا تھا۔ وہ پاکباز اور صالح تھے ان کے مخالفین چونکہ بہت بُرے کام کرتے تھے۔ اس لئے انہیں ان کا رہنا بھی اچھا نہ سمجھا گیا اور انہیں وہاں سے نکالکر خدا نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ اور انکے مخالفین سے یہ سلوک کیا کہ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ (۱۵-۷۴) زمین کے تختے اُلٹ کر انہیں تہ و بالا کر دیا۔ اور ان پر کنکر اور پتھر برسائے گئے۔ کیا اگر حضرت لوط کسی الزام کے نیچے ہوتے تو انکے منکرین کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا۔ ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں۔ پس حضرت لوط کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پھر دیکھیئے۔ حضرت لوط اپنی قوم کو کہتے ہیں۔ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ۔ (۲۶-۱۶۳) میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ پس تم اللہ کا تقویٰ اور میری فرمانبرداری کرو۔ ان کا علی الاعلان اور تمام قوم کو مخاطب کرکے یہ دعویٰ کرنا کہ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تم میری باتوں کو مان لو اور بُرائیوں اور بدکاریوں کو چھوڑ کر اللہ کا تقویٰ اور وہ طرز عمل اختیار کرو جو میرا ہے۔ بتا رہا ہے کہ وہ خود ہر ایک کمزوری سے پاک اور اللہ کا تقویٰ کرنیوالے تھے۔ ورنہ ناممکن تھا کہ وہ اس طرح کہہ سکتے۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (۶۱-۲) اے مومنو تم دوسروں کو وہ بات کس منہ سے کہتے ہو۔ جو تم خود نہیں کرتے۔ یہ خدا کے نزدیک بہت ناپسندیدہ بات ہے۔ کہ تم دوسروں کو وہ کچھ کہو۔ جو خود نہیں کرتے تو حضرت لوط خدا کے رسول ہو کر کس طرح کہہ سکتے تھے۔ مندرجہ بالا حکم عام مومنوں کے لئے ہے۔ نبی تو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ انکے لئے اسپر عمل کرنا نہایت ہی ضروری ہے اور اسکے خلاف کرنا انکی شان کے منافی۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام ہر قسم کے الزام

سے بالکل بری ہیں +
Digitized by Khilafat Library

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق کی نسبت بھی بائبل میں وہی الزام ہے۔ جو حضرت ابراہیم پر لگایا گیا ہے۔ چنانچہ پیدائش باب ۲۶ میں یہ عبارت درج ہے:۔

"سو اضحاق جرار میں گیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا۔ وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی جورو کہنے سے ڈرا۔ تا نہ ہو کہ وہاں کے لوگ ربقہ کے لئے اسے قتل کریں۔ کیونکہ وہ خوبصورت تھی" (آیت ۶ و ۷)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسحاق اپنی جان بچانے کے خیال سے اصل رشتہ بتانے سے ڈر گئے۔ کہ یہ لوگ مجھے مار نہ دیں۔ لیکن کسقدر تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ یہ وہ حضرت اسحاق ہیں جنکی شان میں بائبل اس طرح مدح خواں ہے کہ:۔

"خداوند نے اس پر ظاہر ہو کے کہا کہ مصر کو مت جا۔ بلکہ جہاں میں تجھے کہوں اس زمین میں رہا کر۔ تو اس ہی زمین میں بود و باش کر کہ **میں تیرے ساتھ ہونگا** اور تجھے برکت بخشوں گا۔ کیونکہ **میں تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دونگا**۔ اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابرہام کی ہے۔ وفا کرونگا اور میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں کی مانند وافر کرونگا۔ اور یہ سب ملک تیری نسل کو دوں گا۔ اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائینگی"

(باب ۲۶ آیت ۲ تا ۴)

بائبل کی اس عبارت سے پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا۔ کہ:۔

"میں تیرے ساتھ ہونگا۔ اور تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دوں گا۔ اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائینگی"

خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کے ہوتے ہوئے ہرگز امید نہیں ہو سکتی۔ کہ حضرت اسحاق

کو کسی مخالف اور معاند سے جان بچانے کے لئے جھوٹ کی پناہ لینے کا خیال آیا ہو۔ جھوٹ بولکر جان بچانے کو تو ایک ایسا بہادر آدمی بھی جسکو اپنی طاقت اور ہمت پر گھمنڈ ہوتا ہے مذموم سمجھتا ہے۔ اور ایسی زندگی کو ذلت کی زندگی قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک نبی جس کا بھروسہ اپنی قوت بازو پر نہیں بلکہ اُس ہستی پر ہوتا ہے۔ جو سب طاقتوروں سے طاقتور ہے اپنی جان کے جانے کے خوف سے جھوٹ بولے۔ اور جھوٹ بھی ایسا جس سے نہ صرف عزت اور توقیر کو بٹہ لگے بلکہ غیرت کا شیشہ بھی پاش پاش ہو جائے *

اس بات میں تو کوئی کلام نہیں۔ کہ انبیاء کو جسقدر خدا تعالٰے پر بھروسہ ہوتا ہے۔ اور کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جن آنکھوں سے وہ خدا کو دیکھتے ہیں۔ وہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوتیں۔ اس لئے ناممکن ہے کہ ایک نبی خدا تعالٰے کی طرف سے نا امید ہو کر اور اس کے وعدوں کو غلط سمجھ کر اپنی جان بچانے کی خاطر خدا تعالٰے کے احکام کی بھی پروا نہ کرے۔ پس حضرت اسحٰق علیہ السلام پر یہ ایک غلط الزام ہے کہ انھوں نے جھوٹ بولا۔ قرآن شریف نے نبیوں اور رسولوں کی شان کیا ہی پاک الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ حضرت اسحاق کو حضرت ابراہیم کے لئے ایک عظیم الشان بشارت قرار دیکر بیان کرتا ہے۔ کہ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ (۳۷-۱۱۲ و ۱۱۳) کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی۔ اور اس اسحاق کو جو کوئی معمولی انسان نہ تھا۔ بلکہ نبی اور صالحین میں سے تھا اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق کو برکت دی۔ پس قرآن شریف حضرت اسحاق کو نبی اور صالحین میں سے قرار دیکر اُس الزام کی بڑے زور سے تردید فرماتا ہے۔ جو بائبل ان پر قائم کرتی ہے *

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے نبوت پانے کا بائبل میں عجیب قصہ لکھا ہے جو یہ ہے۔

"کہ جب اضحاق بوڑھا ہؤا۔ اور اسکی آنکھیں دھندلا گئیں۔ ایسا کہ وہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ تو اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بُلایا۔ اور کہا اے میرے بیٹے۔ وہ بولا دیکھ میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوں۔ اور اپنے مرنے کا دن نہیں

جانتا سو اب میں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ اپنے ہتھیار اپنا ترکش اور اپنی کمان لے۔ اور جنگل کو جا۔ اور میرے لئے شکار کر۔ اور میرے لئے لذیذ کھانا جیسا کہ میں چاہتا ہوں تیار کر۔ اور میرے آگے لا کہ میں کھاؤں۔ تاکہ میں جی سے اپنے مرنے کے آگے تجھے برکت بخشوں۔ اور جب اضحاق اپنے بیٹے عیسو سے باتیں کرتا تھا۔ تب ربقہ نے سنا اور عیسو جنگل کو گیا کہ شکار مارے اور لے آئے۔ تب ربقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے ہمکلام ہو کے کہا۔ کہ دیکھ میں نے تیرے باپ کی سنی۔ کہ تیرے بھائی عیسو سے ہمکلام ہو کے کہا۔ کہ میرے لئے شکار لا۔ اور میرے واسطے لذیذ خوراک تیار کر۔ تاکہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پیشتر خداوند کے آگے تجھے برکت بخشوں۔ سو اب اے میرے بیٹے۔ اس حکم کے موافق جو میں تجھے دیتی ہوں۔ میری بات کو مان۔ اب گلے میں جا کے وہاں سے بکری کے دو اچھے اچھے بچے میرے پاس لا۔ اور میں تیرے باپ کے لئے اُن سے لذیذ کھانا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ پکاؤں گی۔ اور تو اسے اپنے باپ کے آگے لائیو تاکہ وہ کھاوے۔ اور اپنے مرنے سے پیشتر تجھے برکت بخشے۔ تب یعقوب نے اپنی ماں ربقہ سے کہا دیکھ میرے بھائی عیسو کے بدن پر بال ہیں۔ اور میرا بدن صاف ہے۔ شاید میرا باپ مجھے چھوئے۔ اور میں اس پاس دغاباز سا ٹھہروں۔ اور برکت نہیں بلکہ لعنت اپنے اوپر لاؤں اس کی ماں نے اُسے کہا کہ تیری لعنت مجھ پر ہووے۔ اے میرے بیٹے۔ تو صرف میری بات مان۔ اور جا کے میرے لئے انھیں لا۔ تب وہ گیا۔ اور انھیں اپنی ماں کے پاس لے آیا۔ اور اس کی ماں نے لذیذ کھانا جیسا کہ اس کا باپ چاہتا تھا۔ پکایا۔ اور ربقہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کی نفیس پوشاکیں جو گھر میں اس پاس تھیں۔ لیں اور اپنے چھوٹے بیٹے یعقوب کو پہنائیں۔ اور بکری کے بچوں کی کھال اسکے ہاتھوں اور گردن پر جہاں بال نہ تھے لپیٹی۔ اور وہ لذیذ کھانا اور روٹی جو اس نے تیار کی تھی۔ اپنے بیٹے یعقوب کو دی۔ تب اس نے اپنے باپ پاس آ کے کہا۔ اے میرے باپ وہ بولا دیکھ میں ہوں۔ تو کون ہے میرے بیٹے۔ یعقوب اپنے باپ سے بولا۔ کہ میں عیسو ہوں تیرا پلوٹھا۔ جیسا تو نے مجھ سے کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا۔ اُٹھ بیٹھئے اور میرے شکار میں سے کچھ کھائیے۔ تاکہ

توجی سے مجھے برکت بخشے۔ تب اضحاق نے اپنے بیٹے سے کہا۔ یہ کیونکر ہوا کہ تو نے ایسا جلد پایا۔ اے میرے بیٹے۔ وہ بولا اس لئے کہ خداوند تیرا خدا میرے آگے لایا۔ تب اضحاق نے یعقوب کو کہا۔ اے میرے بیٹے نزدیک آ کہ میں تجھے چھوؤں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے کہ نہیں۔ اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے پاس گیا۔ اور اس نے اسے چھو کے کہا۔ کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں۔ اور اس نے اسے نہ پہچانا۔ اس لئے کہ اسکے ہاتھوں پر اسکے بھائی عیسو کے ہاتھوں کیطرح بال تھے۔ سو اس نے اسے برکت دی" (پیدایش باب ۲۷)

اس کے بعد عیسو کے رونے چلانے اور حضرت اسحاق کے دست تاسف ملنے کا ذکر ہے چونکہ یہ عبارت اپنے مفہوم میں صاف ہے۔ اس لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ میں صرف اس کی تردید جو قرآن کریم نے کی ہے۔ بیان کرتا ہوں +

خدا تعالےٰ نے جو انعام حضرت ابراہیم پر کئے ہیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی فرمایا ہے۔ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (۱۹-۵۰) کہ ابراہیم کو ہم نے اسحاق ایسا لڑکا اور یعقوب ایسا پوتا عطا کیا۔ اور ان تمام کو ہم نے خود ہی نبی بنایا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ - (۲۹-۲۶) کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیئے۔ اور صرف اُن کو ہی نبی نہ بنایا۔ بلکہ ان کی نسل میں بھی نبوت قرار دے دی +

یہ دونوں آیتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت یعقوب کو خدا تعالےٰ نے خود ہی نبی بنایا تھا۔ اسی لئے انکی ایسی شان تھی۔ کہ خدا تعالےٰ نے انعام کے طور پر حضرت ابراہیم کو جتایا۔ کہ ہم نے تجھے یعقوب ایسا پوتا عطا کیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک انسان کیلئے لائق اور قابل اولاد ہی باعث فخر ہو سکتی ہے۔ ورنہ جن لوگوں کی اولاد نالائق اور گندی ہوتی ہے۔ انکے لئے وہ کسی خوشی اور آرام کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ بدنامی اور بے عزتی کا موجب ٹھہرتی ہے اسی لئے بُری اولاد کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اور ایسے والدین دل سے چاہتے ہیں کہ کاش ہماری اولاد ہی نہ ہوتی۔ تاہم آرام میں رہتے اور بدنامی سے بچتے۔ لیکن وہ اولاد جسکو

بطور انعام سمجھا جاتا۔ اور جسپر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا۔ اور جسکو باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ وہ ایسی ہی ہوتی ہے جو اپنے اندر سعادت اور رشد رکھتی ہے۔ اور والدین کی مرضی اور منشا کے مطابق نکلتی ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ جب حضرت ابراہیم کو حضرت یعقوب کی نسبت بار بار انعامی رنگ میں مطلع کرتا ہے اور ان کی نبوت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ تو پھر ایسے انسان کی نسبت کسی قسم کی دھوکہ دہی یا اس میں شامل ہونے کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔ کہ بائبل میں مندرج قصہ سچا مانا جائے۔ اور پھر انہیں نبوت بھی عطا ہو جائے۔ اسکے علاوہ خدا تعالےٰ نے اس الزام کی ایک اور بہت عمدہ طور پر بھی تردید فرما دی ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن شریف کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ

جب ابراہیم کیطرف اسکے رب نے اپنے احکام بھیجکر آزمایا۔ تو ابراہیم نے ان سب احکام کو پورا کیا۔ اللہ نے فرمایا میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناؤں گا۔ ابراہیم نے عرض کیا۔ اور میری ذریت میں سے بھی۔ فرمایا۔ ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچیگا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی ہونگے لیکن وہ جو ظالم ہونگے ان کو خدا نبوت نہیں دے گا۔ یعنی خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا۔ کہ تمہاری اولاد سے انہیں کو نبوت دیجائیگی جو ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک ہونگے۔ پس جبکہ دوسری آیات میں خدا تعالےٰ نے یہ بیان فرما دیا ہے۔ کہ یعقوب کو ہم نے خود نبی بنایا۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت یعقوب ایسے انسان تھے جو خدا تعالےٰ کے پورے پورے فرمانبردار تھے۔ کیونکہ اگر ایسے نہ ہوتے تو خدا تعالےٰ انہیں ہرگز نبی نہ بناتا۔ اور انہیں حضرت ابراہیم کے لئے ایک انعام نہ قرار دیتا۔ پس حضرت ابراہیم کو خدا تعالےٰ کے اس فرمانے سے کہ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ حضرت یعقوب کی شان کو ایک نمایاں طور پر ظاہر فرما دیا ہے۔ اس لئے آپ پر دھوکے سے نبوت پانے کا الزام نہیں لگ سکتا +

حضرت ہارون علیہ السلام

ان پر اُس بات کا الزام ہے جس کے مٹانے اور دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ انبیاء کو مبعوث فرمایا کرتا ہے یعنی شرک کا۔ چنانچہ خروج باب ۳۲ میں لکھا ہے :-

"اور جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ موسیٰ پہاڑ پر سے اُترنے میں دیری کرتا ہے۔ تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوئے۔ اور اُسے کہا۔ کہ اُٹھ ہمارے لئے معبود بنا۔ کہ ہمارے آگے چلیں کیونکہ یہ مرد موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ اسے کیا ہُوا۔ ہارون نے انھیں کہا۔ کہ زیور سونے کے جو تمہاری جوروؤں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں۔ توڑ توڑ کے مجھ پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے۔ توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے۔ اور اُس نے انکے ہاتھوں سے لیا۔ اور

ایک بچھڑا ڈھالکر اس کی صورت حکاکی کے ہتھیار سے درست کی۔ اور انھوں نے کہا۔ کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔"

اس عبارت میں حضرت ہارون پر بُت گری اور لوگوں کو اسکی پرستش کرنے کا حکم دینے کا الزام ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر کسی نبی کی ذات پر کوئی ناروا بات نہیں ہو سکتی۔ وہ نبی جسے دُنیا میں خدا تعالےٰ اپنا نام بلند کرنیکے لئے بھیجتا ہے جسکے انکار کو اپنا انکار۔ اور جسکے دشمنوں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور جسکے ہر ایک فعل کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے کیا وہ اسکی منشاء کے صریح خلاف کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ دل کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال آسکتا ہے۔ ہر گز نہیں اس کا نہ اپنا کوئی ارادہ ہوتا ہے نہ خواہش۔ بلکہ سب کچھ خدا ہی کا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی نبی کا ایک معبود بنا کر لوگوں کو پرستش کے لئے دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ گویا خدا نے ہی اپنا شریک بنا کر لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ خدا کی شان سے بہت بعید ہے۔ وہ تو شرک کو ایک بہت بڑا گناہ قرار دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ

اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افترٰی اثما عظیما (۴-۵۱) بیشک اللہ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشے گا۔ اور اسکے سوا جو گناہ ہونگے۔ ان کو اگر چاہے گا تو بخش دیگا۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ من یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا۔ جس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ۔ پس وہ گمراہ ہوا۔ دور کی گمراہی میں۔ گویا خدا تعالےٰ کے نزدیک شرک کرنا ایک ایسا گناہ ہے کہ اسکے مقابلہ میں اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اور تو بخشے جا سکتے ہیں لیکن یہ نہیں بخشا جائیگا۔ جب یہ اتنا بڑا گناہ ہے۔ تو نبی جو چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی نہیں کرتا۔ اس کا کس طرح مرتکب ہو سکتا ہے۔ حضرت ہارون تو وہ نبی تھے۔ جنکی نسبت قرآن فرماتا ہے کہ و وھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھرون نبیا۔ (۱۹-۵۴) اور موسیٰ کو ہم نے اپنی رحمت اور بخشش سے اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔ پس آپکی نسبت خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے ایسا کیا ہوگا +

لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام پر یہ ایک بہت بڑا الزام لگایا گیا تھا۔ اس لئے قرآن کریم نے اس کے متعلق خاص طور پر بھی صفائی کر دی ہے۔ تاکہ انکے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے + چنانچہ اسی واقعہ کے متعلق جو بائبل نے بیان کیا ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کو حضرت ہارون کے سپرد کر کے خود احکام لینے کے لئے طور پر گئے۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کو کہا۔ وما اعجلک عن قومک یموسیٰ قال ھم اولاء علی اثری و عجلت الیک رب لترضیٰ قال فانا قد فتنا قومک من بعدک و اضلھم السامری (۲۰-۸۵ تا ۸۷) اے موسیٰ کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے جدا کر کے اتنی جلدی یہاں لے آئی ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔ اور میں نے تیرے پاس آنے کے لئے اس لئے جلدی کی ہے کہ تو خوش ہو جائے۔ خدا نے کہا۔ پر ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمایا۔ اور ان لوگوں کو سامری نے گمراہ کر دیا۔ اس آیت نے اس بات کو صاف کر دیا ہے

کہ حضرت موسیٰ کے بعد انکی قوم کو حضرت ہارون نے گمراہ نہیں کیا تھا۔ یعنی بچھڑا بنا کر نہیں دیا تھا۔ بلکہ ایک شخص سامری نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسکی مزید تصدیق ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے جو یہ ہے۔ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ( ) کہ ہارون نے اپنی قوم کو پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ اے قوم تم آزمائے جاؤ گے احکام کے ساتھ۔ تم اُس وقت یہ بات یاد رکھنا۔ کہ تحقیق تمہارا رب رحمٰن ہی ہے اسکے سوا اور کوئی نہیں۔ پس میری پیروی کرنا۔ اور میرے احکام کو ماننا۔ تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ حضرت ہارون قوم کو ان کے خیالات اور حالات سے اندازہ کر کے پہلے ہی آگاہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو تم پر ایک آزمائش کا وقت آنے والا ہے۔ اس وقت تم اپنے خداوند کو نہ بھول جانا۔ اور اگر تم کہو۔ کہ شائد ہم اس ابتلا سے نہ بچ سکیں۔ اس کے لئے یہ گر یاد رکھو کہ جس طرح میں کروں۔ اسی طرح تم بھی کرتے رہنا۔ جس بات سے میں منع کروں۔ اس سے رک جانا۔ اور جس کے کرنیکے لئے اجازت دوں۔ اسے کرنا۔ اگر اس طرح کرو گے تو پھر کوئی خطرے کی بات نہیں۔ اس طرح صاف الفاظ میں حضرت ہارون کا اپنی قوم کو مطلع کرنا بتا رہا ہے کہ وہ تو اس فعل قبیح کے انسداد کے لئے پہلے سے ہی فکرمند تھے۔ چہ جائیکہ اس کے ارتکاب کے لئے اسباب مہیا کرتے اور خود ایک معبود بنا کر ان کے حوالے کرتے۔ اس قسم کا الزام ان کی طرف منسوب کرنا ایک خطرناک جراءت اور مضرت رساں فعل ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں ہر ایک پہلو سے اس کی تردید فرما دی ہے۔ اور اصل واقعہ کو بھی بیان کر دیا ہے اس لئے ممکن نہیں۔ کہ اب کوئی الزام حضرت ہارون کی ذات والا صفات پر لگایا جاسکے تاہم میں یہاں قرآن شریف کی ان آیات کو بھی درج کئے دیتا ہوں۔ جن میں خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو اپنے برگزیدہ بندے قرار دیا۔ اور جو ان پر انعام ہوئے تھے۔ ان کا ذکر فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورہ صفٰت رکوع ۴) اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو تکلیف شدیدہ سے بچا لیا۔ اور ہر میدان میں ہم نے ان کی مدد کی۔ اس لئے وہی غالب رہے۔ اور دونوں کو ہم نے ایک واضح کتاب عطا فرمائی۔ اور دونوں کو راہ راست پر چلایا۔ اور ان کا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں باقی رکھا۔ تاکہ وہ ان کا نمونہ دیکھ کر اپنی حالت کو درست بنا سکیں۔ اور انعامات کے مستحق ٹھہر سکیں۔ سلامتی ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ یہ سلوک ہم نے صرف انہی دو سے نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک نیکی کرنے والے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ وہ تو ہمارے مومن بندے تھے۔ انہیں کیوں نہ دیتے ؞

ان آیات میں خدا تعالےٰ نے حضرت ہارون کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور ان کی شان کو بھی واضح کر دیا ہے۔ نیز شرک کو ایک ناقابلِ عفو جرم قرار دیکر بتا دیا ہے کہ ان پر یہ بالکل غلط اور بیہودہ الزام ہے ؞

بائبل کی عبارات میں ان انبیاء پر جو الزام تھے۔ ان کی تردید قرآن شریف نے باحسن وجوہ کر دی ہے۔ اب اس بات کا فیصلہ کہ بائبل کی تعلیم درست ہے یا قرآن کی۔ ناظرین پر چھوڑا جاتا ہے ؞

البتہ ناظرین کو مکرر اس بات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ قرآن کریم کا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ثابت ہوا ہے۔ کہ اس نے ان انبیاء کے انہی الزامات کی تردید کی ہے جو ان پر بائبل کے روسے لگائے گئے۔ تاکہ ان کی شان اپنے اصل رنگ میں رونما ہو اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے۔ جو قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا زبردست ثبوت ہے ؞

غلام نبی (بلانوی)

بشارات القرآن

نمبر ۲

پیشگوئی ۲۲

بقرہ رکوع ۲۵ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ○ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط - ترجمہ - اور جبکہ ابوجہل وغیرہ والئے فوج بنایا جاتا ہے - یا حق سے اعراض کرتا ہے - تو پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد مچاوے - اور ہلاک - ویران کرے کھیتیوں کو اور جانداروں کو - اور ایسے مفسدوں کو خداتعالیٰ پیارا نہیں رکھتا - اور جب اُسے کہا جائے - مومن بنکر خدا سے ڈر - تو اس کو دُنیا کی عزت و عظمت حکومت پکڑ لیتی ہے ساتھ گناہ کے - پس کافی ہے اُسکے لئے جہنم +

یہ خدا کی بات قبل از وقت خطرناک اور نازک ترین گھڑیوں میں جو کہی گئی تھی پوری ہوئی یعنے جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز ایسے چوہدریوں کا خاتمہ کیا گیا - اور جنگ کی دوزخ میں بھسم ہوئے +

پیشگوئی ۲۳

بقرہ رکوع - ۲۵ - هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ ط وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ ترجمہ - یعنے کفار نہیں انتظار کرتے - مگر یہ کہ آوے اُنکے پاس خود اللہ تعالیٰ بادلوں کے سایہ میں - اور فرشتے بھی - تاکہ فیصلہ پا

جائیں امورات متنازعہ فیہا۔ اور اللہ ہی کی جانب تمام امور لوٹنے والے ہیں +

پس اس مُنہ مانگے فیصلہ کے لئے جو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے واسطے بمقابل جماعت مسلمانان طلب کیا گیا تھا۔ اور بطور پیشگوئی کے ہر دو فریق منتظر فیصلہ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ خود اور اُس کے فرشتے جنگ بدر و اُحد وغیرہ میں نازل ہوئے۔ اور حق و باطل کا کھلا کھلا امتیاز کر کے دُنیا کو دکھا دیا۔ جس کا ذکر آگے سورہ انفال میں انشاءاللہ آئے گا۔ اور بادل بھی فتح کا موجب ہوئے +

پیشگوئی ۲۴

بقرہ رکوع ۳۱۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ۔ ترجمہ۔ اے رسول کیا تو نے نہیں دیکھا ان یہود قوم کو جو موسیٰ کی طرف نکل گئے اپنے وطن سے موت کے خوف سے۔ اور وہ ہزاروں ہزار تعداد میں تھے +

اس آیت میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے مگر ہم جناب خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب کے درسی نوٹوں میں سے معنے لکھتے ہیں۔ جو بطور پیشگوئی کے آنحضرتؐ کو فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ۔ یعنے کیا تو نے بذریعہ وحی یا کشف کے نہیں دیکھا ہے۔ یعنے بنی اسرائیل کی اُس خطرناک حالت کو جبکہ وہ فرعون کے مختلف جیلوں میں بصد گونہ عذاب دیئے گئے تھے۔ بیگاری پکڑے جاتے تھے۔ سب کمینوں سے نیچ سمجھے جاتے تھے۔ اور اُن کے پیارے فرزند اُنکی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے جاتے تھے۔ اور مستورات کے پردے فاش کئے جاتے تھے۔ ایسی موتوں کے حذر سے وہ ہزاروں فرار ہو گئے تھے +

چونکہ اے نبیؐ آپ مثیل موسیٰ ہیں۔ آپ کی قوم کے ساتھ بھی اسی نمونہ کے مصائب آنیوالے ہیں۔ گھبرانا مت۔ مصائب ہی ترقی کو باآواز بلند پکارتے ہیں۔ اور پھر مصائب ہی بدلکر سُکھ ہو جاتے ہیں۔ اور ابتلاؤں کی پُرظلمت رات جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ قوم موسیٰ کے مصائب کو بدلکر ہم نے اُن کو وارث الارض و مالک تخت فرعون بنا دیا تھا۔ ایسا ہی انجام تیری قوم مسلمانوں کے دُکھوں کا ہو گا۔ جو آرام اور آسائشوں سے بدل دیئے جائینگے۔ پس یہ ایک پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی +

پیشگوئی ۲۵

بقرہ رکوع ۳۴۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

ترجمہ۔ اے مسلمانوں زبردستی سے دین منوانا سخت منع ہے۔ تحقیق رشد اور بھلائی۔ غی۔ گمراہی سے الگ ہوکر آفتاب کی طرح جو سخت تاریکی سے زور دیکر روشن ہوہی جاتا ہے۔ نمایاں ہوچکی ہے۔ یعنی عرب کی گمراہی میں سے ہی رشد اور ہدایت کا چراغ روشن ہوجانیوالا ہے۔ اور جس طرح ایک ناپاک پارچہ دھونے سے صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عرب کا شرک و کفر میل کی مانند دُور ہو جانے والا ہے۔ اور جس طرح آئینہ زنگار کے اُتارنے سے صاف و شفاف ہو جاتا ہے اسی طرح عرب کی گمراہی کا زنگار اُترنے والا ہے۔ سو اُتر گیا +

پیشگوئی ۲۶

بقرہ رکوع ۳۶۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ترجمہ۔ مثال اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی راہ اسلامی جنگی ضرورتوں میں۔ مثال ہے ایک دانہ کی۔ جو زمین میں بترکیب بویا جائے وہ اُگ کر سات بالیں لاتا ہے۔ اور ہر ایک بالو میں سَو دانہ ہو۔ اور اللہ تبارک دوگنا کر سکتا ہے جس کے لئے چاہے۔ اور اللہ وسیع علم والا ہے +

آیت ہذا میں اللہ تعالےٰ نے فی سبیل اللہ انفاق کرنے والے صحابہؓ کے اطمینان اور حوصلے بڑھانے کے واسطے یہ ایک بشارت سُنائی ہے۔ کہ جو کوئی ایک دانہ اِس راہ میں خرچ کرے خدا تعالیٰ اپنے فضل و اکرام سے اُس دانے کو پہاڑ بناکر اجر سے مالا مال کرے گا۔ اور جو اس راہ میں جان دے اُسے زندگی ابدی کا وعدہ سُنایا۔ اور ضرور وہ دُکھوں کے بعد سُکھ دیکھیں گے۔ سو اس پیشگوئی کو خلفائے راشدین کے حق میں پورا کرکے دکھایا۔ کہ وہی ابوبکرؓ تھا۔ جو تمام اموال رشتے دار۔ عزیز۔ اور بیوی دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر اپنے خدا کے مُرسل حبیبؐ کے ساتھ مصاحبت

اختیار کرتا ہوا ایک تاریک پُر ظلمت غار میں اژدہا کے ڈسنے سے اور نبی اللہ کے غم میں آنسو بہلئے۔ آخر ایک دن دُنیا اور دین کا بادشاہ بنایا گیا۔ کیا ایک وانہ اللہ کی خاطر ہونا۔ اور سات سے زیادہ اجر پانا ابوبکرؓ وغیرہ صحابہؓ کے حق میں پُورا کرکے دکھایا گیا۔ ضرور خدا علیم کل نے جو وعدہ اُس نازک اور پُر خطر گھڑی میں صحابہ کو سُنایا تھا۔ آخر پورا کرکے دکھا دیا۔ اور دُنیا کو معلوم کروا دیا کہ خدا تعالےٰ زندہ موجود ہے ؎

سورۂ آل عمران

پیشگوئی ۲۷

آل عمران رکوع ۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ط کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ج فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ط وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمِھَادُ ۝ قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ط فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ط وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ ترجمہ منکر لوگ جو دشمن ہو گئے۔ ہرگز نہ کفایت کرینگے اُن سے مال اُن کے۔ اور نہ اولاد اُن کی مقابلے اللہ کے کچھ۔ اور یہی منکر وقود النار الحرب ہونگے جس طرح سنت اللہ نے فرعونیوں کے ساتھ اور ان سے پہلے عاد و ثمود کے ساتھ سلوک کیا تھا انھوں نے بھی ہماری آیات کی تکذیب کی تھی پس ان کے گناہ کے سبب اللہ نے گرفتاری کا حکم دیدیا۔ اور اللہ تعالےٰ سخت عذاب کرنے والا ہے خطاؤں کے بعد۔ اے رسولؐ تو کہدے اپنے منکروں کو۔ کہ اسی طرح وہ دن قریب ہے کہ مغلوب کئے جاؤ گے۔ اور دنیوی مغلوبیت کے بعد جہنم کیطرف اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہ بُری بے آرامیوں کی جگہ ہے۔ اور بیشک تمہارے لئے اِن دو جماعتوں کے ملنے میں

ایک زبردست نشان ہے۔ کہ ایک فوج لڑتی ہے محض اللہ ہی کی راہ میں۔ اور دوسری انکے منکرین کی۔ اور کفار کی نظروں میں مسلمان دُگنے دکھائی دیتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ زور بخشتا ہے ساتھ مدد اپنی کے جسے چاہے۔ اور تحقیق اُس میں بڑی عبرت ہے صاحبان عقل کے لئے +

اِن آیات میں اللہ تعالےٰ نے بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں۔ (اوّل) کفار کے مال اور اولاد اُنکی گرفتاری کے دن کچھ کام نہ آئینگے (دوم) وہ النار الحرب میں جھونکے جائینگے (سوم) فرعونیوں۔ اور عاد و ثمود جیسا اُن سے سلوک کیا جائیگا۔ (چہارم) انھیں بہت جلد مغلوب کیا جائے گا (پنجم) انھیں جہنم دکھایا جائے گا۔ (ششم) کفار اور مومنین میں سے دیکھیں گے کس کی عزت کی جائے گی۔ (ہفتم) کفار کی فوج ٹبلہ پر ۱۰۰۰ تھی۔ اور مسلمان ۳۱۳ تھے اور مسلمان کفار کی آنکھ میں دُگنے دکھائی دیتے تھے۔ یہ بھی ایک فتح کی علامت رعب داب والی تھی۔ اِن دو جماعتوں میں سے اللہ خود جسکی چاہے گا نصرت کرے گا۔ اور ان پیشگوئیوں میں صاحبان عقل کے لئے بڑے عبرتناک نشان ہیں۔ یہ سب باتیں خدا نے قبل از وقت کہیں تھیں جو پوری ہوئیں +

پیشگوئی ۲۸

عمران رکوع ۳۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ترجمہ۔ بیشک تمام ادیان میں سے ایک اسلام ہی اللہ کے پاس پسندیدہ دین ہے +

یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جس کا مقابلہ آجتک کوئی یہودی اور عیسائی وغیرہ نہیں کر سکے ہیں۔ اور آیندہ کے لئے نہ کر سکنے پر دلیل قاطع ہے۔ اوّل تو اسلام میں یہ ایک خوبی بے مثل اور بے نظیر ہے کہ مذہب کا نام کتاب اللہ ہی نے تجویز فرمایا ہے۔ یعنے نام بھی انسان کی رائے کا محتاج نہیں ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ خدا کے نام پر مذہب کا نام ہونا اس مذہب کے منجانب اللہ ہونے پر قوی برہان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اسلام ہے اور دین کا نام بھی اسلام ہے یعنے ہر ایک قسم کی سلامتی کا سرچشمہ جو ہے وہ خدا ہے۔ اُسکے مذہب کا

نام بھی وہی معنے رکھتا ہے۔ یعنے سلامتی کا سمندر +

اور تیسری خوبی اسلام کے پسندیدہ ہونے میں یہ ہے۔ جس کا مقابلہ کوئی مذہب موجودہ مذاہب عالم میں سے ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یہ ایک دعویٰ ہے۔ کہ تمام ادیان میں سے ہمیشہ کے لئے خدا کو ایک اسلام ہی پسند آگیا ہے +

دلیل اسپر یہ ہے کہ محبوب حقیقی جس مذہب والوں سے بولے۔ اور اپنی اُلوہیت کی راز کشائی کی گفتگو کسی نہ کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس مذہب کے پسند آجانے پر ایک بیّنہ دلیل ہے۔ اور جن مذاہب کے ساتھ وہ خدا قدوس بول چال ترک کردے۔ اور کسی بشر کے ساتھ بولنا پسند نہ فرماوے۔ اُن مذاہب والوں پر اُس کے ناراض ہونیکی روشن دلیل ہے۔ اُس مکالمہ الٰہیہ کا نام وحی و الہام و کشوفات و رویائے صادقہ ہیں۔ چونکہ اسلام کے سوائے کسی مذہب میں یہ سلسلہ مکالمہ الٰہیہ نہیں پایا جاتا ہے اور نہ ان کو آیندہ اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کی کوئی امید ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ خدا نے دیگر مذاہب کو متروک اور مہجور کی مانند اپنے حضور پاک سے پیچھے دھکیل دیا ہے اور جو مذہب قرب حضور میں داخل ہے وہ اسلام ہی ہے +

پس یہ خدا کی بات
کہی ہوئی آج تک بمقابلہ
دشمن غالب ہو رہی
ہے +

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اس جگہ سورۃ سے مراد ایسا کلام ہے جو عظیم الشان ہو۔ اور مقدار کے لحاظ سے ایک حصہ کتاب کہلا سکے خواہ چھوٹا سا ہی ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سے سورہ کوثر بھی قرآن کریم کا ایک حصہ ہے +

(۱) مِنْ مِّثْلِهٖ کے معنے ہیں اسکی مثل میں سے۔ یا اسکی مثل +

(۲) بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے الفاظ میں اس بات کو بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو کلام قرآن کریم کے مقابلہ کے لئے پیش کیا جائے۔ اس میں مماثلت کے لئے عظمت و رفعت کی صفت پائی جانی ضروری ہے۔ قرآن کریم نے اپنی رفعت اور عظمت کے وجوہ آپ بیان فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

(۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ ۲ آیت) یعنے یہ کتاب ہر ایک متقی کے لئے کامل ہادی ہے۔ خدا تعالےٰ تک پہنچنے کی کوئی ایسی راہ نہیں جو اس میں بیان نہوئی ہو یا ناقص طور پر بیان ہوئی ہو۔ اگر ایک شخص تقویٰ کے کسی اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ تو اسکی ترقی کے لئے بھی یہ کامل رہنما ہے اور اگر کسی شخص نے اس راہ کیطرف آنے کے لئے ابھی پہلا ہی قدم اُٹھایا ہے تو اُس کے لئے بھی یہ کامل رہبر ہے +

(۲) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل ۱۵ع آیت) یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے اس راہ کیطرف جو سب سے بڑھ کر سیدھی اور درست ہے +

(۳) اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (شوریٰ ۴۲ آیت ۲۸) اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے یہ کتاب حق اور میزان کے ساتھ نازل کی ہے۔

یعنے نہ صرف اسکی تعلیم نہایت درست اور حق ہے بلکہ اس میں وہ دلائل بھی ہیں جن سے اس تعلیم کی اور اس کتاب کے تمام دعاوی کی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ کوئی دعوی اس میں بلا دلیل نہیں ہے +

(۴) قیمة۔ (بینہ ع ۹۸ آیت ۴) اسی میں درست اور صحیح کتابیں آگئی ہیں یعنے یہ اِن تمام صداقتوں پر مشتمل ہے جو متفرق طور پر پہلی کتابوں اور گزشتہ انبیاء کے صحیفوں میں منتشر تھیں +

(۵) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔ (طارق ع ۸۶ آیت ۱۴) یقیناً یہ فیصل کُن قول ہے

(۶) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل ع ۱۶ آیت ۹) اور نازل کی ہے ہم نے تجھ پر یہ کتاب ہر ایک چیز کو کھولکر بیان کرنے کے لئے یعنے قرآن شریف ہر ایک دینی صداقت اور حکمت کے بیان میں ایک دائرہ کی طرح محیط ہے جس سے کوئی صداقت باہر نہیں +

(۷) حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ (قمر ع ۵۴ آیت ۶) یہ انتہائی درجہ کی حکمت ہے یعنے جسقدر مفاسد باطنی اور امراض روحانی ہیں ان سب کا بہتر سے بہتر علاج اس میں موجود ہے اور جسقدر علم الٰہی کے دقائق صدہا دفتروں اور طول طویل کتابوں میں لکھے گئے تھے اور پھر بھی ناقص اور ناتمام تھے وہ تمام اس میں بالاستیفاء مذکور ہیں +

(۸) اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (عنکبوت ع ۲۹ آیت ۵۲) کیا انھیں یہ نشان کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ (ان پڑھ شخص) پر ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے +

(۹) مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (تکویر ع ۸۱ آیت ۲۴) یہ کتاب غیب کے بیان کرنے میں بخیل نہیں ہے۔ یعنے نہایت کثرت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہے +

(۱۰) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (واقعہ ع ۵۶ آیت ۷۸ و ۷۹) یقیناً یہ نہایت قدر و منزلت والا اور سچی قرآن ہے جو چھپی ہوئی کتاب میں ہے اسے کوئی نہیں چھوتا سوائے انکے جو پاک کئے گئے ہیں یعنے یہ کتاب

وراء الوراء علوم و معارف بھا دی ہے جو ہر ایک پر نہیں کھلتے انھیں پر کھولے جاتے ہیں جنھیں اللہ تعالٰے نے پاک کیا ہو +

(۱۱) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (احراف ۷- آیت ۵۳) ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جو باوجودیکہ نہایت عظیم الشان اور بیش از بیش علم پر مشتمل ہے ہم نے اسکو مفصل کیا ہے۔ یعنے قرآن کریم باوجود نہایت باریک سے باریک علوم پر مشتمل ہونیکے مجمل نہیں بلکہ مفصل ہے +

(۱۲) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ - (القلم ۶۸ آیت ۵۳) اور نہیں ہے یہ کتاب مگر تمام جہانوں کی فطرتوں کو بیدار کرنیوالی +

اسی طرح اور بھی کثیر التعداد آیات ہیں جو قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کو بیان کرتی اور اسکی بے نظیری کے وجود کو ظاہر کرتی ہیں +

علاوہ ان تمام خوبیوں کے جن کا حصر نہیں کیا جاسکتا نظم قرآن کریم یعنے قرآن کریم کی عبارت بھی نہایت اعلےٰ طور پر بے نظیر ہے اور اسقدر محاسن اپنے اندر رکھتی ہے جن کا کلام بشر میں پایا جانا تو درکنار انھیں شمار میں لانا بھی انسانی مقدور سے باہر ہے کیونکہ جسقدر اسمیں زیادہ تدبر کیا جائے اسی قدر اسکی خوبیاں زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس بحر کلمات ربانی کا کوئی پایاں نہیں ملتا + محمد اسمٰعیل -

---

درس بخاری شریف

باب وفات موسیٰ علیہ السلام

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

صکہ- اسے تھپیڑ مارا +

انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موقعہ دیا جاتا ہے۔ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موت آنے سے پہلے انبیاء سے پوچھا جاتا ہے کہ تمھیں اب موت آتی ہے +

کی قدر دانی سے ہفتہ وار ہو جائے گا - اور چاہیئے بھی ضرور - کیونکہ مہینے کے بعد تو پچھلے مضمون کا کچھ اثر نہیں رہتا - فی الحال ماہوار ہے - اور ایک روپیہ سالانہ چندہ ہے جو منی آرڈر بھیجنا چاہیئے + صادق - قادیان +

گورنمنٹ برطانیہ کی چالیس برکات

سلسلہ احمدیہ کے بانی علیہ السلام کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں گورنمنٹ برطانیہ کی برکات کا ذکر نہ ہو - حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے یہ کارروائی بہت مفید اور برموقت کی ہے کہ ایک ٹریکٹ شائع کرنا شروع کیا ہے جس میں چالیس برکات حکومت برطانیہ گنائی ہیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی متعدد کتب سے اقتباس دیئے ہیں جس کو پڑھ کر حکومت کے ساتھ وفاداری کا جذبہ جوش زن ہوتا ہے - یہ ٹریکٹ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدیوں میں بھی کثرت سے تقسیم کرنا چاہیئے - بپتہ صادق - قادیان +

جیون لاہور

یہ رسالہ لالہ چرنجی لال صاحب پریم نے شائع کرنا شروع کیا ہے آریہ مذہب کے مسائل کی تائید اور دیگر مذاہب کی تردید اس کا مقصد معلوم ہوتا ہے - پریم صاحب بہ نسبت دوسرے آریہ کے معقولیت سے گفتگو یا تحریر کرتے ہیں لیکن پھر بھی وہ عالمانہ متانت کا رنگ نہیں - جو مذہبی مناظروں میں ہونا چاہیئے - مگر پھر بھی غنیمت ہے پریم صاحب کا ارادہ معلوم ہوتا ہے - کہ اپنا رسالہ آریہ مسافر کا قائمقام بنا دیں - چندہ سالانہ عار جیون لاہور +

حیدر آبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ مولانا میر محمد سعید صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ نے مکمل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نورالدین رض خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے اور اخیر میں تفسیری نوٹ دیئے ہیں - جو آپ سبقاً سبقاً پڑھ کر لکھتے گئے ہیں - آپکے درس کے نوٹوں اور دیگر بزرگان سلسلہ کی تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں ہمارے احباب جبتک ترقی اسلام کیطرف سے مکمل ترجمہ قرآن شریف شائع نہیں ہوتا اور انھیں مکمل ترجمہ قرآن کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے مترجم قرآن خریدنے پڑتے ہیں یہ احمدی ترجمہ و تفسیر خریدیں - دفتر

پتہ - اللہ داد [illegible] صاحب [illegible] +

حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں پہنچانے کے وعدہ پر لے چلے - اور رستہ میں ہی انکی وفات کا وقت آگیا - اللہ تعالیٰ نے ان کو جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی خبر دیگئی خبر دی - کہ اب آپکی وفات کا وقت آگیا ہے - احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ایک اللہ تعالیٰ کے بندے کو موت و حیات میں اختیار دیا گیا پس اس نے رفیق اعلیٰ کو پسند کر لیا - حضرت عائشہ فرماتی ہیں - جب نبی کریم صلعم نے یہ فرمایا تو میں نے سمجھ لیا کہ اب آپ کی وفات کا وقت آگیا ہے +

چونکہ حضرت موسیٰ بظاہر ایک بات میں ناکام ہوتے معلوم ہوئے - اس لئے ان کو خواہش ہوئی کہ میں اور جیوں - اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا - اچھا موسیٰؑ کسی بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو جتنے بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آجاوینگے - اُتنے سال تمھیں اور زندگی دی جاویگی - پھر اسکے بعد موت تب حضرت موسیٰؑ نے سوچا کہ بہر حال مرنا تو ہے ہی - نہ معلوم آیندہ کن کن مشکلات کا سامنا ہو - اس لئے آپ نے موت کو ہی اختیار کیا +

یہ تھپیڑ وغیرہ فرشتے کو مارنا کشفی رنگ میں ہو سکتا ہے ورنہ یہ تمام انبیاؑ کی تعلیم کے برخلاف ہے - کہتے ہیں یعقوبؑ کو جب کشف میں دکھلایا گیا - تو وہ اللہ تعالیٰ سے کشتی کرتے رہے - کشفی حالت میں انسان کا جو جی چاہے وہ کرے +

ارض مقدسہ - شام - نبہان کا سارا علاقہ +

رمیۃ بحجر - ایک پتھر کے پھینکنے کے فاصلہ جتنا - حضرت موسیٰ ارض مقدسہ کے بہت قریب تھے - آپ نے دُعا کی - کہ الٰہی مجھے اور اس سے بھی نزدیک کر دے - چنانچہ آپ اور آپ کی قوم اور قریب ہو گئے +

یہود نے حضرت موسیٰؑ کے حکم کے خلاف کیا تھا - اس لئے ان کو یہ سزا ملی کہ چالیس سال تک جب تک کہ موجودہ لوگ فنا ہوں - پھر ان کی اولاد اس زمین میں جائیگی +

Digitized by Khilafat Library

گھیگھے کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانیسے آرام نہیں ہوتا مگر تھوڑے دن کا ورم رہتے ہی علاج برابر کرنیسے چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنیکا دعوی رکھتی ہے دوا ایک ماہ تک کرنی چاہیئے اسمیں صرفہ بھی بہت کم ہے۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے جو کہ ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے قیمت کھانیکی دوا بارہ آنہ۔ لگانیکی دوا ۴ محصولڈاک ۵ ؍

دانت کے درد کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

لگتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اُسے اُس دوا میں ڈبو کے ٹھیک درد کے مقام پر لگائے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبو کے اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہوتا ہے قیمت ۴ محصولڈاک ایک شیشی سے ۵ شیشی تک ۶ ؍

فصلی بخار و تلی کی دوائی

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے اسمیں عموماً کونین رہتی ہے۔ اسلئے یہ دوائی بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی۔ ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایک دم آرام کرنیکا دعوی رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھ کر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں ١۔ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار آنا بند ہو جاتا ہے (٢)۔ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے ٣۔ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت شیشی کلاں ۶ شیشی خورد ۸ محصول ڈاک ۵ دو شیشی ۶ ؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱	بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ	جلد ۱۱

فہرست مضامین

انجیل قرآنی . . . . ۱ تا ۱۰

مسیح یا محمدؐ . . . . ،، ۴۰

حقایق الاسلام اور اسوۂ حسنہ کے مضمون پر ایک نظر ۴۱ تا ۴۸

ہمارے بھائیوں کے مکان دارالامان میں ۴۹ ،، ۵۲

(اکمل)

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ

غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام نے شائع کیا

احباب اپنا اپنا بقایا ادا کریں

تشحیذ کے خریداروں کی نہایت مہربانی ہوگی جو وہ اپنے اپنے ذمے کا بقایا ادا فرما دینگے۔ کیونکہ اسوقت فنڈ کی حالت نہایت کمزور ہے۔ ملازمین تو تین تین مہینے تنخواہ نہ لیں مگر نہ تو کاغذ مفت مل سکتا ہے نہ کاتب مفت لکھ کر دیتا ہے نہ چھپوائی مفت ہوسکتی ہے۔ اس لئے اگر تشحیذ کو آپ سلسلہ کیلئے مفید سمجھتے ہیں اور حضرت فضل عمر کے لگائے ہوئے پودے کو بارآور دیکھنا ضروری جانتے ہیں تو کم ازکم اتنا تو کیجئے کہ رسالے جو پورے حجم کے ساتھ عین وقت پر مفید و علمی مضامین لئے ہوئے آپ کو پہنچایا جا رہا ہے اس کا چندہ ہمیں دیدیں اور اگر کوئی خریدار مہیا کردیں تو یہ عین عنایت +

نومبر کا رسالہ

اس رسالہ میں ۱۶ صفحے زاید ہیں۔ ناظرین یہ بات نوٹ کرلیں۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی اطلاع ہو کہ اب تشحیذ کو کسی اور پریس میں چھپوانے کا مسئلہ درپیش ہے جو میں امید نہیں کرسکتا کہ اکتوبر کے اخیر تک طے ہوسکے اس لئے نومبر کے رسالے کے جو ۲۰ صفحات باقی ہیں وہ دسمبر کے رسالے کے ساتھ دیئے جائینگے +

امداد کا ایک اور طریق

تشحیذ کے فنڈ کو مضبوط کرنے کیلئے ایک یہ طریق بھی ہے کہ ہمارے دوست ان کتابوں میں سے چند کتابیں خرید لیں جن کا اشتہار کئی دفعہ شائع ہوچکا ہے +

مباحثہ امرتسر

یعنی وہ تحریری مباحثہ جو حال ہی میں مولوی غلام رسول صاحب احمدی فاضل راجیکی اور مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر کے درمیان ہوا ہے قابل دید ہے ۲ر قیمت ہے۔ مولوی صاحب موصوف کا ایک اور رسالہ اظہار حقیقت وفات مسیح کے ثبوت میں مدلل بہ آیات قرآنی شائع ہوا ہے اسکی قیمت ۱۰ر ہے اور سکرٹری انجمن احمدیہ امرتسر سے ملیگا + اسکے علاوہ **مباحثہ شملہ** جو غیر مبایعین کی تردید کیلئے اپنے اندر کافی مصالحہ رکھتا ہے ۳۰ر پر ملے گا + **پیغام حق** جو غیر احمدیوں میں تبلیغ کرنے اور مبتدی احمدیوں کے لئے نہایت مفید ہے ۴ر پر دیا جائے گا +

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلے علٰی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء

فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ

انجیلِ قرآنی

عیسائی ہمیں کہتے کہ جب قرآن مجید میں مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ آیا ہے اور یہ کہ جو متقی ہیں وہ قرآن مجید سے پہلی نازل شدہ کتب کو بھی مانتے ہیں تو کیا وجہ ہے۔ جو اس موجودہ انجیل پر تم ایمان نہیں لاتے +

ہماری گذارش یہ ہے کہ موجودہ انجیل چونکہ ترجمہ در ترجمہ ہے اس لئے محرّف و مبدّل ہے۔ جیساکہ مختلف نسخوں کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہو سکتا ہے اور عیسائیوں کے اپنے طرز عمل سے بھی جو ہر نئے ایڈیشن میں کسی نہ کسی آیت کو الحاقی قرار دیتے ہیں۔ یا حذف فرماتے ہیں

ہمارا ایمان اس انجیل پر ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر ہمارے عقیدہ کے مطابق خداوند عزّ وجل کیطرف سے نازل ہوئی۔ نہ ان سوانح و حالات کے مجموعہ پر جو کئی برس بعد متی و مرقس لوقا نے لکھے۔ اسپر سوال کیا جاتا ہے کہ پھر وہ اصل انجیل کیا ہوئی۔ گو اس کا جواب ہمارے ذمے نہیں۔ تاہم۔ ہم چونکہ قرآن مجید کے متعلق ایمان رکھتے ہیں فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ اس لئے دکھاتے ہیں کہ قرآن مجید میں انجیل کونسی ہے جسپر ہمارا ایمان ہے۔

اکمل

آلِ عمران کی برگزیدگی

اللہ نے آدم کو۔ نوح کو۔ خاندانِ ابراہیم و خاندانِ عمران کو جہان کے لوگوں پر برگزیدہ کیا۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے +

مریم کی ماں کی دُعا

جب عمرانؔ کی ایک عورت نے کہا۔ اے میرے رب۔ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ وہ دُنیا کے کاموں سے آزاد کر کے میں نے تیرے حضور نذر کیا۔ تو میری طرف سے یہ نذر قبول کر۔ تو میری التجا کو سُننے والا۔ میری نیت کو جاننے والا ہے +

مریم کی پیدائش

جب اس نے جنا۔ تو عرض کیا۔ اے میرے رب میں نے یہ لڑکی جنی۔ اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ یہ مولود کس شان و مرتبہ کا ہے۔ اور لڑکا۔ لڑکی جیسا نہیں۔ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا۔ اور میں اسے اور اس کی اولاد کو دھتکارے ہوئے شیطان سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔ پھر ایسا ہوا کہ اس کے رب نے اسے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ اور اس کی اچھی طرح سے نشوونما و تربیت کی +

مریم علیہا السلام کی پرورش

اور اس کی سرپرستی کے لئے دریا میں قلمیں قرعے کے طور پر پھینکی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:۔ زکریا کو اس کی پرورش کے لئے مقرر کیا +

مریم علیہا السلام کو غیب سے رزق

جب کبھی زکریّا اس کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ ایک دن آپ نے پوچھا کہ اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ کہا کہ اللہ کے ہاں سے اللہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق دے +

مریم پر الہام

مریمؔ نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تو اللہ نے اس میں اپنا پاک کلام پھونکا۔ اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی +

فرشتے کی بشارت

مریم اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک کھلے مکان میں جس میں کھل کر دھوپ آتی چلی گئی۔ اور ان سے الگ رہنے لگی۔ ہم نے اس کیطرف فرشتہ اپنے پاک کلام کے ساتھ بھیجا۔ جو ایک صحیح و سالم بشر کی سورت میں متمثل ہوا۔ مریم بولی۔ اگر تو پرہیز گار ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ وہ بولا۔ میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں ؛

وہ لڑکا کیسا ہوگا

اللہ تعالےٰ اپنے کلام سے جو اس کی طرف سے نازل ہوتا ہے یہ بشارت دیتا ہے کہ لڑکے کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ جو دُنیا و آخرت میں باعزت و آبرو ہوگا۔ اور خدا کے مقربوں میں سے ایک مقرب ہوگا۔ اور وہ لوگوں سے جیسے بچپن میں باتیں کرے گا (گونگا نہیں ہوگا) ایسے ہی بڑی عمر میں بھی کریگا۔ (بڑی عمر پائے گا) اور نیک بندوں میں سے ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ اسے کتاب اور پختہ باتیں تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنائے گا۔ تب مریم نے کہا کہ میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا۔ کسی بشر نے تو مجھے چھوا تک نہیں۔ فرشتہ نے جواب دیا۔ اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب کسی کام کو سرانجام دینا چاہتا ہے۔ تو یں فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے ؛

مریم حاملہ ہوئی

تب مریم حاملہ ہوئی۔ اور وہ ایک دُور مقام میں چلی گئی (بقول بعض مصر) دردِ زہ مریم کو ایک چھوہارے کے درخت کیطرف لے گیا۔ اور وہ کہنے لگیں اے کاش میں اس سے پہلے مر کے بھولی بسری ہو جاتی۔ تب نیچے کیطرف سے کسی نے پکارا کہ تو رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ تیرے رب نے تیرے نیچے کی طرف ایک چشمہ بہا رکھا ہے

لڑکا پیدا ہوا

اور چھوہارے کے درخت کو ہلاؤ۔ تو عمدہ اور تازہ چھوہارے گریں پس یہ کھا اور پانی پی۔ اور لڑکے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اور اگر تو کوئی آدمی دیکھے تو اسے جتا دے کہ میں نے خدائے رحمٰن کی نذر روزہ رکھا ہے کہ کسی انسان سے آج کلام نہیں کرونگی۔ پھر ایک عرصہ کے بعد وہ اسے اپنی قوم کے پاس سوار کرا کے لائی۔ تو لوگوں نے کہا مریم! یہ عجیب چیز لائی ہے ؛

مسیح اپنی قوم میں آتا ہے

اے ہارون کی بہن تیرا باپ تو بُرا آدمی نہ تھا۔اور تیری ماں حد سے بڑھنے والی نہ تھی۔مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا۔تو انھوں نے کہا ہم اس سے کیا بات کریں جو گود میں بچہ ہے :۔ (بطور حقارت کہا۔آپ اس وقت جوان تھے) مسیح نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ نے کتاب دی۔اور مجھے نبی بنایا۔اور جہاں کہیں میں رہوں مجھے برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز۔اور زکوٰۃ۔اور اپنی ماں کی فرمانبرداری کا حکم دیا۔اور مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔اور مجھ پر سلامتی ہے۔جس دن میں پیدا ہوا۔اور جس دن میں مرونگا۔(صلیب کے نتیجہ سے محفوظ رہونگا) اور جس دن میں زندہ اُٹھایا جاؤنگا +

مسیح کی تبلیغ

مسیح نے اپنی قوم کو کہا کہ میں تمہارے رب سے اپنی صداقت کے نشان لیکر آیا ہوں۔اور میں تجویز کرسکتا ہوں مگر اس کے لئے جو طبعی صفات انسان ہو۔کہ اُس میں کلام الٰہی کی ایسی رُوح پھونکوں کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق مادہ پرستی سے نکل کر ایک بلند پرواز انسان ہو جائے۔اور میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو بری ٹھہراتا ہوں (وہ اپنے پچھلے جنم کی بدیوں کی وجہ سے کوڑھی نہیں ہوئے) اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔اور جو کچھ تم کھاتے ہو یا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو ان کی نسبت خدا کے احکام کی خبر دیتا ہوں۔اور اس میں میری نبوت کا تمہارے لئے نشان ہے۔اگر تم مومن ہو تو یقین لاؤ۔اور میں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔تصدیق کرنیوالا ہوں۔اور جو کچھ تم پر (بداعمالی کی وجہ سے) حرام کردیا گیا تھا۔اس کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔اور اپنے رب سے نشان لے کر آیا ہوں +

مسیح کا ربّ اللہ ہے

پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔وہ اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔پس اسی کی عبادت کرو۔یہی سیدھا راستہ ہے +

مسیح کیا تھا؟

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔اور اللہ تعالےٰ پر سوائے سچ کے نہ کہو۔مسیح مریم کا بیٹا عیسےٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کے

اُس حکم سے پیدا ہوُا جو اللہ نے مریم کیطرف بھیجا۔ اور اس کیطرف سے ایک پاک روحانی انسان تھا۔ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین نہ کہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔ اس کا پاک ہونا بیان کرو اس نقص سے کہ اس کا کوئی لڑکا ہو۔ کیونکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ اور اللہ کافی کارساز ہے +

مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے ناک نہیں چڑھاتا۔ اور نہ مقرب فرشتے عبودیت کے منکر ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اللہ انہیں انکے کاموں کے پورے پورے اجر دیگا۔ بلکہ اپنے فضل سے زیادہ بھی دیگا۔ اور جو لوگ بندہ ہونے کو بُرا مناتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں ان کو دُکھ دینے والا عذاب دیگا۔ اور پھر اللہ کے سوا وہ اپنا کوئی کارساز اور مددگار نہ پائینگے۔ (النسا ۶۔ ع ۴) +

اللہ نے عیسےٰ بن مریم کو کھُلے کھُلے نشان دیئے اور اپنے پاک کلام سے اسکی تائید کی کیا جب کبھی کوئی رسول تمہاری دلی آرزوؤں کے خلاف آیا تم اکڑ بیٹھے۔ پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کے قتل کے درپے ہوئے۔ (البقرہ ۱۔ ع ۱۰) +

خدا کے فرمانبردار رہو اور کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور اسپر جو ہماری طرف اُتارا گیا۔ اور جو ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب پر اُتارا گیا۔ اور جو کچھ عیسٰی و موسٰی کو دیا گیا۔ اور جو اور نبیوں کو اپنے رب سے ملا۔ ہم انمیں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں (البقرہ ۱۔ ع ۱۶) +

رسولوں کے قدم بہ قدم عیسٰی بن مریم کو بھیجا۔ جو اپنے سے پہلے اُتری ہوئی تورات کی تصدیق کرنے والا تھا + اور ہم نے اسے انجیل دی جسمیں ہدایت اور نور تھا۔ اور جو تورات کی مصدِق تھی۔ اور خدا ترسوں کے لئے موجب ہدایت و نصیحت ہے۔ انجیل والوں کو چاہیئے کہ جو کچھ اللہ نے اس میں نازل کیا اسکے مطابق (نبی کریم کے معاملہ میں) حکم کریں۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم پر نہ چلے وہ نافرمان ہے۔ (المائدہ ۶۔ ع ۱۱) +

تثلیث صحیح نہیں

وہ لوگ کفر کرنیوالے ہیں جنھوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا اے

بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو - جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے - جو اللہ کے
ساتھ شرک کرے گا - اللہ نے اس پر جنت حرام کر دیا +
سب سے زیادہ محبت کے قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں - کیونکہ
ان میں سے عالم لوگ ہیں اور تارک الدنیا - اور وہ غرور نہیں کرتے - جب سنتے ہیں جو کچھ
اس رسول (محمد صلعم) کی طرف نازل کیا گیا تو تو دیکھے گا کہ انکی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں
بسبب اسکے کہ انھوں نے حق پہچان لیا - اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہمیں
تو اپنے شہادت دینے والوں میں سے لکھ لے - اور ہم کیوں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس
حق آیا - ایمان نہ لائیں ہم تو آرزو رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کی جماعت میں داخل کرے +

مسیح مریم کا بیٹا - صرف رسول ہے اور اس سے پہلے کئی رسول ہو گذرے ہیں اور اسکی
ماں صدیقہ تھی - دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے (بشری حوائج سے مستغنی نہ تھے) دیکھو امر حق
کے دلائل کیا کھول کر بیان کئے گئے - مگر دیکھو کہ یہ راہ راست سے بھکے جاتے ہیں (المائدہ
۶ - ع ۱۴) +

مسیح خدا کے حضور میں

اللہ تعالےٰ مریم کے بیٹے عیسےٰ کو فرمائے گا - میری نعمتوں کو یاد کر
جو میں نے تم پر اور تیری ماں پر کیں - میں نے تجھے اپنے پاک کلام سے موئد
کیا - تو لوگوں سے بچپن میں اور بڑی عمر میں (حسب پیشگوئی) کلام
کرتا - اور میں نے تجھے کتاب و حکمت - تورات و انجیل سکھائی - اور تو طینی صفات انسان کے
لئے تجویز کرتا کہ میرے حکم سے اس میں کلام الٰہی کی روح پھونکتا - اور وہ مادہ پرستی سے اٹھ
کر بلند پروار انسان ہو جاتا - اور تو اندھے اور جذامی کو بری ٹھہراتا - اور مردوں کو ظلمات
کفر سے باہر نکالتا - اور میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو مقتول یا لصلیب کر دینے سے روکا - جب
تو ان کے پاس کھلے کھلے دلائل لایا - انمیں سے کافر بول اٹھے - کہ یہ تو صریح دھوکہ دہی ہے
اور جب میں نے حواریوں کو وحی کی - کہ تم مجھ پر اور میرے فرستادے پر ایمان لاؤ - تو وہ بول اٹھے ہم
ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں - اور پھر جب حواریوں نے کہا - اے عیسےٰ بن مریم
کیا تیرا رب اپنی جناب سے خوانِ نعمت نازل کر سکتا ہے تو اس نے فرمایا کہ اگر تم مومن ہو - تو اللہ

سے ڈرو۔ وہ کہنے لگے۔ ہم اس سے کھائینگے اور اس لئے کہ ہمارے دل اس سے اطمینان پائیں اور ہم جان لیں کہ تُو نے سچ بیان کیا اور ہم اس پر گواہ رہیں عیسٰے بن مریم نے دُعا کی کہ اے اللہ ہمارے رب۔ اُتار ہم پر اپنی جناب سے خوانِ نعمت۔ جو ہمارے اگلوں کے لئے۔ اور ہمارے پچھلوں کے لئے عید ہو جائے اور تیری طرف سے ایک نشان ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو اچھا روزی رسان ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ میں وہ خوانِ نعمت تم پر نازل کرنے والا ہوں۔ جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب شدید دونگا جو جہان کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ (المائدہ ۷۔ ع ۶) ؛

مسیح ایک بندہ تھا جس پر اللہ نے انعام کیا۔ اور اسے بنی اسرائیل کے لئے اپنا قدرت کا نمونہ (مَثَل) بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے فرشتے بناتے جو زمین پر خلافت کرتے۔ اور مسیحؑ اس ساعت کا علم ہے۔ پس تو اس گھڑی میں شک نہ کر اور میری پیروی کر یہ سیدھا رستہ ہے۔ اور تم کو شیطان نہ روکے۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے۔ اور جب عیسٰے کھلے نشانات لے کر آیا۔ تو کہا میں تمہارے پاس مضبوط باتیں لیکر آیا۔ اور اس لئے کہ جن بعض اُمور میں تم اختلاف کرتے ہو ان کو صاف کردوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ یہی سیدھا رستہ ہے۔ بنی اسرائیل کی جماعتوں نے باہم اختلاف کیا تو ان کی جو حد سے بڑھے دَرد دینے والے عذاب کے دن سے تباہی ہے (الزخرف ۲۵ ع ۱۳) ؛

اور اللہ نے ان کے بعد اپنے پیغمبر بھیجے اور پھر عیسٰے بن مریم کو بھیجا۔ اور اسے انجیل دی اور جو اسکی پیروی کرتے ہیں انکے دلوں میں نرمی اور مہربانی پیدا کی۔ اور رہبانیت تو انھوں نے از خود نکال لی۔ اللہ نے ان پر فرض نہیں کی۔ ہاں یہ فرض کیا کہ اللہ کی رضامندی چاہو مگر اسکی رعایت نہ کی۔ جیسا کہ رعایت کا حق تھا۔ پس جو ان میں سے ایمان لائے ان کو اجر بخشا اور بہت ان میں سے بدکار ہو گئے۔ (الحدید ۲۷ ع ۲۰) ؛

مسیح کی پیشگوئی احمدؐ کے بارے میں

عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف۔ تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی۔ اور بشارت دینے والا ایک رسول عظیم الشان

کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ جب مسیح ان کے پاس کھلے دلائل لایا تو انھوں نے کہا یہ صریح دھوکہ دہی ہے +

اے مومنو! میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو عذاب الیم سے تمھیں نجات دے۔ اللہ پر اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ مجاہدہ کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے گناہ بخشدے گا تمھیں ایسے جنات میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہتی ہیں۔ اور ایسے پاکیزہ مکانات دے گا۔ جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور پھر وہ چیزیں دے گا جنکی تم محبت رکھتے ہو۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور نزدیک کی فتح۔ مومنوں کو بشارت دو +

تم اللہ کے دین کے ناصر بنجاؤ جیسے عیسے بن مریم نے حواریوں سے کہا۔ اللہ کیطرف متوجہ ہو کر میرا کون مددگار ہے تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ اسپر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے انکار کیا جو ایمان لائے۔ ان کو اپنے دشمنوں پر فتح بخشی اور وہی غالب رہے۔ (الصف ۲۸ ع ۱۰) +

مسیح کے قتل کے منصوبے

یہود نے خفیہ تدبیریں کیں۔ اللہ نے بھی باریک تدبیریں کیں۔ اور اللہ خیر و برکت کی تدبیریں کرنے والا ہے +

مسیح کو محفوظ رہنے کی بشارت

جب اللہ نے کہا اے عیسٰی میں ہی تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی جناب میں رفع روحانی دینے والا ہوں۔ اور تجھے کافروں کے الزاموں سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور تیرے جو تابع ہوئے انھیں ان لوگوں پر جو کافر ہوئے قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ پھر میری طرف تمہاری بازگشت ہے۔ اور میں تمہارے درمیان فیصلہ کرونگا۔ جس بات میں تم باہم جھگڑتے تھے (آل عمران ۳ ع ۱۴) +

یہودیوں کا غلط گمان

یہودیوں نے کہا کہ ہم نے مسیح مریم کے بیٹے کو

جو رسول اللہ بنتا تھا قتل کیا۔ اور انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور صلیب پر نہیں مارا بلکہ وہ مسیح مشابہ بہ مقتول بالصلیب ان کے لئے بنایا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے حالات کی طرف سے شک میں ہیں۔ اپنے ظن کی پیروی کے سوا انھیں کچھ بھی علم نہیں۔ یہودی مسیح کے قتل کے بارے میں یقین کے درجے پر نہیں پہنچے۔ بلکہ اللہ نے اپنی طرف مرفوع کیا۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور کوئی اہلِ کتاب میں سے نہیں۔ مگر وہ اپنی موت سے پہلے مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے پر ایمان لاتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن مسیح ان کے برخلاف گواہ ہوگا (النساء ۶ ع ۲۲)+

اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو نشان بنایا۔ اور ان دونوں کو ایک اونچی اور چشمہ دار جگہ پر صلیب کی مصیبت کے بعد رہنے کی جگہ دی (المومنون ۱۸ ع ۳)+

مسیح کی پیشی خدا کے دربار میں

اور جب اللہ فرمائے گا۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود قرار دو۔ تو وہ کہے گا۔ تیری پاکی بیان کرتا ہوں مجھے ہرگز شایاں نہیں۔ کہ میں وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر میں نے اسے کہا ہوگا۔ تو تو ضرور اس کو جانتا ہے۔ جو کچھ میرے جی میں ہے۔ تو اسے جانتا ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیری ذات میں ہے بیشک تو ہی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے انھیں وہی کہا۔ جو تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے عبادت کرو۔ اور جب تک میں ان میں رہا۔ ان کا نگران رہا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرا اختیار۔ کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخشدے تو بھی تیری مرضی۔ کیونکہ تو غالب۔ حکمت والا ہے+

اللہ فرمائے گا کہ یہ دن ہے کہ راستبازوں کو ان کا صدق نفع دے گا۔ ان کے لئے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے

اللہ ان سے راضی۔ اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی بڑی کامیابی ہے (المائدہ۔ ۷ ع ۶)

مسیح کے بارے میں فیصلہ کی ایک راہ

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے۔ جیسے آدم کی۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔ اور جو اس یقینی علم کے بعد تم سے جھگڑا کرے۔ تو اسے کہدے آؤ ہم اپنے بیٹے کو بلائیں۔ اور تم اپنے بیٹے بلاؤ۔ اور ہم اپنی بیبیاں بلائیں اور تم اپنی بیبیاں بلاؤ۔ اور خود ہم تم بھی شریک ہوں۔ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کہیں۔ یہ سچا بیان ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ زبردست حکمتوں والا ہے۔ اگر اعراض کریں تو یاد رہے کہ اللہ مفسدوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اہل کتاب آؤ۔ ایک بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہو۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور کوئی ہم سے ایک دوسرے کو اللہ کے سوائے رب نہ بنائے۔ اگر اعراض کریں تو اعلان کردو۔ کہ تم گواہ رہو۔ ہم خدا کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

(آل عمران ۳ ع ۱۴ و ۱۵)

انگریزی ترجمہ قرآن مجید مع متن عربی

ترقی اسلام قادیان نے جو زیر نگرانی حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ پہلے پارہ کا انگریزی ترجمہ حامل المتن چھپوایا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے قرآن مجید کی آیات نہایت خوشخط کاتب سے لکھوا کر پھر بلاک بنوا کر انھیں مطابق اصل چھپایا گیا ہے اور ترجمہ وتفسیر میں وہ وہ معارف بیان کئے گئے ہیں جو حسب ضرورت زمانہ ہیں اور آجتک کوئی مفسر اس سربند مہروں کے خزینے کو کھولنے پر قادر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ مسیح کی آمد ثانی پر ہی موقوف تھیں فی الواقع یہ کتاب خوبی علم تکمیل ارزانی کا مجموعہ عجیبہ ہے اسکے آخر میں ایک قابل تعریف انڈیکس اور ہر آیت کے ساتھ جو ریفرنس دے ہیں وہ بجائے خود ایک مکمل حیثیت رکھتے ہیں ہر انگریزی دان طالب حق پر فرض ہے کہ اسکی ایک جلد دو روپے (عار) پر خرید کر پڑھے۔

ترقی اسلام قادیان۔

"مسیح یا محمدؐ"

اس نام سے موسوم ایک ٹریکٹ۔ ان زہریلے ٹریکٹوں میں سے جو یسوعی پادری بھولے بھالے اہل اسلام کو گمراہ کرنے کے لئے شائع کرتے رہتے ہیں۔ میری نظر سے گذرا عجب تزویر آمیز۔ پیرائے سے مسیح کی فضیلت سرور کائنات فخر موجودات پر ثابت کی گئی ہے۔ میں اسکے متعلق ایک سرسری نظر کر کے ان ابلہ فریب کارروائیوں کو طشت از بام کرنا چاہتا ہوں۔

اعتراض اوّل۔ چنانچہ پادری صاحب لکھتے ہیں "ہمارے محمدی بھائی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد حضرت محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر ہو کر تشریف لائے۔ وہ خاتم النبیین اور تمام انبیاء سے بزرگ و برتر ہیں۔ انہی کا دین سچا دین ہے۔ اور اسی دین کی تقلید و پیروی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے"

> مسیح کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں

معلوم نہیں ہمارے مسیحی دوست کو اسپر تعجب کیوں ہے۔ یہ تو وہی بات ہے جو خود ان کا خداوند اپنی انجیل (واضح ہو کہ انجیل کے معنے بشارت کے ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بعثت محض جناب محمدؐ مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت دینے کے لئے ہوئی تھی) میں فرما چکا ہے۔ چنانچہ باوجود سخت تحریف معنوی کے بھی الفاظ ایسی صورت میں موجود ہیں جنسے ایک طالب حق پر کھلجاتا ہے۔ کہ اس میں حضرۃ خاتم النبیین کی بعثت کی پیشگوئی ہے۔ اور کسی ذات بابرکات پر وہ الفاظ صادق نہیں آتے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

> انجیل میں آنحضرت صلعم کی بعثت کی بشارت موجود ہے

یوحنا باب ۱۶۔ "لیکن میں اس پاس جس نے مجھے بھیجا (یعنی

اپنی رسالت کا مقر ہے نہ مدعی الوہیت) جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا۔ کہ تو کہاں جاتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن میں تمھیں سچ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئے گا پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیجدوں گا۔ اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اس لئے۔ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں۔ پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہے گی۔ اور تمھیں آیندہ کی خبریں دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی"

اس پیشگوئی کا لفظ لفظ بتا رہا ہے کہ سوائے آنحضرت صلعم کے وہ کسی پر صادق نہیں آسکتی۔ اور اس کا انتظار بھی اہل کتاب میں تھا۔ چنانچہ وہ پوچھتے ہیں کیا تو وہ نبی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی انہیں شائع ذائع تھی +

"روح حق سے مراد سرور کائنات ہیں"

غور کرنے سے صاف کھلتا ہے کہ مسیح اپنی تعلیم کو ناقص قرار دیتا ہے۔ اور ایک اور آنے والے کی خبر سناتا ہے۔ "جسکے دین کی پیروی سے نجات حاصل ہوسکتی ہے" چنانچہ اسکے نشان بتاتا ہے۔ جو ہرگز عیسائیوں کی روح القدس پر صادق نہیں آتے۔ اور جناب ختمی مآب پر صادق آتے ہیں۔ روح القدس مزعومہ مسیحیان نے نہ تو کامل تعلیم دی۔ اور نہ مسیح سے بڑھ کر کوئی بات بتائی۔ مختلف بولیاں بولنے لگ جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ ہاں حضرت خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ اللہ رب العلمین نے کامل سچائی کی راہ بتائی۔ چنانچہ قرآن مجید اور انجیل کا مقابلہ کرکے دیکھ لو انجیل میں سوائے پہاڑی وعظ اور چند واقعات کے جو یسوع مسیح پر گذرے کچھ بھی نہیں

اور قرآن مجید میں نہ صرف توحید و آخرت و نبوت و عقائد حقہ کی تعلیم ہے۔ بلکہ تمام اقسام کے اعمال صالحہ اور مذاہب باطلہ کی تردید۔ اور دنیا کے تعلق کی بھی مکمل ہدایات ہیں۔ اور پھر ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ کی آیت سے جو کچھ وہ سُنے گی سو کہے گی۔ کی تصدیق ہو گئی۔ آپ نے جو پیشگوئیاں فرمائیں۔ ان سے بھی قرآن مجید کی کوئی سورۃ بلکہ رکوع خالی نہیں برخلاف اس کے اس مزعومہ رُوح القدس نے کچھ بھی نہ بتایا۔ نہ دُنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرایا۔ ہاں نبی کریم صلعم نے مسیح کو الزامات سے پاک کرکے اسکی بزرگی یہودیوں کے دلوں میں بٹھائی۔ اور جنھوں نے حق کو نہ مانا ان کو سزا دلوائی۔ باقی رہی یہ بات کہ رُوح کیوں کہا گیا۔ سو جو خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ رُوح ہی ہوتے ہیں۔ اور ان میں بقول مسیح اس جہان کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اور یہ محاورہ بائبل میں ہے۔ چنانچہ ۴ باب یوحنا پہلا خط۔ ہر ایک رُوح کی تصدیق مت کرو بلکہ امتحان کر لو۔ یہاں رُوح سے مراد واعظ ہے

پس پادری صاحب اس پیشگوئی پر خوب غور کریں۔ اور دیکھیں کہ مسلمان جو خاتم النبیین پر ایمان لائے ہیں تو انھوں نے غلطی نہیں کی۔ بلکہ یسوع نے بھی اپنے پیرووں کو یہی حکم دیا تھا۔ اور انھیں صاف جتا دیا تھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت چھن جانیوالی ہے اور بنی اسماعیل میں چلی جائے گی۔ دیکھو متی باب ۲۱ "اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے میوہ لائے دیجائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا"

> بنی اسرائیل سے نبوت منتقل ہو کر بنی اسماعیل میں آنے والی تھی۔

وہ قوم جسے خدا کی بادشاہت دی گئی وہ یقیناً **اسلام** ہے کیونکہ اس میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے تا یہ کلام مسیحیوں پر حجت قائم کرے جو اسی باب میں ہے "لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا۔ آپس میں کہنے لگے وارث یہی ہے آؤ اسے مار ڈالیں کہ اسکی میراث ہماری ہو جائے۔ اور اسے پکڑ کے اور انگورستان کے باہر لے جا کر **قتل** کیا۔ جب انگورستان کا مالک آئے گا۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ وہ اسے بولے۔ ان بدوں کو بُری طرح مار ڈالیگا اور انگورستان

> یسوع کی ایک تمثیل میں آنحضرت صلعم کا ذکر

کو اور باغبانوں کو سونپے گا۔ جو اسے موسم پر میوہ پہنچائیں +

اس تمثیل کے پہلے حصے میں یسوع مسیح کا ذکر ہے جو بیٹا کہلایا۔ اور اس کا صلیب پر دیا جانا بھی مسلّمہ فریقین ہے اور دوسرے حصے میں جناب ختمیت مآب کی پیشگوئی ہے جبکہ نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں آگئی۔ جنھیں اسرائیلی حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن "جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہُوا۔" کے ماتحت (اور یہ پیشگوئی ایسی ضروری ہے کہ اس پیشگوئی کی اشاعت حجرِ اسود تصویری زبان میں اب تک کر رہا ہے) انگورستان اور باغبانوں (اسماعیلیوں) کے سپرد ہُوا۔ جو اسے موسم پر میوہ پہنچاتے ہیں چنانچہ :-

موسم پر میوہ پہنچانے والا اسلام ہے

امتِ محمدیہ میں اب تک ملہم پیدا ہوتے ہیں۔ اور خدا کا مکالمہ مخاطبہ تمام قوموں سے بند ہے۔ لیکن اس امت سے جاری ہے تا اس کلام کی تصدیق ہوتی رہے اور اس نشان سے وہ قوم پہچانی جائے جو خدا کے نزدیک مقرب اور حق پر ہے۔ افسوس ان پر جو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے +

نبی کریم صلعم نجات دہندہ ہیں

اعتراض دوم۔ اس سے آگے پادری صاحب یُوں دامِ تزویر پھیلاتے ہیں۔ " اختلاف اسی بات میں ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح۔ اور مسلمانوں کے نزدیک محمدؐ صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نبی آخر الزمان افضل الانبیاء اور نجات دہندہ ہیں" +

نبی کریم صلعم ہی نجات دہندہ ہیں

غور کرنے کی بات ہے۔ کہ دُنیا تو اسی کو نجات دہندہ قرار دے گی جس نے اس دُنیا میں مختلف قیدوں سے (خواہ وہ جسمانی سلطنت کے اعتبار سے تھیں اور خواہ رسوم باطلہ و عقائد فاسدہ و اعمال کاسدہ کی) نسل انسان کو بچایا اور نجات دی +

یسُوع مسیح نے تو اپنے ماننے والوں کو اسوقت جو نجات دی سب کو معلوم ہے بلکہ بچارا خود بھی ماخوذ ہُوا۔ حالانکہ رو رو کر دُعا مانگی۔ جو یسوعیوں کے نزدیک قبول نہ ہو سکی۔ چنانچہ دُعا جن حالات جن الفاظ میں ہوئی وہ مفصلہ ذیل ہیں :-

یسوع ؑ اپنے تئیں بھی نجات نہ دلا سکا

"تب اس نے ان سے کہا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ اور کچھ اور آگے بڑھ کے مُنہ کے بل گرا۔ اور دُعا مانگتے ہوئے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے × × × × × تب شاگردوں کے پاس آیا اور انہیں سوتے پا کر پطرس سے کہا۔ کیا تم میرے ساتھ ایک گھنٹہ نہیں جاگ سکے۔ جاگو اور دُعا مانگو تا کہ امتحان میں نہ پڑو۔ رُوح تو مستعد پر جسم سُست ہے۔ پھر اس نے دوبارہ جا کر دُعا مانگی × × × × × اور وہی بات کہہ کر تیسری بار دُعا مانگی۔

پھر باوجود اسقدر دُعا۔ (جس سے یسوع کے مسئلہ اُلوہیت پر بھی روشنی پڑتی ہے) اور شاگردوں کو بار بار جگانے اور ملامت کرنے کے وہ پیالہ بقول یسوعیان نہ ٹل سکا۔ پس جو خود نجات نہ پا سکا وہ دوسروں کو کیا نجات دے گا۔"

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

یسوع ؑ کی پیدائش غیر معمولی طریق پر ہوئی اور نبی کریم ؐ کی معمولی طریق پر

ان کی پیدائش کے وقت کوئی عجیب و غریب بات وقوع میں نہیں آئی۔ ان کی پیدائش کا حال بالکل اور لوگوں کا سا ہے۔

اگر عجیب الخلقت ہونا۔ نجات دہندہ ہونے کا نشان ہے تو جناب من مجھے معاف فرمائیے۔ کہ اس طرح پر دُنیا میں بہت سے ایسے نجات دہندے ثابت ہونگے جو الف سے نام ب تک نہیں جانتے۔ اور پھر یسوع سے زیادہ حضرت آدم نجات دہندگی کے مستحق ہیں جو نہ صرف بے باپ بلکہ بے ماں بھی پیدا ہوئے۔

یسوع ؑ کی پیدائش غیر معمولی نہیں

خدا تعالیٰ نے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ فرما کر بتایا کہ عیسےٰ کی پیدائش غیر معمولی اور بے مثل اور عجیب و غریب نہیں۔ پھر سورہ مریم میں پہلے یحیٰی کی ولادت کا ذکر اسی لئے کیا ہے تا ظاہر ہو کہ مسیح کی پیدایش کوئی اعجوبہ نہیں۔ یحیٰی کا والد بھی بلغت من الکبر عتیا کا مقر ہے اور کانت امرءتی عاقرا کہہ کر اپنی زوجہ کے عجز کا بھی شاہد ہے اور مسیح کی ولادت کے لئے تو ایسے صاف اور کھلے کھلے الفاظ بھی نہیں۔

بن باپ پیدا ہونا دلیل فضیلت نہیں

جس کتاب (قرآن) سے آپ بیں بکڑتے ہیں اسکے منکر ہیں حالانکہ اس کتاب میں مسیح کو عبد لکھا گیا ہے نہ کہ خدا۔ اور یہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ بے باپ پیدا ہونا کوئی دلیل اُلوہیت یا بزرگی نہیں۔ ورنہ حضرت آدم کو جو بے ماں بے باپ پیدا ہوئے۔ یسوع پر بہر حال فضیلت ہو گی پھر نامہ عبرانیاں باب ۷ آیت ۱-۳ کے یہ الفاظ ہیں:۔

"کیونکہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ خدا تعالےٰ کا کاہن تھا × × × × × یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر۔ مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کر ہمیشہ کاہن رہا ہے"۔

جس سے یہ ظاہر ہے کہ بے باپ یا بے ماں باپ پیدا ہونا کوئی مسیح سے خاص نہیں بلکہ اگر تاریخ عالم آپ غور سے پڑھینگے تو ہندوؤں کے کئی ایسے بزرگ پاؤ گے۔

نبی کریم کی پیدائش ایک اعجاز تھی

اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش واقع میں ایک غیر معمولی پیدائش تھی بشرطیکہ کوئی خدا ترس دل سوچے۔

عرب سا ریگستان ملک۔ باشندوں کی سنگدلی اور جاہلیت ضرب المثل ایک یتیم۔ ایک ایسی کتاب لایا۔ ایسا دین لایا۔ جو دُنیا کے تمام ادیان پر غالب و مظفر و منصور ہوا۔ اور قرآن مجید نے اس پیدایش کو بطور اعجاز کے پیش کیا ہے۔ پھر

آنحضرت صلعم کی پیدائش پر عجیب واقعات

اگر آپ عجیب و غریب واقعے ہی سُننے کے مشتاق ہیں۔ تو سُنیئے کہ یہ بات ہم تک اس سے زیادہ اور صحیح اور معتبر روایات سے پہنچی ہے۔ جنسے آپ تک انجیل پہنچی (کیونکہ اسکے مؤلفین کے سوانح بھی پبلک میں نہیں آئے۔ اور راویانِ حدیث میں سے ایک ایک راوی کے حالات ثقتہ اعتبار۔ صدق پر پوری تنقید ہو چکی ہے) کہ جس روز حضور پیدا ہوئے۔ ملک ایران میں آتشکدے جو ہزار ہزار سال سے دہک رہے تھے یکدم بجھ گئے۔ ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گر پڑے اور آتش پرستوں کے پیشوا نے خواب دیکھا کہ عرب کے اونٹ دریائے دجلہ سے ملکِ ایران میں آ گئے۔ اور ہمارا ملک تاخت و تاراج ہو رہا ہے۔ پھر یہ نظارے خواب و خیال ہی کے نہیں رہے بلکہ واقع میں ایران کے آتشکدے سرد پڑ گئے۔ ایوانِ کسریٰ میں تزلزل

پڑ گیا۔ اور اس قدیمی سلطنت کی شوکت وحشمت مٹادیگئی۔ اور عرب سے شیطان مایوس ہو گیا۔ کہ پھر اسکی پرستش کیجائے۔ آپ کی ولادت سے ایک سال پیشتر وہاں سخت قحط تھا جو بالکل دُور ہو گیا۔ چنانچہ اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج قرار پایا۔ پھر آپ کی پیدایش یہاں تک عجیب و غریب ثابت ہوئی۔ کہ ایک طرف ابی سینیا کے حبشی بادشاہوں کا جو حجاز پر آئے دن چڑھائیاں کرتے رہتے تھے نام ونشان نہ رہا۔ دوسری طرف اپنی قوم کو وہ آزادی دی۔ کہ پھر مفتوح نہ ہوئی۔ چنانچہ اب تک جو حاکم ہے وہ بھی خادم حرمین ہی کہلاتا ہے۔ پس اس پیدایش سے بڑھ کر عجیب و غریب پیدایش اور کس کی ہوسکتی ہے + اگر اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا کہ نبی کریم کی پیدایش پر عجیب و غریب واقعے ہوئے۔ تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ بندۂ خدا سوچو تو ایک شرک میں گرفتار اجڈ قوم۔ تین سو ساٹھ بُت کی پجاری۔ مگر تھوڑے دنوں میں اس پیدایش کے بعد وہ ایک خدا کی پرستار ہو گئی۔ پھر اسکی فتح کا سلسلہ چین تک پہنچا۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں ان کے مقابلہ میں ہیچ ثابت ہوئیں۔ دُنیا بھر کے علوم کا منبع یہی قوم قرار پائی۔ یہ تبدیلی۔ یہ تغیر۔ عجیب و غریب نہیں۔ تو اور کیا۔ آپ کسی اور قوم میں اس درجہ اس قدر نمایاں تبدیلی مجھے دکھادیں۔ تو میں مان لونگا کہ آپ کی پیدائش عجیب و غریب نہیں +

پھر پادری صاحب رقمطراز ہیں :۔

"آخر کار چالیس برس کی عمر میں وہ کہنے لگے کہ حضرت جبرائیل ان سے ہمکلام ہوئے لیکن اس سے پیشتر کوئی ایسا نشان ظاہر نہیں ہوا جس سے لوگ یہ سمجھے کہ وہ پیغمبر ہونگے "

نبی کریم سے چالیس برس پہلے کوئی نشان مثبت نبوت ظاہر نہیں ہوا

خوب! جو ہماری نظر میں خوبی ہے۔ آپ قصور نظر سے اسے عیب قرار دے رہے ہیں۔ یہی تو ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ مفتری نہ تھے کیونکہ چالیس سال تک کوئی دعوی کسی قسم کا نہیں کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ بڑی تحدی سے پیش کیا گیا ہے۔ اور یوں نشان تو ہزاروں ظاہر ہوئے۔ پر کوئی سوچنے والا ہو تو صرف اسی ایک واقعہ کو دیکھے۔

چالیس سال کی عمر میں دعوی نبوت ثبوت صداقت ہے

جب کہ خانہ کعبہ کی بُنیادوں میں حجرِ اسود رکھنے پر جھگڑا ہؤا۔ اور آپ نے ایک چادر میں
اسے رکھ کر چاروں گروہوں کو راضی کر دیا۔ اور پھر اپنے دست مبارک سے اسے رکھا تا ب

چالیس سال پہلے نشان ظاہر ہوئے

پر ظاہر ہو کہ اس خدا کے گھر کی بُنیاد انہی مقدس ہاتھوں سے رکھی جائے گی۔ اور
بیت اللہ کے حضرت ابراہیم کیطرح اصل بانی اور پھر محافظ۔ اور پھر اس گھر
کے مالک کا نام چار دانگ عالم میں پھیلانے والے حضور ہی ہیں پھر ایک سفر میں
بحیرہ نام ایک راہب نے جو کچھ فرمایا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں +

کیا اُس نے بعض نشانوں سے آپ کے نبی ہونے کی خبر نہیں دی۔ پھر بی بی خدیجہ
جس کے ساتھ پچیس ۲۵ برس کی عمر میں آپ کا نکاح ہؤا۔ اور ۱۵ سال آپ کے ساتھ گذار
چکی ہے گواہی دیتی ہے۔ ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل
الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف
وتعین علی نوائب الحق +

(بشارت ہو۔ اللہ آپ کو ذلیل نہ کرے گا۔ بیشک آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں۔ سچ بولتے
ہیں۔ دکھیوں کے دُکھ برداشت کرتے۔ مفلس کو دیتے۔ مہمان نوازی کرتے۔ اور بھلے کاموں
میں وقتاً فوقتاً اعانت کرتے ہیں)

کہ آپ کا کیرکٹر نہایت اعلےٰ ہے اور نزول وحی کے دعوےٰ میں آپ ہرگز فریب خوردہ
یا کاذب نہیں۔ پھر چچا ان کے نوفل بھی اس کے مصدّق ہیں۔ اور اہل کتاب کے بارے
میں بھی آیا ہے کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ یعنی آپ میں نشانات نبوۃ
ایسے ظاہر تھے کہ جیسے کوئی اپنے بیٹے کو پہچان سکتا ہے ایسے ہی یہ لوگ آپ کو پہچان
سکتے ہیں۔ اور آپ یہ کہے چلے جاتے ہیں۔ کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہؤا جس
سے لوگ یہ سمجھتے کہ پیغمبر ہونگے +

لوگوں نے تو سمجھا اور ضرور سمجھا۔ بلکہ گواہی دی۔ افسوس آپ پر۔ اور آپ کے فہم پر
جسپر یہ حقیقت نہ کھلی۔ یا کھلی تو رسم و رواج۔ نام و نمود۔ الف عادت کی پابندی نے
تسلیم نہ کرنے دیا۔ خدا آپ ایسے ٹائپ کے لوگوں پر رحم کرے جو نہ صرف خود فریب خوردہ

ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ اور اس نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ جسکی روشنی تمام جہان میں پھیلانے کا وہ نور السموٰت والارض وعدہ کر چکا ہے

یسوع سے پہلے کوئی نشان ظاہر ہوا

اور یسوع سے بھی پہلے کونسے نشانات خدائی کے ظاہر ہوئے۔ اس نے بھی عام گنہگاروں کیطرح یوحنا سے بپتسمہ پایا۔ دیکھو متی باب ۳۔ "تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا تاکہ اس سے بپتسمہ پائے۔ × × × × اور یسوع بپتسمہ پا کے وہیں پانی سے نکل کے اوپر آیا۔ اور دیکھو کہ اسکے لئے آسمان کھل گیا۔ اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا" گویا بپتسمہ پانے اور بیعت توبہ کے بعد یسوع اس قابل ہوا کہ اس پر خدا کی روح اترے۔ پھر روح اتری بھی تو کبوتر کی شکل میں۔ جتنا ظرف ہو۔ اسی کے مطابق فیض اترتا ہے۔ ایک ہمارے نبی کریم ہیں کہ آپ نے جب روح کو دیکھا تو اس سے تمام افق بھرا ہوا تھا چنانچہ شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں۔ "حضرتؐ کو اول نبوت میں حضرت جبرائیل نظر آئے اپنی اصل صورت پر ایک کرسی پر بیٹھے۔ آسمان ان سے بھر رہا۔ کنارے سے کنارے تک"

قرآن کے الفاظ یسوع کی پیدائش کے متعلق بہت معمولی ہیں

اس کے بعد پادری صاحب یسوع مسیح کی پیدائش عجیبہ کا قصہ لکھتے ہیں جو مطلق عجیب نہیں۔ بلکہ آپ کے انجیلی اختلاف نے اسے مشتبہ بنا دیا ہے اگر مریم نے انی یکون لی غلٰمٌ کہا تو ادھر حضرت زکریا نے بھی رب انی یکون لی غلٰمٌ کہا۔ اگر اس طرف کذٰلکِ۔ قال ربکِ ھو علیّ ھیّن فرمایا۔ تو ادھر زکریا کو بھی یہی ارشاد ہے کہ ھو علیّ ھیّن۔ بلکہ ساتھ ہی دلیل بھی دی۔ وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئاً۔ کہ تجھے پیدا کیا حالانکہ تو کچھ بھی نہ تھا۔ پس یہ "از حد عجیب" کیا۔ عجیب بھی نہیں اور یہ جو آپ لکھتے

آیتہ کہنے میں کوئی فضیلت ثابت نہیں

ہیں کہ خدا نے فرمایا ولنجعلہٗ اٰیۃً للناس ورحمۃً منّا سو اس میں بھی کوئی خصوصیت مسیح کی نہیں۔ وہ تو ایک رحمت تھی۔ خدا نے بارش کو بھی رحمت فرمایا۔ پھر نبی کریم صلعم کے بارے میں ارشاد ہے۔ وما ارسلنٰک

اِلّا رحمةً للعالمین - کہ اے نبی نہیں تو مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے - اب فرمایئے کس کا درجہ بڑا ہؤا - وہ جو اسے رحمت فرمایا - یا وہ جسے تمام جہانوں کے لئے رحمت فرمایا + اور آیت کے بارے میں تو کوئی خصوصیت مسیح کی نہیں - بلکہ یہ لفظ تو فرعون کے لئے بھی آ چکے ہیں - لتکون لمن خلفك اٰیةً وانّ کثیرًا من النّاس عن اٰیٰتنا لغٰفلون - اور پھر اس بزرگ کو جس نے انی یحیی الارض بعد موتھا کہا اس کو بھی ولنجعلك اٰیةً للنّاس فرمایا + اب بولو کہ مسیح کی اس اٰیةً کے لفظ سے کیا خصوصیت وفضیلت رہ گئی ؟ - پادری صاحب بولو اگر آپ کے پاس کچھ جواب ہے ؟ پھر سُنئے خدا فرماتا ہے :-

اِنّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع النّاس وما انزل اللہ من السّمآءِ من مّاءٍ فاَحیا به الارض بعد موتھا - وبثّ فیھا من کل دآبةٍ وتصریف الرّیٰح والسّحاب المسخّر بین السّمآء والارض لاٰیٰت لّقوم یّعقلون + صرف مسیح یا اُسکی پیدایش ہی آیت نہیں - بلکہ آسمانوں اور زمین کی پیدایش میں اور دن رات کے بدلنے میں اور کشتی میں جو آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر چلتی ہے - اور اس میں جو آسمان سے اللہ نے پانی اُتارا - اور زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا - اور پھیلائے اُس میں سب قسم کے جانور - اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے - عقلمند لوگوں کے لئے آیات ہیں +

پھر فردًا فردًا سُنو !

(۱) ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا - اس کے آیات سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری قسم کے جوڑے پیدا کئے +

(۲) ومن اٰیٰتہ خلق السّمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالك لاٰیٰت للعٰلمین - زمین و آسمانوں کا پیدا کرنا - اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف - اس میں بہت سے آیات ہیں - سمجھ بوجھ والوں کے لئے +

(۳) ومن اٰیٰتہٖ منامکم باللیل والنھار۔ اور اس کے نشانوں میں سے تمہارا سونا رات اور دن کو +

ومن اٰیٰتہٖ یریکم البرق خوفاً وطمعاً۔ اس کے آیات سے ہے تمہیں بجلی ڈر اور امید کے لئے دکھاتا ہے +

غرض اس جہان کا ذرہ ذرہ آیت ہے +

اور سنو۔ خدا فرماتا ہے۔ لقد کان فی یوسف واخوتہٖ اٰیٰت للسّائلین سوال کرنے والوں کے لئے یوسف اور اس کے بھائیوں میں کئی آیات ہیں (۲) لقد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا۔ دو گروہوں میں جو متقابل آئے تمہارے لئے آیت ہے۔ اب تو آپ پر بخوبی کھل گیا ہوگا۔ کہ آیت سے مسیح کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی + اور جس نبی سے تم مسیح کا مقابلہ کرتے ہو اس پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا ایک ایک فقرہ آیت کہلاتا ہے۔ اسکے مقابلہ پر مسیح کو آیت کہنا کیا حقیقت رکھتا ہے +

مسیح کو روح کہا گیا

اعتراض چہارم۔ چوتھی وجہ فضیلت پادری صاحب یہ ٹھہراتے ہیں:۔ کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس طرح سے اس کو اور اس کے بیٹے کو لوگوں کے لئے ایک نشان ٹھہرایا۔

ایک نشان ٹھہرانے کی حقیقت تو میں واضح کرچکا ہوں +

روح پھونکنے میں کوئی فضیلت نہیں

"روح پھونکنا" جس آیت کا ترجمہ وہ یوں ہے۔

فنفخنا فیھا من روحنا جس کے صحیح معنے ہیں۔ ہم نے مریم کو اپنا کلام بخشا اس میں کوئی دوسرے انبیاء سے فضیلت نہیں۔ علی الخصوص نبی کریم صلعم سے جو تمام انبیاء کے کمالات کے بحکم فبھدٰھم اقتدہ جامع تھے +

پھر نہ صرف حضرت آدم کے لئے بلکہ تمام ماموران الٰہی کے لئے آتا ہے۔ انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون۔ فاذا سوّیتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوالہٗ سٰجدین +

پھر میں اس سے بڑھ کر بھی کہتا ہوں کہ یہ تمام انسانوں کے لئے فرمایا۔ وَبَنَ اٰ

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ طِیۡنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ ۞ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۞ اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسکی نسل کو ایک حقیر پانی کے خلاصہ سے بنایا پھر اس کو درست کیا۔ اور اس میں اپنی رُوح پھونکی۔ اور تمہارے لئے کان آنکھ اور دل بنائے۔ بہت تھوڑی قدر کرتے ہو +

اور رُوح بمعنے کلام قرآن مجید کا محاورہ ہے چنانچہ فرماتا ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔

اور فرماتا ہے ویلقی الروح من امرہ علیٰ من یشآء من عبادہ۔

اور یہ رُوح بھی کوئی مسیح سے خاص نہیں چنانچہ تمام مومنین کے لئے۔ وَ اَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ آچکا ہے +

پادری صاحب لکھتے ہیں :۔

"انجیل میں بھی ایسا ہی لکھا ہے" گویا قرآن مجید میں اور انجیل میں مسیح کی پیدایش کا یکساں الفاظ میں ذکر ہے یہ بالکل افتراء ہے۔ قرآن مجید میں جہاں مسیح کی پیدایش کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی ہے +

ویعلمہ الکتب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولا الی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ۔ اور سکھائے گا اسے کتاب وحکمت اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا صرف بنی اسرائیل کی طرف +

انجیل اور قرآن مسیح کے بیان میں متحد نہیں

(اور نبی کریمؐ کے بارے میں وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ اور فرمایا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ بن تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہوں) پھر مسیح اپنی پہلی تعلیم یہ دیتا ہے کہ انّ اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھٰذَا صِرَاطٌ مستقیم۔ اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ پس اسکی عبادت کرو یہ سیدھی راہ ہے ایسا ہی مرنے کے بعد جب حضرت عیسےؑ کی پیشی بارگاہ الٰہی میں ہونی ہے تو وہاں بھی یہی اظہار دیا ہے کہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ

ربّی وربّکم۔ یعنی وہی کہا جو تو نے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس یہ کہنا کہ انجیل و قرآن کا بیان ایک ہی ہے بالکل غلط اور دھوکہ ہے +

یسوع کے لئے بائبل میں خداوند آیا ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "مسیح کی پیدائش سے سات سو سال پہلے یسعیاہ نے نبوت کی۔ لڑکے کا نام عمانوئیل یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے"

میں کہتا ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے بارے میں بھی یسعیاہ باب ۶۰ میں خداوند آیا ہے۔ چنانچہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں :۔

خداوند محمدؐ کے لئے بھی بائبل میں آیا ہے

"اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی۔ اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیرگی قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہو گا۔ اور اس کا جلال تجھ پر نمود ہو گا۔ اور استثنا ۳۳ باب میں خداوند سینا سے آیا۔ اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا + مشہور پیشگوئی ہے۔ جو حرف بہ حرف نبی کریم پر صادق ہے +

پر ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ عمانوئیل کی پیشگوئی کو لوقا باب اوّل آیت ۲۸ سے جو تطبیق دی جاتی ہے وہ کس طرح پوری اُتر سکتی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ "خداوند خدا اسکے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا۔" اور ہم دیکھتے ہیں۔ یسوع نے داؤد کا کوئی تخت نہیں پایا۔ بلکہ آخری زندگی میں اس بات کا اقرار کیا۔ کہ ابن آدم کے لئے سر ٹکانے کی جگہ نہیں +

یسوع "خدا کا بیٹا" انجیل میں

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں :۔

کہ فرشتے نے کہا۔ جو تجھ سے پیدا ہو گا وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔

میں نہیں سمجھتا کہ بیٹا کہلانا یہ کونسی فضیلت کا موجب ہے۔ کیونکہ بائبل میں تو بنی اسرائیل کو۔ تم خدا ہو کہا گیا۔ چنانچہ خود مسیح اس بات کا اقرار کرتا ہے بلکہ جواب ہی یہود کے اعتراض کا یہی دیا ہے +

خدا کا بیٹا اوروں کو بھی کہا گیا

دیکھو یوحنا باب۱۰ آیت ۳۵- یعنے کہا تم خدا ہو جبکہ اُس نے انھیں جن کے پاس
خدا کا کلام آیا- خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو تم اسے جسے خدا نے مخصوص
کیا اور جہان میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں-
پھر اس قسم کے کئی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں-

(۱) لوقا باب۳ آیت ۳۸- اور وہ انوس کا اور وہ سیت کا- اور وہ آدم کا
اور وہ خدا کا تھا- گویا آدم خدا کا بیٹا تھا +

(۲) یوحنا باب۱ آیت ۹- لیکن جتنوں نے اسے قبول کیا- اس نے انھیں اقتدار
بخشا کہ خدا کے فرزند ہوں- گویا سب مومن خدا کے بیٹے ہیں- (۳) متی باب۶
آیت ۶- لیکن جب تو دعا مانگے اپنی کوٹھڑی میں جا اور اپنا دروازہ بند کر کے اپنے
باپ سے جو پوشیدگی میں ہے- دعا مانگ +

متی باب۶ آیت ۱۸- تاکہ تو آدمی پر نہیں- بلکہ اپنے باپ پر جو پوشیدہ ہے روزہ
دار ظاہر ہو- اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے- (۴) ۸۹ زبور آیت ۲۶
وہ مجھے پکار کے کہے گا کہ تو میرا باپ میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے- (۵) خروج
باب۴ آیت ۲۲- تب تو فرعون کو یوں کہیو- کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا
بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے- پھر شیث
کو خدا کا بیٹا- اور افرائیم کو خدا کا پلوٹھا بیٹا کہا گیا ہے- اور پہاڑی وعظ میں مسیح
کہتا ہے مبارک وہ جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وہ خدا کے فرزند کہلائینگے- پھر اس کے
ساتھ یہ بھی دیکھئے کہ مسیح کو اسی انجیل میں کئی بار ابن آدم- انسان کا بیٹا کہا گیا ہے-
متی باب۱۱ آیت ۱۹- ابن آدم کھاتا پیتا آیا- اور وہ کہتے ہیں کہ دیکھو ایک کھاؤ +

بنی آدم فطرتاً گنہگار ہیں

اعتراض پھر پادری صاحب لکھتے ہیں +

"محمد صاحب کی پیدایش مثل دیگر بنی آدم کے تھی- اور اس
لئے وہ دوسرے لوگوں کیطرح گنہگار و خطا کار تھا-"

یہ امر اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ یسوعیوں کا یہ عقیدہ سراسر

غلط ہے کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے ہم کہتے ہیں۔ انسان فطرتاً نیک ہے جیسا کہ اسکے حالات سے ظاہر ہے پھر رسوم اور الف وعادت اور بری صحبتوں سے گنہگار بنتا ہے۔ کیونکہ گناہ کی تعریف ہے اپنے اختیار سے خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی۔ پس انسان کو فطرتاً گنہگار ٹھہرانا گویا اسپر ظلم کرنا ہے۔ کیونکہ جو چیز انسانی فطرت میں داخل ہے اسپر انسان کو سزا دیجائے تو یہ از حد ظلم کی بات ہے۔ میں قرآن مجید سے اسبات کا ثبوت پیش کرنا چاہتا تھا کہ انسان فطرتاً نیک ہے + مگر چونکہ میرے مخاطب ایک پادریصاحب ہیں اس لئے اسکی ضرورت نہیں فی الحال

انسان فطرتاً نیک ہے

بائبل کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرتا ہوں کہ یسوع بھی چونکہ عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس لئے پادریصاحب کے مسلمہ اصول کے مطابق یسوع بھی گنہگار ہی ثابت ہوتا ہے۔ دیکھو کتاب ایوب باب ۲۵۔ آیت ۴۔ پس خدا کے حضور انسان کیونکر صادق سمجھا جائے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ٹھہرے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کیا یسوع عورت کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا ؟ +

یسوع بھی حسب اصول پادریصاحب گنہگار ہے

اعتراض

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

سورۂ والضحیٰ کی ساتویں آیت میں مذکور ہے کہ کیا تجھ کو اُس نے گمراہ نہ پایا۔ اور تجھ کو ہدایت نہ کی + اور پھر سورہ مومن کی ساتویں آیت میں کہا ہے۔ اپنے گناہوں کے لئے مغفرت مانگ + اور سورۂ فتح کی دوسری آیت میں ہے کہ شائد خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماوے +

نبی کریمؐ گنہگار تھے

پادری صاحب بے ادبی معاف۔ یہ آپ کی جہالت ہے جس آیت کا آپ نے غلط ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے۔ ووجدک ضالا فھدی۔ قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے میں یہ بات پیش کی گئی ہے کہ ایک آیت دوسری کے خلاف نہیں۔ صرف سمجھ کا پھیر ہے چنانچہ فرمایا۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا

پس جب دوسرے مقام پر:۔

ان آیات کا صحیح مطلب جن سے آنحضرت صلعم کا گنہگار ہونا ثابت کیا جاتا ہے

ضالاً کے صحیح معنے

والنجم اذا ھوٰی ما ضلّ صاحبکم وما غوٰی آچکا ہے۔ تو یقیناً وجدک ضالاًّ کے اور معنے ہونگے۔ قرآن مجید میں نبی کریم صلعم کی پاکبازی کے ثبوت میں ستارے کو پیش کیا گیا ہے کہ جیسے وہ دُور سے اپنی اصلی ہیئت میں نظر نہیں آتا۔ اِسی طرح نبی کریم صلعم جس مقام پر ہیں اس کو اس دُنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور دیکھنے والے اپنے قصور نظر سے غلطی کھاتے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز گمراہ نہیں نہ راہ راست سے بھٹکے۔ اسی بناپر وَوَجَدَکَ ضَالاًّ کے معنے ہیں کہ ہم نے تجھے اپنی محبت میں سرگردان پایا۔ تو اپنا راستہ دکھایا۔ بلکہ مقصود و مطلوب تک پہنچایا۔ لغت میں ضالؔ کے یہ معنے آئے ہیں قرآن مجید میں بھی یہ محاورہ ہے چنانچہ پسران یعقوب علیہ السلام اپنے باپ کو کہتے ہیں انک لفی ضلالک القدیم تو اپنی پُرانی محبت میں سرگردان ہے۔ ان معنوں کے صحیح ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ الم یجدک یتیماً فاٰوٰی کے مقابل میں اما السّائل فلا تنھر آیا ہے جس میں یہ جتایا ہے کہ ضالؔ کے معنے سائل کے ہیں۔ تو یتیم تھا تجھے خدا نے اپنی گود میں لے لیا۔ اس شکرانہ میں کسی یتیم کو نہ جھڑکنا۔ تو بھی سائل تھا خدا نے تیرا سوال پورا کیا۔ اس شکریہ میں کسی سائل کو رد نہ کرنا۔

دوسری آیات کے متعلق میں کچھ تفصیل سے نہیں لکھنا چاہتا۔ کیونکہ استغفار اور ذنب پر سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں بہت بحث ہو چکی ہے۔ استغفار کے معنے کمزوریوں سے حفاظت طلب کرنے کے ہیں بلالحاظ اسکے کہ وہ کمزوری وقوع میں بھی آئی ہو۔ یا نہ آئی ہو۔

استغفر لذنبک کے صحیح معنے

چنانچہ سورہ مومن کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ یوں ہے فاصبر ان وعد اللہ حقٌّ واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار اس سے پہلے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ خدا کا وعدہ برحق ہے مگر اسکے پورا ہونے میں بعض اوقات جماعت کی کمزوریاں سد راہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل چالیس سال تک جنگلوں میں بھٹکتے رہے۔ مسیح کے حواریوں نے ... ... کمزوری دکھائی تو جو بات اسوقت حاصل ہو سکتی تھی۔ خصوصاً تخت کا حصول وہ بعد ... کتنی مدت کے

ہوئی۔ اسواسطے اللہ تعالےٰ اپنی کریم صلعم کو فرماتا ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے ضرور ضرور تم ہی ارض مقدس کے وارث ہوگے۔ کتاب بھی دیجائے گی۔ پر دشمنوں کا غلبہ ہے اور تمہاری جماعت کمزور۔ سامان دینوی بھی جو مظفر و منصور ہونے کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے مہیا نہیں پس اپنی اس قسم کی کمزوری سے جو نظر بحالات ظاہری ترقی کے لئے روک ہوسکتی ہے اللہ کی حفاظت طلب کرتا رہ۔ آخر تو مظفر و منصور ہوگا۔ یہ بغیر دلیل جھگڑنے والے جن کے سینوں میں بڑائی کا دعوٰی ہے اپنی آرزوؤں کو نہ پاسکینگے تو اللہ کی پناہ میں آجا وہ انکے منصوبے جانتا۔ انکے کرتوت دیکھتا۔ تیری دُعاؤں کو سنتا۔ تیری خدمات کو دیکھتا ہے وہ فرقان عطا کرے گا۔ کیونکہ جیسے اندھا اور بینا برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح صلح الاعمال اور بدعمل برابر نہیں وہ گھڑی فتح کی آنیوالی ہے لیکن اکثر لوگوں کو موجودہ صورت حالات میں یقین نہیں آتا۔ لیکن تمہارے رب کا تم سے وعدہ ہے کہ دُعا کرو میں تمھیں مقبولیت عطا کرونگا۔ اور ان کبر والوں کو (پہلے ذکر آچکا ہے) ناکامی و حسرت کی آگ سے اس دُنیا میں بھی جلنا پڑے گا۔

آیت کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہاں دشمنوں کے مقابلہ کا ذکر ہے کسی کے گنہگار یا بے گناہ ہونے کی بحث نہیں۔

(۲) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر سے مطلب

دوسری آیت جو سورہ فتح کی ابتداء میں ہے اس کا پہلا فقرہ ہی آپکے معنوں کی غلطی واضح کررہا ہے جو یہ ہے:۔

کہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ اب غور کرنے کی بات ہے ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی تاکہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشدے۔ یہ دونوں باتیں کیسی بے جوڑ معلوم ہوتی ہیں۔ پس لامحالہ اسکے معنے اور ہیں جو یہ ہیں:۔

کہ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی۔ تاکہ وہ عیب جو تیری ذات کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں یا کئے جائینگے۔ ان سب کا جواب ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر کتب مقدسہ کی بنا پر مسلمہ ہے کہ پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور مکہ کی فتح اور قیدار کی حشمت کا خاتمہ مقدس ہاتھوں سے ہوگا۔

آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کا ثبوت

پھر پادریصاحب کو میں اس بات کیطرف متوجہ کرتا ہوں۔ کہ وہ جس نے لاکھوں لوگونکی زندگیاں بدلدینے اور ناپاک سے پاک بنادینے میں معجزنما کام کیا اسکی اپنی زندگی کے پاک ہونے میں کچھ کلام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ خود نبی کا عہدہ عطا ہونا ہی اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اسکی ہر ایک حرکت و سکون قول فعل خداتعالےٰ کے حکم کے ماتحت ہے اور یہ مقدس انسان یفعلون مایومرون کا مورد ہے جس رسول کی شان میں من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ آگیا ہو۔ اس کو گنہگار کہنا حد درجے کی گستاخی ہے خداتعالےٰ اسکی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے اور آپ کہیں۔ نہیں وہ گنہگار تھا۔ خدا تو اسکی زبان سے اعلان کرتا ہے اِنّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ میری عبادت میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العٰلمین کے لئے اور اسکے حکم کے ماتحت ہے اور آپ کہتے ہیں وہ نعوذ باللہ خدا کا نافرمان تھا اس سے زیادہ پُرتحدی الفاظ میں اپنی عصمت کا دعویٰ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ تمام جہان کو ڈنکے کی چوٹ سُنا سُنا کر کہہ رہا ہے کہ میرا جینا میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے پھر خداتعالےٰ اسکی بیعت کو اپنی بیعت اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ اسکی رمی کو اپنی رمی قرار دے رہا ہے (ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ) اور آپ اسے خدا کے منشاء کے خلاف چلنے والا کہنے میں ذرا بھی حیا سے کام نہیں لیتے۔ خدا تو اسکی ایک ایک بات کو اپنی بات فرماتا ہے (وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ) اور آپ اسکی باتوں کو نفسانی قرار دیکر اپنی دریدہ دہنی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اُفٍّ لکم۔ پھر خداتعالےٰ تو فرمائے کہ تو پکار کر کہدے جو میرے قدموں پر قدم رکھ کر میرے پیچھے پیچھے چلا آئے گا۔ میں اسے اپنا محبوب بنالوں گا (اور یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ میں رسول کریم کی اتباع سے محبوب سبحانی ہوتے آئے ہیں) اور آپ کہتے ہیں کہ اسکے اپنے قدم بھی راہِ حق پر نہ تھے۔

پادری صاحب کچھ تو انصاف کرو۔ اور یہ آیت پڑھ کر شرماؤ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ویغفر لکم ذنوبکم۔ اے لیجئے رسول کریم کی اتباع صرف

محبوب خدا ہی نہیں بناتی بلکہ گناہ بھی معاف کرا دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ رسول جس کے قدموں کی طفیل انسان کے گناہ معاف ہو جائیں اور وہ محبوب سبحانی بنجائے۔ اللہم ارزقنی اتباعہ۔

پھر اس سے بھی زبردست ثبوت آپکے معصوم ہونے کا یہ ہے کہ قرآن مجید آپ کو النبی الامّی فرماتا ہے یعنی وہ نبی جو ہر قسم کے گناہوں سے ایسا ہی پاک ہے جیسے بچہ اس حالت میں پاک ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی ماں کی گود میں ہو۔ اور پھر اس نبی کا تعلق اپنے مولیٰ اپنے رب سے ایسا ہی ہے جیسے بچہ کا اپنی ماں سے ہوتا ہے یعنی یہ نبی ایسا ہے جو خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور تمام دوسرے انسانوں سے زیادہ مقرب بارگاہ صمدی ہے +

ہاں ذنب آیا ہے جسکے معنے گناہ کے ہرگز نہیں بلکہ انسانی کمزوری کے ہیں۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک انسان اس قادر قیوم ہستی کے مقابلہ میں کمزور اور ہر آن اس کے فضل کا محتاج ہے +

استغفار گناہوں کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا

آپ لکھتے ہیں تمام انبیاء نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے۔ آپ قرآن مجید میں حضرت شعیب حضرت ہود کا اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنا نکالدیں۔ پھر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ استغفار گناہوں کے لئے نہیں ہوتا۔ سب سے اول دیکھئے کہ باوجود نزول آیت لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ آخر عمر میں حضور کو وحی نازل ہوتی ہے فسبح بحمد ربك واستغفره۔ جب تمام گناہ معاف ہو گئے تو استغفار کیسا۔ پھر سنئے جب بہشتی بہشت میں چلے جائینگے اسوقت بھی ان کا استغفار کا شغل ہے (ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انك على كل شيء قدير) اب بتایئے یہ استغفار کونسے گناہوں پر ہے ایک اور مقام پر انهم كانوا قبل ذلك محسنين كانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالاسحار هم يستغفرون۔ یعنی وہ اس سے پہلے محسن (نیکوکار) تھے راتوں کو بہت تھوڑا سوتے۔ صابر۔ صادق۔ قانت منفق بھی ہیں اور پھر استغفار کرتے ہیں۔ اب تو آپ پر استغفار کی حقیقت کھل گئی ہوگی کہ یہ گناہوں کی بخشش مانگنے کے لئے نہیں۔ بلکہ بمنزلہ اس تریاق کے ہے جو زہر کے اثر سے اپنے تئیں محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کیا جائے +

قرآن میں یسوع کے گناہ کا ذکر نہیں

اعتراض

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں :۔

قرآن میں یسوع مسیح کے کسی ایک گناہ کا بھی تذکرہ نہیں بلکہ قرآن مجید میں اسے روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا گیا +

قرآن میں کسی نبی کے گناہ کا ذکر نہیں

پادری صاحب کا فرض تھا۔ اگر یسوع کے گناہوں کا ذکر نہیں تو اور نبیوں کے جن گناہوں کا ذکر ہے وہ بیان کرتے۔ تاہم انپر غور کرسکتے۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں قرآن مجید میں کسی نبی کے گناہ کا ہرگز ہرگز ذکر نہیں۔ صرف پادری صاحب کی سمجھ کا قصور ہے جس آیت سے وہ کوئی گناہ ثابت کرنا چاہینگے یقیناً اسی آیت سے پہلے ایک نہ ایک لفظ ایسا ہوگا۔ جس سے پادری کے تمام اعتراضوں پر پانی پھر جائے گا۔ دیکھئے حضرت داؤد ہی کے ذکر پر غور فرمائیے۔ پہلے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ واذکر عبدنا داؤد ذالاید انہ اواب۔ اور فرماتا ہے واتیناہُ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ باوجود ان تعریفیہ کلمات کے کیا کسی کے وہم میں بھی آسکتا ہے کہ اسکے بعد جو ذکر آئے گا وہ ان صفات کے خلاف آئے گا ہرگز نہیں۔ صرف اتنی سی بات پر غور کرنے سے واضح ہوسکتا ہے۔ کہ آگے آنے والا واقعہ ان صفات کو ثابت کرنے کے لئے ہے نہ کہ تردید کے واسطے +

یسوع کا اپنا اقرار ہے کہ میں نیک نہیں۔

پھر بھی اگر پادری صاحب اعتراض کرنے سے باز نہ آئے تو یسوع کا اپنا اقرار ان کو ساکت کرنے کے لئے پیش کیا جائے گا۔ جو متی باب ۱۹ میں ہے +

ایک نے آکے اس سے کہا۔ اے نیک اُستاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اُسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا +

اس کلام سے دو امر ثابت ہوئے ایک تو یہ۔ مسیح خدائی کا مدعی ہرگز نہیں تھا دوم۔ نیک ہونے سے انکار کیا + اقبالی ڈگری تو ہم نے دکھادی۔ اب بھی آپ اگر نہ مانیں تو ہمارا کچھ بس نہیں +

آپ کے مسلمہ اصول کے مطابق مسیح کا گنہگار ہونا ثابت ہے

اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ مسیح کا کوئی گناہ قرآن مجید سے دکھا دو۔ ہم کہتے ہیں۔ آپ کے مسلمہ اصل کے مطابق تو یستغفرون لمن فی الارض سے بھی اس کا گناہ ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ من فی الارض میں وہ بھی شامل ہیں پھر یستغفرون للذین امنوا۔ اور نبی کریم کو ارشاد۔ استغفر لذنبك وللمومنین کا فرمان بھی۔ آپ کو ملزم کرتا ہے کیونکہ مسیح کو ایمانداروں سے تو آپ بھی سمجھتے ہونگے لیکن ہم اسپر زیادہ زور نہیں دینا چاہتے کیونکہ ہمارے نزدیک تو انبیاء معصوم ہیں ہاں آپ کی انجیل سے یسوع کا گنہگار ہونا نکلتا ہے +

کلمہ کہنے میں کوئی فضیلت نہیں

اور قرآن مجید میں کہیں عیسیٰ کو روح اللہ نہیں کہا گیا۔ رُوْحٌ مِّنْهُ ہے جسکے معنے ہم بتا چکے ہیں۔ اور کلمہ کہنا بھی کوئی فضیلت کی بات نہیں کیونکہ خدا کے کلمے تو اس قدر ہیں کہ انکے شمار کے لئے سات سمندروں کی سیاہی بھی کافی نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثله مددا +

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں + مسیح نے اپنے دشمنوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھ پر کوئی گناہ ثابت کر سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں۔ نبی کریم صلعم نے بھی ایسا فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون۔ پھر اسپر بھی مستزاد کیا۔ فاتبعونی یحببکم الله۔ ویغفر لکم ذنوبکم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ نہ صرف میں پاک ثابت ہونگا بلکہ میری اتباع سے تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائینگے۔ دوسرے مقام پر آیا ہے یا قومنا اجیبوا داعی الله وامنوا به یغفر لکم من ذنوبکم +

پھر وہ گناہ ثابت کر سکتا تو صرف اس بارے میں ہے کہ میں سلطنت کا باغی نہیں ہوں کیونکہ یہی مقدمہ ہے جس سے یہ بحث مقصود ہے۔ اور یہ کہنا۔ اس جہان کے سردار کی مجھ میں کوئی چیز نہیں بالکل صحیح ہے۔ مگر پادری صاحب نے غور نہیں کیا مسیح اپنے بعد آنے والے سرور کائنات کی خوشخبری دے رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں

اس کے مقابل میں بے حقیقت ہوں +

نبی کریم سے کوئی معجزہ نہیں دکھایا

اعتراض

پھر پادری صاحب نے ایک اور افتراء کیا ہے۔
"مسیح نے بہت معجزے دکھلائے۔ لیکن محمدؐ صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا۔ محمدؐ صاحب کے تمام معجزے وفات سے سو سال بعد لکھے گئے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ سچ مچ محمدؐ صاحب نے یہ معجزے دکھلائے قرآن میں محمدؐ صاحب نے صاف کہا ہے کہ اس نے کبھی کوئی معجزہ نہیں کیا سورہ عنکبوت ۴۹۔ آیت میں انکار ہے پھر سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۱ میں انکار ہے۔ یسوع نے اندھوں کو آنکھیں بخشیں۔ لنگڑوں کو چلنے۔ گنگوں کو بولنے کی طاقت دی۔ بہت سے مبروصوں اور بیماروں کو چنگا کیا۔ تین مردوں کو زندہ کیا" +

اما الجواب بعون اللہ الہادی لطریق الصواب۔ آپ کہتے ہیں۔ مسیح نے بہت معجزے دکھلائے۔ پر انجیل میں تو ہم یہ پڑھتے ہیں۔

یسوع سے کوئی معجزہ نہیں دکھایا

تب بعضے فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں کہا کہ اے اُستاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں۔ اس نے انھیں جواب دیا اور کہا اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا۔

پادری صاحب اگر زندہ ہیں۔ اگر ان میں کچھ حوصلہ ہے تو وہ مرد میدان بنکر باہر نکلیں اور ہمیں دکھائیں کہ اس سے زیادہ کونسے کھلے الفاظ انکار کے لئے ہوسکتے ہیں وہ اے استاد کہہ کر مؤدبانہ نشان دیکھنا چاہتے ہیں جواب میں انھیں گالیاں دے کر کہا جاتا ہے کوئی نشان نہیں دکھایا جائے گا۔ پر یونس نبی کا۔ یعنی مرنے کے بعد وہ بھی افسوس یسوعیوں کے اعتقاد کے مطابق پورا نہ ہؤا۔ کیونکہ یونس نبی تو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا۔ پر یسوعیوں کا خداوند قبر میں مردہ پڑا۔ پس وہ نشان کیا ہؤا۔ پھر جن نشانوں کو آپنے گنوایا ہے یہ اگر آپ کسی شخص کو سول سرجن ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تو میں مان جاتا۔ کیونکہ ہزاروں ڈاکٹر ہیں جو اندھوں کو آنکھیں دیتے ہیں اور لنگڑوں کی

لاتیں درست کرتے ہیں۔ پر ایک نبی کی نبوت کو ان باتوں سے کیا واسطہ ہے ؟

یسوع کے معجزات مذکورہ فی الانجیل سے اُلوہیت ثابت نہیں ہوتی

پھر یہ معجزے بھی ایسے نہیں جو یسوع ہی سے خاص ہوں۔ یسوع نے اگر بفرض محال مردہ زندہ کیا۔ تو ہم ۱۔ سلاطین باب ۱۷ آیت ۲۱ تا ۲۴ میں پڑھتے ہیں کہ ایلیاہ نے مردہ زندہ کیا۔

اصل الفاظ یہ ہیں۔ اے خداوند میرے خدا۔ اپنی عنایت سے ایسا کیجئے۔ کہ اس لڑکے کی جان اس میں پھر آئے۔ اور خداوند نے ایلیاہ کی دعا سُنی۔ اور لڑکے کی جان اس میں پھر آئی کہ وہ جی اُٹھا۔ تب ایلیاہ نے اس لڑکے کو اُٹھا لیا۔ × × × اور کہا کہ دیکھ تیرا بیٹا جیتا ہے تب وہ عورت بولی اب میں اس سے جان گئی کہ تو مرد خدا ہے +

ایلیاہ نے بھی مردہ زندہ کیا

الیسع کی لاش نے مردہ زندہ کیا

پھر ۲ سلاطین باب ۴ میں ہے۔

اور وہ اسکے گھٹنوں پر پڑے پڑے دوپہر کو مر گیا۔ × × × × اور جب الیسع اس گھر میں پہنچا۔ تو دیکھو وہ لڑکا مرا ہُوا اسکے پلنگ پر پڑا تھا۔ سو وہ اندر گیا۔ اور خداوند سے دُعا مانگی۔ × × × × تب اس لڑکے کا بدن گرم ہونے لگا۔ × × × اور لڑکے نے اپنی آنکھیں کھول دیں +

پھر حزقیل نے کئی مُردے زندہ کئے دیکھئے باب ۳۷ آیت ۱۰۔ ان میں رُوح نہ تھی تب اس نے مجھے کہا نبوت کر × × اور کہ خداوند یہوواہ کہتا ہے کہ اے سانس تو چاروں ہواؤں میں سے آ۔ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ وہ جئیں۔ سو مَیں نے حکم کے موجب نبوت کی اور انہیں رُوح آئی اور وہ جی اُٹھے۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ایک نہایت بڑا لشکر۔

پھر میں کہتا ہوں یسوع تو زندہ تھا الیسع کی مُردہ لاش نے مُردے زندہ کئے۔ ۲ سلاطین باب ۱۳ آیت ۲۰۔ بعد اسکے الیسع نے انتقال کیا۔ اور انھوں نے اسے دفن کیا × × اور ایسا ہُوا کہ جس وقت وہ ایک مُردے کو گاڑا چاہتے تھے۔ تب دیکھو ایک فوج نظر آئی۔ اور انھوں نے اس شخص کو الیسع کی قبر میں ڈال دیا۔ اور جب وہ شخص گرایا گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو وہ جی اُٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہُوا۔ اب فرمایئے یسوع افضل تھا یا الیسع +

اگر آپ کو حق طلبی ہے تو میں آپکے غور کرنے کے لئے۔ چند آیات پیش کرتا ہوں۔
تا آپ سوچ سکیں کہ انجیل کے محاورہ کے مطابق مردے کے زندہ کرنے کے کیا معنے ہیں۔

انجیل کے محاورہ کے رو سے مُردہ زندہ ہونا کیا معنے ہیں

(۱) یوحنا باب ۸۔ آیت ۵۲ میں ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں
اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے تو وہ ابد تک موت کو نہ دیکھیگا
فرمایا۔ یہ موت یہ زندگی کیسی ہے۔ کیونکہ ہم تو یسوع کے مریدوں کو بالعموم
سو سال کے اندر مرتا دیکھ رہے ہیں۔ لوقا باب ۴ آیت ۴ میں ہے انسان
صرف روٹی سے نہیں بلکہ خدا کی ہر بات سے جیتا ہے (۲) پولوس کا قول۔ میں ہر روز مرتا ہوں
لوقا باب ۱۰ آیت ۲۷ میں ہے۔ تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان
اور اپنے سارے زور اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر × × × یہی کر تو جیئے گا۔
باقی رہا اندھوں کو آنکھیں دینا مبروصوں کو چنگا کرنا۔ سو وہ تو انجیلی محاورہ کے مطابق
یہ سب الفاظ روحانی مریضوں پر بولے گئے ہیں۔ پھر ایک تالاب کا قصہ ہم پڑھتے ہیں جس میں
ایسے مریض اچھے ہوتے تھے +

یسوع کے معجزات اوروں سے بھی دکھائے

پھر کیا آپ بھول گئے کہ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں
دیں۔ اور الیسع نے ایک کوڑھی کو چنگا کیا۔ پڑھیئے باب ۵ - ۲ سلاطین۔
دیکھ میں نے اپنے خادم نعمان کو تجھ کنے بھیجا ہے تاکہ تو اسکے کوڑھ کو دفع کرے
تب الیسع نے اسے کہلا بھیجا۔ یردن میں سات بار غوطہ مار کہ تیرا بدن پھر
بحال ہو جائے گا۔ × × × × تب وہ اُتر گیا × × × × اور اس کا بدن چھوٹے
بچے کی مانند ہُوا اور وہ پاک ہُوا +

غرض جب تمام باتوں کی مثالیں نبیوں میں موجود ہیں اور آپ ہی کی بائبل کے حوالے
پیش کئے گئے ہیں تو آپ ایسی باتوں سے مسیح کی اُلوہیت نہیں ثابت کر سکتے +

نبی کریم کے معجزات جاری ہیں

باقی رہی یہ بات کہ حضرت نبی کریم صلعم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا یہ ایک
سیاہ جھوٹ ہے۔ اور نبیوں کے معجزوں کا تو انکے ساتھ ہی خاتمہ ہو گیا مگر سرور
کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ کو وہ معجزہ دیا گیا جو قیامت تک قائم ہے وہ کیا

ہے قرآن مجید جس کا ایک ایک فقرہ "آیت" کہلاتا ہے اور تمام مخالفین کو بڑی تحدی سے پکارا گیا ہے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین - فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ۝ کہ اگر تمہیں اسکے کلام اللہ ہونے میں کچھ شک ہو۔ تو اسکی مثل ایک سورۃ بنالو۔ پھر ساتھ ہی پیشگوئی فرمادی کہ تم ہرگز ایسا نہیں کر سکوگے۔ چودہ سو سال اس دعویٰ کو گذر رہے ہیں جو بڑی غیرت دلانے والے الفاظ میں ہے مگر پھر بھی کسی پادری یا پادریوں کی جماعت کو ہمت نہیں ہوئی اور ہمت کیا ہوتی۔ ہم تو دیکھتے ہیں۔ اس نبی کا ایک غلام آیا۔ اس نے کہا تم میری عربی کتب کا ہی جواب دو۔ مدتیں مقرر کیں انعام پیش کئے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ پھر اسکے علاوہ اور کئی معجزات آپنے دکھائے۔ جو انجیل کے راویوں سے زیادہ معتبر لوگوں کے وسیلے ہم تک پہنچے۔ اور یہ معجزے سو برس بعد نہیں لکھے گئے بلکہ نبی کریم صلعم کے زمانے میں نوشتے موجود تھے ہاں انجیل صدی برس بعد لکھی گئی اور پھر اسپر ایسے ایسے حادثات ہوئے۔ کہ خود پادری مقر ہیں کہ انجیل میں کئی الحاقات ہیں حتی کہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ صرف پانچ آیتیں ایسی ہیں جو یسوعؑ کا کلام ہیں باقی سب غیر معتبر۔

یسوعؑ اور سرور کائناتؐ کے معجزوں کا مقابلہ

اچھا یہ تو آپ کے نزدیک فسانے ہوئے۔ مگر خدا نے تو اسی واسطے اسلام میں مجددین کا سلسلہ جاری رکھا جو ہر صدی کے سر پر آکر اعجاز محمدی کو تازہ کرتے اور نئے سرے مخالفین اسلام پر حجت قائم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس چودھویں صدی کا عظیم الشان مجدد مسیح موعود نبی اللہ آیا۔ اُس نے کئی نشانات دکھائے (دیکھو حقیقۃ الوحی) ان نشانوں کے زندہ گواہ اب تک موجود ہیں۔ مگر آپکے یسوع کے معجزات واقع میں فسانہ سے کم نہیں کیونکہ آپکی طرف سے اب کوئی خصم پر حجت قائم نہیں کر سکتا۔ برخلاف اسکے اگر کوئی معجزات محمدی کا منکر ہے تو اسکے غلاموں میں سے کئی ہیں جو اسکی اتباع کی برکت سے معجزات دکھاتے اور مخالف پر حجت نیرہ قائم کرتے ہیں +

ان آیات قرآنی کے صحیح معنے جن سے معجزات کا انکار نکلتا ہے۔

اب میں ان آیات کے متعلق جواب دیتا ہوں۔ جن سے آپ معجزوں کا انکار نکالتے ہیں (۱) وقالوا

لولا انزل علیہ اٰیت من ربہ - قل انما الاٰیٰت عند اللہ وانما انا نذیر مبین -
اس آیت کے صحیح معنے ہی آپکے اعتراض کو رد کر دیتے ہیں۔ سنیئے کافر کہتے ہیں اسپر اسکے
رب سے وہ عظیم الشان نشان (دشمن ہلاک ہو جائینگے سیہزم الجمع ویولون الدبر)
کیوں نہیں اترا - تو کہدے ایک نشان چھوڑ کئی نشان اللہ کے پاس ہیں (اور اپنے اپنے وقت
پر سب ظاہر ہونگے) چنانچہ میں کھلم کھلا اس آنیوالے عذاب سے ڈرانے والا ہوں - بڑے تعجب کی
بات ہے کہ پادری صاحب اس آیت سے نشان دکھانے کا انکار نکالتے ہیں حالانکہ امر اسکے خلاف ہے
معترض آیۃ مانگتے ہیں جواب دیا جاتا ہے ایک آیت کیا آیات اللہ کے پاس ہیں - مگر اس
آیت کی طلب میں دو غلطیاں تھیں وہ چاہتے تھے کہ عذاب کا نشان دیا جائے - دوم جلدی آوے
سو اسکے جواب میں کہا گیا اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلٰی علیھم -
ان فی ذٰلک لرحمۃ وذکرٰی لقوم یؤمنون - کیا تمہارے لئے یہ کتاب کافی اعجاز
نہیں جو تم پر پڑھی جاتی ہے - اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمانداروں کے لئے - مطلب
یہ کہ رحمت کا نشان تمھیں دیا گیا تم کیوں خواہ مخواہ عذاب کا نشان مانگ اپنی ہلاکت چاہتے ہو
پھر قل کفٰی باللہ بینی وبینکم شھیدًا یعلم ما فی السمٰوٰت والارض - کہہ کر بتایا خدا تعالےٰ
جو زمین و آسمان کی تمام اشیاء کو جاننے والا ہے - وہ اپنی فعلی شہادت سے بتائے گا کہ تم خدا
کے سچے رسول ہو ÷

پھر فرماتا ہے - ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجلٌ مسمی لجاءھم العذاب
ولیاتینھم بغتۃً وھم لا یشعرون - اور عذاب کی جلد بازی کرتے ہیں اور اگر
مدت مقررہ نہ ہوتی تو ان پر یہ عذاب آجاتا - اور البتہ ضرور ان پر یکایک آئے گا جبکہ وہ
بے خبر ہونگے یعنی وہ آیت جس کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ بھی یکدم ان پر ظاہر ہو گی لیکن خدا
رحمان ہے رحیم ہے وہ مہلت دے رہا ہے تاکہ عذاب سے ہلاک نہ ہوں مگر یہ بجائے شکر یئے
کے کہتے ہیں کہ لولا انزل علیہ اٰیۃ - پادری صاحب اب تو آپ خوب سمجھ گئے ہونگے کہ یہ انکار
نہیں بلکہ بڑے دعوے سے آیات دکھانے کا وعدہ ہے اور اس مطلوبہ آیت کو بھی کھول کر
بتا دیا ہے ÷

دوسری آیت۔ بنی اسرائیل۔ وما منعنا ان نرسل بالاٰیٰت اِلّا ان کذب بها الاولون۔ واٰتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها۔ وما نرسل بالاٰیٰت اِلّا تخویفا۔ اس کا ترجمہ بھی آپنے غلط کیا ہے اور اسی غلطی کی بنا پر معترض ہوئے ہیں دیکھو اسی آیت سے پہلی آیت میں نشان کا ذکر ہے وان من قریة الا نحن مهلکوها قبل یوم القیٰمة او معذبوها عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتٰب مسطورا۔ کوئی بستی نہیں مگر کہ ہم قیامت سے پہلے اسے ہلاک کرنیوالے ہیں یا عذاب سخت دینے والے ہیں اور یہ بات کتاب میں مسطور ہے۔ پھر آگے فرماتا ہے کہ ہم کو نشان بھیجنے سے کسی چیز نے منع نہیں کیا اور نہ اسباب نے (الّا ان بمعنے وَلَا اَن) کہ پہلوں نے اسے جھٹلا دیا۔ چنانچہ باوجود تکذیب ہم نے ثمود کے لئے اونٹنی کا نشان دیا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ ان نرسل بالاٰیٰت سے کل آیات مراد نہیں بلکہ بعض آیات بس باقی بعض کی نفی نہیں۔ دوم۔ ان نشانات کا انکار جو عذاب کے متعلق ہیں۔ سوم ان نشانات کا جنکی تکذیب پہلے ہو چکی ہے اور خدا کے پاس تو بہت نشانات ہیں وہ اور ایسے نشانات دکھاتا رہتا ہے۔ غرض ان میں سے کوئی سے معنے بھی کریں۔ آپ کا اعتراض نہیں پڑتا +

اور یسوع مسیح صاحب زندہ ہیں۔
نبی کریم فوت ہوگئے

اعتراض

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں :۔

کہ محمدؐ صاحب مر گئے۔ وہ مکہ میں پیدا ہوئے۔ اور مدینہ میں اس سرائے پنہیج سے کوچ کر گئے۔ اور دوسرے لوگوں کی طرح اس کا جسم بھی سڑ گیا۔ اور خاک اسے کھا گئی۔ لیکن مسیح کا انجام ایسا نہ تھا +

اور یسوع کا جسم قبر میں ہے
نبی کریم ابھی زندہ ہی ہیں

اقول و باللہ التوفیق۔ کہ سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے توفیقاً تمہارے یسوع مسیح بھی تمہارے ہی اپنے اقرار کے مطابق جو اسی ٹریکٹ میں موجود ہے موت سے باوجود رو رو کر دعائیں کرنے کے نہیں بچے۔

آپ کہتے ہیں جسم سڑ گیا۔ پادری صاحب ایمان سے کہنا آپ دیکھ آئے ہیں ہرگز نہیں۔ پس اس افتراء کے آپ خدا تعالے کے حضور جوابدہ ہیں +

ابن مریم کی وفات کا ثبوت قرآن مجید سے اور صحیح وسالم رہنا کسی کی الوہیت کا نشان

ہے تو آپ فرعون کی لاش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کا بدن حال میں قرآنی پیشگوئی کے مطابق صحیح و سالم نکلا ہے۔ اخیر میں۔ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ سچے مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید سے یہ امر قطعی طور سے ثابت ہے کہ مسیح بن مریم وفات پاچکا ہے چنانچہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ کے اظہار سے یہ امر واضح ہے۔ یعنی حضرت عیسےٰ خدا کے حضور بیان کرتے ہیں۔ کہ جب تُو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا +

پھر سورہ نحل میں ایک آیت قطعی فیصلہ کرتی ہے جو یہ ہے والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جنکی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ اور مردہ ہیں زندہ نہیں۔ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ اٹھائے جائینگے یعنی قبروں میں پڑے ہیں ان کو اپنی بعثت کا علم نہیں + اب مسیح کو معبود قرار دیا جاتا تو سب مانتے ہیں۔ پس اسکے متعلق یہ قرآنی بیان غور سے پڑھنے کے قابل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح مرچکا + اور آپ قرآن شریف کی جس آیت سے انکے آسمان پر مرفوع ہونے کا استدلال کرتے ہیں۔ اسکے معنے غلط سمجھے ہیں +

پھر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہمارے رسول کریم صلعم کو بھی معراج ہو چکا ہے اور ہفت آسمان کو طے کرنا بھی بے معنی نہیں رہا۔ بلکہ اسی نظارہ کے مطابق اس دُنیا میں واقع ہُوا

اللھم صل علی محمد و آل محمد +

اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ مسیح نے کہا۔ جب میں پیدا ہُوا سلامتی میرے ساتھ تھی اور میرے مرنے اور پھر زندہ ہونے کے دن بھی میرے ساتھ ہوگی۔ یہی آیت حضرت یحییٰ کے حق میں بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باریتعالیٰ ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ پس اگر یوم اموت سے آپ مسیح کی زندگی کا استدلال کرینگے تو یوم یموت سے یحییٰ کا اب تک زندہ ہونا بھی ماننا پڑے گا +

اصل بات تو یہ ہے کہ چونکہ مسیح کی ولادت اور موت پر یہودیوں کے اعتراضات تھے خدا نے ان کا دفعیہ فرمایا کہ ان کے اثر سے مسیح محفوظ ہے +

کفارہ مسیح ہمارے لئے

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں :-

ہماری سلامتی کے لئے اس نے (مسیح نے) دکھ اُٹھایا اور اسکے کوڑے کھانے سے ہم چنگے ہوئے ×××× اور خدا نے ہم سب کی بدکاری کو اسپر لادا +

کفارہ کی تردید

واہ پادری صاحب مریدی کا حق اچھا ادا کیا - کہ گناہ تو کئے مُریدنے اور لاد دیئے مرشد پر - میں اس بات کو مان جاتا - اگر کسی کے سر پھوڑ لینے پر کسی دوسرے کا سر درد اچھا ہو جاتا کفارہ پر جو اعتراض ہیں انکے جواب سے مسیحی دُنیا تا حال عہدہ برآ نہیں ہو سکی ہیں اس پر زیادہ نہیں لکھنا چاہتا - کیونکہ مخدوم و مکرم مفتی محمدؐ صادق صاحب اسپر کافی بحث کر چکے ہیں +

محمدؐ کی پیدائش کی خبر فرشتوں نے دی

پھر پادری صاحب نئے سرے سے وہی بات شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان (نبی کریم صلعم) کے باپ کا نام عبداللہ اور انکی ماں کا نام ایمنہ تھا - انکی پیدائش سے پہلے انکے والدین کو کسی فرشتہ نے آکر خوشخبری نہیں دی +

میں نہیں سمجھتا کہ باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہونے میں کونسی قباحت ہے اور یہ نام مریم اور یوسف سے گھٹیل ہیں - اگر پادری صاحب غور سے دیکھیں تو اس علاقہ میں جہاں شرک ہی شرک تھا کسی کا نام عبداللہ ہونا ایک معجزہ ہے اور یہ آپ نے جھوٹ کہا کہ کسی فرشتے نے خبر نہیں دی - میں کہتا ہوں - حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم وہ عظیم الشان رسول ہیں کہ

احمدؑ کے غلام زادوں کی پیدائش کی خبر فرشتوں نے دی -

انکی بعثت کی خبر تو خود تمہارے خداوند نے دی - اور میں اس کو پہلے ثابت کر چکا ہوں - پھر انکی شان تو بہت اعلےٰ وارفع ہے - آپ کے غلام احمدؑ کے بچوں کی ولادت کی خبر بہت پہلے فرشتوں نے دی - آپ تریاق القلوب دیکھیں - چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو دی + صاحبزادہ بشیر احمد صاحب کی خبر بھی پہلے دی - میاں شریف احمد صاحب کی خبر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو شائع کی - اور وہ ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے - پھر مولانا نورالدینؓ کے صاحبزادے عبدالحی - ان کی ولادت بلکہ انکے جسم پر پھوڑوں کے نشان قبل از وقت بتائے - پس ایسی باتوں میں مسیح کی کیا فضیلت ہے +

نبی کریم نے شادیاں کیں ۹ — اعتراض

پھر پادری صاحب فرماتے ہیں :-

اس (نبی کریم صلعم) نے کئی مرتبہ شادی کی اور اپنے لئے بہت سی جوروُاں کیں۔

میں کہتا ہوں ہمارے نبی کریم صلعم نے پچاس سال کی عمر تک صرف خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح رکھا۔ جس سے یہ امر واضح ہے کہ بعد میں آپکی شادیاں کسی نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھیں۔ بلکہ اشاعت اسلام اور مختلف فرقوں کے ساتھ اتحاد۔ اور بعض بیواؤں کی خبر گیری۔ اور دلداری کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ نیز نبی اپنی قوم کے لئے ہر نیک امر میں ایک نیک نمونہ قائم کرتا ہے۔ پس مسیح میں نے آپکے عقیدہ کے مطابق کوئی شادی نہیں کی وہ اپنی قوم کے لئے کوئی نمونہ نہیں چھوڑ گیا۔ اور اپنے پیروؤں کے لئے کوئی ہدایت نہیں دے سکا۔ کہ متاہل زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ برخلاف اس کے حضرت نبی کریم صلعم کا ہر امر میں اسوہ حسنہ انکے متبعین کے لئے موجود ہے جسپر چلکر وہ دُنیا و آخرت میں آرام سے زندگی بسر کر سکتے ہیں +

نبی اکرمؐ کی ازدواجی زندگی اسوۂ حسنہ ہے

اور زید کی مطلقہ سے نکاح بھی ایک بد رسم کے مٹانے کے لئے تھا۔ اور یہ اخلاقی جرأت ایک معجزانہ کام ہے کہ آپنے نادانوں کے طعنوں کی کچھ پروانہ کی اور نکاح کر کے بتا دیا۔ کہ متبنیٰ کی کوئی چیز نہیں اور اسکی بیوی سے نکاح جائز ہے +

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں (حضرت) محمد صاحب نے بہت خون کئے

نبی کریمؐ نے بہت خون کئے

میں کہتا ہوں۔ باوجود اسکے کہ آپ جنگ میں سب سے آگے بڑھتے رہتے اور خطرناک سے خطرناک موقع پر آپ موجود ہوتے پھر بھی ساری تاریخ شاہد ہے کہ آپنے ایک شخص کو بھی قتل نہیں کیا۔ مگر یہ سوال ابھی باقی ہے۔ کہ کیا شریروں۔ بدعہدوں کو جو ملک میں فساد پھیلاتے ہیں قتل کرنا۔ ظلم یا گناہ کی بات ہے۔ اگر یہ صحیح بات ہے تو پھر دنیا کی تمام سلطنتیں گنہ گار ہیں +

نبی کریمؐ نے کوئی خون نہیں کیا

آپ مسیح کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ آسمان سے لوگوں کی جانیں بچانے کے لئے اترا تھا نہ ان کو ہلاک کرنے کے لئے۔

حضرت مسیحؑ تلوار چلانے آیا تھا

میں انجیل کی ایک آیت پیش کئے دیتا ہوں۔ آپ اسی پر غور کریں۔ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (متی باب ۱۰)

بس میں خدا کے فضل سے آپکے تمام اعتراضات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اور مینے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کو کسی طرح بھی۔ سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت نہیں ہو سکتی +

Digitized by Khilafat Library

ریویو

حقائق الاسلام

یہ ایک کتاب ہے جو ۲۷۳ صفحے پر ختم ہوتی ہے کاغذ اور چھپوائی بہت عمدہ۔ مگر لکھائی بالکل معمولی ہے۔ اسکی تعریف بعض اخباروں میں دیکھ کر مجھے اسکے دیکھنے کا شوق ہوا۔ حرف حرف بڑے غور سے پڑھا پڑھنے کے بعد میں اپنے معلومات میں کوئی اضافہ نہیں پاتا۔ اور اسمیں ایک نکتہ بھی ایسا نہیں جس سے کم از کم وقتی طور پر ہی روحانی سرور حاصل ہوتا۔ تعجب ہے کہ والیۂ بھوپال (جنکے علم و فضل کا شہرہ ہے) اس کتاب کو اس مقصد کیلئے مفید سمجھیں جسکے لئے اس کا شائع کرنا ضروری سمجھا گیا۔ حالانکہ بعض اسمیں ایسی باتیں ہیں۔ جو اسلام کے حق میں سخت مضر ہیں +

ا یمفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے منشی فاضل ڈائرکٹر تعلیمات ریاست بھوپال مصنف کتاب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک صاحب نے کہا۔ وجود باری کی کوئی عقلی وجہ سمجھ نہیں آتی تو مولوی صاحب نے جواب دیا تم کلام مجید پڑھا کرو۔ اسپر وہ صاحب بول اٹھے۔ تم افیم کھایا کرو۔ مفتی صاحب اس جواب کی تشریح فرماتے ہیں جسپر انہیں بڑا ناز ہے مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ مفتی صاحب مولوی صاحب کا جواب سمجھے نہیں۔ اگر کوئی دہریہ وجود باری تعالےٰ کے عقلی دلائل چاہتا ہے تو ایک مسلم کیطرف سے اس کا یہی جواب ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید پڑھو کیونکہ قرآن مجید ایک مکمل کتاب ہے اور وہ اپنے دعاوی کے دلائل خود دیتا ہے۔ اگر ہم کسی مذہبی عقیدے کے دلائل اپنی طرف سے دیں تو یہ اس مذہب کی خوبی نہیں بلکہ ہمارے ذہن کی خوبی ہے اسی لئے ہم تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ وجود باریتعالیٰ کے جسقدر دلائل عقلیہ ہو سکتے ہیں وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے دیکھو اسلام کی فلاسفی مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام +

اور دلائل ہستی باری تعالیٰ مؤلفہ خلیفۃ المسیح ثانی۔ جو دلیل ہستی باریتعالیٰ کی دی ہے وہ کسی نہ کسی آیت سے استنباط کی ہے پس ایک دہریہ اگر خود نہیں سمجھ سکتا تو وہ کسی قرآن دان سے سنے مگر اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے۔ اسکی ہستی کے دلائل بھی اسی کتاب سے ڈھونڈے جسکے منجانب اللہ

ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک ہریہ یا آریہ یا عیسائی سے جو کہا جاتا ہے کہ تم قرآن مجید پڑھو تو اسکے یہ معنے نہیں کہ وہ اسکی آیات پر ایک مسلم کیطرح ایمان لائے اور پڑھنے سے پہلے یہ مان لے کہ خدا کا کلام ہے۔ نہیں وہ صرف ان دلائل پر نظر کرے جو کسی دعوے کے اثبات کیلئے دیئے گئے ہیں۔ مفتی صاحب اس نکتہ سے نا آشنا ہیں اسی لئے اپنی تمام کتاب میں وہ قرآن مجید سے بہت کم دلائل لائے ہیں۔ اور صرف تبرکاً کہیں کہیں کوئی آیت لکھ دی ہے ✦

۲۔ توحید پر جو کچھ مفتی صاحب نے لکھا ہے اس میں کوئی زور نہیں غیر مسلموں پر کوئی حجت نہیں۔ ان کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں دی۔ جو تسلی بخش یا کم از کم مسکت ہو۔ صرف چند ذوقی باتیں کی ہیں۔ اور یہ قابل افسوس امر ہے کہ تمام کتاب میں مفتی صاحب کا یہ طرز ہے وہ معترض کے آگے آگے چل پڑتے ہیں اور اسکی بات اگرچہ کیسی ہی کمزور ہو۔ مانکر اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا اس بات سے انکار کر دیتے ہیں جو موجب اعتراض ہے۔ یہ درحقیقت ایک کمزوری ہے جو نہیں ہونی چاہیئے ✦

۳۔ **تصدیق رسالت** کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اسمیں سب سے پہلی غلطی تو یہ ہے کہ لکھ دیا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے تصدیق رسالت کے بغیر بھی نیکو کاروں کو بخشدے کیونکہ اسلام نے اور مذہبوں کی طرح غفران کا دروازہ غیر مسلموں پر بند نہیں کیا ہے بلکہ تمام موحدین عام کو مژدہ نجات دیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی غلط مسئلہ نہیں ہو سکتا توحید بغیر رسالت کے سمجھ ہی نہیں آسکتی اور توحید کے لئے رسالت کی ضرورت نہ سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت نہ سمجھے مفتی صاحب اس حکمت کو نہیں جانتے جو لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کو ضم کرنے میں خدا تعالےٰ نے رکھی ہے۔ کامل توحید اسلام نے سکھائی۔ اور اس کا معلم حقیقی محمد رسول اللہ ہے جو بغیر اسکی غلامی اور اتباع کے دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے توحید کو سمجھ لیا وہ جھوٹا ہے۔ بس ان آیات قرآنی کو جانتا ہوں جنسے دھوکہ کھاکر سرسید اور اسکے تتبع میں مفتی صاحب نے غلطی کھائی ہے اور غیر مسلموں کو بھی موحد سمجھ بیٹھے۔ اسپر مبسوط بحث میرے ہادی نے حقیقۃ الوحی میں فرما دی ہے ✦

(ب) مفتی صاحب کو حضرت خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ اللہ رب العلمین کی رسالت کی غالباً

کوئی دلیل نہیں ملی۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کو رسول مان لو۔ کیوں؟

"ان سب احسانوں کا اتنا بھی عوض نہو کہ ہم آنجناب کی رسالت کی تصدیق تو کریں اور ان کو اللہ کا ایلچی سمجھیں"

کیا قابل افسوس کمزوری ہے جو مفتی صاحب کی عبارت سے عیاں ہے۔ اس طرح تو ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے اپنے محسن کو رسول مان لے۔ مفتی صاحب آپ دوبارہ پڑھیں کہ یہ آپ نے کیا دلیل دی ہے۔ آپ تو ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات ہیں۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ قادیان کے سکول کے پانزدہ شانزدہ سالہ بچوں کو یہ سوال دیجئے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دلائل دو۔ پھر دیکھئے اسکے جواب میں وہ اتنے عقلی و نقلی دلائل دینگے۔ جو آپ اپنے قصور علم پر حیران رہ جائیں۔

(ج) مفتی صاحب لکھتے ہیں اگر آنحضرت روح اللہ۔ کلیم اللہ اور خلیل اللہ ہونیکے مدعی ہوتے تب بھی اور اقوام کو چون وچرا کی گنجایش تھی۔ تعجب ہے کہ مفتی صاحب کلیم اللہ اور خلیل اللہ اور روح اللہ۔ کو رسالت سے بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کلیم اور خلیل تو امت محمدیہ کے اولیاء بھی ہیں اور روح منہ سے سرفراز تو تمام مومنین ہیں۔

۴۔ ایمان بالقدر پر۔ مفتی صاحب نے ایک حد تک اچھا مضمون لکھا ہے اور اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی ہے گو بعض اہم پہلوؤں کو چھیڑا تک نہیں۔ مگر تاہم جو کچھ ہے غنیمت ہے۔

۵۔ اعتقاد حشر و نشر کے عنوان کے ماتحت جو لکھا ہے وہ زیادہ تر سرسید کے خیالات ہیں۔ حشر اجساد کا کھلا کھلا انکار کیا ہے۔ حالانکہ یہ کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ روح بغیر جسم کے تو کچھ چیز ہی نہیں۔ گو یہ جسم کس قسم کا ہو۔ مگر آپ لکھتے ہیں کہ کلام مجید سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مرنے کے بعد جو کچھ سزا دیجائیگی وہ ہمارے اس موجودہ مادی جسم کو دیجائیگی جسم کا سرے سے کسی جگہ ذکر ہی نہیں ہے۔ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ کے خدا جانے کیا معنے ہیں۔ مفتی صاحب نعماء جنت اور آلام دوزخ کے بارے میں جو کچھ قرآن و حدیث میں آیا ہے اسکی نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے سمجھانے اور ترغیب و ترہیب کیلئے ان الفاظ میں ذکر ہے۔ یعنی بہ رجحان طبیعت انکار کیطرف ہے گو ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں۔ کہ جنت و دوزخ کی بابت جو

وعدے وعید آئے ہیں وہ سب سچے اور حقیقی ہیں۔ مگر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ تعیین آسان نہیں ہم کس چیز کو واقعی اور کس چیز کو خیالی کہتے ہیں۔ بہر حال یہ مضمون پڑھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مفتی صاحب دائرہ اسلام سے باہر جانیوالوں کے لئے ایک دیوار کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر انہیں اطمینان نہیں دلا سکتے۔ اور خود بھی یقین وعرفان کے اس اعلےٰ درجہ پر نہیں کہ پورے زور کے ساتھ اپنی بات پر قائم ہو جائیں +

میں "ٹیچنگز آف اسلام" پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں تا واضح ہو کہ حشر اجساد کیونکر معقولی طور پر منوانا چاہیئے +

۶۔ اسلام اور معجزات۔ اس عنوان کے ماتحت مفتی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ حد درجہ ایک مسلم قلب کو مکدر کرنیوالا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اسلام نے پیغمبر علیہ السّلام کے لئے نہ کبھی معجزوں کا دعوےٰ کیا۔ اور نہ اپنی تصدیق خوارق عادات سے چاہی۔ حالانکہ نبوت کے ساتھ معجزات (آیات و نشانات) لازم وملزوم ہیں۔ اور ہر نبی نے خصوصًا سیدنا محمدؐ مصطفٰےؐ نے دعوےٰ کیا۔ کہ میں خدائے قادر کیطرف سے معجزات دیا گیا ہوں۔ البتہ ان معجزات کو اپنے بس میں نہیں سمجھا کیونکہ یہ معجزات ہیں مداری کا کھیل نہیں۔ قل انما الاٰیٰت عند اللہ سے عیسائی تو انکار سمجھتے ہیں اور ایک مسلم اقرار سمجھتا ہے کہ اے لولا انزل علیہ اٰیۃ کہنے والو۔ سُنو! میرے اللہ کے پاس بہت سے معجزات اور نشانات ہیں وہ تمھیں ضرور دکھائے گا۔ چنانچہ اُس نے دکھلائے + پس مفتی صاحب کا یہ قول بالکل باطل ہے اور اسلام کی ہتک کہ اُس نے اپنے پیغمبر سے معجزات صادر نہیں کرائے اور اپنے اللہ کیطرف خلاف فطرت شعبدے منسوب نہیں کئے۔ معجزات کو شعبدے کہنا تو کسی غیر مسلم کا حق تھا نہ کہ ایک مسلم کا۔ افسوس ہے مفتی صاحب۔ ومالھا من فروج والارض مددنٰھا والقینا فیھا رواسی کے صحیح معنے عربی زبان کے لحاظ سے نہیں کرتے اور اپنا پیچھا چھڑانے اور اعتراض سے بچنے کے لئے یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں:۔

آسمان کو گنبد بے شگاف اور سقف محفوظ اور سبع شداد کہا گیا ہے لیکن ان صفتوں سے اسکی اصلی ماہیت ×× مدنظر نہیں ہے بلکہ فقط اسکی وہ حالت جو نظروں کے سامنے ہے اور اسکی بابت وہ خیالات جو اس زمانے میں لوگوں کے دلوں میں تھے

لاحول ولا قوۃ۔ مفتی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے یہ جو کچھ فرمایا درحقیقت غلط ہے مگر چونکہ اس زمانے کے لوگوں کے خیالات یہی تھے اس لئے قرآن نے بھی یونہی کہدیا۔ مفتی صاحب سوچیں کہ دوسرے لفظوں میں انھوں نے نہ صرف قرآن مجید میں باطل کے وجود کا اقرار کرلیا بلکہ یہ بھی مان لیا کہ وہ صرف عرب کے اس زمانہ کے لوگوں کے لئے نازل ہوا۔ اور اس موجودہ زمانے کے لوگوں کے لئے ہدایت نہیں ورنہ ممکن نہ تھا کہ اس میں ایسی باتیں ہوں جسکو آجکل کے لوگ غلط سمجھتے ہیں اور ہیں بھی غلط۔ مفتی صاحب! آپ چند روز کے لئے محض اللہ تعالیٰ کیلئے قادیان آکر قرآن پڑھیں پھر آپ یقین کرلینگے کہ قرآن مجید میں جو کچھ ہے وہی حق ہے۔ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ اسی ضمن میں مفتی صاحب لکھتے ہیں

> انبیائے سابقین کے معجزات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس سے اسلام کی طرف سے ان کی تصدیق اور تائید کرنی ملحوظ نہیں ہے۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ تصدیق اور تائید ہی ملحوظ ہے۔ آپ اسے معقولی طور پر بیان نہ کرسکیں اور آیات کے صحیح معنے نہ جانتے ہوں تو اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ سرسید کیطرح یہ اعلان کریں کہ یہ دراصل صحیح نہیں یونہی لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے ایسا لکھ دیا ہے۔ یعنی خداوند علیم وحکیم نے دھوکہ دیا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

۷۔ اس سے آگے اعمال وعبادات کا حصہ ہے۔ طہارت کے متعلق بہت سے اسرار قابل ذکر تھے۔ مگر مفتی صاحب اس کوچہ سے آشنا نہیں اس لئے بالکل سطحی باتیں لکھ دی ہیں حجۃ اللہ البالغہ ہی پڑھ لیتے۔ حال میں ہمارے ایک بھائی نے اسرار شریعت ایک کتاب لکھی ہے اسے دیکھتے تا معلوم ہوتا کہ اسمیں کیا کیا حکمتیں ہیں۔

۸۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج کے متعلق بھی بہت سے سوالات آجکل کے ملحدین کے حل کرنیکے قابل تھے اور بہت سے اسرار وغوامض بیان ہوسکتے تھے۔ مگر مفتی صاحب نے معمولی سی باتیں لکھ کر ٹالدیا ہے وہ کتاب جو حسب ایماء والیہ بھوپال لکھی جائے۔ اس میں اس سے بہت زیادہ اور عمدہ لکھا جانے کی توقع تھی۔

۹۔ عام اخلاق کی بحث میں دربارہ جہاد وجزیہ اور رعایت حقوق کے زیر عنوان ذراتت

کی بابت اچھا لکھا ہے گو مضمون ابھی تشنۂ تفصیل ہے +

۱۰۔ صنف ضعیف کا عنوان دیکر عورتوں کے حقوق پر اچھی بحث کی ہے اور کتاب کا یہی ایک حصّہ ہے جو من وجہٍ قابل قدر ہے۔ اور مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ مفتی صاحب کی رائے پردہ اور کثرت ازدواج کے حق میں ہے اور ساری کتاب میں غالباً یہی دو مسئلے ہیں جنمیں وہ سرسید کے خیالات سے الگ ہوئے ہیں +

۱۱۔ ربوا کے متعلق تمہید پڑھ کر میں بہت خوش ہوا۔ مگر افسوس ہے مفتی صاحب نے اخیر میں یہ لکھ کر:۔

کہ ممانعت سُود کا حکم مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں اور سود در سود کے بارے میں نہیں۔

قرآن مجید کے صریحاً خلاف کیا ہے گو اپنی اس رائے کو "کہا جا سکتا ہے" اور "غالباً ایسے ہی ظالمانہ سود کی ممانعت ہو" میں چھپایا ہے لیکن تاہم یہ بھی ایک کمزوری ہے اور مفتی صاحب آجکل کے خیالات سے دب گئے ہیں +

۱۲۔ غلامی اور اسلام پر بھی خوب لکھا ہے مگر اس سے زیادہ عمدگی کے ساتھ ہمارے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں چھپ چکا ہے +

۱۳۔ اسلامی تیوہار کے متعلق بھی عمدہ خیالات ہے مگر عید الفطر کی خوشی کے بارے میں یہ لکھنا کہ "ایک مہینے کے پے بہم روزوں کے بعد عید کی سویوں کا مزا وہی جانتے ہیں جو روزوں کی لذت سے آشنا ہیں۔" صوم کی حقیقت سے ناآشنا ہونے کا اقرار ہے +

۱۴۔ عقیقے۔ اذان وغیرہا کو رسوم اسلام میں داخل کیا ہے۔ مگر نومولود کے کان میں اذان دینے کی کوئی وجہ نہیں بتا سکے۔ اور اسے صرف ذوقی باتوں سے ٹال گئے ہیں +

۱۵۔ جنازہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"مرنے کے بعد دوسروں کے نماز پڑھنے سے مرنے والے کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے اس کا کوئی جواب تو ہم دے ہی نہیں سکتے"

اس سے واضح ہے کہ مفتی صاحب خیر سے مسئلہ دُعا میں سرسیّد کے معتقد ہیں۔ آپ جنازہ کا یہ فائدہ بتاتے ہیں کہ لاش دیکھنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور نماز

جنازہ سے دل میں تسکین۔ اور بس۔ یہ بہت ہی بُری توجیہ ہے۔ جو مفتی صاحب کو سوجھی اور یہ نتیجہ ہے۔ انکار اثراتِ دُعا کا +

۱۶- طعام اہل اسلام کے عنوان کے نیچے آپ نے دبی زبان میں تسلیم کیا ہے کہ گوشت روحانیات کے لئے مضر ہے مفتی صاحب نے خیال نہیں کیا۔ کہ ایسا کہنے سے وہ درحقیقت یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں بہت کم روحانیت تھی۔ کیونکہ وہ خوب گوشت کھاتے تھے۔ (ب) حرمت خنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ کے بارے میں اس سے بہت زیادہ وجوہات بیان کی جاسکتی تھیں +

۱۷- تصوف کے بارے میں مختصر لکھا ہے اور شکر ہے کہ اسمیں صوفیاء کی بدعات اور ان کے ایجاد کردہ طریقوں کی تائید نہیں گو تردید بھی نہیں +

۱۸- مسلمانوں کے لباس اور وضع قطع کے بارے میں بھی مفتی صاحب کے خیالات بُرے نہیں اچھے ہیں یہ میری رائے ہے اس کتاب کی نسبت جو مینے نہایت ایمانداری سے عرض کردی۔ زبان اس کتاب کی بہت اچھی ہے اور قابل تعریف ہے۔ قیمت ۸/ ملنے کا پتہ:۔ مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے منشی فاضل ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات بھوپال +

یہ کتاب ہمارے احمدی دوست اس نقطۂ خیال سے رکھ سکتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں کو دکھائیں تمہارے منتہی جو کچھ لکھتے ہیں۔ ہمارے مبتدی بھی اس سے بہتر جانتے ہیں اور یہ مسیح موعود کے قدموں کی طفیل ہے +

یہ ریویو نامکمل رہے گا۔ اگر یہ بھی نہ لکھ دیا جائے کہ آیاتِ قرآنی کی صحتِ کتابت کا انتظام مفتی صاحب سے ایک اسلامی ریاست میں نہیں ہو سکا۔ اور بعض الفاظ کی غلطی تو کاتب کیطرف منسوب بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بار بار ایسا لکھا گیا۔ مثلاً محمد الرسول اللہ۔ اور عبید الضحیٰ +

حیدرآبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ مولانا میر محمد سعید صاحب مجلس انجمن احمدیہ نے مکمل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نورالدین رض خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے اور اخیر میں تفسیری نوٹ دیئے ہیں جو آپ سے سبقاً پڑھ کر لکھے گئے ہیں تین روپے میں دفتر تشحیذ قادیان سے مل سکتا ہے

آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ

غیر احمدیوں کیطرف سے جو رسالے شائع ہوتے ہیں۔ انمیں اسوۂ حسنہ نہ صرف باعتبار لکھوائی وچھپوائی بلکہ بلحاظ ایسے مضامین کے جو مسلمانوں کی عملی زندگی میں کام آنیوالے ہیں۔ ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ مگر افسوس کہ اسمیں بعض اوقات ایسے مزخرفات شائع ہوتے ہیں کہ طبیعت حد درجے مکدر ہوتی ہے۔ جون کے رسالے میں القصص کے ماتحت ہابیل وقابیل کا قصہ لکھا ہے اور ایسی طرز میں لکھا ہے کہ ہمارے قصہ نویس صاحب گویا وہاں بنفس نفیس تشریف فرما تھے +

چنانچہ دونوں بھائیوں کے جھگڑے کی بنا یہ ٹھہرائی ہے کہ **اقلیما** قابیل کی سگی بہن تھی اس کے نکاح میں لانیکے متعلق دونو بھائیوں کی آویزش ہوئی۔ قابیل نے کہا میں حقدار ہوں ہابیل نے کہا میرا حق ہے:-

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا اقلیما تمہاری بہن ہے تمہارے ساتھ پیدا ہوئی اس احترام کی وجہ سے وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ حرّمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم +

قصہ نویس سے عقل ودرایت تو پہلے ہی رخصت ہو چکی ہے مگر معلوم ہوتا ہے۔ ذوق افسانہ گوئی میں وہ تاریخ کی بھی پروا نہیں کرتا۔ آپ استدلال فرماتے ہیں قرآن مجید کی ایک آیت سے۔ گویا یہ قرآن مجید جو بین الدفتین اسوقت موجود ہے اور جو اسلامی عقیدے کے مطابق صرف حضرت آدم بلکہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰے کے بعد نازل ہوُا۔ وہ ابتداءِ دُنیا میں بھی نازل ہوکر ذائع وشائع ہوچکا تھا جبھی تو حضرت آدم نے ایک آیت سے استدلال کیا اور اسوقت شریعت محمدیہ کے ماتحت لوگ چلتے تھے افسوس ہے اس علم وعقل پر +

ہم قرآن مجید میں ان آیات کو دیکھتے ہیں تو انمیں نہ ہابیل کا ذکر ہے نہ قابیل کا۔ بلکہ وہاں تو دو آدم زادوں کا ذکر ہے جنمیں سے ایک مقرب بارگاہ خداوندی ہوگیا۔ اور دوسرا نہ ہوا۔ اور اس علم رجوع خلق استجابت دُعا وغیرہا امور سے ہورہا تھا۔ اس لئے ایک بھائی نے دوسرے کو قتل کرنا چاہا۔ مگر دوسرے نے کہا میں تیرے قتل کی نیت سے ہاتھ نہیں اُٹھاؤنگا (یہ مطلب نہیں کہ تیرے حملہ کا بچاؤ بھی نہیں کرونگا۔) آخر اس غیر مقرب بارگاہِ الٰہی نے اپنے بھائی کو قتل کردیا۔ ایک کوے کو زمین کریدتے دیکھ کر (جیسا کہ کوؤں کی عادت ہے) قاتل کو شرم آگئی کہ میں کیوں بھائی کی لاش اسی طرح دبا نہیں دیتا بس دبادی۔ اب اسکے متعلق یہ قصہ تراشنا کہ ایک کوّے نے دوسرے کوّے کو قتل کیا اور پھر زمین میں۔ دبا۔ دیا۔ بالکل افترا محض ہے[۴۴]

[۴۴] کیا آدم کے وقت کے کوؤں میں تو یہ طریق تھا کہ وہ ایک دوسرے کو مار دیتے اور پھر لاشیں دبا دیتے اور اب کوّے اس طرز کو بھول گئے ہیں؟ لکھتے ہوئے کچھ تو سوچنا چاہیئے اور کلام الٰہی میں تحریف کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے +

ہمارے بھائیوں کے مکان دارالامان میں

ہمارے پیارے احمدی برادران ملت یہ معلوم کر کے بہت خوش ہونگے کہ عہد خلافت ثانیہ میں جہاں ہر قسم کی ترقی ہوئی ہے وہاں مکانات کی بھی کافی تعداد قادیان دارالامان میں بنی ہے۔ مکان تو بیشک ان سے بہت بڑھ چڑھ کر عالیشان دیگر شہروں میں بنے ہیں اور بنتے رہینگے مگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے گھر بار چھوڑ کر جو جھونپڑا کسی بستی میں بنایا گیا ہے اُسکی ایک ایک کچی اینٹ ان پختہ مکانات سے زیادہ قیمتی ہے +

بہشتی روڈ (وہ سڑک جو مقبرہ بہشتی کو جاتی ہے) پر مکرمی منشی محمد اشرف صاحب گجراتی ناظر صدر انجمن احمدیہ کا پختہ مکان (۱) عرصہ سے بن چکا تھا + اسکے ساتھ برادر مولا بخش صاحب باورچی لنگر نے خاص ہمت سے کام لیکر اپنا مکان بنوایا۔ (۲) اور اس سال اسکے ساتھ برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب احمدیہ نے اپنا مکان (۳) بنایا ہے برادر محمد یامین صاحب جب احمدی ہوئے تو انکے ماں باپ نے ہر قسم کی امداد ان سے منقطع کر لی بلکہ دیکھنا تک بھی گوارا نہ تھا۔ بے سروسامانی کی حالت میں دارالامان پناہ گزین ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے انکے لئے سب سامان کر دیئے وجہ معاش بھی ہو گئی بیوی بچے بھی دیئے۔ ایک مکان بھی دیا۔ ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ + (۴) اس عاجز کے جھونپڑے کا ذکر تو آ ہی چکا ہے (۵) برادر مکرم ضیغم خان نے بھی ایک مکان ڈاکٹر عبداللہ صاحب کے مکان کے پاس بنوایا جو غریب مہاجرین کے کام آ رہا ہے آجکل اسمیں ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی رہتے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے الفضل کی خدمات سے سبکدوش ہو کر اللہ توکل اپنے اہل و عیال کے ساتھ یہیں بودوباش اختیار کر لی ہے ایک دوکان میں کچھ کتابیں اور فروخت کا سامان رکھ لیا ہے۔ ماسٹر صاحب کے پاس سرمایہ نہیں ورنہ وہ اسے اعلیٰ پیمانہ پر چلائیں۔ اگر کوئی بھائی سرمایہ کی امداد کریں تو دونو کے حق میں دینی نفع کے علاوہ دنیوی منفعت کا موجب ہو۔ ماسٹر صاحب نہایت نیک اور رفیق انسان ہیں۔ ایک تجربہ کار ایڈیٹر اور مترجم ہیں۔ بیرونی اخبارات و رسالجات بھی ان سے کام لے سکتے ہیں۔ اللہ انکے کاروبار میں برکت دے۔ (۶) برادر احمد الدین صاحب زرگر نے بھی اپنے مکان میں کچھ افزایش کی ہے (۷) برادر مکرم معظم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے مکان تو عہد خلافت اولیٰ ہی میں خرید لیا تھا۔ اب اسکے ایک حصہ کو پختہ بنوایا ہے جو غالباً دفتر کا کام دیگا (۸) قاضی عبدالرحیم صاحب جو بورڈنگ و مدرسہ اور ان سب سے بڑھ کر منارۃ المسیح کی عمارت اپنی زیر نگرانی تیار ہونے پر بجا فخر کر سکتے

ہیں) نے اپنا پختہ مکان مدرسہ پرائمری سرکاری کے پاس بنوایا ہے خدا اسے بابرکت کرے۔ قاضی صاحب ملازمت سے سبکدوش ہو کر اب تجارت کیطرف متوجہ ہوئے ہیں حال ہیں کوئلہ منگوایا ہے جو سکنائے قادیان کی ضرورت متعلقہ ہیزم کو بہت حد تک رفع کردیگا مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ کوئلہ جلنے میں بہت عمدہ ہے ہم اپنے بھائی کی حوصلہ افزائی کریں تو فریقین کے لئے نفع رساں ہے۔ (۹) اسی کے قریب مکرم بھائی۔ حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلص شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کا مکان ہے جو اگرچہ کچا ہے۔ مگر جس اخلاص سے اس غریبی میں بنایا گیا ہے میری نظر میں بہت ہی قیمتی ہے۔ (۱۰) ہاں رستہ بھول گیا اور آگے نکل گیا حکیم محمد عمر صاحب کے مکان کا ذکر رہ گیا جو بہت کھلا ہے اور پختہ ہے۔ (۱۱) بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا مکان ہے جو انھوں نے علاوہ خرچ زر کثیر بڑی محنت سے بنایا ہے (۱۲) پھر میرے عزیز بھائی محمد شفیع صاحب سب اورسیر کا شاندار مکان ہے جو حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلص شیخ عبدالعزیز صاحب کے فرزند ارجمند ہیں (ب) اسی کے ملحق شیخ محمود احمد صاحب نے محمود منزل کے نام سے اپنی نشستگاہ تیار کی ہے + (۱۳) شیخ نور احمد صاحب مختار کار خاندانِ حضرت صاحب نے ایک مکان دو منزلہ بنوایا ہے (۱۴) بابا حسن محمد صاحب نے (۱۵) اور شیخ رحمت اللہ سوداگر چرم نے بھی اپنے اپنے مکانوں کو پختہ کرایا اور بالاخانے بنوائے (۱۶) بالاخانوں کے ذکر پر چوہدری حاکم علی صاحب کے پختہ دو منزلہ مکان بھی اسی فہرست میں شامل کر لینا چاہیئے۔ (۱۷) سید غلام حسین صاحب کیٹل فارم حصار نے اپنا شاندار مکان بنوایا۔ (۱۸) اسکے ساتھ مستری دین محمد صاحب سوداگر آہنی اشیاء کا مکان ہے وہ بھی انہی سالوں میں تیار ہوا ہے (۱۹) اب دارالعلوم کے مکانات کو لیجیے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وسیع حویلی جو اسبات کا نشان ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح کے مخلصین کو دینی دنیوی انعامات سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ میں ابھی کہہ چکا تھا جو میں نے مولوی صاحب موصوف کی وصیت پڑھی جسمیں لکھا تھا۔ میری ملکیت میں صرف ایک بھینس ہے یا اب محض اللہ کے فضل سے کئی ہزار کے مکان کے مالک ہیں جو سب تو تعمیر مکانوں سے کھلا ہے اللہ تعالیٰ اور بھی فراخی دے (۲۰) اسکے ساتھ ڈاکٹر میر اسمٰعیل صاحب کا ہفت ہزاری مکان (۲۱) اس کے ساتھ جناب اختر علی صاحب بھاگلپوری کا پختہ مکان۔ یہ تینوں مکان دیر سے بن چکے ہیں۔ (۲۲) انہی کے ساتھ اب مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی کا پختہ مکان تیار ہوا ہے (۲۳) پھر اسی لائن میں حال ہی میں برادر عبداللہ صاحب مہاجر مونگ نے اپنا مکان

بنایا ہے جو بہت با موقعہ ہے۔ ایک ضرورت سے اگلا مکان فروخت کیا تو برادر موصوف نے دم نہیں لیا جب تک دوسرا مکان نہیں بنالیا۔ یہ مکان کچا ہے مگر جس ہمت اور اخلاص سے تیار کیا گیا ہے پیغام بلڈنگس لاہور کے کئی پختہ مکانوں سے اس کی ایک ایک اینٹ زیادہ قیمتی ہے۔ اللہ تعالےٰ میرے ہم وطن بھائی کو مع اہل و عیال کے دُنیا و آخرت میں آرام سے رکھے۔ آمین (۲۴) آگے بابو رحمت اللہ صاحب اورسیر پشاور کا خوبصورت فراخ اور عالیشان مکان بن رہا ہے جو کئی ہزار روپے کے خرچ سے غالباً دسمبر تک تیار ہو جائے گا۔ (۲۵) مرزا برکت علی صاحب محاسب تشحیذ نے بھائی عبدالرحیم صاحب کے مکان کے ساتھ اپنا گھر بنوایا ہے (۲۶) دوسرا قطعہ زمین جو نواب روڈ کے شرقی جانب بورڈنگ ہوس کے بالمقابل واقع ہے وہاں (۲۷) سب سے پہلے ماسٹر عبدالرحمن صاحب (جو آجکل کالاپانی میں ہیڈ ماسٹر ہیں) نے زمین خریدی تھی انھوں نے ایک مکان بنایا ہے جو کفایت شعاری اور پھر فراخی و ضروریات کی موجودگی میں ایک نمونہ ہے (۲۸) اسی کے ساتھ ہمشیرہ بھائی غلام قادر۔ اہلیہ مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کا مکان ہے جس کے احاطہ میں (۲۹) مولوی محمد جی صاحب کا مکان ہے (۳۰) آگے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کا پختہ مکان ہے جو باعتبار اپنی خوبصورتی و رنگینی کے قادیان میں اپنی وضع کا پہلا مکان ہے۔ میر صاحب حال ہی میں دہلی سے ہجرت کر کے حضرت فضل عمر کے قدموں میں آئے۔ خدا مبارک کرے۔ (۳۱) اس کے ساتھ شیخ محمد نصیب صاحب کا پختہ مکان ہے جو ایک طرف سے دو منزلہ ہے یہ مکان بھی بہت عمدہ ہے شیخ صاحب میرے قدیمی مہربان ہیں جب میں قادیان آیا تو مدرسہ میں بطور محرر ملازم تھے پھر اللہ نے وسعت دی اور پختہ مکان بنوانے کی توفیق ملی۔ اور اس توفیق کی جاذب ان کی ہمت و محنت ہے (۳۲) برادر فضل محمد صاحب ہرسیاں کا مکان (۳۳) مولوی غلام نبی صاحب مصری کا مکان جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بعض جھونپڑوں کا قادیان میں نمونہ ہے۔ اور نئی بیوت اذن اللہ ان ترفع میں داخل (۳۴) منشی عطا محمد صاحب مدرس تلونڈی جھنگلاں کا مکان (۳۵) برادر نیاز محمد صاحب کمپونڈر پاک پٹن کا مکان۔ سید عظیم شاہ صاحب کے زیر اہتمام بخیر و خوبی تیار ہوا (۳۶) ہمارے مکرم معظم زمرہ عشاق مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرد مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کا پختہ مکان۔ (۳۷) مولوی رحیم بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں

اور برادر علی گوہر صاحب کا مکان جو پہلے دفتر تعمیر میں ملازم تھے اور آجکل بٹالہ سے قادیان تک یکہ چلاتے ہیں اور بھائیوں کی خاص توجہ کے مستحق ہیں (۳۸) برادر محبوب باورچی دارالاقامہ ہائی سکول کا مکان جو مختصر اور ہمت و حوصلہ احمدیت کا نمونہ ہے +

اس کے علاوہ منشی محمد اشرف صاحب کے مکان کے پاس مستری فضلکریم صاحب نے اپنی دکان کے لئے۔ اور برادر فقیر محمد صاحب نے مکان کے لئے بھرتی ڈلوائی ہے۔ منشی غلام نبی صاحب انچارج الفضل بھی بھرتی ڈلوا چکے ہیں منشی صاحب اپنے نام کے ساتھ بلانوی پسند کرتے ہیں دعا ہے کہ جلد مکان بنوانے کی توفیق پائیں تا قادیانی کہلائیں۔ ادھر اس لائن میں جہاں برادر عبداللہ صاحب پٹھان۔ جناب کاشانی و صوفی تصور حسین صاحب کے مکانات ہیں حافظ جمال احمد صاحب سب ایڈیٹر الفضل بھی بھرتی ڈلوا چکے ہیں امید ہے جلد مکان بنوانے کی توفیق پائینگے + آنزوئے ڈھاب پر سب سے پہلے جانے والے فخر ملتانی کا ذکر سب سے بعد میں آتا ہے جو بھرتی ڈلوا کر بنیادیں پختہ اٹھوا چکے ہیں۔ اب دیکھئے مظہر منزل کب بنتی ہے۔ اللھم زد فزد +

علاوہ ازیں مولانا محمد سرور شاہ صاحب حافظ محمد ابراہیم صاحب مولوی فضل الدین صاحب منشی عبدالرحیم صاحب محرر تشحیذ بھرتی ڈلوانے کا کام شروع کر چکے ہیں منشی صاحب نو مسلم ہیں۔ تنخواہ تو معمولی گذارہ کے لئے بھی بمشکل کافی ہے ان کی کفایت شعاری قابل قدر ہے کہ بھرتی کے لئے کچھ روپے اپنی وجہ کفاف سے بچالئے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ ایسے دوست قومی امداد کے مستحق ہیں (۳۹)۔ ہاں ایک مکان جو مصیبت میں مبتلا نیک بخت بیویوں کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دے گا۔ اس کا ذکر شاید اسی لئے رہ گیا کہ خصوصیت سے الگ لکھا جائے۔ وہ والدہ خواجہ علی کا مکان ہے۔ جس نے محض اپنی دستکاری اور محنت سے روپیہ حاصل کر کے ایک مکان بنوایا + سید احمد نور صاحب کے احاطہ میں کرہ کی افریقی اور شیخ فیروز الدین صاحب کی چار دیواری (۴۰) اور شیخ نور الدین صاحب و شیخ شیر محمد صاحب کے مکانات کی تیاری کے ذکر پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ فہرست مکمل ہو گئی۔ اللھم زد فزد +

مجموعہ الہامات حضرت اقدس مکمل ۸/ + کشوف ۸/
خطبات نور ہر دو حصہ ۸/ + احسن القصص سورہ یوسف کی بے نظیر تفسیر ۲/ + درثمین اردو نہایت صحیح ۵/ + القاء ربانی ۶/ + البلاغ المبین ۱/

محسن فراموشی

احسان فراموشی کی تازہ مثال رسالہ عبرت (نجیب آباد) کے ایڈیٹر کی تحریر ہے جس نے اپنے رسالہ عبرت ماہ جون میں حضرت کرشن کے متعلق لکھا ہے

"مبرکہ ایک پیشوا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حضرت کرشن مہاراج کا ذکر عزت و تعظیم کے ساتھ ہوا ہے ××× اور ایک ایسی حدیث بھی بعض لوگوں نے پیش کی جس میں ہندوستان کے اسود اللون نبی کا ذکر ہے"

یہ شخص اگر بیعت خلافت کی مانند بیعت احمدیت سے قطعی مرتد نہیں ہو چکا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت کرشن کو نبی اس نے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود مرزا غلام احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مانا ہے +

اب یہ ان کا نام چھپاتا ہے اور اس ہادی برحق کو "بعض لوگوں" سے تعبیر کرتا ہے ۔ تا اسے احمدی سمجھ کر غیر احمدی عبرت کی خریداری نہ چھوڑ دیں + البتہ حضرت مجدد الف ثانی کا نام ادب و تعظیم سے کھلا کھلا لیتا ہے کیونکہ جمہور اسلام آپ کے قائل ہیں اُف کسقدر حق پوشی اور محسن کشی ہے قاتلہم اللہ انی یوفکون +

ایک نئی تحقیقات

ستمبر کے مہینے میں جو مضمون انبیاء کی شان از روئے بائبل و قرآن ۔ درج تشحیذ ہوا ہے وہ منشی غلام نبی صاحب بلانوی نے علیحدہ بھی چھپوایا ہے ۔ احباب کو چاہیئے کہ عیسائی اور مذہبی حلقوں میں اسے اپنے خرچ پر تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں اور مؤلف کی حوصلہ افزائی ۔ فی کاپی ۱؍ ایک روپیہ میں بارہ ۱۲

ملنے کا پتہ احمدیہ بک ڈپو قادیان ۔ براہ بٹالہ +

حقیقت نزول المسیح

پنجابی نظم کی (دو سو صفحہ حجم) کتاب ہے جس میں آیات و احادیث با اعراب کے حوالے سے مسیح ناصری کی وفات اور مسیح محمدی کی صداقت ثابت کی گئی ہے ۔ پنجاب کے دیہات میں تبلیغ سلسلہ کے لئے اس سے بہتر اور مکمل کتاب نہیں ۔ پہلے آٹھ آنے قیمت تھی اب چھ آنے پر ملے گی +

ظہور المہدی + ادعیۃ القرآن منظوم + مجربات نور الدین ہر سہ حصہ ۔ تحفہ اکمل حصہ دوم وسوم

۸؍ ۲؍ ۱۳ ۰۳؍

Digitized by Khilafat Library

گھیگھے کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا مگر تھوڑے دن کا ورم ہے تبھی علاج کرنے سے برابر چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے دو ایک ماہ تک کرنی چاہیئے اس میں صرفہ بھی بہت کم ہے دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے جو کہ ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے قیمت کھانے کی دوا بارہ آنہ (۱۲ر) لگانے کی دوا ۴ر محصولڈاک ۵ر ÷

دانت کے درد کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

لگتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اُسے اُس دوا میں ڈبو کے ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبو کے اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہوتا ہے قیمت ۴ر محصول ڈاک ایک شیشی سے ۸ شیشی تک ۶ر ÷

فصلی بخار و تلی کی دوائی

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے اسمیں عموماً کونین رہتی ہے اس لئے یہ دوائی بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی۔ ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایک دم آرام کرنیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں ۱۔ بیریا کے کیڑوں کو مار دیتی۔ اس لئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار آنا بند ہو جاتا ہے (۲) خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) تلی کو گلا دیتی ہے قیمت فی شیشی کلاں ۱۰ر شیشی خورد ۸ر محصول ڈاک ۵ر دو شیشی ۶ر ÷

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱۱ و ۱۲ | بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق محرم و صفر ۱۳۳۵ھ | جلد ۱۱

فہرست مضامین

ہمارا سالانہ جلسہ ۱ تا ۷ اکمل

احمدی جماعت کے یتامیٰ و مساکین ۷ تا ۱۰ "

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما ۱۱ " ۱۶ "

مکالمہ شیعہ و احمدی (منشی خادم حسین صاحب بھیروی) ۱۷ " ۲۷ خادم حسین

ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات ۲۷ " ۳۹ "

بشارات القرآن (مولوی احمد الدین صاحب نارووال) ۴۰ " ۴۳

محرم نامہ اکمل ۴۳ " ۴۴

فہرست کتب ۴۵ " ۵۲

نظم مسیح موعود ٹائیٹل ج - د اشتہار

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عام

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب اصلاحی بہ نظر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر کے حکم سے شائع ہوا

معذرت

اکتوبر ۱۹۱۶ء کے رسالہ میں گو مینے اطلاع دیدی تھی کہ ۱۶ صفحہ اس رسالہ میں زیادہ ہیں باقی ۲۴ صفحے دسمبر کے رسالہ کے ساتھ دیدونگا پھر بھی میرا خیال تھا جس طرح ہو سکے نومبر کا رسالہ نکالدوں مگر مجھے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے مسلسل دس مہینے سے بخار میں مبتلا ہونیکے سبب تبدیل آب و ہوا کے لئے حسب مشورہ طبیب گوبیکی جانا پڑا۔ وہاں جاکر ہم سب اور زیادہ بیمار ہو گئے پچھلے دس سال کے دستور کے مطابق میرا گمان تھا کہ میرے جانے کی اطلاع اخبار میں چھپ جائیگی اور اس طرح پر وہ کثیر التعداد احباب جو بعض اعتراضات و سوالات کے جواب یا بعض مضامین و نظموں کی تصحیح یا قادیان کے دفاتر و کارخانوں کے متعلق پرائیویٹ طور پر مجھے خدمت کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ پریشانی سے محفوظ رہینگے۔ لیکن ایسا نہ ہونے اور اسپر میری بیماری اور سخت بیماری کی وجہ سے خطوط کی رسید تک نہ دے سکنے سے جو تکالیف احباب کرام کو ہوئی اسکی معافی چاہتا ہوں۔ میرا دل تو اس بات کے لئے پھڑکتا تھا کہ میرے دوست میری بیماری کی خبر سنیں اور حسب معمول تہجدوں میں اس گنہگار کیلئے دعا مانگیں مگر کیا کیا جائے یہ بات میرے اختیار کی نہ تھی۔ ابھی طبیعت ناساز ہے اللہ رحم فرمائے اور جبتک زندہ ہوں خدمت دین کی توفیق بخشے آمین۔

نور البیان ہمارے عزیز مولوی نور الدین صاحب عربی ٹیچر ہائی سکول سرینگر نے قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معنی و تفسیر نہایت معتبر کتب سے لکھی ہیں۔ تین سو احباب کے وعدہ خریداری پر چھپ سکتی ہے۔ احباب حوصلہ افزائی کریں۔

یسرنا القرآن مشہور و معروف عربی قاعدہ قرآن مجید سکھلانے کا۔ جس کی متعدد جلدیں احباب تشحیذ کی معرفت اکثر منگواتے رہتے ہیں۔ نیا چھپکر آگیا ہے قیمت باوجود گرانی کاغذ ۳ر رکھی گئی ہے۔

فاروق ۷ دسمبر کو ۱۸×۲۲ تقطیع پر نئی آن بان سے نکلیگا چار روپے پیشگی قیمت دینے والے کو عہ کی مفید کتب مفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۶ ۱۹ء

ہمارا سالانہ جلسہ

خدا کے فضل سے وہ ایام مبارک بالکل قریب ہیں جب قادیان کی محترم سرزمین ہجوم خلق سے ارضِ حرم بنجائے گی اور بعینہٖ وہی نظارہ ہمارے پیش نظر ہوگا جو حج کعبہ کے وقت ہر سال دیکھا جاتا ہے اور ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب اسلام کے فرزندوں کو پہلے ام القریٰ کی چھاتیوں سے ہدایت و رشد کا دودھ ملنے میں روک پیدا ہوئی تو مرسل یزدانی محمد ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ام القریٰ کی چھاتیوں نے جوش مارا۔ اور ان سے دودھ کی نہریں جاری ہوئیں مبارک وہ جو پئیں اور صداقت کی زندگی جئیں۔ یہ اجتماع تو خدا کے برگزیدہ مرسل کی پیشگوئی یاتون من کل فجٍ عمیقٍ کے مطابق بالضرور ہونیوالا ہے اسکے لئے تو مجھے کچھ فکر نہیں۔ البتہ مجھے اپنے بعض احباب کا خیال ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ سستی یا بے پروائی یا کسی اپنے ذنب کی وجہ سے رہ کے جائیں۔ اور ان فیوضات سے محروم رہیں جنکا پانا یہاں آنے پر موقوف ہے خدا کی توفیق ان کی رفیق ہو۔ اور وہ سلامتی کے فرزند بنیں۔ میں صرف اس دعا کے چند فقرات نقل کئے دیتا ہوں۔ جو جلسہ میں شامل ہونے کے لئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پیارے مولیٰ سے مانگی ہے اور وہ یہ ہے :-

ہر ایک صاحب جو اس للٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں۔

۱۔ خدا تعالےٰ ان کیساتھ ہو۔ ۲۔ اور ان کو اجر عظیم بخشے

۳۔ اور ان پر رحم کرے ۴۔ اور انکی مشکلات اور اضطراب کیحالات ان پر آسان کردے

۵۔ اور انکے ہمّ و غمّ دور فرماوے ۶۔ اور انکو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔

۷۔ اور انکی مرادوں کی راہیں انپر کھولدے ۸۔ اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اسکا فضل اور رحم ہے

۹۔ اور تا اختتام سفر اور انکے بعد انکا خلیفہ ہو ۱۰۔ اے خدا اے ذو المجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر

اب ہر ایک احمدی جس کا ایمان ہے کہ مسیح موعود کو خدا نے اجیب کل دعائک الا فی شر کائک فرمایا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس جلسے کے لئے سفر اختیار کرنے پر جس میں اسکا اپنا ہی فائدہ ہے کتنے انعامات اور فضلوں کا وارث ہو سکتا ہے پس میرے لئے کچھ ضرور نہیں کہ میں تحریک کے لئے فصیح اور بلیغ الفاظ اور دل پر اثر کر جانے والے فقرات سوچوں مندرجہ بالا دعاؤں کا کوٹیشن ہی ایک مومن کے لئے کافی تحریک ہے ہاں یہاں آنے پر کچھ منتظمین جلسہ کے لئے فرائض ہیں اور کچھ آپ لوگوں کے لئے ان کے متعلق مجھے کچھ صاف صاف عرض کر دینا ہے۔

۱۔ سب سے پہلا سوال تو اخراجات کا ہے پانچہزار روپیہ مطلوب ہے چونکہ قریباً اتنی ہی تعداد جلسہ میں شامل ہونے والوں کی ہوتی ہے اسلئے ایک ایک روپیہ حصہ میں آتا ہے۔ لیکن بعض کی کم استطاعت پر نظر کر کے جماعت کے مستطیع احباب کی خدمت میں عرض کیجاتی ہے کہ وہ ہمت سے کام لیں یہ روپیہ جلسہ کے پہلے اگر پہنچا دیا جائے تو اشیاء و سامان ضروری کے خریدنے میں دقت پیش نہ آئیگی۔ ہر بستی کے با اثر اور ذی وجاہت اصحاب اپنے اپنے حلقۂ زیر اثر میں یہ کام للہ کریں۔

۲۔ کچھ احباب تو ایسے ہیں کہ وہ تنگی ہو۔ یا ترشی جلسہ میں ضرور شامل ہوتے ہیں۔ مگر بعض احباب صرف باتیں سننے پر اکتفا کرتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ جتنی الوسع والامکان سب شامل ہوں اپنے ساتھ ان کو جو سلسلہ احمدیہ میں شامل نہیں مسلمان کہلاتے ہیں

یا ہندو یا آریہ یا سکھ یا عیسائی اور آپ کے آشناؤں سے ہیں۔ ان کو بھی تحریک فرمائیے کہ وہ آپ کے ساتھ آئیں کچھ حرج نہیں۔ اگر ایسے دوستوں کا خرچ آمد و رفت اس بستی کی جماعت مجموعی طور پر اٹھالے۔

۳۔ یہاں آکر اس غرض کو مدنظر رکھنا چاہئیے جس کے لئے سفر اختیار کیا گیا ہے۔ اور اپنے اوقات کو ضروری مشاغل میں صرف کرنا چاہئیے۔ بازار اور بازار کی چیزیں تو جہاں سے آپ تشریف لاتے ہیں وہاں بھی موجود ہیں۔ وہاں نہیں تو اس بستی کے کسی قریب کے شہر میں ہونگی۔ پس جو پیسے بلا ضرورت شدید آپ ان پر خرچ کرینگے وہ کیوں نہ کسی دینی کام میں خرچ ہوں۔ اور جو وقت اِدھر اُدھر اپنے ہی ساتھ والوں کے ساتھ متفرق اور بے نتیجہ گفتگو میں جائے وہ کیوں نہ جلسہ کی رونق بڑھانے اور اسکے اغراض کے پورا کرنے میں صرف ہو۔

مثلاً میں حضرت خلیفۃ اول کے زمانہ سے دیکھتا ہوں۔ کہ کھانا وقت پر کھلا دیا گیا ۹ بجے تک احباب فارغ ہو چکے ہیں مگر بعض دوست جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لے گئے۔ وہ گویا اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے غیر ضروری ہے یا کم از کم ان کی ذات اس سے مستغنی ہے یہ خیال اگر ہر ایک کے دل میں آجائے تو شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جلسہ گاہ میں لیکچرار کے سوا اور کوئی نہ ہو پس کیسی بڑی سے بڑی شخصیت ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جلسہ گاہ میں محض اللہ کے لئے شامل ہو۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لیکچرار لیکچر دے رہا ہے اور ہمارے بعض دوست باہر حقّہ پی رہے ہیں یا یونہی بعض عمارتوں کا معائنہ ہو رہا ہے یا کوئی بزرگ یونہی وعظ کرنے لگے ہیں یا مسجد نور میں جلسہ ہے اور چند صاحبان مدرسہ کی عمارت کے برجوں پر تشریف فرما ہیں اور اپنی قوت سامعہ و باصرہ کا امتحان کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں جماعت کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سب کی توجہ ایک طرف ہو۔

۴۔ پھر جلسہ کی اغراض میں سے ایک غرض باہمی تعارف ہے اسکی طرف ہمارے احباب کی بہت کم توجہ ہے۔ دوست آتے ہیں تو اپنے ہی گاؤں والوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ جب وہ جاتے ہیں تو ان کے واقف کاروں کی تعداد میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ چاہئیے کہ ہر ایک ضلع کے دوست دوسرے مختلف اضلاع کے دوستوں سے ملیں اپنی مشکلات اور حاجات بیان

کریں ان کی سنیں پھر باہمی مشورہ سے کسی نتیجہ پر پہنچیں اور وہ اپنا طرز عمل اختیار کریں بعض وقت ایک دوست اپنی پیش آمدہ مشکل بیان کرتا ہے اور دوسرا اپنے تجربہ سے بتا دیتا ہے کہ میں نے اس موقعہ پر یوں کیا تھا اس طرح پر اس مشکل کا حقیقی علاج ملجاتا ہے۔ رشتوں ناطوں کی شکایات بھی ایک حد تک رفع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ایسے امور کی بنا تعارف پر ہے میں امید کرتا ہوں اس دفعہ اس بات کا خصوصیت سے خیال رکھا جائیگا۔ رات کے وقت کافی فرصت ہوتی ہے بجائے پنجابی اور اردو اشعار خوش الحانی سے پڑھنے پڑھانے سننے سنانے کے اگر ان متذکرہ بالا امور کی طرف توجہ ہو تو بہت مفید اور بابرکت ہو۔

۴۔ احباب ماہوار رسالوں اور اخباروں کی سہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ قیمتیں اپنے ساتھ لیتے آئیں تو دفاتر کو بھی بہت سہولت ہو جائے۔

۵۔ اپنی نقدی وغیرہ ضروری اشیاء مہتمم جلسہ کے سپرد کر دینی چاہئے یا اپنے کسی قادیانی دوست کے حوالے تاکہ ان کے ضائع ہونیکا خطرہ نہ رہے۔

۶۔ کھانے کا انتظام جب انجمن نے اپنے ذمہ لیا ہے تو خورد و نوش پر روپیہ صرف کرنے کی بجائے یہ روپیہ اشاعت کے لئے دیدینا چاہئے کیونکہ یہ کوئی میلہ نہیں۔ نہ تفریح کے لئے اجتماع ہے۔

۷۔ ہر جگہ کی جماعت کا ایک امیر ہو اور آپکی ہر حرکت و سکون سے اتفاق و اتحاد و یکجہتی ظاہر ہو۔

۸۔ اذان تکبیر ان کاموں کے لئے آدمی مقرر ہیں وہ وقت خوب پہچانتے ہیں دوسرے احباب کو اسمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔

اب مجھے منتظمین جلسہ سے کچھ عرض کرنا ہے اور چونکہ اس کا تعلق جلسہ میں آنے والوں سے بھی ہے اسلئے پبلک طور پر لکھتا ہوں۔

۱۔ جیسا کھانے وغیرہ کے لئے ایک مہتمم و ناظم ہے اسی طرح جلسہ گاہ کے لئے بھی ایک ذی وجاہت۔ ذی علم بارعب آدمی کی ضرورت ہے جو وقت پر جلسہ کی کارروائی شروع کرائے اور پھر مطابق پروگرام سب لیکچر ہوں وقت کا کوئی حصہ ضائع نہ جائے اور نہ مقررہ

لیکچراروں کے سوا کوئی اور بولے۔ یہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے وقت کا بہت سا حصہ ضائع جاتا ہے پچھلے سال اکثر ایسا ہوا کہ احباب ۹ بجے جمع ہو گئے ہیں مگر کوئی لیکچرار صاحب تشریف نہیں لائے نہ کوئی ناظم۔ ہے جو جلسہ کی کارروائی باقاعدہ شروع کرائے بس پھر کیا ہو مختلف مقامات کے لڑکے اور خوش الحان دوست باری باری کھڑے ہو کر اشعار سنانے لگے۔ اور اس طرح گیارہ بارہ بج گئے چاہئیے کہ وہ مضامین جن کی تبلیغ قوم کے لئے ناگزیر ہے مقرر کئے جائیں اور مختلف لیکچراروں میں تقسیم ہوں اور وہ وقت مقررہ کے اندر انہیں سنائیں اور سب صاحبان غور سے سنیں اگر کوئی لیکچر دینے والے صاحب وقت پر نہ پہنچ سکیں تو ان کی بجائے دوسرے صاحب کا فوری انتظام کیا جائے اور وقت کو خالی نہ جانے دیا جائے اگر حضرت صاحبکا وقت ہو۔ اور حضور کی تشریف آوری میں کسی وجہ سے دیر ہو۔ تو اس انتظار کے وقت میں کسی اور صاحب کا لیکچر کرا دیا جائے یہ نہیں کہ اشعار ہی سنے جائیں یا کوئی صاحب اپنے ذاتی مقاصد و اغراض کا اعلان فرماتے رہیں پھر لیکچر کے لئے وقت مناسب ہونا چاہئیے پچھلے سال شام کے بعد ایک دو لیکچر رکھے گئے اب نصف احباب تو کھانا کھانے کے لئے شہر چلے آئے اور نصف دار العلوم میں رہ گئے۔ ناظم جلسہ کوئی تھا نہیں۔ اسلئے لوگ انتظار کر کر کے چلے گئے جب تین چار سو باقی رہ گئے تو لیکچر شروع ہوا۔ جو ایسا ضروری تھا کہ سب کو سننا چاہئیے تھا۔

۲۔ پچھلے سال ایسا ہوا کہ مثلاً ۱/۲ ۱۱ بجے جلسہ نماز کے لئے برخاست ہوا۔ اور پھر پونے تین بجے تک یہ نظارہ تھا کہ احباب باوضو بیٹھے ہیں ایک میز پر ہمارے میر قاسم علی صاحب کھڑے ہیں اور دوستوں کی فرمائشات کے مطابق متواتر یہ اعلانات فرما رہے ہیں کہ فلاں صاحب کی جوتی بدل گئی ہے جس صاحب کے پاؤں میں ہو دیدیں۔ فلاں صاحب کا کپڑا نہیں ملتا جس صاحب کے پاس ہو دیدیں فلاں صاحبکا نوٹ گر گیا ہے جس کو ملا ہو دیدیں۔ غرض میر صاحب کا حنجرہ داؤ دی جو دو تین گھنٹے کسی عمدہ سے عمدہ لیکچر میں صرف ہونا چاہئیے تھا ایسی فضول اور لایعنی باتوں میں خرچ ہو گیا جس کا مجھے کمال رنج ہوا یہ مینا بیمانہ تنگ بڑھا کہ بعض دوستوں نے حضرت صاحب کو بھی تکلیف دی

اور ان سے اعلان کرایا کہ فلاں بھائی کی یہ چیز نہیں ملتی جس کو ملی ہو دیدے۔ گم شدہ اشیاء کے لئے یہ انتظام ہونا چاہیئے کہ وہ تمام ایک خاص دفتر میں جو اس کام کے لئے ناظمانِ جلسہ کی طرف سے ہوگا پہنچائی جائیں اور وہیں سے اصحاب دریافت فرمائیں۔ احمدیوں میں کوئی ایسا بد دیانت اور چور نہیں جو اس غرض سے جلسہ میں شامل ہو کہ وہ دوسروں کی چیزیں ناجائز طور پر اپنے تصرف میں لائے ہاں اگر کوئی غیر ایسا شامل ہو تو ایسے اعلانات کا اس پر اثر نہیں۔

۳۔ اذان کے لئے ہر مسجد میں بہت ہوشیار وقت شناس آدمی مقرر ہونا چاہیئے کیونکہ یہاں کے اوقات اذان و صلوٰۃ بطور نمونہ ہیں بیرونی اصحاب کے لئے۔ بالعموم دیکھا گیا ہے کہ جمعہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے اذان دیدی گئی صبح کی اذان بھی آدھ گھنٹہ صبح صادق سے پیشتر ہوگئی ہے اس سے تعجیل وقت لازم آتی ہے کئی صاحبان تہجد سے محروم رہجاتے ہیں مؤذن کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ گھڑیوں کا سٹینڈرڈ ٹائم ہے اور یہاں جب تک ۲۶ منٹ ۱۲ بجکر نہ ہوں زوال شروع نہیں ہوتا۔ پس یہ دیکھکر کہ بارہ بج گئے ہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ظہر کا وقت آگیا چونکہ یہ نقص کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں اسلئے بالتفصیل عرض کیا گیا۔

۴۔ جلسہ کی کارروائی جب شروع ہو جائے تو کوئی دوکاندار کوئی کتاب فروش وغیرہ جلسہ گاہ سے تین تین سو فٹ کے فاصلہ تک ہو نہ آواز دے اس سے بہت شور اٹھتا ہے اور دوکان کے لئے سب سے مقدم حق دارالامان کے رہنے والوں کا ہے۔

۵۔ چونکہ نصف یا نصف سے زیادہ احباب دارالعلوم میں ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اسلئے دفتر محاسب کی ایک شاخ باہر ضرور کھولی جائے پچھلے سال میںنے دیکھا کئی دوست باہر سے شہر میں نہ آسکے اسلئے چندہ جمع کرانے سے معذور رہے اسی طرح محاسب صاحب یا ناظر صاحب کی شمولیت جلسہ میں اول سے آخر تک ضروری ہے۔

۶۔ ہمارے سلسلہ کے علماء و فضلاء جلسہ میں سٹیج پر موجود ہوں اور تقریریں لکھنے والے اور دوسرے رپورٹروں کے لئے ایک مناسب جگہ مخصوص ہو۔ اس بات کی بہت کم پروا کی جاتی ہے انوار خلافت دیکھ کر اب تو احباب خوش ہو رہے ہیں۔ مگر کیا ان کو یاد ہے کہ لکھنے والے کے لئے جب اتنی جگہ بھی نہیں رہی کہ وہ کھڑا ہو سکے تاچار اسے اس

میز پر بیٹھنا پڑا۔ جو حضرت صاحب کے آگے رکھی گئی تھی۔ اس بات کا بھی خیال ہونا چاہیئے کہ گیارہ بجے کے بعد تین بجے تک دھوپ ایسی ہوتی ہے جو کئی طبائع اسے برداشت نہیں کر سکتیں

۷۔ یہ عاجز اپنی قدر و قابلیت کے مطابق علی العموم دیہاتی زمینداروں میں بیٹھا کرتا ہو اسلئے اس بات کا مجھے ذاتی طور پر یقینی علم ہے کہ اردو تقریریں وہ کم سمجھتے ہیں۔ چونکہ اکثر تعداد انہی اصحاب کی ہوتی ہے اس لئے پنجابی تقریریں بھی ہونی چاہیئے بالخصوص مسئلہ خلافت و نبوت و اسمہ احمد و ضروری تحریکات متعلق تبلیغ سلسلہ پر جو خوب ان کے ذہن نشین کی جائیں۔

۸۔ جو لوگ خدا کے مقرر کردہ ماموریں خدا کے بلائے سے بولتے ہیں۔ ان کو مستثنےٰ کر کے باقی لیکچراروں کو یہ واضح رہنا چاہیئے کہ کسی مضمون کو اپنے وقت کے اندر پورا نہ کر دینا ایک نقص ہے۔ اور یہ کوئی خوبی نہیں کہ ایک صاحب اپنا تمام وقت تمہید میں گذار دیں اور پھر کہیں۔ ابھی بیان تو بہت کچھ کرنا تھا مگر افسوس وقت نہیں رہا۔ ہیں اسکا نام تبحر علمی نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ یہ ایک کمزوری ہے کہ ایک وقت مقررہ کے اندر (جو اس مضمون کے ادا کے لئے کافی سمجھا گیا ہے) اپنے خیالات ادا نہیں ہو سکے نہایت ضروری باتوں کو مقدّم کیا جائے اور واعظانہ رنگ وقت کی وسعت کے لحاظ سے اختیار ہو جو نظمیں پڑھی جائیں وہ کم از کم وزن کے لحاظ سے تو درست ہوں۔

۹۔ مدرسہ احمدیہ و تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بعض طلباء سے بھی تقریریں کرانی چاہئیں اور ان کے لئے ایسا وقت ہو کہ انکی تقریریں رہ نہ جائیں۔

احمدی جماعت کے یتامیٰ و مساکین

یتیم ایک بیکس ہستی ہے مگر میرا مولیٰ غریب نواز ہے اسنے اپنے حبیب پاک خاتم کمالات انسانیت خاتم کمالات نبوت کو یتیم بنا کر یتیموں کو یہ فخر کرنیکا بجا موقعہ دیا کہ گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ۔ پھر قرآن کریم میں والضحیٰ کے لفظ سے فتح مکّہ جیسی عظیم الشان نعمت کے شکریہ میں

اما الیتیم فلا تقھر کا حکم سنایا۔ دوسری طرف رسول کریمؐ کی زبان وحی ترجمان سے انا وکافل الیتیم کھاتین کہلایا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ یہ تو ہوئی اسلامی تعلیم۔ میں دیکھتا ہوں کہ یتامیٰ ومساکین کے متعلق ہر مذہب میں وصیت الخیر ہے چنانچہ اسی کے مطابق آریوں نے عیسائیوں نے سکھوں نے غرض مختلف مذاہب کی مختلف سوسائٹیوں نے یتیم خانے کھول رکھے ہیں اور وہ بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں ایک ہماری احمدی جماعت ہے جو اسلامی تعلیم اسلامی عزّت وجلال کا واحد نمونہ اس وقت روئے زمین پر ہے کیا ہمارا بھی کوئی یتیم خانہ ہے۔ کیا ہمنے بھی کم از کم اپنی جماعت کے مساکین۔ یتامیٰ۔ ایامیٰ کا کوئی انتظام کر رکھا ہے اسکا جواب میں کیا دوں۔ آپ خود جانتے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ چند مساکین اور یتامیٰ مدرسہ احمدیّہ اور مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھتے ہیں۔ ان میں سے مساکین کے وظائف مقرر تھے اور یتامیٰ میں سے اکثر کے اصل خرچ۔ اب کے تخفیف کمیٹی جو صدر انجمن کے اخراجات پر غور کرنیکے لئے بیٹھی ہے۔ تو اس نے یہ دیکھ کر کہ یتامیٰ ومساکین کی مدّ کئی سو روپے کی مقروض ہے روپے کی تعداد مقرر کر دی کہ بس اتنا روپیہ خرچ ہو۔ اس تجویز پر عملدرآمد کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے طالب العلموں کو مدرسہ سے جواب دینا پڑا۔ اور بعض کے وظائف اتنے کم ہوئے کہ ان کو تعلیم چھوڑ دینی پڑی۔ ان میں سے کوئی کسی جماعت میں پڑھتا تھا کوئی کسی میں۔ وہ انسان ہیں اسلئے تمام مثل نقل نہیں کر سکتا۔ مگر کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے ان میں سے نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے انجمن نے جو کچھ کیا نہایت مجبور ہو کر بادل ناخواستہ کیا۔ مگر طالبعلموں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی قابلِ توجّہ ولائق ہمدردی ہے کہا جا سکتا ہے کہ اگر پہلے ہی سوچ سمجھ کر اپنی طاقت دیکھکر یتامیٰ ومساکین کی بھرتی ہوتی تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا لیکن جب ایک بوجھ اٹھایا جا چکا تھا تو پھر اسے بہر حال نباہنا تھا گو صدر انجمن کسی خزانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کام کرنے والی کمیٹی ہے جو اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے۔ جو جماعت احمدیہ اس کے سپرد کرے۔ پس اسکی ذمّہ داری ہم پر ہے۔ اور

یہ اعتراض دراصل ہم ہی پر ہے کہ ہماری ہمتیں اس قدر تقاصر ہو گئی ہیں جو چند یتیموں کی پرورش کا انتظام نہیں کر سکتیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

اے قوم! تو اپنی پوزیشن یقیناً بھول نہیں چکی کیونکہ میں تیرے افراد کے منہ سے اکثر یہ سنتا ہوں کہ ہم صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے گروہ میں شامل ہیں اور آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے مصداق تو کیا جب ان محامد کے ساتھ یہ واقعہ پڑھا جائیگا کہ جماعت احمدیہ اپنے چند یتامیٰ و مساکین کو سنبھال نہیں سکی۔ اسلئے انہیں مدرسہ سے خارج کرنا پڑا۔ یا ان کے وظائف کی تعداد اتنی کم کر دینی پڑی کہ وہ مدرسہ سے نکلنے پر مجبور ہوئے تو موزون معلوم ہوگا ہرگز نہیں پس یہ فیصلہ اگرچہ کہا جائیگا کہ "قطعی ہے"۔ مگر میں تو یہی کہوں گا قابل نظر ثانی ہے کیونکہ اسمیں نہ صرف بدنامی ہے بلکہ یتیموں کے اس نالہ و فریاد اور مساکین کی آہوں کا خوف ہے جن کی نسبت لکھا ہے کہ عرش اعظم کو ہلا دیتی ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ روپیہ کم ہے مگر قحط میں یہ تو دیکھا گیا ہے کہ بڑوں نے اپنے منہ سے لقمہ نکالکر بچوں کے منہ میں ڈالا یہ نہیں دیکھا گیا کہ بچوں کے منہ سے لیکر کوئی بڑا کھا گیا اخراجات کم کرنے کی ضرورت ہے تو وسائل آمدنی سوچے جائیں ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے پر زور اپیل کئے جائیں یہ نہیں ہو سکتا تو پھر بڑے بڑے بزرگ قربانی و ایثار کا نمونہ دکھائیں۔ اپنی سالانہ ترقیوں کو رکوا دیں۔ اپنی تنخواہوں کو اپنے نہایت ضروری اخراجات تک رکھ لیں باقی بصورت چندہ واپس کر دیں اگر ہنسراج بی۔ اے غیر مسلم ہوکر ستر اسی روپے میں کالج کی پرنسپلی کر سکتا ہے تو ایک احمدی بھی ایک گاؤں میں اس سے کم میں گذارہ کر سکتا ہے۔ یہاں اسی نوے روپے سے زیادہ خرچ کسی گھر والے کو درکار نہیں پھر کئی کام ہیں یعنی کئی اخراجات ہیں جنکو پیچھے ڈالا جا سکتا ہے کئی عہدے ہیں جو آنریری ہو سکتے ہیں۔ ان یتامیٰ و مساکین سے کتنا روپیہ بچ گیا ہے جس سے انجمن کا قرض اتر جائیگا مقبرہ بہشتی میں یتامیٰ و مساکین کا حق ہے غرض بہت سی تجاویز ہو سکتی تھیں جن سے اس بدنامی کے داغ سے ہم بچ سکتے تھے غور کریں تو ایسا کر کے ہم نے خلافت ثانیہ کی تاریخ میں چند ایسی سطور کا اضافہ کر دیا جو کم از کم میرے جیسے مذاق کے لئے نامرغوب خاطر ہے حضرت خلیفہ ثانی کو تو یتامیٰ و ایامیٰ کا یہانتک خیال ہے کہ ششماہی نقشے میں آپ نے

ایک سوال رکھا ہے کہ آپ کے شہر میں کتنے یتیم اور بیوائیں ہیں۔ اور ان کے گذارہ کا کوئی بندوبست ہے یا نہیں اور ہمارا طرز عمل یہ کہ جو چند مساکین و یتامیٰ مدرسوں میں پڑھتے تھے ان میں سے ایک حصہ کے وظائف بند یا کم کر کے انہیں خانہ بدر کر دیا میں یہ سطریں نہ لکھتا مگر درد نے مجھے مجبور کر دیا کہ جماعت احمدیہ کو ان بیچاروں کا حال زار سنا کر متوجہ کروں۔ تا وہ صدر انجمن کی اس مد میں کافی چندہ دیں اور یتامیٰ و مساکین بے خانماں یا آوارہ نہ پھریں اے خدا۔ اے یتیموں کے ملجا و ماویٰ۔ اے بیکسوں سکینوں کے والی میرے کلمات میں اثر ڈال تا چند صاحب دل خدا ترس ذی مروت احباب کا دل موم ہو اور وہ چارہ کار بنیں واللہ میرا دل خون ہو گیا۔ میرا جگر ٹکڑے ہو گیا میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ایک مسکین کو دیکھ کر جو ابھیط چند روز ہوئے مدرسہ .. .. میں تعلیم پاتا تھا۔ اور جس کی جی او ڈی گاڈ۔ جی او ڈی گاڈ اور وحرج یدحرج کی صدائیں جو فجر کے اندھیرے میں بلاغ کے پاس لگاتا تھا۔ اس فضاء میں ابھی تک گونج رہی ہیں اور جس کی محنت غیر معمولی محنت کا بچہ بچہ گواہ ہے کہ وہ مزدوری کر رہا ہے اور اس کی ٹانگیں گھٹنوں تک کیچڑ سے بھری ہیں اور اسکے سر پر مٹی کا ٹوکرا ہے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسکی حماقت ہے مگر میں عرض کرونگا اس حماقت کا ظہور کس وجہ سے ہوا اور کیوں ہوا؟ بعض دوست کہتے ہیں ان طلباء میں سے بعض کی دماغی حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں اور کوئی اسے مان لے تو اسکا اختیار ہے مگر میں کم از کم نہیں مان سکتا کیونکہ میں ابھی تک اس جوش اس رنج اس اضطراب کو نہیں بھول سکا جو میرے آقا خلیفہ ثانی کو ان ایام میں ہوا جب آپ نے سنا۔ کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب طلباء وظیفہ خواراں کا معائنہ کرینگے اور جن کے دماغ کمزور پائینگے ان کو رخصت کر دیا جائیگا تو کیا اب حضور اپنی خلافت کے زمانہ میں پسند فرما سکتے ہیں جو طلباء اس حیلے سے نکالے جائیں یہ وجہ نہیں وجہ تو فنڈ یتامیٰ و مساکین

ط ایک طالب العلم نے "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" حضرت اقدس مسیح موعود کی مشہور معروف تقریر جو آپ نے دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں فرمائی اپنے خرچ پر نہایت عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوائی ہے احباب ۱/ فی جلد کے حساب سے خرید کر اسکی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

میں روپیہ کی کمی ہے اور اسکی تلافی جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں ہے خدا انہیں توفیق بخشے

حضرتِ آدم و مائی حوّاؑ کا عقد

اکثر احباب اپنی بچیوں کے لئے مفید کتابوں اور مناسب رسالوں کے ملنے کا پتہ پوچھتے رہتے ہیں میںنے جہاں اور ماہواری رسالوں یا کسی ہفتہ وار اخبار کا پتہ دیا ہے وہاں ساتھ ہی ظلّ السّلطان کا نام ضرور لکھا ہے اور چونکہ یہ کام میں اپنی ذاتی دلچسپی و قلبی پسندیدگی سے کرتا ہوں۔ اسلئے ایڈیٹر ظل السلطان پر احسان جتانے یا کم از کم اطلاع دینے کی ضرورت نہیں سمجھی اسوقت اگست سنہ ۱۹۱۶ء کا نمبر ۲ ظل السلطان میرے ہاتھ میں ہے اسمیں "پہلا عقد" کے عنوان سے ایک مضمون ہے جسے پڑھکر مجھے سخت رنج پہنچا ہے اور میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کی حالت کیسی بدتر سے بدتر ہو چکی ہے جو ان کے روشن خیال اصحاب بھی مزخرفات لایعنی سے بچ نہیں سکتے اور کچھ لکھنے یا چھاپنے سے پہلے یہ نہیں سوچ لیتے کہ ہماری یہ تحریر دین کے لئے اگر مفید نہیں تو کم از کم مضر تو نہیں بھلا اس لغویت کی بھی کوئی حد ہے کہ آدم و حوا کا خطبہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا اسلئے لامحالہ خدا تعالےٰ کو ایک ملّا کے فرائض ادا کرنے پڑے اور ابھی عقد تو ہوا نہیں مگر آپ کی اولاد سے کوئی صاحب کسی جھاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے موجود تھے اور وہ سن رہے تھے۔ کہ (نعوذ باللہ من ذٰلک) خدا (صاحب) کیا خطبہ نکاح پڑھ رہے ہیں انہوں نے فوراً جیب سے فونٹین پن یا رول پنسل اور کاغذ نکالا اور نوٹ کر لیا اور امت محمدیہ کے چودھویں صدی کے افراد کے لئے اسے محفوظ رکھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ میں بار بار ان لایعنی سطور کو پڑھتا ہوں اور ٹائٹل پر جناب محمد امین زبیری کا نام اڈیٹر کی حیثیت میں دیکھتا ہوں اور تعجب کرتا ہوں اگر لڑکیوں کا دل بہلانا مقصود تھا تو دنیا جہاں میں اور قصے کم ہیں کیا دل بہلانے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ اور اسکے انبیاء کرام پر ہی حملہ کیا جائے ناظرین تشحیذ ملاحظہ فرمائیں کہ قمر الحسن صاحب نے کیا لکھا ہے :۔

جب آدم علیہ السلام پیدا ہو چکے تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو ایک تخت پر بٹھا کر آسمان

دنیا کی طرف لیجائیں۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ جس وقت آدم جنت کے دروازہ پر پہنچے تو وہیں انکا تخت رکھدیا گیا × × × دیکایک ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آیا اور حضرت آدم پر غنودگی طاری ہو گئی فرشتے خدا کے حکم سے تخت کو جنّت میں اٹھا کر لیگئے حضرت آدم اسی حالت غنودگی میں تھے کہ انکی بائیں پسلی سے حضرت حوا کا ظہور ہوا × × × جب آدم علیہ السلام ہوشیار ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے پہلو میں ایک نہایت ہی حسین، اور دلربا صورت کو دیکھا پوچھا کہ تم کون ہو؟

حوّا۔ میں تمہاری بیوی ہوں اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلئے پیدا کیا کہ میں تمہارے لئے سکون اور راحت کا باعث ہو سکوں۔ اور میں تم سے سکون حاصل کروں تمہارے غم میں برابر کی شریک اور خوشی کو بڑھانے والی بنوں۔

فرشتے نے جو اس گفتگو کو نہایت سکوت اور حیرت کے ساتھ سُن رہے تھے حضرت آدم سے پوچھا کہ تم کو ان سے محبت ہے۔

آدم۔ ہاں

فرشتہ (حوّا سے) کیا تم کو بھی ان کے ساتھ محبت ہے حوّا نے کچھ جواب نہ دیا اور شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم یہ تمہاری بیوی ہیں میںنے ان کو تمہارے لئے تمہیں سے پیدا کیا ہے کیا تم اسے پسند کرتے ہو حضرت آدم نے کہا ہاں یہ میرا گوشت پوست اور خون ہے اور یہ میری بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میں اسکا لباس اور یہ میرا لباس ہے۔

حضرت آدم کو ایک تسکین و راحت محسوس ہو رہی تھی انہوں نے اپنا ہاتھ حضرت حوّا کی طرف بڑھایا فرشتوں نے کہا آدم ٹھہرو۔

آدم۔ کیوں؟

فرشتے۔ جبتک تم ان کا مہر نہ ادا کرو یہ تمہاری نہیں ہو سکتیں۔

آدم۔ انکا مہر کیا ہے۔

فرشتے۔ خدا کی تسبیح و تقدیس۔

حضرت آدم نے تعمیل کی اور خدا نے یہ خطبہ پڑھا۔

[ا] اَلْحَمْدُ ثَنَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ وَالْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْخَلْقُ کُلُّهُمْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ۔ اِشْهَدُوْا یَامَلٰئِکَتِیْ وَحَمَلَۃَ عَرْشِیْ وَسُکَّانَ سَمٰوَاتِیْ۔ اِنِّیْ زَوَّجْتُ حَوَّاءَ اَمَتِیْ عَبْدِیْ اٰدَمَ بَدِیْعَ فِطْرَتِیْ وَصُنْعَ یَدِیْ عَلٰی صَدَاقِ تَقْدِیْسِیْ وَتَسْبِیْحِیْ وَتَهْلِیْلِیْ۔ یَاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ط × × ×

فرشتوں نے جنّت کے پھولوں کے دو ہار بنا کر دونوں کے گلے میں ڈالدئے پہلا عقد ہو گیا دونوں میاں بیوی جنّت کی سیر کرنے لگے اب حضرت حوّا کی طرح حضرت آدم کو بھی پھولوں کی خوشبو روح افزا اور پرندوں کی نغمہ سرائی دلکش باغ جنّت پر بہار اور بارونق اور ہر چیز پر لطف اور دلفریب معلوم ہوتی تھی۔

چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما

مکرّمی شیخ یعقوب علی صاحب جو عرصہ سے ساحل سمندر پر ڈیرے جمائے بیٹھے ہیں ایک مضمون میں یہ فقرہ لکھ بیٹھے ہیں کہ ہمارے اخبار قوم کے معلومات اور اصلاحی کام میں کیا اضافہ کر رہے ہیں“ اسے ہمارے اخبارات نے برا منایا ہی لیکن میں جہانتک دیکھتا ہوں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ایک حد تک یہ فقرہ فی الواقعہ صحیح ہے اور ہمارے ہمعصروں نے بھی جو اسکے خلاف لکھا ہے تو زیادہ تر اسی لئے کہ ان پر غفلت اور بے پرواہی کا الزام نہ آئے میں صفائی کے ساتھ اصل بات عرض کر دیتا ہوں گو یہ اظہار صدق مجھے مہنگا ہی پڑے اصلاحی کام کا بہت سا حصہ صدر انجمن کے متعلق ہے اور انجمن کے کاروبار نہ دو تین سال بلکہ نو دس سال

[ا] حمد میری تعریف ہے اور بزرگی میرا تہ بند ہی اور بڑائی میری چادر ہی اور ساری مخلوق میری لونڈی غلام ہے اے فرشتو! اور میرے عرش کے اٹھانے والو! اور اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہو کہ میںنے اپنی بندی حوّا کا نکاح اپنی تقدیس تسبیح تہلیل کے مہر پر اپنے بندے آدم کے ساتھ کیا جو میری ایک نادر ایجاد اور میری دستکاری ہی اور میںنے آدم سے فرمایا کہ آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور جہاں سے تمہارا جی چاہے بے روک ٹوک کھاؤ۔ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو نافرمان ہو جاؤ گے

سے کچھ اس طور پر سرانجام پاتے ہیں کہ اخبار نویس اس سے مطلق آگاہ نہیں ہونے پاتے۔ بلکہ بعض اوقات تو کسی ممبر کے تقرر کی اطلاع بھی انہیں مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد ہوتی ہے انجمن کا ایجنڈا ہے وہ محمد علی اور یعقوب بیگ اول سے آخر تک باوجود شدت مخالفت وعناد کے پڑھنے کا حق بحیثیت ممبر ہونے کے رکھتے ہیں مگر قادیان کے اخبار نویسوں میں سے کوئی نہیں جسے یہ علم ہو کہ انجمن نے کیا ایجنڈا بھیجا اور کیا فیصلہ کیا اب جس صورت میں ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ قوم میں کیا اصلاحی اور انتظامی امور درپیش ہیں اور انجمن کس طریق پر حل کرنا چاہتی ہے ہم کیا لکھیں خاک ہے کیا یہ ضروری نہیں کہ اخبار نویسوں کو ایجنڈہ باقاعدہ بھیجا جائے پھر جو فیصلہ ہو۔ اس سے اطلاع دی جائے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ کونسے کونسے امور قابل تائید ہیں اور کیا باتیں ہیں جن کی طرف قوم کو متوجہ کرنا چاہیئے اور کس کس امر کے واسطے تیار۔ پھر یہاں جو انجمن کے دفاتر ہیں یا مدرسے ہیں یا اور کارخانے۔ ان کے متعلق جب کچھ آگاہی نہ ہو تو ہم کیا تحریک کر سکتے ہیں۔ سالانہ جلسہ ہے اسکے لئے کوئی کمیٹی بھی بن چکی ہے مگر ہمعصر فاروق نے شکایت کی ہے کہ اسکے ممبروں کے اسماء تک سے ہم ناواقف ہیں اور جہانتک میں تحقیق کر سکا ہوں دوسری اخبار والوں کو بھی علم نہیں اب فرمائیے ہمیں ضروریات و طریق کار کا علم نہیں تو تحریک کیا کریں بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک بات لکھدی گئی ہے بعد میں افسر صیغہ نے شکایت کی ہے کہ یہ غلط ہے مگر اس غلطی میں مجبوری ہوتی ہے کیونکہ خود تو اطلاع نہیں دیجاتی اگر اپنے ذرائع سے کچھ لکھا جائے تو اسکے متعلق شکایت ہے ایک بالکل معمولی بات ہے مہمانوں کی آمد جب ہمنے توجہ دلائی تو معلوم ہوا۔ کہ افسر مجاز اپنا فرض نہیں سمجھتے کہ وہ مہمانوں کے نام سے اخبار کے دفتر میں اطلاع کریں۔ اسپر اندراج اسماء کچھ عرصہ کے لئے بند ہو گیا اور باہر یہ غلط فہمی پھیل گئی کہ اب قادیان میں کوئی نہیں جاتا تب جا کر یہ فرض شناسی ہوئی میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قادیان کی ہر چیز پبلک ہے اسلئے اسپر پبلک نکتہ چینی ہونی چاہیئے اور کسی اصلاح کیلئے نقصوں کا بتانا ضروری ہونا ہے مگر اکثر بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ اس طرح غلط فہمی پھیلتی ہے اور شیرازۂ جماعت متفرق ہوتا ہے پس ضروری ہے کہ جو بات کسی صیغہ میں قابل اصلاح ہے اسکے افسر کو متوجہ کیا جائے وہ نہ مانے تو پھر انجمن میں باضابطہ لکھا جائے

وہاں بھی توجہ نہ ہو تو حضرت خلیفۃ وقت کی خدمت میں عرض کیجائے اور اسی طرح خاموشی سے تمام اصلاحی کام سرانجام پائیں۔ پس اگر میرا خیال درست ہے تو اخبار نویس مجبور ہیں اور اگر میرے دوسرے بزرگ صحیح کار بتاتے ہیں تو شیخصاحب کا اعتراض غلط ہی ممکن ہے بعض احباب کہیں کہ شیخصاحب کی مراد تو قوم کے اصلاحی کام سے ہے نہ کہ انجمن کے متعلق اسکے جواب میں عرض ہے کہ قوم کا ہر اصلاحی کام صدر انجمن کی کسی نہ کسی شاخ یا بالکل کسی کارخانے سے وابستہ ہے پس جو بھی اصلاحی تجویز ہوگی اسکے لئے مرکز کی اس شاخ کا ذکر ضرور آئیگا جس کے حالات سے اخبار نویس سی باقاعدہ طور پر واقف نہیں اور اگر واقف ہے تو اسپر لکھنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ جبتک یہ روک ہے اس خصوص میں کوئی کام نہیں ہو سکتا پھر ہمارے بعض احباب کی رائے ہے کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ موجود ہے وہ جب کوئی اصلاح ضروری سمجھتا ہے یا کوئی نقص دیکھتا ہے۔ تو خطبہ یا کسی تقریر میں فرما دیتا ہے اور وہ تقریر چھپ جاتی ہی۔ پس اخبار نویسوں کو اس بارے میں کام کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے لکھنے سے جھگڑا پیدا ہونے کا احتمال ہے اس صورت میں بھی اس خصوص میں کام نہ کرنے پر ہمیں ملزم نہیں کرنا چاہیئے۔ میںنے خدا کے فضل سے اکثر اوقات اپنے منصبی فرائض کے علاوہ تین تین بلکہ چار چار اخباروں کو اول سے آخر تک مرتّب کیا ہے پھر بھی کبھی کام کرنے سے نہیں گھبرایا مگر جب مدینۃ المسیح یا لوکل معاملات پر لکھنے کی باری آئی تو اسکی دو چار سطریں میرے لئے ایک بہت بڑا کام بنگئی ہیں اگر میں قلّت آمد کی طرف متوجّہ کرتا ہوا ساتھ ہی نقص بھی لکھ دوں .. ..

.. ..

.. .. تو مشکل اگر نہ لکھوں تو مشکل۔ غرض یہ اصلاحی کام ایسا مشکل ہے کہ اسکا حامل وہی وجود ہو سکتا ہے جسے خدا تعالےٰ خود اس کام کے لئے مقرر فرمائے اخبار نویس اس بار امانت کو اٹھانے کی قابلیّت نہیں رکھتے اسلئے موجودہ صورت میں جو کچھ ہو رہا ہے یہی غنیمت سمجھا جائے اور شیخصاحب جو مجھ سے زیادہ ان مشکلات سے آگاہ ہیں اور بہت کچھ اپنی خاش گفتاری کا خمیازہ بھی اٹھا چکے ہیں۔ اور اب میدان سے باہر نکل کر ہم پر

آوازے کسنے لگے ہیں یا ہمیں معاف فرمائیں ممکن ہو کوئی غیر مبایعین سے بھی اس موقعہ پر بول اٹھے کہ دیکھا تم پیر پرست ہو۔ اور کیسے پابند۔ اس سے مخفی نہ رہے کہ پابندی تو نعمت ہے" اور "مسلم" عبارت ہی اس شخص سے ہے جو اپنے لئے پابندی پسند کرکے کسی الہی جوئے میں اپنا سر دیدے ہمیں تو ہمارے حال پر چھوڑو ہماری جائز آزادی کا تو خود یہی نوٹ گواہ ہے ذرا تم خود بتاؤ کہ تمنے اپنی انجمن کے نظام کار میں تا حال کیا کیا۔ نکتہ چینیاں کیں اور اسمیں کیا کیا اصلاحیں جن کی شنوائی بھی ہوئی تمنے مشہور کر رکھا ہے کہ انجمن اصولاً امیر قوم کی ماتحت نہیں مگر کیا کم از کم دو تین مثالیں ایسی دے سکتے ہو جن میں امیر قوم کا منشاء کچھ اور ہو۔ اور تمنے اسکے خلاف انجمن میں فیصلہ کر کے اسکو نافذ کیا ہو اگر ایسا نہیں تو پھر تمہاری ژاژ خائی بجوے نیرزد۔

(۵)

"ہمارے عزیز دوست مہر محمد خان کو (جو آجکل الفضل کے نائب مدیر ہیں) شاعری کا دعوے نہیں لیکن بحالت تبلیغ نرغۂ اعداء میں یہ پانچ اشعار ان کی زبان سے بیساختہ نکل گئے ہیں جو ایک دردمند دل کو تڑپانے کے لئے اپنے اندر کافی سامان رکھتے ہیں۔"

اہلِ حق پر ظالموں کے تیر جب بھالے ہوئے
شور افگن عرش پر جا کر مرے نالے ہوئے
تہلکہ سا مچ گیا قدوسیوں میں اس گھڑی
غرق گرداب تحیر سب زمیں والے ہوئے
الغرض جب حالت عالم زبس ابتر ہوئی
رحمت باری سے ظاہر قادیاں والے ہوئے
دین حق دنیا میں پھیلانا نہیں آساں کام
دائیں بائیں خارِ کلفت سامنے کالے ہوئے
دیکھیو مرہم! مندمل ہونے نہ پائیں زخمِ دل
یہ کسی کی ہے امانت عمر سے ہیں پالے ہوئے

Digitized by Khilafat Library

مذاکرۂ علمیہ

یعنی

مکالمہ شیعہ و احمدی

"ہمارے احمدی دوست منشی غلام حسین صاحب خادم بھیروی نے جس قابلیت سے یہ مکالمہ مرتب کیا ہے ہر طرح سے قابل داد و لائق صاد ہے مجھے امید ہے کہ انصاف پسند حق طلب اصحاب کا حق نمائی میں معاون ہو گا۔ اللہ تعالیٰ منشی صاحب کو بیش از بیش اجر دے اور ان کے قلم میں اس سے بھی زیادہ زور ہو احباب جو ان کے مضامین کی قدر فرماتے ہیں اور اپنی پسندیدگی کے خطوط بھیجتے ہیں وہ اگر توسیع اشاعت تشحیذ میں جہد بلیغ فرمادیں تو عند اللہ ماجور ہوں۔" (ایڈیٹر)

شیعہ - جناب علی علیہ السلام خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس میں کوئی اور متنفس آپکا شریک نہیں ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎ فرزند بخانۂ خدا اشد + با بنت رسول کتخدا شد

احمدی - اس فضیلت میں جناب علی علیہ السلام منفرد نہیں ہیں کیونکہ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے کی پیدائش بھی تو خانہ کعبہ میں ہوئی وذٰلک ان امہ دخلت الکعبۃ فی نسوۃ من قریش وھی حاملۃ فضربھا المخاض فاتیت بنطع فولدت حکیم بن حزام علیہ۔ استیعاب جلد اول صفحہ ۱۲۲ ترجمہ حکیم بن حزام۔

باقی رہا رسول کریم صلعم کی بیٹی سے کتخدا ہونا سو اس خصوصیت میں بھی آپ (علی) مخصوص نہیں ہیں حضرت عثمان رضؓ نے ایک چھوڑ دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ و ام کلثوم رضؓ سے عقد کیا تھا۔

شیعہ - یوں تو رسول صلعم نے ابو العاص اور ابولہب کے بیٹے عقبہ کو بھی جو کافر تھے اپنی بیٹیاں زینب اور رقیہؓ دے دی تھیں۔

احمدی - دے تو دی تھیں مگر خدا کے واسطے یہ بھی تو سوچو کہ کب دی تھیں رسالت سے ملنے سے پہلے یا بعد کو۔

اصل یہ ہے کہ یہ دونوں عقد ظہور اسلام سے پہلے کے ہیں پھر ان کا انجام بھی تو قابل غور ہے عثمان رضی کا عقد بعد ظہور اسلام و غلبہ اہل اسلام ہوا۔ دونوں کو یکساں قیاس کرنا سراسر بے انصافی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عتبہ نے تو ہجرت کے موقعہ پر ہی رقیہ کو طلاق دے دی تھی۔ کیونکہ اس نے ہجرت کرنا اور مسلمان ہونا گوارا نہ کیا اور اپنے کفر پر جیسا کا ویسا ہی قائم رہا رقیہ مدینے چلی آئیں۔ اور آنحضرت صلعم نے ان کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ کر دیا اب فرمائیے اس سابقہ نکاح میں اور اسمیں کچھ فرق ہے یا نہ ہے؟

دوسری صاحبزادی زینب کا حال یوں مذکور ہے کہ ابو العاص کو جو زینب کے خالہ زاد بھی تھے زینب سے کمال محبّت تھی ابو العاص نہ تو ہجرت کے وقت تک مسلمان ہوئے تھے نہ ہجرت کی اور نہ طلاق دینا گوارا کر سکے اگرچہ زینب بھی ہجرت کے وقت مدینہ میں ہی رہیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے ان کو اچھی طرح سمجھا دیا اور منع فرما دیا تھا کہ جب تک ابو العاص مسلمان ہو کر ہجرت منظور نہ کرے ان کے ساتھ بیویوں کی سی معاشرت نہ کرے۔

اور اسی طرح جب ابو العاص جنگ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے آکر لڑے اور آخر قید ہو گئے اور زینب نے اپنی والدہ ماجدہ خدیجہ کے گلے کا قیمتی ہار ان کے فدیہ میں روانہ کیا اور وہ رہا کئے گئے تو آنحضرت صلعم نے ابو العاص کو خاص طور پر تاکید فرمائی تھی۔ کہ "دانستہ باش ایں دختر من بر تو حرام است چہ او مسلمان است و تو کافری"۔ آخر آنحضرت صلعم نے خاص طور پر زینب کو مدینہ میں بلوا لیا اور ابو العاص مکہ میں ہی رہے لیکن آخر وہ بھی مدینہ میں آ گئے (مسلمان ہو گئے) اسکے بعد دوبارہ زینب ان کو دی گئیں۔ بلکہ بروئے بعض روایات دوبارہ نکاح پڑھا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو کتاب ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ ایران۔

باایں ہمہ یہ کہنا کہ رسول صلعم نے تو کافروں کو بھی لڑکیاں دے دی تھیں عثمان کو دیں تو کیا؟ کسقدر جسارت ہے۔ اور کسقدر سوئے ادب اور گستاخی ہے۔ استغفر اللہ!!!

شیعہ۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ سوائے حضرت سیدہ (فاطمہ رض) کے دوسری لڑکیاں آنحضرت صلعم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ خدیجہ کی بہن ہالہ کے بطن سے تھیں۔ یا خدیجہ کی بعض

تو رہا بُنا تقیں اگلے خاوندوں کے نطفہ سے۔

احمدی۔ زبانی تو اکثر سنا ہے مگر کوئی ثبوت شیعہ کی طرف سے کم از کم میری نظر سے نہیں گذرا بلکہ بڑی بڑی معتبر کتب سے ان کا حقیقی بیٹیاں ہونا ہی ثابت ہوا مثلاً دیکھو اصول کافی باب مولد النبی جلد اصفحہ ۲۷۸۔ ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۱۳۱

شیعہ۔ جناب سیدہ فاطمہ کے مقابلہ میں دوسری صاجزادیوں کی کوئی خاص خصوصیت تو بتلائیے جس سے یہ شبہ رفع ہو جائے۔

احمدی۔ سنئے ابو العاص سے زینب کی ایک بیٹی امامہ ہوئی۔ آنحضرت صلعم کو یہ نواسی یہاں تک پیاری تھی کہ اکثر حالت نماز میں اس کو اپنے اوپر چڑھا لیتے تھے اور اس کو اہلبیت میں سے سب سے زیادہ عزیز جانتے تھے ثبوت کے لئے دیکھو روایات ذیل:۔

اوّل۔ وکان رسول اللہ یحبھا وکان ربما حملھا علیٰ عنقہٖ فی الصلوٰۃ

دوم۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اھدیت لہ ھدیۃ فیھا قلادۃ من جزع فقال لادفعنھا الی احبّ اھلی فقال النسآء ذھبت بھا ابنۃ ابی قحافۃ فدعا رسول اللہ امامۃ بنت زینب فاعلقھا فی عنقھا

ہر دو حدیثوں کے لئے دیکھو استیعاب جلد ۲ کتاب النساء ترجمہ امامۃ بنت ابی العاص نمبر ۳۲ صفحہ ۷۲۷

فرمائیے اس سے بڑھکر اور کیا خصوصیت ہو سکتی ہے بغیر حقیقی بیٹی کی اولاد کے اسقدر شفقت غیر کی اولاد سے ہرگز متصور نہیں اگر یہ خصوصیت نہ بھی ہوتی جب بھی چونکہ انکا اصل بنات الرسول ہونا کتب معتبرہ و احادیث و انساب فریقین سے ثابت ہے تو پھر اسمیں کسی کو دلیل کی حاجت یا شک و شبہ کرنے کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے

اس موقعہ پر شیعہ کی محبّت اہلبیت کا حال بھی آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ بعض سے محبّت ہے اور بعض سے نفرت۔ جو کہ آیت افتؤمنون ببعض وتکفرون ببعض کا مصداق ہے۔

شیعہ۔ عائشہؓ کی موت کا واقعہ کس طرح پر ہے ہم لوگوں میں مشہور ہے کہ مدینہ میں

امیر معاویہ نے ان کو ضیافت کے بہانے بلایا اور ایک کنواں کھدوا رکھا۔ اسکو ادھر سے ڈھانک دیا اور اُن کے بیٹھنے کی جگہ وہاں بنائی جونہی عائشہ نے اس پر پاؤں رکھا دھم سے کنوئیں میں گر گئیں انکی اصلیت بیان کریں اور یہ بھی بتلائیں کہ قبر ان کی کہاں ہے؟

احمدی۔ خدا جانے اس فسانہ کا ماخذ کیا ہے سوائے کتاب الہارون کے جو مسٹر پامر عیسائی مورخ کی ہے اغلباً کسی معتبر تاریخ اسلام میں اسکا ذکر تک نہیں اور نہ کتب احادیث و سیر میں۔ عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اس بے اصل اور جعلی روایت کی خاص طور پر تردید کردی ہے علاوہ ازیں میںنے خاص اس روایت کی تحقیق میں ناسخ التواریخ کو بھی عائشہ کے حالات میں دو دفعہ دیکھا ہے لیکن اس روایت کا اشارہ بھی نہیں۔ بلکہ وہاں پر موت کا ذکر معمولی طور پر لکھا پایا وہو ہذا۔

"عائشہ شب سہ شنبہ ہفدہم شہر رمضان در سال پنجاہ و ہشتم ہجری و بروایتے در سال پنجاہ و ہفتم در مدینہ وفات کردند و ایں وقت شصت و شش بود۔ ہم دراں شب او را بر داشتہ و ابوہریرہ بروے نماز گذاشت و در بقیع بخاک سپردند" ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۶۱۴

استیعاب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے بلکہ وہاں سے ایک اور نکتہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ عائشہ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا۔ امرت ان تدفن لیلاً فدفنت بعد الوتر بالبقیع۔ استیعاب کتاب النساء جلد ۲ صفحہ ۷۶۶۔ ترجمہ عائشہ۔

اگر ان کی موت کنوئیں میں گر کر اچانک ہوگئی ہے تو وصیت کا موقعہ ہی کہاں رہا۔

شیعہ۔ ہم شیعوں کو اس سے سخت انکار ہے کہ جناب علی کی صاحبزادی ام کلثوم کا عقد خلیفہ ثانی سے ہوا تھا۔ اس بارہ میں بہت سی روایات فریقین سے سُن چکے ہیں کوئی ایسی روایت کتب شیعہ سے سنائیے جس کی صداقت پر دل بول اٹھے

احمدی۔ میںنے اس عقد کے ثبوت میں رسالہ اصلاح کے انکار پر ایک مضمون عرصہ

ہوا۔ النجم لکھنؤ میں شائع کرایا تھا۔ جس کے جواب میں خدا جانے انہوں نے کچھ لکھا ہے یا نہ۔ اس کے بعد بھی میں اور کتابوں سے اس واقعہ کی تحقیق کرتا رہا۔ چنانچہ ایک روایت ناسخ التواریخ سے ملگئی جس سے اس واقعہ کی صداقت میں شک و شبہ نہیں رہتا۔ اب وہ روایت یہ ہے۔

"روز دیگر کہ روز سیم خلافت علی بود مردے بہ نزدیک وے آمد و گفت یا امیر المومنین دانستہ باش کہ عبداللہ بن عمر الخطاب از مدینہ باہنگ مکہ بیروں شد۔ تا اگر تواند مردم را بر تو بشوراند۔ علی فرمود تا کس بردو۔ واو را ماخوذ داشتہ باز آرد۔ ام کلثوم دختر علی علیہ السلام کہ زوجہ عمر بن الخطاب بود نزد پدر آمد۔ و در شفاعت او ضراعت فرمود۔ تا علی بپذیرفت و فرمان کرد کہ از ابن عمر دست باز دارید تا ہر جا میخواہد برود"

ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم صفحہ ۴۲ مطبوعہ ایران

شیعہ۔ عائشہ نے امام حسنؑ کو مطابق انکی وصیت کے روضہ رسول پاک میں دفن نہ ہونے دیا۔ یہ کسقدر سرد مہری ہے بلکہ مشہور ہے کہ خچر پر سوار ہو کر جنازہ اٹھانے والوں کے مقابلہ کو نکلیں۔

احمدی۔ صحیح روایات سے جو معلوم ہوا یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے تو حسب وصیت امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کو روضہ رسول صلعم میں دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی لیکن مروان بن الحکم مانع ہوا اور کہا کہ خدا کی قسم جن لوگوں نے عثمان رض کو مقبرہ میں دفن ہونے سے منع کیا تھا۔ اور اب چاہتے ہیں کہ حسن کو عائشہ کے گھر میں دفن کریں ہرگز نہیں کر سکینگے۔ نزدیک تھا کہ فریقین میں جو مسلح تھے مقابلہ سے مقاتلہ تک نوبت پہنچے مگر ابو ہریرہ کی بروقت کوشش اور امام حسین کی منت و سماجت سے ضد اضداد کر کے یہ اٹھتا ہوا فتنہ بیٹھ گیا۔ اور پھر امام علیہ السلام کو جنت البقیع میں ہی دفن کیا گیا۔ یہ تفصیل کتاب استیعاب سے لی گئی ہے جس میں دو ضروری موقعہ آپکی تسلی کے لئے عرض کر دینا ضروری جانتا ہوں۔

۱۔ وقد کانت اباحت لہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان یدفن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہا وکان سالہا ذلک فی مرضہ فلما مات منع ذلک مروان وبنو امیہ فی خبر یطول ذکرہ۔ استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۴۔ ترجمہ امام حسین ع

۲- امام حسینؑ فرماتے ہیں وقد کنت طلبت الی عائشہ اذا مت ان تاذن لی فادفن فی بیتہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت نعم - استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۵ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے نہیں بلکہ مروان اور بنو امیہ نے جنازہ کو روک دیا تھا کہ روضہ رسول میں دفن ہو اور یہ حضرت عثمان کے انتقام میں تھا جنکو بعد شہادت مخالفین نے مسلمانوں کے گورستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا - واللہ اعلم بالصواب

شیعہ - جن لوگوں نے امام برحق جناب علی علیہ السلام سے مقاتلہ و محاربہ کیا خصوصاً عائشہ وطلحہ وزبیر کے حق میں آپکا فتویٰ کیا ہے - حالانکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے یا علی حربک حربی -

احمدی - ۱- شیعوں کو اپنے علماء و مجتہدین سے قسم دیکر پوچھنا چاہیئے کہ خود جناب علیؑ نے حضرت عائشہ کے بعد واقعہ جمل کیا سلوک کیا اور نیز یہ کہ عائشہ کی توبہ کا ذکر مجالس المومنین جیسی معتبر کتاب شیعہ میں ہے یا نہیں ؟ پس ہم بھی جناب علی علیہ السلام کی سنت پر چلتے ہیں - اور جو کوئی اس سے زیادہ کہتا ہے اسکے گستاخ اور بے ادب ہونے میں کیا شک ہے -

لکھا ہے کہ بعد واقعہ جمل علی علیہ السلام نے حضرت ام المومنین عائشہ کے حق میں فرمایا ولہا بعد حرمتہا الاولیٰ والحساب علی اللہ - وبا ایں ہمہ من محل ومکانت او را پست نہ کنم وکیفر اعمال او را با خداوند باز گذارم - ناسخ التواریخ جلد سیم کتاب دوم صفحہ ۱۳۶ یعنے اس جنگ کے بعد بھی اسکی حرمت اور عزت میرے دل میں ویسی ہی ہے جیسے کہ پہلے تھی اور میں اسکے رتبہ اور رفعت کو کم نہیں کرتا - اور اعمال کا بدلہ خدا پر چھوڑتا ہوں (سبحان اللہ)

اور اسی طرح جب مخالفین کا سامان لشکریوں میں تقسیم کیا گیا - لیکن ان کے زن و فرزند اور مال وزر کی تقسیم سے جناب علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو منع فرمادیا - اور وہ نہیں مانتے تھے اور اصرار کرتے تھے واللہ ما قسمت بالسویۃ ولا عدلت فی الرعیۃ تو آنجناب نے فرمایا فایکم یاخذ عائشۃ لبسہمہ - ہاں اے مردم اگر گفتار مرا پذیرفتار نیستند بگوئید تا کدام یک عائشہ را بسہم خویش ماخوذ مے دارید - ناسخ التواریخ جلد سیم کتاب ۲ صفحہ ۹۳ یعنے اگر دوسرے کفار کی طرح ان سے بھی سلوک کیا جائے اور غنائم اور اساری

کی تقسیم حسب معمول کیجائے تو بتلاؤ عائیشہ رضؓ کو اپنے حصہ میں کون لیجائیگا۔

ب - باقی ہے زبیر رضؓ یہ آنحضرت کی پھوپھی صفیہ رضؓ کے بیٹے تھے جنگ جمل میں شامل تو ہوگئے مگر حضرت صلعم کی ایک حدیث یاد آگئی بہت شرمسار ہوئے اور مارے ندامت کے جنگ سے دست بردار ہو کر گھر کی راہ لی ثم شهد الزبير الجمل فقاتل فيه ساعة فناداه علی رضؓ وانفرد به فذكر الزبيرؓ ان النبی صلی الله عليه وسلم قال له وقد وجدهما يضحكان بعضهما الى بعض اما انك ستقاتل عليا وانت ظالم فذكر الزبير رضؓ ذلك فانصرف عن القتال الخ استیعاب جلد اول صفحہ ۲۰۹ - اصحاب علی علیہ السلام میں سے ایک شخص ابن جرموز نے ان کا تعاقب کیا اور وادی السباع میں جہاں کہ زبیر نماز پڑھکر سو گئے تھے ان کا سر کاٹ کر جناب علی علیہ السلام کے پاس لایا اور انعام کا خواستگار ہوا امیرالمومنین غمگین ہوئے اور فرمایا کہ کیوں تو نے ان کو قتل کیا پھر زبیر کی تلوار ہاتھ میں لیکر ہلائی اور فرمایا "این شمشیرے است کہ بسیار رنج ومحن از روئے رسول خدا دفع دادہ" یعنے یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا رسول صلعم کے آگے سے انکے رنج وغم کو دور کیا۔ قاتل نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور مجھ کو میرا انعام ملنا چاہیئے جس پر آپ نے فرمایا۔ سوگند باخدائے کہ زبیر جبان نہ بود ولئیم نہ بود۔ لکن مرگ در مصرعے زشت اورا دریافت۔ ہمانا از رسول خدائے شنیدم کہ فرمود کشندۂ زبیر را بآتش بشارت دہ (بشّر قاتل ابن صفيّة بالنّار) یعنے خدا کی قسم کہ زبیر نہ ڈرپوک تھا اور نہ کمینہ۔ البتہ موت نے بے ڈھب مقام پر ان کو دھر پچھاڑا۔ مینے رسول خدا سے سنا ہوا ہے کہ زبیر کے قاتل کو جہنّم کی بشارت ہو۔

ابن جرموز مایوس ہو کر پھر آیا اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کس طرح جی سکوں اگر کوئی تمہاری خاطر تلوار کھینچے اور مخالف کو قتل کرے دوزخ کی بشارت پائے اور اگر مقابلہ کرے اور جنگ آزمائی کرے تو کافر اور دوزخی بنے یہ کہکر وہ چل دیا۔ اور آخر کار خارجیوں کے ساتھ جنگ نہرواں میں جناب علی علیہ السلام کے جاں نثاروں کے ہاتھ سے مقتول ہوگیا۔ ناسخ التواریخ جلد سیم کتاب دوم صفحہ ۴۳

اب آپ بتلائیں کہ عام شیعوں کا چلن ابن جرموز کے مذاق پر ہے یا جناب علی ع

کی سیرت سنیہ پر ہے؟

ج - عائشہ - زبیر اور طلحہ رضہ تینوں کے بارے میں یکجائی طور پر ایک روایت ہے - کہ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا -

وقد روی عن علی رض انہ قال واللّٰہ انی لارجوا ان اکون انا وعثمان وطلحہ والزبیر ممن قال اللّٰہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علیٰ سررٍ متقابلین - یعنی قسم ہے خدا کی امید ہے کہ میں عثمان طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہونگے - جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ہمنے ان کے سینوں سے جو ذرا شکر رنجی تھی نکال ڈالی - اور وہ بھائی بھائی آمنے سامنے تختوں کے اوپر بیٹھے ہوئے

ویسے بھی اس آیت والی ہدایہ سے پتہ چلتا ہے کہ اہل جنت میں سے ایک گروہ ضرور ایسا ہے جن میں دنیوی زندگی کے بعض حالات ومعاملات کی وجہ سے کچھ ناچاقی پیدا ہو چکی ہے لیکن خداوند کریم کا وعدہ ہے کہ جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو وہ غصہ غضب ہم ان کے دلوں سے نکال ڈالینگے اور بعد اسکے وہ بھائی بھائی ہو جائینگے - پس ایک فریق کے طرفدار بنکر دوسرے فریق کو برا بھلا کہنا بے فائدہ اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا ہے اور بس -

شیعہ - ہم لوگوں میں مشہور ہے کہ ابوبکر وعمر رسول صلعم کو حالت نماز میں چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے اور اسواسطے قرآن میں آیا ہے - وترکوک قائماً -

احمدی - بالکل غلط افواہ اور بے اصل اتہام ہے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے کبھی ایسا نہیں کیا - آیت وترکوک قائماً سورہ جمعہ میں ہے اسکے شان نزول میں لکھا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم جمعہ کے دن خطبہ سنا رہے تھے کہ اچانک ایک قافلہ مدینہ میں باہر سے آیا - حاضرین میں سے اکثر لوگ اسکو دیکھنے کیواسطے خطبہ چھوڑ کر اٹھ دوڑے یہانتک کہ صرف بارہ صحابی رہ گئے جن میں ابوبکر وعمر بھی تھے حتی لم یبق منھم الا اثنی عشر رجلاً فیھم ابوبکر وعمر رض ونزلت ھذہ الآیۃ - ترمذی شریف مطبوعہ فخر المطابع دہلی ۱۲۷۴ء تفسیر سورہ جمعہ ص ۵۴۸

آپ انصاف کریں کہ آپ کے ہم مشرب کس قدر غلط فہمیوں میں مُبتلا ہیں۔ ابوبکر و عمر جو علی الخصوص سلیمین باقیماندہ میں سے تھے ان کا نام تارکین میں لیا جاتا ہے اور باقی صحابہ بھی جو قافلہ دیکھنے گئے۔ تو خطبہ چھوڑ کر گئے نہ کہ نماز کو پھر اسوقت تک معلوم ہوتا ہی کہ خطبہ چھوڑنے کی نہی کا پورا علم نہ تھا اعتراض اس صورت میں وزندار ہو جاتا ہے جب یہ ثابت کیا جائے کہ بعد نزول آیت مذکورہ بھی کوئی صحابی مہاجرین وانصار میں سے مسجد کو چھوڑ کر کسی کھیل وتماشہ میں لگجاتا تھا۔

شیعہ - یہ بھی ہم لوگوں میں مشہور ہے کہ ابوبکر و عمر نے ایکدفعہ آنحضرت صلعم کے حضور میں اسقدر شور مچادیا کہ آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی اور جب بوقت وفات آنحضرت صلعم نے کاغذ دوات منگائی تو اسوقت بھی انہوں نے شور مچادیا کہ حسبنا کتاب اللّٰہ

احمدی - آیت لا ترفعوا اصواتکم میں خطاب عامہ مومنین مسلمین سے ہے ابوبکر و عمر کا خاص طور پر کہیں نام نہیں۔ البتہ روایات میں جو آیا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ نزول آیت محولہ سے پہلے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اونچا بولنے کی ممانعت آئی ہی نہ تھی پس اگر دونوں صاحبان حسب عادت عرب کسی بات پر اونچا بول بھی بیٹھے اور آئندہ کے لئے توبہ کرلی تو کیا قباحت لازم آئی۔ بابا آدم علیہ السلام نے تو باوجود ممانعت لا تقربا ھٰذہ الشجرۃ جنت کے درخت سے کھا لیا تھا یہ بھی آدمی تھے اگر قبل از ممانعت کوئی امر مکروہ ان سے سرزد ہو گیا تو کیا ہوا۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اس ممانعت کے بعد بھی وہ بدستور حضور نبوی میں اونچا بولتے تھے یا نہ؟ سو جہاں یہ روایت اونچا بولنے والی آئی ہے وہیں اس کے آخر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عمر رض ہمیشہ حضور نبوی میں یہانتک دھیما بولتے تھے کہ سننے والوں کو دوبارہ بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ وکان عمر بعد ذالک اذا تکلم عند النبی لم یسمع کلامہ حتی یستفہمہ۔ ترمذی تفسیر سورہ حجرات صفحہ ۲۰ ۵ باقی رہا حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللّٰہ کہنا سو وہ نہ کسی حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ نہ کسی حدیث صحیح کے خود قرآن میں آیا ہے اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتٰب سورہ عنکبوت رکوع ۵۔ غرض عمر نے جو کچھ کہا وہ خدا کے فرمودہ کے عین مطابق کہا۔ اور شور وغوغا تو دوسرے لوگوں نے مچادیا تھا جو گھر میں تھے۔ چنانچہ اصل روایت میں آیا ہے فقال عمر قد

غلبت علینا الوجیع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللّٰہ فاختلف اہل البیت واختصموا الخ۔ مشکوٰۃ فصل الثالث ربع ۴ مطبوعہ انصاری ص ۳۴۵

شیعہ۔ حدیث حوض میں جن صحابہ کا ذکر ہے اہلسنت ہرگز نہیں بتلا سکتے کہ سوائے ان کے خلیفوں کے اور کون اصحاب مراد ہیں۔

احمدی۔ اہل سنت کی کتابوں میں صدیوں سے ان لوگوں کی تصریح موجود ہے اور وہ مسیلمہ اور اسود عنسی وغیرہ اور ان کے توابع ہیں جو آنحضرت صلعم کی زندگی میں اسلام لائے مگر بعد وفات مرتد ہو گئے اور دین میں قسم قسم کے احداث بھی انہوں نے ہی کئے دیکھو محققین اہلسنت کی تصریح۔

یرید بہم من ارتد من الاعراب الذین اسلموا فی ایامہ اصحاب مسیلمہ والاسود۔ ترمذی تفسیر سورہ انبیاء صفحہ ۵۲۰

علاوہ ازیں جبکہ ابوبکر رض جیسے یار غار رسول تھے ویسے ہی یار حوض بھی ہیں جیسے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے انکو انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر فصل الثانی ۵۶۸۔ تو پھر کس بنا پر ان کو حدیث حوض اصحابی والی حدیث کا مصداق سمجھا جاوے۔ جو کہ مخل بھی ہے فتدبر۔

شیعہ۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ جنگ احد کے دن آنحضرت صلعم نے اپنے دشمنوں پر لعنت فرمائی پس جب ہم لوگ دشمنان اہلبیت رسول پر لعنت کرتے ہیں تو کیوں برا منایا جاتا ہے۔

احمدی۔ کتب حدیث میں بیشک مذکور ہے کہ احد کے دن آنحضرت صلعم نے اپنے بلکہ خدا کے دشمنوں پر لعنت فرمائی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی آیا ہے کہ آپکو فوراً اس سے منع کیا گیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیہم۔

اب حضرت صلعم نے تو ساری عمر میں صرف ایک دفعہ لعنت فرمائی اور اس سے بھی فوراً منع کئے گئے اور پھر امید نہیں کہ دوبارہ دشمنوں پر لعنت کر کے مخالفت امر الٰہی فرمائی ہو۔ حاشا و کلا پھر دیکھئے اسکا نتیجہ کیا بیارک نکلا کہ ابو سفیان وغیرہ کفار سب نے توبہ کر لی مسلمان ہو گئے۔ اور اچھے اچھے کام کئے اب اصل روایت کو غور سے مطالعہ کریں۔ عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد اللہم العن ابا سفین اللہم العن الحارث بن ہشام

اللّٰہم العن صفوان بن امیہ قال فنزلت لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیہم فتاب، علیہم فاسلموا فحسن اسلامہم - ترمذی کتاب التفسیر صفحہ ۴۸۹

اس روایت سے رسول صلعم کا عمل دربارہ لعنت دشمنان اسلام تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ اب اسکا مقابلہ ان طریق لعنت سے کریں کہ جس سے کسی وقت مخلصی نہ ہوئے نمازوں میں لعنت دعاؤں میں لعنت پانی پیتے لعنت مجالس میں لعنت - غرض کوئی کام لعنت کے بغیر ناتمام ہے سو ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا - (باقی دارد انشاء اللّٰہ)

کی وفا شیر خداؓ سے نہ حسنؓ سے ایفا
کیسے شیعہ تھے اماموں کے زمانے والے

(ملخص از رسالہ شیخ الاولین مؤلفہ خاکسار راقم)

ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات

۱- جناب **علی** علیہ السلام - آخر عمر میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں " اے لوگو! جو لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھتے ہو - کاش میں تم کو کبھی نہ دیکھتا اور نہ تم کو پہچانتا - میرے دل کو پیپ اور میرے سینے کو غصہ سے تم نے بھر دیا ہے اور تم نے سخت نافرمانی کی ہے میری رائے کو تم نے ضائع کر دیا!" حلیتہ المتقین مجلسی باب ۱۴ صفحہ ۳۶۱ وغیرہ

۲- امام **حسن** علیہ السلام فرماتے ہیں " مجھے فریب دیا جس طرح اپنے پہلے امام کو فریب دیا اور نہیں معلوم میرے بعد کس امام سے تم لوگ مقابلہ کرو گے" جلاء العیون اردو صفحہ ۳۱۲

(ب) ایک شخص امام حسن کی خدمت میں آیا اور کہا ہماری گردنوں کو آپ نے ذلیل کیا - اور ہم شیعوں کو آپ نے غلامان بنی امیہ بنا دیا حضرت نے فرمایا کیونکر ہے اسنے کہا اسوجہ سے کہ خلافت آپ نے معاویہ کو دیدی حضرت نے فرمایا - بخدا اسوگند میں نے کوئی یاور نہ پایا - اگر میں یاور پاتا - رات دن معاویہ سے جنگ کرتا - یہانتک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان

حکم کرتا۔ لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا اور امتحان کیا اور جان لیا کہ یہ لوگ میرے کام نہیں آئینگے انکی زبانیں میرے ہمراہ اور دل بنی امیہ کے ساتھ ہیں"۔ جلاء العیون صفحہ ۳۳۶۔

۳۔ امام حسین علیہ السلام۔ جب امام حسنؑ نے انتقال فرمایا شیعیان عراق نے مستعد ہو کر ایک عریضہ امام حسینؑ کو لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت سے معزول کر کے آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۲ صفحہ ۴۲۲۔

اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ امام حسینؑ کی خدمت میں جا پہنچے اور امام کو اور عوام کو معاویہ کے خلاف اکسانے کی تجویزیں کرتے۔ مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۔ آخر معاویہ کی وفات پر امام کو متواتر ہزارہا خطوط لکھکر کوفہ بلا کر ہی چھوڑا۔ مگر بزدلوں نے حکومت کے خوف سے آخر اپنے عہد و پیمان کو پورا نہ کیا۔ حافظ شیرازنے کیا خوب فرمایا ہے ؎

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں ٭ خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

کربلا میں پہنچکر امام علیہ السلام نے اپنے کوفی شیعوں کے نام ایک خط لکھا ہی جس کا ابتدا یوں ہی۔ "ایں نامہ ایست از حسین بن علی علیہما السلام بسوئے سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد و عبد اللہ بن وال و جماعت مومنین"۔ واضح ہو کہ یہ ان شیعہ رؤسائے کوفہ کے نام ہیں جنھوں نے بڑے اصرار سے امام کو کوفہ تشریف فرما ہونے کے لئے ہزارہا شیعوں کی طرف سے خطوط لکھے تھے اور اب جبکہ آپ کربلا کے چٹیل میدان میں خیمہ زن ہو چکے ہیں۔ تو ان بیشمار جان نثاروں اور ہزاروں بلانے والوں میں سے کوئی بھی آپ کے استقبال یا دریافت حال پر ملال کو بھی نہیں حاضر ہوا۔ اس مایوسی اور انتہائی بیکسی کی حالت میں آپ نے مناسب سمجھا ہوگا کہ ان بزدل مجاہدین اور برائے نام مومنین کو کم از کم ایک خط تو ضرور ہی لکھا جائے چنانچہ ابتدا میں ان لوگوں کے نام لکھکر آگے خط کا مضمون ہے اس خط کا ایک فقرہ یہاں نقل کیا جاتا ہے ناظرین محبوب غور سے مطالعہ فرمائیں "واگر شمارائے دیگر گون کنید و عہد بشکنید و حمل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نہ باشد چہ با پدر من علی و برادر من حسن و پسر عم من مسلم چنیں نہ کردید"۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۷۰ یعنے دعوت دے کر بلانے کے بعد

میرا ساتھ دینے میں) اگر تمہاری رائے کچھ اور ہو جائے اور اقرار توڑ دو۔ اور بیعت کا جوا گردن سے اتار دو تو قسم ہے کہ تم لوگوں پر کچھ تعجب نہیں ہوگا کیونکہ تمنے میرے باپ علی اور میرے بھائی حسنؑ اور میرے چچا زاد بھائی مسلم کے ساتھ بھی تو ایسا ہی کیا ہے۔

۴۔ امام **زین العابدین** علیہ السلام۔ امام موصوف سے مروی ہے کہ بعد واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام سب لوگ مرتد ہوگئے سوائے پنج نفر کے۔ مجالس المومنین مجلس پنجم۔ ترجمہ یحیی بن ام الطویل صفحہ ۱۴۴

سلیمان بن صرد خزاعی امیر التوابین اور مختار ثقفی نے بلا اجازت امام مفترض الطاعۃ (امام زین العابدین) کے برخلاف ابن زیاد خروج کیا۔ بلکہ مختار نے امام برحق کو چھوڑ کر عبد اللہ بن زبیر کی اور پھر محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے اور آخرکار خود مدعی امامت و نبوت میں بیٹھا۔ دیکھو جلاء العیون باب حالات مختار و ملل و النحل شہرستانی صفحہ ۸۴)

امام زین العابدینؑ کے صاحبزادے زید شہید کو شیعوں نے اکسایا کہ بنی امیہ کے خلاف خروج فرمائیں۔ چنانچہ چالیس ہزار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن موقعہ پر جا کر صرف پانسو رہ گئے علامہ شوستری فرماتے ہیں "ازیں جہت غبار ملال بر حاشیہ خاطر عاطر زید نشست و از بیوفائی کوفیاں تعجب نمود" مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ایران۔

۵۔ امام **محمد باقر** علیہ السلام۔ ان کے ہمعصر شیعوں نے بھی آپ کو بغاوت کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب فی التحیۃ صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ لکھنؤ۔ مگر انھوں نے اپنی محترم آباء و اجداد کے ساتھ انکی عین موقعہ پر پہلو تہی اور بے وفائی کو مدنظر رکھکر ان کے اصرار بیجا پر توجہ نہ فرمائی اور گوشہ خلوت کو نہ چھوڑا۔

اسی امر کی تائید میں ایک اور روایت بحار الانوار میں سے مختصراً نقل کی جاتی ہے محمد بن ابراہیم در کتاب الغیبۃ از علی بن احمد × × × روایت کردہ او گفتہ کہ از راہ واسطہ بعزم حج بیروں رفتم و بخدمت امام محمد باقر داخل شدم آنحضرت از من احوال مردم را پرسید گفتم کہ مردم انتظار تو میکشند ہرگاہ خروج میکنی مردم تابع تو میشوند۔ آنحضرت فرمود یا ابن عکار (نام راوی) ترا میبینم کہ بہ احمقاں گوش میدہی الخ۔ بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۹

پھر امام موصوف سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے اپنے شیعوں کو کہ اگر میں تم سے تین آدمی بھی ایسے پاؤں جو میری باتوں کو پوشیدہ رکھیں تو ان میں سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہ رکھوں۔ اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب فی قلۃ عدد المومنین صفحہ ۴۹۶

۶۔ امام **جعفر صادق** علیہ السلام۔ آپ کے معاصرین میں ایک جماعت شیعوں کی ایسی بھی تھی جو کہتی تھی کہ درحقیقت امام حسین شہید نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ حنظلہ بن سعد الشامی شہید کیا گیا اور وہ عوام کی نظروں میں اسی طرح مقتول دکھائی دیئے جس طرح عیسےٰ علیہ السلام مصلوب دکھائی دیئے تھے۔ ناسخ التواریخ صفحہ ۳۱۰ و جلاء العیون صفحہ ۴۰۶

آپ کے شیعوں میں سے اکثر اوصاف امانت و صدق و وفا سے عاری تھے۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۷ وغیرہ۔ جبھی آپ سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے کہ "مومن سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہے۔" عین الحیات اردو مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۶۴

۷۔ امام **موسیٰ کاظم** علیہ السلام۔ مجالس المومنین میں کشی سے منقول ہے کہ امام موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مینے کسی ایک کو نہ پایا جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میرے حکم کی اطاعت کرے بغیر عبد اللہ بن یعفور کے مجالس المومنین مجلس پنجم صفحہ ۱۴۴

آپ کے شیعوں میں سے ایک شخص محمد بن بشیر ہوا ہے جس کی نسبت لکھا ہے محمد بن بشیر غال ملعون من اصحاب الکاظم وفی کشی احادیث کثیر فی ذمہ وخبثہ ولعنہ وقولہ بالتناسخ واباحتہ وطی الذکور۔ منتہی المقال مطبوعہ ایران صفحہ ۲۶۵

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کا باعث بھی شیعہ ہوئے چنانچہ ایک حدیث کی شرح میں جو امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس کسی نے ہماری بات کو فاش کیا۔ اسنے گویا ہمکو قتل کیا اور یہ قتل نادانستہ نہیں بلکہ قتل بالعمد ہے۔ شارح اصول کافی لکھتے ہیں "مراد این است کہ چوں نہی از فاش کردن راز با و رسیدہ ومخالفت کردہ تا باعث قتل امام حسین شدہ و باعث قتل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میشود۔ پس قتل عمد است۔ ترجمہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب ایک شیعہ کو راز کے فاش کی ممانعت کا حکم دیا گیا اسنے اسکی مخالفت کردی جو کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کا باعث ہوا۔ اور اسی طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کے قتل کا باعث بھی ہوگا۔

۸۔امام رضا علیہ السّلام۔ آپ مشہور خلیفہ عباسی مامون رشید کے بہنوئی تھے مامون آپ کو یہانتک عزیز رکھتا تھا کہ اسنے ان کو ولیعہد بنایا اور بلکہ سکہ رائج بھی آپ کے نام نامی پر جاری کیا۔ باغ فدک بھی ان کو واپس دے دیا تھا۔ ایسی ایسی عنایات و مراعات شاہی کو دیکھ کر بعض لوگوں کی شورش پسند طبیعت کب نچلا بیٹھ سکتی تھی جھٹ آپکی خدمتمیں حاضر ہوکر مصر ہوئے کہ ہم آپکی نصرت کے لئے مستعد ہیں۔ امام مہدی ہونیکا دعویٰ کرکے بلا تامل خروج فرمائیے دیکھو صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب فی الغیبۃ صفحہ ۱۱۴۔ لیکن معلوم ہوتا ہی کہ آپ ان بڑے تمام شیعیان اہلبیت کرام کی غداریوں اور جلد بازیوں سے بخوبی واقف تھے جیسے کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے :۔

ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں بسند معتبر روایت لکھتے ہیں۔ کہ ایک گروہ امام رضا علیہ السلام کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہم شیعیان علی علیہ السلام میں سے ہیں آپ نے دیر تک ان کو باریاب ہونے کی اجازت نہ دی جب اجازت بخشی تو انہوں نے شکایت کی کہ ہم مخلصین کو اتنی دیر تک روکا گیا۔ آپ نے فرمایا تم کو کسطرح نہ روکوں کہ جھوٹے ادعا کرتے ہو کہ ہم شیعیان امیر المومنینؑ ہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا شیعہ کوئی نہیں ہوا سوائے حسنؑ و حسینؑ و سلمانؑ و ابو ذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ و محمد بن ابی بکر جنھوں نے حضرت کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کی جس پر کہ ان کو مقرر کیا گیا تھا۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۹۳

پھر امام موصوف سے ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر میں اپنے شیعوں کی چھان بین کروں تو ان میں صرف تعریفیں کرنے والے نکلیں۔ اگر میں انکا امتحان کروں تو مرتد ہی مرتد پاؤں اگر کھوٹے کھرے الگ کرنے بیٹھوں تو ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ نکلے۔ اگر میں چھلنی کی طرح انکو چھانوں تو کچھ بھی باقی نہ بچے مگر وہی جو میرا ہو۔ ہمیشہ مسند پر بیٹھے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ہیں شیعہ علی مگر اصل شیعہ علی وہی ہے۔ جس کا فعل اسکے قول کی تصدیق کرے۔ دیکھو کتاب الروضہ فروع کافی صفحہ ۱۰۷

۹۔امام محمد تقی علیہ السلام۔ رجعت پسند شیعوں نے ان کو بھی آمادہ بغاوت

کرنے میں کوتاہی نہیں کی جیسے کہ روایت ذیل سے پتہ چلتا ہے عن عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی قال قلت لمحمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام۔ انی لارجوا ان تکون القائم من اھلبیت محمد الذی یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً۔ اکمال الدین و اتمام النعمۃ باب ۳۶ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ ایران (ترجمہ) عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے مروی ہے کہ کہا کہ مینے عرض کی محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام سے کہ اغلب ہے کہ آپ ہی اہلبیت محمد صلعم کے مہدی ہوں۔ وہ جو کہ زمین کو انصاف و عدل سے بھر دیگا جس طرح کہ وہ ظلم اور ستم سے بھر چکی ہو گی۔

۱۰۔ امام **محمد تقی** علیہ السلام۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص ابو محمد شریعی ہوا ہے جس کی نسبت بحوالہ کتاب الغیبۃ شیخ طوسی لکھا ہے کہ یہ شخص پہلے اصحاب امام محمد تقی علیہ السلام سے تھا۔ اور پھر ان کے بعد امام حسن عسکری کے اصحاب میں سے یہ پہلا شخص ہے جس نے ایک ایسے مقام پر ممتاز ہونیکا ادعا کیا جس پر خدا نے اس کو مقرر نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ اس کے لائق و سزاوار تھا اور اس باب میں اسنے خدا پر اور اس کے اماموں پر جھوٹ باندھا اور ان کی طرف ایسی ایسی نالایق باتیں منسوب کیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں۔ جس پر اور شیعوں نے اس پر لعنت کی اور تبرا کیا۔ اور امام کی طرف سے بھی اس پر لعن و تبرا کرنے کے بارے میں توقیع صادر ہوا۔ بعد اسکے بہت سے اقوال کفر و الحاد اسکی زبانی ظاہر ہوئے۔ بحار الانوار جلد ۱۳ باب بست و دوم صفحہ ۱۶۴

ایک اور شخص محمد بن نصیر نمیری کی بابت لکھا ہے کہ وہ بھی اصحاب امام موصوف سے تھا اسکا دعویٰ تھا کہ میں پیغمبر ہوں اور امام علی نقی نے مجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور وہ مذہب تناسخ کا قائل تھا اور امام علی نقی کے حق میں غلو کر کے انکی خدائی اور ربوبیت کا قائل تھا۔ "و میگفت کہ مواقعہ با محرمان جائز است و وطی مردان بعضے بعض دیگر را حلال است و دریں باب کمال چنیں داشت کہ اینگونہ معاملہ دو فائدہ دارد فائدہ در مفعول و آں فروتنی و تذلل است و فائدہ در فاعل و آں استلذاذ و عمن نخواہش نفس

ومیگفت کہ خدا تعالیٰ ہیچ کدام ازیں ہا حرام نہ فرمودہ و محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات اعانت اورا مے نمود الخ صفحہ ۱۶۵

۱۱- امام حسن عسکری علیہ السلام - قبل ازیں نمبر ۱۰ میں ابو محمد شریعی کا حال مذکور ہو چکا ہے وہ حسب روایات بحار الانوار جلد ۱۳ کہ او از جملہ اصحاب امام علی النقی و بعد از او از اصحاب امام حسن عسکری بودہ (باب ۲۲ صفحہ ۱۶۴) بعد امام نقی علیہ السلام کے امام حسن عسکری کے اصحاب میں بھی اسکو شرف شمولیت حاصل تھا۔

اسی طرح محمد بن نصیر کی بابت بھی لکھا ہے کہ وہ علاوہ از جملہ اصحاب امام نقی علیہ السلام ہونے کے از جملہ اصحاب امام حسن عسکری علیہ السلام تھا۔ بحار باب ۲۲ صفحہ ۱۶۴ - اسکی بابت لکھا ہے کہ بعد وفات امام حسن عسکری ابی جعفر محمد بن عثمان کے رتبہ و مقام کا دعویدار بن بیٹھا۔ وو گفت کہ من صاحب و نائب امام زمانم و مانند بابہا ستم بسوئے آنحضرت الخ یعنے کہا کہ میں امام زمان کے اصحاب میں سے ہوں اور ان کا نائب ہوں اور آنحضرت تک پہنچنے کے لئے بمنزلہ دروازہ کے ہوں اس سے پہلے شریعی مذکور نے ایسا ادعائے بیجا کیا تھا اور اسکے پیچھے اس شخص نے کیا۔

امام حسن عسکری ؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ۲۶۰ھ میں میرے شیعہ متفرق ہو جاینگے سو ایسا ہی ہوا اور انہی میں سے آل جعفر بھی ہیں بعض حیرت زدہ ہو گئے اور بعض اپنے دین پر ثابت قدم ہے - عن ابی حاتم قال سمعت ابا محمد الحسن بن علی علیہم السلام - یقول فی سنۃ ماتین وستین تفترق شیعتی و انصارہم من آل جعفر ومنہم من یادو شنی ومنہم من وقف علی تحدیرہ ومنہم من تبت علی دینہ بتوفیق اللہ عزوجل - اکمال الدین باب ۴۱ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ ایران

۱۲- امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام - آپ شیعوں کے بارھویں امام ہیں آپکی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی اور شیعوں کے اعتقاد میں وہ ابتک کہ ۱۳۲۴ھ بھی ختم ہے زندہ ہیں اور غائب عن الانظار و حاضر فی الامصار ہیں - اس حساب سے آپ کی عمر قریباً گیارہ سو برس ہو چکی ہے - ان کے شیعوں کے حالات اگر لکھے جائیں - تو

ایک ضخیم کتاب بنجاتی ہے جس کی اس مختصر میں گنجائش نہیں لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ کچھ حالات لکھے جاتے ہیں:۔

ابو محمد شریعی اور محمد نصیر جو آپ کے والد بزرگوار اور جد امجد کے ابواب میں سے تھے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے علاوہ ان کے احمد بن ہلال اور محمد بن شلمغانی مشہور بہ ابی عزاقر وغیرہم ایسے ایسے لوگ ہو گزرے ہیں جنھوں نے اپنے امام زادے اور امام برحق کے اسرار کو فاش کیا اور بڑے بڑے ادعائے باطل کئے جنکے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔

آل ابو طالب جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے آپکی ولادت کے ہی منکر نکلے دیکھو صافی شرح کافی باب مولد صاحب الزمان صفحہ ۳۸۔ پھر خود آپ کے حقیقی چچا جعفر برادر امام حسن عسکری علیہ السلام نے بھی آپکی مخالفت میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اسواسطے انکو جعفر کذاب کا خطاب دیا گیا۔ ان ہی اندرونی و بیرونی مخالفتوں کی وجہ سے ڈر کر اور حقیقی جان نثار نہ پاکر آپ غائب ہو گئے اور ابتک غائب ہیں اور سنگلاخ پہاڑوں اور لق ودق جنگلوں میں اقامت گزیں ہیں اور تقیہ سے زندگی کے ایام پورے کر رہے ہیں۔ بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۶-۱۷۷

کوئی ایسی مجبوری ہے جس سے امام صاحب الزمان جیسا وجود ایسی انتہا درجہ کی تنہائی اور تلخ کامی کی زندگی بسر کر رہا ہے ورنہ ؎

بہار عمر ملاقات دوستداران است ✤ چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا

"جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ غائب ہوگا صاحب الامر (امام مہدی) بسبب ظاہر ہونے ایک عذر کے واسطے اسکے کہ دلوں پر لوگوں کے ایک فتنہ ہوگا یہانتک کہ جو آدمیوں میں سب سے زیادہ قریب اسکا ہوگا وہ ہی اسکی عداوت میں سخت ہوگا" بالفاظہٖ تفسیر عمدۃ البیان اردو سورہ توبہ زیر آیۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ۔ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی صفحہ ۵۰۰

؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ✤ کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

ملا قزوینی شارح اصول کافی لکھتے ہیں۔ "منقول است کہ اگر عدد ایشاں بہ سیصد و سیزدہ کس باہیئت اجتماعی رسد امام ظاہر میشود۔ صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ باب نہم صفحہ ۳۳ یعنی احادیث میں آیا ہے کہ اگر ایک وقت میں مخلص مومنین کی تعداد تین سو تیرہ تک ہو جائے

تو امام ظاہر ہو جائیں تعجب ہے کہ اس ہزار گیارہ سو برس کے عرصہ طویل و مدت مدید میں ایران و ہندوستان وغیرہ کے لاکھوں کروڑوں شیعوں میں سے صرف تین سو تیرہ کس مخلص مومنین کی تعداد بھی پوری نہیں ہو سکی۔

کہاں ہیں ہمارے معزز ایڈیٹر صاحب اصلاح جنھوں نے فرقہ شیعہ کی حمایت و ترقی کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو وہ سو کام چھوڑ کر تین ۳۱۳ سو تیرہ مخلص شیعوں کی تعداد پوری کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے جس سے امام صاحب العصر کی غیبت طولانی کا عذر دور اور ظہور جیسی نعمت سے دنیا بھرپور ہو جائے صدیوں کے خانہ برانداز جھگڑوں سے فریقین مخلصی پائیں مگر امید نہیں کہ ایڈیٹر صاحب میرے اس خیرخواہانہ مشورہ کو شرف قبولیت بخشیں کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر شیعہ و سُنی کے جھگڑے مٹ جائیں تو خریداری اصلاح میں کساد بازاری ہو جائے میں دوبارہ کہتا ہوں کہ اگر وہ سچ مچ حامی مذہب شیعہ ہیں اور صدق دل سے امام کے ظہور کے مشتاق تو بجائے تین سو تیرہ کے صرف تیرہ مخلصین کی جماعت ہی بہم پہنچا دیں اغلب ہے کہ امام ظہور فرمائینگے خوش قسمتی سے ایک معتبر روایت سے پتہ چل گیا ہے کہ تین سو مخلص تو پورے ہو چکے ہیں جیسی کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہے:۔

امام مہدی کے فرزند دلبند سید شمس الدین کی زبانی راوی کہتا ہے کہ "و او بمن فرمود کہ دیدی عسکر را گفتم بلے فرمود کہ آیا شمردۂ ایشاں را گفتم نہ۔ فرمود کہ عدد ایشاں سیصد ناصر است و سیزدہ ناصر دیگر باقی است دعا تعجیل نمائید فرج را" نجم ثاقب مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۴

در ذیل حکایت سی و ہفتم قصہ جزیرہ خضرا و بحر ابیض۔ کسقدر تعجب پر تعجب ہے کہ اسقدر عرصہ دراز میں نہ صرف ہندوستان و ایران بلکہ جزیرہ خضرا و بحر ابیض۔ کسقدر تعجب پر تعجب ہے کہ اس عرصہ دراز میں نہ صرف ہندوستان و ایران بلکہ جزیرہ خضرا و بحر ابیض اور شہر جابلسا و جابلقا وغیرہ کے ہزار ہا و لکوکہا و کروڑ ہا شیعوں میں سے تین سو تیرہ کس تو درکنار صرف تیرہ مخلص مومنین بھی نہیں نکل سکتے باایں ہمہ ایڈیٹر صاحب اصلاح جوش حمایت تشیع کی دھن میں فرماتے ہیں۔ کہ "دنیا جانتی ہے کہ وفا کا نام اگر دنیا میں قائم ہے تو شیعوں سے ہے" رسالہ اصلاح ماہ شوال ۱۳۴۲ھ۔ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں۔ ایڈیٹر صاحب

ٹھنڈے دل سے خالی الذہن ہو کر سنیں اور جواب دیں کہ دنیا جانتی ہے یا نہیں مگر افسوس ہے کہ شیعوں کے امام قائم (ملقب مہدی) کو تو کم از کم ان کی وفاداری کا علم ہرگز نہیں۔ ورنہ وہ ضرور ظہور فرما دیتے۔ ایڈیٹر صاحب کے ادعائے بیجا کی تردید اور اپنے قول کی تائید میں ذیل میں ایک مستند اور مسلم الثبوت شیعہ فلاسفر دفاضل کا اجتہاد بھی قابل دید ہے فاضل مذکور امام کے بدستور غائب رہنے اور ظہور فرما کر اپنے غرض منصبی کو بجا نہ لانے کی توجیہ میں فرماتے ہیں:۔

"سبب غیبت از جانب امام نیست بنا بر آنکہ معصوم است و واجب است بر او ظہور وقیام بامر امامت واقامت شرائع۔ و ترک واجب از معصوم ممتنع پس سبب غیبت امام از طرف رعیت باشد۔ بنا بر عدم نصرت × × × واگر امام ظاہر باشد وکسے اطاعت او نکند ہیچ شک نیست کہ قدحے در لطف بودن امام حاصل شود × × × وکذلک غائب بودن امام ہرگاہ سبب غیبت امام خوف اعادی وعدم نصرت رعیت باشد ضررے بہ لطف بودن امام نتواند کرد چہ عدم نصرت دریں صورت بمنزلۂ عدم اطاعت است در آں صورت" رسالہ سرمایۂ ایمان ملا عبدالرزاق لاہیجی مصنف گوہر مراد صفحہ ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ بمبئی

اس سے امام کی عدم نصرت وعدم اطاعت کا الزام شیعوں پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے نیز اس روایت میں غیبت کی دو وجہ یعنے دشمنوں کا خوف اور عدم نصرت رعیت بیان کی گئی ہیں لیکن ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو اب دشمنوں کا خوف کچھ نہیں رہا امام صاحب کے فرزند دلبند سید شمس الدین سے راوی نے پوچھا ہے کہ ہمارے علماء ایک حدیث امام صاحب کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے زمانہ غیبت کبریٰ میں جو شخص ہماری ملاقات یا زیارت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے تو انہوں نے فرمایا آنحضرت (امام مہدی) ایں سخن را فرمود۔ در آں زمان بسبب بسیاری دشمناں از اہلبیت وخویشاں خود وغیر ایشاں از فراعنہ زماں از خلفائے بنی عباس حتیٰ آنکہ شیعیان در آں زماں یکدیگر را منع میکردند از ذکر کردن احوال او۔ واکنوں زمان طولانی گردیدہ است ودشمنان از و مایوس گردیدند" نجم ثاقب صفحہ ۲۱۵۔ سو دشمنوں کے خوف سے غائب رہنے کا عذر

تو اٹھ چکا ہے۔ رہا دوسرا عذر سو اس بارہ میں میں حیران ہوں کہ شیعوں کے ادعائے وفا شعاری بحق ائمہ کو امر واقعہ کہوں یا امام معصوم کے صریح دستور العمل جو باوجود کروڑوں شیعہ کے موجود و مشتاق زیارت و مستعد نصرت ہونیکے غیبت کے حجاب کو دور نہیں فرماتے۔

شیعہ مدت مدیدہ سے تارک تقیہ ہو چکے ہیں حالانکہ ظہور امام تک ان کو پابندی تقیہ اشد ضروری تھی جیسے کہ محقق ابن بابویہ نے لکھا ہے "والتقیة واجبة لا یجوز ترکھا الی ان یخرج القائم من ترکھا قبل خروجه فقد خرج عن دین الله تعالیٰ وعن دین الائمة وخالف الله ورسوله والائمہ علیہم السلام" دیکھو رسالہ اعتقادیہ باب التقیہ و شرح ارشادیہ باب ۳۹ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ لکھنؤ۔

شیعوں نے سنی و شیعہ کی احادیث کو مخلوط کر کے کئی شیعوں کی روایات اہلسنت کی طرف سے مشہور کر دیں اور اہلسنت کی روایات شیعہ کی طرف سے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فریقین میں روایات کی بنا پر جو تنازعے پیدا ہو گئے ہیں وہ انہی قدیم شیعوں کی مہربانی سے ہوئے ہیں اس ثبوت کے لئے دیکھو روائت ذیل کو:۔

"در مختار کشی از فضل بن شاذان روایت نمودہ کہ گفت پدرم سوال نمود کہ تو بابسیاری از مشائخ عامہ (اہلسنت) صحبت داشتی چگونہ حدیث از ایشان نہ شنیدی گفت استماع حدیث از ایشان کردہ ام۔ اما چوں بسیارے از اصحاب خود را دیدہ بودم کہ چوں استماع علم عامہ و علم خاصہ (شیعہ) کردند ہر دو را باہم مخلوط ساختند۔ تا آنکہ حدیث عامہ را از خاصہ روایت نمودند و حدیث خاصہ را از عامہ۔ پس کراہت داشتم کہ مرا نیز آں خلط و خبط دست دہد۔ ترک روایت حدیث عامہ نمودم و اقتصار بہ حدیث خاصہ کردم" بالفاظہٖ مجالس المومنین شوستری مجلس پنجم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ ایران

شیعوں نے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر دنیا پرستی اور جاہ طلبی کے ناحق ناروا بہتان باندھے لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اگر وہ بفرض محال جاہ طلب و دنیا پرست تھے تو اسکے ساتھ حمایت دین و اشاعت اسلام کی بھی خدمات بھی کس اعلیٰ پیمانہ پر ان کے دم قدم سے پوری ہوئیں لیکن ناظرین کو تعجب ہو گا یہ معلوم کر کے کہ تقریباً تمام ائمہ کے شیعوں کو مردار دنیا کا شوق غالب

رہا ہے اور اس مقصد کے پانے کے لئے ہمیشہ وہ قائم آل محمد کے ظہور کے منتظر رہے ہیں اور اب بھی ہیں چنانچہ لکھا ہے " کا نوا دائما مشتاقین الی دولت قائم آل محمد وھم علیھم یسلون خاطرھم حتی قیل ان الشیعۃ تربی بالامانی " منتہی المقال مطبوعہ ایران صفحہ ۹۴ یعنی وہ ہمیشہ آل محمد کے قائم خونی مہدی کے مشتاق رہے اور ائمہ اہلبیت ان کو تسلی دیتے رہتے تھے یہاں تک کہ ضرب المثل ہوگئی کہ شیعہ بامید قائم ہیں۔ اسی واسطے امام جعفر صادق علیہ السلام پہلے سے ہی شیعوں کی تین قسم بیان فرماگئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ پہلا فرقہ وہ ہیں جو ہمکو اسلئے دوست رکھتے ہیں کہ امام قائم کا ظہور ہو۔ اور وہ ہماری بادشاہت میں شریک ہوں یعنے وہ ہمکو اسواسطے دوست رکھتے ہیں کہ ہماری سلطنت میں عیش کریں اور اچھی گذران کریں۔ پس اسلیئے انہوں نے تشیع اور محبت کا اظہار کیا۔ اور ہماری باتوں کو محفوظ رکھا۔ لیکن ہمارے افعال میں کوتاہی کی یعنی فعل میں ہماری متابعت نہ کی۔ پس خدا جلدی ہی انکو دوزخ میں ڈالدیگا۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جنھوں نے ہمکو دوست رکھا اور ہماری باتوں کو سُنا اور ہمارے افعال کے بجالانے میں بھی کوتاہی نہ کی یہ اسلئے تاکہ ہمارے وسیلہ سے لوگوں کا مال کھائیں۔ پس خدا ان کے شکموں کو جہنم کی آگ سے بھردیگا اور ان پر بھوک پیاس کو مسلط کریگا۔ تیسرا فرقہ وہ ہے جنھوں نے ہم کو دوست رکھا اور ہمارے کلمات کو محفوظ رکھا اور ہمارے فرمان کی اطاعت کی اور مخالفت نہ کی ہمارے افعال میں۔ یعنی ان کے رفتار و کردار ہماری رفتار و کردار کے مطابق تھے۔ پس یہ گروہ ہم میں سے ہے اور ہم اس میں سے۔ کتاب لولو و مرجان صفحہ ۱۵۔

دنیا خوب جانتی ہے اور خود ائمہ کرام کے ارشادات متذکرہ بالا سے بھی ظاہر ہوچکا ہے کہ ہمارے ہمعصروں میں کتنے ہیں جو تیسری قسم کے مصداق ہیں۔

شیعہ مذہب میں بعد خدا و رسول صلعم کے بارہ امام ہی مفترض الطاعۃ ہیں شیعوں پر انہی کی متابعت لازم ہے اور دینی امور میں جو کچھ ان کے احکام سے باہر ہے وہ بدعت ہے اور قیاس بدعت کی مذمت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اصول کافی صفحہ ۳۲۔ قیاس کی مذمت میں فرمایا ہے۔ ان دین اللہ لا یصاب بالقیاس اصول کافی صفحہ ۳۳ وغیرہ وغیرہ۔

ذیل میں دو ایسے امر لکھے جاتے ہیں جو ائمہ کرام سے ثابت نہیں لیکن شیعوں میں ایک عرصہ سے ہر دو امور لازمہ مذہب ہو چکے ہیں۔ جو علامات شیعوں کے ائمہ سے مروی ہیں۔ انکو تو نظر انداز کیا گیا ہے لیکن انہی دو امور کو شیعوں کی نمایاں خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے وہ کیا ہیں۔ اوّل علانیہ تبرّا بازی بذریعہ زبان و تحریر کے۔ دوم عاشورہ محرم کی یادگار منانا۔ اور ان دونوں کا بانی و مبانی ایران کے خاندان دیلم کا جابر ممبر معز الدولہ دیلمی ہے جو خلیفہ مطیع عباسی کا نام کو تو وزیر مگر بقول قاضی نور اللہ شوسری امیر الامراء بلکہ خلیفۃ الخلفاء تھا سب سے پہلے اسی نے بغداد کی مساجد و دیگر عمارات کی دیواروں پر صحابہ رسول اور امیر معاویہ پر علانیہ لعنت کے کتبے لکھوائے اور کندہ کرائے۔ مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۳۹۰ اور اسی طرح ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں مقرر کی اور جبراً لوگوں کو حکم دیا کہ ماتم برپا کریں اور گریہ وزاری کریں سیاہ لباس پہنیں کاروبار ترک کر دیں۔ دوکانیں مقفل کر دی جائیں اور عورتیں سر کے بال کھولکر باہر نکلیں اور ماتم کریں۔ دیکھو تاریخ ابن خلدون عربی جلد ۳ صفحہ ۴۲۵۔ تاریخ الخلفاء در ضمن حالات مطیع عباسی۔ سید امیر علی صاحب کی کتاب سپرٹ آف اسلام انگریزی صفحہ ۴۶۱ و تاریخ اسلام اردو مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور صفحہ ۲۳۲

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیعوں میں ائمہ کرام کے زہد و اتقاد عبادت و اخلاق کا اثر برائے نام رہگیا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ خاکسار **خادم حسین خادم**

تاریخ راعیان ۔ ہمارے ارائیں دوستوں میں سے بعض کو خیال ہوا ہے کہ ہم عربی الاصل ہیں۔ اس لئے یہ رسالہ چھاپا ہے۔ جو چند مختلف علم دوستوں کے مضامین کا مجموعہ ہے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہی ابتدائی تحقیقات ہے اس میں موجودہ ذی علم و مقدرت ارائیں معززین کی فہرست بھی درج ہے رعایتی قیمت مع محصول ۱؎

ملنے کا پتہ:۔ **حکیم معراج الدین احمد صاحب راعین میگزین امرتسر**

بشارات القرآن

نمبر ۳

پیشگوئی نمبر ۲۹

عمران ع۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ (ترجمہ) بیشک وہ یہودی وغیرہ کفار جنہوں نے انکار کیا خدا کی آیات کا اور ذلیل کرنا چاہا انبیاء اللہ کو ناحق اور مار ڈالا بعض ان اسلامی منادوں کو جو لوگوں کو بانصاف حکم کرتے تھے پس ایسے منکروں کو بشارت دیدو عذاب دکھوں والے کی اور یہی لوگ ہیں۔ جن کے سارے منصوبے بیکار کئے جائینگے اسی دنیا میں اور پھر آخرت میں اور عذاب کے دن ان کا کوئی ناصر مددگار حامی نہ ہو سکے گا۔

پس اس پیشگوئی کو بنونضیر اور بنو قریظہ وغیرہ یہودیوں کے عام قتل اور جلاوطنی کے وقت پورا کر کے دنیا کو دکھایا اور ان کو بکیفر کردار پہنچا دیا۔ جب اس پیشگوئی کا اعلان ہوا تھا اسوقت یہودی بڑے زور وقوت میں تھے اور اجتماع انہی کے جتھوں کا تھا اور کوئی نہ سمجھتا تھا کہ یہ بات پوری ہوگی لیکن خدائے علیم کی بات پوری ہو کر رہی۔

پیشگوئی نمبر ۳۰

عمران ع۳۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ

وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (ترجمہ) اے نبی اس طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے اللہ تو ہی بادشاہی دین و دنیا کی دیتا ہے جسے چاہے اور لے بھی لیتا ہے جس سے چاہے۔ اور عزت سے ممتاز فرماتا ہے جسے چاہے اور ذلتوں کی مار کرتا ہے جسے چاہے اور تو ہی غموں کی سیاہ رات کو خوشیوں کا دن بنا سکتا ہے اور تو ہی راحتوں کے روز روشن کو دکھوں کی رات بنا سکتا ہے اور تو ہی بھلوں سے بُرے اور بروں سے بھلے پیدا کر سکتا ہے اور تو ہی ہر بات جو چاہے ہو پر بڑا قادر مطلق ہے۔

آیت ہذا کا شان نزول یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم مع صحابہ رضہ کے دشمن کے لئے مدینہ کے گرد اگرد خندق کھدوا رہے تھے تو آگے ایک سنگ گراں آگیا سب عاجز رہ گئے اسکے اکھاڑنے میں تب آپ نے پھاوڑی ماری تو معاً کشفی نظارہ سے قیصر کے محل نظر آئے اور جب دوسری بار چلائی تو کسریٰ کے محل نظر آئے تب یہ دعا مانگی گئی اور قبول کے درجے تک پہنچی دنیا گواہ ہے کہ وہ کیسا نازک اور پر خطر وقت تھا کہ دشمن کا غلبہ تھا کوئی سامان بادشاہت کے موجود نہ تھے مساکین کی جماعت تھی مگر خدا کی سکھائی ہوئی دعا قبول ہوئی اور آپ اور آپ کے صحابہ رضہ بادشاہ ہوئے گویا جہاں غموں کی رات تھی راحتوں کا دن چڑھا۔ اور جہاں خوشیوں کا آفتاب تھا وہاں سیاہ شب دکھوں کی اور ذلتوں کی نمودار ہو گئی اور آنحضرت صلعم کو جو کسریٰ اور قیصر کے محل شاہی دکھائے گئے تھے اسمیں بھی اشارہ تھا کہ یہ سب تجھے دیئے جائینگے اور چنانچہ دیئے گئے اور انہی کفار میں سے جو مردے تھے ہزاروں اور لاکھوں مسلمان ہوئے جو نہ صرف خود زندہ بلکہ زندگی بخش عالم بنے۔

پیشگوئی نمبر ۳۱

عمران ع۴۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ترجمہ) اے نبی تمام لوگوں میں منادی کر دے کہ ہمیشہ قیامت تک یہ قانون پاس ہو گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو محبوب بنانا چاہو تو تم میری پیروی کرو۔ تا کہ وہ خدا تمہاری محبت کو قبول کر کے تمہیں پیارا رکھے اور تمہیں ہمکلامی کا شرف عطا فرماوے۔

آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ اعلان فرما دیا ہے اور اپنی محبت اور

پیارکو آنحضرت صلعم کی متابعت کیساتھ والبتہ اور مشروط کردیا ہی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی ہوئی دنیا کو نظر آرہی ہی بشرطیکہ کوئی انصاف کی آنکھ رکھتا ہو اسلام کے مقابلہ میں کوئی بھی دوسرے مذاہب کا بزرگ خدا تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف نظر نہیں آتا اور نہ آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوئی تجربہ کرکے آزمالے کوئی مباہلہ کرکے ہی امتحان کرلے جو اسی سورت میں مذکور ہی کہ دعا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کی قبول کرتا ہے یا اسکے دشمنوں کی تفصیل حقیقۃ الوحی میں دیکھو۔

پیشگوئی نمبر ۳۲

عمران ع۸۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿ (ترجمہ) اے نبی کہدی ان منکرین کو زور سے سنادے کہ فضل اور بزرگی تو اللہ تعالے کے ہاتھ میں ہے وہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا ہے وہ علیم الکل ہی اور اپنی رحمتوں سے خاص کرلیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضلوں والا اعظم ذات ہے۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی ہی کہ اے نبی منکروں سے کہدی کہ مسلمانوں کو جو تم رذیل سمجھتے ہو۔ اور اپنے آپ کو بزرگ یہ فضل اور بزرگی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہی اور رذالت بھی سو وہ مجھے دنیا کا رسول بناتا ہی اور اپنے فضل و اکرام مجھ پر کرتا ہے تم اس فضل الٰہی اور رحمت کے چشمہ کو روک لو وہ مجھ کو بادشاہ بھی بنائیگا تم چاہو تو روک کرکے دکھاؤ اور تمہیں ذلیل کرکے رذیلے بنانے والا ہی۔ اگر کرسکتے ہو تو کوئی منصوبہ بازی کرلو۔ سو یہ خدا کی بات تھی پوری ہوئی اور بڑے بڑے سردار متکبر جو پہاڑوں کی مانند اپنے آپکو خیال کرتے تھے چور چور کرکے اڑا دیئے گئے

پیشگوئی نمبر ۳۳

بقرہ ع۹۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿ (ترجمہ) بیشک وہ لوگ جنھوں نے مول لیا عوض عہد اللہ کے اور

اپنی قسموں کے مول تھوڑا۔ یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت کا کوئی حصہ نہیں ہر اسلئے) کہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریگا اور نہ انکی طرف التفات کریگا قیامت میں اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لئے عذاب دکھوں والا ہے۔

آیت ہذا میں خصوصاً اہل کتاب اور عموماً تمام مذاہب باطلہ کے لئے ایک زبردست پیشگوئی ہے جنھوں نے اندک دنیا کی عزت کے لئے اللہ کے ان عہدوں اور قسموں کو توڑ دیا جو وہ آنحضرتؐ کے بارہ میں کر چکے تھے یعنی توریت کی پیشگوئیوں کو عمداً چھپا گئے اور اسکے دشمن ہوئے پس اللہ اپنے رسول کی دشمنی کے باعث ان سے کبھی بذریعہ وحی و الہام و کشوف کے ہمکلام نہیں ہوگا یعنی ان سے محبت اور پیار قطع کر کے متروک و مہجور کی طرح دور از قرب حضور خود پھینکدیگا اور نہ انکی طرف شفقت اور مہربانی کی نظر کریگا۔ سو آجتک اس پیشگوئی کے صدق کو تمام جہان جانتا ہے کہ بجز اسلام کے وہ کسی مذہب کے بزرگ وغیرہ سے نہیں بولتا ہے اور اسی وجہ سے وہ قیامت کو بھی ان سے ہمکلام نہ ہوگا۔ جو نہایت شدید غضب اور قہر کی علامت ہے۔

محرّم نامہ

یہ ایک رسالہ ہے دوسو صفحے حجم کا۔ کاغذ اچھا۔ لکھوائی چھپوائی سب قابل تعریف ٹائٹل پر لکھا ہے "محرم کی مجلسوں میں پڑھنے کی سب سے اچھی اور معتبر و مستند کتاب" میں کہتا ہوں بیشک اچھی کتاب ہے اور پڑھنے کی بھی ہے مگر محرم کی مجلسیں جائز نہیں نیچے لکھنے والیکا نام ہے "مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی" خواجہ صاحب کو مولائے سخن تو نہیں مانتا ہاں یہ جانتا ہوں کہ ان کے کلام میں اثر ضرور ہے اور یہ بات لوگوں کی زبان سے خواجہ صاحب کے کانوں تک بھی پہنچگئی ہے اسے ہر موقعہ پر درست ثابت کرنے کے لئے خواجہ صاحب اس کتاب میں بھی بعض بعض جگہ اپنی مورخانہ حیثیت کو چھوڑ کر شاعرانہ طرز میں چلے گئے ہیں عکاشہ والی روایت یقیناً موضوع ہے حضرت مسلم کے دو بچوں کی شہادت کے واقعات کے متعلق خواجہ صاحب خود مانتے ہیں کسی معتبر تاریخ میں یہ ذکر نہیں مگر پھر بھی اسے خوب تفصیل سے لکھا ہے کیوں ہے محرم کی ماتمی مجلس بنی رہے اسی طرح امام حسینؑ کی شہادت بیان کرتے وقت وہ اپنے آپ میں نہیں رہے درد سے ایسے بیقرار نظر آتے ہیں کہ نہیں جانتے ہیں کیا لکھ رہا ہوں ایک مورخ کے لئے یہ نقص کی بات ہے

شمر نے خیمہ میں جا کر عورتوں کی چادریں اتار لیں اور انہیں بے پردہ سوار کر کے کوفہ کے بازار میں پھرایا ممکن ہے ایسا ہوا ہو مگر عابد بیمار چھوڑ دینے سے معلوم ہوتا ہے انہیں ابھی کچھ انسانیت باقی تھی پھر جس پردہ نشین سے یہ واقعہ گزر گیا وہ تو اس قابل نہیں رہتی کہ بولے اور یہاں ہمیں حضرت زینب کی زبان سے بر سر بازار اشعار اور کیا کچھ سنایا جاتا ہے کم از کم میں اسے تسلیم کرنیکے لئے ہرگز تیار نہیں اس کتاب کے متعلق خواجہ صاحب کے ایک مخلص محب یا مرید نے لکھا تھا کہ سنی شیعہ کے تیرہ سو سالہ جھگڑوں کو سلجھا دیا ہے میں کہتا ہوں بیشک کچھ سلجھا دیا ہے کچھ الجھا دیا ہے کچھ شیعوں کو سمجھا دیا ہے کچھ سنیوں کو سمجھا دیا ہے خواجہ صاحب اس جھگڑے میں دخل دیتے بھی ہیں اور نہیں بھی دیتے ایک طرف حضرت ابوبکر کی خلافت کی تائید فرماتے ہیں دوسری طرف انہی کے منہ سے انتخاب خلافت کے وقت یہ روایت لکھدی ہے رسول اللہ نے فرمایا تھا میں اپنی آل کو تم میں چھوڑتا ہوں انکی پیروی کرنا ارشاد ہوتا ہے لوگ یزید کو برا بھلا کہتے ہیں تم کچھ نہ کہو دوزخ کے سب سے بڑے شہریار کی شان میں تمکو زبان کھولنے کا حق نہیں ہے خوب! ناصح با عمل ایسا ہی ہونا چاہیئے خواجہ صاحب نے یزید کے متعلق شرابی اور محرمات کو حلال سمجھنے والا لکھا ہے میرے نزدیک اسکا یہ گناہ کیا کم ہے کہ انکی سلطنت میں رسولخدا کا جگر گوشہ شہید کیا جائے اب اسکے ساتھ دوسرے الزام بلا تحقیق کیوں دیئے جائیں حضرت معاویہؓ پر کوئی الزام شدید نہیں دیا گیا۔ مگر یہ التزام ضرور رکھا ہے کہ انکے نام کے ساتھ نہ تو حضرت آئے اور نہ اوپر رضؓ لکھا جائے بلکہ ان کے اسلام کو بھی دباؤ سے لکھا ہے جس سے مجھے اتفاق نہیں۔ علاوہ ازیں مجھے اور بھی دو چار باتوں میں اختلاف ہے مثلاً یہ کہ حضرت عثمان خود چلکر حضرت علی کے گھر گئے مگر حضرت علی پھر بھی نہ مانے اور کہدیا کہ میں اب تمہاری مدد نہیں کر سکتا یا بعض بزرگ صحابی حضرت عثمانؓ سے دوبدو ہو جاتے تھے گالی تک بھی نوبت پہنچی میں خلفاء کی بلکہ صحابہ کی شان اس سے اعلیٰ سمجھتا ہوں حضرت عائشہؓ نے امام حسنؑ کو رسول اللہ کے حجرے میں دفن نہ ہونے دیا اسکی تردید اسی تشحیذ میں درج ہے خیر بحیثیت مجموعی یہ کتاب اچھی ہے خواجہ صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی دیرینہ دشمنی کا نتیجہ تھا اور جو کچھ کیا وہ زیادہ تر حضرت عمرو بن العاص نے کیا حضرت علیؑ کو دھوکہ دیکر خلافت حضرت عثمان کو انہوں نے دلوائی مخالفت عثمان پر وہی آمادہ ہوئے مسجد میں انہوں نے سب سے پہلے سخت کلامی کی صفین میں قرآن شریف اٹھانا بھی انہی کا کام تھا ابو موسیٰ اشعری کو دہوکہ دینے والے بھی یہی تھے پھر معاویہؓ کے وزیر بننے والے بھی یہی تھے میں جماعت احمدیہ کے افراد کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ ضرور یہ کتاب خرید کر مطالعہ کریں کیونکہ اسکے پڑھنے سے آپکو گذشتہ تاریخی واقعات کے صحیح علم کے علاوہ موجودہ مخاصمت مبایعین وغیر مبایعین کے حل کرنے میں بہت مدد ملیگی اور آپکو صاف صاف نظر آئیگا حضرت علی اور خاندان نبوت کی روش پر کون فریق چل رہا ہے اور بنی امیہ کی جانشینی کا مدعی کون ہے قیمت ۱۲/ ملنے کا پتہ
کارکن خانہ ...

(فہرست کتب ایجنسی تشحیذ الاذہان)

بہ تقریب سالانہ جلسہ قادیان ۱۶؍ دسمبر ۱۹۱۶ء سے ۸؍ جنوری ۱۹۱۷ء تک رعایت رہیگی

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
صادقوں کی روشنی والا تشحیذ	۱۲ار	۱۰ار	حضرت اقدس کی وفات پر ثناء اللہ والی دعا۔ عبد الحکیم کی پیشگوئی وغیرہا اعتراضات کا مفصّل جواب نوشتہ حضرت خلیفۃ ثانی سیدنا محمود۔ صرف ۲ جلدیں باقی رہیں۔
البرق	۴ر	ار	رد شیعہ
طبیب روحانی	۲ر	۱ر	دس روحانی کبیرہ گناہوں کا علاج قرآن و حدیث سے۔
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	ار	۳ر	اس پیشگوئی کے متعلق نہایت مکمل و مدلل جواب مرزا سلطان محمد کے خط کا عکس بھی ساتھ ہے۔
الوصیۃ پر نظر	۵ر	۳ر	غیر مبایعین کے اعتراضات دربارہ خلافت کا ردّ
خصوصیات مسیح موعودؑ	ار	۵ر	اس بات کا ثبوت کہ مسیح موعود مجددوں سے اعلیٰ شان رکھتے اور زمرہ انبیاء میں داخل تھے۔
بلوغ المرام	۱۲ار	۹ر	حدیث کی مشہور و معروف درسی کتاب
حقیقت نزول المسیح	۱۰ار	۶ر	پنجابی نظم مسیح ناصری کی وفات اور مسیح موعود کے تمام دعاوی صادقہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔ ۲۰ صفحہ حجم پنجابیوں کے لئے نہایت کارآمد
درثمین فارسی مجلّد	۹ر	۷ر	یہ کتاب سوائے دفتر تشحیذ کے اور کہیں سے نہیں ملیگی چند جلدیں باقی ہیں
درثمین اردو قسم اعلیٰ	۵ر		تمام اردو اشعار سن وار جمع کئے گئے ہیں
درثمین اردو قسم دوم	۳ر		یہ پہلے چھاپہ کی ہیں چند جلدیں باقی ہیں۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
درثمین اردو فوٹو والی	۸ر		
واقعۂ صلیب	عہ		مسیح کے صلیب سے زندہ اتارے جانے کی عینی شہادت
صداقت مریمیہ	عہ ر	۱۴ار	یہودی مسیحی اسلامی فرائعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح بے باپ پیدا ہوئے اور آنحضرت نے ہی مسیح کی تطہیر فرمائی۔
ظہورالمہدی	۶ر	۶	احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقاید مع دلائل قرآن وحدیث سے
نغمۂ اکمل حصہ دوم	۰۲ر	۲ر	سلسلہ احمدیہ کی گذشتہ تاریخ برنگ تغزل قلمبند ہے
" " سوم	ار	۳ر	"
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	ار	معاملات بیع وشرا قرض کفالت وغیرہا کے تمام مسائل واحکام قرآن و احادیث سے مدلل قلمبند کئے گئے ہیں۔
البلاغ المبین	ار	۳ر	حضرت مسیح موعود کی آخری تقریر جو لاہور رؤسا کے مجمع میں فرمائی اور حضرت خلیفہ اول کی سب سے پہلی تقریر کا مجموعہ
ادعیۃ القرآن	۲ر	لہ ر	قرآن مجید کی تمام دعائیں مع ترجمہ اردو نثر ونظم مرتبہ قاضی اکمل صاحب ہر مسلمان کے پاس ایک جلد ہونی چاہیئے۔
مکتوبات احمدیہ جلد اول	۸ر	۴ر	وہ خطوط جو حضرت صاحب نے میر عباس علی شاہ کے نام لکھے
" " دوم	۸ر	۶ر	جو وقتاً فوقتاً آپ نے ہندو آریہ برہمو مذاہب کے لیڈروں کے نام لکھے
" " سوم	۸ر	۶ر	" " " "
نشان رحمت	ار	۳ر	سیدنا محمود کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت نوشتہ فاضل مولنا میر اسمٰعیل صاحب
ضرورت زمانہ	۸ر	۸ر	اسلام کے متعلق جسقدر موٹے موٹے سوالات یا اعتراضات آجکل کئے جاتے ہیں انکے جواب بچوں کے لیئے نہایت مفید کتاب ہے۔
اسلام کی پہلی محرم جلد	۴ر	۳ر	سلسلہ احمدیہ کے تمام مشہور عقائد کا بیان اور اعتراضوں کا جواب
محمد رسول اللہ	ار	ار	مسیح یا محمد ایک عیسائی ٹریکٹ کا جواب
معیار حق	۳ر	۰ر	سچے مذہب کی شناخت بوعدہ انعام

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
لیکچر مہر سنگھ نمبر ۱ ، لیکچر مہر سنگھ نمبر ۲	۳ر	۰ر	باوا نانک علیہ الرحمۃ کے اسلام کا ثبوت
ترجمہ انگریزی حصہ اول	۰۲ر		ترجمہ سیکھنے کے آسان قاعدے اور اسکی مثالیں
؍؍ حصہ دوم	۰۴ر	۵ر	مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب
اربعین نمبر ۳ و نمبر ۴	۴ر	۲ر	حضرت اقدس کی تحریر
پرانی تحریریں حضرت مسیح موعودؑ	۰۲ر	۱ر	یہ دونوں رسالے حضرت مسیح موعود کے قلم ندرت رقم سے نکلے ہوئے معارف وحقائق کا مجموعہ ہیں۔
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	۰۲ر	اسمائے باری تعالی اور ہر ایک اسم کے معانی و تشریح
الموعظۃ الحسنۃ	۳ر	۱ر	تفسیر سورہ تبت یدا عجیب و غریب
سلک مروارید حصہ اول	۴ر	۲ر	لڑکیوں کو سلسلہ احمدیہ سے واقف کرنے کے لئے دلچسپ ناول کی طرز میں
مجربات نور الدین حصہ اول	۱۰ر	۵ر	شاہی طبیب علامہ نورالدین حکیم حاذق کے مجربات کا مجموعہ مفید نادر نسخے
؍؍ حصہ دوم	۱۰ر	۵ر	؍؍
؍؍ حصہ سوم	۱۰ر		؍؍
تفسیر القرآن جزء اول	عہ ر	۶ر	پہلے پارہ کی نہایت مفصل بے نظیر تفسیر
ترجمۃ القرآن از نمبر ۲۳ تا ۲۵	عہ ر	فی جلد ۶	شیخ یعقوب علی صاحب کی تفسیر جسمیں موجودہ زمانہ کے اعتراضات اور ربط آیات قرآنی کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔
حقیقت نماز	عہ ر	۵ر	نماز کی فلاسفی اسکے متعلق تمام احکام و اذکار کا دلچسپ مجموعہ حجم ۳۰۴ صفحہ نہایت ارزاں قیمت ہے۔
النصیح	۲ر	۱ر	تائید سلسلہ میں
رپورٹ تحفہ سالانہ	عہ ر	۸ر	جلسہ ۱۸۹۵ء کی مفصل رپورٹ اور تقریروں کا مجموعہ

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
البشریٰ حصہ اوّل	۱؎	۸؍ عہ	حضرت مسیح موعود کے تمام الہامات کشوف رؤیا کا مجموعہ
" " دوم			
" ومکاشفات			
آثار مبارکہ	۱؍		دلچسپ ڈائری میرے آقا مسیح موعود کی
نماز مترجم	۵؍	۸؍	زیادہ ترجمہ حضرت اقدس کا دیا ہے۔
قدامت روح و مادہ	۴؍	۳؍	
اسلام	۲؍	۲؍	
بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے			مضمون نام سے ظاہر ہے تالیف منشی برکت علی صاحب شملوی
ضرورت نبی	۱؍	۱؍	
خطبات نور حصہ اوّل	۸؍	۱۴؍	مولانا نورالدین خلیفہ اول کے خطبات جمعہ وعیدین کا مجموعہ
" " دوم	۱۰؍		
چمکار محمدی	۸؍	۴؍	سوانح نبی کریم پنجابی نظم
چمکار مہدی	۱؍	۹؍	منشی جھنڈے خان صاحب کی دلکش نظمیں پنجابی اردو
وصیت نامہ مولوی عبید الحی مرحوم	۱؍	۳؍	
انوار مہدی	۔؍		
قبولیت دعا کے طریق	۲؍	عربی ۸ جلد	حضرت خلیفہ ثانی کے بتائے ہوئے طریق
کلام محمود	۴؍		حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کے تمام اشعار کا مجموعہ
امۃ الحفیظ کی آمین	؍		" "
مباحثہ امرتسر	۲؍	۱؎	مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مابین جو تحریری مباحثہ امرتسر میں ہوا
قرآن شریف حیدرآبادی	سے		مولانا میر محمد سعید صاحب نے حضرت خلیفہ اول سے سبقاً پڑھکر مرتب کیا ہے اور خلیفہ ثانی سے پہلے جو کچھ احمدیہ لٹریچر میں موجود تھا سب کا خلاصہ تفسیری نوٹوں میں موجود ہے۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
پیغام حق	۴ر	۳ر	ابتداء تبلیغ سلسلہ کے لئے اس سے بہتر رسالہ نہ ملیگا نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر
مباحثہ شملہ	۳ر	۳ر	مشہور و معروف مباحثہ مابین مبایعین و غیر مبایعین کا فیصلہ جو ایک غیر احمدی منصف مسلمہ فریقین نے نہایت مدلل لکھا ہر احمدی مبائع کے پاس ہونا چاہیئے۔
نبی کی پہچان	۱ر	۔ر	نبی کی معرفت کے طریق
انوار خلافت	۱۰ر	۱۰ر	حضرت خلیفہ ثانی کی تقاریر بر جلسہ سالانہ ۱۹۱۶ء کا مجموعہ
القاء ربانی	۱۲ر	۵ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی اور لو تقول علینا پر مدلل و مفصل بحث اور اعتراضات ابو احمد کا مفصل و دندان شکن جواب
عصمت انبیاء	۱۰ر	۶ر	پادری مانرو کے رسالوں کا جواب اکثر حصہ حضرت اقدس کا نوشتہ ہے ان آیات کے صحیح معنی جن سے نبیوں پر گناہ کا الزام دیا گیا ہے۔
غلامی	۳ر	۲ر	غلامی کے متعلق تمام ضروری تشریح اور اعتراضات کا جواب
لیکچر سیالکوٹ	۱ر	۱ر	جسمیں حضرت اقدس نے سب سے پہلے کرشن ہونیکا دعویٰ کیا
پیغام صلح	۲ر	۱ر	حضرت اقدس کی آخری تصنیف
چشمہ مسیحی دوسرا ایڈیشن	۳ر	۲ر	حضرت اقدس کی تصنیف رد عیسائیاں میں
شدھی کی اشدھی	۶ر	۴ر	آریوں کی شدھیوں کا حشر
الاستخلاف	۳ر		شیعہ کا رد صرف آیات قرآنی سے لاجواب کتاب
قصیدہ مہدویہ	ـر	عہ	حضرت اقدس کی ایک عربی نظم کا پنجابی منظوم ترجمہ
گذشتہ فائل تشحیذ بلا جلد	عہ۸ر	عہ	نادر و مفید مضامین کا مجموعہ پھر نہ ملیگا اب قدر کرو
فائل تشحیذ مجلد	سے	عہ۸ر	ہر سنہ کے فائل ملسکتے ہیں بعض نامکمل بھی ہیں۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
کسر صلیب نمبر ۱	ار	؞ر	ردّ عیسائیاں میں اشاعت کے لئے بہت عمدہ رسالے ہیں
کسر صلیب نمبر ۲	؞ر	؞ر	"
منصب خلافت	ار	"	خلافت کی منصب کی حضرت خلیفہ ثانی نے تشریح فرمائی ہے
مسدس وصال حبیب	۱ر	؞ر	جناب ثاقب مالیرکوٹلوی کا دلکش کلام ضرور خریدیئے۔
صراط مستقیم	۲ر	ار	وفات مسیح ناصری اور حضرت اقدس کی صداقت کے بارے میں مختصر مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب	۲ر	ار	کشتیٔ نوح کا حصہ تعلیم سلیس نظم میں
مخمس سلیم	۲ر	ار	جناب حالی کے ترکیب بند شکوہ ہند پر مخمس ہے
سر الشہادتین	ار	؞ر	سورہ یٰس سے صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی پیشگوئی نکالی گئی ہے
دافع البلاء	۲ر	ار	حضرت مسیح موعود کی تصنیف
حل چیستان مرزا کا جواب	ار	؞ر	ثناء اللہ کے جواب میں عہ ر میں ۴۲
مورکھ سدھ	ار	؞ر	پنجابی نظم ہے۔
تشحیذ ماہ فروری ۱۵ء	۶	۴ر	حضرت صاحب کی کتب سے حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت تمام حوالوں کا مجموعہ
تشحیذ جون ۱۵ء	۵	۴ر	شیعہ کی کتب سے مہدی آخر زمان کا ثبوت
تشحیذ اگست ۱۴ء	۴ر	۲ر	حضرت صاحبزادہ صاحب کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت۔ اور اعتراضوں کا جواب
تشحیذ فروری ۱۳ء	۴ر	۳ر	اس رسالہ میں نبی کریم صلعم کی سوانح عمری از پیدائش تا رحلت درج ہے
تشحیذ جون ۱۳ء	۶	۴ر	سلسلہ احمدیہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں انکا جواب عالمانہ رنگ میں اکثر جواب نئے ہیں
تشحیذ ستمبر ۱۳ء	۸ر	۷ر	تمام قرآن مجید کی آیات پر حضرت خلیفۃ المسیح کے درس سے نوٹ
رسالہ جنوری ۱۴ء	۴ر	۲ر	اس رسالہ میں سبائیوں کا عقیدہ ہو تا یہ دلائل تو یہ ثابت کیا گیا ہے

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
رسالہ مارچ ۱۶ء	۴ر	۲ر	احمد قادیانی کی صداقت آیات قرآن سے
رسالہ اپریل ۱۶ء	۴ر	۲ر	اس رسالہ میں ایک احمدی اور غیر احمدی مولوی کا مناظرہ۔ حیات و ممات مسیح پر درج ہے
رسالہ مئی ۱۶ء	۴ر	۲ر	حضرت صاحب کی نبوت قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہے نیز اہل شیعہ کو صحابہ رسول و صحابہ امام حسین کا مقابلہ کر کے دکھلایا گیا ہے۔
تشحیذ ماہ اکتوبر ۱۶ء	۵ر	۴ر	انجیل قرآنی اور رسالہ مسیح یا محمد کا دندان شکن مفصل مدلل جواب
سرمہ نور	عہ ر	ہمہ فی تولہ	یہ سرمہ حضرت مولنا نور الدین صاحب کے مطب میں علی العموم استعمال ہوتا تھا۔
سرمہ شفا	۱۲ر	۸ر فی تولہ	یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے تیار کردہ نسخہ سے بنایا گیا ہے۔ جو ککروں کے لئے نہایت مفید ہے۔ دھند جالا۔ پڑبال کے لئے بھی مفید ہے۔
عرق کافور	۱۴ر	۱۲ر فی شیشی	امراض تخمہ۔ ہیضہ۔ اسہال وغیرہ کے لئے بہت مفید ہے
مرہم عیسیٰ	ہعہ ر	ہعہ ر	ڈبی کلاں۔ تمام ناسوروں۔ خنازیر۔ ونبل وغیرہ کے لئے مفید ہے
" "	ہیہ ر	ہعہ ر	ڈبی خورد۔ " " "

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب رضی

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں ہر رسالہ ۴ر کی بجائے ۳ر پر ملیگا سب کے خریدار کو ۱۰ فیصدی رعایت نئے خریدار بننے والے اور سالانہ رسالوں کے خریدار کو ۱۰ فیصدی اور رعایت ہی ممکن ہے۔ بعض رسالے ختم ہوں۔ (۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر ۱۹۱۱ء (۲) واقعات کربلا دسمبر ۱۲ء (۳) شیعیان قدیم نومبر ۱۲ء (۴) اسلام تمبر ۱۳ء (۵) خواص الائمہ جولائی ۱۲ء (۶) علامات الشیعہ جون ۱۲ء (۷) عبد اللہ بن سبا مئی ۱۲ء (۸) شیعہ مذہب مارچ ۱۲ء (۹) مسلمان منا اہل البیت جنوری ۱۳ء (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر ۱۳ء (۱۱) یزید کی سوانح نومبر ۱۳ء (۱۲) عقاید نصاری وعقائد شیعہ اکتوبر ۱۲ء (۱۳) شمائل مرتضوی جولائی ۱۳ء (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ء (۱۵) واقعات کربلا تشحیذ جنوری ۱۳ء (۱۶) جواب اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ء (۱۷) مراثلت شیعہ و نصاری اکتوبر ۱۳ء (۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ (۱۹) اتحاد الفریقین فی …

اعتقاد الائمہ تعین فرور کی ۱۲ء …

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
رسالہ مارچ ۱۶ء	۴ر	۲ر	احمد قادیانی کی صداقت آیات قرآن سے
رسالہ اپریل ۱۶ء	۴ر	۲ر	اس رسالہ میں ایک احمدی اور غیر احمدی مولوی کا مناظرہ حیات و ممات مسیح پر درج ہے
رسالہ مئی ۱۶ء	۴ر	۲ر	حضرت صاحب کی نبوت قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہے نیز اہل شیعہ کو صحابہ رسول و صحابہ امام حسین کا مقابلہ کرکے دکھلایا گیا ہے۔
تشحیذ ماہ اکتوبر ۱۴ء	۵ر	۴ر	انجیل قرآنی اور رسالہ مسیح یا محمد کا دندان شکن مفصل مدلل جواب
سرمہ نور	۶ر	۱ہ فی تولہ	یہ سرمہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مطب میں علی العموم استعمال ہوتا تھا۔
سرمہ شفا	۱۲ر	۸ر فی تولہ	یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے تیار کردہ نسخہ سے بنایا گیا ہے۔ جو ککروں کے لئے نہایت مفید ہے۔ دھند جالا۔ پڑبال کے لئے بھی مفید ہے۔
عرق کافور	۱۴ر	۱۲ر فی شیشی	امراض تخمہ۔ ہیضہ۔ اسہال وغیرہ کے لئے بہت مفید ہے
مرہم عیسےٰ	۴؍عار	عار	ڈبی کلاں۔ تمام ناسوروں۔ خنازیر۔ دنبل وغیرہ کیلئے مفید ہے
”	۴؍ہر	۲ہ	ڈبی خورد۔ ” ” ” ”

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب رض

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں ہر رسالہ ۴ر کی بجائے ۲ر ملیگا سب کے خریدار کو ۱۰ فیصدی رعایت نئے خریدار بننے والے ارسال رسالونکے خریدار کو ۲۰ فیصدی رعایت ہی ممکن ہے۔ بعض رسالے ختم ہوں۔ (۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر ۱۹۱۱ء (۲) واقعات کربلا دسمبر ۱۲ء (۳) شیعیان قدیم نومبر ۱۲ء (۴) الملاحم ستمبر ۱۳ء (۵) خواص الائمہ جولائی ۱۳ء (۶) علامات الشیعہ جون ۱۲ء (۷) عبداللہ بن سبا مئی ۱۳ء (۸) شیعہ مذہب مارچ ۱۳ء (۹) سلمان منا اہل البیت جنوری ۱۳ء (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر ۱۳ء (۱۱) یزید کی مدح حوافی نومبر ۱۳ء (۱۲) عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر ۱۲ء (۱۳) شمائل مرتضوی جولائی ۱۳ء (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ء (۱۵) واقعات کربلا تشحیذ جنوری ۱۳ء (۱۶) جواب اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ء (۱۷) مماثلت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر ۱۳ء (۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ (۱۹) اتحاد الفریقین فی ... جنوری ۱۳ء اعتقاد الائمہ فی تفضیل فرزندی ... ۱۲ء

من قماش فروش دل صد پارۂ خویشم

احباب جماعت احمدیہ کی خدمتمیں ضروری گذارش

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمد للہ کہ تشحیذ اپنی عمر کا گیارہواں سال ختم کرتا ہے اب خدا کے فضل سے یہ اس قابل ہے کہ آپکا دست بازو بنکر کام کرے میں اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتا جو عمدگی مضامین یا بروقت اشاعت کی نسبت کچھ کہوں کیونکہ آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے مجھے مختلف اوقات میں چٹھیاں لکھی ہیں کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے اور اکثر احباب تو لکھتے رہے ہیں کہ بس اسی نمبر نے کل قیمت ادا کردی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ یہاں سے بھی جو مبلغین یا واعظین یا علماء اندرونی یا بیرونی مخالفین کے مقابلہ کیلئے باہر بھیجے جاتے ہیں وہ بھی اکثر تشحیذ کا کوئی نہ کوئی نمبر اپنے ہمراہ لیکر اسکی قدر افزائی فرماتے رہتے ہیں یہ سب کچھ ہے مگر خریداروں کی تعداد میں کوئی معتبہ اضافہ نہیں پھر آجکل کاغذ کی قیمت سہ گنی ہوگئی ہے اور چھپوائی کے اخراجات آگے سے ڈیوڑھے اور چندہ سالانہ وہی دو روپے (عہ) اسکا نتیجہ یہ ہے کہ تشحیذ فنڈ بہت کمزور ہوگیا ہے چنانچہ عملہ تشحیذ کو ابھی ماہ ستمبر کی تنخواہ نہیں ملی بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ طبع رسالہ کے اخراجات بھی کسی حد تک گرہ سے برداشت کئے گئے ہیں باوجود اس بات کے کہ اسے بڑی محنت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور بالکل وقت پر آپکی خدمتمیں پہنچایا جاتا ہے آپ صاحبان کا سلوک اس رسالہ سے یہ ہو تو یہ کسقدر افسوس کی بات ہے پھر خریدار بڑھانیکی تحریک تو کیا کروں حال یہ ہے کہ گذشتہ ۱۹۱۵ء تک ۱۴۵۲ روپے ۱۳ آنہ ۹ پائی ان صاحبوں کے ذمہ ہے جو اب رسالہ کی خریداری بھی چھوڑ چکے ہیں اس بقایا کی وصولی کے لئے تمام برادرانہ و محبانہ طریق ختم ہو چکے ہیں پھر وہ صاحبان جو ابھی خریدار ہیں انکے ذمہ ۱۹۱۵ء کا بقایا دو سو روپے ہے اور ۱۹۱۶ء کا بقایا ۲۹۸ روپے ۷ آنہ ۹ پائی یہ ہمارا جائز حق ہے جو تاحال آپ دوستوں نے ادا نہیں فرمایا وی پی جاتے ہیں تو واپس آتے ہیں خط لکھے جاتے ہیں تو جواب نہیں آتے حالانکہ رسالہ مقررہ حجم عمدہ مضامین اچھی لکھوائی چھپوائی کیساتھ آپکی خدمتمیں برابر پہنچاتے رہے ہیں اب فرمایئے ہم کیا طریق اختیار کریں آپکا عدم توجہی سے ان خوش معاملہ خریداروں کی حق تلفی کا گمان ہے جو بڑی پابندی سے چندہ عطا فرماتے ہیں۔ پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرو میں خیرات نہیں مانگتا اعانت کی درخواست ہی آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتا ہوں صرف اتنا کہتا ہوں کہ یہ بقایا تو ادا کردو تاکہ رسالہ بند نہ ہو جائے اخیر میں اپنے خوش معاملہ خریداران کا شکریہ ادا کرتا ہوا یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ صاحبان سال آئندہ کے وی پی وصول فرمالیں اور ....

.... ایک ایک خریدار دیں تو تشحیذ اپنی آپ تاسے چل سکتا ہے ورنہ موجودہ حالات میں یہ سیلف سپورٹ نہیں ✦

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرانا دیوان

احباب کو معلوم ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے یعنی سنہ ۷۳ و ۷۶ء کے قریب قریب آپ نے فرخ قادیانی کے تخلص سے ایک مثنوی فارسی میں حوالہ قلم معارف رقم فرمائی اور کچھ غزلیں و قصائد حمد و نعت یہ سب کلام ایک بستہ میں محفوظ تھا جو حضرت خلیفہ ثانی امیر المومنین و دیگر خاندان نبوت نے بکمال مہربانی سے ہمارے دوست فخر ملتانی کو بغرض اشاعت عطا فرمایا ہے۔ قریباً چار ہزار اشعار ہیں اگرچہ وقت تنگ ہے اور مسودہ کا صاف کرنا اور اسے ترتیب دینا بہت مشکل کام تاہم امید واثق ہے کہ جلسہ پر یہ دیوان شائع ہو جائیگا سب سے پہلے اس دیوان میں سے تشحیذ ہی نے اشعار شائع کئے تھے۔ اب سب سے آخر اسکے مکمل چھپنے سے پہلے بھی ایک غزل اردو بطور تبرک شائع کی جاتی ہے جو احباب کی فیض اندوزی کا موجب ہوگی۔

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے — تو پھر کیوں ظنِ بد سے ڈر نہیں ہے
کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت — بدی سے خود وہ رکھتا ہے ارادت
گمانِ بد شیاطین کا ہے پیشہ — نہ اہل عفت و دین کا ہے پیشہ
تمہارے دل میں شیطاں کے ہیں بچے — اسی سے ہیں تمہارے کام کچے
وہی کرتا ہے ظنِ بد بلا ریب — کہ جو رکھتا ہے پردے میں وہی عیب
وہ فاسق ہے کہ جس نے رہ گنوایا — نظر بازی کو اک پیشہ بنایا
مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کہیو — وہاں بدظنیوں سے بچ کے رہیو
اگر عشاق کا ہو پاک دامن — یقیں سمجھو کہ ہے تریاک دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں — کہ گل بے خار کم ہیں بوستاں میں
تمہیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں — کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں
وہ عاشق ہے کہ جس کو حسب تقدیر — محبت کے کماں سے آئیگا تیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش — ہُوا الفت کے پیمانوں سے مدہوش
لگی سینے میں اسکے آگ غم کی — نہیں اسکو خبر کچھ پیچ و خم کی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۶۵

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔کے۔برمن کی

کافوری جنتری

Digitized by Khilafat Library

کافوری جنتری ۱۹۱۷ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے اور جنوری ۱۹۱۷ء کے پہلے ہفتہ سے بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جائیگی اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیئے جنتری مذکورہ وقت پر آپکے پاس روانہ کردی جائیگی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملاکر بنا ہے اس سے ہر قسم کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن اپرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئی ہوئی چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوڈائیزڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍ سالسہ قیمت ۱؎ محصول ۶؍

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۴؍ پچکاری کان صاف کرنیکی ۴؍ خرچ ہر دو چیز کا ۵؍

کلوروڈائین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے آؤں دست اور ہیضہ کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائنوں سے کہیں بہتر ہے۔ اسلئے بازاری کلوروڈائن نہ خریدیں اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۶؍ اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵؍

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۶۵

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کافوری جنتری

کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۷ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے اور جنوری سنہ ۱۹۱۷ء کے پہلے ہفتہ سے بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جائیگی اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے جنتری مذکورہ وقت پر آپکے پاس روانہ کردی جائیگی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملاکر بنا ہے اس سے ہر قسم کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن اپرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈ وڈ انیرڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک سے چار تک ۵ رسالسہ قیمت ع محصول ۶

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آتا ہو پرانا ہو یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہوجاتا ہے قیمت ۱۲ پچکاری کان صاف کرنیکی ۱۲ خرچ ہر دو چیز کا ۵

کلوروڈائن

یہ انگریزی کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے آؤں دست اور ہیضہ کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائنوں سے کہیں بہتر ہے۔ اسلئے بازاری کلوروڈائن نہ خریدکر اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۶ اور ایک درجن کے چار روپے محصول ڈاک ۵

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے اس دوا میں اڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی ... فی شیشی ۶ محصول ایک سے ...

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

خلافت لائبریری ربوہ
Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱

فہرست مضامین

بہائیوں کے عقائد	۱ - ۵	اکمل
عیسائیوں کے اعتراض کا ایک جواب	۵ - ۶	"
عیسائی اصحاب توجہ فرماویں	۷ - ۹	
مکالمہ شیعہ و احمدی	۱۵ - ۲۷	منشی خادم حسین صاحب بھیروی
بشارات القرآن	۲۸ - ۳۲	مولوی احمد الدین صاحب
درس حدیث	۳۳ - ۳۴	نصر احمد
نظمیں	۳۵ - ۳۶	مختار - اکمل

قیمت سالانہ عوام سے عہ/ طلباء سے عا/
غیر ممالک سے تین روپے

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام … شائع کیا

[illegible]

سنہ ۱۹۱۷ء کے لئے وی پی آتے ہیں

برادرانِ مکرم! سنہ ۱۹۱۷ء کا چندہ سالانہ پیشگی وصول کرنے کے لئے فروری کا تشحیذ پانچ تاریخ کو انشاءاللہ وی پی کیا جائیگا امید ہے کہ جملہ اصحاب وصول فرمالینگے کیونکہ کاغذ وغیرہ دن بدن گراں ہوتا جاتا ہے رسالہ کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے سب سامان ابتداء سال میں خرید لینا ضروری ہے۔ جو صاحب وی پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں وہ مہربانی فرما کر پہلے اطلاع دیں جن اصحاب نے ابھی تک سنہ ۱۹۱۶ء کا چندہ نہیں دیا وہ بھی مہربانی سے توجہ فرمائیں

رسالہ کی قیمت سالانہ عہ

چونکہ کاغذ کی قیمت پہلے سے دگنی ہوگئی ہے اور خریدار پچھلے سال سے بہت کم رہ گئے ہیں اور پریس والوں کو بھی پہلے سے ڈیوڑھی اجرت دینی پڑتی ہے اسلئے انجمن تشحیذ الاذہان کی جنرل کمیٹی نے اپنے اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ حالات مساعد ہونے تک چندہ سالانہ عہ کر دیا جائے امید ہے ہمارے مہربان خریداران تشحیذ اس قلیل سی ایزادی کو قبول فرمائینگے۔

القول المحمود

سید محمد احسن صاحب امروہوی نے ایک کتاب القول الممجد لکھی تھی جسمیں اسمہ احمد اور مسئلہ نبوت پر پیغامی عقاید کی تائید کی۔ اسکا مسکت و مدلل جواب مولنا سید محمد سرور شاہ صاحب نے ۱۸۰ صفحے پر دیا ہے یہ کتاب ہمارے احباب کو ضرور منگوا کر پڑھنی اور غیر مبایعین میں تقسیم کرنی چاہئے قیمت ۸/ دفتر تشحیذ سے ملے گی۔

رعایت کتب

۱۰ جنوری تک قیمت کتب میں رعایت موجود ہے۔ جو صاحب ابتک اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے وہ اب توجہ فرمائیں کیونکہ اس میں تشحیذ فنڈ کی اعانت بھی ہے۔

مینجر تشحیذ

خلافت لائبریری ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء

بہائیوں کی عقاید

تشحیذ میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے دوستوں کو دوسرے مذاہب کے عقاید سے پوری واقفیت ہو جائے پھر اسکے بعد وہ ان پر اسلام عرض کر سکیں اور ان کے نقائص سے انہیں آگاہ کرنے میں سہولت ہو کیونکہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ غیر مذاہب کی خواہ مخواہ تردید کرو۔ اور انہیں سرتاپا باطل قرار دو۔ بلکہ طریق انصاف یہ ہے کہ جو سچی اور صحیح باتیں ہیں ان کی تصدیق کیجائے اور جو غلط باتیں ہیں ان کی تردید۔ اسی سلسلہ میں بہائی مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں جن کے متعلق واقفیت بہم پہنچانا ہر ایک کا کام نہیں اور خدا کے فضل سے مجھے ذاتی طور پر موقعہ ملا کہ میں ان کے عقائد معلوم کروں میرے پاس بہت سا ذخیرہ ہے اور میں وہ دلائل بھی بالتفصیل لکھ سکتا ہوں جو یہ لوگ اپنے بانی مذہب کی صداقت کے دیتے ہیں مگر فی الحال مختصراً عقائد کا ایک نقشہ پیش کرتا ہوں۔

خدا کے متعلق بہائی عقیدہ جسقدر اسماء حسنہ اور صفات علیا ہیں یہ خدا تعالےٰ کی نبیوں اور اس کے رسولوں اور برگزیدوں کی طرف راجع ہیں کیونکہ ملکوت الاسماء میں یہی وجود ان صفات کے مظاہر ہیں اور خود اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات میں غیب ہے جس سے یہ مراد ہے کہ عالم خلق میں جو کچھ اسماء حسنہ اور صفات علیا سے عقلاو حکماو بلغا کے ادراکات میں آسکتا ہے وہ حق تعالےٰ کے مظاہر کی طرف راجع ہے اور حق جل جلالہٗ کل سے منزہ ہے اور اسکی تمام صفات

قدیمہ اسکی ذات اقدس کی مانند کا یدرک و کا یوصف ہیں۔

مسئلہ وحدت وجود توحید یہ نہیں کہ کل کو ایک جانیں بلکہ توحید یہ ہی کہ ایک کو (حق جل جلالہ کو) کل سی مقدس جانیں۔

روح و مادہ روح و مادہ اور خلقت کے قدیم ہونے کے بارے میں یہ عقیدہ ہی کہ خالق کبھی بھی مخلوق کے بغیر نہیں رہا اور نہ ہوگا باوجود اس کے یہ بھی مانتے ہیں کہ کان اللّٰہ ولم یکن معہ من شیئ (اللہ تعالےٰ تھا اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی) اور اب بھی ایسا ہوگا۔ جیسا وہ تھا اور اسکی شان بہت بلند ہے۔

ملائکہ ملائکہ کی نسبت یہ عقیدہ ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے۔ ولو جعلنا ملکا لجعلنا رجلاً وللبسنا علیہ ما یلبسون (انعام ۷) اور اگر ہم اسے فرشتہ بنا تے تو اسے آدمی ہی بناتے اور پھر بھی انہیں وہی اشتباہ ڈالتے جو شبہ یہ اب کرتے ہیں۔

وحی والہام خدا تعالےٰ نے ونزل بہ الروح علیٰ قلبک فرما کر وحی کی حقیقت بتادی ہی میرے (راقم) نزدیک اس سے بہائیوں کی یہ مراد معلوم ہوتی ہی کہ وہ وحی کو قلب سے نکلا ہوا مانتے ہیں۔

مسئلہ رسالت و ختمیت بہائی کہتے ہیں ہمیں تعجب ہے کہ مسئلہ ختمیت اہل اسلام پر مشتبہ رہی۔ اور نبی کریم صلعم کو آخر نبی اور اسلام کو آخر دین مانیں۔ حالانکہ دین اور نبوت کا آخر نہیں احادیث مسلمہ سنی و شیعہ میں یہ بھی ہی کیف تہلک امۃ انا اولھا والمھدی اوسطھا والمسیح اٰخرھا جس سے ظاہر ہے کہ وہ موعود جو آئیگا تو دین اسلام کے بعض مسایل کی تعدیل و تبدیل بھی فرمائیگا یہ وہ موعود مولویوں کی پوزیشن میں نہیں ہوگا۔ پس جب تک خلقت خلق اور خالق ہی اللہ تعالیٰ ایک انسان کامل مبعوث فرماتا رہیگا جو عالم انسانی کا رب النوع ہوگا اور اس منبع فیوضات پر اسم رب کا اطلاق ہو سکیگا اور رب کہنا شرک نہیں۔ کیونکہ وہ ہیکل اکرم ہر روز الٰہی میں کسی نہ کسی نام سے مبعوث ہوتی ہی اور وہ ہیکل اوّل فیض حق اور اوّل خلق ہی اور وہ مشیت اوّلیہ اور کلمہ جامعہ اور صفات کاملہ کو روئے زمین کے لوگوں پر ظاہر

کرنے والی ہو اسکے سوا خدا تعالیٰ کے صفات اور ارادہ اور مشیت سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا بہاءاللہ اور باب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ نبی کریم کے بعد ادعائے نبوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ نبی کریم صلعم کے خلفاء جو ترویج شریعت اسلامیہ کے لئے ہونگے ان میں سے کوئی نبی نہیں ہوگا بخلاف دوسرے انبیاء کی شریعت کے مروج انبیاء ہوتے تھے اور وہ موعود جس کی پیشگوئی خاتم النبیین نے فرمائی وہ خلیفہ نہیں پس اسکے لئے ادعائے نبوت جائز ہے وہ تو اسلام کے بعض احکام کی بھی بحکم خدا تبدیل و تعدیل کرنیوالا ہے ہاں یہ سوال کہ پھر وہ نبی کیوں نہ کہلائے سو اسکا جواب یہ ہے مظاہر حق جل جلالہٗ مختار ہیں کہ پھر کسی وقت اور زمانے میں کسی خاص نام اور طرز میں ظاہر ہوں جس کے لئے وہ خدا سے مامور ہوں اسم نبوت سے ظاہر ہوں یا اسم ولایت سے روح اللہ ہو کر یا کلیم اللہ ہو کر کیونکہ وہ تمام صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں نہ کہ کسی خاص صفت کے۔ تمام اسماء حسنیٰ الٰہی ہیاکل قدسیہ کے گرد طواف کرنے والے ہیں اور بہائی اسکے بھی معتقد ہیں کہ بہاءاللہ و باب کے منکر ناجی نہیں۔

عصمتِ انبیاء گو ہر ایک نبی نے ذات اقدس باری تعالیٰ کے مقابلہ و حضور میں اپنے عجز و ضعف و خطا و نادانی کا اظہار کیا ہے مگر بہ نسبت جمیع ماسوی اللہ امر و نہی کے ابلاغ میں کسی قسم کا کوئی قصور ان سے سرزد نہیں ہوا۔ اور نہ وحی الٰہی میں انہوں نے کبھی شک کیا وہ محفوظ و معصوم تھے۔

معجزات وہ تمام معجزات و خوارق عادات جن کا ذکر آیات قرآنیہ اور ایسے ایسے قوی ثبوتوں سے ہو۔ وہ اس علم و قدرت و احاطہ کا نتیجہ ہے کہ جو ان حقائق صافیہ میں مخلوقات کے علم و قدرت و احاطہ سے زیادہ پایا جاتا ہے۔

کتب الٰہیہ وہ تمام کتب برحق ہیں جو دارائے حجیت و شئون انبیاء صادقہ ہیں خواہ انکا ذکر قرآن مجید میں ہو یا نہ ہو۔

ابن اللہ کی اصطلاح ابن اللہ ہونا حضرت مسیح کا قرآن کے مخالف نہیں کیونکہ یہ بنص قرآن روح القدس الٰہی سے متولد ہیں۔ بعض آیات قرآنی ان نصاریٰ کے عقائد کے رد میں ہیں جو مسیح کو خدا کہتے ہیں یا خدا کو روح اللہ کا پدر جسمانی مانتے ہیں

حالانکہ خود حضرت مسیح سے انجیل میں لکھا ہوا موجود ہے کہ جو ملکوت اللہ میں داخل ہوتا ہے اسکے لئے تولد ثانی ضروری ہے اور یہی ہے حقیقت ولد اللہ مسیح کا مقبرہ نہیں تو موسیٰ کا بھی مقبرہ نہیں۔

حفاظت کتب سابقہ تورات و انجیل کے معنی و تفسیر میں علماء یہود و نصاریٰ نے بہت کچھ تاویل و تحریف کی ہے مگر تمام اخبارات اور آیات کتب کی تحریف اور محو ثابت نہیں مصدقاً لما معہم من التوراۃ والانجیل سے ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس خدا کی توریت و انجیل موجود ہے ہاں انمیں تین قسم کی تحریف ہے (۱) کلمات اور حروف میں تغییر کے بغیر معانی میں تحریف (۲) اپنے عقل و فہم و وہم کے مطابق آیات کی تفسیر (۳) اصطلاحی تحریف یعنی انبیاء کی اصطلاحات اور الہامات کے اپنی اصطلاح میں معنی کرنے حالانکہ محاورات کلمات الٰہی ایک خاص علم کے ماتحت ہیں۔ غرض یحرفون الکلم عن مواضعھا میں تحریف معنوی کا ذکر ہے دیدہ و دانستہ انہوں نے الفاظ نہیں بدلے۔

یوم آخر و قیامت یوم آخر و قیامت۔ قیامت کبریٰ کے ظہور کے علاوہ ہے۔ اور ہر خلق کے فناء کے بعد حق تعالیٰ اور خلق کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس مخلوق سے پہلے بھی مخلوق تھی اور حشر و نشر جسمانی و روحانی دونوں ہونگے۔

دوزخ بہشت عذاب و بہشت۔ خدا تعالیٰ کے قرب اور بُعد کا نام ہے

تقدیر انسان اپنی حیثیت میں فاعل مختار ہے مگر تمام تقدیرات و خلقتہائے الٰہیہ میں نہیں

نماز روزہ طائفہ بابیہ و بہائیہ کے عبادات نہ تو اہل سنت سے ہیں نہ شیعہ سے کیونکہ موعود فرق مختلفہ کے عقائد و جزئیات کی ترویج کے لئے نہیں آیا اس خصوص میں میری (ایڈیٹر) تحقیقات یہاں تک پہنچی ہے کہ بہائی مطلق عبادت کے قائل ہیں جائز سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں کے گرجے میں عبادت کرلیں یا نماز مسلمانوں کی طرح پڑھ لیں یا اپنی بہاء اللہ کے ارشاد کے ماتحت کچھ تسبیح اور مناجات کرلیں۔

عبادت طریق وصول الی اللہ میں سے عبادت بھی ہے اور جب عبادت کا ایک طریق مرور زمانہ سے اس قوم کی رسم و عادت ہوجاتا ہے تو پھر اس غرض کو پورا نہیں کرتا۔ جس کے لئے وہ مشروع ہوا۔ پس ایک موعود کے ظہور سے حسب اقتضاء ضروریات و حالات

زمانہ اسکو بدل دیا جاتا ہے تاکہ پھر اذہان ظاہر و باطن ہی متوجہ ہوسکیں۔

کتب بہائیہ طائفہ بہائیہ کے لئے اوامر و اصول میں جامع کتب چار ہیں۔ ۱۔ کتاب القان۔ کتاب اشراقات۔ کتاب اقدس۔ کتاب مبین

متفرقات ماکولات کا حرام و حلال وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے مگر کچھ تبدیل و تعدیل بہاء اللہ نے فرمائی۔

جسمانیات کو بھی دین میں دخل ہے مثلاً لباس ریش کہ عباد اللہ کے اختیار میں ہیں جہاد اور جنگ بادشاہ وقت کا کام ہے اور بادشاہ کی اطاعت واجب رہنمائے دیانت و دین و شریعت جو ہیں انکو امور سیاست میں دخل دینے سے امتناع کلی ہے انہیں صبر و شکر و تحمل کا حکم ہے اور ضرب و شتم و جدال جائز نہیں۔

نوٹ:۔ بہائی عقائد کا ایک حصہ میں نے انہیں کے الفاظ میں شائع کر دیا ہے اگر آپ ان کی تمام کتب بھی پڑھ دیں جنکا حاصل ہونا از بس دشوار ہے تو بھی اتنی باتیں نہیں نکال سکتے بغیر اسکے کہ ان کے کسی عالم و مبلغ کی صحبت میں ایک عرصہ رہکر خاص تعلق قائم کریں۔

عیسائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

عیسائیوں کا ایک بہت بڑا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں واللہ یعصمک من النّاس وارد ہوا ہے مگر آپ کو ایک یہودیہ نے زہر دیا جس سے ایک سال بعد آپکی وفات واقع ہوئی پس اللہ یعصمک من النّاس صحیح نہ رہا۔

اس اعتراض کے بہت سے جواب ہیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس مقصد کے لئے آپنے آواز اٹھائی تھی اسے پورا کرکے آپ فوت ہوئے اور دنیا نہ آپ سے پہلے اور نہ ابتک کوئی نظیر ایسی پیش کر سکی ہے جو ایک شخص تن تنہا اتنی مخالفتوں میں یوں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کہ تمام خطہ زیر دعوت اولی کو اپنا پیرو بنا کر فوت ہو۔ پس جب آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور آپنے امر تبلیغ تحدّ کمال پہنچا دیا تو پھر آپ کی وفات کے

متعلق کسی قسم کا اعتراض انصاف پر مبنی نہیں۔ کیونکہ یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا گیا کہ آپ فوت ہی نہیں ہونگے۔ بلکہ دعویٰ تو یہ ہے کہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین اے رسول جو کچھ تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا اسے خوب کھول کھول کر پہنچا دو۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھیگا اور قوم کافرین کو تیرے مقابل پر کامیاب نہیں کریگا چنانچہ جب ما انزل الیک کی تبلیغ ہو چکی اور آنحضرت کا کام ختم ہو گیا تو پھر اسکے بعد سوائے اسکے اور کیا ہونا تھا کہ آپ الرفیق الاعلیٰ سے جاملیں۔

دوم۔ حال میں چیفکورٹ کا ایک فیصلہ ہوا ہے جو یہ ہے "ہمارا لوکل رپورٹر راوی ہے کہ رجبا پاولی ساکن چک نمبر ۶۶ ضلع لائلپور مر گیا جسکو دفن کرنیکے بعد افواہ اڑادی کہ اسکی بدچلن عورت نے اسے زہر دیکر مار ڈالا ہے۔ پولیس نے بعد تفتیش عورت کا چالان کر دیا۔ سشن جج نے اسے پھانسی کی سزا دیدی اپیل ہونے پر مسٹر بدرالدین قریشی بیرسٹرایٹ لا چیفکورٹ میں ملزمہ کی طرف سے پیش ہوئے فاضل وکیل نے عدالت کو بتلایا کہ چالان میں لکھا ہے کہ زہر کھانیکے ۵ دن بعد متوفی کی موت ہوئی۔ یہ بظہوری غلط ہے زہر کا اثر فوری ہونا چاہیئے تھا اسلئے ملزم بیگناہ ہے۔ فاضل ججان نے فریقین کے وکلاء کی تقاریر سماعت کرنے پر ملزمہ کو سزائے پھانسی سے بری فرمایا۔"

(بلا تشبیہ) اس سے ظاہر ہے کہ زہر کھلانے کے ۵ دن بعد وفات ہونے سے متوفی کی موت کو زہر کا نتیجہ نہیں قرار دیا گیا تو ایک سال گذر جانے کے بعد اسی نقطہ خیال سے عیسائی کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ آپکی موت زہر کا نتیجہ تھی۔ یا وہ زہر دینے میں کامیاب ہوئی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

اطلاع خریداران تشحیذ کو اطلاع ہو کہ اگلا پرچہ اگست ۱۹۱۷ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی کیا جائیگا۔ احباب وصول فرما کر مشکور کرینگے اگر کوئی صاحب اسوقت تک وصولی کے لئے تیار نہ ہوں تو پہلے اطلاع دیں۔ منیجر

عیسائی اصحاب توجہ فرماویں

ہمیں کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ عز اسمہٗ کے تین اقنوم ہیں۔ باپ بیٹا روح القدس۔ اور یہ مسئلہ تثلیث عیسائیت کا اصل الاصول ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ شرائع بیشک تبدیل ہو سکتی ہیں مگر اصول دین کبھی نہیں بدلتے خصوصاً خدا تعالیٰ جو ازلی ابدی ہے اسکی ذات کے متعلق تمام انبیاء ؑ کی ایک ہی تعلیم ہونی چاہئے کیونکہ جس کے وہ فرستادہ ہیں جب اسکے بارے میں وہ مختلف خیال رکھتے ہیں تو جو احکام وہ اسکے سناتے ہیں کیونکر صحیح اور معتبر و مستند مانے جا سکتے ہیں۔

عیسائی عہد عتیق کو الہامی مانتے ہیں اور جب ہمیں بائبل دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے ہم اس خدا کے کلام میں اول سے آخر تک تمام انبیاء علیہم السّلام کے اقوال میں خدا کو ایک ہی پڑھتے ہیں پھر عہد جدید میں یکایک ہمیں بتایا جاتا ہے کہ تین اقنوم ہیں۔ تو کیا پہلے تمام انبیاء حقیقی خدا سے بیخبر رہے یا انہیں غلطی لگ گئی یا وہ اس مسئلہ تثلیث کو سمجھ نہیں سکتے یہ ایک ایسی بات ہے جسے کم از کم ہم سمجھنے سے معذور ہیں بہت مہربانی ہوگی اگر کوئی عیسائی صاحب اسپر روشنی ڈالینگے۔ ذیل میں ہم عہد عتیق کی متعدد کتب سے دکھاتے ہیں کہ پہلے انبیاء نے خدا کے بارے میں کیا تعلیم دی۔

حوالہ اوّل۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا تو انہیں سجدہ نہ کر۔ نہ ان کی بندگی کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں (استثنا باب ۵ آیت ۷۔۸۔۹)

حوالہ دوم۔ "سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے اسلئے کہ کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا جہانتک کہ ہمنے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں (۲ سموائیل باب۔ آیت ۲۲۔۲۳)

حوالہ سوم۔ اے خداوند اسرائیل کے خدا جو کروبیوں کے درمیان سکونت کرتا۔ تو ہی اکیلا زمین کی ساری مملکتوں کا خدا ہے تو ہی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (۲ سلاطین باب ۱۹ آیت ۱۶)

حوالہ چہارم۔ تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے تو نے آسمان کو اور آسمانوں۔ کے آسمان کو اور ان کی ساری آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ انمیں ہے بنایا

اور تو سبھوں کا پروردگار ہی (نحمیاہ باب ۹ آیت ۶)

حوالہ پنجم - میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں (یسعیاہ باب ۴۶ آیت ۹)

(۲) میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۵)

(۳) میں خداوند سب کا بنانے والا ہوں میں ہی نے اکیلے آسمانوں کو تانا اور آپ تنہا زمین کو فرش کیا (باب ۴۴ یسعیاہ آیت ۲۴)

حوالہ ششم - معبودوں کے درمیان اے خداوند تجھ سا کوئی نہیں × × × تو بزرگ ہے اور عجائب کام کرتا ہی تو ہی اکیلا خدا ہے - (زبور ۸۶ - آیت ۸ - ۱۰)

حوالہ ہفتم | سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ (استثنا باب ۶ آیہ ۷)

حوالہ ہشتم | بیشتر اس سے کہ پہاڑ پیدا ہوئے اور زمین اور دنیا کو تو نے بنایا - ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے - (زبور باب ۹۰ آیت ۲)

حوالہ نہم | کیا میں خداوند ہی نے یہ نہیں کہا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں - (یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۲۱)

حوالہ دہم | اب دیکھو کہ میں ہاں میں ہی وہ ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں - میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں (استثناہ باب ۳۲ آیت ۳۹)

حوالہ یازدہم | اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے اور نہ نیچے زمین میں (سلاطین باب ۸ آیت ۲۳)

اسکے بعد **عہد نامہ** میں آپ خود حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تعلیم دیکھیں جنہیں ثالث ثلثہ بتایا جاتا ہی فرماتے ہیں -

پہلا حوالہ | سب حکموں میں سے اوّل کونسا ہی یسوع نے جوابدیا کہ اوّل یہ ہی اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ (مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹)

دوسرا حوالہ | اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو

جسے تونے بھیجا ہی جانیں" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

یہ آیت نہ صرف یہ بتاتی ہی کہ خدا ایک ہے بلکہ جناب یسوع مسیح کی پوزیشن بھی واضح کرتی ہی کہ وہ اسکا فرستادہ یعنی رسول ہی اور بس

پھر حواریوں کی تعلیم بھی یہی ہی۔

حوالۂ اوّل | اگرچہ آسمان و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں لیکن ہماری نزدیک تو ایک ہی خدا ہی یعنے اب جس کی طرف سے ساری خبریں ہیں اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ (اکرنتھیون باب ۸ آیت ۶)

حوالہ دوم | ایک ہی خداوند ہی ایک ہی ایمان ایک ہی بپتسمہ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہی جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہی (افسیون باب ۴ آیت ۶)

حوالہ سوم | جو مبارک اور واحد حاکم بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہی۔ پس نہایت ادب و خصوص سے ہم عیسائی صاحبان کی خدمتیں عرض پرداز ہیں کہ ہم تو عہد عتیق و عہد جدید میں توحید ہی کی تعلیم پڑھتے ہیں اور تثلیث کا لفظ تک نہیں دیکھتے پس اگر کچھ ایسے الفاظ ہوں جن سے تین اقنوم نکلتے ہیں تو یہ محکم آیات بہر حال مقدم ہونی چاہئیں کہ یہ سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم ہی۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔

طبیب روحانی ا۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ا۔ خصوصیات مسیح موعود ۱۔ حقیقت نزول المسیح ۱۰۔ در ثمین فارسی مجلد ۹۔ در ثمین اردو ۵۔ ظہور المہدی ۶۔ نغمہ اکمل حصہ دوم ۲۔ نغمہ اکمل حصہ سوم ا۔ ہدایات دربارہ معاملات ۱۰۔ البلاغ المبین ا۔ ادعیۃ القرآن ۲۔ ضروریات زمانہ ۸۔ اسلام کی پہلی کتاب ۴۔ محمد رسول اللہ ۱۰۔ مجربات نور الدین حصہ اول ۱۔ مجربات نور الدین حصہ دوم ۱۰۔ مجربات نور الدین حصہ سوم ۱۰۔ البشریٰ حصہ اول۔ دوم و مکاشفات ۱۲۔ آثار مبارکہ ا۔ نماز مترجم ۔۔۔ اسلام ۲۔ ضرورت نبی ۱۰۔ خطبات نور حصہ اول ۸۔ دوم ۱۰۔ تحمیکا محمدی ا۔ کلام محمود ۴۔ مباحثہ امرتسر ۲۔ قرآن شریف حیدرآبادی ۔۔ القا ربانی ۶۔

پیشگوئیوں کے بارے میں چند اصول

اکثر غیر احمدی شور مچاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ انہیں کہنا چاہئے کہ اچھا یہ پیشگوئیاں تو پوری نہیں ہوئیں اسکے علاوہ جو پیشگوئیاں ہیں اور جن پر تم کوئی جرح نہیں کر سکتے ان سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا؟

۲۔ پھر تم مسلمان کہلاتے ہو قرآن مجید کو حکم مانتے ہو اسمیں لکھا ہی وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم (اگر یہ نبی سچا ہی تو جو وعدہ کرتا ہے اسکا بعض ضرور پہنچیگا) اس سے ثابت ہی کہ تمام پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور پھر ایسے رنگ میں پورا ہونا کہ سب سمجھ جائیں اور مان لیں ضروری نہیں پس جب خدا کی کتاب فرماتی ہی کہ سب پیشگوئیاں پوری ہونی ضروری نہیں تو تم کسطرح بعض پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کو دلیل کذب بنا سکتے ہو

(ب) یہ بھی غور کر لو کہ یہاں کفار مخاطب ہیں اور مقصود تخویف ہی پس ضرور تھا کہ تخویف کے موقعہ پر کہا جاتا کل پیشگوئیاں پوری ہونگی۔ مگر چونکہ ایسا ہونا سنت اللہ کے خلاف ہے اسلئے بعض ہی فرمایا

۳۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دنیا میں پوری ہونے والی پیشگوئیاں مراد ہیں کیونکہ یہاں اول تو دنیا کا لفظ نہیں۔ دوم یہ صیغہ مضارع استقبال کو شامل ہی قیامت کو مستثنے کی کوئی وجہ نہیں سوم کیا کفار قیامت کو عذاب وغیرہ سے بچے رہینگے جو آخرت کو مستثنی کر دیا اور فرمایا کہ صرف دنیا میں تم کو پہنچ جائیگا جو تم سے وعدہ ہی اور آخرت میں چونکہ تم قبضہ الہی سے (نعوذ باللہ) نکلجاؤگے اسلئے اسکے متعلق یقین نہیں۔

۴۔ یہ کہنا کہ قرآن مجید میں فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ آیا ہی اس لئے وعدہ کا پورا ہونا ضروری ہی اسکے متعلق کئی جواب ہیں۔

اوّل تو وعدہ بہ سبب مضاف ہونے کے معرفہ ہوگیا ہی اسلئے خاص وعدہ مراد ہی ہر ایک وعدہ مراد نہیں۔

دوم۔ تمام آیت پڑھے جو یوں ہی کہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ،

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ یعنی جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائیگی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ واحد قہار کے حضور حاضر ہونگے اس دن وہ اپنے اس خاص وعدے کو جو رسولوں سے ہے نہیں بدلیگا اور یہ ہم بھی مانتے ہیں اسمیں یہ کہاں لکھا ہے کہ سب پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری ہے۔

۵۔ پیشگوئیاں کہ آیات ہیں۔ ان کے متعلق قرآن مجید نے کچھ اصول بتائے ہیں۔ ان میں ایک اصل یہ بھی ہے وما کان لرسولٍ ان یاتی بآیۃٍ الا باذن اللّٰہ لکل اجل کتاب یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت (رعد ع ۱۲ - ۱۳) خدا کے حکم کے بغیر رسول کوئی پیشگوئی نہیں کرتا اور پھر اسکے لئے ایک وقت مقرر ہو۔ اور اللہ چاہے تو اسے بھی محو کر دے یا جتنے حصے کو چاہے رہنے دے۔

دوم۔ اِذَا بَدَّلْنَا اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ۔ جب ایک نشان کو بدلکر دوسرا نشان دیں تو کفار کہتے ہیں تو مفتری ہے گویا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا پہلے ایک نشان دے اور پھر اسے بدل دے۔

سوم۔ بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں روک بھی پڑ جاتی ہے مثلاً یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللّٰہ لکم ایک وعدہ ہے کہ وہ ارض مقدسہ تمہارے خاص تمہارے لئے لکھدی گئی ہے مگر پھر ارشاد ہوتا ہے فانّھا محرّمۃ علیھم اربعین سنۃ چالیس سال حرام ہے وہ زمین ان پر۔

چہارم۔ آیات کچھ محکمات ہوتی ہیں کچھ متشابہات ایمان بالغیب کے لئے ضروری ہے کہ بعض پیشگوئیاں متشابہات میں رہیں جن کی تاویل صرف راسخون فی العلم بلکہ لا یعلم تاویلہ الا اللّٰہ کے مطابق صرف اللہ ہی جانے ایمانداروں کا کام ہے کل من عند اللّٰہ کہنا محکم پر بحث کرنی اور متشابہات پر ایمان لانا۔

اطلاع ضروری تشحیذ کا چندہ سالانہ بوجہ گرانی کاغذ و ایزادی نرخ مطبع و کمی خریداران مجبوراً دو روپے (عہ) کی بجائے آیندہ اڑھائی روپیہ عہ۸ کر دیا گیا ہے۔

مینیجر

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی پر نہایت بسط سے ایک مضمون مئی ۱۹۱۳ء کے تشحیذ میں چھپ چکا ہے جس میں اسمیں بالتفصیل یہ بتا دیا تھا کہ اس پیشگوئی کا مقصد ہرگز ہرگز لڑکی کا نکاح میں لانا نہ تھا۔ بلکہ اپنے رشتہ داروں پر حجت الٰہی قائم کرنا اور انہیں خدا کی ہستی اور اپنی صداقت کا ثبوت دینا چنانچہ حضور ؑ خط بنام مولوی محمد حسین میں بھی لکھتے ہیں کہ "اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں کہ خواہ نخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ بنیاد یہ تھی کہ یہ فریق مخالف جنمیں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھا × × خدا تعالٰے نے چاہا کہ انپر اپنی حجت پوری کرے سو اسنے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بیدین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں۔"

پھر تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں :-

"خدا تعالٰے نے انہیں انکی بھلائی کے لئے انہی کے تقاضا سے انہیں کے درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہی ظاہر فرما دیا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہی اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔"

پس اس پیشگوئی کو ہمیں اس پہلو سے دیکھنا چاہئے کہ اس خاندان پر اس پیشگوئی کے بعد کیا اثر ہوا اگر تو وہ خدا کی طرف متوجہ ہو گئے اور سلسلہ میں داخل تو پھر یہ وہ کامیابی ہی جس کی نظیر صرف انبیاءؑ کی کامیابیوں میں مل سکتی ہے اور اگر یہ مطلب حاصل نہیں تو پھر خواہ نکاح ہو بھی جاتا تو نہیں کہہ سکتے تھے جو پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ اصل مقصد حاصل نہ ہوا۔ الحمدللہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس خاندان کا کثیر حصہ آج سلسلہ احمدیہ میں داخل ہی اور جو کسی وجہ سے داخل نہیں وہ شوخی اور مخالفت کو چھوڑ چکا ہے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ پھر لکھتا ہوں کہ اس خاندان کا سردار محمود بیگ بیعت میں داخل ہوا

۲- مرزا احمد بیگ کی لڑکی جو مرزا احسن بیگ صاحب کے نکاح میں ہے وہ بھی احمدی ہے

۳- خود مرزا محمد احسن بیگ صاحب بھی مخلص احمدی ہیں۔

۴۔ دوسری دولڑکیاں بھی مخالف نہیں بلکہ درس قرآن میں شامل ہوتی ہیں۔

۵۔ مرزا احمد بیگ صاحب کے فرزند مرزا محمد بیگ کا یہ بیان ابھی چند روز ہوئے الفضل میں چھپا ہی "میں اپنی رائے کے مطابق نیکبخت اور بزرگ سمجھتا ہوں اور مجھے احمدی جماعت قادیان سے کسی قسم کی عداوت اور اعتراض نہیں ہے" (الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

۶۔ مرزا محمد بیگ کا لڑکا تو بیعت بھی کر چکا ہے۔

۷۔ مرزا سلطان محمد بیگ کا خط بھی چھپ چکا ہے۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"السلام علیکم۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگذار۔ شریف النفس۔ خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے انکی زندگی میں انکا شرف نہیں حاصل نہ کر سکا۔"

نیازمند سلطان محمد

۸۔ اور اب آپ خوشی سے سنینگے کیونکہ اسی بات سے اس مضمون لکھنے کی تحریک ہوئی۔ کہ مرزا احمد بیگ صاحب کی بیوی بھی سلسلہ احمدیہ میں داخل اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت نہایت اخلاص سے کر چکی ہے۔

اور اس رشتہ کے متعلق سب سے مانع بھی یہی تھیں انکے سلسلہ میں آنے کی خبر خدا تعالے کے کلام میں بھی تھی۔ ایتہا المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبک۔

اب اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک کہ یہ پیشگوئی اصل میں وعید ہے اور جو توبہ و انابت سے ٹلجاتی ہے۔

دوم۔ یہ کہ توبہ کرلینا یقینی ہے جبھی تو اللہ تعالے نے اسطرف اسے متوجہ فرمایا۔ تعجب ہے کہ جس خاندان کی نسبت پیشگوئی تھی وہ تو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا جاتا ہے جو زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ پیشگوئی پوری ہوئی اور ایسی شان سے پوری ہوئی کہ وہ جو مخالف تھے اور سخت مخالف تھے اور جنکو صدمہ بھی شدید پہنچا تھا وہ تو سب باتیں بھلا کر احمدی بن رہے ہیں۔ اور یہ بیرونی لوگ خواہ مخواہ یہ بات پیش کرتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لوگوں کو قبول حق سے

ہو رہی ہیں العجب ثم العجب اتنا غور نہیں کرتے کہ جن کے لئے پیشگوئی تھی جب ان پر اس پیشگوئی کا اثر اچھا ہوا تو تم کون ہو جو کہہ رہے ہو کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ پیشگوئی پوری نہ ہوتی تو یہ رشتہ دار اور بھی شدید مخالف ہو جاتے نہ یہ کہ توبہ و انابت کر کے سلسلہ میں داخل ہوتے۔

چند لطائف

غیر احمدی۔ اعجاز احمدی میں مرزا صاحب کا ایک مصرعہ ہے۔ ولو دی بین النّاس والخلق احضروا۔ بصیغہ مجہول ظاہر کرتا ہے کہ لوگ ڈنڈے مار مار کر لائے گئے حالانکہ وہ مرضی سے آئے

احمدی۔ جناب من قرآن مجید میں جنتیوں کے بارے میں ہے ویسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلًا۔ کیا انہیں ڈنڈے مار مار کر زنجبیل ملی ہوئی شراب طہور پلائی جائیگی۔

غیر احمدی۔ خاموش!

" مرزا صاحب اعجاز احمدی میں مکذبین سے کہتے ہیں وان کنت فی شک فسل یا مکذّبی تو کیا مکفر و مکذّب شک میں ہوتے ہیں انکو تو مرزا صاحب کی گمراہی پر یقین ہے۔

احمدی۔ حضرت قرآن مجید میں ہے کہ کفار انبیاء سے کہتے ہیں واننا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب (ہود ع ۶) (۲) وانہم لفی شک منہ مریب (ہود ع ۱۰)

غیر احمدی۔ خاموش!

" ما علّمناہ الشعر وما ینبغی لہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب چونکہ شاعر تھے اسلئے نبی نہیں۔

احمدی۔ بھائی صاحب مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎ کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلّق جس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے۔ آپ تو شاید حضرت داؤد کو بھی نبی نہ مانتے ہونگے جنکے لئے قرآن مجید میں زبور دیئے جانیکا حکم ہے۔

سنو! حضرت نبی کریم نے کبھی شعر نہیں کہا یہ مسلمہ بات ہے مگر پھر بھی عرب کے لوگ کہتے تھے شاعرٌ او مجنونٌ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک خالی ڈھکوسلے چلانے والا شاعر کہلاتا ہے نہ کہ پابند عروض۔ پس ما ینبغی لہ الشعر کے یقیناً یہی معنے ہیں کہ خیالی ڈھکوسلے

چلانا نبوت کی شان سے بعید ہے۔ وہ جوبات کرتا ہی پختہ اور حکمت سے بھری ہوئی صحیح اور اٹل ہوتی ہی

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۲)

شیعہ۔ بعد وفات رسول صلعم جو جو ظلم وستم اہلبیت کرام پر ہوئے بیان نہیں ہوسکتے مثلاً مروی ہی حضرت عمر کے ہاتھ سے جناب فاطمہؓ کو ایسا صدمہ ہوا کہ آپ کا حمل ساقط ہوگیا اور حضرت محسن شہید ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احمدی۔ پیارے دوست اگر جناب فاطمہ ایک ہی بیٹی رسول صلعم کی ہیں اور ان کا بچہ محسن نام بھی ایک ہی دفعہ پیدا ہوا ہے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ روایت بالکل جھوٹی اور حضرت عمر کے حاسدوں کی طبع زاد ہے محسن کا پیدا ہونا خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ثابت اور یہ نام بھی آپکا ہی تجویز کردہ ہے پھر کتنا اندھیر ہے کہ اسی سیدہ کے اسی صاحبزادہ کی ولادت دوسری دفعہ ایسے شرمناک طور پر بھی بیان کیجاتی ہی فرمائیے اس سے بڑھکر اہلبیت رسول کی کوئی ہتک ہوسکتی ہی ہرگز نہیں لیجئے اب وہ روایت عرض کرتا ہوں ذرا غور سے مطالعہ فرمائیے گا۔

جناب علی علیہ السلام سے مروی ہی کہ جب حسن پیدا ہوئی تو تشریف لائے رسول اللہ صلعم تو فرمایا لاؤ میرے بچے کو مجھے دکھاؤ۔ اور اسکا نام کیا تجویز کیا ہی؟ میں (جناب علی) نے عرض کی کہ حرب تو آنحضرت صلعم نے فرمایا نہیں یہ تو حسن ہے پھر جب حسین پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا لاؤ میرا بچہ مجھے دکھاؤ۔ نام کیا رکھا ہے میںنے عرض کی کہ حرب فرمایا نہیں یہ تو حسین ہی۔ پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا۔ تو آنحضرت صلعم تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرا بچہ دکھاؤ کیا نام ہے میںنے عرض کیا کہ حرب فرمایا بل ھو محسنٌ بلکہ محسن نام رکھو۔ اسد (نام راوی) نے اس روایت میں اتنا اور کہا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے میںنے انکو فرزندان ہارون کے نام سے موسوم کیا ہے جن کے نام شبر شبیر اور مشبر تھے دیکھو استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۲ ترجمہ الحسن بن علی بن ابی طالب

شیعہ۔ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں بارہ خلیفوں کی پیشگوئی آئی ہے کہ ان کے زمانہ میں

دین اسلام برقرار رہیگا۔ وہ بارہ کون کون ہیں ہمارے علماء کہتے ہیں کہ ان سے مراد دوازدہ امام علیہم السلام ہی ہیں اور بس۔

احمدی - یہ حدیث مختلف الفاظ میں نہ صرف اہلسنت کی کتب حدیث میں ہی وارد ہے۔ بلکہ کتب معتبرہ شیعہ میں بھی آئی ہے

علمائے اہلسنت کے اسکی تشریح میں مختلف اقوال ہیں مثلاً اول یہ کہ خلفائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خلافت سے مابعد والے ہیں یعنی خلفاء بنی امیہ اور جو الفاظ انکی خلافت کی مدح وثنا پر دلالت کرتے ہیں وہ باعتبار انکے کمال دین اور عدالت کے نہیں بلکہ باعتبار اجتماع اور انتظام سلطنت اسلامی واتفاق اہل اسلام کے ہے یعنے جو خلافت کہ خلافت نبوت وخلافت کبریٰ ہے اور جس کا زمانہ بحکم حدیث الخلافۃ فی امتی ثلثون سنۃ (ترمذی صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ دہلی ۱۲ھ) تیس برس ہی وہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ خلافت امارت ہے کیونکہ خلیفہ کے معنے لغت عرب میں السلطان الاعظم کے بھی آئے ہیں (مجمع البحرین زیر لفظ خلف صفحہ ۴۰۹) اور وہ یزید ہیں معاویہ سے لیکر مروان حمار آخر خلفائے بنی امیہ تک پورے بارہ ہو جاتے ہیں دیکھو تاریخ الخلفاء

علاوہ ازیں اس توجیہ کی تائید خود اسی حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو دوسرے طرقوں سے مروی ہے مثلاً جابر بن سمرۃ سے کہا سمعت النبی یقول یکون بعدی اثنا عشر امیراً منقول از بخاری غایت المرام سید ہاشم البحرانی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۷۲ باب ۲۴ حدیث نمبر ۱ المقصد اول

دوسرے یہ کہ اس سے مراد بارہ خلیفے قیامت تک ہیں خواہ وہ یکے بعد دیگرے خلیفے نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ترمذی صفحہ ۳۶۹ حاشیہ نمبر ۶ بحوالہ مجمع البحار اس توجیہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہو جاتے ہیں اور ان کے شمول کی ایک نہایت واضح دلیل کی غایت المرام جیسی معتبر کتاب سے مجھکو ہاتھ آگئی ہے۔ اسی باب ۲۴ کے اندر احادیث نمبر ۱۲ اور نمبر ۱۴ میں بحوالہ صحیح مسلم والجمع بین الصحاح الستہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بارہ خلیفوں کی بشارت دینے کے بعد فرمایا عصبۃ من المسلمین یفتتحون البیت الابیض کسریٰ وآل کسریٰ

× × × اذا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ والذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوز کسریٰ

فی سبیل اللہ۔ کیا اسمیں صاف طور پر خلفائے راشدین کا عموماً اور حضرت عمرؓ کا خصوصاً داخل خلفائے اثنا عشر ہونا ثابت نہیں ہوتا کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ عمر فاتح کسریٰ نہیں یا اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ سراقہ بن مالک کو شاہ عجم کے کنگن نہیں پہنائے گئے مجلسی فرماتے ہیں "پس چوں در زمانِ عمر فتح مدائن کردند عمر او را طلبید و دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دست ہائے او کرد" حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۲۴۸۔ اخبار مغیبات پنجاہم۔

اب فرمایئے کہ ہماری کتابوں کی بنا پر دوازدہ امام علیہم السلام اس حدیث کے مصداق کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ نہ تو ان کو خلیفہ ہی کہا جاتا ہے اور نہ وہ امیر تھے اور نہ فاتح کسریٰ نہ ان کے عہد میں دین اسلام یا اہل اسلام کو ترقی و رونق ہوئی بلکہ حسب اعتقاد شیعہ خود حضرت ابو الائمہ یعنی جناب علیؓ کے سامنے قرآن میں تغیر و تبدل کیا گیا دین میں قسم قسم کے احداث و بدعات پیدا ہو گئے حدود شرعیہ کو توڑا گیا خلافت غصب کر لی گئی اور وہ چپکے بیٹھے دیکھتے رہے اور کچھ ایسا انتظام نہ فرمایا کہ دین برحق کو قائم رکھیں۔ دوسرے ائمہ کا تو کیا کہنا خود تمہاری معتبر روایات میں آیا ہے ولو ان امیر المومنین ثبتت قدماہ اقام کتاب اللہ کلہ والحق کلہ (فروع کافی جلد۲ صفحہ ۲۴۳ تفسیر صافی زیر آیت وان تجمعوا بین الاختین۔ اسکے بعد مناسب ہے کہ اپنی تائید میں اس حدیث کے متعلق خود کتب شیعہ سے بھی کچھ عرض کیا جائے۔

واضح ہو کہ کتاب غایت المرام میں بعد بیان کرنے احادیث بطریق اہلسنت کے شیعہ طریق سے جو حدیثیں مرقوم ہیں۔ ان میں بھی بعض کے اندر یکون اثنا عشر خلیفۃ کے بجائے اثنا عشر امیراً کے الفاظ وارد ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں لا یزال ھٰذہٖ الامۃ امرھا صالحاً ظاھرۃ علی عدوھا حتیٰ یمضی اثنا عشر ملکاً دیکھو حدیث نمبر عاشر یعنی اس امت سے جبتک بارہ بادشاہ نہ ہو گذرینگے ہمیشہ مسلمانوں کا حال درست رہے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہینگے۔

اب فرمایئے کہ بارہ اماموں کو کب ایسا غلبہ نصیب ہوا کہ ان پر بادشاہی کا اطلاق درست ہو۔ یا ان کے عہد میں مسلمانوں کو صلاحیت اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رہا ہو۔ اگر کہو کہ بارہویں امام کے زمانہ میں مشرق و مغرب کے ممالک فتح کئے جائینگے اور تمام روئے زمین کے کفار پر غلبہ

ہو جائیگا ۔ تو اول تو یہ امر موہوم ہے ۔ دوسرے حدیث میں کسی ایک امام کے غلبہ کا ذکر نہیں ۔ بلکہ بارہ خلفاء میں سے ہر ایک کی نسبت غلبہ و امارت اور دین کی حمایت و تقویت مشروط ہے پس نرے بارہ کے اعداد پر فخر کرنا شیعوں کی خوش فہمی پر دال ہے ۔

شیعہ :۔ اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ قیامت میں رویت باریتعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگی ۔ لیکن ہم شیعہ اسکے قائل نہیں ۔ کیونکہ خداتعالےٰ مکان اور جہت سے منزہ ہے اور اسکے جمال کو ہماری آنکھیں احاطہ نہیں کر سکتیں لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کیا آپ ہماری کتابوں سے اپنے عقیدہ کی صحت دکھلا سکتے ہیں ۔

احمدی ۔ دراصل انکار رویت باری تعالےٰ کا مذہب معتزلہ سے منسوب ہے اور زیادہ تر اسکا تعلق فلسفہ سے ہے نہ کہ مذہب سے جس طرح آریہ نے قدامت روح اور مادہ کو جو دراصل مذہب حکمائے فلسفہ کا ہے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے اسی طرح شیعہ نے بھی اس فلسفیانہ عقیدہ کو لازمہ مذہب قرار دے لیا ہے جبکہ عالم آخرت کے حالات و کوائف اس عالم سے اکثر مختلف ہیں مثلاً یہاں پر استعمال حریر و زیور طلاء و شراب مسلمانوں پر حرام ہیں لیکن آخرت میں خداوند کریم نے ان ہی اشیاء کو نعمائے جنت میں شمار کیا ہے اور خاص الخاص مومنین و متقین کو اسکا مستحق فرمایا ہے تو رویت باری تعالےٰ کے بارہ میں بھی زیادہ بحث و تکرار فضول ہے ہم اسی قدر مکلف ہیں ۔ کہ آخرت کے کوائف پر ہمارا ایمان مجمل ہو ۔ باقی اسکی کیفیت و تشریح حوالہ بخدا کرنی چاہئے ۔ میں اسموقعہ پر فریقین کی کتب معتبرہ سے اس بارہ میں کچھ عرض کر دیتا ہوں یقین ہے کہ آپ کی تسلی ہو جائے گی ۔

اول ۔ مالکؓ بن انس سے آیت الیٰ ربہا ناظرۃ کی تفسیر پوچھی گئی جس کے ظاہر معنے یہ ہیں کہ کتنے منہ ہونگے جو قیامت میں اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہونگے پھر کہا گیا ۔ کہ ایک قوم (مثل معتزلہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ اس آیت میں اپنے رب کی طرف دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کے عطا کردہ ثواب و انعام کو دیکھنے والے ہونگے پس کہا امام مالک نے وہ جھوٹے ہیں بھلا وہ آیت کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون (یعنے حقا تحقیق کفار اپنے پروردگار کے دیکھنے سے منع کئے جائینگے) کے کیا معنے کرتے ہیں کہا مالک نے کہ لوگ قیامت کے دن خدا کی طرف اپنی

آنکھوں سے دیکھ رہے ہونگے اور کہا کہ اگر مومنین کے حق میں اپنے رب کا دیکھنا قیامت کے دن مقرر نہ ہوتا تو خدا قرآن میں ہرگز کفار کو حجاب کے عتاب آمیز خطاب سے شرمندہ نہ کرتا جیسے کہ فرمایا کلا انہم من ربہم یومئذ لمحجوبون رواہ فی شرح السنۃ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ - جواز رویت باری تعالےٰ کا استدلال حجاب عن الکفار سے قابل غور ہے۔

دوم - امام صادق علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کے جبل طور والے قصہ میں مروی ہے کہ موسیٰ کے سوال رویت صریح پر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تو مجھکو نہیں دیکھ سکیگا جبتک فوت نہ ہو۔ البتہ آخرت میں مجھکو دیکھے گا ہاں اگر اسی دنیا میں دیکھنا ہے تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ تو تو بھی عنقریب مجھ کو دیکھ لیگا اصل الفاظ یہ ہیں :-

فقال اللہ تعالیٰ - لن ترانی فی الدنیا حتیٰ تموت فترانی فی الآخرۃ الخ تفسیر صافی زیر آیت وخر موسیٰ صعقا۔

(ب) کما جاء فی الحدیث ستروں ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر یعنے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے کہ چودہویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ ابا رزین رضؓ کے سوال رویت پر آنحضرتؐ نے فرمایا الیس کلکم یری القمر لیلۃ البدر مخلیاً - کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالےٰ۔

(ج) عن الصادق - انہ سئل عن اللہ عز وجل ھل یراہ المومنون یوم القیمۃ قال نعم وقد راوہ قبل یوم القیمۃ فقیل متیٰ قال حین قال لہم الست بربکم قالوا بلیٰ الخ - ہر دو مذکورہ حوالوں کے لئے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت وخر موسیٰ صعقاً۔

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا خدا تعالےٰ کو مومنین قیامت کے دن دیکھینگے فرمایا کہ ہاں اور تحقیق انہوں نے قیامت سے پہلے بھی اسکو دیکھا - عرض کیا گیا کب دیکھا - فرمایا جبکہ خدا نے کہا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں تو انہوں نے کہا تھا کہ ہاں ۔ علاوہ ازیں آیت لاتدرکہ الابصار سے صرف نفی احاطہ مستنبط ہو سکتی ہے نہ کہ مطلق رویت کی اور رویت کا ثبوت جو مختصراً اوپر کی آیات واحادیث میں دیا گیا ہے اہل انصاف کی تسلی کے لئے کافی ہے۔

شیعہ - اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ نیکی بدی سب خدا کی طرف سے ہے چنانچہ ان کا آمنت باللہ

والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ پر ختم ہوتا ہے۔

احمدی نیکی بدی کا خدا کی طرف منسوب کرنا اور بات ہے اور قدر خیرہ وشرہ اور بات۔ اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ بدیاں بھی خدا کرتا ہے تو کسی شقی مومن سنی کا عقیدہ نہیں۔ اگر اسکا یہ مطلب ہے کہ بدیوں کو بھی خدا نے ہی پیدا کیا ہے تو اسمیں اہلسنت پر کوئی الزام نہیں۔ شیعوں کی سب سے معتبر کتاب حدیث اصول کافی میں اس بارہ میں ایک مستقل باب ہے جسمیں ایک چھوڑ تین حدیثیں ہیں اور ان سب میں لکھا ہے کہ خیر کو مینے پیدا کیا اور شر کو بھی مینے پیدا کیا اور یہ کہ خالق خیر وشر میں ہوں بطور نمونہ ایک حدیث عرض کیجاتی ہے۔

عن ابی عبد اللہ ع قال قال اللہ عز وجل انا اللہ لا الٰہ الا انا خالق الخیر والشر فطوبیٰ لمن اجریت علی یدیہ الخیر وویل لمن اجریت علی یدیہ الشر وویل لمن یقول کیف ھذا۔ اصول کافی کتاب التوحید۔ (باب الخیر والشر صفحہ ۸۹)

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے میں اللہ ہوں کوئی معبود برحق نہیں۔ مگر میں پیدا کرنے والا ہوں نیکی کا اور بدی کا۔ مبارک ہے وہ جس کے ہاتھ پر مینے خیر کو جاری کیا اور افسوس ہے واسطے اسکے جس کے ہاتھ پر مینے شر کو جاری کیا اور افسوس ہے اس شخص پر جو کہتا ہے۔ کہ یہ کس طرح پر ہوا۔

(ب) پھر احادیث شیعہ سے ثابت ہوتا ہے ابلیس سے خدا نے ہی سجدہ نہ کرایا۔ اور آدم کو شجر ممنوع سے کھانے کے لئے بھی اسی نے اکسایا دیکھو اصل حدیث

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ ع قال سمعتہ یقول امر اللہ ولم یشأ وشاء ولم یامر امر ابلیس ان یسجد لآدم وشاء ان لا یسجد ولو شاء لسجد ونھی آدم عن اکل الشجرۃ وشاء ان یاکل منھا ولو لم یشاء لم یاکل۔ اصول کافی کتاب التوحید باب المشیۃ والارادۃ صفحہ ۸۷

(ترجمہ) عبد اللہ بن سنان نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہا سنا مینے کہ فرماتے تھے خدا نے امر فرمایا لیکن نہ چاہا اور چاہا اور امر نہ فرمایا جیسے امر فرمایا ابلیس کو کہ آدم کو سجدہ کرے اور چاہا کہ سجدہ نہ کرے اگر چاہتا تو وہ سجدہ کرتا اور منع کیا آدم کو درخت کے کھانے سے اور چاہا

کہ وہ اسمیں سے کھائے اور اگر نہ چاہتا تو وہ نہ کھاتا۔

پھر اندازہ نیکی و بدی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننا اسمیں کونسی قباحت ہے؟ اگر یہ اندازہ خدا نہیں کرتا تو کہاں اسکے سوا کسی اور میں یہ طاقت ہے؟ کیا اسنے نہیں فرمایا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرٰہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرٰہ اصل یہ ہے کہ اس عربی عبارت کا مفہوم غلط طور پر زبان زد عوام ہوگیا جو کہتے ہیں کہ نیکی بدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہمنے تو ثابت کردیا کہ یہ امر بھی خود شیعوں کی صحیح احادیث سے ثابت ہے فرمایئے اس اعتراض کی اب کوئی گنجائش باقی ہے

شیعہ۔ کتاب ملل و نحل شہرستانی میں آیا ہے کہ سب سے پہلا فتنہ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ کے دن پیدا ہوا۔ اگر اس دن جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ بنایا جاتا تو مسلمانوں میں کوئی اختلاف یا فتنہ نمودار نہ ہوتا۔

احمدی۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن کا اختلاف بظاہر فتنہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اختلاف بہت سے خانہ برانداز فتنوں کا مٹانے والا ثابت ہوا۔ تفصیل اسکی کسی دوسرے موقعہ پر عرض کرونگا۔ سردست اسقدر بتلا دینا ضروری ہے کہ اس اختلاف کا نام فتنہ رکھنے والے عام لوگ ہیں جنکا قول ہمپر حجت نہیں لیکن ایک اور قوم ایسی فتنہ گر ہے جنکا فتنہ سقیفہ سے بھی ایک مدت پہلے کا ہے اور ان کے فتنہ کو خود حضرت مخبر صادق رسول صلعم نے اسلام میں پہلا فتنہ قرار دیا ہے اور وہ قوم خوارج ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایکدفعہ حرقوص بن زہیر جو بظاہر بڑا عابد و زاہد تھا۔ ایکدن آنحضرت صلعم کے حضور میں صحابہ اسکی کثرت عبادت کی تعریف کر رہے تھے کہ اسی وقت وہ آپ مسجد نبوی میں آگیا۔ حاضرین نے عرض کیا یہی وہ شخص ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم اسکے خبث باطن سے خوب واقف تھے یہانتک کہ اسکو واجب القتل جانتے تھے۔ حرقوص مسجد میں آتے ہی مشغول عبادت ہوگیا۔ آنحضرت نے سب سے پہلے ابوبکر کو حکم دیا کہ جاکر اس شخص کو قتل کردو۔ وہ مسجد کے اندر گئے دیکھا تو وہ رکوع میں ہے ظاہر حال کو دیکھکر انہوں نے قتل میں تامل کیا پھر آپنے عمر کو حکم دیا وہ گئے تو حرقوص سجدہ میں تھا۔ انکو بھی ایسی حالت میں قتل کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر آنحضرت صلعم نے جناب علی کو ارشاد فرمایا جب وہ اندر گئے تو حرقوص کو نہ پایا اور واپس آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اسپر آنحضرت صلعم نے فرمایا لو قتل لکان اول فتنۃ و اٰخرھا یعنے اگر یہ قتل کیا جاتا تو اسلام میں پہلے بھی فتنہ ہوتا۔ اور آخری فتنہ بھی یہی ہوتا یعنے اسکے بعد کوئی اور فتنہ برپا نہ ہوتا

اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ فرمایا ھٰذا اول قرن یطلع فی امتی لو قتلتموہ ما اختلف بعدی اثنان۔ یعنی یہ پہلا شخص بانی فتنہ کا ہے میری امت میں اگر تم اسکو قتل کر دیتے تو میرے بعد دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اس سے آنحضرت صلعم کا مخبر صادق ہونا مثل روز روشن کے ثابت ہو گیا کیونکہ یہ حرقوس آخر رؤسائے خوارج میں جا کر شمار ہوا۔ اور نہروان میں جناب علی علیہ السلام کے دست حق پرست سے داخل نار ہوا۔ یاد رکھو کہ حسب ارشاد نبوی جسقدر بداعتقادیاں اور فتنے اور خونریزیاں ہوئیں اکثر اسی قوم خوارج کی شرارت سے ہوئیں۔ شیعہ لوگ مہاجرین و انصار کے برگزیدہ گروہ کو ناحق بانی فتن جانتے ہیں۔ قتل عثمانؓ و جناب علیؓ و واقعات جمل و صفین و واقعہ کربلا جیسے دردناک حوادث میں اسی سنگدل قوم خوارج کا ہاتھ کام کرتا ہوا پایا گیا ہے۔

شیعہ۔ حج اکبر کے موقعہ پر سورہ برات سنانے کے لئے آنحضرت صلعم نے پہلے ابو بکرؓ کو مقرر کیا تھا۔ لیکن خدا نے وحی بھیجی کہ علیؓ کو روانہ کرو۔ وہ گئے اور راستہ سے ہی ابو بکرؓ کو واپس کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس شخص میں خدا کے نزدیک چند آیات پڑھکر سنانے کی قابلیت نہیں وہ امارت اور خلافت کی اہلیت بھی نہیں رکھتا

احمدی۔ اس اعتراض میں آپنے بہت کچھ غلط فہمی کا اظہار فرمایا ہے اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سنہ ۹ھ میں واپسی جنگ تبوک پر ابو بکر صدیق کو مسلمانوں پر امیر الحاج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا تھا اور وہ آخر وقت تک امیر الحاج رہے دیکھو بخاری کتاب المغازی باب حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع جلد ۳ صفحہ ۴۸ مطبوعہ مصر۔ حضرت علی کے پہنچ جانے پر وہ ہرگز آنحضرت صلعم کی خدمت میں نہیں آگئے یہ صرف شیعوں کی خانہ ساز روایت ہے۔

اور کتاب زاد المعاد میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا ذکر ہے بلکہ اس سے بروایت ابن اسحٰق ثابت ہوتا ہے کہ سورہ برات انکی روانگی کے بعد نازل ہوئی جس کے سنانے کے لئے جناب علی علیہ السلام مامور ہوئے۔ اور لکھا ہے کہ جب ابو بکر نے جناب علی سے دریافت کیا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر تو جناب علی نے فرمایا کہ لا بل مامور" یعنے نہیں بلکہ مامور ہو کر بھیجا گیا ہوں۔ اور سورہ برات سنانے اور جس سے عہد و معاہدہ ہے ان سے آئندہ کے لئے عہد توڑنے کے لئے۔ آگے لکھا ہے کہ فقام ابو بکر للناس فحجہم حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب فاذن فی الناس الخ

زاد المعاد صفحہ ۲۸۴ یعنی پس ابوبکر نے مسلمانوں سے فریضہ حج ادا کرایا اور قربانی کے دن جناب علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں میں منادی کی۔

بلکہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی کے کام میں بھی ابوبکر شریک تھے وکان علی ینادی فاذا عیی قام ابوبکر فنادی بہا دیکھو ترمذی کتاب التفسیر سورہ التوبہ صفحہ ۵۰۵ مطبع المطابع دہلی اور ابوبکر کے کام میں جناب علی کی شرکت محتاج ثبوت ہی فتدبر۔

اب فرمائیے کہ ابوبکر میں امارت کی اہلیت تھی یا نہ اگر نہیں تھی تو آنحضرت صلعم نے صحابہ کو چھوڑ کر ان ہی کو کیوں امیر الحاج بنایا تھا۔

پھر اور سنیئے اگر ابوبکر میں امارت کی اہلیت نہیں تھی تو سقیفہ کے دن انکے سوا کسی اور کو کیوں خلیفہ نہ بنایا گیا اگر کہو کہ وہ ایک چھوٹی سی حدیث الائمۃ من القریش سنا کر خود بخود خلیفہ بن گئے تب بھی ان کی اہلیت میں کلام نہیں کیونکہ ہزاروں صحابہ میں سے کسی کو چون و چرا کی جرأت نہیں ہوئی اگر کہو دوسروں نے انکو بنایا جب بھی انکی اہلیت تو ثابت ہو گئی اگر اسکو اہلیت امارت نہیں کہہ سکتے تو پھر خدا جانے اہلیت کا مطلب شیعوں کے نزدیک کیا ہے؟

شیعہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے بہتر فرقے ہو جائینگے اور ان میں صرف ایک جنتی ہوگا باقی سب ناری ہونگے وہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اسکے مصداق ہم شیعہ اثنا عشری ہیں۔

احمدی۔ صاحب! یہ سب غلط فہمیاں ہیں آپ لوگ ایسی احادیث و روایات کو اصل کتابوں میں سے دیکھتے سنتے نہیں۔ بلکہ جو کچھ آپ لوگوں کے مولوی یا واعظ سنا دیتے ہیں۔ آپ اس کو امر واقعہ تسلیم کر لیتے ہیں مثال کے طور پر اسی حدیث کو لے لو۔ ترمذی میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی تو اسی وقت سننے والوں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ وہ ناجی فرقہ کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ما انا علیہ واصحابی یعنے ناجی وہ فرقہ ہے جو اس طریق پر ہے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب رض۔ دیکھو ترمذی باب افتراق ہذہ الامۃ صفحہ ۴۳۵۔ آنحضرت صلعم نے نہ سنی کا نام لیا ہے نہ شیعہ کا۔ لیکن آپ خود فرمائیں کہ صحابہ رض رسول صلعم کی پیروی میں دونوں میں سے کون سا فرقہ بدنام ہے حسن اتفاق سے حدیث مذکور کا پتہ کتب شیعہ سے بھی چل گیا ہے چنانچہ مجمع البحرین جیسی معتبر

کتاب میں جو احادیث شیعہ کی لغت میں نظیر ہیں اسی قسم کے الفاظ موجود ہیں وفی الحدیث فقیل یا رسول اللہ وما الفرقۃ الناجیۃ قال ھو ما نحن علیہ واصحابی۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ نجا صفحہ ۸۲

شیعہ۔ جنگ حنین میں سب صحابہ بھاگ گئے تھے اور آپ کے ابوبکر و عمر تو خاص کر۔

احمدی آپ کا یہ اعتراض بھی زیادہ تر تعصب پر مبنی ہے کیونکہ بعد فرار جو جان نثار صحابہؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر و ثابت قدم رہے انکو مؤرخین اسلام نے نام بنام لکھا ہے اور لطف یہ ہے کہ انمیں ابوبکر و عمر کا نام بھی ہے وفی من ثبت معہ من المہاجرین ابوبکر و عمر ومن اھلبیتہ علی والعباس و ابوسفیان بن الحارث وابنہ والفضل بن العباس و ربیعہ وابن الحارث واسامہ بن زید وایمن بن ام ایمن قال وقتل یومئذٍ۔ دیکھو زاد المعاد بروایت ابن اسحاق جلد اول صفحہ ۴۳۶

رہی عام صحابہؓ سو انکی نسبت بھی روایات معتبرہ میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم اور عباسؓ نے باآواز بلند انکو بلایا تو پروانوں کی طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے بیتابانہ شمع رسالت کے گرد جمع ہوگئے دیکھو زاد المعاد۔

بلکہ صحیح مسلم میں صحابہ کی واپسی کو ایک دلچسپ مثال میں ظاہر کیا گیا ہے قال فواللہ لکان عطفتھم حین سمعوا صوتی عطفۃ البقر علی اولادھا زاد المعاد حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۴۳۷۔ یعنے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی صحابہ کا میری آواز سنکر واپس آنا ایسا تھا جیسے کہ گائی اپنی اولاد کا آواز سن کر لبیک کرتی ہے تعجب ہے کہ ایسی روایات کے ہوتے ہوئے شیعوں نے حنین کے فراریوں میں ابوبکر و عمر کا نام حتمی طور پر کیسے جڑ دیا۔ نبی کریم کی ذات تو وہ رؤف و رحیم ہے کہ اپنے اصحاب کی خطاپوشی اور ان کے فرار والی لغزش سے چشم پوشی فرماتے اور ان کے دوبارہ حاضر ہو جانے پر تحسین فرماتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ہیں کہ برخلاف سنت رسول صلعم ان کے اس عیب کا افشا کرتے اور بغلیں بجاتے ہیں چہ خوش؟

شیعہ۔ ہمنے کتنے ہی لوگوں سے دریافت کیا کہ کہیں سے ابوبکر و عمر کا جہاد کرنا بھی ثابت ہے یا نہ مگر جواب باصواب نہ ملا اور جناب علی علیہ السلام کے جہادوں کے تو کیا کہنے ہیں سکا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔

احمدی- واضح ہو کہ آجکل دینی مذاق مسلمانوں سے ایسا کم ہو گیا ہے کہ وہ موٹی موٹی باتوں میں بھی تمیز نہیں کر سکتے مثال کے طور پر اسی لفظ جہاد کو لے لو جو کہ جہد یا جہد سے مشتق ہے جس کے معنی سعی بلیغ کے ہیں اجہد جہدک فی ھٰذا الامر۔ ای ابلغ غایتک دیکھو صراح زیر لفظ جہد۔ اور عام طور پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ تلوار سے کسی کو قتل کر دینے کو ہی جہاد کہتے ہیں۔ حالانکہ خداوند کریم مومنین کی تعریف میں فرماتا ہے یجاھدون باموالھم وانفسھم یعنے وہ لوگ جو جہاد کرتے ہیں ساتھ اپنے مالوں اور جانوں کے۔ اس سے ثابت ہوا کہ از روئے قرآن مجید جہاد دو قسم پر مشتمل ہے۔ ایک جہاد مالی اور دوسرا جہاد جانی۔ پس جس شخص کے جہاد کرنیکا جب سوال پیدا ہوگا تو ہر دو قسموں کو مدنظر رکھا جائیگا۔

ابوبکرؓ اور علیؓ کے متعلق ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے دونوں مجاہد تھے اگر جناب علی علیہ السلام تلوار کے دھنی ہیں تو ابوبکر صدیق اپنے مال سے جہاد کرنے میں تمام صحابہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ دیکھو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں میں سے از روئے دوام صحبت و اعانت مالی کے میں ابوبکر کا زیادہ ممنون ہوں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر۔ بخاری جلد ۲ باب ہجرۃ النبی صفحہ ۲۰۳۔ اور پھر فرمایا ہے کہ کسی کے مال نے مجھکو اتنا فائدہ نہیں بخشا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے ما نفعنی مال قطّ ما نفعنی مال ابی بکر ابن ماجہ باب فضائل الصحابہ مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۱۰

رہے حضرت عمرؓ سو انکی خداداد ہیبت اور رعب کے کیا کہنے ہیں۔ ان کے اسلام لانے سے پہلے مکھا ہے کہ آنحضرت صلعم خدا سے دعائیں مانگتے تھے کہ یا اللہ عمر کو مسلمان کر تاکہ اسلام غالب ہو۔ اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃً دیکھو ابن ماجہ صفحہ ۱۱۔ آپ متعجب ہونگے کہ احادیث شیعہ میں بھی بغیر طوعًا و کرھًا اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ حیدر علی الآملی جیسا شیعہ فاضل لکھتا ہے۔ وکان النبی لما یجد من اذی عمر بن الخطاب وابی جھل بن ھشام یقول اللھم اید ھٰذا الدین ولو باحد ھٰذین الرجلین الخ دیکھو کشکول۔ والعیاشی عن الباقر ان رسول اللہ قال اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ بمبئی

مورخین اسلام نے لکھا ہے وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقدرون

یصلون عند الکعبۃ حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشا حتی صلی عندھا وصلی معہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان قد اسلم قبلہ حمزۃ بن عبد المطلب فتقوی المسلمون بھما وعلموا انھما سیمنعان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمین۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ ذکر اسلام عمر۔ یعنی عمر کے اسلام لانے سے پیشتر صحابہ کرام میں جرأت نہ تھی کہ کعبہ کے پاس نماز ادا کر سکیں۔ پس جب وہ مسلمان ہوگئے تو قریش سے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ان کیساتھ تمام صحابہ نے بھی پڑھی اور ان سے پہلے حمزہ رضی اللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے تو ان دونوں کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو کافی تقویت ہوگئی اور ان کو یقین ہوگیا کہ اب یہ دونوں رسول صلعم اور مسلمانوں کی حمایت کرنے کو کافی ہیں فرمائیے اس سے بڑھکر عمر کے جہاد کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہی اور پھر عمر کے اس جہاد کے ساتھ کسی اور کا جہاد مقابلہ کر سکتا ہی۔

باقی رہی حدیث لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار۔ سو محققین نے اسکو غیر معتبر قرار دیا ہی چنانچہ مؤلف کتاب روضۃ الاحباب نے لکھا ہی کہ ایں حدیث را بایں طریقہ بعضے از اکابر محدثان و اہل سیر در کتب خویش آوردہ اند لیکن ذہبی کہ محک رجال است در میزان الاعتدال تضعیف و تکذیب راوی نمودہ۔ دیکھو روضۃ الاحباب در ذکر جنگ احد و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو بھی عمر کی جوانمردی اس سے کئی سال پہلے ظاہر ہو چکی ہی جیسے کہ اوپر گزرا۔ اور اس دن تک نہ حضرت علی نے کوئی جوہر جوانمردی دکھلایا تھا۔ نہ انکی ذو الفقار نے

شیعہ۔ غزوہ حنین میں تو آپنے شیخین کی ثابت قدمی ثابت کردی لیکن جنگ احد میں تو انکا فرار کالشمس فی النصف النہار ثابت ہے ذرا آیت اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم کو بھی یاد کیجئے۔

احمدی۔ جسطرح حنین میں ان کی ثابت قدمی ثابت ہی انشاء اللہ اسی طرح جنگ احد میں بھی ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں بعد ذکر تعینات کرنے عبد اللہ بن جبیر کے اور جماعت تیر اندازوں کے اور آنحضرت صلعم کی تاکید اکید کے کہ اپنی جگہ پر قائم رہنا اور پھر جب پہلی دفعہ کفار کو ہزیمت ہوئی اور تیر اندازوں نے غنیمت کے لالچ میں برخلاف وصیت پیغمبر صلعم اور اپنے امیر عبد اللہ بن جبیر کی نافرمانی کرکے اپنی کمین گاہ کو چھوڑ دیا۔ اور پھر کفار حملہ آور ہوئے اور لشکر اسلام میں ہلچل

میں بھی لکھا ہی کہ ابو سفیان آگے بڑھا اور اسنے دریافت کیا کہ اس جماعت میں محمد ہی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اسکو جواب دو۔ پھر اس نے کہا افی القوم ابن الخطاب یعنی عمر بھی ہی یا نہ؟ فقال ان ھٰؤلاء قتلوا فلو اکانوا احیاء لاجابوا فلم یملک عمر فقال کذبت یا عدو اللّٰہ ابقی اللّٰہ علیک ما یخزیک الخ بخاری جلد ۳ باب غزوہ احد صفحہ ۱۳ یعنے ابو سفیان نے کہا کہ یقیناً یہ لوگ قتل ہو چکے ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ یہ سُن کر عمر سے نہ رہا گیا۔ کہا کہ او دشمن خدا تو نے جھوٹ بکا ہے ہم سب لوگ زندہ ہیں۔

غور سے دیکھیئے یہ فرار عامہ مسلمین کے بعد کا واقعہ ہی اور اسکے بعد کوئی فرار ہوا ہی نہیں پس آپ کا اعتراض شیخین کے فرار جنگ احد کے متعلق بھی بیجا اور سراسر بے بنیاد ثابت ہو گیا۔

باقی آیت اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد کا مصداق عمر کو قرار دینا یہ بھی سراسر تعصب اور بغض پر مبنی ہی کیونکہ بخاری میں اس آیت کا مصداق اسی جماعت تیر اندازوں کو ٹھہرایا گیا ہی جو عبد اللّٰہ بن جبیر کے ماتحت رسول صلعم نے مقرر فرمائی تھی۔ یہی بھاگے جاتے تھے اور انہی کو رسول صلعم بلاتے تھے دیکھو غزوہ احد کے ضمن میں باب اذ تصعدون ولا تلوٗن الخ جلد ۳ صفحہ ۱۵

شیعہ۔ بخاری میں آیا ہے کہ عید کے دن آنحضرت صلعم نے عائشہ کو حبشی بازیگروں کا تماشا دکھایا کیا عقل سلیم نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے عظیم الشان ہادی برحق کے لئے ایسی شرمناک بات تجویز کر سکتی ہی۔

احمدی۔ عید جیسی خوشی کے دن جسمیں اظہار سرور ناموزون نہیں بفرض تسلیم صحت روایت اپنے گھر میں بیٹھکر نہ کہ مجمع عام میں آنحضرت صلعم نے نہ اپنی مرضی سے بلکہ عائیشہ کی درخواست پر جیسے کہ متن روایت سے ظاہر ہے حبشیوں کے کرتب دکھلائے بھی تو کیا مضائقہ ہے؟ لیکن اگر یہ شرمناک فعل ہی تو میں اس سے بھی زیادہ ایک شرمناک روایت کتب شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں جسمیں لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ کو بعد اسکے کہ انکی شادی جناب علی علیہ السلام سے ہو چکی تھی بعض یہودیوں کی درخواست پر کہ ہمارے ہاں شادی کی دعوت ہے بہشتی لباس سے آراستہ کر کے انکے ہاں روانہ فرما دیا تھا۔ جب سیدہ وہاں تشریف لیگئیں اور یہود نے آپ کو دیکھا تو انکی عورتیں سجدہ میں گر پڑیں اور انکے آگے کی زمین پر لوٹنے لگیں

بسبب اُس شان کے جو بہت سے یہودیوں نے دیکھی فلمّا دخلت فاطمۃ دار الیھود بیجد لھا

نساء ھم یقبلن الارض بین یدیھا بسبب ما رأ دخلت کثیراً من الیھود۔ بحار الانوار

جلد عاشر صفحہ ۲۱ (باقی دارد) خاکسار خادم حسین احمدی

بشارات القرآن

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۴

پیشگوئی نمبر ۳۴

عمران ع ۹ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (ترجمہ) بیشک اور بے شبہ جو لوگ منکر ہوئے اور وہ اپنے غضب و غصہ و انکار میں ہی گئے اور نرے پکے کافر ہیں۔ پس ہماری گرفتاری کے یوم میں اگر زمین بھر کر سونا فدیہ دینگے تو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اسدن انکا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

سو یہ پیشگوئی بھی جنگ بدر و فتح مکہ کے روز اور یہود کے اخراج وطن کے دن پوری ہوئی اور کوئی فدیہ وغیرہ سفارش ان کے کام نہ آئی تھی۔

پیشگوئی نمبر ۳۵

عمران ع ۱۰ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ (ترجمہ) تحقیق سب سے پہلا گھر وہ جو رکھا گیا زمین پر واسطے لوگوں کے جس کا نام بکہ ہے وہ پر از برکات ہے اور موجب ہدایت ہے تمام عالم کے لیے اور اس میں بہت سے نشان ظاہر ہیں اور امن کا گھر ہے۔

آیت ہذا میں یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ سب سے پہلا گھر مسجد مکہ ہے جسکا نام بکہ بھی ہے جس کے معنے بڑے بڑے جبار سرکشوں کی گردنوں کو توڑ دینے والا ہے اور بکہ مشتق تباک سے ہے

جسکے یہ بھی معنے ہیں۔ اثر ہام یعنی دنیا کے نیک لوگ جمع ہونگے اسلئے وہاں برکات الہیہ کا نزول ہوتا ہے
اور وہ امن میں رہنے والا گھر ہے پس غور کرو کہ یہ سب کچھ جو قبل از وقت فرمایا ہوا تھا پورا ہو گیا اور ہوتا جائیگا
یعنی یہی دنیا کا پہلا گھر ہے جس میں آخری نبی کا ظہور ہوا جس نے پرانے سرکش جبار عنید ابلیس کا
سر کچلدیا ۳۶۰ بتوں کو نیست کیا اور وہاں ہی کتاب فرقان مقدس کا نزول شروع ہوا۔ جو ہدًی
للعالمین ہوا۔ اور دجّال کے دخل سے بھی اسے محفوظ فرمایا اور اس بیت اللہ میں بڑے بڑے
نشان نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جس نے اُسکی بے ادبی کی نیت کی۔ وہ دوزخ کا تنکا بنایا گیا۔ اور
اسی دنیا میں فی لیل ہوا۔ اور جس نے اسے پاک وصاف کیا اور اسکی عظمت قائم کی۔ وہ دنیا کا متبوع
بنایا گیا اور وہ امن دیا گیا ہر ایک نجاست شرک وخوف عظیم سے اور یہ وہ گھر ہے جہاں حضرت اسمٰعیل
اکیلے بے آب و دانہ چھوڑے گئے تھے اور انجام یہ ہوا کہ آپکی نسل لوگ سارے عرب ہیں حملوں سے بچائے
گئے پانی پلائی گئے کل نعمتیں دلائے گئے مقبول بنائے گئے لاکھوں دنیا میں مذہبی مرکز اور ہیں
لیکن کسی کی حفاظت انسان سے نہ ہوسکی ہاں خدا نے اپنے گھر کی حفاظت کی چنانچہ اس علیم کل کے سب
وعدے جو بکہ و مکہ کی نسبت تھے پورے ہوئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۶

عمران ع ۱۱۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (ترجمہ) اُسدن عذاب کی وجہ سے بہت سے
حسین چہرونکو بدشکل بنادیا جائیگا اور بہتوں کو نورانی چہرے بنادیا جائیگا

یہ آیت یہود کے حق میں ہی جو شرارتوں سے باز نہ آتے تھے سو انہوں نے موت کا منہ دیکھا اور
بہتوں کو اپنا وطن اپنے باغات چھوڑ کر نکلنا پڑا۔ اور اسقدر مصیبتیں پڑیں اور ذلّت ہوئی کہ ان کے چہرے
مسخ ہو گئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۷

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا

تُقِفُوٓا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ
الۡمَسۡکَنَۃُ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِیَآءَ
بِغَیۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّکَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ۔ عمران ع ۱۲

(ترجمہ) اے مسلمانو! ہرگز نہ ضرر دے سکینگے تمکو مگر کچھ دکھہ سا۔ اور اگر وہ لڑیں تم سے تو بھاگ جائینگے پشتیں دکھاکر اور پھر کبھی نہ نصرت کیے جائینگے ماری گئی انپر ذلت جہاں پائے جائیں مگر اللہ کی حبل کے نیچے۔ یا دیگر آدمیوں کا مذہب اختیار کرلیں اور پھر آئے غضب ثانی کے نیچے اور ماری گئی انپر مسکینی یہ اسوجہ سے کہ انہوں نے انکار کیا آیات اللہ کا اور مقابلہ کرنا چاہا انبیاء اللہ کا ناحق۔ یہ عذاب اُن پر اسلیے ہے کہ گناہ میں حد سے گزر گئے یہ پیشگوئی یہودیوں کے حق میں آجتک صادق چلی آتی ہے کہ وہ منافق جنگ کی تاب نہ رکھتے تھے اور آجتک انکی مدد بھی نہیں ہوئی ہے انکو سلطنت نہ ملی اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے وہ عرب چھوڑکر جہاں گئے ذلیل ہی رہے اور ابدی مسکینی کے نیچے آگئے۔ یہ سزا انکو اسلیے دی کہ وہ آیات اللہ کے منکر اور انبیاء اللہ کے حق میں موذی تھے اور فسق و فجور میں حد سے پار ہوگئے تھے۔

پیشگوئی نمبر ۳۸

عمران ع ۱۲۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡہُمۡ اَمۡوَالُہُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ شَیۡـًٔا ؕ
وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ۝

(ترجمہ) بیشک جو لوگ منکر ہوگئے ہرگز نہ کفایت کرینگے ان سے مال اور اولاد ان کی بمقابلہ اللہ کے کچھ۔ اور یہی منکر (عنقریب) طعمہ نار الحرب و دوزخ ہونے والے ہیں۔ سو یہ پیشگوئی بھی بڑی وضاحت سے خطۂ عرب میں پوری ہوئی اور وہی مخاطب خطاب کفروا کے تھے۔

جسطرح آفتاب کے سامنے ظلمت پاش پاش ہوکر مٹجاتی ہے اور ہر سوراخ میں روشنی کا اثر پہنچ جاتا ہے اسی طرح عرب جو محض ظلمت تھے نور محمدی سے بدلکر نور ہی ہوگئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۹

عمران ع ۱۳۔ اَلَنۡ یَّکۡفِیَکُمۡ اَنۡ یُّمِدَّکُمۡ رَبُّکُمۡ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُنۡزَلِیۡنَ ؕ

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ (ترجمہ) یہاں غزوہ احد کا ذکر ہے کہ کیا ہرگز نہ کافی ہوگا تمہارے لئے یہ کہ مدد کرے تمہاری رب تمہارا ساتھ تین ہزار فرشتوں کے جو اوپر سے آنے والے ہیں۔ ہاں اگر صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو یک لخت آجاوینگے تمہارے پاس ابھی اور مدد کرے تمہاری رب تمہارا ساتھ پانچہزار ملائکہ کے جو نشان لگائے ہوئے ہیں۔ یہ اسوقت پرخطر میں پیشگوئی سنائی گئی تھی۔ جبکہ غزوہ احد میں نبی اللہ نے دو زرہیں آہنی پہن لیں صحابہ نہ ڈرے اور کہنے لگے کہ ہم حدود مدینہ کے اندر ہی لڑینگے۔ اگر آپکی مرضی ہو تو۔ فرمایا نبی اللہ جب کسی کام کی تیاری کر چکتا ہی تو پھر وہ رکتا نہیں ہی آخر کار خدا کی مدد یا پانچہزار فرشتہ کا جتھا آگیا اور دشمن کو بھگا دیا۔ اور بعض کو تلوار کی دھار سے اڑا دیا اور کچھ گرفتار کر لئے گئے اور یہ پیشگوئی قبل از وقت سنائی گئی تھی جو پوری بھی ہو گئی۔

پیشگوئی نمبر ۴۰

عمران ع ۱۴۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنَنٌ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ۔ ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۱۴ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۱۳ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ (ترجمہ) تحقیق گذر چکیں پہلے تم سے عادات امم کیں پس سیر کرو زمین میں اور غور سے دیکھو کیونکر انجام ہوا بد مکذبین کا۔ یہ بیان ہی لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت متقین کے لئے اے مسلمانو بہت سست ہو جاؤ اور مت غم کھاؤ۔ اور تم ہی غالب آنیوالے ہو۔ بشرطیکہ تم کامل مومن بنے رہو اور کبھی اللہ تعالےٰ ظالم مشرکوں سے محبت نہیں کرتا اور خاص کر لیتا ہی مومنوں کو اور نابود کر ڈالتا ہی کفار کو۔

ان آیات میں بڑی زبردست بشارتیں ہیں مومنین کو اور انذار ہی کفار کو۔ اول فرمایا کہ پہلی امم کی عادات حسنہ اور غیر حسنہ پر غور کرو۔ اور از رُوئے تحقیق کے سیر زمین میں کرو۔ اور مکذبین کے انجام پر غور کرو اور جان لو کہ اس نبی کی عداوت میں اور رفاقت میں بھی وہی سلوک کیا جائیگا۔ پھر مسلمانوں کو بشارت سنائی کہ تم ڈرتے ہوئے سست نہ ہو اور کوئی غم نہ کھاؤ۔ تمکو ہی غالب

کہیا جائے گا بشرطیکہ تم حالت ایمانی کو درست رکھو خدا ظالموں کو نہیں چاہتا بلکہ مٹا دیتا ہے اور مومنین کو برحمت خود خاص کریگا۔

پیشگوئی نمبر ۱۴۱

عمران ع ۱۵ - وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (ترجمہ) نہیں محمد مگر ایک رسول بیشک فوت ہو چکے اس سے پہلے تمام رسول۔ پس اگر محمد مر جاوے۔ یا مارا جاوے کیا مرتد ہو جاؤ گے تم اور پھر پہلے دین اپنے کے اور یاد رکھو جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر پس ہرگز نہ ضرر پہنچا سکے گا اللہ کو کچھ اور وہ دن بہت ہی قریب ہے کہ بدلہ دیگا اللہ تعالے مومنین شکر گذاروں کو۔

آیت ہذا میں جو پیشگوئی ہے شاکرین مومنین کے لئے کہ بہت ہی جلد ان کو آنحضرت کی وفات کے بعد عظیم الشان بدلہ ملنے والا ہے اسمیں شیعہ صاحبان کو توجہ کرنی چاہئے کہ کیا وہ ابوبکر رضا اور عمر رضا اور عثمان رضا اور علی رضا ثابت ہوئے ہیں یا اور کوئی پس یہ کلمات الٰہیہ انہی کے حق میں پورے ہوئے

پیشگوئی نمبر ۱۴۲

عمران ع ۱۶ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ - (ترجمہ) بہت ہی قریب ہے وہ دن کہ بڑے بڑے دلیر کفار کے دلوں میں خوفناک رعب ڈالدیا جائیگا بسبب اسکے کہ انہوں نے بڑا گناہ شرک باللہ کیا جس پر کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور انکی ہلاکت کی جگہ النار الحرب مقدر ہو چکی ہے اور وہ بری جگہ ہے ظالمین مشرکین کے واسطے۔

پس جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں ویسے ہی نار جنگ بدر وغیرہ میں کامل طور پر صحیح ثابت ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے نام لے کر بتایا تھا کہ یہاں فلاں اور یہاں فلاں ہلاک ہوگا اور یہ پیشگوئی بڑے نازک وقت میں کی گئی تھی اور خدا نے پوری کر کے دکھا دی ہے

درس حدیث

(حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

حدیث علی بن عبداللہ۔ یہ واقعہ جو حضرت موسیٰ کیساتھ پیش آیا یہ معراج تہا اس کے معراج ہونیکی دلیل خضر کا ایک آدمی کو بلا وجہ قتل کر دینا پھر کشتی کے تختوں کا اکھیڑنا وہ کشتی جس سے تختے مکمل کئے جائیں وہ تو غرق ہو جانی چاہیے تھی مگر غرق نہ ہوئی یہ واقعات جو حضرت موسیٰ نے معراج میں دیکھے تھے بعینہٖ وہی واقعات موسیٰ کو پیش آئے ایک آدمی کو قتل کیا پھر اپنی قوم کو ایک خطرہ میں ڈالدیا (بلا کشتی دریا میں ڈالدیا) پھر مفت کام کیا کہ لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلادیا۔

آنحضرت صلعم چونکہ موسیٰ کے مثیل تھے اسلئے آپ نے چاہا کہ جو کچھ میرے ساتھ پیش آنا تہا اسکا بھی علم ہو جاتا۔ خضر یا تو فرشتہ تہا۔ یا پھر نبی کریم صلعم تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی دو شاخیں ہو گئی تھیں ایک بنی اسحٰق اور ایک بنی اسمٰعیل۔ دونوں علیحدہ علیحدہ بڑے بڑے گھرانے تھے۔ حضرت موسیٰ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ دونوں مجمع البحرین پر ملگئے اور آنحضرت صلعم کے زمانہ مبارک میں حکم ہو گیا کہ ملکر کام کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ موسیٰ اور عیسیٰ اگر اسوقت زندہ ہوتے تو سوا میری اتباع کے انکے لئے اور کوئی چارہ نہ تہا۔ حضرت موسیٰ کو پھر معراج میں اللہ تعالےٰ نے بتلادیا کہ تم اگر نبی کریم صلعم کے زمانہ مبارک میں ہو تو تمہیں ان کے ماتحت ہی رہنا پڑے۔

عصفور۔ اگر کوئی اسپر اعتراض کرے کہ اس چڑیا نے اس سمندر میں سے ایک چونچ ہی پانی لیا تو اتنا پانی کم ہو گیا پھر یہ مثال اللہ کے علم پر کسطرح لگ سکتی ہے کیا اللہ کا علم بھی کم ہوتا ہے۔ جواب اول تو چڑیا نے جتنا لیا اس سے کتنا ہی زیادہ پانی سمندر میں اسوقت دریاؤں میں سے آکر گرا۔ اس نے ایک قطرہ یا دو قطرے لئے تو سمندر میں لاکھوں کروڑوں من پانی دریاؤں میں سے گرا ایسا ہی انسان کا علم ہے کہ انسان ذرا سا علم حاصل کرتا ہے اللہ کا علم وسیع ہے وہ اتنا بھی کم نہیں ہوتا جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ چڑیا نے لیا۔

دوم - یہ بات ہی کہ دنیا کے لئے ہم وہی مثال دے سکتے ہیں جو دنیا والوں کے سامنے ہو - اللہ تعالیٰ بھی یہ - وجہ - ساق وغیرہ فرما کر لوگوں کو بطور ایک مثال کے سمجھاتا ہی اگر ایسی مثالوں سے جو دنیا میں موجود ہیں نہ سمجھایا جاوے تو پھر کوئی ایسی مثال مل نہیں سکتی جس سے انسان بات کو سمجھ سکے۔

یہ تمام واقعہ معراج کا ہی اسکو اگر اصل پر چسپاں کیا جاوے تو بڑی مشکلات پڑتی ہیں نبی کریم صلعم کے معراج کو بھی ساری دنیا پر چسپاں کر کے بہت سی غلطیاں لوگوں میں پھیلائی گئی تھیں مگر اب مسیح موعود نے اسکو صاف کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پوچھا نہیں بلکہ چپ کر رہے اور اگر کہیں پوچھنا بھی چاہتے تو جبریل روک دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھوٹے تھے وہ برداشت نہ کر سکے اور گھبرا گئے ہر ایک بات پر بول پڑے وہ صبر نہ کر سکے انکا معراج پورا نہ ہوا کیونکہ انکی نبوت ختم ہونیوالی تھی۔ نبی کریم صلعم کا معراج ختم ہو گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت پوری ہونے والی ہے اور تا قیامت باقی رہیگی اور ختم نہ ہو گی۔ موسیٰ کی نبوت پوری نہ ہوئی تھی جلد ختم ہونے کو تھی۔ اسلئے بول اٹھے۔

حدیث محمد بن سعید الاصبہانی - میرے خیال میں یہ خضر آنحضرت صلعم کی روح مبارک ہے اسلئے کہ آپ ایک ایسے خشک ملک میں مبعوث ہوئے تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں طرح سے خشک ملک تھا۔ پھر آپکی طفیل دین اور دنیا کی نہریں جاری ہو گئیں۔ آجکل بھی دین مکہ کی ماتحتی میں ہی پھیلتا ہے۔ پہلے اگر وہاں قحط ہوتے تھے تو آپ کے آنے کے بعد عرب کا ملک طرح طرح کی نعمتوں سے بھر گیا۔

حضرت کو اگر فرشتہ مانا جاوے تو وہ ایک فرشتہ رحمت ہیں یہ ایک میکائیل (جو زمین کے منتظم ہیں) کے ماتحت فرشتوں میں سے ہیں۔ یہود کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کلام لانے والے حضرت میکائیل ہی ہیں۔

زمیندار - مولوی ظفر علی خان صاحب سابق ایڈیٹر زمیندار نے گورنمنٹ کی خاص اجازت سے یہ ہفتہ وار ادبی رسالہ نکالا ہے جو تاریخ کے متعلق دلچسپ میٹریل دیتا ہے اور ادبی لطائف بھی کچھ کم نہیں ہوتے مذہب کے متعلق بھی کچھ مذاکرہ ہوتا ہے - ہماری دوست جو استطاعت رکھتے ہیں وہ اسکے خریدار بن سکتے ہیں - درخواستیں بنام منیجر ستارہ صبح کرم آباد متصل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

غزل مختار

"ہماری مکرم دوست حافظ مختار شاہجہانپوری ایک کہنہ مشق شاعر نغز گفتار ہیں یہ انکا تازہ کلام ہی جو لاکلام بلحاظ اپنے معنے خیز باتوں کے اس قابل ہی کہ مختلف مجالس میں پڑھا یا سنا جائے" (ایڈیٹر)

رنج پر رنج وہ ہر وقت دیئے جاتے ہیں
اللہ اللہ! ہم اسیر بھی جئے جاتے ہیں

خود تو جو کام نہ کرنا تھا۔ کئے جاتے ہیں
اور الٹے ہمیں الزام دیئے جاتے ہیں

کونسی بات کہی مینے خلاف مسلک
کس خطا پر مرے ہونٹ آج سیئے جاتے ہیں

سر جو میرا نہ جدا ہو تو خطا کیا اُن کی
وہ تو ہر وقت چھری تیز کئے جاتے ہیں

یہ تو فرمائیں وہاں جانے کا حاصل کیا ہی؟
کس لئے وہ مجھے لاہور لئے جاتے ہیں

حق پسندوں کو تو ہر حال میں آنا ہی اِدھر
اُس طرف آج تو خود مطلبئے جاتے ہیں

اُس طرف شعلہ فشانی شر انگیزی ہی
اِس طرف جام مے لطف پئے جاتے ہیں

واسطہ کیا ہی؟ غرض کیا ہی؟ تعلق کیا ہی؟
کیوں وہ طعنے ہمیں رہ رہ کے دیئے جاتے ہیں

مل کے اغیار سے یہ حال ہوا یاروں کا
کہ عقاید سے بھی انکار کئے جاتے ہیں

یہ بھی کہتے ہیں کہ احمد تو نہ تھے مہدئ پاک
احمدیت کا بھی پھر نام لئے جاتے ہیں

چھوڑتے ہی درِ دلدار کہیں کے نہ رہے
کیا وہ اب بھی اُسی عزت سے لئے جاتے ہیں؟

جس گلی کوچہ میں اب انکا گذر ہوتا ہے
لوگ کہتے ہیں وہ خود مطلبئے جاتے ہیں

نہ تو یاروں سے تکلف ہے نہ اغیار سے عار
جس کسی سے بھی ملے مال لئے جاتے ہیں

سوچ لیں پہلے پرواز سے مرغان حرم
کیا دیئے جاتے ہیں کیا ساتھ لئے جاتے ہیں

کوئے جاناں سے ٹلا ہوں نہ ٹلوں گا مختار
کس لئے وہ مجھے پیغام دیئے جاتے ہیں

ضروری بات۔ باوجود ایک ماہ پہلے اطلاع دینے کے جو اصحاب فروری کے وی۔ پی واپس کردیں وہ یہ بھی اطلاع دیدیں کہ رسالہ انکے نام جاری رہے یا بند کردیا جائے۔

(مینجر تشحیذ الاذہان)

۵ر دسمبر ۱۹۱۶

"۵ر دسمبر کی شام کو میںنے اپنی کمزور ہستی چند مشکلات میں پائی اسوقت سوائے اسکے اور کچھ نہ سوجھا کہ مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض حال کروں ہم اس رنگ میں سماع موتیٰ کا قائل نہیں کہ انکی قبر پر حاضر ہو کر کچھ کہا جائے تو وہ سُن لیتے ہیں ہاں خدا تعالےٰ چاہے تو ملائکہ کے ذریعہ سلام پہنچا دے۔ مگر یہ میرے دل کی ایک مجبوری ہے جسے کچھ میں ہی سمجھتا ہوں یا شاید میں بھی نہیں سمجھ سکتا دوسری صبح جب میں اٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ بادل جو گرج رہے تھے مطلع صاف کر گئے کچھ بدلیاں رہ گئی ہیں جنہیں اڑانے کے لئے بیکس کی آہیں ہی کافی ہیں" (اکمل)

کیوں مخالف ہو گئی میرے قضا کوئی دوست
دیکھنے دیگی نہ وہ شاید مجھے اب سوئے دوست

تم مجھے کافر کہو۔ مسلم نہ سمجھو۔ ڈر نہیں
میرا قبلہ میرا کعبہ ہے فقط اک روئے دوست

بس یہی سجدہ مرا جانو۔ یہی سمجھو نماز
میرا سر اوندھا پڑا ہو اور ہو زانوئے دوست

انکی شرمیلی نگاہ میں ہیں غضب کی شوخیاں
جانتا ہوں میں بہت اچھی طرح سے خوئے دوست

داغہائے کہنہ تازہ کرکے لے آیا ہوں میں
یہ شگفتہ پھول بن جائینگے دستنبوئے دوست

مشک و عنبر سنبل و ریحاں کی کچھ پروا نہیں
سونگھ لیتا ہوں ذرا بڑھکر کبھی گیسوئے دوست

اس کا سوتا حوض کوثر سے یقیناً ملتا ہے
بند کیوں ہونے لگی اے دشمنو یہ جوئے دوست

میں تو سمجھونگا کہ ہاتھ آیا سرِ حبل المتیں
گر کسی سے پالیا میں نے کبھی اک موئے دوست

میری کمزوری میں تم بھی دیکھ سکتے ہو اگر
قلّتِ نیروئے دشمن۔ قوّتِ بازوئے دوست

اسقدر بیگانہ وش ہو کر بھی اپنا رکھتا ہے
جادوؤں میں کوئی جادو ہے تو ہے جلوئے دوست

تلووں میں چھالے پڑے اور انمیں کانٹے بھی چبھے
پھر بھی ہاتھ آیا نہ میرے آہ! اوہ آہوئے دوست

بھولی دنیا دیکھتی پھرتی ہے یونہی ماہ عید
دیکھ لیتی دیدۂ مشتاق ساں ابروئے دوست

اور کون اس ملک پر فرمانروا ہو سکتا ہے
کشورِ دلہا پہ ہے میرے قبضہ و قابوئے دوست

آرزوئیں اور سب پوری ہوئیں اک رہ گئی
مٹ کے ہو جاؤں ہمیں اکمل غبارِ کوئے دوست

غزل قادیانی

"ہمارے رامپوری دوست جناب منشی قاسم علی خان صاحب قادیانی نے میرے ایک خط کے جواب میں مندرجہ ذیل نظم لکھکر بھیجی ہے جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیجاتی ہے" (ایڈیٹر)

ادا ہو خاکپا سے شکر کیونکر قدردانی کا
چڑھی ہے انکے سر اوڑ کر بھلا ہو ناتوانی کا

ضعیفی میں کہاں زور اب طبیعت کی روانی کا
اُتار اب ہر طرف سے دمبدم ہوتا ہے پانی کا

تغافل ہی نتیجہ انتہاء ناتوا... نی کا
سمجھ آتی ہے تب جب وقت جاتا ہے جوانی کا

خطاب بندۂ ناچیز درج نامۂ ..... نامی
ہے مژدہ جسکا ہر نقطہ حیات جاودانی کا

کھلایا غنچۂ دل کو چمن ساز حقیقت نے
شگوفہ شاہد شاخ قلم ہے گلفشانی کا

ضیاءِ مہر سے روشن اگر ہو طالعِ .. ذرّہ
تو پھر اس سے زیادہ وقت ہے کب شادمانی کا

کمالِ عشق ہو نیسی محب محبوب بنتا ہے
یہ انجام محبّت ہے یہ پہل ہے سخت جانی کا

گیا تھا شان مجنوں میں پھر الیلی صفت ہو کر
تماشا مر کے دیکھا ہے بہار زندگانی کا

ذرا انصاف کیجے میں کہ تم ظلّ مسیحا ہو
متاعِ حسن پر سکّہ ہے کسکی کامرانی کا

تغافل یا جفاکاری کہاں عاشق مزاجوں میں
صفت انکی ہے یہ جنکا ہے شیوہ دلستانی کا

بڑا ہوں میں بہت اچھا ہوں آنکھوں میں تمہاری ہے
نتیجہ جان جانا ہے جہاں میں زندگانی کا

محبت دے خدا اپنی ہوں مستدعی دعا کیجے
کہ پیار اچھا نہیں دیکھا کہیں دنیائے فانی کا

وہ نورِ چشم حق بیں ہے وہ خار دیدۂ بدبیں
نہاں کس آنکھ سے نام و نشاں ہے قادیانی کا

خریدارانِ تشحیذ کی خاص توجّہ درکار ہے

احباب کرام! تشحیذ بلحاظ فنڈ کے نہایت نازک حالت میں جا رہا ہے آپ صاحبان کی مجموعی توجہ درکار ہے کوئی خیرات نہیں مانگی جاتی بلکہ صرف یہ کہ آپ موجودہ خریدار ایک ایک خریدار اور دیں۔ یا آپ میں سے جو ذی استطاعت اصحاب ہیں۔ وہ حالات متساعد ہونے تک دو دو یا چار چار آنے ماہوار اعانت قبول فرمائیں تاکہ اخراجات متعلقہ چل سکیں۔

مینیجر

(۵)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری مُذا مفت بلاقیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے۔

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جس کی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاص کر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور راتدن سانس ہونیکی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج اسکو کسقدر تکلیف ھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دہتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس ای وڈ انڈ دیگر بنتی ہے اسلئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پا کر مداح ہیں آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر

اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا

ہمیشہ تندرست رہنے کی ترکیب

آپ جانتے ہیں انسان کی زندگی خون سے ہے اسلئے خون صاف رکھنا ضروری ہے اسکی ترکیب آسان ہے ڈاکٹر برمن کی آئی اوڈائڈ سالسہ مفید ثابت ہوا ہے اسمیں پوٹاس ای وڈ انڈ وغیرہ کئی ایک آزمودہ ادویات ملا کر بنتا ہے اسلئے تمام سالسوں سے زیادہ مفید ہے گرمی آتشک گٹھیا وغیرہ یا پارہ ملی ہوئی ادویہ کے استعمال سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے خون بگڑنے کی دو وجہ ہیں آتشک و گٹھیا ایسے عارضہ میں پارہ ملی ہوئی ادویات استعمال کرنے سے خون بگڑ جاتا ہے پوری حالت فہرست منگا کر دیکھئے قیمت عا محصول ۱۰ر

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ اپنے لڑکے لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو **لال شربت** پلا دیں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی ولاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو **لال شربت** پلاؤ پیدائش کیوقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۲

فہرست مضامین

تفسیر آیت خاتم النبیین	(مولنا حافظ روشن علی صاحب)	۱ - ۱۸
امت میں نبوت	(مولنا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل)	۱۹ - ۲۴
غیر مبایعین سے خطاب اور دو زبردست حوالے	اکمل	۲۵ - ۳۰
ختم نبوت (از روئے احادیث نبوی)	(جناب سید محمد اسحٰق صاحب فاضل)	۳۱ - ۴۱
کار آمد حوالے	(مولوی کرمداد صاحب)	
ریویوز		۴۲ - ۴۳

(قیمت سالانہ ۱۲؎ طلباء سے ۱۰؎ غیر ممالک سے ۲؎)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور ... علی ... شائع ہوا

کیا اب بھی نہ مانوگے کہ ایمان ثریا پر چلا گیا

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا پختہ نشان یہ ہو کہ اسوقت دین کا علم اور لوگونکا ایمان ثریا پر چلا گیا ہوگا اور وہ فارسی الاصل اسے واپس لائیگا چنانچہ اسکے انفاس قدسیہ کی طفیل جو جو اسپر ایمان لائے انہوں نے ایمان اپنا ایمان محمد رسول اللہ کا لایا ہوا ایمان واپس پایا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لیکن جو اس بارگاہ سے دور ہیں وہ ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں سے یہ ثبوت دے رہے ہیں۔ کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔ خالصہ اخبار اور لائل گزٹ نے گورو گوبند سنگھ جی کے جنم دن کی یاد میں ایک خاص نمبر نکالا ہے اسمیں چند مسلمانوں کے مضامین بھی ہیں میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ مسلمانوں کے لئے کسی غیر مذہب کے لیڈر یا پیشوا کی جائز تعریف جائز نہیں مگر یہ ضرور کہونگا کہ کسی کی تعریف اسے نہیں کہتے کہ اپنے مذہبی اصول کو بھی خیر باد کہدیا جائے مثلاً ملاحظہ فرمائیے منشی احمد خان صاحب کیفی بی اے او ایل۔ ایل بی کی نظم کا پہلا مصرعہ جو وہ گورو گوبند سنگھ کی شان میں لکھتے ہیں ؎

تو وہ اللہ کا پیارا۔ وہ نبی وہ مرسل ؛ نخل ایمان تری وید سے لے آیا پھل

کوئی مسلمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (سوائے مسیح موعود کے) کسی کے نبی صادق ہونیکا قائل نہیں اور نہ گورو گوبند سنگھ جی کو نبوت کا دعویٰ تھا نہ سکھ انہیں نبی مانتے ہیں۔ باوجود اسکے گورو صاحب کو نبی اور مرسل کہنا۔ کیا اسلامی اصول کی ہتک نہیں اور اپنے مذہب اسلام کو خیر باد کہنا نہیں ہے۔

دوسری مثال ۔ بابو محمد الدین صاحب خلیق جرنلسٹ ہیں۔ ان کو سوائے اسکے اور کوئی طریق گورو صاحب کی مدحت سرائی کا نہیں ملا کہ انہیں حضرت علی کا مثیل ثابت کرنا چاہا ہے اور گویا یہ ظاہر کیا ہو کہ وہ دونو ایک ہی جوہر کے ٹکڑے ہیں کیا یہ شیعہ حضرات کے جذبات و محسوسات کو خواہ مخواہ چھیڑنے کا مترادف نہیں ہے اور کیا یہ حضرت علی کی گونہ ہتک نہیں جس نے تصوف سے بھی نفرت پیدا کرنا چاہی ہو کیونکہ خلیق صاحب نے ہمہ اوست کے مسئلہ کی آڑ میں اپنے معتقدات باطلہ کو چھپایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء

خاتم النبیین

"کل نبیوں کا خاتم"

حمد و نعت تمام ستائیش اور شکریہ اس مالکِ حقیقی کے لئے ہے جس نے ہمیں عدم سے موجود کیا اور اپنے کلام کے ساتھ اپنی راستہ کو ہم پر ظاہر کیا اور ہزاروں درود اور سلام اس نبی پر ہے جس نے کمالات نبوت کو ختم کیا اور اس کے انتہائی درجہ پر پہنچا اور تمام انبیاء سے بڑھکر اس نے تربیت کا بیڑا اٹھایا اور اپنی اُمت کے لئے ہر ایک انعام اور خوبی کے پہنچانے کا ذریعہ تھا۔

ختمِ نبوت کے معنوں میں اختلاف اسکے بعد احباب پر واضح ہو کہ ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدہ خاتم النبیین پر بہت قیل و قال ہو رہی ہے بعض اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکے

یہ معنی ہیں کہ آپکا وجود نبیوں کے لئے روک اور باب نبوت کو مسدود کرنیکا ذریعہ ہی اور کچھ بعض یہ ثابت کرنیمیں کوشاں ہیں کہ آپکا وجود کسی انعام اور فضل کے لئے روک نہیں بلکہ ہر ایک انعام اور رحمت جو خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر اس عالم میں کر سکتا ہے ہر ایک نعمت اور رحمت کا باعث وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہر دو فریق اپنے استدلال میں قرآنی آیات کو ہی پیش کرتے ہیں جنمیں خاتم النبیّٖن کا لفظ وارد ہی

قرآن مجید اختلاف رفع کرنے والا ہے

چونکہ قرآن کریم اختلافوں کو مٹانے کے لئے آیا ہی یہ کہ قائم کرنے کے لئے اسلئے یہ ناممکن ہی کہ ہر دو فریق کا استدلال متضاد دعووں پر قرآن کریم سے صحیح ہو۔ ضروری ہے کہ ایک فریق حق پر ہو۔ اور دوسرا باطل پر جو کتاب کہ دنیا کے اختلاف مٹانے کے لئے آئی اور وحدت کی رسی میں دنیا کو جکڑنے کے لئے آئی۔ اس کتاب کی نسبت ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر ایک متضاد خیال کی تائید کرتی ہی اور ہر ایک کی ہوا کے تابع ہوتی ہے وہ کتاب جو دوسرے کو یہ حکم دے کہ لا تتبع الھویٰ اس سے کیونکر ممکن ہی کہ کسی ہوا کے متبع کا ساتھ دے پس ضرور ہے کہ خاتم النبیّٖن کے معنے بیان کرنے میں ایک فریق حق پر ہو۔ اور دوسرا باطل پر ہو۔

خاتم النبیّٖن کے صحیح معنے از روئے لسانِ عرب

لہٰذا اس آیت کی تفسیر بہ رعایت قواعد لسان عربی احباب کیخدمتمیں پیش کرتا ہوں اور ہر ایک ناظر سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل سے اپنے خیالات اور خواہشات کو نکال کر اور اپنے دل کو صرف حق لینے کے لئے تیار کرنے کے بعد اسکا مطالعہ کرے

سیاق سباق دیکھو

جہانتک میرے دیکھنے میں آیا ہی کم ہی لوگ ہیں جو اس آیت کی پوری تفسیر یا اس آیت کے ماقبل اور مابعد کو غور سے دیکھیں۔ یا اپنے آپ کو اس امر کی طرف متوجہ کریں کہ سیاق سباق کے لحاظ سے یہاں کیا مطلب ہی ہ اکثر لوگوں کو دیکھا ہی کہ وہ صرف لفظ خاتم النبیّٖن کو لیکر کہہ دیتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور یہ کہ اس پر اجماع ہے حالانکہ خاتم النبیّٖن کوئی جملہ نہیں جس سے کوئی خبر یا طلب معلوم ہو سکے یہ ایک مرکب اضافی ہی جس سے کوئی واقعہ یا کوئی حکم ہرگز مستنبط نہیں ہو سکتا۔ کوئی مفرد جبتک کسی جملہ میں نہ واقع ہو۔ اور اسکا تعلق کسی نسبت حکمیہ کے ساتھ جب تک ظاہر نہ

کیا جائے تب تک وہ نہ کسی کی اور پر دلیل ہو سکتا ہے اور نہ کسی دلیل کا مقدمہ ہو سکتا ہے مناسب یہ ہے کہ پوری آیت کا بیان سنا جائے اور ماقبل و مابعد پر پوری نگاہ ہو۔ تا انسان سمجھ سکے کہ یہ لفظ کس محل میں وارد ہوا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ قبل اسکے کہ میں خاتم النبیین کی حقیقت کو آشکارا کروں اس لفظ سے جس قدر آیت کا حصہ پہلے ہے اسکا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا وہ یہاں خود ہی اس امر کی طرف راہنما ہو کہ لفظ خاتم النبیین سے کیا مُراد ہے؟

اس آیت کے چار حصے

وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۔ اس آیت کے چار حصے کرتا ہوں ایک ماکان محمد ابا احد من رجالکم دوسرا حصہ ولکن رسول اللہ تیسرا حصہ وخاتم النبیین چوتھا حصہ وکان اللہ بکل شیئ علیما ؏

پہلا حصہ

پہلے حصہ کا مطلب بالکل واضح ہے کہ محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اور اسکا ربط اس کے ماقبل کی آیات سے یہ ہے کہ زید کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کا نکاح ہوا چونکہ زید کو آپ کا بیٹا کہا جاتا تھا بغیر اسکے کہ زید آپ کے نطفے سے ہو۔ صرف متبنّٰی کے طور پر تو اس نکاح پر مخالفین سے اس اعتراض کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نہ کہدیں کہ اپنے بیٹے کی بہو سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شادی کر لی ہے اللہ تعالیٰ نے رسم تبنی کو باطل ٹھہرایا اور فرمایا کہ زید بن حارث تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں پس آپکو زید کی مطلقہ سے نکاح کرنا کیوں جائز نہ ہو جبکہ وہ آپ کا صلبی بیٹا نہیں یہ آیت کے پہلے حصہ کا بیان ہے۔

لکن اس شبہ کے رفع کے لئے آتا ہے جو ماقبل سے پیدا ہو

دوسرا حصہ ولکن رسول اللہ ہے۔ اس حصہ میں لکن کا لفظ رکھا گیا ہے لکن کا لفظ ہمیشہ کسی شبہ کے ازالہ کے لئے اور کسی وہم کے رفع کرنیکے لئے اور کسی جائز سوال کے رفع کے لئے آیا کرتا ہے چنانچہ کتاب مسلم الثبوت میں اسکے متعلق یہ لکھا ہے۔ لکن خفیفۃ وثقیلۃ للاستدراک وھو رفع التوھم الناشی عن السابق و شرطہ الاختلاف کیفا ولو معنی۔ اور شرح جامی میں لکن کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ ولکن للاستدراک ومعنی الاستدراک رفع توھم یتولد من الکلام المتقدم تتوسط (ای لکن) بین کلامین متغائرین نفیا واثباتا معنیً ای

تغائرًا معنویاً والضد دری ھٰر المعنوی یعنی لکن نون ساکن کے ساتھ ہو۔ یا مشدّد کے ساتھ استدراک کے لئے ہی اور وہ یہ ہی کہ کوئی وہم جو پہلی کلام سے پیدا ہُوا۔ اسکو مٹا دینا اور ہٹا دینا لکن ہمیشہ دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جنکا آپسمیں نفی اثبات کا فرق ہوتا ہے۔

آیت کے پہلے حصّے سے کیا شُبہ پیدا ہُوا

پس قبل اسکے کہ اس دوسرے حصّے کے بیان کو شروع کیا جائے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ آیت کے پہلے حصہ سے کونسا سوال پیدا ہوتا ہے جس کے جواب کیلئے لکن لایا گیا۔ اور کیا شبہ تھا جس کے دفعیّہ کے لئے اس لفظ کو استعمال کیا گیا۔ کیونکہ جب تک کوئی سوال نہ ہو اور کوئی وہم نہ ہو تب تک اسکا ازالہ ناممکن ہی جبکہ حرف لکن استدراک کے لئے ہے اور وہ کسی وہم کے دفع کرنیکا نام ہے تو ضرور ہُوا کہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ کونسا خیال تہا جو کہ آیت کے شروع سے پیدا ہوتا تھا کیونکہ آیت کا شروع تو صرف یہی ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یہ امر ظاہر ہے کہ آیت کے نزول کیوقت آپکا کوئی صلبی بیٹا بقید حیات نہ تھا پس وہ کون سا شبہ ہی جس کے لئے مولا پاک نے لکن کا لفظ اسکے ازالہ کیلئے فرمایا۔

اس شبہ کا بیان

شبہ یہ ہے کہ اسی سورہ احزاب کے ابتدا میں جس میں آیت محولہ بالا نازل ہوئی پہلے ہی رکوع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایسی شان بیان کی گئی ہے جس سے کہ آپکی ازواج مطہّرات تمام مومنوں کی مائیں قرار پائی ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ۔

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس شخص کی بیویاں ہماری مائیں قرار پائیں وہ ضرور ہے کہ ہمارا باپ ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہّرات سے ہمارا بالذّات اور بلا واسطہ کوئی بھی تعلق نہیں۔ ہمارا تعلق براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ کے واسطہ سے آپ کے ازواج کے ساتھ بھی تعلق ہی۔ پس آنحضرت کے اس تعلق کا اثر جو ہمارے ساتھ ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آپکی ازواج مطہّرات ہماری مائیں بنیں اور آپ ہمارے والد بنے غرضکہ اوّلاً و بالذّات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے باپ اور والد ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے ازواج مطہرات بھی مائیں بنیں۔ پس

سورہ احزاب کے ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت مؤکد طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے اب آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں یہ سنتے ہی کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یہ شبہ فوراً پیدا ہوگا کہ ابھی اس سورت کے ابتدا میں آپ ہر مومن مرد و عورت کے ایسے باپ بنے تھے کہ آپ کے ازواج کو بھی مائیں قرار دیدیا گیا تھا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جس بات کا اقرار ابتدائے سورت میں کیا گیا ہے اس بات کا فی الفور اس سورت کے اندر انکار کردیا جاوے اور یہ کہدیا جائے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہر ایک شخص جسے یہ بتایا جائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام مومنوں کی مائیں ہیں وہ آپ کے باپ ہونے پر یقین کریگا اور یہ سنتے ہی کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں فطرتاً چونک پڑیگا اور حیرت زدہ ہوکر ضرور سوال کریگا کہ ابھی تو ایسے باپ بنے تھے کہ اپنی بیویوں کو بھی مائیں قرار دیدیا تھا اور یہاں آکر صاف انکار کردیا۔ علاوہ ازیں اس سوال کے پیدا ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ سورہ کوثر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ آپ سے دشمنی رکھنے والا ہی مقطوع النسل ہے نہ آپ سورہ ہذا میں بے اولاد ہونا آپ کے دشمن کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے یعنی آپکا دشمن ہی بے اولاد ہے تو ماکان محمد ابا احد من رجالکم (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) کان میں پڑتے ہی یہ نقشہ سامنے آگیا کہ جو بات آپ کے دشمن کے حق میں کہی گئی اور اس سے مخصوص تھی ٹھیک وہی بات آپ کے حق میں کہدی گئی بس اس آیت کے پہلے حصہ پر ضرور یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آپکو سورہ احزاب کے ابتدا میں باپ ثابت کیا گیا یہاں اس سے کیوں انکار ہے اور سورہ کوثر میں بے پسر ہونا آپ کے دشمن کیساتھ مخصوص کیا گیا ہے یہاں یہ نقشہ آنحضرت پر کیوں چسپاں ہے کہ آپ بھی کسی مرد کے باپ نہیں پس ضروری تھا کہ اسکے بعد لکن کا لفظ لایا جاتا جو شبہات کے ازالہ کے لئے ہی بنایا گیا ہے۔ اور یہی اس سے مقصد ہے۔

آیت کے دوسرے حصے کا بیان۔

ولکن رسول اللہ۔ مذکورہ بیان سے یہ امر اظہر من الشمس ہوچکا ہے کہ آیت کے پہلے حصہ سے ایک سوال پیدا ہوتا تھا جس کے ازالہ کے لئے دوسرا حصہ لایا

گیا جس کے ابتدا میں حرف لٰکن ہے جس کا کام ہی یہ ہی کہ خبر دے کہ پہلے کوئی شبہ تھا جس کے ازالہ کیلئے یہ کلام آرہا ہے جس کے پہلے لٰکن ہے اسی لئے یہ حرف ابتداء کلام میں نہیں آیا بلکہ دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو آپس میں متغایر ہوتی ہیں اگر پہلے میں کسی امر کی نفی ہے تو دوسرے میں کسی امر کا اثبات ہے اور اگر پہلے میں اثبات ہے تو دوسرے کلام میں اسکی نفی ہے یہ امر ظاہر ہے کہ آیت کے پہلے حصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہی اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اب ضروری ہوا کہ لٰکن کے بعد جو کلام آیا ہے اسمیں کسی قسم کے باپ ہونے کا اثبات کیا جائے۔ اور یہ بتلایا جائے کہ جس قسم کے باپ ہونیکا اثبات سورہ احزاب کے ابتداء میں کیا گیا ہے اس سے انکار آیت کے پہلے حصہ میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ انکار صرف جسمانی طور پر باپ ہونے سے ہے جس شان کا باپ ہونا اپنی امت کے لئے رسول کے حق میں ثابت ہے اس سے انکار اور اسکی نفی آیت کے پہلے حصہ میں مراد نہتھی۔ بلکہ یہاں پر جس قسم کا زید کو وہ لوگ بیٹا بنانا چاہتے تھے اسی قسم کے باپ ہونے سے انکار ہی لیکن روحانی تعلق جس کو سورہ احزاب کے ابتداء میں باپ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ تعلق ویسے کا ویسا قائم ہے اسکے لئے اللہ تعالٰے نے لٰکن رسول اللّٰہ کا لفظ فرمایا۔ لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے

جیسا کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور ہر ایک رسول سے دنیا میں مومن جنا کرتے ہیں اور مومن بیٹے پیدا ہوا کرتے ہیں ویسے ہی مومن بیٹے آپ کے ہیں اور ہوا کرینگے اور آپ ان کے لئے باپ ہیں۔ چنانچہ اس امر کے متعلق بعض مفسرین کی یہی رائے لکھی جاتی ہے دیکھئے نواب صدیق حسن خان تفسیر فتح البیان میں نسفی سے نقل کرتے ہیں۔ قال النسفی وکل رسول ابو امتہم فیما یرجع الی وجوب التوقیر والتعظیم لہ علیہم ووجوب الشفقۃ والنصیحۃ لہم علیہ۔ یعنی نسفی نے کہا کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے امّت پر واجب ہے کہ اسکی تکریم و تعظیم کریں اور رسول پر واجب ہے کہ ان پر شفقت اور انکے لئے نصیحت فرمائے اور ایسا ہی جمل شارح جلالین نے لکھا ہے وکل رسول ابو امتہ۔

پس رسول کے لئے اپنی امت کا باپ ہونا لازم ہے لہٰذا بجائے اسکے کہ یہ کہا جاتا ولٰکن

ابو المومنین لکن رسول اللہ کہا گیا کیونکہ الکنایۃ ابلغ من الصریح والاستعارۃ اوقع فی النفس اسلئے رسول بولکر اسکے لازم معنی کی طرف اشارہ کیا گیا

حاصل مطلب آیت کے دونوں حصوں کا۔

پس حاصل مطلب آیت کے دونوں حصوں کا ملکر یہ ہُوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی ایسے باپ تو نہیں کہ جسمانی طور پر آپ کا کوئی بیٹا ہو۔ ہاں رسول ہونے کی حیثیت سے سب مومنوں کے باپ ہیں اور اس سے کوئی انکار نہیں چنانچہ محمد علی صاحب ایم۔ اے اپنے تازہ ٹریکٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم تو اس سے سننے والے کے دل میں ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اس میں تو ہر ایک قسم کی ابوت کی نفی ہو گئی کیا جسمانی اور کیا روحانی اسلئے فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اللہ کے رسول اسلئے آتے ہیں کہ لوگوں کی روحانی تربیت کریں تو چونکہ وہ روحانی طور پر لوگوں کی تربیت کرتے ہیں اسلئے وہ روحانی طور پر لوگوں کے باپ ہوتے ہیں اسلئے یہاں رسول اللہ کا لفظ اختیار فرمایا کہ اس سے آپکی روحانی ابوت کا اثبات ہو۔"

مفسّرین کی شہادت غیر احمدیوں پر اور ایم اے کی شہادت غیر مبایعین پر حجت ملزمہ ہے۔ کہ آیت کے پہلے حصہ میں روحانی وجسمانی دونوں قسم کی ابوت کا انکار سمجھ میں آتا تھا تو آیت کے دوسرے حصہ سے لفظ رسول اللہ کے ساتھ روحانی باپ ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی مقصد کے لئے حرف لکن کے بعد رسول اللہ کو لایا گیا ہے اب آیت کے تیسرے حصے کی تفسیر گوشگذار کیجاتی ہے۔

آیت کے تیسرے حصّہ کی تفسیر

تیسرا حصہ آیت خاتم النّبیین ہے جس کے معنے لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ نبیوں کو بند کرنے والا نبیوں کے لئے روک نبیوں کے سلسلے کو ہمیشہ مٹانے والا وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے کیا معنے ہیں؟ ماقبل سے ان کو کیا ربط ہے اور ایسے معنی کا اس آیت میں کوئی محل بھی ہے یا نہیں؟ سو واضح ہو کہ خاتم النّبیین کوئی جملہ نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ مستقل طور پر کسی سوال کے جواب میں ہی اور کسی خاص مدعا کو یہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے بلکہ یہ مفرد ہے جسکا بدوں ماقبل کے ربط کے کوئی مطلب نہیں ہو سکتا اور کسی امر کے لئے یہ مثبت نہیں ہو سکتا پس اب دیکھنا یہ ہی کہ آیا کلام میں اسکو علیحدہ رکھا گیا ہے۔ یا ماقبل کے ساتھ اسکو باندھا گیا ہے۔

وَ عاطفہ پر غور کرو

اس امر کا معلوم کر لینا کہ یہ کلمہ آزاد نہیں بلکہ اپنے ماقبل کیساتھ مربوط ہی نہایت آسان ہی کیونکہ اس لفظ خاتم النبیّین سے پہلے حرف واو ہے جو کہ اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کیساتھ باندھنے اور جمع کر دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے واو کا مابعد اپنے ماقبل سے ہرگز مستغنی اور آزاد نہیں جملہ ہونے کی حالتمیں بھی واو کا مابعد اپنے ماقبل سے کامل رابطہ اور تعلّق رکھتا ہے چہ جائیکہ مفرد ہو جملے کو تو اپنی ذات میں استقلال بھی ہی کہ وہ خود بالذّات کسی خبر یا طلب کا علم مخاطب کو دے سکتا ہی پھر بھی واو کے ساتھ ملنے سے واو کے ماقبل کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے پس وہ مفرد جو علیحدہ ہونے کی حالتمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اسکو اپنے ماقبل سے کیونکر آزادی ہو سکتی ہی حاصل یہ ہی کہ لفظ خاتم النبیّین سے پہلے حرف واو ہے جسکو حرف عاطفہ کہتے ہیں عطف کے معنے پھیرنے اور لوٹا لینے کے ہیں حرف عاطفہ وہ حرف جو کسی کو موڑ کر اور لوٹا کر لے آوے اسکے بعد جو کلمہ ہو اسکو معطوف اور اس سے ماقبل کو معطوف علیہ کہا جاتا ہی یعنے حرف واو اپنے مابعد کو موڑ کر اپنے ماقبل سے ملا دیتی ہے جو حالت ماقبل کی ہوتی ہے وہی مابعد کی کر دیتی ہے اپنے سے پہلے اور پچھلے کلمہ کو یکساں ایک حکم میں کر دیتی ہے یعنی دونوں کو ایک رنگ میں رنگین کر دیتی ہے جو امر پہلے کی طرف منسوب ہوتا ہی وہی دوسرے کی طرف منسوب ہوتا ہے اس مثال سے یہ امر واضح ہو سکتا ہے جاء زید و عمرو زید و عمر کے درمیان واو ہے جس کے معنے "اور" کے ہیں اسکی غرض یہ ہی کہ عمر کو زید کی طرف موڑ لائے ان دونوں کو ایک کام میں شریک بنائے جاء زیدٌ و عمرٌ میں جیسا زید آیا ویسے ہی عمر آیا۔ آنیکا فعل دونوں سے سرزد ہوا۔ اسی طرح ضربت زید و عمر یعنے میں نے زید و عمر کو پیٹا۔ اس فقرہ میں زید و عمر کی ایک ہی حالت ہی یہ نہیں کہ زید پٹے اور عمر نہ پٹے پس حرف واو ایسا حرف ہے کہ وہ اپنے آگے پیچھے کو یکساں کر دیتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ واو کے ماقبل کا کوئی اور مطلب ہو اور اسکے مابعد کا کوئی اور

اس مسئلہ کو واضح کرنیکے لئے ایک اردو میں مثال پیش کرتا ہوں جیسے کہ کسی مدرسہ میں کسی معلّم کی ضرورت ہو تو ایک شخص یہ رائے پیش کرے کہ زید کو اس خدمت پر لگایا جائے پھر کوئی کہے کہ زید مدرسی کے لائق نہیں گو لیکچرار اور بی اے ہے اس مثال میں جیسا کہا گیا کہ زید مدرسی کے لائق نہیں تو اسپر یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ شائد علم کے نہ ہونے کے سبب سے ہے تو اسکا

جواب دیا گیا کہ جب وہ لیکچرار ہے تو بدوں علم کے لیکچرار کس طرح ہؤا پھر وہ بی ۔ اے ہے یہ بڑھکر بات ہے اس مثال میں لیکچرار اور بی ۔ اے کا لفظ دونوں اس سوال کا جواب ہیں جو پہلے جملے سے پیدا ہوتا ہے اور لفظ "اور" نے ان دونوں لفظوں کو ایک ہی رنگ میں رنگین کر دیا ہے جیسا کہ لیکچرار ہے اس سے بڑھکر لفظ بی ۔ اے ہے۔

جس مقصد کے ثابت کرنیکے لئے "رسول اللہ" آیا ہے۔ اسی کے لئے "خاتم النبیین" ہے نہ کہ اس کے خلاف

پس اسکے سمجھ لینے کے بعد آؤ ہم غور کریں کہ "خاتم النبیین" جو آیت کا تیسرا حصہ ہے اسے آیت کے دوسرے حصے "ولکن رسول اللہ" کیساتھ کیا تعلق ہے کیونکہ رسول اللہ اور خاتم النبیین کے درمیان حرف واؤ ہی جو خاتم النبیین کو موڑ کر رسول اللہ کے ساتھ ملا دیگی۔ جس مقصد کے لئے رسول اللہ کا لفظ آیا ہے اس مقصد کے لئے خاتم النبیین کا لفظ ہوگا یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ تو کسی بات کے ثابت کرنیکے آئے اور خاتم النبیین اسکی نفی کرنیکے لئے آئے ضروری ہوگا کہ جس مدعا کو رسول اللہ کا لفظ ثابت کر رہا ہے اسکی تاکید مزید خاتم النبیین سے ہو۔ یاد کرو کہ رسول اللہ کا لفظ مذکورہ بالا بیان میں ثابت ہو چکا ہے کہ آپکی روحانی ابوت کے ثابت کرنیکے لئے آیا ہے یعنے آپ مومنین کے روحانی باپ ہیں۔ پس ضروری ہے کہ خاتم النبیین بھی اسی مقصد کو پورا کرنیکے لئے اس آیت میں لایا جاوے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معطوف علیہ کی طرف کسی اور امر کو منسوب کیا جائے اور معطوف کی طرف کسی دوسرے کو یہ ناممکن ہے کہ جاء زید و عمر" میں زید کی طرف تو آنیکی نسبت کیجائے اور عمر کو اس سے خالی رکھا جائے بلکہ کچھ اور ہی اسکی نسبت منسوب کر دیا جائے اس مسئلہ کو اور واضح کرنیکے لئے یہ طرز رکھی ہے کہ معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھیں تو کلام کی صحت اور صدق میں کوئی فرق نہ آئے مثلاً زید و عمر آیا میں عمرو زید آئے کہدیا جائے تو اسے آگے پیچھے کرنے میں کلام کی صحت اور صدق میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ ہر دو جملوں کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ یہ دونوں آئے پس ہم لفظ خاتم النبیین کو مشہور معنے کے لحاظ سے جو کہ نبیوں کو بند کرنیوالا ہیں رسول اللہ کی جگہ رکھکر دیکھتے ہیں تو کلام کی تقدیر یوں ہوئی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن خاتم النبیین و رسول اللہ اب دیکھئے کہ جو سوال آیت کے پہلے حصہ پر پیدا ہوا تھا کہ آپکے باپ ہونے کی نفی سے روحانی جسمانی دونوں قسم کی نفی ہو جاتی ہے اسلئے رسول اللہ کو لایا گیا تھا کہ آپ روحانی باپ ہیں۔ آیا

خاتم النبیین بھی یہی بات ثابت کرتا ہے کہ آپ روحانی باپ ہیں کیونکہ اس تقدیر پر معنے کلام کے یوں ہونگے کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن نبیوں کو بند کرنے والے ہیں غور کیجئے کہ سوال تو یہ تھا کہ آپ روحانی باپ بھی ہیں یا نہیں؟ جواب یہ ملتا ہے۔ کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں یہ کلام تو اس بات کا جواب ہو سکتی تھی کہ کسی کو یہ شبہ اٹھتا کہ اسکے بعد کوئی نبی ہوگا یا نہیں لیکن یہ سوال کسی طور سے اس فقرہ سے نہیں اٹھ سکتا کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اسپر تو یہی سوال اٹھ سکتا تھا کہ آپکی روحانی ابوت کی نفی ہوگئی جسکا اثبات لاکن رسول اللہ سے کیا گیا لیکن خاتم النبیین کا لفظ مشہور معنے کے اعتبار سے باوجود معطوف ہونیکے بالکل اپنے ماقبل کے خلاف چل رہا ہے اور اس معنے کے اعتبار سے اگر معطوف علیہ کی جگہ پر رکھیں تو روحانی جسمانی دونوں قسم کی ابوتوں کی نفی ہو جاتی ہے اس فقرہ کا کہ محمد کسی کے باپ نہیں اور آپکے بعد کوئی نبی بھی نہیں لیکن آپ نبیوں کو روکنے والے ہیں سوائے اسکے کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ دونوں طرح سے ابتر ہوئے ان لوگوں پر تعجب ہے جو ما کان محمد ابا احد من رجالکم سے یہی سوال بیان کرتے ہیں کہ آپکی روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے باپ ہونے کی نفی ہوتی تھی لکن رسول اللہ سے آپکا روحانی باپ ہونا ثابت کیا گیا ہے پھر خاتم النبیین کو اسی پر معطوف سمجھتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم میں ہوتا ہے پھر معلوم نہیں کہ کونسا پردہ دماغ پر پڑ جاتا ہے اور کیا حجاب دلمیں واقع ہو جاتا ہے کہ یہاں تمام علم و قواعد لسان کو کھو بیٹھتے ہیں عربی چھوڑ اردو پنجابی۔ غرض اپنی مادری زبانوں سے بھی اسوقت بے بہرہ ہو جاتے ہیں پس جبکہ اس امر میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں اور نہ شبہ کو مجال ہے کہ حرف واؤ جو بمعنی اور ہے جب یہ دونوں کے درمیان عطف کرے تو دونوں ایک ہی حکم میں شریک ہوتے ہیں جو ایک کا مدعا ہوتا ہے وہی دوسرے کا مدعا تو کیوں رسول اللہ کا لفظ آیت متذکرہ بالا میں آنحضرتؐ کی ابوت روحانی کو ثابت کرے اور خاتم النبیین اسکی نفی کرے اللہ تعالے زیغ فہم سے بچائے یہ کیسا صریح ظلم ہے کہ واؤ کے ماقبل کو واؤ کے مابعد سے مخالف قرار دیا جاتا ہے یا تو خاتم النبیین کو رسول اللہ کے تابع کرو جبکہ وہ روحانی ابوت کو ثابت کرتا ہے یہ بھی روحانی ابوت کو ثابت کرے خاتم النبیین اگر روحانی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کی نفی کرتا ہے تو رسول اللہ کو بھی مومن بیٹوں کی نفی کے لئے تجویز کرو۔ تا نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی جسمانی

نسل سے خالی جانو۔ لفظ خاتم النبیین رسول اللہ کی صفت نہیں تا یہ سمجھا جائے کہ کیسا رسول ایسا رسول جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اگر صفت ہوتا تو یہ فضول معنی اسکے تجویز ہو سکتے تھے۔ مگر یہ تو معطوف ہے صفت نہیں پس ثابت ہوا کہ یہ معنی خاتم کے لینا کہ آپ سلسلہ نبوت کو یکسر مٹانے والے ہیں ہرگز ہرگز اس آیت میں صحیح نہیں۔

جب مذکورہ بالا بیان سے یہ امر قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچگیا کہ خاتم النبیین سے یہ مراد لینا کہ اسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور آپ نبوت کو بند کرنے والے ہیں کسی طرح اس آیت میں چسپاں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ معنی اپنے ماقبل کیساتھ قطعاً ربط نہیں کھاتے بلکہ اس سے قطعی طور پر مخالف ہیں جس سوال کو لفظ رسول اللہ اٹھاتا ہے یہ معنے اس سوال کو پھر نئے سرے سے مضبوط کر دیتے ہیں اور معطوف علیہ کی جگہ رکھنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ رسول اللہ کے لفظ پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ یہ کس قسم کا رسول ہے جس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ ایسا رسول ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا کیونکہ یہ سوال وجواب تب صحیح ہوتا کہ رسول اور خاتم باہم صفت موصوف ہوتے لیکن یہ صفت موصوف نہیں۔ صفت موصوف کی مثال جیسے کوئی کہے کہ مجھے کوئی ملازم چاہئے اسپر سوال ہوگا کیسا ملازم جس کے جواب میں وہ کہیگا جو کہ کاتب ہو یا خیاط یا باورچی ہو وغیرہ وغیرہ۔ غرض جو کہ مفرد پر سوال ہوتا ہے۔ اسکا جواب اسکی صفت بیان کرنے اور اسکو موصوف قرار دینے سے ہوتا ہے نہ یہ کہ سوال تو یہ ہو کہ کیسا ملازم؟ جواب یہ ہو۔ اور کاتب بھی چاہئے۔" اور "جو حرف عطف ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ ملازم کی صفت نہیں بلکہ ملازم کے علاوہ کاتب کی بھی درخواست ہے اسی طرح رسول اللہ اور خاتم النبیین کے درمیان حرف عطف ہے جو خاتم کے صفت ہونیسے مانع ہے علاوہ ازیں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رسول اللہ سے اگر کوئی وہم اٹھتا تھا تو اسکے دفع کے لئے حسب دستور سابق لکن کا لفظ لانا چاہئے تھا کہ جو حرف دفع وہم کے لئے مقرر ہے اسی لفظ کے ساتھ سوال کا ازالہ کیا جاتا پس یہ قول کہ ولکن رسول اللہ پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیسا رسول جس کا جواب خاتم النبیین ہوا سرتاپا بےمعنی اور باطل ہے۔

اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب خاتم النبیین سے وہ مراد جو مشہور ہے لینا ہر طرح نادرست ہوا تو آخر خاتم النبیین سے کیا مراد اور کیا منشاء ہے؟ تا یہ لفظ آیت کے اندر بےمعنی نہ ہو۔ سو واضح ہو کہ لفظی معنی میں تو کچھ اختلاف نہیں کیونکہ خاتم کے معنی مہر اور النبیین سے مراد نبی اور پیغمبران جسکا مرکب یہ ہوگا کہ آپ یعنی

آنحضرت نبیوں کی مُہر ہیں یہی معنے لفظی ہیں اور انمیں کوئی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ہاں انکی تشریح ایک تو وہ ہے جو لوگوں نے کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہی آپ سلسلۂ نبوت کو بند کرنیوالے ہیں جس کا ابطلان ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں ہمارے نزدیک اسکی تشریح یہ ہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ہی نبی بن سکینگے یہی وہ معنے ہیں جو اس آیت میں چسپان ہوتے ہیں اور ماقبل و مابعد سے ربط کہاتے ہیں کیونکہ جو شبہ اس بات پر پڑتا تھا کہ آنحضرت تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اسکا جواب اللہ تعالےٰ نے دو طرح سے دیا ایک یہ کہ وہ رسول اللہ ہیں پس وہ مومنین کے پیدا کرنیکے باعث ہیں اور ان کے باپ ہیں پھر اس سے ترقی کی اور یہ جوابدیا کہ ان کے فیضان سے عام مومنین کیا انبیاء ہونگے۔ پس اس معنی کے سوا اور کوئی معنی اس آیت میں چسپان نہیں ہو سکتے اور یہ عین لفظی ترجمہ ہی

جسمیں ہمنے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ سیاق سباق سے مطابق لغت مسلّمہ اہل زبان جو معانی ہو سکتے ہیں۔ وہی بیان کر دیئے اور کرینگے یہ انصاف پر ہے کہ آپ ہر قسم کے بیرونی اثرات سے خالی الذہن ہو کر محض خدا کے لیئے اسمیں غور کریں کیونکہ اس آیت پر ایک ایسے مسئلہ کا دارومدار ہے جس پر اس زمانے میں کہ ایک مدعی نبوت و رسالت ظاہر ہو چکا ہے کفر و ایمان کا دارومدار ہے ایک مومن کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ بلا تحقیق خود بخود ایک عقیدہ بنائے رکھے اور اسکے خلاف ناحق سمجھے قرآن مجید کو مقدم کرو اور اسکے مقابل پر کسی کی بھی پروا نہ کرو خواہ وہ کتنا بڑا مولوی ہو۔

لفظ خاتم النّبیّین کی اصل حقیقت

خاتَم بفتح تاء و بکسر تاء ہر دو لفظ بمعنی مُہر آئے ہیں جیسا کہ فتح البیان میں ہی الخاتم بفتح تاء کالخاتم یتزیون بکونہ منھم معنے یہ ہوئے کہ آپ مہر ہیں نبیوں کی کہ جس پر اسکا نقشہ جم جاتے اور وہ آپکا ظلّی طور پر کامل دائم بروز ہو نبی ہو سکتا ہے غرض آپ نبیوں کے باپ ہیں آپکی نسل میں نبی بھی ہو سکتے ہیں۔

اسکا ماقبل سے ربط

آیت کے پہلے حصہ سے جو سوال اٹھا تھا کہ آیا آپکی روحانی ابوت کی تو کہیں نفی نہیں ہو گئی اسکا جواب تو یہ دیا کہ آپ رسول ہیں ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے پس یہ بھی اپنی امت کے باپ ہیں لیکن اتنا کہدینے سے آنحضرت کے دیگر انبیاء کے مقابل میں کوئی فضیلت نہیں ثابت ہوتی تہی کیونکہ جب ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہے

اسی طرح یہ بھی اپنی امت کے باپ ہیں مگر خدا تعالےٰ نے اپنے نہایت پیارے رسول کو ایسی حالت میں کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ اسلئے فرمایا کہ وہ صرف رسول اللہ ہی نہیں کہ اسکی اولاد عام مومنین ہوں بلکہ وہ ایسا ہے جس کی مہر سے نبی بنینگے وہ نبیوں کا باپ ہے پس اس معنی کے اعتبار سے لفظ خاتم النّبیّین کو اپنے معطوف علیہ کی جگہ پر رکھکر دیکھو لو کیسے اس شبہ کو دُور کرتا ہے جو کہ آیت کے پہلے حصّہ سے پیدا ہوتا تھا معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ پر رکھنے سے یہ معنی پیدا ہونگے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں وہ تو نبیوں کا باپ ہی جو نبیوں کا باپ ہو وہ تو تمام مومنین کا دادا ہے کیونکہ عام مومنین تو اسکی اولاد میں بالاولیٰ داخل ہیں۔

رسول اللہ کو پہلے اور خاتم النّبیّین کو بعد لانے کی حکمت

لیکن اس سوال کا جواب کہ آیت میں جبکہ خاتم النّبیّین بھی وہی مطلب ادا کرتا تھا جو کہ رسول اللہ ادا کرتا ہے اور پھر اس کو پیچھے کرنے اور رسول اللہ کو پہلے لانیکی کیا وجہ ہی؟ سو واضح ہو کہ سلوک سبیل الترقی کلام میں ترقی کی راہ اختیار کرنی کلام کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی ہے پس پہلے عام مومنین کا باپ ہونیکا اثبات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہی اسکے بعد خاص بندوں نبیوں کی ابوت کا اثبات آپ کے لئے کیا گیا ہی اسکی نظیر نفی میں اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہی لا تاخذہ سنۃ ولا نوم پہلے اونگھ کی نفی کی گئی ہی پھر نیند کی کیونکہ اونگھ عام نیند ہی خاص ہی اسی طرح مومن عام اور نبی خاص ہی مومن ہی ترقی کرتے کرتے نبی بنتا ہے نیز اگر رسول اللہ کی بجائے خاتم النّبیّین کو رکھا جائے تو رسول اللہ کے ذکر سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ خاص کے ذکر کے بعد عام کے ذکر کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ جس کی مُہر سے نبی ہو سکتے ہیں اور جس کی روحانی توجّہ نبی تراش ہی عام مومنین تو بالاولیٰ اسکے وجود سے کثرت کے ساتھ پیدا ہونگے پس لفظ خاتم النّبیّین کو ماقبل کیساتھ ربط دینے سے یہ امر اظہر من الشمس ہوگیا کہ یہ نبوت کو بند نہیں کرتا بلکہ آنحضرت فداہ ابی و امی کے ماتحت اس فیضان کو حاصل کرتا ہے۔ س

یک قدم دوری ازاں عالیجناب ٭ نزد ما کفر است خسران و تباب

آیت کے چوتھے حصّہ کی تفسیر۔

آیت کا آخری حصّہ وکان اللہ بکل شیءٍ علیما ہے جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر اسکے خاص اسم ذات سے ہے نہ کسی ضمیر سے اسکے بعد اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے صفت علیم

کا ذکر ہے جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے جسکے معنی بہت بڑا جاننے والا کثیر علم رکھنے والا ہے جس کیساتھ لفظ احاطہ وشمولیت بکل شیئٍ بھی ہے جو وہی خلاصہ یہ کہ آیت کے آخر میں خدا تعالیٰ نے اپنا نام لیکر اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ میں اللہ ہر ایک چیز کو نہایت درجہ کا جاننے والا ہوں جس قدر آیات کے فواصل ہیں ان کے ساتھ اسماء الٰہیہ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ آیت اسی صفت کا ظہور ہوجاتی ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اپنی بہادری کے کام کا ذکر کرے اسکے بعد اپنے جواد اور سخی ہونیکو بتائے۔ اسی طرح آیات میں افعال الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے آیت کے آخر میں جو صفت اس فعل کا منشاء ہوتی ہے اسکا ذکر کیا جاتا ہے ویستغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ گناہ کی مغفرت کا ذکر کیا پھر اس صفت کا ذکر کیا جس سے یہ فعل پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم وما کان محمد ابا احد کے آخری حصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کو بیان کیا ہے اور بکل شیئٍ کے ساتھ اس صفت کو اور شاندار بنالیا ہے ضرور ہے کہ اس آیت میں کسی ایسے باریک اور عمیق نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہو جسکو نزول آیت کے وقت لوگ نہیں جانتے تھے۔

اور انکی قوت ادراکیہ سے وہ نکتہ بالاتر تہا۔ اور وہ کوئی ایسی بات ہے جو کہ آیت کے نزول کیوقت غیب کے خزانوں میں محفوظ تھی جو کہ اسوقت کے لوگوں کے مشاہدہ میں نہ آسکتی تھی پس اس لحاظ سے آیت کے اجزاء پر غور کرنی چاہیے کہ کونسی ایسی جزء ہے جو کہ نہایت عمیق اور جسکا ادراک مشکل ہے سو واضح ہو کہ آیت کا پہلا حصہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ محمدؐ مردوں میں سے کسی ایک کا باپ نہیں یہ امر کوئی مشکل نہیں۔ اس امر کا ادراک تو کفار بھی کرتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ آپکی نرینہ اولاد نہیں ہے پس یہ کوئی باریک خیال اور لطیف نکتہ نہیں ہوسکتا دوسرا حصہ لکن رسول اللہ ہے اسکا ادراک کرنا اور یہ کہ رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے یہ کوئی امر دقیق نہیں کیونکہ مومن بیٹے اسکے گرد و پیش اس کثرت سے موجود تھے اور ایسے وہ تربیت یافتہ تھے کہ آنحضرت کے عام مومنین کا روحانی باپ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا تہا۔ اور اس سے پہلے کثیر التعداد رسول آبھی چکے تھے۔

بکل شیئٍ علیما میں کیا نکتہ تھا؟

تیسرا حصہ خاتم النبیین ہے جسکے معنی ہم ثابت کرچکے ہیں کہ ابوالانبیاء ہے بیشک یہ ایسی بات ہے جسکا ادراک اسوقت بہت مشکل تہا۔ کیونکہ آنحضرت جیسا کوئی نبی اسوقت موجود نہ تہا کہ اسکو دیکھکر آپ کو نبیوں کا

باپ سمجھ لیتے نہ کوئی صحابہ میں سے آپ کے بعد امتی نبی ہونے والا تھا نہ تابعین میں سے کہ کسی صحابی کو اسکا مشابہ ہو جاتا۔ غرض قرون سابقہ میں اسکی کوئی نظیر نہ تھی کہ کوئی نبی بھی ایسا ہوا کرتا ہے جسکی مہر سے اور اتباع سے کوئی نبی بن سکتا ہو۔ اور ایسے انسان کا وجود جو کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہو آنحضرت تک کوئی اسکا مثیل اور شبیہ نہیں پایا گیا اسلئے اس آیت کے نزول کے وقت میں جو لوگ تھے نہ ان کے سامنے کوئی ایسی نظیر تھی نہ گذشتہ واقعات کی تاریخ میں کسی ایسے انسان کا پتہ چل سکتا تھا کیونکہ پہلے کوئی نبی خاتم النبیین کے عہدہ پر ممتاز نہیں ہوا۔ اسواسطے امتی نبی کا ادراک کرنا نہایت مشکل تھا نبی نے تو تیرہ سو برس بعد میں آنا تھا اور اسی کے وجود سے اس علم غیب نے مشہود ہونا تھا ایک تیرہ سو سال آئندہ کی بات کس کی آنکھ تھی کہ اسکو تاڑتی اور کسکی عقل تھی کہ یہانتک پہنچتی یہ راز سربمہر پڑا رہا یہانتک کہ وہ ظاہر ہوا جسکا انتظار یہ آیت مدتوں سے کر رہی تھی اور جس کی طلب میں دونوں ہاتھ پھیلا رہی تھی۔ **وہ خدا کا مسیح موعود** ہے جس کے ظہور نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے باپ ہیں۔ غرض اس امر کا ادراک کہ آپ کے فیضان سے نبی بھی ہو سکتے ہیں نہایت مشکل تھا کیونکہ اسوقت کوئی ظاہری نمونہ نہ تھا اسلئے خدا تعالےٰ نے **وکان اللہ بکل شیءٍ علیما** کہکر بتا دیا کہ یہ ابھی خدا کے علم میں ہی اسکا ظہور کبھی ہوگا اگر خاتم النبیین کے معنے یہ کئے جائیں کہ آپ نبیوں کو روکنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ کوئی باریکی نہیں اور نہ کوئی علمی نکتہ ہے نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کرینگے اسلئے آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔ نبی خدا کی کلیں ہوتی ہیں انپر یہ گمان کرنا کہ وہ کوتاہی کرتے ہیں سیاہ دلی کے نشان ہیں کسی نبی نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اگر آئندہ کسی کا انتظار کوتاہ بنا سکتا ہے تو کیا آنحضرت کے بعد مجدد اور مسیح موعود کا انتظار نہ تھا۔ پس یہ بات کہ آپ نبیوں کے بند کرنے والے ہیں کوئی علمی بات نہ تھی جس کے لئے خدا تعالےٰ بطور فخر کے یہ فرماتا کہ میں خدا ہوں ہر ایک چیز کو کما حقہ جاننے والا ہوں آخر کوئی علمی بات تو ہو کہ جس پر یہ فخر کیا جائے۔ اب اس آیت کی تفسیر ہو چکی جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت نعمت نبوت کو روک نہیں سکتی بلکہ آنحضرت کے ماتحت اس نعمت کو دیتی ہے پہلے نبیوں میں اور آپ میں فرق ہی یہی ہے کہ آپ انسان کو انتہائی کمال نبوت تک پہنچا سکتے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ؎ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ✤ نام اسکا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے۔

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر + لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے + اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے + میں جاؤں اسکے واری بس ناخدا یہی ہے

اور حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔ "یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جسمیں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا ہے کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا پس آپکو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷)

آیت کے مابعد پر نظر اس بیان میں کہ اس آیت کے مابعد کی آیات جو ہیں وہ کس بات کی تائید کرتی ہیں آیا اس امر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعمت نبوت کو بند کرنیکے لئے آئے ہیں اور پہلے جو چشمہ تھا اسکو نہر بنانے یا جو نہر تھی اسکو سمندر بنانے کے لئے آپکا وجود اس عالم میں رحمۃ للعلمین بنکر ظاہر ہوا۔ اس آیت کے مابعد جسقدر آیات آئی ہیں ان میں سے ہر ایک کی تفسیر کرنا تو بہت وقت چاہتا ہے اور جس کی اس چھوٹے سے مضمون میں گنجائش نہیں اسلئے اسجگہ ان آیات کو ذیل میں لکھکر ان کے مقابل میں انکا ترجمہ دیا جاتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ۝ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝ (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ کو نہایت کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح کرو۔ وہ اور اسکے فرشتے تم پر صلوٰۃ اور رحمت کرتے ہیں اور کرینگے اور وہ مومنوں پر نہایت مہربان ہے انکو تحفہ اس سے ملاقات کے وقت سلامتی کا ملیگا

اور اسنے انکے لئے عزت کی عطا تیار کی ہے اے نبی ہمنے تجھے نگران بنا کر بھیجا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کے حکم سے خدا کی طرف بلانے والا اور سورج دوسرے کو روشن کرنے والا اور مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے خدا سے بڑا فضل آنے والا ہے کسی منافق اور کافر کا کہانہ مان انکی تکلیف کی پروا نہ کر اور اللہ پر بھروسہ کر وہی کارساز کافی ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں جو جو رحمت خدا اور فرشتے کر رہے ہیں اور جو عزت کی عطا اور حسن فضل کبیر کی ابشارت دیگئی ہے اس راز کا افشا سورہ جمعہ کی یہ آیت کرتی ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

اس صریح آیت کے مقابل میں حدیثوں کے ایسے معنی نہ کرو جو مضمون آیت کے خلاف ہوں

بعض نادان احادیث کو آیات کے مقابلہ میں پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ دعویٰ اجماع بھی انکے ایسے خیالات کی تردید میں صرف اتنا کہدینا کافی ہی کہ قرآن کریم کی بیّنات سے جب ایک امر واضح ہے تو پھر تمہیں کیا حق ہی کہ قرآن کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرو جبکہ تمام لوگوں کا اجماعی مسئلہ ہے کہ قرآن مقدم ہے احادیث پر تو پھر حدیث کے کوئی ایسے معنے کرو جس سے کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہو۔ نہ یہ کہ وہ قرآن پر قاضی ٹھہرے۔

دوئم۔ یہ بات کہ اگر احادیث میں لا نبی بعدی ہے تو پھر عیسےٰ نبی اللہ کے آنے کا بھی تو ساتھ ہی ذکر ہے اور لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیًّا بھی وارد ہی تو حدیثوں میں اگر نبوت کا انکار ہی تو اقرار بھی ہے پس وہ احادیث جنمیں کہ اقرار ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہیں اور دوسری مخالف ہیں۔ ایک طرف حدیث اور قرآن ہی اور دوسری طرف صرف حدیث۔ پھر جب ان احادیث کے معانی جو ہم سے پہلے علماء نے کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپکے بعد شریعت کو منسوخ کرے وہ معنے کیوں قابل قبول نہیں اور بعض نے صحابہ میں سے بھی ان احادیث کا انکار کیا ہے جنمیں کہ انکار نبوت ہے جیسا کہ امام محمد طاہر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپکے

بعد کوئی نبی نہیں یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی ہے تو وہ اس حدیث کے خلاف ہوگا۔ کہ انبیاء سب بھائی ہوتے ہیں اور وہ بیٹا بنیگا یہ حدیث علی الاطلاق عام نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم نبی اللہ اور ابراہیم نبی اللہ نے بیٹا ہی کہا ہے اور بخاری میں یہ حدیث بھی وارد ہے کہ نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم اور آنحضرت نے بھی صحابہ کو باوجود اسکے کہ وہ آپ کے روحانی بیٹے تھے بھائی کے لفظ سے خطاب کیا ہے علی الخصوص پیچھے آنے والی امت کو آنحضرت نے یہی فرمایا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں سے ملوں۔ آپ نے اپنے ایک گروہ کو اپنا بھائی فرمایا روحانی بیٹے اور روحانی بھائی میں تضاد نہیں انکا اجتماع ایک فرد میں ہو سکتا ہے۔ تو مسیح موعود بھی بلحاظ اسکے کہ آپ کے فیضان سے نبی ہیں۔ بیٹے بھی ہیں اور بلحاظ اس کے کہ آپ نبی ہیں بھائی بھی ہیں انما المومنون اخوۃ کے ماتحت سب نبی مومن ہیں اور سب مومن بھائی ہیں +

(راقم خاکسار حافظ روشن علی)

یہ کتابیں دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے خرید و

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
طبیب روحانی	۱ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	خصوصیات مسیح موعود	۰ر
حقیقت نزول المسیح	۶ر	دُرِّ ثمین فارسی مجلد	۹ر	دُرِّ ثمین اردو	۵ر
ظہور المہدی	۶ر	نغمۃ الکمل حصہ دوم	۲ر	نغمۃ الکمل حصہ سوم	۱ر
ہدایات دربارہ معاملات	۱ر	البلاغ المبین	۱ر	ادعیۃ القرآن	۲ر
ضرورت زمانہ	۸ر	اسلام کی پہلی کتاب	۴ر	محمد رسول اللہ	۱ر
مجربات نورالدین حصہ اول	۱۰ر	مجربات نورالدین حصہ دوم	۱۰ر	مجربات نورالدین حصہ سوم	۱۰ر
التشبیری حصہ اول دوم و مکاشفات	عہ	آثار مبارکہ	۱ر	نماز مترجم	۶ر
اسلام	۲ر	ضرورت نبی	۱ر	خطبات نورحصہ اول / دوم	۸ر / ۱۰ر
چمکار محمدی	۱ر	کلام محمود	۴ر	مباحثہ امرت سر	۲ر

Digitized by Khilafat Library

رقیمۃ الوداد

خاتم النبیین کی اُمت میں نبوۃ

"مولٰنا محمد اسمٰعیل (مولوی فاضل) نے ایک خط اپنے کسی دوست کو لکھا ہی مناسب معلوم ہوتا ہی کروہ جناب حافظ صاحب کے مضمون کیساتھ درج کر دیا جاوے" (ایڈیٹر)

میرے مکرم دوست! اگر خاتم النبیین کے لفظ سے یہ مراد لیجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے اخیر میں آنیوالے نبی ہیں اور اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آسکتا تو اس سے قرآن کریم کی بہت سی آیات کو چھوڑنا پڑیگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوت و رسالت آئندہ کے لئے بھی جاری ہے۔ میں اسجگہ بطور نمونہ انہیں سے چند آیات اسجگہ نقل کرتا ہوں:۔

۱۔ اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلاً و من الناس ان اللہ سمیعٌ بصیرٌ (الحج ع ۱۰)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ سلسلہ نبوّت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر منقطع نہیں ہوچکا۔ بلکہ اب بھی جاری ہی (جیسا کہ لفظ یصطفی (صیغہ مضارع) سے ظاہر ہے ہاں اگر اسکی بجائے لفظ اصطفی یا کان یصطفی ہوتا تو اس سے یہ استدلال تام نہ ہوتا) علیٰ ہذا القیاس سورہ نحل کی آیت ینزل الملئکۃ بالروح من امرہٖ علیٰ من یشاء من عبادہٖ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون (نحل ع ۱) اور سورہ مومن کی آیت رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہٖ علیٰ من یشآء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق (مومن ع۲) سے بھی یہی مدعا ثابت ہوتا ہی۔

۲۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیتی فمن اتقٰی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (اعراف ع ۴) اس آیت میں خطاب ان لوگوں سے نہیں جو نزول قرآن کریم سے پہلے ہوگذرے ہیں بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں۔ جن کے لئے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسالت مبعوث کیے گئے ۔ جیسا کہ اس سے اوپر کی آیات ہیں اور وہ یہ ہیں ۔

(ا) یا بنی ادم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواتھما انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم ٭ قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بداکم تعودون ۔ اب ظاہر ہے یراکم اور لا ترونھم اور اقیموا وجوھکم کے مخاطب اس آیت میں نزول قرآن کریم سے پہلے کے لوگ نہیں بلکہ جو قرآن کریم کے مخاطب ہیں وہی اس آیت میں مخاطب ہیں پس بنی آدم سے مراد بھی اسجگہ وہی ہیں ۔

(ب) یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق ۔ قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون ۔ قل انما حرم ربی الفواحش ۔ یہاں بھی متعدد قرائن اس بات کے موجود ہیں کہ مخاطب اور ماموران اوامر کے پہلے لوگ نہیں بلکہ وہی ہیں جن کے لئے قرآن بھیجا گیا اور کوئی قرینہ اس بات کا نہیں کہ پہلے لوگ مراد ہیں ۔ پس جس طرح ان آیات میں بنی آدم سے مراد اور ان خطابات کے مخاطب امت محمدیہ ہی (قطع نظر اس سے کہ امت دعوت مراد ہے یا امت اجابت) اسی طرح یا بنی ادم اما یاتینکم رسل منکم میں بھی اسی امت سے خطاب ہے جس سے ظاہر ہے کہ اب بھی نبی آسکتے ہیں ۔

۳ ۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ٭ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا (بنی اسرائیل ع) فرما کر اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا ۔ کان ذلک فی الکتب مسطورا ۔ وما منعنا ان نرسل بالآیت ان کذب بھا الاولون (بنی اسرائیل ع) اس سے ظاہر ہے کہ قیامت سے قبل تمام دنیا پر عذاب شدید آنے والا ہی اور وہ نہیں آسکتا جبتک کہ تمام روئے زمین پر تبلیغ دین اسلام ہو کر اتمام حجۃ نہ ہو چکے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے تکذیب کر چکیں ۔ جیسا کہ الاولون کیوقت

میں سنت اللہ ظہور میں آتی رہی اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا عذاب موجودہ زمانہ سے پہلے کم از کم زمانہ اسلام میں کبھی نہیں آیا کیونکہ ابھی اسکی شرط نہیں متحقق ہوئی تھی اور یہ ضرور ہے کہ ایسے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آجائے تا کہ لوگ غفلت میں ہی تباہ نہ ہو جائیں جیسا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہوتا ہے اور جیسے کہ فرمایا ذٰلک ان لم یکن ربک مہلک القریٰ بظلم و اھلھا غٰفلون (انعام ع۱۶) اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس عذاب میں اور اس رسول میں اتنا لمبا فاصلہ بھی نہ ہو۔ کہ لوگونکو یہ عذر کرنیکا موقعہ مل سکے کہ لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذل و نخزیٰ (طٰہٰ ع۸) کیونکہ یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی بکثرت انبیا ء و رسول آچکے تھے۔ ہاں وہ ماانذر اٰباؤھم فھم غافلون (یٰسٓ ع۱) کے مصداق ہو چکے ہوئے تھے ؛

۴۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین (سورۃ فاتحہ) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کو اس دعا کی تعلیم دی ہے کہ اے خدا ہمیں اپنی سیدھی راہ کے ان تمام منازل پر پہنچا جن پر پہنچنے والوں نے تیرے اعلیٰ سے اعلیٰ انعام پائے اور اپنے قرب کے برتر سے برتر مقامات نصیب فرما کر ہمیں بھی وہی انعامات عطا فرما جو تو نے پہلے منعمین کو مرحمت فرمائے تھے اور دوسری جگہ ان مقامات و انعامات کا جن سے وہ لوگ بہرہ ور کئے گئے تھے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہی الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین والشہداء والصٰلحین ط (النساء ع ۹) سو اگر امت محمدیہ کے لئے نبوت کا دروازہ مسدود ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ اس امت کو یہ دعا مانگنے کا ہرگز حکم نہ دیتا کیونکہ ایسا کرنا تو سراسر دھوکہ ہی جو اللہ تعالیٰ کی شان سی بالکل بعید ہی۔ تعالی اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً ط

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ نے ہدایت الی صراط مستقیم کا نمونہ بیان فرمایا ہی جس سی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بالفرض الحمد شریف میں صراط الذین انعمت علیہم کے الفاظ نہ ہوتے تو صرف اہدنا الصراط المستقیم کے الفاظ سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی تھی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ صراط الذین انعمت علیہم کے الفاظ بغرض تاکید و مزید تقویت و اعانت بڑھائے گئے ہیں اور وہ مقام سورہ انعام کا دسواں رکوع ہی جہاں اللہ تعالےٰ نے اٹھارہ نبیوں کا نام لیکر انکے متعلق اور نیز ان کے

بعض آباؤ ذریات اور اخوان کے متعلق فرمایا ہے کہ اجتبینھم وھدینھم الی صراط مستقیم ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ۔

پس حسب متعدد آیات قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ بند نہیں تو خاتم النبیین کے وہ معنی کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں جو آپ نے بیان کئے ہیں میں اسجگہ ایک حدیث بھی آپکو یاد دلاتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی صحیح نہیں جو آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر جو ہجرت کے دسویں سال میں واقع ہوئی تھی فرمایا کہ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً۔ حالانکہ خاتم النبیین والی آیت اس واقعہ سے قریباً پانچ سال پہلے نازل ہو چکی ہوئی تھی پس اگر اس آیت کے رو سے آئندہ کسی نبی کا آنا ممتنع ہوتا تو آپ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ بلکہ بجائے اسکے آپ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بھی نبی ہرگز نہ ہو سکتا۔ پس یہ آیت آئندہ کسی نبی کے آنے کی نفی ہرگز نہیں کرتی۔ اس بات کی تائید حضرت عائشہ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتی ہیں۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ تکملہ مجمع البحار میں حضرت عائشہ کے اس قول کے متعلق لکھا ہے وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ (تکملہ صفحہ ۸۵)

اب میں بتاتا ہوں کہ میں اسکے معنی کیا سمجھا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبیٰ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ فی اعناقھم الخواتیم یعنے ان لوگوں کی گردنوں میں خاتم ہونگی۔ مجمع بحار الانوار لغت حدیث میں اسکے معنی لکھے ہیں۔ اراد بھا اشیاء من ذھب او غیرہ تعلق فی اعناقھم علامۃ یعرفون بھا۔ اور ایک حدیث میں ہے آمین خاتم رب العلمین علی عبادہ المؤمنین۔ اور اس کے معنے کتاب مذکور میں یہ لکھے ہیں۔ ای طابعہ وعلامتہ اور ایک اور حدیث میں ہے اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ۔ اگر اسجگہ لفظ خواتم سے یہ مراد لیجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آئندہ کوئی شخص بول ہی نہیں سکیگا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو کوئی کلمہ بطور وحی الہام نہیں دیا جائیگا تو یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ اور اگر اور سب پہلوؤں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی اس بات سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ

مسیح موعود پر جو بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہی وحی الہٰی کا نزول صحیح حدیثوں سے ثابت ہی پس اس سے مراد وہی معنے ہیں جو اوپر کی دو حدیثوں میں ہیں یعنی علامتہ اور مقصود اس حدیث سے یہ بیان کرنا ہی کہ جو کلمات جامعہ مجھے دیئے گئے ہیں (یعنی قرآن کریم) وہ باقی تمام ان کلمات کی صداقت کا معیار ہیں جنکی بابت منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ کیا جائے۔ خواہ وہ مجھ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے پس اگر انمیں سے کوئی کلمہ ان کلمات میں سے کسی کلمہ کے مخالف ہو جو مجھے دیئے گئے ہیں تو وہ ہرگز منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مجمع البحار الانوار میں اس حدیث کو بیان کرکے اسکے یہ معنی لکھے ہیں کہ حجۃ علیٰ سائرہا ومصدقۃ لہا سو یہی معنی اس لفظ کے آیت خاتم النبیین میں ہیں یعنی جس قدر انبیاء ورسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں اور جس قدر آئندہ آئینگے۔ ان سب کی صداقت کا معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اب ان کی سچائی کا مدار اسی بات پر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی تصدیق کریں پس جس مدعی نبوت کا دعویٰ قرآن کریم کے رُو سے سچا ثابت نہ کیا جا سکے اسکی صداقت ثابت ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہی اور یہ وہ بات ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ کمالات نبوت کے ایسے جامع ہیں کہ کوئی کمال انسانی یا کمال نبوت نہیں جو آپکو نہ دیا گیا ہو لیکن اور کسی نبی میں یہ بات نہیں پائی جاتی . . . .

. . . .

. . - - - - - - بلکہ جسقدر کمالات دوسرے انبیاء کو دیئے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا جزو ہیں۔ اور نیز جو شریعت آپکو دی گئی ہے اسکے مقابلہ میں باقی تمام شرائع انبیاء سابقین کی غیر مکمل ہیں جیسا کہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہی مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بہ البنیان وختم بی الرسل۔ یہی

وجہ ہی کہ اب کوئی نبی صاحب شریعت مستقلہ نہیں آسکتا۔ دوسری وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ بلحاظ نبوت کل انبیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخوۃ کی نسبت ہے جیسا کہ بعض صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہی لیکن آئندہ جو کوئی نبی آئے اسکی نسبت آپ سے ابنیت کی بھی ہونی ضروری ہی جیسا کہ آئندہ کے واسطے ہر ایک مومن کے لئے اس نسبت کا (ولو بادنیٰ مرتبۃ) پایا جانا ضروری ہے جس کی طرف آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں حرف لکن اشارہ کرتا ہی جو حرف استدراک ہے معنے یہ ہیں کہ اگرچہ آپ ظاہری اور جسمانی رشتہ کے لحاظ سے آپکو یہ صفت حاصل ہی کیونکہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں جو جمیع الناس کی طرف بھیجے گئے اور جو خدا کا رسول اور نبی ہو روحانی رنگ میں لوگوں کا باپ ہوتا ہے پس آپ آئندہ کے سب مومنوں کے باپ ہیں یہی نہیں۔ بلکہ آیندہ نبوت کا منصب بھی صرف ایسے شخص کو مل سکیگا جو آپکی روحانی نسل میں سے ہو قرآن کریم میں آپ کی اس ابوت کی طرف اور بھی بعض جگہ اشارات موجود ہیں جیسے و ازواجہ امہاتہم اور جیسے ان شانئک ھو الابتر

القول المحمود

سید محمد احسن صاحب امروہوی نے جو رسالہ المقول المجید لکھا ہے اس کا جواب مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے نہایت مدلل قرآن مجید و احادیث صحیحہ و کتب مسیح موعود سے دیا ہی احباب اسے دفتر تشحیذ الاذہان سی منگوا کر خود فائدہ اٹھائیں اور غیر مبایعین میں تقسیم کریں ؂

غیر مبایعین سے خطاب

دو حوالے جو موجودہ نزاع میں فیصلہ کن ہیں

نبوت مسیح موعود تذکرۃ الشہادتین فارسی صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔

"خدا آں خدا ہست کہ رسول خود یعنی ایں عاجز را بہدایت و دین حق و تہذیب اخلاق فرستادہ بجہت ایں مدعا مبعوث نمود تا دین را بر دنیا غالب سازد۔"

یہاں پر حضرت اقدس نے اپنے آپکو ایسا رسول فرمایا ہے جو ہدایت لاتا ہے اس سے مولوی محمد علی صاحب کا وہ اعتراض بھی حل ہو گیا جو النبوۃ فی الاسلام میں لکھتے ہیں کہ رسول فی الحقیقت کے لئے ہدایت لانا شرط ہے۔ اس پر ایک حاشیہ ہے جو قابل توجہ جماعت احمدی ہے دیکھو تذکرۃ الشہادتین فارسی صفحہ ۷۔

"دیگر آنچہ ناآشنایان حقیقت بہ مغز سخن نارسیدہ بر لفظ رسول و رسالت و نبی و نبوت اعتراض میکنند کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء است و بمضمون حدیث لا نبی بعدی احدی بعد از ان حضرت نبی نتواند بود۔ ایشان معنی ختم نبوت را اصلاً نہ فہمیدہ اند چہ بروجود ذی جود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال درجہ نبوت ختم شدہ است نہ نبوت آرے تا روز قیامت غیر از امت و امتی بودن آنحضرت نبی صاحب شریعت جدیدہ نخواہد رسید چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ را نیز ہمیں اعتقاد است۔ کما نقل محمد طاہر فی تکملہ مجمع بحار الانوار۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ واز یں جہت نیز منافی لا نبی بعدی نیست کہ اگر بعد از آنحضرت صلعم درمیان امت سلسلہ نبوت جاری میماند البتہ دریں صورت امر ختم نبوت مشتبہ میگشت وحالا کہ امر ختم نبوت راسخ گردیدہ است رحمت الٰہی حسب وعدہ

وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منکم الآیۃ اقتضا فرمود۔ تا بجہت تحقق مثلیت سلسلۂ خلافت موسویہ در آخر سلسلۂ خلافت محمدیہ نیز یک نفس زکیہ روحی و قلبی فداہٗ را از ہمیں امت کہ بروزِ تام حضرت ختمیت مآب صلعم باشد منصب رسالت عطا فرماید تا مہر ختم نبوۃ ہم شکست نیابد و شرف ایں امت نیز بر قرار بماند و مثلیت سلسلہ موسویہ ہم متحقق گردد۔ و وعدہ الٰہی نیز بانجام رسد ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد × × × العرض عقیدۂ ما اینست کہ سلسلہ نبوت ختم نشد است اما کمالات نبوت بر ذات سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم گشت است۔ و ہیچ اسرائیلی نبی دریں امت نخواہد رسید آنکہ مبعوث شد نبی بود مبعوث گردید (تشحیذ جولائی ۱۹۱۲ء)

میں تمام احباب جماعت خصوصاً حضرات غیر مبائعین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر اس عبارت فارسی کو غور سے پڑھیں اور پھر خدا کے لئے خدا کو حاضر ناظر جان کر حق کی خاطر اپنے دل کا ترجمان اپنی زبان کو بنائیں کہ آیا ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے حکم سے ایک رسالہ فارسی کابل میں عقائد احمدیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا ہے اس میں یہ ذکر کھلا کھلا موجود ہے یا نہیں کہ خاتم النبیّین کے یہ معنی نہیں کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ یہ معنے ہیں کہ اب جو نبی ہوگا امت محمدیہ ہی میں سے ہوگا۔

اگر یہ عقیدہ کہ خاتم النبیّین کے بعد نبی آسکتا ہے اسلام کا بیخ کن تھا اور سلسلہ احمدیہ کو تباہ کرنیوالا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اسکی اشاعت اور پھر اپنی کتاب میں اسکی اشاعت اور پھر ایسے ملک میں اشاعت جہاں لازمی طور سے ایسے عقائد کو شائع نہیں کرنا چاہیئے جن سے کسی قسم کی منافرت سلسلہ میں پھیلے اور جن سے تبلیغ و نشرِ احمدیت میں روک پیدا ہو جائے فرمائی اگر یہ حق نہیں تھا جو حاشیہ میں لکھا ہے اور جس کی یقیناً کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ کہ وہ ختم نبوت کے معنے سمجھے ہی نہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ پہلے خلفاء یقیناً نبی نہ تھے کیونکہ ان کے نبی ہونے سے امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا تھا اس لئے آخر سلسلہ میں ایک نفسِ زکی کو منصب رسالت پر فائز فرمایا اور یہ کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا۔ اسپر مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو فخریہ فرماتے ہیں

کہ میں حضرت اقدس ہی سے بھی بحث کر لیا کرتا تھا اور دنیا کے اکیلے موحد صدائے حق و حقانیت بلند کرنیوالے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کیوں نہ بول اٹھے کہ حضرت آپ یہ کیا غضب فرما رہے ہیں کہ ایسی کتاب کو اپنے نام سے شائع ہونے دیتے ہیں اور پھر کابل اور خوست میں بھجواتے ہیں جسمیں شریعت مطہرہ اسلام کے صریح خلاف باب نبوت کو مسدود نہیں لکھا ہے بلکہ کھلا لکھا ہے اور صرف صاحب شریعت جدیدہ نبی کے نہ آنے کی نفی ہے اسوقت کی خموشی بتاتی ہے کہ تمام جماعت احمدیہ کا یہی مذہب تھا جو اسوقت ہمارا اور ہمارے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد ایدہ اللہ الاحد کا ہے۔

مسیح موعود کا احمد ہونا

میں اپنے احباب سے درخواست کرونگا اور مجھے امید ہے کہ وہ اسے شرف پذیرائی بخشینگے کہ مہربانی فرما کر ازالہ اوہام سے وہ مضمون پڑھیں جس کا عنوان یہ ہے **مسیح موعود ہونے کا ثبوت**۔ یہ مضمون بڑی تقطیع والے ازالہ اوہام طبع ثانی کے ۲۷۲ صفحہ سے شروع ہوتا ہے اور پہلی چھوٹی تقطیع والے کے ۶۶۷ صفحہ سے اسمیں حضرت اقدس نے مخالفین کے روبرو آیت استخلاف کو پیش کیا ہے فرماتے ہیں کہ:-

"خدا تعالٰے نے اپنے کشف صریح سے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے" اور اخیر پر لکھا ہے "پس جبکہ قرآن شریف نے صاف صاف بتلا دیا کہ خلافت آسمانی کا سلسلہ اپنی ترقی اور تنزل اپنی جلالی اور جمالی حالت کے رو سے خلافت اسرائیلی سے بکلی مطابق و مشابہ و مماثل ہوگا × × جیسے اسلام میں سردفتر الہی خلیفوں کا مثیل موسیٰ ہے × × ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناک المسیح بن مریم نے اسکو درحقیقت وہی بنا دیا و کان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیرا۔ اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسکے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنی جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" صفحہ ۶۷۵

اسے بہ نظر غائر دیکھئے حضرت اقدس قرآن مجید میں مسیح موعود کے ذکر کا ثبوت دے رہے ہیں آیت لیستخلفنھم سے یہ ثابت فرماتے ہیں کہ ضرور ہے کہ سلسلہ محمدیہ کا خاتم مثیل مسیح بن مریم مسیحی صفات سے رنگین ہو۔ اور پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مثیل کی پیشگوئی ہے نہ کہ اسی ابن مریم کے دوبارہ آنے کی جو سلسلہ موسویہ کا آخری خلیفہ تھا فرماتے ہیں کہ اس آنے والے کا نام۔ کس آنے والے کا؟ (ایک دفعہ پھر عبارت محولہ بالا پڑھئے) جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو کر آنے والا ہے **احمد** ہے یہ احمد نام کہاں لکھا ہے (ایک دفعہ پھر عبارت ازالہ اوہام پڑھ لیجئے) قرآن کریم میں قرآن کریم کی کس آیت میں (پھر عبارت پڑھئے اور آگے پیچھے اچھی طرح دیکھ لیجئے) حضور فرماتے ہیں ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ یہ تو آنحضرت صلعم کیلئے ہے آپ (مسیح موعود) اسکا جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت کا نام تو محمدؐ تھا جو جلالی نام ہے اور یہاں احمدؐ فرمایا پس یہ آیت ان کے لئے بہ دلالت مطابقہ کس طرح ہو سکتی ہے ہاں احمدؐ اور عیسےٰ ایک ہی ہیں پس ایک آیت میں اگر یہ بتایا ہے کہ مسیحی صفات سے رنگین سلسلہ محمدیہ کا خاتم ہونا ضروری ہے تو دوسری میں اسکا نام احمدؐ بتا کر یہ سمجھا دیا کہ فی الواقعہ وہ جمالی شان میں مسیح بن مریم ہو کر مبعوث ہوگا پھر ازالہ اوہام کے لئے اور تشریح فرمائی کہ اس پیشگوئی کو مسیح موعود کے لئے خاص کرنے سے یہ مت سمجھو کہ نبی کریم میں صفت احمدیت تھی ہی نہیں وہ جامع جلال و جمال ہیں مگر دیکھو اگر زید کسی سے کہدے کہ ایک تلوار والا آتا ہے۔ اور پھر ایک اور شخص ہو جس کے ہاتھ میں دو تلواریں ہوں وہ آجائے تو نہیں کہہ سکتے کہ بات پوری ہو گئی جبتک ایسا شخص نہ آئے جس کے ہاتھ میں ایک ہی تلوار ہو گو وہ دو تلوار والا ایک تلوار بھی رکھتا ہے۔ بس آپ نے فرمایا کہ گو محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمدی صفت کے حامل تھے لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ (صفحہ ۶۷۵) یعنی یہ پیشگوئی آخری زمانہ میں پوری ہوئی کیونکہ آنے والے کے لئے ازل سے یہ بات قرار پا چکی تھی کہ وہ آخری زمانے میں آئے اور پھر بانی امت محمدیہ نہ ہو۔ بلکہ اس امت کے لوگوں میں سے ہو۔ جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ کا خاتم جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی صفات مسیحی سے رنگین ہے۔ اس آنے والے کا نام احمد ہے جس کی طرف آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اشارہ کر رہی ہے۔

پھر آگے چلکر حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے اور یہ آیت کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الآیۃ اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔"

گویا بات کو اور بھی کھولدیا ہی ایک اعتراض نقل فرماتے ہیں کہ "خدا تعالٰے نے اس پیشگوئی میں مسیح بن مریم کا بصراحت نام نہ لیا۔" (صفحہ ۲۷۸) یعنی یہ کیوں نہ کہدیا کہ ابن مریم آئے گا اسکا جواب دیتے ہیں۔

"تا لوگ غلط فہمی میں پڑ جائیں کیونکہ اگر خدا تعالٰے صاف طور پر نام لے کر بیان کر دیتا کہ اس امت کا آخری خلیفہ بھی مسیح بن مریم ہی ہوگا تو نادان مولویوں کے لئے بلا پر بلا پیدا ہو جاتی اور غلط فہمی کی آیت ترقی کر جاتی سو خدا تعالٰے نے اپنے بیان میں دو مسلک اختیار کر نا پسند رکھا ایک وہ مسلک جو حدیثوں میں ہے جسمیں ابن مریم کا لفظ موجود ہے اور دوسرا وہ مسلک جو قرآن کریم میں ہے جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔"

وہ کیا بیان ہوا ہے؟ یہی کہ حدیث میں تو فرمایا کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم۔ یعنے آنے والے کو **ابن مریم** فرمایا مگر قرآن مجید میں یہ بتانے کے لئے کہ وہ **ابن مریم** وہی ابن مریم نہیں جو سلسلہ موسویہ کا خاتم تھا۔ پہلے تو عام طور پر بتا دیا کہ تمام خلفاء امت محمدیہ اول سے آخر تک خلفاء سلسلہ موسویہ کے مثیل ہونگے نہ کہ بعینہا وہی اور پھر آخری آنے والے اور سلسلہ محمدیہ کے خاتم کا نام بتا دیا کہ **احمد** ہوگا مصداق آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ تاکہ خوب طور سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ جمالی شان سے آئے گا مگر وہی ابن مریم نہیں ہوگا بلکہ اسکا نام تو **احمد** رسول ہوگا میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی طالب حق جو احمدی ہے اور حضرت اقدس کی تشریحات کو قبول کرتا ہے آپ کے احمد ہونے اور اس بات پر ایمان نہ لائے کہ آپ ہی اس آیت کے مصداق ہیں ہاں ایک شبہ ناشی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ:

غلام احمد نام میں غلام سے کیا مراد ہے؟

آپکا نام غلام احمد ہے سو اسکا جواب ایام الصلح میں خود حضرت اقدس نے دیا ہے۔ وھو ہذا:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اسلئے

خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذلّ ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جسمیں کسی قسم کا غلوّ اور بلندی اور عُجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مور معبّد و طریق معبّد جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طریق معبد کہتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرّف اور تعلیم سے انہیں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کی گذر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے انمیں پیدا کی پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں کیونکہ خدا نے ان کی روح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنیکے آلات سے اس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا اسلئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کی گئی یعنے اسکے نام کو غلام احمد کر کے پکارا گیا۔ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے تھی۔" تحفہ گولڑویہ

اس حوالہ کو آنکھیں کھول کر پڑھو اسمیں حضرت اقدس غلام کو عبد کا مرادف فرما رہے ہیں۔ یعنی جیسے نبی کریم کا نام تھا عبدہ محمد اسی طرح آپ کے لئے آیا غلام احمد یعنی وہ احمد جو خدا تعالیٰ کا خاص بندہ اور اسی بارگاہ کا غلام ہے یعنی غلام کی نسبت کسی احمدؐ کی طرف نہیں۔ بلکہ اسمیں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ وہ احمد ہے جس نے نبی کریم کی مانند اپنے اندر حقیقت عبودیت پیدا کر کے اپنے لئے عبد (غلام) کا خطاب حاصل کر لیا ہے مبارک وہ جو اسپر غور کریں۔ لفظ غلام پر غیر مبایعین بہت اڑتے تھے مگر اب امید ہے کہ اگر انہیں کچھ تقویٰ اور حضرت اقدس پر ایمان باقی ہے تو آئندہ یہ اعتراض نہ کرینگے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود نہیں ہو سکتے ہیں کیوں محض اسلئے کہ ان کا نام احمد نہ تھا بلکہ غلام احمد تھا۔

ختم نبوّت

(یہ مضمون جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل کی ایک تحریر کا معہ اضافہ اقتباس ہے)

آنحضرتؐ کے بعد نبی نہ آنے پر اجماع نہیں

یہ دعویٰ غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا اور اس پر کوئی اجماع بھی نہیں ہوا اجماع کی تعریف یہ ہے اتفاق المجتھدین من ھٰذہ الامۃ فی عصر علیٰ امر شرعی (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۱۶۶) یعنی کسی زمانے میں اس امت کے تمام مجتہدین کا کسی امر شرعی پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے اب جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ آنے پر اجماع ہو چکا ہے اسکا فرض ہے کہ وہ ایسے اجماع کا تاریخی ثبوت دے اور ثابت کرے کہ فلاں زمانے میں فلاں ملک میں فلاں موقعہ پر اس بات کا اجماع ہوا کیونکہ صرف دعویٰ تو کوئی دلیل نہیں۔

(ب) اجماع کے متعلق امام احمد حنبل رحمۃ اللہ کا یہ قول مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۶۸ پر مطالعہ فرمائیں قال احمد من ادعی الاجماع فھو کاذب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے یہ بیان کیا کہ فلاں عقیدہ پر تمام امت کا اجماع ہے وہ جھوٹا ہے۔

(ج) ہم بڑے بڑے مجتہدین کے اقوال سے دکھا سکتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کے آنیکے قائل تھے جو صاحب شریعت نہ ہو چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں (۲) ملا علی قاری موضوعات میں (۳) امام شعرانی الیواقیت والجواھر جلد ۲ میں (۴) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس میں (۵) مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محل دافع الوسواس میں یہی فرماتے ہیں

(د) پھر اجماع کا درجہ تو تیسرا ہے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں کیا لکھا ہے کیونکہ اجماع قرآن و احادیث کے خلاف ہو نہیں سکتا۔

خاتم النبیین کے معنے

خاتم النبیین میں ایک لفظ خاتم ہے اور دوسرا النبیین خاتم کے معنے روکنے والے یا بند کرنے والے کے نہیں بلکہ خاتم کے معنی ہیں

مہر اور مُہر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مضمون خط یا کتاب کی تصدیق ہو جاوے اور معلوم ہو جائے کہ یہ خط یا مضمون یا کتاب غیر مستند نہیں بلکہ صاحب مُہر اسکی تصدیق کرتا ہے پس ان معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نبیوں کے خاتم ہیں یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق فرمائی ہے اور اگر آپ کا وجود باجود دنیا میں نہ آتا تو کسی نبی کی نبوّت بوجہ انکی کتابوں کے محرّف و مبدّل ہونے کے ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن آنحضرت صلعم کی آمد سے تمام انبیاء گذشتہ کی تصدیق ہو گئی۔ چنانچہ مجمع البحار جلد اوّل صفحہ ۳۲۹ میں لکھا ہے اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ ای القراٰن ختمت بہ الکتب السماویۃ وھو حجۃ علی سائرھا ومصدقاً لہا۔ یعنی جس طرح رسول کریم خاتم النبییّن ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید خاتم الکتب ہے ان معنوں میں کہ وہ مصدّق الکتب ہے مجمع البحار کے اس حوالہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ خاتم کے معنے مصدّق کے ہیں نہ کہ روکنے والا اور بند کرنے والا لیکن اگر خاتم کے معنے بند کرنے والا کئے جاویں تو اس لفظ کا ما سبق سے کوئی تعلق نہیں ہے (جیسا کہ حافظ صاحب کے مضمون میں بالتفصیل گذرا۔ ایڈیٹر)

اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ خاتم کے معنے بند کرنے والے کے ہیں تو بھی یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا۔ کیوں خاتم مضاف ہے النبیّین کا النبیّین کا ال ضروری نہیں کہ استغراقی ہو۔ کیونکہ یہی لفظ النبیّین قرآن مجید میں اور مقام پر بھی آیا ہے اور وہاں سارے نبی مراد نہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ویقتلون النبیّین حالانکہ سارے نبی قتل نہیں ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیّین میں نحو کے رُو سے اجازت ہے کہ ال استغراق کا نہ ہو۔ بلکہ خاص نبی مراد ہوں یعنی آپ روکنے والے ہیں خاص قسم کے نبیوں کے یعنے صاحب شریعت نبیوں کے اور یہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتا۔

لا نبیّ بعدی

اب احادیث کو لیجئے اوّل حدیث لا نبی بعدی۔ سو اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ خاص حضرت علی کے لئے ہے

کیونکہ اس حدیث میں حضرت علی کو ہارون سے تشبیہ دی گئی ہی اور چونکہ شبہ رہتا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے
کہ حضرت علی ہارون کی طرح شاید نبی بھی ہوں تو فرمایا الا انہ لا نبی بعدی کہ اے علی تو اور باتوں میں
تو میرے ساتھ ہارون کی نسبت رکھتا ہی مثلاً خلافت میں اخوت میں قرابت میں معیت ؓ میں لیکن
ہارون اور موسیٰ میں نبوت کی نسبت بھی تھی وہ نسبت فیما بین نہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ لا نبی میں لفظ لا ہی اور لا ہمیشہ ذات ہی کی نفی نہیں کرتا بلکہ
موصوف کی بھی نفی کرتا ہی پس نحو کی رُو سے جائز ہے کہ لا نبیؐ میں ذات کی نفی نہ ہو بلکہ موصوف کی نفی ہو۔
اسکی چند مثالیں ہیں۔

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار اسکے یہ معنی نہیں کہ حضرت علی کے سوا کوئی فتی نہیں
اور نہ یہ کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں بلکہ مطلب یہ ہی اس قسم کا فتی نہیں اور اس قسم کی تلوار نہیں
اسی طرح رسول کریم فرماتے ہیں لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتٰب و لا دین لمن لا عہد لہ ۔ ولا ایمان
لمن لا امانۃ لہ ۔ پھر یہ بھی سنئے کہ جس طرح لا نبیؐ رسول کریم کا قول ہی اسی طرح رسول کریم کا یہ قول بھی بخاری
شریف میں ہی اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ اگر
یہاں ذات کی نفی ہو تو یہ واقعات کے خلاف ہے کیونکہ اس موجودہ قیصر کے بعد بھی اسکا بیٹا قیصر ہوا
اسلئے لا قیصر کے یہ معنی ہوئے پہلے قیصر جیسا قیصر نہ ہوگا۔ اسی طرح لا نبی بعدی کے معنے ہوئے
کہ میرے جیسا یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہوگا اور لا قیصر کے معنے ہمنے اپنی طرف سے
نہیں کئے بلکہ بخاری کی مشہور شرح فتح الباری میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہی۔

قال الخطابی معناہ فلا قیصر بعدہ یملک مثل ما یملک ھو ۔ لا قیصر کے یہ
معنی نہیں کہ مطلقاً قیصر نہ ہوگا۔ بلکہ پہلے قیصر جیسا قیصر نہ ہوگا۔ اسی طرح لا نبی بعدی کے
معنی ہیں رسول کریم کے **مرتبہ** کا نبی آئندہ نہیں ہوگا۔

اور یہ بھی یاد رکھو۔ **خاتم النبیینؐ** اور لا نبی بعدی کے اگر یہ معنے لئے جائیں۔ کہ
رسول کریم کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو یہ قرآن مجید اور احادیث .. .. .. کے
بالکل خلاف ہے اور معارض ہی۔ قرآن مجید میں نبوت کو انعام لکھا ہی پس اگر آنحضرت کے بعد نبوت بند ہی
تو یہ معلوم ہوا کہ وہ انعام جو پہلی امتوں میں جاری تھا وہ اب بند ہے حالانکہ یہ امت سب امتوں سے

زیادہ انعامات کی مستحق ہی کیونکہ یہ خیر امت ہی بھلا یہ انعام خیر امت میں کس طرح بند ہو سکتا ہی اگر کہو کہ نبوت کے انعام ہونیکا کیا ثبوت ہے تو قرآن مجید فرماتا ہی

واذ قال موسیٰ لقومہٖ یٰقوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء

اگر کہو کہ انعام ہے مگر بند ہی تو یہ امت خیر امت نہ ہوئی بلکہ شر امت ہوئی اور قرآن مجید میں ہی کنتم خیر امۃ اور یہ بھی فرمایا ذٰلک بانّ اللہ لم یک مغیرًا نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم یعنی قومی نعمت جو جاری ہو وہ کبھی بند نہیں ہوتی جبتک کہ کوئی قوم بُری اور شریر نہ ہوجائے اس سے معلوم ہُوا۔ کہ اگر اسلامی امت خیر الامم ہی تو یہ نعمت جاری ہے۔

لو عاش ابراھیم لکان نبیاً

علاوہ ازیں نبوت خاتم النّبیّین اور لا نبی بعدی کی آیت اور حدیث سے بند نہیں کیونکہ یہ آیت ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی اور ادہر ۹ھ ہجری میں رسول کریم کا ابراھیم صاحبزادہ پیدا ہُوا۔ اور وہ فوت ہُوا تو رسول کریم نے فرمایا لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۳۷) یعنی میرے بیٹے ابراھیم کے نبی ہونے میں صرف موت روک ہوئی ورنہ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اگر آیت خاتم النّبیّین نبوت کو روک ہوتی تو رسول کریم یہ کیوں فرماتے اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا کیونکہ جب آیت خاتم النّبیّین اُتر چکی تھی۔ تو پھر اگر ابراھیم زندہ رہتے تب بھی نبی نہ بن سکتے تھے پس رسول کریم اگر خاتم النّبیّین سے نبوت بند سمجھتے تو یوں فرماتے لو عاش ابراھیم لما کان نبیاً چونکہ نبوت بند ہی اور آیت خاتم النّبیّین اتر چکی ہے اسلئے میرا لڑکا تو زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہوگا لیکن رسول اللہ نے برخلاف اسکے یہ فرمایا اسکی موت ہی اسکے نبی ہونے میں روک ہوئی۔ ورنہ خاتم النّبیّین یا لا نبی بعدی روک نہیں۔ غرض یہ حدیث آپ کے بعد نبی آسکنے کی بڑی زبردست دلیل ہی۔

مسیح موعودؑ کے لئے نبی اللہ احادیث میں

اسی طرح اگر خاتم النّبیّین اور لا نبی بعدی نبی کے آنے کو روکتے ہیں تو نبی اللہ عیسٰے اور وہ تمام احادیث جو اس امت میں ایک نبی اللہ آنے کی خبر دیتی ہیں باطل ٹھہریں حالانکہ انکی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہی۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

کہتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہو کہ سوا سچی خوابوں کے اور تمام چیزیں بند ہیں اسکا جواب یہ ہو اگر اس حدیث کے یہ معنی لئے جائیں۔ کہ سوائے سچی خوابوں کے اور تمام باتیں بند ہیں تو یہ معنے خود قرآن مجید کے صریح خلاف ہیں دیکھو قرآن مجید فرماتا ہو انّ الّذین قالو اربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدون۔ نحن اولیاؤکم فی الحیوٰۃ الدّنیا وفی الاٰخرۃ (سورہ حٰمٓ سجدہ) یعنے اعلیٰ مومنوں کے پاس خدا کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اور وہ صبر کی تلقین کرتے اور ان سے ہمکلام ہوتے ہیں سو اگر اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ خواب کے سوا اور کشوف الہام وحی بند ہیں۔ تو پھر قرآن کی اس آیت کی خلاف ورزی کرنی پڑے گی

دوم۔ یہ معنی خود دوسری حدیث صحیحہ کے بھی خلاف ہیں جنمیں صاف ارشاد ہو کہ اس امت میں الہام اور وحی کا دروازہ کھلا ہو اور یہ بھی ان احادیث میں درج ہو کہ اس امت میں محدث اور مکلم ہونگے پس جب دوسری صحیح احادیث میں صاف درج ہے کہ اس امت میں محدّث اور مکلم ہوں تو اس حدیث سے یہ استدلال کیونکر صحیح ہو کہ سوائے سچی خوابوں کے اور سب کچھ بند ہے۔

سوم۔ اس امت کے اولیاء نے دعوٰی کیا ہو کہ ہمیں الہام اور وحی ہوتی ہو مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے صاف لفظوں میں دعوٰی کیا ہو کہ مجھے خدا کا کلام نازل ہوتا ہو اب اگر یہ معنے درست سمجھے جاویں تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس امت کے اولیاء اللہ معاذ اللّٰہ اپنے دعوٰی الہام اور وحی میں مفتری تھے۔

چہارم۔ اس حدیث میں نبوت کے بند ہونیکا ہرگز ذکر نہیں بلکہ نبوّت کے اجزاء کا ذکر ہو کیونکہ اس حدیث میں صرف لم یبق من النبوۃ ہی کے لفظ نہیں۔ بلکہ اس نفی کے آگے کا لفظ ہے جو استثناء کے لئے ہو یعنے رسول کریم نے فرمایا نبوۃ کی انواع میں نوع مبشّرات باقی ہو اور ہم قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں بشرات ہی نبوّت ہے چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشّرین ومنذرین یعنی نبی اور کچھ نہیں ہوتا صرف خدا کا کلام پاکر اسکے ذریعہ بشارت و نذرات کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے ملانے سے یہ نتیجہ

نکلا کہ رسول کریم کے بعد مبشّرات باقی ہے اور یہ کہ مبشّرات عین نبوّت ہی پس یہ حدیث تو نبوت کے جاری ہونے کی دلیل ہی نہ کہ بند ہونے کی۔

انا اللبنة و انا خاتم النبیّین

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلعم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً واجملہ الاموضع لبنة من زاویتہ فجعل الناس یطوفون فیعجبون لہ و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنة قال فانا اللبنة و انا خاتم النبیّو (رواہ البخاری) خلاصہ مطلب یہ ہی کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک مکان سی ہے جسمیں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو وہ اینٹ میں ہوں اور النبیین کا خاتم ہوں۔

اوّل تو اسکا یہ جواب ہے کہ اس حدیث میں ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کے لفظ ہیں یعنی یہ مثال کہ ایک مکان ہی اور اسمیں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی ہی وہ میری اور مطلقاً نبیوں کی مثال نہیں بلکہ یہ مثال صرف میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی ہی پس اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں اسمیں تو صرف یہ ذکر ہے کہ اگر پہلے نبیوں کو دیکھو اور ان کی کتابوں اور شریعتوں پر غور کرو تو صاف نظر آویگا کہ ابھی ایک نبی کی ضرورت باقی ہی اسمیں آنے والے کسی نبی کے آنے کی مخالفت نہیں بلکہ صرف پہلے نبیوں کی نبوّت اور شریعت کے غیر کافی ہونے کا ذکر ہے

دوم۔ اسمیں من قبلی الانبیاء کی صفت واقع ہی یعنی جس قسم کے نبی مجھ سے پہلے ہوتے تھے یعنی براہ راست بغیر واسطہ کسی نبی کے نبوّت پانے والے اب ایسا نبی کوئی نہ ہوگا بلکہ جو ہوگا وہ میرے توسط سے ہوگا۔

سوم یہ حدیث ان معنوں کی رُو سے جو غیر احمدی کرتے ہیں حضرت عیسےٰ کی بھی آمد ثانی کی بھی مانع ہی کیونکہ جب آخری اینٹ مکان میں رسول کریم کے زمانہ میں رکھدی گئی تو پھر کسی پہلی اینٹ کو اکھیڑ کر دوبارہ مکان میں لگانا ایک فضول امر ہے

چہارم۔ مکان میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک اینٹیں جس سے دیوار قائم ہوتی ہیں جو بنی الاسلام علی خمس کے مطابق شریعت ہے مگر شریعت کی حفاظت کے لئے

غیر شرعی نبیوں کی بھی ضرورت ہے جس طرح مکان میں اینٹوں کی حفاظت کے لئے لپائی کی ضرورت ہوتی ہے بعض احادیث ہیں من قبلی نہیں آیا مگر جب ایک صحیح حدیث میں موجود ہے تو جہاں نہیں آیا راوی کی فرو گذاشت ہے اور ایک جگہ جو قید ہو وہ دوسری جگہ بھی سمجھی جاتی ہے

کلہم یزعم انہ رسول اللہ

حتیّٰ یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ میں کوئی بھی نبی صادق نہیں آئیگا (ب) اگر تیس دجال بھی پیدا ہونے ہیں اور صادق کوئی نہیں تو پھر یہ امت خیر الامم ہوئی یا شر الامم (ج) مسیح موعود کو نبی کریم نے خود نبی اللہ فرمایا (د) یہ تیس دجال تو حضرت صاحب سے پہلے پورے ہو چکے تھے (۶) ایسے دجالوں سے مراد جھوٹی حدیثوں کے وضع کرنے والے ہیں۔ جو جھوٹی حدیث بنا کر گویا اپنے نفس کو رسول اللہ بتاتے ہیں (و) اس طرح تو حضرت عیسیٰ جب آوینگے اسوقت ایک شخص یہ حدیث پیش کر کے انکا انکار کر دیگا اور کہیگا۔ کہ رسول کریم فرما چکے ہیں کہ ۳۰ دجال آنے والے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرینگے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا اس حدیث میں لکھا ہی لا تقوم الساعۃ حتیّٰ یبعث یعنے آنے والے صادق نبی مسیح موعود کے آنے سے پیشتر ۳۰ دجال جھوٹے آنے والے ہیں لیکن صادق کے انتظار میں جھوٹوں پر نہ ایمان لے آنا پس اسطرح تو یہ حدیث ۳۰ جھوٹوں اور ایک سچے کی پیشگوئی ہوئی ہے نہ کہ صرف جھوٹوں کی اور الساعۃ سے مراد قیامت نہیں بلکہ الساعۃ سے مراد خاص اہم واقعات ہوتے ہیں دیکھو چونکہ یہاں ۳۰ جھوٹے مدعیان نبوت کا ذکر ہے اس سے معلوم ہو کہ الساعۃ سے مراد اس خاص مسیح کی آمد کا وقت ہے۔

ایک اور حدیث

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون لا نبی بعدی کے متعلق بہت تشریح ہو چکی ہے اور یہاں تو قرینہ موجود ہے کہ ایسے انبیا کا ذکر ہے جو صاحب سیاست ہوں اور ہم جس کی نبوت کے معتقد ہیں وہ صاحب حکومت نہ تھا۔

دوم۔ یہ کہ حدیث میں ہے کلما ھلک نبیؐ خلفہ نبیؐ یعنی بنی اسرائیل میں یہ قاعدہ تھا کہ موجودہ نبی کی وفات کے معاً بعد نیا نبی مبعوث ہوتا تھا لیکن لا نبی بعدی یعنی میرے بعد ایسا نہیں ہوگا کہ میری وفات کے بعد معاً نبی مبعوث ہو۔ بلکہ معاً سلسلہ خلافت شروع ہوگا۔

جیسا سیکون کا بین قرب دور سلسلہ خلافت پر دلالت کرتا ہے

سوم۔ اگر سیکون خلفاء میں ایسے خلیفوں کا ذکر ہے جو غیر نبی ہونگے تو آنیوالے مسیح ابن مریم خلیفہ رسول اللہ کی بھی یہ حدیث مانع ہوگی کیونکہ وہ حسب مسلمات اہل اسلام نبی بھی اور خلیفہ بھی ہوگا۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر

اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت کے بعد نبوت کا امکان نہیں۔ تو پھر لو عاش ابراہیم لکان نبیاً کے کیا معنے ہوئے۔ اگر لو کان بعدی نبی سے انقطاع نبوت یقینی تھا تو پھر لکان نبیاً سے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نبوۃ کا امکان کیوں فرمایا۔ دوم۔ اگر لو کان بعدی نبی لکان عمر سے صرف حضرت عمر کی نبوت کا امکان نکلتا ہی تو لو کان شیٔ سابق القدر (الحدیث) سے صرف نظر ہی سے تقدیر کے رد ہونیکا امکان نکلنا چاہیئے حالانکہ حدیث لا یرد القدر الا الدعاء بتارہی ہے کہ دعا ہی تقدیر کو رد کر سکتی ہے نہ کوئی اور چیز بس جیسے لو کان شیٔ سابق القدر لسبقتہ العین سے دوسری چیزوں کی (جو تقدیر کو رد کر سکتی ہیں) نفی نہیں نکلتی اسی طرح لو کان بعدی نبیا لکان عمر سے مسیح موعود کی نبوت کی نفی نہیں نکل سکتی کیونکہ اسکی صراحت دوسری احادیث میں خود نبی کریم نے فرما دی ہے۔ سوم۔ اگر لو کان بعدی نبی لکان عمر سے یہ بات نکلتی ہے کہ "اس امت میں نبی ہو ہی نہیں سکتا" تو کیا وجہ کہ حدیث رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی منہم احد فعمر سے یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو کہ امت محمدیہ میں کوئی محدث بھی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ آپکو بھی مسلم نہیں بس جس طرح فان یکن فی امتی منہم احد فعمر امت محمدیہ میں محدث کے آنے کا مانع نہیں اسی طرح لو کان بعدی نبی لکان عمر بھی امت محمدیہ میں کسی موعود نبی کے آنے کا مانع نہیں ہو سکتا۔"

۴۔ یہ حدیث غریب ہے اور صرف مشرح بن ہاعان سے مروی ہے اور عقبہ بن عامر سے ان کے سوا کسی اور شخص نے اس حدیث "لو کان بعدی نبی لکان عمر" کو روایت نہیں کیا مسند احمد وغیرہ میں بھی مشرح بن ہاعان ہی کی روایت ہے۔

۵۔ بعدیت دو قسم ہی ایک متصلہ دوسری منفصلہ۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر کا محمل بعدیت متصلہ ہی نہ بعدیت منفصلہ کیونکہ دوسری حدیثوں میں مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا گیا ہے جو آخری زمانے میں آنیوالا تھا۔

۶۔ جس طرح لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کا حصر بنظر احاد (عوام مسلمین) کے مانا جاتا ہے اور دوسری حدیث فان یکن الخ کا مورد خواص امت بتائے جاتے ہیں اسی طرح لو کان بعدی لکان عمر کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ یہ اور اعتبار سے ہے اور مسیح موعود کی نبوت کا ہونا اور اعتبار سے ہے۔

۷۔ ایک اور بات جو صاحب فتح الباری نے شرح صحیح بخاری میں اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے وہ یہ ہی مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۱ میں لکھا ہی وقیل ھو فان یک فی امتی احد فھو عمر) علی ظاھرہ (ای ھٰذا القول ورد مورد التردد)

ایک اعتراض کا جواب۔ یہ کہنا کہ اگر اس آیت میں کسی نے نبی ہونا تھا تو کوئی صحابی ہوتا یا تابعی ہوتا۔ اسکا پہلا جواب یہ ہے کہ نبوت ایک موہبت ہے جو محض خدا کے اختیار میں ہی اس کے ہم ٹھیکیدار نہیں کہ فلاں شخص کو کیوں نہیں ملی۔

دوم۔ اس طرح تو ایک شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد نبوت بند ہو گئی اور اگر کسی کو ملنی ہوتی تو حضرت عیسیٰ کے صحابہ اور حواریوں میں سے کسی کو کیوں نہ ملی یہ کیا ہوا کہ پانچسو برس بعد عرب میں ایک شخص کو ملی۔

سوم۔ اس طرح امت میں نبی سے تو قطع نظر کرو کسی کو مجدد بھی تسلیم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایک شخص کہہ سکتا ہی کہ امت میں کوئی مجدد نہیں اگر مجدد ہونا ہوتا تو کوئی صحابی ہوتا یا تابعی۔ اور اس طرح پر مجددین کی آمد کا بھی انکار کرو۔

چہارم۔ نبی بے ضرورت نہیں آیا کرتا بلکہ اسوقت آتا ہی جب دنیا میں شرارت اور بیدینی پھیل جاوے۔ پس صحابہ یا تابعین میں سے کوئی شخص اسواسطے نبی نہیں بنایا گیا۔ کہ نبوت زمانہ قریب تھا اسلئے ضرورت نہ تھی۔

پنجم۔ اس طرح پر حضرت امام مہدی کا بھی انکار کر دینا کہ جناب آپ مہدی کس طرح

بن سکتے ہیں اگر کسی نے مہدئی موعود بننا تھا تو کوئی صحابی یا تابعی ہوتا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

بعض کہتے ہیں ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین میں مع ہے پس صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کی طفیل معیت نصیب ہو جائیگی دوم۔کیا خلفائے راشدین سے بڑھکر کوئی نبی کریم کا مطیع ہوگا وہ کیوں نبی نہ ہوئے جب شرط موجود ہے تو جزا بھی موجود چاہیئے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر معیت ہی ہوگی تو پھر ماننا چاہئے کہ اس امت میں کوئی صدیق اور شہید اور صالح بھی نہیں ہوگا کیونکہ مع کا تعلق ان کے ساتھ بھی ہے پس معنے آیت کے حسب تصریح معترض یہ ہوئے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا وہ صالح یا شہید یا صدیق تو نہ ہوگا مگر ان کے ساتھ ہوگا حالانکہ یہ غلط محض ہے (ب) توفنا مع الابرار کے کیا یہ معنے ہیں کہ ابرار کے ساتھ ہی ہمیں بھی موت دیدے (ج) الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ فاولئک مع المومنین (پارہ پانچ کا آخر) تو کیا یہاں جو لوگ توبہ کرکے اپنی اصلاح کرکے اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے بنالیں وہ پھر بھی مومنین کے زمرے میں داخل نہ ہونگے بلکہ صرف مومنوں کی معیت انہیں حاصل ہوگی۔

دوسرے سوال کے کئی جواب دیئے جاچکے ہیں مزید سن لو۔اطاعت اللہ والرسول کی شرط کے ساتھ جزا میں نبوت کے علاوہ صدیق۔شہید۔صالح کا ذکر بھی ہے پس جب ہم مانتے ہیں کہ انمیں سے کوئی صدیق بنا کوئی شہید تو جزا سے انکار تو نہ ہوا۔باقی رہا یہ سوال کہ نبی کیوں نہ ہوئے سو آپ بتائیے کہ حضرت عمر صدیق کیوں نہ بنے اور کیوں حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نبی کریم نے پہاڑ پر فرمایا تیرے پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق اور دو شہید یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق و عثمان غنی شہیدین۔اسکے جواب میں کہو کہ حضرت عمر میں کچھ کمی تھی تو اسی طرح کی کمی حضرت ابوبکر میں بھی ہو سکتی ہے جو نبوت سے مانع ہوئی اور اگر کہو کہ ضرورت نہ تھی تو یہی جواب ہماری طرف سے ہے کہ اسوقت ضرورت نہ تھی اور امر ختم نبوت مشتبہ ہوتا تھا۔البتہ موجودہ زمانہ میں ضرورت ہے اور سلسلہ موسویہ سے کمال مشابہت کے لئے اول و آخر

کی مماثلت تامہ ضروری ہے اسی لیے آپ بھی مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں اور ہم بھی یعنی ایک نبی کا آنا بعد خاتم النبیین کے دونوں فریق مانتے ہیں ہاں ہم اس امت سے ایک نبی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسمیں آنحضرت صلعم کی تفضیلت ہے اور آپ ایک ایسے نبی کو آسمان سے اتارتے ہیں جو بنص صریح فوت ہو چکا ہے اور مُردے واپس دنیا میں نہیں آیا کرتے اور پھر نبوت جو ایک انعام ہے وہ چھینا بھی نہیں جاتا اور مسیح ابن مریم سے کوئی جرم صادر نہیں ہُوا پس ایک نبی کو امتی نہ بناؤ۔ ہاں ایک امتی کے ایسے نبی ہونے سے محذور لازم نہیں آتا۔

چند کارآمد حوالے

۱۔ جو عیسٰے امت میں ہوگا اسکو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کہا۔ ثم یاتی نبی اللہ عیسٰی۔ ویحصر نبی اللہ عیسٰی واصحابہ۔ فیرغب نبی اللہ عیسٰے و اصحابہ و یھبط عیسٰی نبی اللہ عیسٰی واصحابہ (ابن ماجہ)

۲۔ قد لا یکون النبی مستقلا بل یاتی لتقویم شریعۃ نبی قبلہ (زرقانی)

۳۔ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع وھذا معنی لا نبی بعدہ (فتوحات مکیۃ)

۴۔ ونزول توریت کہ در وے علم ہر چیز است و بودن انبیاء بنی اسرائیل و اخل تحت شریعت و محکوم بحکم توت وے حتی عیسٰے علیہما السلام۔ (شیخ الاسلام شرح بخاری صفحہ ۱۸۲)

۵۔ ولا یمتنع ان یتبعی فی الفترہ من یدعوا الی شریعۃ الرسول الاخیر۔ (فتح الباری)

۶۔ ومن قال بسلب نبوتہ کفر حقا کما صرح بہ السیوطی۔ یعنی جو مسیح موعود سے نبوت چھینے وہ پورا پورا کافر ہے وعیسٰی بعد نزول وحی الٰہی آید۔ . . . . وظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہمیں یقین داریم و در آں تردد نمی کنیم چہ جبریل سفیر خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست (اس سے ظاہر کہ مسیح موعود پہلے انبیاء میں شامل) ابو حاتم در تفسیر خود آوردہ انہ انہ یکل جبریل بالکتب و بالوحی

الی انبیاء وانکہ بر السنہ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبریل بسوے ارض بعد موت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشود بے اصل محض است (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) زیراکہ عیسیٰ درو قت نزول خود بالاتفاق مجملہ این امت باشد باوجود بقائے او بر نبوت خویش .. .. .. فہو علیہ السلام و ان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فہو رسول و نبی کریم (صفحہ ۴۲۶)

۷- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں اور ان کی نبوت آپکا فیض ہو صفحہ ۴ - آپ کے زمانہ میں اور بعد زمین پر آسمان پر کوئی نبی ہو وہ بھی اس صف نبوت میں آپ کا ہی محتاج ہے (صفحہ ۲۵) ماخوذ از رسالہ تحذیر الناس مولنا محمد قاسم صاحب)

۸- ای لو عاش لکان من اتباعہ کعیسٰے وخضر والیاس فلاینافض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ (خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئیگا جو آپ کی ملت کو نسخ کرے) دافع الوسواس (مولنا عبد الحی فرنگی محل)

۹- وقد یطلقون علی بعض الاولیاء انبیاء الاولیاء (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۳۲۶)

کاشف حقیقت میاں محمد یوسف صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لائلپور نے ۲۶ صفحہ کا رسالہ لکھا ہی جسمیں بمقابلہ غیر مبایعین ثابت کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود نبی اللہ ہیں آپ کے نہ ماننے والے اسی زمرہ میں ہیں جنہیں انبیاء کے منکرین اسماحمد کے حقیقی مصداق مسیح موعود ہی ہیں یہ رسالہ بہت عمدہ اور جامع ہے میں اپنے مکرم ماسٹر ہدایت اللہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں احباب محصولڈاک بھیجکر منگوالیں۔

ملفوظات حائری اسمیں شیعوں کے قبلہ وکعبہ سرکار شریعتمدار علامہ السید علی الحائری مجتہد پنجاب لاہور کی تقریر ہے جو انہوں نے چند متواتر صحبتوں میں فلسفہ شہادت امام حسین ؑ پر فرمائی - شکر ہے ہمارے شیعہ بھائی بھی معقولات کی طرف کچھ متوجہ ہوئے ہیں مگر اس سالہ میں کئی ایسی دور از کار روایات ہیں جنہیں محض تقدس کے بل پر منوانے کی کوشش کی گئی ہے اور بہت کم ہیں جو معقولی پیرایہ میں نئی تعلیمیافتہ جماعت کے لئے مفید ہو۔ ۲ قیمت سید محمد رضی وسید محمد زکی مبارک حویلی لاہور سے منگوائیں +

گنجینہ اسرار حقیقت
شیخ حکیم خدا بخش صاحب قادری کی یہ کتاب لالہ نانو مل اگروال آہتی مالک قیصر ہند پریس لودیانہ پنجاب نے چھپوائی ہے اسمیں تصوف کی خاص اصطلاحات کی تشریح کے علاوہ بہت سے صوفیوں کے مفید اقوال درج ہیں صوفیانہ مذاق رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ مجموعہ پسندیدہ ہی بار دوم چھپی ہے قیمت نو آنے

علمی جنتری ۱۹۱۷ء
سید محمد عبد اللہ صاحب علم سوداگر کانپور کی مشہور و معروف و مقبول عام جنتری چھپ کر شائع ہوگئی ایک جلد ہمارے پاس پہنچی اسمیں علاوہ سنین کی تواریخ کے بہت سے مفید معلومات اور مضامین و اشعار و تصاویر درج ہیں سامان کی فہرست بھی ہے۔ ناظرین کانپور سے منگوالیں۔ گھڑیوالی کوٹھی۔

درویش جنتری ۱۹۱۷ء
یہ بہت مفید جنتری ہے نہ صرف تواریخ کے لحاظ سے بلکہ اسکے علاوہ اسمیں نبی کریم کے غزوات۔ مسائل فقہیہ آداب۔ ادعیہ و اعمال۔ ٹوٹکے اور اشعار بھی درج ہیں۔ اور ممتاز اسلامی اخبارات کے ایڈریس بھی یہ گویا رسالہ راز و نیاز میرٹھ کا پہلا نمبر ہے۔ سالانہ چندہ ۱۲؍ ہے احباب فائدہ اٹھائیں۔

ستارہ صبح
اکرم آباد سے ہفتہ وار مولوی ظفر علیخان صاحب کی ایڈیٹری میں نکلتا ہے بہت اعلیٰ اور مفید تاریخی و ادبی مضامین ہوتے ہیں ہمارے با مذاق دوست اسکے خریدار بن کر اپنے معلومات میں اضافہ کریں حجم ۳۲ صفحے سالانہ چندہ چھ روپے

توحید آسمانی
مولوی محمد عبد اللہ صاحب تیماپوری (مدعی قدرت ثانی) نے یہ کتاب چھپوائی ہے ۱۲۰ صفحے حجم تثلیث کے رد میں لکھوائی چھپوائی اچھی ہے مضمون کی نسبت اگلے نمبر میں بہ تفصیل لکھونگا۔

قطرات عطر
میرے مکرم بھائی ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے در پار پردہ ہوئی رہائی ہے تو نظر بہ اسباب ظاہری وجہ معاش کے لئے ایک ایجنسی کھولی ہے جسمیں سلسلہ کی کتب بھی مل سکتی ہیں اور اسکے علاوہ آپ خود بھی چھوٹے چھوٹے مفید ٹریکٹ نکالنے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ رسالہ زیر ریویو ہے موٹی موٹی باتیں جو ہر احمدی کو غیر احمدی

وغیر مبائعین کے مقابلہ کے لئے یاد ہونی چاہئیں اسمیں درج ہیں آدھ آنہ قیمت ہے احباب چند جلدیں منگوا کر تقسیم کریں کہ ہم خرما و ہم ثواب ایک بھائی کی امداد بھی ہو جائیگی اور تبلیغ کا فرض بھی ادا ہو جائے گا۔ ملنے کا پتہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی احمدیہ کمیشن ایجنسی قادیان

ارشاد نامہ حضرت فضل عمر

حضرت خلیفہ ثانی سفارش فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا پرانا کلام جو دعویٰ مسیحیت بلکہ براہین احمدیہ کی تصنیف سے بھی پہلے کا ہے۔ میاں فخر الدین صاحب نے بصرف زر کثیر شائع کرایا ہے چونکہ یہ کلام فارسی میں ہے اس کی فروخت کچھ کم ہوئی ہے لیکن وہ کلام اس قسم کا ہے کہ احمدی جماعت میں اسکی اشاعت ازبس ضروری ہے کیونکہ وہ اس قسم کے معارف سے لبریز ہے جو روح کو تازہ کرنے والے ہیں غیر احمدیوں میں بھی اسکی اشاعت نہایت مفید ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود عم کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی بھی کیسی پاک و مطہر تھی میں پسند کرتا ہوں کہ ہر ایک احمدی جسے طاقت ہو اس کتاب کو خود خریدے اور ہو سکے تو غیر احمدیوں میں اسکی مفت اشاعت کرے

نوٹ۔ یہ کتاب درمکنون کے نام سے منشی فخر الدین صاحب ملتانی سے بقیمت عہ ر اور مجلد عہ ر احباب طلب فرماویں لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس ہے

ایک عظیم الشان بشارت

مؤلفہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ۔ جس میں نہایت آسان اور دلچسپ پیرائے میں حضرت احمد قادیانی کا نام غیر احمدیوں کو پہنچایا گیا ہے ۲۶ صفحے کا ٹریکٹ ہے بحساب ایکروپیہ کے ۔۴۰ عدد۔ منشی فخر الدین ملتانی سے فوراً طلب کریں۔

تشحیذ ایجنسی

ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ احباب جگہ بجگہ آرڈر نہ بھیجنے پڑا کریں اسلئے جو کچھ بھی آپنے قادیان سے منگوانا ہو خواہ وہ کتاب ہو (کتاب جلد کروانی ہو تو بھی) یا کسی مرض کی دوائی ہو یا کوئی اور ایسی چیز اسکا ہمیں آرڈر بھیجدیا کریں انشاءاللہ معمولی سی کمیشن پر بہت جلد تعمیل ارشاد ہو گی اسطرح پر یہ شکایت بھی رفع ہو جائیگی جو بعض احباب لکھا کرتے ہیں کہ ہمنے کئی خط لکھے فلاں بات کی تعمیل نہ ہوئی صرف احباب کی سہولت کے لئے ہم ایسا انتظام کرتے ہیں +

تیسری مثال چودہری دورام صاحب کوثری اگرچہ ہندو ہیں اسلیئے جو چاہیں کہیں مگر چونکہ اکثر مسلمان ان کی نظمیں بڑے شوق سے چھاپتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اسلیئے یہ امر قابل افسوس ہے کہ وہ لائل گزٹ میں ایک شعر لکھتے ہیں ؎

مکے میں بھی توحید بتائی ہے ہمیں نے ؞ کعبے کی پرستش بھی چھڑائی ہے ہمیں نے

جہانتک میں خیال کرتا ہوں اس سے بڑہکر اسلام کی ہتک نہیں ہو سکتی کہ دار التوحید کو دار الشرک قرار دیا جائے اور کعبہ کی پرستش چھڑانے والا سیدنا محمد رسول اللہ کے سوا اور کسی کو ظاہر کیا جائے۔

چوتھی مثال - بابو محمد الدین صاحب کا مضمون خالصہ اخبار میں آپ لکھتے ہیں "حضرت علی تلوار کے دھنی تھے اور آپ کو اپنی ذوالفقار پر فخر تھا اور بجا فخر تھا اور قرآن شریف صاف الفاظ میں بتاتا ہے کہ جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر است"

اب آپ تمام قرآن مجید اول سے آخر تک دیکھہ جائیے یہ کسی آیت کا ترجمہ نہیں معلوم ہوتا ہے خلیق کو کبھی قرآن مجید کے پڑھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا اور ایک حدیث کو قرآن بنا لیا ہے۔

غرض اگر غور سے دیکھا جائے کہ جس مسلمان نے کچھ لکھا ہے اس بات کا پورا خیال نہیں رکھا کہ ہمارا اپنا مذہبی اصول کیا ہے یہ ایک بہت خطرناک نتائج رکھنے والی بات ہے۔ اور ابھی اصلاح کا وقت ہے اگر مسلمان اپنے مصلح کو پہچانیں اور اسکی حقیقی قدر جانیں۔

تشحیذ ماہ فروری زائد تعداد میں یہ رسالہ کچھ زیادہ چھپوایا گیا ہے ذی استطاعت اصحاب ضرور اسکی متعدد جلدیں غیر احمدیوں اور غیر مبایعین میں تقسیم کرائیں ایک روپیہ کے سات رسالے دیئے جائینگے ایک رسالہ کی قیمت ۳ر مع محصول پیکنگ ہے۔ مینیجر

نوٹ - ڈاکٹر ایس کے برمن کی کا فوری جنتری ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا مفت بلا قیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے۔

امراض مستورات کی دوا　　امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں ماہرین ملک کی نہایت مشہور دوائیں دائی برنیم اور قدیم ویدک زمانہ کی مشہور اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اسلئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے اس سے حیض کی کل خرابیاں یعنی کم یا زیادہ دنوں میں حیض اور پرتھو کا ہونا کمر پیڑو۔ جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ یہ سب شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔ پردر جس میں سفید اور سرخ پانی کی طرح مواد نکلتا ہے خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکالیف اس دوا سے رفع ہو جاتی ہے رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بیوقت ضائع ہو جاتا ہو۔ نطفہ قرار پانے سے تیسرے چوتھے مہینے میں ضائع ہو جاتا ہو۔ ایسی حالتمیں اس دوا کے کچھ دنوں تک استعمال کرنے سے رحم کی سب شکایتیں دور ہو کر رحم میں طاقت پہنچتی ہے جسم قوی ہوتا ہے اور حمل قرار پاتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک کی عہ محصولڈاک وغیرہ ۶/ دیکھئے اس دوا کے متعلق اسسٹنٹ آف دی فیمیلی ہوسپٹل ریاست رامپور کیا تحریر فرماتی ہیں اپنے دو شیشی امراض مستورات کی دوا جو روانہ کی اس سے مجھکو بہت فائدہ ہوا براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمائے

قوت کی گولیاں

۳۲ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اٹیکنیا ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغز ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالیوں خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور دماغ میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵/ دیکھئے جناب ڈبٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے دس گولیاں منگائیں اسکی تیر بہدف اثر دوا اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۳

قرآن کریم کی تصدیق

تحریف در عہد عتیق — ایک احمدی بھائی طالب علم — ۱ - ۱۳

بحث رفع مسیح — مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری — ۱۴ - ۲۲

بشارات القرآن — مولوی احمد الدین صاحب ناروال — ۲۳ - ۳۵

ریویوز — ۳۶ - ٹائیٹل

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلبا سے عا

غیر ممالک سے تین روپے

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام نے شائع کیا

خریداران تشحیذ

میں اپنے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنھوں نے تشحیذ ماہ فروری کو بے حد پسند کیا جسمیں نہ صرف خاتم النبیین والی آیت کی صحیح تفسیر ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے عالمانہ رنگ میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت ظلی کا سلسلہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری ہے۔ پھر ان تمام احادیث کے صحیح معنے لکھ دئے ہیں۔ جنہیں مخالفین اس دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ سید المرسلین کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ جن دوستوں نے فروری کے وی پی (جو ۱۹۱۷ء کا سالانہ چندہ وصول کرنے کے لیے حسب دستور سابق کیئے گئے تھے) باوجود پہلے متعدد بار اطلاع کرنے کے واپس کر دیئے ہیں۔ وہ تین آنے* کے ٹکٹ بھیجکر یہ رسالہ اب منگوا سکتے ہیں۔ بعد میں پھر نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کی مانگ بہت ہے۔ اور کاغذ کی گرانی اور کچھ احباب کی اس قدر دانی کی وجہ سے جس کا علم مجھے تجربہ سے ہو چکا ہے۔ زیادہ نہیں چھپوایا گیا۔ میں بار ہا عرض کر چکا ہوں۔ فقط میری یا میرے مضامین کی تعریف کا کچھ فائدہ نہیں۔ جو صاحب اسے پسند کرتے ہیں۔ وہ خریدار مہیا کریں۔ موجودہ صورت تو یہ ہے کہ خرچ بمقابلہ آمد زیادہ ہے۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر۔ رسالہ اچھا ہے۔ مضامین ایسے اعلیٰ کہ اس کا ایک ایک نمبر مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے یہ سب مسلّم۔ مگر خریدار کم ہوتے جاتے ہیں یا للعجب۔ میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھکر امیدوار ہوں کہ جس کام کی بنیاد سیدی و مولائی حضرت فضل عمر نے رکھی تھی۔ اُسے ترقی و فروغ دینے کی کوشش کی جائیگی تشحیذ کا سٹاف۔ اور اس کا ناچیز ایڈیٹر اپنی بساط کے مطابق حاضر ہے۔ احباب ذوی الالباب بھی اپنے گوشہ چشم سے اہنیں نواز لیں یہ نہیں کہ رسالہ کو مرتب و مزین تو آپ کی خاطر کریں اور اسکے ضروری اخراجات مہیا کرنے کے لئے وہ کوئی اور گھر دیکھیں۔ وعلی اللہ توکلنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ ہاں تشحیذ کتب الخبیسی کی مدد بھی ہو منت کریگی۔ حیدر آبادی احمدی ترجمۃ القرآن احمدی مکمل تفسیر تین روپے پر منگوائیں ۔

* [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۷ء

قرآن کریم کی تصدیق

یعنی

تحریف در عہد عتیق

منجملہ دیگر صدہا فضایل کے قرآن کریم کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یحرفون الکلم عن مواضعہ جس نے اسے نازل فرمایا یہ وعدہ ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون ط یعنے ہمنے اسے نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ منجملہ دیگر ہزارہا اثبات کے اس دعوے کے ثبوت میں لکھوکہا حفاظ قرآن کریم کی حفاظت منہ بولتے شاہد ہیں۔ تمام ادیان کی کتب مقدسہ میں سے کسی ایک کو بھی یہ دعویٰ نہیں اور نہ ہی عملی رنگ میں اس کا ثبوت موجود ہے پھر زمانہ حال کی ایک عجیب شہادت جو لکھوکہا شواہد سے بڑھ چڑھکر ہے یہ ہے کہ اسی قرآن کریم کا مصدق احمدؑ محمد رسول اللہ صلعم کا خادم اس زمانہ کا رسول و نبی دنیا میں ایسے جلالی رنگ میں آیا کہ اس کے آگے دیگر تمام مذاہب

سرنگون ہوگئے اور اسنے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قرآن کریم کی صداقت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجادیا اور کوئی اس پر غالب نہ آسکا اور کوئی مقابلہ کے لئے ظاہر نہ ہوا۔

چونکہ اس زمانہ کے نبی اور رسول یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ زیادہ تر عیسائیوں سے تھا اسلئے آپ نے کل زمانہ پر ثابت کرکے دکھلادیا کہ عیسائیوں کی یہ دلیل "کہ چونکہ قرآن شریف موجودہ بائبل کا مصدق ہے اسلئے ہر حامی قرآن شریف پر فرض ہے کہ وہ موجودہ بائیبل کو قابل اتباع اور لائق تسلیم سمجھے۔ غلط ہے کیونکہ آپ نے ثابت کردیا کہ یہ کتب موجودہ محرف ومبدل ہیں۔ اور ان کی تحریف وتبدیل مختلف اقسام کے صدہا دلائل سے ثابت کردی آپ کے مابعد آپ کے خلفاء رضوان اللہ علیہم نے بھی دلائل قاطع اور براہین ساطع سے یہ مضمون ثابت کردیا چونکہ یہ مضمون ایک ضروری مضمون ہے لہٰذا ہم بھی اسی سلسلہ میں ایک مضمون ہدیہ ناظرین کرتے ہیں سو گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ عدم تحریف عہد عتیق کے بارہ میں مسیحی حلقہ میں مشہور اور سب سے زیادہ برجستہ دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ موجودہ عہد عتیق دو ایسے مختلف ومتضاد اقوام کے پاس ہمیشہ سے رہا ہے جو علاوہ قومی بُعد کے مذہب میں بھی سخت سخت عناد وفساد مابین رکھتی ہیں یعنی یہودی اور مسیحی پھر کیونکر ممکن ہے کہ اگر ایک قوم تحریف وتبدیل کرتی تو دوسری قوم جو اسکے سخت معاند ومخالف تھی شور وغل کرکے آسمان سر پر نہ اٹھالیتی پھر در آنحالیکہ یہود ونصاریٰ کے صدہا مختلف فرقہ جات اس امر پر متفق ہیں کہ کسی دوسرے فریق حامی عہد عتیق نے اسمیں تحریف نہیں کی۔ بایں صورت غیر لوگوں کا اس کو محرف ومبدل بتلانا ایک دعویٰ بے دلیل ہے جو ہرگز قابل سماعت ولائق قبول نہیں ہے۔

یہ دلیل ایک حد تک واقعی ایسی دلیل ہے جس سے عوام غلطی کے دائرہ میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ اسی دلیل کو مسیحیوں نے اپنی مختلف کتب میں بڑے کرّ وفر اور شد ومد سے بیان کیا ہے اظہار الحق جو ایک عربی ناول کا ترجمہ علاوہ اردو کے پشتو۔ فارسی۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں بصورت کتاب ضخیم شائع کیا جاتا ہے اسمیں بھی اس دلیل کو بہت سراہا گیا ہے مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ یہ دلیل کیسی ہے کہاں تک راستی پر مبنی ہے پر قبل ازیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عہد عتیق کے جامع عزرا نبی کے حالات اور دیگر روایات متعلقہ مضمون ہٰذا جو فریقین کے نزدیک مسلمہ اور مفید ہوں بہ تفصیل تحریر کردیجادیں۔ تا مابعد میں نکتہ چینی کی رعایت ہوسکے۔

یہودی اور مسیحی حلقہ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عہد عتیق کی کتب کو بالعموم عزرا نے جمع و مرتب کیا تھا۔ بقول ریونڈ ولیم جی بلیکی صاحب ڈی۔ڈی ایل ایل ڈی کے یہود کے بحال ہونے اور اپنے وطن کی طرف (یعنی اسیری بابل کی رہائی کے بعد) عود کرنے کی تاریخ تین یہودی لیڈروں میں کا ایک لیڈر تھا۔ جس نے ارتخشستا لانگی مانس (لانگی مانس بمعنے لمبے ہاتھوں والا) کی حکومت کے آٹھویں سال میں بابل سے روانہ ہو کر موسوی دستور کے بحال کرنے میں بڑی جانفشانی کی تھی۔ یہی عزرا ارتخشستا کے ساتویں سال چھ سات ہزار اسرائیلیوں کے ہمراہ بابل سے یروشلم روانہ ہوا۔ عزرا سردار کاہن سرایا کی اولاد میں سے تھا جسے بنوخدنضر نے یروشلم کو مطیع کرتے وقت مروا ڈالا تھا یروشلم میں پہنچ کر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام میں عزرا نے حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا۔ جس کے سبب عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تھا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینن آف سکریچر کو مرتب اور شائع کیا۔

کئی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک شریعت کے نسخے یہودیوں کے درمیان **نہایت کمیاب** تھے۔ اور اب جبکہ لوگ بابل سے لوٹ کر آئے تو یہ نسخے نہ صرف **کمیاب ہی** تھے۔ بلکہ کئی لوگ اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے ہونگے جسمیں شریعت کی باتیں تحریر تھیں۔ پس عزرا کا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے شریعت پڑھکر سنائے عزرا نے نوشتوں کا ملاحظہ کرتے وقت پرانے عبرانی حروف کی جگہ کسدی حروف جو زیادہ واضح اور عمدہ شکل کے تھے استعمال کئے ملاحظہ ہو۔ تواریخ بائبل مصنفہ ریورنڈ ولیم جی بلیکی ڈی ڈی ایل ایل ڈی ترجمہ ریورنڈ طالب الدین بی اے صفحہ ۳۹۶

منجملہ دیگر تبدیلیوں کے دو عملی تبدیلیاں جو اس زمانہ میں ایک دوسری صورت اختیار کئے ہوئی ہیں عزرا نے ہی کی تھیں۔ ان میں سے ایک تو عبادتخانوں اور عبادتخانہ کی عبادت کو جاری یا بحال کرنے کا کام تھا گو قدیم زمانوں سے یہ رواج چلا آتا ہوگا کہ لوگ عبادت کے لئے جا بجا اکٹھے ہوں مگر تاہم یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسیری کے پہلے اس قسم کے مجمعوں نے سینگاگ (عبادتخانہ) کی صورت اختیار کی ہو۔ **دوسرا کام روایتوں یا حدیثوں کی مقدرت بڑھانے** کا کام تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسیری کے بعد عبادتخانے ہر جگہ قائم کئے گئے تاکہ شریعت پڑھی جائے اور عام کی جائے۔ شریعت کا پڑھا جانا اور اسکی شرح کرنا **اسوقت سے ایک پیشہ**

بنگیا اور آئندہ کاہنوں اور لاویوں کے ہی خاندان پر موقوف و محدود نہ رہا۔ لکھی ہوئی شریعت کے فقیہہ جیساکہ اس پیشے والے کہلاتے ہیں شرح کر کے سنایا کرتے تھے اور جہاں اسکا مطلب کم صاف یا تشریح کا محتاج ہوتا تھا تو وہ تشریح کر دیا کرتے تھے (یہیں سے طالمود کی بنیاد پڑی)

روایت کا شروع مثنا گیمرا اور طالمود پھر رفتہ رفتہ یہ خیال بھی جڑ پکڑنے لگا کہ علاوہ لکھی ہوئی شریعت کے زبانی شریعت بھی متداول ہے جو خدا نے بزرگوں کو مرحمت کی تھی۔ پر وہ لکھی نہ گئی مگر اسکا علم روایت یا حدیث کے وسیلے حاصل ہو سکتا اور محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور یہی وہ بزرگوں کی روایت کہلاتی ہے جیسے دوسری صدی مسیحی کے وسط میں ربی یہوداہ نے جو کہ شمعون کا بیٹا تھا اور بڑا عالم شخص تھا جمع کر کے قلمبند کیا اس مجموعہ کو جسمیں یہ روایتیں قلمبند تھیں۔ مشنا کہتے تھے۔ پھر بڑے بڑے علماء نے مثنا پر تفسریں کیں یہ تفسیریں تنہا گیمرا کہلاتی ہیں اور مثنا اور اسکی تفسیروں کو **طالمود** کہتے ہیں۔ بابل کی طالمود جیسی کسدی یہودیوں نے تالیف کیا ایک ایسی کتاب ہے جو بارہ جلدوں میں منقسم ہے۔ ملاحظہ ہو تواریخ بائبل مذکور صفحہ ۴۱۰ و ۴۱۱

مذکورہ بالا چند سطور میں جو کچھ یہود کے علم روایات کے متعلق ولیم جی بلیکی صاحب کی زبان سے آپنے سنا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مسیحی مستند مفسرین کی تفاسیر سے اسکی ذرا اور زیادہ تشریح کیجائے کیونکہ یہیں سے سراغ چلتا ہے کہ عہد عتیق محفوظ عن التحریف نہیں رہا اور یہ مضمون ہذا کا ضروری حصہ ہے۔

جناب آدم کلارک صاحب جو مشہور و معروف مسیحی مفسر ہیں اپنی تفسیر کے جلد ۲ کے اندر عزرا کی کتاب کی شرح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ "یہود کا آئین دو قسم کا ہے ایک مکتوب جسے توریت کہتے ہیں۔ دوم غیر مکتوب جسے روایت زبانی کہتے ہیں اور بزرگوں کی معرفت انہیں پہنچے۔ اور مدعی ہیں کہ کوہ طور پر یہوداہ نے موسیٰ کو ہر دو مرحمت کئے تھے پس انمیں ایک کتابت کے وسیلہ سے اور دوسرا بزرگوں کے ذریعہ سے پشت بہ پشت نقل ہو کر ہم تک پہنچے اور اس وجہ سے ہر دو کو رتبہ میں مساوی اور منجانب اللہ اور واجب التسلیم و قابل اعتبار یقین کرتے اور مانتے ہیں۔ بلکہ موخر الذکر یعنی غیر **مکتوب کو ترجیح** دیتے ہیں اور مانتے ہیں کہ آئین مکتوب بہ سبب اکثر جگہ ناقص اور بہ اغلاق ہونے کے آئین غیر مکتوب کے بغیر **ایمان کا اصل** نہیں ہو سکتا اور یہ روایت یا حدیث بڑی کامل و وارث ہے اور قسم دوم کی

تشریح وتفسیر کرکے اسے مکمل کرتی ہی اور اسی سبب سے آئین مکتوب کے جو معنی آئین غیر مکتوب یعنی روایات زبانی کے مخالف ہوں اسے مردود اور فضول سمجھتے ہیں یہود کی کتب میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے الفاظ توریت کے لفظوں سے زائد عزیز ہیں اور توریت کے لفظ بعض وزنی اور بعض غیر وزنی ہیں۔ مگر مشائخ کے الفاظ سارے کے سارے وزنی ہیں اور نیز یہ کہ مشائخ کے الفاظ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت بہت بڑے وزنی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آئین مکتوب ایسی ہے جیسے پانی اور مشنا وطالمود جیسے شراب مصالحہ دار یا آئین مکتوب نمک اور مشنا وطالمود جیسے مرچ اور مصالحہ شیرین۔ الحاصل یہود کے نزدیک مسلمہ امر ہے کہ توریت کی نسبت مشنا وطالمود کا بڑھکر ادب واعتبار کرنا چاہئے اور علم روایات کے اصل ہونے کی نسبت انکا یہ خیال ہے کہ خدا نے جب موسیٰ کو کوہ طور پر توریت عنایت کی تو اسکے معانی بھی بیان فرمائے اور حکم دیا کہ توریت کو لکھ لے پر معانی وتفسیر کو از بریاد رکھ پس موسیٰ نے ایسا ہی کیا۔ پھر اپنے ہٹتے کے ساتھ ہی ہارون کو اپنے خیمہ میں بلاکر پہلے آئین مکتوب پھر زبانی روایات جو اسکے معنے ہیں سکھائے اور ہارون تعلیم پاکر موسیٰ کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ہارون کے بیٹے الیعاذر اور ایتامار اندر آئے اور باپ کی طرح تعلیم پاکر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک موسیٰ کے بائیں اور دوسرا ہارون کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ستر مشائخ نے آکر ہر دو کی تعلیم حاصل کی پھر ان سب نے اپنا آموختہ پڑھکر سنایا اور پھر چار بار ستر مشائخ نے عوام اسرائیلیوں کے سامنے پڑھا اور وہ سب کو یاد ہوگیا (ایسے تیز ذہن) اور پھر موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے بارھویں ماہ کی چھٹی تاریخ کو توریت کے تیرہ نسخے لکھکر بدیں غرض کہ بارہ نسخے بارہ فرقوں میں سے ہر ایک کو ایک اور تیرھواں بنی لیوی کو کہ حفاظت سے ہیکل کے اندر رکھیں دئے آئین غیر مکتوب یعنی زبانی روایات کو یوشع کے سامنے پڑھا اور ساتویں تاریخ کو نبو پہاڑ پر چڑھکر وفات پائی۔ یوشع نے آئین غیر مکتوب کو مشائخ کے سپرد کیا اور انہوں نے پیغمبروں کو اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر دوسرے کو پہنچاتا رہا۔ یہانتک کہ یرمیاہ کی باری آئی۔ یرمیاہ نے بارُوق کو اور باروق نے عزرا کو۔ اور عزرا نے مجمع علمار کو کہ سب سے اخیر کا شمعون راستباز ہے اور اس نے اینٹی گونوس اور اسنے یوسی بن یحنان اور اس نے یوسی بن یومیرا اور اسنے نتہان اربلی اور یوشع بن پرخیا اور انہوں نے یہوداہ بن ببیا اور شمعون بن شطاہ اور انہوں نے شمایا ابی طلیون اور انہوں نے ہلل اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور (شاید یہ شمعون وہی ہے جس نے ہیکل میں مریم کے پاک

ہونیکے میعادی دنوں میں مسیح کو دیکھا اور اسے ہاتھوں پر رکھا تھا) شمعون نے اپنے بیٹے گملی ایل کو اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور اسنے اپنے بیٹے یہوداہ حق دوش کو اور یہوداہ نے ایک کتاب لکھکر اسکا نام مشنا رکھا اور یہود کے نزدیک وہ کتاب بہت معتبر اور واجب التسلیم اور ساری کی ساری منجانب اللہ ہے پھر مسنا پر یہود کے علماء نے دو شرحیں لکھیں ایک تیسری صدی مسیحی میں یروشلم کے اندر دوسری چھٹی صدی کے شروع میں بابل کے اندر اور ان دونوں شرحوں کا نام گمرا ہے اور گمرا کے معنے کمال کے ہیں اور بخیال یہود ان شرحوں کے اندر متن کی تفسیر کمال کی ہوئی ہے اور اگر متن اور شرح کو اکٹھا لیویں تو اسکا نام طالمود ہے یروشلم والی طالمود مغلق ہے اسلئے بابل والی طالمود ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔

تفسیر ہارن جلد ۲ حصہ ۱ باب ۲ ہارن صاحب لکھتے ہیں "مشنا ایک کتاب ہے جو یہود کے مختلف روایات اور کتب مقدسہ کے متنوں کی شرح ہے اور یہود کا خیال اسکے حق میں یہ ہے کہ جس وقت یہوداہ نے موسیٰ کو سینا پر توریت دی اسی وقت ان روایات کو بھی دیا اور موسیٰ سے ہارون اور الیعاذر اور یوشع کو اور ان سے دیگر سلون کو اور ان سے بزرگوں کو ملیں علی ہذا القیاس پشت بہ پشت منقول ہوکر شمعون تک جو مسیح کے عہد تولد میں ہیکل میں تھا آئیں اور اس سے گملی ایل کو اور اس سے یہوداہ حق دوش کو (لیکن اسکا آدم کلارک صاحب کے مطابق تین واسطے چھوٹ گئے) اور یہوداہ حق دوش نے دوسری صدی کے اخیر میں یا چالیس برس کی محنت میں ان سب روائیوں کو یکجا جمع کیا اسی وقت سے یہ کتاب پشت بہ پشت یہود میں مستعمل ہے اور بسا اوقات ان کے نزدیک اس کتاب کی قدر توریت وغیرہ مفسر ہارن صاحب سے زیادہ ہوتی ہے مسنا پر دو شرحیں ہیں ہر ایک کو گمرا کہتے ہیں پہلا گمرا یروشالم والا جو بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی میں یروشلیم کے اندر اور دوسرا گمرا بابل والا کہ چھٹی صدی کے اندر بابل میں لکھا گیا۔ لیکن اول الذکر یہود کے نزدیک ایسی قدر نہیں رکھتا جیسی کہ موخر الذکر کی مقدرت ہے۔ اگرچہ فضول کہانیوں سے بھرپور ہے یہود میں اسی کی درس تدریس کا رواج ہے۔ ہر مشکل میں اسکو اپنا راہنما سمجھکر اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور گمرا اسواسطے کہتے ہیں کہ گمراہ کے معنے کمال کے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ یہ شرح توریت کا کمال ہے اس سے بڑھکر شرح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دوسری شرح کی احتیاج ہے۔ اور متن کے ساتھ جب یروشلم والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو یروشلم والی طالمود کہتے ہیں اور جب بابل

والی گمرا ملے تو اسے بابل والی طالمود کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا ثلاثہ اشخاص معروف مسیحی مفسّرین کے بیانات و خیالات سے چند امور بتشریح ثابت ہوتے ہیں جن پر غور کرنی ازبس ضروری ہے۔

ا۔ یہ کہ یہود کے نزدیک مذہبًا و شرعًا آئین غیر مکتوب یعنے روایات زبانی بہ نسبت آئین مکتوب یعنی توریت وغیرہ کے زیادہ مستند اور عزیز اور واجب التعظیم والتسلیم ہیں۔

ب۔ یہ کہ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت مشائخ کے الفاظ زیادہ وزنی ہیں یعنی صحف الانبیا علیہم السلام سے علم روایات زیادہ قابل ترجیح و لائق پسند اور واجب التسلیم ہیں

ج۔ یہ کہ آئین مکتوب یعنی توریت اکثر جگہ ناقص و مغلق ہے جو محتاج علم روایات ہے

د۔ یہ کہ آئین مکتوب (توریت وغیرہ) پر آئین غیر مکتوب یعنے علم روایات حکم ہے۔ کیونکہ علم روایات کے مخالف اگر توریت وغیرہ سے کوئی امر ثابت ہو۔ تو اسے مردود جانتے ہیں

ر۔ یہ کہ علم روایات کی اصل یعنی طالمود بابل والی گمرا جو بقول مسیحی مفسّرین مذکور بیہودہ کہانیوں سے مالامال ہی بہت قدر رکھتی ہے اور یہود ہر مشکل میں اسے اپنا راہنما سمجھکر اسکی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اب ناظرین خود غور فرماویں۔ ان امورات کے ہوتے ہوئے کون منصف مزاج محقق ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہود نے اپنے علم روایات کو عہد عتیق میں اکثر مقامات پر جگہ نہ دی ہو کیونکہ جس صورت میں اصل ایمان اور حکم توریت وصحف الانبیاء پر علم روایات یعنی احادیث ہیں تو پھر ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں کہ وہ توریت کے کلمات ربانی میں اپنے کلمات روایتی و حکایتی نہ درج کریں۔

اب صرف تحقیق طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے کب ایسا کیا اسکی نسبت ہمارا یہ یقین ہے کہ در اصل تحریف کی بنیاد عزرا سے شروع ہوئی جسکا طفلی زمانہ علماء کے عہد میں گزرا۔ اور عین عالم شباب اسکا انٹی گونوس اور یوسی بن یحنان سے شروع ہو کر یہوداہ تق و وتس کے زمانہ کے کچھ دیر کے بعد تک رہا کیونکہ ان فتنوں میں یہود سے کون پوچھنے والا تھا عزرا سے لیکر ہلل کے بیٹے شمعون تک تو مسیحی مذہب کا نام تک بھی نہ تھا۔

عیسائی بھی اس سلسلہ روایات کے مسئلہ میں بالکل یہود کے قدم بقدم ہیں خواہ پراٹسٹنٹ نہ مانیں لیکن بعض کیتھلک علماء انکو یوسی بس معتبر و مستند مورخ کی تاریخ کی سند سے خاموش کر دیتے ہیں دیکھو تاریخ یوسیبن جلد ۲ باب ۹ احوال یعقوب حواری

بعد ازیں جب یہوداہ حق دوش کی مشنا پر علمائے یہود نے تیسری صدی میں پہلی شرح لکھی۔ تو اس صدی کے تیرہ سال بعد تک مسیحیوں کی حالت بالفاظ ان کے خداوند کیلئے سر ٹیکنے کی جگہ بھی نہیں" والی تھی۔ پھر یہود سے کون جواب طلب کرتا۔ مسیح نے اگرچہ جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے بیشک یہود کو اس بارے میں کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی مگر کچھ ثبوت اس امر کا ہم نہیں پہنچ سکتا کہ اسکی ڈانٹ ڈپٹ کا اچھا اثر ہوا تھا۔ بلکہ اسکے برعکس بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہود نے پکار کر کہدیا کہ یہ شخص یسوع مسیح نامی توریت اور صحف الانبیاء کو نہیں مانتا چنانچہ یسوع کے شاگرد پولوس پر بھی یہود نے ایسا ہی گمان کیا تھا جو اعمال کی کتاب میں مصرح ہے پس مسیحیوں کی تیسری صدی میں یہود کے نقارہ میں طوطی کی آواز کا مصداق واویلا چہ معنے دارد

ناظرین کو یاد ہوگا۔ پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی ایل ایل ڈی نے عزرا کی تعریف بدیں الفاظ کی تھی کہ "عزرا نے یروشلم میں پہنچکر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام کو انجام دہی میں حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا جس کے سبب سے عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تہا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینین آف سکرپچر کو مرتب اور شائع کیا۔

اب دوسری جانب خیال فرمائیے کہ عزرا ہی کا نام کس عزت کے ساتھ مشہور و معروف مسیحی مفسرین یاد کرتے ہیں اور اسکے کام کی کیا داد دیتے ہیں۔

جناب آدم کلارک صاحب معروف مسیحی مفسر اپنی تفسیر میں تواریخ کے باب ۸ آیت ۷ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں "اسی جگہ بے تمیزی سے عزرا نے بیٹے کی جگہ پوتا اور برعکس لکھا ہے ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے اور علمائے یہود کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتب مرتب کیں اور لکھیں معلوم نہ تہا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ورقیں جن سے اس نے (عزرا نے) نقل کی اکثر ناقص تھیں۔

جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے چند سطور بہ تصریح ثابت ہوتے ہیں۔

ا۔ عزرا نے کینین آف سکرپچر کے جمع کرنے میں بے تمیزی سے کام لیا۔

ب۔ عزرا کو یہ بھی معلوم نہ تہا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا تھا یا پوتا سیب شجرہ نسب و دیگر امورات مشتبہ۔

ج- جن فردوں سے عزرا نے کنین آف سکریچر نقل کیا وہ ناقص تھیں اسلئے کئی مقامات پر اس نے غلط امور لکھدئے اب ان امورات کے ہوتے ہوئے کون انصاف پسند محقق ہے جو یہ خیال کر سکے کہ عزرا جس نے عہد عتیق کو مرتب کیا اس نے اصل نسخوں سے دیکھکر نقل کی ہوگی بلکہ عزرا کے وقت میں تو بقول پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی اصل نسخہ جات کی یہ حالت تھی کہ اصل نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے بلکہ کئی اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے تھے جسمیں وہ تحریر ہے اور جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے تو صاف ثابت ہوگیا کہ خود یہود کے نزدیک بھی عزرا نے جن فردوں سے نقل کی وہ ناقص فردیں تھیں پس یہ فردین بعد میں جب علم روایات کا رواج ہوا- تو زیادہ محرف و مبدل ہوگئیں

ابتک اس مضمون پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے صاف طور پر وہ دعاوی جو قرآن کریم نے دربارہ تحریف توریت و صحف الانبیاء بیان فرمائے ہیں بتصریح ثابت ہوگئے کیونکہ یہود نے خدا کے کلام پر اپنی روایات کو زیادہ ترجیح دی اور اس کلام میں الٰہی کلمات کی بجائے اپنے کلمات درج کر دیئے اور یہی قرآن شریف نے بیان فرمایا مگر ممکن ہے کہ مسیحیوں کی اس سے تسلی نہ ہو اور وہ پھر بھی یہ کہتے پھریں کہ یہود نے اگر تحریف کی تھی تو پھر مسیحی فرقوں نے کیوں شور نہ کیا اور اگر مسیحی فرقوں میں سے کسی فرقہ نے تحریف کی تھی تو دوسرے فرقوں نے کیوں فریاد نہ کی لہٰذا ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند ایسے حوالہ جات کی اسناد پیش کیجائیں جنمیں خود مسیحیوں کو اور نہ صرف مسیحیوں کو بلکہ مستند و معروف مسیحی مفسّرین کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ یہاں یہود نے تحریف کی ہے-

تحریف کا نمونہ نمبر ۱

تحریف کا سب سے پہلا نمونہ کتاب استثنا کے آخری باب ۳۴ ۵ تا ۱۰ ہے جہاں لکھا ہے "سو موسیٰ خداوند کا بندہ مر گیا- اور بیت فغور کی ایک وادی کے کنارے گاڑا گیا- پر آج کے دن تک کوئی اسکی قبر نہیں جانتا ابتک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا وغیرہ" پس اب سوال یہ ہے کہ اگر توریت کی پانچوں کتب موسیٰ پر نازل ہوئی تھیں- تو یہ الفاظ کس پر نازل ہوئے تھے کیا موسیٰ پر ہرگز نہیں بلکہ صاف عیاں ہے کہ یہ آیات بعد میں ملائی گئیں اور اغلب ہے کہ عزرا کے بعد ملائی گئی ہوں۔

تحریف کا نمونہ نمبر ۲

یشوع کی کتاب کا آخری باب ۲۴ بھی محرف ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ

چونکہ یشوع ۱۱۰ دس برس کا بوڑھا تھا رحلت کر گیا اور انہوں نے اسکی میراث کے سوانے میں تمنت سرح میں جو کوہستان افرائیم میں کوہ جعس کے اتر طرف ہے دفن کیا اور اسرائیل یشوع کی زندگی کے سب دن اور ان بزرگوں کے سب دنوں جو یشوع کے بعد زندہ رہے وغیرہ۔ اسی طرح ایوب نبی کی کتاب کا ۴۲ : ۱۶-۱۷ بھی محرف ہے جہاں لکھا ہے "بعد اسکے ایوب ایکسو چالیس سال جیا۔ اور اپنے بیٹے اور پوتے بیٹوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے اور ایوب بوڑھا اور عمر دراز ہو کر مر گیا۔ یہ ہر دو مقامات محرف و مبدل ہیں صاف ثابت ہے کہ یہ آیات بعد میں ملائی گئیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایوب جب مر گیا تو الہام کس پر ہوا۔ اسیطرح یشوع اگر مر گیا تھا تو الہام یشوع پر کس طرح ہوا۔ اور اگر قبل از وفات الہام ہوا تھا تو پیش از ظہور واقعہ موت۔ قبل از مرگ واویلا چہ معنی دارد۔ پس بمطابق عیاں را چہ بیاں یہ یہود کے علم روایات کا کرشمہ ہے اور نہیں معلوم کہ موجودہ مجموعہ عہد عتیق میں کسقدر علم روایات کا دخل ہے مگر جہانتک محققین نے تحقیق و تفحص کرکے پتہ چلایا ہے وہانتک ہم بھی اپنے ناظرین کو انشاء اللہ ضرور پہنچائینگے۔ سموئیل کی کتاب نمبر ۲ ۲۴ : ۹ میں ہے "اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی۔ سو اسرائیل آٹھ لاکھ بہادر مرد تلوار زن تھے۔ اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ تھے"

تحریف کا تیسرا نمونہ اور مسیحی مفسر کا اقرار

اسی مضمون کے ذیل میں تواریخ کی کتاب کے یہ الفاظ ہیں "تب یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد داؤد بادشاہ کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ تلوار زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار تلوار زن تھے" تواریخ نمبر ۱ ۲۱ : ۵

ظاہر ہے کہ بائبل کی ہر دو کتب ایک ہی بات میں آپسمیں سخت متخالف و متناقض ہیں۔ ہر دو صحیح نہیں ہوسکتیں یقیناً ایک غلط ہے اور جو غلط ہے وہ الہامی نہیں۔ غیر الہامی کون سی اور کسطرح شامل کی گئی۔ اسکا جواب ایک مسیحی مفسر کے قلم سے سن لیجئے محقق مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ سموئیل ۲۴ : ۹ کی عبارت کے نیچے یوں رقمطراز ہیں "تواریخ کی کتاب میں گیارہ لاکھ اسرائیل اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار ہیں بظاہر اگرچہ کوئی بڑا فرق نہیں۔ کسی بنکر یا سوداگر سے دریافت کرنا چاہئے کہ کتنا بڑا فرق ہے لیکن تاہم ہر دو درست و صحیح نہیں کہے جاسکتے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کون صحیح ہے اغلب ہے کہ پہلا یعنی سموئیل والا درست ہو۔ پہلے عہد نامے کی تواریخی کتابوں میں اور مقامات کی نسبت زیادہ تحریفیں ہوئی ہیں

لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ الہام نقلنویسوں کو بھی ہوتا تھا بہتر یہی ہے کہ ایکبارہی تسلیم کر لیا جائے کہ پرانے عہد نامہ کی کتابوں میں اور جگہوں کی نسبت بہت ہی تحریفات ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا مشہور مفسر کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ عہد عتیق کی کتب میں تحریفات ہوتی ہیں اور وہ مشورہ کہتا ہے کہ ان کو قبول کر لینا چاہیئے پس ثابت ہوا کہ مسیحی مفسر یہود کو ملزم قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے عہد عتیق کو محرف و مبدل کر ڈالا۔ اب مسیحیوں کی وہ دلیل آدم کلارک صاحب کے نزدیک غلط ہے

تحریف کا نمونہ نمبر ۴

تواریخ نمبر ۲ ۳۶/۹ کے یہ الفاظ ہیں "یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اسنے تین ماہ دس یوم یروشلم میں سلطنت کی اور اسنے وہ کام کئے جو خداوند کی نظر میں برے تھے"۔

اسی بادشاہ کی نسبت سلاطین نمبر ۲ ۲۴/۸ میں لکھا ہے اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں اسنے تین ماہ سلطنت کی۔ ظاہر ہے کہ پہلی کتاب میں یہویکین کی عمر آٹھ برس بتائی گئی ہے اور اسکی سلطنت کے عہد کی تعداد تین ماہ اور دس یوم مگر اسکے برعکس دوسری کتاب میں اسکی عمر اٹھارہ برس اور سلطنت کرنے کی میعاد صرف تین ماہ لکھی ہے دس یوم کو جانے دیجئے لیکن آٹھ سال کے اٹھارہ سال حساب کے کسی قاعدے سے بن نہیں سکتے اسی لئے یہ موقعہ تواریخ میں محرف ہے دیکھو تفسیر تواریخ آدم کلارک صاحب جلد نمبر ۲ زیر عبارت سلاطین نمبر ۲ مذکور۔ دیکھو اسجگہ بھی اس مسیحی مفسر کے قول کے مطابق عہد عتیق میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

نمونہ نمبر ۵۔ اور لشپ صاحب کا اقرار +

یشوع کی کتاب ۱۳/۲۴، ۲۵ کے یہ الفاظ ہیں "اور موسیٰ نے جد کے فرقے بنی جد کے مطابق ان کے گھرانوں کو حصہ دیا۔ اور انکی سرحد یہ تھی یعزیر اور جلعاد کے سارے شہر اور بنی عمون کی آدھی سرزمین عراعر تک جو ربہ کے سامنے ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ زمین بنی جد کو زنہار نہیں دی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ استثنا میں بنی عمون کی سرزمین کی نسبت یہ حکم ہے "اور جب تو بنی عمون کے آمنے سامنے پہنچے تو انہیں دکھ نہ دے اور نہ انہیں چھیڑ کیونکہ میں بنی عمون کی سرزمین سے تجھے میراث نہیں دینے کا کہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے" استثنا ۲/۱۹ آیت

پس جب خدا تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ وہ میراث تجھے نہیں ملیگی کیونکہ بنی لوط کی ہے۔ تو پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ موسیٰ نے نصف سرزمین کا حصہ بنی جد کو دیدیا ہو۔ مگر بحکم خدا وہ اسکے نزدیک بھی نہ گئے ہونگے چنانچہ استثنا کے ۲ تا ۳۷ میں صاف لکھا ہے "مگر بنی عموں کی سرزمین اور وادی یبوق کی نواحی اور کوہستان کی بستیاں اور بعض بعض مقامات جہاں خداوند ہمارے خدا نے ہمیں جانے نہ دیا ان کے نزدیک ہم نہ گئے" دیکھو یہاں صاف اقرار موجود ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰ کی حیات میں بنی عموں کی سرزمین کے پاس بھی نہ گئے کیونکہ خدا کا حکم اس سرزمین کے حق میں موسیٰ کو ایسا ہی ملا تھا پس یشوع کی کتاب کی مذکورہ عبارت قطعاً درست نہیں چنانچہ مسیحی بشپ صاحب جناب بشپ ہارسلی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "کہ اس جگہ متن عبرانی محرف ہے" دیکھو بشپ صاحب موصوف نے تحریف کا صاف اقرار فرمایا ہے۔

اقرار تحریف کا چھٹا نمونہ

سموئیل نمبر ۲ ۲۳ آیت ۸ کے یہ الفاظ ہیں "اور داؤد کے بہادروں کے یہ نام ہیں یبلا تحکمونی جو کرسی پر بیٹھتا تھا۔ سرداروں کا رئیس تھا۔ وہی ادینو تھا جو ایرنی کہلاتا اسی نے آٹھ صد پر بھالا چلایا اور انہیں ایک ہی وقت قتل کیا مگر برخلاف سموئیل کے تواریخ نمبر ۱ ۱۱ آیت ۱۱ کے یہ الفاظ ہیں "داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے۔ یسوبعام بن حکمونی جو سرداروں میں بڑا تھا۔ اسنے تین صد پر اپنا بھالا چلایا اور انہیں ایکبار قتل کیا"۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو الہامی آیات میں بہت اختلاف ہے بموجب سموئیل کی کتاب کے بڑے سردار نے جس کے نام میں بھی ہر دو کتب ایک دوسرے کے مخالف ہیں آٹھ صد پر بھالا چلا کر ایکبار قتل کیا تھا۔ مگر مطابق تواریخ کی کتاب کے تین صد پر بھالا چلا کر قتل کیا بہر حال ہر دو صحیح نہیں ہو سکتیں مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں زیر عبارت سموئیل کی کتاب مذکور کے لکھتا ہے "کہ سموئیل کی کتاب میں غلطی واقع ہوئی ہے" اور ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں "کہ ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب فرماتے ہیں "اس درس کے عبرانی متن میں تین بڑی تحریفیں ہوئی ہیں۔ دیکھو صاف اقرار کیا ہے۔ اور ہر دو فضلائے نہ صرف ایک تحریف بلکہ ثلاثہ تحریفات کو تسلیم کیا ہے۔

تحریف کا ساتواں نمونہ اور علماء کا اقرار

سموئیل نمبر ۲ ۱۵ آیت ۷ یہ ہے اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ (داؤد) کو کہا مجھے پروانگی ہو کہ میں جاؤں +

اب غور فرمادیں کہ اس الہامی عبارت میں ایک عجیب غلطی ہے داؤد بادشاہ نے کل چالیس سال بادشاہی کی اور بغاوت ابی سلوم کے بعد بادشاہ داؤد بہت سال زندہ رہا۔ لیکن اگر بغاوت ابی سلوم بموجب آیت مذکور چالیس سال کے بعد ہوئی تو ظاہر ہے نتیجہ یہی نکلا کہ بغاوت بعد از وفات داؤد بادشاہ ہوئی اور یہ صریح البطلان ہے اسی لئے بائبل کے حاشیہ اور ریفرنیس میں لکھا ہے "ترجمہ سریانی اور عربی ترجموں میں چالیس کی جگہ چار" پس ثابت یہی ہوا کہ اسمیں تحریف ہوئی۔

مشہور و معروف یہودی مورخ جوزیفس کی ضخیم کتاب تواریخ کی ساتویں کتاب کے باب ۹ میں دربارہ بیان مذکور چالیس کی جگہ چار سال لکھے ہیں۔ اسی لئے مسیحی مذہب کے جید علماء نے غلطی کو تسلیم کیا ہے۔

ہارن صاحب کی تفسیر جلد ۲ باب ۹ میں لکھا ہے "ظاہرا یہ غلط ہے (یعنے چالیس سال) ترجمہ سریانی اور ترجمہ عربی اور پوپ سکٹس کا صحیح کردہ لاٹن ترجمہ اور تواریخ یوسیفس اور تھیوڈورد او دیگر لاٹن نسخہ جات میں چالیس کی جگہ چار ہے اور مسٹر ہانڈ صاحب نے اپنی ترجمہ سریانی میں لکھا ہے" (تفسیر ہنری واسکاٹ والے بھی ہارن صاحب سے متفق ہیں) اور مشہور مفسر جناب آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ "اسمیں شبہ نہیں کہ یہ عبارت محرف ہے"

تحریف کا نمونہ نمبر آٹھواں اور مفسرین کا اقرار

تواریخ نمبر ۲ ۳/۱۳ آیت یہ ہے "اور ابیاہ نے چار لاکھ جنگی مردے لے کر جو چنے ہوئے جنگی جوانمرد تھے جنگ کے لئے صف باندھی اور یربعام نے بھی اسکے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگ لے کر جنگ کے لئے صف آرائی کی"۔ اور تواریخ کے مذکورہ باب کی ۱۷/۱۳ آیت یہ ہے "سو اسرائیل میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد گر گئے"۔

اب ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ اعداد غلط ہیں اسلئے مفسر ہارن صاحب لاٹن نسخوں کے اعداد یعنی چالیس ہزار اور اسی ہزار وغیرہ صحیح بتلاتے ہیں اور انہیں غلط تفسیر ہارن صاحب جلد ۱ آدم کلارک صاحب کی تفسیر جلد ۲ میں لکھا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا عدد یعنے لاٹینی والا صحیح عدد ہے اور ان تواریخ کی کتابوں کے عدد میں ہمیں عموماً تحریف کے واقعہ کی فریاد کا موقعہ ملا ہے" مذکورہ بالا تمام شواہد و اثبات کی رو سے ثابت ہوگیا کہ عہد عتیق میں بکثرت تحریف و تبدیل ہوئی ہے

اور خود مسیحی علماء و فضلاء مفسرین نے اسے تسلیم کیا ہے پس اب مسیحی صاحبان اپنی دلیل کا ان عالموں فاضلوں سے تصفیہ کروالیں جو اس دلیل کی بطالت کو روز روشن کی طرح ظاہر کرتے ہیں۔

اب ہی یہ دلیل "کہ اگر مسیحیوں کا کوئی فرقہ عہد عتیق میں تحریف کرتا۔ تو دوسرا فرقہ بزور ظاہر کر دیتا" لہٰذا ذیل میں ایک نمونہ اسکا بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ایک عیسائی فرقہ مسیحیوں کی تحریفات کا شاکی ہے۔ لفظ "ایل" منجملہ دوصد بائیس مقامات کے عبرانی بیبل میں اٹھارہ دفعہ مجازاً مستعمل ہوا ہے یسعیاہ ۹ میں اہل تثلیث نے اسکا ترجمہ خدا لکھا ہے مگر جب خاص اسی طرح یہی لفظ بنوکدنضر کے واسطے حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ میں آیا۔ تو اسجگہ اسکا ترجمہ "زبردست زور آور حاکم یا بادشاہ" لکھدیا یہ سخت تحریف ہے جس پر ولایتی اور دیسی یونیٹیرین نے شور مچایا ہے کہ یہ کیوں تحریف کی گئی۔ اور ابتک بائبل میں موجود ہے۔

پس مسیحی صاحبان کی یہ دلیل بھی غلط ثابت ہوئی کہ اگر کوئی مسیحی فرقہ تحریف کرتا تو دوسرا فرقہ راز فاش کر دیتا دیکھو ہمنے ثابت کر دیا کہ مسیحی فرقے نے بھی تحریف کی اور یہود نے بھی تحریف کی۔ اور ہر دو نے عہد عتیق کو بیس ڈالا۔ ابھی اناجیل یعنی عہد جدید کی تحریف علاوہ ازیں فقط (باقی آئندہ)

بحث رفع مسیح

مفسرین کا اختلاف

آپکا عقیدہ جو خلاف کتاب اللہ و احادیث صحیحہ ہے اس کی بنیاد صرف بعض اقوال بعض مفسرین پر ہے جو خیالات مشکوکہ ہی ہیں آپکو بتلایا جاوے کہ وہ خیالات بھی آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں عقل انسانی حیران رہجاتی ہے کہ کس قول پر اعتبار کیا جاوے۔ اور کسکو چھوڑا جائے چنانچہ ان میں سے چند اقوال بعض مفسرین کے دربارہ شبیہ مسیح و رفع مسیح بحوالہ تفاسیر مندرج ہوتے ہیں

اختلاف شبیہ

(۱) ایک کہتا ہے کہ سب حواری مسیح کے شبیہ بنگئے (۲) دوسرا کہتا ہے نہیں صرف ایک شبیہ بنا تھا۔ تیسرا کہتا ہے حواری نہیں تھا۔ بلکہ ایک

لقد صورھم اللہ تعالیٰ علی صورۃ عیسیٰ (در منثور) (۲) ایکم یلقی علیہ شبھتی (در منثور) (۳) فقال الملک رجل منہم ادخل علیہ

دشمن شبیہ بنگیا۔ چوتھا کہتا ہے شبیہ تو بن ہی نہیں سکتا صرف ایک شخص اونچا کر کے لٹکا دیا گیا تھا۔ پانچواں کہتا ہے کوئی قتل نہیں ہوا یوں ہی جھوٹ بات بنائی گئی چھٹا مفسر کہتا ہے ایک منافق شبیہ مسیح بنگیا تھا۔ ساتواں مفسر کہتا ہے سارا جسم شبیہ نہیں ہوا صرف چہرہ شبیہ ہوا تھا۔ اٹھواں مفسّر کہتا ہے سب باتیں جھوٹی ہیں بلکہ یہودیوں کا سردار شبیہ ہوا تھا۔

فاقتله فدخل فالقى الله شبهه عليه (درمنثور) (۴) فاخذوا انسانا وقتلوه ولبسوا على الناس انه المسيح (تفسير كبير) (۵) لم يقتل احد ولكن ارجف بقتله (بيضاوى) (۶) القى الله شبهه على من نافق (جلالين) (۷) لما راوا المقتول الوجه عيسى والجسد ليس بجسده (جمل)

اختلاف رفع

ایک مفسّر کہتا ہے کہ تین گھڑیاں وفات دیکر بجار میں رفع مسیح ہوا۔ دوسرا کہتا ہے نہیں تین دن مسیح فوت ہو کر بعد میں رفع ہوا تیسرا کہتا ہے نہیں سات گھڑیاں وفات دیکر رفع ہوا۔ چوتھا کہتا ہے نہیں حالت نوم میں رفع ہوا۔ پانچواں مفسّر کہتا ہے بحالت یقظہ یعنی جاگتے جاگتے رفع ہوا۔ آٹھواں[1] مفسّر کہتا ہے جبریل نہیں لیگیا بلکہ بادلوں میں چھپ کر گئے۔ نواں مفسّر فرماتا ہے طور سینا والی بات جھوٹی ہے بلکہ بیت المقدس سے رفع ہوا۔ دسواں مفسّر کہتا ہے نہیں حضرت عیسےٰ دوڑے جا رہے تھے کہ رفع ہوا۔

(۱) توفى الله عيسى بن مريم ثلثة ساعات من النهار حتى رفعه اليه (درمنثور) (۲) اماته الله ثلثة ايام ثم بعثه ورفعه (ابن عساكر) (۳) ان الله توفى عيسى سبع ساعات ثم احياه (الدر المنثور) (۴) رفعه الله فى منامه (الدر المنثور) (۵) اماته الله ثلثة ايام ثم بعثه ورفعه (درمنثور) (۶) فبعث الله عزّ وجلّ جبريل فادخله خوخة فى سقفه روزنة فرفعه الله من تلك الروزنة (خازن) (۷) كان عيسى على طور سينا وهب الريح فهرول فرفعه الله تعالى (۸) ارسل الله اليه سحابة فرفعه (جلالين) (۹) كان ذلك ببيت المقدس (جلالين) (۱۰) فرفعه الله فى هرولة

یہ خیالات ردّیہ ہیں

(۱) یہ جو لوگوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کا رفع تینتیس سال میں ہوا تھا یہ کسی صحابی یا تابعی

وما يذكر ان عيسى رفع وهو ابن ثلث وثلثين لا يعرف به اثر متصل تجب المصير اليه

[1] چھٹا کہتا ہے چھت پھاڑ کر ساتواں کہتا ہے طور سینا پر رفع ہوا ؀

وغیرہ سے منقول نہیں تاکہ اسکا اعتبار کیا جاوے

(زاد المعاد وجمل حاشیہ جلالین)

(۲) یہ بات جو امام ابن قیمؒ نے کہی ہے کہ کسی سے منقول نہیں یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ سب روایات تینتیس سالہ والی عیسائیوں کی باتیں ہیں۔

(۲) وھو کما قال فان ذلك انما یروی عن النصاری (شامی وجمل حاشیہ جلالین)

(۳) امام زرقانی کہتا ہے یہ جو تفسیر جلالین میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ تینتیس سال میں مسیح کا رفع آسمان کی طرف ہوا ہے مجھے ہمیشہ یہی تعجب آتا کہ یہ شخص باوجودیکہ بڑا ماہر اور حافظ اور جامع جمیع علوم معقول منقول ہونے کے ایسا غلط اعتقاد رکھے یہانتک کہ میں نے مرقات الصعود میں لکھا دیکھا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے اس اعتقاد سے رجوع کیا ہے

(۳) قال الزرقانی وقع للحافظ جلال الدین سیوطی فی تکملة تفسیر المحلی الخنام بان عیسٰی رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة فمازلت التعجب مع مزید حفظہ واتقانه وجمعه المعقول والمنقول حتی رایته فی مرقات الصعود رجع عن ذلك۔

(جمل حاشیہ جلالین)

صحیح بات کیا ہے

(۱) نبوت کا درجہ چالیس برس کے بعد ملتا ہے کیونکہ وہی سن کمال ہے اسی واسطے سب رسول چالیس سال میں ہی مبعوث ہوئے ہیں اور یہ حصہ تمام رسولوں کو شامل ہے یہانتک کہ حضرت یحیٰے و عیسٰے بھی سن چالیس میں ہی نبی ہوئے اور مبعوث کئے گئے اور یہی بات صحیح ہے۔

(۱) انما یکون الوصف بالنبوة بعد بلوغ الموصوف بھا اربعین سنة اذھو سن الکمال وبھا تبعث الرسل ومفاد ھذا الحصر الشامل لجمیع الانبیاء حتی یحیٰی و عیسٰی وھو الصحیح۔

(مواھب لدنیہ)

(۲) احادیث نبویہ میں تو تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰے کا ایکسو بیس برس میں رفع ہوا۔

(۲) والمصرح به فی الاحادیث النبوة انه رفع وھو ابن مایة وعشرین سنة۔
(الشامی جمل حاشیہ جلالین)

(۳) حضرت ابن المسیب کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضرت عیسٰے کی عمر (بعد واقعہ صلیب) اسّی برس کی تھی یعنے اسی برس زندہ رہے۔

(۳) ومن مرسل ابن المسیب انہ عاش (بعد الواقعہ) ثمانین سنۃ (کمالین)

(۴) حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ راوی ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل کے ذریعہ پتہ لگا ہے کہ عیسٰی کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔

(۴) عن عائشہ رضؓ قالت قال رسول اللہ اخبرنی جبریل ان عیسٰے عاش عشرین ومائۃ سنۃ۔

مولیصاحب آپ کا اعتقاد جن روایتوں اور خیالات مختلفہ پر مبنی ہے اور ہمارا یقین جن احادیث اور آثار صحابہ واقوال تابعین متفقہ پر رکھا گیا ہے آپکو یا کم از کم ایک منصف مزاج انسان کو معلوم تو ہو گیا ہوگا کہ حق کسطرف ہے۔

پانچ وجوہ تردید

الغرض ان مجمل تحریر سے آپ نے یہ تو سمجھ ہی لیا ہوگا کہ جن بزرگوں کی طرف یہ عقیدہ فاسدہ حیات مسیح بجسد عنصری منسوب کیا جاتا ہے چار یا پانچ طرح سے قابل تردید ہے اور طبیعت ڈرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ان بزرگوں پر اتہام ہے مثلاً اوّل یہ کہ ان بزرگوں سے بالکل ثابت نہیں ہوا۔ جو انہوں نے کہیں بھی زندہ بجسد عنصری کہا ہو۔ یا رفع کے ساتھ بجسد عنصری کے ساتھ لکھا ہو۔ اور اختلاف جسد عنصری میں ہے ورنہ ہم بھی مانتے ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح بجسم نورانی زندہ ہیں۔ دوم جسد عنصری نہ قرآن شریف میں نہ صحاح ستہ میں آیا ہے سوم۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے معنے موت تو صحیح بخاری میں منقول ہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور تقدیم تاخیر کا مسئلہ ان سے صحاح ستہ میں مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ زندگی سے مراد دیگر انبیاء والی زندگی ہے کا غیرہ چہارم قرآن کریم و صحاح ستہ جسد عنصری اور لفظ من السماء سے ساکت ہیں۔ پنجم۔ روایات صحاح ستہ اس اعتقاد فاسدہ کے برخلاف ہیں۔ ششم۔ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ ان بزرگوں نے یہ اعتقاد رکھا ہوگا تو جیسے جلال الدین سیوطی کا رجوع تحقیق کرنے سے ثابت ہو گیا۔ ایسا ہی دوسرے بزرگوں کا حال ہے کہ انہوں نے بھی اس غلط طریقے کی جو برخلاف احادیث نبویہ ہے ضرور اصلاح کر لی ہوگی۔

رفعہ اللہ الیہ کے صحیح معنے

آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے اصلی اور حقیقی اور صحیح صحیح معنے جو مطابق اقوال مفسّرین ہیں سناتے ہیں جو ان کے عقیدہ کے بالکل برخلاف ہیں سنئے ترجمہ

اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح عیسٰے بیٹے مریم کو مار ڈالا جو رسول اللہ تھا حال یہ ہی کہ اسکو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی سولی دیا۔ لیکن وہ مشابہ سولی دینے اور قتل کے ہوا جو لوگ ہمارے اس بیان میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں یقینی علم ان کے پاس نہیں وہ ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور مسیح کو یہودنے یقینی طور پر قتل نہیں کیا (گو صلیب پر یقینی طور پر چڑھا دیا تھا جس کے واسطے یہاں صلبوہ نہیں لایا گیا) بلکہ اسکا رفع خداتعالےٰ نے اپنی طرف کر لیا ہے اور ہے اللہ تعالےٰ عزیز حکیم)

دیکھئے اس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کو قتل اور سولی سے کچھ نہ کچھ ضرور حصہ ملا جس پر لفظ شبہ لہم یعنے سولی دینے اور قتل کے مشابہ کیا گیا دلالت کرتا ہے جس سے یہود ونصاریٰ عین قتل اور صلیب دیا گیا یعنے اس پر مر گیا سمجھتے ہیں معلوم ہوتا ہے مولویصاحب کو صرف ونحو کا علم کم ہے یا توجہ نہیں کی۔ کیونکہ ضمیر بلا مرجع کبھی نہیں آتی اور شبہ میں جو واحد غائب نائب فاعل کی مستتر ضمیر ہے اسکا مرجع سوائے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے اور کوئی مذکور نہیں ہوا۔ اور مولوی صاحب نے اسطرف بھی توجہ نہیں کی کہ حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے۔ حالانکہ یہاں اس آیت میں حرف لکن ہے چونکہ نفی قتل اور صلیب کی گئی ہے اس کے ایک حصہ کے اثبات کے لئے حرف لکن آیا ہے مولویصاحب نے اگر ہدایت النحو یا شرح مائۃ عامل ہی دیکھی ہوتی تو اتنی فاش غلطی نہ کرتے جو ادنیٰ درجے کے طالب علم بھی نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو عبارت ہدایت النحو المضمر اسم وضع لیدل علی متکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ یعنے ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے جو پہلے مذکور ہو چکا ہو۔ عبارت شرح مأتہ عامل لکن للاستدراك اى لدفع التوهم الناشى من الكلام السابق يعنى لاكن ایک چیز کے حاصل کرنیکے لئے آتا ہے یعنے پہلے کلام سے ایک وہم پیدا ہوتا ہے اسکو دور کرنے کے لئے آیا کرتا ہے دیکھئے صاف اور صریح معنے اسکے کہتے ہیں کہ جب قتل اور صلیب کی نفی کر دی تو وہم گزرتا تھا کہ عیسٰے علیہ السلام کو بالکل قتل اور سولی سے کسی طرح کی ایذا نہیں پہنچی اسواسطے حرف لکن لاکر وہ شک رفع کر دیا کہ وہ سولی اور قتل کے مشابہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ہماری زبان میں کہا کرتے ہیں کہ وہ شخص مرا نہیں مگر ادھموا ہو گیا اور یہی معنے قریب قریب تمام مفسرین سلف نے کئے ہیں بلکہ مفسرین خلف بھی بعض اسی طرف گئے ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر ثنائی مولوی ثناء اللہ امرتسری

کی عبارتیں نقل کیجاتی ہیں۔ ولکن شبہ لہم وشبہہ مسند الی الامراے القتل علی قول من قال لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین النّاس (بیضاوی) شبہ لہم میں مشابہت کی نسبت قتل کی طرف ہے یعنے حضرت عیسےٰ قتل کے مشابہ ہوگیا نہ کہ قتل اس طرح سے ان لوگوں کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قتل کوئی شخص نہیں ہوا۔ صرف لوگوں میں یہ ایک بات جھوٹی شائع ہوگئی کہ مسیح یا اس کا شبیہ قتل کیا گیا۔ نقول ذکر الحواریون فی اٰخر الانجیل ان عیسےٰ لماجاء بعد الصلیب ماذکر شیئًا من الشریعۃ ومابعثا عنہ لہم الالحظۃ وماتکلم الاقلیلا مثل ماقال انا المسیح فلا تظنونی میتًا (تفسیر کبیر) یعنے حواریوں نے خود انجیل میں ذکر کیا ہے کہ عیسےٰ بعد صلیب و مرجانیکے ان کے پاس آئے اور صلیب پر مرنے سے اپنا انکار ظاہر فرمایا اور تھوڑی دیر ان کے پاس رہکر دوسری جگہ چلے گئے شبہ لہم ای اشتبہ علیہم الامر امر القتل (تفسیر ثنائی ثناء اللہ) یعنے قتل کرنے کے متعلق انکو شبہ رہا نہ کہ مقتول کے بابت۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو صلیب کے وقت ہی اٹھا لیا۔ یہ زیادتی علی القرآن ہے حرف فاء تعقیب کے لیے آیا کرتا ہے وہ یہاں نہیں ہے اور نہ کسی مفسر نے یہ معنے کیے ہیں کہ اسی وقت رفع ہوگیا پس ایسے الفاظ کہ جن کا کوئی پتہ نہ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ کسی مفسر نے لکھے ہوں۔ انکو اپنی طرف سے شائع کرنا اور کتاب اللہ کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کا مطلب تب صحیح ہوتا تھا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بنجاتا۔ اگر ما قتلوہ یقیناً کے آگے بجائے بل رفعہ اللہ کے فرفعہ اللہ ہوتا مگر یہاں تو بل رفعہ اللہ ہے اور لفظ بل اضرابیہ انتقالیہ ہے جس کے ماقبل اور مابعد میں تراخی ہوتی ہے۔

مزید توضیح اس آیت تو لہم انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم الخ میں سات لفظ قابل توجہ ہیں جب ان کے معانی اور موضوع لہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوجائیں اور جن معانی کو قرآن و حدیث تصدیق کریں تو وہ صحیح سمجھنے چاہئیں اور ماسوا اسکے غلط۔ اس سے پہلے یہ بات خوب ذہن نشین کرلو کہ ہم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ایک نبی بیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح جانتے ہیں اسواسطے جو الفاظ انکے متعلق متنازعہ فیہ ہونگے ان کے معانی اور مطالب سمجھنے کے لئے دیگر انبیاء علیہم السّلام

کی طرف رجوع کرینگے ہاں جو شخص اسکو نبی نہیں مانتا بلکہ ابن اللہ کہتا ہے وہ اس معیار کا انکار کر سکتا ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں۔ رسول اللہ ۔ لکن ۔ شبہ ۔ بل ۔ رفع ۔ ہ ۔ عزیزاً حکیما۔ پس ہم یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح کو جو رسول اللہ تھا قتل کر دیا ہے یہ لفظ رسول اللہ کا کیوں بیان کرتے ہیں جبکہ اسکو رسول اللہ نہیں مانتے تو اسکے سوائے اور کوئی جواب نہیں کہ وہ ایسے قتل کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ مدعی رسالت تھا اور جھوٹا تھا اسواسطے ہمنے اسکو قتل کیا تو انہوں نے اسکے مقتول ہونے کی علامت کذب و دعوائے مسیح ٹھہرائی ہے پھر ہم جب ان کے اعتقادات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاتے ہیں توریت میں مذکور ہے کہ جھوٹا نبی سولی پر مارا جاتا ہے اور سچے کو خدا تعالےٰ بچا لیتا ہے یعنی سچا نبی اس صلیبی موت سے نہیں مرتا کیونکہ یہ ملعونی موت ہے اس بات کے ثبوت کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں سے پوچھ لو کہ انکا واقعی یہ اعتقاد ہے یا نہ اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اس مخصوص موت کی (جو بذریعہ سولی کے ہو) نفی فرمانی ضروری سمجھی کیونکہ بموجب اعتقاد یہود کے مسیح کی صلیبی موت منافی رسالت تھی پس یہ پہلی غلطی ہے جو اسوقت کے علماء خلف کو لگی ہے کہ خدا تعالےٰ تو خاص قسم موت مذکورہ کی نفی کا ذکر فرماتا ہے اور یہ لوگ ہر ایک طرح کی موت اور ہر زمانہ کی وفات کی نفی سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا لفظ لکن اور تیسرا شبہ لہم اور چوتھا بل ہے ان کے معانی اور قدرے تشریح پہلے کر آیا ہوں۔ پانچواں لفظ رفع ہے اسکی تشریح اب کر دیتا ہوں۔ اسکے متعلق ایک تو یہ چاہئے کہ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ یعنے جب بنی آدم کے لئے یہ لفظ آوے تو کیا صرف روح مراد ہوتا ہے یا روح بمعہ جسد دوسرا یہ کہ حضرت عیسےٰ کا رفع کب ہوا۔ اس بحث کو ہم سوال جواب میں ذکر کرتے ہیں۔ **سوال**۔ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ **جواب**۔ جب رفع کا صلہ الیٰ آوے تو اسوقت ضرور ہی معنے قرب اور نزدیک کے ہوتے ہیں ونزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلتہ بالی (صراح) یعنے رفع کے معنے قرب کے ہیں کہ ایک کو دوسرے کا قرب حاصل ہوا جب قرب کے معنوں میں رفع مستعمل ہو تو اسکا صلہ حرف الیٰ آتا ہے ومن قولہم رفعتہ الی السلطان (صراح) یعنے اسکو بادشاہ کا مقرب بنا دیا ویقال نساء مرفوعات ای مکرمات (صراح) عرب ہمیشہ بولا کرتے ہیں کہ یہ عورتیں مرفوعات ہیں یعنے عزت اور تکریم کی گئی ہے رفیع ای شریف (صراح) عرب لوگ شریف آدمی کو رفیع کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ رفع کا صلہ جب حرف الیٰ آوے تو ضرور قرب کے ہی معنے ہوتے ہیں۔ لا غیر۔ **سوال**

سوائے حضرت مسیحؑ کے اور کسی بنی آدم کے لئے بھی لفظ رفع قرآن شریف میں آیا ہی۔ **جواب** ہاں آیا ہے ایک تو بلعم بن باعور کے لئے جو ایک عالم شخص مستجاب الدعوات تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار کے باعث دنیا کی طرف جھک گیا اور کافر ہو گیا اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو شئنا لرفعنٰہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض یعنے اگر ہم چاہتے تو اسکا (بلعم کا) رفع کرتے مگر وہ زمین کی طرف گرا۔ دوم حضرت ادریس کے لئے بھی آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا کہ ہمنے ادریس کا اونچے مکان میں رفع کیا۔ علاوہ ان دو جگہوں کے بہت دفعہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ **سوال** کیا ان دونوں جگہوں میں رفع روحانی ہے یا جسمانی **جواب** رفع روحانی مراد ہے اور سوائے مسیح کے سب لوگ بالاتفاق تمام جگہوں میں رفع روحانی ہی مراد لیتے ہیں حتّٰی کہ ہمارے سرورِ کائنات سید المرسلین نبی الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم جو دعا بین السجدتین میں وارفعنی میں ارفع کر کا لفظ بولکر خدا تعالےٰ سے رفع چاہتے تھے وہاں بھی سب کے نزدیک رفع روحانی ہی مراد ہی۔ **سوال** خدا تعالےٰ کا خطاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح مع الجسد کو **جواب** قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے نہ جسم مکلف ہے۔ اور نہ اسکو خطاب ہوتا ہے مثلاً فرعون کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے الیوم ننجیک ببدنک آج تیرا بدن اونچی جگہ پھینکا جاویگا دیکھو یہاں لفظ تیرا جو مفعول بہ واقع ہوا ہے صرف روح ہے اور ببدنک میں الباء للمصاحبۃ ای البدن بدل کل الاشتمال۔ پھر جب مومن مرتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکو فرماتا ہے فادخلی فی عبادی میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ حالانکہ اس وقت جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا اور ایسی کوئی مثال قرآن شریف میں نہیں آئی کہ خطاب صرف بدن کو کیا ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے ہزارہا مثال قرآن میں ایسی ہیں کہ صرف خطاب روح بغیر جسد عنصری کو ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقتاً خطاب روح کو ہی ہوتا ہے کیونکہ وہی مدرک کلیات والجزئیات ہے۔ **سوال** یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ جب حضرت عیسٰے کی پیدائش نرالی ہے تو رفع بھی نرالا مع الجسد ہی ہو۔ **جواب**۔ یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ مسیح کی پیدائش ایسی نرالی نہیں کہ جس کی مثل ہی دنیا میں نہ ملے خود خدا اسکو حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ مثال دیکر نرالی نہیں رہنے دیتا۔ اگر بغیر باپ کا رفع مع الجسد ہونا چاہیے تو حضرت آدم علیہ السلام جنکی پیدائش بغیر ماں باپ کے تھی زیادہ حقدار تھے **سوال** جیسا حضرت عیسٰے علیہ السلام کیلئے لفظ الیٰ کے ساتھ رفع آیا ہے دوسروں کے لئے نہیں آیا جس سے سمجھا جاتا ہے کہ انکا رفع

برا الہے۔ **جواب**۔ یہ لفظ الیٰ تو ہمارے معانی کا مؤید ہے کیونکہ لغت نے تخصیص کردی کہ جب رفع کا صلہ حرف الیٰ آوے تو ضرور ہی قرب اور مرتبہ کے معنے آتے ہیں ہاں البتہ دوسری مثالوں میں جہاں کہیں حرف الیٰ رفع کا صلہ نہیں آیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں حضرت ادریسؑ وغیرہ کا رفع مع الجسد ہو کیونکہ وہاں صلہ رفع کا حرف الیٰ نہیں جس سے تخصیص رفع روحانی ہو۔ بلکہ لفظ مکاناً علیاً کا بھی روح مع الجسد کا ہی مؤید ہے اور بلعم بن باعور کے بارہ میں جو لفظ الی الارض بولا گیا ہے وہ بھی مقابلۃً چاہتا ہے کہ اس سے رفع مع الجسد الی السماء ہو۔ کیونکہ جیسا وہ روح مع الجسد سے زمین کی طرف جھکا اگر وہ نہ جھکتا تو چاہیئے تھا کہ رفع بھی اس کا مع الجسد ہی ہوتا۔ مگر اسکا کوئی بھی قائل نہیں باوجودیکہ وہاں مکاناً علیاً اور یہاں الی الارض قرائن بھی رفع جسمانی کے پائے جاتے ہیں لیکن مسیح کے لئے لفظ الیٰ لاکر خدا تعالیٰ نے یہ سمجھا دیا کہ سوائے حضرت عیسےٰ کے دوسروں کے لئے جو رفع بولا گیا ہے ان کے حق میں اگر کوئی رفع جسمانی کا خیال کرے تو کر سکتا ہے مگر حضرت عیسےٰ کا رفع جسمانی بالکل نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی خیال کر سکتا ہے **سوال** ایسی تخصیص کرنی کہ عیسےٰ کے لئے بلفظ الیٰ جس سے شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ رفع مع الجسد مراد ہے اور دوسروں کے حق میں یہ حرف نہ آنا بلکہ ایسے قرائن ہونے کہ رفع جسمانی سمجھا جائے کیا حکمت ہے۔ **جواب** حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ علام الغیوب جانتا تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر آنے والا ہے کہ وہ بھی عیسائیوں سے سُنکر دیکھا دیکھی حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے گیت گائینگے اسواسطے حرف الیٰ رفع کے ساتھ لاکر بتلا دیا کہ یہ رفع جسمانی ہو ہی نہیں سکتا۔ تاکہ جو سعید الفطرت ہو اور جسمیں خشیۃ اللہ ہو جب لغت میں رفع بصلہ الیٰ کے معنے دیکھے اور ادہر قرآن شریف میں مسیح کے لئے رفع بحرف الیٰ پر نظر کرے تو معاً سمجھ جائے کہ یہ رفع روحانی ہی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ضرورت پڑتی تھی جس کے ازالہ کے لئے الفاظ مخصوصہ رفع روحانی لانے ضروری ہوتے **سوال** کیا خدا قادر نہیں کہ ان کو بجسد عنصری آسمان پر لیجائے **جواب** خدا قادر تو ہے مگر جب وہ ایک بات کے متعلق فرمائے کہ میں یوں کیا کرتا ہوں یا یہ کر دیا ہے۔ تو اسکے برخلاف اعتقاد رکھنا گویا خدا تعالےٰ کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھنا ہے جب قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے خبر دیدی کہ مسیح کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ اس نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں واحد لاشریک ہوں تو اب جس طرح ہم یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے شریک بنانے پر قادر ہے۔

ایساہی یہ بھی اعتقاد نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کا رفع جسمانی کیا ہو پھر ہم کہتے ہیں کہ کر سکنا اور بات
ہے اسکا کون انکاری ہے کیا خدا تعالےٰ نے ہمیں کہیں سند بجسد عنصری آسمان پر لے جانے پر قادر
نہیں یا ہمارے نبی باپ دادوں کے لے جانے پر قادر نہ تھا مگر بات یہی ہے کہ ومن اصدق من اللہ
قیلاً اللہ سے سچا کون ہے۔ سوال یہ عقیدہ پھر کہاں سے آگیا جواب جب عیسائی لوگ
اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے پہلے عقائد۔۔ بھی کچھ ساتھ لائے جنکی اصلاح ہو گئی وہ تبدیل ہو گئے ورنہ
وہی پہلے عقاید رہے اور عیسائیوں کی انجیلوں سے پتہ ملتا ہے کہ وہ رفع جسمانی کے قائل ہیں اور ایسا
ہی نزول کے ان سے دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی اس بات کے قائل ہو گئے۔ سوال کیا ایسے بزرگ
لوگ بھی گزرے ہیں جو جسمانی رفع کے قائل نہ ہوں بلکہ وفات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہوں۔ جواب
ہاں اکثر حصہ ان بزرگوں کا اور علماء ربانی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفات مسیح ع اور
رفع روحانی کا ہی قائل ہے چنانچہ اس کا ثبوت ہم آگے چلکر انشاء اللہ قرآن حدیث و اجماع صحابہ
سے دینگے سوال۔ یہاں صرف اتنا تو بتلادو کہ حضرت عیسےٰ کا رفع کب اور کتنی عمر میں ہوا تھا
جواب اسمیں دو قول ہیں ایک عیسائیوں کا وہ تو کہتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں رفع ہوا۔ دوسرا
قول ان مسلمانوں کا ہے جنہوں نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ ایکسو بیس برس کے بعد رفع ہوا
سوال اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں جواب
ہاں ہاں حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل ع نے مجھے خبر دی
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں لفظ حدیث کے یہ ہیں۔ واخبرنی
جبریل ان عیسےٰ بن مریم عاش عشرین ومایۃ سنۃ (مستدرک) ترجمہ رسول اللہ صلعم
فرماتے ہیں مجھے جبریل نے خبر دی کہ حضرت عیسےٰ بن مریم ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں۔ سوال
اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہم نبی کریم صلعم کے ماننے والے ہیں ہم اس بات کو مان لینگے ہمیں ان باتوں
سے کیا واسطہ جنکا ماخذ انجیلیں یا اقوال بلا اسناد ہیں مگر کوئی ایسی کتاب بتلاؤ جو آسانی سے یہاں
مل سکے گو مستدرک کے حوالے سے یہ حدیث اسمیں درج ہو۔ جواب بہت اچھا لیجئے اردو دیکھئے
تفسیر جلالین محشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۶ء صفحہ ۵۰ کے حاشیہ پر یہ حدیث یوں درج ہے
ففی زاد المعاد ما یذکر ان عیسےٰ رفع وھو ابن ثلاث ثلاثین سنۃ لا یعرف بہ

اثر متصل یجب المصیر الیہ وقال الشامی وھو کما قال فان ذلک انما یروی ذلک عن النصاریٰ والمصرح فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مایۃ وعشرین سنۃ وفی المستدرک عن ابن عمر ان عیسیٰ عاش مائۃ عشرین سنۃ (کمالین حاشیہ جلالین) یعنے زاد المعاد میں امام ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ یہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عیسےٰ کا تینتیس ۳۳ سال میں رفع ہوا۔ اسکا پتہ کسی جگہ سے نہیں ملتا شامی کہتا ہے کہ واقعی یہ سچ بات ہے یہ تینتیس ۳۳ سالہ میں رفع مسیح ہونا تو عیسائیوں کی روایت ہے اور حدیثوں سے جو بصراحت و وضاحت تام پتہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کا جب رفع ہوا تھا۔ تو اسکی عمر اسوقت ایکسو بیس ۱۲۰ برس کی تھی اور مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عیسےٰ کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔ **سوال**۔ شاید یہ حدیث مستدرک والی ضعیف ہو۔ **جواب** اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ مگر یہاں تو یہ حدیث ہی ایسی صحیح ہے کہ اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جس قدر حدیثیں مستدرک میں امام حاکم نے لکھی ہیں سب صحیح ہی ہیں یعنے جو صحیح حدیثیں امام بخاری و مسلم سے رہ گئی ہیں۔ انکو ان کی شرطا پر ہی مستدرک میں درج کیا ہے اور اسی واسطے اس کتاب کا نام اسنے مستدرک رکھا ہے۔

اسکے بعد ہم ضمیرہ جو رفعہ اللہ میں ہے اسکے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں انصاف کرنا ناظرین کا کام ہے اولاً جب ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خطاب ہمیشہ خدا تعالےٰ روح کو کرتا ہے اور وہی مرجع ضمائر حقیقتاً ہوتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ہ ضمیر بھی صرف روح عیسےٰ کی طرف پھرتی ہے گو بدن بھی اسمیں بطور بدل الاشتمال کے مجازاً مراد ہو تو یہ علیحدہ امر ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ قتل اور سولی روح نہیں ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے۔ جو حقیقی معنے قتل اور سولی کے نہ جاننے سے پیدا ہوا ہے ذلک مبلغھم من العلم قتل کرنا اور سولی دینا اس فعل کا نام ہے کہ جو تعلق روح کا بدن کے ساتھ ہے وہ تعلق خاص آلہ صلیب سے یا کسی آلہ سے توڑ دینا۔ اسمیں نہ جسم کا دخل ہے اور نہ روح کا اگر قتل کرنا یا سولی دینا بدن کی صفت ہوتا تو چاہئیے تھا کہ جب مثلاً زید اپنی طبعی موت سے مر جائے اور اسکے بعد کوئی شخص اس نعش متوفی زید کو دو ٹکڑے کر دے یا سولی پر چڑھا دے تو اس پر بھی یہ لفظ حقیقتاً

بولا جائے کہ اس شخص نے زید کو سولی دے دیا۔ یا قتل کر دیا ہے یا کم از کم اسکو قاتل کی سزا دی جاوے مگر نہیں کیونکہ قتل اور صلیب تو اس حرکت کا نام تھا۔ جو قطع تعلق کے لیے ان آلات کے ذریعے دی جاوے اور قطع تعلق بین الجسد و الروح بہیئت کذائیہ کا نام قتل صلیب ہے لفظ قتل اور صلب نہ جسم پر وارد ہوا۔ اور نہ روح پر بلکہ اس تعلق سے تعلق رکھنے والا ثابت ہوا جو بین الجسد والروح ہے **سوال**۔ گو یہ صحیح بات ہے مگر پھر بھی ہم کو کوئی ایسی مثال قرآن شریف سے بتلاؤ کہ اسمیں لفظ بل بھی ہو۔ اور اس سے پہلے جو ضمیر ہو۔ وہ روح مع الجسد کی طرف پھرے۔ اور بعد بل کے جو ہو۔ وہ صرف روح کی طرف ہی اس کا مرجع ہو۔ **جواب**۔ مثالیں تو بہت ہیں مگر دو پر اکتفا کرتا ہوں قولہ تعالیٰ۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء یعنی جو اللہ کے راستے میں فوت ہوئے ہیں ان کو مرے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں یہاں احیاء خبر ہے مبتدا محذوف کی جو ھُمْ ہے اب دیکھئے بل سے پہلے مَن ہے اور یقتل میں ضمیر مستتر یہ دونوں روح مع الجسد کی طرف راجع ہیں۔ بَلْ کے بعد میں ضمیر جمع مذکر کی ھُمْ ہے وہ صرف روح کی طرف راجع ہے۔ دوسری مثال وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ۔ اب یہاں بھی اَلَّذِيْنَ اور قُتِلُوْا میں جو ضمیر جمع مذکر کی مستتر ہے۔ دونوں کا مرجع روح مع الجسد ہی ہے اور لفظ بل کے بعد کی ضمیر میں جو ھُمْ مبتدا محذوف اور یرزقون اور فرحین کی مستتر ضمیریں ہیں اور ھم ضمیر بارز سب فقط روح کی طرف معنی پھرتی ہیں حالانکہ یہاں لفظ فرح (خوشی) اور رزق ایسے ہیں جو جسم کے متقاضی ہیں مگر سارے مفسرین حتیٰ کہ ہمارا حریف بھی مرجع ان ضمائر کا صرف روح ہی جانتا ہے **سوال** ان دونوں آیتوں کے معنے کسی مفسر کے کئے ہوئے بتلاؤ جس سے یہ ثابت ہو کہ واقعی بل کے بعد کی ضمیر صرف روح کی طرف پھرتی ہے (خوب) لیجئے تفسیر جلالین جو درسی تفسیر ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل ھم احیاء ارواحھم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت لحدیث بذالک۔ یعنے جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے انکو یہ نہ کہو کہ وہ مرگئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں انکی روحیں سرسبز پرندوں کی پوٹوں میں ہونگی جنت میں جہاں چاہیں بسر کرتی ہیں حدیث میں یونہی آیا ہے۔ (جلالین)

سوال - اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو کوئی جسم ملا ہی جواب - اس کا کون انکار کرتا ہے روح اس جسم خاکی سے نکلکر کسی نہ کسی جسم میں ضرور داخل ہوتی ہے چاہے ناری ہو یا نوری بات تو یہ ثابت کرنی تھی کہ پہلے سے پہلے ضمیر بمعہ جسد عنصری کی طرف پھیرتی ہے اور بعد کی بغیر جسد عنصری کے سو یہ بخوبی ثابت ہو گیا اب جس طرح یہاں شہداء کو ایک جنتی جسم نورانی ملا - ایسا ہی حضرت عیسےٰ کو رفع کے وقت ملا جیسا کہ ہر مومن کو بحیثیت اعمال ملتا ہے منجملہ ان کے شہداء کو بھی ملا

اسکے بعد لفظ عزیزاً حکیماً ہے اس پر ہم صرف اتنا لکھنا چاہتے ہیں کہ عزیزاً اور حکیماً صیغہ صفت مشبہ کے ہیں اور مصدر ان کی عزت اور حکمت ہے تو اسمیں خدا تعالےٰ یوں فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے جو حضرت عیسےٰ کو عزت اور قرب دیا وہ حکمت سے دیا کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے چونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ بعض کم فہم لوگ باوجود اظہار حقیقت کے بھی جو لفظ الیٰ صلہ رفع کے لانے سے کی گئی ہے انکار ہی کرینگے کہ یہاں رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہے نہ کہ قرب اور عزت اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اسکو تاکید کے لئے لفظ عزیز کو لاکر جس کی مصدر عزت اور خود مبالغہ کا صیغہ ہے یعنے بہت ہی عزت دینے والا سمجھا دیا کہ یہاں رفع کے معنے قرب اور عزت کے ہیں لاغیر پھر لفظ حکیم سے بھی بتایا کہ رفع جسمانی میں حکمت نہیں صرف قدرت ہے جیسا کہ پہلوان بھاری بھاری مگدروں کو اٹھا لیتے ہیں اور حیوانات بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے ہیں تو ان کی قدرت اور طاقت پر یہ فعل دال ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر مگر یہاں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسکو رفع دیا ہے جو اسم عزیز کے ماتحت ہے یعنی عزت اور عزت وہ دی جو حکمت کے ساتھ متصل ہے نہ صرف قدرت کے ساتھ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی رہے اور مخالفوں پر ذلت تھوپی گئی اس پر ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں جسمیں خدا تعالےٰ نے لفظ عزیز اور حکیم بولا ہے اور وہاں مراد بھی یہی ہے کہ نبی کو بچایا گیا اور اسکے مخالف کو ہلاکت اور ذلت میں ڈالنے سے ہی عزت کی گئی ۔ نہ کہ آسمان پر لے جاکر قولہ تعالیٰ وقال انی مہاجر الی ربی انہ ھو العزیز الحکیم ۔ حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے ۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین ہی کی طرف ہجرت کی اور یہاں بھی لفظ الیٰ ہے اور اس کا مجرور بھی رب ہے ۔ اور صفت خداوندی بھی عزیز اور حکیم ہے اور ہجرت کرنے والا بھی ابو الانبیاء ہے جن کو نبی کریم صلعم

نے معراج میں سب نبیوں سے اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے پس جب نبی ہونے میں حضرت ابراہیم و عیسیٰ ایک جیسی طرف جاتے ہیں یعنی خدا دونوں کا ایک لفظ الیٰ عزیز اور حکیم دونوں کے لئے ایک پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابو الانبیاء تو خدا کی طرف ہجرت کرنے لگے اور گئے بھی اسلئے کہ خدا عزیز اور حکیم ہے تو اسکو آپ زمین میں رکھیں اور مراد لیں کہ خدا تعالےٰ نے دشمنوں سے بچاکر زمین میں ہی معزز و مکرم کیا مگر جب حضرت عیسےٰ کو خدا تعالےٰ فرماوے کہ مینے اپنی طرف رفع کیا اسلئے کہ میں خدا عزیز حکیم ہوں تو آپ لوگ اُسوقت خدا تعالیٰ کو مجسّم آسمان پر سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا آسمان پر ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ حضرت عیسےٰ کے رفع کے بعد جو خدا تعالےٰ عزیز حکیم فرماتا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ صلیب سے وہ بچایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کہ اسکو دشمنوں نے نار میں ڈالا اور خدا تعالےٰ نے اسکو بچا لیا آخر وہ ہجرت کر گیا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لوگوں نے سولی پر چڑھایا اور وہ بچایا گیا اسنے بھی ہجرت کی آخر الامر ہم بطور محال اور تنزل کے یہ مان بھی لیں کہ رفعہ اللہ کی ضمیر روح مع الجسد کی طرف پھرتی ہے تو پھر بھی ہمارے اعتقادات اور معانی سے قرآن میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یہود نے حضرت عیسےٰ کو قتل نہیں کیا (گو جس طرح حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے وہ بھی سولی پر چڑھائے گئے) بلکہ خدا تعالےٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا (یعنے جس طرح حضرت ابراہیم بعد بچنے آگ سے کہتے ہیں کہ تم میں سے میں خدا کی طرف جاتا ہوں) ایسا ہی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ مینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی سولی سے بچاکر اپنی طرف اٹھا لیا پس جس طرح حضرت ابراہیم کا خدا کے پاس جانا یہ ہے کہ وہ دوسری جگہ چلے گئے ایسا ہی حضرت عیسےٰ کا خدا کے پاس جانا مراد ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بھی یہی مذہب ہے اپنے رسالہ ترک اسلام صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں "حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے سے مراد کسی محفوظ جگہ جانا مراد ہے" اور اسی طرح وہ آیت اسکی بھی مؤید ہے قولہ تعالیٰ واویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار معین۔ باقی رہا مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اسپر اجماع صحابہ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے یہ ایک ایسا صریح جھوٹ ہے کہ اسکا قائل وہ شخص ہو سکتا ہے جسکے دل میں خدا اور رسول کے خلاف کہنا کوئی گناہ نہ ہو کیونکہ مفسرین اور صحابہ کرام وفات مسیح کے قائل ہیں الا قلیل بل الاقل۔

تقدیم و تاخیر کی مثالیں

اب میں ان مثالوں کو لیتا ہوں جن کو مولوی صاحب نے

تقدیم وتاخیر میں پیش کیا ہے (۱) فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع اسمیں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں
جہاں حروف چاہئے تھے وہیں خدا تعالےٰ نے رکھے ہیں اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے پس تم کوشش کرو
اور اسوقت بیع چھوڑ دو۔ کوشش کا تعلق دل کے ساتھ ہے پس پہلے دل سے انسان یہ ارادہ اور
کوشش کریگا چونکہ اب اذان ہوگئی ہے میں یہ کاروبار چھوڑ دوں تب جاکر چھوڑیگا مگر آپنے معنے فاسعوا
کے دوڑنے اور چلنے کے کئے ہیں یہ بہت ہی غلط ہیں کیونکہ عربی میں دوڑنے کے لئے ہرول اور
چلنے کے لئے مشی وغیرہ الفاظ آتے ہیں سعی کے معنے کوشش کرنیکے ہیں دیکھو قولہ تعالیٰ ان
لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ فسوف یریٰ وغیرہ الفاظ پس اس میں
کوئی تقدیم وتاخیر نہیں اور نہ خدا تعالےٰ وحی کرنے اور محمد رسول اللہ کاتب کو بتلانے میں بھولے
بلکہ جو فعل پہلے چاہئے تہا پہلے فرمایا اور جو بعد میں ہونا تہا اسکا ذکر بعد میں کیا اگر آپکے معنے درست
ہوں تو چاہئے کہ جب کشتی یا ریل میں انسان سوار ہو کر جمعہ کو آوے تو اسکے لئے بیع کرنی یا بیٹھنا
ناجائز ہو۔ حالانکہ اصول الشاشی اصول فقہ میں جائز لکہا ہے کیونکہ یہ بیع اور بیٹھنا سعی کے
برخلاف نہیں (۲) لئن اقمتم الصلوٰۃ اٰتیتم الزکوٰۃ وآمنتم برسلی اسمیں بھی کوئی تقدیم و
تاخیر نہیں اسلئے کہ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو یقین دل سے اٹھتا ہے بغیر اعمال صالحہ کے
دوم وہ ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوتا اور وہی ایمان موجب برکات وانعام ہوتا ہے اور جہاں
کہیں برکات اور انعامات کے حصول کا ذکر آویگا وہاں یہی ایمان مراد ہوگا۔ چونکہ اسجگہ بھی اللہ تعالیٰ
کی معیت کا وعدہ دیا جاتا ہے اسواسطے یہاں فرمایا کہ وہ ایمان مراد ہے جس کے ساتھ صلوٰۃ و
زکوٰۃ وابستہ ہو اور وہ جو بعد حصول اعمال صالحہ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے چونکہ بعض جہلا کو اس ایمان تک
رسائی بھی نہیں ہوتی اسواسطے وہ ٹھوکریں کہاتے اور قرآن کی غلطیاں نکالتے ہیں قولہ تعالیٰ
یاایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا۔ اے مومنو ! مومن بنجاؤ۔ کیا معنے کہ اعمال صالحہ بجا لاکر مومن بنو وقولہ
تعالیٰ لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا
وآمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ثم اتقوا وآمنوا یعنے جو لوگ مومن اور اعمال صالحہ بجالاتے
ہیں جب انہوں نے ڈاکہ شراب چھوڑ دیا۔ اور اس تقویٰ اور ایمان کا ثبوت اعمال صالحہ سے
دیدیا اور پھر تقویٰ میں آگے قدم بڑھایا اور ایمان لائے ان پر پچھلی گندی حالت کا کوئی گناہ

نہیں رہا۔ دیکھئے آپ تو اُس ایمان پر ہی قناعت کر بیٹھے ہیں جو بغیر اعمال کے ہے یہاں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جیسے مومن اعمال صالحہ بجا لاتا ہے ساتھ ساتھ اسکو ایمان بھی لانے کی ضرورت ہوتی جاتی ہے اور ہے بھی یہی بات صحیح کیونکہ احادیث اور آثار بھی اسکے مؤید ہیں۔

الغرض یہاں خدا تعالے نہیں بھولا بلکہ جو ایمان اسکی محبت کا مقتضی تھا وہ بعد اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ تھا اسواسطے اس ایمان کا ذکر کیا آپ اسی طرح ہی یہ لفظ امنہم کا اسی جگہ رہنے دیں مبادا آپ بھی اُس کاتب کی طرح جسنے قرآن لکھتے لکھتے خر موسیٰ صعقا کی جگہ خر عیسیٰ لکھدیا۔ اور کہنے لگا کہ خر عیسیٰ ہے خر موسیٰ نہیں وہاں سے مقدم لکھدیں افسوس کہ جو اعتراضات قرآن شریف پر مخالفین آریہ وغیرہ غیر مذاہب کے کرتے تھے وہ آپ مسلم کہلا کر کرتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

(۳) آپنے وَ وَھَبنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوبَ الخ میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرکے بتلایا ہے کہ یہاں بھی تقدیم و تاخیر ہے مگر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ الواؤ لمطلق الشرکت یعنے واؤ مشارکت کیلئے آتی ہی ہم یہ مانتے ہیں کہ لغت عرب میں مطلق مشارکت کے لئے آتی ہے اور ہر ایک کا کلام کسی نہ کسی نقص کا متحمل ہوتا ہے اور جسقدر اسمیں ترتیب ہوگی اسی قدر فصاحت ہوگی اسلئے چونکہ یہ کلام خداوندی ہے اسمیں ترتیب کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کیونکہ فصاحت بلاغت اس ہی دو چند ہوتی ہے جنھوں نے یہ بات نہیں سمجھی انکی غلطی ہے خود رسول اللہ صلعم نے صفا مروہ کے وقت ابدأ بما بدأ بہ فرمایا ہے یعنے جس چیز کو پہلے خدا نے ذکر کرنے میں ابتدا کی ہے اسکو ہم بھی پہلے ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں سمجھا دیا کہ واؤ قرآن شریف میں ترتیب کے لیے ہی۔ اب سنئے یہاں بھی اللہ تعالے نے ترتیب رکھی ہے اور جو ترتیب ان ناموں کے رکھنے میں چاہیے تھی اُسی اسی جگہ رکھے گئے ہیں آپکو یہ غلطی اسواسطے لگی ہے کہ آپ صرف زمانہ یا رتبہ کو ملحوظ رکھتے ہیں مگر خدا تعالے کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں پانچ امور ملحوظ ہیں اور ان میں انکی مشارکت ہے (۱) حجت (۲) رفع (۳) موہبت (۴) ہدایت (۵) ذریت۔ پس یہ پانچ امور ہیں۔ جن پر ان انبیاء علیہم السلام کی ترتیب موقوف ہے چونکہ یہ مضمون اسکا متحمل نہیں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی وقت علیحدہ کسی رسالہ میں بسط سے بیان کیا جاویگا۔ ان پانچوں کی باہمی نسبت اور ان کے مراتب اور حضرت ابراہیم اور نوح کے ساتھ انکا تعلق اور خدا تعالے

کے نزدیک ان فرموں کا قرب بُعد اور پھر فضیلت وصلاحیت واحسان کے لئے درجات وغیرہ بیان کیئے ہیں پر تحریف واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی خدا تعالےٰ بھول نہیں گیا بلکہ محل اور موقعہ پر یہ نام رکھے ہیں اس ساری تقریر سے آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ مسئلہ حیات مسیح بجسدہ العنصری نے آپ لوگوں کو کن کن مشکلات میں ڈالا ہے حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کے کلام میں بھی بھول چوک نکالنی پڑی اور تحریف کا نام تقدم وتاخیر رکھدیا۔ قولہ توفی جب رسول اللہ کے حق میں ملئے تو موت مراد ہے

حدیث اصحابی پر بحث

اور جب مسیح ناصری کے حق میں آوے تو رفع بجسدہ العنصری مراد ہے کیونکہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی عیسےٰ کی مثل کہوں گا اور مشبہ مشبہ بہ میں کچھ اختلاف ہوتا ہے" خوب کہا آپنے کیوں نہیں اختلاف بھی توفیتنی کے معنوں میں ہی ہونا چاہئے نہ اور کسی امر میں حالانکہ یہی لفظ وجہ شبہ ہے مگر یاد رکھیں کہ اسمیں بھی آپکو کامیابی نہیں ہوگی آپکے لئے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو صاف عیسائیوں کی طرح اقرار کریں کہ حضرت عیسےٰ نبی نہیں بلکہ ابن اللہ ہیں یا صاف انکار قرآن وحدیث کا کردیویں تب خلاصی ہوگی سنئے مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ ہمیشہ وہ صفت ہوتی ہے جو مشہور اور مخصوص ہو چنانچہ زید اسد میں شجاعت اور زید کلب میں سبعیت اور زید حمار میں جہالت مراد ہوگی نہ کہ منہ ناک۔ کان وغیرہ اسی طرح ان دونوں واقعات میں جو مخصوص بات ہے وہ ملحوظ ہوگی۔ اور وہی وجہ شبہ ہوسکتی ہے اب دیکھئے حضرت عیسےٰ سے سوال ہوتا ہے أنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنے کیا تونے لوگوں کو کہا تہا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنانا تو وہ اسکا جواب دیتے ہیں ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق یعنے مجھ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسکا مجھے حق نہ پہنچے میں وہ بات کہوں یعنے مینے نہیں کہا اس پر دلیل ہے کہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم یعنے میں صرف یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آگے فرماتے ہیں وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم یعنے میں انپر اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ اس تعلیم ان اعبدوا اللہ کے پابند رہے ہیں جب تک میں انمیں رہا ہوں فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم جب تونے مجھے وفات دیدی تو پھر تجھے ہی خبر ہے مجھے نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اب اسمیں قابل غور لفظ کنت علیہم شہیدا ہے کیونکہ ہر ایک نبی اپنے ماننے والوں کی

شہادت دیگا جیسا خدا تعالےٰ فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیداً یعنے محمد رسول اللہ تم پر
شہادت دیگا۔ اب قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح اور محمد رسول اللہ اپنی اپنی امت کے لئے شہادت
دینگے مسیح کے متعلق تو وضاحت کردی کہ اپنی موجودہ زندگی تک وہ شہادت دیگا اور اپنے مابعد کے
لئے حوالہ بخدا کریگا اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے تھے ایک یہ کہ محمد رسول اللہ کی شہادت اس
لفظ شہیداً سے موجودہ زندگی تک ہے یا تمام امت مرحومہ کے لئے دوم یہ کہ مسیح ؑ اپنے مابعد کا علم
بحوالہ خدا جو کرینگے تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ بات کو ٹالدینگے پس ان ہر دو سوالوں کو
نبی کریم صلعم نے اس واقعہ سے حل کردیا یعنے محمد رسول اللہ صلعم کچھ اصحاب کو جو آپ کے بعد مرتد
ہوگئے ہیں دیکھتے ہیں کہ فرشتے انکو جہنم کی طرف لیجارہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں کہونگا کہ اے
میرے رب یہ تو اصحاب ہیں حکم ہوگا تمہیں کیا خبر کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا حرکتیں کیں
یعنے یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے اسپر رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں عیسےٰ کی طرح کہونگا کہ یہ میرا سوال
اس بنا پر تھا کہ میری زندگی میں انہوں نے جہنم کے افعال نہیں کئے اور جب تو نے مجھے وفات دیدی
تو مجھے علم نہیں آپکو ہے یعنے شہید ہونے کی حیثیت سے میں نے یہ سوال کیا ہے سو آپ عزیز حکیم
ہیں واقعی یہ لوگ موجب سزا ہی ہیں اب بتلاؤ اگر حضرت مسیح نے دوبارہ آنا تھا اور اسکو انکی
امت کے بگڑنے کا علم ہوجانا تھا تو اس سے آپ لوگوں نے دونوں نبیوں محمد رسول اللہ صلعم
اور عیسےٰ ؑ پر کذب کا الزام لگایا اور خدا تعالےٰ سے محمد رسول اللہ صلعم پر تو یوں عائد ہوتا ہے کہ
قیامت کے دن حضرت عیسےٰ کی طرح کہینگے کہ مجھے علم نہیں حالانکہ اسکو تو اپنی امت کے بگڑنے کا
علم ہوچکا ہوگا جب دوبارہ دنیا میں آنا مانا جائے اور آپ لوگوں کے خیال کے مطابق جب رسول
اللہ صلعم پیشگوئی اسکے آنیکی کرچکے ہیں تو آپ کو معلوم تھا کہ مسیح کی طرح میں بیخبر نہ کہوں۔ پس یا تو
صاف اقرار کرو کہ واقعی نہ مسیح نے آنا ہے اور نہ اسکو اپنی امت کے ارتداد کا پتہ لگنا ہے۔ اور یا نعوذ
باللہ نبی کریم صلعم نے مثال دینے میں غلطی کی اور عیسےٰ ؑ پر جھوٹ اسطرح ثابت کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے
انت الرقیب یعنے بعد کا علم تو ہی جانتا ہے مجھے بالکل خبر نہیں ورنہ معلوم لانے انت کا کیا فائدہ
نیز فا تعقیب کے لئے آتی ہے پس ما دمت فیہم اور فلما توفیتنی میں کوئی زمانہ نہیں گزرا ادھر
انمیں رہنا مسیح کا چھٹ گیا اور ادھر اسکو معاً وفات آئی۔ اگر مسیح نے دوبارہ آنا تھا تو اس کا خاص

جو بتلا کہ ابھی مینے تو دوبارہ جا کر خوب صلیب توڑی خنزیروں کو جنگلوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا یعنے جس طرح پہلے زندگی کی کارگذاری سے الزام دہ کیا دوسری زندگی سے بھی کرتے نہ کہ پہلی زندگی کے لئے ان اعبدوا اللہ سے بریت اور دوسری کے لئے لاعلمی کا اظہار مگر صحیح بات یہی ہے کہ بحکم فیہا تحیون وفیہا تموتون (صرف زمین میں ہی تم زندگی بسر کروگے اور یہیں مروگے) نہ کوئی بجسد عنصری آسمان پر زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ کسی نے کی پھر آپکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کما القول کا تعلق کیسکے ساتھ ہے کیا تشبیہ فی القول ہے یا فی المقولہ سنئے کما کا حرف اقول پر ہے پس تشابہ فی القول اور توارد فی المقولہ ہوا مگر جب انسان کو کسی شے سے بیجا محبت ہوجائے تو گو وہ لوگوں کے سامنے صاف الفاظ میں اسکا ذکر نہ کرے لیکن اسکے حرکات وسکنات اسی طرف جاتی ہیں چنانچہ آپ کہتے ہو کہ نبی کریم صلعم نے اپنے لئے فلما توفیتنی میں موت مراد لی ہے۔ اور یہی لفظ حضرت عیسٰی کی طرف منسوب کرو تو رفعنی الی السماء مراد ہے جیسا کہ ان اللہ وملئکتہ یصلون میں لفظ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے سے اور معنے دیتا ہے اور مومنین کی طرف نسبت کرنے سے دوسرے معنے بات تو آپ کی پر سہ ہے اگر آپ یہاں بھی جلدی سے اقرار کرلیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ابن اللہ ہیں انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے نہیں افسوس کجا واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کے باعث لفظ صلوٰۃ کے معنے بدلے گئے اور کجا اشرف الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسٰی جو دونوں ہی ممکن الوجود ہیں۔ مولویصاحب صفات ذاتیات کے ماتحت ہوتے ہیں جہاں تغائر ذاتی ہو اور تخالف نوعی جنسی ہو وہاں صفات کا بدلنا ہوتا ہے ایک صداقت کو چھوڑنے سے کہ حضرت مسیح ع فوت ہوگئے بہت سی صداقتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام حضرت عیسٰے کی شہادت یہ ہے کہ میں جب تک ان میں رہا وہ نہیں بگڑے بعد کا مجھے علم نہیں تو ہی جانتا ہے اپنی لاعلمی ظاہر کرنا ایسے موقعہ پر اپنے دوبارہ آنے کی کارگذاری نہ بتلانا بلکہ صرف پہلی زندگی جو مادمت والی ہے اسکا ذکر کرکے دوسری سے بیخبری کا اظہار کرنا صاف تبلاتا ہے کہ حضرت عیسٰے مرگئے اور ضرور فوت ہوگئے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم ∴ داخل جنت ہوا وہ محترم

اور ایسا ہی جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو پتہ لگیگا کہ یہ لوگ میرے بعد مرتد ہوگئے تھے۔

تو عرض کرینگے کہ مولیٰ کریم یہ سوال میرا لاعلمی پر مبنی تھا۔ کیونکہ شہادت میری صرف میری زندگی تک کی ہے یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ کہینگے کہ یہ اُمت میرے بعد مرتد ہوئی۔ اور ان کے مُرتد ہونے کا مجھے علم نہیں۔ ایسا ہی میں کہوں گا۔ پس نہ حضرت مسیح نے آنا ہے اور نہ وہاں انہوں نے جھوٹ بولنا ہے۔ دیکھئے نص صریح اسکو کہتے ہیں کہ متوفیک وفات دینے والا۔ توفیتنی۔ تو نے مجھے وفات دیدی۔ وفات کے حروف لفظ متوفیک اور توفیتنی سے ہی نکل آئے۔ آپ مہربانی کر کے حیات کے حروف کسی قرآنی لفظ سے مسیح کے لئے نکالیں تاکہ آپ بھی نص صریح کہنے کے مستحق ہو جائیں۔ علاوہ ازیں توفیتنی کے معنوں میں ہماری شہادت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دیدی جبکہ اپنی شہادت کا ذکر مسیح کی شہادت کی طرح بتلا دیا۔ جہاں فرمایا کہ میں بھی مسیح کی طرح کہونگا یعنے جیسا اُس نے کہا۔ کنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ ایسا ہی میں بھی کہوں گا۔ پس بطور دلالت النص یہ ثابت ہوا کہ مرتدین کا علم نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بوقت مسئول عنہ مسیح کو۔ پس آپ انصاف سے کہیں کہ افتؤمنون ببعض الکتب کا کون مصداق ہے۔ اور تحریف کلمات الٰہیہ کون کر رہا ہے؟

Digitized by Khilafat Library

بشارات القرآن

نمبر (۵)

پیشگوئی نمبر ۴۳

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط (آل عمران ۱۸)

(ترجمہ) تحقیق وہ لوگ جو منکر ہوئے۔ اور مول لے لیا انہوں نے کفر کو بدلے ایمان کے۔

وہ ہرگز خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ بلکہ ایسوں کے لئے عذاب دکھ دینے والا ہے۔ اور کافر یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کو کسی بہتری کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے۔ نہیں بلکہ اسلئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ترقی کریں گناہوں میں۔ اور انکے لئے عذاب رسوا کرنے والا تیار ہے اور اللہ نہیں ہے ایسا کہ ایمانداروں کو بھی تمہاری ہی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حتی کہ امتیاز ہو جائے خبیث منکرین میں اور طیب مومنین میں۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ کہ کفار کی افواج کا جتھا سلسلہ الہیہ کا کچھ نقصان نہ کرسکے گا۔ بلکہ ہم انکو معذب کرینگے۔ اور ان کو ڈھیل اسی لئے دے رکھی ہے کہ اپنے ہی گناہوں سے عذاب ہونے کے لئے اسباب پیدا کریں۔ اور ضرور ہے کہ ہم خبیث اور طیب کے درمیان ایک نشان قائم کریں۔ وہ یہ ہے۔ کہ طیب جماعت کو خدا مظفر و منصور کریگا۔ اور دوسروں کو ذلیل کر کے ابدی ہلاکت کے گڑھے میں ڈالدے گا۔

یہ پیشگوئی اُسوقت کیگئی تھی۔ جبکہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی خطرے میں تھی۔

پیشگوئی نمبر ۴۴

قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَّنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ (آل عمران ۱۹)

(ترجمہ) یہودیوں نے زکوٰۃ وغیرہ کے احکام پر (تمسخر سے) کہا کہ اللہ فقیر ہو گیا ہے۔ اور ہم غنی دولتمند ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کہ بہت ہی جلد ہے (سزا کا دن) اور جو کچھ کہا ہے انھوں نے ہم نے لکھ لیا ہے اور ان کا انبیاء اللہ سے مقابلہ بھی لکھ لیا ہے۔ اور عنقریب ہی ہم انکو کہدینگے کہ آؤ چکھو ہمارا عذاب جلا دینے والا۔

سوکون دنیا کا تاریخ دان اہل انصاف نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی عذاب الحریق کی پیش از وقوع بتادی گئی تھی۔ جبکہ یہود بڑے متکبرانہ الفاظ بولا کرتے تھے۔ اور ان کو کب یقین تھا کہ ہم پر قتل اور جلاوطنی اور ذلّت ابدی اور مسکنت کا نزول ہو گا۔ لیکن خدا کی بات تھی۔ پوری ہوئی۔

پیشگوئی نمبر ۴۵

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا۔

(ترجمہ) اور بے شک اور بے شبہ ضرور بالضرور اے مسلمانوں تم ہمیشہ سنو گے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جو پہلے تم سے ہیں۔ اور مشرکین آریہ وغیرہم سے اذیت رساں باتیں ؎

سو یہ پیشگوئی بھی آج تک بڑی آب و تاب کے ساتھ پوری ہوتی ہوئی ایک عالم کو نظر آرہی ہے کہ اہل کتاب نے اور ان سے بڑھ کر مشرکین نے مسلمانوں اور انکے محبوب پیغمبر سید علیہ السلام کو کس قدر گالیاں دیں اور اذیت رساں باتیں کہیں۔ جن سے ایک سچے مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ یہ خبر خدائے علیم کی تھی۔ جو پوری ہوتی ہے ؎

تذکرۃ الشعراء حصہ اول مکمل حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے۔ مرتبہ حسرت موہانی۔ جس میں تذکرہ شعراء دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان اسیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ تجلی۔ مخمور۔ آتش۔ غافل۔ مائل۔ جوس۔ مومن۔ نسیم۔ تسلیم رشکی۔ رقالی۔ بے نظیر۔ مست۔ مضطر و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں۔ جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے قیمت عہ ؎

دیوان حسرت موہانی مکمل حصہ اول و حصہ دوم مع ضمیمہ یعنی سنہ ۱۸۹۴ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک کا کلام۔ قابل دید ۱۲؍

دیوان غالب مع شرح (حسرت موہانی) چہارم کا مع دیباچہ و مقدمہ وغیرہ قیمت ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ :۔ بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اردوے معلےٰ۔ علی گڈھ سٹی

ریویو } مذکورہ بالا کتب میں سے دیوان حسرت کو ہم نے دیکھا ہے۔ بہت پر سوز کلام ہے۔ جو لوگ غزلیں پڑھنے کے شائق ہیں۔ اور دل میں درد پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ وہ اسے منگا کر پڑھیں ؎

ریویو

احمد — ہمارے مکرم بھائی سیٹھ عبداللہ الہ دین (الہ دین بلڈنگس سکندرآباد دکن) نے یہ خوشنما انگریزی رسالہ شائع کیا ہے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود کی خود نوشت تعلیمات درج ہیں۔ انگریزی جاننے والوں میں تبلیغ اور ان کے قلوب پر سلسلہ احمدیہ کا نقش بٹھانے کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہے۔ خدا سیٹھ صاحب کو جزائے خیر بخشے۔ انجمن ترقی اسلام سے ایک روپیہ پر ملسکتا ہے ؀

ہولی قرآن — اس انگریزی رسالہ میں قرآن مجید واحادیث صحیحہ کی تعلیمات کا خلاصہ درج ہے۔ غیر مسلموں کو اسلام کا صحیح علم دینے کے لئے بہت ہی عمدہ مجموعہ ہے یہ بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ پر شائع کیا ہے۔ اسکی اشاعت بھی ولایت میں بہت فائدہ رساں ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ؀

بڑی جنتری ۱۹۱۷ء — یہ وہی مشہور ومعروف جنتری ہے جو نامی پریس کانپور سے ہر سال بہت مفید مطالب کو لئے ہوئے اعلیٰ چکنے کاغذ پر عمدہ چھپوائی کے ساتھ دیدۂ افروز عالم ہوتی ہے۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے حجم کم ہے۔ مگر پھر بھی بہت کچھ ہے۔ قسم اعلیٰ ایک روپیہ اور معمولی کاغذ پر بھی ملسکتی ہے۔ جناب محمد رحمت اللہ صاحب رعد۔ نامی پریس کانپور سے طلب کریں ؀

اسکے علاوہ دو تین اور کتابیں اپنے طور پر میری نظر سے گذری ہیں ؀

عائشہ صدیقہ — اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوانح زندگی مولانا نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری مشہور و معروف ادیب نے لکھے ہیں اور ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین (گوجرات) نے چھپوائے ہیں۔ جناب نیاز کا نام دیکھ کر پہلے خیال کیا کہ یہ کتاب ایسی ادق عبارت میں لکھی گئی ہوگی کہ خواتین کے مطالعہ کے قابل نہ رہی ہوگی۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ کہ اسکی عبارت سلیس ہے۔ اور حالات بھی مصنف نے بہت عمدگی سے جمع کئے ہیں۔ میں جماعت احمدیہ سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر اپنے اپنی

گھروں میں پڑھنے کے لئے دیں۔ بے ہودہ ناولوں اور قصے کہانیوں کی بجائے مستورات کو ایسی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ قیمت ۲ر (جو زیادہ ہے) حجم ۱۲۸ صفحے۔ ملنے کا پتہ:۔ رسالہ صوفی منڈی بہاؤالدین (گوجرات) اس کتاب کے پروف دیکھنے میں بے احتیاطی یا لاپروائی قابل افسوس ہے۔

وجدانی نشتر خدا جزائے خیر دے۔ میرے دیرینہ رفیق منشی محمد الدین صاحب فوق کو جنھوں نے یہ کتاب مرتب کر کے اہل اللہ کے راز و نیاز۔ سوز و ساز۔ سکون و اضطراب حال و قال۔ وجد و وصال کا ایک لازوال رُوحانی خزانہ ہمیں دیا ہے۔ پہلے حصہ میں ان آیات قرآنی کا ذکر ہے جنھیں سنکر وجد طاری ہوا۔ کوئی اسلام لایا۔ اور کوئی تڑپ رہ گیا۔ دوسرے حصے میں وہ عربی اشعار ہیں جنھیں پڑھ یا سنکر بے خودی کی حالت طاری ہوئی اس حصے کے متعلق مجھے یہ سخت شکایت ہے۔ کہ فوق صاحب نے تصحیح کا کچھ انتظام نہیں کیا۔ اول تو اشعار ہی غلط چھپے ہیں۔ پھر اُپر اعراب نہیں۔ اسلئے ان کو جو عربی کم جانتے ہیں محض ترجمہ سے چنداں لطف نہیں آسکتا۔ تیسرے حصے میں وہ عربی اور زیادہ تر فارسی اشعار ہیں۔ جنھیں سُنکر بعض اہل اللہ جان سے گذر گئے۔ چوتھا تیر و نشتر ہے۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کیا ہے۔ کسی کو تڑپا دیا۔ کسی کا داغ حسرت چمکا دیا۔ اور کسی کو ذات بحت سے ملا دیا۔ اور کسی کو گھر بار بھلا دیا۔ پانچواں حصہ درد دل کا رکھا ہے۔ اس حصہ میں ہمارے خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدینؓ کا بھی ذکر ہے۔ چھٹے حصے میں کچھ پنجابی اشعار ہیں۔ مگر کم۔ حالانکہ بہت مل سکتے تھے ۱۲۸ صفحے کی کتاب مجلد ایک روپیہ میں ملیگی۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں نے خیال کیا کہ یہاں تو ایک ایک مصرعے پر کسی کی جان گئی۔ اور کوئی تڑپ کر رہ گیا۔ وائے بر حال اس سنگ دل کے جو تمام کتاب پڑھ جائے۔ اور اس کا دل نہ پسیجے۔ احباب ضرور منگوائیں۔

منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری لاہور سے ملسکتی ہے۔

درخواست دُعا۔ وہ مضمون جو تشحیذ کے پہلے صفحوں پر قرآن کریم کی تصدیق کے عنوان سے درج ہے وہ جسقدر فاضلانہ معلومات کا حامل ہے ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں لکھنے والے صاحب اپنے مشکلات حل ہونیکے لئے بھائیوں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴

نوٹ :۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے وہ شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا بلاقیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے :

Digitized by Khilafat Library

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت کے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں :۔

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھلنے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کے لئے پہلے ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنی یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ اکتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی چار آنے ۔ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر ۔ آٹھ شیشی تک ۶ر :

گھیگھے کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا ہے مگر تھوڑے دن کا ورم رہنے سے اسی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے ۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہیئے اسمیں صرفہ بہت کم ہے ۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے ۔ جو کہ دو ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے ۔ قیمت کھانے کی دوا بارہ آنے (۱۲) لگانے کی دوا چار آنے (۴ر) محصولڈاک پانچ آنے (۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا پین ہیلر

یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم درد کو دور کرنے کے لئے ایک لاجواب دوا ہے ۔ موچ ۔ چوٹ ۔ گٹھیا کے سبب سے جوڑوں یا گانٹھوں میں درد ہو ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کو لہا گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکے مالش سے فوراً ہی دور ہو جاتا ہے ۔ ڈاڑھ اور مسوڑھے کے درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴	بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الثانی	جلد ۱۲

فہرست مضامین

خطبہ جمعہ	۱	—	۴	حضرت مسیح موعود علیہ السلام
ہمارا ترجمہ قرآن کیسا ہو	۵	—	۵	
واللہ یعصمک من الناس	۶	—	۶	حضرت خلیفۃ الثانی صاحب
[illegible]	۷	—	۱۵	حافظ [illegible]
[illegible]	[illegible]	—	[illegible]	[illegible]
عقائد شیوہ احمدی نمبر ۳	۲۳	—	۲۴	مولانا محمد ابراہیم بقاپوری
وفات مسیح موعود		—		
رجوع کے حقیقی معنے				
بشارات القرآن	۲۵	—	۳۰	مولوی احمد دین صاحب نارووال
درس حدیث	۳۰		۳۰	حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی
یعقوب اور مسیحا	۳۱	—	۳۸	اکمل

قیمت سالانہ عوام سے ۲ طلباء سے عہ غیر ممالک سے عار

[illegible] عبدالرحمٰن [illegible] قادیانی نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور [illegible] عبداللہ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلوروڈاین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے اور دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں

قیمت ۶/ اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵/

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا جینک کے سرے پر روئی لپیٹ کے اسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبو کے اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہو جاتا ہے قیمت ۳/ محصولڈاک ایک سے ۸ شیشی تک ۶/

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کہ جو ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دواؤں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ابرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوڈائنیر سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے

قیمت فی شیشی ۸/ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵/ سالسہ قیمت عا/ محصول ۷/

ڈاکٹر ایس کے برمن کا جوہر پیپرمنٹ

یہ تو غالباً سب ہی لوگ جانتے ہیں کہ معمولی درد شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کیا کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیزیں ملی ہوئی ہیں اسلئے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے یہ جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے طیار کرا کے منگوایا گیا ہے اسکے آدھے چاول کے برابر پان میں رکھکر کھانے منہ کی بدبو پیٹ کا درد ریاحی وغیرہ کو دور کریگا تیل میں ملا کر کنپٹی میں لگانے سے درد سر کے لئے بھی مفید ہے قیمت فی شیشی ۶/ محصولڈاک وغیرہ ۵/

نوٹ - ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ
تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۷۱ء

خطبۂ جمعہ

مؤلفہ
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"حضرت اقدس اپنے ابتدائی زمانہ میں لدھیانہ تشریف فرما تھے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کوئی خطبۂ جمعہ لکھدیں جو ہم سُنا دیا کریں حضور نے یہ خطبہ لکھدیا جو مجھے ایک دوست کی مہربانی سے ملگیا ۹۵ فیصدی احمدیوں کو تو اسکا علم بھی نہ ہوگا اسلئے محفوظ کرنے کے لیے اسے تشحیذ میں دیا جاتا ہے امید ہے ناظرین فائدہ اٹھائینگے" (ایڈیٹر)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعلمین
پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا اور اپنا کلام نازل کیا تا دنیا کے لیے

نذیراً الذی لہٗ ملک السمٰوٰت والارض ولم یتخذ
نذیر ہو۔ وہ پاک ذات ہے جو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس کا نہ کوئی

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے۔ اور وہ وہ ہے جس نے کل چیزوں کو ایک مقدار

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ

مناسب اور اندازہ موزوں کیساتھ پیدا کیا۔ لوگوں نے اس معبود حقیقی کے سوا اور معبود بنالئے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرسکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنی جانوں کے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں

وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

نہ اپنی موت و حیات اور پھر جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں — کل انسان موت کا مزہ چکھنے

الْمَوْتِ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝ خَلَقَ

والے ہیں ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال اور اکرام کا ہے اس نے

الْمَوْتَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا حَيَّ اِلَّا هُوَ ۝ وَخَلَقَ الضَّعْفَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَوِيَّ اِلَّا هُوَ ۝

موت کو پیدا کیا تا معلوم ہو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی نہیں مگر وہی اور ضعف کو بنایا تا ظاہر ہو کہ قوی کوئی نہیں مگر وہی

وَخَلَقَ الْعَجْزَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَادِرَ اِلَّا هُوَ ۝ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ ۝ اَثْبَتَ

اور عجز کو بنایا تا ثابت ہو کہ قادر کوئی نہیں مگر وہی۔ عجب پاک ذات ہے اور کیا ہی بلند شان ہے اسکی۔ اسنے

حَيَاتَهٗ بِمَوْتِ غَيْرِهٖ ۝ وَاَثْبَتَ قُوَّتَهٗ بِضَعْفِ غَيْرِهٖ

دوسروں کی موت سے اپنی دائمی زندگی ثابت کی اور دوسروں کے ضعف سے اپنی قوت کا اظہار کیا۔

وَاَثْبَتَ قُدْرَتَهٗ بِعَجْزِ غَيْرِهٖ ۝ تَفَرَّدَ فِىْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ

اور دوسروں کے عجز سے اپنی قدرت کا ثبوت دیا وہ یگانہ ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں

وَقُوَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَحَيَاتِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْهَا اَحَدٌ

اور اپنی قوت میں اور اپنی قدرت میں اور اپنی دائمی زندگی میں اور ان باتوں میں اسکا کوئی شریک نہیں

وَّاِنْ كَانَ نَبِيًّا اَوْ وَلِيًّا ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو اور درود اور سلام ہے اس کے رسول

مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَسِرَاجِ السُّبُلِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور کل بھلائی کی راہوں کے روشن چراغ ہیں خاتم الانبیاء

وَاَحَبِّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ

اور کل بنی آدم سے خدا کو عزیز و محبوب ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائک اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

بھیجتے ہیں تم بھی اے ایمان والو! اپنے نبی پر محبت اور سچے دل سے درود اور سلام بھیجو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا خَادِمِی الدِّیْنِ لِلّٰہِ وَصَلُّوْا خَاشِعِیْنَ

اے ایمان والو! خدا کے لئے خدا کے لئے خادم دین بنجاؤ۔ اور خشوع اور خضوع کیساتھ نماز پڑھو

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ط

اور خدا کے نہایت فرمانبردار بندے ہو جاؤ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنے حدود اسلام

اِنَّ الْمَوْتَ قَرِیْبٌ مَا نَجَا مِنْہُ نَبِیٌّ وَلَا وَلِیٌّ ط وَلَوْ کَانَ

بلاشبہ موت قریب ہے اور موت سے آجتک کسی نے نجات نہیں پائی موت نے کسی نبی کو چھوڑا نہ کسی ولی کو۔ اگر کوئی

اَحَدٌ مِّنَ الْاَحْیَاءِ لَکَانَ نَبِیُّنَا وَسَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ

فرد بشر موت سے نجات پاتا تو یقیناً اس کے سب سے زیادہ مستوجب اور مستحق ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ

الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط یٰاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَغْلُوْا

صلی اللہ علیہ وسلم تھے اے لوگو! اپنے قولوں میں حد سے نہ بڑھو

فِیْ قَوْلِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا اِلَّا الْحَقَّ وَلَا تَقُوْلُوْا بِعِیْسٰی

اور جو بات کہو حق کہو اور یہ بات ہرگز اپنے منہ سے نہ نکالو کہ عیسےٰ ع

عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیًّا بَلْ ھُوَ مَاتَ وَتُوُفِّیَ وَرُفِعَ وَاُدْخِلَ

بجسد عنصری زندہ ہیں بلکہ وہ مر گئے اور ان کی روح پاک قبض کی گئی اور عزت کیساتھ

فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ الَّذِیْنَ مَاتُوْا مِنْ قَبْلِہٖ وَکَیْفَ

آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ ان صالحین کی جماعت میں داخل کئے گئے جو ان سے پہلے اس دار فنا سے کوچ کر گئے

تُنْکِرُوْنَ بِمَوْتِ الْمَسِیْحِ وَقَدْ تَقْرَءُوْنَ ذِکْرَ وَفَاتِہٖ

ہیں مسیح ع کی موت کا تم کیوں کر انکار کرتے ہو۔ جب کہ تم قرآن کریم میں ان کی وفات کا ذکر پڑھتے

فِی الْقُرْاٰنِ وَلَا تَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥

ہو حق بات کو نہ چھپاؤ جب کہ تمہیں معلوم ہے

[illegible]

خطبہ دوم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلہ قیامت ایک بہت ہولناک گھڑی

عَظِيمٌ ط كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِالسَّاعَةِ وَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا

ہے تم اس ساعت کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اسکی بڑی علامتیں ظاہر ہو گئیں

وَقَدْ جَاءَ الْمَسِيحُ الَّذِي بُشِّرَ لَكُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكُمْ

اور بالتحقیق وہ مسیح جس کے آنے کی تمہیں بشارت دی گئی تھی تم میں آ گیا اور تمہارے رب کی

صِدْقًا وَعَدْلًا فَاشْكُرُوا اللّٰهَ وَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَكُونُوا

بات نہایت سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہو گئی خدا کا شکر کرو اور مسیح موعود کی پیروی کرو

أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوا رَبِّكُمْ وَأَنَّكُمْ إِلَيْهِ

سب سے پہلے منکر تم ہی نہ بنو یاد رکھو خدا کے سامنے ہونا ہے اور اسی کی

رَاجِعُونَ ط يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرُدُّوا نِعْمَتَ رَبِّكُمْ وَاتَّقُوا

طرف پھر جانا ہے اے لوگو اپنے رب کی نعمت کو رد نہ کرو۔ اور اس قوم کے حالات سے

مِنْ أَمْثَالِ قَوْمٍ كَانُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَصَلُّوا عَلَى

عبرت حاصل کرو جو خدا کی ناشکری اور انکار سے ذلیل بندر بنائی گئی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَبِيِّكُمْ وَاعْدِلُوا فِي كُلِّ أَمْرِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

پر درود بھیجو اور کل امور میں طریق عدل اختیار کرو۔ دیکھو خدا نے کریم عدل اور احسان اور ایتاء

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں اور گناہ کے کاموں اور سرکشی کے طریقوں سے

وَالْبَغْيِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ فَإِلَيْهِ تَبْتَلُوا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

منع فرماتا ہے۔ اول اور آخر سب تعریفیں اسی کو ہیں اسی کے ہو رہو اے مومنو! فقط

ہمارا ترجمہ قرآن کیسا ہو؟

منقول از البدر ۲۳ اکتوبر تا ۲۹ اکتوبر و ۵ نومبر ۱۹۰۳ء

حضرت مسیح موعود ۔ میرا خود بھی یہ ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ قرآن شریف کا ہمارے سلسلہ کی طرف سے نکلے۔

محمد عبد الحق ۔ اسکی ضرورت کو یورپین لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی اور محسوس نہیں کر سکتا الخ

حضرت مسیح موعود صرف قرآن کا ترجمہ اصل میں مفید نہیں جبتک اسکے ساتھ تفسیر نہ ہو مثلاً غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی نسبت کسی کو کیا سمجھ آسکتا ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جب تک کہ کھولکر نہ بتلایا جائے اور پھر یہ دعا مسلمانوں کو کیوں سکھائی گئی اسکا یہی منشا تھا کہ جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کا انکار کر کے خدا کا غضب کمایا ایسا ہی آخری زمانے میں اس امت نے بھی مسیح موعود کا انکار کر کے خدا کا غضب کمانا تھا اسلئے اول ہی ان کو بطور پیشگوئی کے اطلاع دیگئی کہ سعید روحیں اسی وقت غضب سے بچ سکیں۔"

مندرجہ بالا سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کس قسم کا ترجمہ قرآن اور تفسیری نوٹ اپنے سلسلہ احمدیہ کی طرف سے پسند فرماتے تھے اور اس سے نہ صرف طرز تبلیغ جو یورپ میں ہمیں اختیار کرنی چاہئے واضح ہے (یعنی مسیح موعود کا ذکر ضرور ہو) بلکہ یہ بھی بتادیا کہ مسلمانوں کے افادہ کے لئے جو ترجمہ ہو۔ اسمیں بھی انہیں مسیح موعود کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے یہانتک کہ انہیں سمجھایا جائے کہ کافر کہنے سے نہیں بلکہ مسیح موعود کا محض انکار کرنے سے انسان یہود کی طرح خدا کے غضب میں آجاتا ہے۔

یہ کتابیں پھر نہ ملینگی

در ثمین فارسی مجلد قیمت ۷ ۔ ظہور المہدی فی جلد ۸ ۔ لیکچر سیالکوٹ ۱ (۳۵ جلدیں باقی ہیں) (۲۵ جلدیں باقی ہیں) (۷۰ جلدیں باقی ہیں)

پیغام صلح فی جلد ۲ (صرف ۵ نسخہ باقی) بلوغ المرام بلا ترجمہ بلا اعراب فی جلد ۱ (صرف ۴ نسخہ باقی)

واللّٰہ یعصمک من النّاس

"عیسائیوں کی طرف سے اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلعم کو زہر دیا گیا اور آپکی وفات اسی کے اثر سے ہوئی۔ اسکا مختصر جواب حضرت خلیفہ ثانی نے ایک دوست کو لکھایا" (ایڈیٹر)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا مگر آپ نے کھایا نہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے آپکو اطلاع دیدی منہ تک لقمہ لیگئے تھے پھر پھینکدیا۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے آپکو کوئی مرگی کا دورہ زہر کھانیکے بعد ہوگیا۔ آپکو مرگی کا دورہ بھی نہیں ہوا لقمہ منہ میں جو رکھا اسکے اثر سے گردن کے پٹھوں پر کچھ اثر ہوا تھا مگر نہ آپنے کھایا نہ اسکا کوئی زیادہ اثر ہوا۔ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں سب آیتیں قابل عملدرآمد ہیں پس جب کوئی منسوخ ہی نہیں تو منسوخ آیت کے معلوم کرنے کے لئے کسی معیار کی بھی ضرورت نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جس قدر معجزات ظاہر ہوئے اسکی نظیر کسی نبی کے معجزات میں نہیں پائی جاتی جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول کریم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا وہ غلطی پر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمی کہنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپکو کوئی معجزہ نہیں دکھایا پہلے نبی بھی آدمی تھے اگر کسی آدمی کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تو پہلے نبیوں کے ذریعہ معجزات کا ظہور کس طرح ہوا۔ اسلام کے معنے فرمانبرداری ان معنوں سے جسقدر نبی گزرے ہیں سب مسلم تھے ہاں جس صورت میں کہ اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اسکے پابند نہ تھے ان کے لئے الگ شریعتیں تھیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوتی رہیں والسلام

نادر موقعہ

ایک روپیہ کی کتابیں صرف ۵ر میں

مندرجہ ذیل ایک روپیہ کی کتابیں صرف ۵ر میں دیجاتی ہیں اور یہ کتابیں نہایت مفید۔ ان کتابوں کے مضامین کی فہرست پہلے رسالوں میں چھپ چکی ہے اب گنجائش نہیں ہو سکتی + مورکہ سیدہ ار حل چیستان مرزا۔ ار البرق ۲ دافع البلاء ۲ر محسن سلیم ۲ر ہدیۂ ثاقب ۲ خصوصیات مسیح موعود ار الوصیت پر نظر ۔ر طبیب روحانی ۲ر احمدی عقائد ۔ر (یہ رعایت ۳۰ اپریل تک ہے)

مینجر تشحیذ

ایک معزز دوست کے سوالات کے جواب

ناظرین کرام ایک معزز دوست کے خط نے ہمیں اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا ہے انہوں نے چند سوالات نقل کئے ہیں جو مع سوال و جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں وما توفیقی الا باللہ

بیہقی میں من السماء کا لفظ

(۱) ایک مولوی نے کہا کہ بیہقی کتاب الجوازر و الصلوٰۃ میں جو حدیث نزول مسیح کی ہے اسمیں من السماء کا لفظ موجود ہے یعنے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم من السماء

پہلا جواب

جواباً عرض ہے کہ بیہقی ایک ایسی عنقا صفت کتاب ہے کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جو مولوی بھی مذکورہ بالا حدیث کو اسی کی طرف منسوب کرتا اور پھر اسکو بطور سند ہمارے مقابلہ میں پیش کرتا ہے وہ اس کتاب کی صورت شکل سے ہی ناواقف محض ہے چہ جائیکہ اس نے مذکورہ بالا حدیث کو اس کتاب میں بچشم خود مندرج پایا ہو۔ پس ایک ایسی کتاب جو کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے اسکی کسی حدیث کو بطور سند پیش کرنا دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

دوسرا جواب

خصوصاً جبکہ وہی حدیث بخاری میں (جسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا رتبہ دیا گیا ہے) بھی آئی ہے اور اسمیں من السماء کا لفظ موجود نہیں۔ پس ایک ایسی صحیح حدیث کو نظر انداز کرکے ایک موہوم اور ظنی حدیث کو مع زیادہ بطور سند پیش کرنا کسی صاحب انصاف کے نزدیک صحیح امر نہیں وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ حق اور یقین کے مقابلہ میں ظن کی کیا وقعت ہو سکتی ہے ہاں اگر معترضین اس عنقا کی تلاش میں کامیابی حاصل کرلیں پھر ان کی پیش کردہ حدیث بھی اسمیں انہی الفاظ میں لکھی ملجائے تو پھر کسی قدر غور بھی کیا جا سکتا ہے۔

فی الحال سوال اول کے جواب میں تو ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث معراج

(۲) ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے شب معراج میں آنحضرت صلعم نے قیامت کے بارہ میں انبیاء کرام سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ دوسروں نے لاعلمی ظاہر کی مگر عیسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا نزول اب قیامت میں

مقدم ہے ان دونوں حدیثوں سے اگر کوئی رفع مسیح بجسد عنصری کا استدلال کرے تو کیا جواب دیا جائے

گفتگو ثبوت حیات بجسد عنصری نہیں

حدیث اوّل کے متعلق تو ہم اوپر بحث کر آئے ہیں رہی ابن ماجہ کی حدیث اگر ابن ماجہ کی حدیث سے مسیح کا بجسم عنصری مرفوع ہونا ثابت ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دیگر انبیاء کو بھی جن سے آنحضرت صلعم نے اسی طرح گفتگو کی جس طرح کہ حضرت عیسےٰ سے مرفوع بجسدہم العنصری تسلیم نہ کیا جائے اگر باوجود اس کے باقی انبیاء بمعہ جسم عنصری مرفوع نہیں ہوئے تو کس امتیازی نشان کی بناء پر مسیح کو اس حالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے جس حالت میں کہ دیگر انبیاء آسمان پر موجود ہیں۔

حدیث کو قرآن مجید سے مقدم نہ کرو

خصوصاً جبکہ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسےٰؑ کی وفات کا ذکر بوضاحت کر دیا ہے بخوف طوالت صرف ایک آیت قرآنی ذیل میں درج کیجاتی ہے جسمیں حضرت عیسےٰؑ اپنی زبان سے اپنی وفات کا اقرار کرتے ہیں اور اس بیان کا راوی وہ ذات پاک ہے جس کی طرف کوئی غلطی اور سہو منسوب نہیں ہوسکتا اور ابن ماجہ کی حدیث کے راوی ایسے وجود ہیں جن کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے خلق الانسان ضعیفا۔ پس انسانوں کی روایت کو خدا تعالےٰ کی روایت پر ترجیح دینا سخت بے انصافی ہے اور حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ حدیث جو واقعہ میں آنحضرت کا ہی فرمان ہے۔ قرآن کے بیان کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ہاں طریق ادب یہ ہے کہ جو حدیث قرآنی آیت سے بظاہر ٹکراتی ہو اسکو معقولی رنگ میں قرآن کے مطابق کرنا چاہئیے اور واعتصموا بحبل اللہ پر عمل کر کے قرآن کریم کی یقینی بات پر ایمان لانا چاہئیے کیونکہ حدیث وہ چیز ہے جسے راویوں کے اعتبار پر آنحضرت کا کلام کہا جاتا ہے محدثین نے بہت چھان بین کی ہے مگر وہ بھی آخر انسان تھے انکی یہ شان نہیں کہ وہ غلطی سے مبرّا ہوں یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء نے لکھا ہے کہ کئی حدیثیں ہیں جن کو اسناد کے لحاظ سے ضعیف کہا جاتا ہے لیکن آنحضرت نے ہمکو کشفی رنگ میں بتایا کہ وہ صحیح ہیں اور کئی حدیثیں اسناد کے لحاظ سے صحیح اور مرفوع ہیں لیکن آنحضرت نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ غلط ہیں یونہی میری طرف منسوب کی گئی ہیں ایسے لوگ بہت ہو گزرے ہیں جنھوں نے حدیث موضوع کو باسناد صحیح آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا بعض کو تقوی اللہ نصیب ہوا۔ اور انہوں نے اپنی موضوعات پر محدثین کو مطلع

کردیا جنکو محدثین نے علیحدہ کردیا لیکن جو مطلع کئے بغیر مر گئے انکی موضوعات کو صحیح حدیث سے علیحدہ کرنے کے لئے یہی طریق ہو سکتا ہے کہ احادیث کو قرآن پر عرض کیا جائے اگر قرآن کے مطابق ہو یا کم از کم قرآن کے خلاف نہ ہو۔ اسکو صحیح تسلیم کیا جائے اگر کسی مخالف حدیث کے معنے قرآن کے مطابق ہو سکیں۔ تو اسکی صحیح معنوں میں تاویل کرنی چاہئے۔ پس اگر ابن ماجہ کی حدیث سے کسی کو یہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو خداتعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کی زبانی قرآن کریم میں یہ روایت کی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں ایسا شخص اس یقینی روایت سے اپنی سمجھ کی اصلاح کرلے اور اس حدیث کے متعلق طریق ادب یہ اختیار کرے کہ اسکے ایسے معنے کرے جو قرآن کے خلاف نہ ہوں۔

مرنے کے بعد پاک روحیں اعلیٰ علّیین پر

اصلی بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی مومن وفات پاتا ہے تو ملائکہ اسکی روح کو بڑی عزت کے ساتھ آسمان پر لیجاتے ہیں اور اسکے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں (

اور ان اللہ یرفع بھذا القرآن اقواما (مشکوٰۃ) اور من تواضع للہ یرفعہ (بخاری) کے مطابق اللہ تعالیٰ متواضع افراد مومنین کو اعلیٰ علّیین میں جگہ دیتا ہے اسلئے آنحضرتؐ نے بھی وفات کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ بالرفیق الاعلیٰ کہ الٰہی مجھے بھی وفات دیکر ان رفیقوں میں ملا دے جنکو تو نے اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت کرکے اعلیٰ مرتبہ بخشا ہے تو آنحضرت نے شب معراج میں انہی رفقاء سے ملاقات کی تھی جو فوت ہو چکے تھے اور عیسےٰ علیہ السلام نے جو انہی فوت شدہ انبیاء میں سے تھے آنحضرت کو فرمایا فانزل پھر میرا نزول ہوگا

ازروئے قرآن کریم مرد ے واپس نہیں آتے

اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی رو سے مردوں کا زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع ہے چنانچہ خداتعالےٰ فرماتا ہے ثم انکم بعد ذٰلک لمیتون ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون کہ مرنے کے بعد پھر تم قیامت کو ہی اٹھائے جاؤگے پھر فرماتا ہے ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون کہ جو مر چکے ہیں ان کے اور دنیا کے درمیان روک ہے جو دوبارہ دنیا میں آنے سے ان کو روکتی ہے پھر فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون کہ جو مر گئے ہیں ان کا دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آنا حرام اور ممنوع ہے اور حضرت جابر کے والد کا قصہ آنحضرتؐ کی زبانی اس آیت کی پوری تشریح کر دیتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ان شہداء سے جنہیں نہ ..

جابر کے اللہ بھی تجھے فرمایا کہ میں اسقدر خوش ہوں کہ جو کچھ تم چاہو مجھ سے مانگو میں تمکو دونگا شہدا نے درخواست کی کہ ہمیں پھر دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں آپ بھیجیں پھر ہم آپکی راہ میں جان دیں لیکن خداتعالےٰ نے باوجود اپنے وعدے کے کہ جو کچھ تم مانگوگے میں تمکو دونگا یہ جواب دیا سبق القول منی انہم لا یرجعون - تمہاری یہ درخواست تو ہمارے اس قانون کو توڑتی ہے جو ہمنے قرآن میں صحیح فرمایا ہے کہ جو مر جائے اسکو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائیگا پس تمہاری یہ درخواست منظور نہیں کیجاسکتی گویا اس آیت کی تفسیر خود خداتعالےٰ نے یہ بیان فرما دی کہ مرے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے پھر خداتعالےٰ فرماتا ہے اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّی کہ اللہ تعالےٰ دو وقت روح قبض کرتا ہے ایک سونے کے وقت اور ایک موت کے وقت جو موت کے وقت قبض کرتا ہے اسکو پھر دوبارہ نہیں بھیجتا بلکہ روک رکھتا ہے اور جو نیند کے وقت قبض کرتا ہے اسکو مقررہ میعاد تک واپس کر دیتا ہے

فانزل سے کیا مراد ہے پس عیسیٰ ع کے قول فانزل کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں آئینگے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فانزل کے ساتھ من السماء نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت میرا مثیل پیدا ہوگا جو صعود کے مرتبہ پر پہنچکر خدا کے حکم سے مخلوق کی طرف نزول کریگا یعنے اسکو پیغام رسالت دیا جائیگا چنانچہ زرقانی جلد صفحہ ۱۸۱ میں لکھا ہے ان عیسےٰ یاتی ذواحد من ھٰذہ الامۃ کہ جس عیسیٰ نے آنا ہے وہ اسی امت کا ایک فرد ہوگا۔

انبیا قبل بعثت مخلوق سے قطع تعلق کر کے ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور خدا سے کامل تعلق پیدا کر لیتے ہیں - اس صعود کے بعد خداتعالےٰ ان کو مخلوق کی طرف متوجہ کرتا ہے تا اپنے نزول سے وہ دیگر مخلوق خدا کو بھی تعلق باللہ کا شرف حاصل کرائیں اسلئے آنحضرت صلعم کے متعلق بھی خداتعالےٰ فرماتا ہے انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً کہ اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف آنحضرت کو نازل فرمایا ہے - پس جس رنگ میں آنحضرت کا نزول ہوا اسی رنگ میں مثیل مسیح کا بھی نزول مقدر تھا - اور بعاورہ میں مثیل کو بھی اصل کے حکم میں داخل کر لیا جاتا ہے چنانچہ آیت آخرین منہم میں آنحضرت کا دوبارہ مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے -

لیکن حال میں مثیل محمدی جو سلمان فارسی کی نسل سے ہے اور اذ نجینٰکم من آل فرعون میں خداتعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو فرعون کے زمانے کے بنی اسرائیل قرار دیا ہے حالانکہ یہ انکے

مثیل تھے اسلئے حضرت مسیح نے بھی اپنے مثیل کے آنے کو اپنا آنا قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ نہ تو حضرت مسیح بجسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں اور نہ وہ خود دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے بلکہ ان کے مثیل نے آنا تھا۔ سو وہ وعدہ کے مطابق آگیا!۔

امتوں کے اعمال ان کے نبی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام پر انکی امتوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جس سے اس ارحم الراحمین کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو مجسم ہمدردی ہوتے ہیں۔ اپنی امتوں کی لغزشوں سے اطلاع پاکر حق تعالےٰ سے ان کے لئے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش کر انکی عزت افزائی کرے اور انکی امتوں کو راہ ہدایت پر قائم کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ ملائکہ کے ذریعہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اس کے عوض میں میں تمہارے لئے سلامت روی کی دعا کرونگا (مشکوٰۃ) اور فرمایا جو قوم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتی۔ ان کا یہ طریق عمل انپر وبال ہوجاتا ہے۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے احسانات اسقدر ہوتے ہیں کہ ان سے انکا امتی کسی طرح سبکدوش نہیں ہوسکتا مگر پھر بھی وہ ایسے غیور ہوتے ہیں کہ کسی کا تھوڑا سا احسان بھی اپنے ذمہ نہیں رہنے دیتے۔

اس سے انبیاء کو دعا کی تحریک ہوتی ہے

اسلئے جو انپر درود بھیجتا ہے اسکے واسطے خصوصیت کے ساتھ وہ دعا کرتے ہیں اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اس بات کے آرزومند رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی طرح ان کو ان کے پسماندوں کے حق میں یہ بشارت دے کہ جس طرح وہ خود خوش اور بے غم ہیں یہ نعمت ان کو بھی حاصل ہو چنانچہ قولہ تعالےٰ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ شہداء بشارت چاہتے ہیں ان لوگوں کے حق میں جو دنیا میں ہیں اس بات کی کہ ان پر بھی کوئی خوف اور حزن نہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام تو افضل الشہداء ہیں اسلئے وہ بھی اپنی امتوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کو خوف حزن سے نجات دے اور گمراہی سے بڑھکر اور کوئی خوف کا مقام نہیں کیونکہ تمام غم والم اسی کی پاداش میں انسان کو پہنچتے ہیں پس وہ مجسم ہمدردی یعنے انبیاء خدا تعالےٰ کے آستانے پر گرتے اور اپنی امتوں کی سلامتی اور رہنمائی کیلئے عجز کیا کرتے ہیں۔

انبیاء اپنی امت کو گمراہی سے بچانے کیلئے خود آنا چاہتے ہیں

اور ویستبشرون بنعمۃ من اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے بعثت انبیاء کی بھی درخواست کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ نے سب سے بڑی نعمت بعثت انبیاء کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ شہداء دنیا میں دوبارہ آنے کی درخواست کرتے ہیں انبیاءؑ کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خود دنیا میں آکر اپنی امتوں کی اصلاح کریں۔

خود آنا خلاف سنت ہے اسلئے انکا بروز مبعوث ہوتا ہے

مگر چونکہ یہ اسکے وعدہ انہم لا یرجعون کے خلاف ہے اسواسطے خدا تعالےٰ دنیا میں انکے بروز اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو ان کے پیشوا اور مقتدا بنکر ان کو سلامتی کی راہ پر چلاتے ہیں اور اس طرح ان کو اس بڑے خوف اور حزن سے نجات دلا کر جنّت النعیم کے وارث بنا دیتے ہیں۔ غرض اس طرح ان فوت شدہ انبیاء کی دعائیں عملی جامہ پہنتی ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ دنیا کو گمراہی سے نکالکر راہ راست پر چلانے کے لئے انبیاء کو مبعوث کرتا ہے۔

خاتم النبیّین تمام نبیوں کے قائمقام

آنحضرت کے زمانہ میں تمام انبیاء کی امتیں بگڑ چکی تھیں وہ اپنے آپکو انکا مطیع سمجھتی تھیں لیکن درحقیقت ان کی اطاعت سے دُور جا رہی تھیں خدا تعالےٰ نے تمام انبیاء فوت شدہ کی متفقہ دعا کو شرف قبولیت بخش کر آنحضرت جیسا جامع جمیع کمالات انبیاء تمام نبیوں کی امتوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا اور چونکہ آنحضرت کو علم دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں امت دعوت کو کیا امت اجابت بھی بدترین مخلوق ہو جائیگی۔

آخری زمانہ کا رسول تمام رسولونکا قائمقام

اسلئے آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم میں خدا تعالےٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت کی دوبارہ بعثت کا ذکر فرمایا۔ اور در اصل وہ آنحضرت کے مثیل کی پیشگوئی ہے اسلئے ابن ماجہ کی حدیث میں جو حضرت عیسےٰ نے اپنے نزول کی خبر دی ہے تو اس سے مراد انکا مثیل ہے کیونکہ آنیوالا آنحضرت کا بروز ہونے کے باعث جو تمام انبیاء کے جامع تھے حضرت عیسےٰ کا بھی بروز ہے اور مثیل بھی اسلئے خدا تعالےٰ نے بھی واذا الرسل اقتت فرما کر آنے والے کو بھی تمام انبیاء کا قائمقام قرار دیا ہے

مسیح نے اپنے نزول کا خصوصیت سے ذکر کیوں کیا

لیکن انہوں نے اپنے مثیل ہو کر آنے کی خبر خصوصیت کے ساتھ اسلئے دی کہ آپکی امت نے تمام امتوں سے بڑھکر ہدایت فی الدین کا محتاج ہونا تھا اسلئے ان کو اپنی امت کی زیادہ فکر تھی جس کیوجہ سے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ اپنے نزول کا ذکر فرمایا۔

عیسیٰ نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میرا مثیل آئیگا

اگر کوئی کہے کہ جب انہوں نے خود نازل نہیں ہونا تھا تو کیوں یہ نہ فرمادیا کہ میرا مثیل آئے گا کسی کو دھوکا بھی نہ لگتا اسمیں یہ حکمت ہے کہ جس توجہ اور فکر سے انسان اپنا کام آپ کرتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا مثیل کے لفظ میں چونکہ ایک قسم کی دوئی پائی جاتی ہے اس خیال سے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ مثیل مسیح مسیح کی قوم کی اصلاح میں شائد کامیابی حاصل نہ کر سکے جیسا کہ حضرت ہارون کی مثال موجود ہے جبکہ موسیٰ طور پر چلے گئے اور ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے۔ لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی

کسی قدر اخفاء ضروری تھا

مسیح نے اسکا اپنا آنا بیان فرمایا تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو سکے اور قرآن کریم کو تدبر کی نگاہ سے دیکھنے والے کو اس سے دھوکا ہرگز نہیں لگ سکتا جبکہ اسمیں صاف لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع اور سنت اللہ کے خلاف ہے اور اگر کسی قدر اخفاء نہ رکھا جاتا۔ تو کلام الٰہی پر کوئی تدبر ہی نہ کرتا جیسا بطور تنبیہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا اسلئے خدا تعالےٰ نے مومنوں کی عقل اور فراست بڑھانے کے لئے قرآن کریم میں ایسی طرز رکھی ہے۔ کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا اسکی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ٹھوکر کھاتا ہے اور جو اسے گہری نظر سے دیکھتا اور تدبر کرتا ہے خدا تعالےٰ اسکو انشراح صدر عطا فرماتا ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کا یہی مطلب ہے۔ اور تدبر کے ذریعے جو علم انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کے دل میں گڑ جاتا ہے اور وہ کسی کے اغواء سے اس راسخ عقیدہ کو ترک نہیں کرتا۔ اور آنحضرت بھی چونکہ خدا تعالےٰ کے مظہر ہیں اسلئے ان کے کلام میں بھی تدبر کی ضرورت ہے۔ خدا تعالےٰ غیر احمدیوں کو بھی تدبر فی القرآن کی توفیق بخشے۔

تیسرا سوال جو معزز دوست نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ معراج جسمانی کے اثبات میں اسلاف کے مولوی اکثر پیش کرتے ہیں کہ اسریٰ بعبدہٖ میں عبد کا لفظ جسم مع الروح دونوں پر بولا گیا ہے اوّل تو وہ آیت جس میں اسریٰ بعبدہٖ کا فقرہ ہے اس میں آسمان کا کہیں ذکر نہیں پھر یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت بجسد عنصری آسمان پر گئے تھے۔

اور پھر اسکا کیا ثبوت ہے کہ عبد روح اور جسم عنصری دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کریم میں لکھا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (ترجمہ) اے اطمینان یافتہ روح اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے پس میرے عباد میں شامل ہو جا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعد وفات مومن کی روح آسمان کی طرف بڑی عزت سے اٹھائی جاتی ہے اور وہاں مومنوں کو مرتبے دیئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ان ارواح پر عباد کا لفظ بیان فرمایا اور مرنے والے مومن کی روح کو ان پاکیزہ ارواح میں شامل ہونے کی خوشخبری دی ہے اور دعاء جنازہ میں آنحضرت نے صرف جسم پر جسمیں روح نہیں عبد کا لفظ استعمال کیا ہے اللّٰھم عبدک ابن عبدک کان تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدک ورسولک وانت اعلم بہ منی۔ پس یہ استدلال کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ چونکہ اسریٰ بعبدہٖ میں عبد جسم اور روح دونوں پر بولا گیا ہے اسلئے آنحضرت کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا یہ ایک من گھڑت بات ہے جو کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح دونوں کے ذریعہ ہوا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ناظرین نے بارہا دنیا میں دیکھا ہوگا کہ دور دراز ملکوں کی انہوں نے سیر کی ہے مگر کیا انکی یہ نقل و حرکت اس عنصری جسم کے ساتھ ہوتی ہے نہیں بلکہ اس عالم کا جسم اسی عالم میں رہتا ہے اور روح کو دوسرے عالم کے مطابق دوسرا جسم عطا ہوتا ہے لیکن چونکہ آنحضرت کی روح نہایت پاکیزہ اور لطیف تھی اسلئے آپ کی روح کو معراج کی رات نہایت اعلیٰ اور نورانی جسم عطا ہوا پس اس لحاظ سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح ہوا مگر وہ یہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ ایک اور نورانی جسم آپکو عطا ہوا تھا صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳ میں لکھا ہے۔ قال واستیقظ وھو فی المسجد الحرام کہ معراج کے سارے نظارے کے بعد آپ بیدار ہوئے جس سے صاف معلوم

بہتا ہے کہ آپکی سیر معراج بذریعہ رؤیا ہوئی ورنہ ماننا پڑیگا کہ حضرت بلال نے بھی بجسم عنصری معراج آسمانی کا شرف حاصل کیا بلکہ آنحضرت سے بھی وہ سبقت لے گئے کیونکہ آنحضرت نے اپنے آگے آگے حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سنی اور اسکو دیکھا۔ بخاری کتاب الامارہ صفحہ ۲۹۲۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمنے یہ جواب لکھا ہے۔ خدا تعالےٰ اسکو مفید اور بابرکت کرے آمین (خاکسار حافظ جمال احمدؐ)

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۳

(از دست خط جناب منشی غلام حسین صاحب قادر بھیروی)

شیعہ۔ جناب رسول صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے علیؐ منّی وانا منہ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے۔ نیز فرمایا ہے کہ من کنت مولا فعلی مولا یعنے جسکا میں مولا ہوں علی اسکے مولا ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں سے بڑھکر آپ ہی خلافت رسول کے مستحق تھے۔

احمدی۔ دونوں حدیثوں سے جناب علی علیہ السلام کا آنحضرت صلعم کے ساتھ کمال قرب و اتحاد و اخوۃ دینی و دنیوی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لیکن اگر ان الفاظ سے خلافت کا استحقاق نکالا جائے تو شیعوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ سوائے جناب علی کے دوسرے بزرگان دین کے حق میں بھی ایسے کلمات احادیث میں وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنے عم محترم عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ العباسؓ منّی وانا منہ۔ دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اہلبیت النبی بروایت ترمذی۔ یعنے عباس مجھسے ہے اور میں عباس سے۔

پھر ایک صحابی جلیبیب کے حق میں فرمایا ہے ھذا منّی وانا منہ۔ ھذا منّی وانا منہ مسلم معہ شرح نووی۔ باب فضائل جلیبیب رضی اللہ عنہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ احمدی دہلی ۱۲۶۹؁

یعنے یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔

اور مولا کے معنے بھی دوست کے ہیں چنانچہ آپنے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے انت اخونا و مولانا۔ دیکھو بخاری کتاب المناقب الصلح والمعاد جلد اول صفحہ ۳۰۳ یعنے اے

ؓ عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

زید تو ہمارا بھائی اور دوست ہے فتدبر

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام کو جنگ تبوک کے موقعہ پر فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ پس جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اسی طرح جناب علی بھی رسول صلعم کے خلیفہ ہیں۔ اگر دوسرے مستحق خلافت ہوتے تو ان کو بھی خلیفہ بنایا جاتا

احمدی۔ ہمکو اس سے انکار نہیں کہ جس طرح ایک خاص وقت کے لئے ہارون علیہ السلام موسیٰ کے خلیفہ بنائے گئے تھے اسی طرح جناب علی علیہ السلام بھی تبوک کے وقت بنائے گئے لیکن اس سے کوئی خاص استحقاق خلافت کا اور علی الخصوص خلیفہ بلا فصل ہونے کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا ڈبل استحقاق ثابت ہوگا کیونکہ رسول صلعم نے انکو ایک چھوڑ دو دفعہ مدینہ میں خلیفہ بنائے جانے کا موقعہ ملا۔ عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین۔ دیکھو ابوداؤد مطبوعہ کانپور صفحہ ۴۰۶۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام کی محبت علامت ایمان ہے اور آپ کے ساتھ بغض علامت نفاق ہے پس مبارک ہیں جو اس محبت میں سرشار ہیں اور افسوس ہے ان پر جو ان سے بغض رکھکر برسرپیکار ہیں

احمدی۔ اس سے ہمکو ہرگز ہرگز انکار نہیں لیکن جیسے رسول صلعم نے فرمایا ہے لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مومن۔ اسی رسول صلعم نے انصار جان نثار کے حق میں بھی فرمایا ہے آیۃ الایمان حب الانصار وآیۃ النفاق بغض الانصار اور نیز فرمایا ہے الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ۔ متفق علیہ مشکوٰۃ باب جامع للمناقب فصل اول۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۱

سو خدا کا شکر ہے کہ اہلسنت جس طرح علی علیہ السلام کو دوست رکھتے ہیں۔ اسی طرح مہاجرین و انصار کو بھی رکھتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ صرف جناب علی علیہ السلام کو دوست رکھتے ہیں اور مہاجرین و انصار کی

لہ ابن مکتوم کو مدینہ میں دو بارہ خلیفہ بنایا ۔ ۲ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار کا بغض ہے ۔ ۳ انصار سے نہیں محبت رکھتا مگر مومن اور نہیں بغض رکھتا ان سے مگر منافق جو ان سے محبت رکھے اللہ کا محبوب ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ کی جناب سے دور ہے۔

وقعت انکی نظروں میں برائے نام ہی ہے بلکہ ابوبکر صدیق کو گوسالہ سامری قرار دے کر بعد وفات رسول صلعم مہاجرین وانصار کو سوائے تین نفر کے مرتد اور گوسالہ پرستوں میں شمار کرتے ہیں۔ کتاب الروضۃ کافی صفحہ ۱۱۵ فانک بمنزلۃ[1] ہارون ومن تبعہ وہم بمنزلۃ العجل ومن تبعہ۔ غایۃ المرام سید ہاشم البحرانی مطبوعہ ایران مقصد اول باب ۱۲ حدیث التاسع صفحہ ۱۲۸

شیعہ۔ ہمارے علمائے امامیہ آیۃ اولی الامر منکم سے دوازدہ امام کی امامت نکالتے ہیں۔ آپ کے ہاں اولی الامر منکم کے کون لوگ مراد ہیں؟

احمدی۔ ہمارے محققین کے نزدیک اس سے حکام اور امرائے وقت مراد ہیں ظاہر آیت سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی ایسے لوگوں سے مراد ہے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن حذافہ السہمی کو ایک جنگ کے موقعہ پر امیر لشکر بنایا تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ثبت فی الصحیحین من حدیث سعد بن جبیر عن ابن عباس قال نزل قولہ تعالیٰ۔ یا ایھا الذین[2] اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ فی عبد اللہ بن حذافۃ السہمی بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریہ۔ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۰۴ سے ہے بارہ امام۔ سو نہ اس آیت میں بارہ کا ذکر ہے نہ اولی الامر کے معنے کسی لغت میں بارہ مرقوم ہیں۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے اسواسطے تمام امت سے افضل اور مستحق خلافت بلا فصل ہیں

احمدی۔ سب سے پہلے ایمان تو حسب روایات فریقین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا لے آئی ہیں دیکھو حیات القلوب جلد ۲۔ نہ کہ جناب علی علیہ السلام۔ اگر وہ سابق الایمان ہیں بھی تو بیشک لڑکوں میں سے سب سے پہلے ایمان وہ لائے ہیں۔ ورنہ آزاد جوان بالغین مردوں میں سے تو ابوبکرؓ ہی سابق الایمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ابوبکر صدیق نے ایمان لاتے ہی قریش میں تبلیغ دین برحق شروع کردی اور زبیر عثمان طلحہ وعبدالرحمن بن عوف جیسے نامی گرامی اور جلیل القدر لوگ انکی کوشش سے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے استیعاب جلد اول صفحہ ۳۴۲

---

[1] آپ ہارون اور اسکے متبعین کی پوزیشن میں ہیں اور وہ بچھڑے اور اسکے پرستاروں کی مانند [2] یہ آیت حذافہ کے معاملہ میں نازل ہوئی جب رسول نے اسے ایک سریہ میں بھیجا۔

پس اگر سابق الایمان ہونا افضل الامت اور مستحق بالخلافت بلا فصل ہونے کی دلیل ہے تو ابوبکر اس فضیلت میں بھی بوجہ احسن جناب علی علیہ السلام کے شریک ہیں۔ بلکہ جیسے کہ واقعات نے ثابت کر دیا ان سے بھی افضل ہیں واللہ یختص برحمتہ من یشآء

شیعہ۔ میں شیعہ کی ایک ایسی خوبی بیان کرتا ہوں جس کی تردید آپ ہرگز نہ کر سکیں وہ یہ کہ سوائے اہل اسلام کے وہ کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتے برخلاف اہلسنت کے کہ وہ ہندوؤں کی بکی ہوئی مٹھائی حلوا پوری بلا تامل کھا جاتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انما المشرکون نجس

احمدی۔ انما المشرکون نجس تک ہی پڑھ دیا ذرا آگے بھی تو پڑھئے فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا جس کا پورا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں پس وہ اس سال کے پیچھے خانہ کعبہ کے نزدیک آنے نہ پائیں تو اس آیت سے یہ کہاں سے نکلا کہ ان کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام ہے۔

۲۔ سنی مشرکوں کو عقائد میں نجس جانتے ہیں اور پوری آیت کا جو مفہوم ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے چنانچہ شیعوں کی مشہور تفسیر خلاصۃ المنہج میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (مشرکین) پلید اند بجہت خبث باطن و ناپاکی اعتقاد و نزد فقہائے امامیہ نجس العین اند چوں کلاب

۳۔ البتہ قومی ہمدردی و بہبودی کی بنا پر اگر مسلمان اشیاء خورد و نوش خود تہیا کریں اور دوسرے بھائی انکی قدر دانی و حوصلہ افزائی کریں تو بہت ٹھیک ہے آجکل بہت سے مسلمان اس اصول پر کاربند ہیں۔

۴۔ لیکن اونکا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ان کے ہاں مذہبًا سوائے شیعہ کے دوسرے مسلمانوں کا ذبیحہ کبھی حلال نہیں فضیل بن یسار۔ قال سالت اباجعفر عن المراۃ العارفۃ ھل ازوجھا الناصب قال لا لان الناصب کافر۔ اور پھر اسی راوی سے مروی ہے۔ قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تاکل ذبیحتھم ولا تسکن معھم۔ دیکھو تہذیب الاحکام جو شیعوں کی اصول اربعہ میں سے نہایت معتبر کتاب ہے باب من یحرم نکاحھن بالاسباب دون الانساب۔ یعنے فضیل بن یسار سے مروی ہے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے مومن عورت کی بابت پوچھا کہ کیا وہ ناصبی سے نکاح کر لیوے۔ فرمایا نہیں کیونکہ ناصبی کافر ہیں اور

اور پھر وہ کہتا ہے کہ ناصبیوں کا ذکر ہوا تو کہا کہ ان سے نکاح کرو۔ نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ۔ نہ ان کے ساتھ مل کر رہو۔

ناصبی کے معنوں کے متعلق قاضی نور اللہ شوستری شیخ اجل ابراہیم بن سلیمان قطیفی کی کتاب وافیہ سے اٹھارہ حدیثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ودریں احادیث نیز مذکور ست کہ ناصبی آنکس است کہ غیر امیر المومنین علیہ السلام را برا و تقدیم نماید۔ مجالس المومنین صفحہ ۱۹۴۔ ترجمہ ابو بکر اظفری۔ ترجمہ ناصبی وہ ہے جو جناب علی علیہ السلام کے سوا دوسروں کو ان پر مقدم جانے۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام ید اللہ ہیں۔ کیا اس فضیلت میں بھی کوئی ان کا شریک ہے؟

احمدی۔ جناب علی علیہ السلام کے ید اللہ ہونے کا ذکر اہلسنت کی صحاح ستہ میں تو جہاں تک میں نے ابواب مناقب و فضائل کا مطالعہ کیا ہے کہیں نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ید اللہ ہونا بیعت الرضوان کے موقعہ پر ثابت ہے جبکہ حضرت عثمان رض مکہ میں تھے۔ آنحضرت صلعم نے سب صحابہ رض سے بیعت لی اور عثمان رض کی بیعت یوں لی کہ اپنا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ بنایا اور بایاں ہاتھ اپنا۔ اور یہ امر صاف طور پر کتب فریقین میں موجود ہے ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں۔ و بروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا با ایشان قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائم و برخاست و لپشت مبارک بدرخت داده تکیہ کرد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۳ صفحہ ۴۰۴ غزوہ حدیبیہ

(۲) وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخریٰ لعثمان الخ فروع کافی کتاب الروضۃ صفحہ ۱۵۱ یعنے رسول صلعم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور عثمان کے لئے یوں بیعت لی کہ اپنا ایک ہاتھ عثمان کا بنایا اور دوسرا ہاتھ اپنا۔

(۳) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بہا علی یدہ الیسری فقال ھذہ لعثمان فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیر امن ایدیہم لانفسہم الخ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳

(۴) پس دست راست خود اشارت کردہ گفت ایں دست عثمان و دست چپ خویش دست من است آنگاہ دست چپ را بر دست راست نہادہ از قبل عثمان با خود بیعت کرد قبادہ گوید کہ نہے شرف عثمان کہ دست خواجہ ہر دو جہاں و رحمت عالمیاں دست اوست۔ روضۃ الصفا جلد ۲ مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۱ھ در ذکر صلح حدیبیہ

اب سنئے کہ خدا تعالےٰ اس بیعت کی فضیلت میں قرآن میں فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے انہوں نے تیرے ہاتھ ہی کے نیچے ہاتھ نہیں رکھا۔ بلکہ ان کے ہاتھ کے اوپر کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم پ ۲۶ اور رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ تھا پس حضرت عثمان بوجہ اول یداللہ ٹھہرے فہو المراد

شیعہ۔ اور جناب علی علیہ السلام کو حضرت سیدہ کے زوج ہونے کی جو خصوصیت ہے وہ بھی قابلِ غور ہے بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر نے بھی خواستگاری کی تھی مگر آنحضرت صلعم نے منظور نہ فرمایا۔

احمدی۔ واقعی جناب علی علیہ السلام کی اس سے خصوصیت ثابت ہے چشمِ ما روشن دل ماشاد لیکن عمرؓ کو جو خصوصیت عقد ام کلثوم سے نصیب ہوئی وہ بھی قابل غور ہے۔

ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح کو اس عقد کے انکار پر بڑا ہی اصرار ہے حالانکہ تمام تاریخوں میں اسکا ذکر ہے چنانچہ یہاں پر ہم تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ خمیس سے بطور نمونہ ثبوت عرض کرتے ہیں۔ جن کے حوالے ایڈیٹر صاحب موصوف اکثر اپنے مضامین میں دینے کے عادی ہیں۔

(۱) ثم تزوج (عمر) ام کلثوم بنت علی وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم واصدقھا اربعین الفاً فولدت لہ رقیۃ و زیداً۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ یعنی عمرؓ نے پھر ام کلثوم جناب علی کی بیٹی جنکی ماں حضرت سیدہ تھیں نہ کہ ابوبکر کی بیٹی جیسا کہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کا ادعائے بیجا ہے) سے نکاح کیا اور ان کا حق مہر چالیس ہزار تھا۔ اور اُن سے رقیہ (لڑکی) اور زید (لڑکا) پیدا ہوئے۔

(۲) وزید الاکبر امہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ الاولیٰ سنہ ۱۳۰۲ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے یا نہ کہ نکاح سیدہ سے پہلے رسول صلعم نے جناب علی علیہ السلام سے دریافت فرمایا تھا کہ مہر کے واسطے کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے یا نہ تو آپ نے عرض کیا کہ میرے پاس نقد تو کچھ ہے نہیں

تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ زرہ حطیمہ کیا ہوئی۔ عرض کیا موجود ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تو اسی سے زرہ مہر بنالو جناب علی علیہ السلام نے زرہ چار سو اسی درہم پر حضرت عثمان کے ہاتھ میں بیچدی اور عثمان نے خرید کر پھر جناب علی علیہ السلام کو ہی بخشدی۔ جناب علی علیہ السلام زرہ اور قیمت نقد اسکی لئے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہوں نے عثمان رض کے حقمیں دعا فرمائی۔ وفی بعض الروایات جعل صداقہا درعہ فباعہا من عثمان بن عفان باربعمائۃ وثمانین درہما ثم ان عثمان رد الدرع الی علی فجاء علی بالدرع والدراہم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لعثمان بدعوات

تاریخ خمیس صفحہ ۴۰۸ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۸۹

رہ فدک نہ کرنے پر ابوبکرؓ پر بخل اور تنگدلی کا طعن دھرنے والو غور کرو۔ اس بروقت امداد پر رسول صلعم اور علی علیہ السلام نے عثمانؓ کا احسان مانا اور ان کے حقمیں دعا کی تبلاؤ تمہارے نزدیک بھی یہہ احسان قابل غور ہے یا نہ؟ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

شیعہ۔ نصاریٰ مباہلہ کے وقت آنحضرت صلعم اپنے ساتھ کس کس کو لیگئے تھے؟

احمدی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نجران کے پادریوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کے وقت جناب علیؓ و سیدہؓ و حسنینؓ کو ساتھ لے گئے تھے مگر روایات میں آیا ہے کہ اصحاب ثلاثہ اور انکی اولاد کو بھی لیگئے تھے اور آیت مباہلہ کا ظاہر بھی ایسی ہی عمومیت کو چاہتا ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے دونوں قسم کی روایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے حدیث سعد بن ابی وقاص میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اتری حضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلایا۔ کہا اے اللہ میرے گھر والے یہی ہیں۔ اخرجہ مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی مگر جعفر بن محمد عن ابیہ سے یوں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی مع اپنی اولاد کے آئے رواہ ابن عساکر دیکھو ترجمان القرآن صفحہ ۴۴۶ سطر ۵ و ۶ پارہ تلک الرسل زیر آیۃ مباہلہ

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام کے نام میں ایسی برکت ہے کہ ناد علی پڑھکر جس مریض یا مبتلا پر پھونکا جائے فوراً تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

احمدی۔ ناد علی کی خوب کہی۔ اجی حضرت یہ تو غالی شیعوں کی تعلیم کا اثر ہے جو عام شیعوں میں باقی اور جاری چلا آتا ہے اور اکثر خوش اعتقاد جاہل شیعہ یادگار رنگ نوش اسکا ورد رکھتے ہیں ورنہ محققین شیعہ تو ان کلمات کے مستند ہونے سے انکاری ہیں چنانچہ ناد علی کے سوال کے جواب میں ایک فاضل

شیعہ فرماتے ہیں

"نادعلیاً کتب احادیث میں موجود نہیں پڑھنا اسکا خلاف ایاک نعبد وایاک نستعین ہے۔"

شیعہ۔ ہم شیعوں میں مشہور ہے کہ جناب علی علیہ السلام جبریل کے استاد ہیں۔ کیا یہ شرف آپکے اصحاب ثلاثہ کو بھی نصیب ہوا ہے

Digitized by Khilafat Library

احمدی۔ پہلے اپنا دعویٰ ثابت کرلیں پھر اصحاب ثلاثہ کی استادی شاگردی کا سوال کرنا دیکھئے وہی محقق اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"یہ اعتقاد غالیان بدنہاد کا ہے۔ کیونکہ حضرت جبریل بحق استادی کبھی جناب امیر کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے کتاب حملہ حیدری میں شاعرانہ طور پر لکھا ہے" تنقیح المسائل صفحہ ۴

شیعہ۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے سب کے دروازے مسجد میں آنے کے لئے بند کر دئے تھے۔ مگر جناب علی علیہ السلام کے لئے خاص طور پر اجازت عطا فرمائی تھی۔

احمدی۔ بیشک جناب علی علیہ السلام کے لئے بھی یہ ارشاد فرمایا گیا مگر جناب صدیق کے لئے بھی صراحتاً احادیث میں آیا ہے کہ اور سب کے دروازے بند کرائے گئے سوائے ان کے

۱۔ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ بخاری مولوی احمد علی والی مطبوعہ مجتبائی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الباب الا باب ابی بکر

۲۔ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر۔ صحیح مسلم مع شرح نووی مطبع انصاری دہلی صفحہ ۲۷۴

(باقی آئندہ)

توفّی بمعنی موت

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ قال ابن عباس توفی ممیت (مفردات راغب) ابن عباس فرماتے ہیں توفی کے معنے موت کے ہیں والوفات الموت (صراح) وفات موت کو کہتے ہیں۔ التوفی الموت یقال توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتہی الارب) توفی کے معنے موت کے ہیں کیونکہ عرب میں محاورہ ہے کہ جب توفاہ اللہ بولیں تو اس سے مراد روح قبض کرنا ہوتی ہے نہ جسم۔ الوفات الموت (لسان العرب) وفات کے معنے موت کے ہیں سنئے اصول لگاؤ محقی بالطبع ہو کر سنئے اذا سئل رجل من العرب الی کلام

دیکھو رسالہ تنقیح المسائل مطبوعہ یوسفی دہلی بجواب سوال نمبر ۷ صفحہ ۳ سطر ۵

کیف حال ابیک او اخیک او غیرھما فاذا قال قد توفی استرجع وترحم کانہ فہم قد مات (لغات القرآن) ابھی تک یہی محاورہ عربوں میں چلا آتا ہے کہ جب کوئی فرد عربوں میں سے دوسرے کو سوال کرے کہ تیرے باپ یا بھائی یا اور کسی کا نام لیکر پوچھے کہ اسکا کیا حال ہے اور اسکے جواب میں وہ شخص لفظ توفی بولے تو معاً وہ سائل شخص اناللہ اور رحمہ اللہ کی دعا پڑھیگا۔ کیونکہ وہ شخص اس لفظ توفی سے سمجھ جاتا ہے کہ اسکا باپ وغیرہ مسئول عنہ مرگیا ہے۔ جب پچیس دفعہ یہ لفظ توفی قرآن شریف میں آیا ہے اور تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے اور جہاں قبض روح ناقص ہے وہاں بھی قرینہ صارفہ نیل اور منام لاکر بتلا دیا کہ اصل معنے توفی کے قبض تام یعنے موت کے ہی ہیں اور آٹھ ہزار کے قریب یہ لفظ نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے عہد نبوت میں بولا گیا ہے جو تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے کسی ایک جگہ بھی قبض جسم کے لئے نہیں بولا گیا نہ حقیقتاً مجازاً۔ اور تمام کتب اور بازمانہ جاہلیت واسلام میں جہاں لفظ توفی فاعل اللہ مفعول ذی روح آیا ہے کہیں بھی سوائے قبض روح کے نہیں آیا۔ اور ایک جگہ بھی شعرا بلغار وفضلاء عرب عجم نے قبض جسم انسانی پر نہیں بولا۔ تو بموجب برہان استقرائی کے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ قیاس استقرائی بھی یقینیات سے ہے قریباً تمام اشیاء کا ثبوت استقراء سے ہی دیا جاتا ہے سنئے۔ فالاستقراء ھو الحجۃ التی یستدل فیھا من حکم الجزئیات علی حکم کلیھا (شرح تہذیب) استقراء بھی ایک دلیل ہوتی ہے جس کا طریق استدلال یہ ہے کہ جزئیات کے حکم سے کلیت سمجھی جاتی ہے اب بتلائیے کہ جب آپ بھی مانتے ہیں کہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ قبض روح ہی مراد ہوتا ہے خواہ ناقص یا تام اور قبض جسم کبھی بھی مراد نہیں ہوتا تو بموجب علم منطق یعنی استقراء اور تواتر یہ بات یقینیات سے ہوئی یا نہیں کہ توفی بمعنی قبض روح ہی ہے آپ کوئی ایسی مثال بتلائیں جسمیں قبض جسم انسانی مراد لیا گیا ہو اور لفظ توفی ہو گو مجازاً ہو۔ کیا اب ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ آپ توبہ کر کے حضرت مسیح کی فاتحہ خوانی کرینگے ہمارے اس دعوے کی بنیاد استقراء و تواتر اور موجودات مشاہدات تجربات اور دلائل اربعہ شرعیہ پر ہے وہ یہ ہے کہ جب لفظ توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ بمعنے قبض روح ہی آتا ہے خواہ قبض تام (موت) خواہ قبض ناقص (النوم اخ الموت) ہو۔ جسم کو کوئی دخل نہیں۔ آپ ہمارے اس حصر کو توڑیں

رفع کے حقیقی معنے

قولہ تعالیٰ۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع اللہ کا فرمان گھروں میں ہے۔ جن کے متعلق اللہ کا

اعلان ہو کر معزز و مکرم کئے جائیں۔ قال للعباس یا عم رفعک اللہ (کنز العمال) رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو فرمایا کہ تیرا رفع خدا تعالےٰ کرے اللھم ارفعنا بالقرآن العظیم اے اللہ ہمارا رفع بھی قرآن کریم کے باعث کر۔ الی اللہ مرجعکم تم سب کے سب خدا کی طرف ہی آ جاؤ گے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر وہ خدا کے پاس چلا گیا ہے تو ہم بھی اسی کے پاس جانے والے ہیں اچھا آپ کسی ایک اہل زبان کا قول بتلا دو کہ جب اسکے سامنے یہ لفظ بولا گیا ہو کہ ما قتلوا زیدًا یقینًا بل رفعہ اللہ الیہ یعنے لوگوں نے زید کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ تو سوائے طبعی موت کے کچھ اور سمجھا ہو مجھے تعجب آتا ہے کہ جب آپ متوفیک کے معنے بھی قبض روح مع الجسم کرتے ہیں تو پھر رافعک کی کیا ضرورت رہی جس کے لئے یہ لفظ لایا گیا۔ کیا نعوذ باللہ مسیح کو خطرہ تھا کہ خدا تعالےٰ پکڑ کر دشمنوں کے حوالے نہ کر دے اسواسطے رافعک کی ضرورت پڑی معلوم ہوتا ہے کہ آپکے گاؤں میں چوکیدار نہیں یا ہو گا۔ تو آپنے اس کے پاس کتاب نہیں دیکھی جسمیں مردوں کے نام ہوتے ہیں جسمیں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ نام متوفی زوجہ فلاں متوفی شاید وہاں بھی آپ قبض روح مع الجسد سمجھتے ہوں گے کیونکہ ان کو بھی یہود نے قتل نہیں کیا ہوتا لیجئے قرآن شریف سے مثال رفع الی اللہ کی قولہ تعالیٰ۔ الیہ یصعد الکلم الطیب صعود الکلم الیہ مجاز و کنایۃ عن علمہ و رضاہ والعمل الصالح یرفعہ ان المستکن الی العمل والھاء الی العامل ای العمل الصالح یرفع العامل ویشرفہ (کمالین) کلمے پاک خدا کی طرف صعود کرتے ہیں یعنے ان کو خدا تعالےٰ قبول فرماتا اور پسند کرتا ہے اور یرفعہ میں جو ضمیر مستتر ہوتی ہے وہ عمل کی طرف پھرتی ہے اور جو ہ کی ضمیر بارز ہے اسکا مرجع عامل ہے معنے یہ ہوئے کہ خدا کی طرف عمل صالح عامل کا رفع کرتا ہے یعنے بزرگ بناتا ہے۔ کیوں ہ؟ مولویصاحب لفظ رفع ہے صلہ الیٰ ہے عامل بھی انسان ہے جس کا رفع ہو رہا ہے۔ لفظ بھی قرآن شریف کے ہیں۔ تفسیر بھی کمالین ہے۔ ہاں رفع ہونے والا جسم نہیں کوئی اور عبید صلح ہے فرمائیے تو بہ کی امید رکھوں؟

سراج الواعظین حصہ اوّل۔ ایک صاحب مولوی سید غلام مرتضیٰ صاحب حنفی ساکن چک قاضیاں ضلع گورداسپور نے سوانح سید المرسلین میں یہ کتاب پنجابی نظم میں لکھی اور چھپوائی ہے۔ ۴۰ صفحے حجم ہے ایک روپیہ پر ملتی ہے سید فیروز شاہ کاتب قادیان یا مصنف سے مل سکتی ہے +

بشارات القرآن

نمبر ۶

پیشگوئی ۴۶

نساء ع۶ - یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤی اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ کَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (ترجمہ) اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن کریم پر جو تصدیق کنندہ ہے ان کتب کا جو تمہارے پاس ہیں پہلے اسدن سے کہ ہم بڑے بڑے چہروں کو بگاڑ دینگے پھر ان کو انکی پشتوں پر پھیر دینگے یا ان پر لعنت کرینگے جیساکہ ہے اوبان سبت پر لعنت کی تھی اور یہ کام اللہ کے نزدیک تو ہُوا ہوا ہے۔

یہ پیشگوئی بھی یہودیوں کے حقمیں کی گئی تھی کہ وہ دن قریب ہے کہ بسبب شامت اعمال کے ان کے چہروں کو بگاڑ کر بے رونق بے حسن پُر غم کر دیا جائیگا اور پھر ان کو انکی پشتوں پر ہی پھیر دیا جائے گا۔ سو ایسا ہی خدا کا وعدہ پورا ہُوا کہ جہاں سے آئے تھے وہاں ہی یعنے بیت المقدس کی طرف واپس کر دیا گیا اور وہ ملعون بنائے گئے ان سے خدمت دین کھوئی گئی۔ عزت و عظمت فضیلت۔ چھینکر چہرے بگاڑ دیے گئے اور مسکین ذلیل ہر طرف جدھر جائیں بنا دئیے گئے۔ یہی خدا کی لعنت کا ثمرہ ہے پس خدا کی یہ بات اسوقت کہی گئی تھی جبکہ یہودیوں کے وہم وخیال اور خطرات میں بھی نہ آتی تھی مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں اگرچہ آسمان و زمین ٹلجائیں اور انہیں کے حق میں ع۶ میں وارد ہے وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا۔ یعنی خدا کا ملعون کبھی نصرت نہیں پائے گا۔

پیشگوئی ۴۷

نساء ع۶ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا۔ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اعمال بھی اچھے کرتے ہیں بہت ہی قریب وہ دن ہے کہ داخل کرینگے ہم ان کو باغوں والے ملک شام وغیرہ میں جہاں ندیاں جیحوں سیحوں وغیرہ بہتی ہیں اور وہاں ہمیشہ قابض رہینگے اور ان کے لئے وہاں بیویاں پاک ملینگی اور وہ عمدہ سایوں والا ملک جس میں ہم ان کو داخل کرینگے سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ مسلمانوں کو ملک شام کی فتح ملی جسمیں ندیاں بہتی ہیں۔ اور باغات عام میوہ دار ہیں۔ اور قیصر و کسریٰ کی لڑکیاں بھی مل گئیں اور پھر قیامت کو بھی ملینگی۔ یہاں کا ملنا اس ملنے پر گواہ ہے

پیشگوئی ۴۸

نساء ع فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا۔ یعنے اے مسلمانو تم دلیر ہو کر لڑو شیطان کے دوستوں سے۔ بیشک تمام مکر اور منصوبے اور تدبیریں شیطان کی اب کمزور ہو جانے والی ہیں۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی سنادی کہ تمام منکرین یاران ابلیس۔ کے سارے جنگی وغیرہ منصوبے نیست ہو جائینگے اور ان کے پیر ابلیس کا سر کچلا جائیگا اور حق کی فتح نمایاں ہوگی سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ عرب میں سے کفر و شرک کرنے والوں کو تتر بتر کر کے خطہ عرب کو صاف کر دیا اور مسلمان بنادیا اور توحید الہی سے آباد۔ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوئی۔

پیشگوئی ۴۹

نساء ع لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ۔ (ترجمہ) بیشک ایک جماعت یہود میں سے زور لگا رہے ہیں کہ تباہ و ہلاک کر دیں تجھکو اے نبی۔ اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنے آپ کو اور کبھی ضرر اور کچھ نقصان نہ کر سکینگے تیرا۔

یہ پیشگوئی نبی کے اطمینان و تسلی کے لئے بتائی گئی تھی کہ تیرے دشمن کبھی تیرا بال تک بیکا نہ کر سکینگے۔ اور ان سب کو تیرے ہاتھ سے نیست کر دیا جائیگا۔ سو خدا کی باتیں جو مثل ہوتی ہیں پوری ہو گئیں۔

پیشگوئی ۵۰

نساء ع ۸۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ۝ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو مشرف بالایمان ہوئے اور اعمال بھی نیک بجالاتے ہیں ان کو بہت جلدی داخل کریں گے ہم باغوں والے ملک شام میں جسمیں بہتی ندیاں جیحوں اور سیحوں وغیرہ اور پھر اس پر قابض رہینگے ہمیشہ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور کون ہے بہت سچا اللہ سے بات وعدہ کی کہدینے میں۔

سو الحمدللہ یہ بشارت صحابہ رضؓ کی حیات میں ہی خدا نے پوری کرکے دنیا کو دکھلادی۔ ورنہ کسکو امید تھی کہ یہ غربا کی جماعت کسی روز فاتح شام و عراق ہوجائے گی۔ اور یہ بڑے نازک وقت میں کہی گئی تھی۔ پر خدا کے کام کون روک سکتا ہے۔

سورة المائدہ

پیشگوئی ۵۱

مائدہ ع ۱۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ (ترجمہ) اے مومنین! تم اپنے عقدوں عہدوں کو پورا کرو۔ اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے چارپائے جانور۔ مگر جو کچھ پڑھا جاتا ہے تم پر کہ نہیں حلال شکار کرنا حالت احرام میں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ جامع جمیع صفات کاملہ کا اختیار ہے۔ کہ جو چاہے حکم نافذ فرمائے۔

آیت ہٰذا میں خدا نے صحابہ کرام کو شرط کے ساتھ مشروط کرکے بطور اجرا ایک زبردست پیشگوئی سنادی۔ کہ اگر تم میرے عہدوں۔ حکموں اور میرے رسول کے عقدوں کو کامل طور پر پورا کرنے والے ہوجاؤ گے۔ تو ہم تمہاری خاطر تمہارے ساتھ ناحق جنگ کرنے والے دشمنوں کو چارپایوں کی مانند تمہارے قبضہ میں کردینگے۔ ہاں جن کا شکار تمہارے لئے منع کردیا گیا ہے ان کو نہ مارنا۔ یعنے جبتک تم مکہ میں ہو گویا احرام ہی میں ہو۔ پھر جب تمہیں وہ مکہ سے نکالدینگے تو پھر ان کا شکار کرنا

بھی تمہارے لئے رد ا ہوگا۔ یا ہو گیا ہے۔ یا جن لوگوں کا ذکر کرنا تمہیں منع کیا گیا ہے۔ ان پر چھری مت چلانا۔

ایسے دشمنوں کو چار پائے بھی کہا گیا ہے اولٓئک کالانعام بل ھم اضل سبیلاً۔ یہ پیشگوئی بھی جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز پوری کی گئی۔

درس حدیث

از حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی

باب حدثنی اسحٰق بن نصر۔ ہر ایک آدمی کی سمجھ اسکی عقل کے مطابق ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل مدتوں تک فرعون کی غلامی میں رہے ان بیچاروں کو سوائے روٹی کے اور کوئی بات آتی ہی نہ تھی سوائے کھانے پینے کے اور کوئی فکر نہ ہوتی۔ موسیٰ سے بھی انہوں نے روٹی ہی مانگی۔ مسیح کے زمانہ میں بھی اگر کوئی سوال کیا تو وہ یہی تھا کہ انزل علینا مائدۃ من السماء۔ روٹی لاؤ۔ ان کو روٹی ملی مگر دین کی انہوں نے پرواہ نہ کی اور وہ بے دین رہ گئے۔ مسیح موعود علیہ السلام جنھوں نے بیعت لی یہی عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"۔ آپنے روٹی نہیں مانگی۔ بلکہ دین کے لئے کہا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب روٹی مانگی تو ان کو حکم ہوا کہ شہر میں جاؤ مگر حطۃ کہتے جاؤ اور سجدہ کرتے جاؤ سجدہ سے مراد یہ نہیں کہ سر کو زمین پر رکھ کر جانا بلکہ یہ مراد تھی کہ فرمانبردار ہو کر جاؤ اگر انسان سجدے میں پڑا ہو۔ تو وہ تو ہل بھی نہیں سکے گا ان کو حکم تھا کہ فرمانبردار بنکر دعا کرتے ہوئے جانا۔

یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ایسی دعائیں مسلمانوں کو بھی سکھلائی گئی ہیں حدیث میں دعا ہے کہ جب تم کسی گاؤں اور شہر میں جاؤ تو اسے دیکھو اور یہ دعا پڑھو۔ اللھم رب السمٰوات السبع وما اضللن الخ اور قرآن میں سکھلایا گیا ہے۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یہ تمام انبیاء کا طریق ہے ان کو اللہ تعالےٰ سکھلاتا ہے وہ پھر اپنے اتباع کو سکھلاتے ہیں کہ جہاں جاؤ دعائیں کرتے جاؤ بعض جگہ بہت منحوس ہوتی ہے وہاں آدمی کی صحت یا اخلاق یا دین خراب ہو جاتا ہے جیسے لاہور یہ عام بلد نگر ہے وہاں جو آدمی جاتا ہے وہ کچھ نہ کچھ نحوست وہاں سے لیکر ہی آتا ہے

اچھا بھلا آدمی وہاں جاوے اسکے خیالات کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالےٰ نے تبلایا ہے کہ ایسی منحوس جگہوں کی نحوست سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو۔ یہ حکم فرمانبرداروں کو ہے بنی اسرائیل نے بجائے اسکے کہ دعا کرتے جیسا کہ ان کا شیوہ تھا تمسخر کیا اور لگے کہنے کہ حبة فی شعرة حبة فی شعرة کہ ہمیں تو دانے چاہئیں بس کھانے کو ہی دو

(۲)

حدیث اسحٰق بن ابراھیم جو ایک انسان تھا۔ پتھر نہ تھا ایسے نام لوگوں میں ہوتے ہیں اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ ہیں۔ اس طرح ان کو بھی کوئی بلا کہدے گا۔ طوطا رام ایک مشہور مصنف ہے وہ کوئی جانور نہیں ہے۔ اسی طرح جو آدمیوں کا نام ہوتا ہے انگریزوں میں بعض نام ایسے ہوتے ہیں مسٹر گلیڈ سٹون وزیر تھے اگر حجر پتھر ہی تھا تو کیا حضرت موسیٰ پاگل تھے کہ اسے مارنے لگ گئے اور اسکے پیچھے بھاگے بچے کہیں کہیں ایسا کیا کرتے ہیں کہ کوئی چوٹ لگ گئی تو زمین کو ہی پیٹنے لگ گئے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح فرمائی ہے لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا۔ انبیاء کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی معاملہ میں دخل نہیں دیتے جب تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ ملے یوسف کا بھائی کہتا ہے کہ میں اس زمین کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا جب تک مجھے میرا اللہ یا میرا باپ اجازت نہ دے حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو اس سے گریز تھا تب قوم موسیٰ نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری ہے ما توفتق اور یا ان کو کوئی جلد کی بیماری ہے اسلئے یہ ہمارے ساتھ نہیں نہاتے۔ یہود بیماروں کو گندا سمجھتے تھے اور ان کو ہیکل میں نہیں جانے دیتے تھے اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ پر بھی ان کو شبہ ہوا۔

یہود نے یہ حکم کہ کوئی بیمار ہیکل میں داخل نہ ہو تورات میں بھی داخل کر دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور یہ اپنی طرف سے ہے یسوع مسیح نے تبھی تو مریضوں کو بری ٹھہرایا ہے۔

غرض یہود میں ننگا نہانے کی عادت تھی۔ جو حضرت موسیٰ کا مریہ معلوم ہوتا ہے انکو علم تھا کہ آپ میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ یہود یونہی آپ پر الزام لگاتے ہیں۔ مریدوں کو تو پھر برداشت نہیں ہوتی۔ کہ ان کے پیر پر کوئی الزام لگایا جاتے اسلئے اس الزام کو دور کرنے کے لئے یہ کیا۔ کہ

یہی قوم میں اور تھی۔ انہیں یہ عادت تھی کہ ... [illegible]

جب حضرت موسیٰ نہانے لگے تو ان کے کپڑے اٹھا کر دوڑ گیا حضرت موسیٰ بھی نہا کر اسکے پیچھے کپڑے لینے کے لئے گئے تو ان کو یہودیوں نے دیکھ لیا کوئی اگر اعتراض کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کیوں اسکے پیچھے دوڑے۔

جواب یہ ہے کہ ان کو کوئی علم نہ تھا کہ آگے آدمی کھڑے ہیں اور وہ مجھے دیکھ لینگے اور یہ ایک منصوبہ کیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بہت تکلیفیں دی گئیں۔ تم (یعنے صحابہ) کبھی مجھ پر ایسے ایسے اعتراض نہ کرنا۔ اور مجھے تکلیف نہ دینا

حدیث ابوالولید - انبیاء کے وقت میں ایک جماعت ایسی بھی موجود ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام پر طرح طرح کے اعتراض کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ قوم کا مال خود کھا جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی جان پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص وجہ سے اپنے رشتہ داروں کو مال دینا پڑا (وہ اپنے گھروں اپنی زمینوں اپنی تمام ملکیتوں کو چھوڑ کر آپ ایمان لے آئے تھے اور طرح طرح کی مصائب کا سامنا ان کو کرنا پڑا) حضرت عباسؓ جو آپ کے چچا تھے آپ نے ان کو بہت سا مال دیا تو کسی شریر نے (جیسا کہ اس گروہ کی عادت ہے) اعتراض آپ پر کیا کہ اس مال کی تقسیم میں خوف خدا کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں اور مال دوسرے لوگوں کو جنھوں نے کوئی کام نہیں کیا دیا گیا ہے۔ یہ خبر نبی اکرم تک پہنچ گئی تب آپ کو سخت جوش آیا۔ نبیوں کا طریق ہے کہ وہ دوسرے کے دکھ کو اپنے دکھ سے بڑا سمجھتے ہیں۔ انسان اگر ایسا کرے تو وہ بہت سی تکالیف سے بچ جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے انعاموں کا مورد بنجاتا ہے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کو کوئی وقت پیش آجائے وہ دوسروں کی وقت کو بڑا سمجھینگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی۔ آپ نے اپنے غصہ کو روکا۔ اور ایسا کہنے والے کی نسبت فرمایا کہ اسکی اولاد میں سے ایسے آدمی ہونگے جو بظاہر بڑے نیک ہونگے وہ نمازیں پڑھینگے۔ مگر ایمان ان کے دل سے ایسا نکلجائے گا جیسے تیر کمان سے اور اپنی

نسبت فرمایا جو ایذا مجھے دیگئی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی ایذا سے چھوٹی ہے ان کو اس سے زیادہ ایذائیں دی گئیں۔

حضرت علی کا مقابلہ کرنے والوں نے بھی یہ کہا تھا کہ الحکم للہ والامر شوریٰ بیننا ہم وہی حکم مانینگے جو خدا نے دیا خلیفہ کوئی چیز نہیں ہے سب کام مشورے سے کرو اسوقت بھی شوریٰ شوریٰ لئے پھرتے تھے۔ اب پھر شوریٰ شوریٰ شوریٰ کہہ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ لفظ شور سے مشتق ہے۔

ایسے مالی اعتراض وہی کرتے ہیں جو نبی پر مال کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں جب نبی پر انکو اپنے مالوں کی نسبت اطمینان نہیں ہوتا۔ تو وہ خلیفہ پر کسطرح اعتبار کر سکتے ہیں اسلئے پھر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مالوں کے خرچ کرنے والے خود ہوں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب مامور من اللہ کا یہ حال ہے۔ تو خلیفہ جو غیر مامور ہے۔ اسکا کیا حال ہوگا۔ . . . . . یہ کوئی نئے معنے نہیں جو اسوقت کے لوگوں نے کئے بلکہ پہلے لوگوں نے بھی اسکے معنے کر دئے ہیں۔

"بیٹا یعقوب" اور میں

نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت میرے دیرینہ کرمفرما مولنا احسن فاضل امروہوی جیتے جی غیر شناس ہی جا بیٹھے ہیں۔ اور اپنی علمی قابلیتوں کا مظہر اپنے "بیٹا یعقوب" کو قرار دیا ہے اور میں خوش ہوں کہ آپکے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کا آماجگاہ وہی سینہ اور دل ہے جو اپنے مسیحا کی محبت سے معمور ہے اور جسے مولنا غایت کرم سے کلام امام جنود مجندہ سنایا کرتے تھے ہرچہ از دوست میرسد نیکو است ۔ نالاں تا مل دم ناوک فگنی خوب نہیں + چھاتی میری ابھی تیروں سے چھپنی خوب نہیں

مولنا نے ردبدعات سئیہ درخلافت ثانیہ کے عنوان سے پیغام مطبوعہ ۱۲ مارچ کے پہلے دو کالموں میں تو اپنا زور سخن دکھایا ہے جس کے متعلق مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی اور مشق کی ضرورت ہے۔ پھر آپنے تذکرۃ الشہادتین کے اس حوالہ کی نسبت کچھ قلم فرسائی فرمائی ہے جو تشحیذ ماہ فروری میں دیا گیا تھا مولانا سمجھے نہیں انہیں زیادہ چون چگونہ نکالنے کی ضرورت نہیں میںنے وہ حوالہ صرف یہ دکھلانے کے لئے پیش کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہمارے یہی عقاید تھے جو اب ہم پیش کرتے ہیں اور یہ عقاید ایسے صحیح سمجھے جاتے تھے

کہ خود حضرت اقدس کی کتاب میں مسخ کر دیئے گئے اب اس پر یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں رسول اللہ سے مراد ایسا رسول ہے جیسے رسول رسول اللہ ایک لغو بات ہے کیونکہ بحث اس آیت کے معنوں میں نہیں اور اگر معنوں میں بھی ہو تو وہاں رسولہ ہے نہ کہ رسول رسول اللہ بلکہ اس میں ہے کہ حضرت اقدس اور ان کے خدام خاص اس سے کیا سمجھے اور انہوں نے کیا شائع کیا حضرت اقدس فرماتے ہیں اور آپ مانتے ہیں کہ حضرت غلام احمد نے اس زمانہ میں تمام ادیان پر دین اسلام[1] کی حقانیت کو ظاہر کر دیا" پس اسکے ساتھ یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ جن معنوں میں حضرت محمد مصطفٰے کو رسول کہا گیا۔ انہی معنوں میں حضور مسیح موعود کو رسول کہا گیا کہ ہر دو وجہان ایک ہی منبع سے ہیں۔ اور جس حقیقت کے پائے[2] جانیکی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ کو رسول کہا گیا وہی حقیقت حضرت احمد نبی اللہ میں بھی پائی جاتی ہے اس کے بعد آپ نے چند الہامات مثل لولاک لما خلقت الافلاک اور انت من ماءنا اور انت منی بمنزلۃ توحیدی اور انت منی بمنزلۃ ولدی پیش کرکے یہ لکھا ہے "آپ تو نبوت لئے پھرتے ہیں اگر ان الہاموں کے حقیقی معنے لئے جائیں تو انسان مومن ہی نہیں رہ سکتا" یہ تبدیلی آپ کو مبارک ہو۔ کیونکہ آپ کے اس فقرہ نے آپ کے ماتخفی صدورہم اکبر پر روشنی ڈالدی۔ بیشک آپکو دراصل نبوت مسیح موعود میں نہیں۔ بلکہ اینو بات "ایمان مرزا" پر آٹھہری ہے اگر آنحضرت صلعم کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک اور قرآن مجید میں ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (۳) قل یا عبادی پڑھکر انسان مومن رہ سکتا ہے تو حضور کے مذکورہ بالا الہامات پر ایمان لاکر بھی انسان مومن رہ سکتا ہے اور اگر ان الہامات کا مورد نبی ہو سکتا ہے تو ان الہامات کا مہبط بھی نبی ان بن سکتا ہے باقی یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ (وحی مسیح موعود) اور وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین سے انسان مومن نہیں رہتا اور نبوت میں حرج لازم آتا ہے یہ حملہ آپکا رسول کریم پر ہے کہ آنحضرت بھی بشر تھے جب ایک راستباز پر یہ وحی نازل ہوئی اور وہ اسکا مصداق بنگیا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے راستباز پر جب یہی وحی اسی خدا کی طرف سے نازل ہو تو وہ اسکا مصداق نہ بنے بلکہ اسکے ایمان میں خلل آجائے بجائیکہ معترض یہ بھی مانتا ہو کہ دونوں وحیاں سچی اور ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ایک

---

[1] دوسرے مجددین میں سے کسی نے سارے جہان کے لئے مبعوث ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ تو وہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا مصداق کیونکر ہو تا۔ [2] شریعت نبوت کی حقیقت میں داخل نہیں۔ نہ براہ راست ہونا

ہی قرآنی آیت کے وہ مصداق ہیں ثابت نہیں کر رہا بلکہ وہ الگ وحی ہی اور یہ الگ وحی ہے ہاں اگر آپ کو نفس وحی میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا ہی تو پھر کھلے کھلے غیر احمدی بنکر اعتراض فرمائیے اور یہ جو آپ بار بار پیش کرتے ہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب اسکے معنے خود حضرت اقدس نے غلطی کے ازالہ میں کر دیئے ہیں کہ میں ایسا رسول نہیں جو کتاب لایا ہو تعجب ہے کہ آپ ابھی تک اسی غلطی میں پڑے ہیں جسمیں چند نااہل تھے جو حضرت کی کتابوں کو غور سے نہیں پڑھتے اور جنہیں صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا باقی رہا آپکا لاتقولوا انہ لا نبی بعدہٗ قول عائشہ سے انکار سو یہ آپکے اپنے ہی اقوال سے پہلا انکار نہیں کہ مجھے تعجب ہو ہاں تعجب کی بات یہ ہی کہ آپ کہتے ہیں کہ جو دلیل دشمنان مسیح موعود کے لئے مسکت تھی وہ آپکے سامنے اسلئے نہیں پیش ہو سکتی کہ بقول خود اسکے سب سے پہلے پیش کرنے والے آپ ہیں مولنا بہت اچھا کیا جو آپنے رسول کریم کی اس حدیث کی تصدیق فرمادی جسمیں نہایت جانفشانی سے لڑنے والے ایک صحابی کو رسول اللہ نے حرام موت سے مرنیکی خبر سنائی تھی اور بعض صحابہ تعجب میں پڑ گئے تھے کہ ایسا مخلص اور اسکے حق میں یہ فقرہ بعد میں معلوم ہوا کہ اسکی جنگ حمیۃ الجاہلیۃ پر تھی نہ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپنے خود ہی بتایا ہے کہ میں یہ جواب دشمنوں کو صرف خاموش کرانے کے لئے دیا کرتا تھا کوئی احقاق حق مقصود نہ تہا۔ سو میں اسپر کیا لکھوں جب کہ آپکے اپنے عقائد میں یہانتک تبدیلی ہو رہی ہی کہ پہلے ہم سب مانتے تھے اور حضرت اقدس بھی فرمایا کرتے تھے کہ وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع تھا اور اب آپ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کا بھی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود تھے اور وہی آخر زمانے میں نازل ہونگے" اس قول عائشہ کے آگے ہذا ناظر الی نزول عیسیٰ لکھا ہو تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ تمام اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ آنیوالا عیسیٰ اللہ کا نبی ہو فرق ہے تو یہ کہ ایک فریق کہتا ہے وہ نبی آئے گا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ نہیں اور دوسرا فریق عقیدہ رکھتا ہے وہ نبی آیا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ اور امتی ہے پس جسمیں رسول اللہ کی عظمت شان ہو وہی عقیدہ قابل تسلیم ہوگا۔ ہاں آپنے یہ بھی لکھا ہی کہ حضرت اقدس کا الہام ہو واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی حضرت نے کونسا نیا کعبہ بنایا اور کیا حضرت ابراہیم تھے میں لکھتا ہوں اس الہام کے معنے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں پڑھ لو جس پر وحی نازل ہوتی ہے اسکی تفہیم بھی ہوتی ہے اسکے مطابق عملدرآمد ہوا بھی اور ابراہیم بیشک حضرت اقدس ہی تھے چنانچہ حضور فرماتے ہیں وہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا" آپ خود

لہ دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴ ۔ پھر ان سب کے بعد وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ اور ایک لاکھہ سے زیادہ صحابی نے اس بات کو مان لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کل گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں ... یہ آیت موت مسیح اور تمام گذشتہ انبیاء علیہم پر قطعی دلیل ہے اور اس پر ... کا اجماع ہو گیا۔ ایک فرد بھی باہر نہ رہا دیکھا مولنا آپکا بعض صحابہ والا فقرہ

القول المبین تسلیم کر چکے ہیں کہ اسمار بول [illegible] مٹتے ہیں وہ اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں ورنہ صرف برائے نام ہی نہیں ہوتے تو پھر آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت اقدس کا دعویٰ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہونیکا ہے جس کے متعلق آپ براہین حصہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ میں ہوں" اسی طرح اخبار الدسمی اقتنت کو آپ نے اپنے پر چسپاں کیا ہے اور نزول المسیح میں ہے کہ میں تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ہوں۔ پس جب وہ صفات کامل اور حقیقی طور سے آپ میں موجود ہیں جو اگلے انبیاء میں تھے تو پھر آپکو ان حیثیوں کا مصداق بنا لینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ان متفرق باتوں کا جواب دینے کے بعد میں مولانا کی اس نذر کا جائزہ لیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ کھرے میں کھوٹ ملانا کیسا خطرناک کام ہے مولانا نے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کے دو وزیر اہل السماء سے ہوتے ہیں اور دو وزیر اہل الارض سے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں اسپر مولانا پوچھتے ہیں کہ حضرت اقدس کے دو وزیر کون سے ہیں اور پھر اشارتاً جتایا ہے کہ ایک میں ہوں۔ مولانا سنئے! آپنے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے میں آپکے سامنے صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں دیکھو مسلم جلد اول باب فی قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنۃ و انا اکثر الانبیاء تبعا) قال انس بن مالک قال رسول اللہ صلعم انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت وان من الانبیاء نبیاً ما صدقہ من امتہ الا رجل واحدٌ (انبیاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ صرف ایک ہی آدمی نے اسکی تصدیق کی) اب فرمائیے کہ جسکا ایک ہی مصدق ہے تو وہ دو وزیر کہاں سے لائینگے آپ علماء امروہہ سے بھی مشورہ فرما لیجئے جن سے پینگیں اتحاد پیدا کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں توفیق کر دیں پھر آپ کو ہم بتا دینگے کہ حضرت کے وزیر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو وہ کون کون ہیں۔ مگر آپکو یاد ہے کہ وزیر بننے کے شوق میں آپنے برخلاف اپنے موجودہ عقائد کے حضرت کو فی الحقیقت نبی مان لیا ہے اور اگر نہیں مانا تو وزارت آپکی باطل ہوئی جاتی ہے اور ہم تو حضرت اقدس کو نبی دوسرے دلائل سے ثابت کرینگے اور ہارون وزیراً الایہ پڑھکر بتا دینگے کہ قرآن مجید میں بعض نبیوں کا ایک ہی وزیر آیا ہے پھر جن مسلمہ نبیوں کے وزیر آپ کو نہ ملینگے انکی نبوت سے بھی آپ کو انکار فرمانا پڑیگا مولانا یہ اعتراض کرتے ہوئے دوسری احادیث پر [illegible] نظر نہیں تھی مثلاً لکل نبی رفیق و رفیقی [illegible] یہ بھی ترمذی کی حدیث ہے ہر ایک نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے [illegible] جیسے راوی جنت [illegible] سمجھا [illegible] حدیث سے ہر نبی کا ایک رفیق ثابت ہوتا ہے لیکن [illegible] ان کے دو وزیروں کی [illegible] آپ

نہیں کر سکتے اسلئے مسلمات اپنے ان کی نبوت سے بھی منکر ہو جائے۔

دوسری حدیث جناب والا نے اپنے رسالہ علم مشکوٰۃ کی فصل ثالث سے نقل کی ہے لن یقبض نبیٌّ حتی یریٰ مقعدہ من الجنۃ ثم یخیر قالت عائشۃ فکان اٰخر کلمۃ تکلم بہا النبی صلعم قولہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔ یہ نیا اعتراض نہیں جو مولوی صاحب نے پیش کیا ہو اس سے پہلے کھلے کھلے لفظوں میں ہمارے فاضل امروہی محمد حسین بٹالوی کی وکالت کرچکے ہیں یہ فرما کر کہ حضرت کی موت فجاءۃ (یکایک) واقعہ ہوئی۔ گویا آپکو نہ وصیت کا موقعہ ملا۔ نہ خدا کی طرف سے اطلاع ہوئی کہ وفات قریب ہے نہ آپکو قبر دکھائی گئی نہ آپکو تخییر دی گئی کیونکہ آپ نے وفات کے وقت اے میرے پیارے اے میرے پیارے موتی نہیں کہا مگر جو لوگ احمدی ہیں اور یکیلا یعلم بعد علم شیئا یا اضلہ اللّٰہ علیٰ علم کے مصداق نہیں ہوئے وہ جانتے ہیں اور صدق دل سے مانتے ہیں کہ یہ سب باتیں جو رسول اللہ یا ہر نبی کے متعلق پیش کیجاتی ہیں وہ مسیح موعود میں بھی پائی گئیں اور ہم ان کے چشم دید گواہ ہیں اگر کوئی دیکھکر اندھا ہوجائے تو اسکی قسمت سنئے مولوی صاحب۔ حدیث کے پہلے ٹکڑہ کا ترجمہ یہ ہے کوئی نبی نہیں مگر کہ دکھایا جاتا ہے اسے جنت سے ٹھکانا اسکا اب بتائیے آپکے پاس کیا ثبوت ہے اسکا کہ حضور کو موضع قبر نہیں دکھایا گیا اور کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ ہر نبی بیان کر دیا کرتا تھا کہ مجھے مقعدی من الجنۃ دکھایا گیا تاہم میں آپکو حضرت کا ایک کشف دکھاتا ہوں جو یہ ہے "مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچکر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں" (رسالہ الوصیۃ صفحہ ۱۵)

اب فرمائیے کہ یری مقعدہ من الجنۃ کے مطابق آپکو اپنی قبر دکھائی گئی یا نہیں تعجب ہے کہ اور تو کسی نبی کا آپ حوالہ بتلا نہ سکیں کہ اس نے کبھی بیان کیا ہو کہ اسے موضع قبر قبل از وفات دکھایا گیا آنحضرت صلعم مرض موت میں بیان کریں اور حضرت مسیح موعود جنہیں تین سال پیشتر مقعدہ من الجنۃ دکھایا گیا انہیں آپ نبی نہ مانیں بجا لیکہ الوصیۃ اڑھائی سال پیشتر شائع فرما چکے ہیں دیکھو اسمیں کسقدر صراحت سے آپ اعلان فرماتے ہیں۔ "خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور اس بارہ میں اسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا ہے" (الوصیۃ ص ۲) ۲½ سال پہلے یہ کھلی کھلی خبر ہو پھر کسقدر ظلم کتنا ستم کیسی بے انصافی ہے کہ آپکی موت کو فجاءۃ قرار دیا جائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں وہ خطبہ فرمایا

جس کا ایک ٹکڑہ آپ نے نقل کیا کہ ایک بندے کو دنیا و آخرت میں تجویز دی گئی ہے مگر چونکہ آپ کے ایک غلام پر کسی احسان فراموش نے اعتراض کرنا تھا اسلئے اس نے اڑھائی سال پہلے اعلان فرمایا کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں پھر اسی الوصیت میں بتا دیا کہ میں آخرت کو اختیار کر چکا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے × × × اور وہ دوسری قدرت نہیں جا سکتی جبتک میں جاؤں × × سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے" (الوصیت)

یہاں حضرت اقدس نہ صرف اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں بلکہ دنیا کی بجائے آخرت کی زندگی اختیار کرنیکی وجہ بھی بتلاتے ہیں اور ہمیں تسلی دیتے ہیں کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے تم غمگین مت ہو میرے جانیکے بغیر وہ دائمی وعدہ کا دن نہیں آسکتا اسقدر تصریح اور آپ ہیں کہ یہی رٹے جاتے ہیں کہ حضرت کی موت فجاءۃً واقع ہوئی اور آپ کو تخییر نہیں دی گئی۔ آخر حضرت عائشہ نے آنحضرت صلعم کی تخییر کیونکر سمجھی وہ حدیث سے واضح ہے جسے آپ چھوڑ گئے خیر اب میں لکھے دیتا ہوں آپ کو تکلیف نہ ہو مشکوٰۃ ہی سے دیکھ لیجئے قالت عائشۃ فلما نزل بہ ورأسہ علی فخذی غشی علیہ ثم افاق فاشخص بصرہ الی السقف ثم قال اللھم الرفیق الاعلی قلت اذن لا یختارنا قالت وعرفت انہ الحدیث الذی کان یحدثنا بہ وھو صحیح۔ بخاری باب مرض النبی میں ہے ظننت انہ خیر" یعنے موت نازل ہوئی حضور انور کو غشی طاری ہو گئی آنکھیں چھت کو لگ گئیں تب آپ نے افاقہ میں اللھم الرفیق الاعلیٰ کہا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے گمان کیا کہ آنحضرت کو تخییر دی گئی۔ حضرت عائشہ کا تو یہ ایمان اور عورت ہو کر ایسی ذہانت کہ صرف اللھم الرفیق الاعلیٰ سے سمجھ جاتی ہیں کہ انہ خیر اور آپکا یہ حال کہ اڑھائی سال پہلے پکار پکار کر کہا جاتا ہے میری وفات قریب ہے میرا جانا ضروری ہے اور آپ موت فجاءۃً قرار دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ انہ خیر مولنا اسوقت نہیں سمجھے تو حضرت اقدس جس وقت اپنی مرض الموت میں فرما رہے تھے میرے پیارے اللہ اسی وقت سمجھ جاتے کہ انہ خیر اب میری گواہی نہیں آپ ہی کے رفیق اور ہم مذہب و ہم عقیدہ کی روایت ہے جو بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء میں چھپ چکی ہے۔

"اس عرصہ میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی کہتے رہے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ اور یہی الفاظ بڑے محبت بھرے لہجہ میں آپ کہتے رہے" صفحہ ۲ بدر

پس اگر اللھم الرفیق الاعلیٰ سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیّرہ تو اے میرے پیارے اللہ سے بھی یہی استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیّرہ اور الوصیۃ میں تو اور بھی تصریح موجود ہے ہاں اگر آپ کے پاس حضرت اقدس کے متعلق کوئی ایسی شہادت یا ایسی تحریر موجود ہو جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپکو جب وفات کی خبر دیگئی تو آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ مجھے اسی دنیا میں زندہ رکھئے اور یہ خواہش قبول نہ ہوئی تو آپ پیش فرمائیے اسکے برخلاف آنحضرت کو پسند فرمانے کا ثبوت تو مینے دیدیا ہے اخیر میں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے لئے دو وزیروں کا ہونا یا قبل از وفات انہیں تخییر دیا جانا اور بات ہے اور ان دو وزرا کی تعیین کر کے اپنی امت کو بتانا ایسے ہی تخییر اور موضع قبر کا انہیں بیان فرمادینا اور بات ہے دونوں میں فرق ہے عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا پس ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم وہ دو وزیر بتا بھی دیں اور ایسے ہی یہ ثبوت دیتے پھریں کہ حضرت مسیح موعود نے بیان کیا کہ مجھے قبر دکھائی گئی یا کہ مجھے تخییر دیگئی گو آپ کی اس خواہش کو پورا کر دیا ہے مگر تاہم ہمپر یہ لازم نہیں تھا فافہم

تیسری حدیث آپنے جو پیش کی ہے وہ آپ کے سرمایہ علم وفضل مشکوۃ میں باین الفاظ ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک لابنۃ نبیّ وان عمک لنبیّ وانک لتحت نبیّ (باب مناقب ازواج النبی)
اس حدیث پر ہمارے مولنا کو اسقدر ناز ہے کہ وہ مجھے لکھتے ہیں کہ اسے تمام علماء قادیان کے پیش کر دینے کہ رستہ کر اس پر غور کیا ہے نہیں سمجھ سکا کہ یہ حدیث آپ کے کیونکر مفید مطلب ہے آیت ننکسہ فی الخلق تو سچ ہے مگر اسکے یہ معنے کیوں کئے جائیں کہ ایک عمر رسیدہ پیر و نابالغوں کی ایسی باتیں کرنے لگجاتا ہے مولنا نے اسی مشکوۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے انک لابنۃ نبی وکانت صفیۃ بنت حیی بن اخطب الیھودی من سبط ہارون ..... عمھا موسیٰ علیھما السلام۔ اگر آپ اس حدیث سے یہ سمجھے ہیں کہ رسول اللہ نے حیی بن اخطب کو نبی فرمادیا۔ یا مجازی نبی بنایا۔ تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے آپ تو اسے نبی نہیں مانتے جو خدا کی طرف سے نبی کا خطاب دیا گیا۔ اور جسے نبی کریم نے نبی فرمایا۔ یا اب یہ تنزل کہ ایک یہودی کو ان معنوں میں نبی بنا دیا جن معنوں میں مسیح موعود کو نبی مانتے ہو یعنی مجازی۔ مولنا اس حدیث میں ام المومنین صفیہ کا رشتہ ابن عم بعید سے بتایا ہے اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہارون اور موسیٰ فی الحقیقت نبی تھے جیسا کہ آنحضرت صلعم سچے نبی تھے پس یہاں تو مجازی کا سوال ہی نہیں مجاز کا استعمال ہو سکتا ہے تو اب اور عم پر نہ کہ نبی پر۔ پس اس سے مسیح موعود کی مجازی نبوۃ آپ کے مسلمہ معنوں میں کیونکر ثابت ہوگئی۔

یہ تو ہے آپ کی تین حدیثوں کا جواب۔ اس کے بعد چند اور متفرق باتیں ہیں جنمیں سے ایک تو تشحیذ مادہ

کا حوالہ ہے جسمیں سیدنا حضرت محمود زیر آیت خاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما لکھتے ہیں یعنی ہم آپکو خاتم النبیین بنا چکے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ آئیگا۔" اسپر مولانا بڑے دعوی سے لکھاتے ہیں یہ ہے پہلا عقیدہ صاحبزادہ صاحب کا۔ مولانا جہاں سے آپنے یہ حوالہ نقل کیا اسی سے دو سطر اوپر پڑھ لیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہاں کس قسم کے نبیوں کے آنیکا امتناع ذکر ہوا ہے لیجئے میں ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ "فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد اب کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپکی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے" صفحہ ۱۵۱۔ اسی بات کے لحاظ سے اگر آپ انجام آتھم میں کر لیتے تو آپ غلط فہمی میں نہ پڑتے دیکھئے وہاں بھی ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فہو کافر کذاب ہم میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ مسیح موعود کی نبوت صاحب شریعت جدیدہ ہے جو قرآنی احکام کو ہم سے چھڑاتی ہے بلکہ ہم تو براہ راست نبوت کے بھی قائل نہیں تو یہ اعتراض ہمپر کیسے وارد ہو سکتا ہے لیجئے مولانا آپکے علمی مسائل کا جواب تو ہو چکا۔ اب باتیں ایسی ہیں جو خاص میری ذات سے متعلق ہیں ایک تو آپنے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں کتاب سنت کا علم آپکے حضور حاضر ہو کر پڑھوں بہت اچھا مولانا اگر مسیح موعود و خلیفہ اول کے قدموں میں رہکر آپکے افاضات قدسیہ کی گنجائش باقی ہو تو مجھے کچھ عذر نہیں لیکن آپ مجھے کس کتاب سنت کی تعلیم دینگے ایک تو آپکی وہ کتاب سنت ہے جس کی رو سے آپنے خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کو دجال لکھا تھا اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کی تھی دوسرے مگر ایک ہزار دلائل ہی کتاب سنت سے آپکے پاس تھے اگر بعد میں کہدیا کہ وہ تو صرف زبانی جمع خرچ تھا یا اس کتاب سنت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الف آخر میں محض اسلئے مبعوث ہوئے کہ آپ سے استفادہ کریں اور آپکی حدیثیں ہی پر تو آپکا ایمان ہے مگر آخری وحی ضعیف احادیث سے بھی بڑھکر ناقابل اعتبار و سند ہے پھر آپکے دماغی تموجات کا کچھ ٹھکانا نہیں کبھی تو آپ معلم بننا چاہتے ہیں اور کبھی متعلم چنانچہ کچھ عرصہ ہوا آپنے سیبویہ وغیرہ پڑھنے کی درخواست کی تھی دوسرے آپنے مجھے عبد الودود عالم بننے فرمایا ہے اور عزیز یعقوب کی موقوفی کا رونا روتے ہوئے میری نسبت ارشاد کیا ہے کہ شاید تمہیں ہی اپنے موقوف ہونیکا خطرہ ہے مولانا آپ بزرگ ہیں میں کچھ عرض کروں تو بے ادبی کا خوف ہے باقی رہا عزیز صانہ اللہ عن الشر والعیوب کے وظیفہ کی بندش سو گستاخی معاف مولانا یہ تو آپ ہی کا نافذ کردہ حکم ہے شاید آپ کو یاد نہ ہو مجھے یاد پڑتا ہے۔ فاضل ایم اے کے وظیفہ کی بندش کے متعلق سب سے پہلے آپ ہی نے تحریک فرمائی تھی اگر انکار فرمایا تو پھر شاید اللہ تعالی میرے لئے کوئی ثبوت پیش کرنے کی راہ بھی کھول دے گا۔

ہمدم دیرینہ۔ اکمل عفا اللہ عنہ

حبِ اکسیر مشکی

وہ دردمند جسکی دردناک آواز مغموم دونوکو

آٹھ آٹھ آنسو رلا رہی ہے اسکی مایوسی اور یاس حسرت ایک مردہ بن ہے بدن نحیف حسرت زدہ جب ذرا بیٹھکر اٹھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا جب ذرا دوڑے یا کوئی بوجھل چیز اٹھائی تو دم پھول گیا رنگت ایسی زرد گویا مردنی چھائی ہوئی ہے معدہ میں فتور۔ غذا

نہ تو ہضم ہوتی ہے نہ وقت پر رفع حاجت

دائمی قبض کی شکایت ضعف دل۔ ضعف دماغ گویا تمام اعضائے رئیسہ کمزور بلکہ ہر سستی اور کاہلی کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا نہ کوئی کام سرانجام ہوتا ہے ہمنے

محض اللہ کے فضل سے چند ادویات کا کیمیاوی

طریق سے جوہر نکالا ہے جس کے استعمال سے ہر قسم کی کمزوری اعصاب وغیرہ کے مایوس العلاج مریض جو اپنے آپکو زندہ درگور سمجھے ہوئے تھے اور جو اشتہاری ادویات خرید خرید کر مایوس اور بدظن ہوچکے تھے چند دنوں کے ہی استعمال سے تندرستی اور

دوبارہ جوانی کا منہ دیکھ رہے ہیں

قیمت صرف عہ

تمام کہنہ امراض کا علاج بذریعہ خط وکتابت۔ خرچ ڈاک کے لئے ۱ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ **فہرست** کارخانہ سے مفت طلب کرو

ملنے کا پتہ:۔ مینجر "رفیق حیات" **قادیان (پنجاب)**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں کیونکہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلادیں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کیلیے قیمت فی شیشی ۱۲ / محصولڈاک ۸/ تین شیشی کی قیمت عا / محصولڈاک ۱۰/

قوت کی گولیاں

۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس سٹکنیا۔ ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنتی ہیں اسلیے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک الیسی چار شیشی تک ۵/

دیکھئے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں میننے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے ۴۰ گولیاں منگوائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی۔

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

کتب خانہ تالیف و تصنیف، قادیان

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء مطابق رجب ۱۳۳۵ھ | نمبر ۵

فہرست مضامین

قبولیت دعا کے چھیاسی گر ادعیہ ماثورہ ۱-۲۴

ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے ۲۵-۳۱

ماہواری رسالوں پر نظر ۳۲-۳۶

نظم فارسی جاتی ہے

قیمت سالانہ

عوام سے عہ طلباء سے ۸ غیر ممالک سے [illegible]

باہتمام [illegible] عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور شائع ہوا

خریدارانِ تشحیذ

وی پی آتے ہیں

جن حضرات نے ابھی تک ۱۷؁ء کا چندہ سالانہ ادا نہیں فرمایا (بلکہ بعض نے تو ۱۶؁ء کا چندہ بھی ابھی نہیں دیا) ان کے نام ۵- جون کا تشحیذ وی پی ہوگا- ایک ماہ پہلے اطلاع کردی ہے واپس کرکے نقصان نہ پہنچانا- تشحیذ مضامین کے لحاظ سے جو خدمات ادا کر رہا ہے- اسکا زبانی اعتراف جماعت احمدیہ کو ہے مگر عملی اعتراف کی ضرورت ہے موجودہ خریدار اگر سب کے سب چندہ سالانہ ادا کردیں تو بھی اخراجات پانسو روپیہ اس سے زائد ہیں- اس اندیشناک حالت کے باوجود اگر ہمارے دوست کارخانہ تشحیذ کا پھر حق اسے نہ دیں اور اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا نہ کریں تو تشحیذ کا جاری رہنا محال ہے پس دوست خریدار بڑھائیں- عطیے امدادی دلائیں اور چندہ سالانہ ادا فرمائیں- جس کے لئے مکرر عرض کرتا ہوں کہ وی پی آتے ہیں اگر کچھ عذر ہو تو پہلے اطلاع دیں

قبولیتِ دُعا کے چھپا سی گر

خدا کے فضل سے جو یہ مضمون لکھا گیا ہے اسکی زائد کاپیاں الگ ٹائٹل پیج کے ساتھ چھپوائی گئی ہیں احباب دوسرے دوستوں میں بھی تحریک فرمائیں اور ۱/ فی جلد کے حساب سے متعدد جلدیں منگوالیں یہ رسالہ تو تمام مسلمان کہلانے والوں کے کام آسکتا ہے احمدی مذہب کے مسلمانوں کی خصوصیت نہیں- تاہم اپنے احباب جماعت کو تو خاص قدر دانی کرنی چاہئے ۳ جلد آدھ آنہ کے ٹکٹ میں جا سکتی ہیں-

تفسیر القرآن مفت جو صاحب ۵- جون تک تشحیذ کو دو خریدار پیشگی قیمت ادا کرنے والے دینگے ہم انکی خدمتمیں تفسیر القرآن پارہ اول حجم ۱۵۰ صفحے فلسکیپ کاغذ مفت نذر کرینگے جسکی قیمت ۸/ ہے- تفسیر بےنظیر ہے-

تین کتابیں مفت- جو صاحب تشحیذ کو ایک خریدار پیشگی قیمت والا دینگے ہم ان کی خدمتمیں آٹھ آنہ (۸/) کی کتابیں نذر کرینگے جو یہ ہیں البرق ۴/- طب روحانی ۲/+ حل چیستان مرزا ۲/

محصولڈاک بذمہ خریدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء

قبولیتِ دعا کے چھیاسی گر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد خوش میں ایک نظم مینے لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

؎ جس میرزا کی خاطر گھر بار ہمنے چھوڑا ✤ آؤ تمہیں دکھائیں وہ میرزا یہی ہے۔

نظم لکھنے کے تین چار روز بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس بھی ایک نظم اسی ردیف و قافیہ میں تحریر فرما رہے ہیں۔ اس توافق اتفاقیہ پر مینے اللہ کا شکر کیا کہ کچھ نہ کچھ پرتو انوار ملایک کا اس گنہگار کے قلب پر بھی پڑتا ہے۔ اسی طرح میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ دعاؤں کی قبولیت کے طریقوں پر ایک مضمون لکھوں۔ مینے ایک کاغذ پر کچھ باتیں جمع کیں کہ اسی جمعہ کو حضرت خلیفہ ثانی نے اس موضوع پر خطبہ پڑھا۔ اور دوسرے جمعہ بھی اس پر کچھ بیان فرمایا تب میں خاموش ہو گیا پھر خیال آیا کہ حصول ثواب کے لئے میں بھی اپنا مضمون دیدوں مگر ایک دوست نے ان خطبات کو کتاب کی صورت میں چھپوا لیا۔ تو مینے اسکے فروخت ہو جانے تک توقف مناسب سمجھا۔ اب میں لکھتا ہوں جو میں مختلف کتابوں کے مطالعہ سے جمع کر سکا۔ یا میرے اپنے فہم اور تجربہ میں آیا پہلے مجھے وہ اسباب لکھنے چاہئیں جن سے دعاؤں

کی قبولیت میں روک پیدا ہو جاتی ہے +

دُعا کی قبولیّت میں روک پیدا کرنے والی چیزیں

۱۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص سفر دراز کرتا ہے اس کے بال پریشان کپڑے گرد آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے یا ربّ یا ربّ کہہ رہا ہے مگر اسکا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے اور پوشش حرام ہے پس کیونکر اسکی دعا قبول کی جائے معلوم ہوا کہ خوراک پوشاک حرام ہونا بھی مانع استجابت دعا ہے +

۲۔ مصیبت جس حکم الٰہی کی عدم تعمیل کی وجہ سے ہے اسے نہ چھوڑنا اور دعا کرتے جانا کہ یہ مصیبت دور ہو مثلاً (ا) ایک شخص دیدہ دانستہ ایک ویرانے میں اترتا ہے جس کی مضرتوں سے آگاہ ہے (ب) مسافر ہے اور سر راہ اتر کر قیام کرتا ہے (ج) جانور کو کھلا چھوڑتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے اسے روک دے (د) کسی سے مالی معاملہ کرتا ہے اور گواہ نہیں رکھتا (ھ) سفیہ کو مال سپرد کرتا ہے پھر ان باتوں سے جو نقصان عائد ہوتے ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہے تو حدیث میں آیا ہے کہ قبول نہ ہوگی۔ غلطی سے یا مجبوری سے ایسا ہو جائے یا انسان سچے دل سے تائب ہو۔ تو یہ باتیں قبولیّت دعا میں مانع نہیں۔ ایسا ہی (و) باوجود مہیا اسباب محض کسل یا تکبر کی وجہ سے اسباب سے کام نہ لینا اور فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہوئے دعا کئے جانا کہ مجھے رزق واسع ملے (ز) ایسی جگہ بغیر خاص مجبوریوں یا حکم مطاع کے رہنا جہاں دین کے بارے میں خطرہ ہے اور پھر یہ دعا کرنا کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاؤں بقولہ تعالٰی الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا (ح) جوا کھیلنے۔ چوری کرنے۔ جھوٹ بولنے بے نماز رہنے کی عادت چھوڑنے کے متعلق خود کچھ کوشش نہ کرنا اور دعا کی استدعا۔ یہ سب ایسی صورتیں ہیں کہ قبولیت دعا میں روک ہو سکتی ہیں۔ پہلے ازالۂ سبب ضروری ہے اور اگر ازالۂ سبب کی توفیق نہ پائے تو پھر اس توفیق کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ ہمارے حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے۔ اگر دعا کی توفیق نہ ملے تو میں تو یہی کہوں گا کہ پہلے اس توفیق کے پانے کے لئے بھی دعا ہی کرنی چاہئے کہ الٰہی مجھے دعا کی توفیق دے +

۳- حدیث میں ہے کہ اگر تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دو گے تو تم پر ظالم مسلط ہونگے اور پھر جو تمہارے نیک بھی دعا کرینگے تو قبول نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عیسٰی بدین خود موسیٰ بدین خود کہتے ہوئے بلا اس حالت کے جس کا ذکر حدیث کل ذی رای برایہ میں ہے عمل بالمعروف چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت میں بھی ان کا یہ فعل روک ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود بھی باوجود اسکے کہ خود وہ مصیبت لانے والا کام نہیں کرتے اس بلا میں جو بدوں کے لئے نازل ہوتی ہے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ نہی عن المنکر کرتے تو بچے رہتے جیسا کہ یہود کے متعلق قرآن مجید سورہ اعراف میں ہے فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب الآیۃ

۴- خدا تعالےٰ کے مامور جن مقاصد کے لئے آتے ہیں۔ ان کے خلاف دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ اور جس کی خدا تعالےٰ نے وجاہت قائم کرنا چاہی ہے اسکی ذلت کی دعائیں بھی مسترد ہونگی وما دعاء الکفرین الا فی ضلٰل ایسا ہی بنی اسرائیل کا واقعہ کہ جن ہتھیاروں سے انہوں نے بابلیوں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ انہی ہتھیاروں سے وہ حضرت نبی کریم کے خلاف کام لینے لگے

ایسا ہی وہ حادثہ یا واقعہ جس کی نسبت کسی نبی کی پیشگوئی موجود ہو۔ اب اسکے لئے یہ دعا ہو رہی ہے کہ یہ بات پوری ہی نہ ہو۔ یہ ٹھیک نہیں البتہ اسکے نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے دعا بیشک کیجائے یہ مطلب نہیں کہ مثلاً عذاب کی پیشگوئی ہے اور یہ توبہ استغفار انابت الی اللہ نہ کرے کیونکہ عذاب تو ایذا رساں نافرنوں کے لئے ہے

۵- دعا کی قبولیت میں یہ بھی روک ہے کہ انسان ایسے کام کرے یا ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے جس سے جناب الٰہی سے دوری ہوتی جائے

وہ باتیں جن کے لئے دعا کرنا منع ہے	یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل۔ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ اور جلد بازی سے کام نہ لے۔

۲ - کوئی لغو اور بے فائدہ دعا نہ کرے کہ مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون مثلاً ایسے امور کے لئے جن کا نہ دین میں کچھ فائدہ ہو نہ دنیا میں یا جو بطور تحصیل حاصل ہوں یا برنگ استہزاء

۳ - اللہ سے کوئی حقیر چیز نہ مانگے کہ یہ بھی اس عالی جناب کی بے ادبی ہے۔ ہمارے صوفیاء ایک طرف دنیا کے بارے میں متاع قلیل ارشاد الٰہی سُنکر اسے بھی حقیر سمجھتے ہیں دوسری طرف جوتی کا تسمہ اور ہانڈی کا نمک بھی خدا ہی سے مانگنے کی تحریک کرتے ہیں اپنے اپنے مقام پر دونوں باتیں درست ہیں۔

۴ - ایک حدیث میں ہے لا تدعوا علیٰ انفسکم ولا تدعوا علیٰ اولادکم ولا تدعوا علیٰ اموالکم۔ اپنی جان پر اپنی اولاد پر اپنے اموال پر بد دعا نہ کرو۔ ایک حدیث میں ہے اپنے خدام پر بھی۔

۵ - کسی گناہ کے لئے دعا نہ کرے مثلاً یہ کہ فلاں مال جو کسی دوسرے کا حق ہے مجھے مل جائے یا کسی دوسرے کے تعلقات زوجیت میں خلل اندازی

۶ - بلا اور مشکلات سے گھبرا کر اپنی موت کی دعا نہ کرے بلکہ یوں دعا کرنی چاہئے کہ اللھم احینی ما کانت الحیٰوۃ خیراً وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی۔ ایسی دعا فتنہ مضرت دینی سے بچنے کے لئے بعض نے جائز رکھی ہے۔

۷ - کسی مسلمان کے حق میں یہ دعا نہ ہو کہ وہ کافر ہو جائے یا خدا اسے خوار کرے معین مسلمان پر اسکا نام لے کر لعنت کرنا بھی منع ہے

۸ - ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین سے ظاہر ہے کہ دعا میں اعتداء بھی منع ہے اعتداء کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں مثلاً دعا میں قافیہ بندی اور سجع۔ لوگوں کو سننے سنانے خلاف شریعت امور کے لئے

۹ - نزول بلا سے پہلے صبر کی دعا بھی نہیں چاہئے کیونکہ اس طرح پر دعا کا یہ مطلب ہے کہ گویا وہ بلا کو خود طلب کرتا ہے حدیث شریف میں ہے وسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لے یسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع ۔ وہ حتی یسألہ الملح (مشکوٰۃ)

رجلاً وھو یقول اللھم انی اسئلک الصبر فقال سالت اللہ البلاء فسئلہ العافیۃ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ)

۱۰- جو بحالت کفر و شرک مرے اسکے لئے مغفرت کی دعا منع ہے بقولہ تعالیٰ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم۔

۱۱- ایسی دعا بھی منع ہے جس سے تمام آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کی تکذیب لازم آئے۔

۱۲- دعا میں بخل اور تنگی اور خساست نہ ہو مثلاً یہ کہ میرے مولا کریم صرف مجھی پر کرم کر کیونکہ یہ خلاف ہے رحمتی وسعت کل شیئ کے ایک اعرابی دعا کر رہا تھا اللھم ارحمنی وارحم محمدا ولا ترحم معنا احداً تو حضرت نبی کریم نے اسے رد کیا اور فرمایا لقد حجرت واسعاً۔

۱۳- یوں دعا نہ کرے کہ اللھم اغفر لی ان شئت۔ ارحمنی ان شئت ارزقنی ان شئت (بخش دے اگر تو چاہے۔ رحم کر اگر تو چاہے۔ رزق دے اگر تو چاہے) کیونکہ خدا تعالےٰ کی ذات غایت استغنا میں ہے اور بندہ بہر حال محتاج اس طرح تو بے پروائی پائی جاتی ہے۔

دعا کو عبادت سمجھکر کرے

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دعا کو عبادت سمجھکر کرے کیونکہ اگر صرف اسی لئے کریگا کہ میرا مطلب حاصل ہو جائے تو خودغرضی پیدا ہوگی۔ اور طبیعت میں خلوص نہ رہے گا۔ قال رسول اللہ صلعم الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (۲) قال رسول اللہ صلعم الدعاء مخ العبادۃ (دعا عبادت کا گودہ ہے) (۳) قال رسول اللہ صلعم لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء (دعا سے بزرگ تر شئے اللہ کے نزدیک ہے دیکھو مشکوٰۃ)

دعا سے کبھی غافل نہ ہو

بعض لوگ صرف کسی مصیبت یا مشکل کے وقت دعا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں حالانکہ انسان ایک ایک لمحہ میں مولا کریم کے فضل کا محتاج ہے حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلعم ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (رواہ الترمذی) فرمایا رسول کریم نے کہ دعا اس چیز سے نفع کرتی ہے جو اتری اور جو نہیں اتری اس سے بھی پس اللہ کے بندو! تم دعا میں لگے رہو۔ بس دعا

بہرحال مفید رہے۔ اگر حادثہ نازل ہو چکا ہے تو اسمیں تخفیف ہو گی اور اگر نازل نہیں ہوا تو دعا اسے منجمل (منضبط) کر دے گی دعا نہ کرنا تو موجب غضب الٰہی ہے چنانچہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ من لم یسال اللہ یغضب علیہ

دُعا کے اوقات یوں تو جس وقت بھی دعا کیجائے اچھی ہے مگر بعض اوقات قبولیت کے ہیں سب سے پہلے تو وہ اوقات ہیں جو خدا تعالےٰ نے نمازوں کے مقرر فرمائے ہیں یہ وہ اوقات ہیں جنمیں خدا تعالےٰ نے اپنے بندے کو اپنی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر عرض معروض کرنیکا موقعہ دیا ہے یعنے فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء پس نمازوں میں اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ علاوہ ازیں یہ اوقات احادیث سے معلوم ہوئے ہیں۔

(۱) **عرفہ کا روز** حضرت خلیفہ اول کا معمول تھا کہ حج والے دن ظہر کے بعد لوگوں سے فرماتے کہ سب بیٹھکر دعائیں کرو۔ تا تمہاری دعائیں میدان عرفات میں دعائیں کرنے والوں کیساتھ ملکر قبول ہو جائیں (۲) **رمضان کا مہینہ** (۳) **جمعہ کا روز**۔ اسمیں ایک ساعت ہے جس کی نسبت مختلف اقوال ہیں کوئی وہ وقت بتاتا ہے جب خطیب دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے کوئی غروب آفتاب سے کچھ پہلے (۴) ہر رات جب تہائی پچھلی رات رہتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے۔ اور میں قبول کروں وبالاسحار ہم یستغفرون سے بھی اسکا پتہ چلتا ہے (۵) تکبیر فرض نماز کے وقت (۶) مینہ برسنے کے وقت (۷) جب فوجیں خدا کی راہ میں بھڑیں یا میدان کارزار خوب گرم ہو (۸) مسجد جاتے ہوئے (۹) اذان کے وقت (۱۰) عین زوال سورج پر کہ ان وقتوں میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں (۱۱) اذان اور اقامت کے درمیان (۱۲) رات جس وقت سوتے سے آنکھ کھلجائے (۱۳) قرآن مجید خود پڑھکر یا سنکر (۱۴) جب مومن کی جان نکلنے لگے کہ وہ وقت رقت اور نزول ملائکہ رحمت کا ہے (۱۵) جب خدا اور اسکے رسول کے ذکر کی کوئی محفل قائم ہو (۱۶) سجدے میں (۱۷) روزہ کھولنے کے وقت (۱۸) جب قلب میں رقت پیدا ہو و طبیعت میں اضطرار و اضطراب۔

وہ مکانات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مکانات کی کوئی خصوصیت تو نہیں بلکہ جہاں حضور قلب میسر آئے اور روح آستانہ الوہیت پر گر پڑے وہی

مقام قبولیت کا ہے لیکن تاہم بزرگوں نے لکھا ہے اور میرے تجربہ میں بھی آیا ہے کہ جو مقام خدا تعالیٰ
کی طرف سے مقدس و بابرکت قرار دیئے گئے ہیں وہاں دعائیں بیشتر اور جلد قبول ہوتی ہیں (۱) خانہ کعبہ (۲)
میدان عرفات (۳) اور روضۂ رسول کا تو کیا کہنا وہاں جانا تو قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔
ہندوستان میں خدا تعالےٰ نے ہمیں محض اپنے فضل سے کئی موقعے دیئے ہیں (۱) مسجد مبارک
خصوصًا اسکا وہ حصہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود نماز پڑھتے تھے میں ۱۹۰۵ء میں پہلے پہل
قادیان آیا تو میں نے یہ جگہ دعا کے لئے تاڑی میں اس ذوق اس وقت اس حضور قلب کو ابھی تک کہ بارہ
برس گذر چکے ہیں نہیں بھولا جو مجھے اس مقام پر میسر آئی اور اس پر لطف یہ کہ پورے دو گھنٹے
تنہائی رہی ورنہ ایسی صورت بھی کم ہی ہوتی ہے میں نے تین دعائیں کیں اور تینوں ہی قبول ہو گئیں
بظاہر حالات وہ کام بہت مشکل بلکہ محال معلوم ہوتے تھے ہاں مجھے یہ افسوس ہے کہ میری معرفت
ان دنوں میں کم تھی اسلئے میں نے جو مانگا خود ہی محدود کر کے مانگا۔ (۲) مقبرہ بہشتی کہ اسکے حق میں
ہے انزل فیہا کل رحمۃ خصوصًا اس زمین کا وہ مقدس حصہ جس میں ہمارے مطہر سیدنا جری اللہ
فی حلل الانبیاء مدفون ہے اکثر اوقات میں وہاں محسوس کرتا ہوں کہ جیسے موسلادھار مینہ برستا
ہے اسطرح انوار رحمت برستے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ایک صاحب ہیں جو دعائیں کرنے
میں بہت مشہور ہیں حتّٰی کہ بعض دوست انہیں دعائیں کرنے کے لئے اپنے ہاں لیجاتے ہیں ایک
دفعہ سخت ابتلا میں آئے بہت ہی دعائیں کیں اور کرائیں آخر ایک روز مجھے ملے اور کہنے لگے
کہ کوئی گُر قبولیت دعا کا بتادو۔ جو تمہارے تجربہ میں آیا ہو میں نے کہا آپ ایسے وقت کہ کوئی نہ ہو
روضہ مطہرہ مسیح موعود پر کھڑے ہو کر اپنے مولیٰ کریم سے دعا کریں اور یہ وہم بھی نہ آنے دیں۔ کہ
حضرت صاحب دعائیں سنتے یا قبول کرتے یا سفارش کرتے ہیں بلکہ آپ صرف یہ سمجھیں کہ یہ
جگہ ایسی ہے جہاں ہر دم رحمت الٰہی کے بادل برستے رہتے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ
دعا قبول ہوئی (۳) بیت الذکر حضرت اقدس کا مگر وہاں بیرونی آدمی کو موقعہ ملنا دشوار ہے کیونکہ
وہ گھر کے اندر ہے (۴) کسی خدا کے ولی یا عالم باعمل کی صحبت میں کہ ہم القوم الجلساء لا
یشقی جلیسہم (مشکوٰۃ) (۵) جہاں ایک دو بار دعا قبول ہو چکی ہو۔ بعض بزرگ تو وہ مصلیٰ
ہی محفوظ رکھتے چلے آتے ہیں (۶) جہاں خدا کے کسی فضل کا نظارہ دیکھے مثلاً جب حضرت زکریا

نے بی بی مریم علیہا السلام کے پاس پھل دیکھے تو وہاں اپنے فرزند کے لئے دعا کی كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (آل عمران ع ۴)

(۷) جہاں چالیس مومن جمع ہوں کیونکہ خدا انکی مجموعی استدعا کو رد نہیں فرمائیگا (۸) اسی پر قیاس کرتے ہوئے جلسہ سالانہ دسمبر۔ مسافر کی دعا تو یوں بھی قبول ہوتی ہے جو خدا کے لئے سفر میں ہوں اور پھر ہزاروں کی تعداد میں جمع کیا ان کی دعائیں مسترد ہونگی مجھے اپنے مولیٰ پر ایسی امید نہیں (۹) جنگل میں جہاں چاروں طرف سناٹا ہو (۱۰) اور ایک میرا اپنا ذوق ہے جہاں شور و شغب ہو اور لوگ دنیا میں مشغول ہوں وہاں دعا کرے کہ الٰہی یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی زبان تیرا ذکر نہیں کر رہی میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں تیری جناب میں گرتا ہوں تو مجھ پر رحم فرما۔ کوئی تیرہ چودہ برس ہوئے ایک دفعہ میں ایک شہر میں گیا عجب حالات میں گیا اور میرے ساتھی بھی ایسے کہ شائد عید والے دن بھی سربسجود ہوئے ہوں وہاں ایک ہندو کے مکان پر اس رات ایک بہت بڑی تقریب تھی جس کو دیکھنے کے لئے پھر عمر بھر کسی کو موقعہ نہیں مل سکتا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اس مکان کا مالک یہ جلوس دیکھنے نہیں جائیگا محض اسلئے کہ وہ اسکی پوجا کا وقت ہے جو وہ ایک بت کی اسوقت کرتا ہے اور اس سے پہلے کسی غیر کا منہ دیکھنا حرام سمجھتا ہے مینے پوچھا کہ کبھی اس مکان میں بھی کسی نے نماز پڑھی ہوگی بتایا گیا کہ غالباً ہرگز نہیں میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ وضو کرکے (اس پانی سے جو ایک کوزے میں قریباً بیس گھنٹے سے مینے محفوظ رکھا تھا کیونکہ پانی نہ ملتا تھا) سربسجود ہوا اور دعا کی کہ الٰہی مینے سنا ہے کہ یہاں کوئی سر تیرے حضور میں نہیں گرا۔ میں تیرا عاجز بندہ اپنا سر تیرے آستانہ پر رکھتا ہوں اور خالص تجھی کو پکارتا ہوں ایک دعا کی جو قبول ہوئی۔

آداب الدعا اسکے بعد میں دعا کے طریقے لکھتا ہوں۔ جن کا لحاظ دعا میں کرنا چاہئے۔

(۱)
دعا میں صدق نیت ہو

اللہ تعالےٰ سے جو دعا بھی کیجائے۔ اس کا دینی اور وہ پہلو جو خدا کے حضور پسندیدہ ہو پیش کرنا چاہیئے اسطرح پر ثواب بھی ہوگا۔ اور دنیوی مقصد بھی حاصل ہو جائیگا ایک صحابی نے اپنے مکان کی دیوار میں کھڑکی رکھی رسول اللہ نے اسکی وجہ پوچھی تو سادگی سے عرض کیا ہوا اور روشنی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا یوں کیوں نہیں کہتے کہ اذان کی آواز سننے کیلئے اسطرح وہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور ثواب بھی بیشتر ہوگا۔ اکثر لوگ حصول اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں مگر حضرت زکریا ان الفاظ میں اپنے مولیٰ کو پکارتے ہیں۔ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من اٰل یعقوب واجعلہ رب رضیا۔ یعنی مجھے فرزند عطا ہو تو وہ ا... ت میں میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور وہ تیرا برگزیدہ ہو۔ اب دیکھیے اس دعا کی قبولیت پر وہ مطالب بھی حاصل ہیں جو لوگوں کے زیر نظر ہوتے ہیں۔

(۲)
دعا میں عزم ہو

جو دعا کیجائے وہ اس یقین کے ساتھ کیجائے کہ میرا مولیٰ اسکے دینے پر قادر ہے اور خود بھی ہمہ تن اسکے لئے کوشاں ہو۔ گویا ہر ایک تن زبان بنکر وہی چیز مانگ رہا ہے چنانچہ حدیث میں ہے قال رسول اللّٰہ صلعم اذا دعا احدکم فلا یقل اللّٰھم اغفرلی ان شئت ولکن لیعزم ولیعظم الرغبۃ۔ فانّ اللّٰہ لا یتعاظمہ شیٔ اعطاہ (رواہ مسلم) جب کوئی تم میں کا دعا مانگے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ مجھے بخشدے اگر تو چاہے بلکہ یقین کے ساتھ عزم سے طلب کرے اور بڑی رغبت اور نہایت الحاح کرے کیونکہ اللہ کے نزدیک بندہ کا سوال عطا کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔

(۳)
دعا میں جلد بازی نہ ہو

رسول اللہ فرماتے ہیں مسلم کوئی دعا نہیں کرتا۔ مگر وہ قبول ہوتی ہے جبتک استعجال سے

کام نہ لے صحابہ نے عرض کیا استعجال کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ دعا کرنے والا کہے میں نے بہت دعا کی بہت دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی اور پھر تھک کر بیٹھ جائے اور دعا کرنی ہی چھوڑ دے۔ قیل یا رسول اللہ ما الاستعجال قال یقول قد دعوت وقد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجاب لی فیستحسر عند ذالک ویدع الدعاء۔ رواہ مسلم

جلد بازوں کو واضح ہو کہ رسول اللہ فرماتے ہیں ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اسم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدی ثلث وما ان یعجل لہ دعوتہ واما ان یدخرھا لہ فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ عن السوء مثلہا (مشکوٰۃ) کہ مسلم کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک وہ کسی گناہ یا قطع رحم کے متعلق نہ ہو تین باتوں سے ایک ضرور ہوتی ہے یا تو جو کچھ مانگتا ہے وہی دیدیا جاتا ہے یا آخرت میں اسکا اجر مقدر ہوتا ہے یا اس مصیبت وبلا کے عوض میں کوئی اور مصیبت ٹلجاتی ہے۔

(۴) آرام کی حالت میں دعا کرو۔ تا تکلیف میں بھی قبول ہو

میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ صرف اسی وقت دعائیں کرنا جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں ٹھیک نہیں۔ بلکہ فراخی اور آرام میں زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ تا کہ وہ مصیبت کیوقت بھی کام آئیں رسول اللہ فرماتے ہیں۔ من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء (رواہ الترمذی) جس شخص کو یہ پسند ہے کہ خدا اسکی اڑے وقتوں میں سُن لے اسے چاہیئے کہ وہ آرام کی حالت میں بہت دعائیں کریں۔

(۵) دُعا کے وقت چُست و ہوشیار ہو

جب خدا سے دعا کرنے لگو تو غافل دل کے ساتھ نہیں کہ زبان پر دعائیہ کلمے ہوں۔ اور دل کہیں اور لگا ہوا ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ نہ صرف اپنے ہر جوڑ و عضو سے بلکہ اپنی تمام روح و قوت سے مولا کریم کے حضور میں استقبال ہو۔ اور تبتل الیہ

نتیجتاً کارنگ رسول کریم فرماتے ہیں۔ ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللّٰہ لا یستجیب دعاءً من قلب غافل لاہٍ (دعا کرو اللّٰہ سے بحالیکہ تم اس یقین سے معمور ہو۔ کہ یہ ضرور قبول ہوگی اور یہ بھی واضح ہے کہ اللّٰہ تعالےٰ غافل اور لہو والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا حضرت خلیفہ ثانی فرماتے ہیں سجدے میں اپنی کہنیاں زمین سے پیٹ ران سے جدا رکھنے کا اسی لئے حکم ہے کہ غفلت طاری نہ ہو۔ یہ تو جسم کے متعلق ہے روح کو تو اور بھی بیدار و ہوشیار و چست ہونا چاہئیے،

(۶)
دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے

دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے تو اور بھی اچھا ہے کیونکہ رسول اللّٰہ فرماتے ہیں۔ ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً (تمہارا رب حیا والا کریم ہے اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اسکی جناب میں ہاتھ پھیلائے جائیں اور وہ انہیں خالی واپس کردے)

(۷)
دعا کے الفاظ جامع ہوں

دعا میں جو الفاظ ہوں وہ اس مقصد و امر کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہوں کیونکہ ممکن ہے جسے یہ اچھا سمجھ رہا ہے اسکے حق میں برا ہو۔ یا جس سے الگ ہونے کے متعلق عرض کر رہا ہے اسکا کوئی پہلو خیر کا بھی اسکے لئے بدرجہ غایت مفید ہو۔ یا یہ ادنیٰ حصہ مانگ رہا ہو۔ اور اسکو اعلیٰ ملسکتا ہو حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کان رسول اللّٰہ صلعم یستحب الجوامع من الدعاء ویدع ماسویٰ ذٰلک (رواہ ابوداؤد) رسول اللّٰہ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور اسکے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے مثال کے طور پر ایک دو دعائیں لکھتا ہوں جو تمہید محررہ بالا کو واضح کرینگی۔

(۱) عن عمر قال علمنی رسول اللّٰہ صلعم قال قل اللّٰھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ۔ اللّٰھم انی اسئلک من صالح ما تعطی الناس من الاھل والمال والولد غیر الضال المضل (۲) اللّٰھم انا نعوذ بک من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجھل او یجھل علینا (۳) رسول اللّٰہ فرماتے ہیں۔ وما سئل اللّٰہ شیئاً یعنی احب الیہ من ان یسأل العافیۃ (نہیں سوال کیا جاتا اللّٰہ کسی چیز کا جو اسے محبوب تر ہے سوا اسکے کہ وہ سوال

عافیت کے متعلق ہو۔ کہ ہمیں سب باتیں آگئیں (۷) اللّٰھم ارزقنی حبّك وحبّ من ینفعنی حبّه عندك اللّٰھم مارزقتنی مما احبّ فاجعله قوة لی فیما تحبّ اللّٰھم مازویت عنّی مما احبّ فاجعله فراغًا لی فیما تحبّ (رواہ الترمذی)

قرآن شریف کی دعاؤں سے ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النّار بہت ہی جامع اور کل مطالب پر حاوی دعا ہے اھدنا الصراط المستقیم الاٰیة اس سے بھی بڑھکر حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ کے گرد مجھے اکیلے طواف کرنیکا موقعہ ملا حالانکہ ایسا ہونا سخت دشوار ہے اسوقت میرے جی میں آیا کہ دعا مانگ لوں جو جامع ہو تو دعا کی کہ الٰہی ضرورت کے وقت جو دعا کروں وہ قبول ہو جایا کرے یہ دعا اپنی جامعیت کے لحاظ سے ایسی ہے کہ خدا کے خاص فضل سے القا ہو سکتی ہے۔

(۸) دعا اعلیٰ مراتب مقصد پر حاوی ہو

دعا میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ مقصد ہو وہ پیش نظر رہنا چاہیئے اگر کسی کو بیماری سے تکلیف ہے تو یہ کیوں کہے کہ یا اللہ میری آدھی بیماری دور کر دے یا دو دن صحّت بخشدے کامل صحت کی دعا کرے وعن معاذ بن جبل قال سمع النبی رجلا یدعو یقول اللّٰھم انّی اسئلك تمام النعمة فقال ای شیٔ تمام النعمة قال دعوة اسجوا بھا خیرًا فقال ان من تمام النعمة دخول الجنة والفوز من النّار ۔ ایک شخص دعا کر رہا تھا کہ الٰہی مجھے تمام النعمت دیدے رسول اللہ نے پوچھا اس سے تمہاری کیا مراد ہے ؟ عرض کی کہ مال ہے جو میرے مدّنظر ہے ۔ فرمایا تمام النعمة میں تو دوزخ سے نجات اور جنت الفردوس میں داخل ہونا بھی داخل ہے اسے سمجھایا کہ لفظ تو اسقدر وسیع ہے تم کیوں اسے ادنیٰ سے مرتبہ تک مقصور کرتے ہو

(۹) دعا میں کچھ شکر گزاری ہو

دعا کرتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں ہے ولئن شکرتم لازیدنّکم اگر تم شکر کرو گے جو صرف زبان ہی سے نہیں۔ بلکہ اعمال سے بھی ہونا چاہئے تو میں تم کو اور بھی زیادہ

دونگا۔ نمونہ کے طور پر حضرت زکریا کی دعا موجود ہے کہ وہ دعا کرتے ہوئے عرض گذار ہیں ولم اکن بدعائک

رب شقیاً میں آپکی جناب سے کبھی محروم نہیں رہا۔ حدیث میں آیا ہے مامن رجل رای

مبتلےٰ فقال الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق

تفضیلاً۔ الا لم یصبہ ذٰلک البلاء کائناً من کان رواہ الترمذی کسی مبتلا کو دیکھکر کہے کہ اللہ کا شکر ہے جو مجھے

اس سے محفوظ بہتوں پر مجھے فضیلت دی تو یہ کہنے والا اس بلا سے محفوظ رہتا ہے یہ صدہا شکر کا دعا سے پہلے ضرور اللہ کے

احسانات کا شکر کر لینا چاہئے بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں کیا دیا ہے کیا ہاتھ۔ کان۔ زبان نعمتیں نہیں کیا اسلام نعمت نہیں ہو کیا دعا

کی توفیق نعمت نہیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا

(۱۰)

دعا سے پہلے حمد بھی ہو۔

دعا کرنے سے پہلے اللہ کی حمد ضرور کرنی چاہئے۔ اور اسکے اس صفات سے توسل اور اپیل کیا جائے

جوام الصفات ہیں یہ سبق ہمیں سورہ فاتحہ سے ملتا ہے جہاں دعا سے پہلے الحمد للہ رب

العٰلمین آیا ہے ایک صحابی فرماتے ہیں رسول کریم ؐ نے جب کبھی دعا کی تو اللہ کی تسبیح و تحمید کی۔

چنانچہ آپ سبحان ربی الاعلی الوہاب کہہ لیتے۔

(۱۱)

دُعا سے اوّل و آخر درُود ہو

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار متوجہ برحمت

ہوتا ہے پھر لکھا ہے کہ درود کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے پس جو درمیان میں مطلب ہوگا۔ اللہ

اسے بھی ردّ نہ فرمائیگا۔

(۱۲)

دعا میں اپنی بیچارگی کا اقرار ہو

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بھی طریق ہے کہ اپنی حالت زار کو کھولکر خدا کے سامنے رکھ دے

یہ نہ کہے کہ خدا کو سب معلوم ہے بیشک اسے معلوم ہے مگر اسکی رحمت کو حرکت میں لانے کے لئے

اپنی بیچارگی و درماندگی کا اظہار ضروری ہے دیکھو حضرت زکریا کس دردناک پیرایہ میں عرض

کرتے ہیں رب انی وھن العظم منّی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعائک رب

شقیاً۔ میری ہڈیاں بودی ہو چکی ہیں سر کے بال چٹے ہو گئے ہیں پھر اس سے بھی بڑھکر عرض کرتے ہیں۔ وکانت امرءتی عاقراً وقد بلغت من الکبر عتیاً۔ میری بی بی بانجھ اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں حضرت نوح نے ایک ہی لفظ میں اپنی بیچارگی کی تصویر کھینچدی انی مغلوب فانتصر

(۱۳) دعا میں اسباب سے بھی کام لیا جائے

دعا کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب سے کام نہ لینا پڑے بلکہ ٹھیک دعا تو اسی وقت ہوتی ہے۔ جب دل کھولکر اپنا تمام زور لگا کر اسباب سے کام لیا جا چکے کیونکہ جب سب طرف سے تھک کر انسان رہجاتا ہے تو اپنے قلب میں خدا کی طرف خوب توجہ پاتا ہے اسی لئے انبیاء کا طریق تھا اور میں نے حضرت مسیح موعود کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حتما امکن اسباب سے کام لیتے اور دعائیں بھی خوب کرتے ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ظاہر ہے کہ پہلے اسکی بتائی ہوئی راہوں پر عمل کیا جائے یہانتک کہ اس راہ میں یوں کوٹا جائے جیسے سڑک کے پتھر اور پھر خدا سے مدد مانگے اور استعانت طلب کرے۔

(۱۴) دعا میں طلب ہدایت ہو

پھر دعا میں بھی یہ خیال رکھے کہ میں اللہ سے وہ ذریعہ طلب کرتا ہوں یعنے وہ اسباب میسر آئیں وہ طریق سوجھے جس سے اس مقصد میں کامیابی ہو۔ اھدنا الصراط المستقیم کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ نزدیک سے نزدیک راہ حصول مقصد کی ملے اور پھر اس مقصد سے تمتع بھی نصیب ہو یہ نہیں کہ مقصد حاصل ہو اور فائدہ اٹھانے سے محروم رہجائے۔

(۱۵) اپنی دعا میں کچھ ایسی دعائیں ہوں جو ضروری قبول ہوتی ہیں

جب انسان دعا کرنے لگے تو بعض ایسی دعائیں پہلے کرے جنکی قبولیت ضروری ہے۔ یا جو اللہ کو پسند ہیں مثلاً اسلام کی ترقی اور اشاعت کی دعا حضرت نبی کریم حضرت مسیح موعودؑ

کے مقاصد کی تکمیل ہو۔ اسی طرح چند اور شخصوں کے لئے بھی دعا کرے کہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ دوسرا ممکن ہے انہی دعاؤں میں اسکی دعا بھی قبول ہو جائے۔

(۱۶)
دعا سے پہلے استغفار ہو

چونکہ دعا کی قبولیت میں انسان کے گناہ آڑے آجاتے ہیں اسلئے پہلے خوب استغفار کر لینی چاہئے قرآن شریف کی دعا ربّ اغفر وارحم وانت خیر الراحمین میں یہ بات سکھائی ہے یہ ہرگز نہ خیال کرے کہ مینے کونسا گناہ کیا ہے کہ انسان ہر وقت خدا کی رحمت کا محتاج ہے۔ نبی کریم فرماتے ہیں وانی لاستغفر اللّٰہ فی الیوم مأتہ مرۃ (رواہ مسلم)

(۱۷)
دعا سے پہلے صدقہ ہو

کفارہ ذنوب اور عاجزوں کی دعائیں لینے کے لئے پہلے کچھ صدقہ بھی کر لینا چاہئے۔ کہ اس سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ جب کسی حاجتمند کو ضرورت کے وقت کچھ ملیگا۔ تو دل ہی پکار اٹھیگا **جا تیرا دونوں جہان میں بھلا**۔ اور صرف اسی فقرے سے بعض اوقات بیڑا پار ہو جاتا ہے فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ کہ خدا سے مناجات کرنے سے پہلے صدقہ دے لے۔

(۱۸)
دعا سے پہلے کسی کی حاجت روائی کرلے

یہ طریق بھی صلحاء نے بتایا ہے کہ جس قسم کی مشکل پیش ہو۔ اسی قسم کی مشکل جس کا ازالہ یا دور کرنا تمہارے اپنے بس میں ہو۔ کسی دوسرے حاجتمند کی دور کرنے کی کوشش کرو۔ اس پر خدا تمپر بھی رحم کر دیگا۔

(۱۹)
دعا میں اپنی عملی اصلاح بھی کرے

چونکہ انما یتقبل اللّٰہ من المتقین ارشاد باریتعالےٰ ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ جو اپنی دعاؤں کو قبول دیکھنا چاہتا ہے وہ تقویٰ اختیار کرے اسی طرح قرآن شریف میں ہے

انما یستجیب اللّٰہ من الذین اٰمنوا کہ اللہ ایمانداروں سے قبول کرتا ہے اور کمال ایمان یہی ہے کہ اسکے مطابق عمل بھی ہو حضرت خلیفہ ثانی نے فلیستجیبوالی سے استدلال کیا ہے کہ میرے بندوں کو چاہئے اگر وہ اپنی دعائیں قبول کروانی چاہتے ہیں تو میری باتیں مان لیا کریں

(۲۰)

دعا میں ماثورہ دعا بھی ہو

جو دعائیں قرآن مجید میں آئی ہیں جو حدیث میں آئی ہیں چونکہ وہ منبع قدس سے نکلی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انمیں سے کوئی دعا ضرور ساتھ ہو بعض بزرگ تو اور کوئی دعا ساتھ نہ ملاتے تھے تا کہ اعتدا نہ ہو جائے۔

(۲۱)

دعا اپنی زبان میں ہو

دعا میں رقت اور خلوص پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دعا اپنی زبان میں بھی کیجائے کیونکہ دلی خیالات اسی زبان میں ٹھیک ادا ہو سکتے ہیں جو مادری زبان ہے حضرت اقدس ہمیشہ فرماتے کہ رکوع و سجود میں ذکر مقررہ کے بعد اپنی زبان میں دعا کیجائے دعا میں فہم معنے بھی ضروری ہے۔

(۲۲)

دعا کے وقت کپڑے عمدہ وصاف ہوں

اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اس کے حضور میں عرض معروض کرنے کے لئے جب انسان متوجہ ہو تو ضروری ہے کہ صاف کپڑے ہوں اور خوشبو بھی ہو۔ کیونکہ اس سے دل و دماغ میں پریشانی نہیں ہوتی ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں قرآن مجید کی آیت والرجز فاهجر اور خذوا زینتکم عند کل مسجد میں یہ تعلیم ہے اسلئے صلحاء نے لکھا ہے۔ کہ دعا سے پہلے مسواک کرے کہ مسواک موجب رضاء رب حسب حدیث رسول کریم ہے۔

(۲۳)

دعا میں تضرع ہو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ۔ پس جتنا ہی تضرع اور خشوع ہوگا اتنی جلد دعا قبول ہوگی۔

(۲۴)
دعا میں دھیمی آواز ہو

حضرت زکریا کے بارے میں ہے اذ نادیٰ ربّہ نداءً خفیّاً۔ اور ارشاد فرمایا فلا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا۔ پس دھیمی آواز ہو جیسی کہ درد سے نکلتی ہے حدیث شریف میں ہے انکم لا تدعون صماً ولا غائباً۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہاں بعض وقت جوش سے آواز نکلجاتی ہو وہ اور بات ہے۔

(۲۵)
دعا میں مایوسی نہ ہو

اسکے متعلق پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ دعا میں استعجال نہیں چاہئے اور نہ تھکے۔ مایوسی تو ہرگز نہیں چاہئے کیونکہ قرآن مجید میں ہے انہ لا یائس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون۔ صوفیاء نے تو یہانتک لکھا ہے کہ جب شیطان نے باوجود نافرمانی کے عرض کیا کہ ربّ فانظرنی الیٰ یوم یبعثون تو جواب ملا فانک من المنظرین جب شیطان کی درخواست منظور ہو گئی تو مومن کیوں ناامید ہو۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہماری کون سنتا ہے۔ اکثر لوگوں کی زبان سے سنتا ہوں جب انہیں دعا کے لئے کہا جاتا ہے کہ توبہ جی! اللّٰہ ہماری سنتا ہے میرے نزدیک یہ کلمۂ کفر ہے جس سے توبہ کرنی چاہئے وہ ہر ایک کی سنتا ہے شیطان کی سن لیتا ہے اور ہر ایک مسلمان کی نہ سنے گا۔

(۲۶)
حقداروں کے حق ادا کرے

بعض وقت کسی کا حق دعا کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور دعا قبول نہیں ہوتی اسلیے دعا کرنے والے کو اپنا محاسبہ کرلینا چاہئے حقداروں کے حق ادا کرکے جناب باری میں جائے۔

(۲۷)
دعا کے وقت کیا ہیئت ہو

یہ بھی بزرگوں نے لکھا ہے کہ وضو کرکے قبلہ رو دعا کرے بعض نے پسند کیا ہے کہ التحیات کی صورت میں بیٹھے یا سجدے میں پڑ جائے گھٹنوں کے بل کھڑے ہونا بھی ایک ادب کا طریق پہلی شریعتوں میں پایا جاتا ہے۔

(۲۸)
دُعا میں شرم کیسی؟

جب دعا کرنے لگے تو اپنے معاصی پر اپنے نفس کی آلودگی پر بیشک ندامت کا اظہار کرے مگر مانگنے میں شرم کیا ہے ہاں عظمت وجلال الٰہی سے زبان بند ہو تو دل تو پکارتا ہی ہے

(۲۹)
دعا میں زندہ بزرگوں کا توسّل جائز ہے

دعا کرتے وقت توسل اپنے کسی عمل صالح کا یا کسی زندہ خدا کے پیارے کا جائز ہے حضرت عمر نے ایک دفعہ بارش کے لئے دعا کی - انا نتوسل الیک بعم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فاسقنا ہم اپنے نبی کے چچا عباس کے توسل سے تیری جناب میں دعا کرتے ہیں کہ ہم پر پانی برسا۔

(۳۰)
دعا میں اللہ کو محبوب ناموں سے پکارے

قرآن شریف میں اکثر دعائیں یا ربّنا سے آئی ہیں - پارہ ۴ سورہ آل عمران میں ربّنا انّنا سمعنا سے ایک دعا شروع ہوئی ہے اسکے لئے ساتھ ہی فرمایا فاستجاب لہم ربّہم اسی طرح حضرت یوسف کی ایک دعا ربّ سے شروع ہوتی ہے اسکے لئے بھی فاستجاب لہ ربہ فرمایا - اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت وبلا میں یا حیّ یا قیّوم حضرت نبی کریم فرماتے یوں تو اللہ کے سب اسماء حسنٰی ہیں مگر جس قسم کی حاجت ہو اسی قسم کے اسم سے توسل کیا جائے تو اقرب الی القبول ہے۔

(۳۱)
دعا میں تکرار ہو

ایک ہی بار کہنا بے پروائی کا نشان ہے دعا میں عجز و الحاح سے کام لے اور خوب تکرار کرے تکرار خدا کے حضور پسند ہے -

(۳۲)
دوسروں سے بھی دعائیں کرائے

اپنی دعا پر ہی بس نہ کرے۔ بلکہ دوسرے صالحین سے بھی دعا کرائے اور یہ نہ سمجھے کہ فلاں مجھ سے کم درجہ کا ہے اس سے کیا دعا کراؤں یہ تکبّر کا نشان ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ نے مجھے فرمایا اشرکنا یااخی فی دعائك ولا تنسنا مجھے بھی اپنی دعاؤں میں شریک کر لینا اور بھولنا نہیں حضرت عمر کہتے ہیں کلمة مایسرّنی انّ لی بھا الدنیا (رواہ ابو داؤد)

(۲۵) کن کن کی دُعا قبول ہوتی ہے

حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ نے فرمایا ثلاثة لا تردّ دعوتھم الصائم حین یفطر والامام العادل ودعوة المظلوم یرفعھا اللہ فوق الغمام وتفتح لھا ابواب السماء ویقول الربّ وعزّتی لانصرنّك ولو بعد حین تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار کی جب روزہ کھولنے لگے (۲) امام عادل کی اور مظلوم کی اللہ اسکے لئے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے فرماتا ہے مجھے اپنی عزّت کی قسم میں ضرور تیری مدد کرونگا گو مدت کے بعد اسی لئے حضرت اقدس نے فرمایا ہے تم ظالم نہ بنو مظلوم بنو۔

دوسری حدیث میں فرمایا۔ ثلث دعوات مستجابات لاشك فیھن دعوة الوالد ودعوة المسافر ودعوة المظلوم (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

تیسری حدیث میں فرمایا خمس دعوات یستجاب لھن دعوة المظلوم حتی ینتصر ودعوة الحاج حتی یصدر ودعوة الغازی حتی یقفل ودعوة المجاھد حتی یقعد ودعوة المریض حتی یبرء ودعوة الاخ لاخیه بظھر الغیب ثم قال واسرع ھذہ الدعوات اجابة دعوة الاخ بظھر الغیب (مشکوٰۃ)

پانچ دعائیں ضرور مقبول ہوتی ہیں مظلوم کی دعا۔ یہاں تک کہ بدلہ لے لے۔ حاجی کی دعا جبتک کہ لوٹ آئے مجاہد کی دعا جہاد چھوڑنے تک مریض کی دعا اچھا ہونے تک۔ ایک بھائی کی دعا اپنے بھائی کے لئے غائبانہ پھر فرمایا کہ بہت جلد ہی قبول ہونے والی دعا بھائی کی ہے جو غائبانہ ہو۔

ایسے ہی وہ پاک نفس جسے خدا اپنی جماعت کے شیرازہ کو متحد رکھنے کے لئے چن لے

(جیسے حدیث میں الامام العادل کہا گیا ہے) اسکی دعائیں جلد اور زیادہ قبول ہوتی ہیں کیونکہ خدا اس کی وجاہت قائم کرانا اور اسکے ہاتھ پر ایک قوم کو متحد فرمانا چاہتا ہے اسے خارق عادت طور پر مستجاب الدعوۃ بنا دیتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اسکے روحانی جھنڈے تلے جمع ہونیکے لئے ایک عام تحریک پیدا ہو۔

(۳۴) بعض خاص گُر

جب اللہ سے دعا کیجائے تو وہ بعض گُر خود تعلیم فرما دیتا ہے جو کسی کو بھی نہیں سوجھے ہوتے حضرت خلیفہ اوّل بارہا فرماتے کہ اللہ تعالےٰ مجھے نہاں در نہاں طریقوں سے رزق دیتا ہے اور دیکھنے والوں نے بھی دیکھا کہ جب آپکو ضرورت ہوتی کوئی نہ کوئی فوری صورت اس ضرورت کے رفع کے لئے ہنگامی فوری طور پر روپیہ آجاتا۔ یا اور کوئی انتظام ہوجاتا۔ ایکبار فرمایا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی خاص عمل ہے پھر ارشاد کیا کہ عمل تو ہے مگر دوسرے رواجی عاملوں کی طرح کا نہیں پھر ایک قصہ بیان کیا کہ ایک عامل تھا اسکے پاس ہم کئی طلباء زمانہ طالبعلمی گئے۔ وہ کہنے لگا میں اپنے مجربات اور مخفی راز بتانا چاہتا ہوں مگر کوئی اسکا اہل نہیں نورالدین کہے۔ تو بتادوں مینے کہا مجھے ضرورت نہیں اسکے بعد خاکسار کو مخاطب کیا اور قرآن مجید سے یہ آیت نکالکر دکھائی جو پارہ سورہ طٰہٰ رکوع ہے میں ہے وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى۔ فرمایا رزق کی کشائش کا ایک یہ بھی نسخہ ہے کہ اپنے اہل کو نماز کی تحریک بڑے زور سے کرتا ہے پھر فرمایا ذوقی بات ہے ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے

الغرض تدبر فی القرآن سے ایسی کئی باتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ نادانوں نے یہ راز نہیں سمجھا اور آیتوں کو بطور منتر پڑھکر حصول رزق کے درپے ہوئے۔ اسی طرح ہر قسم کے مطلب کے لئے ماثور دعائیں بھی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے مینے خدا کے فضل سے توفیق پاکر ادعیۃ القرآن کی تمام دعائیں جمع کردیں معہ ترجمہ نثر و نظم پھر ادعیۃ الاحادیث لکھی جسمیں وہ دعائیں جمع ہیں جو مختلف اوقات کے لئے جناب رسالتمآب نے فرمائیں ❊

ادعیۂ ماثورہ

کشائش کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں فکر وغم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ناتوانی اور سستی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بخل اور بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے دباؤ سے اے اللہ کفایت کر حلال روزی کے ساتھ حرام سے بچاکر اور اپنے سوا سب سے مجھے اپنے فضل کے ساتھ بے پرواہ کردے

دعاء استخارہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

اے اللہ! میں تیرے علم سے بھلائی طلب کرتا ہوں۔ اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں۔ اور تیرے بڑے فضل سے مانگتا ہوں تو بیشک قدرت رکھتا ہے۔ اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ اور تو جانتا ہے اور مجھے کوئی علم نہیں اور غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر بہتر ہے میرے واسطے دین میں یا دنیا میں۔ یا انجام کے لحاظ سے تو میرے لئے مقدر کر اور اسکے اسباب مہیا کردے پھر اسمیں میرے لئے برکت ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دین یا دنیا میں یا بلحاظ انجام تو مجھ کو اس سے پھیر دے اور مجھے اس سے ہٹا لے اور میرے واسطے بھلائی مہیا کر جس

جگہ ہو اور پھر مجھکو راضی کر دے اس پر

دعائے حاجت

جب کوئی مشکل پیش آوے تو دو رکعت نماز پڑھے اللہ کی حمد اور درود کے بعد یہ دعا پڑھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوا اللہ کے جو تحمل والا اور عزت والا ہے پاک ہے اللہ صاحب بڑے عرش کا میں چاہتا ہوں تجھ سے ان کاموں کی توفیق جو تیری رحمت کے واجب کرنے والے ہوں۔ اور جن سے ضرور تیری بڑی مغفرت ہو۔ اور ہر ایک نیکی کی غنیمت اور سلامتی گناہ سے نہ چھوڑ دے تو کوئی گناہ بجز بخشدینے کے اور نہ کوئی غم بجز دور کر دینے کے اور نہ کوئی حاجت جو تیری مرضی کے موافق ہے سو پورا کر دینے کے اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

بیقراری اور گھبراہٹ کی دعائیں +

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا اے اللہ ڈھانپ دے ہمارے عیبوں کو اور امن دے ہماری گھبراہٹوں کو۔ (۲) اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ اے اللہ تیری رحمت کا امیدوار ہوں مت کر حوالے مجھکو میرے نفس کی طرف ایک لحظہ اور سنوار دے سب کام کوئی معبود نہیں سوا تیرے (۳) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اے زندہ اور سب کے تھامنے والے تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔ (۴) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ جو صاحب عظمت صاحب حلم صاحب عرش عظیم ہے آسمانوں کا رب عرش کریم کا رب ہے۔ (۵) آسمان کی طرف منہ کر کے صبح و شام اکثر کہے۔ اَللّٰہُ اللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ اَحَدًا سُبْحَانَ

اللہِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ ہ

دعا استسقا (۱) اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ آجِلٍ۔ اے اللہ برسا ہم پر مینہ بہت برسنے والا سیراب کرنیوالا ارزانی کرنے والا نفع دینے والا۔ نہ ضرر دینے والا۔ شتاب آنے والا۔ نہ دیر کرنے والا (۲) اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھِیْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ۔ اے اللہ پلا اپنے بندوں کو اور چارپائیوں کو اور اپنی رحمت پھیلادے اور مُردہ شہر کو زندہ کر (۲) اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَھْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیٰ وَاکْشِفْ عَنَّا الْبَلَاءَ مَالَا یَکْشِفُہٗ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ اِنَّکَ کُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ عَلَیْنَا مِدْرَارًا۔ اے اللہ دور کردے ہم سے محنت۔ بھوک۔ بے ستری اور ہٹالے ہم سے بلا جو تیرے سوا کوئی نہیں ہٹاتا۔ اے اللہ! ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں تو بہت بخشنے والا ہے اور ہم پر برسنے والا بادل بھیج۔

سفر کی دعا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ۔ اے اللہ تو رفیق ہے سفر میں اور خلیفہ ہے اہل میں اے اللہ ہم سفر میں ہیں اور تو ہمارے اہل میں خلیفہ بن۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے سفر کی تکلیف سے اور پھرنے کی بری حالت سے اور نقصان سے بعد نفع کے اور مظلوم کی بد دعا سے اور کسی کی بد نظر سے اہل اور مال میں۔

کسی گاؤں میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا ۔ اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور اس کے جن پر یہ سایہ ڈالے ہیں اور ساتوں زمینوں کے رب اور اسکے جس کو یہ اٹھائے ہیں اور شیطانوں کے رب اور ان کے کہ گمراہ کیا ہے شیطانوں نے ان کو اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے جنکو وہ بکھیرتی ہیں ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اسکے اہل کی بھلائی چاہتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے ہیں اسکی بدی سے اور اسکے رہنے والوں کی بدی سے اے اللہ ہمیں برکت دے اسمیں اے اللہ نصیب کر ہمکو اسکی میوہ خوری اور محبت دے ہماری اسکے رہنے والوں کو اور محبت دے ہمکو اسکے نیک لوگوں کی۔

مرض سے شفا کی دعا

أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۔ دور کر بیماری کو اے آدمیوں کے ربّ اور شفا دے تو ہی ہے شفا دینے والا کوئی شفا نہیں مگر وہ جو تیری جناب سے ملے وہ شفا دے جو ذرا بھی بیماری نہ چھوڑے (۳) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ و قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے (۳) جب کوئی عضو درد کرے تو تین بار بسم اللہ پڑھے بعد ازاں یہ دعا کرے سات بار أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ ۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی اس چیز کے دکھ سے جو میں محسوس کر رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں۔

جامع الدعا

اللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا ۔

لا نکفر اہل القبلۃ

"ہم اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے"

مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو محض فروعی باتوں پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے دیتے ہیں اور کسی کو دین اسلام میں داخل کرنے کی بجائے دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس قدر وسیع القلب کہلانا چاہتے ہیں کہ اصولی اختلاف اور صریحاً عقیدہ کفر کا قائل ہونے کے باوجود بھی کسی کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر نہیں کہتے اور ان سے وہ تعلقات جائز رکھتے ہیں جو صرف ایک مسلمان سے روا رکھے جا سکتے ہیں میرے نزدیک دونوں فریق غلطی پر ہیں پہلے فریق کی غلطی تو ظاہر ہے جو کھینچ تان کر ہر ایک فرعی بات کو اپنی انوکھی منطق کے ذریعہ اصولی بنا لیتے ہیں۔ اور لا تکفروا اہل القبلۃ کی صریحاً مخالفت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے حضرت نبی کریم فرماتے ہیں ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما (متفق علیہ) جو شخص اپنے مسلم بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ کفر دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑتا ہے اس حدیث کے معنے سمجھنے میں علماء کو دقت پیش آئی ہے کہ مومن کو کافر کہنے سے انسان کیوں باوجود کلمہ گو ہونے کے کافر ہو جاتا ہے اسکی ایک وجہ مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں میں میں نے دیکھی ہے کہ یہ بطور سزا کے ہے تا کہ ان لوگوں کو تنبیہ ہو جو اس خطرناک گناہ سے اسلامی وحدت کو پاش پاش کرتے ہیں پس جو شخص اپنے بھائی کو اس سلسلہ اخوت سے خارج کرتا ہے وہ حقیقت اس قابل ہے کہ اسے سلسلہ اخوت سے خارج کیا جائے مگر یہ توجیہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دوسرے بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ اسکے عقائد کو کفر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اسکے عقائد اپنے نہیں بلکہ اس وحی خفی و جلی کا مجموعہ ہیں جو سیدنا خاتم النبیین حضرت محمد رسول رب العلمین پر نازل ہوئی۔ پس جو اس کلام الٰہی اور صداقت اور حق کو کفر اور کذب قرار دے وہ کافر نہیں تو اور کیا ہے؟ جس مسلم کی تکفیر

کی گئی ہے اسکی ہتک یا اسے برادری سے خارج کرنے کی سزا نہیں۔ بلکہ یہ نتیجہ ہے ان عقائد حقہ کو کفر قرار دینے کا۔ جنکا وہ حسب تعلیم کتاب و سنت قائل ہے اس پر کہا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات انسان نیک نیتی سے اور اپنی بات کو حق جان کر کسی کو کافر کہتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے اسلئے نیک نیتی اور عقائد حقہ کی تکذیب کبھی جمع نہیں ہو سکتے جیسے کہ حضرت اقدس ؑ نے حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں۔ کوئی شخص نیک نیتی اور حق پژوہی سے کام لے۔ اور پھر محمد رسول اللہ کی تکذیب کرے اسی طرح جن عقائد کا ایک مسلم قائل ہو انہیں کفریہ عقائد قرار دینا نیک نیتی اور دیانت سے نہیں ہو سکتا۔ کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی پر خواہ مخواہ کفر کا فتوے دے کیوں نہیں وہ توقف کرتا اور اپنی زبان کو بند رکھتا اور اسکا معاملہ خدا کے سپرد کرتا۔

اب رہا دوسرا فریق جو یہاں تک کہلا چھوڑتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہو اور جو جی میں سمائے عقیدہ رکھو اور جو دل میں گزرے کرو۔ وہ بھی سخت غلطی پر ہے اسے چاہئے کہ جس شریعت کا وہ پابند ہو اسکے مطابق اپنا عملدرآمد رکھے اپنی نفسانی خواہش پر نہ چلے بلکہ دیکھے کہ کتاب و سنت میں کیا آیا ہے جو لوگ ہمیں تکفیر اہل قبلہ کا الزام دیتے اور ہمیں سارے جہان کو کافر کہنے والے قرار دیکر متہم کرتے اور ہم سے نفرت دلاتے ہیں وہ اگر مسلمان ہیں اور شریعت محمدیہ کے پابند۔ تو خدارا ہمیں یہ بتائیں کہ "کسی نبی کے نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے" یہ اصل ہمارا بنایا ہوا ہے یا خود اس مہبط روح الامین محمد خاتم النبیین سید المرسلین کا۔ نہیں نہیں اللہ رب العٰلمین کا اگر تو ہمارا بنایا ہوا ہے اور مسلمانوں میں دوسرے تمام فرقے یا چند اس کے قائل نہیں تب تو ہم قصوروار۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر اپنی وسیع القلبی کا راگ گانے والو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ اسکی کتاب قرآن مجید کو نعوذ باللہ افترا قرار دو۔ اس کے برگزیدہ رسول کو العیاذ باللہ تنگدل کہو۔ کہ اسنے کیوں محض ایک انسان پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ایک شخص کو کافر قرار دیا اور اسے دائرہ اسلام سے خارج کہا بحالیکہ وہ تمام دوسری باتوں پر ایمان رکھتا اور ایمان صالحہ بجا لاتا ہے۔ پھر جب ایک مسلمان کہلانے والے کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ "میاں محمود" بڑا تنگدل ہے جس نے تمام جہان کو کافر ٹھہرایا بجز اپنے چند متبعین کے

تو بڑا تعجب کرتا ہوں کہ اللہ! اس شخص کو دعویٰ اسلام ہے جو "میاں محمود" کہکر دراصل محمد رسول اللہ پر حملہ کر رہا ہے "میاں محمود" تو جیسا تنگدل ہے مجھے معلوم ہے وہ تو ایک دہریہ کے لئے بھی جو کچھ نیکیاں کرتا رہا ہو۔ بالآخر نجات پاجانیکا قائل ہے (حالانکہ جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں) اور خدا کی رحمت کو ایسا وسیع سمجھتا ہے کہ ابلیس کو بھی حاوی ہے مگر تم اپنے ایمان کی فکر کرو۔ کہ دراصل تمہارا حملہ اس اصل پر ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ کا بنایا ہوا ہے جبکا تم کلمہ پڑھتے اور لوگوں کو پڑھا کر مسلمان بناتے ہو اسی نے کہا اور اعلان کیا کہ جو نبیوں میں سے ایک نبی کو بھی نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے پس یہ بحث تو ہو سکتی ہے کہ سیدنا مرزا غلام احمد نبی ہیں یا نہیں اور یہ الزام بھی ہمیں دیا جاسکتا ہے کہ یہ گروہ ایسا پیدا ہوا ہے جو مسیح موعود کو نبی کہتا ہے مگر یہ بحث نہیں ہونی چاہئے اور نہ یہ الزام دیا جانا چاہئے کہ ہمنے سارے جہان کو بجز چند متبعین کے کافر قرار دیا۔ کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں یہ تو شریعت اسلامی کا اصل ہے جو ہم سے مشورہ لیکر نہیں بنایا گیا ہم ہرگز نہیں کہتے کہ جسے بزبان شریعت کافر کہا جائے وہ عند اللہ قابل مواخذہ اور دوزخی ہے جنت اور نار کی کلید ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ یہ کام احکم الحاکمین کا ہے بہت اغلب ہے کہ جسے شریعت کے اصل سے مجبور ہو کر کافر کہا جائے وہ عند اللہ معذور اور قابل نجات ہو۔ اور جسے مسلم کہیں وہ عند اللہ قابل مواخذہ ہو۔ یہ اصول کا معاملہ ہے تکفیر اہل قبلہ کا سوال نہیں شریعت محمدیہ میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو اہل قبلہ ہو۔ وہ خواہ کسی نبی کا منکر ہو۔ یا کسی سچے مسلم پر کفر کا فتویٰ دے یا قرآن مجید کی کسی آیت کا سرے ہی سے منکر ہو تب بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ بلکہ "لا نکفر احدا من اهل القبلة" کے اور معنے ہیں جو معنے ہم پر الزام دینے والے سمجھے ہیں وہ تو لیس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر والملئكة والكتب والنبيين کے صریح مخالف ہیں یعنی صرف قبلہ روئی ہی حقیقی بر اور سچا اسلام نہیں۔ بلکہ حقیقی اسلام تو یہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو یوم آخر پہ ایمان ہو ملائکہ پر ایمان ہو کتب الٰہی پر ایمان ہو۔ پھر سب خدا کے نبیوں پر ایمان ہو۔ اب جن کے عقاید میں "مسیح موعود" "النبیین" میں داخل ہے۔ وہ اگر اہل القبلہ کو اس آیت کے رو سے مسلمان نہ سمجھیں تو معذور ہیں۔ جنہوں نے لا نکفر احدا

من اھل القبلۃ لکھا ہو انہوں نے خود ہی اسکی تشریح بھی کی ہے دیکھئے فقہ اکبر کی شرح میں ہو فی المواقف لا یکفر اھل القبلۃ الا فی ما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او المجمع علیہ کا ستحلال المحرمات یعنے مواقف میں ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ ہو۔ مگر جس پر ایمان ضروری ہے اسکے انکار اور حرام کو حلال جاننے سے کافر قرار دیا جائے گا۔ پھر لکھا ہے اعلم ان المراد باھل القبلۃ اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحٰنہ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیئ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ یعنی اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین سے اتفاق رکھتے ہیں مثلاً حدوث عالم کے قائل ہیں حشر اجساد کے قائل ہیں۔ اور اللہ کو کلیات وجزئیات کا عالم جانتے ہیں۔ اور اس قسم کے اہم مسائل پر ان کا ایمان ہو پس جو عمر بھر اسلامی عباوت میں لگا رہے اور تعمیل احکام شریعت کرتا رہے مگر قدم عالم یا حشر یا علم اللہ کا قائل نہ ہو۔ تو وہ اہل قبلہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ پس اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے معنے اہل السنۃ کے نزدیک یہی ہیں کہ انہیں کافر نہیں ٹھہرانا چاہئے جب تک کفر کی کوئی نشانی یا علامات ان سے ظاہر نہ ہو۔ یا کوئی بات موجب کفر ان سے صادر نہ ہو۔ اسی بنا پر حضرت اقدس مسیح موعود نے بھی حقیقۃ الوحی میں لکھا ہو

> "میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے انکی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے انکو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں"

وجہ کفر کیا ہو؟ وہی جو شریعت اسلامی تیرہ سو برس پیشتر قرار دے چکی ہو (۱) کسی نبی کا انکار (۲) کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ سیدنا اولوالعزم تو ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور ۱۹۱۱ء میں مسیح موعود کے انکار کے متعلق مضمون لکھا یہ انکی بنائی ہوئی بات نہیں۔ بلکہ حضرت اقدس اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ کہ:۔

"اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔"

Digitized by Khilafat Library

پھر فرمایا کہ:۔

"یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں"

چونکہ حضرت اقدس کا مذہب تہا کہ براہ راست کفر صاحب شریعت نبیوں کے انکار سے عائد ہوتا ہے اور آپ کی نبوت بھی ظلی بوساطت نبی کریم تھی اسلئے اپنے متعلق انکار کرنے والوں کے بارے میں اکثر یوں فرماتے:۔

"پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" (حقیقۃ الوحی)

اسی طرح ایک اور حجت پیش کیجاتی ہے کہ

"کسی شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو بھی اسے کافر نہیں کہنا چاہیئے"۔

یہ وہ بات ہے جسے اپنے مکفرین کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت اقدس نے بھی لکہا ہے۔ اور پھر جب خود اپنے کافر کہنے والوں اور نہ ماننے والوں کو بجائے دو قسم کے ایک ہی قسم کے لوگ قرار دیا تو ڈاکٹر عبدالحکیم نے یہی مندرجہ بالا بات پیش کی تو اسکی حضور نے پروا نہ کی۔ اسلئے اس پر بھی غور ہونا چاہیئے۔

کیونکہ اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ ۹۹ باتیں کسی میں کفر کی ہیں اور ایک اسلام کی تو اسے مسلمان کہنا چاہیئے۔ تو پھر دنیا میں کافر کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی اسلام کی بات تو دہریہ میں بھی ہوگی۔ اور یہود و نصاریٰ و ہندو تو خدا کے قائل ہیں بلکہ کسی مرسلین پر ایمان لانے والے یوم آخر ماننے والے۔ جب ان معنوں سے ایسے مفاسد لازم آتے ہیں کہ ایک لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا یا قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والا خواہ بت پرستی کرتا ہو تو بھی مسلم کا مسلم ہی رہتا ہے تو ضرور یہ معنے غلط ہیں۔ اسکے صحیح معنے وہی ہیں جو سلف محققین نے لکھے ہیں اور جنہیں نہ جاننے یا نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں متہم ٹھہرایا جاتا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے ان المسالۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی یعنی مسئلہ متعلقہ بالکفر کے بارے میں ہے کہ جب ۹۹ احتمال کسی بات میں کفر کے نکلتے ہوں - اور ایک احتمال سے اسکی نفی ہو تو مفتی و قاضی کو چاہیئے کہ اس احتمال نافی کفر پر عمل کرے پس اس سے یہ مراد نہیں کہ ۹۹ باتیں کسی میں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو وہ بہرحال مسلم ہی رہیگا (کافر تو صرف ایک بات سے بھی ہو جاتا ہے) بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی بات سے کسی پر کفر کا فتویٰ عائد ہوتا ہو - تو مفتی کو چاہیئے کہ اس بات میں گو ۹۹ پہلو کفر کے نکلتے ہوں لیکن اسمیں اگر ایک پہلو بھی ایسا نکل آئے جس سے کفر کا فتوے عائد نہ ہو سکتا ہو تو اسی پہلو پر کلام کو حمل کرنا چاہیئے - مثال کے طور پر گھر ہی کا معاملہ پیش کرتا ہوں - غیر احمدی بھی حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور غیر مبایعین بھی دونوں بظاہر یکساں ہیں مگر ہم غیر مبایعین کو کافر نہیں کہتے حالانکہ یہ شریعت کا مسلمہ اصل ہے کہ نبی کو نہ ماننے والا کافر ہے اسکی کیا وجہ ہے یہی کہ ہم ان کی اس بات میں باوجود ۹۹ وجہ کفر کے ایک وجہ اسلام کی بھی دیکھتے ہیں وہ کیا ہے غیر مبایعین جو حضرت اقدس کی نبوت کے منکر ہیں تو اسلئے نہیں کہ وہ حضرت اقدس کو نعوذ باللہ مفتری یا جھوٹا مانتے ہیں - بلکہ انکے نزدیک جو تعریف نبوت کی ہے (کہ نبی وہ ہے جو کتاب لائے یا براہ راست نبوت پائے یا ترمیم و تنسیخ احکام سابقہ کرے) وہ حضرت اقدس پر صادق نہیں آتی -

دوم - جب ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود نبی ہے تو اس سے مراد ہماری فقط یہ ہوتی ہے کہ آپ مکالمہ الٰہیہ و اظہار امور غیبیہ سے مشرف تھے اور یہ غیر مبایعین بھی مانتے ہیں کہ آپ مکالمہ الٰہیہ اور اظہار امور غیبیہ سے مشرف تھے - پس اصل حقیقت میں فرق نہیں فرق صرف تعریف نبوت میں ہے مسیح موعود میں جس حقیقت کے پایا جانے کے وہ قائل ہیں اسی حقیقت کے ہم بھی ہیں - باقی فرق جو مسئلہ کفر میں ہے وہ بھی اسی بنا پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مسئلہ کفر میں حضرت خلیفۃ ثانی سے متفق نہیں آپ انکی بیعت بھی لے لیتے ہیں کیونکہ مسیح موعود کو نہ ماننے والوں کو کافر نہ سمجھنا صرف تعریف نبوت کے اختلاف پر مبنی ہے

پس غیر مبائعین کے اس قول (ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے) کی یہ توجیہ کر کے خواہ ۹۹ توجیہیں اسکے خلاف ہوں ہم انہیں کافر نہیں کہتے۔ یہ نکتہ نہ جاننے کی وجہ سے ہم پر بار بار اعتراض کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنے مبائعین بھی بعض اوقات ناراضی کا اظہار کرتے ہیں کہ کیوں انہیں احمدی سمجھا جاتا ہے اسکے جواب میں حضرت خلیفۃ ثانی فرماتے ہیں۔ اور بالکل بجا فرماتے ہیں کہ جبتک وہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور راستباز مان کر آپ کے الہامات کو منجانب اللہ آپکے اقوال کو آپکی تحریروں کو قابل تسلیم اور حجت قرار دینگے ہم انہیں احمدی کہینگے۔ کیونکہ کسی کلام کا سرے سے انکار اور بات ہی اور اس کلام کو مان کر اسکی تاویل کرنا اور اسکے ایک معنے بتانا اور بات ہاں صریحًا الحاد اختیار کیا جائے جیسے باطنی فرقے نے قرآن کی آیات میں کیا تو پھر یہ طرز عمل بدلنا پڑے گا۔ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکل پیش آئی ہے کہ وہ اہل کتاب اور مشرکین میں کچھ فرق نہیں سمجھتے اور حیران ہوتے ہیں کہ نصاریٰ بھی مشرک مجوس بھی مشرک اور بت پرست بھی مشرک مگر اہل کتاب کی لڑکی نکاح میں لینا جائز اور مشرکہ ناجائز حالانکہ اہل کتاب بھی مشرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بت پرستوں کے پاس کوئی الٰہی کتاب نہیں جس کی بنا پر وہ بتوں کا حکم دکھا سکیں کہ ان کی پرستش کیجائے اور اہل کتاب اپنی اپنی کتابوں سے اس عقیدہ کا ثبوت دکھاتے ہیں گو دراصل وہ غلط ہے جس کا قائل ہونے کی وجہ سے ہم انہیں مشرک کہتے ہیں۔ پس اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کیوں تو ۹۹ کیا صرف ایک وجہ کفر کے پایا جانے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے یہاں جو فرمایا کہ کسی میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو اسکی تکفیر نہ کرو۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ اس کلمہ کفر کی (جس کی بنا پر کفر کا فتوے عاید ہو سکتا ہے) اگر ایک توجیہ اور تفسیر بھی ایسی ہو سکتی ہے جس سے کلمہ کفر کلمہ حق قرار دیا جا سکے تو اسی توجیہ پر عمل کرنا اور کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے اور ان ۹۹ توجیہوں کو جو اسے کلمہ کفر قرار دیتی ہوں نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس مضمون سے فائدہ اٹھائینگے۔

(ضیاء الاسلام پریس قادیان)

ماہواری رسالوں پر ایک نظر

عبرت اسلامی تاریخ تمام اقوام کی تاریخوں سے بہتر ہے مگر بعض لوگ اپنی مبالغہ پسند طبیعت سے اسے بدنام کر دیتے ہیں رسالہ عبرت بابت ماہ فروری میں سلطان محمود دیکرہ کے حالات چھپے ہیں اسمیں لکھا ہے

"سلطان محمود علم اور جسم کے اعتبار سے بھی شاہانہ امتیاز رکھتا تہا یعنی طاقتور اور جسیم ہونے میں کوئی اسکا نظیر نہ تہا ایک وقت میں ایک من خوراک کھا لیتا کھانا کھانے کے بعد پانچ سیر خشک چاول چبا لیتا تہا رات کو سوتے وقت ایک سینی سنبوسہ کی چارپائی کی دہنی طرف اور ایک بائیں طرف رکھدی جاتی تہی تہوڑی تہوڑی دیر کے بعد سلطان کی آنکھ کھلتی ہاتھ بڑہا کر سنبوسہ اٹھاتا اور کہا لیتا صبح بعد نماز فجر ایک پیالہ شہد ایک پیالہ گھی اور ڈیڑھ سو کیلے کی پھلیاں ناشتہ فرماتا تھا۔"

کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اسمیں بادشاہ کی کیا تعریف ہوئی کیا شاہانہ امتیاز کے یہی معنے ہیں کہ وہ بیٹو ہو وہ بادشاہ تہا۔ یا سمرغ اگر بسطۃً فی الجسم کے یہی معنی ہیں تو پھر ہاتھیوں اور گینڈوں کو اپنا امیر بنایا کرو

صوفی حقیقت تصوف تو کچھ اور چیز ہے مگر آجکل علی العموم یا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کرنے والے کو صوفی کہدیتے ہیں ایک رسالہ پنڈی بہاؤالدین سے نکلتا ہے اسمیں اور فرقہائے اسلامی و دیگر مذاہب سے تو کچھ آویزش نہیں ہوتی مگر احمدیوں کو خواہ مخواہ چھیڑا گیا ہے اپنے پیر سید حیدر شاہ صاحب کی کرامت لکھی ہے کہ ایک شخص مونگ (گجرات) کا رہنے والا حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہونے لگا تو حضرت "قبلہ عالم" جسم لطیف کے ساتھ تشریف لائے اور میاں محمد الدین کو زجر و توبیخ کی اور وسوسہ شیطانی سے محفوظ رکھا میاں مذکور نے بیدار ہو کر برے عقیدہ سے توبہ کی گویا احمدی بننا شیطان بننا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میاں محمد الدین نے "شیطانی فرقہ" سے تائب ہو کر "نوری لوگوں" میں داخل ہو کر کیا کیا ہے اسے تمام مونگ والے جانتے ہیں اور وہاں کے غیر احمدیوں کے انگوٹھے لگے ہوئے ایک تحریر پر ہمنے دیکھے ہیں جس سے

معلوم ہو سکتا ہے کہ "شیطانی وسوسہ" کس چیز کا نام ہے اور نور ایمان کیا ہوتا ہے؟ کیا ہمارے دوست قلم الفقراء ملک محمد الدین صاحب تحقیقات کی تکلیف گوارا فرماوینگے کہ میاں موصوف کے گھر میں جو بی بی ہے اسکا طلاق کب حاصل کیا گیا اور لڑکا کب پیدا ہوا۔

ارائین میگزین

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا معزز ہمعصر ہمیں بجائے ارا عین کے ارائیں لکھنے پر معاف فرمائیگا کیونکہ ابھی تک ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ ہندوستان میں جو قومیں عرب سے آئی ہیں وہ ہندو نہیں ہوئیں مگر یہ ارائیں قوم گاؤں کے گاؤں ہندو بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان قوموں کی طرح ہیں جو عربی الاصل نہیں ہندو بھی ہیں اور مسلم بھی جیسے راجپوت کیا ایڈیٹر صاحب ارائیں میگزین اس معمے کو حل فرمائینگے۔

فارسی جاتی ہے

میں اس بات کو نہایت درد اور دکھ سے محسوس کر رہا ہوں کہ فارسی زبان دانی ہم سے اٹھتی جاتی ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ خوب فارسی جانتے تھے مگر لوگوں کی توجہ عربی سے مطلقاً اٹھ چکی تھی کچھ اسلئے اور کچھ فارسی لٹریچر میں مخرب اخلاق کتابوں کے شامل ہونے کی وجہ سے آپ ایسے متنفر ہوئے کہ فارسی کو پسند نہ فرماتے تھے ہمارے کارپردازان مدارس نے اس سے اثر پذیر ہو کر تعلیم الاسلام اور[1] مدرسہ احمدیہ سے فارسی کی تعلیم یکسر اٹھادی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ناواقفیت ہوتی جاتی ہے وہ معارف کا بے بہا خزانہ اور حقائق کا لازوال گنجینہ جو درثمین اور دیگر کتب میں تہہ لب مصرف رہا جاتا ہے اب درمکنون شائع ہوئی ہے ہمیں جو کچھ ہے اس سے کبھی نہ صرف ہمارے طلبا بلکہ احمدی جماعت کے نوجوانوں کا کثیر حصہ کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کیونکہ وہ اسے سمجھتے ہی نہیں۔ ابھی چونکہ وہ لوگ موجود ہیں جو بچپن سے فارسی پڑھتے رہے ہیں اسلئے زیادہ نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر چند سے یہ حالت رہی تو دور نہیں جو یہ گنج گرانمایہ کابل غزنی میں منتقل ہو جائے اور ہندوستان والے اس سے بے خبر رہ جائیں۔ کچھ پٹھان ہیں جو حضرت اقدس کی درثمین کو پڑھتے ہیں لیکن مینے دیکھا ہے کہ جب وہ کسی شعر کے معنے سمجھنا چاہتے ہیں تو سمجھانے والے کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں حیران ہوتا ہوں کہ اگر کار تبلیغ میں کابل و ایران ہمارے زیر نظر ہے اور دنیا کے کلمہ گو کا بہت سا حصہ ہمارا پیغام سن سکتا ہے اور بوجہ ہمسائگی و قریب کیا باعتبار مکان و کیا بلحاظ مذہب یہی قومیں

[1] پروف پڑھتے ہوئے معلوم ہوا کہ ہائی سکول میں فارسی کا مضمون رکھا گیا ہے گو پورا انتظام نہیں۔

ہم سے قریب ہیں جنکی زبان فارسی ہے تو پھر فارسی زبان سے اسقدر نفرت اتنی علیحدگی کیوں ہو اور کس لئے اسے یکسر اپنے مدرسوں سے اٹھا دیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس کے فارسی کلام میں اسقدر معارف و حقائق ہیں کہ آپ کی تمام کتابوں کے نصف سے بھی زیادہ ہیں۔ جس مضمون کو آپ نے کئی صفحوں میں ختم کیا ہے اسے پھر ایک دو شعر میں ضبط کر دیا ہے پس میں جو اس سے پہلے بھی دو تین بار یہ عرض کر چکا ہوں۔ اب پھر ایکبار اپنے بزرگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض گذار ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی تعلیم کا ثلث تھوڑا تساہل کر کے۔ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں اسوقت فارسی پڑھانے والے بھی موجود ہیں اور پڑھنے والے بھی۔ آپ اتنا ہی خیال کریں کہ ہمارے جو دوست بوشہر وغیرہ میں ہیں۔ فارسی دانی ان کے لئے پھر سلسلہ کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوئی ہے۔

قادیان میں کیوں بار بار آنا چاہئے

حضرت خلیفہ ثانی ایک دوست کو لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ ملا۔ میں انشاء اللہ دعا کرونگا۔ خدا تعالیٰ کے تمام کاموں میں جوار بھاٹے کا سلسلہ جاری ہے۔ شائد انگریزی میں اس قاعدہ کو ایکشن اور ری ایکشن کہتے ہیں۔ ابتداءً جب آدمی احمدی ہوتا ہے اسکا جوش اس کے نفس کی اصلاح کر دیتا ہے اور وہ ایک نمایاں تغیر پاتا ہے لیکن پھر جب تازہ ایندھن نہ پڑے۔ اسمیں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسکے لئے حضرت مسیح موعود نے علاج بتایا ہے۔ اور وہ قادیان کا بار بار آنا ہے۔

خذ ما صفا یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ نواب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب ایڈیٹر افادہ سول لائن آگرہ نے جو ایک علم دوست بزرگ ہیں حال ہی میں ایک کتاب شائع کی ہے جسکا نام ہے خذ ما صفا اسمیں صاحب موصوف نے وہ علمی ادبی تاریخی بہترین مضامین جمع کئے ہیں جو مختلف اخباروں میں نکلے مکرم حاجی صاحب نے نہایت قابل قدر کام کیا ہے اخبارات کے فائل عام طور سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اور اگر رکھے بھی جائیں تو کس کو اتنی فرصت ہے جو مفید و کار آمد مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے مجھے اس تجویز سے اتفاق ہے کہ خذ ما صفا کا سہ ماہی نمبر نکلے اور علم دوست حضرات اس کے باقاعدہ خریدار بنجائیں بلکہ قیمت سالانہ پیشگی بھیجدیں۔ اس کتاب کی قیمت معلوم نہیں شاید ایک روپیہ ہوگی احباب ضرور اسے اپنے کتبخانوں کی زینت بنائیں۔

سیّدنا غلام احمدؑ

جمالِ یوسفِ رعنا غلام احمدؑ کا
کمالِ رشکِ مسیحا غلام احمدؑ کا

جدھر بھی جائیے چرچا غلام احمدؑ کا
جسے بھی پوچھئے شیدا غلام احمدؑ کا

عجب نہیں کہ مسلمان سب ہی اُٹھیں
کہ جو بھی ہو کوئی ہوگا غلام احمدؑ کا

وہ میرے مردمِ دیدہ میں رہ گیا ہے نور
نظر میں کھب کے سراپا غلام احمدؑ کا

قلوبِ خلق پہ سکہ اسکا جاری ہے
ہے[لہ] ایشیا و اروپا غلام احمدؑ کا

جو چاہے تو ابھی مغرب سے ہو طلوع الشمس
بڑا قدیر ہے مولیٰ غلام احمدؑ کا

مری نگاہ میں جچتا نہیں کسی کا حسن
کہ یاد ہے رخِ زیبا غلام احمدؑ کا

جو زار روس تھا یوں زار ہو گیا یکدم
نشان آپ نے دیکھا؟ غلام احمدؑ کا

فلک تو قرصِ مہ و خور کے روز دکھلائے
مگر جو شخص ہو بھوکا؟ غلام احمدؑ کا

وہ دن قریب ہے ڈنکا بجیگا عالم میں
ثریٰ سے تا بہ ثریّا - غلام احمدؑ کا

قتیلِ تیغِ جفا نے بوقتِ ذبح کہا
کہ باثبوت ہے دعویٰ غلام احمدؑ کا

وہ بدنصیب ہیں جو فیض کچھ نہیں پاتے
کھلا ہوا ہے بھنڈارا غلام احمدؑ کا

شہیدِ ناز کی تربت سے یہ صدا آئی
کہ آہ! لطفِ شناسا غلام احمدؑ کا

انھوں نے اپنی ہی خانہ خرابیاں کر لیں
ہوا نہ بال بھی بینکا غلام احمدؑ کا

یہ جی میں آتا ہے ہر وقت ہو زباں پہ مری
کچھ ایسا نام ہے پیارا غلام احمدؑ کا

عزیز شہر سے کہدو کہ پا گیا عزت
وہی جو تھا کبھی رسوا غلام احمدؑ کا

سنیں یہ غور سے باشندگانِ پاک پٹن
کہ ایک روز یہ[سہ] ہوگا غلام احمدؑ کا

یہ چار دانگ سے خلقت پکار اٹھی ہے
ہوا سپوت ہی بیٹا غلام احمدؑ کا

بڑی بڑی ہیں امیدیں بشیر احمد سے
ہے باغ پھول کے پھلنا غلام احمدؑ کا

لہ روحانی فتوحات سہ اکثر احمدی ہونگے

پیام کیا ہے مجھے دار السلام سے پہنچا — بہشت ہے یہی جینا غلام احمدؐ کا
مٹائے سے نہیں مٹتا کہ ہو چکا ہے نقش — نگینِ دل پہ یہ طغرا غلام احمد کا
مری نظر میں وہی ہے مری زبان پہ وہی — مرے دماغ میں سودا غلام احمد کا
جو دل دیا ہے تو اب جان بھی فدا کر دو — ہے غالباً یہی ایما غلام احمد کا
کرے ہے کشتِ قلوبِ جہانیاں سیراب — جدھر جدھر گیا دریا غلام احمد کا
یہ کون جا کے محمد حسین شہ سے کہے — کہ عہد کس لئے توڑا غلام احمد کا
امام اپنا بنایا ظفر علی خاں کو — جو ہے مخالفِ یکتا غلام احمد کا
کرائے یاد کوئی شیخ رحمت اللہ کو — وہ دودھ لاکے پلانا غلام احمد کا
نہ بھولے ہونگے کبھی مولوی غلام حسن — کہ ظاہری بھی ہے رشتہ غلام احمد کا
کراؤں یاد محمد علی کو میں کیا کیا — کہ وہ بھی تھا کبھی ہوتا غلام احمد کا
کہوں میں کیا یہ مبارک سیالکوٹی کو — مرید ہوتا ہے ایسا؟ غلام احمد کا
ابھی سے چھوڑ دیا ہے بشارت احمد نے — وہ عشق حسن خود آرا غلام احمد کا
بغیر آنکھ جھپکنے کے دیکھنا امجد — تمہیں تو یاد ہی ہوگا غلام احمد کا
عجب ہے تم بھی رقیبوں سے مل گئے آخر — یہ عہد خوب نباہا ۔ غلام احمد کا
وہ ذوق شوق کی باتیں وہ بدر کا دفتر — وہ عہد میں نہیں بھولا غلام احمد کا
وہ گرمیوں میں کسی سرد مہر کا آنا — وہ دیکھنا وہ دکھانا غلام احمد کا
وہ سردیوں میں بہت گرم محفلِ احباب — وہ دورِ ساغرِ مینا غلام احمد کا
کسی عزیز کی دلچسپیوں کے ساماں میں — وہ اک خفیف سا پردہ غلام احمد کا
خیال و خواب ہوئی ہیں حکایتیں کیا کیا — زمانہ جلدی سے گزرا غلام احمد کا

عجب سوال ہے اکمل ہے قادیاں میں کون
اجی وہی ہے جو ہے مرزا/شیدا غلام احمدؐ کا

لہ یکے از محبان فقیر کہ ہمشیر عبد المجید بی اے ست ۲ کو ۳ ڈاکٹر

ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے

مندرجہ عنوان مسئلہ نہایت ضروری ہی کیونکہ ہمیں تکفیر اہل قبلہ کا مرتکب قرار دیکر ہم سے نفرت دلائی جاتی ہے اور اکثر لوگ ہمیں تنگ خیال ملّا مزاج تصور کرکے ہماری بات تک سننا گوارا نہیں کرتے اسلئے ضروری ہے کہ یہ چھوٹا سا ٹریکٹ جو الگ بھی چھپوایا گیا ہے عام طور پر تقسیم کرکے اس غلط فہمی کو رفع کیا جائے جو ہماری نسبت پھیلائی گئی ہے ہمنے اس میں اہل قبلہ و کلمہ گو کے معنے اہلسنت وجماعت کی پرانی کتابوں سے دکھائے ہیں اور ۹۹ وجہ کفر اور ۱ وجہ اسلام پر کفر کا فتوے نہ دینے کے معنے بتائے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ جسے ہم کافر قرار دیتے ہیں حضرت نبی کریم کے حکم سے قرار دیتے ہیں اور اس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے قیمت صرف ۱۰ر ۱۰۰ جلد کی قیمت ۲؏ رہی ہے۔ محصولڈاک ۱۰ کے لئے صرف ۱۰ر

مرہم عیسیٰ

ہر قسم کے زخموں جراحتوں، چوٹوں۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں۔ ناسوروں گنج۔ خارش۔ بواسیر جانوروں کے کاٹ لینے وغیرہ کے لئے نہایت مجرّب قیمت فی ڈبی ۲؏ دفتر تشحیذ سے منگواؤ

ہر قسم کی سلسلہ کی کتابیں تشحیذ کی معرفت منگوائیے بلوغ المرام صرف ۵ جلد رہگئی ہے ۱۱ر پر ملیگی

چٹیں نئی چھپنے والی ہیں۔

اگر کسی خریدار کا پتہ غلط یا قابل تبدیل ہو تو فوراً اطلاع دیں*

مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

۵

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اسوجہ سے اسکے نام سے ہی وحشت ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ما تقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکیں اور نہ انکا زہر اثر کر سکتا ہے وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہ سکتے ہیں آپ بھی غافل نہ رہیں ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی سے نگلنا چاہیئے بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ ؍ ۶ گولیوں کی ڈبیہ ۲ ؍ محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ ؍

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں۔ اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) **روغن صندل**۔ سوزاک کے لئے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۶ ؍ محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ ؍

(۲) **اجوائن کا تیل** قے بدہضمی کے ایک ہی دوا ہے " ۶ " " " ۵ ؍

(۳) **روغن سونٹھ**۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے " ۸ ؍ " " ۵ ؍

(۴) **روغن سونف**۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے ۴ ؍ " ۵ ؍

(۵) **روغن دال چینی** یہ دال چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶ ؍

(۶) **روغن لونگ**۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴ ؍ ۵ ؍

(۷) **روغن لیمو**۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے ۴ ؍ ۵ ؍

(۸) **روغن پیپرمنٹ**۔ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ مشہور دوا ہے۔ ۱۰ ؍ ۵ ؍

(۹) **روغن الائچی**۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے ۶ ؍ ۵ ؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

کتب خانہ تالیف و تصنیف، قادیان

Digitized by Khilafat Library

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ماہ شعبان و رمضان ۱۳۳۵ | نمبر ۶

فہرست مضامین

محمود خلیفۂ موعود	۱ — ۱۸	مولوی کرمداد صاحب دمغیال
ایک پادری صاحب کے اعتراضوں کا جواب	۱۹ — ۳۴	(ایک آشنائے حال)
مکالمہ شیعہ و احمدی	۳۹ — ۴۵	(منشی خادم حسین صاحب کوٹلی [illegible])
نبوت مسیح موعود کے متعلق چند اعتراضوں کا جواب	۴۵ — ۵۳	([illegible] صاحب مبلغ راولپنڈی)
بشارات القرآن	۵۴ — ۵۵	(مولوی [illegible] صاحب نارووال)
درس حدیث	۵۶ — ۵۷	(سیدنا خلیفۃ ثانی)
نظم	۵۸ — ۵۸	اکمل
فہرست کتب سلسلہ	۵۹ — ۶۰	

باہتمام محمد عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور [illegible]

تشحیذ ماہ جون و جولائی

کا

ایک نمبر

مئی کے آخری ہفتہ مجھے اپنے والد بزرگوار کی سخت بیماری کی خبر پہنچی جس کے لئے گولیکی جانا پڑا میں تمام مضمون رسالہ کا مرتب کر کے دے گیا اور نظر بحالات ظاہری مجھے گمان غالب تھا کہ رسالہ وقت پر شائع ہو جائیگا مگر چند روز بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ کاتب صاحب اپنے گھر سے کام پر واپس نہیں آئے اور ادھر ضیاء الاسلام پریس کا مشینمین بلا اطلاع و نوٹس بھی چلا گیا ہے ان دونوں غیر متوقع روکوں کے پیش آنے سے جون کا رسالہ نہ نکل سکا اور بمشکل ۱۵ جون کو کام شروع ہو سکا مناسب یہی سمجھا کہ اب جون و جولائی کا رسالہ اکٹھا کر دیا جائے اور صفحات کی جو کمی ہے وہ اب اگست کے رسالہ کے حجم میں اضافہ کر کے پوری کر دی جائے۔

میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ دوستوں نے قبولیت دعا کے حصہ پیشگی اگر والا مضمون نہایت پسند کیا اور اسے مفید سمجھا لیکن اسکے ساتھ جو ذمہ داری احباب جماعت کی بڑھ گئی ہے اسکی طرف بھی توجہ فرمائی جاوے یعنی تشحیذ کی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی اشاعت کم از کم اتنی تو برقرار رہے کہ اخراجات متعلقہ چل سکیں موجودہ حالت تو یہ ہے کہ چھ ماہ کا خرچ پورا ہونا بھی مشکل ہے پس قدر دان اخوان توسیع اشاعت میں ساعی ہوں اور اپنے اپنے ذمہ کا بقایا صاف کریں۔

روزوں کے متعلق تمام ضروری احکام

اگست ۱۳ء کے تشحیذ میں ماہ صیام کے متعلق تمام ضروری احکام درج ہیں اور سب مسائل جن کی ضرورت ہر مسلمان کو پیش آتی ہے مدلل بہ آیات و حدیث صحیحہ لکھے گئے ہیں وہ مضمون ہر پہلو سے مکمل ہے احباب ۳ رسالہ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر تشحیذ سے منگوالیں +

مینیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۵ء

محمود خلیفہ موعود

اس مضمون میں مولوی کرم داد صاحب دوالمیال نے سیدنا محمود کو خلیفہ موعود ثابت کیا ہے۔ اور خطاب غیر مبائعین سے ہے۔ جو مسیح کی طیب طاہر صالح اولاد کو بیخ کنِ اسلام دا عمدیت بتا کر ہمارے دلوں کو مجروح کر رہے ہیں امید ہے وہ ان زبردست ثبوتوں پر غور کر کے حق قبول کرینگے ✥

مجھے ایک غیر مبائعین کے مخلص نے کہا "وہی کے تعلق نے حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کو تباہ اور مہاجرین قادیان کو گمراہ کر دیا" میں نے اسکو سمجھایا۔ کہنے لگا میری تسلی ہو گئی یہ باتیں لکھ دو۔ اس لئے میں لکھتا ہوں۔ شاید کوئی اور بھی فائدہ اٹھائے۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے۔ مسیح موعود نکاح کریگا۔ اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ فیتزوج ویولد لہ۔ یہاں لہ کا لام حصول منفعت کے لئے ہے۔ جیسے لہا ما کسبت میں

پس غیر مبائعین کا یہ کہنا کہ مسیح موعود کا سلسلہ اس کی اولاد سے تباہ ہو گیا۔ کہ یہ جو پیشگوئی تھی۔ اس کے برخلاف ہے۔ (۲) تریاق القلوب صفحہ ۶۴ میں ہے "قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے۔ الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر والنسب (ترجمہ) وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید ہے کیا" خدا تعالیٰ اپنی وحی میں خبر دیتا ہے کہ اس تعلق پر الحمد للہ پڑھو۔ مگر ہمارے بھائی انا للہ پڑھ کر سلسلہ کا خاتمہ کر رہے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۶۵ "سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا۔ اور اس میں سے وہ اولاد پیدا کرے گا۔ جوان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلادے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جسطرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے" حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد پر اعتراض کرنے والو! خدا کے واسطے غور کرو۔ آپؑ تو نام سے یہ فال لیتے ہیں کہ میری اولاد میرے انوار کو لیکر تمام جہان کو ظلمات سے نجات دیگی۔ اب بموجب قول تمہارے اس اولاد نے غیروں کو چھوڑ اپنوں کو بھی چاہ ضلالت میں گرا دیا۔ میں نہیں سمجھتا۔ ایسے لوگ دشمنوں کے سامنے حضرت اقدسؑ کی صداقت کو کس طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۷۰ "مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی۔ اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائیگی۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا" جب میں نے اس معترض کو یہ عبارت سُنائی۔ اُس نے کہا۔ بس اب میری تسلی ہو گئی۔ کوئی احمدی اس کو پڑھ کر اس پاک اولاد پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہاں تو حضرت اقدسؑ نے خود ہی فیصلہ فرما دیا۔ کہ جس پاک اولاد کا اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدہ دیا۔ وہ یہی موجودہ اولاد ہے۔ نہ یہ کہ کسی آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگی۔ پس ہمارے دوستوں کو

چاہیئے۔ کہ اس پاک اولاد پر حملہ کر کے یہود سے مشابہت اختیار نہ کریں۔ ازالہ اوہام صد ۲۰۹ میں حضور اپنی جماعت کو تاکید فرماتے ہیں "اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے" ایضاً صد ۱۵۹ "میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اتریگا" افسوس! اس ذریت کو یہود سے بڑھ کر ستانے والے حضرت اقدس کی وصیت پر ذرا غور نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ نوح ؑ کے گھر میں بھی تو ایسا لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ کیا نوح کو بھی خدا نے بذریعہ وحی اسی طرح خبر دی۔ جسطرح کہ مسیح موعود کو کہ تیری یہ اولاد تیرے نوروں کی وارث ہوگی۔ حضور تو لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوشخبری دیتا ہے "خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی" ضمیمہ تحفہ صد ۲ "ان پیشگوئیوں میں بہت سی نسل کا وعدہ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم ؑ کو دیا تھا" براہین ۵۵۹ "وہ تیرے مجد کو زیادہ کریگا۔ اور تیری ذریت کو بڑھائے گا۔ اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتدا قرار دیا جائے گا۔ ازالہ صد ۲۱۷ "خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔ الوصیۃ صد ۳ "خدا تعالیٰ اپنی پاک وحی میں وعدہ دیتا ہے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ اب یہ خاندان اپنا رنگ بدل لیگا۔ اور اس خاندان کا سلسلہ تم سے شروع ہوگا۔ حقیقۃ الوحی صد ۹۲" غیر مبائعین کے نزدیک حضور کے بعد اس خاندان نے جو رنگ بدلا ہے۔ وہ پیغام پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ ان کے اعتقاد کے موافق ماننا پڑتا ہے کہ ابراہیم ؑ کے بعد بھی تباہی اور گمراہی کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ پھر نمازوں میں کما صلیت پڑھنے کا کیا فائدہ۔ کیونکہ مسیح موعود کے بعد جب انکی اولاد نے ان کے خیال میں مسیح موعود ؑ کی تعلیم کو چھوڑ دیا تو یہی حالت ابراہیم ؑ کے بعد بھی سمجھ لیجئے۔ اور اگر وہ حق پر قائم اور حضرت ابراہیم ؑ کی فرمانبردار اولاد تھی۔ تو مسیح موعود ؑ کی اولاد پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا یہ خدا کا وعدہ نہ تھا۔ کہ حضرت اقدس ؑ کے بعد ابراہیم نبی کی طرح نئی بنیاد قائم ہوگی۔ حضرت مسیح موعود تو اپنے دشمنوں کو یہ پیشگوئی سنا دیں :-

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا ✲ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ✲ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی ✲ فسبحان الذی اخزی الاعادی

لیکن اس محبوب خدا اور ماہ ہدیٰ کے دشمن کہہ رہے ہیں کہ حضور کی اولاد کی موجودہ حالت دیکھ کر ہمیں ان شعروں کے پڑھنے سے شرم آتی ہے۔ آج ہم کس منہ سے "انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی ✲ فسبحان الذی اخزی الاعادی" غیر احمدیوں کو سنا سکتے ہیں۔ ماتم تو ہمارے گھر میں ہے۔ دشمن ذلیل نہیں ہوا۔ بلکہ ہم ذلیل ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر ذلت کیا ہوگی۔ کہ جس در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی تھی۔ اور جس خاندان سے کل دنیا نے فیض حاصل کرنا تھا۔ آج انکو بصد حسرت چھوڑ کر پیغام بلڈنگس میں پناہ لینی پڑی۔ دوستو! یاد رکھو۔ جس نے اس اولاد کو چھوڑا۔ اس نے مسیح موعود سے بھی منہ موڑا۔ اگر اس بات کو مانا جائے کہ یہ اولاد گمراہ ہے۔ تو پھر آپ مسیح موعود کیا ایک متقی مومن بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اپنی تالیفات میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرماتا ہے۔ ان شانئک ھو الابتر یعنی تیرا دشمن ہی ابتر ہوگا نہ کہ تو" جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی۔ ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلیگی۔ براہین ۵ ۹۵" پیغامیوں کے نزدیک آپ کا گھر اس وقت دونوں نسلوں سے خالی پڑا ہے۔ پھر ابتر ہونے میں کیا شبہ رہا۔ نافرمانی کی حالت میں ظاہری نسل کا پھیلنا اس پیشگوئی کا منشا نہیں۔ بموجب حکم لیس من اھلک۔ یہ لوگ موجودہ اولاد کو آپ کا اہل نہیں سمجھتے۔ اور حضرت اقدس کے فرمودہ ولست بتر کمثل الابتر الذی لم یرزق ولیداً وتکفی ھذہ الایۃ سعیداً (الاستفتاء) کی ذرا پروا نہیں کرتے۔ علامات المقربین صفحہ ۱۰۶ میں آپ لکھتے ہیں:۔ "ولا یعذب اولادھم بل اولاد اولادھم و کل واحد منھم یرحمون ویجعل اللہ برکۃ فی نسلھم فکل یزیدون"۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ مقربین کی یہ علامت کہ اللہ ان کی اولاد میں برکت ڈالتا ہے۔

مسیح موعود میں کیونکر پائی گئی۔ الغرض وہلی کے تعلق پر اعتراض کرنے والے الہام الحمد للہ الذی الخ پر غور کریں۔ میں اس کی صداقت کو ایک اور رنگ میں ظاہر کرتا ہوں (۳) تحفہ ص۲۲ " ام یقولون نحن جمیع منتصر۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب انذر قومک وقل انی نذیر مبین ۔۔ ۔۔ وانی مع الافواج اٰتیک بغتۃ " اللہ تعالیٰ کی اس وحی میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود ایک شریف گھرانے میں شادی کرینگے۔ اور آپ کو خداوند کریم ایک ایسا لڑکا عطا کریگا۔ کہ جب وہ آپ کا جانشین ہوگا۔ تو اسوقت اللہ تعالیٰ اپنی فوجوں کے ساتھ اپنے پیارے نبی مسیح موعودؑ کے پاس آئے گا۔ یعنے ایسے خوفناک نشان ظاہر ہونگے۔ جن کو دیکھ کر دشمنوں کے بڑے بڑے لشکر بھاگ جائینگے بلکہ ایک ایسی قیامت قائم ہوگی۔ جسمیں بجز احمدؑ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی شفیع نظر نہ آئے گا۔ جہنم کی آگ کو دیکھ لوگ خازن النار کو پکارینگے۔ حضرت مسیح موعود کا یہ فرمانا۔ وانہ علم للساعۃ کافۃ الناس کما کان عیسیٰ علما للساعۃ الیہود (اعلان خطبہ الہامیہ) فان عیسیٰ کان علما للساعۃ الیہود وانا علم للساعۃ التی تحشر الناس فیہا (خطبہ الہامیہ ص۱۷) اسی موجودہ ساعت کی طرف اشارہ ہے الہام الحمد للہ الذی کے پہلے سورہ القمر کی آیات بھی اس رمز کو ظاہر کرتی ہیں۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر ان المجرمین فی ضلل وسعر یہ رکوع کی ساتویں آیت ہے۔ اور ساتویں ہی ہزار میں جلانے والا عذاب ظاہر ہوا جو مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے۔ ورئیتُ عیسیٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الراس ورئیت مالکا خازن النار والدجال (مشکوٰۃ) اس سے ظاہر کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی خازن النار بھی ایک نشانی ہے۔ سورہ زخرف میں ہے۔ وانہ لعلم للساعۃ۔ چنانچہ وہ ساعت آگئی۔ اب لوگ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک پکار رہے ہیں۔ یہ پکار سورہ کے ساتویں رکوع میں ہے۔ معراج کی حدیثیں بھی اس راز کو خوب سمجھاتی ہیں کہ ساتویں ہزار میں ایک ابراہیم

ظاہر ہوگا۔ وقال فی السماء السابعة فاذا انا بابراھیم مسندًا ظھرہ
الی بیت المعمور۔ دوسری روایت میں ہے۔ وابراھیم فی السماء السادسة
مسیح موعود بھی چھٹے ہزار میں پیدا ہوا۔ فاعلموا انی خلقت فی الالف السادس
فی اٰخر اوقاتہ کما خلق اٰدم فی الیوم السادس فی اٰخر ساعاتہٖ (خطبہ)
بیت المعمور کی نسبت تفسیروں میں ہے۔ ھو فی السماء السابعة بحیال الکعبة
اس میں اشارہ ہے کہ اس ابراہیم کے زمانہ میں بھی ایک کعبہ جائے امن میں لوگ
پناہ ڈھونڈینگے"۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ یہ آیت اس طرف
اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمتِ محمدیہ میں بہت فرقے ہوجائینگے۔ تب آخر زمانہ میں ایک
ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو
ہوگا"۔ (دیکھو ضمیمہ تحفہ ۲۰) سورہ طور میں اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کی قسم کھائی
بموجب حکم لکل اٰیة منھا ظھر و بطن۔ اس سورۃ میں ہی مسیح موعود کی نبوت اور
اس کے زمانہ کی پیشگوئی ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں مختصراً اشارہ کردیتا
ہوں۔ مسندًا ظھرہ الی بیت المعمور کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس ابراہیم پر براہ راست
نبوت نہ اُتریگی یعنے مستقل نبی نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی پشت پناہ اور سہارا وہی نبوت
ہوگی۔ جسنے اس گھر (کعبہ) میں اُتر کر اس کو آباد کیا۔ حقیقی اسلام نے دنیا سے اُٹھ کر
آسمان پر جانا تھا۔ اور پھر اس ابراہیم کے ذریعہ اس گھر نے آباد ہونا تھا۔ اس لئے
منکران امام کو اسکے زمانہ میں وہ نشان دکھائے گئے۔ جن سے ثابت ہوگیا۔ کہ
اس گھر والی نبوت برحق اور وہ نبی جو مکے میں مبعوث ہوا۔ بے شک تمام نبیوں کا
امام تھا۔ کس زمانے میں اس صادق المصدوق نے ہم کو خبر دی۔ فاذا ابراھیم
قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوٰة
فاممتھم فلما فرغت من الصلوٰة قال لی قائل یا محمد ھذا مالک خازن النار
...... فبدانی بالسلام (مسلم) اس حدیث اور سورہ طور کی آیت والبحر المسجور
کا مطلب ایک ہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ وہ ابراہیم میرے مشابہ ہے۔ سمجھایا

کہ میں ہی ہوں گا۔ اور اسوقت خازن النار مجھے آکر سلام دیگا۔ اس میں یہ اشارہ کہ دنیا میں ایک جہنم بھڑکایا جائے گا جس سے سمندر بھی اُبلنے لگ جائینگے۔ مگر میرے لئے سلامتی ہے۔ یعنی میرا بروز جسمیں تمام نبیوں کی شان ہوگی۔ بمعہ اپنی جماعت کے اس سے بچایا جائیگا بلکہ خازن النار اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوگا۔ بڑے بڑے مخالف فی ضلل وسعر میں مبتلا ہوکر آخر اقرار کرینگے۔ کہ الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر و النسب کا الہام سچا تھا۔ مسیح موعود تو نبی ہے۔ کیونکہ والبحر المسجور میں ثبوت نبوت کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ آج اس نبی کے آنے سے مسجور کی حقیقت معلوم ہوئی۔ بخاری نے جو لکھا کہ المسجور الموقد بالکل سچ لکھا۔ اور صاحب مجمع البحار نے جو کہا کہ اسے ملئت نیرانا للتعذیب المفجار بالکل ٹھیک کہا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ان تحت البحر نارا و تحت النار بحرا (دیکھو ابو داؤد) اسی زمانہ کے واسطے تھا اور جواب قسم میں فرمایا۔ ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع یوم تمور السماء مورا و تسیر الجبال سیرا فویل یومئذ للمکذبین۔ ایسے زمانہ کو پاکر اب بھی جو عیسیٰ نبی اللہ کے طور میں پناہ نہ ڈھونڈے۔ اس کے لئے افسوس ہے جسکی نسبت مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثم یاتی نبی اللہ عیسیٰ قوما .. .. کذلک اذا وحی اللہ الیہ یا عیسیٰ انی قد اخرجت عبادا لا یدان لاحد بقتالہم فاحرز عبادی الی الطور (ابن ماجہ) معراج کی حدیثوں میں ابراہیم کے ساتھ ایک درخت کا ذکر ہے۔ یعنی سدرہ کا۔ جسکے بیر مثل قلال ہجر اور پتے مثل اذان الفیلۃ۔ یہاں نیل فرات کی نہروں کا بھی بیان ہے۔ اس درخت کا بھی چھ رات سے تعلق ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ ھی فی السماء السادسۃ و فی الاخری السابعۃ وجمع بان اصلہا فی السادسۃ و معظمہا فی السابعۃ۔ مراد اس درخت سے وہ اسلام ہے۔ جو اس ابراہیم کے ہاتھ سے بڑھنا ہے۔ نہ وہ جو اس وقت فرات نیل والوں کے پاس ہے۔ فرات و نیل تو آسمان پر اُٹھائے گئے۔ "عن ابن عباس مرفوعا انزل اللہ تعالیٰ من الجنۃ الی الارض خمسۃ انہار ... الفرات و النیل ...

ارسل الیہ جبریل فیدفع من الارض" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۶۳) "فیکم هذا الغوید فلا تبقی منہ قطرة حتی تکون فیہ الکثبان من الرمل وتاکل سباع الارض حیتانہ" (" صفحہ ۲۶۳) اس پانی کی مچھلیاں سباع الارض یعنے نفسانی خواہشوں کی شکار ہو گئیں۔ ان کے پاس اسلام حقیقی نہیں رہا۔ چودہویں صدی کا ابراہیم وحی آسمانی کی نہریں اپنے ساتھ لایا ہے۔ اب اس بیری کو انشاء اللہ قلال ہجر کی مانند بیر لگینگے منتہی الارب میں ہے " ہجر درازی و کلانی درخت یقال ذہبت الشجرة ہجراً ای طولاً وعظماً۔ دوسری حدیث میں ہے۔ حتی اتینا الی روضة خضراء فیھا شجرة عظیمة فی اصلھا شیخ وصبیان واذا رجل قریب من الشجرة بین یدیہ نار یوقدھا۔۔۔ الذی فی اصل الشجرة ابراہیم۔۔۔ والذی یوقد النار مالک خازن النار (بخاری) مطلب اس حدیث کا حضرت خلیفہ ثانی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے خوب کھولکر سمجھا دیا ہے۔ الہام الحمد للہ الذی کے پہلے جو سورہ قمر کی آیتیں ہیں۔ اور بعد میں ہے۔ انذر قومک یہ جوڑ بتا رہا تھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے وقت دنیا میں آگ کا ایک سخت عذاب ظاہر ہوگا۔ اور انی مع الافواج اتیک بغتة کی صداقت کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھینگے۔ یہ فوجیں میاں صاحب کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ البشریٰ صفحہ ۹۶ میں ہے " ۲۸ اپریل ۱۹۰۵ء۔۔۔۔۔۔ انی مع الافواج اتیک بغتة (ترجمہ) میں اپنے فرشتوں کی فوجوں کے ساتھ اسوقت آؤں گا۔ کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے (تشریح) خدا تعالیٰ ہمیشہ انبیاء کی امداد فرشتوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں نیکی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ اور حق کی طرف راہ دکھلاتے ہیں۔ اسی شب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب کو انی مع الافواج اتیک بغتة کا الہام ہوا ہے۔ صبح اٹھ کر ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ الہام ہوا ہے " (بدر جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۵) سوچنے والو سوچو! یہ الہام میاں صاحب کو کیوں خواب میں دکھایا گیا۔ اس میں کیا حکمت تھی۔

پھر واقعات پر نظر ڈالو۔ کیا کسی مفتری کا کام ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ لوگوں کو یہ الہام
سنائے۔ "فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل
من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا" اور
دوسری طرف اسکے گھر میں ایسا لڑکا پیدا ہو۔ جسکو خواب میں دکھایا جاتا ہے۔ انی مع الافواج
اتیک بغتۃ۔ اور انگریزی میں اس کو خبر دیجائے کہ اب میں زمین ہلانے والا ہوں۔
(تقریر جلسہ ۱۹۰۶ء) اور جب وہ باپ کی مسند پر بیٹھے۔ تو سچ مچ زمین پر جلال الٰہی کا ظہور
ہو جائے۔ اور زمین وحشت سے کانپنے لگے۔ اور خازن النار جھک کر سلام
کہے کہ بے شک تو ابراہیم کا فرزند دلبند گرامی ارجمند ہے۔ کوئی ہے جو ایسے مفتری کا
ہمیں پتہ دے۔ ہرگز نہیں۔ یہ توارد بتا رہا تھا کہ بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوگا۔ اور
زمانہ اس کے خلیفہ برحق ہونے پر گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ الٰہی افواج کا جس کی خبر باپ
بیٹے دونوں کو دیگئی۔ بڑے زور سے نزول ہو رہا ہے۔ کان اللہ نزل من السماء
کا نظارہ سامنے ہے" زمین تہ و بالا کر دی۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔
لنگر اٹھا دو" (دیکھو البشریٰ صـ۹۶) یہ تینوں الہام ۲۳ مئی ۱۹۰۵ء کو دوپہر کے
وقت حضور پر اترے۔ موسم اور وقت بھی ان کی حقیقت ظاہر کر رہا تھا۔ کہ لنگر اٹھا کر
خدا کے فرشتے سمندروں میں بھی آگ جلانے والے ہیں تاکہ والبحر المسجور اور ان
تحت البحر نارا کی پیشگوئی پوری ہو۔ مئی ہی میں یہ الہام بھی ہوئے۔ کشتیاں چلتی ہیں
تا ہوں کشتیاں۔ ھل اتاک حدیث الزلزلۃ بل یاتیھم بغتۃ۔ اگر چاہوں
تو اس دن خاتمہ۔ دو چار ماہ۔ (دیکھو البشریٰ صـ۱۱۵) چنانچہ قادیان میں جب حضرت
خلیفہ ثانی کی خلافت کا نزول ہوا۔ تو اس کے چوتھے مہینے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق
یہ کشتیاں بھی چل پڑیں۔ اور وہ زلزلہ دنیا میں آگیا۔ جس سے الہام "اے ازلی ابدی
خدا۔ بیڑیوں کو پکڑ کے آ" (صـ۹۷) کا بھی مطلب سمجھا گیا۔ اب بھی جو کان اللہ نزل
من السماء کو نہ سمجھے۔ خدا ہی اسکو سمجھائے۔ ان کشتیوں کو حدیث میں طیر کہا گیا ہے۔
فیوسل علیھم طیرا کاعناق البخت (ابن ماجہ) کچھ اخبارات میں بھی ان کو بحری پرند

لکھتے ہیں۔ یہ فوجیں جو خلیفہ ثانی کی خلافت میں اُتریں۔ اور جن کا اُترنا حضرت صاحبزادہ صاحب کو خواب میں دکھایا گیا۔ ثابت کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد سے جس مسیح کی پیشگوئی کی۔ وہ مسیح یہی خلیفہ ہے۔ ذیل کے الہام کو پڑھو ”انی مع الافواج اٰتیک بغتۃ حرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لایرجعون“ (دیکھو البشریٰ صفحہ ۱۰۱) یہاں مع الافواج کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آیت حرام علیٰ قریۃ الہام کی جس سے ایک تو فوجوں کی حقیقت سمجھی گئی۔ دوم اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جس خلیفہ کو یہ فوجیں دکھائی گئیں۔ اور جسکے زمانہ میں ان کا آنا ہوا۔ بلکہ مدت بھی بتائی گئی۔ کہ جب وہ مسند خلافت پر بیٹھیگا تو اسکے چار مہینے بعد وہ فوجیں اُترینگی۔ وہ خلیفہ کوئی معمولی خلیفہ نہیں۔ مضمون آیت کے لحاظ سے وہ مسیح ہے۔ ایک اور الہام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوجوں کے زمانہ میں حضرت اقدس اپنے گھر میں دوبارہ واپس آئینگے۔ وہ الہام یہ ہے۔ ان الذی فرض علیک القراٰن لرادک الی معاد انی مع الافواج اٰتیک بغتۃ (البشریٰ صفحہ ۲۳)

چونکہ بعض لوگوں نے اس خلافت پر اصحاب فیل کی طرح حملہ کرنا تھا۔ اس لئے عالم الغیب نے اسی کو کعبہ کی بنیاد فرمایا۔ ازالہ صفحہ ۱۵۳ میں لکھے ”جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا عقلمند ہے۔ کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولوالعزم پیدا ہو گا۔ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا“ اس سے معلوم ہوا کہ جسطرح ابراہیم اور اس کے بیٹے نے اس کعبہ کی بنیاد اُٹھائی۔ اسی طرح اس زمانہ کے ابراہیم اور اس کے اولوالعزم بیٹے کے ہاتھ سے ایک کعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جو اس پر حملہ آور ہو گا۔ اصحاب فیل کی مانند خائب و خاسر رہے گا۔ سورہ نمل کے آخر میں ہے۔ دابۃ الارض نکلیگا۔ پھر نفخ صور ہو گا۔ جس سے پہاڑ اُڑنے لگینگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب تم اس زمانہ کو پاؤ۔ تو کعبہ کو دیکھ اس رب کی عبادت کرو۔ جس نے اس کو حرمت بخشی۔ انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ۔ اور اس کلام کو پڑھو جو کہ البلدہ میں نزول ہوا۔ یعنی اس وقت بھی ایک کعبہ کی بنیاد رکھی جائیگی۔ اور قرآن شریف کا نیا نزول ہو گا۔ اور مکی جیسی باتیں ظاہر ہونگی۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جو اس کعبہ کو گرانا چاہینگے۔

مگر وہ اس اولوالعزم کے مقابلہ میں ناکام رہینگے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پاک اولاد کے ساتھ اصحاب فیل کا ذکر عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ ہے۔ حضور کا الہام ہے۔ ساھب لک غلاماً ذکیا رب ھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل (البشریٰ صفحہ ۱۳۶)۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ارض مقدسہ (قادیان) میں جب ایک خلافت کا نزول ہو گا تو اس وقت دنیا میں مصائب کے سبب سے قیامت برپا ہوگی۔ اذا رئیت الخلافۃ قد نزلت الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام والساعۃ یومئذ اقرب من الناس من یدی ھذہ الی راسک (مشکوٰۃ) یہ الساعۃ اس خلافت کے نازل ہونے کے بعد چوتھے مہینے نمودار ہو گئی۔ اصحاب فیل نے ارض مقدسہ سے اس خلافت کو مٹانا چاہا۔ لیکن کون ہے۔ جو الٰہی ارادہ کو روک سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں باتوں کی حضرت اقدسؑ کو خبر دی۔ قادیان میں نزول ہو گا۔ الٰہی غضب سے زمین سنکروں کو کانپ کر ڈالیگی۔ اصحاب فیل کی تدبیریں اکارت جائینگی۔ ذرا حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۳ کو کھولکر پڑھو۔ ۱۰ اگست ۱۹۰۳ء گورداسپور۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل (۲) نزول در قادیان انی انا الرحمٰن حل غضبہ علی الارض یہ ایک الہام ہے کہ مسیح موعودؑ کی رسالت سے انکار کیا جائے گا۔ اور کہنے والے کہینگے کہ بس اب آپ کا کام بگڑا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ اپنی افواج کو لے کر آئے گا۔ اور ایسے زبردست نشان دکھائے گا کہ لوگ آرزو کرینگے۔ کہ کاش! ہم اس رسول کے ساتھ ہوتے۔ وہ الہام یہ ہے سیقول العدو لست مرسلا سناخذہ من مارن او خرطوم وانا من الظالمین منتقمون انی مع الافواج اتیک بغتۃ یوم یعض الظالم علی یدیہ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا وقالوا سیقلب الامر وما کانوا علی الغیب مطلعین انا انزلناک وکان اللہ قدیرا (۷ مئی)

ناظرین غور کریں۔ الہام انی مع الافواج جو صاحبزادہ صاحب کو دکھایا گیا ہے کیسی سچائی سے خلافت ثانیہ کے دور میں دیکھ لی۔ کیسے بآواز بلند مشرق اور مغرب کو سنا

رہاہے ۔کہ مسیح موعودؑ نبی تھا۔ میں اس کا گواہ ہوں ۔ افسوس ان لوگوں پر جو ایسے صادق اور معتبر گواہ پر بھی اعتبار نہیں کرتے ۔ اور اس خلیفہ سے لڑ رہے ہیں جسکی خاطر اس کا آنا ہوُا ۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ حسب پیشگوئی الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر و النسب کے قادیان میں یہ خلافت نازل ہوئی ہے ۔ اسکے ساتھ یولّون الدبر کا ذکر ہے ۔ جسطرح جنگ احزاب کے وقت ھلمّ الینا کہنے والے اپنی جگہ ٹھہر نہ سکے ۔ حالانکہ لا یولّون الدبر کا عہد بھی کر چکے ۔ اسی طرح ان کا حال ہوگا ۔ الہام الحمد للہ الذی کے ساتھ سورہ قمر کی یہ آیتیں جو ملائی گئیں ۔ اس میں خلیفہ ثانی کے زمانہ کا نشان بتایا گیا کہ کچھ لوگ اپنے عہد و پیمان کو توڑ دینگے ۔ اور مسیح موعودؑ کی نبوت کے منکر ہو جائینگے اور دوسرے دشمنوں میں شامل ہو کر مدینۃ الرسول کے رہنے والوں کو کہینگے ۔ یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ۔ مسیح موعود کو نبی ماننا چھوڑ دو ۔ دشمن ہر طرف جمع ہے ۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ جب اندرونی اور بیرونی دشمن یہ سمجھ لینگے کہ مسیح موعودؑ نبی نہ تھا تو اس وقت اس قلیل جماعت کی امداد کے لئے اللہ تعالےٰ نبوت کا ایسے رنگ میں ثبوت دیگا کہ سیھزم الجمع ۔ تمام دشمن بھاگ جائینگے ۔ جیسے کہ احزاب کے وقت بھاگ گئے ۔ کیونکہ آیت فارسلنا علیھم ریحًا و جنودًا لم تروھا کی طرح ایک سخت آندھی چلیگی ۔ اور آسمان سے الٰہی فوجیں نازل ہونگی ۔ اور یہ آندھی اثبات کی دلیل ہوگی ۔ کہ مسیح موعودؑ نبی تھا ۔ چنانچہ سورہ مرسلات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " والمرسلٰت عرفًا فالعاصفات عصفًا ۔ جس طرح ہوا صحت بخش ہے ۔ امر رسالت بھی جانفزا تو ہے ۔ مگر اس کی بے قدری سے ہوا کی طرح اشتداد پیدا ہو کر باعث عذاب ہوگا " (تفسیر القرآن) اسکے آگے اس زمانے کے نشان بتائے ۔ فاذا النجوم طمست و اذا السماء فرجت و اذا الجبال نسفت و اذا الرسل اُقتت ..... ویل یومئذ للمکذبین ...... انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل و لا یغنی من اللھب انھا ترمی بشرر کالقصر ۔ ویل ہے ان مکذبین کے لئے کہ ترمی بشرر کا نظارہ دیکھ کر بھی رسول کی تکذیب سے باز نہیں آتے ۔ اور نہ اس

سخت آندھی سے ڈرتے ہیں۔ جسکی خبر فالعاصفات عصفاً میں دیگئی۔ اور لکھا تھا ۱۳۳۴ھ
کہ وہ پہاڑوں کو بھی اڑا دیگی۔ واذا الجبال نسفت میں سن ہجری بتایا گیا کہ اسوقت
وہ آندھی زور سے چل رہی ہوگی۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۶ میں ہے "بادے بوزد کہ از
صلابت آں کوہ ہا پارہ شود" طبرانی از سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ کہ برپا نے
شود ساعت تا آنکہ زائل شوند کوہ ہا از جائے خویش" (ر ر صفحہ ۲۴۳) حدیث شریف میں
ہے کہ وہ آندھی لوگوں کو سمندروں میں ڈالیگی۔ ریح تلقی الناس فی البحر (مسلم) و
تذہب ریحکم قال قتادہ الریح الحرب (بخاری) بعض حدیثوں میں اس کو سرخ
آندھی کہا گیا۔ وظہرت القینات والمعازف وشربت الخمور ... فارتقبوا
عند ذلک ریحاً حمراء وزلزلة (ترمذی) گردیدند امیراں فاجراں ..... وقرا
فسقہ ..... بپوشاند ایشاں را خدا تعالےٰ فتنہ را کہ بیفتند دراں ہمچو افتادن یہود ... پس
انتظار برید نزدیک ایں حال باد سرخ وخسف وقذف ودیگر آیات را" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۹۰)
ایک حدیث میں ہے۔ کہ جب قرآن کو میری امت کے لوگ چھوڑ دینگے۔ تو میں انکو عادیوں
کی طرح قتل کروں گا۔ قوم یقرؤن القرآن ولا یجاوز حناجرهم ..... لئن
ادرکتهم لاقتلنهم قتل عاد۔ تیسیر القاری شرح بخاری میں ہے کہ "وقتیکہ
آگاہی یافت ہود بایں باد کشید خود را و مسلماناں را بجانب چشمہ کہ آب میداد" اس
زمانہ کے ہود نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حقیقی مسلمانوں کو اس سرچشمہ پر جمع کیا۔ جس کا
ذکر ذکریا باب ۱۴ میں ہے کہ "جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا۔ حضرت اقدسؑ لکھتے
ہیں کہ یہاں یروشلم سے مراد قادیان ہے۔ دیکھو نزول المسیح صفحہ ۲۴۴۔ اس جیتے پانی کو چھوڑنے
والے بدقسمت غور کریں کہ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں خدائے قادر نے کس طرح نصرت بالصبا
واہلکت عاد بالدبور کی سچائی کو دنیا میں ظاہر فرمایا۔ حجج الکرامہ صفحہ ۲۹۰ میں ہے "پس
نشانہائے وے ایشاں را باد سرخ کہ بیروں آید از طرف مشرق ومسخ شوند بعض وخسف
شوند بعض۔ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون رواہ الدیلمی عن انس" یہ
باد سرخ مسیح کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اور مسیح کا آنا مشرق سے ہوا۔ اس لئے اس کو

مشرق کیطرف نسبت دی۔ تاکہ کوئی اس کو مغرب کی طرف سے آتا دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ کہاں مسیح اور کہاں بادِ سُرخ۔ اس مسیح کے انکار سے لوگوں کی شکلیں بھی مسخ ہو گئیں۔ اور بادِ سُرخ سے پہاڑ لال نظر آتے ہیں۔ لیکن بعض بھائی ابھی تک یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ مسیحؑ نبی نہیں۔ بجائے ریح کے حدیث میں نار کا لفظ بھی آیا ہے۔ واٰخر ذٰلک نار۔۔۔ و فی روایۃ فی العاشرۃ وریح تلقی الناس فی البحر (مشکوٰۃ) بخاری میں ہے یہ نار مشرقیوں کو اکٹھا کر کے مغرب کی طرف لے جائیگی۔ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب۔ ابوداؤد میں ہے۔ جو مہاجر ابراہیم کو اختیار کرے گا۔ اس کا حشر سُور بندروں کے ساتھ ہو گا۔ یعنے مسیح موعودؑ کے انکار کے وقت ایک آگ ظاہر ہوگی۔ وتحشرھم النار مع القردۃ والخنازیر۔ پس جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دہلی کے تعلق نے حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ کو تباہ کر دیا۔ وہ الہام الحمد للہ الذی کے سیاق سباق پر غور کریں۔ کہ کس طرح خداوند تعالیٰ نے اس کی سچائی کو ظاہر فرمایا۔ ایسے لوگ اپنے دلوں سے اس خیال کو کہ (ہم اس موقعہ کے مقابلہ میں بہت ہیں) دُور کر دیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ سیھزم الجمع نیز آیت کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ جو حضور کو الہام ہوئی۔ (دیکھو البشریٰ صفحہ ۳۲) تو اس میں بھی یہی اشارہ تھا۔ کہ جسطرح سورہ بقرہ کے بتیسویں رکوع میں ونحن احق بالملک سمجھنے والوں کا ذکر ہوا۔ اسی طرح ۱۳۳۲ھ میں ایک خلیفہ کے انتخاب پر کچھ لوگ اعتراض کرینگے۔ اس لئے اس موقعہ کی آیت اُتار کر خدا تعالیٰ نے پہلے ہی مسیح موعودؑ کو خبر دے دی۔ میں اُوپر لکھ آیا ہوں کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خلیفہ ثانی کے دشمن ہوں گے۔ اس کے زمانہ میں ایک قیامت آنی تھی۔ بھلا جس کی مدد کو قیامت آئے۔ اس کے مقابلہ میں کون ٹھہر سکتا ہے۔ سورہ قمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ علاوہ مشہور معنوں کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ آخری زمانہ میں گرہن کا نشان واقع ہوگا۔ اسکے بعد ایک

قیامت آئیگی۔ تیسیر القاری شرح بخاری صفحہ ۵۹۹ جلد ۴ میں ہے "وبعد آنکہ بعضے مردم گفتہ انشق القمر بمعنے ینشق القمر است۔ مثل قولہ تعالےٰ اتیٰ امر اللہ ای یاتی امر اللہ" مجمع البحار صفحہ ۲۰۶ میں ہے "او حسب عن الخسوف" نزول المسیح صفحہ ۱۲۸ میں حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں "اس وقت کافروں نے شق القمر کے نشان کو ملاحظہ کرکے جو ایک قسم کا خسوف تھا یہی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے۔ قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔"

پس الہام الحمد للہ الذی کے ساتھ خداوند تعالےٰ نے سورہ قمر کی آیتیں پیش کرکے یہ اشارہ کیا کہ الساعۃ آنے والی ہے۔ گرہن کا نشان ہو چکا۔ جعل لکم الصہر۔ صرف محمود کے آنے کی دیر ہے۔ یہ سب دشمن الساعۃ کو دیکھ کر بھاگ جائینگے۔ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کو گرہن کے وقت دوزخ اور بہشت دکھایا گیا۔ آپ نے نہایت عجز سے لمبی نماز پڑھی۔ صدقہ خیرات۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ میں تو اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔ کہ اس میں ہم کو سمجھایا گیا کہ جب تم اس گرہن کو دیکھو۔ جو مہدی آخر الزمان کے زمانہ میں واقع ہوگا۔ تو نمازوں میں قیام۔ رکوع۔ سجود کو لمبا کرو۔ اور بہت دعائیں مانگو۔ اس وقت جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ اسکے شعلے قریب ہیں کہ نمازیوں کو بھی اپنے اندر لے لیں۔ مال خرچ کرکے اسلام کو پھیلاؤ۔ اور اس طرح اُن ارواح کی رستگاری اور نجات کا سبب بنو۔ جو غلاموں کی طرح کفر شرک کے اجساد میں محبوس ہیں۔ ذیل کی احادیث کو پڑھو۔

ورئیت النار فلم ار کالیوم منظراً قط افظع (۲) فاتی المسجد مصلّی باطول قیام ورکوع وسجود ما رئیتہ قط (۳) فاذا رئیتم شیئاً من ذلک فافزعوا الیٰ ذکرہ ودعائہ واستغفارہ (۴) لقد امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالعتاقۃ فی کسوف الشمس۔ مسیح موعودؑ اس نشان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اعلموا ان اللہ نفث فی روعی ان ھذا الخسوف والکسوف فی رمضان آیتان مخوفتان لقوم اتبعوا الشیطان ولئن ابوا فان العذاب قد حان" (نور الحق)

سورہ قیامہ ہے۔ وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر

تعجب کا مقام ہے کہ ہمارے ہادی و پیشوا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جب گرہن کو دیکھیں تو اس خوف سے گھبرا کر کہ وہ گھڑی آگئی۔ مسجد کی طرف نماز کے لیے دوڑتے ہیں۔ خسفت الشمس فقام النبی صلے اللہ علیہ وسلم فزعاً یخشی ان تکون الساعة فاتی المسجد۔ لیکن ہمارے زمانہ کے مسلمانوں کی یہ حالت کہ باوجود دیکھنے اس نشان کے جسکی پہلے نبیوں نے بھی خبردی۔ اور ایسے عذاب کے جو قیامت کا نمونہ ہے پھر بھی پرواہ نہیں کرتے کہ کون آیا۔ اور کیا ہو رہا ہے۔ (۴) غیر مبائعین کا یہ کہنا کہ خلیفہ ثانی نے مہاجرین قادیان کو گمراہ کر دیا ہے۔ بہت ظلم ہے۔ ایسا کہنا مومن کا کام نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک گمراہی کا الزام اس شخص پر ہے۔ جسنے مہاجرین کو قادیان سے نکلنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ ایک روایت میں لکھا ہے کہ مہدی کے بعد خلافت پر جھگڑا ہو گا۔ جو لوگ اس تنازعہ میں مقام ہجرت کو چھوڑ دینگے۔ وہی حق اور راستی سے دور ہونگے۔ وہ روایت یہ ہے۔ "نعیم بن حماد از زہری روایت کردہ کہ بمیرد مہدی بموت خود و مردم بعد از وے در فتنہ افتند و بیاید بسوئے ایشاں مردے از نبی مخزوم و بیعت کردہ شود او را و مکث کند زمانے پستر ندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس و جن بیعت کنید۔ فلاں را دیر نگرد و دید بر پاشنہائے خود بعد ہجرۃ پس نظر کنند و نشناسند آنمرد را بانگ ندا کند سہ بار پستر بیعت کردہ شود منصور و برود بسوئے مخزومی و نصرت دہد خدا او را بر وے و بکشد مخزومی را و کسے را کہ باو باشد (حجج الکرامہ صـ۳۴۲)

دیکھو! آسمان سے تو یہ آواز آئی کہ ہجرت کرنے والو! مدینۃ المہدیؑ میں جو خلیفہ ہے۔ کیوں اسکی بیعت نہیں کرتے۔ اور کیوں ایسے شخص کے پیچھے پڑ کر جو باہر آیا۔ مقام ہجرت کو چھوڑتے ہو۔ تین بار جو ندا آئی وہ سبز اشتہار صفحہ ۱۲ و ۱۷ و ۷ میں پڑھو۔ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام محمود اور تیسرا نام بشیر ثانی بھی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں

ہیں اولوالعزم ہوگا" اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے"

(۵) حضرت مسیح موعود کا ایک رؤیا ہے کہ محمود جب میری جگہ پر بیٹھے گا تو اسکے ساتھ ایک انگریز بھی میرے مکان میں داخل ہوگا دیکھو مکاشفات صفحہ ۴۰ "۱۸ مارچ ۱۹۰۶ء آج بروز یکشنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوں اور ایک خربزہ کی شکل پر کوئی بیل میرے ہاتھ میں ہے اسکو چھیلکر کھانا چاہتا ہوں اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا اسکے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوگیا ہے اسجگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس چوبارے کی طرف آگے بڑھا جہاں میں بیٹھکر کام کرتا ہوں گویا اسکے اندر جاکر تلاشی کرنا چاہتا ہے اسوقت میں نے دیکھا کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے اپنے بطور اشارہ کے مجھکو کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کریگا اور میرے دل میں گذرا کہ اس میں صرف وہ کاغذات پڑے ہیں جو تالیف کتاب کا مسودہ ہے وہی دیکھیگا اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ ۔ ۔ ۔ میر ناصر کا دیکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالے ناصر ہوگا۔ اور نیز نصرت سے ابتلاء سے رہائی دیگا اور آخر یہ ابتلا نشان کی صورت میں ہو جائیگا"

اب مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ انگریز کون ہے جو پہلے جہاں پانی کے گھڑے (یعنی پیسے دفتر میں جہاں ڈھیر ہو کر رکھی جاتی) تھے کھڑا ہوا پھر محمود کو دیکھکر جھٹ سے مسند خلافت کی طرف بڑھا مگر اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کا ناصر ہے اسلئے یہ انگریز بجز اسکے کہ حضرت کی کتابوں سے غلط حوالے پیش کرے اور کچھ نہ کر سکا۔ ان واقعات سے بھی اس انگریز کا پتہ لگ سکتا ہو لیکن اگر حضور ہی کی کسی تحریر سے اسکی حقیقت معلوم ہو جائے تو پھر کسی احمدی کو ماننے سے انکار نہ ہوگا۔ لیجئے ایک حوالہ آگے لکھو مکاشفات صفحہ ۵۰ "خواب میں دیکھا کہ ایک انگریز بار بار بولتا ہے پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگریز نہیں بلکہ وہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں"

(۶) محمود ابھی پیدا نہیں ہوا تھا جو اللہ تعالے نے حضرت اقدس کو کشف میں دکھایا کہ اس سلسلہ میں وہ جماعت کا پیش امام ہوگا چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۴۰ میں ہے "میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونے کی

خبر دیجیئو اور مینے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ مسجد کی دیوار پر جو حضور کو محمود کا نام لکھا ہوا دکھایا گیا اسکا یہ مطلب نہیں تھا کہ گمراہوں کا امام ہو گا اور یہ مسجد نعوذ باللہ پوپ کی گدی ہوگی اور نہ اس صورت میں حضرت صاحب کے لئے اس پیشگوئی کو دشمنوں کے سامنے پیش کرنا خوشی کا موجب ہو سکتا ہے اسلئے جو اس مسجد سے نکالے گئے وہ ان فیوض سے محروم ہو گئے جو مسیح موعود کے طفیل اس مسجد میں محمود کے پیچھے نماز پڑھنے والے حاصل کر رہے ہیں۔

(۷) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں مظہر ابلیس کے فتنوں کے وقت جب احمد نبی ان فتن کے دور کرنے کے لئے مبعوث ہوگا مسجد احمد میں ایک سفید منار بنایا جائیگا جو دور سے دکھائی دیگا۔ مظہر ابلیس اپنے اصحاب کو کہیگا لا ترون الی ھذا القصر الابیض ھذا مسجد احمد (حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۳) اسوقت مظہر ابلیس کا نزول ایک سرخ پہاڑی کے نزدیک ہوگا (یہاں سرخ پہاڑی میں بھی اشارہ ہے جو سرخ بلیوں والے بیان ہوا) تب کچھ زلازل آوینگے جنکے سبب سے بعض لوگ مدینۃ الرسول کو چھوڑ کر مظہر ابلیس کی طرف چلے جائینگے یعنے ایسے لوگوں میں جا شامل ہونگے جو اس احمد کے منکر اور اعتقادی طور پر مظہر ابلیس کے معاون ہیں حتیٰ ینزل عند الظرب الاحمر ..

.. فترجف المدینۃ باھلھا ثلاث رجفات فلا یبقی منافق ولا منافقۃ الا خرج الیہ (ابن ماجہ) اب مسجد احمد موجود جس کا امام محمود ہے اسمیں قصر ابیض (سفید منارہ) موجود۔ ظرب احمر موجود۔ بتاؤ نکلنے والے کون اور کہاں ہیں۔

(۸) حدیث شریف میں ہے کہ مسیح موعود کے مقابلہ میں یہود جب بھاگ کر پتروں درختوں کی پناہ لینگے تو ان سے بھی یہی آواز آئیگی یا مسلم ھذا الیھودی ورائی مگر غرقد یہود کا طرفدار ہوگا الا الغرقد فانہا من شجر ھم لا تنطق۔ شراح حدیث لکھتے ہیں الغرقد نوع من شجر الشوک۔ یہود اس کو لگاتے اور اسکی تعظیم کرتے ہیں جو لوگ مانتے ہیں کہ مسیح موعود آگیا۔ مسلم یہود ظاہر ہوگئے انپر اس غرقد کا حال پوشیدہ نہیں جس کی یہود تعظیم کرتے اور اسکو لگاتے یعنی مالی امداد دیکر اسکی پرورش کر رہے ہیں

(۹) مکاشفات صفحہ ۲۵۔ "دوشنبہ ۱۹۰۲ء عصر سے قبل حضرت مسیح موعود نے رؤیا سنائی کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پولی ہے اور اسکے نیچے ایک

غار سی بنی جاتی ہے جسمینے اسمیں پاؤں رکھا تو دھس گیا اور خوب یاد ہے پر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا پھر یک جست کر کے میں اوپر آگیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول اور اسقدر بڑا جیسے یہاں سے نواب صاحب کا گھر اور میں اس پر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر تیر رہا ہوں۔ سید محمد احسن صاحب کنارہ پر تھے (اب تو اسمیں گر گئے ہیں۔ ناقل) میں نے ان کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجیے کہ عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھکر مجھ پر ہے۔" یہ گڑھا جس میں آپ دھس گئے تھے یعنے آپکی شان مرتبہ کو گھٹایا گیا۔ آپ ہی تعبیر ظاہر کر رہا ہے۔

(۱۰) البشریٰ صفحہ ۶۵ میں یہ تین الہامات قابل غور ہیں۔ اول بر منعم منکہ شعبہ یارب دوم لبیہ۔ سوم سلسلہ قبول الہامات میں سب سے بچا مولوی ان تینوں کا آپسمیں یہ تعلق تہا کہ بعض لوگوں نے اپنی تدبیروں اور مکروں سے حضور کے لئے ایک پولی زمین تیار کر رکھی تھی جسمیں حضرت صاحب کو نیچے دھسنا پڑ گیا لیکن حضور کی دعائیں آسمان پر پہنچ چکی تھیں۔ اللہ تعالے نے ایک اولوالعزم کو کھڑا کر دیا جس کی ہمت اور کوشش سے حضور اس گڑھے سے نکلکر آسمان پر اڑنے لگے اور ایک مولوی ۱۵ دسمبر ۱۶ء کو ۱۱ بجے کے بعد اس گڑھے میں آگرا۔ دیکھو پیغام ۱۴ دسمبر ۱۶ء

(لکھا از دو اصل)

یہ کتابیں ماہ رمضان میں تہائی قیمت پر ملینگی

البرق - طبیب روحانی - الوصیۃ پر نظر - خصوصیات مسیح موعود

ہدایات ربانیہ - البلاغ المبین - تفسیر القرآن

ترجمۃ القرآن - حقیقت نماز - النصح - القادر ربانی صحیفہ

دافع البلاء - صلح حدیبیان عذر کا جواب - مورکھ سے سلسلہ

ایک پادری صاحب کے اعتراضوں کا جواب

خداوند جسے چاہے دین کی سمجھ دے

"فاضل مضمون نویس نے اس مضمون میں اعتراضوں کا جواب دیا ہے اور قائلین تثلیث کے عقائد مسلمہ پر از روئے بائبل و تفاسیر معتبرہ تبصرہ کیا ہے جو امید ہے علم دوست مذہبی ذوق رکھنے والے حق جو احباب کے لئے مفید ہوگا"

واہ خدا کی دولت و حکمت و دانش کی کیسی گہرائی ہے اسکی عدالتیں دریافت سے کیا ہی پرے اور اسکی راہیں پتا ملنے سے کیا ہی دور ہیں کہ کس نے خداوند کی عقل کو جانا ہے یا کون اسکا صلاح کار رہا۔ یا کس نے پہلے سے اُسے کچھ دیا ہے کہ اسے پھیر دیا جائیگا روم ۱۱/۳۴ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ حکیموں کی حکمت کو نیست اور عقلمندوں کی عقل کو رد کریگا (۱) کرنتھی ۱/۱۹ وہ عقلمندوں کو ان کی چالاکی میں پھنساتا ہے اور بڑے ترچھے لوگوں کی صلاح کو الٹ دیتا ہے کہ وہ دن کو اندھیرے میں جا پڑتے ہیں اور دوپہر کو رات کی طرح ٹٹولتے پھرتے ہیں وہ مسکین کو تلوار سے ان کے منہ سے اور زبردست کے ہاتھ سے بچاتا ہے سو مسکین کو امید ہے اور بدکاری اپنا منہ بند کر دیتی ہے۔ دیکھ ایک نیکبخت وہ آدمی ہے جسے خدا تنبیہ دیتا ہے سو قادر مطلق کی تادیب کو حقیر مت جان ایوب ۵/۱۲تا۱۷ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ میری قوم خداوند کی عدالت کو نہیں پہچانتی تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے دیکھ حقیقت میں لکھنے والوں نے اسکو عبث بنا رکھا ہے دانشمند شرمندہ ہوئے وہ حیران ہوئے اور پکڑے گئے دیکھ انہوں نے خداوند کے کلام کو حقیر جانا تو ان میں کیا دانائی ہو سکتی ہے یرمیاہ ۸/۷تا۱۰

اسوقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خدا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ ہاں! اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا۔ متی ۱۱/۲۵

مسیح ناصری کا مذکورہ کلام علاوہ مذکورہ بالا حوالہ جات کے یسعیاہ نبی کے پرانے صحیفہ کے ان کلمات کی یاد دلاتا ہے جسمیں اس بات کی یسعیاہ نے وجہ بیان کی ہے کہ کیوں داناؤں اور عقلمندوں سے یہ قدریں پوشیدہ رکھی گئیں اور کیوں بچوں پر ظاہر کی گئیں۔ خود مسیح ناصری نے

یسعیاہ کے اسی کلام کا اقتباس یوں ایسے لوگوں پر چسپاں کیا ہے "تم کانوں سے سنو گے اور ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے اور ہرگز معلوم نہ کر سکو گے کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور رجوع لائیں اور میں انہیں شفا بخشوں" یسعیاہ ۶ و متی ۱۳/۱۴

مذکورہ کلام سے ظاہر ہوا کہ عقلاء لوگ جب دیدہ و دانستہ الٰہی قدرتوں کو نہ محسوس کرنے کے لئے خود آپ اپنے حواس ظاہری و باطنی کو کام میں نہیں لاتے تو ایسے لوگ ان الٰہی ارادوں کی فہمید سے محروم ہو جاتے ہیں جن کو بے داغ نگاہ رکھنے سے انسان نجات کا وارث بن سکتا ہے لیکن اگر بعض اشخاص نیک نیتی اور کمال کوشش و فکر عمل میں لا کر اہم مسائل کے بارے میں عقلی و ذہنی نتائج میں غلطی پر ہوں تو وہ اپنے ارادے اور نیک نیت کے مطابق راستباز ٹھہرائے جائیں گے "مبارک وہ جو اپنے تئیں اس کلام کے سبب جسے وہ مناسب جان کے کرتا ہے ملامت نہ کرے" روم ۱۴/۲۲

عقل سے کام لو ضمیر کی آواز سنو

فاضل بشپ داٹسن کیا خوب فرماتے ہیں کہ اگر مختلف انسان دانائی و ایمانداری سے نوشتوں کی نسبت تفحص کر کے اور ان میں غور و فکر کے بعد نہایت ہی اہم مسائل میں بھی مختلف نتائج پر پہنچیں ہم یقین کرتے ہیں کہ خدا فقط جو جانتا ہے کہ ہر انسان کس قابل ہے اس پر جو غلطی پر ہے رحم فرماویگا دیباچہ مجموعہ رسائل دینی۔ لیکن جو لوگ صرف لکیر کے فقیر اور مذہب میں تحقیقی آزادی کے دشمن ہوتے ہیں وہ ضرور مسیح اور حواریین مسیح کے اقوال و احکام کے خلاف ہوتے ہیں کیونکہ مسیح فرماتا ہے "سچائی تمکو خود مختار کرے گی" یوحنا ۸/۳۲ اور مقدس یعقوب فرماتے ہیں "تم ان لوگوں کی مانند کلام بھی کرو۔ اور کام بھی کرو جنکا آزادی کی شریعت کے مطابق انصاف ہوگا" یعقوب ۲/۱۲ پس ایسے لوگوں کو جنکا ذکر مقدس یعقوب فرماتے ہیں تحکم و زبردستی سے اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرنے والے دراصل خلقت الٰہی جو خرابی کی غلامی سے چھوٹ کر خدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادگی میں داخل ہوتی ہے اور م ۸/۲۱ کے راستہ کو مسدود کرتے ہیں۔ ہم بھائی چونکہ

کہ کوئی انسان ظاہر کے موافق فیصلہ نہ کرے۔ یوحنا ۷/۲۴ بلکہ واجب فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لوقا ۱۲/۵۷
میں عقلمند جان کر تم سے کلام کرتا ہوں جو میں کہتا ہوں تم آپ اسے پرکھو نمبر ا کرنتھی ۱۰/۱۵
ساری باتوں کو آزماؤ اور جو بہتر ہو اسے پکڑے رہو نمبر ا تھسلو ۵/۲۱

پس جب مسیح خود اور اسکے حواریین دوسروں کی عقل و ضمیر و تمیز کو خطاب کر کے کہتے ہیں
کہ یہ نہیں کہ ہم تمہارے ایمان پر خداوندی حکومت کرتے ہیں نمبر ۲ کرنتھی ۱/۲۴ تو تم پھر کون
ہو جو دوسرے کے نوکر پر حکم کرتے ہو کہ وہ اپنے خداوند کے آگے کھڑا ہے۔ یا پڑا ہے روم ۱۴/۴

پادری صاحب کے اعتراضات

احمد پریس مطلب مورخہ ۲۸ مارچ ۱۷ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ایک طالب علم کے ساتھ جو امتحان انٹرنس کے واسطے بٹالہ گیا ہوا تھا۔ ایک انگریز عالم پادری صاحب جو ایک مشن کے ڈسٹرکٹ کے پورے انچارج ہیں کچھ مذہبی گفتگو ہوئی یا یوں کہیں کہ صاحب موصوف اس طالب علم احمدی کو تبلیغ فرماتے رہے یا یوں کہی ہی کہ تبادلہ خیالات کا دور چلتا رہا۔ تبادلہ خیالات جن الفاظ میں ہوتا رہا۔ ان کا خلاصہ مطلب انہیں کے الفاظ میں یہ کہ اگر کفارہ مسیح کو تسلیم نہ کیا جاوے تو عدل الٰہی قائم نہیں رہتا اور کفارہ مسیح کا اس صورت میں نقص پیدا کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ (یعنی مسیح) انسان ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ الٰہی ذات تھا لہٰذا کسی نقص کا اندیشہ نہیں۔ طالب علم نے الوہیت مسیح کی نقلی دلیل طلب کی۔ صاحب موصوف نے فرمایا۔ ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یوحنا ۱/۱۔ طالب علم نے عرض کیا مجھے اس دلیل کی سمجھ نہیں آئی۔ پادری صاحب نے پوچھا۔ خدا کس کو کہتے ہیں۔ طالب علم نے جواب دیا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ ایک نور ہے۔ پادری صاحب نے اس پر اعتراض کیا کہ سورج میں روشنی ہے تو یہ بھی خدا ہوا حالانکہ یہ تو اسکی مخلوق ہے۔ طالب علم نے جواب دیا۔ ہاں یہ اسکے نور کی ادنیٰ تجلی ہے پھر صاحب موصوف نے کہا سورج کے چمکنے سے روشنی نکلتی ہے جس طرح لکڑی کے جلنے سے پھر یہ بھی خدا ہے حالانکہ یہ تو مخلوق ہیں۔ طالب علم نے پوچھا پھر آپ ہی خدا کی تعریف کر دیں۔ پادری صاحب نے فرمایا خدا روح ہے جس کو انگریزی میں سپرٹ کہتے ہیں یہ ہے خلاصہ اس گفتگو کا جو مابین احمدی طالب علم اور یورپین مشنری کے ہوا۔

پہلے اعتراض کا جواب

اب ذیل میں صاحب مشنری کے اقوال ثلاثہ پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے اور یہ صاحب موصوف کی عزت افزائی ہے ورنہ ہر کس و ناکس کے ساتھ ہم اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتے۔

اول۔ کفارہ یسوع مسیح کو اگر تسلیم کیا جائے الخ تمام مسیحی مناد عموماً اسی دلیل کو کفارہ کی تائید میں پیش کرتے ہیں مگر یہ دلیل عقلاً و نقلاً بالکل غلط ہے کیونکہ مطلب اس دلیل کا صرف یہی ہے کہ خدا کسی شخص کو جو بدکار ہو معاف نہیں کر سکتا اور کسی شخص کو جس نے دس نیکیاں کی ہوں اسکو تیس اعمال حسنہ کی جزا نیک نہیں دے سکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو عادل نہیں رہیگا کیونکہ برائی کرنے والے بدکار کو اسنے بلا معاوضہ بخشدیا اور تھوڑی نیکیاں کرنے والے انسان کو بلاوجہ زیادہ اجور حسنہ کا مستحق ٹھہرایا اب ہم دریافت کرتے ہیں آیا ایسا ماننے والے خدا کو اپنے آپ پر حاکم نہیں سمجھتے بلکہ اپنے آپ کو خدا پر حاکم سمجھکر اسکی صفات عالیہ کو محدود دائرہ میں لاکر بلاوجہ اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ یہ جائز نہیں چنانچہ رسول پولوس کا کلام شاہد ہے۔ وہ

انجیل سے رحم بلا مبادلہ کا ثبوت

کہتا ہے پس ہم کیا کہیں کیا خدا کے ہاں بے انصافی ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے کہ جس پر رحم کرنا منظور ہے اس پر رحم کرونگا اور جس پر ترس کھانا منظور ہے اس پر ترس کھاؤنگا۔ پس یہ نہ ارادہ کرنے والے پر نہ دوڑ دھوپ کرنے والے پر بلکہ رحم کرنے والے خدا پر منحصر ہے روم ۹/۱۵-۱۶ پھر آیت ۱۸ لغایت ۲۲ میں کہتا ہے "پس جس پر وہ چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت کر دیتا ہے اے انسان بھلا تو کون ہے جو خدا کے سامنے جواب دیتا ہے کیا بنی ہوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کے لئے اور دوسرا بے عزتی کے لئے بنائے پس کیا تعجب ہے اگر خدا اپنا غضب ظاہر کرنے اور اپنی قدرت آشکارا کرنے کے ارادہ سے غضب کے برتنوں کے ساتھ جو ہلاکت کے لئے تیار ہوئے تھے نہایت تحمل سے پیش آیا" روم ۹/۱۸-۲۲

ہم بادب التماس کرتے ہیں کہ پادری صاحب خود رسول پولوس کے کلام مذکور کو پڑھکر دیکھیں

کہ کیونکر ان کی دلیل صحیح نہیں کیونکہ خدا مغضوب و مقہور لوگوں پر رحم کرتا ہے۔

دوسرا ثبوت رحم اور انصاف کے بارے میں مقدس پولوس کے علاوہ مقدس یعقوب یہ فرماتے ہیں "جس نے رحم نہیں کیا اسکا انصاف بغیر رحم کے ہوگا۔ رحم انصاف پر غالب آتا ہے" یعقوب ۲/۱۳ پس پادری صاحب غور فرمایئے مقدس یعقوب کیا فرماتے ہیں جب انسان کے انصاف پر رحم کے غالب آجانے کی حالت میں انسان معیوب نہیں۔ بلکہ موصوف بالصفت ہو جاتا ہے۔ تو خدا کے رحم کو کیوں بری نظر سے دیکھا جاوے۔

تیسرا ثبوت پھر متی کی انجیل کے باب ۲۰ میں ایک اور تمثیل اس دلیل کے خلاف اور ہمارے مؤید ہے ناظرین کو چاہیئے کہ اس تمثیل کو پڑھیں لیکن پادری صاحب نے بارہا اس تمثیل کو پڑھا ہوگا۔ اسلئے ہم پادری صاحب موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کیوں اس تمثیل کی رو سے آسمان کی بادشاہت کے مالک نے ان مزدوروں کو جو صبح سے لیکر شام تک کام کرتے رہے تھے اور پھر ان کو بھی جو پہر دن چڑھے (رومی حساب سے ۹ بجے صبح) سے لیکر شام تک اور ان کو بھی جو دوپہر اور تیسرے پہر ڈھلے (رومی حساب اسوقت جو رائج تھا اسکے بموجب دوپہر ۱۲ بجے دن کے اور تیسرے پہر سے مراد چار بجے دن کے) سے لیکر شام تک کام کرتے رہے تھے سب کو ایک ایک دینار دیا تھا۔ حالانکہ پچھلی ثلاثہ جماعتوں نے صبح والے مزدوروں کی نسبت بہت تھوڑا کام کیا تھا اور پھر تعجب یہ کہ ان کو بھی جو قبل از غروب آفتاب ایک گھنٹہ کام پر لگائے گئے تھے تمام پہلے گروہوں کی برابر ایک ایک دینار دیا۔ کیا یہ بے انصافی نہیں کیا بقول صاحب موصوف کے یہ خلاف از عدل نہیں ضرور ہے مگر آسمانی بادشاہت کا مالک اس اعتراض کے جواب میں وہی جواب دیتا ہے جو قبل ازیں ہم بالفاظ رسول پولوس پادری صاحب کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں مالک ان مزدوروں کے اعتراض کے جواب میں کہتا ہے جسکے مردود اعتراض کرنے والو کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں آیت ۱۵

پس ہم خدا کو اسلئے کہ صفتہً رحیم اور نیک ہے بری نظر سے نہیں دیکھ سکتے وہ بقول رسول پولوس کے جس پر وہ چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔" آیت ۱۸

مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا کہ جو خدا کو قادر مطلق سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے اس فعل پر کہ وہ بدکار تائب کو معاف کر دیتا ہے معترض نہیں ہو سکتا انبیاء کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے۔

کیا گناہ بغیر کفارہ کے نہیں بخشے جا سکتے

اب رہا یہ امر کہ توبہ بجز کفارہ مسیح کے ہیچ ہے اور کہ سوا فدیہ مسیح پر ایمان لائے کے گناہ نہیں بخشے جا سکتے کیونکہ بوجہ ان مصائب کے جو مسیح نے جہان کے گنہگاروں کے لئے صلیب پر برداشت کئے اور کسی طرح بلا معاوضہ خدا گناہ نہیں بخشیگا کیونکہ خدا نے رحم کر کے خود مسیح کو ہماری بدکاریوں کے عوض کچلا۔ یسعیاہ ۵۳ اور ہمارے لئے نجات کا راستہ کھول لیا۔

گنہگار کے عوض میں بے گناہ کو مواخذہ خلاف عدل ہے

اول یہ دلیل خود خلاف از عدل ہے کہ گناہ زید کرے اور اسکے معاوضہ میں بکر کو دار پہ کھینچا جاوے کیونکہ انصاف یہی چاہتا ہے کہ بکر جو گنہگار ہے اسے صلیب دیا جاوے نہ کہ بیچارے زید کو جو محض بیگناہ ہے یہ سراسر عدل انسانی اور انصاف الہی کے خلاف ہے کہو یہ خلاف عدل ہے یا کہ نہیں

یہ راستہ نجات کا خدا کا کھولا ہوا نہیں

اور اگر یہ کہا جاوے کہ بجز خود یہ شیئے کے لئے تیار تھا تو انا جیل اسکے خلاف میں اناجیل بتلاتی ہیں کہ وہ خدا کا پیارا نبی مسیح جب اسے یقین ہو گیا کہ یہود ملعون ضرور مجھے مصلوب کرنا چاہتے ہیں نہایت غمگین ہوا۔ یہانتک کہ غم سے مرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی ۲۶ متی اور اگر یہ خدا کا کھولا ہوا راستہ ہے تو کیوں یہودا اسکریوطی قابل لعن طعن ہے کیوں مسیح نے فرمایا کہ ابن آدم تو جیسا اسکے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے مگر اس آدمی پر افسوس ہے جسکے وسیلے سے ابن آدم پکڑوا دیا جاتا ہے اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اسکے لئے اچھا ہوتا۔ متی ۲۶ پس ثابت ہوا کہ یہ راستہ خدا کا کھولا ہوا نہیں۔

پہلے گناہ کس طرح معاف ہوتے تھے

پھر اور سنئے انیس سو ۱۹ سال سے کچھ کم عرصہ گذرا کہ خدا نے یہ رستہ کھولا مگر سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے کس طرح گناہ معاف

ہُوا کرتے تھے اسکی نسبت ہم خود ہی مفصّل بتاتے ہیں۔ لیکن اول مسیحی صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے خداوند کے ان الفاظ کو خوب یاد رکھیں "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت اور نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" متی ۵/۱۷

حزقی ایل نبی کی گواہی

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کی کتب میں کیا لکھا ہے۔ اول حزقی ایل ۱۸/۱۹ تا ۲۲ میں لکھا ہے "پر تم کہتے ہو کہ کیوں؟ کیا بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے سو جبکہ بیٹے نے جو شرع میں درست اور روا ہے کیا۔ اور اس نے میرے حکموں کو حفظ کیا اور ان پر عمل کیا سو وہ یقیناً جئیگا وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائیگا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی۔ لیکن اگر شریر اپنی ساری خطاؤں سے جو اس نے کی ہیں باز آئے اور میرے سارے حکموں کو حفظ کرے اور جو کچھ شرع میں درست اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً جئیگا وہ نہ مریگا۔ اسکے سارے گناہ جو اس نے کئے اسکے لئے محسوب نہ ہونگے۔ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی وہ جئیگا مفصل دیکھو حزقی ایل ۱۸/۱تا۹

حزقی ایل نبی کے کلام سے ظاہر ہُوا کہ کوئی کسی کے گناہ کا معاوضہ نہیں دے سکتا جو جان گناہ کریگی وہی مریگی نہ کہ زید کے عوض بکر یا خالد مارا جائیگا اور دوسرا یہ کہ اگر گنہگار توبہ کرے اور رجوع لائے تو اسکے سارے گناہ جو اسنے پہلے کئے تھے محسوب نہ ہونگے۔ یہ دلیل صریح کفارہ کے خلاف ہے۔

یرمیاہ نبی کی گواہی

دوم یرمیاہ ۳۱/۲۹ "ان دنوں میں یہ پھر نہ کہا جائے گا کہ باپ دادوں نے کچے انگور کھائے اور لڑکوں کے دانت کھٹے ہو گئے کیونکہ ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مریگا ہر ایک جو کچے انگور کھاتا اس کے دانت کھٹے ہونگے"۔

یرمیاہ نبی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ ہر فاعل ذوی ارادہ اپنے فعل کا ذمہ وار ہے۔ اور اسکی بری یا اچھی تاثیر اسپر مؤثر ہوگی۔

عہد عتیق کے محولہ بالا حوالجات سے ظاہر ہوا کہ کفارہ درست نہیں اور ہمنے بخوف طوالت صرف یہی چند حوالے پیش کئے ہیں یہ حوالہ جات ایسے صریح ہیں کہ اگر دنیا کے سارے مسیحی فاضل ان کی تردید کرنا چاہیں تو انشاء اللہ ہرگز کامیاب نہ ہونگے۔

عہد جدید کفارے کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے

اب عہد جدید پر غور کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ مسیح کا شاگرد کون ہے وہ جو مسیح کا شاگرد ہے وہ عیسائی ہے اعمال ۱۱/۲۶

شاگرد کون ہے مسیح فرماتا ہے اگر تم میری باتوں پر ثابت رہوگے تو تم تحقیق میرے شاگرد ہوگے" یوحنا ۸/۳۱ اور جو اسکی ان باتوں پر عمل نہیں کرتا وہ مسیحی نہیں۔ بلکہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ہے جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور آندھی اور مینہ سے وہ گھر برباد ہوگیا" متی ۷/۲۶ اسکی وہ باتیں کونسی ہیں جن پر عمل کرنے سے مسیحی رہ سکتا ہے وہ اسکی تعلیم جو پہاڑی وعظ کہلاتی ہے آیت ۲۷۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مسیح اس صورت میں جیسا کہ موجودہ زمانہ میں مسیحیوں کو دعویٰ ہے کفارہ ہوا ہوتا تو کوئی شک نہیں کہ مسیح صرف اپنی تعلیم پر عمل کرنے والے کو اپنا شاگرد نہ بتاتا۔ بلکہ صرف اس کو جو اسکے کفارے پر ایمان لاتا۔ مگر مسیح نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔

دوم یہ کہ اگر اعمال سے مسیح کی شاگردی میں راستبازی مل سکتی ہے تو پھر کس کا راستباز بننا بالکل ناممکن ہے کیونکہ مقدس یوحنا فرماتے ہیں "اگر ہم کہیں کہ ہم بے گناہ ہیں تو ہم اپنے آپکو فریب دیتے ہیں اور ہم میں سچائی نہیں" یوحنا ۱/۸ اور مقدس پولوس بتلاتے ہیں کہ "سب نے گناہ کیا۔ اور خدا کے جلال سے محروم ہیں" روم ۳/۲۳ پس ظاہر ہوا کہ فضل کے سبب مسیح یسوع کے کفارہ سے مفت میں راستباز ٹھہرائے جانا مادر چرچ کی تعلیم ہے نہ کہ کسی پراٹسٹنٹ کی کیونکہ پراٹسٹنٹ کا کلیہ ہے کہ "کتاب مقدس ہی اکیلی سند ایمان اور فرمانبرداری کی ہے" ہاں رومن کیتھولک کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ علانیہ مانتے ہیں کہ "میں نے ان مسائل کو انجیل سے ہرگز نہیں پایا۔ مادر چرچ نے ان کی تعلیم دی ہے اگر میرے پاس مجموعہ مقدس ہی ہوتا۔ تو مجھکو ان مسائل سے انکار کرنا پڑتا۔ پس ہم ذیل میں سوالوں کو سبکدوش کرنے

والے فرقے کو نہیں بلکہ خالص پراٹسٹنٹ کو مقدس پولوس کی تعلیم بتلائینگے مقدس پولوس فرماتے ہیں وہ اور مصیبت اور تنگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئے گی پہلے یہودی کی پھر یونانی کو کیونکہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں مگر جلال اور عزت اور سلامتی ہر ایک نیکو کار کو ملیگی پہلے یہودی کو پھر یونانی کو" روم ۲ باب خیال کرنیکا مقام ہے کہ مقدس پولوس صاف فرماتے ہیں کہ جو نیکو کار ہوگا خواہ یہودی ہو خواہ یونانی اسی کو سلامتی ملے گی۔ اگر کوئی صاحب مقدس پولوس کے اس کلام کی تاویل کرنا چاہیں تو معلوم ہو کہ بائبل کے علم تطبیق جاننے والے عالموں نے خود ہی پولوس کے اس کلام کو حزقی ایل ۱۸ باب کیساتھ تطبیق دی ہے دیکھو ریفرینس نامہ رومیہ ۲ باب آیت

اب ہم ایسے لوگوں پر بھی حجت تمام کرتے ہیں جو اپنے آپ کو ان مسائل کے ماننے اور جاننے میں اپنے قدیم زمانے کے پیشواؤں اور بزرگوں کا طرفدار خیال کرتے ہیں پس ان کو معلوم ہو۔ کہ مقدس اتھاناسس فرماتے ہیں "وہ مسیح کی آمد پر سب آدمیوں کو اپنے اپنے بدن کے ساتھ پھر اٹھنا اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑیگا۔ ہدایت نمبر ۴۰ جنہوں نے نیکیاں کیں وہ حیات ابدی میں داخل ہونگے اور جنہوں نے بدیاں کیں وہ ابدی آگ میں پڑینگے ہدایت ۴۱۔ دیکھو دعائے عام اور سکرامینوں کی تعمیل کی کتاب۔ چرچ آف انگلینڈ مطبوعہ ۱۸۸۶ء۔ عقیدہ اتھاناسس کا عقیدہ نامہ صفحہ ۲۲۔ پس ثابت ہوا کہ گنہگار کو کفارہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اور گناہ کے زائل کرنے کا علاج وہی ہے جو حزقی ایل یرمیاہ یسعیاہ وغیرہ دیگر تمام انبیاء نے بیان کیا اور جسے مسیح مطابق متی ۵ باب کے منسوخ نہیں کر سکتا۔

کفارہ مسیح کی بنیاد الوہیت مسیح پر ہے

پادری صاحب کا یہ فرمانا اور کفارہ مسیح کا اس صورت میں نقص پیدا کر سکتا ہے جس صورت میں کہ وہ انسان ہوتا۔ الخ بالکل صحیح امر ہے کیونکہ جب تک الوہیت مسیح کو تسلیم نہ کیا جائے کفارہ کے قائل ہو ہی نہیں سکتے تمام مسیحی علماء و فضلاء اس بات کے قائل ہیں۔ چنانچہ علاوہ دیگر علماء کے فاضل ریورنڈ ڈی ڈبلیو ٹامس ایم اے بھی اپنی کتاب میں بتلاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمارے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کا منکر ہو۔ اور اسکا ایمان اپنے طور کا ہو تو وہ کفارہ کے مسئلہ کا بھی جسے مسیحی کلیسیا کے لوگ مانتے ہیں ضرور منکر ہوگا۔

دیکھو تشریح التثلیث مصنفہ پادری صاحب موصوف صفحہ ۸

اور پادری صاحب نے الوہیت مسیح پر وہی دلیل پیش کی جو پادری صاحب جیسے مسیحی مذہب کے فاضل کا ہی حق تہا کیونکہ تمام فاضلان اہل تثلیث نے ہمیشہ سب دلائل سے پہلے اس دلیل کو نہایت زور شور سے منکرین الوہیت کے سامنے پیش کیا ہے ذیل میں ہم اس پر مفصل بحث کرتے ہیں ہر دو فریقین کے بیانات کو ہم بہ تفصیل قلمبند کرینگے۔

کیا الوہیت مسیح کی دلیل دی جاتی ہے

وہ دلیل یوحنا کی انجیل سے اخذ کی جاتی ہے مقدس یوحنا کی عبارت یہ ہے یوحنا ا ورس ابتدا میں کلام تہا اور کلام خدا کے ساتھ تہا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تہا۔ ساری چیزیں اسی کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا۔ اسمیں سے کوئی چیز بھی بغیر اسکے پیدا نہیں ہوئی اسمیں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تہا اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا تعایت آیت ۵۔ اسکے بعد یوحنا بپتسمہ دینے والے کا حال تحریر کر کے پھر آیت ۱۴ سے مقدس یوحنا یوں فرماتے ہیں اور کلام مجسم ہوا۔ اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہمنے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" پھر آیت ۱۸ میں لکہا ہے۔ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا۔"

مقدس یوحنا کی مذکورہ عبارت ہمنے انتخاب سے اس طرح لکہدی ہے کہ کوئی الوہیت مسیح کا ماننے والا ہمپر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فلاں آیت جو الوہیت مسیح کی زبردست دلیل تھی ترک کر دی بلکہ ہمنے خاص طور پر بوجہ طوالت صرف وہی آیات لکھیں جن سے الوہیت مسیح کے ماننے والے اپنا مدعا ثابت کیا کرتے ہیں۔

اس دلیل کی تشریح

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیحی صاحبان کا دعوے ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تہا اور کلام خدا تہا" اس کلام یا کلمہ سے مراد یسوع مسیح ہے جسے خدا لکھا گیا۔ اور یوحنا انجیل نویس نے اپنی انجیل کے شروع میں اسلئے الوہیت مسیح کا اقرار کر کے اس مسئلہ کو بالصراحت تحریر کر دیا کہ اس زمانہ تصنیف میں ایبی ان اور سرن تھس دو بدعتی عیسائی الوہیت مسیح کے منکر تھے اور ان کے پیروبکثرت

بڑھتے جاتے تھے چنانچہ جیروم لکھتا ہے کہ "جب یوحنا ایشیا میں تھا جہاں سے اسی وقت مذکورہ اشخاص کی بدعتیں رائج ہو رہی تھیں تو ایشیا کے قریباً سارے بشپوں نے اس کو مجبور کیا کہ ہمارے نجات دہندہ کی الوہیت کی نسبت زیادہ صراحت سے لکھے۔ جونس قینن جلد ۳ حصہ ۴ باب ۱۲ چنانچہ مقدس یوحنا نے صاف طور سے لکھدیا۔ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کیساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔

اور لفظ کلام یا کلمہ کی تفسیر الوہیت مسیح کے ماننے والے یوں کرتے ہیں۔ "مسیح میں جو الوہیت تھی اس کا نام کلمہ رکھا گیا یہودیوں کی تارگم سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں یہود میں یہ رواج تھا کہ خدا کو لفظ خدا بولنے کی بجائے۔ کلمہ۔ جلال اور شیخنہ بولا کرتے تھے جس طرح پیدائش ۳/۸ میں خداوند کی آواز سنی کی بجائے کلمہ کی آواز سنی اور پیدائش ۱۷/۲۲ میں "خدا اسکے پاس سے اوپر گیا کی بجائے خدا کا جلال اوپر گیا" اور پیدائش ۲۱/۲۰ میں "خدا اسی لڑکے کے ساتھ تھا" کی بجائے کلمہ خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں ہر جگہ جہاں یہوواہ کہا ہے۔ تو ان مقامات کی بجائے ٹارگم والوں نے ہمزہ یعنی کلمہ یا شیخنہ مستعمل کیا ہے لہذا انکی محاورے کو مد نظر رکھکر مقدس یوحنا نے اسجگہ مسیح کو کلمہ یا کلام کے لفظ سے تعبیر کیا جس سے مراد یہ کہ وہ خدا تھا۔ ٹارگم کے اس محاورہ کو عہد جدید کی دوسری کتب میں بھی مد نظر رکھا گیا ہے جیسے عبرانی ۱/۲ وغیرہا

ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس فراخ حوصلگی سے ہمنے زوردار الفاظ میں الوہیت مسیح کے پیرو کاروں کے استدلال کو بیان کر دیا ہے اب ذیل میں اس استدلال کی تردید نہایت غور و فکر سے پڑھئے گا۔

اس دلیل پر تنقیدی نظر

اول یہ انجیل کس واسطے لکھی گئی خود یوحنا ۲۰/۳۱ پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس انجیل کے دیباچہ میں بہت سی اصطلاحات مثلاً کلام۔ نور۔ تاریکی۔ فضل۔ اکلوتا۔ راستی۔ زندگی بھر بھری وغیرہا آئی ہیں جن سے صاف ثابت ہے اور اس زمانے کے علم تواریخ کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ جب اصطلاحی الفاظ اس وقت کے افلاطونی فلسفہ والوں نے دہریت کے خیالات

ایشیا کوچک- اور بالعموم افسس اسکے دارالحکومت میں رائج کر دئیے ہوئے تھے) کے رد میں ہیں مقدس یوحنا نے ان فاسد خیالات کی طرف اشارہ کرکے انہیں رد کیا ہے بالوضاحت ذکر کرنا اسکا طوالت ہے بعد اسکے مسیحیوں کا یہ کہنا کہ عہد عتیق میں بھی ٹارگم والے خدا کی بجائے کلمہ مستعمل کرتے ہیں صحیح نہیں ورنہ ذیل کے حوالجات میں دکھلادیں کہ ٹارگم والوں نے کلمہ خدا اور خدا میں یعنی کلام اور متکلم میں فرق کیا ہے یا کہ نہیں اور نیز یہ کہ کیا ان حوالہ جات میں جہاں کہیں لفظ کلمہ یا کلام لکھا ہے اس سے مراد مسیح یسوع ہے معہ ثبوت بتلادیں زبور ۳۳/۶ خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور ان کے سارے لشکر اسکے منہ کے دم سے نمبر ا تواریخ ۱۷/۳ اور اسی رات ایسا ہوا کہ خدا کا کلام ناتن کو پہنچا کتاب ہوسیع ۱/۱ خداوند کا کلام بیری کے بیٹے ہوسیع کے پاس پہنچا خداوند کے کلام کا شروع جو ہوسیع کے وسیلے سے آیا-

اسکے علاوہ عہد جدید کی نسبت بھی یہی ثابت کرنا ہوگا لوقا ۳/۲ خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یحییٰ کو پہنچا اعمال ۶/۲ تب رسولوں نے کہا مناسب نہیں کہ ہم خدا کے کلام کو چھوڑ کر غیر کی خدمت کریں-

اعمال ۱۲/۲۴ خدا کا کلام پھیلکر بڑھ گیا- اعمال ۱۳/۵ یہودیوں کی عبادت گاہوں میں خدا کے کلام کا وعظ کرنے لگے آیت ۷، چاہا کہ خدا کا کلام سنے آیت ۴۴- سارے شہر کی بھیڑ آئی کہ خدا کا کلام سنیں آیت ۴۶- پولوس و برنباد لیر ہو کر بولے ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جاوے نمبر ا یوحنا ۲/۱۴ اور خدا کا کلام تم میں رہتا ہے-

مذکورہ بالا حوالجات میں جیسا یوحنا ۱/۱ میں لفظ لوگس ہے ویسا ہی ان میں بھی لگس ہی ہے اور ایڈم کلارک صاحب کے نزدیک اس لفظ یونانی کے معنے ہیں لفظ جو بولا گیا تکلم فصاحت مسئلہ دلیل- اور اک تفسیر ایڈم کلارک لوقا ۱/۲ یوحنا ۱/۱

دوم- ٹارگم والے فرشتہ کی جگہ کلمہ اور شیخنہ استعمال کرتے تھے جیسا کہ ہمارے مسیحیوں کو بھی اقرار ہے پس جب فرشتہ کے لئے بھی استعمال ہوا تو پھر مسیح کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور نہ لفظ کلمہ یا شیخنہ کی کہ مجرد اس سے الٰہی ذات مراد ہو دیکھو ٹارگم والے قاضیوں ۶/۱۲ میں جہاں لکھا ہے کہ پھر خداوند کا فرشتہ آیا" اسجگہ فرشتہ خداوند کی بجائے ٹارگم والے ممرہ یا شیخنہ استعمال کرتے ہیں- بتلو پھر اب

فرشتہ خدا تہا ہرگز نہیں پس اسی طرح مسیح بھی نہیں۔

سوم۔ یہودی فضلا میں سے فیلو جو اسکندریہ کا فیلسوف یہودی مسیح کا ہمعصر تہا لکھتا ہے "اور حقیقی خدا تو ایک ہی ہے پھر وہ جو خدا کہلاتے ہیں بہت ہیں اسلئے کتاب مقدس حقیقی خدا کا ذکر بذریعہ حرف تعریف کرتی ہے" اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ یوحنا ۱:۱ میں خدا کلام تہا بغیر حرف تعریف کے آیا یہودی علوم کی رُو سے بھی مسیح خدا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہانتک تو مسیح کی الوہیت کے قائلین کے ساتھ ہمنے بحث کی مگر اب ہم تحقیق کو ذرا زیادہ کام میں لائینگے۔

انجیل کی اس آیت کے معنوں پر مزید بحث

اوّل یوحنا ۱:۱ میں کلام یا کلمہ یونانی ہیں لفظ لوگس جسکے معنے علاوہ معروف معانی کے صنعت علم۔ کلام۔ حکمت۔ قدرت۔ عقل تمام یونانی دان علما کے نزدیک مسلمہ اور صحیح ہیں۔

دوم۔ اس فقرہ یعنے ۱:۱ میں صرف و نحو کے علما میں سے بعضوں کے خیال میں یہ الفاظ صفت موصوف اور بعضوں کے نزدیک مضاف مضاف الیہ ہے لیکن اہل تثلیث کے نزدیک کلام مبتدا اور خدا اسکی خبر ہے (لیکن وہیر صاحب فاضل اسکو بالکل غلط بتلاتا ہے)

سوم۔ شروع انجیل میں مسیح کی الوہیت کو کھول کر لکھنے سے مصنف انجیل کا مطلب صاف معلوم ہوتا ہے کہ بدعتیوں کے لئے لکھی گئی مسیحیوں کا یہ قول صحیح نہیں خود اس انجیل کے لکھنے والا تبلاتا ہے کہ "یہ انجیل لکھی گئی اسلئے تاکہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے ۲۰:۳۱ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ مجرد الفاظ ابن اللہ سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی ظاہر ہوگیا کہ یہ انجیل مسیح کی الوہیت ثابت کرنے کے واسطے نہیں لکھی گئی بلکہ صرف ابنیت جو ہرگز الوہیت پر دال نہیں۔

اس انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مصنف موحد تہا کیونکہ اسنے مسیح کے اس قول کو خوب یاد رکھا میرا باپ مجھ سے بڑا ہے یوحنا ۱۴:۲۸ دیکھو ثلاثہ اقانیم کی مساوات کے مسئلہ کو جس پر سب دار و مدار ہے کیسا صاف کیا ہے پھر مصنف صاحب نے مسیح کے اس قول کو بھی خوب یاد رکھا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں ۱۷:۳ دیکھو خدا کو اکیلا سچا خدا کہکر نفی اقانیم کرنا اور یسوع مسیح کا جدا تشخص فرماتا ہے

چہارم ۱:۱۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے خدا کلام تہا نہ کہ کلام خدا تہا لوتھر اور وکلف کے نزدیک یہی صحیح ہے ڈاکٹر کیمبل صاحب کے نزدیک ہنری ہشتم کے وقت میں یہی ترجمہ

مروجہ تھا اور علاوہ ازیں ڈاکٹر ایڈم کلارک مشہور مفسر کے نزدیک بھی یہی ترجمہ صحیح ہے۔

ب۔ ہمارے تراجم میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہو سکتی ان کے پڑھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جونسا لفظ خاص خدا کے لئے آیا وہی کلمہ کے لئے آیا حالانکہ ایسا بالکل نہیں۔

ہمارا صحیح ترجمہ جو فضلاء کے نزدیک بالکل درست ہے اس استعارہ کو صاف کر دیتا ہے خدا نور ہے نمبر ا یوحنا ۱/۵ خدا محبت ہے نمبر ا یوحنا ۸/۴ اور یہ کوئی نیا خیال نہیں عہد عتیق میں بھی ایسا ہی ہے براہ استعارہ حکمت کو شخص کر کے خطاب کیا گیا "خدا نے جس وقت زمین کی نیو ڈالی اسوقت میں پروردہ کی مانند اسکے ساتھ تھی امثال ۸/۳۰ اور بھی دیکھو امثال ۱/۲۰ و ۱۱/۲۱ و ۱/۵ و عبرانی ۱/۱۲ پس جسطرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نور ہے یا خدا محبت ہے اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں خدا کلام ہے

پنجم۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اصل یونانی میں کیا خدا اور کلام کے لئے ایک ہی لفظ ہے پس معلوم ہو کہ ایسا ز نہار نہیں اور اس آیت یوحنا ۱/۱ میں کلام کو صرف ΘΕΟΣ کہا ہے جو بقول ڈاکٹر فریڈرک شیلوسنر کے مجازاً خدا کے معنے دیتا ہے اور اسکے لئے جو باختیار و بحکم خدا زمین پر خدا کا نائب ہو۔ اس طرح ہی حاکموں اور قاضیوں کو خدا کہا ہے زبور ۶/۸۲ و ۱/۹۷ خروج ۲۸/۲۲ و ۱/۴ و نمبر اکرنتھی ۵/۸ دیکھو لغت عہد جدید مصنفہ ڈاکٹر صاحب موصوف

برخلاف اسکے τον θεον مع آرٹیکل کے مجرد خدا کے واسطے سوائے باپ کے کسی کے واسطے مستعمل نہیں ہوا۔ اور نہ ہونا چاہیئے جس کی تائید میں ہم عالم اجل ڈاکٹر ویز صاحب جیسے نحوی کی گرامر کی دفعہ ۱۹ پیش کرتے ہیں وہ بتلاتا ہے کہ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ میں اگر رسول لوگس کو خدا کہنا چاہتا۔ تو آرٹیکل زنہار متروک نہ کرتا مگر اسنے عمداً حرف تعریف کو متروک کر کے مجازاً لوگس کو خدا کہا اور یہ معمولی امر ہے۔

اس کے علاوہ چرچ آف انگلینڈ کا فاضل عالم جیمس ہین بھی ہمیں یہی بتاتا ہے وہ لکھتا ہے "عہد جدید میں اسم خدا یعنے خاص خدا بطور نام کے خدا محض حرف تعریف کے ساتھ مطلقاً و مجرداً باپ کے اقنوم کے ساتھ ایک ہے وہ زنہار دیگر ہر دو اقانیم کے واسطے استعمال نہیں ہوا نہ سبارک تثلیث کے لئے عموماً بلا تخصیص اقنومیت کے مستعمل ہوا۔ حالانکہ لفظ خداوند سے بڑی عمومیت سے اقنوم ثانی (بیٹا) مراد ہوا کرتی ہے۔ جب کبھی یہ لفظ بیٹے یا روح القدس کے لئے

آیا تو ہمیشہ بطور خبر کے یا ساتھ کسی توضیحی اور تشریحی اضافہ کے صفحہ ۹۴ Faith of the Gospel
ڈاکٹر جیمس ڈونلڈسن بھی اسی بیان کے مؤید ہیں وہ فرماتے ہیں ”یوحنا یہ نہیں بتلاتا کہ کلمہ خدا کے ساتھ ایک یا اسی ماہیت کا تھا جیسا کہ بغیر آرٹیکل کے لکھنے سے صاف واضح ہے اور یوحنا کا مطلب صرف یہ ہے کہ کلام جس کا مظہر مسیح تھا۔ منجانب خدا تھا نہ کہ مخالفین کے خیالات کے مطابق ارضی“
Crit. Hist. Vol. II. page 71

علاوہ ازیں تشنڈارف نے بتلا دیا کہ متقدمین میں سے اوریجن اور یوسیبس بھی جن کی مادری زبان یونانی تھی یہی بتاتے تھے اور تشنڈارف نے اوریجن کا قول بھی نقل کیا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ہمارے مدعا کی تصدیق و تائید کرنے والے ہیں دیکھو تشنڈارف صاحب کا عہد جدید طبع ہشتم ذیل آیت یوحنا ۱:۱ دلیل نجم میں اختصار کے ساتھ ہم نے مسیحی فضلاء کے خیالات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

اس آیت کے معنوں پر ایک اور نظر

اب ہم ایک اور پہلو اختیار کرتے ہیں۔ اوّل۔ اگر بالفرض ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا کے معنے یہی تسلیم کر لئے جاویں کہ مسیح کلام تھا اور وہ خدا تھا تو پھر آیت نمبر ۲ ”یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا“ سے ہر ایک اقنوم کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر اور بھی کوئی خدا کے ساتھ تھا تو پھر یہی خدا کے ساتھ تھا صحیح نہ ہوا۔ بلکہ اور بھی خدا کے ساتھ تھے تو اس صورت میں تثلیث نہیں تثنیہ کو ماننا پڑیگا۔

ب۔ ”ہم نے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا“ آیت نمبر ۱۴۔ دیکھو یہاں یہ نہیں کہا کہ ہم نے اسکا ایسا جلال دیکھا“ جیسا خدا کا اگر مصنف کا مدعا مسیح کی الوہیت کا اقرار ہوتا تو ہماری طرح لکھتا۔

ج۔ ”خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا آیت ۱۸
لیکن اگر مسیح خدا تھا تو مسیح کو دیکھنے والوں نے بالضرور خدا کو بہمہ وجوہ دیکھ لیا تھا مگر مسیح الٰہ نہیں اسلئے خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا درست اور بالکل ٹھیک ہے۔
د۔ جب یہ کہا گیا کلام خدا کے ساتھ تھا تو کیا کلام علیحدہ شخصی ہستی رکھتا تھا۔ تو پھر ایک خدا

اور ایک کلام دو شخص باہم قدیم سے ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے سے غیر جو خدا سے غیر وہ خدا کیسے ہو عین بھی اور غیر بھی بالکل مہمل معمّا ہے۔

۲- کلام خدا کے ساتھ تھا یعنے کلام صفت خدا کی ذات کے ساتھ تہا۔ ذات و صفات علیحدہ نہیں کہے۔

۳- کلام خدا تہا صفات الہی کا تصور ذات الہی سے الگ کیا پہر اگر اسکو خدا کہدیا تو کیا مضایقہ ظہور ذات ظہور صفات سے ہی ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ کلام خدا تہا یوحنا ۱ سے الوہیت مسیح ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اور اب یہ امر تمام مسیحی فاضل جانتے ہیں کہ منکرین الوہیت مسیح کو اس آیت سے زیادہ مغلق اور بحث طلب آیت اور کوئی معلوم نہیں ہوتی اور نہ ہی الوہیت مسیح کے تسلیم کنندوں کے پاس اس آیت سے بڑھکر ان کے عقیدہ کی مؤید کوئی اور آیت مل سکتی ہے

ایک اعتراض کا جواب

ہم راہ چلتے ہوئے یہ بھی عرض کرینگے کہ اگر آپ کی اس دلیل کو بھی مد نظر رکھا جاوے کہ مطابق ڈاکٹر بلی[1] ان صاحب کی یونانی گرامر دفعہ نمبر ۱۹۱ کے اس آیت یوحنا ۱ میں بوجہ کلام کے مبتدا ہونیکی خبر پر آرٹیکل متروک کیا ہے تو بھی اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے مطلب یہی کہ کلام اور خدا ایک ہے امتیاز شخصیت محو ہو گیا

ایک شخص کے دو نام ہوئے کلام اور خدا

اور یہ تمام موحد مانتے ہیں کہ سب انبیاء خدا کا ظہور ہوتے ہیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ مسیح بھی خدا کا ظہور تہا مگر خدا نہ تہا نہ تہا جیسا ہم ثابت کر چکے

---

[1] یاد رہے کہ بطور فرض کے ہمنے ڈاکٹر بلی ان کی دلیل کو تسلیم کیا ہے۔ ورنہ جس صورت میں بڑے بڑے فاضل تثلیث کے معتقد مثل جادوٹ۔ کینڈی لکھان اور سر گرو ہ مفسرین میئر صاحب کے سب ہمارے ساتھ ہیں پھر ہم کیوں اس دلیل کو قطعی غلط نہ کہیں کیونکہ علاوہ اوپر کے خود بلا مر کے ڈاکٹر ویبنر صاحب یونانی نحوی بھی بتلاتا ہے اور پھر کئی اہل تثلیث مثیوں نے ترجمہ تا اور بوگس امکی خبر بتا کر بھی ترجمہ یہ کیا ہے کہ خدا کا کلام تہا۔ اسے خوب یاد رکھنا۔

از روئے منطق تثلیث پر بحث

یہ لکھتے ہوئے ہمارا ذہن ایک اور طرف منتقل ہو گیا اور ہمیں پادری جوالا سنگھ صاحب یاد آ گئے جو ایسی ابحاث میں قطعاً علمی بحث کو روا نہیں رکھتے اور بحث منقول کو قبول نہیں کرتے بلکہ فلسفہ منطق کے الفاظ کا اعادہ کیا کرتے ہیں اسلئے کچھ اس پہلو پر بھی تثلیث کے واسطے عرض کیا جاتا ہے۔ اور جب تثلیث کے خلاف دلائل مہیا کی گئیں۔ خود الوہیت مسیح کے بخلاف ہوئیں۔

ا۔ ایک کا پورا ثلث نہیں نکل سکتا اور تین ایک کا پورا ثلث ہے یہ بیّن تفاوت

ب۔ تین حقیقی تین احاد کے مجموعہ سے عبارت ہے اور ایک حقیقی کسی احاد کا مجموعہ نہیں

ج۔ ایک جزو تین کا ہے پس اگر ایک حقیقۃً عین تین کا ہو تو جز کل ہو جائے گا۔ اور اگر تین ایک کا عین ہو تو کل جزو بنجائیگا

د۔ لازم آتا ہے کہ خدا اجزاء غیر متناہی بالفعل سے مرکب ہو کیونکہ جب جزو کی حقیقت عین ہی کل کی حقیقت ٹھہری اور کل مرکب تھا تو چاہئے کہ جزو بھی مرکب ہو۔ ایسے جزو سے کہ وہ اس کا عین ہو اور پھر وہ بھی مرکب ہو اور اسی طرح آخر تک اور مرکب ہونا کسی چیز کا اجزاء غیر متناہی بالفعل سے باطل ہے۔

س۔ جب ایک ثلث تین کا ہے اگر تین عین ایک کا ہو تو لازم آتا ہے کہ ایک اپنے ہی نفس کا ثلث ہو اور یہ قطعاً محال ہے۔

ص۔ اہل تثلیث فرما دیں کہ اقنوم ثانی اور اقنوم ثالث اقنوم اول کی طرح موجود ہیں۔ یا کہ نہیں اگر جواب اسکا منفی میں دیویں تو تثلیث نہ رہی اور وہ اس طرح کہ پہلا مرحلہ ہر چیز کے کمال کا موجودیت ہے اور وہ ہر دو اقانیم کی اقنوم اول کے ساتھ ثابت نہ ہوئی پھر دوسرے صفات کمالیہ کہاں۔ اور اگر جواب مثبت میں فرما دیں تو دو حال سے خالی نہیں۔ کہ ان اقانیم میں اسی درجہ موجودیت اول میں اتحاد ذاتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر تثلیث میں توحید کی پرستش "تین خدا ماننا کلیسیا کے خلاف" غلط اور اگر اتحاد ذاتی ہے تو یہ اجتماع نقیضین ہے کہ ایک ہی چیز اپنی شخصیت کی راہ سے ایک بھی ہو اور متعدد بھی ہو۔ یہ بدیہی البطلان ہے۔

مذکورہ بالا دلائل عقلی سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات میں "ثلاثہ اقانیم" نہیں تسلیم کیے جا سکتے

اور یہ الوہیت مسیح کے خلاف ہے اب اسکے علاوہ چند سطور اور عرض کر کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہی

مسیحی صاحبان غور فرماویں کہ مسیح خدا نہیں پر نبی اور انسان ہی "خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے بیچ ایک آدمی بھی درمیانی ہے وہ یسوع مسیح ہی" نمبر ا تمطاوس ۲ باب ۵ ثابت ہوا کہ مسیح خدا نہیں

دوم "کوئی خدا نہیں مگر ایک" نمبر ا کرنتھی ۸ باب ۴ "وہ ایک خدا ہے جو باپ ہے" یوحنا ۱۷ باب ۳ نمبر ا کرنتھی ۸ باب ۶ مگر مسیح باپ نہیں (کلیسیا کا قول اور مسلمہ عقیدہ) ثابت ہوا کہ مسیح خدا نہیں

سوم - تب یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا کہ شیطان سے آزمایا جاوے متی ۴ باب ۱ "وہ ہمارا سردار کاہن مسیح ساری باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا پر اسنے گناہ نہ کیا" عبرانی ۴ باب ۱۵ "وہ خدا برائی سے آزمایا نہیں جاتا" یعقوب ۱ باب ۱۳ خدا آزمایا نہیں جاتا مسیح آزمایا گیا - مسیح خدا نہیں پر انسان اور اسکا پیارا نبی

پادری صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

الوہیت مسیح پر مختصر آ جو کچھ لکھا گیا اسکے پڑھنے کے بعد اب ناظرین پادری صاحب کی اس بات پر غور کریں کہ طالب علم سے پوچھا خدا کیا ہے ہ اسنے جواب دیا اللہ نور السمٰوات و الارض خدا ایک نور ہے پادری صاحبکا اعتراض پڑھیے الخ پادری صاحب نے اعتراض کیا کہ خدا نور نہیں اور طالب علم کو روشنی اور لکڑی کا جلنا بتا کر بتلایا کہ نور مخلوق ہی اور نور کے معنے روشنی کے مراد لیے اچھا صاحب درست لیکن پادری صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہی کہ عہد جدید بھی یہی کہتا ہے کہ خدا نور ہے چنانچہ نمبر ا یوحنا ۱ باب ۵ میں پراٹسٹنٹ فرقہ کا بہت پیارا رسول یوحنا لکھتا ہے "وہ اس سے سنکر (یعنی مسیح سے) جو پیغام ہم تمہیں دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا نور ہے اور اسمیں ذرا بھی تاریکی نہیں پس محترم پادری صاحب آپ خود ہی خیال فرمالیں کہ طالب علم نے بالکل صحیح کہا کہ اللہ نور السمٰوات والارض پھر پادری صاحب سا عالم جانتا ہے کہ یوحنا رسول کہتا ہے "خدا محبت ہے" نمبر ا ۴ باب ۸ پس پادری صاحب خیال فرمالیں کہ ایسے استعارات پر جرح کر کے بجز تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا -

لیکن ہم پادری صاحب سے یہ ضرور عرض کرینگے کہ پادری صاحب جو اعتراض آپنے نور پہ کیے وہی روح پر ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم بادب دریافت کرتے ہیں کونسی روح خدا ہے زید میں بھی روح ہے بکر میں بھی خالد میں بھی پھر کیا یہ بھی خدا ہوئی حالانکہ یہ تو مخلوق ہیں اور ان کے روح حادث اگرچہ خدا نے روح پہ سے فنا کا حکم ہٹا دیا

مگر ایک معنی میں فانی ہاں کی روح کبھی خوش اور کبھی غمگین ہوتی ہی اگر آپ اس کا یہ جواب دیدیں کہ یہ روح اور ہے اور وہ روح جو خدا ہے اور ہے تو پھر یہی غرض ہماری طرف سے سمجھ لیجئے گا وہ نور جو خدا ہے اور ہے یہ نور اور ہے فقط (راقم ایک آشنا خال)

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۴)

شیعہ۔ اس امر کا ثبوت کیا ہے کہ شیخین نے رسول صلعم کا جنازہ پڑھا ہے وہ تو سقیفہ میں خلافت کی پیش بندی میں مصروف تھے۔

احمدی۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ دوسرے تمام صحابہ نے جنازہ پڑھا اور صرف شیخین نے ہی نہیں پڑھا خلافت کا سوال یاد ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اٹھایا۔ جبکہ انہوں نے سعد بن عبادہ کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انصار بھی جنازہ سے غیر حاضر تھے پھر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین نے بھی نہیں پڑھا کیونکہ سقیفہ میں مہاجرین بھی ابوبکر کی حمایت میں حاضر تھے اسکے ثبوت میں وہ مشہور روایت کافی ہے جسمیں آیا ہے کہ مہاجرین و انصار کے احتجاجات کے متعلق جناب علی علیہ السلام نے دریافت کیا تو کہا گیا کہ انصار کہتے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے منا امیر و منکم امیر اور مہاجرین نے ان کے جواب میں اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ خلفاء اور امام قریش سے ہونے چاہئے الائمۃ من القریش

شیعوں کو لازم ہے کہ جنازہ رسول صلعم کے پڑھنے والوں کی کوئی فہرست دکھائیں جسمیں اور تو سب صحابہ کے نام مندرج ہوں لیکن شیخین کا نام اسمیں سے نہ ملے پھر ہم جانیں کہ وہ اس اعتراض میں حق بجانب ہیں۔ ذیل میں دو تین روایات معروض ہیں جن سے انشاء اللہ خود بخود یہ شبہ زائل ہو جائیگا۔

(۱) وفی الکافی عن الصادق لما قبض النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار فوجا فوجا۔ دیکھو تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ یعنے کافی

میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم فوت ہوئے تو آپ پر ملائکہ اور مہاجرین اور انصار نے ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر نماز پڑھی۔

(۲) باقر مجلسی فرماتے ہیں وکلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمودند نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار فوج در فوج حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۰

(۳) کسی یہودی نے جناب علی علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ واہ صاحب اپنے نبی کے دفن کرتے ہی تم نے اسکے بارے میں اختلاف مچا دیا تو جناب نے فرمایا انما اختلفنا عنہ لا فیہ ولکنکم ماجفت ارجلکم من البحر حتی قلتم لنبیکم اجعل لنا الٰھاً کما لھم الھۃ نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۰ باب المختار من حکم امیر المومنین یعنے ہمنے جو اختلاف کیا تھا تو وہ خدانخواستہ رسول صلعم کے نفس نبوت میں نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ آپ سے منقول تھا اسمیں البتہ ہم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا لیکن تم کس منہ سے ہم پر اعتراض کرتے ہو کہ اپنے پیغمبر کے معجزہ سے سمندر سے نجات پائی اور ابھی پانی سے تمہارے پاؤں بھی خشک نہ ہونے پائے تھے کہ لگے اپنے پیغمبر سے کہنے کہ جیسے ان بت پرستوں نے اپنے ٹھاکر بنائے ہوئے ہیں ہمارے لئے بھی ایک بنا دیجئے غور کا مقام ہے اول کافی جیسی شیعہ کی چوٹی کی اور معتبر حدیث کی کتاب ہے اور امام صادق جیسے امام صادق البیان فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار نے جنازہ پڑھا ہے پھر اس روایت کی مفسر صافی جیسے معتبر مفسر اور باقر مجلسی جیسے خاتم المحدثین شیعہ نے تصدیق فرمائی ہے بلکہ باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی ہے روایت مندرجہ نمبر ۳ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت کے یہودیوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ اختلاف جو صحابہ میں پیدا ہوا ہے تو بعد دفن کرنے رسول صلعم کے ہوا ہے نہ کہ قبل دفن لیکن آج شیعہ صاحبان کس دلیری کے ساتھ خود مہاجرین و انصار کے پسندیدہ و چیدہ و برگزیدہ خلفاء یعنی شیخین رضہ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ غیر حاضر تھے سخت تعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے۔

میں پھر آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ جب انصار و مہاجرین خاص جنازہ کے وقت سقیفہ میں خلافت کے نظم و نسق میں مصروف تھے اور جناب علی علیہ السلام نے ہی یا ان کے ساتھ بعض

بنی ہاشم نے بھی نماز پڑھی تھی تو پھر ان مذکورہ بالا روایات میں جو وارد ہے کہ نماز سب انصار و مہاجرین نے پڑھی تھی جو معنے دار د- اس سے صاف ثابت ہے کہ یا تو سقیفہ کا واقعہ بعد دفن رسول صلعم پیش آیا جیسے کہ نہج البلاغۃ کی روایات سے بھی ظاہر ہے یا قبل از دفن مگر بعد کو سب صحابہ نے نماز پڑھی اور ضرور پڑھی ورنہ کافی ایسی معتبر کتاب حدیث اور امام صادق و امام باقر علیہما السلام کی تکذیب لازم ہو جائے گی وہو محال رہا یہ امر کہ خاص شیخین کے نماز پڑھنے کا ثبوت کیا ہے بجواب گذارش ہے کہ بقول شیعہ کے شیخین کو جو امر مانع نماز ہوا وہ یہی امر خلافت تھا- جس کی بنا بارادہ الٰہی سقیفہ بنی ساعدہ میں ڈالی گئی اور خلافت کا استقرار جو ہوا- تو مہاجرین و انصار کے حضور میں ہی ہوا تو جب تمام مہاجرین و انصار نماز جنازہ میں حاضر ہو گئے تھے- تو کوئی وجہ نہیں کہ ابو بکر و عمر باوجود خلیفہ رسول صلعم مقرر ہو جانے کے نماز سے غیر حاضر رہ گئے ہوں بلکہ ایسے موقعہ پر تو ان کو تالیف قلوب کی غرض سے بھی سب سے مقدم حاضر ہونا چاہئے تھا کیونکہ ابتدائے خلافت میں ہی ایک ایسے ضروری فریضہ سے غیر حاضر رہنا ان کے مقاصد و مفاد کے بھی منافی تھا فتدبر

پھر ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر دفن کے وقت حاضر تھے امام صادق ؑ سے مروی ہے کہ عباس ؓ جناب علی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو بقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ابو بکر امام بنائے جائیں اور جنازہ وہ پڑھائیں اس پر جناب علی علیہ السلام گھر سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ رسول صلعم ہی زندگی میں اور بعد وفات کے ہمارے امام و پیشوا ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں وہیں دفن کیا جاؤں جہاں کہ میری روح قبض کی جائے اور چونکہ انہوں نے خلافت غصب کر کے اپنا مطلب تو نکال ہی لیا تھا اس بارہ میں آنجناب سے متعرض نہ ہوئے اور کہا کہ اچھا جس طرح آپ کی مرضی ہو کیجئے پس آپ کھڑے ہو گئے اور آنحضرت صلعم پر آپ نماز پڑھی اور پھر صحابہ کو فرمایا کہ دس دس نفر ملکر داخل ہوں اور وہ آنحضرت صلعم کے جنازہ کے اردگرد کھڑے ہو جاتے اور جناب علی علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے اس آیت کو تلاوت فرماتے جاتے تھے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی الخ پھر وہ بھی اسی آیت کو پڑھتے اور صلوات بھیجتے اور باہر نکل جاتے یہانتک کہ اہل مدینہ اور اطراف مدینہ

کے رہنے والے سب در و دیبھیجتے گئے (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۴)

اصل روایت فارسی میں ہے بخوف طوالت و ملالت طبع ناظرین ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ جب شیخین سقیفہ میں مصروف کار تھے تو جناب علی علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ ہاں اگر اس سے حضرت عائشہ کا حجرہ مراد لیا جائے جہاں آنحضرت صلعم کا جسد مطہر رکھا تھا تو خیر جانے دیجئے لیکن یہ تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ شیخین اور جناب علی علیہ السلام نے ملکر ہی نماز جنازہ پڑھی تھی نہ کہ شیخین سے پہلے۔ علاوہ ازیں مورخین اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱) کامل ابن اثیر میں ہے۔ فلما بویع ابوبکر اقبل الناس علی جہاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دفن یوم الثلاثاء وقیل بقی ثلاثۃ ایام لم یدفن والاول صحیح
× × × واختلفوا فی موضع دفنہ فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ یقول ما قبض نبی الا دفن حیث قبض فرفع فراشہ ودفن موضعہ ودخل الناس یصلون علیہ ارسالا الرجال ثم النساء ثم الصبیان ثم العبید ودفن لیلۃ الاربعاء۔ جلد ۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۶۰۔

Digitized by Khilafat Library

یعنے جب ابوبکر رض کی بیعت ہولی تو لوگ رسول صلعم کے دفن کی طرف متوجہ ہوئے اور سہ شنبہ کو دفن سے فارغ ہو گئے۔ اور کہا گیا ہے کہ تین روز آنحضرت صلعم بغیر دفن پڑے رہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اور پھر آپکے دفن کی جگہ بابت اختلاف ہوا تو ابوبکر رض نے کہا کہ میں نے رسول صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جو نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن کئے گئے پس آپکے بستر کو اٹھایا گیا اور وہیں دفن کئے گئے اور لوگ اس حجرہ میں داخل ہوتے اور نماز پڑھتے پہلے مردوں نے پڑھی پھر عورتوں نے پھر لڑکوں نے پھر غلاموں نے اور چہار شنبہ کی رات کو مدفون ہوئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کو اپنے مقام وفات پر ہی دفن کیا جاتا ہے کہ کتب حدیث میں بھی یہ قول ابوبکر صدیق رض کی طرف منسوب ہے۔ ادفنوہ فی موضع فراشہ بروایت ترمذی دیکھو مشکوٰۃ شریف مترجم ربع ۴ مطبوعہ غزنوی امرتسر صفحہ ۴۴۳۔ ان سب مندرجہ کتب فریقین پر بنظر غور کرنے سے آپ خود ہی از روئے انصاف فرمائیں کہ شیخین کے جنازہ رسول صلعم کے شرف

سے محروم رہنے والا اعتراض کہاں تک درست ہے ؟

شیعہ ۔ آیت تطہیر کے مصداق آل عبا ہیں یعنی جناب علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام یا ازواج النبی اور اہلبیت کا اطلاق ازواج پر کسطرح تسلیم ہو سکتا ہے ۔

احمدی ۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ آیت تطہیر کے مصداق آل عبا بھی ہیں اور ازواج مطہرات بھی اور اسی طرح لفظ اہلبیت کا اطلاق بھی دونوں پر درست ہے ۔

سب سے پہلے تو قرآن میں غور کرنا چاہئیے کہ آیت تطہیر سے پہلے اور پیچھے نساء النبی یعنے ازواج مطہرات کا ذکر ہے یا نہ ؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت اور لفظ اہلبیت کے مصداق صحیح بھی ازواج مطہرات ہیں اور خود قرآن میں بھی اس لفظ کا اطلاق ایک زوجہ نبی پر موجود ہے دیکھو حضرت سارہ کو ملائکہ فرماتے ہیں جب انہوں نے اپنے بانجھ اور اپنے خاوند ابراہیم ع کے بہت بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے اولاد کی بشارت پر تعجب کیا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید ۱۲ اسی طرح حدیث سے بھی اس لفظ کا اطلاق ثابت ہے چنانچہ تفاسیر معتبرہ شیعہ میں ماریہ قبطیہ کا ان کے خادم جریح قبطی سے متہم ہونے اور آخر میں بری الذمہ ثابت ہونے کا جہاں لکھا ہے اسکے آخر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحمد للہ الذی صرف عنا السوء اہل البیت ۔ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم ۔ یعنے خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت سے اس برائی کو دور فرما دیا ۔

علاوہ ازیں میں ایک ایسی دلیل عرض کرتا ہوں جس سے ازواج مطہرات کا مصداق آیت تطہیر ہونا بکمال وضاحت ثابت ہو جائے ذرا گوش ہوش سے سنئے گا آیت تطہیر میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم ہر ایک قسم کی پلیدی سے اہلبیت النبی کو پاک و منزہ کرینگے ۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرآن سے ہی دونوں فریقوں یعنے آل عبا اور ازواج النبی صلعم میں سے کسی کی تطہیر بھی ثابت ہوئی ہے یا یہ نرا وعدہ یا اظہار ارادہ ہی ہے اور بس

سو جہانتک میں نے غور کیا قرآن مجید سے آل عبا کی تطہیر عملی طور پر ثابت نہیں اس سے کوئی بدگمان یہ نہ نتیجہ نکالے کہ میں نعوذ باللہ ان کو غیر مطہر مانتا ہوں ۔ لیکن ازواج مطہرات کی تطہیر

کا عملی ثبوت قرآن سے ثابت ہے اور بڑے زور کے ساتھ ثابت ہے جیسے کہ سورہ نور کی آیات میں مذکور ہے کہ ایک معصوم اور واجب التکریم وجود کی عصمت پر بعض اہل اسلام نے بدگمانی کی اور کتب احادیث و تفاسیر فریقین میں اسکی تشریح کی گئی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر حضرت عائشہ قضائے حاجت کو صحرا میں تشریف لے گئیں اور آپ کا ہار گم ہو گیا اسکی تلاش میں لگ گئیں پیچھے سے لشکر اسلام کا کوچ ہو گیا اور ہودج برداروں نے خیال کیا کہ وہ اسکے اندر ہی ہیں جب صدیقہ لوٹ کر آئیں تو کوئی موجود نہ تھا پیچھے اسکے صفوان بن معطل آگئے جو لشکر کے عقب میں رہتے تھے جب اس مقام پر پہنچے اور یہ حال پر ملال دیکھا تو اپنا اونٹ بٹھا دیا اور صدیقہ کو سوار کر لیا حتیٰ کہ لشکر اسلام سے ملحق ہو گئے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم اور حیات القلوب جلد ۲ میں بھی غزوہ بنی المصطلق کے ضمن میں یہ قصہ مذکور ہے حضرت صدیقہ کو صفوان کے ساتھ دیکھ کر منافقین بلکہ بعض صحابہ نے بھی بدگمانی کی اور ان کو متہم کیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مسلسل و متعدد آیات میں بڑے زور سے اپنے محبوب کی محبوبہ مرغوبہ کی پاکدامنی اور بریت کی شہادت دی اور ان بدگمانوں کی سخت سرزنش فرمائی۔ بلکہ حامل بہتان باندھنے والوں کو شرعی سزا بھی دیگئی۔ شیعوں کی مشہور تفسیر منہج الصادقین میں اس واقعہ کو خوب مفصل لکھا گیا ہے جس کے مولف میر فتح اللہ شیرازی ہیں۔ ان کی تقریر کے بعض جملے یہاں لکھدیتا ہوں شاید کسی سعید روح کی ہدایت کا موجب ہو جائے

"بدانکہ آیات مذکورہ اغلاظ آیات قرآنی است در ایعاد عصات و بباب افک و تہدید ایشان ازاں و اگر کسے کہ جمیع کلمات قرآنی را تقلیب کند و آنچہ او سبحانہ باں تہدید اہل عصیاں نمودہ از آیات مواعید تفتیش نماید ہیچ آیتے بغلیظ آیات مذکورہ نخواہد یافت کہ در باب افک وارد شدہ چہ ایں آیات مشحون اند بوعید شدید و عقاب بلیغ × × × و مع ذلک قذفہ الملعون در دنیا و آخرت گردانیدہ × × × والسنہ و ایدی وارجل ایشاں را در آخرت بر ایشاں گواہ گردانیدہ بآنچہ از ایشاں صادر شدہ از افک و بہتان × × × و مثل ایں را در وعید مشرکاں و کافراں وعبدۂ اوثان ذکر نہ کردہ بلکہ وعید ایشاں مادون ایں است در فظاعۃ و ایں بجہت مبالغہ

و تعظیم امر افک است و تنزیہ عایشہ ازاں بروجہ ابلغ چہ غرض از فرط مبالغہ درین باب اظہار علو منزلت حضرت رسالت × × وہر کہ خواہد کہ متحقق شود بر او عظم شان حضرت خاتمیت علیہ الصلوۃ والتحیۃ × × نسبت بانبیائے سابق باید در آیات افک تامل کند کہ او سبحانہ بچہ وجہ غضب فرمودہ بر اہل افک بحرم محترم آنحضرت × × و بجہۃ این است کہ ابن عباس را روز عرفہ ازاین آیات سوال کردند فرمود کہ من اذنب ذنب ثم تاب عنہ قبلت توبۃ الامن خاض فی امر عایشہ یعنے ہرگاہ کسے گناہے کند و ازاں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کسے کہ در امر عایشہ خوض کردہ و برو افک کردہ و با آنکہ حق تعالیٰ تنزیہ سہ کس نمودہ بہ سہ چیز یوسف را تنزیہ فرمود بلسان شاہد کہ و شھد شاھد من اھلھا و تنزیہ مریم کردہ بانطاق ولد او کہ در وامن او گفت انی عبد اللہ و تنزیہ عایشہ کردہ بایں آیات عظام بجہت تعظیم سید انام علیہ الصلوۃ والسلام" دیکھو تفسیر منہاج الصادقین زیر آیات افک سورہ نور جلد ۲ صفحہ ۸۱۳ مطبوعہ ایران ۱۲۹۶ھ

مطلب اردو زبان میں اس تقریر ہدایت تخمیر کا یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والوں کی تنبیہ و سرزنش میں یہ اوپر کی آیات اظہار عتاب الٰہی میں سخت ترین ہیں اور ان کی نظیر تمام قرآن میں نہیں مل سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں نہایت سخت وعید اور عذاب کی دھمکی ہے اور تہمت باندھنے والوں کو دنیا اور آخرت میں ملعون بنایا ہے اور ان کی زبانوں ہاتھوں اور پاؤں کو آخرت میں ان کے خلاف گواہی دینے والے بنایا ہے بباعث اس افک و بہتان کے جو ان سے سرزد ہوا ایسا وعید تو مشرکوں کافروں اور بت پرستوں کے حق میں بھی نہیں آیا۔ بلکہ ان کا اس سے کمتر ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ افک کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ بڑی خطرناک ہے اور اس واسطے ہے کہ عائشہ کی پاکدامنی پورے طور پر ظاہر ہو جائے کیونکہ اس مبالغہ میں مقصود یہ ہے کہ حضرت رسالتمآب کی رفعت شان جیسی کہ در حقیقت ہے ظاہر ہو اور جو کوئی چاہے کہ بمقابلہ انبیائے سابق حضرت خاتم النبیین صلعم کی عظمت کا اندازہ لگائے تو چاہیے کہ آیات افک میں غور کرے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے آنحضرت کے حرم محترم پر افک باندھنے والوں کے حق میں کس حد تک غضب کا اظہار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے عرفہ کے دن حضرت ابن عباس سے ان آیات کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ

کرے اور پھر اس سے توبہ کرلے تو اسکی توبہ مقبول لیکن جس نے عایشہ کے معاملہ میں عیب جوئی کی اور اس پر افک کیا اسکی توبہ قبول نہیں اور جان لو کہ خدا تعالےٰ نے تین آدمیوں کی پاکدامنی تین چیزوں سے ظاہر فرمائی ہے اول یوسفؑ کی تو اس شاہد کی زبانی جس کے بارہ میں وارد ہے کہ زلیخا کے رشتہ داروں میں سے ایک نے ثالثی کردی اور مریم کی بریت اسکے بچہ کے بولنے سے جس نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور عائشہ کی تطہیر ان عظیم الشان آیات سے فرمادی بلحاظ تعظیم سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

فرمائیے ایسی شاندار اور عملی تطہیر حضرات آل عبا میں سے کسی کے حق میں بھی آپکے علماء قرآن سے ثابت کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پس یہ بینظیر تطہیر جو افک کے موقعہ پر خدا نے حضرت صدیقہ کی فرمائی ثابت کرتی ہے کہ آیت تطہیر کی مصداق اول بوجہ احسن ازواج مطہرات ہیں۔ اور اس طرح اہلبیت النبی کے خطاب مستطاب کی پہلی مستحق بھی وہی ہیں کیونکہ وہ ویسے بھی امہات المومنین ہیں اور جناب علی اور سیدہ اور حسنین علیہم السلام بمنزلہ انکی اولاد کے ہیں فقد بدا باقی دار و ان شاء اللہ

نبوت مسیح موعود کے متعلق

چند اعتراضوں کا جواب

اپریل ۱۹۱۱ء کے تشحیذ میں اپنے ایک مہربان اور معزز دوست کے چند سوالات کے جواب میں خاکسار نے ایک مضمون لکھا تھا جس پر بمبئی سے ایک صاحب نے جنکا نام نامی مولوی ابو الخلیل ہے چند اعتراضات کئے ہیں جنکا جواب بصورت سوالات ذیل میں درج کیا جاتا ہے تا ناظرین کو جواب کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

امتوں کے اعمال ان کے نبی کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام پر انکی امتوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جس سے اس ارحم الراحمین کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو مجسم ہمدردی ہوتے ہیں۔ اپنی امتوں کی لغزشوں سے اطلاع پاکر حق تعالےٰ سے ان کے لئے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش کر ان کی عزت افزائی کرے اور ان کی امتوں کو راہ ہدایت پر قائم کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ ملائکہ کے ذریعہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اسکے

عوض میں میں تمہارے لئے سلامت رہنے کی دعا کرونگا (مشکوٰۃ) اور فرمایا کہ جو قوم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتی ان کا یہ طریق عمل ان پر وبال ہو جاتا ہے۔ الغرض انبیاء علیہم السلام کے احسانات اس قدر ہوتے ہیں کہ اسنے انکا امتی کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی وہ ایسے غیور ہوتے ہیں کہ کسی کا تھوڑا سا احسان بھی اپنے ذمہ نہیں رہنے دیتے میرے اس حصہ مضمون پر معترض صاحب مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں۔

اعتراض مگر غرض یہ ہے کہ ہم (احمدیان) غلامان مسیح موعود کے اعمال کس نبی کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ جناب محمد صاحب کے حضور تو نبوت مسیح موعود کا بطلان ہے جو کہ مزعومہ جماعت قادیان ہے اگر کہا جاوے کہ مسیح موعود کے حضور تو نبوت محمدیہ کا زوال ہے اور یہ سراسر گمراہی و ضلال ہے

جواب معترض صاحب کا یہ خیال کہ ایک نبی کی امت کے حالات اگر دوسرے نبی کے آگے پیش کئے جائیں اور اسکو مطلع کیا جائے تو اس سے انکی نبوت کا بطلان لازم آتا ہے درست نہیں کیونکہ ایک باپ کے چند بیٹے جو آپس میں محبت اور الفت رکھتے ہوں اور ہر ایک اپنے بھائی کے لئے دل میں درد رکھتا ہو۔ اور دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہوں اگر ان کا باپ ایک کے نفع اور ضرر سے دوسرے کو مطلع کرے تو کیا اس سے بڑے یا چھوٹے بھائی کی شان میں کچھ کمی لازم آجاتی ہے نہیں۔ اگر ایک کو نفع پہنچا ہے تو سب خوش ہوں گے اور اگر ایک کا نقصان ہوا ہے تو اس خبر سے سبکو رنج ہو گا اور طبعی ہمدردی ان کو مجبور کرے گی کہ وہ اپنے نقصان رسیدہ بھائی کی جس طرح ہو سکے امداد کریں۔

پس انبیاء علیہم السلام کے تعلقات بھی مخلصانہ اور برادرانہ ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں الانبیاء اخوۃ من علات کہ ہم سب انبیاء علاتی بھائی ہیں اور روحانی رشتہ جو ہوتا ہے جسمانی رشتہ پر خاص فوقیت رکھتا ہے چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اٰبائکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون کہ اگر تمہارے والدین اور بھائی روحانی رشتہ تمہارے ساتھ قائم نہ کریں تو جسمانی رشتہ کی کوئی پرواہ مت کرو ان سے اپنے تعلقات قطع کر لو جو

جو مومن ہوکر ایسا نہیں کریگا وہ ظالم ہے کہ جو حقوق کہ روحانی باپ کے لئے یعنی نبی کے ہیں وہ جسمانی رشتہ کے باپ کو دیتا ہے جیسا کہ النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم سے ظاہر ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ کہ کوئی مومن نہیں ہوسکتا ہے جبتک کہ وہ مجھے اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ اور جو حقوق روحانی رشتے کے بھائی کے ہیں وہ جسمانی رشتے کے بھائی کو دیتا ہے حالانکہ ایمان کے بعد تو انما المومنون اخوۃ مومن مومن کا بھائی ہے کسی اور سے کیا واسطہ اسواسطے ان کی تعریف خدا تعالےٰ نے یوں فرمائی ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم کہ کفار میں سے اگر بڑے سے بڑا بھی کوئی ان کے مقابل آجائے تو ایسے ڈٹ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ کیا مجال کہ اسکو اپنی پیٹھ دکھائیں لیکن جہاں بینہم آپسمیں کوئی تنازع ہوجائے تو پھر ان کو پیٹھ دکھانے میں کوئی عار نہیں ہوتی بڑے نرم اور بڑے حلیم ہوتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ روحانی رشتہ میں محبت اور ہمدردی کی زیادہ ضرورت ہے انبیاء کی اخوت بھی روحانی اخوت ہے اسلئے ان کو آپسمیں جسمانی رشتہ سے بڑھکر محبت و الفت اور ایک دوسرے کی ہمدردی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر معراج کی رات جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ تو حضرت موسےٰ نے جو صاحب تجربہ تھے کمال ہمدردی سے آنحضرت سے بار بار اس بوجھ اور امانت کو ہلکا کرانے کی درخواست کرائی تا ایسا نہ ہو کہ آپکی امت مشقت میں پڑ کر اس امانت کے ادا کرنے میں سستی دکھائے اور بجائے انعام حاصل کرنے کے عذاب الٰہی کی مستحق بنے وہ حدیث یہ ہے فرجعت فمررت علی موسیٰ فقال بما امرت قلت امرت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ قد جربت الناس قبلک . . . . فارجع الی ربک فسئلہ التخفیف لامتک الحدیث۔ پس ایسی حالت میں اگر خدا تعالےٰ کسی نبی کی حالت سے اسکے باقی بھائیوں کو بھی اطلاع دے تو اس سے انہیں سے کسی کی بھی نبوت باطل اور کسر شان نہیں ہوتی بلکہ یہ اطلاع ان کی محبت اور ہمدردی میں ایک زبردست حرکت اور جوش پیدا کرتی ہے اسوقت وہ اپنے بھائی کی اور تو کوئی امداد نہیں کرسکتے وہ جس طرح اپنی امت کے لئے دعا کرتے ہیں اپنے بھائی کی امت کے لئے بھی دعا سے امداد کرتے ہیں ؎

ہر آں کار کہ گردد از دعائے مہ جانانے ؛ نہ شمشیرے کند آں کارے نے یادے نہ یارانے

پھر آنحضرتؐ نے معراج کی رات ہی دیکھا کہ حضرت آدمؑ کی تمام اولاد دو حصوں میں دائیں اور بائیں کی گئی ہے دائیں طرف والے جنتی اور بائیں طرف دوزخی ہیں حدیث یہ ہے قال هٰذا آدم وهٰذا الاسودة عن يمينه وعن شماله نسم بنيه فاهل اليمين منهم اهل الجنة والاسودة التي عن شماله اهل النار فاذا نظر عن يمينه ضحك فاذا نظر قبل شماله بكى الحديث آنحضرتؐ اور آپکی امت بھی حضرت آدمؑ کی اولاد ہی ہیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ آنحضرتؐ و دیگر اولوالعزم انبیاء کی امتوں کی حالت بھی دکھا بلحاظ اسکے کہ وہ اچھی حالت میں ہیں اور دکھایا بلحاظ اسکے کہ وہ بری حالت میں ہیں، حضرت آدمؑ کے پیش کی گئی ہے اسلئے حضرت نبی کریمؐ وغیرہ انبیاء کی نبوت نعوذ باللہ باطل ہوگئی۔

شائد معترض صاحب نے میرے مضمون سے یہ سمجھا ہے کہ امتوں کے اعمال نبیوں کے سامنے بلحاظ ایک جج کے پیش کئے جاتے ہیں جس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اب اگر حضرت مسیح موعودؑ جج بنے ہیں تو حضرت نبی کریمؐ کی ہتک اور اگر نبی کریمؐ ہی جج ہیں تو پھر مسیح موعودؑ کی نبوت باطل۔ لیکن میرے مضمون سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ بلکہ امتوں کے اعمال پیش کرنے کی غرض تحریک دعا ہے جو ہر نبی اپنی امت اور اپنے بھائی کی امت کے لئے کرتا ہے جس سے وہ دوہرے اجر پاتے اور ترقی مدارج حاصل کرتے ہیں پس حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی حالت سے مسیح موعودؑ کو بھی مطلع کیا جاتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ بمعہ اپنی جماعت کے آنحضرتؐ کی امت ہیں ان کو بھی اطلاع دیجاتی ہے اور دیگر انبیاء کو بھی بغرض تحریک دعا اور ان کے اخلاص اور محبت کے ثمرہ میں ان کے درجات کو بڑھانے کے لئے خبر دیجاتی ہے کیونکہ وہ وفات پاکر اعلیٰ علیین میں جمع ہوتے ہیں اور انہی میں شامل ہونے کے لئے آنحضرتؐ نے بالرفیق الاعلیٰ کی درخواست کی جس طرح ایک بادشاہ اپنے ادنیٰ و اعلیٰ رفیقوں کے ساتھ ایک باغ میں ہو۔ اسی طرح انبیاء اور مومنین ایک مقام میں رہتے ہیں اور رنج و راحت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں اور کسی کی ہمدردی کا رنج و غم عذاب الٰہی نہیں شمار کیا جاتا۔ تا کوئی اس کو مقام عیش نوعی کے خلاف نہ سمجھ لے بلکہ یہ تو ایک انعام ہے جس کے ذریعے مسلمانوں نے بے نظیر ترقی کی اور اب جبکہ وہ مسلمانوں میں نہیں رہا۔ بلکہ نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے۔ تو ہر پہلو سے غفلت نے ان کو آن گھیرا ہے خدا پھر مسلمانوں کو وہ دن نصیب کرے آمین

دوسرا اعتراض پھر ہم درود شریف میں علیٰ محمد کی بجائے علیٰ احمد یا علیٰ مسیح موعود کیوں نہیں پڑھتے کیونکہ ہمکو اپنے نبی پر درود بھیجنا لازمی ہے اسلئے کہ ہمارے اعمال ان کے حضور میں پیش ہوتے ہیں اور ہم دوسرے نبی پر درود بھیجکر زمرہ حبطت اعمالہم میں شمولیت کرتے ہیں ۔ سنہ ۱۹۰۰ء کو حضرت امام الزمان نے کسی سائل کے اس سوال پر کہ ہم (احمدیان) آپکا اسم مبارک درود شریف میں لیا کریں ارشاد ہوا کہ نہیں بلکہ علیٰ آلہٖ کے بعد علیٰ خلفائہ پڑھا کرو کیونکہ میں خلفاء محمد سے ہوں اور یہی حق ہے کیونکہ خلافت اور امامت متقارب المعنے ہیں بلکہ امامت بذاتہٖ خلافت ہی ہے ۔ بخاری کی حدیث اماکم منکم اسکی طرف اشارہ کرتی ہے فتدبر ولاتکن من الغافلین

جواب گویا معترض صاحب کے نزدیک دوسرے نبی پر درود بھیجنا ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ اس سے انسان کی تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں ۔ کیا معترض صاحب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فقرہ کبھی زبان سے نہیں نکالا اگر نکالا ہے تو کیا دوسرے نبیوں پر درود اور سلام بھیجنے کے وہ زمرہ حبطت اعمالہم میں اپنے آپکو شامل سمجھتے ہیں پھر آنحضرت نے ایک عورت کو کہا صلی اللہ علیک وعلیٰ زوجک (ابوداؤد جلد اول صفحہ ۲۲۱) کہ تیرے پر اور تیرے خاوند پر اللہ کا درود ہو تو کیا معترض صاحب کے نزدیک آنحضرت نے جو یہ فعل کیا کہ کسی دوسرے غیر نبی پر درود بھیجنا تو درکنار غیر نبی پر درود بھیجا اسلئے آپکے اعمال بھی نعوذ باللہ ضائع ہو گئے پھر ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ خداوند تعالےٰ اور اسکے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تو کیا اس سے خدا تعالےٰ کے بھی سلسلہ کلام ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ملائکہ کے بھی پس معترض صاحب کا مذکورہ بالا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں جس طرح اللہ تعالےٰ کے تمام نبیوں پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح سب پر درود بھیجنا بھی ضروری ہے کیا موسیٰ و عیسےٰ ہمارے نبی ہیں اگر ہمارے نبی نہیں تو ان کے انکار سے کفر کیوں لازم آتا ہے اور اگر وہ بھی ہمارے ہی نبی ہیں تو ان پر بھی درود بھیجنا ضروری ہوا ۔

باقی رہا یہ سوال کہ مرزا صاحب نبی ہیں تو درود شریف میں علیٰ محمد کی بجائے علیٰ احمد کیوں نہیں پڑھا جاتا میں کہتا ہوں کہ موسیٰ و عیسےٰ جب نبی ہیں تو ان کا نام درود میں کیوں نہیں رکھا گیا اسمیں ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ اگر محمدؐ کی بجائے کسی اور نبی کا نام رکھا جاتا تو اس سے باقی تمام انبیاء درود اور سلام سے محروم رہ جاتے ہیں اور محمدؐ کے رکھنے سے تمام کے تمام شامل

ہو جاتے ہیں وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے جامع اور ان کے قائمقام ہیں اسی لئے آپکو تن تنہا تمام جہان کی طرف مبعوث کیا گیا پس جس طرح آپ پر ایمان لانا تمام انبیاء پر ایمان لانے کو مستلزم ہو جاتا ہے ان انبیاء کے اسماء سے ہم واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح آنحضرت پر درود بھیجنے سے سب انبیاء اسمیں شامل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو جو کمالات وقتی ضروریات کے لحاظ سے دیگر انبیاء لائے ان سب کے آپ جامع تھے اور اسی لحاظ سے آپ خاتم النبیین تھے اسلئے آنحضرت پر درود بھیجنے سے مسیح موعود و دیگر تمام انبیاء شامل ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہے اگر ہر ایک کا نام لیا جاتا تو نہ کلمہ ختم ہونے کو آتا نہ درود

پس حضرت مسیح موعود نے طریق ادب کو ملحوظ رکھکر کھلے طور پر درود میں اپنا نام داخل کرنا پسند نہ فرمایا اور خلفائہ اسلئے فرمایا۔ تا آنحضرت کے دوسرے خلفاء بھی شامل ہو جائیں اور لفظ خلیفہ لفظ نبی کے مخالف نہیں ہے بلکہ خلیفہ کے معنے بادشاہ کے بھی ہیں نبی کے بھی اور مطلق جانشین کے بھی ہیں پس حضرت صاحب نے خلفاء کا لفظ کہکر آنحضرت کی امت میں سے اگر کوئی بادشاہ ہوا ہے تو مطلق جانشین ہوا ہے تو نبی ہوا ہے تو سب چھوٹے بڑوں کو درود میں شامل کر لیا ہے آپ چونکہ نبی تھے۔ جیسا کہ لسان فیض ترجمان نبوت صلعم سے صحیح مسلم میں نبی اللہ کا لفظ آنیوالے مسیح کے متعلق بیان ہوا ہے اور جیسا کہ خدا نے بھی اسکو الہام میں نبی فرمایا ہے اسلئے آپ نے اس جامع لفظ کو زیادہ موزون جانا اور بسبب پیشوا ہونے کے آپ امام اور مقتدا بھی تھے جیسا کہ آنحضرت نے امامکم منکم فرمایا اور امام کا لفظ بھی نبوت کے منافی نہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انی جاعلك للناس اماما میں تجھے امام بنانے والا ہوں کیا پھر آپ نبی اللہ نہ تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود خدا اور خدا کے رسول کے فرمان کے مطابق نبی بھی تھے اور امام بھی

تیسرا اعتراض معترض صاحب نے میرے مضمون کے مندرجہ ذیل حصے پر کیا ”وہ اس لئے آیت واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم میں خدا تعالےٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت کی دوبارہ بعثت کا ذکر فرمایا اور در اصل وہ آنحضرت کے مثیل کی پیشگوئی ہے اسلئے ابن ماجہ میں جو حضرت عیسٰے نے اپنے نزول کی خبر دی ہے تو اس سے مراد ان کا مثیل ہے کیونکہ آنے والا آنحضرت کا بروز ہونے کے باعث جو تمام انبیاء کے جامع ہے حضرت عیسٰے کا بھی بروز

اور شیل ہی اسلئے خدا تعالےٰ نے بھی واذا الرسل اقتت فرما کر آنے والے مسیح کو بھی تمام انبیاء کا قائمقام قرار دیا ہے۔"

اعتراض۔ اب مؤدبانہ التماس ہے کہ نبی امی محمد عربی ہے یا مسیح موعود۔ اگر اول الذکر ہیں تو مزعومہ نبوت قادیان سراسر باطل بلکہ لاشی ہے اگر مسیح موعود نبی امّی ہیں اور رسول آخر الزمان ہیں تو زوال نبوت محمدی ہے کیونکہ زمانہ آخری مسیح موعود کی نبوت کا ہے وہ اگر مطاع ہیں تو ناسخ نبوت محمد ہیں۔ (عیاذاً باللہ) سراسر لغو ہے اسلئے مسیح موعود کے کلام سے مظہر ہے کہ وہ مطیع محمد ہونے کے مقر ہیں میرے مکرم اعراض عن الحق مومن کا شیوہ نہیں۔ خدارا انصاف سے چشم پوشی نہ کریں متقی کی شان نہیں اصل مطلب آیت پر توجہ مبذول فرمادیں جو بالکل واضح ہے حق سبحانہ و تعالےٰ فرماتا ہے جس نے امیوں میں ایسا ہی بھیجا جو کہ انہی میں سے ایک ہے وہ تلاوت آیات اللہ و تزکیہ نفوس کرنیکے علاوہ معلم کتاب و حکمت بھی ہے قبل بعثت ان کے لوگ گمراہ تھے نیز موجودہ لوگوں کے علاوہ جو لوگ بعد کو ہونگے وہ متبعان محمد کے الحاق سے مستفیض ہوں گے یعنی مزکیان محمد جو بمعہ نبوت ہیں کے فضل و کمال سے دینی کمال حاصل کرینگے مفسرین کا قول ہے کہ وہ اہل فارس ہیں جو کہ صاحب کتاب ہیں وہ بھی امّی ہیں چنانچہ اہل فارس سے کاملین کا ظہور ہوا۔ امام آخر الزمان کا نسبی تعلق بھی اہل فارس سے ہے۔

جواب۔ میرے مکرم اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں نے تو آیت کریمہ پر خوب توجہ کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے توجہ کے بعد لکھا ہے لیکن آپ کو تھوڑی سی بات نہ سمجھنے کے باعث ٹھوکر لگ گئی ہے اگر آپ خود تدبر سے کام لینگے تو آپ کا عقدہ لاینحل بخوبی حل ہو جائیگا۔ آپ نے آخرین کو فاعل کے معنوں میں لیکر ٹھوکر کھائی ہے حالانکہ عربی زبان میں ایسا مغالطہ ایک ذی علم کے لئے ناممکن ہے آپ نے جو معنے کئے ہیں اس لحاظ سے آیت یوں ہونی چاہیئے تھی و آخرون استفیضوا منہم (من الذین یتبعون الرسول) کہ موجودہ لوگوں نے تو آنحضرت سے فیض حاصل کیا۔ لیکن دوسرے آنحضرت کے متبعین سے فیض حاصل کرینگے لیکن قرآن کریم میں آخرین کا لفظ ان معنوں کو غلط قرار دیتا ہے کیونکہ واؤ عاطفہ ہے جس نے کسی پہلے مجرور سے آخرین کا تعلق پیدا کرا کر اسکو بھی مجرور کر دیا ہے اگر کسی پہلے مجرور پر اسکا عطف نہ ہوتا۔ بلکہ واؤ شروع کلام کے لئے ہوتی تو پھر و آخرین نہ ہوتا۔

بلکہ وآخرون ہوتا اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کونسا اسم مجرور ہے سو ظاہر ہے کہ وہ فی الامّیین ہے اسلئے اب کلام یوں ہوگی هو الذی بعث فی الامیین رسولا ویبعثہ فی الآخرین منهم لما یلحقوا بهم کہ اللہ نے امیوں میں رسول بھیجا اور بھیجیگا اسکو ان لوگوں میں جنہوں نے ان صحابہ کا زمانہ تو نہیں پایا مگر بلحاظ مرتبہ کے منہم وہ انہی صحابہ میں سے ہونگے کیونکہ اصحاب رسول کے ہمراہ امیوں کا خطاب ہے اس آیت کے نزول کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے یہ سمجھا تھا کہ آنحضرت ہی شاید دوبارہ مبعوث ہوں جس کی وجہ سے آپ نے سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھکر فرمایا لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس کہ وہ رسول میں نہیں ہونگا۔ بلکہ فارسیوں میں سے ہوگا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہاں سے بھی اس کو اتار لائے گا اگر آپ نے امی کے معنے یہ سمجھے ہیں۔ کہ جو اہل کتاب نہ ہو تو آپ کا یہ خیال غلط ہے یہودی جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی خدا نے امی کہا ہے ومنهم امیون لا یعلمون الکتٰب۔ اور کسی کا کسی کے بعد رتبہ پانا اول کے رتبہ کو کم نہیں کرتا اور نہ اس سے بعد میں رتبہ پانے والے کا کوئی درجہ بڑھ جاتا ہے اسلئے حضرت مسیح موعود کی نبوت آنحضرت کی ہتک نبوت کی مزیل نہیں بلکہ آپ کی شان کو اور بڑھاتی ہے کیونکہ اگر یہ مانا جاوے کہ وہ انعام نبوت جو ہمیشہ سے خدا تعالیٰ امتوں پر کرتا آیا آنحضرت کے آنے سے آپکی امت پر وہ انعام بالکل بند کر دیا گیا تو اس سے آپکی سخت ہتک ہے ہاں اس بات سے آپکی شان نبوت زیادہ ارفع ہوتی ہے جو پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی وہ یہ کہ اب جو کوئی بھی نبوت کا درجہ پائے گا وہ آپکی غلامی اور آپ کی اطاعت سے پائے گا ورنہ نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے من یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیهم من النّبیّین والصدیقین والشهداء والصّالحین۔ کہ جو الرسول یعنی آنحضرت کی اطاعت کریگا حسب اطاعت کوئی نبی ہوگا کوئی صدیق کوئی شہید کوئی صالح جس طرح پہلے براہ راست نبوت ملا کرتی تھی۔ اب آنحضرت کی اولو العزمی کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے آپکی عزت افزائی فرمائی۔ اس انعام کو آنحضرت کے واسطے سے دنیا میں جاری فرمایا یہی وجہ ہے اب غیر قوموں میں کوئی ملہم کوئی ولی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں آنحضرت سے جنہوں نے اور آپ کے لائے ہوئے نور (انزلنا الیکم نورا مبینا) یعنی قرآن کریم سے نور حاصل کیا وہ صدیق بھی بنے شہید بھی اور صالح بھی اور اب جبکہ بتدریج میں روحانیت مٹ چکی تھی اور دین ثریا پر چلا گیا تھا۔ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے موعود نبی

بھی آگیا اور ایک نبی کا دوسرے نبی کا متبع ہونا اسکی نبوت کے منافی نہیں بحکم بہا النبیون سے صاف ظاہر ہے کہ بہت سے نبیوں کا عملدرآمد تورات پر تہا اور وہ انکی حفاظت کرتے تھے اور صاحب شریعت نبی کی کتاب کی اتباع ہی اس نبی کی اطاعت کہلاتی ہے پس جو تورات کی اتباع کرتے تھے وہ حضرت موسیٰ کی اتباع اور اطاعت کرتے تھے اور حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون کو افعصیت امری (کیا تونے میری نافرمانی کی ہے) کہنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے مطیع تھے اور آپ کی شریعت کے ناسخ نہیں بلکہ قائم کرنے والے تھے۔ انبیاء کو ان کے زمانے کے لوگوں کا مطاع بنایا جاتا ہے پس جس طرح حضرت موسیٰ و ہارون اپنے زمانے کے لوگوں کے مطاع تھے حضرت مسیح موعود بھی اپنے زمانہ کے لوگوں کے مطاع بنائے گئے تھے اور جس طرح حضرت ہارون کی نبوت حضرت موسیٰ کی اتباع سے باطل نہیں ہوتی حضرت مسیح موعود کی نبوت بھی آنحضرت کی اتباع کی وجہ سے باطل نہیں ہو سکتی۔

(حافظ جمال احمد قادیانی حال نزیل راولپنڈی)

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۵۲

مائدہ ع - بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اے نبی پہنچادے ان احکام کو جو اتارے جاتے ہیں تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر تو ایسا نہ کرے اور نہ پہنچاوے تو مخلوق کے پاس اسکے پیغامات کو (مارے ڈر کے) اور اللہ تعالےٰ بچانے والا ہے تجھکو مخالف دشمنوں سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا کبھی منکرین کو

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند دنیا پر ظاہر ہو گئی ہے اور جو انکار کرے وہ اندھا تصور کیا جائے گا۔ کفار نے بہت ہی منصوبے اور تدبیریں کیں کہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلعم قتل کیا جائے اور انہوں نے کوئی مکاری۔ فریب زور کی تدبیر باقی نہیں چھوڑی۔ جو آپ کی ہلاکت کے لئے استعمال نہ کی۔ شعب ابی طالب میں قید کیا۔ راستے میں گڑھے کھودے کانٹے بچھائے

زہر والے گھر کا محاصرہ کیا۔ راتوں رات بھگایا پھر بھاگے ہوئے کا پیچھا کیا مدینہ گئے فوج کشیاں کیں اور بڑے بڑے لطایف الحیل سے کام لئے پر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ نامراد و ناکام ہی رکھا اور لاکھوں جنگ جو دشمنوں میں موافق اپنے وعدہ یعصمک من الناس کے اپنے پیارے حبیب کو بچاتا ہی رہا اور جب یہ آیت نازل ہوئی آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ تھا ہٹا دیا اور فرمایا کہ اب مجھے پہروں کی چنداں ضرورت نہیں ہے میرا محافظ خدا ہے اور اسکے ملائکہ بھی

اس پیشگوئی پر کوئی صاحب عقل غور و تدبر کرے کہ بڑے بڑے بادشاہ جنکے گرد قلعوں کی فوجوں کی حفاظت ہوتی ہے وہ بھی دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت عثمانؓ ایک زبردست قوم بنی امیہ میں سے تھے۔ آپکی قوم میں بڑے بڑے عقلمند شاہزور تجربہ کار موجود تھے اور حضرت علی اسد اللہ الغالب بڑے بہادر شجاع تھے مگر قتل کرنے والوں نے قتل کر ہی دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو باغی والوں نے تمام صحابہ کرام کے سامنے قتل کر دیا۔ اور حضرت عمرؓ کو جن کے سامنے سے شیطان بھاگ جاتا تھا۔ نمازیوں کی بڑی جماعت میں ایک مارنے والے نے مار ہی دیا۔ وہ خنجر چلانے والا ایک ہی مرد تھا اور تھا بھی غلام۔ پھر وہ زمانہ اسلام کی پوری شوکت اور دبدبہ کا زمانہ تھا۔ مگر پھر بھی قتل کر ہی دیئے گئے بجائیکہ ارد گرد سب خیر خواہ تھے۔ بخلاف ان سب کے نبی کریم اتنی مشکلات میں تھے کہ عرب کا بہت حصہ اپنے پرائے دشمن۔ پھر کس تحدی سے جاہلوں کو للکارتے اور الہی پیشگوئی سناتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس چنانچہ وہ پیشگوئی پوری نکلی لا یھدی القوم الکفرین یعنے منکر لوگوں کو تیرے قتل کی کوئی راہ نہ سوجھے گی۔

شیعہ صاحبان کو اس پیشگوئی میں بڑا غور کرنا چاہیے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ کو ابوبکرؓ و عمرؓ کا خوف تھا۔ اور وہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان نہ فرماتے تھے اسلئے بلغ ما انزل الیک کا نزول ہوا۔ انکو یہ سمجھ نہیں آتی کہ وعدہ واللہ یعصمک من الناس کا موجود اور بہت سے صحابہؓ پاس۔ اسد اللہ الغالب علی کل غالب پاس پھر دو تین آدمیوں کا خوف کیا چیز تھا فتفکروا فیہ

پیشگوئی نمبر ۵۳

مائدہ ع ۱۳ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس و الشھر الحرام و الھدی

وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (ترجمہ) بنایا اللہ نے کعبہ کو گھر حرمت وعزت والا قیامگاہ واسطے الناس کے اور ماہ حرمت والا حج کا اور قربانیوں کا اور قربانیوں کے پٹھوں کا تاکہ تم جان لو کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہے یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جو دنیا کے سامنے پوری ہو رہی اور ہوتی جاتی اور ہوتی جائے گی۔

جعل اللہ الکعبۃ یہاں اللہ ثبوت دیتا ہے اس بات کا کہ میں ہوں اور میں علیم اور قادر کل ہوں حضرت ابراہیم نے بھی ایک گھر بنایا اور لوگ بھی گھر بناتے ہیں شہر بساتے ہیں مگر لاکھوں گھر اور شہر برباد۔ تباہ ہو چکے لیکن وہ جو توحید وعظمت الٰہی کی خاطر بنایا گیا ابتک قائم ہے لہذا اللہ تع فرماتا ہے اللہ نے اس گھر کو عزت وحرمت والا بنایا۔ قیاماً للناس بنایا یعنے جب تک دنیا قائم ہے یہ بھی رہیگا۔ اور اگر یہ نہ ہوگا تو دنیا بھی نہ ہوگی والشہر الحرام والھدی والقلائد۔ عزت والے مہینوں میں لوگوں کی آمد ورفت رہے گی اور قربانیاں یہاں ہوتی رہینگی اور اس مطلب کے لئے جانور آتے رہینگے یہ سب کچھ اسلئے ہوگا تاکہ تم جانو کہ اللہ تعالیٰ علیم الکل ہے۔

تمام کائنات عالم پر نگاہ ڈالکر دیکھو کہ ایرانیوں کا ایک بڑا معبد تہا وہ آتشکدہ برباد ہوا یہودیوں کا معبد بیت المقدس تہا تباہ ہوا یہانتک کہ ایک عورت نے مسیح سے پوچھا کہ ہیکل کہاں تھی (بے نشان تھی) جواب دیا یہ نہ رہے گی نہ وہ۔ غرض تمام معبد خانے جو فانی انسانوں نے بنائے وہ سب گم ہو گئے پھر بنائے تو مفتوح ہو گئے۔ مگر ایک ہی عرب کا معبد اسلام کا قبلہ مکہ ابتک خدا کے فرمانبرداروں مسلمانوں کا موجود ہے عرب کو کوئی زیر نہ کر سکا تہا۔ مگر نبی کریم نے وہ بھی فتح کر لیا۔ پھر اس مفتوح نے سب مسلمانوں کو فاتح بنا دیا۔

پیشگوئی نمبر ۵۴

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا (ترجمہ) اے ایمان والو! لازم کرو (اطاعت الٰہی) اپنی جانوں پر کبھی ضرر نہ پہنچا سکینگے تمکو جو گمراہ لوگ ہیں جبکہ تم تابع ہدایت رہو (عنقریب) اللہ ہی کی طرف تمہارا سب کا رجوع ہو جائے گا

آیت ہذا میں دو پیشگوئیاں ہیں ایک یہ کہ کافر مضل تمکو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ناکام نامراد ہی

درس حدیث

(از افاضات اولوالعزم سیدنا محمود خلیفہ موعود) ۲۷ رجون ۱۹۱۴ء

حدیث الوالیمان - لا تخیرونی علی موسیٰ - مجھے موسیٰ ؑ پر فضیلت مت دو

اس حدیث میں بہت سی لطیف باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ انبیاء فتنہ کا بہت خیال رکھتے ہیں پھر اصل بات کو بھی سمجھا جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اسوقت وہاں یہود کی حکومت تھی۔ مشرکین سے ان کے معاہدات تھے۔ اسلام کے جانے سے ان کے آپس کے تعلقات میں اگر کوئی تبدیلی ہو تو ہو مگر وہ ٹوٹ تو نہیں سکتے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلعم ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے اسوقت بھی آپنے ایسا ہی کیا ایک یہودی اور ایک مسلمان کی لڑائی ہوگئی وہ کہتا تھا کہ میرا نبی بڑا۔ وہ کہتا تھا کہ میرا نبی بڑا ہے یہاں فتنہ کا ڈر تھا اسلئے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو کیونکہ قیامت کے دن جب عام لوگ اور انبیاء بیہوش ہو جاوینگے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا مگر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں نبی کریم صلعم نے ایک جگہ فرمایا ہے لو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کہ موسیٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہ تھا اور پھر آپنے انا سید ولد آدم فرما کر بھی تبلادیا ہے کہ میں سب انبیاء سے بڑا ہوں۔ آپنے تبلادیا کہ موسیٰ کو مجھ سے فضیلت کونسی بات میں ہے آپنے یہ نہیں فرمایا کہ موسیٰ کا درجہ مجھ سے بلند ہے بلکہ صرف ایک بات میں ان کا تقدم بیان فرمایا ہے۔ پس آپنے سمجھا بھی دیا کہ موسیٰ کا درجہ میرے سے بڑا نہیں اور یہ بھی تبلادیا کہ ایسے موقعوں پر جہاں فتنہ و فساد کا ڈر ہو ایسی باتیں نہ بیان کیا کرو۔

اگر کوئی شخص کسی کو باتوں باتوں میں یہ کہدے کہ جو تم بیان کر رہے ہو۔ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے یہ کہتا تو وہ اسے یہی کہ تو جھوٹا ہے مگر ایک طرز سے کہ اگلے کو بھی غصہ نہ لگے لیکن اگر کوئی دوسرے کو یہ لفظ کہہ دے کہ "تم جھوٹے ہو" تو وہ کب برداشت کر سکتا ہے حالانکہ بات تو اسنے بھی یہی کہی ہے جو دوسرے نے کہی تو نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ ایسے موقعوں پر ان جھگڑوں سے بچنا چاہئیے،

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ۔ نیک لوگوں پر جو ابتلا آتے ہیں وہ انکی ترقیات کا موجب ہو جاتے ہیں حضرت آدم کو ایک خبیث روح سے مقابلہ پیش آیا آخر کار ابلیس ملعون ہوا۔ اور آدم مقبول بارگاہ رب العٰلمین۔ حضرت موسیٰ کو بھی فرعون سے مقابلہ کرنا پڑا اور آخر کار موسیٰ کامیاب ہوئے پس حضرت آدم نے موسیٰ کو یاد دلایا کہ آپ خود اس بات میں تجربہ کار ہیں کہ اس قسم کے ابتلا برگزیدگان ایزدی پر آجایا کرتے ہیں جس سے پہلے وہ بظاہر جنت سے نکالے جاتے ہیں مگر پھر اسی جنت کے جس سے نکالے گئے تھے وارث بنتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے شاہی محلوں میں پرورش پائی اور پھر بکریوں کا ریوڑ چرانا پڑا۔ پھر اس حالت سے آپ ایسی اعلیٰ حالت کو پہنچے کہ فرعون جیسے زبردست بادشاہ آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے

باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرد اور عورت ہر بات میں مساوی ہیں۔ حالانکہ یہ اپنے اپنے دائرے کے اندر ترقی کرتے ہیں۔ آجکل یورپ کی اتباع میں بعض نادان قرآن کریم کے بعض آیات کے ایسے معنی کرتے ہیں جنکا مقاصد اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہوتا مثلاً یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح جائز نہیں اور مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں مسئلہ طلاق ٹھیک نہیں لیکن آخر واقعات ثابت اور حالات پیش آمدہ مجبور کرتے ہیں۔ کہ اسلامی مسائل حق و حکمت سے معمور ثابت ہوں۔ چنانچہ اب رجال یورپ بھی طلاق کے قائل ہو رہے ہیں پردہ کو بھی مفید سمجھنے لگ گئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ وقت بھی قریب ہے کہ جب کہینگے کہ عورت و مرد کا مرتبہ برابر نہیں بلکہ اپنے اپنے دائرے کے اندر کمال حاصل کر سکتے ہیں یہاں بتایا ہے کہ مرد اکثر کامل ہوتے ہیں اور عورتیں کم۔ آسیا اور مریم بنت عمران کا نام ایک خاص قوم کے مردوں کے مقابل میں ہے ورنہ عورتیں اور بھی کئی کامل گزری ہیں چنانچہ حضرت عائشہ کو بطور مثال دیدیا ہے۔

ثرید۔ عرب میں ایک اعلیٰ قسم کا کھانا گنا جاتا ہے اور عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی مہمان آتا تو اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا جو اسے دیا جاتا وہ ثرید ہی ہوتا تھا۔ ثرید یہ کہ شوربا جب پکنے کے قریب ہو تو اس میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دئیے جائیں۔ تاکہ ساتھ ہی گداز ہو جائیں۔

یوم الفراق کے چند لمحے ✱

معصیت کی زندگی اکمل بسر کس کام کی
یہ نہ دنیا کی نہ اُخریٰ کی نہ "دل آرام" کی

دھار پر تلوار کی چلنا پڑے گا عمر بھر
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے مدعی اسلام کی

حسن ہو احسان خدا پر ہے تجھے ایماں مگر
خو نہیں چھوٹی ابھی تک الفتِ اصنام کی

ذکرِ غیر آتا نہیں میرے لبِ مشتاق پر
ہے قسم مجھکو غلام احمد کے پیارے نام کی

قول بالکل ہو مقدم قولِ ربِّ الخلق سے
مولوی احسن نے ابھی قدر کی الہام کی

میری الفت کا جو دم بھرتے تھے دشمن ہو گئے
بات معمولی سی ہے یہ گردشِ ایام کی

اب کہاں اہلِ نظر دور ہوس کاروں کا ہے
آبرو جاتی رہی عشقِ رخِ گلفام کی

جذبۂ دل کھینچکر اکدن انہیں لے آئیگا
پختگی دیکھو ذرا میرے خیالِ خام کی

ابتدا میں آرزوئے شوق بیحد کا ہجوم
انتہا حسرت ہی حسرت ہے عشقِ نا انجام کی

چھیڑ خانی ہی میں لطف آتا گیا ہمدم مجھے
بسکہ خوگر تھی طبیعت لذتِ دشنام کی

کیا ہوا آنکھوں سے اوجھل کر دیا مخفی ہو
حاسدِ بدکیش نے اک کوششِ ناکام کی

پھیل جائیگی جہاں میں نسل اکدن دیکھنا
گودیاں دجّال ہاں کے حضرتِ ابراہام کی

ملک ہے ملکِ خدا چاہے جسے کر دے عطا
فکر ہے تجھکو عبث نادان! روم و شلم کی

بینظیر اپنے زمانے میں ہوا حق سے ہمکلام
یہ نبوت کی سمجھتے بے حد تمام کی

دیکھئے حسنِ فاطمہ عقل کی اعلیٰ سی جھلک
دیکھنی ہو جس نے چھب گل کے شبنم کی

یاد روئے انور و زلف معنبر میں سدا
کیا بتاؤں صبح سے اکمل ہے کیفیت شام کی

✱ یہ نظم گذشتہ سال کہی تھی۔

ماہ رمضان المبارک میں خاص رعایت

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
تشحیذ فروری ۱۳ ۱۹ء	۴ر	۳ر	اس رسالہ میں نبی کریم صلعم کی معتبر سوانحعمری از پیدائش تا رحلت درج ہے۔
تشحیذ جون ۱۳ ۱۹ء	۶ر	۴ر	سلسلہ احمدیہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں انکا جواب عالمانہ رنگ میں دیا گیا ہے اکثر جوابات نئے ہیں۔
تشحیذ ستمبر ۱۳ ۱۹ء	۱۱ر	۷ر	تمام قرآن مجید کی آیات پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے درس سے نوٹ
تشحیذ اگست ۱۳ ۱۹ء	۴ر	۳ر	حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت
تشحیذ ستمبر ۱۴ ۱۹ء	۳ر	۲ر	اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق کون ہے
تشحیذ جنوری ۱۵ ۱۹ء	۳ر	۲ر	جن الزامات کی بنا پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے ان کا رد
تشحیذ فروری ۱۵ ۱۹ء	۶ر	۴ر	حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت آپ ہی کی کتب سے تمام حوالوں کا مجموعہ
تشحیذ جون ۱۵ ۱۹ء	۴ر	۳ر	شیعہ کی کتب سے حضرت صاحب کی صداقت کا ثبوت
تشحیذ جنوری ۱۶ ۱۹ء	۴ر	۳ر	غیر مبایعین کے مقابل پر اپنی ناقابل تردید ثبوت
تشحیذ مارچ ۱۶ ۱۹ء	۴ر	۳ر	احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت آیات قرآنی سے
تشحیذ اپریل ۱۶ ۱۹ء	۳ر	۲ر	احمدی و غیر احمدی کا مباحثہ دربارہ حیات مسیح
تشحیذ اکتوبر ۱۶ ۱۹ء	۴ر	۳ر	مسیح یا محمد کا جواب
تشحیذ فروری ۱۷ ۱۹ء	۴ر	۳ر	آیت خاتم النبیین کی صحیح تفسیر
قبولیت دعا کے چھ گر	۲ر	۱ر	امر جو قرآن و حدیث سے بیان کئے گئے ہیں
ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے	۳ر	۲ر	لا نکفر اہل القبلۃ کے صحیح معنے
قرآن شریف [illegible]	۷ر		مولانا میر محمد سعید صاحب حنفی [illegible] ترجمہ کیا ہے اور خلیفہ ثانی سے [illegible] تفسیر [illegible] میں موجود ہے

چمکار محمدی ۔ سوانح نبی کریم قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۶ ر درثمین فارسی مجلد قیمت اصلی ۹ ر رعایتی ۶ ر
ظہور المہدی قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۶ ر نغمہ اکمل حصہ دوم قیمت اصلی ۲ ۔ ر رعایتی ۲ ر نغمہ اکمل حصہ سوم
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر ادعیۃ القرآن قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۱ ر اسلام کی پہلی کتاب
قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۳ ۔ ر البشریٰ حصہ اول و دوم و مکاشفات ۱۲ ر آثار مبارکہ قیمت
اصلی ا ر نماز مترجم قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ۔ ر قدامت روح و مادہ قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۳ ر
اسلام (بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے یا شمشیر) قیمت اصلی ۲ ۔ ر رعایتی ۲ ر ضرورت نبی قیمت
اصلی ۱ ۔ ر رعایتی ا ر خطبات نور حصہ اول و دوم قیمت اصلی ۱۲ ر رعایتی ۴ ر چمکار مہدی
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر وفات نامہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر
انوار مہدی قیمت ۔ ر قبولیت دعا کے طریق قیمت اصلی ۲ ۔ ر رعایتی ۲ ر کلام محمود قیمت
اصلی ۔ رعایتی ۴ ر سرائۃ الحفیظ کی آمین قیمت ۔ ر مباحثہ امرتسر قیمت اصلی ۲ ر
رعایتی ۔ ر پیغام حق قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۳ ۔ ر مباحثہ شملہ قیمت اصلی ۴ ۔ ر رعایتی ۳ ر
نبی کی پہچان قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر انوار خلافت قیمت رعایتی ۱ ۔ ر عصمت انبیاء
قیمت اصلی ۱ ۔ ر رعایتی ۔ ر غلامی قیمت اصلی ۳ ر رعایتی ۔ ر لیکچر سیالکوٹ قیمت
اصلی ۱ ر رعایتی ا ر پیغام صلح قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ا ر چشمہ مسیحی دوسرا ایڈیشن قیمت اصلی ۔ ر
رعایتی ۲ ۔ ر شدھی کی اشدھی قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۴ ر الاستخلاف ۳ ر گذشتہ فائل
تشحیذ بلا جلد قیمت اصلی ۱۲ ر رعایتی ۱۲ ر فائل تشحیذ مجلد قیمت ۱ ۔ ر رعایتی ۱۲ ر کسر صلیب نمبر ۱
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر کسر صلیب نمبر ۲ قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ۔ منصب خلافت قیمت
رعایتی ا ر مسدس مسیح و وصال حبیب قیمت اصلی ۱ ر رعایتی ۔ ر صراط مستقیم
قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ا ر ہدیہ ثاقب قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ا ر شمس سلیم قیمت اصلی ۲ ر رعایتی
اسرار الشہادتین قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر

سرمہ نور ۔ یہ سرمہ حضرت خلیفہ اول کے مطب میں علی العموم استعمال ہوتا تھا ۔ قیمت اصلی فی تولہ ۱۲ ر رعایتی ۸ ر
عرق کافور ۔ امراض تخمہ ہیضہ کے لئے بہت مفید ہے قیمت اصلی ۴ ر فی شیشی رعایتی ۳ ر
مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں قیمت ۴ ر رعایتی ۳ ر تمام ناسوروں ۔ خنازیر دنبل وغیرہ کے لئے مفید ہے
ڈبی خورد [illegible]

کچھ ماہ صیام کے متعلق

(۱) چاند دیکھکر یا جب شعبان کے تیس روزے پورے ہوں روزے رکھو شک کا روزہ ٹھیک نہیں
(۲) ایک مرد عادل کی گواہی بصورت ابر روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔
(۳) جہاں تک اختلاف مطالع نہ ہو۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسروں پر حجت ہے تار خبر معتبر ہی
(۴) سحری کھانا سنت ہے بہترین وقت پو پھٹنے سے میں پچیس منٹ پیشتر آجکل فجر کا وقت
۵ گھنٹہ ۴۰ منٹ لاہور میں ہے (۵) روزے کی نیت ضروری ہے۔ پو پھٹنے تک جنبی رہنے میں حرج نہیں
(۶) بھول کر کھانے پینے سے قے سینگی لگانے مسواک۔ سرمہ۔ احتلام۔ بوسہ و مباشرت جو
چیز غذا یا دوا نہیں آنکھ میں دوائی ڈلوانے۔ خوشبو سونگھنے نسوار لینے سے جب تک کہ حلق میں نہ
پہنچے) بلغم نگلجائے نکسیر پھوٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۷) اور روزہ ٹوٹ جاتا ہی جماع سے (خواہ بغیر
انزال ہو) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو بھی قضا لازم ہے (۸) مسافر ہو (۹ میل سفر ہے)
یا مرض لاحق حال ہو تو دوسرے وقت روزہ رکھے۔ حاملہ دودھ پلانے والی بھی (۹) جو لوگ روزہ
نہیں رکھ سکتے دائم المرض ہیں یا پیر فرتوت تو فدیہ طعام مسکین دے سکتے ہیں۔ (۱۰) عورت بحالت
حیض روزہ نہ رکھے۔ استحاضہ والی بے شک رکھے (۱۱) روزہ دیر سے کھولنا اچھا نہیں
مستحب ہے روزہ کھولنا کھجور سے (۱۲) آخری عشرہ میں ممکن ہو تو اعتکاف کرے بیبیوں کی صبح
کو ایک پردہ کرکے مسجد میں بیٹھ جائے بعد تلاوت قرآن مجید مطالعہ احادیث و ذکر الہی میں مشغول رہے مریض
کی عیادت کو جنازے پر سے چلتے چلتے پوچھ سکتا ہی جب تک ضرر نہ ہو۔ عورت کو مس با شہوت نہ کرے بے ریش
نہ ہو مسجد میں ہو۔ مسجد سے بجز قضاء حاجت و غسل حاجت باہر نہ نکلے جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں
جا سکتا ہی مسجد میں بات چیت کر سکتا ہی (۱۳) قیام رمضان جسے آجکل تراویح کہتے ہیں دراصل تہجد کی نماز
ہے گیارہ رکعت (۱۴) صدقۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا ہونا چاہئے گندم نصف صاع بھی جائز ہی
غلہ کے عوض نقدی بھی دے سکتے ہیں حقیقت الصوم کو ہاتھ سے دے کر روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے
کا نام نہیں بلکہ چاہئے کہ کذب۔ باطل۔ لغو۔ حلف۔ نفث جہل مخاصمت [illegible] اس پر عمل کرنے سے
[illegible] سے رکا رہے۔

کچھ ماہ صیام کے متعلق

(۱) چاند دیکھکر یا جب شعبان کے تیس روزے پورے ہوں روزے رکھو شک کا روزہ ٹھیک نہیں

(۲) ایک مرد عادل کی گواہی بصورت ابر روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

(۳) جہاں تک اختلاف مطالع نہ ہو۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسروں پر حجت ہے تار خبر معتبر ہے

(۴) سحری کھانا سنت ہے بہترین وقت پو پھٹنے سے بیس پچیس منٹ پیشتر آجکل فجر کا وقت ۴-۳۰ گھنٹہ منٹ لاہور میں ہے (۵) روزے کی نیت ضروری ہے۔ پو پھٹنے تک جنبی رہنے میں حرج نہیں

(۶) بھول کر کھانے پینے سے قے سینگی لگانے۔ مسواک۔ سرمہ۔ احتلام۔ بوسہ مباشرت جو چیز غذا یا دوا نہیں آنکھ میں دوائی ڈلوانے۔ خوشبو سونگھنے نسوار لینے [illegible] کہ حلق میں نہ پہنچے) بلغم نگلجائے نکسیر پھوٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۷) اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے جماع سے (خواہ بغیر انزال ہو) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو بھی قضا لازم ہے (۸) مسافر ہو (۹ میل سفر ہے) یا مرض لاحق حال ہو تو دوسرے وقت روزہ رکھے۔ حاملہ دودھ پلانے والی بھی (۹) جو لوگ روزہ نہیں رکھ سکتے دائم المرض ہیں یا پیر فرتوت تو فدیہ طعام مسکین دے سکتے ہیں۔ (۱۰) عورت بحالت حیض روزہ نہ رکھے۔ استحاضے والی بے شک رکھے (۱۱) روزہ دیر سے کھولنا اچھا نہیں مستحب ہے روزہ کھولنا کھجور سے (۱۲) آخری عشرہ میں ممکن ہو تو اعتکاف کرے بیسویں کی صبح کو ایک پردہ کرکے مسجد میں بیٹھ جائے اور تلاوت قرآن مجید مطالعہ احادیث و ذکر الٰہی میں مشغول رہے مریض کی عیادت کو نہ جائے رستے چلتے چلتے پوچھ سکتا ہے جنازہ میں حاضر نہ ہو۔ عورت کو مس باشہوت نہ کرے بے ریش نہ ہو مسجد میں ہو۔ مسجد سے بجز قضاء حاجت و غسل حاجت باہر نہ نکلے جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے مسجد میں بات چیت کر سکتا ہے (۱۳) قیام رمضان جسے آجکل تراویح کہتے ہیں دراصل تہجد کی نماز ہے گیارہ رکعت (۱۴) صدقۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا ہونا چاہئے گندم نصف صاع بھی جائز ہے غلہ کے عوض نقدی بھی دے سکتے ہیں حقیقت الصوم کو ہاتھ سے نہ دے کہ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ چاہئے کہ کذب۔ باطل۔ لغو۔ حلف۔ غیبت جہل مخاصمت۔ قول الزور اور اس پر عمل کرنے سے [illegible] رکا رہے۔

رجسٹرڈ اپیل نمبر ۵۶۴

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ضائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بیمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ۔ لینے سے اسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو۔ تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستے یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو۔ تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے پردر (کی بیماری میں) یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے)

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے (عہ) پچکاری کا لیکچ ۴ر محصولڈاک چھ آنہ (۶ر) اور آٹھ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی ہسپتال تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماریاں یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن اپرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ مرض سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آ جاتا ہے۔ اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈورڈ انیرڈ سارسا پریلا حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر سارسا۔ قیمت ۱ار محصول ۶ر

ڈاکٹر ایس ... برمن نمبر ۵۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ضائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بے مثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملاکر روزانہ کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستے یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو۔ تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے پردر (کی بیماری میں) یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو ... استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے)
... سے جب تک ...

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے (عہ) پچکاری کا مع ہم محصول ڈاک چھ آنہ (۶ر) اور آٹھ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولائتی ہسپتال تجربہ کی ہوئی دواؤں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ایگزیما وغیرہ رفع ہوتے ہیں ہر مرض سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے۔ ... سے پورا نفع نہیں ہوتا ہے ... سا لسا ... اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خو... تو ... ہدایت استعمال کرنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی ... علاوہ محصول ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

ماہواری رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۸	بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء مطابق شوال المعظم ۱۳۳۵ھ	جلد ۱۲

فہرست مضامین

محمدی ختم نبوۃ کی اصل حقیقت
مضمون میاں شیخ محمد سعید صاحب سعدی لاہور
صفحہ ۱ تا ۶۱

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ

عوام سے عہ، طلباء سے عا، غیر ممالک سے ۳ [illegible]

باہتمام شیخ محمد عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا: اور چوہدری عبد السلام [illegible] پبلشر نے شائع کیا

ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

اگست کا تشحیذ

یہ مضمون "محمدی ختم نبوت کی حقیقت" پر میرے پیارے بھائی سعدی نے لکھا ہے آنکھوں سے لگا لینے کے قابل ہے اور وہ ہاتھ بہت ہی مبارک ہیں جنھوں نے اس محنت و محبت کے ساتھ اسے مرتب کیا جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین۔ برادرم سعدی نے کوشش کی ہے کہ تمام وہ حوالے یکجا کر دیئے جائیں جو ختم نبوت کے متعلق ہیں اور وہ اس سعی مشکور میں کامیاب ہوئے ہیں یہ کوئی معمولی کام نہ تھا۔ جو سعدی صاحب نے کیا ہے تمام اخبارات کے فائل اور تمام کتب حضرت اقدس کو پڑھنے کے بعد وہ یہ مضمون تیار کر سکے ہیں اور جو کچھ بھی انہوں نے لکھا ہے اور جو نتیجہ بھی اخذ کیا ہے حضور ہی کے کلمات طیبات سے اور یہی سعدی صاحب کے مضمون میں قابل قدر بات ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے معزز ناظرین اسے اول سے آخر تک بہ تعمق نظر مطالعہ کریں مجھے افسوس ہے کہ وہ بعض اوقات ایسے جواہر گرانمایہ کی قدر نہیں کرتے اور باوجود رسالہ مطبوعہ موجود ہونے کے سوالات یہاں بھیجتے ہیں حالانکہ وہ اسی سے حل ہو سکتے ہیں یہ رسالہ ۸۴ صفحے پر ہے جو بوجہ کمی فنڈ و گرانی کاغذ میں نے ڈیوڑھی اجرت کتابت دے کر باریک اور گنجان لکھوایا ہے گویا ۱۰۰ صفحے کا مضمون آیا ہے اور یوں بھی ۱۶ صفحے زائد ہونے سے جون و جولائی کے رسالہ کے حجم کی کمی پوری کر دی گئی ہے کچھ کاپیاں زائد بھی چھپوائی گئی ہیں تا غیر مبایعین میں تقسیم کیجا سکیں قیمت ۴ر درجن عا/ ہیں ..... احباب حسب استطاعت اس کی اشاعت میں حصہ لیں میں امید کرتا ہوں کہ مخلصین سلسلہ اسکی طرف توجہ فرمائینگے۔

ذکر الٰہی حضرت خلیفہ ثانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تقاریر جو ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ پر فرمائیں برادرم منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے ایک ہفتہ میں لکھوا کر اور صرف دو دن میں شائع کر دی ہیں قیمت ۱۰/ ہے۔

اطلاع احباب ہر قسم کی کتب سلسلہ دفتر تشحیذ سے طلب فرمایا کریں اور الہامات و کشوف حضرت اقدس کی قیمت بجائے ۸/ کے ایک ماہ اور ۶/ رہے گی جلد منگوالیں پھر شائد نہ ملے۔

مینیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۷ء

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت

اور

آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صحیح تفسیر

(از اقوال حضرت خاتم الاولیاء)

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کماحقہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ہو سوائے اسکے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کا سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل یا حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں یا حضرت مسیح موعود لیکن جو نا اہل محض ہیں اور جس کو نبوت کے کوچہ سے کوئی نسبت ہی نہیں خواہ وہ ایم اے ہے یا مولوی فاضل ہے وہ کیونکر ختم نبوت جیسے مہتم بالشان مسئلہ پر کوئی روشنی ڈال سکتا ہے پس حق یہ ہے کہ ختمیت کی اصل حقیقت کا سمجھنا صرف اس کامل انسان کا کام ہے جو آنحضرت صلعم کی طرح خود ختمیت کا صاحب حال ہے [illegible] کہ سوائے حضرت خاتم الاولیاء کے کوئی بھی اس امت میں محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو نہ پہلے طور سے سمجھ سکا اور نہ آشکارا کر سکا کیونکہ علماء کے تمام بوجہ ختمیت کے صاحب حال نہ ہونے کے اس حقیقت سے

ناآشنا تھے جو محمدی ختم نبوت میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو حضرت مسیح موعود نے خاتم الانبیاء کی طرح خود خاتم الاولیا بنکر ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ جس طرح میرے خاتم الاولیاء ہونے سے اب میرے بعد کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی امام ہو سکتا ہے بجز اسکے جو میری مُہر اور میری ظلیت کاملہ سے ولی بنے اسی طرح اور بعینہ اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے بعد آپ کے خاتم الانبیاء ہونے سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آنحضرت صلعم کی مُہر اور آپکی ظلیت کاملہ سے نبی بنے اور یہی وہ حقیقت ختم نبوت ہے جو حضرت خاتم ولایت نے بطور امر مشہودہ کے محمدی ختم نبوت کی پیش کی حضرت خاتم الانبیاء پر تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات نبوت ختم ہیں اور حضرت خاتم الاولیاء پر تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات ولایت ختم ہیں اور یہی خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیا ہونیکے معنی ہیں۔

حضرت خاتم الاولیا پر یہ ایک نہایت ہی ناپاک حملہ ہے کہ گویا حضور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی خیال کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کا وجود نبیوں کے لئے روک اور باب نبوت کو مسدود کرنیکا ذریعہ ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے حضرت خاتم ولایت کی تمام تحریرات شروع سے لیکر اخیر تک اس امر کی پوری شہادت دے رہی ہیں کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ حق یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں گو لفظ نبی کا بوجہ عظمت محمدیہ استعمال نہیں کیا گیا لیکن تمام برکات اور فیوض نبوت موجود ہیں اور کوئی جزو من اجزاء نبوت اور کوئی کمال من کمالات نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے جو پہلے نبیوں اور صدیقوں کو ملتا رہا۔

حضرت خاتم ولایت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو بیسیوں جگہ لکھا ہے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے سلسلہ نبوت بند نہیں ہوا بلکہ برابر چلتا ہے اور فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا متحقق ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ آپکی ظلیت میں ہو کر آپکی امت میں کوئی نبی نہ ہو گویا خاتم النبیین کے لئے بعد میں بھی وہ ہو [illegible] عظمہ اما بلیہ افسوس ہے اس قوم پر جو محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت کو بکلی مسدود مانتی ہے اور نہیں جانتی کہ ایسا ماننے سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے ہی انکار کرنا پڑتا ہے۔

حضرت خاتم ولایت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلعم کی دیگر انبیاء پر صرف یہی ایک امتیازی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ دیگر انبیاء تو صرف نبی امت ہی ہیں لیکن آنحضرت صلعم دیگر انبیاء کی طرح صرف نبی امت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ پس یہ کہنا کہ حضرت خاتم الاولیاء نے آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوت کو قطعاً ایسا مسدود مانا ہے کہ وہ فنافی الخاتم الانبیاء کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی نہ صرف غلط ہی ہے بلکہ حضرت خاتم الاولیاء پر ایک خطرناک حملہ ہے جو کسی نادان نے حضرت محمود کی جوش عداوت میں حضرت مسیح موعود پر کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کسی جگہ بھی تحریر نہیں فرمایا کہ محمدی ختم نبوت سے اصولاً باب نبوت مسدود ہو چکا ہے بلکہ آپ نے ہزاروں جگہیں تحریر فرمایا ہے کہ محمدی ختم نبوت سے اصولاً باب نبوت ہرگز بند نہیں ہوا۔ اصولاً صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے جو اپنے ساتھ شریعت رکھتی ہو۔ یا گو وہ نبوت بغیر شریعت کے ہی ہو لیکن بدوں توسط آنحضرت صلعم حاصل ہو چکی ہو یا حاصل ہو۔ باقی اصل نبوت کا دروازہ ہرگز اصولی طور سے بند نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے واسطہ فیض سے وہ دروازہ کھلا ہے نہ کبھی بند ہوا نہ اب بند ہے اور نہ کبھی بند ہو سکتا ہے۔ پس جو آنحضرت صلعم کے واسطے سے بھی باب نبوۃ کو بند مانتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے فتوے کے بموجب کافر ہے

پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر اصولاً باب نبوت کھلا ہے تو پھر آنحضرت صلعم کے بعد ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں اور اگر کہو کہ مسیح موعود کے بعد اور نبی آئینگے تو پھر اس سے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کی عبارت بالکل غلط ہو جاتی ہے جہاں لکھا ہے کہ اُس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا × × × تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے۔ پس چونکہ مسیح موعود سے پہلے اور بعد میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے اور جبکہ باب نبوت مسدود ہے تو پھر مسیح موعود کا نبی ہونا بھی محال ہے کیونکہ قانون میں استثنا کوئی نہیں ہوا کرتا یہ ہے وہ بات جو بار بار ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ تمام استدلال بناء فاسد علی الفاسد کا مصداق ہے۔ کیونکہ باب نبوت کا کھلا ہونا یہ اور بات ہے اور کسی کا خدا کی طرف سے نبی ہو کر مامور ہونا یہ اور بات ہے گو کسی مصلحت اور حکمت الٰہیہ کے ماتحت کوئی نبی نہ ہو تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ چونکہ باب

مسدود ہو گیا ہے اسلئے کوئی نبی نہیں ہوا اسی طرح مسیح موعود سے پہلے یا مابعد کسی کا نبی نہ ہونا ہرگز اس وجہ سے نہیں کہ چونکہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے اسلئے کوئی نبی نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا نبی نہ ہونا خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت اور حکمت کے ماتحت ہے جس کا ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون میں کرینگے اور اگر کہو کہ نہیں ایک مدت دراز تک کسی کا نبی نہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کیا بنی اسماعیل کے لئے حضرت اسماعیل کے بعد باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کھلا تھا تو پھر سوائے نبی کریم صلعم کے بنی اسمٰعیل میں اور کس قدر نبی ہوئے اگر کہو کہ کوئی نہیں ہوا اور بنی اسماعیل میں نبی کہلانے کے لئے صرف نبی کریم ہی مخصوص ہیں تو پھر اس بات کا جواب دو کہ آیا بنی اسماعیل کے لئے اصولاً باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کہ کھلا تھا تو پھر ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں اگر کہو کہ آئندہ بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ باب نبوت اصولاً بند تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا بھی ناممکن ہے کیونکہ تمہاری منطق کے رو سے اگر باب نبوت اصولاً کھلا ہو تو ایک ہی فرد کا مخصوص طور سے نبی ہونا ناممکن ہے پھر اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کھلا تھا تو پھر ۔ ۔ ۶ سو سال کے عرصہ میں نبی کریم تک کتنے نبی ہوئے اگر کہو کہ سوائے نبی کریم کے نہ پہلے ہوا نہ بعد میں ہو سکتا ہے تو تمہارا پھر صرف ایک کا ہی نبی ہونا کیونکر ممکن ہے کیونکہ عملی رنگ میں تو باب نبوت کا بند ہونا ثابت ہے جس طرح آنحضرت صلعم کے بعد مسیح موعود کے زمانہ تک۔

پھر ہم اس بات سے بھی گزر کر کہتے ہیں کہ اگر ہم بفرض محال مان ہی لیویں کہ آنحضرت صلعم کے بعد تا بقیامت کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا نہ مسیح موعود اور نہ کوئی اور تب بھی اس سے لازم نہیں آتا کہ باب نبوت اصولاً اور کلیتاً بند ہو چکا ہے کیونکہ اس امت میں محدثین کا ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ باب نبوت کلی طور سے بند نہیں ہوا۔ کیونکہ محدث تمام لوگ بالقوہ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت حاصل کرتے ہیں اور وہ اصل چیز اور اصل حقیقت جو نبوت کی روح و رواں ہے یعنی کلام الٰہی بعد خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف رکھنا وہ اس امت کے اولیاء کو حاصل تھی اور اگر خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ان کے ظاہر نبی ہونے کے مانع نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ تمام کے تمام نبی ہوتے۔

پھر ہم قطع نظر اس تمام بات کے ایک موٹی مثال لیتے ہیں عورت صدیقہ ہو سکتی ہے اسکو وحی

آسکتی ہے جبریل اسکے پاس آسکتا ہے اور وہ بالقوہ استعداد باطنی کی وجہ سے وہ تمام کچھ حاصل کر سکتی ہے جو نبی حاصل کرتے ہیں غرض صدیق کا اعلیٰ مقام اسکو حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ نبیہ نہیں ہو سکتی کیوں؟ کیا اسوجہ سے کہ باب نبوت اصولاً بند ہے یا اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کو منصب نبوت پر مامور کرنے سے مانع ہے ہر ایک عقلمند یہی جواب دیگا کہ عورت کا نبیہ نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ باب نبوت اصولاً بند ہے بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے۔ حضرت مریم صدیقہ کے مقدس حالات سے کون مسلمان ہے جو واقف نہیں خود خدا تعالیٰ نے ان کے صاحب وحی ہونے کی قرآن جیسی پاک کتاب میں شہادت دی لیکن کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ باب نبوت کھلا تھا حضرت مریم صدیقہ نبیہ نہ ہوسکیں حالانکہ علیٰ وجہ الاتم مخفی طور سے وہ کمالات نبوت کی جامع تھیں اور حق تھا کہ ان کو نبی کا نام دیا جاتا لیکن وہ نبیہ نہ ہوسکیں نہ اسلئے کہ باب نبوت اصولاً بند تھا بلکہ اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کسی عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے گویا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورت کے لئے نبیہ بننے کے لئے باب نبوت بند ہے لیکن نہ ایسے طور سے کہ وہ بالقوہ کوئی کمالات نبوت حاصل ہی نہیں کر سکتی بلکہ ایسے طور سے کہ بالقوہ تو تمام کمالات نبوۃ حاصل کر سکتی ہے لیکن بالفعل ظاہراً نبیہ نہیں بن سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے۔

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ سورہ تحریم میں سوائے مسیح موعود کے امت محمدیہ کے تمام دیگر افراد کاملہ کو بھی مریم سے ہی تشبیہ دی گئی ہے اور ابن مریم صرف ایک کا ہی نام رکھا گیا ہے یعنی مسیح موعود کا یہ لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ سوائے مسیح موعود کے کوئی فرد امت نبی کہلانیکا مستحق نہیں ہوگا نہ اس وجہ سے کہ باب نبوت بند ہے بلکہ اس وجہ سے کہ دیگر افراد امت مریم ہونے کے سبب سے بالقوہ تو تمام کمالات نبوۃ حاصل کر سکتے ہیں لیکن بالفعل نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ مریم کا نبی ہونا خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔

پس ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت ظاہراً نبی ہونیکے لئے سوائے مسیح موعود کے دیگر افراد کاملہ کے لئے بند ہے کیونکہ وہ سب کے سب مریم کے حکم میں ہیں۔ اور چونکہ عورت کے لئے اصولاً باب نبوت بند ہے اسلئے وہ نبی نہیں ہو سکتے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باب نبوت

اصولاً بند ہی کیونکہ اصولاً بند تو تب ہو کہ نبوت کی اصل حقیقت اور کوئی جزو اور کوئی کمال حاصل نہ ہو سکتا ہو۔ لیکن جب تک کہ نبوت کی اصل حقیقت اور تمام اجزا اور تمام کمالات بالقوہ حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے گو ظاہرا نبی ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت سوائے ایک کے بند ہی ہو تب تک یہ بات جہالت اور نادانی سے بھرپور ہی کہ کہا جاوے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت اصولاً بند ہو گیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۔ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء (کالم ۴ صفحہ ۸)

نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں آنحضرت کے بعد حرام کی ہی اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب اس امت کو کوئی خیر و برکت ملے ہی گی نہیں اور نہ اسکو شرف مکالمات و مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوۃ نہیں چل سکیگی اس امت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابھی آنحضرت جیسے عالیجناب اولوالعزم صاحب شریعت کامل آنے والے تھے اسی وجہ سے ان کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا مگر آنحضرت کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت صلعم کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اسواسطے ضروری تھا کہ آپکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاوے۔

آنحضرت صلعم کے بعد [illegible] نبی کا لفظ [illegible]

حوالہ نمبر ۲۔ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء (کالم ۲-۳ صفحہ ۸)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپکی اولاد کی نفی کی ہی اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہی کہ روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں۔ اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپکے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور سے۔ وہ نبوت چل سکیگی جس پر آپکی مہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہی اور اسمیں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہی گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کہ کنتم خیر امۃ۔ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ اگر یہ معنی کئے جاویں کہ آئندہ کے واسطے دروازہ نبوت ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوتی۔ یہ امت × × × × × × × نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہی مگر آپ میں سے ہو کر اور آپکی مہر سے فیضان کا سلسلہ جاری ہی کہ ہزاروں اس امت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے

آنحضرت صلعم کے بعد [illegible] نبوت کا دروازہ [illegible] بند نہیں [illegible]

> آنحضرت صلعم کے بعد آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں لیکن لفظ نبی ظاہر اسوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔

شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص ان میں موجود ہوتے رہے ہیں سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں جنھوں نے ایسے دعوے کئے چنانچہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو × × × × × × ایسا نہیں بلکہ بات یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔ کالم ۲ و ۳ صفحہ ۸

> محمدی ختم نبوت کی وجہ سے کھلے کھلے طور پر نبی کہلانے کے لئے باب نبوت مسدود تھا۔۔۔ نہ کہ درجہ اور نعمت نبوت حاصل کرنیکے لئے باب نبوت مسدود ہے

حوالہ نمبر ۳۔ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۲ و ۳

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے نبی کریم کو آپکے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسٰی کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے ان کی کسر شان کیونکہ حضرت موسٰی بھی ایک نبی تھے اور ان کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو انکی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی برعکس اسکے آنحضرت صلعم کی ایک عظمت اور آپکی نبوت کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپکے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔ اگرچہ آنحضرت صلعم کی امت میں ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے مگر چونکہ آنحضرت صلعم کا نام خاتم الانبیاء رکھا گیا تھا اسلئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دیکر آپکی کسر شان کیجائے آنحضرت صلعم کی امت میں سے ہزاروں انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا اور نبوت کے آثار اور برکات ان کے اندر موجزن تھے مگر نبی کا نام * انپر صرف شان نبوت اور سد باب نبوت کی خاطر انکو اس نام سے ظاہراً ملقب نہ کیا گیا مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرت کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا اور نبوت کے انوار جاری تھے۔

> آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے سلسلہ نبوت جاری ہے اور نبی کے نام کو کھلے کھلے طور پر شائع کرنا بھی از بس ضروری ہے

جیساکہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے اور آپکے نور سے نبوت جاری بھی ہے اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اسے ظاہراً بھی شائع کیا جاوے تاکہ * موسوی سلسلے کے نبیوں کے ساتھ آپ کی امت کے لوگ بھی * مماثلت کے پورا کرنیمیں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرما دیا۔ اور اس طرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا ہے صفحہ ۹ کالم ۲۔۳

مطابق اصل ★ نقل

۱۳۰۰ سال کے بعد ظاہراً لفظی
۱۵ استعمال سے عظمت شان محمدی
ختم نبوت لفظی ہو سکتا —

حوالہ نمبر ۴ الحکم ۱۷-اپریل ۱۹۰۳ء (صفحہ ۹ کالم ۳)

اس طرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا- اودھر یہ کہ آنحضرت صلعم کی کسر شان بھی نہ ہو- اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جاوے تیرہ سو برس تک نبوۃ کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوۃ کے عظمت کے پاس سے نہ کیا اور اسکے بعد اب مدت دراز کے گزرنے سے لوگوں کے اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے کہ آنحضرت ہی خاتم الانبیاء ہیں اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جاوے تو اس سے آنحضرت صلعم کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا- اسواسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے لئے ظاہراً بھی بولدیا یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے جیسے کہ آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو اور پھر فرمادیا کہ اچھا اب کر لیا کرو پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بت پرستی سے ہٹے تھے تا پھر وہ اسی عادت کی طرف غور نہ کریں پھر جب دیکھا کہ اب ان کے ایمان کمال کو پہنچ گئے ہیں- اور کسی قسم کے شرک و بدعت کو ان کے ایمان میں راہ نہیں تو اجازت دے دی- بالکل اسی طرح یہ امر ہے-

حوالہ نمبر ۵ الحکم ۱۷-اپریل ۱۹۰۳ء (صفحہ ۹ کالم ۳)

پہلے تیرہ سو برس اس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا اگرچہ صفتی رنگ میں صفت نبوت اور انوار نبوت موجود تھے اور حق تھا کہ ان لوگوں کو نبی کہا جاوے مگر خاتم الانبیاء کی نبوت کی پاس وجہ سے وہ نام نہ دیا گیا مگر اب وہ خوف رہا تو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمادیا (صفحہ ۹ کالم ۳)

حوالہ نمبر ۶ الحکم ۱۷-اپریل ۱۹۰۳ء (صفحہ ۹ کالم ۳)

آپ کے جانشینوں اور آپکی امت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امور مد نظر رکھنے ضروری تھے اول عظمت آنحضرت صلعم اور دوم عظمت اسلام سو آنحضرت صلعم کی عظمت کے پاس کی وجہ سے ان لوگوں پر ۱۳۰۰ برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ آپکی ختم نبوت کی ہتک نہ ہو کیونکہ اگر آپ کے بعد ہی آپکی امت کے خلیفوں اور صلحا لوگوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا جیسے حضرت موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا تو اسمیں آپکی ختم نبوت کی ہتک تھی اور کوئی عظمت نہ تھی سو خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپکے بعد تیرہ سو برس تک اس لفظ کو آپکی امت پر سے اٹھا دیا- تا آپکی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جاوے اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت بھی تھی کہ اسمیں بھی بعض ایسے

افراد ہوں جن پر آنحضرت کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جائے اور تا پہلے سلسلہ سے اس کی مماثلت پوری ہو اس لئے آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے آپکی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا اور اس طرح پر نہایت حکمت اور بلاغت سے دو متضاد باتوں کو پورا کیا اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی اور عظمت اور نبوت بھی قائم رکھی

پہلی فصل

محمدی ختمیت کی نظیریں

حقیقی نظیروں سے
باب نبوت کھلا ہے

جاننا چاہیے کہ حقیقتیں ہمیشہ نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں جیسے کہ حضرت مسیح موعود م تحفہ گولڑویہ سطر ۱۳ صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ پس اس اصول کو مدنظر رکھکر جب ہم محمدی ختمیت کی نظیروں پر نظر کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت مسدود نہیں ہوتا بلکہ کھلتا ہے کیونکہ محمدی ختمیت کی دوسری ختمیتوں سے مشابہت کی تکمیل یہ بات لازم کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد باب نبوت کھلا ہو ورنہ وہ مشابہت بالکل باطل ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ محمدی ختمیت کی کامل نظیریں ہمیں صرف دو نظر آتی ہیں . . . .

(۱) آدمی ختمیت۔ یعنی وہ ختمیت جو حضرت آدم علیہ السلام میں ثابت ہے

(۲) احمدی ختمیت یعنی وہ ختمیت جو حضرت احمد قادیانی میں ثابت ہے

لیکن ایک اور ختمیت ہوئی ہے یعنی عیسوی ختمیت وہ ختمیت ہرگز ہرگز محمدی ختمیت کی کامل نظیر نہیں کیونکہ جیسا کہ آگے چل کر انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کیا جاویگا محمدی ختمیت اور عیسوی ختمیت کی آپسمیں بلحاظ انکی غرض و غائت کے سخت مغائرت ہے۔

محمدی ختمیت کی پہلی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں۔

حوالہ ملاحظہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم خاتم المخلوقات ہیں۔

یہ بعثت محمدی جو تکمیل اشاعت کے لئے تھا جو بروز موسوی اور عیسوی کے پیرایہ میں تھا اسکے لئے بھی خدا کی حکمت نے یہی چاہا کہ چھٹے دن میں ظہور میں آوے جیسا کہ تکمیل ہدایت چھٹے دن میں ہوئی تھی سو اس کام کے لئے ہزار ششم کیا گیا جو خدا کا چھٹا دن ہے اسمیں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں پس خدا تعالےٰ نے چاہا کہ جیسا کہ اس حضور نبوی کی مشابہت حضرت آدم سے مکمل کرنیکے لئے تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن مقرر کیا یعنے روز جمعہ اور اسی دن یہ ہدایت نازل ہوئی۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ ۔ الخ ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے الف سادس چھٹا ہزار مقرر فرمایا جو حسب تصریح آیات قرآنی بمنزلہ روز ششم ہے۔

نوٹ مندرجہ بالا حوالہ بصراحت اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاءؑ ہیں جن معنوں میں حضرت آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خاتم المخلوقات ہونا ان معنوں میں ہرگز نہیں کہ گویا حضرت آدم آئندہ مخلوقات کے پیدا ہونیکے لئے روک اور باب خلقت کو مسدود کرنیکا ذریعہ تھے بلکہ آدم علیہ السلام کا خاتم المخلوقات ہونا ان معنوں میں ہے کہ اول آدم علیہ السلام اشرف المخلوقات ہے اسلئے آپ خاتم المخلوقات ٹھہرے (دوسرے) آدم علیہ السلام کے بعد قیامت تک کوئی بھی ایسی مخلوق نہیں ہو سکتی جو اشرف المخلوقات ہو سکے بجز اسکے جو آدم ع کے نمونہ اور طرز پر ہو بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلعم ایک تو اسوجہ سے خاتم الانبیاء ہیں کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہیں۔ دوم آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپ کے لئے بطور ظل کامل کے ہو۔ اور لطیف تر بات یہ ہے کہ جہاں خاتم الانبیاء کی خاتم المخلوقات سے مشابہت فی الختمیت یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے وہاں یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرت کے بعد وہی نبی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلعم کے جمیع کمالات کا ظلی طور پر علی وجہ الاتم بالفعل جامع ہو ورنہ کسی اور کا نبی ہونا جو علی وجہ الاتم بروز کامل نہ ہو ختم نبوت کے اس طرح منافی ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بجز حیوانی ناطق جسم کے کسی اور حیوان کا اشرف المخلوقات کہلانیکا مستحق ہونا اور یہی وہ بات ہے جو اس حوالہ سے ثابت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ من حیث الظل خاتم الانبیاء کی دوسری بعثت جو اتم اور اکمل ہے اور جو آنحضرت صلعم کے دوسرے فرض منصبی یعنے تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے مقدر تھی

وہ ایک ہی ہے جو چھٹے ہزار کے آخر میں ہے

یوں تو آنحضرت صلعم کی بروزی بعثتیں بہت ہیں اور قیامت تک ہوتی رہینگی لیکن وہ بروزی بعثت جو آنحضرت صلعم کی فرض منصبی کی تکمیل کے لئے ہے یعنی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے وہ بروزی بعثت نبویہ علی وجہ الاتم پہلی بعثت کے کھلے کھلے طور پر بکلی ہمرنگ ہے اور اس طرز کی بعثت صرف ایک ہی ہے کیونکہ خاتم الانبیاء کی خاتم المخلوقات سے تکمیل مشابہت کے لئے لازمی ہے کہ یہ بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہو۔ اور چھٹے ہزار کا آخر صرف ایک ہی دفعہ دنیا میں آسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس طرز کی بعثت صرف ایک ہی ہے اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۸ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۸)

غرض آنحضرت صلعم کے لئے دو بعث مقرر تھے (۱) ایک بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے یہ دونوں قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جاوے اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارات کاملہ کو پہنچ جاوے سو ایک تو وہ روز ششم تھا جسمیں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرا وہ روز ششم ہے جسکی نسبت آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا یعنی آخری حصہ ہزار ششم

> خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے کی گئی
> نبی بعثت کے لئے جو تمام آنحضرت صلعم
> کا ہو مراد جو بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہو۔

حوالہ نمبر ۹ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

آیت و آخرین منہم اسی بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منہم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزون ہوگا مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلعم کے رنگ میں ہوگا اور اسکے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہونگے

حوالہ نمبر ۱۰ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱)

آنحضرت صلعم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی × × × × لیکن اسوقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی × × × × اسلئے خدا کی تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی

کردیا جسمیں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہوگئے وغیرہ وغیرہ × × سو اسوقت حسب منطوق آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی ضرورت پڑی × × × اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت وآخرین منہم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اسلئے آنحضرت صلعم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا۔ جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی میں اسکے مشابہ تہا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اسکو عطا کیا تاکہ یہ سمجھا جائے کہ گویا اسکا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔

ذیل کا حوالہ ایک بڑی زبردست دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ختم نبوت سے باب نبوت ہرگز ہرگز بند مانا جاسکتا ہی نہیں کیونکہ تقدیر کے نوشتے کبھی نہیں کرٹل سکیں اور تقدیر یہی ہے کہ محمدی ختم نبوت آنحضرت صلعم کے وقت میں اپنی حقیقی تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی بلکہ اسکی حقیقی تکمیل کے لئے مسیح موعود کا وقت مقدر رہی

حوالہ نمبر ۱۱ حاشیہ متعلقہ خطبہ الہامیہ صفحہ ب

> چھٹے ہزار کے آخر میں
> حقیقی تکمیل نبوت

اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلہ نبارک من علم وتعلم فان الختمیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ہو یوم سادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ہو خاتم نوع الانسان واقتضت مصالح اخری ان یبعث رسولنا فی الیوم الخامس اعنی فی الالف الخامس بعد اٰدم لما کان الیوم الخامس یوم اجتماع العالم الکبیر وہو ظل لاٰدم الذی اعزہ اللہ واکرمہ الخ (ترجمہ) تمہیں معلوم ہے کہ الختمیت ختم نبوۃ عطا کی گئی ہی ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر عطا کی گئی ہے اسکو جسے آپکی روح نے تعلیم دی۔ اور اسے اپنا ظل ٹھہرایا پس مبارک ہے جسنے سکھایا اور جسنے سیکھا پس تحقیق حقیقی ختم نبوت مقدر تہی چھٹے ہزار میں جو اللہ تعالےٰ کے دنوں سے چھٹا دن ہی تا اس سے حضرت ابو البشر کی بھی اس شخص سے مشابہت پائی جاوے جو نوع انسان کا خاتم ہے اور کچھ اور مصلحتیں تھیں جنکے مقتضی سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد آدم پانچویں دن یعنی پانچویں ہزار میں مبعوث فرمائے گئے اسلئے کہ پانچویں دن عالم کبیر کے اجتماع کا دن ہی اور وہ یعنی نبی کریم صلعم ظل ہی آدم کے لئے جسکو اللہ تعالےٰ نے معزز اور مکرم بنایا پس تحقیق

آدم نے جمع کیا اپنی ذات میں جو کچھ کہ متفرق طور پر اسمیں عالم کبیر میں پایا جاتا تھا اور بس بلاشک عالم کبیر آدم کے لئے انواع واقسام کی صورتوں میں اس مرتبہ پیدائش میں ظاہر ہوا ہی جو پہلا مرتبہ تھا پس پیدا کیا گیا آدم ان معنوں سے پانچویں دن میں بلا کسی شک وشبہ کے پھر ارادہ کیا اللہ تعالےٰ نے اس بات کا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا جاوے جو آدم ہے دوسری پیدائش کے لحاظ سے چھٹے ہزار میں اپنی پہلی پیدائش کے بعد جیسا کہ پیدا کیا گیا پہلے اس سے آدم صفی اللہ چھٹے دن کے آخر حصہ میں جو ابتدا پیدائش کے دنوں سے چھٹا ہے تا اول اور آخر میں یہ مشابہت پوری ہو جاوے اور وہی جمعہ کا حقیقی دن ہی اور آدم کا جمعہ اس کے لئے ایک ظل ہی عقلمندوں کے نزدیک بس پکڑا اس نے بروز کے طریق پر اپنی امت سے ایک مظہر واسطے اپنے اور وہ وہی ہی جو اسکے لئے اسکے اسم اور اسکی ماہیت میں عین کی طرح یعنے اسکی ذات کی مانند ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲ از خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔

آنحضرت صلعم سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے والا ہی ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود سلسلہ ولایت کو ختم کرنیوالے ہیں +

حوالہ نمبر ۱۳ از براہین حصہ پنجم صفحہ ۸۹

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالےٰ نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔

آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود خاتم ولایت ہیں +

نوٹ اب ان دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاء سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے والے اور خاتم نبوت ہیں جن معنوں میں حضرت مسیح موعود خاتم الاولیاء سلسلہ ولایت کو ختم کرنے والے اور خاتم ولایت ہیں پس جو معنے مسیح موعود کے خاتم الاولیاء ہونے سے مراد لئے جاسکتے ہیں وہی معنی آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے سے مراد ہونگے چنانچہ ذیل میں بالمقابل حوالے درج کرتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے سے بعینہ وہی مراد لی ہی جو اپنی نسبت سلسلہ ولایت کو ختم کرنے سے مراد لی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

مسیح موعود کے سلسلہ ولایت کو ختم کرنے سے مراد	آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے سے مراد
حوالہ نمبر خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵	**حوالہ نمبر ۱۴ ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ ب (ترجمہ از عربی)**
میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیساکہ ہمارے سید آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہی جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا	نبوت ختم کی گئی ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو آپ کے نور سے منور کیا گیا اور حضرت کبریا کی طرف سے اسکا وارث بنایا گیا۔
	حوالہ نمبر ۱۵ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ (ترجمہ از فارسی) ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور

بعد اسکے کوئی پیغمبر نہیں مگر وہی جو اسکے فیض سے پرورش یافتہ ہو اور اسکے وعدہ کے مطابق اسکا ظہور ہوا ہو۔

حوالہ نمبر ۱۶ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۱ (ترجمہ از فارسی)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ نبی صلعم (خاتم الانبیاء) اور سب پیغمبروں سے بڑھکر ہیں اور اسکے بعد کوئی پیغمبر نہیں مگر وہ جو آپکی امت میں سے ہو اور آپکی روحانیت سے فیض یافتہ ہو۔

نوٹ- مندرجہ بالا حوالہ جات کے اس تقابل سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنیکے بعینہ وہی معنی مراد ہیں جو حضرت مسیح موعود کے سلسلہ ولایت کو ختم کرنیکے معنے مراد ہیں اور جس طرح حضرت مسیح موعود کے بعد آپکی مُہر سے سلسلہ ولایت چلتا ہے بند نہیں ہوتا بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے بند نہیں ہوتا۔

حوالہ نمبر ۱۷ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵ و ۶

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جنکے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے۔ ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے صفحہ ۵ × × اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلعم نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جسمیں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اسکے سر پر پیدا ہوا اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس

آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں جیساکہ حضرت مسیح موعود آخری امام ہیں مسیح موعود کے بعد کوئی امام نہیں مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو

ہزار ہیں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔

اب اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری امام ہیں کہ جس سے آپ کے بعد کوئی امام نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپکے لئے بطور ظل کے ہو یعنی دوسرے لفظوں میں حضرت مسیح موعود کے بعد ظلی امام ہو سکتا ہے اور ظلی امامت کا دروازہ کھلا ہے اور بعینہ یہی معنی حضرت مسیح موعود نے حضرت نبی کریم کے خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہونے کے بھی کئے ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپ کے لئے بطور ظل کے ہو یعنے دوسرے لفظوں میں جس طرح مسیح موعود کے بعد ظلی امامت کا دروازہ کھلا ہے بعینہ نبی صلعم کے بعد ظلی نبوۃ کا دروازہ بھی کھلا ہے اور جس طرح ظلی امامت باعتبار نفس حقیقت اور اجزا امامت کے ویسی ہی امامت ہے جیسی کہ دیگر ائمہ اور حضرت مسیح موعود کی بعینہ اسی طرح ظلی نبوت باعتبار نفس حقیقت وجزاء نبوت کے ویسی ہی نبوت ہے جیسی کہ دیگر انبیاء کی خود آنحضرت صلعم کی نبوت میں کوئی فرق نہیں صرف اظہار نشان ختم نبوت اور ختم ولایت کے لئے لفظ ظلی کا استعمال کیا گیا ہے ورنہ یہ لفظ ظلی نبوت یا امامت کے معاملہ میں کوئی فرق یا نقص نہیں ڈالتا۔

اس حوالہ سے ان لوگو نکا رد بھی لازم آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ظلی نبوت گو کامل طور سے حاصل کر لی گئی ہو تب بھی وہ نبوت نہیں محدثیت ہے اگر ظلی نبوت کے یہی معنے ہیں کہ اسکو نبی ہونے تک پانے والا زمرہ انبیاء میں شامل نہیں ہو سکتا تو پھر لامحالہ ظلی امامت اور ظلی امام کے بھی یہی معنے ہونگے کہ حضرت مسیح موعود کے بعد آئندہ کوئی حقیقتاً امام نہیں ہو سکتا اور یہ باطل ہے پس جو مستلزم باطل ہے وہ بھی باطل ہے۔

ذیل کے حوالجات کا تقابل اسبات کو خوب ہی کھول دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے کے وہی معنے ہیں جو مسیح موعود کے آخری امام ہونے کے معنے ہیں۔

مسیح موعود کے آخری امام ہونیکے معنی	آنحضرت کے آخری نبی ہونے کے معنی
حوالہ نمبر ۹ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹	**حوالہ نمبر ۱۹ کشتی نوح صفحہ ۱۵**
اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلعم نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے	عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلعم اسکا نبی ہے وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے

جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخرالزمان اسکے سر پر پیدا ہو . . . . اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو۔"	بڑھکر ہے اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ حوالہ نمبر ۱۹۔ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲ (ترجمہ از عربی) اور تحقیق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو اسکے نور سے منور کیا جائے اور اسکا ظہور اسکے ظل کا ظہور ہو۔"

اب اس تقابل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت مسیح موعود کے بعد آپکی ختم امامت کی وجہ سے جس طرح اور جن معنوں میں ظلی امامت کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ کھلا ہے اسی طرح اور انہی معنوں میں آنحضرت صلعم کے بعد آپکی ختم نبوۃ کی وجہ سے ظلی نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہے اور جو معنی ظلی امام کے ہو سکتے ہیں وہی معنی ظلی نبی کے بھی ہونگے اور جو معنی آخری امام کے ہیں وہی معنی آخری نبی کے ہیں۔

عیسوی ختمیت اور محمدی ختمیت آپس میں ایکدوسرے کی نظیر نہیں ٹھہر سکتیں

Digitized by Khilafat Library

اس سے پہلے بتوفیق الٰہی ہمنے دو ختمیتوں کا ذکر کیا ہے جو اپنی غرض اور حقیقت کے اعتبار سے محمدی ختمیت کی نظیر ہیں اور جو یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر کر رہی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا نبی ہونا ممتنع اور محال نہیں بلکہ لازم ہے اسکے بعد ہم عیسوی ختمیت پر غور کرتے ہیں کہ آیا وہ محمدی ختمیت کی نظیر ٹھہر سکتی ہے یا نہیں عیسوی ختمیت پر غور کرنیکی اسواسطے ضرورت پیش آئی ہے کہ بعض نادانوں نے نہایت ہی ظلم کی راہ سے محض اسمی مشارکت کو دیکھکر عیسوی ختمیت کو محمدی ختمیت کی کامل نظیر قرار دے کر تکمیل مشابہت کیلئے یہ دلیل نکالی ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے خاتم الانبیاء ہونے سے بنی اسرائیل میں آئندہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسی طرح نبی کریم کے بعد نبی نہیں ہو سکتا جو بیٹے حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں اس بات کی بہت تلاش کی ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود نے محمدی ختمیت کو عیسوی ختمیت کے کہیں مشابہ بھی قرار دیا ہے اور دوسرے اس مشابہت کی تکمیل کی غرض سے کہیں یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اسواسطے کوئی نبی نہیں آسکتا کہ آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں۔ جن

معنوں میں عیسیٰ علیہ السلام موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء ہے لیکن میں نے کسی ایک جگہ بھی ایسا لکھا ہوا نہیں پایا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے محمدی ختمیت کو عیسوی ختمیت سے کوئی مشابہت دی ہو اور یہ مشابہت ہو بھی کس طرح سکتی ہے جبکہ محمدی ختمیت اور عیسوی ختمیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے محمدی ختمیت سے حضرت نبی کریم صلعم تمام کمالات نبوت کو اپنے اندر اتم اور اکمل طور پر جمع کرنے والے ہیں اور عیسوی ختمیت سے حضرت عیسیٰ ان کے انتقال نبوت کی ایک دلیل ٹھہرتے ہیں محمدی ختمیت سے آنحضرت صلعم آئندہ کے لئے خدا کے فیض پہنچانے کا ایک ذریعہ اور واسطہ ٹھہراتے ہیں لیکن عیسوی ختمیت سے حضرت عیسیٰ آئندہ کے لئے بنی اسرائیل کے لئے فیوض الٰہیہ کی روک کا ذریعہ ٹھہرتے ہیں۔ پس یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے کہ محض اسمی مشارکت سے عیسوی ختمیت کو محمدی ختمیت کی نظیر قرار دیا جائے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ نہ صرف جہالت ہی ہے بلکہ محمدی ختم نبوت پر ایک ایسا خطرناک حملہ کرنا ہے جس سے ایک شخص کا بشرطیکہ اسمیں ذرہ سی بھی محبت محمدی ختم نبوت سے ہو۔ دل کانپ اٹھتا ہے ونعوذ باللہ من ہذا البہتان

محمدی ختم نبوۃ اور عیسوی ختم نبوۃ میں بلحاظ غرض و غایت ضدین کا فرق ہے

عیسوی ختم نبوت	محمدی ختم نبوت
عیسوی ختم نبوت کی غرض انتقال نبوت اور اظہار امر ہے	محمدی ختم نبوۃ کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضہ کمال کرنا ہے۔
حوالہ نمبر ۲۰ خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۴ (عیسوی ختم نبوت کی غرض انتقال نبوت) "خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا اور انکو بنی اسرائیل کا خاتم الانبیاء بنایا۔ اور نبوت کی انتقال کی ساعت کے لئے انکو دلیل ٹھہرایا" حوالہ نمبر ۲۱ خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۴ (عیسوی ختم نبوت کی غرض اظہار غضب الٰہی ہے) خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء اسلئے بنایا تاکہ اپنا غضب یہود پر ظاہر کرے پس	حوالہ نمبر ۲۳ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷ حاشیہ (محمدی ختم نبوت کی غرض افاضہ کمال اور نبی بنانا ہے) اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو خاتم بنایا یعنی افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوۃ بخشتی ہے اور آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ حوالہ نمبر ۲۴ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸

خدا تعالےٰ نے ہلاک کیا جیسے پہلی امتوں کو ہلاک کیا تھا

> محمدی ختم نبوت کی غرض افاضۂ کمال ہے
> نبی کی بعثت سے علاوہ محرومی کے
> قوم کو فیض مل سکتی ہے

جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اسکی نظیر محدود نہ تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اسکے نفس کے اندر کامل ہمدردی تھی اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اسے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اسکی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جسکے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔

حوالہ نمبر ۲۲ - اشتہار واجب الاظہار صفحہ ۳

> عیسیٰ علیہ السلام اس غرض سے نبوت
> کا آخری آدمی ٹھہرائے گئے
> خدا نے اپنا غضب ظاہر کرنا تھا

خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے چودہ برس بعد اپنا مسیح ان میں بھیجا۔ جو لڑائیوں کا سخت مخالف تھا وہ درحقیقت صلح کا شہزادہ تھا اور صلح کا پیغام لایا لیکن بدقسمت یہودیوں نے اسکا قدر نہ کیا اسلئے خدا کے غضب نے عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے آخری اینٹ کر دیا۔"

حوالہ نمبر ۲۵ - الوصیۃ صفحہ ۱۱ - ۱۲

> محمدی ختم نبوت کی غرض افاضۂ کمال ہے
> نبی کی ذاتی فیض رسانی سے سب
> نبوتوں سے زیادہ فیض کا حاصل ہے

تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی۔ اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی۔ جو اسمیں موجود نہیں اسلئے اس نبوت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہے × × × لیکن یہ نبوت اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اسمیں فیض ہے۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا حوالے اس بات کا ثبوت ہیں کہ عیسوی ختم نبوت کی وجہ سے لاریب انقطاع سلسلہ نبوت ہوا ہے کیونکہ اس ختم نبوت کی غرض اظہار غضب اور انتقال نبوت ہے جو اس بات کو مستلزم ٹھہرا ہوا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد آپکی ختم نبوت کی غرض کو قائم رکھنے کے لئے سلسلہ نبوۃ کا بکلی انقطاع ہو جاوے یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بعد عیسےٰ علیہ السلام نہیں ہوا لیکن محمدی ختم نبوت کی وجہ سے ہرگز ہرگز انقطاع نبوت لازم نہیں آتا کیونکہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضۂ کمال ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ محمدی ختم نبوت کی غرض کو قائم

رکھنے کے لئے آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوۃ آنحضرت صلعم کی مُہر اور افاضہ سے چلے۔ اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ چونکہ محمدی ختم نبوت کی غرض اور عیسوی ختم نبوت کی غرض آپس میں بالکل ضد اور برعکس واقع ہوئی ہے محمدی ختم کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضہ کمال۔ عیسوی ختم نبوت کی غرض اظہار امر غضب اور انتقال نبوت اسلئے لازمی ہو کہ محمدی ختم نبوت اور عیسوی ختم نبوت اپنے اثر اور انجام کے رُو سے بھی بالکل منافی اور ضد ہوں اور وہ منشا پورا ہوہی نہیں سکتا اس امر تک کہ مان لیا جاوے کہ عیسوی ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت لازم آتا ہے اور محمدی ختم نبوت کی وجہ سے اجرا اور بقاء نبوت لازم آتا ہے پس اگر یہ مان لیا جاوے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع اور امتناع نبوت ہوا ہے تو اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہونگے کہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ اظہار امر غضب اور انتقال نبوت کے لیے خاتم النبیین ٹھہرائے گئے ہیں کیونکہ انقطاع نبوت اظہار امر غضب کو لازم ٹھہراتا ہے پس کوئی مسلمان آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعالمین ماننا ہوا ہرگز یہ لفظ بھولکر بھی منہ سے نہ نکالیگا کہ نعوذ باللہ آپکی ختم نبوت کی وجہ سے بکلی انقطاع اور امتناع نبوت ہوگیا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا مانیگا تو اسکو لازم ہے کہ آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعٰلمین کی بجائے زحمۃ للعٰلمین اور تمام دنیا کے لئے ایک لعنت اور نحوست قرار دے و نعوذ باللہ من ہٰذا البہتان

فصل دوم

محمدی ختم نبوت اور اسکے امتیازی نشان

پہلی فصل میں ہم نے بتوفیق الٰہی بتمام و کمال نظیروں کے ساتھ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کی رُو سے باب نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوتا بلکہ برابر چلتا ہے اور نیز محمدی خاتمیت کی موسوی خاتمیت کے ساتھ تکمیل مشابہت صرف ایک ہی فرد امت کا ہونا لازم کرتی ہے اور درحقیقت محمدی ختم نبوت سے نبوت کا جاری رہنا اور ایک نبی کا ہو جانا بھی ایک عظیم الشان امتیازی نشان ہے جو کسی غیر خاتم الانبیاء نبی میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔ لاریب کوئی نبی کسی دوسرے کو اپنے افاضہ روحانیہ اور کمال نبوت سے محدث سے بڑھکر نبی کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا لیکن خاتم الانبیاء نبی کا یہ ایک امتیازی نشان ہے کہ وہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے اگر خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت چاہتی ہو تو ایک امتی کامل پیرو کو محدث سے بڑھکر نبی کے مقام پر بھی پہنچا سکتا ہے اور یقیناً پہنچا سکتا ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ خاتم الانبیاء کے اور معنوں میں اپنی کوئی ہے کہ خاتم الانبیاء بجز خدا تعالیٰ کی

فیلنگ اور حکم سے ہر ایک کو بغیر کسی ضرورت حقہ کے نبی بناتا پھرے بلکہ جس طرح اور جن معنوں میں دیگر انبیاء محدث گئے ہیں اسی طرح اور انہی معنوں میں حضرت خاتم الانبیاء نبی گزرے اور نبی گر ہونیکے یہ بھی معنی نہیں کہ نبوت اب موہبت نہیں رہی بلکہ اجر عمل کے طور پر ملتی ہے تا ہر عامل کو ملجاوے بلکہ جس طرح محدثیت باوجود انوار نبوت سے مکتسب و مستفاد ہونیکے حقیقت میں محض موہبت ہی اکتساب نہیں بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا انوار نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاد ہو کر نبی ہونا نفس حقیقت میں محض موہبت ہے اکتساب نہیں کیونکہ انوار نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاد ہونا تو ملک شرط ہے نہ کہ علت اور اسکی غرض محض ختم نبوت کے نشان کو قائم رکھنا اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان کا اظہار کرنا ہے محض غلط اور بہتان عظیم ہے کہ آگے نبی خدا بناتا تھا اب آنحضرت صلعم بوجہ خاتم النبیین ہونیکے نبی بناتے ہیں اب بھی نبی خدا ہی بناتا ہے اور اسی سنت قدیمہ سے نبی بناتا ہے جس سنت پر وہ پہلے نبی بنایا کرتا تھا نبی تو نبی محدث بھی خدا ہی بناتا ہے اور اسی قدیم سنت کے ماتحت بناتا ہے جس طرح وہ پہلے بنایا کرتا تھا ہاں نبی صلعم کو خدا تعالیٰ نے یہ عزت اور شرف بخشا ہے جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیا گیا کہ اب نبی آنحضرت صلعم کے واسطہ اور ذریعہ سے بنتا ہے یعنی آپ ہی کی امت میں سے ہوتا ہے۔

محمدی ختم نبوت کا پہلا امتیازی نشان

آنحضرت صلعم کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور دوسرے انبیاء کی روحانی توجہ نبی تراش نہیں۔

حوالہ نمبر ۲۶- حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ حاشیہ

[illegible]

یہ وحی الٰہی کہ "خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا"۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جسمیں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے- اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلعم کا پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی ہے۔

حوالہ نمبر ۲۷- حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ

[illegible]

اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپکو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی- اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنے آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

نوٹ- خدا کی وحی میں آنحضرت صلعم کو خدا کی مہر قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کا خدا کی مہر ہونے

سے اسقدر شان بلند ہوا ہی کہ آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہے اب ظاہر ہے کہ مہر ایک واسطہ ہوتی ہی کہ جس پر صاحب مہر لگانا چاہے اسی پر وہ لگتی ہے نہ کہ خود بخود بغیر صاحب مہر کی خواہش اور مرضی کے ہر ایک پر لگا کرتی ہے پس آنحضرت کو عالم وحی میں خدا کی مہر قرار دینا صاف یہ بات ثابت کرتا ہے کہ وہ مہر اپنی روحانی تاثیر کا کمال تام صرف اسی شخص پر ظاہر کر سکتی ہی جس پر خدا تعالیٰ کی مرضی ہو پس یہ اعتراض کہ خدا کی مہر ۱۳۰۰ سو سال تک کہاں رہی کیا آنحضرت صلعم میں بخل تھا یا امت کے افراد کامل سب کے سب نالائق تھے اس سے رد ہو جاتا ہی کہ مہر تو خدا کی ہی جس پر وہ چاہے اسی پر اسکو لگاتا ہی یہ اس خدا سے پوچھو جس نے سوائے مسیح موعود کے اور سب کو اس مہر کی تاثیرات سے کامل حصہ لینے سے روک رکھا یہ سوال تو ہم پر نہیں بلکہ خدا پر ہی خدا نے اپنی حکمت کاملہ اور مصلحت بالغہ کے ماتحت صرف ایک پر ہی اپنی مہر لگائی اور پر نہیں لگائی۔

محمدی ختم نبوت کا دوسرا امتیازی نشان

آنحضرت صلعم کی مہر سے علاوہ محدثیت کے نبوۃ بھی مل سکتی ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مہر سے نبوت نہیں ملتی۔

مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد اسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہے جس قسم کی نبوت دیگر انبیا علیہم السلام کے امتیوں کو ملتی رہی ہے اور وہ نبوت محدثیت ہی نبوت نہیں گویا آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے محدثیت سے بڑھکر نبوت نہیں مل سکتی۔ اور آپکی ختم نبوت کا کوئی امتیازی کمال نہیں لیکن ہم ذیل کے حوالوں میں صریح طور سے دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا امتیازی کمال ہی صرف یہ ہے کہ ایک کامل محمدی کو آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے محدثیت کے اوپر نبوت بھی مل سکتی ہے اور اگر بفرض محال مانا جاوے کہ آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے صرف محدثیت ہی ملتی ہے نبوت نہیں مل سکتی تو اسمیں آنحضرت صلعم کی کوئی امتیازی خصوصیت قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ محمدی ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر سے نہ صرف دیگر انبیاء کی طرح محدثیت ہی ملتی ہے بلکہ ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے نبوت بھی مل سکتی ہے۔

حوالہ نمبر ۲۸۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷

مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اسکی نظر محدود نہیں تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کوئی قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اسکے

[illegible]

نفس کے اندر کامل طور پر موجود تھی اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہیں بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

حوالہ نمبر ۲۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸

اور اسکی امت کے لئے کبھی قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔

> خاتم الانبیاء کے خصوصی معنے ایسا نبی جس کی مہر سے ایک محمدی کو علاوہ مکالمہ و مخاطبہ کے نبوت بھی مل سکتی ہے

حوالہ نمبر ۳۰ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ حاشیہ

اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا ہے جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا۔ بلکہ براہ راست نبی کئے گئے۔

> آنحضرت کے کمال فیضان کی امتیازی خصوصیت امت محمدیہ میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک امتی نبی بھی ہوا دوسرے انبیاء کی امت میں امتی نبی کی نظیر نہیں

حوالہ نمبر ۳۱ (الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولٰکن رسول اللّٰہ خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ خاتم ہیں آپکی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے۔

> خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہی

حوالہ نمبر ۳۲ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

آنحضرت کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکے گی × × روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور پر وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپکی مہر ہوگی۔

> خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہی

حوالہ نمبر ۳۳ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ)

آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپ ہی میں سے ہو کر اور آپ کی مہر سے

> خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے

حوالہ نمبر ۳۴ (الحکم ۱۷-اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۳)

خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جس کی مہر اور اذن سے ہی نبوت کا سلسلہ جاری ہے	آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی مہر اور اذن سے نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔

حوالہ نمبر ۳۵ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

آپ کی فیض رسانی [illegible] آئندہ نبوت کا فیض بھی — خاتم النبیین کا خصوصی امتیاز

اصل بات یہ ہے کہ آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہے جیسے کہ لفظ لاکن ظاہر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو نبوت یا رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلعم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض بھی آپ کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

حوالہ نمبر ۳۶ (الحکم ۱۷-اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۳)

خاتم النبیین کے معنی ایسا نبی جو چشمہ افادات اور فیض نبوت ہے	ہم رسول اللہ صلعم کو چشمہ افادات مانتے ہیں۔ ایک چراغ اگر ایسا ہو جس سے کوئی دوسرا روشن نہ ہو وہ قابل تعریف نہیں مگر رسول اللہ صلعم کو ہم

ایسا نور مانتے ہیں کہ آپ سے دوسرے روشنی پاتے ہیں۔

محمدی ختم نبوت کا تیسرا امتیازی نشان	آنحضرت صلعم پر ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہیں یعنی دوسرے انبیاء پر تمام کمالات نبوت ختم نہیں۔

حوالہ نمبر ۳۷ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹)

آنحضرت صلعم کا امتیازی فخر خاتم الانبیاء ہونے سے تمام کمالات نبوت آنحضرت پر ختم ہیں	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔

حوالہ نمبر ۳۸ (الحکم ۲۴-نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

محمدی ختم نبوت کے معنے تمام کمالات نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہیں	آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ جمیع کمالات نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوگئے ہیں۔

حوالہ نمبر ۳۹ مواہب الرحمن صفحہ ۶۷

[illegible]

واز لفظ ختم نبوت مرادما ختم کمالات نبوت است بر رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم و او از ہمہ پیغمبران افضل است و اعتقاد میداریم کہ بعد از او ہیچ پیغمبر نیست مگر آنکہ از امت او باشد از روحانیت او

از فیض یافتہ باشند پس دریں چنیں نبوت وجود غیری نیست ونہ مقام غیرت است

حوالہ نمبر ۴۷ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵

ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہُوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں۔	ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہوئے ہیں

محمدی ختم نبوت کا تیسرا امتیازی نشان لازم کرتا ہی کہ نبوت محمدیہ کے کمال کے ثبوت کیلئے امت محمدیہ میں سے کوئی نبی ضرور ہو

جبکہ ثابت ہے کہ ختم نبوت کے معنے یہ ہیں کہ ختم کمالات نبوت۔ اور آنحضرت صلعم پر تمام کمالات نبوت کا ختم ہونا ہی محمدی ختم نبوت کا ایک خاص فخر اور امتیازی نشان ہے تو ان معنوں کی رو سے لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ میں نبوت محمدیہ کے کمال کے ثبوت کے لئے ضرور بالضرور کوئی نبی ہو اور اسکے سوا ماننا کہ آنحضرت صلعم پر ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہیں ایک دعویٰ بلا دلیل ہے جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امت میں باوجود اس کے کہ ان کو فخر حاصل نہیں کہ ان پر ختم نبوت کیجاتی یعنے تمام کمالات نبوت انپر ختم کئے جاتے ان کی کمال نبوت کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالیٰ محدث بناتا رہا تو نبوت محمدیہ کے کمال کو ثابت کرنیکے لئے لازم ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی نبی بناوے کیونکہ نبوت محمدیہ کا کمال دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کمال کی طرح صرف یہیں تک ہی محدود نہیں کہ اپنے اندر ایک حد تک نبوت کے کمالات رکھے بلکہ ان تمام نبوتوں سے بڑھکر نبوت محمدیہ میں یہ کمال ہے کہ اپنے اندر ممکن حد تک تمام کمالات نبوت رکھتی ہے پس نبوت محمدیہ کے اس کمال کو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ اسکے کمال کے ثبوت کے لئے امت محمدیہ میں صرف محدث ہی نہ کرے بلکہ نبی بھی کرے تاکہ محمدی ختم نبوت کا کمال ثابت ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

سوال۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس امت میں کیونکر نبی ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر لگا دی ہے۔ **جواب۔** پس اسکا جواب یہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا نام نبی اسلئے رکھا ہے تا کمالات سرورِ خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کمال ثابت ہو پس	نبوت کے ختم ہونے سے نبوت کے تمام کمالات ختم ہونے مراد ہیں اور کمال نبوت محمدیہ کے ثبوت کے لئے نبی ہونا لازمی ہے

تحقیق اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا ثبوت متحقق نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس امت کا کمال ثابت ہو۔ اور اسکے سوا کوئی دعویٰ کرنا عقلمندوں کے نزدیک بلا دلیل ہے اور اس کامل فرد پر نبوت کے ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت کے تمام کمالات اس فرد پر ختم ہو گئے اور بڑے کمالات میں سے نبی کا کمال افاضہ میں ہوتا ہے اور یہ ثابت نہیں ہو سکتا جبتک کہ کوئی نمونہ اسکی امت میں پایا جائے۔

محمدی ختم نبوت کا چوتھا نشان آنحضرت صلعم کی مہر سے تمام نبوتیں تصدیق پاتی ہیں دوسرے انبیاء کی نبوتیں محتاج تصدیق ہیں۔

حوالہ نمبر ۴۲ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ جمیع کمالات نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو گئی ہیں اور ایک یہ بھی کہ جیسے بادشاہ کی مہر کے بغیر کوئی مسل نہیں ہو سکتا اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر کے بغیر کوئی نبوت سے استفادہ نہیں کر سکتا۔

(ختم نبوت کے معنے کمالات نبوت۔ آنحضرت کی تصدیق مہر کے بغیر ہر ایک نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی)

حوالہ نمبر ۴۳ (الحکم ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹)

خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپکی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی ہے۔ جب مہر لگ جاتی ہے۔ تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔

(خاتم النبیین کے معنے اپنی نبی کی مہر سے تمام نبوتیں پاتی ہیں)

نوٹ۔ ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلعم کی تصدیقی مہر نہیں ہے اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت صلعم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اسکے دوسرے معنے یہ ہونگے کہ وہ نبوت صحیح نہیں ہم ذیل میں ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر تصدیق کے بغیر دوسرے تمام نبیوں کی بھی نبوت صحیح نہیں ٹھہر سکتی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جسکا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضرت عیسےٰ کی نبوۃ کو بھی اسی کے وجود سے رنگ اور رونق ہے ورنہ حضرت مسیح موعود کی نبوۃ پر اگر گذشتہ مضمون کو الگ کر کے کوئی زندہ ثبوت مانگا جاوے تو ایک ذرہ کے برابر بھی ثبوت نہیں مل سکتا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۹

محمدی ختم نبوت کا پانچواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم صرف نبی امت ہی نہیں۔ بلکہ

نبی الانبیاء بھی ہیں لیکن دوسرے تمام انبیاء صرف نبی امت ہی ہیں۔ نبی الانبیاء نہیں۔

> خاتم الانبیاء کے خصوصی معنی نبی الانبیاء، یعنی ایسا نبی جس کی امت نبی ہوں

حوالہ نمبر ۷۴ ـ چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹

آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الہیہ کا ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔

> خاتم الانبیاء کے خصوصی معنی نبی الانبیاء یعنی ایسا نبی جو بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔

حوالہ نمبر ۷۵ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو

> خاتم الانبیاء کے معنی نبی الانبیاء یعنی ایسا نبی کہ جس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔

حوالہ نمبر ۷۶ ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۴

ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔

> خاتم النبیین کے معنی نبی الانبیاء یعنی ایسا نبی جس کی پیروی سے عیسیٰ سے بڑھ کر نبی ہو سکتا ہے۔

حوالہ نمبر ۷۷ چشمہ مسیحی صفحہ ( )

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کامل کی پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے اندھے کہتے ہیں کہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے؟

> خاتم النبیین کے معنی نبی الانبیاء یعنی ایسا نبی جس کی امت میں نبوت ہے اور نبی بھی ہیں

حوالہ نمبر ۷۸ الحکم ۱۷ - اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸ کالم ۳

بات یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپ کی امت میں ہی نبوت ہے۔ اور نبی ہیں۔

> خاتم الانبیاء کے معنی نبی الانبیاء یعنی ایسا نبی جس کی پیروی سے ہزاروں اولیاء ہوں اور ایک نبی ہو

حوالہ نمبر ۷۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ حاشیہ

آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔

حوالہ نمبر ۸۰ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ حاشیہ)

یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونیکے دوسروں پر علوم غیب کے دروازے بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے پس مصفّٰے غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوۃ اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے

> خاتم الانبیاء کے معنے نبی الانبیاء ہیں کیونکہ اسکی امت میں نبی اور صدیق ہیں اور قرآنی اصطلاح والی نبوت اور رسالت اسکی امت کو بذریعہ فنافی الخاتم الانبیاء کے مل سکتی ہے

حوالہ نمبر ۵۱ (الحکم ۱۷ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ء صفحہ ۹ کالم ۲)

آنحضرت صلعم کی امت میں سے ہزاروں انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور نبوت کے آثار اور برکات ان کے اندر موجود تھے مگر نبی کا نام انپر صرف شان نبوت اور سد باب نبوت کی خاطر انکو اس نام سے ظاہراً ملقب نہ کیا گیا مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرت صلعم کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا۔ اور نبوت کے انوار جاری تھے جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے اور آپکے نور سے نبوت جاری بھی ہے اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اسے ظاہراً بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلہ کے نبیوں کے ساتھ آپکی امت کے لوگ بھی مماثلت کو پورا کریں اسلئے صاف طور سے (مسیح موعود کے حق میں) نبی اللہ کا لفظ فرمایا اور اسطرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور بکمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔

> خاتم الانبیاء کے معنی نبی الانبیاء کیونکہ ہزارہا افراد کاملہ نے بغیر نبی کے نام سے ظاہراً ملقب ہونے کے درجہ نبوت پایا اور ایک نے یعنی مسیح موعود نے علاوہ درجہ نبوت پانیکے ظاہراً نبی کا نام بھی پایا

نوٹ۔ الحکم میں اصل عبارت یوں ہے "مماثلت کے پورا کرنیمیں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرمایا"

حوالہ نمبر ۵۲ - (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱)

یہ کسقدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جو آنحضرت صلعم کی امت مکالمہ مخاطبہ سے بے نصیب ہے اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے وہ نبی ہوگا اور ایک پہلو سے وہ امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا۔

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ اسکی امت میں ہزارہا الانبیاء بنی اسرائیل میں ہوں کے مشابہ

حوالہ نمبر ۵۳ حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷

واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا یعنے اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً ...... الخ

آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ انکی امت میں ایک نبی ہوگا

حوالہ نمبر ۵۴ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی آنیوالا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں

آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپکی پیروی سے فیضیاب ہو کر نبی ہوگا

حوالہ نمبر ۵۵ ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۲

قرآن سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لتؤمنن بہ ولتنصرنہ پس اسطرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلعم کی امت ہوئے

آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ تمام انبیاء آپکی امت ہیں

نوٹ - وہ لوگ غور کریں جو کہا کرتے ہیں کہ نبی کسی کی امت نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء حضرت نبی کریم صلعم کی بنص قرآنی کی رو سے امت ہیں پھر باوجود امت ہونیکے وہ نبی بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کا آنحضرت صلعم کی امت ہونا اصالتاً اور بالفعل طور سے نہیں پس لتؤمنن ولتنصرنہ کو گذشتہ انبیاء کی نسبت دیکھا جائے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمام انبیاء گذشتہ بالفعل آنحضرت صلعم کی امت ہونیکے لئے من حیث الظل دوبارہ مبعوث ہونگے اور اسی طرح اپنا امتی ہونا ثابت کرینگے اور وہ تمام انبیاء کا مظہر ہو کر مسیح موعود ہے جو ایک طرف آنحضرت کا امتی بالفعل بنکر آنحضرت صلعم کو نبی الانبیاء ثابت کرتا ہے اور دوسری طرف نص صریح کے رو سے وہ رسل اور انبیاء ہے

حوالہ نمبر ۵۶ (نزول المسیح صفحہ ۴)

اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدائے حکیم وعلیم نے وضع دنیا دوری رکھی ہے یعنے بعض نفوس بعض کے مشابہ ہوتے ہیں نیک نیکوں کے مشابہ اور بد بدوں کے مشابہ مگر باایں ہمہ یہ امر مخفی ہوتا ہے اور زور شور سے ظاہر نہیں ہوتا لیکن آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو پس اسنے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھدیا چنانچہ آدم ابراہیم - نوح موسیٰ داؤد - سلیمان یوسف یحییٰ عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس

آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپکی امت میں ایک ایسا نبی ہے جو تمام انبیاء گذشتہ کا [illegible]

امت میں پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب سے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے انکا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

نوٹ۔ وہ لوگ جو بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں تو پھر ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں ان کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا حوالے کو دو چار دفعہ خوب غور سے پڑھیں حضرت مسیح موعود کا پیدا ہونا گویا تمام انبیاء گذشتہ کا اس امت میں پیدا ہو جانا ہے اس طرح حضرت نبی کریم یقیناً نبی الانبیاء بنتے ہیں کیونکہ آپکی امت میں ایک ایسا نبی ہے جو تمام انبیاء گذشتہ کی جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے جیسے ایک مہر پندرہ روپوں کی جامعیت اپنے اندر رکھتی ہے اور ایک مہر کا ہونا یقیناً پندرہ روپوں کا ہونا ہے پس آنحضرت صلعم کی امت میں ایک ہی ایسے نبی کا ہو جانا جو اپنے اندر ایک مہر کی طرح تمام گذشتہ انبیاء کی جامعیت رکھتا ہے ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت نہ صرف نبی امت ہی ہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں۔

حوالہ نمبر ۵۵ اور حوالہ نمبر ۵۶ کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ میثاق النبیین میں نبیین کا حقیقی اور ظاہر امصداق مسیح موعود ہے جس نے آنحضرت صلعم کی امت میں پیدا ہو کر آنحضرت صلعم کی کھلے طور پر نصرت اور تائید کی اور جو کھلے طور پر نبی بنکر آنحضرت صلعم کی امت ہے۔

حوالہ نمبر ۵۷ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۴

(آنحضرت صلعم ہی نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپ ہی کی امت میں [illegible])

سورہ فاتحہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ امت امت وسط ہے اور ترقیات کے لئے ایسی استعداد رکھتی ہے کہ ممکن ہے بعض انمیں سے انبیاء ہو جاویں اور یہ بھی استعداد انمیں ہے کہ یہاں تک پست اور تنزل ہو جاوے کہ بعض انمیں سے یہودی اور جنگل کے بندروں کی طرح لعنتی ہو جاویں۔ یا گمراہ ہو جاویں اور نصرانی ہو جاویں۔"

حوالہ نمبر ۵۸ کشتی نوح صفحہ ۴۴

(آنحضرت صلعم ہی نبی الانبیاء ہیں [illegible])

"خدا تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں آیت اہدنا الصراط المستقیم میں بشارت دی ہے کہ اس امت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی بھی نعمت پائینگے نہ یہ کہ نرے یہودی بنیں یا عیسائی بنیں۔"

حوالہ نمبر ۵۹

(آنحضرت صلعم ہی نبی الانبیاء ہیں [illegible])

اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ۔ ۔ ۔ ۔ صاف کہہ رہی ہے کہ اس امت کے بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جائیگا اور نیز یہ کہ گذشتہ کفار کے عادات بھی بعض منکروں کو دیجائینگی

اور بڑی شدومد سے آئندہ نسلوں کی گذشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائیگی چنانچہ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جاوینگے اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا۔

حوالہ نمبر ۶۰ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴

> آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں مگر آپ کے بعد بھی وقتاً فوقتاً نبی آتے رہیں گے

یہ دعا کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ یقینی اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔"

حوالہ نمبر ۶۱ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۵

> آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں لیکن آپ کے بعد امت محمدیہ میں نبی آئیں گے

"اب لازم ہے کہ تین فرقوں میں جس کے تم وارث ہو تفریق نہ کرو۔ ممکن نہیں کہ کوئی یہودی بنی اسرائیل میں سے یا کوئی نبی آسمان سے تمہارے پاس آوے بلکہ یہ سب اسی امت کے نام ہیں"۔

حوالہ نمبر ۶۲ چشمہ مسیحی صفحہ ۳۸

> آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں لیکن آپ کے بعد امت محمدیہ میں صدیق اور نبی ہوں گے

خود اسنے قرآن شریف میں یہ دعا سکھائی ہے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ دکھلا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا فضل اور انعام ہوا اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ وہی فضل اور انعام جو تمام نبیوں اور صدیقوں پر پہلے ہو چکا ہے وہ ہم پر بھی کر اور کسی فضل سے ہمیں محروم نہ رکھ یہ آیت اس امت محمدیہ کو اسقدر عظیم الشان امید دلاتی ہے جسمیں کوئی گذشتہ امت شریک نہیں ہے کیونکہ تمام انبیاء کے متفرق کمالات تھے اور متفرق طور پر ان پر فضل اور انعام ہوا اب اس امت کو یہ دعا سکھائی گئی کہ ان تمام متفرق کمالات کو مجھ سے طلب کرو پس ظاہر ہے کہ جب متفرق کمالات ایک جگہ جمع ہو جائینگے تو وہ مجموعہ متفرق کی نسبت بہت بڑھ جائیگا اسی لئے کہا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنے تم اپنے کمالات کے رو سے سب امتوں سے بہتر ہو

حوالہ نمبر ۶۳ (کشتی نوح صفحہ ۴۳)

> آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں لیکن آپ کی امت میں ایک ایسا فرقہ ہوگا جو کامل طور پر نبیوں کے نقش قدم پر ہوگا

سورہ فاتحہ میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق و صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائینگے اور نبوت و رسالت کی نعمتیں پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہو جائینگے جن پر دنیا میں بھی عذاب

نازل ہوگا اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہن لینگے × × × بس یہ سورت پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جاوے۔

حوالہ نمبر ۶۴ کشتی نوح صفحہ ۴۴

[illegible] امت محمدیہ کی [illegible] آنحضرت صلعم کی ختم المرسلینی

یہ خدا پر بدظنی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی بدی کا تو حصہ دار ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ ان کا نام یہود بھی رکھ دیا مگر ان کے رسولوں اور نبیوں کے مراتب میں سے اس امت کو کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شر الامم ہوئی کہ ہر ایک نمونہ شر کا ان کو ملا مگر نیکی کا نمونہ نہ ملا کیا یہ ضرور نہیں کہ اس امت میں بھی کوئی نبیوں اور رسولوں کے رنگ میں نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور ان کا ظل ہو۔

محمدی ختم نبوت کا چھٹا امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم شمس منیرہ ہیں جس کے بعد بدر اور ستارے ہیں لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام شمس منیرہ نہیں اور نہ ان کے بعد کوئی بدر ہے۔

حوالہ نمبر ۶۵ (کرامات الصادقین صفحہ ۶۱)

آنحضرت صلعم [illegible] ہیں یعنی آپ کے بعد بدر اور ستارے ہیں

وان رسول اللہ شمس منیرۃ بعد رسول اللہ بدر و کوکب ما

بعد کہ رسول اللہ صلعم شمس منیرہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے بعد بدر اور ستارے ہیں۔

حوالہ نمبر ۶۶ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴)

جلالی رنگ آنحضرت صلعم [illegible] ختم ہو چکا ہے

تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنے اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا ہے۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنیکا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات کے ایام ہیں۔

نوٹ۔ محمدی ختم نبوت کا یہ امتیازی نشان بھی صاف اور صریح اثبات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ضرور بالضرور نبوت کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نظام روحانیت میں روحانی سورج ہیں جیسے کہ نظام عالم میں جسمانی سورج ہے اور ظاہر ہے کہ سورج کے بعد سلسلہ فیض نورانیت منقطع نہیں ہو جاتا۔ بلکہ سورج کے واسطہ اور فیض سے وہ نورانیت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور وہ سورج کی نورانیت کو دنیا تک پہنچانے والے

ہزارہا ستارے ہیں اور ایک انہیں سے چاند بھی ہے جو علیٰ وجہ الاتم ظلی طور پر سورج کے جمیع کمالات کا جمالی رنگ میں بالفعل جامع ہے پس آنحضرت صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا سلسلہ نبوت کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کے واسطے اور فیض سے یہ سلسلہ نبوت برابر چلتا ہے ہاں اس سلسلہ نبوت کے افراد میں سے آنحضرت صلعم کے بعد ظاہرا اور بالفعل طور سے نبی کہلانیکا صرف وہی مستحق ہو سکتا ہے جو علیٰ وجہ الاتم جمیع کمالات محمدیہ کا ظلی طور پر بالفعل جامع ہو جیسا کہ چاند ہے اور ظاہر ہے کہ چاند کی طرح ایسا شخص صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جو روحانی سلسلہ نبوت میں روحانی سورج یعنے آنحضرت کے بعد نبی کہلانے کا مستحق ہو یہی وجہ ہے کہ دوسرے اولیاء امت نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور صرف ایک مسیح موعود ہی نبی کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ روحانی اور جسمانی نظام کی تکمیل مشابہت کیلئے لازمی ہے کہ روحانی سورج کے بعد ہزارہا روحانی ستارے ہوں لیکن روحانی چاند ان میں سے صرف ایک ہی ہو۔

نظام شمسی میں گو بہت بڑے بڑے سیارے ہیں اور سورج کی طرح اپنی الگ مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور بعض ان میں سے ایسے سیارے ہیں جو اپنے گرد گھومنے والے کئی کئی اقمار رکھتے ہیں لیکن اس زمین کے لئے سورج صرف ایک ہی ہے اور سورج کے مقابل باقی سب اسکے ظل ہیں اور سورج کے فیضیافتہ اظلال بہت سے ستارے ہیں لیکن ان تمام فیضیافتہ اظلال شمسی میں سورج کا ایک ظل جو علیٰ وجہ الاتم سورج کے جمیع کمالات کا بالفعل جامع ہے چاند ہی ہے جو صرف ایک ہی ہے اور تمام فیضیافتہ اظلال شمسی سے بدرجہا بڑھکر ہے لیکن وہ نہ صرف فیض یافتہ اظلال شمسیہ سے بھی بڑھکر ہے بلکہ بوجہ شمس کا ظل کامل ہونے کے بعض ان سیاروں اور اقمار اور ستاروں سے بھی اپنی شان نورانیت اور تاثیر میں بڑھکر ہے جو سیارے یا ستارے یا اقمار اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور سورج کی طرح اپنی ذاتی روشنی رکھتے ہیں بعینہ اسی طرح روحانی نظام شمسی میں گو بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام ہوئے جو آنحضرت صلعم کی طرح خود اپنی مستقل ذاتی حیثیت رکھتے تھے اور بالکل نئی شریعت اور نئی عمارت نبوۃ کو قائم کرنے والے تھے اور اپنے دین کی شوکت کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ ان کی شریعت کے ماتحت کئی ایک انبیاء مبعوث کرتا رہا لیکن ان تمام افراد نبوت میں بمنزلہ سورج صرف ایک ہی ہے یعنے آنحضرت صلعم دیگر انبیاء بمنزلہ مستقل سیاروں اور مستقل اقمار کے ہیں اور روحانی سورج کے فیض یافتہ اظلال میں سے گو ستارے یعنے مجددین اور ائمہ اور اولیاء بہت سے ہیں لیکن روحانی چاند صرف ایک ہی ہے یعنے مسیح موعود جو بوجہ روحانی سورج کا ظلی طور پر جمیع کمالات کا علیٰ وجہ الاتم بالفعل جامع ہونیکے نہ صرف فیضیافتہ اظلال محمدیہ ہی سے بڑھکر ہے بلکہ ان انبیاء سے اپنی شان و شوکت میں بڑھکر ہے جو آنحضرت صلعم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

پھر ایک لطیف بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ کو ستارے قرار دیا اور انمیں سے بعض کو بعض انبیاء کے نام بھی دیئے اور بطور قاعدہ کلیہ کے بتایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جس سے بہ تمام وکمال ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اسرائیل کے مقابل آنحضرت صلعم نے اپنے فیضیافتہ اظلال یعنی ستارے پیش کئے ہیں اسلئے انبیاء بنی اسرائیل ستارے ہوئے لیکن مسیح موعود کو نبی اللہ اور اسمہ کاسمی ویدفن معی فی قبری فرما کر اسکو اپنا بدر کامل قرار دیا ہے جو اپنے مقابل ٹھہرایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل بمنزلہ مستقل سیاروں اور اقمار کے تھے اور امت محمدیہ کے افراد کاملہ بمنزلہ فیضیافتہ ستاروں کے تھے جو مستقل ستاروں اور سیاروں کے مقابل پر ہیں اور مسیح موعود کو آنحضرت صلعم نے اپنا فیضیافتہ چاند قرار دیا۔ فتدبر

محمدی ختم نبوت کا ساتواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم مجمع اور منبع تمام فیوض نبوت کے ہیں۔ دوسرے انبیاء ایسے نہیں۔

حوالہ نمبر ۶۷۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۶

نبوت کے سب فیوض کا منبع

(میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے × × × اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کسی فضیلت کا دعوی کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے

محمدی ختم نبوت کا آٹھواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے لئے خدا نے چاہا ہے کہ وہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور وہ من حیث الظل بذریعہ اپنے روحانی خلیفوں کے تا بقیامت اپنی زندگی کا ثبوت دیتا ہے۔ دوسرے انبیاء کے لئے خدا نے ہمیشہ کی زندگی کو نہیں چاہا۔

(نوٹ) بطور قاعدہ کلیہ کے قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالی ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۶۸۔ شہادۃ القرآن صفحہ ۵۳

انبیاء ظلی طور پر باقی رکھے جاتے ہیں

اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ اما ماینفع الناس فیمکث فی الارض الجزو نمبر ۱۳ یعنے جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والے گروہ انبیاء ہیں کہ جو خوارق سے معجزات سے پیشگوئیوں سے حقائق سے معارف سے اپنی راستبازی کے نمونہ سے انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور حق کے طالبوں کو دینی نفع پہنچاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ مدت تک نہیں رہتے بلکہ تھوڑی سی زندگی بسر کر کے اس عالم سے اٹھائے جاتے ہیں لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام خلاف واقعہ ہو پس انبیاء کی طرف نسبت دیکر معنی آیت کے یوں ہونگے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہیں کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے

نوٹ ۔ اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کے من حیث الظل باقی رہنے میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے من حیث الظل باقی رہنے میں دو فرق ہیں (۱) آنحضرت صلعم کی زندگی کا ثبوت بذریعہ آپ کے فیضیافتہ روحانی افراد کاملہ کے ہمیشہ تک تا بقیامت قائم رہیگا لیکن دوسرے انبیاء کی زندگی کا ثبوت بذریعہ ان کے فیضیافتہ روحانی افراد کاملہ کے اگر ملتا ہے تو بہت کم اور ایک بالکل محدود زمانہ تک (دوم) آنحضرت صلعم کے بعد دوسرے انبیاء آنحضرت صلعم کے ہی فیضیافتہ افراد کامل کے ذریعہ اپنی زندگی کا ثبوت دینگے نہ کہ بجائے خود آنحضرت صلعم سے الگ ہو کر یعنے اگر خدا کسی پہلے نبی کی زندگی کو من حیث الظل باقی رکھنا چاہے اور کسی ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ظلی طور پر اسکا نظیر اور مثیل پیدا کرنا چاہے تو اس نبی کی امت میں وہ نظیر اور مثیل پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ نظیر بھی آنحضرت صلعم کی ہی امت سے پیدا ہوگا۔

حوالہ نمبر ۶۹ ۔ کشتی نوح صفحہ ۱۳

آنحضرت صلعم ابدی طور پر زندہ نبی ہیں اور روحانی فیض رسانی سے تکمیل عمارت اسلام کیلئے مسیح موعود کی ضرورت تھی

"نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو بھیجا جسکا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا

محمدی ختم نبوت کا نواں امتیازی نشان۔ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔

حوالہ نمبر ۷۸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ

ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت سے فیض اور ہدایت پائینگے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔

(ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں)

حوالہ نمبر ۱۷۸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

اور اس تقریر سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ × × × ×

(ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلعم کا دوبارہ آنا وعدہ دیا گیا ہے)

حوالہ نمبر ۲۷۸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہے ہیں مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلعم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث کے غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے۔

(قرآن شریف نبی صلعم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے)

حوالہ نمبر ۳۷۸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

اور ماحصل اس آیت کریمہ یعنی وآخرین منہم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفے صلعم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونیکے اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئیگا اور مہدی معہود اسکے آخر میں ظاہر ہوگا۔ تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت ہوگی لیکن درحقیقت آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرت صلعم دوبارہ مبعوث

ہو کر دنیا میں آگئے۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں کہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم

حوالہ نمبر ۷۴ (گذشتہ سے پیوستہ)

پس یہ خبر جو آنحضرت صلعم کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کیساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔

حوالہ نمبر ۷۵ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ

جیسا کہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدی × × × × دوسرا بعث احمدی

نوٹ ۔ ان حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ محمدی ختم نبوت کا یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان امتیازی نشان ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعثتیں ہیں لیکن اسکے مقابل کسی دوسرے نبی کے دو بعث نہیں بلکہ ہر ایک نبی کا ایک ہی بعث ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنا دوسرا بعث بروزی رنگ میں مسیح موعود کے ذریعہ سے پورا کیا اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور یہ بھی ایک ثابت شدہ امر ہے کہ کسی نبی کا ظلی وجود جو اس نبی کی ظلی زندگی کا ثبوت ہو نبی نہیں ہوا۔ بلکہ تمام انبیاء کے ظلی وجود اولیاء ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کو یہ ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے فیضیافتہ اظلال جو آپکی زندگی کا ثبوت ہیں سارے کے سارے اولیاء ہی نہیں بلکہ ان وجودوں میں سے ایک نبی بھی ہے جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم نے اپنی دوسری بعث کو پورا کیا اور اگر یہ مانا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا مورد ظلی وجود نہیں بلکہ وہ بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے ظلی وجودوں کی طرح ایک ولی ہی ہے تو اس سے آنحضرت صلعم کی کوئی امتیازی خصوصیت قائم نہیں ہو سکتی حالانکہ آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص خصوصیت دی گئی ہے کہ وہ ایک دفعہ یعنی چھٹے ہزار کے آخر میں اپنے ظلی وجود یعنی مسیح موعود کے ذریعہ سے اپنی ظلی زندگی کا ایک خاص طور سے ثبوت دینگے جس کی نظیر کسی اور نبی میں ہرگز ہرگز پائی نہیں جاتی پس آنحضرت صلعم جیسے کہ باعتبار زمان کے ہمیشہ کے لئے صرف ایک ہی زندہ نبی ہیں ویسا ہی باعتبار مکان کے بھی صرف وہ ایک زندہ نبی ہیں جو اپنی ظلی زندگی کا ثبوت نہ صرف دیگر انبیاء کی طرح بذریعہ اولیاء کے ہی دینگے۔ بلکہ بذریعہ ایک نبی کے بھی دینگے فتدبروا!

چونکہ محمدی ختم نبوت کا عظیم الشان امتیازی نشان یہ ہے کہ بمقابلہ دیگر انبیاء کے آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں اسلئے لازمی ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا مورد جو ظلی وجود ہو وہ ایک نبی ہو

حوالہ نمبر ۷۶ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷

[illegible]

وآخرین منہم لما یلحقوا بہم یعنی آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں اس سے تعلیم اور تربیت پاویں پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا اسلئے اسکے اصحاب آنحضرت صلعم کے اصحاب کہلائینگے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالی کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کرینگے بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کے نام اصحاب رسول اللہ رکھا جاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو نہیں دیکھا۔

آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا وآخرین من الامۃ بلکہ فرمایا وآخرین منہم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منہم کی ضمیر صحابہ کی طرف راجع ہے لہذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہو سکتا ہے جسمیں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت صلعم کا بروز ہو

محمدی ختم نبوت کا دسواں امتیازی نشان - آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا جو صاحب شریعت ہو۔ یا بدوں توسط آنحضرت صلعم کے پہلے سے ہی نبوت حاصل کر چکا ہوا ہو۔ یا بعد میں کرنیکا مدعی ہو لیکن آنحضرت صلعم کے واسطہ اور فیض سے نبوت کا دروازہ مسدود نہیں ہوا۔

حوالہ نمبر ۷۷ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے وہ بند ہے

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جبتک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا۔

حوالہ نمبر ۷۸ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

[illegible]

کسی حدیث صحیح سے اسبات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں۔

حوالہ نمبر ۷۹ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

براہ راست نبوت کا دروازہ بند ہے

جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اسکا انہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور امتی بھی مگر کیا مریم کا بیٹا امتی ہو سکتا ہے کون ثابت کریگا۔ کہ

براہ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے درجہ نبوت پایا تھا۔

حوالہ نمبر ۸۰ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

مستقل نبوت کا دروازہ بند / شریعت اور مستقل نبوت بند ہیں

کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لیے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپکی ختم نبوت کی مہر کو توڑ دیگا اور آپکی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لیگا اور آپکی پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست مقام نبوت حاصل رکھتا ہوگا۔

حوالہ نمبر ۸۱ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰)

مستقل نبی کوئی نہیں آسکتا / آنحضرت کے بعد کوئی مستقل نبی

بیشک حدیثوں میں مسیح موعود کیساتھ نبی کا نام موجود ہے مگر ساتھ اسکے امتی کا نام بھی تو موجود ہے اور اگر موجود بھی نہ ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلعم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔

حوالہ نمبر ۸۲ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی

حوالہ نمبر ۸۳ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لادے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جبتک اسکو امتی بھی نہ کہا جاوے جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اسنے آنحضرت صلعم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست

حوالہ نمبر ۸۴ (الحکم ۷۔ فروری ۱۹۰۳ء)

خاتم النبیین کے معنی / شریعت والی نبوت بند

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہے جس پر الف لام پڑے ہیں اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوت سب بند ہو چکی ہے پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے۔"

حوالہ نمبر ۸۵ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

نبی کی ... رسول اللہ ... خاتم النبیین

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی

ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہی اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کا لفظ اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اسلئے اسکا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے اسلئے اسکا نام آسمان پر محمد و احمد ہے اسکے یہ معنے ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو

حوالہ نمبر ۸۶ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳۔۴)

پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اسکے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب الرجال الآخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الیٰ فیوض اللہ من غیر توسطہ

خاتم النبیین کے معنے ابو الانبیاء ہی جس کے توسط سے نبی ہو سکتا ہی

حوالہ نمبر ۸۷ (ایک غلطی کا ازالہ)

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین × × اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے

خاتم النبیین کے بعد بروزی وجود وحی نبوۃ پا سکتا ہے

حوالہ نمبر ۸۸ (ایک غلطی کا ازالہ)

بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسےٰ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مہر کو توڑتا ہے × × لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت واخرین منہم لما یلحقوا بہم سے ظاہر ہے۔

خاتم النبیین کے بعد بروزی نبوت و رسالت کا دروازہ کھلا ہی اور ایک بروزی نبی کا آنا قرآن سے ثابت ہی

حوالہ نمبر ۸۹ ریویو پر مباحثہ صفحہ ۶

یاد رہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو

نبوت شریعت والی بو مستقل منقطع ہو گئی ہی لیکن بالواسطہ نبوت بالکل منقطع نہیں ہو گی

بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنیکے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوت شریعت والی اور نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔

حوالہ نمبر ۹۰ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۶)

ولا سبیل الیہا الی یوم القیمۃ ومن قال انی لست من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وادعی انہ نبی صاحب الشریعۃ او من دون الشریعۃ ولیس من الامۃ فمثلہ کمثل رجل غرہ السیل المنہمر فالقاہ وراءہ ولم یغادر حتی مات (ترجمہ) اور اسکی طرف قیامت تک کوئی راہ نہیں اور جس نے کہا میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اور دعویٰ کیا کہ میں صاحب شریعت نبی ہوں۔ یا بے شریعت نبی ہوں اور امت محمدیہ سے نہیں اسکی مثال اس شخص کی ہے جسے سیلاب نے آدبایا اور مار کر چھوڑا۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جنکی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کیجاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے

خاتم الانبیاء کے معنی ابو الانبیاء کے ہیں جس کے ذریعہ نبی پیدا ہوتے ہیں

حوالہ نمبر ۹۱ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۶)

جیسا کہ وہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم النبیین ہے اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کیلئے آتا ہے۔ یعنے تدارک مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنے جسکی آنحضرت صلعم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اسطرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہوگئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپکا وارث ہوگا۔

براہ راست فیض نبوت منقطع ہوگئے ہیں لیکن آنحضرت آئندہ سلسلہ نبوت کیلئے روحانی باپ ہیں

حوالہ نمبر ۹۲ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

[illegible] خاتم الانبیاء سے آنحضرت صلعم [illegible]

غرض اس آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النّبییّن) میں ایک طور سے آنحضرت صلعم کے باپ ہونیکی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونیکا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جسکا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جاوے۔

نبوت تشریعیہ [illegible] منقطع ہو گئی

حوالہ نمبر ۹۳ ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷

حاصل اس آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النّبییّن) کا یہ ہوا کہ نبوۃ گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو اُمتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔

بالواسطہ نبوت کے انکار سے آنحضرت صلعم ابتر ٹھہرتے ہیں

حوالہ نمبر ۹۴ ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷

اور اگر اس طور سے (یعنی بالواسطہ طور سے وحی نبوت کا حاصل کرنا بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کیجاوے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے

[illegible] دروازہ [illegible]

حوالہ نمبر ۹۵ (ضمیمہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱)

قرآن شریف کی رُو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض اور اتباع آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ ومخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الہٰی کے مخفی طور پر اطلاع پاوے۔ تو پھر ایسے نبی اس اُمت میں کیوں نہیں ہونگے اسپر کیا دلیل ہے ہمارا مذہب نہیں ہے کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جاوے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اسکو خدا تعالیٰ اسکی وحی میں اُمتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اسکا نام نبی بھی رکھتا ہے یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے خلاف نہیں کیونکہ یہ نبوت بباعث اُمتی ہونے کے دراصل آنحضرت کی نبوت کا ایک ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں ہے۔

محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کو مسدود ماننے کے نقائص

محمدی ختم نبوت کی رو سے
آئندہ نبوت کا انقطاع نہیں
[illegible]

حوالہ نمبر ۹۶ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

غرض اس آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ایک طور سے آنحضرت صلعم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا ہے تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جائے ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابتر رکھتا ہے۔"

محمدی ختم نبوت کی رو سے آئندہ نبوت کا
انقطاع ہو تو آنحضرت صلعم [illegible]
[illegible]

حوالہ نمبر ۹۷ (الوصیت صفحہ ۱۲)

جبکہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال تک پہنچ جاوے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر سب نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اسکے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ (نبوت) سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلعم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اسکے وہ دعا جسکا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔

محمدی ختم نبوت کی رو سے آئندہ نبوت کا
انقطاع مانا جائے تو آنحضرت صلعم
[illegible]

حوالہ نمبر ۹۸ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر آپ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور سے وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مہر نہ ہوگی

ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے اور اسمیں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو کہا کہ کنتم خیر امۃ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ اگر یہ معنی کئے جاویں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی۔

حوالہ نمبر ۹۹ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت کا قائل آنحضرت صلعم کو ابتر قرار دیتا اور آپ کو ابتر کہنا کفر ہے

رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کا راز ہمارے مخالفوں نے ہرگز نہیں سمجھا جس طرح پر وہ ختم نبوت مانتے ہیں اس طرح پر رسول اللہ صلعم کو معاذ اللہ ابتر قرار دیتے ہیں قرآن شریف میں آیا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اب ابوت جسمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں نفی کی ہے اگر روحانی ابوت کا سلسلہ بھی جاری نہ ہو تو پھر کیا آپکو ابتر مانینگے ایسا ماننا کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہے جیسا کہ لفظ لکن سے ظاہر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو نبوت اور رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلعم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جب تک آنحضرت صلعم کی سچی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض بھی آپ ہی کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

حوالہ نمبر ۱۰۰ (الحکم ۲۴ - نومبر ۱۹۰۲ء)

ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت کا قائل آنحضرت صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب قرار دیتا ہے

آپکی نبوت مستقل نبوت ہے جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے اور اسی کو ظل نبوت کہتے ہیں ہم اس نبوت کو کفر جانتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے توسط کے بغیر دعویٰ کی جائے لیکن جو سلسلہ توسط کا انکار کرتا ہے کہ ایسا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا ہے وہ بھی کافر ہے کیونکہ وہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب ٹھہراتا ہے۔

باب نبوت مسدود نہیں ہوا

(پہلی دلیل) محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بکلی بند نہیں ہوتا کیونکہ کسی جزو من اجزاء نبوت کا اور کسی کمال من کمالات نبوت کا بکلی انقطاع نہیں ہوا۔ بلکہ تمام کچھ بالقوہ ملتا رہا ہے اور ملتا رہیگا ذیل میں ہم وہ حوالے اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ محدثین امت محمدیہ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت کو حسب استعداد قابلہ کے بالقوہ اور مخفی طور سے حاصل کرتے رہے ہیں اور ان کے لئے صرف بالفعل اور ظاہرا کھلے کھلے طور پر نبی ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت اور حکمت

کے ماتحت سد باب نبوت کیا گیا تھا لیکن سے تمام بالقوہ طور پر رنگ نبوت سے رنگین تھے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

> محدث اصل نبوت کی تمام شرائط جزئی طور پر رکھتا ہے

حوالہ نمبر ۱۰۱ (توضیح مرام صفحہ ۹-۱۰)

محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اسکے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہونیکا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح اسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں با آواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اسمیں پائے جاویں۔

> محمدی ختم نبوت سے نبوت تامہ جو حامل وحی شریعت ہے وہ بند ہے مبشرات والی نبوت ہرگز بند نہیں ہوئی

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجہ باب نبوت مسدود ہوا۔ اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہیگا نبوت تامہ نہیں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جو مجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ترجمہ)

"× × × کیا باب نبوۃ کلی وجہ پر بند کیا گیا ہے بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے اور وہ نبوت جس میں سوا مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔ وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی" (ترجمہ از عربی عبارت)

> نبوت اور محدثیت میں حقیقت ایک ہی ہے محض شدت اور ضعف کا فرق ہے باب نبوۃ حقیقت نبوت [illegible]

حوالہ نمبر ۱۰۲ آئینہ کمالات صفحہ ۲۳۷ و ۲۳۸

"یہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتی جاتی ہے اسمیں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے گئے ہیں اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی"

> نبوت اور محدثیت میں صرف قوت اور فعل کا فرق ہے تمام اجزاء اور کمالات ایک ہی ہوتے ہیں باب نبوت محدث کے لئے محض [illegible]

حوالہ نمبر ۱۰۳ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱

محدث میں تمام اجزاء نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوہ نہ بالفعل۔ پس محدث

بالقوہ نبی ہی اور اگر نبوۃ کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا اور بناءً اس بات کا کہنا جائز ہے کہ نبی بکمال کی وجہ سے محدث ہی کیونکہ علیٰ وجہ الاتم تمام کمالات کا بالفعل جامع ہوتا ہی اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں کہ محدث استعداد باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہی کیونکہ محدث بالقوہ نبی ہوتا ہے اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور باب نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے اسکا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہی × × مادہ نبوت اور تخم نبوت محدث میں بھی موجود ہوتا ہے"

حوالہ نمبر ۱۰۴ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲

> محدث کی شان نبوت کی طرح مخفی ہوتی ہے اور محدث وہی ہے جو نبی ہی ہوتا اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا

اسمیں کوئی شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہی جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسے کہ شان نبوت ہی اور محدث اسی طرح اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں جس طرح نبی ہمکلام ہوتے ہیں اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جس طرح رسول بھیجے جاتے ہیں اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا"

حوالہ نمبر ۱۰۵ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۳

> محدث میں تمام کمالات نبوت جمع ہوتے ہیں اور محدث کا نبی سے فرق صرف ظاہر و باطن اور قوت و فعل کا ہے اور کوئی فرق نہیں

محدث کے نفس میں کمالات نبوۃ جمع ہوتے ہیں اور سوائے فرق ظاہر و باطن اور قوت و فعل کے اور کوئی فرق نہیں پس نبوت ایک درخت ہے جو خارج میں موجود ہے اور ثمردار ہے اور اپنی حد کو پہنچنے والا ہے اور تحدیث مثل تخم کے ہے جسمیں وہ سب باتیں بالقوہ پائی جاتی ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۰۶ شہادت القرآن صفحہ ۲۷

مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالےٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ہے × × × چونکہ ہمارے سید و رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کا قائم مقام محدث ہی۔

اب یہ چھ حوالے بصراحت ان امور کی شہادت دیتے ہیں۔

(۱) تمام اجزاء نبوت اور تمام حقیقت نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام شرائط نبوت اور منصب نبوت کا محدث بالقوہ اور مخفی طور سے جامع ہوتا ہے اور بالقوہ طور سے علی وجہ الاتم نبوت کے کمالات سے محدث کا جامع ہونا محمدی ختم نبوت میں کوئی روک نہیں

(۲) محمدی ختم نبوت صرف بالفعل نبی ہونے کے لئے روک ہے۔

(۳) محمدی ختم نبوت سے صرف نبوت تامہ جو حامل وحی شریعت ہوتی ہے وہ اصولاً اور کلی منقطع ہو گئی ہے

الغرض محمدی ختم نبوت سے کلی باب نبوت بند نہیں ہوا کیونکہ تخم اور مادہ اس امت میں موجود ہے اور جبتک کہ مادہ اور تخم علیٰ وجہ الاتم موجود ہے تب تک یہ کہنا سراسر غلط اور جہالت ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کلی بند ہے اور اگر بند ہوتا تو اصل چیز کا بند ہونا سب سے پہلے ضروری تھا لیکن چونکہ وہ بند نہیں اور تمام اجزا اور کمالات کیساتھ نبوت کا مادہ اور تخم موجود ہے اسلئے یہ بات بالکل غلط ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت اصولاً بند ہے اصولاً تو تب ماناجاوے جبکہ اصل نبوت اسکی جڑ سے فنا ہو جاوے لیکن جبتک اسکا مادہ اور تخم موجود ہے تب تک باب نبوۃ بھی کھلا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ۔ محمدی محدث کے بالفعل نبی بننے کے لئے قیامت تک باب نبوت مسدود نہیں ہوا

مندرجہ بالا پانچ حوالوں سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ محمدی ختم نبوت سے ہرگز باب نبوت مسدود نہیں ہوا۔ کیونکہ اجزائے نبوت اور تمام کمالات نبوت اور حقیقت نبوت محمدی محدث میں کر حاصل ہو سکتی ہے اور استعداد باطنی کے لحاظ سے ہم اسپر نبی کا لفظ بول سکتے ہیں اس طرح سے ہزارہا نبی آگے بھی ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہینگے پس یہ تو معلوم ہو گیا کہ محدث کے لئے علیٰ وجہ الاتم بالقوہ طور سے تمام کمالات نبوت کا جامع ہونا محمدی ختم نبوت کے منافی نہیں اور اسطور سے نبوت کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہوا۔ لیکن اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ آیا باب نبوۃ کا بالفعل طور پر نبی ہونیکے لئے بند ہونا قیامت تک کے لئے ہے یا کسی ایک خاص زمانہ تک کے لئے۔ اور آیا تمام محدثین کے لئے بالفعل طور پر نبی ہونیکے لئے باب نبوت بند ہے یا کسی ایک کے لئے یہ دروازہ کھلا بھی ہے سو ذیل کے حوالجات اسبات کو خوب واضح کر دیتے ہیں کہ باب نبوت کا بالفعل طور پر نبی ہونے کے لئے بند ہونا . ۱۳۰۰ برس کے عرصہ کے لئے تھا تاکہ اس عرصہ میں محمدی ختم نبوت کی عظمت قائم ہو جاوے اور جبکہ محمدی ختم نبوت کی عظمت قائم ہو گئی اور اس کا حق ادا ہو گیا تو اب کسی کا ظاہراً نبی ہونا اس سد باب نبوت کے منافی نہیں جو عظمت ختم نبوت کے قائم کرنیکے لئے کسی محدث کے بالفعل طور پر نبی ہونے کے لئے بند کیا گیا تھا۔ اسبات کے لئے دیکھو حوالجات نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶

(دوسری دلیل) محمدی ختم نبوت سے کلی باب نبوت بند نہیں ہوا کیونکہ باب نزول جبرئیل بپیرایہ وحی الٰہی بند نہیں ہوا۔

دوسری دلیل اس بات کے ثبوت میں کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کلی بند نہیں ہوا یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا وحی الٰہی کے ساتھ اس امت کے افراد کاملہ کی طرف آنا ثابت ہے اور نزول جبریل بپیرایہ وحی الٰہی ہونا اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ باب نبوت کلی مسدود نہیں ہوا کیونکہ جبریل علیہ السلام کا وحی الٰہی کے ساتھ آنا بھی

نہ چیز ہے جو نبوت کی اصل جان ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۰۷ (توضیح مرام صفحہ ۶۸)

(۱) مثلاً جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے اسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہیں خدمات کے موافق جو اسکے نیّر سے لئے جاتے ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے۔ نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے) لیکن اسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے متعلق ہے

حوالہ نمبر ۱۰۸ (توضیح مرام صفحہ ۶۸-۶۹)

(۲) ہر ایک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے اول وہ تاثیر جو رحم میں ہونے کی حالت میں باذنہ تعالیٰ مختلف طور سے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہے پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد طیاری وجود کے اس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے اس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰۹ توضیح مرام صفحہ ۷۱

(۳) ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر بھی جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وحی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونوں وحیوں میں وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشہ اور بڑے آئینہ کا ہے یعنی اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی ہے اور اسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر ایک جگہ مادہ قابلہ ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہیں اور یہ جو میں نے اس جگہ صفائی کا لفظ بھی لکھدیا ہے تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہیں بلکہ کیفیت کے متعلق بھی ہیں یعنی صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کی ایک ہی مرتبہ پر کبھی نہیں ہوتی جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے۔

حوالہ نمبر ۱۱۰ تحفہ بغداد حاشیہ صفحہ ۲۰-۲۱

(۴) اور امام موصوف کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ وحی جس طرح نبیوں پر اترتی ہے اسی طرح ولیوں پر اترتی ہے اور وحی

کے اترنے میں ولی کی طرف ہو۔ یا نبی کی طرف کوئی فرق نہیں × × ہر ایک کو اللہ تعالےٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے حسب مراتب حصہ ملتا ہے مگر انبیاء کی وحی کی شان اتم اور اکمل ہوتی ہے اور وحی کی سب قسموں سے قوی تر وحی ہمارے رسول خاتم النبیین کی وحی ہے۔

نوٹ۔ اب ان چار حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی ہو سکتا ہے ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ ولی پر بھی حضرت مسیح موعود نے نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی مانا ہے اور فرمایا ہے کہ وحی بجز تاثیر جبریل ہو ہی نہیں سکتی پس جبکہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے ولی پر بھی نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اور نزول جبریل بپیرایۂ وحی الٰہی کا ہونا باب نبوت کے کھلے ہونے کی دلیل ہے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ باب نبوۃ بکلی بند نہیں ہوا

اگر یہ خیال ہو کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت نہیں ہو سکتا تو یہ ایک باطل خیال ہے کیونکہ اول تو نبی اور ولی کی وحی میں نفس وحی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں اگر فرق ہے تو صرف نفس شان وحی کا یعنے نبی کی وحی شان میں اتم اور اکمل ہوتی ہے یہ فرق ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وحی ولایت کے ہونے سے باب وحی نبوت بکلی مسدود ہو گیا ہے (دوم) نبیوں کی وحی کی طرح اکمل اور اتم شان وحی کا نزول بعض افراد کاملہ پر ہونا ثابت ہے جیسے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۱ (الوصیۃ صفحہ ۱۲)

خدا تعالےٰ نے مکالمہ و مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ و مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے × × دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔

نوٹ۔ اب اس حوالہ کو پہلے حوالہ کیساتھ ملانے سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ بذریعہ فنافی الرسول ایک کامل محمدی پر نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہوتا ہے اور باب نبوت مسدود نہیں کیونکہ ان حوالجات میں ایک طرف تو وحی الٰہی کے لئے نزول جبریل لازم قرار دیا گیا ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وحی نبوت میں سوائے اتم اور اکمل شان کے نفس نزول وحی میں وحی ولایت سے ہرگز کوئی فرق نہیں اور دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ فنافی الرسول کے اتم درجہ تک پہنچکر بعض افراد کو اتم اور اکمل طور پر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح نصیب ہوا۔ تو لازمی طور سے ماننا پڑا کہ بذریعہ فنافی النبی الخاتم الانبیاء کے باب نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت کھلا ہے نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہی چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں اصل اور حقیقت نبوت قرار دیا گیا ہے پس جب کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہو سکتا ہے تو دوسرے لفظوں میں اسکا یہ مطلب ہے کہ نبوت بھی ہو سکتی ہے اور یقیناً ہو سکتی ہے

چند حوالجات کی تشریح

تشریح طلب حوالے

حوالہ نمبر ۱۱۲ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷)

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور ... نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

حوالہ نمبر ۱۱۳ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۵ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۴)

اگر یہ شبہات پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۶ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۴)

حوالہ جو اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ کن معنوں میں نزول جبریل بہ پیرایہ وحی نبوت نہیں ہو سکتا اور کن معنوں میں ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۱۱۴ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱و۲)

حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ ۔۔ ۔۔ ۔۔ سو اگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے

حوالہ نمبر ۱۱۶ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۸)

ہی کو نبی مانا گیا جسکے معنے رکھتا ہے مثلاً ایک شخص سونا بنانے کا دعویٰ رکھتا ہے اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈالکر

اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا تو یہ قبول کرنا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجیگا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں

کہنا ہے کہ گھسونا ہو گیا۔ اس سے کیا یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی گیا ہے۔ سو آنحضرت صلعم کے فیوض کا کمال تو اسمیں تھا کہ امتی کو وہ درجہ ورزش اتباع سے پیدا ہو جاوے ورنہ ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے امتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اسکو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونیکے ہے نہ خود بخود یہ کسقدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی حقیقت نبوت یہ ہے کہ وہ براہ راست بغیر اتباع آنحضرت صلعم کے ان کو حاصل ہے اور پھر اگر حضرت عیسیٰ کو امتی بنایا جاوے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے مترشح ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہر ایک کمال انکا نبوت محمدیہ سے مستفاض ہے اور ابھی ہم فرض کر چکے تھے کہ کمال نبوت ان کے چراغ نبوت محمدیہ سے مستفاض نہیں ہے اور یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۸ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلعم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنا اور پھر ان کی نسبت تجویز کرنا وہ امتی ہیں اور ان کی نبوت آنحضرت صلعم کے چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہے کسقدر بناوٹ اور تکلف ہے جو شخص پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کیونکر صحیح ٹھہریگا کہ اسکی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوت سے مستفاد ہے اور اگر اسکی نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مستفاد نہیں ہے تو پھر وہ کن معنوں سے امتی کہلائیگا اور ظاہر ہے کہ امت کے معنے کسی پر صادق نہیں آ سکتے جبتک ہر ایک کمال اسکا نبی متبوع کے ذریعہ سے اسکو حاصل نہ ہو۔ پھر جو شخص اتنا بڑا کمال نبی کہلانے کا خود بخود رکھتا ہے وہ امتی کیونکر ہوا۔ بلکہ وہ تو مستقل طور پر نبی ہوگا جس کے لئے بعد آنحضرت صلعم قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔

محمدی ختم نبوت کا دسواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی خواہ وہ محمدی ہو۔ یا غیر محمدی خواہ پرانا ہو۔ یا نیا ہرگز نہیں آ سکتا لیکن دوسرے انبیاء کے

بن شارع اور مستقل نبی آنے ہے۔

اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بیان کر سکتے ہیں

کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک کامل محمدی کا نبی ہو جانا محمدی مہر ختمیت کو نہیں توڑتا لیکن غیر محمدی اور شارع اور مستقل نبی کا ہونا مہر ختمیت کو بالکل توڑ دیتا ہے

ذیل کے حوالوں کو خوب ہی غور کر کے دیکھو حضرت مسیح موعود نے اصولاً باب نبوت کو ہرگز مسدود تسلیم نہیں کیا بلکہ ایک کامل محمدی کے نبی ہو جانے کو آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان کے لئے ایک امتیاز بخش دلیل قرار دیا ہے تمام جگہ تلاش کر کے دیکھ لو۔ فنا فی الخاتم الانبیاء سے نبوت کا ملنا بالکل ممکن اور جائز قرار دیا ہے اصولاً صرف اس نبوت کا دروازہ بند مانا ہے جو نبوت اپنے ساتھ شریعت رکھتی ہو یا اگر شریعت نہیں رکھتی۔ تو اسلام سے پہلے پہلے وہ قائم ہو چکی ہے یا بدوں توسط آنحضرت صلعم کے آپ سے الگ ہو کر بعد میں قائم ہونیکا دعویٰ رکھتی ہو لیکن بذریعہ فنا فی الخاتم کے نبوت کا ملنا ایک کامل محمدی کے لئے ناممکن اور محال نہیں کیونکہ مطلق نبوت کا بذریعہ آنحضرت صلعم کے بھی نہ ملنا محمدی ختم نبوت کی کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہو سکتی یہ بات تو ہر ایک نبی میں پائی جاتی ہے کہ اسکے پیرواں کو اپنے نبی کے ذریعہ نبوت نہیں مل سکتی اسمیں نبی صلعم کی کوئی خصوصیت نہیں پس کامل محمدی کے لئے بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے نبوت کا حاصل نہ ہو سکنا محمدی ختم نبوت کی کوئی امتیازی خصوصیت پیدا نہیں کر سکتا محمدی ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت اگر ہو تو صرف یہی ہے کہ ایک کامل محمدی کو بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے نبوت ملجائے نہ یہ کہ نبوت نہ ملے بذریعہ فنا فی الرسول کے نبوت کا نہ ملنا تو ہر ایک نبی کی امت میں پایا جاتا ہے اسمیں آنحضرت صلعم کی کونسی خصوصیت ہے۔

الغرض حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے بھی ایک کامل محمدی کو نبوت نہیں مل سکتی اصولاً صرف نبوت تشریعیہ اور نبوت مستقلہ کا دروازہ بند ہے اسی بنا پر حضرت مسیح موعود کا دوبارہ آنا ممتنع اور محال ہے نہ اسلئے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا بلکہ اسلئے کہ حضرت مسیح ناصری چونکہ ایک غیر محمدی اور مستقل براہ راست نبی ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی غیر محمدی اور مستقل نبی کا آنا مہر ختمیت کو توڑتا ہے اسلئے حضرت مسیح ناصری ہرگز نہیں آسکتے اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد فنا فی الخاتم الانبیاء ہو کر ایک کامل محمدی کے لئے نبوت غیر تشریعیہ کا دروازہ کھلا ہے اسی بنا پر حضرت

مسیح موعود امتی بھی ہیں اور نبی بھی لیکن حضرت مسیح موعود کا امتی ہونا اسلئے نہیں کہ کسی جزء من اجزا نبوت اور کسی کمال من کمالات نبوت کے حضرت مسیح موعود بالفعل جامع نہ تھے بلکہ محض اسلئے کہ محمدی ختم نبوت کا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لئے آپ باوجود کامل نبی ہونے کے امتی بھی ہیں اور یہی آپ کے امتی ہونے کی حقیقت ہے

حوالہ نمبر ۱۱۹ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹)

پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا گو اسکے دین کی نصرت کرتا تھا اور اسکو سچا جانتا تھا مگر آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے جو انکی امت سے باہر ہو بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔

حوالہ نمبر ۱۲۰ (چشمہ مسیحی صفحہ ۴۰ حاشیہ)

بالآخر یاد رہے کہ ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلعم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے نبی کے نام کا اعزاز دیا جاوے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے اور اسکا اپنا وجود کچھ نہیں اور اس کا کمال نبی متبوع کا کمال ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور امتی بھی مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۱ (چشمہ مسیحی صفحہ ۴۴)

[illegible]

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اسکے معنی ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے لئے آتا ہے یعنے جو امر حاصل نہیں ہو سکا اسکے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کے رو سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے ہیں یعنے آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔

حوالہ نمبر ۱۲۲ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

[illegible]

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔

حوالہ نمبر ۱۲۳ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۸)

امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے

ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہو کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسے کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۴ (الحکم ۱۷- اپریل سنہ ۱۹۱۳ء صفحہ ۸ کالم ۳)

آنحضرت صلعم کی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی بھی

بات یوں ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۲۵ (الحکم ۷ فروری سنہ ۱۹۰۲ء)

نئی شریعت کے نبوت کا مدعی کافر ہے

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہو جس پر الف بھی پڑے ہیں اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہو کہ شریعت لانے والی نبوت سب بند ہو چکی ہے بس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۶ (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ حاشیہ)

قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہو اور فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الدنیا یعنے مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہوگئی ہے یعنے خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہو۔

حوالہ نمبر ۱۲۷ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۳)

اور آنحضرت صلعم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپکے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الہیہ کا بند ہے × × × بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خداتعالے سے فیض وحی پانا بند ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۸ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴۳)

سورہ فاتحہ سے خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس امت کو وہ نعمت عطا کرے جو نبیوں کو دی گئی تھی

جس طرح خداتعالے نے اس امت کو وہ دعا سکھلائی ہو جو سورہ فاتحہ میں ہو ساتھ ہی اسنے یہ ارادہ فرمایا ہو کہ اس امت کو وہ نعمت عطا بھی کرے جو نبیوں کو دی گئی تھی یعنے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جو سرچشمہ تمام نعمتوں کا ہے کیا خداتعالیٰ نے وہ دعا سکھلا کر صرف دھوکا ہی دیا ہے اور ایسی ناکارہ اور ذلیل امت میں کیا خیر ہو سکتی ہے جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے۔

امت محمدیہ کو بھی نعمت کا دعویٰ
انبیاء کی نعمت۔ اور نبی
انبیاء علیہم السلام اور مکالمہ و مخاطبہ

حوالہ نمبر ۱۲۹ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۹)

کیا سورہ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالیٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے انکی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی اور گفتار کی تجلی دیدار کے قائم مقام ہو گئی تھی پس یہ جو دعا سکھائی ہے کہ اے خداوند وہ راہ ہمیں دکھا جس سے ہم بھی اس نعمت کے وارث ہو جائیں اسکے بجز اسکے اور کیا معنے ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ و مخاطبہ بخش۔

حوالہ نمبر ۱۳۰ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳۱ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲)

یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پس جبکہ خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔

ختم نبوت کا راز

حوالہ نمبر ۱۳۲ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا راز ہمارے مخالفوں نے ہرگز نہیں سمجھا جس طرح وہ ختم نبوت کو مانتے ہیں اس طرح پر وہ رسول اللہ صلعم کو معاذ اللہ ابتر قرار دیتے ہیں قرآن شریف میں آیا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اب ابوت جسمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں نفی کی ہے اگر روحانی ابوت کا سلسلہ بھی جاری نہ ہوا تو کیا آپکو ابتر مانینگے۔ ایسا ماننا تو کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ آپکی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہے جیسا کہ لفظ لکن ظاہر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو نبوت یا رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جبتک وہ آنحضرت کی سچی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض آپ ہی کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

حوالہ نمبر ۱۳۳ الحکم ۲۴-نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵

آنحضرت صلعم کی نبوت مستقل نبوت ہے جس کی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے اور اسی کو ظل نبوت کہتے ہیں ہم اس نبوت کو کفر سمجھتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے توسط کے بغیر دعویٰ کی جاوے لیکن جو سلسلہ توسط کا انکار کرتا ہے کہ ایسا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے وہ بھی کافر ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب ٹھہراتا ہے

محمدی ختم نبوت کا گیارہواں امتیازی نشان۔ پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے

ساتھ کوئی دوسرا مامور اور رسول نہیں ہوا
کے ایک ہی ہادی ہیں اور ان کے
خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء رہنے والا

حوالہ نمبر ۱۳۴ (دافع البلاء صفحہ ۳۱)

یہ کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہتک عزت ہے گویا رسالت اور نبوت بازیچہ اطفال ہے نادانی سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے اسی طرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلاوے۔

(فوائد) اس حوالے سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(اوّل) اس حوالے سے اس استدلال کا سخت ردّ لازم آتا ہے جو ایک حدیث سے پیش کیا جاتا ہے جسمیں آنحضرت صلعم حضرت علی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے علی تو مجھ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کو ہارون لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اس حدیث سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا حضرت علی کو اپنے ساتھ ہارون کی نسبت دینا لیکن ساتھ ہی یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، دلالت کرتا ہے کہ نبوت غیر تشریعی کا دروازہ بھی بند ہے کیونکہ حضرت ہارون نبی غیر تشریعی تھے لیکن مندرجہ بالا حوالے سے اس بات کا ردّ ہو جاتا ہے یعنے حضرت علی کا باوجود ہارون ہونے کے اسکی طرح نبی نہ ہونا اسلئے نہیں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تہا بلکہ اسلئے تہا کہ محمدی ختم نبوت کا یہ ایک امتیازی نشان تھا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں آپ کے ساتھ کوئی اور دوسرا مامور اور رسول نہ ہو۔

(دوسرا) نبی نہ ہونے کے لئے بعدی کا زمانہ قیامت تک ممتد نہیں بلکہ جیسا کہ حوالہ نمبر ۱-۲-۳-۴

سے ظاہر ہے یہ زمانہ ۱۳۰۰ سال تک ہی ممتد تھا اور اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء کے زمانہ تک کا نبی بعثت تک کا زمانہ ممتد ہے۔

(تیسرا) حضرت مسیح موعود بھی اپنے زمانہ کے ایسے ہی اکیلے ہادی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ کے اکیلے اور واحد ہادی تھے۔ اور کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلائے۔ جناب مولوی محمد علی اور دیگر غیر مبایعین **ہادی** کا لفظ نوٹ کرلیں۔

محمدی ختم نبوت کا بارھواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کی امتیازی عظمت قائم کرنے کی غرض سے جو نبی کے لفظ کی کثرت موسوی سلسلہ میں تھی اسے آنحضرت صلعم کے بعد اڑا دیا گیا لیکن ایک نبی کا ہونا لازمی اور ضروری ہے

حوالہ نمبر ۱۳۵ (بدر مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۲ء)

سوال جبکہ حال یہ ہے کہ محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا مثیل ہے تو کیا وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے مجددین اور اکابر نے اپنے واسطے نبی کا لفظ اختیار نہیں کیا حالانکہ موسوی سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نبی کہلاتے رہے اور جب حال یہ ہے کہ اس امت میں کسی نے آجتک اپنے آپکو اس طرح کھلے طور پر نبی نہیں کہا تو اب مرزا صاحب کیوں اپنے آپکو نبی کہتے ہیں۔

جواب از مسیح موعودؑ اس امت میں سابقہ مجددین اور مامورین کا نبی نہ پکارا جانا آنحضرت کی شان اور عظمت کو ثابت کرتا ہے جس کا فخر آنحضرت صلعم کو ہی ہے موسیٰ کو ہرگز نہیں ہے کیونکہ موسیٰ کے بعد نبی کہلانے والے بار بار آئے اور صدہا آئے تو اس سے موسیٰ کی کسر شان ہوئی کہ جو خطاب ان کا تھا وہی اوروں کو کثرت سے ملا موسیٰ کے بارے میں خاتم النبیین کا لفظ استعمال نہیں ہوا مگر آنحضرت صلعم کے حق میں ہوا ہے اسلئے خدا نے اس امت میں یوں کیا کہ بہت سے ایسے پیدا کئے جنکو شرف مکالمہ تو دیا مگر آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کے لحاظ سے لفظ نبی کا ان کے حق میں نہ رکھا لیکن اگر اس امت میں کوئی بھی نبی نہ پکارا جاتا تو مماثلت موسوی کا پہلو بہت ناقص ٹھہرتا۔ اور من وجہ امت موسوی کو ایک فضیلت ہو جاتی اسلئے یہ خطاب آنحضرت صلعم نے خود اپنی زبان مبارک سے ایک شخص کو دیا جس نے مسیح ابن مریم ہو کر دنیا میں آنا تھا کیونکہ اسجگہ دو پہلو مد نظر تھے ایک ختم نبوت کا اسے اس طرح نبھایا کہ جو نبی کے لفظ کی کثرت موسوی سلسلہ میں تھی اسے اڑا دیا۔ دوسری مشابہت اسے اس طرح پورا کیا کہ ایک کو نبی کا خطاب دیدیا تکمیل

مشابہت کے لئے اس لفظ کا ہونا ضروری تھا سو پورا ہو گیا اور جو مصلحت یہاں مدنظر تھی وہ موسوی سلسلہ میں نہیں تھی۔ کیونکہ موسیٰ خاتم نبوت نہیں تھے۔

نوٹ :- اس حوالہ سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں :-

(۱) دوسرے مجددین اور مامورین کا نبی نہ ہونا ہرگز اسلئے نہیں کہ بطور قاعدہ کلیہ کے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے بلکہ اسلئے ہے کہ تا آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کو ثابت کیا جاوے۔

(۲) آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کے لحاظ سے نبی کے لفظ کا استعمال نہ ہونا بغیر کسی استثنا کے ہے افراد امت محمدیہ کے لئے نہیں اور یہ صرف ایک پہلو کو مدنظر رکھکر ایسا کیا ہے۔

(۳) سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے تکمیل مشابہت کا ہونا دوسرا پہلو ہے جس کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ ایک فرد کو نبی بھی پکارا جاوے اور وہ نبی صرف مسیح موعود ہے

محمدی ختم نبوت کا تیرھواں امتیازی نشان :- آنحضرت صلعم کے بعد وہی محمدی نبی کہلا سکتا ہے جس کے نبی ہونے کی نسبت آنحضرت صلعم نے نام لیکر پیشگوئی فرمائی ہو لیکن دوسرے انبیاء کے بعد بغیر اس شرط کے نبی ہوتے رہے ہیں۔

(اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بھی بیان کر سکتے ہیں)

کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک محمدی کے نبی ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کا پیشگوئی فرمانا ایک شرط ہے

حوالہ نمبر ۱۳۶ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان می آریم کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہترین ادیان است، و ایمان می آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ او ظاہر شد۔

نوٹ :- اس حوالہ سے ہمیں اصول کے طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ (۱) آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت مسدود نہیں ہوا بلکہ کھلا ہے (۲) آنحضرت صلعم کے بعد نبی ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کا اسکے لئے وعدہ فرمانا ایک شرط ہے جہاں یہ شرط صادق آئیگی وہاں نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔

وہ لوگ جو بار بار کہتے ہیں کہ اسلام میں ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں انکو چاہئے کہ ختم نبوت کے اس امتیازی نشان کو ذہن میں لاویں آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں خدا نے اپنی مہر کے ذریعہ جس کسی کے نبی

ہونیکی تصدیق کی وہی نبی ثابت ہو سکتا ہے باقی رہا یہ اعتراض کیوں خدا کی مہر نے صرف ایک ہی کو نبی قرار دیا سو یہ اعتراض مہر پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت پر ہے اگر ہماری حکومت خدا پر ہوتی یا اسکی مہر پر ہوتی۔ تو بلا شبہ یہ سوال ہم پر پڑ سکتا تھا خدا اپنی مہر کے ذریعہ بہت سے بنیا ہونے کی پیشگوئی فرماتا تو ہمیں اسکے ماننے سے بھی کوئی چارہ نہ تھا۔ جبکہ خدائی مہر صرف ایک ہی کو نبی قرار دیتی ہے تو ہم کون ہیں جو کہیں کہ صرف ایک ہی نبی کیوں ہوا حضرت مسیح موعود نے بھی اس سوال کا یہی جواب دیا ہے ملاحظہ ہو۔

حوالہ نمبر ۱۳۷ ۔ بدر ۶۔ جون ۱۹۰۸ء

سلسلہ مکالمات الٰہیہ ہمیشہ جاری / نبی کہنے سے غرض [illegible] / [illegible]

ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ نبی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں فرمایا کہ تمام اکابر اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ اس امت مرحومہ کے درمیان سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا ہمیشہ جاری ہے اس معنی سے ہم نبی ہیں ورنہ ہم اپنے آپکو امتی کیوں کہتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو فیضان کسی کو پہنچ سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پہنچ سکتا ہے اسکے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ایک اصطلاح کے جدید معنے اپنے پاس ہی بنا لینا درست نہیں ہے حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ آنے والا مسیح نبی بھی ہوگا اور امتی بھی ہوگا امتی تو وہ ہے جو آنحضرت صلعم سے فیض حاصل کر کے تمام کمال حاصل کرے لیکن جو شخص پہلے ہی سے نبوت کا درجہ پا چکا ہے وہ امتی کس طرح سے بن سکتا ہے وہ تو پہلے ہی سے نبی ہے۔

آنحضرت صلعم نے صرف ایک کا نام نبی رکھا

سائل نے سوال کیا کہ اگر اسلام میں اس قسم کا نبی ہو سکتا ہے تو آپ سے پہلے کون نبی ہوا ہے؟

حضرت نے فرمایا یہ سوال مجھ پر نہیں بلکہ آنحضرت صلعم پر ہے انہوں نے صرف ایک کا نام نبی رکھا ہے اس سے پہلے کسی آدمی کا نام نبی نہیں رکھا۔ اس سوال کا جواب دینا کا اسواسطے میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

(نوٹ) اس حوالہ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد باب نبوت بند نہیں بلکہ کھلا ہے۔ اور نبی کے۔ لئے امتی نہ ہونا لازمی قرار دینا ایک جدید اصطلاح ہے۔ جو اپنے پاس سے بنا لی گئی ہے۔

(۲) دیگر اولیاء امت کا نبی نہ ہونا اسلئے نہیں کہ اصولاً باب نبوت بند تھا بلکہ اسلئے ہے کہ آنحضرت صلعم جو خدا کی مہر ہیں انہوں نے صرف ایک ہی فرد کے نبی ہونے پر نام لیکر مہر تصدیق فرمائی۔

(۳) یہ کہنا کہ اسلام میں اور کیوں کوئی نبی نہیں ہوا۔ ایک ایسا اعتراض ہے جس کے جواب کے ہم ذمہ وار نہیں بلکہ آنحضرت صلعم ہیں انہوں نے صرف ایک ہی فرد کو نبی قرار دیا اور اسی کی نبوت حقہ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ اسلئے اس سوال کے جواب کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلعم ہیں۔

محمدی ختم نبوت کا چودھواں امتیازی نشان ۔ آنحضرت صلعم کے بعد ایک محمدی کے نبی کہلانے کے لئے علاوہ دیگر غیر منفکہ شرائط نبوت کے علیٰ وجہ الاتم بروز محمدی ہونا یعنی اکمل اور اتم طور سے بروزی رنگ میں جمیع کمالات محمدیہ مع محمدی نبوۃ محمدیہ کا بالفعل اور ظاہراً جامع ہونا شرط ہے

(اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بھی بیان کرسکتے ہیں)

آنحضرت صلعم کے بعد جس طرح کسی مستقل نبی کا ہونا مہر ختمیت کو توڑ دیتا ہے بعینہٖ اسی طرح ایک غیر محمدی بروز اکمل کا نبی ہونا بھی مہر ختمیت کو توڑتا ہے

خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کے لئے درحقیقت فیناً فی الخاتم الانبیاء کا دروازہ کھلا ہے آج سے پہلے بھی کھلا تھا آج بھی کھلا ہے اور آئندہ قیامت تک کھلا رہیگا یہ تو باب نبوت کے کھلے ہونے پر ایک اصولی بات ہے لیکن چونکہ باب نبوت کا کھلا ہونا یہ اور بات ہے اور نبی کا قائم ہونا یہ اور بات ہے اسلئے ہم ذیل میں حوالجات درج کرتے ہیں جن سے اصولاً ان شرائط کا پتہ لگجاتا ہے جنکے پائے جانے سے ہم کسی فرد امت کو نبی کے نام سے پکار سکتے ہیں اور جہاں یہ شرائط صادق آئینگی بضرور وہاں نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا خواہ ان شرائط کا صادق آنا ایک پر ہو۔ یا دو پر یا ہزار پر لیکن بہرحال ہم کسی کو نبی قرار نہیں دے سکتے تاوقتیکہ اہمیں وہ شرط نہ پائی جاوے جس کی وجہ سے ہم ایک محمدی کو نبی قرار دیتے ہیں

ہم اس بات کو علی الاعلان بیان کرتے ہیں جس وجہ سے مسیح موعود نبی کہلانیکا مستحق ہے اگر بعینہٖ وہی وجہ کسی اور فرد امت میں پائی جانی صادق آجاوے تو بعد اسکے حرام ہے کہ ہم اسکو مسیح موعود کی طرح نبی قرار نہ دیویں لیکن اسکے برخلاف یہ بھی سراسر ظلم ہے کہ بغیر اس شرط کے کسی اور جگہ صادق آنے کے یونہی کسی کو نبی قرار دیا جاوے ہم دیگر افراد امت کو اسوجہ نبی نہیں مانتے کہ وہ شرط جو کسی کو اس امت میں نبی کہلانیکے مستحق بنا دیتی ہے انمیں پائی نہیں جاتی اور مسیح موعود میں پائی جاتی ہے اسلئے مسیح موعود ہی نبی کہلانیکے مستحق ہیں دوسرے نہیں۔

یاد رہے کہ اس امتیازی نشان کے ساتھ اس سے پہلے کے امتیازی نشانوں کو عموماً اور تیرہویں امتیازی نشان کو خصوصاً ضرور مدنظر رکھیں کیونکہ آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں جیسا کہ وحی الٰہی میں آپکو خدا کی مہر کے نام سے پکارا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جبکہ آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں تو بجز اس مہر کے نقش حاصل کرنے کے ناممکن ہے کہ اس امت میں کسی کو کوئی مرتبہ شرف و کمال ثابت ہوسکے ایسا کسی محمدی کا علیٰ وجہ الاتم بروز محمدی ہونا بھی ناممکن ہے تاوقتیکہ قرآن اور حدیث سے اسکا قطعی ثبوت نہ ہو کیونکہ خدا کی مہر کے نقش ظاہر کرنیکا ذریعہ دو چیزیں ہیں گویا دوسرے لفظوں میں ۱۳ اور ۱۴ امتیازی نشان کو ایک ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک محمدی کے نبی کہلانے کے لئے قرار یافتہ عہد کے طور پر علیٰ وجہ الاتم بروز محمدی ہونا شرط ہے اب جہاں یہ شرط صادق آئیگی وہاں آکر نبی کا خطاب بھی صادق آئیگا ورنہ نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳۸ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)

بجز اس فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد و احمد رکھا جاوے کوئی نبی نہیں کہلا سکتا

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد و احمد رکھا جاوے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے۔ ومن ادعی فقد کفر (گذشتہ سے پیوستہ)

خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی نہ ہو +

اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اسوقت تک اگر کوئی نبی کہلائیگا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

جب تک ظلی طور پر عین محمد نہ ہو جاوے کوئی نبی نہیں کہلا سکتا

لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا۔ کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جسکا نام ظلی طور پر محمد و احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے نہیں آسکتا کیونکہ اسکی نبوت ایک الگ نبوت ہے۔

حوالہ نمبر ۱۳۹ (ایک غلطی کا ازالہ)

بروزی رنگ میں نبوت آسکتی ہے جو قرار یافتہ عہد تھا آیا +

غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم

حوالہ نمبر ۱۴۰ (ایک غلطی کا ازالہ)

نبی کی بعض بروزی صورتیں

آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین . . میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلعم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تہا سو وہ ظاہر ہوگیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی پینے کے لئے باقی نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۴۱ (ایک غلطی کا ازالہ)

ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہے

ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آیت وآخرین منہم سے ظاہر ہے

حوالہ نمبر ۱۴۲ (ایک غلطی کا ازالہ)

دوسرا ثبوت

آیت انا اعطیناک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنے دینی برکات کے چشمے بہ نکلینگے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائینگے۔

حوالہ نمبر ۱۴۳ (ایک غلطی کا ازالہ)

تیسرا ثبوت

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول رکھا۔

حوالہ نمبر ۱۴۴ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالے نے مجھ کو مخاطب کرکے فرمایا یا احمد جعلت مرسلاً۔ اے احمد تو مرسل بنایا گیا یعنے جیسا کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا۔ سو اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے کیونکہ احمد نبی ہے نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔

حوالہ نمبر ۱۴۵ (نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔

(خاکسار محمد سعید سعدی از لاہور)

(د)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

جس کا درد وہی جانتا ہے

دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

اس تکلیف بیماری سخت ہے جسکی تکلیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند حرام ہوجاتی ہے دیکھئے آجتک کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دستورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ سے بنتی ہے اسلئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بیہوش مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایکمرتبہ اسے بھی آزمائیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال ہے پھر دورہ نہیں ہوتا ہے دیکھئے بابو کانکا پرشاد صاحب موضع کہروسا ضلع جالون سے کیا لکھتے ہیں آپکی دمہ کی دوا نے مجھے اسقدر بہت پہنچائی ہے کہ آپکے احسان اور دمہ کی دوا کی تعریف نہیں کرسکتا۔

Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار وتلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار وطحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں کثر کونین ہوتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کرسکتی ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں مستحکم آرام کرنیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مد نظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص خوبیاں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو ماردیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلادیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ شیشی خورد ۸ محصولڈاک ۵ فی شیشی ۱۰

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد ہو خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے اور دست اور ہیضہ کیلئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دوا خانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کرکے اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۸ اور ایکدرجن کے چار روپے محصولڈاک ۵ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

ش

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲	بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۵ھ	نمبر ۹

فہرست مضامین

احادیث کی ہر مذہب میں ضرورت ہے	۱ — ۱۱	ایک طالب دعا
مکالمہ شیعہ و احمدی	۱۲ — ۲۳	منشی خادم حسین صاحب خادم
خاتم النبیین	۲۳ — ۲۴	اکمل
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر دو اعتراضوں کا جواب	۲۵ — ۳۲	"
بشارات القرآن	۳۳ — ۳۵	مولوی احمد الدین صاحب نارووالی
درہ اہلحدیث و ریویو	۳۶ تا اندرون ٹائیٹل	اکمل

قیمت سالانہ - عوام سے عہ طلبا سے عہ غیر ممالک سے

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور محمد ظہور الدین اکمل ایڈیٹر و پبلشر نے شائع کیا

۵ اکتوبر کا تشحیذ وی پی ہوگا

میں نہایت ادب سے اپنے معزز مہربان قدردان ناظرین تشحیذ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ تشحیذ کے خریدار اسقدر کم ہیں کہ ان تمام کے چندہ سے سالانہ وصول ہونے پر اخراجات متعلقہ ضروریہ پورے نہیں ہو سکتے لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہر رسالہ کے نکلنے پر تعریفی خطوط تو بہت سے آجائیں کہ بس ایک رسالہ ہی ایسا مکمل اور مفید ہے کہ سالانہ قیمت وصول ہوگئی مگر حال یہ ہو کہ جب وی پی کیا جائے تو بہت سے احباب ایسے ہیں جو واپس فرمادیں فروری ۱۸ء میں تشحیذ کے وی پی بھیجے گئے کوئی اڑھائی سو کے قریب واپس آگئے پھر ماہ جولائی میں وی پی کئے گئے تاکہ واپس کرنے والوں سے سال رواں کی قیمت وصول ہوسکے پھر بھی نصف سے زیادہ واپس آگئے اب تیسری مرتبہ ۵ - اکتوبر کا پرچہ وی پی کیا جائیگا میں امید کرتا ہوں کہ اب کرم فرمایان تشحیذ نوازش بزرگانہ سے کام لیکر اپنا اپنا ذمگی بقایا ادا فرماوینگے کیونکہ اب اسکے بعد تو ۵ - دسمبر کو سال آئندہ ۱۹ء کے لئے وی پی ہونگے یہی موقعہ ہے اسکے علاوہ درخواست کی جاتی ہے کہ تشحیذ کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ کی جائے - اور یہ کتابیں جو ہیں ان کو خریدنے سے بھی کارخانہ کی امداد ہوگی۔

قبولیت دعا کے چھیاسی گر — ہر ایک طریق جو دعا کی قبولیت کا مندرج ہے اسکے ساتھ وہ آیت یا حدیث بھی ہے جس سے مستنبط ہے قیمت صرف ار

مجموعہ الہامات حضرت اقدس — حضرت اقدس کے تمام الہامات کشوف رؤیا تین جلدوں میں جمع کئے گئے ہیں پہلے قیمت عمہ تھی اب عارضی طور پر عہ کردی گئی ہے جلد منگوالیں ورنہ پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا - جو جلد نہیں مل سکیگی اور قیمت بھی دگنی ہوگی۔

ختم نبوت کی حقیقت — تشحیذ ۱۱ اگست میں حضرت مسیح موعود کی تمام تحریریں جمع کردیگئی ہیں جو مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ہیں ہو سرفی رسالہ

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی — اس پیشگوئی پر دو اعتراضوں کا جواب جو اس رسالہ کے ساتھ ہے الگ بھی چھپوا دیا گیا صرف ۲مہ قیمت ہے زیادہ تعداد میں منگوا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں۔

سخن سنج — یہ ایک ادبی سہ ماہی رسالہ ۳۲ صفحے حجم کا ہے مرتبہ حکیم محمد سراج الحق صاحب مینیجر دنگداز ایک حصہ میں منتخب تازہ غزلیں ایک میں دلچسپ ناول قیمت سالانہ صرف ۶ر لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء

احادیث کی ہر مذہب میں ضرورت ہے

"اس مضمون میں ہمارے فاضل مضمون نگار نے عیسائیوں کے عالم اکبر مسیح کے جواب میں یہ دکھایا ہے کہ عیسائیوں کے عقائد کا اکثر حصہ بھی احادیث پر مبنی ہے۔" (ایڈیٹر)

دو امر جو تاویل القرآن کی روح و رواں ہیں

مشہور و معروف پادری جی۔ ایل ٹھاکر داس صاحب نے جون ۱۸۹۲ء میں مسٹر اکبر مسیح آزاد کی نسبت لکھا تھا (نور افشاں) کہ "موٹی اور صاف باتوں میں عبث تاویلیں ڈھونڈنا بجز شہرت حاصل کرنے کی خواہش کے اور کچھ معنے ان تاویلات رکیکہ کے نہیں ہو سکتے۔" مسٹر اکبر مسیح کی تاویلات رکیکہ کی یہ ایک بہت ہی اچھی اور صحیح تعریف ہے مسٹر موصوف کی تصنیفات یا خیالات کی خودستائی نے پہلے تو اپنے گھر کی خوب خبر لی پھر آپ نے اسلام پر وار کرنے شروع کئے مگر یہ وار کیسے تھے ان کی تعریف پادری جی ایل ٹھاکر داس نے خوب بتادی۔ چنانچہ اسی قسم کی تاویلات رکیکہ کے نتائج مسٹر اکبر مسیح کی بعض وہ تصنیفات ہیں جو انہوں نے اسلام کے خلاف شائع کیں منجملہ ان کے ایک کتاب تاویل القرآن ہے ہم اس رسالہ مذکور کو قابل جواب نہیں سمجھتے کیونکہ پادری صاحبان کی اس قسم کی تمام تحریرات نہایت یکساں پامالی کی ہوا کرتی ہیں مگر پھر بھی شائقین کے لئے مشت نمونہ از خروارے کو مدنظر رکھ کر

اسپر کچھ لکھا جاتا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کی اس کتاب کا اصل محصل یا لب لباب یہ ہے کہ وہ فرقہ اہل قرآن کے بہت مداح ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی علم احادیث کی صحت کا انکاری اور اسے عدم ضرورت کا ایک فصل بتاتا ہے اسلئے مولوی عبداللہ صاحب کی وہ از حد تعریف کرتے ہیں چنانچہ مسٹر معروف لکھتے ہیں۔ "اہل قرآن نے حدیث کی جانب جو نظر کی تو اسکو ایک گھنا جنگل پایا جو ہر طرف خس وخاشاک سے اٹا ہوا ہی جس کا طے کرنا امر محال تھا حدیثیں ہیں یا بے شمار کی لپٹ تارہ ستارے سے آخر تک نرا بکھیڑا جتنے منہ اتنی باتیں نہ راوی کا ٹھکانا نہ روایت کا آخر آخر کار بچارے اہل قرآن کو کہنا پڑا حدیثوں کی طرف نظر دوڑائیں تو بیشک ان میں زمین و آسمان کا فرق پا بینگے" تاویل القرآن صفحہ ۱۲۔ پھر اسکے علاوہ دوسری بات جس پر اکبر مسیح صاحب زور دیتے ہیں یہ ہے کہ شیعہ قرآن کے تلف اور نقصان ہونے کے معترف ہیں"

یہ دو امر ہیں جو رسالہ تاویل القرآن کی روح رواں ہیں مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ یہ ہر دو اعتراضات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

الزامی جواب پہلے اعتراض کا

اول۔ اہل قرآن کا علم احادیث کو ترک کر دینا اور شیعہ جماعت کا قرآن کریم کے نقصان کا اعتراف اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ کسی دیانتدار محقق مصنف کی نظر و خیال میں کسی مذہب کے ایک فرقہ کی اعتقادی غلطی صاحب تحقیق و تفحص کی تصنیفات کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ مگر ہمارے مسٹر اکبر مسیح یہ سمجھنے سے نہیں سمجھتے لیکن سوال صرف یہ ہے کہ اگر شیعہ اور اہل قرآن کی اعتقادی کمزوریاں اسلام کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں تو مسیحی فرقہ جات کی تعداد ہر ایک دوسرے فرقہ کو ہڑپ کر جانے کے لئے طیار ہے مثلاً رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کے اعتقادی وہ مسائل جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ کسی مسلمان کو یہ نہیں بتلاتے کہ فرقہ مسیحی بالکل غلط ہے کیونکہ پراٹسٹنٹ رومن کیتھولک پر اور رومن کیتھولک پراٹسٹنٹ پر نہیں لعن بلند کرتے ہیں ظاہر ہے کہ مسیحی مذہب کے خلاف ایسے معترض کی یہ دلیل کوئی دلیل نہیں۔

ہم مسٹر اکبر مسیح اور اس کے ہمصفیروں سے پوچھتے ہیں کہ اگر فرقہ چکڑالوی اور شیعہ لوگوں کے خیالات سچے ہیں اور بخیال شما اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنے والے ہیں تو فرقہ ابیونی کی طرف آپ کی توجہ ہونی چاہئے۔ یہ فرقہ پچھلے وقتوں میں ایک مشہور فرقہ تھا چنانچہ اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت

مسیح صرف ایک آدمی تھے اور مقدسہ مریم اور یوسف نجار سے اور آدمیوں کی طرح پیدا ہوئے تھے۔ موسیٰ کی شریعت کی اطاعت صرف یہودیوں پر ہی نہیں بلکہ سب پر واجب ہے اور عہد عتیق کے احکام پر عمل کرنا نجات کے لئے ضروری ہے اور مقدس پولوس جو اس امر کو ضروری نہیں کہتا تو مقدس پولوس کے حق میں وہ بہت برا کہتے تھے اور رسول پولوس کی تحریرات کی نسبت بڑی بے ادبی سے پیش آتے تھے یہ فرقہ پہلی صدی مسیحی میں تھا دیکھو تواریخ موشائم صاحب جلد ا صفحہ ۱۷۰

ایک دوسرا مسیحی فاضل اپنی مستند کتاب میں مقدس اوریجن کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ فرقہ ایونی کے دو اول گروہ کے لوگ پولوس کے نامجات کو بالکل نہیں مانتا تھا اور مقدس پولوس کے حق میں بہت کفر بکتا تھا دیکھو کتاب الاسناد جلد ششم صفحہ ۳۸۳ مصنفہ لارڈنر

اور علاوہ ازیں لارڈنر فرقہ مانی کنیز کے حال میں یوں لکھتا ہے کہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ توریت اور عبرانی پیغمبروں کے ساتھ بولنے والا اصلی خدا نہیں اور عہد جدید کی مقدس کتابوں میں سخت الحاق کا قائل ہے اور مقدس کتابوں کے الزامی بیانات اسکی پسندیدگی پر انحصار رکھتے ہیں اور موسیٰ اور یہودیوں کے پیغمبروں کی نسبت اسکا یقین ہے کہ اصلی سچے خدا کے ساتھ انکا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور وہ یوحنا ماتہ سے اسکی سند پکڑتے تھے اور یہ اگستا ئنیس اور فاسٹس کے اقوال مصنف نے نقل کئے ہیں دیکھو لارڈنر کی کتاب مذکور جلد سوم

پس ہم مسٹر اکبر مسیح اور اسکے ہمنوا دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ خود دیکھ لیں کہ ان کے گھر کا کیا حال ہے؟

الزامی جواب تحریف والے اعتراض کا + بھلا اکبر مسیح صاحب فرما دیویں۔ یا اب ان کے دوسرے دوست جواب دیویں کہ اگر کوئی مسیحی فلاسفر یا فیلسوف طبعی کی راہ سے خداتعالےٰ کے وجود کا انکار کرے، تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگا کہ خدا در اصل کوئی چیز نہیں۔ فتعجب!

باقی رہا یہ امر کہ شیعہ قرآن کے نقصان کے معترف ہیں" اسکے جواب میں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ مطابق قول فاسٹس صاحب کے مانی کنیز کا عہد جدید کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ "سب عہد جدید واجب التسلیم نہیں اور اسکی کوئی کتاب کسی حواری یا تابعی کی تصنیف نہیں" دیکھو کتاب الاسناد جلد سوم

پھر اور بھی سنو اخود یونیٹرن لوگ عہد جدید میں الحاق کے قائل ہیں جیسا کہ متی کے ابواب پہلے دو تک یوحنا عبرانیث یوحنا کی انجیل پانچواں باب وغیرہ کتاب اسناد مصنفہ نورٹن کا صفحہ ۶۳

پس اکبر مسیح صاحب جیسے معترض کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ کسی فرقہ کا ایک امر کو رد کرنا یہ ثابت

نہیں کرتا کہ درا صل وہ مسئلہ صحیح نہیں کیونکہ فلاں فرقہ اس کو نہیں مانتا لیکن اگر اس اصول کو قابل استعمال سمجھا جائیگا تو پھر سب مذاہب سے زیادہ نقصان اس کا مسیحی مذہب کو ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ احادیث بیشمارہ کی بےشمارہ ہیں ان کے راویوں کا ٹھکانا نہیں ہے آپس میں ایک دوسرے کی نسبت ان میں اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے ذیل میں ہم اس کا وہ مفصل و مدلل جواب تحریر کرکے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ یہ اعتراض کیسا بودہ اور بیہودہ ہے۔ اور پھر خاصکر مسیحیت کا کچھ نہیں چھوڑتا۔

احادیث کس اہتمام سے جمع ہوئیں۔

اہل اسلام میں احادیث کے حفظ کرنے میں بہت اہتمام سے کام لیا گیا ہے احادیث کا جمع ہونا تابعین صحابہ کے زمانہ سے شروع ہوا۔ اور تابعین میں زہری اور ربیع اور صبیح اور سعید وغیرہ نے جمع کرنا شروع کیں لیکن انہوں نے احادیث کو ترتیب وار نہ کیا تھا۔ بلکہ صوم و صلوۃ اور زکوۃ وغیرہ کی احادیث کو ملا کر لکھا تھا اور جب تیسرا طبقہ پیدا ہوا۔ انہوں نے بڑی کوشش سے فقہ کے ابواب کی طرح یوں لکھا کہ احادیث نماز ایک باب میں۔ روزہ کی حدیثیں ایک باب میں اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک قسم کی احادیث کو علیحدہ علیحدہ ابواب اور الگ الگ فصل میں ضبط کیا اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے مدینہ میں امام مالک نے جس کی پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی کتاب موطا لکھی اور مکے میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے اور شام میں عبد الرحمٰن اوزاعی نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں حماد بن سلمہ نے کتب لکھیں اور جب بخاری کے زمانہ کی نوبت پہنچی تو اس نے چاہا کہ بڑی کوشش سے ایک کتاب بنائے ان میں بڑی قوی احادیث کو جمع کیا جن کے سب راوی عدل تام الضبط ہوں اور جس احادیث کے راویوں میں سے کسی راوی میں کچھ نقصان عدالت یا ضبط کا پایا اس حدیث کو ترک کیا۔

عدل کے معنے۔ اہل اسلام کو اول ہی سے اس بات کا بڑا اہتمام رہا ہے کہ کوئی وضعی حدیث صحیح حدیث کا درجہ پاکر دوزخ میں ڈالنے کا وسیلہ نہ بن جاوے اسلئے انہوں نے بڑی غور اور نہایت تلاش کرکے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز رکھا۔ اور اسکے واسطے ایک ضابطہ باندھا کہ ہر کوئی اس کے دیکھنے سے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کر سکے اور نہایت سعی سے کتب اسناد تصنیف کیں تا ان سے ہر کوئی معلوم کر سکے کہ فلاں حدیث کے راوی کیسے تھے اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے اور کب مرے اور کیا مذہب رکھتے تھے اور ان کی عدالت و دیانت کیسی تھی اور ان کا حافظہ کیسا تھا۔ پس اس ضابطہ کے مطابق اگر ثابت ہو کہ حدیث کا راوی عاقل مسلم عدل تام الضبط ہے تو معتبر نہیں تو غیر معتبر شمار کیا جائیگا اور عدل اسکو

کہتے ہیں کہ پرہیزگار ہو۔ اور شرک۔ جھوٹ۔ بدعت و فسق سے بیزار ہو۔ اور اسی طرح ان چیزوں کو بھی جو خسیس ہیں اور ہمت و مردانگی کی مخالف مثلاً کسی چیز میں سے کچھ تھوڑا سا چرا لینا۔ رذیلہ اور سفیہ اشخاص کی مجالس میں نشست و برخاست کرنا نہ کرتا ہو۔ اور اگر ثابت ہو جاوے کہ ساری عمر میں اس نے حدیث کی روایت میں دیدہ و دانستہ کذب بیانی سے کام لیا ہے تو حدیث مروی اس کی غیر معتبر شمار ہو گی گو وہ جھوٹ بولنا ایک دفعہ ثابت ہو۔ پھر اگرچہ وہ تائب ہو جائے لیکن اس سے نقل کی ہوئی حدیث معتبر نہ شمار کی جاوے گی۔ اور اگر حدیث میں اس کا جھوٹ کہیں ثابت نہیں ہوا مگر معاملات دنیوی میں جھوٹ بولتا ہے تو اسکی حدیث کا بھی اعتبار نہیں۔ اور اسی طرح فاسق کی حدیث بھی غیر معتبر ہے اور مبتدع کی حدیث مروی بھی مذہب مختار کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

تام الضبط کے معنے۔ تام الضبط اسکو کہتے ہیں کہ راوی روایت کرنے کے زمانہ تک اس حدیث کو خوب یاد رکھتا ہو خواہ لکھ کر جیسے بعض محدثین کی عادت تھی خواہ حفظ کر کے جیسے اکثر محدثین کی عادت تھی اور اس سے غافل نہ ہو۔ اور اس کا حافظہ برا نہ ہو۔

اب دیکھئے علم احادیث کے اہتمام میں جن اصول کو مد نظر رکھا گیا ہے اس سے بیس گنا کم اناجیل وغیرہ کے جمع و ترتیب کرنے میں نہیں رکھا۔ اب اکبر مسیح صاحب کو خوب معلوم ہو جانا چاہئے کہ مشہور فاضل امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اگر ہم بالفرض کہدیں کہ تقریباً ایک سو پچاس ہجری میں امام موصوف نے علم احادیث کے جمع کرنیکا اہتمام کیا تو بھی کوئی مضایقہ کی بات نہیں۔ مگر اکبر مسیح صاحب اس عرصہ کو بہت

اکبر مسیح اپنے گھر کی طرف دیکھے

بتلاتے ہیں اور اپنے گھر کی طرف خیال نہیں کرتے کہ امثال کی کتاب کے پانچ ابواب دو سو ستر برس کے بعد روایت زبانی سے جمع کر کے اس کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ جو آپ کے نزدیک الہامی ہیں۔ چنانچہ آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد سوم زیر آیت امثال ۲۵ باب ۱ یوں لکھتا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں اس کتاب کے وہ امثال ہیں جو حزقیاہ بادشاہ کے حکم سے جمع ہوئیں اور روایت زبانی سے جو سلیمان کے وقت سے چلی آتی تھی جمع کر کے ضمیمہ کے طور پر اس کتاب کے ساتھ لگائی گئیں اور چونکہ ممکن ہے کہ حزقیاہ کے رفقا میں سے اشعیا و دیگر انبیاء جو اس وقت تھے مرد ہوں (کیا خوب ہے) تو یہ صحیفہ مثل باقی کتاب کے مستند ہے۔ ورنہ کیونکر اس کو ساتھ مقدس کتاب کے ملا دیتے"

پھر تعجب ہے کہ یہود کے علم حدیث پر اکبر مسیح نے کبھی کوئی رسالہ نہیں لکھا جس کے خلاف خود اس کے خداوند کے کلمات اناجیل میں موجود ہیں اور علاوہ ازیں بعض کے نزدیک سترہ سو برس کے بعد موسیٰ سے ایک گیمرا اور دوسرا بعض کے نزدیک دو ہزار سال بعد از موسیٰ مرتب ہوا مگر یہ کیوں ہے صرف اسلئے کہ مشہور ہو جاؤں۔

اکبر مسیح کے سارے مذہب کا دارومدار احادیث پر

اب ہم ذرا زیادہ تحقیق و تفحص کو کام میں لائینگے اور دکھائینگے کہ اکبر مسیح صاحب کے سارے مذہب کا دارومدار صرف احادیث پر ہی ہے۔ اور کتب متعارف مثل اناجیل۔ اعمال خطوط الرسل وغیرہ کے سب احادیث کے وساطت سے ہی جمع و مرتب ہوئی تھیں اور احادیث بھی کیسی جن کی تعریف بالفاظ اکبر مسیح صاحب کے یہی ہو سکتی ہے کہ وہ حدیثیں ہیں لپشتارہ کی لپشتارہ سرے سے آخر تک زا جھیڑا جتنے منہ اتنی باتیں نہ راوی کا ٹھکانا نہ روایت کا آخر۔ آخر کار یورپ و دیگر ملل کے محققین کو کہنا پڑا۔ احادیث کے مجموعہ یعنی عہد جدید و عہد عتیق کی طرف جو نظر دوڑائیں تو بیشک انمیں زمین و آسمان کا فرق پائینگے (اور ہم خود بھی تقریباً یکصد اختلاف بائبل میں ثابت کر سکتے ہیں جس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔)

رومن کیتھلک کا عقیدہ

اوّل رومن کیتھولک چرچ جو در اصل بڑا پرانا چرچ ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کتاب مقدس سے اصول دین عیسوی اور دیگر امور متعلقہ نجات ثابت نہیں ہو سکتے ان امورات کو مادر چرچ سے سیکھنا چاہیئے لہٰذا وہ علم احادیث کو بھی یہود کی طرح قابل اتباع اور لائق تسلیم جانتے اور مانتے ہیں۔

رسولی کلیسیا کا دارومدار زبانی روایات پر

پراٹسٹنٹ چرچ کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام اصولات دین عیسوی و دیگر امورات متعلقہ نجات خود کتاب مقدس سے ظاہر و باہر ہے اسلئے[1] کسی بیرونی کتاب یا چرچ کی ضرورت نہیں۔ پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوّل ہم کتاب مقدس سے ہی یہ ثابت کریں کہ خود کتاب مقدس احادیث کی نسبت کیا کہتی ہے اور مابعد معزز متقدمین مسیحی مذہب کے اقوال نادرا اس بارے میں قلمبند کریں پس اسکے لئے جاننا چاہیئے کہ عام مسیحی لوگ اس امر کو جانتے اور مانتے ہیں کہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں پرانی انجیل متی اپنی تکمیل کو پہنچی تھی۔ بلکہ کل عہد جدید کی نسبت

لہ حیرت ہے کہ باوجود اس عقیدہ کے پھر بھی اتاناسیس کے عقائد در بارہ تثلیث و الوہیت مسیح کو نہ صرف تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ لفظ بلفظ اسے دعا و نماز میں پڑھتے بھی ہیں +

یہ مسلمہ امر ہے کہ پہلی صدی عیسوی کے بعد جمع و مرتب ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر کتب موجودہ عہد جدید کہاں سے لئے گئے اور نیز اس پہلی صدی میں اصول ایمان کس طرح آموختہ کئے جاتے تھے سو اسکے لئے واضح ہو کہ خود اناجیل و خطوط الرسل سے اس امر کا پتہ چل سکتا ہے چنانچہ مقدس پولوس رسول کا کلام اس پر شاہد ناطق ہے "اے بھائیو ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے نام سے تمہیں حکم دیتے ہیں ہر ایک ایسے بھائی سے کنارہ کرو جو بے قاعدہ چلتا ہے اور اس روایت پر عمل نہیں کرتا جو اس کو ہماری طرف سے پہنچی نمبر ۲ تسلو ۳ پ ۶"

اسکے علاوہ تمطاؤس کو ارشاد ہے کہ "اور جو باتیں تو نے بہت سے گواہوں کے سامنے مجھ سے سنی ہیں ان کو ایسے دیانتدار آدمیوں کے سپرد کر جو اوروں کو بھی سکھانے کے قابل ہیں۔ تمطاؤس نمبر ۲ پ ۲ آیت ۲"

پھر اسی خط کے پہلے باب میں فرماتے ہیں جو صحیح باتیں تو نے مجھ سے سنیں اس ایمان اور محبت کے ساتھ جو مسیح یسوع میں ہے۔ ان کا خاکہ یاد رکھ عطاؤس ۲ ۱/۱۳

پھر اسکے علاوہ دوسری بار نامہ تھسلونیقون میں لکھتے ہیں "پس اے بھائیو! ثابت قدم رہو اور جن روایتوں کی تم نے ہماری زبانی یا خط کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے ان پر قائم رہو نمبر ۲ تسلو ۲ پ ۱۵"

محولہ بالا مقامات سے ثابت ہو گیا کہ خود رسولی کلیسیا کا دارومدار روایات زبانی یعنے احادیث پر تھا جن کے یاد رکھنے کی مقدس پولوس تاکید کرتے ہیں اور ان حوالہ جات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت زبانی کا اجرا حواریوں کے حکم سے ہوا۔ ان کے نزدیک وہ بھی واجب الاعتبار تھیں ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تمطاؤس کو مقدس رسول لکھتے جو تو نے میری باتیں بہتیر گواہوں سے سنیں ان کو ایسے امین لوگوں کو سکھلاؤ جو دوسروں کو بھی سکھا سکیں اور تھسلونیقون کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ اس کلیسیا کو جیسے تحریر سے کچھ پہلے علم پہنچ رہے تھے ویسے ہی روایت زبانی سے اور انہیں روایات کو لیکر اناجیل و دیگر کتب مقدسہ متعلقہ عہد جدید مرتب و تصنیف کی گئیں چنانچہ مقدس لوقا طبیب اپنی انجیل کے شروع میں فرماتے ہیں۔ کہ "چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انہیں ہم تک پہنچایا اسلئے اے معزز تھیوفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ۶۳ء یا ۷۰ء میں انجیل مرقس و لوقا لکھی گئی تھیں۔ وہ کوئی ثبوت اپنے اس دعوے کا نہیں رکھتے اسلئے قابل غور نہیں ہے۔

انہیں تیرے لئے لکھوں لوقا ۱ و ۳) پس اس سے ثابت ہوا کہ خود عہد جدید علم روایات و احادیث کے مجموعہ کا نام ہے

فضلاء مسیحی مذہب کی شہادت

ہم اس بارہ میں معزز و مقدس فضلاء متقدمین مسیحی مذہب کے اقوال کو لکھکر ثابت کئے دیتے ہیں کہ خود پراٹسٹنٹ فرقہ کے متقدمین کے نزدیک بھی یہ امر مسلمہ و ثابت شدہ ہے کہ مسیحی مذہب کا علم احادیث پر ہی انحصار ہے کاتھلک ہرلڈ نمبر ۳ جلد ۶۳ میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر مٹ کو پروٹسٹیوں کا ایک فاضل و عالم اجل ہے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے "یہ بات تو مقدس کتابوں سے ظاہر ہے کہ عیسوی دین روایات زبان کے وسیلے پہلے اسقفوں اور حواریوں کے تابعین کے حوالے ہوا تھا۔ اور ان کو حکم ہوا تھا کہ اسے حفاظت سے رکھکر آئندہ طبقے کو پہنچا دیں اور کسی مقدس کتاب سے کیا مقدس پولس کی کتاب اور کیا دیگر حواریین کی تصنیفات سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انہوں نے متفق ہو کر یا علیحدہ علیحدہ ان ساری چیزوں کو جو نجات میں دخل رکھتی ہیں لکھدیا ہو یا کوئی ایسا قانون بنایا ہو کہ جس سے سمجھا جا سکتا ہو کہ مکتوب کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نجات میں دخل رکھتی ہو۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۳ میں لکھا ہے "پولس اور حواریوں کو ہم صریح دیکھتے ہیں کہ انہوں نے احادیث کو جیسا تحریر کے وسیلہ سے ہمیں دیا ہو ویسا ہی زبانی روایات کے وسیلہ سے بھی دیا ہے اور ان لوگوں کے حال پر افسوس ہے کہ جو ہر دو کی حفاظت نہیں کرتے اور حدیثیں دین مسیحی کے حق میں ایسی سند ہیں جیسے دیگر عہد جدید و کتب مقدسہ" یہاں تک تو ڈاکٹر مٹ کا کلام ہے۔

پھر اس کے علاوہ بشپ مون ینگ لکھتا ہے "حواریوں کی حدیثیں ان کی مکتوبات کے برابر مستند و اسناد ہیں اور کسی پروٹسٹنٹ کو اس سے انکار نہیں کہ حواریوں کی زبانی تقریریں ان کی تحریر سے زیادہ ہے" اور اور جلنگ ورتھ فرماتے ہیں کہ اس بات کی نزاع کہ کونسی انجیل قانونی ہے اور کونسی نہیں صرف زبانی روایت سے جو سارے جھگڑوں کے واسطے انصاف کا قاعدہ ہے اٹھ جاتی ہے۔

ریورنڈ رابرٹ امل انگلش لکھتے ہیں "ایک پراٹسٹنٹ بشپ صاحب مان ینگ ثانی فرماتے ہیں کہ دین کے بابت بہت سے امر ہیں جنہیں خدا نے مقرر کیا ہے اور جو کلیسیا سے فرمائے جاتے ہیں۔ اور جن کی بابت ہم قبول کرتے ہیں کہ کتاب مقدس ان امور کو نہ کہیں بیان کرتی ہے نہ سکھلاتی ہے۔"

مرات الصدق مصنفہ صاحب موصوف صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ بحوالہ بالا فضلاء کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ دین مسیحی کا دارومدار احادیث پر ہے اب ان کے علاوہ اور بھی سنو!

ولیم میور صاحب فرماتے ہیں "پہلے مسیحیوں کے پاس کوئی لکھا ہوا عقیدہ نہ تہا۔ ایمان کے عقائد جنکا اعتقاد نجات کے واسطے ضروری ہے صرف زبانی تھے یہ قواعد دور و نزدیک کی کلیسیاؤں میں زبانی تھے اور یکساں تھے۔ رفتہ رفتہ مسیحیوں نے ان کو قلمبند کیا اور جب برسیں ہیں ان کا مقابلہ کیا (کہاں اور کس وقت کن لوگوں نے کیا) تو بجز کچھ کچھ اختلاف لفظی[1] کے سب جماعتوں کا عقیدہ مطابق نکلا اور اصل مطالب میں کچھ فرق نہ تہا۔ تواریخ کلیسیا مصنفہ صاحب موصوف باب ۳ صفحہ ۱۷

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ یوسی بس کی تواریخ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ سب کے نزدیک ایک معتبر و مستند کتاب ہے لہذا ہم اس سے شواہد بینات لائے ہیں۔

فاضل موصوف لکھتے ہیں "کلیمنس اس یعقوب کے حال میں اپنی ساتویں کتاب میں ایک حکایت یاد رکھنے کے قابل لکھتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ کلیمنس نے اس حکایت کو ان زبانی روایتوں سے لکھا ہے۔ جو اسکو باپ دادے سے پہنچی تھیں۔ یوسبس کی تواریخ کتاب ۲ باب ۹ احوال یعقوب

اس کلام سے ثابت ہوا کہ علم روایت کو مسیحیت میں کسقدر دخل ہے پھر دوسری جگہ ار۔ بی نیوس کا قول یوں نقل کرتا ہے "افسس کی کلیسیا جس کو پولوس حواری نے بنایا اور یوحنا حواری ترجان کے عہد حکومت تک وہاں رہا۔ حواریوں کی احادیث کا ایمان والا گواہ ہے۔ کتاب ۳ باب ۲۳

پھر اسی صفحہ پر کلیمنس کا قول یوں نقل کرتا ہے۔ "یوحنا حواری کی نسبت ایک حکایت سنو اکہ جھوٹی نہیں۔ بلکہ درست اور سچی ہے کیونکہ سینہ بسینہ اور حفاظت سے رہی ہے"

پھر دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ "مسیح کے مرید جیسے بارہ رسول اور دیگر ستر ایلچی اور اور بہت سے آدمی ان حالوں سے جو اناجیل میں لکھے ہیں۔ ناواقف نہ تھے لیکن ان میں سے صرف متی اور یوحنا نے ان حالات کو لکھا ہے اور یہ بھی روایت زبانی سے ثابت ہے کہ انکا لکھنا بھی محض ضرورت کے سبب سے تھا کتاب ۳ باب ۲۴۔

پھر لکھتا ہے کہ "ار۔ بی نیوس ایک حال قابل تحریر لکھتا ہے اور اسکو وہ حال پولیکارپ[2] سے زبانی روایت کے وسیلہ پہنچا ہے کتاب ۵ باب ۲۰

پھر کتاب ۴ باب ۵ میں لکھتا ہے "یروشلم کے اسقفوں کا حال بالترتیب کسی کتاب میں نہیں لکھا اور زبانی روایت سے ثابت ہے کہ وہ تھوڑی مدت رہے ہیں"

[1] ولیم میور صاحب کے نزدیک تو کچھ کچھ اختلاف لفظی بھی مکتوبات میں پایا جاتا ہے مگر ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ تقریباً بکصد کی تعداد کی ہٹے بھاری اختلافات بیبل میں موجود ہے۔

[2] ان سب نسخہ مقدس کا حال جاننے اور خواں ناظرین تواریخ کلیسیا عطا میں پڑھ سکتے ہیں جو امریکن مشن سوسائٹی لدھیانہ

پھر تیسری کتاب کے چھتیسویں باب میں لکھا ہے "ہمکو روایت زبانی سے یوں پہنچا ہے کہ جب اگناٹیوس کو اسلئے کہ مسیحی ہونیکے جرم میں اسکو درندوں کے آگے ڈلوا کر مروا ڈالا جاوے سریا سے روم کو لے جاتے تھے اور پہرہ کی حفاظت میں وہ ایشیا سے گزرا تو اسنے راہ میں مختلف کلیسیاؤں کو اپنی نصائح اور اقوال سے مضبوط کیا۔ اور ان بدعات سے جو ان کے دلوں میں پھیل گئی تھیں یا نئی ایجاد ہوئی تھیں متنبہ کیا اور نصیحت کی کہ ان زبانی روایتوں کے ساتھ جو حواریین سے منقول چلی آتی ہیں مضبوط لپٹے رہو اور آپ بھی زبانی روایت کا خیال کر کے یوں سمجھا کہ ان روایات کو لکھ کر انپر اپنی گواہی کر دی"

غرضیکہ کوئی کہاں تک لکھے ان امور اور مستند مسیحی قدیم مورخ و مفسر کی تصنیفات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بغیر علم احادیث کے مسیحی مذہب ہیچ ہے چنانچہ علاوہ محولہ بالا مقامات کے اور بھی دیکھو کتاب ۳ باب ۳۹ پے پیاس کی شہادت کتاب ۲ باب ۱۵۔ پولیکارپ کے حالات میں ارینیوس کا قول کتاب ۵ باب ۲۰ مورخ یوس کی تائید کتاب ۳ باب ۲۳ کتاب ۵ باب ۱۱ کلیمنس کا قول اور اس کتاب کو ہم نقل بھی کئے دیتے ہیں جو یہ ہے کلیمنس کہتا ہے کہ میں نے یہ کتاب جاہ طلبی کے لئے تصنیف نہیں کی بلکہ اپنے بڑھاپے کا خیال کر کے اور اسلئے کہ نسیان کا زہر ہرہ ہوں تفسیر کے طور پر جمع کی ہیں (یعنی احادیث مسیحی) گویا یہ ان الہامی مسئلوں کی شرح ہے جنکو میں نے بزرگوں اور مقدس لوگوں سے معلوم کر کے ذی عزت بنا ہوں اور ان آدمیوں میں سے ایک یونی گوس ہے جو یونان میں تھا دوسرا وہ تھا جو میگنا گریشیا میں رہتا تھا ایک ان میں سے سریانی اور دوسرا مصری تھا اور مشرق کے رہنے والے تھے ایک انمیں سے اسوری تھا اور ایک عبرانی فلسطین کے ملک کا اور جس شیخ کی سب سے بعد مجھے ملازمت نصیب ہوئی مصر میں چھپا ہوا تھا اور یہ سب مشائخ سے افضل تھا اسکے بعد کسی اور شیخ کی میں نے تلاش نہیں کی۔ کیونکہ اس سے کوئی افضل نہ تھا اور اس شیخ نے ان سچی احادیث کو جو پطرس اور یعقوب و یوحنا اور پولوس سے پشت بہ پشت منقول ہیں محفوظ اور مصئون رکھا ہے"

پھر کتاب ۵ باب ۲۰ میں ارینیوس کا قول یوں منقول ہے خدا کے فضل سے میں نے یہ باتیں (علم روایات) بڑے غور سے سنی ہیں اور انکو میں نے اپنے سینہ میں لکھا ہے نہ کاغذ پر اور قدیم سے میری عادت ایسی ہی ہے کہ ان کا ہمیشہ دیانت سے ورد کرتا ہوں اور بھی دیکھو کتاب ۵ باب ۲۴ پولی گرائیس اسقف کا خط بنام وکٹر اور کلیسیائے روم۔ وکٹر دوسری صدی مسیحی میں روما کا اسقف تھا اور ۱۹۶ء

میں اسنے مشرقی کلیسیاؤں کو بذریعہ حکم ناطق کے مدومی کلیسیا کا پابند کیا تھا پھر کتاب ۵ باب ۲ پھر اسکے علاوہ واضح جان ملنر کاتھلک کی کتاب کو پڑھو کہ اسمیں اس امر کی کچھ فرق تصدیق و تائید موجود ہے اور ہم بسبب اس امر کے کہ پراٹسٹنٹ ہمارے ملکی بھائی جان ملنر کے اصل الفاظ سے رنجیدہ نہ ہو جاویں اسکی عبارت نہیں لکھتے بلکہ صرف چند حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ "دیکھو دسویں چٹھی بنام بعض صاحب اری نیوس کا قول اری نیوس کی کتاب کی جلد نمبر ۱ باب ۳ کا حوالہ دیتا ہے پھر اسی چٹھی میں اری نیوس کی کتاب کی جلد نمبر ۳ باب ۲ کا حوالہ لکھتا ہے پھر اسی چٹھی میں اری نیوس کی کتاب ۳ باب ۴ کا حوالہ نقل کرتا ہے پھر ترٹولین کی کتاب جو اہل بدعت کے مقابل لکھی گئی ہے اسکے صفحات ۳۶ و ۳۷ کا حوالہ دیکر لکھتا ہے کہ اس فاضل کی جو دوسری صدی مسیحی کا عالم ہے اور ۲۹۳ء میں بیتالیس کی عمر میں شہر کرتاگو کا اسقف تھا ہمارے مخالف ضرور سنیں پھر اسی چٹھی میں باسلیوس کا قول نقل کرتا ہے۔

اسکے بعد ابی فانیس کا قول نقل کرتا ہے اور اسکے الفاظ ہم بھی ضرور نقل کرینگے اور ہمیں امید ہے۔ کہ پراٹسٹنٹ دوست اس بزرگ کے الفاظ کا ہم سے زیادہ ادب ملحوظ رکھکر بسر و چشم قبول کرینگے۔

ابی فانیز اپنی کتاب میں جس کو اہل بدعت کے مقابل اسنے لکھا تھا فرماتا ہے۔ ہمکو چاہیے کہ زبانی روایت کا استعمال کریں کیونکہ سب چیزیں مقدس کتاب میں پائی نہیں جاتیں۔"

پھر اسی چٹھی میں جان ملنر کاتھلک گریزاستم کی تفسیر کا حوالہ دیکر لکھتا ہے کہ گریزاستم نے تھسلونیقون کے نمبر ۲ باب ۲ کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ حواریوں نے سب چیزیں تحریر کے بغیر بھی ہم تک پہنچائی ہیں اور یہ ہر دو اعتبار میں مساوی ہیں اسلئے ہمیں چاہیے کہ لحاظ رکھیں کہ کلیسیا کی روایت ایمان کا منشا ہے اور جب کوئی چیز زبانی روایت سے ثابت ہو جائے تو اس سے زاید طلب نہ کریں۔" تفسیر مذکور

پھر اور بھی سنو اکاناٹک ہرلڈ جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۴۳ میں لکھا ہے موسٹی قدسی بہت شاہد اس امر کے لاتا ہے کہ کلام مقدس کا متن حدیث اور زبانی روایات کے بغیر سمجھا نہیں جاتا اور کاتھلک مذہب کے فادرس یعنے مشائخ نے ہمیشہ اسی قاعدے کی پیروی کی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر اسلامی علم احادیث نعوذ باللہ بقول اکبر مسیح اور فرقہ اہل قرآن کے اگر پایۂ اعتبار سے ساقط اور بے ضرورت بھی ہے تو اسکے اسلام اور اہل اسلام کو کیا نقصان کیونکہ قرآن کریم خود ان کے پاس موجود ہے جو ہر امر میں ان کی راہ نمائی کر سکتا ہے مگر مسیحی مذہب بغیر احادیث اور روایات کے بالکل ہیچ ہے جو حصہ سے زیادہ امور ہیں جو خاص مذہبی ہیں مگر کتاب مقدس بائبل میں انکا ذکر نہیں۔ مگر بغیر روایات کے سمجھنا ناممکن اب اکبر مسیح خود دیکھے کہ اسکے گھر کا کیسا حال ہے کہ خود عہد جدید کا ماخذ صحیح بھی علم روایت اور حدیث ہی ہے۔ فقط - (ایک طالب دعا)

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ٦

شیعہ ۔ لفظ آل اور اہل میں کچھ فرق ہے یا نہیں ہے بیان کیجئے۔

احمدی ۔ آل اور اہل دونوں عربی الفاظ ہیں اس واسطے لغت عرب میں پہلے ان کے معانی دیکھنے چاہئیں۔ بڑی ضخیم کتابوں کو جانے دو منتخب اللغات میں ہی دیکھ لو۔ آل بالمد پیروان انجانہ و شخص و فرزندان یعنے پیروی کرنے والے اور گھر کے لوگ اور فرزندان

اہل ۔ بالفتح سزاوار شدن و انس گرفتن و کدخدا شدن و سزاوار و کسان و مردم خانہ یعنی کسی بات یا کام کے لائق ہونا۔ اور انس پکڑنا اور شادی کرنا اور سزاوار اور لوگ اور گھر کے لوگ گویا دونوں لفظوں کے معنے تقریباً ایک ہی ہیں اور منجملہ دیگر معانی کے دونوں لفظوں میں اہلخانہ کے معنے موجود ہیں۔ اب گھر والی گھر کے آباد رکھنے والی تو بیوی ہی ہوتی ہے اسی کو گھر والوں سے نکال دو تو باقی لوگ کب اہلخانہ ہونے کے اہل رہ جاتے ہیں مجرد آدمی یا رنڈوے تو نہ گھر کے نہ گھاٹ کے

قرآن مجید میں بھی ان معانی کی تائید موجود ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت آیا ہے کہ قال لاھلہ امکثوا ع یعنے کہا اس نے اپنے اہل کو یعنی بیوی کو جو شعیب کی صاحبزادی تھیں کہ ٹھہرو۔ اور پھر نوح اپنے بیٹے کی نسبت عرض کرتے ہیں ان ابنی من اھلی ع یعنے یہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ پھر لوط علیہ السلام دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں رب نجنی واھلی مما یعملون فنجینٰہ واھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغابرین ۱۹/۱۲ یعنی اے رب مجھے اور میرے اہل کو نجات دے جو وہ کرتے ہیں پس ہم نے نجات دی اسکو اور اسکے سب اہل کو سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہو گئی

دوسری جگہ لوط علیہ السلام کی بابت حضرت ابراہیم کے مہمان فرشتوں کی زبانی یوں ہے قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین الا آل لوط انا لمنجوھم اجمعین الا امرأتہ قدرنا انھا لمن الغابرین فلما جاء آل لوط المرسلون ع یعنے انہوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں ایک قوم کی طرف سے جو مجرم ہیں۔ سوا آل لوط کے ہم ضرور ان سب کو بچا لینگے سوائے اسکی عورت کے کہ بیشک ہم نے اسے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر لیا ہے۔

دیکھو دونوں آیتوں میں ایک ہی گروہ کی نسبت آل واہل کے الفاظ مختلف مواقع پر مستعمل ہوتے ہیں اور دونوں موقعوں سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ لوط علیہ السلام کی عورت بھی آل لوط اور اہل لوط میں داخل تھی فہو المراد اب حدیث شریف کو لو تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل کا لفظ جہاں بمعنی ازوجہ مستعمل ہُوا ہے وہیں اہل بمعنی آل بھی ہُوا ہے جیسا کہ آیت مباہلہ کے متعلق سعد بن ابی وقاص سے جو روایت ہے اسمیں آیا ہے کہ جب حسنین اور جناب علی علیہ السلام اور حضرت سیدہ علیہم السلام کو بلایا تو فرمایا اللہم ھٰؤلاء اھلی اخرجہ الترمذی تیسیر الوصول فصل ۳ باب ۳ نضائل اہلبیت ع

اور آیت تطہیر کے موقعہ پر جب اپنا کمل اوڑھایا تو آل عبا علیہم السلام کی نسبت فرمایا اللّٰھم ان ھٰؤلاء اھلبیتی تیسیر الوصول فصل ۳ باب ۳۔ اور قصہ افک عائشہ رض کے متعلق ایک طویل روایت ہے اسمیں متعدد مقامات پر اہل کا لفظ بمعنی اہلخانہ وازواج مروی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیقہ رض کو طلاق دینے کے لئے جناب علی علیہ السلام اور اسامہ بن زید سے مشورہ لیتے ہیں تو اسامہ نے عرض کیا ھم اھلک یا رسول اللہ ولا نعلم واللہ الا خیراً پھر لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین سے کبیدہ خاطر ہو کر اور انتقام لینے کی غرض سے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ایسے شخص سے کون میرا بدلہ لے جس کی طرف سے میرے اہل کے بارہ میں ایذا دینے والی بات مجھ تک پہنچی ہے خدا کی قسم میں تو اپنے اہل کو نیک ہی سمجھتا ہوں اور جس شخص کے ساتھ یہ لوگ (عائشہ رض کو) تہمت لگاتے ہیں (یعنی صفوان بن معطل السلمی کو) اسکو بھی اچھا آدمی سمجھتا ہوں وہ شخص بجز میرے کبھی میرے گھر میں تنہا کبھی نہیں گیا۔ من یعذرنی من رجلٍ بلغنی اذاہ فی اھلی فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیراً ولقد ذکروا رجلاً ما علمت علیہ الا خیراً۔ وما کان یدخل علیٰ اھلی الا معی۔ پھر اسی روایت میں ہے کہ جناب صدیقہ رض امید وار تھیں کہ خدا نے انکی برأت کی خبر آنحضرت صلعم کو رویا میں ہی دکھادی۔ چنانچہ ایک رات ایسی آئی جس میں خدائے علیم و خبیر نے ان کو برأت کی بابت کئی آیات بذریعہ وحی نازل فرمائیں تو اس رات کی وحی کی بابت لکھا ہے کہ فواللہ ما رام مجلسہ ولا خرج احد من اھل البیت حتیٰ انزل اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہٖ صلی اللہ علیہ وسلم کہ خدا کی قسم رسول صلعم ابھی اپنے بستر سے بھی نہ اٹھے تھے اور نہ کوئی گھر والوں میں سے ہی باہر نکلا تھا یعنے بہت سویرا تھا کہ خدا نے اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی۔ روایت مذکور کے لئے دیکھو تیسیر الوصول

روایت نمبر ۳- اخرجہ الخمسہ الا ابا داؤد سورۃ النور الباب الثانی فی اسباب النزول

آنحضرت صلعم کے فقر و احتیاج کے متعلق جو احادیث مروی ہیں انہیں سے ایک دو ذیل میں درج کیجاتی ہیں ان میں بھی آل محمد و اہل محمد بمعنے واحد ازواج پر بولا گیا ہے۔

۱- انس بن مالک کا شاگرد کہتا ہے کہ میں نے سُنا ان کی زبانی کہ کہتے تھے ما امسیٰ عند اٰل محمد صاع تمر و لا صاع حب و ان عندہ یومئذ لتسع نسوۃ اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی تیسیر الوصول الفصل الثانی - فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ علیہ من الفقر کہ آل محمد کے پاس شام کو نہ ایک صاع کھجور رہی نہ ایک صاع کوئی غلہ باقی رہا اور اسوقت آپکی نو بیبیاں تھیں۔

۲- ما شبع اٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز البُرّ ثلثا حتی مضیٰ لسبیلہٖ وفی اُخریٰ ما اکل اٰل محمد اکلتین فی یوم واحد الا احدٰہما تمر " " ہر دو روایات میں ازواج کو آل محمد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما - قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتابعۃ و اہلہ طاویا و لا یجدون عشاءً و کان اکثر خبزہم الشعیر اخرجہ الترمذی و صححہٗ " " " اس روایت میں انہی کو لفظ اہل سے بیان کیا گیا ہے۔

اگر یہاں تک آپکی تشفی نہیں ہوئی تو لیجئے میں شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر سے آل اور اہل کی تشریح عرض کرتا ہوں۔

والاٰل والاہل واحد وقیل اصل الاٰل اہل لان تصغیرہ اہیل والفرق بین الاٰل والاہل ان الاہل اعم منہ یقال اہل البصرۃ ولا یقال اٰل البصرۃ ویقال اٰل الرجل قومہ وکل من یؤل الیہ بنسب او قرابۃ ماخوذ من الاول وھو الرجوع واہلہ کل من یضمہ بیتہ × × × × و اٰل الرجل اہلہ و قرابتہٗ قال الشاعر

ولا تبک میتاً بعد میت احبۃ ؎ علیؓ و عباسؓ و اٰل ابی بکرؓ

قال ابو عبیدۃ سمعت اعرابیا فصیحا یقول اہل مکۃ اٰل اللہ فقلنا ما تعنی بذلک قال الیسوا مسلمین المسلمون اٰل اللہ و انما یقال اٰل فلان للرئیس متبع وفی شبہہ مکۃ لانہا ام القریٰ و مثل فرعون فی الضلال و اتباع قومہ لہ - فاذا

جاورت هذا فان ال الرجل اهلبيت خاصة فقلنا له افنقول لقبيلة ال فلان قال لا اهلبيته خاصة۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی زیر آیت واذ نجینا کم من ال فرعون

(ترجمہ) لفظ آل اور اہل کے ایک ہی معنی ہیں اور کہا گیا ہے کہ لفظ آل کی اصل بھی اہل ہی رہی کیونکہ اسکی تصغیر اہیل ہے اور آل و اہل میں فرق یہ ہے کہ اھل میں ال (کا مفہوم) داخل ہے جیسے اہل بصرہ تو کہا جاتا ہے لیکن آل بصرہ نہیں کہتے اور کہتے ہیں کہ آل الرجل سے مراد اسکی قوم ہوتی ہے اور ہر ایک جو نسب یا قرابت میں اسکی طرف پھرے اور یوں مشتق ہے اول سے جس کے معنے رجوع کے ہیں اور اھل وہ ہوتے ہیں جو اسکے گھر میں بستے ہوں اور ال الرجل سے مراد اسکے گھر والے اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔ علی اور عباس اور ال ابی بکر جیسے دوستوں کے مرنے کے بعد کسی مردہ پر مت آنسو بہاؤ۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک فصیح و بلیغ اعرابی سے سنا کہ کہتا تھا کہ اہل مکہ خدا کی آل ہیں اس پر ہم نے کہا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے تو کہا کہ کیا نیک مسلمان خدا کی آل نہیں ہیں اور کسی بڑے رئیس کے متعلقین کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی آل ہیں اور مکہ چونکہ ام القریٰ (سب بستیوں کی ماں) ہے اس واسطے وہ اسکا مصداق ہے اور اسی طرح گمراہی میں فرعون متبوع ہے اور اسکی قوم اسکی آل ہے۔ جب اس سے بھی زیادہ تحقیق چاہے تو یہ ہے کہ آل الرجل خاص اسی کے اہلبیت ہوتے ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ کیا ہم کسی قبیلہ کو آل فلاں کہہ سکتے ہیں کہا کہ نہیں صرف اسکے گھر والوں کو۔

شیعہ اور ازواج کو تو اب میں بھی اہلبیت مان لیتا ہوں مگر عائشہ اور حفصہ کو داخل ماننے کو جی نہیں چاہتا۔

احمدی۔ قرآن و حدیث و کتب فریقین سے اس موضوع پر ایک حد تک کافی بحث ہو چکی ہے اب بھی اگر آپ کا جی نہ مانے تو اسکا کیا علاج ہے خدا سے دعا مانگو کہ اہلبیت کے بغض سے آپکے سینہ کو پاک کر دے۔ تاہم اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں کچھ اور بھی عرض کر دیتا ہوں۔ شاید آپ کا دل مان جائے دیکھئے السلمان منا اهل البيت ایک مشہور حدیث ہے جس کے معنے ہیں۔ کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہے حالانکہ سلمان بقول ملا باقر مجلسی فارس کے دہقان تھے۔ نہ آیت تطہیر کے وقت رسول صلعم نے انکو اپنی کمل کے اندر داخل فرمایا تھا نہ وہ بنی ہاشم تھے نہ آل ابوطالب

سے تھے اور نہ معصوم ہی تھے لیکن شیعہ وسنی سے کسی کی مجال نہیں کہ ان کو اہلبیت نبوی سے خارج کرے اب اس سے آگے چلئے اصول کافی میں امام صادق علیہ السلام سے آیت تطہیر کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس سے مراد دوازدہ امام اور ان کی محبت ہے پس جو امیں داخل ہوا وہ نبی کے گھر میں داخل ہو گیا یعنے اہلبیت سے ہو گیا۔ وفی الکافی عن الصادق فی ھذہ الایۃ۔ قال یعنی الائمۃ ولا یتھم من دخل فی بیت النبی تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ زیر آیت تطہیر اب اپنے گرد و پیش اور نزدیک و دور کے شہر و دیہات میں خوب غور اور گہری نگاہ سے دیکھکر بتلائے کہ کس قدر بھنگ نوش اور کتنے شرابی فاسق و فاجر بے نماز حُب وا ئمّہ "مومن" تکیوں اور بازاروں اور جنگلوں میں کیا سادات اور کیا غیر سادات موجود ہیں اور اس طرح کتنی بدرنشاں اور بہارنشاں اور پیاری جان اور جھنڈی جان مومنات ہیں سب ہیں مطابق حدیث مذکورہ کے یہ سبھی تو اہلبیت نبی صلعم سے ہیں کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ؟ بندۂ خدا ان تمام ایروں غیروں کو داخل اہلبیت النبی مانتے میں آپکو کوئی انکار نہیں لیکن عائشہ اور حفصہ رض کو داخل اہلبیت النبی ماننے میں آپکو ہزاروں اصرار اور شبہات وارد ہو جاتے ہیں پناہ بخدا۔ آخر تعصب کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔

شیعہ۔ کیا عائشہ کا جنگ جمل کے لئے نکلنا آیت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ کے خلاف نہیں ہے۔

احمدی۔ جناب صدیقہ مدینہ منورہ سے تو بارادہ حج نکلی تھیں لیکن بعض منافقین و دشمنان دین کی شرارت سے وہ اس جنگ میں مبتلا ہو گئیں اور جو آیت آپنے لکھی ہے اس سے شاید آپ یہ سمجھے ہیں کہ مستورات کو بالکل گھر سے نکلنا ہی منع ہے یہ بالبداہت غلط ہے اول از روئے لغت عرب۔ کیونکہ تبرج کے معنے ہیں بناؤ سنگار کرنا اور ساتھ جاہلیت کا لفظ اسکی تائید کرتا ہے۔ متبرج خود آرا۔ آستن دیکھو منتخب اللغات اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جنابہ صدیقہ آخر جنگ تک اپنے ہودج میں پردہ کے اندر تشریف رکھتی تھیں اور اسی واسطے جناب علی علیہ السلام نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھیجا تھا کہ انکو جاکر سمجھائیں کہ آپکے ہمراہی سب قتل ہو گئے یا بھاگ گئے آپ اپنے گھر تشریف لیجائیں بایں ہمہ اگر شیعہ باز نہ آئیں تو ان سے دریافت طلب ہے کہ حضرت سیدہ جو اپنے گھر سے نکلکر فدک مانگنے کے لئے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لے گئیں اور پھر عمر جیسے غیر محرم کیساتھ دست و گریبان ہوتی رہیں وہ بھی اسی آیت

کی وعیدیں آسکتی ہیں یا نہ اگر نہیں تو کیوں؟ فما ہو فہو جوابنا۔ روایت مذکورہ یہ ہے عن ابی جعفر و ابی
عبد اللہ علیہما السلام۔ قال ان فاطمۃ علیہا السلام ما ان کان من امرھم ما کان اخذت
بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء
من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ۔ اصول کافی کتاب الحجۃ
باب مولد فاطمہ صفحہ ۲۹۱

شیعہ۔ ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلعم جناب علی علیہ السلام کو اختیار دے گئے تھے کہ میری ازواج میں سے جس کو نافرمان و راہ حق سے برگشتہ دیکھیں اسکو طلاق دیدیں۔

احمدی۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! من ہذہ الہفوات و الہذیانات۔ جناب علی علیہ السلام کا ایک مشہور قول جو نہج البلاغہ میں ہے بحوالہ ناسخ التواریخ اوپر کسی موقعہ پر لکھا گیا ہے جو آنجناب نے بعد خاتمہ جنگ فرمایا ولہا بعد حرمتہا الاولیٰ والحساب علی اللہ یعنی باوجود جنگ جمل کے اب بھی صدیقہ کی حرمت ویسی ہی ہے اگر آپ ان کے اس فعل کو نافرمانی پر محمول فرماتے تو یہ کلمات جن سے حفظ مراتب اعداد ادب فرزندانہ مترشح ہے ام المومنین کی نسبت زبان مبارک سے نہ فرماتے۔

دوم۔ بخاری شریف کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے دل میں صدیقہ کی ویسی ہی عزت تھی جیسی کہ زمانہ رسول صلعم میں چنانچہ آنجناب نے جب امام حسن علیہ السلام اور عمار حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں فوج بھرتی کرنے کے لئے اس موقعہ پر بھیجا جبکہ عائشہ صدیقہ بھی بصرہ میں اس مقصد کے لئے تشریف لے گئیں تو عمار جو جناب علی علیہ السلام کے محرم راز اور نائب و نمائندہ سے تھے منبر پر چڑھکر اہل بصرہ کو فرماتے تھے کہ ان عائشۃ قد سارت الی البصرۃ واللہ انہا الزوجۃ نبیکم فی الدنیا والاخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لیعلم ایاہ تطیعون ام ہی اخرجہ البخاری۔ دیکھو تیسیر الوصول کتاب الفتن فصل الثالث وقعۃ الجمل

(ترجمہ) عائشہ بصرہ میں تشریف لائی ہیں اور قسم ہے خدا کی کہ وہ زوجہ ہیں تمہارے نبی کی دنیا میں اور آخرت میں لیکن خدا نے تمکو آزمائش میں ڈالدیا ہے تا معلوم ہو کہ تم اسکی اطاعت کرتے ہو یا اس کی۔ اس بے بنیاد اعتراض کی تردید کیلئے یہ دونوں شہادات کافی ہیں۔

شیعہ۔ آپ نے تو ازواج کو داخل اہلبیت و مطہرہ بموجب آیت تطہیر ثابت کرنے میں زور لگایا مگر حدیث میں آیا ہے کہ بوقت نزول آیت تطہیر چہار تن آنحضرت صلعم حسنین اور جناب علی اور سیدہ کو اپنی کمل میں لے لیا تھا

تھے تو ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم کیا میں آپ کے اہلبیت سے نہیں ہوں تو آپ نے فرمایا تھا۔ انک الی خیر اسکا کیا مطلب ہے اور کیا اس حدیث کی رو سے ازواج اہلبیت کے اطلاق سے خارج نہیں ہو جاتے۔

احمدی ہم نے اس بات کے ثابت کرنے میں قرآن کو پیش کیا ہے نہ کہ کوئی اپنا قیاس۔ قرآن نے اس آیت کو ازواج مطہرات کے درمیان میں ذکر کیا ہے اور ان کو اہلبیت سے موسوم کیا ہے اب کسی مومن کی مجال نہیں ہو سکتی کہ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرے اور ویسے افراد کو اس میں داخل سمجھے جنکا ذکر قرآن میں نہیں۔ اگر کوئی حدیث ازواج کو اہلبیت سے خارج کرتی ہے تو وہ قرآن کے مخالف اور اسلئے قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ اور ارشاد نبوی بابت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یعنے انک الی خیر اسکا مطلب یہ ہے کہ تو تو بوجہ احسن اہلبیت ہو چکی ہے۔ تجھکو ضرورت ہی نہیں ہے کہ کملی میں داخل ہو۔ یہی مطلب شارحین حدیث نے لکھا ہے ویحتمل ان یکون معناہ انت علی خیر علی مکانک من کونک من اہلبیتی ولا حاجة لک فی الدخول تحت الکساء کانہ منعها عن ذلک۔ ترمذی حاشیہ صفحہ ۵۳۰ فخر المطابع دہلی مطبوعہ

شیعہ آپکی صحیح مسلم میں حدیث ثقلین کے ذکر میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اہلبیت رسول سے آپکی ازواج مراد ہیں تو اس نے کہا ایم اللہ ان المرأة تکون مع الرجل العصر من الدهر فیطلقها فترجع الی ابیها وقومها اهل بیته اصله وعصبته الذین حرموا الصدقة بعده۔ یعنی قسم ہے خدا کی کہ عورت کچھ مدت مرد کے ساتھ رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف چلی جاتی ہے آنحضرت صلعم کی اہلبیت سے در اصل آپ کی وہ اہل حسب و خویش مراد ہیں جن پر آپکے پیچھے صدقہ حرام ہے۔

احمدی۔ زید بن ارقم کا قول قرآن سے مقدم نہیں ہو سکتا لیکن اگر زید کے قول کو بھی قابل حجت جانتے ہو تو چلو یونہی سہی دیکھو اسی زید بن ارقم سے اسی صحیح مسلم میں تمہاری والی روایت سے بھی پہلے ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ یا زید من اهل بیته نساؤه من اهل بیته قال نساؤه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرم الصدقة قال نعم۔ صحیح مسلم مع شرح نووی صفحہ ۲۷۹ مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۹ھ۔ یعنے زید نے کہا آنحضرت صلعم کی ازواج آپ کی اہلبیت نہیں ہیں؟ تو اس نے کہا بے شک آپکی ازواج آپکے اہلبیت ہیں لیکن آپکے اہلبیت سے مطلب وہ ہیں

جن پر صدقہ لینا بعد آپ کے حرام ہے تو میںنے کہا وہ کون لوگ ہیں تو زید نے کہا کہ وہ آل علی اور آل عقیل و آل جعفر و آل عباس ہیں میںنے کہا کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے زید نے کہا کہ ہاں اس روایت میں وہ صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ ازواج داخل اہلبیت ہیں پھر اگر دوسری روایت میں اسکے خلاف کہیں تو ان کا قول قابل حجت نہیں ٹھہر سکتا۔ کہنے کو تو بعض نازک خیال شیعوں نے بھی جناب علی علیہ السلام کو عترت میں داخل نہیں کیا دیکھو حیات القلوب جلد ۳

آدیم برسر مطلب اور پھر جو انہوں نے کہا کہ عورت کو اس واسطے اہلبیت نہیں کہہ سکتے کہ خاوند اگر اسکو کچھ مدت ساتھ رکھکر طلاق دیدے تو وہ باپ یا کنبے والوں کے پاس چلی جاتی ہے اس پر قیاس کریں تو پھر تو لڑکی بھی داخل اہلبیت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بھی شادی ہو جانے کے بعد ماں باپ کے ہاں سے اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اور پھر جو عورت مطلقہ ہو کر خاوند کے پاس سے چلی جائے تو وہ مانا کہ گھر والوں میں سے نہیں رہتی لیکن جو عورت کہ ہمیشہ اپنے خاوند کے پاس رہے بلکہ اسکے بعد بھی وہیں رہے اور خاوند کی اولاد کی تربیت کرے تاہم اس کو داخل اہلبیت نہ سمجھا جائے تو اس سے بڑھکر کیا ظلم ہو سکتا ہے اور آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے خود خدا فرماتا ہے کہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء یعنے اے نبی کی بیبیو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو وہ امہات المومنین ہیں بحکم آیت وازواجہ امھاتہم ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی بلکہ آخر تک ان کو اپنے ساتھ رکھا اور وہ بھی جان و دل سے آپکی تابعدار رہیں پھر وہ کس طرح سے نبی کریم کے گھر والوں میں سے نہ ہوں اصل یہ ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حدیث ثقلین بیان کر رہے ہیں جس میں رسول صلعم نے قرآن کے ساتھ تمسک کرنے اور اپنے اہلبیت کا احترام و پاس ادب و حسن سلوک کو محفوظ رکھنے کا امت کو ارشاد فرمایا ہے گویا ان کو اہلبیت کی ایک خاص قسم مد نظر ہے جیسے کہ ہر دو روایات کے آخری فقرہ سے ظاہر ہے اور وہ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنے آل علی و آل عباس وغیرہم۔ حالانکہ شیعہ صاحبان صرف آل علی اور آل علی میں سے بھی صرف گیارہ اماموں کو ہی اہلبیت اور مطہر و معصوم جانتے ہیں اور دوسروں کو عترت اہلبیت میں ہرگز داخل نہیں سمجھتے نہ ان کو مصداق آیت تطہیر معصوم مانتے ہیں۔ خوشحال ہیں اہلسنت کہ وہ ازواج مطہرات اور ان کے ساتھ آل عبا و سب سادات بنو ہاشم کی تعظیم بسر و چشم کرتے ہیں اور آجکل کے ہزاروں سادات جو آل رسول ہونے کے مدعی ہیں صرف صدقات و خیرات پر گذارہ کرتے

ہیں چاہیے تو یہ کہ ان کو بوجہ صدقہ و خیرات کھانے کے آل رسول سے خارج سمجھا جائے مگر ہاں ہم اہلسنت صدق دل سے انکی تعظیم کرتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کو نذر و نیاز دیتے ہیں۔

شیعہ ۔ اہلبیت کی تو وہ شان ہے کہ درود میں داخل ہیں کیا ازواج کو بھی کہیں درود میں داخل کیا گیا ہے۔

احمدی دیکھئے آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ ازواج کو اہلبیت رسول صلعم سے خارج ماننا خلاف قرآن و حدیث ہے اور لغت کے بھی خلاف ہے دیکھو منتخب اللغات میں بھی اہل کے معانی میں مرد و زن لکھا ہے آپ درود شریف میں داخل ہونا اہلبیت ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں تو لیجے بسم اللہ و للستۃ الا الترمذی عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال قالوا یا رسول اللہ کیف نصلّی علیک قال قولوا اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ ازواجہ و ذریاتہ کما صلیت علیٰ ابراھیم و بارک علیٰ محمد و علیٰ ازواجہ و ذریتہ کما بارکت علیٰ ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ تیسیر الوصول کتاب الدعا فصل سوم فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سوائے ترمذی باقی تمام صاحبان صحاح ستہ نے ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم آپ پر درود کیسے بھیجیں فرمایا کہ تم کہا کرو اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ازواجہ و ذریاتہ الیٰ آخرہ یعنے خدا درود بھیج اوپر محمد صلعم کے اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر دیکھو یہاں بھی ازواج کو ذریت سے مقدم رکھا ہوا ہے۔

شیعہ ۔ اہلبیت میں حسنین رضی کے حق میں سید الشباب اہل الجنۃ آیا ہے یعنے جوانان جنت کے سردار ہیں کیا ایسی فضیلت کسی اور کے حق میں بھی ثابت ہے۔

احمدی ۔ ہاں دوسروں کے حق میں بھی ثابت ہے دیکھو قاضی نور اللہ شوستری نے ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے حال میں لکھا ہے ابن عم حضرت پیغمبر بود و رضاعی او بود و با آنحضرت مشابہت بسیار داشت و پیش از شرف اسلام مسلمانان را آزار بسیار میکرد و حضرت پیغمبر را ہجو میکرد و چون مسلمان شد بعد از فضل و تقوی رسید کہ از لسان حقائق بیان حضرت رسالت این کلام سعادت انجام شنید کہ ابوسفیان بن حارث سید فتیان اہل الجنۃ (ترجمہ) وہ آنحضرت صلعم کے چچا کے بیٹے اور رضاعی بھائی تھے اور صورت میں آنحضرت کے بہت مشابہ تھے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کو بہت تکلیف دیا کرتے اور آنحضرت صلعم

کو برا بھلا کہتے اور جب مسلمان ہوئے تو فضل و تقویٰ میں وہ مرتبہ حاصل کیا کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے سنا کہ ابوسفیان الحارث جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تو کیا کہنے ہیں وہ تو بہشت کے بادشاہ ہیں ثبوت کے لئے دیکھو روایت ذیل کو زیر آیت ان اولیاءہ الا المتقون پ ۹ ع ۱۸ القمی نزلت لما قال رسول اللہ لقریش ان اللہ بعثنی ان اقتل جمیع ملوک الدنیا واجر الملک الیکم فاجیبونی الی ما ادعوکم الیہ تملکو بہا العرب وتدین لکم بہا العجم وتکونوا ملوکا فی الجنۃ۔ تفسیر صافی زیر آیت مذکور

ترجمہ: تفسیر قمی میں جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی تفسیر سے بھی موسوم ہے لکھا ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی تھی۔ جبکہ رسول صلعم نے قریش سے فرمایا تھا کہ خدا تعالےٰ نے مجھکو مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمام بادشاہان عالم سے مقاتلہ کروں اور ملک تمہارے قبضہ میں دیدوں اسلئے جس دین کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں تم اسکو قبول کرلو۔ تمام عرب کے تم مالک ہو جاؤ گے اور عجم تمہارے تابع ہو جائے گا اور جنت میں تم بادشاہ ہوگے اب آپ فرمائیے کہ امت رسول میں سے کس نے عرب و عجم کو فتح و تابع کرنے میں سبقت کی سوائے ابوبکر و عمر خلفائے راشدین کے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ جنت کے بادشاہوں میں سے ہیں

شیعہ۔ ائمہ اطہار اہلبیت کی تو وہ شان ہے کہ جب آدمؑ کو خدا نے بہشت میں پیدا کیا تو انہوں نے ساق عرش کی طرف جو نظر اٹھا کر دیکھا تو بارہ اماموں کے نام لکھے ہوئے نظر پڑے۔ کیا تمہارے اماموں کا نام و نشان بھی کسی نے وہاں دیکھا ہے ؟

احمدی۔ بارہ اماموں کی عظمت سے تو ہم کو انکار نہیں لیکن ساق عرش والی روایت کسی خوش اعتقاد کی من گھڑت حکایت ہے اور بس کیونکہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس جنت میں آدم پیدا ہوئے تھے وہ دنیا کا بہشت تھا اور جنت الخلد نہ تھا۔ دلیل اسکی یہ دی ہے کہ اگر وہ بہشت ہوتا تو وہاں سے آدم بیچارے نکالے نہ جاتے اور نہ وہاں ابلیس ہی داخل ہونے پاتا فی الکافی والعلل والقمی عن الصادق انہا کانت من جنان الدنیا یطلع فیہا الشمس والقمر ولو کانت من جنان الخلد ما خرج منہا ابدا و زاد القمی ولم یدخلہا ابلیس۔ تفسیر صافی زیر آیت یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔

شیعہ۔ امام وہ ہونا چاہئے جو سہو و نسیان سے منزّہ ہو۔ آپ کے خلیفہ اور امام سہو سے کب بری ہونے کے مدعی تھے۔

احمدی۔ سہو و نسیان سے تو کوئی بھی مبرّا و منزّہ نہیں یہانتک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی چنانچہ بحوالہ کتاب عیون امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے قیل لہ ان فی سواد الکوفۃ قوماً یزعمون ان النبی لم یقع علیہ السھو فقال کذبوا لعنھم اللہ ان الذی لم یسھو ھو اللہ لا الٰہ الا ھو۔ تفسیر صافی زیر آیت ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلاً یعنی آپؑ سے عرض کیا گیا کہ نواح کوفہ میں ایک قوم ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نبی صلعم پر کبھی سہو واقع نہیں ہوا۔ تو امام نے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں خدا ان پر لعنت کرے۔ تحقیق جس ذات پر کہ کبھی بھول چوک نہیں واقعہ ہوئی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اب فرمائیے جب نبی سہو سے خالی نہیں تو امام اور خلیفوں کو اگر بھول چوک ہو جائے تو بیچارے معذور ہیں یا نہ؟

شیعہ۔ ہمارے امام کا نام تو رسول صلعم نے اذان میں بھی داخل فرمادیا جو خدا اور رسول کی منادی ہے اور پانچوقت ہر ایک ملک اور ہر ایک شہر اور ہر ایک مسجد میں دی جاتی ہے آپ کے خلیفوں کا نام کیوں داخل اذان نہ ہوا۔

احمدی۔ جناب علی علیہ السلام کا نام داخل اذان کرنا بھی شیعوں کی بدعت پسندی کی خاص دلیل ہے آجکل کے شیعوں کا تو یہ مسئلہ جزو ایمان بنا ہوا ہے لیکن ابتدا میں ایسا کرنا خلاف مذہب امیہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ فخر المحدثین محقق ابن بابویہ المتوفی ۳۸۱ھ اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں جو منجملہ اصول اربعہ ہے کتاب الاذان میں اذان کے فصول یعنے کلمات لکھکر فرماتے ہیں ھذا ھو الاذان الصحیح لا یزاد فیہ ولا ینقص منہ والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخباراً وزدوا فی الاذان محمد وآل محمد خیر البریۃ مرتین وفی بعض روایاتھم بعد اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان علیاً ولی اللہ مرتین ومنھم من روی بدل ذٰلک اشھد ان علیاً امیر المومنین حقاً مرتین ولا شک ان علیاً ولیٔ اللہ وانہ امیر المومنین حقاً وان محمداً وآلہ صلوات اللہ علیھم خیر البریۃ ولکن لیس ذٰلک فی اصل الاذان وانما ذکرت ذٰلک لیعرف بھذہ الزیادۃ المتھمون بالتفویض المدلّسون انفسھم فی جملتنا

یعنے اذان صحیح تو اسی قدر ہے نہ اسمیں کچھ بڑھایا جائے نہ کم کیا جائے اور مفوضہ (غالیوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جو کہتے ہیں خدا نے اپنے سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی امیر کو سپرد کر دیئے ہیں اور آپ معطل ہو گیا ہے یہی حضرات پیدا کرتے ہیں اور یہی مارتے ہیں اور یہی رزق بانٹتے ہیں۔ غرض جو کام کہ خدا کے ہیں ان کے نزدیک وہ سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کچھ نہیں کرتا۔ دیکھو ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ باب ۳۷ صفحہ ۱۳۱) نے کہ خدا ان پر لعنت کرے کئی حدیثیں وضع کر لی ہیں اور اذان میں دو دفعہ محمد و آل محمد خیر البریہ کہتے ہیں اور ان کی بعض روایات میں ہے کہ بعد اشہد ان محمدًا رسول اللہ کے ان علیًا ولی اللہ دو دفعہ کہنا چاہیئے اور بعض نے اسکی جگہ لکھا ہے اشہد ان علیًا امیر المومنین حقًا اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ جناب علی علیہ السلام خدا کے ولی اور امیر المومنین برحق ہیں اور یہ کہ محمد صلعم اور آپ کی آل سب مخلوق سے افضل ہیں لیکن ایسا کہنا اذان میں درست نہیں اور یہ ہمنے اسلئے ذکر کر دیا ہے کہ ان زائد کلمات سے وہ لوگ شناخت کئے جا سکیں جو در اصل تو مفوضہ ہوتے ہیں اور اپنے آپکو ہم شیعیان اثنا عشریہ میں سے ظاہر کرتے ہیں۔ (خادم حسین خادم احمدی)

خاتم النبیین کے کیا معنے

اسوقت غیر مبایعین سے بڑا یہ اختلاف ہے کہ وہ خاتم النبیین کے معنے بتاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئیگا اور ان پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ بیشک ایسا رسول جو صاحب شریعت ہو۔ یا آنحضرتؐ کا متبع نہ ہو نہیں آئیگا مگر ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو کر محمدی نبوت کی چادر اوڑھنے کا مستحق ہو جائے ہمارے پاس اس دعوے کے بہت سے ثبوت ہیں جو مختلف مواقع پر دئے جا چکے ہیں۔ یہاں اسمیں سے ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

لباب الخیار فی سیرۃ المختار (تالیف الشیخ مصطفےٰ الغلاینی مکتبۃ اہلیۃ بیروت طبع ثانیہ) میں صفحہ ۵۹ پر زیر عنوان السنۃ الخامسۃ لکھا "وفیہا تزوج الرسول زینب بنت جحش ابنۃ عمۃ بعد ان طلقہا مولاہ زید بن حارثۃ الذی قد تبناہ۔ یعنی پانچویں سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب سے نکاح کیا"

پھر اسکے آگے لکھا ہے۔

"وانزل اللّٰہ فی ذلک ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔ یعنی اسی واقعہ کے متعلق آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔"

عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ پانچویں سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین نازل ہوئی تھی۔ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھئے اور آگے چلئے اسی کتاب کے صفحہ ۲۹۰ پر السنۃ العاشرہ کے ماتحت لکھا ہے۔

"وفی ھذہ السنۃ توفی ابراھیم بن الرسول۔ یعنے اس دسویں سال رسول کریم کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی۔"

اس سے ثابت ہوا کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ برس بعد صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی اور اس وفات کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حدثنا عبد القدوس ابن محمد حدثنا داؤد بن شبیب الباھلی ثنا ابراھیم بن عثمان ثنا الحکم بن عتیبۃ عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراھیم بن رسول اللّٰہ صلعم وقال ان لہ مرضعًا فی الجنۃ ولو عاش لکان صدیقا نبیا۔

یعنی میرے بیٹے ابراہیم کے نبی ہونے میں صرف موت روک ہوئی ورنہ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا اگر آیت خاتم النبیین نبوت کے لئے روک ہوتی تو رسول کریم یہ کیوں فرماتے اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا کیونکہ جب آیت خاتم النبیین اتر چکی تھی تو پھر اگر ابراہیم زندہ رہتے تو بھی نبی نہ بن سکتے تھے۔ آیت خاتم النبیین کے دروازہ نبوت روکنے کی صورت میں تو حضور کو فرمانا تھا لو عاش ابراھیم لما کان نبیا۔ یعنے اگر ابراہیم زندہ رہتا تو بھی نبی نہ ہو سکتا کیونکہ خاتم النبیین کے بعد نبی کا ہونا ممتنع ہے مگر حضور کا یہ ارشاد کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضور کے نزدیک آیت خاتم النبیین مانع نبوت نہ تھی۔ بلکہ موجب اجرائے نبوت۔ باقی رہا نبی کا بالفعل ہونا۔ سو وہ ضرورت پر منحصر ہے۔ اور اس پر کہ نبوت پانے والا محمدی امت میں سے ہو۔ اور اپنے آئینہ ظلیت میں نبوت محمدیہ کا کامل انعکاس رکھتا ہو۔ سو اگر حضرت مسیح کے بعد چھ سو سال تک کسی نبی کے نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو گیا تھا کہ نبوت کا سلسلہ آپ کے لئے بند ہے تو تیرہ سو سال تک کسی نبی صادق کا نہ آنا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ آئندہ نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

پر

دو اعتراضوں کا جواب

اس پیشگوئی پر میں مفصل بحث مئی ۱۹۱۳ء کے تشحیذ میں کر چکا ہوں خدا کے فضل و رحم سے کوئی مخالف اسکے جواب پر قادر نہیں ہو سکا۔ پیچھے تو رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ اس پیشگوئی کا ذکر مخالف کس منہ سے کرتے ہیں جبکہ اس پیشگوئی کے ذریعہ میرے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے تیرہ نشان صداقت کے ثابت ہوئے ایسی عظیم الشان پیشگوئی جس کے اندر تیرہ زبردست پیشگوئیاں پوری ہوں اس پر اعتراض کرنا حد درجے کی دیدہ دلیری اور جناب الٰہی میں گستاخی ہے۔

میں سعید الفطرت طالبان حق کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ خدا کے الہام کے الفاظ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس پیشگوئی کا مقصد کیا تھا آیا کسی سے نکاح یا کہ ایک خاندان کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والی رحمت و برکت سے بہرہ اندوز کرنا اور خدا کی ہستی کا ثبوت دینا آخری مقصد ہی تھا چنانچہ یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ کے اشتہارات سے ثابت ہے۔

ثبوت اوّل "اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ بنیاد یہ تھی کہ فریق مخالف × × × × دین کے سخت مخالف تھے × × خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے ایک شخص کی موت کو اسکی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو وابستہ کر دیا گیا اور موت کی حد مقرر کر دی گئی یہ انسان کا کام نہیں" (خط بنام محمد حسین بٹالوی)

ثبوت دوم "پس خدا تعالیٰ نے انہیں ان کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرما دیا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے" (تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

ثبوت سوم "وہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھکر برکت پر برکت دیگا۔

(ب) یعنی فریقین کی طرف برکت اور موت کے ہیں جنکو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہو سکتا ہے جس طرح چاہو آزمالو (۱۰ مئی ۱۸۸۸ء نورافشاں)

ثبوت چہارم "ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا ... پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلائے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے" (تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء)

اب ان مقاصد کو زیر نظر رکھتے ہوئے آپ ان واقعات پر غور کریں جو اس خاندان کو پیش آئے۔ مرزا احمد بیگ نے ۱۰ اپریل ۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح اور جگہ کر دیا اور بموجب پیشگوئی چوتھے مہینے ۳۰ ستمبر ۹۲ء کو فوت ہوا۔ اس موت مفاجاۃ کے بعد یکدم اس خاندان کی حالت بدلی۔ اور انہوں نے شوخی استہزا اعلانیہ تکذیب اور مخالفت چھوڑ دی جس کے نتیجہ میں وہ بقدر اپنی انابت اور خشیت خشوع اور خضوع کے ان بلاؤں سے بچ گئے جو حکم ربی کی نافرمانی کی صورت میں مقدر تھیں بلکہ بعض نے ان میں سے بیعت میں داخل ہو کر ان برکات سے حصہ پایا جو بشرط فرمانبرداری مقرر تھیں چنانچہ اس وقت کہ میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں اس خاندان کی مندرجہ ذیل حالت ہے

۱۔ مرزا احمد بیگ صاحب "حسب پیشگوئی فوت ہوئے"

۲۔ اہلیہ مرزا احمد بیگ صاحب "خدا کے فضل سے بیعت کر چکی ہیں اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور یہ سب سے بڑا نشان ہے کیونکہ یہی اس رشتہ کی مانع تھیں اگر حضرت مسیح موعود کا کاروبار مفتریانہ تھا اور ان کے طرز عمل سے یہ ثبوت ملتا تھا جیسا کہ مخالفین اپنی تحریرات میں لکھتے ہیں کہ یہ درخواست نکاح خدا کے جلال کے اظہار اور اس خاندان کو برکات الٰہی سے بہرہ ور کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ محض نفسانی خواہشات کی بنا پر تو کم از کم یہ خاتون کبھی سلسلہ احمدیہ کو حق نہ سمجھتیں بلکہ خلاف بدن اور بھی اور رہوتیں اور نفرت و حقارت میں بڑھتیں مگر اب صدق دل سے ایمان لا چکی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی کے اندر کوئی ایسا زبردست صداقت کا جذبہ تھا کہ وہ باوجود ابتدائی مخالفت کے بیعت پر مجبور کسی دنیاوی اور ظاہری غرض کے مجبور

ہو گئیں ورنہ رشتہ والی بات کی کتاب اور اشتہاروں میں اشاعت ہی دنیاوی رسوم کے لحاظ سے ایسی دکھ دینے والی بات ہو کہ بیعت تو کجا معمولی بول چال گوارا نہیں کیجا سکتی سو مد مقابل ہو کر پھر غلامی کا اقرار کرنا اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک صداقت پوری قوت کے ساتھ اپنا جلوہ نہ دکھائے اور حق کا نور ہر طرف سے پھیلکر ہر قسم کے شکوک و شبہات کی تاریکی کو دور نہ کر دے

فتدبر۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یومنون۔

۳۔ سردار بیگم۔ یہ مرزا احمد بیگ صاحب کی دختر ہیں جو بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہیں ان کے خاوند مرزا محمد احسن بیگ صاحب جو مرزا احمد بیگ صاحب کی اہلیہ کی بہن کے فرزند ہیں مخلص احمدی ہیں اور حضرت خلیفہ ثانی سے نہایت تعلقات نیازمندی رکھتے ہیں۔

۴۔ عنایت بیگم۔ مرزا احمد بیگ صاحب کی دوسری دختر ہیں بیوہ ہیں اور بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔

۵۔ وہ لڑکیاں اور ہیں کہ وہ بھی مخالف قطعاً نہیں ہیں ایک فاصلہ پر ہیں جو ہر سلسلہ سے خوش عقیدہ رکھتی ہیں جو چاہے تحقیق کر کے

۶۔ اور دوسرے محمدی بیگم مرزا سلطان محمد صاحب کی بیوی اگر خدا نے چاہا یہی نصیب جسکو شک ہو دریافت کرے

۷۔ مرزا محمد بیگ صاحب۔ یہ مرزا احمد بیگ صاحب کے فرزند ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل تحریر ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ "میں حضرت میاں صاحب (صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد جانشین حضرت مسیح موعود) کو اپنی اعتقاد کے مطابق نیک بخت اور بزرگ سمجھتا ہوں اور مجھے احمدی جماعت والوں سے کسی قسم کی عداوت اور عناد نہیں ہے" (مرزا محمد بیگ بقلم خود الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۶ء)

۸۔ مرزا محمود بیگ۔ یہ مرزا احمد بیگ صاحب کے پوتا ہیں مرزا غلام اللہ صاحب سے کئی دفعہ کہہ چکا ہے کہ "میری بیعت کرا دیجئے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح معتقد ہے"

۹۔ مرزا امام الدین کی بیٹی۔ یہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور سعود مرزا صاحب موصوف ان کے گھر کے تمام بیعت میں داخل ہیں۔

۱۰۔ مرزا نظام الدین کا فرزند۔ مرزا گل محمد نے حال ہی میں بیعت کی ہے۔

۱۱۔ استانی صاحبہ۔ مرزا فضل احمد صاحب کی اہلیہ بھی بیعت کر چکی ہیں۔ بلکہ وصیت بھی جس کے متعلق الفضل میں چھپ چکا ہے کہ انہوں نے روپیہ داخل خزانہ انجمن کرا دیا۔

۱۲۔ مرزا سلطان محمد صاحب : یہ داماد مرزا احمد بیگ صاحب ہیں اپنے خط میں لکھتے ہیں جس کا عکس شائع ہو چکا ہے۔ "میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگزار۔ شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں۔"

پھر خیال رہے کہ وہ خاندان اور اس کے متعلقین جن پر اس پیشگوئی کا اثر پڑنا تھا وہ تو یا احمدی ہیں یا احمدیت سے قریب اور سلسلہ سے خوش اعتقاد اور یہ بیرونی لوگ ہیں کہ اعتراض کئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بھلے مانسو اگر یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی یا اس پیشگوئی کے دوران میں ایسے امور پیش آئے یا کلمات شائع ہوئے جن سے مترشح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا کاروبار کذب و افترا پر تھا تو سب سے پہلے متاثر اس خاندان یا اس کے متعلقین کو ہونا چاہیئے مگر اس کے افراد تو مرید یا اچھا خیال رکھتے ہیں اور تم بدبخت ہو کہ بیہودہ شور ڈال رہے ہو پیشگوئی پوری نہیں ہوئی حالانکہ پیشگوئی کا اصل مقصد جو تھا وہ تو پورا ہو چکا یعنے اس خاندان کے اکثر افراد نے مان لیا کہ خدا درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب ہیچ اور انہوں نے تسلیم کر لیا کہ خدا نے عجوبۂ قدرت دکھلایا باقی رہے یہ امور کہ خطوط جن کی عبارتوں کو پیش کیا جاتا ہے معلوم نہیں یہ لوگ مسلمان کیونکر کہلاتے ہیں کیا خدا کی کسی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے دنیاوی وسائل سے کام لینا اور خود کوشش کرنا حرام ہے کیا تمام انبیاء سے یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ غالب رہینگے (کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی) اور انّ جندنا لھم المنصورون۔ پھر وہ کیوں تبلیغ کے لئے جہد بلیغ کرتے اور سراً و علانیۃً لوگوں کو منت سماجت سے ڈرا کر دھمکا کر سمجھاتے تھے اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جب وعدہ تھا کہ سیھزم الجمع ویولون الدبر تو پھر کیوں مدینہ میں بیٹھ کر لڑائی میں تشریف لیجاتے اور تحریض المومنین علی القتال فرماتے جب فتح کا وعدہ تھا تو تم لوگوں کے عقیدہ کے مطابق گھر بیٹھے رہتے مگر ایسا تو نہ کیا اس سے ثابت ہوا کہ کسی پیشگوئی کے بعد اسے خود اپنے ہاتھوں سے پورا کرنے کی کوشش خلاف شریعت نہیں بلکہ ضروری ہے حضرت عمر نے جب نبی کریم صلعم کی پیشگوئی سنی تو ایک صحابی کو بلا کر اسے سونے کے کڑے پہنانے بجالیکہ یہ مردوں کے لئے جائز بھی نہیں کیونکہ چاہتے تھے کہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔ پس اگر حضرت مسیح موعود نے مرزا احمد بیگ صاحب یا ان کے متعلقین کو خط لکھے کہ مجھے یہ رشتہ دیدیا جائے تو اسمیں کیا گناہ ہو گیا اور اس سے ان کی صداقت میں کونسا فرق پڑ گیا۔ یہ تو حسب سنن انبیاء ضروری تھا۔ آپ ان خطوط کو اول سے آخر تک پڑھیں ان میں سوا اسکے اور کچھ نہیں۔

ا۔ "آپ انحراف نہ فرمائیں اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھولدیگا جو آپکے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہو گی۔"

۲۔ کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خداتعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا۔"

ان فقرات سے ظاہر ہے کہ آپکی تمام تر سعی محض خدا کے جلال کے اظہار اور اس خاندان کو برکات الٰہی سے بہرہ ور کرنیکے لئے تھی نہ کسی نفسانی غرض سے اور وہ کون نبی ہے جو اپنی قوم کے لئے اس بات کا حریص نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے انعامات سے حصہ پائے چونکہ خدا کے انعام کا کامل طور پر نزول اس بات کے لئے شرط تھا۔ اس لئے آپنے چاہا کہ یہ شرط پوری ہو جائے اس کے بعد جتنی مخالفت انہوں نے کی اتنا ہی دکھ اٹھایا اور جتنی موافقت کی اتنا انعام لیا۔

Digitized by Khilafat Library

ہاں ان خطوط میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوگا تو میرا بیٹا فضل احمد بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدیگا اسے بے انصافی اور ظلم کہا جاتا ہے۔ میں جواب میں عرض کرتا ہوں کہ پہلے آپ یہ بات سمجھیں کہ یہ پیشگوئی کسی نفسانی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے اور اسکے کاموں کو اس خاندان اور دوسرے جہان پر ظاہر کرنے کے لئے۔ اب جو لوگ خدا کے کلام کی مخالفت کرنے پر تلے ہوں اور جو کچھ اس نے اپنے بندے کے ذریعہ چاہا ہو۔ اسکی خلاف ورزی پر کمر بستہ ہوں ضرور تھا کہ ان سے بکلی قطع تعلق کر لیا جائے تا کہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کے ماتحت نہ آجائیں بغاوت تو خاندان کا ایک سرگروہ کرتا ہے مگر دنیا میں بھی گورنمنٹ اسکے سب افراد کو جلاوطن کر دیتی ہے جن میں ان کے معصوم بچے بھی ہوتے ہیں۔ جو مطلق نہیں جانتے کہ ان کے باپ نے کیا جرم کیا اور اسی طرح کئی بھائی بند ہوتے ہیں کوئی دوست دوسرے دوست سے ناراض ہوتا ہے تو بعض اوقات اسکے دئے ہوئے تحفے بیجان اور جانور واپس کر دیتا ہے حالانکہ ان کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا۔ خدا جو احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے عذاب بھیجتا ہے تو اس میں نہ صرف جانور مرتے ہیں جو یقیناً گنہگار نہیں بلکہ کئی انسانی بچے بھی انہی مجرموں کے ساتھ ہلاک ہو جاتے ہیں جن کے لئے وہ عذاب آیا تو کیا کہو گے خدا نے ظلم اور بے انصافی کی بالغوں کو جب کوئی بیماری آتی ہے یا مصیبت تو کہا جاتا ہے کہ مومنوں کے لئے گناہوں کا کفارہ ہے اور کافروں فاسقوں کے لئے سزا مگر مومن بچے سخت سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں اسکا کیا جواب ہے۔ یہی کہ ان کے متعلقین رجوع الی الحق کریں۔ یا ان بچوں کے دکھ کی وجہ سے جو دکھ ان سے گنہگاروں کو ہوتا ہے وہ بطور سزا ہو پس اسی طرح یہ معاملہ ہے جب ایک خاندان کے سرگروہ نے اپنے لئے برکات الٰہی کو پسند نہ کیا تو ضرور تھا

کہ پیشگوئی کے مطابق وہ قہری نشانات سے حصہ پائے سو اسکے لئے کئی صورتیں ہو سکتی تھیں یعذبہم اللہ بایدیکم ویخزہم وینصرکم علیہم (توبہ ۱۴) صحابہ کرام کو فرمایا کفار کے متعلق پیشگوئی تھی کہ ایک سال کے اندر ان پر عذاب آئیگا آخر یہ عذاب جنگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور نبی کریم اور صحابہ کرام کو حکم ہوا کہ تم اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھا کر ان کو عذاب دو۔ اب کیا اس پر کہو گے کہ پیشگوئی عذاب کی فرمائی۔ اور پھر خود ہی عذاب دینے لگے ہرگز نہیں تلوار اٹھانے میں ایک نشان تھا کہ قلیل گروہ کثیر پر باایں حشمت و شوکت فتحیاب ہوگا پس ان کی کسی لڑکی کا مطلقہ ہونا بھی ایک ٹکڑا تھا خدا نے اپنے مامور کے ذریعہ پورا کرا دیا۔ دوم ایک خاندان سے ایک نبی کا بالکل تعلق منقطع کر لینا بھی تو ایک عذاب ہی ہے کیونکہ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم کے مطابق رسول کی موجودگی عذاب الٰہی کو روکنے والی ہوتی ہے آخر بعض رشتوں کے ذریعہ کسی نہ کسی پہلو سے ان کو ان برکات و انعامات سے حصہ ملتا تھا جو نبی کے گھرانے کے لئے مختص ہیں۔ خدا کی وحی کی نافرمانی کی پاداش میں اس سے محروم کرنا ضروری تھا۔ سوم جب انہوں نے خود چاہا کہ اپنے تئیں قہر الٰہی کا مورد بنایا تو حضور کے لئے ضروری تھا کہ اس خاندان کے کسی فرد کا تعلق اپنے یا اپنے متعلقین کے ساتھ نہ رہنے دیں تا کسی نہ کسی طریق سے آپ کو بھی اس قہر کا گزند نہ پہنچے۔ چہارم لوطؑ کا واقعہ دیکھو خود ہی عذاب کی پیشگوئی کی۔ مگر جب عذاب آنے لگا تو خود ان کو حکم ہوا کہ یہاں سے راتوں رات نکل جاؤ[لہ]۔ ایسا تم جیسے معترضین تو کہینگے کہ جب عذاب کفار اور مجرمین کے لئے تھا تو حضرت لوط کو کیا خوف تھا وہیں رہتے۔ اور بچ جاتے مگر خدا کی یہ سنت نہیں وہ نافرمانوں سے نبیوں کا تعلق بکلی منقطع کرا دیتا ہے دیکھو حضرت لوط کی بیوی نے اپنے رشتہ داروں سے کچھ تعلق رکھا (حالانکہ وہ پیشگوئی پر تو ایمان رکھتی تھی اور حضرت لوط کو مفتری نہیں جانتی تھی) تو وہی عذاب کی لپیٹ میں آگئی۔ عذاب کے نزول کے وقت مومنوں کو حکم ہوتا ہے کہ لا یلتفت منکم احد کہ التفات نہ ہو۔ پس جب کسی نے چاہا کہ وہ قہری نشانوں کا مورد بنے تو ادھر سے بہر پہلو قطع تعلق کر لیا گیا چنانچہ حضور کی اہلیہ جو قرابت کی طرف ملتفت تھیں اس کو بھی قطع کرنا پڑا اور ان کے دکھوں میں زیر آیت یعذبہم اللہ بایدیکم (توبہ ۱۴) اضافہ کرنے اور نیز اپنے بیٹے کو قہر الٰہی سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کو جو اس مخالف خاندان کے سرگروہ کی قریبی ہے طلاق دیدے اور یہ سب کارروائی اللہ کے حکم سے کی اسی کے جلال کے لئے اسی کی خاطر کوئی نفسانی غرض اسمیں شامل نہیں۔ اسپر یہ اعتراض جو کیا جاتا ہے کہ فضل احمد کیسے بغیر کسی گناہ کے اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا سو ایک نکتہ سن لو جو یہ ہے۔

لہ قالوا یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باہلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک انہ مصیبہا ما اصابہم ان موعدہم الصبح الیس الصبح بقریب (ہود)

عن ابن عمر قال کانت تحتی امرأۃ وکان عمر یکرہھا فقال لی طلقہا فابیت فاتی عمر النبی صلعم فذکر ذلک لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا۔ (ابوداؤد)

ابن عمر سے روایت ہے کہ اس کی ایک بیوی تھی اور حضرت عمر اسے ناپسند فرماتے تو ارشاد کیا کہ اسے طلاق دے دو۔ حضرت عمر کے بیٹے کہتے ہیں میں نے انکار کیا حضرت عمر نے نبی کریم سے شکایت فرمائی تو حضور نے حکم دیا کہ اسے طلاق دیدے

۳

عن ابی درداء ان رجلا اتاہ فقال ان لی امرأۃ وان امی تامرنی بطلاقہا فقال سمعت رسول اللہ صلعم یقول الوالد اوسط ابواب الجنۃ فان شئت فاضع ذلک الباب او احفظہا (ترمذی)

ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آکر کہنے لگا میری ماں کہتی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدو تو جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے کہ باپ جنت کے بیچ کا دروازہ ہے چاہتے ہو تو نافرمانی کر کے دروازے کو کھو دو۔ چاہو تو فرمانبرداری کر کے محفوظ رکھ لو۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ بیٹے کو اگرچہ بیوی پسند بھی ہو تو بھی باپ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے اور باپ اپنے بیٹے کو حکم دے سکتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ پس حضرت مسیح موعود نے وجوہات متذکرہ بالا سے ایسا حکم دیا تو بالکل بجا کیا حضور کے اس خط میں جو مرزا احمد بیگ کے نام ہے اور جو ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو لکھا گیا ہے مرقوم ہے کہ "یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی نظر اسکی طرف لگی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی نفسانی معاملہ نہ تھا بلکہ بات تو اسپر آرہی تھی کہ اسلام کی فتح ہوتی ہے یا دوسرے مخالف مذاہب کی پس جو خاندان یا شخص اسلام کے مخالف مذاہب کی امداد اپنے افعال یا اقوال سے کر رہا تھا اس سے قطع تعلق بہرصورت ضروری تھا چونکہ اس قطع تعلق سے خدا کا غضب نازل ہونا تھا اسلئے آپ نے اس غضب سے بچانے کے لئے از راہ کمال ہمدردی تمام رشتہ داران کو متنبہ کیا اور ہر طرح سے مرزا احمد بیگ صاحب کو بچانا چاہا چنانچہ آپ نے مرزا علی شیر بیگ کو بھی خط لکھا کہ ان کی بیوی جو مرزا احمد بیگ کی بہن تھیں اور نیز ان کی بیٹی عزت بی بی مرزا فضل احمد

حضور کے بیٹے کی بیوی تھیں آپ مرزا علی شیر بیگ کو ۴ مئی ۱۸۹۱ء کے خط میں لکھتے ہیں۔

"آپ کے گھر کے لوگ (مرزا فضل احمد کی ساس۔ مرزا احمد بیگ کی بہن) اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ... مجھ کو بچا لینا اللہ کا کام ہے"

... آپکی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدے ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کی مرضی کے خلاف نہیں کرینگے یہ شخص کہیں مرتا ابھی نہیں ... لہٰذا میں نے ان (والدہ عزت بی بی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ) کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی (مرزا احمد بیگ) کو اپنے ارادہ سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپکی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا"

ان سطور کو پڑھکر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے کیوں اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بصورت نافرمانی اس حکم کے وہ عاق ہے پیچھے کہ اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی صورت میں اسلام پر حرف آتا تھا۔ اس کی مخالفت درحقیقت اسلام کی مخالفت تھی کیونکہ اصل مقصود نکاح نہ تھا۔ بلکہ خدا کی وحی کا جس سے قبل از وقت اطلاع دیگئی تھی پورا ہو کر یہ ثابت کرنا کہ خدا ہے اور وہ اپنے ماموروں کے ساتھ ہے اور سلسلہ احمدیہ برحق ہے مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ اس معاملہ میں اپنے بھائی کی مددگار اور حضرت مسیح موعود کی مخالف تھیں وہ خود مطالبہ کرتی تھیں کہ ان کی لڑکی کو طلاق دیا جائے۔ پس ایک غیرتمند کے لئے ضروری تھا کہ جو اس سے قطع تعلق کرنا چاہے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

پس نظریں وجوہات نہ تو یہ پرائیویٹ خطوط جو مخالفین کی طرف سے بڑے فخر سے پیش کئے جاتے ہیں قابل اعتراض ہیں اور نہ یہ پیشگوئی ایسی ہے جس کی نسبت کہا جا سکے کہ پوری نہیں۔ پیشگوئی تو چودہ پیشگوئیوں کے رنگ میں پوری ہوئی ہے

(اکمل)

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۵۵

انعام ع۱ - اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَکْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ (ترجمہ) کیا نہیں دیکھا اہل مکہ نے کہ کتنے گروہ ہمنے ہلاک کئے پہلے ان سے ایسے ایسا قابض کیا تھا ہمنے ان کو زمین میں کہ نہیں غلبہ دیا ہمنے تم کو اور بھیجا تھا ہمنے اوپر ان کے مینہ زور کا آسمان سے اور ندیاں جاری کیں نیچے سے پس ہلاک کیا ہمنے ان کو بباعث ان کے گناہوں کے اور بجا اسکے پیدا کئے ہمنے اور گروہ۔

آیت ہذا میں اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کو بطور پیشگوئی کے یہ بات سنادی کہ پہلے انبیاء کے منکروں کا حال دیکھ لیں کہ وہ کیوں ہلاک کئے گئے پس اگر تم بھی ایسا ہی کروگے تو ہم بھی ویسا ہی کرینگے اور بیشک منکران محمدؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا۔

پیشگوئی نمبر ۵۶

انعام ع۲ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ ○ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ کو کہدے کہ سیر کرو زمین میں پھر حق بین آنکھوں سے دیکھو کہ کیونکر ہوا انجام تکذیب کرنیوالوں کا پھر یہ بھی کہدے کہ کس کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کہہ اللہ کے لئے جس نے لکھ رکھا ہے رحمت کو مقدم اپنی ذات کے لئے وہ خدا ضرور ہی تم سب کو جمع کریگا طرف اس دن کے (کہ روحانی مردے زندے کئے جاینگے) اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں

وھو القاھر فوق عبادہٖ۔

آیت ہذا میں یہ فرمایا کہ اہل مکہ زمین پر نظر کرو اور تاریخی طور پر دیکھو کہ کیسا بد انجام کیا ہمنے مکذبین حق کا

پھر فرمایا آسمان وزمین کے اختیارات کس کے ہاتھ میں ہیں وہی جو رحمٰن و الاختیار ہے ضرور وہ متفرق عرب کو دین اسلام پر جمع کریگا سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

پیشگوئی نمبر ۵۷

انعام ع۲ ۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ ط (ترجمہ) اے نبی کہہ کہ وحی کی جاتی ہے میری طرف یہ قرآن مقدس اسلئے کہ اہل مکہ میں ڈراؤں تمکو ساتھ اس قرآن کے اور اُن لوگوں کو بھی جن کے پاس یہ پہنچ جائے۔

آیت ہذا میں بڑی زبردست بشارت کا ذکر فرمایا کہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے اور جو اسکا خلاف کرے اسلئے میں عذاب الیم سے ڈراتا ہوں اور ان لوگوں کو بھی معذب ہونے سے خائف کرتا ہوں جن کے پاس یہ کتاب پہنچے سو یہ پیشگوئی پوری ہوئی جنہوں نے اسکی عزت و عظمت میں شبہ کیا انکار کیا ہلاک ہوئے رسوا ہوئے

پیشگوئی نمبر ۵۸

انعام ع ۔ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ ۔ (ترجمہ) بیشک وہ ظالم مشرک کبھی مظفر و منصور نہیں ہونگے اور ایک روز جمع کرینگے ہم ان کو پھر کہینگے ہم انکو جو مشرک تھے آج کہاں ہیں وہ تمہارے معبود باطل۔

آیت ہذا میں دو پیشگوئیاں سنائی گئیں ایک یہ کہ ظالم و مشرک صحابہ کرام کے مقابلہ پر کبھی مظفر و منصور نہ ہونگے گو ان کے پاس کتنی ہی فوجیں کیوں نہ ہوں۔

دوسری یہ کہ ایک دن آنے والا ہے کہ ہم عرب کو اسلام پر جمع کر کے کہینگے کہ بولو آج وہ تمہارے لات و عزیٰ وغیرہ کہاں ہیں۔ وہ تو اسوقت ٹوٹ بھی چکے ہونگے۔

پیشگوئی نمبر ۵۹

انعام ع ۔ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ہ یعنے اے رسول اہل مکہ کو کہہ دے کہ میں بہت خائف ہوں کہ میں کوئی خدا کی نافرمانی کروں یوم عظیم کے عذاب سے۔

آیت ہذا میں یوم عظیم سے عذاب اہل مکہ کا دن مراد ہے وہ دن مسلمانوں کے لئے عید عظیم کا دن ہوگا اور کفار کے لئے عذاب کا عظیم یوم جو قریب ہی آنے والا ہے سو یہ پیشگوئی یوم السید رویوم الفتح مکہ

کے روز پوری ہوئی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۶۰

انعام ع۴۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ o اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ o (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ کے انکار کا غم نہ کھا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو جمع کر دیتا ہدایت پر (لیکن وہ جبر نہیں کرتا ہے) اور اے مخالف تو جاہلوں سے نہ ہو۔ سوا اس کے نہیں قبول کرینگے وہ جو کانوں سے سنتے ہیں اور اگرچہ وہ مُردے ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ اٹھائیگا پھر وہ سب کے سب اپنے اللہ معبود برحق کی طرف سچا رجوع کر جائینگے سو یہ خدا کی اٹل باتیں پوری ہوئیں۔ مُردے زندے ہوئے کئی کافر اسلام لائے۔

پیشگوئی نمبر ۶۱

انعام ع۵۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ o فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o (ترجمہ) اے نبی کہہ اے اہل مکہ کو کہ کیا تدبیر دیکھتے ہو تم اگر آجاوے عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر اور وہ نہیں ہلاک کریگا مگر قوم ظالم مشرک کو اور جو سچا ایمان لاوے اور اعمال نیک کرے پس ان پر (وہ پہلے) خوف اور غم ہرگز نہیں ہونگے (بلکہ خوشیوں اور راحتوں سے بہرہ پائینگے۔

اور پھر آیت ہذا کے پچھلی آیت میں فرمایا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للّٰہ رب العلمین یعنی جب یوم الدین کے زمانہ میں ظالم مشرکوں کو سزا دیجاتی ہے تو پھر سارا زمانہ الحمد للّٰہ کا آجاتا ہے اور بتوں کی بجائے خدا واحد کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔

پس ان آیات میں یہ زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ کہ عذاب اللہ کا ہمیشہ ظالموں کو ہی ہلاک کریگا۔ اور جب ان کی بیخکنی کی جاوے گی تو پھر معاً عہد توحید قائم ہو جائیگا۔ سو خدا کی باتیں خطہ عرب میں ایسی ہی پوری ہو گئیں ہیں۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح ثانی)

باب احب الصلوٰۃ الی اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق تھا۔ کہ آپ کچھ رات تک عبادت کرتے رہتے پھر سو جاتے تعجب ہے بعض لوگ اپنے پیروں کو یہاں تک بڑھا دیتے ہیں کہ فلاں صاحب تو چالیس دن سوئے ہی نہیں بلکہ دن رات جاگتے ہی رہے یہ ایک جھوٹا الزام ہے جو ان بزرگوں کے ذمے لگایا جاتا ہے نبی کریم صلعم نے ایسا کبھی نہیں کیا تو وہ کیسے اس طرح کر سکتے ہیں۔

حدیث ابوالیمان ۔۔ اس حدیث سے ہمیں ایک نہایت عمدہ سبق ملتا ہے جب دو آدمی ایک چیز کے متعلق جھگڑا کریں ایک اسے اپنا حق بتلائے دوسرا اپنا۔ تو اس وقت اگر اس چیز کو تباہ کرنیکا فیصلہ کیا جائے تو جو سچا ہے وہ ضرور یہ کوشش کریگا کہ یہ چیز تباہ نہ کی جائے اگرچہ مل مخالف ہی کو جائے اور جھوٹا یہ کوشش کریگا کہ اگر مجھے نہیں ملتی تو چلو اس کا جھگڑا ابھی ختم کرو اور اسے تباہ کرو۔ اور وہ ضرور اسے ناکارہ کرنے کی کوشش کریگا۔ دو عورتیں تھیں دونوں کا ایک ایک بچہ تھا۔ ایک دن جو بڑی تھی اس کے بچے کو بھیڑیا لے گیا۔ اس نے چھوٹی کا اٹھا لیا یہ عادت گنواروں اور جہال میں ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے بچے کو زور سے اپنا بچہ بنا لیتے ہیں آخر یہ جھگڑا حضرت داؤد کے پاس گیا۔ انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیا۔ مگر وہ سلیمان کے پاس گئیں۔ تو حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ بچے کو نصف نصف کردو۔ اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دو۔ تب بڑی عورت تو چپ رہی مگر چھوٹی بول اٹھی کہ نہیں بچے کو مارو نہیں یہ اس بڑی کا ہے اسے ہی دیدو۔

اس کے دل میں درد تھا اسلئے اس نے نہ چاہا کہ اسے مارا جائے اور بڑی کا بچہ نہ تھا۔ اس کے دل میں درد نہ تھا وہ چپ ہو رہی تب حضرت سلیمان ؑ تاڑ گئے اور بچہ چھوٹی کو دلا دیا

القول المحمود سید محمد احسن صاحب امروہوی کے القول الممجد کا دندان شکن جواب جس کی تردید وہ نہیں کرسکا۔ تشحیذ قادیان سے ملیگا قیمت ۸ر

ریویو

تاریخ یہود جو میں نے وی پی منگوائی ہے اس صحیح اور مبسوط تاریخ ارض مقدس کا حصہ اول ہی جس میں بنی اسرائیل کی تاریخ آغاز سے انجام تک پوری آگئی ہے مرتبہ مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دالگداز لکھنؤ یہ کتاب میرے نزدیک ہر ذی استطاعت تاریخ دوست علمی مذاق رکھنے والے احمدی کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو سکیگا کہ یہود پہلے کیا تھے؟ اور پھر کیا بنے؟ اور ان کے تنزل کے کیا وجوہات ہیں جب ہم ہر روز دعا کرتے ہیں غیر المغضوب علیہم تو ان مغضوب علیہم کے حالات سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے تاکہ ہم ان کے قدم بقدم چلنے سے بچ سکیں حجم ۷۶۵ صفحے قیمت عہ/ مجلد عا/ تعجب ہے کہ شرر صاحب نے یہ کتاب صرف ۲۰۰ زیادہ چھپوائی ہے گویا انہیں اپنی قوم کی قدردانی پر بھروسہ نہیں اس پر مزید تبصرہ آئندہ اشاعت میں بشرط ضرورت ہوگا۔

پنجاب کی سوغات میں احمدی جماعت کے لئے اس ضرورت کو عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ لڑکیوں اور بچوں کے پڑھنے کے لئے ایسا سلسلہ کتب ہو جس سے باتوں ہی باتوں میں خداشناسی زندہ دلی روشن خیالی خوش خلقی فرض شناسی۔ بیداری۔ تقویٰ پرہیزگاری سچی شائستگی اور دینداری کی روح پیدا ہو جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے سلسلہ کے مشہور و مسلم اہل قلم ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی سابق ایڈیٹر الفضل کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور انہوں نے "پنجاب کی سوغات" کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا ہے جس کی زبان بہت ستھری اور طرز تحریر مؤثر ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ماسٹر صاحب نے بہت سی دینداری کی باتیں ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں سکھلانے کی کوشش کی ہے اس رسالہ کا نام بھی اپنے اندر ایک جذب رکھتا ہے مگر مجھے ماسٹر صاحب سے دوستانہ شکایت ہے کہ جس چیز کا نام انہوں نے پنجاب کی سوغات رکھا ہے وہ پنجاب کی سوغات نہیں بہرحال یہ ایک فروگذاشت ہے جس پر لائق مصنف کی نیک دلی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نوٹس نہیں لیتا۔ ورنہ سچ ہم بھی ہوں ویسے آزاد تو کچھ دریغ نہ کرتے جو رنمایاں کا تقاضا ہے ہی۔ اس رسالہ کی چھپوائی لکھوائی کاغذ قابل ستائش ہے اور ضخامت قیمت ہے ایک روپیہ میں بیس احباب منگوا کر اپنے اعزہ میں تقسیم کریں۔ ماسٹر صاحب کا حوصلہ بڑھائیں تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

مرہم عیسیٰ کے فوائد سے ہر ایک احمدی واقف ہے یہ مرہم پھوڑے۔ پھنسیاں پرانے ناسور خنازیر وغیرہ وغیرہ کیلئے نہایت مجرب ہے۔ یہ مرہم کچھ عرصہ سے ختم ہو چکی تھی اب تیار ہو گئی ہے جن اصحاب کو ضرورت ہو منگوا لیں۔ اب کے دفعہ چھوٹی ڈبیہ بھی تیار کرائی گئی ہے تاکہ ہر ایک خرید سکیں۔ ڈبی کلاں ۔ ڈبی درمیانی ۔ ڈبی خورد (تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کریں)

قیمت عہ ۔ قیمت ۱۲؍ ۔ قیمت ۱۰؍

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

۴۷

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جسکی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دیکھے نا قابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں بعض راتوں سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند حرام ہو جاتی ہے مجھے آجتک کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء کا بنگ۔ اور دھتورہ بنائی و نا پوٹاس ای یوڈائڈ وغیرہ سے بنتی ہے اسلئے فائدہ ہوا تو ہو گیا ورنہ مریض بہت مر جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزار ہا مریض اس مرض سے شفا پا کر مداح ہیں۔ آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایکمرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک دو خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال رہے دورہ نہیں ہوتا ہے دیکھیئے بابو کالکا پرشاد صاحب موضع کہروسا ضلع جالون کیا لکھتے ہیں آپکی دمہ کی دوا نے مجھے اسقدر صحت پہنچائی ہے کہ آپکے احسان اور دمہ کی دوا کی تعریف نہیں کر سکتا۔

فصلی بخار و تلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کر دینیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مد نظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) ملیریا کے کیڑے کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر شیشی خورد ۸ر محصولڈاک ۵ر دو شیشی ۶ر

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے پیٹ میں مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو انکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے اور دست اور پیچش کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دوا خانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۱۰ر اور ایک درجن کے چار روپیہ (للعہ) محصولڈاک ۵ر

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

بیوی کی تعلیم	۱ تا ۱۲	مولوی غلام عبد الحلیم صاحب کیتھلی
چند کارآمد حوالے	۱۳ - ۲۴	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
کیا شریعت لعنت ہے؟	۲۵ - ۳۳	جناب شہاب مالیر کوٹلوی
کیا مسیح کے بیوی بچے تھے؟		اکمل
بشارات القرآن	۳۴ - ۳۵	مولوی احمد الدین صاحب نارووال
درس الحدیث	۳۵ - ۳۶	مولوی نیاز احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے ۱۲

غیر ممالک سے ۳

قادیان میں چھپا

ماہ اکتوبر کا رسالہ تشحیذ الاذہان

ان احباب کی خدمت میں جو ابھی تک چندہ سالانہ نہیں ادا فرما سکے وی پی روانہ ہوگا یہ ہماری آخری استدعا ہی امید ہے قبول ہوگی کیونکہ بہت سا بقایا احباب کے ذمہ ہے۔ **بیوی کی تعلیم** اور **چند کارآمد حوالے** الگ بھی چھپوائے گئے ہیں ۲ کے ٹکٹ آنے پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

احمدی زرگر یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسمیں لائق مؤلف نے جو خود زرگر ہے زرگروں کے تمام راز طشت از بام کردیئے ہیں اسمیں ان کی خاص بولی بھی لکھدی ہے جس کے ذریعہ وہ انجانوں کے سامنے چالاکی کرجاتے ہیں۔ پھر سونا چاندی میں ملاوٹ کے جو طریقے ہیں اور جس طرح یہ مال اوڑایا جاتا ہے سب بتادیا ہے پھر کھرے سونے چاندی کی پہچان کے طریقے بتائے ہیں ہر ایک گھر جسمیں زیور بنوایا جاتا ہو اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے جو صرف دفتر تشحیذ قادیان سے ۴ قیمت پر ملیگا۔ قیمت بلحاظ خاص رازوں کے ہے جلد منگوا لیجئے۔ طبع ثانی شائد نہ کروائی جائے۔

لب احمدیت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی تاجر کتب قادیان نے یہ رسالہ نفیس خط سے اچھے کاغذ پر چھپوایا ہے اسمیں احمدیت کے متعلق موٹی موٹی عام فہم باتیں ہیں قیمت ۱ر ایک روپیہ کی بیس ماسٹر صاحب سے منگوائیں۔

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں ہر رسالہ ۲ر ملیگا سب کے خریدار کو فیصدی رعایت نئے خریدار بننے والے اور سال اول کے خریدار کو ۲۰ فیصدی رعایت ہو سکتی۔ بعض رسالے ختم ہوں (۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۱ (۲) واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۲ (۳) شیعیان قدیم نومبر سنہ ۱۳ (۴) الملاحم ستمبر سنہ ۱۲ (۵) خواص الائمہ جولائی سنہ ۱۳ (۶) علامات الشیعہ جون سنہ ۱۲ (۷) عبد اللہ بن سبا مئی سنہ ۱۲ (۸) شیعہ مذہب مارچ سنہ ۱۳ (۹) سلمان اہل البیت جنوری سنہ ۱۳ (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر سنہ ۱۳ (۱۱) یزید کی مدح خوانی نومبر سنہ ۱۳ (۱۲) عقائد نصاریٰ و عقائد شیعہ اکتوبر سنہ ۱۳ (۱۳) شمائل مرتضوی جولائی سنہ ۱۳ (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ (۱۵) واقعات کربلا تشحیذ جنوری سنہ ۱۳ (۱۶) موافقت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر سنہ ۱۳ (۱۷) خلفائے راشدین و شیعہ کا مقابلہ (۱۸) اتحاد الفریقین فی الاعتقاد المذہب تبعیہ سنہ ۱۴ء

(۱۹) اعتقاد الفریقین اپریل سنہ ۱۴ (۲۰) تحقیق امام آخر الزمان ماہ جون سنہ ۱۵ (۲۱) صحابہ رسول و صحابہ امام حسین سنہ ۱۴ (۲۲) اختلافات کثیر فی المرویات تطہیر جون سنہ ۱۶ (۲۳) برا نام کے پیروان کے مختصر حالات نومبر سنہ ۱۵ (۲۴) رسالہ شیعہ و احمدی دسمبر سنہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء

بیوی کی تعلیم

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ۔ ان فی ذٰلک لآیٰت لقوم یتفکرون ۔ سورہ

قبل اسکے کہ ہمارے کسی اخبار میں خواجہ حسن نظامی کی تصنیف "بیوی کی تعلیم" کا ریویو شائع ہوتا کسا نے اس کتاب کو اپنی بیوی کے لئے منگوایا تھا ۔ میں خواجہ صاحب کی طرز تحریر کو پسند کرتا ہوں اُن کی کتابیں پڑھی ہیں لیکن خواجہ صاحب مجھے معاف کریں ۔ اُن کی تصانیف میں قرآنی معارف کی چاشنی کم ہوتی ہے ورنہ قرآنی معارف کی ادائیگی کے لئے اگر خواجہ کا صوفی منش قلم مامور ہوتا تو آپ دیکھتے وہ الفاظ اور وہ جملے جو آج زبانوں سے واہ اور دلوں سے آہ نکال رہے ہیں تیر و نشتر بن کر دلوں میں پیوست ہوتے ۔ اور اندر کے پیپ و لہو کو دھو کر آتے لیکن یہ خصوصیت اور امتیاز کارکنانِ قضا و قدر کی طرف سے اُس جماعت کے لئے اٹھا رکھی گئی تھی جسے احمد نبی اللہ کی غلامی کا فخر ہے اور جو اُس ذات عالی کا ظل ہے جس کی صفت خلقہ القرآن آئی ہے اللّٰہم صلّ علی محمد و آلہ و خلفائہ

مجھے ان باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں میں اپنے گستاخ دل کو "خموش" کی ڈانٹ بتاتا ہوں ۔

کہ "امور مصلحت خویش خواجگاں دانند"

خواجہ صاحب نے "بیوی کی تعلیم" میں یہ بتلایا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو کیا سکھایا ۔ لیکن

میں ان سطور میں یہ بتلانے کی کوشش کرونگا کہ "میں نے اپنی بیوی سے کیا سیکھا" یہ اسلئے میرے مضمون کا عنوان بھی یہی ہے ؂

حقیقت میں مومن جو اختلاف اللیل والنہار اور تصریف الریاح میں آیات اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے میاں بیوی کے خوش آیند تعلق میں جن کی وابستگی موت وحیات کا ایک سوال ہے اور ایک ایسے رشتہ میں جو کبھی انسان کو دوزخ کی ہوا کھلاتا ہے تو کبھی جنت کی بہار دکھلاتا ہے کیا روح انسانی کے لئے کچھ بھی ترقی کے مواد نہ ہونگے خدائی آیات اور خداشناسی کے رموز نہ ہونگے؟ اوپر کی آیت میں دو مرتبہ فرمایا کہ ازواج تمہارے لئے آیت ہیں پھر یتفکرون کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ سوچو جو بات تم اپنی بیویوں سے چاہتے ہو ہم بھی تم سے وہی چاہتے ہیں۔ تم کو بھی ایک نیکبخت بیوی کی طرح بننا چاہئے ؂

جس طرح کہ دنیا کے سارے حقائق "جفت" کے بغیر ناتمام رہتے ہیں۔ اسی طرح روحانیت کی تکمیل کیلئے عبودیت اور ربوبیت کا جوڑ درکار ہے۔ عابد و معبود۔ خالق و مخلوق۔ عبد و رب میں وہی سوز و گداز راز و نیاز خوف و رجا کا تعلق چاہئے جو ایک محبت کرنے والے انسانی جوڑے میں پایا جاتا ہے۔

مومن کی مثال عورت سے

مومن مرد کو امراۃ فرعون اور بی بی مریم سے نسبت دی اور کافر کو نوح اور لوط کی عورتوں سے تشبیہ سنئے قرآن پاک فرماتا ہے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراۃ نوح وامراۃ لوط الیٰ وکانت من القانتین۔ سورہ تحریم رکوع آخر

یہ ایک طریق تفہیم ہے جو مجاز سے حقیقت تک جسم سے روح تک محسوس سے غیر محسوس تک عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچاتا ہے آسمانی لٹریچر استعاروں اور لطیف تشبیہات سے مالامال رہتا ہے کہ ہر مذاق اور ہر فطرت کی رہنمونی کر سکے۔ حضرت مسیح موعود اسی رنگ میں فرماتے ہیں:۔

"گو یہ امر اس طرح پر نہیں مگر فوراً سمجھ میں آسکتا ہے کہ جیسے ایک غیور مرد کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھے۔" الخ

ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

"بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہے اسی طرح عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے"

تقریر ۱۸ جنوری ۱۹۰۸ء

عورت درجہ اسلام میں (ظالم لنفسہٖ)

بیعت یا نکاح نکاح کیا ہے ایک ناقص اپنی بضاعت کامل کے ہاتھ بیچتا ہے۔ ناقصۃ العقل والدّین ناتجربہ کار البہڑ عورت اپنا تن من دھن۔ آرام و آسائش کامل القویٰ۔ کامل العقل مرد کے حوالہ کرتی ہے جسے مرد قبول کرتا یا دوسرے الفاظ میں عورت کی تربیت۔ خورد و نوش عزت و حرمت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذمہ دار ہو جاتا ہے

مرد مومن بھی جو ہنوز کوچہ آشنائی میں سست گام ہوتا ہے اپنے خاوند اور خداوند کے ہاتھ اپنی جان مال عزت بیچ ڈالتا اور اُن کے عوض جنّت کا مستحق ہوتا ہے۔ انّ اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بانّ لہم الجنۃ۔

آزمائش پیوند نکاح کے بعد ہی بیوی مرد کی آزمائشات کا تختہ مشق بنتی ہے عقلمند عورت محسوس کرنے لگتی ہے کہ اسکی چال ڈھال۔ صورت شکل۔ حسب نسب۔ طور طریق غرض ہر ایک ادا پر ایک گہری اور تیز نگاہ پڑ رہی ہے بعض وقت طریقِ امتحان ذرا سخت ہوتا ہے اور بعض وقت لطف آمیز۔ کبھی کبھی آپ سے تم۔ تم سے تو ہونے لگی۔

پھر کبھی ایک نگاہ لطف مدت کے غبار کو دھو دیتی ہے ؎ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ؛ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ؛ اللہ اللہ باوجودیکہ عورت نے اپنا متاع عمر مرد کے رحم پر چھوڑ دیا ہے پھر بھی مرد کی مرضی ہی یہ ہے کہ بیوی ساس اور نند کی طعن و تشنیع سُنے مگر چوں نہ کرے کٹھ پتلی کی طرح سب کی خدمت کو حاضر ہو۔ گویا اس نے اپنی اپنے ماں باپ کی بھائی بہن اور بچوں کی خدمت کے لئے ایک لونڈی خرید لی ہے روکھی سوکھی جو روٹی اسے دیجائے اسے بخوشی نوش جاں کرے۔ کبھی کبھی فاقہ کے لئے بھی تیار رہے ان کٹھے امتحانات میں پاس ہونا ضروری ہے ورنہ پایۂ اعتبار سے ساقط

اسی رنگ میں مرد مومن ابتلاؤں امتحانوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولمّا یعلم اللہ الذین صدقوا والصابرین اور ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس الآیۃ مومن بھی ایک رضا جو بیوی کی طرح جب ان ابتلاؤں میں اسلئے ثابت قدم رہتا ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمنے تو اپنا سب کچھ اپنا خدا کے ہاتھ بیچ ہی دیا ہے۔ اب ہمارا رہے ہی کیا۔ تو اولٰئک علیہم صلوٰۃ من ربہم

ورحمۃ واولٰئک ھم المفلحون کے انعام کا مستحق ہوتا ہے۔

شرک | سب سے بڑا گناہ جو ایک غیرت مند مرد کے کیش و آئین میں ناقابلِ عفو ہے وہ "شرکت غیر" ہے محض شک کی بنیاد پر کہ عورت نے کہیں اور آنکھ لگائی مرد یا تو طلاق دیتا ہے یا جان ہی سے مار ڈالتا ہے۔ بعض بزدل اور کم ہمت مرد خودکشی کرتے یا کم سے کم پاگل ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا غیور خدا بھی فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک۔

ریا | شرک کے بعد مرتبہ ریا کا ہے بیوی اگر اوروں کو اپنا حُسن دکھلائے اوروں کی خاطر سنگار کرے اوروں کی تعریف اور غیروں کی سیوا اسکا کام ہو تو مرد کے پاس اسکی ساری لیاقت اور کیا دھرا اکارت ہو جاتا ہے مرد چاہتا ہے کہ عورت زینت کرے تو میرے لئے اور اپنا جوبن اور حُسن دکھلائے تو مجھ ہی کو۔ شریعت کا بھی حکم عورتوں کے لئے یہی ہے ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آباء بعولتھن الآیہ۔ ریاکار مرد کے بھی اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ اور فویلٌ للمصلین الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون۔

کبر | عورت جس کا ذرہ ذرہ مرد کی مدد کا محتاج ہے جس کی جان، مال، عزت و آبرو مرد کی حفاظت کے محتاج ہیں وہ بھی سمجھنے لگے کہ ہم بھی کچھ ہیں ہم نہ ہوتے تو مرد کے گھر کی زینت نہ ہوتی تو مرد کا دل اس سے پھیکا پڑ جاتا ہے۔ لاکھ حسین متمول اور اونچے گھرانے کی کیوں نہ ہو۔ مرد مومن کی ہفتاد سالہ عبادت اور ریاضت ایک کلمۂ غرور پر ایسی برباد ہو جاتی ہے جس طرح کہ اس ابیٰ واستکبر والے کی۔ اللھم انا ایاک نعبد وایاک نستعین۔

کفرانِ نعمت | بیوی اگر کھائے اور منہ پونچھ لے پہلے اور انکار کرے ذراسی تکلیف پر پچھلے احسانات فراموش کر جائے ہو جس اس گھر میں آ کر کبھی سکھ نہ پایا۔ اسکا تکیہ کلام ہو "تم نے میرا کیا کر دیا" اس کے ورد زبان ہو تو خاوند کی ناراضگی کی انتہا نہیں رہتی خصوصاً جبکہ خاوند نے سلوک و احسان میں کمی نہ کی ہو۔ "ویکفرن العشیر" جواب تھا اس سوال کا کہ کیوں عورتیں دوزخ میں زیادہ جاتی ہیں۔ پھر وہ انسان جس کی شان ہی ان الانسان لکفود کیوں اس عذاب کا مستوجب نہ ہو گا کہ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

نفاق | الٰہی تیری پناہ انام سے خبث کی بو آتی ہے وہ مرد سچ مچ دنیا ہی دوزخ میں ہے جس کا

شریک رنج و راحت شریک بستر و پہلو۔ شریک اولاد اطفال ہاں اجس کا شریک عمر بظاہر موافق اور بباطن منافق ہو مرد مومن کو نفاق سے سخت پرہیز رکھنا پڑتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

قصور پر اڑنا مرد ! انصاف سے بولنا جب تم ایکبار بیوی کو قصور پر متنبہ کرو پھر بھی وہ اسی جرم کا ارتکاب کرے ڈانٹ ڈپٹ دو پھر بھی ہماں آش در کاسہ ہے تو تم کیا کرو گے۔

عقلمند مرد پہلے نصیحت و پند سے کام لیتا ہے پھر ڈانٹ ڈپٹ بتلاتا ہے آخر کار مار دھاڑ کی نوبت آتی ہے اب نہ سدھرے تو مادر بخطا ارشاد ہوتا ہے والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا۔ اسی طرح بندوں کے ساتھ خدا کا بھی سلوک ہے گناہ کے گند دور کرنیکے لئے عظوھن کے رنگ میں نذیر بھیجتا ہے پھر واھجروھن فی المضاجع کے مطابق چھوٹے چھوٹے عقاب بھیجتا ہے تاکہ لعلھم یتضرعون لیکن جب یہ نوبت آتی ہے ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللّٰہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا تو فاضربوھن کی مار پڑتی ہے۔

عورت درجہ ایمان میں (مقتصد)

ان تمام مراحل کو جب ایک موقعہ شناس اور بردبار بیوی صبر و ثبات کے قدموں سے طے کر لیتی ہے۔ تو ایک دوسرا رنگ اسکی زندگی میں آتا ہے خاوند پر اسکا حسن ظن ترقی کر جاتا ہے۔ خاوند سے محبت پیدا ہو جاتی ہے ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

محبت عورت میں تین وجہ سے محبت آتی ہے مرد خوبصورت ہو مرد متمول ا۔ حاکم ہو۔ مرد قدردان ہو مسلم بھی جب مومن ہوتا ہے تو اسے خدا پر بدگمانی نہیں رہتی خن ان لن نقدر علیہ عسیٰ الا اکون بدعاء ربی شقیا کافروں کی طرح تظنون باللّٰہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ اسمیں نہیں رہتا پھر خاوند بھی کیسا حسن احسان میں یکتا قدرت و طاقت میں لاشریک بیدہٖ ملکوت کل شیئ اور فعال لما یرید اسکے گن۔

رجا محبت کے بعد ہی محبوب سے امید اور آس ہو جاتی ہے بیوی کی امید اور اعتماد خاوند کے مقدار حکمت

طاقت و اقتدار پر بڑھتی ہے ایسے وقت میں کچھ تنگی و تکلیف بھی دیکھتی ہے تو یہ اسکے زخم خوردہ دل کیلئے نمک کا کام دیتا ہے خاوند کی استغنا کا بھی خوف لگا رہتا ہے یہ تنگی بڑی بڑی کشائیشوں کی کنجی ہوتی ہے

ایک میل دریا میں بھاٹا آتا ہے تو تین میل جوار چڑھ جاتا ہے ؎ رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور۔ یہی مطلب ہے الایمان بین الخوف والرجاء کا۔ ایک صوفی کا قول ہے الرجاء رویت الجلال بعین الجمال

شکر شکر کیا ہے؟ منعم کی چیز اسی کی راہ میں خرچ کرنا۔ عورت کرتی کیا ہے؟ خاوند کی چیز خاوند پر خاوند کے بچوں پر صرف کرتی ہے غور کرو۔ دال چاول خاوند کا ہانڈی اور ہانڈی کا مصالحہ خاوند کا پکانے کا گھر خاوند کا جلانے کی لکڑی خاوند کی۔ بیوی پکا کر سامنے لاتی ہے اب میاں ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور نہال ہوتا جاتا ہے شاکر مومن بھی خدا کی نعمتیں اسی کی راہ میں صرف کرتا ہے اللہ اللہ انعمت خدا کی خرچ کرنیکی توفیق خدا کی اسباب شکر ذرائع شکر خدا کے حد ہو گئی توفیق شکر بھی اسی کی طرف سے اب بندہ نے کیا کیا ہے۔ کہ لان شکرتم کا مستحق ولئن بیناہ مزید کا مستوجب بن رہا ہے یہ محض مولا کریم غفور رحیم کا فضل ہے

رازداری اور رازدانی جس طرح کہ ایک ہوشیار بیوی اپنے میاں کے راز سے واقف ہوتی ہے اور کوئی نہیں ہوتا۔ اسکی باتوں اور اشاروں کا راز جس طرح وہ سمجھتی ہے دوسرے کم سمجھتے ہیں۔ اور یہی رموزدانی اسکی ترقیات کا باعث ہوتی ہیں کہ وہ جادۂ ادب سے کبھی باہر نہیں ہو سکتی۔ مرد مومن بھی کلام الہی کے معارف و نکات سے واقف کیا جاتا ہے تاکہ دربار حقیقت کے راز اس پر منکشف ہوں اور رضا کے مراحل وہ بآسانی طے کرسکے لا یمسہ الا المطھرون اسی طرف اشارہ کرتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اوّل فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآں اسے عطا کیا جاوے، کیونکہ وہی تو ہم مسلمان لوگوں کا مقتدا۔ ہادی پیشوا اور رہنما ہے"۔

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک عاشق اپنے معشوق کی زبان سیکھ لینے کا شوق رکھتا ہے پھر جس شخص کو محبت الہی کا دعویٰ ہے لیکن کلام الہی کے جاننے سے لاپرواہی ہے وہ ہرگز محب صادق نہیں"۔

صبر و رضا عورت کو پہلے پہل اپنے نفس کا خیال رہتا ہے میکہ کی طرف دھیان زیادہ رکھتی ہے لیکن رفتہ رفتہ خاوند کی محبت اسمیں دلسوزی کا مادہ پیدا کرتی ہے وہ خاوند کی خاطر تمام مصیبتوں کو

خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتی ہے۔ ہر چہ می آید براں عے وہ رضا اسکا وطیرہ عمل ہوجاتا ہے۔ سسرال کے جور و جفا طعنے تشنیع اسکی محبت کو سرد نہیں کرسکتے مومن پر بھی صبر آزما۔ استقلال شکن توبہ سوز مصائب آتے ہیں لیکن وہ کشتگانِ خنجر تسلیم رضینا۔ بقضاء اللہ کہکر چپ ہوجاتے ہیں خدا کے مقابل جو لوگ اپنے ہوا و ہوس کی مورتی پوجا شروع کرتے ہیں ان سرشاران محبت کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بیرحمی کا سلوک کرتے ہیں۔ گالی گفتار سے پیش آتے ہیں۔ ولتسمعن من الذین اشرکوا اذیً کثیرۃ

الذین اشرکوا

شادی ہوتے ہی خاوند کی واحد حکومت میں زبردستی کے حصہ دار بھی پیدا ہوجاتے ہیں جو اپنی جائز ناجائز حکومت اس بیچاری سے منواتے ہیں شرعاً عقلاً قانوناً ساس اور نندوں کو بہو سے خدمت واطاعت کی توقع رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ شریعت کی بے داغ حکمت نے جس کے ذمہ خدمت لگائی ہے اسی مخدوم کے مال کا وارث بھی بنا لیا ہے لیکن بہو نہ ساس کی وارث ہے نہ ساس بہو کی پھر بھی ساس ہر کہ بہو سے خدمت نہیں عبادت کی منتظر رہتی ہیں ادنیٰ سرتابی اگرچہ کہ سہواً ہی کیوں نہ ہو۔ ایک ایسا جرم ہے جو ناقابل عفو ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جو ناقابل تلافی پیرے آزار ہونا بہو کی آنکھوں نہ دیکھنا۔ عیب چینی کرنی یہ تو ساسوں کا روزمرہ ہے۔

بیچاری بہو خصوصاً ہندوستان کی بے زبان بہو جس کی خاموشی گورستان کو بھی مات کرتی ہے۔ ان تمام مظالم کو فقط اپنے پیا کے منہ کے لئے برداشت کرتی ہے اور اپنے دل کے غبار دوہوں اور ٹھمریوں کی شکل میں نکالتی ہے جسے ہندی لٹریچر قدر کے ہاتھوں لیتا اور موسیقی اسے دردناک سُروں میں درد آشنا دلوں تک پہنچاتی ہے۔

مشرکین بھی جو نفس کی ظلمانی کیچ میں پھنس کر اپنے ہوا و ہوس کو معبود بناتے ہیں (حقیقت میں مشرک کی جڑ ہوا ہے من اتخذ الٰہہ ھواہ) اور زبردستی اپنے معبودوں کو اپنے نفس کو خدائی میں شریک گردانتے ہیں۔ ان مومنوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جلی کٹی سناتے ہیں ان کے عفت و عصمت کے دامن میں کیڑے ڈالتے ہیں لیکن یہ سبد کشان جام الست انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ کہکر چپ ہوجاتے ہیں۔ کبھی بیتاب ہوکر چلا اٹھتے ہیں متی نصر اللہ۔ انکی یہ آہ وزاریاں مناجات کہلاتی ہیں جس کے لئے اجابت دامن پھیلا کر استقبال کو آتی اور فرشتے اسے لے کر پایہ عرش کو بھی تھرا دیتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا مولا جس کی شان ہے لہ مافی السمٰوات ومافی الارض وما

بینھما وما تحت الثریٰ۔ اس خاوند کی طرح جو اپنی دلربا کو درشت مزاج ساس اور نندوں کے چنگل سے نجات دیکر ایک آزاد حکومت عطا کرتا ہے ان مومنوں کے لئے بھی تختہ زمین پلٹ دیتا ہے۔ الذین اشرکوا منہ دیکھتے رہ جاتے ودمرنا ما کان یصنع فرعون الآیہ کا نقشہ سب کے سامنے کھچ جاتا ہے اور وہ مومن جنھوں نے خدا کی خاطر فرعون کی سختیاں سہی تھیں اورثنا الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا کے انعام کے مستحق ہوتے ہیں۔

شب بیداری۔ دُعا ہاں یہ نتیجہ ہوتا ہے انکی شب بیداری اور اُن خاموش دعاؤں کا جو جوف اللیل میں کیجاتی ہیں جس طرح کہ ایک خاموش اور بے زبان بیوی تاریک راتوں میں چُپکے چُپکے خدا جانے خاوند کے کان میں کیا کہہ دیتی ہے کہ وہ اُسکے لئے پہاڑ الٹنے کو آمادہ ہوجاتا ہے۔ اسکی سسکیاں اور ہچکیاں اور اسکا بسورتا ہوا چہرہ ایک ایسی درخواست ہے جو مسترد نہیں ہوتی مرد مومن بھی جو مغز عبادت (دُعا) کی چاشنی سے آشنا ہوتا ہے انّ ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأً واقوم قیلاً کے مطابق راتوں کو اٹھتا اور دربار عزّت جل جلالہٗ میں گر گر کہتا ہے حضور ہی کا ارشاد ہے ادعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ ودون الجھر من القول الآیۃ۔ یہ بھی چُپکے چُپکے اور عاجزی سے خدا سے سرگوشی (مناجات) کرتا ہے

اشدّ وطأً وطأ کے ایک معنی کچلنے۔ پاؤں سے مسلنے کے ہیں دوسرے معنے موافقت کے ہیں۔ مواطاۃ اسی سے مصدر ہے۔ عورت کی شب بیداری اکثر مرد کی خاطر ہوتی ہے یا بچوں کی شفقت کے لئے اسکے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اوّل عورت کے قویٰ کچلدیئے جاتے ہیں اور اسمیں برداشت کا مادہ بڑھتا ہے جوش کم ہوجاتا ہے۔ دوم۔ مرد سے موافقت مواطاۃ الفت پیدا ہوتی ہے ہاں یہی ہے جو عورت کو پورے مہر کا مستحق بنا دیتا ہے اسی طرح ناشئۃ اللیل (شب بیداری) کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد مومن کے نفسانی جوش شدت کے ساتھ کچلدیئے جاتے ہیں اور دوسرے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے خاوند اور خداوند سے شدت کی موافقت اور الفت پیدا ہوجاتی ہے اور اسے شفقت علیٰ خلق اللہ کا سبق ملتا ہے جس کی ہمدردی میں وہ راتوں کو بھی جاگتا ہے۔ ہاں یہی ناشئۃ اللیل انہیں پورے پورے اجر کا مستحق بنا دیتی ہے

حمل خاوند کی امانت عورت جب مرد کی امانت کا بوجھ اپنے اوپر لیتی ہے تو اگرچہ کہ اسے تکلیف کا سامنا ہوتا ہے لیکن وہ شرط وفا کو نہیں چھوڑتی۔ جی

متلاتا ہے قے آنے میں بدن کا بوجھ دن بدن بڑھتا ہی جاتا ہے کھانا چھٹ گیا ہے ساتھ والیاں چھیڑ خانیاں کرتی ہیں۔ دو قدم چلنے سے سانس پھول رہی ہے کمر اور پیٹھ درد سے دہری ہو رہی ہیں۔ لیکن وہ وفا کی پُتلی لمبی اور ٹھنڈی سانسوں سے برداشت کر لیتی ہے جتنے جتنے چاند چڑھتے جاتے ہیں۔ اتنی اتنی تکالیف اور احتیاط میں اضافہ ہوتا رہتا ہے پھونک پھونک کر قدم رکھنا کوئی سیکھے تو کسی کو کہہ بھری سے سیکھے کھانے میں پینے میں چلنے پھرنے میں حتیٰ کہ خیال و فکر میں بھی احتیاط رکھنی پڑتی ہے مبادا کہ خاوند کی امانت ہاتھ سے چھٹ جاوے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

تیرے منہ ہی کی قسم اے میرے پیارے احمد ٭ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

اسکے بعد وہ دہشتناک وقت آتا ہے جس کے خیال سے روح کانپتی اور جس کا دھڑکا ہر ایک عورت کو لگا رہتا ہے وہ وضع حمل کا وقت ہے خالق مطلق نے خود جہاں فرمایا ہو۔ حملتہ امہ کرھا و وضعتہ کرھا تو پھر اور کسی کو کیا کہنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مرد مومن جو حقیقی معنے میں "انسان" کے خطاب کے لائق ہوتا ہے جب حامل امانت آسمانی ہوتا ہے تو اسے بھی بڑی بڑی احتیاط اور پابندیاں رکھنی پڑتی ہیں حضرت مسیح موعود کو بھی سنت انبیاء کے مطابق روزے رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی قربت کی وجہ سے پیاز لہسن نہیں کھاتے تھے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔

بڑی بڑی ایذائیں دکھ سب و شتم سننے پڑتے ہیں جان لینے کے منصوبے ہوتے جانی۔ مالی عزت و آبرو کے حملے ہوتے ہیں خود قوم کی حالت کو دیکھکر "باخع نفسک" ہوتا ہے ؎

بنالم بر در شش آنچناں کہ نالد ٭ بوقت وضع حملے بار دارے

جس طرح کہ ادنیٰ سی بے احتیاطی اسقاط حمل کا موجب ہوتی ہے اسی طرح ادنیٰ سرتابی اور نالائقی حبط اعمال اور تنسیخ مدارج کا باعث ہوتی ہے۔

بچہ | جب صحیح و سالم بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو احباب خوش ہوتے اور اعدا غمگین ہوتے انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی + فسبحان الذی اخزی الاعادی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے حقیر و کمزور ہے لیکن باپ اسے بڑھاتا۔ کھلاتا۔ پلاتا۔ تربیت کرتا اور پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ ضعیف اور کمزور بچہ ان کچھ عقلو

کے مجموں کو للکارتا ہے کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو لیکن چونکہ وہ اسوقت تک بڈھے فاتر العقل اور بیکار ہو چکے ہوتے ہیں اسلئے پہلے پہل تو کچھ حرکت مذبوحی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کہ اسکو جسے ضعیف سمجھتے تھے مار کر ہٹا دیں لیکن خود ہی گرتے جلتے اور مرتے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ وہ کمزور بچہ لیتا ہے۔ اب وہ مسند نشین ہوتا ہے اور یہ قبر گزین۔ فرعون نے موسیٰ سے کہا تھا۔ الم نربک فینا ولیدًا لیکن وہی ضعیف بچہ فرعون جیسے مدبر بادشاہ۔ ہامان جیسے بیدار مغز اور انجینئر اور قارون جیسے دھنی اور جادوگروں کو چیلنج دیتا ہے موعدکم یوم الزینۃ وان یحشر الناس ضحی۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے واورثنا الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا۔ وہ قبطی جو ضعیف تھے۔ اب حکومت کے تختوں پر نظر آتے ہیں اوعدہ الیس لی ملک مصر بولنے والا فرعون نیل مصر میں ہزاروں برس ڈوبنے کے بعد اب مصر کے نمائشگاہ میں عبرت آموز خلائق ہے یہی حال حضرت نبی کریم کا ہوا۔ وہ یتیم جو چھپکر نماز پڑھنے کی بھی ہمت نہ رکھتا تھا اپنے حریف مقابل کو لنسفعن بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ الایہ کا نشانہ پاتا ہے۔

یہی حال اس زمانہ کے نبی اور مامور ربانی کا ہوا وہ جنھوں نے کہا تہا کہ ہمنے مرزا کو اٹھایا تھا ہم ہی اسے پست کرینگے آج مھین من اراد اھانتک کے نخچیر لاغر ہیں۔ اور اس مربی صفت کے مرید دنیا کے ہر ایک گوشہ پر پھیلے ہوئے ہیں حضرت عدم خوب فرماتے ہیں ؎

مغرب میں جاکے گونجی آواز میرزا کی ؞ لنڈن میں پھر رہے ہیں اسکی دعا کے پتلے

عورت درجہ احسان میں (سابق بالخیرات)

درجہ فنا | جب ان تمام گھاٹیوں کو عورت مردانہ پامردی سے طے کر جاتی ہے تو اب وہ عاشق سے معشوق اور محب سے محبوب بنجاتی ہے اسکا اپنا نفس درمیان سے اٹھ جاتا ہے اسکی خواہش اور شوق پر موت کی ہوا چل جاتی ہے مرد کی محبت اسکی زندگی کا راز ہوتا ہے مرد بھی اسے اپنا قرۃ عین سمجھنے لگتا ہے یگانگت جاتی رہتی ہے اور یگانگت من تو شدم تو من شدی کے ترانے گاتی ہے یہی وہ درجہ ہے جہاں پہنچکر مومن کی روح پکار اٹھتی ہے۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای و

ومماتی للہ رب العلمین تو بارگاہ قدس سے اسے جواب ملتا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی

نفس مطمئنہ کا نمونہ یہ ہے کہ ایک ہوشیار عورت اسوقت تک دم نہیں لیتی اور اطمینان سے نہیں بیٹھتی جب تک کہ اسے خاوند کے راضی ہونیکا پورا پورا اطمینان نہیں ہو لیتا اور اُسے چین ہی نہیں ملتا۔ جب تک کہ اُسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ خاوند میرا ہے خاوند مجھے ضائع نہیں کریگا وہ انتھک کوشش کرتی جاتی ہے۔ خواب و خور حرام کر لیتی ہے یہانتک کہ اپنے ساجن کو پالیتی ہے اسے راضی کر ہی لیتی ہے۔

اسی طرح مومن کا نفس بھی اسوقت تک نفس مطمئنہ نہیں ہوتا۔ اسے اطمینان نصیب نہیں ہوتا جبتک کہ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے بے خزاں جنت میں قدم نہیں رکھ لیتا۔ کافر مطمئن بالحیٰوۃ الدنیا ہوتا ہے (واطمانوا بہا) اور مومن مطمئن باللہ و بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اسے کب چین آوے جب تک کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ مل نہ جاوے۔

علت غائی۔ درجہ بقا صفت مریمی درجہ فنا کو درجہ بقا ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ ایک صحیح المزاج اور محبت کرنے والے جوڑے کے لئے نیکبخت اولاد کا وجود جب عورت اپنے اندر مریمی صفت پیدا کرتی ہے کہ اپنی شرمگاہ کو غیر مرد سے اپنے کان کو غیر آواز سے اپنی ناک کو غیر کی خوشبو سے اپنے خیال و فکر و ذکر کے سوراخوں (لطیفہ دماغ) کو غیر کے فکر و ذکر سے بچاتی ہے تو اکثر اوقات اسے مرد کی یادگار میں اُسی کی خو و بو کا ایک بچہ ملتا ہے جو عورت کی ترقی مدارج اور دائمی سکھ کا باعث ہوتا ہے مرد مومن بھی جب احصنت فرجہا پر کاربند ہوتا ہے تو نفخہ الہام الٰہی شروع ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کیفیت کو اس رنگ میں بیان فرماتے ہیں۔

"جب اُس استعداد کے ساتھ ایک قطرہ رحمت الٰہی ملجاتا ہے تو اسی طرز کے موافق کہ جب عورت کے نطفہ میں مرد کا نطفہ پڑتا ہے تو تب انسان کی ماضی حالت نطفہ کی صورت سے علقہ بنجاتی ہے اور پھر رشتہ باری تعالےٰ سے پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ علقہ اعمال صالحہ کے خون سے مضغہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے کہ جیسے خون حیض کی مدد سے علقہ مضغہ بنجاتا ہے" انتہیٰ الیٰ اخر الکلام (آئینہ کمالات صفحہ ۲۰۳)

ان تمام امور کو زیر نظر رکھ کے پھر پڑھئے۔ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم

انس داجاً لتسکنوا الیها الآیۃ لتسکنوا کا لفظ بتاتا ہے کہ صبر و سکون سے کام لینا چاہیے ہتھیلی پر سرسوں جمانے سے کام نہیں بنتا عورت سے استقلال و ثبات سیکھو علیکم بدین العجائز۔

خداوند تعالےٰ میری بیوی کو جزائے خیر دیوے کہ مینے اس سے یہ کام کی باتیں سیکھیں گو کہ سلامتی سے آپ ہو رکھی ہیں ارباب نظر کے لئے اسمیں بڑے بڑے مطالب آئینگے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ میری اور میری بیوی کی موت صالحین میں کرے آمین (عبد الحلیم کٹکی از سمبلپور۔ اڑیسہ)

(ایڈیٹر) مولنا جزاکم اللہ نہایت لطیف از نکات معرفت سے پُر مضمون لکھا۔

مناجات

آں کرم کن کہ ماسوائے ترا
از جناب تو درگہ رو آرم
آں دے دہ کہ راہ تو گیرد
جانم از سوز خویش روشن کن
تا بمہد تو گشت پیوندم
غم و اندوہ و درد و ذوقم بخش
دلم از درد و شوق خود خوں کن
سینہ از درد خویش ریشم کن
در غم و درد خویش زارم کن
اے خدا چارہ کن بیک نظرم
نابکار و ذلیل و عصیانم
آں خداوند آنچہ بد کردم
کس شریک تو نیست در دو جہاں
تو وحیدی و پاک و فرد و قدیم
پاک ذاتی و پاک در ہمہ کار
بندۂ او عزیمت کہ مے خواہم

در حریم دلم نماند جا
منکہ اندر جہان ترا دارم
واز دو عالم پناہ تو گیرد
دیو را نا امید از من کن
دل ز دنیا و آخرت کندم
انس و مہر و وفا و شوقم بخش
بر باہوش و سخت مجنون کن
مظہر جذبہ ہائے خویشم کن
در تپ عشق بیقرارم کن
ہیچکس نیست با تو چارہ گرم
آبرو ریختہ بعصیانم
تو بدانی کز و بصد دردم
بر دو عالم توئی خدائے یگاں
تو بندگی و شان تست عظیم
پردہ پوشی و غافر و ستار
اینکہ باشد بدر گہت راہم

Digitized by Khilafat Library

چند کار آمد حوالے

(از قلم معارف رقم جناب منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی) ڈیرہ دون

(۱)

دجال کے معانی - میں سے ایک معنی بڑی سیاحت کرنے والی قوم بھی ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو

ا- دجل کے معنی ٹریول اوور اے کنٹری - ملک میں سیاحت کرنا۔

دجال کے معنے لارج ٹریولنگ کمپنی - بڑی سفر کرنے والی جماعت - عربک انگلش ڈکشنری مؤلفہ الیف سٹنگاس مطبوعہ لنڈن صفحہ ۵۳۴ موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ

ب- دجال بالفتح وتشدید جیم - طلا و جوہر شمشیر و بسیار دروغ گوئندہ و گروہ بزرگ منتخب اللغات نول کشور صفحہ ۱۷۴ از زیر لفظ دجّال

(۲)

یاجوج ماجوج - ترکوں کا مورث اعلیٰ ایک ہے یعنی یافث بن نوح علیہ السلام - ترکوں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ سد سکندری میں مسدود ہو جانے سے رہ گئے تھے یعنے ان کو ترک کیا گیا تھا اسواسطے ترک نام ہوا دیکھو صراح زیر لفظ ترک - پس جب ترک عام نوع انسان سے مشابہ ہیں - اور عجیب الخلقت نہیں ہیں تو یاجوج ماجوج کس طرح عام نوع انسانی سے مختلف اور غیر مشابہ ہو سکتے ہیں ہمارے نزدیک یہ بڑا ہی مفید حوالہ ہے اس سے قوم یاجوج ماجوج کی اصل اور سد سکندری کا موقعہ ومحل سب واضح ہو جاتے ہیں -

(۳)

تحقیق معنی توفی کی ایک بے نظیر - توفی کے معنے لغت عرب میں آتے ہیں - اخذ الشی وافیا والموت نوع منہ یعنی توفی کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا لے لینا اور موت بھی اسی کی قسم سے ہے یعنے موت کے معنوں میں بھی اس کا استعمال درست ہے اور صراح وغیرہ میں توفاہ مرقوم ہے والوفات الموت و توفاہ اللہ اخا قبض روحہ - خود آنحضرت صلعم (روحنا فداہ) کی وفات کا مشکوٰۃ شریف میں جہاں ذکر آیا ہے پہلے اسمیں لکھا ہے کہ ملک الموت نے آپکی روح مبارک کو قبض کیا

اسکے بعد لکھا ہے کہ آپکی توفی ہوئی گویا قبض روح پر جب توفی کا لفظ بولا جائے اور اسم فاعل خدا یا ملائکہ قابض ارواح ہوں تو اسکے معنی قبض روح کے یقینی ہوتے ہیں اب روایت مذکورہ کا خاص موقعہ بنا بر تشفی شائقین عرض کیا جاتا ہے

فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی جبریل علیہ السلام فقال جبریل یا محمد ان اللہ قد اشتاق الی لقائك فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لملك الموت امض لما امرت بہ فقبض روحہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجاءت التعزیۃ الخ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ۔ مشکوٰۃ شریف ربع ۴ صفحہ ۹۱ مطبوعہ محمدی لاہور

(۴)

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ۔ وفات مسیح پر ایک قطعی الدلالت آیت اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ فلما توفیتنی ای قبضتنی الیك وامتنی عن الجبائی۔ قال الجبائی وفی ھذہ الایۃ دلالۃ علی انہ امات عیسیٰ وتوفاہ ثم رفعہ الیہ لانہ بین انہ کان شہیدا علیہم مادام فیہم فلما توفاہ اللہ کان ھو الشہید علیہم۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی زیر آیت فلما توفیتنی

یعنی جبائی نے اس آیت کے یہ معنی کئے ہیں فلما توفیتنی یعنے جب تو نے میری روح کو قبض کر لیا اور مجھے موت دیدی پھر جبائی کہتے ہیں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس بات پر کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو مار دیا اور اسکی روح قبض کر لی پھر اسکو اپنی طرف اٹھا لیا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے متبعین یعنی نصاریٰ پر نگران تھے جب تک ان میں رہے اور جب خدا نے ان کو وفات دیدی تو پھر وہی ان کا نگران حال تھا

نتیجہ۔ اگر نصاریٰ اپنے اصل عقلہ پر ہیں تو مسیح بھی زندہ اور ان کے نگران ہیں اگر وہ اپنے اصل عقائد سے گمراہ ہو گئے ہیں جیسے کہ صدیوں کے مشاہدہ سے ثابت ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کہ مسیح ان میں موجود اور نگران نہیں ہیں اور اسی دلیل سے وہ زندہ بھی نہیں ہیں۔

یہ حوالہ جس طرح اہل سنت پر حجت ہے اسی طرح شیعہ پر بھی ہے کیونکہ ان کے ایک بہت بڑے مفسر نے اسکو اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ فتدبر

(۵)

آیت قل فمن یملك من اللہ شیئا ان اراد ان یھلك المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ کا مطلب یہ آیت بھی خاص معرکۃ الآراء ہے میں نے بعض مخالفین سے سنا کہ اس سے تو مریم علیہا السلام کی وفات بھی ابھی تک ثابت نہیں چہ جائیکہ مسیح علیہ السلام کی۔ حالانکہ یہ آیت

وفی ہذا یہی وفات مسیح پر صریحاً دال ہے چنانچہ یہاں پر تفسیر ابن جریر سے اس آیت کی تفسیر عرض کیجاتی ہے

یقول جل ثناءہ لنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قل لھولاء الجھلۃ من النصاری لوکان المسیح کما یزعمون انہ ھو اللہ ولیس کذلک لقدر ان یرد امر اللہ اذجاءہ باھلاکہ واھلاک امہ۔ فلم یقدر علی دفع امرہ فیھا اذ نزل ذلک ففی ذلک لکم معتبر ان اعتبرتم وحجۃ علیکم ان عقلتم فی ان المسیح بشر کسائر بنی ادم وان اللہ عز وجل ھو الذی لا یغلب ولا یقھر ولا یرد لہ امر بل ھو الحی الدائم القیوم الذی یحیی ویمیت وینشئ ویفنی وھو حی لا یموت ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر

فاضل مفسر فرماتے ہیں کہ اللہ جلشانہ اپنے نبی کریم صلعم کو فرماتا ہے کہ ان جاہل نصاری کو کہو کہ اگر مسیح ایسا ہوتا جیسا تمہارا زعم ہے کہ وہ خدا ہے اور حالانکہ وہ ایسا نہیں) تو جب خدا کا حکم اسکے مارنے اور اسکی ماں کے مارنے کا ہوا تھا تو وہ اسکو ٹال دیتا اور اسکی ماں بھی مرگئی اور وہ اسکے حکم کو ٹالنے پر قادر نہ ہوسکا اور اسمیں تمہارے لئے عبرت کا سبق ہے اگر تم سوچو اور تمپر اتمام حجت ہے اگر عقل سے کام لو اس بارہ میں کہ مسیح بھی بشر ہے جس طرح دوسرے نوع انسان ہیں اور بتحقیق خدا کی ہی ذات ہے جو کہ نہ مغلوب و مقہور ہوتا ہے اور نہ اس کا حکم ٹل سکتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ زندہ اور قیوم جو کہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور پیدا کرتا اور فنا کرتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جو کبھی نہیں مریگا۔

اشکال اس آیت میں صرف یہ تھا کہ عوام اسکے معنی بوجہ صیغہ مضارع کے جو ضمن یملک میں ہے ہلاکت حضرت مسیح اور مریم و جمیع اہل زمین کو زمانہ استقبال میں قرار دیتے تھے۔ حالانکہ وقوع وفات مریم علیہا السلام زمانہ گذشتہ میں مسلمہ یقینی و متحقق ہے مفسر ابن جریر نے جیسے کہ تشریح معروضہ بالا سے ظاہر ہے وقوع ہلاکت مسیح و مریم کو زمانہ ماضی میں بیان کردیا فھو المراد

(۶)

اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ہے اس آیت میں دابۃ الارض کے متعلق تکلمھم کا لفظ وارد ہے عام لوگ اس کے معنے کلام کرنے کے لیتے ہیں لیکن دوسرے معنی اسکے معنے کاٹنے کے بھی ہیں اسکے ثبوت میں ملاحظہ ہو۔ واصل الکلم الجرح (ومنہ قیل للجریح کلیم) وانا نقول علی الکلمی والکلمی ھو جمع کلیم وھو الجریح فعیل بمعنی مفعول نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۴۰ مطبوعہ مصر میں لفظ کلم (ترجمہ) لفظ کلم کے معنے دراصل زخم کے ہیں اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ ہم مریضوں

پر کھرنڈے ہوتے اور زخمیوں کا علاج کرتے ہیں کلمی جمع ہے کلیم کی جس کے معنے زخمی کے ہیں فعیل کے وزن پر ہے مفعول کے معنوں میں۔

(۷)

قتل کے معنی ہمیشہ مار ڈالنے ہی کے لغت عرب میں مستعمل نہیں ہیں جیسے کہ فارسی یا اردو میں مستعمل ہیں وقد ترد ولا یراد بها وقوع الامر ومنه حدیث عمر (وفی حدیث المار بین یدی المصلی) قاتله ای دافعه عن قبلتک ولیس کل قتال بمعنی القتل (ومنه حدیث سقیفة) قتل الله سعداً فانه صاحب فتنة وشر ای دفع الله شره کانه اشارة الی ما کان منه فی حدیث الافک والله اعلم وفی روایة ان عمر قال یوم السقیفة اقتلوا سعداً قتله الله ای اجعلوه کمن قتل واحسبوه فی عداد من مات وهلک ولا تعتدوا بمشهده ولا تعرجوا علی قوله (ومنه حدیث عمر ایضاً) من دعا الی امارة نفسه او غیره من المسلمین فاقتلوه ای اجعلوه کمن قتل ومات بان لا تقبلوا له قولاً ولا تقیموا له دعوة وکذلک الحدیث الآخر) اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما ای ابطلوا دعوته واجعلوه کمن مات نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ زیر لفظ قتل

یعنی قتل کا لفظ وارد ہوتا ہے لیکن اس سے مراد واقعی قتل ہونا نہیں ہوتا اور اسی معنے میں حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ نمازی کے آگے سے جو گذرے اسکو قتل کر دو اسکے معنے ہیں کہ اس کو ہٹا دو اپنے سامنے سے اور ہر ایک قتال قتل کے معنوں میں مستعمل نہیں ہوتا۔ اور اسی قبیل سے ہے حدیث سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ لفظ کہ خدا قتل کرے سعد کو تحقیق وہ فتنہ اور شر کو پھیلانے والوں میں سے ہیں۔ اسکا مطلب ہے کہ خدا ان کے شر کو دور کرے گویا اسمیں اشارہ ہے جو ان سے سرزد ہوا۔ حدیث افک حضرت عائشہ رضہ کے متعلق بھی۔ واللہ اعلم

اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضہ نے سقیفہ کے دن کہا تھا کہ قتل کرو سعد کو خدا اسکو قتل کرے یعنی اسکو ایسا کر دو جیسے کہ مقتول ہوتا ہے اور اسکو ایسا گمان کرو کہ وہ مر گیا اور ہلاک ہو گیا اور اسکی موجودگی کا کچھ خیال نہ کرو۔ نہ اسکی بات پر کان دھرو۔ اور اسی طرح ہے وہ حدیث عمر کی کہ جو کوئی لوگوں کو اپنی ذات یا دوسروں کی امارت کی دعوت کرے اسکو قتل کر دو یعنے اسکو مقتول اور مردہ کی طرح کر دو۔ اس طرح پر کہ نہ تو اسکی بات کو قبول کرو۔ اور نہ اسکی دعوت میں حصّہ لو۔ اور اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ جب دو

خلیفوں کی بیعت ہوئے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو یعنے اسکی دعوت کو باطل کر دو۔ اور ایسا گمان کرو کہ وہ (زندہ نہیں) مُردہ ہے۔

اس بنا پر جو قتل انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق کلام مجید کی بعض آیات میں مذکور ہے۔ اسکو بھی عام مروّجہ قتل کے معنوں پر نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ شدت مقابلہ و شدت ایذا رسانی کے معنوں میں وجہ وجیہ اسکی یہ ہے کہ دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند کریم نے ہمیشہ اپنے مرسلوں اور نبیوں اور ان کے سچے متبعین کی نصرت فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں کو یہاں تک قدرت نہیں دی کہ انہوں نے انبیاء کرام اور ان کے جانشاروں پر غالب ہو کر ان کو قتل بھی کر دیا ہو۔ مثلاً کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی ان اللّٰہ قوی عزیز ۲۸ – انا لننصر رُسُلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ۲۴ نوٹ حضرت مسیح موعود نے تکرار کر کے سلسلہ کا اول متقرنبی قتل نہیں ہوتا ہے (ایڈیٹر)

(۹)

حجرہ صدیقہ میں تین چاند۔ وعن عائشۃ قالت رایت ثلثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رؤیای علی ابی بکر فسکت فلما توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ودفن فی بیتی قال ابو بکر ھذا احد اقمارک وھو خیرھا اخرجہ مالک تیسیر الوصول کتاب تعبیر الرؤیا فصل الثانی حدیث نمبر ۹

(ترجمہ) عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ فرمایا میںنے دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گر پڑے ہیں۔ تو میںنے یہ اپنا خواب ابو بکر سے بیان کیا۔ تو وہ چپ ہو رہے جب رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا اور آپ میرے گھر میں مدفون ہوئے تو ابو بکر نے فرمایا کہ تیرے ان چاندوں میں سے ایک یہ چاند ہیں جو سب سے بہتر ہے۔ مالک اسکے راوی ہیں۔

بعد آنحضرت صلعم کے دو چاند اور بھی یعنے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ اسی حجرہ شریفہ میں دفن ہوئے اور صدیقہ کی رؤیا واقعی سچی نکلی۔

اسکو مدنظر رکھتے ہوئے اس ضعیف سی حدیث پر غور کرو جس میں آیا ہے کہ جب عیسےٰ فوت ہونگے تو یدفن معی فی قبری وہ میری قبر میں یا میرے مقبرہ میں دفن ہونگے۔

جو روایت ہمنے لکھی ہے وہ ثابت کرتی ہے کہ حجرہ مبارک میں دفن ہونے والے تو تین ہی چاند ہیں۔ اور چوتھے کا ذکر ہی نہیں۔

اور دوسرے فیدفن معی فی قبری والی حدیث صحاح ستہ میں سے نہیں ہے ورنہ تیسیر الوصول میں اسکا ذکر مسیح علیہ السلام کے نزول کے باب میں ضرور ہوتا۔

تیسرے اگر اسکے ظاہر معنی لئے جائیں تو ایک مسلمان ذرا تعصب کو دل سے دور کر کے سوچے تو یہی کہ کس مسلمان کا حوصلہ پڑیگا جو عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کرنیکے لئے قبر رسول علیہ السلام کو شہید کریگا۔

اگر رسول صلعم کے مقبرہ میں مسیح نے دفن ہونا ہوتا تو اسکے لئے اور تسلی بخش قرائن بھی ضروری تھے حالانکہ اصل یہ ہے کہ سوائے اس ضعیف حدیث کے اور کسی جگہ مسیح کے دفن ہونے کا ذکر تک نہیں ہے۔ دیکھئے جناب شیخین نے آنحضرت صلعم کے مقبرہ میں دفن ہونا تھا تو اسکی بشارت پہلے عائشہ صدیقہ کو دیگئی پھر وہ دفن بھی ہو گئے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ حشر بھی ہونگے وہو ہذا۔ وعن ابن عمر رض ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم خرج ذات یوم ودخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والاٰخر عن شمالہ وھو اٰخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیمۃ رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب المناقب ابی بکر وعمر (ترجمہ) ابن عمر سے مروی ہے کہ تحقیق نبی صلعم ایک روز نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر وعمر ایک ان دونوں میں سے دائیں طرف آنحضرت صلعم کے تھے اور دوسرے بائیں طرف۔ اور آنحضرت صلعم نے ان دونوں کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے پس فرمایا حضرت نے کہ اس طرح اٹھائے جائینگے ہم قیامت کے دن۔

اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی مقدر ہوتا کہ وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی وقت واقعی مدفون ہوتے تو کسی حدیث میں اس طرح بعث ونشر کے ضمن میں ہی ان کا ذکر ضروری تھا خصوصاً شیخین کے ساتھ اس حدیث میں۔ لیکن جب نہیں ہے تو پھر بھی اس حدیث کے ظاہری الفاظ پر اصرار کرنا محض ضد پدری اور اسرار شریعت سے نابلد ہونے کی دلیل ہے

(۹) لا مھدی الا عیسیٰ کی تائید

اول تو بخاری شریف میں ہی ہے ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ مصر

یعنی تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ تمہیں میں سے تمہارے امام ہونگے (یعنی کوئی دوسرا غیر امت محمدیہ سے نہ مسیح ہوگا نہ امام)

(۲) صحیح مسلم میں نزول مسیح کا ذکر کرکے آخر میں ہے فامّکم یعنی مسیح ہی تمہارے پیشوا ہونگے اور امام مسلم۔ باب نزول عیسٰی۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فیکون عیسٰی بن مریم علیہ السلام فی امتی حکماً عدلاً و اماماً مقسطاً الخ یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ پس ہونگے عیسٰی بن مریم میری امت میں حکم اور عدل اور انصاف کرنے والے ابن ماجہ مطبوعہ مصر بہامشہ حاشیہ سندی صفحہ ۲۶۷۔

ایضاً۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی ینزل عیسٰی بن مریم حکماً مقسطاً و اماماً عدلاً الخ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسٰی وخروج یاجوج و ماجوج ابن ماجہ مطبوعہ عمدۃ المطابع دہلی ۱۲۷۳ھ صفحہ ۲۹۷

ان حوالوں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح موعود امام بھی ہے اور امام سے مراد امام مہدی ہو سکتا ہے اور سوائے مسیح موعود کے آخری زمانہ میں کوئی غیر شخص دعویٰ مہدویت کے لئے موزون نہیں ہے۔ بلکہ صاف کیونکہ کہیں وہی مسیح ہی مہدی ہونا تھا چنانچہ تیرہ سو برس سے یہ ارشاد نبوی موجود ہے کہ لا المہدی الا عیسٰی ابن مریم۔ ابن ماجہ ابواب الفتن باب شدۃ الزمان صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ عمدۃ المطابع دہلی

پس الحمد للہ کہ ایک ابن مریم امت محمدیہ میں سے پیدا ہوا۔ اور جس طرح اس نے ایک طرف سے عین غلبہ مذہب نصاریٰ کے وقت عقائد باطلہ کی تردید کا فرض منصبی انجام دیا۔ اسی طرح اس نے امت محمدیہ کی ہدایت اور انہیں اسلام کی روح اور حرارت پیدا کرنے میں واقعی مہدویت کا کام کیا۔ ماننے والوں کے لئے بشارت ہے اور دن دوگنی رات چوگنی مسرت ہے لیکن افسوس ہے مشککین و مکفرین پر جنکو اب تک بصیرت نہیں نصیب ہوئی۔ اور وہ اس سعادت سے محروم ہیں وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ اصل مسیح ابن مریم اپنی کتاب انجیل اور اپنی امت نصاریٰ اور اپنی زبان عبرانی سے الگ ہو کر جن کی نسبت قرآن میں آیا ہے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب اور ورسولاً الی بنی اسرائیل اور وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم ۱۳ کس طرح قرآن کی تبلیغ کرینگے اور کس طرح رسول کے منصب سے معزول ہو کر امتی ہو جائینگے یا کہ مسلمان عبرانی بولنے سمجھنے والے ہو جائینگے کیا اس وقت کلام مجید کی یہ آیات منسوخ ہو جائینگی۔ نعوذ باللہ

قادیان میں جو منارۃ المسیح بنایا گیا ہے اسکے متعلق بعض شبہات کا جواب:- اوّل یہ کہ کہتے ہیں وہ دمشق میں بننا تھا- اور قادیان میں کیسے تسلیم کیا جائے

دوم:- یہ کیا ایسا ممکن ہے کہ مدعی خود ہی اپنے لئے ایک منارہ بنا دے اور پھر اسکو رسول صلعم کی پیشگوئی کے مطابق خیال کیا جائے۔

پہلے یہاں پر شارحین حدیث کی رائے اس بارہ میں لکھی جاتی ہے- ناظرین غور فرماویں اور پھر اسکے بعد نتائج پر غور کرنے سے خود بخود شبہات کا ازالہ ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ

عند المنارة - بفتح الميم كما في الصحاح قال الحافظ ابن كثير هذا هو الاشهر في موضع نزوله قال وقد وجدت منارة في زماننا في سنة احدى واربعين وسبعمائة من حجارة بيض ولعل هذا يكون من دليل النبوة الظاهرة - قال السيوطي هو من الدلائل لا ريب × × × وقال الحافظ ابن كثير وقد ورد في بعض الاحاديث ان عيسى عليه السلام ينزل ببيت المقدس وفي رواية بالاردن وفي رواية بمعسكر المسلمين والله اعلم قال السيوطي حديث نزول عيسى ببيت المقدس عند المصنف وهو ارجح ولا ينافيه سائر الروايات لان بيت المقدس وهو شرقي دمشق وهو معسكر المسلمين اذ ذاك والاردن اسم الكورة كما في الصحاح وبيت المقدس داخل فيه فاتفقت الروايات فان لم يكن في بيت المقدس الان منارة البيضاء فلا بد ان تحدث قبل نزوله - ابن ماجہ حاشیہ سندی صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ مصر

(ترجمہ) منارہ میم کے زبر سے ہے اور کہا حافظ ابن کثیر ؒ نے کہ منارہ کا ہونا اسکے اترنے کی جگہ میں بہت ہی مشہور ہے اور فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ ۷۴۱ھ میں سفید پتھروں کا منارہ دیکھا ہے اور اغلب ہے کہ یہ نبی کریم صلعم کی سچی نبوت کے دلائل میں سے ہو سیوطی نے کہا کہ بلاشک یہ دلائل میں سے ہے (نبوت کے)

اور کہا حافظ ابن کثیر نے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں نازل ہونگے اور ایک روایت میں ہے کہ اردن میں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کی چھاونی

میں و اللہ اعلم سیوطی نے کہا کہ بیت المقدس میں مسیح کے نزول کی حدیث مصنف کے نزدیک بہت قابل ترجیح ہے اور دوسری روایات اس کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ بیت المقدس دمشق کے مشرق کی طرف بھی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی چھاونی بھی ہے اور اردن کورہ کا نام ہے جیسے کہ صحاح میں آیا ہے اور بیت المقدس اسمیں داخل ہے پس روایات متفق ہو گئیں (باقی رہا سفید منارہ کا ہونا) پس اگر وہ اب بیت المقدس میں موجود نہیں ہے تو ضرور ہے کہ مسیح کے نزول سے پہلے پہلے وہ تعمیر کیا جائے

فوائد

پہلی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ منارہ دمشق میں ہونا چاہیئے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پر اپنے زمانہ میں ایک منارہ کا ہونا بھی ظاہر فرمایا اور اسکو نبوت محمد صلعم کی صداقت کی دلیل ٹھہرایا۔

لیکن دوسری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ منارہ کا ہونا خاص دمشق میں ضروری نہیں۔ بلکہ سمت شرقی دمشق میں ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ کہ بیت المقدس میں ہوگا تشریح اول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا بنا ہوا منارہ بھی مسیح کا منارہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کا حکم لگایا جا سکتا ہے ورنہ ثابت کرنا پڑیگا کہ دمشق میں وہ سفید سفید پتھر آسمان سے کسی وقت برسے تھے اور راتوں رات ملائکہ نے ایک منارہ بنا دیا تھا وہو محال اور قادیان کے منارہ کا تو خدا کے فضل و کرم سے خود مسیح موعود کے حکم سے بنا و بست ہو چکا تھا۔ اور اب عملی صورت میں بعہد میمنت مہد خلیفۃ المسیح ثانی حضرت فضل عمر صاحب اسم با مسمی منارۃ البیضا مکمل ہو چکا ہے اور زبان حال سے نہ صرف مسیح موعود کی صداقت بلکہ مخبر صادق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت کی گواہی دیتا ہے اللہم صل علی محمد و علی خلفائہ۔ اور قادیان بھی سمت شرق دمشق میں ہے دمشق سے باہر جیسے بیت المقدس ویسے ہی قادیان بلا برہے۔

یہاں پر یہ بھی یاد ہے کہ بعض دفعہ خدا کے برگزیدہ جن کا ایمان خدا کے کاموں اور رسولوں کی سچی کلام پر علی وجہ البصیرت ہوتا ہے پیشگوئیوں کو خود پورا کر لیتے ہیں جیسے کہ آنحضرت صلعم نے سراقہ بن مالک رضہ کو بشارت دی تھی کہ تو کسریٰ کے طلائی کنگن پہنے گا تو جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کے غنائم کثیر سے وہ سونے کے کنگن بھی دربار خلافت میں آئے تو حضرت عمر رضہ

نے وہ کنگن سراقہ بن مالک کو بلا کر آپ ان کے ہاتھ میں پہنا دیئے تھے تاکہ مخبر صادق رسول صلعم کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔

اسی طرح جب سچا مسیح موعود آیا اور خدا نے اسکو سمجھا دیا کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام تو فوت ہو چکے اور اب بجسدہ العنصری دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے اُن کی خو بو پہ آپ کو ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ خدا کی اس وحی پر آپ صدق دل سے ایمان لے آئے اور جو فرائض مسیح موعود کے تھے وہ سب آپ بکمال کوشش و جانفشانی بجالائے اور خدا نے نصرت و ہدایت کے دروازے بھی کھول دیئے مرزا کی مسیحائی کام کر گئی۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں قلوب مسخر ہو گئے اور ہو رہے ہیں دین اسلام کی صداقت اور ادیان باطلہ کی بطالت روز بروز خدا کے فضل سے ظاہر ہو رہی ہے اللّٰھم زد فزد

ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا کو کیا حق تھا کہ مسیح کا منارہ قادیان میں بنوایا ہم کہتے ہیں دمشق والوں کو کیا حق تھا کہ قبل از وقت سفید پتھر مسیح کے منارہ کے لئے جمع کر دیئے۔

حالانکہ نہ مسیح ابن مریم نے ان کو آسمان سے ایسا کرنے کو کہا نہ اسوقت کوئی ایسی علامات ظہور مہدی و مسیح کی نمودار ہوئی تھیں اور یہاں تو خدا کے فضل سے ایک عملی مسیحیت بھی ظاہر ہو چکی تھی اگر اس نے اپنے نشان اور یادگار اور رسول صلعم کی فرمائی ہوئی پیشگوئی پورا کرنے کی غرض سے اور مومنین کے ازدیاد ایمان و یقین کی خاطر منارہ بنوا دیا تو اسپر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے و تلک عشرۃ کاملہ۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

مزید حوالے

۱۔ ان اللّٰہ یبعث علٰی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا (سنن ابو داؤد صفحہ ۱۴۲ جزو دوم) ۲۔ اللّٰھم انبضنی الیک (ابو داؤد جلد اول صفحہ ۳۳۵۔ یہاں قبض سے مراد موت ہے جو لوگ توفی کے معنی قبض کرتے ہیں ان پر یہ حجت ہے ۳۔ الساعۃ سے مراد بڑی تباہی ہلاکت اور عظیم الشان انقلاب بھی ہو سکتا ہے لعلم للساعۃ کے معنوں میں حوالے مفید ہیں ان یعیش ھذا لم یدرکہ الھرم قامت علیکم الساعۃ یہ ابھی بڑھاپے کو نہ پہنچیگا کہ قیامت قائم ہو جائیگی (مسلم جلد دوم صفحہ ۴۰۶ ہم غلو ید بیدیہ الھرم حتی تقوم الساعۃ بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸) بعثت انا والساعۃ ھکذا۔ حالانکہ قیامت تیرہ سو سال گزرے نہیں آئی ۴۔ لتتبعن سنن الذین من قبلکم (مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۲۹۔ یہود کے مثیل مسلمان بن جائینگے ۵۔ ولا المھدی الا عیسٰی ابن مریم

جلد دوم ابن ماجہ باب شدۃ الزمان صفحہ ۲۵۷ - ۶ - واخبرنی ان عیسیٰ عاش عشرین ومائۃ اور مجھے خبر دی کہ عیسےٰ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے۔ مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی جلد اول صفحہ ۴۲ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان - حیات وممات سے مراد (۱) مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲) اللھم باسمک الذی اموت واحی (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶) ج - الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا (مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۸) (د) تفسیر در منثور آیت الکرسی کا شان نزول والحق الحی الذی لا یموت وقد مات عیسیٰ (الحی وہ جو نہیں مرتا اور عیسیٰ تو فوت ہو چکے ہیں) ۷ - قال ابو بکر نحن عترۃ رسول اللہ - زرقانی صفحہ ۲ (۲) سلمان منا اھل البیت زرقانی صفحہ ۲۹ (۳) فلا یکون النبی مستقلاً - جلد ۱ صفحہ ۷ زرقانی (۴) ان عیسیٰ یاتی واحد من ھذہ الامۃ جلد خامس صفحہ ۳۴۷ زرقانی معلوم ہوا کہ عیسیٰ اس امت میں سے ہوگا۔ (۵) واما حدیث النبی عاش عیسیٰ عشرین ومائۃ زرقانی صفحہ ۴۲ جلد ۱ ۸ - من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸) ۹ - ان رفع ادریس ھو حی لم یثبت من طریق مرفوعۃ قویۃ زرقانی جلد ۱ صفحہ ۸۶ - ادریس کا رفع ثابت نہیں ۱۰ - عمر دنیا سبعۃ آلاف (زرقانی جلد ۶ صفحہ ۲۵۳) ۱۱ - قد مات عیسیٰ مر گئے حضرت عیسیٰ) تفسیر ابن جریر جز ثالث صفحہ ۱۰۱ سطر ۱۸ ۱۲ - قد یعد اللہ ثم لا یظہر کما وعد مع کون الالہام خدا کبھی وعدہ کرتا ہے اور الہام کے مطابق نہیں کرتا (فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ) (۲) ولم یوف لہ لکل وعد لئلا یغلب علیہ الرجاء (فتوح الغیب مقالہ ۶۴) حلف جابر و عمر فی حضرۃ النبی ان ابن الصیاد الدجال (مسلم صفحہ ۳۹۸ باب ذکر ابن الصیاد)

رسول اللہ کی پیشگوئیاں

۱۳ - (۱) لا یقتل قرشی صبراً بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ (اس طرح اب کوئی قریشی قیامت تک نہ مریگا حالانکہ کئی قریشی اس طرح مرے مسلم صفحہ ۱۰۴ (۲) لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان - یہ امر قریش میں رہیگا جب تک دو آدمی بھی رہجائیں بحالیکہ اسکے خلاف ہی ہوا (مسلم باب صلح حدیبیہ صفحہ ۱۱۹) (۳) الجلابیب ھذا منی وانا منہ (مسلم جلد ثانی صفحہ ۲۹۵) (۴) ذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر آپ نے رؤیا دیکھا اور ذہن اسطرف منتقل ہوا کہ یمامہ ہے یا ہجر نکلا مدینہ (بخاری جلد ثانی صفحہ ۲۴۴) (۱۴) انی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد مسلم جلد اول فضل الصلوٰۃ لمسجدی مکۃ والمدینۃ (صفحہ ۴۴۶) (۱۵) نبی آخر الزمان کے معنی اس سے ظاہر ہیں کہ آخر المساجد کے بعد اور مسجدیں ہیں (۶) قال الاعرابی خلا فلان اذا مات خلا کے معنے موت - (لسان العرب)

۱۶- ان خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۹) میرا قرن سب سے اچھا ہے پھر جو ان کے قریب پھر فیج اعوج

۱۷- لا یبقی ممن ھو علی ظہر الارض احد (ایک سو سال کے بعد زمین پر کوئی نہ رہیگا) خضر کی حیات ماننے والوں پر حجت۔ مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۱۰

۱۸- قال و استیقظ و ھو فی المسجد الحرام (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۰) یہ معراج کے رؤیا ہونے کا ثبوت ہے کہ آپ جاگ اٹھے

۱۹- تلزم جماعة المسلمین و امامہم (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷) فتن کے وقت اس جماعت کے ساتھ ہونا چاہئے جو ایک امام مفترض الاطاعت کے ہاتھ پر بیعت رکھتی ہو

۲۰- افاضة المال حتی لا یقبلہ احد فی زمن عمر بن عبد العزیز۔ زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۷۷

۲۱- حلف جابر و عمر فی حضرة النبی ان ابن الصیاد الدجال (مسلم صفحہ ۳۹۶ باب ذکر ابن الصیاد)

۲۲- ان یکن النبی حیًا فی بعثة نبینا فلا بد ان یومن بہ و لینصرن ایک نبی دوسرے نبی کا متبع ہو سکتا ہے زرقانی ۲۹۲ (ب) ان عیسیٰ ینزل نبیًا مع بقائہ علی نبوتہ آنے والا عیسیٰ نبی ہی ہوگا (زرقانی جلد ۵ ص ۳۴۶)

۲۳- اول سورہ کہف یعصم من فتنة الدجال (مسلم جلد اول صفحہ ۲۷۱) فتنہ دجال سے سورہ کہف کی پہلی آیتیں بچاتی ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے دجال سے کیا مراد ہے۔

۲۴- النیل و الفرات من انہار الجنة (مسلم جلد اول صفحہ ۹۲) حدیث معراج کے معنوں پر روشنی ہے۔

۲۵- بعض باتیں حالات موجودہ پر نظر کر کے کہی جاتی ہیں دیکھو مشکوٰة مطبع احمدی باب العدة صفحہ ۲۸۰ الفصل الاول۔ اما معاویة فصعلوک لا مال لہ ایک عورت کو حضور علیہ الصلوٰة نے نکاح کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے فرمایا معاویہ تو مفلس قلاش ہے حالانکہ جلد ہی وہ بادشاہ ہو گئے۔

۲۶- وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے بعض صحابہ کو دیکھ کر فرمائینگے میرے صحابیو! جواب ملیگا آپکو معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا اسوقت حضور فرماتے ہیں میں کہونگا جو حضرت عیسیٰ کہینگے فلما توفیتنی (اس سے ثابت ہوا کہ توفی کے معنے مرنے کے ہیں) بخاری مصری جلد ۳ صفحہ ۸۰ و ایضًا قال ابن عباس متوفیک ممیتک

۲۷- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں خطبہ پڑھا۔ ایہا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ھل خلد نبی قبلی فیمن بعث فاخلد الا انی لاحق بربی (مشکوٰة) کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی رہا جو میں رہ جاؤنگا۔ تمام نبیوں کے مرنے کا ثبوت (منقول از بیاض جمالی)

کیا شریعت لعنت ہی؟

اسلام کے نزدیک تو برکت ہی

برادر عزیز مولوی مہر محمد خان صاحب نائب مدیر الفضل نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے ایک اصولی مسئلہ پر یہ تحریر دلپذیر لکھی ہے جسے میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

عیسائیوں کے "مقدس پولوس رسول" کے یہ الفاظ کہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں"۔ گلتیوں ۳ب

اور یہ کہ: "شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں" گلتیوں ۳ب ۱۲ نیز یہ کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے" گلتیوں ۳ب ۱۳ کچھ ایسی غلط فہمی کا موجب ہوئے ہیں کہ جس سے شریعت جیسی برکت کو لعنت سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر جناب مسیح کے اقوال پر جہانتک غور کیا جاتا ہے آپکا منشاء اور مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ شریعت کو لعنت نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کو رحمت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "جب تک آسمان زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہیں ٹلیگا۔ اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ "پس جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے کلموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ "آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو انپر عمل کریگا اور انکی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ متی ۵ب ۱۸-۱۹

حضرت مسیح کے ارشاد اور "مقدس پولوس" کے الفاظ کو اگر بالمقابل رکھکر دیکھا جائے تو بیشک ایک اختلاف عظیم نظر آتا ہے کیونکہ جناب مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ جو ان شریعت کے چھوٹے چھوٹے حکموں پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ مگر جناب پولوس کا یہ قول ہے کہ "جتنے شریعت پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں" اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح کی بڑائی مجبور کرتی ہے کہ بجائے آپکے کلمات کو "مقدس پولوس" کے خیالات کے ماتحت کرنیکے پولوس کے الفاظ کو ہی جناب مسیح کے ارشاد کے ماتحت کیا جائے اور پولوس کے بیان کے ایسے معنے کئے جائیں

جو مسیح کے کلمات کے خلاف ہوں

مگر افسوس ہے کہ یہاں اسکے برعکس ہوا یعنی مسیح کے ارشاد کو پولوس کے الفاظ کے ماتحت کیا گیا ہے جیسا کہ بدقسمتی سے آجکل مسلمان علماء ائمہ اربعہ کے اجتہاد کے ماتحت صریح احادیث کو کر دیا کرتے ہیں۔

پولوس رسول کا جو کچھ بھی منشاء تھا وہ ایک الگ مضمون ہے مگر جو مفہوم ان فقرات کا لیا گیا ہے۔ اسی پر آج مسیحی مذہب قائم ہے۔

حضرت مسیح کا ارشاد بھی بظاہر ایک اشکال کی صورت پیدا کرتا ہے لیکن اگر غور سے آپ کے اس کلام کو آپکے دوسرے ارشادات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

آپ توریت کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اسوقت تک توریت بھی قائم ہے اور دوسری جگہ آپ یہی قوم کو مخاطب کر کے ایک پیشگوئی فرماتے ہیں کہ "میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اسکے پھل لائے دی جائے گی" (متی ۲۱ / ۴۳)

اس عبارت اور پہلی عبارت کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان سے مراد نبوت سلسلہ موسویہ ہے مسیح فرماتے ہیں کہ جب تک یہ قائم ہے (سلسلہ موسویہ) اور میں اس سلسلہ کا پورا کرنیوالا موجود ہوں۔ اسوقت تک شریعت موسویہ قابل عمل ہے لیکن میرے بعد یہ زمین و آسمان بدل کر ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا جائیگا اور اسوقت توریت کی جگہ کوئی دوسری شریعت لائی جائے گی مگر اس شریعت موعودہ کے آنے تک توریت ہی دستور العمل رہیگی۔

چنانچہ حضرت مسیح اس روح الحق کے متعلق جس کے ذریعہ سلسلہ موسویہ تبدیل کیا جا کر ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائیگا فرماتے ہیں کہ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئیگا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائیگا اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگا اور میرا جلال ظاہر کرے گا" یوحنا ۱۶ / ۱۲-۱۴

اس عبارت میں جناب مسیح نے بتلا دیا کہ وہ شخص جو میرے بعد آکر شریعت موسویہ کو منسوخ کریگا اسکا ایک کام یہ بھی ہوگا کہ وہ میری تصدیق کریگا کہ کروڑہا کروڑ اس شخص کے خدام میرے خداداد رتبہ کو جو کہ نبوت ہے تسلیم کرینگے اور ایک نبی کے جلال ظاہر ہونیکے یہی معنے ہیں۔

چنانچہ "وہ نبی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنھوں نے حضرت مسیح کے ماننے کو ایمانیات میں داخل کیا اور آپ ہی وہ مقدس انسان ہیں جن کے ذریعہ دنیا کو وہ باتیں بتائی گئیں جن کے سننے کی طاقت مسیح کے وقت میں بنی اسرائیل اور حضرت مسیح کے حواریوں میں نہ تھی پس آپ وہ موعود بادشاہ نبی ہیں جن کے ذریعہ موسوی زمین و آسمان تبدیل کرکے نیا زمین و آسمان قائم کیا گیا۔

پس یہ ہے حضرت مسیح کے ارشاد کا مطلب اور اس سے ظاہر ہے کہ توریت کی شریعت مسیح تک اور مسیح کے بعد "روح حق" یعنے "سچائی کی روح" آنحضرت کے تشریف لانے کے وقت واجب العمل ہے اور اس سے پہلے کسی صورت میں بھی اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اور غرض یعنی حصول نجات کو ذہن میں رکھکر ہمیشہ کے لئے شریعت کو "لعنت" ٹھہرایا جا سکتا ہے مگر جب زمین و آسمان بدل جائینگے پھر موسوی شریعت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ تاہم مجرد "شریعت خواہ کوئی بھی ہو" "لعنت" کبھی نہیں کہی جائیگی ہاں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قبل اس کے کہ "سچائی کی روح" آئے موسوی شریعت کو لعنت قرار دیکر اور انسان کو کمزور ٹھہرا کر ہمیشہ کے لئے شریعت کی قید سے آزاد کر دیا جائے کیونکہ یہ سراسر جناب مسیح کے منشاء کے خلاف ہے۔

اب ہم اس مفہوم کے متعلق کچھ پولوس کے الفاظ سے لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید سے جو اس سچائی کی روح کا وہ کلام ہے جو اسنے خدا سے سن کر نہ اپنی طرف سے لوگوں کو سنایا ہے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ یہ بیشک درست اور سچا ہے کہ انسان کمزور اور ضعیف البنیان ہے اور اسکے پیدا کرنیکی غرض اور غایت جیسا کہ اسکی روح کے تقاضائے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ صرف اپنے خالق خدا سے زندہ تعلق پیدا کرے نہ کسی اور سے۔ روح کا یہ تقاضا اور اضطراب بیجا نہیں بلکہ اسکا یہ فعل ظاہر کرتا ہے کہ روح خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے نہ کسی اور کی اور یہ بھی نہیں کہ خود بخود ہو۔ انہی معنوں میں ہمارے سید و مولا حضرت مسیح موعود نے جو قرآن کریم کی آیت وفی انفسکم افلا تبصرون سے ماخوذ ہیں فرمایا ہے

گر عاشقوں کی روح نہیں اسکے ہاتھ سے ؞ پھر غیر کے لئے ہے وہ کیوں مضطرب ہیں
گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا ؞ پھر کیسے نقش اسکے ہیں جو دل کو لگا ہیں

غرض روح کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے خالق اور رب معبود کو اسی دنیا میں پالے مگر کہاں وہ عزیز و مقتدر ہستی اور کہاں یہ ایک نطفہ سے ایک ضعیف مخلوق ایک ناتواں قطرہ منظر تو یہ کہ ظلوم و جہول بھی پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے ارادہ اور آرزو میں باوجود اپنے ضعف و جہل کے بغیر کسی شریعت کے خود بخود

پالے۔

مگر اس مدعا کے حصول کے لئے جو طریق مسیحی پیرو نے تجویز کیا ہے۔ وہ بجائے خود ایک چیستان اور پہیلی ہے کیونکہ موجودہ مسیحی مذہب بوجہ انسان کے ضعف طبعی کے شریعت کو ناقابل عمل اور "لعنت" قرار دیتا ہے مگر اب اسکے مقابلہ میں قرآن کریم کو دیکھو وہ کس بلند آہنگی سے باوجود انسان کو ضعیف الخلقت قرار دینے کے شریعت کی ضرورت اور اسکی حکمت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان فرماتا ہے ملاحظہ ہو اللہ تعالےٰ شریعت کے مسائل و احکام بیان فرماتا ہوا ضرورت شریعت اور اسکی حکمت کے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفاً۔ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہارے بوجھ میں تخفیف کردے کیونکہ انسان تو ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

سبحان اللہ! کیا پرحکمت کلام ہے۔ شریعت کے احکام کا بیان ہے ان کی تفصیل کیجا رہی ہے مگر ایک خیال جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا تھا کہ یہیں جو احکام دئے جا رہے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو یہ تو ایک تکلیف مالا یطاق ہے کون ہے جو اس بوجھ کو اٹھائے اور کون ہے جو ان مسائل کو دماغ میں محفوظ رکھ سکے اسلئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم تو خوب جانتے ہیں کہ تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے کہ تم ہم سے تعلق پیدا کرو۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۵۱ ۔۔ ۵۶) اور تمہاری روح بے قرار ہے کہ خدا کی طرف پرواز کرے اور آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہنے لگے۔ اور اظہار عبودیت میں بکمال تذلل اور ابتہال دکھلائے یہ تو سب کچھ ہے مگر ادھر تمہارا ضعف پیدائش ہے کہ جس کے باعث تم خود بخود اسکی راہوں کو معلوم کر کے اس "کنز مخفی" کو پالینے سے قطعاً عاجز ہو جب تک اسی کا دست غیب تمہارا ناصر نہ ہو

کیونکہ جب تک بغیر گائڈ بک اور بدرقہ کے انسان خود بخود کسی بڑے شہر کے قابل دید مقامات اسکی تفرج گاہوں۔ اسکے قصور و عالی منازل اسکے بازاروں منڈیوں پیچ در پیچ گلیوں کو بھی نہیں دیکھ بھال سکتا تو وہ خدا جس کا تصور پرواز بیک خیال سے بھی بلند تر ہے اس تک خود بخود انسان کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اسی انسانی کمزوری کی طرف اشارہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎ ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں ٭ وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

پس جب انسانی روح کا تقاضا یہ ہے کہ آستانۂ الوہیت پر گرے اور اسکی خواہش ہے کہ طاقت بالا کا غیبی ہاتھ اسکو عالم بالا کی طرف بلند کرے اور فطرت گڑگڑا گڑگڑا کر پکار رہی ہے کہ میری دستگیری کی جائے تو پھر وہ خدا جو رحمٰن ہے بندوں کو بے ان کی محنت کے دیتا ہے اسکی صفت ربوبیت عامہ کو کب گوارا ہے اور اسکے شایان شان کیسے ہو سکتا ہے کہ اسکے بندوں کی روح اسکے لئے تڑپے اور وہ توجہ نہ کرے ولله در القائل ؎ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد + اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست جب درد موجود ہے اسکی ٹیس سے روح کو کل نہیں پڑتی تو کیوں طبیب حقیقی نہ ملے اور توجہ نہ فرمائے۔ وہ ضرور توجہ فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ۲۹-۶۹ جو ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں کہ ہم انہیں ملجائیں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں بتادیا کرتے ہیں۔

پس اسلام نے مسیحیت کی طرح انسانی ضعف اور کمزوری کو آڑ بنا کر شریعت کو لعنت اور خدا سے دور پھینکنے کا آلہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسلام فرماتا ہے کہ تمہاری فطری کمزوری اور ضعف خلقت نے ہی خداوند کریم سے تقاضا کیا کہ وہ اسکو اپنی راہیں بتائے اگر خدا نہ بتاتا تو خدا جانے انسان خدایابی کی کیسی راہیں تلاش کرتا کہاں کا کہاں بھٹک جاتا جیسا کہ وہ لوگ جنھوں نے خدا کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل نہ کیا اور اسکی دکھلائی ہوئی راہوں پر قدم نہ مارا خدا کی بادشاہت سے بالکل الگ اور بے تعلق کر دئے گئے۔

ع آنکہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

پس آیت شریفہ یرید الله ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا میں یہی بات بیان فرمائی گئی ہے کہ تم چونکہ خلقتاً کمزور ہو اور خواہش تمہاری یہ ہے کہ خدا کو پاؤ۔ مگر اس عزت و جبروت کے دربار تک اس کمزوری بے علمی کی حالت میں کیسے پہنچ سکتے ہو۔

ع کجا خدائے عزیز و من خراب کجا

اور ایسی کمزوری کی حالت میں تمہارا وہاں پہنچنے کا خیال تم پر ایک بوجھ ہے اسلئے الله تعالٰی نے تمہاری بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے تمہیں اپنی راہیں آپ بتادی ہیں ان راہوں پر قدم مارو خدا کو پالوگے اسمیں ایک اور نکتہ بھی ہے چونکہ شریعت کو بوجھ اور اسپر چلنے کو ایک سزا دی کہا جاتا ہے انسان کو ضعیف قرار دیکر اس بوجھ سے آزاد کر دیا جاتا ہے اسلئے خدا تعالٰے نے اس آیت میں بتلایا۔ کہ شریعت بڑا بوجھ نہیں بوجھ تو یہ امر ہے کہ تمہیں جس رستہ کا علم نہیں اسپر چلنے کے لئے کہا جائے

اور تم اس پر ٹھوکریں کھاتے کہیں سے کہیں بھٹک کر نکلجاؤ بھلا یہ بھی کوئی بوجھ ہے کہ تمہیں اس رستہ کے تمام پیچ وخم سے خود آگاہ کر دیا جائے بلکہ ساتھ ہی محافظ کر دیئے جائیں۔

بس اسلئے اللہ تعالےٰ نے یہاں تخفیف کا لفظ استعمال کیا جس کے معنے ہلکا کرنے کے ہیں کیونکہ باوجود خدا کے رستہ بتلا دینے کے چلنے میں بھی تو ایک تکلیف ہوتی ہے مگر وہ لوگ جو شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ بالکل آزاد ہو جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بدیہی امر ہے کہ طلب صادق میں تکالیف ضرور پیش آتی ہیں جو شخص ان تکالیف کو بھی بوجھ قرار دیتا ہے وہ طالب صادق نہیں۔ ایک کبر و غرور کا پتلا ہے کہ معمولی تکالیف کو بھی مالا یطاق جان کر گوہر مقصود کی پروا نہیں کرتا ؎

بہ نخوت ہا نمی آید بدست آں دامن پاکش ؞ کسے عزت ازو یابد کہ سوزد رخت عزت‌ہا

اسلئے ہم کہتے ہیں کہ شریعت لعنت نہیں رحمت ہے

مسیحؑ کے بیوی بچے

ایک سوال کا جواب

پارہ ۱۳ سورہ رعد کے آخر میں ایک آیت ہے ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ان کی بیویاں بھیں اور اولاد بھی اس آیت سے ایک صاحب نے استدلال کرتے ہوئے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ پھر حضرت مسیح ناصری کے بھی بیوی بچے ہونے چاہئیں چونکہ ان کے بیوی بچے نہ تھے اسلئے ضرور ہے کہ وہ پھر دوبارہ دنیا میں آئیں آکر نکاح کریں اور ان کی اولاد ہو۔

بارے مسیح کے بعینہٖ نزول کے بارے میں یہ ایک نیا سوال ہے اسکا جواب عرض کرتا ہوں۔

اوّل۔ ہم مفسرین کو دیکھتے ہیں کہ اس آیت سے وہ کیا سمجھے ہیں۔

معالم التنزیل

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک روی ان الیھود وقیل ان المشرکین قالوا ان ھذا الرجل لیست لہ ھمۃ الا فی النساء فانزل اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا ××

وما جعلناهم ملئكة لا ياكلون ولا يشربون ولا ينكحون

فتح البيان

اى ان الرسل الذين ارسلنا هم من جنس البشر هم ازواج من النساء ولهم ذرية توالدوا منهم ومن ازواجهم لم نرسل الرسل من الملائكة الذين لا يتزوجون ولا يكون لهم ذرية وفى هذا رد على من كان ينكر على رسول الله تزوجه النساء

ابن كثير

يقول تعالى وكما ارسلناك يا محمد رسولا بشريا كذالك قد بعثنا المرسلين قبلك بشرا ياكلون الطعام ويمشون فى الاسواق ويا تون الزوجات ويولد لهم وجعلنا لهم ازواجا وذرية × × قال ابو ايوب قال رسول الله اربع من سنن المرسلين التعطر والنكاح والسواك والحناء - وقد رواه ابو عيسى الترمذى × × ثم قال وهذا اصح من الحديث الذى لم يذكر فيه ابو السماك

ابن جرير

ولقد ارسلنا يا محمد رسلا من قبلك الى امم قد خلت من قبل امتك فجعلناهم بشرا مثلك لهم ازواج ينكحون وذرية انسلوهم ولم نجعل هم ملئكة لا ياكلون ولا يشربون ولا ينكحون -

یہ سب عربی عبارتیں تقریباً ہم معنی ہیں کفار نے رسول اللہ صلعم پر اعتراض کیا کہ اسکی توجہ زیادہ تر عورتوں کے نکاح کی طرف ہی رہتی ہے انہیں جواب دیا گیا کہ اس سے پہلے رسول گذرے ہیں ان کے ہاں بھی بیبیاں تھیں اولاد بھی ہوئی وہ ملائکہ نہیں تھے بشر رسول تھے ملاحظہ ہو

ترجمان القرآن

ہمنے تجھ کو ایک رسول بشر کیا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے جو رسول مبعوث کئے تھے - وہ سب بشر تھے کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے بیبیوں کے پاس آتے جاتے ان کی اولاد ہوتی ہمنے ان کو ازواج وذریت دی تھی × × اور حدیث ابو ایوب میں ہے مرفوعاً اربع من سنن المرسلين التعطر والنكاح والسواك والحناء رواه احمد والترمذی

ایضاً وھو اصح چار باتیں تمام مرسلین کی سنت سے ہیں۔ عطر۔ نکاح۔ مسواک۔ حنا۔ یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مفسرین نے حضرت عیسٰی کو اس سے مستثنٰی نہیں کیا۔ پس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مسیح ناصری کے بیوی بچے نہ تھے یہ کلیہ تو بتاتا ہے کہ ضرور تھے۔

دوسرا طرز

اب میں دوسرے رنگ میں حجت ملزمہ قائم کرتا ہوں سنئے! اللہ تعالٰی حضرت یحیٰی کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ حصور تھے ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقاً بکلمۃ من اللہ وسیداً وحصوراً ونبیاً من الصلحین۔ حصور کے معنی جو مفسرین نے لکھے ہیں ملاحظہ ہوں۔

فتح البیان

کان حصوراً وفی القاموس الحصور من لا یاتی النسآء وھو قادر علی ذلک والممنوع منھن او من لا یشتھیھن ولا یقربھن

مدارک

وحصوراً ھو الذی لا یقرب النسآء مع القدرۃ حصراً لنفسہ ای منعا لھا من الشھوات۔

تفسیر معالم التنزیل

سیداً وحصوراً۔ والحصور فی قول ابن مسعود وابن عباس وسعید بن جبیر وقتادہ رضی اللہ عنھم وعطاء والحسن الذی لا یاتی النسآء ولا یقربھن۔ وھو علی ھذا القول فعول بمعنی فاعل یعنی انہ یحصر نفسہ عن الشھوات × × ان الحصور ھو الممتنع من الوطی مع القدرۃ علیہ۔

ابن جریر

وحصوراً یعنی بذلک ممتنعاً من جماع النسآء × عن مجاھد۔ الحصور لا یقرب النسآء۔ قال سعید عن قتادہ وحصوراً کنا نحدث ان الحصور الذی لا یقرب النسآء۔

ترجمان القرآن

حصور وہ ہے جو پاس عورت کے نہ جائے۔ یہی قول ہے ابن مسعود ابن عباس مجاہد عکرمہ ابن المسیب کا۔

الغرض مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب تک نہ جائے باوجود قدرت کے اس سے ثابت ہے کہ حضرت یحییٰ کے کوئی بیوی بچہ نہ تھا پس ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک سے اگر یحییٰ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں تو عیسیٰ بھی۔

سوم ہم اس آیت پر نظر کرتے ہیں جسے معترض نے پیش کیا ہے تو ہمیں بھی یہ نہیں پایا جاتا کہ بالالتزام سبھی رسولوں کے بیوی بچے تھے کیونکہ رسل جمع کثرت ہے جس کا اطلاق الاسے زیادہ پر ہوتا ہے (یبتدئ من احد عشر ولا نهاية له) پس اگر گیارہ رسولوں کے بیوی بچے ثابت ہو جائیں تو آیت صادق آئے گی اور مفید مدعا بھی ہو گی کیونکہ کفار پر صرف یہ حجت قائم کرنا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ نے اگر نکاح کئے ہیں تو یہ امر منافی رسالت نہیں کیونکہ تمہارے مسلمہ رسول بھی نکاح کرتے رہے اور ان کی اولاد بھی تھی یہ ضروری نہیں کہ تمام رسول بیوی بچے والے ثابت کئے جائیں یہاں تو رسل ہے اگر الرسل ہوتا تو بھی کہہ سکتے تھے کہ الف لام معہود ذہنی ہے نہ کہ استغراق کا۔

پھر منطق کے رُو سے دیکھیں تو یہی جملہ مستلزم الجزئیہ ہوتا ہے دیکھئے سلم حمد اللہ وغیرہ۔ غرض جو آیت معترض نے پیش کی ہے وہ کسی صورت میں بھی مثبت مدعا معترض نہیں۔ نہ ہم پر اعتراض آسکتا ہے اگر کل رسول مراد لو۔ تو تمہارے مفسرین کے حوالوں سے ثابت ہے کہ وہ سب رسولوں کے ہاں بیوی بچے ہونے کے قائل ہیں پھر حضرت عیسیٰ کا استثناء کیسا ہے ان کے ہاں بھی ضرور بیوی بچے تھے۔ اگر کل رسل مراد نہیں تب پر اعتراض ہی غلط ہوا۔ پھر یحییٰ علیہ السلام باتفاق مفسرین عورتوں کے قریب نہیں گئے جب وہ اس کلیہ سے نکل گئے تو حضرت عیسیٰ کو بھی صرف اسلئے کہ بیوی بچے نہیں تھے نبوت سے نکالنے کی ضرورت نہیں یہ آیت ہی صورت سے معترض کے لئے مفید نہیں کہ جمع کثرت کا کل پر حاوی ہونا ضروری نہیں اور قضیہ مہملہ کل افراد کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ایک فرقہ عیسائیاں اس بات کا بعد شدومد سے قائل ہے کہ مسیح ناصری متاہل تھا دیکھو اس فرقہ کی کتب کو وہ کہتے ہیں۔ کہ مسیح کا عورتوں کو لئے پھرنا صاف ظاہر ہے کہ متاہل تھا۔ اب یہ ہی دینا اس پر اعتراض کی بلا کہاں ہے۔

نغمۂ بلبل حصہ دوم و سوم مسیح موعود کی یاد میں عاشقانہ ترانے جماعت احمدیہ کی حالت بر رنگ تغزل ایک روپیہ قیمت دونوں حصے کے ... ہیں مگر ... ہو رہے ہیں

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۶۲

انعام ع ۔ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۞ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۞ (ترجمہ)

اے نبی کہدے مکہ والوں کو بیشک میں اوپر کھلی دلیلیں کے ہوں اپنے رب کی جانب سے اور تکذیب کی ہے تمنے اسکی اور میرے اختیار میں وہ بات عذاب کی نہیں جسے تم جلدی طلب کرتے ہو۔ حکم تو اللہ ہی کے پاس ہے وہ ضرور واضح کریگا حق اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا پھر ان کو کہدے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا جو تم جلدی طلب کرتے ہو تو ضرور فیصلہ ہو جاتا (متنازعہ فیہ) کام کا جو درمیان میرے اور تمہارے ہے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالم مشرکوں کو۔

ان آیات میں بڑی زبردست پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ اول یہ کہ جو کچھ میں لایا ہوں خدا کی طرف سے ہے چونکہ تمنے اُسے جھٹلایا ہے پس اسکی سزا تمپر ضرور وارد ہوکر رہے گی وہ عنقریب سب فیصلہ کریگا درمیان ہمارے کہ کون مشرک ظالم قابل مواخذہ ہے۔

سو یہ خدا علیم الکل کی باتیں اہل مکہ پر بعینہٖ اسی طرح وارد ہوئیں جس طرح اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت فرمایا تھا۔

پیشگوئی نمبر ۶۳

انعام ع ۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ (ترجمہ) اے نبی کہدے اہل مکہ کو وہ خدا قادر ہے اوپر اسکے کہ بھیجے اوپر تمہارے عذاب اوپر کی طرف یا نیچے قدموں کی طرف سے یا چڑھا دے تم پر غیر لوگ باہر سے جو چکھا دیں تمکو مزا جنگ لڑائی کا بعض کے ہاتھوں سے۔

ان آیات میں بڑی کھلی پیشگوئی کی گئی ہے اہل مکہ کے لئے کہ تمپر عذاب آویگا سر کی جانب سے کوئی بادشاہ چڑھائی کرے یا کوئی بیرونی دشمن حملہ آور ہو۔ یا قدموں کی طرف سے زلزلہ سے زمین پھٹ جائے یا خسف ہو جائے یا تمہاری ماتحت قومیں ہمارے خلاف ہو جائیں یا ہوائیں مخالف ایسی آویں کہ لوگ پہاڑوں کے نیچے دب کر مر جائیں (مکہ میں پہاڑ بھی ہیں) یا اپنے ماتحتوں سے عذاب کا مزہ چکھیں۔ یعنے ذمیوں کے ہاتھ سے جو تسلط پا گئے ہوں۔ چنانچہ اہل مکہ پر یہ سب مصائب آئے باہر سے نبی کریم نے حملہ کیا اور مشرک خود اُن کے یعنے مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے جنکو ذلیل نذیل جانتے تھے اور اُوپر سے ملائکہ نے آکر تلوار چلائی نیچے سے قحط پڑا یعنے پیداوار کم ہوئی۔ اس طرح خدا کی بات پوری ہوئی۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

(۲۶۔ جون ۱۹۱۲ء)

حدیث یحییٰ بن بکیر۔ مدینہ میں ایک یہودی اپنا اسباب بیچنے کے لئے بازار میں گیا۔ اس نے اسباب کی قیمت ڈلوائی کسی آدمی نے اتنی قیمت بتلائی جو بہت کم تھی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ اصلی قیمت سے بہت کچھ کمہدیتے ہیں بعض تاجر بھی کمال کر دیتے ہیں کہ چار آنہ کی چیز ہو تو دو روپیہ قیمت بتلا دیتے ہیں۔ لیکن بعض خریدار بس کمال کر دیتے ہیں دس روپیہ کی چیز ہو تو آٹھ دس آنے اسکے بتلاتے ہیں ایسا ہی اسے کسی نے کہدیا تو اس نے کہا قسم ہے اسکی جس نے موسیٰ کو بشر پر فضیلت دی کسی انصاری نے یہ سُن لیا غصہ جو آیا اسنے اسے تھپیڑ مار دیا۔ اسنے جاکر نبی کریم کے پاس شکایت کر دی تب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ تمنے ایسا کیوں کیا۔ انبیاء اللہ میں سے کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔ قیامت کے دن لوگ جب بیہوش ہو جاوینگے تو سب سے پہلے میں اٹھونگا مگر موسیٰ کو دیکھونگا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں کیا احتیاط ہے۔ نبی کریم صلعم پہلے وجہ دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ کیوں تمنے ایسا کیا۔ باقی رہی فضیلت سو وہ کئی قسم کی ہے ایک جزوی ایک کلی۔ ایسی فضیلت جس میں کمال انسانی کا رنگ نہ ہو۔ وہ بیشک آنحضرت صلعم پر

دوسرے کو ہو سکتی ہے جیسے ایک لوہار کوئی کام کرسکتا ہے لیکن نبی کریم صلعم ایسا نہیں کر سکتے تھے تو اسمیں وہ لوہار آپ سے بڑھا ہوا ہے حضرت عباس سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلعم۔ تو آپنے جواب دیا کہ نبی کریم صلعم مجھ سے بڑے ہیں۔ ہاں عمر میری آپ سے زیادہ ہے آنحضرت صلعم کی فضیلت بھی ظاہر فرمادی اور سوال کا جواب بھی دیدیا پس عمر میں آپ پر حضرت عباس کو فضیلت تھی۔

غرض ایسی فضیلت جس میں نبوت کا کمال یا انسانی کمال نہ ہو۔ اسمیں آپ پر دوسروں کو فضیلت ہو سکتی ہے مگر ایسا کام جسمیں کمال نبوت ہو۔ یا کمال انسانیت ہو۔ اسمیں آپ پر کسی کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

یونس بن متی کو ایسی فضیلت ملی کہ اور کسی نبی کو نہیں ملی اور وہ یہ کہ چونکہ انہیں تکلیفیں بہت اٹھانی پڑیں اسلیئے اللہ تعالےٰ نے ان پر یہ انعام کیا کہ ان کی ساری قوم ان پر ایمان لے آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی فضیلت ایسی ہی ہے جسمیں کمال نبوت نہیں اسمیں نبی کریم نے نصیحت بھی فرمادی یہ کہ جھگڑے سے بچتے رہنا چاہیئے ایک یہودی یا ایک عیسائی کب کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ یا عیسیٰ سے دوسرا کوئی نبی افضل تھا۔

یہاں ایک لطیف اشارہ فرمادیا ہے کہ اکون اول من یبعث میں سب سے پہلے اٹھونگا مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو پہلے دنیا میں ایک مرتبہ اس بیہوشی میں سے گزرنا پڑا تھا اسلیئے وہ بیہوش نہ ہونگے۔ یہ کہ بیہوش نہ ہونگے یہ کوئی کمال نبوت یا کمال انسانیت نہیں۔

اس سے آپکی مراد فساد کو روکنا تھا اور ادب سکھلانا نہ یہ بتانا کہ آپ حضرت موسیٰ سے افضل نہیں۔ افضل تو آپ سب انبیاء سے ہیں ❖

ظہور المہدی اگر آپ چاہتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے تمام عقاید سے بالدلائل واقف ہوں۔ اور ان تمام آیات قرآنی واحادیث کا علم ہو جائے جس سے ایک احمدی اپنی صداقت پر استدلال کرتا ہے تو صرف اس کتاب کا پڑھنا کافی ہوگا جس کا حجم ۳۵۲ صفحے نہایت گنجان لکھی ہی دو روپے میں ملتی ہے صرف چند جلدیں باقی ہیں ایسی ضخیم کتاب قیمت ہی سے پھر چھپیگی پھر جسے ضرورت ہے وہ ابھی خرید لے ورنہ پھر خدا جانے چھپے یا نہ چھپے جس میں مصنف نے پہلے تو صرف حضرت اقدس کے دعویٰ متعلق دلائل لکھے اسمیں تمام عقائد اسلامیہ پر بحث ہے اس طرز کی کوئی اور کتاب اسوقت سلسلہ میں موجود نہیں تشحیذ قادیان سے منگوائیے

کتابیں جو دفتر تشحیذ قادیان سے مل سکتی ہیں

دس روپے قیمت خریدار کو محصول ڈاک معاف

صداقت کی روشنی ۱۲ الاتشحیذ ۱۲ ار البرق ۴ر طبیب روحانی ۲ر مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۔ ر الوصیۃ پر نظر
خصوصیات مسیح موعود ا ر بلوغ المرام ۲ ار حقیقت نزول المسیح پنجابی ۱ ار درثمین ۹ ر درثمین اردو قسم دوم ۳ر
درثمین اردو فوٹو والی ۸ ر واقعہ صلیب عہ ر صداقت مریمیہ عہ ر ظہور المہدی عہ نغمہ اکمل حصہ دوم سوم ۲ ر ا
ہدایات دربارہ معاملات ۲ ر البلاغ المبین ا ر ادعیۃ القرآن ۲ ر مکتوبات احمدیہ جلد اول دوم سوم
نشان رحمت ا ر ضرورت زمانہ ۸ ر اسلام کی پہلی کتاب ۴ ر محمد رسول اللہ ۱ ر معیار حق ۔ ر
لیکچر مہر سنگھ ۲ ر ترجمہ انگریزی حصہ اول ۲ ر حصہ دوم ۳ ر پرانی تحریریں حضرت مسیح موعود ۲ ر
الاسماء الحسنیٰ ۵ ر الموعظۃ الحسنہ ۲ ر سلک مروارید حصہ اول ۴ ر مجربات نورالدین حصہ اول دوم سوم
تفسیر القرآن جزو اول عہ ر ترجمۃ القرآن از نمبر ۲۷ تا ۲۹ عہ ر حقیقت نماز عہ ر النصح ۲ ر ریویو پر تحفہ سالانہ
البشریٰ حصہ اول ۔ دوم ر مکاشفات عہ ر آثار مبارکہ ا ر نماز مترجم ۔ ر قدامت روح و مادہ ۴ ر
اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے ۲ ر ضرورت نبی ا ر خطبات نور حصہ اول ۸ ر دوم ۱۰ ا ر چمکار محمدی
چمکار مہدی ا ر وفات نامہ مولوی عبد الحی مرحوم ا ر انوار مہدی ۔ ر کلام محمود ۴ ر امۃ الحفیظ کی آمین
مباحثہ امرتسر ۲ ر قرآن شریف حیدر آبادی سے ر پیغام حق ۴ ر مباحثہ شملہ ۳ ر نبی کی پہچان ا ر
انوار خلافت ۱۰ ر القادر ربانی ۲ ار عصمت انبیاء ۲ ر ذکر الہی ۱ ر غلامی ۳ ر لیکچر سیالکوٹ ۲ ر چشمہ
مسیحی دوسرا ایڈیشن ۳ ر شدھی کی شدھی ۶ ر قصیدہ محمدیہ ۔ ر گذشتہ فائل تشحیذ ۱۹۱۲ء عہ ر فائل تشحیذ مجلد
کسر صلیب ا ر کسر صلیب ۳ ر شعب خستگی ا ر سہ وصل حبیب ر صراط مستقیم ۲ ر بہشتی کتب ۲ ر مخمس سلیم ۲ ر
سر الشہادتین ا ر دافع البلاء ر حل چیستان مرزا کا جواب ا ر شیر کا سعد ا ر

سرمہ نور عہ ر عرق کافور بہار فی تولہ امراض تخمہ ۔ ہیضہ اسہال وغیرہ کے لئے مفید ہے

مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں ۱۲ ر درمیانی ۱۲ ار خورد ۲ ر تمام ناسوروں ۔ خنازیر دنبل وغیرہ کے لئے مفید ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں۔ کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے **قیمت فی شیشی ۱۲/** محصولڈاک ۴/ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ محصولڈاک دس آنہ ۱۰/

Digitized by Khilafat Library

قوت کی گولیاں

۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسٹکنیا۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغز ریڑھ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعوی رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ڈھلتے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک اسے ۴ شیشی تک ۵/

دیکھئے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے تیس گولیاں منگائیں اسکے بہدف اثر اور فوائد پہ نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے ۵ ر رکھنی چاہئے تھی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
استہزاء رسولوں کے صدق کا نشان		اکمل
رسول کریم کی بعثت ثانی	۱ – ۶	״
ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کا جواب	۷ – ۳۱	مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
بشارات القرآن	۳۲ – ۳۴	مولوی احسان الدین صاحب نارووال
درس الحدیث	۳۵	اکمل
تصوف	۳۶	״

قیمت سالانہ عہ علاوہ محصول ڈاک

غیر ممالک سے ...

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

ماہ نومبر کا رسالہ حاضر ہے

معزز بھائیو! ۱۱ ماہ کے رسالے پورے ہو چکے صرف ایک اور رسالہ باقی ہے ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور آپکو کیا معلوم کن مشکلوں سے کیا اور یہ مشکلات بھی بے ادبی معاف! آپ ہی کی ڈالی ہوئی ہیں کیونکہ بعض احباب نے کئی سال سے اور اکثر نے اس سال چندہ سالانہ ادا نہیں کیا ہم تو تقاضا کر کے بھی تھک گئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی تک اگست کے اخراجات بھی ادا نہیں ہوئے کیا آپ مہربانی فرما کر اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائینگے اور اپنا بقایا صاف کرتے ہوئے کم از کم تشحیذ کے لئے دو دو خریدار مہیا کرینگے کیونکہ موجودہ خریدار اگر سب کے سب بھی قیمت ادا کر دیں تو بھی سالانہ اخراجات کے لئے کافی رقم نہیں آتی میں نے بہت سوچا۔ مگر یہ معما حل نہ ہو سکا کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے اور عین ضرورت کے مطابق سمجھا جاتا ہے اسی لئے ہر رسالہ کے شائع ہونے پر بہت سے خطوط بھی تعریف سے بھرے ہوئے آجاتے ہیں اور اکثر مبلغین سلسلہ بھی اسی سلسلہ کو اپنا تبلیغی حربہ سمجھتے ہیں باینہمہ اسکے خریداروں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ معلوم میرے دوستو! اگر تو حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح کے لگائے ہوئے پودے کو یاد رکھنا ہے تو پھر ایک مجموعی کوشش کرو ورنہ یکدم ایک فیصلہ کر دو۔ یہ درمیانی حالت کب تک رہیگی رسالہ میں کوئی نقص ہے تو فرمائیے اسکی اصلاح کی جائے یہ کیا بات ہے کہ رسالہ بھی اچھا مضامین بھی مفید ضرورت کے وقت اسی کی تلاش مگر قیمت مانگو تو کچھ نہیں خریدار مستقل بنانا چاہو تو گنجائش نہ دو میں نے جو حالت ہے صاف صاف عرض کر دی حضرات ممبران انجمن تشحیذ بھی توجہ فرما دیں۔

اخیر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالت سے تشحیذ کو نکالنے کے لئے ان کتابوں کا خرید لینا بھی ایک قسم کی مدد ہے جنکا اشتہار ستمبر کے رسالہ میں ہو چکا ہے بالخصوص بیوی کی تعلیم۔ اور چند کار آمد حوالے (جو مناظرہ میں آپکو بڑی مدد دینگے) ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے احمد بیگ کی پیشگوئی ۱۰/ فی جلد کے حساب سے متعدد جلدیں منگوا کر تقسیم کریں۔ حیدر آبادی مترجم قرآن شریف تین روپے (۳ر) کو منگوائیں جو در اصل حضرت خلیفۃ اول کے نوٹس سے ماخوذ ہے اور اسمیں وہ سب کچھ آگیا ہے جو سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں سنہ ۱۹۱۲ء سے پہلے موجود تھا۔

نغمہ اکمل حصہ دوم و سوم ۳/۰ سے ملتا ہے۔ (ملنے کا پتہ مینیجر تشحیذ قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء

ہم اور ہمارے معترضین

استہزاء رسولوں کے صدق کا نشان ہے

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اور اس پر ہم علیٰ وجہ البصیرۃ قائم ہیں جب تک اس دنیا سے گزر جائیں یہ عقیدہ کسی الحاد یا تقلید کی بنا پر نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے ہم اس کے لئے اتنے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ رکھتے ہیں کہ کسی میدان میں شرمندہ نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے مولیٰ میرے ہادی کے ہاتھ پر اسقدر نشاناتِ صداقت ظاہر ہوئے کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔

منجملہ ان نشانات کے ایک یہ بھی ہے جو اس آیت قرآنی سے مستفاد ہے مَا یَأْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ؕ بیشک دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں حقیر سمجھا جاتا ہے انسان سے تمسخر و استہزاء ہوتا ہے مگر اس حرکت کے مرتکب علی العموم ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں پس خدا کے رسولوں کا یہ نشان ہے کہ ان کے مقابلہ پر متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ شخص بھی استہزاء سے کام لیتا ہے دیکھئے سر سید کیسی زبردست شخصیت کے بھاری بھرکم آدمی تھے وہ بھی ہمارے حضورؑ کے دعوے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے اور جب ہوئے تو آپ نے

ایک تمسخر انگیز پیغام بھیجا جو ان کی شان سے بالکل بعید تھا مگر کیا کرتے رسولوں کے مقابل میں متانت اور سنجیدگی اسی طرح جواب دے جایا کرتی ہے۔ ایسا ہی بعض ہیں جو انگریزی یا عربی کی سند فضیلت رکھتے ہیں کئی کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں مشہور انشا پرداز ہیں یہ بھی دعوے ہے کہ کتاب سنت سے واقف ہیں بلکہ اس پر عامل۔ مگر سلسلہ احمدیہ پر جب کچھ لکھینگے تو متانت اور سنجیدگی کو یکدم جواب دے کر بالکل ایک ٹھٹھول آدمی بنجائینگے۔ ظرافت ایک امر چیز ہے استہزا و تمسخر اور چیز مجھے نہ تو ان کی مخالفت کا شکوہ کیونکہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا اسے وہ خلاف کتاب و سنت سمجھتے ہیں تو ان کا حق ہے کہ وہ اسکی مخالفت کریں۔ اور نہ ان کی انشاپردازی کا خوف مگر یہ کیا شرافت ہے کہ علم کی بات تو کچھ بھی نہ ہو محض سفیہانہ مکالمہ۔ (ایڈیٹر)

رسول کریم کی بعثت ثانی

آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منہم یتلوا علیہم ایاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم کے معنے پر غور نہیں کرتے۔ اور ہم جو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول کریم کی بعثت ثانیہ ضروری ہے۔ اس پر استہزا کرتے ہیں اور ہمیں رجعت حلول اور تناسخ کے مشرکانہ تصورات کا سبق خوان بناتے ہیں۔

حالانکہ ہم عقیدہ حلول و رجعت بجسدہ و تناسخ کو ایک مشرکانہ عقیدہ سمجھتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو ہرگز مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس آیت کی تفسیر اپنی مسلّمہ تفسیروں ہی میں دیکھ لیں سب نے یہی لکھا ہے جو نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں۔

"واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم مجرور ہے امیین پر معطوف ہے یعنے بھیجا اس نے امیوں میں ایک رسول یعنی پیغمبر وہ امی جو اسکے زمانے میں تھے۔ اور بھیجا اس کو ان میں کے دوسروں میں وہ اس وقت ان سے لاحق نہیں ہوئے اور بعد کو ان سے لاحق ہونگے۔

یا منصوب ہے یعلمہم کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے ای یعلمہم ویعلم

اٰخرین منہم یا معطوف ہے یزکیہم کے مفعول پر یعنی یزکیہم و یزکی اٰخرین"

بیان مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ تمام مفسّرین نے و اٰخرین کا عطف یا تو امیّین پر ڈالا ہے۔ یا ھم ضمیر منصوب پر پہلی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ بعث فی الامیّین و یبعثہ فی اٰخرین منہم یعنے امیّین میں آنحضرت کو مبعوث کیا اور پھر مبعوث کریگا ان کو آخرین میں۔

دوم۔ یہ کہ آنحضرت امیین پر آیات پڑھتے ہیں ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں۔ انکا تزکیہ کرتے ہیں . . . .

. . . . . . اور پھر آنحضرت آخرین پر آیات پڑھینگے اور ان کا تزکیہ کرینگے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائینگے۔ بس یہی دو ترجمے ہیں جو اس آیات کے حسب قواعد صرف و نحو ہو سکتے ہیں۔ اب ان ترجموں کی تاویلیں مختلف ہیں بعض نے تو صرف یہی کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی ہے کہ رسول اللہ بالقوۃ آنے والی امتوں کے معلّم ہیں کیونکہ آپ ہی کے سکھے ہوئے سکھائینگے بعض نے اس حدیث کی بنا پر کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ نے یہ آیت پڑھی تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ من ھؤلاء (یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟) حضور نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ ان میں سے وہ رجل یا رجال ہونگے یہ کہدیا کہ اہل فارس مراد ہیں حالانکہ یہ دونوں تاویلیں باطل ہیں۔ اسلئے کہ اٰخرین منہم فرمایا ہے اٰخرین من الامۃ نہیں فرمایا یعنی قرآنمجید نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کرام ہی میں سے ہونگے یہ نہیں فرمایا کہ صحابہ سے بعد قیامت تک آنے والے تمام لوگ دوم جب تمام لوگ مراد لئے جاتے ہیں تو پھر حدیث میں اہل فارس کی تخصیص کیسی ہے۔ اور ان سے فیضان محمدی مخصوص کیوں ہے۔ سوم پوچھنے والے نے تو پوچھا کہ من ھؤلاء۔ اور جواب دیا جاتا ہے کہ رجل من فارس۔ معترض کے عندیہ کے مطابق تو یہ جواب ہونا چاہئے تھا کہ وہ تمام جو صحابہ سے قیامت تک آئینگے مگر رسول صلعم نے یہ جواب نہیں دیا پھر قرآن مجید میں بھی منہم فرمایا من الامۃ نہیں فرمایا۔ اس سوال کو نہ مفسّرین حل کر سکے ہیں نہ کوئی الا ہیسویں صدی کا مفسّر آئے میں سمجھاؤں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ تقریر عبارت حسب قواعد صرف و نحو دو ہی طور پر ہو سکتی ہے جن دونوں قول میں یہ لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک گروہ پھر ایسا ہو جو صحابہ کرام کا مثیل ہو۔ اور صحابی آدمی کسی صورت میں بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ کسی نبی کی صحبت سے مستفیض نہ ہو۔ یا کم از کم اسکے زمانے میں ایمان نہ لائے۔ ادہر آیت بھی یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت آخرین کا بھی تزکیہ فرمائینگے۔ ان کو کتاب و حکمت سکھلائینگے۔ جیسا کہ امیین کا تزکیہ کیا اور ان کو کتاب و حکمت سکھائی۔ ادہر از روئے اسلام عقیدہ حلول یا تناسخ بھی باطل ہے۔ پس سوائے اسکے چارہ نہیں کہ ہم ایمان لائیں کہ آنحضرت کی روح نہیں بلکہ روحانیت آپکے ایک فیضیافتہ کے ذریعے ظاہر ہوگی۔ جو آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو۔ اور خلق اور خو اور رحمت اور ہمدردی خلائق میں حضور علیہ السلام کے اسقدر شدید مشابہت رکھتا ہو کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ پر پہنچکر گویا وہی بن گیا ہو۔ یعنے جن کمالات کی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنے وہی کمالات اسمیں موجود ہوں۔ چنانچہ وہ حدیث بھی اس آیت کی تشریح کرتی ہے کہ جب اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو حضور کے بعد صحابہ کرام کا مرتبہ پائینگے (آخرین سے مراد اگر تا قیامت ہونے والے مسلمان لئے جائیں تو سوال ہی مہمل ہے اسکے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی یہ تو ہر مومن کو علم تھا۔ کہ قیامت تک مسلمان ہوتے رہینگے اور اسلام زندہ رہے گا۔ پس من ہم لما کے کیا معنے؟) اور یہ سوال اس کا بجا تھا کیونکہ یوں تو تا قیام قیامت مسلمان ہوتے رہنے تھے اسے تو صرف یہ دریافت کا شوق تھا۔ کہ ان تمام آنے والے مسلمانوں میں سے صحابہ کرام کا مرتبہ پانے والا گروہ کون ہے تو اب چونکہ وہ گروہ کسی خاص ملک میں محدود نہیں ہونا تھا۔ بلکہ تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانہ میں اسکا ظہور تھا۔ کوئی امریکہ کا تو کوئی لنڈن کا کوئی چین کا کوئی جاپان کا۔ اسلئے آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمادیا۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یعنے اس فریق کا پتہ پوچھتے ہو۔ جو صحابہ کرام کا مرتبہ رکھنے والا ہے تو وہ وہ فریق ہے جس میں رجل من فارس مبعوث ہوگا۔ رجل من فارس۔ اس قوت قدسیہ کا انسان ہوگا کہ ایمان کو ثریا سے لانے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ یعنے اسمیں وہی کمالات ہونگے جو مجھ میں ہیں۔ کیونکہ گم گشتہ ایمان کو تو

حضور ہی آسمان سے لائے تھے۔ یہ کہنا کہ لو امکانی شرط ہے یہ کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کثرت سے اطلاع دی گئی ہے کہ ایک زمانہ میں ایمان۔ علم۔ قرآن۔ اسلام دنیا سے اٹھایا جائیگا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کا باب العلم آخری حصہ

۱۔ یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ۔ یہ حضرت علی نے رسول اللہ سے روایت کیا (۲) ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا والعلم سینقبض ویظھر الفتن علم اٹھایا جائیگا اور فتنے ظاہر ہو جائینگے۔ پھر چونکہ آپ جیسے دانشمند بھی امت محمدیہ میں موجود تھے جو کہہ سکتے تھے کہ قرآن کب اٹھایا جائیگا وہ تو ہمارے سامنے موجود ہے اسلئے حضور کے ایک صحابی نے رسول کریم کی زبان سے ذالک عند اوان ذھاب العلم (یہ علم کے اٹھایا جانیکے وقت ہوگا) سُن کر یہ سوال کیا۔ کیف یذھب العلم ونحن نقرء القرآن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیمۃ۔ تو حضور نے جواب دیا ثکلتک امک ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاریٰ یقرؤن التوراۃ والانجیل لا یعملون بشیئ مما فیھما یعنے یہود و نصاریٰ کے پاس تورات و انجیل ہے وہ اسے پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں پس اسی طرح قرآن و اسلام اٹھایا جائیگا یعنی لوگوں میں ایمان نہیں رہیگا۔ مسلمان کہلائینگے مگران میں ایمان نہیں ہوگا۔ جمہور علماء امت کا یہ مذہب ہے کہ ایمان قرآن اسلام۔ امت محمدیہ سے ضرور اٹھایا جائیگا۔ اور یہ مسیح و مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ سو یہی وہ وقت ہے جبکہ تمام اخبارات والے اور واعظ یکزبان کہہ رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے یعنی وہ خود مانتے ہیں کہ ہم میں ایمان نہیں رہا سو رجل من فارس کے ظہور کا بھی یہی وقت تھا چونکہ احادیث میں دوسرے مقام پر اسی رجل من فارس کو مسیح اور مہدی بھی فرمایا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ رجل من فارس ہی مسیح موعود ہوگا۔ اور وہی آنحضرت صلعم کے رنگ میں رنگین آپکی قوت قدسیہ کا حامل مبعوث ہوگا۔ تا اپنے ماننے والوں کو پھر اللہ کی آیتیں سنائے ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے۔ الحمد للہ کہ ہمنے وہ رجل من فارس وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا جسنے اس سحر

آیات اللہ سنیں ہمارا تزکیہ اس نے کیا۔ اسنے ہمیں کتاب کا علم دیا حکمت سکھائی۔ جنھوں نے اپنے ہادی کو نہ پہچانا ان پر افسوس۔ اب بھی ان کے لئے وقت ہے کہ حدیث میں رجال من ھٰؤلاء بھی آیا ہے جسمیں یہ اشارہ ہے کہ اس رجل من فارس کی ذریت طیبہ سے اور بھی کچھ خدا کے برگزیدہ قائم کئے جائینگے۔ تا آنحضرت کی بعثت ثانی کا مشن پورا ہو۔

دریاب گر صاحب دلی غافل مشو گر عاقلی
شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کا جواب

سوال اوّل۔ الہام انت منّی و انا منک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا کا باپ ہونے کا دعویٰ تھا۔

جواب۔ کاش اس الہام پر کچھ لکھنے سے پہلے معترض صاحب صحیح بخاری تلخیص الصحاح اور تفسیر کبیر کے مفصلہ ذیل مقامات کو دیکھکر انت منی و انا منک کے مطلب اور محل استعمال کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے دیکھو صحیح بخاری کتاب الصلح کی حدیث ذیل قال النبی صلعم لعلیؓ انت منی و انا منک وقال لجعفر اشبھت خلقی وخلقی وقال لزید انت اخونا و مولٰنا۔

پھر دیکھو صحیح بخاری کتاب المناقب کی حدیث ذیل۔ قال النبی صلعم لعلی انت منی و انا منک

پھر دیکھو تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فضائل الصحابۃ کی حدیث ذیل۔ ..... قال صلعم ھل تفقدون من احد قالوا لا قال لکنی افتقد جلیبیا فطلبوہ فوجدوہ الی جنب سبعۃ قد قتلھم ثم قتلوہ فاتاہ النبی صلعم فوقف علیہ ثم قال قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھٰذا منی و انا منہ۔ ھٰذا منی و انا منہ۔

پھر تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فی فضل جماعات متفرقۃ فصل فی فضل قبائل مخصوصۃ من العرب کی حدیث ذیل کو ملاحظہ کیجئے۔ قال رسول اللہ صلعم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو وقلّ طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد

ثم اقتسموہ بینہم باناء واحد بالسویۃ فہم منی وانا منہم

پھر تفسیر کبیر تالیف امام رازی کی تفسیر آیت المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض کے نیچے پڑھو۔ جو سورہ توبہ پارہ نمبر ۱۰ میں ہے جہاں امام رازی لکھتے ہیں۔ فقال المنافقون والمنفقت بعضہم من بعض ای فی صفۃ النفاق کما یقول الانسان انت منی وانا منک ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ۔ علاوہ اسکے قرآن کریم کی آیت فمن لم یطعمہ فانہ منی اور آیت فمن تبعنی فانہ منی کو بھی ملاحظہ کرو۔ اگر آنحضرت کے ارشاد انت منی وانا منک اور ھذا منی وانا منہ اور فہم منی وانا منہم۔ اور امام رازی کا حوالہ مذکورہ بالا کے معنے کئے جائیں تو آنحضرت کو آپکے اقوال میں حضرت علی۔ حضرت جلیبیب اور اشعری لوگوں کا بیٹا بھی ماننا پڑتا ہے اور باپ بھی۔ کیا معترض صاحب آنحضرت کے ان الفاظ سے وہی مراد سمجھینگے جو حضرت مسیح موعود کے الہام کے متعلق آپکو خدا کا بیٹا اور باپ قرار دینے میں سمجھی۔

یہ الہام تو بطور ذب کے ہے جب مخالفوں نے آپکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ جھوٹا مجدد اور مسیح اور مہدی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ مفتری ہے تو خدا تعالےٰ نے بطور ذب ان کے جواب میں آپ کو انت منی فرما کر تسلی دی کہ تو جو کچھ بھی ہے مہدی یا مسیح اپنے دعوے میں مفتری نہیں بلکہ مجھ سے ہے پھر جب مخالفین نے کہا کہ یہ دجال ہے مجدد ہے مفتی ہے۔ خدا تعالےٰ اور اسکی معرفت اور قرب کا ذریعہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالےٰ نے بطور ذب وانا منک فرمایا کہ میں تجھ سے یعنے تیرے ہی ذریعہ کسی کو مل سکتا ہوں۔ تیرے سے بغیر میری معرفت اور میرا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے امام رازی نے فقرہ انت منی وانا منک کے معنی کئے ہیں ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ یعنے جب کوئی شخص اس فقرہ کو مخاطب سے بولتا ہے۔ تو محاورات عرب کے رو سے اسکے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا امر اور مقصد ایک ہی ہے جسمیں کوئی بھی فرق اور مباینت نہیں۔ اب ان معنوں کے رو سے الہام کا یہ مطلب ہوا کہ تیرا اور میرا امر اور مقصد ایک ہی ہے یعنی یہ کہ تجدید دین اور حمایت صدق اور تائید اسلام ہو۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا۔ آپکی تقریروں تحریروں تصنیفوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی آپ مصلح عالم اور مجدد دین اور مؤید اسلام تھے۔ پھر آپکے مشن اور سلسلہ کے

حالات اور کاروبار پر نگاہ ڈالنے سے بھی ہر ایک عقلمند بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اسکا مقصد بھی بجز اسکے نہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام ہو۔

سوال دوم۔ الہام انت منی بمنزلۃ اولادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خدا کے بیٹے تھے۔ اور یہ خلاف ہے لم یلد ولم یولد کے

جواب۔ معترض صاحب نے اپنی لاعلمی کے باعث الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کو پیش کیا ہے۔ کاش ایسی علمی کمزوری دکھانے سے پہلے سورۂ آل عمران کی آیت ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ ایات محکمات ھن ام الکتب واخر متشابہات ہی پڑھ لیتے۔ تا معلوم ہو جاتا کہ خدا کا کلام علاوہ محکمات کے متشابہات کی قسم سے بھی ہوتا ہے۔ اور متشابہات ہمیشہ مأوّل اور قابل تاویل ہوا کرتے ہیں۔ اور گو ان کا ظاہر پر محمول ہونا محکمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت کے رو سے وہ محکمات کے ہم معنی اور انکی تائید میں ہوتے ہیں مثلاً الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کو نص صریح اور محکم آیات لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے خلاف قرار دیکر قابل اعتراض ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ یہ الہام از قبیل متشابہات ہے اسلئے مأوّل اور قابل تاویل ہے جیسے محکمات کی طرح ظاہر پر محمول سمجھکر اعتراض کرنا کسی ذی علم اور صاحب عقل کا کام نہیں ہو سکتا بجز ایسے انسان کے جو اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرے یا اپنی شرارت سے پھر جب اس الہام کو خود ملہم متشابہات سے قرار دیکر اسکے اس مطلب کو دور از حقیقت و خلاف صواب پیش کر رہا ہے۔ جو اسکے ظاہر پر محمول کرنے سے متبادر الی الذہن ہوتا ہے۔ تو اب خلاف منشاء ملہم و متکلم دوسرے کا کیا حق ہے؟ جو اپنی طرف سے ایسے معنے کر کے پبلک کو مغالطہ اور بدظنی میں ڈالے جو دیانت اور امانت کے سراسر خلاف ہیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے الہام اور کلام میں کسی کو ابن یا ولد کے لفظ سے مخاطب کرنا اسکے موحد اور خالص بالتوحید ہونے کے معنوں میں ہوتا ہے اسلئے کہ بیٹا اپنے باپ کو باپ کی ابوت کی حیثیت میں واحد لاشریک مانتا ہے اور باپ کے ساتھ اسکی ابوّت کی حیثیت میں کسی کے شریک کرنے کو اپنے لئے اور اپنی ماں کے لئے سخت گالی اور ہتک اور ذلت

سمجھتا ہے اور اپنے والد کے لئے ہر وقت اپنے تئیں موحّد ہونے کی حیثیت میں پیش کرنے کے لئے طیار رہتا ہے اسی نہج پر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرًا فرما کر لوگوں کو توحید الٰہی کے لئے غیرت مند ہونے کی طرف توجہ دلائی کہ لوگو! تم جس طرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ اللہ کو بھی اسی طرح یاد کیا کرو۔ یعنی جس طرح اپنے باپ کو ایک سمجھتے ہو۔ اور ایک مانتے ہو اور اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے میں غیرت دکھاتے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مان کر اسکی توحید کے لئے غیرت دکھایا کرو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ باپ سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے غیرت دکھاؤ۔ اس ارشاد واجب الانقیاد کے نیچے قدسی محاورات میں ابن اللّٰہ اور ولد اللّٰہ کے معنی ہوئے موحّد انسان جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایسی غیرت دکھانے والا ہو کہ گویا خدا کا بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے لئے موحّد ہوتا ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کے منشا کے نیچے تورات میں یعقوب وغیرہ مقدسوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی بنا پر انجیل میں مسیح اور سب راستبازوں اور صلحکاروں کو خدا کے فرزند کہا گیا اور یہی مطلب ہے حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور الہام انت منی بمنزلۃ ولدی کا۔ فافہم و تدبر۔ امید ہے کہ اب الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کی حقیقت کو سمجھ لیا ہوگا۔ جس کا صرف یہ مطلب ہے کہ تو اسوقت مجھ سے ان تمام پہلے راستباز رسولوں اور نبیوں کے قائم مقام ہے جو میرے اور میری توحید کے لئے ایسے غیرت مند تھے کہ گویا وہ میرے بیٹے تھے۔ اس الہام میں خدا وسب پہلے رسولوں کو کہا گیا ہے جو خدا کی توحید کے لئے غیرت مند ہونے کی وجہ سے استعارہ کے طور پر بیٹے کہلائے اور الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور حضرت مسیح موعود کا دوسرا الہام یعنی جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء ان دونوں الہامی فقروں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اور یہ دونوں فقرے آیت اذا الرسل اقتت کی الہامی تفسیر ہیں فقرہ اول متشابہات کے رنگ میں ہے اور فقرہ دوم محکمات کی صورت میں۔

اب بتلائیے ان الہامی الفاظ پر اعتراض کیا ہو۔ کیا ان کو قابل اعتراض قرار دینے سے معترض کی اپنی جہالت اور غلط فہمی کا اظہار نہیں ہوتا۔ نکتہ چین احمدیت شمس کی بلا بحث

سوال سوم حدیث انّ اللہ یبعث ھٰذہ الامۃ الخ تو ہے ہی وضعی اسے بطور حجت پیش کرنا مرزائیوں ہی کا کام ہے۔

جواب یہ عجیب بات آپ نے کہی کہ مجدد والی حدیث ہی سرے سے وضعی ہے جو پیچھے سے بنائی گئی اور جن لوگوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا وہ کسی اصل صحیح کی بنا پر نہیں کیا۔ یونہی عیارانہ ڈھب تھا۔ گویا جس قدر آج تک مجددیت کے دعوے والے بزرگ گزرے ہیں جیسے امام غزالی۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ سید احمد بریلوی وغیرہم یہ سب مفتری تھے اور ان سب کا دعویٰ محض لغو اور باطل کی بنا پر تھا۔ حالانکہ یہ وہ صحیح حدیث ہے کہ جس کی خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت کی تصدیق کے علاوہ قرآن کریم سے خدا تعالیٰ کی قولی شہادت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھو سورہ نور کی آیت ذیل وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا۔ یہ آیت شریفہ ہے جس کے نیچے مجددیّت کی حدیث بیان کی گئی۔ اور الہام اور وحی سے بیان کی گئی۔ آنحضرت کا انّ اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ کا فقرہ فرمانا آیت موصوفہ کے فقرہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے معنوں میں ہے کیونکہ آیت کے فقرہ مذکورہ میں بیان کیا ہے کہ خدا نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور حدیث کے فقرہ مذکورہ میں بتایا ہے کہ وہ آیت والا وعدہ اس طرح سے ظہور میں آئیگا۔ کہ اس وعدہ کے مطابق خدا تعالےٰ نے اس امت کے لئے کہ جس کو آیت میں الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا رہیگا۔ جو دین اسلام کے باغ کی موسم بہار کی طرح تازہ بتازہ برکات سے تجدید فرمایا کرینگے۔ پھر آیت میں لیستخلفنھم فرمایا ہے تو حدیث میں لفظ یبعث کے متعلق من یجدد کا فقرہ بیان کیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ خلفاء کو ہی دوسرے لفظوں میں مجدد کہا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین۔ یعنی جب تک میں زندہ ہوں میرے طرز عمل پر چلو۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بعد میرے خلفاء کے طریق پر چلو۔ جو راشدین اور مھدیین ہیں۔ راشدین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بلا فصل آپ کے بعد خلافت راشدہ کی مسند پر بیٹھے

والے ہونے اور مہدیین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بالفصل صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مبعوث ہونے والے تھے۔ اب ایک طرف وعدہ کو مومنوں کے متعلق بیان فرمانے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب تک مومنوں کا وجود دنیا میں رہیگا یعنی قیامت تک یہ وعدہ عام مومنوں سے ہے نہ یہ کہ کسی خاص زمانہ تک اور خاص زمانہ کے مومنوں سے اور دوسری طرف حدیث میں بیان کر دیا کہ آنحضرت کے بعد اسوہ حسنہ کی ضرورت ہے۔ جس کو پورا کرنیکے لئے خلفاء کی بشارت دی۔ جو قیامت تک کے لئے ہے نہ کسی خاص زمانہ اور خاص لوگوں کے لئے پھر اس بشارت کے مطابق آجتک ہر صدی میں خدا کی طرف سے ایسے خلفاء مبعوث ہوتے رہے اور مومن لوگ اور طالبان حق دولتِ قبولیت سے مرفت بہی ہوتے رہے۔ ہاں شریر بھی اپنی خباثت سے باز نہیں آئے۔ اور انکار اور تکذیب کے لئے طرح طرح کے مکر دن۔ فریبوں اور حیلوں سے عجیب عجیب راہیں پیدا کرتے رہے۔ سو معترض کا انکار صرف حدیث مجدد تک نہیں بالکل قرآن سے بھی انکار ہے کیونکہ حدیث آیت کے معنوں میں اسکی سچی تفسیر ہے جو آنحضرت کی زبان وحی ترجمان سے بیان ہوئی جس کا انکار ایک مسلمان سے نہیں ہو سکتا۔

سوال چہارم ۔ وفات مسیح کے متعلق کثیر آیات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب نے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے کیوں استدلال کیا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۶ آیت ۲۲

جواب (۱) کثیر آیات کے ہوتے ہوئے ان کو ترک کر کے آیت موصوفہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ کثیر آیات کو بھی ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ آپنے اپنے سوال میں آیت موصوفہ کا نمبر ۲۲ خود نقل کر کے اسبات کو تسلیم کر لیا کہ آیت موصوفہ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے اکیس آیات کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اگر بعد کی آیات بھی ملا لیں تو آیت موصوفہ کے سوا انتیس آیات وفات مسیح کے متعلق پائی جاتی ہیں۔

(۲) آیت موصوفہ کا وفات مسیح کے ثبوت میں تائیدی طور پر پیش کرنا اس حکم کی تعمیل کے نیچے ہے جو فاسئلوا کے صیغہ سے ظاہر ہے اور آیت کا یہ مطلب نہیں کہ الفاظ آیت میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ بلکہ یہ ارشاد تو یہ غرض اپنے اندر لئے ہوئے ہے کہ اگر مخالف اور منکر لوگ خدا کے موعود نبی کو اسلئے تسلیم نہیں کرتے کہ وہ انہیں ان جیسا آدمی نظر آتا ہے اور موعود کی اور علامات کا ظہور

اس طور پر نہیں ہوا جیسا کہ اس کی تصویر ان کے ذہن میں کھچی ہوئی ہے مثلاً جیسا کہ مسیح موعود کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ پہلا مسیح ہی آئیگا جو کبھی ان کے خیال باطل کے مطابق آسمان پر چلا گیا اور پھر کسی وقت میں اتر کر آنے والا ہے تو اسکے جواب میں علاوہ آیات دالّہ علی وفات المسیح کے پیش کرنے اور وفات مسیح کے ثبوت دینے کے منکروں پر یہ راہ بھی ایک حجت کی پیش کی کہ اب تم مزید تحقیق کرنا چاہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو کہ آیا اہل کتاب نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے اور اسکی دوبارہ آمد کے متعلق پہلے مسیحیت کے منہ سے کیا فیصلہ سُنا۔ کیا ایلیا سے مراد اصل ایلیا ہی اسنے قبول کیا۔ یا ایلیا کا کوئی مثیل جیسا کہ اسنے مماثلت میں یحیٰی بن زکریا کو پیش کرکے کہا کہ آنے والے ایلیا سے مراد یوحنا تمہارے اُستاد کا لڑکا ہے بس مسیح کا فیصلہ چونکہ اہل کتاب میں نظیر کے طور پر موجود ہے اسلئے امت محمدیہ کو فاسئلوا کے ارشاد کے ماتحت ایسی نظیروں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اہل کتاب سے دریافت کر لینا ناجائز نہیں۔ بلکہ ضرورت کے موقعہ پر دریافت کرنے سے باز رہنا فاسئلوا کے حکم کی خلاف ورزی ہے چنانچہ فاسئلوا کے ارشاد کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی آیت موصوفہ کے نیچے اس مطلب کو بیان فرمانے سے یہی غرض ہے جو من وجہ حجت قائمہ اور دلیل محکم ہے کیونکہ جیسا کہ اصل ایلیا کی وفات نے اسے مثیل کی صورت میں ظاہر کیا۔ اسی طرح اصل مسیح کی وفات نے اسے مثیل مسیح کے معنوں میں ثابت کیا اور گذشتہ واقعہ کی نظیر سے یہ بات اور بھی محکم ہو گئی۔

سوال پنجم۔ کیا آیت یاعیسٰی انی متوفیک میں و جو چار دفعہ میں استعمال ہوئی عطف کی ہے اور نیز اواسجدی وارکعی اور اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونن من المشرکین میں کس قسم کی ہے۔

جواب۔ آیت یاعیسٰی انی متوفیک میں و عاطفہ تین دفعہ ذکر ہوئی ہے جو اسجگہ افادہ ترتیب کے معنوں میں مستعمل ہے اور وٗ کا استعمال جمع اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیتا ہے اور جن کا یہ خیال ہے کہ واوٗ محض جمع کا فائدہ دیتی ہے نہ ترتیب کا وہ غلطی پر ہیں کیونکہ بڑے بڑے ائمہ نحو اور محققین نے منکران واوٗ ترتیب کے قول کو مردود اور باطل قرار دیا ہے چنانچہ ہمع الہوامع جلد ثانی کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے۔ ’’وقال قطرب والربعی وھشام وثعلب وابو عمر

والزاھد وابوجعفر احمد بن جعفر الدینوری فھی (ای الواو) للترتیب قالوا لان الترتیب فی اللفظ یستدعی سببا والترتیب فی الوجود صلح له فوجب الحمل علیہ۔ یعنی قطرب وغیرہ محققین کے نزدیک و ترتیب کے لئے ہے اور یہ اسلئے کہ ترتیب فی اللفظ کا تحقق کسی سبب کو چاہتا ہے جس کے لئے ترتیب کا پایاجانا مناسب اور موزوں ہے پس اس صورت میں واو کا ترتیب پر حمل کرنا واجب اور ضروری ٹھہرا۔

ایسا ہی مغنی اللبیب جلد ثانی کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے وقول السیرافی ان النحویین واللغویین اجمعوا علی انھا لاتفید الترتیب مردود بل قال بافادتھا ایاہ قطرب والربعی والفراء وثعلب وابوعمر والزاھد وھشام والشافعی

یعنی سیرافی کا یہ قول کہ نحویوں اور لغویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ و ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی مردود ہے بلکہ قطرب۔ فراء۔ شافعی وغیرہم نے لکھا ہے کہ و ترتیب کا فائدہ دیتی ہے تو اس صورت میں اجماع کہاں رہا۔

پس ثابت ہو گیا کہ و جمع کے علاوہ ترتیب کا فائدہ بھی دیتی ہے وھو المراد۔ اب اسکے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت یاعیسیٰ انی متوفیک میں واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے ہے اور آیت واسجدی وارکعی اور آیت واقیموا الصلوۃ ولاتکونن من المشرکین میں واؤ جمع کے لئے۔

لیکن بلحاظ اسکے کہ خدائے علیم وحکیم کے کلام کا بلاترتیب پایا جانا خلاف علم وحکمت ہے پچھلی دو آیتوں میں بھی ہم ترتیب ہی سمجھتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ترتیب کسی خاص ایک امر کے لحاظ سے ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ متکلم نے اپنے ذہن میں ترتیب ایسے پہلو کے لحاظ سے رکھی ہو جو عام فہم نہ ہو۔ جیسا کہ مثلاً یہی پچھلی دو آیتیں جن کے متعلق عام فہم لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ انمیں ترتیب نہیں بلکہ تقدیم وتاخیر ہے حالانکہ تقدیم وتاخیر مجبوری کو چاہتی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا کلام منزہ اور پاک ہے بلکہ ایسے لوگ کہ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں تقدیم اور تاخیر کو تسلیم کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے یحرفون الکلم عن مواضعہ کے الزام سے ملزم قرار دیا ہے۔ اور اس قسم کی باتیں خدا تعالیٰ کے کلام میں جائز قرار دینا علماء یہود کا کام تھا۔ لیکن افسوس کہ علمائے اسلام نے بھی انہی کا شیوہ نامرضیہ اختیار کیا اور جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا۔ کہ

اس امت کے علماء بھی علماء یہود کی سیرت اور طرز عمل اختیار کرینگے حتیٰ کہ ہاتھ کے ساتھ ہاتھ اور بالشت کے ساتھ بالشت تک پورا اُتریںگے جیساکہ واقعات نے اسکی تصدیق کردی کہ آج علماء امت یہود کی طرح قرآنی آیات میں تقدیم و تاخیر کی بدعت سیّئہ کو پیدا کررہے ہیں۔ حالانکہ الٰہی کلام کا نظم ونسق اپنے اندر وہ شان رکھتا ہے کہ اسکی ترتیب سے انکار کرنا متکلم اور کلام دونوں کی عزت اور حیثیت پر ایک سیاہ دھبہ اور قبیح الزام لگاتا ہے و نعوذ باللہ من ذالک پس حق یہی ہے۔ کہ قرآن کی کسی آیت میں تقدیم و تاخیر نہیں۔ بلکہ ہر ایک آیت اور ہر ایک لفظ قرآن کا اپنی اپنی جگہ گوہر آبدار اور دُرِّ شاہوار کی طرح مرصّع اور برمحل ہے۔ اور اسی طرح یہ پچھلی دو آیتیں بھی اپنے اندر ایک ترتیب رکھتی ہیں نہ تقدیم و تاخیر۔

چنانچہ غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ آیت واسجدی وارکعی جس کے متعلق یہ سوال کیا گیا ہے کہ چونکہ رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ پیچھے اور آیت میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع پیچھے اسلئے تسلیم کرنا پڑا کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر آیت میں سجدہ اور رکوع سے مراد یہی سجدہ اور رکوع تھا جو ارکان اسلام سے ہے جیساکہ سمجھا گیا تو پھر خدا تعالےٰ کے علم و حکمت سے یہ بعید ہے کہ اس نے بلاوجہ ترتیب طبعی کے خلاف بیان کرکے اپنے کلام میں نقص پیدا کرلیا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ سجدہ سے مراد صرف سجدۂ نماز ہی نہیں ہُوا کرتا۔ بلکہ سجدہ کے معنے اطاعت اور فرمانبرداری اور مطلق نماز کے بھی ہیں۔ جیساکہ آیت للّٰہ یسجد مافی السمٰوات ومافی الارض میں سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے۔ اور آیت والنجم والشجر یسجدان میں بھی سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے کیونکہ درخت کا سجدہ قیام کی صورت میں سجدہ نہیں کہلا سکتا۔ بجز اسکے کہ سجدہ سے مراد اسجگہ اطاعت ہی [illegible] لی جائے۔ ایسا ہی آیت واسجد واقترب میں سجدہ سے مراد فرمانبرداری اور نماز ہے۔ اب اس صورت میں واسجدی وارکعی کے معنے ہونگے کہ اے مریم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر۔ یا نماز پڑھا کر اور نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کر۔ پس جب یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں تو تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب۔ علاوہ اسکے جب مریم امت محمدیہ کے افراد سے ہی نہیں اور نہ وہ شریعت محمدیہ کے طرز عبادت سے مکلف تھی۔ تو اس صورت میں کیا ضرورت پڑی ہے کہ واسجدی اور وارکعی کے

خطاب میں مریم کا مخاطب ہونا شریعت محمدیہ کے طور پر قیاس کر لیں کیونکہ یہ خطاب تو شریعت موسویہ کے مطابق ہے نہ شریعت محمدیہ کے مطابق اب اس صورت میں تقدیم وتاخیر کا جھگڑا ہی کیا ہے۔

پھر ایسا ہی آیت واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین میں بھی کوئی تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ اس آیت کے بعد کا ٹکڑا ہے من الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا۔ اب دونوں کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ نماز کو قائم رکھنا اور مشرک لوگوں سے نہ بننا یعنے ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور تفرقہ سے بالآخر وہ کئی گروہ بن گئے کیا مطلب ہے یعنے نماز کو آداب اور خلوص سے ادا کرنے سے انسان شرک اور تفرقہ سے محفوظ رہتا ہے۔ تم بھی اس سے محفوظ رہنے کے لئے نماز کو قائم رکھو۔ تا تم مشرک بننے اور فرقہ فرقہ بننے سے محفوظ رہو۔ اب غور کرو کہ اسمیں تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر علاوہ اسکے یہ دونوں فقرے امر اور نہی ہیں۔ پہلے فقرہ میں نماز کے قائم کرنیکے متعلق حکم ہے دوسرے میں شرک سے بچنے کے متعلق۔ اور ظاہر ہے کہ امر نہی سے ترتیب کے لحاظ سے اصل اور مقدم ہے پھر تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر نماز میں آیت فویل للمصلین الذین الخ کے رو سے ریا جو خفی شرک ہے اس سے بچنے کی ہدایت ہے کہ نماز پڑھو اور شرک یعنے ریا نہ کرو یعنی خالص اللہ کے لئے ادا کرو۔ اب اس صورت میں بھی ترتیب ثابت ہے خواہ امر اور نہی کے لحاظ سے قبل از وقوع فعل سمجھیں۔ خواہ بعد از وقوع فعل بطور ہدایت لیکن اس صورت میں بھی تقدیم وتاخیر کا کوئی محل نہیں۔

سوال ششم۔ کانا یاکلان الطعام میں حضرت مسیح بوجہ تغلیب والدہ صیغہ ماضی میں شامل ہیں جیسے زید اور اسکی بیوی سیر کیا کرتے تھے زید فوت ہوگیا اور بیوی زندہ ہو ممکن ہے وہ اب بھی سیر کرتی ہو۔

جواب۔ اگر کانا یاکلان الطعام میں مسیح کے اپنی والدہ سمیت کھانا کھانے کی مثال زید اور اسکی بیوی کے سیر کرنے کی طرح ہے تو بیشک کچھ بات بنائی جاسکتی ہے لیکن جبکہ قرآن اور حدیث کے نصوص بینہ اور دلائل قویہ سے مسیح کا فوت شدہ ہونا ثابت ہے اور فوت شدہ ہونے کی حالت کے بعد کانا یاکلان الطعام کا فقرہ بقرائن ودلائل آخری انہی معنوں میں ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ دونوں یعنی مسیح اور اسکی ماں زندہ تھے کھانا کھایا کرتے تھے اور تثنیہ غائب جو صیغہ ماضی میں بیان کیا گیا۔ اس سے بھی بطور واقعات اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ان دونوں

کا ماضی کے زمانہ میں کھانا کھانا اور اب کھانا ان کی اس زندگی کی نفی کرتا ہے جو کھانا کھانے کے سوا مستلزم محال ہو اور اگر اس بات کو تغلیب کے ان معنوں میں تسلیم نہ کیا جائے جو ذکر کئے گئے بلکہ تغلیب کی وہ صورت تسلیم کریں جو مثال کے طور پر سوال میں ذکر کی گئی تو بھی یہ تغلیب تغلیب نہیں کہلا سکتی کیونکہ فرض کرو کہ مسیح اپنی والدہ کے ساتھ جب تک آپکی والدہ زندہ تھی دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن اسکے بعد مسیح کی والدہ فوت ہو گئی اور آپ ابتک زندہ پائے گئے اور تغلیب کو زمانہ ماضی میں ذکر کرنا مسیح کی والدہ کی رعایت سے ہوا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس تغلیب سے حیات مسیح کیونکر ثابت ہوئی۔ کیونکہ تغلیب کی یہ صورت بھی تو وفات مسیح کی منافی نہیں۔ مسیح کو جب ابتک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے جس کا زمانہ ماضی اسکی والدہ کی زندگی تک کانا یا کلان الطعام کے قول کے مطابق کھانے پینے میں گذرا تو بعد وفات والدہ ابتک وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین کی سنت کے ہوتے ہوئے بجسدہ العنصری سوا کھانا کھانے کے وہ کیونکر زندہ رہ سکتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آسمان پر بجسدہ العنصری زندگی بسر کرنا آیت ولکم فی الارض مستقر اور آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون اور آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا کے صریح خلاف بھی ہو۔ پھر جب قل ھل کنت الا بشرا رسولا کے جواب میں آنحضرت کو کافروں کے سوال صعود الی السماء کے مقابل یہ حکم ہوتا ہے کہ ان کو کہدو کہ بشر رسول کے بجسدہ العنصری آسمان پر جانے میں کیوں بشریت مانع نہ ہوئی۔ کیا مسیح کی بشریت آنحضرت کے مرتبہ بشریت سے افضل تھی کہ مسیح تو بشر ہو کر بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ گیا لیکن آنحضرت نہ چڑھ سکے کیا ھل کنت الا بشرا رسولا ہر ایک بشر رسول کے لئے قاعدہ نہیں۔ یا یہ صرف آنحضرت کے لئے ہی مخصوص تھا سوچو اور غور کرو۔

سوال ہفتم حضرت مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدا چودھویں صدی ہجری میں میری عمر چالیس سال تھی۔ اسوقت میں مامور اور ملہم ہوا تھا۔ اسے آپ چھبیس برس ملہم سے حدیث نزول المسیح میں چالیس سال کی تعداد جو کہ منصب کا الہام ہے سوال سے بھی زیادہ زندگی کا تھا۔

جواب۔ حضرت مسیح کا یہ طریق تھا کہ آپ اپنی عمر اکثر تخمینہ کے طور پر ذکر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپکی بعض تحریرات سے پایا جاتا ہے چنانچہ حضور کا چودھویں صدی کے ابتداء میں اپنی عمر کا قریباً

جو بشریت مانع ہوئی مسیح کو بجسدہ العنصری آسمان پر جانے سے مانع نہیں ہوئی

چالیس برس بتانا بھی بطور تخمینہ کے ہی ہے اور اگر آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ کو دیکھا جائے تو وہاں حضور یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "وآیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کردیا جو آخرین منہم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاءِ ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کریگا۔ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس بنتے ہیں"

اب غور فرمائیے کہ حضور کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۷۵ سے ۱۳۲۶ تک آپکی عمر پچاس سال کی ہوتی ہے اب اگر اس روحانی بلوغ تک کی عمر کا زمانہ جو ۱۲۷۵ تک ہے ۲۵ سال قرار دیں تو ۷۵ سال بنتے ہیں۔ اور اگر ۳۰ سال قرار دیں تو ۸۰ سال اور اگر ۳۵ سال قرار دیں تو ۸۵ سال۔ اب آپکی روحانی تولد اور روحانی پیدائش سے پہلے کا جو بھی زمانہ قرار دینگے۔ ۲۵ یا ۳۰ یا ۳۵ ہی قرار دینا پڑیگا جو الہامی عمر کے مطابق ہے کیونکہ الہامی عمر بھی ۸۰ سال یا پانچ چھ سال اس سے زیادہ یا کم بتائی گئی ہے۔[۱] اور اگر مسیح اسرائیلی کا زمانہ نشاۃ ثانیہ کا ۳۰ سال قرار دیں۔ کیونکہ اسکے رفع کو عام طور پر ۳۳ سال میں تسلیم کرلیا گیا ہے تو بہر حال بعثت کا زمانہ پہلے ہی تسلیم کرنا پڑیگا جو ۳۰ سال ہے تو مسیح محمدی کی اس مماثلت سے ۱۲۷۵ سے پہلے کا زمانہ ۳۰ سال قرار دیکر بعد کے زمانہ سے جو ۵۰ سال ہے ملائیں تو پورے ۸۰ سال بنتے ہیں۔ اور اس صورت میں اگر آپکے تولد روحانی کے بعد آپکی بعثت کو دس سال پیچھے قرار دیں تو ۴۰ سال بعد آپ کی بعثت درست اترتی ہے اور باقی ۴۰ سال تبلیغ اور رسالت کے ہیں۔ اور سوال حل ہوگیا۔ والا ۷۵ کے اعداد ۷۵ سے ہی ہیں۔ تاہم ۷۵ کا عدد بھی الہامی عمر کے لئے منتہی ہو سکتا ہے وھو المراد

باقی رہا یہ کہ حضور نے عام طور پر تخمینہ کا طرز کیوں اختیار کیا۔ سو یہ آپکی فطری بات تھی جس کے متعلق آنحضرت کی شہادت بھی ہے جو پیشگوئی کے طور پر صحیح مسلم میں موجود ہے۔ دیکھو حدیث ذیل عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدہ وفی روایة قال یکون فی آخر امتی خلیفة یحثی المال حثیا

۱؎ دیکھو ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۹

ولا یعدّہ عدًا یعنی آخری زمانہ میں میری امت کے آخری حصہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور مال لپیں بھر بھر کر دیگا اور اسے گنے گا نہیں یعنی مال دینے میں حساب کی اسے عادت نہیں ہوگی چنانچہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے اور آپ کے اس طرز عمل کو مشاہدہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ باوجودیکہ ہر روز کئی طرح سے روپیہ اور مال صرف کرتے تھے لیکن اسکے متعلق آپ حساب نہیں رکھا کرتے تھے پھر آپکو آنحضرت سے چونکہ بوجہ مظہر اتم ہونے کے ایک کامل اتحاد اور مناسبت حاصل ہے اسلئے جیسا کہ آنحضرت نے اپنی نسبت انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب فرمایا مناسبت کے لحاظ سے امیت کا کوئی پہلو مماثلت کے رنگ میں آپ میں بھی ظاہر ہونا ضروری تھا۔ آپکا اپنی عمر وغیرہ میں تخمینہ سے کام لینا صاف طور پر دلالت کرتا ہے اور فقرہ لا نکتب اور لا نحسب کو صرف آنحضرت کے ساتھ مخصوص کرنا اور حضرت مرزا صاحب کو فقرہ کا منفی مثبت مصداق قرار دیکر آپ پر اعتراض کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنے ساتھ اپنی امت کو بھی ملایا ہے۔ حالانکہ امت میں فقرہ مذکور کا تحقق بہ نسبت مثبت بھی ہے نہ محض بہ نسبت منفی اور اگر امت سے مراد صرف عرب ہی لئے جائیں تو بھی اکثر عرب اس سے مستثنیٰ ٹھہرتے ہیں۔ پس ہمارا بیان قابل تسلیم ہے نہ قابل اعتراض۔ اور اگر اعتراض حضرت مرزا صاحب پر کیا جائیگا تو وہی اعتراض آنحضرتؐ پر اور آپکی ساری امت پر بھی پڑیگا۔ فتدبّر

علاوہ اسکے جب آنحضرت اپنی حیات اور ممات میں مخیّر کئے گئے جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے۔ عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت کنت اسمع انه لا یموت نبی حتی یخیر بین الدنیا والاخرة فسمعت النبی صلعم فی وجع الذی مات فیه... یقول مع الذین انعم اللّٰہ علیهم الآیة فظننت انه خیّر۔ ایسا ہی دوسری حدیث بخاری میں ہے عن عائشة کان النبی یقول وهو صحیح انه لم یقبض نبیّ حتی یری مقعده من الجنة ثم یخیّر فلمّا نزل به وراسه علی فخذی غشی علیه ثم افاق فاشخص بصره الی سقف البیت ثم قال اللّٰهم الرفیق الاعلیٰ فقلت اذًا لا یختارنا وعرفت انه الحدیث الذی کان یحدثنا وهو صحیح قالت فکانت آخر کلمة تکلم بها اللّٰهم الرفیق الاعلیٰ۔

یعنی حضرت عایشہ کہتی ہیں کہ میں آنحضرت سے سُنا کرتی تھی کہ نبی کو جب تک دنیا اور آخرت کے لیے مخیر نہ کیا جائے اسے موت نہیں آتی پس جب آنحضرت بیمار ہوئے جس بیماری میں کہ آپ فوت ہوتے ہیں تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مع الذین انعم اللہ علیہم۔ یعنی مجھے منعم لوگوں کی معیت پسند ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ کو موت اور حیات میں مخیر کیا گیا ہے یعنے اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ زندہ رہیں خواہ عالم آخرت میں تشریف لے چلیں۔ ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ عایشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی نبی فوت نہیں ہوا۔ جب تک کہ اسے اسکی جگہ جو بہشت میں ہے دکھا کر موت اور زندگی میں مخیر نہ کیا گیا ہو۔ پس جب آنحضرت کا وہ وقت قریب آپہنچا۔ اسوقت آپکا سر میری ران پر تھا کہ آپکو غشی آگئی پھر جب ہوش میں آئے تو آپ نے اپنی آنکھ کو کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اللھم الرفیق الاعلی۔ یعنے یہ کہ آپ نے مخیر ہو کر دار آخرت کو اختیار کر لیا ہے اب یہ ہمیں یعنے دنیا میں رہنے کو پسند نہیں فرماوینگے اور اسوقت میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی بات ہے جسے آپ صحت کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے آپکا آخری کلمہ کہ جس پر خاتمہ ہوا۔ اللھم الرفیق الاعلی تھا۔

ان حدیثوں کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کی عمر الہامی طور پر ۷۵، یا ۸۰ یا ۸۵ تک بتائی گئی تھی تخییر پر دلالت کرتی ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت نے تخییر ہونے سے اس زیادت کو قبول نہیں فرمایا جو تخییر کی صورت میں آپکو مل سکتی تھی۔ اور آپ نے تخییر ہو کر زیادت عمر اور دنیا میں رہنے پر آخرت اور وصال الٰہی کو ترجیح دی اسی طرح حضرت مسیح موعود نے سے

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی ؎ دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

فرما کر جلد کے لفظ سے ۸۰ اور ۸۵ سال کی زیادت پر ۷۵ کو ترجیح دی گویا دوسرے لفظوں میں آخرت اور وصال الٰہی کے لیے موت کو پسند فرمایا۔

اور اگر بطور تنزل حضور کی عمر ۷۰ سال بھی تسلیم کر لی جاوے تو بھی آپ کا مثیل آدم ہونے کے لحاظ سے حدیث آدم کے رُو سے جس میں آنحضرت نے فرمایا کہ آدم کی عمر ہزار سال تھی مگر اس نے چالیس سال کی کمی کر دی ... کسی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی بلکہ حضرت مسیح موعود کو بطور الہام ... جیسا آدم نے بھی ... گویا ہم ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کی شہادت سے بھی دونوں ... آمت

کا ہونا ظاہر ہے تو عمر میں کمی کی مماثلت نے بھی آپکی صداقت میں اضافہ کیا ہے وہو المراد

سوال ہشتم - مولوی ثناء اللہ کے رسالہ الہامات مرزا جو احمدی مشن کے مقابلہ میں انعامی پانچسو روپیہ دوسری ایڈیشن ہزار روپیہ تیسرے ایڈیشن دو ہزار روپیہ لکھا گیا ہے توقف جواب کی کیا وجہ ہے؟

جواب - افسوس کہ باوجودیکہ ہماری طرف سے رسالہ الہامات مرزا کا مدت سے جواب نکل چکا ہے ہمارے معترض صاحب کو ابتک اسکا علم ہی نہیں دیکھو کتاب آئینہ حق نما بجواب رسالہ الہامات مرزا کس پایہ کی مضبوط اور مسکت کتاب ہے جسے ہمارے مکرم و معظم جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر اخبار الحکم نے اپنے مدلل طور پر لکھا ہے کہ جسے دیکھکر ہر ایک صاحب علم اور دانشمند شیخ صاحب کی قابلیت کی داد دیتا اور آپکے علم و فضل کا اعتراف کرتا ہے - اب ثناء اللہ کو چاہیئے تھا کہ کتاب مذکور کے نکلنے پر بتقاضائے شرافت انعام کا روپیہ شیخصاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ لیکن افسوس کہ اسنے ایسا نہ کیا - اور یہ اسلئے کہ اسنے رسالہ کے ساتھ انعام کا اعلان اسلئے نہیں کیا کہ خدانخواستہ کبھی کوڑی تک بھی اعلان کے مطابق دینے کی نیت اور عزم رکھتا ہے بلکہ محض اسلئے کہ انعامی روپیہ کے اعلان پر کتاب کی اہمیت اور وقعت کو بڑھا کر کتاب کی بکری سے انعامی روپیہ تک کی رقمیں مختلف ایڈیشنوں میں کمائے اور حاصل کرے سو اسنے انعام کے دینے کے اعلان میں بہت سا روپیہ کما لیا جو اسکا اصل مقصد تھا ۔ مگر یہ سچ ہے کہ اسنے انعامی روپیہ کا اعلان صحت نیت کے ساتھ کیا اور بشرط ایفاء شرط وہ انعام مذکور ضرور دینے کے لئے طیار ہے تو ہم اسے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ انعام کا روپیہ یعنے دو ہزار سرکاری بنک میں بطور امانت جمع کرا دے اور میدان مقابلہ میں نکلے اور ایک دستاویز ہمارے حوالے کر دے کہ بشرط ایفاء شرط روپیہ موعی شرط کو دیا جائے۔

لیکن ہو یاد رہے کہ جواب اس سنت اللہ کے مطابق ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی مقدس اور حکیم کتاب یعنی فرقان حمید میں پیشگوئیوں کے متعلق قائم کی گئی ہے یعنی اگر ثناء اللہ اپنے مزعومات باطلہ کے متعلق یقین رکھتا ہے اور قرآنی سنت کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو منسوخ و بیہودہ ثابت کرنے کے جوش میں مباہلہ کو بھی آزمانا چاہتا ہے تو اب وقت ہے اور عمدہ موقعہ ہے اسکے عذر مقابلہ میں آئے پھر دیکھے کہ علاوہ ان تحریری جوابات کے جو آئینہ حق نما وغیرہ کے ذریعے دئے گئے بالمشافہ زبانی گفتگو سے بھی قرآنی سنت کے مطابق کس طرح سے منقولی اور معقولی جواب دئے جاتے ہیں۔

اور اگر اس تحریر کے بعد مولوی ثناء اللہ نے نہ دو ہزار روپیہ باقاعدہ طور پر کسی کے پاس یا کسی مسلمہ فریقین امین کے پاس جمع کرایا اور نہ ہی جمع رقم کے بعد میدان میں آیا تو پھر یہی سمجھنا چاہیئے کہ اعلان مذکور محض لاف و گزاف کی بنا پر یا حصول مطلب کی غرض سے تھا۔

سوال نہم کیا اہلحدیث اخبار میں قاضی ظفر الدین پروفیسر اورینٹل کالج کی طرف سے قصیدہ اعجاز احمدی کا جواب ۱۹۰۳ء میں نکل چکا ہے اور نیز علم عروض میں حرکت کا رد و بدل قافیہ میں عیب ہے یہ کیا عیب دار کلام درجۂ اعجاز رکھتا ہے محیط الدائرہ صفحہ ۱۰۰ اعلم ان تغییر المجری الی حرکۃ بعیدۃ کما اذا ابدلت الضمۃ فتحۃ او بالعکس فیو عیب فی القافیۃ

جواب قاضی ظفر الدین نے جواب میں جو قصیدہ لکھا ہے ہماری نظر سے تو آجتک نہیں گزرا صرف مولوی ثناء اللہ کی زبان سے کبھی کبھی سنا جاتا ہے کہ قاضی ظفر الدین نے قصیدہ لکھا اور اہلحدیث میں شائع ہوا لیکن اشعار کا لکھنا اور چیز ہے اور اعجاز احمدی کی مثل قصیدہ بنانا اور چیز ہے قصیدہ اعجاز احمدی میں تو مطالبہ جس امر کا ہے وہ قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ؎

وان الک کذابا فیاتی بمثلہا ÷ وان اک من ربی فیغشی بشبر

یعنی میں اگر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو ثناء اللہ اسکی مثل ضرور بنا لائیگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو ثناء اللہ کی عقل اور سمجھ پر پردہ ڈالدیا جائیگا۔ اور اسے مثل بنانے سے روکدیا جائیگا۔

اب اس تحدی کے مقابلہ میں پہلے تو ہم مولوی ثناء اللہ کر لیتے ہیں کہ آیا اسنے اس قصیدہ کے جواب میں کچھ لکھا ہے تو ہمیں افسوس کیساتھ جواب منفی میں ملتا ہے۔ اب کیا یہ نفی وہی نفی نہیں جس کی اس شعر میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ مولوی ثناء اللہ اس قصیدہ کی مثل لانے سے عاجز رہیگا۔ سو واقعات کی تصدیق سے پیشگوئی کا ظہور اور جلوۂ صداقت کالشمس فی الضحیٰ نمایاں ہوگیا باقی رہا قاضی ظفر الدین سو اسکے متعلق قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے دو شعر عرض کئے جاتے ہیں ؎

وفی خمسۃ قد تم نظم قصیدتی ÷ بلی الوقت خالصۃ اقل او اقصر
ففکر بجہد ستۃ خمس عشر لیلۃ ÷ وقاد حسینا او ظفر او اصغر۔

یعنی میرا قصیدہ پانچ دن میں ختم ہوا بلکہ اصل وقت اس سے بھی کمتر ہے یعنے تین دن پس تو پندرہ راتیں کوشش کرتا رہ اور محمد حسین اور قاضی ظفر الدین اور اصغر علی کو بھی ملا لے حضرت مسیح موعود نے اپنے متعلق بیان فرمایا ہے کہ میںنے یہ قصیدہ اعجازیہ صرف پانچ دن میں بنایا ہے اور مولوی ثناء اللہ اپنے رفیقوں کو بھی امداد کے لئے بلالے جیساکہ مولوی محمد حسین قاضی ظفر الدین اور اصغر علی ہیں۔ اور سب مل ملا کر پندرہ دن تک قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں کوئی نظم تیار کریں جس سے کم از کم قصیدہ اعجازیہ کے اشعار کی تعداد کی تحدی کا پہلو تو ٹوٹ جائے۔ لیکن ان سب میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی کہ کوئی صاحب قصیدہ اعجازیہ کا جواب میعاد مقررہ میں لکھتا۔ ہاں قاضی ظفر الدین صاحب کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی قصیدہ لکھا لیکن کب لکھا سو اسکے متعلق معترض صاحب اپنے سوال میں بیان کرتے ہیں کہ وہ سنہ ۱۹۰۳ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا۔ بہت خوب!

اب دوسری طرف اعجاز احمدی کہ جس کے جواب کے لئے صرف ۱۵ دن میعاد مقرر کی گئی۔ اس کا سال تصنیف بھی ملاحظہ فرمائیے دیکھو اعجاز احمدی کا ٹائٹل پیج اسکے صفحہ پر کیا تاریخ لکھی ہے۔ وہاں لکھا ہے ۸ر نومبر سنہ ۱۹۰۲ء۔ اب غور کیجئے کہاں اعجاز احمدی جو سنہ ۱۹۰۲ء میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی اور کہاں قاضی ظفر الدین صاحب کا قصیدہ جو سنہ ۱۹۰۳ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا سو ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ کیا ایسا قصیدہ اس قابل ہو کہ جس کو شرط کے مطابق قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں پیش کیا جا سکے۔ پھر وہ قصیدہ پورا بھی نہیں ہوا۔ بلکہ محض ارادہ تکمیل سے حسب پیشگوئی مندرجہ ٹائٹل اعجاز احمدی وہ ناکام فوت ہو گیا۔

رہا اعجاز احمدی کے بعض اشعار کے متعلق مخالفین کی نکتہ چینی کہ اس کے فلاں شعر کا فلاں حرکت کے بدل سے عیب دار ہے جو خلاف معنی اعجاز ہے۔ سو اسکے متعلق واضح ہو کہ مخالفین کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں سے تو آج تک شاید ہی کوئی بچا ہو کیونکہ جب لوگوں کی زبان سے اللہ اور اسکے رسول تک کوئی نہیں بچا تو اور کون ہے جو بچ سکے ؎

قیل ان الاله ذو ولد ✤ وقیل ان الرسول قد کهنا
ما نجی الله والرسول معاً ✤ من لسان الوریٰ فکیف انا

کیا قرآن کریم پر اعتراضات کرنے والے [illegible] آج تک دنیا میں موجود نہیں۔ کیا رسول اللہ کی

ان مختلف تصنیفوں کو دیکھو جو قرآن کی اغلاط اور تردید میں شائع ہوئی ہیں۔ عیسائیوں نے قرآن کریم کی ترتیب اسکے نظم و نسق اسکے الفاظ کو خلاف قواعد علمیہ اور ضوابط علوم الٰہیہ قرار دیکر اسقدر اعتراضات کئے ہیں کہ ان کو سُن کر بہت کم ہیں جو لغزش اور ابتلا سے بچیں۔ دنیا میں مسلمانوں سے ایک گروہ محض انہی تصانیف سے دھوکا کھا کر اسلام سے مرتد ہو گیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ قواعد زبان کے ماتحت ہوتے ہیں نہ زبان قواعد کے ماتحت۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف قواعد علمیہ کی کتب میں شاذ و نادر کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے جو قاعدہ زبان کے نیچے نہیں آسکتا۔ لیکن مقننین جو واضعانِ قوانین و قواعد سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ مجال نہیں کہ وہ تحکم کی راہ سے زبان کے الفاظ شاذ و نادر کو زبان سے خارج کرسکیں۔ یا ان کے محاورات کو مٹا کر انہیں مفقود کرسکیں۔ بلکہ محاورات زبان میں ساتھ ساتھ الٰہی تصرفات بھی ایسے طور سے اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں کہ دنیا اسکا انکار نہیں کرسکتی اور نہ ہی الٰہی تصرف کے اثر کو وقوع سے روک سکتی ہے جس سے شذوذ اور ندرت کے سلسلہ پر نظر ڈالنے سے خدا تعالیٰ کی ایک عجیب قدرت اور عجیب تصرف کا نظارہ نظر آتا ہے پھر ایک ایک ملک میں مختلف قبائل اور ہر ایک قبیلہ کی مختلف زبان ہوتی ہے جس سے اگر ایک قبیلہ کی زبان کو قاعدہ اور قانون بنائیں تو دوسرے قبیلہ کی زبان کہ جس کے بعض الفاظ اس سے مختلف ہونگے ان کو شاذ قرار دیا جائیگا مگر یہ نہیں ہوگا کہ ہم اختلاف السنہ کی وجہ سے ایک زبان کو قبول کرکے دوسری کو اسکے خلاف پانے سے اس سے انکار کرکے اسے رد کردیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے قرآن کو عرب کے مختلف قبائل کی زبان میں پڑھنا جائز قرار دیا اور فرمایا کہ قرآن سبعۃ احرف یعنے سات زبانوں میں اترا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) زبان قریش (۲) زبان یمن (۳) زبان جرہم (۴) زبان ہوازن (۵) زبان قضاعہ (۶) زبان تمیم (۷) زبان طے۔ اور گو پیچھے حضرت عثمان کے وقت بتقاضائے ضرورت قرآن کے جمع کرنے کے وقت مصحف بین الدفتین کو زبان قریش کی قرأت میں محفوظ کیا اور وہ اختلاف جو مختلف قرائیوں سے پیدا ہوتا تھا۔ اسے ایک ہی زبان میں محفوظ کرنے سے مٹا دیا۔

لیکن تاہم بعض الفاظ کو جب آپ نے قرأت صحیحہ راجحہ کے لحاظ سے باوجود قواعد زبان کے خلاف پانے کے بحال رکھا۔ اور آپ سے اسکے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اسکے جواب میں یہی فرمایا کہ ستقیمہا العرب۔ چنانچہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد صدی دوازدہم

اپنی مبسوط کتاب فوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں "و در مثل والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ حضرت عثمانؓ گفتہ اند ستقیمہا العرب بالسنتہا و تحقیق ایں حکم نزد یک فقیر آنست کہ مخالف روزمرہ مشہورہ نیز روزمرہ است و عرب اول را در اثنائے خطب محاورات بسیار واقعہ می باشد کہ خلاف قاعدہ مشہورہ بر زبان گذشتہ۔ اگر احیاناً برائے واو یا آمدہ یا بجائے تثنیہ مفرد یا بجائے مذکر مؤنث چہ عجب۔ یعنی آیت والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ کے لفظ المقیمین الصلوٰۃ کے متعلق جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا۔ مقیمین کا صیغہ موتون کی طرح مرفوع کیوں نہیں منصوب کیوں ہے حالانکہ محل رفع پر ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں عرب لوگ اپنی اپنی زبان میں اسے درست پڑھ لیں گے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے اپنی طرف سے بجائے منصوب کے مرفوع لکھدیں۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اس باب میں میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ جو لفظ قاعدہ زبان کے مخالف ہو۔ لیکن روزمرہ کے محاورات میں اگر مشہور و معروف ہو چکا ہو۔ اسے خلاف محاورہ نہیں کہا جائیگا بلکہ اسکے محاورات میں اگر مشہور ہونے سے محاورات میں ہی داخل سمجھا جائیگا پھر فرماتے ہیں اور عرب اول کے محاورات میں اس قسم کی مثالیں بہت سی پائی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ کئی الفاظ ان کی زبان سے قاعدہ زبان کے خلاف نکلتے تھے۔ اس صورت میں اگر قرآن میں کہیں بجائے واؤ کے یا آئی ہو۔ یا بجائے تثنیہ کے مفرد اور بجائے مذکر کے مؤنث تو اسپر تعجب کیسا؟

اس صورت کے سمجھنے کے بعد اب ہم معترض صاحب کو حضرت مسیح موعود کے اعجازی قصیدہ کیطرف متوجہ کرتے ہیں کہ جب قرآن کریم میں جو شعر اور نظم نہیں۔ بلکہ ایک طرح کی نثر ہے اسمیں ایسے الفاظ موجود ہیں جو بظاہر قاعدہ زبان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عرب اول کے محاورات کے رو سے خلاف قاعدہ ہونے کے اعتراض کے نیچے نہیں آسکتے۔ کیونکہ محاورات میں داخل ہونے سے بے عیب اور مبرا ہیں۔ اب اگر کوئی احمق ایسے الفاظ کو قابل اعتراض ٹھہرا کر قرآن کریم کی معجزانہ شان اور اعجازی عزت پر حملہ کرے تو اسکے ایسے اعتراض سے قرآن کے معجزہ نما کلام ہونے میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ اور اگر کوئی عیسائی یا کوئی دوسرا غیر مسلم قرآن پر ایسے الفاظ کی بنا پر اعتراض کریگا۔ تو ایک مسلم جو قرآن کو خدا تعالےٰ کا اعجازی کلام مانتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں بجز اس جواب کے

جو ہمنے اوپر بیان کیا ہے اور کیا جواب دے سکتا ہے اور جب یہ جواب جو اوپر عرض کیا گیا معترض کے مقابلہ میں قرآن کی بریت کے لئے صحیح اور کافی جواب ہے تو یہی جواب قصیدہ اعجاز احمدی کے اعتراضات کے مقابلہ میں ہماری طرف سے کافی سمجھنا چاہئے۔ بلکہ قرآن کے اعجازی نثر کے بالمقابل قصیدہ اعجازیہ کی اعجازی نظم کے متعلق جواب مذکور زیادہ تر قابل پذیرائی ہے۔

ہاں علاوہ اسکے کتاب جواہر البلاغہ کے حصہ علم عروض کے باب جوازات شعریہ سے مزید تسلی کے لئے کچھ اور عرض کر دیا جاتا ہے دیکھو کتاب جواہر البلاغہ صفحہ ۲۶۵۔ اور اسپر عبارت ذیل کو پڑھو۔ اعلم ان ما ورد فی بعض قصائد العرب من منع صرف المنصرف وصدّ المقصور و تذکیر المؤنث وتانیث المذکّر وفك الادغام وغیر ذلك من المسوغات الغريبة فذ اتت علی سبیل الشذوذ۔ کیا مطلب یعنی معلوم ہے کہ شعراء عرب کے بعض قصائد میں جو کہیں غیر منصرف کو منصرف لایا گیا ہے اور مقصورہ کو ممدودہ اور مؤنث کو مذکر اور مذکر کو مؤنث اور کہیں مدغم کو منفک وغیرہ وغیرہ الفاظ جو طرز غریبہ کی صورت میں استعمال کئے گئے یہ سب الفاظ اور ان کا طرز استعمال شاذ کی صورت میں ہوا ہے جو محاورات میں داخل ہے۔

اب دیکھو قصیدہ اعجازیہ کی نسبت المالات مرزا میں جو عیب شماری کی ہے وہ یہی ہے کہ لفظ امرتہ کو منصوب کی جگہ مرفوع لایا گیا ہے اور قدمہا کو جو مذکر کا صیغہ ہے تقدمہا یعنی کی جگہ جو مؤنث کا صیغہ ہے استعمال کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہی وہ اعتراضات ہیں جن کا جواب فوز الکبیر اور جواہر البلاغہ سے اس طریق سے جو مسلّم فریقین ہو صفائی سے دیا گیا وہو المراد پس وہ کلام جو فصحاء عرب کے قصائد اسناد سے مستند ہے وہ کیونکر قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال دہم حدیث۔ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں مدفن ہوتے ہیں اسپر جملہ صحابہ کا اجماع بوقت وفات آنحضرت ہوا اسکا کیا مطلب ہے (یعنی مرزا صاحب خلاف اسکے اپنے مقام موت میں مدفون نہیں ہوئے)

جواب وہ حدیث جس کی بنا پر سوال اٹھایا گیا ہے۔ عن عائشة قالت لمّا قبض رسول الله اختلفوا فی دفنه فقال ابو بكر سمعت من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قبض الله نبياً الا فی الموضع الذی يحب ان يدفن فيه

او فدفنوہ فی موضع فراشہ رواہ الترمذی۔ یعنی عائشہ رض سے روایت ہے فرمایا آپ نے جب آنحضرت نے وفات پائی تو صحابہ نے آپ کے دفن میں اختلاف کیا یعنے دفن کی جگہ میں بعض نے کہا کہ بقیع میں دفن کریں بعض نے کہا کہ آپ کی مسجد میں دفن کریں۔ اسی طرح بعض نے مکہ میں بعض نے قدس میں حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت سے سنا ہوا ہے اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نبی کو وفات نہیں دیتا مگر جس جگہ کہ وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرے۔ اسلئے آنحضرت کو آپ کے مقام رحلت میں ہی دفن کرو۔

یہ ہے حدیث جس کے رو سے سوال اٹھایا گیا اسکے جواب میں اوّل تو یہ عرض ہے کہ یہ حدیث ترمذی نے ذکر کی ہے اور اس حدیث کے خلاف ترمذی نے ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ ع بعد ٹھہرنے اپنے کے زمین میں حج کرینگے اور وہاں سے پھر کر آئینگے اور درمیان میں مکے اور مدینے کے انتقال کرینگے اور اٹھا کر لیجائے جائینگے مدینے میں پس دفن کئے جائینگے حجرہ شریفہ حضرت عمر کے پہلو میں دیکھو کتاب مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۰۰ جلد نمبر ۴۔

اب دیکھو ترمذی کی اس روایت کو جو صریح اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسمیں کھلے لفظوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسےٰ مکے اور مدینے کے درمیان فوت ہو کر وہاں سے اٹھائے جائینگے اور حجرہ شریفہ میں دفن کئے جائینگے۔ حالانکہ حدیث کے رو سے چاہئیے تھا کہ ان کا بھی دفن ان کے فوت ہونے کی جگہ ہوتا نہ یہ کہ اس حدیث کے خلاف وہ فوت تو مکے اور مدینے کے درمیان ہوں۔ اور پھر وہاں سے اٹھا کر دفن ان کو دوسری جگہ کیا جائے کیا عیسےٰ نبی نہیں کہ ان کا فوت ہونا اور دفن ہونا اس حدیث کے حکم کے خلاف یا اس سے مستثنیٰ ہوگا۔ اور اگر عیسےٰ موعود کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ تو حضرت مرزا صاحب جو درحقیقت مسیح موعود اور دلائل اور شواہد کے رو سے سچے نبی ہیں۔ باوجود اس استثنا کے ان کی وفات اور دفن کے متعلق اعتراض کیسا؟ اور علاوہ اس کے اگر اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے لفظ شیئاً پر نگاہ ڈالتے ہوئے یہ سمجھ لیا جائے کہ اس حدیث کا اصل اور صحیح مطلب یوں ہے کہ نبی وہاں دفن کیا جاتا چاہئیے جہاں دفن ہونا اسے محبوب اور پسند ہو۔ جیسا کہ آنحضرت کے متعلق وقوع میں آیا اور خداوند آپ کے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی دعا سے ظاہر ہے کہ رب ادننی من الارض المقدس رمیۃ بحجر

یعنی اگر میں نے مرنا ہی ہے تو اے میرے رب مجھے ارض مقدسہ کے قریب کر دے۔ خواہ بمقدار ایک سنگ انداز کے ہی ہو۔ تو ان معنوں میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ کہ مسیح موعود جہاں فوت ہو گے وہاں دفن نہیں ہونگے۔ بلکہ وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ لائے جائینگے حضرت مرزا صاحب کی وفات اور اُن کے دفن کی پیشگوئی ہے جو ہو بہو پوری ہوئی۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور آپکی نعش کو لاہور سے اٹھا کر مدینۃ المسیح قادیان میں پہنچایا گیا۔ جہاں آپ کو کشفی حالت میں اپنی قبر کی جگہ دکھائی گئی جو چاندی کی طرح چمکتی تھی۔ سو آپکی وفات اور آپکے دفن کے متعلق نہ صرف اپنی ہی پیشگوئی پوری ہوئی۔ بلکہ وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اور اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے تو اس میں بہت سے اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مسیح موعود کے متعلق جو وفات اور دفن کی پیشگوئی ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام باوجودیکہ مصر میں فوت ہوئے آپکی نعش کو اٹھا کر کنعان میں لا دیا گیا۔ ایسا ہی کئی اور بھی نبی ہیں۔ جو فوت کہیں ہوئے اور دفن کہیں جس سے ظاہر ہے حدیث کا تحقق انہی معنوں میں ہو سکتا ہے۔ جو میں نے بیان کیا نہ خلاف اسکے۔ پھر جیسے انبیاء کی عمر کے متعلق ایک حدیث ہے کہ ہر نبی کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے اور یہ کلیہ تمام نبیوں پر صادق نہیں آتا۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ ہر نبی ہر جگہ دفن ہو۔ جہاں اسکی روح قبض ہو۔ بلکہ خاص قسم انبیاء مراد ہے

سوال یازدہم حضرت مرزا صاحب نے ریل کو گدھا قرار دیا ہے اور خود بھی گدھے پر سواری کرتے ہے حتی کہ بعد وفات بھی اسپر سوار ہونا پڑا۔ اسکا کیا مطلب کیا حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح بھی ریل پر سوار ہوگا۔

جواب اسکے جواب میں واضح ہو کہ حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ مسیح موعود پر ریل کی سواری حرام ہوگی بلکہ قرآن کریم کی سورۃ نحل کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا ہے والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون۔ یعنی گھوڑے خچر گدھے وغیرہ کے جانور تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے ہیں اور علاوہ اسکے ابھی اور بھی چیزیں ہیں جو سواری کے لئے پیدا کی جائینگی جنکا ابھی تک تمہیں علم نہیں جیسے ریل۔ موٹر۔ بائیسکل۔ ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے گھوڑی کو گدھے سے ملانے والے کو ملعون فرمایا ہی

اور اس کام کو لعنتی لیکن باوجود اسکے آنحضرت نے خچر پر سواری کی اور نجاشی شاہ حبش نے جب آپکی خدمت میں ہدیۃً خچر ارسال فرمائی تو آپنے اسے قبول فرمایا اور اسپر سواری فرمائی اور خدا نے خچر کو بھی گھوڑوں گدھوں وغیرہ سواری کے جانوروں میں ذکر فرماکر انسانوں کے لئے نعمت بیان کیا اور یخلق ما لا تعلمون فرماکر آئندہ زمانہ میں جو جو سواری کے لئے نئی نئی ایجادیں ریل موٹر۔ بائیسکل کی صورت میں پیدا ہونے والی تھیں۔ اللہ تعالٰے نے ان سب کی ایجاد اور خلق کو اپنی طرف منسوب کیا۔ اب اس صورت میں ریل کو جب اللہ تعالٰے بطور علت العلل اور مسبب الاسباب ہونے کے اپنی مخلوق اور اپنی چیز قرار دیتا ہے اور انسانوں کی سواری اور فائدہ کے لئے پیش کرتا ہے جس سے عوام کالانعام بھی فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ تو ایسی نعمت مسیح موعود پر کیوں حرام ہوئی خدارا! اور جب آیت سے ثابت ہوگیا کہ ریل کی سواری خدا کی نعمت ہے اور لوگوں کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے تو مسیح موعود کے لئے تو بطریق اولیٰ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوا۔ وہو المطلوب

سوال دوازدہم ۱۲ آنحضرت کا قطعی فیصلہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اگر کوئی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے۔

جواب افسوس ہے کہ عام لوگوں نے حدیث کے فقرہ لا نبی بعدی کے اصل مفہوم کو غلط سمجھنے سے سخت ٹھوکر کھائی سو جاننا چاہیے کہ لا نبی بعدی کا فقرہ آنحضرت کی حدیثوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے ایک اس موقع پر جہاں آپنے حضرت علی کو مخاطب کرکے فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سو ظاہر ہے کہ اسجگہ حضرت علی کو ہارون فرماکر لا نبی بعدی سے اس وہم کا ازالہ فرمایا ہے جو بوجہ مماثلت حضرت علی کی نسبت نبی کے معنوں میں پیدا ہوتا تھا پھر بعد کے معنے جب غیر اور سوا کے بھی ہیں جیسا کہ مجمع البحار جلد اصفحہ ۱۰۶ پر لا شیٔ بعدہ کے معنے لکھے ہیں مثلاً خلا شی سواہ یعنے لا شی بعدہ کے معنے ہیں کہ اسکے سوا کوئی چیز نہیں تو اسصورت میں لا نبی بعدی کے معنے بحل خطاب بخصوص میں یہ ہوئے کہ اے علی تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے لیکن فرق ہے تو یہ کہ ہارون موسیٰ کے

کے بعد نبی تھے اور تو میرے بعد نبی نہیں کیونکہ میری مہر تیرے وقت میں کوئی نبی نہیں جیسا کہ موسیٰ کے وقت ان کے سوا اور بھی نبی تھا۔

دوسری حدیث جس میں لا نبی بعدی فرمایا گیا ذیل میں ہے لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الاوثان وانه سیکون فی امتی ثلاثون کذابا کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تیس مدعی نبوت جو دراصل کذاب ہونگے انکا دعوی نبوت چونکہ آنحضرت کی خاتم کے نیچے نہیں ہوگا یعنی آپ کی تصدیق کے بغیر ہوگا اسلئے فرمایا کہ ایسے مدعی نبوت جو میری تصدیق کے بغیر ہوں وہ کذاب ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میں نبیوں کی مہر بنایا گیا ہوں اب نبی وہی ہو سکتا ہے یا کہلا سکتا ہے جس کے نبی ہونے پر میری تصدیق ہو اور جس کی نبوت پر میری مہر کی تصدیق نہ ہو۔ وہ لا نبی بعدی کا مصداق ہے کیا معنے یعنی میرے سوا اور میری تصدیق کے بغیر جو نبی ہونیکا مدعی ہے وہ کوئی نبی نہیں اسلئے کہ بعد میرے سواء ہے بغیر نبی چونکہ صاحب شریعت بھی ہوتے ہیں اور بغیر شریعت بھی اور آنحضرت کے بعد آپکے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت سے امتی نبی بھی اسلئے فرمایا کہ لا نبی بعدی یعنی ان تینوں قسم کے نبیوں کا اب میرے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے میرے سوا اور میری مہر کی تصدیق کے سوا کوئی بھی نبی نہیں کہلا سکتا یعنے اب میرے خاتم النبیین ہونے کے بعد جو بھی نبی کہلائیگا میری تصدیق سے کہلائیگا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جن نبیوں کو آنحضرت کے کلام یا آپ کی وحی اور الہام نے نبی کہا وہ نبی ثابت ہوئے اور آجتک سب اہل اسلام نے آپکی تصدیق سے ان سب کو نبی تسلیم کیا۔ حتٰی کہ آنے والے مسیح موعود کو بھی نبی اسی لئے تسلیم کیا گیا کہ ان کے بارہ میں آپنے نبی اللہ کا لفظ استعمال کیا اور اسے نبی اللہ فرمایا۔

اور اس پہلی حدیث میں آنحضرت کا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا فقرہ فرمانا اسلئے نہیں کہ فی الواقع آپکے بعد کوئی سچا نبی بھی نہیں آ سکتا۔ بلکہ ان تیس مدعیان نبوت کے کذب پر اس فقرہ کو بطور استشہاد بیان فرمایا ہے کہ وہ تیس مدعیان نبوت جو میرے بعد ہونگے وہ کذاب اسلئے ہونگے کہ انکا نبی ہونا میرے بغیر اور میری مہر تصدیق کے سوا ہوگا۔

اور اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنے یہ لئے جائیں کہ آپکے بعد جس قدر مدعیان نبوت ہونگے وہ سب کے سب جھوٹے ہی ہونگے سچا کوئی نہیں آئیگا تو یہ غلط ہے کیونکہ آنے والے مسیح موعود

کو نبی اللہ فرمایا گیا ہے جو آپ کے بعد ہی آنے والا ہے جس سے لانبی بعدی کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا ہی حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا جو آیت خاتم النبیین کے کتنے سال بعد حضرت ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر فرمائی گئی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ لانبی بعدی اور آیت خاتم النبیین کے یہ معنے کرنا کہ آنحضرت کے بعد کسی طرح کا سچا نبی بھی نہیں آسکتا یہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اور بشرط حیات حضرت صاحبزادہ ابراہیم کے نبی ہونے سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کے بعد ایک قسم کے نبیوں کے آنے کی گنجائش ہے جو ختم نبوت کی تصدیق ہے اور شریعت اسلام کی تائید ہو آسکتے ہیں اور لانبی بعدی کے بھی یہی معنے ہیں کہ آنحضرت کے سوا یعنی آپ کی تصدیق کے سوا کوئی نہیں آسکتا۔ اور اگر لانبی بعدی میں لا نفی جنس کا قرار دیکر بعد کو بمعنے ظرف زمان لیں تو [illegible] کو ہی لا کی نفی سے پیچھے کوئی نبی آسکتا [illegible] کے ذہن میں معین اور مخصوص ہیں یعنی یہ کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی شریعت کا ناسخ ہو یا آپ کی اتباع اور آپ کے افاضہ کے بغیر آئے

لو کان بعدی نبی لکان عمر [illegible] حضرت عمر میں [illegible] استعداد قریب [illegible] آنحضرت [illegible] نے فرمایا کہ میرے سوا میری [illegible] دوسرا نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا [illegible] لیکن اس حدیث سے ان معنوں سے کوئی [illegible] لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہر ایک بات کے لئے کوئی محل ہوتا ہے جس میں اسکی خصوصیت [illegible] نہیں [illegible] عمومیت میں لیکر اس سے خواہ مخواہ ایک دوسری صداقت کے لئے تناقض اور تضاد پیدا کر لیا جائے۔

سوال سیزدہم حضرت مسیح زمانہ قیامت میں بنی اسرائیل کی طرف نبی اور خلیفہ حضرت موسیٰ ہو کر آئے اور تورات کی تصدیق کی اور قرآن مجید کی تصدیق زمانہ تجدید میں کرینگے جیسا کہ مطالعہ احادیث سے حضرت خاتم النبیین کی تصدیق کا ثبوت ملتا ہے جو منافی نبوت آنحضرت نہیں۔ اسکا کیا مطلب ؟

جواب حضرت مسیح چونکہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے فوت شدہ ثابت ہیں اسلئے انکی حیات سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے وہ آپکی وفات سے دور ہو جاتا ہے

زمانہ رقابت جو آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب سے ثابت ہوتا ہے یہ وہ رقابت ہے کہ جو فلما توفیتنی کے فقرہ کے بعد پیدا ہونے سے حضرت مسیح کو واپس دنیا میں نہیں آنے دیتی اسلئے زمانہ تجدید جو قریباً چالیس سال بیان کیا گیا وہ کسی اور کے لئے ہے جو مسیح اسرائیلی نہیں بلکہ مسیح محمدی کے لئے ہے جو حضرت مرزا صاحب ہیں پھر حضرت مسیح کی نسبت تو لکھا ہے کہ رسولاً الی بنی اسرائیل یعنے وہ صرف بنی اسرائیل کا رسول ہے اور سورہ صف میں فرمایا ہے کہ مصدقاً لما بین یدی من التورات ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی مسیح تصدیق صرف تورات کی کرنے والے ہیں اگر قرآن کی تصدیق کا کام بھی آپ کے سپرد ہونا ہوتا تو کہیں قرآن کی تصدیق کا ذکر بھی کیا ہوتا۔ اور بشارت احمد کا ذکر جو آپ کے جانے کے بعد کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ احمد کا آنا انکی موت پر دلیل ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ احمد آ نہیں سکتا جب تک کہ مسیح اپنی موت اور اپنی قوم کی موت سے احمد کے آنے کے لئے راہ صاف نہ کرتے سو احمد آگیا اور اسکے آنے سے ثابت ہوگیا کہ مسیح بھی فوت ہوگیا پھر آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی بھی ایک معنوں میں اسکو فوت شدہ ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت کی ختم نبوت کے یہ بھی معنے ہیں کہ آپ کے بعد جو بھی نبی آئے آپکی اتباع اور آپ کے فیض سے فیضیافتہ ہوکر آئے ورنہ لا نبی بعدی کے لا کی نفی کے نیچے منفی کے حکم میں داخل ہوگا۔ اور حضرت مسیح چونکہ آنحضرت کے فیض اور آپ کی اتباع سے نبی نہیں بنے اسلئے وہ لا نبی بعدی کے حکم کے نیچے آنحضرت کے بعد کسی طرح سے بھی نہیں آسکتے۔ فقط

ظہور المہدی اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے تمام عقائد سے بالدلائل واقف ہوں اور ان تمام آیات قرآنی و احادیث کا علم ہو جائے جس سے ایک احمدی اپنی صداقت پر استدلال کرتا ہے تو صرف اس کتاب کا پڑھنا کافی ہوگا جس کا حجم ۲۵۲ صفحہ نہایت گنجان لکھی ہے دو روپیہ میں ملتی ہے [illegible] قیمت ہی سے پھر [illegible] ضرورت ہے وہ ابھی خرید لے [illegible] صفحہ [illegible] حضرت [illegible] دعوے کے متعلق [illegible] موجود نہیں۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے منگو لیجیے

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۶۴

انعام ع قُل لَستُ عَلَیکُم بِوَکِیلٍ لِکُلِّ نَبَاٍ مُستَقَرٌّ وَسَوفَ تَعلَمُونَ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ سے کہدے کہ میں تمہارے ہدایت یاب ہو جانیکا ذمہ دار نہیں ہوں (وہ جو تم نزول عذاب کی ساعت پوچھتے ہو) سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واسطے ہر ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہو چکا ہے اور پس اس ساعت کو بہت ہی قریب پالوگے اور جان لوگے جاننا علم کا۔

آیت ہذا میں جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک بات الٰہی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے ضرور آئیگا سو وہ گھڑی جنگ بدر و یوم الفتح کے دن انہوں نے دیکھ لی۔

پیشگوئی نمبر ۶۵

انعام ع وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنزَلنٰهُ مُبٰرَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَينَ يَدَيهِ وَلِتُنذِرَ اُمَّ القُرٰى وَمَن حَولَهَا (ترجمہ) اور یہ کتاب فرقان حمید، کہ اتارا ہمنے اسکو سمندر برکات کا سچا کرنے والا پہلی الہامی کتب کو تاکہ تو ڈراوے تمام بستیوں کی ماں مکہ کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ارد گرد ہیں۔

آیت ہذا میں قرآن کو مبارک جو برکت سے مشتق ہے سمندر برکات کا فرمایا ہے جو اس سے پانی پینے کا انکار کرے اور مکروہ سمجھے وہ معذب کیا جائیگا اے رسول تو اس سمندر برکات کو ہاتھ میں لیکر تمام دنیا کی بستیوں کی ماں کو پہلے مخالفت قرآن سے ڈرا۔ اور پھر اسکے گرد و نواح کی بستیوں کو شاید بعد ازاں اسکی اولاد کے ہیں۔ ام القریٰ ام میں ایک پیشگوئی مخفی ہے۔ مثل بچوں کو دودھ پستان سے پلاتی ہے اور وہ پرورش پاتے ہیں۔ ایسا ہی خدا نے ایک نعمت روحانی خدا کی جو قرآن ہے واسطے ام القریٰ کے عطا کی۔ اور اسکی چھاتیوں سے تمام عالم کی بستیاں

نے دودھ پیا اور پرورش پائی۔ سو خدا کی بات جو لفظاً میں مخفی ہی ظہور پذیر ہو گئی کیونکہ ۰۰۰۰۰۰
وہ شیر مادر اب تک لوگ پی رہے ہیں۔ فتدبروا فیہ

پیشگوئی نمبر ۶۶

انعام ع۱۲۔ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔ یعنے وہ اللہ جو جامع جمیع صفات اور پھاڑنے والا دانوں کا اور گٹھلیوں کا اور نکالنے والا زندوں کو مردوں سے اور مردوں کو زندوں سے۔ یہ ہے اللہ اب تم کہاں بھولے جاتے ہو۔ وہ خدا تو پھاڑنے والا صبح کا ہے۔ اور ٹھہرا رکھنے والا رات کا اور پھیرنے والا آفتاب اور ماہتاب کا یہ ہے الٰہی اندازہ مقدر شدہ غالب اور علیم کا۔

آیت ہٰذا کے سارے کلمات طیبات میں پیشگوئیاں ہویدا ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ جو پھاڑنے والا ہے دانوں کا اسلئے کہ اُس سے ایک پھلدار درخت بنائے اور وہ پھاڑنے والا گٹھلیوں کا تاکہ بڑے بڑے بلند درخت بڑھائے یعنی اسی طرح اندک جماعت مسلماناں کو بڑا درخت بنانے والا ہے اور جس طرح وہ مردوں سے زندے نکالتا ہے اسی طرح وہ کفار کی نسل کو مسلمان بنانے والا ہے اور جس طرح وہ صبح کو رات کے بعد روشن کرتا ہے اسی طرح کفر کی رات کو صبح بنائیگا اور ایمانی نور کی روشنی پھیلائیگا اور جس طرح وہ رات کے بعد آفتاب اور ماہتاب کو موجب روشنی کا بناتا ہے اسی طرح شرک کی رات کے بعد توحید کو قائم کرنے والی رسالت محمدیہ کے آفتاب کو اور پھر بدر خلافت کو نور پھیلانے والا بنائیگا۔ سو کون نہیں جانتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ کیا یہ انسان کا کام ہو کہ قبل از وقوع الیسا دعوے کرے اور پھر بعینہٖ انہی الفاظ میں پورا بھی ہو جائے۔

پیشگوئی نمبر ۶۷

انعام ع۱۲ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۔ وہی خدا ہے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سے۔ پھر جگہ

ٹھہرنے کی مقدار کی۔ اور وہ جگہ مقدر کی جہاں تمہیں سونپ دیا جائے۔ تحقیق جدی جدی فیصلہ کر دیا ہمنے آیات میں اس قوم کے لئے جو تفقہ دین کا حصہ رکھتی ہے۔

آیت ہذا میں شیعہ صاحبان کے لئے ایک فیصلہ کی پیشگوئی موجود ہے وہ یہ ہے کہ مستودع جائے قرار کے بعد فرمائی ہے اور انسان کی جائے قرار۔ رحم۔ آغوش مادر زندگی دنیا میں ہی پھر اسکے بعد مستودع قبر ہے سو اسکا مقرر کرنا خدا نے اپنا ذمہ لیا ہی کہ جہاں اسکی نعش کو سونپا جائے۔ سو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رفیق غار اور حضرت عمر رضہ کا مستودع (موضع مدفن) ایک ہی بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ تینوں رفقاء زندگی تھے جو بعد الممات بھی رفیق ہی ہے۔

دوسری پیشگوئی اسمیں یہ ہے کہ ہر ایک نیک و بد کی جگہ جنت و دوزخ مقرر ہے اور اسکے مرنے کی جگہ بھی کہ اہل مکہ کس جنگ میں مرینگے اور کہاں لاشیں پڑینگی۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ بدر کے قبل اپنی فوج کو ان کے اعداء کے مرنے اور انکی لاشوں کی جگہ بتا دی تھی۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

پیشگوئی نمبر ۶۸

انعام ع ۱۲ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا الخ (ترجمہ) وہی خدا ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالا ہمنے ساتھ اس پانی کے ہر ایک بوٹی اور ہر قسم کے سبزے

آیت ہذا میں تمثیلی پیشگوئی ہے کہ جس طرح خشکی کے بعد آسمان سے بارش آتی ہے اسی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی اور وحی اللہ کے پانی سے بھی زمین سرسبز ہو گی جس طرح جسمانی بارش کے بعد ہوا کرتی ہی یعنی اسلام پھیلیگا سو ویسا ہی ہوا۔

پیشگوئی نمبر ۶۹

انعام ع ۱۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ (ترجمہ) بیشک تیرا رب اے نبی خوب جانتا ہی جو گمراہ ہوا اور بیشک جو لوگ گناہ والے کسب کرتے ہیں قریب ہی انکو سزا دیجائیگی بسبب اسکے کہ وہ گناہ کرتے ہیں۔

ہر دو آیت میں اہل مکہ کے بارے میں آمد عذاب کی ایک کھلی پیشگوئی سنا دی گئی تھی جبکہ وہ بڑے بڑے متکبر اپنے جاہ و جلال کے گھمنڈ میں تھے باتیں سب پوری ہوئیں وہ معذب ہوئے۔

درس الحدیث

(۳۰ جون [illegible])

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

باب قول اللہ ووھبنا لداود سلیمان الخ

حدیث محمد بن بشار عفریت سرکش آدمی ہو یا جن۔ نبی کریم صلعم کو کسی جن نے رات کو نماز میں ایسی ایذا دی کہ قریب تھا کہ آپکو نماز توڑنی پڑتی پھر آپ نے اسے باندھ دینے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے اسے چھوڑ دیا اور یہ دعا پڑھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت سلیمن علیہ السلام جنات پر قابض تھے اسلئے آنحضرت صلعم نے چاہا کہ اس جن کو پکڑ لیں اور باندھ لیں کیونکہ حضرت سلیمن کی یہ دعا تھی کہ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

اب دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت سلیمان کی یہ دعا قبول ہوگئی یا نہیں ہے اگر اس دعا کو قبولیت کا شرف بخشا گیا تو نبی کریم کو بالکل اسکو پکڑنے پر قابو نہ ملتا اور اگر ان کی دعا قبول نہ ہوئی تب پھر نبی کریم اسے پکڑ سکتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنے آپکو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جنات پر قابض ہیں ان سے یہ پوچھا جائے کہ حضرت سلیمان کے قبضے میں جن تھے اور ان کی یہ دعا تھی۔ اب یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں وہ تو مانتے ہیں کہ ہاں قبول ہوئی۔ اس صورت میں یہ غلط ہے کہ جنوں پر عاملوں کا قبضہ ہے کیونکہ اگر حضرت سلیمان کی دعا قبول ہوگئی تھی اور فی الحقیقت اس دعا سے یہی انکی مراد تھی تب تو تم جنات پر ہرگز قابو یافتہ نہیں ہو سکتے۔ اصل میں اس حدیث کے معنے یہ نہیں جو لوگ کرتے ہیں بلکہ اس ملک سے مراد ملک دین ہے دنیاوی حکومتوں کو تو وہ جانتے تھے کہ بیٹا نالائق ہے یہ اس کے قبضے میں آئیگی اور وہ اسے تباہ کر دیگا۔ مگر دین سے اسکا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ دینی حکومت کو تباہ بھی کر سکتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ سے دینی حکومت کے لئے دعا مانگی۔ جو انہیں دی گئی۔

نبی کریم صلعم نے بھی اس عفریت کو اسلئے چھوڑ دیا کہ دین کا کام کریں۔ ایسے کاموں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے

تصوّف

(ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے)

(صرف تشحیذ کے لئے)

عشق چیست از قطرہ دریا ساختن | عقل نعلِ کفش سودا ساختن
فکر چیست اسرارِ کلی حل شدن | کوہ کندن در دلِ خردل شدن
ذوق چیست آگاہِ معنی آمدن | نے بصورت نے بہ فنونی آمدن
صحو چیست از خود بخود در یافتن | پس ز خود خود را ہستہ یافتن
محو چیست از خویش بے خویش آمدن | پس ز ہر دو نیز درویش آمدن
وجد چیست از صبح صادق خوش شدن | پیشِ حضورِ آفتاب ۔ آتش شدن
فقد چیست از صبح تا شام آمدن | ہر ز عشقِ خویش در دام آمدن
غیب چیست از عین پردہ ساختن | خویشتن را زندہ ۔ ہر دو ساختن
عین چیست آئینہ خویش آمدن | خویش را بے خویش در پیش آمدن
سکر چیست از خار گل پنداشتن | جز ورا نادیدہ گل پنداشتن
شوق چیست از خویش بیروں آمدن | بہر امید رشکِ سد خوں آمدن
لطف چیست از ذرہ ذرہ شدن | عذر کمتر ذرہ را غرہ شدن
قہر چیست از موئے پیل انگاشتن | پشہ را جبرئیل انگاشتن
بسط چیست از ہر دو عالم سر زدن | خویش را بر عالمِ دیگر زدن
قبض چیست از جان و دل تن ملغشن | خانہ در سوراخ سوزن ساختن
قرب چیست اندر برِ آتش شدن | یا چو پروانہ شدن یا خوش شدن
بعد چیست از آن من آزاد آمدن | در بہشتِ عدن ناشاد آمدن
عمر چیست از مرگ بیرون زیستن | مرگ از طبل کردن اکنوں زیستن
وقت چیست از یک سر شبے آمدن | صد بلا چوں سنگ در رہ ئے آمدن
مرگ چیست از زندگی مردہ شدن | پیشِ بہر روئے پسِ پردہ شدن

(باقی دارد)

حب اکسیر

سرمہ نور
ہر قسم کے امراض چشم
کے لئے مفید ہے
قیمت فی تولہ عکر

دوائی بدہضمی
ہر قسم کے بدہضمی کے
لئے بےنظیر ہے۔
قیمت عہ صرف

وہ دردمند جسکی دردناک آواز غم ہو وہ لوگوں کو

آٹھ آٹھ آنسو رُلا رہی ہے اسکی مایوسی اور یاس وحسرت ایک مُردہ پن ہے۔ بدن نحیف حسرت زدہ جب ذرا بیٹھکر اٹھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ جب ذرا دوڑے یا کوئی وزنی چیز اٹھائی تو دم پھول گیا رنگت ایسی زرد گویا مُردنی چھائی ہوئی ہے معدہ میں فتور۔ غذا نہ تو ہضم ہوتی ہے نہ وقت پر رفع حاجت

دائمی قبض کی شکایت ضعف دل ضعف دماغ

گویا تمام اعضاء رئیسہ کمزور۔ بدن میں سستی اور کاہلی۔ کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا نہ کوئی کام سرانجام ہوتا ہے۔ ہم نے محض اللہ کے فضل سے

چند ادویات کا کیمیاوی

طریق سے جوہر نکالا ہے جسکے استعمال سے ہر قسم کی کمزوری اعصابی وغیرہ کے مایوس العلاج مریض جو اپنے آپ کو زندہ درگور سمجھے ہوئے تھے اور جا بجا اشتہاری

ادویات خرید خرید کر مایوس اور بدظن

ہو چکے تھے۔ چند دنوں کے ہی استعمال سے تندرستی اور دوبارہ جوانی کا

مُنہ دیکھ رہے ہیں

قیمت صرف عہ

تمام کہنہ امراض کا علاج

ملنے کا پتہ
حکیم عطا محمد مینجر رفیق حیات قادیان (پنجاب)

بذریعہ خط وکتابت
حالات مفصل اور
پرچہ ڈاک کے لئے ایک
آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے

فہرست کتب مفت طلب کریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں۔

کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں بچے سے ضعیف تک کو وہ یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت عا محصولڈاک ۱۰ ا

قوت کی گولیاں

Digitized by Khilafat Library

۲۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اشکنیا۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغز ریڑھ رگیں اور خون کو طاقت دینے کا خاص خواص رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرے پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک الگ ہی ۴ شیشی تک ۵ ۔

دیکھئے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۳۰ گولیاں منگوائیں اسکے نہایت عمدہ اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ ۔ ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق صفر ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

مسئلہ نزول مسیح	۱ - ۱۱	(اکمل)
مکالمہ شیعہ و احمدی نمبر ۲	۱۲	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
وفات مسیح از روئے علم منطق آیات قرآنی سے	۲۱ - ۲۸	مولوی جلال الدین صاحب آف سیکھواں
فہرست کتب عاریتی	۲۹ - ۳۶	مینجر

قیمت سالانہ

عوام سے عا، طلباء سے عار، غیر ممالک سے ہے،

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبداللہ خاں پبلشر نے شائع کیا

سنہ ۱۹۱۷ء ختم ہوا

ولہ الحمد فی الاٰخرۃ والاولیٰ

الحمدللہ کہ تشحیذ کی بارہویں جلد ماہ دسمبر میں ختم ہوئی اس سال میں **دس** مضامین ایسے چھپے جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو مقبول عام ہوئے۔ مکالمہ شیعہ و احمدی مسئلہ ختم نبوت۔ قبولیت دعا کے ۸۶ گر۔ محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت۔ بیوی کی تعلیم چند کارآمد حوالے۔ ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کے جواب۔ نزول مسیح و وفات مسیح اسکے علاوہ **بشارات القرآن** کے عنوان سے قرآن مجید کی پیشگوئیاں اور درس الحدیث شائع ہوتا رہا۔ رسالہ باوجود اپنا پریس نہ ہونے کے ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا رہا جہاں تک تو ہمارا فرض تہا۔ خریداران میں اضافہ نہیں ہوا تقریباً سو کی کمی ہی ہوئی وجہ معلوم نہیں چونکہ مضامین کے بارے میں تو تعریفی خطوط ہی آتے رہتے ہیں مالی حالت یہ ہے کہ ابھی تک نو ماہ کی تنخواہیں اور پانچ ماہ کی چھپوائی نہیں دی پس کیا ہمارے دوست اس طرف توجہ فرمائینگے ورنہ نتیجہ ظاہر ہے اخراجات اس کفایت کے ساتھ ہیں کہ تجربہ کار سے تجربہ کار بھی کہتا ہے اس سے کمی ممکن نہیں ممبران تشحیذ بھی اگر توجہ فرمادیں تو بہتر ہو۔ بعض احباب نے خریدار بڑھانے کی طرف توجہ فرمائی ہے

(۱) مولوی فاضل محمد اسمٰعیل صاحب آف قادیان ۵ خریدار

(۲) مولوی محمد بہاءالدین خان صاحب حیدرآباد دکن ۴ خریدار

(۳) سید عبدالمجید صاحب منصوری ۱ خریدار

احمدیہ ہوسٹل کے طلباء نے بھی کچھ کوشش شروع فرمائی ہے شکر اللہ سعیہم

بقایا بابت سنہ ۱۹۱۶ء ۱۰۰۰ روپے اور بابت سنہ ۱۹۱۷ء ۲۰۵ روپے

کیا ہمارے بھائی حقوق العباد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رقم ادا نہ فرمادینگے اور سنہ ۱۹۱۸ء کی پیشگی قیمتیں اگر جنوری میں ہی دیدیں تو کام چلانے میں آسانی ہوگی تاویل المتشابہات حضرت اقدس کے دس الہامات انت منی و انا منک انت منی بمنزلہ توحیدی وغیرہ کی عجیب و غریب تفسیر ایک لمبا مضمون چھپ رہا ہے جو جنوری فروری سنہ ۱۹۱۸ء کے نمبروں کے مجموعے کی صورت میں سنہ ۱۹۱۸ء کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء

مسئلہ نزول مسیح

جمہور اہل اسلام اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ آخری زمانہ میں دین اسلام کی تائید و نصرت اشاعت کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہونگے۔ اس عقیدہ کی بناء جن "احادیث" پر ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(ا) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ والذی نفسی بیدی لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ (یضع الحرب بھی آیا ہے) ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔ (صحیح مسلم جلد اول صد ۷۲ باب نزول عیسیٰ مطبوعہ مصر)

(ب) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم۔ (صحیح مسلم جلد اول صد ۷۲)

ترجمہ (ا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بہت ہی جلد تم میں ابن مریم حکم و عادل کی حیثیت سے نازل ہوگا۔ کسر صلیب و قتل خنزیر کریگا۔ جزیہ یا لڑائی[1] موقوف کر دے گا۔ اور پانی کیطرح مال بہائے گا۔ یہاں تک کہ اُسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا ؛

(ب) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن مریم نازل ہوگا۔ تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی ؛

ابن مریم سے کون مُراد ہے؟

ان احادیث میں سب سے پہلے بحث طلب ابن مریم ہے۔ آیا اس سے مراد حضرت موسیٰ کا آخری خلیفہ مسیح ناصری ہے۔ یا اُمّت محمدیہ میں سے کوئی فرد اکمل جو بوجہ مشابہت تامہ مسیح کا نام پائے ہمارا عقیدہ ہے کہ ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ کو فرمایا ہے جو اُمّت محمدیہ میں سے ہی مبعوث ہوکر امام ہوگا۔ اور اسپر ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں ؛

اوّل یہ کہ مسیح بن مریم علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ عروج[?] اس دنیا میں واپس نہیں آئے احمدیہ لٹریچر میں مفصل بحث موجود ہے۔ یہاں اس کا اعادہ ضروری نہیں اس لئے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ جب ابن مریم فوت ہو چکے۔ تو بوجہ تعذر حقیقت لامحالہ ان کی صفات خاصہ کا حامل کوئی شخص اس کا مصداق ماننا پڑے گا ؛

دوم۔ اس حدیث میں ابن مریم کے ساتھ واما مکم منکم آیا ہے جو بتاتا ہے کہ وہ ابن مریم بنی اسرائیل سے نہیں۔ بلکہ اُمّت محمدیہ میں سے ہے۔ جو مسلمانوں کا امام ہوگا۔ یہ نوٹ کر لینا چاہیئے۔ کہ واؤ حالیہ ہے۔ اور حال یا فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے۔ پس فی الحال یہاں ابن مریم ہی ہو سکتا ہے۔ اسی کے لئے منکم فرمایا یعنی اُمّت محمدیہ

---

[1] چونکہ پہلے جمیعے سے لڑائی و جہاد کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس لئے یضع الجزیہ فرما کر بتایا کہ یہ سب کام دلائل و براہین رو عا سے ہوگا۔ مادی ہتھیاروں سے نہیں ؛

کتب خانہ تالیف و تصنیف، قادیان

میں ہو۔ اور اگر وہ اُو عاطفہ ہے۔ تو پھر امام مہدی کو بھی آسمان سے اُترنے والا ماننا پڑیگا۔

سوم۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نبیوں کے خاتم۔ یعنی آپ کی نبوت کا عرصہ قیامت تک ممتد ہے۔ پس محمدی نبوت کے سوا کوئی نبوت جلوہ گر نہیں ہو سکتی یعنے کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو شریعت لائے یا جو آپ کی اُمّت کا ایک فرد نہ ہو۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو انبیاء میں ایک مستقل نبی ہیں۔ کیونکر آسکتے ہیں۔ اگر کہو اُمتی ہو کر آئینگے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نعمت ہے۔ اور نعمت بغیر جرم کبیرہ چھینی نہیں جاتی۔ ذلک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ انعمھا علےٰ قوم حتّٰی یغیروا

ذی کلادخر

ما بانفسھم (انفال رکوع)

چہارم۔ سورہ نور میں ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحٰت لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم۔ یعنی اُمت محمدیہ میں جو کامل الایمان اور صالح الایمان ہیں۔ ان کو خلیفے بنائیگا۔ ٹھیک اس طرح جس طرح ان سے پہلوں (موسوی سلسلہ) کو خلیفہ بنایا۔ یہاں حضرت موسیٰ کے آخری خلیفہ عیسیٰ بن مریم کو مشبہ بہ بنایا۔ اور حضرت نبی کریم کے آخری خلیفہ مسیح کو مشبہ۔ مشبہ بہ اور مشبہ ایک نہیں ہو سکتے۔ پس یہ نازل ہونیوالا ابن مریم اور ہے ؎

پنجم۔ حضرت مسیح ناصری کے لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔ ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل یعنے وہ بنی اسرائیل کی ہدایت اور اصلاح کے لئے رسول ہو کر آئے۔ انجیل میں بھی ان کا یہی قول درج ہے۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ آپ ہی اُمت محمدیہ کے آخری خلیفے ہونگے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ تمام جہان کی طرف مُرسل ہوں گے۔ کیونکہ جس نبی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی مسند خلافت پر آپ متمکن ہوں گے وہ تمام جہان کے لئے آیا ہے۔ لقولہ تعالیٰ۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اور یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ جس کی شان رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہو۔ اُسے رسول اللہ الیکم جمیعًا کہنا درست نہ ہوگا۔ اور

قرآن مجید کی ہر دو آیت کی تکذیب لازم آئے گی ؛

ششم۔ نبی کریمؐ کی شان میں آیا ہے۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ تکمیل ہدایت کا کام تو حضور انور پر پورا ہو چکا۔ مگر تکمیل اشاعت ہدایت کا کام باقی تھا۔ جو وہ بھی آپ ہی کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیئے۔ تا کہ اتممت علیکم نعمتی کی شان دونو پہلوؤں سے نظر آئے۔ اور لیظہرہ علے الدین کلہ کی پیشگوئی پوری ہو۔ اس پیشگوئی کے متعلق مفسرین بھی یہی لکھتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے ذریعے پوری ہو گی۔ دیکھو تفسیر فتح البیان جزو ۹ مطبوعہ مصر صہ ۴۳۔ وقیل ہو عند نزول عیسٰے علیہ السلام حین لا یبقی علے وجہ الارض کافر۔ (ایسا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا) تفسیر قادری کے صہ ۱۵۴ پر لکھا ہے۔ "اس خبر کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد ہو گا"

غرض اس پر سب متفق ہیں۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت مسیح کے ذریعے ہو گی۔ مگر بحث طلب امر یہ ہے کہ یہ مسیح ناصری کے ذریعہ یہ کام ہو۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر ہوتا ہے یا مسیح محمدی کے ذریعہ ہو۔ تو آپ (صلعم) کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ ہر مسلمان یہی کہیگا۔ کہ امت محمدیہ کا ایک فرد جو آنحضرتؐ کی تعلیم اور اتباع سے مسیحیت کا درجہ حاصل کرے۔ اس کے ہاتھ سے یہ کام ہو۔ تو اسی میں جاہ و جلال نبوی کا اظہار ہے۔ یہ امت خیر امۃ۔ اور اسکے علماء کانبیاء بنی اسرائیل ؛

ہفتم۔ مسیح بن مریم کا حلیہ بخاری کتاب بدء الخلق میں یوں ہے۔ عن نافع × × × ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال رجل الشعر × × وھو یطوف بالبیت فقالوا ھذا المسیح بن مریم ؛

نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ مجھے خواب میں کعبہ کے نزدیک ایک نظارہ دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ایک آدمی گندمی رنگ کا گندمی رنگ والے آدمیوں میں سے خوبصورت سیدھے بالوں والا بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ مسیح بن مریم ہے۔ اسی کے ساتھ دجال کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ دجالی حملے سے اسلام کو بچانے والے

مسیح موعود کا حلیہ ہے:۔

اب دوسری حدیث اسی باب کی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے:۔ رایت عیسیٰ وموسیٰ و ابراھیم فاما عیسیٰ فاحمر جعدٌ عریض الصدر۔ میں نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ موسیٰ ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ سُرخ رنگ گھونگریلے بالوں والے فراخ سینہ ہیں ﴿

دونوں حلیوں میں فرق بیّن ہے۔ نام تو دو شخصوں کے ایک ہو سکتے ہیں۔ مگر حلیئے ایک نہیں ہوتے۔ پس جہاں کمال مشابہت کے لحاظ سے دونوں کو ابن مریم فرمایا۔ وہاں ساتھ ہی حلیوں کا فرق بتا کر یہ سمجھا دیا کہ مسیح موسوی اور ہے اور مسیح محمدی اور ﴿

یہ سات زبردست دلائل اس بات کے ہیں کہ آنے والا مسیح باوجود ابن مریم کہلانے کے وہ ابن مریم نہیں۔ جو حضرت موسیٰ کا آخری خلیفہ بنی اسرائیل میں ہُوا ﴿

مسیح موسوی و مسیح محمدی کی مشابہت

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر آنے والے کو ابن مریم کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بوجہ مشابہت تامہ کے جو آپ کو مسیح ناصری سے ہے جس کی تفصیل تذکرۃ الشہادتین اور تحفہ گولڑویہ میں ہے۔ مختصر لکھتا ہوں

مسیح موسوی	مسیح محمدی
۱۔ بنی اسرائیل کے لیے موعود نبی۔	۱۔ اُمت محمدیہ کے لئے موعود مُرسل ﴿
۲۔ آپ کے ظہور کے وقت رُومی سلطنت۔	۲۔ آپ کے ظہور پر انگریزی سلطنت ﴿
۳۔ یہود کے بہت سے فرقے بن چکے تھے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے۔ آپ بطور حکم آئے۔ اختلافات کا فیصلہ کرنے۔ نئی شریعت نہیں لائے ﴿	۳۔ مسلمانوں کے ہفتاد و دو فریق بن کر ایک دوسرے کی تکفیر میں سرگرم تھے آپ نے اختلافی مسائل کا وحی ربانی سے فیصلہ کیا ﴿
۴۔ آپ نے موسوی جہاد کو موقوف کیا اور صلح واشتی و نرمی سے دین کی تبلیغ جمالی رنگ میں کی ﴿	۴۔ حضور نے بعض مولویوں کے خیالات دربارۂ جہاد کی تردید کی۔ اور دلائل و حجج سے اشاعت اسلام کر کے دکھا دی ﴿

مسیح موسوی	مسیح محمدی
۵۔ آپ کے زمانہ میں احبار و رہبان کی حالت بد سے بدترین ہو چکی تھی۔ اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ آپ نے بیدھڑک ان کے خلاف آواز اٹھائی ؛	۵۔ آپ جب آئے تو وہی نقشہ تھا۔ جو حدیث میں آیا ہے۔ مابقی من القرآن الا رسمہ ولا من الاسلام الا اسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ فقہاء ذالک الزمان شر فقہاء تحت ظل السماء ؛
۶۔ مذہب مسیحی قیصر کی قوم میں نرمی و آشتی سے پھیل گیا ؛	۶۔ خدا کے فضل و رحم سے خدام مسیح موعودؑ کی طفیل سے یورپینوں میں اسلام پھیل رہا ہے اور یہ صداقت پسند قوم اسکی طرف متوجہ ہو رہی ہے ؛
۷۔ آپ کے ظہور کے وقت ایک ستارہ نکلا۔ جسے دیکھ کر مشرق سے لوگ آئے ؛	۷۔ ۱۲۹۹ھ میں آپ کے ظاہر ہونے کا نشان ایک ذو السنین ستارہ نکلا ؛
۸۔ مجدد الف ثانی نے مکتوب ۷۶ میں لکھا ہے کہ مسیح موسوی کے وقت کامل سورج گرہن ہوا (اور زلزلہ آیا)	۸۔ آپ کے لئے بھی ماہ رمضان کی غیر معمولی تاریخوں میں سورج اور چاند دونو کو کامل گرہن ہوا جیسا کہ حدیث میں آنیوالے سچے مہدی کا نشان لکھا تھا۔
۹۔ جب آپ کو دکھ دیا گیا۔ تو وبا پھیلی۔ مری پڑی ؛	۹۔ آپ کے ساتھ جب دشمن شرارت، و شوخی و ایذادہی سے پیش آئے۔ تو خدا نے طاعون بھیجا
۱۰۔ آپ پر مقدمات قائم کئے گئے۔ انہیں قیصر کا باغی بنایا گیا۔ وغیر ذالک۔ مگر پلاطوس نے کہا میں ان میں کوئی گناہ نہیں پاتا ؛	۱۰۔ آپ پر بھی خون کا مقدمہ بنا۔ اور اسی ضمن میں غیر وفاداری کا الزام۔ مگر حاکم نے کہا کہ میں ان میں کوئی گناہ نہیں پاتا۔ یہ بری ہیں ؛
۱۱۔ بے باپ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھے ؛	۱۱۔ من وجہ یہ مسیح بھی قریش سے نہیں۔ اور من وجہ حسب حدیث ہیں سلمان منّا اھل البیت ؛
۱۲۔ آپ کے وقت میں دنیا کی وضع جدید ہو گئی	۱۲۔ آپ کے ایام بعثت کے ساتھ تبلیغ کے

مسیح موسوی	مسیح محمدی
اور نئے نئے انتظام ہوئے ۔	تمام سامان ہو گئے ۔ اور دنیا ایک شہر کے حکم میں ہو گئی ۔
۱۳ ۔ بے باپ پیدا ہونے کی وجہ سے نشان ٹھہرے ۔	۱۳ ۔ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک لڑکی (توام) پیدا ہوئی ۔ وہ فوت ہو گئی ۔ آپ زندہ رہے ۔
۱۴ ۔ آپ پر احبار نے کفر کے فتوے لگائے ۔ اور کہا کہ ہمارا دین بگاڑنے آیا ۔	۱۴ ۔ آپ پر بڑے بڑے علماء نے کفر کے فتوے دیئے ۔ اور بیخ کن اسلام قرار دیا ۔
۱۵ ۔ آپ کو سخت مخالفت اور دشمن کے حملوں کے وقت بشارت دی گئی ۔ انی متوفیک و رافعک الی ۔ یہ تجھے مار نہ سکینگے ۔ میں تجھے عزت کی موت دونگا ۔	۱۵ ۔ اسی طرح آپ کو خدا نے انی متوفیک و رافعک الی ۔ کا الہام کیا ۔ اور آپ کامیاب فوت ہوئے ۔ کسی کی مخالفت کچھ نہ کر سکی ۔ آپ کے متبعین کے حق میں فرمایا ۔ کہ تا قیامت از روئے دلائل غالب رہینگے ۔ عیاں راچہ بیان ۔
۱۶ ۔ آپ حضرت موسیٰ سے چودھویں (۱۴) صدی میں آئے ۔ حضرت موسیٰ ۲۴۸۸ بعد از ہبوط آدم پیدا ہوئے اور مسیح علیہ السلام ۳۷۶۰ میں آئے ۔ ۱۲۷۲ سال بعد ۔	۱۶ ۔ آپ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۷۲ سال بعد مبعوث ہوئے ۔ اور یہ مماثلت بھی پوری ہوئی ۔
۱۷ ۔ آپ کی مخالفت اور ایذا دہی کی پاداش میں یہودیوں پر ادبار آیا ۔ سلطنتیں جاتی رہیں ۔ ہر ذلت و مسکنت طاری ہوئی ۔	۱۷ ۔ عیاں راچہ بیان ۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ۔

یہ اور اس قسم کی بہت سی مشابہتیں ہیں ۔ جن کی وجہ سے آپ کو ابن مریم فرمایا گیا ۔ اور ک حرف تشبیہ بھی اسی واسطے نہ لایا گیا ۔ کہ کمال مشابہت ظاہر ہو ۔ جیسے کہتے ہیں یہ تو ہو بہو چاند ہے ۔ شیر ہے ۔ اس کی مثالیں قرآن مجید سے بھی مل سکتی ہیں اور حدیث میں بھی پائی جاتی ہیں ۔

قرآن و حدیث سے مثالیں

مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت مریم کی نسبت یا اخت هارون ما کان ابوکِ امرء سوءٍ وما کانت امّکِ بغیًّا

حضرت مریم کے بھائی کا نام ہارون نہ تھا۔ مگر بااینہمہ آپ کو اخت ہارون کہا گیا۔ نیک اور تقیّہ ہونے کی وجہ سے یا یہودیوں نے بطور طعنہ ہارون کی بہن مریم کا واقعہ یاد دلایا۔ جو گنتی باب ۲۶/۵۹ میں ہے ؛

۲۔ ان بنی اسرائیل کو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تھے۔ فرمایا۔ وانی فضّلتکم علی العالمین اور اذ نجینکم من اٰل فرعون۔ حالانکہ جو ایسے تھے وہ مر چکے تھے ؛

۳۔ بدوں کو باوجود آدمی ہونے کے بندر اور خنزیر کہدیا۔ قل هل انبئکم بشرّ من ذالک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منهم القردۃ والخنازیر (وہ جن کو خدا نے لعنت کی۔ اور انپر غضب نازل کیا۔ اور انہیں بندر اور سُور بنادیا) یہ بھی بوجہ کمال شباہت فرمادیا۔ ورنہ وہ آدمی ہی تھے ؛

خود حضرت مسیح انجیل میں فرماتے ہیں اے سانپو! اور افعی کے بچو۔ متی ۲۳/۳۳۔ پاک چیزیں کتوں کو نہ دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ متی ۷/۶۔ آپ قرآن مجید اور انجیل کی یہ مثال مدنظر رکھیں۔ تو یقتل الخنزیر کے معنے بھی حل ہو جائینگے۔ کہ اس سے فاسد عقیدے والے فاسقوں اور فاجروں کا دُعا یا دلائل سے ہلاک کرنا مُراد ہے۔

حدیث میں سب سے پہلے تو وہی حدیث قابل غور ہے جسمیں ابن مریم آیا ہے۔ مگر باتّفاق محققین وہاں ابن مریم کے مثیل مُراد ہیں۔ حدیث یہ ہے جو بخاری میں ہے :۔

کل بنی اٰدم یمسّہ الشیطان یوم ولدتہ اُمّہٗ الا مریم وابنها عیسیٰ۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں :۔ وهذا یخالف نص القراٰن ان عبادی لیس لک علیهم بسلطان۔ ان المراد من عیسیٰ وامہ کل رجل تقی کان علےٰ صفتهما وکان من المتورعین المتقین ؛

یعنی اس حدیث میں عیسیٰ اور مریم سے مُراد ہر پرہیزگار شخص ہے۔ جو ان کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ (۲) کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر میں بھی لکھا ہے۔ وما جاء فی الحدیث

المذکور من ذکر عیسٰے وامہ فالمراد ھما ومن فی معناھما۔ یعنی حدیث میں عیسٰی و مریم سے مراد وہ اور ان کے مثیل ہیں ؁

دوم۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔ فقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم انکن لانتنّ صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصلّ بالنّاس۔ ضرور ضرور تم ہی یوسف کی صواحب ہو۔ ابوبکرؓ سے کہو۔ نماز پڑھادیں۔ (بخاری کتاب الاذان)

یہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بیبیوں کو استعارۃً ایک فعل میں مشابہت کی وجہ سے صواحب یوسف کہا۔ حالانکہ وہ کئی سو سال پہلے گذر چکی تھیں۔ کہ حرف تشبیہ بھی نہیں ؁

پس آنیوالے مسیح کو جو ابن مریم فرمایا۔ تو اسلئے کہ مسلمانوں کی نسبت آخری زمانے میں پیشگوئی تھی:۔ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ وذراعًا بذراعٍ حتّی لو سلکوا جحر ضبٍ لسلکتموہ قلنا یارسول اللّٰہ الیہود والنصارٰی قال فمن (بخاری جلد دوم صلہ) یعنی تم انہی راہوں پر چلوگے۔ جن پر یہود و نصاریٰ چلے۔ اب ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے مسیحی صفت انسان یعنی ابن مریم ہی چاہیئے تھا۔ ولنعم ما قیل؎

چوں مرا نور پئے قوم مسیحی دادہ اند ؁ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ابن مریم کون ہوتا ہے۔ اس کا جواب قرآن مجید کی سورہ تحریم میں ہے۔ ضرب اللّٰہ مثلا للّذین اٰمنوا امرءۃ فرعون الایۃ (۱۲) ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمٰت ربھا وکتبہ وکانت من القانتین۔ یعنی اُمّت محمدیہ کے بعض مومن فرعون کی بی بی کے مثیل ہیں۔ اور بعض مریم کے مثیل ہونگے۔ جن کا نشان یہ ہے۔ کہ وہ اپنے تمام اعضاء کو حکم الٰہی کے ماتحت رکھتے ہیں۔ پھر ان میں رُوح القدس پھونکا جاتا ہے۔ اور کلام اللّٰہ اور کتب الٰہیہ کے مصدق ہوتے ہیں ؁

پس ان مثیلوں میں سے فرد مکمل و اکمل کا نام ابن مریم ہے جسکی پیشگوئی ایک رنگ میں اسی سُورۃ میں درج تھی ؁

نزول سے کیا مراد ہے؟

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ نزول سے کیا مُراد ہے۔ جو لوگ اس کے معنے آسمان سے اُترنا بتلاتے ہیں۔ وہ بہت غلطی پر ہیں۔

اوّل ۔ تو ابن مریم وفات پاچکے ہیں ۔ اور فیہا تحیون وفیہا تموتون وارد تنزیل ہے یعنی بشر تو زمین ہی میں زندہ رہ سکتا ہے ۔ اور یہیں اسکے رہنے کا وعدہ ہے ۔ ولکم فی الارض مستقر ۔

دوم ۔ نزول کا لفظ ہمارے نبی کریمؐ کیلئے بھی آیا ہے ۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً یتلوا علیکم ایات اللہ ۔ (الطلاق ع ۲)
اور بالاتفاق سب مسلمان مانتے ہیں کہ نبی کریمؐ آسمان سے بجسدہ العنصری نہیں اُترے تھے

سوم ۔ یہ لفظ مہمان کے لئے بھی آتا ہے ۔ حتیٰ کہ دجال کے لئے بھی آیا ہے ۔ اور اس کے لئے کون مانتا ہے ۔ کہ آسمان سے اُتریگا ۔

چہارم ۔ حماسہ میں ایک شعر ہے ۔ یزید بن حمار کا ۔ نزلت علے اٰل المهلب شاتیا + غریبا من الاوطان فی زمن المحل ۔ (میں آل مہلب کا جاڑوں کے موسم میں مہمان ہُوا ۔ جبکہ غریب الوطن مسافر تھا)

پنجم ۔ کسی حدیث مرفوع میں ینزل من السماء نہیں آیا ۔ پس خدا جانے ۔ آسمان سے بجسدہ العنصری اُترنا کہاں سے نکالتے ہیں ۔

ششم ۔ اگر آسمان کا لفظ ہو ۔ تو بھی اگلی کتابوں کے حوالے بتاتے ہیں کہ اس سے مراد بجسدہ العنصری آنا نہیں ۔ بلکہ صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ انجیل کی یہ آیت یوحنا ۳/۳۱

"جو اُوپر سے آتا ہے ۔ وہ سب کے اُوپر ہے ۔ اور جو زمین سے ہے ۔ وہ زمین ہی سے ہے ۔ اور زمین ہی کی کہتا ہے ۔ اور جو آسمان سے آتا ہے ۔ وہ سب کے اُوپر ہے ۔ جو کچھ اُس نے سُنا اور دیکھا ۔ اسی کی گواہی دیتا ہے ۔"

یہاں مسیح نے اپنی پہلی بعثت میں آسمان سے آنے کا دعویٰ کیا ہے ۔ حالانکہ بالاتفاق مسلم و نصرانی وہ آسمان سے بجسدہ العنصری نہیں آیا تھا ۔ بلکہ زمین ہی پر پیدا ہُوا ۔ پس اسی طرح بعثت ثانی میں اسی آسمان سے آمد ہوگی ۔

ہفتم ۔ جو قضیہ یہاں درپیش ہے ۔ اسکی نظیر انبیاء سابق میں موجود ہے ۔ اسی کے مطابق اس

متنازعہ مسئلہ میں یہی فیصلہ کرنا چاہیئے ؎

سلاطین ۲ باب ۲ آیت ۱۱ میں ہے۔ "اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا" دیکھئے۔ کیسے صریح الفاظ میں ایلیاہ کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ مسیح ناصری کے لئے تو آسمان کا لفظ قرآن مجید میں نہیں۔ البتہ ایلیاہ کے لئے بائبل میں ہے۔ کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا۔

اب ایلیاہ کے دوبارہ آنے کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب میں پڑھیں۔ "خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا" ملاکی ۴ باب ؎

جب حضرت عیسیٰ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو یہودی علماء نے یہی آیت پیش کی۔ کہ آپ سے پہلے ایلیاہ کا آنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح نے اس اعتراض کا جو جواب دیا وہ متی باب ۱۱ آیت ۱۴ میں پڑھیں ؎

"سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی۔ اور چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے"

یعنے وہ ایلیاہ جو آنے والا تھا۔ وہ یوحنا ہے۔ جو اسکی روح و قوت میں ظاہر ہوا پس جب ایک فیصلہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ تو ہم کیوں نہ ابن مریم کے دوبارہ آنے کا مطلب یہ سمجھیں۔ کہ ایک مامور اسکی روح و قوت میں اس کا بروز ہو کر آنا تھا۔ جو مرزا غلام احمد ہے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) چاہو تو قبول کرو ؎

گذارش

اس رسالہ کے ساتھ جو فہرست کتب ہے احباب جماعت احمدیہ اس کو فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس سے تحریک جدید کی مضبوطی کا سوال بھی حل ہو جاتا ہے ؎

مینیجر تشحیذ الاذہان

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۲

سوال ۔ اہلسنت جماعت کی کسقدر زبردستی ہے ۔ کہ ابو طالب کے ایمان لانے کے قائل نہیں ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ وہ نعوذ باللہ ایمان ۔ سے محروم ہی رہے ؛

جواب ۔ صحاح ستہ اور تاریخ اسلام سے ایسا ہی ثابت ہے ۔ اہلسنت کا یہ عقیدہ خود ساختہ نہیں ہے ۔ اس کو جانے دو ۔ خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے ؛

انّك لا تهدى من احببت الخ ۔ القمی قال نزلت فی ابی طالب كان رسول اللهؐ يقول يا عم قل لا اله الا الله انفعك بها يوم القيمة فيقول يا ابن اخی انا اعلم بنفسی فلما مات شهد العباس بن عبد المطلب عند رسول اللهؐ ۔ انه تكلم بها عند الموت فقال رسول الله اما انا فلم اسمعها منه وارجوا ان انفعه يوم القيمة ۔ وقال لو قمت المقام المحمود لشفعت فی امّتی وابی وعمّی واخ كان لی مواخيا فی الجاهلية

تفسیر صافی جلد دوم صـ۴۲۸ مطبوعہ بمبئی ۔ سورہ قصص زیر آیت انّك لا تهدى من احببت الخ

ترجمہ ۔ انك لا تهدی یعنے تو ہدایت نہیں کر سکتا جسکو چاہے ۔ تفسیر قمّی میں ہے کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ۔ کہ اے چچا ۔ کہو لا الہ الا اللہ ۔ قیامت کے دن اس سے آپ کو نفع پہونچیگا ۔ تو ابی طالب کہتے ۔ اے میرے برادر زادے ۔ میں اپنی بابت خوب جانتا ہوں ۔ پس جب وہ فوت ہو گئے ۔ تو عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر شہادت دی ۔ کہ مرتے ہوئے ابو طالب نے وہ کلمہ کہا تہا ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو ان کی زبان سے سنا نہیں اور امید ہے کہ قیامت کے دن میں ان کو نفع پہنچاؤں گا ۔ اور یہ فرمایا کہ اگر میں مقام محمود پر کھڑا ہوا تو اپنی ماں باپ اور اپنے چچا اور بھائی کے بارہ میں شفاعت کروں گا ؛

سوال - اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں - جیسے کہ خدا فرماتا ہے - کما ارسلنا الی فرعون رسولا - اور اگر موسیٰ کو بارہ نقیب دیئے گئے - جیسے کہ اثنا عشر نقیبا سے ظاہر ہوتا ہے تو فرمائیے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کون سے بارہ نقیب عطا فرمائے - سوائے گیارہ اماموں کے - اور کون اس مماثلت کا مصداق ہو سکتا ہے ؟

جواب - اگر دوازدہ امام علیہ السلام پر یہ شباہت چسپاں ہو سکے - تو چشم ما روشن دل ما شاد - لیکن حالات اس کے منافی ہیں - اول تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے نقیب ایک ہی وقت میں موجود تھے - اور بارہ امام یکے بعد دیگرے ہوئے - دوسرے موسیٰ کے نقیبوں نے تبلیغ رسالت و اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنی جان کا خوف نہیں کیا - برخلاف اسکے بارہ امام پورے طور پر پابند تقیہ تھے - اور بارھویں امام اب تک تقیہ کی وجہ سے ظہور فرمانے سے نفور ہیں - اگر آپ کو یہ گمان ہو - کہ سوائے بارہ اماموں کے اور کوئی سلسلہ افراد امت میں سے بارہ تک ثابت نہیں - تو یہ درست نہیں ہے - دیکھئے انشاء اللہ آپ کی ہی نہایت معتبر تفاسیر سے ثابت کئے دیتا ہوں ؟

آیہ واذ یمکر بک الذین کفروا (سورہ انفال) کی تفسیر میں قمی نے لکھا ہے - کہ اس کا شان نزول یہ ہے - کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت اسلام کا مکہ میں حکم ہوا - اور اوس اور خزرج مدینہ کے مشہور قبائل میں سے لوگ حج کی تقریب پر مکہ میں آئے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام فرمائی - اور حسب قرارداد ستر نفر رات کے وقت دار عبد المطلب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے - تو لکھا ہے کہ سعد بن زرارہ اور براء بن معرور و عبد اللہ بن حرام نے عرض کی - کہ ہمیں خدا کے لئے کیا کرنا چاہیئے - اور آپ کے لئے کیا ؟ تو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا فرض یہ ہے کہ اسی کی پرستش کرو - اور کوئی اس کا شریک نہ بناؤ - اور میرے لئے یہ شرط ہے کہ میری حفاظت کرو جسطرح کہ اپنے نفوس کی - اور اسی طرح میرے اہل کی جسطرح کہ اپنے اہل اور اولاد کی کرتے ہو - انہوں نے عرض کی - پھر ہم کو اس کا اجر کیا ملیگا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ آخرت میں تو جنت ملیگا - اور یہاں پر عرب کے بادشاہ بنو گے - اور عجم تمہارے تابع ہوگا - اور بہشت میں تم بادشاہ بنو گے - انہوں نے عرض کیا

کہ بس ہم راضی ہوگئے۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اخرجوا الیّ منکم اثنی عشر نقیبا۔ یکونون شھداء علیکم بذلک کما اخذ موسیٰ من بنی اسرائیل اثنی عشر نقیبا۔ فاشار الیھم جبرئیل فقال ھذا النقیب۔ تسعۃ من الخزرج وثلثۃ من الاوس فمن الخزرج سعد بن زرارہ والبراء بن معرور وعبداللہ بن خرام وابو جابر ابن عبداللہ ورافع بن مالک وسعد بن عبادہ والمنذر بن عمرو وعبداللہ بن رواحہ وسعد بن الربیع وعبادہ بن الصامت ومن الاوس ابوالھیثم بن التیھان وھو من الیمن و اسد بن حصین وسعد بن خشیمۃ۔ تفسیر صافی زیر آیہ مذکور

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بارہ نقیب نکال کر میرے پاس آئیں۔ جو کہ تم پر اس امر کے گواہ ہوں۔ جسطرح کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب چن لیے تھے۔ پس انکی طرف جبرئیل ارشاد فرماتے جاتے۔ کہ یہ نقیب ہے۔ اور یہ نقیب ہے۔ پس نو نقیب تو قبیلہ خزرج سے منتخب ہوئے۔ اور تین قبیلہ اوس میں سے ؛

اب فرمایئے بارہ نقیب سے بارہ امام کے اُمّت محمدیّہ سے نکل گئے یا نہ؟ اور بفضلہ تعالیٰ یہ منصوص بھی ہیں۔ اجماعی نہیں ہیں ؛

سوال۔ خلافت منجانب اللہ اور اجماعی خلافت کی کیا پہچان ہے؟

جواب۔ چونکہ مابہ النزاع مسئلہ خلافت بلافصل رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اس واسطے بجائے اس کے کہ میں خلافت کی لغوی و اصطلاحی معانی و تشریح میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤں۔ بہتر ہوگا کہ اسی خاص موقعہ کو مدنظر رکھ کر مختصر عرض کروں اور مدلل۔ سو آپ کو معلوم ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے پر ہی سب سے پہلے انصار کو خلافت کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور انھوں نے سعد بن عبادہ کو جو پہلے سے ہی خزرج قبیلہ کے رئیس تھے۔ خلیفہ بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اور سقیفہ بن ساعدہ میں جا کر جمع ہوگئے۔ ادھر مہاجرین قریش چاہتے تھے۔ کہ چونکہ انصار مدینہ خلافت جیسے مہتم بالشان منصب کے اہل نہیں۔ اس واسطے خلافت کے لیے کوئی قریشی سردار منتخب کیا جائے

ادہر سرداران بنی ہاشم حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر جمع ہو رہے تھے۔ کہ خلافت کا سہرا بندھے۔ تو مولا علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بندھے۔ کیونکہ کیا بلحاظ قرابت حسب و نسب اور کیا بلحاظ زوج بتول و داماد رسول مقبول ہونے کے ان کا کوئی ثانی نہیں جس طرح جماعت انصار اپنی مطلب براری میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اسیطرح بنی ہاشم بھی لڑنے مرنے پر تیار تھے۔ بقول شاعر ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

چنانچہ حضرت عمرؓ کی زبانی ایک خطبہ میں مروی ہے۔ جو آپنے منبر پر چڑھ کر ہزاروں صحابہ کے سامنے فرمایا:۔

وانہ کان من خبرنا حین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وتخلف عنا علیؓ والزبیر رضی اللہ عنہما ومن معہما واجتمع المہاجرون الی ابی بکر۔ مختصراً بقدر الحاجۃ۔ بروایت بخاری و مسلم تیسیر الوصول حرف خاء۔ الباب الثانی فی ذکر الخلفاء الراشدین و بیعتہم +

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہماری یہ حالت تھی۔ کہ انصار ہماری مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ اور سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جا جمع ہو گئے۔ اور مخالفت کی ہم سے علی اور زبیر نے۔ اور ان لوگوں نے جو انکے ساتھ تھے۔ اور مہاجرین نے اتفاق کیا تھا ابو بکرؓ پر۔ انصار اگر اپنی جمعیت اور اصل باشندگان مدینہ ہونے کی وجہ سے ایک زبردست پارٹی تھے۔ تو بنی ہاشم بھی بلحاظ قرابت قریبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و خداداد عظمت او وقار و دیگر ذاتی کمالات کے کسی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے۔ اور اگر شیعہ روایات پر اعتماد کیا جائے۔ تو وہ جمعیت میں بھی کم نہ تھے۔ بلکہ جمعیت کی ان کو ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ عصائے موسیٰ ان کے پاس۔ انگشتر سلیمان ان کے قبضہ میں۔ اور اسم اعظم کے پورے حروف ان کو ورد زبان۔ پھر ان کے مقابلہ میں مہاجرین قریش کی تھوڑی سی جماعت ہے۔ جنکی نظر لے دے کر ابو بکرؓ پر رہی تھی۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ کہ انصار بھی اپنے ارادوں میں ناکام رہتے ہیں۔ اور بنی ہاشم بھی خلافت نہ پا سکے۔ اور کامیاب ہو جاتے ہیں

تو ابوبکرؓ ۔ اب اس نظارہ کو دیکھ کر ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اٹھے گا۔ کہ ابوبکرؓ کا انتخاب واقعی منجانب اللہ تھا۔ اور اسی واسطے وہ اپنے حریفوں پر کامیاب رہا۔ اور دوسرے خلیفے اجماعی تھے۔ اور اسی واسطے ناکام رہے۔ اور ان کی سرتوڑ کوششیں اکارت رہیں وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؟ +

سوال ۔ جناب علی علیہ السلام کے بارہ میں جو نصوص خلافت بلافصل ہیں ان کا کیا جواب ہے +

جواب ۔ جیسی جیسی نصوص آپ لوگ جناب علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرتے ہیں ویسی ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی ہیں۔ لیکن محققین نے یہ لکھا ہے۔ کہ نص خلافت جس طرح ابوبکرؓ کے حق میں صاف صاف نہیں فرمائی گئی ۔ جناب علی علیہ السلام کے حق میں بھی ایسی کوئی نص صریح نہیں۔ جس سے حق خلافت بلافصل ثابت ہو سکے۔ دیکھئے۔ اہلسنت کو اعتراف ہے۔ کہ ابوبکرؓ صدیق کے حق میں کوئی نص مروی و ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی نص ہوتی۔ تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مقابلہ میں ضرور ظاہر فرماتے لیکن وہاں انہوں نے سوائے حدیث مشہور الائمۃ من القریش اور کوئی نص ظاہر نہیں فرمائی۔ فہو المراد +

رہے جناب علی علیہ السلام ۔ تو ان کے بارہ میں بھی اس امر کے ثبوت میں ایک دو روایات خاص قابل غور ہیں۔ مثلاً ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے وقت جب عباسؓ نے جناب علی علیہ السلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خیریت پوچھی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ خیریت ہے۔ اس پر عباسؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم۔ تین دن کے بعد کسی کی اطاعت کا جوا آپ کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا کی قسم مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر ہوتے ہوئے معلوم نہیں دیتے۔ میں بنی عبد المطلب کے چہروں سے تاڑ جاتا ہوں۔ جب وہ فوت ہونے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ تاکہ ہم آپ سے اس امر خلافت کے متعلق پوچھ باچھ لیں۔ کہ خلافت کن لوگوں میں ہے۔ اگر ہم لوگوں

میں ہوگی تو ہمکو معلوم ہو رہیگا اور اگر ہمارے سوا اور لوگوں میں مقدر ہے تو ہم اس بارے میں آنحضرت صلعم سے گفتگو کر لینگے پھر آپ ہمارے لئے خلافت کی وصیت کر جائینگے تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اما واللہ لان سالناھا فمنعناھا لا یعطینا ھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألھا اخرجہ البخاری تیسیر الوصول المباب الثانی فی ذکر الخلفاء الراشدین۔ (ترجمہ) خدا کی قسم ہے کہ اگر ہمنے آنحضرت صلعم سے درخواست کی اور آپنے ہمکو نہ دی تو آپ کے بعد لوگ ہمکو کبھی خلافت نہ دینگے میں تو خدا کی قسم آپ سے خلافت کی درخواست نہ کرونگا۔

اسی طرح مرض الموت کی دوسری روایت مشہور روایت قرطاس ہے جن میں آنحضرت صلعم نے کاغذ و قلم دوات منگائی ہے اور شیعہ کا خیال ہے کہ خلافت کی وصیت لکھنا مقصود تھا ہر دو روایات مذکورہ آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کے آخری ایام کے متعلق ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا مسئلہ رسول صلعم کی تمام زندگی میں ابتک ہرگز صاف نہیں ہوا تھا اور کسی فرد کے حق میں نص نہ تھی ورنہ عباس رض کو آنحضرت صلعم سے اس بارہ میں دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور اسی طرح آخری وقت میں خلافت کی وصیت کو معرض تحریر میں لانے کی کیا حاجت تھی اب اس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ مرض الموت سے پہلے مختلف مواقع پر جو کچھ آنحضرت صلعم نے جناب علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا اس سے مراد خلافت بلا فصل ہرگز نہ تھی بلکہ اس سے مطلق خلافت یا کوئی اور امر مراد تھا ورنہ خلافت کا سوال جب پیدا ہوا تھا تو سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ سہی کیونکہ بقول شیعہ اسوقت آپ غسل آنحضرت صلعم میں مصروف تھے اپنے گھر میں اپنے مددگاروں اور حامیوں کے سامنے ہی سہی ورنہ بیعت عامہ کے وقت جب آپ کو مسجد میں بلایا گیا اسوقت صحابہ رض کے روبرو اس خاص نص کا اظہار آپ پر نہایت ہی ضروری اور فرض تھا لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ خاص اس بارے میں بالکل خاموش ہے اور اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو ہمنے نکالا ایک اور روایت بھی قابل غور ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر رسول صلعم کسی کو خلیفہ بنا جاتے تو کس کو بناتے انہوں نے کہا کہ ابوبکر رض کو۔ راوی نے کہا کہ پھر کس کو بناتے فرمایا کہ عمر رض کو پھر دریافت کیا گیا کہ عمر رض کے بعد کس کو بناتے فرمایا کہ ابو عبیدہ رض بن الجراح کو بس یہاں بات ختم ہوگئی اسکے آگے شارح حدیث فرماتے ہیں۔ کہ اہلسنت کے لئے ابوبکر رض کی خلافت بلافصل کی یہ عمدہ دلیل ہے۔ پھر عمر رض کے لئے بذریعہ اجماع صحابہ رض کے

اور اسمیں دلیل ہے واسطے اہلسنّت کے کہ خلافت صدیق رضہ کے لئے رسول صلعم کی طرف سے کوئی نص صحیح نہ تھی بلکہ صحابہ نے جمع ہوکر اُن کی خلافت کا اہتمام کیا اور اُن کو انکی بزرگی کی وجہ سے مقدم کیا گیا اگر کوئی ان کے حق میں نص ہوتی یا کسی اور کے حق میں تو انصار وغیرہم مسرے سے ہرگز تنازعہ نہ کرتے اور جس کے حق میں نص ہوتی وہ اسکا ذکر کر دیتا تو البتہ لوگ جمع کر لیتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے تنازعہ تھا اور کوئی نص سنائی نہ گئی پھر ابوبکر رضہ پر اتفاق کیا گیا اور امر خلافت قائم ہو گیا اور رہ جو شیعہ مدعی ہیں کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں نص تھی تو یہ باطل ہے اور اسکی کوئی اصل نہیں باتفاق مسلمین اور اُن کے دعوے کا بطلان جناب علی کے ہی زمانہ سے ہی ثابت ہے اور سب سے پہلے جناب علی ہی ان کی تکذیب فرماتے ہیں بقولہ ما عندنا الا فی ھٰذہ الصحیفۃ للحدیث جیسے کہ فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی نص نہیں جو کچھ ہے وہ اس قرآن میں ہی ہے اور بس تا آخر حدیث اور اگر آپکے پاس کوئی نص ہوتی تو آپ اسکا ذکر فرما دیتے تو اصل یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اس تمام عرصہ میں اس نص کو یاد فرمایا نہ کسی اور نے آپ کو یاد دلایا تعلیق المحمود حاشیہ ابوداؤد نمبر ۴ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ کانپور

سوال یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار کا ساختہ پرداختہ خدا کا ساختہ و پرداختہ ہے

جواب دیکھیے خدا نے آیت استخلاف میں فرمایا تھا کہ میں تم مومنین سے ضرور خلیفے بناؤں گا غالباً اسی واسطے جناب رسول صلعم نے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ فرمایا اب بعد وفات آنحضرت صلعم کے خلافت کا جھگڑا پیدا ہو گیا اور ہر ایک فریق نے اپنی اپنی جگہ پوری کوشش کی آخر ایک شخص پر سب کا اتفاق ہو گیا اور اسکی کامیابی کو کوئی روک نہ سکا تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہی خلیفہ برحق تھا اور یہ کہ اسی کو خدا نے خلیفہ بنانا تھا اور وہی آخر خلیفہ ہو گیا۔ علاوہ اسکے خود جناب علی علیہ السلام کے مکتوبات میں ایک جگہ آیا ہے کہ شوریٰ و انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو حاصل ہے اور جس شخص کی امامت یا خلافت پر وہ اجماع کر لیں خدا کے نزدیک بھی وہی پسند ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسکی اطاعت سے انحراف کرے تو اسکو اطاعت پر مجبور کرنا چاہیے لیکن اگر انکار کرے۔ تو اسکو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ اُسنے عام مومنین کے طریق کو چھوڑ کر علیحدہ رستہ اختیار کر لیا اور جدھر وہ لوٹا ہے خدا اسکو ادھر ہی لوٹائے گا۔

واضح ہو کہ یہ استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ دیکھو ۵/۱۴۔ اصل عبارت وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذلک رضی فان خرج من امرہم خارج لطعن او بدعۃ ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی فاقتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولیٰ۔ نہج البلاغۃ حصہ دوم صفحہ ۷ مطبوعہ مصر دفعہ ثالث

نکتہ۔ ابوبکر پر مہاجرین وانصار کا اجماع ہوگیا اور وہ پسندیدہ خلیفہ ہوگئے جناب علی علیہ السلام نے طوعاً وکرہاً بیعت کرلی اور مخالفت کے فتنہ کی امان پائی لیکن بعد میں عبادہ نے پوری مخالفت کی اور آخر تک بیعت ابوبکر پر رضامند نہ ہوئی حتیٰ کہ مدینہ بھی چھوڑ دیا اگر وہاں رہتے تو فوراً قتل کئے جاتے اسی طرح حضرت عمر رضہ سے منقول ہے۔

فمن بایع رجلاً علیٰ غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ہو ولا الذی بایعہ تغرۃ ان یقتلا اخرجہ الشیخان تیسیر الوصول باب ثانی ذکر خلفاء الراشدین۔ (ترجمہ) پس جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرنا چاہے پس چاہیئے کہ بیعت نہ کرے اور نہ بیعت لینے والا اسکی بیعت کو قبول کرے اس خوف سے کہ دونوں قتل کیے جائینگے۔

سوال۔ اگر جناب علی علیہ السلام خلافت ابوبکر کو حق بجانب جانتے تھے تو پھر آپ نے مطابق روایت صحیح مسلم چھ ماہ تک بیعت میں کیوں توقف کیا۔

جواب۔ اوّل تو بیعت میں توقف کرنا خود روایات شیعہ کے برخلاف ہے کیونکہ لکھا ہے فلذلک کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرہاً حیث لم یجد اعواناً۔ کتاب الروضۃ فروع کافی صفحہ ۱۳۹ یعنے جناب علی علیہ السلام نے اپنے حق خلافت کو مخفی رکھا اور مجبوراً بیعت کرلی کیونکہ کوئی مددگار نہ پایا۔

اسی طرح اہلسنت کی دیگر مرویات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپنے اسی دن بیعت کرلی تھی بلکہ فرمایا کہ چونکہ رسول صلعم نے ابوبکر صدیق کو نماز جیسے رکن اسلام وعمود دین کے لئے پسند فرمایا تھا اسواسطے ہم اپنی دنیوی بہبودی کے لئے بھی اسی کو پسند رکھتے ہیں۔

کان خلیفۃ رسول اللہ رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا۔ منتخب کنز العمال

بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ باب فضائل الخلفاء صفحہ ۲۹

ایسی صریح دلیل کے بعد جو خود آپکی زبان مبارک سے مروی ہے ہرگز عقل باور نہیں کرتی کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت میں توقف فرمایا ہو پس یا تو اسکی تاویل کرنی پڑے گی یا ورنہ غ بر گردن راوی اور سب سے آخری جواب باصواب ہے کہ جب ابو بکرؓ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا تو جناب علی علیہ السلام پر حتی الوسع جلدی بیعت کرنا لازمی تھا اگر انھوں نے توقف فرمایا تو انکی اجتہادی غلطی پر محمول کرنا چاہئے نہ کہ خلافت پر نکتہ چینی کرنا پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر آپنے بالفرض بیعت نہ فرمائی تو کوئی مخالفت بھی تو نہیں فرمائی جیسے کہ بعد میں عبادہ مدعی خلافت نے کیا پس جناب کا معاملہ خاص ہے اور شیعوں کو اس توقف پر کیا تسلّی ہو سکتی ہے جب آخر کار جناب علی نے بغیر بیعت کے چارہ ہی نہ دیکھا پس درمیانی باتوں کو چھوڑ کر انجام کو دیکھو کہ کیا ہوا۔ فقط

وفات مسیحؑ

(از روئے علم منطق)

وفات مسیح اور حیات مسیح کا مسئلہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے مابین ایک اہم مسئلہ ہے جس پر صداقت مسیح موعود کے ثابت کرنے سے پیشتر بحث کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر قرآن کریم سے مسیح ناصری کی حیات ثابت ہو جائے تو پھر وہی لامحالہ آئینگے ہاں اگر حیات کی نقیض یعنے وفات ثابت ہو جائے تو پھر آیت حرام علی قریۃ اھلکنا انھم لا یرجعون اور آیت ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون کے مطابق حضرت عیسےٰ کا دوبارہ اس دنیا میں آنا ناممکن ہے۔ پس ہم قرآن مجید پر نظر عمیق ڈالتے ہیں کہ وہ ان ہر دو مدعیان وفات مسیح اور حیات مسیح میں سے کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس ذیل میں چند دلائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں۔

دلیل اوّل۔ پہلی دلیل قرآن کریم سے جو وفات مسیح پر دال ہے آیت وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم ہے مسیح علیہ السلام قیامت کے دن جبکہ ان پر ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین کا اعتراض ہوگا جواب دینگے کہ ما قلت لھم الّا ما امرتنی بہ ان اعبدوا

اللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم الخ کہ میں نے انکو سوائے اس تعلیم کے جس کے سکھانے کے لئے مجھے مامور کیا گیا تھا اور کچھ نہیں کہا اور میں اپنی قوم پر نگران رہا جب تک میں انمیں رہا لیکن میری نگرانی یوم توفّی نے زائل کی پھر جب میری توفی ہوگئی تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ مزیل نگرانی قوم سوائے توفّی کے اور کوئی امر نہیں۔ کیونکہ فلمّا توفیتنی میں فاء ہے اور فاء تعقیب مع الوصل اور ترتیب کے معنے دیا کرتی ہے۔

اب ہم آپکو اس آیت سے بذریعہ منطق جس کی یہ تعریف ہے کہ انہ علم بقوانین تعصم مراعاتہا الذہن عن الخطاء فی الفکر شکل اول کے ساتھ جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اور جس کے نتیجہ کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ایجاب صغریٰ اور کلیتہ کبریٰ ضروری ہیں ثابت کرکے دکھاتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہوچکے ہیں۔

(صغریٰ) مسیح پر توفی کا لفظ اس طور سے آیا ہے کہ خدا فاعل اور مسیح مفعول جو کہ ذی روح ہیں ہے (کبریٰ) اور جس پر توفی کا لفظ اس طور سے کہ خدا فاعل اور مفعول ذی روح ہے وارد ہوا ہے اسکا قبض روح ہوچکا ہے۔

(نتیجہ) مسیح کا قبض روح ہوچکا ہے۔

(ثبوت صغریٰ) مندرجہ بالا آیت میں توفیتنی جملہ آیا ہے جسمیں ضمیر متصل مرفوع فاعل ہے جس سے مراد خدا ہے اور یاء متکلم مفعول جس سے مراد مسیح ہیں اور توفی کا لفظ استعمال ہوا ہے (ثبوت کبریٰ) لغت اور محاورات اہل عرب اسپر شاہد ہیں کہ جب کبھی توفی کا لفظ اس نمط سے کہ خدا فاعل اور مفعول ذی روح چیز ہو بولا جائے تو اسکے معنے سوائے قبض روح اور موت کے نہیں ہونگے جیسے کوئی کہے کہ توفی اللہ بکراً تو اسمیں سوائے قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

دلیل ثانی - دوسری دلیل بذریعہ منطق وفات مسیح پر اس طرح ہے۔ (صغریٰ) مسیح ناصری رسول کریم سے پہلے ایک رسول تھے (کبریٰ) اور وہ تمام رسول جو کہ نبی کریم سے پہلے تھے وفات پاچکے ہیں۔ (نتیجہ) مسیح ناصری وفات پاچکے ہیں۔

(صغریٰ) مسلّم فریق ثانی ہے اسلئے اسکے ثبوت پر کسی برہان کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں (ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر نبی کریم سے پہلے رسول تھے وفات پا چکے ہیں قرآن مجید سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ اگر کوئی کہے کہ خلت کے معنے موت کے نہیں تو اسکے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب - اگر خلت کے معنے موت کے نہیں تو اس آیت سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام رسول جو کہ نبی کریم سے پہلے تھے فوت نہیں ہوئے کیونکہ خلت کا لفظ الرسل پر آیا ہے حالانکہ اس بات کو کوئی بھی صحیح نہیں مانتا۔

دوسرا جواب - خلت کے لفظ کی تفسیر اس آیت میں ہی کر دی گئی ہے جو کہ افان مات او قتل سے ظاہر ہے اور پھر دوسری جگہ قرآن میں بھی لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں معنی موت کے لئے جاتے ہیں جیسے کہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ؕ اور آیت وقد خلت القرون میں بھی یہی معنے لئے جاتے ہیں۔

تیسرا جواب - لغت میں بھی ایسے حوالے پائے جاتے ہیں جسمیں خلا کے معنے موت کے لئے گئے جیسے کہ تاج العروس میں لکھا ہے کہ خلا فلان ای مات پھر محاورات اہل عرب بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ خلا کے معنے موت کے ہوتے ہیں جیسے کہ ایک حماسی شاعر لکھتا ہے۔

اذا سید منا خلا قام سید ❖ قوول لما قال الکرام فعول

اس شعر میں تمام شارحین نے خلا بمعنے مات لکھا ہے پس جب قضیتین صحیح نکلے تو نتیجہ بھی صحیح نکلا

دلیل ثالث - تیسری دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں تمام کے تمام مردہ ہیں (نتیجہ) مسیح مردہ ہیں (ثبوت صغریٰ) کہ مسیح معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں قرآن المجید سے ثابت ہے جیسے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ اور آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح علیہ ابن مریم - اور کبریٰ بھی نص قرآنی ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون

(ثبوت کبریٰ) اور جو معبود من دون اللہ ہو فوت شدہ ہیں

اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون یعنے جن کو اللہ کے سوا معبود پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود مخلوق ہیں اور وہ تمام کے تمام مردہ ہیں بالکل زندہ نہیں۔ ابتو انکو قبروں میں پڑے ہوئے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائینگے پس بنابریں قضیتین کے صحیح ہونے کے نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

دلیل رابع ۔ چوتھی دلیل وفات مسیح بہ بذریعہ منطق اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام کھانا کھایا کرتے تھے وہ وفات پا چکے ہیں (نتیجہ) مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

(صغریٰ) قرآن کریم کی اس آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام سے ثابت ہے (ثبوت کبریٰ) کہ جو کھانا کھایا کرتے تھے وہ وفات پا چکے ہیں استقرا ہے کہ ہمارا مشاہدہ اسپر دال ہے جو گذشتہ زمانہ میں کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے تو ان کا اس زمانہ میں کھانا نہ کھانا اس بات کو پائہ ثبوت تک پہنچاتا ہے کہ وہ فوت ہو گئے کیونکہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ ذی جسد شے بغیر کھانیکے زندہ نہیں رہ سکتی جیسے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ ما جعلنا هم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین پس اس قانون میں مسیح بھی شامل ہیں اسواسطے مسیح بھی بغیر کھانیکے زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے اگر کہو کہ وہ بغیر کھانے کے زندہ چلے آتے ہیں تو یہ اس آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت یہ ثابت کر رہی ہے کہ ذی جسد بغیر اکل طعام کے زندہ نہیں رہ سکتے اور اگر ہم مسیح کو بغیر کھانے کے زندہ مانیں تو نتیجہ باطل کو مستلزم ہوگا اور وہ بذریعہ شکل اول کے اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام مستغنی عن الطعام ہیں (کبریٰ) اور جو مستغنی عن الطعام ہیں وہ انسان نہیں (نتیجہ) مسیح انسان نہیں۔

پس نتیجہ اسواسطے غلط نکلا کہ (صغریٰ) "مسیح علیہ السلام مستغنی عن الطعام" ہیں غلط ہیں کیونکہ کبریٰ تو صحیح ہے اسلئے کہ انسان کے لئے تو کھانا ضروری ہے کیونکہ وہ ذی جسد ہے۔ پس جب کبریٰ صحیح ہے اور صغریٰ کو بھی اگر صحیح مانا جائے تو چاہیے تھا کہ نتیجہ صحیح نکلتا پس یہاں نتیجہ غلط اور خلاف قرآن نکلا ہے یہ اسلئے کہ خدا تعالے نے تو مسیح کو انسان ٹھہراتا ہے جیسے کہ فرماتا ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح مستغنی عن الطعام نہیں اور وہ بغیر کھانیکے زندہ نہیں رہ سکتے۔

اور دوسری صورت کہ وہ کھاتے ہیں اور زندہ ہیں قرآن کے خلاف ہوئی کیونکہ قرآن ثابت کرتا ہے کہ وہ اسوقت نہیں کھاتے تو نتیجہ یہی نکلیگا کہ مسیح وفات پا گئے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے۔

دلیل خامس پانچویں دلیل وفات مسیح پر بذریعہ قیاس مرکب کے ہے اور قیاس مرکب کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے مقدمات سے مؤلف ہو کر ان سے جو نتیجہ نکلے وہ مطلوب نہ ہو لیکن اس نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملانے سے جو نتیجہ نکلے وہ نتیجہ مطلوب ہو یا دوسرے نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملانے سے مطلوب حاصل ہو ہر صورت میں اسکو قیاس مرکب ہی کہینگے اور وہ بذریعہ شکل اول کے اس طرح پر ہے۔

(پہلی جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح بنی اسرائیل کی طرف رسول بنکر آئے ہیں (کبریٰ) اور جس قدر رسول بنی اسرائیل کی طرف آئے ہیں تمام انسان ہیں (نتیجہ) مسیح انسان ہیں۔

(دوسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح انسان ہیں (کبریٰ) اور جسقدر انسان ہیں تمام زمین میں ہی (نتیجہ) مسیح بھی زمین میں ہیں۔

(تیسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح زمین میں ہیں (کبریٰ) اور جو زمین میں ہیں یا زندہ ہیں یا مردہ؟ (نتیجہ) مسیح بھی زندہ ہیں یا مردہ؟

(ثبوت پہلی جزو قیاس مرکب کا) (صغریٰ) قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

(ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر بنی اسرائیل کی طرف رسول آئے ہیں تمام انسان ہیں مسلم فریق ثانی ہے پھر قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی رسول بنکر آتے ہیں جو کہ انسانوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں پس جب مقدمتین صحیح ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

(ثبوت دوسری جزو قیاس مرکب کا) (صغریٰ) پہلی جزو قیاس مرکب کا نتیجہ ہے اس لئے اسپر کسی برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الخ یعنے حضرت عیسیٰ کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک ایک انسان کی ہے۔

(ثبوت کبریٰ) کہ جس قدر انسان ہیں تمام زمین میں ہیں اور خدا تعالےٰ نے بنی آدم یعنی انسانوں کے لئے یہ قانون باندھا ہے کہ فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون کہ زمین میں ہی تم زندگی بسر کروگے اور زمین میں ہی تم مروگے اور زمین سے ہی پھر قیامت کے دن نکالے جاؤگے تو اب کوئی انسان زمین سے باہر نہیں جاسکتا خواہ زندہ ہو یا مردہ ہر صورت میں زمین میں ہی رہنا پڑتا ہے پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

(ثبوت تیسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) نتیجہ ہے قیاس مرکب کی دوسری جزو کا سو واسطے اسکے ثبوت کے لئے کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں (ثبوت کبریٰ) کہ جو زمین پر ہیں یا زندہ ہیں یا مردہ یہ ہے کہ زمین میں رہنے کی دو ہی صورتیں ہیں زندہ ہونا یا مردہ تیسری کوئی صورت نہیں کہ مردہ بھی نہ ہو اور زندہ بھی نہ ہو اور پھر زمین میں ہو جب دو ہی صورتیں زمین میں رہنے کی ہوئیں اور انسان ہر دو صورتوں میں زمین سے باہر نہیں جاسکتا تو ماننا پڑا کہ مسیح بھی اگر زندہ ہیں تو اس زمین میں اگر مردہ ہیں تو بھی اسی زمین میں ہی کیونکہ زمین سے کوئی باہر نہیں جاسکتا خواہ مُردہ ہو یا زندہ پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ثابت ہوا

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام زمین پر زندہ ہیں یا مردہ پس زمین پر مسیح کا زندہ نہ ہونا تو مسلّم فریق ثانی ہے کیونکہ وہ تو آسمان پر زندہ مانتے ہیں نہ کہ زمین پر اور اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ کوئی بھی زمین سے باہر نہیں جاسکتا خواہ زندہ ہو یا مردہ اور دوسری جگہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا کیا زمین کو ہم نے زندوں اور مُردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا پس جب ان کا زمین پر زندہ ہونا ثابت نہ ہوا تو نتیجہ یہی نکلا کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں کیونکہ زمین میں رہنے کی دو ہی صورتیں تھیں زندہ ہونا یا مُردہ تیسری کوئی صورت ہی نہیں کہ زندہ بھی نہ ہو اور مردہ بھی نہ ہو پھر زمین پر اسکا قیام ہو جب پہلی صورت غلط ہوئی تو دوسری صورت کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں صحیح نکلی

دلیل ساد س چھٹی دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پہ ہے کہ اگر مسیح کو زندہ مانا جاوے

جیسا کہ فریق ثانی مانتا ہے تو نتیجہ قرآنمجید کے خلاف نکلیگا اور بذریعہ شکل اول اس طرح پر ہے۔

(صغریٰ) مسیح زندہ ہیں (کبریٰ) اور جو زندہ ہیں وہ کھانا کھاتے ہیں (نتیجہ) مسیح علیہ السلام کھاتے ہیں۔ (صغریٰ) مسلمہ فریق ثانی ہے اور ثبوت کبریٰ کا استقراء ہے کہ کوئی بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ اگر کوئی بغیر کھانے کے زندہ رہ سکے تو وہ مستغنی عن الطعام ہو جائیگا اور دلیل رابع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جو مستغنی عن الطعام ہو وہ انسان نہیں ہو سکتا۔

جب کبریٰ ثابت ہو گیا تو چاہئے تھا کہ نتیجہ صحیح نکلتا لیکن نتیجہ خلاف قرآن نکلا ہے کیونکہ قرآنمجید سے یہ ثابت ہے کہ وہ اسوقت کھانا نہیں کھاتے۔

تو اب نتیجہ کا بطلان دلیل کے بطلان کو مستلزم ہوگا اور برہان میں دو طرح کے فساد ہوتے ہیں ایک اختلاف ہیئۃ دوسرا اختلاف مادہ۔ اسمیں اختلاف ہیئۃ تو نہیں اور پہلی شکل ہے جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اور اسکی شرطیں ایجاب صغریٰ اور کلیۃ کبریٰ بھی پائی جاتی ہیں تو اب ہم اختلاف مادہ دیکھتے ہیں کہ صغریٰ اور کبریٰ میں کسی قسم کا فساد ہو تو اب کبریٰ میں کہ "جسقدر زندہ ہیں کھانا کھاتے ہیں" کسی قسم کا فساد نہیں پایا جاتا اور پہلے اسکے صحیح ہونیکا ثبوت دیا جا چکا ہے اب اگر فساد ہے تو صغریٰ میں کہ مسیح زندہ ہیں کیونکہ اگر صغریٰ کو صحیح مانا جائے تو ماننا پڑیگا کہ وہ کھانا کھاتے ہیں لیکن یہ قرآنمجید کے خلاف ہے جب صغریٰ غلط ثابت ہوا تو نتیجہ بھی اسی لئے غلط نکلا تو اب جبکہ مسیح کا زندہ ہونا غلط ثابت ہوا تو اسکی نقیض کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں صحیح ہوگا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسیح زندہ بھی نہ ہوں اور مردہ بھی نہ ہوں کیونکہ اس طرح ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جو کہ محال ہے اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں اور مردہ بھی کیونکہ اس طرح اجتماع نقیضین لازم آیا اور یہ بھی محال ہے۔ تو جب یہ قضیہ کہ مسیح زندہ ہیں غلط ثابت ہوا تو اسکی نقیض کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں صحیح ہوگا اور اسکے ماننے سے نتیجہ قرآن کریم کے مطابق نکلیگا اور وہ بذریعہ منطق کے اس طرح ہے۔ (صغریٰ) مسیح وفات پا چکے ہیں (کبریٰ) اور جو وفات پا چکے ہیں وہ کھانا نہیں کھاتے۔ (نتیجہ) مسیح علیہ السلام کھانا نہیں کھاتے۔ پس مسیح کی وفات کو ماننے سے نتیجہ قرآن کے مطابق نکلا۔

دلیل سابع ساتویں دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے۔ (صغریٰ) حضرت عیسیٰ رسول کریم سے پہلے ایک بشر گزرے ہیں (کبریٰ) اور جس قدر رسول کریم کے پہلے بشر گزرے

ہیں وفات پا گئے ہیں۔ (نتیجہ) حضرت عیسےٰ وفات پا گئے ہیں (صغریٰ) مسلم فریق ثانی ہے۔

(ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر رسول کریم سے پہلے بشر تھے وفات پا گئے ہیں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرماتا ہے کہ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون یعنے ہمنے تجھ سے پہلے کسی فرد بشر کے لئے خلود نہیں بنایا اگر تو فوت ہو گیا تو کیا یہ خلود والے ہیں۔ اور رسول کریم کی وفات مسلم فریق ثانی ہے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم کی وفات کے بعد جو ان بشروں سے جو آپ کے پہلے گزر چکے ہیں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ثابت ہوا۔

پس جب ہمنے از روئے منطق ثابت کر کے دکھلا دیا کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں تو دوسری بات یہ کہ کیا مسیح ناصری ہی دوبارہ دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے آئینگے یا کوئی اور ہم آپکو بذریعہ منطق شکل اول جو بدیہی الانتاج ہوتی ہے یہ ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ وہ پھر دوبارہ اس دنیا میں تشریف نہیں لا سکتے۔

(صغریٰ) مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

(کبریٰ) اور جو فوت ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے (نتیجہ) اسلئے مسیح بھی دوبارہ دنیا میں نہیں آئینگے۔

(صغریٰ) مذکورہ بالا دلائل بیّنہ سے ثابت کیا جا چکا ہے اور کبریٰ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے حرام علی قریة اهلكنها انهم لا يرجعون اور آیت حتى اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون ۞ لعلي اعمل صالحا فيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون ۞ جب مقدمتین بھی صحیح ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

الغرض جب وفات مسیح اور مسیح کا دوبارہ اس دنیا میں نہ آنا ثابت ہو گیا اور مسیح موعود کے آنے کی علامات بھی ظہور میں آگئیں تو ضرور ہے کہ مسیح موعود اس امت محمدیہ میں کوئی فرد ملکی آنے والا ہو چنانچہ وہ آنے والا آگیا جس کی سچائی کے لئے خدا تعالےٰ نے ہزارہا نشان دکھلائے لیکن اکثر لوگوں نے اسکا انکار کیا اور وہ مسیح موعود کے مندرجہ ذیل شعر کے مصداق ٹھہرے۔ شعر

مے خورشید چوں قمر تابم چو قرص آفتاب ٭ کور چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند

مبارک ہے وہ شخص جس نے اسوقت کو پہچانا اور صحابہ کرام کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ کیونکہ حضرت اقدس ظل و بروز سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے آپ کے متبعین بھی صحابہ کی طرح ہیں جیسے کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسّلام فرماتے ہیں شعر

مبارک وہ جو اب ایمان لایا ٭ صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا

اور جس کی طرف آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اشارہ کر رہی ہے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے ایک حوالہ کی درخواست

"جبکہ آنحضرت صلعم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنیگی تو اسکا نام احمد رکھنا۔"

عبارت مندرجہ بالا کی نسبت جناب نے فرمایا تھا کہ یہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے اور اس بنا پر جناب نے حضرت میاں صاحب کو کتب مسیح موعود سے قطعاً ناواقف ٹھہرایا تھا خاکسار نے اسکا حوالہ متعدد بار پوچھا۔ مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی اور حوالہ نہ بتایا اب میں مایوس ہو کر جناب کے سامنے النبوۃ فی الاسلام کا صفحہ ۱۳۱ رکھتا ہوں

"ختم نبوت کے ذکر کا بھی ایک موقعہ تھا آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم فوت ہو چکے تھے۔ زید کو آپ کا متبنّٰی کہا کرتے تھے زید نے زینب کو طلاق دیدی آنحضرت صلعم نے حکم الٰہی کے ماتحت زینب سے نکاح کیا جو تعلق ابوت کا لوگوں کے ذہن میں اسکے ساتھ تھا وہ بھی دور کیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہمنے کوئی محمد رسول اللہ صلعم کو اسلئے نہیں بھیجا کہ جسمانی فرزند بھی اسکے ہوں اور آپکا کوئی سلسلہ نسب جسمانی بھی چلے بلکہ ہمنے تو اسکو آخری نبی بنایا ہے تاکہ اسکی روحانی اولاد کا سلسلہ کبھی دنیا میں منقطع نہ ہو"

اس عبارت میں جناب نے ابراہیم کی وفات کو پہلے بتایا ہے اور نزول آیت خاتم النّبیّین کو اسکے بعد میں تو ابتک تاریخوں میں یہی پڑھتا آیا ہوں کہ ۵ھ میں یہ آیت نازل ہوئی اور ۱۰ھ کو ابراہیم فوت ہوئے اب جناب اسکے خلاف فرماتے ہیں کیا یہ بھی ہمارے حضرت اقدس کی کتب سے قطعاً ناواقف ہونے کا نتیجہ ہے یا کوئی تاریخ زمانہ حال میں تصنیف ہوئی ہے یا آثار قدیمہ سے برآمد ہوئی جس سے یہ نقل فرمایا یا جناب کی تحقیقات خصوصی کا نتیجہ ہے اپنے دوستوں سے عرض پرداز ہوں کہ جناب مولوی صاحب سے جلسہ سالانہ پر اس سوال کا جواب لیں۔

Digitized by Khilafat Library

فہرست کتب تشحیذ ایجنسی

رعایتی قیمت

(۲۰ر دسمبر ۱۹۱۷ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۱۸ء تک)

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
البرق	سہر	ار	یہ شیعہ و سنت جماعت کا مباحثہ ہے۔ نہایت دلچسپ ہے۔ شیعہ میں اشاعت کرنے والوں کو ایک روپیہ کے بیس ۲۰)
طبیبِ روحانی	۲ر	ار	دس بڑے گناہ۔ جنکے تحت میں تمام صغیرہ گناہ آجاتے ہیں۔ ان کا قرآن و حدیث سے علاج۔ ہر ایک مومن کو اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے ۔
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	ہر	۔ر	مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب۔ اکٹھی اشاعت کے لئے لینے والوں کو ایک روپیہ کے ۵۰ ۔
قبولیت دعا کے چھیاسی گر	امر	ار	اس میں قبولیت دعا کے ۸۶ گر قرآن و حدیث سے استنباط کرکے درج کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان گروں پر عمل کرنے والوں نے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ اکثر لوگوں سے اس رسالہ کی قبولیت میں تعریفی خطوط بھی آئے۔ بوجہ عدم گنجائش صرف ایک شخص منشی فرزند علی صاحب فیروزپوری کا نام درج کیا جاتا ہے ۔
لیکچر سیالکوٹ	۲ر	۲ر	حضرت مسیح موعود کا لیکچر سیالکوٹ جسمیں حضرت نے کرشن کا دعویٰ کیا ہے اور اسلام کی حالت کا نقشہ دکھایا گیا ہے ۔
دافع البلاء	۲ر	ار	حضرت مسیح موعود کی تصنیف طاعون کے بارے میں ۔
پارہ قرآن شریف اول	عمر	۶ر	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے درس کے نوٹ لیکر شیخ یعقوب علی صاحب کا ترجمہ کیا ہوا۔ پہلا پارہ قرآن شریف ۔
خصوصیات مسیح	ار	۔ر	اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود مجددوں سے اعلیٰ شان رکھتے تھے اور زمرہ انبیاء میں داخل تھے ۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت اجمالی	خلاصہ مضمون کتاب
الوصیت پر نظر	۴ر	ـر	حضرت مسیح موعود کی کتاب الوصیت سے غیر مبائعین جو خلافت سلسلہ احمدیہ کا رد کرتے ہیں۔ الوصیت سے خلافت ثابت کیگئی ہے۔ غیر مبائعین میں اشاعت کے لئے ایک روپیہ کے ۷۵ ٭
تکفیر اہل قبلہ	۴ر	ـر	اس میں حدیثوں سے تکفیر اہل قبلہ کے متعلق بحث ہے۔ اشاعت کے لئے ایکسو پیکٹ ٭
قصیدہ مہدویہ	۴ر	[illegible]	حضرت مسیح موعود کے ایک عربی قصیدہ کی پنجابی زبان میں نظم کیگئی ہے نہایت دلچسپ ہے ٭
مورکھ سیدھ	ار	۴ر	پنجابی نظم میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ ٭
حل چیستان مرزا کا جواب	ار	عہ	ثناء اللہ کی کتاب حل چیستان مرزا کا دندان شکن جواب۔ اشاعت کے لئے ایک روپیہ کے ۲۴ ٭
بیوی کی تعلیم	ـہ	ار	اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرد بیوی سے کیا روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں
کارآمد حوالے	ـہ	ار	غیر احمدیوں کے مقابلہ میں مناظرہ کے وقت یہ حوالے کام آتے ہیں ٭
ادعیۃ القرآن	۲ر	للعہ	قرآن کریم کی تمام دعائیں معہ ترجمہ اردو نظم و نثر میں ٭
ہدایات	۲ر	ار	معاملات خرید و فروخت و رہن و کفالت وغیرہ کے تمام مسائل و احکام قرآن و حدیث سے جمع کئے گئے ہیں۔ ہر ایک احمدی کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے
نغمۂ اکمل حصہ اول	[illegible]	۲ر	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی نظمیں جمع کی گئی ہیں ٭
" " حصہ سوم	ار	ـہ	" " " " "
نشانِ رحمت	ار	۴ر	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو حضرت مسیح موعود کی کتب سے مصلح موعود ثابت کیا گیا ہے
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸ر	۴ر	وہ خطوط جو حضرت مسیح موعود نے مختلف دوستوں کو لکھے تھے۔ اور کہیں پہلے شائع نہ ہوئے تھے ٭
" " حصہ دوم	۸ر	۶ر	
" " حصہ سوم	۸ر	۶ر	" " " " " "
اسلام کی پہیلی	۴ر	۳ر	سلسلہ احمدیہ کے تمام مشہور عقاید کا بیان اور اعتراضوں کا جواب
محمد رسول اللہ	۱۴ر	ار	عیسائیوں کے رد میں حضرت مسیح ناصری کے مقابلہ میں نبی کریم کی فضیلت ثابت کیگئی ہے

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
معیار حق	۸ر	۰ر	سچے مذہب کی شناخت کے بارہ میں
لیکچر مہر سنگھ صاحب	۸ر	۰ر	باوا نانک علیہ الرحمۃ کا مسلمان ہونا ثابت کیا گیا ہے
ترجمہ انگریزی حصہ اول و دوم	۶ر	۵ر	انگریزی ترجمہ سیکھنے کے لئے نہایت آسان قاعدہ سے ۔ بہت سے سکول ماسٹروں نے اس رسالہ کی تعریف کی ہے
حضرت مسیح موعود ؑ کی پرانی تحریریں	۲ر	؎ر	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریریں ۔ جنمیں معارف و حقایق بھرے پڑے ہیں
سلک مروارید	۳ر	۲ر	لڑکیوں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے واقف کرنے کے لئے دلچسپ ناول کے طرز پر
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	۴ر	اسماء باری تعالےٰ ۔ ہر ایک کے معانی و تشریح
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	۱ر	سورہ تبت یدا کی تفسیر
ترجمۃ القرآن پارہ ۱۷ تا ۱۹	ہر پارہ	ہر پارہ ۱۲	شیخ یعقوب علی صاحب کا ہے ۔ جسمیں موجودہ زمانہ کے اعتراضات و ربط ۔ آیات قرآنی کا خاص خیال رکھا گیا ہے ۔ فی پارہ ۳ر
آثار مبارکہ	۱ر	۰ر	اس میں حضرت مسیح موعود کی ترجمی درج ہے
مجموعہ الہامات مکمل سٹ ہر سہ	۱۲ر	۸ر	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے الہام و کشوف ۔ جو مختلف کتب و اخبارات میں سے ایک جگہ کئے گئے
قدامت روح و مادہ	۳ر	۲ر	آریوں کے رد میں
اسلام	۲ر	۲ر	ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام نے تبلیغ سے پھیلایا گیا ہے نہ کہ تلوار سے
ضرورت نبی	۱ر	۱ر	مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے
خطبات نور ہر دو حصہ	۱۸ر	۱۲ر	مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کے خطبات جمعہ و عیدین کا مجموعہ ۔
چمکار محمدی	۸ر	۴ر	سوانح عمری نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ۔ پنجابی نظم میں ۔
چمکار مہدی یعنی مسیح موعودؑ	۱ر	۰ر	تبلیغ مہدویت پنجابی نظم میں
وفات نامہ مولوی عبد	۱ر	۰ر	نام سے ظاہر ہے
انوار محمدی	۱ر	×	دو پیسے کے تین

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
احمدی زرگر	۴ر	۳ر	اس کتاب میں زرگروں کے ہتھکنڈے ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے ساروں کے فریبوں سے بچ سکتا ہے ؛
انوار خلافت	۱۰ر	۹ر	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ۱۹۱۵ء کے جلسہ کی تقریریں ؛
مباحثہ شملہ	۳ر	۳ر	مبائعین وغیر مبائعین کے مابین تحریری مباحثہ۔ اور ایک ثالث کا مبائعین کے حق میں فیصلہ ؛
پیغامِ حق	۴ر	۳ر	ابتدا تبلیغ سلسلہ کے متعلق اس سے بہتر رسالہ نہ ملیگا۔ نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر ؛
نبی کی پہچان	۱ر	ـ؍	نبی کی صداقت کے طریق ؛
مباحثہ امرتسر	۴ر	لعہ	مولوی غلام رسول صاحب راجیکی و مولوی ثناء اللہ کے درمیان جو امرتسر میں تحریری مباحثہ ہوا ؛
القادر ربانی	۱۲ر	۵ر	مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی۔ و آیت لو تقول علینا پر مدلل و مفصل بحث ۶۸ صفحے کی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۵ر۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ
عصمت انبیاء	۱۰ر	۲ر	پادری صاحب کے سوالوں کا جواب۔ اکثر حصہ حضرت اقدس کا نوشتہ ہے۔ ان آیات کے صحیح معنے جن سے نبیوں پر گناہ کا الزام دیا گیا ہے ؛
غلامی	۳ر	۲ر	غلاموں کے متعلق اسلام کی تعلیم کی تشریح اور اعتراضات کا جواب ؛
چشمدید واقعہ صلیب	۴ر	۱۴ر	مسیح کے زندہ صلیب سے اتارے جانے کی عینی شہادت ؛
صداقت مریمیہ	۴ر	۱۴ر	یہی مسیحی و اسلامی ذرائع سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسیح بے باپ پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت نے ہی مسیح تطہیر فرمائے ؛
القول المحمود	۸ر	۷ر	مولوی محمد احسن صاحب کی کتاب القول المجد کا نہایت مدلل جواب ؛
حقیقت نزول مسیح	۱۰ر	۶ر	مسیح موعود کے متعلق پنجابی نظم میں جامع کتاب ہے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے پنجابی زبان کے جاننے والوں کو یہ کتاب دکھلانی چاہیئے ؛
مسدس محمود و ضیاءالحق صاحب	١؍ر	ـ؍	جناب ثاقب مالیرکوٹلوی کا دلکش کلام ضرور خریدئے ؛

نام کتاب	قیمت اصل	رعایتی	خلاصہ مضمون
حقیقت نماز	۸ر	۷ر	نماز وغیرہ کی فلاسفی۔ اسکے متعلق تمام احکام واذکار کا دلچسپ مجموعہ حجم ۳۰۴ صفحہ۔ نہایت ارزاں قیمت ہے ۔
کسر صلیب	۹ر	۸ر	ردّ عیسائیت
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری	۳ر	۲ر	یہ رسالہ تشحیذ ماہ فروری ۱۹۱۳ء ہے۔ اسمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری از پیدائش تا رحلت درج ہے ۔
تصدیق المسیح	۶ر	۳ر	یہ رسالہ جون ۱۹۱۳ء کا تشحیذ ہے۔ اس رسالہ میں جسقدر غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود کے دعوے پر علمی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ان کا مدلل جواب۔ ہر ایک احمدی کو غیر احمدیوں کے مقابلہ میں تیار رہنے کے لئے اس رسالہ کا پڑھنا ضروری ہے ۔
اسمہٗ احمد	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں اسمہٗ احمد کا مصداق حضرت مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔ تشحیذ ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء
نبوت مسیح موعود	۶ر	۴ر	اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے حضرت صاحب کی نبوت ثابت کی گئی ہے۔ تشحیذ فروری ۱۹۱۵ء ۔
تحقیق امام آخر الزمان	۵ر	۳ر	شیعہ کی کتب سے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کا ثبوت۔ تشحیذ جون ۱۹۱۵ء
الفارق	۴ر	۲ر	اس رسالہ میں غیر مبائعین کے مقابلہ میں۔ مبائعین کے حق پر ہونے کے متعلق قوی دلائل جمع کئے گئے ہیں (تشحیذ جنوری ۱۹۱۶ء)
مسئلہ حیات و ممات مسیح (ناصری) علیہ السلام	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں مسئلہ حیات و ممات مسیح ناصری جو احمدیوں و غیر احمدیوں میں مابہ النزاع مبحث ہے۔ اور وفات مسیح کے متعلق قرآن و حدیث سے ثبوت تشحیذ اپریل ۱۹۱۶ء
مسیح موعود کی نبوت از روئے قرآن و حدیث	۳ر	۲ر	قرآن و حدیث سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ثابت کیگئی ہے۔ تشحیذ مئی ۱۹۱۶ء
فائل تشحیذ گذشتہ	۱؍۸ر	۱؍	

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
تفسیر آیت خاتم النبیین	۴ر	۳ر ۱	آیت خاتم النبیین کے متعلق علامہ حافظ روشن علی صاحب کی نہایت عالمانہ تفسیر۔ تشحیذ فروری ۱۹۱۷ء
محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت	۴ر	۳ر	حضرت مسیح موعود کی کتب سے ختم نبوت کا ثبوت۔ تشحیذ اگست ۱۹۱۷ء
فتاویٰ نوریہ	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے اقوال درج ہیں جیسے حضرت مسیح موعود کی نبوت و کفر غیر احمدیاں کے متعلق مختلف اوقات میں فرمائے۔ تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء
عظمت مسیح ناصری از روئے قرآن مجید	۴ر	۳ر	یہ ایک نہایت نایاب مضمون ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے قلم سے اسوقت نکلا تھا۔ جن دنوں میں آپ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے۔ یہ آپ نے ایک عیسائی لیکچرار کے جواب میں لکھا تھا۔ نہایت قابل دید رسالہ ہے۔ (تشحیذ اپریل ۱۹۱۳ء)
غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح منع ہے	۴ر	۳ر	اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا منع ہے۔ (تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۳ء)
احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت	۳ر	۲ر	قرآن مجید میں جو راستبازوں کے نشان ہیں ✦
رمضان المبارک	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں روزہ کے متعلق جسقدر مسائل ہیں۔ بدلائل قرآن و حدیث ثابت کیا گیا ہے ✦ (تشحیذ اگست ۱۹۱۷ء)
وہ نبی	۳ر	۲ر	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جسقدر پیشگوئیاں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ نے بائبل میں کی تھیں۔ ان پیشگوئیوں کے مصداق نبی کریم ثابت کئے گئے ہیں ✦ (تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۳ء)
عید اضحیٰ	۳ر	۲ر	قربانی کی فلاسفی اور اسکے مسائل کے بیان میں۔ تشحیذ نومبر ۱۹۱۳ء

وہ کتابیں جنمیں رعایت نہیں ہے

نام کتاب	قیمت	خلاصہ مضمون کتاب
بلوغ المرام	۱۲ر	حدیث کی مشہور و معروف درسی کتاب ۰
ظہور المہدی	عار	احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقاید مع دلائل قرآن و حدیث ہے۔
حضرت مسیح موعود کا آخری لیکچر لاہور	ار	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے آخری لیکچر
نوازمت جسم	۰ر	
کلام محمود	۳ر	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عہد خلافت سے پہلے کی نظمیں۔ جو ایک جگہ جمع کی گئی ہیں ؛
امۃ الحفیظ کی آمین	۰ر	
قرآن شریف حیدرآبادی	سے ۸	مولانا میر محمد سعید صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رض سے سبقاً پڑھ کر مرتب کیا ہے۔ اور خلیفہ ثانی سے پہلے جو کچھ احمدیہ لٹریچر میں موجود تھا سب کا خلاصہ تفسیری نوٹوں میں موجود ہے ؛
درثمین فارسی	۷ر	یہ کتاب سوائے دفتر تشحیذ الاذہان کے اور کہیں سے نہیں ملیگی۔ چند جلدیں باقی ہیں ؛
درثمین اردو اول ایڈیشن	۱۲ر	یہ درثمین پہلے چھاپے کی ہے۔ تھوڑی جلدیں باقی ہیں ؛
درثمین فوٹو والی	۸ر	اس درثمین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوٹو بھی ہے ؛
درثمین اردو قسم اعلیٰ	۵ر	یہ نئی ایڈیشن کی درثمین ہے ؛
النصح	ار	تائید سلسلہ ہیں ؛

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب رض

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں۔ ہر رسالہ ۴ر کی بجائے ۲ر پر ملیگا سب کے خریدار کو ۱۰ فیصدی رعایت + نئے خریدار بننے والے اور ان رسالوں کے خریدار کو ۲۰ فیصدی

رعایت سے ممکن ہو کہ بعض رسالے ختم ہوں (۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء (۲) واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء (۳) شعبیان قدیم نومبر سنہ ۱۹۱۳ء (۴) الملاحم ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء (۵) خواص الائمہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء (۶) علامات الشیعہ جون سنہ ۱۳ء (۷) عبد الدین سبا مئی سنہ ۱۳ء (۸) شیعہ مذہب مارچ سنہ ۱۳ء (۹) سلمان منا اہل البیت۔ جنوری سنہ ۱۳ء (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر سنہ ۱۳ء (۱۱) یزید کی مدح خوانی نومبر سنہ ۱۳ء (۱۲) عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر سنہ ۱۳ء (۱۳) شمائل مرتضوی سنہ ۱۳ء (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ء (۱۵) واقعات کربلا تشحیذ جنوری سنہ ۱۳ء (۱۶) جوابات الاعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ء (۱۷) مماثلت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر سنہ ۱۳ء (۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ جنوری سنہ ۱۳ء (۱۹) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین فروری سنہ ۱۴ء (۲۰) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین۔ اپریل سنہ ۱۴ء (۲۱) تحقیق امام آخر الزمان جون سنہ ۱۵ء (۲۲) صحابہ رسول و صحابہ امام حسین۔ مئی سنہ ۱۶ء (۲۳) اختلافات کثیر فی المرویات تطہیر۔ جون سنہ ۱۶ء (۲۴) ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات۔ نومبر سنہ ۱۶ء (۲۵) مکالمہ شیعہ و احمدی۔ رسالہ دسمبر سنہ ۱۶ء۔ جنوری سنہ ۱۷ء۔ اپریل سنہ ۱۷ء۔ جولائی سنہ ۱۷ء۔ ستمبر سنہ ۱۷ء۔ دسمبر سنہ ۱۷ء +

تمام تصانیف موجودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
و حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ
و حضرت خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ
و دیگر بزرگان سلسلہ

دفتر تشحیذ میں ملتی ہیں

(۲)

بقایا داران تشحیذ کے ذمے چودہ سو روپیہ ہے۔ ۱۴۰۰

علاوہ ازیں سنہ ۱۹۱۶ء کا بقایا ۰-۲-۱۶۰

سنہ ۱۹۱۷ء کا بقایا ۰-۱۱-۲۹۵

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان

بقایا دار سالانہ جلسہ پر یہ رقم ادا فرما دیں۔ آخر ہم اپنا کام کس طرح چلائیں ❋

ہاتھی دانت کے پھولدار بٹن و دیگر اشیاء جو صنعت گاری کا عمدہ نمونہ ہیں۔ دفتر تشحیذ سے ارزاں مل سکتی ہیں ❋

حب اکسیر مشکی

وہ دردمند جسکی دردناک آواز غم مردہ دلوں کو

آٹھ آٹھ آنسو رلا رہی ہے اسکی مایوسی اور یاس حسرت ایک مردہ پن ہے بدن نحیف حسرت زدہ جب ذرا بیٹھکر اٹھے تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا جب ذرا دوڑے یا کوئی وزنی چیز اٹھائی تو دم پھول گیا رنگت ایسی زرد گویا مردنی چھائی ہوئی ہے معدہ میں فتور۔ غذا نہ تو ہضم ہوتی ہے نہ وقت پر رفع حاجت

دائمی قبض کی شکایت ضعف دل۔ ضعف دماغ گویا تمام اعضائے رئیسہ کمزور بدن میں سستی اور کاہلی کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا نہ کوئی کام سرانجام ہوتا ہے ہمنے

محض اللہ کے فضل سے چند ادویات کا کیمیاوی

طریق سے جوہر نکالا ہے جس کے استعمال سے ہر قسم کی کمزوری اعصاب وغیرہ کے مایوس العلاج مریض جو اپنے آپ کو زندہ درگور سمجھے ہوئے تھے اور جو اشتہاری ادویات خرید خرید کر مایوس اور بدظن ہو چکے تھے چند دنوں کے ہی استعمال سے تندرستی اور دوبارہ جوانی کا منہ دیکھ رہے ہیں

قیمت صرف عہ/

تمام کہنہ امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت۔ خرچ ڈاک کے لئے ۔/ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ **فہرست** کارخانہ سے مفت طلب کرو

ملنے کا پتہ: **مینیجر** رفیق حیات **قادیان** (پنجاب)

رجسٹرڈ ڈایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلا دیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلا دیں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کیجیے قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۴ر تین شیشی کی قیمت عہ محصولڈاک ۱۰ر

قوت کی گولیاں

۷۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسٹکنیا ۔ ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنتی ہیں اسلیے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵ر

دیکھیے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں میں نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۳۰ گولیاں منگوائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیے تھی۔

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵/۶ تاراچند دت اسٹریٹ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۴

يَايُّهَا... وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱ و ۲ | بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۰۹ء | جلد ۴

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
ایک شاعیہ مجتہد کی کارگذاری	۱ - ۳	ایڈیٹر
ہماری جماعت کے خوارج	۳ - ۸	”
مسلمانوں سے تین سوال	۹ - ۱۶	(مولوی عبدالحلیم صاحب)
تاویل المتشابہات	۱۷ - ۴۴	(مولانا غلام رسول فاضل راجیکی)
معارف قرآن	۴۴ - ۴۸	(حضرت خلیفۃ المسیح)
درس حدیث		”
مباحثہ بنگلور - ایک پادری کے اعتراضات کا جواب	۴۹ - ۵۹	(دالب دعا)
ترکوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الفاظ	۵۹ - ۶۰	مولوی جلال الدین صاحب
آریہ صاحبان کی خدمت میں چند سوالات	۶۱ - ۶۴	منشی فضل حسین صاحب
غیر احمدیوں کی قرآن دانی	۶۵ - ۶۷	ایڈیٹر
لٹریچر پر تنقید	۶۷ - ۶۸	”

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے ہے

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام ... پبلشر نے شائع کیا)

چند ضروری گذارشیں

۱- جنوری فروری کے دو نمبر اکٹھے شائع ہوتے ہیں - کاغذ باوجود گرانی عمدہ لگایا گیا ہے مضامین آپ کے سامنے ہیں - ہر خریدار ایک خریدار اور دے تو بہت سی مشکلیں حل ہو جائیں جو سنگ راہ ہے -

۲- تشحیذ بک ایجنسی کی مفصل فہرست دسمبر کے رسالہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے احباب سے امید ہے کہ وہ لٹریچر کی اشاعت کا ثواب حاصل کرینگے کہ اسمیں تشحیذ فنڈ کی مضبوطی کے سوال کا حل بھی ہے - تاویل المتشابہات الگ بھی شائع ہوا ہے یہ ایک نہایت ضروری مضمون ہے جو غیر احمدیوں اور غیر مبایعین پر حجت اور احمدیوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہے ۲ر فی جلد کے حساب سے متعدد کاپیاں منگوائیں -

۳- میاں فخر الدین صاحب احمدی مالاباری نے بمبئی میں ایک احمدیہ کمیشن ایجنسی کھولی ہے سلسلہ کے تاجر اور دوکاندار انکی معرفت مال منگوائینگے تو انشاء اللہ فائدے میں رہینگے بلٹ (پیٹیاں) جو اکثر سپاہیوں کے کام آتی ہیں ہمارے مالاباری دوست خود تیار کرتے ہیں - وہ بھی انہی کی معرفت ملینگی برادر موصوف کا پتہ یہ ہے میمنی بلڈنگ احمدیہ ایسوسی ایشن متصل کھڑا بازار پوسٹ نمبر ۸ بمبئی - برادر موصوف یہ بھی چاہتے ہیں کہ انہیں مستطیع دوست دس دس روپے قرض حسنہ دیں تاکہ وہ کاروبار چلا سکیں اور وہ نمبروار یہ روپیہ واپس کرینگے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس تحریک کی منظوری دی ہے -

۴- آجکل ایک حمائل بلا ترجمہ صحیح لنڈن کے عکسی چھاپے خانے میں چھپی ہوئی خوشخط ۱۲ر میں ملتی ہے احباب دفتر تشحیذ سے منگوالیں عکسی روسی حمائل کی طرح نہیں بلکہ ہو بہو کاتب کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے

۵- حکیم امیر احمد صاحب قریشی پسر برادر زادہ حضرت خلیفہ اول کے پاس حضور موصوف کے خاص مجربات کے چند نسخے تیار شدہ ہیں ضرورتمند احباب ان سے دوائی منگوائیں تو ہم خرما و ہم ثواب کیونکہ وہ مالی ابتلا میں ہیں - مقوی بینظیر (اعضاء رئیسہ کے لئے) عار فی ڈبیہ (۲) حب بواسیر خونی و بادی ۱۲ر فی ڈبیہ (۳) سرمہ زنگاری عمر فی شیشی (۴) رعایتی قیمت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۶۸ء

جنت و نار کی ٹھیکیداری

ایک شیعہ مجتہد کی کارگذاری

اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے اور غنی عن العالمین اسکے غنا و ذاتی سے انبیوں کا تو کیا ذکر بڑے بڑے اولیاء و انبیاء حتیٰ کہ سید المرسلین خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی خائف و ترساں ہیں اور جب آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا میری نجات بھی خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ مگر دوسرے صفحہ پر [illegible] علامہ سید علی حائری شیعہ مجتہد پنجاب کے مکتوب کا ایک عکس دیکھ کر حیران ہونگے کہ آپ مقررہ ٹیکس وصول کر کے دوسرے وابستگان دامن کو بھی بچانے کا ذمہ لیتے ہیں اور آپ نے مختلف علاقوں میں اپنے ایجنٹ بھیج رکھے ہیں تاکہ "مومنین" سے نماز روزہ وغیرہ کے عوض ٹیکس وصول کر کے آپ کے خزانے میں بھجوائیں۔ ایک وکالت نامہ مسمی غلام حیدر صاحب "مولوی" سابق شیعہ نے ہمیں بھی دکھایا ہے جس کا عکس ملاحظہ ہو۔ اس میں اس شخص کا نام جس کو یہ وکالت نامہ دیا گیا ہے عمداً حذف کر دیا ہے دریافت پر بتایا جا سکتا ہے

وکالت نامہ

باسمہ سبحانہ

تمام مومنین مقلدین کو واضح ہو کہ تقلید کے معنے مطابق فرمان مجتہد کے احکام خدا و رسول پر عمل کرنے کے ہیں کوئی مومن بغیر پوری تقلید اور عمل کرنے کے بہشتی اور ناجی نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے ہم نے .... کو اپنا وکیل کیا ہے کہ وہ تمام مومنین سے تمام حقوق خدا و رسول خمس و زکوٰۃ ادائیہم الہم مجہول کو لیکر ہمارے پاس بھیجدیا کرے اور نیز جن مومنین کے والدین بغیر نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے فوت ہو گئے ہوں انکی نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ اور زیارت کربلا معلیٰ اجارہ پر اداء کروائیں اس حساب سے کہ نماز ایکسال کیواسطے ؏۱۲ روزہ ایکسال ایک ماہ کیواسطے عنـ۳ روپیہ ہر مومن کے حج کیواسطے چھ سو روپیہ زیارت دروزہ کربلا نجف کاظمین سامرہ کیواسطے دو سو روپیہ اس حساب سے جو مومن اپنے مردوں کو جہنم سے بچانا چاہیں اور انکی حال پر رحم کرکے انکی تمام قضاء شدہ نمازیں روزہ اور حج و زیارت مذکورہ حساب سے روپیہ .... کو سپرد کردیں وہ اسیوقت یہ روپیہ ہمارے پاس بھیجدیا کرے تاکہ ہم ان اعمال کو اداء کرادیا کریں فقط

از مبارک جوہر لاہو نمقہ صادم الرحمہ علمہ الحرس

مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۶ء

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیعہ مجتہد صاحب کس دلیری کے ساتھ تحریک فرماتے ہیں کہ کوئی مومن بغیر پیری تقلید کے بہشتی اور ناجی نہیں ہو سکتا اور اس کا نشان کیا ہے؟ یہ کہ نماز کے عوض ایکسال کے واسطے بارہ۱۲ روپے نقد چہرہ شاہی اور روزوں کے واسطے بیس۲۰ روپے اور زیارت کربلا کے حرجانے میں دو۲ سو روپے سرکار شریعتمدار علی الحائری کو ادا کرکے اپنے مردوں کو جہنم سے بچالیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہم تو قرآن مجید میں یہ پڑھتے تھے کہ ولا تجزون الا ما کنتم تعملون ۔ اور یہ کہ وان لیس للانسان الا ما سعی ۔ مگر یہاں بتایا جاتا ہے کہ چند ٹکوں میں یہ کام چل سکتا ہے کیونکہ اپنے مزعومہ سرکار کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ انکی بوجہ اٹھا لینگے تعجب ہے کہ مدعیانِ اسلام میں بھی ایسے لوگ ہوں جو اپنے متعلق اعمال سے اسقدر فارغ ہوں کہ اب انہیں دوسروں کے ذمے کے اعمال کرنے کی فرصت ہو اور وہ اعلان کرسکیں کہ ہمیں ٹکے دلواؤ ہم ان اعمال کو ادا کر دیا کرینگے اعمال کا ثواب تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے حائری صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ جسے چاہیں دیتے پھریں مرض تو زید کو ہے ۔ اور دوائی کھاتا ہے بکر تاکہ زید اچھا ہو جائے مردوں کے لئے بیشک دعا مفید ہے صدقہ مفید ہے کیونکہ جس مسکین کو دیا جائیگا وہ اسکے حق میں دعائیں دیگا اور اللہ کی رحمت جوش میں آئیگی اور جس کے لئے صدقہ دیا جائیگا اسکا بیڑا پار ہو جائیگا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اذا مات العبد انقطع عملہ الحدیث اور لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد کے خلاف کوئی ٹکے لیکر دوسرے بھائی کے عوض میں نماز پڑھدے اور فرض ادا ہو جائے ہمارا خیال ہے کہ دوسرے شیعہ مجتہدین کو علامہ علی الحائری کے اس فعل سے اتفاق نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو اسلام سے نفرت پھیلانیکا موجب ہے ہدانا اللہ وایاکم ۔

ہماری جماعت کے خوارج

جب یہ لوگ خلافت ثانیہ کے قیام پر جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں اور امر خلافت میں انکا آپ کو ناحق پر پاکر اور اپنا پہلو کمزور جان کر نبوت اور کفر و اسلام کی بحث چھیڑ دی ہے تو سب سے پہلے مولانا محمد سرور شاہ صاحب نے مجھے کہا کہ درحقیقت ان لوگوں کا ایمان مسیح موعود کی صداقت

پر نہیں اور محض شرم کے مارے یہ علانیہ ارتداد اختیار نہیں کرتے ورنہ ان کے دلوں میں اب ہماری نسبت غیر احمدیوں سے کم بغض اور نفرت نہیں۔ میں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا مگر واقعات مجبور کرتے ہیں کہ ان سب کی نسبت نہیں تو بعض کی نسبت یہ مان لیا جائے کہ در حقیقت یہ سلسلہ احمدیہ سے نفور ہیں اور حضرت مسیح موعود سے آپ کی بعض پیشگوئیوں اور دیگر حالات کی بنا پر بد اعتقاد ہو چکے ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان کی تقریروں اور تحریروں میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو ایک غیر احمدی بھی کہنے سے جھجک جاتا ہے بلکہ بعض باتیں تو انہوں نے ایسی لکھدی ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی نہیں سوجھیں ؛

سب سے اول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے خلیفۃ المسیح کو جواب لکھکر حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی درباره پسر موعود کی تکذیب کی پھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے کہا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں چلو چھٹی ہوئی جب ایمان کا جزو نہیں تو پھر کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو غرضہ سہام ابتلا بنائے۔ اسکے بعد لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا۔ اور اپنا اپنا عقیدہ الم نشرح کیا مگر پونچھ کے مرزا عبد الکریم صاحب نے تو حد ہی کردی جب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے حوالہ کا کچھ جواب نہ بن آیا تو لکھدیا کہ یہ قول مرزا غلام احمد صاحب کا کہ مجھ سے پہلے جو اولیاء گزرے ہیں وہ نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور نبی کے نام سے میں ہی مخصوص ہوں خلاف قرآن و حدیث ہے اب ناظرین غور فرمادیں کیا ایک احمدی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے مرشد میرے ہادی میرے مقتدا جو تمام انبیاء اور سید الرسل کا موعود اور آخری زمانے کی اصلاح کے لئے مبعوث ہے جس کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے آخر میں مسیح ہو اس نے خلاف قرآن و حدیث ایک عقیدہ عمر بھر رکھا۔ اس قسم کی اور بھی کئی باتیں ہیں جو ان گستاخوں نے لکھیں اور خود سید محمد احسن صاحب امروہوی نے اس قسم کے بیسیوں حملے مسیح موعود پر کئے اور حضرت اقدس کے الہامات مثل انت منی بمنزلۃ ولدی وغیرہ کی تفسیر کرنے کی بجائے ان سے ناپسندی ظاہر کی اور حال ہی میں لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کی نسبت لکھدیا ہے کہ یہ پیشگوئی رسول اللہ کی

مسیح موعود سے پہلے پوری ہو چکی ہے حالانکہ حضرت اقدس نے بڑے جزم کے ساتھ یہ دعویٰ فرمایا کہ اس کا مصداق میں ہی ہوں دونوں عبارتیں بالمقابل ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمد احسن صاحب کی تحریر

اس حدیث کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں رہی۔ اسکی مصداق تو پہلے وقوع ہو چکی مختصر بیان اسکا یہ ہے۔ کہ حضرت امام الدنیا فی الحدیث حافظ اور حجۃ فی الحدیث حضرت امام بخاری رجل من فارس ہیں جو قدسی الاصل ہیں اور اگر صیغہ جمع کا لیا جائے تب بھی امام مسلم وغیرہ ہیں جنمیں اکثر جامع امہات ستّہ کے ہیں ... پس یہ مضمون جو حدیث سے مُستنبط ہے جسمیں مجاز اور مبالغہ بھی موجود ہے۔ بغیر ان محدثین کے اور کس میں پلایا جاتا ہے ہاں بہ سبب الہام کے حضرت مرزا صاحب کو بھی اسمیں داخل سمجھتے ہیں (پیغام ۲۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء)

(مضمون مولوی محمد احسن صاحب)

حضرت مسیح موعود کی تحریر

اور اگر کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من فارس اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے اور بہ تصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ومن ینکرہ فلیبارز للمباہلۃ ولعنۃ اللہ علی من کذب الحق او افتریٰ علی حضرۃ العزۃ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آجتک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالےٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالےٰ کی وحی سے صرف مَیں اس نام کا مستحق ہوں۔

تحریر مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ خدا کی وحی نے مجھے بار بار اطلاع دی ہے کہ صرف مَیں ہی اس نام کا مستحق ہوں اور جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی اور اسکا مستحق ہو۔ جو اسکا انکار کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو اور وہ میرے ساتھ مباہلہ کرے مگر مولوی محمد احسن صاحب کی جرأت دیکھئے کہ وہ علانیہ لکھتے ہیں اور پیغام والا

اسکو چھپاتا ہے کہ اس حدیث کے مصداق گزر چکے ہیں اور یہ پیشگوئی منتظر الوقوع نہیں رہی اور یوں خدا کی اس لعنت سے اس بڑھاپے میں حصہ لینا چاہتا ہے جو مسیح موعود نے اپنے منکروں کے لئے رکھی تھی اگر مولوی محمد احسن صاحب کو اپنی بات پر ایسا ہی یقین ہے تو وہ اب بھی رجل من فارس کے مصداق کے بارے میں جماعت احمدیہ کے خدام سے مباہلہ کر سکتا ہے اور ہم اسے مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ ہرگز مقابلہ پر نہیں آئے گا پھر لطف یہ ہے کہ حافظ خباشند خود مولوی محمد احسن صاحب نے مسک العارف میں یہ عبارت لکھی ہے۔

"بعض علماء اور شارح حدیث نے مصداق اس حدیث کا بعض محدثین کو لکھا ہے اور بعض فقہاء نے حضرت امام ابو حنیفہ کو مصداق اس حدیث کا قرار دیا ہے لیکن یہ ائمہ حدیث اور حضرت امام اعظم مصداق اس حدیث کے ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ زمانہ تابعین یا تبع تابعین میں علم دین بسیط الارض سے منعدم نہیں ہو گیا تھا جو جملہ لو کان الدین والعلم او الایمان عند الثریا سے مفہوم ہوتا ہے اور نہ کسی نے ان میں سے دعوے مصداق ہونے اس حدیث کا کیا ہے × × پھر یہ ائمہ محدثین یا امام اعظم صاحب اس حدیث کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں"

دیکھیے کس زور شور سے اسی مولوی محمد احسن نے (جواب لکھتا ہے کہ یہ پیشگوئی محدثین پر پوری ہو چکی اور منتظر الوقوع نہیں رہی اور پھر چیلنج کرتا ہے کہ یہ مضمون پیشگوئی بغیر ان محدثین کے اور کس میں پایا جاتا ہے) ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس پیشگوئی کا مصداق محدثین کو سمجھتے ہیں اور پھر بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق مسیح موعود ہی ہے اور مصداق اس روایت کا وہی ہے (اصل عبارت بعد اخیر میں یہ بھی لکھا ہے۔

"بلکہ آیات الٰہیہ بھی اسکی تصدیق کر رہی ہیں متعین انہ ھو المصداق لھذا الحدیث ظھراً و بطناً واذا جاء نصر اللہ بطل کل معقل"

عجیب ہے کہ یہ نہر معقل جو باطل ہو چکی تھی یہ پھر کیوں جاری ہو گئی کیا یہ کھلا کھلا ارتداد نہیں جو افسوس ہے میرے قدیمی مہربان مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے اختیار کیا ہے وہ یقیناً اس کا کچھ جواب نہیں دے سکتے۔

پھر مخدوم عیسیٰ کا قصہ سنیئے ایک مباحث سے بحث کرتے ہوئے جب آپ بالکل ساکت ہو گئے تو یہ الفاظ لکھنے پر مجبور ہوئے جن کا عکس دیا جاتا ہے -

حضرت مرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ
مسیح ابن مریم اسرائیل بن باپ کے
پیدا ہوئے ہیں - اور چونکہ یہ عقیدہ
ان کا قرآن کریم کے بعض آیات صریح
کے خلاف تھا - اس لئے میں نے
اس عقیدہ کو قبول ~~بعض~~ انکی زندگی
در موجودگی میں بھی قبول نہیں کیا -

[illegible]

مسیح اور مہدی مان کر پھر یہ کہنا کہ وہ مسیح و مہدی جو دین الحق اور ہدایت لیکر آیا تھا دیکھو ابھین خلاف قرآن و حدیث عقیدہ رکھتا تھا کتنی بڑی بھاری گستاخی اور دلیری بلکہ مجھے کہنا چاہیئے کہ بیشرمی اور بے حیائی ہے کیا یہ واقعات ثابت نہیں کرتے کہ اب ان لوگوں نے سلسلہ احمدیہ سے کھلا کھلا ارتداد شروع کر دیا ہے بلکہ یہ حضرت مسیح موعود کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے کیونکہ خلاف قرآن و حدیث جو عقیدہ رکھتا ہو وہ مسلمان کیسا ؟

مولوی محمد علی ایم اے ہیں مباہلہ کو بچوں کا کھیل فرماتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں اسے فیصلہ کا آخری طریق بتایا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود عمر بھر اسے اپنی صداقت کا معیار فرماتے رہے آپ نے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرنے کے لئے یہی اسکا امتیازی نشان بتایا کہ اسکے پیرو اپنے اندر اسقدر قوت ایمانی رکھتے ہیں کہ مقابل کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں وہ یا تو سامنے ہی نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے یہ روحانیت علیٰ قدر مراتب مامور کی جماعت میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو رہتی ہے مگر مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ مباہلہ صرف مامور کر سکتا ہے (ب) کسی کی موت پر سلسلہ کی صداقت کا دارومدار نہیں (ج) ہمارے پاس دلائل ہیں مباہلہ کی ضرورت نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مباہلہ اگر مامور ہی کر سکتا ہے تو پھر ان غیر احمدیوں آریوں عیسائیوں کا کیا قصور ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود کی طرف سے مباہلہ کی دعوت پر مقابلہ کے لئے نہ آئے کیونکہ وہ غیر مامور تھے مباہلہ صرف مامور کے لئے ہے (ب) پھر حضرت مسیح موعود نے اپنے مریدوں کے مباہلوں کو جو انہوں نے کئے اپنی صداقت کا نشان کیوں ٹھہرایا منع کیوں نہ کیا صحابہ کرام اور بعض ائمہ عظام نے کیوں مباہلوں کی دعوتیں دیں کیا وہ مامور تھے کسی کی مطلق موت و حیات پر تو بیشک سلسلہ کی صداقت کا مدار نہیں مگر مباہلہ کے اثر پر تو ہے کیونکہ خدا سے فیصلہ چاہا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے کلمہ حق کا اعلاء کرتا ہے ان ھذا لھو القصص الحق وما من الٰہ الا اللہ اچھا آپ یہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود نے آپکو فرمایا تھا اگر آپ کو طاعون ہوگیا تو میرا سلسلہ جھوٹا۔ کیا سلسلہ کی صداقت آپکے وجود سے وابستہ تھی جب آپ غیر احمدی تھے اسوقت بھی سلسلہ سچا تھا جب آپ مر جائینگے تو بھی سچا رہیگا لیکن انی احافظ کل من فی الدار ہی کی صداقت کا تقاضا تھا کہ اب مسیح موعود کے گھر کا ایک کتا یا چوہا بھی طاعون سے نہ مرے + باقی رہا اپنے دلائل پر غرہ کیا سید الرسل محمد رسول اللہ سے زیادہ دلائل

+ مباہلہ کا اعلان کرنا پڑا تو آپ کے خلفاء کیوں ایسا نہ کریں غرض کیا چھوٹا کیا بڑا سب ان العد [illegible] لایرج کی الکفر انما [illegible]

(صرف اُن لوگوں کے لئے لکھا گیا۔ جو احمدیت سے ناواقف ہیں۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

مُسلمانوں سے تین سوال

یا قومنا اجیبوا داعی اللّٰہ

(لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی سنو۔ ترجمہ بالمراد)

پہلا سوال

ایک عیسائی پوچھتا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ اسی جسم کے ساتھ دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ ہیں۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو زمین پر انتقال کئے تیرہ سو برس گذر گئے۔ (۲) حضرت عیسیٰ ؑ مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور نبی کریمؐ نے ایک مُردہ بھی زندہ نہ کیا۔ (۳) حضرت عیسیٰ ؑ پرندے بنایا کرتے اور غیب کی خبریں بتلایا کرتے تھے۔ اور نبی کریمؐ نے نہ پرندہ بنایا نہ غیب دان ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اب بتلاؤ کہ ہمارا مسیح افضل ہے یا تمہارا محمدؐ (فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم) دائمی زندگی۔ آسمان پر چڑھنا۔ غیب دانی۔ مُردوں کو زندہ کرنا۔ اگر خدائی صفات نہیں ہیں۔ تو اور کیا ہیں؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں کس کو یہ بندگی اور یہ فضیلت حاصل ہے؟

پھر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب اُمت محمدیہ بگڑ جائیگی۔ تو انکی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ کو ہی آسمان سے تکلیف کرنے کی ضرورت۔ اور قدم رنجہ فرمانے کی حاجت ہوگی ؛

دوسرا سوال

ایک دہریہ پوچھ سکتا ہے کہ اسلام کی فضیلت غیر مذاہب پر کیا ہے؟ کیوں ہم اسلام کو قبول کریں اور دوسرے مذاہب کو ترک۔ اسلام

اگر نیکی کی تعلیم اور خدا کی ہستی اور جزا و سزا کی تعلیم دیتا ہے۔ تو دوسرے مذاہب بھی نیکی ہی سکھلاتے اور خدا ہی کو منواتے ہیں۔ اسلام کے پاس قرآن ہے تو ہندوں کے پاس وید۔ عیسائیوں کے پاس انجیل۔ اور یہودیوں کے پاس توریت و طالمود۔ پارسیوں کی ژند و تسنا۔ سبھی اپنی اپنی کتاب کو آسمانی اور خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ اسلام کے پیغمبر صاحب نے بڑے بڑے معجزے اور کرامات دکھلائے۔ تو ہندوں کے اوتاروں اور عیسائیوں کے راہبوں نے بھی خرق عجائبات کم نہیں۔ اسلام پر چلکر لوگ اگر غوث۔ قطب اور خدا رسیدہ ہوئے۔ تو وید و پران پر چلکر بڑے بڑے رشی۔ مہارشی ہوئے۔ اخلاق فاضلہ انہوں نے بھی دکھلائے۔ انہوں نے بھی خدا کے نام کی منادی کی اور نیکی و نیکوکاری کا پرچار اس مذہب نے کیا۔ اور اس نے بھی۔ مسلم کی عبادت نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہے تو ہندوں کی سندھیا۔ تیرتھ۔ دان اور اپاس ہے۔ انگریزوں کا پریر۔ فاسٹنگ اور بیت المقدس کی زیارت ہے۔ اصول مذاہب ایک ہیں۔ جو کام اس مذہب میں نیک یا بد ہے وہ دوسرے مذہب میں بھی۔ مسلمانوں کی زیارت گاہ مکہ۔ ہندوں کی کاشی و جگن ناتھ عیسائیوں کے لئے بیت المقدس۔ بدھ مذہب والے اپنے متبرک مقامات کی زیارت کرتے ہیں۔ اب بتلاؤ۔ کہ کونسی دلیل ہے۔ اور کونسا معیار جو بتلائے کہ اسلام کا خدا ہے۔ اور خدا اسلام کا۔

پھر عیسائی خدا کو اومنی پوٹنٹ۔ ہندو اسے سرب گیان اور مسلمان اسے عالم الغیب مانتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں۔ کس کا خدا عالم الغیب ہے؟

تیسرا سوال ۳ ایک دلدادہ تحقیق مسلمان پوچھ سکتا ہے کہ (۱) جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجیگا جو اس اُمت کے دین کی اصلاح اور تجدید کریگا۔ سنہ ہجری کا سر تو کجا دنیا کے تمام سنین کا سر بھی آچکا۔ بلکہ سنہ ہجری کا سر تو کجا کمر تک ہوگئی (چھتیس ۳۶ برس گذر گئے) صدی کا مجدد کہاں؟ پھر اسلام پر کبھی ایسی تباہی اور ادبار کا زمانہ آیا تھا؟ کیا عالموں۔ زاہدوں فقیروں۔ امیروں۔ صوفیوں اور گدی نشینوں۔ مشائخوں میں فسق و فجور کی بہتات نہیں؟

کیا یہ لوگ اسلام کے بدنام کرنے والے نہیں ہیں؟ (۲) گذشتہ صدیوں میں عین وقت پر امام اور مجدد آئے۔ امام غزالی۔ امام رازی۔ امام ابوحنیفہ۔ امام بخاری۔ امام عبدالقادر جیلانی۔ حضرت معین الدین چشتی وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ اِس صدی پر کون آیا؟ (۳) چودھویں صدی میں مہدی موعود کا ظہور ہو گا۔ حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔ مجدد الف ثانی نے فرمایا۔ نعمت اللہ شاہ ولی نے فرمایا۔ نواب صدیق حسن نے اقتراب الساعۃ میں ظہور مہدی کی پندرہ بیس علامتیں لکھ کر فرمایا کہ مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔ شاید میں زیارت سے محروم رہوں گا۔" خواجہ حسن نظامی فرماتے ہیں "وہ علامتیں تو پوری ہو چکی ہیں۔ ظہور مہدی عنقریب ہے۔" شیعہ کہتے ہیں کہ مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ابھی ظاہر نہیں ہوئے۔ (۴) حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہور مہدی کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ اکثر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ رمضان میں کسوف وخسوف۔ ریل کی سواری۔ دمدار تارہ نکلنا۔ مشرق سے آگ نکلنی۔ اُونٹ کی سواری کا بیکار ہونا۔ قحط و طاعون پڑنا۔ خطوط کی کثرت۔ غیر قوموں کی حکومت وغیرہ وغیرہ کوئی تیس چالیس علامتیں پوری ہوئیں۔ لیکن دوستو! صدی آدھی ہونے کو آئی۔ اسلام کی رُوحانی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ علماء و صوفیا بشارت دیتے جاتے ہیں مگر ؎

خبر لے اے مسیحا تو کہاں ہے ✦ ترا بیمارِ اُلفت نیم جاں ہے۔

سُنئیے! حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس کا کیا جواب دیتے ہیں

اوّل۔ یہ غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں (الف) قرآن شریف کی تیس آیتیں انہیں مُردہ بتلاتی ہیں (۱) یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ (سورۃ آل عمران) حضرت ابن عباس جو صدر المفسرین اور جن کے علم القرآن کے لئے نبی کریمؐ نے دعا فرمائی تھی۔ متوفیک کے معنے ممیتک (مار دیواللاہوں) بتلاتے ہیں۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ (۲) ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (ترجمہ) محمدؐ ایک رسول ہی ہیں۔ اُنکے پہلے سب رسول مر گئے۔ (۳) ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد۔ تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشگی نہیں دی گئی۔ (ب) حدیث

حضرت عیسیٰ کو مردہ بتلاتی ہے (ا) لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی۔ ترجمہ اگر عیسیٰ و موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کرتے بنتی۔ (ج) تمام صحابہ وفات مسیح کے قائل تھے۔ حضرت ابن عباس۔ وہب بن ربیع۔ اسحٰق اور اماموں میں امام بخاری و امام مالک وفات مسیح کے قائل۔ ایک صحابی کا نام لو جو حیات مسیح کا قائل ہو۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک کا بھی قول پیش کرو۔ جو حیات مسیح بتلاتا ہو (ایسا بتلانے والے کو ۵۰۰ انعام۔ مشتہر) تفصیل کیلئے دیکھو ازالہ اوہام اور الدلیل المحکم مصنفہ مولوی عبدالرحیم صاحب کی کتب ٭

دوم بے شک اسلام ہی سچا مذہب اور عرب کا پاک نبی ہی سچا نبی ہے۔ اور اسکو سچا ثابت کرنے کے لئے میں (مرزا صاحب) تیار ہوں۔ جسطرح چاہو۔ امتحان کر لو۔

(ا) ایک کتاب براہین احمدیہ اسلام و نبیٔ اسلام کی صداقت پر لکھی ہے۔ اسکے دلائل کو توڑ دو یا اس کی طرح اپنی کتاب سے اپنے مذہب کی صداقت کا ثبوت پیش کرو۔ اور ہم سے دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ (۲) نشانات آسمانی کے ذریعہ اسلام کی صداقت کا ثبوت ہم سے لو (الف) ایک سو مایوس العلاج بیماروں کو بطور قرعہ اندازی بانٹ لو۔ تم بھی اپنے خدا کو بلاؤ۔ اور میں بھی اپنے حیّ و قیوم مولا کو بلاتا ہوں۔ دیکھیں خدا کس کے ساتھ ہے اور کس کے بیمار اچھے ہوتے اور کس کے مرتے ہیں (ب) کسی خاص معاملہ میں تم بھی توجہ کرو۔ اور میں بھی کرتا ہوں۔ دیکھیں خدا کس کی سنتا اور کس کو آیندہ واقعات بتلائے جاتے ہیں (ج) تم بھی خدا کو سرب گیان کہتے ہو۔ اور میں بھی کہتا ہوں۔ دیکھیں خدا سے خبر پاکر کون غیب کی خبریں کثرت سے دیتا ہے اور کس کی پیشگوئیاں کثرت اور صفائی سے پوری ہوتی ہیں (د) تم اپنے پرمیشور کو بلاؤ۔ کہ جو جھوٹا ہو سچے کے سامنے ہلاک ہو جاوے۔ اور میں بھی اپنے مولا قدیر کو بلاتا ہوں۔ پھر دیکھو کون ہلاک ہوگا۔ اور کون بچ جاتا ہے۔ (اس قسم کے اشتہار چھاپ کر پادریوں اور آریوں۔ ہندوؤں کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔ مشتہر)

سوم تیسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سچے اور آپ کی پیشگوئی بھی سچی۔ خداوند تعالےٰ نے مجھے اس زمانہ میں چودھویں صدی کے سر پر مہدی و مسیح کر کے بھیجا ہے۔ نبی کریم اپنی اُمت کو فرماتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے۔ بھلا

اُمت کی ہدایت کے لئے بنی اسرائیل کا پیغمبر آوے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی ہتک نہیں ہے؟ پھر حدیث بولتی ہے:۔ لا مہدی الا عیسےٰ۔ مہدی اور عیسیٰ ایک ہیں۔ مسلم کی حدیث اماممکم منکم۔ تمہیں میں سے ایک تمہارا امام بتلاتی ہے۔ امام احمد حنبل۔ امام زرقانی۔ نعمت اللہ شاہ ولی۔ محی الدین ابن عربی قائل ہیں کہ مسیح اسی اُمت سے ہوگا۔ ظہور مہدی کی علامتیں پوری ہوئیں۔ مہدی کے سر پر سوائے میرزا (مرزا صاحب) کس نے دعویٰ کیا؟

آؤ! دیکھیں اس مردِ خدا نے کیا کیا؟

ابتدائی زندگی

۱۸۳۵ء میں پیدائش اور ۱۹۰۸ء میں وفات ہے۔ لڑکپن اور جوانی اعلےٰ درجہ کی تقویٰ، عفت اور عبادت و ریاضت میں کٹا۔ مہینوں روزے رکھتے اور اپنا کھانا غریبوں کو بانٹ دیتے۔ قرآن کریم اور نمازوں کی کثرت اسقدر تھی کہ لوگ حیران تھے۔ بے داغ اور پاک زندگی کے گواہ ہندو اور مسلمان دونو ہیں۔ اسلام کے خلاف جو مضامین نکلتے ان کا جواب دیا کرتے۔ معمولی تعلیم فارسی و عربی و طب کی پائی تھی۔

دعویٰ

چالیسویں برس دعوے مہدویت و مسیحیت کیا۔ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کے لئے مہدی اور پادریوں کا غرور توڑنے کے لئے مسیح۔ خدا نے بنایا کہ تا ثابت ہو۔ کہ جو ان کا خدا ہے۔ اس کا ہم پلہ ایک محمدؐ کا غلام بھی ہو سکتا ہے۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ۔ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و آلہٖ) ہندوؤں کے بالمقابل کرشن۔ لیکن سب کو ایک ہی پاک نبی محمدؐ اور پاک کتاب قرآن کی طرف بلایا کہ اسکے بغیر نجات نہیں۔ کوئی نئی شریعت کا دعویٰ نہ تھا۔ وہی قرآن اور وہی حدیث اور وہی صحابہ۔ ہاں دعوے نبوت کیا۔ لیکن بایں معنے کہ کثرت سے امورِ غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ عربی میں وہ شخص جو خدا کی طرف سے غیب کی خبر بتلاوے۔ نبی کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں۔ اور یہ رتبہ بطفیل خاتم النبیین سید الاولین والآخرین صلعم ملا۔

اسلام اور نبیٔ اسلام کی خدمت

تیرہ سو برس میں ایسی خدمت کسی نے نہیں کی (الف) دلائل اور حقائق کا ایسا ذخیرہ بہم پہنچایا کہ آریہ سماج کا ناک

میں دم آگیا۔ پادریوں نے سمجھوتہ کر لیا کہ احمدیوں (آپ کی جماعت کا نام) سے مباحثہ نہ کرنا۔ براہین احمدیہ سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ معرفت وغیرہ وغیرہ کتابیں بے نظیر لکھیں۔ (ب) ۲۶۰۰۰ اشتہار امریکہ یورپ۔ آسٹریلیا میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجے (ج) غیر مذاہب کے مقابل اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا (دیکھو جواب نمبر دوم اشتہار ہذا) (د) ہزاروں ہندوؤں اور آریوں کو الہام نے خواب اور کشف کا گواہ بنا کر اسلام کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دیا۔ (ہ) امریکہ کے عبداللہ کوئلم آپ ہی کے اشتہارات پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور امریکہ کا مسٹر ڈوئی جو مدعی نبوت اور مسلمانوں کی ہلاکت کا مدعی تھا۔ آپ ہی کے مباہلہ اور مقابلہ سے ہلاک ہوا تو ہندوستان کا آریہ لیکھرام غیبی قاتل کا نشانہ بنکر اسلام کو خدا کا مذہب ثابت کر گیا۔ (و) رسول کریمؐ کی ایسی محبت اور ایسا عشق کسی میں نہ دیکھا۔ ہزاروں اشعار ایسے پریم بھرے لکھے کہ جو دیکھے وہ بھی آنحضرتؐ کا عاشق ہو جاوے (ز) ایک پاک اور متقی جماعت بنائی۔ جو شریعت اسلامیہ پر پابند۔ تہجد گذار۔ خدا کے راہ میں مال اور جان سے نثار۔ اور جو چار دانگ عالم میں گھوم گھوم کر اسلام کی منادی کرنیوالی (ح) دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم ۔

آپ کے اخلاق بیان کو ایک دفتر چاہئے ہیں۔ اخلاق فاضلہ کے قائل دوست دشمن سب ہی ہیں۔ عفت۔ غمخواری۔ کرم وسخاوت۔ سادہ زندگی۔ بڑے بڑے قصور معاف کر دینا۔ اعلےٰ درجہ کا صبر۔ رضا۔ توکل۔ غرض مختصر یہ ہے کہ اخلاق نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ اخلاق آپ ہی میں تھا۔ اس مختصر اشتہار کا دامن تنگ ہے۔ ناظرین اگر سیرت مسیح موعود مصنفہ مولوی عبدالکریم دیکھیں تو میرے بیان کی تصدیق کریں۔ راست گوئی کے خاطر مقدموں میں نقصان اٹھائی۔ غصہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ہاں نبی کریمؐ کے متعلق کسی کی گستاخی سنتے۔ تو آپے سے باہر ہو جاتے۔ چہرہ سرخ ہو جاتا۔ شریعت محمدیہ کے کامل متبع اور قرآن مجید کے کامل فرمانبردار۔ سخاوت۔ اور ہمدردی مخلوق میں بے نظیر ۔

آپ کی تعلیم ان اشعار سے ظاہر ہے ؎

مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ مارا امام و پیشوا ۔ اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم ۔ آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست

آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ بر نبوت را بروشد اختتام + مہر او باشیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام + ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جا ہے بود + ما ازو یابیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست + از ملائک وز خبرہائے معاد ۔ ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکراں مستحق لعنت است + معجزات او ہمہ حق اند و راست ۔ منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین ۔ آنچہ در قرآں بیانش بالیقین + بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب۔

تصانیف [illegible] سے زیادہ ہیں۔ جن میں سے کئی ایک کا ترجمہ انگریزی۔ فرانسیسی۔ بنگالی۔ پشتو۔ گجراتی۔ فارسی۔ عربی۔ اردو سب ہی زبان میں۔ بعض کتابیں اعجازی ہیں کہ عرب و عجم کے علماء کو ان کے مثل لانے پر ہزاروں کے انعام کا وعدہ تھا۔ اور یہ بھی تحدی تھی کہ کوئی اس کا جواب دُنیا بھر میں نہیں لکھ سکتا۔ کیا ایک جھوٹا ایسا دعویٰ کرکے سرخرو ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ خدا کی تائید نہ ہو۔

نشان صداقت آپ ہی کے الفاظ میں (۱) میں قرآن شریف کے معجزے کے ظل پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو مقابلہ کر سکے (۲) قرآن شریف کے حقایق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے (۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہوئیں۔ اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے (۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ ضرورت الامام صفحہ ۲۵

پیشین گوئیاں کثرت سے پوری ہوئیں "نشان آسمانی" میں فرماتے ہیں۔ تین ہزار پیشگوئیوں کی صداقت کا ثبوت عام مجلس میں دینے کو تیار ہوں۔ طاعون۔ قحط۔ زلزلہ۔ تقسیم بنگال۔ جنگ بلقان۔ ایران کا انقلاب۔ ڈوئی اور لیکھرام کی موت۔ احمد بیگ کی موت وغیرہ وغیرہ۔ موجودہ جنگ کا نقشہ مدتوں پہلے سے کھینچکر کہا تھا کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"۔ (تفصیل کے لئے حقیقۃ الوحی۔ سراج منیر۔ براہین احمدیہ دیکھو)

خدا کی تائید سارے زمانہ نے مخالفت کی۔ عیسائی اسلئے دشمن کہ ان کے [illegible] کو مارتا ہی۔ آریہ [illegible]

غلطیاں نکالنے اور لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کرنے سے دشمن۔ سکھ اسلئے ناراض کہ گورو نانک کو پکا مسلمان ثابت کرتا ہے۔ مسلمان اس لئے بگڑے کہ تمام فرقوں کا حکم اپنے کو بتاتا ہے۔ عالم اسلئے چیں بچیں کہ انہیں مقابلہ کے لئے للکارتا ہے صوفی اسلئے نعل در آتش کہ کہتا ہے خدا کا قرب میرے بغیر محال ہے۔ جاہل اسلئے اُلجھے کہ مہدی موعود سے جہاد کی خدمت چھین لی اور کہا کہ اب جبکہ حملہ قلم سے ہو رہا ہے تو تلوار اٹھانا درست نہیں۔ اب بتاؤ دنیا کا کونسا فرقہ اور طبقہ تھا۔ جو اسکی حمایت پر تھا۔ خاندان کے لوگ جان کے دشمن۔ مسجد کا راستہ تک بند کر دیا۔ مقدمے ہوئے۔ خون کی تہمت لگائی گئی۔ عزت و آبرو پر حملے ہوئے۔ جان لینے کے منصوبے ہوئے۔ بیس بیس ہزار کا انعام جان لینے والے کے لئے مقرر تھا۔ گالیوں کے خطوط سے تھیلے پر ہیں۔ مریدوں پر دنیا تنگ ہو گئی۔ مسجد بند۔ قبرستان بند۔ رشتہ ناطہ بند۔ کنوئیں کا پانی بند۔ دکان کا سودا بند۔ سلام کلام بند۔ دھوبی اور حجام بند۔ گالی اور پتھر۔ اسکے علاوہ مولویوں نے فتوے دیا جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ کافر۔ عورت حرام ہو گئی۔ احمدی کا مال چھین لینا جائز۔ جائداد سے محروم کر دینا مستحسن۔ قتل کر دینا کار ثواب۔ افغانستان میں دو کو شہید کر دیا۔ ملابار میں احمدیوں کو مارتے مارتے ادھ موا کر دیا۔ لیکن خدا کی تائید ہے کہ

آپ کی جماعت

ترقی کرتی جاتی ہے۔ آپکی پیشگوئی تھی کہ دنیا کے دور دور کناروں تک آپ کی تبلیغ پہنچیگی دور دور سے لوگ آپکے پاس آئینگے۔ سو آج دنیا کے ہر ایک بر اعظم میں افغانستان میں۔ انگلستان میں۔ امریکہ میں۔ فرانس میں۔ مالٹا۔ سیلون میں۔ نائجیریا میں۔ افریقہ میں۔ چین میں۔ آسام میں اڑیسہ۔ بنگال و مالابار میں جماعت احمدیہ پھیل رہی ہے۔ بڑے بڑے عالم۔ فاضل۔ ایم۔اے۔ مولوی فاضل رفتہ رفتہ مریدیت میں آئے۔ بڑے بڑے صوفی اور پیری مریدی والے جن کے ہزاروں مرید تھے۔ وہ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسوقت لنڈن۔ ماریشس۔ نائجیریا اور ہانگ کانگ میں احمدی مبلغ کامیابی سے مصروف تبلیغ ہیں۔ جماعت کی تعداد سات لاکھ کے قریب ہے جن میں اکثر حصہ متقی افراد کا ہے۔

خاکسار راقم کی عرضداشت

بزرگو اور دینی بھائیو! محض خدا کی خاطر آپ لوگوں کو نئے حق کی آواز پہنچائی گئی ہے۔ مذہب کی طرف سے لاپروائی ٹھیک نہیں۔ اٹھو! اور حق کی تلاش کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حق و ہدایت کی طرف رہنمائی کرے۔ آپکو اگر مذہبی جوش ہے اور دین الحق کی تلاش تو (۱) سلسلہ کی کتابیں ازالہ اوہام۔ حقیقۃ الوحی نشان آسمانی۔ ضرورت امام۔ اربعین۔ تریاق القلوب۔ تحفہ گولڑویہ۔ ظہور المہدی۔ ظہور المسیح وغیرہ وغیرہ مطالعہ فرماویں (۲) خاکسار سے بذریعہ خط و کتابت کے جو جو شک آپ کے دل میں آئے حل کریں یا قادیان کو براہ راست لکھ بھیجیں۔ (۳) استخارہ کریں۔ استخارہ کی ترکیب۔ رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ یٰسین۔ دوسری میں سورہ اخلاص اکیس بار پڑھیں پھر اسکے بعد تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ پروردگار تو علیم و قدیر ہے تجھ کو معلوم ہے کہ کون مقبول ہے اور کون مردود۔ مرزا غلام احمد اگر مہدی اور مسیح اور مجدد ہیں۔ تو پروردگار خواب یا کشف کے ذریعہ مجھ پر ظاہر فرما۔ اور مجھے ان کے قبول کرنے کی توفیق عطا کر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے نفس سے خالی ہو کر ہر ایک اس بات کو جو خدا کی طرف سے دل میں پڑے۔ قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ (۴) مولویوں کے فتووں

تاویل المتشابہات

یعنی

حضرت مسیح موعود کے بعض متشابہ الہامات کی اصلیت اور حقیقت

(از قلم معارف رقم مولنا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی)

اس مضمون کی ضرورت معترضین نے جہاں ہمارے سیدنا و مولیٰ حضرت مسیح موعود احمد نبی اللہ القادیانی کے متعلق اور اعتراض اٹھائے ہیں وہاں آپ کے بعض کشوف اور الہامات پر بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ کشوف اور الہامات اسلام کی تعلیم اور ہدایت کے خلاف ہیں جن سے شرک کی تائید ہوتی ہے بلکہ ان کے ماننے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے حالانکہ جن کشوف اور الہامات کے متعلق ایسا کہا جاتا ہے وہ سب کے سب متشابہات کی قسم سے ہیں جنکو حقیقت پر حمل کرنا خلاف منشاء الہام و ملہم ہے لیکن بعض لوگ اپنی ناواقفی اور لاعلمی کی وجہ سے ایسے کلام کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے اعتراض کر دیتے ہیں اور بعض باوجود اس بات کو بخوبی جاننے کے کہ یہ کلام از قسم متشابہات ہے اور مجازات اور استعارات کے رنگ میں ہونے سے قابل تاویل ہے محض مخالفت کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اسے قابل اعتراض بتاتے ہیں تا طالبان حق کی راہ میں روک پیدا کریں سو ہم طالبان حق کی خاطر مخالفین کی روک کے اس پتھر کو بھی راہ سے اٹھا دیتے ہیں۔ شاید کوئی سعید روح فائدہ اٹھائے وباللہ التوفیق

متشابہ الہامات وہ متشابہ الہامات جن پر اعتراض کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔ انت[۱] منی وانا منک ۔ انت[۲] منی بمنزلۃ ولدی ۔ انت[۳] منی بمنزلۃ اولادی انت[۴] منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی ۔ انت[۵] منی بمنزلۃ روحی انت[۶] منی بمنزلۃ عرشی ۔ انت[۷] اسمی الاعلیٰ ۔ انت[۸] من مائنا وھم من فشل ۔ یحمدک[۹] اللہ من عرشہ ۔ انما[۱۰] امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون ۔ ربنا[۱۱] عاج

خدا کے کلام میں محکمات اور متشابہات دونوں ہیں قبل اسکے کہ ہم الہامات متذکرہ کے متعلق کچھ عرض کریں پہلے یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ خدا کے مقدس کلام میں محکمات اور

متشابہات دونوں قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں چنانچہ علاوہ دیگر صحف سماویہ کے قرآن کریم خود اس کا مصدق اور مصداق ہے دیکھو ارشاد ذیل هو الذی انزل علیک الکتٰب منه اٰیات محکمات هن ام الکتٰب و اخر متشابهٰت یعنے اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تجھ پر الکتاب اتاری اسمیں بعض آیات بطور اصل الاصول کے ہیں جنکا نام دوسرے لفظوں میں محکمات ہے اور دوسری قسم وہ ہیں جنکا نام متشابہات ہے چونکہ متشابہات از قبیل استعارات و مجازات ہوتے ہیں اسلئے متشابہات کی مناسب طور پر تاویل کر کے محکمات کے تابع کرنا چاہئیے: یہ کہ بے علم لوگوں کی طرح انہیں حقیقت پر حمل کر کے اہل علم کے سامنے اپنے آپ کو نادم کریں۔ کیا اگر استعارہ کے طور پر کسی کو شیر کہا جائے تو یہ عقلمندی ہوگی کہ اٹھکر اسکے پیچھے دُم اور چار ٹانگیں تلاش کرنے لگجائیں اور اس طرح اپنی بیوقوفی کا ثبوت دیں۔ اسی طرح اہل علم خدا کے مقدس کلام کے اس حصہ کو جو متشابہات کی صورت میں ہوتا ہے از قسم مجازات و استعارات سمجھ کر اس سے تعرض نہیں کرتے بلکہ مومنانہ آداب کے ساتھ محکمات کی طرح اس پر ایمان لاتے ہیں:-

اور جہانتک ممکن ہو صحیح تاویل کے لئے کوشش کرتے ہوئے اسے کلام محکم کے تابع کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ لوگوں میں کجی اور فتنہ پھیلانے کی غرض سے خدا کے کلام سے محکمات کو نظر انداز کرتے ہوئے متشابہات کے پیچھے لگجاتے ہیں تا لوگوں میں گمراہی پھیلائیں اور طالبان حق کے راہ میں روک پیدا کریں اور وہ متشابہات جو پیشگوئی کی صورت میں ہوتے ہیں ان کی قبل از وقت تاویل کرنے سے لوگوں کو ابتلا میں ڈالتے ہیں۔ حالانکہ متشابہات کی صحیح تاویل اور اصل حقیقت کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے یا وہ لوگ جو بوجہ تعلق باللہ کے علم الٰہی سے استفاضہ کرتے ہیں۔ جس سے وہ خدا کی کتاب میں الراسخون فی العلم کہلاتے ہیں۔

متشابہ کو محکم کی تابع کرو

پس جس طرح سے قرآن کریم کی متشابہ آیات کے محکمات کی تبعیت میں معنی کئے جاتے ہیں اسی طرح سے الہامات متشابہ کے معنے بھی کرنے چاہئیں۔

اور غیر احمدی علماء کا باوجود قرآن کریم کے اس اصل کے جو محکمات اور متشابہات کے معنوں کے لئے اوپر ذکر کیا گیا پھر بھی حضرت مسیح موعود کے متشابہ الہامات پر اعتراض کرنا اور مجازات اور استعارات کو حقیقت پر حمل کرنا خلاف دیانت و امانت اور سراسر ضد اور جہالت ہے اعاذنا اللہ من ذلک۔

اب ہم بحولہ و قوتہ الہامات متذکرہ بالا کی اصل حقیقت دکھلانے کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں اور امید ہے کہ جو شخص ضد اور تعصب سے خالی ہو کر حق طلبی اور انصاف سے اس تحریر پر نظر ڈالے گا اسے اصل حقیقت سے آگاہ ہونے سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

انت منی وانا منک

الہام انت منی وانا منک پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ الہام شرک کے معنوں میں اسلامی تعلیم اور ہدایت کے خلاف منشا ہے اور جن معنوں میں اسکو شرک پر مبنی سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یعنی تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا بیٹا۔ یا یہ کہ میں تیرا باپ ہوں۔ اور تو میرا باپ۔ اس الہام میں چونکہ متکلم اللّٰہ تعالےٰ ہے اور مخاطب حضرت مسیح موعود۔ اسلیئے اس لحاظ سے اعتراض کیا ہے کہ یہ الہام شرک پر مبنی ہے کیونکہ مسیح موعود کا اللّٰہ سے ہونا اور اللّٰہ تعالےٰ کا مسیح موعود سے ہونا جو باپ اور بیٹے کے معنوں میں ہے یہی شرک ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے (۱) کہ الفاظ الہام میں باپ بیٹے کے معنوں کا تو کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔ پس جب وہ الفاظ ہی نہیں کہ جن کی بنا پر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض کیسا؟

(۲) باقی رہا یہ کہ منی اور منک کے الفاظ سے ایسا سمجھنا تو منی اور منک سے یہ سمجھنا شان علم کے سخت خلاف ہے کیونکہ اہل زبان اپنے محاورات میں ایسے الفاظ موافقت اور اتحاد فی المقاصد کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں نہ باپ اور بیٹے کے معنوں میں۔ اور غیر اہل زبان کا ایسے الفاظ کو باپ اور بیٹے کے معنوں میں سمجھنا زبان کی ناواقفی اور محاورات اہل زبان سے بیخبری کا نتیجہ ہے لیکن اہل علم اور علماء اور فضلاء کا زمرہ جو عربی زبان کے محاورات کے سمجھنے میں توغل اور مہارت تامہ رکھتا ہے ان سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ ہاں نیم ملاں جو بیچارے گرفتار عجب و پندار ہیں۔ اگر وہ ایسے الفاظ کو خلاف محاورات الٹے معنوں میں پیش کریں تو وہ معذور ہیں۔

ہم ذیل میں چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں جنمیں منی اور منک کے لفظ کو استعمال کیا گیا لیکن ان کو کسی نے بھی آجتک باپ اور بیٹے کے معنوں میں تسلیم نہیں کیا حتیٰ کہ الہام مذکورہ پر اعتراض کرنے والوں نے بھی ان سے وہ مراد نہیں لی جو الہام مذکور کے منی اور منک سے لی ہے کاش واقعات متشابہ کو ایک ہی نظر سے دیکھنا اور پرکھنا نصیب ہوتا اور ہر جگہ تقویٰ اور انصاف سے کام لیا جاتا۔

اوّل ہم قرآن کریم سے بعض مثالیں پیش کرتے پھر حدیث سے پھر کتب عربیہ سے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کا قول دیکھو فمن تبعنی فانہ منی پھر طالوت کا قول دیکھو فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ ان آیات میں لفظ منی کو موافقت اور اتحاد فی الامر کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے نہ بقول معترض باپ اور بیٹے کے معنوں میں۔

پھر صحیح بخاری میں کتاب المناقب کی حدیث ذیل کو پڑھئے قال النبی صلعم لعلیؓ انت منی وانا منک۔ پھر صحیح بخاری میں کتاب الصلح کی حدیث ذیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ وقال لعلیؓ انت منی وانا منک۔

اب دیکھو آنحضرت کے یہ الفاظ بعینہ وہی ہیں جو الہام مذکور کے ہیں اب کیا معترض صاحب اس حدیث کو انہی معنوں میں لیگا۔ جن معنوں میں کہ الہام کو لیا تھا اور کیا آنحضرت کو حضرت علی کا بیٹا اور باپ تسلیم کریگا۔ اور حضرت علی کو آنحضرت کا باپ اور بیٹا۔ پھر ترمذی اور مشکوۃ میں باب مناقب اہلبیت کی حدیث ذیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ العباس منی وانا منہ یعنی عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں پھر صحیح مسلم کی حدیث ذیل کو پڑھئے جو آنحضرت نے جلیبیب صحابی کی نسبت فرمائی۔ قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا منی وانا منہ ھذا منی وانا منہ یعنے اسنے سات کافروں کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کردیا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ پھر تلخیص الصحاح کی حدیث ذیل کو پڑھئے جو قبائل مخصوص عرب کی فضیلت کے باب میں مذکور ہوئی دیکھو فضیلت قبیلہ اشعریہ۔ ان الاشعریین ...... جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموہ بینھم باناء واحد بالسویۃ

فھم منی وانا منھم

علاوہ اسکے حدیث من غشنا فلیس منا اور حدیث لیسوا منی ولست منھم اور حدیث لیس منی الا عالم او متعلم اور حدیث فمن رغب عن سنتی فلیس منی کو ملاحظہ کیجئے۔

پھر تفسیر کبیر میں سورہ توبہ کی آیت المنافقون والمنافقات بعضھم من بعض کی تفسیر میں بعینہ فقرہ انت منی وانا منک کو بیان کیا ہے اور اسکے معنوں میں لکھا ہے ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ یعنی انت منی وانا منک

کا فقرہ محاورات عرب میں کسی سے کسی امر میں اتحاد اور موافقت کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے انہی معنوں میں دیوان حماسہ میں عمرو بن شاش صحابی کے اشعار میں ایک شعر ہے ؎

فان کنتِ منی او تریدین صحبتی ؛ فکونی لہ کالسمن ربّت لہ الادم

تمام شارحین نے کنتِ منی کی شرح میں کنتِ وفقینی لکھا ہے یعنے اگر تو مجھ سے موافق اور موافقت اور اتحاد رکھنے والی ہے

اب وہ اہل علم کہ جنکی نظر سے یہ فقرات گزر چکے ہیں اور انکے محاورات سے واقف ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی و انا منک کو قابل اعتراض ٹھہرائے یا اس سے نادان معترض کی طرح باپ اور بیٹے کا مطلب نکالے پس حوالجات مذکورہ کے رُو سے حضرت ممدوح کے الہامی فقرے کے یہ معنے ہوئے کہ اے میرے مسیح موعود میرا اور تیرا ایک ہی مقصد ہے۔ اور تو میرے مقاصد کی پیروی سے میرے موافق ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پھر یہ ایک حقیقت ہے کہ جب زمانہ شرک و بدعت کی ظلمت سے تاریک و تار ہو جاتا ہے اور لوگ خدا سے دور جا پڑتے اور معرفت حق سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اسوقت خدا تعالےٰ کنت کنزاً مخفیاً کے رنگ میں یعنے ایک مخفی خزانہ کی طرح اپنی معرفت کے لحاظ سے دنیا سے پوشیدہ ہوتا ہے پھر جب اس تاریکی کے زمانہ کو اللہ تعالےٰ نورانی دور کے ساتھ بدلنے کے لئے ارادہ فرماتا ہے تو اسکے لئے اپنے کسی خاص بندہ کو منتخب فرما کر اس پر تجلّی کرتا۔ اور اسے اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جیسا وہ کامل انسان اپنے کمال کے ساتھ خدا تعالےٰ کی تجلّی سے ظاہر ہوا۔ اسی طرح اس کامل انسان کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ اپنی معرفت کے ساتھ لوگوں پر ظاہر اور متجلّی ہو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا کا مامور خدا سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور دنیا کو خدا تعالےٰ کے نور معرفت کا پتہ اس مامور کے ہی ذریعہ سے لگتا ہے پس اس زمانہ میں بھی اسی طرح سے ہوا اور حضرت مسیح موعود کے الہام مذکور میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اے میرے مامور تو مجھ سے ہے یعنے مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور تیرے ظاہر ہونے کی غرض یہ ہے کہ میں تجھ سے یعنے تیرے ذریعے دنیا کے لوگوں پر معرفت اور شناخت کے ساتھ اپنا جلوہ دکھاؤں جیسا کہ ہر ایک نبی اور رسول کے زمانہ میں ہوا۔

علاوہ اسکے الہام مذکور ذبّ کے معنوں میں ہے یعنے جب مخالفین نے

حضرت اقدس کے دعاوی کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ مفتری ہے۔ اور اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت میں جھوٹا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں تب خدا تعالےٰ نے بطور تسلی کے فرمایا کہ مکذبین ہی مفتری اور کذاب ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انت منی یعنے تو جو کچھ بھی ہے مہدی ہے یا مسیح نبی ہے یا رسول فی الواقع مجھ سے ہے یعنے میری طرف سے ہے اور میرے بنانے سے بنا ہے مفتری نہیں ہے پھر جب لوگوں نے آپکی تکفیر سے آپ کو کافر۔ ضال۔ ملحد اور دجال کا فتوے دیا اور اس فتوے سے لوگوں کو آپکی طرف سے روکا کہ خدا اور خدا تعالیٰ کی راہ اور اسکی معرفت اور شناخت اس شخص کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ کافر ہے ضال ہے تو اللہ تعالےٰ نے بطور ذب کے انا منک فرما کر آپ کو تسلی دی کہ مخالفین جھوٹ بکتے ہیں اور اصل بات یہی ہے کہ آج میرا اور میری معرفت کا پتہ تیرے ہی ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ تیرے سوا میری معرفت اور شناخت آج اور کہیں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پس ان تمام تشریحات کے بعد جو قرآن وحدیث۔ محاورات عرب کے حوالجات اور بالآخر واقعات کی بنا پر کی گئیں کسی ظالم طبع انسان کا خواہ نخواہ اعتراض کرنا اور خلاف منشا الہام وملہم اپنی من گھڑت اور سفیہانہ تشریحات سے اصل مطلب کو بگاڑ کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا اپنی دناوت۔ وقاحت اور خست کا ثبوت دینا ہے جو شرفاء کے نزدیک سخت قابل نفرین ہے۔

انت منی بمنزلۃ ولدی
اور
انت منی بمنزلۃ اولادی

الہام انت منی بمنزلۃ ولدی اور انت منی بمنزلۃ اولادی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہر دو الہام لم یلد ولم یولد کے نص کے خلاف ہیں جنمیں صریح شرک کی تعلیم پائی جاتی ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ الہام محکمات سے نہیں بلکہ متشابہات سے ہے پھر اس الہام کو حقیقت پر حمل کرنا اور اس سے حقیقی معنوں میں اللہ تعالےٰ کے لئے ولد یا اولاد سمجھنا اور بیٹا یا بیٹے مراد لینا خود ملہم کے خلاف منشا ہے۔ ہاں اگر ان الفاظ الہامیہ سے ملہم نے حقیقی معنوں میں بیٹا یا بیٹے مراد لئے ہوں تو پھر واقعی معترض کا اعتراض کرنا بجا اور درست ہے لیکن حضرت مسیح موعود کہ جن کے یہ الہام ہیں جب وہ معترض کی طرح خود ان معنوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ جن کی وجہ سے الفاظ الہام معترض کے نزدیک قابل اعتراض ہیں تو اعتراض کیسا؟ دیکھو حضرت مسیح موعود

اپنے ان الفاظ الہام کے متعلق اپنی کتاب معیار الاصفیا میں کیا فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے اور میری نسبت بیّنات سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے - قل انما انا بشر مثلکم"

معیار الاصفیا صفحہ ۷

ایک خدا ترس اور متقی انسان کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی ہے جو حضرت اقدس نے لکھدیا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ آپکی اس توضیح کے بعد بھی کوئی نئے معنے خود تراش کر اسپر اعتراض کرے جبکہ حضرت ممدوح نے خود اس الہام کو انما انا بشر مثلکم کی قرآنی محکم کے تابع کر کے فیصلہ کر دیا ہے باقی رہا اسکا کوئی دوسرا پہلو جو از روے علم صحیح وعقل سلیم قابل تسلیم ہو۔ سو واضح ہو کہ یہ ہر دو الہامات تشبیہی رنگ میں اسی طرح سے ہیں جس طرح کہ قرآن کریم کی آیت ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرًا۔ اور جس طرح اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی تم حقیقی معنوں میں خدا کو اپنے باپ کی طرح یاد کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم لوگ اپنے باپ کے ساتھ اسکی شان ابوت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ اسکی توحید کے لئے غیرت دکھلاتے ہو اور شرک وشراکت سے اپنی ماں اور اپنی ولادت پر ایک قسم کا ناپاک دھبہ سمجھتے ہو اسی طرح اپنے خدا کو بھی اپنے باپ کی طرح ایک سمجھو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور نیز اسکی توحید کے لئے ایسی ہی غیرت دکھاؤ جیسے کہ اپنے باپ کے لئے بلکہ حق تو یہ ہے کہ باپ سے بھی بڑھکر خدا کی توحید کے لئے غیرت دکھائی جاوے ÷

کتب سماویہ اور صحف مقدسہ میں انبیاء کو خدا تعالیٰ کا بیٹا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ خدا کے نبی خدا کی توحید کے لئے ایسی غیرت دکھاتے ہیں جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے لئے پس ان الہامی الفاظ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسبت بمنزلہ ولد و اولاد انہیں معنوں میں فرمایا گیا کہ جس طرح پہلے نبی جو میری توحید کے لئے غیرتمند ہونے کی وجہ سے استعارہ کے طور پر بیٹے کہلائے آج اس زمانہ میں تو مجھ سے ان سب کے قائم مقام ظاہر ہوا ہے اور الہام انت منی بمنزلہ اولادی اور الہام جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اور یہ دونوں فقرے اذا الرسل اقتت کی الہامی تفسیر ہیں فقرہ اول متشابہات کے رنگ میں ہے اور فقرہ دوم محکمات اور بیّنات کی صورت میں ہیں ÷

اور جیسا کہ قدسی زبان کے محاورات سے ثابت ہے کہ خدا نے استعارہ کے طور پر انبیاء کو بیٹا کہا اور یعقوب کو اکلوتا اور مسیح کو بھی بیٹا فرمایا اور ایسا ہی انجیل میں سب راستبازوں کو خدا کے فرزند کہا ہے جنکا مطلب صرف اسی قدر ہے اور ان معنوں میں ہے کہ یہ سب خدا کے موحد بندے ہیں جو خدا کی توحید کے لئے غیرت دکھاتے ہیں ایسے ہیں جیسے بیٹا اپنے باپ کی توحید کے لئے غیرت دکھانے میں غیرت مند ہوتا ہے اور عجیب بات ہے کہ خدا کا کسی کو بیٹا کہنا تو محض موحّد ہونے کے معنوں میں تھا جو توحید الٰہی کی جان تھی لیکن نااہل اور حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے کچھ کا کچھ سمجھ کر حقیقت کو بگاڑ دیا اور شرک میں مبتلا ہو گئے جیسا کہ عیسائی قوم کا حال ہو رہا ہے۔ الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور انت منی بمنزلۃ ولدی عیسائیوں کے اس غلو کے ہی مقابلہ میں ہے اور مسیح کے ابن اللہ ہونے کی جو غلط معنوں میں خصوصیّت پیدا کی گئی تھی۔ اسکو اولادی کے لفظ کی عمومیت سے توڑ کر صرف توحید کی خصوصیت کو قائم کر دیا گیا۔ اولادی کی جمع میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جن معنوں میں قدسی زبان کے محاورہ کے رُو سے مسیح ولد اللہ ہے ان معنوں میں خدا کی اور بھی اولاد ہے جو انبیاء اور اصفیاء کی جماعت ہے جو سب کے سب مسیح کے ان ولد اللہ ہونے کے معنوں میں برابر کی شریک ہے لیکن خدا وہ ذات ہے کہ جو حقیقی معنوں میں لم یلد ولم یولد کی مصداق اور واحد لاشریک ہے۔ علاوہ اولادی کے ان معنوں کے ابن مریم کے بالمقابل حضرت نبی کریم کے ایک غلام کو مسیح کا لقب دیکر انت منی بمنزلۃ ولدی کے الہام سے حلدیت اور ابنیّت کے مرتبہ میں بھی شریک کر دیا جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس طرح مسیح ابن مریم میری توحید کے لئے غیرتمند تھے تو بھی ویسے ہی آج میری توحید کے لئے موحدانہ غیرت دکھانے والا اور اسکے مرتبہ اور مقام پر ہے اور پھر قدسی زبان کے محاورات میں انبیاء کو اسلئے بھی ابناء اور اولاد کہا کہ وہ بحیثیت نبی ہونے کے کسی ذکوریت اور انوثیت کے باہمی تعلق کا نتیجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی نبوت کسی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے بلکہ انکو نبوت کے لحاظ سے خدا ہی پیدا کرتا ہے اور اسی لئے استعارتاً وہ نبی کی حیثیت میں کسی انسان کے نہیں بلکہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں :-

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان کھلی کھلی تشریحات کے بعد بھی معترض کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی خود ساختہ سفلی تاویلات سے لوگوں کو مغالطہ دہ ہو کر فتنہ میں ڈالے۔ اور حضرت اقدس

حیات مسیح موعود کے متعلق ایسا قصیدہ مشہور کرے جس کو نہ تو آپ نے کبھی تسلیم کیا نہ ہی آپ کی جماعت کے کسی فرد نے پس ہر ایک خدا ترس اور علم دوست انسان سے التماس ہے کہ وہ مذکورہ بالا عرضداشت کو غور سے پڑھے اور ان حقائق مختصہ اور مطالب عالیہ سے جو تشریحات میں پیش کئے گئے فائدہ اٹھائے

انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی

الہام انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس الہام میں مرزا صاحب کو بمنزلہ توحید وتفرید الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس سے صریح شرک اور توحید وتفرید الٰہی پر قبیح حملہ پایا جاتا ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ شرک اور توحید اور تفرید الٰہی پر کسی قسم کا حملہ تو حضرت مرزا صاحب کی پاک تعلیم اور ہدایت کے خود خلاف ہے چنانچہ آپکا ذیل کا کلام اس پر شاہد ناطق ہے۔

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ٭ خاک راہ احمدؐ مختار ہیں

لیکن الفاظ الہام کے الٹے معنے سمجھکر اس پر اعتراض کرنا اور اسے خلاف تعلیم اسلام بیان کرنا۔ اسکا کیا علاج ہو۔ غلط فہمی سے قصور اپنا ہوتا ہے اور ذمے لگا دیتے ہیں اللہ تعالے اور اسکے ملہم کے کیا آداب عبودیت حقہ اسی کا نام ہے سچ ہے وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ۔ الہام مذکور کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مقام اور مرتبہ پر ہے ان معنوں میں کہ جیسا توحید اور تفرید سے انسان موحد اور مفرد بنجاتا ہے اور موحد ہونے سے شرک سے بکلی الگ ہو جاتا ہے اسی طرح تجھ سے اور تیرے پانے سے اور تیرے تعلق اور تیری ہدایت کو قبول کرنے سے انسان موحد اور مفرد ہو جاتا ہے یعنے خدا تعالے کو واحد جاننے کا جیسے توحید اور تفرید ذریعہ ہے ویسے ہی تو ذریعہ ہے اور اسمیں کیا کلام ہے کہ ہر ایک نبی اور رسول جو مبعوث ہوتا ہے وہ اپنے حلقہ تبلیغ رسالت میں بمنزلہ توحید وتفرید الٰہی ہی ہوکر لوگوں کو موحد بناتا ہے اور اگر دنیا میں نبی اور رسول نہ آتے تو لوگ اس کامل اور خالص توحید کو کبھی بھی حاصل نہ کر سکتے۔ پس دنیا میں خدا کی ناطق توحید اور زندہ توحید جو اپنے جذب کامل اور تاثیر جاذب سے انسان کو اس واحد وبے ہمتا اور یگانہ ویکتا خدا پر ایمان بخشتی ہے وہ نبیوں اور رسولوں کا ہی وجود ہوتا ہے جیسا کہ آج کے زمانہ میں حضرت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کا وجود ساری دنیا کے لوگوں کو خدائے واحد پر ایمان بخشنے کے لئے زندہ اور ناطق توحید کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اب اس صورت میں الہام مذکور قابل اعتراض کیونکر ہوا۔ کیا اس بات میں کسی کو شک ہے کہ نبیوں اور رسولوں کا وجود ہمیشہ سے توحید کی غرض سے ظہور پذیر ہوکر دنیا میں توحید

کو قائم کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور یہی وہ صداقت ہے جو الہام مذکور میں پیش کی گئی تو اب اسپر اعتراض کیسا؟

علاوہ اسکے یہ الہام اپنے اندر ذبّ کا پہلو بھی رکھتا ہے اور وہ اس طرح کہ توحید اور تفرید دونوں لفظ تفعیل کے وزن پر مصدر واقع ہوئے ہیں جن کے معنے ہیں واحد جاننا اور یقین کرنا۔ پھر مصدر چونکہ عمل کے لحاظ سے فاعل اور مفعول دونوں حالتوں میں مستعمل ہوتا ہے اس لحاظ سے توحیدی و تفریدی کے معنے ہوئے کسی کا مجھے واحد اور فرد یقین کرنا یا میرا کسی کو واحد اور فرد جاننا بلحاظ مفعول پہلے معنے اور بلحاظ فاعل دوسرے معنے۔

بلحاظ معنے مفعول انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کے یہ معنے ہوئے کہ اے میرے مسیح اور مہدی اور مامور تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جو مجھے واحد لاشریک اور ایک خدا یقین کرنیکا حقیقی مرتبہ ہے یعنے لوگ تو تجھے مشرک۔ کافر اور ضال اور مبتدع قرار دیتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ تو ایسا نہیں بلکہ دنیا بھر میں تو ایک ہی ایسا ہے جو اس مرتبہ اور مقام پر ہے جو فی الواقع مجھے واحد اور فرد یقین کرنیکا مرتبہ اور مقام ہے اور یہ بھی یہ مسیح خواہ بلحاظ حقیقت واقع ہو۔ خواہ بصورت ذبّ کیونکہ جب لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من ابناء فارس کے رو سے فارسی الاصل موعود جو مسیح موعود کا ہی نام ہے اسکے زمانہ کی علامت یہ قرار دی ہے کہ اس وقت ایمان ۔۔ توحید ثریا پر ہوگا۔ اور وہاں سے فارسی الاصل موعود لاکر دنیا میں شائع کرے گا تو اس وقت میں مسیح موعود کے سوا توحید حقیقی اور خدائے واحد پر ایمان کس کے پاس ہوگا۔ پس اس حقیقت کے لحاظ سے انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی میں حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب کو مخاطب فرمایا گیا کہ تو ہی ایک ایسا شخص ہے جو مجھے واحد اور فرد جاننے اور یقین کرنے کے مرتبہ اور مقام پر ہے اور تیرے سوا اس زمانہ میں اور کوئی نہیں۔ ہاں اب جو بھی توحید اور تفرید کو حاصل کریگا تیرے ذریعہ سے کریگا کیونکہ اس زمانہ میں حقیقی توحید کے حاصل ہونے کا ذریعہ تیرا ہی وجود ہے نقرہ انت منی سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ایسا مرتبہ توحید جو تجھے حاصل ہوا اسکا باعث تیرا مسیحیت اور مہدویت اور نبوت اور رسالت کے ساتھ مجھ سے ظاہر ہونا ہے کیونکہ جو زمانہ میں مسیح مہدی اور نبی اور رسول ہوکر آنے والا ہوتا ہے اسکی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کا مصداق ہو۔

بلحاظ معنے فاعل انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی کے یہ معنے ہیں کہ تو مجھ سے اے میرے مسیح موعود اس مرتبہ پر ہے جس مرتبہ کے لحاظ سے میں تجھے ساری دنیا کے لوگوں سے واحد اور وحید اور فرد اور فرید جانتا ہوں یعنے تمام دنیا سے تو میرے نزدیک اس زمانہ میں فرد ویگانہ ہے اور تیرے برابر آج میرے نزدیک اور کسی کا مرتبہ نہیں یعنے لوگ تو تجھے کہتے ہیں کہ یہ شخص تمام دنیا سے ایسا ہے ویسا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تو ایسا نہیں بلکہ تو سب دنیا کے لوگوں سے میرے نزدیک فرد ویگانہ کا مرتبہ رکھتا ہے پھر بلحاظ حقیقت یہ بھی درست کیونکہ جو مرتبہ مسیح موعود اور مہدی معہود اور خدا کے نبی اور رسول کا خدا کے نزدیک ہو سکتا ہے دنیا سے دوسرے کسی کا کہاں ہو سکتا ہے:۔

اب غور کیجئے کیا یہ صداقت اور یہ حقیقت جو بالکل واقعات حقہ اور آیات بینہ مشہودہ کی بنا پر ہے اس پر بجز ایسے شخص کے جو کودن اور غبی ہو اور حقائق شناسی اور وقائع شناسی اور وقائع فہمی سے نابلد محض ہو۔ دوسرا انسان جو کچھ بھی علم وخرد سے حصہ رکھتا ہے کب اعتراض کر سکتا ہے امید ہے کہ ان تشریحات کے ہوتے ہوئے ناظرین کسی مغالطہ دہ اور بداندیش معترض کے دھوکہ میں نہیں آئینگے:۔

انت منی بمنزلۃ روحی

الہام انت منی بمنزلۃ روحی پر یہ اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ اسمیں مرزا صاحب کو خدا کی روح کی مانند قرار دیا گیا ہے جو صریح شرک ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ روح کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے الروح ورد علی معان منہا الروح الذی یقوم بہا الجسد والحیوۃ واطلق علی القرآن والوحی والرحمۃ وجبرئیل فی قولہ تعالیٰ الروح الامین وروح القدس۔ یعنے لفظ روح کئی معنوں میں وارد ہوا ہے جنمیں سے روح سے مراد جان بھی ہے جو جسم اور حیات کے قیام کا ذریعہ ہے اور علاوہ اسکے روح کا اطلاق۔ قرآن۔ وحی رحمت اور جبرئیل پر بھی ہوا ہے اور مفردات راغب میں علاوہ ان معنوں کے روح کے معنے یہ بھی لکھے ہیں وسمی عیسیٰ علیہ السلام روحا فی قولہ وروح منہ وذلک لما کان لہ من احیاء الاموات یعنے روح عیسیٰ علیہ السلام کا بھی نام رکھا گیا اور یہ اسلئے کہ آپکے ذریعہ روحانی مردوں کا احیا ہوتا تھا پھر مفردات میں یہ بھی لکھا ہے ونفخت فیہ من روحی واضافتہ الی نفسہ

اضافة ملكٍ وتخصيصه بالاضافة تشريفاله وتعظيما- كقوله وطهر بيتي وياعبادي یعنے نفخت فيه من روحی کے فقرہ میں روح کا اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہونا ایسی اضافت کے لحاظ سے ہے جو ملک کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے اور اسے اضافت کی تخصیص سے مخصوص کرنا تشریف اور تعظیم کے لئے ہے جیسے کہ طہر بیتی اور یا عبادی کی اضافت کی تخصیص بیت اور عباد کی تشریف اور تعظیم کی خاطر ہے :۔

اب ہم الہام انت منی بمنزلة روحی کو لیتے ہیں جس کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ اے میرے مسیح موعود تو مجھ سے میرے روح یعنے عیسےٰ نبی کے مرتبہ اور مقام پر ہے اور اس پر اعتراض کیسا؟ اور اگر روح سے مراد جان لی جائے تو بھی معنے درست ہیں کیونکہ انبیاء کا وجود قوم کی تربیت اور ترقی اور روحانی جسمانی نشو ونما کے لحاظ سے فی الواقعہ بمنزلہ روح ہی ہوتا ہے اور جس طرح جسم کی نشو ونما روح کے ذریعہ ہوتی ہے قوم کی نشو ونما نبی کے وجود سے ہوتی ہے پس اس صورت میں الہام انت منی بمنزلة روحی کا یہ مطلب ہوا کہ تو مجھ سے دنیا جہان کی ہدایت اور اصلاح اور تربیت اور ترقی کے لئے ایسا ہی ہے جیسے کہ روح جسم کی تربیت اور نشو ونما کے لئے- اسجگہ روح کی اضافت بمعنے تشریف اور تعظیم کے معنوں میں لیکر روح سے روح حیوانی مراد لی ہے جس کا اللہ تعالےٰ کی طرف مضاف ہونا ملک کے معنوں میں اور جس کی تخصیص تشریف اور تعظیم کے لحاظ سے ہے اور اگر روح سے مراد روح القدس اور قرآن لیا جائے تو بھی بمعنے اوصاف روح القدس وقرآن خدا کے نبی اور مسیح کو یہ مرتبہ حاصل ہے جیسا کہ الہام اسپر شاہد ناطق ہے :۔

انت منی بمنزلة عرشی

الہام "انت منی بمنزلة عرشی" پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام میں خدا تعالےٰ کے عرش کا ہم مرتبہ اور قائمقام قرار دیا گیا جو خلاف حقیقت ہے- جواباً عرض ہے کہ لفظ عرش کے معنے کتب لغات میں یہ لکھے ہیں- العرش سرير الملك وركن الشئ ومن البيت سقفه ومن القوم رئيسهم والمظلة والخيمة والبناء الذي على فم البئر وعرش الكرم مايدعم به والخشب ماتطوى به البئر بعد ان تطوى بالحجارة قدر قامة- یعنے عرش کے معنے ہیں بادشاہ کا تخت اور کسی چیز کا رکن اور گھر کی چھت اور قوم کا رئیس اور سائبان اور خیمہ (تنبو) اور ایسی بنا، جو

کنوئیں کے منہ پر بنائی گئی ہو۔ اور انگور کی بیل کی چھت۔ اور کنوئیں کی لکڑیاں جو اسکی بناء میں اسکی تیاری کے وقت استعمال ہوتی ہیں۔ دیکھو منجد۔ قاموس۔ اقرب الموارد۔ صراح

اور مفردات راغب میں علاوہ ان مذکورہ معنوں کے یہ بھی لکھے ہیں۔ وسمی مجلس السلطان عرشا اعتبارا لعلوہ وکنی بہ عن العزّ والسّلطان والمملکۃ ط یعنے بادشاہ کے محل جلوس کا عرش کے نام سے موسوم کیا جانا اسکے علوّ مرتبہ کی وجہ سے ہے اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزّت۔ سلطنت۔ مملکت کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے

اب الہام انت منی بمنزلۃ عرشی کے معنے بلحاظ عرش بمعنے سریر الملک کے یہ ہوئے کہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے یعنے عرش کی اسی کیفیت کے لحاظ سے جو حضرت سلطان الجبروت والعزّت کے مناسب شان ہے اور وہ ہے صفات الٰہیّہ کی تجلّی گاہ کا وہ محل اور مرتبہ جو اپنی کیفیّت اور کمیّت کے لحاظ سے ادراک عقول سے برتر اور فہم ماہیات سے وراء الوراء حقیقت ہے جسے ایکطرف کائنات عالم سے نسبت ہے مبدء کی اور دوسری طرف صفات الٰہیہ سے نسبت ہے مقام مظہریت کی

پس اس لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کو بمنزلہ عرش قرار دینا آپکے اس مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوا جو عرش کو صفات الٰہیہ کی مظہریت کے معنوں میں ہے جس کی شان اور ماہیت فہم و ادراک سے وراء الوراء اور غیب الغیب ہے ما حصل یہ کہ تو میرا کامل مظہر ہے اور عرش کی طرح میرے صفات کی تجلّی گاہ ہے۔

اور اگر عرش بمعنی رئیس القوم ہو تو الہام کے یہ معنے ہونگے کہ تو مجھ سے اس مرتبہ اور اس مقام پر ہے جس پر کہ قوم کا وہ رئیس اور سردار ہے جس کے رئیس ہونے کی نسبت بلحاظ شرف و عظمت اور بلحاظ ماموریت و موافقت کسی غیر کی طرف نہیں بلکہ میری طرف ہے یعنے ایسا رئیس اور سردار جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نبوت اور رسالت کے ساتھ کسی قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لئے مامور ہونے سے خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ رئیس ہے جیسے کہ انبیاء اور رسل کی جماعت اور ماموروں کا گروہ۔ پس اس صورت میں مطلب یہ ہوا۔ کہ تو مجھ سے میرے عرش یعنے اس مامور اور نبی اور رسول کی مانند ہے جو میری طرف سے اصلاح قوم کے لئے رئیس قوم کر کے مبعوث کیا جائے اور عرش بمعنے عزّت و سلطنت و مملکت کے لحاظ سے الہام کے یہ معنی ہونگے

کہ تو میری عزّت اور حکومت کے قائمقام ہے کیا مطلب یعنے میرے نزدیک تیرا وہ مرتبہ اور عزّت ہے کہ مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے تیری عزّت میری عزّت ہے اور جو تیری ہتک اور اہانت کرتا ہے میری کرتا ہے اور جو تیری بغاوت اور مخالفت کرتا ہے وہ میری حکومت کا باغی اور مخالف ہے ۔

انت اسمی الاعلیٰ

الہام انت اسمی الاعلیٰ کے متعلق یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام میں خدا تعالےٰ کا اسم اور اعلیٰ اسم قرار دیا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ کا ...... اعلیٰ نام اللہ ہے جو ذاتی نام ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ لفظ اسم کے معنے علاوہ مشہور معنوں کے مفردات راغب میں جو لغات قرآن میں مستند اور معتبر کتاب ہے یہ لکھے ہیں ۔ الاسم ما یعرف بہ ذات الشیٔ واصلہ من السمّو وھو الذی بہ رفع ذکر المسمّی فیعرف بہ ۔ یعنے اسم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کی ذات کو شناخت کیا جاتا ہے اسکا اصل سمّو ہے اور اس لحاظ سے اسم وہ ہے جس سے مسمّی کے ذکر کی رفعت ظاہر ہوتی ہے اور یہ جو مسمّی کی معرفت اور شناخت کا ذریعہ ہوتا ہے ۔

حاصل مطلب یہ کہ اسم کے معنے علامت کے ہیں جس سے مسمّی کی معرفت اور شناخت حاصل ہو جو مسمّی سے اس مرتبہ پر ہے جیسے کہ ظلّ اپنے اصل سے کیونکہ ظل اپنے اصل کی کامل علامت ہوتا ہے ۔ اس لحاظ سے الہام انت اسمی الاعلیٰ کے یہ معنے ہوئے کہ تو میری ہستی کی علامتوں اور نشانوں سے بہت بڑا نشان اور بہت بڑی شان کی علامت ہے یا یہ کہ تو میرے مظاہر سے بہت بڑی شان کا مظہر ہے اور یہ بھی درست کیونکہ گو کائنات عالم سے ہر ایک چیز بقول ؎

وفی کل شیٔ لہ اٰیۃ ۔ تدل علیٰ انّہ واحد

خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہے اور سب عجائبات قدرت اسکی ہستی کے دلائل ہیں لیکن جو معرفت اور جو ثبوت اللہ تعالےٰ کی ہستی کا خدا کے نبی اور رسول کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے کسی دوسری چیز سے ہرگز نہیں ہوتا ۔

پس ان معنوں سے جب ہر ایک نبی خدا کا اسم اعلیٰ ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب جو

جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں اگر وہ مظاہر قدرت سے اعلیٰ مظہر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ اسم کے خطاب اور انت اسمی الاعلیٰ کے الہام سے مخاطب فرمائے تو اسپر اعتراض کیسا

انت من ماءنا وھم من فشل

الہام انت من مائنا وھم من فشل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسمیں مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ کا نطفہ قرار دیا گیا ہے جس سے شرک و تجسم الوہیت لازم آتا ہے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الفاظ الہام میں نطفہ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی الہام کا لفظ ماء جس کے معنے پانی ہیں خدا تعالےٰ کے متعلق نطفہ کے معنوں میں لینا مناسب ہے اور نہ اسے حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت سے کسی فرد نے خدا تعالےٰ کے متعلق نطفہ کے معنوں میں لیا ہاں زیغ قلب سے متشابہات کو محکمات کی طرح ظاہر پر حمل کرنا اور استعارات اور مجازات کو حقیقت پر محمول سمجھنا انہی لوگوں کا کام ہے جنکا علم و فہم مزید تربیت اور آموزش سے ابھی بہت سے اضافہ کا محتاج ہے

لغت میں ماء کے لفظ کو بلحاظ مضاف ہونے کے کئی معنوں میں ذکر کیا ہے چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے ماء السماء سمیت المرءۃ لجمالھا وقیل لولدھا بنو ماء السماء وھم ملوک اعراق قال زھیر ؎

ولازمت الملوک من ال نصر ٭ وبعدھم بنی ماء السماء

کیا مطلب یعنی ماء السماء (آسمان کا پانی) حسن و جمال کی وجہ سے خوبصورت عورت کا نام ہے اور اسکی اولاد کو اس لحاظ سے بنو ماء السماء کہا جاتا ہے اور وہ شاہان عراق ہیں جیسا کہ زہیر شاعر کے قول سے ظاہر ہے کہتا ہے کہ میں ایک مدت تک ان بادشاہوں کی ملازمت میں رہا جو آل نصر کی قوم سے تھے اور پھر انکے بعد بنی ماء السماء یعنے شاہان عراق کی ملازمت میں زمانہ گزرا ٭

وفی حدیث ابی ھریرۃ امکم ھاجر یا بنی ماء السماء یرید العرب لانھم کانوا یتبعون قطر السماء فینزلون حیث کان یعنے ابوہریرہ کی حدیث میں بھی بنی ماء السماء کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد عرب لوگ ہیں کیونکہ عرب لوگ بوجہ قلت آب کے آب باراں کی اتباع اور ٹوہ میں لگے رہتے تھے جہاں بارش ہوتی وہاں اتر پڑتے۔ اور وہیں ڈیرے لگا دیتے ٭

امثلہ مذکورہ میں ماء کا لفظ مضاف ہونے سے ایک خاص معنے میں استعمال ہوا جو محاورہ

زبان کے لحاظ سے پانی اور نطفہ کے سوا معنوں میں سے الہام مذکور میں بھی ماء کا لفظ مضاف ہے اور ضمیر متکلم مضاف الیہ جس کے معنے ہے ہمارا پانی اور انت من ماءنا کے معنے ہوئے تو ہمارے پانی سے ہے۔ اب ویسے تو ہر ایک پانی بلحاظ مخلوق اور مملوک ہونے کے اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور علت العلل اور مسبب الاسباب ہونے کے لحاظ سے اسی کی طرف منسوب کئے جانے کے لئے مناسب اور موزون ہے اور ان معنوں میں ہم دریا۔ سمندر۔ جھیل۔ تالاب کے پانی اور کنوئیں اور جوہڑ کے پانی آب دھن اور منی کے پانی کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں کہ یہ چیزیں بلحاظ خلق اور تدبیر کے اسی سے ہیں اور اسی کی ہیں اور وجعلنا من الماء کل شیء حیّ کے ارشاد کے رُو سے بھی ہر ایک ذی روح اور ذی حیات چیز جو پانی سے پیدا کی گئی ہے اسے ہم اللہ تعالےٰ کے ہی پانی سے سمجھتے ہیں لیکن کیا کسی نے ان چیزوں کو جو خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ پانی سے پیدا کی گئیں اس ناپاک اور خلاف تہذیب و فطرت تاویل کے مطابق سمجھا۔ جس تاویل اور غلط معنوں میں الہام مذکور کو سمجھ کر حضرت مرزا صاحب کو خدا کے نطفہ سے قرار دیکر حقیقتاً خدا کا بیٹا بیان کیا گیا۔ حالانکہ اگر تقوےٰ اور انصاف کے ساتھ اور غور اور تدبّر کے ساتھ دیکھا جاتا۔ تو الفاظ الہام کی حقیقت سے آگاہ ہونا کچھ مشکل نہ تھا کیونکہ بات بالکل آسان تھی اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو اس الہام میں مخاطب کر کے مخالفین کی تکذیب کے مقابل آپکو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ انت من ماءنا یعنے مخالفین تو کہتے ہیں کہ تو اپنے دعوے کے ساتھ بحیثیت مدعی مسیحیت و مہدویت مفتری ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ ہی جن الہامات کی بناء پر تیرا دعویٰ ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں لیکن یہ غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تو اپنے دعوے میں سچّا اور ہمارے پانی یعنے ہماری وحی سے ہے جو اپنے اندر وجعلنا من الماء کل شیءٍ کے رُو سے مادہ حیات رکھنے کی وجہ سے بطور استعارہ اور مجاز ماء (پانی) کے لفظ سے تعبیر کی گئی۔ اور آپ کے مخالفین کی نسبت فرمایا وھم من فشل یعنے وہ لوگ جو تیری مخالفت کرنے والے ہیں وہ اپنی تکذیب کے لحاظ سے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اس شیطان کی طرف سے ہیں جو بزدل اور مجسم بُزدلی ہے یعنے مخالفین کا تیری تکذیب کرنا خدا اور اسکے رسول کے کلام کی بناء پر نہیں بلکہ شیطانی وساوس اور اوہام باطلہ کی بناء پر ہے جنکی وجہ سے مخالفین کے گروہ کی نسبت امر تکذیب اللہ تعالےٰ کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ تو اپنے دعوے میں خدا کی طرف سے اسکی وحی کی بناء پر مامور ہے اور مخالفین کا گروہ جو مر

ہیں تجھ سے بزدل ہو کر بھاگتے ہیں نہ اپنی تکذیب میں شیطان ہیں یعنے حزب الشیطان ہیں۔ قرآن کریم میں بھی مثال کے طور پر پانی کو وحی سے تعبیر کیا ہے دیکھو سورہ نحل کی آیت الله انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا ان فی ذلک لایۃ لقوم یسمعون ایسا ہی قرآن کے دوسرے بھی مقامات میں وحی کو پانی کی مثال میں پیش کیا ہے۔ اب اس بناء پر ہر ایک نبی اور رسول اور ہر ایک مامور من اللہ مع گروہ مخالفین جب فقرہ الہام انت من ماءنا وھم من فشل کا مصداق ہے تو حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کیوں۔ فافہم و تدبر

یحمدک اللہ من عرشہ

الہام یحمدک اللہ من عرشہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے حتیٰ کہ سب نبی اور ولی اللہ تعالیٰ ہی کی حمد کرتے آئے ہیں لیکن مرزا صاحب ہیں کہ خدا انکی حمد کرتا ہے اور پھر اپنے عرش سے اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حمد کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف قرآن ہو کیونکہ قرآن کریم میں جب جابجا اللہ تعالیٰ نے نبیوں رسولوں اور صالح لوگوں کی حمد و تعریف کی ہے تو حضرت مرزا صاحب جو علاوہ انبیاء اور رسل سے ہونیکے جری اللہ فی حلل الانبیاء کی حیثیت سے تمام انبیاء کے مظہر اور بروز بھی ہیں اگر ان کی اللہ تع تعریف کرے تو اسپر تعجب کیسا ہے مثال کے طور پر دیکھو سورہ ص میں آیات ذیل کو ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اواب ۔ واذکر عبدنا ایوب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب ۔ واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار ۔ واذکر اسمٰعیل والیسع و ذا الکفل وکل من الاخیار ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو تعریف کے ساتھ یاد کیا ہے پس اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی برگزیدہ اور قابل تعریف بندہ کی حمد کرنا جب قرآن سے ثابت ہو تو حضرت مرزا صاحب جیسے بزرگ نبی اور برگزیدہ رسول کی تعریف کئے جانے پر اعتراض کیسا اور اگر لفظ حمد کے استعمال کئے جانے پر اعتراض ہے تو اسکے لئے دیکھو آیت یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا جس سے ثابت ہے کہ حمد کا لفظ لم یفعلوا کی نفی کی صورت میں

معیوب ہے نہ اثبات کی صورت میں۔
اور اگر عرش کا لفظ کھٹکتا ہے تو یہ بھی کوئی بات نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا حمد کرنا اپنے عرش سے الگ ہو کر نہیں بلکہ عرش سے ہی ہوتا ہے۔

پھر عرش سے یہ بھی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپکی حمد کرنا اپنے عرش یعنی اپنی مظہریت کے مرتبہ کی وجہ سے ہے جیسا کہ الہام انت منّی بمنزلۃ عرشی کے معنوں میں اظہار کیا گیا۔ پھر یہ بھی کہ خدا تجھے اپنی تمام حکومت تمام سلطنت اور مملکت میں ظاہر کریگا کہ تو اپنی محامد اور خوبیوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے نہ اس طرح جیسے کہ مخالفین اپنی شرارت سے ہجو اس کرتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے ویسا ہے اور یہ اس صورت میں کہ عرش کو مملکت اور سلطنت کے معنوں میں لیا جائے۔

انّما امرك اذا اردت شيئًا ان تقول له كن فيكون

الہام مذکور بعنوان پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ الہام مذکور کے الفاظ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی شان میں بیان کئے گئے ہیں پھر معانی کے لحاظ سے ان الفاظ کا خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں استعمال ہونا شرک اور محض شرک ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ الہام قابل اعتراض نہیں کیونکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے اسکی صحت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ الہام انسانی کمالات کے اعلیٰ اور برتر کمال پر دلالت کرتا ہے جو انسانی ہستی کی غایت اور انتہائی غرض ہے اور واصلان حضرت صمدیت اور مقرّبان بارگاہ احدیّت کے کام کا مرتبۂ اتحاد کی مقربانہ نسبت سے اور ایک فانی فی اللہ ہونے کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونا اسکے مقام وصل اور مرتبہ قرب کے اظہار کے معنوں میں ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ آنحضرت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى۔ اور يد الله فوق ايديهم اور ما ينطق عن الهوٰى ان هو الا وحى يوحٰى کا ارشاد فرمایا۔ اور ان معنوں میں صحیح بخاری میں یہ حدیث آئی ہے وما يزال عبدى يتقرب الىّ بالنوافل حتى احببته فاذا احببته فكنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده الذى يبطش بها ورجله الّتى يمشى بها وان سألنى لاعطينه ولئن استعاذنى لاعيذنّه۔

اب غور کیجیے کہ جب اللہ تعالےٰ اپنے فانی فی اللہ بندہ کے قرب اور اتحاد کو یہانتک مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسکے ہاتھ اور پاؤں بنجاتا ہے اور ایسا ہی کان آنکھہ اور زبان بھی ہوجاتا ہے اور اسکے سوالات کو جنکے متعلق وہ چاہتا ہے کہ وہ سب پورے ہوجائیں اللہ تعالےٰ لاعصیک کے ارشاد سے عطا کا وعدہ فرماتا ہے تو اس صفت کا انسان ہاں فانی انسان کہ جس کے تمام ارادے ہی اس مرتبہ فنا میں اللہ تعالےٰ ہی کے ارادے ہیں اور جس کا قول فعل ہی اللہ ہی کا ہی قول فعل ہے اگر اسکے کن فیکون کو اللہ تعالےٰ کا کن فیکون قرار دیا جائے یا اسے ان معنوں میں کن فیکون کی صفت سے متصف تسلیم کیا جائے تو اسپر از روے قرآن و حدیث اعتراض کیسے؟

پھر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخلوق اپنے امور اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتی ہے اور کسی امر کے چاہنے کے بعد اسے انجام دیتی ہے اور انجام دینے میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ سب کن فیکون کی حقیقت سے باہر نہیں ادنیٰ سے ادنیٰ حاکم سے لیکر بادشاہ تک اپنے اختیارات کے دائرہ کے اندر سب کے سب کن فیکون کا ہی جلوہ دیکھتے اور دکھاتے ہیں ؛

پھر جب ایک بادشاہ نائب بادشاہ کے عطا کردہ اختیارات کے دائرہ کے اندر شب و روز کن فیکون سے کام لیتا ہے۔ تو حضرت احکم الحاکمین شہنشاہ اعظم خالق کون و مکان کی طرف سے جس قدر اسکے نائب کو اختیارات کی وسعت عطا کی گئی ہے۔ اگر اسکے لحاظ سے کن فیکون کی شان کو اسکے متعلق ظاہر کیا جائے تو اسپر اعتراض کیوں؟ پس حضرت مرزا صاحب جب خدا تعالےٰ کے سچے نائب ہیں جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ ؎ وما انا الا نائب اللہ فی الوریٰ؛ اور فانی فی اللہ ہونے سے آنحضرت کے مظہر اتم اور بروز اکمل بھی ہیں تو اگر آپ آیت ما رمیت اور ید اللہ فوق ایدیھم اور حدیث تقرب بالنوافل کے ماتحت اپنے خداداد اختیارات کے لحاظ سے کن فیکون کے وارث بنائے جائیں تو اسپر اعتراض کیسا اور استعجاب کیا؟

پھر اگر اس الہام کی بنا پر حضرت مرزا صاحب پر اعتراض ہو سکتا ہے تو سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں اعتراض نہیں ہوگا جو فتوح الغیب مقالہ ۱۶ میں فرماتے ہیں ثم یرد علیک التکوین فتکون بالاذن الصریح الذی لا غبار علیہ

والدلالات اللائحۃ کالشمس المنیرۃ پھر تکوین تجھے سپرد ہوگی اور تو اذن صریح سے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تکوین کریگا۔ اس سے آگے فرماتے ہیں وقال اللہ فی بعض کتبہ یا ابن اٰدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول للشیء کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشیء کن فیکون وقد فعل ذٰلک بکثیر من انبیائہ وخواصہ من بنی اٰدم (یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی چیز کو کن کہتا ہوں تو وہ ہو جاتی ہے اے ابن آدم تو میری فرمانبرداری کر تو تو بھی جس شے کو کن کہیگا وہ ہو جائے گی اور یہ (کن فیکون) بہت سے انبیاء اور خواص (اولیاء) نے کیا“۔ اب معترض صاحب بتائیں کہ جب حضرت غوث الاعظم مرتبہ تکوین بہت سے انبیاء اور اولیاء اللہ کا بتاتے ہیں تو حضرت اقدس کا یہ الہام خلاف شریعت اسلامی کیونکر ہو گیا۔ اگر اس سے حضرت مسیح موعود پر فتوے کفر لگ سکتا ہے تو انکی زد میں غوث اعظم اور بہت سے انبیاء اور اولیاء کرام بھی آتے ہیں۔

ربنا عاج

الہام ربنا عاج پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس الہام میں اللہ تعالیٰ کو ہاتھی دانت قرار دیا گیا کیونکہ عاج ہاتھی دانت کو کہتے ہیں اور یہ علم صحیح اور عقل سلیم کے سخت خلاف ہے علاوہ اسکے ایسے لفظ سے انسان مشرک ہو جاتا ہے۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الہام میں عاج کا لفظ ہاتھی دانت کے معنوں میں نہیں۔ اگر ہاتھی دانت کے معنوں میں ہوتا تو البتہ اعتراض بجا تھا لیکن جب نہ حضرت مرزا صاحب اور نہ ہی آپکی جماعت میں سے کسی فرد نے آجتک اس فقرہ الہام کے لفظ عاج کو ہاتھی دانت کے معنوں میں سمجھا نہ کہیں تقریر اور تحریر میں ذکر کیا تو اپنی طرف سے کم علمی اور نادانی سے ایک بات کو غلط سمجھکر الہام کو قابل اعتراض ٹھہرانا ایسے ہی کودن لوگوں کا کام ہے جو عادۃً غبی اور بلید الذہن ہونے کے جلد باز اور جہل مرکب میں مبتلا بھی ہوں۔ لفظ عاج اسم فاعل ہو معتل اللام سے یا مضاعف ثلاثی سے۔ معتل اللام یعنے ناقص سے ہو تو اسکا ماخذ عُجَاوۃ ہے جس کے معنے منتہی الارب میں یہ لکھے ہیں عجوہ بالضم شیر بکہ طفل یتیم را خورانند۔ اس لحاظ سے عاج کے معنے ہوئے یتیمی کیحالت میں شیر سے پرورش کرنے والا۔ اس صورت میں الہام کے معنے ہوئے ہمارا رب ہماری یتیمی اور بیکسی کی حالت میں جبکہ ایمان ثریا پر چلا گیا مسیح موعود کے ذریعہ جو فارسی الاصل ہیں، علم و حکمت کے روحانی شیر سے تربیت فرمانے والا ہے۔ اب اس پر اعتراض کیسا ؟

اور اگر عاج کو مضاعف ثلاثی سے اسم فاعل قرار دیں تو عاج کا ماخذ عجّ ہوگا اور عجّ کے معنے

صراح اور منتہی الارب میں یہ لکھے ہیں عجّ عجًا و عجیجًا برداشتن آواز را و بانگ کرد و منہ الحدیث افضل الحج العجّ والثجّ یعنی برداشتن آواز تلبیہ و قربان کردن ہدیہ را۔ یعنے عجّ کے معنے آواز کا بلند کرنا انہی معنوں میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ افضل الحج والعج والثج جس کا مطلب یہ ہے کہ احکام حج سے افضل تلبیہ یعنے لبیک وغیرہ ذکر سے آواز کو بلند کرنا اور قربانیوں کا خون بہانا یعنے ذبح کرنا ہے ان معنوں میں الہام ربنا عاج کے معنے ہوئے ہمارا رب آواز کو بلند کرنے والا ہے کس آواز کو بلند کرنے والا ہے الفاظ حدیث کے رُو سے واضح ہو گیا کہ تلبیہ کی آواز کو جس کا یہ مطلب ہے کہ شیطانی تصرفات سے دنیا خدا تعالےٰ اور اسکی اطاعت اور تلبیہ سے غافل ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے مسیح موعود کی بعثت سے اپنی آواز کو بلند کرے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے مقاصد کو انجام دینے کے لئے اپنے انواع اقسام کے نشانوں سے اپنی تجلی دنیا پر ظاہر کرے سو بحمد اللہ کہ حضرت مرزا صاحب جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔ ان کی بعثت سے واقعی ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ خدا کی آواز دنیا کے چاروں کونوں میں کس سرعت اور بلندی سے گونج رہی ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

(۱) حضرت مسیح موعود آنحضرت کے مظہر اتم ہیں اس لئے اس الہام کا حضرت مسیح موعود کی شان میں پایا جانا آنحضرت کی کمال شان کا ہی اظہار کرتا ہے کیونکہ ظل کا کمال اصل کے ہی کمال مرتبہ کی علامت ہے

(۲) افلاک فلک کی جمع ہے فلک کے معنے محور مدار کے ہیں جس کے مطابق الہام کا مطلب ہوا کہ موجودات عالم میں سے ہر ایک چیز کا فلک یعنی طرز روش اور رفتار تیری مراد اور مقصد کے مطابق ہے خواہ بظاہر بنظر بعض کی رفتار مخالف معلوم ہو یا موافق۔ پس اگر تو نہ ہوتا تو زمانہ کی موجودہ رفتار اس طرح سے نہ ہوتی اور نہ ہی موجودات اس موجودہ روش کو اختیار کرتی ::

(۳) خدا کے مرسل کی بعثت سے زمانہ ایک نئے تغیر کو اختیار کرتا ہے اور جسقدر دائرہ رسالت کا ہو۔ اس تک اسکا اثر پڑتا ہے لیکن آنحضرت اور حضرت مسیح موعود کی رسالت کا دائرہ چونکہ وسیع ہے اسلئے اسجگہ الافلاک میں سب کائنات عالم داخل ہے۔

(۴) لولاک لما خلقت الافلاک کے متعلق حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۹ کے حاشیہ پر حضور خود لکھتے ہیں کہ ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنے ملائک کو اسکے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کیجاتی ہیں پس یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کشوف

مرزا صاحب نے زمین و آسمان بنایا

پہلا کشف مندرجہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسمیں دعویٰ کیا ہے کہ میں نے زمین و آسمان بنائے اور میں اسکی خلق پر قادر تہا۔ اسکے جواب میں عرض ہے کہ اول حضرت اقدس کا عقیدہ دربارہ خلق السموات والارض کیا ہے؟ دوم اس کشف کے الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں۔ سوم آپ نے اس کشف کی کیا تعبیر فرمائی۔ امر اول ملاحظہ ہو الوصیت "خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں × × تمام روح اور انکی طاقتیں اور تمام ذرات اور انکی طاقتیں اسکی پیدایش ہیں۔" پس اس محکم کی موجودگی میں کشف میں خلق زمین و آسمان کے اور معنے ہونگے۔ امر دوم۔ کشف کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں (۱) اللہ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی (۲) یہانتک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا (۳) میرے اعضا اسکے اعضا × × بنگئے (۴) میں بالکل اسمیں محو ہوگیا (ب) نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی (۵) مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈالدی گئی (۶) اس حالت میں میں نہیں جانتا تہا کہ اس سے پہلے کیا تہا اور میرا وجود کیا تہا (۷) میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا (۸) اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تہا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ کیا یہ الفاظ پکار پکار کر شہادت نہیں دے رہے کہ آخری الفاظ کا کہنے والا کون ہے؟ اور حضرت مسیح موعود نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ آپ نے اس سے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے جو اسی کتاب میں اسکے ساتھ لکھا ہوا ہے فرماتے ہیں "اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اسکی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھکر ہیں" غرض آپ نے اپنا کشف بیان کر کے عیسائیوں کی اس غلط فہمی کو رفع کرنا چاہا ہے جو انہیں یسوع مسیح کے بعض الہامات و کشوف کے معنے نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی۔ امر سوم۔ آپ اس کشف کی تعبیر آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں۔ والقی فی قلبی ان هذا الخلق الذی رأیته اشارة الی تائیدات سماویة وارضیة وجعل الاسباب موافقة للمطلوب × × × ولا نعنی بهذه الواقعة کما یعنی فی کتب اصحٰب وحدة الوجود وما نعنی بذلك ما هو مذهب الحلولیین بل هذه الواقعة توافق حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی بذلك حدیث البخاری فی بیان

مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللّٰہ الصّٰلحین ۔ اور خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ خلق جو مینے کشف میں کی یہ اشارہ ہے تائیدات ارضیہ وسماویہ کی طرف کہ تمام اسباب مطلوب کے موافق کر دیئے اور ہم اس واقعہ سے وہ مراد نہیں لیتے جو وحدۃ وجودی مراد لیتے ہیں ۔ اور نہ ہم خدا کے حلول کر جانے کا عقیدہ لیتے ہیں ۔ بلکہ یہ واقعہ اس حدیث بخاری کے مطابق ہے ۔ جو عباد اللّٰہ الصّٰلحین کے مرتبہ قرب بالنوافل کے بارے میں آیا یعنے اللہ کا بندہ مقرب ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ خدا کی آنکھ ہوجاتا ہے کہ اس سے دیکھتا ہے کان ہوجاتا ہے کہ اس سے سنتا ہے

اس تشریح کی موجودگی میں یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے خدائی کا دعویٰ کیا نیک نیتی پر مبنی نہیں ہو سکتا پھر اولیاء امت محمدیہ کے الہامات اور مقولات میں اسکی نظیریں پائی جاتی ہیں حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی فرماتے ہیں "مجھے اتنی قدرت ہے کہ ہاتھ بڑھاؤں اور آسمان کو کھینچ کر لے آؤں اور زمین پر ماروں (۲) مینے پہلے جانا تھا کہ امانت مجھ پر رکھی ہے جب بغور دیکھا تو جانا کہ اپنی خدائی مجھ پر رکھی ہے (۳) حضرت بایزید بسطامی نماز فجر سے فارغ ہوتے ہوئے (جس سے واضح ہے کہ وہ حالت سکر میں نہ تھے) فرمانے لگا۔ انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدون ÷

قرآن شریف میں قادیان کا ذکر

معترض کہتا ہے مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے "میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلنٰہ قریبًا من القادیان تب مینے نظر ڈالی کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔" قرآن شریف میں دکھاؤ قادیان نصف کے قریب کہاں لکھا ہے یہ صریح جھوٹ ہے۔

اول تو معترض یہ عبارت چھوڑ گیا "اس روز کشفی طور پر مینے دیکھا"۔ اور کشف ورؤیا کے لئے ضروری نہیں کہ اسکا نظارہ مطابق ظاہر ہو تاویل وتعبیر کا محتاج ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینھم ۔ نبی کریم کو کافر رؤیا میں تھوڑے دکھائے گئے۔ حالانکہ وہ زیادہ تھے تو تعبیر اس نظارہ کی جو مطابق ظاہر نہ تھا یہ ہوئی کہ بلحاظ قوت وانجام تھوڑے تھے ایسے ہی اس اپنے کشف کے بارے میں حضرت اقدس اسی ازالہ میں فرماتے ہیں۔

"کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا × ×
اور چونکہ موجود نہیں، تو بجز اسکے اور کسطرف خیال جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیان
کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور لکھا ہے"

چنانچہ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ "اسکی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء یعنے حدیث میں ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق جو آیا ہے تو وہاں قادیان ہی کو دمشق کہا گیا ہے سو حدیث میں تو یوں ذکر ہے اور قرآن شریف میں کسطرح پر ہے فرماتے ہیں :-

"جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر مینے لکھا یعنے یہ کہ اسکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اسکے معراج ناقص رہتا ہے پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانے سے جو آنحضرت کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے مسجد اقصے سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے" (اشتہار منارۃ المسیح)

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن شریف کے نصف میں مسجد الاقصیٰ کے ایک معنے قادیان بھی ہیں۔ علاوہ ازیں حروف کے اعتبار سے ولیتلطف قرآن کا نصف بتایا گیا ہے اور یہ سورۃ کہف ہے جس کے ابتدائی آیات میں دجالی فتنہ کا ذکر ہے۔ اور جو اس فتنہ کو دلائل و دعا سے دور کرنے والا ہوگا۔ اسی کے رہنے کے مقام کو بطور پیشگوئی اصحٰف کہف کے قصے میں بیان فرمایا۔ اور اسے فتن کفر و الحاد سے دار الامان اور کہف قرار دیا۔ اسی طرح ہی قرآن شریف کے نصف میں قادیان کا نام وصفی طور پر مذکور ہے اور یہ الہامی عبارت مسطور ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان

سرخی کے چھینٹے

اعتراض - مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مینے خدا کے سامنے ایک مسل مرتب کر کے پیش کی کہ اس پر دستخط کئے جائیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے بلا تامل اسپر اپنا دستخط کر دیا اور جب خدا تعالےٰ نے قلم کو ہاتھ میں لے کر چھڑکا تو اسکے چھڑکنے سے کئی قطرے آپکے کرتے اور منشی عبد اللہ صاحب کی ٹوپی پر بھی گرے - جو آجتک موجود اور مشہود بتائے جاتے ہیں خواب اور کشف کا معاملہ اور اسکا اثر ظاہر میں یعنے خواب اور کشف کی سیاہی عالم ظاہری میں بھی موجود ہوگئی یہ کسطرح ہوسکتا ہے کیا خدا بھی عالم جسمانیات سے ہے یا اسکی قلم اور سیاہی ہمارے قلم اور سیاہی کی طرح محسوسات سے ہے -

جواب - واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود نے اس خواب اور کشف کا تذکرہ مختلف کتب میں دیا ہے - اور ہر جگہ اللہ تعالےٰ کے اس مشاہدہ کو تمثلی طور پر ذکر کیا ہے اور روحانیات کا تمثلی صورت میں ظہور کرنا مسلمات سے ہے جیسا کہ آیت فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرًا سویًّا سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کے پاس حضرت روح الامین بشری صورت میں بطور تمثل ورود فرما ہوئے ایسا ہی حضرت ابراہیم کے پاس ملائکہ تمثلی صورت میں ظاہر ہوئے - جنکی آپنے انسان سمجھکر ضیافت بھی کی اور بچھڑے کا گوشت پکا کر پیش کیا - ایسا ہی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی وہ انسانوں کی صورت میں بطور تمثل ظاہر ہوئے اسی طرح ملائکہ کی طرح چونکہ اللہ تعالےٰ بھی روحانیات سے ہے بلکہ سب روحانیوں سے زیادہ لطیف ذات ہے اسلئے اللہ تعالےٰ کا تمثلی صورت میں کسی پر ظاہر ہونا بھی خواب اور کشف کی حالت میں ناممکن نہیں چنانچہ حدیث رایت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ مینے اپنے رب کو ایک ایسے جوان کی صورت میں دیکھا کہ جس کے سر کے بال کانوں تک پہنچے ہوئے تھے دیکھو کتاب کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق وکذلک ذکرہ الطبرانی - ایسا ہی زاد المعاد جلد اول میں طب نبویہ کے ذکر میں امام ابن قیم فرماتے ہیں - لما رای رب العزۃ تبارک و تعالیٰ فقال یا محمد فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری فوضع یدہ بین کتفی فعلمت ما بین السمٰوٰت والارض الحدیث وھو فی الترمذی یعنے جب آنحضرت نے اپنی اس رؤیا میں جو آپنے مرض میں دیکھا اللہ تعالےٰ کو مشاہدہ کیا تو اللہ تعالےٰ نے آپ سے فرمایا کہ یا محمد آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کا کسی بات میں جھگڑا ہے

تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں تب اللہ تعالےٰ نے آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا۔ تو آپکو اللہ تعالےٰ کے اس ہاتھ رکھنے سے آسمان و زمین میں جو کچھ بھی تھا سب معلوم ہو گیا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے جسے امام بخاری نے صحیح قرار دیا۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا تمثلی صورت میں نظر آنا جائز ہے۔ جیسا کہ فوضع یدہٗ کے فقرے سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا آنحضرت کے کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھنا تمثلی صورت میں ہی ہو سکتا ہے ورنہ وہ لیس کمثلہ شیء ذات جو از روئے حقیقت ذاتیہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کی شان رکھتی ہے وہ اپنی اصلی حیثیت میں کس طرح دیکھی جا سکتی ہے پس اللہ تعالےٰ کا دیکھنا جس طرح سے ممکن ہے وہ کسی تمثلی کیفیت کے نیچے ہی ہو سکتا ہے اور تمثلی طور پر خدا تعالےٰ کو دیکھنا یا خدا کا نظر آنا ایسا امر ہے کہ جس سے اہل اللہ اور [illegible] ناواقف نہیں بلکہ بہت سے انہیں سے ایسے ہیں جو اس امر میں صاحب حال ہیں جیسا کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلمہ ہے فرمایا کہ رایت ربی فی صورۃ ابی یعنے میں نے اپنے رب کو اپنے باپ کی صورت میں دیکھا یعنے تمثلی طور پر۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالےٰ کے قلم چھڑکنے سے اسکے چھینٹے کرتے اور ٹوپی پر عالم محسوسات میں کس طرح سے ظاہر ہو گئے کیونکہ ایک روحانی امر کا عالم جسمانی میں صورت پذیر ہونا بظاہر محال ہے۔ تو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ تمام سلسلہ جو جسمانیات کی صورت میں نظر آرہا ہے جب یہ ہر آن اپنے حدوث اور متغیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جو جسد التکوین کے لئے ایک روح اعظم ہے ظہور پذیر ہو رہا ہے تو اس امر پر استعجاب کیسا؟ کیا عالم کشف اور خواب میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایک آریہ کے نزدیک جو خدا تعالےٰ کو روح اور مادہ کا خالق نہیں مانتا بیشک ایسے امر کے متعلق استعجاب ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کو در حقیقت قادر مطلق اور نیست سے ہست کرنے والا نہیں مانتا لیکن ایک ایسے شخص کے نزدیک جو خدا تعالیٰ کو ہر طرح سے خالق اور خلاق علیم مانتا ہے اسکے لئے یہ امر تسلیم کرنا کوئی بھی مشکل نہیں لیکن یہ نشان تو آرین لوگوں کے لئے بھی حجت ہے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ کہ خدا تعالےٰ خالق نہیں اور نہ ہی وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے وہ اس سرخی والے نشان سے باطل ہو جاتا ہے کیونکہ قلم سے ان چھینٹوں کا غیر محسوس حالت سے محسوسات میں مشہود ہونا اور محض روحانی کوائف سے جسمانیات میں ظہور پذیر ہونا یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کا مشاہدہ تکذیب کا مانع اور آرین مذہب کا لاریب مبطل ہے۔

بلکہ اس سُرخی کے چھینٹے میں وہ مخفی حقیقت جو بطور اسرار کے اس امر میں ودیع کی گئی تھی۔ لیکھرام کے مجہول الکنہ قتل کے لئے بھی بطور پیشگوئی ثابت ہوئی گویا بتلایا گیا کہ جس طرح یہ سرخی کے چھینٹے عالم روحانیات سے عالم جسمانیات میں مجہول الکنہ کے رنگ میں ظہور پذیر ہوگئے اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ روحانی کیفیت سے یہ کسطرح سے عالم مشہودات میں وجود پذیر ہوگئے۔ اسی طرح سے لیکھرام کے قتل ہونے کے متعلق بھی کوئی نہ سمجھ سکا کہ اسکا قاتل جو فی الواقع فرشتہ تھا وہ عالم روحانیات سے عالم مشہودات میں متمثل ہو کر کسطرح سے قتل کا کام کرکے مخفی ہوگیا جس سے باوجود ہزار ہا قسم کی تلاشیوں کے اسکا قتل مجہول الکنہ اور مخفی اور مستور ہی رہا۔

پھر قانون قدرت میں بھی اسکی مثال موجود ہے کہ ایک امر عالم روحانی سے عالم مشہودات میں کسطرح سے موجود ہو جاتا ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ عالم خواب میں ایک شخص دردمند ہوکر چشم پرآب ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عالم مثال میں روحانی آنکھ سے مثالی طور پر جو گریہ کیا اور آنسو بہائے اسکا اثر ظاہری آنکھ میں بھی پایا جاتا ہے اور مثالی آنکھ کی طرح ظاہری آنکھ بھی چشم پرآب نظر آتی ہے۔ اسی طرح کبھی مثالی زبان کی آواز ظاہری زبان سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور کبھی غیر معمولی طور پر آواز مسافت بعیدہ تک پہنچتی ہے جیسے حضرت عمرؓ کی آواز یا ساریۃ الجبل ایک دور کی مسافت تک پہنچی۔ اور کبھی احتلام کی صورت میں مثالی جماع کا انزال اور خروج منی ظاہر میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے سورہ رومؔ کی آیت ومن اٰیاتہٖ منامکم باللیل والنّہار میں اشارہ کیا ہے کہ انسان کا عالم خواب بھی علوم نظریہ کے بہت سے مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتا ہے پس جس طرح روح جسم کے لئے محیط ہے اور ایکطرف جسم کے ظاہر سے ظاہر مقام تک اور دوسری طرف اسکی باطن سے باطن حد تک پہنچی ہوئی ہے اور قل الروح من امر ربّی کی حیثیت میں ربوبیت کے معنوں میں خدا تعالےٰ کی صفت ربوبیت کی مظہریت کے مقام میں اسکے اپنے ان تعلقات کے لحاظ سے جو اسے جسم کیساتھ ہیں۔ ہم خدا تعالےٰ کی طرح اسکی صفت ظاہر کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ لیس فوقہٗ شیئ اور ایسا ہی اسکی صفت باطن کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں کہ لیس دونہٗ شیئ اور اسکی اعلیٰ مثال سے جو ہمنے آنکھ زبان اور احتلام کی کیفیت میں اوپر دکھائی ہے جس سے ظاہر ہے کہ روح کے تصرف اور تدبیر کا اثر کبھی عالم مثال تک ہی محدود رہتا ہے اور جب روحانی تصرف اپنی قوت میں تیز ہوتا ہی تو عالم مثال سے ظاہری قویٰ تک اپنا اثر رکھتا ہوا عالم شہودات میں بھی اپنا جلوہ ظاہر

کر دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ کا عالم کشف اور خواب میں اپنے کسی بندہ کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا کہ بعض امور جو عالم مثال میں معاملہ پذیر ہوئے۔ اُنکا اثر ظاہری وجود میں بھی ظاہر ہو۔ روح کے بالمقابل بہت بڑھکر ممکن ہے کیونکہ روح تو اپنا اثر اپنے حلقہ جسم کے اندر ہی دکھا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو روح اعظم ہے وہ اپنا اثر کائنات عالم کے ہر ذرہ سے ظاہر کر سکتا ہے۔ خواہ وہ انسانی جسم سے کسقدر بھی بعد اور دوری پر کیوں واقع نہ ہو۔ جیسا کہ اسنے اپنے مسیح موعود کو عالم خواب میں قلم کے قطرات اور سرخی کے چھینٹوں کی صورت میں دکھایا۔ بلکہ علاوہ اسکے کاملین کی روح بھی کسی دوسری روح کے ذریعہ ایک روحانی امر کو جسمانی صورت میں دکھا سکتی ہے جیسا کہ امام ابن سیرین اپنی کتاب منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں اور وہ ہذا

حکی عبداللہ بن الجلاء قال دخلت مدینۃ رسول اللہ وبی فاقۃ فتقدمت الی قبر رسول اللہ فسلمت علیہ وعلی صاحبیہ ثم قلت یارسول اللہ بی فاقۃ وانا ضیفک ثم تنحیت ونمت دون القبر فرأیت النبی صلعم جاء الیّ فقمت فدفع الیّ رغیفا فاکلت بعضہ وانتبہت وفی یدیّ بعض الرغیف. یعنے عبداللہ بن جلاء نے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ اور مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی میں اسی حال میں آنحضرت کے روضہ پر پہنچا اور آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام علیکم عرض کیا۔ پھر میں نے آنحضرت کے حضور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے بھوک ہے اور آپکا ہی مہمان بھی ہوں یہ کہکر میں قبر سے ہٹکر سو گیا خواب میں دیکھا کہ آنحضرت تشریف لا رہے ہیں میں تعظیم کے لئے اٹھا آپ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی جسکا میں نے ایک حصہ کھایا اور بیدار ہو گیا۔ بیداری کی حالت میں دیکھا کہ باقی حصہ روٹی فی الواقع میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ علاوہ اسکے حضرت مسیح ع کی پیدائش کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے جیسا کہ سورہ مریم میں اسکا مفصل ذکر ہے کہ حضرت مریم اپنے کشف میں حضرت جبریل کو بطور تمثل بشری صورت میں دیکھکر عالم مثال سے ایک ایسی کیفیت کے ساتھ دوچار ہوئیں۔ کہ جس کے نیچے آپ عالم ظاہری میں حاملہ پائی گئیں۔ حالانکہ یہ حمل آپکا ایک روحانی کرشمہ کا نتیجہ تھا۔

پس واقعات اور مشاہدات کا انکار نہیں ہو سکتا گو یہ دوسری بات ہے کہ انسان ایسے

مجہول الکنہ واقعات اور حقایق مخفیہ کے ادراک سے قاصر ہو۔ اب جبکہ وہ سُرخی جو خدا تعالےٰ کے چھینٹوں کا نشان ہے کرُتے اور ٹوپی پر ظاہر اور موجود ہے۔ تو گو اسکی ماہیت اور کیفیت وجود کے سمجھنے کے سے انسانی عقول قاصر ہوں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ عدم علم کی وجہ سے ایک موجود شے کو معدوم قرار دیں یا اسکی ہستی سے انکار کر دیں :-

معارف قرآن

(از حضرت اولوالعزم سیّد نا محمود)

معیار صدق انبیاء کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ انہیں نہایت بیکسی کی حالت سے اٹھا کر بڑے بڑے اُمرا اور با اثر لوگوں پر غلبہ دیا جاتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی یہ نشان فرمایا کہ تمام مخالفین مشرکین پر ایسا غلبہ حاصل ہوگا کہ تیرے ساتھ والے مال انفال و غنیمت کے متعلق مسائل دریافت کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا

احکام خمس للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ اللہ کے خمس کو کسی خاص معنوں میں محدود کرنے کی ضرورت نہیں جسقدر طریق بھی اللہ کے لئے ہوسکتے ہیں سب جائز ہیں۔ رسول سے بعد آپ کے خلفاء مراد ہیں اور ذی القربیٰ سے انہی خلفاء کے رشتہ دار۔ امام زین العابدین تو یتامیٰ و مساکین و ابن السبیل بھی اہلبیت ہی کے سمجھتے تھے۔

یوم الفرقان ہر نبی کا ایک یوم الفرقان ہوتا ہے حضرت نبی کریم کے لئے بدر حضرت مسیح موعود کے لئے مہوتسو کا جلسہ جمالی نشانوں میں اور لیکھرام کا واقعہ جلالی آیات میں

ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد یعنے اگر جنگ کا معاملہ تمہاری رائے پر چھوڑا جاتا تو تم بھی کہتے کہ ابھی سامان تیار نہیں ابھی ہم تھوڑے ہیں جیسے کہ ایک گروہ ہم میں سے کہتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا جو یورپ میں حضرت صاحب کا نام لیا جائے اللہ تعالےٰ تو کفار پر حجت نیرہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اگر پوری تیاری اور کافی افراد کے جمع ہونے پر جنگ کی جاتی تو اسمیں الٰہی نصرت صاف صاف کیونکر نظر آتی۔ اللہ نے یہی دکھایا کہ دیکھو تم کسقدر جاہ و جلال سے آئے مگر ہمنے بیکسوں بیوطنوں بے سامانوں کو تم پر فتح دی اور انہی کے ہاتھ سے تمہارے سرداروں کو ہلاک کروا کے تمہیں برباد کر دیا یہ نشان ہے صداقت کا۔

واذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا جب اللہ نے دکھایا تیرے خواب میں ان کفار کو تھوڑا۔ جو لوگ حضرت

صاحب کی بعض رؤیا مثلاً اس کشف پر جو ازالۂ اوہام میں درج ہے کہ آپ نے نصف قرآن کے
ایک صفحہ پر انا انزلناہ قریباً من القادیان دیکھا۔ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ لکھا ہوا
دکھاؤ یہ خواب جھوٹا ہے نبی کا خواب مطابق واقعہ ہونا چاہیئے وہ اس آیت میں غور کریں
واقعہ یہ ہے کہ کفار ۹۵۰ ہیں اور مسلمان ۳۱۳۔ مگر رؤیا میں آنحضرت صلعم نے خلاف واقعہ دیکھا
کہ کفار کم ہیں باہم زیادہ۔ لامحالہ تاویل کرنی پڑے گی اور ماننا پڑیگا کہ رؤیا اور کشوف تعبیر طلب
ہوتے ہیں بعض معترین نے گھبرا کر اسکا یہ جواب دیا ہے کہ ان کفار میں سے جو مسلمان ہونے
والے تھے۔ ان کو مسلمان سمجھا گیا۔ باقی کے کفار دکھائے گئے اور وہ تھوڑے تھے ہم کہتے ہیں
یہ بھی ایک تعبیر ہی ہے مطابق واقعہ تو نہیں اگر آئندہ مسلمان ہونے والوں کو پہلے مسلمان
سمجھ لینا مطابق واقعہ بات ہے تو پھر جائز ہوگا کہ اگر کوئی ملہم صادق کسی کافر کو رؤیا میں
مسلمان دیکھے تو اپنی یا کسی مسلمان لڑکی کا نکاح اس سے اسی حالت کفر میں جائز ہو
کیونکہ تمہارے اصول کے مطابق رؤیا میں جس کافر کو مسلمان دیکھا جائے وہ مسلمان ہی ہے
مگر ایسا نہ کرنا صاف بتاتا ہے کہ یہ بات مطابق واقعہ نہیں اصل میں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
جس چیز کو مقابلہ میں حقیر اور ذلیل بتانا چاہتا ہے اسے چھوٹا اور تھوڑا دکھاتا ہے۔ خواہ
وہ زیادہ ہو اور جسے مقابلہ میں غلبہ دینا چاہتا ہے اسے زیادہ اور بڑا دکھاتا ہے خواہ کم ہو
یہی حال یہاں ہے ان کفار کو نبی کریم کے رؤیا میں بہت کم دکھایا گیا یہ ایک پیشگوئی تھی
کہ یہ کفار تمہارے مقابلہ میں ذلیل اور ہزیمت یاب اور ہلاک ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور
اسی لئے فرمایا ولو اراکھم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ
سلّم۔ اگر نبی کریم کی رؤیا میں انکو بہت دکھایا جاتا تو اسکی تعبیر یہ ہوتی کہ تم شکست کھاؤ گے
یہ مطلب نہیں کہ تمہارا دل قوی کرنے کے لئے جھوٹ موٹ تھوڑا دکھا دیا یہ تو ایک الزام ہی
خدا تعالیٰ پر مطلب یہ ہے کہ اُسنے تھوڑا دکھایا جسکی تعبیر یہ تھی کہ وہ شکست کھائیں گے
اگر خدانخواستہ تمنے شکست پائی ہوتی تو رؤیا میں وہ بہت دکھائی دیتے اور پھر البتہ تم
کمزوری دکھاتے اور آپسمیں تنازعہ کرتے جس کا نتیجہ اختلاف ہوتا اور اختلاف کا نتیجہ شکست
و ہزیمت میں اس معاملہ میں خود صاحب تجربہ ہوں۔

کامیابی کے گر پارہ دس کے دوسرے رکوع میں کامیابی کے گر بتائے ہیں جو ہمارے
مبلغین کو بالخصوص یاد رکھنے چاہئیں۔

ا- فاثبتوا- ایک تو دل میں یقین کامل ہونا چاہیئے کہ میں ہی بہرحال اپنے مدمقابل پر فتح پاؤنگا- اور غالب رہونگا- اس بات میں ذرا بھی دل میں خدشہ نہیں ہونا چاہیئے مگر یہ یقین خود پسندی اور غرور علم کثرت ساز و سامان کی بناء پر نہ ہو- بلکہ اسوجہ سے کہ یہ کام جو میں کرتا ہے اللہ کا کام ہے- وہ خود اپنے دین کی نصرت فرمائیگا اسی لئے ارشاد ہوتا ہے-

دوسرا گر واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون- خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرو- اسی کے حضور دعائیں کرو کہ وہ تمہاری خاص نصرت و تائید کرتا ہے-

تیسرا گر ایسے حالات میں اللہ کی خصوصیت سے عبادت اور فرمانبرداری میں لگجاؤ- اور جو احکام اسکے رسول کی معرفت ملیں اسپر کاربند ہو جاؤ اپنے اعمال کو درست بنالو تا خدا کا فضل ہمارے شامل حال ہو-

چوتھا گر یہ کہ آپسمیں کبھی تنازع نہ کرو کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم کمزور ہو جاؤ گے- اور دشمن کو غلبہ کا موقعہ ملیگا- ہم میں سے ایک گروہ الگ ہوا- اور اس نے اس اصول کی ذرا پروا نہیں کی- بیحیائی یہانتک بڑھی ہے کہ آریوں عیسائیوں اور غیر احمدیوں کے اعتراضات جو ہم پر ہوں شوق سے اپنے اخبار میں چھاپتے ہیں- اور انکی تائید کرتے ہیں- حالانکہ چاہیئے یوں تھا کہ جس حصہ میں ہم سے اتفاق رکھتے تھے اسمیں ملکر کام کرتے- دیکھو غیر احمدی کہیں آریہ یا سکھوں یا عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے بلاتے ہیں تو ہم تمام اخراجات اپنی گرہ سے برداشت کر کے بھی انکی مدد کرتے ہیں کیونکہ اسلام کی صداقت کا معاملہ ہے-

پانچواں گر اور خوب مضبوطی سے جمے رہو یہ نہیں کہ مشکلات پیش آنے پر گھبراؤ- اب ان پانچ باتوں کے مقابل (۱) عجب و غرور (۲) لوگوں کے دکھاوے (۳) اللہ کی راہ میں روک ہونے سے بچو- (۱۴ ستمبر ۱۳ء)

درس الحدیث

(از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح)

حدیث ابوالیمان

یہ ایک حدیث ہے جو بہت ہی معرکۃ الآراء ہے- عیسائی اس حدیث کو اپنی تصدیق کے

لئے پیش کر کے کہتے ہیں کہ دیکھو ہمارا مسیح ہی صرف مس شیطان سے محفوظ ہے باقی تمام نبیوں کو مس شیطان ہوا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قرآن کریم کی تعلیم اور دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو بہت ہی اعلیٰ درجہ کا پیدا کیا۔ اس حدیث میں ہے کہ ہر ایک انسان کو سوائے عیسیٰ کے پیدائش کے وقت شیطان مس کرتا ہے ادھر قرآن کریم کہتا ہے کہ انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا۔ ہاں جو شریر ہوتے ہیں انکو پھر نیچے سے نیچے گرایا جاتا ہے مگر مومن کو نہیں گرایا جاتا۔ بلکہ اسکے نیچے گرنے اور مس شیطان کا وقت تو وہ ہے جب اسے عمل کرنے کی طاقت ہو۔

دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مذہب اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اسکے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی وغیرہ بناتے ہیں۔ الغرض مس شیطان سے قرآن کریم و حدیث نے انسان کو مبرّا ٹھہرایا ہے۔

اس حدیث میں بیان ہے کہ مریم کی ماں نے چونکہ مریم کے لیے دعا مانگی تھی اسلئے عیسےٰ محفوظ ہے۔ لیکن احادیث میں ارشاد ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی بیوی سے ملتے وقت اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا پڑھے تو کیا ایک عورت کے اپنی لڑکی کے لئے دعا کرنے سے اگر اس لڑکی کی اولاد مس شیطان سے بچ جاتی ہے تو مومن جو بذات خود اپنی اولاد کے لئے دعا کرتا ہے تو اسکی اولاد مس شیطان سے نہیں بچ سکتی؟

میرا یہ خیال ہو کہ ابوہریرہ رضؓ کی طرف چونکہ عیسائی کثرت سے رہتے تھے اسلئے ان کو ان کے خیالات کا اثر پڑا۔ اور اسکی وجہ سے انہوں نے اس حدیث کو بھی اسکی طرف منسوب کر دیا حدیث کے آخر میں آتا ہے بقول ابوہریرۃ والی اعیذ بک وذریتہا من الشیطن الرجیم۔ یہ انکا اپنا ہی قول ہے حضرت ابن عباس کی روایات میں بھی جو تفاسیر میں بیان ہیں یہود کے بہت سے واقعات ہیں۔ ان کے یہود بہت سے واقف تھے معلوم ہوتا ہے جب کبھی کوئی اشارہ ایسا ہوتا تو ان سے واقعہ دریافت فرمائے تو وہ غلط جیسا ہوتا بیان کر دیتے یہ ابوہریرہ نے اپنی طرف سے حدیث میں دخل دیا ہے۔

۳۹
مجھے ایک دفعہ رؤیا میں دکھلایا گیا کہ بخاری میں جھوٹی حدیث کوئی نہیں ہے مگر اتنا البس احادیث ایسی ہیں جن کے ظاہر لفظ اور ہیں اور معانی ان کے اور ہیں۔ اسلئے میں اس حدیث کو صحیح تو قرار نہیں دیتا ہوں۔ (ضیاء الاسلام پریس قادیان)

ایک مباحثہ
جو بنگہ میں ہوا

پادری کے اعتراضات توحید اسلام پر
اور
اُن کا جواب

پادری صاحب کی تقریر - ہماری عقول ناقص ہیں اسلئے ہم کمال تصریح و تشریح سے اس مسئلہ تثلیث کو بیان کرنے سے عاجز ہیں - ذات واحد میں تین اقنوم ہیں - ذات واحد میں تکثر - ایسا کہ تکثر حقیقی ہر وقت بلکہ ہر آن قائم مگر وحدت بھی حقیقی نہ کہ اعتباری مگر ایسا نہیں کہ واحد میں تعدد اشخاص بلکہ تعدد اقانیم کیونکہ علماء نے تسلیم کیا ہے اس امر کو کہ کثرت سے آغاز ہوا - یونانی اسکے قائل تھے اور اس طرح کہ ازل میں ہستیاں تھیں -

مگر بخلاف اسکے جو خدا کو مجرد واحد تسلیم کرنے والے ہیں ان سے سوال ہے کہ واحد مطلق کیا چیز ہے ؟ کون چیز دنیا میں واحد مطلق ہے تو ذرا بتایا جائے کہ تعدد کا علم خدا تعالیٰ کو ازل میں تھا یا کہ نہیں ؟ اگر تھا تو ذاتی یا حضوری یا صفاتی ہوگا - اگر صفاتی علم تھا تو تعدد لازم آئیگا پھر علاوہ اسکے مختلف معلومات ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی ذات میں تعدد ضرور ہو - ذات باری تعالیٰ کا مفہوم جزئی ہے یا کلی اگر جزئی تو تعدد لازم آئے گا کیونکہ جز کل کے ماتحت ہوگا پھر علاوہ اس کے جائے غور ہے کہ مخلوق میں تعدد پایا جاتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ خدا میں بھی تعدد ہے کیونکہ اگر تعدد نہ ہو تو پھر خدا کامل نہیں - کیونکہ ایک چیز خدا میں تو پائی نہیں جاتی مگر مخلوق میں پائی جاتی ہے -

پھر علاوہ ازیں عدد کی روح وحدت عددی مانیں تو عدد کا کمال نہیں اور وہ اس طرح کہ مثلاً ایک خدا = ۱ کے عدد کے ہے تو عدد ایک کا شروع ہے - دوسرے اعداد سے کمتر - لیکن خدا ایسا نہیں -

کلام اللہ سے بھی تثلیث ثابت ہے مثلاً خدا کلام ہے خدا روح ہے خدا باپ ہے - اور یہ امر یاد رہے کہ کلام اور روح القدس صفت نہیں بلکہ اقنوم اور حیثیات میں تعدد ہے - ایک سے دوسری ممتاز پھر اگر بطور تنزل تسلیم کر لیا جائے کہ خدا واحد مطلق ہے تو اسکی مثال دنیا وغیرہ میں موجود نہیں - پھر کس طرح تسلیم کریں آخر میں یہ کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ یہ مسئلہ مشکل

ضروری ہے اسکا سمجھنا اور سمجھانا نہایت محال ہے۔ فقط

جواب۔ معزز حاضرین! آپنے پادری صاحب کی تقریر سنی بیشک جیساکہ وہ خود مقر ہیں مسئلہ تثلیث کی نہ کوئی تشریح کرسکتا ہے نہ کوئی سمجھ سکتا ہے لہٰذا میں خوب جانتا ہوں کہ آپنے اس تقریر کو بالکل نہیں سمجھا کیونکہ اول تو یہ مسئلہ ہی ایسا ہے دوم۔ اسکی معمولی تشریح جو پادری صاحب نے بیان کی اپنے رنگ میں ایکدوسری تثلیث ہے

اب مجھے دو کام کرنے پڑے اول یہ کہ صاف اور عام فہم الفاظ میں مسئلہ تثلیث کی مسیحی نقطۂ خیال سے تشریح اور مابعد پادری صاحب کی تقریری تثلیث کی تردید۔

پس واضح ہو کہ اہل تثلیث کا عقیدہ ہے کہ تثلیث میں خدائے واحد کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کرنی چاہئے۔ تثلیث کے ثلاثہ اقانیم کو مخلوط نہ کرنا چاہئے اور ثلاثہ اقانیم باپ بیٹا روح القدس ہیں ان میں کا ہریک ہر دوسرے کے مساوی الوہیت میں ہے اور ہریک اقنوم جداگانہ خدا اور خداوند ہے"

پس ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ ثلاثہ اقانیم جو ہر ایک جداگانہ خدا ہے کسی نامعلوم علم کی رو سے ان ہرسہ کا مجموعہ ایک خدا ہے لہٰذا اسی گتھی کو پادری صاحب نے سلجھانا چاہا تھا مگر میں ادب سے التماس کرتا ہوں۔ جیسی صورت میں تمام فلاسفر سنا گئے کہ تثلیث کے مسئلہ کو عقلی طور پر ثابت کرنا قطعی محال ہے۔ تمام مسیحی علماء جانتے اور مانتے ہیں کہ مسئلہ تثلیث چونکہ کتاب مقدس تعلیم کرتی ہے اسلئے ایمانی رنگ میں اسکا اقرار نہایت ضروری ہے مگر عقلی رنگ میں اس کو ثابت کرنا ناممکن محض ہے اسی لئے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ بھی اس پر عمل کرتے اور کتاب مقدس سے ثبوت پیش کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اسکی مصلحت وہ جانتے ہیں مگر میں اسکے ساتھ ہی یہ بھی لکھتا ہوں کہ مجھے بہت افسوس ہے آپنے چھوٹتے ہی شرایط مباحثہ کے خلاف کیا کتاب مقدس سے آپنے کوئی دعوی نہیں کیا نہ ہی کتاب مقدس سے کوئی دلیل پیش کی۔

. . . .

پس میں آپ سے کہتا ہوں آپ خود خیال کریں کہ کہاں تک آپ حق پر ہیں کیا اپنی تقریر میں آپنے بائبل کی کسی آیت کا حوالہ دیا۔ ہرگز نہیں مگر میں بتاتا ہوں کہ جو کچھ آپنے بیان کیا۔ کتاب مقدس کے بالکل مخالف ہے کیونکہ مقدس کتاب میں نہ تو تثلیث کا لفظ آیا ہے نہ اقانیم اقانیم کی یگانگت نہ خدائے بیٹا نہ خدائے روح القدس" وغیرہ

میرا دعوی ہے کہ خدا جو واحد ہے تمام کتب مقدسہ توحید سکھلاتی ہیں۔ عہد جدید اپنی

موجودہ صورت میں بھی توحید کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ پس میں اپنے اس عقیدہ توحید کو بائبل کے الفاظ میں بھی پیش کرتا ہوں آپ بھی ذرا ایسا کر سکے دیکھو میرا عقیدہ یہ ہے "خداوند تیرا خدا ایک خداوند ہے کوئی خدا نہیں مگر ایک ہمارا ایک خدا ہے یعنے باپ جس کو اکیلا سچا خدا جانیں"۔

اور یہ جو آپ نے کہا ذات واحد میں تین اقنوم ہیں۔ ذات واحد میں تکثر" یہ بائبل میں لکھا ہے ہرگز نہیں پھر یہ دعوے آپ نے کہاں سے لیکر کیا۔ "ذات واحد میں تین اقنوم ہیں" آپکو چاہئے تھا کہ اقنوم کی تشریح معہ لغوی و اصطلاحی معانی کے بیان فرماتے۔ تاکہ لوگونکو معلوم ہوتا۔ اقنوم کسے کہتے ہیں مگر آپنے ایسا نہیں کیا بس بتلاؤں تشریح تثلیث مصنفہ ریونڈر ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم اے صفحہ ۷۰ پر صاحب دقار مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ "اقنوم و شخص کا اطلاق ایسی ذات پر ہوتا ہے جو کہ فاعل بالارادہ ہو۔ اور اسکے واسطے شخصی وقوف اور عقل اور خود مختاری ضرور ہے شخص وہ ہے جو کہہ سکے کہ "میں" اور "تو" اور "وہ" اور "مجھے" اور "میرا" اور "اپنا" یعنے جو گفتگو فہم کے متعلق ہے اسکے واسطے ضمائر شخصی کا استعمال ضرور ہے یعنے ایسے کلمات یا ضمائر کا استعمال مستلزم شخصیت اور فعل ارادی کا ہے"۔

پادری صاحب موصوف کی تشریح اقنوم سے صاف ثابت ہے کہ اقنوم ہر ایک ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے اور اگر آپکو مسیحیت کے علوم سے کچھ واقفیت ہوگی تو خود معلوم ہوگا کہ اقنوم سے مراد ایک شخص یا شخصی ہستی ہے جیسا کہ تمام کتب تفاسیر سے ثابت ہے اور خود آپنے بھی اپنی تقریر "ازل میں متعدد ہستیاں تھیں" کہکر اس امر کو تسلیم کیا ہے یا آپکو سمجھانے کے لئے میں اس امر کو یوں واضح کرونگا کہ دعائے عام "لتانیہ" میں ہر یک اقنوم کو جداگانہ خطاب "خدا" ہے اور یوں لکھا ہے "اے مقدس اور مبارک اور عالیشان تینوں جو ایک تثلیث ہو یعنے تین شخص اور ایک خدا ہم پریشان اور گنہگاروں پر رحم کر" اور معلوم ہو کہ جسمانیت شخصیت کے واسطے لازم جاننا صحیح نہیں کیونکہ تشخص وجود سے جدا نہیں ہوتا شے موجود مادی ہو یا مجرد اور تعدد وجود کا مستلزم تعدد تشخص کو ہے پس ان تمام امور سے ثابت ہوا کہ تین اقانیم کے وجود کا قائل ہونا تین اشخاص کا قائل ہونا ہے اور اس صورت میں قائل تثلیث کا شرک میں گرفتار ہے اور یہی مروجہ تثلیث ہے جس کو عقائد کی رو سے تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ جو آپنے کہا ہے کہ "ذات واحد میں تکثر ایسا کہ تکثر حقیقی ہر وقت بلکہ ہر آن قائم ہے مگر وحدت بھی حقیقی ہے نہ کہ اعتباری"۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ یہ متضاد بیان آپکا غلط ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی کا اجتماع قطعاً

محال ہے مگر آپنے تسلیم کیاہے کہ "کثرت بھی حقیقی اور وحدت بھی حقیقی ہر آں بلکہ ہر وقت موجود"۔ پادری صاحب ! بیشک آپکو ایسا ہی کہنا چاہیئے تھا۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب اور نیز دیگر علماء اہل تثلیث نے یہی کہا ہے بلکہ مثال کے طور پر ان لوگوں نے یوں لکھا ہے "جیسا کہ ایک ہندسہ باوجودیکہ ایک ہے مگر اسی میں طول عرض و عمق و مقدار بھی موجود ہے یا ایک درخت کہ اسمیں باوجود کثرت بھی موجود۔ یا شربت باوجود وحدت کے کئی اشیاء سے مرکب ہے"۔ مگر پادری صاحب یہ تمام مثالیں صحیح نہیں کیونکہ یہ خیال صرف وحدت حقیقی اور وحدت اعتباری میں فرق نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ ان مثالوں میں کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری پائی جاتی ہے نہ کہ وحدت حقیقی اب آپ غور کریں کہ تثلیث فی التوحید کے مسئلہ میں یا تو تثلیث اور وحدت ہر دو اعتباری ہونگے یا تثلیث حقیقی اور وحدت اعتباری اور یا تثلیث اعتباری اور وحدت حقیقی یا تثلیث اور وحدت دونوں حقیقی۔ شق اول و ثالث تو باطل ہے کیونکہ تین وجود ثابت ہیں۔ اور شق ثانی بھی قطعاً باطل ہے یعنے تثلیث حقیقی اور وحدت اعتباری ۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا واحد حقیقی نہیں کیونکہ مرکب حقیقی اور اعتباری سے اعتباری ہوگا۔ بلکہ واحد اعتباری اور علاوہ اسکے اگر وحدت اعتباری مانی جاوے تو ایسی وحدت اور اعداد میں بھی موجود ہوتی ہے پھر کیونکر تثلیث ہی ہے مگر تربیع اور تخمیس وغیرہ نہیں اور شق رابع بھی باطل ہے کیونکہ کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا یکجا مجتمع ہونا بر نزدیک ہمہ علما قطعی محالات سے ہے۔

ے میں نے پادری صاحب کو سمجھایا تھا کہ متی ۱۶/۳ کی رو سے تثلیث میں دو اقانیم کثیف یعنے محدود و محسوس اور مرئی ثابت ہیں کیونکہ اول مسیح کا وجود خاکی محدود اور محسوس دوم روح القدس کا بشکل کبوتر نازل ہونا اور مرئی ہونا بھی مسلم ہے (تفسیر متی ۱۶/۳ مصنفہ پادری عماد الدین صاحب کہ خدا کی روح جو مسیح پر نازل ہوئی وہ جسم کی صورت میں اتری۔ متوازی لوقا ۲۲/۳ تاکہ یوحنا کو بھی دکھائی دیتے"۔ اب دو وجود محدود و محسوس اور مرئی ثابت۔ سوم۔ آسمان پر سے آواز دینے والا اور مسیح یسوع کو "پیارا بیٹا" کا خطاب دینے والا۔ اور اب یہ امر علماء کے نزدیک مسلمہ ہے کہ دو کثافتیں یکجا جمع ہو کر ایک وجود نہیں ہو سکتیں۔ یعنے دو کثافتوں کا ایکجا پر جمع ہو کر متحد فی الوجود ہونا محال عادی ہے اور پھر آن واحد ایک وقت میں ثلاثہ وجود کا الگ الگ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اب ان کا اجتماع محال

اور پھر یہ جو آپنے کہا ہے کہ "مگر ایسا نہیں کہ واحد میں تعدد اشخاص بلکہ تعدد اقانیم" یہ آپ کی بظاہر مغالطہ دہی سے ہے یا معاف رکھیں بے علمی۔ خود علمائے مسیحیت نے تسلیم کر لیا ہے کہ اقنوم سے مراد شخص ہے۔ جیسا کہ تشریح التثلیث کی رُو سے میں نے آپکو بتایا اور ثابت کیا۔ آپ نے اپنے زعم میں جسمانیت شخصیت کے واسطے لازم خیال کی ہے مگر میں اسکی تردید کر چکا ہوں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "کیونکہ علماء نے تسلیم کیا ہے اس امر کو کہ کثرت سے آغاز ہوا۔ یونانی اسکے قائل تھے اور اس طرح کہ ازل میں متعدد ہستیاں تھیں"

یہ "کیونکہ" اور "اسلئے" کہکر آپ بچا نہیں چھڑا سکتے کیونکہ آپ کے یونانی علماء دیوتاؤں کے بھی قائل تھے۔ خدا کے بھی منکر تھے اور آپ کے یونانی علماء خدا کی شان رزاقی کے بھی منکر تھے اور انہیں کے فلسفہ کی تردید مقدس پولوس اپنے خط بنام اہل کرنتھس ۱ باب ۲۲ میں فرماتے ہیں۔ اور انہی کے فلسفہ کی تردید جو اسوقت افسس وغیرہ میں زور شور سے رائج تھا مقدس یوحنا نے اپنی انجیل باب ۱ آیت ۱۸ تک میں کی ہے پس "اسلئے" یہ دلیل آپکی مردود ہے اور علماء "ایکودیو خدمورتی" بھی تسلیم کرتے تھے۔ جاپان میں علماء بدھ اپنے بڑے خدا بدھ کو تین سر والی مورت کے ساتھ پوجتے تھے اور اسے "سن پاؤ فوہ" کہتے تھے۔ مصر میں علماء ماتا دیوی کو جن کی گود میں بچہ تھا پوجتے تھے۔ یونانی اور ہندی علماء کے دیوتا کی کثرت منشی تقدیر کے سوا کون جانتا ہے تبت کے لاما لوگوں کے الفاظ "کانگس اومپاکس" بھی علماء ہی کہتے تھے۔ اور اب یہ تمام "اس طرح" پر کیونکر میں آپ کو بتاؤں۔ آپ ایک علمی نکتہ سیکھ لیں کہ یہ تثلیث کا لفظ عام طور پر کیوں مختلف اقوام میں رائج تھا تو اسکے جواب میں جاننا چاہئے کہ دنیا کی تمام بت پرست اقوام میں ثلاثہ کا عقیدہ بھی ایک طرح عالمگیر رہا ہے۔ بت پرستی اسکے ساتھ ساتھ چلی آئی ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے تو لوگ اسقدر گمراہ ہوئے کہ انہوں نے بجائے ایک کے ہزارہا خداؤں کو جو ایک دوسرے کے دشمن سمجھے جاتے۔ ماننا شروع کیا۔ مگر مابعد یہ ترقی کی کہ ان مخالف خداؤں کے درمیان میل قائم کرنا چاہا اور چونکہ اکثر زبانوں میں عدد تین سے جمع کا صیغہ شروع ہوتا ہے۔ تین مان کر ان تینوں کو ایک کہدیا گویا تمام آلہوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیا۔

اور یہ جو آپنے فرما دیا۔ کہ وہ جو خدا کو مجرد واحد تسلیم کرتے ہیں ان سے پوچھا جاوے الخ یہ سوال آپ یسوع مسیح سے کریں کیونکہ وہ فرماتا ہے "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا جانیں یوحنا ۱۷ باب ۳ پھر مقدس پولوس سے رجوع کریں وہ فرماتا ہے "ہمارا ایک خدا ہے۔

جو باپ ہے نمبر ۱ کرتے ہو خدا ایک ہی نمبر ۲ نمط ہے پس آپ مسیح علیہ السلام اور مقدس رسول سے پوچھیں واحد مطلق کیا چیز ہے؟ یا آپ ان بزرگان کے اقوال سے ثابت کریں کہ "تثلیث فی التوحید" صحیح ہے۔

اور واحد مطلق یہ ہے کہ خدا ایک ہے بے مثل اور لاشریک ہے وہی پاک ہستی قابل عبادت ہے جو آپ سمجھے ہوں فرما دیویں اور کیا آپ کو معلوم نہیں پنجاب کے سرآمدہ علماء ڈاکٹر ہنری مارٹن صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ "مناسب ہے کہ خدا کی ذات پاک مخلوق کی سمجھ میں نہ آوے خدا تعالےٰ جو ہے ذات ہی ذات ہے اور اگر اسکی ذات پاک کو ہم سمجھ جائیں تو پرے کیا رہا۔ ہم اسکے مساوی نہ ہوگئے اسلئے میں ایسی وحدانیت کا قائل نہیں ہو سکتا جو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے" (جنگ مقدس صفحہ ۹۹)

اب آپ بے امید ہے سمجھ گئے ہونگے اور یہ جو آپ نے کہا۔ "تعدد کا علم خدا تعالےٰ کو ازل میں تھا یا کہ نہیں؟ اگر تھا تو ذاتی یا حضوری یا صفاتی ہوگا اگر صفاتی علم تھا تو تعدد لازم آئیگا" افسوس آپ نے صرف "تعدد لازم آئیگا" سنا دیا مگر یہ نہ بتایا کہ کیوں لازم آئے گا۔ اسکی وجہ اسکا سبب۔ حضرت اسکی علت؟ نامعلوم۔

اب آپ کو معلوم ہو کہ خدا کا علم تعدد صفاتی ہے علم مطلق کے ماتحت داخل ہے اور صفات الٰہیہ باریتعالیٰ کی فصل یا جنس غرضیکہ اسکی حد نہیں ہے اور ثبوت حد سے ترکیب مستلزم ہے اور یہ مسلم ہے کہ خدا کی حد نہیں کیونکہ علم بذاتیات خدا کا محال ہے البتہ بالعوارض وصفات ہو سکتا ہے مثلاً ہمنے جو ذات باری کو اسکی صفات کے ذریعے معلوم کیا ہے جیسا کہ متفق علیہ ہے انہیں صفات میں سے ایک صفت علم بالتعدد ہے پس علم مطلق صفات کے ثبوت سے خدا تعالےٰ کی ذات میں تعدد لازم نہیں آتا تو علم بالتعدد جو کہ اخص ہے۔ اعم پر ہی مقیس ہوگا۔

اور یہ جو آپ نے کہدیا "مختلف معلولات ثابت کرتی ہیں کہ خدا کی ذات میں تعدد ضرور ہے" بالکل غلط ہے آپ اسکو واضح کرتے تو خود ہی تردید ہو جاتی۔ اب میں آپ کو سمجھا دوں۔ خدا تعالےٰ کی واحد ذات کا اعتقاد ہر یک قوم میں پایا جاتا ہے یہ ایک تواتر ہے جس کو صحیح ماننا عاقل کا کام ہے۔

دوم۔ وحدت فی الارادت اور وحدت نظم ترکیب اعضائے انسانی وحیوانی صاف ظاہر کرتی ہیں کہ حیوان وانسان کی اصل فقط ایک ہی علت سے ہے مختلف اسباب کا نتیجہ نہیں پھر جب ہم ستاروں کے آسمان پر اور بے غایت وسعت میں غیر محدود جہانوں پر نظر ڈالتے ہیں

اور ان میں کے بعض کی حرکات اور بعض کی سکنات پر نظر غائر انہ سے سوچتے ہیں اور موالید ثلاثہ اور تشریح الابدان پر غور کرتے ہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ فقط ایک ہی علت کا نتیجہ نہیں۔ جو دانا اور حکیم ہے لیکن آپ کو اختیار ہے کہ آپ ہر ایک جداگانہ نوع و قسم کا جداگانہ خدا یا علت تسلیم کر کے خداؤں کی جماعت میں اضافہ در اضافہ فرماتے رہیں۔

پھر آپ نے جو یہ کہا کہ "ذات الٰہی کا مفہوم جزئی ہے یا کلی اگر جزئی تو تعدد لازم۔ کیونکہ جزء کل کے ماتحت ہوگا"

آپ نے اسکی تشریح نہیں کی کہ کونسا "جزو" و "کل" مراد ہے یہ امر ثابت کرتا ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے علم سے قطعی ناواقف ہیں۔

اب آپ کو معلوم ہو کہ جزئی مفہوم باریتعالے کا نہیں ہو سکتا کیونکہ من حیث التصور اسمیں کثرت ہے لاکن بلحاظ وقوع امتناع الغیر ہے جیسا کہ دلائل قطعیہ علم فلسفہ اسپر شاہد ناطق ہیں مفہوم واجب کی کلیۃ صرف من حیث التصور ہے من حیث الوقوع امتناع غیر پر اتفاق ہے۔

پادری صاحب۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ کلی کی نسبت خوب نہیں جانتے۔ کہ خدا پر یہ الفاظ کیسے اور کیونکر صادق آتے ہیں آپ صرف یاد کیا کریں "کلی جنس کلی نوع۔ کلی فصل۔ ثلاثہ ذاتیات۔ اس سے تثلیث ثابت۔ کلی خاصہ۔ کلی عرض عام عرضیات اس سے تثنیہ ثابت۔

اور یہ جو آپ نے کہا "پھر علاوہ اسکے جائے غور ہے کہ مخلوق میں تعدد پایا جاتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ خدا میں بھی تعدد ہے کیونکہ اگر تعدد نہ ہو تو پھر خدا کامل نہیں ہے کیونکہ ایک چیز مخلوق میں تو پائی جاتی ہے مگر خدا میں پائی نہیں جاتی"

اسکے جواب میں واضح ہو کہ اگر یہی منطق ہے یا فلسفہ اسی کا نام ہے یا آپ مدرسہ علم الٰہیات میں یہی پڑھتے ہیں تو بس صاحب میں ہارا۔ آپ جیتے۔ آپ پہلے یہ تو بتائیں تعدد اچھی چیز ہے یا بری؟ غالباً آپ تعدد کی صفت کو اچھا کہینگے تو پھر تثلیث ہی کیوں تسلیم کریں۔ غیر متناہی سلسلہ کیوں نہ روا رکھا جائے۔ اور اگر وہ ساری اختیار ذاتی اور صفاتی جو مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔ تمام کا خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونا ضروری ہے تو ابھی آپ کہدیں گے کہ خدا تو کھاتا نہیں انسان کھاتا ہے اسلئے خدا کامل نہیں۔ کیونکہ ایک چیز مخلوق میں تو پائی

جاتی ہے مگر خالق میں نہیں پائی جاتی" میں اس دلیل کو نہ سنونگا اسکا جواب صرف یہ دونگا۔ بس ہو چکی نماز مصلا اٹھائیے۔ پادری صاحب شاید آپ اپنا ترکش خالی کر چکے ایسے دلائل اگر نہ پیش کرتے تو اچھا ہوتا۔ مخلوق میں تعدد کیوں ہے؟ آپ سوچیں کیا اسی لیے کہ اسی طرح خدا میں تعدد کا ہونا ضروری ہے اور پھر یہ جو آپنے کہا ہے کہ "عدد کی روح وحدت عددی مانیں تو عدد کا کمال نہیں اور وہ اس طرح پر کہ مثلاً ایک خدا برابر ایک کے عدد کے ہے تو عدد ایک کا شروع ہے دوسرے اعداد سے کمتر لیکن خدا ایسا نہیں ہے"

افسوس! اب اس کا کیا جواب دیا جاوے سنیئے! میں کہتا ہوں تین کا عدد پانچ سے کمتر ہے اسی طرح پانچ کا سات سے۔ آپ اعداد پر غیر متناہی سلسلہ شروع کرو کتنے خدا ہونگے اور اگر کہو کہ کتاب مقدس میں تثلیث ہے نہ کہ تربیع تو یہ غلط ہے کتاب مقدس میں ہرگز تثلیث نہیں۔ ورنہ ثبوت دو۔ اور یہ بھی آپ بتادیں کہ تین کے عدد کے مقابل چھ کے عدد کا کمال ہے یا کہ نہیں؟ پادری صاحب آپ ایسی باتیں پیش نہ کریں مجھے ان باتوں سے نفرت ہے میں پھر ان کا جواب نہ دونگا۔ اور یہ جو آپنے کہا "کلام اللہ سے بھی تثلیث ثابت ہے کہ مثلاً خدا کلام ہے خدا روح ہے خدا باپ ہے" اسکا جواب صرف یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کلام اللہ سے توحید ثابت ہے۔ تثلیث نہیں ورنہ ثبوت پیش کریں۔

اور یہ جو آپنے کہا "یہ امر یاد ہے کہ کلام اور روح القدس صفت نہیں بلکہ اقنوم کی حیثیات میں تعدد ہے۔ ایک شئے دوسری سے ممتاز"

اسکے جواب میں عرض ہے کہ سب غلط ہے ورنہ ثبوت پیش کرتے۔ میں کہتا ہوں آپنے اس نازک اور ادق مسئلہ کو کبھی سمجھا ہی نہیں پھر خواہ مخواہ دخل نہ دیں آپ کو مسیحیت کا علم نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اقنوم ہیں تو اقنوم سے مراد شخص ہے تو پھر ثلاثہ اشخاص کا مجموعہ ایک کس طرح ہو سکتا ہے ذرا یہ تشریح سمجھاویں۔

رہا یہ کہنا "ایک سے دوسری ممتاز" آپ فرماویں امتیاز اچھی صفت میں ہے یا بری میں اگر اچھی صفت میں ہو تو ایک میں ایک اچھی یا اعلیٰ صفت ہے باقی میں نہیں۔ اور باقی ناقص ثابت ہوئے اور اگر بدی والی صفت مابہ الامتیاز ہے تو یہ الوہیت کا نقص ہے آپ جواب دیویں اور نیز جبکہ ثلاثہ اقانیم میں سے ایک دوسرے سے ممیز ہے تو ایک نہ ہوا پورے جداگانہ تین ہوئے اور یہ جو آپنے کہا کہ "واحد مطلق کی کوئی مثال دنیا میں نہیں" یہ صحیح ہے

ہاں بھائی اسکی مثال نہیں اگر اسکی مثل کوئی دوسری ہستی ہوتی تو وہ بھی خدا ہوتی۔ اور یہ جو آخر میں آپنے کہا "کہ یہ کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ یہ مسئلہ مشکل ضرور ہے اسکا سمجھنا سمجھانا محال ہے"۔

عرض یہ ہے کہ آپ نے سچ کہا ہے لیکن پھر تقریر کر کے موت کی سر دردی اور تضیع اوقات کی کیا ضرورت ہے؟ آخر میں اب آپکے سامنے میرے چند مطالبات ہیں۔

پہلا مطالبہ میرا یہ ہے عہد جدید کے ان مقامات میں جو میں پیش کرتا ہوں خالص توحید کا ذکر ہے۔ اب پادری صاحب ان کی تفسیر کریں اور تثلیث کے حوالجات ان کے مقابل پیش کریں پادری صاحب لکھ لیں (اسپر مسٹر ایم امین ہوز بلیڈر و ایڈیٹر اخبار سی ای پنجاب یونین کپور تھلہ نے یہ تمام حوالجات لکھ لئے کیونکہ مسٹر موصوف منشی عبد الحق صاحب کے معاون تھے) متی ۲۲/۳۵

۱ تمط ۲/۱ و ۱۷/۱۳ یوحنا ۱/۲۹-۲۹ و ۱۳/۳۲ و ۱۲/۲۵ مرقس ۲۳/۲۲ و ۱/۴۴ و ۲۷/۲۹ و ۱۹/۱۶-۱۷ و ۲/۲۰-۲۲ و ۲/۵ و

۔ پادری صاحب انصاف کیجئے اور آپ بھی ایک ہی حوالہ کم از کم تثلیث کا پیش کریں۔

دوسرا مطالبہ میرا یہ ہے کہ مسیح نے کبھی اپنی الوہیت کا اقرار نہیں کیا جس طرح کہ باپ کی الوہیت کا اقبال مع تشریح کرتا رہا۔ مگر برخلاف اسکے اپنے آپکو انسان اور آدمی کہا۔ دیکھو نمونہ کے طور پر یوحنا ۸/۴۰ و متی ۹/۸

(ب) اسی طرح مسیح کے حواری بھی اسے خدا نہیں کہتے بلکہ ایک مرد اور ایک آدمی بتلاتے ہیں نمونہ کے طور پر دیکھو۔ اعمال ۲/۲۲ "یسوع ناصری ایک مرد تھا" پھر اعمال ۱۷/۳۱ و ۲/۲۲ "خدا دنیا کی عدالت کریگا اس آدمی کی معرفت جسے اسنے مقرر کیا اور مردوں میں سے اٹھایا" پھر رومی ۵/۱۵ "وہ ایک ہی آدمی یعنے یسوع مسیح کے وسیلے سے فضل ہے" پھر ۱ تمط ۲/۵ "خدا اور آدمیوں کے درمیان بھی ایک آدمی ہے"۔

پس جبکہ مسیح خود اپنے آپکو الوہیت منسوب نہیں کرتا اور خدا نہیں کہتا اور نہ حواری مسیح کے اسکو خدا کہتے بلکہ ایک آدمی بتلاتے ہیں۔ تو آپ وکالت کرنے والے کون ہیں؟

تیسرا مطالبہ میرا یہ ہے کہ یہ جو آپ منطق سناتے رہے جسے میں نے غلط ثابت کیا اب اسکے مقابل میرا الہامی منطق سنیئے اور جواب دیجئے۔

دلیل اول "کوئی خدا نہیں مگر ایک کرنتھ ۸ کہ ایک خدا ہے جو باپ ہے یوحنا ۱۷/۳ پھر بس جبکہ باپ کے کوئی خدا نہیں ہے مگر مسیح باپ نہیں کلیسیا کا مسلمہ مسئلہ

(مسیح خدا نہیں)

دلیل دہم جب یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان سے آزمایا جائے۔ متی ۴ ۱ } ہمارا سردار کاہن مسیح ساری باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا عبرا ۴ ۱۵

خدا برائی سے آزمایا نہیں جاتا یعقوب ۱ ۱۳ } مگر مسیح آزمایا گیا

مسیح خدا نہیں

پادری صاحب! ذرا آپ ان دلائل کی تردید ذ بالائے طاق ذرا چھو کر دکھا دیں۔

اب میں اپنے دوسرے منطقی دلائل پیش کرتا ہوں جو تثلیث کی تردید کرتے ہیں

چوتھا مطالبہ۔ اول آپکا مسلمہ عقیدہ ہے کہ ثلاثہ اقانیم میں تثلیث اور امتیاز حقیقی ہے ۹ آمنا تیس اور پھر وحدت بھی حقیقی ہے آمنا تیس ۲۰ یعنے آپکے نزدیک ایک چیز تین بھی حقیقتاً ہے اور ایک بھی حقیقتاً اور یہ بدیہی البطلان ہے۔

دوم۔ ایک کا پورا ثلث نہیں نکل سکتا اور تین کا ایک پورا ثلث ہے

سوم۔ تین حقیقی تین احاد کے مجموعہ سے عبارت ہے اور ایک حقیقی کسی احاد کا مجموعہ نہیں

چہارم۔ ایک جز تین کا ہے پس اگر ایک حقیقتاً عین تین کا ہو تو جز کل ہو جائیگا۔ اور اگر تین ایک کا عین ہو تو کل جز بنجائیگا اور یہ صریح البطلان ہے۔

پنجم۔ لازم آتا ہے کہ خدا تعالےٰ اجزا غیر متناہی بالفعل سے مرکب ہو کیونکہ جب جز کی حقیقت کل کی حقیقت ٹھہری اور کل مرکب تھا تو چاہئے کہ جز بھی مرکب ہو ایسے جز سے کہ وہ اسکا عین ہو اور پھر وہ بھی مرکب ہو اور اسی طرح غایت آخر تک اور مرکب ہونا کسی چیز کا اجزا غیر متناہی بالفعل سے باطل ہے۔

ششم۔ جب ایک ثلث تین کا ہے اگر تین عین ایک ہو تو لازم آتا ہے کہ ایک اپنے ہی نفس کا ثلث ہو۔ اور یہ قطعی محال ہے۔

ہفتم۔ منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ اقنوم ثانی و اقنوم ثالث مثل اقنوم اول کے موجود ہے یا کہ نہیں۔ اگر جواب منفی میں فرمادیں تو تثلیث ہی نہ رہی۔ اور ان دو اقانیم کی مساوات اقنوم اول کے ساتھ درجہ موجودیت میں بھی کہ پہلا مرحلہ ہر چیز کے کمال کا ہے ثابت نہ ہوئی چہ جائیکہ دیگر صفات کمالیہ کا خیال تک بھی آجاوے . . . .

. . . .

. . . . اور اگر جناب بندہ مثل اقنوم اعلےٰ کے موجود ہیں تو دو حال سے خالی نہیں

ان اقانیم میں اسی درجہ موجودیت اول میں اتحاد ذاتی ہے یا کہ نہیں اگر نہیں تو دعویٰ توحید کا غلط
اناماسیس نمبر۲

پانچواں مطالبہ میرا یہ ہے کہ مقدس اناماسیس نے مبارک ثالوث کی جو تشریح اور توضیح چوتھی صدی کی کونسل میں فرمائی یہ تشریح خود مقدس حواریین یا مسیح نے عہد جدید میں کیوں نہ کردی کیا مسیح اور حواریین مسیح مقدس اناماسیس جیسے فصیح و بلیغ نہ تھے۔

ترکوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الفاظ

جب سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مسند خلافت پر بیٹھے ہیں تب سے مسیح موعود کی بہت ساری پیشگوئیاں بارش کی طرح پے در پے ظہور میں آئی ہیں جنہیں سے چند بطور نمونہ مشتے از خروارے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

پہلی پیشگوئی خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا وجود مبارک ہے اور آپکا وجود حضرت صاحب کی بہت ساری پیشگوئیوں کا مصدق ہے جو کہ سبز اشتہار میں لکھی ہیں۔

دوسری پیشگوئی اپنے سلسلہ میں اختلاف کا واقعہ ہونا ہے جس کی طرف آپکے مندرجہ ذیل اشعار اشارہ کر رہے ہیں۔

قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہوگئے ؛؛ یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار
دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبت دیرین کے رنگ ؛؛ پھول بنکر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار
جس قدر نقد تعارف تہا وہ کھو بیٹھے تمام ؛؛ آہ کیا یہ دل میں گزرا ہو نہیں اے دلفگار

تیسری پیشگوئی ایک عظیم الشان جنگ کا برپا ہونا جیسے کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں آپ فرماتے ہیں۔ (اپریل ۱۹۰۵ء)

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ؛؛ جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر اور مرغزار

چوتھی پیشگوئی - زار روس کا زار و نزار ہونا جس کی طرف آپکا مندرجہ ذیل شعر اشارہ کرتا ہے ۔

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ؛؛ زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحال زار

آدم بر مطلب - اب میں آپکے ان الفاظ کا ترجمہ جو کہ آپنے ترکوں کے متعلق اپنی کتاب الہدیٰ

والتبصرۃ لمن یری صفحہ ۵۰ تا ۵۱ میں فرماتے ہیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:-
"کیا تم ان کے تخت کو امن کی محفوظ جگہ خیال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تو ایک ناپاک جگہ ہے
کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ اسلام کی حدود کو کفار سے بچا سکینگے نہیں نہیں بلکہ وہ تو خود
انہیں غفلت کے ہاتھوں سے بلاتے ہیں کہ ملت کے رہے سہے آثار پر بھی وہ قابض ہو
جائیں کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ اسلام کی پناہ ہیں سبحان اللہ بڑی بھاری غلطی ہے
بلکہ وہ تو بدعتوں سے دین خیر الانام کی بیخکنی کرتے ہیں تمہارا اختیار ہے کہ تم ان کی
نسبت نیک گمان کرو۔ اور بدکرداریوں سے انکی بریت ثابت کرو لیکن کن علامتوں
سے تم ایسا دعویٰ کروگے۔ انکی یہ حالت بیان کرکے فرماتے ہیں کہ:-

اتخالون انہم یحفظون حرم اللہ وحرم رسولہٖ کالخدام کلا
بل الحرم یحفظہم لادعاء الاسلام وادعاء محبۃ خیر الانام وقد
حقت العقوبۃ لو لم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام — (ترجمہ)

کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم ہیں اور محافظ ہیں ہرگز نہیں بلکہ حرم انہیں
بچا رہا ہے اسلئے کہ وہ اسلام اور رسول خدا کی محبت کے مدعی ہیں اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں
تو سزا سر پر کھڑی ہے۔" انتہی

پس مندرجہ بالا خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں اور یہ بعینہ ان کے حق میں پورے ہو چکے ہیں اسلئے کہ جب
شریف مکہ و مدینہ انکی سلطنت سے نکلکر علیحدہ ہو گئے ہیں اور مکہ و مدینہ پر ان کا تسلط نہیں رہا تب سے
ہی انپر تباہی پر تباہی نازل ہو رہی ہے اور بغداد و بیت المقدس وغیرہ تمام ان کے ہاتھ سے نکل گئے
ہیں پس حضرت صاحب کا فرمان حقت علیہم العقوبۃ لو لم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام
کیسے پورا ہوا کیا انکی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے بعد بھی آپکے مرسل نبی اللہ ہونے میں کوئی شک
ہے اور جبکہ آپکے کلمات وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی کے مصداق ہیں
والسلام علی من اتبع الہدیٰ:- (جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

رفیق حیات ٹریکٹ

ہمارے مہربان حکیم عطا محمد صاحب نے طبی ٹریکٹ سیریز جاری کیا ہے پہلا نمبر شائع ہوا ہے اس میں مختلف امراض کے بہت سے مفید نسخے درج ہیں اور حکمت کی باتیں لکھی ہیں۔ بارہ نمبروں کی قیمت عہ رہت کم ہے سب احباب یہ رسالہ خریدیں۔ اشتہار ٹائٹل پر درج ہے۔

آریہ صاحبان کی خدمت میں چند سوالات

آرین کتب اور سوامی دیانند جی کی تحریرات کے ساتھ خاکسار کو ایک عرصہ سے خاص قسم کی دلچسپی ہے اور میںنے آریہ سماج کے لٹریچر کا معتدبہ حصہ پڑھا ہے اس مطالعہ کے دوران میں میرے دل میں چند سوالات پیدا ہوئے جنکا تسلی بخش جواب سماجی کتب میں ہر چند ڈھونڈا پر نہ ملا۔ اسلئے آج میں اُن سوالات میں سے چند سوال بغرض جواب آریہ سماج کے پروفیسروں اور اپدیشکوں کی خدمت میں بکمال ادب اپنی تسلی کے لئے پیش کرتا ہوں اگر تسلی بخش جواب ملگیا تو انشاء اللہ باقی سوالات بھی تشحیذ کے ذریعہ اُن کی خدمت میں پیش کرونگا امید ہے کہ سماجی علم دوست اصحاب خاکسار کی تسلی فرما کر مشکور فرمائینگے۔

(۱) کلیات آریہ مسافر مصنفہ پنڈت لیکھرام پشاوری صفحہ ۶۶۵ کالم ۲ میں پنڈت لیکھرام دیانند جی کی بابت لکھتے ہیں "سوامی دیانند جی کی بابت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اول تو وہ آپت پرش یعنے نجات سے واپس آمدہ شخص تھے کیونکہ جو یوگیوں اور رشیوں کے گن ہوتے ہیں وہ بہت سے ان میں موجود تھے تھوڑی سی محنت میں اسقدر عظیم الشان ناپیدا کنار بحرِ ذخار سنسکرت کے پار ہو جانا ہو گی جن کے سوا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس وہ دھرم اور قوم پر جان نثار کر کے صداقت کا راستہ بتلا کر دھارمک شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے۔ پنڈت لیکھرام کی طرح اور بھی تمام سوامی دیانند کے پیرووں کا یہی عقیدہ ہے کہ سوامی دیانند صاحب ضرور ہی مکتی پا گئے مگر سوامی دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش صفحہ   پر لکھتے ہیں۔ گناہ کا بخشنا بڑا بھاری ادہرم (بے دینی) ہے۔ گناہ معاف کرنے سے خدا بے انصاف ہو جاتا ہے ستیارتھ صفحہ   ۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۰ پر سوامی جی لکھتے ہیں "خدا اگر پاپ معاف کرے تو اسکا انصاف جاتا ہے اور تمام انسان پاپی ہو جائیں اسلئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا" اور دیکھئے کلیات مسافر صفحہ ۵۰ "گناہ کی سزا ضرور ملیگی کسی طرح ایک گوشہ بھی نہ ٹلیگا"

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہُوا کہ انسان خواہ کتنے ہی نیک کام کرے مگر اسکا ایک گناہ بھی ویدک تعلیم کی رُو سے خدا نہیں معاف کرتا۔ اب دیکھئے سوامی دیانند جیون چرتر مصنفہ رادھا کشن مہتہ صفحہ ۱۰ "سوامی جی قصبہ چنڈال گڑھ میں گئے وہاں ان کو بھنگ پینے

کی بری عادت پڑگئی۔ چنانچہ اکثر وہ اسکے نشے سے مدہوش ہو جاتے "

(۲) ایک بیراگی ایک مورتی (بت) رکھکر بیٹھا ہوا تھا بات چیت ہونے پر وہ بولا کہ انگلی میں سونے کا چھلا ڈالکر ویراگ کی سدھی کیسے ہوگی مجھے اسطرح کہا کہ میرے تینوں چھلے مورتی کو بھینٹ کرا لیئے (آپ نے بت پر چڑھاوا چڑھایا) (ایڈیشن سنجری صفحہ ۱٦٦)

(۳) سوامی کو جب باپ نے پکڑا تو کہا یہاں سے میرا ارادہ گھر کی طرف جانے ہی کو تھا۔ گو سوامی جی ظاہرا اپنے والد کے ساتھ گھر جانیکا اقرار کرتے تھے لیکن دل میں وہ اپنے ارادہ پر ویسے ہی مستقل تھے (غلط بیانی جیون چرتر صلا)

(۴) سوامی جی ایک عرصہ تک اپنے آپکو خدا سمجھتے رہے " (سوانحعمری دیانند ترجمہ دلپت رائے جگراوی صفحہ ۱۳٦)

اب میں دکھاتا ہوں کہ انکی سزا آرین کسبت میں کیا لکھی ہے دیکھیئے منو شاستر ۱۲/۹ اور زبان کے ذریعہ کیئے ہوئے پاپ کی سزا میں انسان پرند چرند کی جون میں جاتا ہے۔ منشی اشیاء کے استعمال کرنیوالا ہاتھی۔ گھوڑے شودر ملیچھ شیر کتا وغیرہ کے جنم میں جاتا ہے " منو ۹/۱۲ جو لوگ بت پرستی کرتے ہیں وہ ویدوں کے مخالف ہیں (ستیارتھ صفحہ ۴۲۲۔ ویدوں کے مخالف کی کیا سزا مقرر ہے " ویدوں کے خلاف عمل کرنے سے انسان حیوانات کا جسم پاکر دکھ حاصل کرتا ہے " بھاشی بھومکا صفحہ ۱۳۲

ان حوالجات کو اپنے اس عقیدے سے جو پنڈت لیکھرام کے الفاظ میں بیان ہو چکا ہے مطابق کرکے دکھائیں اور مجھے سمجھائیں کہ آیا یہ باتیں پاپ ہیں یا نہیں ؟ اگر پاپ نہیں تو اعلان کریں اگر ہیں تو انکی سزا پانے کے بغیر مکتی کس طرح ہو سکتی ہے ؟

دوسرا سوال۔ سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۰۰ میں مسلمانوں کی تردید میں لکھتے ہیں۔ لوگوں کو مارنے اور جس جاندار سے زیادہ فائدہ پہنچے مثلاً گائے وغیرہ انکے مارنے کی مخالفت نہ کرنے سے خدا دنیا کو نقصان پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے اور بدنام بھی ہو جاتا ہے ایسی باتیں نہ خدا کی اور نہ اسکی کتاب کی ہو سکتی ہیں۔

سوامی جی یہاں لکھتے ہیں دوسروں کو مارنا اور جانوروں کے ہلاک کرنے کی تعلیم جس کتاب میں ہو وہ خدا کی کتاب نہیں مگر یجر وید ادھیائے ۱۷ منتر ۱۵ ترجمہ دیانند جی بھاشہ میں ہے۔ ہم لوگ جس سے دشمنی کریں اسکو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈالدیں راجہ بھی اسکو شیر کے منہ میں ڈالدے "

اب آریہ صاحبان بتائیں سوامی جی نے جو معیار قائم کیا تھا۔ اسکی رو سے وید الہامی ٹھہر

سمجھتے ہیں۔

تیسرا سوال۔ سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۲ پر لکھتے ہیں۔ "اس قسم کی دعا کبھی نہ کرنی چاہیئے اور نہ ہی وہ قبول کرتا ہے جیسے کہ اے پرمیشور آپ ہمارے دشمنوں کو فنا کرو مجھکو سب سے بڑا بناؤ میری ہی نیک نامی ہو۔ . . . . . جو ایسی پرارتھنا کرتے ہیں وہ سخت جاہل ہیں"

سوامی جی کی محولہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ایسی دعائیں کرنی جاہلوں کا کام ہے مگر ویدوں میں ایسی ہی دعائیں کرنی سکھلائی گئی ہیں تو پھر کیا وید الہامی ہے یا بقول سوامی جی بہت سے منتر ہیں بطور نمونہ ایک لکھتا ہوں ملاحظہ ہو یجروید ۱۳

"اے راج پرش آپ دھرم کے مخالفوں اور دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ و جلال والے پرش وہ جو ہمارے دشمنوں کو دھوکا دیتا ہے آپ اسکو الٹا خشک لکڑی کی طرح جلائیں"

بس سوامی جی کے معیار کی رو سے وید الہامی نہ رہے جواب باصواب عطا ہو۔

چوتھا سوال۔ منو سمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۹۱ میں لکھا ہے "گئو موتر یا پانی یا گئو کا دودھ یا گئو کے گوبر کا رس ان میں سے کسی ایک کو آگ برن کرکے پیوے اور مر جاوے۔ تو وہ (پینے والا) پاک ہو جاتا ہے"

براہ مہربانی اس پوتر نسخہ کی فلاسفی وضاحت سے فرمائیں کیا واقعی گائے کا پیشاب اور گوبر پاک چیزیں ہیں اگر ٹھیک ہے تو ان لوگوں کی فہرست پیش کریں جنہوں نے اسکا استعمال کیا اور پاک ہو گئے۔

پانچواں سوال۔ آریہ صاحبان کا دعویٰ کہ گوشت خوری کا حکم ویدوں میں نہیں صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو سوامی جی کا مندرجہ ذیل فرمان ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۳ کا کیا مطلب ہے "بائبل میں قربان گاہ کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے لی گئی ہیں الخ" اور کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۲۵ کالم ۲ مضمون مباحثہ دیانند جی و پادری صاحبان۔ اگر سوامی جی کے فرمان صحیح ہیں تو (اور یقیناً آریوں کو انکار نہیں ہو سکتا) معلوم ہوا کہ گوشت خوری وغیرہ کا ذکر ویدوں میں ہے اور آج آریوں کا اسکے خلاف آواز اٹھانا سراسر ویدوں سے انحراف کرنا ہے۔

چھٹا سوال۔ سوامی جی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۰ پر لکھتے ہیں "مردہ دفن کرنے سے جلانا بہتر ہے اور جلانے کی ترکیب یہ ہے کہ ویدی بنا کر مردہ کے جسم کے برابر وزنی گھی لیکر

چاہیئے اور فی سیر گھی میں ایک رتی کستوری اور ایک ماشہ کیسر ڈالنا چاہیئے کم از کم آدھ من صندل کی لکڑی ڈالے زیادہ چاہے جسقدر ہو۔ اگر کوئی مفلس ہو تو وہ بھی کم از کم بیس سیر گھی چتا میں ڈالے خواہ وہ بھیک مانگے یا اہل برادری یا سرکار سے ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔ الخ

اب ہمارا اس پر یہ سوال ہے کہ آریہ صاحبان ویدک دھرم کے عالمگیر ہونے کے جو دعوے پیش کرتے ہیں۔ کیا جو مذہب عالمگیر ہو اُسکے ایسے ہی اصول ہوتے ہیں۔ کیا جہاں گھی کستوری کیسر لکڑی وغیرہ نہ ملے تو وہاں انسان کیا کرے عالمگیر مذہب وہ ہوگا جس کے اصول سہل اور سادہ ہوں نہ کہ صرف ایک مردہ کے جلانے کے لئے بیچارے کو تین صد روپیہ کا زیر بار ہونا پڑے یا بھیک مانگنی پڑے۔ یہ سوال پیش کئے جاتے ہیں دیکھئے کون مرد میدان بنکر ہماری تسلی کرے۔

ساتواں سوال۔ جیون چرتر مہرشی سوامی دیانند سرسوتی مصنفہ پنڈت لیکھرام کے صفحہ ۳۵۵ پر زیر عنوان گجرات کے حالات یہ عبارت درج ہے۔

"دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لیکچر دیا × × اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی درد شا کا بیان فرمایا جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت بجانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپنے فرمایا کہ استری کو اچت (مناسب) ہے کہ سال میں ایک ہی بار اپنے پتی کے پاس جائے۔ یعنی وبھچار (زنا) نہ کرے مگر جس کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جائے اسکی عورت کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ اسکی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے"

میں تو اس جواب کو پڑھکر حیران ہوں کیا آریہ صاحبان علی الاعلان کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ جواب حق اور راستی پر تھا۔ اور جو مشورہ سوامی جی نے دیا وہ ان کی شان کے شایان تھا۔

اخیر میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ سوالات محض حق طلبی کی بنا پر ہیں۔ جو آریہ صاحب جواب دینگے یا کسی غلط بات کی تردید کرینگے میں بڑی خوشی سے اس کو تسلیم کرونگا کیونکہ ست کو لینا اور اسات کو تیاگنا ہی دھرم ہے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

غیر احمدیوں کی قرآن دانی

حضرت خاتم النبیین کہ مہبط روح الامین پیغامبر کتاب مبین ہیں۔ کے بعد صحابہ کرام خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو اعلم بالقرآن تھے اسی طرح اس زمانہ میں وہی ذات قدسی صفات قرآن مجید کے معارف وحقائق کا سب سے بڑھکر علم رکھتی تھی جو ایمان کو ثریا سے واپس لائی اور پھر آپ کے طفیل آپ کے خلفاء اور صحابہ رض قرآن دان ہیں۔ جتنا جتنا کوئی ان قدسی نفوس سے دور ہے اتنا ہی بے نور ہے اور فہم قرآن سے عاری۔ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں سلسلہ احمدیہ کے حد التی مخالف ہے نے مولوی محمد علی صاحب پر ایک اعتراض شائع کیا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے معنے کئے "کافی واسطے لوگوں کے" اور کافۃ کے معنے کافی غلط ہیں۔ میں کہتا ہوں بیشک یہ معنے غلط ہیں اور یہ نتیجہ اور عقاب ہر گز سلسلہ احمدیہ سے الگ ہو کر علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد عزا قائم کرنیکا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک غیر احمدی ایک نام کے احمدی پر گرفت کر کے تمام احمدیوں اور انکے امام کو علم القرآن سے جاہل ٹھہرلے۔

مولوی صاحب کا اعتراض ان الفاظ میں ہے

"نہیں بھیجا ہمنے آپکو مگر کافی لوگوں کے لئے گویا کافہ کو پیغمبر کی صفت سمجھا حالانکہ یہ ناس کی صفت مقدم ہے۔ اگر بفرض محال اس لفظ سے مراد کافی ہے تو پھر تاء تانیث کیسی ہے" (پیسہ اخبار ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء)

عبارت مندرجہ بالا سے مولوی کرم الدین صاحب کا علم و فضل بھی ظاہر ہو گیا آپنے کافہ کی تاء کو تاء تانیث سمجھنے میں مقصور کر دیا چنانچہ اسی دلیل کی بنا پر لکھا ہے کہ کافہ پیغمبر کی صفت نہیں ہو سکتا۔ (۱) کافہ پیغمبر کی صفت نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ لکھا ہے کہ کافہ ناس کی صفت مقدم ہے۔ . . . . یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ مفردات راغب ملاحظہ ہو۔

الا کافۃ للناس ای کافا لہم عن المعاصی والہاء فیہ للمبالغۃ
کقولہم راویۃ وعلامۃ ونسابۃ

یعنی کافۃ للناس کے معنے ہیں گناہوں سے لوگوں کو روکنے والا اور (ھا) تاء اسمیں مبالغہ کے لئے ہے جیسے علامۃ میں۔

تفسیر کبیر پڑھئے۔

فیہ وجہان احدہما کافۃ ای ارسالۃ کافۃ ای عامۃ لجمیع الناس تمنعہم من الخروج عن الانقیاد لہا والثانی کافۃ ای ارسلناک کافۃ تکف الناس انت من الکفر والہاء للمبالغۃ علی ہذا الوجہ

یعنے دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ارسالۃ کافۃ یعنے رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے۔ جو اس بات سے روکتی ہے کہ انکی فرمانبرداری سے نکلا جائے۔

دوم۔ یہ تو اے پیغمبر لوگوں کو کفر سے روکتا ہے اس صورت میں یہ تاء اہل مبالغہ کے لئے ہے دیکھا آپ نے جس صورت کو غلط قرار دیا ہے۔ اس صورت میں یہ تاء تانیث نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے لئے ہے۔ تاء کافۃ ک سے حال واقعہ ہوا ہے اب آپ بیضاوی دیکھیں اور اسکا حاشیہ قنوی بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاویں۔

الا ارسالۃ عامۃ لہم من الکف اشار الی ان کافۃ صفۃ لمحذوف دل علیہ الکلام وتاءہ للتانیث۔

یعنے ایک تو یہ صورت ہے کہ ارسالۃ عامہ سمجھا جائے گویا کافہ صفت کا موصوف ہے اور تاء تانیث کے لئے ہے اب آپکو معلوم ہوا کہ تاء تانیث کیسی ہے۔ دوسری صورت

اولا جامعا لہم فی الابلاغ فہی حال من الکاف والتاء للمبالغۃ حال من النبی علیہ السلام ای جامعا للناس فی ابلاغ ما ارسلت بہ لہم

یعنی کافۃ ارسلنک کے کاف سے حال واقعہ ہوا ہے اور تاء مبالغہ کے لئے ہے نبی کریم کے لئے بیان فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام میں جمع کرنے والے ہیں جس صورت کو آپ ممنوع قرار دیتے تھے یہ وہ صورت ہے بشرطیکہ اتنا حسن ظن کر لیا جائے کہ آپنے صفت کا لفظ بمعنے حال استعمال کیا ہو اب رہی وہ صورت جو خود آپنے بیان فرمائی یعنے کافۃ ناس کی صفت مقدم ہے مولویصاحب یہ تو بالکل غلط ہے وجہ نہ معلوم آپکے علم صرفی نحوی مشہور ہیں آپنے اس علاقہ کی پوزیشن بھی مجروح کر دی۔ الناس تو معرفہ ہے اسکی صفت کافۃ نکرہ کیونکر بن سکتا ہے کیا آپ بھول گئے کہ نعت منعوت کی تابع ہوتی ہے تعریف و تنکیر میں ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کافۃ الناس کا حال مقدم ہے مگر حاشیہ قنوی میں یہ بھی لکھا ہے۔

لا یجوز جعلہا حالا من الناس علی المختار اذ المختار ان الحال

لا یجوز تقدیمہا علی ذی الحال المجاور۔
یعنے الناس کا حال بنانا مختار مذہب پر جائز نہیں کیونکہ ذی الحال جب مجرور ہو (جیساکہ اس آیت میں ہے) تو اسپر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں۔

پس آپکی توجیہ باطل ہوئی آپنے ہمیں بعلم قرار دیا تھا خود آپکا علم ظاہر ہوگیا اخیر میں ابن تمجید کی عبارت پر اسکو ختم کرتا ہوں۔

فقال ابو البقاء کافۃ حال من الکاف والھاء زائدۃ للمبالغۃ والناس متعلق بہ انتہی ما ارسلناک الا کافۃ للناس عن الکفر و المعاصی۔

لٹریچر پر نظر

عام دستور تو یہی ہے کہ جبتک کوئی کتاب ایڈیٹر کے پاس بغرض ریویو نہ آئے اس پر ریویو نہیں کیا جاتا مگر میرے ایک مکرم معظم کا خیال ہے جس سے مجھے بھی اتفاق ہے کہ ایڈیٹر کا فرض ہے کہ وہ نئے لٹریچر کی اشاعت کی خبر اپنے ناظرین کو دیتا ہے چنانچہ اسی لئے میں جلسہ پر شائع ہونے والی کتابوں کا ذکر کرتا ہوں۔

تصدیق المسیح یہ ایک سَو صفحے کا رسالہ ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے تالیف فرمایا ہے اور محبی منشی فخر الدین صاحب مالک احمدیہ ایجنسی قادیان نے ایام جلسہ میں علی سبیل الاستعجال۔ خوشخط صحیح عمدہ سفید کاغذ پر چھپوایا ہے جس قدر میں اس رسالہ کو یہ سطور لکھنے تک دیکھ سکا ہوں اسکی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ عام فہم سلیس عبارت میں جامع اور مدلل ہے اور آجکل کے مدرسوں اور کالجوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے نہایت مفید ہے۔ نیز ان لوگوں کے لئے جو معمولی لکھے پڑھے اور دین کا شوق رکھتے ہیں اسمیں ملّانوں کی طرح بال کی کھال نہیں اتاری گئی مگر تاہم جو کچھ لکھا ہے تحقیق و تدقیق سے لکھا ہے اور ایسے پیرایہ میں کہ دلنشیں اور موثر ہو۔ اکثر لوگ جو سلسلہ میں نئے داخل ہوتے تھے۔ وہ کوئی مختصر اور جامع کتاب مانگتے تھے جن سے انہیں حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کے موٹے موٹے دلائل کا علم ہو جائے اور وہ غیر احمدی معترضین کو جواب دے سکیں اور وفات مسیح ناصری کا ثبوت دیں اور مسیح قادیانی کی صداقت ثابت کریں یہ سب مقصد اس رسالہ

سے حل ہو سکتا ہے آیات و احادیث کے حوالے بھی دیئے ہیں مسیح کا نزول سنی شیعہ میں ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن سرسید کے تتبع میں اکثر نوجوان مسیح کی آمد ثانی کے قائل ہی نہیں اسلئے ایک باب علیحدہ اس خصوص میں بھی ہونا چاہیئے تھا قیمت ۷ر

النبوۃ فی القرآن - مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحب جس میں غیر مبایعین اور غیر احمدیوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حضرت اقدس کی نبوت کا ثبوت قرآن مجید سے دیا گیا ہے - اور ان باتوں پر خوب بحث کی ہے جو نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز بتائے جاتے ہیں اسپر مفصل ریویو پھر ہوگا قیمت ۶ر احمدیہ بک ایجنسی قادیان سے ملیگا -

احمدیہ جنتری ۱۹۱۸ء - خدا جزائے خیر دے میرے عزیز بھائی محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان کو احمدیہ جنتری کیا لکھی قادیان اور سلسلہ احمدیہ کے تمام کارخانوں اور کاموں کا فوٹو کھینچکر سامنے رکھدیا - ہر احمدی کے پاس اسکی ایک جلد ہونی چاہیئے اسمیں علاوہ ہجری عیسوی ہندی تاریخوں کے قادیان کا محل وقوع کرایہ ریل - یکہ - فاصلہ - جماعت احمدیہ کے عقاید - بیعت کے الفاظ - دس نصائح خلیفہ اول مسیح موعود کی تعلیم - مختصر علامات امام مہدی - غرض بعیت آیات قرآنی بر وفات مسیح مع حوالجات صدر انجمن کے تمام صیغوں اور دفاتر کے نام - علماء و فضلاء سلسلہ کے نام - اخبارات و رسالجات طریق مباحثہ مجددین امت محمدیہ کے نام - خطبہ نکاح فہرست کتب مسیح موعود ؑ سن وار - انجمن ترقی اسلام کے کارنامے غرض سب کچھ درج ہے جو غیر احمدیوں میں تبلیغ کا کام دے اور ایک احمدی کے معلومات بڑھائے اور پھر یہ جنتری بالکل سستی ہے - عہ رکی ۱۶۰ احباب ضرور پبلشر کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ یہ جنتری ہر سال چھپتی رہے -

مرزا صاحب - مرزا صاحبان پنجاب میں بہت شوق سے گایا جاتا ہے میںنے اپنی خاص فرمائش سے مرزا صاحب مہدی نام ایک نظم ۱۶ صفحے اسی وزن پر پنجاب کے مشہور و معروف شاعر مولوی محمد دلپذیر صاحب کے بیٹے برادرم محمد منظور صاحب سے لکھوائی ہے جو بہت دلچسپ بہت مقبول ہے قیمت ۱ر

قول فیصل - غیر مبایعین جو اعتراضات اب کرتے ہیں وہ سب کے سب ۱۹۰۸ء میں کسی صاحب نے کئے اور حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے ان کے جوابات دیئے حضرت اقدس کی زندگی میں متنازعہ مسائل کا فیصلہ ہماری صداقت کا ایک بین نشان ہے قیمت ۰ر یہ رسالہ کثرت سے

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

ٹریکٹ رفیق حیات

یہ ٹریکٹ ہر ماہ میں ایک دفعہ قادیان سے شائع ہونا شروع ہوا ہے اس میں طبی۔ علمی۔ اخلاقی۔ تجارتی۔ سائنٹفک مضامین پر عالمانہ بحث کی جاتی ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا خوبیوں کے اس میں حضرت حکیم الامۃ مولٰنا حکیم **نورالدین** صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے مجربات جس کی پبلک مدت سے شایق تھی صحیح طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے سالانہ چندہ صرف عہ ر طلبا سے ۱۲
نمونہ کے پرچہ کے لئے ۱ر کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

نوٹ۔ اصلی مدعا ہمارا اس ٹریکٹ کے شائع کرنے سے یہی ہے کہ پبلک نیم حکیموں کے پھندے سے چھٹکارا پایا جاوے۔ نیز حسب منشاء باقاعدہ طور پر مریضوں کا علاج بذریعہ خط وکتابت کیا جاتا ہے جواب کے لئے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

ملنے کا پتہ مینیجر رفیق حیات قادیان (پنجاب)

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن ۔۔۔ کی مقوی گولیان ۔۔۔ مری
ثنا ہے۔ خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چھپے کاغذ پر بھی ہے۔ ۔۔۔ مشترق ۔۔۔ کے ۔۔۔ لکھیے
پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر بلا محصول ڈاک بھیجی جاتی ہے

Digitized by Khilafat Library

تندرستی کی گفتگو

ابھی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے سب سے قریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اکیہا ہیں والی جسکو جیسی ۔۔۔ ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند لوگ گھی۔ دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا استعمال کرتے ہیں غریب کم خرچ۔ جڑی بوٹی اور چٹکلے کی کھوج میں رہتے ہیں جاڑے کے موسم میں چونکہ مقویات کا کھانا نہایت مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے۔ جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ لیاقت سے باہر خرچ ہے۔ وہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی گولیان

ہین۔ آپ بھی آزمایش کرکے دیکھیے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہین اور نیا خون پیدا کرتی ہین۔ جوانی میں بے اعتدالیون کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جب جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ یہ سب شکائتین دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہین قیمت ۔۔۔ گولیون کی شیشی ۔۔۔ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر

واولٰئک ہم المفلحون

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۶ | نمبر ۳

فہرست مضامین

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ وصداقت احمدیہ	۱ - ۱۳	اکمل
مکالمہ شیعہ واحمدی نمبر ۸	۱۴ - ۲۰	منشی خادم حسین صاحب
نبوت بعد آنحضرت صلعم	۲۱ - ۲۶	مولوی جلال الدین صاحب
یدفن معی فی قبری	۲۷ - ۲۸	اکمل
چند سوالات اثنا عشری اصحاب سے	۲۹ - ۳۰	منشی خادم حسین صاحب
بشارات القرآن	۳۱ - ۳۳	مولوی احمد الدین صاحب
درس الحدیث	۳۴ - ۳۵	سیدنا فضل عمر
تصوف	۳۶ - ۳۶	

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے ۳

مطبوعہ ... باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام ... پبلشر نے شائع کیا

ایک درخواست

تشحیذ کی زندگی چاہنے والوں کی خدمت میں

میرے پیارے بھائیو! اول تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں جس نے اپنی خاص رحمت سے باوجود ایسی سخت مشکلات کے کہ خرچ کرنے کے لئے روپیہ کافی نہیں تو بھی تشحیذ کو ابتک زندہ رکھا اور اسکے نمبر ایک دوسرے سے بڑھکر علمی ذخیرہ لئے ہوئے نکلتے رہے جنوری و فروری کے رسالہ میں تاویل المتشابہات کے نام سے جو بیش بہا مضمون نکلا ہے وہ سلسلہ احمدیہ میں اس موضوع پر مکمل مضمون ہے اور جو عکس شیخ مجتہد کے خط اور اپنے خوارج کی تحریر کے دئے گئے وہ بھی ایک کاری حربہ کا کام دے گئے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک یہ نمبر ۸؁ کی قیمت حصول کرنے کے لئے وی پی کئے گئے تھے جیسے ایک تہائی اصحاب نے واپس کر کے نقصان پہنچایا اور دو سو ایسے مہربان ہیں جنکے ذمے ۲؁ کا چندہ سالانہ ہے ان حالات میں آپ فرمائیے کہ ہم اتنا خرچ کیونکر چلائیں جبکہ کاغذ کی گرانی کا یہ حال ہے کہ بجائے ۱۲۰ رم کے اب قریبا ۳ سے ایک رم پر خرچ کرنا پڑتا ہے اگر خریداروں کی تعداد ایکہزار ہو تو بھی اتنی آمد ہو سکتی ہے کہ تشحیذ چلتا رہے لیکن موجودہ صورت میں تو باوجود صد درجہ کی کفایت کے اخراجات متعلقہ نہیں چل سکتے آپ صاحبان اگر توجہ فرمادیں اور اپنے اپنے مقام میں تحریک کر کے پانچ پانچ خریدار تشحیذ کو بہم پہنچائیں تو ایک مہینے ہی میں تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

تشحیذ کے متعلق ایک دو دوستوں نے یہ شکایت کی ہے کہ مشکل ہے سمجھا نہیں جا سکتا۔ میں انکی خدمت میں عرض کرونگا کہ تشحیذ تفریح طبع کے لئے نہیں چھاپا جاتا یہ تو آپکی علمی استعداد بڑھانے اور تشحید اذہان کے لئے ہے بس ضرور ہے کہ آپ اسے سوچ سمجھکر پڑھیں میں نے عمداً یہ التزام کر رکھا ہے کہ اسمیں جو مضمون چھپے علمی رنگ میں مختصر اور جامع لکھا ہوا ہو۔ اخباری طرز میں بھی خدا کے فضل سے مجھے لکھنا آتا ہے اور میں ہر روز کوئی نہ کوئی مضمون لکھتا ہوں مگر رسالہ کے لئے ایسے ہی مضامین چاہئیں چونکہ ہماری جماعت کی ایک خاص پوزیشن ہے اسلئے انہیں علماء کے رنگ میں تربیت پانی چاہئیے عامیانہ مذاق کا تتبع درست نہیں پس میرے احباب رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کریں اور بار بار عرض کرنے پر مجبور کر کے اپنے ایکو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری تا مارچ ۱۹۱۸ء

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ و صداقت احمدیہ

شجرہ نقشبندیہ نقشبندی طریق کا شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے یعنی وہ اپنی نسبت تعلیم روحانی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پر ملاتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۔ حضرت صدیق اکبر ۳۔ حضرت سلمان فارسی

۴۔ امام قاسم بن محمد بن ابی بکر ۵۔ امام جعفر صادق ۶۔ حضرت بایزید بسطامی

۷۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی ۸۔ خواجہ ابو علی فارمدی ۹۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانی

۱۰۔ خواجہ عبدالخالق عجدوانی ۱۱۔ خواجہ عارف ریوگری ۱۲۔ خواجہ محمود

۱۳۔ خواجہ علی رامتینی ۱۴۔ خواجہ محمد بابا سماسی ۱۵۔ خواجہ سید امیر کلال

۱۶۔ امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند ۱۷۔ خواجہ علاؤالدین عطار ۱۸۔ مولانا یعقوب چرخی

۱۹۔ خواجہ عبید اللہ احرار ۲۰۔ مولانا محمد زاہد ولی ۲۱۔ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ

۲۲ - خواجہ محمد امکنکی ۲۳ - خواجہ باقی باللہ ۲۴ - امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

بہاءُ الدّین نقشبند

خواجہ بہاؤالدین نقشبند ماہ محرم ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے - آپکی تربیت میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی - ایکدن آپ بیٹھے تھے ناگاہ آواز آئی بہاؤالدین کیا وقت نہیں آیا کہ تو سب کچھ چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو اسکے بعد حالت بدل گئی جذبہ شوق الٰہی دن بدن بڑھتا گیا آپ راتوں اکثر بخارا کے مزاروں پر پھرتے تھے وہاں ایک کشفی حالت طاری ہوگئی خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو دیکھا فرماتے ہیں عمل بہ عزیمت اور سنت کرو رخصت اور بدعت سے پرہیز کرو - پیروی رسول و آثار صحابہ کرام سے خدا کو پاؤ - آپ میر کلال کی صحبت میں بیٹھے ان کے مرید ذکر جہر کرتے یہ اسوقت حلقہ سے اٹھ آتے اور ذکر خفی میں مشغول رہتے میر کلال نے آپکو رخصت کیا اور فرمایا اب تم مزید تعلیم کے لئے کسی اور سے ملو خواب میں آپکو ایک بزرگ دکھایا گیا جس کی شکل یاد تھی - ایک دن بازار میں ملگیا آپ اسکے ساتھ رہے جب حج سے واپس ہو کر طوس میں آئے - تو شاہ معز الدّین حسینی والئے ہرات نے طلب کیا بادشاہ نے پوچھا کہ آپکو مشیخت آبا و اجداد سے ملی ہے ؟ جواب دیا نہیں جذبۂ عنایت الٰہی نے خود ہی مقام وصل تک پہنچا دیا بادشاہ نے پوچھا آپ ذکر جہر اور سماع کرتے ہیں جواب دیا نہیں ہمارا اصول ہے خلوت در انجمن سفر در وطن ہوش در دم - نظر بر قدم - جو حضور ذوق سماع سے ہو سکتا ہے اسکو قیام نہیں آپ دوسری جگہ حج کو جانے لگے تو مولٰنا زین الدّین سے ہرات میں ملاقات ہوئی انہوں نے کہا - برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند یعنے توجہ کر اس سے غالباً آپکا لقب نقشبند ہوگیا آپنے ۷۳ سال کی عمر میں ۳ - ربیع الاوّل ۷۹۱ھ انتقال فرمایا آپ سے کسی نے کہا کہ کرامت دکھاؤ کہنے لگے باوجود اسقدر رکھتا ہوں کہ زمین پر چلتا ہوں دھنس نہیں جاتا کیا یہ کم کرامت ہے -

اسی سلسلہ میں خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ ہوئے ہیں جو کابل میں ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے علم ظاہری مولٰنا محمد صادق سے پڑھا اور پھر قبل از تکمیل تحصیل مشائخ ماوراءالنہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواجہ امکنگی کو خواب میں دیکھا - انکی خدمتمیں حاضر ہوئے ہندوستان آنیکا حکم ملا - لاہور پہنچ کر ایکسال کے قیام کے بعد دہلی قلعہ فیروزی میں سکونت

اختیار کی اخیر دم تک وہاں رہے اور ۱۲۰۱ھ ۲۵ جمادی الثانی کو انتقال فرمایا۔

مجددّ الف ثانی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو خواجہ باقی باللہؒ سے انتساب ہے پیدائش ۱۴ شوال ۹۷۱ھ مقام سرہند (ریاست پٹیالہ) آپنے قرآن مجید حفظ کیا مولٰنا کمال سیالکوٹی سے تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر علماء سے ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے ایکدفعہ آپ آگرہ گئے ابو الفضل سے بھی ملاقات ہوئی ۱۰۰۷ھ میں آپکے والد فوت ہوئے ۱۰۰۸ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے راہ میں دہلی آئی تو خواجہ باقی باللہ کی تعریف سُنی انکے پاس ٹھہر گئے اور انہوں نے داخل طریقہ کیا دو مہینے میں تمام نسبت نقشبندیہ حاصل کر لی اس تکمیل کے بعد سرہند آئے۔ اور جب دوسری مرتبہ حاضر ہوئے تو خواجہ باقی اللہ نے آپکو اجازت ارشاد و افادہ فرمائی۔ اور خلعت خلافت دی اسکے بعد آپکی شہرت بہت بڑھ گئی حتیٰ آپکے مرشد بھی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے۔

مجددیت کا دعویٰ

گیارھویں صدی کے سر پر آپنے دعویٰ کیا کہ میں مجددّ الف ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"بدانند کہ بر سر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجددّ مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائۃ و الف فرق است در مجددین اینہا نیز ہمانقدر فرق است بلکہ زیادہ ازان و مجددّ آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض باُمتاں رسد بتوسط او برسد"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اے فرزند ایں آں وقت است کہ در امم سابقہ دریں چنیں وقتے کہ پر از ظلمت است پیغمبر اولوالعزم مبعوث گشت و بنائے شریعت جدیدہ میکرد۔ دریں امت کہ خیر الامم است و پیغمبر ایشاں خاتم الرسل علماء را مرتبہ بنی اسرائیل دادہ اند و بوجود علماء بوجود انبیاء کفایت فرمودہ اند لہٰذا بر سر ہر مائۃ از علماء دریں اُمت مجددے تعیین مینمایند کہ احیاء شریعت فرمایند علی الخصوص کہ بعد از الف کہ در امم سابقہ وقت بعثت پیغمبر اولوالعزم است در پیغمبری دراں وقت اکتفا نمودہ اند۔ دریں طور وقت عالمے عارفے تام المعرفت ازایں امت درکار است کہ قائم مقام اولوالعزم انبیاء باشد"

مجددؒ الف نے اپنا مرتبہ بتایا +

مطلب یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہے اور پھر ہزار کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہے جو صدی کے مجددوں سے مرتبہ میں بہت بڑا ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جب اگلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اب بموجب حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل قائمقام اولوالعزم پیدا ہوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہزار سال خیر القرون کے بعد گننا چاہئے جو ۳۰۰ سو سال کا زمانہ ہے اور اس طرح پر چودہویں صدی کے سر پر وہ اولوالعزم پیدا ہوتا ہے جو تمام انبیاء کے کمالات کا جامع اور مثیل نبی بلکہ فی الحقیقت نبی ہو۔ اور اس طرح پر حضور کا نام مجددؒ الف آخر قرار پایا۔ الف ثانی تو امت محمدیہ کے اولیاء مجددین کے اعتبار سے ہے جس کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں اور الف آخر ابتداء دنیا کے اعتبار سے ہے پانچویں ہزار میں نبی کریم سید المرسلین اور ساتویں میں مسیح موعود خاتم الاولیاء۔

مجددؒ ہونے کا دعویٰ

حضرت شیخ احمد سرہندی کو خدا تعالےٰ سے بالمشافہ کلام کا دعویٰ تھا جس کی نسبت وہ فرماتے ہیں ان کلامہ مع البشر قد یکون شفاھاً وذلک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذلک لبعض الکمّل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا۔ یعنے اللہ تعالیٰ بشر سے کلام فرماتا ہے ایسے لوگ انبیاء کہلاتے ہیں یعنی جس سے بہ کثرت مکالمہ مخاطبہ شفاہاً ہو وہ انبیاء ہیں۔ اور کبھی کبھی یہ نعمت کمل افراد امت محمدیہ کو بھی بوجہ پیروی کامل وراثت حاصل ہوتی ہے ان کا نام محدث رکھا جاتا ہے۔ مجدد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کلام معمولی الہام اور القاء اور فرشتے کے ساتھ مکالمہ سے بالاتر ہے اور روبرو شفاہاً ہے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم سامع کو نظر بھی آتا ہو وھذا غیر الالھام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل الجامع × × ولا یلزم من کون الکلام شفاھاً ان یکون المتکلم مرئیاً للسامع لجواز ان یکون السامع ضعیف البصر لا یحتمل شعشان النوارہ حضرت مسیح موعود نے اس پر اتنا مستزاد فرمایا ہے کہ جس پر کثرت اظہار امور غیبیہ و مکالمہ و مخاطبہ اتنا ہو کہ باعتبار کیفیت و کمیت زمانہ میں اسکی نظیر نہ پائی جائے تو وہ محدث ہی نہیں بلکہ نبی کہلائیگا

اور آپ نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر صلحاء و اولیاء امت محمدیہ میں گزرے ہیں وہ اگرچہ نسبتاً کثرت مکالمہ سے مشرف ہوئے اور ان کے مکمل افراد محدث کہلائے مگر یہ کثرت اس درجہ تک نہیں پہنچی کہ جو نبوت پانے اور نبی کہلانے کے لئے شرط ہے۔

کمالات نبوت کے حصول کا دعویٰ

آپ نے فرمایا ہے کہ سابقان بالاصالت انبیاء اند علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات وبہ تبعیت ہر کرا ایں دولت مشرف سازند ایں دولت بیشتر بہ تبعیت در اکابر اصحاب انبیاء و بر سبیل قلت و ندرت در غیر اصحاب نیز متحقق است و فی الحقیقۃ این شخص نیز از زمرۂ اصحاب است و ملحق بکمالات انبیاء علیہم السلام در حق او مگر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ کا یدری اولہم خیرام آخرہم۔ ہر چند فرمودہ آنحضرت خیر القرون قرنی ایں را باعتبار قرون گفتہ و آں را باعتبار اشخاص یعنے پہلے راستباز یہ نعمت بالاصالت پا کر انبیاء بنے اور اب جو اس دولت سے مشرف ہوگا وہ ظلی طور پر ہوگا۔ اکابر اصحاب نبی کریم میں سے بہت ایسے تھے اور غیر اصحاب میں سے بھی ہیں یہ شخص بھی صحابہ کے زمرے میں داخل ہے اور ملحق بہ کمالات انبیاء اور حضور علیہ الصلوٰۃ نے خیر القرون قرنی باعتبار قرون فرمایا اور پھر یہ کہ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے نہیں معلوم کہ اسکا پہلا اچھا یا آخر یہ باعتبار اشخاص کے فرمایا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اسلئے آپ کے فیض اتباع سے آپکی امت میں سے ہزاروں ایسے ہوئے جنہوں نے کمالات انبیاء سابقین پائے مگر باینہمہ وہ نبی نہ ہوئے کیونکہ اب نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ ہو پس جیسا کہ حدیث میں آیا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مطابق بہت علماء امت محمدیہ ایسے تھے جنمیں سے ہر ایک کسی نہ کسی نبی کا مثیل یعنی اسکے کمالات رکھتا تھا اور پھر آخر میں وہ بھی ہوا جو نبی بھی ہے اور امتی بھی جس کے لئے صحیح حدیث میں نبی اللہ کا خطاب ہے اسلئے کہ خدا نے اسکے اندر حضرت محمد رسول اللہ کے تمام کمالات کو جمع کیا اور جب اُس نے اپنے آئینہ قلب میں محمدی نبوت کا کامل انعکاس لیا جیسے چودہویں کا چاند سورج کی روشنی لیتا ہے تو وہ محمد ہونے کے اعتبار سے نبی کہلایا۔ اور اسنے احمد کا نام پایا جسمیں جمالی شان کا اظہار ہے اور یہ ایک نیچرل بات ہے کہ سورج

کی روشنی چاند میں آکر بجائے جلال کے جمال دکھاتی ہے اسی طرح محمدی نبوت جب مسیح موعود میں آگئی تو وہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی پوری کرنے والی ہوئی۔

مجدد صاحب کی فضیلت

مجدد صاحب کو دعویٰ تھا کہ انہیں منصب قیومیت عطا ہوا۔ جس کی تفسیر ان الفاظ میں کیگئی قیوم دریں عالم خلیفۂ حق است جل علاو نائب مناب او واقطاب و ابدال در دائرہ ظلال وے قبلہ توجہ جہانیاں او است و قیام عالمیان بذات او۔

(۲) آنحضرت نے فرمایا کہ لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میرے لئے اللہ کے ساتھ ایسا وقت آتا ہے کہ اسوقت کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل اس مقام تک نہیں پہنچا۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں جائز ہے کہ اس موطن خاص میں کسی خادم کو بھی بوراثت و تبعیت پہنچا دیا جائے مطلب یہ کہ میں ایسا ہوں پھر فرماتے ہیں اس سے غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ یہ فضیلت جزئی ہے (دربارہ حقیقی نہایت معاملہ بفضل جزئی میکشد کہ دراں محذور نیست) حضرت مسیح موعود بھی پہلے پہل ہر فضیلت کی بات کو فضیلت جزئی قرار دیتے رہے مگر حقیقۃ الوحی میں آپ نے کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا اور دافع البلاء میں بھی فرمایا کہ میں مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہوں یعنی فضیلت کلی رکھتا ہوں اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ آپ نبی تھے کیونکہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت تمام شان میں نہیں ہو سکتی۔

(۳) مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ سوا نبوت جو کمالات نوع بشری ممکن ہیں وہ مجھے دیئے گئے ہیں۔

(۴) ایک کشف بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مکان کا طواف کر رہا ہوں ایک اور جماعت شریک طواف ہے جسمیں بعض کی سیر بہت سست ہے یہ مکان فوق العرش تھا اور یہ جماعت انبیاء کرام کی تھی آپ نے امت محمدیہ کا ولی و محدث ہونے کی حیثیت سے بعض انبیاء بنی اسرائیل پر فضیلت جزئی پائی۔

(۵) فرماتے ہیں میں نے ایک صفّہ بلند پر جمیع انبیاء کو دیکھا جگہ نہ تھی حضرت خلیل اللّٰہ نے باواز بلند فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا تفسحوا فی المجالس اسپر جگہ نکل آئی اور آپ ان کے زمرے

میں بیٹھ گئے

(۶) آپکو ایک روز الہام ہوا - غفرت لک ولمن توسل بک

(۷) حضور کی شان اولیاء میں ایسی ہے جیسی انبیاء میں اولو العزم کی -

(۸) حضرت نبی کریم نے بشارت دی کہ یکون رجل فی امتی یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا وکذا - حضرت مجدد فرماتے ہیں الحمد لله الذی جعلنی صلة البحرین ومصلحا بین الفئتین

حضرت امام مہدی کی بشارت

حضرت نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے میری تمام مرقومات حضرت مہدی آخر الزمان کے نظر سے گزرینگی اور انکی مقبول ہونگی - (۲) حضرت نے فرمایا جو معاملات وکمالات الله تعالےٰ نے مجھ پر فرمائے ہیں وہ امام مہدی تک کسی اور پر نہ ہونگے (۳) حضور نے فرمایا کہ حضرت امام مہدی اس طریقہ کی نسبت حاصل کرینگے اور یہ نسبت ان پر بوجہ اکمل ظاہر ہوگی -

متفرق باتیں

حضرت خضر فوت ہو چکے - مجدد صاحب فرماتے ہیں ایک روز صبح کے وقت حلقہ میں حضرت الیاس وخضر تشریف لائے حضرت خضر نے کہا ہم عالم ارواح سے ہیں -

امام ابو حنیفہ کی تقلید سے آزاد

فرماتے ہیں میںنے دیکھا رسول الله تشریف لائے اور فرمایا تو مجتہد علم کلام ہے اسوقت سے میری رائے علیحدہ ہے اکثر موافق امام اعظم ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح موعود حنفی ہونگے وہ غور فرمائیں کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ حنفی ہونے سے صرف یہ مراد ہے کہ آپکا ماخذ کتاب و سنت ہے -

معجزہ دکھانا ضروری نہیں

مجدد صاحب فرماتے ہیں ظہور خوارق وکرامات از شرط ولایت نیست × چہ ولایت عبارت از قرب الٰہی ست - حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے - کہ مامور کے لئے خوارق ہوتے ہیں ہاں یہ ضروری نہیں کہ اقتراحی معجزات دکھائے جائیں حضرت مجدد فرماتے ہیں :-

"طلب خوارق وکرامات از سر خود نکند اگرچہ آن طلب بطریق خواطر و وساوس

باشند یا ہیچ شنیدہ کہ مومنے از پیغمبرے معجزہ طلب کردہ باشد معجزہ طلبیاں کفار اند واہل انکار۔"

جو لوگ مسلمان ہونے کا دعوی رکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں مرزا صاحب (مسیح موعود) معجزہ دکھائیں تو مانیں وہ حضرت مجدد کے الفاظ معجزہ طلبیاں کفار اند واہل انکار پر غور فرماویں۔

بہشتی مقبرہ خواجہ محمد معصوم فرماتے ہیں حضرت مجدد کو بشارت دی گئی تھی کہ روضہ مقدسہ روضۃ الیست از ریاض جنت میفرمودند کہ مبشر شدہ ام باآنکہ اگر یک مشت از خاک آں روضہ مبشرہ در قبر شخصے بانداز ند امید وار رحمت عظیم فکیف من دفن فیہا ہمارے مقبرہ بہشتی پر جو وحی الہی کے مطابق تیار ہوا۔ اور جس کی نسبت وحی الہی ہے انزل فیہا کل برکۃ اعتراض کرنیوالے اس حوالہ کو آنکھیں کھولکر پڑھیں۔

تعلیم فرماتے ہیں "آنچہ بر ما فقیراں لازم است و دوام ذل است و افتقار و انکسار و تضرع والتجا و ادائے وظائف عبودیت و محافظت حدود شرعیہ و متابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و تصحیح نیات در تحصیل خیرات و تخلیص بواطن و تسلیم ظواہر و رویت عیوب و مشاہدہ استیلاء ذنوب و خوف انتقام علام الغیوب و قلیل پنداشتن حسنات خود را اگرچہ اندک باشند و ترساں و لرزاں بودن از شہرت و قبول خلق۔

یعنی عاجزی انکسار اور احکام شرعی کی تعمیل اور سنت نبوی کے اتباع میں لگا رہے نیکیوں کے حصول اور باطن کو خالص رکھنے اور اپنے گناہوں اور عیبوں پر نظر کرتے رہنے اپنی خوبیوں کو کم اور کمزوریوں کے زیادہ سمجھنے میں مشغول رہے اور اپنی شہرت سے ڈرے اور یہ بھی فرمایا کہ تائید دین اور ترویج شریعت کی خدمت پر غرہ نہ کرے اور اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنے لگے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (اللہ دین کو فاجر سے بھی تائید دے دیتا ہے) اپنی خدمات پر غرور کرنے والے غور کریں۔

۲۔ فرمایا شرائع برائے رفع ہوائے نفسانی وارد شدہ اند ہر قدر بمقتضائے شریعت بعمل در آید ہما نقدر ہوائے نفسانی رو بزوال آرد لہٰذا اتیان یک حکم از احکام شریعت

در ازالہ ہوائے نفسانی بہتر است از ریاضات و مجاہدات کہ بمقتضائے شریعت واقع نشدہ اند مؤید و مقوی ہوائے نفسانی اند برہمناں و جوگیاں در ریاضات و مجاہدات تقصیر نکردہ اند۔ اما ہیچ ازانہا سودمند نہ گشتہ و غیر از تقویت نفس و تربیت آں نہ نمودہ مثلاً یک درم در اداء زکوٰۃ کہ شریعت باں امر فرمودہ است در تخریب نفس سودمندتر است از آنکہ ہزار دینار از پیش خود صرف کند و طعام خوردن در عید فطر بحکم شریعت نافع تر است در رفع ہوا از آنکہ از نزد خود سالہا صائم باشد و دو رکعت نماز بامداد را بہ جماعت ادا کردن کہ سنتے از سنن بجا آوردن است بمراتب بہتر است از آنکہ تمام شب بصلوٰۃ نافلہ قیام نماید و نماز بامداد بے جماعت ادا کنند"

فارسی آسان ترجمہ کی حاجت نہیں آجکل متصوفین خصوصاً نقشبندی حضرات غور کریں کہ وہ کدھر جا رہے ہیں اور مجدد صاحب کیا فرماتے ہیں۔ جن وظائف و اوراد و توجہ وغیرہ میں وہ مشغول رہتے ہیں کیا اس بات کو تاریخ صحیح سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام اسی طرح فرمایا کرتے تھے ہرگز نہیں مجدد صاحب نے تو متصوفین کو مختلف بدعات سے نجات دلانے کے لئے ایک طریق بطور علاج الوقت اختیار کیا اب نقشبندی صاحبان اسے اصل اور قائمقام شریعت ہی سمجھ بیٹھے اور انکی تمامتر توجہ ہمت قلب کے جاری کرنے اور تصور شیخ میں لگی رہتی ہے مجدد صاحب تو بار بار یہی فرماتے کہ سنت کی اتباع کرو سنت کا علم احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے انمیں ہرگز ان لطائف ان مراقبات کا بایں الفاظ ذکر نہیں اور پھر سنت کا عمل تواتر اعمال امت مرحومہ و اولیاء و مجددین سابقہ کے طرز عمل سے ہوتا ہے ان کی نسبت خود نقشبندیوں کو اعتراف ہے کہ یہ طریقہ امام ربانی مجدد الف ثانی نے جاری فرمایا پھر کیوں اپنے بانی سلسلہ کی ہدایت کے خلاف ریاضتیں کرتے ہیں جنکا اب بوجہ ظہور زمانہ نبوت بطور علاج الوقت بھی موقع نہیں۔

مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "در ہر طریق دوام محافظت بہ سنت و التزام بہ متابعت سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ و سعی در ستر احوال و اختیار توسط احوال و مراعات در اعتدال در مطاعم و ملابس از ریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ است"

اور آپکو اسکا یہاں تک اہتمام تھا کہ فرماتے ہیں "اہل سنت ریاضات و مجاہدات بسیار کردہ اند اما چوں موافق شریعت حقہ نیستند بے اعتبار و خوار اند (۲) پس سرمایۂ جمیع سعادات متابعت

سنت است و مبولائے جمیع فسادات خلاف شریعت۔

اسی بنا پر آپ مجلس سرود و مولود خوانی میں تشریف نہ لیجاتے اور ذکر جہر کو بدعت جانتے اور چونکہ ریاضات شاقہ سے ایک قسم کی خشکی دماغ اور اختلاج قلب پیدا ہوکر تخیل بڑھجاتا ہے اور انسان سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے الہام اور مکاشفے ہوتے ہیں اسلئے فرمایا وکشوف والہامات را تا بر محک کتاب و سنت نزنند بر نیم جوے نمے پسندند مقصود از سلوک طریق صوفیہ حصول ازدیاد و یقین است بمعتقدات شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصول یسر است در ادائے احکام فقہیہ نہ امرے دیگر

اب نقشبندی جس طریق پر ہیں ذرا سوچیں کہ وہ خیالی طور پر کمالات اولوالعزم حقیقت ابراہیمی اور موسوی سے گزرتے ہوئے دائرہ لاتعین تک پہنچ جائیں مگر کیا وجہ ہے کہ ان کے اعمال سے یہ حقیقتیں ظاہر نہیں ہوتیں ایک معمولی سے دنیادی امتحان میں وہ فیل ہوجاتے ہیں اور یوں توجہ کے وقت وہ دائرہ معبودیت صرفہ کی سیر قدمی و نظری میں شغل بتاتے ہیں۔ مرزا صاحب کے معاملہ میں کہتے ہیں عیسٰے تو مردے زندہ کرتا تھا اور مرزا صاحب نے کونسا مردہ زندہ کیا اور حضرت مجدد کا یہ قول بھول جاتے ہیں۔ احیاء و امات از لوازم مقام شیخی است مراد از احیاء روحی است نہ جسمی وہمچنیں مراد از امات امات روحیت اور پھر تعجب کہ کہتے ہیں وہ تو پلاؤ کھاتے تھے اچھے کپڑے پہنتے تھے شاید امام ربانی کا یہ قول یاد نہیں رہا۔ ایں بزرگواران در اکل و شرب و معاشرت با اہل و عیال و موافقت با ایشاں باسائر ناس شریک اند در شان انبیاء میفرمائد وما جعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطعام۔

قصہ کوتاہ یہ تو ہے حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیم مگر اب جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں وہ جن باتوں کو اصل دین اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سمجھتے ہیں انہیں ملاحظہ فرمائیے۔ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ عالم امر سے (جو بمجرد امر کن پیدا ہوگئے) قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی اور پانچ عالم خلق سے نفس۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش خدا تعالے نے ان پانچ لطائف کو کہ جواہر مجردہ ہیں) کا تعلق جسم انسان سے پیدا کیا اور وہ اپنی اصلیت بھول گئے مگر تزکیہ نفس و باطن سے پھر اپنے اصل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شغل اول۔ ذکر اسم ذات (اللّٰہ) دل کو جمیع خطرات سے خالی کرے زبان تالو سے لگائے اور اللہ اللہ زبان دل سے کہے توجہ دل کی طرف ہو اور دل اللہ کی الف سے مشتق

کرتے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ قلب ذکر کرتا ہے جب یہ مشق ختم ہو جائے تو پھر یہی ذکر لطیفہ روح سے شروع کرے جو زیر پستان راست بقدر فاصلہ دو انگشت ہے علیٰ ہذا الطور پانچوں لطائف جاری ہو جاتے ہیں پھر تمام بدن سے ذکر اللہ کی مشق کیجاتی ہے اسکا نام سلطان الاذکار ہے اور توجہ تام کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدن اللہ اللہ کر رہا ہے ہر لطیفہ ایک پیغمبر اولوالعزم کے زیر قدم سمجھا جاتا ہے پس اس لطیفہ کا فیض بواسطہ اس نبی کے پہنچنا بیان کرتے ہیں جو لوگ مسمریزم کی مشق کرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسمیں بھی توجہ کا یہی طریق ہے کہ وہ اللہ کی بجائے سوہم یا ایسا کوئی لفظ کہتے ہیں مقصود اس سے یہ ہے کہ تصفیہ باطن ہو اور ایک طرف توجہ کی عادت پڑ کر روحانیت بڑھے اور جسمانیت پر غلبہ ہو اور یہ بات اسلام سے خاص نہیں۔

شغل دوم۔ ذکر نفی واثبات۔ دوزانو بیٹھکر سانس کو ناف کے نیچے بند کرکے بزبان خیال **لا** کو ناف سے کھینچکر سر کی چوٹی تک خیالی طور پر پہنچاتے ہیں اور پھر وہاں سے **الٰہ** کو کھینچکر داہنے کندھے پر اور **الا اللہ** کو کندھے سے قلب پر پھر سانس چھوڑ دیتے ہیں۔ اور **محمد رسول اللہ** خیال میں کہہ لیتے ہیں اس طرح پر حبس دم کی مشق سے مسمریزمی اصول پر ایک طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ لوگ اسے تصوف سمجھتے ہیں۔

شغل سوم۔ اپنے پیر کی صورت دل کے اندر تصور کرکے اپنے آپکو صورت شیخ پر تصور کرتے ہیں آہستہ آہستہ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ ہر چیز شیخ کی صورت پر نظر آنے لگتی ہے اسے فنافی الشیخ کہتے ہیں اسمیں یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ کہا جاتا ہے۔ ذکر تنہا بے رابطہ وبے فنافی الشیخ موصل نہیں اصل بات تو صرف یہ تھی کہ اپنے مرشد برحق کے اتباع میں فنا ہونا چاہئے اور اس سے محبت رکھیں تاکہ اسکی ہر ادا بھا جائے اور وہ اپنے اندر پیدا کر لیجائے مگر خدا رحم کرے ان حضرات پر کہ بت پرستی کے اصول پر کاربند ہو گئے۔

لطائف جاری ہو جانے کے بعد مراقبوں کے ذریعہ پیر اپنے مرید کو بعض مقامات کی روحانی سیر کراتا ہے جو روحانیت میں مومنوں کی مختلف حالتوں کا نام ہے پہلے جمعیت قلب کی کوشش ہوتی ہے تاکہ خواطر قلبی کم ہوں پھر یہ کہ توجہ قلب بسوئے ذات باری رہے اسکا نام حضور ہے۔ پھر مراقبہ ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ ہوتا ہے فاعل حقیقی کے سوا اپنے اور تمام مخلوق کے افعال

سالک کی نظر سے مخفی معلوم ہوتے ہیں پھر اپنے آپ کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے اور قبول تکلیفات شرعیہ میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی اور اسلام کے لئے شرح صدر ہو جاتا ہے پھر ولایت علیا ہے جسمیں ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہوتی ہے غرض اس قسم کے مختلف مراقبے ہیں جنکے نام یہ ہیں کمالات نبوت۔ کمالات رسالت۔ کمالات اولو العزم۔ حقیقت ابراہیمی۔ حقیقت موسوی۔ حقیقت محمدی جس کی نسبت لکھا ہے کہ اس مقام میں تابع کو متبوع سے ایسی مناسبت پیدا ہوتی ہے کہ گویا تابع اور متبوع ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور تابع مثل متبوع کے اصل سے اخذ فیوض کرتا ہے مگر باوجود تابع اپنے آپکو متبوع کا طفیلی جانتا ہے۔ حقیقت احمدی۔ حب صرفہ۔ دائرہ لاتعین حقیقت کعبہ۔ حقیقت قرآن۔ حقیقت صلوٰۃ۔ معبودیت صرفہ۔ جہاں یہ حقیقت کھلتی ہے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کوئی مستحق عبادت نہیں۔ غرض یہ سب واردات ہیں جو مومن پر آتے ہیں لیکن انکے لئے یہ طریق جو ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے مسمرائزر اپنے میڈیم کو کچھ دیر کے لئے کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے اور جب ہوش آتا ہے تو پھر ویسے کا ویسا یا کچھ فرق ہو جاتا ہے ہم نے ایسے لوگ دیکھے جو ان منازل کو بذریعہ توجہ اپنے مرشد سے طے کر چکے ہوتے ہیں مگر امتحان کے موقعہ پر ان کے اعمال سے یہ باتیں ظاہر نہیں ہوتیں الغرض اپنے مرشد سے زندگی پاتے ہیں مگر وہ زندگی حقیقی نہیں ہوتی بلکہ ایسے ہی جیسے کسی عارضی حرارت سے کوئی چیز حرکت کرے حقیقی زندگی بخش وجود مسیح موعود ہے اسی نے احیاء موتیٰ کیا اور ہم میں سے بہتوں کو ان مقامات کی سیر ہی نہیں کرائی بلکہ اپنی ہمت عالیہ و قوت قدسیہ سے ان مقاموں کا وارث بنا دیا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ ہمیں اس برگزیدہ نبی سے ایسے ہی فیض پہنچا۔ جیسے صحابہ کرام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی مشق کی ضرورت نہ پڑی نہ ہم اختلاج قلب اور اس قسم کی بیماریوں کے شکار ہوئے بلکہ ہمارا وہی طریق ہے جو سارے صحابہ کرام کا ہے اور وہی ذوق شوق ہم میں ہے جو انمیں تہا زبانی دعوٰی نہیں ہمارے اعمال سے ظاہر ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا تو ایک عالم کو دکھا دیا۔ کہ دین کے لئے کیونکر مال وجان قربان کئے جاتے ہیں نبی کریم کے اتباع کا دعوٰی کیا تو ہماری ہر حرکت سکون قول فعل بتا رہا ہے کہ ہم کس نبی کے متبع ہیں۔ کیا نقشبندی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے تائید دین

واعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یہ کوشش کی جو احمدی کر رہے ہیں کیا ان کے دلوں میں یہ تڑپ ہے جو احمدیوں میں پائی جاتی ہے پس سنو اے ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیو! مجدد الف ثانی کے نام لیوو! اب مجدد الف آخر کا زمانہ ہے الف ثانی کے فیض کا زمانہ ختم ہوا اور انکی فیض کی نالی اس دریا میں ملگئی پس زندگی کا پانی چاہتے ہو تو اسی چشمے سے ملیگا اب کوئی کھڑکی خاتم النبیین کے دربار میں پہنچنے کے لئے کھلی نہیں مگر یہی۔ حریم قدس میں داخلہ چاہتے ہو تو اس راہ سے آؤ خدا تمہیں توفیق دے۔

خاتمہ مجدد صاحب شاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں تھے آپنے روافض کے رد میں مکاتیب اور رسالے لکھے کسی نے انتقام لینے کے لئے بادشاہ سے کہدیا کہ شیخ احمد سرہندی حضرۃ صدیق ابوبکر سے افضل ہونے کا مدعی ہے طلبی ہوئی آپنے بتایا کہ وہ تو سیر عروج کا حال ہے اکثر صوفیہ بعض صلحائے سلف کے رنگ میں رنگین اپنے آپکو دیکھتے ہیں مگر پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں اور اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی خادم کو ضرورتاً پاس بلائے اور وہ تمام اراکین سلطنت کے مقام سے ہوتا ہوا اسکے پاس پہنچیگا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ اسکا مرتبہ ان اراکین سے بڑا ہو گیا۔ غرض اس قسم کے جواب سے بادشاہ کی تسلی کی مگر بادشاہ کے آگے رکوع سے بڑھکر جھکنے کا جو رواج تہا وہ ادا نہ کیا تو حساد کو بات بنانے کا موقعہ ملگیا اور بادشاہ نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا آپنے قید کا زمانہ بڑے صبر و استقلال سے گذارا اور اپنے روحانی فیض کو جاری رکھا۔ ایک مدت کے بعد پھر بادشاہ نے قید سے آزاد کر دیا اور لشکر کے ساتھ رکھا اجمیر میں آپکو معلوم ہوا کہ میری وفات کا وقت قریب ہے اسکے بعد سرہند میں مکان پر آکر گوشہ نشین ہو گئے ماہ ذی الحجہ میں ضیق النفس کا دورہ ہوا اور ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو وفات پائی +

تاویل المتشابہات حضرت اقدس کے وہ دس الہامات اور کشوف جو از قسم متشابہات ہیں اور انکی تشریح نہایت عمدگی سے مطابق کتاب و سنت کی گئی ہے یہ رسالہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے اور قیمت ۲/ کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے (تشحیذ قادیان)

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۸)

شیعہ۔ ابوبکر و عمر نے جناب سیدہ کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا اس سے ظاہر ہے کہ رسول صلعم کی صاحبزادی کی محبت و حرمت ان کے دل میں کہاں تک تھی۔

احمدی۔ ملا باقر مجلسی وغیرہ کی کتابوں سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر صدیق رضہ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے جناب سیدہ علیہا السلام کی مرض الموت میں کہاں تک تیمار داری کی اور آپ کی حرمت اور ستر کا خیال کرکے بعد وفات کے ملک حبش کی رسم کے مطابق آپکو نعش بنا کے دکھلا بھی دی اور جناب سیدہ نے اسکو پسند فرمایا اور اپنے واسطے اسی طرح نعش بنوانے کی وصیت فرمائی۔ اگر ابوبکر صدیق رضہ کو جناب سیدہ کی حرمت و تکریم کا پاس ہوتا جیسے کہ شیعوں کا خیال ہے۔ تو وہ خلیفہ وقت ہو کر اپنی بیوی کو ان کی خدمت اور تیمار داری کے لئے کیوں بھیجنا گوارا کرتے اور اگر یہ بھیجنا محض دکھلانے اور اشک شوئی کے طور پر تھا تو جناب سیدہ نے محض ان اسماء بنت عمیس کو ہی بمقابلہ دوسری عورتوں کے اپنی تیمار داری کے لئے کیوں پسند اور منتخب فرمایا۔

رہی جنازہ کی بات سو اسکے متعلق بھی ثابت ہوا ہے کہ وہ معذور تھے کیونکہ ان کو اطلاع ہی نہیں دی گئی اور جب انکو خبر ہوئی تو لکھا ہے کہ بعد دفن جناب سیدہ کے وہ جناب علی ع کی خدمت میں آئے اور شکایت کی کہ کیوں انکو اطلاع نہیں دی گئی اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میںنے اسواسطے جنازہ پر نہیں بلایا تھا کہ رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارے ستر کو میرے سوا جو کوئی بھی دیکھ پائیگا۔ اسکی بصارت جاتی رہے گی اسواسطے میںنے نہ چاہا کہ تم کو تکلیف دوں اصل روایت یہ ہے۔

عن الحارث بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ ع قال جاء ابو بکر و عمر الی امیر المؤمنین حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتما انی لم اشہد کما امر رسول اللہ فانہ قال لا یری عورتی احد غیری

الا ذهب بصره فلم اكن لا ذكما به لذلك (دیکھو کتاب خصال محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۷۷ باب فی ان رسول اللہ علم علیناً الف حرف کل حرف یفتح الف حرف)

شیعہ۔ فدک چھین لینے کے بعد بھی کبھی ابوبکرؓ کا جناب سیدہ کے پاس عذر خواہی یا بیمار پرسی کے لیئے آنا مذکور ہے۔

احمدی۔ فدک کی عذر خواہی کے متعلق مورخ دیار بکری لکھتے ہیں دعن الاوزاعی قال بلغنی ان فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم غضبت على ابى بكر فخرج ابو بكر حتى قام على بابها فى يوم حار ثم قال لا ابرح عن مكانى حتى ترضى عنى بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخل عليها فاقسم عليها لترضى فرضيت اخرجه السمانى فى الموافقة (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ مصر باب ذکر میراثہ وترکه وحکمہ فیھا۔

یعنی اوزاعی سے مروی ہے کہ ہمکو روایت پہنچی ہے کہ جناب سیدہ ابوبکر پر ناراض ہوئی تھیں اسپر ابوبکر نکلے اور سیدہ کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے جبکہ دھوپ خوب پڑ رہی تھی اور کہا کہ میں اسجگہ سے ہرگز نہ ہلونگا جبتک رسول مقبولؐ کی صاحبزادی مجھ سے راضی نہ ہوجائے پھر اندر حاضر ہوئے اور انکو قسم دی کہ راضی ہوجائیں اور پھر وہ راضی ہوگئیں۔

اسی طرح بیمار پرسی کے متعلق بھی مورخ موصوف بحوالہ بیہقی شعبی سے روایت لکھی ہے وروی البيهقى عن الشعبى ان ابا بكر عاد فاطمة فى مرضها فقال لها على هذا ابو بكر يستاذن قالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل عليها فرضاها حتى رضيت (خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۳) یعنی شعبی سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق نے جناب سیدہ کی عیادت کی جناب علی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ ابوبکر آئے ہیں اجازت حاضر ہونے کی مانگتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ کیا آپکو پسند خاطر ہے کہ انکو اجازت دیدوں جناب علی علیہ السلام نے کہا کہ ہاں پس سیدہ نے اجازت دیدی اور ابوبکر اندر آئے اور آپکو رضامندی کے لئے عرض کرتے رہے یہانتک کہ آپ راضی ہوگئیں۔

شیعہ۔ اصحاب ثلاثہ کے دفن وکفن میں جناب علی علیہ السلام کا موجود ہونا بھی کہیں آیا ہے یا نہ۔ خصوصاً عثمان کی نسبت ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ انکا جنازہ تو کسی مسلمان

نے نہیں پڑھا تھا۔ انکی لاش کئی دن بے کفن و بے دفن، یہود و یوں کے گورستان میں پڑی رہی۔

احمدی ایسے نکمے اعتراض شیعہ صاحبان اکثر کیا کرتے ہیں مگر ان کا بودا پن ظاہر ہے بھئی۔ اس مشکل کے حل کرنے کے لئے کہ آیا فلاں فلاں دو شخصوں میں باہم اتفاق و وفاق تھا یا شقاق و نفاق۔ خود ان کی زندگی کے حالات اور واقعات پر غور کرنا کافی ہو سکتا ہے نہ کہ بعد الموت ایک شخص کے شامل جنازہ ہونے یا نہ ہونے سے خاصکر جبکہ وہ دونوں شخص ایک ہی شہر کے باشندے ایک جماعت کے ممبر ایک نبی کی صحبت میں ۲۰-۲۳ برس تک استفاضہ کرنیوالے ہم قوم۔ ہم رشتہ۔ ہمسایہ رات دن کی نمازوں میں ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے والے۔ سفر و حضر صلح و جنگ میں ایک دوسرے کو دیکھنے والے ہوں کیا ان کا اخلاص یار یا ان مختلف مراحل زندگی کو طے کر لینے کے بعد بھی ایک دانا و بینا مومن پر مشتبہ رہ سکتا ہے اور اسکی تکمیل کے لئے جنازہ کی حضوری بھی لازمی و ناگزیر ہوتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں لیکن تھوڑی دیر کے لئے میں آپ کے اس معیار ایمانی کو بھی تسلیم کر لیتا ہوں اور جواب عرض کرتا ہوں سنیئے!

اوّل۔ ابوبکر صدیق کی تجہیز و تکفین میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت کا ثبوت فاضل مورخ دیار بکری ابوبکر کے دفن کے ضمن میں لکھتا ہے ونزل فی قبرہ عثمان و علی و عبد الرحمٰن بن عوف والزبیر و سعد بن ابی وقاص۔ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۷۹۔ یعنے انکی قبر میں اترے عثمان و علی و عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین

دوم۔ حضرت عمر فاروق کی تجہیز و تکفین میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت فاضل ابن اثیر مورخ فرماتے ہیں وصلی علیہ صہیب و حمل الی بیت عائشۃ ودفن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و نزل فی قبرہ عثمان و علی والزبیر و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد و عبد اللہ بن عمر۔ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲ ذکر الخبر عن مقتل عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ

سوم۔ حضرت عثمان رض کے نماز جنازہ میں جناب علی علیہ السلام کی شمولیت۔

وقیل شہد جنازۃ علی وطلحہ وزید بن ثابت وکعب بن مالک الخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶ - وصلّی علیہ جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام وابوجہم بن حذیفہ × × × فصلّی علیہ جبیر بن مطعم - وقیل حکیم ابن حزام - ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶

اب فرمایئے جن بزرگوں کے نام ان روایات میں مندرج ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان کا جنازہ پڑھا تھا - آپ کے نزدیک انمیں کوئی مسلمان ہے یا کہ یہ غیر مسلم لوگوں کے نام ہیں - اور دوسروں کو جانے دیجئے جناب علی علیہ السلام اور حسن کے اسمائے گرامی بھی آ گئے ہیں کیا یہ بھی مسلمان تھے یا نہ ؟ پھر آپکو معلوم ہو گا کہ خود جناب علی علیہ السلام کا جنازہ کتنے مسلمانوں نے پڑھا تھا معلوم نہ ہو تو میں عرض کروں - مسعودی کہتا ہے وکان الذی صلی علیہ الحسن ابنہ وکبّر علیہ سبعًا - جلد ۲ صفحہ ۳۱ - یعنے اگر کسی نے جناب علی پر نماز پڑھی تو وہ آپکے صاحبزادے امام حسن علیہ السلام ہی تھے - اور سات دفعہ تکبیریں کہیں -

پھر بے کفن و بے دفن پڑے رہنے کا اعتراض بھی بیہودہ سا ہے - ابن اثیر لکھتے ہیں قیل بقی عثمان ثلاثۃ ایام لا یدفن (جلد ۳ صفحہ ۷۶) یعنے تین دن حضرت عثمان بے دفن رہے انہیں ان کا کیا قصور ہے اور اگر تین دن تک بے گور و کفن رہنا گنہگار ہونے پر دال ہے تو شہدائے کربلا کی نسبت کیا فتویٰ دیجیئے گا جنکی لاشیں بقول آپ لوگوں کے چالیس دن تک خاک و دھول میں آلودہ پڑی رہیں - فما ہو جوابکم وہو جوابنا

پھر یہ جو کہا کہ یہودیوں کے گورستان میں لاش پڑی رہی یہ بھی ثبوت طلب ہے - مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں دفن فی حش کوکب یعنے عثمان رض حش کوکب میں دفن ہوئے اب یہ دریافت طلب ہے کہ حش کوکب کیا چیز ہے اور کونسی جگہ ہے ؟ سو اسکے متعلق وہی مورخ لکھتے ہیں فاتوا بہ حائطًا من حیطان المدینۃ یسمّی حش کوکب - یعنے جنازہ اٹھانے والے انکی میت کو لے آئے ایک باغ میں جو مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ ہی پھر وہی مورخ لکھتے ہیں وقیل انما دفن بالبقیع مما یلی حش کوکب یعنے کہتے ہیں کہ انکو جنت البقیع میں دفن کیا گیا جو کہ حش کوکب سے متصل ہی دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جز ۳ صفحہ ۷۶

شیعہ - کیا جنگ احد و حنین میں ابوبکر و عمر رسول صلعم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - اور

اسطرح خیبر میں بھی بھاگ گئے تھے کسی معتبر تاریخ سے اسکا ثبوت ملنا چاہئے مثلاً طبری سے

احمدی - اس سوال کا جواب غالباً کسی نمبر میں پیشتر شایع ہو چکا ہے مگر چونکہ آپنے تاریخ طبری سے بھی اسکے متعلق تسلّی چاہی ہے اسواسطے میں طبری سے بھی انشاء اللہ ثابت کر دیتا ہوں۔

جنگ اُحد کے متعلق

(۱) فاضل مؤرخ لکھتے ہیں کہ جب ایک جماعت لشکر اسلام میں بھاگ پڑی اور یہ افواہ کفار کی طرف سے اڑائی گئی۔ کہ رسول صلعم قتل ہو گئے اس سراسیمگی اور افراتفری کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے رسول صلعم کو پہچانا وہ کعب بن مالکؓ تھے اور انہوں نے اس طرح شناخت کیا کہ خود کے نیچے آنحضرت صلعم کی چشمہائے نورانی جگمگا رہی تھیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میں دیکھتے ہی بڑے زور سے چلایا یا معشر المسلمین ابشروا ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صفحہ ۱۴۰۶) یعنے اے مسلمانو! مبارک ہو کہ یہ ہیں رسول صلعم۔ اسپر آنحضرت صلعم نے اشارہ فرمایا کہ چپکے رہو پس جب مسلمانوں نے رسول صلعم کو پہچان لیا تو آپکے ہمرکاب ہو گئے۔

ونھض نحو الشعب معہٗ علی بن ابیطالب و ابوبکر بن ابی قحافۃ و عمر بن الخطاب وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام والحارث بن الصمۃ فی رھط من المسلمین (طبری جلد ۳ مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۴۰۷)

یعنے پھر آنحضرت صلعم (پہاڑ کی) غار کی طرف تشریف لے گئے اور آپکے ہمراہ علی بن ابیطالب ابوبکر۔ عمر۔ طلحہ۔ زبیر اور حارث تھے۔

(۲) جب غار میں آپ پناہ گزین تھے تو کچھ کفار پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھے گئے اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدایا یہ لوگ ہم سے اوپر نہ ہو جائیں فقاتل عمر بن الخطاب ورھط معہ من المھاجرین حتی اھبطوھم عن الجبل ونھض رسول اللہ صلعم الی صخرۃ من الجبل لیعلوھا صفحہ ۱۴۱۱

یعنی پس عمر بن خطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے ان کفار سے مقابلہ و مقاتلہ کیا یہانتک کہ انکو پہاڑ کے نیچے کر دیا اور اسکے بعد رسول صلعم پہاڑ کی چٹان

پر تشریف لے گئے تا کہ اوپر ہو جائیں۔

جب آنحضرت صلعم اپنے جان نثار صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی غار میں پناہ گزین تھے اسی وقت ابوسفیان اور عمر رضی اللہ کے درمیان سوال وجواب ہوئے ہیں جنکا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے مورخ مذکور لکھتا ہے لما اجاب عمر ابوسفیان قال له ابوسفیان ھلم یا عمر فقال له رسول اللہ صلعم ائتیہ فانظر ما شانہ فجاءہ فقال له ابوسفیان انشد اللہ یا عمر قتلنا محمداً فقال عمر اللھم لا وانہ یسمع کلامك الآن ص ۱۴۱۷ و ص ۱۴۱۸

یعنی جب عمر رضہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو اسنے کہا اِدھر آ عمر اس پر رسول صلعم نے فرمایا کہ چلے جاؤ دیکھو تو سہی اسکا کیا حال چال ہے۔ جب عمر رضہ اسکے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا قسم ہے خدا کی عمر کہ ہمنے محمد صلعم کو قتل کر دیا تو حضرت عمر نے فرمایا خدا نہ کرے وہ تو تمہاری اس بات چیت کو سُن رہے ہیں۔

(۴) فاضل مورخ نے فراریانِ احد کے جہاں نام لکھے ہیں وہاں ابوبکر وعمر کا نام نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ وفر عثمان بن عفان وعقبہ بن عثمان وسعد بن عثمان رجلان من الانصار حتی (ص ۱۴۱۱) لجلعب جبلاً بناصیۃ المدینۃ الخ (ص ۱۴۱۲) یعنی بھاگے حضرت عثمان بن عفان اور دو شخص انصاری جنکے نام عقبہ اور سعد تھے یہاں تک کہ وہ مدینہ کے پاس جلعب نام پہاڑ تک آگئے۔

اثبات ثبات شیخین در غزوہ حنین :-

فاضل مورخ لکھتے ہیں کہ لوگ بھاگ گئے اور رسول صلعم کی خدمت میں کچھ مہاجر اور انصار اور آپکے اہلبیت کرام میں سے رہ گئے ومن ثبت معه من المھاجرین ابوبکر وعمر ومن اھل بیتہ علی بن ابیطالب والعباس بن عبد المطلب وابنہ الفضل الخ طبری جلد ۳ ص ۱۶۶۰ واقعات ۸ھ

یعنی اور مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے اور اہلبیت کرام میں سے جناب علی علیہ السلام وعباس رضی اللہ اور انکے صاحبزادے وغیرہم رہ گئے تھے۔

تردید فرار شیخین بروز خیبر

جنگ خیبر کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہاں یہودیوں کے کئی ایک قلعے تھے جنکو رفتہ رفتہ لشکر اسلام نے فتح کرنا جناب علی علیہ السلام کے دست مبارک پر مقدر تھا۔ خیبر کے ان موقعوں پر جناب شیخین کو فرار سے متہم کرنا محض بہتان ہے بلکہ بجائے فرار کے ابوبکر و عمر دونوں کی نسبت ثابت ہے کہ کمال جانفشانی سے یہود کے لشکر کا مقابلہ کیا یہ دوسری بات ہے کہ آخری فتح ان کے ہاتھ پر نہ ہوئی اور جناب علی علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوئی لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ خیبر سے بھاگ گئے تھے۔

دیکھئے فاضل مؤرخ لکھتے ہیں فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذته الشقیقة فلم یخرج الی الناس وان ابابکر اخذ رایة رسول اللہ صلعم ثم نهض فقاتل قتالاً شدیداً ثم رجع فاخذها عمر فقاتل قتالاً شدیداً هو اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذلك رسول اللہ صلعم فقال اما واللہ لاعطینها غداً رجلاً یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله یاخذها عنوة ص ۱۵۸

یعنی جب آنحضرت صلعم خیبر میں نازل ہوئے تو آپ کو درد شقیقہ شروع ہوگیا اور آپ اپنے ہمراہیوں کے پاس تشریف نہ لاسکے اور ابوبکر رضہ نے رسول صلعم کا علم لیا اور لڑائی کو نکل کھڑے ہوئے اور سخت مقابلہ کیا پھر واپس آئے تو عمر رضہ نے علم کو لے لیا اور پہلے مقاتلہ سے بڑھ کر جدال وقتال شدید کیا پھر واپس آئے اور اسکی اطلاع رسول صلعم کو دی گئی تو آپنے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کل میں اسکو ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ غالب ہوگا۔ دیکھئے دونوں حضرات کا خیبر کے دن قتال شدید کرنا ثابت ہے پھر خدا جانے شیعوں نے ان کا فرار کہاں سے نکال لیا۔ (خادم حسین)

راستبازوں کی پہچان

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے راستبازوں کی پہچان کے بیس نشانات قرآن مجید سے لکھے ہیں اور پھر انکو حضرت مرزا صاحب پر صادق کر دکھایا ہے نہایت مفید ٹریکٹ ہے عام طور پر شائع ہونا چاہئے۔ قیمت ۰ر

ملنے کا پتہ:- مولوی عنایت اللہ بدوملہوی قادیان ضلع گورداسپور

نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تعجب ہے کہ بعض لوگ دعویٰ اسلام رکھتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی مطلقاً نہیں آسکتا حالانکہ آپکا خاتم النبیین ہونا چاہتا ہے کہ آپ کے بعد آپکی اُمت سے نبی آئیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ماننے سے آنحضرت کی عزت لازم آتی ہے بحث کے ثابت کرنے کے لئے دو قسم کے دلائل دئے جاتے ہیں۔ عقلی۔ نقلی پس ان ہر دو میں سے ایک ایک دلیل "نبوت بعد نبی کریم" ذیل میں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

عقلی دلیل عقلی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور تمام نبیوں کا سردار ہونا ہی چاہتا ہے کہ آپکی امت سے نبی مبعوث کئے جائیں کیونکہ اس سے آپکی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ ایسے نور الہدیٰ اور سراج منیر ہیں کہ آپکی کامل اتباع کے ساتھ اور آپکے نور سے منور ہوکر انسان نبی بن سکتا ہے پس امت محمدیہ میں سے نبیوں کا مبعوث ہونا نبی کریم کے لئے فخر کا موجب ہے نہ کہ ہتک کا مثلاً اگر کسی استاد کے شاگرد اعلیٰ درجہ پر پاس ہوں تو اسمیں استاد کی عزت ہوتی ہے نہ کہ ہتک۔ اسی طرح اگر نبی کریم کے شاگردوں میں سے بھی اعلیٰ شاگرد جو کہ نبی ہوں نکلیں۔ تو اس سے رسول کریم کی عظمت ظاہر ہوگی۔ جیسے کہ اسی مضمون کو مسیح موعود اپنی کتاب "الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" میں اسطرح مرقوم فرماتے ہیں۔ "والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الرسل الذی اقتضیٰ ختم نبوتہ ان تبعث مثل الانبیاء من امتہ" کہ نبی کریم کی ختم نبوت ہی اس امر کی مقتضی ہے کہ آپکی امت سے انبیاء جیسے انسان مبعوث کئے جائیں۔

نقلی دلیل اب ہم قرآن کریم سے دیکھتے ہیں کہ قرآن نبوت کے دروازہ کو مفتوح قرار دیتا ہے یا مسدود۔ پس جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں تو ہم سورہ اعراف ع ۴ میں یہ آیت لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اس آیت سے

ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں رسول آتے رہینگے کیونکہ یاتین مضارع ہے جو کہ بنون ثقیلہ ہے جسمیں استقبال کے معنے پائے جاتے ہیں جو سورہ نساء میں خداتعالےٰ فرماتا ہے کہ ومن یطع اللہ والرسول اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیماً۔ اس آیت میں چار گروہوں کو منعم علیہ قرار دیا گیا ہے جو کہ اللہ اور رسول کے مطیع ہونے سے بن سکتے ہیں پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ اور رسول کریم کی اطاعت سے نبی بن سکتے ہیں جو کہ لفظ من النبیین سے ظاہر ہے اسلئے کہ اگر امت محمدیہ میں نبوت بند ہوچکی تھی تو پھر کیا من النبیین فضول لایا گیا۔ یا کیا نعوذ باللہ خدا کو معلوم نہیں تھا کہ امت محمدیہ میں تو نبوت بند ہوچکی ہے اسلئے من النبیین کا لفظ نہیں چاہیے۔

چوتھا منعم علیہ گروہ خدا نے نبیوں کو قرار دیا ہے کہ اگر امت محمدیہ میں نبی نہ آئیں تو اتمام نعمت کیا ہوئی کیونکہ اعلیٰ درجہ سے تو وہ محروم ہے حالانکہ خداتعالےٰ فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ پس اتمام نعمت کیلئے ہی خداتعالےٰ نے من النبیین کا لفظ لگایا کہ امت محمدیہ سے نبی آسکتے ہیں۔ اور اس امت سے اتباع رسول کریم سے نبیوں کا آنا ہی ایک اللہ کا فضل ہے پس ہمپر واجب ہے کہ ہم ذو الفضل العظیم کے مشکور ہوں کیونکہ خداتعالےٰ فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ پھر حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً مظہر ہے کہ آپکے بعد نبی آسکتے ہیں کیونکہ اگر نبی نہیں آسکتے تھے تو آپ اپنے فرزند ارجمند کیلئے بعد نزول آیت خاتم النبیین مندرجہ بالا الفاظ نہ فرماتے۔

لانبی بعدی اگر کوئی کہے کہ حدیث لانبی بعدی بتا رہی ہے کہ رسول کریم کے بعد کسی قسم کی نبوت نہیں تو اسکے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب پہلا جواب یہ ہے کہ اسمیں لا نفی جنس کا نہیں ہے اسلئے کہ یہاں پر حضرت علی کو خطاب ہے کیونکہ یہ حدیث آپنے اسوقت بیان فرمائی جبکہ آپ جنگ تبوک کے لئے جانے لگے اور حضرت علی کو مدینہ پر خلیفہ چھوڑا۔ حضرت علی آپکے پاس گئے اور عرض کیا کہ آپ جنگ پر تشریف لیجاتے ہیں۔ اور مجھکو یہاں مدینہ میں چھوڑتے ہیں تو اسوقت حضرت علی کو رسول کریم نے مخاطب کرکے فرمایا کہ الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ ولکن لانبی بعدی یہیں

اس سے تو حضرت علی کی نبوت کی نفی ہے نہ کہ کسی اور کی کیونکہ حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً۔ اور پھر یہ حدیث ثم یہبط نبی اللہ عیسیٰ سے بتا رہی ہے کہ آپ کے بعد نبی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا جواب دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر لا یہاں پر نفی جنس کا ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں لفظ بعد بمعنی مع آیا ہے جیسے کہ اقرب الموارد جلد ۱ صفحہ ۵۰ میں یہ لکھا ہے کہ بعد نقیض قبل وقد یجیٔ بمعنی مع لقولہ فعلت لھا فلق الیک قانی۔ حرام دانی بعد ذالک لبیب تو اس حدیث کے یہ معنے ہونگے کہ لا نبی معی یعنی میرے ساتھ کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا خواہ شرعی ہو یا غیر شرعی اس واسطے کہ جب حضرت علی رضہ کو ہارون کے مشابہ قرار دیا تو اس سے یہ شبہ پڑ سکتا تھا کہ حضرت ہارون تو نبی تھے کیا حضرت علی بھی نبی ہیں تو فرمایا کہ الا انہ لا نبی بعدی کہ جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کے ساتھ نبی تھے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھرون نبیاً تو میرے ساتھ نبی نہیں اور لو کان بعدی نبی لکان عمر کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر میرے ساتھ کوئی نبی ہوتا ہوتا تو وہ حضرت عمر رضہ ہوتے اس واسطے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق بعض دفعہ قرآن اترتا تھا جیسے کہ اساری بدر اور مسئلہ حجاب وغیرہ میں اترا۔

تیسرا جواب تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر بعدی کے معنے بعد موتی کے نہیں ہیں۔ کہ ہم یہ معنے لیں کہ آپکی موت کے بعد کوئی نبی نہیں تو حضرت ہارون کی مثال اس طرح حضرت علی رضہ پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ حضرت ہارون قبل وفات حضرت موسیٰ کے فوت ہو گئے تھے دوسرے یہ کہ اگر اسکے معنے بعد موتی کے لئے جائیں تو یہ حضرت عائشہ رضہ کے قول کے خلاف ہونگے جیسے کہ تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ میں لکھا ہے عن عائشۃ رضہ قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ تم خاتم النبیین کہو اور لا نبی بعدہ نہ کہو اور یہ قول حضرت عائشہ کا حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد ایسے نبی کا نہ آنا ہے کہ جو شریعت محمدی کو منسوخ کرے۔

تطبیق بین القولین پس دونوں قول یعنی لا نبی بعدی اور لا تقولوا لا نبی بعدہ سے جو بظاہر مخالف معلوم ہوتے ہیں اس طرح تطبیق ہے کہ لا نبی بعدی سے مراد تو لا نبی بعد ذہابی الی یوم ... ہے کہ یعنے جس طرح حضرت

ہارون حضرت موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد نبی تھے تو بھی باقی باتوں میں تو مجھ سے ہارون کے مشابہ ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ حضرت ہارون تو نبی تھے لیکن تو میرے جنگ تبوک پر جانے کے بعد نبی نہیں ہے استدلال از آیت ثم اتخذتم العجل من بعدہٖ وانتم ظلمون تو یہاں من بعدہٖ کے معنے من بعد ذھابہٖ علی جبل طور کے ہیں اور حضرت عائشہ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ موتہٖ ۔ یہ مت کہو کہ رسول کریم کی موت کے بعد کوئی نبی نہیں کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً ۔ استدلال از آیت ولقد اٰتینا موسیٰ الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل ای من بعد موتہٖ بالرسل یعنے حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد رسول کو بھیجا جب نقلی و عقلی دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ آنحضرت کے بعد نبی آ سکتے ہیں تو بعد اسکے نبوت مسیح موعود پر دو منطقی برہان ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں منطق کا دوسرا نام میزان بھی ہے یعنے جو افکار صحیحہ اور افکار فاسدہ کے جانچنے کی ترازو ہے کہ افکار صحیحہ کون ہیں اور افکار فاسدہ کون ؟

دلیل اول پہلی دلیل از روے منطق شکل اول جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اس طرح ہے

(صغریٰ) حضرت صاحب پر کثرت سے اللہ تعالےٰ نے وحی نبوت مشتمل بر اخبار غیب ظاہر کی ہے۔

(کبریٰ) اور جس پر کثرت سے اللہ تعالےٰ نے وحی نبوت مشتمل بر اخبار غیب ظاہر کی ہے وہ رسول ہیں

(نتیجہ) حضرت صاحب رسول ہیں

(ثبوت صغریٰ) حضرت صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے جو کہ فریق ثانی کے مسلمات سے ہیں جیسے کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں "صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت مشرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے پھر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اے نادانو ! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی

نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور مسیح موعود کے نام سے پکارا اور اسنے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو کہ تین لاکھ تک پہنچتے ہیں انتہی۔

ثبوت کبریٰ۔ ثبوت کبریٰ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے غیب کو کثرت سے کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو وہ پسند کرتا ہے رسولوں میں سے۔ پس جب قضیتین صحیح ہوئے تو نتیجہ بھی کہ حضرت مرزا صاحب رسول اللہ ہیں بکمال وضوح صحیح ثابت ہوا۔

دلیل ثانی | دوسری دلیل حضرت صاحب کی نبوت پر برہان انی ہے اور انی کی یہ تعریف ہے کہ جسمیں معلول سے علت کی طرف دلیل لی گئی ہو اور وہ بشکل اول اس طرح پر ہے۔

(صغریٰ) اسوقت دنیا میں قسم قسم کے عالمگیر عذاب آرہے ہیں

(کبریٰ) اور جب بھی دنیا میں قسم قسم کے عالمگیر عذاب آئے ہیں۔ اسوقت نبی یا کوئی رسول آیا ہے۔

(نتیجہ) اسوقت نبی یا کوئی رسول آیا ہے!

(ثبوت صغریٰ) صغریٰ مسلم فریق ثانی بلکہ تمام دنیا مانتی ہے کہ اسوقت کثرت سے عذاب آرہے ہیں اور کوئی ملک خالی نہیں جسمیں کسی نہ کسی قسم کا عذاب نہ آیا ہو کسی جگہ طاعون پھیلا اور کسی ملک میں زلزلے آئے کہیں قحط پڑا۔ اور کسی جگہ لڑائیوں سے لوگ تباہ ہوئے اور کسی جگہ سیلاب کثرت سے آئے۔ بہرحال اسوقت دنیا نے قسم قسم کے عذابوں کا منہ دیکھا۔

(ثبوت کبریٰ) ثبوت کبریٰ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کہ ہم کسی قوم یا کسی ملک یا تمام عالم کو عذاب میں گرفتار نہیں کرتے

جبتک کہ ہم کوئی اپنا رسول نہیں بھیج لیتے۔ جو کہ انکو ہدایت کی طرف بلائے پس جب وہ آگے سے انکار کر دیتے ہیں تو پھر ہم انکو قسم قسم کے عذابوں میں گرفتار کر دیتے ہیں جیسے کہ حضرت نوح ع کی قوم نے حضرت نوح ع کی تکذیب کی تو انپر طوفان عظیم آیا پھر اسی طرح حضرت لوط اور حضرت موسیٰ کے وقت میں عذاب آئے۔ علیٰ ہذا القیاس جب کبھی انبی آئے اور لوگوں نے انکار کیا تو عذاب میں مبتلا ہوئے اور جس کی تائید کے لئے خدا نے اسوقت قسم قسم کے عذابوں میں مخلوق کو گرفتار کر لیا ہے وہ حضرت مرزا صاحب ہیں اسلئے حضرت صاحب رسول اور نبی ہیں پس جب حضرت صاحب کا رسول ہونا ثابت ہوگیا تو اب آپکا منکر اس آیت ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا کے وعید سے ڈرے کیونکہ مذکورہ بالا چاروں گروہوں کو خدا تعالےٰ نے کافر ٹھہرایا ہے جنمیں سے بعض رسولونکو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا پس تم بھی جلدی سے نیکی کی طرف لوٹو اور مندرجہ ذیل شعر کے عامل بنو ؎ یہ کیسے پڑ گئے دلپر تمہارے جہل کے پردے ؛ خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ بوئے ایماں ہے ھذا القدر یکفی لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھیدٌ ؏

(جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

طوفان حیات میرے ایک مہربان جناب سالک بٹالوی نے راشد الخیری مشہور اہل قلم سے (جنہیں فسانہ نگاری میں کمال حاصل ہو اور جن کی زبان نہایت شستہ اور موثر ہے) یہ کتاب لکھوائی ہے جسمیں رسوم غیر شرعی کی برائیاں واضح کی گئی ہیں اور دکھایا ہے کہ پیر پرستی اور خلاف شریعت رسموں نے کیونکر ایک کھاتے پیتے گھرانے کو تباہ و برباد کر دیا قصہ اول سے آخر تک دردناک۔ عبرت انگیز۔ نصیحت خیز ہے اور نہایت دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے میں اپنے احمدی احباب خصوصاً ان اصحاب کو جو مجھسے اپنی خواتین کے لئے پڑھنے کے قابل کتابیں پوچھتے رہتے ہیں نہایت خوشی سے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ کتاب منگوا کر پڑھیں پڑھائیں زبان اردو بھی آجائیگی اور معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور امور خانہ داری کا سلیقہ بھی آئیگا قیمت ایک روپیہ (عہ/)

ملنے کا پتہ :- ابو رشید محمد عبد المجید صاحب سالک مہتمم مکتبہ ادبیہ ایکرو روڈ لاہور

یدفن معی فی قبری

اول بتائیں کہ یہ حدیث مشکوٰۃ کی کس فصل میں ہے اسکے نیچے تو لکھا ہے رواہ ابن جوزی ابن جوزی تو چھٹی صدی میں ہوئے ہیں اور یہ وہی بزرگ ہیں جس نے حضرت غوث پاک پر کفر کا فتویٰ دیا بس چھ سو سال بعد کی روایت کو اگر حضرت اقدس نے تسلیم کیا ہے تو ان کے معنے بھی تسلیم کرنے چاہئیے دیکھو کشتی۔

دوم - ایک حدیث ہے فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر ایک میں ہے یکون قبرہ رابعاً ایک میں ہے معی فی قبری۔ ان تینوں روائتوں میں سچی کونسی ہے۔

سوم - بخاری شریف فضائل اصحٰب النبی باب قصۃ البیعۃ میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو یستاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ کہ عمر اجازت مانگتا ہے اپنے رسول و ابوبکر کے ساتھ دفن کیا جائے تو حضرت عائشہ نے جواب دیا - کنت ارید لنفسی ولاوثرنہ بہ الیوم علٰی نفسی (میں اس قبر کی جگہ کو اپنے لئے ارادہ رکھتی تھی مگر آج ایثار کر کے عمر کو دیتی ہوں)

اسپر فتح الباری جو بخاری کی شرح ہے لکھا ہے قول عائشۃ فی قصۃ عمر کنت اریدہ لنفسی یدل علٰی انہ لم یبق الا موضع قبر واحد یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ایک ہی قبر کی جگہ خالی تھی پس باوجود دفن ہونے رسول کریم اور ابوبکر اور عمر کے اب کوئی جگہ ہی باقی نہیں جس میں حضرت عیسےٰ دفن ہوں ورنہ حضرت عائشہ بھی دفن ہو سکتی تھیں

چہارم - حضرت عائشہ نے وصیت کی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کرنا۔ تاکہ دوسری ازواج پر مجھے کوئی فضیلت نہ دی جائے اصل الفاظ صحیح بخاری میں ہیں۔

باب ماجاء فی قبر النبی عن عائشۃ انہا وصت عبداللہ بن زبیر لاتدفنی معہم وادفنی مع صواحبی بالبقیع لا ازکی بہ احداً

اب اگر عیسےٰ بن مریم نے روضہ رسول میں دفن ہونا تھا تو حضرت عائشہ فرمائیں کہ وہاں تو ایک ہی قبر کی جگہ باقی ہے وہ حضرت عیسےٰ کے لئے ہے اسلئے مجھے دوسری جگہ

دفن کرتا مگر آپنے ایسا نہ فرمایا کیونکہ عیسٰے کے دفن ہونے کے متعلق صحابہ کرام میں کوئی خیال نہ تہا نہ جگہ تھی اگر کوئی خیال ہوتا تو وصیت کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ جگہ تو حضرت عیسٰے کے لئے مقرر ہو چکی تھی۔

پنجم۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت نبی کریم نے اپنی خصوصیت فرمائی انا سید ولد آدم و اول من ینشق عنه القبر (جلد دوم کتاب الفضائل) یعنے میری قبر سب سے پہلے قیامت کے دن کھلیگی۔ اب اگر حضرت عیسٰے بھی اسمیں دفن ہوں تو وہ اس خصوصیت میں شریک ہوجائینگے اور خصوصیت نہ رہیگی۔

ششم۔ حضرت عائشہ نے تین چاند اپنی گود میں دیکھے بس اگر حضرت عیسٰے کی قبر بھی ہونی ہوتی تو چار چاند دیکھتیں۔

ہفتم۔ اگر یدفن معی کے یہ معنی ہیں کہ ضرور ساتھ ہی دفن ہو۔ تو توفنا مع الابرار کے معنے ہونگے کہ نیکوں کے ساتھ ہی ہماری جان قبض ہو جائے۔

ہشتم۔ ثم اماته فاقبره سے ظاہر ہے کہ یہ برزخی قبر مراد ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ بعض انسانوں کو خدا نہیں مارتا کیونکہ اگر خدا مارے تو ضرور ہے کہ وہ قبر میں بھی جائیں حالانکہ کئی دریا میں مرتے اور کئی جلائے جاتے ہیں پس مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود عالم برزخ میں رسول اللہ کے ساتھ ہو گئے حدیث میں یہ بھی ہے القبر روضة من ریاض الجنة۔ یہ قبر بھی ڈیڑھ ہاتھ کی مراد نہیں ہو سکتی بلکہ برزخ کی قبر مراد ہے۔

نہم۔ رسول اللہ کا مقبرہ کھولنا یا قبر اکھاڑنا ایک مردہ کی تدفین کے واسطے کیا یہ بے ادبی نہیں ذرا کسی سے کہکر تو دیکھئے کہ تمہارے باپ کی قبر اکھاڑی جائے گی۔

حربۂ احمدیہ غیر احمدیوں سے پچپن سوال جس کا جواب سوائے احمدی ہو جانے کے کچھ بھی نہیں۔ سلسلہ کے مشہور اہل قلم ماسٹر احمد حسین فرید آبادی کی قلم سے قیمت ۱/۰ جھوک مہدی والی۔ مولنا غلام رسول صاحب راجیکی کی یہ نظم پنجابی جو پنجاب کے دلاویز جھوک نام گیت کی طرز پر ہے نہایت مقبول ہوئی ہے بعد نظر ثانی مصنف نہایت اعلیٰ کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ ملنے کا پتہ۔ مولوی محمد عنایت اللہ بردوہلوی۔ قادیان ضلع گورداسپور

چند سوالات

Digitized by Khilafat Library

اثنا عشری اصحاب سے

(۱) اصول مذہب شیعہ پانچ ہیں - توحید - عدل - نبوت - امامت - قیامت اور اہلسنت کے ہاں بھی پانچ ہیں - ایمان باللہ - ایمان بالملئکۃ - بالرسل - بالکتب - بالبعث بعد الموت شیعوں کے اصول میں عدل اور امامت گویا ایمان بالملئکۃ اور بالکتب کے قائمقام ہیں۔

اہلسنت کے اصول کا ماخذ قرآن ہے اور ان کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر بصراحت تمام ہے مثلاً آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الخ اور دوسری جگہ بصیغہ امر حکم ہوتا ہے کہ یاایھا الذین آمنوا امنوا باللہ الخ اب دریافت طلب یہ ہے کہ عدل اور امامت پر ایمان لانیکا ذکر قرآن میں کہاں ہے - اور پھر خصوصاً در ذیل احکام ایمانیات۔

(۲) خداتعالےٰ نے قرآن میں آیت استخلاف میں فرمایا ہے کہ میں ضرور خلیفے بناؤنگا تم میں سے اور بقول شیعہ کے آنحضرت صلعم نے جناب علی علیہ السلام کو باقاعدہ خلیفہ بھی بنا چھوڑا تھا۔ لیکن خلیفے ابوبکر و عمر ہو گئے اور ان کی خلافت کو غصب کر لیا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے واللہ غالب علیٰ امرہ اور لایخلف المیعاد - لیکن ان ارشادات الہیٰ کے مخالف واقعہ ہوا۔ پس اس سے لامحالہ دو نتیجے نکلتے ہیں کہ یا تو سرے سے علی علیہ السلام کو خلیفہ اور خصوصاً خلیفہ بلافصل نہیں بنایا گیا تھا۔ یا خدا اپنے امر میں غالب نہیں ہے اور نہ اپنے وعدہ کا پاس کرتا ہے یا یہ ثابت کرنا چاہئے کہ پہلے بھی ہر خلیفے ہو گذرے ہیں جنکو خدا اور رسول نے تو خلیفہ بنایا تھا مگر حریفوں نے انکی خلافت کی دال گلنے نہ دی۔

(۳) جناب علی علیہ السلام کو اگر بعد رسول صلعم خلیفہ بلافصل مانا جائے اور ان تمام مطاعن کو جو شیعہ برخلاف صحابہ کرام کیا کرتے ہیں حق بجانب مانا جائے مثلاً یہ کہ اصل قرآن کو محرف مبدل کیا گیا اور فدک غصب کر لیا۔ تمام احکام دین میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا گیا - بدعات کو جاری کیا گیا - اور حضرت علی علیہ السلام ان سب واقعات کو دیکھتے رہے اور مخالفین دین اور غاصبین کے معترض نہ ہوئے کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں

نے خلافت رسول صلعم کے اہم کام اور ذمہ واری کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس موقعہ پر ان کا فرض تھا کہ وہ اپنی جان و مال سے حفاظت دین متین کی فرماتے اور جو کچھ بھی انکو خطرات اور مصائب پیش آتے جوانمردی اور خداداد شجاعت سے ان کا دفعیہ فرماتے اگر اس کوشش میں انکی جان بھی چلی جاتی تو پروا نہ کرتے اس جوانمردی میں ان کا نام نامی اور بھی زیادہ عزت و احترام سے لیا جاتا۔ اور آئندہ نسلوں میں ہمیشہ بڑے فخر سے انکا ذکر خیر ہوتا۔

(۴) کتب احادیث شیعہ میں پانچوقتی نمازوں کا ذکر ہے اور اُن کے اوقات علیحدہ علیحدہ بتلائے گئے ہیں اور علاوہ فرائض کے نوافل کا بھی حکم ہے اور سخت تاکید آئی ہے کیا وجہ ہے کہ شیعہ صرف تین اوقات میں پانچ نمازیں ادا کر چھوڑتے ہیں اور صرف فرائض پر انکا عمل ہے نوافل بالکل ترک کر دیئے ہیں۔

(۵) نماز جمعہ جس کا ذکر قرآن میں صریحاً آیا ہے شیعہ اسوقت بالکل تارک ہیں۔

(۶) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جو منجملہ چار کتب معتبرہ احادیث شیعہ کے ہے اسمیں ایک حدیث ہے کہ جو قبر کی تجدید کرے یا نقل بنائے وہ اسلام سے خارج ہے من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام کیا اس سے تعزیہ بنانیکی ممانعت صاف طور پر ثابت نہیں

تشحیذ الاذہان کی کتب

احمدی علم کا ترجمہ کیا ہوا قرآن شریف معہ تفسیری نوٹوں کے موسومہ حیدرآبادی قرآن شریف ہے کلام محمود ۴ر مباحثہ شملہ ۳ر مباحثہ امرتسر ۲ر انوار خلافت ۱۰ر برکات خلافت ۶ر مجموعہ الہامات مکمل ہر سہ حصہ پیغام حق ۴ر صداقت مرمیہ عہ چمکار محمدی ۴ر نبی کریم کی سوانحعمری پنجابی نظم میں۔ چمکار محمدی ۸ر چشمہ ید واقعہ صلیب عہ خطبات نور بردو عہ القار ربانی ۲ر عصمت انبیاء غلامی ۳ر القول المحمود ۸ر حقیقت نزول المسیح ۱۰ر احمدی زرگر ۴ر البرق ۲ر طبیب روحانی ۲ر مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ۔ قبولیت دعا کے چھیاسی گر ۱ر لیکچر سیالکوٹ ۲ر دافع البلاء ۱ر بارہ قرآن شریف ترجمہ شیخ یعقوب علی صاحب ۸ر خصوصیات مسیح ۱ر الوصیت پر نظر ۱ر الکفر الملۃ قصیدہ جہلویہ ۔ رموز کہہ سیدہ ۱ر مرہم عیسےٰ ڈبی کلاں ۱۲ر ڈبی خورد ۱۰ر ڈبی درمیانی ۱۲ر اسرمایات ۱ر

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ نومبر ۱۴ء)

پیشگوئی نمبر ۷۰

انعام ع ۱۵ ۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ اور کئے ہمنے ہر ایک بستی میں اکابر مجرم لوگ ۔ تاکہ وہ مکاریاں کریں اُسمیں اور وہ مکاریاں انہیں کے پیش آتی ہیں لیکن نہیں شعور کرکے سمجھتے ۔

آیت ہذا میں اہل مکہ کے اکابر مجرم ابوجہل ۔ ابولہب وغیرہ کے حق میں یہ پیشگوئی سنائی گئی تھی جبکہ وہ بڑے زور میں تھے انہوں نے آنحضرت کے قتل کرنے میں جو مکاریاں کیں ۔ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں آخر انجام وہی ہُوا جو پیشگوئی میں فرمایا گیا تھا کہ اپنے ہی مکروں میں پھنس کر ہلاک ہونگے سو خدا کی بات پوری ہوئی ۔

پیشگوئی نمبر ۷۱

انعام ع ۱۵ ۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ (ترجمہ) بہت قریب وہ ساعت ہے کہ پہنچیگا اہل مکہ کے مجرموں کو عذاب ذلت و ہلاکت شدید کا اللہ کی جانب سے بسبب اسکے کہ تھے بری بری تدبیریں کرتے ۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کے مجرموں کے لئے عذاب شدید کی پیشگوئی موجود ہے ۔ اور انکو عذاب کی پیشگوئی بار بار اسلئے سنائی گئی اور پے در پے متنبہ کیا گیا تا وہ ڈر جائیں اور اپنے حقیقی خدا اور رسول کی اطاعت بجا لاویں کیونکہ یہ انذاری پیشگوئیاں ہیں جنکا ٹلجانا انکی سنت قدیمہ میں داخل ہے پر اہل مکہ نہ ٹلے ہلاک ہوئے ۔

پیشگوئی نمبر ۷۲

انعام ع ۱۶ - وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ (ترجمہ) اے نبی تیرا پروردگار بڑا غنی بے پروا غیر محتاج صاحب رحمت کا ہے اگر وہ چاہے لیجاوے تمکو اور بطور خلیفہ لے آوے بعد تمہارے جسے چاہے چنانچہ پیدا کیا تھا تمکو بھی کسی قوم دیگر کی ذریت سے -

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کو خبر سنا دی کہ وہ چاہیگا کہ تمہیں ہلاک کر دے الا ماشاء اللہ اور تمہاری ذریت سے یا دوسری کسی قوم کی ذریت کو پیدا کر کے اپنے نبی کے فرمانبردار بنا دے سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ دیگر اقوام کی ذریت مسلمان ہو گئی -

پیشگوئی نمبر ۷۳

انعام ع ۱۵ - قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اے نبی کہدے اپنی قوم اہل مکہ کو کہ جو کچھ تم میرے بارے میں کرنا چاہو اپنے مکانوں - معبدوں میں بد دعا یا کوئی اور تدبیر جو کرنی چاہو کر لو اور میں بھی دعائیں مانگتا ہوں اور تبلیغ رسالت کر رہا ہوں - پس بہت ہی جلد جان لوگے کہ کس کے واسطے عاقبت کا گھر جنت ہے بیشک وہ خدا ہم دونوں میں سے ظالم جو ہو اسے کبھی نجات اور کامیابی اور بامرادی کی راہ نہیں دکھا ئیگا -

پس آیت ہذا میں ایک قسم کے مباہلہ کے انجام کی پیشگوئی ہے جو آخر اہل مکہ کے حق میں بد انجام لائی تھی - اور ابو جہل نے جو مباہلہ کے رنگ میں دعا مانگی وہ یہ ہے اللھم من کان منا افسد فی القوم واقطع للرحم فاحنہ الیوم یعنے اے خدا جو ہم دونوں میں سے تیری نگاہ میں مفسد ہے اور قوم میں پھوٹ ڈال رہا ہے اور قطع رحم کرتا ہے آج اسکو تو ہلاک کر دے -

پیشگوئی نمبر ۷۴

انعام ع۱۸ - فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا - (ترجمہ) اگر مکہ والے جھٹلاتے ہیں تجھکو پس اعلان کرو کہ رب تمہارا صاحب رحمت کھلی کا ہے اور اسکے عذاب کو بھی کوئی روکنے کی جرأت نہیں رکھتا جو قوم مجرم پر آتا ہے اور اسی طرح جھٹلایا انبیار کو ان لوگوں نے جو پہلے ان سے تھے اور مزہ چکھا انہوں نے عذاب جنگ ہمارے کا -

آیت ہذا میں ایک زبردست پیشگوئی ہر کہ جھٹلانے والوں پر ضرور عذاب اللہ کا آنیوالا ہے جیسا کہ اسکی سنت قدیمہ میں یہ قانون واضح ہے - کہ جس قوم نے انبیار کی مخالفت کی اور لڑائی کی وہ ہلاک ہوا - سو اب بھی اہل مکہ کو ہوشیار رہنا چاہیئے کہ عذاب جنگ وغیرہ کا ضرور ہی آئیگا پس خدا کی بات پوری ہوئی -

پیشگوئی نمبر ۷۵

انعام ع۱۸ - قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ - (ترجمہ) یعنے اے نبی پکار کر کہدے کہ خدا تعالےٰ کے دلائل قاطع دلوں تک تدریج پہنچنے والے ہیں اور اگر اللہ تعالےٰ چاہیگا ہدایت کریگا تم سب کو -

سو خدا تعالےٰ نے اپنی اس پیشگوئی کو خطہ عرب میں پورا کر کے دکھایا - جہاں کوئی بجز مسلمان کے نظر نہیں آتا -

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم سیدنا محمود)

حدیث خالد بن مخلد۔ احد نبی شقیق۔ سلیمانؑ کے بیٹے کی ایک شق ماری ہوئی تھی۔ اس شق سے مراد دینی شق ہے وہ دین سے بے بہرہ تہا وہ جب سلطنت پر بیٹھا تو اسی وقت بنی اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

حضرت سلیمان نے جب وفات پائی تو رؤسا اور نواب اسکے پاس حاضر ہوئے اور اسے تخت پر بیٹھنے کی مبارکدی اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا اسنے یہ سنتے ہی انکو کہا کہ تم اطاعت اپنی خوشی سے کروگے نہیں تو میں تمہیں جوتوں سے سیدھا کرونگا اور تمہاری اچھی طرح خبر لونگا کسی نے یوں کہنا اسے اسلئے سکہایا کہ اسکا رعب اور دبدبہ اچہا بیٹھے گا اسلئے وہ برافروختہ ہوئے اور آپسمیں باہر نکلکر مشورہ کر کے اپنا ایک بادشاہ بنالیا اور حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کے ہاتھ میں صرف تہوڑا سا حصہ ملک کا رہ گیا تو اسکی شق ماری ہوئی تہی وہ دینی شق ہی تہی ورنہ ویسے تو وہ ثابت الجسد پیدا ہوا تھا۔

حدیث عمرو بن حفص۔ حیثما ادرکتک الصلوٰۃ فصلّ۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ نماز مسجد میں ہی جاکر کے پڑھینگے اور اس خیال سے وہ اپنی کئی نمازیں ضائع کر دیتے ہیں اسلئے نبی کریم صلعم نے فرمایا جہاں نماز کا وقت آجاوے وہیں نماز پڑھ لیا کرو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جماعت کو حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیجاتی تو اپنے گھروں میں ہی نمازیں پڑھ لیا کرو۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پہلی مسجد جو بنائی گئی تو وہ مسجد حرام ہی ہے اور مسجد اقصیٰ بعد میں بنائی گئی مگر مسجد حرام کو تو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بنایا تہا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان نے تعمیر کیا اور حضرت سلیمان تو کئی سو سال بعد آئے

اصل واقعہ یوں ہے کہ مسجد حرام کو تو حضرت ابراہیم نے بنایا اور اس سے چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ کی بنیاد بہی انہوں نے رکھدی مگر مسجد اقصیٰ کی بنیاد دیکر حضرت سلیمانؑ نے اگر تعمیر کیا تہا

حدیث اسحٰق۔ فنزلت۔ یہ آیت اتری۔ احادیث میں بعض جگہ بعض آیات کا شان نزول آتا ہے جس سے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ آیت اسوجہ سے اتری تھی۔ حالانکہ مختلف صحابہ مختلف واقعات بیان کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس آیت کو اپنے واقعہ پر چسپان کرتا ہے تو اس سے پھر یہ کس طرح نکل سکتا ہے کہ یہ آیت خاص اسلئے اتری تھی اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار مسلمانوں میں تفسیر کا علم بالکل ہی محدود ہو گیا۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہیں لیکن ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت کے پچیس معنی ہیں تو کیا اس سے یہ مطلب نکلا کہ اس صحابی کا علم نبی کریم سے زیادہ وسیع تھا۔ نہیں بلکہ میں تو اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہیں ہر ایک بطن کے پچیس معنی ہیں۔ اس طرح سے ایک سو پچھتر معنے بنتے ہیں۔

اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک آیت کے کئی نئے نئے معنے کھل رہے ہیں۔ کئی باتیں ہیں جو ہم تک نہیں پہنچ سکیں بلکہ وہ ان بزرگوں کے دماغوں میں ہی رہ گئیں۔ پھر شان نزول کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں تو نزلت کا لفظ ہے لیکن دوسری میں ہے الم تسمع اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ شان نزول خود ایک بنالیا ہوا ہے ورنہ در اصل کوئی بات نہیں

حدیث ھدبہ ابن خالد۔ ارسل الیہ۔ آپ بلوائے گئے ہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ ملائکہ کا کام کیسا عظیم الشان ہوتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر جاتے ہیں فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ کون ہے آپ نے کہا جبریل وہ پھر سوال کرتے ہیں ساتھ کون ہے جبرئیل نے فرمایا محمد صلعم فرشتے دریافت کرتے ہیں کیا ان کو بلوایا گیا ہے۔ آپ نے کہا ہاں۔ تب جاکر انہوں نے اندر داخل ہونے دیا نیک آدمی کا فرض ہے کہ وہ جو اسکا فرض ہو اسے پورا کرے اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ کسی بڑے کے رعب میں نہ آوے اور اس سے ڈر کر اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے فرشتوں نے پہلے دریافت کرلیا ہے وقد ارسل الیہ کیا انہیں بلایا گیا ہے تب اجازت دی ہے یہاں وہ نظارہ دکھلایا ہے یفعلون ما یؤمرون کہ فرشتے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ مومن آدمی کو چاہیئے کہ وہ ملائکہ صفت بنے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کسی سے ڈرے نہیں ✤

تصوّف

ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے

(صرف تشحیذ کے لئے)

حال چیست از نفس متواری شدن | پس استقبال جہاری شدن

راہ چیست از جان نشانے یافتن | گنج را از دیدہ سرائے یافتن

سیر چیست از جزو جز بیرون شدن | ذرہ بگذاشتن گردوں شدن

حب چیست از ہیش بجاں برخواستن | پیشِ جاناں - جاں فشاں برخواستن

انس چیست از خود رہائی یافتن | در سویدا - آشنائی یافتن

مہر چیست از سنگ پستاں ساختن | طفلِ خود را مرد کیہاں ساختن

وصل چیست از نیستی ہست آمدن | پس ازیں ہر دو بروں مست آمدن

نفحہ چیست از لاہو اللہ ہو شدن | پس در عالم نفس یک آہو شدن

شرع چیست از عشق تحقیق آمدن | در رہ احمدؐ چو صدیق آمدن

شرم چیست از لطف نا آمیختن | سایۂ حق دیدن و بگریختن

چارہ چیست از بود نابود آمدن | پس ہیچ از جملہ خوشنود آمدن

جہد چیست از دیدہ دریا ریختن | دو روش از آب گرد انگیختن

جذبہ چیست از خویش بے بہرہ شدن | بر پر جبریل بر سدرہ شدن

جود چیست از جملہ با ہیچ آمدن | ہیچ را فی الجملہ با ہیچ آمدن

عدل چیست انصاف از خود خواستن | ہیچ انصاف از کسے ناخواستن

فضل چیست اسرار ہا را کس شدن | تا ابد جاں پیش صورت بس شدن

وعدہ چیست از ذوق ساماں داشتن | ذرہ ذرہ محو قرباں داشتن

نہی چیست از در و در دیر آمدن | غیر دیدن - در دِ لا غیر آمدن

فتح چیست آئینہ را پشت آمدن | از ہمہ تن با یک انگشت آمدن

چندہ سالانہ رفیق حیات صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

رفیق حیات

جو کہ سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتا ہے

منیجر رفیق حیات قادیان (پنجاب)

نیم حکیموں کے پھندے سے رہائی دلانے والا۔ مایوس مریضوں کو سچی ہمدردی کے ساتھ مفت مشورہ دینے کے علاوہ علمی طبی علوم پر محققانہ بحث کرنے والا اعلیحضرت حکیم الامۃ مولٰنا نور الدین خلیفۃ المسیح اول کے مجربات صحیح طور پر درج کئے جاتے ہیں باوجود ان خوبیوں کے حسب خواہش خریدار رفیق حیات کو ذیل کی ادویہ میں سے ایک دوائی مفت نذر ہوگی

دوائی ریح و قبض کشا	سرمہ نور	دوائی جریان
مفت	مفت	مفت

قدامت مادہ و تناسخ کی تردید

اس نام کا ٹریکٹ نہایت موزون جیبی تختی سفید کاغذ پر چھپا ہے فاضل مصنف نے آریوں ہی کی کتب سے بہت سے نقلی جواب جمع کر دیئے ہیں جس سے مذکورہ بالا آریوں کے ہر دو مسائل کا تار و پود فوراً ٹوٹ جاتا ہے علاوہ نقلی حوالہ جات کے عقلی دلائل بھی مرقوم ہیں جن احباب کو اسکی طلب ہو وہ ۱/ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیجکر ذیل کے پتہ سے مفت منگوا سکتے ہیں۔

آن ہر دو کے ملنے کا پتہ: منیجر رفیق حیات قادیان (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ: کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سنہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت

دیکھئے اڈیٹر صاحب رسالہ تمدن دہلی اپنے رسالہ اپریل کے نمبر میں کیا لکھتے ہیں۔ ملک میں بہت سے اشتہاری طبیب دوائیاں فروخت کرتے ہیں اور انمیں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جنکی وجہ سے واقعی مفید دوا کا بھی اعتبار قائم نہ رہا مگر ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کے مشہور کارخانہ کی ادویہ جنمیں سے دو کا تجربہ کے بعد ہمنے گذشتہ سال میں ریویو کیا درحقیقت اسم بامسمّی ہیں اسوقت ہم دانت کے درد اور کان کے بہنے کے متعلق لکھ رہے ہیں جو ہمنے اپنے تجربہ میں تیر بہدف پائیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا کارخانہ ملک میں وقعت سے دیکھا جائیگا۔

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۱۶ء جناب ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کے دیگر دوائیوں کی طرح کان کے بہنے کی دوا بھی تجربہ میں پوری اتری ہے اور کان کے امراض کے لئے لاثانی دوا ثابت ہوئی ہے اسکی قیمت فی شیشی ۱۲؍ ہے اور پچکاری کانچ کی قیمت جسکا استعمال اسکے ساتھ ہوتا ہے ۴؍ اور ان دونکا محصولڈاک ۵؍

(اڈیٹر رہنمائے تعلیم لاہور)

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی کان بہنے کی دوا

کان کا بہنا یعنے کان پک کر اسکے اندر سے مواد کا نکلنا نیا ہو۔ یا پرانا اس دوا کے استعمال سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے اس علاج میں چونکہ کان کو اندر سے دھوکر اسمیں دوا کی ڈالنی پڑتی ہے اسلئے پچکاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲؍ پچکاری کانچ ۴؍ محصولڈاک ۵؍

ڈاکٹر برمن کا جوہر پیپرمنٹ — یہ غالباً سب لوگ ہی جانتے ہونگے کہ معمولی دردِ شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیز ملی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے یہ پیپرمنٹ کا خالص جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے تیار کرکے منگوایا گیا ہے اور اسلئے آدھے چاول کے برابر پان میں رکھکر کھانے سے منہ کی بدبو پیٹ کے درد اور ریاح کو دور کردیتا ہے کافور اور جوہر پیپرمنٹ برابر حصوں میں تیل میں ڈالنے سے اور وہ تیار شدہ تیل کنپٹی میں لگانے سے دردِ سر کو دور کرتا ہے ہتھیلی میں تھوڑا سا جوہر ملاکر درد کی جگہ مالش کرنے سے درد کو فوراً آرام ہو جاتا ہے قیمت فی شیشی ۶؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۶	جلد ۱۳

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

شیعہ مجتہد کی قرآن دانی	۱ -	۷	اکمل
اختلاف مدارج (رد تناسخ)	۷ -	۸	جناب شہاب
کلمہ فضل رحمانی کا جواب			
اسکے مولف کی زبان سے	۹ -	۲۸	(مقدمہ لکھیانش)
ایک پادری صاحب سے گفتگو	۲۹ -	۳۴	توحید الٰہی کا دلدادہ
پچاس روپیہ انعام	۳۵ -	۳۶	فضل حسین مہاجر

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ۳

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب مصری قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور محمد عبد السلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

عرض حال

جن احباب کی خدمت میں تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے لئے پرائیوٹ طور پر بذریعہ خطوط عرض کیا گیا ہے۔ وہ مہربانی فرما کر اسے معمولی تحریک نہ سمجھیں۔ کیونکہ تشحیذ کا مستقبل اس درخواست کی منظوری پر موقوف ہے۔ میں فی الحال صرف یہ چاہتا ہوں کہ تشحیذ کے اتنے خریدار ہو جائیں۔ جو اپنا خرچ آپ برداشت کر سکے۔ اور یہ بات سوائے اسکے نہیں ہو سکتی۔ کہ کم از کم ۵۰۰ خریدار بڑھ جائے۔ کیا اتنی بڑی جماعت سے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی اور ہر نیکی و تقویٰ و اسلامی بہبودی کی آواز پر لبیک کہنے والی ہے یہ تعداد پوری نہیں ہو سکتی۔ ضرور ہو سکتی ہے۔ مگر میں وہ قول موجہ کہاں سے لاؤں۔ جس سے آپ کو اس ضرورت کا احساس ہو۔ خدا ہی ہے۔ جو آپکے دلوں میں القا کرے۔ بہر حال میں اپنے کرمفرماؤں کے نام نامی اگلی اشاعت سے چھاپنے شروع کروں گا۔ جو نئے خریدار مہیا کرینگے یا خود خریدار بنیں گے۔ اور ان کے نام اس رسالہ کے بانی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں دُعا کے لئے پیش کروں گا ؎

۲۔ تشحیذ کی یہ بھی ایک قسم کی اعانت ہے۔ کہ اس کی بک ایجنسی کی کتب اور دیگر تمام احمدیہ سلسلہ کی کتابیں بھی اسی کی معرفت خریدیں۔

۳۔ اس مہینے کے تشحیذ میں وہ بیانات جرح مندرج ہیں۔ جو قاضی فضل احمد صاحب لودہانوی نے مقدمہ مازالہ حیثیت عرفی میں دئے۔ مولانا فضل الدین صاحب احمدی وکیل کی زبردست جرح نے قاضی موصوف کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی زبان سے ان اکثر الزامات کلمہ فضل رحمانی کی تردید کرے جو اس نے حضرت مسیح موعود پر در بارہ عقاید و اعمال لگائے۔ اور غلط فہمی پھیلائی یہی وہ دفعات ہیں جنہیں اکثر مخالفین سلسلہ نئے نئے پیرایوں میں شایع کرتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک رسالہ "مجموعہ کفریات" کے نام سے سید محمد غلام نے بہاولپور سے شایع کیا ہے۔ چونکہ اس کا اکثر حصہ بھی کلمہ فضل رحمانی سے ماخوذ ہے اس کلمہ کے مولف کا عدالتی بیان اسکی تردید کے لئے کافی ہوگا۔ کیونکہ جب اصل ہی غلط ثابت ہوا تو نقل کا کیا اعتبار۔ احباب کو چاہیئے کہ اسکی اشاعت کر کے ثواب حاصل کریں۔ اور مزید واقفیت کے لئے مقدمہ لدھیانہ کا فیصلہ پڑھیں۔

۴۔ ماہ مئی کا تشحیذ ان دوستوں کی خدمت میں وی پی ہوگا۔ جنہوں نے ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء کا چندہ سالانہ تا حال ادا نہیں فرمایا امید ہے وصول کرینگے اور واپسی سے مزید نقصان نہ پہنچائیں گے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

شیعہ مجتہد کی قرآن دانی

سید علی الحائری صاحب کے مخاطب میں

کسی شخص نے شیعوں کے سرکار شریعتمدار علامہ سید علی الحائری سے مسئلہ رجعت کا ثبوت پوچھا ہے۔ جس کا جواب آپنے ذوالفقار ۲۲ فروری میں دیا ہے۔ لطف یہ کہ قرآن کی ایک آیت سے مسئلہ رجعت کو ثابت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پارہ ۲۰ رکوع میں آیا ہے۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتّٰى إِذَا جَاءُو قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ اور سورہ کہف میں فرمایا۔ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا۔ پہلی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم ہر امت سے ان لوگوں کی ایک جماعت نکالینگے۔ جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ پھر وہ جمع کئے جائینگے۔ یہاں

تک کہ جب وہ حساب کی جگہ میں آئینگے۔ اللہ فرمائیگا۔ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہیں ان کا علم نہ تہا۔ آیا تم کیا کرتے تھے۔ اور دوسری کا یہ کہ ہم ان کو جمع کرینگے۔ اور ان میں سے کسی کو بہی نہ چھوڑینگے۔ مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں بعض کی بعثت کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں کل کی بعثت کا۔ یہ تناقض رفع نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسبات پر ایمان نہ لائیں۔ کہ پہلی آیت میں جس بعثت کا ذکر ہے۔ وہ دُنیا میں ہو گی۔ اور دوسری بعثت قیامت میں۔ اسکے متعلق گذارش کرتا ہوں۔

عقیدہ رجعت کا ماحصل یہ ہے کہ مہدی منتظر کے ظہور کے وقت اسکے محبّوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تاکہ اس کی نصرت و اعانت کا ثواب انہیں حاصل ہو۔ اور مہدی کی حکومت کے ظہور سے وہ خوش ہوں۔ دوسری طرف اس کے دشمنوں میں سے ایک جماعت کو زندہ کیا جائے گا۔ تا مہدی ان کو سزا دے۔ اور وہ مہدی کے محبّوں کے ہاتھوں سے قتل کئے جائیں۔

اس بارے میں مجتہد صاحب کا استدلال آیت مذکورہ بالا سے بوجوہات منقوض ہے:۔

اوّل۔ یہ عقیدہ ان آیات قرآنی کے مخالف ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی۔ (پارہ ۲۴۔ الزمر ع ۱) یعنے اللہ تعالےٰ روح قبض کرتا ہے۔ موت کے وقت۔ اور جو نہ مرے ان کی سونے کی حالت میں۔ پھر جسکی موت مقدر ہے۔ اس کی رُوح روک لیتا ہے۔ اور جس کی موت مقدر نہیں۔ اسے میعاد معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ جو مر جاتے ہیں۔ اُن کی رُوح روک لیجاتی ہے۔ اور پھر دوبارہ اس دنیا میں نہیں بھیجی جاتی۔ (۲) ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ (پارہ ۱۸۔ المومنون رکوع ۶) اور ان مرنے والوں کے آگے ایک پردہ ہے۔ جو قیامت کے دن تک کھچا رہے گا۔

پس ان صریح نصوص محکم آیات کی موجودگی میں یہ عقیدہ قطعاً باطل ہے کہ بعض مردے اس دنیا میں پھر لوٹ کر آئینگے۔ اور دوبارہ اسی عالم میں زندہ کئے جائینگے۔

دوم۔ شیعہ قائل ہیں کہ احیاء و اولیاء مہدی ہی زندہ ہوں گے۔ لیکن اس آیت کے جیسا کہ

ممن یکذب بآیاتنا سے ظاہر ہے ۔ اگر بطور محال مان بھی لیا جاوے ۔ تو صرف مکذّبین بآیات اللہ کی رجعت پر استدلال ہو سکتا ہے (گو وہ استدلال فی نفسہٖ باطل ہے) ۔

سوم ۔ اس آیت میں نحشر من کلّ امّۃ فوجاً ہے ۔ جس سے لازم آتا ہے ۔ کہ اگر مہدی کے وقت میں رجعت ہوگی ۔ تو ہر ایک اُمّت میں سے ایک جماعت کی ہوگی نہ صرف مسلمانوں میں سے ایک جماعت کی ۔ اور شیعہ اسکے قائل نہیں ۔ کہ حضرت آدم سے نبی کریمؐ کی اُمّت تک ہر ایک اُمت میں سے کچھ لوگ زندہ کئے جائینگے ؛

چہارم ۔ یہاں لفظ حشر ہے ۔ جسکے معنے جمع کرنے کے ہیں ۔ آیت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ۔ جس سے زندہ کر کے دنیا میں واپس لوٹانا مراد لیا جائے ؛

پنجم ۔ اگر اس آیت سے رجعت پر استدلال کیا جائے ۔ تو زمانۂ مہدی کا یہاں کونسا ذکر ہے ۔ حالانکہ شیعہ اسکے واسطے زمانۂ مہدی کو معین کہتے ہیں ؛

ششم ۔ آیت میں جن لوگوں کے حشر کا ذکر ہے ۔ ان کی موت کا کہیں ذکر نہیں ۔ اگر اس آیت میں رجعت بزمان مہدی کا ذکر ہوتا ۔ تو ان کی موت کا بھی کہیں ذکر چاہیئے تھا ۔ کیونکہ زمانہ مہدی قیامت سے بہت پہلے ہے ؛

ہفتم ۔ دعویٰ کیا جاتا ہے ۔ کہ خاص دشمنانِ مہدی کی رجعت ہوگی ۔ لیکن آیت میں ممن یکذب بآیاتنا عام ہے ؛

ہشتم ۔ حشر کے بعد یہ نہیں لکھا ۔ کہ وہ دنیا میں واپس کئے جائینگے ۔ اور شیعہ دنیا میں رجعت کے قائل ہیں ۔ حالانکہ آیت بتا رہی ہے ۔ کہ ان کا حشر کر کے ان کو موقف حساب کی طرف لے جائینگے نہ کہ دنیا کی طرف ۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں :۔ فہم یوزعون حتّٰی اذا جاءو ۔ اور تفسیر شیعہ مجمع البیان میں لکھا ہے ۔ اے الی موقف الحساب (یعنے حساب کی جگہ بلائے جائینگے ؛

نہم ۔ اس آیت میں جس حشر کا ذکر ہے ۔ اسکے بعد جو واقعہ پیش آنا ہے ۔ اس کی نسبت اگلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے ۔ قال اکذّبتم بآیاتی و لم تحیطوا بہا علماً یعنے خدا ان سے کہے گا ۔ تم نے میری آیات کی تکذیب کی ۔ لیکن مدعیان رجعت

کہتے ہیں۔ کہ جمع کئے جانے کے بعد مہدی اور اسکے اصحاب ان لوگوں کو قتل کرینگے۔

دہم۔ اماذا کنتم تعملون اور وقع القول علیہم بما ظلموا فھم لا ینطقون کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ حشر قیامت کے متعلق ہے *

یازدہم۔ ممن یکذب بآیاتنا کی آیت سے جو مُراد اہل سنت لیتے ہیں وہی مُراد شیعہ کی دوسری جماعت لیتی ہے۔ جیسے کہ مجمع البیان میں لکھا ہے۔ من قال ان قولہ ویوم یحشر من کل امۃ المراد بہ یوم القیمۃ قال المراد بالفوج الجماعۃ من الرؤساء والمتبوعین فی الکفر۔ حشروا وجمعوا لاقامۃ الحجۃ علیہم یعنی جو کہتا ہے کہ ویوم یحشر سے مُراد یوم القیمۃ ہے۔ وہ فوج سے مُراد رؤساء کفار لیتا ہے۔ جو اقامت حجت کے لیے جمع کئے جائینگے *

دوازدہم۔ جو لوگ رجعت کے قائل ہیں۔ وہ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس آیت سے رجعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ مجمع البیان میں ہے۔ ان الرجعۃ لم تثبت بظواھر الاخبار المنقولۃ فیتطرق التاویل علیہا وانما المعول فی ذلک علی اجماع الشیعۃ الامامیۃ یعنی مسئلہ رجعت اجماع شیعہ سے ثابت ہے نہ کہ قرآن و حدیث سے اس سے ظاہر ہے۔ کہ کتاب و سنت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں۔ بلکہ شیعہ کے خانہ ساز اجماع سے جس کا آسانی سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ مخالفین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی رجعت نہیں ہوگی *

سیزدہم۔ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حشر اس غرض سے ہوگا کہ اللہ تعالےٰ توبیخ کرے۔ اور تکذیب پر انہیں ملامت۔ لیکن یہ غرض حشر تو دنیا میں واپس لوٹا کر بھیجا جانے کے بغیر بھی اس عالم آخرت ہی میں پوری ہو سکتی ہے *

چہاردہم۔ شیعہ تو کہتے ہیں کہ یہ رجعت ان کو زیادہ سزا دینے کے لئے کی جائیگی لیکن حقیقتاً دیکھا جائے۔ تو در اصل یہ سزا میں افاقہ ہے۔ کیونکہ جب تک وہ عالم آخرت میں رہے۔ عذاب شدید میں مبتلا تھے۔ جب یہاں آئے تو اس عذاب سے افاقہ ہو گیا۔ پس یہ نقمت نہیں۔ نعمت ہے *

پانزدہم ۔ شیعہ کے سامنے جب آیت ربّ ارجعون عدم رجعت پر پیش کی جاتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت سے ان لوگوں کا عدم رجوع ثابت ہوتا ہے۔ جن کو خدا تعالےٰ نے سزا کے طور پر ہلاک کردیا تھا۔ اور دوسروں کے عدم رجوع سے ان کی رجعت کی ممانعت نہیں نکلتی ۔ حالانکہ عقل اسکی مقتضی ہے۔ کہ اگر دنیا میں دوبارہ زندہ کرکے لانا بطور سزا ہے۔ تو ان کو ضرور زندہ کرکے لانا چاہیئے۔ جن کو خدا نے بطریق سزا ہلاک کیا۔ کیونکہ بڑے مکذب وہی تھے ؛

شانزدہم ۔ ممن یکذب بآیاتنا کے الفاظ بھی بتا رہے ہیں۔ کہ یہ حشر ان کا ہے۔ جو رؤسا اور متبوعین فی الکفر تھے۔ لیکن شیعہ اسکے برخلاف کہتے ہیں کہ بطور سزا ہلاک شدگان رؤسا مکذبین کا یہاں ذکر نہیں ؛

ہفتدہم ۔ الذ بتم بآیاتی میں شیعہ مفسرین نے آیاتی سے مراد ائمہ اہل بیت لیے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو یوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بآیاتنا کی آیت سے رجعت قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ائمہ اہلبیت جو ہیں۔ ان کا وجود تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ظاہر ہوا ہے۔ لیکن جن مکذبین بآیات اللہ کے حشر کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ان کے وقتوں میں تو ان ائمہ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ کی کونسی تکذیب کی جس کی سزا میں یہ رجعت ہوگی ؛

ہشتدہم ۔ خود شیعوں کی ایک جماعت اسکے مخالف ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے۔ ان جماعۃ من الامامیۃ تاولوا ما ورد من الاخبار فی الرجعۃ علی رجوع الدولۃ والامر والنھی دون رجوع الاشخاص واحیاء الاموات و اولوا الاخبار الواردۃ فی ذلک لما ظنوا ان الرجعۃ تنافی التکلیف ۔ یعنے امامیہ کی ایک جماعت اخبار دربارہ رجعت سے مراد یہ لیتی ہے۔ کہ مہدی کی سلطنت ہوگی۔ اور اس کا امر نافذ ہوگا۔ مُردوں کا زندہ ہونے سے دنیا میں آنا مراد نہیں۔ کیونکہ رجعت مکلف ہونے کے منافی ہے۔ باقی رہیں بعض اخبار وروایات جن کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ ان سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ سو اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ ان الزیدیۃ کافۃ منکرون لھذا

الدعوی انکاراً شدیداً وقد ردّ و ھافی کتبھم علیٰ الوجہ مستوفی بروایات
عن ائمۃ اھل البیت ایضاً تعارض روایات الامامیۃ ۔ زیدیہ مسئلہ رجعت سے
سخت منکر ہیں۔ وہ بھی ائمہ اہل بیت سے روایت کرتے ہیں۔ جو امامیہ کی روایات کے معارض
ہیں۔ (روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۳۱۶)

اُمید کرتا ہوں کہ جناب مجتہد صاحب اپنے استدلال پر نظر ثانی فرمائینگے۔ میں علمی ابحاث میں گالی گلوچ اور سخت الفاظ کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ اس لئے گذارش ہے کہ جو صاحب اس کا جواب لکھتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ وہ پہلے ایک نمبر میں جی بھر کر گالیاں دے لیں۔ اور دوسرے نمبر میں علمی بحث کریں۔ جناب مرزا احمد علی صاحب کو میں اسی واسطے جواب نہیں دیا کرتا۔ کہ وہ دشنام در کلام کالملح فی الطعام سمجھتے ہیں ؂

اختلاف مدارج کی وجہ

وہ مذہب بھی کچھ مذہب ہے۔ جسکی بنیاد محض ظنیات پر ہے۔ اختلاف مدارج انسانیہ میں بڑی بحث کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ جو ہم انسانوں میں اختلاف اور ان کے رنگ و روغن میں تفرقہ۔ ان کی صورت شکل میں تباین۔ انکے عادات و خصائل میں تضاد۔ ان کے مناقب و مناصب میں تخالف دیکھتے ہیں۔ اس کی ضرور کوئی مخفی وجہ ہے۔ جو اسکے سوا اور نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ حالات کا ... تخالف ضرور بطور سزا کے ہے۔ یعنی جو انسان آج ہمیں بدترین حالت میں نظر آتے ہیں۔ وہ آج ہی جامہ انسانیت میں نہیں آئے۔ بلکہ اس سے پہلے بھی انسان۔ آدم زاد رہ چکے ہیں۔ لیکن اس انسانیت اور آدمیت کے عہد میں تمام سامان کامرانی ان کے موافق تھے۔ جن سے انہوں نے اچھے کام نہیں لئے۔ بلکہ انہیں بدی و بدکاری میں ضائع کر دیا اور کھو دیا۔ اسلئے آج ان کو پھر وہی انسانی جامہ اور آدم زادگی کا لباس پہنایا گیا ہے۔ اور وہ سب سامان چھین لئے گئے ہیں۔ کہ اُسوقت انہوں نے اپنے تئیں ان کا اہل ثابت نہیں کیا تھا۔ آج ان کا اپنی حالت پر آنسو بہانا اور دوسرے بنی نوع کو خوش و

جرم دیکھ کر خون کے گھونٹ پینا بطور سزا کے ہے۔ اور ان کا اس دنیا میں قیام بطور قیدی کے۔ یہ دنیا ان کے لئے قید خانہ بنا دیا گیا ہے۔ جسمیں ان کو اپنے قید کے دن ختم کرنا ہیں ؛

اس استدلال پر ضرور ایک معقول پسند انسان جز بز ہوتا اور پوچھتا ہے کہ صاحب! دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس مجرم کو کوئی سزا دیجاتی ہے۔ اس کو بتا دیا جاتا ہے کہ فلاں جرم کے پاداش میں تمہیں جیل میں ڈالا گیا ہے۔ مگر ایشور بھگوان کے ہاں یہ کیا اندھیر ہے کہ لوگوں کو قید میں تو ڈالا جاتا ہے۔ اور بتلایا نہیں جاتا کہ تم فلاں جرم کے باعث ماخوذ ہو۔ اور سزا تو ہمیشہ بہ نیت اصلاح مجرم کو دی جاتی ہے۔ تو جب مجرم کو بتایا ہی نہیں گیا کہ فلاں جرم کے باعث تم جیل سپرد کئے گئے ہو۔ تو وہ اصلاح کیا کرے گا خاک؟ بلکہ اپنی زبون حالت سے ناراض ہو کر اور ناکردنی کام کر بیٹھے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ اس قید کی مدت میں اور اضافہ ہو جائیگا ؛

مگر قربان جائیے صاحب قرآن کے کہ اس نے ہمیں ان الٹکل پچو کے استدلالوں سے نجات دیکر صداقت کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا ہے۔ قرآن ہمیں یہ نہیں بتلاتا۔ کہ تم آج جن کی حالت ردی دیکھتے ہو۔ وہ پہلے جنم میں کرو ڑپتی تھے۔ اسوقت کی بدعملیوں کے باعث آج گرفتار آلام ہیں۔ بلکہ وہ ہمیں اور ہی کسی حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جو ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ تعصب سے خالی ہو۔ تم نے اکثر دیکھا ہو گا کہ وہ شخص جس کا کیسہ لعل و جواہر سے پُر اور گھر سیم و زر سے کھچا کھچ ہے۔ وہ بالطبع اپنے اندر استغناء پاتا ہے۔ اس کی اُٹھی ہوئی آنکھ گوارا نہیں کرتی۔ کہ کسی خاک اُفتادہ پر پڑے۔ اس کی رفتار اس آن بان کی ہے کہ سینکڑوں ناتواں جس کی کف پا کے نیچے ہیں۔ مگر وہ ان کو دیکھتا تک نہیں۔ وہ کسی دردمند کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس کا دل نہیں پسیجتا۔ وہ جس کو حسن صورت سے حصہ وافی دیا گیا ہو اپنے خط و خال کے سامنے کب کسی بدصورت کو خاطر میں لاتا ہے۔ عمامہ فضیلت بر سر اور جبہ عظمت در بر کرنیوالے اکثر آدم زاد تمہاری آنکھ نے دیکھے ہوں گے۔ کہ وہ اپنے علم و فضیلت پر اس قدر پھولے ہیں کہ اپنے ابناء جنس کی حالت پر بجائے غم کھانے کے اُلٹا ان کی زبون حالت پر قہقہہ لگاتے ہیں ؛

ان مثالوں سے تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ ہر ایک اچھی حیثیت والا اپنے کمتر درجے کے لوگوں

کے سامنے محض اسلئے اکڑتا ہے کہ وہ باوجود اس خدا کی مخلوق ہونے کے جسکی ادنے ترین مخلوق یہ خود بھی ہے۔ کم ہے۔

اب غور کرو کہ اگر تمام آدم کے بیٹے ایک ہی شان اور درجے کے ہوتے۔ ان سب کو مال منال کی فراوانی سے یکساں مالامال کیا جاتا وہ سب کے سب حسن میں آسمان خوبصورتی کے درخشاں ستارے ہوتے۔ ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوتا۔ کوئی اپنے تئیں کسی سے کم نہ دیکھتا کسی کی آنکھ کسی کے سامنے نیچی نہ ہوتی۔ کسی کی گردن کسی کے آگے خم نہ ہوتی۔ ایسی حالتیں بھلا تم ہی بتاؤ۔ کوئی کسی کے کام آتا۔ یہ دنیا جہان کے کام جو آج تم ایک دوسرے کے تعاون کے باعث انجام پاتے دیکھتے ہو کیسے انجام پاتے اور کیونکر ہوتے۔ اور کس کے ہاتھوں سے انجام پاتے۔ کیونکہ وہ جو آج اس نظام عالم کے کل پرزے اور کیس کلنے ہیں۔ اور بوجہ اپنی گوناگوں ضروریات کے جو ایک کی دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ وہ تو مساوی الحالات ہونے کے زمانہ میں کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھتے۔ پھر کیا یہ کارخانہ عالم درہم برہم نہ ہو جاتا؟ آپ صاف کہہ دیجئے کہ ہاں۔ کیونکہ آج جبکہ ایک دوسرے کی ضروریات آپس میں باہم چولی دامن ہو رہی ہیں۔ پھر بھی تم صاحب حیثیت لوگوں کو کم حیثیت لوگوں سے کھنچتے اور دور ہٹتے۔ دیکھتے ہو۔ تو اس مفروض زمانہ میں جب سب ایک ہی شان میں ہونگے۔ کب کسی کو کسی سے لگاؤ ہو سکیگا ؛

پس اس صورت میں ضرورت یہی تھی کہ کارخانہ عالم کو قائم رکھنے کے لئے بنی نوع انسان کی تمام مخلوق کی حالات میں تفاوت۔ مراتب اور درجات قائم کئے جاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو یقیناً صانع عالم کی حکمت بالغہ پر حرف آتا۔ اس تمام مضمون کو قرآن شریف نے کیا ہی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ اہل نظر اور صاحب بصیرت اس آیت کو دیکھ کر یقیناً حالت وجد میں آجائینگے ؛

ارشاد ہوتا ہے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء ط انہ بعبادہ خبیر بصیر (۴۲ ، ۲۶) کہ اگر اللہ اپنے تمام بندوں پر رزق کی کشائش اور فراوانی کر دیتا۔ تو بندے زمین پر سرکشی کرنے (اور نظام عالم کو بگاڑ دیتے) اسی لئے اللہ نے اندازے سے ہر ایک کو دیا کیونکہ اللہ (جو سب کا خالق ہے) اپنے بندوں کی فطرت سے خبیر و بصیر ہے۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ یہ جو بے علمی اور کوتاہ اندیشی سے خیال کر لیا گیا ہے کہ اختلاف مدارج

کلمہ فضل رحمانی کا جواب
خود اس کے مؤلف کی زبان سے

قاضی فضل احمد صاحب ریٹائرڈ پولیس کورٹ انسپکٹر سلسلہ احمدیہ کے مخالف نے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی برادرم شیخ محمد شفیع صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لدھیانہ کے نام کر دیا۔ جو ایک اشتہار کی بنا پر تھا۔ اس مقدمہ کے دوران میں قاضی فضل احمد صاحب مستغیث پر ہمارے وکلاء کی طرف سے جو جرح ہوئی۔ چونکہ وہ مذہبی طور پر بہت مفید و کارآمد ہے۔ اس لئے میں اسے افادۂ عام کے لئے چھاپتا ہوں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ مؤلف کلمہ فضل رحمانی کس طرح اکثر اپنے منہ سے خود اقرار کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ کہ جو حوالہ میں نے دیا ہے۔ وہ بلفظہ نہیں۔ یا جو مطلب میں نے اس کا بیان کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ یا کم از کم حضرت مرزا صاحب کا وہ عقیدہ جو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں پیش کیا گیا۔ اس کے لئے ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ فیصلہ عدالت کے مندرجہ ذیل الفاظ کا اندراج ہی کافی ہوگا۔

"ایک مسلمان جو نہ قادیان کے نبی کا پیرو ہے۔ اور نہ ہی مستغیث کی طرح دیوانہ دشمن ہے صاف طور پر یہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ جو الزامات مستغیث نے اپنی کتاب "کلمہ" میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر لگائے ہیں۔ وہ جھوٹے اور توڑے مروڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ کہ مرزا صاحب قیامت۔ تقدیر۔ ملائک۔ معجزات اور عذاب قبر پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور قرآن اور احادیث کی صحت کے منکر ہیں۔ اور وہ روزے نہیں رکھتے۔ اور تناسخ کے قائل ہیں۔ نیز یہ کہ مستغیث مرزا صاحب کی کتب سے یہ

دکھلا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں خدا منوانا چاہتے ہیں۔ اس کے بیانات جرح میں یہ بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ کہ یہ حملے کیسے بے بنیاد۔ بیجا۔ اور غیر منصفانہ ہیں۔ وہ مرزا صاحب کی کتب سے بلفظہٖ یا ملخصًا حوالے دینے بیان کرتا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے اور مستغیث نے اُس کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ عبارات نہ تو بلفظہٖ ہیں۔ اور نہ ہی وہ اصطلاح کے کسی مفہوم میں جہاں وہ خلاصہ کہتا ہے۔ صحیح خلاصے ہیں۔

ہم اس معاملہ ہٰذا پر زیادہ عرق ریزی کر کے وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ جو مستغیث کے بیانات جرح پر سرسری نظر ڈالنے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔"

ترجمہ بیان حلفی قاضی فضل احمد

قاضی فضل احمد پسر قاضی اللہ دین۔ راجپوت۔ ساکن شاہپور ضلع گورداسپور

عمر ساٹھ سال۔ ریٹائرڈ کورٹ انسپکٹر پولیس

ایک اشتہار مورخہ ۱۹ ؍ مارچ جس کی اشاعت ۱/۲۰ مارچ 3ء کو ہوئی۔ یہ اشتہار شامل مثل ہے۔ (P.A) محمد شفیع ملزم نے لکھا اور شائع کیا۔ اور محمد یوسف ملزم نے چھاپا۔ اس اشتہار میں ۲۴ ریمارک توہین آمیز میری نسبت درج ہیں۔ ان ۲۴ ریمارک کا خلاصہ میں نے شامل مثل کر دیا ہے۔ (P.B) محمد شفیع انجمن احمدیہ لودھیانہ کا سکرٹری ہے۔ میں نے ایک کتاب کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی ۱۸۹۷ء میں لکھی اور ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ کے خلاف لکھی گئی تھی۔ (P.C) یہ مرزا صاحب کے رسالہ انجام آتھم کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں میں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ فرقہ گورنمنٹ اور پادریوں۔ اور مسلمانوں کا مخالف ہے۔ اور حضرت یسوع مسیح کو گندی گالیاں دیتا ہے[1]

---

[1] ٹائیٹل صفحہ ۲۔ ایام الصلح۔ " ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لائیں سو ہماری کسی کتاب میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱)

اس پر احمدیوں نے میرے خلاف زیر دفعہ ۳۲۳ تعزیرات ہند ایک مقدمہ کھڑا کر دیا۔ اس میں مجھے ایک دن قید محض اور یکصد روپیہ جرمانہ ہوا۔ اپیل میں میں عزت سے بری ہوا۔ اور گورنمنٹ نے مجھے ۷/۵۷۵ خرچ مقدمہ دیئے۔

پھر خواجہ کمال الدین ۱۹۱۰ء میں یہاں آئے۔ اور وید۔ قرآن اور بائبل کے مقابلہ پر لیکچر دینا چاہا۔ مسٹر ملر نے لیکچر کی اجازت نہ دی۔ احمدیہ اخبار الحکم نے مورخہ ۱۴ جون ۱۹۱۰ء میں میری شکایت کی

اس موقع پر کونسل طرفان نے تسلیم کیا کہ احمدیان لودھیانہ اور مستغیث کے درمیان سخت بغض وعناد ہے۔ ملزم محمد شفیع نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔)

یہ اشتہار اسی بغض وعناد کا نتیجہ ہے۔ جو احمدیوں کو میرے ساتھ ہے۔ ملزم کے اشتہار سے پیشتر میں نے ایک اور اشتہار دیوبندیوں کے متعلق شائع کیا تھا جو میں نے شامل مثل کر دیا ہے۔ جو کچھ میں نے اس اشتہار میں لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ مفتی عبدالحمید نے اس اشتہار کی تصدیق کی۔ جو میں نے لکھا تھا۔ در اصل اس نے ہی یہ اشتہار شائع کیا۔ اور اس اشتہار میں میں نے احمدیوں کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔

اس اشتہار سے پیشتر ملزم نے تین اور اشتہار میرے برخلاف شائع کئے۔ جو میں پیش کرتا ہوں 8/پی ۱، د ۱/گو ۱۱/ما ۱۴/۷ اشتہار مورخہ ۱۰/۱۱/۱۶ کی غرض مجھے رنج پہنچانا اور مجھے میرے دوستوں رشتہ داروں میں بدنام کرنا۔ اور میری مصنفانہ قابلیتوں پر بٹہ لگانا ہے۔

جو کچھ میں نے کلمہ فضل رحمانی میں لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اور حوالہ جات پر مبنی ہے۔ میں نے محمد شفیع کو معافی کیلئے نوٹس دیا۔ لیکن اس نے معافی نہیں مانگی۔ میں انسپکٹر پولیس در جہ اول تھا اور ۹۰ روپیہ تنخواہ لیتا تھا۔ اب مجھے ۷/۴۵ روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکہ کھانے والا۔ اور جھوٹا ہے۔" آریہ دھرم صفحہ آخر۔ " ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن میں نام و نشان نہیں۔"

بجواب سوالات جرح

نوٹس جو محمد شفیع کو میں نے دیا تھا۔ مجھے دکھلایا گیا۔ (D.B) مستغاث علیہ نے جو نوٹس (D.B) مجھے دکھلایا ہے۔ یہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ میں نے پڑھ لیا ہے۔ یہ ایک مسلمان لدھیانہ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے دونوں رقعے مورخہ ۲۶/۱۶ ۔ ۲۶ (D.D - D.C) دیکھ لئے ہیں۔ یہ میرے لکھے ہوئے ہیں۔

(۱)

میں نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۱۱۰ میں حوالہ بلفظہ دیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۱ کا حوالہ ہے۔ میں نے یہ حوالہ دیا ہے کہ "عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو" ازالہ کا صفحہ دراصل ۵۶۰ ہے۔ فقرہ مندرجہ بالا ازالہ میں نہیں ملتا لیکن مطلب وہی ہے۔[۱]

(۲)

میں نے اپنی کتاب کلمہ کے صفحہ ۱۰۲ نمبر ۱۳ پر مرزا صاحب کی کتاب ازالہ کے صفحہ ۶۸۳ سے الفاظ نقل کئے ہیں (یعنی "جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ ہم نے معلوم کر لیا" صفحہ ۶۸۳ ازالہ) مجھے یہ فقرہ صفحہ ۶۸۳ پر انہی الفاظ میں نہیں ملتا۔ لیکن یہ ان الفاظ کا خلاصہ[۲] کہلا سکتا ہے۔

---

[۱] ازالہ اوہام کی عبارت یہ ہے۔ "اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو" اس سے ظاہر ہے کہ مستغیث کا یہ کہنا کہ مطلب وہی ہے۔ غلط ہے۔

[۲] ناظرین اصل عبارت ازالہ صفحہ ۶۸۳ کی یہ ہے۔ "ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ ہاں عیسائیوں نے مختلف زمانوں میں مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا تھا" اس کو مجھا جا سکتا

"تجہ ظہور" سطر ۸ سے الفاظ "کیا تھا" تک کا ہے۔ لیکن ایک سطر ۸۳ ہو گئی ہے۔

(۳)

کلمہ ص۱۲ ا نمبر۲۰ پر میں نے۔ مرزا صاحب کا عقیدہ "قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں" نقل کیا ہے۔ یہ الفاظ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲ ٹائیٹل پیج پر نہیں ہیں۔ لیکن عربی جو درج کی گئی ہے وہ صحیح ہے۔ اُس میں عربی الفاظ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ نہیں لکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب قیامت اور تقدیر کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ میں نے مرزا صاحب کی تحریرات میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ جو یہ ظاہر کرے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ جہانتک میں نے ان کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ وہ ان پر ایمان رکھتے تھے۔

میں نے مرزا صاحب کی کتاب آسمانی فیصلہ پڑھا ہے۔ اس کے صفحہ ۴ پر بھی یوم الآخر اور والقدر وغیرہ درج نہیں ہے۔ حشر نشر اور یوم البعث۔ ہاں درج ہے۔

(۴)

کلمہ کے ص۱۰۵ ا نمبر۲ پر میں نے لکھا ہے کہ فرشتہ کوئی نہیں "وغیرہ" اور توضیح مرام کے خاص صفحات کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے یہ ملخصاً بلفظہ درج کیا ہے۔ جبرئیل بھی فرشتہ ہے۔ آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے جبرئیل پر ایمان ظاہر کیا ہے۔ لیکن وہ جبرئیل پر

ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ... کے ص نمبر۳ پر ظاہر کیا ہے۔ ازالہ کے ص

پر مرزا صاحب نے فرشتوں پر ایمان لانا بیان کیا ہے۔

(۵)

صفحہ ۱۱۳ ا نمبر۲۷ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد لکھا ہے۔ کہ "آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا" اور میں نے ازالہ اوہام کے ص۵۱۵ کا حوالہ دیا ہے۔ اس صفحہ پر مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں کہ "ہم اس پر بہر حال ایمان رکھتے ہیں"۔

* دیکھو نمبر ۱۸ - ۱۹

۶

کلمہ کے صفحہ ۱۰ نمبر ۱۱ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔[له] میں نے ازالہ کے صفحات ۲۵-۲۶ کا حوالہ دیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے۔ کہ یہ بلفظہ بیان کیا ہے۔ ازالہ کے صفحہ ۲۷ پر قرآن کی ایک آیت صحیح بیان کی گئی ہے۔ زنیم کے معنی گنہگار یا زناکار کے ہیں مجھے کوئی اور معنی معلوم نہیں۔ میں نے مولوی وحید الدین کا قرآن مع ترجمہ دیکھا ہے۔ انھوں نے ۲۷ پر یہ ترجمہ کیا ہے (اے پیغمبر تو جھٹلانے والے (کافروں) کا کہا مت مان۔ وہ چاہتے ہیں۔ تو ڈھیلا پڑ جائے تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔ اور اس کی بات مت سن۔ جو بہت قسمیں کھاتا ہے۔ جھوٹا (یا بدکار یا ذلیل) عیب جو (یعنی طعنے مارنے والا) چغلخور۔ اچھے کام سے روکنے والا۔ حد سے بڑھ جانے والا۔ بڑا گنہگار۔ اکھڑ (ظالم یا پیٹو۔ بہت کھانے والا) ان سب باتوں کے سوا بدذات۔ ہم اب اس کے سونڈ (ناک) پر داغ لگا دینگے۔"

قرآن شریف کے حاشیہ نوٹ نمبر ۷ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ بد اصل۔ بد قوم۔ زنیم عربی زبان میں وہ شخص ہے۔ جو دوسری قوم کا ہو۔ اور ایک قوم میں آ کر شریک ہو جائے۔ میں مرزا صاحب کی اور کوئی تحریر نہیں دکھلا سکتا۔ جو یہ ظاہر کرتی ہو کہ قران گالیوں سے بھرا ہے

(۷)

کلمہ کے صفحہ ۱۲ نمبر ۱۶ پر میں نے مرزا صاحب کے ازالہ کے صفحہ ۸۰۴ کا خلاصہ لکھا ہے۔ در اصل مرزا صاحب یہ کہتے ہیں۔ کہ "بعض کے خیال کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کی دھمکی تھی"۔ مرزا صاحب نے دھمکی والے خیال کی تردید کی ہے۔ اور اس کو مسمریزم کا ایک شعبہ کہا ہے۔[له]

له ناظرین ازالہ صفحہ ۱۳ کی یہ عبارت پڑھیں اور سنگیشر کے بیان کی صداقت کی داد دیں۔ "اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے حرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں۔ تو اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔

له ازالہ صفحہ ۸۰۴، میں یوں لکھا ہے علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے۔ جو طبعی کا ایک قسم

(بقیہ صفحہ ۱۵)

(۸)

کلمہؐ کے صفحہ ۱۱ نمبر ۴ پر میں نے مرزا صاحب کے ازالہ صفحہ ۶۸۸ کا حوالہ دیا ہے۔ اور مرزا صاحب کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت کی الہام اور وحی غلط نکلی تھی" جو کچھ ازالہ میں لکھا ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

میں مشکوٰۃ کو مانتا ہوں۔ کہ یہ صحیح ہے۔اس کے صفحہ ۵۹۳ پر میں نے یہ حدیث دیکھی ہے۔ عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدنیۃ یثرب ورایت فی رویای ھذہ انی ھززت سیفًا فانقطع صدرہٗ فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم اُحُدٍ

۹

تناسخ کا یہ مطلب ہے۔ کہ مرنے کے بعد روح کسی اور جسم میں چلی جاتی ہے۔ میں نے اپنی کتاب

(بقیہ صفحہ ۱۴) روحانی حصہ ہے۔ جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں" اس کے ہمراہ نمبر ۱۱ کا حاشیہ پڑھیں۔ ☆ اس کے ہمراہ نمبر ۱۰۔ دیکھو۔ صفحہ ازالہ میں تو یہ لکھا ہے۔ " یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ ایسے امور میں۔ جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے۔ اور نہ ان کی جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں۔ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے۔۔ جس قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں۔ وہ تو بلاشبہ اول درجے کے سچے ہوتے ہیں۔ مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے ان کی کسی قدر تفصیل کرتے ہیں۔ اور چونکہ انسان ہیں۔ اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی" اس سے صاف ظاہر ہے کہ مستغیث کا یہ کہنا۔ کہ جو کچھ ازالہ میں لکھا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ صریح غلط ہے۔

کلمہ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب تناسخ[1] کو مانتے ہیں۔ کلمہ کے صفحہ ۱۱۳ نمبر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔ کہ "تناسخ صحیح ہے" اور میں نے مرزا صاحب کی کتاب ست بچن کے صفحہ ۸۴ کا حوالہ دیا ہے۔ شعر جو میں نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب کا ہے۔ مرزا صاحب اس شعر کو مثنوی مولانا روم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ مثنوی کی جو کاپی میرے پاس ہے۔ اس میں یہ نہیں ملتا۔ میں نے تلاش کرنے کی کوشش کی ست بچن کے صــ۸۴ و ۸۵ پر جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس تناسخ کو مانتے تھے۔ جو میں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۹ نمبر ۵ پر درج کیا ہے

(۱۰)

میں نے یہ لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب یہ کہتے ہیں۔ کہ "خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا،، اور میں نے صــ۲۵۳ ازالہ کا یہ نقطہ[2] حوالہ دیا ہے۔ نقطہ ۲۵۳ غلطی سے لکھا رہ گیا۔

---

[1] جیو اور جسم دونوں خدا تعالیٰ کی پیدائش اور اس کی ملکیت ہیں۔ مگر تناسخ والے تو ایسا نہیں کہتے۔ اس سے تو ان کا تناسخ تو ثابت ہو۔ ویدک تناسخ کا قائل بجز دہریہ اور نیم دہریہ کے۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ست بچن صفحہ ۸۴ و ۸۵۔

(۲) دیکھو سرمہ چشم آریہ۔ پہلی تصنیف شدہ کتاب صفحہ ۶۵ و ۶۶۔ آپ لوگوں کا آواگون۔ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کی ضد پڑا ہوا ہے۔ (ب) بموجب اصول آپ کے تمام سلسلہ خدائی کا گناہوں کے طفیل ہی چل رہا ہے۔

(۳) نیز دیکھو سرمہ چشم صــ۱۳۰ ناک صاحب ویدوں کے بھاری عقیدے سے جو مدار تناسخ ہے۔ اپنی زندگی میں بیزار ہو چکے تھے۔ اور ہادی مطلق نے ان کے دل کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ یہ تحریر ویدوں کی بالکل جھوٹی اور غلط ہے۔

(۴) نسیم دعوت صــ۳۴ "تناسخ کے مسئلہ جیسا اور کوئی جھوٹا مسئلہ نہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد ہی غلط ہے اور آزمائش کے طور پر بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور انسانی پاکیزگی کے لحاظ سے بھی غلط ٹھہرتا ہے اور خدا کی قدرت میں رخنہ انداز ہونے کی وجہ سے ہر ایک عارف کا فرض ہے۔ کہ اس کو غلط سمجھے۔ (بقیہ برصفحہ ۱۷)

(۱۱)

لمہ کے صہ ۱۰۹ پر میں نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ سب معجزات ۔جو قرآن میں ہیں ۔وہ مسمریزم ہیں ۔اور میں نے صہ ۴۸ صہ ۵۳ ازالہ کا حوالہ دیا ہے۔

میں نے [ا] اپنی کتاب کے نمبر ۱۴ میں یہ عنوان دیا ہے ۔کہ "قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں ۔ صہ ۴۸ تا صہ ۵۰ میں صاف طور پر یہ نہیں بیان کیا گیا ۔کہ تمام معجزات مسمریزم ہیں ۔یہاں جو معجزات بیان کئے ہیں ۔ان کے الفاظ سے میں نے یہ عنوان دیا ہے ۔اور مرزا صاحب کے اس اعتقاد کی بنا پر جو کہ دوسری جگہ ظاہر کیا گیا ہے ۔مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام سنہ ۱۸۹۳ء شائع ہوئی ۔اور میری کتاب سنہ ۱۸۹۸ء میں ۔آئینہ (یعنی آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صاحب) کے صہ ۶۵ پر یہ بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے بدر کی جنگ میں کنکریوں کی مٹھی دشمن کی طرف پھینکی ۔اور جس سے وہ اندھے ہو گئے ۔مرزا صاحب اس معجزے پر ایمان رکھتے ہیں ۔ آئینہ کے صہ ۲۶ پر شق القمر کا معجزہ بیان کیا گیا ہے ۔جس پر مرزا صاحب کو ایمان ہے ۔یہ دونوں معجزات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔

ان دونوں کے علاوہ جس قدر معجزات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں ۔ان کو مرزا صاحب مسمریزم کہتے ہیں ۔مرزا صاحب ان دونوں معجزات کے منکر کو غلطی پر کہتے ہیں۔

مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر کے صہ ۴ پر یہ اشعار درج ہیں۔

معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بایقیں

بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

لیکن دیکھو صفحہ ۳۰۲ ۳۰۸ صہ ۵۲ صہ ۵۳ ازالہ اوہام جس میں یہ ایمان ظاہر نہیں کیا گیا [ا]

---

[۲] (نوٹ صہ ۱۶) اصل الفاظ یہ ہیں "خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا ۔اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرا رنج نہیں گذرا" (براہین احمدیہ)

[ا] مستغیث غلط کہتا ہے ۔معجزات پر ہر جگہ مسیح موعود نے اپنا ایمان ظاہر کیا ہے ۔ازالہ کے اس صفحہ ۳۰۲ میں صاف لکھا ہے کہ "انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ۔(۱) ایک وہ (بقیہ صہ ۱۸)

لفظ "سب" مرزا صاحب کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ متعلق معجزات مردوں کے

(۱۲)

کلمہ کے صفحہ ۱۳ سطر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد لکھا ہے۔ کہ "عذاب قبر نہیں ہے" اور میں نے ازالہ کے صفحہ ۱۴۱ کا مفصّل حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الفاظ نہیں لکھے لیکن میں نے یہ الفاظ عنوان عبارت سے نقل کئے ہیں۔ ازالہ کے صفحہ ۳۵۸ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ بدکار آدمی جب قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔ تو دوزخ کی ایک کھڑکی کھولدی جاتی ہے۔ یا بعض کے خیال کے مطابق وہ دوزخ میں ہی ڈالدیئے جاتے ہیں۔ میں حنفی مسلمان ہوں۔ میں قبر میں بدکار آدمی کے لئے دوزخ کی کھڑکی اور نیک آدمی کے لئے بہشت کی کھڑکی کھلنے پر ایمان رکھتا ہوں۔

(۱۳)

صفحہ ۱۱ سطر ۳۱ کلمہ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ خدا نے مرزا صاحب کے اگلے پچھلے گناہ سب بخشدیئے اور میں نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۹۶ کا حوالہ دیا ہے اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک

(بقیہ صفحہ ۱۷) جو محض سماوی امور ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔ (۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں۔ جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسے الہام الٰہی کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس ایمان لائی"۔ اور ازالہ کے صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے"۔ اور صفحہ ۳۱۲ میں فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا۔ کہ یہ عمل الترب ہے۔ اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا ھذا ھو الترب الذی لا یعلمون یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں"۔ اس کے علاوہ صفحہ ۳۰۸ ازالہ میں فرمایا ہے کہ علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے۔ جس (بقیہ صفحہ ۱۹)

لیکن میں نے مرزا صاحب کی تشریح درج نہیں کی۔ جو کہ صہ ۱۶۹ پر درج ہے۔

(۱۴)

کلمہ کے صہ ۴۳ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ "لیجئے حضرت!! میں مرزا صاحب کا خدا بننا بھی ان کی تالیفات و تحریرات سے ہی نکال کر پیش کرتا ہوں"۔

الف میں میں نے ازالہ کے صفحہ ۵۳ کا حوالہ دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ "غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی سے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا۔ اور نبی بھی"۔ مگر براہین مرزا صاحب نے تالیف کی تھی۔ اس ۵ ؁ئ میں نے یہ لکھا۔ کہ مرزا صاحب خدا بھی بن گئے۔

ب۔ میں میں نے الہام نقل کیا ہے۔ "اس شان کا مدعا یہ ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں"۔ مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق اس کا متکلم خدا ہے۔

(۱۵)

کلمہ کے صہ ۱۰۷ نمبر پر میں نے یہ عنوان دیا ہے۔ کہ حضرت "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی" یہاں یہ لکھا ہے کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ شرح عقائد نسفی میں جو عقائد درج ہیں میں ان کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۲۰۹ پر یا عتقاد ظاہر کیا ہے کہ نبی اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے۔ (خطائی الاجتہاد) لیکن وحی کے معاملات میں غلطی نہیں کر سکتا۔ رویاد وحی میں داخل ہے۔ قرآن کے صہ ۸۳۹ پر نبی کریم کا ایک خواب درج ہے جو آنحضرت نے مدینہ میں دیکھا تھا۔ کہ آپ مکہ میں حج کر رہے ہیں۔ اس پر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ کو روانہ ہو گئے۔ لیکن مکہ کے قریب کفار نے آپ کو روک دیا۔ یہاں صلح ہو گئی۔ اور آنحضرت بلا ادائے حج شرائط صلح کے مطابق مدینہ کو واپس آ گئے اور شرائط صلح کے مطابق اگلے سال حج ہوا۔

۱۶

کلمہ کے صہ ۵ کے حاشیہ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب "قرآن شریف اور احادیث شریف

(بقیہ صہ ۱۸) میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات بتائے جاتے ہیں۔ ٭ دیکھو حدیث (بقیہ صہ ۲۰)

سے انکاری ہیں"۔ میں نے کلمہ فضل رحمانی انجام آتھم (مصنفہ مرزا صاحب) کے جواب میں تالیف کی۔ اس کے صـ۱۴۳ وصـ۱۴۴ پر مرزا صاحب اپنا ایمان بالفاظ ذیل بیان کرتے ہیں۔

"ولا دین لنا الا دین الاسلام ولا کتاب لنا الا الفرقان کتاب اللہ العلام ولا نبی الا محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وجعل اعداءہ من الملعونین اشہدوا انا نتمسک بکتاب اللہ القران و نتبع اقوال رسول اللہ منبع الحق والفرقان"

(۱۷)

کلمہ کے صفحہ ۵۳ پر میں نے لکھا ہے۔ کو پس بقول مرزا صاحب ثابت ہو گیا۔ کہ "مرزا صاحب کا خدا عاجی۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا ہے"۔ براہین مرزا صاحب کے صـ۵۵۵ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے "ربنا عاج" لغاتوں میں عاج کے معنی ہاتھی دانت کا۔ یا گوبر کا لکھے ہیں۔ یا وہ معنی جو میں نے صـ۵۳ پر لکھے ہیں صـ۵۵۶ پر مرزا صاحب نے جہاں یہ الہام لکھا ہے بریکٹ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے"۔ یہ لفظ عاج ڈبل جیم سے نہیں پڑھا جا سکتا۔ میرے علم میں اس کا مخرج عج نہیں ہے میں نے رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب (مصنفہ مرزا صاحب) پڑھی ہے۔ جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں ہوا تھا۔ رپورٹ ۱۸۹۷ء میں چھپی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۸۱ سے ہم آگ مرزا

(بقیہ صفحہ ۱۹) مشکوٰۃ مندرجہ نمبر ۱۹ ؎۱ آپ کیوں درج کرتے۔ اس میں تو آپ کا صریح نقصان تھا اچھا ہم درج کر دیتے ہیں۔ دیکھو حاشیہ صـ۱۹۱ "اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندے کی مرضی بنائی گئی اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئیں۔ ؎۲ کیا لطیف اور قابل داد دلیل دی ہے

؎۱ یعنی ہم کتاب اللہ۔ قرآن۔ اور اقوال رسولؐ (احادیث) پر ایمان رکھتے ہیں۔
؎۲ پس تمہارا الزام کس قدر غلط ثابت ہوا۔

صاحب کی تقریر مندرج ہے۔ صفحہ ۱۲۳ پر یہ لکھا ہے۔ الملک القدوس یعنی وہ خدا بادشاہ ہے۔ جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ میری کتاب کلمہ سنہ ۱۸۹۸ء میں چھپی تھی

(۱۸)

میں نے اپنی کتاب کلمہ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب فرشتوں کے منکر ہیں۔ انجام آتھم کے صفحہ ۴۵ پر مرزا صاحب ملائک اور حشر نشر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ان سے منکر ہیں ان کو ملعون اور خسرۃ الدنیا والآخرۃ کہتے ہیں۔ کتاب فقہ اکبر امام ابو حنیفہ صاحب رح کی ہے۔ جن کا میں پیرو ہوں۔ وہ یوم الآخر کو مانتے ہیں۔ بعث بعد الموت میں یوم الآخر شامل نہیں۔ میں ملاں علی قاری کو حنفی مانتا ہوں۔ فقہ اکبر صفحہ ۱۵ میں ملاں علی قاری کہتے ہیں۔ کہ امام صاحب رح بعث بعد الموت سے یوم الآخر مراد لیتے ہیں۔ لیکن میں نے ایک اور اصلی کتاب میں دیکھا ہے کہ دونوں فقرات لکھے ہیں۔

پورا ایمان اس طرح ہے۔ آمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت

یہ ساتوں فقرات قرآن میں ایک جگہ بیان نہیں کئے گئے۔ سورہ بقر صفحہ ۹ میں پہلے چار دیئے گئے ہیں۔ صفحہ ۱۶۱ میں پہلے پانچ بیان کئے ہیں۔ صفحہ ۱۹۰ صفحہ ۱۶۹ مرزا صاحب کی حقیقۃ الوحی میں یہ لکھا ہے۔ کہ یوم الآخر کے منکر کی نجات نہیں ہو سکتی۔

(۱۹)

مرزا صاحب کی آثار مبارکہ کے صفحہ ۹ پر قضا و قدر پر ایمان ظاہر کیا ہے قضا و قدر اور تقدیر ایک ہی معنی ہیں۔

۱۷-اپریل سنہ ۱۳ء کو بیان تک کارروائی مقدمہ پہنچنے کے بعد اگلی تاریخ ۲۴-اپریل سنہ ۱۳ء مقرر ہوئی۔ ۲۲-اپریل کو قاضی فضل احمد صاحب نے ایک خط پرائیوٹ طور پر عدالت کو بذریعہ ڈاک بھیجا۔ جسے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ۲۴-اپریل کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے برسر اجلاس فریقین کو سنا دیا۔ اور پھر اپنے ریمارک کے ساتھ شامل مثل کیا۔ جو یہ ہے:-

نقل خط قاضی فضل احمد مستغیث جو ۲۲۔اپریل کو پرائیوٹ طور پر عدالت کو بذریعہ ڈاک بھیجا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان

بحضور جناب حاکم دوراں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ

جناب عالی خاکسار نے لاچار ہو کر اپنی عزت اور جان بچانے کے لئے۔ اور توہین و بیعزتی کی دادخواہی کی غرض سے عدالت میں نالش دائر کی تاکہ دشمنوں سے خاکسار کو بچایا جائے مگر عاجز دیکھتا ہے۔ کہ حضور کی عدالت میں ابتدا ہی سے جو سلوک میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ مجرموں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ خداوند کریم کا حکم قولو اللناس حسنا ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے کام کرنے کا ہے۔ مگر خاکسار کو بر سر اجلاس۔او قاضی! او بیوقوف!! پکارا جاتا ہے۔ اور دشمنوں میں میری سخت تضحیک کی جاتی ہے۔ اب تمام شہر میں جا بجا دشمنوں نے اس بیعزتی کو مشتہر کر دیا۔ جس سے خاکسار کو سخت رنج پہنچا۔ حتیٰ کہ اگر اسلام میں ارتکاب خودکشی حرام نہ ہوتا۔ اور خاکسار بے علم ہوتا۔ تو شاید عدالت حضور میں حاضر ہونے کے قابل نہ ہوتا۔ مگر افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد خدا کے سپرد کرتا ہے۔ اور روز قیامت کو جس پر میرا ایمان ہے۔ اپنے اعمال کی سزا و جزا کے لئے تیار رہوں۔ ان اللہ مع الصابرین۔ زیادہ آداب

خاکسار احقر العباد فضل احمد عفا اللہ عنہ رقومہ ۲۲۔ اپریل ۱۹۱۷ء

نقل ریمارک صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۷ء

پیشتر اس کے کہ مقدمہ شروع کیا جاوے مجھے یہ نوٹ کر دینا چاہئے۔ کہ مستغیث قاضی فضل احمد کی طرف سے بذریعہ ڈاک ایک غیر معمولی خط مجھے موصول ہوا ہے یہ ۲۲ کا لکھا ہوا ہے۔ میرے لئے اور کوئی طریق نہیں بجز اس کے کہ اس خط کو بعد لفافہ کے شامل مثل کر دوں۔

یہ کہ اس کو عدالت میں بیوقوف کہا گیا تھا۔ ممتاز تشریح ہے۔ قاضی کی یہ عادت ہے،

کہ ہر ایک سوال پر جو جرح میں اس سے پوچھا جاتا ہے۔ بحث شروع کر دیتا ہے۔ اگرچہ بارہا اس کو تنبیہہ کی جا چکی ہے۔

اس کے اس اظہار کے متعلق جب اس پر جرح ہو رہی تھی۔ کہ مرزا صاحب مدعی ہیں کہ ان کے تمام گناہ بخشے گئے۔ تو میں نے اس سے یہ دریافت کیا۔ کہ آیا وہ انبیاء کو معصوم سمجھتا ہے یا نہیں۔ اس نے یہ جواب دیا۔ کہ مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ اور ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا میں مرزا صاحب کو نبی مانتا ہوں۔ میں نے یقیناً اسے کہا کہ بیوقوف مت ہو۔ بلکہ سیدھے جواب دو

میرا مطلب اس کو یہ بتلانے کا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے جب کہ نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ تو معصوم ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہوگا۔ مگر اس نے اس سوال کا سیدھا جواب نہ دیا۔ اور یہ معاملہ چونکہ نتیجہ خیز نہ تھا۔ اس واسطے مثل پر نہ لایا گیا۔

فریقین کو اس امر کا جاننا لازم ہے۔ کہ چٹھی کا مجھ پر کچھ بھی اثر نہیں پڑے گا۔ جہاں تک کہ اس کا مقدمہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اگرچہ ایک ریٹائرڈ کورٹ انسپکٹر آف پولیس کی جانب سے جیسا کہ مدعا ہے۔ عدالت کے نام ایک پرائیویٹ چٹھی بھیجنا ایسا تعجب خیز امر ہے۔ کہ اس کی کچھ تشریح نہیں کیجا سکتی۔ اور ضروری ہے۔ کہ یہ حرکت قابل ملامت متصور ہو۔

لدھیانہ: ۲۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

دستخط مجسٹریٹ درجہ اول

اس قدر کارروائی کے بعد مستغیث پر ۲۴۔ اپریل کو جو جرح ہوئی۔ وہ یہ ہے:۔

مشکوٰۃ[1] کے صفحہ ۵۷۶ پر یہ لکھا ہے فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ[*] قد شہد بدرًا وما یدریک لعل اللّٰہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ وفی روایۃ فقد غفرت لکم

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق کوئی شخص ظاہر ہوا۔ بدر کی لڑائی میں۔ اور کہتے تجھے

---

[1] یہ جرح ۲۴؍۴ کو ہوئی۔ [*] انہ کی ضمیر کا مرجع حاطب بن ابی بلتعہ صحابی ہے۔

معلوم ہے۔ کہ اللہ ظاہر ہوا اہل بدر پر پھر فرمایا کرو تم جو چاہتے ہو۔ واجب ہوگئی تمہارے لئے جنت۔ اور ایک روایت ہے کہ میں نے تم کو بخشدیا۔

(۲۰)

کلمہ کے صفحہ ۱۳ نمبر ۲۹ پر میں نے مرزا صاحب کے عقیدہ کا عنوان دیا ہے۔ کہ "دخان کچھ نہیں ہوگا"۔ اور میں نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۱۳ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ الفاظ کہ دخان کچھ نہیں ہوگا۔

" ... میرے ہیں۔ جو مرزا صاحب کی تشریح ہے۔ وہ اس[1] میں موجود ہے۔

(۲۱)

کلمہ صفحہ ۵ پر میں نے لکھا ہے۔ کہ "ان کی الہامی کتاب انجیل انجام آتھم معہ ضمیمہ ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہو"۔ ان کی سے مراد احمدیوں کی ہے۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ "الہام کامل و حقیقی کہ جو برہمو سماج والوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کے ہر ایک قسم کے وساوس کو بکلی دور کرتا ہے۔ اور طالب حق کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتا ہے وہ فقط قرآن شریف ہے۔ اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں۔

(۲۲)

کلمہ صفحہ ۵ پر میں نے مرزا صاحب کا عقیدہ لکھا ہے کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور میں نے کلمہ کے صفحہ ۲۴ پر مرزا صاحب کے ازالہ کے صفحہ ۷۶ اور ۷۷ کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۷۷ پر اس کو اپنا

[1] ازالہ صفحہ ۵۱۲ - ۵۱۳ سورہ دخان کی بعض آیات نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے "اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم و شدید ہے۔ جو سات برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ میں پڑا کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں۔ جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث میں مفصل اس کا بیان ہو۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا اس طرح پر کہ قبل ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اس کا ظہور ہوگا"۔

کشف[۵] لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے عقیدہ نہیں لکھا۔

(۲۳)

کالم صد ۱۳۳ فقرہ ۴۴ پر میں نے یہ عنوان بطور مرزا صاحب کے عقیدہ کے لکھا ہے۔ کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہونگے میں نے ازالہ کے صد ۵۰۲ و ۵۰۳ کا بلفظہ حوالہ دیا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ مرزا صاحب قرآن کے یاجوج ماجوج کو نہیں مانتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یاجوج ماجوج کا ذکر بائبل حزقیل میں ہے ۳۸ دیکھو حزقیل باب ۳۹ یا نہیں۔ قرآن میں یاجوج و ماجوج کی بابت اس طرح لکھا ہے:۔

(۱) قالوا یا ذالقرنین ان یاجوج ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا

(۲) حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون

Digitized by Khilafat Library

(۲۴)

کالم صد ۱۶ فقرہ نمبر ۴ پر میں نے مرزا صاحب کے اعمال میں لکھا ہے۔ کہ "مرزا صاحب روزے بھی رمضان شریف کے نہیں رکھتے" نور الحق حصہ ۲ مرزا صاحب کی کتاب ہے کے صد ۵ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔ و نؤمن ...... و نصلی[۶] و نصوم

اس کے بعد جو کارروائی ہوئی۔ وہ کالم فضل رحمانی کے متعلق نہیں اس لئے نہیں چھاپی گئی۔ ہاں اس میں سے جو ضروری اقتباسات ہیں وہ لے لیتے ہیں۔ مستغیث نے بیان کیا کہ

---

[۵] ازالہ کے صد ۵۰ میں لکھا ہے۔ کہ اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے اس کے عجائبات قدرت اسی طرح ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں۔ کہ وہ غریبوں۔ اور فقیروں کو عزت بخشتا ہے۔ اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے علماء و فضلاء اس کے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذلیل۔ حقیر۔ امی۔ جاہل۔ نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہے۔ اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

[۶] ترجمہ۔ ہم مومن ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔

دوسرے اعتقاد میں شاہ عبدالحق دہلوی حنفی تھے۔ میں ان کو دیوبندیوں جیسا حنفی سمجھتا ہوں۔ وہ دیوبندیوں جیسے اہلسنت والجماعت ہیں۔ مؤخرالذکر ان کے پیرو ہیں۔ دیوبندی خاص اعتقادات میں اہل سنت والجماعت کے مخالف ہیں میں دیوبندیوں کو اہل سنت والجماعت سے خارج کرتا ہوں۔ میں ان کو کافر نہیں کہونگا لیکن عرب سے ان کے کفر کے فتاوی آئے ہیں۔ یہ فتاوی صحیح ہیں۔ میں محلہ ششکور میں رہتا تھا۔ وہاں ایک مسجد ہے۔ جو نبی بخش کی مسجد کہلاتی ہے۔ اس مسجد کا امام حافظ محمد اسمٰعیل تھا مجھے اور اہل محلہ کو جب معلوم ہوا کہ وہ دیوبندی ہے۔ تو ہم نے اس کو نکال دیا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ کی بے ادبی کرتا تھا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ اہلحدیث دیوبندیوں اور اسمٰعیلیوں کی امامت ناجائز ہے۔ اور وہ قابل نفرت ہیں۔

بیان مستغیث بجواب مورخہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء

جو شخص بھی وہ عقائد رکھے۔ جو میں نے اپنے اشتہار میں درج کئے ہیں۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے اسمٰعیلی وہابی اور دیوبندی ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ جو شخص مولوی اسمٰعیل کو شہید سمجھتا ہے۔ وہ اسمٰعیلی ہے۔ احمدیوں کے بعض عقائد وہی ہیں جو اسمٰعیلیوں۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے ہیں۔ جن کا میں نے اپنے اشتہار میں ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے یہ بیان دیا تھا کہ احمدی برٹش گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔ مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوا ہے۔ میں نے کتاب انجام آتھم[1] ۲۰۵ × ۶ کا صفحہ ۶۳ دیکھا ہے وہاں یہ لکھا ہے

"اور گورنمنٹ انگریزی ہیں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں۔ یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیرخواہ اور وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ابتدا سے آجتک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی۔ اور میں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کرکے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی چاہئے۔ اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے۔"

صفحہ ۵۰۹ جلد دوم ازالہ اوہام[1] پر مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

"اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت

[1] یہ دونوں کتابیں از تصنیف حضرت مرزا صاحب ہیں۔

نالائق وہ مسلمان ہے۔ جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم اسکا شکر نہ کریں۔ تو پھر ہم خدا تعالےٰ کے بھی ناشکر گذار ہیں"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۳ پر مرزا صاحب نے شرائط بیعت کی تشریح اس طرح پر کی ہے۔

"دوم یہ کہ زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا"

صفحہ ۴۳۷ مجموعہ اشتہارات مسیح موعود جلد اول میں حسب ذیل لکھا ہے۔

"اور ہم اپنی گورنمنٹ انگریزی کو ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔ جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا"

ایام الصلح ٹائٹل پیج۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے۔ جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکہ کھانیوالا اور جھوٹا ہے"

صفحہ ۳۰۳ مجموعہ اشتہارات پر لکھا ہے۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا"

صفحہ ۵۰ جنگ مقدس مصنفہ مرزا صاحب

"حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ٹھیراتے رہے۔ خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بیشک ہیں خدا تعالےٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔

(نوٹ) { بخاری شریف جلد دوئم صفحہ ۱۱۶ کی ایک منتخب شدہ عبارت (جس کی طرف ۵ پیش کی گئی) کو مستغیث اس پر اعراب لگا کے۔ اور اس سے لگا دیئے (ع × ح) اعراب جو مطبوعہ (آور بیان کیا کہ)

---

۵ عربی عبارت۔ بَابُ الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ مِنْ اَبِیْ اَیَاسٍ

کتاب پہ لگے ہوئے ہیں یہ صحیح ہیں۔ مولوی نور الدین مرزا جی کے خلیفہ تھے۔ مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین کے صفحہ ۲۳۳ پر مولوی اسمعیل کو شہید اور ان کے بیٹے محمد عمر کو بزرگ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۳ پر مولوی اسمعیل کو شہید لکھا ہے۔ ....

مولانا نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ کے ص ۵ پر مندرجہ ذیل لکھا ہے۔

"میں نے ہوش سنبھالتے ہی۔ مولوی خرم علی۔ مولوی اسمعیل۔ مولوی محمد اسحٰق کی کتابوں نصیحۃ المسلمین۔ تقویۃ الایمان۔ اور ردیاۃ المسلمین کو پڑھا۔ اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑھا۔ کہ ہر غلطی سے بحمد اللہ محفوظ رہا"

مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے کہ

"کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو"

سید احمد صاحب بریلوی مولوی اسمعیل کا روحانی پیشوا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۸) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَشُوا عَيْنَيْهَا فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ لَا تَكَحَّلْ قَدْ كَانَتْ أَحَدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَلَا حَتَّى أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ

اعراب میں نے لگائے ہیں

(دستخط قاضی فضل احمد مستغیث) حرر ما

× نشان غلطیوں کے ہیں جو اس نے ان پر یہ فیصلہ دیا ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مستغیث علوم دینی میں نیم تعلیمیافتہ آدمی ہے۔ اور اس کا علم عربی بہت ہی ناقص اور سطحی ہے۔ جیسا کہ ڈیفنس کی پیش کردہ عبارت پر اس کے اعراب لگانے کی کوشش سے ظاہر ہوا ہے۔ بہ بے شمار غلطیاں ہیں۔ جیسا کہ ضرب المثل ہے نیم حکیم کو

خطرۂ جان کہا گیا ہے ویسے ہی مستغیث (ب) نیم ملا خطرۂ ایمان ہے

ایک پادری صاحب سے گفتگو

پچھلے دنوں ایک چیف مشنری سے ہمارے نو مسلم بھائی فاضل بائبل کی گفتگو ہوئی جو قلم بند کر کے چھپنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

پہلا سوال ثلاثہ اقانیم میں سے صرف اقنوم ابن یعنی مسیح نے کیوں تجسّم اختیار کیا اگر تجسّم اختیار کرنا اچھی صفت تھی۔ تو باقی دو اقانیم اس اچھی صفت سے کیوں محروم رہے۔ اور بصورت دیگر الوہیّت کا نقص ہے۔ تمام اناجیل مشہودہ و موجودہ کی رُو سے کلیساؤں کا یہی اعتقاد ہے۔ کہ اقنوم ثانی نے جامہ انسانی پہنا تھا۔ نہ کہ کسی دوسرے اقنوم نے۔ اگر آپ فرما دیں کہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ صرف اقنوم ثانی نے تجسّم اختیار کیا تھا بلکہ خدا نے جامہ انسانی پہنا تھا۔ جس کی ہم تقسیم نہیں کر سکتے۔ تو عقائد مروجہ کو اس کی خبر نہیں۔ اور نیز عقیدہ تثلیث کے یہ صریح مخالف امر ہے ؎

پادری صاحب چیف مشنری نے فرمایا کہ "ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا نے تجسّم اختیار نہیں کیا بلکہ ایک اقنوم فلاں نے۔ دوئم اس مسئلہ کو ہم نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ سمجھا سکتے ہیں۔ آگے چلئے دوسرا سوال کیجئے ؎

دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ مقدس متی اپنی انجیل کے دوسرے باب کی تیئسویں آیت میں فرماتے ہیں۔ "اور ناصرۃ نام ایک مقدس ایک شہر میں جا بسا (یعنی یوسف بخار مع حضرت مسیح اور مقدسہ مریم کے) تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا۔ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا متی ۲/۲۳ ؎

اعتراض یہ ہے کہ تمام تورات۔ مزامیر۔ صحف الانبیاء پڑھ جاؤ۔ کسی نبی کی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ "وہ ناصری کہلائیگا" اور اگر آپ یہ تاویل فرما دیں کہ یسعیاہ ۱۱/۱ میں لفظ نصر جو ناصرہ سے مشتق ہے۔ بعینہٖ آیا ہے۔ تو اسکے جواب میں عرض ہے کہ وہاں اس سے مُراد چھوٹا پودا ہے۔ جو مسیح کے لئے نہیں۔ پر ایک دوسرے شاہزادہ کے لئے آیا ہے۔ اور نیز یسعیاہ ۱۱/۱ کو

اس جملے سے "وہ کہ ناصری کہلائیگا" کچھ علاقہ نہیں ؛

پادری صاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ یہ موجودہ بیبل میں نہیں ہے۔ اور جن کتب میں یہ لکھا تھا۔ وہ کتابیں اب نہیں ملتی ہیں۔ اور میں مانتا ہوں کہ بیبل میں غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ کتاب مقدس لفظ بلفظ خدا کی طرف سے ہے۔ بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صرف تعلیم خدا کی طرف سے ہے ؛

تیسرا سوال میرا یہ ہے کہ مقدس متی اپنی انجیل کے ستائیسویں باب کی نویں آیت میں لکھتا ہے "اسوقت جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔ پورا ہوا۔ کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی۔ انہوں نے اسکی قیمت کے تیس روپے لے لئے۔ متی کی انجیل ۲۷/۹ ؛

اب یرمیاہ نبی کی کتاب بیبل میں موجود ہے۔ ساری پڑھ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یرمیاہ نے اپنی کتاب میں کہیں یہ پیشگوئی نہیں کی۔ ذکریاہ نبی کی کتاب کے ۱۱/۱۲ میں ایک اور قسم کی عبارت بے شک لکھی ہوئی ہے۔ جسمیں صرف "تیس روپے قیمت" یہ ثلاثہ الفاظ موجود ہیں۔ اور کوئی مناسبت یا لگاؤ متی کے ۲۷/۹ کی عبارت سے اس کو نہیں ہے۔ اب آپ بتادیں کہ مقدس متی نے کیوں یرمیاہ کی کتاب کا حوالہ دیا۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ متی اپنی انجیل کے چھبیسویں باب تک پیشگوئیوں کے درج کرتے وقت انبیاء کے اسماء کے تحریر کرنے میں خصوصیت سے ممتاز ہے۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۸۶ میں اسبات کو صاف کر دیا ہے کہ "ذکریاہ کی کتاب کے گیارہویں باب کی بارھویں آیت والی پیشگوئی کو اس پیشگوئی کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس آپ اس کا مفصل جواب دیں ؛

آپ نے جواب میں فرمایا کہ "میں مانتا ہوں یہ غلطی ہوئی ہے۔ لیکن اس سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ غلطی ہو گئی ہے ہو جاوے۔ آپ اگلا سوال کریں ؛

چوتھا سوال میرا یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ اور نیز دعا میں بھی یہی کلمات کہے تھے کہ "ہم سب کو مسیح کی مانند بننا چاہیئے" اور نیز یہ کہ "مسیح کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہم ذرے سے آفتاب بن سکتے ہیں۔ کیونکہ مسیح نے فرمایا۔ جو کام میں کرتا ہوں تم بھی کرو گے" پس آپ کے اس فرمان پر میرا یہ اعتراض ہے۔ کہ مقدس متی کی انجیل کے اکیسویں

باب کی اکیسویں آیت میں مسیح کا فرمان یہ ہے :۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اگر ایمان رکھو۔ اور شک نہ کرو۔ تو نہ صرف وہ کرو گے۔ جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہُوا۔ بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے۔ کہ تُو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یہ ہو جائیگا۔ اور جو کچھ دُعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تمہیں ملیگا۔ متی ۲۱ / ۲۱و۲۲ ۔

اسی معیار مسیحیت یا شاگردی کے علامات کو مقدس مرقس یوں بوضاحت بیان فرماتا ہے۔ مرقس کی انجیل سولھواں باب سترہ آیت یُوں ہے :۔

" اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالینگے۔ نئی نئی زبانیں بولینگے۔ سانپوں کو اٹھائیں گے۔ اب اسکے علاوہ مقدس یوحنا کی بھی سُنئے :۔ یوحنا کی انجیل باب ۱۴ آیت ۱۲ میں مسیح فرماتا ہے ۔" میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا۔ بلکہ ان سے بھی بڑے بڑے کام کریگا" ۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ " ہم سب کو مسیح کی مانند بننا چاہیئے۔" سو واضح ہو کہ مقدس رسول تو تحریر فرماتے ہیں کہ " تم سب میری مانند بنو۔ جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں۔ پس رسول پولوس چال چلن میں خداوند کے لائق تھا۔ وہ معجزات بھی دکھلاتا تھا۔ جو ہر سہ اناجیل کے محولہ بالا مقامات کی رُو سے مسیح کا سچا شاگرد تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب ساری کلیساؤں کے تمام ایمانداروں میں سے ہر ایک کو چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا معیار کی رو سے معجزات دکھا کر اپنے آپ کو مسیح کا سچا شاگرد ثابت کریں۔ اور میں مودبانہ التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ جو مسیح کے نائب ہیں۔ مجھے ضرور یہ معجزات دکھا کر قائل کریں۔ اور اس سوال کا جواب بصورت منفی دینے میں جو فتویٰ آپ پر عاید ہو سکتا ہے آپ خود ہی سوچ لیں یا کوئی مسیحی ایماندار ایسا پیش کریں۔ جو اس معیار کی رُو سے صادق شاگرد کہلوا سکے۔

اور اگر آپ ان امور کی تاویلات فرماویں۔ اور رُوحانی معجزات یعنی بے دینوں کو دیندار بنانا اور پہاڑوں سے مُراد بڑے بڑے آدمی اور زہر سے مُراد بد آدمیوں کا اثر وغیرہ لیں تو پھر مسیح کے تمام معجزات کی بھی ہم تاویلیں کرینگے۔ اور اس طرح موجودہ طریق کی رُو سے مسیح عیسیٰ

کا کوئی معجزہ بھی خصوصیت سے ذکر کے قابل نہیں رہے گا۔ آپ جواب دیویں۔

پادری صاحب نے فرمایا۔ کہ "فلاں موقعہ پر میں بیمار تھا۔ اور فلاں موقعہ پر فلاں صاحب بیمار تھے۔ اور ایک مرتبہ ایک لڑکا بیمار تھا۔ (یہ مختلف مواقع کا ذکر ہے) اور ایسے بیمار تھے کہ ہر ایک قریب المرگ تھا۔ فلاں فلاں پادری صاحب نے آکر دعا کی۔ اپنے اپنے موقعہ پر ہم سب اچھے ہو گئے یہ کیا کم معجزہ ہے۔ پھر کون مذہب ہے۔ جسکو قبول کرنے سے بدکار سے بدکار چند ایام میں نہایت نیک اور دیندار ہو جاوے۔ پھر آپ بتادیں کون مشکل کام ہے۔ ایک بدکار کا اچھا ہونا یا پہاڑ کا اُٹھ جانا میں انسان کے روح کی بہ نسبت پہاڑ کے ہلنے جلنے کے بہت قدر کرتا ہوں۔" مینے جواب الجواب کی یہ کہکر اجازت لی کہ مجھے اس جواب کی کچھ نہیں آئی۔ آپ اسوقت کوئی معجزہ دکھادیں۔ فلاں موقعہ کی ہم بات نہیں کرتے۔ اب ثبوت دیویں۔ اور تمام مذاہب والے یہی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب کو قبول کرنے سے آدمی فوراً نیک ہو جاتا ہے۔ اور پہاڑ کا ہلنا جلنا یعنے متحرک ہونا بہ نسبت انسان کے نیک ہو جانے کے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن محض ہے۔ لہٰذا آپ اناجیل کے فرمودہ معیار کی رُو سے معجزات دکھا کر اپنے آپ کو مسیح کا سچا شاگرد ثابت کریں۔

پانچواں سوال بموجب متی $\frac{5}{18}$ کے مسیح یسوع توریت اور صحف الانبیاء کے نہ صرف مُصدِّق و مُویّد بلکہ متبع بھی تھے۔ اب احبار کی کتاب کے گیارہ باب کی چھٹی آیت پڑھیے۔ جہاں چوپائے جانوروں اور پرندوں کی صفات و خواص بتاکر ان کی حلت و حُرمت کے احکام نازل ہوئے ہیں۔ اور خرگوش کو اس واسطے حرام کیا ہے۔ کہ "جگالی کرتا ہے۔" یہ امر آپ کو معلوم ہے کہ خرگوش جگالی نہیں کرتا ہے۔ خدا نے کیوں اُسے جگالی کرنیوالا جانور قرار دیا ہے۔ پادری صاحب نے جواباً فرمایا کہ میں اس کا کچھ جواب نہیں دُونگا۔ کیونکہ مینے وعدہ کیا تھا کہ صرف مسیح اور صلیب و اناجیل کی نسبت جواب دُوں گا۔ یہ سوال ٹھیک نہیں آگے چلئے۔

چھٹا سوال یعنے یہ کیا کہ بقول اناجیل وغیرہ کے مسیح مصلوب ہو گئے۔ استثناء کی کتاب اکیسویں باب کی بائیسویں آیت پڑھیں۔ وہاں مصلوب کے

کے حق میں کیا فتوےٰ ہے۔ اور مقدس پولوس نے اپنے خط گلیتون کے تیسرے باب کی تیرھویں آیت میں اس فتوے کو مسیح پر چسپاں کر کے ساتھ ہی تورات کا فتوےٰ بھی لکھدیا ہے۔ میں تو وہ فتوےٰ بوجہ ادب جناب مسیح علیہ السلام کے پڑھ کے بھی نہیں سُنا سکتا۔ آپ فرماویں آپ کیا تسلیم کرتے ہیں ۔

اسکے جواب میں صاحب بہادر نے فرمایا۔ (اور ہم نے نہایت اخلاص کے ساتھ سُنا) کہ "ہاں بھائی بے شک مسیح لعنتی ہُوا۔ لیکن نہ اپنے گناہوں کے واسطے بلکہ میرے اور آپ کے بلکہ سب کے گناہوں کے واسطے اور بس"۔ میں نے کہا۔ دوسروں کے گناہ کو کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ کیونکہ حزقی ایل ۱۸/۱۹ تا آخر۔ یرمیاہ ۳۱/۳۰ روم ۲/۶ وغیرہ کی رُو سے یہ بالکل غلط ہے۔ اور ان مقامات میں بہ توضیح و بہ تشریح اس عقیدہ کی تردید کیگئی ہے۔ بلکہ اس عقیدہ سے بیزاری ظاہر کی ہے پادری صاحب نے فرمایا۔ "نہیں جواب ہو گیا آگے چلئے۔"

ساتواں سوال

میرا یہ ہے کہ مسیح کی شخصیت کی نسبت عقیدہ مروجہ اہل تثلیث کلیساؤں کا یہی ہے۔ کہ مسیح کامل انسان بھی تھا۔ اور انسان کا تصور یہی ہے نہ کچھ اور۔ کہ رُوح مخلوق جسم سے متحد ہو کر علائق دنیاوی اور جسمانی کا تجربہ کرے۔ پس جب رُوح مخلوق نے جسم کو اس طور پر قبول کر لیا۔ جس طرح ہر انسان کی رُوح جسم کو قبول کئے ہوئے اسوقت موجود ہے۔ تو مسیح بھی انسان ہو گیا۔ یہی انسانیت کا سچا تصور ہے۔ اور یہی پورے طور پر مسیح پر صادق آتا ہے۔ مسیح کی کامل انسانیت پر یہ اضافہ ہُوا۔ کہ انسانیت کو الوہیت میں قبول کیا گیا۔ اور خدا کی تعریف معروف ہے۔ خدا بھی ایک شخص ہے۔ پس لازم ہُوا کہ مسیح میں کامل الٰہی شخصیت بھی ہو۔ یعنے مسیح کی کوئی شخصیت صرف جسم اور رُوح سے بنتی نہیں۔ بلکہ وہ تو دو ذاتوں یعنے انسانیت اور الوہیت سے مرکب ہُوا ۔

اب آپ فرماویں۔ مسیح جب مصلوب ہُوا۔ تو کیا انسانیت کی رُو سے فوت ہُوا یا الوہیت کی رُو سے بھی مر گیا۔ اگر آپ کہیں کہ صرف انسانیت کی رُو سے مر گیا تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ مطابق مقدس متی کے روح مستعد ہے۔ جسم کمزور ہے۔ متی ۲۶/۴۱۔ اور یہ اصل مسیح کا خود فرمودہ ہے۔ کہ انسانیت تمام جہان کے گناہ اٹھا نہیں سکتی۔ یہ بار کثیر صرف الوہیت ہی اٹھا سکتی ہے،

پس اگر صرف انسانیت کی رُو سے مسیح فوت ہوئے۔ تو کفارہ نہ ہُوا۔ کیونکہ انسانیت گناہ اُٹھا نہیں سکتی۔ وجہ یہ کہ مسیح کی پُوری شخصیت پر پُوری طرح موت حاوی نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کہیں کہ الوہیت کی رُو سے بھی فوت گئے۔ تو یہ نقص الوہیت ہے۔ آپ جواب دیں۔ اس کا جواب چیف مشنری صاحب بہادر سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس پر ان سے گفتگو ختم ہوئی اور ایک اور پادری صاحب سے میں نے یہ سوال عرض کیا۔* اُسکے علاوہ اور بھی کئی چیزیں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض انسان بھی۔ تاتاریوں جبینیوں وغیرہ کے حالات پڑھیں۔ اُن کے بانی مبانی خود بغیر باپ پیدا ہوئے۔ وہاں چند اہل ہنود بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا۔ ان اہل ہنود سے پُوچھ لیجئے۔ چندر بنسی اور سورج بنسی خاندان کے حالات آپ کو سُنا دینگے۔ آدم بغیر ماں باپ کے ہوئے۔ اور اگر اب بھی اعتراض ہی تو لعزر اور نائن کا بیٹا وغیرہ کس طرح زندہ ہوئے۔ مسیح کے معجزات کو سنبھالئے۔

پادری صاحب نے کچھ جواب نہ دیا (ایوب کی کتاب کے ہر دو مقامات اور عبرانی کا حوالہ پڑھ کر میں نے سُنایا اور دکھا دیا) پھر یہ سوال کیا کہ "ابراہیم خدا کا پلوٹھا ہے"۔ یرمیاہ ۳۱ اور خروج ۴ کی رُو سے اسرائیل بھی خدا کا پلوٹھا ہے۔" اور مسیح بھی خدا کا پلوٹھا بیٹا ہے۔ اب فرمائیے۔ تین پلوٹھے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کون پلوٹھا ہے۔ پادری صاحب سے کچھ جواب نہ ہو سکا ۔

پچاس روپیہ انعام

جو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دیکر تسلی کرے

جو سماجی ممبر ہمارے ذیل کے سوالات کا جواب مدلل برابر میں دیگا۔ جس سے ہماری پوری پُوری تسلی ہو جائے۔ تو اس مرد میدان کی خدمت میں مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام پیش کرینگے ۔

* مرقس باب ۱۰ آیت ۱۷ [illegible] مرقوم ہے کہ ایک شخص نے ... [illegible]

کا حال عبرانی اور ۳ کے پڑھئے

سوال نمبر ۱ - شروع دُنیا میں ایک انسان پیدا ہوا یا کئی ایک؟ اگر کہو کہ بہت سے تو اس کی تائید میں وید منتر پیش کیجئے۔ ایسا منتر جس میں صاف صاف بیان ہو کہ ابتدائے دنیا میں بہت سے نوجوان پیدا ہوئے (یہاں پر سوال نہیں کہ بغیر ماں باپ کے کیسے پیدا ہو گئے ہیں) جواب کے وقت پُورا پُورا حوالہ مع لفظی ترجمہ کے پیش کریں؁

سوال نمبر ۲ - جو سوال اُوپر ہم نے کیا ہے۔ اسی مطلب کا سوال سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں کسی معترض کی طرف سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے ستیارتھ ص ۲۵۷

سوال - آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا؟

جواب از سوامی دیانند - کئی - کیونکہ جن جیوؤں (رُوحوں) کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی یہ یجر وید میں لکھا ہے۔ (... ... ... سنسکرت عبارت) اس (ویدک) شہادت سے یہی یقین ہوتا ہے کہ ابتداء میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے۔ اور دُنیا میں دیکھنے سے بھی یقین ہوتا ہے۔ کہ انسان کئی ماں باپ کی اولاد ہیں۔" (حوالہ اُوپر گذر چکا ہے) اس جگہ معترض کا جواب دیتے ہوئے اپنی تائید میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جسکی بابت فرماتے ہیں کہ یہ یجروید کا قول ہے۔ اسپر ہمارا یہ سوال ہے۔ کہ کوئی آریہ اس قول کو یجُروید سے پیش کرے۔ اصل عبارت اس کے مطابق ہو۔ اور ادھیائے اور منتر کا پورا پورا نمبر مع لفظی ترجمہ کے ہو؁

سوال نمبر ۳ - سوامی دیانند جی نے جو مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا کہ "جن رُوحوں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی" اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ بقول سوامی جی واقعی ویدوں میں تناسخ کا ذکر موجود ہے۔ اب اسپر ہمارا یہ سوال ہے۔ اگر سوامی جی کی عبارت صحیح ہے۔ تو آریہ صاحبان ویدوں سے تناسخ کا دعوے اور دلیل ہر دونوں پیش کریں۔ یہ نہ ہو کہ دعوے ہی صرف پیش کر دیا جاوے۔ اور وہ بھی من مانے معنی کر کے۔ بلکہ اصل عبارت مع لفظی ترجمہ اور پھر اس دعوے کے دلائل میں بھی وید کی شُرتیاں پیش کریں؁

سوال نمبر ۴۔ سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے صہ ۲۵۸ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔ " (انسانوں کی پیدائش) تری وشٹپ میں ہوئی جس کو تبت کہتے ہیں۔ اسپر ہمارا یہ سوال ہے کہ اس قول کو اگر آریہ صاحبان صحیح سمجھتے ہیں۔ تو ویدوں سے دکھلانا چاہیئے۔ کہ انسانوں کی پیدائش پہلے پہل تبت میں ہوئی۔ وید منتر مع لفظی ترجمہ کے ہو۔ بے جا حواشی کی ضرورت نہیں ؛

سوال نمبر ۵۔ پھر اس عبارت کے آگے سوامی جی معترض کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ شروع دنیا میں ایک ذات تھی یا بہت۔ فرماتے ہیں :۔

" انسان کی ایک ذات تھی۔ بعد ازاں .. .. .. یہ رگوید کا قول ہے شریفوں کا نام آریہ عالم۔ دیو + اور بد دل کا نام دسیو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانے کی وجہ سے آریہ اور دسیو دو نام ہو گئے (.. .. .. سنسکرت عبارت)

(قول اتھرو وید۔ ۱۹۔ ۶۲) آریوں میں مذکورہ بالا طور سے براہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودر چار تقسیم ہوئیں۔ دوج عالموں کا نام آریہ اور جاہلوں کا نام شودر اور انار یہ یعنے اناڑی " ستیارتھ صہ ۲۵۹

آریہ صاحبان قدامت وید کے مدعی ہیں۔ ان کا دعوٰی ہے کہ وید ازلی ہیں۔ ان سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو یہ ازلی نہ ہوتے۔ دنیا میں جو کچھ ہؤا یہ ان کے بعد کے واقعات ہیں۔ اگر یہ دعوٰے صحیح ہے۔ تو سوامی جی نے جو وید منتر پیش کئے ہیں۔ اور ان میں لکھا ہے۔ کہ ابتداء میں انسانوں کی ایک ہی ذات تھی۔ بعد میں دو ذاتیں ہو گئیں۔ ایک عالموں کی اور دوسری اُسروں کی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وید قدیم نہیں۔ کیونکہ وہ انسانوں کی پیدائش کے بعد ہونے والے واقعات بیان کر رہا ہے۔

ابھی اور بھی کئی سوالات ہیں۔ فی الحال یہی حل کیجئے۔ اور حسب شرائط بصورت ہماری تسلی ہو جانے کے انعام پلیئے ؛

فضل حسین مہاجر از قادیان دارالامان

چندہ سالانہ رفیق حیات صرف ایک روپیہ عمر نمونہ مفت منگا کے ملاحظہ کریں

رفیق حیات

جوکہ سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتا ہے

نیم حکیموں کے پھندے سے رہائی دلانے والا۔ مایوس مریضوں کو سچی ہمدردی کے ساتھ مفت مشورہ دینے کے علاوہ علمی طبی علوم پر محققانہ بحث کرنے والا اعلیٰ حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل کے مجربات صحیح طور پر درج کئے جاتے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے حسب خواہش خریدار رفیق حیات و ذیل کی ادویہ میں سے ایک دوائی مُفت نذر ہوگی۔

دوائی جریان	سرمہ نور	دوائی ریح و قبض کشا
مفت	مفت	مفت

قدامت مادہ و تناسخ کی تردید

اس نام کا ٹریکٹ نہایت موزون جیبی تختی سفید کاغذ پر چھپا ہے۔ فاضل مُصنف نے آریوں ہی کی کتب سے بُہت سے نقلی جواب جمع کر دیئے ہیں۔ جس سے مذکورہ بالا آریوں کے ہر دو مسائل کا تار و پود فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ نقلی حوالجات کے عقلی دلائل بھی مرقوم ہیں۔ جن احباب کو انکی طلب ہو وہ ۲ر کا ٹکٹ برائے محصولڈاک بھیجکر ذیل کے پتہ سے مُفت منگوا سکتے ہیں ٭

ان ہر دو کے ملنے کا پتہ:- مینیجر رفیق حیات قادیان۔ (پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

اصلی عرق کافور | **وقت پر صلاح** | اصلی عرق کافور

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے یہ اصلی کافور عرصہ چونتیس سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد دستی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ایک شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر۔ **ادویات** ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

طاعون کی مجرب دوا | **پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو** | طاعون کی مجرب دوا

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے۔ کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ اسوجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے۔ پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکتے ہیں۔ اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہیں رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ آٹھ آنے (۸ر) ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ر ◆

محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک پانچ آنے (۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تارا چند دت اسٹریٹ ۔ کلکتہ

جناب دیوان مہاراجہ بنارس بابو باشیرام نگر سے لکھتے ہیں۔ آپ کا عرق کافور واقعی اکسیر ہے ◆

دیکھئے مہاراجہ بھیکم نرائن سنگھ دیو ضلع گیا سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپکی دوا ہیضہ کو بہت جلد دور کرتی ہے ◆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۳۶ھ | نمبر ۵

نیا عہد نامہ اور تحریف کے چند نمونے	۱ - ۶	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
خاتم النبیین کے معنے۔ تبدیلی عقیدہ	۷ - ۸	(اکمل)
رحیم و تواب	۹ - ۲۳	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
مکالمہ شیعہ و احمدی ع۹	۲۴ - ۲۹	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
بشارات القرآن	۳۰ - ۳۲	مولوی احمد الدین صاحب نائب مولوی
درس الحدیث	۳۲ - ۳۴	حضرت اولوالعزم
تصوف۔ فہرست کتب	۳۵ - ۳۶	

قیمت سالانہ: عوام سے [illegible] طلباء سے [illegible] غیر ممالک سے [illegible]

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا۔ اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کی توسیع اشاعت

ماہ مارچ کے رسالہ میں احباب سے استدعا کی تھی کہ وہ مہربانی فرماکر توسیع اشاعت کے متعلق کوشش فرمادیں تاکہ رسالہ کم ازکم اپنا خرچ آپ برداشت کر سکے۔ جن دوستوں نے میری چھٹی پر تاحال التفات نہیں فرمائی۔ ان سے دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنا فرض ادا کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ منفصلہ ذیل احباب نے ۱۲ اپریل تک توجہ فرمائی ہے۔ ان کا بہت بہت شکریہ۔

۱۔ جناب چودہری محمد حسین صاحب دفتر قانونگوئی ظفروال - ۶

۲۔ جناب مستری احمد الدین صاحب بھیرہ ۱۔ (تین کا وعدہ فرمایا)

۳۔ جناب بابو رسول بخش صاحب کرم پور۔ خود خریدار ہوگئے۔ ۱۔ اور خریدار دینے کا وعدہ

۴۔ جناب میاں نور الحسن صاحب بھاگلپوری۔ خود خریدار ہوئے۔ ۱۔ " " "

۵۔ جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور - ۶

۶۔ جناب بابو فخر الدین صاحب کلرک کیمل کور ۵۲ لاہور ۴۔ (جنہیں سے دو کی قیمت اپنی گرہ سے دی)

۷۔ جناب چودہری محمد حیات صاحب رٹ انسپکٹر زیرہ - ۳

۸۔ جناب مستری الٰہی بخش صاحب امرتسر۔ خود خریدار ہوئے۔ ۱۔ (اور خریدار دینے کا وعدہ)

۹۔ جناب بابو علی محمد صاحب فیروزپوری۔ ۱۔ (۱۰) جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور ۳

۱۱۔ جناب قاضی حبیب اللہ صاحب لاہوری ۲۔ (۱۰ پورے کرنے کا وعدہ)

۱۲۔ جناب مولانا محمد بہاء الدین خان صاحب حیدرآباد دکن - ۴۔

۱۳۔ جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل قادیان ۵۔ ۱۴۔ جناب حکیم نظام جان صاحب قادیانی ۱

۱۵۔ کیپٹن ایچ پوشاہ (کیمپ میرن شاہ) ۱۔ (اور کا وعدہ) ۱۶۔ ماسٹر شیر عالم صاحب کنجاہ۔ خود خریدار

۱۷۔ میاں غلام مصطفٰے صاحب نقشہ انسپکٹر ۱ خریدار۔ (کم ازکم ۵ خریدار اور دیں)

جن احباب نے میرے خط کا جواب تک نہیں دیا۔ گیلے مجھے ان سے شکایت دوستانہ و شکوہ برادرانہ کا بجا حق حاصل نہیں۔ امید ہے اب توجہ فرمادینگے۔ دیر آید درست آید۔ انشاء اللہ اگلے مہینے ان دوستوں کا انتظار کرکے جنھوں نے خریدار دینے کا وعدہ کیا اور جنھوں نے ابھی تک خریدار نہیں دئے اور نہ ہی چھٹی کا جواب دیا ہے۔ یہ تمام نام معاونین تشحیذ کے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں خاص دعا کے لئے [illegible] کر جائینگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۸ء

نیا عہدنامہ

اور

تحریف کے چند نمونے

ایک وہ زمانہ تھا کہ پادریوں کا ٹڈی دل لشکر اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ التحیات والسلام پر اعتراض کرنے کے لئے تُلا ہوا تھا۔ اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء بھی انکے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اور ہزاروں کیا لاکھوں مسلمان اسلام سے مُرتد ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا اسلام کی تعلیم مُرتدین کو بے ہودہ نظر آئی۔ جو وہ اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہیں نہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے علماء نے قرآن مجید کی بجائے غلط احادیث وتفاسیر کو ہی تعلیم اسلام سمجھا ہوا تھا۔ جب ان پر (احادیث وتفاسیر پر) پادری لوگوں نے اعتراض کرنے شروع کئے تو مسلمانوں کے پاس جواب کی سکت نہ رہی۔ اور پادریوں نے مُسلمانوں کی اس جہالت سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ یا اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم میں ایک مسیح محمدی کو پیدا کیا۔ جسکے آنے کا ہماری کتابوں میں وعدہ تھا۔ اس نے آکر دُنیا میں اسلام کی اصلی تصویر دکھائی ؛

باآواز بلند للکار کے تمام مذاہب کو چیلنج دیا کہ تم اگر اپنے اپنے مذہب کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہو تو اس تعلیم کے مقابلہ پر اپنی تعلیم پیش کرو۔ مگر تمام اس مقابلہ سے عاجز رہے۔ اسکے بعد اس مامور نے عیسائیوں کے موجودہ عقائد پر وہ تنقیدی نظر ڈالی۔ کہ ایک زمانہ نے دیکھا۔ چنانچہ آج ہم اسی مقدس کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ بڑے سے بڑا پادری بھی ایک معمولی شُد بُد جاننے والے احمدی کے مقابلہ نہیں آتا۔ یہیں تک نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود نے انجیل کی تعلیم پر ناقابل تردید اعتراض کئے۔ جنکے جواب سے پادری آج تک عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ بلکہ انجیل کے بعض وہ مقامات ہی اب نظر نہیں آتے جن پر حضرت مسیح موعود نے اعتراض کئے تھے۔ اب مسیح کی برکت سے ہمارے پاس عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے دُگنا مصالحہ جمع ہو گیا۔ ایک تو وہ زبردست اعتراض دوسرے بائبل میں جو کمی بیشی کیگئی۔ یہاں ان اعتراضات کا دہرانا مقصود نہیں۔ جنکے ذریعہ سے اصحاب تثلیث کا مشن ناکام ہوا۔ بلکہ یہاں مختصر طور پر انجیل کے ان مقامات کو لکھتے ہیں۔ جہاں تیس برس کے اندر اندر تبدیلی کر دیگئی۔ بوقت فرصت عہد نامہ قدیم کے محرف مقامات کی فہرست بھی پیش کرینگے ؛

نمونہ اوّل۔ متی باب ۱۷ ورس ۲۱۔

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دُعا اور روزہ کے نہیں نکالے جاتے۔"

نسخہ بائبل مطبوعہ لنڈن اُردو ٹائپ سنہ ۱۸۸۷ء

اب نئے طبع شدہ نسخوں میں جب اس ورس (آیت) کی تلاش کرتے ہیں تو بالکل نہیں ملتی۔

نمونہ دوم۔ متی باب ۱۸۔ ورس ۱۱۔

"کیونکہ ابن آدم آیا ہے کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ کے بچائے۔"

نسخہ مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۸۷ء

اب نو طبع شدہ نسخہ لاہور سنہ ۱۹۰۸ء یا سنہ ۱۹۰۶ء یا سنہ ۱۹۰۴ء وغیرہ سے اس ورس کو کوئی ڈھونڈھنا چاہے تو ہرگز کامیاب نہ ہو گا ؛

نمونہ سوم۔ متی باب ۱۳۔ ورس ۱۴۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ بیواؤں کے گھر نگل جاتے اور مکر سے لمبی چوڑی نماز پڑھتے ہو۔ اس سبب تم زیادہ سزا پاؤ گے"۔ نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۷ء

اب یہ ورس بھی جدید نسخوں سے نکال ڈالا گیا ہے۔

نمونہ چہارم۔ مرقس باب ۷۔ ورس ۱۶۔ "اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سُنے"۔

نسخہ ۱۸۸۷ء میں یہ مختصر سی آیت موجود مگر بعد کے نسخوں میں مفقود ہے۔

پانچواں نمونہ۔ مرقس باب ۹ ورس ۴۴۔ "جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی"۔ یہ ورس بھی نسخہ ۱۸۸۷ء کے مابعد طبع شدہ نسخہ جات میں نہیں ہے۔

چھٹا نمونہ۔ مرقس باب ۹ ورس ۴۶۔ اس ورس میں بھی دوبارہ ورس ۴۴ والا مضمون کہ جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا الخ مرقوم ہے۔ مگر نئے نسخوں میں نہیں۔

ساتواں نمونہ۔ مرقس باب ۱۱۔ ورس ۲۶۔ "اور اگر تم معاف نہ کرو گے۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور بھی معاف نہ کریگا"۔ نسخہ مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۷ء ہمنے جہاں تک چھان بین کی۔ ہمیں جدید نسخہ جات میں ہرگز یہ آیت نہ ملی۔ غالباً اس لئے کہ اس سے کفارہ کی تردید ہوتی ہے۔

آٹھواں نمونہ۔ مرقس باب ۱۵، ورس ۲۸۔ تب وہ نوشتہ اس مضمون کا کہ وہ بدوں میں گنا گیا۔ پورا ہوا۔ منقول نسخہ ۱۸۸۷ء مطبوعہ لنڈن۔

یہ ورس بھی جدید نسخوں میں نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ یہ نوشتہ عہد عتیق میں نہیں ملتا۔

نواں نمونہ۔ انجیل لوقا باب ۱۷ ورس ۳۶۔ "اور دو آدمی جو کھیت میں ہونگے ایک پکڑا دوسرا چھوڑا جائیگا۔ نسخہ ۱۸۸۷ء۔ لیکن یہ آیت بھی اب نہیں پائی جاتی۔

دسواں نمونہ۔ انجیل لوقا باب ۲۳۔ ورس ۱۷۔

"اُسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسی کو ان کے واسطے چھوڑ دے"۔ ورس ۱۷۔ عربی نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۵ء میں ہے۔ (وکان مضطراً ان یطلق لھم کل عید واحداً) مگر یہی ورس نسخہ ۱۸۸۷ء میں بریکٹ میں لکھی ہے۔ جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ اصل سے متعلق نہیں۔ حاشیہ ہے۔ مگر افسوس۔ اب ۱۸۸۷ء کے بعد جو نسخے طبع ہوئے۔ اُنہیں

حاشیہ کے طور پر بھی یہ ورس نہیں پائی جاتی ۔

گیارھواں نمونہ ۔ انجیل یوحنا رسول باب ۵ ورس ۴۔ کیونکہ ایک فرشتہ بعضے وقت اس حوض میں اتر کے پانی کو ہلاتا تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو۔ اس سے چنگا ہو جاتا تھا۔ نسخہ سنہ ۱۸۸۷ء

محولہ بالا ورس پہلے نسخوں میں بتمام و کمال موجود ہے۔ مگر حضرت احمدؑ قادیانی کے زبردست اعتراضات کے بعد یہ ورس نسخہ سنہ ۱۹۰۶ء۔ سنہ ۱۹۰۴ء۔ سنہ ۱۹۰۸ء وغیرہ میں نہیں رہی ۔

بارھواں نمونہ ۔ کتاب اعمال باب ۱۵ ورس ۳۴۔ " مگر سیلاس نے وہاں رہنا بہتر جانا۔ نسخہ سنہ ۱۸۸۷ء ۔

اس مختصر سی آیت کو بھی اصل سے اُڑا دیا گیا ہے۔ چنانچہ نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ء میں موجود نہیں

تیرھواں ۔ متی باب ۱۹ ورس ۱۷۔ " اُس نے اُسے کہا کہ تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں ۔ مگر ایک یعنے خدا ! الخ

نسخہ اردو مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۸۷ء و نسخہ انگریزی سنہ ۱۸۷۲ء

اب جدید نسخوں میں لکیر شدہ فقرہ یوں پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو نسخہ اردو مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ء و سنہ ۱۹۰۸ء و سنہ ۱۹۰۴ء۔ اس نے اس سے کہا کہ مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو ایک ہی ہے الخ متی ۱۹/۱۷ ۔

پیارے ناظرین! حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس قدسیہ پر ایمان لائیے۔ نیکی کی بابت پوچھنے اور نیک کہنے میں بڑا فرق ہے ۔

چودھواں نمونہ ۔ متی باب ۱۲ ورس ۴۰ " کیونکہ یونس تین رات اور تین دن

( )

مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسا ہی ابن آدم تین دن اور تین رات زمین کے اندر رہے گا۔

انگریزی نسخہ سنہ ۱۸۷۰ء مطبوعہ لنڈن ۔

معزز ناظرین! فقرہ "تین دن اور تین رات" کی بجائے سنہ ۱۹۰۶ء کے نسخہ کی عبارت

اب یُوں ہے۔

"کیونکہ جیسا یُونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا" الخ متی ۱۲/۴۰

تین دن اور تین رات کی بجائے اب تین رات دن کر دیا گیا ہے تاکہ واقعات سے مطابق ہو سکے (یسوع مسیح جمعہ کے روز صلیب دئے گئے۔ اور اتوار صبح قبر میں موجود نہ پائے گئے۔ تین دن اور تین رات نہ بن سکتے تھے۔ لہٰذا تغیر ہُوا)

پندرھواں نمونہ۔ خط یوحنا ۱ باب ۵ ورس ۷۔

"کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ اور کلام اور رُوح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہیں" نسخہ انگریزی مطبوعہ لنڈن جو سنہ ۱۸۷۰ء کا غالباً ہے۔

اس ورس کی اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ آج تک تثلیث کے ثابت کرنے کے لئے انجیل سے عیسائی یہی ورس پیش کیا کرتے تھے۔ مگر جب مطالبہ کیا گیا کہ بتلاؤ یہ ورس قدیم یونانی نسخوں میں کہاں ہے۔ تو اس چیلنج کی تاب نہ لاسکے۔ اور سنہ ۱۸۸۷ء کے اُردو نسخہ میں اس ورس کو بریکٹ میں کر دیا۔ اور اب جو ہم جدید سنہ ۱۹۰۶ء کے طبع شدہ نسخہ جات میں دیکھتے ہیں۔ تو اس کو مفقود پاتے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ باوجود اسکے کہ عیسائی اپنے ہاتھوں سے ہی کمی بیشی کر رہے ہیں۔ مگر پھر بھی اس کو اصل آسمانی کتاب ہی تصور کئے جاتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ قرآن شریف کے ایک شوشہ میں بھی فرق ہو جاتا۔ تو تمام عیسائی شور مچا دیتے۔

سولھواں نمونہ۔ یوحنا باب ۷۔ ورس ۵۳ و یوحنا باب ۸ ورس ۱ تا ۱۱

کل بارہ عدد ورس محرف و مبدل ہیں۔ اور ایک محقق کے لئے ان کا صحیح پتہ لگانا بالکل دشوار ہے۔ کہ آیا یہ اصل ہیں یا نقل۔ ایک نسخہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ تو ان میں یہ آیات ہیں۔ اور دوسرے میں نہیں۔ ان آیات کا مضمون بخوف طوالت نقل کرنا یہاں مشکل ہے۔ ناظرین نسخہ جدید سنہ ۱۹۰۶ء کو خود ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں ان کے نیچے عیسائیوں نے خود صریح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ یہ ورس اصل نسخوں میں نہیں ہیں۔ دیکھئے نوٹ حاشیہ سنہ ۱۹۰۶ء نسخہ۔

"ساتویں باب کی ۵۳ آیت سے لیکر آٹھویں باب کی گیارہ آیت تک کی عبارت اکثر پرانے قلمی نسخوں میں اس موقع پر نہیں پائی جاتی"۔

(پادری صاحبان اس عبارت کو دوسرے موقع پر ہی لکھا ہوا بتلایا ہوتا)

یہ تمام نمونے جو اوپر گذر چکے ہیں تحریف لفظی کے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ تحریف معنوی کے بھی کسی دوسرے وقت میں انجیل سے نمونے پیش کرینگے ؛

سترھواں نمونہ۔ کتاب موسیٰ۔ استثناء باب ۳۱ ورس ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا۔ اور وے تمام ہوئیں۔ تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے ؛

(وہ صندوق جس میں توریت رکھی گئی۔ تا محفوظ رہے)

فرمایا۔ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھیو الخ

معزز ناظرین! معلوم ہو گیا ہو گا کہ توریت جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ تو وہ لاویوں کے سپرد کر دی گئی۔ کہ صندوق میں بند رکھو۔ تا یہ حفاظت سے رہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آیا وہ توریت صندوق میں رکھی ہوئی صحیح وسلامت رہی یا ضایع ہو گئی ؛

ملاحظہ ہو کتاب پرانا عہد نامہ سلاطین ۱ باب ۸ ورس ۹۔

"اور صندوق میں کچھ نہ تھا۔ سوا پتھر کی دو لوحوں کے جن کو موسےٰ نے حورب میں اس پر رکھا تھا"

اب صاف ثابت ہو گیا کہ موسیٰ نے جو تختیاں حفاظت کے لئے رکھی تھیں۔ جب بعد میں صندوق کھولا گیا تو صرف دو تختیاں نکلیں۔ جنکو موسیٰ نے رکھا تھا اور کچھ نہ تھا (باقی تلف ہو گئیں) ؛

نیا عہدنامہ میں (جو جدید طبع شدہ ہے) بہت سی آیات ایسی ہیں جو پہلے نسخوں میں تو متن میں شمار ہوتی رہی ہیں مگر جدید میں بریکٹ ڈالکر حاشیہ بنا دی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان بریکٹ والی آیات کی فہرست کسی دوسرے وقت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

مولانا نور الدین رضؓ کے نزدیک آیت خاتم النبیینؐ کے معنے

منقول از مباحثہ مابین ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و حضرت مولانا نور الدین خلیفۂ اول رضؓ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟

حکیم صاحب (مولانا نور الدین) نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لاسکتا

بٹالوی۔ کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے۔ جو تشریع جدید نہ کرے۔ شرع محمدی کے تابع ہو۔ اور نبی کہلائے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے۔ اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم صاحب۔ کوئی بعید نہیں۔ ہو۔

بٹالوی۔ آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے۔ آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب۔ خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کی ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔ ایسے نبی کے دلائل میں اسوقت پیش نہیں کرتا"

مذکورہ بالا گفتگو مندرجہ اشاعت السنہ جلد ۱۳ نمبر ا مجریہ سنہ ۱۸۹۰ء سے ظاہر ہے کہ مولانا نور الدین جو غیر مبائعین کے مسلمہ خلیفہ اور مقتدر فاضل متبع کتاب و سنت ہیں۔ اسکے نزدیک بھی آیت خاتم النبیین کے یہی معنے تھے کہ صاحب شریعت نبی ختم ہیں نہ کہ غیر تشریعی۔

پس مولوی محمد علی صاحب کیا فرماتے ہیں؟ جو اساتذہ کو مانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب مسیح موعود کے حرکت نبضی کی مانند متبع تھے۔

تبدیلی عقیدہ

اسبات پر بہت اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تعریف نبوت اور کی۔ اور اس بناء پر اپنے آپ کو غیر نبی کہا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد جو نبوت کی تعریف کی اس کے مطابق اپنے آپ کو نبی قرار دیا۔ کیا ایک نبی کے لئے یہ جائز ہے کہ اسے باوجود نزول وحی

اپنی نبوت کی حقیقت منکشف نہ ہو ۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل وحی نبوت لے کر نازل ہوا ۔ اور بہت سے اصرار کے بعد آپ کو سورہ اقرء باسم ربک کی پانچ آیتیں پڑھائیں مگر آپ کانپتے کانپتے حضرت خدیجہ کے پاس گئے ۔ اور کہا ولقد خشیت علی نفسی (صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی) یعنے مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو ۔ (ترجمہ حضرت مسیح موعود دیکھو ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۰)

پھر دیکھو صحیح البخاری جزء ۲۸ کتاب التعبیر وفتر الوحی فترۃ ۔ حتی حزن النبی صلے اللہ علیہ وسلم حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواہق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکے یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا الخ یعنے جب نزول آیات سورہ اقرء باسم ربک کے بعد وحی قرآنی میں تاخیر ہوئی تو نبی کریم شدت حزن سے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے تاکہ گر کر جان دیدیں ۔ مگر جب بھی آپ ایسا کرنا چاہتے تو جبرئیل ظاہر ہو کر کہتا یا محمد آپ سچے رسول ہیں اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ زمانہ فترۃ الوحی جو ڈھائی سال ہے (دیکھو فتح الباری) میں آپ پر باوجود نزول وحی قرآنی اور باوجود بار بار ظاہر ہونے جبرئیل کے اپنی نبوۃ پورے طور پر منکشف نہ ہوئی تھی ۔ پس اگر نبی کریم کے لئے یہ جائز ہے تو مسیح موعود کے غلام کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ کچھ مدت اپنی وحی دربارہ نبوت کی تاویل فرماتے رہیں ۔

دوم ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ۔ ما ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متی (متفق علیہ) وفی روایۃ للبخاری من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب ۔ یعنی کسی کے لئے جائز نہیں کہ یوں کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں اور جو ایسا کہے وہ کاذب ہے (دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۹ باب بدء الخلق) پھر فرمایا ۔ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور تمام انبیاء اس روز میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے) ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ ۵۰۵

اب ان دونوں اقوال میں اختلاف و تناقض ہے پس جو پیش کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے مدعی نبوت کو ... کاذب و ملعون کہا ہے تو وہ اپنے عقیدہ پر غور کریں ۔ مقصود صاحب جس مدعی نبوت کو آپ نے ایسا فرمایا ۔ وہ صاحب شریعت یا براہ راست ہونے کا مدعی ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحیم و توّاب

اسلامی توبہ اور دیانندی عقیدہ

آریہ و مسلم عقائد دربارہٗ صفات خداوندی

آج ہم جس مسئلہ پر قلم اٹھانے لگے ہیں وہ یہ ہے کہ "آیا خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے پر رحم کرکے اسکی توبہ بھی قبول کرتا ہے یا بقول دیانندی حضرات صرف عادل و منصف ہے۔ رحیم و توّاب نہیں قطع نظر دیگر مذاہب کے خیالات دربارہٗ صفات خداوندی یہ مضمون صرف اسلامی اور دیانندی عقائد کے اندر محدود ہوگا۔ یہاں صرف ہر دو مذاہب کے خیالات دربارہٗ صفات خداوندی رحیم و تواب یا صرف عادل و منصف کو بالمقابل لکھکر دکھلائینگے۔ کہ دونوں میں سے کون اپنے دعاوی کے اثبات میں معقول دلائل پیش کرتا ہے۔ اور یہ دلائل عقلی و نقلی دونوں قسم کے ہونگے ؛

فطرت انسانی میں صفات الٰہی کا نقش

اور یہ بات بھی دیکھنی ضروری ہوگی کہ فطرت انسانی کے عین مطابق کونسا عقیدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللّٰہ۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی ہوئی فطرت وہی ہے۔ جو اُسنے اپنے بندوں میں رکھی ہے۔ اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیئے۔ یعنے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انسان میں ایسی صفات ودیعت کیگئی ہیں۔ جن سے وہ ایک حد تک صفات خداوندی کا مظہر کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اور یہ اسلئے ودیعت کیگئی ہیں کہ انسان ان کے ذریعہ سے نیک و بد میں شعور کر سکے۔ اور اسطرح انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف کون کون سی صفات منسوب کرنی واجب ہیں۔ اور یہی راستہ ہے۔ کیونکہ خداوندی صفات کا پرتو انسان پر بھی ایک حد تک پڑا ہوا ہے۔ پس وہ جب اپنی فطرت کے مطابق اللہ تعالےٰ کی صفات کو جانچتا ہے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں

فلاں اس کی طرف منسوب کرنی چاہئیں۔ اور یہی خلاصہ مطلب ہے۔ قرآنی آیت کا کہ انسان میں وہی صفات ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے معرفت حاصل کرنے کے لئے ودیعت کی گئی ہیں۔ اور ان کو متنبہ کیا ہے۔ کہ تم ہرگز ہرگز ایسی کوئی صفت بھی میری طرف منسوب کرنا۔ جو عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ پس عقل و فطرت کو اس مقدمہ میں رہنما بناؤ۔ تا تمہیں ان دشوار گذار راہوں میں سہولیت ہو جائے ۔

اِس مضمون کی تائید میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ تخلّقوا باخلاق اللّٰہ یعنی اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی صفات کو فطرت کے مطابق جانچو۔ پس مندرجہ بالا آیت و حدیث نے ہمیں ایک عمدہ اور آسان شاہراہ پر چلا دیا۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی بتلائی کہ وہی مذہب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوگا۔ جو فطرت انسانی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار و بیان کرے۔ پس اب ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بے شک یہ ایک بہت عمدہ کسوٹی ہے جس پر صادق مذہب کی سچائی فوراً آشکار ہو جائے۔ اور جو مذہب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں ان کا دعوے باطل ہونا دیکھ لیں ۔

صفت رحم عقل و فطرۃ انسان کے مطابق ہے

جب ہم اس کائنات عالم پر ایک گہری نظر دوڑاتے ہیں۔ تو انسانوں میں کچھ صفات اس قسم کی پاتے ہیں۔ جنہیں ہر ایک شخص لاریب فیہ عمدہ اور نیک سمجھتا ہے۔ اور بعض ایسی صفات بھی ہیں۔ جنہیں ہر ایک سلیم الفطرت بری تصور کرتا ہے۔ مثلاً انسانوں میں رحم کا مادہ کم و بیش موجود ہے۔ اور یہ صفت (رحم) دنیا میں نیک اور عمدہ سمجھی گئی ہے۔ اور اگر کوئی شخص رحم کے خلاف کرتا ہے۔ تو دیگر اشخاص اسکو ظالم جیسے برے لقب سے ملقب کرتے نظر آئینگے۔ اور رحیم انسان کو نیک نفس قابل تعریف انسان کا خطاب دیتے ہیں۔ اور ہر ایک اُس رحیم انسان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے گا ۔

پس معلوم ہو گیا کہ انسان میں رحم کی صفت موجود ہونی عالم و جاہل سب کی نظروں میں قابل تعریف مانی گئی ہے۔ برخلاف اسکے بے رحمی کو صفات ذمیمہ کی لسٹ (فہرست) میں شمار کرتے ہیں۔ اب ہم اس تمہید کو ختم کر کے ہر دو مذاہب کے دعاوی مع دلائل ناظرین کے

کے آگے پیش کرینگے۔

آریہ عقیدہ دربارہ رحم الٰہی

سب سے اول دیانندی عقائد جو خود ہی سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب میں تحریر کئے ہیں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۰

سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ (گناہ) معاف کرتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کر دے۔ تو اس کا انصاف جاتا رہے۔ اور اس سے تمام انسان پاپی ہو جائیں۔ مثلاً اگر راجہ گناہ معاف کر دیا کرے تو لوگ حوصلہ پاکر اور بھی بڑے بڑے پاپ کریں۔ کیونکہ راجہ گناہ بخش دیا کریگا۔ اور ان کو بھی بھروسہ ہو جائیگا۔ کہ ہم راجہ سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کے اپنے قصور معاف کرا لینگے۔ جو لوگ قصور نہیں کرتے۔ وہ بھی قصیروں سے نڈر ہو کر پاپ کرنے میں راغب ہو جائینگے۔ اسکے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا۔

پیارے ناظرین! سوامی جی مہاراج کی بیان کردہ صفات خداوندی کو آپنے دیکھلیا۔ دعوٰے اور اسکی دلیل بھی آپکے سامنے ہے۔

سوامی جی نے ایسی بات کہی جسے انسانی فطرت سنکر ہی متنفر ہو جائے۔ یہ کیسی اچنبے کی بات ہے کہ انسان تو ایک دوسرے کے قصور معاف کر دیں۔ مگر خدا تعالیٰ جو تمام خوبیوں کا منبع ہے۔ اس میں یہ اعلیٰ صفت مفقود ہو۔ بلکہ اس میں یہ صفت ہونی بقول سوامی جی کے بلکہ معیوب بھی جائے۔ کیا کوئی معقول دلائل بھی اس دعوٰے کے آپ رکھتے ہیں یا یہی ایک دلیل تصور کر لی گئی ہے۔ مہاراج آپکے دعوٰے کی بنیاد کھوکھلی ہے۔

توبہ سے گناہوں کی معافی

ہم کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص ہر طرح کی بدیوں اور برائیوں سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان پوری کوشش کرتا ہے اور سنسار (دنیا) میں پھونک پھونک کے قدم رکھتا ہے۔ مگر اتفاقاً اس شخص سے کوئی فعل ایسا صادر ہو گیا۔ جسکی رو سے وہ گنہگار رہا۔ تو کیا اس کی تمام عبادت خاک میں مل گئی۔ اور اسکے مقابل وہ شخص جو عمر بھر فسق و فجور میں مبتلا رہا۔ خدا کی عدالت میں مساوی تصور ہو

کے

اور کیا دونوں پر ایک سا عتاب الٰہی نازل ہوگا ؟

اس کا جواب ہر سلیم الفطرت انسان کی طرف سے یہی ملیگا کہ ہرگز نہیں۔ اگر ایک جُرم کرنیوالا شخص خدا کے حضور سچے دل سے توبہ کرے اور کہے کہ اے غفور رحیم خدا میرا تو معبود اور میں تیرا عبد ہوں۔ میں ہمیشہ تیرے احکام کی بجاآوری میں ہمہ تن مصروف رہا۔ مگر شامت اعمال سے ایک گناہ سرزد ہوگیا ہے۔ تو مجھے اپنی رحیمیت کی صفت کے ماتحت معاف کردے۔ اور آئندہ کے لئے میں اقرار کرتا ہوں کہ پھر ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔ تو ایسی توبہ اس رحیم وکریم خدا کی عدالت میں ضرور قبول ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ علام الغیوب خدا جانتا ہے۔ کہ انسانی فطرتیں طبعاً کمزور ہیں۔ ان سے غلطی سرزد ہونی ناممکن نہیں۔ پس وہ ضرور (ایسے شخص کی جو سچی توبہ کرتا ہے) توبہ قبول کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بات انسانی فطرت میں مرکوز ہے۔ اور اس امر کی ہمارے پاس لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ مگر ایسے واقعات کا ظہور دنیا میں نہ ہوتا۔ تو دنیا کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا۔

دنیاوی حکام بھی مجرموں پر رحم کرتے ہیں۔

دیکھئے ہمارے سامنے سینکڑوں مقدمات عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ان مجرمین میں سے کئی ایک مبرا کردیئے جاتے ہیں۔ کیوں؟ صرف اسی لئے کہ رحم بھی دنیا میں کچھ حقیقت رکھتا ہے۔

مثلاً عدالت میں ایک مُجرم ۱۸ سال کی عمر کا پیش ہوا۔ عدالت نے اسکے جرم کی تفصیل پولیس کی رپورٹ سے پڑھی۔ پھر تعزیرات ہند کی دفعات کو دیکھا۔ اور ایسی دفعہ نکال لی کہ اس جرم کے مطابق ہو۔ اب عدالت کا عدل پورا ہوگیا۔ اور اس نے دیکھ لیا کہ اس جرم کی سزا اتنی ہونی چاہیئے۔ مگر مُجرم کی حالت زار کو دیکھ کر دل میں ایک جوش اُٹھا۔ کیسا جوش؟ رحم کا۔ اُدھر مجرم منت سماجت کر رہا ہے۔ کہ حضور میں لوگوں کے بہکانے میں آگیا۔ ورنہ مجھ سے ایسا فعل کبھی صادر نہ ہوتا۔ اور اگر حضور اس وقت میری حالت زار پر رحم کرکے آزاد کردیں تو تاحیات میں ایسے کاموں کے نزدیک مطلقاً نہ جاؤں گا۔ تو عدالت اس کو بری کردیتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے محض رحم کرنے کی وجہ سے

جیسے جسمانی امراض کا علاج ہے ویسے رُوحانی امراض کا

اور طرح سے بھی ہم سمجھاتے ہیں۔ دیکھئے اس دنیا میں جسمانی امراض کا علاج مکمل طور پر اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے کیوں؟ اسلئے کہ انسانی طبعتیں کمزور ہوتی ہیں۔ ان کا خاصہ ہے کہ وہ امراض میں گرفتار ہوں تو اس مُصیبت کے دفعیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے دوائیں پیدا کی ہیں۔ اگر یہ علاج دنیا میں موجود نہ ہوتے یا اگر ہوتے مگر انسانوں سے مخفی رہتے۔ تو ایک سیکنڈ کے لئے ہی اس مُصیبت کا اندازہ کرو۔ جو دنیا پر آتی۔ کارخانہ عالم درہم برہم ہو جاتا یا نہیں ضرور ہوتا۔ پس جس طرح اللہ تعالےٰ نے جسمانی امراض کے قلع قمع کے لئے لاکھوں ادویات و علاج وغیرہ کو پیدا کر رکھا ہے۔ اس طرح اُس نے روحانی امراض کے گرفتاران بلا کے لئے بھی علاج دنیا میں مہیا کیا ہُوا ہے۔ مگر اس مرض کے معالج اور علاج کے معلوم کرنے کے لئے چشم بصیرت چاہیئے۔ جو بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ وہ علاج اور معالج دونوں کو پا لیتے ہیں۔ اور جن کی سطحی نظر اصل مقصد تک نہیں پہونچ سکتی وہ تھکے ہیں۔ اور ان کا یہی قول ہے۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے کیونکہ مریض کسی نیم حکیم وغیرہ یا اسکے ہم مشرب فرضی حکیموں کے پاس علاج کے لئے جاتا ہے۔ اور بہت کوشش کے بعد بھی آرام نہیں آتا تو مریض یہی سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں۔ حالانکہ وہ بے وقوف مریض جاتا ہی پہلے نام کے حکیموں کے پاس ہے۔ جن کے پاس واقعی اس مرض کا علاج نہو۔ اس کا تو فرض ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ نامی حکماء کے پاس جاکر علاج کرائے۔ ہاں اگر وہاں سے نامُراد لوٹے۔ تو تب کہہ سکتے ہیں کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ اور اگر وہ جاتا ہی نہیں۔ اور بازاری حکیموں کے پھندے میں پھنسا ہُوا ہے۔ تو اس کو کیونکر شفا حاصل ہوگی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں جس کا علاج خدا تعالےٰ نے نہ پیدا کیا ہو۔ پس جب جسمانی امراض کا علاج موجود ہے۔ تو روحانی علاج بھی اس رحیم رحمن نے پیدا کر رکھے ہیں۔ ہم آگے چل کر بتلائینگے۔ کہ اے اس مرض کو لاعلاج بتلانے والو آؤ ہم تمہیں اصل حکیم نبض شناس کے دربار میں حاضر کریں۔ جہاں یقینی شفا ہے۔ یہ بات تو عقل بھی باور نہیں کر سکتی کہ جسمانی علاج تو دُنیا میں موجود۔ مگر روحانی امراض کا علاج پیدا کرنے میں خدا کو قدرت نہیں۔ یہ کیسا لچر اور بے ہودہ عقیدہ ہے۔ رُوحانی مرض کا علاج توبہ

ہے۔ جو سچے اور محکم ارادہ سے کی جائے۔ جو اس طرح سے کریگا۔ ضرور شفا پائیگا ؛

ہم کہتے ہیں کہ جو انسان گناہوں میں دبا ہُوا ہو۔ اور وہ سچی نیت اور محکم ارادہ اور حصول خیر کے لئے خدا کے حضور گڑگڑا کر عاجزی سے التجا کرتا ہے کہ اے میرے مولائے کریم تیری ذات رحیم و کریم ہے۔ تو غفار اور ستار بھی ہے۔ میرے گناہ جو غلطی سے سرزد ہو گئے ہیں۔ ان کو معاف کر دے۔ اور اے مولا کریم میں آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کروں گا۔ تو ہم دعوے سے باآواز بلند للکار کر کہتے ہیں کہ وہ غفور رحیم مولا اپنے فضل سے ایسے تشنہ لبوں کی پیاس بجھائے گا۔ اور ضرور بجھائیگا۔ وہ مجسم رحم ہے۔ کیونکہ جب انسان میں رحم کا مادہ موجود ہے۔ تو اللہ تعالےٰ میں تو کامل طور پر ماننا پڑے گا ؛

آریوں کا عمل ان کے عقیدے کے خلاف

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ جب کبھی بھی دیانندی حضرات سے اس مسئلہ کی نسبت گفتگو کی جائے۔ تو اس موقعہ پہ کہتے ہیں۔ کہ جس طرح حاکم عادل ٹھیک ہے۔ اسی طرح خدا بھی عادل چاہیئے رحم کوئی چیز نہیں۔ یہ بھی عدل کا دوسرا نام ہے۔ اگر حاکم رحم کرکے ہر ایک کو چھوڑ دیا کریں تو گناہ دنیا میں عام طور پر پھیل جائے۔ پس خدا بھی عدل کرتا ہے یہ بات تو ہوئی مباحثہ کی۔ مگر جس وقت کوئی ان خیالات کا آدمی گورنمنٹ کی بغاوت یا کسی اور جُرم میں ملزم گردانا جائے۔ اور اس کے خلاف تمام ثبوت گورنمنٹ کے پاس پہونچ جائیں اور ملزم کو بھی یقین ہو جائے۔ کہ بے شک اب میری رہائی وکالت وغیرہ کے ذریعہ ناممکن الحصول ہے۔ تو پھر وہ توکل علی اللہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے تئیں گورنمنٹ کے حوالے کر دیں۔ اور اپنے آپ کو اسکے رحم پر چھوڑ دیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہم اس کی نظیریں اثبات دعوٰی میں پیش کر سکتے ہیں کہ مجرمین نے جب جان لیا کہ رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے تو گورنمنٹ عالیہ کے رحم پر اپنے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور پھر ایسا بھی ہُوا کہ گورنمنٹ عالیہ نے رحم کھا کر انکی سزاؤں میں تخفیف کر دی یا بالکل رہا کر دیا۔ یہ ابھی چند دن کا واقعہ ہے کہ لالہ لاجپت رائے کو جب سزا کا حکم ہُوا تو لاہور کے ایک ایڈیٹر اخبار نے سزا کی میعاد کو نقل کرکے حضور لاٹ صاحب پنجاب کی

خدمت میں رحم کی درخواست کی تھی۔ معزز ناظرین! دیانندیوں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ مباحثہ کے وقت تو تم اور کچھ دعوے کرتے ہو۔ مگر جب سر پر آپڑے۔ تو فوراً ملتجی ہوتے ہو کہ ہم قابل رحم ہیں۔ ہم پر رحم کیا جائے۔ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ وقت پر کیوں ایسے کلمات نکلتے ہیں۔ اسی لئے کہ انسانی فطرت کا مقتضاء ہی یہی ہے۔ کہ اگر دکھی ہے تو رحم کی درخواست کرے۔ یا اگر حاکم یا مالک ہے۔ تو دوسروں پر رحم کرے۔ کیوں اے منکرین صفتِ رحمِ خداوندی کہاں ہو ہوش میں آؤ۔ اب بھی رحم کے وجود کے اقراری ہوتے ہو یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اگر رحم کا مادہ ہی انسانوں میں نہ ہو۔ تو ایسے واقعات کس طرح ظہور پذیر ہو سکتے تھے؟

سوامی جی کے رحم کے واقعات

اور تو اور خود سوامی جی بانی آریہ سماج کی طبیعت میں بھی رحم کی جھلک پائی گئی۔ جھلک کے سوا اس کا ظہور بھی دو ایک جگہ پر ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ جیون چرتر سوامی جی مرتبہ لیکھرام صہ ۲۹ لکھا ہے:۔

انوپ شہر میں ایک روز سوامی جی کے مورتی پوجا (بت پرستی) کے کھنڈن (رد) میں لیکچر ہوئے۔ اور اس سے ایک برہمن دق ہو کر سوامی جی کو پان میں زہر ملا کر کھلانے کیلئے لایا۔ مگر سوامی جی نے اسکو دیکھ نہ کہا۔ اندر جا کر نیوں کرم کر کے بمشکل تمام بچے۔ بعد میں اس براہمن کو سید محمد صاحب تحصیلدار انوپ نے قید کر دیا۔۔ ۔۔ ۔۔ سوامی جی کو جب پتہ لگا تو برہمن کی حالت پر رحم کھا کر تحصیلدار صاحب سے رہائی کی درخواست کسی ڈھنگ سے کر دی۔ تو تحصیلدار صاحب نے اس کو اپیل کرواکے رہا کروا دیا۔

اسی طرح کا دوسرا واقع ملاحظہ ہو:۔

امرتسر آریہ سماج نے ایک شخص کو اس لئے سماج سے خارج کر دیا تھا کہ اُسنے سماج کی کتب چرائیں اور وہ مجرم ثابت ہوا۔ تو وہ شخص سوامی جی کے پاس اجمیر پہنچا۔ وہاں نہایت زار زار رو دیا۔ منت وسماجت کی۔ سوامی جی کو اس کی حالت زار پر رحم آیا۔ اس سے اس کا حال وغیرہ دریافت کیا۔ اس نے من وعن سچ سچ بتلا دیا۔ تو بعد میں سوامی جی نے اپنی صفت رحم سے کام لے کر اس کو پھر سماج میں داخل کروا دیا۔ اور وہ امرتسر چلا آیا۔ ملاحظہ ہو سوانح عمری سوامی جی۔ ہمیں تو افسوس آتا ہے کہ بادشاہ جج۔ مالک۔ عام لوگ اور خود سوامی

جج بھی مجرموں پر بعض وقت رحم کھا کر رہا کر دیں۔ اور یہ صفت اچھی سمجھی جائے۔ مگر جب ان ہی صفات کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو اسکے خلاف آواز اٹھائی جاوے ٭

افسوس صد افسوس ایسے عقائد سکھلانے والے پر ٭

جب گناہوں کو معاف کرنا عمدہ صفت ہے تو خدا میں ضرور یہ صفت ہے۔

جب رحیم و تواب ہونا عمدہ اور اعلیٰ صفات ہیں۔ تو لامحالہ یہ بات ماننی پڑی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف یہ صفات منسوب ہو سکتی ہیں۔ وہ ضرور رحم کرتا ہے۔ کیونکہ جب تمام عمدہ صفات جو سمجھی جاتی ہیں۔ صرف خدائی صفات کا ادنیٰ عکس ہیں۔ تو اصل میں تو یہ کامل طور پر موجود ہونی لازمی ہیں۔ ہم نے تمہید میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ جن صفات کو عقل و فطرت کہے کہ یہ عمدہ صفات ہیں۔ وہ ضرور خدا کی طرف منسوب ہونگی۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا عقل کے خلاف نہیں۔ بلکہ موافق ہے۔ بلکہ اسکے خلاف عقیدہ رکھنا عقل و ردھ ہے (یعنی خلاف) پس یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ خدا ضرور رحیم و تواب ہے۔ اور جو مذہب ان صفات خداوندی کا انکار کرتا ہے۔ وہ کبھی بھی خدا کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ کسی تشنہ لب کی پیاس بجھا سکتا ہے ٭

ایک گنہگار کو تسلی پیغام کس مذہب سے ملتا ہے

دیکھئے! ایک شخص گنہگار ہو اور تمام عمر برے کاموں میں صرف کر دے۔ اور بعد میں کسی ولی یا مہایوگی کے فیض صحبت سے متاثر ہو کر ذلیل سے منہ موڑے۔ اور تلافی مافات کے ذرائع ڈھونڈنے کے لئے وہ دیانند جی پنتھ والوں کے پاس اگر جائے۔ تو کیا وہ اس خستہ حال کی پیاس ٹھنڈی کر سکینگے۔ ہرگز نہیں۔ ان کا جواب صاف ہوگا۔ کہ بھائی ہمارے مذہب میں سب خوبیاں ہیں۔ مگر یہ چاہو کہ پچھلے پاپ چھوٹ جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ ہاں ہمارے ساتھ ہونے سے آگے تم گناہ نہ کر سکو گے۔ پہلے جرموں کی سزا میں تو کتا، بندر، سور اور گدھا وغیرہ وغیرہ بننا پڑے گا تو اسے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ شخص ایسے عقائد رکھنے والوں کو دور سے ہی سلام نہ کر نکلے گا۔ کیا اس کی پیاس مٹانے کا سامان سماج والوں کے پاس ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا کرے تا اسکے پچھلے پاپ جھڑ جائیں۔ اور وہ ان مخمصوں سے خلاصی پائے ٭

حقیقی شانتی اسلام میں

ہاں اس کی شانتی کا علاج سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں ہم ایسے اشخاص کو جو اس شخص کی طرح بے خود ہو کر تمام مذاہب کے پیروؤں کے پاس جاتے ہیں۔ اور تسلی نہیں پاتے۔ ہم بتلائے دیتے ہیں کہ انکی مرض کی دوا کس مطب میں مل سکتی ہے۔ اور کون لائق طبیب ان کا علاج کر سکتا ہے۔ اسلئے ہم بتلاتے ہیں وہ مطب اسلام ہے۔ اور اس مطب کا ڈاکٹر خود خدا ہے۔ اور اس مرض کا نسخہ جو ڈاکٹر تجویز کرتا ہے توبہ ہے۔ پس اس نسخہ کو استعمال کر کے اپنی روح کو شانت کیجئے۔ دیکھئے اس ڈاکٹر نے اپنی طب روحانی کی مکمل کتاب میں مریضوں کی شانتی قلب کے لئے کیا عمدہ نسخے تحریر کئے ہوئے ہیں۔ دیکھئے فرماتا ہے:۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ (پ ۱۶ طٰه)

جو (مریض) توبہ (تنقیہ) کر چکا اور ایمان لایا۔ اور اسکے عمل (پرہیز) اچھے ہوئے۔ پھر اس سب کے بعد وہ ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رہا۔ اُسکے لئے غفار ہوں؛

پھر اسی کتاب میں فرماتا ہے:۔

"قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پ ۲۴

ترجمہ:۔ یعنی اے بندو (مریضو) کہ جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (بدپرہیزی) اور گناہوں میں ڈوب گئے ہو (مرض کا شکار ہو گئے ہو) اور ہر وقت ظلم و تعدی میں لگے رہے ہو۔ اور جنھوں نے خدا کی راہ بھلا کر (اصل صحت کی) اور راہ اختیار کر لی۔ اور اس مہربان اور سچے محبوب (شفیق ڈاکٹر) کو چھوڑ کر اور اشیاء سے (دیگر نا کارہ حکیموں سے) دل لگایا اور حقیقت کی بجائے جھوٹ کو پسند کیا۔ اور خالق کی (اصل ڈاکٹر) جگہ مخلوق (خود مریضوں کو ہی) کو چن لیا ہے۔ اور نیکی کو چھوڑ کر بدی کو لے لیا ہے۔ ہاں اے مریضو! نا امید مت ہو۔ اور میری درگاہ (مطب) سے مایوس نہ ہو کیونکہ میں تو سب گناہوں (امراض) کو معاف کر دیتا (شفا مرحمت) ہوں اور ہر قسم کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہوں۔ تم رت

گھبراؤ۔ میں بڑا مہربان ہوں۔ جس وقت تم کو سمجھ آ سکے اور ہدایت (اصل مطلب) کا راستہ معلوم ہو جائے۔ تو نیکی کی (علاج کی طرف) طرف جھک جاؤ۔ اور جب تمہیں سچائی کی لو لگ جائے۔ تو صرف میری طرف مجھکو اپنے سابقہ (امراض) گناہوں کا خیال مت کرو۔ اور مضی ما مضی جان کر (جو ہوا سو ہوا) اپنی سابقہ زندگی کو دل سے محو کر دو اور آئندہ کے لئے بہتری (اعمال تو رہگی) کا ارادہ کر لو۔ بس یاد رکھو کہ حقیقی رب (اصل شافی) میں ہوں۔

دیکھو! جس مرض کی نسبت تمہارے وید حکیم یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ مرض لا علاج ہے۔ دیکھو اسلامی مطب کے ڈاکٹر کی کتاب میں کیسے شانتی دینے والے کلمات تحریر ہیں پس اگر اپنی روحوں کو شانتی دلانا چاہتے ہو۔ تو اشانتی کے اتھاہ (غمی کے سمندر) سے نکل کر اسلامی حکیم کا علاج کراؤ۔ جو دعوے سے اپنے علاج کا اعلان کر رہا ہے۔

ایہا الناظرون۔ اب اسلامی دعوے کہ خدا ”تواب و رحیم“ ہے۔ عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا۔ اور اسکے برخلاف کہنے والوں کی بطالت ظاہر ہو گئی۔ مگر ہم اسپر اکتفاء کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ”تا بخانہ باید رسانید“ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ہم ثابت کرینگے۔ کہ آرین کتب میں کہیں یہ تعلیم نہیں کہ خدا توبہ قبول نہیں کرتا۔ بلکہ ہم اسلامی عقیدہ کی تائید میں آرین کتب سے ثبوت بہم پہنچائینگے۔ اور اسکے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پنڈت دیانند صاحب کا سلوک اپنی مقدس کتب سے کیا رہا ہے۔

دیکھئے منو سمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۲۴۶۔

(۱) ترجمہ سوامی درشنانند جی مرحوم آریہ سماجی (اپدیشک) جسطرح تیز آگ کاٹھ کو جھٹ پٹ جلاتی ہے۔ اسی طرح ویدوں کا جاننے والا گیان روپ اگنی سے تمام پاپوں کو جلا دیتا ہے۔

(۲) یہاں سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ گنہگار اگر ویدوں کو جاننے لگ جاویں۔ تو ان کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور ملاحظہ ہو شلوک ۲۵۱۔ ادھیائے ۱۱۔

”ہشیم وغیرہ انیس[۱۹] رچا اور نت سنگ ہود تنگ آٹھ رچا۔ اور سہر شیر کہا جو پرش سو کت نام وید کا حصہ ہے۔ انہوں کو ۱۶ دفعہ ہر روز ایک مہینہ تک جپ کرے تو والدہ کے ساتھ جماع کرنے کے پاپ سے چھوٹتا ہے“۔

اور دیکھئے۔ منو ادھیائے ۱۱۔ شلوک نمبر ۲۳۰۔

(۳) وہ پاپ کر کے سنتاپ کرنے والا پاپ سے چھوٹتا ہے۔ پھر ایسا نہ کروں گا ایسی شرط کرنے کے وہ ہی پاک ہو جاتا ہے۔

ناظرین اور ملاحظہ ہو منو ادھیائے ۹۔ شلوک نمبر ۲۵۰۔

(۴) ایک لاکھ ہرروز ایک دفعہ اسیوامی اور شیو سنکلپ کے جو کر جر دیں (جپ کرے) تو برہمن کا سونا چرانے والا پاک ہو جاتا ہے۔

اور دیکھئے سب سے زبردست حوالہ منو ۱۱۔ شلوک ۲۴۱۔

(۵) کل گھٹنا اور بڑھنے سے جو چھوٹے پاپ ہوتے ہیں۔ وہ سب تپ کے (عبادت و ریاضت کے) ہی فانی ہوتے ہیں۔

اور منو ۱۱۔ شلوک نمبر ۲۳۹۔

(۶) بڑے بڑے مہاپاپی اور خراب کام کے کرنے والے جو جیتے رہتے ہیں۔ وہ سب تپ کی ریاضت کے ذریعہ سے ہی کشٹ (پاک) ہو جاتے ہیں۔

ساتواں حوالہ منو کا ملاحظہ ہو۔ منو ۱۱۔ شلوک ۲۲۷۔

(۷) وہ پاپ کو ظاہر کرنا چھپانا تپ کرنا وید پڑھنا انہوں کے وسیلے سے پاپ کرنے والا پاپ سے چھوٹتا ہے۔ مصیبت کے وقت دان کر کے پاپ سے چھوٹتا ہے۔

(۸) منو ۱۱۔ ۴۳

بلا ارادہ جو گناہ سرزد ہو جاوے۔ وہ وید ابھیاس (مطالعہ وید) سے شدھ (پاک) ہو جاتا ہے۔

اب ذرا ہندوؤں کی مقدس کتاب گیتا کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں۔

(۹) دیکھئے گیتا ادھیائے ۱۸۔ شلوک ۶۶۔

وہ سب دھرموں (مذاہب) کو چھوڑ کر صرف میری ہی شرن میں آ جا۔ میں تجھ کو سب پاپوں سے نجات دے دوں گا۔ مت افسوس کر۔

کیا اس سے زیادہ صاف الفاظ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ ترجمہ غلط ہے۔ تو آریہ سماجی

صحیح ترجمہ کرکے دکھلائیں۔ اور وہ ایسا ہرگز نہ کر سکینگے ؟

(۱۰) گیتا ۸ شلوک ۵

"آخری وقت میں مجھکو ہی یاد کرتا ہوا جسم کو چھوڑ کر جو شخص جاتا ہے (یعنی فوت ہوتا ہے) وُہ میرے (خدا) بھاؤ (مرضی) کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔"

(۱۱) گیتا ۹ شلوک

Digitized by Khilafat Library

" اگر اتینت دشتا چاری (بدمعاش بدچلن) بھی دوسرے کا بھجن (عبادت) کرتا ہے۔ تو اُسی سادھو ہی ماننا چاہیئے۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگا۔"

(۱۲) گیتا ادھیائے ۹ شلوک ۳۲۔

"اے پرتھا کے فرزند مجھ پر ہی یقیناً دار و مدار رکھ۔ جو لوگ گنہگار ہیں یا رذیل اقوام کے اور شودر (خدمتگار) وے بھی نجات کو حاصل کرینگے۔"

یہاں بیان ہے کہ گنہگار اگر خدا پر بھروسہ کریگا۔ تو ضرور نجات کو پہنچیگا۔

(۱۳) منو ادھیائے ۲ شلوک ۷۹ مترجمہ پنڈت تلسی رام آریہ۔

"تین حصوں والی گائتری کو یعنی اونگ بھوہ بھوہ سوہ کو تینوں جُزوں کو دونوں وقت کی سندھیا میں وید پڑھنے والا براہمن جپ کرے۔ تو کل مہا پاپ معاف ہو جاتے ہیں۔"

(۱۴) منو ادھیائے ۲ شلوک ۸۶

"جو چار پاک یگیہ ہیں اور ودھ یگیہ یہ سب جپ یگیہ کے سولھویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے یعنی سوامی جی تو تسبیح وغیرہ کو لغو خیال کرتے تھے۔ مگر منو جی تسبیح سے عبادت کرنے کو ہون وغیرہ سے ۱۶ حصے بڑھ کر گناہوں سے پاک ہونا بتلاتے ہیں ؟

(۱۵) سمادھی یوگ (مراقبہ کے ذریعہ) سے جس آدمی کی اودیا (جہالت گناہ) وغیرہ کی ناپاکی دُور ہو گئی ہے۔ اور جس نے روحانیت میں قائم ہو کر پرماتما میں دھیان لگایا ہے۔ اس کو پرماتما کے وصل سے جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ زبان سے نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس آنند (لطف) کو جیو اتما (رُوح انسانی) اپنے انتہ کرن (قوئ باطنیہ) سے محسوس کرتا ہے۔ لفظ اُپاسنا کے معنے نزدیک ہونا ہے۔ اشٹانگ یوگ کے ذریعہ سے پرماتما (خدا) کے نزدیک ہونے کے لئے اور اُسکے

موجود کل ہونے اور سب کا ضابطہ القلوب ہونے کے اوصاف کو عین الیقین کرنے کے واسطے جو جو کام لازمی ہیں۔ وہ عمل میں آنے چاہئیں (یہ قول اُپنشد کا ہے۔ منقول ستیارتھ پرکاش اُردو صد ۲۱۴)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان اگر جہالت اور گناہوں میں مبتلا ہو تو بعد میں اگر ناپاکی وغیرہ کو دور کرے تو خدا کا وصال اور قرب حاصل ہو جاتا ہے یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ جو سوامی جی کے قلم سے بھی خدا نے نکلوا دیا۔

(۱۶) اُپاسنا کا پھل یہ ہے کہ جس طرح سردی سے گھبرائے ہوئے آدمی کی سردی آگ کے نزدیک جانے سے دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پرمیشور (خدا) کی نزدیکی میسر ہونے سے تمام عیب اور دکھ چھوٹ کر پرمیشور کے صفات فعل عادات کی مانند جیو آتما (روح) کی صفات اعمال و عادات پاک ہو جاتے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش صد ۲۱۵۔

یہاں بھی سوامی جی کے قلم سے نکل گیا ہے۔ کہ جسطرح سردی گرمی سے نیست ہو جاتی ہے اسی طرح گنہگار آدمی کو خدا کا قرب حاصل ہو جائے تو وہ نجات کا حقدار ہو جاتا ہے۔

(۱۷) "اُپاسنا کا پھل یہ ہے کہ اس سے پرمیشور کا گیان ہوتا ہے۔ اور تمام خلل دور ہو جاتے ہیں"۔ ویاس جی کی شرح سوتر ۲۸۔ منقول رگوید بھاش بھومکا صد ۹۸۔

(۱۸) "یوگ کے آٹھ انگوں (مدارج) کے حصول سے ناپاکی دور ہو کر گیان (علم و معرفت) کی روشنی اور وویک (حق و ناحق کی تمیز) ترقی پاتی ہے"۔ یوگ درشن ادھیائے ۱ پاد ۲ سوتر ۲۸

(۱۹) اُپاسنا یوگ کے قواعد پر عمل کرنے سے رفتہ رفتہ ناپاکی یعنی جہالت دور ہو جاتی ہے اور گیان کی ترقی ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موکش (نجات) حاصل ہو جاتی ہے"۔

(یوگ درشن ادھیائے ۱۔ پاد ۲۔ سوتر ۲۹)

مندرجہ بالا حوالجات ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان اگر اُپاسنا (عبادت) کرے تو جہالت گناہ وغیرہ دور ہو کر نجات کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۲۰) "ہمنے آبادی میں جو گناہ اور جنگل اور سبھاؤں اور اندریوں کے ذریعہ گناہ کئے تھے سو وہ ترک کرتے ہیں۔ اور ہوم سامگری سواہا کرتے ہیں"۔ یجروید ۳۲/۴۵۔

اس منتر سے بھی بالبداہت واضح ہو گیا کہ گناہ ترک کر کے ہوم سامگری وغیرہ کا عمل کرے۔ تب پاپ معاف ہو جائیگا۔ مندرجہ بالا بیس حوالجات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ کبھی دوسرے وقت میں کسی اور کے مضمون پر بقایا حوالوں کو بھی موقع ہوا تو نقل کرینگے۔

ناظرین اب جبکہ اسلامی عقیدہ کہ خدا رحیم و تواب ہے۔ عقلی و نقلی دلائل سے پایہ ثبوت کو پہونچ گیا۔ تو اس سے انکار کرنیوالا شخص جو ہو گا اس کو بخشش پانے کے سوا اور کچھ کہینگے۔ آریہ صاحبان کا دعوے ہوا کی طرح اڑ گیا۔ اور اگر آریہ صاحبان اسلامی عقیدہ کا اب بھی انکار کرتے ہیں۔ تو پھر وہ ایک ایسی مشکل میں پھنس جائینگے۔ جس سے نکلنا ان کے لئے امر محال ہے کیونکہ جب بقول ان کے خدا در صورت بھی گناہ معاف نہیں کرتا تو ان کا مہرشی دیانند جی و دھرم ویرانند پنڈت لیکھرام و مہاتما منشی رام وغیرہم کی نسبت جو عقیدہ ہے کہ پہلے دونوں مکتی پا گئے اور مؤخرالذکر بزرگ بھی مکتی پانے والوں کے گروہ میں داخل ہیں یعنے سنیاس لے لیا ہے۔ خود مکتی کیا دوسروں کو مکتی کا راستہ دکھلانے والے ہیں۔ کہاں تک صحیح ہو گا۔ کیونکہ اوائل عمر کے گناہ تو ان سے دور نہ ہوئے۔ اور ان کی سزا ضرور بھگتیں گے۔ کوئی جلد باز دیانندی کہہ اٹھے ہر سہ اشخاص سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا۔ جو مستوجب سزا ٹھہریں۔ ہم کہتے ہیں سوامی جی کے متعلق تو اسی رسالہ تشحیذ کے نمبر ۱ جلد ۳ میں ثابت کر آئے ہیں کہ سوامی جی بھنگ نوش بھی تھے۔ اپنے آپ کو برہم سمجھتے رہے۔ انہوں نے والد صاحب سے جھوٹ بھی بولا۔ اور دیوتا پر ہونے کے چڑھاوے بھی چڑھاوا چڑھائے۔ تو کیا اتنے جرموں سے وہ کہیں بچ سکتے ہیں۔ اور پھر پنڈت لیکھرام۔ ان کی بابت بھی سن لیجئے وہ خود ہی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کلیات آریہ مسافر صہ ۳۲ کالم ۱۔

”اوائل میں طبیعت ورطہ حیرانی میں پھنسی رہی۔ اور انہی ایام میں بت پرستی کی سوجھی۔ برسوں کرشن جی اور مہادیو کی پوجا سے سروکار رہا۔ اور انہیں کو اپنا مالک اور پروردگار جان کر جبہ سائی ہوتی رہی۔ بیماری کے دنوں میں بلکہ خاص خاص کاموں سے مرادیں مانگنی پڑیں۔ اور بعد دیوتاؤں سے ملتجی ہوا۔ .. .. .. آخر کار دیانند جی کے جھنڈے میں آ گیا“

اب دیکھئے اپنے عجیب گناہوں کے ہوتے ہوئے وہ کیسے مکتی پا سکتے ہیں۔ اور پھر

سنیاسی مہاتما منشی رام صاحب کی بابت بھی انہی کے الفاظ میں ان کی سرگذشت سُن لیں ۔

دیکھئے دیباچہ سوانح عمری پنڈت لیکھرام جی مصنفہ لیکھرام آریہ صفحہ ۹ :-

"اُنکو (بریلی) بھی مجھے پہلا اور آخری بار رشی دیانند جی کے درشن نصیب ہوئے۔ میں اُن دنوں ناستک (دہریہ) تھا۔ کاشی نگر کی زبردست پُوجا سے ویاکل ہوکر مت متانتروں میں کچھ عرصہ ادھر ادھر دوڑنے کے بعد میں نے ایشور کی ہستی سے جواب دے رکھا تھا۔ ایشوریہ گیان کا نہ تو کبھی قائل تھا اور نہ ہی انجیل و قرآن دیکھنے سے کبھی تسلی ہوئی۔ وید کا نام سُنا ہی نہ تھا۔ علاوہ ناستک (دہریہ) ہونے کے میری یہ پختہ رائے تھی کہ سنسکرت زبان میں سوائے بے ہودہ پن کے عقل کی کوئی بات نہیں ... ... جگت بیتی تو بہت سی کہانیاں ہیں جو اور کسی وقت کے لئے چھوڑتا ہوں۔ اب آپ بیتی کرتا ہوں۔ میں نے تین مرتبہ سوامی جی سے بات چیت ایشور وشے (ہستی باری تعالےٰ پر کی۔ مجھے ان دنوں اپنے ناستک پن کا بڑا ابھمان تھا (یعنے دہریت کے اصولات پر غرور) ... ... میں اس وقت تو ناستک ہی کا ناستک رہا۔ اور اسکے عرصہ بعد تک اشوہوں کی گہری غار میں گرا رہا ... ... بعد میں معلوم ہوگیا کہ سچا رشی سوامی دیانند ہے۔"

اب مہاشو! بتاؤ اس عقیدہ کے رکھتے ہوئے تمہارا ان ہر سہ بزرگوں کی نسبت جو عقیدہ ہے۔ قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہمارے طالب کو سنکر گھبرا جائیں اور یہ کہدیں کہ ہاں یہ مکتی نہیں پا گئے۔ تو پھر ہمارا سوال ہو گا کہ دیانند اور لیکھرام اور منشی رام جیسے بھگت ویدک دہرم میں رہ کر مکتی نہ پا سکے تو عوام کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

آخر میں ہماری پرینا (گذارش) ہے کہ آریہ سماجیوں کا یہ سنہرا اصول ہے کہ سچائی کے قبول کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔ مگر ناظرین کو معلوم ہو گا کہ اس اصول پر کبھی بجز لفظی دعوت کے اور کوئی درشت نہیں دیجاتی۔ ہاں اگر وہ (آریہ) اسپر کار بند ہونے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ تو پھر ہم دیکھ لینگے۔ کہ اب وہ سچ کے قبول کرنے کو کہاں تک آمادہ و تیار نظر آتے ہیں۔

ہماری اس تواب رحیم خدا کے دربار میں عرض ہے کہ اے ضابط القلوب ایشور ہم تیرے عاجز بندے ہیں تو ہمیں اپنی پناہ میں لے۔ کہیں شیطان کے پھندے میں نہ پھنس جائیں۔ اے مولا کریم گنہگار ہیں۔ اور تو رحیم و کریم ہے۔ تو ہمارے بخشوں کا مالک ہے۔ ہم تیرے حضور پہنچے

دل سے یہ پیار تھا کہ تم ہیں کہ تو ہمارے سابقہ گناہ دور کر دے۔ اور آئندہ بھی ہم بُرے افعال سے مجتنب رہیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ اے رب العزت ہماری دُعاؤں کو سُن لے اے مولا! تیرا دین اسلام دنیا میں رونق پذیر ہو۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ اسکی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کی ہدایت دیں۔

اے مولا! دُنیا میں جو فسق و فجور کی گھٹا چھا رہی ہے۔ اسکو اپنے فضل سے دُور کر دے کیا عرض کریں تو علام الغیوب ہے۔ تو ہمارے دلوں کا سب حال جانتا ہے۔ پس ہمارے نیک ارادوں میں ہمیں کامیاب و بامراد کر۔ آمین ثم آمین۔

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۹)

منشی خادم حسین صاحب خادم مناظر خصوصی۔

شیعہ۔ اہلسنت کی کتابوں میں جنگ احد کے ذکر میں آیا ہے کہ عمر کہتا تھا کہ میں پہاڑ پر ایسا چڑھتا تھا جسطرح پہاڑی بکرا۔ کیا یہ بوقت فرار نہ تھا۔ اگر نہ تھا تو اسکی علت بیان کرو۔

احمدی۔ اسکے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ نہیں عرض کرتا۔ بلکہ مغازی الرسول سے ایک روایت نقل کر دیتا ہوں۔ پھر آپ کو خود بخود اصلیت اس واقعہ کی معلوم ہو جائیگی۔ وھو ھذا

"اور کہا رافع بن خدیج راوی نے کہ پھر اُسوقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو طلب کیا۔ اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے۔ اور میں دیکھتا تھا کہ فلاں و فلاں یعنی لوگوں کو کہ قُلّہ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں۔ تب اُسوقت شیطان نے صیحہ کیا کہ محمدؐ قتل ہوئے یعنی اسلئے کہ مسلمان مغرور ہو جائیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُسوقت آگے بڑھا اور جبل پر مثل بز کوہی کے چڑھ گیا۔ پھر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اسوقت وہ فرما رہے تھے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔"

دیکھو کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اوّل مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۱۹

اِس سے صاف ثابت ہو گیا کہ عمرؓ کا بیٹی کو مسلمانوں پر چڑھنا بہ ارادہ قرار نہ تھا بلکہ بغرض تلاش حضرت سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

شیعہ۔ مالک بن نویرہ کون تھا۔ اور اسکے قتل کی کیا کیفیت ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ مُسلمان تھا۔ اور مالک کو خواہ مخواہ اور بے گناہ مرتد قرار دے کر قتل کر دیا۔ غرض یہ نہایت ہی شرمناک حرکت تھی۔ جو خالد جیسے سپہ سالار اہل اسلام سے ہوئی۔ اور ابوبکرؓ نے بھی خالد سے قصاص نہ لیا۔ حالانکہ قصاص ضروری تھا۔

احمدی۔ مالک بن نویرہ بنی یربوع کی قوم سے تھا۔ بقول شیعہ مفسر منہج الصادقین اور بنی تمیم کا سردار۔ پہلے بے شک مسلمان تھا مگر بعد وفات رسول صلے اللہ علیہ وسلم بقول مورخین اسلام مُرتد ہو گیا تھا۔ اور بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیلمہ سجاح بنت الحرث نصرانیہ و مدعیہ نبوت کی جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ یعنی صورت میں اس کا قتل مثل دوسرے اہل ارتداد کے خلیفہ برحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بلکہ ہر مسلمان پر واجب تھا۔ جیسے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کل مسلم بین مسلمین ارتد عن الاسلام وجحد محمداً صلے اللہ علیہ و آلہ بنوتہ وکذبہ فان دمہ مباح لکل من سمع ذالک × × × وعلی الامام ان یقتلہ ان اتی بہ ولا یستتیبہ کذا فی من لا یحضرہ الفقیہ باب الارتداد اور جیسے کہ بحوالہ کتاب ارشاد شیخ مفید امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماری آخری وصیت میں تمام صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ پس حضرت مردم را موعظہ کرد و فرمود ایہا الناس پیغمبرے بعد از من نیست و سنتے بعد از سنت من نیست۔ پس ہر کہ بعد از من دعوے پیغمبری کند یا بدعتے در دین من کند۔ دعوی او و بدعت او در آتش است و ہر کہ چنین دعوے کند او را بکشید و ہر کہ پیروی او کند در آتش است" حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۹۳۔

یعنے میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور نہ میری شریعت کے سوا کوئی شریعت قابل پیروی ہے۔ پس جو کوئی میرے بعد پیغمبری کا دعوے کرے۔ یا میرے دین میں بدعت پیدا کرے۔ اس کا دعوے اور بدعت جہنم میں ہے۔ جو ایسا دعوے کرے اُسکو قتل کر دو۔ اور جو کوئی اسکی پیروی

کرے۔ بہتی ہے۔

ثبوت ارتداد مالک بن نویرہ واجابت دعوت سجاح۔

(الف) وکانت سجاح بنت الحرث ترید غزو ابی بکر فارسلت الی مالک بن نویرۃ تطلب الموادعۃ فاجابہا وردہا عن غزوہا وحملہا علی احیاء من بنی تمیم ...... واجتمع مالک ووکیع وسجاح فسجعت لہم سجاح وقالت اعدوا الرکاب واستعدوا للنہاب ثم اغیروا علی الرباب فلیس دونہم حجاب۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ ذکر بنی تمیم وسجاح جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ المطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ

(ب) وچوں کار ش بواسطہ متابعت بنی تغلب فی الجملہ قوت یافت باکثر قبائل عرب نامہا نوشتہ ایشاں را بکیش خود دعوت کرد۔ جمع کثیرہ جمے غفیر او را دریں قول مصدق داشتہ بگرد منش کمر بستند۔ وچوں مہم او تمام شد بمالک بن نویرہ کہ رئیس بنی تمیم بود وشعار اسلام داشت نامہ نوشتہ او را بمتابعت خویش خواند۔ مالک از غایت سخافت رائے وقلت تدبر با سجاح ہمداستان گشتہ مغرور شد۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۵۱۔ ذکر سجاح وکیفیت اختلاط او با مسیلمہ کذاب +

(ج) ودر عہد ابی بکر ہفت قبیلہ مرتد گشتند یکے فزارہ قوم عیینہ ابن حصین۔ دوم غطفان قوم مرہ بن سلمہ۔ سیم بنی سلیم قوم فجاء بن عبد یالیل۔ چہارم بنو یربوع قوم مالک بن نویرہ۔ پنجم بعضے از قبیلہ بنی تمیم قوم سجاح بن منذر کہ زوجہ مسیلمہ بود ودعوے نبوت کرد۔ ششم کندہ قوم اشعث بن قیس۔ ہفتم بنو بکر بن وائل بود۔ در بحرین کہ قوم حطیم بودند۔ حق تعالیٰ شر ایشاں را کفایت کرد۔ بردست مسلماناں بقتل آمدند۔ تفسیر منہج الصادقین۔ سورہ مائدہ صفحہ ۱۶۴ زیر آیت من یرتد منکم عن دینہ +

میں شیعوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر جناب علی خلیفہ بلافصل ہوتے تو کیا ان پر بھی ان مرتدین کا قتل واجب تھا یا نہ۔ ضرور تھا۔ کیونکہ انہوں نے تو بصرہ کی لڑائی میں اصحاب جمل کو جن سے عائشہ صدیقہ اور طلحہ وزبیر جیسے جلیل القدر بزرگوار صحابہ مراد ہیں۔ علی الخصوص مصداق اس آیہ کا قرار دیکر واجب القتل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا حقیقی ارتداد دین اسلام سے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ارتداد تھا بھی تو خلیفہ برحق کی بیعت سے انحراف کی بناء پر تھا۔

اور بس رہ بر خلاف مرتدین عہد خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ انہیں مدعیان نبوت ہیں۔ اور مانعیں زکوٰۃ ہیں۔ اور مثل مالک نویرہ کے ان دشمنان اسلام کے ممد و معاون ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ جناب علی علیہ السلام انکے ساتھ مقاتلہ و محاربہ نہ کرتے۔ اور ان کو کیفر کردار تک نہ پہنچاتے۔

لطیفہ۔ شیعوں سے جب سوال کیا جاتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے کیوں ابوبکرؓ و عمرؓ کا مقابلہ نہ کیا۔ بلکہ انکی بیعت کر لی۔ تو جواب میں کہدیتے ہیں کہ مقابلہ کس طرح کرتے آپکا کوئی مدد گار و معاون نہ تھا۔ لیکن جب کہا جائے کہ اتنے بڑے مقبول خدا و رسولؐ و زوج حضرت بتول و شیر خدا و صاحب شجاعت و ہیبت خداداد و صاحب کرامت و اعجاز بے انداز کے لئے کیا ہو سکتا ہے؟ کہ وقت مصیبت کوئی اس کا ساتھ نہ دے یا اپنی حق تلفی پر صدائے احتجاج بلند نہ کرے یا مدد گاروں کی راہ دیکھتا رہے۔ بلکہ لازم اور شایان شان مرتضوی تو یہ ہے۔ کہ خود ہی خم ٹھونک کر بلا انتظار امداد از انصار میدان مقابلہ میں اتر آئے۔ اور مخالفین کے دل میں وہ دھاک بٹھلائے کہ بغیر ہتھیار ڈالدینے کے انکو چارہ نہ ہو تو کہتے ہیں کہ ہنیں تمام ملائکہ و جن آپکے تابع تھے۔ تمام پرند و درندے آپکے فرمانبردار اور علاوہ ازیں ایک طویل فہرست شیعیان علی علیہ السلام کی پیش کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ شیخ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں ایک مستقل باب اس بارہ میں باندھا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔

مجلس دوم در بیان ملل طائفہ چند کہ بہ تشیع مشہور و در سلک ایمان مذکور اند۔

(۱) الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار۔

(۲) بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند۔ رئیس آں قوم مالک بن نویرہ و ہمگی ایشاں از جملہ محبان اہل البیت بودہ اند۔ مجالس المومنین مطبوعہ ایران مجلس دوم صہ ۵۲۔

دوسرے طوائف کو چھوڑ کر صرف ان مذکورہ بالا طوائف انصار و بنو حنیف پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اور ان کی تعداد کثیر کا اندازہ لگایا جائے تو اہل انصاف پر واضح ہو سکتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کی طرف بے کسی اور بے یاری و مدد گاری کا عذر منسوب کرنا کس قدر بے بنیاد اور سراسر خلاف واقعہ ہے؟

آمدیم بر سر مطلب۔ پھر مالک بن نویرہ کے قتل کے بارہ میں ایک اور امر قابل ذکر ہے۔ کہ خالد نے تو اسکو قتل ہی نہیں کیا۔ بلکہ ضرار بن الازور نے کیا ہے۔ اور وہ بھی ایک عجیب غلط فہمی سے۔ لکھا ہے کہ خالد نے مالک بن نویرہ اور اسکے افراد قوم کو قید کر لیا تھا۔ اور رات کو بڑی سردی تھی۔ قیدیوں کو سردی سے بچانے کے لئے خالد نے منادی کو حکم دیا کہ انہیں گرم کر دو۔ دافئوا اسراکم۔ ان الفاظ کے معنے لغت کنانہ میں یہ بھی ہو سکتے تھے کہ قیدیوں کو قتل کر دو۔ پس لشکریوں نے گمان کیا کہ امیر لشکر نے قتل کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اس کا ارادہ صرف یہ تھا۔ کہ قیدیوں کو سردی سے بچانے کے لئے اوڑھنے دو۔ پس انھوں نے قتل کر دیا۔ اور جب خالد نے مقتولوں کی چیخ پکار سُنی تو نکلے۔ مگر وہ سب کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ اسپر خالد نے کہا کہ جب خدا کا ارادہ کسی امر کے کرنے پر ہو جاتا ہے۔ تو وہ لامحالہ ہو ہی جاتا ہے۔

ترجمہ عبارت عربی تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صہ ۱۷۳۔

شیعہ۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ تو کچھ منافقین رات کے وقت پہلے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے میں عقبہ پر گھات لگا کر بیٹھ رہے۔ اور ارادہ کیا کہ آج رات تاریک ہے۔ خوب ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالیں یا آپ کے اونٹ کو چھیڑ کر بھگا دیں تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گرا دے۔ آخر وحی جبرئیل کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے پہلے سے ان کے ارادہ بد سے مطلع کر دیا۔ اور ان کے نام بھی بتلا دیئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ آج کی رات میری اونٹنی سے جدا نہ ہونا۔ انھوں نے ایک ہاتھ میں مہار پکڑ لی۔ اور دوسرے ہاتھ میں ذوالفقار کھینچ لی۔ اور حذیفہ الیمان کو فرمایا کہ تم آگے آگے چلو۔ جب اس مقام پر آنحضرت تشریف لائے۔ جہاں کہ یہ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ تو آواز دی۔ اور ہر ایک کا نام لیکر پکارا۔ کہ اے فلاں اے فلاں۔ جب ان منافقین پر ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے راز پر واقف ہو گئے ہیں تو آگے دوڑے گئے۔ حضرت نے فرمایا تم کیوں ہم کو چھوڑ کر پہلے سے یہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ جگہ بڑی خوفناک تھی۔ اور دشمن کی گھات کا موقعہ تھا۔ ہم آپ سے پہلے پہونچ گئے۔ تاکہ اگر دشمن کو پائیں۔ تو اس کو مار ہٹائیں۔ اور آپکے راستہ

کو دشمنوں سے خالی کردیں۔ اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ لعمر واقعہ کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتلائے تھے اور ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ ان میں ابوبکر رض و عمر رض بھی تھے۔ آپ فرمایئے کہ اس کا کیا جواب ہے۔

احمدی۔ یہ روایت بھی معترضوں کے تعصب بیجا کو ظاہر کرنے کے لئے بطور مثال کے قابل غور ہے۔ جو وہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اصل روایت میں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ابوبکر رض و عمر رض ایسے شریر النفس گروہ منافقین میں شامل تھے۔ جو آنحضرت ؐ کی ہلاکت کے درپے تھے۔ لیکن بدگمانوں نے خواہ مخواہ ان نیک نام اصحاب رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شامل کر دیا۔ لیکن بغیر ثبوت یا دلیل کے کوئی الزام یا دعوے کب قابل قبول ہو سکتا ہے ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ٭ ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

حسن اتفاق ہے شیعہ کی ایک نہایت معتبر کتاب کی ورق گردانی کرتے کرتے یہی روایت میری نظر سے گذری۔ اور اسکے راوی بھی خود حذیفہ ہیں۔ اور اس میں ان منافقین کی فہرست بھی دی ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ شیعہ معترض کی مراد پوری نہیں ہوئی۔ اور ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما اس بہتان سے بھی بری الذمہ رہے۔ اب ملاحظہ ہو وہ روایت اصحاب العقبہ:۔

عن زیاد بن المنذر قال حدثنی جماعتہ من المشیخۃ عن حذیفہ بن الیمان انہ قال الذین نفروا برسول اللہ ناقتہ فی منصرفہ من تبوک اربعۃ عشر۔ ابو الشرور[1] وابو الدواہی[2] وابو المعازف[3] وابوہ[4] وطلحۃ[5] وسعد[6] بن ابی وقاص وابو عبیدہ[7] وابو الاعور[8] والمغیرہ[9] وسالم[10] مولی ابی حذیفۃ وخالد[11] بن ولید وعمرو[12] بن العاص وابو موسی[13] الاشعری وعبد الرحمن[14] بن عوف ۔ وھم الذین انزل اللہ عزوجل فیھم وھموا بما لم ینالوا ۔ کتاب خصال محقق ابن بابویہ ابواب الاربعۃ عشر مطبوعہ ایران صہ ۹۱

محققین اہلسنت نے ان منافقین کی تعداد بارہ لکھی ہے۔ اور وہ درحقیقت منافق ہیں جیسے کہ عبداللہ بن ابی وسعد بن ابی سرح وغیرہم۔ دیکھو زاد المعاد جلد اول صہ ۲۶۴ فصل فی رجوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تبوک

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ مارچ ۱۹۱۸ء)

پیشگوئی نمبر ۶

انعام رکوع ۲۰ - وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ - اور یہ کتاب نازل کیا ہے ہم نے اوسکو - پس پیروی کرو اس کی - اور بچو اس کی خلاف ورزی سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ ✤

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی ہے - کہ یہ کتاب جو برکات کا بر کہ حوض یا سمندر ہے - اپنی برکتوں میں ہمیشہ بڑھتی رہیگی - پس پیروی کرو اسکی - اور خلاف ورزی مت کرو - اور تقوی اسلام کا جو شعار ہے - اختیار کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ گے - ورنہ طرح طرح کے عذابوں - قحطوں وباؤں - جنگوں میں ہلاک کئے جاؤ گے - سو کتاب اللہ کی باتیں جو قبل از وقوع بڑے نازک وقت میں کہی گئی تھیں - تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پوری ہوئیں ✤

پیشگوئی نمبر ۷

انعام رکوع ۲۰ - فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ - اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا - قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

ترجمہ - کون ظالم بڑا ہے اس شخص سے جسنے جھٹلایا آیات اللہ کو - اور رکا رہا ان سے بہت ہی قریب سزا دینگے ہم ان لوگوں کو جو رکے رہے آیات ہماری سے عذاب برے کی بسبب اسکے کہ وہ رکے رہے - نہیں انتظار کرتے رکنے والے - مگر یہ کہ لے آویں قرآن کے

پاس فرشتے یا آوے خود رب تیرا۔ یا آویں بعض نشانیاں رب تیرے کی۔ اور جس دن آوینگی بعض نشانیاں تیرے رب کی۔ ہرگز نہ مفید ہوگا۔ کسی جان کو اس کا ایمان لانا۔ جو کہ نہیں ایمان لائی وہ پہلے اس سے۔ یا عمل کیا کوئی نیک ایمان اس کے نے۔ اے رسول کہدے کہ انتظار کرو تم (اوپر کی باتوں کا) اور ہم بھی انتظار میں رہینگے ؞

ان آیات میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو سب کی سب اپنے مقررہ وقت میں پوری ہوئیں۔ اول یہ کہ وہ اظلم جنھوں نے آیات اللہ سے منہ پھیرا۔ ہم عنقریب ان کو عذاب کرینگے۔ عذاب برا۔ دوم یہ کہ ان کے پاس خدا آئیگا۔ اور فرشتے بھی اتر کر ان سے لڑینگے۔ اور بہت سے نشانات رب کے دیکھیں گے۔ لیکن اس دن ایمان لانا کسی کا قبول نہ ہوگا۔ سوم یہ کہ ان عذابوں کے تم منتظر رہو۔ اور ہم بھی منتظر رہینگے۔ پھر دیکھنا کس کو دربار آلہی سے نجات ملتی ہے۔ اور کون مظفر و منصور ہوتا ہے۔ اور کون ہلاک ہوتا ہے۔ آخر اظلم لوگ ہی عذاب آلہی سے مارے گئے ؞

پیشگوئی نمبر ۷۸

انعام رکوع ۲۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ط اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۔ ترجمہ۔ بے شک جنھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دین اپنے کو۔ اور ہو گئے جدا جدا۔ تیرا اے نبی! ان میں کچھ حصہ نہیں۔ اور حکم فیصلہ ان کا طرف اللہ کے ہے۔ وہی خبردار کرے گا۔ ان کو ان کاموں سے جو کرتے ہیں ؞

آیت ہذا میں علاوہ دیگر فرقوں کے شیعہ مذہب کے ظہور کی بھی پیشگوئی ہے کہ انہوں نے بسبب اختلاف خلافت و قرآن کے جمع ہونے کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ غرض جو لوگ بھی حق ماننے میں ضدی ہونگے۔ فیصلہ ان کا حشر میں خدا ہی کریگا ؞

پیشگوئی نمبر ۷۹

انعام رکوع ۲۰ - هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ط اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ - وہ خدا جسنے بنایا تم کو جانشین زمین میں اور بلند کیا درجہ تمہارا بعض پر۔ تاکہ امتحان کرے تمہارا اس چیز میں کہ دی ہے تم کو (قرآن پاک و نبی اللہ) اور بیشک اللہ تعالےٰ بہت جلد عذاب کرنیوالا ہے ؁

اس آیت شریفہ میں اہل مکہ کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک زبردست پیشگوئی کی ہے۔ کہ تم حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے خلف اور ارض فاران کے خلیفہ ہو۔ تم کو قرآن اور نبی دیا ہے۔ اگر ان کے مطیع نہ ہوئے۔ تو تم کو بہت جلد عذاب میں گرفتار کیا جائیگا اور اس میں بہت ہلاک ہونگے۔ سو جنگ بدر و فتح مکہ کے دن یہ سب کچھ پورا ہوا ۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

باب - واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک الآیۃ:

حدیث احمد بن ابی رجاء - پیچھے تو مریم اور آسیہ امراۃ فرعون کی فضیلت بیان فرمائی تھی۔ یہاں خدیجہ کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ عورتوں میں سے اعلیٰ عورت ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ کلام کہنے والے کی مختلف مراد ہوتی ہے۔ ایک شخص ہے۔ جو طب بھی جانتا ہے اور سائنس بھی۔ اور دونوں میں اُسے خوب کمال حاصل ہے۔ لیکن جب کہیں طب کا ذکر آئے گا۔ تو اسوقت کہا جائے گا کہ فلاں فلاں شخص طب میں خوب ہی ماہر ہیں۔ تو اس وقت اسکے سائنس جاننے کی نفی نہیں ہو جائیگی۔ ایسا ہی جب سائنس کا ذکر ہو گا۔ تو کہا جائے گا کہ فلاں فلاں شخص سائنس میں خوب ماہر ہیں۔ اس سے اسکے طب جاننے کی نفی نہیں ہو جائیگی۔ تو جو کلام کا اُس وقت قرینہ ہو گا۔ اسی کے مطابق اس کا ذکر

کردیا جاوے گا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی فضیلت ہوگی ؞

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت بڑے بڑے احسان تھے۔ اس حیثیت سے اور کوئی عورت ان پر فضیلت حاصل نہیں کر سکتی۔ عائشہ کیا کوئی۔ دیگر بھی ان پر اس فعل میں فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر خدیجہؓ کا آپ سے وہ تعلق ہے۔ جو کسی اور کو نہیں۔ جس زمانہ میں آپ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔ خدیجہ آپ پر ایمان لائیں۔ اور آپ کو جس طرح سے ہوا مدد دی۔ حضرت مریم اپنی وقت میں فضیلت رکھتی تھیں۔ اور آسیہ نے اپنے وقت میں کمال دکھلایا اسلئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مناسب موقعہ پر ہر ایک کا ذکر فرمادیا ہے ؞

باب۔ قول اللہ اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرك بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم* الا کمہ۔ اندھا اتے والا۔ بعض نے اسکے معنے مادر زاد اندھا کے لئے ہیں۔ لیکن یہاں یہ معنے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ مادر زاد اندھا ہونا یہ تو پیدائشی بات ہے بیماری نہیں ہے۔ اور جنہیں مسیح اچھا کرتا تھا۔ ان کو تو بیماری ہوتی تھی۔ اور بیماری اندھاپن ہی ہے۔

حدیث آدم۔

پہلے بھی اس طرح کی ایک حدیث آچکی ہے وہاں خیر نسائھا مریم وخیر نسائھا خدیجۃ۔ آیا ہے۔ یہ بہت صاف ہوگیا ہے۔ کہیں تو مریم کہیں خدیجہ۔ یہاں عائشہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

بعض ایسے لوگوں نے جنکے دلوں میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ صرف مریم یا آسیہ کی فضیلت ثابت ہو۔ اس طرح کہدیتے ہیں کہ یہاں فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علے سائر الطعام۔ فرمایا اس سے انکی فضیلت کہاں ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اسکے معنے ہیں کہ جیسے ثرید ایک معمولی سا کھانا ہوتا ہے۔ ایسا ہی عائشہ عورتوں میں ایک معمولی عورت ہے۔ گویا انہوں نے نعوذ باللہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو لغو کلام ٹھیرا یا ہے۔ لفظ یہ اجازت نہیں دیتے کہ اس کا یہ ترجمہ کیا جاوے۔ ثرید عرب میں نہایت اعلیٰ درجہ کا کھانا شمار کیا جاتا ہے۔ اور اُسے سب کھانوں سے افضل کیا جاتا ہے ؞

یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فضیلت ان کو تمام جہان پر نہیں ہے۔ بلکہ اپنے وقت کے عورتوں پر ہے۔

ابوہریرہ رض معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں سے ان کا خاص تعلق تھا۔ اور ان پر انہیں بہت حسن ظن تھا۔ اسلئے ان کی روایتوں میں ایسی باتیں ضرور آجاتی ہیں۔ جو عیسائیوں کے بعض معتقدات کی تائید کرتی ہیں +

ولم ترکب مریم بعیرًا قط۔ ابوہریرہ رض کا ایسا خیال ہے کہ مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ قریش کی صفت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ وہ اونٹ پر سوار ہوتی تھیں۔ اس لئے ابوہریرہ رض کو خیال ہوا۔ کہ اگر مریم بھی اونٹ پر سوار ہوتی تھیں۔ تو ان کو پھر کونسی فضیلت ہوئی اسلئے اس خیال پر عیسائیوں سے پوچھا۔ انہوں نے ان کو بتلا دیا کہ مریم کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ ایسا ہی ابن عباس رض کو یہود پر بہت حسن ظن تھا۔ ان کو خیال تھا کہ قرآن کریم میں جو بعض جگہ یہود کا ذکر آجاتا ہے۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ اپنے پاس سے باتیں بناتے رہیں۔ اسلئے یہود سے دریافت کرلیا کرتی +

ابن جریر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی آدمی نے حضرت ابن عباس رض سے ایک بات دریافت کی۔ آپ نے اُسے رقعہ لکھ کر دیا۔ اور ایک یہودی عالم کے پاس بھیجدیا۔ اس نے پھر اس کا جواب لکھ کر دیا۔ یا زبانی ہی وہ قصہ اُسے سمجھا دیا +

بعض آدمی حسن ظن میں بالکل ہی کمال کر دیتے ہیں جیسے حضرت ابن عباس رض لیکن مسلمانوں نے ہی پھر حد ہی کردی ہے۔ مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ جو وہ لکھ گئے۔ بس وہی ٹھیک ہے۔ اس سے ذرا ادھر اُدھر ہونا گویا اسلام کو چھوڑنا ہے۔ لیکن صحابہ بھی تو وہی بیان کرتے تھے۔ جو ان کی سمجھ میں آتا تھا۔ ایسا ہی جو کچھ اللہ تعالےٰ انہیں سمجھا دے۔ مسلمان ان باتوں میں یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اور یقینی امر ہے +

تصوّف

ایک پُرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے:

(مرسلہ تشحیذ کے لئے)

نفع چیست از شمع کار آموختن
جملہ را افروختن خود سوختن

صبر چیست آتش مزاجے داشتن
سوختن مردن ہمہ بگذاشتن

جِد چیست از جان وفادار آمدن
بس بیک یکسوئی درکار آمدن

ہزل چیست آبِ فراست ریختن
یا کلابے در نجاست ریختن

سہو چیست از پردہ بر در ماندن
زیر باراں خفتن و تر آمدن

توبہ چیست ایں جملہ را برہم زدن
خیمہ زیں عالم بداں عالم زدن

سجدہ چیست از ننگ خود در گم شدن
وز دلِ گِل عرشِ جاں عیاں شدن

قصد چیست از دیدہ کورے ساختن
مردمک سوراخ موئے ساختن

حجّ چیست از پاؤ سر بر حلہ شدن
کعبۂ دل جستن و در خون شدن

علم چیست از ذروۂ عرش آمدن
گاو ماہے را بہم خوش آمدن

عفو چیست آزار بر جاں داشتن
جرم خلقاں جرم خود پنداشتن

کبر چیست از ہیچ بہا دون کوفتن
وز منی بر دوست و دشمن کوفتن

عجب چیست آہن زرگری سوختن
دیو را ابلیسے آموختن

جنگ چیست آتش عتابے ساختن
ہر سر موئے سنانے ساختن

صبح چیست از ذات خود پیدا شدن
سایہ گشتن نیک و بد یکساں شدن

حکم چیست از خود خلیلے ساختن
دوزخے را بر سفلے ساختن

کینہ چیست از سینہ زنداں کردن است
اژدہا در حلقہ پنہاں کردن است

بخل چیست از تشنگی جاں دادن است
ہیچو بو تیمار بحر افتادن است

فہرست کتب تشحیذ ایجنسی

ایجنسی تشحیذ الاذہان سے تمام تصنیفات سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود و خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ و حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے علاوہ دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات بھی مل سکتی ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں اور اس سے علاوہ اور بھی جو اس صفحہ میں درج نہیں ہو سکیں

نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت	نام کتب و قیمت
البرق ۲ر	محمد رسول اللہ ۱۰ر	اسلام ۳ر	ترجمہ قرآن شریف
طب روحانی ۲ر	معیار حق سر	ضرورت نبی ۱۰ر	حیدرآبادی لے
مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ار	لیکچر مہر سنگھ ۱ر	خطبات نور ہر دو	پیغام حق ۴ر
قبولیت دعا کے گر ار	" " " ۲ ۱ر	حصہ لعہ	مباحثہ امرتسر ۲ر
ظہور المہدی عار	ترجمہ انگریزی حصہ اول ۲ر	چمکار محمدی ۸ر	القاء ربانی ۸ر
نغمۃ الکحل دوئم ۲ر	" " " دوم ۳ر	چمکار مہدی ار	عصمت انبیاء ۷ر
" " سوئم ار	پرانی تحریریں ۲ر	انوار محمدی سے	غلامی ۳ر
ادعیۃ القرآن ۲ر	الاسماء الحسنیٰ ۵ر	وفات ناصر مولوی	لیکچر سیالکوٹ ۲ر
مکتوبات حصہ اول ۸ر	الموعظۃ الحسنہ ۲ر	عبدالحی ار	فیصلہ الٰہی ۳ر
" " دوئم ۸ر	سلک مروارید ۲ر	احمدی زرگر ۴ر	ثنائی فرار ۳ر
" " سوئم ۸ر	ترجمۃ القرآن پارہ ۲۷	کلام محمود ۴ر	مباہلہ سے انکار ۳ر
ہدایات ۲ر	تا ۱۹ پارہ اول فی ۸ر	امۃ الحفیظ کی آمین	ثنائی روسیاہی ۳ر
حضرت مسیح موعود	مجموعہ الہامات	برکات خلافت ۴ر	ثنائی چکر ار
کا سب سے آخری لیکچر ار	ہر سہ حصہ عمہ	انوار خلافت ۱۰ر	ثنائی ہرزہ درائی ۲ر
نشان رحمت ار	آثار مبارکہ ار	ذکر الٰہی ۱۰ر	علمائے خلعت ۸ر
ضرورت زمانہ ۸ر	نماز مترجم ۱ر	منصب خلافت ار	دھرم پال کا کچا چٹھا ار
اسلام کی پہلی کتاب ۲ر	قدامت روح و مادہ ۴ر	مباحثہ شملہ ۳ر	پیدائش عالم ۳ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اصلی عرق کافور	وقت پر صلاح	اصلی عرق کافور

جو دست ہوتے ہیں وہ خطرے سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے یا رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۴۳ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ایک شیشی ۴؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍۔

(نوٹ) ادویات ہر جگہ کے دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔
دیکھئے مہاراجہ بھیکم نرائن سنگھ دیو ضلع گیا سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپکی دوا ہیضہ کو بہت جلد دور کرتی ہے۔

جناب دیوان مہاراجہ بنارس بابو بالیشر پرشاد رام نگر سے لکھتے ہیں۔ آپ کا عرق کافور واقعی آبحیات ہے۔

روغن پیپرمنٹ

پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کے فساد میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے۔ یہ پیپرمنٹ امریکہ کے ایک نامی کارخانہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پیپرمنٹ سے یہ کہیں بڑھ کر بہتر اور مفید ہے۔ اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا ایک کی تین شیشیاں بنا کر لوگ بازار میں چار آنہ چھ آنہ شیشی بیچتے ہیں۔

قیمت آدھاونس شیشی ۱۰؍ محصولڈاک وپیکنگ ایک سے چار تک ۵؍

نوٹ۔ ادویات ہر جگہ کے دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دتا سٹریٹ کلکتہ

چندہ سالانہ رفیق حیات صرف ایک روپیہ [illegible]

رفیق حیات

Digitized by Khilafat Library

جو کہ سال میں بارہ دفعہ شایع ہوتا ہے

نیم حکیموں کے پھندے سے رہائی دلانے والا۔ مایوس مریضوں کو بھی ہمدردی کے ساتھ مفت مشورہ دینے کے علاوہ علمی طبی علوم پر محققانہ بحث کرنے والا اعلیحضرت حکیم الامۃ مولٰنا نورالدین خلیفۃ المسیح اول رض کے مجربات صحیح طور پر درج کئے جاتے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے حسب خواہش خریدار رفیق حیات کو ذیل کی ادویات میں سے ایک دوائی مفت نذر ہوگی ٭

دوائی جریان — مفت

سرمہ نور — مفت

دوائی ریح و قبض کشا — مفت

قدامت مادہ و تناسخ کی تردید

اس نام کا ٹریکٹ نہایت موزون جیبی تختی سفید کاغذ پر چھپا ہے۔ فاضل مصنف نے آریوں ہی کی کتب سے بہت سے نقلی جواب جمع کر دیئے ہیں جس سے مذکورہ بالا آریوں کے ہر دو مسائل کا تار و پود فوراً ٹوٹ جاتا ہے علاوہ نقلی جوابات کے عقلی دلائل بھی مرقوم ہیں جن احباب کو اسکی طلب ہو وہ ۔/ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیجکر ذیل کے پتہ سے مفت منگوا سکتے ہیں

ان ہر دو کے ملنے کا پتہ:- مینجر رفیق حیات قادیان پنجاب

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٓئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ | نمبر ۶

روح مخلوق ہے	۱ - ۴	(اکمل)
"	۵ - ۱۲	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
کیا روح و مادہ ازلی ہیں	۱۳ - ۱۶	مولوی جلال الدین صاحب بیگھوال
شمع ہدایت کے پروانے	۱۷ - ۳۲	مولوی مہر محمد خان صاحب شہاب مالیر کوٹلوی
بشارات القرآن	۳۳ - ۳۴	مولوی احمد الدین صاحب ناروال
درس الحدیث	۳۵	سیدنا اولوالعزم
تصوف	۳۶ - ۳۷	
ٹائٹیل		ریویو

قیمت سالانہ:- عوام سے ۲ طلباء سے ۱ غیر ممالک سے ۳

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا

اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

خریداران تشحیذ سے ضروری گذارش

۱۱ اپریل تک میری اپیل اور پرائیوٹ چٹھیوں کے جواب میں جن احباب نے توسیع اشاعت تشحیذ کے بارے میں کوشش کی ہے۔ ان کے نام نامی درج کر چکا ہوں۔ اب یہ فہرست ان احباب کی پیش کی جاتی ہے جنہوں نے ۱۱ مئی تک کوئی نہ کوئی خریدار دیا۔ میں اپنے دوستوں کا شکر گذار ہوں مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ چٹھیاں وغیرہ بھیجنے میں جو خرچ ہوا ابھی تک وہ بھی وصول نہیں ہوا گویا توسیع اشاعت کے سوال سے خرچ اور بھی بڑھ گیا۔ میرے پیارے بھائیو مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی جو ظہور میں آئی۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ اس مہینے میں آپ میری درخواست کو نظر التفات سے دیکھ کر تلافی مافات فرمائیں گے۔

شیخ فضل کریم صاحب مہتمم خزانہ عامرہ حیدر آباد دکن	۱۰ خریداروں کی قیمت اپنی جیب خاص سے مرحمت فرمائینگے اور پہلے بھی رسالہ کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ دیتے ہیں۔
ڈاکٹر رحیم بخش صاحب وٹرنری اسسٹنٹ لائل پور	خود خریدار ہوئے۔
محمد عبد اللہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ نوشہرہ	خود خریدار ہوئے۔
مولوی محمد عبد الحلیم صاحب ہیڈ مولوی سمن بن پور	خود خریدار ہوئے اور خریدار دینے کا وعدہ کیا
مولوی غلام حسین صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جھنگ	دو خریدار
منشی عبد العظیم صاحب پٹواری سلابت کے مہاں چک براہ پھلورہ سیالکوٹ	ایک خریدار دیا۔
محمد رمضان و محمد سلطان صاحب تاجر چرم پورال	ایک خریدار
بابو علی محمد صاحب فیروزپوری	ایک خریدار پہلے دیا تھا۔ ایک خریدار اب دیا ہے۔
گل محمد صاحب مثلخواں المد صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سرگودھا	دو خریدار

منشی غلام قادر صاحب عرضی نویس مردان - ایک خریدار - دوست محمد صاحب گرجوڈیشل تحصیلدار صاحب خانیوال خود خریدار ہوئے - اے محمد کی رنگون خود خریدار ہوئے محمد ابراہیم صاحب موٹر ڈرائیور خود خریدار ہوئے۔ میزان ۲۲ - سابق ۴۰ - کل ۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء

روح مخلوق ہے

میں اُمید کرتا ہوں کہ منشی فضل حسین صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ روح کے مخلوق ہونے کے متعلق قرآن مجید نے بہت سے دلائل دیے ہیں چنانچہ فرماتا ہے:۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ یعنی کیا وہ علم نہیں رکھتا جس نے پیدا کیا۔ اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عالم الکل ہونے کی دلیل دیتا ہے۔ کہ وہ خالق الکل ہے۔ ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ ان چیزوں کے مخلوق اور خدا کے خالق الکل ہونے کا ثبوت یہ دیا کہ وہ لطیف ہے یعنی ہر چیز میں ساری کی ساری اور جو چیز الطف ہو کر ساری ہو ضرور ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کے مقابل میں منقسم ہو جائیں۔ جیسا کہ ویشیشک درشن میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ آکاش بہت لطیف ہے۔ جوہر ہے۔ حتیٰ کہ پرمانو سے بھی۔ مگر یا اینہمہ ہر ذرہ کے اندر نہیں کیونکہ اگر ذرہ کے اندر ہو تو وہ اسے تقسیم کر دے گا۔ جس طرح بجلی لوہے کے اندر سے روشنی شیشے کے اندر سے گذر کر ثابت کر دیتی ہے۔ کہ لوہا اور شیشہ قابل تقسیم ہیں۔

الغرض اکاش سرو یاپک نہیں۔ بلکہ پرمیشور سرو یاپک ہے۔ وہ ہر چیز میں ساری ہے کیونکہ لطیف ہے۔ اور الطف ہو کر وہ ہر ذرے کے اندر ساری ہوتا ہوا اسے قابلِ تقسیم ثابت کرتا ہے۔ اور جو منقسم ہو سکے۔ وہ یقیناً مرکب و حادث ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر مفسرین قرآن مجید اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ مادیات سے بھی پیدا کرتا ہے۔ اور مطلق حکم سے بھی اور دنیا کی کوئی چیز ان دو حال سے خالی نہیں کہ یا وہ مادی ہے یا غیر مادی۔ دونوں قسم کی پیدائش خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

کیوں؟ تبرک اللہ رب العالمین وہ تمام مخلوقات کا رب بہت خیر و برکت والا ہے۔ (اعراف ع ۷ ۹۴)

پھر دوسرے مقام پر فرمایا قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ (بنی اسرائیل) یعنی روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوئی ہے۔ پہلے فرمایا الخلق والامر اور یہاں روح کو امر سے فرمایا۔ لفظ رب میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ پیدا کر کے اسے کمال تک پہنچانا بھی اسی کا کام ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا میں دلیل دی کہ علم کا محدود ہونا ثابت کرتا ہے کہ تمہارا کوئی محدد اور خالق ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وخلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا
کوئی چیز اس کی پیدائش سے باہر نہیں۔ خدا اس نے پیدا کر کے ہر ایک جسم۔ طاقتوں قوتوں خواص۔ صورت اور شکل کو حد کے اندر محدود کر دیا۔ تا اس کا محدود ہونا محدد پر دلالت کرے

چوتھی دلیل ثم انشأناہ خلقاً آخر یعنی جب قالب تیار ہو جاتا ہے۔ تو اس کی تیاری کے بعد اسی قالب کے ایک نئی پیدائش کرتے ہیں۔

یعنی جیسے چند ادویہ کے ملنے سے اس مجموعہ میں ایک خاص مزاج پیدا ہوتی ہے۔ جو ان دوائیں میں فرد فرد کے طور پر پیدا نہیں ہوتی اسی طرح اس قالب میں جو بقول حضرت اقدس خون اور دو نطفوں کا مجموعہ ہے ایک خاص جوہر فاسفرس کے رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تجلی الٰہی کی ہوا کن کے امر کے ساتھ اس پر چلتی ہے۔ تو ایک دم وہ افروختہ ہو کر اپنی تاثیر اس قالب کے تمام حصوں میں پھیلا دیتی ہے۔ اور یہی افروختہ چیز ہے۔ جو کلمۃ اللہ ہے

اور امر ربی ہے۔ روح کا فاسفرس بیشک مادہ سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ روحانی آگ جس کا نام روح ہے بجز مس نسیم آسمانی کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس روح ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور نطفہ کا ایک نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جز ہے جیسا جسم جسم کی۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتی ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتی ہے۔ بلکہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا ثابت ہے۔ اس پر یہ اعتراض کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی اور مادی چیز سے غیر مادی نہیں پیدا ہوتی۔ فضول اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ گیہوں کا ایک دانہ بویا جاتا ہے۔ اور اس سے سبزہ۔ ٹہنیاں پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر خوشہ نکلتا ہے اور ایک سو اس کے کئی دانے بن جاتے ہیں۔ صرف ہست سے ہست کا اصول ٹھیک ہوتا تو ایک دانہ کے عوض میں ایک دانہ اور ایک آم سے آم ہی چاہئے۔ یہ انبار لکڑیوں۔ پتوں اور پھولوں کا نیستی سے ہستی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ شورہ۔ گندھک اور کوئلہ۔ ایک خاص ترکیب سے بارود بن جاتا ہے۔ فرداً فرداً ان سے بارود بنانا ناممکن ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترکیب سے ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ بجلی زنک۔ کاپر۔ تیزاب سلفر سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تینوں چیزیں ملوی ہیں اور بجلی غیر مادی۔ پھر سائنس کا یہ مسلمہ ہے کہ مادہ عالم کے ذرات یکساں اور باوجود اس کے ان سے مختلف اور متضاد چیزیں بنتی ہیں اسی طرح انرجی (طاقت غیر مادی جوہر) سے سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو نیستی سے ہستی کا ثبوت ہے۔ گوبر کے اندر سے کیڑوں کا پیدا ہو جانا بھی بتاتا ہے۔ کہ جسم میں سے ہی روح کیونکر پیدا ہو جاتی ہے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ روح پر بھی (جیسا کہ شاہدہ سے ثابت ہے) جسم کی طرح تغیرات آتے رہتے ہیں۔ روح اپنی لازمی صفات کو چھوڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ نیند کے وقت بھی من وجہ یہ بات دکھائی دیتی ہے اور یہ متغیر ہونا اس کے حادث ہونے کا ثبوت ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے انی لا احب الآفلین میں متغیر چیزوں کو محبوب نہیں بناتا۔ حضرت ابراہیم نے سورج چاند کے مخلوق ہونے اور اس باعث سے معبودیت کا استحقاق نہ رکھنے

یہی ثبوت دیا ہے۔ کہ سورج چاند آفلین میں سے ہیں۔ ان پر تغیر آتے رہتے ہیں۔ پس کل متغیر حادث کا مسئلہ قرآنی آیت سے مستنبط ہے۔ روح کا متغیر ہونا[1] اس کے حادث ہونے کی دلیل ہے۔ کہ پہلے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر روح مخلوق ہے۔ تو پھر لازم آئیگا کہ وہ فنا بھی ہو جاوے۔ سو اس سے کس کو انکار ہے۔ کہ کل شیٔ ھالک الا وجہہ اور کل من علیہا فان۔ ہر چیز معرض فنا میں ہے۔ اور اس کا بقا بذاتہ نہیں اور ہر معرض ہلاکت میں ہے۔ وہی زندہ رہیگی جو اس میں زندہ ہو کر رہے۔ چنانچہ اسی بناء پر جیسا کہ جسمی ترکیب میں انحلال ہو کر جسم پر موت وارد ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی صفات میں تغیرات پیدا ہو کر روح پر موت آجاتی ہے۔ مگر جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہو کر مرتے ہیں وہ دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل بن جاتی ہے۔ اور جو پلید روحیں مرتی ہیں۔ ان کی حالت لا یموت ولا یحییٰ والی۔

چھٹی دلیل الست بربکم قالوا بلیٰ دی ہے۔ کہ ؎

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ؎ اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

یعنی روحوں کی فطرت میں یہ نقش ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں۔ یہ قائل ہونا بتاتا ہے کہ وہ کسی کی مخلوق ہے۔

ساتویں دلیل خالق کل شیٔ وھو الواحد القہار خدا تعالےٰ اپنی ذات میں واحد صفات میں یگانہ ہے۔ اور پھر قہار بھی ہے۔ یہ دلیل ہے۔ اس بات کی کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ پس روح بھی اسی نے پیدا کی۔ ورنہ وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ نہیں بنیگا۔ جو فریقین کی مسلمات کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کو تقدم زمانی ہر چیز پر لازمی ہے۔ اور کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ کا مسئلہ برحق۔ اب میں وہ مضمون درج کرتا ہوں۔ جس کی یہ تمہید ہے۔ (ایڈیٹر)

[1] متغیر ہونے کی ایک یہ دلیل بھی ہے کہ روح منقسم ہو جاتی ہے۔ مثلاً کیچوے کو کاٹا جائے تو دونوں ٹکڑے زندہ رینگتے رہتے ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔

آریہ سماج کے انوکھے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ روح ازلی ہے۔ اور یہ عقیدہ ان کا مدار المہام ہے ان کے بہت سے اصول کا۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ روح ازلی ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ تناسخ صحیح ہے۔ اور تناسخ (پنر جنم) کے راست ہونے پر قدامت مادہ کا قائل بھی ہونا پڑے گا۔ پھر اسی پر "پرواد سے انادی" "قدامت وید" "وید الہامی" یہ سب مسائل متفرع ہو کر پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتے ہیں اور آریہ سماج کی فتح ہی فتح ہو گی۔ لیکن خدا کے فضل سے ہم یہ بات بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ روح ازلی نہیں۔ بلکہ **روح** حادث اور مخلوق ہے۔ سب سے اول یہ دیکھنا ہمارے لئے نہایت ضروری امر ہے۔ کہ آریہ سماج جو "روح کی ازلیت" کا دعویٰ کرتا ہے۔ آیا یہ دعویٰ اُن کی کتاب میں بھی ہے جسے وہ "الہامی کتاب" سمجھتے ہیں۔ یا وہ محض اس سے معرّیٰ ہے اگر آریہ صاحبان وید کو "ایشوری گیان" مانتے ہیں۔ تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے اس عقیدہ کا دعویٰ ویدوں سے دکھائیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ اس دعوے کی دلیل بھی اسی سے دکھلائیں کیونکہ الہامی کتاب کامل و اکمل وہی ہو سکتی ہے۔ جو دعویٰ اور دلیل خود بیان کرے۔ نہ کہ دعویٰ تو خود کر دے اور دلیل کے لئے اپنے پیروؤں کی محتاج ہو۔ ہم نے کئی بار آریہ صاحبان سے یہ مطالبہ کیا کہ قدامت روح کا دعویٰ اور دلیل اپنی الہامی کتاب "وید" سے دکھلائیے۔ مگر "صدائے برنخاست" اور اگر کوئی کسی کونے سے آواز اُٹھی بھی تو محققین کے نزدیک بے ہنگام ثابت ہوئی۔ کیونکہ جو منتر وید کا پیش کیا جاتا ہے اس سے اشارۃً بھی قدامت روح ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہم وہ منتر رگوید کا ہے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ خود ہی اندازہ لگا لیجئے۔ کہ اس منتر سے کیسے ازلیت نکلتی ہے۔

"خوبصورت پروالے "پرند" باہم میل رکھنے والے دوست ایک ہی درخت پر بسیرا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک پکے ہوئے پھل کو مزے سے کھاتا ہے۔ دوسرا نہ کھاتا ہوا سب طرف سے نگراں رہتا ہے۔" (رگوید منڈل ۱۔ سوکت ۱۶۴ منتر ۲۰)

اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ درخت "پرکرتی" ہے۔ اور وہ دونوں جانور "خدا" اور "روح" ہیں۔ کیسی لایعنی تاویل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ تاویل تھوڑے عرصے کے لئے مان بھی لیں تو یہاں ازلیت کا ذکر کہاں سے نکلا۔ پس ثابت ہو گیا کہ روح کی ازلیت کا نہ تو دعویٰ ہی وید میں

ہے۔ نہ ہی دلیل۔ جب ایسا ہے تو وید الہامی نہ رہے۔ کیونکہ الہامی کتاب تو کامل و اکمل ہونی چاہئے اور وید نہ دعویٰ رکھتے ہیں نہ دلیل۔ اے آریہ صاحبان اب ہم قرآن شریف سے بتلاتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے۔ مخلوق ہے یا ازلی۔ اور اگر مخلوق ہے تو کیسے پیدا ہوتی

قرآن شریف کا دعویٰ خلق کل شیٍٔ فقدرہ تقدیرا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور پھر اُن کے اندازے مقرر کر دیئے

لفظ "کل" میں ہر ایک چیز آ گئی۔ پرکرتی۔ جیو (مادہ و روح) بھی کیونکہ یہ لفظ ایسا وسیع واقع ہوا ہے۔ کہ کوئی چیز اس کی حد سے باہر نہیں ہو سکتی۔

یہاں قرآن شریف نے روح کے مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ خلق کل شیٔ سے ثابت ہے۔ پھر فقدرہ تقدیرا فرما کر اسے محدود قرار دیا ہے۔ اور بلاشبہ جو محدود ہے۔ وہ مخلوق ہے۔ جیسا کہ سانکھ درشن نے پرکرتی کو لامحدود اس لئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر وہ محدود ہو تو مخلوق ہے۔ اب دیکھئے صرف دعوے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کو بدلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ پایۂ ثبوت کو پہنچاتا ہے۔ پڑھئے قرآنی آیت انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (سورہ دہر پارہ ۲۹)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا یہ ہے قرآنی دلیل جو روح کے مخلوق ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔ اور یہی انسانی مشاہدہ ہے ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ روح مادہ میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ حسب زعم آریہ سماج باہر سے نہیں آتی۔ اس قرآنی دلیل کو جو آج سے تیرہ صدیاں پہلے بیان کی گئی یورپ کے سائنسدانوں نے بھی بعد از تحقیق و تدقیق بسیار تسلیم کیا ہے۔ یہ ہے الہامی کتاب کی نشانی کہ دعویٰ اور دلیل دونوں بیان کرے نہ کہ دوسروں کی محتاج رہے۔

قرآن شریف سے اور سائنس کی رو سے ثابت ہو گیا کہ روح نطفہ کی خاص ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ آؤ اب ہم آپ سے اس مشاہدہ کی دلیل آپ کی کتب میں بھی دکھلائیں۔ دیکھئے اُپدیش منجری مصنفہ سوامی دیانند صفحہ ۶۹

"پرماتمانے پہلے اکاش پیدا کیا۔ اس سے وایو (ہوا) وایو سے اگنی (آگ) اگنی

سے جل (پانی) جل سے پرتھوی (زمین)، پرتھوی سے اناج۔ اناج سے دیرج (نطفہ)
اور ویرج سے انسان پیدا ہوا"

چونکہ اس تھیوری پر آریہ صاحبان اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس تھیوری کو یہاں نقل کرکے اس کا جواب بھی لگتے ہاتھ دیدیا جائے۔

اعتراض۔ "روح غیر مادی ہے" پس مادی سے غیر مادی نہیں نکل سکتی"

پہلے فقرہ کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "روح غیر مادی ہے" مگر دوسرے فقرے کو ہم تسلیم نہیں کرسکتے اور اس کے ہمارے پاس کئی ایک وجوہ ہیں۔

اول تو یہ کہ آریہ صاحبان کا یہ اعتراض نرا دعویٰ ہی ہے دلیل نہیں۔ اور دوم اُن کا یہ اعتراض مشاہدہ کے خلاف ہے۔ فلاسفروں کے تجربات کے خلاف۔ دیکھئے اول تو ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ روح پیدا ہوتی ہے۔ اور مادہ میں سے ہی پیدا ہوتی ہے پھر یہ کہنا کہ مادی سے غیر مادی چیز نہیں نکل سکتی محض غلط ہے۔ قدیم فلاسفروں نے بھی آپ کے خلاف لکھا ہے سو دیکھئے یونان کا فلاسفر سقراط کیا لکھتا ہے

"تمام اشیاء کی بابت ہم جانتے ہیں کہ سب اشیاء اس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی کسی اور جگہ سے نہیں۔ مگر نقائض سے نقائض پیدا ہوتے ہیں"

پھر یہی فلاسفر دوسری جگہ لکھتا ہے

"سقراط نے کیبس سے کہا تو بھی اسی طرح سے زندگی اور موت کی بابت مجھے بتلا کیا تیری رائے میں زندہ رہنے کی نقیض مرجانا نہیں ہے۔ کیبس ہاں ہے۔ سقراط۔ اور وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیبس۔ ہاں سقراط پس زندہ شے سے کیا پیدا ہوتا ہے۔ کیبس مردہ شے سقراط وہ شے مردہ سے پھر کیا پیدا ہوتا ہے کیبس۔ یہ تسلیم کرلینا اب ضروری ہے۔ کہ مردہ سے) زندہ شے پیدا ہوتی ہے" (منقول مکالمات افلاطون صفحہ ۶۹)

دیکھئے فلاسفر سقراط کس لطیف پیرایہ میں سمجھا رہا ہے کہ مردہ شے سے زندہ پیدا ہوتی ہے۔ سو یہ اعتراض خود بخود حل ہوگیا

مادی کا نقیض غیر مادی ہے۔ پس سقراط کے مندرجہ بالا استدلال کی رو سے ضرور ماننا پڑے گا

کہ مادی سے غیر مادی پیدا ہوتی ہے۔

مگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو ہم سوامی جی کے قول کو پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ پھر خصم کیلئے کوئی راہ گریز باقی نہ رہیگی۔ دیکھئے اُپدیش منجری صد ۱۳۔

"سوال کاریہ (معلول) اور کارن (علت) علیحدہ علیحدہ ہیں یا کس طرح

جواب۔ کہیں کہیں مختلف نہیں ہے۔ اور کہیں کہیں مختلف بھی ہے۔ مثلاً مٹی سے بنا ہوا گھڑا مٹی ہی رہتا ہے۔ لیکن گوشت اور خون سے ناخن پیدا ہوتے ہیں۔ پھر تب بھی یہ ناخن گوشت اور خون نہیں ہیں۔ اسی طرح مکڑی کے پیٹ سے جالا پیدا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن مکڑی جالا نہیں ہوتی۔ گوبر سے بچھو پیدا ہوتا ہے۔ تاہم گوبر اور بچھو کیا کبھی ایک ہو سکتے ہیں"

اے آریہ صاحبان دیکھئے آپ کا رشی نہیں بلکہ مہرشی دیانند کیا کہہ رہا ہے۔ کیا اب بھی تسلی ہوئی یا نہیں۔ اسی طرح مادہ سے روح پیدا ہوتی ہے۔ مگر مادہ رہتی نہیں۔ جیسا کہ اوپر گوبر اور بچھو مکڑی اور جالے کی مثال اپنے گورو کے قلم سے لکھی ہوئی پڑھ چکے ہو۔

پھر دیکھئے ستیارتھ پرکاش صد ۲۵۱

"جو شے ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ ازلی نہیں ہو سکتی"

سوامی جی نے یہاں مان لیا کہ جس چیز میں ترکیب پائی جائے وہ ازلی نہیں ہو سکتی۔

اب دیکھئے خود سوامی جی بھی روح میں ترکیب و تفریق مانتے ہیں۔ ستیارتھ صد ۲۲۳ سمولاس

"سوال ۲۵ جیو (روح) جسم کے اندر علیحدہ "وبھو" (بسیط) ہے یا "پری چھن" (ایک مقامی)

جواب: "پری چھن" (ایک مقامی) اگر "وبھو" (بسیط) ہوتا تو عالم بیداری سپنے کی نیند گہری نیند۔ مرنا جنم لینا ترکیب۔ تفریق۔ جانا۔ آنا۔ ہرگز نہ ہو سکتا۔ بس جیو محدود العلم اور محدود المقام مگر لطیف ہے"

ناظرین یہاں سوامی جی نے روح میں ترکیب و تفریق کا ہونا تسلیم کر لیا۔ بس اب کوئی نزاع بھی نہ رہی۔ کیونکہ جس چیز میں ترکیب و تفریق ہے وہ بقول سوامی جی ازلی ہو نہیں سکتی۔ ہاں اسی طرح

بھلا خیال ہے۔ کہ آریہ صاحبان کچھ تاویل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر انشاء اللہ ہم اُن کی تاویل کو ابھی یہیں توڑ کے رکھ دیتے ہیں۔ وہ یہاں ترکیب و تفریق کے یہ معنی کریں گے کہ روح کا جسم میں آنا اور نکل جانا۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اوپر ہم نے ہر ایک صفت پر نمبر لگا دیے ہیں۔ دیکھئے نمبر ۴ و ۵۔ پہلے ہی تکمیل کر مرنا جنم لینا۔ اس کے بعد ترکیب نمبر ۹ تفریق نمبر ۱۰ کو مانا ہے۔ اگر ترکیب و تفریق کے معنی جسم میں آنا اور جسم سے جانا ہوتے تو اوپر مرنا جنم لینا نہ لکھتے۔ پس ثابت ہو گیا کہ ارواح میں ترکیب و تفریق ہے۔ بقول سوامی جی اگر روح بسیط ہوتی تو پھر ترکیب وغیرہ ناممکن تھی۔ مگر وہ پری چھن (ایک مقامی) ہے اس لئے ترکیب و تفریق سے مبرا نہیں ہو سکتی۔ اگر اس زبردست حوالے سے بھی آریہ صاحبان کی تسلی و تشفی نہ ہووے اور ضد و ہٹ دھرمی سے کام لیں تو ہم اُن کی خاطر ایک اور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے ستیارتھ پرکاش ص۲۳۹ سمولاس ۷۔ سوال نمبر ۶۰

"برہم (خدا) کے برابر جیو یا پرکرتی۔ نہیں ہیں۔ البتہ کمتر ضرور ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ برہم ہمیشہ ایک ہے۔ جیو اور پرکرتی کے عناصر بہت سے ہیں۔"

معزز ناظرین کیسا صریح بیان ہے سوامی جی کو ماننا پڑا کہ برہم تو ایک ہے۔ مگر روح اور مادہ کے بہت سے عناصر ہیں۔ پس جس چیز کے عناصر ہونگے وہ ضرور مرکب ہوگی۔ مرکب جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے ازلی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا دعویٰ ثابت

سوامی درشنانند جی مہاراج لکھتے ہیں:۔

"گن (صفت) کے ساتھ گن والے (موصوف) کا ہمیشہ تعلق رہتا ہے۔ گن کے ناش سے گن والے کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔" دیکھئے آتم کتھا ص۹

اب دیکھئے روح کی صفت درک ہے۔ جب نوع انسان سے حیوان میں بذریعہ جنم کے انتقال جاتی ہے۔ تو پھر درک کی صفت اُس میں موجود ہوتی ہے۔ مگر جہاں نباتات[1] میں گئی درک

---

[1] نباتات میں روح کا ثبوت دیکھئے ستیارتھ پرکاش ص۲۸۹

"جو شخص بذریعہ جسم کے چوری۔ دوسرے کی عورت سے صحبت۔ نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ

کچھ بھی نہ رہا - پس جب گن یعنی صفت کا ناش ہو گیا تو بقول سوامی درشنانند موصوف کا ناش ضروری ٹھیرا - سوامی درشنانند لکھتے ہیں :-

"جو چیز پیدا ہوتی ہے - وہ حالتیں بدلتی اور ناش (فیست) ہو جاتی ہے - اور جو چیز حالت بدلتی ہے - وہ پیدا شدہ اور حالت بدلنے والی ہے ...... جو چیز حالت بدلتی ہے وہ پیدا شدہ ہے " (ملاحظہ ہو - ایشور وچار حصہ اول ص۳)

اب ہم دیکھتے ہیں روح بھی حالتیں بدلتی ہے - یا نہیں - اگر ثابت ہو جائے کہ روح حالتیں بدلتی ہے - تو لامحالہ تسلیم کرلینا ہو گا کہ روح حادث ہے - اور اگر غیر متغیر ثابت ہو تو پھر ازلی ثابت ہو گئی - مگر جہاں تک ہم غور و تدبر یا تفکر سے کام لیتے ہیں دنیا میں یہی معلوم ہوتا ہے - کہ روح پر جتنے تغیرات وارد ہوتے ہیں - مادہ پر بھی اتنے تغیر وارد نہیں ہوتے - اور پھر تناسخ اگر صحیح ہے - تو روح آج انسان ہے - کل حیوان^ل^ - پرسوں پرندہ ہے تو دوسرے دن چرندہ ہے - کبھی عالم ہے تو کبھی جاہل - کبھی ہوش میں ہے - تو کبھی بیہوش - الغرض کس قدر اس کو تغیرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے پس جب ہمارا مشاہدہ بتلا رہا ہے - کہ روح متغیر ہے تو اوپر جو ہم نے سوامی درشنانند کی عبارت بطور معروضہ کے نقل کی ہے - اس کی رو سے ثابت ہو گیا کہ روح حادث ہے - کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بد کام کرتا ہے اس کا جنم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے " اور دیکھئے یہی کتاب ص۲۶۲

"جو (شخص) نہایت درجہ کے تموگنی ہیں - وہ نہ چلنے والے درخت وغیرہ کا - کیڑے مکوڑوں کا ..... جنم پاتے ہیں - علیٰ ہذا القیاس اسی طرح کے کئی ایک حوالے ہمارے پاس موجود ہیں -

ل ان حالتوں میں روح کے صفات کا تغیر ظاہر ہے - مثلاً قوت ادراک جس قدر انسان کی کمالت میں ہوتی اسی قدر حیوانی حالت میں پائی نہیں جاتی - اسی طرح روح جو سبھاوک طور پر پاکیزہ ہے (س ۱۲۱) وہ کرموں کے اثر سے نیک و بد ہو جاتی ہے - جو بدیہی تغیر ہے "

کل متغیر حادث ہے پس روح متغیر ثابت ہو کے حادث ٹھہری۔ ازلی نہ رہی۔ اگر روح کو ازلی مان لیا جائے تو مشکل پیش آئیگی۔ یہ کہ اگر روح ازلی ہے۔ اور اُس کی صفات بھی ازلی ہیں تو روح کی صفات میں سے ایک صفت خود شناسی بھی ضرور ہے۔ جب مان لیا کہ اُس میں خود شناسی کی صفت موجود ہے۔ تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُس کو اپنی ازلیت کا علم ہو۔ لیکن یہ بات نہیں کیونکہ نہ ہمیں نہ کسی آریہ کو معلوم ہے کہ ہماری روحیں ازلی ہیں۔ اگر کوئی آریہ اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کی خاطر مدعی ہے کہ ہم اپنی ازلیت کو جانتے ہیں۔ تو وہ ثبوت دے اور بتلائے کہ وہ اس جنم سے پہلے کیا کرتا تھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ اس سوال کا شافی جواب نہیں دیگا ہم تو بہت سے سائنس دانوں کو جانتے ہیں جو سرے سے ہی روح کے منکر ہیں۔ چہ جائیکہ انہیں خود شناسی حاصل ہو۔ پس جب روح میں صفت خود شناسی ہے۔ تو جب سے روح ہے تب سے وہ اپنے آپ کو جانتی ہے۔ اگر وہ ازلی ہوتی تو ضرور علم رکھتی۔ اُس کا علم نہ رکھنا دلیل ہے اس بات پر کہ روح ازلی نہیں۔ پس جب ازلی نہیں تو مخلوق ٹھیری

اسی طرح ہم روح کے حدوث پر بہت سی منطقی دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جہاں تک ہو آسان الفاظ میں دلائل مہیا کئے جائیں۔ اور خصم کے مسلمات سے اپنے دعوے کو ثابت کیا جائے۔ آخر میں ہم ایک دلیل اور بھی روح کے حدوث پر بانی آریہ سماج کے ہی اقوال سے استنباط کر کے دیتے ہیں۔ سوامی دیانند ستیارتھ کے صفحہ ۲۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں

"تین چیزیں ازلی ہیں۔ روح[1] - مادہ[2] - خدا[3]"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۸ پر تین کی بجائے پانچ اشیا کو ازلی ٹھہراتے ہیں روح[1] - مادہ[2] - خدا[3] اکاش[4] - زمانہ[5] پھر اسی کتاب میں اکاش کے ازلی ہونے کی ایک وجہ بیان کرتے ہیں دیکھئے صفحہ ۲۵۳ :-

"اکاش اگر نہ ہوں تو روح و مادہ کہاں ٹھیریں اس لئے لازماً اکاش کو ازلی ماننا پڑتا ہے"

محولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ جتنی اشیا ازلی مانی جاتی ہیں سب اکاش کے سہارے

قائم ہیں۔ اگر آکاش نہ ہو تو یہ بھی نہ رہیں۔ اب دیکھئے اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر آکاش کی نسبت لکھتے ہیں:۔ "مہاپرلے کے وقت آکاش بھی فنا ہو جاتا ہے"

اگر اس مقام کو دیکھ کر کوئی آریہ تاویل کرنی چاہے۔ تو اور لیجئے دیکھئے۔ صفحہ ۱۰۳ یجروید منتر ۱۳ یجروید ۱۳/۳۱ بھومکا اردو مطبوعہ، یہاں لکھا ہے کہ آکاش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ جو پیدا شدہ ہے وہ ناش ہوگی۔ پس جب آکاش کا ناش ہونا ثابت ہوگیا تو روح کا ناش ضروری ٹھہرا۔ کیونکہ سوامی جی نے خود ہی لکھا ہے۔ کہ آکاش اگر نہ ہو تو روح و مادہ کہاں ٹھہریں پس جب مکان نہ رہا تو مکین کیسے رہ سکتا ہے۔ ظرف کا ہونا مظروف کے لئے ضروری ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ روح ازلی نہیں۔ بلکہ حادث و فانی ہے۔ اس طرح پر بھی کہ ازلی مکین کا مکان بھی ازلی چاہیئے۔ مگر روح کا کوئی مکان ازلی ثابت ہی نہیں۔ اس جگہ آریہ صاحبان کے ایک اعتراض کا جواب دینا بھی ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جب "روح مخلوق ہے" تو ابدی نہیں ہو سکتی۔ اگر ابدی ہے تو ازلی ضروری ہوگی۔ اس اعتراض کا جواب ہم چند لفظوں میں دیتے ہیں۔ دیکھئے

معلول کا وجود علت کے تابع ہوتا ہے۔ جیسے انسان کا فعل انسان کے ارادہ کے تابع۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات جو قیوم العالمین ہے اپنے فعل قیام میں مختار ہے۔ جبتک چاہے کسی چیز کو اپنی ربوبیت و قیومیت سے سرفراز رکھے۔

اور بھی بہت سے دلائل و براہین روح کے مخلوق ہونے پر ہم پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ایک حق پسند انسان کے لئے یہ بھی کافی سے وافی ہیں۔ پھر کبھی انشاء اللہ بقایا دلائل بھی انشاء اللہ ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں گے۔ آخر میں ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اُس خالق دوجہان کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ مولا کریم تو ہمارے آریہ بھائیوں کو اسلام کے چشموں میں آنے کے لئے توفیق دے۔ جیسے پہلے ہندوستان میں ان میں سے سات کروڑ کے قریب نکل کر سچے موحد بن گئے۔ اور سلامتی میں داخل ہو گئے۔ اب انکو بھی موحد بنا۔ یہ نسل بت پرستی کرتی تھی اور توحید سے کوسوں دور تھی۔ یہ بھی تیری ذات کی طرح اور چیزوں کو ازلی ٹھہرا کر تیری ذات و صفات کے شریک بناتے ہیں اے مولا کریم تو انہیں صراط مستقیم دکھا تا انسانی فلسفہ کو چھوڑ کر تیرے بیان کردہ

فلسفہ پر جو قرآن شریف میں مرقوم ہے عمل پیرا ہوں۔ آمین (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

کیا روح و مادہ ازلی ہیں

آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ روح و مادہ انادی ہیں۔ اور خود بخود بغیر خالق کے چلے آتے ہیں۔ جس طرح خدا غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح روح و مادہ بھی غیر مخلوق ہیں۔

اعتراض آریہ صاحبان کے مذکورہ بالا عقیدہ صحیح ماننے سے دو نقص لازم آتے ہیں۔ پہلا نقص تو یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آتا ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا خود بخود اور قدیم سے چلا آتا ہے۔ اسی طرح روح و مادہ بھی واجب الوجود ہیں۔ اس لئے وہ بھی خدا ہوئے۔ تو اس طرح تعدد آلہہ لازم آیا۔ جو کہ محال ہے۔ پس مستلزم محال بھی محال ہوا۔ یعنی روح و مادہ کو انادی ماننا۔ حالانکہ شریک الباری تمام علماء منطق کے نزدیک ناممکن اور محال ہے۔ (۲) پھر ایک اور نقص لازم آتا ہے۔ کہ جب روح و مادہ واجب الوجود اور خدا ٹھہرے اس لئے کہ وہ اپنے وجود میں کسی کے محتاج نہیں۔ اور جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو وہی خدا ہوتا ہے۔ تو اب وہ چیز جو کہ ان دونوں سے مرکب ہوگی وہ بھی تو خدا اور واجب الوجود ہونی چاہئے۔ مثلاً ۲ عدد ہیں اور ۳ بھی عدد ہیں۔ ان دونوں عددوں یعنی ۲ و ۳ کے ملانے سے جو حاصل ہوگا وہ بھی عدد ہوگا۔ اسی طرح روح و مادہ جبکہ واجب الوجود اور خدا ٹھہرے تو ان سے جو مرکب ہوگا وہ بھی وہی صفات رکھتا ہوگا۔ اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ تمام حیوان خدا ہیں۔ اس لئے کہ وہ روح و مادہ سے بنے ہیں۔ جو کہ واجب الوجود ہیں۔ اور تعدد خداؤں کا محال ہے۔ اس لئے مستلزم محال بھی محال۔

دوسرا نقص اس عقیدہ کے ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ محتاج ثابت ہوتا ہے۔ جیسے۔ مثال کے طور پر ایک پنسل ہے۔ جو کہ دو چیزوں لکڑی اور سکہ سے مرکب ہے۔ اور ایک شخص اس کو ترکیب دینے والا ہے۔ پس اب ہم کہتے ہیں کہ لکڑی اور سکہ موجود تھا تو مرکب نے اس پنسل کو بنا دیا۔ اگر لکڑی اور سکہ موجود نہ ہوتا۔ اور معدوم ہوتا تو لازمی نتیجہ بر تقدیر عدم وجود لکڑی

وسکہ کے یہ نکلتا کہ وہ پنسل نہ بنا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ پنسل بنانے میں وہ پنسل بنانے والا لکڑی اور سکہ کا محتاج ہے۔ بعینہٖ اسی طرح روح و مادہ کی بات ہے۔ کہ روح و مادہ موجود تھے۔ تو خدا نے اُن کو انسان وغیرہ بنا دیا۔ اور بر تقدیر عدم موجودگی روح و مادہ کے نتیجہ یہ نکلتا کہ خدا حیوانات کیا دنیا کی کوئی چیز بھی پیدا نہ کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ روح مادہ کا موجودات کے پیدا کرنے اور موجود کرنے میں محتاج ہے۔ اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ خدا مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور کسی کام میں وہ غیر کا محتاج نہیں۔ اور اس کے لئے تمام صفات کا حصول بالفعل ہے۔ اور روح و مادہ کو پیدا کرنا اور عدم سے وجود میں لانا بھی ایک کمال ہے۔ اور ہر ایک کمال خداوند تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روح و مادہ کا خالق خدا ہے۔ ورنہ خدا مستجمع جمیع صفات کاملہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ وہ صفت (یعنی عدم سے وجود میں لانا) جو اس کے لئے ثابت نہیں تو یا تو وہ اُس صفت کے حاصل کرنے میں دوسرے کا محتاج ہوگا۔ یا اُس کو خود بخود حاصل ہوگی۔ اور کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ پس پہلی صورت میں وہ دوسری شے جس سے کہ خدا کی وہ صفت حاصل ہوئی ہے اس کے لئے علت ہوگی۔ یا آگے اس نے کسی اور سے حاصل کی ہوئی ہوگی۔ اسی طرح الیٰ غیر النہایہ ہوگا۔ تو اس صورت میں دور یا تسلسل لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔ یا اس نے کسی اور سے حاصل کی ہوئی نہ ہوگی۔ تو اس صورت میں شریک الباری لازم آئیگا۔ جو کہ محال ہے۔

پس دوسری بات کہ اس کو تمام صفات حاصل ہیں اور کسی صفت کے حصول میں غیر کا محتاج نہیں صحیح ہے اور تمام فلسفی اسی بات پر متفق ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور کوئی کمال اُس سے باہر نہیں۔ فظہر المطلوب

پھر آریہ صاحبان ایک اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر روح و مادہ انادی ہیں اور تناسخ نہیں ہوتا تو دنیا میں اختلاف کیوں ہیں۔ اور کیوں بعض لوگ امیر ہوتے ہیں اور بعض غریب اور خدا تمام کو رزق یکساں کیوں نہیں دیتا۔ اور بعض کو حیوان کیوں بنایا ہے۔ اگر انھوں نے پچھلی جون میں کوئی گناہ نہیں کئے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کا گدھا کسی کا بیل اور انسان ہونا ان کے گناہ یا نیک کاموں کی وجہ سے ہے۔ انتہیٰ

جواب اول۔ آریہ صاحبان پہلے یہ بتلائیں کہ اگر دنیا کی اشیا کا مختلف ہونا گناہوں یا نیک کاموں کے باعث ہے۔ تو ہم سوال کرتے ہیں۔ کہ پہلے پہل جبکہ خدا تعالے نے روح و مادہ کو ترکیب دی تو مندرجہ ذیل چار صورتیں ہو سکتی تھیں۔

اول یہ کہ خدا تعالے نے تمام کو انسان ہی بنا دیا تھا

دوسری یہ کہ بعض کو انسان اور بعض کو حیوان بنایا تھا۔ بغیر ان کے کسی قسم کا عمل کرنے کے

تیسری صورت یہ ہے کہ روح و مادہ نے اپنے الصاق با لغیر سے پہلے کوئی عمل کئے تھے جن کی پاداش میں ان کو انسان یا حیوان بنا دیا گیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ خدا تعالے نے ان کو پیدا کیا اور ہر ایک کے لئے ان کے مطابق عمل تجویز کیا۔

پس پہلی تینوں صورتیں بوجوہ کثیرہ باطل ہیں۔

ابطال صورت اول۔ اس طرح ہے کہ تمام کا انسان ہونا مستلزم محال کو ہے۔ اس لئے کہ انسان کے قوام کے لئے غلہ کی ضرورت ہے۔ اور غلہ بغیر زراعت کے ہو نہیں سکتا۔ اور زراعت بغیر بیلوں کے نہیں ہو سکتی۔ پس انسان کے زندہ رہنے کے لئے بیلوں کا وجود ضروری ہوا اسی طرح اور دوسری اشیاء جن کی انسان کو ضرورت ہے

ابطال صورت ثانی اس طور سے ہے کہ خدا تعالیٰ کا بعض کو گدھا بعض کو انسان بعض کو گھوڑا بغیر گناہ و نیک عمل کے بنا دینا بقول آریہ صاحبان کے صریح ظلم ہے۔ پس شق ثانی سے خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظالم ٹھہرتا ہے۔

ابطال صورت ثالث پہلے روح و مادہ نے علیحدہ علیحدہ عمل کئے ہوئے تھے جن کی پاداش میں کسی کو گدھا کسی کو گھوڑا کسی کو بیل کسی کو انسان بنایا گیا۔ پھر اس پر اعتراض یہ ہے۔ اگر روح و مادہ علیحدہ علیحدہ عمل کرتے تھے۔ تو ان کو ملانے کی ضرورت کیا پیش آئی اور نیز انہوں نے اپنے میں نقص کیوں روا رکھا۔ اور خدا کی ماتحتی اختیار کری۔ اس لئے کہ ماتحتی ایک نقص ہے حالانکہ جو روح و مادہ سے مرکب (آریہ صاحبان) ہیں وہ اپنے میں حتی الامکان کوئی عیب روا رکھنا نہیں چاہتے۔ پھر دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ روح جسم سے علیحدہ رہ کر کوئی عمل

نہیں کر سکتی - اور نہ ہی جسم روح سے علیحدہ رہ کر - بلکہ دونوں کا اتصال ضرور ہے۔

پس جب تینوں صورتیں باطل ہوگئیں تو چوتھی صورت کہ اس نے روحوں اور مادہ کو پیدا کیا ہے - صحیح ہے - مثلاً بیل ہے اس کا انتہائی کام آبپاشی وغیرہ ہے اور انسان کا انتہائی کام کیا ہے - وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو لگا دے - اور دنیا سے انقطاع الی اللہ کرے مال وغیرہ جمع کرنا نہیں - کیونکہ وہ آخر مرگ کے وقت یہیں چھوڑنا پڑتا ہے - اور اعمال ہی آگے کام آتے ہیں - جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں نے انسان کو پیدا ہی اس واسطے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرے - اور پھر ہر ایک کے لئے اس کی طاقت کے مطابق عمل بتایا ہے - جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے - لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا خدا کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر عمل نہیں بتاتا۔

دوسرا جواب اس بات کا کہ تمام کو رزق خدا تعالیٰ یکساں کیوں نہیں دیتا - کیوں بعض کو زیادہ بعض کو کم دیتا ہے -

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لہ مقالید السموات والارض یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر انہ بکل شیءٍ علیم - اسی کے لئے زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے - اور وہ ایک کے لئے تنگ اور ایک کے لئے فراخ کرنیوالا ہے - کیونکہ وہ ہر ایک کے مستقبل و مضر کو جانتا ہے - پھر آگے سورۃ شوریٰ کے تیسرے رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدرٍ ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر - اگر اللہ تعالیٰ رزق کو پھیلا دے اپنے بندوں کیلئے اور تمام کو یکساں دیدے تو پھر نتیجہ اس کا یہ نکلے کہ لوگ زمین میں بغاوت کریں - اور دنیا ایک گھنٹہ کیلئے بھی قائم نہ رہ سکے - پس دنیا کا بقاء بر تقدیر مساوات کل خلق کے نہیں رہ سکتا - وہ لوگ نادان ہیں جو ایسا کلمہ منہ کر نکالتے ہیں کہ تمام کو رزق یکساں ملنا چاہیئے - بلکہ اصل بات یہ ہے ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر کہ خدا تعالیٰ خبیر اور بصیر ہے تمام کے حالات سے واقف اور اپنے بندوں کے تمام حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے پس ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق رزق دیتا ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے نہ کہ کسی پچھلے جنم کے گناہ یا نیک عمل کے بدلے میں جیسا کہ جواب اول میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اختلاف عمل کی وجہ سے نہیں ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

جلال الدین
از سیکھواں

شمع ہدایت کے پروانے
یا
تیغ عشق کے قتیل

(۱)

عالم تیرہ و تار ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آندھیاں اُٹھتی ہیں گرد و غبار سے دنیا بھر گئی۔ آفتاب رسالت غروب ہو چکا۔ تارے ماند پڑ گئے۔ بلکہ آسمان سے ٹوٹ کر گر پڑے۔ گرے اور گر کر پیوند زمین ہو گئے۔ روحانی عالم میں ایک ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ میدان طریقت میں قدم رکھنے والے گرتے پڑتے ڈگمگاتے پھر رہے ہیں۔ تاریکی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے سر پھٹول ہو رہے ہیں۔ آسمانی پانی کی تلاش ہے۔ آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی ہیں ہر طرف العطش العطش کی پکار ہے۔ گرمی انتہا کو پہنچ گئی۔ مخلوق کی بیچارگی کی کوئی حد نہ رہی۔ دن بھر کے تھکے ہارے رات بھر کے پریشان تکان کے مارے رات کے آخری حصہ میں دراز ہو گئے۔ دراز ہوتے ہی سو گئے۔ کچھ ایسے غافل ہو کر سوئے کہ ع چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

(۲)

صبح کا سپیدہ ظاہر ہو گیا۔ اور دمشق کے عین شرق کی طرف منارہ بیضاء کے پاس سے ایک آواز بلند ہوئی ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب　　وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

نیند کے ماتے کچھ ایسے نہیں سوئے تھے کہ فوراً جاگ اُٹھتے۔ یہ آواز یہیں ختم نہیں ہو گئی بلند ہوئی اور ایک دنیا میں حشر برپا ہو گیا۔ نیند کے متوالے لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے۔ اور ایک دوسرے پر عالم مدہوشی میں گرنے لگے۔ یہ آواز اس زمانہ میں برپا ہونے والے نبی اللہ المسیح الموعود المہدی المعہود مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ اس آواز پر

سب سے پہلے جو شخص ہشیار ہوا وہ شمالی پہاڑوں کے حاکم کا طبیب تھا۔

ذرا اس پہاڑی حاکم کے دربار کی سیر کرو۔ علم و حکمت کے دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ جدید و قدیم علوم کے ماہرین اپنے اپنے درجہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ حاکم کی سطوت و جبروت کا سایہ ان علم کے علم برداروں پر ایسا پڑا ہے کہ حاکم کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ ان کا نفس اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو آواز چاہتا ہے۔ ان کے منھ سے نکلوا تا ہے۔ اس زمرہ میں ایک بلند بالا بسطۃ فی العلم والجسم کا مصداق انسان بیٹھا ہے۔ مگر بخلاف ان سب کے اس کی آن بان ہی اور ہے۔ وہ نہ دوسروں کی طرح زرق برق لباس میں لپٹا ہے۔ نہ ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتا ہے۔ سب کی نظریں اپنے اس ہمعصر پر پڑتی ہیں۔ جب وہ بولتا ہے۔ تو یہ ایک کی بات کاٹ کے رکھ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ حاکم کو بھی ایسے طریق پر قائل کرتا ہے کہ اسے اپنی غلطی مان کر اس بزرگ کے سامنے جھک جانا پڑتا ہے۔ سارے ہندوستان میں اس کی دھوم ہے علم ابدان میں اس کی مہارت کا شہرہ ہر جگہ ہے۔ اس کے علم و فضل کا پھریرا دور تک لہراتا نظر آتا ہے۔

یہ اسی پہاڑ پر مقیم ہے کہ وہ آواز اس کے کان میں پہنچتی ہے۔ اس آواز سے چونکتا ہے اور ادھر متوجہ ہوتا ہے۔ اٹھتا اور اس آواز کی طرف چل پڑتا ہے۔ اللہ کے منادی کے پاس آتا ہے اور آخر وہ جس کا سرکار علم میں سکہ چلتا تھا اپنے ہتھیار اس کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ بادشاہوں کے درباروں کو چھوڑتا۔ اور اس کے دروازے کے سامنے ایک جھونپڑا بنا لیتا ہے۔

اب اس کی حالت ہی اور ہے۔ یا تو وہ وقت تھا کہ بادشاہوں کے دربار میں امرا کی سرکار میں علماء کی انجمن میں بلند مقام پر بیٹھتا تھا یا اب یہ وقت ہے کہ اس بظاہر فقیر اور بباطن ملک حقیقت کے شہنشاہ کے دربار میں آتا ہے۔ اور سب سے پچھلی صف میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور فخر کرتا ہے کہ مجھ کو یہاں جگہ مل گئی۔ وہ گردن جو بادشاہوں کے دربار میں امرا کی سرکار میں کبھی خم نہیں ہوئی۔ اس روحانیت کے شہنشاہ اور سلطان القلم کے دربار میں جھکی ہوئی ہے۔ وہ زبان جو علماء کے گروہ فضلاء کی مجلس میں بند نہ تھی بلکہ دوسروں کو بند کر دیا کرتی

تھی خاموش ہے۔ وہ جو شاہی محلات میں رہا کرتا تھا۔ اس خدا کے فقیر کے دروازے کے سامنے کچے جھونپڑے میں رہتا ہے۔ آنکھیں بند ہیں اور جھکی ہوئی ہیں۔ کان مسیحا کی آواز پر ہیں۔ اُس نے پکارا اور اُس نے لبیک کہا خدا نے اس موہوب کو قبول کیا صف پائیں سے (جس میں یہ خود بیٹھتا تھا) اٹھایا اور اپنے مسیح کی مسند خلافت پر بٹھا دیا۔

جب یہ دنیا میں اس طرح ساتھ رہا۔ گویا تنفس کے ساتھ حرکت نبض تھا۔ پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ محب محبوب سے علیحدہ ہوتا۔ بہشتی مقبرہ میں آؤ تمہیں دکھاؤں کہ پیارا پیارے کے دائیں پہلو میں محو خواب ہے۔

کچھ سمجھے کہ یہ کون تھا یہ نور الدین اعظم تھا

(۲)

وہ آواز جس نے بلند ہو کر دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اور جس نے نورالدین کو پہلی ہی بار شمالی پہاڑ کی چوٹیوں سے کھینچ بلایا تھا۔ اونچے اونچے پہاڑوں دشوار گذار دروں پر سے ہوتی ہوئی شمال و مغرب کی سنگلاخ سرزمین میں پہنچی وہاں پہنچکر بلند ہوئی۔ اور بلند ہو کر پھیلی۔ اور خاندان سیادت کے شاہزادے۔ علم و عمل کے بادشاہ طریقت اور تصوف سے گلفام کے گوش دل میں جا داخل ہوئی۔

یہ لطف و محبت کا پتلا اس خونخوار ملک میں ایسی ادب و عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا کہ ایک بادشاہ کے مرنے پر دوسرے کی تاجپوشی یمن و سعادت کے حصول کے لئے اس پاکباز انسان کے ہاتھوں کرائی جاتی۔ علم و فضل کا چتر اس کے سر پر زہد و تورع اس کے جلیس۔ توحید و سنت کا یہ عَلَم بردار امیر و فقیر کا یہ مرجع سو جتنی اس سے رام ہوتے علم و ہدایت کے پیاسے اس سے فیض پاتے۔

وہ جس کے دل کو مشرق سے بلند ہونے والی آواز نے اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔ اسے میٹھے میٹھے درد۔ لذت انگیز درد۔ اور کیف افزا خلش نے مجبور کر دیا کہ کسی اپنے معتمد کو ہند میں مبعوث ہونے والے مسیحا کے پاس بھیجے۔ اس کا معتمد آیا۔ منار بلند سے آواز بلند کرنے والے کو دیکھا

اور واپس جاکر چشم دیدہ حالات من وعن کہہ سنائے۔

اب قرار کہاں کو آتا۔ جذبات شوق نے سینہ میں تلاطم پیدا کر دیا۔ دل پہلو سے غائب اور آنکھیں دیدار محبوب کیطرف لگ گئیں۔ کھویا ہوا دل ذرا کی ذرا واپس آیا۔ اور مشورہ دیا۔ اٹھ کھڑا ہو۔ اور اپنے آپ کو مسیحا کے قدموں میں جا ڈال۔

وہ آیا اور آکر کچھ سے کچھ ہوگیا۔ راز ونیاز کی باتیں ہوئیں۔ آتش عشق الٰہی جو دبی ہوئی تھی بھڑک اٹھی۔ ماسوی اللہ کو جلا کر راکھ کر گئی۔ آنکھیں تھیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں ایک مجذوبیت کا عالم طاری ہے۔ سجد میں آتا ہے تو زبان بند ہے۔ آنکھیں کھلی ہیں آنسوؤں کے موتی بے اختیار گر گر کر زمین میں بہے جاتے ہیں۔ چشم پُراشتیاق ایک لمحہ کے لئے رخ زیبا سے الگ نہیں ہوتی۔ اس کو دیکھتا ہے۔ آہیں بھرتا زبان کا کام آنکھوں سے لیتا ہے۔ عرض مدعا کرتا ہے۔ شوق بے پایاں کی لہریں اٹھتی ہیں۔ اور کسی اور ہی عالم میں لیجاتی ہیں۔ جب تک یہ شمع سامنے ہے جھلملا رہتا ہے۔ شمع آنکھوں سے اوجھل ہوئی اور بے اختیارانہ حالت میں اٹھا اور اپنے جائے قیام پر آگیا۔

اس کا شب و روز یہی مشغلہ ہے۔ آخر محبوب رب العالمین سے اجازت لے کر عازم وطن ہوتا ہے۔ مسیحا اکرام ضیف کے لئے جانے والے عزیز کے ساتھ ساتھ ہے۔ علیحدگی کا وقت قریب آگیا۔ اور مسافر کے دل نے مچلنا شروع کیا۔ آنکھوں نے دل کی چغلی کھائی آنسوؤں نے شہادت دی جذبات محبت نے غلبہ پالیا۔ قوۃ ضبط نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مسافر مسیحا کے قدموں میں گر پڑا۔ پیارے مسیح نے اسکو اٹھایا گلے سے لگایا۔ بادل اندوہگین مرخص ہوا۔ وطن میں پہنچا۔ ظالم پہلے سے ہی کمین میں تھے اسنے مسیح کے نام کی منادی شروع کردی۔ پتھریلی زمین میں تخم صداقت بونا شروع کر دیا۔ مخالفت نے زور پکڑا ملاؤں کی آتش حسد نے بھڑک اٹھنے کے لئے موقع کو مناسب جانا۔ شاہ وقت کے پاس شکایات کے گھوڑے دوڑائے۔ شاہی پیادے آئے۔ کشتۂ عشق کو حراست میں لیا۔ دارالحکومت کی راہ لی۔

اس شمع ہدایت کے پروانے نے گھر والوں کو وصیت کی کہ یہ سرزمین صداقت قبول کرنے

کے لئے میرا خون لینا چاہتی ہے۔ میں جانتا ہوں اور ظالموں کے ہاتھوں حق کے لئے قربان ہوتا ہوں۔ میرا غم نہ کرنا۔ کہ میں مرونگا نہیں۔ بلکہ میرے سرکو تن سے اور روح کو جسم سے الگ کرکے جان آفرین ایک اور زندگی دینا چاہتا ہے۔

ظالموں نے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اس نے کہا کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بھاگ جاؤنگا۔ میں بھاگتا نہیں۔ اگر سر سے پیروں تک کی کھال بھی اُتار لوگے۔ تو ان لبوں سے اُف نہیں نکلیگی۔ غرض ظالم ظلم آفرینی کے لئے اس کو لئے جاتے ہیں۔ اس کے چہرہ پر کوئی حزن نہیں۔ کچھ ملال نہیں۔ بلکہ خوش ہے۔ اور جیوں زبان حال سے بتا رہا ہے کہ عاشقوں کی آزمائش اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ پھر جب میں اس کوچہ میں آیا ہوں کیوں گھبراؤں۔ کیوں نہ خوشیاں مناؤں۔ جانتا ہوں کہ خون میں نہانا عشق صادق کی دلیل ہے۔ ؎

دل نمی ترسد بمہر تو مرا از موت ہم ٭ پائیداری ہا ببیں خوش می روم تا پائمار

اسی شان سے بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے۔ فقیہوں اور فریبیوں کا مجمع ہے جو جبہ و دستار کے بوجھ تلے دبے جاتے ہیں۔ کتابوں کے ڈھیر سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ گروہ مخالف میں پہلے اشارے ہوتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ گفتگو ہوکر اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ اس کے پاس صرف اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ کہ مخالف مولویوں کو اس کا بھی اس کے پاس ہونا گوارا نہ ہوا وہ بھی چھین لی۔ آخر مباحثہ شروع ہوا۔ مناظرہ میں مولوی دم بخود ہو جاتے ہیں۔ مگر فتوے بازی کے ہتھیار لے کر میدان تظلم میں بڑھتے ہیں۔ اور اپنے ہتھیار استعمال کرتے ہیں ملاؤں کے شور و شر سے متاثر ہوکر بادشاہ قیدخانہ میں ڈال دیتا ہے۔ ہر روز شاہی نقیب جاتا ہے کہ **قادیانی کو** چھوڑ دو پہلے سے زیادہ عزت دونگا۔ اس کا ایک ہی جواب کہ مال وجان عزت وآبرو سب سے بڑھکر ایمان ہے۔ یہ چیزیں جائیں مگر ایمان بسلامت رہے۔ میں اس کو دیکھ آیا ہوں۔ وہ جھوٹا ہو تو دنیا میں سچا کوئی نہیں۔ جان دیدونگا مگر اس کے دامن کو نہیں چھوڑونگا۔ جو تمہارے جی میں آتا ہے کرو۔ چالیس دن گذر گئے جانثار اپنی بات پر قائم ہے۔ جبہ و دستار کے بندے تلے ہوئے ہیں۔ کہ کب اس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگیں۔ میدان حشر قائم کیا جاتا ہے۔ شہر میں منادی کرائی

جاتی ہے۔ اکابر واراذل ۔کمہ ومہ جمع ہوتے ہیں۔ اپنے مجرم کو (جو خدا کے نزدیک ایک نبی کا صحابی ہے۔ اور جس کی جان لاکھوں جانوں پر بھاری ہے) میدان میں لاتے ہیں۔ وہ اسی استقلال سے آتا ہے اس کا چہرہ اندرونی طمانیت کی شہادت دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اب بھی قادیانی کو چھوڑ دو جواب ملتا ہے کہ وہ تو سچا ہے۔ سچوں کو چھوڑنا جھوٹوں کا کام ہے۔ آخری وقت ہے اگر تم کہو تو دو رکعت ادا کروں۔ وہ اجازت دیتے ہیں۔ دیر تک سر بسجدہ رہتا ہے۔ سلام کے بعد کہتا ہے۔ کہ جی چاہتا تھا۔ کہ اسی حالت میں جان دوں مگر تمہارے خیال سے سلام پھیر دیا۔ اچھا تم اپنے خنجر آزماؤ۔ میری گردن سلامت ہے۔ اشارے کے ساتھ ہی اس صادق پر پتھروں کا مینہ برستا ہے۔ لیکن وہ کوہ وقاری سے پتھر سینہ وسر پر کھاتا ہے۔ اور جان جان آفریں کو سپرد کر دیتا ہے۔ ۵

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن ✣ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محبوب محب کی جان سپاری کا پر درد نوحہ لکھتا۔ اور کہتا ہے:۔ "اے عبد اللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تونے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہینگے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کریں گے"۔ ۵

آں جوانمرد وحبیب کردگار ✣ جوہر خود کرد آخر آشکار

نقد جاں از بہر جاناں باختہ ✣ دل ازیں فانی سرا پرداختہ

پر خطر ہست ایں بیابان حیات ✣ صد ہزاراں اژدہا اش بر جہات

صد ہزاراں آتشے تا آسمان ✣ صد ہزاراں سیل خونخوار ودمان

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار ✣ دشت پُر خار وبلائش صد ہزار

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ✣ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

(یہ)

اب میں جس سرفروش کا ذکر کرنے والا ہوں۔ اس کا نام (مولوی) عبد الرحمن تھا جو مولینا سید عبد اللطیف شہید نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجا تھا۔ وہ آیا اور حضور کے فیض سے فیضیاب ہوا۔ یہاں کچھ عرصہ رہا۔ آخر اپنے وطن پہنچا۔ وہ عشق جو

دل میں پوشیدہ تھا۔ اس نے پسند نہ کیا کہ اس کو چھپائے رکھے۔ ؎

متاع مہر رخ تو نہاں نخواہم داشت — کہ خفیہ داشتن عشق تو ز غداریست

اس لئے کہا کہ لوگو خدا کا مسیح آگیا جس کو قبول کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ تم آسمان کی طرف کیا دیکھتے ہو وہ تو زمین ہند میں برپا ہوا ہے ؎

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند — لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

لوگوں کی آنکھیں تو آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جب اُنھوں نے یہ آواز سُنی کہ مسیح آگیا۔ اور ہندوستان میں آگیا۔ جوش مخالفت میں بھر گئے۔ اور جوش سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اس شخص کو کچل ڈالیں۔ شاہ وقت کے کان بھرے۔ اور جا و بیجا قصہ کہہ سُنائے یہ خود حاکم کے پاس گیا۔ اور کہا کہ مجھکو کہتے ہیں کہ میں مخبر ہوں۔ اور مسیح موعود کی کتابیں میرے پاس ہیں۔ پہلی بات ~~سچی~~ صحیح ہے اور دوسری غلط اس کو ماخوذ کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ آخر ایک رات آئی جس میں اُنھوں نے مسیح موعود کے اس پروانہ کی جان لینے کا فیصلہ کر لیا مگر اس کے لئے اُنھوں نے تیر و تفنگ۔ کلوخ و سنگ اور تیغ و تبر سے کام نہیں لیا۔ بلکہ رات کے سناٹے میں ظالم اس محبس میں گئے۔ جس میں خدا کے نبی کا وہ صحابی محبوس تھا۔ اُنھوں نے اس کا تنفس بند کر دیا جس سے روح گھٹ گھٹ کر جسم سے پرواز کر گئی۔ ؎

یوں اپنی جان دیجے کہ آہ و فغاں نہ ہو — جل بجھئے اس طرح سے کہ مطلق دھواں نہ ہو

(حضرت مولنا سید عبد اللطیف اور مولنا عبد الرحمن دونوں کی شہادت کے تذکرہ میں حضرت مسیح موعود نے ایک مستقل کتاب تذکرۃ الشہادتین کے نام سے تالیف فرمائی تھی۔ جس کا فارسی ایڈیشن آجکل بھی ملتا ہے۔ اس کتاب کو مولنا عبید اللہ بسمل نے حضرت کے ایماء سے اردو سے فارسی میں منتقل کیا تھا۔ (فقیر شہاب)

(۵)

میرے ساتھ آؤ۔ تمھیں قادیان کے چھوٹے سے قصبہ کی تنگ اور پیچیدہ گلیوں کی سیر کراؤں۔ مسجد اقصیٰ سے جنوب کی طرف برہمنوں کے مکانات کے پچھواڑے ایک گوشہ میں

ایک مکان واقع ہے۔ اس کی زیبائش کی طرف دھیان کرو۔ چند ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بچھی ہیں۔ ایک چٹائی پر ایک بوسیدہ سا کپڑا بچھا ہے۔ عربی زبان کے مختلف علوم وفنون کی چھوٹی کی کتابیں بے ترتیب اوپر تلے گڈمڈ ہوتی پڑی ہیں۔ کچھ دوائیوں کی شیشیاں اسی فرش پر اور الماری میں رکھی ہیں۔ ایک نورانی بزرگ سر جھکائے قلم ہاتھ میں کاغذ زانوؤں پر دوات دائیں طرف رکھے ہوئے استغراق کے عالم میں بیٹھا ہے۔ اس کے قلم کو دیکھو کاغذ پر کیا کیا صوری اور معنوی گلکاریاں کر رہا ہے۔ لکھتا ہے۔ اور لکھتے لکھتے رک کر قلم کے آخری حصہ کو ہونٹوں سے دباتا ہے۔ کبھی کان پر رکھ لیتا ہے۔ اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب اُٹھا کر ورق گردانی کرتا ہے۔ ایک مقام پر ٹھہر جاتا ہے۔ اور چہرے پر کامیابی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر قلم کو سنبھال کر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب کوئی بیمار یا کوئی اور شخص اس کے پاس آتا ہے۔ اپنا مشغلہ تحریر چھوڑ کر بیمار کو نسخہ یا دوا دیتا ہے۔ اور دوسرے ملاقاتی سے اخلاق و محبت سے ایسی باتیں کرتا ہے۔ کہ اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کی باتوں میں ایسا کیف اور ایسا سرور ہے۔ کہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر محو ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ایک شخص سے خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا) کیوں نہ ہو اس گرمجوشی اور لطف و مدارات سے ملتا ہے کہ ملنے والے کو اپنی نسبت کچھ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ کہ شاید مجھ میں بھی کوئی کمال ہو جو یہ شخص اس احترام کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن اس کی غلط فہمی کسی دوسرے سے ملکر فوراً رفع ہو جاتی ہے۔ اور اسے فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وسعت اخلاق اور لطف و مدارات اسی شخص سے مخصوص ہے۔

ملنے والے مسیح موعود کے وقت میں کہا کرتے کہ آپ اس بزم قدسی میں زیادہ کیوں نہیں جاتے اس کے جواب میں وہ یہ شعر سنا دیتا ہے۔ ؎

زاہد نہ داشت تاب جمالِ پری رخاں ❊ دستے بر دکشید و دعارا بہانہ ساخت

کبھی کہتا ہے بابا! میرا مسلک اور ہے۔ اور تمہارا اور۔ تم کیا جانو۔ وہ جس کے ساتھ خدا باتیں کرتا ہے۔ ہم کب اس کے اہل ہیں کہ اس کے سامنے بیٹھ جائیں۔

خلیفہ اولؓ کے آخری ایام میں جماعت کے ہر کہہ ومہ کی زبان پر یہ سوال ہے۔ کہ اب کون خلیفہ ہوگا۔ اس کے سامنے بھی یہ سوال آتا ہے۔ سائل کچھ نام بھی لیتا ہے۔ لیکن یہ

جواب دیتا ہے۔ ؎

عشق بازاں ہمہ دیدخوبان اند ٭ پیر ایں قوم نوجواں باشد

قادیان آنے سے پہلے اس کا ایک شہر میں قیام ہے۔ مخالفت کی یہ کیفیت ہے کہ علم تک کا دل صاف نہیں۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ ملنے والوں اور ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ دوستوں نے آنکھیں پھیر لیں۔ غریب الوطنی کا عالم ہے۔ کوئی یار ہے نہ کوئی غمگسار۔ در و دیوار تک مخالفت پر آمادہ ہیں۔ فقط خدا پر توکل اور خدا کے مسیح کا عشق دل میں ہے۔ بازاروں سے گذرتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ جتنے منہ اتنی باتیں۔ بچہ بچہ کی زبان پر قادیانی لگا ہے۔ مگر یہ خدا کا مخلص بندہ اس لفظ سے اظہار ملال کیسا فخر کرتا ہے۔ کہ الحمدللہ مسیح موعود سے کچھ تو تعلق ہے۔ آوازوں سے گذر کر بعض جگہ اینٹ پتھر تک نوبت پہنچی ہے۔ آخر وہ دن آتا ہے کہ مصائب انتہا کو پہنچے۔ دنیاوی حکومت پر غرور کرنے والے کے اشاروں پر ایک افسر رات کے وقت آکر گھر کو گھیر لیتا ہے۔ جو وہ کر سکتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور آخر اس مردحری کو کہتا ہے۔ جاؤ اپنی مدد پر کسی کو بلاؤ وہ تمہیں میرے چنگل سے چھوڑائے۔ اس نے کہا "انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ میری نظر انسان پر نہیں۔ میرا بھروسہ اس پر ہے۔ جو تمھارے ظلم اور میری مظلومیت کو جانتا ہے۔ تم دیکھوگے کہ وہ میری کیسی مدد کرتا ہے"۔ زمین باوجود فراخ ہونے کے اس پر تنگ کر دی گئی۔ اس لئے اس نے اس شہر کو چھوڑ دیا۔ وہ جس نے اسے کہا تھا کہ اپنی مدد پر کسی کو بلاؤ۔ مورد عتاب ہوا۔ موت کا شکار ہوا۔ اس کی اولاد بُرے حالوں سے زندگی کے دن بسر کر رہی ہے۔ یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ مدینۃ المسیح میں آجاتا ہے۔ اور کہتا ہے ؎

شکر للہ کہ دادہ اند مرا ٭ جا بزیر منارۂ بیضا

حضرت مسیح موعود کا جب ذکر آتا ہے۔ تو کہتا ہے "مسیح موعود کی صداقت کے نشانات مجھ سے پوچھو"۔ پھر وہ وجد میں آکر بیان کرتا ہے۔ خود ضبط سے بیان کرتا ہے۔ سننے والوں کو مزا آتا ہے۔ اس کا علم و فضل ایسا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تائید میں ایک کتاب آیۃ خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھی ہے۔ خلیفہ وقت اس کو پڑھتا ہے۔ اور اس کی تعریف میں

رطب اللسان ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آجتک ہمارے سلسلہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی۔" فارسی زبان میں وہ علو حاصل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اس کی ایک نظم سن کر فرماتے ہیں کہ "ان کا کلام تو فردوسی کے کلام کا نمونہ ہے۔" خود کہتا ہے ؎

از مسیح اللہ گشتم فیضیاب | یافتم فردوسیٔ ثانی خطاب

تم سمجھے ؟ کہ یہ کنج تنہائی میں رہنے والا مسیح موعود کا پروانہ کون ہے۔ اس کا نام (مولانا) عبید اللہ بسمل امرتسری ہے۔

(۶)

مسجد مبارک سے بہشتی مقبرہ کو جاتے ہوئے مدرسہ احمدیہ کے دفتر کے پاس ایک نہایت چھوٹی سی کوٹھڑی ہے۔ اس میں کوئی ستر برس کی عمر کا ایک بزرگ تہمد باندھے۔ کرتا کندھوں پر ڈالے مونڈھا بچھائے۔ عینک لگائے۔ قرآن شریف زانوؤں پر لئے بیٹھا ہے۔ گوری رنگت ہے سفید داڑھی۔ بڑی بڑی آنکھیں نظر قرآن پر ہے۔ آواز میں غنغناہٹ ہے۔ مکان کا نقشہ یہ ہے کہ ایک طرف چارپائی بچھی ہے۔ اس پر بستر ہے۔ ایک گوشہ میں اوپلے پڑے ہیں۔ مونڈھے کے سامنے چولھا ہے۔ چولھے کے پاس راکھ کا ڈھیر۔ کوٹھڑی کا فرش گرد آلودگی کی حد کو گذر چکا ہے۔ کوٹھڑی کے ایک گوشہ میں ایک گز چوڑا ڈیڑھ گز لمبا ایک چبوترہ سا ہے جس پر بے قرینہ اور بے ترتیب چند مٹی کے برتن پڑے ہیں۔ جن میں متفرق اشیاء ہیں۔ چولھے پر چائے یا سالن کی دیگچی چڑھی ہے۔ کوٹھڑی میں دھواں بھرا ہے۔ یہ بزرگ اسی طرح بیٹھا ہے۔ قرآن کو بند کرکے دیگچی کو کبھی دیکھ لیتا ہے۔ اس کی موجودہ حالت سے ایک سطحی نظر کا انسان دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ کہ جانے کیوں یہ اس بڑھاپے میں اس طرح تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ مگر اس سے پوچھو تو وہ اس حالت پر خوش ہے۔ کہتا ہے۔ کہ "یہ میرے آراموں کا کفارہ ہے۔ عمر بھر عیش و تنعم میں گذرا۔ قبل اس کے کہ کوئی تلخی آئے خود ہی تلخی کی زندگی اختیار کرلی ہے" کہتا ہے "تم جانتے ہو کہ میں کیوں یوں رہتا ہوں۔ تم خیال کرتے ہوگے کہ شاید میرا گھر در نہیں۔ شاید تمہارے ذہن میں ہو کہ میرا کوئی نہیں۔ یہ تمہارا خیال غلط۔ میرا گھر ہے اور میں نے خدا کے فضل سے بہتوں کو گھر والا کر دیا۔ میرے عزیز بھی ہیں جو مجھ پر اپنی جان

بچھڑ گئے ہیں۔ لیکن تم سچ سمجھو کہ اس جھونپڑی میں جو کچھ ہے وہ ان محلوں میں نہ تھا۔ ان محلوں میں رہکر میں خدا کے مسیح سے دور تھا۔ اب میں اس کے دروازہ کے سامنے ہوں۔ جانتے ہو میں نے یہ دھونی کیوں رمائی ہے؟ یہ اس کا فراق ہے۔ افسوس وہ تو چلا گیا۔ ہمیں یہیں چھوڑ گیا۔" یہ کہتے کہتے اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر کہا کہ "ایک زمانہ تھا کہ مسیح موعود بٹالہ میں تھے۔ اتفاق مجھے بھی بٹالہ میں لے آیا۔ براہین شائع ہو چکی تھی۔ عیسائیوں سے بحث مباحثہ ہوتے تھے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح موعود سے کہا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ ہم ایک مضمون لکھکر لفافہ میں بند کر دیتے ہیں۔ آپ اپنے الہام سے وہ مضمون ہمیں بتا دیں۔ مسیح موعود نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ ہم خدا سے دعا کریں گے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ خدا مضمون کے ساتھ الفاظ بھی ہمیں بتا دیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پادری صاحبان کو اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ پادری اس مقابلہ پر نہ آئے۔ حضرت مسیح موعود کا اس طرح اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونا ہمارے لئے ایک ایسی بات تھی کہ سب کے الگ ہو کے آپ کے ہی پیچھے ہو لئے۔"

سنہ ۱۱ کی بات ہے کہ یہ بزرگ سخت بیمار ہو گئے۔ زیست کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اسی کوٹھڑی میں جس میں اب ہیں پڑے تھے۔ رشتہ داروں کو خبر ہوئی دوڑتے ہوئے آئے۔ اور کہا کہ گھر چلو۔ جواب دیا کہ "میں تو اس لئے یہاں آیا تھا کہ میرا دم یہاں آکر آخر ہو اور تم مجھے گھر لیجاتے ہو۔ جب وہ وقت جس کی مجھکو تمنا تھی یہی ہے۔ تو میں کیسے جا سکتا ہوں" نمازوں کے بعد قرآن کی تلاوت ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے کلام کا ورد ہے۔ ۵ روپیہ ماہوار پنشن کے آتے ہیں جن میں سے کچھ صرف اپنے ماہوار خرچ کے لئے رکھ لیتا ہے۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کرتا ہے کہ مسیح موعود کے ساتھ ہر جگہ رہے ہیں۔ سوائے دو جگہ کے کہ حضور نے ساتھ جانے سے روک دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ازالہ میں ان کے متعلق فرمایا ہے کہ "منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں ایک زندہ دل آدمی ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں ..... میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔"

حق تو یہ ہے کہ محبت انہی لوگوں کی ہے۔ پہچاننے والوں نے پہچان لیا ہوگا۔ کہ اس بندگ کا نام منشی روڑے خاں کپورتھلوی (پنشنر تحصیلدار) ہے

(۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانہ کے شمالی و مشرقی گوشہ میں ایک کوٹھڑی ہے کواڑ کھلے ہوئے ہیں۔ مگر بانس کی کھڑکی سے دروازہ بند ہے۔ اس میں ایک چارپائی ہے جس پر کپڑے کی بجائے چٹائی بچھی ہے۔ اس پر ایک افغانی وضع کے معمر شخص آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کچھ افغان بوڑھے اور جوان جو قادیان میں حصول ایمان اور تحصیل دین کے لئے آئے ہیں اردگرد جمع ہیں۔ کسی کو قرآن شریف ناظرہ پڑھا رہے ہیں کسی کو ترجمہ کسی کو حدیث اور کسی کو حضرت اقدس کی کتب۔ جب تعلیم و تعلم سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو خود قرآن یا حضرت اقدس کی کوئی کتاب لے بیٹھتے ہیں۔ ان کے دو ہی مقام ہیں نمازوں کے وقت مسجد میں اور باقی اوقات اس کوٹھڑی میں بسر کرتے ہیں۔ مسجد میں آتے ہی خاموش بیٹھتے ہیں۔ راستہ میں چلتے ہیں تو نظر نیچی اور راست و چپ سے بے تعلق ہوتی ہے۔ شب و روز خاموشی میں کٹتے ہیں۔ اگر کوئی ملنے کے لئے اس کوٹھڑی میں جائے تو اس سے نہایت خندہ پیشانی اور پیار سے ملتے ہیں۔ اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ مگر مسیح موعود کی گویا وہ اور باتیں جانتے ہی نہیں۔

آپ مولانا شہید سید عبداللطیف کے شاگرد مولانا سید عبدالستار افغانی ہیں۔

(۹)

نورالدین اعظم دنیا میں نہیں رہا۔ لیکن اس کے فیض یافتہ دنیا میں موجود ہیں۔ وہ جماعت جو مسیح موعود کے خلیفہ اول میں تھی ان میں بیشک نہ ہو۔ لیکن ہر ایک شاگرد کسی نہ کسی بات میں اپنے عظیم الشان استاد کا تلمیذ رشید ہے۔ جس کو دیکھ کر ممکن نہیں کہ اگر اس نے نورالدین اعظم کو دیکھا ہے۔ تو اس کی خصوصیات کا نقشہ آنکھوں میں نہ پھر جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ نورالدین کے شاگرد مولوی غلام محمد کا قصہ سناؤں۔ امرتسر کی گلیوں میں ایک شخص طالبعلمانہ حیثیت میں پھرتا ہے۔ مسیح موعود کا آوازہ اس کے کان میں پہنچا ہے۔ کسب مال کے لئے کچھ سامان بھی ہے۔ جس کی تجارت سے پیٹ پالتا ہے۔ اس سامان

سے دست بردار ہو کر دارالامان میں پہنچتا ہے مسیح کا اشارہ پا کر نور الدین کی شاگردی میں آتا ہے اور دینی علوم میں محو ہو جاتا ہے۔ اس نے جو کچھ حاصل کیا وہ یہی دو باتیں ہیں۔ سادگی اور طب۔ اس کے لباس کو دیکھو کبھی سر ننگے پھرتا نظر آتا ہے۔ اور کبھی دو پلیا ٹوپی سر پر ہے۔ کبھی ایک آدھ گز موٹے جھوٹے کپڑے کی پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ اور کبھی کچھ ایک کھدر کا کرتا ہے۔ اور کھدر کا بند جوتے کا بھی خاص اہتمام نہیں۔ کبھی پیر دل میں ہیں اور کبھی نہیں۔

طالبعلم آتے ہیں۔ طب پڑھتے ہیں۔ غریب لوگ کس مپرس اپاہجوں کا علاج اس کے فرائض میں ہے۔ مریض کا پتہ لگا اور یہ اس کے گھر پہنچا۔ نبض دیکھی۔ مریض کا معائنہ کیا۔ نسخہ لکھ دیا۔ اگر کوئی دوائی لانے والا نہیں۔ خود ہی بازار سے دوائی خرید کر پہنچا دی۔ اگر پیسہ بھی نہیں تو اپنے پاس سے دوائی دینے میں تامل نہیں۔

باتوں کا زیادہ شوق نہیں۔ حفظ مراتب تو اسے دیکھے۔ چھوٹے بڑے کو "حضرت حضرت" کر کے پکارتا ہے۔ نظریں زمین سے سلی رہتی ہیں۔ بازار میں چلنے میں دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ گوشہ میں بیٹھا ہے۔ اور سب توقعات کو منقطع کر چکا ہے۔ دست سوگوں نے چاہا کہ اس کو سو سینکڑے دیں تو صاف انکار کر دیا۔ کہ میں محتاج نہیں حاجتمند کو دو"

Digitized by Khilafat Library

جب دیکھا تو ان تین شغلوں میں ہی پایا۔ طلباء کو پڑھانے میں نسخے لکھنے اور غریب مریضوں کے علاج میں۔ یا فرصت ہے، تو حضرت مسیح موعود کی کتب کے پڑھنے میں۔

(۱۰)

ان سطور میں جس مسلمانوں کے لیڈر کا افسانہ رنگین آپ کے سامنے پیش کرنے کو ہوں اگرچہ آپ اسے ان حلقوں کی صف بائیں میں دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی کئی خصوصیات سے مسیحائے موعود کے دربار دُربار میں ہمیشہ صف اول میں نظر آ یا گیا۔

قادیان کی مسجد مبارک ہے۔ اس میں خدا کے جمال کا مظہر مسیح موعود تشریف فرما ہے۔ صدہا پروانہ وار اس شمع ہدایت کے ارد گرد جمع ہیں۔ لیکن یہ بلبل بوستان قدس اور شاخ

طوطی کا ہزار نغمہ سنج ہے کوئی شرعی مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے علماء سلسلہ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان سب نے اپنی رائیں اور تحقیقات حضور میں عرض کر دیں۔ حضرت مسیح موعود اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ کی کیا رائے اور تحقیق کیا ہے شاید تم خیال کرو گے کہ اس سوال نے پہلو بدل کر اپنی تحقیقات کے بیان میں کتب عتیق کے حوالجات کے استناد سے سماں باندھ دیا گیا ہوگا۔ مگر ایسا نہیں وہ اپنی تمام راؤں اور تحقیقاتوں کو پیچھے ڈال دیتا ہے اور بے اختیارانہ عرض کرتا ہے۔ "حضور میری رائے وہی ہے۔ جو حضور کی رائے ہے" اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ مسیح کے حضور بعض لوگ آتے ہیں۔ اور اپنی طول کلامی سے وقت کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ ہمارا ناز کس طرح مسلمانوں کا لیڈر کہتا ہے کہ "لوگو تم کیا کرتے ہو جس کی راہ ہم تیرہ سو برس سے دیکھ رہے تھے وہ اب آیا ہے۔ تم اس کی باتیں سننے نہیں دیتے اپنی سناتے ہو"

دربار مسیحائی برخاست ہوتا ہے۔ اور دربار الٰہی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ الٰہی دربار کا نقیب خدام بارگاہ ایزدی کو دعوت دیتا ہے۔ کہ حی علی الصلوٰۃ دربار میں بار پانے والے بیت اللہ میں حاضر ہو گئے۔ امت محمدیہ کا امام تمام ائمہ کا قائم مقام بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ تمام انبیاء کرام کا مظہر تام یعنی مسیح احمد بھی دربار میں ہے۔ اب وہ وقت ہے کہ تحیہ صلوٰۃ حضور الٰہی میں پیش کیا جائے۔

حضرت امام امامت کے لئے اس مسلمانوں کے لیڈر کو منتخب کر کے نماز اسی کی اقتدا میں ادا فرماتے ہیں۔ اس کی قرآن خوانی اس کی تجوید اس کی قرأت دیکھنا۔ آواز کے سطوت و جلال شوکت کو دیکھنا۔ قرأت کی حلاوت اور کیف انگیزی پر غور کرنا دربار الٰہی میں ہر کہ و مہ دست بستہ کھڑا ہے۔ سب پر ایک ربودگی کا عالم طاری ہے۔ ایک سکون ہے۔ مگر تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد رکوع و سجود میں آہ و گریہ کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں اور بس۔

نماز ختم ہو چکی۔ کوئی جلسہ ہے یا کوئی اور تقریب ہے۔ تم اس کے خطبہ کو سنو کہ ہزاروں کا مجمع اس کی آواز پر قلبی تواجد تناقص کو جبراً بھی روک نہیں سکتے گھنٹے گزر جاتے ہیں اس کی آواز میں خفیف سی بھی کمی اور کمزوری نہیں پیدا ہوتی۔ تم دیکھتے ہو کہ ہزاروں کا مجمع

مرقع تصویر بنا بیٹھا ہے۔ گھنٹے گذر گئے مگر نہ کوئی حس ہے نہ حرکت دل کا تقاضہ یہ ہے کہ بولنے والا بولتا چلا جائے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں آج بھی سلسلہ حقہ میں ہی نہیں بلکہ غیروں میں بھی ہیں جنہوں نے اس کی خداداد آواز کے معجزات دیکھے ہیں۔ زمانہ لوں کھینچ کھینچ کر چاہتا ہے کہ لوگوں کو اس کی آواز بھلا دے۔ مگر سب اسکو دیکھنے اور اس کے خطبہ کو سننے والے بھول نہیں سکتے

اس کے لیکچر سننے کا تو اب وقت نہیں رہا۔ مگر اس کی تحریریں اب بھی صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعت ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہے۔ وہ الفاظ کے دستے کے دستے انتخاب کرتا ہے۔ وہ سطروں کی صفوں میں مرتب کر دیتا ہے۔ پڑھنے والے کے دل میں جو جذبات اور کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جز اعتقاد اور دلداری کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا قلم رقص تشکر تھا۔ اس کی "خلافت راشدہ" بقول شیعہ ایک شمشیر براں ہے۔ وہ خدا کے دربار میں ہم سے پہلے گیا تھا۔ اور پھر کیا ہو گیا۔ مجھ سے مت پوچھو مؤرخ کی زبان سے سنو۔

کے تواں کردن شمار خوبیٔ عبدالکریم — آں کہ جاں دادہ از شجاعت بر صراط مستقیم
حامیٔ دیں او کہ یزداں نام او لیڈر نہاد — عارف اسرار حق گنجینۂ دین قویم
صدق ورزید و بصدق کامل اخلاص خویش — مورد رحمت شد آمد در گہ رب علیم
گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد — کم بزاید مادرے با ایں صفا دُرِ یتیم
مدتے در آتش ہجر فرو افتادہ بود — ایں کرامت بیں کہ از آتش برآمد با سلیم
زیں عجب تر آنکہ او در صحبتم در چند روز — مظہر اسرار حق شد عارف راز قدیم
گوہرش چوں آب و تابے داشت از مہر رسا — ہرچہ با گفتیم داخل شد دراں طبع فہیم
دل بدرد آمد ز ہجر ایں چنیں یکرنگ دوست — لیک خوش شدیم بفضل خداوند کریم
مشربش چوں بود اخلاص و وفا و اتقا — شد مصافش مہدیں تاریخ از فضل حکیم

۱۳۲۳ھ

(خاکسار مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ یہ خداوند عالم نے اپنے محبوب رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کی شان میں فرمایا۔ جو کچھ ان بزرگوں نے خدا سے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔ انہی میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی مراد پاچکے۔ بجنت واصل اور بعض وہ جو ابھی منتظر ہیں۔ اور جس آستانہ قدس پر جبہ سا ہوئے تھے۔ اس سے پھر نہیں گئے۔ جس روش پر ان کے رہنما نے انھیں چلایا اس پر استقلال و استقامت سے جادہ پیما ہیں۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اس پاک نبی کی بعثت ثانیہ بھی روز ازل سے ہزار ششم میں مقدر تھی۔ تو یقیناً اس آیت کے مصداق سلسلہ احمدیہ میں بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ان کے نورانی چہرے آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اور ان کے افسانہ ہائے رنگین کان سنتے ہیں۔ یحییٰ جناب شہاب نے گلشن احمد کے کچھ پھول انتخاب کئے اور ان سے ایک گلدستہ بنا کر بتحفۂ محض مودت منزل احباب و ذوی الالباب کر دیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس سے اپنے مشام جان کو تازہ کریں۔ اور دماغ میں وہ ہوائے شوق بھریں۔ جس کی کامیاب عشق ہوں ؎

کامیابی رہ حق میں ہے مسلم ان کی ۞ جو فنا ہو کے سزاوار بقا ہوتے ہیں

یہ نقش قدم ہمارے لئے منزل محبوب تک پہنچانے کے لئے بہت کار آمد ہیں دیکھنا مٹنے نہ پائیں۔ بلکہ ایسا ہو کہ ابھریں اور ابھر کر آسمان شہرت کے مہتاب بلکہ آفتاب بنیں نادانوں نے رسول کے قدم کا نشان پتھر پر بنایا اور پھر اسپر نعت خوانی شروع کردی اور نہ سمجھے کہ یہ تصویری زبان میں ایک ہدایت تھی۔ خدا کے برگزیدہ رسول کے نقش قدم پر چلنے کی۔ میرے دوستو بخبر باش خستگان دیار شوق کے حالات زبان کے چٹخارے لینے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ آپ بھی ان کے نقش پکا لات سے بہرہ اندوز ہوں جسے دنیا دیوانگی سمجھتی ہے۔ آپ اسی فرزانگی جانیں ؎

دانش بخت ہے پیدائشی شوق کا نام ۞ لوگ دیوانہ نہ سمجھیں ترے دیوانے کو

آہ وہ عہد خوش گذر چکا کہ جس کی یاد میں میری زبان پر جاری ہوتا ہے۔

ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دے ساقی ۞ ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو
فرقت یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا ۞ اشک خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو
دل یہ کہتا ہے میں ہوں در محبت کا غلام ۞ جس نے آباد کیا پھر مرے ویرانے کو
روح کہتی ہے مری جان ہے وہ نور جمال ۞ کر دیا جس نے منور مرے کاشانے کو

بھول جاؤں میں انھیں ہو نہیں سکتا تا صبح ۞ آگ لگ جائے گی ظالم ترے سمجھانے کو۔ مگر اس عہد کے دیکھنے والے ابھی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ یہ بھی نہ ہونگے ؎ بیدار شو گر عاقلی دریاب گر صاحب دلی ۞ الکمل
شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ ماہ مئی ۱۹۱۳ء)

پیشگوئی نمبر ۸۰

الٓمّٓصٓ ٥ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ لِتُنْذِرَ بِہٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ٥

ترجمہ مقطعات کا یہ ہے انا اللّٰہ اعلم۔ صادق القول۔ صادق الوعد نے قرآن نازل کیا طرف تیری۔ پس نہ ہو کبھی تیرے سینے میں اُس سے تنگی۔ تاکہ ڈراوے تو ساتھ اس قرآن کے منکرین کو۔ اور اُمم سابقہ کے حالات یاد کرا بطور نصیحت کے مومنین کو

اس آیت میں اللہ نے دو پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ تو اہل مکہ کو قرآن کی مخالفت میں آنے والے عذاب سے ڈرا کہ کتاب اللہ و نبی اللہ کی عداوت میں قدیم سے کیا سنت اللہ ہے۔ اُسے یاد کرو۔ دوم یہ کہ مومنین جو مصائب پر مصائب و اذیت پر اذیت جھیلتے ہیں اُن کو پہلے مومنین کے حالات یاد کرا۔ کہ اُن سے اللہ نے کیا سلوک کیا تھا۔ ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائیگا۔ سو بحمد اللہ کفار بے نشان ہو گئے۔ اور مومن بادشاہ بن گئے۔

پیشگوئی نمبر ۸۱

اعراف ع۱۔ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ ٥

ترجمہ۔ اے اہل مکہ غور سے سنو) کہ کتنی بستیاں ہلاک کیں ہم نے۔ جب آیا اُن کے پاس عذاب ہمارا۔ رات کو سوتے وقت یا (وہ جب) دوپہر کو سو رہے ہوں۔

آیت ہذا کی خبر بطور پیشگوئی کے اہل مکہ کو سنائی گئی۔ کہ تمھاری بستی پہلے ہلاک ہونے والی بستیوں سے دور اور نہیں ہے۔ اگر تم نے بھی ہمارے رسول اور ہماری وحی کی بجائے عزت و عظمت کے مخالفت کی۔ تو اب بھی وہی خدا موجود ہے۔ ضرور وہ اپنی سنت قدیمہ جاریہ کے موافق سلوک کرے گا۔ سو کیا گیا۔

پیشگوئی نمبر ۸۲

اعراف ع ۲ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ٥

ترجمہ کہا ابلیس نے اے میرے خدا مجھے ڈھیل دے یوم البعث تک۔ فرمایا تجھے ڈھیل دی گئی ہے۔

آیت ہذا میں پہلے شیطان کی خواہش کا بیان کیا گیا ہے۔ کہ مجھے یوم البعث تک ڈھیل دی جائے۔ اور بعث سے بعثت نبوت محمد اور بعثت امام آخرالزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد ہے۔ پس یہ پیشگوئی ہے کہ اس شیطان دجال لعین کا سر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے کچلا جائیگا۔ سو کچلا گیا۔ جلسہ مذاہب لاہور میں آپ کا خاتمہ کیا گیا الحمد للہ والمنۃ

پیشگوئی نمبر ۸۳

اعراف ع ۴ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ٥

ترجمہ ہر ایک جماعت اور اُمت کے لئے ایک حد تک وقت مقرر ہے۔ پس جب وہ اپنی وقت مقررہ تک پہنچ جاتی ہے تو ایک گھڑی کم و زائد نہیں کی جاتی ہے تو ایک گھڑی کم و زائد نہیں کی جاتی

آیت ہذا میں اہل مکہ کو بطور پیشگوئی کے سنایا جاتا ہے۔ کہ تمھارا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم نے ایک دوسری اُمت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اور جس طرح ہم نے پہلی اُمم کا خاتمہ کر دیا۔ اور نئی اُمت کو ان پر مسلط۔ کامیاب مظفر و منصور کر دیا۔ اسی طرح اگر تم نئی اُمت میں نہ ملے تو تمھارا بھی خاتمہ ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

پیشگوئی نمبر ۸۴

اعراف ع ۴۔ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ٥

ترجمہ نزول وحی کے وقت) جس نے اپنے تئیں بچا لیا مخالفت سے اور اپنی اصلاح کرلی ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ کوئی غم۔ اور جنھوں نے وحی اللہ کی تکذیب کی۔ اور تکبر سے اعراض کیا۔ یہی لوگ طعمۃ النار الحرب ہونگے۔ اور پھر النار (جہنم) میں ہمیشہ رہینگے۔ پس یہ دنیا کی نار الحرب

اور سزا جو اہل مکہ کو دی گئی۔ حشر کی سزا اور نار پر گواہ ہے۔ جس خدا نے ہر دو وعدوں میں سے ایک پورا کر کے دکھا دیا۔ وہ ضرور دوسری جز و وعدہ کی بھی پوری کرے گا۔

درس الحدیث

(از افاضات سیدنا اولوالعزم)

حدیث۔ صدقۃ ابن الفضل۔ من شہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ الخ کئی حدیثوں میں ایسا ذکر آیا ہے۔ کہ یہ عمل اگر کوئی کریگا تو پھر جو جی چاہے کرے۔ وہ جنت میں چلا جاویگا۔

اگر در اصل یہی بات ہو تو اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ یہ قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اگر اس کے یہی معنی کئے جاویں۔ اس لئے اس کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح (خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ بھی ایک عمل جنت میں داخل ہونے کے لئے ذریعہ ہے۔ میں نے اس پر غور کیا ہے۔ میرا اپنا عقیدہ اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ جس کا ایمان ایسا کامل ہو اس کے اعمال کبھی ناقص نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ گندوں اور بدکاریوں پر مستعد ہوتے ہیں۔ اور پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ خدا پر ایمان ہی نہیں ہوتا جس زمانہ میں مسلمانوں کے ایمان درست تھے۔ اس وقت ان کے اعمال بھی صالح تھے اور اعلیٰ تھے۔ تو اس سے مراد یہی ہے کہ ایمان ٹھیک ہو تو اعمال خود بخود سنور جاتے ہیں۔

ہندوؤں میں یہ اعتقاد ہے کہ دو خدا ہیں۔ ایک شو۔ ایک برہمو۔ دونوں کے الگ الگ کام ہیں۔ ایک کا مارنا ایک کا جلانا۔ دو باپ بیٹے تھے۔ باپ مارنے والے کا معتقد تھا۔ اور بیٹا زندہ کرنے والے کو مانتا تھا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم بھی اس کو مان لو بیٹے نے انکار کیا۔ باپ نے اپنے خدا سے شکایت کر کے بیٹے کو مروا دیا بیٹے کے خدا کو غصہ آیا۔ اس نے کہا ہو گا کون

ہے۔ میرے معتقد کو مارنے والا۔ اس نے جھٹ جلا دیا۔ اودھر ان کو غصہ آیا۔ اسے اسنے پھر جلا دیا اس نے پھر جلا لیا۔ اسی طرح وہ لڑتا رہے۔ وہ جلاتا رہے۔ اب جن کے اعتقاد اور ایمان ایسے ہوں۔ ان کے اعمال بھلا کیسے درست رہ سکتے ہیں۔ لیکن ایک لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کہنے والا۔ اور اس پر ایمان رکھنے والا۔ ایمان میں کمزوری نہیں دکھلائیگا اور ممکن ہی نہیں کہ وہ برے افعال کرے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ شریعت جو آگے پیش کی گئی ہے۔ وہ غلط طریقے سے پیش کی گئی ہو...... لیکن جو ایسے عقائد کا قائل نہ ہو۔ بلکہ وہ لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھتا ہو تو اسے خدا کا ڈر اور نیکی کے رستہ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ہاں اگر باوجود اس عقیدے کے مرنا اور حشر و نشر پر اور جنت و نار پر ایمان نہ ہو تو پھر بھی ایسا آدمی اعمال صالح نہیں کریگا۔ ابن مریم کا ذکر اس لئے کر دیا کہ لوگ اس کے نام پر کثرت سے شرک کرتے تھے۔ اس شرک سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اسکا ذکر کیا

تصوف

ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے (صرف تشحیذ کے لئے)

جبر۔ چیست از سایۂ پژمردنست	چوں شگوفہ از دے افسردنست
مکر چیست از زہر حلوا کردنست	وانگہ آں حلوا ز سودا خوردنست
آمن چیست از جاں طمع ببریدنست	خویش را چوں سایہ بیجاں دیدنست
ذل چیست از نفس پاک افتادنست	زیر پائے سگ چو خاک افتادنست
عز چیست از ننگ خود گردیدنست	در مقر خویش خود را دیدنست
صدق چیست از راستی بہ بودنست	در کمانے سر بسر زہ بودنست
کذب چیست از تیغ نفع جوشیدنست	تیر را اندر کماں پوشیدنست
حرص چیست از جہل گرد آوردنست	ہر چہ شود کوہے بزیرش ار دونست
دنیا چیست از راہ سر پیچیدنست	با نجاست مشک در پیچیدنست

مثنوی معارفِ اسلام میرے ایک عزیز ہیں۔ ان کے ابا نے مثنوی معارفِ اسلام شائع کی ہے جس کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ کاغذ چکنا۔ حجم سرکاری کتب کی تقطیع پر ۱۰۴ صفحے۔ خط کچھ ایسا اچھا نہیں۔ مضامین کے موٹے موٹے عنوان یہ ہیں حمد۔ نعت۔ شانِ مسلم۔ دورِ مشرکانہ۔ دورِ موحدانہ۔ شجرۂ اسلام۔ نظامِ اسلام (مساوات حریت قرآن۔ ایمان و عمل۔ عدل و توحید) وسعتِ اسلام۔ حب وطن۔ حب اللہ۔ مسلم کا نصب العین مؤلف نے ان عنوانوں کے نیچے اپنے پاکیزہ اور قابلِ عملدرآمد خیالات نظم کئے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ بچوں کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اس میں عربی کے مشکل مشکل الفاظ ہیں۔ البتہ لکھے پڑھے عربی سے اُنس رکھنے والے لوگوں کے لئے مفید ہے۔ نظم قابلِ داد۔ تاہم کئی اشعار نظرِ ثانی کے قابل ہیں۔

(۱) کہ تھا مسلم جہان کا اُستاد (۲) جاں جہاں نا محمد احمد و بس (۳) خالصاً للہ جنبش و تسکین (۴) سور مبنی و چند رجنسیت (۵) قدر و جبر کا قافیہ صفحہ ۱ (۶) لاشریک لہ علان کی (۷) کافۃ للناس ہے ترا پیغام (۸) ہیں رہ حق ہی مشق قربانی (۹) مرنا اور لڑنا کا قافیہ صفحہ ۲۱ (۱۰) غضب و غیظ موسیٰ کی تعلیم (۱۱) تھے وہ اوصافِ حسنہ سے موصوف (۱۲) عدل اور فضل کا قافیہ صفحہ ۴۲۔ اس قسم کے کئی مصرعے ہیں جنہیں میں غلط نہیں کہتا۔ قابلِ نظرِ ثانی ضرور ہیں قیمت آٹھ آنہ جو بہت زیادہ ہے۔ مؤلف کا پتہ:۔ مولوی الف دین نفیس۔ بی۔ او۔ ایل کیمبل پور

آیت المہدی حصہ اوّل مولوی ابو احمد رحمانی محمد علی کانپوری نے حدیث ان لمہدینا آیتین پر اعتراض کیا ہے۔ اور اسے ضعیف ٹھہرایا ہے۔ ہمارے مکرم بھائی مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور بتایا کہ یہ نشان صرف ہمارے مہدیٔ صادق کے لئے ظاہر ہوا مفصل ریویو پھر ہو گا۔

تبلیغِ رسالت جناب میر قاسم علی صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود کے تمام اشتہارات کا مجموعہ دس جلدوں میں شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ جلد اول پریس سے نکلنے والی ہے۔ ایک روپیہ کی قیمت ہو احباب مستقل خریدار بن کر یہ نعمت عظمیٰ حاصل کریں۔ میر صاحب نے احمدی رسالے کے دوبارہ اجرا کا بھی ارادہ کیا ہے مطلوبہ درخواستیں پوری ہو جائیں تو نکلے۔

Digitized by Khilafat Library

پین ہیلر

یہ ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی درد۔ موچ۔ چوٹ۔ گٹھیا کے سب جوڑوں۔ یا گانٹھوں میں ریاح یا سردی کے سبب کمر کا لھا۔ پنجر۔ گردن یا اینٹھن وغیرہ سے جیسا بھی درد ہو پین ہیلر کی مالش سے فوراً آرام آ جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ محصول ڈاک ۵/ دیکھئے جناب یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم اپنے اخبار مورخہ ۔ اگست ۱۹۱۵ء میں کیا لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کا کامیاب علاج

مجھے ڈاکٹر ایس کے برمن کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ الحکم میں لکھنا پڑا ہے۔ لیکن آج میں دلی شکرگذاری کے ساتھ ان کے کامیاب علاج کا ذکر کرتا ہوں۔ ناظرین الحکم کو معلوم ہوگا کہ میری اہلیہ ایک سال کو زیادہ عرصہ سے بیمار ہے سلسلہ کے معزز اور مخلص ڈاکٹروں اور طبیبوں نے ہماری ہمدردی اور توجہ سے اس کے علاج میں کوشش کی مگر ان کی حالت صحت کی طرف نہیں آئی یہاں تک کہ وہ چلنے پھرنے سے بالکل عاری ہو گئیں اور ٹانگوں کے درد نے لاچار کر دیا۔ میرے بچوں نے بطور خود ڈاکٹر برمن سے ان کی دوائی دافع درد منگوائی اور اس کا استعمال شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے محض فضل سے ڈاکٹر صاحب کی دوائی میری اہلیہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ وہ مریضہ جو چارپائی سے اٹھ نہیں سکتی تھی میں دیکھتا ہوں کہ دن بدن اس بیماری سے نجات پا رہی ہے ایسی مفید دوائی کے لئے میں اپنے ناظرین کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی ادویات جو نہایت قیمتی اور مفید ہیں ضرور تا استعمال کریں۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۷

Digitized by Khilafat Library

طاعون کے بارے میں چند سوالات کا جواب	۱ — ۸	(اکمل)
ایک پادری صاحب کے توحید پر منطقی اعتراضات کا جواب	۹ — ۱۸	مولوی جلال الدین صاحب بسیکھوں
وید تین ہیں یا چار	۱۹ — ۲۶	منشی فضل حسین صاحب
مکالمہ شیعہ و احمدی	۲۷ — ۳۳	منشی خادم حسین صاحب بھیروی
بشارات القرآن / درس الحدیث	۳۴ — ۳۶	مولوی احمد الدین صاحب نامہ دہل

قیمت سالانہ: عوام سے عہ طلباء سے عہ غیر ممالک سے (۳)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور

چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت بہر حال پیشگی

منیجر [illegible]

خریداران تشحیذ

حضرات! ششماہی گذر گئی مگر آپ میں سے کئی ہیں جنہوں نے ابھی تک ۱۹۱۸ء کا چندہ سالانہ بلکہ اس سے پہلے سال کا بھی ادا نہیں کیا۔ توجہ کی ضرورت ہے۔ آخر ہم اپنے خرچ کس طرح چلائیں۔ الحمد للہ کہ رسالہ بلحاظ مضامین پسند خاطر اہل نظر ہے۔

قواعد عربی

حصہ اول میزان الصرف مولفہ مولوی غلام رسول صاحب مولوی فاضل منشی فاضل مدرس مشن ہائی سکول جالندھر میری نظر سے گذرا۔ یہ رسالہ مبتدی کیلئے نہیں بلکہ منتہی کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ میں کچھ سقم بھی ہیں۔ جو نوٹ کر لیے گئے ہیں۔ مگر بوجہ قلت گنجائش کسی دوسری اشاعت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲؍ مولف سے منگوائیں +

بتقریب عید الفطر کتب میں خاص رعائت

مندرجہ ذیل کتابوں میں رعایت ہے۔ جو صاحب رسالہ پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر درخواست کرینگے وہ اس رعایت سے مستفید ہو سکیں گے۔

مجموعہ الہامات مکمل بجائے ۸؍ کے عہ میں ۔ ۱۲؍ کی کتابیں ۱۰؍ میں

البرق ۔ طب روحانی ۔ مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی ۔ الوصیت پر نظر ۔ احمدی عقائد ۔ بیوی کی تعلیم ۲؍ ۔ تاویل المتشابہات ۔ مورکہ عید ۔ لا انکر اہل القبلہ ۔ نشان رحمت ۔ قصیدہ مہدویہ ۔ ان پارہ الم ۔ شیخ یعقوب علی صاحب عـ ۔ ۲؍ ۔ ۲؍ ۔ ۱؍ ۔ ۳؍ ۔ ۱؍

نور خلافت

ان کے علاوہ ایجنسی تشحیذ کی مندرجہ ذیل کتب نصف قیمت پر دی جاویں گی۔ یہاں پر اصل قیمت لکھی گئی۔

مکتوبات حصہ اول ۸؍ ۔ پرانی تحریریں ۲؍ ۔ الاسماء الحسنیٰ ۵؍ ۔ الموعظۃ الحسنہ ۲؍

سلک مروارید ۱؍ ۔ ترجمۃ القرآن پارہ ۲۶ تا ۲۹ ہر ۸؍ ۔ چمکار محمدی ۔؍ ۔ وفات نامہ مولوی عبد الحی صاحب ۴؍

منیجر تشحیذ

درشمین پر آریوں کے حملے کا دفاع

ہندوستان "جنت نشان" میں بود و باش رکھنے والی کثیر التعداد دو قومیں ہی ہیں یعنی "ہندو" و "مسلمان" ان میں باہم اتفاق کی از حد ضرورت ہے۔ ہر دو میں باہمی اتحاد و یگانگت پیدا کرنیکا خیال دونوں قوموں کے ممتاز افراد میں ایک مدت سے کم و بیش پایا جاتا ہے ان کا خیال ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ کسطرح "بھارت" کے "سپوتوں" میں باہم صلح صفائی اور آپس کے تمدنی و کاروباری تعلقات زیادہ سے زیادہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے قائم ہو جائیں۔ کیونکہ ہندوستان کی مثال ایک گاڑی کی مانند ہے جس کے دو پہئے یعنی ہندو و مسلمان ہیں پس گاڑی کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ دونوں پہئے متحد ہو کر نہ چلیں۔ جب باہمی "اتحاد" ہی مفقود ہو تو ہندوستان کی "خوشحالی" و "ترقی" کیسے ہو سکتی ہے۔ اس مبارک خیال "اتحاد" کے مؤید ہی "ممتاز افراد" نہیں ہیں بلکہ ہر ایک متنفس جو اپنے پیارے "وطن" کی خوشحالی و ترقی کا خواہاں ہے۔ اسی بات کا متمنی نظر آئیگا۔ کہ جسطرح بھی ہو باہمی اتفاق و اتحاد کی لہریں ہمارے وطن میں موجزن اور ساتھ ہی عملی نتیجہ بھی دکھلاتی ہوئی نظر آئیں۔ ماسوا ان کے خود ہماری "عادل گورنمنٹ" کی ہمیشہ سے یہی تمنا رہی ہے کہ ان ہر دو قوموں میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائے اور "ہندوستان" آئے دن کی بدمزگیوں اور الجھنوں سے جو وقتاً فوقتاً اپنا ظہور دکھلاتی رہتی ہیں مخلص پائے۔

لیڈران قوم و افراد قوم اور خود عادل گورنمنٹ کے ایسے پاک خیالات کے ہوتے ہوئے بھی بد قسمتی سے اس "بھارت ورش" کے اندر ایسے افراد بھی دکھائی پڑتے ہیں جو نہیں چاہتے کہ یہ پاک خیال یعنی باہمی "اتحاد" اس ملک میں ہو جائے۔ بلکہ ان کا ہر دم یہی نصب العین رہتا ہے کہ جسطرح بھی ہو آپس میں کشیدگیاں بڑھیں۔ ہر وقت سر پھٹول ہوتی رہے۔ ایک کو دوسرے سے بدظنی ہو جائے وغیرہ اور عادل و رحم دل گورنمنٹ بھی ان قضیوں میں الجھی رہے۔ ایسے اصحاب

علانیہ ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُنکی دال نہیں گل سکتی بلکہ وہ اپنے مقصد کو کامیاب بنانے کیلئے مذہبی جامہ پہن کر "مذہب" ہی کی آڑ میں ایسے افعال ناشائستہ کرتے ہیں جسکے ذریعہ اتفاق کی بجائے نفاق محبت کی بجائے نفرت۔ پیار کے بدلے عداوت پھیلے۔ اس قماش کے لوگوں میں سے حیف ہے اگر بعض نا کام ایڈیٹر بھی ہوں جو نہ چاہیں کہ ملک میں امن و اتحاد کا دور دورہ ہو۔ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا شاخسانہ چھیڑ دیں۔ جس سے باہمی دلوں میں سے اتحاد و یگانگت اٹھ جائے اور ان کی جگہ "کینہ و حسد" آ براجیں۔

آجکل آریہ گزٹ نے احدیوں کے برخلاف ایک شوشہ چھوڑا ہے۔ جو یہ ہے کہ کتاب درثمین (جو مسیح موعودؑ کی مختلف اوقات میں کہی ہوئی نظموں کا مجموعہ ہے) سے چند اشعار نقل کر کے اخبار کے ذریعہ یہ شور و غل مچا دیا ہے کہ "کتاب قادیان ہائی سکول میں ہندو طلباء کو جبراً پڑھائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کے اشعار اشتعال انگیز اور شر انگیز ہیں ہمارا کلیجہ ان اشعار کو پڑھتے ہوئے پھٹتا ہے"۔ اس الزام کا جواب کہ "یہ ہندو طلباء کو جبراً پڑھائی جاتی ہے"۔ اخبار الفضل و فاروق قادیان وغیرہ میں دیا جا چکا ہے جسکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ یہ محض احدیوں پر اتہام لگایا گیا ہے۔ سکول میں کسی ہندو لڑکے کو تو کیا مسلمان کو بھی نہیں پڑھائی جاتی۔ کیونکہ یہ سکول کے نصاب ہی میں نہیں اب ایڈیٹر آریہ گزٹ کی الزام کی اس دوسری وجہ کا جواب کہ "کتاب درثمین اشتعال انگیز ہے"۔ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس بیہودہ الزام کا جواب دیں۔ ایک سوال ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں جواب کیلئے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایڈیٹر صاحب! آپ "اظہار حقیقت" اور "دشنام دہی" میں کچھ فرق کرینگے یا نہیں اگر نفی میں جواب ہے۔ تو یہ امر آپکی علمیت کی حقیقت کو آشکار کر دیگا۔ اگر ارشاد ہو کہ فرق ہے تو جب "فرق ہے" تو ساتھ ہی آپ کا اخبار میں ان اشعار کے متعلق عوام کو بھڑکانا عبث ثابت ہوا۔ کیونکہ جتنے بھی اشعار حضرت مسیح موعودؑ نے لکھے ہیں سب امر واقعہ کا اظہار ہیں۔ نہ کہ دشنام دہی یا سب و شتم۔ مسیح موعودؑ سب و شتم کے سخت خلاف ہیں۔ دیکھیے اس نظم کے اندر فرما رہے ہیں۔

(درثمین)

ہم بد نہیں ہیں کہتے اُن کے مقدسوں کو
تعلیم میں ہماری حکم خدا یہی ہے
ہمکو نہیں سکھاتا وہ پاک بدزبانی
تقویٰ کی جڑھ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

ہاں اظہار حقیقت اپنے اندر مرارت کا پہلو ضرور رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ تو مثل مشہور ہے "الحق مر" حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ اسمیں مسیح موعودؑ پر کیا الزام۔ سنو۔ اصل قصور آریہ سماج یا اُس کے بانی یا تمہارے مسافر کا ہے جنہوں نے اسلام کیلئے سب و شتم کو جائز قرار دیا۔ اور وہ وہ دل آزار فقرات استعمال کئے کہ کوئی نیک دل آریہ بھی اُن کے سُننے کا روادار نہوگا۔ اس لئے قابل ضبطی اگر کوئی کتاب ہے تو ستیارتھ پرکاش اور کلیات مسافر۔ نہ کہ دُرِّ ثمین۔ جس کے اشعار واقعات پر مبنی ہیں۔ مثلاً ایڈیٹر آریہ گزٹ نے ان اشعار پر اعتراض کیا ہے۔

اُسے وید کی راہ نہ آئی پسند الخ

مہاشہ صاحب کیا یہ اشعار کسی واقعیت پر مبنی نہیں۔ کیا واقعی گرو نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ویدوں کی نسبت یہ خیال نہیں جسے مسیح موعودؑ نے نظم کا جامہ پہنا دیا ہے۔ اگر معلوم نہو تو دیکھو اپنے گرو کی ستیارتھ میں" جہاں سوامی جی نے شری نانک دیو کا قول نقل کیا ہے۔ جو اُنکا ویدوں کے متعلق تھا۔

"وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی
سنت کی مہما وید نہ جانی"

سوامی جی کہتے ہیں۔ وید تو سب علوم کا بھنڈار ہے۔ لیکن چاروں ویدوں کو کہانی جو کہے۔ اُسکی باتیں سب کہانی ہیں۔ الخ

مہاشہ جی بتلائیے مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا اشعار کسی امر واقعہ کا اظہار کرتے ہیں یا نہیں "نہیں" تو آپ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ آپکے مہرشی نے خود لکھا ہے کہ نانک دیو ویدوں کی نسبت ایسے ہی خیال رکھتے تھے جیسا کہ آپ پورانوں کے متعلق۔ آپ پورانوں کو کہانیاں کہکر مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت باوا نانک دیوؒ نے ویدوں کو کہانیاں کہکر مسترد کر دیا۔ جناب کے

امر واقع کا انکار آپ کیسے کر سکتے ہیں۔ اور ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب مارو محلہ۔ بابا صاحب فرماتے ہیں:۔

وید پڑھے ہر نام نا بوجھے

مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

ترجمہ:۔ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وید کی تعلیم دنیاوی کمند و اور ملونیوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اسطرح گرنتھ صاحب و جنم ساکھی میں بہت سے اقوال حضرت باوا نانکؒ کے ویدوں کی تردید میں موجود ہیں جنکا اعادہ اسوقت بوجہ طوالت نہیں کرتے۔ ان سے ہی مہاشہ صاحب کو پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ یہ اشعار دشنام دہی ہیں یا اظہار امر واقع۔

پھر ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ ان اشعار پر اعتراض کرتے ہیں جو صفحہ ۳۰۴ پر ہیں۔

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس　　دل میں آتا ہے بار بار افسوس الخ

مہاشہ صاحب آپ کو چاہیئے کہ اسلامی لٹریچر سے اگر واقفیت نہیں تو اپنا لٹریچر تو ضرور دیکھا کریں اگر آپ نے مسافر کی کتاب خبط احمدیہ پڑہی ہوتی۔ تو نہ یہ اشعار نقل ہوتے نہ اتنی تکو تیں ہوتی۔ دیکھو کلیات مسافر ص۵۰۵۔ وہاں پنڈت لیکھرام نے حضرت مرزا صاحبؑ سے خدا کے حضور فیصلہ چاہا ہے۔ چنانچہ اپنے قلم سے لکھتا ہے۔ "اے پرمیشور ہم دونوں (مرزا صاحبؑ و لیکھرام) میں سچا فیصلہ کر اور جو تیرا ست دہرم ہے اسکو نہ تلوار بلکہ پیار سے معقولیت اور دلایل کے اظہار سے جاری کر اور مخالف کے دل پر اپنا ست گیان پرکاش کر تاکہ جہالت و تعصب و جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کیطرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔"

پس جب اس مباہلہ کا نتیجہ مسیح موعودؑ کے حق میں نکلا۔ تو کیا یہ کم کرامت ہے۔ اس کرامت کا ذکر مسیح موعود محولہ بالا اشعار میں کر کے آریہ صاحبان کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ افسوس نشان دیکھ کر کین و نخوت اور اندھیرے میں پڑے ہوتے ہو۔ یہ اظہار امر واقع ہے نہ کہ دشنام دہی

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدا یہی ہے

اے سونے والو جاگو شمس الضحٰی یہی ہے

والی نظم (جو "قادیان کے آریہ اور ہم" میں قادیان کے آریوں کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے) سے

دنس گیارہ" شعر نقل کر دیئے ہیں۔ ہم مہاشہ جی کو بتلاتے ہیں۔ کہ وہ "اخبار شبھ چنتک قادیان" کے پرانے فائل اٹھا کر دیکھیں۔ اور پھر اس کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" کو پڑھیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ آیا ان اشعار میں بھی حقیقت کا اظہار ہے یا دشنام دہی سے کام لیا گیا ہے اور پھر ان اشعار کے نیچے حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ دیکھئے صہ ۹۲ حاشیہ۔

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے ان آریہ سماجیوں کی نسبت ہے۔ جنہوں نے اپنے اشتہاروں اور رسالوں اور اخبارات کے ذریعہ سے اپنی گندی طبیعت کا ثبوت دیا ہے۔ اور ہزاروں گالیاں خدا کے پاک نبیوں کو دی ہیں۔ (جیسا کہ آگے چل کے ہم دکھائینگے) جنکی اخبار اور کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں مگر شریف طبع لوگ (آریہ) اسجگہ ہماری مراد نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ ایسے طریق کو پسند کرتے ہیں۔ منہ

پھر حضرت صاحب صہ ۹۲ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ "اگر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گالیاں نہیں دیتے۔ اور صلاحیت اور شرافت رکھتے ہیں وہ ہمارے اس بیان سے باہر ہیں۔"

مہاشہ صاحب کیا درشٹین کے پڑھتے وقت یہ عبارتیں نظر نہیں آئی تھیں۔ دیکھئے یہ محولہ بالا عبارت سب باتوں کا فیصلہ کر رہی ہے۔ یعنی مسیح موعود تو صاف فرما رہے ہیں۔ کہ یہ رائے ان لوگوں کے متعلق ہے جو نبیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ نہ ان لوگوں کے متعلق بھی جو شرافت و صلاحیت رکھتے ہیں

اخیر میں ہم ایڈیٹر آریہ گزٹ کی تسلی کے لئے پنڈت لیکھرام صاحب کی گستاخیوں کا کچھ نمونہ دیتے ہیں۔ تا انہیں مسیح موعودؑ کا صدق مقال اور ہمارا تحمل ظاہر ہو جائے۔ گورنمنٹ عالیہ فیصلہ فرما سکے کہ قابل ضبطی کتاب کونسی ہے۔ آیا درشٹین یا پنڈت لیکھرام کی تصنیف۔

پنڈت لیکھرام کی گالیوں کی مختصر فہرست

ا۔ جس نے شراب پی اور اپنی دختروں سے جماع کیا۔ جھوٹ بولا۔ تکذیب براہین احمدیہ حصہ اوّل صہ ۱۳۵ (حضرت لوط کی بابت)

۲ - جس نے بت پرستی کی صدہا عورتوں سے زنا کیا - قتل کیا - کیا وہ مومن ہے تکذیب براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۱۳۵ (حضرت سلیمان کی بابت)

۳ - جس نے جھوٹ بولا بہن سے جماع کیا کیا وہ مومن ہے - صفحہ ۱۳۵ (حضرت ابراہیم کی نسبت)

۴ - جس نے قتل عام کرائی - زنا کرائے - بیگناہ بچے مروائے - باکرہ چھوکریوں سے زنا بالجبر کرائے - جھوٹ بولا - خدا کے الہام کی بیقدری کی کیا وہ ایماندار ہے (حضرت موسیٰ کی بابت)

۵ - جس نے ایک عورت خاوند والی سے زنا بالجبر کیا - اور اس کے خاوند کو قتل کرایا - جھوٹ بولا - کیا وہ مومن ہے - تکذیب صفحہ ۱۳۵ (حضرت داؤد کی بابت)

۶ - جس نے بت پرستی کی اور کرائی اور خدا کے نام پر الزام لگایا - جھوٹ بولا - لوگوں کو دھوکہ دیا - قتل کرایا - کیا وہ مومن ہے - " صفحہ ۱۳۵ (حضرت ہارون کی بابت)

۷ - جس نے خاص و عام کیواسطے چار عورتیں اور اپنے واسطے بے تعداد اور خصوصاً جائز بتلائیں قتل و جہاد کرائے - گوشت خوری کی - بت پرستی کی - صدہا علمی کتابوں کو جلایا - بے نکاح عورتوں سے جماع کئے - اور اپنے بیٹے کی جورو سے دل لگایا - اور بے نکاح صحبت کی اور یہ سب الزام بعوض اقرار ہونیکے خدا کے ذمہ لگائے - کیا وہ مومن ہے - (آنحضرت صلعم کی بابت) تکذیب حصہ اول صفحہ ۱۳۵ -

۸ - شراب کا پینا تمام گذشتہ نبیوں کے مذہب میں بے وسواس ہے - اور قرآن کی رُو سے بھی منافع للناس ہے - حضرت نوحؑ و لوط و سلیمان و عیسیٰ وغیرہ نبی شراب پیتے تھے - اور اسکے سہارے جیتے تھے " تکذیب حصہ اوّل صفحہ ۱۳۵ -

۹ - آپکے (مسلمانوں) پیغمبر صاحب بھی جنت میں اسکے پیر مغاں ہیں - اور اُن کی بدولت تمام مومناں سرشار و سرگردان ہیں " تکذیب حصہ اول صفحہ ۱۴۵ -

۱۰ - حور و غلمان کے شہوی گمان سے بچکر " تکذیب اول صفحہ ۲۱۹

۱۱ - ورنہ حوروں کی تمنا میں و سر لگانا - شہوت پرستی بڑھانا ہے جو سراپا وہم و گمان اور خیال ہے " تکذیب اوّل صفحہ ۲۱۹

۱۲ - آپکو (مسیح موعودؑ) بغض باطنی سے مرض کینگی مرض ہے - تکذیب حصہ اول صفحہ ۲۲۱

۱۳- الحارث اونٹ پر چڑھی جا رہی تھی سو اُسپر حضرت کا دل مفتون ہو گیا۔ اور فتوے جاری کیا کہ اونٹ اور اونٹ والی میری ہے۔ تکذیب اول صـ ۲۸۱۔

ہمارے سید و مولے حضرت مرزا صاحب کی نسبت

۱۴- سچ ہے۔ اس بیت الحرامی کو حرام و حلال کی تمیز نہیں اور اسکی مُردار طبیعت میں سوائے خونخواری کے حرام و حلال اور کوئی چیز نہیں۔

گر تجھے شرم کچھ ہے اے مرزا   شرمساری سے ڈوب کر مرجا
یہ جو بیہودہ بک رہا ہے تو   سگ دیوانہ بن گیا ہے تو
جبکہ بدلا ہے جامۂ انساں   پھر حیا شرم و عقل و ہوش کہاں
یہ سزا مثل بلعم با عور   تجھکو دی ہے خدا نے اے مقہور

تکذیب حصہ اول صـ ۱۴۳

۱۵- دروغ بیانی و کذب لسانی صـ ۱۵۶

۱۶- الا اے حذر کن ز کذب صریح" صـ ۱۵۷

۱۷- نہ ہاں زباں سے نکالی حُبِ قرآنی نے   نہ چین جبین سے اتاری تمھکے بانی نے
ہزاروں چوچلے کرتا رہا قسم کے ساتھ   نہ ایک ہی پورا کیا منکرِ زمانی نے
دِکھا کے ناز کرشمہ جہاں کو پھسلایا   بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اسکی بدقسمت   نہ چھوڑا اسکو صحیح حمل کی گرانی نے

تکذیب حصہ اول صـ ۲۹۷

۱۸- ز کذب و لاف آں جادو بیانے   بہر جمع فش لو لیسم دہستانے
صداقت گم شد از تعلیم اسلام   ندارد از خدا ترسی نشانے
جہاد ش جہد خونریزی عالم   نہ قرآنے ولیکن تیغ رانے
اگر تا حشر کعبہ را پرستی   کہ بہر لامکاں سازی مکانے
پرستی سنگ اسود گر بصد سال   چو اُفتد بر سرت ہامی زیانے!!

خدارا کن حذر از درسِ قرآں   کہ بے نالد ز جورِ او جہانے

تکذیب حصّہ اوّل صـ ۱۰۹

رشی دیانند صاحب کے دل آزار فقرات میں سے کچھ

۱- "مسلمانوں کا بہشت گوکلئے گسائیوں کے گئولوک اور مندر کیطرح معلوم ہوتا ہے" صـ ۵۶۸

۲- "خدا بڑا گرو برچھا چلانے والا ہے" صـ ۵۷۳

۳- "واہ جی واہ مسلمانوں کا خدا دیکھو شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے" صـ ۵۸۰

۴- "بھلا یہ بہشت ہے یا طوائف خانہ" صـ ۵۸۱

۵- "اسکو خدا کہیں یا ستریں (عورتوں کا دلدادہ)" صـ ۵۸۱

۶- "جو دہوکہ کھاتا ہے۔ یا مکر و فریب کرتا ہے۔ وہ خدا ہرگز نہیں ہوسکتا" صـ ۵۸۲۔

۷- "خدا بڑا شیطان اور وہ چھوٹا شیطان ہے"۔ صـ ۵۸۳

۸- "اب (خدا) کچھ کام کرتا ہے۔ یا نکما سیر سپاٹا اور عیش کرتا پھرتا ہے"۔ صـ ۵۹۰

۹- "تو پھر خدا مکار فریبی اور ادہرمی (بیدین) کیوں نہیں"۔ صـ ۵۹۲

۱۰- "ایسی اندہا دہند کارروائی خدا کی کبھی ہوسکتی ہے۔ البتہ بے عقل چھوکریوں کی ہوا کرتی ہے"۔ صـ ۶۰۰ +

خدارا ان الفاظ کو آریہ شرفا پڑہیں اور ہمارے تحمل بھاری بردباری کی داد دیں۔ درثمین کے پاک اشعار کے متعلق یہ طوفان بے تمیزی اور اپنے گھر کی یہ حالت۔ ابھی تو مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ صفحات کے صفحات ایسے فقرات کے دیئے جاسکتے ہیں جنکو پڑھکر خود معترض بھی فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ قابل ضبطی کونسی کتابیں ہیں +

(فضل حسین قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء

طاعون کے بارے میں چند سوالات کا جواب

تین سوالات ہیں۔

(۱)۔ کیا طاعون مرزا صاحب کے انکار کے باعث ہے۔

(ب) یہ کیوں نہ کہا جائے۔ کہ طاعون مرزا صاحب کے جھوٹے دعوے کی وجہ سے ہے۔

(۲) کیا طاعون مرزا صاحب کے صدق کا نشان ہے۔

(۳) وہ حدیث دکھلائیں جس میں لکھا ہے کہ طاعون مسیح موعود کے زمانہ میں آئیگا۔

سوال اول کی نسبت عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ لاتبدیل قانون ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا۔ کہ جب کوئی نبی و رسول مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس کے انکار پر شوخی و شرارت سے کام لینے پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا

فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ
یَضَّرَّعُوْنَ (اعراف ۹ ع۱۲) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا۔ مگر ہم نے اس کے
رہنے والوں کو سختی اور مصیبت میں مبتلا کیا۔ تا وہ گڑگڑائیں۔ (۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ
اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ
یَتَضَرَّعُوْنَ (انعام ۷ ع۵) اور ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے۔ تو ان کو
سختیوں اور مصیبتوں میں پکڑا تا وہ رجوع بحق ہوں۔ پس وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ
رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ۱۵ ع۲) "ہم نہیں عذاب دیتے جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں" کے
قاعدہ کلیہ کے مطابق یہ عالمگیر عذاب جو طاعون۔ قحط۔ جنگ کی صورت میں نمودار ہے شہادت
دے رہا ہے۔ کہ کوئی فرستادہ مبعوث ہو چکا ہے۔ اب فرمایئے حضرت اقدس کے سوا کون
صادق مدعی ماموریت ہے۔ جس کی تکذیب کا نتیجہ یہ عذاب الٰہی ٹھہرایا جائے۔

(ب) یہ کہنا کہ طاعون (سیدنا) مرزا صاحب کے جھوٹے دعوے کی وجہ سے ہے نہایت بے ادبی
گستاخی اور کفار کی ہمنوائی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ جب کفار عذاب میں گرفتار ہوتے
تو کہتے کہ اے نبی یہ تمھاری ہی شامت ہے۔ پس اس کا جواب بھی وہی کافی ہے۔ جو خدا
تعالیٰ نے اپنے کلام میں دیا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی
وَمَنْ مَّعَہٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اعراف ۹ ع۱۶)
اور اگر ان کو کوئی دکھ پہنچتا تو (حضرت) موسٰی اور ان کی جماعت کی نحوست سمجھتے۔ سو ان کی
شامت اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر یہ لوگ علم سے کام نہیں لیتے۔ (۲) قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا
بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالُوْا
طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (یٰس ۲۳ ع۲) کہنے
لگے کہ ہم تمہاری وجہ سے مبتلاء عذاب ہوئے۔ اگر تم اپنے دعوے سے باز نہ آؤ گے۔ تو ہم تمھیں
سنگسار کر دیں گے۔ اور ہم سے تمھیں دردناک عذاب پہنچیگا۔ ان مرسلوں نے کہا تمھاری
شامت تمھارے ساتھ ہے۔ کیا تمھیں سمجھایا گیا۔ تو الٹے ہمیں الزام دیتے ہو۔ تم بڑی خطاکار
قوم ہو۔ (۳) قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِکَ وَبِمَنْ مَّعَکَ قَالَ طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (النمل ۱۹ ع ۴) انھوں نے کہا کہ ہم نے تجھے اور تیرے لوگوں کو بڑا منحوس پایا۔ صالح نے کہا تمھاری شامت تمھارے ساتھ ہے۔ تم ہی شیطان کے بہکائے ہوئے ہو۔

افسوس ہے کہ مسلمان کہلاکر زبان سے وہ کلمات نکلیں جو کافروں کے منہ سے نکلا کرتے تھے عذاب کے وقت منکرین نے ہمیشہ نبی وقت سے یہی کہا کہ یہ تمھارے دعوے کی شامت ہے۔ لیکن واقعات نے بتا دیا کہ یہ ان کی اپنے اعمال کی شامت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ظالم نہیں۔ وَمَا کَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (القصص ع ۶ ۲۰) تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا۔ جب تک ان کے مرکز میں رسول نہ مبعوث کرے جو ان پر ہماری آئتیں پڑھ کر سنائے۔ اور ہم بستیوں کو تبھی ہلاک کرتے ہیں۔ کہ ان کے رہنے والے ظالم ہو جائیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عالمگیر عذاب بغیر بعثت رسول آجائے۔ اور پھر عذاب آنے پر ہلاک لوگ ہوں۔ اور کسی کے خیال میں گناہ اس شخص کا ہو جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔ اگر اس مدعی کی شامت سے عذاب ہے تو چاہیئے کہ وہ اور اس کی جماعت ہلاک ہو۔ مگر ایکر عذابوں میں خدا تعالیٰ نبی اور اس کی جماعت اور دیگر منکرین نبوت میں نمایاں فرق اور بیّن امتیاز رکھتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ طاعون حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تکذیب وشوخی وشرارت ومقابلہ کی وجہ سے آیا۔ اور خدا نے مسیح موعود اور اس کی جماعت کو نسبتاً محفوظ رکھا۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ اِنّی اُحافظ کل من فی الدار (الہام مندرجہ الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶۔ صفحہ ۷) ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء یعنی میں تمام ان لوگوں کو جو دار (مسیح موعود کی چار دیواری) میں رہنے والے ہیں۔ اس عذاب سے محفوظ رکھونگا۔) چنانچہ ایک دنیا نے دیکھا کہ خدا کے مسیح کا گھر طاعون سے محفوظ رہا۔ اور چونکہ ممکن تھا کہ اسے کوئی اتفاقی بات سمجھے۔ اس لئے آپ نے تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا۔ کہ اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرے گا۔ کہ میں یا میرے گھر والے طاعون سے بچائے جائیں گے۔ تو وہ ضرور طاعون میں مبتلا ہونگے۔ چنانچہ ۶۔ جون ۱۹۰۶ء کے بعد میں ایک اعلان بار دوم چھپا جو

جس میں سلسلہ کے بڑے بڑے مخالفین مولوی ثناء اللہ۔ مولوی عبد الجبار مولوی عبد الواحد و عبد الحق جعفر زٹلی۔ ڈاکٹر عبد الحکیم وغیرہم کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انی احافظ کل من فی الدار و احافظک خاصۃ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے۔ کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے۔ طاعون سے بچاؤنگا۔ اور خاص کر تجھے چنانچہ گیارہ برس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے۔ یا جو شخص ان کا ہمرنگ ہے۔ یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے۔ کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ خدا کا کلام نہیں۔ ولعنۃ اللہ علی من کذب وحی اللہ۔ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ولعنۃ اللہ علی من افتری علی اللہ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔"

پس اس دعوے کی موجودگی میں نہ تو اس حفاظت الٰہی کو معمولی بات کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ طاعون مسیح موعود کے صدق کا نشان تھا۔ اور حضور ہی کے انکار کی وجہ سے تھا۔ اور آپ کے جھوٹے دعوے کے سبب کہنا تو بالکل بیہودگی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ کے دعوے کی تکذیب کے سبب طاعون آئی جو ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن ہاں بعض لوگ اس عذاب کو قد مس آباءنا الضراء والسراء کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ایسی ہرج مرج ہوتی ہی رہتی ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ قول بھی کفار کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ طاعون موجب شہادت ہے۔ اس لئے رحمت ہے یہ بھی بالکل غلط کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلوار کا عذاب تھا۔ اور وہی تلوار صحابہؓ کے لئے شہادت کا موجب ہوئی۔ اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون کا عذاب ہے اور یہی

طاعون شہادت کا موجب ہو سکتی ہے۔ مگر کن کے لیے؟ جو مسیح موعود مرسل من اللہ کے اصحاب ہیں۔ اور مومنین میں داخل ہیں۔ طاعون کے عذاب ہونے کا ثبوت لیجیے۔ (صحیح مسلم باب الطاعون)

عن اسامۃ قال رسول اللہ صلعم انّ ھذا الطاعون رجز سلط علی من کان قبلکم او علی بنی اسرائیل (یہ طاعون ایک عذاب ہے۔ جو تم سے پہلوں یا بنی اسرائیل پر مسلط ہوا)

(۲) ان رجلا سأل سعد بن ابی وقاص عن الطاعون فقال اسامۃ بن زید انا اخبرک بہ قال رسول اللہ صلعم ھو عذاب او رجز ارسلہ اللہ علی طائفۃ من بنی اسرائیل (باب الطاعون صحیح مسلم) ایک شخص نے سعد بن ابی وقاص سے طاعون کے بارے میں پوچھا اسامہ بن زید نے کہا میں بتاتا ہوں رسول اللہ نے فرمایا یہ عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا۔

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ آیا طاعون مرزا صاحب کے صدق کا نشان ہے۔

اس کا جواب کچھ تو اوپر ہو چکا اور بتا دیا گیا کہ طاعون کیونکر مسیح کے صدق کا نشان ہے۔ پھر ہم جو مسیح موعود کی پیشگوئیاں پڑھتے ہیں۔ تو ان میں بالتفصیل طاعون کا ذکر ہے۔ براہین احمدیہ میں ہی الامراض تشاع والنفوس تضاع کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر ولمّا طغی الفسق المبید بسیلہ تمنّیت لو کان الوباء المتبر کی دعا حمامۃ البشریٰ مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں ہے۔ جبکہ طاعون کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر فروری ۱۸۹۸ء میں آپ نے اشتہار دیا اور اپنا کشف شائع کیا۔

خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو تو انھوں نے جواب دیا یہ طاعون کے درخت ہیں۔ جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ (ایام الصلح صہ ۱۲۱ و اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء)

سو اس کے بعد تمام ہندوستان نے دیکھا کہ طاعون کس زور شور سے پھیلا۔ پس طاعون آپ کے صدق کا نشان کیوں نہ ہو جب کہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول (اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔)

تیسرا سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں طاعون آنے کا کہاں ذکر ہے۔

اس کے لئے اول تو قرآن مجید میں بصراحت تمام آیا ہے۔

(۱) وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا عَذَابًا شَدِیْدًا کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۶ ۱۵)

ہر ایک بستی کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں۔ یا سخت عذاب دینے والے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اس پیشگوئی کے ماتحت ضروری ہے کہ آخری زمانہ میں ایک عالمگیر عذاب آئے چنانچہ وہ آیا۔

دوم۔ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ (النمل ع ۶ ۲۰)

اور جب ان پر فرد جرم لگ جائیگا۔ تو ہم زمین میں سے ان کے لئے ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو زخمی کرے گا۔ اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے نشانوں پر یقین نہ کرتے تھے۔

دآبہ کے معنی کیڑا اور تکلیم کے معنی زخم لغت کی کتب سے دیکھ لیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ مَا دَلَّھُمْ عَلٰی مَوْتِہٖ اِلَّا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَہٗ (سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی۔ مگر زمینی کیڑے نے جو اس کا عصا کھا رہا تھا۔)

پس یہ طاعون کی صریح پیشگوئی ہے۔ کیونکہ یہ امر اپنے محل پر ثابت ہو چکا ہے کہ طاعون کے اجرام (کیڑے) ہیں جو انسان کے بدن پر زخم لگاتے ہیں۔ اور یہ سزا ہے نشانات صدق نہ ماننے کی۔ کانوا بآیاتنا لا یوقنون نے یہ بھی بتا دیا کہ اس وقت

کوئی مامور نشان دکھلانے والا بھی موجود ہوگا۔ دابۃ الارض کا ظہور مسیح موعود کے زمانہ میں مسلّمہ فریقین ہے۔ اور اس دابۃ الارض کے متعلق احادیث میں آیا ہے۔

وہ ایک جانور ہے۔ طول اس کا ۶۰ گز سر گائے کی مانند آنکھ خوک کی مانند کان مانند فیل۔ گردن مانند شتر مرغ سینہ مانند شیر دم مانند دنبہ (معیار المسیح)

یہ اصل میں اسی بیماری کے تمثلات ہیں۔ جو مختلف اشخاص کو ان کی فطرت و حالات کے مطابق نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بیماری آنے سے پہلے اونٹ ہاتھی شیر وغیرہ نظر آتے ہیں۔

پھر انجیل میں بھی طاعون مسیح موعود کے زمانہ کا نشان لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو متی باب ۲۴۔ آیت ۳ - ۷ -

تیرے آنے اور زمانے کے آخر ہونے کا کیا نشان ہے۔ تب یسوع نے جواب دیا....... قوم قوم پر بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آئیگی۔ اور کال اور مری پڑیگی۔ اور جگہ جگہ بھونچال آئیں گے۔ یہ سب کچھ مصیبتوں کا شروع ہے۔

آپ خدا کے لئے غور فرماویں۔ آیا یہ وہی وقت ہے یا نہیں۔ کیا بادشاہت بادشاہت پر بر سر جنگ نہیں ہے۔ اور کیا قحط کے ساتھ مری یعنی طاعون نے تھوڑی تباہی ڈالی ہے؟

پھر مکاشفات باب ۱۶۔ آیت ۲ دیکھئے۔

تب ان لوگوں میں جن پر اس درندہ جانور کا نشان تھا۔ اور ان میں جو مورت کی پوجا کرتے تھے برا اور زبون پھوڑا پیدا ہوا۔

یہ بھی طاعون ہی ہے۔ جو مسیح کے وقت میں ظاہر ہونیوالا تھا۔

اس کے بعد احادیث لیجیے۔

ا ۔ صحیح مسلم کی حدیث بروایت النواس بن سمعان مسیح کے نزول کے ذکر کے ساتھ فیرسل اللہ علیہم النغف فی رقابہم نغف طاعون ہی ہے

ب ۔ حدیث عن ابی بکر کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار فقال اللھم طعنا و طاعونا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لے غلہ میں دعا فرمائی کہ یا اللہ طعن (تلوار کا عذاب) اور طاعون کا عذاب چنانچہ بعثت اول میں جو امیین میں ہوئی تلوار کا عذاب ہے۔ اور بعثت ثانیہ میں جو آخرین منہم میں ہوئی طاعون پھیلا۔

ج۔ عن الحسین بن سعید عن صفوان بن یحییٰ عن عبد الرحمن بن الحجاج عن سلیمان ابن خالد قال سمعت اباعبد اللہ یقول قیام القائم موتان موت احمر و موت ابیض حتی یذھب من کل سبعۃ خمسۃ فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون۔ یعنی الامام القائم (مہدی موعود) کے وقت میں دو موتیں پڑینگی۔ موت احمر اور موت ابیض یہانتک کہ ۷ میں سے ۵ ہلاک ہونگے۔ (یہ طاعون جارت ہے۔ جس سے قادیان کے محفوظ رہنے کی پیشگوئی ہے۔ اور دارمیں قطعًا ایک کیس بھی نہ ہونے کی) موت احمر سے مراد تلوار ہے۔ اور موت ابیض طاعون ہے۔ یہ سب حدیث کا ترجمہ ہے۔ دیکھو (اکمال الدین)

د۔ امام جعفر صادق کی روائت مہدی کے وقت خوف شدید اور طاعون ہوگا (حدیث الغاشیہ ص ۳۴۹)

لا۔ مہدی کے وقت وبا رطاعون اکثر نمودار ہوگی۔ (ترجمہ مہدی نامہ قاضی القضات مولوی ارتضا علی خاں)

اُمید ہے یہ حوالجات کافی ہونگے۔ اور اب سائل کو یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوگی کہ طاعون مسیح موعود کے صدق کا نشان ہے تعجب ہے کہ مدعی بھی موجود اور اس کی نسبت نشان بھی موجود اور پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے۔ طاعون تو آپ کے سامنے موجود۔ اور آپ اس کی تباہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اور پھر روایات میں یہ آگیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگا۔ اکی نسبت یہ بحث کہ یہ روایت ضعیف ہے موقوف ہے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ پیشگوئی پوری ہو چکی اب اسے ضعیف قرار دینا ایمان کا نشان نہیں۔

ایک پادری صاحب کے توحید پر منطقی اعتراضات

اور

ان کے جوابات

اس مضمون کے شائع کرنے میں مجھے خوشی بھی ہے اور کچھ رنج بھی۔ خوشی تو اس لئے کہ یہ جواب مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب العلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور میں نے عمداً اس میں کوئی ترمیم و اصلاح نہیں کی۔ اور رنج اس لئے کہ لوگوں میں علمی مذاق کم ہے۔ ایسے مضامین سے بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر میں مجبور ہوں کہ علمی مضامین کو اضافہ معلومات اور مخالف مولویوں پر اتمام حجت کے لئے شائع کروں

(ایڈیٹر)

کچھ دن ہوئے ایک صاحب نے مجھے پرچہ نور افشاں مطبوعہ ۲۹۔ جون ۱۹۱۷ء کا دکھلایا۔ جب میں نے اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے تیسرے صفحہ پر چند فلسفی دلائل مسئلہ تثلیث فی التوحید پر ایک مسیحی صاحب نے لکھے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہو گیا جس کا قول یہ ہو کہ تثلیث فی التوحید کا مسئلہ عقل میں نہیں آسکتا۔ اور اس کا سمجھنا عقل سے بالاتر ہے۔ وہ الٰہیات میں عقلیات سے کیوں کام لے۔ بہرحال اس نے وہاں پر اثبات تثلیث فی التوحید کے چار دلائل دیئے ہیں۔ جن کا جواب ذیل میں تحریر ہے۔

پہلا اعتراض اگر ذات واجب تعالیٰ کی وحدت میں اقانیم ثلاثہ کی کثرت نہ مانی جاوے تو صدور کثیر عن الواحد کا اشکال درپیش ہے۔ وجہ اشکال یہ کہ جب ہم مانتے ہیں کہ ذات واجب تو تمام کائنات کی (جو ممکن الوجود ہے) علت تامہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی کثرت نہ پائی جاوے تو واحد علت راسی واحد جس میں عقلی و اعتباری کثرت کو بھی مدخل نہ ہو) سے کثیر معلولات کیسے صادر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر

دو معلول بھی صادر ہونگے تو مصدر تین ضرور ان کی متغایر ہونگی۔ اور دو مصدریتوں کا وجود اس کے تکثر پر دال ہے۔

جواب اوّل جب خدا تعالیٰ تمام کائنات کی علت تامہ ہے۔ اور صدور کثیر عن الواحد محال ہے۔ تو پھر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کائنات کے تمام افراد کے مطابق خدا کی ذات میں کثرت نہ مانی جاوے اقانیم ثلٰثہ ہی کیوں ماننے جاویں۔ اس لئے کہ کائنات عالم میں صرف تین ہی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ ہزارہا نہیں لکھو کھا اشیاء ہیں جن کا شمار کرنا بھی محال ہے۔ جن کے واسطے بقول آپ کے علیحدہ علیحدہ مصدر ہونا ضروری ہے۔ تو پھر اقانیم ثلاثہ کہاں رہے۔ اور تثلیث کہاں گئی۔ اس طرح تو خدا کی ذات میں ہزاروں اور لاکھوں کی کثرت ہوگئی۔

جواب ثانی دوسرا جواب یہ ہے کہ فلسفیوں نے اگر الواحد لایصدر عنہ الا الواحد کا اصول مانا ہے۔ تو دوسری طرف یہ بھی مانا ہے کہ خدا کی ذات میں بالکل کثرت نہیں۔ اور وہ من کل الوجوہ واحد ہے اور شریک الباری ہونا محال اور ناممکن ہے۔ جیسے ملاحظہ ہو شرح ہدایۃ الحکمۃ خیرآبادی مطبوعہ مطبع مجتبائی صہ ۲۰۲

فصل فی کیفیۃ توسط العقول بین الباری تعالیٰ و بین العالم الجسمانی وقد مرّ ان واجب الوجود لا کثرۃ فی حقیقتہ اصلاً (ترجمہ) یہ فصل توسط عقول بین الباری تعالیٰ و بین العالم الجسمانی سے ہے۔ اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ واجب الوجود (یعنی خدا) واحد ہے۔ اس کی ذات میں بالکل کثرت نہیں۔ پھر فلسفی اس سلسلہ کو اما صول کے ساتھ کہ الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اس طرح چلاتے ہیں۔ ومعلولہ الاول ھو العقل المحض والافلاک معلولات للعقول لکنّ الافلاک فیہ کثرۃ والعقل الذی یصدر عنہ الفلک الاعظم یجب ان یکون فیہ کثرۃ حتیٰ یمکن صدور الکثرۃ عنہ وتلک الکثرۃ لا یمکن ان تکون مستفادۃ من الباری تعالیٰ والّا لزم صدور الکثرۃ عن الواجب تعالیٰ فتکون الکثرۃ صادرۃ عن العقل لکن لا باعتبار صدورہ عن واجب الوجود والّا لزم ان

یصدر الکثیر عن الباری تعالیٰ ولا عن نفس ذاتہا لانہا بسیطۃ فیستحیل ان یصدر عنہا اکثر من واحد بل باعتبار ان لہا ماہیۃ ممکنۃ الوجود لذاتہا واجبۃ الوجود بعلتہا فیلزم وجوب الوجود بالغیر وامکان الوجود لذاتہ فیکون العقل الاول باحد ھذین الاعتبارین ھو وجوب الوجود للغیر مبدءً للعقل الثانی وبالاعتبار الاخر ھو امکان الوجود لذاتہ مبدء للفلک وبھذا الطریق یصدر عن کل عقل عقل الی ان ینتھی الی العقل التاسع فیصدر عنہ فلک القمر وعقل ۱۰ ھو المبدء الفیاض المدبر لما تحت فلک القمر فیصدر عنہ الھیولی (ترجمہ) پس خدا کا معلول اول عقل محض ہے۔ اور افلاک عقول کے معلولات ہیں۔ لیکن افلاک میں کثرت ہے۔ پس وہ عقل جس سے فلک اعظم صادر ہوتا ہے ۔ واجب ہے کہ اس میں کثرت ہو کہ اس سے صدور کثیر ہو سکے۔ لیکن وہ کثرت جو عقل محض میں ہوگی واجب الوجود سے صادر نہیں ہوتی۔ ورنہ اگر ایسا ہو تو صدور کثیر بار تعالیٰ سے لازم آئیگا۔ بلکہ اس کے اس اعتبار کر کہ اس کے لئے ایک ماہیۃ ممکنۃ الوجود لذاتہا واجبۃ الوجود لعلتہا ہے ۔ پس وجوب وجود للغیر وامکان الوجود لذاتہا لازم آیا۔ پس ان دو اعتباروں سے ایک یعنی امکان الوجود لذاتہا کے لحاظ سے مبدء فلک کیلئے ہوگی۔ اور وجوب وجود بالغیر کے لحاظ سے مبدء عقل ثانی کے لئے ہوگی۔ پس اسی طریق کے ساتھ ہر ایک عقل کے لئے ایک عقل اور ایک فلک ہوگا۔ یہانتک کہ عقل تاسع تک پہنچ جاویگا۔ پس اس سے فلک القمر اور عقل عاشر صادر ہوگی اور عقل عاشر ہی مبدء فیاض مدبر لما تحت فلک القمر کیلئے ہے۔ پس اس سے ہیولی عنصریہ صادر ہوگا۔ انتہی۔ اس عبارت سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے۔ کہ اہل فلاسفہ خدا کی ذات میں کثرت کو نہیں مانتے۔

جواب ثالث تیسرا جواب یہ ہے کہ تمام کائنات کو خلق کرنا ایک فعل ہے۔ جو کہ خدا سے ظہور ہوا ہے۔ جیسے شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۲۰۲ میں لکھا ہے فظہر ان مازعموہ من ان المبدء الاول واحد من جمیع الوجوہ

و ان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد لا یستلزم ان لا یکون العالم المرکبات من المختلفات فعلا لہ (ترجمہ) پس ظاہر ہوگیا کہ جو انھوں نے خیال کیا ہے کہ مبدء اول من جمیع الوجوہ واحد ہے۔ اور یہ کہ واحد واحد سے صادر نہیں ہو سکتا یہ قانون اس بات کو مستلزم نہیں ہے۔ کہ عالم جو کہ مختلفات سے مرکب ہے۔ مبدء اول (یعنی خدا) کا فعل نہو انتہیٰ

پھر جیسا کہ محقق طوسی نے شرح اشارات میں لکھا ہے اذا فرضنا مبدء اول ولیکن آ و صدر عنہ شئی واحد ولیکن ب فھو اولی مراتب معلولاتہ ثم من الجائز ان یصدر عن آ بتوسط ب شئی ولیکن ج الخ (ترجمہ) ہم مبدء اول مثلاً آ فرض کرتے ہیں۔ اسی سے ایک چیز ب صادر ہوئی پس ب آ کے معلولات سے پہلا معلول ہے۔ پھر جائز ہے کہ ب کے واسطے آ سے تیسری چیز جو کہ ج ہے صادر ہو۔ اسی طرح الی آخرہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۲۰۷ پس اس عبارت سے صاف معلوم ہوگیا کہ ایک سے ایک سے زیادہ چیزیں صادر ہو سکتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

جواب رابع چوتھا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں۔ کہ ایک سے صرف ایک چیز ہی نکلے بلکہ ایک سے زیادہ نکل سکتی ہیں جیسے ہم ایک دائرہ کے وسط میں نقطہ فرض کرتے ہیں۔ باوجود اس کے واحد ہونے کے ہم اس سے چار خط نکال سکتے ہیں اور اس کی شکل اس طرح ہے۔

تو کیا اس سے ہم یہ کہینگے کہ نقطے چار ہو گئے ہرگز نہیں اس کو واحد ہی کہا جاویگا۔

جواب خامس پانچواں جواب یہ ہے کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد سے مراد یہ ہے۔ کہ ایک وقت میں دو چیزیں صادر نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ زید فی حد ذاتہ انسان کا ایک فرد ہے۔ جو کہ واحد ہے پھر باوجود اس کے واحد ہونیکے اس سے مختلف اوقات میں ایک سے زیادہ افعال صادر ہوتے ہیں۔ تو کیا کثیر افعال کا صادر ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ زید کی ذات ایک نہیں بلکہ کئی ذاتیں ہیں۔ جاہل سے

جاہل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی بہت ساری ذاتیں ہیں۔

جواب سادس

چھٹا جواب یہ ہے کہ اگر خدا کی ذات میں کثرت مانی جاوے جیسے کہ آپ تین کی مانتے ہیں۔ تو اس سے خدا کو مرکب ماننا پڑیگا۔ اس لئے کہ ایسا واحد جس میں کثرت بالفعل پائی جاوے۔ اس کا نام واحد بالترکیب ہے۔ جیسے شرح ہدایت الحکمۃ صفحہ ۱۳۲ میں لکھاہے۔ وقد یکون واحدٌ بالترکیب الذی یکون لہ کثرۃ بالفعل بخلاف واحد حقیقی ماننے کے جیسے صفحہ ۱۳۲ میں لکھاہے وقد یکون حقیقت وھو الذی لا ینقسم اصلاً پس ذات باریتعالیٰ کو تین اجزاء سے مرکب ماننا پڑیگا۔ تو اس سے یہ نقص لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مرکب ماننا پڑیگا۔ کیونکہ ہر مرکب کا ایک مرکّب ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کو حادث ماننا پڑیگا۔ پھر یا دور لازم آئیگا یا تسلسل جو کہ محال ہیں۔

پس ان چھ جوابوں سے صاف ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں کثرت ماننا بالکل نادانی اور جہالت ہے۔ اور اس کے ماننے سے خدا کی ذات میں بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں۔ یہانتک کہ اس کی خدائی سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

دوسرا اعتراض

دوسری دلیل مسیحی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ:۔ اگر ذات واجب تعالیٰ میں کثرت نہیں تو مخلوق میں کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ جب کثرت کا علم ذات باریتعالیٰ کو ذاتی نہیں تو مخلوق کے (جو مسبوق بالعدم ہے) خلق کرنے میں کثرت کا ارادہ کیسے کیا کیونکہ تقدم علم کا ارادہ پر ضروری ہے۔ اور جب ارادہ نہیں کیا تو فعل خلق کیسے صادر ہوا۔ پس ضرور ہے کہ علم کثرت کا ذات واجب تعالیٰ کو بذاتہٖ ہو۔ اور یہ جبھی ہوگا جب خدا کی ذات میں کثرت ہوگی۔

جواب

پہلے سوال کے جواب میں یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ مخلوق کا کثیر ہونا تکثر ذات باریتعالیٰ پر دال نہیں ہے۔ اور نہ ہی اہل فلاسفہ تکثر ذات باریتعالیٰ کو مانتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ تقدم علم ارادہ پر ضروری ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ علم سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ بلکہ بذاتہ علم ہی ہے۔ جیسے ملاحظہ ہو شرح

ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۹۱ - تقریرہ ان ارادۃ اللہ عند الحکماء عین علمہ بانہ کیف ینبغی ان یکون نظام الوجود حتی یکون علی الوجہ الاکمل و یسمونہ بالعنایۃ - (ترجمہ) کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ حکما یعنی فلسفیوں کے نزدیک عین اس کا علم ہے - کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے - مسیحی صاحب لکھتے ہیں کہ پھر جب ارادہ نہیں کیا - تو فعل خلق کیسے صادر ہوا - پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب خدا تعالیٰ عالم ہے تو اس کا مرید للاشیاء ہونا خود ثابت ہو گیا - اس لئے کہ ارادہ علم سے باہر نہیں ہے -

پھر آگے مسیحی صاحب نے لکھا ہے - پس ضروری ہے کہ علم کثرت کا ذات واجب تعالیٰ کو بذاتہ ہو - اور یہ جبھی ہوگا کہ جب خدا کی ذات میں کثرت ہوگی - انتہیٰ

صرف دعویٰ ہی دعویٰ کہ اگر یہ ہوگا تو یہ ہو جائیگا - اس بات کی دلیل بھی تو چاہئے - کہ واقعہ میں ایسا ہو بھی جائیگا - یا جس طرح ہو سکے یہ ثابت کر دینا ہے کہ خدا کی ذات میں کثرت ہے - ہم کہتے ہیں کہ اگر علم کثرت کا ذات باریتعالیٰ کو بذاتہ حاصل ہے - تو اس کی ذات میں کثرت کس طرح آ گئی - حالانکہ جس طرح خدا تعالیٰ عالم بالجزئیات ہے اسی طرح بالکلیات بھی ہے - اس لئے کہ وہ مجرد عن المادہ ہے - اور جو مجرد عن المادہ ہو - وہ عالم لذاتہ ہوتا ہے - بالکلیات بھی اور بالجزئیات المتغیرہ علیٰ وجہ کلی بھی - جیسے کہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۰۸ میں یوں لکھا ہے - ان الواجب عالم لذاتہ لانہ مجرد عن المادۃ قائم بذاتہ وکل مجرد عن المادۃ کذالک فھو عالم لذاتہ حاصلۃ ای حاضرۃ عندہ غیر غائبۃ عنہ والعلم ھو حصول حقیقۃ الشیٔ مجردۃ عن المادۃ ولواحقھا عند المدرک فالباری عالم بذاتہ پس اس عبارت سے خدا تعالیٰ کا عالم لذاتہ ہونا ثابت ہوتا ہے - پس کیا عالم لذاتہ ہونے سے خدا کی ذات میں تکثر لازم آیا - کیوں نہیں آیا - حالانکہ بقول آپ کے آنا چاہئے تھا - اس لئے کہ عاقل اور معقول کی دونوں طرفین اس میں پائی گئی تھیں - لیکن جیسا کہ شیخ نے تعلیقات میں لکھا ہے - کہ باریتعالیٰ کا عاقل اور معقول لذاتہ ہونا نہ اس کی ذات میں اور نہ ہی اعتبار میں اثنینیۃ کو واجب کرتا ہے - بلکہ ذات بھی واحدہ ہے - اور اعتبار بھی

واحد شرح ہدایۃ الحکمۃ صہ ۱۸۱ پھر دیکھو شرح ہدایت الحکمۃ صہ ۱۸۸ میں صاف لکھا ہے کہ ذات واحدہ منشاء انتزاع امور متکثرہ ہو سکتی ہے۔

واُجیب عنہ بان ما ذکرا ستبعاد محض لم لا یجوز ان تکون الذات الواحدۃ منشاء لانتزاع امور متکثرۃ کما قالوا ان ذات الواحدۃ الحقۃ منشاء لانتزاع القدرۃ والارادۃ وغیرھما من الصفات فیجوز ان تکون الذات الواحدۃ منشاء لانکشاف الکثرۃ (ترجمہ) جواب دیا گیا ہے کہ جو ذکر کیا گیا ہے۔ استبعاد ہے کیوں نہیں جائز کہ ذات واحدہ منشاء انتزاع امور متکثرہ ہو۔ جیسا کہ انھوں نے کہا ہے۔ کہ ذات واحدہ حقہ قدرۃ اور ارادت اور جو ان کے سوا صفات ہیں۔ ان کی منشاء انتزاع ہے۔ پس جائز ہے کہ ذات واحدہ منشاء انکشاف کثرۃ کا ہو سکے۔ انتہی۔ پس اس عبارت سے صاف عیاں ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات کو اگر امور کثیرہ کا منشاء انتزاع مانا جاوے تو اس سے اس کی ذات میں کثرت لازم نہیں آتی ورنہ وہی محالات جو پہلی دلیل کے جواب میں تحریر کئے جا چکے ہیں درپیش ہیں۔ اور نہ ہی اہل فلاسفہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کی ذات میں کثرت ہے۔

تیسرا اعتراض تیسری دلیل مسیحی صاحب نے اثبات تثلیث فی التوحید پر یہ دی ہے۔ خدا کی صفات جو ازلی ہیں غیر ذات الٰہی ہو ہی نہیں سکتیں اور جب عین ذات ہونگی تو چونکہ واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے اس لئے اس کی ذات میں بالضرورت کثرت ہوگی

جواب اول مسیحی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فلسفیوں میں اس بات میں اختلاف ہے۔ کہ آیا صفات خدا کی عین ذات ہیں یا غیر ذات جیسے ملاحظہ ہو شرح عقائد نسفیہ مطبوعہ مصر صہ ۵۹

وھی لاھو ولا غیرہ یعنی ان صفات اللہ تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر القدماء والنصاریٰ ان لم یصرحوا بالقدماء المتغایرۃ لکن لزمھم ذالک لانھم اثبتوا الاقانیم الثلاثۃ التی

ھی الوجود والعلم والحیاۃ وسموھا الاب والابن والروح القدس وزعموا ان اقنوم العلم قد انتقل الی بدن عیسیٰ فجوزوا الانفکاک والانتقال فکانت الاقانیم ذوات متغایرۃ (ترجمہ) کہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ ہی عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ پس نہ ہی غیر کا قدیم لازم آیا اور نہ تکثر قدماء کا۔ اور نصاریٰ نے اگرچہ قدماء متغائرہ کی تصریح نہیں کی۔ لیکن یہ لازم آتا ہے۔ کہ انھوں نے تین اقانیم مانے ہیں۔ وجود اور علم اور حیاۃ جن کا نام انھوں نے اب ابن روح القدس رکھا ہے۔ اور خیال کیا ہے کہ اقنوم علم کا بدن عیسیٰ کی طرف منتقل ہو گیا۔ تو انھوں نے انفکاک اور انتقال کو جائز رکھا۔ تو اقانیم ذوات متغائرہ ہوئے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں کلام کرنا بہت صعوبت ہے۔ اس لئے کہ نہ ہی ان کو واجب کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ممکن۔ پھر لکھا ہے وسیأتی بھذا زیادہ تحقیق یعنی بعدما ذکرنا فی تحقیق ان الصفات لیست عین الذات ولا غیرھا۔ پس اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ صفات نہ خدا کی عین ذات ہیں نہ غیر ذات لیکن بقول آپ کے کہ وہ عین ذات ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صفات کی کثرت تکثر ذات باریتعالیٰ کو مستلزم نہیں ہے۔ مثلاً ایک انسان کی کئی صفات ہیں۔ جیسے ہنسنا رونا۔ چلنا بیٹھنا۔ دیکھنا۔ سننا۔ مارنا کھانا پینا۔ یہ سب اس کی صفات میں داخل ہیں۔ تو کیا صفات کی کثرت سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ایک انسان نہیں۔ بلکہ کئی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ہی ہے۔ اس میں کثرت نہیں پیدا ہوئی۔ پس صفات کے کثیر ہونے سے ذات میں کثرت نہیں آتی۔ اگر کہو کہ انسان کی ذات غیر سے حاصل ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ انسانی صفات تو اس کی ذات کو خود بخود حاصل ہیں۔ اور وہ فاعل مختار ہے۔ اور یہی مطلب عین ذات ہونے کا ہے کہ اس کو خود بخود حاصل ہیں۔ کسی غیر سے حاصل نہیں کیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ واجب الوجود صفات کا ہی تو نام ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ در بما یطلق واجب الوجود علیٰ صفاتہ تعم شرح عقائد نسفیہ ص۵ پس یہ کیسی بیہودہ بات ہے کہ صفات کی کثرت سے ذات میں کثرت لازم آتی ہے۔ پھر دیکھئے فلسفی خدا کی صفات کو مانکر بھی خدا کی ذات کی توحید کے

قایل ہیں جیسے کہ پہلی دلیل کے دوسرے جواب میں ثابت کیا جاچکا ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں بالکل کثرت نہیں ۔ اور وہ من کل الوجوہ واحد ہے ۔ اب رہیں صفات سو اسکے واسطے ملاحظہ ہو شرح ہدایۃ الحکمۃ صفحہ ۱۷۶ ۔ ولان ذاتہ کا فیۃ فیمالہ من الصفات لانہالولم تکن کافیۃ فیمالہ من الصفات لکان شئ من صفاتہ حاصلاً لہٗ تعم من غیر فیکون حضور ذالک الغیر ووجودہ علۃ لوجود تلک الصفۃ فیہ وغیبتہ وعدمہ علۃ لعدمہا ترجمہ اسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے ۔ او کسی سے اس کو صفات حاصل نہیں ہوئیں ۔ اگر آپ صفات باریتعالیٰ کے متعلق زیادہ توضیح چاہیں ۔ تو شرح عقائد نسفیہ میں اس کو بہت بسط سے لکھا گیا ہے ۔ اسکا مطالعہ کریں ۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں ”چونکہ واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے اس لیئے اس کی ذات میں بالضرورت کثرت ہوگی“ اگر واحد کا عین کثیر ہونا محال ہے ۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے ۔ کثیر کا بھی عین واحد ہونا محال ہے ۔ نہ ہی ایک تین ہوسکتا ہے ۔ اور نہ تین ایک ہو سکتے ہیں

طریق فیصلہ

جب تین کا عین واحد ہونا محال ہے ۔ اور دوسری طرف ہم خدا کی ذات کو واحد مانتے ہیں ۔ اور آپ تین مانکر ایک مانتے ہیں ۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دونوں جھوٹے ہوں ۔ ایک ضرور جھوٹا ہے ۔ لیکن پہلے ثابت کیا جاچکا ہے ۔ کہ خدا کی ذات میں کثرت نہیں تو فیصلہ کا طریق یہی ہے کہ ایسی بات کو سچا کہا جاوے جس کو دونوں مانتے ہوں ۔ اور وہ خدا کا واحد ہونا ہے ۔ اسلیئے کہ دونوں فریق غلطی نہیں کرسکتے ۔ اور ایک غلطی پر ہوسکتا ہے ۔ پس آپ خدا کو تین بناتے ہیں اور ہم اس کے منکر ہیں اور خدا کو واحد مانتے ہیں ۔ اور آپ بھی واحد تو مانتے ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے تین نہیں ۔ اگر تین مانے جاویں تو شریک الباری لازم آئیگا ۔ جو کہ تمام علماء منطق کے نزدیک محال ہے ۔

چوتھا اعتراض

چوتھی دلیل جو مسیحی صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے ۔ کثرت اور وحدت دونوں معقولات ثانیہ سے ہیں ۔ اور امور دو امر اعتباری ہیں ۔ جبکہ کثیر واحد سے زائد ہے ۔ اور ہر معقول ثانی کے ادراک کیلئے پہلے اس ذات کا علم ضروری ہے ۔ تو جبکہ ذات واجب لا محدود ہے ۔ اور کمیّ اور کمّ کی قیود سے منزہ ہے

بلا اسکی تمام و کمال ذات کا پورا پورا علم حاصل کئے کیسے اسکی کمیت کی تعیین اور اسکی ذات کو وحدت محض میں تقیید کرتے ہیں جب اسکی ذات لامحدود مکان ولامکان دونوں میں موجود ہے۔ اور کسی مکان یا زمانہ سے خاص نہیں تو وہ ذات کثرت اور وحدت دونوں کو کیوں شامل نہ ہوگی۔ اور لقص بالوحدت ہوکر بے حد و عد کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب اس دلیل سے بھی مہاجان کا خود اپنا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب اسکی ذات لامحدود مکان ولامکان دونوں میں موجود ہے۔ اور کسی مکان یا زمانہ سے خاص نہیں ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ وہ ذات کثرت یا وحدت دونوں کو کیوں شامل نہ ہوگی۔ اور نقص بالوحدت ہوکر بے حد و عد کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تین مانکر جب حد و عد میں مقید کر دیا گیا۔ تو پھر اسکی ذات لامحدود اور بے حد و عد کیسے رہی پھر کثرت بھی تو اتنی ہی ماننی چاہیئے۔ کہ جس سے اسکی ذات کا لامحدود ہونا ثابت ہو جائے۔ نہ کہ تین سے لامحدود ولامعدود ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر آپ کیوں اسکی کمیت کی تعیین کرتے ہیں۔ اور اسکی ذات کو تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ پس آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ تقسیم اسی کی ہوا کرتی ہے۔ جو محدود اور معدود ہو اور مادی ہو۔ جب آپ نے اسکی ذات کے تین حصے بنلئے۔ تو صاف ثابت ہو گیا۔ کہ آپ نے ذات الٰہی کو محدود اور معدود اور مادی چیزوں سے مانا۔ اور خدا کا محدود اور معدود اور مادی چیزوں سے ہونا محال ہے پس مستلزم محال وہ بھی محال وجہ لزوم یہ ہے کہ یہ نقص خدا کی ذات میں کثرت ماننے سے لازم آیا ہے۔ کہ وہ مادی چیزوں سے ماننا پڑا۔ پھر خدا تعالےٰ کا کم وکم کی قیود سے منزہ ہونا ہی بتلاتا ہے۔ کہ اسکی ذات میں کثرت نہیں اور من کل الجہات واحد ہے۔ اور ایسی ہستی ہے۔ کہ جو ہر زمان اور ہر مکان میں پائی جاتی ہے۔ اور

جو واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

(جلال الدین از میکھواں)

وید تین ہیں یا چار

دعویٰ

آریہ سماج ویدوں کی نسبت یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ "وید الہامی پُستک ہیں" "وہ تعداد میں چار ہیں۔ "رگ وید" "یجر" "شام" "اتھروید" - اور یہ ہر چہار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے۔ ان رشیوں کے نام "اگنی" - "وایو" "ادتیہ" - "انگرا" ہیں۔ یہ چاروں پُستکیں دنیا کی ابتدا میں نازل ہوئیں۔ یعنی ہر چہار وید اور "دنیا" ہمعصر ہیں۔ ان کو آپس میں کوئی "تقدم" "و تاخر" حاصل نہیں - اور یہ خالص "الہام الٰہی" ہیں۔ انہیں انسانی ملاوٹ کا کوئی دخل نہیں۔ ہر سرشٹی کے ابتدا میں پرمیشور ان چاروں ہی رشیوں پر چار وید نازل کرتا ہے۔ جیسے "خدا ازلی" ہے۔ ایسے ہی اس کا "کلام ازلی" ہے۔

اس دعویٰ کی پڑتال

"وید الہامی ہیں" "وید چار ہیں" "وید ازلی ہیں" ان ہر سہ دعاوی میں سے آج ہمنے صرف اس دعوے کی کہ "وید چار ہیں" پڑتال کرنی ہے۔ کہ آیا واقعی وید چار ہیں۔ اگر چار وید ثابت نہ ہو سکے۔ جیسا کہ ناظرین کو بھی معلوم ہو رہیگا۔ تو اس کے ساتھ ہی "ازلیت" "الہامی" وغیرہ دعووں پر بھی پانی پھر جائیگا۔ کیونکہ جب چوتھے وید کی نسبت ثابت ہو گیا۔ کہ یہ ان تینوں "رگ" "یجر" "شام" کے بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔ تو "الہامی" "ازلیت" کے دعوے کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ان ہر سہ ویدوں یعنی رگ - یجر - شام سے معلوم کرتے ہیں کہ حقیقت میں کتنے وید ہیں۔ اس کے بعد منو سمرتی بعد میں سوامی جی کی کتب سے پڑتال کرینگے۔

کوئی ایسا وید منتر نہیں جسمیں چوتھے وید منتر کا ذکر ہو۔

ہم نے جہاں تک غور کیا ہمیں آجتک کوئی ایسا وید منتر نہیں ملا۔ جسمیں چوتھے وید یعنی اتھروید کا بھی حال مندرج ہو۔ ہاں ایسے بہت سے منتر ملے جن میں صرف "رگ" "یجر" "شام" تینوں کے ہی نام گنائے گئے ہیں۔ اگر اتھروید بھی وید ہوتا تو ضرور اسکا نام ان کے ساتھ ساتھ ہی درج ہوتا۔ اس کا نام ان ہر سہ ویدوں کے ساتھ نہ آنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وید تین ہیں چار نہیں۔

منتر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وید تین ۳ ہیں۔

اُن منتروں میں سے چند یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ جن سے تینوں ویدوں کا ہی پتہ چلتا ہے۔

منتر (۱) اے عالم جس طرح انسان زمین پر پیدا ہو کر عالی بل کے کرنے لائق یگیہ پوجن یا دان کو حاصل کرتے ہیں یا جس ملک میں رگوید۔ سام وید اور یجروید میں بیان کئے ہوئے اعمال مال و متاع کی تحصیل کیلئے اعلےٰ اعلےٰ علوم وغیرہ کی خواہش یا اناج وغیرہ سے دُکھوں کو ناش کرتے ہیں۔ الخ یجروید ادھیائے ۱۸ منتر ۱

منتر (۲) میرے آتما میں پران اور اُپان درڑھ ہوں۔ میری زبان فصیح و بلیغ ہو میں جسمانی طاقت کو حاصل کروں۔ رگوید روپ بانی کو حاصل کروں منن کرنیوالے انتہ کرن کی مانند یجروید کو حاصل کروں۔ اوپاسنا کی سادھک شام وید کو حاصل کروں۔ روشن بینائی اور صحیح وسلامت کانوں کو حاصل کروں"۔ (یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۱)

منتر (۳) اے مخزن رحمت بھگوان جس دل میں رگ وید۔ شام اور یجروید قائم ہیں جس میں موکش کا حقیقی علم موجود ہے الخ (یجروید ادھیائے ۳۴ منتر ۵)

منتر (۴) اس سَروہُت یگیہ سے رگ اور سام اس سے چھند پیدا ہوئے۔ یجر بھی اس سے ظاہر ہوا۔ (یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۷)

علےٰ ہذا القیاس کئی ایسے منتر ہیں جن میں تینوں ویدوں کا ہی ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر اتھروید کا نام کہیں نہیں ملتا۔

چند حوالے برہمنوں سے کہ وید تین ہیں

اب ہم دو ایک حوالے براہمنوں (ویدوں کی شرح) سے دکھلاتے ہیں۔ انمیں بھی تینوں ویدوں کا ہی ذکر موجود ہے

نمبر ۱:۔ اُن سے جب ان پر الہام یا انکشاف ہوا۔ سہ گانہ وید ظاہر ہوئے۔ اگنی سے رگوید۔ وایُو سے یجروید۔ اور سوریہ سے سام وید ظاہر ہوا"۔ شتپتھ براہمن کانڈ ۱۱ ادھیائے ۵

نمبر ۲:۔ رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھاس پوران اپنشد سوتر اشلوک اور انکے ویاکھان آدی"۔ (براہمن کانڈ ۱۴۔ ادھیائے ۶ براہمن ۱۰)

اُپنشد کا حوالہ کہ وید تین ہیں

اسی طرح اُپنشدوں میں بھی کئی جگہ تین ہی وید لکھے ہیں مثلاً "تو اُس نے اس کلام اور آتما سے سب کچھ یعنی جو کچھ یہ رگ وید یجروید۔ شام وید اس سے چھند یترجگیہ رعایا اور جانور پیدا ہوئے۔"
(دیکھئے براہدارنیک اپ نشد)

منوسمرتی سے حوالے کہ وید تین ہیں۔

اب ہم منوسمرتی سے چند شلوک نقل کرتے ہیں۔ جن سے تین ویدوں کا ہی ثبوت ملتا ہے۔ اگر اتھروکا وجود بھی منوسمرتی کی تصنیف کے زمانہ میں ہوتا۔ تو ضرور اُس میں اتھرو کا حال لکھا جاتا۔ جیسا کہ باقی تینوں کا حال مرقوم ہے۔

پہلا شلوک:۔

"یہر یگیہ کے پورا کرنے کے لئے اگنی۔ والو۔ آدت نامی رشیوں کے دلوں میں وید کا پرکاش کیا۔" (منو ادھیائے ۱ شلوک ۲۳)

یہاں بھی تین ہی ملہموں کا ذکر ہے۔ چوتھے کا کوئی ذکر نہیں۔ آگے ملاحظہ ہو۔

دوسرا شلوک:۔

"انہیں تینوں ویدوں سے برہما جی نے گائیتری منتر کے تین پاد نکالے۔" منو $\frac{۷۷}{۲}$

تیسرا شلوک:۔

"تینوں لوک۔ تینوں آشرم۔ تینوں وید۔ تینوں اگن یہی تینوں شخص ہیں۔" منو $\frac{۲}{۲۳۰}$

چوتھا شلوک:۔

"چھتیس ۳۶ یا اٹھارہ یا نو ۹ برس تک تینوں ویدوں کی تعلیم کے واسطے برت یعنی مستقل ارادہ سے کام کرنا چاہیئے۔ الخ" منو $\frac{۳}{۱}$

پانچواں شلوک:۔

"تینوں وِدیا دو وید وِدیا ایک وید سلسلہ سے (کل تین) پڑھکر اکھنڈ برت کرنے والا آدمی گرہستھ آشرم میں آوے۔ الخ" منو $\frac{۳}{۲}$

چھٹا شلوک:۔

"سام وید کو سنکر رگ وید اور یجر وید کو نہ پڑھے"۔ الخ منو $\frac{4}{123}$

ساتواں شلوک :۔

"رگوید کے دیوتا دیو ہیں یجر وید کے دیوتا منشہ ہیں۔ سام وید کے دیوتا پتر ہیں اس سے سام وید کا شبد پوتر نہیں ہے"۔ منو $\frac{4}{124}$

آٹھواں شلوک :۔

"بیفکر ہو کر رگ وید۔ یجر وید و سام وید کی سنگھتا میں سے ایک ایک سنگھتا کو تین دفعہ مزاولت کر کے سب پاپوں سے چھوٹتا ہے"۔ منو $\frac{11}{269}$

نواں شلوک :۔

"اور جو شخص تینوں ویدوں کو پڑھا ہو۔ لیکن سب چیز کا بیچنے والا و ناپاک چیز کا کھانیوالا و خلاف شاستر عمل کرنیوالا ہو۔ وہ قابل تعظیم نہیں ہے"۔ منو $\frac{2}{118}$

دسواں شلوک :۔

"اکار اکار مکار ان تینوں اکشروں کو اور بھوہ بھوہ سوہ ان کو بھی برہمانے تینوں ویدوں سے نکالا ہے"۔ منو $\frac{2}{76}$

گیارھواں شلوک :۔

"راجہ صبح کیوقت اٹھکر ایسے برہمنوں کا جو رگوید۔ یجر وید۔ سام وید کو اربقہ سہت ٹھیک طور پر جانتے ہوں۔ درشن اور پوجن کرے۔ اور حکم کا تابع رہے"۔ منو $\frac{7}{37}$

منو سمرتی میں جہاں بھی ویدوں کی بابت کسی قسم کا ذکر ہوگا۔ وہاں صرف تین وید کا نام ہی ہیگا چوتھے کا نام ہرگز نہ ہوگا۔ اسی طرح گیتا میں بھی تین ویدوں کا ہی ذکر ہے۔ اور ساتھ ہی دیگر درشن میں بھی تین ویدوں کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ادھیائے ۲ سوتر ۵ اسمیں بھی تین ویدوں ہی کا نام ہے۔

ستیارتھ پرکاش کے حوالے کہ وید تین ہیں

اب اور کتابوں کے حوالہ جات سے فارغ ہو کر سوامی جی کی کتب سے بھی تین ویدوں کے نام دکھلاتے ہیں۔

پہلا حوالہ :۔ "آٹھویں سال سے آگے چھتیسویں سال

تک یعنی ایک ایک وید کو معہ اس کے انگوں اور اُپانگوں کے پڑھنے میں بارہ بارہ سال مل کر چھتیس اور آٹھ سال ملاکر چوالیس الخ ستیارتھ پرکاش ص ۴۹

یہاں سوامی جی مہاراج تینوں ویدوں کے پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بچہ آٹھ سال کا ہو تو پھر ایک ایک وید بارہ بارہ سال کے عرصہ میں پڑھے یعنی کل تعلیم چھتیس سال کی ہوگی۔ اگر چوتھا وید ہوتا تو اسکی تعلیم کا حکم بھی دیا جاتا۔ اور ملاحظہ ہو دوسرا حوالہ۔

دوسرا حوالہ:۔ "رگ وید۔ یجروید۔ سام وید کے عالم اگر تین شخص بھی رکن انجمن ہو کر آئین باندھیں۔ تو اُس انجمن کی باندھی ہوئی آئین کا عدول بھی کوئی شخص نہ کرے"۔ ستیارتھ پرکاش ص ۲۴۲

یہاں تینوں ویدوں کے عالم جو ہوں اُن کے بارہ میں ایسا لکھا ہے۔ کہ وہ جو قانون مرتب کریں وہ قابل عمل سمجھا جائے۔ اگر چوتھا وید ہوتا تو اسکے عالم کا بھی ذکر ہونا چاہیئے تھا۔

بھومکا کا حوالہ

"اگنی۔ وایو۔ اور آدیتہ تینوں سے برہما نے یجیہ کی سِتھی کیلئے رگوید یجروید۔ اور سام وید حاصل کئے" (رگوید آدی بھاش بھومکا مترجمہ منشی رام جگیاسو ص ۳۸)

سائن بھاش کا حوالہ

بھاش بھومکا کے مترجمہ لالہ نہال سنگھ صاحب اس کتاب کے حاشیہ پر سائن اچاریہ کی کتاب کا حوالہ لکھتے ہیں۔

اُس میں بھی تین ہی ویدوں کا نام گنایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"وید ایشور کی تحریک سے خاص انسان یعنی اگنی۔ وایو۔ آدتیہ کی معرفت ظاہر ہوئے بحوالہ سائن رگوید بھاش۔ (منقول بھومکا اردو حاشیہ ص ۹)

پرانی تصنیفات میں اتھرو کا ذکر نہیں

اسی طرح پرانی تصنیفات میں جہاں بھی ویدوں کا ذکر آیا ہے تین وید یا تین علم لکھے گئے ہیں۔ اگر اسوقت چوتھا اتھرو بھی اس دنیا میں اپنی کوئی ہستی رکھے ہوئے ہوتا۔ تو ضرور اس کا نام بھی پرانی تحریرات میں موجود ہوتا۔ اُس کا نام برعکس اُن تینوں ویدوں کے پرانی تصنیفات میں نہ ہونا ثابت کر رہا ہے۔ کہ وہ بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔

خود اتھرو وید سے اتھرو کا نام دکھانا مثبت مدعا نہیں

جب کبھی بھی ہمنے آریہ سماجیوں

سے یہ مطالبہ کیا کہ پہلی چوتھے وید کا نام تینوں ویدوں سے دکھلاؤ۔ تو وہ جھٹ ایک منتر اتھروید کا ہی سنادیا کرتے ہیں جس میں اتھروید کا نام بھی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ وید تو خود ہی زیر بحث ہے۔ جسکا تم حوالہ پیش کررہے ہو۔ سوال تو یہ ہے کہ رگ یجر۔ سام سے اتھروید کا نام نامی پیش کرو۔

یجروید کے ایک منتر سے جو چوتھے وید کا ثبوت دیا جاتا ہے غلط ہے

جب چاروں طرف سے لاچار ہوجاتے ہیں۔ تو یجروید کا ایک منتر پیش کردیا کرتے ہیں۔ خود نہیں سوچتے کہ اس منتر میں کہاں اتھروید کا نام ہے۔ بس یہ دیکھتے ہیں کہ سوامی جی نے اتھروید کا نام ترجمہ میں لکھا ہے اسلئے ٹھیک ہے۔ حالانکہ یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ نرا سوامی جی کے ترجمہ پر بھروسہ کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ جس طرح آریہ سماجی اس مطالبہ کا جواب دیتے وقت چکرا جاتے ہیں۔ اسی طرح سوامی جی نے بھی اس سوال سے گھبرا کر کچھ تاویل کی ہے۔ جو بالکل فضول ہے۔ ہم وہ منتر اور اس کا ترجمہ جو بانی آریہ سماج کی طرف سے کیا گیا ہے۔ یہاں لکھتے ہیں اور ساتھ ہی ناظرین کیخاطر اسکی اصل حقیقت بھی آشکار کئے دیتے ہیں۔ وہ یجروید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر ہے۔

ترجمہ از سوامی جی۔

"اُس یگیہ یعنی ہست مطلق عین علم اور عین راحت وغیرہ صفات سے موصوف محیط کُل پرمیشور سے جو سرو ہُت اور قادر مطلق پربرہم ہے۔ رگوید۔ یجروید۔ سام وید اور چھند یعنی اتھروید چاروں ظاہر ہوئے"۔

اس منتر میں ہرگز ہرگز بھولے سے بھی اتھروید کا نام نہیں ہے۔

چھند کے معنی اتھرو نہیں بلکہ بحر

صرف ایک لفظ چھند پڑا ہے جس کے معنی اتھروید کے لئے جارہے ہیں۔

اصل میں چھند کے معنی ہیں "علم عروض کے بحر" یہ معنی ہم نہیں کرتے بلکہ ستیارتھ اور بھومکا میں بیسیوں جگہ چھند کا لفظ آیا ہے۔ وہاں مترجم آریہ نے "بحر" ہی معنی لئے ہیں

خود سوامی جی بھی چھند کے معنی یہی "بحر" کرتے ہیں۔ دیکھئے ستیارتھ صفحہ ۷۴

"اسکے بعد پنگل آچاریہ کی تصنیف متعلقہ علم عروض پڑہیں جس سے ویدک اور لوکک (دنیاوی) چھندوں یعنی نظم کا علم نئے اشعار بنانے کا طریق بھی جیساکہ چاہئے سیکھیں"۔ الخ

اسی طرح دیکھئے بھومکا صفحہ ۵ و صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۲ حاشیہ و صفحہ ۲۳ وغیرہ

ہم کہتے ہیں کہ اگر چھند کے معنی اتھرووید ہی ہے تو نرکت جو لغت کی آریہ صاحبان کے نزدیک مستند کتاب ہے۔ اُس سے دکھلائیں جہاں یہ معنی کئے ہوں مگر یہ معنی وہاں ہرگز نہ دکھلا سکینگے۔ پس یہ تمام تاویلیں باطل ٹھہریں۔ اور اتھرو کا کہیں سے پتہ نہ چل سکا۔

اس منتر کا ترجمہ

اب ہم اس منتر کا جو لفظی ترجمہ ہے وہ بھی ایک سماجی کے قلم سے ہی کیا ہوا پیش کرتے ہیں۔ اور وہ سماجی کون اسی بھومکا کا مترجم ہے۔ طرہ یہ کہ اسی منتر کے ذیل میں حاشیہ پر یوں رقمطراز ہے۔ "اس منتر کا لفظی ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوتا ہے کہ اُس سروہت یگیہ سے رگ اور شام پیدا ہوئے۔ اُس سے چھند پیدا ہوئے۔ یجر بھی اُسی (پرمیشور) سے ظاہر ہوا" بھومکا حاشیہ صفحہ ۵ سام سے چھند پیدا ہوئے اسکا کیا مطلب۔ یہ کہ سام تمام منظوم ہے۔ پس معنے صاف ہیں۔ کہ سام سے علم عروض نکلا ہے۔

اور پھر چھند اصل متن سنسکرت عبارت میں جمع کے صیغہ میں آیا ہے یعنی چھندس۔ تو جمع کے معنے واحد کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور اتھرو وحد ہے۔

قدیم زمانے کے حریفانہ ویدکی شہادت کہ وید تین ہیں۔

پھر تین ویدوں کے ہونیکا ایک زبردست ثبوت اور ہم پیش کرتے ہیں۔ یعنی قدیم زمانہ میں ویدوں کے جو مخالف جین مذہب بدھ مذہب وغیرہ کے پیرو تھے۔ وہ بھی اپنی تحریرات میں تین وید ہی لکھتے ہیں۔ سوامی دیانند نے اُنکا ایک قول ستیارتھ میں نقل کیا ہے۔

ملاحظہ ہو ستیارتھ صفحہ ۴۲۷ سمولاس ۱۲ دفعہ ۳

"چارواک مت کا واعظ برہسپتی کہتا ہے۔ کہ اگنی ہوتر۔ تین وید۔ تر دنڈ۔ اور راکھ کے لگانے کو عقل اور ہمت سے بے بہرہ لوگوں نے اپنی روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے"۔

مگر اسوقت بھی چاروں وید ہوتے تو ضرور مخالف بھی اپنی تحریرات میں چاروں کا نام لکھتے۔ مگر

نہیں وہ بھی ویدوں کی تردید کرتے ہوئے۔ تین وید ہی لکھتے ہیں۔

پس ویدوں سے براہمنوں اور گیتا۔ درشن اور منو سمرتی اور سوامی جی کی کتب اور سائن آچاریہ اور مخالفین وید کی تحریرات سے تین وید ہی ثابت ہوئے۔ چوتھا اتھروید بہت بعد کی تصنیف معلوم ہوا۔

ایک آرین دلیل کی تردید

ناظرین کی خاطر ہم آریوں کی ایک اور دلیل کو بھی یہاں پاش پاش کئے دیتے ہیں۔ جو وہ چاروں وید ثابت کرنیکے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ چوتھے کا نام ویدوں۔ براہمنوں۔ منو سمرتی وغیرہ میں نہیں۔ تو جواباً آریہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ویدوں میں تری ودیا یعنی تین مضمون ہیں اور وید کے معنی بھی علم کے ہیں۔ اسلئے جہاں تین وید لکھے ہیں۔ وہاں چار ہی سمجھنے چاہئیں۔ کیونکہ مضمون تین ہیں۔ اور کتابیں چار۔ اس لئے جہاں تین ویدوں کا ذکر آیا ہے وہاں صرف تین کتب ہی مراد نہیں بلکہ تین مضمون مراد اور وہ مضمون یہ ہیں:۔ علم۔ عمل۔ عبادت۔

مگر اے آریہ صاحبان آپ کی اس تاویل کو ہم نہ چلنے دینگے۔ دیکھئے اپنی اس تاویل کے خلاف اپنے گورو کا فرمان ملاحظہ کرو۔ لکھتے ہیں۔ "ویدمیں چار مضمون ہیں۔ وگیان کانڈ (معرفت) کرم کانڈ (عمل) اُپاسنا کانڈ (عبادت) اور گیان کانڈ (علم)" (بھومکا صد ۲۵)

پس یہ تاویل بھی باطل ٹھہری۔ ہم اس مضمون کو اور بھی طویل کر سکتے ہیں مگر قلتِ گنجائش کے خیال سے اسی پر اکتفا کیجاتی ہے۔ امید ہے کہ آریہ صاحبان اس مضمون میں جو تین ویدوں کے متعلق دلایل پیش کئے گئے ہیں۔ انکو غور سے دیکھینگے۔ اور جانچینگے۔ اور اگر واقعی کوئی ایسا منتر نیا نکال لائیں جس میں چوتھے وید کا نام ہو۔ تو ہم اپنے اس مضمون کو واپس لے لینگے۔ مگر ایسا کرنے کی ہرگز طاقت آریہ صاحبان میں نہیں۔ این خیال است و محال است و جنوں۔

اس بحث سے معلوم ہوگیا۔ کہ چوتھا وید ان تینوں کے بعد کی تصنیف ہے۔ تو جب ایک کا تصنیف ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ تو باقی تینوں بھی الہامی نہ رہے۔ اور نہ ازلی کہلانے کے مستحق ہوئے کیونکہ جب جزو ازلی نہیں تو کُل پر ازلیت کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے ؎

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۱)

شیعہ:- سُنی لوگ ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کہتے ہیں حالانکہ جناب علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ صدیق اکبر اور فاروق میں ہوں۔ اور ابن ماجہ میں بھی ایک روایت ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا۔ انا عبداللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس سبع سنین۔

احمدی:- ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو نہ صرف سُنی ہی ایسا مانتے ہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابوں سے بھی اُن کا صدیق اور فاروق ہونا ثابت ہے۔

ثبوت اوّل تفسیر علی بن ابراہیم قمی زیر آیہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام لکھا ہے۔ کہ غار ثور میں جب آنحضرت صلعم نے جناب جعفر طیار اور ان کے اصحاب کو اعجاز نبوت سے سمندر میں جاتے ہوئے کشتی پر سوار دکھا اور ابوبکر نے عرض کیا کہ ہمیں بھی دکھا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا "انت الصدیق" دیکھو۔ تفسیر مذکور مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۷۔

ثبوت دوم پھر اگر صدیق اکبر کے یہ معنی ہیں۔ کہ سب سے پہلے رسول صلعم پر ایمان لانے والا اور آپ کی تصدیق کرنیوالا تو یہ امر بھی بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت تمام ملک عرب میں ابوبکرؓ کو ہی کی گئی۔ اور انہوں نے سب سے پہلے نبی کریم صلعم کی تصدیق فرمائی۔ حیدر علی آملی شیعی نے اپنی کتاب کشکول میں اس باب میں ایک طویل روایت لکھی ہے۔ اور پھر اس کا ترجمہ عربی سے فارسی میں فاضل شوستری نے مجالس المومنین میں کیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ میں نے عرصہ ہوا غالباً ۱۹۰۹ء میں اخبار بدر میں شائع کیا تھا۔ اس روایت کا ایک ضروری فقرہ سردست اس مقام پر لکھ دیتا ہوں۔ فاسلم اول الناس من الکفار فسماہ النبیؐ من ابی فضیل ابابکر ومن عبد العزی عبداللہ یعنی پس کفار میں سے سب سے پہلے ابوبکرؓ اسلام لائے اور اُن کے جو دو نام ابی فضیل اور عبد العزی تھے۔ اُن کی جگہ رسول صلعم نے ابابکر اور

عبداللہ نام رکھے۔ اور فاضل طبرسی لکھتے ہیں۔ واختلف فی اول من اسلم من المهاجرين فقيل اول من آمن خديجة بنت خويلد ثم علی بن ابی طالب وھو قول ابن عباس وجابر بن عبد الله وانس وزید بن ارقم ومجاہد وقتادۃ وقيل ان اول من اسلم بعد خديجة ابو بکر عن ابراهیم النخعی وقيل اول من اسلم بعدها زید بن حارث عن الزهری زیر آیہ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان یعنی اختلاف ہے اس بارہ میں کہ مہاجرین میں سے کون پہلے اسلام لایا۔ پس کہتے ہیں کہ پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ اور ان کے بعد جناب علی علیہ السلام۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بعد خدیجۃ رضی اللہ عنہا کے ابو بکر ایمان لائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خدیجہؓ کے بعد زید بن حارثہ جو آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ ایمان لے آئے۔

ثبوت سوم پھر صدیق کی وجہ تسمیہ کی بابت مورخین اسلام نے لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم نے معراج کا ذکر ابو جہل سے فرمایا تو وہ سخت متعجب ہوا۔ اور عرض کیا کہ کیا آپ لوگوں کے سامنے بھی اسکا اظہار کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں پس ابو جہل نے جلدی سے کفار قریش کو بلایا جب انہوں نے سنا تو وہ سخت متعجب ہوئے بعضوں نے انکار کیا بعضوں نے تالیاں بجائیں۔ بعضوں نے سر پر ہاتھ رکھے۔ اور بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے پھر ابو جہل ابو بکرؓ کے پاس گیا۔ اور معراج کا ذکر انکو سنایا۔ تو صدیق نے فرمایا۔ ان کان قال کذلک فقد صدق انی لاصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء فی غدوة او روحة فسمی الصديق من يومئذ کامل ابن اثیر جلد ۲ صہ ۲۵ کہ اگر میرے صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ تو اس نے سچ فرمایا ہے۔ اگر اس سے بھی وہ عجائب۔ غرائب واقعہ ذکر فرمانے میں تصدیق کو حاضر ہوں۔ اس کو نزول وحی دن میں ہو یا رات کو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں پس اسی دن سے آپ کا نام صدیق پڑ گیا۔

اس روایت کا پورا ترجمہ فارسی تاریخ روضۃ الاحباب میں بھی ہے یاد رہے کہ مورخ روضۃ الاحباب سید امیر جمال الدین محدث کو فاضل شوستری نے اہل شیعہ میں شمار کیا ہے۔ اور اسکی کمال علمیت وفضیلت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ حسان عالم سخنان عالمگیرش تحفۃ الاحبار وریاض کبیر

وشمایل دلپذیرش روضۃ الاحباب است" مجالس المومنین مجلس پنجم صفحہ ۲۲۷ -

روایت مذکورہ بالا کے آخر میں مورخ موصوف لکھتے ہیں "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ازاول

ثبوت چہارم یہی مورخ لکھتے ہیں کہ آیۂ والذی جاء بالصدق بہ سے مراد رسول صلعم اور صدیق ہے - چنانچہ فرماتے ہیں - ابو المعالی وکلبی رحمہما اللہ کہ از اعیان اصحاب تفسیر اند کہ مراد از الذی جاء بالصدق رسول است صلے اللہ علیہ وسلم و مراد از وصدق بہ ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ - دیکھو روضۃ الاحباب ذکر بعض از آیات قرآنی کہ در شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نازل شدہ -

ثبوت پنجم علاوہ ازیں روایات سے ثابت ہوتا ہے - کہ ابوبکرؓ کا یہ لقب صدیق خود زمانہ نبویؐ میں ہی زبان زد خاص و عام ہو گیا تھا - اور آپ ہی اسکے لئے مخصوص مشہور تھے -

چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصارؓ سعد بن عبادہ کو خلیفہ رسولؐ بنانے گئے اور اس بارہ میں مختلف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں - تو ابو الہیثم التیہان مشہور انصاری نے اس موقعہ پر جو اشعار حاضرین کو مخاطب کر کے سنائے - ان میں ایک شعر یہ بھی تھا - ؎

وانی لارجو ان یقوم بامرنا
علیؓ او الصدیقؓ والامر من غد

اس کے ترجمہ میں مورخ ناسخ التواریخ لکھتے ہیں :- اینک چشم آں دارم کہ علی بن ابی طالب یا پسر ابو قحافہ (ابوبکر الصدیقؓ) واگرنہ عمرؓ بن الخطاب یا عثمانؓ بن عفان یا یک تن از بزرگان انصار شبان ایں گلہ و راعی ایں رمہ گردد وگرنہ ازیں پندار ہائے آشفتہ و کردار ہائے درہم رفتہ ایمن نتواں بود - دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۱۹

ابو الہیثمؓ انصاری مذکور جناب رسول صلعم کی وفات پر اس خوف سے کہ مبادا مدینہ کے یہود و نصاریٰ و منافقین ہجوم کر آئیں - یا مسیلمہ کذاب دفعۃً خروج کر دے - کہتا ہے کہ اس نازک موقعہ پر امید ہے کہ جناب علی علیہ السلام یا صدیقؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ یا انصار میں سے کوئی بزرگ مسلمانوں کے ریوڑ کا گڈریا بنجائے ورنہ اس سراسیمگی و پریشان خالی کے سلقوان مفاسد سے بچنے کا کوئی ذریعہ ممکن نہیں - دیکھئے خدا کی قدرت کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے سوائے ابوبکر کے سب کے اس نے اصلی نام لے لئے ہیں - لیکن ابوبکر کی بجائے اس نے مرف

صدیق ہی کہا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر اپنے لقب خداداد صدیق کے ساتھ مشہور تھے۔ فہو المراد۔

بخاری میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کوہ احد پر چڑھ گئے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ بھی ہمراہ تھے۔ پہاڑ میں کچھ حرکت ہوئی۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔ بخاری مولوی احمد علی ولی ص ۵۲۰ نیز دیکھو مسلم نووی ص ۲۸۲

صدیق کہلانیکے وجوہات

متلاشیان حق کی مزید تسلی کے واسطے یہاں پر صدیقؓ کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں جو فاضل مورخ روضۃ الاحباب نے لکھا ہے۔ اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱۔ یعرف فی التوریتہ بالصدیق ویرا بآں جہت صدیق خوانند یعنی توریت میں آپ کا نام صدیق تھا۔ اسواسطے انکو صدیق کہا کرتے تھے۔

۲۔ یا بجہتہ آنکہ حضرتؐ باوے فرمود حق سبحانہٗ تعالےٰ ترا صدیق نام کردہ۔ یعنی یا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو فرمایا کہ خداوند کریم نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔

۳۔ یا بسبب آنکہ درقصہ معراج اول کسے کہ تصدیق آں سرورؐ فرمود او بود۔ یا اس لئے کہ معراج کی سب سے پہلے جس نے تصدیق کی وہ تھے۔

۴۔ یا بواسطہ آنکہ مروی است اوّل کسے کہ تصدیق رسالت آں منبع جاہ وجلالت فرمود او بود صدیقش گفتند۔

یا اس لئے کہ سب سے پہلے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اسواسطے اُن کو صدیق کہتے تھے۔

۵۔ وبعضے از اہل تحقیق برآنند کہ آں معدن تصدیق وتوفیق راباں سبب صدیق خوانند کہ ظاہر وباطن او بر صدق وراستی مستقیم بود۔ والصدیق من لم یتغیر باطن امرہ من ظاہرہ۔ یعنی بعض محققین کے نزدیک اُس تصدیق وتوفیق کی

کان کو اس لئے صدیق کہتے ہیں کہ اُن کا ظاہر و باطن صدق اور راستی پر قائم تھا۔ اور صدیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکا ظاہر اس کے باطن سے مختلف نہ ہو۔ (بلکہ یکساں ہو)

۶۔ وقیل الصدیق ھو الصادق قولاً و فعلاً و دیناً و عقلاً اور صدیق اسکو کہتے ہیں۔ جو صادق ہو۔ قول و فعل میں اور از روئے دین اور عقل کے۔

۷۔ و بعضے از عرفا بر آں اند صدیق کسے ہست کہ بذل کند کونین را در رویت حق تعالیٰ مانند ابو بکر صدیقؓ کہ چوں رسول صلے اللہ علیہ وسلم در تجہیز جیش عساری تبوک از وے پرسید کہ ما ابقیت لنفسک در جواب گفت اللہ و رسولہ مثنوی

از زبان صادق و بجان صدیق — چوں نبی مشفق و چو کعبہ عتیق
صدق او میزبان ایماں بود — مصطفیٰ ہر چہ خواست او آں بود
ہمہ خویش کردہ در کارش — ہمہ او گشتہ بہر دیدارش
خواجہ با وقار آہستہ — دست لطفش شکستہ را بستہ

یعنی بعض عارفین کی یہ رائے ہے۔ کہ صدیق اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے مالک و مولا کریم کی خاطر دونوں جہان کی پونجی کو خرچ کر دے۔ جیسے کہ ابو بکر صدیقؓ نے کی۔ کہ جب معرکہ تبوک کے لئے آنحضرت صلعم تیار ہو رہے تھے۔ تو ابو بکر سے پوچھا۔ کہ اپنے نفس کیلئے گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں عرض کیا کہ خدا اور رسولؐ کو۔

ابن ماجہ والی حدیث کا جواب

اب ابن ماجہ والی حدیث جو آپنے اعتراض میں پیش کی ہے۔ اس کا مختصراً جواب عرض کرتا ہوں۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد اسکو کوئی اپنے پر چسپاں نہ کرے گا۔ مگر کذاب۔ اور میں نے دوسروں سے سات سال پہلے نماز پڑہی ہے۔ جناب مرتضوی علیہ السلام نے دعویٰ تو صدیق اکبر ہونیکا فرمایا۔ مگر ساتھ ہی اس کے تحدید کر دی ہے کہ میرے بعد اس لقب شریف کو اپنی ذات کیساتھ کوئی تجویز نہ کرے۔ سو اس میں مشکل اُن لوگوں کیلئے ہے جو ابو بکرؓ کو سابق الایمان نہیں مانتے۔ جب ہم ابو بکرؓ کو علی علیہ السلام سے سابق الایمان مانتے ہیں۔ تو پھر ہم پر اس تنبیہ کی زد کس طرح پڑ سکتی ہے؟ اور ساتھ ہی اس کے

ہم جناب علی علیہ السلام کے بعد کسی کو صدیق اکبر بھی نہیں مانتے ہیں۔

نماز میں سابق ہونیکا جواب

باقی رہا نماز میں سابق ہونے کا ثبوت سو وہ بھی خدا کے فضل سے ایسا محکم ثبوت ہمارے پاس ہے۔ کہ بقول شخصے اگر سارے جہاں کے شیعہ اسکی تردید کرنا چاہیں۔ تو انشاءاللہ قادر نہ ہو سکیں گے۔

حیدر علی فاضل شیعہ نے اپنی کتاب کشکول میں ایک حدیث لکھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ اپنے اصحاب میں بیٹھکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ نہیں سبقت کی ابو بکر نے نماز اور روزے میں تم سب سے لیکن بباعث اس چیز کے جو اس کے دل میں جم گئی۔ وکان النبیؐ یقول دائما بین جماعتہ اصحابہ ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا بصلوٰۃ ولکن بشیئ وقر فی صدرہٖ۔ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے بھی مجالس المومنین میں لیا ہے۔ دیکھو زیر ترجمہ سلمان فارسی۔ یاد رہے کہ صلیت قبل الناس سبع سنین یہ قول ہے۔ جناب علی علیہ السلام کا اور ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا بصلوٰۃ یہ حدیث نبویؐ ہے اب دونوں قولوں میں سے چاہے جناب علی علیہ السلام کے قول کو مقدم مانو چاہے رسول صلعم کے قول کو۔

ایک عجیب روایت

یہاں تک میں لکھ چکا تھا۔ کہ ایک اور عجیب و دلچسپ و نتیجہ خیز حوالہ ایک معتبر تاریخ کا میری نظر پڑ گیا۔ آگے ہی اس جواب میں اندازہ سے زیادہ طول ہو گیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں ناظرین کی طبائع ملول نہ ہوں۔ مگر یہ ایسا حوالہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد معاً وہ ملال انشاءاللہ زائل ہو جائیگا۔ اور متلاشیان حق کی روح مسرت کے وجد میں آجائیگی۔

یہ مورخ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ اور پیغمبر اور خدیجہؓ اور جبرئیلؑ نے مل کر نماز پڑھی۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد علی علیہ السلام ایمان لے آئے۔ اور وہ اسوقت گیارہ سال کے تھے۔ پھر جو نماز پڑھی وہ عصر کی تھی۔ جبرئیلؑ امام بنے۔ اس کے بعد زیدؓ بن حارثہ رسول صلعم کے غلام مسلمان ہوئے۔ تو پھر سب نے نماز پڑھی۔ یہ شام کی نماز تھی۔ لیکن " دل پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باسلام زنان وکودک و غلامے خورسند نے شد پس چوں ابو بکر صدیق مسلمان شد باز نماز گذاردند وقت نماز خفتن بود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باسلام ابو بکر

چناں خرم نہ شد۔ کہ باسلام آوردن ابوبکرؓ اوّل کسے کہ از مرداں مسلمان شد ابوبکرؓ ہست واز زنان خدیجہؓ واز کودکان علیؓ واز بندگان زید بن حارثہ۔ بہ سخن ابوبکر بعضی اکابر مسلمان شدند چوں عثمانؓ عفان وطلحہؓ وزبیرؓ بن عوام وسعد وقاص وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم تاریخ گزیدہ قلمی صفحہ ۱۳۷ موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا دل ایک عورت اور لڑکے اور ایک غلام کے ایمان لانے سے خورسند نہیں ہوتا تھا۔ رات کے وقت ابوبکر مسلمان ہو گئے۔ پھر جو نماز پڑھی تو خفتن کی نماز تھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے اسلام لانیسے اسقدر خورسند نہ ہوئے جسقدر کہ ابوبکر کے ایمان لانے سے اب فرمایئے اس مورخ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ ابوبکر بھی اسی دن ایمان لائے جسدن علی علیہ السلام اور نماز پڑھنے میں بھی سب برابر رہے۔ اب علی علیہ السلام کا سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھنا کہاں سے نکالو گے۔ ہاں سبع سنین کی جگہ سبع ساعات کہو تو شاید پھر کوئی تخالف واقع نہیں ہوتا۔

محققین اہل سنت کا جواب

معزز ناظرینؔ یہانتک تو میری ذاتی تحقیق ہے۔ اب جواس ابن ماجہ والی روایت کا جواب محققین اہلسنت نے دیا ہے۔ وہ بھی سن لیجیے جناب علی علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ میرے بعد کوئی صدیق اکبر نہیں ابوبکر صدیق کو خود مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کیونکہ صدیقیت کبریٰ کا شرف ان دونوں کو حاصل ہوا اس لئے کہ دونوں بزرگوار نزول وحی کے ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ لیکن اتنا فرق ہے۔ کہ ابوبکر عاقل و بالغ تھے اور علی علیہ السلام طفل تھے۔ اور آپ کا یہ قول صلیت قبل الناس اس میں جو الف و لام ہے عہد کا ہے۔ جنس کا نہیں ہے۔ کیونکہ باتفاق فریقین سب سے پہلے نماز پڑھنے والے تو رسول صلعم اور خدیجۃ الکبریٰ اور بقول بعض زید بن حارثہ ہیں۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ نماز فریضہ سے پہلے کی نماز کیونکہ نماز جو فرض ہوئی ہے۔ وہ شب معراج میں سبت کی رات سترھویں رمضان شریف کو ہجرت سے پہلے ڈیڑھ سال کو ہوئی ہے۔ اور خیر الرمل نے بعض محققین سے ذکر کیا ہے کہ نماز فرض ہوئی ہجرت سے پہلے مکہ میں نبوت سے بارہ ۱۲ برس بعد اور اس سے ماقبل نماز سے مراد تسبیح و تہلیل ہے۔ جو لوگ کیا کرتے تھے۔ دیکھو حاشیہ بر حدیث مذکور بحوالہ انجاح ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۱۲

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لیے دیکھو تشحیذ ماہ جون ۱۹۱۸ء)

پیشگوئی نمبر ۸۵

اعراف ع - وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ یعنی خدا وہ ہے - جو بھیجتا ہے ہواؤں کو بطور خوشخبری نباتات کے پہلے رحمت اپنی کے - حتے کہ ٹکڑے بادلوں کے جمع ہو کر بوجھل ہو جاتے ہیں بلاتے ہیں وہ پانی شہر مردہ کو - پس نازل کیا اسنے پانی پھر نکالے ساتھ اسکے تمام میوہ جات - اسیطرح زندہ کرینگے ہم مردوں کو تاکہ تم کچھ نصیحت پکڑو -

ان آیات میں بھی ام القریٰ کے لیے ایک تمثیلی پیشگوئی سنادی کہ غور کرو - کہ جسطرح آسمانی بارش سے زمین مردہ کو ہم زندہ کرتے ہیں - اسیطرح وحی اللہ کی روحانی بارش سے مُردے زندے ہونگے - اور زمین کو تعلیم اسلام و توحید سے ہم عنقریب ہی سرسبز بنا دینگے اور بنا بھی دی - نبوت کے ایام موسم بہار کے ہوتے ہیں جو کسی کے اندر ہوتا باہر آجاتا ہے -

پیشگوئی نمبر ۸۶

اعراف ع - لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

ترجمہ :- بیشک بھیجا ہم نے نبی نوح کو اسکی قوم کیطرف - اے قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں کوئی الٰہ تمہارے لیے بجز اسکے - اور بیشک میں ڈرتا ہوں - اس دن عظیم سے کہ تم پر عذاب الٰہی آجاوے -

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کو واقع نوح کا بطور پیشگوئی کے سنا دیا - کہ بسبب بت پرستی

اور مخالفت حق کے تمہیں بھی ایکدن عظیم عذاب کا آنے والا ہے۔ جو تمہارے لئے قوم نوح کی مانند ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لئے عید اعظم۔ سو کون نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی غزوہ بدر و یوم الفتح مکہ میں پوری ہوئی۔ اور اسطرح خدا کی بات پوری ہوئی۔

پیشگوئی نمبر ۸۷

اعراف غ۔ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○

قوم صالح نبی کی جب نافرمانیوں میں بڑہی تو اپنے نبی سے کہدیا۔ کہ لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جسکا تو وعدہ سناتا ہے ہمکو اگر ہے تو سچے مرسلوں سے۔ پس پکڑ لیا۔ اُنکو زلزلہ نے۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

آیت ہذا میں بھی اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کو یہ واقعہ سنا کر ایک پیشگوئی سنا دی۔ کہ اگر تم نے بھی اپنے مرسل من اللہ کیساتھ منکرانہ سلوک کیا۔ تو ہم تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کرینگے۔ جو ہماری سنت ہے۔ پھر قوم ہود نبی اور شعیب نبی کا عذاب سنایا یہ سب پیشگوئیاں ہیں۔

پیشگوئی نمبر ۸۸

اعراف ع۱۲۔ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

ترجمہ۔ کیا بے ڈر ہو گئے۔ کہ بستی والے اس سے کہ آوے ان پر عذاب ہمارا رات کو بحالیکہ وہ سورہے ہوں۔ یا کیا نڈر ہو گئے بستی والے۔ اس سے کہ آوے انکے پاس ہمارا عذاب جنگ بوقت چاشت اور وہ کھیلوں میں مشغول ہوں۔ پھر کیا بے خوف ہو گئے۔ اللہ کی تدبیر سے۔ اور کبھی بے ڈر نہیں ہوتے اور اللہ کی باریک تدبیر سے مگر خسارا پانیوالے دین و دنیا میں۔

یہ بھی اہل القریٰ وام القریٰ کے لئے پیشگوئیاں تھیں۔ جو اپنے اپنے وقت پر سب پوری ہو گئیں۔ (اور ضحیٰ کے وقت میں ہی فتح مکہ ہوا تھا)۔ +

درس الحدیث

(از افاضات سیدنا اولو العزم)

باب - واذکر فی الکتاب مریم الخ

حدیث مسلم بن ابراہیم - لم یتکلم فی المھد الا ثلاثۃ - تین آدمیوں نے بچپن میں کلام کیا ہے - میں نے کئی دفعہ اپنا یہ عقیدہ بیان کیا ہے - کہ جہاں ہمارا کوئی حرج نہ ہو - شریعت کے حکم کے کوئی خلاف نہ ہو - ایسی بات کو مان لینا چاہیئے مگر یہاں میں اسکے ظاہری معنے ماننے سے مجبور ہوں کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا - کہ حضرت عیسیٰ نے کسطرح کلام کیا - آپ نے امۃ الحفیظ (جو میری چھوٹی بہن ہے - اسوقت اڑہائی سال کی تھی) کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جسطرح حفیظہ کلام کرتی ہے - اگر میں نے دریافت نہ کیا ہوتا - تو یہی ظاہری معنے کرتا - مگر میں چونکہ دریافت کر چکا ہوں اسلئے مجبور ہوں - میں اسکے یہی معنی کرونگا - کہ انکی عمر جس میں انہوں نے کلام کیا - اتنی ہی تھی جتنی عمر میں ایک بچہ بخوبی باتوں کو سمجھ سکتا ہے -

راعی کا لڑکا جو بولا ہے تو وہ بس اتنی ہی عمر میں بولا ہے - کوئی اگر یہ سوال کرے کہ اُسے کسطرح معلوم ہوا کہ میرا باپ راعی ہے - تو یہ ایک معمولی بات ہے - جب بچہ سمجھدار ہو جاوے - تو وہ سمجھ سکتا ہے - جب اسکی ماں اس راعی کیطرف اکثر آتی جاتی - اس سے اس نے سمجھ لیا کہ یہی میرا باپ ہے - یا اللہ تعالیٰ نے اسے رویاء کے ذریعہ بتلا دیا - کہ تمہارا باپ یہ ہے - میں نے دیکھا ہے کہ ڈیڑھ ڈیڑھ سال کے بچے کو رویاء ہو جاتی ہے - ناصر احمد میرا لڑکا اس نے ایکدفعہ رویاء میں دیکھا - کہ کالا کتا ہے - وہ اسکی روٹی جو وہ کھا رہا تھا - کھا گیا - وہ فوراً کتا کتا کرتا ہوا اٹھا - دریافت کرنے سے اس نے بتلا دیا کہ کالا کتا میری روٹی کھا گیا ہے - اسکے بعد وہ سخت بیمار ہو گیا - اُسے یہ نظارہ دکھلا دیا گیا - کالا کتا بیماری ہوتی ہے -

دوسرا بچہ جسکی ماں نے ایک سوار کو دیکھکر دعا مانگی کہ الٰہی میرا بچہ بھی ایسا ہو - تو اس نے کہا الٰہی نہیں مجھے ایسا نہ بنائیو - اور لونڈی کو دیکھکر کہا مجھے ایسا بنانا - انکی ماں نے کہا یہ کیا - فرمایا کہ تو اس کا یہ کہنا بھی بتلا رہا ہے کہ بچہ سمجھدار تھا - دیکھ سکتا تھا اور بول سکتا تھا - پھر یہ بھی قرینہ

کہ اگر وہ بچہ واقعی ایک سال کا ہوتا۔ تو اسکی ماں اسے بولتے دیکھتی تو فوراً سمجھتی کہ یہ پاگل ہے یا جن ہے۔ اور اسے پھینک کر دوڑ جاتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔ جو کبھی نہ سنی نہ دیکھی گئی ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ ماں نے اپنے بچے سے ڈر کر اسے پھینک دیا۔ یہ دونوں قرینے بتلا رہے ہیں۔ کہ وہ بچہ خوب سمجھ سکتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بچہ نے اعلےٰ درجہ کا انسان بننا ہوگا۔ اسلئے خداتعالےٰ نے اُسے بذریعہ رویا سمجھا دیا کہ سوار متکبر جبار ہے۔ ظالم ہے۔ اس لئے اُسنے کہا خدایا مجھے ایسا نہ بناوے۔ اور لونڈی نیک طینت۔ اسپر لوگ ناحق الزام لگاتے تھے۔ اس لئے اس نے ایسا ہی بننے کی خواہش کی۔ جو بچے رشید ہوتے ہیں۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے دلمیں بڑی سے بچپنے نیکی پر چلنے کی خواہش ہی ہوتی ہے۔ فقط +

تصوّف

ایک پُرانی نایاب قلمی منظوم کتاب سے

(صرف تشحیذ کیلئے)

قطع چیست از جائے سفل افتادنست	شیشۂ از دست طفل افتادنست
حدس چیست اصل جدائی دیدنست	صبح صدق آشنائی دیدنست
طبع چیست از گل بحق افتادنست	ہمچو خر بر یک نسق افتادنست
پاس چیست از درون دلخستگاں	پس بریدن از ہمہ پیوستگاں
ضعف چیست از ضعف زیر افتادنست	قوت پیلے را بہ مورے وادنست
کشف چیست از خاک در خوں حستن است	ہم درون پردہ بیروں جستن است
بر ؟ چیست از تشنگی خود مردنست	جملہ را سیراب احساں کردنست
وعظ چیست از کوہ چشمہ زادنست	گفتن بیت وطلعت آن دادنست
ہمت چیست از دام ہستی جستن است	ہر دو لب از ماسوی اللہ بستن است
خلق چیست از خاک سرخوش کردنست	باسگاں ہمکاسگی خوش کردنست
رنج چیست از بند مطلق گشتن است	فانی خود باقی بحق گشتن است

Digitized by Khilafat Library

اگر

آپ اپنے بچوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو

لال شربت

پلاویں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلاویں پیدائش کے وقت سے ہوشیار رہئے جب تک دوا یکساں کام کرتی ہے یہ پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ سے بچے بہت ہی خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں کو صحیح طور پر آزمائش کر لیجئے قیمت بارہ آنہ فی شیشی محصولڈاک چار آنہ (۴؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دواء

یہ تیل کمپنی میں ایک مفید دیسی مجرب ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی و چھاجن ایگزیما وغیرہ رفع ہوجاتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا اڈوانیرڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵؍ سالسا قیمت عہ محصول ۶؍

پرانے سوزاک کی دوا

سوزاک پرانا ہو جانے سے پیشاب میں جلن نہیں ہوتی ہے لیکن پیشاب رک کے ہوتا ہے اور مواد بھی تھوڑا تھوڑا گرتا ہے جس سے گردہ میں داغ لگتا ہے گرم چیز کھانے سے یا دوسرے کسی سبب سے مرض میں نئی آجاتی ہے مواد زیادہ نکلنے لگتا ہے اور کبھی بند بھی ہو جاتا ہے جس سے زندگی وبال ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ۵؍

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے۔ زخم کے کیڑے اس سے مر جاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے۔ زخم صاف ہو کر جلد انگور کی طرح بھر آتا ہے مواد نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم آرام ہو جاتے ہیں معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے۔ ایک اونس کی ڈبیہ قیمت ۸؍ زخم دھونیکی تکلیف مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا چاہئے۔ جس دوا سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے وہ پھوڑے پھنسی ٹکیا کی صورت میں بنی ہوئی ہے۔ ایک ٹکیہ کو ایک بوتل زخم دھونیکا پانی بنتا ہے مرہم کیساتھ یہ ٹکیہ مل سکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ۱؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

SULTAN ALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء مطابق شوال المعظم سنہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۸

حضرت مسیح موعود کی نسبت ایک نیا خیال	۱ — ۷	اکمل
چند مطالبات غیر مبائعین سے	۸ —	اکمل
پچاس روپیہ انعام اور ایڈیٹر درشنانند آریوں سے پچاس سوالات	۱۹ ۳۰ — ۳۱	منشی فضل حسین صاحب
مکالمہ شیعہ و احمدی	۳۲ - ۳۵	
احمدیت کے دو اصولوں کا اقرار	۳۵ - ۳۶	
تصوف و ریویو	۳۶ - ۳۷	

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے ۸ غیر ممالک سے (سے ۳)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت فی پرچہ

بنام منیجر

کچھ تشحیذ کے متعلق

احباب کرام خریداران تشحیذ الاذہان کیخدمت میں سنہ ۱۹۱۸ء کا چندہ وصول کرنے کیلئے پہلے ماہ فروری میں وی پی کئے گئے تھے۔ پھر جنہوں نے باوجود متواتر اطلاعوں کے وی پی واپس کر دیئے اور جو کسی عذر سے چندہ پیشگی نہ ادا کر سکے ان سب کیخدمت میں ماہ جولائی کا تشحیذ کا وی پی ہوا۔ وصول کرنے والوں کا شکریہ اور بقایا داروں کیخدمت میں عرض ہے کہ از راہِ کرم توجہ فرمائیں۔ تشحیذ کے تمام خریدار اپنا چندہ سالانہ دیدیں۔ تو بھی وہ اتنے کم ہیں کہ اخراجات رسالہ پورے نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب موجودہ خریدار بھی ۸؍ کی قلیل رقم ادا نہ فرمائیں۔ تو پھر اور بھی مشکلات کا سامنا ہے۔ اسلئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ برادران احمدیت اسکی طرف خاص توجہ فرمائینگے ہم اپنی طرف سے رسالہ کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کچھ آپ کو بھی امداد کیلئے ہاتھ بڑھانا چاہیئے۔ تاکہ دینی رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے +

۲- جماعت احمدیہ سے التجا کیجاتی ہے۔ کہ قادیان سے جس کتاب کی بھی ضرورت ہو وہ تشحیذ بک ایجنسی کی معرفت طلب کیا کریں۔ کہ یہ بھی ایک طریق رسالہ تشحیذ کی امداد کا ہے۔ ہر آرڈر کی تعمیل فوراً نہایت عمدگی و احتیاط کیساتھ کیجاتی ہے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ کیجائیگی +

۳- گذشتہ دس سال سے جو کاتب تشحیذ الاذہان لکھتا تھا۔ اسکا نام سید فیروز شاہ احمدی تھا۔ ماہ مارچ میں وہ بیمار ہو گیا۔ اُسے خون آنے لگا۔ اور مرض سل تشخیص ہوا۔ آخر بیچارہ ۷- جولائی اپنے وطن چک قاضیاں میں وفات پاگیا۔ جہاں جون کے آخر میں تبدیل آب و ہوا کیلئے لیجایا گیا تھا۔ مرحوم پہلے ملازم تشحیذ تھا۔ جب انجمن کی مرضی سے اسکی علیحدگی ہوئی۔ تو بھی اس کے وفادارانہ و فرمانبردارانہ تعلقات میں کچھ کمی نہ آئی۔ اور بڑے شوق کیساتھ سب سے پہلے تشحیذ ہی کا کام کرتا۔ اللہ بخشے مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں +

۴- ادعیۃ الاحادیث جس میں حدیثوں کی تمام دعائیں جمع کی گئی ہیں پھر چھپوانے کا ارادہ ہے۔ بشرطیکہ چار سو درخواست پہلے آجائے +

(مینیجر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تَشۡحِیۡذُ الۡاَذۡہَان (قادیان)

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

حضرت مسیح موعود کی نسبت ایک نیا خیال

ایک رسالہ "ولادت معنوی" کے نام سے میری نظر سے گذرا ہے۔ جسمیں کوئی صاحب "شاہ عبدالحی" ہیں۔ وہ اپنا عجیب و غریب خیال حضرت مسیح موعود کے بارے میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ یہ خیال باایںہمہ لغویت مولوی ابوالحسن مستفیض الرحمٰن خانصاحب ایم۔اے کو ایسا پسند آیا ہے کہ انھوں نے بنگالہ زبان میں اس موضوع پر ایک رسالہ مرتب کیا۔ جسے مولوی شہاب اللہ نے اردو زبان میں کیا۔ اور اب حاذق الملک حکیم محمد اجمل صاحب دہلوی اس کا دیباچہ لکھتے ہیں۔

میں تو اس خیال کو ایسا بے سروپا اور خلاف عقل و نقل و داب صلحاء سمجھتا ہوں کہ اس پر ایک حرف بھی لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ آپ ہی اپنا جواب ہے۔ صرف ناظرین کی تفنن طبع کیلئے اسے نقل کئے دیتا ہوں:-

"عرصہ ۱۲ سال کا ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ روحی فداہ خانقاہ جہانگیری (اور دولت سرائے) سے جو موضع مرزا کھیل شریف ضلع چاٹگام علاقہ ساتکانیہ میں ہے کہیں باہر تشریف نہیں لیگئے۔ اور

عرصہ ۱۵ سال کا ہوا کہ آپ پنجاب اور ممالک متحدہ وغیرہ تشریف نہیں لیگئے۔ آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کبھی نہیں دیکھا۔ نہ ان کے سوانح آپ کے ملاحظہ سے گذرے۔ نہ ان کے کسی مرید سے آپکی ملاقات ہوئی البتہ مرزا صاحب کی بعض باتیں آپ کو لوگوں سے مختصراً کبھی کبھی معلوم ہوئیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے متعلق مجھے جن باتوں کا علم دیا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے:۔

مرزا صاحب ایک بڑے متشرع اور راستباز و دیانتدار آدمی تھے۔ اکثر لوگ اُنکو اپنے زمانہ کا ایک بڑا عالم تصور کرتے اور نہائت تعظیم و اعتقاد سے انکے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ نصرانیت کی اشاعت کرنیوالوں اور پادریوں کیساتھ ہمیشہ مناظرہ کرتے تھے۔ اور ان کے دلمیں شب و روز ہوتے جاتے لفظ عیسیٰ کے رہنے کیوجہ سے عیسیٰ نامی ایک سالک موکل فقیر یعنی عامل سے (جسکی قوتِ موثرہ کی شکل انسانی صورت میں تھی) ولادت معنوی ہوگئی تھی۔ ولادت کے ساتھ ساتھ ہی ظاہر و باطن میں اُنہیں موکلین آوازیں دینے اور غیبی خبریں سنانے لگے۔ اور کہا کہ عیسیٰ مرگیا ہے۔ اسکی روح تمہارے دلمیں داخل اور پیدا ہوگئی ہے۔ تمہیں عیسیٰ ہو۔ اُن کے دلمیں یہ یقین پیدا ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسےٰ کی روح میرے اندر داخل ہوگئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ عیسےٰ ہونیکا دعویٰ کرنے لگے۔ مگر درحقیقت انکا یہ یقین محض زعم باطل پر مبنی تھا۔ کیونکہ جس عیسیٰ کی قوت ان کے اندر آگئی تھی۔ وہ فی الواقع عیسیٰ ابن مریم کی نہ تھی۔ بلکہ اس سالک موکل فقیر یعنی عامل کی تھی جسکا ذکر پیشتر گذر چکا۔

چونکہ ان موکلوں کو انہوں نے اپنی ریاضت سے حاصل نہیں کیا تھا۔ ان کو پہچان نہ سکے غالباً انکو فرشتہ خیال کرتے۔ اور انکی آوازوں کو وحی اور الہام سمجھتے۔ اور ان آوازوں پر یقین کامل رکھتے اور لوگوں کو اطلاع دیتے تھے۔ کہ اُن پر الہام اور وحی آتی ہے۔ ان آوازوں پر اُن کا اعتقاد اسقدر راسخ تھا۔ کہ اگر آسمانی کتابوں میں ان آوازوں کے خلاف کوئی بات دیکھ لیتے۔ تو اسکی تاویل کر دیتے۔ یا منسوخ تصور کر لیتے۔ پھر اس تاویل کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔ غالباً ان آوازوں کو وہ ہندوستان کی مروجہ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں سنتے تھے۔ وہ اپنی ابتدائی حالت میں کبھی کبھی اُن آوازوں کے سمجھنے میں غلطی بھی کرجایا کرتے پھر صحیح معنی سمجھ لینے پر ان غلطیوں کی اصلاح کرکے ظاہر بھی کر دیا کرتے تھے۔

وحی اور الہام کے معنی سمجھنے میں حضرت انبیاء علیہم السلام سے کبھی خطا واقع نہیں ہوتی ہے۔

ولادت کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب پر اسکی علامتیں اور آثار نمایاں ہونے لگے یعنی ان کے کشف و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ ان کا چہرہ محتشم اور نورانی کلام دلکش اور شیریں بیان پُرجوش اور دلچسپ اور موثر ہونے لگا۔ جو کچھ ظاہر کرتے تھے۔ لوگ اُسے عقیدت سے تسلیم کرتے اور ان کے کلام سے لوگوں کے دلوں میں ایک امنگ اور ولولہ پیدا ہوتا۔ اور انکی بزرگی لوگ خواب میں دیکھنے لگے۔ اور ایک پُرزور قوت جاذبہ ان کے اندر اسطرح کی پیدا ہوئی کہ اسکی وجہ سے بہت لوگ انکی طرف مائل ہو گئے۔ اور لوگوں کی ارواح پر انکی حکومت اور اختیار اور قبضہ ہو گیا پھر بھی بیشمار لوگ ان کے کلام اور دعویٰ کو دروغ اور انکو غیر معتبر سمجھتے اور زبان و قلم سے ان کی تردید اور ابطال کرتے تھے۔ جس قدر قوت موثرہ ترقی کرتی گئی اسکی علامات و آثار بھی بڑھتے گئے۔ اور قادیانی مذہب کے لوگ بھی کثیر التعداد ہوتے گئے۔ یہانتک کہ جب انکی ولادت معنوی درجہ کمال پر پہنچ گئی۔ لوگ انہیں عیسےٰ مسیح تصدیق کرنے لگے۔ اور لوگوں میں حضرت عیسےٰ کے انتقال کا اعتقاد ہو گیا۔ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) اپنے کو عیسیٰ مسیح سے بدرجہا افضل سمجھتے۔ اور نخوت کے باعث حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو حقارت اور نفرت سے یاد کرتے تھے۔

مرزا صاحب کے انتقال کے بعد قادیانی مذہب نے ترقی کی تھی ۱۳۲۵ھ کے اوّل چند مہینوں کے بعد سے ترقی ختم ہو کر تنزل شروع ہو گیا۔ اب حق سبحانہ کو معلوم ہے کہ یہ تنزل کہانتک پہنچیگا۔

متذکرہ بالا عیسٰی نامی موکلی فقیر یعنی عامل ہندوستان کی مروجہ زبانوں کو جاننے والا تھا۔ غالباً وہ ہندوستان کی مغربی سرحد افغانستان کے قریب کا رہنے والا تھا۔ خاصکر وہ کس ضلع کا آدمی تھا یہ معلوم نہیں ہے۔

اس کے غیر مشہور ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نے اس کو نہ پہچانا۔ اور حضرت عیسےٰ ابن مریم پر مشہور ہونیکی وجہ سے ان کا خیال دوڑ گیا۔"

معزز ناظرین کرام میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بمشکل آپ اپنی ہنسی ضبط کر سکے ہونگے۔ دیکھا آپ نے اس ظلمت آباد ہند میں کیسے کیسے بزرگ رہتے ہیں۔ اب اگر ایک

شخص جس کے دل میں اسلام کے لئے درد اور ایمان کے واسطے سوز ہے۔ جو عرب میں مبعوث ہونے والے نبی اکرمؐ پر فدا ہے۔ عمر بھر دین کی حالت زار پر ماتم کرے تو کچھ بیجا نہیں جب بڑے بڑے مدعیان تصوف کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ابتک اسلام ہی کو نہیں سمجھ سکے۔ اور طریقت کو شریعت سے ایسا جدا سمجھتے ہیں۔ کہ انکی باتیں ہی آپس میں نہیں ملتیں۔ تو پھر عوام کالانعام کا کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

یہ مضحکہ خیز خیال کہ حضرت مرزا صاحب کسی موکلی فقیر عیسیٰ نام (جو مغربی سرحد افغانستان کے قریب سر کار ہنے والا تھا۔ اور بدقسمتی سے جسکا ضلع شاہ صاحب پر منکشف نہیں ہو سکا) کے شاگرد تھے۔ حضرت مرزا صاحب اور ان کے مشن کو تو کیا نقصان پہنچائیگا۔ البتہ جس دماغ کے یہ تخیلات ہیں۔ اسکی نسبت اصحاب فطنت کے قلوب میں نفرت انگیز جذبات پیدا ہو جائینگے۔ اگر سخن بلا دلیل کوئی بزرگانہ نشان نہیں تو مجھے یہ کہنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ایک بہت بڑا دعوے ہے۔ پس ہر شخص جو اپنی نجات کا خواہاں ہے اسپر فرض ہے کہ وہ اس بارے میں کامل تحقیقات کرے۔ لیکن یہ حضرت ہیں کہ خود اقرار فرماتے ہیں کہ نہ سوانح ملاحظہ سے گذرے نہ کسی مرید سے ملاقات ہوئی۔ نہ ان کی کتابیں پڑھیں۔ باایںہمہ آپ پر حقیقت منکشف ہو گئی۔ جس کا انکشاف بہتر تھا۔ جو ابھی چند سال اور پردہ خفا میں رہتا۔ کیونکہ بلا کسی تکلیف اٹھانے کے اہل نظر کو معلوم ہو گیا۔ کہ شاہ صاحب کے تعلقات خدا سے کیا ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ایسی غلط باتیں اپنے صالح بندوں سے نہیں کہا کرتا۔ جو نہ از روئے عقل ٹھیک ہوں نہ باعتبار نقل۔ زخرف القول غرورا تو کسی اور ہی ہستی کا کام ہے شاہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنی عاقبت کی بھلائی کے لئے حضرت مرزا صاحب کے سوانح سنین ان کے دعوے کے دلائل پڑھیں تا ان پر یہ حقیقت منکشف ہو کہ آپ ہرگز موکلی فقیر کے معتقد نہ تھے۔ وہ تو صاف فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم

کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اس سرحدی فقیر سے منکر ہو گئے ہوں۔ مگر یہ تو نہیں کہ اصولاً

آپ اس سلسلہ ہی کے معتقد نہ رہے ہوں۔ جو شاہ صاحب کے خیال میں اصحاب باطن کے لئے ضروری ہے۔ اور یوں صرف کہنے کی ہی بات ہو تو پھر تمام نبیوں کو کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کسی موکل نفیر سے فیض یافتہ تھے۔ اور چونکہ موکلوں کو انہوں نے اپنی ریاضت سے حاصل نہ کیا تھا اسلئے ان کو پہچان نہ سکے۔ اور انکی آوازوں کو وحی اور الہام سمجھے۔ اگر کچھ مابہ الامتیاز ہے۔ تو پھر وہ بتانا چاہیئے کہ تا میں وہی امتیاز حضرت مسیح موعود میں دکھا دوں۔ یہ کہنا کہ انبیاء سے وحی والہام کے معنی سمجھنے میں کبھی خطا واقع نہیں ہوتی بالکل غلط ہے۔ اور کتاب و سنت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رؤیا نہیں دیکھا کہ میں ایک کھجوروں والے مقام کیطرف ہجرت کرنیوالا ہوں۔ اور کیا آپ اس کے یہ معنی نہیں سمجھے کہ وہ یمامہ ہے اور کیا پھر آخر کار وہ مقام مدینہ منورہ نہیں نکلا۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔ رأیت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامہ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب

پھر کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ رسول اکرم صلعم نے رؤیا دیکھا کہ لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین (سورہ فتح رکوع ۴) (کہ تم امن سے مسجد حرام (مکہ) میں داخل ہو گے) اور پھر کیا اس رؤیا کی بناء پر آپنے کئی سو صحابہ کے ساتھ سفر نہیں فرمایا۔ اگر اس وحی کے سمجھنے میں کوئی خطا نہیں ہوئی تھی۔ تو اتنے دور دراز کا سفر کیوں اختیار کیا گیا جبکہ اس سال دخول مسجد حرام مقدر نہ تھا۔ اور کفار نے روک دینا تھا جس سے بعض صحابہ کو ابتلاء پیش آیا حتےٰ کہ بعض نے کہا کہ ہمیں اس سے پہلے کبھی نبوت میں شک نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ اب ہوا۔ باقی رہا یہ کہ یہ تو رؤیا ہے۔ سو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔ رؤیا الانبیاء وحیؒ (رواہ ابن ابی حاتم والبخاری من قول عبید بن عمر) اور یہی جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے۔ کہ انبیاء کی رؤیا بھی وحی ہے۔ پھر آپ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کا واقعہ پڑھیئے۔ پارہ ۱۲ سورۂ ہود۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن (ہر قسم کے جوڑے سے دو دو کشتی میں لادلو۔ اور اپنے اہل کو بھی سوائے ان کے جن پر

نزول ہو چکا اور جو ایمان لائے ہیں) اس صریح وحی کے سمجھنے میں حضرت نوح سے خطا ہوئی۔ تو انہوں نے عرض کی) رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔ دیکھئے حضرت نوحؑ وحی الٰہی کا جو مطلب سمجھے ہیں۔ اس پر آپ کو یہاں تک جزم ہے کہ آپ دربار الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔ ان ابنی من اھلی یقیناً میرا بیٹا میرا اہل ہے اور پھر ان وعدک الحق کہہ کر اور بھی تائید کرتے ہیں۔ لیکن جواب کیا ملتا ہے۔ یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین یعنی اے نوح یہ تیرا اہل نہیں وہ بدکار ہے۔ پس جس کا تجھے علم نہیں وہ درخواست نہ کر۔ اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تو جاہلوں سے نہ ہو۔ دیکھا آپنے حضرت نوحؑ سے احمل اھلک کی وحی سمجھنے میں خطا ہوئی جس پر اسقدر انتباہ ہؤا۔ کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ انبیاء سے وحی الٰہی کے سمجھنے میں خطا نہیں ہوتی۔

پھر شاہ صاحب نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب موکلوں کی آوازیں سنتے اور اور اسے وحی سمجھ بیٹھے اور وہ موکل آپ کو بعض غیب کی خبریں بھی دیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ غیر معروف موکلوں کی آواز اور خدا کی سچی وحی کی آواز میں کچھ فرق و امتیاز بھی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا پختہ غیب موکلوں کے ذریعے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ تو پھر حق و باطل میں امتیاز کی کوئی صورت نہیں۔ شاہ صاحب جس طرح حضرت مرزا صاحب نے موجودہ جنگ اور زار کے بحالت زار ہونے اور بنگال کی دلجوئی اور طاعون کی پیشگوئی کی ذرا آپ مہربانی فرما کر اس قسم کی نظیر کسی موکلی فقیر یا اس کے فیض یافتہ کی پیشگوئیوں سے دکھائیے۔ بشرطیکہ اس نے اسی تحدی سے شائع کی ہو۔ کہ جس زور شور کیساتھ باوجود مخالفت کے حضرت مسیح موعود نے اعلان کیا۔ افسوس کہ شاہ صاحب کے فیصلہ کا دار و مدار محض سنی سنائی باتوں پر ہے۔ ورنہ وہ ہرگز نہ فرماتے کہ مرزا صاحب اپنی وحی کے خلاف اگر آسمانی کتب میں کچھ پاتے تو آسمانی کتب کی بات کو منسوخ سمجھتے۔ آسمانی کتب سے مراد قرآن شریف ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اور کتابیں تو محفوظ نہیں محرف و مبدل ہیں۔ پس شاہ صاحب اگر اپنے قول میں سچے ہیں۔ تو کم از کم ایک مثال

ہی ایسی پیش کریں جس سے ظاہر ہو کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی قرآن کی کسی آیت کو اپنے الہامات کے مقابل میں منسوخ کیا۔ یا اپنی وحی کو مقدم کرتے ہوئے آیت قرآنی کی تاویل ہی کی ہو۔ شاہ صاحب نے یہ بھی افترا محض کیا ہے۔ کہ آپ (حضرت مسیح موعود) نخوت کے باعث حضرت عیسیٰ کو حقارت اور نفرت سے یاد کرتے۔ آپ کو جب عیسیٰ بن مریم کے مثیل ہونیکا دعویٰ تھا۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اسکی توہین کریں۔ آپ نے حقیقت الوحی میں بہت وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ مجھے تو خلوت سے نکلنا بھی دوبھر تھا۔ چہ جائیکہ میں اپنی شہرت اور بڑائی کو چاہوں مگر میرے مولیٰ نے مجھے باہر نکالا۔ اور جب جاہ وجلال کے نبی محمد رسول اللہ کی بعض پادریوں نے ہتک کی تو خدا کی غیرت نے چاہا کہ اس کے ایک ادنیٰ غلام کو مسیح ناصری سے افضل بناؤں۔ تا لوگ سمجھیں کہ ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اب میں اس مضمون کو ان سرسری ریمارکس پر ختم کرتا ہوں۔ اگر ضرورت ہوئی۔ تو پھر مفصل لکھا جائیگا۔ ہاں ایک بات اور بھی شاہ صاحب نے خلاف واقعہ کہی کہ ۱۳۲۵ھ سے قادیانی مذہب کا تنزل شروع ہے۔ تنزل سے کیا مراد ہے۔ کیا وابستگان دامن کی عقیدت کم ہو گئی ہے؟ تو یہ باطل ہے۔ سلسلہ کے مرکز میں آکر یا اپنا کوئی معتمد بھیجکر دیکھ لو۔ یا کیا اب سلسلہ احمدیہ کی ترقی رک گئی ہے۔ میں بڑے زور کیساتھ اسکی تردید کرتا ہوں۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ صرف گذشتہ دو سال میں چار ہزار کے قریب انسان اس سلسلہ میں داخل ہوا ہے۔ اور جو جو کام حضرت مسیح موعود نے شروع کئے تھے وہ سب صرف بدستور جاری ہیں بلکہ انمیں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ ماریشس نائجیریا اور پھر انگلستان میں بھی حسب پیشگوئی مسیح موعود جا پہنچا ہے اور وہاں آپکے متبعین کا نشان قائم ہے۔ پس یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ترقی ختم ہو کر تنزل آگیا ہے۔ اگر آپ نے کسی اندرونی اختلاف کی خبر سن لی ہے تو معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ اختلاف اتنا بھی نہیں جتنا نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ کی وفات کے بعد معاً نمودار ہوا۔ کہ ارتد العرب بعد وفات رسول اللہ اور پھر جنگ صفین اور جنگ جمل جسکی یادگار ہیں۔ اور معرکہ کربلا کی یاد تو ہر محرم میں تازہ ہوتی ہے۔ کیا اسوقت خدانخواستہ اسلام کو تنزل آگیا تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب +

چند مطالبات غیر مبائعین سے

(۱)

النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے۔

"غرض حدیث نے بتادیا۔ کہ وہی مرتبہ کمال جس کو قرآن کریم نے صدیق اور شہید کے نام سے موسوم کیا ہے۔ وہی محدث کا مرتبہ ہے۔"

پھر صفحہ ۱۸۹ پر لکھا ہے۔

"قرآن کریم اس امت کے کامل مومنوں کو صدیق اور شہید کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ اور حدیث انہی لوگوں کو محدث کے نام سے یاد کرتی ہے۔"

ان دو حوالوں سے صریحاً ظاہر ہے کہ مولف کتاب کے نزدیک قرآن مجید نے جن لوگوں کو صدیق اور شہید فرمایا ہے۔ انہی کو حدیث شریف کی اصطلاح میں محدث کہا گیا ہے۔

ان دو حوالوں کے بعد دو اور حوالے ملاحظہ ہوں صہ ۱۵۱ پر لکھا ہے۔

"سورۃ النساء کی آیت میں انعام کا لفظ رکھا اور یہاں سورۃ حدید کی آیت میں اجر کا لفظ رکھا۔ کیونکہ نبوت موہبت ہے۔ اس لئے انعام کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ صدیقیت اکتساب ہے۔ اس کے لئے اجر کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔"

اسی طرح صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے۔

"لیکن صدیقیت سے آگے کوئی مرتبہ اکتسابی نہیں۔"

ان دو حوالوں کا مطلب صاف ہے۔ کہ صدیقیت موہبت نہیں بلکہ اکتسابی ہے۔ اور چونکہ پہلے دو حوالوں سے ثابت ہے کہ صدیق اور محدث مترادف الفاظ ہیں۔ اس لیئے ثابت ہوا کہ النبوۃ فی الاسلام کے مولف کے نزدیک محدث بننا اکتسابی امر ہے۔ اور یہ کہ تحدیث موہبت نہیں بلکہ اکتساب سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حمامۃ البشریٰ میں صہ ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ جسکا وہی ترجمہ کرتا ہوں جو صاحب النبوۃ فی الاسلام نے اسی کتاب کے ضمیمہ صہ ۶۳ پر کیا ہے۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہے جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسا کہ شان نبوت ہے"۔

(۲)

مولوی محمد علی صاحب۔ ہماری نسبت یہ غلط فہمی بڑی شد و مد سے پھیلا رہے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ ہم کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے کافی نہیں سمجھتے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ہم حضرت نبی کریمؐ کے علاوہ مسیح موعود پر ایمان لانا بھی جزو اسلام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس سے مذکورہ بالا نتیجہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ کوئی شخص مسلم کہلانے کا مستحق نہیں جب تک وہ خدا کے تمام انبیاء پر ایمان نہ لائے۔ پس جیسا کہ مثلاً یونس نبیؑ کی نبوت کا منکر ہوتے ہوئے کوئی شخص باوجود کلمہ طیبہ پڑھنے کے مسلمان نہیں کہلا سکتا اسی طرح مسیح موعود کا انکار کرتے ہوئے باوجود کلمہ طیبہ زبان سے کہنے کے مومن نہیں بن سکتا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ اسلئے آپ کے نام میں تمام انبیاء ماسبق و مابعد (اگر اس زمانہ میں کوئی ہو) پر ایمان شامل ہے۔ غیر مبائعین کے امیر قوم بتلائیں کہ ایک شخص غیر مسلم ان کے پاس اسلام لانے کیلئے حاضر ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام برحق ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی مفتری اور کافر ہے۔ آپ مجھے مسلمان کیجیے۔ تو فرمایئے آپ اسے کیونکر مسلمان بنائینگے۔ اور کیا وہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے مذکورہ بالا اعتقاد رکھتے ہوئے آپ کے مسلمات کے مطابق مسلمان ہو جائیگا۔ اگر نہیں تو کیا اس صورت میں آپ کے نزدیک کلمہ طیبہ ناکافی ہوا یا نہیں اگر کہو کہ مسلمان تو ہو جاتا ہے۔ مگر ایک وجہ کفر اختیار کرنے سے وہ کافر خارج از دائرہ اسلام ہے۔ تو یہی ہمارا مذہب ہے۔ کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان تو ہو جاتا۔ مگر مسیح موعود کا انکار کیا۔ ایک وجہ کفر اپنے اندر پیدا کی کافر ہو گیا۔ اصولاً جو سوال آپ ہم پر کرتے ہیں۔ وہی آپ پر ہوتا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ✦

(۱۴)

خواجہ کمال الدین صاحب نے مسیح موعودؑ کے علم کلام سے کام لیکر بعض اہالیان یورپ کو اسلام کیطرف رہنمائی کرنے میں بزمانہ حضرت خلیفہ اوّل مولانا نورالدین کامیاب ہوئے جس پر ہم بھی ان کے معاون تھے۔ لیکن اس کے بعد بعض ذاتی مصلحتوں اور خودغرضیوں کی بناء پر انہوں نے سلسلہ احمدیہ کا ذکر چھوڑ دیا۔ ہم نے اعتراض کیا جس پر وہ ہم سے ناراض ہوئے۔ اور ہمیں اپنا مخالف سمجھنے لگے۔ حالانکہ ہم نے صرف یہ کہا کہ جس دوائی کو آپ روحانی مریضان اروپا میں تقسیم کر رہے ہیں۔ جب وہ مسیح موعودؑ پیٹنٹ ہے۔ تو اس کا لیبل کیوں بگاڑتے ہیں۔ جواب ملا کہ مصلحت وقت آہستہ آہستہ سب احمدی ہو جائینگے لیکن اس کے بعد سنہری روپہلی اغراض آڑے آئیں اور آپ کھلے کھلے لفظوں میں سلسلہ احمدیہ (کہ حقیقی اسلام یہی ہے) کے ذکر کو فرقہ بندی اور سم قاتل قرار دینے لگے۔ اور ادھر پیغام بلڈنگس سے یہ صدائے بے ہنگام بلند ہوئی کہ مسیح موعودؑ کا ماننا جزو اسلام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کو ماننے والے کامل مسلمان ہیں۔ اور نہ ماننے والے ان سے کم۔ یعنی ناقص۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں خواہ مخواہ کامل مسلمانوں کی بجائے ناقص مسلمان بناتے ہیں۔ تو کچھ جواب نہ بن آیا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمدؐ علی صاحب کا فتویٰ پیش کرکے سوال کیا گیا۔ کہ مسیح موعود کے منکروں کو آپ فاسق کہتے ہیں پس یہ آپ کا مشن کیسا ہی کہ جو حسب مسلمات اپنے "فاسقوں" کی جماعت بنا رہا ہے۔ اس پر مبہوت رہ گئے۔ بعض بزرگوں نے پھر بھی حسن ظن سے کام لیا۔ لیکن اب ، اشاعت اسلام اردو ترجمہ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۶ء کا صفحہ ۲۶۳ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے بنیادی اصولوں کا بھی اب کچھ پاس نہیں رہا۔

" اسلام نے ہر ایک مسلم پر فرض کر دیا۔ کہ وہ جناب مسیحؑ کو خدا کا نبی مانے ان کی کتاب کو الہامی جانے اور اگر وہ اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوں تو ان پر عمل کرکے ان سے فائدہ اٹھائے۔ اور انکو اپنا سمجھے خواہ وہ زندہ آسمان پر رہیں یا زیر زمین دفن ہوں۔ اس سے کسی مسلم کے عقائد یا ایمان

میں کچھ فرق نہیں آتا - (اوپر لکھا ہے) اس سے کسی مسلم کے عقائد پر کچھ اثر نہیں پڑتا - ان دو مختلف راؤں کے رکھنے والے ہر دو پکے اور کامل مسلم ہیں "

مَیں پوچھتا ہوں کہ قائلین حیات مسیح و وفات مسیح اگر ہر دو کامل اور پکے مسلم ہیں تو پھر مسیح موعود نے کیوں اسے اپنے فرض منصبی (کسر صلیب) کا اصل الاصول قرار دیا - اور کیوں آپ صبح و شام وفات مسیح ہی کا ذکر فرماتے رہتے - کیا نعوذ باللہ یہ ایک لغو کام تھا جس کے کرنے کیلئے خدا نے آپ کو مامور کیا - ہمارے لٹریچر کا نصف سے زیادہ حصہ وفات مسیح کے دلائل سے پُر ہے - لیکن اب خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کے ذریعہ یہ حقیقت کھلی کہ وفات مسیح کا مسئلہ ایسا فضول ہے - کہ اس کے ماننے نہ ماننے کا مسلم کے عقائد پر کچھ اثر ہی نہیں پڑتا - اور مسیح کو خواہ کوئی آسمان پر زندہ سمجھے یا زیر زمین مدفون ایک ہی بات ہے - حالانکہ ابھی تک وہ لوگ بقید حیات موجود ہیں جن کے کانوں میں خواجہ صاحب اور ہمارے مرشد و ہادی و مطاع مامور من اللہ کی یہ آواز گونج رہی ہے - کہ مسیح کی موت میں اسلام کی حیات ہے - یہ کیسا ظلم ہے کہ ابھی آپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا - اور بعض آپ سے عقیدت کا دعوے کرنیوالے کہتے ہیں کہ مسیح کی موت یا حیات برابر ہے - اور اسلام پر اس مسئلہ کا کچھ اثر ہی نہیں پڑتا - حالانکہ نجات توحید میں ہے - اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ مسیح کو زندہ آسمان پر ماننا شرک ہے - اور جب تک میں نہ آیا تھا - لوگوں کو معاف کیا جا سکتا ہے - مگر اب تو سب پر حجت قائم ہو گئی - اب وہ خدا کے حضور میں جوابدہ ہیں - ادہر خواجہ صاحب ہیں کہ نہ صرف خود اڑیوں کے بل پھرتے ہیں - اور پھر اسی گڑھے میں گرتے ہیں - جہاں سے نکالے گئے - بلکہ باقی دنیا کو بھی اسی جرم کا مرتکب بنانا چاہتے ہیں - جسکی نسبت لا یغفر کا توبیخی فرمان موجود ہے -

(۴)

سید محمد احسن صاحب امروہی اپنے کئی مضمونوں میں لکھ چکے ہیں - کہ حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ کہنا حرام ہے - آپ اللہ کے نبی اس تشریح کے لحاظ سے بھی نہیں تھے

جو ہم مبائعین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں ابتدائے سے اسی عقیدہ پر قائم ہوں۔ میں ان کے رسالہ التبیان فی استھلال الصبیان کی مفصلہ ذیل عبارت پیش کرتا ہوں جس کی تاریخ اشاعت ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء یعنی حضرت مسیح موعود کی وفات کے معاً بعد ہے

"یہ جواب بموجب مسلک مخالفین کے ہے۔ ورنہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو وہ نبوت طفیلی حاصل ہے جسکا وعدہ اللہ تعالے نے اپنے اور رسول کے مطیعوں کے لئے فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ہو سکتے ہیں۔ تو وہ نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مسیح موعودؑ کے لئے احادیث صحیحہ میں لفظ نبی اللہ کا متعدد جگہ پر آیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

التبیان فی استھلال الصبیان تاریخ اشاعت ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء

اب مولوی صاحب بتلائیں کہ اگر حضرت اقدس کی عبارات میں نبی سے مراد صدیق ہی تھی تو پھر آیۃ من یطع اللہ والرسول الخ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کیوں فرمایا جیسا کہ صدیق ہو سکتے ہیں۔ نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز جب کسی صحیح حدیث میں آنیوالے مسیح کے لئے نبی اللہ نہیں۔ بلکہ صحیح مسلم میں بھی نواس بن سمعان کی روایت میں نبی اللہ وضعی طور پر ہے۔ تو آپ کے مندرجہ بالا فقرے کا کیا مطلب ہے۔ کہ مسیح موعود کے لئے احادیث صحیحہ میں لفظ نبی اللہ کا متعدد جگہ پر آیا ہے۔ صاف کہدو کہ انقلبت علی اعقابی بعد وفات المسیح۔

(۵)

اسی طرح یہ حضرت امر وہی جب ہمارے سوالات کا جواب نہیں دے سکتے اور ہمارے مطالبات سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ تو فرضی سوال قائم کر کے ایک جواب دیتے ہیں۔ اور یوں اپنے جی کو خوش کر لیتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ حضرت عمرؓ کا مجسمہ بنا کر اسمیں گھی اور شہد بھر دیتے ہیں۔ اور پھر اسے بازاروں میں پھراتے ہوئے۔ چھریوں سے کچوکے دیتے ہیں۔ اور اپنی شجاعت اور تہمتنی کی ڈینگیں مارتے

ہیں۔ چنانچہ ۱۶۔ جون کے پیغام میں "یا بنی آدم امّا یاتینکم رسل منکم کا ترجمہ ایک مبالغ کیطرف سے پیش کرتے ہیں "اے اولاد آدم ضرور بالضرور تمہارے پاس تمہیں سے میرے رسول آتے رہینگے" پھر اس پر معترض ہوتے ہیں۔ کہ "یہ ضرور بالضرور کس کا ترجمہ ہے۔ مبالغیں غالی ہیں۔ جاہل ہیں۔ اجہل ہیں سفیہ ہیں اور کیا کچھ ہیں۔ امّا دراصل اِنْ ما ہے اور امّا یاتینکم جملہ شرطیہ ہے۔ اور فمن اتقی واصلح شرط اوّل کی جزا ہے اور یہ قضیہ تو مسلمہ ہی ہے۔ کہ فاذا فات الشرط فات المشروط"۔ واہ مولانا یہ آخری فقرہ تو خوب فرمایا۔ کہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ شرط کیا ہے۔ رسولوں کا آنا۔ اور جزاء کیا ہے۔ تقوی و صلاح تو آپ کے نزدیک چونکہ شرط (رسولوں کی آمد) پوری نہیں ہوئی اس لئے اب تقوی و صلاح کا حکم بھی موقوف۔ یہ مذہب خوب نکالا ہو اولٰئک ھم الفاسقون کے مشرب کے عین مطابق ہے۔ خدا آپ کے رفقاء اور اولاد کے نصیب کرے۔ اور وہ کبھی اس شرط کے تحقق کے قائل ہو کر غالی اور جاہل و اجہل و سفہاء نہ بنیں لیکن اِمّا کے معنے "ضرور بالضرور" ہمارے ذمے نہ لگائیے۔ یہ آپ ہی کے امیر قوم ہی کا حصہ ہے۔ ملاحظہ ہو النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۳

"فامّا یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

سو ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئیگی۔ سو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا۔ ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ نہ وہ غمگین ہونگے"

دیکھا مولانا۔ اِمّا کے معنے سو ضرور کس نے کئے۔ اب آپ دل کھولکر ایسا ترجمہ کرنے والے کو جاہل اجہل۔ غالی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر احمق۔ کندہ ناتراش کہہ لیجئے اور صرف ایک لفظ اور ایک حرف سے تمام شبہات اور وساوس دور کر دیجئے۔ بلکہ پہلے سے پہلے یہ اعلان بھی کہ امّا حرف شرط ہی یہ جملہ شرطیہ ہی۔ اور یہ قضیہ تو مسلمہ ہی ہے۔ کہ اذا فات الشرط فات المشروط پس نہ کوئی ہدایت آئی۔ نہ اس کا اتباع فرض ہے۔ اور نہ کچھ خوف و حزن کی ضرورت۔ عیش کرو۔ اور خواجہ صاحب کے حق میں دعا۔ کہ ایک گراں قدر رقم

تقدیر میں الا کی تھی اور دین کے تحفظ کے بات سے آزاد کر دیا ۔

پچاس 50 روپیہ انعام

اور

ایڈیٹر درشنانند

رسالہ تشحیذ الاذہان مجریہ ماہ اپریل ۱۹۱۸ء میں ہم نے پانچ سوال بغرض جواب شائع کرائے تھے۔ اور ساتھ ہی لکھدیا تھا۔ کہ آریہ صاحبان میں سے جو ان سوالات کا مدلل جواب دیگا اس مرد میدان کیخدمت میں مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام ہم پیش کرینگے۔ یہ اعلان پڑھکر کئی ایک آریہ مہاشوں نے جواب دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ جواب اس قسم کے ہیں۔ جن کی رو سے ویدوں کی ازلیت پر پانی پھر جاتا ہے۔ جب ان کے جوابات کی حقیقت ان سے بیان کیگئی تو کھسیانے ہو کر رہ گئے۔ اب چار ماہ کے بعد ایڈیٹر صاحب اخبار "درشنانند" نے ہمارے سوالات کے جواب کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس ناکامی کا شکار ہوئے ہیں۔ در اصل یہ سوال ہیں ہی اس قسم کے کہ انکا جو جواب بھی ہوگا۔ وہ "قدامت وید" کو باطل کریگا۔ چنانچہ یہی حشر ایڈیٹر صاحب درشنانند کے جوابات کا ہوا۔ جیسا کہ ذیل میں ہم دکھلائینگے۔

ہم نے پہلا سوال یہ پیش کیا تھا۔ کہ دنیا کی ابتدا میں ایک انسان پیدا ہوا یا کئی۔ اگر کہو کہ کئی تو اس کے ثبوت میں وید منتر پیش کریں۔

جواباً ایڈیٹر صاحب نے یجر وید ادھیائے ۳۱ کا نواں 9 منتر اور وہ بھی (نصف) پیش کیا ہے۔ اور خود ہی ایڈیٹر صاحب نے ایسا ترجمہ کیا ہے۔ کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی تھوڑی سی عقل رکھنے والا انسان بھی ویدوں کو ازلی نہیں کہہ سکتا۔ وہ ادھورا منتر مع ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

तेनदेवा अयजन्त साध्या
ऋषयश्चये ॥

ترجمہ:- اس سے دیو-سادہیہ اور رشی پیدا ہوئے۔

معزز ناظرین آپ خود ہی اس جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ کیا اس کی رو سے "قدامت وید" برقرار رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کسی کتاب میں لکھا ہو کہ زید وغیرہ شروع دنیا میں پیدا ہوئے۔ تو کیا کوئی عقلمند ایسی کتاب کو جسمیں انسانوں کی پیدائش کا تذکرہ موجود ہو ازلی کہہ سکتا ہے۔ جواب نفی میں ہی ملیگا۔ اسی طرح جب ویدوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ شروع دنیا میں "اس سے دیو-سادہیہ اور رشی پیدا ہوئے"۔ تو جب رشیوں وغیرہ کی پیدائش ہو گئی ہوگی تب ہی وید تصنیف ہوئے ہونگے۔ نہ کہ ان کی پیدائش سے ہی پہلے۔ لفظ "ہوئے" کے آگے "قدامت وید" کا دعوے ایک سیکنڈ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ آئے دن سماجی ہمارے مُنہ آآکر دعوے کیا کرتے تھے۔ کہ وید قدیم ہیں۔ آج خود ہی ہماری طرف سے ایڈیٹر صاحب درشنانند نے اُنکو جواب دیدیا۔ امید ہے کہ سماجی مہاشے اب ہمارا مغز نہ چاٹینگے۔ ایڈیٹر صاحب ہوش کی دوا کیجئے۔ دیکھئے جواب دیتے دیتے آریہ سماج کے مایہ ناز سدھانت قدامت وید کو ہی باطل قرار دیدیا۔

دوسرا سوال ہمارا ستیارتھ پرکاش کی مندرجہ ذیل عبارت کے متعلق تھا۔

"سوال- آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کیئے تھے یا کیا

جواب- کئی .... یہ یجُروید میں لکھا ہے۔

मनुष्याऋषयश्च ततः

मनुष्या अजायन्त

اس شہادت سے یہی یقین ہوتا ہے کہ ابتدا میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے"۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۷۔

اس پر ہمارا یہ اعتراض تھا کہ یہ سنسکرت عبارت یجُروید سے دکھلائی جاوے۔ کیونکہ یہ اس میں ہرگز ہرگز نہیں۔ پنڈت دیانندجی نے محض دفع الوقتی کیلئے خواہ مخواہ یجُروید کا نام لکھدیا۔

اس کے جواب میں ہمارے نادیدہ دوست ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عبارت یجُروید میں نہیں۔ خوب گورو کی پول چیلے نے ہی کھولدی۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ یہ عبارت شتپتھ برہمنی میں موجود ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے فرماتے ہیں کہ یہ جواب سناتنیوں کو دیا گیا ہے۔ اور سناتنی شتپتھ کو یجُروید ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہاں لکھدیا کہ یہ قول یجُروید کا ہے" ایڈیٹر صاحب ایک شخص گیتا کو وید تسلیم کرتا ہے۔ آپ اپنے کسی ادعویٰ کی تائید میں اسکو گیتا کا کوئی پرمان سنائیں اور ساتھ ہی یہ کہیں کہ یہ وید کا قول ہے۔ یہ بات کہانتک صحیح ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر وہاں ایسا لکھا ہوتا۔ کہ اے سناتنیو تمہارے یجُروید میں لکھا ہے۔ تو تب بھی آپ کی بات بنجاتی مگر یہاں تو صرف یہ الفاظ ہے۔ "یہ یجُروید میں لکھا ہے"۔ دیکھئے اگر یہ وید منتر فی الحقیقت وید کا ہوتا تو اس سے بھی 'قدامت وید' کی ہی تردید ہوتی تھی

ناظرین کو اس بات کا بھی پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ پنڈت دیانند صاحب اپنے مطلب کو ثابت کرنے کیلئے کہانتک امر واقع کے خلاف کرلیا کرتے تھے حالانکہ ایسا فعل ایک قوم کے رشی کی ذات سے بہت بعید ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ "تناسخ کا دعوےٰ اور دلیل ہردو وید وں سے ہی کھلائیے"۔ الخ اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب یجُروید ادھیائے ۴۰ کا تیسرا منتر پیش کرتے ہیں۔ جس سے نہ تناسخ کا دعوےٰ ہی ثابت ہوتا ہے نہ دلیل ہی۔ وہ منتر نقل کئے دیتے ہیں

अ सर्य्या. नामते लो का.
अन्धेन. त म सा वृता ता स्ते
प्रत्यापि ग च्छन्ति
ये के. चा त्म हनो. जना.

ترجمہ ایڈیٹر صاحب "دیکھیے اس وید منتر میں صاف بتلایا ہے۔ کہ وہ انسان جو ضمیر کا خون کرتے ہیں۔ وہ مرکر ان اجسام کو یا لوکوں میں جاتے ہیں۔ جہاں اندھکار ہی اندھکار یعنی گیان کی طاقت جہاں کم ہے"۔ ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں:-

اُس (منتر) میں دعویٰ اور دلیل دونوں موجود ہیں۔ دوسرے جنم کو حاصل کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ ہے۔ کیوں داخل ہوتے ہیں۔ اور کہاں داخل ہوتے ہیں اس کے جواب میں دلیل دی گئی ہے۔ کہ چونکہ اپنے ضمیر کا خون کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے اجسام میں مرکر جاتے ہیں۔ جہاں علم کا نام ونشان نہیں۔

”اور زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو اس ادھیائے کا ۷ و ۹ منتر دیکھئے۔“

واہ مہاشہ صاحب یہ آپ کا ہی کام تھا۔ ویدوں سے تناسخ کا دعویٰ اور طرّہ یہ کہ دلیل بھی دکھلاتے۔ آجتک تو کوئی سماجی اس زبردست مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا تو جناب آپ کی کیا مجال ہے۔ کیا دھوکہ دینے سے بھی کبھی کام چلے ہیں۔ افسوس کہ اخبار کا ایڈیٹر اور اسکی واقفیت اور علمیت کا یہ حشر۔ کہ اپنے قول کو سدھ کرکے دکھلانے کے لئے خواہ مخواہ بیجا کھینچا تانی

اس وید منتر میں لفظ ”लोका“ آیا ہے۔ جس کے معنی ایڈیٹر صاحب اجسام کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہیں۔ سوامی دیانند اس منتر کے اس لفظ ”لوکا“ کا ترجمہ ”دیکھنے والے لوگ“ کرتے ہیں دیکھئے تفسیر یجروید صفحہ ۱۲۰۴ زیر تحت ۴۰/۳ اصل معنی اس لفظ یعنی لوک کے کُرّہ ہیں۔ اجسام وغیرہ نہیں۔ اب ہم ایڈیٹر صاحب کے ترجمہ کو ہی صرف اس تھوڑی سی ترمیم کے بعد مان لیتے ہیں۔

کہ جو انسان اپنی ضمیر کا خون کرتے ہیں وہ مرکر ایسے کُرّوں میں جاتے ہیں جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہو۔ (سوامی جی نے تفسیر میں اس منتر کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ جیتے جی بھی جاتے ہیں۔)

بس اس منتر میں کسی طرح بھی تناسخ ثابت نہ ہوا۔ اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے کہ ایسے مجرم ایسے ہی اندھیرے مقاموں میں ڈالے جائینگے۔ یہ منتر تو اسلامی اصول کے مطابق ہے نہ کہ تناسخ کی تائید میں۔

چوتھا سوال۔ ”سوامی دیانند جی ستیارتھ صفحہ ۲۵۸ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: (انسانوں کی پیدائش) تری وشٹپ میں ہوئی جسکو تبت کہتے ہیں۔“

اسپر ہمارا یہ سوال تھا۔ کہ کوئی وید منتر پیش کیا جائے جس سے اس بیان کی تصدیق ہو سکے کہ واقعی شروع دنیا میں حضرت انسان کی پیدائش گاہ "تبت" ہے۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امر ویدوں میں نہیں ہے اور "اگر وید بعد میں پیدا ہوئے ہوتے۔ تو تو اسمیں (وید) تبت وغیرہ کا ذکر ہوتا" بہت خوب مہاشہ جی اب سمجھلے مہاشہ صاحب اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے۔ کہ "اگر وید بعد میں پیدا ہوئے ہوتے تو اسمیں (تبت وغیرہ کا) ذکر ہوتا" چونکہ ویدوں میں تبت کا ذکر نہیں اس لئے وہ ازلی ہے۔ تو حضرت آپ خود ہی پہلے سوال کے جواب میں فرما آئے ہیں۔ کہ ویدوں میں دیوسیا دیہ رشی کے پیدا ہونے کا حال مندرج ہے۔ پس آپ کے اس قول کو اور اس منتر کو بالمقابل رکھا جائے تو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ وید ازلی نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ "وید تاریخ کی کتاب نہیں کہ اسمیں تبت وغیرہ کا ذکر ہو" مہاشہ صاحب جب انسانوں کی پیدائش کا ذکر ویدوں میں آپکے قول کی ہی رو سے موجود ہے تو کیا وہ "تاریخ" نہ ہوئے۔ جب تاریخ ہیں تو تبت کا ذکر ویدوں سے دکھلاؤ۔ نہیں تو محققین کا دعویٰ کہ "آریا وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئے" قبول کرنا ہوگا۔ جب یہ قبول کرینگے تو ویدونکی ازلیت سے بھی انکار کرنا پڑیگا۔

پانچواں سوال۔ ستیارتھ صہ ۲۵۸ میں سوامی جی لکھتے ہیں۔

"انسان کی (ابتدا) ایک ذات تھی۔ بعد ازاں

विजानी ह्यार्य्यान्ये च दस्यवः

(یہ رگوید کا قول ہے)۔ شریفوں کا نام آریہ عالم اور بدوں کا نام دسیو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانے سے آریہ اور دسیو دو نام ہوگئے

قول اتھروید ۱۹ – ۶۲

उत उूहे उतार्ये

اس مرقومہ بالا عبارت پر ہمارا یہ سوال تھا۔ کہ جب ویدوں میں تحریر ہے۔ کہ ابتدا میں ایک ذات انسانی تھی۔ بعد ازاں دو ہوگئیں۔ یعنی عالم اور جاہل تو ان ذاتوں کے ذکر کا ویدوں میں پایا جانا۔ ویدوں کی ازلیت کو باطل کر رہا ہے۔

کیونکہ سوامی جی نے اوپر لفظ "ہو جانے سے" عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی وید اسوقت کی تصنیف ہیں جبکہ دو ذاتیں ہو چکی تھیں۔ پس جب ویدوں میں اس واقعہ کا وجود ہے تو وید ازلی کیسے رہے۔

اس پر ہمارے نادیدہ دوست دُرافشانی فرماتے ہیں کہ حقیقت میں ویدوں کے اندر عالم اور جاہل وغیرہ صفاتی نام ہیں۔ یعنی یہ مطلب ہے کہ جو نیک ہوگا وہ عالم اور دیو کہلائیگا جو بُرا ہوگا وہ دسیُو یا اناریہ وغیرہ۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعد میں ذاتیں ہوگئیں ذات وہی انسانی سب کی ایک ہی موجود ہے۔ جسمیں جس قسم کی صفات ملنے لگیں اسی قسم کے نام سے کہلانے جانے لگے" اس جواب کا جواب ہم کچھ نہیں دینا چاہتے۔ ناظرین ہمارا مرقومہ بالا سوال ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس جواب کو بخودبخود ہی اس جواب کی لغویت معلوم ہو جائیگی۔ اصل ستیارتھ کی عبارت میں تو صاف مرقوم ہے کہ پہلے ایک ذات تھی بعدازاں دو ذاتیں ہوگئیں۔ شریفوں کا نام آریہ عالم دیو اور بدوں کا نام دسیُو یعنی ڈاکو جاہل ہو جانیسے آریہ اور دسیُو دو نام (ذاتیں) ہو گئے" بحوالہ رگوید واتھرو وید فقرہ "ہو جانیسے" مہاشہ صاحب آپکی یہاں دال نہ گلنے دیگا۔ یہ صاف ظاہر کر رہا ہے۔ ویدوں میں ایسا تحریر ہے کہ پہلے ایک ذات تھی۔ بعدازاں دو ہوگئیں۔ پس جب "ہو گئیں" اور اس کے بعد ویدوں کی تصنیف کا زمانہ ہے۔ تو وید ازلی نہ رہے۔ آخر میں ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "اُمید ہے کہ آپکی اس سے تسلی ہو گئی ہوگی۔ اب جو اور سوال ہوں وہ بھی تحریر فرما دیجئے اور تسلی کر لیجیئے۔"

ہماری ان جوابات سے تو خاک بھی تسلی نہ ہوئی۔ آپ لکھتے ہیں اور جو سوال ہوں پیش کیجیئے۔ ایڈیٹر صاحب پہلے انکو صاف کیجیئے۔ ہاں اگر ایسی ہی خواہش ہے۔ تو ۵۰ سوال ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ اگر ہمت ہو تو جواب دیجیئے۔

نغمہ اکمل حصہ چہارم: جسمیں گذشتہ اڑہائی سال کی تمام دلچسپ اور مقبول عام نظمیں درج ہیں۔ ۲۰۔ پونڈ کے ڈمئی کاغذ پر اعلےٰ درجہ کے رنگین ٹائیٹل کیساتھ چھپ گیا ہے۔ قیمت صرف ۲/ دفتر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کریں +

آریوں سے پچاس سوالات

Digitized by Khilafat Library

ویدوں کے الہامی ہونے کے متعلق

۱- وید تین ہیں- (رگ- یجر- سام) یا چار (رگ- یجر- سام- اتھرو) اگر چار ہیں- تو چوتھے اتھرو کا تینوں ویدوں سے نام دکھلائیے +

۲- اگر آپ چوتھے کا نام تینوں ویدوں سے نہ دکھلا سکیں (یقیناً نہ دکھلا سکیں گے) تو کم از کم منوسمرتی سے ہی اسکا یعنی اتھرو کا نام نامی دکھلادیں +

۳- وید برہما پر نازل ہوئے یا اگنی وغیرہ چار مہا رشیوں پر- ویدوں سے دکھلائیے کہ کس پر نازل ہوئے؟ +

۴- سناتنی منوسمرتی ادھیائے ۱ شلوک ۲۳ سے اپنا دعویٰ ثابت کرتے ہیں کہ "وید برہما پر نازل ہوئے" اور علاوہ منو کے حوالہ کے شوتیا شوتر اُپنشد ۶/۱۸ کا حوالہ بھی اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں- مگر آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ وید اگنی وایو وغیرہ پر نازل ہوئے- اب یہ کیونکر صحیح سمجھا جا سکتا ہے- جبتک ویدوں سے نہ دکھلایا جائے +

۵- ویدوں کے ملہم کسی پچھلے اعمال کیوجہ سے اس مرتبہ کو حاصل کر سکے یعنی ویدوں کا ملہم ہونا یا خدا نے اپنی مرضی سے انکو یہ مرتبہ عطا کیا کہ وہ ملہم وید کہلائیں +

(۱) اگر کہو کہ ان کے پچھلے اعمال کیوجہ سے تو بتلائیے کہ وہ کونسے اعمال تھے- جنکی وجہ سے وہ اس بدوی (اعزاز) کو حاصل کر سکے- اگر کہو کہ اعمال وغیرہ کوئی نہیں خدا نے جسے چاہا ملہم بنا دیا- تو اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی- جو آریہ سماج کے نزدیک صحیح نہیں +

۶- سوامی دیانند جی کہتے ہیں:-

"کہ جو جیسا عمل کرے اسکو ویسا ہی پھل دیا جائے- اس لئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے رشیوں کے پہلے جنموں (نیک اعمال) کی وجہ سے ویدوں کا الہام یا انکشاف ہؤا- بھومکا صـ۱

اس عبارت سے معلوم ہؤا- کہ ان رشیوں کے کچھ ایسے اعمال تھے جن کی بدولت وہ شروع سرشٹی میں ملہم وید بنائے گئے- اچھا اب ہمیں بتلانا چاہیئے- کہ وہ کونسی ہدایات

تھیں جن پر چل کر وہ رشی نیک اعمال کرکے ویدوں کے ملہم بنے اگر کوئی سماجی کہے۔ کہ اس سے پہلی سرشٹی میں بھی یہی وید تھے اور انہی پر عمل پیرا ہوکر یہ رشی اس مرتبہ کے لائق ثابت ہوئے۔ تو ہم کہینگے اس سرشٹی سے پہلی جو تھی اس سے جو پہلی دنیا تھی اور اسمیں جو ملہم بنائے گئے وہ کن ہدایات پر چل کر ملہم بنائے گئے۔ آریہ پھر یہی کہینگے کہ اس سے پہلی سرشٹی کے وید پر چل کر ہمارا پھر بھی یہی مطالبہ رہیگا۔ کہ اس سے پہلے کونسی ہدایات تھیں۔ آریہ وہی جواب دیتے رہے تو "دور تسلسل" لازم آئیگا۔ جو سراسر محال ہے۔ پس کوئی ایسی سرشٹی ماننی پڑیگی جسمیں ویدوں کے ملہم دیگر ہدایات پر چلکر اس کمال کو پہنچے۔ اور یہ امر ثابت ہونے پر سوامی جی کی محولہ بالا عبارات سراسر غلط ثابت ہوجائیگی +

۷۔ دور و تسلسل کا محال ہونا خود آریہ سماجی کتب سے عیاں ہے۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ ص ۲۶۵ و ۲۶۶ بھاش بھومکا ص ۲۴ ۔ سانکھیہ درشن مترجمہ سوامی درشنانندجی مہاراج ص ۶۷۔ بحوالہ سانکھیہ ادھیائے ۱ سوتر ۶۷ ۔ سانکھیہ درشن ادھیائے ۱ سوتر ۱۲ و سانکھیہ ادھیائے ۵ سوتر ۱۵ مترجمہ سوامی درشنانندجی +

۸۔ ویشیشک درشن آہنک ۱ ادھیائے ۴ سوتر ۵ ۔ مترجمہ سوامی درشنانندجی مہاراج "بغیر ماں باپ سے پیدا ہونیوالا جسم آغاز دنیا کے رشی لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو مکتی سے واپس آنیکے سبب کسی کرم کا پھل بھوگ نہ ہونیسے صرف نئے کرم کرنیکے واسطے حالت جوانی میں ہوتا ہے"۔ ابتدائے آفرینش میں جو انسان پیدا کیئے گئے وہ بغیر توسل ماں باپ کے پیدا ہوتے۔ اور اس سوتر کے رو سے وہ سب مکتی سے واپس آمدہ اشخاص تھے جنکو رشی کہا گیا۔ بہت خوب!۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ جب تمام پاک صاف تھے اور سب ایک رنگ میں رنگین۔ سب بغیر ماں باپ کے پیدا شدہ سب دنیا کی ابتدا میں ایک ہی وقت اُتپن (پیدا) کیئے گئے۔ جب تمام ہر طرح مساوی الاعمال تھے تو انمیں سے چار رشیوں پہ وید کیوں نازل کیئے گئے۔ انکی دیگر رشیوں سے کیا زیادہ خصوصیت تھی۔ اگر نہیں تھی تو ترجیح بلا مرجح لازم آگئی۔ اور سوال نمبر ۶ میں جو ہم نے سوامی جی کی عبارت نقل کی ہے۔ باطل ٹھہری +

۹۔ آریہ سماج کا دعویٰ ہے کہ "وید ازلی ہیں" اگر واقعی صحیح ہے تو اس دعویٰ کا ثبوت از روئے وید مطلوب ہے +

۱۰۔ ویدوں کی ازلیت تو خود ویدوں سے باطل ہو رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ یجروید ادھیائے ۴۰۔ منتر ۱۳ تفسیر سوامی دیانند بھاشا صفحہ ۱۲۱۱

"جو علم والے لوگ ہمارے لئے پہلے بیان کرتے تھے۔ وہ علم کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اور جہل کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اسطرح ان فاضلوں سے ہم لوگ سنتے تھے۔ اس بات کو تم لوگ جانو"

اس منتر سے ویدوں کی ازلیت کا ابطال صریحاً ہو رہا ہے۔ فقرہ "پہلے بیان کرتے تھے" بتلا رہا ہے کہ ویدوں کی تصنیف کے زمانہ سے پہلے اور بھی عالم شخص تھے +

۱۱۔ اس طرح دوسرا منتر بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جس سے "ویدوں کی ازلیت" کا پول بڑی وضاحت سے کھل رہا ہے۔ دیکھیے یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۹ تفسیر سوامی دیانند بھاشا صفحہ ۱۰۶۴۔

ترجمہ:۔ اے علم والے لوگو آگ یا گھوڑوں کو اور پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو

"پہلے زمانہ کے لوگ" اور وید ازلی کا دعویٰ بالمقابل رکھکر دیکھئے اور جواب سے سرفراز فرمایئے +

۱۲۔ آریہ سماج کا دعویٰ کہ "دنیا اور وید ہمعصر ہیں" کیا یہ بات عقل باور کر سکتی ہے کہ دنیا بھی اسوقت بن رہی ہو اور ساتھ ساتھ ہی وید بھی نازل ہو رہے ہوں۔ وید تو اسوقت نازل ہو سکتے ہیں۔ جب دنیا کامل طور پر بن جائے۔ انسانی ضروریات مہیا ہو جائیں بعد میں انسان پیدا ہوں۔ پھر ان کے لئے تعلیم نازل ہو۔ جب عقل اس سماجی دعوے کو قبول نہیں کرتی۔ تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر کہو کہ دنیا میں ضروریات مہیا ہو گئیں۔ بعد میں انسان بھی پیدا ہو گئے۔ تب وید نازل ہوئے۔ تو پھر پہلا دعوے باطل ہو جائیگا۔ اور ساتھ ہی اس کے وید ازلی نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ وہ انسانوں کی پیدائش کے بہت بعد دنیا میں نمودار ہوئے +

۱۳۔ پھر بانئے آریہ سماج اپنی کتاب اُپدیش منجری صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں۔ "آدا سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ اُن کے لئے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سننا۔

پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں پانچ برس چلی پھر پرمیشور نے منشوں (انسانوں) کو ویدگیان (الہام) دیا۔ اس محولہ بالا عبارت کے سامنے نہ یہ دعویٰ کہ "وید اور دنیا ہمعصر" قائم رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی "وید ازلی" کا بے بنیاد ادعا۔

ویدوں کی تعلیم کے متعلق

۱۵۔ سوامی دیانند جی ستیارتھ پرکاش صـ۲۱۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس قسم کی پرارتھنا کبھی نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ ہی پرمیشور اسے قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ یہ۔ اے پرمیشور آپ میرے دشمنوں کو فنا کرو۔ مجھ کو سب سے بڑا بناؤ۔ میری ہی نیکنامی ہو۔ اور سب میرے ماتحت ہو جائیں وغیرہ۔"

یہاں تو ایسی دعاؤں کا امتناع سوامی جی کر رہے ہیں۔ مگر ویدوں میں پرمیشور نے خود ایسی ہی دعائیں بلکہ اس سے بھی بہت سخت سکھائی ہیں۔ ملاحظہ ہو یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۱۳ تفسیر بھاشا دیانند جی صـ۴۴۵

"ہے تیج سون و دوان پرش آپ دہرم کے انوکول ہو کے دشٹ شترؤں (سخت دشمنوں) کو مارو الخ۔"

اس وید منتر میں خود خدا ہی ایسی دعائیں سکھلا رہا ہے۔ جسکی نسبت سوامی جی لکھ آئے ہیں۔ کہ "ایسی دعائیں پرمیشور نہ قبول کرتا ہے اور نہ ہی کرنی چاہئیں" اب سوامی جی کا قول درست ہے۔ یا ویدوں کے پرمیشور کا۔

۱۶۔ سوامی دیانند ستیارتھ صـ۶۰۴ پر قرآن شریف کی ایک آیت مبارکہ کا غلط ترجمہ کہیں سے سنکر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو "قرآنی آیت کا ترجمہ: شگفتہ شادی ہم نے اس عورت کو اور محافظت کی اس نے شرمگاہ اپنی کی الخ" اسپر اعتراض جماتے ہیں۔

ایسی نحش باتیں خدا کی کتاب میں تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ ... ایسی باتوں سے تو قرآن بدنام ہو گیا ہے۔ اگر ایسی اچھی اچھی باتیں ہوتیں۔ تو اسکی بہت تعریف ہوتی۔ جیسی کہ ویدوں کی ہوتی ہے۔"

اب ملاحظہ ہو یجروید ادھیائے ۸ منتر ۱۰ تفسیر دیانندی بھاشا صفحہ ۲۳۳

"تم تعریف کے لائق یک کے متعلق عورت کو قبول کرنے ویریہ ڈالنے منی دھارن کرنے اور اولاد کے پیدا کرنیوالے جو آپ ہیں وہ مجھ میں منی کو دھارن کیجیئے"

سوامی جی تو لکھ آئے ہیں۔ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں۔ وہ خدا کا کلام چھوڑ انسانوں کا بھی نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ مہاشہ صاحب اسپر پورا پورا غور فرماینگے۔ اس سے وید الہامی ہیں کا دعویٰ باطل ہو رہا ہے +

۱۷۔ وید اگر کامل الہامی کتاب ہے جیسا کہ آریہ سماج کا دعویٰ ہے۔ تو ویدوں میں ہمیں تفصیل دکھلائیے کہ جہاں لکھا ہو کہ فلاں عورت سے شادی کرنی چاہیئے فلاں سے نہیں فلاں رشتہ دار عورت سے جائز ہے فلاں سے ناجائز +

۱۸۔ اگر وید الہامی اور کامل کتاب ہے۔ تو ہمیں بھی وراثت کے مسائل دکھلائیے +

۱۹۔ اگر وید الیشوری گیان اور مکمل کتاب ہے تو ہمیں سے ایسے معیار وادلہ دکھلائیے جن کے ذریعہ ہم الہامی اور غیر الہامی کتاب میں تمیز کر سکیں۔ اور یہ معیار عقل کے بھی مطابق ہوں +

۲۰۔ وید ہر سرشٹی میں چار ہی کیوں نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کے ملہم بھی چار ہی ہوتے ہیں۔ جب ویدوں کا حاصل ہونا کرموں کا نتیجہ ہے۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ کبھی پانچ شخص ایسے نکل آئیں جنکے اعمال ملہم بننے کے مستحق ہوں۔ اسصورت میں کیا خدا پانچواں وید اور تصنیف کرے ؟۔ ایسا ہی اگر ایسے اعمال والے تین ہی شخص ہوں۔ تو چوتھا وید کس طرح دنیا میں نازل ہو سکتا ہے ؟

۲۱۔ براہ مہربانی اس وید منتر کی جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے تشریح فرماویں:۔

دیکھئے یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۱۵ تفسیر دیانندی بھاشا صفحہ ۱۰۸۷

"اے مل کر چلنے والے داناؤ۔ تم آج ہمارے سامنے آؤ۔ ہم سے الگ منہ چھپائے مت پھرو۔ میں ڈرتا ہوا تمہارے مافی الضمیر کو اچھی طرح پہنچوں سب مجھے پھاڑ کھانیوالے بھیڑیئے سے بچاؤ۔ اے داناؤں کی تواضع کرنیوالے لوگو جس کنوئیں یا گڑھے میں تم گر پڑتے ہو اس سے مجھے بچاؤ"

یہ کون کہہ رہا ہے کہ مجھے بھیڑیئے سے بچاؤ گڑھے سے نکالو۔ اور میرے ساتھ ملنے آؤ وغیرہ۔ کیا خدا بھی نعوذ باللہ کبھی اسحالت کو پہنچا تھا۔ اگر کہو کہ یہ خدا کی بابت نہیں۔ بلکہ کوئی انسان کہہ رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ویدوں میں "واقعات ہیں"۔ تو پھر بقول لیکھرام جس میں "واقعات ہوں"۔ وہ کتاب الہامی نہیں +

۲۲۔ مندرجہ ذیل منتر کی تشریح بھی مقصود ہے ۔ یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۱۶ دیانندی تفسیر بھاشا ۴۲۷
"اے راجہ کی رانی تجھے جار (یار) لوگوں کا بیوہار (سودا) نہ ستائے اور وہ تیرا لائق خاوند تجھے نہ مارے" الخ۔

ویدوں میں یہ کس رانی کا ذکر ہے۔ کہ جس کو کوئی نصیحت کر رہا ہے۔ تجھکو یار لوگوں کا سودا نہ ستائے وغیرہ +

منوسمرتی سے کچھ

۲۳۔ "گئو موتر یا پانی یا گئو کا دودھ یا گئو کا گھی یا گئو کے گوبر کا رس انیں سے کسی ایک کو اگن برن (آتش رنگ) کر کے پیوے۔ اور اس سے بھر جاوے تو پاک ہو جاتا ہے"۔
منوسمرتی ادھیائے ۱۱ شلوک ۹۱ مترجمہ سوامی درشنانند جی

اس پوتر نسخہ کی فلاسفی بتلایئے۔ اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں +

۲۴۔ وہ برہما (خدا) اپنے دن میں کام کرتے ہیں۔ اور رات میں سوتے ہیں۔ جب جاگتے ہیں تب سنکلپ بکلپ (ارادہ و تامل وغیرہ) سے من کو سرشٹ رچنے کی آگیا دیتے ہیں۔ (یعنی حکم کرتے ہیں) منو ۱/۷۴ مترجمہ درشنانند جی۔

اس سلوک کی تشریح بھی مطلوب ہے۔ کیا خدا بھی سو جایا کرتا ہے +

۲۵۔ "بر (لڑکا) اور کنیا (لڑکی) آپس میں اچھا (خواہش) کر کے جو سنجوگ (ملاپ) کریں۔ وہ گاندھرب وواہ کہلاتا ہے۔ یہ وواہ (بیاہ) یعنی شادی صحبت داری کے واسطے ہے"۔ منو ۳/۳۲ مترجمہ سوامی درشنانند جی۔

کیا اگر عورت مرد کی آپس میں مجامعت کی خواہش ہو۔ تو خود ہی ملاپ کر سکتے ہیں اور کیا یہ سماج کے نزدیک زناکاری تو نہیں +

۲۶- ویدک دہرم پر چل کر انسان مکتی حاصل کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو وہ کونسے ایسے ذرایعہ ویدک دہرم دنیا میں پیش کرتا ہے۔ اور کیا کوئی دو چار نام ایسے نجات یافتوں کے آپ دے سکتے ہیں؟

۲۷- ویدک دہرم کی رو سے نجات محدود ہے یا غیر محدود اگر کہو کہ غیر محدود تو یہ سماج کے سدہانت کے مخالف ہے۔ اور اگر کہو کہ محدود تو اس کی دلیل بیان فرمایئے۔ کہ وہ انسان جو نہایت دشوار گذار راہ طے کر کے واصل ربانی ہوا۔ کیا وجہ ہے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد اسکو اس نعمت عظمیٰ اسے محروم کر دیا جائے۔ اگر کہو کہ اس کے اعمال محدود تھے۔ محدود اعمال کی جزا غیر محدود نہیں مل سکتی تو ہم کہتے ہیں کہ پرمیشور نے اسکو پہلے کیوں وفات دیدی۔ اسے کیوں نہ زندہ رکھکر دنیا میں اور نیک کام کرنے دیئے۔ یہ پرمیشور کا قصور ہے نہ کہ اس انسان کا۔ اس کے دلمیں ایسا کوئی خیال نہیں تھا۔ کہ اب میں نہ مرا تو ضرور گناہ کرونگا۔ بلکہ برعکس اس کے اسکا یہی ارادہ تھا۔ کہ تا زندہ ام بندہ ام۔ نیک کام بجالاؤں۔ پس اسکا ارادہ غیر محدود تھا۔ پرمیشور نے خود اسکو وفات دی۔ یہ قصور نعوذ باللہ پرمیشور کا ہوا نہ کہ اس بیچارے انسان کا۔ جواب باصواب عنائت ہو۔

۲۸- مکتی میں انسان کتنا عرصہ رہتا ہے۔ اور کیا کرتا ہے۔ سویا رہتا ہے یا کوئی کام کرتا ہے۔ کیا وہاں بھی خدا کی عبادت بجالاتا ہے۔ یا اس سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ مکتی سے لوٹنے پر کیا اسباب ہیں۔ جواب ویدوں سے

۲۹- آجتک ویدک دھرم کے مطابق چل کر اس ناقص مکتی کو بھی کوئی حاصل کر سکا یا نہیں اور خاص کر اس زمانہ کی کوئی نظیر مطلوب ہے۔ کیا بانی آریہ سماج۔ لیکھرام۔ سوامی درشنانند جی۔ پنڈت گورودت وغیرہ بھی مکتی پا گئے یا نہیں۔

۳۰- ویدک ایشور انسانوں سے جو سہواً قصور ہو جائیں۔ معاف کر سکتا ہے یا نہیں اگر کہو کہ کر سکتا ہے۔ تو یہ قول سماجی سدہانتوں کے خلاف ہے۔ اگر کہو نہیں تو اس سے خدا کی کمزوری و لاچاری لازم آئی۔

قدامت مادہ کے متعلق

۳۱۔ مادہ قسیم ہے یا مخلوق۔ اگر کہو کہ قدیم تو اس کا دعویٰ اور دلیل ہر دو ویدوں سے مطلوب ہیں۔ چرتے پٹری کی کہانی سے معاف فرماویں۔ وید منتر معہ لفظی ترجمہ پورا حوالہ +

۳۲۔ مادہ خدا نے پیدا کیا ہے یا نہیں اگر کہو کہ نہیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا جواب دیجیے

جب خدا نے مادہ بنایا ہی نہیں تو وہ مالک کیسے بنگیا۔ ملکیت تین طرح سے ہوتی ہے۔ جبر سے قبضہ۔ یا کسی سے کوئی چیز خریدی جائے۔ یا ورثہ مل جائے۔

پس خدا ان میں سے کس بات کی رو سے مالک بنا۔ کیا جبر کیا یا کسی سے خریدا یا ورثتاً مالک بنا

۳۳۔ سانکھ درشن ص ۲۵ و ۲۶ ادھیا ۱ سوتر ۷۶ مترجمہ سوامی درشنا نند جی

"سوال۔ یہ پرکرتی پرچھن ہے۔ یعنی محدود ہے یا لا محدود۔

جواب۔ ست جگت کا اپادان کارن (علت مادی) محدود نہیں ہو سکتا کیونکہ جو چیز محدود ہے وہ یا تو کاریہ (معلول) ہے یا انو ہے۔ کاریہ سب کا کارن (علت) نہیں کہلا سکتا۔ اور انو دوسرے انو کے ملے بغیر کوئی چیز نہ تو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ بڑھ سکتا ہے۔"

محولہ بالا عبارت میں کپل رشی اس جہان کی علت مادی کو غیر محدود بتلاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ علت مادی محدود نہیں ہو سکتی۔ محدود کاریہ یعنی معلول ہے اب سوامی دیانند کی تحریر ملاحظہ ہو۔ وہ کیا لکھتے ہیں دیکھیے ستیارتھ ص ۲۳۹

"یہ سب عالم... غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود ہے"

سوامی جی علت مادی کو محدود بتلا رہے ہیں۔ پس جب علت مادی محدود ہے تو یہ ازلی نہیں بلکہ حادث ہے۔ کیونکہ بروئے سانکھ ازلی علت مادی وہ ہو سکتی ہے جو غیر محدود ہو۔ پس ثابت ہوا کہ مادہ حادث ہے۔ کیونکہ محدود ہے +

۳۴۔ سوامی دیانند ستیارتھ ص ۲۵۳ پر رقمطراز ہیں۔

"بغیر آکاش کے پرکرتی اور پرمانو کہاں ٹھہر سکیں"

اس عبارت سے پتہ چلا کہ مادہ بغیر جگہ کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اچھا تو جب مادہ کیلیے جگہ تجویز ہوگئی۔ تو مادہ ضرور وزنی اور شکل رکھتا ہوگا۔ کیونکہ جو جگہ کا محتاج ہے وہ ضرور

وزن اور شکل رکھتا ہے۔ اگر واقعی کہو کہ مادہ شکل اور جسم رکھتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ مرکب ہے کیونکہ متشکل اور وزنی چیز قابل تقسیم ہوتی ہے۔ اور جو قابل تقسیم ہے وہ ضرور مرکب اور مرکب حادث ازلی نہ رہا۔ پس مادہ بھی ازلی نہ رہا +

۳۵۔ ظرف اور مظروف میں تقدم و تاخر لازمی ہے۔ اور آکاس ظروف ہے۔ تو مادہ مظروف پس یہاں بھی ماننا پڑیگا کہ مادہ آکاش کے ہمعمر نہیں بلکہ بعد میں خلق کیا گیا ہے +

۳۶۔ سوامی دیانند ستیارتھ ص ۲۰۳ پر لکھتے ہیں۔

"اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں"۔ (بحوالہ رگوید)

اس عبارت سے بھی مادہ کا مخلوق ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر یہ ازلی ہوتا۔ تو پھر خدا یہاں کیسے کہتا کہ "اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود" پس وید کے اس قول سے بھی مادہ کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا +

روح کی نسبت

۳۷۔ روح ازلی ہے یا مخلوق؟ اگر کہو کہ ازلی۔ تو ویدوں سے دعویٰ اور دلیل دکھلایئے

۳۸۔ روح مرکب ہے یا مفرد؟ اگر کہو کہ مفرد تو سوامی جی کی اس عبارت سے تو روح مرکب ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔

"برہم (خدا) ہمیشہ ایک ہے۔ جیو اور پرکرتی کے عناصر بہت سے ہیں"۔ ستیارتھ ص ۲۲۹

اس عبارت کی رو سے جب روح کے عناصر ثابت ہو گئے۔ تو وہ خود بخود ہی مرکب ثابت ہو گئی۔ تو مرکب کبھی بھی ازلی نہیں ہو سکتی۔ ضرور مخلوق ہو گی +

۳۹۔ جب روح ازلی ہے تو خدا کس طرح اس پر قابض ہو گیا یہ اس کے قبضہ میں کیسے آ گئی۔ خدا کا کیا حق تھا۔ کہ اس پر مالکانہ قبضہ کر لیا۔ اور بیچاری کی آزادی چھین کر جنم جونوں میں ڈال دیا کیا یہ انصاف ہے +

تناسخ کی بابت

۴۰۔ روح طبعاً پاک ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ طبعاً پاک ہے تو وہ گناہوں میں کیسے ملوث ہو گئی۔ اگر کہو کہ نہیں وہ طبعاً پاک نہیں تو سوامی جی کی یہ عبارت کہاں جائیگی۔

"(خدا اور روح) دونوں بالذات چیتن (ذی عقل) ہیں۔ طبیعت دونوں کی پاک

غیر فانی اور دہار مک ہے" ستیارتھ ص ۲۲۱

پس جب وہ طبعاً پاک تھی۔ تو خدا نے کیوں اس پر ظلم کیا۔ اور جو نمیں دھکیل دیا۔

۱۴۱۔ تناسخ صحیح ہے یا غلط۔ اگر صحیح ہے تو دعویٰ اور دلیل ویدوں سے دکھلائیے۔ وید منتر مع لفظی ترجمہ مطلوب ہے۔ مسافر لیکھرام کلیات ص ۸۰ پر لکھتا ہے۔

"مسئلہ اواگون (تناسخ) کی رو سے دو قسم کے جسم مانے گئے ہیں۔ ایک کرم یونی دوسرے بھوگ یونی۔ کرم جونی میں کام کیئے جاتے ہیں۔ بھوگ جونی میں کرموں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد کرنیکی تمیز دیگئی ہے۔ وہ کرم جونی اور جس جسم میں نہیں دیگئی۔ وہ بھوگ جونی ہے۔ اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی (حیوان درخت وغیرہ) بھوگ جونی ہیں"

جب انسان کرم جونی تسلیم کرلیا گیا۔ تو پھر تناسخ کی تائید میں یہ کہنا کہ "لولا لنگڑا اندھا غریب امیر مفلوج مبروص وغیرہ پہلے کرموں کا پھل بھوگ رہے ہیں"۔ اس عبارت کے کہانتک مطابق ہوسکتا ہے۔ یا تو انسان کو صرف کرم جونی مانو جیسا کہ مسافر نے لکھدیا ہے۔ اسصورت میں اسباب کو چھوڑ دینا پڑیگا کہ لولا لنگڑا۔ امیر غریب پہلے اعمال کا پھل بھوگ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ مانو تو مسافر کے کلام کی تکذیب کرو۔

۱۴۲۔ مسئلہ تناسخ کی تائید میں عموماً یہی دلایل پیش کیئے جاتے ہیں۔ کہ کوئی لولا لنگڑا ہے تو کوئی مفلوج کوئی مبروص کوئی اندھا ہے تو کوئی سوانکھا کوئی تندرست اور کوئی مریض یہ تمام تکلیفات یا آرام پہلے جنم کے اعمال کے مطابق ہیں۔ ایسا ہونے کے سوائے تناسخ کے اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی"۔ مگر سوامی دیانند سنسکار ودھی ص ۲۱۹ میں بطور ہدایت فرماتے ہیں۔

"گربھا دہان سے مراد گربھ (حمل) کا دھارن کرنا یعنی ویریہ (نطفہ) کا گربھاشیہ میں قائم کرنا (استقرار حمل) ہے۔ جیسے بیج اور کھیت کے اچھا ہونے سے اناج وغیرہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک اور بلوان استری پرشوں کی اولاد بھی بلوان اور دہرماتما ہوتی ہے۔

..... کیونکہ سولہ سال سے پہلے حمل میں بچہ کو بڑھنے کا پورا موقعہ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی اس سے کم عمر کی عورت حمل کو مناسب طور سے قائم رکھ سکتی اور بچے کو پوری طرح نشوونما دیسکتی ہے"

پھر اسی کتاب کے صہ۲۳ پر لکھتے ہیں " پرش (آدمی) کا ویریہ (نطفہ) زیادہ ہونے سے پُتر (لڑکا) اور استری کے زیادہ منی ہونے سے لڑکی اور مساوی ہونے سے مخنث اولاد پیدا ہوتی ہے "

ہمارا ان کے متعلق یہ سوال ہے کہ بتلائیے یہ سنسکار ودہی کی عبارتیں صحیح ہیں یا غلط - غلط تو آپ کہہ نہیں سکتے آپکے گورو کا قول ہے - اور صحیح کے کہنے پر تناسخ کی مندرجہ بالا پیش کردہ دلیل باطل ہو گی - کیونکہ یہاں مفلوج یا لولے لنگڑے کے پیدا ہونیکی وجہ اور ہی بتلا رہے ہیں - اگر یہ وجہ صحیح ہیں تو تناسخ کبھی صحیح نہیں مانا جا سکتا +

۴۳ - اس (کائنات) سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا - اور کوئی دوسری چیز نہ تھی " بھومکا صہ۵۳ (بحوالہ ایتریہ آرنیک اپنشد ادہیائے ۱ کھنڈ ۱) اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ اس وقت صرف خدا تھا - دوسری کوئی چیز نہ تھی - پس جب اکیلا پرمیشور ہی تھا - تو بعد میں اس نے جو انسان اور حیوان بنائے یہ کن اعمال کے نتیجہ میں بنے - اعمال تو کوئی پہلے تھے نہیں اور ادہر آپکے عقیدہ کی رو سے کوئی چیز بغیر اعمال کے وجود پذیر ہو ہی نہیں سکتی - پس ماننا پڑیگا کہ پہلی مخلوقات بغیر کسی پہلے اعمال کے ظہور نما ہوئی - اس پر ہم کہینگے کہ جب خدا نے پہلے جانداروں کو بغیر کسی پہلے کرموں کے وجود عطا کیا - تو کیا اب نہیں کر سکتا - ماننا پڑیگا کہ اب بھی اپنی مرضی اور ارادہ کے ماتحت جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ وہ فاعل بالخاصہ نہیں ہے - بلکہ فاعل بالارادہ ہے اس بیان کی تصدیق میں دیکھئے ستیارتھ صہ۲۴۵ و صہ۲۲۳ بھومکا صہ۱۶۸ وغیرہ +

۴۴ - سانکھہ درشن ادہیائے ۱ اشلوک ۱۵ صہ۵ مترجمہ سوامی درشنانندجی - " وید کے انوکول (مطابق) یا مخالف کرم کرنے سے بھی بندھن یعنی دکھ پیدا نہیں ہوتا - کیونکہ کرم کرنا بھی شریر اور چیت سے ملی ہوئی آتما کا دہرم ہے دوسرے کرم شریر (جسم) سے ہوگا - اور شریر کرم کے پھل سے پیدا ہوتا ہے - تو انوستھا یعنی دور تسلسل آجائیگا تیسرے اگر شریر کا کرم آتما کے بندھن کا ہیتو مانا جائے - تو پھنسے ہوئے جیو کے کرم سے مکت جیو کو بندھن ہونا ناممکن ہے اس واسطے کرم سے بندھن نہیں ہوتا "

اس عبارت میں بھی سانکھہ کے مصنف کو مجبوراً ایک ایسا جسم تجویز کرنا پڑا جو بغیر کسی پچھلے کرم کے ہو - پس ہم بڑے زوردار الفاظ سے کہینگے کہ جب خدا نے اسوقت بغیر کسی پچھلے انسانی افعال کے مختلف جونیاں بنا دیں تو اب کیوں مانا جائے کہ یہ مختلف جونیاں پچھلے کرموں کا پھل بھوگ رہی ہیں - ان میں خدا کی حکمت و مصلحت یا مرضی و ارادہ کا دخل نہیں +

سوامی دیانند کے اقوال میں تضاد

۴۵ - سوامی جی ستیارتھ صفحہ ۲۴۵ پر لکھتے ہیں "پرلئے میں جیو اسطرح نکمے پڑے رہتے ہیں جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا ہوا۔" مگر اپنی دوسری کتاب آدیلیش منجری صفحہ ۳ پر اسکے عین خلاف تحریر فرما رہے ہیں۔ "(خدا) سب سے افضل اپنا آپ ہی سہارا ہر ایک پرلے میں جیوؤں کو انکے اعمال کے مطابق سزا جزا دیتا ہے۔" براہ مہربانی ہر دو عبارتوں میں جو باہمی تناقض ہے تطبیق کرکے دکھلائیں ✤

۴۶ - پنڈت لیکھرام اور سوامی درشنانند جی مہاراج نباتات میں روح کے قائل تھے۔ اور یہ انکا عقیدہ وید سمرتی اور سوامی جی کی تحریرات کے عین خلاف تھا دیکھئے یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۳۲ تفسیر دیانندی صفحہ ۳۹۴ جہاں صاف لکھا ہے کہ روح بیل وغیرہ درختوں میں بھی جاتی ہے۔ منو سمرتی میں مرقوم ہے۔ "گرو پتنی .... سے جماع کرنیوالا (دوسرے جنم میں) گھاس - گچھے دار بیلوں میں جاتا ہے۔" منوسمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۵۹ سنسکرت سے بھاشا مترجمہ پنڈت تلسی رام صاحب۔

سوامی دیانند ستیارتھ صفحہ ۲۸۹ پر لکھتے ہیں۔ "جو شخص بذریعہ جسم کے چوری - دوسرے کی عورت سے صحبت - نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بدکام کرتا ہے۔ اسکا جنم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے۔" اب بتلایئے پنڈت لیکھرام کا قول مانیں یا سوامی درشنانند صاحب وغیرہ کا یا ان دونوں کے بالمقابل وید - سمرتی - پنڈت دیانندجی کی اقوال معتبر سمجھے جائیں۔

۴۷ - منوسمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۵۵ مترجمہ پنڈت تلسی رام صاحب

"کتا - سور - گدھا - اونٹ - بیل - بکرا - بھیڑ - مرگ - پکشی - چنڈال - اور پکس جنم کو برہم ہتیارے (برہم ہتیا کرنے والے) جاتے ہیں"

براہ مہربانی اس شلوک کی تشریح اچھی طرح فرماویں - کیا دنیا میں کتا بلی - گدھا - اونٹ بیل بکرا وغیرہ سب جانور جو نظر آتے ہیں - یہ سب پہلے جنم میں برہم ہتیارے تھے - کیا ان ہی برہم ہتیا کا جرم دنیا میں پھیل گیا ہے - کیا اس شلوک کی عبارت کا مفہوم عقل انسانی قبول کرسکتی ہے - ہرگز نہیں - ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنے یہ جانور ہیں - اتنے انسان بھی نہیں ہیں - پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب پہلے انسان تھے - جب برہم ہتیا کی تو ان جونوں میں ڈالے گئے ✤

نوٹ - تین سوال کسی مصلحت سے ملتوی کئے گئے -

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۱۱)

فاروق کس کا نام ہے

اب فاروق کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی یہ لقب عمر رضی اللہ عنہ کو خدا و رسول سے ملا ہوا ہے یا اہل سنت نے محض خوش اعتقادی سے ان کے لئے تجویز کر لیا ہے۔

سو واضح ہو کہ فاروق کے معنی ہیں حق و باطل میں فرق کر دینے والا۔ اور عمر کو یہ امتیاز بخش لقب اس دن بارگاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین سے ملا جس دن وہ اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور رسول صلعم اور اہل اسلام کو جو اس وقت تک قریب چالیس نفر کے ہو گئے تھے۔ سب سے پہلی دفعہ سینہ سپر اور سربکف اور بیخوف و خطر ہو کر اپنے ہمراہ خانہ کعبہ میں لے آئے۔ اور علانیہ نماز پڑھی اور طواف کرایا۔ عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے رسول صلعم اور آپ کے اصحاب مشرکین مکہ کے خوف سے مخفی طور پر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ فکان اصحابہ اذا اراد الصلوٰۃ ذھبوا الی الشعاب فاستخفوا۔ ابن اثیر جلد ۲ صـ۲۷ کہ اصحاب کو جب نماز ادا کرنی ہوتی تھی۔ تو پہاڑوں کی غاروں میں چلے جاتے تھے۔ اور چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ یہ عمرؓ کے اسلام لانے سے کوئی تین سال کا ذکر ہے۔ لیکن ان کے اسلام لانے تک کا یہی حال تھا چنانچہ وہی مورخ لکھتے ہیں

ثم اسلم عمر بعد تسعۃ و ثلاثین رجلاً و ثلاث عشرین امراۃ ××× وکان رجلاً منیعاً و سلم بعد ھجرت المسلمین الی الحبشۃ وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایقدرون یصلون عند الکعبۃ حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشاً حتی صلی عندھا و صلی معہ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ابن اثیر جلد ۲ صـ۳۹

یعنی پھر اسلام لائے عمر بعد ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے اور وہ بارعب انسان تھے اور حبشہ کی ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور اصحاب رسول صلعم کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے۔ پس جب وہ مسلمان ہوئے

توقریش کے ساتھ مقابلہ کیا- اور کعبہ کے پاس جاکر نماز آپ بھی پڑھی اور ان کے ساتھ اصحاب رسول صلعم نے بھی-

اسی ضعف اور بیکسی کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اکثر دعا فرمایا کرتے تھے- کہ یا اللہ اس دین کو تقویت دے- ان دو شخصوں میں سے خواہ ایک کو ہی ہدایت کر یا عمر کو یا ابوجہل کو- لطف یہ ہے کہ اس دعا کو اجل علماء شیعہ نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے چنانچہ حیدر علی آملی اپنی کشکول میں لکھتے ہیں:-

وکان النبیؐ لما یجد من اذی عمر بن الخطاب وابی جہل بن ھشام یقول اللھم اید ھذا الدین ولو باحد ھذین الرجلین اما عمر وابی جھل ثم رائی النبی ورائی الجماعۃ ان استدراج عمر اھون من استدراج ابوجھل فتوجہ النبیؐ بکلیتہ وبعض الاصحاب من الخواص الیہ وعلیہ ولم یزل النبیؐ والجماعۃ یقول علیہ احوال النبیؐ حتی قبل الاسلام فاسلم بعد اسلام ابی بکر بست سنین وکان ھو خاتم الاربعین رجل- (دیکھو کشکول نسخہ قلمی موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ ورق ۲۸)

یعنی جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عمر اور ابی جہل بن ہشام سے متواتر اذیت پہنچی تھی تو فرمایا کرتے تھے- کہ اے میرے مولا کریم اس دین کو تقویت بخش خواہ ان دونوں میں سے ایک ہی کو مسلمان کرکے- عمر ہو یا ابی جہل پھر نبی کریمؐ اور آپؐ کی جماعت نے دیکھا کہ ابی جہل کے مائل کرنے سے عمر کا مائل کرنا زیادہ آسان ہے- پس نبی کریم اور ساتھ کے خاص اصحاب ہمہ تن عمر کو رہ براہ کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے- اور نبیؐ اور اصحاب نبیؐ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات برابر عمر کے گوش گذار اور ذہن نشین کرتے رہے- یہاں تک کہ اس نے اسلام کو قبول کرلیا- اور وہ ابوبکر کے اسلام لانے کے بعد چھٹے سال میں مسلمان ہوا- اور وہ چالیسواں مسلمان تھا۔

وجہ تسمیہ

اب میں تاریخ روضۃ الاحباب سے فاروق کی وجہ تسمیہ کے متعلق عرض کرتا ہوں- پہلے فاضل مورخ نے اسی روایت کو لیا ہے- جس میں حضرت عمر کے اسلام لانے کے دن نبی کریمؐ اور تمام اصحابؓ کو خانہ کعبہ میں لیجا کر نماز پڑھانے اور طواف کا ذکر کیا ہے

اور جو تاریخ ابن اثیر سے اوپر مذکور ہوئی اس کے بعد شیخ فرید عطار قدس سرہ کا ایک شعر اسی بارہ میں لکھا ہے ؎

چو حق را بزبان او کلام است
ز فرقان است فاروق این تمام است

اس کے بعد ایک نہایت لطیف روایت اسی بارہ میں خود جناب علی علیہ السلام سے لکھی ہے۔ وہو ہذا۔

ومنقول است از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سماہ اللہ الفاروق فرّق بین الحق والباطل و این سخن از علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بنابر آں واقعہ شدہ کہ تسمیہ کردن رسول صلے اللہ علیہ وسلم حکم تسمیہ کردن حق تعالےٰ دادہ چہ وصف حضرت در قرآن مجید بایں طریق واقعہ شدہ کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ با آنکہ معلوم کردہ باشد کہ وے را خداوند سبحانہ تعالےٰ در کتب سابقہ فاروق خواندہ ××× مصرع

کہ کرد ملّت و دیں را بعدل معماری

روضۃ الاحباب۔ اما بیان وجہ تسمیہ او بامیر المومنین فاروق رض نسخہ قلمی موجود امپیریل لائبریری کلکتہ

حضرت علی کی روایت کہ عمر رض فاروق ہے

یعنی مروی ہے۔ جناب علی علیہ السلام سے کہ انہوں نے فرمایا۔ عمر کا نام خدا نے فاروق رکھا ہے۔ کیونکہ اس نے حق باطل میں فرق دکھا دیا۔ اور یہ ارشاد مرتضوی اس بنا پر ہے۔ کہ آپ نے رسول صلعم کے نام رکھنے کو خدا کا نام رکھنا قرار دیا ہے کیونکہ رسول صلعم کی تعریف قرآن مجید میں یوں وارد ہے۔ کہ یہ نبی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتا۔ بلکہ وہی فرماتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے اسکو وحی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ویسے بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ عمر کا نام اگلی کتابوں میں بھی فاروق آیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ عمر نے ملت اور دین کی عدل کیساتھ معماری جو کی ہے۔

روایت ابن مسعود

عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر۔ بخاری مولوی احمد علی والی صفحہ ۵۴۴

باب اسلام عمر بن الخطاب

یعنی جب سے عمرؓ مسلمان ہوئے ہم ہمیشہ غالب ہی رہے +

ابوذرؓ کی روایت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ ۔ ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی دہلی باب فضائل الصحابہؓ

کہ رسول صلعم نے فرمایا خدا نے حق کو عمرؓ کی زبان پر رکھدیا ہے۔ حق کی بات کہتا ہے +

ابن عباسؓ کی روائت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

قال لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا محمدؐ لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر۔ (ابن ماجہ

کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیل نازل ہوئے۔ اور کہا کہ اے محمد صلعم عمر کے اسلام لانے سے آسمان والوں کو بھی خوشی ہوئی +

صہیبؓ کی روایت صہیبؓ فرماتے ہیں:۔

لما اسلم عمر جلسنا حول البیت حلقا وطفنا وانتصفنا ممن غلظ علینا ۔ تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ صفحہ ۳۳۵

کہ جب عمر اسلام لائے تو ہم کو خانہ کعبہ کے گرد حلقے باندھ کر بیٹھنا اور طواف کرنا اور موذیوں سے انتقام لینا نصیب ہوا +

احمدیت کے دو اصولوں کا اقرار

مولوی عبداللہ العمادی کی زبان سے

حق برزباں جاری ۔ یہ بڑے بڑے علماء غیر احمدیوں کے زبان سے تو سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے مُقر نہیں ہوتے ۔ مگر بعض اوقات اُن کے مُنہ سے بے اختیار حق بات نکل جاتی ہے۔ آفتاب مورخہ ۱۰ جولائی میں مولوی عبداللہ العمادی کی ایک نظم چھپی ہے جس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عاجزانہ خطاب ہے۔ اور اس کے دو شعر یہ ہیں:۔

باہر مزارِ پاک سے تشریف لائیے نور سیغلبون سے جلوہ دکھائیے
تیرہ صدی سے وحی الٰہی نہیں سنی افلاک کی زمین نے صدا ہی نہیں سنی

اخیر میں آپ عرض کرتے ہیں کہ

امت کا اپنی آج تو سامان کیجئے یہ اڑتی ریگ ہے اسے فاران کیجئے
اس قطرۂ خسلیس کو عمان کیجئے ان کافروں کو آج مسلمان کیجئے

دیکھیئے یوں تو مولوی عبداللہ صاحب العمادی سلسلہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ مگر احمدیت کے دو اصولوں کا اقرار کر لیا ہے۔ اول یہ کہ اب ہم میں اسلام نہیں رہا۔ بلکہ بعض عقاید و اعمال کے لحاظ سے کافرانہ قدم ہے۔ بلکہ کافر ہی کہنا چاہیئے۔ دوم یہ کہ ہماری اصلاح کیلئے حضرت محمد رسول اللہ کی بعثت کی ضرورت ہے۔ اور سوائے اس کے ہمارے دکھوں کا کچھ درماں نہیں کہ پھر سے وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہو۔ وہ وحی الٰہی جو نبوت سے مختص ہے۔

پس کیا یہ اقرار اس بات کا ثبوت نہیں کہ طبائع اس بات کیلئے تیار ہو رہی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے قدموں میں اپنی نجات سمجھیں ✦

انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ

(بحکم حضرت خلیفۃ المسیح)

برادران۔ السلام علیکم۔ دل میں تو بہت کچھ ہے۔ جو آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ اور ابھی میری صحت جو الحمد للہ کہ روزانہ ترقی کر رہی ہے۔ اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر ایک بات جس کا فوراً آپ لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس وقت کہنی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات بھی اس قسم کے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقعہ ہے۔ اور اسکو خدانخواستہ اگر کوئی

نقصان پہنچے۔ تو اس صدمہ سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے شریعت اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کے ماتحت اور خود اپنے فوائد کی حفاظت کے لئے اسوقت جبکہ جنگ جدال کی گرم بازاری ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر ممکن طریق سے گورنمنٹ کی مدد کرے۔ اور چونکہ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کس کس طریق سے گورنمنٹ کی مدد کر سکتا ہے۔ اور فطرت انسانی کے مطابق انسان کو بار بار یاد دلانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کام کو بحسن انجام تک پہنچانے کے لئے میں نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جس کے گیارہ ممبر قادیان میں ہونگے۔ اور ان کے مددگار کے طور پر ہر ضلع اور ہر صوبہ میں ایک ایک ممبر مقرر کیا جاویگا۔ جو اپنے مددگار اپنے علاقہ میں ہر ایک جگہ پر جہاں احمدیہ جماعت ہو مقرر کریگا۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا۔

۱۔ احمدی جماعت میں خصوصاً اور دوسرے لوگوں میں عموماً بھرتی کی تحریک کرنا +

۲۔ مالی طور پر گورنمنٹ کی مدد کرنیکی تحریک احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کرنا +

۳۔ احمدیوں کو جو تکالیف فوج میں ہوں۔ ان کے دور کرنے کی کوشش کرنا +

۴۔ پچھلی خدمات جو احمدیوں نے کی ہیں۔ ان کی فہرست تیار کرنا اور آئندہ ساتھ ساتھ تیار کرتے رہنا یہ بھی انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک خدمت جو کوئی شخص کرے۔ اس ضلع کے حکام اور پنجاب گورنمنٹ کو باقاعدہ ماہواری طور پر مطلع کیا جاتا رہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری تمام جماعت اس کام میں اس کمیٹی کی مدد کریگی +

اس کمیٹی کا نام "انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ" ہوگا +

خاکسار مرزا محمود احمد۔ ڈلہوزی۔ 23 7/18

نماز مترجم

برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب کی ہمت پر صد آفرین دو تین کتابیں تو بہت ہی مفید عین ضرورت کے وقت چھپوائی ہیں۔ پہلے درثمین چھاپی جو تمام پہلے ایڈیشنوں سے مکمل اور عمدہ ہے، پھر احمدی جنتری جو معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ اب نماز مترجم جسمیں نماز کے متعلق تمام مسائل اور ادعیہ درج ہیں۔ علماء قادیان نے بڑی غور سے اسپر نظر ثانی کی اور مناسب اصلاح کے بعد شائع ہونے دیا۔ اور برادر محمد یامین نے جیسا کہ مجھے توقع تھی۔ نہایت اچھے کاغذ پر خوشخط عمدگی سے چھپوایا ہے۔ کوئی احمدی گھر خالی نہیں ہونا چاہئے۔ جس میں اس رسالہ کے دو چار نسخے نہ ہوں۔ یہ بچوں کیلئے نہیں بلکہ نوجوانوں اور بوڑھوں کیلئے بھی ہے [illegible] قیمت صرف ۱۰/ +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے - ان میں عموماً کونین رہتی ہے - اس لئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک تو دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی ہیں - ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا دعویٰ خاص رکھتی اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے - اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کی کیڑونکو مار دیتی ہے - اس لئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے - اور ہڈیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلاتی ہے - قیمت فیشیشی کلاں ۱۴ر شیشی خورد ۸ر محصولڈاک ۵ر دو شیشی ۸ر

قوت کی گولیاں

۴۰ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں - طاقت دینوالی مشہور دوائیں فاسفورس اشکینا ڈاینا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے - مغز، ریڑھ - رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے - بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے - چہرہ پُر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹتے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیونکی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ۱عہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر

داد کا مرہم

ہر وقت کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے - دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب شنکرپور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا - جس سے ہمیں ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون اور مشکور ہوں - اس کے استعمال کرنیوالے سب ہی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح مداح ہیں کیونکہ وہ ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۳ر محصول ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ذیقعد ۱۳۳۶ھ | نمبر ۹

صدقۃ الفطر نصف صاع گندم سے	۱-۷	اکمل
چار بیویوں سے زیادہ جائز نہیں	۷-۸	اکمل
ابوبکر و عمر سیدا کھول اہل الجنۃ	۹-۱۵	منشی خادم حسین صاحب بھیروی
معارف قرآن	۱۶-۲۰	مولانا سرور شاہ صاحب
احمد موعود	۲۱-۳۴	میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور
جنگ یوروپ میں ہمارا فرض	۳۴-۳۶	اکمل

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عا غیر ممالک سے (...)

باھتمام

شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان

میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

عقائد اسلام پر ایک کتاب کی ضرورت

ہم خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ اور مابہ الامتیاز دیگر مدعیان اسلام سے ہمیں یہ حاصل ہے۔ کہ ہم بما جاء بہ النبی پر قائم ہیں۔ اور ہمارا ایمان خدا کے فضل سے دید پر ہے نہ کہ محض شنید پر۔ اور ہم جو کچھ مانتے ہیں اسکے دلائل بھی رکھتے ہیں۔ تقلید جامد سے ہم نفور ہیں تحقیق حق ہمارا کام ہے۔ اس دعویٰ کو آئندہ نسلوں میں قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے بچوں کیلئے ہمارے متوسط تعلیم یافتہ دوستوں کے واسطے ایک نصاب تعلیم ہو۔ جو نہ صرف خواندہ لوگوں کے کام آئے۔ بلکہ ناخواندہ بھی سنکر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لنظر بریں ضرورت ساتوں اصول ایمان کی ایک کتاب شائع کیجائے جس کی ترتیب یوں ہو۔ کہ پہلے ان تومن باللہ کے ارشاد کی تعمیل میں ہستی باری تعالیٰ پر جسقدر دلائل قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ وہ جمع کر لیئے جائیں۔ ان دلائل سے یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید کی آیات جمع کر دی جائیں اور وجہ استدلال یہ ہو۔ کہ چونکہ خدا نے ایسا فرمایا ہے اسلیئے مان لو۔ یہ تو مصادرہ علی المطلوب ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید نے جو عقلی دلائل خدا تعالیٰ کی ہستی پر دیئے ہیں وہ دیئے جائیں اور منکرین خدا کے اعتراضات پر بھی نظر ہو۔ اسکے بعد ملائکہ کی ہستی اور ان پر ایمان لانیکے فوائد کا ذکر ہو جسقدر دلائل مہیا ہو سکیں وہ بھی اس امر پر ہو جائیں کہ فرشتے ہیں وہ عباد مکرمون یفعلون ما یؤمرون ہیں۔ پھر کتب اللہ کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے قرآن شریف کی صداقت اور اسکے خاتم الکتب ہونیکے دلائل دیئے جائیں۔ پھر چوتھے رکن ایمان یعنی رسل علی الخصوص سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کے ثبوت پیش کیئے جائیں۔ زبانی تو سب مسلمان کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صادق مصدق ہیں (وآمنا بہ) لیکن اگر ان سے پوچھا جائے۔ کہ اس پر کیا دلیل ہے۔ تو اچھے اچھے مسلمانوں کو آپ دیکھیں گے کہ بغلیں جھانکنے لگتے ہیں اور سوا اسکے کچھ جواب نہیں دے سکیں گے۔ کہ بس وہ سچے ہیں بس ضروری ہے نہایت ضروری ہے۔ کہ اس پر جو دلائل ہم رکھتے ہیں وہ ہمیں ازبر یاد ہوں تاکہ غیر مسلموں میں تبلیغ اور انہیں متبع الحق کر سکیں پھر یوم الآخر یعنی قیامت کے ثبوت پر ایک بیش بہا مضمون ہو جسمیں آجکل کے خیالات و اوہام کو مد نظر رکھتے ہوئے اثبات کے دلائل دیئے جائیں کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے پھر مشہور و معروف و ادق مسئلہ تقدیر پر بحث ہو۔ اور خدا کے فضل سے تمام آیات قرآنی و احادیث صحیحہ و مرسل یزدانی کو (جو تقدیر قدر خیر و شر کے متعلق ہیں) حل کرنیکے لیئے چند اصول بتائے جائیں اور ان اعتراضات کا رد ہو۔ جو تقدیر کی حقیقت نہ سمجھنے سے ہوئے ہیں اس اسلامی مسئلہ کو تمام تنزلوں اور سستیوں اور ناکامیوں کا مبدا سمجھتے ہیں۔ یہ ساتوں اصول اسلام بیان کرنیکے بعد اسلام کی وہ کم از کم دس خصوصیات بیان کیجائیں۔ جو اسے دنیا بھر کے تمام مذاہب سے ممتاز کریں عجب نہیں جو میری آرزو جلدی پوری ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء

صدقۃ الفطر

گندم سے نصف صاع ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صدقۃ الفطر گندم سے بھی ایک ہی صاع ہے۔ لیکن ان کے پاس جہاں تک میں دیکھتا ہوں کوئی دلیل نہیں۔ ایک حدیث ہے۔ ابو سعید الخدری والی جو یوں ہے کنا نخرج اذ کان رسول اللہ صلعم زکاۃ الفطر عن کل صغیر و کبیر حر او مملوک صاعاً من طعام او صاعاً من اقط او صاعاً من شعیر او صاعاً من تمر او صاعاً من زبیب فلم نزل نخرجہ حتی قدم معاویۃ حاجاً او معتمراً فکلم الناس علی المنبر فکان فیما کلم بہ الناس ان قال انی اری ان مدین من سمراء الشام تعدل صاعاً من تمر فاخذ الناس بذلک قال ابو سعید اما انا فلا ازال اخرجہ کما کنت اخرجہ یعنے ابو سعید بیان کرتے ہیں۔ ہم صدقۃ الفطر رسول اللہ کے زمانے میں ایک صاع طعام سے دیتے تھے۔ ایک صاع پنیر ایک صاع جو ایک صاع کھجور ایک صاع منقی اور یہی ہم دیتے رہے

یہاں تک کہ حضرت معاویہ آئے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ شام کا گندم نصف صاع کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے پس لوگوں نے (صحابہ) اسی کو اختیار کر لیا۔ ابو سعید نے کہا میں تو اسی طرح صدقہ ادا کرتا رہونگا۔ جیساکہ پہلے ادا کرتا تھا +

اس حدیث میں طعام کے لفظ سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ طعام کے معنی گندم کسی لغت کی کتاب میں نہیں۔ اور یوں بھی ان ایام میں گندم ان کا طعام نہ تھا۔ چنانچہ خود ابو سعید الخدری کی روایت ہے۔ قال ابو سعید وکان طعامنا یومئذ الشعیر والزبیب والاقط والتمر (ہمارا طعام جو۔ منقی۔ پنیر۔ کھجور تھا) پس اگر طعام سے مراد گندم ہوتی تو ابو سعید اپنی تائید کیلئے طعام کی تفصیل کرتے ہوئے سب سے پہلے گندم کا نام لیتے پس طعام کے بعد منقی پنیر کا ذکر عطف خاص بر عام ہے۔ اور ابو سعید کے قول فلا ازال اخرجہ کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ ہم تو جن جنسوں کو نبی کریم کے عہد میں دیتے تھے یعنی جو۔ کھجور اسی جنس سے صاع دیتے رہینگے۔ ابو سعید نے اس بات پر زور نہیں دیا کہ گندم کا بھی ایک ہی صاع ہے۔ بلکہ وہ تو اپنا طرز عمل بیان کرتے ہیں۔ اور اسمیں کیا شک ہے۔ کہ پہلے صدقۃ الفطر علی العموم جو کھجور اور ہمچو قسم اشیاء سے ہی ادا کرتے تھے۔ کیونکہ گندم عام طور پر موجود نہ تھا پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت معاویہ نے جب گندم کے دو مد (نصف صاع) بتائے تو جمہور صحابہ نے اسپر اتفاق کر لیا پس یہ حدیث بھی ہماری طرف سے ہی حجت ہے۔ جو گندم سے نصف صاع کے قائل ہیں

دوسری حدیث:۔ حدثنا عقبۃ بن مکرم البصری حدثنا سالم بن نوح عن ابن جریج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث منادیا ینادی فی فجاج مکۃ الا ان صدقۃ الفطر واجبۃ علی کل مسلم ذکر او انثی حر او عبد صغیر او کبیر مدان من قمح او صاع من سواہ من الطعام وقال حسن غریب (ترمذی)

نبی کریم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا۔ کہ صدقۃ الفطر گندم سے نصف صاع ہے اور دوسری جنسوں سے ایک صاع۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث کو مرسل کہتے ہیں۔ مگر جب عدالت و امانت کا ثبوت ملجائے تو مرسل حجت ہے +

تیسری حدیث:۔ جو حاکم نے نقل کی ہے۔ عطاء سے کہ ان رسول اللہ صلعم بعث صارخاً بمکۃ ان صدقۃ الفطر حق واجب مدّان من قمح او صاع من شعیر او تمر صححہ الحاکم +

چوتھی حدیث:۔ روی الدارقطنی عن علی بن صالح عن ابن جریج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلعم امر صارخاً فصاح ان صدقۃ الفطر حق واجب علی کل مسلم مدّان من قمح او صاع من شعیر او تمر (دارقطنی)

ابن جوزی نے علی بن صالح کا نقص اس حدیث میں بتایا ہے۔ مگر صاحب التنقیح کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن جوزی کی غلطی ہے۔ علی بن صالح غیر معروف بھی نہیں۔ بلکہ معروف الحال ہے۔ اسکی کنیت ابو الحسن ہے۔ اور ثوری اور معتمر بن سلیمان نے اس سے روایت کی ہے۔ اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں اسکا ذکر کیا ہے۔ اور اسے معروف کہا ہے۔ یہ ایسی مرسل ہے جسکا اعتضاد ترمذی والی مرسل سے ہوتا ہے۔ اور بعتضد مرسل مقبول ہے +

پانچویں حدیث:۔ رواہ ابوداؤد والنسائی عن الحسن عن ابن عباس انہ خطب فی آخر رمضان بالبصرۃ الی ان قال فرض رسول اللہ ھذہ الصدقۃ صاعاً من تمر او شعیر او نصف صاع قمح الحدیث رواتہ ثقات مشہورون۔

حضرت ابن عباس نے خطبہ پڑھا۔ اور اسمیں کہا۔ کہ صدقہ فطر گندم سے نصف صاع ہے اسکے راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ یہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ کہ مرسل حجت ہے +

چھٹی حدیث:۔ رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب فرض رسول اللہ صلعم زکاۃ الفطر مدّین من حنطۃ۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے صدقۃ الفطر گندم سے دو مد مقرر کیا +

ساتویں حدیث:۔ حدثنا المزنی حدثنا الشافعی عن یحیی بن حسان عن اللیث بن سعد عن عقیل بن خالد وعبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلعم فرض زکوۃ الفطر مدّین من حنطۃ۔ (رواہ الطحاوی)

تنقیح میں ہے کہ اس کے اسناد صحیح ہیں۔ یہ مرسل ہے مگر سعیدؒ کی اور مراسیل سعیدؒ حجت ہیں۔

آٹھویں حدیث:۔ کہا عبد الرزاق نے اخبرنا جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ قال خطب رسول اللہ الناس قبل یوم الفطر بیوم او بیومین فقال ادوا صاعاً من بر او قمح بین اثنین او صاعاً من تمر او شعیر عن کل حر وعبد صغیر او کبیر۔

رسول اللہ نے خطبہ پڑھا۔ کہ گندم ہر دو آدمی ایک صاع دیں یعنی نصف صاع اور کھجور و جو فی آدمی پورا صاع چھوٹا ہو یا بڑا۔ (مسند عبد الرزاق)

نویں حدیث:۔ حدثنا قتیبہ نا حماد بن زید عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلعم صدقۃ الفطر علی الذکر والانثی والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر قال فعدل الناس الی نصف صاع من بر قال ابو عیسٰی ھذا حدیث حسن صحیح (ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کے عہد میں جو یا کھجور سے صاع دیتے تھے۔ پھر لوگوں نے نصف صاع گندم اس کے برابر کر لی۔ (الناس صحابہ تھے) یہ حدیث حسن صحیح ہے +

دسویں حدیث:۔ قال ابن عمر فجعل الناس عدلہ مدین من حنطۃ پھر صحابہ و تابعین نے دو مد گندم مقرر کر لی (صحیح مسلم باب زکوٰۃ الفطر علی المسلمین)

گیارہویں حدیث:۔ عن عبداللہ ثعلبہ بن ابی صغیر عن ابیہ قال۔ قال رسول اللہ صلعم صاع من بر او قمح عن کل اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثی (رواہ ابو داؤد)

یہ حدیث صاحب ہدایہ نے بھی لکھی ہے۔ اور راویوں کے نام کی نسبت کچھ بحث ہوئی ہے مگر آٹھویں نمبر میں ہم نے ایسا طریقہ لکھدیا ہے جس کی سند صحیح ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔ وھی من طرقہ الصحیحۃ التی لاریب فیھا طریق عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ الخ۔

بارہویں حدیث:۔ اخرج الامام احمد فی مسندہ من طریق ابن المبارک

عن ابن لهیعة عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ وعنہا قالت کنا نؤدی زکاة الفطر علی عہد رسول اللہ صلعم مدین من قمح بالمد الذی یقتاتون بہ

امام احمد نے اپنے مسند میں اسکی تخریج کی۔ ابن لهیعة کی وہ روایت جو اسکے امام ابن مبارک کے طریقہ سے ہو مقبول ہے +

تیرھویں روایت:۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنا معمر عن عاصم عن ابی قلابة عن ابی بکر انہ اخرج زکاة الفطر مدین من حنطة وان رجلہ ادی الیہ صاعا بین اثنین۔ لیجیے یہ خلفاء راشدین میں سے اولہم بالتحقیق ابوبکر صدیق کا فعل ہے۔ کہ نصف صاع گندم صدقۃ الفطر ہے۔ اور یہ بھی کہ دو آدمیوں کے پیچھے صاع گندم ایک آدمی نے پیش کی +

چودھویں روایت:۔ واخرج ابو داؤد والنسائی عن عبد العزیز بن ابی رواد عن نافع عن ابن عمر کان الناس یخرجون صدقة الفطر علی عہد رسول اللہ صلعم صاعا من شعیر او تمرا او سلت او زبیب قال عبد اللہ فلما کان عمر رضی اللہ عنہ وکثرت الحنطة جعل عمر نصف صاع حنطة مکان صاع تلک الاشیاء یعنی حضرت عمر کے عہد میں قرار پاگیا۔ کہ گندم بیشک نصف صاع ہی دینی چاہیئے۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے صاع گندم دیتے تھے۔ بلکہ گندم تھی ہی نہیں۔ جب کثرت سے ہوئی اور مسئلہ چلا۔ تو فیصلہ ہوا۔ دربار خلافت عمری میں کہ واقعی نصف صاع گندم چاہیئے۔ اسمیں راوی ابن ابی رواد پر گفتگو کی گئی ہے سو واضح ہو۔ کہ ابن معین۔ یحیی بن سعید القطان۔ ابو حاتم نے اسکی توثیق کی ہے۔ یہ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر کا فتویٰ ہوا +

پندرھویں روایت:۔ اب حضرت عثمان تیسرے خلیفہ راشد کا فتویٰ سنیئے۔ واخرج الطحاوی عن عثمان انہ قال فی خطبة ادوا زکاة الفطر مدین من حنطة (دو مد گندم ادا کرو)

سولھویں روایت :- قال علیؓ من جرت علیہ نفقتک نصف صاع من بر او صاع من شعیر او تمر -
حضرت علی نے فرمایا - کہ تو اور جس کا نفقہ تیرے ذمہ ہو - سب کے نصف صاع گندم صدقۃ الفطر ادا کرو - (طحاوی و عبدالرزاق)

سترھویں روایت :- اس کے علاوہ مختلف صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا - ملاحظہ ہو اخرج عبدالرزاق عن ابن الزبیر قال زکاۃ الفطر مدان من قمح -

اٹھارھویں روایت :- واخرج نحوہ عن ابن عباس وابن مسعود وجابر بن عبداللہ -

انیسویں روایت :- وروی ایضاً حدثنا معمر عن الزھری عن عبدالرحمن عن ابی ھریرہ قال زکاۃ الفطر علی کل حر وعبد ذکر او انثی صغیر او کبیر فقیر او غنی صاع من تمر او نصف صاع من قمح قال معمر وبلغنی ان الزھری کان یرفعہ الی رسول اللہ صلعم -

بیسویں روایت :- واخرج ایضاً عن مجاھد قال کل شی سوی الحنطۃ ففیہ صاع وفی الحنطۃ نصف صاع (گندم کے سوا دوسری سب اشیاء میں صاع ہو)

اکیسویں روایت :- واخرج نحوہ عن طاؤس وابن المسیب وعروۃ بن الزبیر وسعید بن جبیر وابی سلمہ بن عبدالرحمن واخرجہ الطحاوی عن جماعۃ کثیرۃ

بائیسویں روایت :- واخرجہ الطحاوی عن جماعۃ کثیرۃ وقال ما علمنا احداً من الصحابۃ والتابعین روی عنہ خلاف ذالک - وہ کہتے ہیں - کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا اس کے خلاف روایت کرنا - ہمیں معلوم نہیں *

اخیر میں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو ہمارے حکم و عدل تھے - اور جن کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ مانتے ہیں انکا عمل بھی یہی تھا - کہ آپ نصف صاع کے حساب سے گندم صدقۃ الفطر دیتے تھے - اس کے راوی حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب و سید محمد اسحق صاحب مولوی فاضل - اور

حضرت ام المومنین ہیں +

حضرت صدیق ثانی مولٰنا نورالدین کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ کہ نصف صاع گندم پھر تمام صحابہ و مہاجرین دارالامان کا عمل مسیح موعود کی موجودگی میں نصف صاع پر رہا ہے۔ اور اسی حساب سے ان سے عاملین صدر انجمن وصول کرتے رہے۔ پس قلم واجب نصف صاع ہے۔ اور بطریق تطوع یا برنگ احتیاط کوئی صاع دے۔ تو اسکی مرضی +

چار سے زیادہ بیویاں جائز نہیں

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلث و ربٰع کے متعلق جو اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہے، تعجب ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں ان سے نو ۹ بیویوں کی اجازت نکلتی ہے۔ انکے دلایل یہ ہیں۔

۱۔ نبی کریمؐ نے اپنے عمل سے بتایا کہ نو بیویاں جائز ہیں۔
۲۔ واو جمع کے لئے آتی ہے۔ پس مثنٰی و ثلث و ربٰع کے معنی ہیں ۲+۳+۴ کل ۹

پہلی بات کے متعلق عرض ہے کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ۴ یا ۹ بیویوں کی اجازت ہے۔ اور ۵ یا ۱۰ بیویوں کی ممانعت۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بموجب آیت لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن (آج سے کوئی بیوی حلال نہیں۔ اور نہ یہ حلال کہ تم ان کے بدلے میں اور بیوی کرو۔ اگرچہ تجھے ان کی کوئی خوبی بھلی معلوم ہو۔ احزاب ع ۶ ۲۲) کے نبی کریمؐ نہ اس اجازت سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نہ یہ ممانعت جو آیت فانکحوا میں سے نکلتی ہے۔ اسکا کوئی اثر آپ کی ذات خاص پر ہے۔ کیونکہ امتیوں کے لئے اگر ۴ یا ۹ کی اجازت ہے۔ تو وہ ایک کے مرنے یا طلاق دینے پر اسکی بجائے دوسری کر سکتے ہیں اور تعداد ۴ یا ۹ تک پہنچا سکتے ہیں لیکن نبی کریمؐ کیلئے نہ تو یہ اجازت ہے، کہ ایک مر جائے۔ یا اسے طلاق دیں تو اسکی بجائے دوسری بیوی کر سکیں۔ اور نہ اس تعداد سے (جو آیت لا یحل کے نزول کے وقت تک تھی) زیادہ آپ کر سکتے تھے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ آیت فانکحوا کا حکم نبی کریمؐ کے لئے نہیں +
ایسا ہی آیت فانکحوا میں ممانعت ہے۔ کہ ۴ یا ۹ سے زیادہ نہ کرو۔ مگر اس ممانعت کا اثر

بھی نبی کریمؐ کی ذاتِ قدسی صفات پر نہیں۔ کیونکہ آپ کے لئے اگر اس آیت میں ممانعت تھی۔ تو لا یحل والی آیت کے نزول کی کیا ضرورت تھی۔ دوم آیت فانکحوا تو بتاتی ہے کہ ۴ یا ۹ سے نہ بڑھو اور آیت لا یحل کہتی ہے۔ کہ اس کے بعد نکاح کی اجازت ہی نہیں خواہ تعداد ۴ یا ۹ سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ پس جب نبی کریم صلعم کیلئے یہ آیت نہیں۔ تو آپ کے عمل کو اس آیت کی بناء پر بتا کر ۹ کی اجازت نکالنا غلط ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ نبی کریمؐ کیلئے الگ تخصیص غیر مذاہب کے لوگوں کو اعتراض کا موقعہ دیتا ہے۔ کہ اپنے لئے خاص رعائتیں رکھ لیں صحیح نہیں۔ کیونکہ اوّل تو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ خواص کیلئے خصوصاً بادشاہوں کے لئے خاص رعائتیں ہوتی ہیں۔ دوم یہ آیت لا یحل لک النساء من بعد تو بتاتی ہے۔ کہ آپ پر ہم سے زیادہ پابندی عائد تھی۔ ہم تو جب چاہیں چار تک بیویاں کر سکتے ہیں۔ ایک مر جائے یا ایک کو طلاق دیدیں تو اسکی بجائے دوسری کر لیں۔ لیکن نبی کریمؐ کو قطعاً اجازت نہ تھی۔ کہ کوئی اور بیوی کریں۔ خواہ آیت کے نزول کے وقت کی موجودہ بیویاں سب کی سب ہی مر جائیں۔ تب بھی اجازت نہ تھی۔ کہ کوئی اور بیوی کرتے۔ کیا یہ سخت پابندی نہیں۔ پس نبی کریمؐ نے کونسی خاص رعایت لینے لئے چاہی۔ ہمارے لئے بلحاظ زمانہ آزادی ہے۔ جب تک چاہیں ۴ تک بیویاں کر لیں لیکن نبی کریمؐ کے لئے پابندی ہے۔ کہ آئندہ کوئی بیوی نہ کریں۔ اسی طرح ہمارے لئے اگر تعداد کی قید ہے۔ کہ ۴ تک بیویاں کریں۔ تو نبی کریمؐ کیلئے بھی پابندی ہے۔ کہ موجودہ تعداد سے نہ بڑھیں +

اب دوسرا سوال لیجیئے۔ کہ واؤ جمع کے لئے ہے۔ نحویوں اور مفسرین کے اقوال کو الگ رکھکر صرف اس آیت کو غور کیلئے پیش کرتا ہوں۔ قل انما اعظکم بواحدة ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ و فرادیٰ ثم تتفکروا (السبا ع ۱۲ ۲۲) یہاں مثنیٰ اور فرادیٰ کے یہ معنی نہیں کہ تین تین جمع ہو کر سوچو۔ بلکہ یہی مطلب ہے۔ کہ دو دو اٹھ کھڑے ہو۔ یا ایک ایک اسی طرح پر جاعل الملائکة رسلا اولی اجنحة مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع کے یہ معنی نہیں کہ فرشتوں کے ۹ پر ہوتے ہیں۔ بلکہ یہی مطلب ہے۔ کہ یا دو دو ہوتے ہیں یا تین تین یا چار چار پس ان دو آیات نے بتا دیا۔ کہ مثنیٰ و ثلٰث کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے +

ابوبکر و عمر سید اکہول اہل الجنۃ

حدیث مذکور پر علامہ حائری کے اعتراضات اور اُن کا جواب باصواب

قولہ ۔ بجواب سائل کہ یہ حدیث صحاح اہلسنت میں منقول ہے یا نہ ۔ علامہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ صحاح میں اس روایت کا منقول ہونا تب زیر بحث ہوگا ۔ جب اسکی صحت ثابت ہوجائے ۔ (ذوالفقار ۲۲ اپریل ۱۹۱۸ء)

اقول ۔ کیا خوب جواب باصواب ہے ۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مقولہ غالباً اسی محل پر کسی نے کہا ہوگا ۔ محقق ابن خلدون والا جو معیار عجیب آپنے اس حدیث کے جواب میں تجویز فرمایا ہے ۔ بیشک قابل داد ہے ۔ مگر کاش کہ اپنی احادیث کے متعلق بھی آپ دوسروں کو اس کی اجازت دیا کریں لیکن اس کی اُمید ہرگز نہیں ۔

عام طور پر سب سے پہلے کسی حدیث کی صحت کا معیار یہی ہے کہ آیا وہ فریقین کی کسی مسلمہ اور اعلےٰ طبقہ کی کتب حدیث میں مروی ہے یا ادنے طبقہ کی کتابوں میں ۔ سو لازم تھا کہ آپ سائل کو یہ جواب دیتے کہ یہ حدیث صحاح اہلسنت میں مروی ہے یا نہیں ہے ۔ اگر آپ کو اس اعتراف سے شرم آتی ہے ۔ تو لیجئے میں عرض کر دیتا ہوں کہ یہ حدیث ترمذی ابن ماجہ میں موجود ہے ۔ ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ میں خود جناب علی علیہ السلام سے دیکھو مشکوٰۃ عربی باب مناقب ابی بکر و عمر ۔ مطبوعہ گلزار محمدی ۱۳۱۳ھ صـ ۵۵۲

قولہ ۔ دراصل یہ روائت مقابلہ میں رکھی گئی ہے ۔ اس حدیث متفقہ فریقین کے جو حسنین علیہما السلام کے حق میں ہے ۔ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ ۔ (متفق علیہ)

اقول ۔ علامہ صاحب یہ مقابلہ کی خوب فرمائی ہے۔ ایسی ہی جدت طرازیاں ہیں۔ تو احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا ہی حافظ ہے۔ بقول آپ کے تو ایک عیسائی معترض کہہ سکتا ہے۔ حدیث ۔ ان فاطمۃ سیدۃ نساء اهل الجنۃ ۔ جو حضرت فاطمۃ الزہرا کے حق میں مشہور ہے ۔ یہ مقابلہ میں رکھی گئی ہے۔ اس آیت کے جو مریم علیہا السلام کے حق میں قرآن میں وارد ہے ۔ **واصطفاک علی نساء العالمین** (سورہ آل عمران) اور اسی طرح اگر کوئی سائل آپ سے دریافت کر بیٹھے کہ خود حدیث الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ مقابلہ میں رکھی گئی ہے ۔ اس حدیث کے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بقول قاضی نور اللہ شوستری اپنے پسر عم و برادر رضاعی حضرت ابوسفیان الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمائی ۔ کہ ابوسفیان الحارث سید فیتان اہل الجنۃ ۔ دیکھو مجالس المومنین ترجمہ ابوسفیان الحارث ۔ یعنے ابوسفیان الحارث جوانان بہشت کے سردار ہیں ۔ تو خدا جانے آپ کیا جواب دیں ۔ اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کی سرداری بمقابلہ دو سرداروں کے عقلاً و نقلاً زیادہ مستحسن بھی ہے۔

علامہ صاحب ! بالفرض مانا کہ یہ حدیث سُنیوں نے ابوبکر کی خاطر گھڑ لی ہے ۔ کیونکہ سُنیوں کے نزدیک وہ خلیفہ بلافصل ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ۔ لیکن یہ فرمایئے کہ صحاح اہلسنت میں جہاں جناب علی علیہ السلام کے حق میں حدیث نبوی ہے ۔ علیؑ منی وانا من علی ۔ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی وارد ہے ۔ العباس منی وانا منہ رواہ الترمذی ۔ کیا یہ بھی سُنیوں نے جناب علی علیہ السلام کے مقابلہ کے واسطے رکھ دی ہے ۔ اور اسی طرح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کے حق میں فرمایا ۔ انت اخونا ومولانا ۔ بخاری ۔ باب مناقب زید بن حارثہ مولی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کہ تم ہمارے بھائی اور مولا ہو ۔ حالانکہ زید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ۔ کیا یہ بھی مقابلہ میں رکھی گئی ہے ۔ حدیث :۔ من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ (رواہ الترمذی) کے آخر تعصب کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے ؛

پھر آپ نے جو حدیث سید اشباب اہل الجنۃ کو صحیح اور متفقہ فریقین لکھا ہے ۔ اسکی کیا وجہ ہے

کیا آپ کا یہ منشا ہے نہیں۔ کہ یہ حدیث تو صحیح ہے۔ لیکن سیدا کہول اہل الجنۃ والی صحیح نہیں ہے لیکن آپ کو اور آپ کے شیعوں کو معلوم ہو کہ یہ دونوں حدیثیں جیسے کہ مشکوٰۃ شریف سے واضح ہے۔ صحیح ترمذی میں وارد ہیں۔ بلکہ سیدا کہول اہل الجنۃ ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور سیدا شباب اہل الجنۃ کے آخر میں لکھا ہے۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔ دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت رضہ ص۵۶۳ بایں ہمہ خدا جانے آپ نے اس کو صحیح اور بلکہ (متفق علیہ) کس بناء پر لکھ دیا ہے۔ حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اہلسنت کے ہاں متفق علیہ اس حدیث پر لکھا جاتا ہے۔ جو بخاری و مسلم دونوں میں ہو۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں آئی ہے؟

قولہ۔ کہول جمع کہل بالفتح ہے۔ یہ لفظ عمر رسیدہ بوڑھے آدمی پر مستعمل ہوتا ہے

اقول۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس معنی کو کسی کتاب لغت حدیث یا لغت عرب کے حوالہ سے بعبہ اصل عبارت آپ زیب ارقام فرماتے۔ میں مشکور ہوں گا۔ اگر آپ کہل کے معنے عمر رسیدہ بوڑھا اور پھر حصر کے ساتھ جیسے کہ آپ نے اس معنی کو اپنے مفید مطلب پاکر لکھ دیا ہے۔ دو چار کتب لغات عرب سے ثابت فرمائیںگے۔ دیکھئے لفظ کہل کے معانی میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) منتہی الارب میں ہے۔ مرد تا شانزدہ سال حدث است و از شانزدہ تا سی و دو شاب و از سی و دو تا پنجاہ سال کہل پس آں شیخ۔ بنت کہل۔ گیاہ بیابان درازی رسیدہ و سخت گردیدہ و شگوفہ برآمدہ۔ اکتہال۔ گل کردن مرغزار۔ یقال فلاں کاہل بنی فلاں۔ ای عمدتہم فی الملمات سیدہم فی المہمات۔ وفی الحدیث کاہل معشر وعلیہا المحل۔ زیر لفظ کہل ص۱۶۹۰ منتہی الارب مطبوعہ مصطفائی لاہور ۱۸۹۷ء

یعنے مرد سولہ برس کی عمر تک حدث کہلاتا ہے۔ سولہ سے بتیس برس تک شاب اور بتیس سے پچاس سال تک والے کو کہل اس کے بعد اس کو شیخ کہتے ہیں۔ بنت کہل کے معنے ہیں جنگل کا گھاس جو لمبا اور سخت ہو جائے۔ اور جس کا شگوفہ نکل آئے۔ اکتہال کے معنے ہیں چراگاہ کا پھولنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں قبیلہ کا کاہل ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ جو ان کی مصائب اور مشکلات کے وقت ان کا چیدہ اور سردار ہو۔ اور حدیث میں ہے،

قبیلہ مضر کا سردار اور اس کا سردار و مدار ۔

(۲) قاموس میں ہے ۔ و یروی من کاھل لے تزوج قالہ اراد الجہاد معہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ دیکھو قاموس جلد ۲ مطبوعہ نولکشور صہ ۳۶ زیر لفظ کہل ۔

گویا منجملہ دیگر معانی کے اسکے معنے دولھا بننا بھی ہیں ۔

(۳) تفسیر خازن میں ہے ۔ وقال مجاھد الکھل الحکیم والعرب تمدح الکھولۃ لانھا حالۃ الوسطی فی احتناک السن واستحکام العقل وجودۃ الرائی والتجربۃ ۔ زیر آیت ویکلم الناس فی المھد وکھلاً ۔

یعنے مجاہد فرماتے ہیں کہ کہل کے معنے حکیم یعنے دانا ہے ۔ اور عرب کے لوگ کہولت کی تعریف کرتے ہیں ۔ کیونکہ از روئے مضبوطی عمر و پختہ کاری عقل و عمدگی رائے و تجربہ کے یہی وقت حالت درمیانی کا ہے ۔ یعنے اس عمر میں نہ تو انسان نوجوان کی طرح ناتجربہ کار و خود پسند و خود رائے ہوتا ہے ۔ اور نہ عمر رسیدہ بوڑھوں کی طرح حواس باختہ و درماندہ و مختل ہوتا ہے ۔

(۴) مجمع البحار میں ہے ۔ الکھل من الرجال من زاد علے ثلثین سنۃ الی الاربعین وقیل من ثلث وثلثین الی الخمسین ۔ مجمع البحار مطبوعہ نولکشور جلد ۳ صہ ۲۳۶ یعنے مردوں میں جو تیس برس سے متجاوز ہو جائے ۔ چالیس سال تک اسکو کہل کہتے ہیں اور ۳۳ برس سے ۵۰ برس تک والے کو بھی کہتے ہیں ۔ دیکھئے اس لفظ میں اور اسکے مشتقات میں کوئی مذموم مفہوم نہیں پایا جاتا ۔ بلکہ ہر ایک پہلو سے تحسین ثابت ہوتی ہے ۔

قولہ ۔ جب بالاتفاق یہ ثابت ہے کہ بہشت میں سب جوان ہونگے ۔ اور سارے بہشت میں ایک بوڑھا بھی نہ ہوگا ۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ دونوں خلافت مآب کون سے بہشت کے بوڑھوں کے سید و سردار قرار پا سکتے ہیں ۔

اقول ۔ بالاتفاق کہنے کا جب مزہ ہو کہ آپ اپنی کتب احادیث میں سے بھی کچھ اظہار فرمائیں پہلے تو ہم اعتبار بھی کر لیتے ۔ مگر کہل کے معنے عمر رسیدہ بوڑھا جو آپنے فرمائے ہیں ۔ اس سے آپ کی یادداشت اور حافظہ کا اعتبار نہیں رہا ۔ اگر آپ اور آپ کے معتقدین ہر ایک اعتراض اور ہر ایک دعوے کو اصل کتب فریقین سے دیکھ کر پیش کیا کریں ۔ تو بہت سے مسائل خود بخود

حل ہو جائیں۔ اور اسقدر قلم فرسائیوں کی ضرورت بھی نہ رہے۔ دیکھئے اسی لفظ کہل کے غلط معنی۔ نے آپ کو اصلیت و حقیقت سے کہاں تک دور جا پھینکا ہے۔ کہل کے معنے آپ نے وہ کر دئے۔ جو عرب کی لغت میں لفظ شیخ کے ہیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ جیسے بزرگواروں سرکاروں۔ شریعتمداروں سے ایسی فاش غلطیاں سرزد ہوں۔ زیادہ حد ادب و آمدم برسر مطلب۔

جناب علامہ صاحب! اوپر میں ثابت کر چکا ہوں کہ کہل کے معنے عقلمند اور حکیم کے بھی ہیں۔ اور یہ ایک فاضل امام قرأت و تفسیر تابعی (مجاہدؒ) سے منقول ہیں۔ اس کے مطابق جب اس حدیث کے معنے عقلمندوں کے سردار کئے جائیں۔ تو فرمایئے پھر بھی یہ آپ کی جرح و قدح جو ایک حدیث صحیح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ بدستور قائم رہیگی؟ ہرگز نہیں۔

قولہ۔ بالفرض بہشت میں بوڑھوں کا ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو پھر دونوں خلافت مآب صرف بوڑھوں کے ہی سردار ہونگے۔ جوان اور بچوں کے نہیں۔ صرف بوڑھوں پر سرداری مل جانے سے کونسا فخر حاصل ہو سکتا ہے۔

اقول۔ اب جبکہ آپ نے بوڑھوں کا بہشت میں ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ تو اس تسلیم کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض بالکل بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی جانتا ہے کہ بوڑھے کو جوان پر ضرور فضیلت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح جوان کو بچوں پر۔ پس جو بوڑھوں کا سردار ہو گا۔ ضرور ہے کہ جوانوں کے سردار اس کے ماتحت ہوں۔ ورنہ بقول آپ کے جوانوں کا سردار علیحدہ ہونا چاہیئے۔ اور بچوں کا سردار علیحدہ۔

قولہ۔ تعمق و غور سے دیکھو۔ تو دونوں خلافت مآب کے لئے یہ روایت کسر شان کا باعث ہوتی ہے۔ حالانکہ منصب خلافت کا اقتضاء تو ہونا چاہیئے تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان کو جملہ خلائق صغیر و کبیر برنا و پیر کا سید و سردار قرار دیتے۔ نہ صرف بوڑھوں کی سرداری کے لئے ان کو منتخب فرماتے ❖

اقول۔ یہ سب غلط فہمی آپ کو کہل کے غلط معنی کرنے سے لگی ہے۔ خداوند کریم

آپ کو تعصب بے جا سے بچائے۔ اور نور بصیرت عطا فرمائے۔ جب کہل کے معنے دانا اور حکیم کے بھی ہیں۔ جیسے مجاہد کا قول ہے۔ اور نیز محققین اہلسنت نے پہلے سے اس حدیث کے متعلق اسی معنی کو پسند فرمایا ہے۔ دیکھو مجمع البحار زیر لفظ کہل۔ تو آپ کی یہ ساری جرح بالکل بے حقیقت و بے وقعت رہ جاتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بزرگوار داناؤں اور عقلمندوں کے سردار ہیں۔ خود اظہر من الشمس ہے کہ وہ جملہ خلائق صغیر و کبیر۔ برنا و پیر کے سردار ہونگے۔ بوڑھے اور جوان کا تو سوال ہی درمیان سے جاتا رہا ہے۔

جناب علامہ صاحب! ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ بہشت میں سب بحالت شباب داخل ہونگے۔ جن کی عمر ۳۰ یا ۳۲ برس کی سی ہوگی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث معتبر کتب حدیث میں وارد ہے۔ جسکے راوی بھی جناب علی علیہ السلام اور انس رضی اللہ عنہ جیسے ہیں اور اس نبی کریم کے دہان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ جو فخریہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو خدا نے جامع کلمات کہنے کی توفیق دی ہے۔ پس بحیثیت اُمت ہونے کے کیا ہمارا فرض نہیں کہ حدیث کو غلط قرار دینے سے پہلے یہ خیال کریں کہ آیا اس بُرے مفہوم کے علاوہ کوئی اور معنی بھی اس لفظ یا اس حدیث کے نکل سکتے ہیں یا نہ۔ کیونکہ ایک ایسی معتبر حدیث کے غلط اور مہمل قرار دینے سے پہلے قرین قیاس یہ امر ہے کہ شاید ہمارے فہم قاصر کا ہی قصور ہو۔

قال۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس سے دنیا کا بہشت مراد ہے۔ جس میں بوڑھے بھی ہیں۔ جوان بھی۔ بچے بھی۔ مگر ہم اس کو بھی باعث فضیلت و فخر نہیں سمجھتے۔ کیونکہ دنیا کا بہشت تو ہر مومن کے لئے ایک زندان و سجن ہے۔

اقول۔ ایسی صاف اور آسان حدیث کی اسقسم تاویلات رکیکہ بغیر جناب والا کے شاید ہی کسی شیعہ فاضل کو سوجھی ہوگی۔ دنیا کے بہشت کے متعلق جہاں تک کتب فریقین میں دیکھا گیا۔ میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ سنی اس دنیا میں کسی مستقل بہشت کے موجود ہونے کے شاید ہی قائل ہوں۔ بلکہ برخلاف اسکے شیعوں کی معتبر کتابوں میں دیکھا ہے کہ کوفہ کے آس پاس شیعوں کا بہشت ہے۔ اور اس کا نام وادی السلام ہے۔ جہاں تمام مومنین شیعہ

کی ارواح جمع ہوتی ہیں - اصل روایت بھی عرض کر دیتا ہوں - وما من مؤمن یموت فی بقعۃ من بقاع الارض وقیل لروحہ الحق بوادی السلام وانہا البقعۃ من جنۃ عدن × × × × وابن وادی السلام قال ظہر الکوفہ - دیکھو کتاب گوہر مراد لاہیجی فصل ہفتم باب چہارم از مقالہ سوم مطبوعہ ایران -

غالباً آپ کو انکار نہ ہو گا کہ کوفہ اسی دنیا میں ایک شہر کا نام ہے - پس جو بہشت اس کے قرب وجوار میں ہو گا - وہ دنیا کا ہی بہشت کہلائیگا - لیکن جو فتویٰ آپ نے اسکے متعلق جوش تعصب میں دیدیا ہے - کہ وہ ہر مؤمن کے لئے زندان اور سجن ہے - خدا جانے اس یاد دہانی کے بعد بھی آپ اس پر قائم رہینگے یا پھسل جائینگے -

سرکار علامہ صاحب! آپ نے دنیا کا بہشت تجویز کر کے اس حدیث کی تغلیط کرنی چاہی تھی لیکن شکر ہے کہ اس میں بھی آپ کی اپنی ہی غلطی ثابت ہوئی - لیکن اگر تھوڑا سا انصاف سے کام لیتے - اور اس حدیث کے یوں معنی کر دیتے کہ دنیا میں جو لوگ سن کہولت کو پہنچ گئے ہیں - ابو بکر و عمر ان کے سردار ہیں - جب بھی کوئی ہرج نہ تھا - اگر آپ کے کسی مستفتی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا - کہ حدیث میں تو کہول اہل الجنۃ کا لفظ ہے - دنیا میں اہل جنت کہاں سے آئے تھے - تو ہم اس کو بڑی خوشی سے بتلا دیتے - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص جان نثاروں اور تابعداروں کو اسی دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی - جس کا ذکر حدیث مشہور عشرہ مبشرہ میں ہے - جسکے راوی عبد الرحمٰن بن الاخنس ہیں - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا - عشرۃ فی الجنۃ النبی فی الجنۃ وابو بکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان وعلی وطلحۃ وعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر بن العوام الی آخرہ - دیکھو ابو داؤد مطبوعہ نامی کانپور صفحہ ۶۳۹ - وابن ماجہ باب فضائل العشرہ رضی اللہ عنہم صفحہ ۱۳ -

اگرچہ آپ نے اپنی طرف سے اس حدیث صحیح پر الٹی سیدھی جرح بہت کی ہے - مگر یقین ہے کہ انشاء اللہ منصف مزاج ناظرین پر بعد ملاحظہ تحریر ہذا آپ کی تحقیق کی اصلیت خود بخود کھل جائیگی - والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ -

خادم حسین از کوئٹہ - ۲۰ر جون ۱۹۱۸ء

معارفِ قرآن

ماہ رمضان میں مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن سے کچھ

۱۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الآیہ

اِن آیات کے معنے کرنے سے پہلے انی قد جئتکم بآیۃ پر غور کر لینا چاہیئے کہ سب باتوں (خلق طیر۔ ابراء اکمہ و ابرص۔ احیاء موتی) کو ایک نشان قرار دیا ہے ایک نشان میں بہت سے نشان قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن بہت سی متفرق باتوں کو آیۃ ایک نشان کہنا غور طلب ہے۔

معنی۔ میں تیار کروں گا تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کے تیار کرنے کی طرح میں اس میں پھونکوں گا۔ وہ پرندہ بن جائے گا۔ اللہ کے حکم کے ساتھ

بات یہ ہے کہ جو پرندے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے جیسے پرندے کو کس طرح تیار کرتے ہیں؟ انڈے (جو پانی اور کچھ مادہ کا مجموعہ ہے) سے۔ اسے چند روز گرمی پہنچا کر اس کو اپنے پروں کے نیچے لے کر خفض جناح کے ساتھ۔ پس اسی طرح حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جو آدمی کیچڑ کی مزاج والے ہونگے یعنی سعادتمند جنہیں جس قالب میں ڈھالنا چاہیں۔ ڈھل جائیں وہ میری صحبت میں رہیں۔ میری تعلیم و ہدایت پر چلیں۔ تو میں انہیں اپنے رنگ میں رنگین کروں گا۔ اور ان میں اپنی روحانیت ایسے ہی ڈالوں گا۔ جیسے پرندہ اپنی گرمی انڈے میں پہنچا کر اسکے مادے (کیچڑ) کو باذن اللہ اپنی شکل پر بنا لیتا ہے۔ بس ایسے ہی میں ان زیر تعلیم سعادتمندوں کو اپنے جیسا بلند پرواز روحانیت کا طائر بناؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق۔ یاد رکھو کہ نبی کا کمال مداریوں والے کام نہیں۔ بلکہ یہی قلب ماہیت بدوں سے نیک اور بلند پرواز انسان بنا لینا۔

ایک احیاء تو اللہ تعالے کا خاصہ ہے۔ اور ایک نبیوں کا کام وہ کیا؟ روحانی زندگی دینا جیسا کہ اذا دعاکم لما یحییکم میں بتایا۔ اسی طرح ایک خلق تو اللہ

سے مخصوص ہے۔ جسکے لئے فرمایا۔ ھل من خالق غیر اللہ۔ ایک معنی قالب بنانے کے ہیں۔ اس میں اور بھی شامل ہیں۔ اسلئے فرمایا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور ایک معنی اندازہ کرنے اور خاکہ بنانے کے ہیں۔ جیساکہ خلق لکم ما فی الارض جمیعًا میں۔ اس آیت میں آخری دو معنے لئے جاسکتے ہیں۔ یعنے تجویز کرنا۔ تیار کرنا۔ یا بنانا اور ہیئت کے معنے تیار کرنے کے ہیں۔ ان دونوں کا ثبوت تفسیر روح المعانی اور لغت سے لیجئے۔

والمراد بالخلق التصویر۔ (صورت بنانا) والابراز علی مقدار معین۔ (مقدار معین پر ظاہر کرنا)

والھیئۃ مصدر (ھیأ یھیأ ھیئۃ (تھئیًا) اب یہ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ ھیأ کے معنے تیار کرنے کے ہوتے ہیں۔ پھر دیکھو قاموس الھیئۃ .... وھیأ تھیئۃ و تھیئیًا۔ اصلحہ (اس کی اصلاح کی۔ تیار کیا) مفسرین اس کی تاویل کرکے مصدر بمعنی مفعول لیتے ہیں۔ تیار کی ہوئی چیز۔ مگر یہ تکلف ہے۔

پس صحیح معنے یہ ہوئے انی اخلق اصلح لکم کاصلاح الطیر۔ یعنے جیسا پرندہ اپنی گرمی پھونک کر انڈے کے مادے اپنے جیسا پرندہ بناتا ہے۔ ایسے ہی میں بھی اپنی روحانیت کے نفخ سے اپنے جیسے بلند پرواز انسان بناؤں گا

(۲)

ابرء الاکمہ۔ میں اچھا کروں گا اندھوں کو اور جذامیوں کو۔

کیچڑ میں تو یہ اشارہ ہے کہ جو اصلاح پذیر مادہ رکھتے ہیں۔ اور جدھر ڈھالو۔ ڈھل سکتے ہیں۔ مگر ایک اور قسم کے لوگ ہیں۔ جنکے مادے میں فساد آچکا ہے۔ یا بصارت زائل ہوچکی ہے۔ یعنی جن میں کوئی نقص پیدا ہوچکا ہے۔ ایک قوت ماری گئی۔ یا تمام روحانیت میں کچھ نہ کچھ فساد ہے۔ تو فرمایا۔ میں اپنی قوت قدسیہ سے ایسے لوگوں کو بھی چنگا کردوں گا۔ وہ بھی مایوس نہ ہوں۔ ان میں پھر روحانی بینائی آجائے گی۔ انکے متفرق اخلاق درست ہو جائینگے ؛

(۳)

پھر لوگوں کی ایک اور قسم ہے۔ جن کی رُوحانی زندگی بالکل ماری ہوئی ہوتی ہے۔ مگر کم از کم ان میں اتنا رجوع ہو کہ ان کی لاش میسح کے حوالے ہو جائے۔ تو ان کو بھی میں رُوحانی زندگی دوبارہ دونگا۔ ایسے لوگوں کو موتیٰ اور من فی القبور کہنا قرآنی اصطلاح ہے جیسا کہ دوسرے موقع پر فرمایا ہے ؂

(۴)

اور میں تمہیں آگاہ کردوں گا۔ ان چیزوں سے جو تم کھاتے اور ذخیرہ کرتے ہو یعنی جن سے روحانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ بتایا۔ واکلھم السحت۔ پس فرمایا کہ ان بیماریوں کی جو جڑ ہے۔ جب ان کو چھوڑ دوگے۔ اور میرے کہنے پر چلوگے۔ تو میں تمہارے بیماروں کو چنگا اور مُردوں کو زندہ کردوں گا۔ اور تمہیں بلند پرواز انسان بنادوں گا۔

پس یہ چاروں باتیں درحقیقت ایک ہی نشان ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے۔ ان فی ذالک لاٰیۃ لکم۔ لاٰیات نہیں فرمایا۔

(۵)

امتداد زمانے سے اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتاب پر نبی کی جماعت کا وہ یقین نہیں رہتا۔ جو نبی کی زندگی میں وابستگان دامن رکھتے ہیں اسلئے پھر نبی مبعوث ہوتا ہے۔ اور الٰہی نشانوں سے اس اُمت کے ایمانوں کو تازہ کرتا ہے۔ فرمایا۔ مصدق لمابین یدی من التوراۃ۔ گویا پھر ان کے ایمان کو تازہ اور کتاب الٰہی کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر اس میں کچھ ملاوٹ ہوگئی ہے۔ تو اس کو باطل بتاتا ہے۔ اور اس کتاب پر عمل کرکے اسکے ثمرات اپنی زندگی میں دکھاتا ہے۔ جس سے دوسروں کو بھی اس کی پیروی میں اس کتاب پر عمل کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ پھر مختلف فیہ مسائل میں بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور نزاع ختم یہی تصدیق ہے جو حق تھا اس کی تعیین ہوگئی۔ اور طبائع مطمئن ؂

(۶)

اور میں حلال کروں گا وہ چیزیں جو حرام کی گئیں تم پر۔ یہ حرام ہونا اگلی شریعت میں نہ تھا۔ بلکہ بعض وجوہات سے ان کی حُرمت ہوگئی۔ مثلاً رہبانیت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔ ماکتب اللہ لکم۔ اپنی طرف سے خود ایک پابندی عائد کر لی۔ اسی طرح جب ایمان کی کمی ہوئی۔ اور طبائع میں شک پڑے۔ تو حلال چیزوں کو بھی حرام کر بیٹھے۔ مسیح نے آکر اصل حقیقت کھولدی کہ حرام نہیں حلال ہے ٭

(۷)

مخالفین یہود دربار میں خاص اثر رکھتے تھے۔ اور مسیح کے قتل پر تلے ہوئے تھے۔ تسلی کے لئے فرمایا کہ میں ہی تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ یہ قتل نہیں کر سکینگے۔ اور یہ صلیب پر کھینچ کر تجھے حسب روایت تورات ملعون ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میں تجھے ایسے حالات میں وفات دوں گا کہ تو مقرب بارگاہ (مرفوع) ثابت ہو گا۔ جیسے کہ دوسرے انبیاء۔ رافعک کے معنے تیری روح کو اٹھانے والا کرنے سے خواہ مخواہ جھگڑا پیدا ہوتا ہے (رفع روحانی سے مراد ہے مقرب بنانا) پس رافعک کے معنے مقرب ثابت کرنے والا ہوں۔ درست ہیں۔

(ج) اور تجھے پاک کرنیوالا ہوں کافروں سے۔ کافر گند پھینکتے تھے۔ آپ (مسیح) پر الزام لگاتے۔ عیب چینیاں کرتے۔ فرمایا۔ میں ان باتوں سے تجھے بری ثابت کروں گا ٭

(د) اتبعوک کے متعلق یاد رکھیں۔ تابعین دو قسم ہیں۔ ایک حقیقی ایک ادعائی۔ یہ لفظ دونو کو شامل ہے۔ اسی لئے دونو قسم کے متابعین کفار مسیح پر روحانی یا جسمانی طور پر غالب ہیں۔

جب اللہ فاعل ہو۔ انسان مفعول ہو۔ تو توفی کے معنے ضرور موت ہونگے ٭

(۲) حضرت ابن عباس کے معنے بخاری میں متوفیک ممیتک (۳) بخاری میں حضرت نبی کریم کا آیت فلما توفیتنی اپنے قول میں لانا اور معنے موت لینا ٭ یہ تین دلائل ہیں۔ متوفیک کے معنے وفات دینے والا ہونے کے۔ اس آیت کی ترتیب قابل لحاظ ہے۔ اگر متوفیک کو کسی اور جگہ رکھیں تو کہیں رکھنے سے معنی صحیح نہ ہونگے ٭

مثلاً رافعک کے بعد متوفیک رکھنا۔ لیکن مفسرین مانتے ہیں کہ تطہیر بھی قبل از وفات ہو چکی۔ حالانکہ ترتیب آیت جس طرح ہمارے مخالفین بتلاتے ہیں۔ اس میں تطہیر سے پہلے وفات چاہیئے۔ (انی رافعک[۱] الی و متوفیک[۲] و مطہرک[۳] من الذین کفروا) اچھا اسکے بعد رکھیں تو

پھر غلبہ سے پہلے متوفیک رکھنا پڑے گا۔ یعنی یوں انی رافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا ومتوفیک وجاعل الذین اتبعوک۔ مگر یہ بھی مسلمات مخالفین کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح پر ماننا پڑے گا۔ کہ فوت ہو جائے۔ اور پھر غلبہ مؤمنین کفار پر ہو۔ لیکن ان کا ایمان ہے کہ ابھی مسیح فوت نہیں ہوئے۔ اور متبعین مسیح۔ منکرین مسیح پر غالب ہیں۔ اسکے بعد اب یہ صورت رہ گئی۔ کہ الیٰ یوم القیامۃ کے بعد متوفیک رکھیں۔ یعنی انی رافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ ومتوفیک۔ تو اس صورت میں ماننا پڑے گا۔ کہ قیامت کے بعد مسیح فوت ہو گا۔ اور یہ باطل ہے۔ پس ترتیب قرآنی وہی صحیح ہے۔ جو نظم قرآن میں ہے۔ اور اس کی موجودگی میں ماننا پڑے گا کہ پہلے وفات ہو چکی۔ اسکے بعد مقرب ہونا ثابت ہوا۔ پھر کفار کے الزامات سے برأت بھی ہو گئی۔ اور غلبہ بھی ہو گیا ؛

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا

انوکھی استانی

احمدیہ کمیشن ایجنسی قادیان کیطرف سے مسلمان عورتوں اور بچوں میں سچی شائستگی و دینداری پیدا کرنے کے لئے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے جو سلسلہ تصنیفات شروع کیا ہے۔ پنجاب کی سوغات کے بعد یہ اس کا دوسرا نمبر ہے۔ اس ساٹھ صفحے کے رسالے (جو لکھوائی چھپوائی اور کاغذ کے لحاظ سے نہایت دلکش دلآویز ہے) کی زبان بامحاورہ اور سلیس ہے اور ماسٹر صاحب نے ایک فرہنگ بھی اسکے ساتھ لگایا ہے۔ اور اخیر میں قصے کے پیرایہ میں جو ۹۲ نصیحتیں دی ہیں۔ اور جو مفید سبق سکھلائے ہیں انکی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ رسالہ ایسی طرز میں لکھا گیا ہے کہ ہر مذہب و ملت کے شخص کے لئے مفید ہو۔ تاہم جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ اس کی خاص طور پر قدر کرے۔ اور مؤلف کی حوصلہ افزائی۔ ایک طرف ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم تمام جہان کے رہنما ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے بچوں کے لئے احمدی اہل قلم کی کتابیں نہیں ملتیں۔ کیا ہم میں لکھنے والے نہیں؟ ماسٹر صاحب کا رسالہ بتاتا ہے کہ لکھنے والے تو ہیں۔ مگر قدر دان کم ہیں۔ جب ایک رسالہ چھپکر مؤلف کے پاس پڑا رہے تو اس زمانے میں جبکہ کاغذ کی قیمت چوگنی ہو چکی ہے۔ مجھ اور لکھکر چھپانے کا کیا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ یہ رسالہ ہاتھوں ہاتھ خرید لیں۔ تاکہ ہم اس سلسلہ کے بقیہ نمبر بھی جلد جلد اپنے پیارے بچوں کو پڑھا سکیں۔ ماسٹر صاحب نے جو کام شروع کیا ہے۔ اللہ انہیں برکت دے۔ آپ اسکے ہر طرح اہل ہیں۔ اتنا عرض ضرور کروں گا کہ تھوڑی عبارت میں بہت سے مطالب ادا کرنے کی کوشش اور جو نصیحت دینا چاہیں اس کو بار بار دہرا کر دلوں پر اسے دلنشین کریں۔ قیمت ۴ر چار روپے میں بیس۔ غریب طلباء اور کتب فروشوں کو [illegible]

ملنے کا پتہ۔ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی قادیان (گورداسپور)

Digitized by Khilafat Library

احمد موعود

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر (باوجود اسکے کہ آپ حقیقی احمد تھے یعنی آپ کی ذات میں حقیقت احمدیت تھی) اسمہ احمد والی پیشگوئی بلا واسطہ آپ کے بعوز تام مسیح موعود کے پوری نہیں ہوئی۔ ہاں استعداد باطنی کے لحاظ سے بالقوہ طور پر آپ بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔

اور حضرت مسیح موعود (باوجود اسکے کہ آپ مجازی احمد تھے یعنی آپ از خود اپنی ذات سے صفت احمدیت کے مالک نہ تھے (۲) آپ نے جو کچھ حاصل کیا بطفیل رسول اکرم ہی حاصل کیا) بشارت اسمہ احمد کے علی وجہ الاتم بالفعل مصداق ہیں۔

اس دعویٰ کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ضرور سمجھ لینی چاہئیں۔ اول تو یہ کہ:۔

"خدا تعالیٰ کے وعدے جو اسکے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں کبھی تو بلا واسطہ پورے ہوتے ہیں۔ اور کبھی بالواسطہ ان کی تکمیل ہوتی ہے۔"

ازالہ صفحہ ۳۴۹

دوم۔ یہ کہ جو کمال تام و خطاب مسیح موعود نے بواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پایا اس کا نام آپ ظلی۔ مجازی رکھتے تھے۔ اور یہ آپ کی مخصوص اصطلاح ہے۔

چنانچہ نسخہ حق صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں:۔

"وہ قرآن شریف ہے جسکی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اسکے **ظلی طور پر الہام پاتے ہیں**۔"

اب کیا یہ الہام حقیقی یعنی فی الحقیقت اور فی الواقعہ سچا نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ مگر اصطلاح مخصوص کے طور پر اسے ظلی فرمایا:۔

اسی طرح آپ نے اپنی نبوت و رسالت کو مجازی و ظلی فرمایا۔ حالانکہ وہ حقیقی اور اصلی ہے حتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں آپ یہ بھی نہیں فرماتے۔ کہ میں حقیقی مہدی ہوں۔ بلکہ حقیقی مہدی حضور انور ہی کو فرمایا۔ چنانچہ اربعین نمبر ۲ صلا پر ہے:۔

لہ یہ مضمون ان لوگوں کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کو صادق مصدوق ہیں۔ اور آپکی تحریریں ... ابہر ... حجت ہیں *

"حقیقی اور کامل مہدی نہ موسےٰ تھا × × اور نہ عیسیٰ تھا × × × بلکہ حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں صرف ایک ہی ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔"

باایںہمہ ہمارا ایمان ہے کہ مہدی کی نسبت جو پیشگوئی تھی۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود میں پوری ہوئی۔ یعنی گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں حضرت مرزا صاحب مجازی مہدی تھے۔ مگر پیشگوئی کے مصداق آپ ہی تھے۔ اسی طرح حقیقی احمد یعنے وہ ذات قدسی صفات جو حقیقی طور پر اس نام کی مصداق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب آپ کے مقابل میں مجازی طور پر احمد ہیں۔ لیکن باایںہمہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی آپ ہی کے وجود سے پوری ہوئی۔ کیونکہ مجازی کہنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ میں حقیقت احمدیت کامل طور پر نہ تھی۔ مجازی کا لفظ تو یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کہ آپ نے یہ صفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ فیض سے حاصل کی۔ کیونکہ آپ کا مذہب ہے کہ:۔

"وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے) کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں۔ بلکہ ذریت شیطان ہے۔" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۶

حضرت اقدس کو اس اصطلاح کا التزام یہاں تک ہے کہ آپ نے اپنی عبودیت کو بھی ظلی ہی فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔ ایام الصلح صفحہ ۱۴۸

"چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ اسلئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کیگئی۔ یعنے اس کا نام غلام احمدؐ کر کے پکارا گیا۔ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے۔"

پس ظلی اور مجازی کہنے سے یہ مت سمجھو کہ حقیقت احمدیت کامل طور سے آپ میں نہ تھی۔ یہ حقیقت تو آپ میں تھی۔ اور ضرور تھی۔ مگر بالواسطہ و بر فیض نبی متبوع تھی۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۰ میں اپنے نام کی فلاسفی فرماتے ہیں:۔

"اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے زمین پر ایک تجلی عظمیٰ ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے صفات کاملہ

کے کنز مخفی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو زمین پر ایک انسان کا ظہور ہوتا ہے جسکو احمدؐ کے نام سے آسمان پر پکارتے ہیں۔"

اور پھر دعوے کیا کہ وہ احمد اس آخری زمانے میں میں ہی ہوں

خدا تعالیٰ نے چاہا کہ آخری زمانہ میں اسکے اسم اعظم اور شیطان کے اسم اعظم کی ایک کشتی ہو × × × شیطان نے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ ایک قوم کو اپنا مظہر بنایا۔ اور اسلام پر ایک سخت حملہ کیا۔ اور خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا۔ اور اس کو ایک حالت فنا عطا کر کے اپنی طرف رجوع دیا۔ تا حقیقی عبادت کے رنگ میں المعبود کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔ اور اس کا نام احمدؐ رکھا۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۵

اب میں چابیوں والی پیشگوئی جو حضرت عمرؓ کے وجود سے پوری ہوئی۔ اور اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود کے وجود میں پوری ہوئی۔ بالمقابل رکھ کر آپ کو یہ مسئلہ سمجھاتا ہوں:۔

چابیوں والی پیشگوئی

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے۔ اور آنجناب نے نہ قیصر و کسرےٰ کے خزانوں کو دیکھا۔ اور نہ کنجیاں دیکھیں۔ مگر چونکہ مقدر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر کو ملیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کا وجود ظلی[ل] طور پر گویا آنحضرت صلعم کا ہی وجود تھا۔ اسلئے عالم وحی میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلعم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔"

ایام الصلح

اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی

غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا مگر بعث دوم جس کی طرف آیۃ کریمہ "وآخرین منہم لما یلحقوا بہم" میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیسا کہ آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہو گا۔ تو اس وقت وہ نبی کریم

[ل] حضرت عمرؓ۔ آنحضرت صلعم کے ایک ظلی وجود تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کا بروز اعظم جو اکمل اور اتم ہے ..... حضرت مسیح موعود ہیں۔ کیونکہ آپ بروز محمدی ... ہیں۔

جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر کرے گا۔

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

اس تمہید و تقریب و تمثیل کے بعد وہ پانچ زبردست زبردست ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ بشارت اسمہٗ احمدؐ بالواسطہ طور پر (جیسے کہ چابیوں والی پیشگوئی پوری ہوئی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ یعنی مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی

پہلا ثبوت

اثبات کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ بشارت اسمہٗ احمدؐ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث دوم کی نسبت ہے۔ پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ اور چونکہ بعث دوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی ذات پر موقوف نہیں۔ بلکہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کی ذات پر موقوف ہے۔ اسلئے بشارت اسمہ احمد کی پیشگوئی بھی اسی فرد کامل پر صادق آئیگی۔ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"جیساکہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اثبات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔

(۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

(۲) دوسرا بعث احمدی۔ جو جمالی رنگ میں جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

یہ حوالہ اثبات کا قطعی ثبوت ہے کہ بشارت اسمہٗ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ بات مذہبی طور سے ثابت شدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا دوسرا بعث بلا واسطہ طور پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی نفس نفیس سے ہرگز پورا نہیں ہوا۔ بلکہ بالواسطہ طور پر آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا جیسا کہ اسکے متعلق حضرت مسیح موعود نے یوں تحریر فرمایا ہے:۔

"اور ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے۔" تحفہ گولڑویہ صہ ۹۵ حاشیہ

جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ سے جاری ہوا۔ ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اسصورتمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا۔ جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔

یہ حوالے باآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں:۔

(۲) بشارت اسمہٗ احمد دوسرے بعث کی نسبت ہے ؛

(۳) دوسرا بعث مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا ؛

پس ثابت ہوا کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بلا واسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود اپنے نفس نفیس سے پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی۔ کیونکہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بعث دوم کی نسبت ہے۔ اور بعث دوم کا مورد اور موقوف علیہ آنحضرت صلعم نہیں۔ بلکہ مسیح موعود ہے۔ پس پیشگوئی اسمہٗ احمد مسیح موعود کے ذریعہ بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی جسطرح کہ پیشگوئی چابیوں والی حضرت عمر کے ذریعہ پوری ہوئی ؛

دوسرا ثبوت

اثبات کا دوسرا ثبوت کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد بالواسطہ طور پر مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی ہے یہ ہے کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد ماہیت حقیقت کیفیت مآل اور انجام کے لحاظ سے کسی مثیل نام

حضرت عیسیٰ کو چاہتی ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گو مثیل عیسیٰ ہیں۔ لیکن آپ کا مثیل عیسیٰ ہونا کھلے کھلے طور پر بلاواسطہ کسی بروز کے آپ کی ذات سے پورا نہیں ہُوا۔ بلکہ آپ نے اپنے ایک بروز کے آئینہ میں اس مماثلت عیسویہ کا پورا رنگ دکھایا ہے۔ یعنی مسیح موعود کے ذریعہ آپ کا مثیل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس چونکہ بشارت اسمہ احمد کسی مثیل عیسیٰ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مثل عیسےٰ ہونا بلاواسطہ نہیں۔ بلکہ بذریعہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے ہے۔ اسلئے یہ پیشگوئی بلاواسطہ طور پر پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بالواسطہ طور پر اس کا ظہور ہوا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جلالی نبی یعنے موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اسکے اپنے حال کے موافق تھا۔ یعنی محمدؐ جو جلالی نام ہے۔ اور اسیطرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا۔ جو جمالی نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل نام کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

(اعجاز المسیح صہ ۱۲۳ و صہ ۱۲۴)

(۲) اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اسکے مثیل کی (یعنے عیسےٰ کے مثیل) طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رُو سے ایک ہی ہیں۔" ازالہ اوہام صہ ۶۷۳

ان حوالجات کے رو سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پیشگوئی اسمہ احمد کسی عیسوی مثیل نام کو ظاہر کرتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گو مثیل عیسےٰ ہیں۔ لیکن علیٰ وجہ الاتم مثیل عیسےٰ ہونا یا عیسوی مثیل نام ہونا آپ کے نفس نفیس سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اور چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت تھی۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے بلاواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن

چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آپ کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

ان تمام حوالجات سے بصراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ:۔

(۱) پیشگوئی اسمہ احمد عیسےٰ علیہ السلام کے مثیل تام کی نسبت ہے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مثیل عیسیٰ ہونا بلاواسطہ طور پر مخفی اور باریک ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیسوی مثیل تام ہونا بذریعہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے پورا ہوا۔ نہ کہ بلاواسطہ آپ کی ذات سے۔

پس یہ حوالجات اس امر کا ثبوت ہیں کہ یہ پیشگوئی حقیقتاً اور نفس الامر میں بالواسطہ طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود علیہ السلام کے پوری کی۔ نہ کہ خود اپنی ذات سے۔

تیسرا ثبوت

اِثبات کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد دوسرے احمد صلعم۔ محمد نام جو جلالی تھا۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے۔ جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور احمد نام جمالی ہے۔ اس میں پیشگوئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے۔ لیکن اگرچہ آپکی زندگی میں اسمہ احمد کا کچھ ظہور ہوا۔ اور اس زمانہ میں ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ لیکن دنیا میں آشتی اور صلح کا پھیلانا آنحضرت نے بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود کے انجام دیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اسلئے رکھا گیا۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان

دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے۔ جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے۔ سو خدا تعالٰے نے ان دو ناموں کی اسطرح تقسیم کی۔ کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمدؐ ظہور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا۔ جسکے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئینگی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس اسوجہ سے مناسب معلوم ہوا۔ کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔ اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سواے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو۔ اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے۔ یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔"

(اشتہار واجب الاظہار صہ ۳)

یہ حوالہ بصراحت اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احمد نام ہونے سے جو مطلب تھا۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے وہ مقصد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود کے سرانجام دیا۔ پس ثابت ہوا کہ پیشگوئی اسمہ احمدؐ کو بالواسطہ طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ اپنے بروز تام مسیح موعود علیہ السلام کے پورا کیا۔

چوتھا ثبوت

اِسبات کا چوتھا ثبوت کہ پیشگوئی اسمہ احمدؐ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی ہیں۔ بوجہ محمدؐ ہونے کے آپ سورج

ہیں۔ اور بوجہ احمدؐ ہونے کے آپ چاند ہیں۔ کیونکہ اسم محمد مظہر جلال ہے۔ اور سورج بھی مظہر جلال ہے۔ گویا سورج اور محمد اپنی جلالی تجلی کے رُو سے ایک ہیں۔ اور اسم احمد مظہر جمال ہے۔ کیونکہ یہ جمالی نام ہے۔ اور چاند بھی مظہر جمال ہے۔ گویا چاند اور احمدؐ اپنی جمالی تجلّی کے رُو سے ایک ہی ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ محمدؐ بھی ہیں۔ اور احمدؐ بھی۔ یعنی آپ جامع جلال اور جمال ہیں۔ اسلئے آپ سُورج بھی ہیں اور چاند بھی ؛

اوّل ۔ اِثبات کا ثبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ محمد اور احمدؐ ہونے کے جامع جلال اور جمال ہیں۔ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے :۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمدؐ بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال اور جمال

تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلعم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسُول اللہ والذین معہ۔ الخ (۲) دوسرا نام احمدؐ ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) اور یہ نام انجیل میں ہے۔ جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی۔ اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ × × × × (اربعین نمبر ۴ صہ ۱۳)

اِثبات کا ثبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سُورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی۔ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے :۔

آنحضرت صلعم سُورج ہیں — وان رسول اللہ شمس منیرۃ۔ بعد رسول اللہ بدر وکوکب۔ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شمس منیر ہیں۔ اور رسول اللہ کے بعد بدر اور ستارے ہیں۔" (کرامات الصادقین صہ ۶۱)

آنحضرت صلعم چاند ہیں — آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ یقیناً دو بدر پر دلالت کرتی ہے۔ اوّل وہ بدر جو پہلوں کی نصرت

کے لئے گذرا۔ اور دوسرا وہ بدر جو پچھلوں کے لئے ایک نشان ہے "

(خطبہ الہامیہ صہ ۱۸۳)

(۳) اسبات کا ثبوت کہ اسم محمد کو سورج سے اور اسم احمدؐ کو چاند سے مشابہت ہے۔ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

" تم خوب توجہ کر کے سن لو۔ کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمدؐ کے رنگ میں ہو کر میں ہوں "

(اربعین نمبر ۴ صہ ۱۴)

ان تمام حوالجات پر یکجائی نظر ڈالنے سے اسبات کا بدیہی ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلیلعم بوجہ محمد اور احمد ہونے کے جو کہ جامع جلال اور جمال ہیں۔ اسلئے آپ سورج بھی ہیں۔ اور چاند بھی۔ لیکن آپ کا بلاواسطہ اور بالفعل طور پر سورج یعنے محمد ہونا تو بدیہات سے ہے۔ لیکن بالفعل طور پر بدر یعنے احمدؐ ہونا ہرگز آپ کی ذات سے ثابت نہیں۔ بلکہ بذریعہ مسیح موعود کے ہے۔ جیساکہ سب جانتے ہیں کہ سورج باوجود اسکے کہ حقیقت شمسی اور حقیقت قمری کا جامع ہے۔ یعنی جامع جلال اور جمال ہے۔ لیکن وہ اپنی ذات سے بالفعل اور بلاواسطہ حقیقت شمسی کا مظہر ہے نہ کہ حقیقت قمری کا۔ اور اپنی حقیقت قمری کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے وہ ایک مظہر یعنے چاند اختیار کرتا ہے۔ جو سورج کی حقیقت قمری کا مظہر اتم یعنے سورج کی حقیقت قمری کو قوت سے فعل میں لاتا۔ اور اسلئے بالفعل طور پر چاند کہلاتا ہے۔ بس یہی صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت محمدیہ کے بلاواسطہ بالفعل مظہر ہیں۔ لیکن آپ حقیقت احمدیہ کے بلاواسطہ بالفعل مظہر ہرگز نہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ آنحضرت صلعم کا بالفعل یعنی قوت سے فعل میں احمدؐ ہونا ہرگز بلاواسطہ آپ کی ذات سے نہیں۔ بلکہ مسیح موعود کی ذات سے ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہیٰ نہ تھا۔ بلکہ اسکے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں ؏

یعنی اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیساکہ آدم چھٹے دن کے آخر میں۔

احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا۔ اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا۔ پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا۔ اور کافروں سے مت ہو۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۸)

اور وہ مظہر کا وعدہ جو خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں فرمایا تھا۔ وہ کس جگہ اور کس آیت میں ہے۔ سو ہم بڑے زور سے اسبات کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ وعدہ مظہر کا بر طبق پیشگوئی اسمہٗ احمدؐ کے ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"وہ آیت مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد میں یہ اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہو گا۔ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہو گا جس کا نام آسمان پر احمد ہو گا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۱)

اب ان دونوں حوالجات کے رو سے یہ امر بپایہ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچویں ہزار میں اسم احمدؐ کے لازم حال جمالی تجلی کو اجمالی صفات کے ساتھ ظاہر کیا۔ جیساکہ مکی زندگی آپ پر شاہد ہے۔ اور جیساکہ سورج کی تجلی اسپر مزید گواہ ہے۔ کہ وہ بھی شروع شروع میں آثار غلبہ یعنی قوت کے فعل میں لانے کے لئے صبح کے وقت جمالی تجلی کو اجمالی صفات کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جیساکہ سورج اپنی جمالی تجلی کے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے جمالی نور کے غلبہ یعنی قوت کے فعل میں لانے کے لئے ایک مظہر اختیار کرتا ہے۔ یعنی چاند بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جمالی تجلی کے ظہور کے کمال کے لئے یعنی جمال کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے ایک مظہر بر طبق آیت مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ بالفعل طور پر پیشگوئی اسمہٗ احمد بلا واسطہ آنحضرت صلعم سے

ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسم احمدؐ کی تجلی کو قوت سے فعل میں بذریعہ اپنے بروز نام مسیح موعود کے لائے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی اسمہ احمد کو بالفعل طور پر بذریعہ مسیح موعود کے پورا کیا ہے نہ کہ بذریعہ اپنی ذات کے جیساکہ سُورج اپنی حقیقت قمر کو بذریعہ اپنی ذات کے ہرگز قوت سے فعل میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ بذریعہ چاند کے ایسا کرتا ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں سُورج حقیقت قمریہ کا بالفعل مظہر بذریعہ اپنے بروز نام چاند کے بنتا ہے۔ نہ کہ بلا واسطہ اپنی ذات کے۔ بعینہ یہی حال اس پیشگوئی کا ہے۔ الغرض خدا تعالیٰ نے چاند کو پیدا کر کے ہمیں اثبات کا سبق دیا۔ کہ بشارت اسمہ احمد کا پورا ہونا بھی بعینہ اسی طرح ہوگا۔ جسطرح سُورج اپنی جمالی تجلی کو بالفعل طور پر چاند کے ذریعہ پورا کرتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو بالیقین روحانی سلسلہ کے سُورج ہیں۔ بالفعل احمد یعنے "چاند" اپنے ایک بروز کے ذریعہ ہونگے نہ کہ خود اپنی ذات کے ذریعہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ بوجہ محمد اور احمد یعنے جامع جلال اور جمال ہونے کے سورج اور چاند ہیں۔ اور سورج کا بالفعل چاند ہونا بذریعہ چاند کے ہے۔ نہ کہ خود سُورج کی اپنی ذات سے۔ اسلئے یہ پیشگوئی بالفعل طور پر یعنی قوت سے فعل۔ باطن سے ظاہر مخفی سے کھلے کھلے رنگ میں بلاواسطہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہرگز پُوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بذریعہ مسیح موعود کے پوری ہوئی۔

پانچواں ثبوت

اثبات کا پانچواں ثبوت کہ بشارت اسمہ احمد بالفعل طور پر بذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز نام مسیح موعود علیہ السلام کے پُوری ہوئی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ آنحضرت صلعم کے دو فرض منصبی قائم کرتا ہے۔ (۱) ایک فرض منصبی آپ کا یہ ہے کہ آپ تکمیل ہدایت کریں جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

اس تقسیم کو خوب یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو منصب قائم کرتا ہے۔ (۱) ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا جیساکہ

فرمایا کہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنے والا جیسا کہ فرماتا ہے - لیظہرہ علی الدین کلہ - اور تکمیل ہدایت کے لئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا - اس سے یہ پہلی سنت ہمیں سمجھاتی ہے - کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے - اور وہ ہزار ششم ہے - اور علماء کرام اور تمام اکابر ملت اسلام قبول کر چکے ہیں - کہ تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوگی - اور اب ثابت ہوا - کہ تکمیل اشاعت ہزار ششم میں ہوگی "

اب اس حوالہ سے ظاہر اور باہر ہے - کہ آنحضرت صلعم کا دوسرا فرض منصبی یعنی تکمیل اشاعت ہدایت بہ واسطہ آپ کے بروز تام مسیح موعود کے پورا ہوگا - مزید تسلی کیلئے تحفہ گولڑیہ صہ ۹۷ سے لیکر صہ ۱۰۱ تک ملاحظہ کر لیا جاوے - جس سے قطعی طور پر اس بات کا ثبوت ملتا ہے - کہ گو تکمیل ہدایت بلا واسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلعم کے نفس نفیس سے ظہور میں آئی لیکن تکمیل اشاعت ہدایت بلا واسطہ کسی بروز (یعنی مسیح موعود) کے ظہور میں نہیں آئی - پس لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ جو تکمیل اشاعت کی نسبت ہے مسیح موعود کے ذریعہ پورا ہوا - اب چونکہ لیظہرہ علے الدین کلہ کے وعدے کی تکمیل علوم اور معارف پر موقوف ہے - اور علوم اور معارف جمالی خدمت میں داخل ہیں - اسلئے تکمیل اشاعت ہدایت یعنی علوم اور معارف کا اکمل اور اتم طور پر دیا جانا اسم احمدؐ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے - کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے - چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"علوم اور معارف بھی جمالی خدمت میں داخل ہیں - اور قرآن شریف کی آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا - کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جاوینگے - کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا - ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں - اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے " (اربعین نمبر ۴ صہ ۱۴ حاشیہ)

پس اس حوالہ سے ظاہر ہے - کہ علوم اور معارف جمالی خدمت میں داخل ہیں - اور علوم اور معارف حسب تصریح آیت کریمہ لیظہرہ علی الدین کلہ اکمل اور اتم طور پر

مسیح موعود کو دیئے گئے ہیں۔ اور گذشتہ حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ لیظہرہ علی الدین کلہ آنحضرت صلعم کے دوسرے فرض منصبی یعنی تکمیل اشاعت ہدایت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ فرض منصبی بلاواسطہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ سرانجام نہیں ہوا۔ بلکہ آنحضرت صلعم نے اپنے اس فرض منصبی کو بذریعہ مسیح موعود کے انجام دیا۔ پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے بذریعہ اپنے بروز مسیح موعود کے پوری کی۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ آنحضرت صلعم نے تکمیل اشاعت ہدایت کے فرض منصبی کو بذریعہ اپنے بروز مسیح موعود علیہ السلام کے سرانجام دیا +

جنگ یوروپ میں ہمارا فرض

جنگ یوروپ جسے اب جنگ عالم کہنا چاہیئے۔ (کیونکہ اسمیں حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق تمام ہی قومیں شامل ہیں۔ اور ایک دوسرے پر حملے چڑھ رہی ہیں) اکی خبریں آئے دن آپ اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ جو خوفناک تباہی ہو رہی ہے۔ اور جس قسم کے خطرناک دن ہیں۔ اس کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف امرتا بازار پتریکا

ع ۵ - ۱ - روس یکم اگست ۱۹۱۴ء (جو اب ہماری طرف نہیں) ۲ - فرانس ۳ - اگست ۱۹۱۴ء ۳ - بلجیم ۳ اگست ۱۹۱۴ء

۴ - برطانیہ عظمہ ۴ - اگست ۱۹۱۴ء ۵ - سرویا ۶ - اگست ۱۹۱۴ء ۶ - مانٹی نگرو ۹ - اگست ۱۹۱۴ء

۷ - جاپان ۲۳ - اگست ۱۹۱۴ء ۸ - پرتگال ۹ - مارچ ۱۹۱۶ء ۹ - اٹلی ۲۸ - اگست ۱۹۱۶ء

۱۰ - رومانیہ ۲۸ - اگست ۱۹۱۶ء ۱۱ - ریاستہائے متحدہ امریکہ ۶ - اپریل ۱۹۱۷ء ۱۲ - کیوبا ۱۷ - اپریل ۱۹۱۷ء

۱۳ - پانامہ ۱۰ - اپریل ۱۹۱۷ء ۱۴ - سیام ۲۲ - جولائی ۱۹۱۷ء ۱۵ - لائبیریا ۴ - اگست ۱۹۱۷ء

۱۶ - یونان ۲۹ - جون ۱۹۱۷ء ۱۷ - چین ۱۲ - اگست ۱۹۱۷ء ۱۸ - برازیل ۲۶ - اکتوبر ۱۹۱۷ء

۱۹ - گواٹیمالا ۲۳ - اپریل ۱۹۱۸ء ۲۰ - یوروگوئے جولائی ۱۹۱۸ء ۲۱ - ہونڈوراس جولائی ۱۹۱۸ء

دوسری طرف

۱ - جرمنی ۔ ۲ - آسٹریا ۔ ۳ - ترکی ۔ ۴ - بلگیریا +

کی چند سطریں کافی ہونگی۔ تاکہ مجموعی طور سے معلوم ہو سکے۔ کہ ابتک فریقین میں کیا ہو چکا ہے۔

"جنگ کے اخراجات اندازہ ہے۔ کہ تین کھرب پندرہ ارب روپیہ صرف ہوا ہے ۲۔ دو کروڑ ننانوے لاکھ تیس ہزار جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ ۲۔ کروڑ ۳۵ لاکھ آدمی زخمی ہوئے ہیں۔ ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئے ہیں۔ بیالیس لاکھ پچاس ہزار قیدی گرفتار ہوئے ہیں۔

ایک ارب ۶۸ کروڑ روپے کی مالیت کا نقصان ہوا ہے۔ پانچ کروڑ آدمی اسوقت خط جنگ پر موجود ہے" (امرتا بازار پترکا)

آپ ان سب نقصانات کا تصور کیجیے اور پھر اپنی حالت پر غور کہ اس تباہی و بربادی کے آپ کس قدر امن امان میں ہیں میں سمجھتا ہوں۔ کہ یوروپ کے لوگ جن مصائب میں گرفتار ہیں آپ پر تو اسکا ہزارواں حصہ بھی نہیں وہاں تو خوراک بھی محدود مقدار میں ملتی ہے۔ اور آپ جو چاہیں مزے سے کھائیں پئیں پھر آپکے کاروبار بدستور جاری۔ راتوں کو آرام کی نیند۔ اور وہاں یہ حالت نہیں۔ آجکل ۸ سیر گندم ہے اور اسے قحط سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کیا آپکو علم ہے۔ کہ روس میں جو ایک بہت بڑی سلطنت ہے۔ وہاں کے دارالخلافہ پیٹروگراڈ میں اشیاء خوردنی مفقود ہیں۔ نہ آٹا ہے۔ نہ شکر ہے۔ نہ آلو نہ دودھ۔ آٹے کے ہموزن پانی ملا کر پکایا جاتا ہے۔ اور ایک چھٹانک روزانہ کے حساب سے روٹی ملتی ہے۔ اور بدنظمی و بدامنی کیوجہ سے یہ بھی کبھی کبھی میسر نہیں آتی۔ ایک بھنی ہوئی ران کی قیمت چھ سو روپے سے لیکر نو سو روپے تک ہے مکھن ۲۴ شلنگ فی پونڈ (۱/۲ سیر) ہے سفید آٹا ۱۵ روپے پر آدھ سیر ایک انڈے کی قیمت ۳ پنس (۳۔۰) ہے اب ذرا اپنے ملک کے نرخ دیکھیے۔ اور خدا کا شکر بجا لائیے۔ اور اس شکریہ میں یہ سوچیے کہ یہ سب امن و امان اور سہولت و آرام کس کی طفیل ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فوقیت اسکی ضامن ہے۔ اندریں حالات کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم ایسی محسن گورنمنٹ کی امداد اپنا فرض سمجھیں کیونکہ جسقدر بھی ہم مدد کرینگے۔ اس کا فائدہ بھی ہمیں ہی حاصل ہوگا۔ اسوقت جو مدد ہم دے سکتے ہیں۔ وہ کچھ مشکل نہیں۔ اور ان قربانیوں اور اخراجات کے مقابل میں تو کچھ بھی نہیں۔ جو یوروپ والے کر رہے ہیں۔ ہم میں سے جو جوان ہیں۔ صحت رکھتے ہیں۔ وہ تو فوج میں بھرتی ہو جائیں۔ دو لاکھ آدمی پنجاب کے ذمہ ہے۔ جبری بھرتی نہیں بلکہ رضامندی

کا سودا ہے۔ مفت نہیں بلکہ کافی تنخواہ ملتی ہے۔ جو شخص بھرتی ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے ملکی و وطنی فرض سے سبکدوش ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے اور اہل و عیال کے گذارے کیلئے نقد روپیہ بھی پاتا ہے۔ اور جو لوگ بعض وجوہات سے خود بھرتی نہیں ہو سکتے۔ حتّٰے کہ فوج محافظ ہند میں بھی نہیں جا سکتے۔ جس کے لئے صرف چند مہینے قواعد سیکھنی پڑتی ہے۔ اور پھر عند الضرورت ہندوستان کے اندر ہی تقرر ہوگا۔ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے دوسرے اقرباء و احباء میں سے جوان ہوں انکو بھرتی کرائیں۔ اور عام لوگوں کو اس کے فوائد سمجھائیں علاوہ ازیں کلرک، مستری، لوہار وغیرہ آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ ان کے واسطے بھی اچھا موقعہ ہے کہ ایک تو وہ کاج اپنے کاموں کی دگنی سہ گنی اجرت بھی پائیں۔ اور سرکار کے خاص خیرخواہ و معاون بھی کہلائیں۔ دوم۔ جو دولت والے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ جو لاکھپتی ہیں۔ بلکہ جن کا گزارہ اچھا چلتا ہے۔ وہ جنگی قرضہ میں ضرور حصہ لیں۔ سب سے آسان طریق یہ ہے۔ کہ ڈاکخانہ سے پنجسالہ سرٹیفکیٹ خرید لئے جائیں۔ ایک سرٹیفکیٹ کم از کم ۱۲ آنہ کا ملتا ہے۔ یہ روپیہ آپ جب چاہیں۔ واپس لے سکتے ہیں۔ مگر پانچسال تک نہیں لینا چاہیئے۔ سوم۔ ہم سب کا یہ فرض ہے۔ کہ امن و امان صلح و صفائی سے رہیں۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں۔ جس سے سرکار کی توجہ جنگ سے ہٹے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔ اس وقت تمام تر توجہ جنگی اغراض کو تقویت پہنچانے کیطرف لگی ہے۔ بے سروپا افواہیں اڑنے دیں۔ جس سے خواہ مخواہ کی پریشانی بڑھتی ہے اور ملک کے امن و امان میں نقص عاید ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات جو تمسخر کے رنگ میں خفیف سمجھکر کیجاتی ہے۔ بہت خوفناک نتائج کی موجب ہو جاتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ اس قسم کی کوئی بات نہ کریں۔ ناخواندہ لوگوں میں جب اس قسم کی غلط افواہ سنیں تو اسکو فوراً روک دینا چاہیئے۔ اور انکی اصلیت سے آگاہ کر دیا جائے۔ بے سروپا باتوں کے متعلق جب کبھی دریافت کیا جائے۔ تم نے کس سے سنا۔ تو کہنے والا صرف یہی کہیگا لوگ کہتے ہیں۔ بعد کوئی خاص نام صداقت سے نہیں بتا سکے گا۔ یہی ان کے جھوٹا ہونے کی علامت ہے۔ اور بعض لوگ اپنی شہرت اور خاص قابلیت جتانے کیلئے خوفناک اور عجیب عجیب خبریں تراش کر پھیلا دیتے ہیں۔ یہ ملک و قوم کے دشمن ہیں۔ انکے بارے میں سب کو ملکر نفرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور مجالس یا میں ایسے دشمنان بہبودی کو شرمندہ کرکے روک دینا چاہیئے۔ تاکہ پھر کہیں ایسی بدبو پھیلانے کا حوصلہ نہ ہو۔ یہ تین فرائض ہیں۔ جن کے متعلق احمدی جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ ہندوستان میں اپنے دوسرے بھائیوں پر خاص امتیاز حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں +

ریویوز

پند نامہ کاظم - فارسی کا مذاق اب ہندوستان سے اٹھتا جاتا ہے۔ لیکن ابھی چند بزرگ باقی ہیں جنکے دم قدم سے کچھ رونق ہے۔ ورنہ کسی کو فارسی میں اپنے خیالات ظاہر کرنیکی جرأت نہیں ہوتی مولوی ابو ناظم محمد کاظم صاحب نے پند نامہ کاظم لکھا ہے جسمیں حمد و نعت کے بعد طلباء علم کے لئے مفید نصیحتیں ہیں۔ انگریزی پڑہنے کا شوق بھی دلایا ہے۔ حواشی پر وہ احادیث و آیات بھی لکھدی ہیں جن سے استدلال کیا ہے۔ عمدہ چکنے کاغذ پر خوش خط طبع کرایا گیا ہے۔ نظم خاصی ہے۔ مگر ابھی اصلاح کی گنجائش ہے۔ ۸ر قیمت پر مصنف سے سراج گنج ضلع پابنہ (بنگال) کے پتہ پر منگوائیں +

صراط مستقیم } کسی صاحب نے اعتراض کیا۔ کہ جب احادیث لکھنے سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کر دی۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ احادیث قیامت تک واجب العمل نہیں۔ اس کا جواب مرزا ساجد بیگ صاحب نے حیدر آباد دکن سے دیا ہے۔ سائل بے شک غلطی پر ہے۔ مگر مجیب صاحب بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھے۔ افسوس کہ انہیں حضرت مسیح موعود سے خدا واسطے کی دشمنی ہے۔ ورنہ ہم انہیں مشورہ دیتے کہ حضور کا فیصلہ ریویو بر مباحثہ محمد حسین دیکھو۔ کیونکہ حدیث کا صحیح صحیح مرتبہ اسمیں بتایا گیا ہے۔ نہایت عمدہ چکنے کاغذ پر یہ رسالہ چھپا ہے۔ قیمت معلوم نہیں +

خلافت محمدیہ } یہ ایک ۸۴ صفحہ کا رسالہ ہے۔ جس میں ابو الوفا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل نے مسئلہ خلافت خلفاء و مسئلہ وراثت انبیاء بیان کیا ہے۔ قرآن مجید سے شیعہ کے خلاف استدلال ہے۔ پھر حضرت علی و حضرت ابو بکر کی زندگی کا مقابلہ کیا ہے۔ لکھوائی۔ چھپوائی۔ کاغذ اچھا ہے۔ قیمت فی نسخہ ۴ر دفتر اہلحدیث امرتسر سے طلب کریں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

قوت کی گولیاں

۴۰ سو سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوہیں فاسفورس کینا ڈاینا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں ۔ اس لئے مغز ریڑھ ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں ۔ قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا عہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ چند بوٹیوں سے بنی ہے خون بند کرنے میں بیمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑہوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستہ یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے ۔ عورتوں کے پرور (سرخی کا جانا) کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو جلد اس دوا کو استعمال کرنا چاہیئے ۔

خونی بواسیر

خونی بواسیر میں یہ خاصکر فائدہ مند ہے ۔ اس بیماری میں رگیں کمزور پڑ جاتی ہیں یا ان میں زخم ہو جاتا ہے جس سے برابر خون بہتا ہے ۔ اس دوا کے کھانے سے اور پچکاری لینے سے رگیں عن[illegible]تی ہیں ۔ اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ ۱۲؍ پچکاری کا ۸؍ محصولڈاک ہر دو ۱۰؍

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے ۔ دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب کیا کہتے ہیں یہ دوسرا موقع ہے کہ آپکے داد مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں نے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں ۔ اسکے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح مداح ہیں کیونکہ دو ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے ۔ قیمت فی ڈبیہ ۴؍ محصولڈاک ۵؍ ایک سے چھ تک ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون ط

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

قرآن شریف ہی کامل کتاب ہے	۱ ۔ ۲۰	شاہ ولی اللہ صاحب
احمد موعود اور اسکے دس امتیازی نشانات	۲۱ ۔ ۴۹	میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور

قیمت سالانہ عوام سے عہ/ طلباء سے عا/ غیر ممالک سے ۳ ؎/

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

صفیہ کا خطبہ

الو کہی استانی کا ریویو نمبر ۹ میں ہو چکا ہے۔ اسی سلسلہ کا یہ تیسرا نمبر ہے جو ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے شائع کیا ہے۔ اسمیں ایک وعظ ہے۔ جو بہت موثر اور مفید ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ اسکی قدر کریں۔ قیمت ۲ر لکھوائی چھپوائی۔ کاغذ۔ تقطیع عمدہ۔ پارہ [illegible] قیمت ۲ر

حقیقۃ الرؤیا

یہ نام ہے ان تقریرات کے مجموعہ کا جو ۱۹۱۷ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمائیں۔ منشی غلام نبی صاحب بلانوی نے انھیں لکھا۔ اور انھوں نے اسے بعد نظر ثانی چھپوا کر شائع کیا ہے۔ خلیفۃ المسیح کی تقریریں اور ان پر ریویو میری کیا مجال ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے۔ کہ دس آنے کو یہ کتاب منشی صاحب سے دفتر ایڈیٹر الفضل قادیان کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

کچھ اپنی نسبت

احباب سے بہت دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ تشحیذ فنڈ کے لحاظ سے نہایت نازک حالت میں ہے۔ میں ہی جانتا ہوں۔ کہ کس طرح پر اسکو التزام کے ساتھ وقت پر شائع کیا جاتا ہے۔ مضامین اسکے آپکے سامنے ہیں پس اگر آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس کو زندہ رکھنے کا بھی اہتمام کیجئے۔ ورنہ یاد آئے گی تمہیں میری وفا میرے بعد۔ اب تو حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی سلسلہ کے اخبار کی طرف احباب کو متوجہ کیا ہے۔ ان کے حکم کی اطاعت ہی میں کچھ کوشش فرماویں اور اسکے خریدار بڑھائیں۔ تاکہ تشحیذ اپنے اخراجات آپ ادا کر سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

برادران! السلام علیکم [illegible]

ضرور یہ کیا جاوے کہ اس کے چند ایسے غیر مسلموں کے نام جو مجھے آنے سالانہ اخبار کی قیمت دینے کے لئے تیار ہوں۔ اخبار نور سال بھر کے لئے جاری کیا جاوے۔ فی الحال میرے مذکورہ بالا مضمون کو آپ شائع کریں۔ بعد میں میں کچھ بالتفصیل بھی لکھوں گا۔ خاکسار مرزا محمود احمد ؓ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء

قرآن شریف ہی کامل کتاب ہے

مندرجہ ذیل اس مضمون معارف مشحون کا بقیہ ہے۔ جو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے عنوان تشحیذ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء میں چھپا تھا۔ خدا تعالیٰ کی کسی مصلحت کے ماتحت کاغذات میں پس وپیش ہو گیا۔ اور اس تمبر کے چھپنے میں مکرم شاہ ولی اللہ صاحب کی یاد کو تازہ کرنیوالا ہوا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو دوست اسکے مطالعہ سے حظ حاصل کرینگے۔ وہ شاہ صاحب موصوف کی بخیریت واپسی کے لئے دعا فرماوینگے۔ (ایڈیٹر)

(۱)

اگر صانع قدرت کی صفت کے جانچنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ کہ وہ انسانی طاقت وقوت سے باہر ہو۔ تو پھر قرآن کریم نے ٹھیک اس اصول کے مطابق اپنے دعوے کو پیش کیا ہے۔

فاتوا بسورۃ من مثله وادعوا شهداءکم - من دون الله ان کنتم صادقین
اور اللہ کے سوا تم اپنے گواہوں کو بھی بلاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ قل لئن اجتمعت الانس
والجن علےٰ ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً
انکو سنادو۔ کہ اگر جن و انس بھی جمع ہو کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اسکی مانند ہرگز نہ
لائینگے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں ٭

(۲)

اگر یہ صحیح ہے کہ علام الغیوب خدا کے کلام میں آیندہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو پھر قرآن کریم نے بھی اپنی فطرت کے تقاضے سے ہی فصیح اللسان جادو بیان عرب کیا بلکہ سارے جہان کے سامنے بڑے شد و مد سے یہ چیلنج پیش کر کے بغیر کسی قسم کے انتظار کے کھلے الفاظ میں یہ سنا دیا۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ اگر تم نے نہ کیا۔ اور ہرگز نہ کرسکو گے قرآن کی مثل لانا تمہارے لئے بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ واحد و یگانہ خدا کا کلام بے مثل ہوتا ہے۔ آج تک اس زبردست صداقت کو کوئی بھی نہ جھٹلا سکا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے جنہوں نے آپکی تذلیل و تکذیب میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا تھا۔ باوجود اکسانے اور غیرت دلانے کے اتنا نہ ہو سکا۔ کہ ایک سورۃ کی مثل یونہی بنا کر پیش کر دیتے تا کچھ جواب تو ہو جاتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ کہ علام الغیوب خدا کے ارادے کے برخلاف کسی کو اتنی بھی ہمت پڑتی۔ آج بھی وہ چیلنج سارے جہان کے سامنے اسی طرح موجود ہے کوئی ہمت رکھتا ہے تو دکھلائے +

ب۔ اسی طرح ایک دوسرا چیلنج بھی ہے۔ جو آج سے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے کل عیسائی دنیا کے سامنے پیش ہوا تھا۔ مالهم به من علم ولا لابائهم۔ کبرت کلمةً تخرج من افواههم۔ ان یقولون الا کذبا۔ ان باطل پرستوں کے پاس اس کی کوئی بھی علمی دلیل نہیں۔ انکے آبا و اجداد کے پاس بھی نہ تھی۔ کیا ہی بڑا بول ہے۔ جو ان کے منہ سے نکلتا ہی محض جھوٹ ہے۔ یورپ و امریکہ نے جن کا علم و ہنر، شان و شوکت، رعب و داب اپنے کمال پر پرواز کر رہا ہے۔ آج ۱۹۰۰ برس کے بعد اس چیلنج کا جواب عیسائی دنیا کا دل توڑ کر

ان الفاظ میں دیا ہے۔ مسیح کوئی وجود تھا بھی یا نہیں؟ جب تک کہ ان کے پاس علم نہ تھا۔ یہ ستون انکی جہالت کے سہارے پر کھڑا تھا۔ مگر جونہی کہ علم آیا۔ وہ کاٹھ کی لکڑی خود بخود ٹوٹ کر نیچے گر پڑی ؁

(۳)

اسی طرح اس نے مشرک دنیا کو نہایت ہی زبردست الفاظ میں مخاطب فرمایا اور کہا قل ان ربی یقذف بالحق۔ علام الغیوب۔ قل جاء الحق ومایبدئ الباطل وما یعید۔ سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ انکو سنا دو کہ ضرور ضرور میرا رب حق کے ذریعے سے اب باطل کو کچل دیگا۔ وہ پوشیدہ باتوں کا بڑا جاننے والا ہے۔ کہدو کہ حق تو اب آہی گیا۔ اب باطل نہ تو نئے سرے سے کوئی شان نکالیگا۔ اور نہ ہی وہ پہلے رنگ میں اب عود کرے گا۔ عنقریب یہ سب مشرک اس انقلاب کو جان لینگے۔ جس میں ان کے خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ منقلب کیے جاینگے۔ ان الفاظ کی زبردست صداقت پر غور تو کرو۔ کہ ان نئے نئے روزمرہ کے انقلابات و تغیرات نے مشرک دنیا میں کس طرح ایک زلزلہ ڈالدیا ہے۔ ترکستان عرب میں ... نظارہ تو کرو۔ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ عربستان ہاں قیدار کی زمین میں جاکر دیکھو۔ اور غور کرو کہ کہیں ایسا بھی ہوا۔ جیسا کہ یہاں ہوا۔ کسی قوم نے اپنے آلہوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں۔ بدل ڈالا۔ باطل ایسا بھاگا۔ کہ آج ۱۳۰۰ برس گذر رہے ہیں۔ اور اسنے نہ نئے ہی رنگ میں اور نہ ہی پرانے رنگ میں اپنا سر نکالا ہے۔

(۴)

اسیطرح سے مسلمانوں کو بھی نہایت منذرانہ الفاظ میں مخاطب کرکے فرمایا۔ قل انی انا النذیر المبین۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین۔ انکو سنا دو کہ لاریب میں ایک کھلا ڈرانیوالا ہوں۔ جنھوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے ہیں۔ یعنی جو انکی اپنے مطلب کی بات ماننے۔ اور دوسری کو جو مطلب کی نہیں۔ نہیں مانتے۔ ہم ضرور ضرور ان سب سے پرسش کرینگے

اور ان کے کردار کا بدلہ دینگے۔ تو اس امر کو کھولکر سنا دے۔ اور ان مشرکوں سے بھی جو
اللہ کے ساتھ ایک۔ اور معبود تجویز کرتے ہیں۔ اعراض کرے۔ ہم ان سب لوگوں کے لئے
جو تضحیک۔ اور ہنسی اور اڑاتے ہیں۔ کافی ہیں۔ عنقریب یہ سب جان لینگے۔ کہ قرآن کریم کو
ٹکڑے ٹکڑے کرکے انھوں نے کیا پھل پایا۔ اور اسپر ہنسی اوڑا کر کیا نتیجہ بھگتا؟ قرآن
کریم ایک اور جگہ بھی کھلے الفاظ میں ڈراتا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض
فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزیٌ فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردّون
الی اشد العذاب۔ وما اللہ بغافلٍ عما تعملون ۔ کیا تم لوگ بعض باتوں کو مانتے ہو
اور بعض کا انکار کرتے ہو پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا۔ اس کی سزا یہی اس دنیا کی زندگی میں
ذلت اور ادبار ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے بھی بڑھ کر عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے تمہارے
کردار سے اللہ غافل نہیں۔ یہ عالم الغیب خدا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا۔ ایسا نہو کہ وہ
کہیں عالم الغیب خدا کے کلام پر ہنسی اڑائیں۔ اس کی باتوں پر پھبتیاں کہیں۔ اور اس کی آیات کو
اپنے اصلی مطالب اور مفہوم سے کہیں سے کہیں پھیر دیں۔ اور اسطرح غیور خدا کی نظر میں
ذلیل در سوا ہو جائیں۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اس انداز سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اسی سوراخ
میں جا کر ہاتھ گھسیڑا۔ جہاں سے اللہ اور اسکے رسول نے منع فرمایا تھا۔ ایسی بے باکی کا
مزہ کیا چکھا۔ ایسی ذلت کی مار پڑی ہے۔ کہ نہ اخلاق اچھے رہے ہیں نہ اطوار اچھے رہے
نہ علم رہا نہ عمل رہا نہ حکومت رہی۔ اور نہ عزت رہی۔ یہ سب کچھ عالم الغیب غیور خدا کی غیرت
کا ہیبت ناک ایک نظارہ ہے۔

ایسی نازک حالت میں قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ایک بشارت بھی دیتا
ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما
استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من
بعد خوفھم امنا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے۔ جو
ایمان لائینگے۔ اور نیک اور سنوار کے کام کرینگے۔ کہ ضرور ضرور ہم ان کو اس زمین میں
اسی طرح خلیفہ بنائینگے۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ اور ان کی خاطر ہم ان کے

اس دین کو ضرور مضبوط کر دینگے ۔جو ان کے لئے پسند کیا۔ اور ہم ضرور انکے خوف کو امن سے بدل دینگے ۔اس پیشگوئی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک نہ ایک شخص ضرور اس دین کی تجدید کے لئے مبعوث ہوتا رہیگا ۔یہ ایک ایسی عظیم الشان صداقت ہے ۔جسکی شہادت ہر ایک صدی دیتی رہی ہے ۔جب کبھی کہ اسلام کا حقیقت نما چہرہ دنیا کی نظر سے چھپنے لگا ہے ۔ تو ضرور ایک نہ ایک مصلح ربانی اُترے وقت پر آکر دستگیر ہوا ہے ۔ وہ الٰہی علوم سے مستفیض ہوکر اندرونی و بیرونی تمام قسم کے اعتراضات کو ہباءً و منثورا کرتا رہا ہے ۔چنانچہ آج بھی ہمارا زمانہ ایسے مبارک وجود سے خالی نہیں گیا ۔عین وقت میں وہ مسیحیوں کے خداوند کے نام سے اسلام کی نصرت کو پُہنچا ۔ اور عالم الغیب خدا کی طرف سے یہ بشارت پاکر پائے محمدیاں برمنار بلند محکم تر افتاد ۔ اپنے محبوب حقیقی سے جاملا ۔پس یہ سچ ہے کہ عالم الغیب خدا کے کلام میں غیب کی باتیں ہوتی ہیں ۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ کسی انسان کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی نہ ہوسکیگی ۔ کہ اگر کسی نے ہمارے کلام کی ہتک و حقارت کی تو ہم اسے دنیا میں ذلیل و رسوا کر دینگے ۔ اور اگر فرمانبرداری کی ۔ تو (لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرۃ ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذٰلک ھو الفوز العظیم) تو ان کے لئے اس دنیا اور آیندہ کی زندگی میں بشارت ہے ۔ اللہ کی باتیں ٹلنے کی نہیں یہی تو عظیم الشان کامیابی ہے +

(۵)

اگر یہ سچ ہے کہ رحمٰن و رحیم کا کلام اسکے حسن و احسان بخشش و فضل اور اسکی سزا اور رحمت کے متعلق جیساکہ مناسب ہے ۔ بیان فرماتا ہے ۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ دعوٰی بھی درست ہی معلوم ہوتا ہے ۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم ۔ کتابٌ فصلت ایاتہ قراٰناً عربیاً لقومٍ یعلمون ۔ بشیراً و نذیراً ۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون ۔ حمید ۔ مجید رحمٰن و رحیم کے حضور سے اس کا اترنا ہے ۔ یہ ایک کتاب ہے ۔ اسکی آیات پڑھنے کے لئے عربی زبان میں عالم گروہ کے واسطے مفصل بیان کی گئی ہیں ۔ بشارت دیتی ہے ڈراتی بھی ہے مگر بہت سے لوگ اعراض کرتے ہیں ۔ وہ سنتے ہی نہیں ۔ ان آیات میں قرآن کریم یہ دعوٰے

کرے کہ وہ رحمٰن ورحیم خدا کا کلام ہے۔ اپنے دو صفات سے آگاہ کرتا ہے۔ بشیراً یعنی یہ رحمٰن
ورحیم کی طرف سے اسلئے ہے کہ وہ اسکے احسانات وانعامات کی بشارت بھی دیتا ہے۔ تاوہ
سلیم فطرتیں جن کا مقتضائے طبیعت حسن واحسان ہے۔ محبت اور عبودیت کا اقرار کریں۔
ونذیراً۔ اور وہ اسکے عذاب وعتاب سے بھی ڈراتا ہے۔ تاوہ طبیعتیں بھی فرمانبردار ہوں جو
اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کرتی ہی نہیں۔ جب تک کہ سر پر مالکانہ اقتدار کا خوف وڈر نہ ہو
اپنی اپنی فطرتوں کو ٹٹول کر دیکھ لو کہ محبت اور اطاعت کے یہ کونسے بڑے بڑے محرک ہیں۔
حسن ہو۔ احسان ہو یا مالکانہ قدرت وطاقت ہو۔ تب جاکر کہیں انسانی فطرت محبت اور
فرمانبرداری کا اقرار کرے۔ جسقدر کامل حسن۔ کامل احسان۔ کامل مالکانہ اقتدار ہوگا۔ اُتنی
ہی کامل محبت۔ کامل اطاعت اور کامل فرمانبرداری کا اظہار بھی ہوگا۔ اسلئے قرآن کریم جو
انسانی فطرت کے تقاضاؤں کو پورا کرنے کا متکفل ہے۔ دعائیہ رنگ میں ہر مسلمان کی زبان
سے یہ اقرار کراتا ہے۔ الحمدُ للّٰہ۔ تمام محامد اور محاسن اس ذات کے لئے ہیں۔ جو جامع جمیع
کمالات وصفات ہے۔ اسطرح گویا اس نے انسانی فطرت کے پہلے تقاضے کا جواب دیا ہے کہ دائمی و
ابدی حسن تو اللہ کے لئے ہے۔ اسلئے وہی فطرت کی پیاس کامل طور پر بجھا سکتا ہے۔ دنیا کا
حسن آنی ہے۔ اسلئے اسکی محبت بھی فانی ہے۔ اور اس کا انجام تلخ وکڑوا ہے۔ فطرت کی پیاس
کیونکر بجھے؟ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ تمام جہانوں کی ربوبیت وتربیت کرنے والا
سورج چاند کا عالم ہے۔ سیاروں ستاروں کا عالم ہے۔ ہوا وپانی کا عالم ہے۔ نباتات
حیوانات کا عالم ہے۔ علیٰ ہذا۔ یہ تمام بے انتہا عالم اسی کے فیض سے تربیت پاکر انسانی
زندگی کے قیام کے باعث ہو رہے ہیں۔ اسلئے وہ رحمٰن ہے۔ یعنی بلا عمل ومحنت دینے
والا۔ آنکھیں دیں۔ بینائی عطا کی۔ اور ان کے فعل کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے سورج
مددگار بنا دیا۔ کان دئیے۔ شنوائی عطا کی۔ اور ہوا کو ان کا معاون بنا دیا۔ پس اسی طرح
تمام اعضاء دئیے۔ اور ان کے قویٰ بخشے۔ کیا یہ رحمانیت کے فیضان نہیں؟ کیا یہ ہیں
بلا محنت شفقت نہیں؟ الرحیم۔ سچی محنت کا بدلہ دینے والا۔ گندم از گندم بروید
جو از جو۔ جیسا کرتے ہیں۔ ویسا پھل پاتے ہیں۔ ہماری محنتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

ماں باپ کی پرورشیں وقتی ہیں۔ انکو قرار نہیں۔ ہمارے دوستوں کے احسانات خالص نہیں۔ پائدار نہیں۔ اور دُنیا ہماری محنتوں کی جیسی چاہیئے قدر نہیں کرتی۔ اسلئے حقیقی محسن وہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم ہی ٹھیرا۔ مالک یوم الدین ہر وقت کی جزا اور سزا کا مالک ہے۔ دنیا کے حاکموں کی رسائی ہمارے گفتار۔ کردار۔ رفتار تک ہر وقت نہیں۔ اس حسن احسان اور مالکانہ اقتدار کو یاد کرتے ہوئے مسلمان ایاک نعبد وایاک نستعین۔ تیری عبادت۔ تیری ہی اطاعت۔ تیری ہی استعانت کا اقرار کرتے ہوئے سجدے میں گرتا ہے۔ یہ ہے مفہوم اس دعا کی پہلی آیات کا جسکی تفسیر سارا قرآن کریم ہے۔ جو کہ بشیراً و نذیراً کا دعوے کرتے ہوئے رحمٰن و رحیم خدا کی دونوں قسم کی صفات پر بڑے واضح دلائل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ فرمانبردار انسانوں کو ایک جنت اور رضوان من اللہ کی خوشخبری بھی دیتا ہے۔ ناپاک اور نافرمان رُوحوں کو ایک جہنم سے بھی ڈراتا ہے۔ والذین کفروا الی جہنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب۔ منکر جہنم میں اکٹھے کئے جائینگے تاکہ خباثت کو طیب سے الگ کیا جائے۔ یعنی وہاں ان کی فطرۃ کی اصل پاکیزگی کو نفس امارہ کے گندوں سے پاک و صاف کیا جائیگا۔ اور ہمارے آقا و رہنما محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک وقت جہنم پر آئے گا کہ باد صبا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائیگی۔ اور اس میں کسی نفس کو بھی نہ پائیگی۔

غرض قرآن کریم نے دونوں پہلو اس لئے بیان کئے ہیں تاکہ ہر ایک قسم کی فطرت انسانی رحمٰن و رحیم کی فیضان و عنایات سے محروم نہ رہے۔ رحمٰن و رحیم کے کلام نے فضل کی آڑ میں خداوند خدا کو عدالت کی کرسی پر بٹھا کر بے قصور بے گناہ شخصیت کو گلے سے پکڑ کر پھانسی پر نہیں چڑھا دیا یا ایک ذرہ گناہ کے پہلانے سے ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھیرا دیا۔ بلکہ بشارت اور انذار دونوں رنگ میں رحمٰن رحیم کی ربوبیت کے ماتحت ترقیات غیر متناہیہ کی اُمید دلائی ہے۔ لھم ما یشاؤن فیھا ولدینا مزید۔ وہاں ان کو جو چاہینگے۔ ملیگا۔ اور ہمارے حضور تو اور بڑھ کر ہوگا یعنے ترقی مزید ہوگی۔

اور فرماتا ہے۔ عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ یعنے اپنا

عذاب جسکو چاہتا ہوں۔ پہنچاتا ہوں۔ اور میری رحمت تو ہر ایک شے پر وسیع ہے یعنی اس عذاب میں بھی رحمت ہی ہوتی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ کتب علی نفسه الرحمه لیجمعنکم الی یوم القیمه لاریب فیه۔ اُسنے اپنے اوپر رحمت کو فرض کردیا ہے۔ ہم تم سب کو قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرینگے۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ غرض قرآن کریم نے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ تا ہر ایک فطرت انسانی کی اصلاح ہو۔ رحمٰن ورحیم کے کلام میں یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

(۶)

اگر یہ صحیح ہے کہ عزیز علیم وحکیم خدا کا کلام اسکے بڑے بڑے معارف وحقایق ودقایق کا وسیع خزانہ ہو۔ اور ہر ایک مختلف انسانی گروہ اور جماعت کی استعداد فطرت کے مطابق اسکو کامل معرفت اور کامل ہدایت کے وسائل کی طرف رہنمائی کرے۔ اور ان کو خود عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ واضح کرے۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ دعوےٰ عین حق حکمت پر مبنی ہے:۔

کتٰبٌ احکمت ایاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ اسکی باتیں بڑی محکم بڑی مفصل ہیں۔ حکیم خبیر کے حضور سے ہے۔

تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم۔ ان فی السموات والارض لاٰیات للمومنین عزیز وحکیم اللہ سے اس کتاب کا اترنا ہے۔ بیشک ان بلندیوں میں اور اس زمین میں نشانات ضرور ہیں ایمان والی جماعت کے لئے۔

وفی خلقکم وما یبث من دابة اٰیاتٌ لقومٍ یوقنون۔ تمہاری اپنی پیدایش میں اور تمام جانداروں کی پیدایش میں نشان ہیں یقین کرنے والی جماعت کے لئے۔

واختلاف اللیل والنهار وما انزل اللّٰه من السماء من رزق فاحیا به الارض بعد موتها وتصریف الریاح اٰیات لقوم یعقلون۔ بطور رزق کے بادل سے نازل فرمایا اور اس سے زمین کو اسکی مردگی کے بعد پھر آباد کیا۔ اور ہواؤں کے ادھر اُدھر پھرنے میں عقلمند گروہ کے لئے نشانات ہیں؛

ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لاٰیةً لقومٍ یتفکرون۔ اس بارش کے ذریعہ سے کھیتی زیتون۔ کھجوریں۔

انگور اور تمام پھل اگاتا ہے۔ ضرور ضرور اس میں نشان ہے۔ اس گروہ کے لئے جو تفکر کیا کرتے ہیں ؂

ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب۔ ما خلق اللہ ذلک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون اسی ذات پاک نے سورج کو روشن اور قمر کو نور بنایا۔ اور انکے منازل مقرر فرمائے تاکہ تم سالوں کی تعداد جانو۔ اور علم حساب سیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس (کارخانۂ قدرت) کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ان آیات کو مفصل طور پر بیان فرماتا ہے ظالموں کے لئے ؂

ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم و الوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین۔ اور اللہ کی آیات میں سے ان سموات اور زمین کی بناوٹ اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ ضرور ضرور ان میں تمام جہان کے لئے نشانات ہیں ؂

ومن آیاتہ منامکم باللیل والنھار وابتغاء کم من فضلہ ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون۔ اور اس کی آیات میں سے تمہارا رات کو سونا اور تمہارا دن کو اس کا فضل ڈھونڈھنا بھی ہے ضرور اس میں شنوا گروہ کے لئے نشان ہیں۔

اب دیکھئے مذکورہ بالا آیات میں قرآن کریم حکیم و علیم خدا کی قدرتوں اور حکمتوں اور کاریگریوں کی طرف کس حسن بیان کے ساتھ اشارات فرماتا ہے۔ یہی تو اس ذات پاک کی قدرت نمائی کی آیات و علامات ہیں۔ جن سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم ان آثار قدرت کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں۔ بلکہ سینکڑوں ہی دفعہ بار بار عجیب عجیب عبارتوں میں سننے والوں کو سناتا ہے۔ آنکھوں والوں کو دکھاتا ہے۔ عقلمندوں کو اشارہ کرتا ہے فلاسفروں کی قوت متفکرہ کو جگاتا ہے۔ علم طبعیات اور علم ہیئت کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ علم حیوانات و علم نباتات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور علم جیولوجی۔ جیوگرافی اور ریاضی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ غرضیکہ تمام قسم کی استعدادوں کو اکساتا ہے۔ کہ وہ ان

آثار قدرت اور عجائبات فطرت کو دیکھیں۔ غور کریں اور سمجھیں کہ یہ کیا تبلا رہے ہیں؟ اور کس غرض کس مدعا کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ لعلھم یبصرون۔ لعلھم یتفکرون لعلھم یعقلون۔ لعلھم یتذکرون۔ لعلھم یومنون۔ لعلھم یشکرون لعلھم یھتدون۔ تاکہ وہ بصیرت حاصل کریں۔ غور و فکر کریں۔ عقل کریں نصیحت پکڑیں ہماری ہستی پر ایمان لائیں۔ ہمارے شکر گزار بنیں۔ اور ہدایت پا جائیں۔ انہیں اشارات کنایات کی بدولت عرب کے وحشیوں نے اسوقت کمال حاصل کیا تھا جسوقت یورپ و امریکہ کا چراغ اندھیرے میں پڑا انکی روشنی کا انتظار کر رہا تھا۔ انہیں کی بنیاد پر یورپ اور امریکہ نے اسٹرانمی زوآلوجی۔ جیولوجی۔ فزی آلوجی۔ سائی کالوجی۔ باٹنی۔ فلالوجی۔ ہسٹری کیمسٹری فزکس۔ میتھمیٹکس وغیرہ کی عظیم الشان عمارات اپنے وسیع تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ کھڑی کی ہیں۔ ان کے کتب خانے ان کے نوشتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے جس کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔

لاریب خدائے خالق فطرت کا کلام جاہل و عالم دونوں کے لئے انکی استعداد فطرت کے مطابق اپنے دامن کو وسیع کرتا ہے۔ ان کو ہدایت و معرفت کی طرف رہنمائی فرماتا ہے یہ غلط ہے۔ اور ہمارے مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جو صحیفہ قدرت کے دلدادہ اپنی فطرت کے ذاتی نقص کو بھولکر الہام کا انکار کر دیتے ہیں۔ جو فطرت اپنی ذات میں مختلف قوتیں رکھتے ہوئے پھر خارجی مددگاروں کی محتاج ہے۔ وہ فطرت اپنی ناقص عقل کے ساتھ کسی دوسرے کے مافی الضمیر کو معلوم کرنے کے لئے ایک بولتی ہوئی زبان کی بھی محتاج ہے وہ رب العالمین جو انسان ضعیف البنیان کی تمام حاجتوں کا متکفل اور کارساز ہے۔ انبیاء و اوتاروں کو بھیجکر فطرت کے اس نقصان کو اسی طرح پورا کرتا رہا ہے۔ جسطرح کہ اسنے آنکھ اور کان کے نقص کو پورا کرنے کے لئے روشن سورج اور ہوا کو پیدا کیا ہے۔ ایسے انبیاء ہزاروں کی تعداد ہوئے۔ اور لاکھوں ہی نے ان کی پاکدامنی اور راست بازی پر شہادت دی۔ اسپر تعجب یہ کہ وہ مختلف زمانوں۔ مختلف مکانوں۔ مختلف زبانوں میں مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور سب ہی ہمخیال و ہم زبان ہو کر ایک ہی بات کہتے چلے آئے

اسے یونہی اتفاق پر کیسے محمول کیا جائے ۔ جبکہ بغیر سبب کے اتفاق ہونا ناممکن ہے ۔ کیا ہم ان
سب راستبازوں کا انکار کر دیں ۔ اور ان کو سچا یقین کریں ۔ جو اپنے پہلے ہی اصول کی آپ تکذیب
کرتے ہیں ۔ صحیفہ قدرت کے اشارات ہر کس و ناکس کیونکر نہ سمجھے ۔ لاکھوں میں سے چند ہیں ۔ جو
صحیفہ قدرت کے سربستہ رازوں کے رازدار کہلاتے ہیں ۔ مگر افسوس! کہ وہ چند بھی وہ ہیں جو خود
مختلف الرائے ہیں ۔ صحیفہ فطرت کے مشیروں کا کون اعتبار کرے ؟ آخر ان لال بجھکڑوں
میں سے وہ بھی تو ہیں ۔ جنھوں نے تینتیس کروڑ خدا کا پتہ دیا ہے یا اس ہستی کا سرے سے انکار
ہی کر دیا ہے یا ہونا چاہیئے ہی تک تحقیقات کو رہنے دیا ہے ۔ گناہ کے ہلاک کرنیوالے
زہر سے محفوظ رہنے کے لئے تو کامل علم اور کامل معرفت چاہیئے ۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کونسے
الٰہی اخلاق عظیمہ اور اوصاف حمیدہ ہیں ۔ یا وہ کونسی الٰہی رضا اور نارضامندی کی راہیں ہیں
جن کو تم نے صرف صحیفہ قدرت اور صحیفہ فطرت کے کنایات اور اشارات سے محض عقل کی کسوٹی
کے ذریعہ سے معلوم کیا ۔ میں سچ کہتا ہوں ۔ کہ تم ایک بھی بتلا نہیں سکتے ۔ غرض انسانی
فطرت اپنی ذاتی نقص کے باعث آستانہ ربوبیت سے ہر آن مدد چاہتی ہے ۔ اسی واسطے تو
ہر مسلمان اپنی دعا میں تمام فیوض کے منبع رب العالمین کو بڑی عاجزی اور الحاح سے ایاک نستعین
کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے اسکی استعانت کا اقرار کرتا اور اپنی فطرت کے اھدنا الصراط المستقیم
پکار اٹھتا ہے ۔ اسی فطرتی تقاضے کے جواب میں قرآن کریم فرماتا ہے ۔ لا تدرکه الابصار
وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير قد جاءكم بصائر من ربكم ۔ فمن ابصر
فلنفسه ومن عمى فعليها ۔ بصارتیں اس ذات کی کنہ نہیں پا سکتیں ۔ اور اسنے ان تمام
بصارتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے ۔ اور وہ لطیف و خبیر ہے ۔ تمہارے رب سے یہ بصائر (یعنی
عینکیں) آپ حضور آگئیں ۔ پس جسنے بصیرت حاصل کی ۔ تو وہ اپنی ہی بھلائی کے لیے کریگا ۔ اور جو
اندھا ہوا تو اس کا وبال اسی کی جان پر ہے ۔ یعنے قرآن کریم حکیم و خبیر خالق فطرت سے ہونے
کا دعوے کرتا ۔ اور ہر ایک استعداد فطرت کو علی وجہ البصیرت کامل معرفت و علم عطا کرنے کا
ذمہ اٹھاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار للعالمین ۔ لقوم یسمعون ۔ لقوم یبصرون ۔ لقوم
یعقلون ۔ لقوم یتفکرون ۔ لقوم یومنون ۔ علی ہذا ۔ یعنی فلاں آیات میں سارے جہان کے

لئے نشان ہیں۔ اور فلاں فلاں قسم کی آیات میں خشنوا قوم کے لئے۔ جیسا گروہ کے لئے عقلمندوں کے لئے تفکر کرنے والوں کے لئے۔ یعنی فلاسفروں کے لئے۔ ایماندار قوم کے لئے نشانات موجود ہیں۔ قرآن کریم ایک کامل استاد کی طرح ہے۔ جو ہر ایک بچے کے سامنے اسکی لیاقت کے مناسب آلات کو ترتیب دیکر ایک تجربہ کرتا۔ اور پھر اس بچے کو نتیجہ پر پہنچنے کے لئے سوچنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی ہر ایک قسم کے انسان کو اس کی استعداد و لیاقت کے مطابق صحیفہ قدرت کے عجائبات کی طرف توجہ دلاتا اور الٰہی معرفت کی طرف رہبری فرماتا ہے۔ انجیل و توریت میں اگر یہ بات ہوتی۔ تو آج یورپ کاہے کو اس ہستی کا انکار کرتا۔ ان کتابوں کا تو کچھ ذکر ہی نہ کرو۔ جو کئی خداؤں کا پتہ دے رہی ہیں۔ وہ کتاب جو ہر زمانے میں تمام جہان بھر کی فطرتوں کی ہدایت و معرفت کا ذمہ اٹھاتی ہے۔ اس کا دائرہ تنگ نہیں ہونا چاہئیے۔ یہ کیونکر تسلیم کیا جائے۔ کہ ناقص علم کامل معرفت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو کبھی ممکن ہی نہیں اسی لئے تو حکیم و علیم خدا نے اپنے علم کے متعلق یہ دعوے کیا ہے۔ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔ اگر سمندر سیاہی ہو جائیں تب بھی میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں۔ جس طرح کہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب۔ صحیفہ قدرت کے سربستہ راز آئے دن تجربہ مشاہدہ اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے وسیع معارف حقائق و دقائق بھی عقلمندوں کی عقل اور عالموں کے علم کے ذریعہ سے روز بروز معلوم ہوتے رہینگے۔ تا ہر زمانہ اس سے وہ بصیرت حاصل کرے۔ جسکے عطا کرنے کا اس نے دعوے کیا ہے۔ تمام جہان کی کتابیں دیکھ بھال لو۔ مگر یہ عظیم الشان دعویٰ کسی میں بھی نہ پاؤ گے۔ عاجز انسان کو یہ کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہو سکتی ؏

(۷)

اگر یہ صحیح ہے کہ رب العالمین کی کامل کتاب تمام جہان کے لئے رحمت و ہدایت ہونے کا نہ صرف دعوے ہی کرے۔ بلکہ اسکی دلائل بھی دے۔ جو ہر کس و ناکس سمجھ سکے۔ تو قرآن کریم نے تنزیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العالمین کا دعوے کر کے اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین یعنے تمام جہان کے لئے باعث رحمت فرمایا ہے۔ اور اسکے دلائل بھی دیئے ہیں۔ جنمیں سے

دو تو یہ ہیں۔ حٰمٓ والکتاب المبین۔ انا انزلناہ فی لیلۃٍ مبارکۃٍ انّا کنا منذرین فیھا یفرق کلّ امرٍ حکیم۔ امراً من عندنا۔ انا کنا مرسلین۔ رحمۃً من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔

حٰمٓ والکتاب المبین حمید مجید ہے۔ اس کتاب کی قسم ہے۔ جو ہر صداقت کو بین کرتی ہے یعنے اسی کتاب کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جو انسانی فطرت کی کامل اصلاح کے لئے ہر ضروری بات کو دلائل کے ساتھ بین کرکے تمام عالم کی ہدایت کا ذمہ اٹھاتی ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ بھی اُسنے اسبات کا دعوے کیا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیءٍ (۲) کل شیءٍ فعلوہ فی الزبر وکل صغیرٍ وکبیرٍ مستطر ہمنے اس کتاب میں کوئی بات بھی نہیں چھوڑی۔ ہر ایک کرنے کی بات جو مختلف زبر میں تھی۔ خواہ چھوٹی ہو۔ خواہ بڑی۔ سب اسمیں لکھی جاچکی ہے۔ کوئی ایسی فروگذاشت نہیں کہ جس کا ہونا انسانی تزکیہ نفس کے لئے ضروری تھا۔ اور اسمیں موجود نہیں۔ فیھا کتبٌ قیمۃ۔ بلکہ تمام پہلی کتابیں اس میں ہیں یعنے کوئی ایسی صداقت نہیں۔ جو ان کتابوں میں تھی۔ اور اسمیں نہ ہو۔ اس دعوے کا ثبوت ایک تو انہی آیات میں دیتا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین۔ کہ ضرور ہمنے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ ہم ہی تو منذر تھے۔ یعنے اس جہالت وضلالت کے زمانے نے اسکے نازل ہونے کا تقاضا فرمایا تھا۔ جو ایک تاریک رات سے مشابہ ہے۔ جبکہ ظھر الفساد فی البر والبحر۔ یعنی سمندر اور خشکی دونو میں بگاڑ اور فساد ظاہر ہو گیا تھا۔ اور صلاحیت کا کہیں بھی نام ونشان نہ رہا تھا اسلئے کہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم) ہمنے تجھ سے پہلے بھی امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ مگر شیطان نے ان کے اعمال انکو خوبصورت کر دکھائے۔ اور آج وہ شیطان ان سب کا دوست بنا ہوا ہے۔ یعنی وہ تمام بدکاریاں اور گناہ جنمیں وہ مختلف قومیں مختلف زمانوں میں نفس امارہ کے بہکانے سے مبتلا ہو گئی تھیں۔ آج سب کی سب موجود ہو گئی ہیں۔ شیطان نے اپنے تمام فریبوں اور حیلوں کے ساتھ انسانی فطرت پر حملہ کیا ہے۔ اور نفس امارہ نے اپنی تمام جوش و ابال

باہر نکال دیئے ہیں۔ رہینگ اسوقت تمام یورپ و ایشیاء جہالت کی بلا میں مبتلا تھا۔ ہر ایک فرقہ دنیوی معبودوں کا شیدا تھا۔ گھر گھر ایک نیا خدا تھا۔ اور اخلاق رذیلہ رسومات قبیحہ اور عادات ذمیمہ نے فطرت انسان کو سیاہ کر دیا تھا۔ غرض ان تمام بدکرداریوں اور ظلمتوں کا مرکز عرب کا جزیرہ نما تھا۔ اس تاریک زمانے نے تمام قسم کی ہدایتوں اور اصلاحوں کی ایک جامع کتاب کا تقاضا کیا۔ اور اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ تاریک رات مبارک ہو گئی۔ (فیھا یفرق کل امرٍ حکیم امراً من عندنا) اسمیں ہر ایک حکیمانہ بات کا فیصلہ ہمارے حضور سے ہو گیا۔ انا کنا مرسلین۔ کیونکہ ہم ہی ضرور رسول بھیجا کرتے ہیں۔ رحمۃً من ربک۔ جو تیرے رب کیطرف سے ایک رحمت ہوتے ہیں۔ انہ ھو السمیع العلیم۔ کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے۔ ایسے وقت میں ضرور زمانے کی حاجتوں کو معلوم کر کے ضرورت پر انکی زیادہ سنتا ہے۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔ کیونکہ وہ ان بلندیوں کا۔ اس زمین کا۔ اور جو انکے درمیان ہے۔ رب کا رب ہے۔ اگر تم کچھ یقین کرو۔ یعنی وہ ذات تمام کی ضرورتیں وقت پر مہیا کرتا ہے۔ زمین جب خشک ہو جاتی ہے۔ تو آسمان سے بارش نازل کر دیتا ہے۔ پس اسی رب نے جب دیکھا کہ یہ تاریک زمانہ ایک کامل ہدایت کا مقتضی ہے۔ تو ایک ایسی مبین کتاب نازل کر دی۔ جسمیں کل امرٍ حکیم۔ تمام حکمت کی باتیں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ دانا حکیم کی طرح اپنے علاج کو زمانے کی علیل طبیعت کے موافق بدلتا ہے۔ احمق ہے وہ مریض جو دانا حکیم کے علم کے نقص نکالنے شروع کر دے۔ اور احمق ہے وہ حکیم جو بیمار کی حالت خواہ کیسی ہی ہو۔ ایک ہی علاج پر زور دیتا جائے یا وہ علاج جن کی ضرورت نہ ہو موقعہ بے موقعہ یوں ہی تجویز کرتا پھرے۔ حکیم خدا کے کام بے موقعہ اور بے محل نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ زمانے کی عین ضرورت کے مطابق اس کی رحمت کی بارش نازل ہوا کرتی ہے۔

بنی نوع انسان کی حالت ابتدا میں ایک معصوم بچے کی سی حالت کے مانند تھی۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا۔ اس کا تجربہ وسیع ہوتا گیا۔ اور آہستہ آہستہ اس کے امراض روحانی بڑھتے گئے اور اس علیم و حکیم خدا کی طرف سے مناسب حال دفعیہ امراض کے لئے شفا اور رحمت بھی نازل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ تاریکی کا زمانہ بھی آن پہونچا۔ جسمیں نفس امارہ کے تمام قسم کے امراض

ظاہر ہو گئے۔ جنکے دُور کرنے کے لئے بھی ویسے ہی جامع و کامل شفا کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے عین وقت پر آسمان سے یہ آواز ہوئی۔ یاایھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاءٌ لما فی الصدور وھدیً ورحمة للمومنین۔ اے لوگو! ضرور تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔ جو کہ سینوں کی مرض کے لئے شفا اور ہدایت اور رحمت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو انکی باتیں مانتے ہیں۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ اور ہمنے تجھے اسی لئے بھیجا ہے کہ تو جہان کے لئے رحمت ہو۔ غرض قرآن کریم کا ایسے تاریک زمانے میں نازل ہونا ہی اسکی جامع ہدایت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اور پھر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ نفس الامر کے امراض کے دور کرنے کے لئے علاج خداتعالیٰ سے انسانی تعلقات کے وسائل اور انکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے ذرائع اور تمام گذشتہ صداقتیں اسکے ظرف میں موجود ہیں۔ وہ تمام کو چیلنج دیتا ہے۔ ولقد صرفنا للناس فی ھذا القراٰن من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا۔ ولا یاتونك بمثلٍ الا جئناك بالحق واحسن تفسیراً۔ ضرور ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک اعلیٰ بات کھول کھول کر بیان کردی۔ لیکن اکثر لوگ یونہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی اعلیٰ بات نہیں پیش کر سکتے۔ مگر ہم اس کو حق اور نہایت احسن تفسیر کے ساتھ بیان کرینگے۔ یعنی تم انسان کی اصلاح اور اسکی رُوحانی وجسمانی ترقیات کے متعلق کوئی ایسی بات پیش کر سکتے ہی نہیں۔ جسکو قرآن کریم نہایت عمدگی اور حسن بیان کے ساتھ واضح نہ کر چکا ہو اس دعوے کی سچائی کے آزمانے کا نہایت آسان طریقہ تو یہ ہے کہ تم اس چیلنج کو منظور کر کے کوئی ایسی صداقت پیش کر دکھلاؤ۔ جو قرآن کریم میں نہ ہو۔

(۸)

پھر قرآن کریم اپنے من رب العالمین اور ھدیً ورحمة للعالمین ہونے کا یہ ثبوت دیتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظیم۔ انهٗ لقراٰن کریم فی کتابٍ مکنون لا یمسه الا المطھرون۔ میں ان ستاروں کے اصل مواقع کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تمہیں علم ہو۔ تو یہ قسم بڑی عظیم الشان ہے۔ بیشک یہ قرآن بڑی اعزاز و اکرام کا قرآن ہے۔ ایک کتاب میں پوشیدہ ہے۔ یعنی خداتعالیٰ اپنے صحیفہ قدرت کے ایک بدیہی اور ظاہر فعل کو

جسے ہر ایک انسان دیکھتا ہے۔ اپنی کلام کے اسرار دقیقہ کو ثابت کرنے کے لئے بطور شاہد کے پیش کرتا ہے۔ یہ ستارے جو تمہیں دُور سے چھوٹے چھوٹے معلوم ہو رہے ہیں تمہاری اپنی ہی نظر کا دھوکہ ہے۔ ورنہ دراصل اپنے مواقع پر بڑے بڑے اجسام ہیں۔ ایسا ہی اسی طرح یہ قرآن کریم جو اس خالق صحیفہ قدرت کا کام ہے۔ فی کتاب مکنون۔ کتاب کی صورت میں پوشیدہ ہے۔ اسکے معارف وحقائق دقیق ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے آئینہ فطرت مصفا و مصقل چاہیئے ؂

(۱۰)

پھر اس قسم کے ایک اور صداقت کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم الخ میں ان جگہوں کی قسم کھاتا ہوں۔ جہاں یہ قرآن نجماً نجماً پہونچا۔ یعنی ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان جگہوں کو بطور شہادت کے پیش کرتا ہے کہ یہ بڑے اعزاز واکرام کا قرآن ایک محفوظ کتاب ہے۔ جسے وہی مس کر سکتے ہیں۔ جو مطہر اور پاک ہیں۔ اور یہ کہ تنزیل من رب العالمین۔ یہ تمام جہان کے ربوبیت کرنیوالے سے نازل ہوا ہے۔ یعنے جس ملک میں یہ قرآن اُترا یا پہونچا۔ وہاں ہی اس کی تاثیر وبرکت سے پاکیزہ لوگ پیدا ہو گئے۔ عرب میں نازل ہوا۔ اور وہاں اپنے معجزانہ تاثیر کی ذریعہ حیوانوں سے باخدا انسان بنا دئے۔ ایشیا اور یورپ کے جن جن مواقع ومواضع میں پہونچا۔ وہاں بھی اپنی پاکیزہ تاثیرات سے ایسے پاکیزہ لوگ پیدا کر دئے۔ جنکے شواہد اپنے اور غیر سب ہی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو۔ دُنیا کے جس جس حصہ میں پہونچا۔ وہاں حقیقی خدا کے نام لیوا بنی نوع انسان کے خیر خواہ پیدا کر دئے۔ یہی تو رب العالمین کی ربوبیت کا ایک نشان ہے۔ اب جا کر دیکھ لو۔ ان پاکیزہ لوگوں کے نشانات یا ان کی یادگیریں موجود ہیں کہ نہیں۔ کم از کم مسجدوں کے بلند مینار تو کسی صورت میں بھی صفحہ ہستی سے مٹنے کے نہیں۔ اگر اس کتاب میں مختلف ممالک کی انسانی فطرتوں کی استعداد کے مطابق ان کی اصلاح اور ہدایت کا سامان نہ ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ عالمگیر معجزہ دیکھنے میں نہ آتا۔ اگر کامل اور جامع ہدایت کے سوا ناقص کتاب بھی ایسا کر سکتی۔ تو وہ ہندوستان کی چار دیواری کے پرے کسی اور کی بھی خبر لیتی۔ غیروں کی خبر لینی تو درکنار۔ اُس نے ساری

دنیا کو آریہ ورت کی کوہستانی دیواروں تک ہی محدود رکھا۔ اور بھی کوئی کتاب کامل ہدایت کا موجب ہوتی۔ تو وہ صرف بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے کا ہی واویلا نہ کرتی رہتی۔

(۱۰)

ان کتابوں نے نہ تو کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور نہ ہی کوئی پاکیزہ نشان دنیا میں قائم کیا ہے۔ جس سے انکے کامل ہونے کا یقین ہو سکے۔ جتنا ہو سکا اپنے فرض کو پورا کر کے چل دیں۔ لیکن قرآن کریم الیوم اکملت لکم دینکم کہکر اپنے کامل ہونے کا نہ صرف دعویٰ ہی کرتا ہے۔ بلکہ اسکے ثبوت میں اس زمانہ کو بطور شاہد کے پیش کر رہا ہے جو کامل ہدایت کا مقتضی تھا۔ اور سارے جہان کو چیلنج دیتا ہے۔ ان مختلف ممالک کو گواہ ٹھیراتا ہے۔ جہاں اسکے فیضان قدسی سے مقدس لوگ تیار ہوئے۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک صدی نے اسکے برکات کے زندہ نشانات دیکھے۔ نہ کسی خاص قوم سے نہ کسی خاص مکان سے نہ کسی خاص زبان سے اسکے فیضان محصور ہیں۔ پہلے صحیفوں اور [illegible] موجود ہیں۔ مسٹر ٹسڈل بے شک زندہ سالہا سال ورق گردانی کرے۔ انجیل و تورات کا مطالعہ کرے۔ وید اور دوسری کتابوں کو پڑھے۔ اور خوب غور سے پڑھے۔ اور آتش حسد کو مدہم کرنے کے لئے ناحق تعصب سے ایک ان پڑھ امی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو متہم کر کے ینابیع الاسلام کا کھوج نکالے۔ اس کی ساری کوشش کا نتیجہ قرآن کریم کے دعوے کی صداقت کا ثبوت ہوگا۔ جو اسنے ۱۳۰۰ برس پہلے کیا۔ ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ۔ فیہا کتب قیمۃ۔ کیا ہمارے آقا محمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک الہامی زبردست ہے کہ انکی زبان پر وہ معجزہ نما کلام ظاہر ہوا۔ جسنے تمام آسمانی کتب و دیانات کا ایک کامل مجموعہ ہونے کا دعویٰ آج سے ۱۳۰۰ برس پیشتر کیا تھا۔

(۱۱)

قرآن کریم کا ایک اور اعجاز جو اپنے آپ میں بالکل بے نظیر ہے یہ ہے۔ کہ اسنے عالم میں [illegible] خدا کو اپنا محافظ ٹھیرایا ہے۔ جیساکہ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

ہم نے اس نصیحت نامہ کو اتارا ہے۔ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اللہ اللہ! عاجز انسان۔ اور یہ دعوے کبھی ممکن ہی نہیں۔ عالم الغیب خدا کے سوا کوئی دوسرا یہ دعوی کر سکتا ہی نہیں قسما قسم کے حوادثات اور تغیرات کا خوف۔ مختلف زمانوں کے مذاق کے تبدیل ہونے کا ڈر۔ یہ سب اسکی جھوٹی دلیری اور جرأت کے پست کرنے کے لئے کافی ہیں۔ عاجز انسان تو اپنی زندہ جان کی ذرہ حفاظت نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا کس طرح ممکن ہو کہ اپنی موت کے بعد وہ کسی دوسرے کا ذمہ اٹھا سکے۔ وہ حی و قیوم خدا ہے۔ جسے کبھی فنا نہیں۔ حقیقی حفاظت و قیومیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو ذرا دیکھو۔ کس طرح حیرت انگیز طور پر تحریروں میں منضبط ہوتے ہوئے اہل عرب کے نہائیت زبردست حافظوں میں محفوظ ہوتے ہوئے یہ کلام ہم تک پہونچا۔ اور آج دیکھتے ہو کہ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ کے عین مطابق تختیوں کے درمیان محفوظ۔ گھر گھر موجود ہے۔ احمق ہے وہ معترض جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ عثمان نے جمع کیا یا فلاں نے اکٹھا کیا۔ قرآن کریم ان الفاظ سے ان کو جواب دیتا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ ... ثم ان علینا بیانہ ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ اور ہم پر ہی ہے اس کا بیان کرنا حکیم و علیم خدا نے کمال حکمت سے اس کامل کلام کو اس قوم پر نازل کیا۔ جنکے حافظے عظیم الشان طور پر قوی اور مضبوط تھے اور جو فن تحریر میں بالکل تھے۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی یہ تحریر میں ضبط کر دیا گیا۔ اور سینکڑوں بڑے بڑے حفاظ و قراء تیار ہو گئے۔ جو از بر سارے کا سارا قرآن تھوڑے تھوڑے ایک رات میں ختم کر دیا کرتے تھے۔ یہ بے نظیر حفاظت اسلئے تھی کہ یہ کامل ہدایت جو تمام کی صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلی کتابوں کی طرح ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسکے ضائع ہونے میں ان تمام صداقتوں کا ضائع ہونا تھا۔

(۱۲)

قرآن کریم نے عین وقت پر آکر مصدق لما بین یدیہ و مہیمنا علیہ۔ تمام صداقتوں کا مصدق اور محافظ ہونے کا دعوی کیا۔ فیھا کتب قیمۃ کہکر سب الہی شریعتوں کو اپنے چھوٹے سے دامن میں سمیٹ لیا۔ اور ان کو نیست و نابود ہونے سے بچا لیا۔ معترض اعتراض

کرتا ہے کہ سرقہ ہے کیا جعلساز چور سارے جہان کو جتلاکر اپنی جعلسازی کا اسی طرح اقرار کیا کرتا ہے؟ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُولٰی۔ یعنے یہ پہلے صحیفوں میں ضرور موجود ہے۔ یہ دعوٰی قرآن کریم نے اس زمانے میں کیا تھا۔ جبکہ معلومات کا دائرہ بہت تنگ تھا۔ مگر دیکھا کہ آج ۱۳۰۰ برس کے بعد کسی متعصب مسٹر نے ایک اُمّی۔ اَن پڑھ کو جعلسازی سے مُتہم کرتے ہوئے نہیں۔ بلکہ خود اپنی ضمیر کا خون کرتے ہوئے ینابیع الاسلام کا کھوج ژند و وسطا توراۃ و انجیل و وید وغیرہا سے نکالا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس صداقت کو ثابت کرتا تو ممکن تھا کہ یہ کوئی اور بہتان گھڑ لیتے۔ مگر اس قادر مطلق خدا نے پادری ٹسڈل کی قلم سے اسکی صداقت کو ثابت کیا ہے کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجایش نہ رہے۔ عقلمند کو اعتراض کرتے وقت اتنا تو سوچنا کہ میں کس زمانے کے متعلق اعتراض کرنے لگا ہوں اور کس شخص کے متعلق یہ گپ اُڑانے لگا ہوں۔ کہ اس نے تمام پہلی کتابوں سے سرقہ کرکے ایک خلاصہ تیار کر لیا۔ اور کہدیا کہ آسمانی کتاب ہے۔ اگر ایک اَن پڑھ شخص زمانہ جہالت میں ایسی کتاب تیار کر سکتا ہے کہ جس میں تمام کتابوں کی صداقتوں کا نہ صرف خلاصہ ہی ہو۔ بلکہ ان کو مزید تفصیل تفسیر کے ساتھ مدلل واضح کیا ہو۔ تو میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۳)

ابتدائی یا قدیم زمانہ میں جبکہ بنی نوع انسان اپنی نیکی و بدی۔ بھلائی اور برائی سے ناواقف ناتجربہ کار تھے۔ جبکہ وے فن تحریر سے محض ناآشنا تھے۔ ان بیچاروں کو اول کامل ہدایت کی کیا حاجت تھی۔ اور پھر ان بیچاروں نے ان کتابوں کی حفاظت ہی کیا کرنی تھی۔ وہ تو خاص زمانے میں خاص قوم کی محدود امراض کو دور کرنے کے لئے آئیں۔ جب وہ زمانہ گذر گیا حالات بدل گئے۔ تو ان کی بھی حاجت نہ رہی۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی ان کی حفاظت کا ارادہ کیا ہی نہیں۔ جو وہ بھی تحریروں یا مضبوط حافظوں پر محفوظ رہیں۔ کوئی ثبوت پیش کرو کہ قرآن کریم کی طرح ان کو بھی کبھی حافظوں اور قاریوں نے یاد کیا ہو۔ اگر پہلے زمانہ میں جبکہ علوم و فنون سے لوگ بے بہرہ تھے۔ انہیں ازبر حفظ کیا کرتے تھے۔ تو آج کیوں نہیں

کرتے۔ بھلا ان ضخیم اور بوجھل کتابوں کو انسانی حافظہ کہاں برداشت کر سکتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح نہیں۔ تو اب کوئی یاد کر کے دکھلا دے۔ اگر وہ کتابیں کامل ہوتیں۔ تو ضرور خدا تعالیٰ بھی ان کی حفاظت کا وعدہ کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کا ارادہ کرتا۔ تو کبھی ممکن نہ تھا۔ کہ عاجز انسان ان میں تحریف و تبدیل کر سکتا۔ اجی! رام مارگی یا کوئی اور۔ آخر انسان ہی سے۔ خدا نہ تھے۔ عاجز انسان ضعیف البنیان کو کب یہ طاقت ہے۔ کہ وہ قادر مطلق خدا کے زبردست ارادے کے برخلاف کم و بیش کر سکے۔ یہ مت سمجھو کہ خدا تعالےٰ کے الہام میں نقص لازم آتا ہے الہام اپنی ذات میں الہام ہی ہے۔ سورج کی روشنی جو ایک پتھر پر پڑ رہی ہے۔ پانی میں چمک رہی ہے۔ شیشے میں جھلملا رہی ہے۔ آخر روشنی ہی ہے۔ سب الہام اس لحاظ سے کہ وہ اس پاک ذات کے کلام ہیں یکساں ہیں۔ لیکن زمانہ کے استعداد کے مطابق اگر ان میں کمی و بیشی ہے۔ تو اس سے الہام کی ذات میں نقص نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی طبائع میں کمزوری ہوتی ہے۔ جن پر الہام نازل ہوتا ہے۔ کامل استاد کا علم ناقص نہیں۔ بلکہ ابھی بچے کی عقل ہی اس کی اعلیٰ باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ اُستاد بڑا احمق ہے۔ جو بچوں کی استعداد و لیاقت کو نہیں دیکھتا۔ اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر یونہی طول طویل بکواس کئے جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی رُوح حق آوے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہیں کہے گی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ جو کچھ سُنیگی سو کہیگی۔ یہ دعوےٰ الیوم اکملت لکم دینکم کا صرف قرآن کریم ہی نے کیا ہے۔ اور اسلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا وعدہ کر کے ہزاروں ہزار حفاظ ہر زمانہ میں تیار کر دیے ہیں۔ اور یہ اعجاز صرف اس کلام کو ہی حاصل ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اگر دوسری کتابیں بھی کامل ہدایت ہوتیں۔ اور انسان کی نفسانی بیماریوں کے استیصال کے لئے کامل شفا ہوتیں۔ تو بے شک زمانے کے خورد برد سے محفوظ و مامون رہتیں۔ واما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض۔ کذٰلک یضرب اللّٰہ الامثال۔

احمد موعود

اور

اُس کے امتیازی نشانات

اسمہٗ احمد کے رو سے احمد موعود کیلئے پہلی شرط اور علامت یہ ہے کہ اسکا اصلی نام بطور علم کے احمد ہو جس کے ساتھ زندگی میں عام طور پر خطاب و ندا ہوتی ہو۔ یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ واسم الشی وسمہ وسماہ علامۃ اور علامت کہتے ہیں ما یوجد فی الشی ولا یوجد فی غیرہ یعنی علامت وہ چیز ہے کہ جس شے کی وہ علامت ہے اسمیں وہ پائی جاتی ہو۔ اور غیر میں نہیں پائی جاتی چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی اسم کی تعریف فرماتے ہوئے یہی لکھتے ہیں۔

”اسم مشتق ہے۔ وسم سے اور وسمہ عربی زبان میں داغ کرنیکو کہتے ہیں عربی میں کہتے ہیں۔ السمہ او جل یہ اسوقت کہتے ہیں جبکہ کوئی شخص اپنے لئے کوئی نشان مقرر کرے جس سے وہ پہچانا جائے۔ اور دیگر شخاص عامہ سے اس کے ساتھ ممتاز ہو“ (اعجاز المسیح)

اب ہم جو تحقیق کرتے ہیں۔ تو ہمیں صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا اصلی نام محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد تھا۔ کوئی اور نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ احمد موعود حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔

آنحضرت صلعم کا اصلی نام بطور علم کے احمد نہ تھا۔ بلکہ محمد تھا۔ عیاں را چہ بیاں کا مصداق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

”فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا۔ کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے۔ جو عظیم الشان نبی ہوگا۔ اسکا نام محمدؐ رکھنا“ (اشتہار واجب الاظہار صـ)

”ابراہیم نے اپنی طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑہائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پسر عبد المطلب کے گھر جنم لیا۔ اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم“ (تریاق القلوب صـ ۱۵۵ حاشیہ)

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا وہی ہے" (درِ ثمین)

ان حوالجات سے ظاہر اور باہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد نہ تھا۔ بلکہ محمد تھا۔ لیکن آجگر طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے متعدد مقامات پر آنحضرت صلعم کا نام محمدؐ کیساتھ احمدؐ بھی لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احمدؐ آنحضرت صلعم کا نام بطور عَلَم کے ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ بطور وصف کے تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ان دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا (آنحضرت صلعم کا) نام احمدؐ تھا۔ یعنی خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکرگذار" (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۷)

اس حوالہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکرگذار ہونیکی وجہ سے یعنی ان دونوں صفات کیوجہ سے آپ کا نام احمدؐ تھا۔ ہاں حضرت مسیح موعود کا نام بطور علم کے احمد تھا۔ اس سے انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود زیادہ تر اپنا یہ نام لکھتے رہے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی۔ اور بے شک۔ والدین کا رکھا ہوا پورا نام غلام احمدؐ ہے۔ لیکن اس تمام نام میں سے اصل حصہ اس نام کا احمد تھا۔ اور غلام کا لفظ بطور رسم ملکی اور خاندانی کے تھا۔ کیونکہ ہندوستان میں یہ عام طریق ہے کہ مفرد نام بجز شاذو نادر کے نہیں بولتے۔ بلکہ ضرور اس کے ساتھ دوسرا لفظ لگا دیتے ہیں۔ جیسے محمد احمد۔ محمد حسین۔ محمد حسن۔ محمد یوسف۔ محمد مسیح۔ محمد علی وغیرہ وغیرہ۔ پس حضرت مسیح موعود کا گو پورا نام غلام احمدؐ ہے۔ لیکن اس تمام نام میں اصل حصہ نام کا احمد تھا کیونکہ اصل نام وہی ہوتا ہے۔ جو نام کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا ہو۔ اور جسے انسان الگ استعمال کرتا ہو۔ اور اس پورے نام میں اصل نام احمد ہونے کے کئی ثبوت ہیں:۔

پہلا ثبوت:۔ آپ کے والد کی شہادت موجود ہے۔ کہ انہوں نے آپ کے نام پر جو گاؤں آباد کیا۔ اور بسایا۔ اس کا نام احمد آباد رکھا۔ نہ کہ غلام احمد آباد۔

دوسرا ثبوت:۔ اگر غلام کا لفظ یہاں پر احمد کی طرف مضاف مانا جاوے۔ تو حضرت مسیح موعود نے اپنے بیٹوں کے نام میں احمد کیطرف غلام کی اضافت کو مدنظر نہیں رکھا۔ جیسا کہ بشیر احمد شریف احمد مبارک احمد۔ اور اپنی کتابوں کے نام میں بھی احمد کیطرف غلام کو ہرگز اضافت نہیں دی۔ مثلاً

براہین احمدیہ - اعجاز احمدی وغیرہ وغیرہ - پس اس سے صاف ظاہر ہے - کہ آپکا اصل نام احمد تھا -

تیسرا ثبوت: - تیسرا ثبوت جو نہایت زبردست ہے - کہ غلام کا لفظ ہرگز احمد کیطرف مضاف نہیں یہ ہے - کہ حضرت مسیح موعود غلام کو بمعنی عبد بتاتے ہیں - اور اپنے نام غلام احمد کو نبی کریمؐ کے نام عبدہ محمدؐ کے مترادف فرماتے ہیں - جیسا کہ ایام الصلح اردو ص۱۲ میں ہے -

"ہمارے نبی صلعم کا نام عبد بھی ہے - اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا - کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے ...... پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں - اور عملی کیفیت کے لحاظ عبد ہیں - ...... اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرتؐ کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے - اس لئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کیگئی - یعنی اسکا نام غلام احمد کرکے پکارا گیا غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے - جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیے" فتدبر -

چوتھا ثبوت: - خدا تعالےٰ نے آپ کو اپنی وحی میں بارہا یا احمد کرکے پکارا - اور ایک دفعہ بھی یا غلام احمد کرکے نہیں پکارا - باقی ایک الہام ہے - غلام احمد کی جے - اس الہام میں مسیح موعود مخاطب نہیں - بلکہ مراد ہیں - اور یہ ایک صفاتی نام ہے - اور ممکن ہے - کہ اس سے مسیح موعود کے کسی غلام کیطرف اشارہ ہو - چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے" (خطبہ الہامیہ ص۲۰) پھر فرمایا - "خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص مظہر بنایا - اور اسکا نام احمد رکھا" تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲

پانچواں ثبوت: - قرآن شریف کی شہادت :- کہ مسیح موعود کا نام احمد تھا -

"میرے دعوے کی نسبت قرآن کریم نے اسقدر پورے پورے قراین اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے - کہ ایک سورۃ سے میرا نام بتلا دیا ہے" تذکرۃ الشہادتین ص۳۸

چھٹا ثبوت: - آنحضرت صلعم کی شہادت :- اسمہ اسمی ویدفن معی فی قبری یعنی مسیح موعود کا نام میرا نام ہوگا - اب آنحضرت صلعم کا نام غلام احمد نہیں تھا - بیشک آپ کا ایک نام احمد تھا - پس آنحضرت صلعم کی شہادت ہے - کہ مسیح موعود کا نام احمد ہے -

علاوہ اس کے بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ مہدی موعود کا نام احمد ہو گا۔

ساتواں ثبوت:۔ پہلے اولیاء اللہ کی شہادتیں:۔ کہ مسیح موعود کا اصلی نام احمدؐ ہے۔ جیسے کہ شاہ نعمت اللہ ولی نے فرمایا۔ جسکو حضرت مسیح موعود اپنے رسالہ نشان آسمانی ص۷ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ح م و دال مے خوانم نام آں نامدار مے بینم"

یعنی کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا۔ کہ نام اس امام کا احمد ہو گا۔ (نزول المسیح ص۱۳۳)

آٹھواں ثبوت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کی شہادت ہے۔ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "محمد صلعم خاص نام ہمارے سید و مولےٰ خاتم النبیین کا ہے۔۔۔۔ اور احمد نام ہمارے اس امام کا ہے۔ جو قادیان سے ظاہر ہوا"۔

نواں ثبوت:۔ خود مولوی محمد علی اور انکی منتقہ انجمن کی شہادت ہے۔ کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمد ہے۔ غلام احمد نہیں۔ چنانچہ الوصیت کے ص۷ پر لکھا ہے:۔ "اور چاہیئے۔ کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیویں" اس حکم کے ماتحت انجمن اشاعت اسلام لاہو کیطرف سے جو الفاظ بیعت شائع ہوئے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔

"آج میں محمدؐ علی کے ہاتھ پر احمدؐ کی بیعت داخل ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"۔

دسواں ثبوت:۔۔۔۔ حضرت مسیح موعود کے اصلی نام احمد ہونے پر یہ ہے۔ کہ آپ نے کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے۔ چنانچہ حمامۃ البشریٰ عربی الراقم مرزا احمد پھر نجم الہدیٰ کے ص۱ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ایک خط ہے جو خواص لوگوں اور قوموں کے برگزیدوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور یہ خدا کے بندے احمد کیطرف سے ہے۔ علاوہ اس کے ہمیشہ بیعت کے وقت آپ اپنا نام احمد فرماتے رہے۔

پس اگر آپ کا اصل نام احمد نہ ہوتا۔ تو کیوں آپ صرف اپنا نام احمد لکھتے۔ اور بیعت کے وقت اپنا نام احمد کر کے فرماتے۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ غلام کو مضاف اور غلام احمد کو اصل نام اور احمد کو اسکا اختصار قرار دیا جاوے۔ بلکہ لازماً اور یقیناً ان قطعی ثبوتوں کے ہوتے ہوئے

ماننا پڑتا ہے۔ کہ احمد بھی مسیح موعود کا اصل نام ہے۔ اور غلام کا لفظ محض عبد کے قائم مقام ہو کر
آنحضرت صلعم کی ظلیت تامہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔

الغرض ان دلائل قویہ سے اسبات کا کامل ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اصل نام
بطور علم کے احمد تھا۔ غلام احمد نہ تھا۔ پس چونکہ احمد کا نام بطور نام بھی علم کے ہونا احمد موعود کے
لئے ایک شرط ہے۔ اور وہ شرط مسیح موعود میں پائی جاتی ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں

دوسرا النشان:۔ احمد موعود کیلئے دوسری شرط اور علامت یہ ہے۔ کہ کلام الٰہی میں
اسکو احمد نام کے ساتھ بتصریح مخاطب کیا جاوے۔ اور نیز اس کے رسول ہونیکو احمد نام سے
نسبت دیجاوے۔ یعنی وہ احمد نام کے ساتھ دنیا میں رسول کر کے بھیجا جاوے۔ کیونکہ خواص اور
اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور تم جانتے ہو کہ اسم وہ چیز ہے۔ کہ جس کے ساتھ کسی چیز کو پہچان لیتے ہیں۔ مگر
خواص اور اہل معرفت کے نزدیک اسم اصل حقیقت کیلئے سایہ کیطرح ہے۔ بلکہ
کچھ شک و شبہ نہیں۔ کہ سارے اسماء جو مسمیات کیطرف منسوب ہیں۔ وہ اپنے مسمیات
کیلئے صورت نوعیہ کیطرح ہیں۔ اور حقائق اور معارف کے پرندوں کیلئے گھونسلوں کیطرح ہیں"

پس جبکہ حسب تصریح مندرجہ بالا التحریر کے مسمیات میں اپنے اسماء کی حقیقت اور مفہوم کا قائم
ہونا ضروری ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ کلام الٰہی میں احمد موعود کا نام بتصریح
احمد رکھا جاوے۔ کیونکہ والدین کے رکھے ہوئے نام میں اوصاف مفہوم اور مسمیات کا قائم و دائم
رہنا کچھ ضروری نہیں۔ بجز ان ناموں کے جو الہاماً یا کشفاً یا اتفاقاً مطابق علم الٰہی کے رکھے
گئے ہوں۔ لیکن خدا کے رکھے ہوئے ناموں میں اس نام کے اوصاف مفہوم اور حقیقت کا دائم
اور قائم رہنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا ایسا نہیں۔ کہ دہوکہ کھاوے۔ یا جھوٹ بولے
اور کسی مصلحت سے وہ ایسا نام دیوے۔ جسکی نسبت وہ جانتا ہے۔ کہ دراصل وہ شخص اس نام کے لائق
نہیں۔ اس لئے یہ بات محقق امر ہے۔ کہ فخر کے لائق وہی نام ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف
سے ملتا ہے۔ کیونکہ زمینی نام الہامی نام کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ
ایک شخص کا نام عبدالرحمن ہو۔ اور وہ عبدالشیطان ثابت ہو۔ یا کسی کا نام دوست محمد ہو۔ اور

وہ دشمن محمد ثابت ہو یا کسی کا نام کمال الدین ہو۔ اور وہ زوال الدین ثابت ہو لیکن کلام الٰہی
میں اگر کسی کو ایک نام سے اعزاز بخشا جاوے۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس نام کے اوصاف اس شخص میں پائے
جاویں۔ ماحصل کلام یہ ہوا کہ احمد موعود کیلئے کلام الٰہی میں اسکا نام بتصریح احمد ہونا شرط ہے۔
بے شک حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام ملے۔ محمد
و احمد یا آپ کے دو نام تھے۔ محمدؐ و احمدؐ اور ہم بھی اسکو بالیقین مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کو منجانب اللہ احمد کا
نام دیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات آپ کی کسی تحریر یا تقریر سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ کلام الٰہی میں
کسی جگہ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم کے احمد ہے۔ یعنی آپ کو کبھی اس نام سے خدا تعالیٰ
نے مخاطب اور ندا کیا۔ البتہ حضرت مسیح موعود کو کلام الٰہی میں بتصریح احمد کے نام سے مخاطب
کیا گیا ہے۔ اور آپکو اس نام سے رسول کر کے مبعوث کیا گیا۔ ملاحظہ ہو الہام۔ بشریٰ لک
یا احمدی اور انا ارسلنا احمد اور یا احمد جعلت مرسلاً جس سے واضح ہو گیا
کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد ہیں۔

تیسرا نشان:۔ احمد موعود کیلئے تیسری لازمی شرط جو نہایت ضروری اور فیصلہ کن
ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ احمد نام بطور اسم اعظم کے احمد ہو کیونکہ سنت اللہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ
اپنے بعض انبیاء کو ایک سے زیادہ ناموں سے یاد فرماتا اور خطاب اور ندا کرتا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم
کو کئی ناموں سے یاد فرمایا۔ اور خطاب کیا۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی کئی ناموں سے یاد کیا۔ لیکن ان
تمام اسماء الہامیہ میں ایک نام ایسا ہوتا ہے جسکے ساتھ نبی کو خدا تعالیٰ بمقابلہ دوسرے ناموں کے
امتیازی خصوصیت بخشتا ہے۔ جو نام اسم اعظم ہوتا ہے۔ اور ضروری کہ ایسا ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے
کہ ہر ایک چیز کا فرد اعلےٰ صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اس لئے ناموں کا فرد اعلےٰ بھی صرف
ایک ہی ہونا چاہیئے۔ جسکو اسم اعظم کہتے ہیں۔ اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کے اسماء میں ایک ہی اسم ایسا
ہے۔ جو اسم اعظم ہے یعنی اسم اللہ۔ جو باقی تمام اسماء کا موصوف ہے۔ پس الہاماً ایک سے زیادہ
الہامی ناموں کے حسب تصریح الفاظ "اسمہ احمد" احمد موعود کیلئے یہ شرط قرار دینی پڑیگی۔ کہ
اسماء جو منجانب اللہ اسکو ملے ہیں۔ ان تمام میں احمد اسکا وہ نام ہو۔ جو بطور اسم اعظم ہو۔ اور جو
باقی تمام دوسرے اسماء کا موصوف ہو۔ کیونکہ اسم وہ شئے ہے جس کے ساتھ کسی کو پہچان لیتے ہیں۔

اور کسی چیز کا آسانی سے پہچان لینا یا تو علم پر موقوف ہے۔ اور یا صفاتی ناموں کے اسم اعظم پر موقوف ہے اور اگر "اسمہ احمد" سے صفاتی اسم اعظم مراد نہو۔ اور نہ ہی علم مراد ہو۔ بلکہ محض ایک صفاتی نام ہو۔ تو اسمہ احمد کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اسم اعظم کے تین امتیازی نشان ہیں:۔

(۱) اول یہ کہ بمقابلہ دوسرے ناموں کے اسم اعظم کا کثرت سے ذکر ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ نبی ہمیشہ اپنے اسم اعظم پر لوگوں سے بیعت لیتا اور انکو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہے (۳) تیسرے یہ کہ نبی اپنے تمام دعوی اور کاروبار کا دارومدار اپنے اسم اعظم پر رکھتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا آنحضرت صلعم کا اسم اعظم احمد تھا۔ یا محمدؐ اور مسیح موعود کا اسم اعظم احمد تھا یا کوئی اور۔

تمام اسماء جو آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ الہاماً یا کشفاً مطابق علم الہی کے ملے ہیں۔ ان تمام اسماء صفاتیہ میں آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ کیونکہ یہی وہ نام ہے۔ جس پر آپکے سارے دعوی کا دارومدار ہے۔ یہی وہ نام ہے جو تمام عبادات اسلامیہ میں داخل کیا گیا ہے۔ یہی وہ نام ہے جس پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے اور اپنے سلسلہ میں داخل کرتے تھے۔ یہی وہ نام ہے۔ جسکے ساتھ آپ اپنے دعوے نبوت اور رسالت کو پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت رسول اللہ صلعم کے دو ہی نام تھے۔ محمدؐ اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلعم کا اسم اعظم محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللہ ہے۔ اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حی۔ قیوم۔ رحمن۔ رحیم وغیرہ کا موصوف ہے۔" الحکم۔ ڈائری ۲۲۔ جنوری ۱۹۰۱ء

اب حضرت مسیح موعود کے اسماء صفاتیہ جو الہاماً منجانب اللہ انکو ہوئے۔ انکی طرف ذرا نظر دوڑاؤ یقیناً تمہیں روز روشن کیطرح اسبات کا ثبوت ملیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے۔ کیونکہ انکے الہامات میں بمقابلہ دوسرے اسماء کے کثرت اسم احمد کی ہے۔ بلکہ ایسی کثرت ہے۔ کہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کا نام صرف احمد ہی ہے۔ اور کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر آپ کے سارے کاروبار کا دارمدار اسی نام پر ہے جیسے کہ فرمایا

"پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

پھر باوجود آپکے سینکڑوں اسماء کے آپ اپنے اسی نام پر بیعت لیتے تھے۔ آپ نے اسی نام پر اپنے سلسلہ کا نام رکھا۔ یعنی سلسلہ احمدیہ۔ آپ نے اسی نام سے اپنے پیروں کو موسوم ہونیکی

Digitized by Khilafat Library

ہدایت کی یعنی احمدی۔ آپ خدا تعالیٰ کیطرف سے صرف اسی نام کے ساتھ رسول کر کے بھیجے گئے۔ جیساکہ الہام انا ارسلنا احمد۔ اور الہام یا احمد جعلت مرسلا وغیرہ شاہد ہیں۔ غرض آپ کا اسم اعظم احمد تھا جیساکہ ایک جگہ اسکی تصریح بھی کر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا۔ ۔ ۔ اور اسکا نام احمد رکھا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۵)

پھر لکھتے ہیں:۔

"جس طرح اللہ کا نام خدا تعالیٰ کیلئے اسم اعظم ہے۔ اسیطرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے جسکو آسمان پر یہ نام عطا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھکر انسان کیلئے اور کوئی نام نہیں۔ ۔ ۔ آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا کہ ایکطرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو۔ پھر اس کے مقابل وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد۔ اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۰

اب دیکھو ان حوالجات میں حضرت مسیح موعود کس صراحت سے اپنا اسم اعظم احمد قرار دیتے ہیں اور مزید برآں اسم احمد کا اسم اعظم ہونا ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر فرماتے ہیں۔ جو مسیح موعود کی بعثت کا وقت مقرر ہے جس سے بدیہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ گو پہلے بھی کسی نبی کا نام احمد رکھا گیا ہو۔ لیکن اس کے لئے وہ نام اسکا اسم اعظم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسم احمد کا اسم اعظم ہونا مسیح موعود کیلئے مقدر ہے۔ اور وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ الغرض حضرت مسیح موعود کا اسم اعظم احمد ہے۔

چوتھا نشان:۔ چہارم بطور امتیازی نشان احمد موعود کے لئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ اکمل اور اتم طور پر بجز و احمد صفت عیسے ہو۔ یعنی وہ حضرت عیسے کا مثیل تام ہو۔ اور نیز وہ ساری عمر لڑائی اور خونریزی کرنا تو الگ رہا۔ ان کا نام تک بھی نہ لیوے کیونکہ اسم احمد اور اسم عیسے اپنی ماہیت حقیقت کیفیت مآل اور انجام کے رو سے ایک ہیں۔ فرماتے ہیں:

"خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جسکا مظہر اتم اسم احمد ہے جیساکہ ابھی بیان ہو چکا ہے ایسے وجود کو چاہتی تھی جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے۔ اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلا وے۔ ایسا ہی ستارہ مشتری کی تاثیر کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کہ خونریزی کیلئے ہوا

نہ پکڑی جاوے۔ ایسا ہی ہزار ششم کا آخری حصہ جو جمعیت کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تمام تفرقوں اور نقصانوں کو درمیان سے اٹھا کر اس مجموعہ مخلوقات کو معہ ان کے امام کے دکھلاتا ہے جو نظیر گذشتہ کے لحاظ سے تمام و کمال آشتی اور صلح سے بھرا ہوا ہے یہی چاہتا تھا کہ تفرقہ اور محاربات معہ اپنے لوازم کے جو جنگ اور جدل ہے۔ درمیان سے اٹھ جاوے۔" (تحفہ گولڑویہ صـ [illegible])

(۲) "اسم عیسیٰ اور اسم احمد ماہیت میں ایک ہی ہیں اور وہ ہر دو نام از روئے کیفیت جمال اور ترک قتال پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اسم محمد قہر اور جلال پر دلالت کرتا ہے۔" (اعجاز المسیح)

(۳) "اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر ہمارے نبی صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال اور جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا۔" (ازالہ اوہام صـ ۶۷۳)

(۴) "اور یہ نام (احمد) اپنی حقیقت کی رو سے یسوع کے نام کا مترادف ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صـ [illegible])

"جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا۔ یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ) ہر ایک نے اپنے اپنے مثیل کی طرف اشارہ کیا۔"

یہ حوالجات کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں۔ ان میں بصراحت بیان کیا گیا ہے۔ کہ احمد کو جو صفات لازم ہیں ان میں سے احمد موعود کیلئے یہ ایک نہایت ہی ضروری علامت اور لازمی شرط ہے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ کا مثیل نام ہو۔ اور جمالی نبی ہو۔ اور از یوم ولادت تا دم مرگ وہ لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلاوے۔ اب اس شرط کے رو سے احباب ذرا غور کر دیکھیں کہ آیا حضرت نبی صلعم احمد موعود ٹھہرتے ہیں۔ یا مسیح موعود۔

یہ بھی ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلعم مثیل عیسے بھی تھے لیکن محض ایک باریک علم میں نہ کہ کھلے طور پر بھی گو آپ باریک رنگ میں مثیل عیسے ہیں۔ لیکن حضرت عیسےٰ کے مثیل نام ہرگز نہیں نہ آپ کھلے کھلے طور

مثیل کامل حضرت موسیٰ ہیں۔ اور آپکی اشد اور اتم مماثلت حضرت موسیٰ سے ہی حضرت عیسیٰ سے نہیں۔ پس جیسے باریک اور مخفی رنگ میں آپ مثیل عیسیٰ ہیں۔ ویسے ہی باریک اور مخفی رنگ میں آپ احمد موعود بھی ہیں۔ اور محض اسی بناء پر حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کو بھی احمد موعود قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور اکمل اور کلی مماثلت ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے بالا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۶)

حضرت مسیح موعود تو یہاں تک لکھتے ہیں:۔

"انصاف ہمیں اس گواہی کیلئے مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مماثلت نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۵)

پس جبکہ حضرت عیسیٰ کو حضرت موسیٰ سے کچھ مماثلت نہیں۔ تو نبی کریم تو بدرجہ اولیٰ ہرگز حضرت مسیح کے مثیل تام نہیں ٹھہر سکتے۔

ہاں حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ کے مثیل تام تھے۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔ جیسا کہ ازالہ اوہام کی عبارت ہے:۔

"لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔"

پس یہ امر قطعی فیصلہ شدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی حضرت عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو زیادہ نہیں تذکرۃ الشہادتین کے دو صفحات پڑھ لیوے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود نے ۱۲ خصوصیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے آپکو مثیل تام پیش کیا ہے۔ چونکہ آپ ہی عیسیٰ کے مثیل تام ہیں۔ اس لئے آپ ہی احمد موعود ہیں۔

پانچواں نشان:۔ بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ نہایت واضح علامت ہے کہ وہ چاند کیطرح فقط جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور روحانی طور پر اپنی مشابہت تامہ

چاند سے رکھے۔ یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بدر تام ہو۔ کیونکہ اسم احمد اور اسم قمر اپنی جمالی تجلی کے رو سے ایک ہیں۔ جیسے چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ ایسا ہی اسم اعظم جمالی تجلی کے مظہر اعظم کو چاہتا ہے۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود نے اسکو بیسیوں جگہ تحریر فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"اسم محمد جلالی نام ہے ...... لیکن اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اشتہار واجب الاظہار)

پھر فرماتے ہیں:-

"بعثت دوم جس کیطرف آیت کریمہ آخرین منھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:-

"ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ (حاشیہ تحفہ گولڑیہ صفحہ ۹۶)

پھر فرماتے ہیں:-

"محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۷)

پھر فرماتے ہیں:-

"اسم محمد جلالی نام ہے ...... اسم احمد جمالی نام ہے"۔ (اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴)

پس ایک اور ایک دو کی طرح ثابت امر ہے۔ کہ اسم محمد جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کو چاہتا ہے اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کو چاہتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ایک فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ سورج جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور چاند جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے اور کسی کو انکار نہیں کہ سورج مظہر جلال اور چاند مظہر جمال ہے۔ کیونکہ یہ ایک شاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے بھی اسکو لکھا ہے۔ جیسا کہ آنجناب فرماتے ہیں:

"تم خوب توجہ کرکے سن لو۔ کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنیکا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات

کے ایام ہیں (اربعین نمبر ۴ صد ۱۳)

اب دیکھو اس حوالہ سے بصراحت اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسم محمدؐ جلالی نام ہے۔ اور جلالی تجلی کے رنگ سورج اور محمدؐ ایک ہی ہیں۔ اور اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور جمالی تجلی کے رو سے چاند اور احمدؐ ایک ہیں۔

آنحضرت صلعم باوجود اسم احمد کے مظہر اول اور مظہر اصلی یعنی بالذات اصالتاً ہونیکے بھی احمد موعود نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود باوجود احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ آنحضرت صلعم ہونے کے احمد موعود ہیں۔ بیشک یہ نہایت ہی مشکل پیچیدگی ہے جسکا حل ایک مشکل کام ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس پیچیدگی کو سورج اور چاند پیدا کر کے پہلے ہی سے خوب حل کر چھوڑا ہی۔

سورج میں کیا بات ہے؟ یہی کہ وہ جامع جلال و جمال ہے۔ اور اسمیں جمال اولاً اور اصالتاً ہے۔ چاند کیا ہے یہی کہ وہ مجرد جمال ہی۔ اور اسمیں جمال ثانیاً اور ظلاً یعنی سورج کے واسطہ اور فیض سے ہے۔ لیکن سورج باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر اول اور مظہر اصلی اور از خود ہو علی وجہ الاتم بالفعل طور پر جمالی تجلی کا مظہر نہیں یعنی سورج اپنی قمری حقیقت کو قوۃ سے فعل میں کامل طور سے نہیں لاتا۔ بلکہ وہ اپنی ذات میں بالفعل طور پر جلالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اس کے مقابل چاند کو لو چاند باوجود اس بات کے کہ وہ جمالی تجلی کا مظہر ثانی اور مظہر ثانی بھی ظلی طور پر یعنی بواسطہ سورج کے ہے۔ پھر بھی وہ جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہے۔ اور سورج کی نسبت چاند میں جمالی تجلی بدرجہا اکمل اور اقوی اور اشد ہی گویا دوسرے لفظوں میں سورج جمالی صفت کا منبع اور مصدر اور اصل ہونے کے اعتبار سے حقیقی چاند ہی لیکن اپنی ذات کے علی وجہ الاتم تجلی قمر یعنی جمالی صفت کا بالفعل مظہر نہ ہونیسے وہ حقیقی چاند نہیں اور چاند اپنی ذات میں جمالی صفت کا مظہر ثانی اور جمال کو سورج سے ظلی طور پر حاصل کرنیکے اعتبار سے مجازی ہی۔ لیکن اپنی ذات سے علی وجہ الاتم بالفعل طور پر جمالی صفت کا مظہر اتم ہونیسے حقیقی چاند ہے۔ بعینہ یہی وہ بات ہی۔ جو مسیح موعود نے تحفہ گولڑویہ میں فرمائی۔ کہ بر طبق پیشگوئی اسمہ احمد حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود) کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا اور نادان لوگوں نے اسکے معنی کچھ کے کچھ بنا لئے۔ حالانکہ یہ بعینہ وہی بات ہے کہ جسطرح سورج چاند کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرتا ہے۔ اسیطرح آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے پیرایہ میں

ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا۔

۱۔ جسطرح سورج جامع جلال اور جمال ہے۔ اور اپنی ذات میں جلال کا مظہر اوّل اور بواسطہ

بعینہ اسی طرح آنحضرت فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال ہیں

پس آنحضرت صلعم بھی جامع جلال اور جمال ہیں۔ اور اسم احمد کے آپ مظہر اوّل اور مظہر جمالی بالواسطہ ہیں

۲۔ جسطرح چاند جمال کا مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ سورج کے ہے۔

بعینہ اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی اسم احمد کے مظہر ثانی اور بواسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۳۔ جسطرح سورج باوجود اس کے کہ وہ جمال کا مظہر اوّل اور بالذات ہے اپنی ذات سے جمال کا علی وجہ الاتم بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ جمالی تجلی کا بالفعل اتم طور پر مظہر چاند ہے۔ باوجودیکہ چاند جمال کا مظہر ثانی اور بواسطہ سورج کے ہے

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم باوجود اس کے کہ آپ اسم احمد کے مظہر اصلی اوّل اور بالذات ہیں اپنی ذات سے اسم احمد کی تجلی اتم کے بالفعل مظہر نہیں۔ بلکہ اسم احمد کی تجلی اعظم کا بالفعل علی وجہ الاتم مظہر مسیح موعود ہے۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود اسم احمد کے مظہر ثانی اور مظہر ظلی یعنی بواسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔

۴۔ جسطرح سورج اپنے جمال کے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے جمالی نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کرتا ہے یعنی چاند

بعینہ اسی طرح "خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو۔" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۹۔ "آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

۵۔ جسطرح سورج کے دو ظہور ہیں۔ ایک جلالی اور ایک جمالی۔ جلالی ظہور سورج اپنی ذات سے پورا کرتا ہے۔ لیکن جمالی ظہور سورج بذریعہ اپنے بروز یا مجاز یعنی چاند کے پورا کرتا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں جمال کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے۔ سورج کے دوسرے ظہور میں ظاہر ہوتی ہے۔

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم کے دو بعثت ہیں۔ ایک بعثت محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ اور دوسرا بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶۔ بعثت محمدی اسم محمد یعنی جلالی تجلی ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات سے وابستہ ہے۔ لیکن اسم احمد یعنی جمالی تجلی جو اکمل اور اتم ہے وہ آنحضرت صلعم

کے دوسرے بعثت میں ہے۔ جو مسیح موعودؑ کی ذات سے وابستہ ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"غرض آنحضرت صلعم کے بعثت اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعثت اوّل جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعثت دوم . . . مظہر تجلی اسم احمد ہے (اور بر طبق پیشگوئی) . . . حقیقی احمد (یعنی آنحضرت صلعم) نے مجازی احمد (یعنی مسیح موعود) کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی کو ظاہر کیا"۔ اسپر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶)

۶۔ جسطرح اگرچہ یہ حق ہے کہ سورج کے ظہور ثانی میں جلالی تجلی بھی ہے۔ اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی تجلی کے ہمرنگ ہو جاتی ہے۔ اس لئے سورج کا ظہور دوم فقط جمالی تجلی کا مظہر اتم ہے۔

بعینہ اسی طرح۔ "اگرچہ یہ حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمدؐ کی تجلی ہے۔ جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کیساتھ شامل ہے۔ مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اسوقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے . . . . اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم (بعثت دوم) فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔ جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ ۹۶

۷۔ جسطرح سورج اپنی ذاتی یعنی جلالی ظہور میں جو پہلا ظہور ہے۔ صبح کے وقت اجمالی طور پر جمالی تجلی ظاہر کرتا ہے۔

بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم اپنے ذاتی ظہور میں جو بعثت اوّل ہے۔ مکی زندگی میں اسم احمد کے اجمالی طور پر مظہر تجلی تھے۔

۸۔ جسطرح چاند میں جمالی تجلی بہ نسبت سورج کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے اور سورج میں جمالی تجلی چاند کے مقابل ایسی ہے جیسی کہ بدر کامل کے سامنے ہلال۔

بعینہ اسی طرح مسیح موعود میں جمالی تجلی بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل اور اشد اور اقوی ہے اور طلوع جمال کے بعثت اوّل کی نسبت بعثت ثانیہ سے ایسی ہے جیسے کہ بدر کامل کے مقابل پر ہلال جیسے آنحضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلعم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہی نہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کیلئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (تحفہ گولڑیہ صفحہ ۱۷۷) پھر فرمایا۔

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت چھٹے ہزار کے اخیر میں یعنی اسوقت نسبت ان سالوں کے اقوی اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کیطرح ہے۔ اس لئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

"اور اسلام ہلال کیطرح شروع ہوا۔ اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جاوے خدا کے حکم سے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۴)

نوٹ:- یاد رہے کہ خطبہ الہامیہ کے حوالجات پیش کردہ میں گو جمال کا بظاہر ذکر نہیں بلکہ روحانیت کا ذکر ہے۔ لیکن "چھٹے ہزار کے آخر" اور "تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں" کے قرینہ سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود یہاں پر روحانیت سے مراد جمالی روحانیت لیتے ہیں کیونکہ جیسا کہ (نمبر ۵) کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ "ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے" پس اس لئے اس قرینہ کے رو سے اسجگہ روحانیت سے مراد جمالی تجلی ہی ہے۔ اور دوسری سچی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود جمالی تجلی کے مظہر ہونے میں نسبت آنحضرت صلعم کے اقوی اور اکمل اور اشد ہیں۔ لیکن جلالی تجلی میں آپ کو آنحضرت صلعم سے کچھ نسبت نہیں۔ پس اسجگہ روحانیت سے سوا جمالی روحانیت کے اور کوئی معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ پس اس تقابل مندرجہ بالا سے یہ امر اب بپایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ اسم محمد کو سورج سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم احمد کو چاند سے مشابہت تامہ ہے۔ اور اسم محمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا سورج ہونا چاہیئے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی روحانی سلسلہ کا چاند ہونا چاہیئے۔ اور نیز اس پیچیدہ مشکل کا بھی آسانی سے حل ہو گیا۔ کہ کیونکر آنحضرت صلعم باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی اولاً اور اصالتاً ہیں۔ احمد موعود نہیں ٹھہر سکتے۔ اور مسیح موعود باوجودیکہ آپ اسم احمد کے مظہر تجلی ثانیاً اور ظلاً ہیں لیکن احمد موعود آپ ہی ہیں۔ الغرض احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ چاند کی طرح بحر جمالی تجلی کا مظہر اعظم ہو۔ اور اکمل اور اتم طور پر

اپنی روحانی مشابہت چاند سے رکھے یعنی وہ روحانی سلسلہ کا بطور امتیازی نشان کے بدرِ تام ہو۔

اب دیکھ لو۔ اور دنیا میں تلاش کر لو کہ یہ شرط سوائے مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

چھٹا نشان:۔ بطور امتیازی نشان کے یہ نہایت لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ وہ دوگونہ احمد صفت ہو یعنی اس پر چاند کی طرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں سرِ عاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور اسم محمدؐ میں سرِ محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے جو جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"احمد کا نام مظہر جمال ہے۔ اور اس کے مقابل پر محمدؐ کا نام مظہر جلال ہے۔ وجہ یہ کہ اسم محمدؐ میں سرِ محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ لیکن اسم احمدؐ میں سرِ عاشقیت ہے۔ کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے۔ اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔"

پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے جو دوگونہ احمد صفت ہو ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمدؐ کے لازم حال جلال اور کبریائی کو ظاہر کرنیوالا اور محمد صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپکا سچا عاشق ہو۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس پر اجتماعی صورت میں چاند کی طرح امتی اور نبی اور غلام احمد اور احمد کا مفہوم کامل طور پر صادق آوے۔ کیونکہ اسم احمد میں شان محبیت ہے یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی اور اسم محمدؐ میں سرِ محبوبیت ہے یعنی جلال اور کبریائی۔ اور آنحضرت صلعم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں اور اسم محمدؐ کے مظہر اعظم ہیں۔ یعنی آپ صرف خدا کی بہت تعریف کرنیوالے نہیں بلکہ خود بھی بوجہ محمدؐ ہونے کے بہت تعریف کئے جانیکے لائق ہیں۔ پس لازم آیا کہ اسم احمد کے لازم حقیقت احمد موعود وہ ہو۔ جو احمد ہونے کی صفت دوگونہ طور پر اپنے اندر رکھے۔ ایکطرف سے وہ خدا کا احمد ہو۔ اور دوسری طرف سے وہ محمدؐ کا احمد ہو۔ یعنی اس پر چاند کی طرح امتی اور نبی یا غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر صادق آوے۔ اور یہ وہ بات ہے کہ سوائے

مسیح موعود کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی ہے۔ نہ کسی فرد امت میں۔ اور نہ کسی فرد نبوۃ میں۔ جیسا کہ تم چاند میں دیکھتے ہو۔ وہ جمال کا مظہر اعظم اور نیر اعظم ہے۔ اور اپنی جمالی تجلی کے رو سے جسمانی سلسلہ کا احمد ہے۔ لیکن وہ ایک پہلو سے سورج کا فیض یافتہ اور امتی ہے۔ اور دوسرے پہلو سے وہ سورج کی طرح حقیقتاً روشن اور منوّر اور منیر ہے۔ اور نظام عالم کے عظیم الشان سیاروں میں داخل ہے۔ پس نظام عالم کی اس نظیر سے بتفسیر سے ہمیں اسبات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی اس سنت سے ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ حقیقی اور اصلی یعنی کامل طور پر اور ظاہر طور پر احمد نام کا مستحق ہونے کیلئے یہ لازمی شرط ہے۔ کہ وہ امتی بھی ہو۔ اور نبی بھی ہو۔ اور اسپر امتی اور نبی۔ غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں صادق آوے۔ کیا کوئی ہے۔ جو اسبات سے انکار کر سکے!

حضرت مسیح موعود ہر ایک پہلو سے اپنے اندر ایک مرکب آمیزش رکھتے ہیں۔ گویا آپ کا وجود ایک مرکب الوجود ہے۔ (دیکھو تحفہ گولڑیہ صفہ ۱۹ - براہین احمدیہ حصہ پنجم وغیرہ) اسی واسطے آپکو مرکب نام مرکب شان۔ اور مرکب کام۔ اور مرکب انعامات دیئے گئے ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ افراد کاملہ امت کے ساتھ شریک ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ آنحضرت صلعم کے متعلم اور آپ کے صحابہ میں داخل ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں۔ اگر ایک پہلو سے آپ مریم ہیں۔ تو دوسرے پہلو سے آپ ابن مریم بھی ہیں۔ الغرض یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ اجتماعی حالت میں امتی اور نبی اور مریم و ابن مریم متعلم اور معلم کا مفہوم کامل اور حقیقی طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا۔ بعینہ اسیطرح غلام احمد اور احمد کا مفہوم اجتماعی صورت میں کامل طور پر سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت پر عاید نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اسم احمد میں شرط عاشقیت ہے۔ جس کے لئے انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اور یہی جمالی حالت ہے۔ اور آنحضرت صلعم صرف احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں۔ اور اسم محمد میں شرط محبوبیت ہے۔ کیونکہ جامع محامد ہے۔ اور یہ نام کسی سچی اور کامل تعریف اور عشق کرنیوالے کو چاہتا ہے۔ پس اسم احمد اپنے مفہوم تام کے لحاظ سے ایک ایسے شخص کو چاہتا ہے۔ جو مرکب عاشق ہو۔ یعنی ایک پہلو سے وہ خدا کا سچا عاشق اور حامد ہو۔ اور دوسرے پہلو سے وہ اسم محمد کے لازم حال جلال اور کبریائی ظاہر کرنیوالا اور

آنحضرت صلعم کی نہایت سچی اور کامل تعریف کرنیوالا اور آپ کا عاشق ہو۔ اور یہ وہ بات ہے کہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد امت یا فرد نبوت میں متحقق نہیں پس سچا اور حقیقی احمد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ساتواں نشان:۔ بطور کھلے کھلے امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے جو شرط اور علامت نہائت لازمی اور ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ احمد موعود آنحضرت صلعم کے بعث ثانیہ کی بعث ہو جو بعث احمدی کہلاتی ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے"۔ (تحفہ گولڑیہ حاشیہ ۹۴)۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"جیساکہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایساہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"۔ (تحفہ گولڑیہ ص۹۶)

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنیکے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے۔ وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے۔ جو اسم جمالی ہے۔ جیساکہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے"۔ (تحفہ گولڑیہ ص۹۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے"۔ (تحفہ گولڑیہ ص۹۶ حاشیہ)

یہ ہیں حوالے مشتے نمونہ از خروارے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہیں۔ کہ آیت کریمہ

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے پہلے بعث کی نسبت ہرگز نہیں۔ پس بشارت اسمہ احمد کا حقیقی مصداق وہی ہو سکتا ہے جو بعث احمدی کا مورد ہو۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بعث ثانیہ کا مورد سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نہیں۔ نبی صلعم کی ذات پہلی بعث کی مورد تھی۔ اور مسیح موعود دوسری بعث کے مورد اور موقوف علیہ ہیں۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

ضرور ہے۔ کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہو۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو۔ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۵

پس جبکہ یہ ثابت ہے۔ کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی نسبت ہے۔ اور نیز یہ بھی ثابت شدہ امر ہے۔ کہ دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ تو اس سے بصراحت ثابت ہو گیا۔ کہ بشارت اسمہ احمد کے حقیقی۔ اصلی خاص مصداق مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں ÷

اٹھواں نشان:۔ بطور امتیازی نشان۔ کے احمد موعود کیلئے سب سے زیادہ لازمی شرط اور ضروری علامت یہ ہے۔ کہ اسکی بعث چھٹے ہزار کے آخر میں واقع ہو۔ کیونکہ بعث احمدی یا بعث دوم چھٹے ہزار کے اخیر پر واقع ہونیوالی ہو۔ اور نیز چھٹے ہزار کا اخیر اسم احمدی کی مظہریت تامہ کیلئے مخصوص ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ۔۔۔۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

"پس یہ خبر جو آنحضرت صلعم کے بعث دوم کے متعلق ہو۔ جس کے ساتھ یہ شرط ہو سکہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔ اسی حدیث سے اس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہو۔ کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ

پھر فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلعم کے بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے" (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶۔ حاشیہ) پھر فرماتے ہیں :-

"یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیئے تھا۔ اسکا کیا جواب ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے۔۔۔۔ لہذا اس نے اس بعث دوم کیلئے ہزار ششم کو پسند فرمایا" (تحفہ گولڑویہ صہ ۱۰۱)

"ایسا ہی آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا۔ کہ ایک طرف شیطانی قویٰ کا کمال درجہ پر ظہور ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر اس کے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو۔ جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے" تحفہ گولڑویہ صہ ۱۰۱

"آنحضرت صلعم کے دو حال اور دو شان ہیں۔ ایک شان سے آپ محمد ہیں دوسری شان سے آپ احمد ہیں۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ایک نام ایک زمانہ سے مخصوص ہے۔ اور دوسرا نام ایک اور زمانہ سے مخصوص ہے" خزینۃ المعارف (اعجاز المسیح) صہ ۱۲۷

ان حوالجات سے جو کہ بغرض اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھے ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ

۱۔ بشارت اسمہ احمد بعث احمدی آنحضرت صلعم کے بعث دوم کی نسبت ہے۔

۲۔ بعث احمدی کا وقت وقوع آخر ہزار ششم ہے۔

۳۔ آخر ہزار ششم فقط اسم احمد کے مظہر اتم کیلئے ہے۔

پس ان حوالجات سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی اصلی اور حقیقی طور پر بشارت اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ کیونکہ آپ ہی بعث احمدی کے مورد اور موقوف علیہ ہیں۔ اور آپ ہی کی بعثت چھٹے ہزار کے اخیر میں واقع ہوئی۔ اور چھٹے ہزار کے اخیر میں مبعوث ہونا صرف آپ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ اور یہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ آپ کی بعثت ہزار پنجم میں واقع ہوئی جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "آنحضرت صلعم کی بعثت پانچویں ہزار میں ہوئی" تحفہ گولڑویہ صہ ۹۵۔ پس اس سے معلوم ہوا

کہ آنحضرت صلعم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے۔ مبعوث ہوئے ہیں۔

"آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا" تحفہ گولڑیہ صفحہ ۹۶

"آنحضرت صلعم کی بعث قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں ہوئی"۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۹

پس ان حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ہزار پنجم میں مبعوث ہوئے تھے۔ جو زمانہ کہ اسم محمد کی مظہر تجلی کیلئے مخصوص ہے۔ اور اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسم احمد کے مظہر تجلی کیلئے آخر ہزار ششم مخصوص ہے۔ نہ کہ ہزار پنجم جبکہ آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے۔ پس آنحضرت صلعم کسی صورت میں بھی احمد موعود نہیں ہو سکتے۔

آٹھویں شرط کے ضمن میں دو شرائط اور ہیں۔

۱۔ یہ کہ اسکا زمانہ یضع الحرب کا زمانہ ہو۔ کیونکہ اسم احمد جمالی نام ہے۔ اور یہ نام ترک قہر اور قتال پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیئے اسم احمد کا وہ زمانہ مظہر اتم ہو سکتا ہے۔ جو اس کے لازم حال یضع الحرب کا زمانہ ہو۔

۲۔ اسکا زمانہ زمان البرکات ہو۔ اور بکثرت آسمانی نشانوں کا مظہر ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

"اجگہ محمدی کہا۔ یہ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ جو لوگ ابتک صرف ظاہری قوت اور شوکت اسلام دیکھتے رہے۔ جسکا اسم محمد مظہر ہے۔ اب وہ لوگ بکثرت آسمانی نشان پائینگے۔ جو اسم احمد کے مظہر کو لازم حال ہے۔ کیونکہ اسم احمد انکسار اور فروتنی اور کمال درجہ کی محویت کو چاہتا ہے۔ جو لازم حال حقیقت احمدیت اور حامدیت اور عاشقیت اور محبیت ہے۔ اور حامدیت اور عاشقیت کے لازم حال صدور آیات تائیدیہ ہے۔" ضمیمہ تحفہ گولڑیہ صفحہ ۲۶۔

پس ایسا زمانہ جو اسم احمد کے لازم حقیقت یضع الحرب اور برکات آسمانیہ سے موصوف ہو۔ وہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد موعود ہیں۔

نواں نشان:۔ بطور امتیازی نشان کے احمد موعود کیلئے یہ لازمی شرط اور ضروری علامت ہے۔ کہ بموجب وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سر انجام دیوے۔ کیونکہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ خاص احمد موعود کے حق میں ہے۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ میں اسکے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ جو اسکام کو سر انجام دیگا وہی صحیح معنوں میں احمد موعود قرار دیا جا سکتا ہے۔

اور اسبات کا ثبوت کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ الخ خاص احمد موعود کے ہی حق میں ہے اور لیظھرہ علی الدین کلہ میں خاص احمد موعود کے کام کو معین کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ

۱۔ اوّل تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ نہ کہ جلالی طرز میں۔ اور جمالی طرز کا کام مظہر اسم احمد کا کام ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"علوم اور معارف بھی جمالی طرز میں داخل ہیں اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعود کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائینگے۔ کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقہ اور معارف صادقہ اور دلائل بینہ اور آیات قاہرہ ہیں۔ اور غلبہ دین کا انہیں پر موقوف ہے۔" (اربعین نمبر ۴ صہ ۱۴)

پس اس تحریر سے معلوم ہوا۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کا کام خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے۔ اور غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس وعدۂ قرآنیہ کا پورا ہونا علوم اور معارف وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور علوم اور معارف جمالی طرز میں داخل ہیں۔ اور جمالی طرز مظہریت اسم احمد کو چاہتا ہے۔ اور اسم احمد کا مظہر تجلی احمد موعود ہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں احمد موعود ہی کے کام کو خاص معین کر دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا ثبوت۔ اس بات کا دوسرا ثبوت کہ آیت "لیظھرہ علی الدین کلہ" خاص احمد موعود ہی کیلئے ہے اور دوسرے کسی غیر از احمد موعود کیلئے ہرگز نہیں۔ یہ ہے۔ کہ جسطرح بشارت اسمہ احمد کا علی وجہ الاتم بالفعل طور پر پورا ہونا آنحضرت صلعم کے بعث دوم پر موقوف ہے۔ اور اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم طور پر ہے۔ چھٹے ہزار کے اخیر پر موقوف ہے۔ بعینہ اسی طرح آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کا اتم اور اکمل طور پر پورا ہونا بھی آنحضرت صلعم کے بعث دوم اور چھٹے ہزار کے آخر پر ہی موقوف ہے جیسے کہ ذیل کے تقابل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) "آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی ۔۔۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت

(۱) "آنحضرت صلعم کیلئے دو بعث مقدر ہیں (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے۔ (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے۔ اور یہ دونوں

بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت مبشرا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد" تحفہ گولڑویہ ص۹۶

(۲) "آنحضرت صلعم کے بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعثت دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ . . . . ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے۔" حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۹۶

قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی۔ .... سو ایک تو وہ روز ششم تھا جسمیں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی۔ اور دوسرے وہ روز ششم ہے جسکی نسبت آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ یعنی آخری حصہ ہزار ششم" (تحفہ گولڑویہ ص۹۹)

(۳) "اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے دو منصب قائم کرتا ہے (۱) ایک کامل کتاب کے پیش کرنیوالا جیساکہ فرمایا۔ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ۔ (۲) دوسرے تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنیوالا۔ جیساکہ فرماتا ہے لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اور تکمیل ہدایت کیلئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا۔ اس لئے یہ پہلی سنت اللہ ہمیں سمجھاتی ہے۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے۔ اور وہ ہزار ششم ہے۔ ..... تکمیل اشاعت ہدایت ہزار ششم میں ہوگی" (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۰)

اس تقابل سے بتصریح اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ کہ آیت "لیظھرہ علی الدین کلہ" کا فرض منصبی خاص احمد موعود ہی کیلئے مقدر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ صحیح معنوں میں احمد موعود وہی ہو سکتا ہے۔ جو آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کے مطابق تکمیل اشاعت ہدایت کے کام کو سرانجام دیوے۔

تیسرا ثبوت ۔ اس بات کا تیسرا ثبوت کہ آیت "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"۔ خاص احمد موعود ہی کے حق میں ہے۔ اور کسی کے حق میں نہیں ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ برطبق پیشگوئی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے ایک مظہر کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی مظہر کا حسب منطوق آیت ھو الذی ارسل رسولہ کے ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت مبشرا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی الخ خاص احمد موعود ہی کیلئے ہیں۔ ایک آیت میں احمد موعود کا نام بتایا ہے۔ اور دوسری آیت میں اسکا کام بتا دیا۔ تاکہ نام اور کام ملکر دونوں احمد موعود کی مکمل علامت اور نشان کا کام دیویں۔ چنانچہ ایک حوالہ تو یہ ہے۔

"آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

دوسرا حوالہ یہ ہے:۔

"احمد خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کیلئے اور اپنے نور کے غلبہ کیلئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس وہی مظہر ہوں پس ایمان لا۔ اور کافروں سے مت ہو۔ اور اگر چاہتا ہے۔ تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ...)

احمد موعود کیلئے یہ شرط بھی ہے۔ کہ اسکا جائے ظہور ہندوستان ہو۔ کیونکہ بشارت اسمہ احمد بعث دوم کی نسبت ہے اور بعث دوم کی ضرورت اور مورد بعث دوم کے کام کو ظاہر کرنیکے لئے آیت لیظھرہ علی الدین کلہ ہے۔ اور یہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔ جبتک کہ کل ادیان مختلفہ کا ایک جگہ جمع ہونا نہ پایا جاوے۔ اور کل ادیان کا جمع ہونا بجز ہندوستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا ہے پس معلوم ہوا۔ کہ احمد موعود کا جائے ظہور ہندوستان ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"(۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جسکی طرف آیت اشارہ فرماتی ہے۔ کہ یتلو صحفاً مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ

(۲) دوسرے تکمیل اشاعت کا زمانہ جسکی طرف یہ آیت لیظھرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے اور آنحضرت صلعم کا جیساکہ یہ فرض تھا۔ کہ بوجہ ختم نبوۃ تکمیل ہدایت کریں۔ ایسا ہی بوجہ شریعت یہ بھی فرض تھا۔ کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی۔ ... لیکن تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی۔ ... اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایسے زمانہ پر ملتوی کردیا جسمیں قوموں کے باہم تعلقات ہوگئے۔ ... اس لئے آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی ضرورت پڑی۔ اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور مطابع بیتو ہیں۔ ... آنحضرت کیخدمت میں بزبان حال درخواست کی۔ کہ یا محمد رسول اللہ صلعم ہم تمام خدام حاضر ہیں۔ اور فرض اشاعت پورا کرنیکے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے۔ ... تب آنحضرت صلعم کی روحانیت نے جواب دیا۔ کہ دیکھو

میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر ملک ہند میں آؤنگا۔ کیونکہ جوش مذاہب اجتماع جمیع ادیان اور
مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱)
پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ احمد موعود کا بروز اور ظہور ملک ہند میں ہوگا۔ کیونکہ جس کام کا کرنا اس کے
لئے مقرر کیا گیا۔ یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ وہ کام اسی جگہ سر انجام دیا جا سکتا ہے۔ جہاں پر اس کام
کے مناسب حال مادہ اور ضرورت ہو۔ اور اس کام کے مناسب حال جگہ صرف ہندوستان ہی ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ احمد موعود کا ملک ہند میں ظاہر ہونا ایک شرط ہے۔ اور یہ شرط نہایت کھلے طور پر مسیح موعود میں پائی
جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ پس یہی صحیح ہے کہ احمد موعود مسیح موعود ہی ہیں نہ آنحضرت صلعم نہیں

دسواں نشان:- احمد موعود کیلئے دسویں اور آخری شرط یہ ہے۔ کہ وہ خود
بھی یہ دعویٰ کرے۔ کہ بر طبق پیشگوئی جو احمد موعود ہے۔ وہ میں ہوں۔ کیونکہ کسی پیشگوئی کا تحقق
بالخصوص اس پیشگوئی کا جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو۔ اسبات پر موقوف ہے۔ کہ وہ موعود بہات
کا خود دعوے کرے۔ کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر مدعی سست اور
گواہ چست والی مثال ثابت آئیگی۔ اور یہ جو ہم نے اس شرط کی وجہ بیان کرتے ہوئے "نبی اور رسول
کی پیشگوئی" کی قید لگائی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ دوسری پیشگوئیوں میں یہ امر ضروری نہیں ہوتا۔ کہ
بالضرور شخص موعود اسبات کا دعویٰ بھی کرے۔ کہ میں اس پیشگوئی کی مصداق ہوں۔ مثلاً دجال
کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ وہ آخر زمانہ میں ہوگا۔ اب اگر دجال معہود کیلئے یہ شرط ہو۔ کہ وہ
خود بھی دعوے کرے۔ کہ میں ہی دجال والی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ تو ایسی شرط کا پورا ہونا
ناممکن اور محال امر ہے۔ لیکن ایسی پیشگوئی جو کسی نبی اور رسول کی نسبت ہو۔ اس کیلئے یہ ضروری
ہے۔ کہ قرار دادہ موعود خود بھی اس پیشگوئی کا بالفعل یعنی کھلے کھلے طور پر مصداق ہونیکا دعویٰ
کرے۔ اب دیکھو اس شرط کے رو سے آیا آنحضرت صلعم احمد موعود قرار دیئے جا سکتے ہیں یا مسیح موعود
سنئے دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں۔ جو یہ ثابت کر سکے۔ کہ آنحضرت صلعم نے بر طبق پیشگوئی
اسمہ احمد کبھی بھی احمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہو۔ کہ میں بشارت عیسیٰ
ہوں۔ یا کسی دوسری جگہ یہ فرمایا ہو۔ کہ میں احمد ہوں۔ لیکن آپ نے کہیں اور کبھی بھی یہ نہیں فرمایا
کہ بر طبق پیشگوئی میں احمد موعود ہوں۔ اگر فرمایا ہو۔ تو پیش کرو۔ ورنہ صرف یہ کہنے سے کہ چونکہ

بشارت عیسیٰ ہوں یا یہ کہنے سے کہ میں احمد ہوں۔ آپ کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ کیونکہ ممکن تھا۔ کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو مصداق قرار دیتے۔ یعنی برطبق پیشگوئی اپنے آپ کو احمد قرار دیتے۔ کیا آپ کھلے کھلے رنگ میں مثیل عیسیٰ تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ مثیل موسیٰ تھے۔ پھر کیا آپ روحانی سلسلہ کے بالفعل بدر تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ تو شمس منیر تھے۔ پھر کیا آپ کی بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہوئی۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کی بعثت پنجم ہزار میں واقع ہوئی۔ پھر سب سے بڑھکر کیا آپ کا اسم اعظم احمد تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسم اعظم محمد تھا۔ پھر کیا آپ نے احمد موعود کے مخصوص فرض منصبی یعنی لیظھرہ علی الدین کلہ کو اپنی ذات سے پورا کیا۔ نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ برطبق پیشگوئی آپ نے احمد موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔

پس آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا۔ کہ میں احمد ہوں اس بناء پر نہیں۔ کہ گویا آپ برطبق پیشگوئی احمد تھے۔ بلکہ قرآن شریف کی اس آیت کی بناء پر ہے۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ جس کی نسبت حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں دو احمدوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور انکو اپنی نعمائے متکاثرہ میں سے ٹھہرایا ہے۔ اول احمد تو احمد مجتبےٰ اور محمد مصطفےٰ ہمارے نبی صلعم ہیں۔ دوسرا احمد۔ احمد آخرالزمان ہے جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود اللہ تعالیٰ کیطرف سے رکھا گیا۔" اعجاز المسیح ص۱۳۵

الغرض آنحضرت صلعم برطبق پیشگوئی احمد موعود نہیں۔ کیونکہ احمد موعود کا دعوےٰ کرنا اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط آنحضرت صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں حضرت مسیح موعود نے نہایت کھلے طور پر برطبق پیشگوئی احمد ہونیکا دعویٰ کیا۔ اور ایسا کیا۔ کہ جس میں کسی تاویل یا انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا۔ وہ بھی اس کے مثیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے۔ اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔" ازالہ اوہام [illegible]

دوسرا حوالہ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور عیسےٰ نے کزرع اخرج شطأہ میں وآخرین منہم والی جماعت اور انکے امام کیطرف اشارہ بھی کیا ہے۔ بلکہ اسمہ احمد کہکر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتادیا ہے اور اس مثال میں (یعنی کزرع اخرج شطأہ) ان اسبات کیطرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظہور نرم اور نازک پودے کے مشابہ ہوگا۔ سخت چیز کے مشابہ نہیں ہوگا۔

پھر منجملہ عجائب قرآن کریم کے یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے اسم احمد حکایتاً عیسےٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا اور اسم محمد حکایتاً موسیٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جاوے۔ کہ جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا۔ جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا۔ جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ جمالی نبی تھے۔ اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کیطرف اشارہ کیا ہے۔ اس نکتہ کو یاد رکھو۔ کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے۔ اور جلال اور جمال دونوں کو خوب واضح کرتا ہے۔ اور پردہ اٹھاکر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے۔ اور جب تم اسکو تسلیم کر لوگے۔ تو تم قوم کی حفاظت میں داخل ہو کر ہر ایک جال سے بچ جاؤ گے۔ اور ہر ایک گمراہی سے نجات پاؤ گے۔" [illegible]

یہ حوالہ بھی کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ پہلے حوالہ میں بتصریح اس امر کا ذکر ہے کہ برطبق پیشگوئی مجرد احمد مسیح موعود ہی ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں۔ دوسرے حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اسبات کا فیصلہ ہی فرمادیا۔ کہ حضرت عیسےٰ نے بتصریح اپنی پیشگوئی میں میرا نام احمد رکھا ہے۔ زیادہ تر یہ کہ یہ پیشگوئی خاص کر کیوں مسیح موعود ہی کیلئے ہے۔ اسکی دلیل یہ دی کہ برطبق پیشگوئی احمد وہ ہونا چاہیئے۔ جو مثیل تام حضرت عیسیٰ ہو۔ اور مثیل تام حضرت عیسےٰ مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت صلعم نہیں پس آپ نے بتصریح دعویٰ فرمایا کہ برطبق پیشگوئی میں ہی اس کا مصداق ہوں۔

تیسرا حوالہ - اس بات کی تائید میں کہ حضرت مسیح موعود نے برطبق بشارت اسمہ احمد - احمد موعود

ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ ذیل کا حوالہ ایک زبردست ثبوت ہے جو حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"غرض آنحضرت صلعم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کیطرف آیت کریمہ و آخرین منھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیساکہ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جسکا نام مجازی طور پر احمد ہے۔ جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے۔ اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہوکر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائیگا۔ یہی وہ بات ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں۔ اور اسپر نادان مولویوں نے جیساکہ انکی ہمیشہ عادت ہے۔ شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیاجاوے۔ تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

"لہذا جیساکہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

(گزشتہ سے پیوستہ)

"اور چونکہ حضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلعم کو حضرت موسےٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلعم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلادیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونیکے دونوں جوہر آنحضرت صلعم کی ذات میں موجود تھے۔" (تحفہ گولڑویہ صہ ۹۶)

اور حوالہ نمبر (الف) میں اسم جمالی ہونے پر نشان دیتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعثت دوم آخر ہزار ششم میں ہے۔ اور ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے"

اب اس سارے حوالے پر یکجائی نظر ڈالنے سے اس بات کا یقینی ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود برطبق پیشگوئی اسمہ احمد۔ احمد موعود ہونے کا صریح طور پر دعوے کیا ہے۔ اور تحقیق آپ ہی اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا اصلی اور حقیقی مصداق خیال کرتے تھے۔ اس حوالے میں تین باتیں بہت ہی قابل غور ہیں :-

(۱) کہ آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ کے یہی معنے ہیں کہ برطبق پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کے پیرایہ میں اپنی جمالی تجلی ظاہر کرینگے۔ گویا اس پیشگوئی کا بالفعل اور کھلے کھلے طور پر مصداق مسیح موعود ہے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲) بشارت اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے دوسرے بعثت کی نسبت ہے۔ اور دوسرا بعث مسیح موعود پر موقوف ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود نہایت کھلے کھلے طور پر یقیناً اس پیشگوئی کو اپنے ہی حق میں یقین کرتے تھے۔

(۳) حوالہ نمبر ت میں اس بات کو بہت ہی واضح کر دیا کہ اس پیشگوئی کا اصل اور بالفعل مصداق میں ہی ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بالقوہ اور مخفی مصداق ہیں۔

(۴) حوالہ نمبر ج میں اس بات کو سب سے زیادہ واضح کر دیا کہ اسم احمد کی تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ بعثت دوم ہے۔ اور بعثت دوم چھٹے ہزار کے اخیر میں ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں بشارت اسمہ احمد کا اکمل اور اتم مظہر اعظم اور مصداق مسیح موعود ہے۔

تبلیغ رسالت جلد اول
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے [illegible]
[illegible] اشتہارات [illegible]
[illegible] جلد اول [illegible]
[illegible]
[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی مشہور دوائیوں کا اشتہار

تار کا پتہ برمن

جینا کیا ہے۔ جو ایک دوسرے کو آرام نہ پہونچا سکے اسی خیال پر ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیاں بنی ہیں۔ اور انکو انمول فائدے کے حساب سے بہت سستی بکتی ہیں

ٹیلیفون نمبر ۵۵

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور ہیضہ		بین ہیلر اندرونی		درد سر کی دوا	۶؍	امراض دندان	۴؍
کی دوا	۴؍	اور بیرونی درد	۱۲؍	طاعون کی گولیاں		پیپرمنٹ کاسٹ	۶؍
دمہ کی دوا	عہ ۴؍	کی دوا		بڑی ڈبیہ	۱۲؍	روغن پیپرمنٹ	۱۰؍
بخار کی دوا		کھانسی کی دوا		طاعون کی گولیاں		روغن ریڈی	۶؍
شیشی کلاں	۱۲؍	شیشی خورد	۸؍	چھوٹی ڈبیہ	۸؍	روغن صندل	۶؍
بخار کی دوا شیشی خورد	۸؍	کان بہنے کی دوا	۴؍	عرق پودینہ		روغن اجوائن	۶؍
سالسہ خون صاف		داد کا مرہم	۵؍	بدہضمی کی دوا	۸؍	روغن سونٹھ ادرک	۸؍
کرنے کی دوا	عاہ؍	زخم دھونے کی ٹکیہ	۱؍	کلورو ڈائن		روغن سونف	۴؍
سینی لائن خون		مقوی گولیاں	عہ؍	پیچش کی دوا	۶؍	روغن دارچینی	۶؍
بند کرنے کی دوا	عہ ۴؍	بھگانے ملیریا بخار		لال شربت بچوں		روغن لونگ	۴؍
کو ابا ماٹک طاقت کی دوا	عہ؍	کی گولیاں	۴؍	کی طاقت کی دوا	۱۲؍	روغن لیمو	۴؍
گھیگھا کے لگانے کی دوا	۴؍	کونین کی ٹکیہ	۸؍	خارشت کھجلی کی دوا	۸؍	روغن الائچی	۶؍
گھیگھا کے کھانے کی دوا	۱۲؍	بدہضمی اور بدہضمی کے		امراض مستورات		لیونڈر	۶؍
کھانسی کی دوا شیشی کلاں	عہ؍	دست کی گولیاں	عہ ۴؍	کی دوا	عہ ۴؍	نمونہ کا بکس	عہ ۸؍

Digitized by Khilafat Library

یہ کارخانہ چونتیس سال سے ہندوستان میں جاری ہے۔ مفصل حالات کی فہرست مفت منگا کر دیکھیے

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ تاراچند دت اسٹریٹ نمبر ۵ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
تلبیس ابلیس	۱ - ۱۹	(ن م) احمدی خاتون شملہ
چیستان مرزا کا جواب		
سالار شیعہ احمدی	۱۹ - ۲۹	منشی خادم حسین صاحب بھیروی
کیا وید ازلی ہیں	۳۰ - ۳۲	” فضل حسین صاحب قادیانی
ابطال کفارہ	۳۳ - ۳۶	مولوی جلال الدین صاحب سیکھوانی

قیمت سالانہ عوام سے عہ/ طلباء سے عہ غیر ممالک سے ۔۔

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

عرض حال

اکتوبر کے مہینے میں جنگی بخار کا زور رہا۔ اس لئے قریباً سب فارز کے کاروبار میں اختلال آیا۔ ضیاء الاسلام پریس جس میں یہ رسالہ چھپتا ہے ۱۰/ اکتوبر کے بعد صرف ایک دو دن کے سوا ۲۷/ اکتوبر تک نہیں چل سکا۔ اور خاکسار مع تمام اہل و عیال سخت بیمار ہو گیا۔ لیکن جب ذرا افاقہ ہوا۔ تو سب سے پہلے رسالہ کی فکر کی۔ اور اس حالت میں کہ میں چارپائی پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اس کا مضمون کاتب کے سپرد کیا تا کہ کسی طرح اس کی گذشتہ سات سالہ خصوصیت (کہ باوجود اپنا مطبع اور فنڈ میں کافی روپیہ نہ ہونے کے ٹھیک وقت پر شائع ہو جاتا ہے) میں فرق نہ آئے۔ اب یہ آخری کاپی ہے۔ اور خدا کے فضل پر امید ہے کہ وقت پر نکل جائیگا۔ گو حجم سے زیادہ صفحات دینے اور مقررہ وقت پر بلا ناغہ (ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصنیف کا حکم رکھتے ہیں) اشاعت کے اعتراف کے باوجود میرے احباب نے کبھی عملی شکریہ ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ یعنی اتنا بھی نہیں کیا کہ کم از کم ایک ایک خریدار اور دیدیں تا کہ جتنا خرچ سالانہ رسالہ کا ہے وہ تو نکل آئے موجودہ حالات تو اسی کے متقاضی ہیں کہ رسالہ بند ہو جائے۔ لیکن کوشش یہی ہے کہ خلیفہ ثانی مسیح موعود حضرت محمود نے جس کام کی بنیاد رکھی ہے وہ جاری رہے

نبوت مسیح موعود

حکیم محمد الدین صاحب گوجرانوالہ نے ایک پمفلٹ مضمون مندرجہ عنوان پر شائع کیا ہے جس میں زبردست حوالے اثبات نبوت مسیح موعود کے ہیں۔ اور آخر میں مولوی محمد علی صاحب کے بعض حوالوں کی حقیقت اور کمزوری واضح کی ہے یہ ٹریکٹ احباب کو چاہئے کہ خوب شائع کریں حکیم صاحب سے ایک روپیہ کے دس اور ۲/ رسالہ کے حساب منگوالیں ؛

پیغام امام

حضرت مسیح موعودؑ کے لدھیانہ کے ایک لیکچر کو منشی فخرالدین صاحب ملتانی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جو ثبوت دعوے میں جامع اور نہایت مؤثر ہے۔ احباب ۲/ جلد کے حساب سے منگوالیں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء

ایک احمدی فاضل کے قلم سے

تلبیس ابلیس

چیستان مرزا کا جواب

خداوند کریم کی یہ سنتِ قدیمہ ہے کہ وہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے انبیاء مبعوث فرماتا ہے فسق و فجور اور دنیاوی معاملات میں بیحد انہماک اللہ تعالیٰ کی آخری حجت کے پورا ہونے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ انبیاء اپنی صداقت لوگوں سے منوانے کیلئے روشن اور واضح دلائل لیکر آتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو دنیا پر کیڑوں کیطرح مرتے اور فطرت کے نہایت گندے ہوتے ہیں ان واضح نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ مرسلان ربانی پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگاتے ہیں۔ اور دنیا کو گمراہ کرنیکا شیطانی کام اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ اور یہی کام ہے جسے ہم تلبیس ابلیس کہتے ہیں۔ اس ہمارے زمانہ میں وہ تمام حالات جمع تھے۔ جو نزول انبیاء کے مقتضی ہوتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت قدیمہ و وعدہ نبی صلعم کے موافق اصلاح خلق کیلئے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اس مقبول خدا نے علی الاعلان فرمایا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں جس کے آنیکی خبر قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ اور جس کو سرور انبیاء محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے معزز لقب سے یاد کیا۔ اور اسکو اپنا سلام کہا ہے۔ پھر اس مقبول خدا نے اپنے اس دعوے کو سینکڑوں ہزاروں دلائل کیساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ امر واقع ہے۔ کہ اسقدر بکثرت عظیم الشان نشانات دکھائے کہ بجز خاتم النبیین صلعم کسی سے اتنے نشانات ظاہر نہیں ہوئے۔ مگر افسوس کہ بدفطرت لوگوں نے آپ کو بہت ستایا۔ اور طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ وہی خدا کا نبی جو انکا محسن و مربی تھا۔ اسی کو انہوں نے اپنا دشمن تصور کیا۔ خیر ایسا ہونا پہلے ہی سے مقدر تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو سرور انبیاء کا یہ قول مقدس کیونکر پورا ہوتا۔ کہ ایک وقت آئیگا جبکہ میری امت یہود کے قدم بقدم چلیگی۔ سو جو سلوک یہود نے اپنے مسیح سے کیا اسی کی مانند اس زمانہ کے یہود خصلت علماء نے مسیح موعود کے ساتھ کیا۔ اور اسقدر ظلم کیا کہ الاماں تقریروں و تحریروں میں اسقدر جھوٹے الزامات تراشے جو کسی سچے مسلمان سے ایسا ہونا محال ہے۔ اسکا ایک ثبوت اسوقت ایک امرتسری مولوی کی مایہ ناز تحریر سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر اہلِ انصاف خود دیکھ لے۔ کہ مامورانِ الٰہی کے مخالفین کسطرح دھوکہ دہی میں مظاہر ابلیس بنجاتے ہیں۔ یہ مضمون جس کے جواب پر میں نے ابھی بفضلہ تعالیٰ قلم اٹھایا ہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء کا شائع شدہ "چیستانِ مرزا" ہے۔ مگر ہماری نظر سے یہ تھوڑے ہی دن ہوئے گذرا ہے۔ جبکہ مولوی ثناءاللہ شملہ آیا۔ اور یہ چیستان عام طور پر تقسیم کیا گیا۔

ہر وہ شخص جس کو مولوی صاحب کی ناجائز چالوں کا علم نہیں حیرت زدہ ہوگا۔ کہ یہ کیا "چیستان" ہے۔ جس پر انہوں نے انعامی چیلنج بھی دیدیا ہے۔ مگر ہم کو یہ مضمون پڑھکر ذرا بھر حیرانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب پبلک کو دھوکہ دینے اور اور ناجائز مغالطوں میں ڈالنے میں ایک بڑے مشاق ہیں۔ اور اسی مطلب کیلئے ان کے اکثر مضامین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف نکلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے پہلی دفعہ سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک چیستان شائع کیا۔ اور اس کے جواب لکھنے پر پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج بھی دیا۔ جس کا جواب جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے مدلل و مسکت شائع کر دیا۔ اور انعامی کے فیصلہ کیلئے "انجمن اصلاح المسلمین" میں اس امر کے پیش کئے

جانے کیلئے مشورہ دیا۔ تو امرتسری مولوی نے یہ کہکر کہ عدالت انگریزی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچادیا۔ کہ ہماری مخالفت کرنے میں انکی نیت صرف یہی ہے۔ کہ پبلک کو دہوکہ دیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدظن کیا جائے۔

یوں تو مولوی صاحب نے اس ٹریکٹ کو تین سو روپیہ کے انعام کے وعدہ پر شائع کیا ہے۔ جسمیں سے دو سو روپیہ جماعت مبائعین کیلئے ہے اور ۱۰۰ روپیہ غیر مبائعین کیلئے ہے۔ بشرطیکہ جواب تاریخ اشاعت مضمون مذکور سے پندرہ دن تک شائع ہوجاتا۔ مگر ہماری غرض چونکہ حصول انعام نہیں۔ بلکہ دجل ثنائی کو حربہ مسیحی سے پاش پاش کرکے دکھانا ہے۔ تاکہ طالبان حق کیلئے ہدایت کی راہ کھلجائے۔ اور خود مولوی ثناء اللہ کو بھی اپنے علم و عقل کا اندازہ ہوجائے۔ اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں آئندہ بے سمجھی سے اختلاف پیش کرکے شرمندہ ہونے سے اپنے آپ کو بچالے۔ اس لئے محض للہ مضمون مذکور کا جواب لکھا جاتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بنیادی غلطی

مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کا سنہرا اصول جو ہر ایک عقلمند کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے۔ کہ الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یعنی کسی کلام میں اختلاف اور تضاد کا ہونا اُسے الہامی درجہ سے گرانے کو کافی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے کلام میں یوں تو بہت سے مقامات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سن وفات کے متعلق خود ان کے الہامات یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے"۔ چیستان مرزا صہ ۳

ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ اصول قرآنی بالکل صحیح اور درست ہے۔ مگر آپنے تو کہیں بھی اپنے چیستان میں حضرت صاحب کے کلام کو اس اصول کے ماتحت متضاد ثابت نہیں کیا۔ بات تو تب بنتی جب آپ ایکطرف حضرت صاحب کی الہامی عبارت پیش کرتے اور پھر دوسری طرف الہامی عبارت ہی پہلی عبارت کے خلاف پیش کرتے۔ مگر آپنے ایسا نہیں کیا۔ پس یہ آپکی اصولی غلطی ہے۔

اور اسیطرح جتنے خلاصے آپ نے نکالکر پیش کئے ہیں ان میں کوئی بھی صحیح نہیں۔ جیسا کہ آگے چلکر دکھایا جائیگا۔

سب سے نرالا اختلاف

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ یہ سب سے نرالا اختلاف ہے۔ اب جبکہ ہم بفضلہ تعالٰے یہ ثابت کر دینگے۔ کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف نہیں۔ تو پھر اس نرالے اختلاف کا فیصلہ ہونیکے ساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا۔ کہ جب سب سے نرالا اختلاف بھی دراصل کوئی اختلاف نہیں۔ تو دوسرے معمولی اختلافات جنھیں مولوی صاحب پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ بھی مولوی صاحب کی اپنی ہی کوتاہ فہمی ہے نہ کچھ اور۔

علمی غلطی

پھر مولوی صاحب چیستان کے اختلاف کو نرالا ثابت کرنیکے لئے فرماتے ہیں کہ "کیونکہ یہ مرزا صاحب کی تاریخ بعثت اور سنہ وفات کے متعلق خود ان کے الہاموں یا الہامی نتیجوں میں پایا جاتا ہے" چیستان مرزا صہ ۲

اس لفظ بعثت سے مولوی صاحب نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب اس کے معنی ہی سمجھ نہیں سکے۔ کیونکہ وہ بعثت کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا کیطرف سے مامور یا ملہم ہونا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ وہاں مولوی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے خدا جانے مولوی صاحب کی عقل وفہم کو مضمون لکھتے وقت کیا ہو گیا تھا۔ کہ ایسی خطرناک غلطیاں کی ہیں۔ جو ان کے علم کی نہایت صفائی سے پردہ دری کر رہی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ ان ذلتوں کا ایک اثر ہے۔ جو اسوقت سے مولوی صاحب کے حصہ میں آئی ہوئی ہیں۔ جب سے "نزول المسیح" شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ اگر شرف مکالمہ ومخاطبہ پانا اور مامور ومبعوث ہونا ہم معنے ہے۔ تو ان بیشمار مقربان الٰہی کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ جو خدا تعالٰے کیطرف سے مامور ومبعوث تو نہ تھے۔ مگر شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکے تھے۔ اور غالباً جنھیں سے بعض کو مولوی صاحب بھی ولی اللہ اور ملہم من اللہ یقین کرتے ہونگے۔ اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی ایسے وجود مقدس ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے خدا تعالٰے سے مکالمہ ومخاطبہ پانیکا شرف حاصل کیا۔ مگر وہ ملہمین مامور ومرسل نہیں تھے۔ تو پھر مولوی صاحب کو چاہیئے۔ کہ اپنی اس

علمی غلطی کو ندامت کے ساتھ واپس لے لیں۔

اب ہم وہ عبارتیں دیکھتے ہیں۔ جو مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی ٹریکٹ اور انہی عبارتوں سے یہ ثابت کرینگے کہ حضرت صاحب کی کلام میں اختلاف اور تضاد نہیں۔ بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مولوی صاحب کی بدظنی اور سوءِ فہم کا نتیجہ ہے

پہلا اختلاف مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پہلا اختلاف اس طرح پیش کیا ہے:۔

"چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے۔ ایک یہی منشاء ہے۔ کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے۔ تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کیطرف توجہ دلائی گئی۔ کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونیوالا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے۔ غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ۱۳۰۰ ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں" (ازالہ اوہام ص ۱۸۵)

اس عبارت میں صاف دعویٰ ہے۔ کہ میری بعثت سنہ ۱۳۰۰ھ پورے ہو جانے پر ہوئی تھی جیسا کہ پھر اسی کی تائید میں مولوی صاحب نے تریاق القلوب ص ۶۸ و ص ۱۵۸ اور تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۷ کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے۔ کہ:۔

نتیجہ "یہ سب حوالجات بیک زبان مظہر ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت سنہ پورے ۱۳۰۰ھ ہونے کے بعد چودہویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی تھی"

اس نتیجہ کی صحت میں نہ ہمیں کلام ہے۔ اور نہ مولوی صاحب کو لیکن اس کے خلاف مولوی صاحب نے مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کی ہے۔

یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اسکو خدا تعالےٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا" حقیقۃ الوحی ص۱۹۹

یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت تیرھویں صدی ہجری کے اندر خاتمہ سے دس سال رہتے ہوئے ہوئی۔ چیستان ص۴

یہاں مولوی صاحب کی فضیلت اگی پگڑی جہالت کے گڑھے میں ایسی گری ہے۔ کہ فضلاء تو ایک طرف ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اٹھیگا۔ کہ بلاشبہ یا تو مولویصاحب جاہل ہیں نہ فاضل۔ یا یہ کہ مسیح موعود کی دشمنی کیوجہ سے نہ صرف فاضل کا ایمان ہی سلب ہو چکا ہے۔ بلکہ علم و عقل ہی ضائع ہو چکے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں۔ کہ میں ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ لیکن مولوی صاحب نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہو چکے تھے۔ مولوی صاحب کیا الہام پانا اور مامور ہونا ہم معنی ہے۔ اور کیا تمام ملہمین جو امت محمدیہ میں گذرے ہیں۔ وہ مامور تھے۔ اگر نہیں تو کسقدر یہ شرمناک غلطی ہے۔ کہ محض الہام پانے کا نام آپ ماموریت رکھتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ آپ اس سے بیخبر نہیں۔ کہ صاحب الہام ہونا اور بات ہے۔ اور مامور ہونا اور۔ کیونکہ امت محمدیہ میں لاکھوں کروڑوں ملہم ہو گذرے ہیں۔ جو مامور من اللہ نہ تھے۔ پس آپ کا زمانہ الہام کو ماموریت قرار دینا محض دھوکہ دہی یا جہالت کا باعث ہے۔ ورنہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۹ - ۲۰۰ پر تو حضرت مسیح موعود نے کھولکر بتایا ہے۔ کہ ماموریت کا زمانہ الہام سے بعد کا ہے۔ مولوی صاحب بجائے حضرت صاحب کی تحریروں میں اختلاف ثابت کرنے کے یہاں حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کا اختلاف اپنے اوہام باطلہ کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں۔ جو ان کے الزامات کے ابطال پر ایک زبردست شہادت ہے۔ ورنہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ جس طرح روح القدس اور ابلیس دو متضاد چیزیں ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا منشا رشائی اوہام کے مخالف ہے۔ اور اس کے ثابت کرنے کی مولویصاحب کو کوئی ضرورت نہ تھی۔

یہاں مولویصاحب نے پہلے تو نتیجہ غلط نکالا ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے۔ اور پھر حماقت یہ کی ہے۔ کہ اس کے خلاف ازالہ اوہام سے مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہیں

دوسرا اختلاف

"حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے۔ کہ مسیح موعود اُس وقت دنیا میں آئیگا۔ جبکہ علم قرآن دنیا پر سے اُٹھ جائیگا۔ اور جہل شیوع پائیگا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کیطرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے۔ لو کان الایمان معلقا عند الثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے۔ جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔ کہ کمال طغیان اسکا اس سنہ ہجری میں شروع ہوگا۔ جو آیت وانا علٰی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے۔ یعنی ۱۲۷۴ھ۔"

ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۵۶

"یہ عبارت صاف کہتی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی یا ہونی چاہیئے تھی۔ یعنی تیرہویں صدی کے ختم ہونے سے پورے چھبیس سال پہلے"۔ چونکہ مذکورہ بالا غلط نتیجہ نکالکر مولویصاحب نے اسکی صحت پر ایک ایسی عبارت بطور دلیل پیش کی ہے۔ جو بجائے ثبوت ثنائی صریح طور پر ازالۂ اوہام ثنائی کرنیوالی ہے۔ مولویصاحب کا اس دلیل کو پیش کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک شخص رات کا ثبوت دینے کیلئے کہے۔ کہ دیکھو اسوقت رات ہے۔ کیونکہ آفتاب نکلا ہوا ہے۔ اور اسکی روشنی کے باعث تاریکی کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔ لیکن عقلمند ایسے شخص کو مجنون یا انداہا ہی خیال کریں گے۔ بہرحال وہ عبارت جسے مولوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ یہ ہے:۔

"اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنیکی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے۔ بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں۔ اور آیت وانا علٰی ذھاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ جسمیں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔" ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵

نتیجہ ثنائی یہ دو حوالے متفق ہیں۔ کہ مرزا صاحب کی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ھ

یعنی تیرھویں صدی کے خاتمہ سے چھبیس سال پہلے تھا" چیستان صہ ۵

پہلی عبارت کے معنی

افسوس ہے! کہ مولوی صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مولویت کی ہی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ پہلی عبارت ازالہ اوہام صہ ۱۸۵ میں حضرت صاحب نے یہ کہاں کہا کہ میں ۱۲۷۴ھ میں مامور کیا گیا ہوں۔ اس عبارت میں تو حضرت صاحب صرف یہ بیان فرمار ہے ہیں۔ کہ جن حالات میں مسیح موعود کا نازل ہونا ضروری ہے۔ ان حالات کا آغاز ۱۲۷۴ھ میں شروع ہو گیا۔ اب رہا آپ کا خیال کہ "ہونی چاہیئے تھی" تو یہ نہ کوئی الہامی عبارت ہے۔ اور نہ کسی الہامی عبارت کا نتیجہ۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کا اپنا محض غلط خیال ہی ہے۔ جس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔

دوسری عبارت کا مطلب

دوسری عبارت صہ ۱۸۶ کا نتیجہ نکالنے میں کہ حضرت صاحب ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے رہا تو مولوی صاحب نے دہوکہ کھایا ہے۔ یا دہوکہ دینے کی کوشش کر کے پھر اپنی فاضلیت اور مولویت کو بٹہ لگایا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ پبلک کو دہوکہ دینے کیلئے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ ورنہ یہ بات کہ فضیلت پر ناز کرنیوالا اخبار کا ایڈیٹر ایسی صاف اور نہایت سیدہی عبارت کا مطلب سمجھ نہ سکے قابل تسلیم نہیں۔ خیر اگر وہ واقعی اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے تو ہم اُن کو اپنے الفاظ میں سمجھائے دیتے ہیں۔ سنیئے۔

اس عبارت میں حضرت صاحب یہ بیان فرمارہے ہیں۔ کہ قرآن شریف اور بہت سے اولیاء نے اپنے مکاشفات کی رو سے مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔ اور مسیح موعود کے مامور ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ جسطرح سلخ کی راتوں میں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسیح موعود کے نکلنے سے پہلے روحانیت کی روشنی بالکل گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائے۔ اور وہ تاریکی اسبات کی بشارت دے۔ کہ اب عنقریب اسلامی چاند نکلیگا۔ مسیح موعود یعنی اسلامی چاند کے نکلنے سے پہلے چونکہ اس زمانہ کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے حضرت اقدس مرزا صاحب

فرماتے ہیں۔ کہ آیت وانا علیٰ ذھاب بہ لقادرون اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے سلو روحانیت کی روشنی ۱۲۷۴ھ میں گم ہو کر سلخ کی راتوں کے مشابہ ہو جائیگی۔ اور اسکا کمال طغیان ۱۲۷۴ھ سے شروع ہو گا اور اسکا خاتمہ مسیح موعود کے ظہور سے ہو گا مسیح موعود کا ظہور کب ہو گا۔ اس کے متعلق صرف فرمایا کہ سلخ کی راتوں میں دہی کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے۔ جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔ احمد غلام احمد قادیانی کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہوتے ہیں جس سے ۱۲ جیسا کہ پہلے مطابق تحریر ازالہ اوہام آپ خود ہی لکھ چکے ہیں بس ان عبارتوں سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ اسلامی چاند یعنی مسیح موعود کا وقت ظہور ۱۳۰۰ھ ہے۔ اور پہلی عبارتوں کیساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوئے یا ہونا چاہیئے تھا۔ سراسر غلط ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوتے تو ۱۲۷۴ھ والا زمانہ سلخ کی راتوں کے مشابہ نہ تھا۔ بلکہ چاند کی راتوں کے مشابہ ہوتا۔ اور یہ حضرت صاحب کی منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ فضیلت مآب امرتسری سے ایسی بدیہی غلطیاں کسطرح سرزد ہوئیں۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا سے جنگ کرنیوالوں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ ہاں منکرین مسیح موعود کیلئے یہ حیرت کی بات ہوگی۔ کہ ان کا مولوی خود ہی تو لکھتا ہے۔ کہ :-

---

"سلخ کی راتیں قمری مہینہ کی آخری راتوں کو کہتے ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے"

حاشیہ چیستان صہ ۹

پھر خود ہی اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کو ہلالی چاند کی طلوع کی راتیں قرار دیتا ہے۔ شاید مولوی صاحب کے علم میں "سلخ کی رات" کے معنی "طلوع کی رات" کے ہوں۔ کیونکہ انکا قول ہے۔ کہ مرزا صاحب اگر دن کو دن کہیں تو مجھے شبہ پڑ جاتا ہے۔ کہ کہیں رات نہ ہو۔ غالباً اس حد سے بڑھی ہوئی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ مولوی صاحب رات کو دن قرار دے رہے ہیں۔ ورنہ بات اوپری ہوئی اور واضح ہے مگر

یتخبطہ الشیطٰن من المس

کا نتیجہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ظلمت کا نام نور رکھتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ نظر کہاں سے آئے جبکہ آپ کو آفتاب صداقت سے دشمنی ہے۔ اور مرض تعصب کے باعث

آنکھیں اپریشن کی محتاج ہیں۔ مولوی صاحب نے بزعم خود جو اختلاف ثابت کیا ہے۔ وہ انکے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

چیستان اوّل کا خلاصہ

"پس اسوقت مرزا صاحب کے تین بیاں پبلک کے سامنے ہیں۔ (۱) سنہ ۱۳۰۰ھ پورے تیرہ سو ہونے پر (۲) تیرھویں صدی سے دس سال رہتے ہوئے سنہ ۱۲۹۰ھ میں۔ (۳) تیرھویں صدی کے پورے چھبیس سال رہتے ہوئے سنہ ۱۲۷۴ھ میں آپ مبعوث ہوتے۔ ان تینوں بیانات میں جو اختلاف ہے۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں" چیستان ص ۹۔

کوئی اختلاف نہیں ہے

ہم یہ بات بخوبی ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ان بیانات میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ مولوی صاحب کی کج فہمی ہے جس عبارت سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضرت صاحب سنہ ۱۲۹۰ھ میں مامور ہوئے وہاں ماموریت کا قطعاً ذکر نہیں۔ بلکہ وہاں حضرت صاحب شرف مکالمہ و مخاطبہ پانیکا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور جن عبارات سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں سنہ ۱۲۷۴ھ میں مامور ہوئے۔ وہاں واضح طور پر مذکور ہے کہ کمال طغیان جو ظہور مسیح موعود کا باعث ہے۔ اسکا آغاز سنہ ۱۲۷۴ھ میں ہوا۔ اور یہ زمانہ سلخ کا زمانہ تھا جس میں اسلامی چاند کے نکلنے کی اشارت پوشیدہ تھی۔ اور طلوع چاند کا وقت غلام احمد قادیانی کے حروف میں اعداد جمل کے طور پر پایا جاتا ہے۔ جو پورے تیرہ سو ہیں پس ان تینوں بیانات میں کوئی اختلاف نہیں۔

چیستان دوئم

دوسرا چیستان مولوی صاحب نے سنہ وفات مسیح موعود کے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے متعلق اختلاف ثابت کرنے کیلئے جو حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اُنکی طرف توجہ کرتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بھی مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر مولوی صاحب عقل و علم سے کام لیتے۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ حضرت صاحب کی تصریحات کے خلاف اس غلط مفہوم کو حضرت مرزا صاحب کا منشا قرار دیکر انکی طرف منسوب کرتے۔ سب سے پہلے مولوی صاحب نے حقیقۃ الوحی سے ایک عبارت نقل کی ہے جو یہ ہے:۔

دانیال نبی کی پیشگوئی

"آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال نبی تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔" صفحہ ۱۹۹

اس عبارت سے مولوی فاضل نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ:-

"اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دانیال نبی نے مسیح موعود (جس سے مراد خود مرزا صاحب ہیں) کی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ میں بتلایا ہے۔ اور مرزا صاحب کا الہام بھی دانیال نبی کی تائید کرتا ہے۔ کہ واقعی مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرماوینگے"

چیستان صفحہ ۹

مولوی فاضل نے یہاں بھی سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور منہ کے بل گرے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب تو صرف یہ لکھتے ہیں کہ دانیال نبی کا بیان ہے۔ کہ مسیح موعود کا آخری زمانہ ۱۳۳۵ھ تک ہے جو خدا تعالےٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے کہ جسمیں مسیح موعود کی عمر ۸۰ سال کے قریب بیان کیگئی ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ دانیال نبی نے آخری زمانہ مسیح موعود کا ۱۳۳۵ھ بیان کیا ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالےٰ کا الہام بھی یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب کی وفات ۱۳۳۵ھ میں واقع ہوگی کیونکہ اسمیں حضرت صاحب نے مشابہ کا لفظ فرمایا ہے۔ اور مشابہ کے معنے سمجھنے کیلئے حضرت صاحب کی یہ عبارت فیصلہ کرنیوالی ہے۔

"اسقدر قلیل مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱)

غرض دانیال نبی کی پیشگوئی کو حضرت صاحب کے الہام سے جو مشابہت ہے۔ تو وہ وقت قرب زمانہ کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دانیال نبی کی پیشگوئی کا صرف یہی مفہوم ہے۔ کہ مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۳۵ھ کے اندر اندر ہے۔ کیونکہ دانیال نبی کے الفاظ یہ ہیں۔

"مبارک ہے وہ جو ۱۳۳۵ تک آتا ہے"

اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ انہی دو حدوں کے اندر ہے۔ پس یہ بجائے اعتراض کے صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود کا الہام اور آپ کی وفات

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"اب ہم مرزا صاحب کے الہامی الفاظ ان کی عمر کے تعلق سناتے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں۔ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے:

"میں خدا تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا"

اس الہام کی خوبی اور لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت پر کوئی صاحب اعتراض کریں۔ تو ہم انکو جواب نہ دینگے۔ بلکہ مولانا جامی مرحوم کا شعر سنا دینگے:

مستان منطق الطیر ست جامی لب ببند
جز سلیمانے نہ شاید فہم ایں گفتار را

مولوی صاحب کا قرآن پر حملہ

حضرت مرزا صاحب کے اس الہام میں یا-یا کے لفظ کیوجہ سے مولوی صاحب نے اس کی لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت کا اعتراض کرکے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر معترض نہیں۔ بلکہ انکی آڑ میں تمام کتب سماوی خصوصاً قرآن پاک پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ ایسے محاورات قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ جیسے فرمایا۔ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اگر ہم چاہیں تو ہمیں سے جو ہم نے تجھکو وعدہ دیا ہے۔ کچھ حصہ دکھا دیں یا تجھکو وفات دے دیں) اور سَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (ہم نے اسکو یعنی حضرت یونس کو بھیجا ایک لاکھ آدمیوں کیطرف یا ایک لاکھ سے زیادہ کیطرف) ہاں یہ ٹھیک ہے کہ منکر الٰہی بولیوں کو مستان الٰہی ہی سمجھتے ہیں۔ اور مولوی ثناءاللہ جس نے نہ تو کبھی کسی آسمانی آواز کو سنا تھا۔ اور نہ مستان الٰہی کے رازوں سے آشنا تھا جب اس نے ایک مست اور مقرب الٰہی کی آواز کو سنا۔ تو اسپر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اسلئے ہم مولوی صاحب سے کہینگے

اے مردہ دل مکوش پئے ہجو اہل دل
جہل تو مستست نہ فہمی کلام شاں

چونکہ یہاں اصل بحث صرف الہامات میں اختلاف و عدم اختلاف ہے اسلئے مولوی صاحب کے

Digitized by Khilafat Library

ضمنی سوالوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ورنہ خدا کے فضل سے انکے لفظ لفظ کا جواب موجود ہے۔

تریاق کی عبارت کا مطلب

مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے "یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صـ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونے پر آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پس الہام مذکور (مندرجہ تریاق القلوب صـ۶۸) کا درجہ کم سے کم پچھتر سال ہیں۔ تو آپ کے الہام اور دانیال نبی کے کشف میں ٹھیک مطابقت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب چالیس سال کے تھے۔ اور تیرہ سو پینتیس ہجری میں پچھتر سال کے جو بالکل حسب الہام (مندرجہ تریاق القلوب) طابق النعل بالنعل (عین بعین) ٹھیک ہے"۔ چیستان محمدیہ

مولوی صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صـ۹۸ پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر آپکی عمر پوری چالیس سال کی تھی محض غلط ہے۔ اور تاکہ بحث میں طوالت نہ ہو۔ اور ناظرین خود ہی اصل حقیقت کو سمجھ لیں۔ ہم اصل عبارت ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وھو ہذا:-

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خداوند تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا"

اور یہ بات بحوالہ حقیقۃ الوحی صـ۱۹۹ پہلے گذر چکی ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں حضرت صاحب کی عمر چالیس سال کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کو جو غلطی لگی ہے۔ تو وہ تریاق القلوب کے مذکورہ بالا الفاظ کے بعد ہی مندرجہ ذیل عبارت کے باعث ہے:-

"اور یہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سرا بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا۔ کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے"

غالباً مولوی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ عمر کے چالیس سال پورے ہونے کیساتھ ہی صدی کا سرا پہنچا۔ مگر یہ یہاں سے ثابت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہاں چالیس برس کی عمر میں پہلے

مکالمہ و مخاطبہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ بلا شبہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا۔ جیسا کہ پہلے گذرا اور علاوہ ازیں الہامات مسیح موعود براہین احمدیہ میں موجود ہیں۔ وہاں سے اور دوسری کتابوں سے صاف ثابت ہے۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں سلسلہ الہام شروع ہوا۔ اور اسوقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر قریباً دس سال بعد آپ کو الہام ہوا۔ کہ آپ مجدد ہیں۔ جیسا کہ تحریرات مسیح موعود میں واضح طور پر مذکور ہے۔ پس تریاق القلوب کی زیر بحث عبارت کا صرف یہ منشا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو چالیس برس کی عمر میں الہامات کے شروع ہونیکے بعد جب صدی کا سر آپہنچا تب الہام ہوا۔ کہ تو ہی اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ چنانچہ اس الہام کی تاریخ براہین احمدیہ میں مارچ سنہ ۱۸۸۳ء درج ہے۔ اور سنہ ۱۸۸۳ عیسوی سنہ ۱۳۰۰ ہجری کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں اگر سنہ ۱۲۹۰ھ میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تو اسکا یہ منشا ہوگا۔ کہ تیرھویں صدی ختم ہونیکو ہے۔ اور چودھویں شروع ہونیکو ہے اور بس۔ پھر جب واقعی چودھویں صدی شروع ہوئی تب مجددیت کے منصب پر مامور کئے جانے کا الہام ہوا۔ تریاق القلوب کی عبارت کا یہی منشا ہے۔ جو واقعات کے مطابق ہے۔ چیستان میں مولوی صاحب نے بہت سا تمسخر سے بھی کام لیا ہے۔ مگر دراصل حضرت مرزا صاحب کی آڑ میں خدا تعالےٰ پر تمسخر کیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

ثنائی تمسخر

"ہاں بڑے سے بڑا اعتراض کوئی کرسکتا ہے۔ تو یہ کرسکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لیگئے کیونکہ آپ کا انتقال سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یعنی کل نو سال پہلے۔ سو یہ کوئی اعتراض نہیں۔ اسکا جواب یہی ہے۔ مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کی طرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سر مو ادھر اودھر نہ کرسکیں اسلئے جب آپکا جی چاہا تشریف لیگئے۔ کسی کو اسپر اعتراض کرنیکا کیا حق ہے؟" چیستان صـ۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ عین اسیوقت تشریف لیگئے۔ جسوقت تشریف لیجانے کیلئے حضرت صاحب نے علیم و خبیر کیطرف سے

خبر پاکر بتلایا ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے اپنے الہام کے مطابق ۸۰ سال سے کچھ کم یعنی ۷۵-۷۶ سال کی عمر پائی۔ اور آپ کے الہام اپنی وفات کے کے متعلق اسقدر کثرت سے تھے۔ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے ایک رسالہ الوصیت شائع کیا جسمیں آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی موت کے متعلق اسقدر شہرت اور تواتر سے الہامات ہوئے۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اپنے اسی رسالہ میں بہت سے الہامات اپنی وفات قریب ہونیکے متعلق شائع بھی کئے۔ اور ان تمام الہامات کے مطابق آپکی وفات عین ۷۵-۷۶ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ اور یہ بات کہ حضرت مرزا صاحب دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کیطرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے۔ کہ سرمو ادھر ادھر نہ کر سکیں۔ اسبات کیلئے مولوی صاحب نے جو دلیل دی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ حضرت صاحب اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لے گئے۔ لیکن یہ بات انہی عبارتوں سے جو مولوی صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں بخوبی ثابت ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے عین بتلائے ہوئے وقت پر وفات پائی۔ لیکن یہ ظاہر کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یہ اعتراض دراصل مولوی صاحب کا اسلام پر ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں صاف مذکور ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر سے چالیس برس داؤد علیہ السلام کو دیدیئے گئے۔ اور قرآن کہتا ہے۔ کہ بعض وعدو نکا دکھانا یا نہ دکھانا خدا تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمایا ہے۔ ہر وعدہ جو خدا کسی عارف سے کرتا ہے اسکا پورا کیا جانا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ بعض وعدوں کو خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے ماتحت پورا نہیں کرتا۔ تو اب کیا مولوی صاحب خدا اور رسول اور دیگر مقربان الٰہی پر اعتراض کرینگے جو سیدنا مرزا صاحب پر کیا ہے۔ مولوی صاحب کو یہ بیباکی مبارک ہو۔

دوسری بات جو مولوی صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

عمر کے متعلق الہام کی صحت کا اقرار

سابقہ طریق سے تو قبل از وقت چلے جانیکا اعتراض ہوا ہے۔ مگر ہم مرزا صاحب کی روح اور مرزائی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے مرزا صاحب اور انکی ایک تحریر سے آپکی الہامی عمر ٹھیک کئے دیتے ہیں۔ آپ کتاب اعجاز احمدی ص۳ میں لکھتے ہیں کہ

"آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی۔ قریب ۶۴ سال کے۔"

آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:-

"مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے۔"

(رسالہ انجام آتھم ص ۱)

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر ۱۸۹۶ء میں ۶۴ سال کی تھی۔ اور انتقال آپکا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ۹۶ سے ۱۹۰۰ تک ۴ سال اور ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ تک ۸ سال کل ۱۲ سال ۱۲ کو ۶۴ میں ملانے سے ۷۶ سال ہوئے جو مرزا صاحب کے الہام مندرجہ کے قریب قریب ہے۔" چیستان ص ۷

یہاں مولوی صاحب نے بظاہر ہم پر احسان کیا ہے۔ لیکن در اصل یہ ہم پر کوئی احسان نہیں۔ یہ دلیل ہماری طرف سے پیش کی جا چکی ہے۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے الٹی طرف سے ناک کو ہاتھ صرف اعتراض کرنے کی خاطر لگایا ہے۔ ورنہ وہ تو دن کو دن کہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ مگر خیر یونہی سہی۔ آخر اقرار تو کر لیا۔ کہ مسیح موعود کی عمر مطابق الہام ہوئی۔ اس سے آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہم نے جہانتک ہو سکا ہے مرزائی الہامی انجن کو صاف کرنے میں بہت کوشش کی مگر افسوس سے اظہار کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ پھر یہ شعر ؎

تروح الی العطار تبغی شبابہا ولن یصلح العطار ما افسد الدہر

نقل کرکے فرماتے ہیں:-

"یہی حال مرزا صاحب کے الہامات کا ہے۔ ہم کہانتک سنوار سکتے ہیں جس حال میں کہ زمانہ انکو بگاڑ چکا ہے۔" چیستان ص ۸

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات چونکہ خدا کیطرف سے ہیں۔ اور وہ ٹھیک اور درست ہیں۔ مگر مولوی صاحب اپنی کوتاہ فہمی سے صحیح بات کو غلط تصور کرکے ان کو درست کرنے کے درپے ہیں۔ لہذا وہ مولوی صاحب سے درست نہیں ہوسکے۔ کیونکہ اگر وہ غلط ہوں۔ تو مولوی صاحب انکو درست کریں۔ وہ تو پہلے سے ہی درست ہیں۔ البتہ یہ

مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے۔ اور ان کا اختیار جسطرف چاہیں عقل کو لگالیں۔

انجامِ آتھم اور تریاق القلوب میں مطابقت

۷۶ سال عمر پانے کا اقرار کرنے کے بعد مولوی صاحب ایک تضاد ثابت کرنے کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"ہم نے اس بیان میں بصد کوشش مرزا صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں درست کیا۔ مگر دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا کیونکہ سابقہ جوابوں میں مرزا صاحب بڑے صاف الفاظ میں خود لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ اور انتقال آپ کا ۱۳۲۶ھ میں ہوا اس صاف اور سیدھے حساب سے آپ چھیاسٹھ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ جو کسی طرح الہامی مقررہ وقت ۱۳۳۵ھ کے موافق نہیں"۔ چیستان ص۵

یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ حضرت صاحب کا انتقال حسب الہام ۷۶ سال کی عمر میں ہوا باقی رہی یہ بات کہ دوسری طرف سے بگاڑ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود سابقہ جوابوں میں بڑے صاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہ ۱۲۹۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر ٹھیک چالیس سال کی تھی۔ محض غلط ہے کیونکہ ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ سابقہ جوابوں میں حضرت صاحب کا منشا یہ ہے۔ کہ خاتمہ کے قریب ۱۲۹۰ھ میں آپکی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔ اور ہم بیسیوں دلایل مزید سے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر سر دست ہم آپ کے ہی پیش کردہ حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور پھر آپ کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حضرت صاحب فرماتے ہیں جب میری عمر چالیس سال تک پہنچی تو خداوند تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ میں ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ پس ثابت ہوا حضرت مرزا صاحب کی عمر ۱۲۹۰ھ میں ۴۰ سال کی اور ۱۳۲۶ھ میں ۷۶ سال کی تھی۔ جو الہامی وقت مقررہ کے عین مطابق ہے۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے چند ضروری امور کو بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اور جب کوئی شخص ان امور کو مد نظر رکھکر ثنائی چیستان کو پڑھیگا۔ فوراً امیر ثنائی دجل کھل جائیگا

امر اوّل:۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت ۱۸۸۴ء مطابق ۱۳۰۰ھ سے ہے۔

اور یہی سنہ ھ آپکی ماموریت کا سال ہے۔

چنانچہ براہین احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۳۸ پر فرماتے ہیں۔ "بلکہ بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی دوسری زبان میں ہوا ہے لیکن وہ جو ابھی اس حاشیہ کی تحریر کے وقت یعنی مارچ ۱۸۸۳ء میں ہوا ہے جس میں یہ امر بطور پیشگوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعہ سے اور اسکے مضامین پر مطلع ہونیسے انجام کار مخالفین کو شکست فاش آئیگی۔ اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملیگی۔ اور بدعقیدگی دور ہوگی۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کے القا اور رجوع دلانیسے مدد کرینگے۔ اور متوجہ ہونگے۔ اور آئینگے۔ وغیرھا من الامور اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں :۔

"یا احمد بارک اللہ فیک وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ الرحمن علم القرآن۔ لتنذر قوماً ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین"

امر دوم :۔ حضرت صاحب کے الہامات کا سلسلہ دعویٰ مجددیت سے چند سال پہلے قریباً ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۰ھ سے ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں :۔

"یہ عجیب امر ہے اور میں اسکو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹۔

امر سوم :۔ سلسلہ الہام کے شروع ہونے کے وقت ۱۲۹۰ھ میں حضرت اقدس کی عمر ۴۰ سال ہو چکی تھی۔

چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں :۔

"پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا" تریاق القلوب صفحہ ۶۸

امر چہارم :۔ حضرت مسیح موعود کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۷۶ سال قمری تھی۔

امر پنجم :۔ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء کمال طغیان کا شروع سال ہے۔ اور ظہور مسیح موعود تک سلخ کی راتیں ہیں۔ یعنی جس طرح ہر ماہ میں تین راتیں سلخ کی ہوتی ہیں جنمیں چاند بالکل گم ہوتا ہے

اسی طرح ۱۳۰۰ سال ہجری کے اندر ۱۲۷۳ھ سے لیکر ۱۳۰۰ھ تک ۲۶ سال اسلامی چاند کی سلخ کی راتیں ہیں۔ اور اسکے بعد زمانہ مسیح موعود ہے۔ جو آفتاب محمدی کیلئے بمنزلہ قمر کے ہے۔ اور جسطرح قمر کیلئے منازل ہیں۔ اسیطرح قمر محمدی کے مدارج ہیں۔ جنکا ظہور بتدریج ہوا۔ اور آخری منزل آپکی بدر الکمال کی شان سے ہے۔ جسکے متعلق فرمایا۔

من فرق بینی و بین المصطفٰے ما عرفنی و ما رایٰ۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار ن۔م احمدی عفی اللہ عنہ شملہ

مکالمۂ شیعہ و احمدی

شیعہ۔ کیا ثبوت ہے اس امر کا کہ سوائے جناب فاطمہؓ کے تین اور لڑکیاں بھی آنحضرت صلعم کی بیٹیاں تھیں؟ اور وہ بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن پاک میں سے؟

احمدی۔ خداوند کریم جہاں عورتوں کو اپنی چادروں سے گھونگٹ نکالنے کا حکم دیتا ہے۔ وہاں صریحاً فرماتا ہے۔ کہ اے نبی کہو اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں کو یاایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین۔ سورہ احزاب رکوع

نکتہ بدا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت حکایتاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کے شریروں سے خطاب کر کے فرمایا۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم چونکہ بظاہر اس آیت میں ایک نبی اللہ کی غیرت اور حمیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اشرار فجار سے عاجز آ کر فرما دے کہ یہ لو میری بیٹیاں۔ تمہارے لئے یہ پاکیزہ تر ہیں اسواسطے شیعوں نے ان لڑکیوں سے اس قوم کی عورتیں مراد لی ہے۔ اور یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ نبی اپنی قوم کا باپ ہوتا ہے۔ اسواسطے قوم کی عورتیں اسکی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ آیت جسمیں آنحضرت صلعم کی بنات کا ذکر ہے اس سے پہلے آپؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد مومنین کی عورتوں کا بھی

پردہ کے حکم کے لئے آیت مذکورہ جیسے مفصل اور جامع ہے۔ ویسے ہی اسکی ترتیب بھی ایسی عجیب ہے۔ جسمیں حضرت لوطؑ کی لڑکیوں والی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں ہوسکتی

نکتہ ۱۲۔ وضو کی آیت میں شیعہ صاحبان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اہلسنت پاؤں کو دہویا کرتے ہیں۔ اور مسح نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صریحاً مسح سر کے بعد مسح پا کا حکم وارد ہے۔ لیکن آیت مذکورہ میں جہاں بصراحت تمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکیوں کا ذکر بصیغہ جمع وارد ہے۔ اس سے انکار کرکے صرف ایک لڑکی کے ہونے کے قائل ہیں۔ اور اسپر سخت اصرار کرتے ہیں۔ کیا انکا یہ انکار کرنا نص صریح سے انکار نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ فروع کافی میں ایک چھوڑ دو حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہ رسول کریم صلعم لڑکیوں کے باپ تھے۔ اور دونوں حدیثوں کے راوی امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں +

ا ۔ حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلے اللہ والہ ابا بنات

ب ۔ جارود بن المنذر قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام ..... وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ابا بنات۔

فروع کافی جلد ۲ ۔ کتاب العقیقہ صـ ۲۵۶۔

ایک اور حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جسمیں حق مہر کی مقدار کا ذکر ہے۔ حماد بن عیسیٰ عن ابی عبداللہ قال سمعتہ یقول قال ابی مازوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سائر بناتہ ولا تزوج شیئا من نسائہ علے اکثر من اثنتی عشر اوقیۃ ونش والاوقیۃ اربعون درھماً والنش عشرون درھماً ۔ فروع کافی جلد ۲ ۔ باب السنۃ فی المھور صـ ۱۵۶۔

یعنی حماد بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار (امام محمد باقر) سے سنا کہ فرماتے تھے۔ رسول صلعم نے اپنی ساری لڑکیوں اور بیبیوں کا حق مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش سے زیادہ

نہیں باندھا - اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے - اور نش بیس درہموں کا -

یہاں تک تو ثبوت ہے رسول کریم صلعم کی ایک سے زیادہ بیٹیاں ہونیکا - اور وہ بھی قرآن وحدیث سے اب اس کے بعد ان کی تفصیل اور ان کے اسماء مبارک کا ثبوت میرے ذمہ ہے - سو واضح ہو کہ شیعوں کی سب سے زیادہ معتبر کتاب اصول کافی میں ایک خاص باب مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے - اس میں صاف طور پر لکھا ہے - وتزوج خدیجۃ وھو ابن بضع وعشرین سنۃ فولد لہ منھا قبل مبعثہ القسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاھر والفاطمۃ علیھا السلام - اصول کافی باب مولد النبی ص ۲۷۸ - یعنی آپ نے خدیجہؓ سے شادی کی جبکہ سن مبارک بیس سے اوپر چند برس کا تھا - اور اُس سے قبل نبوت آپکی اولاد قاسم - رقیہ - زینب وام کلثوم ہوئی - اور بعد نبوت کے طیب و طاہر و حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام پیدا ہوئے +

ایک اور روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے - کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے وقت جناب علی علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی - کہ میرے بعد میری بہن کی لڑکی سے شادی کریں - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا -

زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان تزوج ابنۃ اختھا من بعدھا ففعل - فروع کافی جلد ۲ باب النوادر ص ۲۴۳

اس روایت کی تصریح کیلئے ایک اور نہایت معتبر کتاب کیطرف رجوع کرتا ہوں -

وامامۃ بنت ابی العاص بن الربیع امھا زینب بنت رسول اللہ تزوجھا علی بن ابی طالب بعد وفات فاطمۃؑ - مجمع البحرین زیر لفظ ام مطبوعہ ایران ص ۵۰۵ - یعنی امامہ جو ابی العاص بن ربیع کی لڑکی ہے - اور اسکی ماں زینب بنت رسول صلعم ہے - اس سے جناب علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؓ کی وفات کے بعد شادی کی تھی -

ایک منصف مزاج شیعہ کے واسطے میں نہیں خیال کر سکتا۔ کہ قرآن مروج اور احادیث کافی سے بڑھکر کونسا ثبوت کافی اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ اصرار کریں۔ کہ ہمارے اس قرآن سے ثابت کر دو۔ جو امام غائب کے پاس ہے۔ یا مصحف فاطمہؑ یا کتاب علیؑ سے ثابت کرکے دکھاؤ۔ تو اس کے لئے ہم معذور ہیں۔ ہاں جب امام غائب اس قرآن کو شائع کر دیں گے۔ اور مصحف فاطمہؑ و کتاب علیؑ کی بھی اشاعت عام ہو جائیگی۔ تو پھر انشاء اللہ انہیں سے بھی ہم دکھا دیں گے۔ اس سے پہلے تو اسی قرآن اور انہی کتابوں پر ان کا عمل ہے یا عمل کرنیکا ادعا ہے۔ اور ان میں سے جسقدر مجمل یا مفصل طور پر ہم ثابت کر چکے ہیں۔ سر دست انشاء اللہ کافی ہے +

شیعہ۔ عمرؓ نے جس ام کلثوم سے نکاح کیا۔ کیا وہ حضرت سیدہ کے بطن سے جناب علی علیہ السلام کی بیٹی تھیں؟ کافی اور بخاری سے اسکا ثبوت پیش کرو +

احمدی۔ اس سوال کا جواب پہلے بھی ایک دو دفعہ کتب معتبرہ فریقین سے دیا گیا ہے۔ لیکن آپ کی تسلی کے واسطے کافی اور بخاری سے بھی اس کا ثبوت عرض کرتا ہوں۔ آگے ماننا یا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

ا۔ فروع کافی میں ایک مستقل باب تزویج ام کلثوم کا ہے۔ جسکو میں یہاں بہ اصل عبارت میں عرض کر دیتا ہوں۔

باب فی تزویج ام کلثوم۔ ۱ علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ھشام بن سالم وحماد عن زرارہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذٰلک فرج غصبناہ۔

۲ محمد بن ابی عمیر عن ھشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہٗ امیر المومنین انھا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہٗ مالی ابی باس فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعورن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولاقیمن علیہ

شاهدین بانه سرق ولا قطعن یمینه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان یجعل الامر الیه فجعله الیه ۔ فروع کافی جلد ۲ ۔ صـ ۱۴۱ ۔

یعنی زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے نکاح کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو امام نے فرمایا کہ ہاں یہ لڑکی ہم سے چھینی گئی۔

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے۔ کہ جب اُس (عمرؓ) نے اس (علی علیہ السلام) سے نکاح (ام کلثوم) کی درخواست کی تو امیر المومنین نے کہا۔ کہ وہ (ابھی) لڑکی ہے۔ تو امام نے فرمایا کہ وہ (عمرؓ) عباسؓ سے ملے۔ اور کہا کہ مجھ میں کونسی برائی ہے۔ انہوں (عباسؓ) نے کہا کہ کیا بات ہے۔ اُس (عمرؓ) نے کہا۔ کہ میں نے آپ کے برادر زادہ سے نکاح (ام کلثوم) کی خواہش کی اور انہوں نے انکار کردیا۔ مگر خدا کی قسم ہے کہ میں زمزم کے حقوق کو واپس لیلونگا۔ اور کوئی قابل تکریم امر نہ چھوڑونگا۔ مگر اسکو برباد کردونگا۔ اور دو گواہ کھڑے کردونگا کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور اسکا ہاتھ کاٹ دونگا پس عباس اس (علی علیہ السلام) کے پاس آئے اور انکو سب حال سے آگاہ کیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ یہ کام میرے ذمہ کردو۔ پس انہوں (علی علیہ السلام) نے اس کام کا انجام انکے حوالہ کردیا۔

اسی کتاب میں ایک اور باب ہے جس میں اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں پوری کرے۔ آیا اپنے خاوند کے گھر میں ہی یا جہاں چاہے۔

حمید بن زیاد عن ابن سماعة عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان و معاویة بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألته عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیا صلوات اللہ علیہ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق الی بیتہ ۔

محمد بن یحیی وغیرہ عن احمد بن محمد بن عیسی عن الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدها

فانطلق بہا الی بیتہ۔ فروع کافی جلد ۲ باب المتوفی عنہا زوجہا المدخول بہا این تعتد و مایجب علیہا صفحہ ۳۱۱/۳۱۲

معاویہ بن عمار نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے اس عورت کی بابت دریافت کیا۔ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ کہ آیا وہ اپنے گھر میں عدت پوری کرے۔ یا جہاں پر چاہے۔ تو فرمایا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ کیونکہ علی علیہ السلام جبکہ عمرؓ فوت ہوگئے۔ تو ام کلثوم کے پاس گئے۔ اور اسکو اپنے گھر لیگئے۔

سلیمانؒ بن خالد نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں عدت پوری کرے۔ یا جہاں چاہے۔ پھر کہا کہ جناب علی علیہ السلام جب عمرؓ فوت ہو گئے۔ تو ام کلثوم کے پاس آئے۔ پھر انکا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لیگئے +

بخاری میں ثعلبہ بن ابی مالک سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ ریشمی چادریں مدینہ کی عورتوں میں تقسیم فرمارہے تھے۔ بعد تقسیم کے ایک چادر رہ گئی۔ جو لوگ موجود تھے۔ انمیں سے کسی نے کہا۔ کہ یا امیر المومنین اعط ھذا ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق۔ الملخصاً بقدر الحاجۃ) بخاری کتاب الجہاد۔ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۳۔ اے امیر المومنین یہ رسول صلعم کی بیٹی کو دیدیں جو آپ کے پاس ہے۔ اس سے انکی مراد ام کلثوم بنت علی علیہ السلام تھیں۔ لیکن عمرؓ نے کہا۔ کہ ان سے بڑھکر ام سلیط کا حق ہے +

شیعہ۔ آنحضرت صلعم کے جنازہ میں اصحاب ثلاثہ شریک ہوئے ہیں یا نہ؟ اسکا ثبوت بھی کافی سے دیا جائے۔

احمدی۔ عنؒ جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلے اللہ علیہ وآلہ صلت علیہ الملائکۃ والمھاجرون والانصار فوجاً فوجاً۔ اصول کافی باب مولد النبی صلعم ص ۲۸۶

یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ تو آپؐ پر نماز جنازہ پڑھی ملائکہ اور مہاجرین و انصار نے گروہ گروہ ہو کر۔

ایکؒ دوسری روایت اسی باب میں ابی مریم الانصاری سے امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام سے پوچھا۔ رسول صلعم کا جنازہ کس طرح پڑھا گیا۔ تو فرمایا

کہ جب جناب علی علیہ السلام غسل و کفن سے فارغ ہو گئے تو آپ کو تختہ پر رکھا۔ پھر دس دس نفر داخل ہوتے تھے۔ اور حلقہ باندھتے تھے۔ اور جناب علی علیہ السلام اُن کے درمیان میں سے تھے اس آیت کو پڑھتے تھے۔ اِن اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین اٰمنو صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ تو دوسرے لوگ بھی اسی طرح کہتے جاتے تھے۔ حتیٰ صلی علیہ اھل المدینۃ واھل العوالی۔ صفحہ ۲۸۵۔ یعنی یہانتک کہ مدینہ والوں اور مدینہ کے آس پاس والوں نے آپ پر نماز پڑھی۔

ہر دو روایات مذکورہ بالا سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام کیساتھ ایک ہی وقت میں تمام مہاجرین و انصار اور مدینہ اور اطراف مدینہ کے باشندگان نے آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا تھا۔ باوجود اس کے خدا جانے شیعوں کو کونسا فرشتہ یا جن بتلا گیا ہے۔ کہ دنیا جہان کے لوگوں نے تو جنازہ پڑھ لیا تھا۔ لیکن نہیں پڑھا تو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے۔ اپنے ائمہ کرام کی نسبت انکا اعتقاد ہے۔ کہ وہ گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ اور خوش قسمتی سے ہیں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی زبان مبارک کی فرمائی ہوئی ایک چھوڑ دو حدیثیں اصول کافی سے نکال کر دکھلا دی ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اس تمام باب میں جہاں جہاں نماز جنازہ کے متعلق روایات ہیں کہیں مذکور نہیں کہ اصحاب ثلاثہ شرکت دفن اور نماز سے محروم رہے تھے۔ پھر خدا جانے اس بدگمانی کا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے۔ جس پر وہ آئے دن ہمارے منہ آتے رہتے ہیں۔ اور ایسے بے بنیاد اعتراض کرنے سے ذرا نہیں شرماتے۔

شیعہ ۔ اصحاب ثلاثہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں تھے۔ اور رسول صلعم کے پاس سوائے اہلبیت کرام کے کوئی تھا نہیں۔ پھر ثلاثہ دفن میں کب شریک ہوئے۔ اور ساتھ ہی انھوں نے نماز جنازہ کہاں سے پڑھ لی۔

احمدی ۔ اگر سقیفہ میں شامل ہونا ہی عدم شمول دفن و نماز جنازہ کی دلیل ہے۔ تو پھر بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ

۱۔ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہوتے ہی سعد بن عبادہ کی بیعت شروع کر دی تھی۔ اور اسپر خوشیاں منائیں۔ ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اھل جاھلیۃ۔ ان الانصار اعتزلت فلم

تعتزل بخیر جعلوا یبایعون سعداً وهم یرتجزون ارتجاز الجاهلیة - (فروع کافی کتاب الروضة صفحہ ۱۳۹ - محمد بن مسلم عن ابی جعفر فی قوله عزوجل ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس قال ذاك والله حین قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر - فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۹ یعنی انصار کا مہاجرین سے یہ کہنا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو - اور ایک تم میں سے - آیہ ظهر الفساد فی البر والبحر کا مصداق - سب باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انصار نے یہ جملہ مہاجرین سے سقیفہ میں کہا تھا -

۲ - مہاجرین بھی سقیفہ میں تھے - جیسے کہ روائت بالا سے ظاہر ہے -

۳ - بنی ہاشم کے بعض ممتاز ممبر بھی سقیفہ میں موجود تھے - یعنی عباس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما -

(- ابی الحسن علیہ السلام سے محمد بن الفضیل نے روائت کیا ہے قال جاء العباس الی امیر المومنین علیہ السلام فقال انطلق نبایع لك الناس فقال امیر المومنین اترا هم فاعلین قال نعم قال فاین قوله الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون - تفسیر قمی شروع سورہ عنکبوت مطبوعہ ایران صفحہ ۴۹۲ - یعنی حضرت عباس جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ چلیے لوگوں سے آپ کی بیعت کراتے ہیں - تو آپ نے فرمایا کیا آپ کے خیال میں وہ سچ مچ بیعت کریں گے - عباس نے کہا ہاں - تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر خدا نے جو فرمایا ہے الم احسب الناس الخ وہ کہاں جائیگا -

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روائت مروی ہے جسمیں آیا ہے - کہ ابن عباس سے جناب علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم اسکی شہادت دے سکتے ہو کہ رسول صلعم نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا - تو انہوں نے عرض کیا - کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سوائے آپ کے کسی کے حق میں وصیت نہیں سنی ہے - اس پر جناب علیؑ نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں بیعت کر لی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم فقال امیر المومنین کما اجتمع اهل العجل علی العجل هاهنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا الی آخرہ تفسیر قمی شروع سورہ محمد صفحہ ۳۳۶

یعنی اُنھوں نے کہا کہ لوگ ابو بکرؓ پر متفق الرائے ہو گئے۔ پس میں بھی ان میں سے ہو گیا۔ اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح سامری کے بچھڑے والے اس پر متفق ہو گئے۔ اور یہاں تم فتنہ میں ڈالے گئے۔ اور تمھاری مثال اُس شخص کی طرح ہے۔ جس نے آگ کو روشن کیا۔ تا آخر

ان سب روایات سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ انصار و مہاجرین و عباس و ابن عباس رضی اللہ عنہم سقیفہ میں موجود تھے۔ اور اصحاب ثلاثہ بھی ظاہر ہے۔ کہ وہاں موجود تھے۔ اگر سقیفہ والوں کا دفن وجنازہ میں شامل ہونا بقول شیعہ ثابت نہیں تو پھر ہمارا سوال ہے۔ کہ آپکے اماموں نے کیوں اس امر کی شہادت دی ہے۔ کہ ملائکہ و مہاجرین و انصار اور اہل مدینہ اور نواح مدینہ والوں نے جو استشاء آنحضرت صلعم کا جنازہ پڑھا۔ کیا آپکا علم اپنے اماموں سے زیادہ قابل اعتبار ہے ہم تو آپ کے اماموں کی شہادت کو آپکی شہادت سے بدرجہا معتبر تر مانتے ہیں۔ اگر آپ اپنے کو سچا جانتے ہیں۔ اور اپنے اماموں کو جھوٹا تو آپ کو اختیار ہے۔

شیعہ ۔ مانا کہ مہاجرین و انصار جنازہ میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن دفن میں اُن کے شامل ہونیکا عموماً اور اصحاب ثلثہ کا خصوصاً تحقیق طلب رہجاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی کافی وغیرہ معتبر کتابوں سے نکال کر دکھلاؤ تو بات ہے۔

احمدی ۔ انشاء اللہ اس شبہ کا ازالہ بھی آپ کی معتبر کتب سے عرض کر دیتا ہوں۔ حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ عباسؓ جناب علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اے علی لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ اس بات پر کہ رسول اللہ صلعم کو بقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان ہی میں کا ایک آدمی اُن کا امام بنے۔ پس امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کی طرف نکل آئے۔ اور فرمایا کہ اے لوگو رسول صلعم ہی امام ہیں زندگی میں۔ اور مر کر بھی۔ اور فرمایا کہ میں ان کو اسی جگہ دفن کرتا ہوں جہاں کہ وہ فوت ہوئے ہیں۔ ثم قام علی الباب فصلی علیہ ثم امر الناس عشرۃ عشرۃ یصلون علیہ ثم یخرجون اصول کافی باب مولد النبی و معم صہ ۲۸۶ یعنی جناب علی پھر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم پر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لوگوں سے کہا کہ دس دس نفر ہو کر نماز ادا کریں۔ اور پھر نکلتے جائیں

اس روایت میں جس شخص کے امام ہونیکا مجمل ذکر آیا ہے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ کہ وہ

ابو بکر رضؓ تھے۔ چنانچہ اصل روایت یہ ہے۔ وایضاً بسند حسن از حضرت صادق روائت کردہ اند کہ عباس بخدمت حضرت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند وابوبکر رضؓ پیش بایستد و بر آنحضرت نماز کند۔ چوں حضرت امیر المومنین دانست کہ آں منافقان ارادہ فساد دارند۔ از خانہ بیروں آمد و فرمود ایہا الناس بدرستیکہ رسول خدا امام و پیشوائے ما است درحال حیات و بعد از وفات و خود فرمود کہ من دفن میشوم در بقعہ کہ در آنجا قبض روح من میشود وچوں ایشاں در غصب خلافت مطلب خود را بعمل آوردہ بودند دریں باب با آنحضرت مضائقہ نکردند وگفتند آنچہ میدانی بکن پس حضرت در پیش در ایستاد و خود براو نماز کرد و بعد ازاں صحابہ را فرمود کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند وایشاں بر دور جنازہ آنحضرت مے استادند و حضرت امیر المومنین درمیان ایشاں مے ایستاد و ایں آیہ را مے خواند ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ پس ایشاں آیہ را میخواندند و صلوات بر آنجناب مے فرستادند و بیروں مے رفتند تا آنکہ اہل مدینہ واطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۴ ص ۶۶۲

مزید شہادت و شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روائت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل مے شدند و چنیں بر آنحضرت نماز مے کردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و در روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ واہل اطراف مدینہ بر آنجناب چنیں نماز کردند حیات القلوب ص ۶۶۲ و کلینی بسند معتبر از امام محمد باقرؑ روائت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار۔ فوج فوج۔ الخ ص ۶۶۲

و در کتاب احتجاج و کتاب سلیم بن قیس ہلالی از سلمان روائت کردہ اند کہ چوں حضرت امیر المومنین از غسل وکفن حضرت رسول فارغ شد داخل خانہ کرد مرا و ابوذر و مقداد و فاطمہ و حسن و حسین نمبر ہو خود پیش ایستاد و ما در عقب آنجناب صف بستیم و بر آنجناب نماز کردیم و عائشہ منافقہ ہم دراں حجرہ بود و مطلع نہ شد بر نماز کردن۔ ما بسبب آنکہ جبرائیل چشم اور اگرفتہ بود پس دہ دہ نفر مہاجران و انصار را داخل حجرہ میکرد انید وایشاں بر آنجناب

صلوات میفرستادند و بیرون مے رفتند تا آنکہ ہمہ مہاجران و انصار چنیں کردند و نماز بر آنجناب ہماں بود کہ در اول واقعہ شد۔ حیات القلوب صفحہ ۶۶۴

ان سب روایات مندرجہ جوابات اعتراض سابق و حال سے بتکرار ثابت ہوگیا کہ تمام مہاجرین و انصار اور چھوٹے بڑے مرد عورت اہالیان مدینہ منورہ و اطراف نے آنحضرت صلعم پر جنازہ پڑھا۔ اور ابوبکرؓ نے بھی علی الخصوص ٹھیک اُسی وقت جبکہ جناب علی علیہ السلام نے پڑھا۔ اور اسی طرح دفن کے وقت بھی یہ سب لوگ موجود تھے۔ اور جنازہ اس طرح پڑھا گیا کہ دس دس نفر باری باری سے پڑھتے تھے۔ اور اسی واسطے ایک وقت میں نہیں پڑھا جا سکا اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں ہی آنحضرت صلعم فوت ہوئے تھے۔ اور وہیں آپ نے دفن ہونا تھا۔ اور اس میں زیادہ آدمیوں کے پڑھنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جنازہ دفن سے پہلے نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بعد دفن پڑھا گیا۔ اور آپ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی۔ دوشنبہ اور سہ شنبہ کی شام تک جنازہ ہوتا رہا۔ جس سے سب لوگوں کو شرف شمول کا موقعہ نصیب ہوگیا۔ آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام اور ان کی جماعت نے بوجہ موجودگی عائشہ صدیقہؓ کے پورے اطمینان سے جنازہ نہیں پڑھا اور پڑھا بھی تو جبرئیل کے پروں کی آڑ میں برخلاف ابوبکر صدیقؓ کے کہ انھوں نے بوجہ اپنی بیٹی کے حجرہ ہونے کے بلا خوف و خطر بکمال اطمینان پڑھا یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ابوبکر سقیفہ میں تھے عباس اور ابن عباس بھی دوسروں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ اور ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ پس جو الزام بوجہ شمول سقیفہ جنازہ میں غیر حاضر ہونیکا ابوبکر وغیرہ پر ہے۔ اُن پر بھی ہے۔

قبل ازیں جنازہ رسول صلعم پر ثلاثہ کے حاضر نہ ہونے کا جواب کئی دفعہ میری طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس دفعہ خدا کے فضل سے کسی قدر تفصیل سے دیا گیا ہے۔ جو صاحب پورے غور سے اسکو مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ امید ہے کہ انکی تسلی ہو جائیگی۔ ورنہ آئندہ انشاء اللہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے لکھا جائیگا۔ یار زندہ صحبت باقی۔

خادم حسین (بھیروی)

کیا وید ازلی ہیں

ہرگز نہیں

آریہ سماجی اصحاب اس پر بہت اترایا کرتے ہیں۔ کہ وید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو ازل سے چلی آرہی ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہم نے بیسیوں دفعہ اس دعوے کو آریوں کی زبانی سُنا۔ مگر حاشا وکلا ہے کبھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاتی۔

آریوں کے اس دعوے کے برخلاف جب ہم ویدوں کا خود مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آس میں وید ایسے زمانہ کی تصنیف ثابت ہوتے ہیں۔ جب دنیا تمدن و تہذیب میں خاص ترقی کر چکی تھی یہ ہے ہمارا دعویٰ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس دعوے کے اثبات میں دلائل بھی ویدوں سے دیں۔ اور ویدوں کے وہ تراجم پیش کریں۔ جو ہمارے مخالف گروہ کے نزدیک حجت سمجھے جائیں یعنی سوامی دیانند کے وید بھاش سے۔ ملاحظہ ہو وید منتر نمبر ۱

"جو علم والے لوگ ہمارے سے پہلے بیان کرتے تھے وہ علم کا پھل اور ہی کہتے تھے۔ اور جہل کا پھل اور ہی کہتے تھے اسی طور پر ہم ان دونوں سے سنتے ہیں۔ اس بات کو تم لوگ جانو۔ الخ" یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۳

اب دیکھئے کیا اس وید منتر کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وید ازلی ہیں۔ جلی عبارت غور سے ملاحظہ کریں۔ ویدوں کی ازلیت کا دعویٰ اس عبارت کے آگے ایک سیکنڈ کے لئے قائم نہیں رہتا۔ اور ملاحظہ ہو دوسرا منتر

منتر نمبر ۲ "اے علم والے لوگو آگ ایک گھوڑوں کو جوڑ دو۔ پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو" (یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۲)

یہ فقرہ کہ "پہلے زمانہ کے لوگوں کے علم کو حاصل کرو" کیا "وید ازلی ہیں" کے دعوے کو باطل کرنے میں کچھ کم ہے۔ ملاحظہ ہو تیسرا منتر۔

منتر ۳۔ " اے سوریہ (سورج) کے سمان (برابر) عزت اور سکھ دینے والے۔ جیسے

سورج کے اکاش (خلا) میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے ہیں ویسے ہی جو پہلے

زمانہ کے لوگوں کے چلائے ہوئے دھول وغیرہ سے صاف راستے ہیں

ان راستوں پر چلو" (یجر وید ادھیائے ۳۴۔ منتر ۲۷)

اس تیسرے منتر سے دو امور ظاہر ہو رہے ہیں۔ اول تو وید کی قدامت کو یہ منتر باطل کر رہا ہے۔ دوسرا آریہ سماج کا یہ دعویٰ کہ "سورج ساکن ہے" ویدوں کی رو سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ ملاحظہ ہو فقرہ "سورج کے اکاش میں چلنے کے عمدہ عمدہ راستے" سوامی دیانند جی تو ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں۔ وہ عقلمندوں کی بنائی ہوئی نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ باتیں علم طبیعات کے سخت خلاف ہیں۔ اب جبکہ ویدوں میں بقول دیانند جی علم طبیعات کے خلاف تحریر موجود ہے۔ تو کیا اب وید الہامی رہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سوامی جی کے قول کے بموجب کسی بے علم کی تصنیف ہیں۔ اور ملاحظہ ہو چوتھا منتر

منتر ۴۔ "جو اس زمانہ میں پوران پڑھ چکے ہیں۔ اور جو وید کا ابھیاس کرنے والے۔ یعنی بزرگ اپدیش کرنے والے ہیں۔"

جلی حروف ملاحظہ فرمایئے۔ اور ویدوں کی ازلیت کے دعوے کو برابر رکھ کر نتیجہ نکالئے۔

پانچواں منتر ۵۔ " اے انسانو .... تم کو دھرم ہی پر عمل کرنا چاہئے۔ ادھرم نہیں اختیار کرنا چاہئے۔ جس طرح زمانہ قدیم کے دید یعنی صاحب علم و معرفت راستی شعار طرفداری و تعصب سے خالی عالم اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمھارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں جو بھاگ یعنی اطاعت و عبادت کرنے کے لئے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل بابیرے بتائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ الخ"

(رگوید ۔ ۸ ۔ ۸ ۔ ۴۹ ۔ ۲ ۔ ۲) بھومکا اردو ۲۴

رگوید کے اس منتر میں جو الفاظ جلی کئے گئے ہیں یہ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے۔ اگر کوئی ویدوں

قدامت کا دعوے کرے۔ تو وہ سخت نادان سمجھا جائیگا۔

فقرہ "زمانہ قدیم کے عالم" لفظ "قدیم" کے آگے آریوں کے دعاوی بیہودہ ولاطائل ہیں ثابت ہیں۔

منتر ۶۔ "اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ سے ماہر بھوشنو بر اس پرجاہ و جلال عزیز اور جوانمردو تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔۔۔۔۔۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ الخ"

(اتھرووید کانڈ ۶ انوواک ۱۰ ورگ ۹۷۔ منتر ۳۔ منقول از بھومکا اردو صفحہ ۲۴۳)

"تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے"۔ معزز ناظرین آریوں سے دریافت کرنا چاہیے۔ کہ جب آریہ کہتے ہیں۔ کہ وید ازلی ہیں۔ اُن سے پہلے کوئی واقعہ نہیں ہوا تو پھر ویدوں میں ہی پہلے میدانوں میں فتح حاصل کرنے کا ذکر کہاں سے آگیا۔ پس ثابت ہوا کہ آریوں کا دعویٰ ڈھکوسلہ ہی ہے۔ ویدوں میں اس دعوے کی کوئی اصلیت نہیں۔ پائی جاتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ وید ازلی نہیں"۔

اب اور ملاحظہ فرمایئے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۲ ایڈیشن ۱۸۹۹ء اردو :۔

"جن روحوں کے اعمال ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ اُنکی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی۔ کیونکہ یہ یجروید میں لکھا ہے"۔

پس جب یجروید میں لکھا ہے۔ کہ شروع دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوئے۔ تو ساتھ ہی ماننا پڑا کہ وید اُن کی پیدائش سے بہت بعد کی تصنیف ہے۔

جس کتاب میں کسی واقعہ کا ذکر ہوگا۔ تو ضرور ہے وہ واقعہ بیان کرنے والی کتاب اُس واقعہ سے بعد میں تصنیف ہو۔ پس سوامی دیانند کے قلم سے بھی نکل گیا کہ وید ازلی نہیں۔

اور بھی ہم بہت کثرت سے اُس قسم کے وید منتر پیش کر سکتے ہیں۔ مگر حق کے طالب کے لئے یہ مختصر سا مضمون ہی بہت کچھ نافع ہو سکتا ہے۔ ہم ناظرین سے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی تو بہت جلد اس قسم کا تمام میٹریل (مصالحہ) ویدوں سے برآمد کر کے آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

(خاکسار فضل حسین احمدی۔ مہاجر قادیان)

ابطال کفارہ

مندرجہ ذیل مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید میں کفارہ کی تعلیم نہیں۔ جیسا کہ بعض پادری ثابت کر کے بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں (ایڈیٹر)

(۱) پہلی آیت بنائے کفارہ کی رد میں ہے۔ کہ مسیح صلیب پر مر گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً ترجمہ یہودیوں کا یہ قول ہے۔ کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم جس کو اللہ کا رسول کہتے ہیں قتل کیا۔ (خدا تعالیٰ اس قول کی تردید میں فرماتا ہے) نہ ہی انہوں نے اسے قتل کیا۔ اور نہ ہی انھوں نے اسے صلیب پر مارا۔ یہود کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے۔ کہ مسیح کو پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے۔ کہ صلیب پر مارا گیا۔ تو خدا نے دونوں کی نفی کر دی۔ انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ لیکن ان کے لئے وہ مشابہ بالقتل بنایا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ بھی شک میں ہیں۔ اور ان کے پاس یقینی علم نہیں۔ کہ جس سے وہ ثابت کر سکیں کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ ہر ایک گمان ہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے۔ جو کہ ہم بتاتے ہیں۔ کہ ما قتلوہ یقیناً کہ اس کو کسی نے بھی یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ جب مرا وہ اپنی موت سے مرا۔

(۲) دوسری آیت اس بات کے رد میں ہے۔ کہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح نے دوسروں کے گناہوں کی سزا اپنے سر پر اٹھالی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الذی وفیٰ۔ الا تزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزیہ الجزاء الاوفی وان الی ربک المنتہی (سورہ نجم رکوع ۳) ترجمہ کیا نہیں خبر دیا گیا اس چیز کی جو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم (جس نے کہ اللہ کے حقوق کو پورا کیا) کے صحف میں تھی۔ وہ کیا بات تھی۔ وہ یہ

کہ کوئی دوسرے کا بوجھ یا گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے۔ جو وہ خود اپنے لئے سعی کریگا۔ اور اسکی سعی البتہ دیکھی جاویگی۔ پھر اسکو سعی کا بدلہ پورا پورا دیا جاویگا۔ یعنی نعمت سے کم اور جتنی سزا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں دیجاویگی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے خدا کی طرف ہر ایک چیز کا انتہا ہے۔ اور وہی علۃ العلل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی علۃ العلل نہیں۔ اور اسکی کوئی علت نہیں۔ ورنہ تسلسل لازم آئیگا۔ جو محال ہے۔ پس ان آیات میں خدا تعالے نے عیسائی صاحبان کے عقیدہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عیسائی صاحبان جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ان کے گناہوں کے بدلے میں کفارہ ہو چکے ہیں۔ وہ غلط ہے کوئی کسی کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا

اب رہا یہ سوال کہ کیا بغیر کفارہ ماننے کے خدا کسی کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ تو اس کے متعلق خدا تعالے سورہ احزاب میں فرماتا ہے۔ کہ لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم ویعذب المنٰفقین ان شاء او یتوب علیہم ان اللہ کان غفورًا رحیما

ترجمہ۔ کہ صادقین کو تو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ کیونکہ انکو انعام دینا ہے۔ اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اگر چاہے تو ان پر رجوع برحمت ہو۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ غفور ہے وہ انسانوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ اور قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مالک ہے۔ اس لئے اگر وہ چاہے تو منافقین کو عذاب دے۔ اگر چاہے تو معاف کر دے۔ وہ رحیم یعنی سچی محنت کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اس واسطے وہ صادقوں کو ان کے صدق کا ضرور بدلہ دیگا۔ اس آیت میں لف و نشر علی غیر الترتیب لائی گئی ہے۔

(۳) تیسری آیت کفارہ کے ماننے والوں کے متعلق ہے۔ کہ گویا وہ کفارہ ماننے میں سچے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الذین کفروا للذین اٰمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطٰیٰکم وما ہم بحاملین من خطٰیٰہم شیء انہم لکٰذبون۔

ترجمہ کہ کافر لوگوں نے مومنوں سے کہا کہ تم ہمارا مذہب اختیار کرو۔ اور جس بات کی ہم پیروی کرتے ہیں اسکی تم بھی پیروی کرو۔ اور تمہاری خطاؤں کو ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ انکی خطاؤں سے کچھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اس بات میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ کوئی دوسروں کی خطاؤں کو نہیں اٹھا سکتا اس آیت میں ان کے حق پر ہونے کی تاکید کی ہے۔ ایک انّ کے ساتھ دوسرے لام تاکید تیسرے

جملہ اسمیہ کے ساتھ کہ وہ اس بات میں سخت غلطی پر ہیں۔ جب ایک دوسرے کی خطا نہیں اُٹھا سکتے۔ تو پھر آیا اُن کو ان کی خطاؤں کی سزا ملیگی یا نہیں۔ تو اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن یکسب اثماً فانما یکسبہ علیٰ نفسہ وکان اللہ علیماً حکیماً کہ جو کوئی گناہ کرے تو اسکی سزا وغیرہ اس کے نفس پر ہوگی۔ خدا تو علیم وحکیم ہے۔ وہ دوسرے کو کیوں سزا دیگا۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خٰلدون۔ ترجمہ کہ جو برائی کمائے اور اس کی خطائیں اتنی بڑھ جائیں کہ وہ اس شخص کو محیط ہو جائیں۔ تو وہی لوگ اصحاب النار ہیں۔ وہ اس میں رہیں گے۔ اور ان کی خطاؤں کی سزا انہی کو ملیگی۔ اور کسی دوسرے کو ان کی جگہ نہیں ملیگی۔ پھر فرمایا۔ ولنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین کہ ہم مرسل اور مرسل الیہ دونوں کو پوچھینگے۔ یہ نہیں کہ کوئی ان کے بدلے میں کفارہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) چوتھی آیت میں بعض انبیاء کا ذکر ہے جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق الخ ترجمہ تم کہو کہ ہم اللہ پر اور قرآن پر اور جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب اور اسباط اور جو موسیٰ وعیسیٰ و دیئے گئے اور جو اور باقی نبی دیئے گئے سب پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور کسی رسول کو نہیں چھوڑتے۔ اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کرنے والے ہیں۔ پس اگر یہ یہودی و عیسائی ایسا ایمان لے آئیں۔ جیسا کہ تم لائے ہو پس وہ بھی ہدایت یافتہ ہو گئے۔ اور اگر پھر گئے تو وہ پھوٹ اور اختلاف میں ہیں۔ پس خدا ان کے لئے کافی ہے۔ پھر اس کے بعد تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ کہ یہ ایک امت ہے۔ جو گذر گئی۔ اس کے لئے ہے۔ جو اس نے کمایا۔ اور اس کا ان کو اجر یا عذاب ملیگا۔ اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا۔ اور اس کا اجر یا عذاب تمکو ملیگا۔ اور جو وہ کرتے تھے تم سے اسکے

مستحق سوال ہوگا۔ اب اس اُمت میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں ان کو بھی ان کے اعمال کا ثواب ملیگا اور تمہیں بھی تمہارے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ حضرت مسیح کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور تمہیں تمہارے اعمال کے متعلق پوچھا نہ جائیگا۔ بلکہ فرمایا ولکم ما کسبتم تمہیں بھی وہی کچھ ملیگا جو تم کما رہے ہو۔

(۵) پانچویں آیت اس بات کے رد میں ہے جو مسیحی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح اس لئے کفارہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور انسانوں میں سے اتنی سزا کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کہ تمام کے گناہوں کی سزا کو اپنے سر پر اُٹھائے۔ اس لئے خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں کو اس سزا سے نجات دے۔ تو اس کی تردید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ کہ جو تثلیث کو مانتے ہیں۔ وہ کفر کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون کہ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کوئی خدا نہیں۔ بلکہ وہ آدمی کی جنس سے آدمی ہے۔ اور جیسا کہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے۔ وہ بھی مٹی سے بنا ہے۔ پس وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے پھر حضرت عیسیٰ کی خود اپنی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا و جعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکٰوۃ مادمت حیا و برا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ ترجمہ کہ میں ایک خدا کا بندہ ہوں۔ مجھکو خدا نے کتاب دی ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک کیا ہے۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تاکیدی حکم ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا بھی حکم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ جب مسیح جبار اور شقی نہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایک پاک شخص کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے صلیب پر مارا جائے۔ اور سزا دیجائے کیا یہ صریح ظلم نہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ اور مجھپر میری پیدائش کا دن اور میری موت کا دن اور بعث بعد الموت کا دن سلامتی کے دن ہیں۔

پس اگر صلیب پر وفات مانی جائے۔ تو وہ سلامتی کا دن کیونکر ہو سکتا ہے۔

(جلال الدین۔ از سیکھواں)

جنگی بخار کا علاج

نسخہ عرق۔ برگ سبز جھاؤ تازہ ایک حصہ، برگ بید تازہ سبز ایک حصہ، برگ سنگترہ ایک حصہ برگ سرپھوکا ½ حصہ برگ یوکلپٹس ایک حصہ، افسنتین ¼ حصہ اجوائن ایک حصہ سپستان ½ شاخ گلو سبز نیم کوفتہ ایک حصہ چرائتہ ½ حصہ پودینہ ¼ حصہ سونف ایک حصہ گل نیلوفر ایک حصہ گاؤزبان ایک حصہ ایک دن اور ایک رات بھگو کر عرق نکالیں۔ خوراک ۳ تولہ صبح ۳ تولہ شام۔

نسخہ شربت:۔ تخم میتھی ایک تولہ انجیر ۱۵ عدد سپستان ۲ تولہ خطمی کے بیج تولہ مویز دانہ برآوردہ تولہ زرد خاشک تولہ ملٹھی چھلی ہوئی منقّی ۵ ماشہ عناب ۲۰ دانہ لسوڑیاں ۴۰ دانہ ہر دو نیم کوفتہ گاؤزبان تولہ گل بنفشہ تولہ؛ ایک رات پانی میں بھگو کر صبح تین چار جوش دیکر صاف کرکے مصری ڈالکر عمدہ قوام بنالیں۔ خوراک تولہ صبح تولہ شام؛

نسخہ سفوف:۔ اتیس ایک حصہ۔ دارچینی ½ حصہ سرمہ کی طرح باریک پیس چھانکر ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام سوڈا بائی کارب ملاکر ہمراہ عرق مذکورہ اور شربت مذکور استعمال کیا جاوے؛

قبض کا علاج۔ اگر قبض کی شکایت ہو تو حب النیل نیم بریان ۹ ماشہ زنجبیل ماشہ سرمہ سا کرکے پانی میں حل کرکے پی لیا جاوے؛ یا مگنیشیا پانی میں حل کرکے پی لیں؛

درد کی دوا:۔ مقام درد پر کڑوا تیل ۲ تولہ موم ۴ ماشہ پگھلا کر مالش کی جاوے مقام درد باندھ دیا جاوے ہوا سے بہت بچایا جاوے؛

پیاس:۔ شدۃ پیاس میں تازہ پانی صرف دو تین گھونٹ یا نیم گرم گھونٹ گھونٹ پلایا جاوے

قوت کی دوا۔ قوت کے لئے کیوڑا تھوڑا عرق مذکور میں یا تازہ پانی میں حل کرکے پلادیں؛

یا شیرہ مغز بادام ۵ عدد الائچی خورد ۲ عدد پانی میں گھوٹ کر چھانکر پلایا جاوے۔

دست روکنے کی دوا:۔ اگر دستوں کی شکایت ہو جاوے اور شدت پیاس ہو تو صندل سرخ تولہ کشنیز تولہ گلو تولہ نیلوفر تولہ زیرہ سفید ۳ ماشہ ملٹھی ماشہ برگ نیم ۴ ماشہ پیسکر ... رتی صبح ۶ رتی دوپہر ۶ رتی شام ہمراہ عرق و شربت مذکور؛

Digitized by Khilafat Library

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیوں کر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جاڑن لب بجوہا ہے سردی ہٹانے کے لئے کتنے بندوبست کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاص کر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دون سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آج انکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا اور دھتورہ بھنگ بلاڈنا پوٹاس او ڈائیڈ وغیرہ کی بنتی ہے۔ اس لئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے۔ دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پا کر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا۔ لیکن ایک مرتبہ سے بھی آزمائیں۔ اس میں نقصان نہیں قیمت فی شیشی محصولڈاک ۵ ر اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہو گئے اسوجہ سے اس کے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور کھائیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر نہیں سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں ہیں ایک گولی روزانہ صبح پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے بچوں کو نصف یا چوتھائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ ر ساٹھ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ ر محصولڈاک ایک سے ۲ ڈبیہ تک ۵ ر

(ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ)

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

دارالامان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق صفر ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام ۲ عہ، طلباء ۱ عہ، فی پرچہ ۲ ...

نزول مسیح (بائبل سے سن پیدائش مسیح موعود کی) ۱ - ۸ - شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم

مُباحثہ کپورتھلہ (مابین احمدی و عیسائی) ۹ - ۲۶ 〃 〃

لوتقوّل پر مخالف کی جرح کا جواب. ۲۷ - ۳۲ - مولوی جلال الدین کھیوال

قرآن مجید کی ۲ دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں ۳۳ - ۳۷ اکمل

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا۔

خاتمہ جلد سیزدہم تشحیذ الاذہان

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ محض اسی کی توفیق سے تشحیذ الاذہان کی **تیرھویں جلد** ختم ہوئی۔ اِس سال جو مضامین شائع ہوئے۔ وہ آپ فائل نکال کر دیکھ لیں تا آپ موازنہ کر سکیں کہ آپکے تشحیذ نے کیا کام کیا۔ نہ صرف اسلام و احمدیت کی تائید میں مضامین لکھے بلکہ اندرونی مخالفین شیعہ و اہلحدیث وغیر مبائعین کے خیالات باطلہ کی تردید بھی کی گئی۔ اور بیرونی حملہ آوروں کا دفاع بھی کیا گیا۔ پادریوں اور آریوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا۔ اور خود انپر سوالات کئے۔ ان کے عقائد پر جرح کی۔ جس کا جواب ان سے نہ بن آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعہ دو اڑھائی روپے کے مقابل میں بہت زیادہ قیمتی ہے۔ پھر محض خدا کے فضل سے رسالہ باوجود اپنا مطبع نہ ہونے اور فنڈ میں کافی روپیہ کی عدم موجودگی کے ہمیشہ وقت پر نکلتا رہا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

اب اگلے سال کا پروگرام زیر غور ہے۔ ہم کوشش کرینگے کہ تشحیذ کا ہر نمبر پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہو لیکن محض ایڈیٹر کی مساعی کسی کام کی نہیں۔ جبتک ان کے ساتھ احباب کی علمی قدردانی نہ ہو۔ موجودہ اشاعت تشحیذ اسکے اخراجات سے دو تہائی کی نسبت بھی نہیں رکھتی۔ اگر آپ ہمارے حسابات دیکھیں تو معلوم ہو کہ ابھی تک ۲ ماہ کی لکھوائی چھپوائی کا بل بھی ادا نہیں ہوا۔ تین چار ماہ کی عملہ کی تنخواہیں قابل ادا ہیں۔ آخر ان حالات میں تشحیذ کب تک چل سکتا ہے۔ میں تو صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اسے جاری دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر **۵ جنوری** کو جو وی پی سالانہ قیمت کی وصولی کیلئے ہونگے وہ ضرور وصول کریں۔ اور نیز ایک ایک خریدار دینے کا پختہ وعدہ کریں۔ آپ سے کچھ خیرات نہیں مانگی جاتی یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ نیز آپ جو کتابیں بھی سیدنا مسیح موعود یا انکے خلفاء یا دیگر بزرگان ملت و کتب الجنیوں کی طلب کریں وہ تشحیذ کی معرفت خریدیں۔ آپکی اس معمولی توجہ سے ہمیں بھی فائدہ ہوگا۔ اور آپ کا مفت میں احسان۔ ان تینوں معروضات کی طرف توجہ نہ ہوئی تو وہ ناگوار امر پیش آئیگا جسکے ٹالنے کے لئے میں کئی مہینوں سے چلا رہا ہوں۔

آپکا نیاز مند
مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

ویسا ہی تم بھی صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے۔ یعقوب کا خط ۵ باب ۸

نزول مسیحؑ

من آں دم برگرفتم دل ز حافظ ٭ کہ ساقی گشت یار ناگزیرم

عرض حال } بتاریخ ۱۶- اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء کو میرے ایک فاضل دوست کا ایک عنایت نامہ پہنچا۔ صاحب موصوف مسیحی ہیں- آپ تثلیثی نہیں- بلکہ یونیٹیرین ہیں- ڈبل- ایم- اے ہیں- یونانی کی تحصیل علم میں ہمارے اُستاد ہیں یعنی میرے بزرگ بھی ہیں- اور دوست بھی- آپ اس خاکسار کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:- "مجھے اُمید ہے کہ عزیز سادیعنی راقم مضمون سا محقق طبع اور ہر بات کی اصلیت تک پہنچنے والا آدمی جب مذہب تبدیل کرتا ہے- تو بھیڑ چال کو ہی نہیں دیکھتا- بلکہ راستبازی اور صداقت کو ڈھونڈھتا ہے- اس لئے کیا میں اُمید کرسکتا ہوں کہ آں عزیز وہ دلائل تحریر کرے گا جن کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے مسیح ثابت ہوتے ہوں- مگر یاد رکھنا ہوگا- کہ ایسی دلائل بائبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے ہونی ضروری ہیں- کیونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے تھے- اور یہ بھی یاد رہے- کہ صرف ایک دلیل

بھی دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہوا کرتی ہے۔ پس زیادہ نہ سہی فقط ایک ہی دلیل کافی ہے۔ مگر ایسی قاطع بحث ہو۔ کہ اس میں "چون وچرا" کی گنجائش نہ ہو۔ اور نیز خداوند کی اس کلام کی تشریح بھی کریں۔ "کیونکہ بہتیرے جھوٹے میرے نام پر آویں گے۔ جواب ضروری تحریر کریں۔ ہمارے حقوق کا خیال رکھنا۔ فقط"

میرے بزرگ دوست کو جیسا کہ وہ خود بھی شاکی ہیں معلوم ہے کہ میں نے مسیحی اصحاب سے خط وکتابت کا سلسلہ قطع کر دیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ تکبر ونخوت کی راہ سے کلام کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ قاطع دلیل کو "دنیا کی فیلسوفی" کہہ کر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں۔ مسیح خداوند کا قول ہے۔ "اپنے موتی سوروں کے آگے مت ڈالو۔ کہ وہ انھیں روندیں اور تمھیں پھاڑنے آویں۔ جس مجلس میں آدمی کے کلام کی قدر نہ ہو۔ اس میں کلام نہ کرو کیونکہ کون ہے جو مخمل یا اطلس کو بندروں کے پاؤں تلے بچھائے۔ یا بوزنے سے ادرک کی لذت پوچھے۔ لیکن جناب بالا کی خدمت میں عریضہ تحریر کرنا بندہ اپنے لئے باعثِ فخر خیال کرتا ہے۔ مگر جناب پر روشن ہے۔ کہ میں نہ کوئی پادری ہوں نہ مولوی میری معلومات محض عطائیانہ ہے۔ نہ میں نے کوئی پادری کی جماعت پاس کی نہ کوئی مولوی فاضل کی سند حاصل کی میں نے اپنی معلومات کو محض عطائیانہ حاصل کیا ہے۔ "اس پر بھی اگر میں فخر کروں تو بجا ہے"۔

بہر حال میں آپ کی اس شرط کو "چونکہ آپ مسیحی سے قادیانی بنے ہیں۔ اس لئے صرف آپ ہی جواب دیویں۔ کیونکہ ہر کس وناکس کے ساتھ وقت ضائع کرنے کی مجھے فرصت کم ہے" پورا کرتا ہوں۔ میں جناب کا مشکور ہوں۔ کہ جناب نے اپنے اخلاق بزرگانہ سے مجھے "ہر کس وناکس" کے ساتھ شمار نہیں کیا۔ گو مجھکو اپنی "ناکسی" یاد ہے۔

بئیبل کی بے اعتباری } بزرگ دوست کتاب مقدس کی رو سے آپ کیوں دلیل طلب فرماتے ہیں؟ اگرچہ میں آپ کی اس شرط کو بھی پورا کرتا ہوں) کیا کتاب مقدس کی صدہا باتوں سے آپ کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ جن کو ایک عالم نے دیکھ لیا کہ وہ صحیح نہیں نکلیں۔ چنانچہ نمونے کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ متی کی انجیل اس کے چوبیسویں باب کی تیسری آیت سے آخر تک حواریین مسیح۔ اور مسیح کی آپس میں اس مضمون پر گفتگو ہے۔ کہ "آخر کب ہوگی

آیت ۳۴ - میں مسیح کہتا ہے - " میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں - کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اس پشت کے لوگ گذر نہ جائیں گے - اور مرقس کی انجیل ۱۳ میں بھی یوں ہی ہے - اور لوقا ۲۱ آیت میں بھی ایسا ہی ہے - پس اب ثلاثہ اناجیل کے محولہ بالا مقامات کی رو سے صاف واضح ہے - کہ آپ نے خاص یروشلم کی خرابی کا یہ نشان فرمایا کہ دانیال کی خبر کے موافق یروشلم فوجوں سے گھیرا جائیگا - یہ دیکھ کر تم پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیو - اور انہی ایام میں اسی مصیبت کے بعد فی الفور یہ ہر دو امور بھی واقع ہو جائیں گے - اور اس پشت کے لوگ ان سب چیزوں یعنی ہیکل کی خرابی - اور میرے نزول اور قیامت کے آنے کو دیکھ لیں گے - اور جب تک یہ سب کچھ پورا نہ ہولیگا یہ پشت گذر نہ جائیگی - متی کی باب مذکور کی آیت ۲۰ میں ہیکل کی خرابی کی خبر اور آیت ۲۹ سے آخر تک نزول مسیح اور قیامت کا حال ہے - اس کو پاسں اور راسکار وغیرہ نے قبول کیا ہے - اب جناب خود خیال فرماویں کہ ہیکل کی خرابی کے سوا باقی دو امور بالکل پورے نہیں ہوئے - وہ پشت گذر گئی نہ خداوند بادل پر آئے - نہ فرشتے ان کے ساتھ اترے - کئی صدیاں گذر گئیں - اب خداوند مسیح ناصری کا یہ فرمان " آسمان و زمین ٹل جائیں گے - پر میری باتیں نہ ٹلیں گی " کس طرح پورا ہوا - ایسی ہی آیات کی وجہ سے مسیح کے زمانہ کے لوگ یقین رکھتے تھے کہ مسیح کا نزول اور قیامت ان کے زمانہ میں ہی ہو جائیگا - اور یہ بات خطوط الرسل کے کئی مقامات سے ظاہر ہے - ان میں سے ایک لکھتا ہوں - تسلونیقیون ۱ باب ۴ آیت ۱۵ - میں یوں لکھا ہے :- " ہم تمھیں خداوند کے حکم سے کہتے ہیں - کہ وے جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ اور باقی رہیں گے - ان سے جو مر گئے ہیں - آگے نہ بڑھ جاینگے " وغیرہ پس کیا ایسی کتاب کی رو سے آپ دلائل طلب کرتے ہیں - کیا کتاب مقدس نہیں کہتی - کہ " خرگوش جگالی کرتا ہے احبار ۱۱ افسوس اس کتاب کو بنا ر ایمان سمجھنا درست نہیں - مگر خیر چونکہ ہم سچائی پر ہیں صداقت ہمارا نور اور راستبازی ہماری سپر ہے - مخالف سے بچنا ہمارا شیوہ نہیں - اس سے گریز نا ہم جانتے نہیں لہذا بائبل بھی اگرچہ کسی زمانہ میں خدا کا کلام تھا - اب بھی بعض مقامات پر کلام اللہ اس سے ملتا ہے - پس میں ذیل میں آپکی شرط کو پورا کرتا ہوں - اور اس چھوٹے خط میں ایک قاطع بحث دلیل تحریر کرتا ہوں خدا آپ کو سمجھنے کی توفیق بخشے - آمین - میرے بزرگ دوست اس دلیل سے روشن دلیل آپکو کسی

نبی کی صداقت کے واسطے زنہار نہیں ملیگی۔ آپ ضرور ہی غور کریں۔

صداقت مسیح موعود پر بائیبل کی قاطع بحث و بین دلیل

دانی ایل نبی کی کتاب اس کے آٹھویں باب میں دانی ایل نبی کی ایک رویا ہے۔ آپ سارا باب غور سے مطالعہ فرما دیں۔ لیکن اس آٹھویں باب کی تیرہویں آیت سے چودہ آیت کے یہ الفاظ ہیں۔

" اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سُنا اور دوسرے قدسی نے جو اس قدسی سے کلام کرتا تھا پوچھا کہ وہ رویت دائمی قربانی کی بابت اور اس اُجاڑنے والے کی شرارت کی بابت کہ مقدس اور لشکر دونوں دبے گئے۔ کب پامال ہوں کب تک رہیگی۔ اس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو دن تک پھر مقدس پاک کیا جائیگا"۔ دانی ۸ باب ۱۳ و ۱۴

اب جناب کو معلوم ہو کہ یہود و نصاریٰ نے کئی تفسیریں اور توجیہیں ان آیات کی کی ہیں۔ مگر سب غلط ثابت ہوئی ہیں۔ وہ پہلے آپ کو سناتا ہوں۔ پھر حرف مطلب زبان پر لاتا ہوں۔

پہلی توجیہہ اور اس پر تنقید جمہور مفسرین بائیبل کیا یہود و کیا نصاریٰ انٹیوکس شہنشاہ روم کو جس نے ایک سو اکسٹھ سال قبل ولادت مسیح کے یروشلم کو فتح کیا تھا۔ اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے تھے اور دنوں سے بھی یہی عام دن متعارف مراد لیتے تھے۔ اور جوزیفس یہودی مورخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر اس تفسیر و توجیہہ میں یہ بڑا فساد اور غلطی تھی۔ کہ اس حساب سے چھ برس اور چار ماہ اور بیس دن ہوتے ہیں۔ لیکن انٹیوکس کا وہ حادثہ جس میں مقدس اور لشکر لتاڑے رہے۔ کل ساڑھے تین برس (تین سال چھ ماہ) رہا تھا۔ دیکھو جوزیفس کی تاریخ کی کتاب ۵ باب ۹۔ اسی لئے شہرہ آفاق سرگروہ فضلائے یورپ حکیم فیلسوف سر آئزک نیوٹن صاحب نے اس تفسیر کو رد کر دیا۔ اور اس کی غلطی سمجھا دی۔ لہٰذا یہ تفسیر بوجہ غلط ہونے کے مطلق قابل التفات نہیں۔

دوسری تفسیر طامس نیوٹن کی طامس نیوٹن صاحب اپنی کتاب کی جلد اول میں جس میں صاحب موصوف نے پیشگوئیاں بائیبل کی شرح لکھی ہے۔ اس پیشگوئی کی نسبت اوّلاً جمہور مفسرین بائیبل اور جوزیفس کے قول کو نقل کرتا

ہے۔ اور یوں کہتا ہے۔ "در تامل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا مصداق انٹیوکس ہرگز نہیں" پھر سر آئزک نیوٹن کی طرح انکار کرتا ہے۔ اور پھر آپ اس خبر کو روم کے بادشاہوں اور پوپوں پر چسپاں کرتا ہے۔ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اس کی تفسیر پہلی تفسیر سے بھی بالکل غلط و مہمل ہے۔ کیونکہ یہ خبر کسی روم کے بادشاہ پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کسی نے ۷ سال ۴ ماہ ۲۰ یوم مقدس اور لشکر کو لتاڑا۔ اور پوپ صاحبان پر تو بالکل چسپاں نہیں ہو سکتی جن کے لئے لفظ پوپ ہی اس کی ضمانت و کفالت کو کافی ہے۔

سنل چالنسی کی تفسیر سنل چالنسی صاحب اپنی پیشگوئیاں ہیں میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ کتاب ایسی ہے۔ جس کے آخر میں صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میں نے اس شرح کے مضمون کو (زوائی ۱۸۱۳ کو) پچاسی شرحوں سے لیا ہے"۔ لکھتے ہیں:۔ "ہمیشہ سے یہ امر بڑا مشکل ہے۔ کہ اس مدت کا مبداء کس زمانہ کو ٹھہراویں۔ اور اکثر کے مختار کے موافق ان چار زمانوں میں سے جن میں چار فرمان ایران کے بادشاہوں کے جاری ہوئے۔ ایک زمانہ ہے۔ یعنی پہلا زمانہ ۵۳۶ء قبل ولادت مسیح۔ جس میں کورش کا فرمان جاری ہوا۔ دوسرا زمانہ ۵۱۸ء قبل مسیح جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔ تیسرا زمانہ ۴۵۷ء قبل مسیح جس میں اردشیر کا فرمان عزرا کو ملا تھا۔ چوتھا ۴۴۴ء قبل مسیح جو اردشیر کے جلوس کا بیسواں سال تھا اور یہاں دنوں سے مراد سال ہیں اور ان مبدؤں کے اعتبار سے اس پیشگوئی کا منتہی مفصلہ ذیل کے موافق ٹھہرتا ہے:۔

پہلے کے اعتبار سے ۱۷۶۴ء دوسرے کے اعتبار سے ۱۸۷۲ء

تیسرے کے اعتبار سے ۱۸۴۳ء چوتھے کے اعتبار سے ۱۸۵۶ء

پہلی اور دوسری مدت تو ان میں سے گذر گئی۔ پس تیسری اور چوتھی اعتبار کے قابل ہے اور تیسری قوی ہے۔ اور میرے نزدیک یقیناً یہی ہے۔ اس میں مسیح آنا چاہئے۔ اور بعضوں نے اس کا مبداء اسکندر رومی کے خروج کو ایشیا کے ملک پر ٹھہرایا ہے۔ اور اس کے موافق اس کا منتہی ۱۹۶۶ء نکلتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی اس پر چسپاں نہیں ہوتی" یہاں تک خلاصہ کلام سنل چالنسی صاحب کا تھا۔

اب میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۶ء میں ہوئی تھی۔ اس کے لئے ہمارے پاس بین شہادت ہے۔ آج سے کچھ دیر پہلے کے رسالہ ریویو کو ہی پڑھیں۔ جو میں ارسال کرتا ہوں۔ اس میں ایک مضمون "احمد قادیانی زمانہ کا رسول" درج ہے۔ جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور مسیح موعود کے بڑے صاحبزادے اور جماعت کے خلیفہ بھی ہیں۔ تحریر کرتے ہیں۔ کہ آپ تقریباً ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز قادیان جلد نمبر ۱۵ ص ۱ اور حضرت اقدس کی سوانح عمری۔

ہمارا حساب بادلیل } مگر ہم کہتے ہیں کہ سنل جانسی صاحب جو حضرت اقدس مرزا صاحب سے کئی سال قبل لکھ گئے۔ یہ عین بائبل کے علم محاسبہ و علم تفسیر کے مطابق لکھ گئے۔ جو بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ بائبل کی رو سے پیشگوئیوں میں دن سے مراد سال ہوا کرتا ہے۔ زبور ۹۰۔ آیت نمبر ۴۔ اور نمبر ۲ پطرس تیسرا باب آیت ۸ جن میں لکھا ہے۔ پر اے عزیزو یہ بات تم پر چھپی نہ رہے۔ کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس۔ اور ہزار برس ایک دن کی برابر ہے"۔ اور کئی مقامات سے بھی ایسا واضح ہوتا ہے۔ اب بموجب دانی ایل دو ہزار تین صد دن کے بعد مقدس پاک و صاف کیا جائیگا۔ دو ہزار تین صد برس کے عرصہ میں سے وہ عرصہ تفریق کرو جو قبل مسیح دانیال نبی کا زمانہ تھا۔ یعنی چار صد تریسٹھ سال قبل مسیح دانی ایل نبی ہوئے ہیں۔ اب چار صد تریسٹھ سال اگر دو ہزار تین صد سال کے مجموعہ میں سے منہا کئے جاویں تو باقی ایک ہزار آٹھ صد سینتیس رہتے ہیں۔ اور اسکو زمانہ نزول مسیح کہا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا تھا۔ جیسا سنل جانسی صاحب کی کتاب سے ظاہر ہے۔ مگر چونکہ لوگ عقیدۃً آسمان سے نگاہ لڑائے بیٹھے تھے۔ اس لئے سب نامید و مایوس ہو کر رہ گئے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ واقعی ۱۸۳۶ء میں مسیح کا نزول ہو چکا ہے۔ اور وہ پیدا ہو گیا ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل آپ چاہتے ہیں۔

اور یہ بات کہ قبل مسیح چارصد تریسٹھ سال دانی ایل نبی ہوئے۔ کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ میں تو خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ اور اگر بالفرض معلوم نہ ہو تو بیبل کے مجموعہ میں سے کتاب دانی ایل دیکھیں۔ اس کے اخیر کے باب ریفرنس میں ہر۔ یعنی باب نمبر ۱۲ کے مقابل آپ لکھا پائیں گے۔ قبل مسیح ۵۳۴ء۔ اب دانی ایل کی عمر ۷۱ سال اس مجموعہ پانصد چونتیس میں سے تفریق کریں۔ تو باقی پورے چارصد تریسٹھ سال رہجائیں گے۔ اور یہ آپ کے مسلمات میں سے ہے۔ اسکو جمہور یہودی اور مسیحی مفسرین نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں۔ یا جان سکیں گے۔ اب آپ خیال فرمادیں۔ کہ مسیح سے چارصد تریسٹھ سال قبل دانی ایل پیدا ہوئے۔ ادھر دانی ایل ہی خبر دیتا ہے کہ دو ہزار تین صد سال کے بعد مقدس صاف کیا جائیگا۔ مقدس کب صاف ہوگا۔ یہ تو آپ بھی یقین رکھتے۔ اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے آنے پر پس اس پیشگوئی کے مطابق ۱۸۳۷ء میں نزول مسیح چاہیئے۔ کیونکہ پیشگوئی صاف مسیح کے لئے ہے۔ ورنہ مہمل ہے۔ جس کے کچھ معنی و تفسیر نہیں۔ ادھر ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ۱۸۳۷ء میں ہی وہ شخص پیدا ہوا جو مسیح موعود ہونیکا مدعی ہے۔ اور پیدا ہونا اپنا اختیار نہیں پس آپ خوب سوچیں۔ کہ کیا اس سے زیادہ روشن تر دلیل بیبل یعنی کتاب مقدس کی رو سے صداقت مرزا صاحب پر اور کیا ہو سکتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ اس رویا کی تعبیر جو اسی باب میں لکھی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔ "کہ یہ آخری زمانہ کی بابت ہے"۔

جھوٹے مسیح کون ہیں } خداوند کا یہ فرمان کہ "میرے بعد جھوٹے مسیح آئیں گے" کیا معنی رکھتا ہے؟

بزرگ دوست کیا خوب ہوتا۔ جو آپ خود ہی جان جاتے اور آپ خوب جانتے ہیں اور اگر اب بھی آپ کو نہ معلوم ہوا ہو۔ تو مقدس مارٹن لوتھر سے پوچھ لیں۔ وہ آپ کو خوب بالتوضیح و تشریح بتادیں گے۔ کہ کون جھوٹے مسیح ہیں۔ کون ہیں جو اس کے نام پر آتے ہیں اور بدعات نکالتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس کا دین خراب کردیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ پراٹسٹنٹ مذہب کے علماء و فضلاء اور سارے پیشوا یہ کہتے ہیں کہ بعد ۳۲۵ء سے لیکر مارٹن لوتھر سے پہلے تک عیسائی مذہب بالکل ایک بت پرست مذہب تھا۔ جس کو ان لوگوں نے جو مسیح کے

جھوٹے جانشین یعنی جھوٹے مسیح تھے۔ خراب کر دیا ہوا تھا۔ کیا آپ کو مقدس پطرس کے یہ الفاظ یاد نہیں۔ آپ ان کی تفسیریں پھر غور سے پڑھیں۔ کہ " پر جھوٹے نبی بھی اس قوم (یعنی جس قوم کے مسیح خداوند تھے۔ یہودا) میں تھے۔ جس طرح کہ جھوٹے معلم تم میں بھی ہونگے" پطرس نمبر ۲ باب ۲ آیت ۱ اب دیکھیے مقدس پطرس صاف فرماتے ہیں۔ کہ "تم میں جھوٹے معلم ہونگے" ویسے ہی جس طرح پہلے جھوٹے نبی ہوا کرتے تھے۔ جن پر یرمیاہ نبی واویلا کرتے ہیں۔ اگر جھوٹے نبی آنے ہوتے تو ضرور الگ طور سے یوں لکھ دیتے کہ تم میں بھی جھوٹے نبی ہونگے۔ ہاں جھوٹے مسیح ضرور آ گئے۔ جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو مسیح کا جانشین قرار دیتے اور دنیا بٹورتے ہیں۔ وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ کون ہیں۔ اب ان کا زور[ف۱] نہیں رہا اب تو سچے مسیح کا زمانہ ہے۔ اب میں نے آپ کی سب باتوں کا جواب دیدیا ہے۔ رسالہ جس میں یہ جواب شائع ہوگا۔ آپ کو ارسال کر دیا جائیگا۔ اس خط کے جواب میں آپ کی تمام شرائط تحریر فرمودہ حرف بحرف پوری کر دیگئی ہیں۔ بمنصف مزاجوں پر ظاہر ہے۔ کہ اس سے روشن تر دلیل کسی نبی کی صداقت کے واسطے نہیں مل سکتی۔ مگر چونکہ یہ نبی ذی شان اور تمام دنیا کے پہلے انبیاء علیہم السلام کا موعود نبی تھا اس لئے خداتعالیٰ نے اس کے واسطے بائبل جیسی کتاب میں جو آئے دن محرف مبدل ہوتی رہتی ہے۔ ایسی روشن واضح بین دلیل محفوظ رکھی۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ (عبدالخالق)

ف۱ آپ یوحنا کے خط اول کا یہ مقام بھی بغور پڑھیں۔ تا معلوم ہو کہ جھوٹے مسیح کون ہیں اس میں لکھا ہے " اے بچو آخری زمانہ ہے۔ اور جیسا تم نے سنا ہے۔ کہ مسیح کا دشمن آتا ہے۔ سو ابھی مسیح کے بہتیرے دشمن ہوئے ہیں۔ اس سے ہم جانتے ہیں۔ کہ آخری زمانہ ہے۔ یوحنا کا خط ۲/۱۸

دیکھیے صاحب وہ جھوٹے مسیح تو خود بقول یوحنا حواری بہت مدت گذرے آ چکے لیکن آپ تاحال ان کا پتہ ہم سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کا پتہ تو انجیل میں اور پھر مقدس مارٹن لوتھر کی تصنیفات میں مکمل موجود ہے۔ پر آپ دانستہ بات چھپاتے ہیں۔

مُباحثہ کپورتھلہ

جو ایک عیسائی اور احمدی کے مابین ہُوا

یہاں کپورتھلہ میں کرنل الطاف علی خان صاحب کی کوٹھی میں اسلام اور عیسائیت کی صداقت پر مناظرہ ہوا۔ اسلام کی طرف سے شیخ عبدالخالق صاحب قادیانی اور عیسائیت کی طرف سے مسٹر عبدالحق صاحب پادری ایڈیٹر اخبار نور افشان مناظر تھے یہ مناظرہ بصدارت لالہ درگا داس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۷ اگست ۱۹۱۸ء کو ساڑھے چار بجے دن کے ہوا۔ جسمیں اہل ہنود۔ اہل اسلام عیسائی۔ آریہ۔ سکھ صاحبان کی بڑی اچھی تعداد تھی۔ عبدالحق صاحب پادری مدعی الوہیت مسیح کے تھے۔ قبل از مناظرہ شیخ عبدالخالق صاحب کی طرف سے یہ شرط پیش ہوئی۔ کہ مناظرین کو اس کا خیال رہیگا۔ کہ جو دعویٰ اور دلیل پیش ہو وہ اپنی مسلمہ الہامی کتاب سے ہونی چاہیئے۔ مگر مسٹر عبدالحق صاحب نے عام مجمع میں اس کا اعتراف کیا کہ ان کی الہامی کتاب یعنے بائبل اس سے خالی ہے یہ صرف قرآن کریم میں ہے۔ کہ وہ اپنے دعوے پر دلیل لاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کو ابتدائے نزول میں مختلف مذاہب سے بحث کرنی پڑی ہے۔ مگر بائبل میں بجز ایمان لانے کے اسکے متعلق کوئی دلیل نہیں دیگئی۔ اسیوجہ سے مسٹر عبدالحق صاحب نے اپنی تقریر اثبات الوہیت مسیح میں دلیل تو کیا مجرد دعوے بھی اناجیل سے پیش نہیں کیا۔ شیخصاحب موصوف نے ان کے جواب میں حسن وضاحت اور زور سے الوہیت مسیح کا بطلان عہد عتیق اور عہد جدید سے ثابت کیا۔ اور صدہا حوالجات پیش کر کے اپنے مطالبات عیسائیوں پر قائم کئے۔ ہم خدا کو

حاضر و ناظر جان کر انصاف سے ظاہر کرتے ہیں کہ مسٹر عبدالحق صاحب اسکی تردید نہیں کر سکے۔ بلکہ شیخصاحب نے دو دفعہ بڑے زور سے چیلنج دیا کہ اگر موجودہ تثلیث پادری صاحب کتب بائبل سے ثابت کر دیں۔ تو وہ اسی وقت یکصد روپیہ ان کی نذر کرینگے۔ مگر پادری صاحب کو بجز سکوت کے کچھ بن نہ پڑا۔ بعد اسکے جلسہ برخاست ہُوا۔ اور دوسرے دن ۲۸۔ اگست کو اہل اسلام کی طرف سے تقریر کتب بائبل کے مُبدل اور محرف ہونے پر تھی۔ اور یہ تقریر ۲۹ر اگست کو مفصل اور مشرح طور پر شیخ صاحب بموجودگی مسٹر ہوز کر چکے تھے۔ اس لئے پادری صاحبان سے کوئی بھی باوجود طلبی کے میدان مناظرہ میں نہ آیا اور راہ فرار اختیار کی۔ اور شیخصاحب نے پھر مفصل طور پر تحریف اناجیل پر تقریر کی۔ اور مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری نے قرآن کریم سے مدلل طور پر معقولی رنگ میں الوہیت مسیح کی تردید کی۔ اور پھر دعا کے بعد جلسہ برخاست ہُوا۔ ہم سب حلف سے ایماناً ظاہر کرتے ہیں کہ اس مناظرہ میں عیسائی صاحبان کو سخت ذک اٹھانی پڑی۔ اور ان کو .. .. شکست ہوئی (الحکم [illegible]

شرائط مناظرہ

کپورتھلہ کے مسیحی صاحبان کے سکرٹری مسٹر ایم این ہوز وکیل نے جماعت احمدیہ کپورتھلہ کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا تھا جسپر بحکم حضرت اقدس میں ہمراہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کپورتھلہ مناظرہ کے لئے آیا۔ آنے پر معلوم ہوا کہ مسیحی صاحبان کا کوئی مناظر یہاں موجود نہیں۔ مسٹر ایم این ہوز نے مطلع ہونے پر منشی عبدالحق ایڈیٹر نور افشاں لودھیانہ کو تار دیا۔ اور پھر ایک آدمی بھیجا۔ مگر وہ نہ آئے۔ چونکہ ہم لوگ صرف مناظرہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اسلئے میںنے تحریک کی کہ کوئی ہم میں سے جا کر منشی صاحب موصوف کو لے آوے اسپر ایک آدمی ہم نے اپنا بھیج کر منشی صاحب کو بلایا ۔

شرائط کا تصفیہ

ہماری طرف سے صرف ایک شرط یہی پیش کی گئی کہ "ہر مدعی پر فرض ہوگا کہ دعوے اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے پیش

کرے۔ اس شرط کو مسیحی صاحبان کے مناظر منشی عبدالحق صاحب نے تادم آخر تسلیم نہ کیا۔ اگرچہ ہماری یہ شرط نہایت معقول .. .. تھی۔ لیکن اس شرط کے نہ تسلیم کرنے پر بھی ہم مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لہذا ۲۷ اگست ۱۹۱۸ء کو شام کے ۴½ بجے مناظرہ شروع ہوا۔ انتظام قائم رکھنے کے لئے جناب لالہ درگا داس صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپورتھلہ پریذیڈنٹ قرار پائے۔ حسب شرائط قرار دادہ مسیحی صاحبان الوہیت مسیح کے مدعی تھے۔ اور احمدی صاحبان مدعا علیہ۔

مسیحی مناظر کی تقریر

منشی عبدالحق صاحب مسیحی مناظر نے پورے ساڑھے چار بجے اپنی تقریر شروع کی۔ آپ نے بیان کیا کہ "یہودیوں نے مسیح خداوند پر اعتراض کیا تھا کہ یہ انسان ہو کے اپنے تئیں خدا کہتا ہے۔ اس کا جواب جو مسیح خداوند نے فرمایا تھا وہ یہ ہے۔ اس پر آپ نے یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کی اکیسویں آیت سے لے کر بتیسویں آیت تک پڑھ کر سنایا۔ اور بتلایا کہ کس طرح مسیح کو خدا ہونے کا دعوے تھا۔ اور دلیل میں اسنے اپنے اچھے کام یعنے اعجازی قوت کو پیش کیا ہے۔ (۲) اسکے بعد آپ نے متی ۱۱/۲۷ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا۔ مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا۔ مگر بیٹا یا جس پر بیٹا ظاہر کرنا چاہے۔ اور استدلال کیا کہ خدا کو بھی ظاہر کرنے کا کام مسیح کے سپرد کیا گیا ہے۔ پھر کیا وہ خدا نہیں تو اور کیا ہے۔ (۳) پھر اس کے بعد یوحنا ۱/۱۸ پڑھ کر سنایا۔ جہاں لکھا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اسی لئے ظاہر کیا۔ (۴) پھر آپ نے بیان کیا کہ خدا کی ذات جو نادیدنی ہے۔ بے حد ہے۔ اس پر بے دیکھے ایمان لانا بالکل مشکل ہے۔ جس طرح پہلے زمانوں میں خدا موسیٰ پر جھاڑی میں یا بجلی میں ہو کر ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح خدا نے تجسم اختیار کرکے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کیا تا باعث ازدیاد ایمان ہو۔ عینی مشاہدہ تسلیم کے لئے عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ اور اس کو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ جس طرح خدا کی آواز

لامحدود ہے۔ لیکن تو بھی خدا مختلف زمانوں مختلف اشخاص کے ساتھ ہم کلام ہوا۔ تو بھی نہ وہ اور نہ اس کی ذات محدود کہی جاسکتی ہے۔ اس طرح تجسم اختیار کر کے جو اس نے ظہور فرمایا۔ وہ محدود نہیں کہا جا سکتا ۔

(۵) پھر علاوہ ازیں مسیح جو کلمۃ اللہ ہے یعنی کلام ہے وہ خدا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ کلام قدیم ہے۔ اور کلام صفت ہے۔ پھر جس صورت میں موصوف ازلی ہے کلام جو صفت ہے ضروری ازلی و ابدی ہے۔ پس جس طرح خدا جھاڑی میں ظاہر ہوا یا تجلی میں اس کا ظہور ہوا اسی طرح مسیح میں خدا کا ظہور ہوا۔ اور اسی کلمۃ اللہ سے ساری دنیا اور جو کچھ ہے پیدا ہوا۔ مسیح کے تجسم سے پہلے بھی خدا فرشتوں کی شکل میں اُترا۔ اور اپنے آپ کو انبیاء پر ظاہر کیا۔ یہ ایک مسیح کے تجسم کے واسطے اشارہ تھا۔ لہٰذا ایک انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا

(۶) اور اس پر بائبل کی سند موجود ہے۔ مسیح کو خدائی نام اور صفات بائبل میں منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ یشعیاہ ۹/۶ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ" رومیوں کے خط میں خدائے محمود مسیح کو کہا گیا ہے۔ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ "پیشتر اسکے کہ ابراہیم ہوا میں ہوں" پھر مسیح کہتا ہے کہ اے باپ مجھے اس جلال سے حصہ بخش۔ جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ تھوما حواری نے مسیح کو کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ مسیح نے اس لقب کو قبول کیا۔ پھر مسیح نے کہا کہ میں دنیا کے آخر ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ اور میں اس کا ضرور ذکر کروں گا۔ کہ کیوں مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیوں کوئی دوسرا انسان اس طرح پر پیدا نہیں ہوا۔ یہ اس کی الوہیت کی بین دلیل ہے۔ کیوں انسانی نطفہ سے پیدا نہ ہوا۔ انسانی تاریخ میں کیوں بغیر باپ کے پیدا ہونے کے واقعہ کو کسی دوسرے کی جانب منسوب نہیں کیا گیا۔ پھر بائبل میں اس کو عمانوئیل کا لقب دیا گیا ہے۔ پھر سب سے بڑا معجزہ اس کا مردوں میں سے زندہ ہونا ہے۔ پولوس رسول کہتا ہے کہ یہ مردوں کی قیامت کی ایک دلیل ہے ۔

(۷) پھر علاوہ ازیں قرآن شریف میں اسکی معجزانہ پیدائش کا مفصل ذکر ہے۔ اس کو

آدم اوّل سے تشبیہ دے کر گویا آدم ثانی کہا گیا۔ ذکیاؔ کے لفظ سے الوہیت ثابت ہے خدا خلق کر سکتا ہے۔ اس کو خلق کہنے کا اختیار ہے۔ یہی لفظ اسکے لئے استعمال ہوا۔ لہذا وہ خالق و مالک ہے ✦

احمدی مناظر کی تقریر

پادری صاحب نے یہ تقریر نصف گھنٹہ میں کی۔ اسکے بعد مجھے نصف گھنٹہ وقت دیا گیا اور میں نے اسطرح پر جواب سنانا شروع کیا۔

معزز حاضرین! جو کچھ پادری صاحب نے کہا وہ آپ نے سُنا۔ اور پادری صاحب نے خوب کیا کہ چند بائبل کی آیات بھی پیش کیں یہی میں چاہتا تھا۔ اب میں جواب سناتا ہوں۔

مسیح نے کن معنوں میں اپنے آپکو خدا کہا

اوّل مسیح نے یوحنا ۱۰/۳۱ تا ۳۲ میں کیا کہا۔ اور اپنے آپ کو کن معنوں میں خدا کہا۔ سو واضح ہو۔ کہ مسیح نے جب اپنے آپ کو خدا کہا اور یہودیوں نے کفر کا الزام لگایا تو مسیح نے ان کو جواب دیا کہ تمہاری کتابوں میں ان کو خدا کہا گیا ہے۔ جن پر کلام الٰہی اُترا۔ یعنے انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب مقدس باطل ہو۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہدیا۔ تو کیا کفر کیا ہے۔" اب ظاہر ہے کہ زبور ۸۲/۶ میں انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ لہذا انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا کہا۔ بلکہ خدا کا بیٹا۔ آیت ۳۱۔ پس اگر زبور ۸۲/۶ میں انبیاء کو حقیقی معنوں میں خدا کہا گیا ہے تو یوحنا ۱۰ باب میں بھی مسیح نے اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں خدا یا خدا کا بیٹا کہا ہوگا لیکن اب یہ امر ظاہر ہے کہ زبور ۸۲/۶ میں سابقہ نبیوں کو حقیقی معنوں میں خدا نہیں کہا گیا ہے۔ خود مسیحی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اگلی آیت یعنی زبور ۸۲/۷ میں صاف لکھا ہے کہ "تم بشر کی مانند مروگے" لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح مجازی رنگ میں زبور ۸۲/۶ میں انبیاء کو خدا کہا گیا ہے۔ اسی طرح یوحنا ۱۰/۳۱ میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا مجازی رنگ میں کہا ہے نہ نبی حقیقی خدا تھے۔ نہ مسیح حقیقی خدا ہے ✦

لفظ الوہیم کے بائبل میں مختلف معنے۔

اور اب یہ امر یاد رہے کہ مجازی رنگ میں بائبل عبرانی میں لفظ خدا (الوہیم) ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے۔ جسمیں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً استعمال ہوا۔ چنانچہ موسیٰ (۷/۱ و ۴/۱۶ خروج) سموئیل کی روح (۱ سموئیل ۲۸/۱۳ و ۱۴) قاضی لوگ (خروج ۲۱/۶ و ۲۲/۸ و ۹) دوسرے بادشاہ و حاکم (زبور ۸۲/۱ و ۶) مجازاً الوہیم کہے گئے۔ اور لفظ ایل مفرد حالت میں منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی معنوں میں عبرانی بائبل میں مستعمل ہوا۔ نمونہ کے طور پر یشعیاہ ۹/۶۔ حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ جو خد نصر بادشاہ کے واسطے وغیرہ لہذا چونکہ انہیں معنوں میں مسیح نے اپنے آپ کو خدا بلکہ خدا کا بیٹا کہا ہے۔ یعنی مجازاً ثابت ہوا کہ وہ خدا نہ تھے۔

سب کچھ سونپنے سے کیا مراد ہے۔

دوم متی ۱۱/۲۷ باپ کی جانب سے مسیح کو سب کچھ سونپا گیا۔ خوب۔ اس سے مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ سونپی ہوئی چیز اس کی ذاتی ملکیت نہیں۔ یہ کمال حاصل کردہ ہو حاصل کردہ کمال ذاتی نہیں ہوا کرتا۔ بھلا آپ بتلائیں تو کہ مسیح کو تو خدا باپ نے سب کچھ سونپ دیا تھا۔ کیا خدا کو بھی کسی نے سونپا تھا یا اس کا ذاتی واصلی تہا۔ پس اس سے بھی مسیح خدا ثابت نہ ہوا۔

یوحنا ۱/۱۸ کی تفسیر

سوئم۔ یوحنا ۱/۱۸ دیکھو یوحنا کہتا ہے کہ خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لیکن اگر مسیح خدا تہا۔ تو مسیح کو دیکھنے والوں نے بوجہ احسن خدا کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن چونکہ مسیح خدا نہیں۔ اس لئے یوحنا انجیل نویس کا یہ کہنا کہ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ درست اور صحیح ہو سکتا ہے ورنہ کلام مہمل ہے۔

اور یہ جو آپنے کہا کہ خدا کی ذات نادیدنی ہے بے صحیح ہے۔ اسلیئے خدا نے تجسم اختیار کر کے اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ درست نہیں۔ خدا کا اپنے آپ کو دکھانا کیوں ضرور تھا۔ تسلیم کرنے کے لئے عینی مشاہدہ لابدی نہیں۔ آپنے لنڈن نہیں دیکھا

تسلیم کرتے ہو۔ چند آدمیوں کے کہنے سے لکھو کہا انبیاء شہادت دیتے ہیں۔ خدا موجود ہے۔ آپ یقین نہیں کرتے عینی مشاہدہ طلب کرتے ہو پھر تجسم اختیار کر کے اس ضرورت کو ہمیشہ کے لیئے رفع نہیں کیا۔ اور یہی بتلاؤ مسیح سے پہلے لوگ خدا پر کس طرح یقین کرتے تھے۔ پھر اب جبکہ وہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور آپ خود بھی اس کو نہیں دیکھتے کس طرح یقین کر رہے ہو۔ پھر لوگوں نے جس چیز کو مسیح کے وقت دیکھا تھا۔ وہ تو مسیح کا جسم تھا۔ اور اب تم خود مسیح کے جسم کو خدا نہیں کہتے۔ تو خدا تو پھر نادیدنی ہی رہا پھر جناب پر روشن ہو۔ مجسم چیز محدود اور حادث ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ کا خدا محدود اور حادث ٭

خدا کی آواز اسی طرح سمجھ لو۔ جس طرح اس کے خلق کرنے کے اوزار۔ اپنی طرح کی آواز خدا کی آواز نہ سمجھو۔ اور کلام محدود نہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ قرآن شریف خدا کے کل کلمات کا مجموعہ ہے۔ مگر ہم صرف[1] یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا کے کلمات کا کچھ حصہ ہے۔ محدود تب ہو۔ جب ہم کہدیں کہ ½ مل گیا ہے۔ اور ½ باقی ہے۔ جب ہم تقسیم کلمات الٰہیہ نہیں کرتے۔ پھر محدود کیوں کر ہوا۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ ضروریات ہر زمانہ کے مطابق کامل و اکمل ہے۔ کہو کس طرح ہم کلام الٰہی کو محدود کہتے ہیں۔ "ہاں مسیح مجسم سارا خدا تھا۔ کلام قدیم ہے۔ اس لئے خدا ہے" غلط کہا۔ کلام صفت ہے۔ خدا متکلم موصوف ہو۔ صفت موصوف کے تابع ہوا کرتی ہے۔ جو تابع ہے متبوع کے مساوی نہیں ہو سکتا ٭

"مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ جس طرح جھاڑی[2] میں خدا ظاہر ہوا۔" بالکل درست ہے پس

---

[2] حاشیہ۔ منشی عبدالحق صاحب مسیحی نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ بلکہ کہدیا کہ حوالجات پھر لکھوا دوں گا۔ مگر میں نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں آپ عبارت پڑھتے جاویں۔ حوالجات میں زبانی بتلاتا جاؤنگا۔ ایسے ہی حوالجات بتلاتا گیا۔ اور انہوں نے کوئی حوالہ نہ بتلایا۔ یہ جھاڑی والا حوالہ بھی اور کھجلی والا حوالہ میں ان کو بتلاتا ہوں۔ کھجلی والا حوالہ خروج ۱۹: ۸ ۔ ۲۱: ۱۹۔ وغیرہ ٭

جس طرح جھاڑی یا بجلی میں خدا ظاہر ہوا تھا اور وہ خدا نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح مسیح میں خدا ظاہر ہوا۔ اور مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مظہر الٰہی اور اس طرح توحید الٰہی میں کسر نہیں آتی۔ کیونکہ لکھا ہے " ساری زمین خداوند کے جلال سے معمور ہے۔ یسعیاہ ۶ جس میں خدا ظاہر ہو۔ آگ میں پانی میں پہاڑ میں۔ بیابان میں چاند میں۔ سورج میں ستاروں میں۔ انسان میں۔ ایماندار میں۔ مسیح میں۔ کسی کو خدا مت کہو یہی کہو کہ فلاں شخص میں فلاں شے میں خدا ہے نہ کہ فلاں شے یا فلاں شخص خدا ہے۔ پس جھاڑی یا بجلی والی مثال کو خدا کے اوتار لینے سے کیا سروکار ۔

کلمۃ اللہ سے دنیا کی پیدائش ۔

" کلمۃ اللہ سے ساری دنیا پیدا ہوئی " مسیح سے کئی ہزار سال پہلے بھی دنیا موجود تھی۔ بعد میں موجود۔ جب وہ صلیب پر مر گیا تھا اس وقت بھی قائم رہی تھی۔ پھر وہ قیوم کیسے اسکے بغیر بھی دنیا قائم تھی۔ اور موجود ہے۔ اس سے کس طرح پر پیدا ہوئی۔ ثبوت پیش کرو ۔

کلمۃ اللہ مجسم ہونا صحیح نہیں ۔

" خدا نے فرشتوں کی شکل اختیار کی " مگر آپ نے حوالہ نہیں دیا۔ غالباً پیدائش ۱۸ / ۱تا آخر کی نسبت اشارہ ہے۔ تو فرمایئے کہ اگر وہ تین مرد خدا تھے۔ تو پھر انہوں نے ابراہام کی ضیافت کیسے قبول کی۔ بچھڑا گھی میں بھونا ہوا کھایا۔ پاخانہ کی حاجت نہ ہوئی؟ کھانے پینے والا خدا صرف عیسائیوں کا خدا ہے ۔

" انسان میں کلمۃ اللہ ظاہر ہوا " فرمایئے۔ خدا پیٹ میں کیسے رہ سکتا ہے۔ دو روحیں ایک جسم میں کس طرح حلول کرتی ہیں ۔ ذرا فلسفہ سے ثابت کرو۔ درآنحالیکہ ایک روح محدود اور دوسری لامحدود ہو۔ جواب دیویں ۔

مسیح کا کوئی معجزہ بے نظیر نہیں

اور یہ جو کہا۔ کہ اعجازی قوت مسیح نے دلیل میں پیش کی تھی۔ کہ وہ الٰہی ذات سے ہو۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ کوئی معجزہ مسیح کا پیش کریں۔ میں وہی معجزہ سابقہ انبیاء کا

کا دکھلاتا ہوں تو کیا وہ بھی خدا تھے۔ اسپر میں ذیل کا نقشہ جو معجزات مسیح کے مقابلہ میں فروری ۱۵ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں بعنوان الوہیت مسیح .. .. راقم مضمون ہذا نے دیا تھا۔ پیش کرتا ہوں۔

نمبر اعجاز	نام انبیاء	کتاب جسمیں معجزہ کا ذکر ہے	قسم معجزہ	کیفیت
۱	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے کوڑہے اچھے کئے	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۵/۸ تا ۱۴	الیشع نبی نے " " "	
۲	یسوع مسیح	اناجیل	یسوع نے اندھونکو بینائی بخشی	
	الیشع نبی	سلاطین ۲ ۶/۱۵	الیشع نے " " " "	
۳	یسوع مسیح	اناجیل	ایک خشک ہاتھ والے کا ہاتھ درست کیا	
	ایک مرد خدا	سلاطین ۱ ۱۳/۱ تا ۱۰	" " "	
۴	یسوع	اناجیل	پانچ روٹیوں سے کئی آدمی سیر کئے	
		سلاطین ۲ ۴/۴۴	بیس روٹیوں سے سینکڑوں آدمی سیر کئے	
۵	الیشع	اناجیل	پانی سے مے بنانا	

خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ غلط ترجمہ ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ مسیح کو یسعیاہ ۹/۶ میں خدائے قادر ابدیت کا باپ کہا ہے" غلط ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ 'خدائے قادر' کیا ہے۔ وہ اصل زبان عبرانی میں ایل ہے۔ الوہیم اس کی جمع بابل کے مندروں میں الوہ کرکے لکھا جاتا تھا۔ اس لفظ کے معنے ہیں حاکم۔ زور آور۔ زبردست یہی لفظ حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ میں بنوخدنضر بادشاہ کے واسطے آیا ہے۔ وہاں تحریف سے اس کا ترجمہ زور آور زبردست حاکم لکھ دیا لیکن لفظ وہی ایل ہے۔ جو مسیح کے حق میں یسعیاہ ۹/۶ میں ہے۔ تو اب بنوخدنضر کو بھی خدا تسلیم کرلو۔ دوسرا لفظ ابدیت کا باپ عبرانی میں ہے۔ ابی عد۔ معنے اس کے عہد کا باپ ابی بمعنی باپ اور عد بمعنی عہد۔ جس طرح ابن الزمان زمانے کا بیٹا ابن السبیل

راستے کا بیٹا عربی کا محاورہ ہے۔ اور ابی عد سے مطلب یہ کہ ممتاز آدمی نہ کہ ابدیت کا باپ یہ دوسری تحریف معنوی ہے۔ جو یسعیاہ کی ایک آیت میں کی ہے ؞

خدائے محمود یسوع کو نہیں کہا۔ بلکہ خدا کو

اور یہ جو کہا کہ مسیح کو رومیوں میں خدائے محمود کہا ہے غلط ہے۔ یہ ایک تحریف معنوی ہے۔ اصل میں ترجمہ ہے۔ خدائے مبارک اور حوالہ جو آپنے نہیں بتایا وہ رومیوں ۵/۹ ہے۔ اور یہ آیت خدا کے حق میں ہے۔ یونانی زبان میں لفظ مبارک کے واسطے دو لفظ ευλογημενος (یولوگے میناس) ευλογητος (لولوگے تاس) ہیں۔ موخر الذکر یعنے لفظ لولوگے تاس بمعنی مبارک صرف خدا کے واسطے انجیل میں آیا ہے۔ مسیح کے حق میں یہ لفظ اناجیل میں ایک بار بھی نہیں آیا۔ پولوس رسول اپنے خط بنام اہل کرنتھس ۲ ۳۱/۱۱ میں بھی لفظ خدا کے لئے استعمال کرتا ہے پھر روم ۲۵/۱ میں بھی یہ لفظ خدا کے لئے استعمال کیا گیا۔ یہاں بھی وہی لفظ ہے جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ آیت خدا کے حق میں ہے نہ کہ مسیح کے حق میں۔ پھر علاوہ اسکے کئی تراجم مستند ہیں۔ مگر قلت وقت کے لحاظ سے وہ میں پیش نہیں کر سکتا۔ پھر یہ جو کہا ہے۔ کہ تھوما کا اقرار اس نے مسیح کو خدا کہا۔ غلط ہے۔ حوالہ اس کا یوحنا ۲۸/۲۰ ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ تھوما کس بات کا منکر تھا۔ کیا الوہیت مسیح کا؟ نہیں۔ بلکہ قیامت مسیح کا منکر تھا۔ پھر اس اقرار کو الوہیت مسیح سے کیا علاقہ۔ اور اگر اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو معلوم ہو کہ یہ ایک یہودی محاورہ تہا۔ جب خدا کو شاہد کرنا مقصود ہوتا۔ یہودی مخاطب کو خطاب کرتے ہوئے آسمان کی طرف منہ کرتے اور کہتے کہ "اے میرے خدا (گواہ رہیو) اے میرے خداوند مخاطب کو کہتے۔ کئی جگہ یہ محاورہ استعمال ہوا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر ۱ سموئیل ۲۶/۱ میں استعمال ہوا ہے۔ یونتن نے داود سے کہا۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خداوند۔ تو اب آپ فرمایئے۔ کیا داؤد خدا تھا۔ یونتن نے داؤد کو خدا کہدیا۔ افسوس آپ بائبل بالکل نہیں سمجھتے ؞

ابراہیم سے پیشتر ہونے کے کیا معنے

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ مسیح نے کہا ہے پیشتر اسکے کہ ابراہیم ہُوا۔ مَیں ہوں۔ یوحنا ۸/۵۸ اس کو آپ سمجھتے نہیں۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں وہ ἐγώ εἰμί ہے یہ لفظ اور مقامات میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا اے فیلبوس۔ میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (εἰμί) اور تو نے مجھے نہ جانا۔ (یوحنا ۱۴/۹) یہاں پر ہوں رہتا آیا ہوں کے معنے ادا کرتا ہے۔ جسمیں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے۔ اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے اسی طرح ہم آیت متنازعہ کے معنی یہی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم ہے۔ پس صیغہ حال میں ہوں پر زور دینے سے کچھ الوہیت کو سہارا نہیں مِل سکتا۔ یونانی زبان میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ انجیل یوحنا میں اسکی بہت سی مثالیں ہیں۔ دیکھو یونانی یوحنا ۵/۱۳و۱۵ و ۶/۲۳و۲۴ و ۲/۹ و ۹/۱۲ و آیت ۱۵/۲۷ وغیرہ۔ پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام ہُوا "مَیں تھا" بہت درست اور صحیح ہے۔ دیکھو ونیر صاحب یونانی گرامر اس آیت کی نسبت +

پس "مَیں ہوں" غلط ہُوا۔ بلکہ "مَیں تھا" درست ترجمہ نے الوہیت کا وہم باطل کر دیا۔ اور درست ترجمہ صحیح ہونے پر ایک دوسری دلیل ہے۔ وہ یہ کہ طالمود والی روایت کا جوابی البنزر سے مروی ہے۔ مسیح اعادہ کرتا اور اپنے اوپر چسپان کرتا ہے۔ اور اگر اب بھی میں ہوں پر زور دو۔ تو یاد رہے کہ "یہ میں ہوں" ہو دیب والا "میں ہوں" اسکے کہنے سے لوگ اگر خدا بن جایا کرتے ہیں۔ تو یاد رہے۔ اسی باب کی آیت ۲۴ میں مسیح فرماتے ہیں "اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں۔ تو تم اپنے گناہوں میں مرو گے"۔ اسی طرح آیت ۲۸ میں عبودیت کا اقرار بھر میں بھی یوحنا ۱۳/۱۹ اور ۱۸/۵و۶ ان سب مقامات میں اگر میں ہوں سے مراد یہوواہ ہے تو پھر اس جنمی اندھے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے

سے نکالا۔ اور جب اُسنے ان لوگوں کے جواب میں جو اس کی صحت تشخص پر شک کرتے تھے۔ کہا۔ میں ہوں۔ یوحنا ۹ اور پھر جھوٹے مسیح بھی یہی کہینگے کہ ''میں ہوں'' مرقس ۱۳ لوقا ۲۱ ۔ بہر حال ثابت ہوا کہ اس آیت کے لفظ میں ہوں سے مسیح نہیں ہوسکتا ؛

Digitized by Khilafat Library

دُنیا کے آخر تک ساتھ ہونے کا مطلب۔

اور یہ جو کہا کہ مسیح نے کہا۔ میں دُنیا کے آخر ہونے تک تمہارے ساتھ ہوں۔ متی ۲۸ یا ''جہاں دو یا تین میرے نام پر اکھٹے ہونگے۔ وہاں میں آپ ان کے درمیان ہوں گا۔ متی ۱۸ ۔ اس سے مسیح حاضر ناظر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تو پولوس بھی حاضر ناظر ہے۔ چنانچہ ۱ کرنتھی ۵ میں وہ صاف کہتا ہے کہ ''اگرچہ میں جسم کے اعتبار سے موجود نہ تھا۔ مگر رُوح کے اعتبار سے حاضر ہو کر گویا بحالت موجودگی ایسا کرنے والے پر یہ حکم دے چکا ہوں۔ اب بتاؤ۔ کیا مسیح مجسم ہو کر ہر ایک کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رُوح کے وسیلہ سے۔ تو اب معلوم ہو کر رُوح کے وسیلہ سے پولوس بھی حاضر و ناظر ہے۔ پھر علاوہ اسکے پولوس دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ کیونکہ میں گو جسم کے اعتبار سے دور ہوں۔ مگر رُوح کے اعتبار سے تمہارے پاس ہوں۔ اور تمہاری باقاعدہ حالت اور تمہارے ایمان کی جو مسیح پر ہے مضبوطی دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ کلسیوں ۲ ۔ اب بتاؤ۔ اس جگہ تو تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ پس اگر جسم کے ساتھ مسیح حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے تو پولوس بدرجہ اعلیٰ حاضر و ناظر بصیر و علیم ہے اور خدا ہے۔ اور اس طرح پر تثلیث بلکہ تربیع قبول کرو۔ پھر ۲ سلاطین ۵ میں جس واقعہ کا ذکر ہے۔ وہاں سے ثابت ہے کہ الیشع نبی بھی حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے خدا ہے۔ پس بائبل کی رُو سے حاضر اور ناظر ہونے کی صفت عام ہے۔ جو صرف مسیح کی خصوصیت نہیں ؛

یوحنا ۱۷ کی توضیح

پھر آپ نے جو یہ دلیل پیش کی کہ ''اے باپ تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ

رکھتا تھا۔ بزرگی دے۔ یوحنا ۱۷/۵۔ اس سے ثابت ہے کہ مسیح خدا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ آیت مسیح کی ازلیت پر دال نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو کچھ پیدائش سے پیشتر ہے۔ اس کو ازلی یا خود ہست سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ مسیح یہاں دنیا کی پیدائش سے پیشتر کا ذکر کرتا ہے۔ نہ پیدائش مطلق کا۔ دوم انجیل خود مسیح کو پیدائش کے اندر یعنی مخلوق تسلیم کرتی ہے۔ لیکن چونکہ پہلے ہونا اور پیچھے ہونا ترتیب خلق لازمی ہے۔ اس لئے اسے انجیل خلقت کا شروع یا پلوٹھا بھی کہتی ہے۔ قلیسون ۱/۱۵

سوم یہ کہ اس طرح ایمان دار بھی ازلی اور خدا ہو جائینگے۔ کیونکہ اس پر انجیل کا محاورہ موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "خدا نے ہم کو بنائے عالم کے پیشتر مسیح میں چن لیا" افسیون ۱/۴۔ دوسری جگہ لکھا ہے "خدا نے ہمیں پاک بلاہٹ سے بلایا نہ ہمارے کاموں کے سبب۔ بلکہ اپنے ارادے سے۔ اور اس نعمت سے جو یسوع مسیح کے واسطے ازل سے ہمیں دی گئی" ۲ تمط ۱/۹۔ آپ بتاویں کیونکر خدا نے ایمانداروں کو جو بنائے عالم کے بعد ہست ہوئے۔ بنائے عالم کے پیشتر چن لیا۔ اور یہ محاورہ عہد عتیق میں بھی موجود ہے۔ یرمیاہ کی نسبت خدا کا کلام یوں مرقوم ہے "پیشتر اس سے کہ مینے تجھے پیٹ میں خلق کیا۔ میں تجھے جانتا تھا۔ اور رحم میں سے تیرے نکلنے کے پیشتر مینے تجھے مخصوص کیا۔ اور قوموں کے لئے تجھے نبی ٹھہرایا۔ یرمیاہ ۱/۵۔

الفا و مگہ کس کے حق میں ہے

پس اگر یوحنا ۱۷/۵ کی رو سے مسیح خدا ہے تو افسی ۱/۴ اور ۲ تمطاوس ۱/۹ کی رو سے ایماندار اور یرمیاہ ۱/۵ کی رو سے یرمیاہ سب خدا ہوئے۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مسیح اپنے آپ کو الفا و مگہ کہتا ہے مکاشفہ ۱/۸۔ اول تو یہ کلام مسیح کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا قادر مطلق کے واسطے ہے۔ دوم اگر تسلی نہ ہو تو دیکھو کہ مسیح کا کلام یہ ہے "مسیح نے کہا کہ میں اول اور آخر اور زندہ ہوں اور میں موا تھا۔ اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں۔ مکاشفہ ۱/۱۷،۱۸ یہی مضمون مکاشفہ ۲/۸ میں ہے۔ اب ثابت کرو کہ خدا مر بھی جایا کرتا ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی وہ خدا کہلو سکتا ہے۔ تو پھر عام انسانوں اور خدا کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے۔ مفصل جواب دو۔

مسیح بے باپ ہونے سے خدا نہیں ہوسکتا

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اسکی پیدائش بے نظیر ہے۔ لہذا وہ خدا ہے غلط ہے۔ کئی جاندار بغیر ماں باپ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ تو وہ بھی کیا خدا ہوئے۔ ملک صدق شالیم جس کی نہ عمر کا شروع نہ آخر نہ اسکی ماں نہ اس کا باپ۔ نہ نسب نامہ۔ عبرانی ۷/۳ پھر کیا یہ بھی خدا ہوا؟

اور یہ جو آپ نے کہا کہ اس کا نام عمانوائیل تھا۔ غلط ہے۔ جیسا کہ متی کی انجیل کے ۱/۲۵ سے ظاہر ہے۔ اس کا نام اس کی ماں نے یسوع رکھا تھا۔ جو عبرانی میں یشوع ہے پس کس نے اس کا نام عمانوائیل رکھا۔ جواب دو ؛

”انسانی تاریخ میں کسی کو بے باپ پیدا ہونے کا دعویٰ نہیں“۔ آپ کی تاریخ دانی پر بٹہ لگ گیا۔ منگو خاندان کا مورث اعلیٰ تیمور کے مورث اعلیٰ کی نسبت بھی تواتر سے ثابت ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اول الذکر کی نسبت مشہور ہے کہ اسکی والدہ ماجدہ کو سورج دیوتا سے حمل ہو گیا تھا وغیرہ۔ لہذا آپ کا کہنا غلط۔ آپ تاریخ انسانی سے ناواقف ہیں ؛

مُردوں میں سے جی اُٹھنا

اور یہ جو آپ نے کہا ”مُردوں میں سے زندہ ہوا“۔ اس کا انجیل سے یا کسی مستند تاریخ سے بیرونی ثبوت پیش کرو۔ کہ کسی غیر عیسائی نے اسکی تائید کی ہو۔ اور شہادت ادا کی ہو کہ واقعی یسوع مُردوں میں سے زندہ ہوا تھا۔ ایسے بڑے مسئلے کو ایک عورت اور دو معمولی اشخاص کی شہادت پر تسلیم کر لینا عجیب بات ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا۔ قرآن شریف کی رُو سے وہ خالق ہے۔ زکی کا لفظ اس پر شاہد ہے۔ خلق کا لفظ ان کے لئے مستعمل ہوا وغیرہ۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ جمہور اہل اسلام کا مسلّمہ عقیدہ ہے۔ خواہ وہ متاخرین کا گروہ ہو یا متقدمین کا شیعہ ہوں یا سُنی۔ کسی نے آج تک اس مسئلہ الوہیت مسیح کو قرآن کی رُو سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ تمام اسکی تردید کرتے رہے۔ زکی تو یحییٰ کے واسطے بھی آیا ہے وحنانا من لدنا و زکوٰۃ۔ خلق کے لفظ کے آگے باذن اللہ بھی پڑھو ؛

اب میں آپ کی تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں۔ اب میرے چند مطالبات آپ کے

سامنے ہیں :-

اوّل یہ کہ انجیل میں جسقدر توحید کے حق میں آیات میری طرف سے پیش کی جاتی ہیں چاہیئے کہ کم از کم ان سے نصف کی تعداد میں آپ تثلیث کے حق میں پیش کریں۔ متی ۲۲/۵ و ۲/۲۲و۳۰ و ۱۹/۱۶و۱۷ و ۲۷/۴۶ و ۱/۴۴ و ۲۳/۲۳ - مرقس ۱۶/۲۵ و ۱۳/۳۴ و ۱۰/۲۶و۲۹ یوحنا ۱۷/۳ و ۱۰/۲ و ۱ تمط ۲/۵ وغیرہ۔

دوم یہ کہ اگر آپ بائبل سے لفظ تثلیث۔ اقنوم۔ اقانیم کی یگانگت۔ خدا کے باپ خدائے بیٹا خدا کے روح القدس دکھا دیویں یا کم از کم لفظ تثلیث ہی دکھا دیویں تو میں اسی وقت آپ کو مبلغ یکصد روپیہ انعام دوں گا ؛

سوم۔ یہ کہ ہندو صاحبان کرشن جی مہاراج کو خدا کہتے ہیں۔ اور آپ لوگ مسیح کو خدا کہتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ ہر دو میں مابہ الامتیاز کیا ہے کہ مسیح کو تو خدا تسلیم کریں۔ اور کرشن جی کو اس عہدہ سے محروم رکھا جاوے ؛

چہارم۔ یہ کہ ۱ کرنتھی ۸/۶ میں لکھا ہے۔ کوئی خدا نہیں مگر ایک یعنی باپ۔ یہی مضمون ۱۷/۳ میں باپ اکیلا سچا خدا ہے۔ پس کوئی خدا نہیں مگر باپ۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ مسیح باپ نہیں ہے۔ کلیسا کا مسلمہ قول۔ لہذا مسیح خدا نہیں ہے ؛

پنجم۔ یہ کہ بموجب عبرانی ۴/۱۵ کے مسیح تمام باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا۔ اور یعقوب ۱/۱۳ میں لکھا ہے کہ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مگر متی ۴/۱ میں لکھا ہے۔ مسیح آزمایا گیا اور اب ظاہر ہے کہ جو آزمایا جاوے۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا مسیح خدا نہیں

ششم۔ یہ کہ جس طرح مسیح یوحنا ۸/۴۰ و متی ۴/۲ وغیرہ میں صاف الفاظ میں اپنی انسانیت کا اقبال کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی الوہیت کا بھی صاف طور سے اقرار کرے کیونکہ ممکن نہیں کہ ایسے بڑے مسئلہ کو اشارہ کنایہ میں اڑا دیا ہووے۔ پس آپ مطالبات کا ضرور جواب دیویں۔ میرا وقت ختم ہو گیا۔ اور دس دس منٹ شروع ہوئے

مسیحی مناظر کا جواب

منشی عبد الحق مسیحی اُٹھے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا آپ میرا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ آپ نہیں جانتے۔ کہ

کلام کیسی صفت ہے۔ اور رحم کیسی صفت ہے۔ رحم تو مظلوم پر کیا جاوے گا۔ جب مظلوم نہ ہو رحم کس پر کیا جاوے گا۔

سمعی طریق اچھا نہیں ہے۔ اور وہ عینی مشاہدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اس پر آپ نے کئی منٹ سمعی طریق اور عینی مشاہدہ کے مقابلہ میں ضائع کر دیئے اور پھر کہا۔ خدا کا کلام کیوں محدود مانتے ہو۔ کیوں اس پر تجزی اور ترکیب کو حاوی کہتے ہو۔ پھر کہا کہ جس طرح مسیح نے مردے زندہ کئے۔ کسی دوسرے نے نہیں کئے۔ کس نے کہا اے لڑکی اُٹھ وغیرہ۔ پھر کہا کہ مسیح کے معجزات اور دیگر انبیاء کے معجزات میں یہ فرق ہے کہ دیکھو موسیٰ تو خود اپنے معجزے یعنے سانپ سے ہی ڈر گئے۔ مگر مسیح نہیں ڈرے پھر کہا کہ یہ جو کیڑے مکوڑے کی مثال آپنے پیش کی ہے۔ درست نہیں۔ ان کے قانون تولید کو انسانی قانون توالد سے کیا علاقہ و نسبت وغیرہ۔ دس منٹ ختم ہوئے۔

احمدی مناظر کا جواب الجواب

مینے جواباً کہا کہ اگر رحم مظلوم پر کیا جاویگا۔ اور بغیر اسکے رحم کچھ نہیں۔ تو فرمایئے۔ جب کوئی سامنے ہی نہ ہو۔ پیدا ہی نہ ہوا ہو گا۔ کلام کس سے کیا جائیگا۔ یا یوں ہی اِدھر اُدھر ٹہلتے ٹہلاتے خود بخود ہی چہ میگوئیاں کرتے یار مالوں کی طرح خود بخود ہی منہ میں گنگناتے رہتے تھے۔ اور اگر سمعی طریق اچھا نہیں ہے تو پھر مسیح سے پہلے لوگوں کی نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور خدا کو کلام کوئی نہیں تسلیم کرتا۔ یہ آپ کی مغالطہ دہی ہے ہم کلام پر تجزی و ترکیب حاوی نہیں کرتے۔ کس نے کہا ہے کہ اسقدر صفت کلام میں سے نازل ہو چکا ہے۔ اور اسقدر باقی پڑا ہے۔ بلکہ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ کلام میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔ نامعلوم کسقدر۔ مگر ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق کامل و اکمل ہے۔ پھر میں نے آپ کو بتایا کہ بموجب ۲ سلا $\frac{۸ تا ۳۷}{۴}$ کے الیشع نبی نے اور ۱ سلا $\frac{۱۷}{۱۸ تا ۲۴}$ کے ایلیاہ نبی نے مردے زندے کئے۔ لیکن اگر آپ یہ کہدیں کہ اس لڑکی کو جسکو مسیح نے زندہ کیا تھا کسی نے زندہ نہیں کیا بجز مسیح کے تو اسکا میں کیا جواب دوں گا۔ اور اگر موسےٰ سانپ سے ڈرے تھے۔ تو مسیح صلیب کو دیکھ کر۔

حالانکہ تجسم اختیار کرنے کی علت غائی ہی یہی تھی۔ باقی رہی مثال جانداروں کی جو آپ کو ستاتی ہے۔ تو معلوم ہو کہ مینے صرف یہ کہا تھا کہ جس طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کے اور جاندار خدا نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے مسیح خدا نہیں ہو سکتے۔ مگر آپ خواہ مخواہ الجھتے ہیں۔ اور مطالبات کا جواب ضرور دویں

مسیحی مناظر کی حرکات مذبوحی

اسکے بعد پھر مسٹر عبدالحق صاحب اُٹھے۔ اور کہا ملک صدق کی نسبت معلوم ہو کہ مسیح اگر صلیب کو دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ تو کیا وہ معجزہ تھا۔ کفارہ معجزہ نہیں۔ اور مسیح کے سارے اختیار اپنے تھے۔ اور متی ۱۱/۲۷ کی رُو سے سب کچھ اسے سونپا گیا۔ اور آپ کو علم نہیں ہے کہ مسیح میں دو شخصیتیں نہیں تھیں۔ اور ایک جسم میں دو روحوں کا حلول نہیں ہوا تھا ظہور اور حلول میں فرق ہے۔ اور آپ کو خوب یاد رہے کہ باپ نے سارا اختیار بیٹے کو دیا ہوا ہے وغیرہ ❖

احمدی مناظر کی آخری ضرب

اسکے بعد میری باری آئی۔ مینے جواباً کہا کہ ملک صدق کی نسب نامہ کی تاویل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہو کہ ملک صدق تو ابراہیم کو اسوقت ملا تھا۔ جبکہ اسرائیل ابھی پیدا نہیں ہوا تھا پھر یہودیوں میں اس کا شجرہ نسب کہاں سے ہوتا۔ اور کفارہ اور صلیب اگر معجزہ نہیں۔ تو پھر مسیحیت میں اور کوئی معجزہ ہی نہیں۔ صلیب کے لئے ہی تو تجسم اختیار کرنا پڑا تھا۔ اور مشنری صاحبان کفارہ کو تو اپنے مذہب کی خاص خصوصیت بتایا کرتے ہیں۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر سارے اختیارات مل گئے تھے تو زبدی کے بیٹوں کو کیوں محروم کیا گیا۔ متی ۲۰/۲۳۔ قیامت کی گھڑی کا بھی علم نہیں۔ متی ۲۴/۳۶ و مرقس ۱۳/۳۲ آپنے خود کہا کہ مسیح میں دو شخصیتیں تھیں۔ مسیح میں خدا تھا۔ اور یہ عقیدہ آپ کا از روئے کلیسیا کے مسلمہ عقیدہ کے کفر ہے۔ اور ظہور و حلول میں کیا فرق ہے۔ آپنے جواب نہیں دیا کہ دو ارواح ایک جسم میں کس طرح حلول کر سکتی ہیں۔ درانحالیکہ ایک ان میں کی لامحدود بھی ہو ❖

مگر ابتک اس عبارت کا مطلب سمجھ کر وہ مسیح دو روحوں میں سے ایک نہیں تھا۔ اور دو اقنوم ہو کر

اور آپ مسیح کو خدا کہتے ہو وہ تو نیک ہونے سے بھی انکار کرتا ہے۔ متی ۱۹/۱۶۔ اور اختیارات کی نسبت کہتا ہے۔ کہ کام وہی کرتا ہوں جو باپ کو پسند ہیں۔ یوحنا ۸/۲۸ اور باپ کے نام سے کام کرتا ہوں۔ یوحنا ۱۰/۲۵ و یوحنا ۱۲/۴۹۔ اور نیز کہتا ہے کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ یوحنا ۱۴/۲۸ اسکی ضرور تفسیر کریں۔ اور عقیدہ تثلیث سمجھا دیں۔ میرا وقت ختم ہوا ۔

خاتمہ بحث منشی عبد الحق نے آخری وقت میں مطالبات کا جواب نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ سب لوگوں نے علی الاعلان ہماری فتح کا اقرار کیا۔ اور سب نے تسلیم کیا کہ پادری صاحبان کو سخت شکست ہوئی۔ چنانچہ پادریوں پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ باوجود اس امر کے کہ بموجب شرائط کے اگلے دن ہم مدعی تھے تحریف بائبل کا مضمون قبول نہ کیا۔ اور مباحثہ سے گریز اور فرار کیا۔ اگلے دن ۱/۲ ۴ بجے ہم نے اپنا جلسہ کیا۔ اور میں نے علی الاعلان پادریوں کو للکارا کہ آؤ مقابلہ کرو۔ مسٹر ہوز آئے۔ اور خاموش بیٹھ کر چلے گئے۔ ان تمام امور کے صدہا چشم دید شاہد موجود ہیں ۔

بالآخر میں جماعت احمدیہ کپورتھلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہر طرح کے وسیع پیمانہ پر فراخ دلی سے انتظام جلسہ کیا۔ اور بالخصوص منشی ظفر احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کپورتھلہ کا مشکور ہوں۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے مخلص اور کپورتھلہ کی جماعت احمدیہ میں بطور ایک روشن چراغ اور نعمت غیر مترقبہ کے ہیں۔ فقط

بندہ عبد الخالق نومسلم

ایڈیٹر۔ یہ شیخ عبد الخالق صاحب کا پہلا مضمون نزول المسیح۔ جس میں آنیوالے مسیح کا سن پیدائش از روئے بائبل بر بنائے مسلمات مفسرین بائبل بتایا گیا ہے نئی طرز سے عیسائیوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔ اور دوسرا مضمون تو ایک مباحثہ کی روداد ہے۔ فیصلہ احباب بصیرت خود کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ برادر موصوف کو جزائے خیر دے ۔

مسیح موعود کی صداقت پر

آیت لو تقوّل سے جو دلیل دی جاتی ہے

اس پر مخالف کی جرح کا جواب

احمدی جب آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل مسیح موعود کی صداقت پر پیش کرتے ہیں۔ تو اسپر غیر احمدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کا معیار ہے۔ دوسرے نبیوں کے لئے نہیں۔ نیز اسکے مقابلے میں وہ دو آیات پیش کرتے ہیں۔ پہلی آیت تو یہ پیش کرتے ہیں۔ ذٰلک بانّھم کانوا یکفرون بآیٰت اللّٰہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون اور دوسری یہ ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون۔

پہلا جواب۔ یہ ہے کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ تمام انبیاء کی صداقت کے لئے یہ معیار ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سپارہ ۲۶ سورہ احقاف رکوع ۱ میں فرماتا ہے قُل ماکنتُ بدعاً من الرسل۔ کہ میں کوئی ایسے طریق پر نہیں آیا۔ کہ جسپر پہلے رسول نہ آئے ہوں۔ اور اسلئے تم میری صداقت کو نہ جان سکو۔ بلکہ میری صداقت کے بھی وہی نشان ہیں۔ جو پہلے انبیاء کی صداقت کے تھے۔ بس اگر تو لو تقول علینا بعض الاقاویل آیت رسول کریم کے لئے صداقت کا معیار ہے۔ تو باقی انبیاء کے لئے بھی ہو گا۔ ورنہ خدا تعالےٰ رسول کریم کو مخاطب کر کے نہ فرماتا۔ قل ما کنت بدعاً من الرسل۔

دوسرا جواب یہ عجیب بات ہے کہ رسول کریم جو سید المرسلین و خاتم النبیین و افضل خلق اللہ ہیں۔ ان کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ خدا پر جھوٹ باندھیں۔ تو ہم شہ رگ کاٹ دیں۔ اور اگر کوئی اور نبی جو ان سے کم درجے کے خدا

پر جھوٹ باندھے۔ تو وہ اس حکم کے ماتحت نہ ہو۔ حالانکہ یہ خدا تعالیٰ نے ایک قانون باندھا ہے۔ کہ جو بھی مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ میں اس کی شہ رگ کاٹ دیتا ہوں۔ اور اپنے قانون کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا۔ کہ اللہ کے قانون کے لئے تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس یہ آیت انبیاء کی صداقت کے لئے ایک بڑا بھاری معیار ہے

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ آیت رسول کریم کی صداقت کی دلیل از روئے قواعد منطق نہیں بن سکتی۔ جب تک یہی دلیل دوسرے افراد نبوت پر حاوی نہ ہو۔ کیونکہ جب دوسرے انبیاء کے لئے عدم قتل شرط صداقت نہیں تو نبی کریم کے لئے کیوں ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ دلیل گذشتہ انبیاء کے لئے ہے نہ آنیوالوں کے لئے کیونکہ ...... قرآن کریم کا اثر قیامت تک ہے۔ اور قیامت تک اس کی ہر ایک آیت نے ویسا ہی فائدہ دینا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم کے وقت دیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ لامحدود ہستی ہے۔ اسی طرح اس کی کلام میں بھی لاانتہا رموز مخفیہ اور حقائق و دقائق مستتر ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ آیت کریمہ آئندہ کے لئے بھی معیار صداقت انبیاء نہ ہوتی۔ تو قرآن مجید میں [illegible] ثابت ہوتا ہے۔

چوتھا جواب اس بات کا جو غیر احمدی آیت يقتلون النبيين بغير الحق (کہ نبی پہلے قتل ہوتے رہے ہیں) پیش کر کے کہتے ہیں کہ سچے انبیاء تو قتل ہوتے رہے ہیں یہ ہے کہ یقتلون میں قتل کے کئی معانی لغت والوں نے لکھی ہیں۔ مثال کے طور پر میں چند عبارات لسان العرب کی تحریر کرتا ہوں۔

"قاتلهم الله انى يؤفكون اى لعنهم انى يصرفون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور قتل الانسان ما اكفره معناه لعن الانسان۔ قتل کے معنے لعنت کیا گیا ہے۔ انسان اپنے کفر کی وجہ سے۔"

تو یقتلون النبیین کے معنے اس لحاظ سے یہ ہونگے۔ کہ وہ نبیوں پر لعنت بھیجتے تھے اور ملعون قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ففريقا كذبتم وفريقا تقتلون کے معنے ہوئے ایک فریق کو تم نے جھٹلایا۔ اور ایک فریق پر لعنت بھیجتے ہو پھر آگے چلکر لکھا ہے:۔

"قاتل اللہ فلانا معناہ عاداہ وجاء فی الحدیث قاتل اللہ الیہود معناہ عاداہم" تو یقتلون النبیین کے معنے اس عبارت کے لحاظ سے یہ ہوئے کہ وہ انبیاء سے دشمنی کینہ اور بغض رکھتے تھے۔ اور ان کو تکالیف دیتے تھے۔ اور جسقدر اسباب قتل کے ہوسکتے ہیں۔ کرگذرتے تھے۔ لیکن خدا ان کو اپنے وعدہ کے ماتحت اپنے فضل سے بچاتا تھا۔

پھر قتل کے یہ معنے بھی لکھے ہیں:۔

"وجاء فی الحدیث من دعا الی امارۃ نفسہ او غیرہ من المسلمین فاقتلوا ای اجعلوہ کمن قتل ومات بان لا تقبلوا لہ قولاً ولا تقیموا لہ دعوۃ وکما جاء فی الحدیث اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الاخیر منہما ای ابطلوا دعوتہ واجعلوہ کمن قد مات"

یعنے جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو آخری کو قتل کردو۔ قتل کے کیا معنے کہ اسکی دعوت کو باطل کردو۔ اور اسکے قول کو قبول نہ کرو۔ اور اُسے ایسا بنا دو جسطرح کہ وہ مرگیا ہو تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہوئے کہ وہ انبیاء کے قول کو نہیں مانتے تھے۔ اور انکی دعوت کو باطل کرنا چاہتے تھے یہ ہیں یقتلون کے معنے بلحاظ لغت کے ان معنوں کے ماننے سے کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہوتا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ سلسلہ کا اول نبی اور آخر نبی قتل نہیں ہوسکتا۔ ورنہ وہ سلسلہ ہی تباہ ہوجائے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ سلسلہ کے اوّل میں تھے اور حضرت عیسیٰ آخر میں۔ پس نہ حضرت عیسیٰ قتل ہوسکتے تھے۔ اور نہ حضرت موسیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر بھی لٹکایا گیا۔ لیکن خدا نے پھر بھی بچالیا تو ان کا زندہ رہنا اور صلیب پر نہ مرنا ان کی صداقت کا ایک بڑا نشان تھا۔ اسی طرح رسول کریم سلسلہ محمدیہ کے اول میں اور حضرت مسیح موعود آخر میں ہیں۔ تو ان دونوں میں سے کسی کا قتل ہونا سلسلہ محمدیہ کے جھوٹا ہونے پر دال ہے۔ اس لئے آیت لو تقول دونوں کے لئے معیار صدق ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ فعل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ فعل وقوع میں آبھی چکا ہے۔ تو

اسکے لئے دوبارہ اس فعل کا ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی کہے۔ کسرت الاناء اتنا فقرہ اثبات پر دال ہے کہ توڑنے کا فعل تو ہوا ہے۔ لیکن یہ کہ اس برتن نے اس فعل کا اثر قبول کیا ہے یا نہیں۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ تو اگر برتن ٹوٹ بھی گیا ہو تو پھر اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے اس طرح کہا جاتا ہے۔ کسرت الاناء فانکسرت کہ میں نے برتن کو توڑا پس وہ ٹوٹ گیا۔ اسی طرح یقتلون النبیین کے معنے ہیں وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ لیکن یہ کہ وہ قتل ہو بھی جاتے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں قتل کے معنے ارادہ قتل کے آئے ہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ سیپارہ ۲۴ سورہ مؤمن رکوع ۴ میں فرماتا ہے۔ وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ أتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ الخ جب حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں گئے۔ اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا۔ تو ایک مؤمن آدمی نے جو کہ آل فرعون سے تھا۔ اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ کہا کہ کیا تم ایسے آدمی کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب ایک اللہ ہی ہے۔ تو یقتلون النبیین کے یہ معنے ہونگے کہ وہ نبیوں کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو اب قرآنی محاورہ سے بھی قتل کے معنے موت کے سوا ارادہ قتل ثابت ہو گئے۔

آٹھواں جواب یہ ہے۔ کہ بہر حال جس نبی کو یہ الہام ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکے ساتھ یہ وعدہ کیا ہو کہ واللہ یعصمک من الناس تو اس کا قتل نہ ہونا اسکے لئے صداقت کا معیار ضرور ہے۔ اب جبکہ یہ حضرت صاحب کا بھی الہام ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔ تو پھر اس الہام کے ہوتے ہوئے اور اثبات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود اور نبی کرکے مبعوث کیا ہے۔ قتل نہ ہونا حضرت صاحب کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے۔

نواں جواب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب شہادت القرآن صد ۳۴ و ۳۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں - اوّل وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں - اور وہ پانچ ہیں نوح نبی اللہ - ابراہیم خلیل اللہ - موسیٰ کلیم اللہ - عیسیٰ روح اللہ - محمد رسول اللہ -
دوسرا وہ طائفہ ہے - جو صاحب شریعت نہ تھے - ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے - اور ان کی قوم بسبب تکذیب کے معذب ہوئی - مثل صالح ؑ اور ھود ؑ اور لوط ؑ اور شعیب علیہم السلام -
تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دئے گئے - لیکن اتباع تورات کے لئے مامور تھے اور وہ ہیں - جو موسیٰ کے بعد بھیجے گئے " ..... نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں - کیونکہ ان کا قتل شریعت اور رسالت میں رخنہ ڈالتا ہے - بخلاف طائفہ ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا "

پس اس مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے بھی عدم قتل انبیاء یعنے لو تقول علینا بعض الاقاویل کو صداقت کا معیار قرار دیا ہے - اور اسی اصول کو لیکر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود جن کا کام ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ - ادیان باطلہ پر دین اسلام کو غالب کرنا ہے - تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے - اور آپ کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوئے اور ان کی قوم (تمام جہان) بسبب تکذیب کے معذب ہوئی - اور بڑے بڑے عالمگیر عذاب[2] آئے - جو زندہ دلوں پر مخفی نہیں - اور اسوقت بھی مشاہدہ میں آرہے ہیں پس مذکورہ بالا اصول کے ماتحت حضرت مسیح موعود کا قتل نہ ہونا آپ کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے -

---

ؔ۱ مولوی صاحب! عیسیٰ کو صاحب شریعت نبی آپ ہرگز ثابت نہیں کرسکتے - اتینا داود زبورا کی بناء پر حضرت داود کو بھی صاحب شریعت گن لیتے - ہر صاحب کتاب صاحب شریعت نہیں ہوتا

ؔ۲ نئی وبا (جنگی بخار) کے عالمگیر اور عذاب ہونے کا اقرار تو اہل حدیث نے ہی کیا ہے - اسکی پیشگوئی دیکھو - ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۲۸ و ۳۳

دسواں جواب یہ ہے کہ واللّٰہ یعصمک من الناس کا وعدہ ہر نبی کو ابلاغ رسالت تک ہوتا ہے۔ کہ کوئی نبی بھی قتل یا مر نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ ابلاغ رسالت نہ کرے۔ ابلاغ رسالت تک خدا تعالیٰ ہر ایک نبی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دشمنوں سے بچاتا ہے۔ آگے ابلاغ رسالت کے بعد چاہے وہ قتل ہو جائے یا مر جائے۔ اسکی رسالت میں یہ امر شبہ نہیں ڈالتا۔ اسلئے کہ جس کام کے لئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا۔ اور اسنے جماعت قائم کر دی۔ لیکن جو جھوٹا نبی دعویٰ کرتا ہے وہ ہر بات میں ناکام اور نامراد رہتا ہے۔ اور اس کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علےٰ غیبہ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول۔ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم۔ یعنے خدا ہی عالم الغیب ہے۔ وہ کسی پر سوائے اپنے رسولوں کے اظہار علی الغیب نہیں کرتا۔ جب ان کو نبی اور رسول کا خطاب دیا جاتا ہے تو یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کا حکم صادر ہوتا ہے۔ چونکہ ابلاغ رسالت میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ ہر طرف کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کے ارد گرد فرشتوں کا پہرہ رہتا ہے۔ اسوقت تک کہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کی رسالت کو دوسروں تک پہونچا دیا ہے۔ پس اس قرآنی آیت کریمہ کے اصول کے ماتحت کوئی نبی بھی ابلاغ رسالت تک قتل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے بعد جسکو خدا تعالیٰ مخصوص کرے وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کا ولھم علیّ ذنب فاخاف ان یقتلون فرمانا اور مقابل میں خدا تعالیٰ کا کلّا کے ساتھ جواب دینا اور حضرت عیسیٰ سے یٰعیسیٰ انّی متوفیک کا وعدہ ہونا اسبات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ دو تو تبلیغ رسالت کے بعد بھی قتل نہیں ہو سکتے۔ اور اسی طرح انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً کے ماتحت اور رسول کریم کے رب انبیاء پر افضل اور خاتم الرسل ہونے کی وجہ سے کسی وعدہ کی ضرورت نہ ہونا اور مسیح موعود کے لئے بھی وعدہ یٰعیسیٰ انی متوفیک اسبات کا ثبوت ہے کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ پس قتل نہ ہونا انکی صداقت پر ایک بڑی بین دلیل ہے۔ اور یہ جواب ایسا ہی،

قرآن مجید کی دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں

۱۔ قرآن مجید میں ایک سُورۃ کا نام ہی سورہ دُخان ہے۔ اسکی یہ آیات ملاحظہ ہوں

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝

ترجمہ۔ انتظار کر اس دن کی۔ کہ آسمان دخان مبین لائیگا۔ جو تمام لوگوں پر چھا جائیگا۔ یہ عذاب درد دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے عذاب ہٹا لیجئے ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہ کیا نصیحت پکڑینگے۔ جبکہ ان کے پاس رسول مبین آیا اور وہ روگردان ہوکر کہنے لگے کہ یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔

دُخان کے متعلق جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے وہ میں چاہتا تھا کہ ابن جریر اور ترجمان القرآن نواب صدیق حسن صاحب سے سب ہی نقل کردوں۔ مگر گنجائش کم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دُخان سے دو مُرادیں لی گئی ہیں۔ **قحط یا دھُواں**۔ اسی طرح بعضوں نے کہا کہ اس سے مُراد وہ قحط تھا۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا اللھم سنی کسنی یوسف کے جواب میں مشرکین عرب پر نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ وہ قحط مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف مشرکین عرب پر آیا۔ اور آیت میں **یغشی الناس** (سب لوگوں پر چھا جائیگا) ہے۔ اس لئے قیامت کے قریب اس کا ظہور ہو گا۔ (دیکھو ترجمان القرآن) چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب والے ترجمہ کے حاشیہ پر یہ الفاظ ہیں۔

"قیامت میں یہ دھُواں گھیرے گا۔ نیک آدمی کو زکام سا ہو گا۔ اور بد کو سر میں چڑھے گا۔ بے ہوش ہوکر گر پڑے گا۔"

بہر حال کچھ بھی ہو۔ ہمارا مقصد حاصل ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی دونو طور پر اس زمانہ

میں پوری ہوگئی - اور ابن قتیبہ دخان کے معنے خوب سمجھے - جن سے ترجمان القرآن ناقل ہے -

"اسمیں دو وجہیں ہیں - اول یہ کہ قحط کے سال میں بسبب ہونے بارش کے زمین کی خشکی نہایت درجہ کی ہوتی ہے - اور غبار کثیر بلند ہوتا ہے - اور ہوا تاریک ہوجاتی ہے - یہ دہوئیں کے مشابہ ہو جاتا ہے - دوسری وجہ یہ کہ عرب شئی غالب کا نام دخان رکھتے ہیں"

یعنی مصائب کے وقت جہان تاریک نظر آتا ہے - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت اس پیشگوئی کا ابتدائی ظہور ہوا - مگر اس زمانہ میں جب اس پیشگوئی کے پورے انکشاف کا وقت آیا - تو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود پر دوبارہ[1] یہ آیت نازل فرمائی - اور جیساکہ اس آیت میں وقد جاءھم رسول مبین سے خبر دی گئی تھی - کہ اس دخان سے پہلے ایک رسول کا مبعوث ہونا ضروری ہے - جب وہ رسول نازل ہوچکا - تو دخان کسی طرح پر محیط عالم ہو گیا -

اول - تو اس طرح پر کہ تقریباً تمام سلطنتیں مبتلائے جنگ ہوئیں - اور میدان میں اسقدر فوجیں جمع ہوئیں کہ ابتدائے عالم سے اب تک نہ ہوئی تھیں اور اسقدر گولہ باری ہوئی کہ زمین پر چار سال تک زلزلہ رہا - اور جو سماء دخان سے بھر گیا - کیا اس دخان مبین سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے - اور کیا ہر متنفس کی زبان سے یہ بے اختیار نہیں نکل گیا کہ ھذا عذاب الیم اور کیا یغشی الناس کے الفاظ صادق نہ آئے -

دوم - پھر اس دخان کے نتیجہ میں وہ پُر اسرار مرض (وبائی نزلہ) پھیلا - جسے جنگی بخار کہتے ہیں - کیونکہ جنگ سے اس کا ایک قسم کا تعلق تہا - یہ بخار دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گیا - اور سب مذاہب والے پکار اُٹھے - کہ ہذا عذاب الیم - دیکھو

اہلحدیث ۲۵ - اکتوبر - اللہ اکبر ایکطرف جنگ کی بلا ہے جسکا اثر تمام دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مہنگ ہو رہا ہے × × × × تیسری طرف قحط بلائے عام کی طرح مسلط ہے (اسے نوٹ کریں) چوتھی طرف سے بیماری کا مہلک حملہ × × ایسے عام عذاب میں × × × اس بخار کی بابت ڈاکٹری اقراری ہیں کہ ہمیں اس کی

[1] ۲۵ ر جنوری ۱۹۰۶ء

حقیقت معلوم نہیں ہوئی × × × دراصل اس کی ابتدا جنگ سے ہوئی۔ جہاں فریقین کی طرف سے زہریلی آتشباری سے ہوا میں سمیّت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ بذریعہ تموج کے سارے ملک بلکہ ساری دنیا میں پھیل گئی (یغشی الناس کا صحیح ترجمہ)

آگرہ اخبار۔ آجکل قیامت صغریٰ برپا ہے × × × جو حالت آج کل صبر آزما ہے۔ وہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی۔

آریہ گزٹ۔ ۲۴ر اکتوبر ؁ اب تو کوئی صوبہ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں اور کوئی جھونپڑی ایسی نہیں جو اس مہاماری کی زد سے بچی ہو۔"

نور افشاں۔ تعجب ہے کہ یہ مرض کسی درجے کے آدمی کو نہیں چھوڑتا۔"

مدینہ اخبار۔ خداوند عالم نے جب دیکھا کہ گرانی و قحط کی مصیبت طاعون و ہیضہ کی آفات اور جنگ کی بلاؤں سے انسان کو عبرت حاصل نہیں ہوئی × × × تو اس نے ایک نئی قسم کی بلا نازل کی۔ جس نے دنیا میں تباہی ڈال دی۔ جنگی بخار کیا چیز ہے؟ ایک عذاب ہے عذاب الٰہی۔ جس نے ہزاروں گھروں کے چراغوں کو گل کر دیا۔ جس نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دیں اور جس گھر میں گھسا صفایا کر دیا۔ (۹ر نومبر ۱۹۱۸ء)

چونکہ یہ پیشگوئی پورے ہونے کا وقت یہی تھا اس لئے اس زمانے کے رسول نے اپنی کتاب چشمہ معرفت کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۸ پر ۱۹۰۸ء کو آج سے دس سال پہلے خبر دی۔

"خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی۔ اور انسان حیرت میں پڑنے والے ہیں کہ کیا ہونیوالا ہے۔"

اور اگلے مفسرین و محدثین نے بھی یہی لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک مرض زکام کے پھیلنے سے یہ پیشگوئی پوری ہو گی۔ جیسا کہ شاہ رفیع الدین والے ترجمہ کے حاشیہ سے دکھا چکا۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ مومنین [1] کو زکام ہو گا۔ اور احوال آخرت پنجابی میں ہے۔ ع مومن بند دماغ آوازہ حالت جویں زکامی۔ یہ پیشگوئی کتب سابقہ میں بھی تھی۔ دیکھو بائبل پھر قرآن مجید میں۔ پھر حدیث صحیح جسکی بناء پر مفسرین و محدثین

[1] اس سے ظاہر ہے کہ اس مرض سے مومنین بھی مبتلا ہونیوالے تھے۔

بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے آئے۔ اور پھر جب وقت آیا تو مسیح موعود پر کلام الٰہی نازل ہوا کہ دخان مبین آتا ہے۔

سوم۔ دُخان کے معنے قحط کے ہو سکتے ہیں۔ سو قحط بھی وہ پڑا۔ کہ خدایا تیری پناہ غریبوں کا تو کیا ذکر۔ بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں۔ شہنشاہوں تک اس کا اثر پہنچا اور وہ اپنی خوراک پوشاک و دیگر ضروریات میں حد درجہ کی کفایت پر مجبور ہو گئے۔

ابھی تازہ نور افشاں میں یہ خبر چھپی ہے :-

"دار السلطنت رُوس میں فی انڈا ڈیڑھ روپیہ اور مکھن فی سیر ساٹھ روپے فروخت ہو رہا ہے"

پھر مسافر آگرہ یکم نومبر میں یہ الفاظ چھپے ہیں :-

"بوڑھے بوڑھے آدمی کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی بڑے قحط میں بھی ہر اناج کی اتنی بے حد گرانی نہیں دیکھی۔ پھر اسپر طرہ یہ کہ کپڑا۔ روئی۔ تیل۔ غرضیکہ زندگی کی دیگر تمام ضروریات بھی سخت گراں ہیں"

کیا دنیا میں کوئی ایسا گھرانہ ہے۔ جو یہ دعویٰ کر سکے کہ یہ قحط عالمگیر نہیں نہ صرف اشیاء خوردنی بلکہ انسانی ضروریات کی ہر چیز گراں ہو گئی۔ اور اس کی قیمت دس دس گنا ہو گئی۔ اس پہلو سے بھی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

چہارم۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے کہا۔ دُخان سے مُراد مصائب ہیں۔ سو آپ تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کی ایک فہرست بنالیں اور بتائیں کہ کونسی مُصیبت نازل نہیں ہو چکی۔ بلکہ ایسی ایسی مصیبتیں آئیں کہ ہم ان سے پہلے واقف نہ تھے۔

دوسری پیشگوئی

پھر آپ قرآن مجید کی سورۃ قارعہ پڑھیں۔ جو یوں ہے :-

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا

مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ جو قیامت برپا کرنے والی آفت یا وہ جیش عظیم۔ کیا ہے وہ جیش عظیم۔ اور تم کیا سمجھے اس قارعہ کو۔ اس روز لوگ پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی مانند ہو جائینگے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی مانند۔ پس جس کا **وزن بھاری** ہو گا۔ وہ کامیابی کی پسندیدہ زندگی پائے گا۔ اور جس کا وزن کم ہو گا۔ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہو گا۔ اور تم کیا سمجھے ہاویہ کیا چیز ہے۔ شعلہ زن آگ۔

کیا موجودہ جنگ جو سوا چار سال رہی۔ اس کے مناظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے کیا کسی زیادہ تفسیر کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔ دُنیا میں ایک قیامت برپا کی گئی بڑے خودمختار بادشاہ (مثل زار روس۔ زار بلغاریہ۔ قیصر جرمن) تختوں سے اُتارے گئے۔ اور وہ انقلاب عظیم آیا کہ الٰہی توبہ۔ اور وہ جیش عظیم یعنے لشکر کثیر جمع ہوا کہ الامان! ٹڈی دَل کی مانند فوجوں پر فوجیں جمع ہوئیں۔ اور مشرق سے مغرب تک آدمیوں کی بھرتی کا تانتا لگ گیا۔ بڑے بڑے پہاڑ گولہ باری سے دھنکی ہوئی روئی کی مانند بنا دئے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہ اور رؤساء فقیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ روئی کے گالوں کی مانند ایسے نرم ہوئے کہ پاؤں کے نیچے ان کا مسلا جانا آسان ہے۔ اَب اس گھمسان کے رن اور قیامت خیز طوفان جنگ کے نتیجہ کی نسبت سوال ہو سکتا تھا کہ کون سا فریق کامیاب ہو گا۔ تو فرمایا۔ جس کا **وزن بھاری**۔ تمام سامان جنگ وزن نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ایک جہاز ہیں۔ جن کا وزن بتایا جاتا ہے۔ کہ فلاں جہاز اتنے ٹن کا ہے۔ سو اس میں یہ اشارہ فرما دیا کہ جس فریق کی بحری قوت سب سے بڑھ کر ہوگی وہی کامیاب ہوگی۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بحری تفوق ہماری برٹش گورنمنٹ کو حاصل ہے پس فتح بھی اسی کو حاصل ہونیوالی تھی۔ بخلاف اسکے جرمن کی نسبت **نارٌ حامیہ** بتایا۔ کہ وہ آتش باری کی نذر ہو گی۔ یہ آیت کا بطن ہی جو ثبوت ہے اس بات کا کہ قیامت کے دن اس کا ظہر بھی پورا ہو گا۔ غرض قرآن مجید کی یہ پیشگوئی بھی جس شان سے پوری ہوئی۔ اُس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

تصحیح۔ مضمون نزول المسیح میں صہ پر ۵۰۴ کی بجائے ۴۰۶ اور بجائے ۷۲ ۱۸ کے ۸۲ ۱۷ ابابلیں (ایڈیٹر)

لال شربت

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں کلیجہ کی کمزوری۔ کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلاویں۔ بچے سے ضعیف تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے۔ پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ محصولڈاک ۴/۔ تین شیشی کی قیمت ۳/۔ محصولڈاک ۱۰/

قوّت کی گولیاں

۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکنیا۔ ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنتی ہیں۔ اس لئے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت۔ جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت۔ مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ ۱/ محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵/

دیکھئے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے ۳۰ گولیاں منگوائیں۔ اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیئے تھی ؎

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۹۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۴ | بابت ماہ جنوری ۱۹۱۹ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱

فہرست مضامین

جوابات اعتراضات شیعہ	۱-۱۶	سید صادق حسین صاحب اٹاوی
مسیحی معجزات کی شان بجواب رسالہ حقایق القرآن	۱۷-۳۰	نومسلم فاضل کابلی
اذان کی ابتداء اور اسکی فلاسفی	۳۱-۳۶	مولوی جلال الدین صاحب سیکھوانی

قیمت سالانہ

عوام سے ۲/

غیر ممالک سے ۳/

طلباء سے ۱/

باہتمام [illegible] پرنٹر [illegible] مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم خاتمہ نمبر ۱

کشمکش میں ہے کامرانی شوق — مجھ کو ابرام ہے انہیں انکار

کئی مہینوں سے متواتر عرض کر رہا ہوں کہ دوستو! خدارا اپنے تشحیذ کی خبر لو۔ اس کی آمد خرچ سے بہت کم ہے۔ رسالہ سلف سپورٹ نہیں۔ چھ سات سو قرض ہو گیا۔ اس کا نتیجہ معلوم اگر اس کی ضرورت نہیں تو بصاف کہہ دیجئے کہ پڑھنا ہمیں منظور نہیں۔ اور اگر ضرورت ہے اور فی الواقعہ ہے پھر اسکے مضمون بھی ایسے ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو اعتراف ہے تو مہربانی سے اسکے جاری رکھنے کا بندوبست بھی کیجئے۔ اور اگر کوئی بات قابل اصلاح ہے تو ارشاد فرمائیے میں تعمیل کو حاضر ہوں۔ یا تو وہ دن تھے کہ اسکی اشاعت ۱۲۰۰ سے متجاوز یا یہ دن کہ مجھ بتاتے بھی شرم دامنگیر ہو ؎

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روزگار وصل کی — اب تو ہم ہیں اور رنج بے شمار انتظار

حضرات! میں صاف الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ ؎

اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بار انتظار — کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار انتظار

بہت جلد اس قرض کے اتارنے کے لئے اعانت کیجئے اور نہ صرف خود خریدار رہیئے بلکہ حلقہ احباب میں تحریک کر کے کم از کم ایک ہزار تک خریدار پہنچا دیجئے ورنہ مابخیر شما سلامت والا مضمون ہو گا ؎

صبر کی طاقت نہیں باقی دل مایوس میں — دیکھئے کیونکر بسر ہو روزگار انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں نا قبول — یا الٰہی کیا کروں میں شرمسار انتظار

جنازہ غائب۔ ڈاکٹر عمر الدین صاحب انچارج مچاکوس ہسپتال (افریقہ) کی اہلیہ انفلوائنزا سے وفات پا گئیں۔ مرحومہ کا جنازہ برادران جماعت احمدیہ اپنے اپنے مقامات پر پڑھ دیں (۲) حافظ فتح محمد صاحب مندرانی احمدی کی اہلیہ بھی فوت ہو گئیں ان کا جنازہ بھی پڑھا جاوے ؛

ضرورت نکاح۔ ایک مدرس عمر ۲۲ سالہ ماہوار تنخواہ ۳۵ کے نکاح کے خواہشمند ہیں پہلی بیوی چار بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ خط و کتابت معرفت تشحیذ قادیان ہو ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

جوابات اعتراضات شیعہ

از صادق اناوی

نمبر (۱)

اعتراض (۱) اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ اور ترمذی وغیرہ میں لکھا ہے کہ شیخین نے ایک مرتبہ رسول خدا کے پاس اسدرجہ کلام کیا کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ پس قرآن و حدیث کے مطابق ابوبکر و عمر میں نہ خلافت نبوت کی اہلیت تھی نہ ان کے ایمان کا ٹھکانا تھا۔

جواب۔ پوری آیت سورہ الحجرات میں اسطرح ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان

تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۰ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم مغفرۃ واجر عظیم ۰

ترجمہ۔ اے ایماندارو اونچی نہ ہو تمہاری آواز نبی کی آواز سے اور مقابلہ نہ کرو یعنی چیخو مت جیسے مقابلہ کیا کرتے ہو ایک دوسرے سے۔ ایسا نہ ہو کہ اکارت ہو جائے تمہارا سب کچھ کیا کرایا۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے امتحان لیا انکے دلوں کا تقویٰ کے لئے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔

پس (الف) اس آیت میں جو نہی ہے وہ نزول آیہ کے ماقبل زمانہ سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ (ب) اس آیت کی بناء پر لفرض محال اگر کوئی اعتراض شیخین پر ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ حسب شیخین کو مؤمنوں میں داخل تسلیم کیا جائے۔ اور شیعہ ان کو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ (ج) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ شیخین کے اعمال وقت نزول آیہ تک حبط نہیں ہوئے۔ اور خداوند تعالیٰ ان کو آئندہ کے لئے ایسی تدبیر بتاتا ہے۔ جس سے ان کے اعمال حبط ہونے نہ پائیں۔ اس لئے اقل درجہ شیخین کا وقت نزول آیہ تک صالح الاعمال ہونا ثابت ہوا۔ پس معترض صاحب کم سے کم وقت نزول آیہ تک شیخین کا مؤمن و صالح الاعمال ہونا تسلیم کر لیں۔ پھر یہ اعتراض پیش کریں۔

شان نزول کے متعلق ترمذی وغیرہ کا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ حدیث حسب ذیل ہے۔ صرف ترجمہ حدیث نقل کیا جاتا ہے۔ عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ چند اشخاص بنی تمیم کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قعقاع بن سعد بن زرارہ کو ان پر حاکم مقرر کر دیجئے۔ اور حضرت عمر رضہ نے کہا کہ اقرع بن حابس کو ان پر حاکم مقرر کر دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خواہ مخواہ تم کو میرے خلاف ہی میں رائے دینی منظور ہے۔ تو حضرت عمر نے کہا نہیں مجھے آپ سے اختلاف کرنا مقصود نہیں ہے۔ غرض کہ دونوں میں کچھ تکرار ہونے لگی۔

حتیٰ کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاتقدموا
بین یدی اللہ ورسولہ سے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تک۔ بخاری
ترمذی۔ نسائی اسکے راوی ہیں۔ (تلخیص الصحاح جلد ۱ صفحہ ۲۳۶-۲۳۷)

معترض نے بربنائے حدیث ہذا جو اعتراض شیخین پر کیا تھا کہ حضرت رسول خدا کے پاس انہوں نے اپنی آوازوں کو بلند کیا۔ اس کا جواب اوپر ہو چکا ہے۔ مگر اس حدیث سے شیخین کے جو مراتب عالیہ ثابت ہوتے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ (۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخین رسول خدا کے مصاحب تھے۔ (۲) شیخین کو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور اسقدر رسوخ حاصل تھا کہ وہ لوگوں کو جماعتوں کا حاکم مقرر کرانے کے لئے حضرت رسول خدا سے سفارش کیا کرتے۔ (۳) اگر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آزادانہ مشورہ لیتے ہوئے شیخین کے باہم کچھ اختلاف رائے ہو جاتا حتیٰ کہ زبانی تکرار ہو کر دونوں کی آوازیں بلند ہو جاتیں۔ تاہم حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان سے ناخوش نہیں ہوئے تھے۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کے نزدیک شیخین خواص اصحاب میں سے تھے۔

اور اگر معترض صاحب کا یہ خیال ہو کہ شیخین میں زبانی تکرار ہونا ایسا نقص ہے۔ جس سے وہ خلافت نبوت کے اہل نہیں قرار پا سکتے۔ تو یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ اہلسنت شیخین کو فرشتہ یا نبی یا معصوم نہیں جانتے۔ بلکہ ان کو مقدس انسان جانتے ہیں۔ لوازم بشریت انہیں موجود ہونا مانتے ہیں۔ علاوہ بریں اہلسنت کے نزدیک دو مومن بھائیوں میں کسی بات پر اتفاقیہ زبانی تکرار ہو جانا ان کے ایمان اور تقدس کے منافی نہیں۔ شیعہ اگر ایسی بشری کمزوری کو منافی ایمان و تقدس جانتے ہیں تو ذیل کی مثالوں سے ان کو اپنے خیال کی اصلاح کرنا چاہیئے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو قوم بنی اسرائیل پر سردار مقرر کر کے کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں سامری کی تحریک سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اور ہارون علیہ السلام کی نصیحت کو

اُنہوں نے نہ مانا۔ تو موسیٰ علیہ السلام وحی الٰہی سے اس واقعہ کی خبر پا کر کوہ طور سے واپس تشریف لائے۔ سورہ طٰہٰ میں یہ واقعہ درج ہے۔ فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا تو موسیٰ واپس آیا اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا افسوس کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر عتاب کر کے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑ لی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ قرآن شریف کے سولہویں پارہ سورہ طٰہٰ میں یہ واقعہ ان الفاظ میں حضرت ہارون کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔ قال یبنؤمّ لا تاخُذ بلحیتی ولا برأسی کہا اے میری ماں کے بیٹے میری ڈاڑھی کو ہاتھ نہ لگاؤ اور نہ میرا سر پکڑ۔

آپ معترض صاحب غور فرمائیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں نبی تھے۔ جب ان کی اس جنگ سے ان کی نبوت اور عصمت میں کچھ فرق نہیں آ سکا۔ تو شیخین کی زبانی تکرار سے انکی اہلیت خلافت میں کیا فرق آ سکتا ہے۔

(۲) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور حدیث منزلہ کی بنا پر جناب امیر کو حضرت ہارون سے مشابہت دیجاتی ہے۔ اسلئے ایک روایت جو ذیل میں مناسب مقام سمجھ کر درج کی جاتی ہے۔ دلچسپی سے خالی نہ سمجھی جائیگی۔

ترمذی میں حضرت علی سے روایت ہے۔ قال کنت شاکیا فمر بی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا اقول اللھم ان کان اجلی قد حضر فارحنی وان کان متاخرا فارفعنی وان کان بلاءً فصبرنی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف قلت فاعاد علیہ ما قال فضربہ برجلہ وقال اللھم عافہ او اشفہ شک الراوی قال فما اشتکیت وجعی بعد۔

ترجمہ۔ میں بیمار تھا کہ میرے پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں کہہ رہا تھا۔ بار خدایا اگر میری موت قریب آگئی ہے۔ تو مجھے راحت دے۔ اور اگر میری موت میں تاخیر ہے۔ تو میری زندگی فراخ کر۔ اور اگر یہ بیماری میرے لئے آزمایش ہے تو مجھے صبر کی توفیق دے رسول خدا نے فرمایا۔ پھر تو کہو کیا کہا۔ سو علیؓ نے جو کچھ کہا تھا۔ آپ کے سامنے اس کا اعادہ کیا۔ آپ نے علیؓ کے ایک لات ماری اور فرمایا خداوندا اسے صحت یا شفا دے۔ راوی کو

ان دو کلموں میں سے ایک کی تعیین میں شک ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ سوا اسکے بعد میں نے اپنی بیماری کی کبھی شکایت نہیں کی۔

(۳) حضرت عقیل حضرت علی رضؓ کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے۔ عقیل غریب آدمی تھے اور اہل وعیال کا بار ان کے ذمہ تہا۔ حضرت علی کے عہد خلافت میں عقیل کے بال بچوں کے خرچ کو روزینہ بقدر کفایت جو مقرر ہو گئے تھے۔ جو ہر روز ان کو ملتے تھے۔ اور اسی پر تمام گھر بار کا کھانا چلتا تھا۔ ایک روز حضرت عقیل نے حضرت علی سے ایک صاع گندم کی درخواست کی۔ اسکے جواب میں حضرت علی نے اپنے بڑے بھائی عقیل کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کا ذکر نہج البلاغۃ مترجم اردو صفحہ ۳۱۸۔ ۳۱۹ سے اقتباساً لکھا جاتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک لوہے کے ٹکڑے کو اسکے امتحان کے واسطے گرم کیا۔ اس گرم شدہ قطع حدید کو اسکے جسم کے قریب لے گیا تاکہ اس سے اسے عبرت حاصل ہو۔ اس نے اسکی سوزش کو محسوس کر کے ایسی فریاد کی۔ جیسے نہایت ہی دردمند فریاد کیا کرتا ہے۔ اور قریب تہا کہ داغ دینے سے اس کا بدن سوختہ ہو جائے"

اسکے بعد حضرت عقیل حضرت علی کے پاس حلوہ ہدیۃً لائے۔ اس پر حضرت علی نے حضرت عقیل کی جو تعظیم و توقیر کی۔ اس کا ذکر خود حضرت علی کی زبان سے صفحہ ۳۱۹ میں اسطرح درج ہے۔ "کیا تو مخبوط الحواس ہے؟ مجنون ہے؟ کیا تو بیہودہ گو ہے؟" آخر بیچارے عقیل حضرت علی کے اس معصومانہ برتاؤ سے تنگ آ کر امیر معاویہ کے پاس شام میں چلے گئے۔ اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے وہیں فوت ہوئے۔

(۴) معصوم اور معصومہ کی لڑائی
شیعہ صاحبوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضؓ فدک کے متعلق ابوبکر کے پاس تشریف لے گئیں۔ حضرت عمر سے اتھاپائی ہوئی۔ اور غضبناک حالتیں جب اپنے گھر واپس آئیں۔ تو انہوں نے حضرت علی پر اس طرح جہاد لسانی کیا۔ جس طرح حق الیقین صفحہ ۲۳۳ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے "حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار سعادت او

مے کشید۔ چوں بمنزل قرار گرفت خطابہائے درشت باسید اوصیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدۂ و مثل خائنان در خانہ گریختہ۔ بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب اینان گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ مرا و عطیت فرزندانم از من میگیرد و بآواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری نمے کنند و مہاجران خود بکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ یاورے و نہ شافعے۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان مے درند و تو از جائے خود حرکت نمے کنی۔ کاش پیش ازیں مذلت و خواری مردہ بودم۔ وائے بر من در ہر صبحے و شامے محل اعتماد من مُرد و بازوی من سُست شد۔"

پس بلحاظ امثلہ مذکورہ بالا شیخین پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ مدعیان عصمت ائمہ کا دعوے باطل ہوتا ہے۔ اب معترض صاحب کو چاہیئے کہ اپنے حسب حال یہ مصرعہ پڑھیں

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اعتراض (۱) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قلم دوات منگایا کہ وصیت نامہ لکھوا دیں۔ عمر نے کہا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ ان الرجل لیہجر۔ اسپر آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ قوموا عنی ولا ینبغی التنازع۔ یعنی دُور ہو جاؤ۔ میرے پاس جھگڑا جائز نہیں۔

جواب۔ وہ حدیث جو بر اعتراض مبنی ہے حسب ذیل ہے۔ عن ابن عباسؓ قال لما حضر النبی صلے اللہ علیہ وسلم و فی البیت رجال فیہم عمر بن الخطابؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ قال عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ تعالی فاختلف اہل البیت فمنہم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال

صلی اللہ علیہ وسلم قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهو یقول ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین کتابہ اخرجہ الشیخان۔

ترجمہ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات حاضر ہوئی۔ اور گھر میں آدمی تھے۔ جنمیں عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میں تمہارے واسطے نوشتہ لکھدوں تاکہ اس تحریر کے بعد تم میں کبھی تنازع نہ ہو۔ اور اختلاف نہ پڑے۔ تو عمر نے کہا کہ البتہ حضرت پر درد غالب ہے (کہ حضرت کو لکھانے میں تکلیف ہوگی) اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ خدا کی کتاب ہم کو کافی ہے (یعنی لکھنا چنداں ضرور نہیں) پھر گھر والوں میں اختلاف ہوا۔ انہیں سے بعض کہتے تھے۔ کہ کاغذ نزدیک لاؤ۔ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لکھدیویں۔ بعضے کہتے تھے۔ جو عمر نے کہا پھر جب انہیں شور وغل اور اختلاف ہوا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے اور میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں۔ پھر ابن عباس نکلے کہتے ہوئے تحقیق مصیبت ہے کل مصیبت وہ چیز کہ مانع ہوئی۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لکھنے سے۔ شیخین اسکے راوی ہیں۔ (تلخیص الصحاح جلد ۲ صفحہ ۶۷)

اس حدیث کے مضمون کو غور وفکر کے ساتھ پڑھنے کے بعد حضرت عمر پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے جو رائے دی اس سے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت شدت مرض کی وجہ سے اسوقت فی الواقع نازک تھی۔ حضرت عمر کے دل نے گوارا نکیا کہ اسوقت آپ کو کوئی دستور العمل لکھوانے کی تکلیف دیجائے۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ اے لوگو تمہارے پاس قرآن کریم موجود ہے جو ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ جسکی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اب جو کچھ فرمائینگے وہ انہیں امور کی تائید ہوگی۔ جو پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ رائے۔ یہ رائے حضرت عمر کی نہایت صائب تھی۔ کیونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد ازیں اسی رائے پر عمل فرمایا اور

اور کوئی ہدایت نامہ تحریر نہ کرایا۔ اگر اللہ تعالٰے کا منشاء ہوتا۔ کہ کوئی ہدایت نامہ ضرور لکھا جائے تو بذریعہ وحی الٰہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرور اطلاع دیجاتی۔ اور اگر پہلے سے اطلاع دے دی گئی ہوتی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر وغیرہ کے روکنے سے کبھی نہ رکتے بلکہ حضرت عمر پر عتاب فرماتے۔ مگر نہ خدا نے اسبارہ میں کوئی وحی بھیجی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ہدایت نامہ لکھوایا۔ اسلئے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر کی رائے خدا اور رسول کی پسندیدہ رائے تھی۔ پس حضرت عمر پر اعتراض درحقیقت خدا اور رسول پر اعتراض ہے۔ ونعوذ باللہ منہ۔ دوسری حدیث جو اس اعتراض کی بناء ہے۔ وہ صحیح بخاری جلد ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں حسب ذیل ہے۔

حدثنا قتیبہ حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصاھم بثلاث قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم و سکت عن الثالثۃ او قال فنسیتھا۔

یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر درد کی شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ لاؤ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھوا دوں۔ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ تو لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اور نبی کے پاس جھگڑنا شایاں نہ تھا۔ پھر لوگوں نے کہا آنحضرت ص کا کیا حال ہے۔ کیا آپ نے ہجروں کی طرح گفتگو کی۔ سو آپ سے پوچھو تو پس شروع کیا انہوں نے بار بار پوچھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تو آپ نے فرمایا چھوڑ دو مجھکو اس شغل میں جس میں میں ہوں کہ وہ شغل اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف مجھ کو بلاتے ہو۔ اور آپ نے صحابہ کو تین وصیتیں کیں۔ ایک یہ کہ نکال دو مشرکوں کو جزیرہ عرب سے اور انعام ایلچیوں کو جیسا کہ میں دیتا تھا انکو۔ یہ کہہ کے خاموش ہو گئے تیسری وصیت سے یا کہا

کہیں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث میں جو الفاظ ماشانہ اہجر فاستفہموہ آئے ہیں۔ انکی بنا پر شیعوں نے حضرت عمرؓ کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ مگر حدیث کے کسی لفظ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلے تھے۔ اور قرینہ عقلی اسباب کا مقتضی ہے کہ یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی زبان سے نہیں بلکہ اس شخص یا اس فریق کی زبان سے نکلے ہوں جو کتابت پر زور دیتا تھا۔ کیونکہ اسی کی طرف سے بطور دلیل یہ بات پیش ہو سکتی تھی کہ آنحضرتؐ کے اس حکم کی تعمیل اگر ضروری نہیں۔ تو کیا آپ کا یہ ارشاد کہ لاؤ تمہیں ایک نوشتہ لکھوا دوں۔ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گیا بے خبروں کی طرح کلام ہے۔ اگر تمہارے خیال میں ایسا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھ لو پس ان الفاظ سے حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس فریق پر وارد ہوتا ہے۔ جو کتابت پر زور دیتا تھا۔ اور وہ شیعوں کے مسلک پر شیعوں کا گروہ ہی ہے۔ جس نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے نازیبا الفاظ زبان سے نکالے۔

اگر معترض صاحب کہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امر کی تعمیل واجب تھی۔ اور واجب کا تارک گنہگار ہوتا ہے اسلئے عمرؓ گنہگار ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صیغہ امر وجوب اباحت ندب تہدید ارشاد اور ایجاد وغیرہ بہت سے معانی کے لئے آتا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم وجوب کے لئے نہ تھا۔ بلکہ ندب و ارشاد کے طور پر تھا۔ اسلئے حضرت عمرؓ گنہگار نہیں ہوئے۔ کیونکہ امر جو ندب اور ارشاد کے طور پر ہو۔ اسکی مخالفت نیک نیتی کے ساتھ کرنیوالا گنہگار نہیں ہوتا چنانچہ ذیل کی مثالوں سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۱) صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صلحنامہ لکھنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل (کفار مکہ کا سفیر) نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے باسمک اللھم لکھو۔ مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے باسمک اللھم نہ لکھیں گے۔ آپ نے فرمایا باسمک اللھم ہی لکھدو۔ اور کہا ھذا ما قاضا علیہ محمد رسول اللہ

والقریش یہ صلحنامہ ہے۔ فیما بین محمد رسول اللہ اور قریش کے۔ سہیل نے جو بانی صلح تھا کہا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر رسول اللہ جانتے۔ تو ان کو خانہ کعبہ سے نہ روکتے رسول اللہ مت لکھو بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور ابن عبداللہ بھی ہوں۔ حضرت علی رض سے کہا کہ لفظ رسول اللہ محو کر کے بن عبداللہ لکھ دو حضرت علی نے کہا کہ میں لفظ رسول اللہ کا محو نہ کروں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو محو کر کے بن عبداللہ لکھدیا۔

(۲) شریف مرتضیٰ نے جن کا لقب امامیہ کے نزدیک علم الہدیٰ ہے۔ اپنی کتاب درر غرر میں محمد بن حنفیہ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے ماریہ قبطیہ کو ان کے چچازاد بھائی قوم قبطی کے ساتھ تہمت لگائی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ یہ تلوار لے اور جا اگر اس مرد کو ماریہ کے پاس پائے تو مار ڈال۔ پس میں متوجہ ہوا اس کی طرف تو اس نے جان لیا کہ میں اس کا قصد رکھتا ہوں سو وہ درخت خرما پر چڑھ گیا۔ اور اُسنے پیٹھ کے بھل اپنے آپ کو گرا دیا۔ اور اپنے دونوں پاؤں اُٹھائے تو ناگاہ میںنے اس کو دیکھا کہ اس کی کچھ علامت مردی کی نہ تھی یعنے خوجہ تھا۔ میں نے تلوار میان میں کرلی۔ اور حضرت کے پاس لوٹ آیا۔ اور ان کو اسکے حال سے خبر دی۔ آپنے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ ہمارے اہل بیت کو پلیدی سے بچاتا ہے۔

(۳) روی محمد بن بابویہ فی الامالی والدیلمی فی ارشاد القلوب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطی فاطمۃ سبعۃ دراھم وقال اعطہا علیاً ومریہ ان یشتری لاھل بیتہ طعاما فقد غلبھم الجوع فاعطتھا علیا وقالت ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امرک ان تبتاع لنا طعاما فاخذھا علیؑ وخرج من بیتہ لتبتاع طعاما لاھل بیتہ فیسمع رجلاً یقول من یقرض الملی الوفی فاعطاہ الدراھم۔ روایت کی محمد بن بابویہ نے امالی میں اور دیلمی نے ارشاد القلوب میں بے شک رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو سات درم دیئے اور فرمایا یہ درم علی

کو دے اور کچھ کہ خریدے اپنی اہل بیت کے واسطے کھانا اسواسطے کہ انپر بھوک غالب ہو رہی ہو سو دیئے فاطمہ نے دس درم علیؑ کو اور کہا کہ بے شک تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خرید لاؤ ہمارے واسطے کھانا۔ بس علیؓ نے دس درم لئے اور گھر سے نکلے تا کھانا خرید کریں اپنے اہل بیت کے لئے۔ اس اثنا میں سُنا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کون ہے ایسا جو ہم کو قرض دے سچے وعدے پر۔ بس علی نے دس درم اس کو دیدیئے (کذا فی التحفہ)

اعتراض (۲) حضرت رسول اکرمؐ نے سورہ براءۃ حضرت ابوبکر کو دیکر روانہ فرمایا پھر وہ بحکم خداوند اون سے واپس لیکر حضرت امیر کو دی گئی۔ اس کی شکایت بھی حضرت ابوبکر نے رسول سے کی۔ آپنے فرمایا۔ مینے بحکم خدا کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بمقابلہ حضرت علیؓ ابوبکر اسکے اہل نہ تھے۔

جواب۔ تبلیغ سورہ براءت کے لئے سب سے پہلے ابوبکرؓ ہی منتخب ہوئے تھے نہ علیؑ۔ کیا رسولؐ ایسے عظیم الشان کام کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے جو مؤمن بھی نہ ہو (معاذ اللہ) بلکہ علی کو چھوڑا۔ اور ان کو منتخب کیا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس کام میں اون کی لیاقت اعلیٰ سمجھی تھی۔ مگر اسکے بعد جب یہ مصلحت بطور خود یا بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ عہد یا فسخ عہد کا پیغام خود پہنچاوے یا کسی رشتہ دار کو بھیجے۔ تو بمجبوری یہ کام ابوبکرؓ سے نکالکر علی کے سپرد کیا۔ اور اس تبدل سے ابوبکر کی اوس لیاقت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ جسکی وجہ سے اوّل انتخاب ہوا تھا ورنہ رسول کی خطا کا اقرار کرنا پڑے گا کہ پہلے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا جو کہ مؤمن کامل نہ تھا (معاذ اللہ منہا) ابوبکرؓ کے تبدل میں ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ اسی سورۃ میں آیۂ غار بھی ہے۔ جس میں ابوبکر کی مدح ہے۔ پس چونکہ اس سورۃ کی ابتدائی آیتیں ان کی مدح کی تمہید میں تھیں۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ انکی مدح کی تمہید کوئی دوسرا کرے۔ اور علی کا انتخاب غالباً اسوجہ سے ہوا کہ اس سورہ کی تبلیغ جسمیں ابوبکر کی مدح ہے علی کی زبان سے علی الاعلان ہو جانے کی صورت میں منکرین فضائل ابوبکر پر حجت ہو۔

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۲۳۳ میں اس اعتراض کا جواب اسطرح مرقوم ہے:۔

"باید دانست کہ آنچہ صحیح است درین باب آنست کہ صدیقؓ برائے امامت حج فرستادند واو از آن ولایت معزول نشد۔ باتفاق رواۃ۔ و روایات مختلف اند در ولایت تبلیغ برأت دلالت اکثر حدیث بر آنست کہ آں نیز حوالہ صدیقؓ بود و ارسال مرتضےٰ بجہت آں شد کہ عرب در حل و عقد صلح تا وقتیکہ کسے از اہل بیت والی امر حاضر نمے شد۔ اعتداد نمیکردند۔ پس امیر دریں امر نیز صدیق بود و مرتضےٰ معین و ظہیر او۔"

سُنیوں کی روایتیں اِس بارہ میں شیعہ بھلا کب ماننے والے ہیں اِسلیئے ہم ان کے امام معصوم کا کلام اِس بارہ میں سناتے ہیں۔ سنیئے۔ تفسیر امام حسن عسکری (مترجم اُردو مطبوعہ دہلی) کے صفحہ ۵۳۲۔۵۳۳ میں لکھا ہے۔ "پھر آنحضرتؐ نے ابوبکر ابن قحافہ کو سورہ برأت کی دس آیتیں دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جنہیں کافروں سے عہد کا توڑنا اور مشرکوں پر قرب کعبے کا حرام ہونا مذکور تھا۔ اور اس کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں سمیت ایام حج میں مکہ معظمہ میں جاکر حج کرے اور یہ آیتیں انکو پڑھ کر سُنا دے۔ جب ابو بکرؓ وہاں سے روانہ ہو گیا تو جبرئیل نور کا طوق پہنے حضرت پر نازل ہوئے اور عرض کی یا محمدؐ خدائے علی الاعلیٰ بعد تحفہ سلام و درود کے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہاری پیغمبری دوسرا شخص کوئی نہیں کر سکتا یا تم خود جاؤ یا کوئی ایسا آدمی جائے۔ جو تم سے ہو۔ لہذا علی کو بھیجو۔ کہ وہ ان آیات کو ابوبکر سے لے لے۔ اور وہی کفار کے عہد کو توڑے۔ اور ان آیتوں کو ان کے سامنے پڑھکر سنا دے۔ اے محمدؐ تیرے پروردگار نے جو تم کو حکم دیا ہے کہ وہ آیات ابو بکرؓ سے لے کر علیؓ کو دیدے۔ یہ بھول چوک اور شک و شبہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور نہ اس سے پہلے غلطی ہو گئی ہے۔ کہ اس کا تدارک کیا ہے بلکہ اس سے خدا کا یہ منشاء ہے کہ ضعیف مسلمانوں پر ظاہر کردے کہ جس مقام پر تیرا بھائی علی مقیم ہوتا ہے۔ اے محمدؐ اس مقام پر تیرے سوا اور کوئی غیر شخص ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس غیر شخص کا مرتبہ تیری اُمت کے ان ضعیف مسلمانوں کی نظر میں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اور ان کے نزدیک اس کی منزلت کتنی ہی شریف اور بزرگ کیوں نہ ہو۔ الغرض جب علیؓ نے جاکر ابو بکرؓ سے وہ آیتیں لے لیں تو ابو بکرؓ نے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پہ فدا ہوں۔ ان آیات کا مجھ سے واپس لینا کیا کسی خفگی کی وجہ سے ہے

حضرت نے فرمایا کہ نہیں بلکہ خدائے بزرگ و برتر نے مجھکو امر فرمایا ہے کہ تیرا نائب وہی شخص ہو سکتا ہے جو تجھ سے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے جو ان آیات کو تجھ پر بار کیا اور اپنی طاعت کی تجھ کو تکلیف دی تھی ۔ اسکے عوض میں تجھ کو درجات رفیعہ اور مراتب شریفہ عطا فرمائیگا ۔ بشرطیکہ تو ہماری موالات پر قائم رہیگا ۔ اور ان عہدوں کو جو ہم نے تجھ سے کئے ہیں ۔ پورا کرکے میدان قیامت میں ہمارے پاس آئیگا ۔ تو تو ہمارے برگزیدہ شیعوں اور بندگان خدا میں داخل ہو گا ۔ حضرت کا یہ ارشاد سنکر ابوبکرؓ کا ملال رفع ہو گیا ۔"

اب شیعوں کے معصوم امام علیہ السلام کی شہادت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو تبلیغ سورہ برأت کی خدمت سپرد کر کے اور ان کو امیر الحاج بناکر بطور اپنے نائب کے مکہ معظمہ بھیجا تھا ۔ اور اسطرح پر بھیجنے میں حضرت جبرئیل کی شہادت کے مطابق کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی ۔ بلکہ اس تغیر و تبدل سے خدا کا منشاء یہ تھا ۔ کہ علی کا مرتبہ ظاہر کرے ۔ کسی خفگی کی وجہ سے بھی یہ تغیر و تبدل نہیں ہوا تھا ۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو جو اس طاعت کی تکلیف دی تھی ۔ وہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھی ۔ اور اسکے عوض میں ابوبکرؓ کو درجات رفیعہ اور مراتب شریفہ منجانب اللہ عطا ہونے کا وعدہ دیا گیا تھا ۔ بشرطیکہ ابوبکرؓ موالات و عہود پر قائم رہیا ۔

یہ واقعہ سنہ ۹ھ بعد غزوہ تبوک کا ہے ۔ پس خدا کی شہادت رسول کی شہادت ۔ جبرئیل کی شہادت ۔ اور امام حسن عسکری کی شہادت سے ثابت ہے کہ ابوبکرؓ اس زمانہ تک جس کا اوپر ذکر ہوا ۔ اسقدر اعلےٰ درجہ کے مؤمن تھے ۔ کہ خدا و رسول نے علیؓ پر ابوبکر کو ترجیح دی ۔ پس جن شیعہ صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے ۔ کہ ابوبکرؓ کا اسلام و ایمان شروع سے منافقانہ تھا ۔ اور وہ کبھی فی الحقیقت مؤمن نہیں ہوئے ۔ ان شیعوں کا یہ اعتقاد خدا کی شہادت رسول کریم کی جبرئیل کی شہادت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے باطل ہے ۔ اور جب ابوبکر کا سنہ ۹ھ تک مومن اور اعلےٰ درجہ کا مومن ہونا ثابت ہو گیا ۔ تو اب بار ثبوت بدل گیا اور شیعوں پر فرض ہو گیا کہ اسکے بعد وہ ابوبکرؓ کے اسلام و ایمان کو نفاق یا کفر سے بدل جانا دلائل قطعیہ سے ثابت کریں ورنہ ان روایتوں کو جو امام حسن عسکری ؑ کی شہادت کے خلاف ہیں

موضوع قرار دیں۔ اور روایتوں کے متعلق حضرت سلمان فارسی کی ایک نصیحت اچھی طرح یاد رکھیں اور وہ یہ ہے:۔

"سلمان بردم گفت کہ گریختند از قرآن بسوئے حدیث زیراکہ قرآن را کتاب رقیقے یافتند درآنجا شمار احساب مے نمایند بر نقیر و قطمیر و فتیل یعنی برامر خوردے و ریزۂ و بر قدر دانہ خردے۔ پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن۔ پس گریختند بسوئے احادیثے کہ کار را بر شما کشادہ و آسان کردہ است۔" حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۱

اعتراض (۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم من شیءٍ وما من حسابک علیھم من شیءٍ فتطردھم فتکون من الظالمین (سورہ انعام) مت نکالو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح شام چاہتے ہیں منہ اس کا۔ اوپر تیرے نہیں حساب انکے سے کچھ اور نہ حساب تیرے سے اوپر انکے کچھ۔ پس ہانک دے انکو۔ پس ہوجائے تو ظالموں سے۔

امام ثعلبی تفسیر کشف البیان میں لکھتے ہیں کہ عتبہ، شیبہ بن ربیع، مطعم بن عدی، حارث بن نوفل، قرط بن عمرو غیرہ پاس حضرت ابو طالب آکر مستدعی ہوئے کہ اگر آپ کا برادر زادہ اپنے پاس سے کم رتبہ والے غلام لوگوں کو جو ان کے پاس ہیں۔ علیحدہ کردے تو ہم لوگوں کے دلوں میں انکی وقعت زیادہ ہوجاوی۔ جب حضرت ابو طالب نے ان کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے قول کفار کی تائید کی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو رائے دی کہ آپ کو ایساہی کرنا چاہیئے۔ اسوقت یہ آیت عتاب آمیز اتری۔ کہئیے کیسی ہمدردی و مروت کفار کی انکو تھی۔

جواب۔ تفسیر ثعلبی کی اصل عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ثعلبی کی نسبت علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے۔ والاخباری لیس لہ شغل الا القصص واستیفاء الاخبار عمن سلف سواء کانت صحیحۃ او باطلۃ کالثعلبی۔ ترجمہ۔ اور جو مفسر خبریں بیان کرنے کا شائق ہوتا ہے۔ اسکو تفسیر قرآن میں اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ قصے لکھا کرے۔ اور ہر طرح کے قصے لکھدے۔ خواہ صحیح ہوں خواہ باطل ہوں۔ جیسے کہ ثعلبی

علاوہ بریں بعض علمائے اہلسنت نے ثعلبی کو شیعہ لکھا ہے۔ اسلئے ہم ثعلبی کی روایت تسلیم نہیں کرتے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب محدث بھوپالوی اپنی تفسیر ترجان القرآن میں اس آیت کے متعلق بہت سی روائتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"عکرمہ نے کہا۔ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ مطعم بن عدی حارث بن نوفل۔ قرظہ بن عمرا شراف بنی عبد مناف اہل کفر پاس ابو طالب کے آئے۔ کہا اگر تمہارا برادر زادہ محمدؐ ہمارے موالی و حلفا کو پھیر دے کہ وہ ہمارے غلام اور آزاد کردہ لوگ ہیں تو ہمارے دل میں یہ بات بڑی نظر آئے۔ ہم ان کے زیادہ تر مطیع ہوں۔ ہماری اتباع و تصدیق واسطے اون کے قریب تر ہو۔ ابوطالب نے یہ بات حضرت سے کہی۔ اس پر عمر بن خطاب نے کہا۔ آپ یہی کرو۔ دیکھو وہ کیا چاہتے ہیں اور اپنی بات کا کیا انجام دکھاتے ہیں۔ اللہ نے یہ آیت فنکرین تک نازل فرمائی۔ بلال و عمار بن یاسر و سالم موالی ابی حذیفہ و صبیح مولی اسید تھے۔ حلفا میں ابن مسعود مقداد بن عمر مسعود بن عاری واقد بن عبد اللہ حنظلی عمرو بن عبد عمرو ذو الشمالین یزید بن ابی یزید حلیف حمزہ بن عبد المطلب وغیرہ حلفا تھے۔ تب حق میں ائمہ کفر قریش و موالی و حلفا کے یہ آیت آئی۔ وکذٰلک فتنّا بعضہم ببعض الایہ۔ اسوقت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلعم کے پاس آکر اپنی بات کا عذر کیا۔ اسپر اللہ نے فرمایا۔ واذ جاءک الذین یومنون الایۃ۔ یعنے مومنین کا تم اکرام کرو۔ سلام کا جواب دو۔ ان کو یہ سنادو کہ اللہ کی رحمت واسعہ انکے شامل حال ہے۔ اسی لئے یہ فرمایا کہ تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو براہ تفضل و احسان و امتنان واجب کرلیا ہے۔ کہ جو کوئی تم میں سے کوئی برا کام نادانی سے کریگا۔ پھر تائب ہو جاویگا تو اللہ بخش دیگا۔ رواہ ابن جریر"

اب اگر اس روایت کی بناء پر حضرت عمرؓ کو مورد الزام قرار دیا جاتا ہے۔ تو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس الزام میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے رسول خدا کو جو یہ مشورہ دیا کہ آپ یہی کرو۔ دیکھو وہ کیا چاہتے ہیں اور اپنی بات کا کیا انجام دکھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مشورہ کو رسول خدا نے قبول کر لیا۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلعم اس مشورہ کو

قبول نہ کر لیتے اور اسپر عمل کرنے کا ارادہ نہ کرتے۔ تو پھر آیہ ولا تطرد الذین الخ کے نازل ہونے کی اس موقع پر ضرورت ہی نہ تھی۔ معترض صاحب حضرت رسول خدا کے برابر علم نہیں رکھتے نہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نہ وہ حضرت عمر کے حالات سے بہ نسبت رسول خدا صلعم کے زیادہ باخبر سمجھے جا سکتے ہیں۔ پس اگر حضرت عمر کا مشورہ کفار کی ہمدردی و مروت پر مبنی ہوتا۔ تو کیا رسول خدا کو نعوذ باللہ معترض صاحب کے برابر بھی سمجھ نہ تھی۔ کہ وہ عمرؓ کے مشورہ کو کفار کی ہمدردی و مروت پر مبنی سمجھ کر ردّ کر دیتے۔ قبول نہ کرتے۔ لیکن حضرۃ رسول خدا نے عمر کے مشورہ کو بدنیتی پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ ترقی اسلام کی ایک مفید تدبیر سمجھ کر اسکے مطابق عمل کرنا چاہا۔ مگر چونکہ اس سے بعض غریب مومنین کی دل شکنی ہو سکتی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے آیہ ولا تطرد الذین الخ نازل کر کے اسپر عمل پیرا ہونے کی ممانعت فرما دی۔ عمر نے آنحضرتؐ سے معذرت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ تسلی بخش آیہ نازل فرمائی۔ واذا جاءك الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علےٰ نفسه الرحمة الخ پس اللہ تعالےٰ نے بھی اس آیہ میں حضرت عمر کے مشورہ کو کفار کی ہمدردی پر محمول نہیں کیا۔ اب خدا اور رسول کے خلاف معترض کا کیا حق ہے کہ حضرت عمر کے مشورہ کو بدنیتی پر محمول کرے علاوہ بریں یہ بھی واضح ہو کہ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے جو عقائد میں حجت نہیں ہو سکتی ٭

سلسلہ دینیہ نمبر ۱

ہمارے مہربان برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے ماشاء اللہ اب تالیف کے میدان میں بھی قدم رکھ دیا ہے۔ چنانچہ اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو یہ آپ کی تیسری تالیف ہے۔ جو آپ نے احمدی بچوں کے لئے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے اخلاقی اور مذہبی پچاس سبق ہیں۔ جو بچوں کے لئے از حد مفید ہیں۔ سلیس اور عام فہم عبارت ہے۔ تمام احمدی گھروں میں اسکی ایک ایک کاپی ہونی چاہیئے۔ حجم ۳۲ صفحے سرکاری کتابوں کی تقطیع پر خوشخط نہایت عمدہ سفید کاغذ پر چھپی ہے قیمت ۲ر۔ مدرسین کے لئے ۲۵ فیصدی کمیشن مقرر ہے ہمیں یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوئی ہے کہ احمدیہ جنتری ۱۹۱۹ء نئے مضامین کے ساتھ مزین ہو کر شائع ہو گئی ہے۔ قیمت ۲ر عہ کے سات۔ ملنے کا پتہ۔ محمد یامین تاجر کتب قادیان۔ دفتر تشحیذ سے ہر قسم کی کتابیں مل سکتی ہیں ٭

مسیحی معجزات کی شان

بجواب رسالہ حقائق قرآن

از روئے بائبل

چند ایام گذرے ہماری نظر سے ایک رسالہ بنام حقایق قرآن گذرا۔ جو کہ مسیحی بک سٹور لودھیانہ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ ہم نے جو اس رسالہ کو بغور مطالعہ کیا۔ تو ہم پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ دراصل یہ رسالہ کوئی نئی تازہ معلومات رکھنے والی تصنیف نہیں۔ بلکہ تغیر و تبدل الفاظ کے ہمراہ رسالہ میزان الحق اور وجۃ الایمان کی ایک اصلی و کھری نقل ہے۔ جسکے جوابات قبل زمانہ بعثت مسیح موعود علیہ السلام بھی علمار اسلام کی جانب سے دیئے جا چکے ہیں۔ اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تو ایسی تمام تصنیفات کے وہ دندان شکن جوابات فرمائے ہیں۔ جنکی رُو سے تمام عقلاو آشنایان حال کو بلا کسی قسم کی رو رعایت کے کہنا پڑا ہے کہ اب تو حضرت اقدس کے بعد آپ کے خلفاء رضوان اللہ علیہم نے بھی ایسے اعتراضات و دعاوی کا ردّ ایسے زور شور سے کیا ہے کہ آج خدا کے فضل و کرم سے ایک معمولی استعداد کا احمدی بھی ایسے اُمورات کے جوابات بوجہ احسن ایسی طرز و طریق سے بیان کر سکتا ہے۔ کہ جنکے سامنے مسیحیوں کو بجز خاموشی اور سکوت کے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ پس اگرچہ ایسی تصنیفات بذاتہ اس قابل نہیں۔ کہ ان کے جوابات خاص طور سے دئے جاویں۔ کیونکہ ایسی کتب ایک طفل مکتب احمدی کے لئے بھی ٹھوکر کا باعث تو ہرگز نہیں۔ بلکہ بوجہ مسیح موعود کے جوابات سے علم ہونے کے باعث ازدیاد ایمان کا ہوتی ہیں۔ مگر تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند سوالات لودھیانہ کی مسیحی جماعت سے بالخصوص اور تمام مشنوں کے مسیحیوں سے بالعموم کئے

جاویں تاکہ ان کو کچھ اپنے گھر کی بھی سوجھ جاوے ؎

مذکورہ رسالہ کے نفس مضمون کی نسبت واضح ہو کہ اس رسالہ میں اس کی اصل کاپی کی طرح اسی ایک امر کا بالعموم اعادہ کیا گیا ہے کہ محمدؐ صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا (جیسا کہ کتاب میزان الحق کے ساتویں سوال کے اندر اور رسالہ وجہتہ الایمان میں بھی یہی اعتراض کیا گیا تھا) لیکن برخلاف اسکے مسیح یسوع نے صدہا معجزات دکھائے لہذا محمدؐ صاحب سے مسیح افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے۔

میزان الحق ورسالہ وجہتہ الایمان میں اس اعتراض کو ایک زیادہ ملمع سازی کے رنگ میں بیان کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان رسالہ جات میں اس اعتراض کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ سوال " قرآن میں لکھا ہے۔ کہ پیغمبر کو معجزات کے اظہار کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ محض وعظ کے لئے اس صورت میں باوجود بے اختیاری کے محمد صاحب مسیح سے جس نے صدہا معجزات ایک عالم کو دکھلائے۔ کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ صاف ثابت ہے۔ کہ مسیح یسوع محمد صاحب سے بہمہ وجوہ افضل و اعلےٰ تھا" مگر اس تازہ تصنیف یعنے رسالہ حقائق قرآن میں اگرچہ اسی مضمون کا بہ تبدیل الفاظ اعادہ ہے مگر نئے الفاظ میں جو بدتمیزی ہے۔ وہ ضرور ان نئے مصنفین کی اپنی ہے۔

بروئے بائبل صدور معجزات نبوت کی شرط نہیں

اب ذیل میں اس رسالہ حقائق قرآن پر ایک سرسری نظر سے ریویو کیا جاتا ہے۔ مسیحی معترضین کو بلا کسی قسم کے مطالعہ وغور کے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ از روئے کتاب مقدس صدور معجزات شرط نبوت نہیں۔ بلکہ ایمان کی بھی شرط نہیں۔ کتاب اعمال باب ۸ میں ہے۔ آیت ۹۔ اسکے پہلے اس شہر (سامریہ) میں شمعون نامی ایک شخص جادوگری کرتا۔ اور سامریہ کے لوگوں کو حیران کر دیتا۔ اور یہ کہتا تھا کہ میں بھی بڑا شخص ہوں۔ اور چھوٹے سے بڑے تک سب یہ کہتے تھے۔ کہ یہ شخص خدا کی بڑی قدرت ہے۔

جو نفس مورخ کی شہادت

دیکھو یہ شخص جو جادوگر تھا۔ معجزات کی وجہ سے ہر کہ ومہ اس کو " خدا کی بڑی قدرت " کہتے تھے پھر

مسیح کے زمانہ سے پہلے بھی منتر و جادو کے زور سے ایسے معجزات دکھلائے جاتے تھے جسطرح کے معجزات مسیح کی جانب اناجیل مروجہ میں منسوب کیئے گئے ہیں۔ چنانچہ مشہور اور معتمد علیہ مورخ جوزیفس اپنی تاریخ کی کتاب آٹھویں کے باب دوسرے میں لکھتا ہے کہ "سلیمان نے بہت ایسی منتریں بنائی تھیں کہ جن سے بیماریوں کو تخفیف ہو۔ اور ایسے عمل جن سے جنات اور دیووں کو نکالا جاوے۔ اور وہ پھر نہ آویں۔ اور وے عمل آج تک خوب جاری ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ الیعاذر میرے ہموطنی نے ویس پیسین بادشاہ اور اسکے بیٹوں اور اسکے سرداروں اور تمام سپاہیوں کے حضور میں لوگوں سے جنوں اور دیووں کو نکالا۔ اور ترکیب اسکے نکالنے کی یہ تھی کہ شخص دیوزدہ کی ناک میں ایک چھلا رکھ کر نتھنوں کی راہ سے دیو کو نکال لیتا تھا۔ اور جبھی وہ دیوزدہ گر جاتا تھا۔ بعد اسکے اس جن سے اقرار لے لیتا تھا کہ پھر نہ آوے۔ اور اسی وقت سلیمانی منتر پڑھتا تھا۔ اور سلیمان کا نام لیتا جاتا تھا۔ اور لوگوں کے یقین کرانے کو ایک برتن پانی کا بھرا ہوا تھوڑی دور رکھوا دیتا تھا کہ جن کے نکلنے کے بعد اس کو حکم کرتا تھا۔ کہ اس برتن کو الٹ دے۔ اور جن اس برتن کو الٹ دیتا تھا" دیکھو مسیح نے بھی اناجیل کی رو سے ایسے ہی معجزات دکھلائے۔ جیسے کہ قبل مسیح عوام لوگ دکھاتے تھے پھر اس میں مسیح کی کیا خصوصیت تھی ؎

ایک عورت کے یار دیو کا قصہ

ایسا ہی کتاب سموئیل ۱ باب اٹھائیسواں آیت ۸ تا ۱۶ میں یہ قصہ لکھا ہے۔ کہ ساؤل بادشاہ ایک عورت کے پاس گیا۔ جس کا یار دیو تھا۔ اور اس عورت سے اپنے آپ کو چھپانا چاہا۔ مگر عورت نے معلوم کر لیا کہ یہی ساؤل ہے۔ اور پھر سموئیل ہی کو جو فوت شدہ تھے۔ اس عورت نے زندہ کر لیا۔ اور اس سے ساؤل کے سوال کی نسبت دریافت کیا۔ اور جیسا اس عورت نے کہا تھا کہ یوں ہوگا ویسا ہی ہو گیا۔ دیکھو کتاب سموئیل ۱ باب ۳۰ دیکھو یہ عورت جو بدکار تھی۔ کس طرح غیب پر اطلاع پایا کرتی تھی۔ کیا یہ معجزہ کچھ کم ہے۔

موسیٰ کے زمانہ کے ساحر

پھر حضرت موسیٰ کے بالمقابل جو ساحر تھے۔ انکی نسبت لکھا ہے

کہ وہ بھی ویسے ہی معجزات دکھاتے تھے۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ نے دریا پر عصا مار کر اس کا پانی سب لہو کر دیا تھا۔ تب مصر کے جادوگروں نے بھی ویسا ہی کر دیا۔ خروج ۷/۲۲ آیت اور پھر جب موسیٰ و ہارون مصریوں پر مینڈک چڑھا کر لائے تھے۔ تو جادوگروں نے بھی ویسا کر دیا۔ دیکھو خروج ۸/۷ آیت۔ پس ہم کہتے ہیں کہ از روئے بائبل معجزات کا صدور نبوت کی شرط چھوڑ ایمان کی بھی شرط نہیں۔ دیکھو توریت میں صاف حکم ہے کہ

استثناء کا فتویٰ

اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو۔ اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھائے۔ اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اسنے تمہیں دکھایا بات واقع ہو۔ اور وہ تمہیں کہے۔ آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں۔ اور ان کی عبادت کریں تو ہرگز اس نبی کی بات پر کان مت دھرو۔ اور پھر آیت ۵ میں ایسے نبی کی نسبت حکم ہے۔ کہ اس کو قتل کردو استثناء ۱۳/۱تا۵۔ دیکھو صاحب معجزہ اگر کسی غیر معبود "جو اوپر آسمان یا نیچے زمین یا پانی میں ہو" کو پیش کرے۔ تو اس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ اور شاید بزعم مسیحی فرقہ جات مسیح جو خدا کے سوائے اپنے آپ کو یہود کے سامنے خدا کہتا تھا۔ تو یہود نے اسی سے اسکو مصلوب کر دیا۔ القصہ صاف ثابت ہے کہ معجزات کوئی شرط نبوت نہیں ہو سکتے پھر مسیحیوں کا مسیح کے معجزات پر زور دینا معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

عہد جدید کے چند دیگر خوارقات

پھر اسکے علاوہ اعمال ۱۶/۱۶ میں ذکر ہے "اور ایسا ہوا۔ جب ہم دعا مانگنے کی جگہ جاتے تھے۔ ایک چھوکری جس میں غیب دانی کی روح سمائی تھی۔ ہمیں ملی۔ جو غیب گوئی سے اپنے مالکوں کے لئے بہت کچھ کماتی تھی۔

پھر مرقس باب ۹ آیت ۳۸ میں لکھا ہے "تب یوحنا نے اسے (مسیح کو) جواب دے کر کہا۔ اے استاد ہم نے ایک آدمی کو تیرے نام سے دیووں کو نکالتے دیکھا اور وہ ہمارا پیرو نہیں۔ اور ہم نے اسے منع کیا۔ کیونکہ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا"

پھر متی ۲۴/۲۴ میں لکھا ہے "جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہونگے۔ اور ایسے بڑے

معجزات اور کرامتیں دکھائینگے۔ کہ اگر ممکن ہوتا تو وے برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے"

اور جناب مقدس پولوس تسلنیقیوں کے خط ۲ کے ۲ باب میں لکھتے ہیں " اور اس کا آنا (دجال کا) شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت اور جھوٹے عجائب و غرائب سے ہوگا"

اور مشاہدات کے باب تیرھویں آیت ۱۳ میں یوں لکھا ہے " اور بڑے عجائب ظاہر کئے (دجال نے) یہاں تک کہ آدمیوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ برسائی۔ اور جن معجزات کو اس حیوان کے سامنے دکھانے کی قدرت اسے دی گئی تھی۔ ان سے زمین کے رہنے والوں کو دغا دیا"

دیکھو غیب دانی کا معجزہ دیووں کو نکالنے کا اعجاز ایک بے ایمان بھی دکھا سکتا ہے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی بڑے بڑے معجزات دکھا سکتے ہیں۔ دجال معجزات کی وجہ سے ساکنان زمین کو حیران کر سکتا ہے۔ پس معجزات کا صدور بائیبل کی رو سے ایمان کی شرط بھی ہرگز نہیں۔ چہ جائیکہ معجزات کے صادر ہونے کو نبوت سے یا الوہیت سے کوئی تعلق و علاقہ ہو۔ لہذا مسیح کے معجزات کو پیش کرنا درست نہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خود اناجیل مروّجہ سے صاف واضح ہے۔ کہ مسیح نے معجزات کے دکھانے سے کھلا کھلا انکار کیا ہے۔ پھر کس طرح اس کی جانب معجزات منسوب کرتے ہو۔ مگر قبل ازیں یوحنا اصطباغی کے (جس کے ہاتھ سے مسیح نے بھی اصطباغ حاصل کیا تھا) معجزات کی نسبت کچھ سن لو۔

یوحنا اصطباغی اور معجزات

کتاب مقدس کے جاننے والوں میں سے ہر ایک جانتا ہے۔ کہ مسیح یسوع نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے دیگر یہود کی طرح یردن ندی کے کنارے اصطباغ حاصل کیا تھا۔ اسی وجہ سے یوحنا کو تمام بنی آدم پر فضیلت ہے۔ چنانچہ مسیح نے فرمایا۔ "پھر تم (یعنی شاگرد) کیا دیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی کو ہاں میں تم سے کہتا ہوں۔ بلکہ نبی سے بڑا۔ کیونکہ یہ وہ ہے۔ جسکی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں۔ جو تیرے آگے تیری راہ درست کرے گا میں

تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ انہیں سے جو عورتوں میں سے پیدا ہوئے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ متی ۱۱/۱۱ لوقا ۷/۲۸۔

مذکورہ بالا کلام سے ظاہر ہے کہ ان تمام بنی آدم میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے۔ یوحنا سب سے بڑا ہے۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ کوئی بشر ایسا نہیں۔ جو عورت سے پیدا نہیں ہوا۔ لہذا کل حواریین بلکہ حسب الفاظ مندرجہ بالا مسیح سے بھی یوحنا بڑا ہے۔ دوسری جانب یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ یوحنا کو عام طور پر یہود اسکے ہمعصر نبی تسلیم کرتے تھے عیسائی بھی اسے مانتے ہیں۔ اور یہ ہر دو امور اناجیل مروجہ سے واضح ہیں۔ چنانچہ متی کی انجیل ۱۴/۵ میں ہے "جب اس نے (یعنی ہیرودیس نے) اسے مار ڈالنا چاہا تو لوگوں سے ڈرا کہ وہ اسے (یوحنا کو) نبی جانتے تھے۔ پھر متی ۲۱/۲۶ میں ہے" اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے تو ہم جماعتوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ سب یوحنا کو نبی جانتے ہیں" لوقا ۲۰/۶ میں ہے۔ "اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے سب لوگ ہمیں سنگسار کرینگے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ یوحنا نبی تھا۔"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یوحنا نے جسکے ہاتھ پر خود مسیح نے بپتسمہ حاصل کیا تھا۔ اور جسے اس کے ہمعصر یہود اور آج تک کل مسیحی لوگ نبی بلکہ نبی سے بڑا تسلیم کہتے ہیں۔ کیا معجزات دکھاتا تھا۔

انجیل یوحنا ۱۰/۴۱ میں لکھا ہے "اور بہتوں نے اس پاس جاکر کہا (یعنی یسوع کے پاس) کہ یوحنا نے تو کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔" پس ان بہت آدمیوں کی گواہی جو مابعد مسیحی بھی ہو گئے۔ یوحنا کے حق میں صاف یہ ہے کہ اس نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اب چاہیئے کہ مسیحی لوگ یوحنا کو نبی نہ مانیں۔ اور اسے کسی پر بھی فضیلت نہ دیں۔ چہ جائیکہ تمام عورتوں سے پیدا ہونے والوں سے افضل ٹھہرا دیں۔ پس ہماری اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں کے اصول کے موافق معجزات صدور نبوت کی شرط نہیں اور نہ ان کا وجود نبوت کی دلیل ہے۔ بلکہ ایمان کی بھی سند نہیں۔ لہذا مسیح کے معجزات اس کی

ثبوت

فضیلت کا باعث نہیں ہو سکتی ؎

مسیح کا معجزات دکھانے سے انکار

مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے معجزات کے دکھلانے سے صاف انکار کیا ہے۔ اور ایسا ہی عوارسین یسیح نے امید ہے کہ مسیحی لوگ غور کرینگے ؎

پہلا حوالہ

مرقس کی انجیل کے آٹھویں باب میں ہے۔ آیت ۱۱۔ در تب فریسی نکلے۔ اور اس سے حجت کر کے اس سے امتحان کے لئے کوئی آسمانی نشان طلب کیا۔ اس نے دل سے آہ مار کے کہا۔ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دکھایا نہ جائیگا۔ اور وہ ان سے جدا ہو کر پھر کشتی پر چڑھ کر پار گیا تا آیت ۱۳۔

دیکھو مسیح نے فریسیوں کو کہ حجت اور امتحان کے طور پر کوئی آسمانی معجزہ مانگتے تھے نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ اور کسی اپنے اگلے معجزہ کا حوالہ دیا۔ بلکہ اُلٹا ایسا قول فرمایا کہ جس سے صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ اسکے بعد جناب مسیح سے کوئی معجزہ کسی کے سامنے صادر نہیں ہوا اسلئے یہ الفاظ " اس زمانے کے لوگوں کو " مسیح کے سب ہم عہدوں کو کیا یہودی کیا غیر یہودی شامل ہیں۔ اور اسیطرح یہ الفاظ " کوئی نشان یا معجزہ آیت (فارسی کی انجیل) ہر معجزہ یا نشان کو جو کسی طرح کا ہو شامل ہیں۔ اور اس قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ بعض معجزات کا صدور جو مرقس نے اسکے بعد نقل کیا۔ صحیح نہیں۔ وگرنہ یہ قول " میں تم سے سچ کہتا ہوں " سچ نہیں ہے۔

دوسرا حوالہ ہیرودیس کے سامنے انکار

لوقا کی انجیل کے تئیسویں باب میں ہے۔ آیت ۹۔ ہیرودیس یسوع کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ بہت مدت سے اسے دیکھنا چاہتا تھا اور اسنے اس کی بہت سی باتیں سُنی تھیں۔ اور اس امید میں تھا کہ اسکے کسی معجزے کو دیکھے۔ پس اس نے اس سے بہتیرے سوال کئے۔ پر یسوع نے اسکو کچھ جواب نہ دیا۔ اور سردار کاہنوں اور فقیہوں نے کھڑے ہو کر اسپر شدت سے نالشیں کیں۔ تب ہیرودیس اور اسکے لشکر نے اسے ٹھٹھا کر کے حقیر کیا " تا آیت ۱۱۔

دیکھو اس حوالہ کے مطابق مسیح نے ہیرودیس کو باوجودیکہ وہ مسیح کے دیکھنے سے بہت خوش ہوا تھا۔ اور امیدوار و مشتاق تھا کہ اس کا کوئی معجزہ دیکھے کوئی معجزہ نہ دکھلایا بلکہ اسکے کسی سوال کا بھی جواب نہ دیا۔ اسپر اس نے آپ کی حقارت و تحقیر کی۔ اس بیان کی رو سے اغلب ہے۔ کہ اگر ہیرودیس کوئی معجزہ دیکھتا۔ تو وہ اور اس کا لشکر ضرور مسیح کے معتقد بنجاتے۔ اور یہود کو ملزم قرار دیتے۔ مگر مسیح نے کوئی معجزہ نہ دکھایا۔ اب اگر مسیح معجزات اسلئے دکھایا کرتا تھا کہ لوگ معجزات کو دیکھکر اس کی نبوت یا الوہیت پر ایمان لے آویں۔ تو ہیرودیس کا کیا قصور اگر وہ ایمان سے محروم رہا۔ تو اس کا کوئی قصور نہیں وہ تو امیدوار و مشتاق تھا۔ کہ مسیح کے معجزات کو دیکھے۔ مگر مسیح کے اس فعل کا کیا مطلب سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ معجزات نہ رکھتا تھا۔

تیسرا موضع

متی کی انجیل کے چوتھے باب میں ہے۔ آیت ۳۔ تب امتحان کرنیوالے نے اس پاس آکر کہا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہو تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بنجاویں۔ پر اس نے جواب میں کہا کہ لکھا ہے۔ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر اس بات سے۔ جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ جیتا ہے۔ اسوقت شیطان اسے شہر مقدس سے لے گیا۔ اور بڑی عبادت گاہ کے کنگرے پر کھڑا کرکے اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو آپ کو نیچے گرادے۔ کیونکہ لکھا ہے وہ اپنے فرشتوں کو تیرے لئے حکم کریگا۔ اور وہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھالینگے وغیرہ دیکھو آخر تک ؛؛

دیکھو اسجگہ مسیح اپنی معمولی ابنیت کو بھی معجزات کی رُو سے ثابت نہیں کرسکا۔ پھر کیونکر شیطان کی حکومت پر وہ فتحیاب ہوا۔ جبکہ اس کے سامنے کوئی معجزہ ہی نہیں دکھا سکا۔ ممکن ہے۔ اگر شیطان کو ایسے معجزات مسیح دکھاتا۔ تو وہ بھی اسپر ایمان لے آتا۔ مگر اسجگہ تو مسیح نے کوئی معجزہ اسے نہیں دکھایا۔ بلکہ صاف طور پر اپنی بے اختیاری اور عبودیت پر مُہر لگادی ؛؛

چوتھا موضع۔ عوام کی شہادت

متی کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے۔ آیت ۴۱ یوں ہی سردار کاہنوں نے بھی فقیہوں اور

بزرگوں کے ساتھ ٹھٹھا مار کے کہا۔ اس نے اوروں کو بچایا۔ پر آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ تو اب صلیب پر سے اُتر آوے۔ تو ہم اس پر ایمان لائینگے ؛

دیکھو اس مقام پر سردار کاہن اور فقیہہ و بزرگ جو اہل یہود کے پیشوا و عالم تھے وعدہ کرتے تھے کہ اگر مسیح صلیب پر سے اتر آوے۔ تو ہم اس پر ایمان لے آوینگے۔ باوجود اسکے مسیح نے یہ معجزہ نہ دکھایا۔ حالانکہ اس میں کچھ ہرج نہ تھا۔ کہ امر خارق للعادت کے طور صلیب سے اُتر کر حجت کو پورا کر کے صلیب پر چڑھ جاتا۔ اور شہادت کے درجہ کے علاوہ کفارہ بھی ہو جاتا۔ اور ان منکرین کا مُنہ بند ہو جاتا۔ اور اتمام حجت ہو جاتی۔ صاف فیصلہ تھا۔ مگر مسیح نے جسے بخیال اسکی قوم کے ہر طرح کے معجزہ پر قدرت تھی یہ نہ کیا افسوس ؛

Digitized by Khilafat Library

پانچواں حوالہ

متی کی انجیل کے چھبیسویں باب میں ہی۔ آیت ۶۷ ”تب انہوں نے اس کے مُنہ پر تھوکا۔ اور اسے مکے مارے۔ اور ان کو طمانچہ مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا۔ یہ جو تجھے طمانچے مارتا ہے کون ہے“ دیکھو مسیح اگر بزعم شما عالم الغیب تھا۔ اور سب کچھ جانتا تہا۔ تو ان منکروں کو بتا دیتا کہ فلاں ہے۔ اور یہ تو رمال۔ جفار۔ منجم بھی اس زمانہ میں کر سکتے ہیں۔ کیسا اعلےٰ و اچھا موقعہ تھا۔ صرف اتنی سی کرامات پر ہزارہا اس پر ایمان لے آتے۔ مگر مسیح نے وہاں ان کو یہ معمولی معجزہ بھی نہ دکھایا ؛

چھٹا حوالہ

متی کی انجیل کے بارھویں باب میں ہے۔ آیت ۳۸ ”تب بعض کاہنوں اور فریسیوں نے اس سے کہا۔ اے استاد ہم چاہتے ہیں کہ تیرا ایک معجزہ دیکھیں۔ پر یسوع نے ان کو جواب میں کہا۔ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر انہیں کوئی معجزہ یونس نبی کے نشان کے سوا دکھایا نہ جائیگا کیونکہ جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اسیطرح ابن آدم تین رات دن زمین کے پیٹ میں رہیگا۔

دیکھو فقیہہ اور فریسی معزز گروہ علماء کا معجزہ طلب کرتے تھے۔ اس پر مسیح نے انہیں

بد اور حرامکار فرمایا۔ اور نہ اسوقت کوئی معجزہ دکھایا۔ اور نہ کسی اپنے پہلے دکھلائے ہوئے معجزے کا حوالہ دیا۔ بلکہ غصے کی راہ سے ایک ایسے معجزے کا وعدہ کیا۔ جس کو ان فریسیوں اور فقیہوں نے بچشم خود دیکھا بھی نہیں۔ اور معجزہ باہرہ ہونا چاہیئے۔ تا ہر مخالف و معاند پر اتمام حجت ہو جاوے۔ بلکہ یہود میں تو آج تک مشہور ہے کہ مسیح کے شاگرد اس کی لاش کو اس کی قبر میں سے چرا لے گئے۔ متی ۲۸/۱۳۔ اور یہ امر کہ مسیح تین رات دن قبر میں رہا۔ واقعات کی رو سے غلط ہے۔ اوّلاً ایوب ۱۴ کے خلاف ہے اور اعمال ۲۶/۲۲ و کرنتھی ۱۵/۴ کی رو سے کئی اعتراضات اس پر وارد ہوتے ہیں۔ اور نیز اصلی نسخہ میں متی ۱۲/۴۰ یوں ہے "تین رات اور تین دن" مگر اناجیل کی رو سے مسیح ایک دن اور دو رات قبر میں رہے۔ لہٰذا یہ بھی غلط ہوا ۞

ساتواں مقام

یوحنا کے چھٹے باب میں یہود کے ساتھ مسیح کی گفتگو یوں منقول ہے آیت ۲۸۔ "انہوں نے اس سے کہا ہم کیا کریں تاکہ خدا کے کام بجا لاویں۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خدا کا کام یہ ہے۔ کہ تم اس پر جسے اس نے بھیجا۔ ایمان لاؤ۔ انہوں نے اس سے کہا۔ پس تو کونسا معجزہ دکھاتا ہے۔ کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں" دیکھو اس جگہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا رسول قرار دیکر یہود سے ایمان لانے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے کہا تو کونسا معجزہ دکھاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں۔ اس وقت مسیح نے نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ اور نہ آپ ان کے جواب میں کسی پہلے معجزے کا حوالہ دیا کہ دیکھو فلاں معجزہ کو دیکھ کر تم کیوں ایمان نہ لائے۔ یا کیوں ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ اور باتوں میں ڈال کر ٹال دیا۔ جیسا اس سارے باب کے مطالعہ سے ظاہر و باہر ہے۔ اور یہودیوں کے قول سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے آگے کوئی معجزہ نہیں دیکھا تھا۔ اور اگر دیکھا بھی تھا۔ تو اسے بمنزلہ عدم کے سمجھتے تھے۔ اس جگہ یہود کو ضرور معجزہ دکھانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہود کا یہ مطالبہ مسیح کی نبوت کے دوسرے سال میں تھا۔ پس ایسی ابتدائی حالت میں نبوت کے تسلیم کروانے کے واسطے ضروری کوئی معجزہ اس مجلس میں دکھانا چاہیئے تھا۔ مگر مسیح کوئی

معجزہ نہ دکھا سکا۔ پھر معجزات کس کے لئے تھے؟

آٹھواں موضع مقدس پولوس اپنے خط بنام اہل کرنتھ نمبر اوّل میں لکھتے ہیں۔ "جبکہ یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں۔ اور یونانی لوگ حکمت کی تلاش کرتے ہیں مگر ہم مسیح مصلوب کا وعظ کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ یہودیوں کے حق میں ٹھوکر کا پتھر اور یونانی کے نزدیک نادانی ہے"۔

نسخہ فارسیہ میں ہے "ہر چند یہود متفحص آیت ویونانیان جویائے حکمت اند لیکن ما ندائے کنیم بہ مسیح مصلوب۔ نسخہ عربی میں ہے۔ "لان الیہود یطلبون الآیت والیونانیون یطلبون الحکمۃ فاما نحن فاننا نبشر بالمسیح مصلوبًا۔ دیکھو اس میں صاف مرقوم ہے کہ جب یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں۔ تو ہم مسیح مصلوب کا وعظ کرنے لگتے ہیں اور جو لفظ ہم اور ما اور نحن کا متکلم مع الغیر کی ضمیر ہے۔ تو دلالت کرتا ہے کہ کچھ عیسائیوں کے مقدس پولوس پر ہی منحصر نہیں۔ سارے حواریوں کا یہی حال تھا۔ کہ جب یہودی معجزہ مانگتے تھے۔ ان کا جواب یہی تھا۔ کہ وعظ کرنے لگتے تھے۔ تو دیکھو یہودی حواریوں کے زمانے تک معجزہ مانگتے رہے۔ اور انکے طلب پر نہ تو مسیح نے کبھی معجزہ دکھایا نہ حواریوں نے۔ لہذا ان یہود کے اہل علم کے ایمان نہ لانے کا سبب یہی تھا کہ وہ معجزہ نہ دکھا سکتے تھے۔ اب مسیحیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ایسے ایسے معجزات دکھاتا تھا خود کتاب مقدس کی رُو سے کیسا غلط و مہمل ثابت ہُوا۔ کیونکہ دیکھو صاف واضح ہے کہ اگر مسیح معجزہ دکھانے کی طاقت رکھتا۔ تو ہیرودیس کو کہ بڑا مشتاق تھا۔ فریسیوں اور یہودیوں کو ضرور معجزہ دکھاتا۔ اور اسی طرح پولوس رسول اور دیگر حواریین نے بھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اور یہ مقدس رسول پولوس کا کلام عین اسی طرح کا ہے۔ جس طرح کا کلام عیسائی معترضین پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ "پیغمبر کو اظہار معجزات کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ صرف وعظ کہنے کے لئے" تو اپنی آنکھ کے شہتیر کو ضرور دیکھ۔

نکتہ چیں را چشم ہے باید نخست۔

ایک آخری و ضروری گذارش

رسالہ حقائق قرآن کا ایک جواب منجانب مسٹر محمد علی ایم۔ اے پیغامیہ بلڈنگس ہی لکھا گیا ہے۔ جس کا نام حقیقۃ المسیح ہے۔ وہ بھی ہماری نظر سے گذرا جسمیں وہی لٹریچر ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کا ایسے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ اور جو ہر کہ و مہ احمدی اپنے دل میں لئے ہوا ہے۔ اور موقعہ پر معمولی احمدی بھی وہی جوابات سنا کر مسیحیوں کو خاموش کرا سکتا ہے۔ مگر اس میں ایک جدت جو مسٹر موصوف کی اپنی ہے۔ جسمیں مسیح موعود کی سراسر مخالفت و معاندت ٹپکتی ہی عجیب ہے چنانچہ مسیح کی "پیدایش بے پدر" کی نسبت لکھتے ہیں اسکے برخلاف حضرت مسیح کا معمولی انسانوں کی طرح پیدا ہونا قرآن کریم میں صاف مذکور ہے۔" مٹ قرآن کریم اسوقت جبکہ آپ رسالہ ریویو کے ایڈیٹر تھے۔ یہی تھا اس وقت تو آپ بھی ہماری طرح مسیح کی پیدایش کو بے پدر تسلیم کرتے تھے۔ مگر اب دوسرے عقاید کیطرح اس کو بھی تبدیل کر لیا۔ دیکھو ریویو ۵ صفحہ ۲۷۵۔ وہ جبکو تم نے "مسیح موعود اپنا پیشوا و امام" "حکم و عدل" تسلیم کیا تھا۔ جسکے روحانی فرزند ہونے کے آپ مدعی ہیں۔ جو قرآن سکھانے آیا تھا۔ جس کا کام جس کی ڈیوٹی اور جس کا فرض منصبی کسر صلیب تھا۔ وہ تو یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اور اسی عقیدہ کو اس نے اپنے اور اپنی جماعت کے عقاید کے مسلمات میں تسلیم کیا ہے۔ کہ مسیح بے باپ تھے۔ چنانچہ مواہب الرحمٰن میں سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کے عقائد میں داخل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ "جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ یوسف کے نطفے سے پیدا ہوئے۔ وہ حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے۔" اور لکھا ہے "جو اس مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اس کا حق ہے نہ جانا اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے۔" آپ کے کلمات طیبات سے ہے۔ "جو اللہ تعالےٰ کو مسیح کے بے باپ پیدا کرنے پر قادر نہیں سمجھتا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" مگر مسٹر موصوف نے باوجود ان سخت تنبیہات کے ہوتے ہوئے حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھا۔ اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے۔"

مولویصاحب قرآن شریف آپ مسیح موعود سے زیادہ سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں کیا آپ اس کاسر صلیب سے زیادہ کسر صلیب کر سکتے ہیں۔ اگر مسیح کی پیدائش بے پدر ماننے میں عیسائیوں کی مدد و امداد ہے۔ تو پھر کیا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے ممد و معاون تھے۔ کیا اگر اس سے کسر صلیب بوجہ احسن ہو سکتی تھی۔ تو یہ حربہ مسیح موعود کو کیوں نہ دیا گیا۔ آپ پر واجب ہے۔ کہ اگر دلائل کی رُو سے آپ نے اس مسئلہ کو تسلیم کیا ہے تو پہلے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء کے اس مضمون کا جس میں قرآن شریف و بیبل کی رُو سے مسیح کو بے باپ ثابت کیا گیا ہے۔ اور جس کا جواب نہ ہو سکنے کی وجہ سے آپ کے "پروفیسر فضل الٰہی" کو پیغام بلڈنگس کو ترک کرنا پڑا تھا۔ پہلے جواب تحریر کریں۔ اور اب جو آیات قرآن شریف کی آپ نے پیش کی ہیں۔ ان کا جواب تو پہلے ہو چکا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ آپ اس بات کا دو حرفی جواب دیدیں کہ کیا آپ مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ قرآن سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں یا ان سے زیادہ مسیحی مذہب کی تردید و ابطال کر سکتے ہیں یا اناجیل کی رو سے بھی اسی مذکورہ رسالہ میں بحث ہو چکی ہے۔ مگر یہ جو آپ نے اب متی ۱/۲ د ۲۴ پیش کیا ہے۔ آپ کی تائید سے خارج ہے۔ کیونکہ صاف لکھا ہے "اور ان کے اکٹھا آنے سے پہلے وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی" اکٹھا آنے سے کیا مراد ہے یاد رہے۔ کہ اصل یونانی میں اکٹھا آنے کے لئے "سوالتھائن"[1] ہے۔ جسکے معنے مجرد مجامعت کے لئے باہم ملنا ہے۔ مراد یہ کہ مجامعت سے قبل حاملہ تھی۔ جبھی تو یوسف بموجب استثنا ۲۴ باب کے اُسے چھوڑنا چاہتا تھا۔ اگر یوسف کے نطفہ سے وہ حاملہ ہوئی تھی تو پھر یوسف کا چھوڑنا چہ معنی دارد۔ کیا مباشرت کو وہ بھول گیا تھا یہ یوسف کا صاف انکار ہے۔ مسیح کے پدر ہونے سے۔ پھر آیت ۲۵ میں ہے "اسکو نہ جانا" اس کے کیا معنے؟ یعنی پیدائش مسیح سے پہلے یوسف مریم کے پاس نہیں گیا۔ کیونکہ پیدا ہونیوالا موعود رُوح القدس کی قدرت سے تھا؛

پھر علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہو کہ لوقا میں ہے۔ اور چھٹے مہینے جبرائیل فرشتہ

[1] سو کے معنے اکٹھا باہم۔ التھائن کے معنے آنا جانا۔ اصطلاح عام میں مجرد مجامعت کے لئے ہے؛

خدا کی طرف سے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا۔ ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ لوقا ۱/۲۶

لفظ کنواری اصل یونانی میں ہے۔ پارتھے ناس Παρθενος

ہے۔ پروفیسر رابنس اور ہومر کے نزدیک اسکے معنے مجرد کنواری عہد عتیق کے مصری ترجمہ میں اور عبری کے عہد عتیق کے نسخہ جات میں ذیل کے مقامات میں عبری نسخوں میں موجود ہے کنواری ۱۱ پیدایش ۲۴/۴۳ و خروج ۲/۸ زبور ۶۸/۲۵ ۔ امثال ۳۰/۱۹ ۔ غزل الغزلات ۱/۳ ۶/۸ ۔ غزل الغزلات ۸/۶ ۔ اس مقام کو بغور دیکھو) یسعیاہ ۷/۱۴ ۔

اہل لغت میں سے ڈاکٹر سمتھ صاحب کی بیبل ڈکشنری دیکھو۔ اس میں صاف لکھا ہے "لفظ علماہ قبل تولد کے بکارت کو صاف اور صریح ظاہر کرتا ہے۔ کبھی دلھن یا منگیتر زوجہ کے لئے نہیں بولا گیا۔ مجرد اسکے معنے کنواری ہے۔ جو مرد سے ناآشنا ہو۔" اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے امثلہ جات پیش کی ہیں۔

پس مولوی صاحب بہتر ہو کہ آپ اس اپنے پروردہ خیال کو ترک کردیں یا اسکو شہر کہتے وقت بیبل اور قرآن شریف کا نام نہ لیا کریں۔ صرف یہ کہہ دیا کریں کہ ہماری عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی۔" قرآن شریف تو آپ مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ نہیں جانتے۔ اور بیبل سے آپ ناآشنا محض ہیں۔ خصوصاً اس کی اصلی زبان سے۔ پس آپ اپنی پردہ دری نہ کرائیں۔ یہ آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

عیسائیوں کو جواب

مسیحیوں کو معلوم ہو۔ کہ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا کوئی فضیلت نہیں رکھتا اول تو یہ معجزہ باہرہ نہیں۔ اس کا علم صرف مریم کو ہو سکتا ہے۔ دوئم۔ ملک صدق سالیم یعنے صلح کا بادشاہ دیکھو عبرانی ۷/۳۔ جس کا نہ ماں نہ باپ نہ نسبنامہ نہ عمر کا شروع نہ آخر۔ مسیح کی تو والدہ تھیں۔ اسکے ماں اور باپ ہردو نہیں۔ کیا مسیح سے افضل و اعلیٰ ہے۔ بغیر ماں یا باپ پیدا ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اس امر کی رو سے کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں ہو سکتا۔ البتہ ایک جہت سے ادنیٰ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محبت پدری سے ناآشنا ہوتا ہے۔ فقط۔

جواب کا طالب

بندہ عبدالخالق نومسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اذان

اذان کے معنے لغتہً ۔ اطلاع دینا ہے ۔ وجہ مناسبت یہ کہ مؤذّن بھی نماز کے وقت دوسرے بھائیوں کو اطلاع دیتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے ۔ آکر نماز پڑھ لیں ؛

اذان کا ابتدا ۔ اذان کا ابتدا بخاری شریف میں اس طرح پر مرقوم ہے ۔ ان ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون الصلاۃ لیس ینادی لہا فتکلموا یوماً فی ذالک فقال بعضہم اتخذ وا ناقوسا مثل ناقوس النصاریٰ وقال بعضہم بوقا مثل قرن الیہود فقال عمر اولا تبعثون رجلاً ینادی بالصلاۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال قم فناد بالصلاۃ

رواہ البخاری ۔

ترجمہ ۔ ابن عمر کہتے تھے کہ جب مسلمان مدینے میں آئے ۔ اکٹھے ہوتے پس نماز کا وقت مقرر کرتے ۔ اذان نہیں دی جایا کرتی تھی ۔ ایک دن اس بارہ میں انھوں نے گفتگو کی ۔ تو بعض نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح نماز کے وقت ناقوس یا یہود کی طرح قرن بجایا جایا کرے ۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تم ایک آدمی کیوں نہیں اٹھاتے ۔ جو کہ اذان دے ۔ تو رسول کریمؐ نے حضرت بلال کو اذان کے لئے فرمایا تو اس نے اذان دی ۔

اذان کا وقت ۔ نماز کے وقت اذان دی جاوے ۔ وقت سے پہلے نہ دیجائے ۔ اگر وقت سے پہلے دیجاوے تو اعادہ کیا جاوے ۔ مگر فجر کی نماز کے واسطے اذان امام ابی یوسفؒ وشافعیؒ کے نزدیک آدھی رات سے درست ہے ۔ لیکن باقی فقہاء کے نزدیک وقت سے پہلے جائز نہیں ۔ اسلئے کہ اذان واسطے اطلاع کے ہے ۔ اور قبل وقت کے تجہیل ہے ۔ اسواسطے جب تک فجر ظاہر نہ ہو ۔ اذان نہ دیجائے ۔ دوسری بات یہ کہ طرز عمل صحابہ کا بھی اسی طرح مروی ہے ؛

مؤذن کون ہو ۔ مؤذّن وہ ہونا چاہیئے ۔ جو کہ وقتوں کو خوب پہچانتا ہو تاکہ ثواب موعود کو

پہنچے۔ یا نماز کے وقت کوئی شخص اذان دیدے۔ جیسے کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ اذا حضرت الصلوٰۃ فلیوذن لکم احدکم متفق علیہ۔

اذان کا ثواب یا اجر۔ اذان دینے والے کے لئے رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لا یجدوا الا ان یستھموا علیہ۔ کہ اگر لوگ جو کہ اذان دینے میں ثواب ہے جانیں۔ تو پھر سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہ پائیں۔ مگر یہ کہ قرعہ ڈالیں۔ رواہ البخاری۔ پھر رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول المؤذنون اطول الناس اعناقاً یوم القیٰمۃ۔ رواہ مسلم کہ موذن قیامت کے دن لمبی گردن والے ہونگے۔ پھر فرمایا۔ لا یسمع مدیٰ صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئی الا شھد لہٗ یوم القیامۃ۔ رواہ البخاری۔ کہ نہیں سنتا درازی آواز موذن کو کوئی جن وانس۔ اور نہ کوئی اور چیز۔ مگر وہ گواہی دے گی اسکے لئے قیامت کے دن۔ پھر فرمایا۔ من اذن سبع سنین محتسباً کتب لہٗ براءۃ من النار۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ کہ جو سات سال طلب ثواب کے لئے اذان دیوے۔ اسکے لئے آگ سے برأت لکھی جاوے گی۔

طریق اذان۔ اذان دیتے وقت قبلے کی طرف منہ کیا جائے۔ اور دونوں شہادت کی انگلیوں کو کانوں میں رکھا جاوے۔ اسلئے کہ کانوں میں انگلیاں رکھنا آواز کو بلند کرتا ہے۔ جیسے کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر بلالاً ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ قال ھذا ارفع لصوتک۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور ٹھہر ٹھہر کے الفاظ اذان ادا کرے اور نہ گاوے اس طرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف مد کو بڑھاوے۔ اور فقط اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہیں۔ بلکہ اچھا ہے۔ اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں داہیں بائیں منہ کیا جائے۔

ترجیع اذان میں جائز ہے۔ ترجیع یہ ہے کہ کلمے شہادتین کے پہلے دو بار آہستہ پڑھے جاویں۔ پھر دوسری دفعہ دو بار اونچی آواز سے موذن کہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابی محذورۃ قال القی علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاذین ھو بنفسہ۔ فقال قل اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمداً رسول اللہ مرتین ثم تعود فتقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین واشھد ان محمداً رسول اللہ مرتین الخ رواہ مسلم۔ یعنے پہلے دو دو دفعہ کلمے شہادتین کے پڑھ کر پھر دوسری دفعہ دونو کلمے دو دو دفعہ کہے۔

سامعین اذان کا کام۔ سامعین اذان کے لئے رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن رواہ البخاری۔ یعنے جب کوئی تم سے اذان سُنے۔ تو مؤذن کی طرح ساتھ ساتھ کہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے۔ ثم قال حی علی الصلاۃ قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ثم قال حی علی الفلاح۔ قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال اللہ اکبر اللہ اکبر ثم قال لا الٰہ الا اللہ قال لا الٰہ الا اللہ من قلبہ دخل الجنۃ۔ یعنی جب موذن حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح تو سامعین لاحول پڑھیں۔ اگر وہ سب کچھ دل سے کہیں گے۔ تو جنت میں داخل ہو جائینگے۔

کسکی اذان مکروہ ہے۔ جنبی۔ عورت۔ سُست۔ مجنون کی اذان مکروہ ہے۔ اور اعادہ ان کا مستحب ہے۔ اور بے وضو اذان دے سکتا ہے۔ اسلئے کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں کہ اسکے واسطے طہارت شرط ہو جاوے۔ مگر باوضو ہونا بہتر ہے۔

گھر میں نماز پڑھنے کا حکم۔ جو شخص گھر میں نماز پڑھے۔ اور اسکے محلے کی مسجد میں اذان ہوتی ہو تو وہ بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھے تو جائز ہے۔

کن کن نمازوں میں اذان دیجاوے۔ اذان سنت ہے پانچوں نمازوں میں اور نماز جمعہ کے واسطے اور سوا انکے نوافل وغیرہ میں اور قبل وقت کے سنت نہیں۔ تو عیدین اور کسوف وخسوف کی نماز میں اذان نہ دی جاوے گی۔ حدیث میں آیا ہے۔ عن ابن عباس وجابر بن عبد اللہ قالا لم یکن یؤذن یوم الفطر و یوم الاضحیٰ۔ پھر لکھا ہے۔ اخبرنی جابر بن عبد اللہ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شئ لا نداء

یومئذ ولا اقامة ۔ رواہ مسلم ۔ کہ عیدین کی نماز کے لئے نہ اذان کی ضرورت ہے اور نہ تکبیر کی اور قضاء کے واسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سنت ہے ۔ اور اگر بہت ساری نمازیں فائتہ ہوں تو پہلی کے لئے اذان اور اقامت کہے ۔ باقیوں کے لئے اقامت کافی ہے ۔

اسلام کی فضیلت غیر مذاہب پر

اسلام میں دوسرے مذاہب سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیر مذاہب میں جو میلے سال بسال ہوتے ہیں ۔ اسمیں بہت سارے گندے قبیح مکروہ بد افعال کئے جاتے ہیں ۔ لیکن اسلام میں جو خوشی کے دن بھی رکھے گئے ہیں ۔ مثلاً عیدین ان میں بھی انسان کے پیدا ہونے کی غرض یعنے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبادت ہی بتلائی گئی ہے ۔ تو مومن کو عیدین میں یہ خوشی ہوتی ہے کہ اے خدا آگے تو ہم پانچ نمازیں پڑھاتے تھے ۔ آج ہمارا خوشی کا دن ہے ۔ اسلئے آج ہم ایک چھٹی نماز تیرے حضور گذارتے ہیں ۔ اسی طرح غیر مذاہب میں جب عبادت کی جاتی ہے ۔ تو کوئی ناقوس بجاتا ہے کوئی قرن کوئی جرس ۔ لیکن اسلام میں عبادت کے واسطے بلانے کے لئے بھی خدا کا نام ہی رکھا ہے اور نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام فطرة اللّٰہ التی فطر الناس علیہا انسانی فطرت کے مطابق واقع ہوا ہے ۔ اور اسکی ہر ایک بات میں انسانی فطرت کو ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ مثلاً اذان ہے ۔ اسکو ایسی ترتیب دی گئی ہے کہ جسقدر انسانی فطرت میں سوال ہو سکتے تھے ۔ ان کا جواب بھی ساتھ دیا گیا ہے ۔ اب اذان کا ترجمہ بطور سوال و جواب کے ذیل میں لکھا جاتا ہے ۔

ترجمہ اذان

پہلے مؤذن جب اللہ اکبر کہکر پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ اے سننے والو ۔ میں تمہیں اس خدا کے ذکر کی طرف بلاتا ہوں جو سب سے بڑا ہے ۔ چار دفعہ اللّٰہ اکبر کہکر یہ بتاتا ہے کہ دیکھو تین دفعہ آواز دینے کا حکم ہے ۔ لیکن یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے اسلئے میں چار دفعہ پکار دیتا ہوں تو آگے سامعین ندا کی طرف سے دو سوال ہو سکتے تھے ۔

(۱) انسان کی عادت ہے کہ جب کوئی بلا دے تو اس پکارنے والے کو پکارتا ہے کہ تو

مجھے بلانیوالا کون شخص ہے۔

جواب - تو مؤذن کلمہ شہادتین پڑھ کر کہتا ہے کہ میں تجھے بلانیوالا ایک مسلمان ہوں اگر صرف اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ہی ہوتا۔ تو کافی نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی کہہ سکتا تھا ایک خدا تو کئی ملتے ہیں جیسے آریہ۔ تو مؤذن اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ کہکر بتا دیتا ہے۔ کہ میں دین محمدؐ یعنے اسلام پر چلنے والا شخص ہوں۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہو سکتا تھا کہ کوئی کہے کہ تم تو مجھے اس خدا کی طرف بلاتے ہو۔ جو رب سے بڑا ہے۔ مَیں جو اس سے چھوٹے خدا اور معبود ہیں۔ انکی اسوقت عبادت کر رہا ہوں۔

جواب - تو مؤذن اسکے جواب میں اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہکر جواب دیتا ہے کہ خدا کے واسطے کوئی اور معبود نہیں۔ صرف پرستش کے لائق وہی ایک ہستی ہے۔ اور کوئی نہیں اور نہ دین محمدؐ یعنے اسلام میں حکم ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرو۔

سوال - پھر دریافت کے بعد کہ بلانے والا کون ہے یہ سوال کیا جاتا ہے (جو سننے والا کہتا ہے) کہ تو مجھے کس لئے بلاتا ہے۔ کونسا ایسا کام ہے۔ جسکے لئے تو مجھے بلا رہا ہے

جواب - مؤذن جواب میں حیّ علی الصلوٰۃ کہتا ہے کہ اے سننے والے میں تجھے نماز کے لئے بلا رہا ہوں کہ آ کر نماز پڑھ۔

سوال - پھر اذان کے سامع کی طرف سے سوال ہوتا ہے کہ مَیں جو اپنا کام چھوڑ کر آؤں مجھے نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ہو گا۔

جواب - تو مؤذن جواب میں کہتا ہے کہ حیّ علی الفلاح - کہ اگر تو نماز پڑھے گا - تو تُو کامیاب ہو گا اور تجھے آرام حاصل ہو گا۔ اسپر

سوال - نماز فجر کی اذان میں سامع کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ اسوقت تو مجھے میٹھی میٹھی نیند آ رہی ہے۔ کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اور بڑا سرور حاصل ہے

جواب - تو مؤذن جواب میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہتا ہے کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ اور یہ سرور تو عارضی ہے۔ لیکن نماز پڑھنے سے جو سرور حاصل ہو گا وہ دائمی ہو گا اسلئے اس عارضی راحت و سرور کو چھوڑنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دائمی سرور کو چھوڑا جائے

اسکے بعد پھر موذن اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کہکر پکارتا ہے۔ اور اپنے ذمہ سے فارغ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارا کام تو اطلاع دینا تھا۔ سو ہم نے اطلاع دیدی۔ اور آپ کے سوالوں کا جواب بھی دیدیا۔ پس مبارک ہے وہ جس نے کہ اس ندا پر عمل کیا۔ اور نماز کی طرف چلا گیا۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

جلال الدین از سیکھواں

حق الیقین فی معنے خاتم النبیین

یہ تازہ تالیف مولانا حکیم عبید اللہ صاحب بسمل کی ہے۔ جو علماء کبار سلسلہ احمدیہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی مخلص ہیں۔ اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت پر آپ نے بیرکن بحث کی ہے۔ اور کوئی پہلو تشنۂ تحقیق باقی نہیں چھوڑا اسی طرح حدیث لانبی بعدی کی خوب چھان بین کی ہے۔ نبوت کی تعریف۔ آیت اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم اور مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد پر شرح و بسط سے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو سب سے پہلے مخالف اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو سب سے آخری دشمن مولوی محمد علی مونگیری (ابو احمد رحمانی) اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے مقابل پر ہمارے فاضل مبارز نے جو رخنہ ڈالے گئے ہیں۔ اور اپنے شمشیر قلم کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ میں انشاء اللہ یہ کتاب لفظاً بہ لفظ پڑھ کر مفصل ریویو کروں گا۔ فی الحال احباب کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی قدر کریں۔ ورنہ نہایت افسوس ہو گا۔ اگر ایک ماہ کے اندر اندر کل کتاب نہ نکل گئی۔ مولانا ایک دور افتادہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ ہیں سامان طباعت خصوصاً کاغذ کی گرانی۔ باایں ہمہ آپ نے ۱۴۰ صفحے کی کتاب ۲۰×۲۶/۸ تقطیع عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوائی ہے۔ ایک روپیہ قیمت اخراجات طبع کے قریب ہے

اور بہت سی رقم ابھی قرض واجب الادا ہے۔ اسلئے احباب کو چاہیئے کہ جلد سے جلد اسے خرید لیں۔ اور مخالفین پر اتمام حجت کریں۔ کتاب خدا کے فضل سے ایک زبردست ہتھیار حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے والی جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ مبارک وہ جو اسے اپنے پاس رکھیں۔

اس کتاب کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

مینے مکرمی مولوی عبدالشید صاحب کی کتاب حق الیقین کا مطالعہ کیا ہے اور اسے نہایت مفید پایا ہے۔ مسئلہ نبوت کے متعلق جو کچھ اختلاف اسوقت احمدیوں یا غیر احمدیوں میں ہے یا جو اختلاف کہ اسوقت بعض احمدی کہلانے والے ہم سے رکھتے ہیں۔ اسکے متعلق مولوی صاحب نے نہایت بسط سے اس کتاب میں بحث کی ہے۔ اور خوب کی ہے۔ اور کئی نئے دلائل اس میں درج کی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت صداقت پسند طبائع کے لئے بہت مفید ہوگی۔ ہماری جماعت کے احباب کو چاہیئے کہ جہانتک ہو سکے۔ اسکی اشاعت میں سعی کریں تاکہ متلاشیان حق کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے۔ اللہ تعالیٰ مولویصاحب کو ان کی محنت و کوشش کے بدلہ میں جزائے نیک عطا فرمائے اور اسکے اچھے سے اچھے ثمرات پیدا کرے ؛

خاکسار مرزا محمود احمد

ضمیمہ تشحیذ

ماہ دسمبر کے رسالہ کے ساتھ ان تمام اصحاب کی فہرست بھی دی جائیگی جنہوں نے قادیان میں [illegible] معرفت بیعت کی ہے اگر آپکی نسبت [illegible] والوں کی [illegible] بھیجیں سی ہو ؛

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۹ عیسوی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری رنگین سنہ ۱۹۱۹ء کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلاقیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو دس متفرق جگہ کے پڑھے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھ کر بھیجدیئے مذکورہ بالا جنتری بذریعہ پسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجاویگی ؛

قوت کی گولیاں

Digitized by Khilafat Library

اسہ۔ برس تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکنیا ڈامینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اسلئے مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتا ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایکروپیہ۔ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ر دیکھئے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے تیس گولیاں منگائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپے رکھنی چاہیئے تھی۔

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا نانگ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب ہوا کی سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی رکثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا ہول دل۔ دھڑکن کو رد کتا ہے رات کو جاگتا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب و افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے مفصل حالت کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے ملسکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۴ | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۷ | نمبر ۲

فہرست مضامین

دیانندی تصنیفات پر سرسری نظر	۱ - ۱۸	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
مکالمہ احمدی و شیعہ ۱۲	۱۹ - ۲۷	منشی خادم حسین صاحب
پنڈت بھوجدت کے پانچ سوالوں کا جواب	۲۷ - ۳۵	مولوی جلال الدین بکھوانی
ریویوز۔	۳۶	

قیمت سالانہ عوام سے ۲ عہ غیر ممالک سے ۳ روپے طلبا سے ۲ عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی* مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودہری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

* پرنٹر

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کے پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں۔ جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقعہ اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرتے رہیں اور جماعت کی تمام ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔ فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تالیف و اشاعت۔ ایک ناظر تعلیم و تربیت ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔

ناظر اعلیٰ مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تالیف و اشاعت مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تعلیم و تربیت مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ ناظر امور عامہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب۔ ناظر بیت المال۔ مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب۔ ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضاء کو مدنظر رکھ کر افتاء کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو۔ اور قضاء کے لئے مکرمی قاضی امیر حسین صاحب مکرمی مولوی فضل الدین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحٰق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہونگے۔ ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دیجاتی رہیگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کرینگے۔ اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کرینگے۔ ابتدائی کام میں بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان احباب کو بیرونجات کے احباب کی بہت مدد کی ضرورت ہوگی۔ جس کے لئے ان کو بہت سا وقت خرچ کرنا ہوگا مگر اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول اور اپنے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کرینگے۔ اور ہر طرح انکا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہونگے۔ اور ان کی تحریرات کو میری ہی تحریرات سمجھیں گے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

دیانندی تصنیفات پر سرسری نظر

ڈیڑھ برس کے قریب ہوا جب ہمیں بانیٔ آریہ سماج کی اردو تصنیفات یعنی ستیارتھ پرکاش "رگ وید آدی بھاش بھومکا" وغیرہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اور ساتھ ہی اسکے چند ایک دیانندی حضرات سے ملاقات میسر آئی۔

پس دوران مطالعہ میں ہی جو جو ان تصنیفات کی پیش کردہ "ویدک تعلیم" کے متعلق ہمارے دل میں اعتراض پیدا ہوئے۔ وہ وقتاً فوقتاً بغرض تکمیل تحقیق ویدک تعلیم اپنے سماجی دوستوں کے روبرو (سنمکھ) رکھے گئے۔

عذر نامعقول

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی ہمارے دوستوں نے پیش کردہ سوالات کو ملاحظہ کیا۔ تب ہی اسکے جوابات سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اور فوراً کہدیا کہ بھائی یہ اردو تراجم کوئی سند نہیں ہیں۔ اردو زبان ناکمل ہے

(اچہ نوشش) کیونکہ اصل عبارت ہندی کا مفہوم اردو زبان میں ادا کرنا ناممکن سا ہے۔ اور دیگر ترجمہ ترجمہ ہی ہے۔ نیز بیچ میں جب مترجم کے اپنے خیالات کا بھی ضرور دخل ہونا لازمی امور میں سے ہے (سماجی مترجم ہی ایسا کر سکتے ہیں) اسلئے یہ تراجم غیر معتبر ہیں اور ہمارے لئے قابل تسلیم نہیں۔

اگر تم ہندی کی اصل عبارت پیش کر دو۔ تو پھر ہم تمہارے سوالات یا شکوک کا کما حقہٗ تسلی بخش جواب دے سکینگے۔ جس سے کہ تمہاری پوری پوری تسلی وتشفی ہو جائے۔

دراصل یہ بات اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ہمارے دوستوں کا ایسا کلام کرنا محض دفع الوقتی کی خاطر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب دیکھتے ہیں کہ ویدک تعلیم پر اس اعتراض سے سخت چوٹ پڑتی ہے۔ اور بچاؤ کے لئے کوئی سبیل نہیں تو آخری حیلہ یہی پیش کر دیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر کر آئے ہیں۔ ہمارے ناظرین میں سے بہتوں کو ایسے سماجیوں سے واسطہ پڑا ہوگا۔ جو ہمارے اس قول کی تائید کرینگے۔

اصل میں بانی آریہ سماج کی تصنیفات میں جگہ جگہ تناقض اور اختلاف ہے۔ ایک مقام دیکھا جائے تو دوسرے مقام پر پہلے مقام سے عین خلاف لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں تو مرقوم ہے کہ تین اشیاء ازلی ہیں۔ دوسرے مقام پر پانچ ازلی۔ تیسری جگہ یہ لکھا ہے کہ ایشور سب سے پہلے موجود تھا۔ اب ایک محقق کے لئے اصل نتیجہ تک پہونچنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے (محقق ایسی جگہ پسینے کیا آئیگا۔ کاتب رسالہ ہذا) پھر اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے لئے دوسری کتب کا حوالہ دیا ہے۔ اصل کتب میں ان پیش کردہ عبارات کا نام ونشان ہی مفقود ہے۔ مثال کے طور پر ایک عبارت نقل کرتے ہیں معلوم ہو جائیگا کہ بانی آریہ سماج کہاں تک احتیاط سے کام لیتے تھے۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۷

"تتو منشیا جاینت" یہ یجروید میں لکھا ہے۔

اس عبارت کا مطلب لکھتے ہیں "شروع دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوئے"

ہم علی الاعلان بڑے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ عبارت جس کو یجروید کی بتایا گیا ہے ہرگز

یجر وید میں نہیں۔ اگر کوئی سماجی دکھلاوے۔ تو ہم اسکو مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام دینگے۔
اِسیطرح ان تصنیفات میں گالی گلوچ سے کام لیا گیا ہے۔ جس کا نمونہ الفضل و تشحیذ و فاروق وغیرہ میں کافی سے بڑھکر ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا۔

آخر کار ہم نے ہندی بھاشا سیکھی۔ اور بعد اِسکے دیانندی تصنیفات کا مطالعہ شروع کیا۔ جو تعداد میں دو درجن سے زیادہ ہی ہیں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آریہ صاحبان کا اُردو تراجم کو غلط کہنا حقیقتاً دھوکہ دہی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب ہمنے ہندی عبارات اور اُردو تراجم کا مقابلہ کیا۔ تو سر مو فرق نظر نہ آیا۔

اب ہم بانی آریہ سماج کے اُردو و ہندی ہر دو تصنیفات و تراجم سے ایک ایک اعتراض محض بطور نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں کسی سے عداوت نہیں محض تحقیق حق کے لئے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ سماجی دوست بھی ہمارے اس کار خیر میں شریک ہو کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائینگے یعنے اگر ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب وہ دے سکتے ہوں تو ضرور ادہر توجہ فرماویں مگر یہ بات ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو سماجی بہتر ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب لکھنے کا ارادہ کرے۔ پہلے اُسے تہذیب و شرافت کو مد نظر رکھ لینا ضروری ہوگا۔ کیا ہم سماجیوں سے اُمید رکھیں؟ کہ وہ ہمارے مندرجہ ذیل زبردست اعتراضات کا جواب دینگے یا بقول غالب ؎

غالب تمہیں کہو کہ ملیگا جواب کیا ۔ مانا کہ ہم کہا کئے اور وہ سُنا کئے

ہمارے مطالبات

سب سے اول ہم دیانندی تصنیف سنسکرت و ہندی بھاشا (جو سارے ۹ ہزار صفحات اور ۹ جلدوں میں تقسیم ہے) کو ہی لیکر ہر ایک جلد میں سے ایک ایک اعتراض بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

(۱)

"جیسے آم اور کٹہل وغیرہ درخت۔ بنکی ڈالی پھلدار ہونے سے جانداروں کو سکھ دینے ہار ہوتے ہیں" الخ جلد ۱ صفحہ ۱۳۴ - رگوید منڈل ۱ سکت ۹ منتر ۹

بقول سوامی دیانند ایشور جی مہاراج اپنی بانی رگ وید میں تو آم وغیرہ اشجار کو نافع خلائق بیان فرماتے ہیں مگر اپنی دوسری پوتھی یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۔ میں اسکے برخلاف یہ گل فشانی فرماتے ہیں :۔

" اے سپہ سالار تو آم وغیرہ درختوں کے کاٹنے کو ہتھیار حاصل کر ۔"

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایشور جی مہاراج پہلے آم وغیرہ درختوں کو سکھ دینے والے فرما رہے ہیں ۔ پھر دوسری پوتھی میں انہی کے کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں تو ان دونوں مرقومہ بالا بیانات میں سے کونسا صحیح و راست ہے ۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں جواب باصواب ملنا چاہیئے ۔

(۲)

" ہے قابل تعریف دولت سے مالا مال (ایشور) سب کاروبار کے کرنے کو قوی دشمنوں کو ناش کرنیوالے سبھا کے مالک آپ ہم رعایا کے لوگوں کو مت ماریئے ۔
اینائے (بے انصافی) سے ڈنڈ (سزا) مت دیجئے ۔ سوابھاوک (طبعی) کام اور ہم لوگوں کے جو جنم سے سدھ انکے ورتمان (موجودہ) پیارے بھوجنوں کو (اشیائے خوردنی) مت چرائیے ۔ ہمارے انڈے کے سمان (طرح) جو گربھ (حمل) میں ستھت قائم ہیں ۔ اُن پرانیوں (جانداروں) کا ودیرن مت کیجئے ۔
(اور) لوگوں کے سونے چاندی کے پاتروں (برتنوں) کو مت بگاڑیئے ۔ الخ

جلد دوم صفحہ ۱۷۷۴ ۔ منڈل ۱ ۔ سکت ۱۱۴ ۔ منتر ۸

(محولہ بالا منتر کی تشریح کے لئے کتاب آریہ بھومی نے خورد صفحہ ۱۴۸ مصنفہ بانی آریہ سماج ملاحظہ ہو)
اس وید منتر میں ایشور کو تین نہایت ہی مذموم صفات سے متصف دکھلایا ہے ۔

(۱) اشیائے خوردنی کا چرانے والا

(۲) اسقاط حمل کا مرتکب ۔

(۳) لوگوں کے سونے چاندی کے برتنوں کو بگاڑنیوالا ۔

اے آریہ سماج کے سبھاسد ہو (ممبرو) کہاں ہو ۔ خدارا انصاف کی نظر سے اس منتر کو دیکھو

اور بتلاؤ کہ حقیقتاً وہ قدوس و پوتر ہستی جو تمام نقائص و عیوب سے منزہ ہے۔ ان افعال ذمیمہ کی مرتکب ہوسکتی ہے یا ایسی کتاب جسمیں اس نہایت ہی اعلیٰ ذات پر جو تمام خوبیوں سے موصوف ہے، یہ الزام ہوں۔ الہامی کتاب کہلاسکتی ہے۔

(۳)

"جو برہما (خدا) شیگرگمن (تیزرفتار) کو پشٹ (مضبوط) کرتا ہوا جیو (روح) کو کنپاتا اور گھروں کو یعنی ارواح کے اجسام کے بیچ نشچل (قائم) ہوتا ہوا سوتا ہے۔"

(رگوید جلد سوئم صہ ۶۳۳۔ منڈل ۱ سکت ۱۶۴۔ منتر ۳۰)

اے ہمارے ملکی آریہ بھائیو! بتلاؤ تو سہی کہ جس کتاب میں خدا کو "سونیوالا" کہا ہو۔ اور برعکس اسکے جو کتاب اس ورا ءالوراء قدوس ہستی کے متعلق یہ بیان دیتی ہو کہ لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم۔ نہ اسکے لئے اُونگھ نہ نیند۔

ان دونوں میں سے کونسی الہامی کتاب ہونے کا حق رکھتی ہے۔

(۴)

"اے منشیو (انسانو) جو مجھے ترپت (سیر) کرے جو مجھ کو سکھ دیوے۔ جو مجھ کو نشچنت بودھ (یقینی علم) کراوے۔ جو اندریوں سے یگیہ کرتے ہوئے مجھ کو اچھے پرکار (عمدگی سے) سمیپ (نزدیک) پراپت (حاصل) ہووے وہ مجھ کو سیون (حاصل کرنے) یوگیہ (لائق) ہے۔"

(رگوید جلد چہارم صہ ۵۶۳۔ منڈل ۲ سوکت ۳۰۔ منتر ۳)

ایشور جی مہاراج انسانوں کو فرماتے ہیں کہ میرے ملنے کے لائق وہی انسان ہے، جو مجھ کو سیر کرے۔ یقینی علم حاصل کرائے۔ سکھ دے وغیرہ۔ کیا ہی مزے کی بات ہے۔

آئے دن ہم سے برسر پرخاش رہنے والے دوستو! ذرا انصاف سے بتلانا یہ کلام ایشور کا ہوسکتا ہے۔ کیا ایشور سیر نہیں ہے کیا وہ دکھی ہے۔ جو سکھ کی تمنا کرتا ہے۔ کیا اسکا علم ابھی تک ناقص یا غیر معتبر ہے۔ جس پر اُسے یقین نہیں آتا اور خواہش کرتا ہے کہ مجھے حقیقی اور یقینی علم حاصل ہو۔

جو کتاب یہ تعلیم دے کہ اے انسانو تم ہر وقت رَبِّ زِدْنِی عِلْماً کا ورد رکھو۔ یعنے ہر وقت علم کی افزونی وزیادتی کی التجا کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمام علموں کا مالک ہے۔ اِن عمدہ صفات کے بیان کرنے والی کتاب کے مقابل پر ایسی کتاب جو سرے ہی سے خدا کو علم سے کورا ظاہر کر رہی ہو۔ الہامی ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

(۵)

"ہے اِندر (پرمیشور کا صفاتی نام) وشیش ایشوری کے دینے والے آپ بلشٹ پدارتھ کے رس کا پان کرنیوالے" الخ

(جلد پنجم صہ ۴۷۸۔ منڈل ۳۔ سوکت ۴۳۔ منتر ۷)

ہمارے ساجی مترو بتلاؤ تو سہی کہ ایشور جی مہاراج بھی رس یعنی عرقیات کو نوش جان فرمایا کرتے ہیں۔

جلد ششم

"ہے راجن۔ جس سے آپ بل یکت سینا (بہادری سے متصف فوج) کی ڈھٹائی سے اُس شترو (دشمن) کے نگروں (دیار) کو اچھے پرکار سینچیں (روندیں) ایتواپ شتروؤں کو چُورنِت (چُور چُور) کرو" الخ

(جلد ۶ صہ ۱۲۵۹۔ منڈل ۴۔ سوکت ۳۰۔ منتر ۱۳)

معزز ناظرین! شری سوامی دیانند کا مرقومہ بالا ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایئے۔ اور بعد اسکے صاحب موصوف کی مندرجہ ذیل عبارت کو دیکھئے۔ کہ وہ ایسی تعلیم کے بیان کرنیوالی کتاب پر کیا ریمارک کرتے ہیں۔

کافروں (منکرین حقیقت) کی جڑ کاٹنے اور انکی گردن مارنے اور ان کے جوڑوں کے کاٹنے کا خدا حکم دیتا ہے۔ اور اس کام میں ان کا ممد و معاون بنتا ہے۔ کیا یہ خدا راون سے کچھ کم ہے" ستیارتھ پرکاش اردو صہ ۵۹۱

ہمیں اس وید منتر پر مزید حاشیہ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہماری ڈیوٹی (فرض) کو سوامی جی نے پورا کر دیا ہے۔ جسکے لئے ہم انکے مشکور ہیں ✤

پس سوامی جی ہی کے قول سے ویدک ایشور "راون سے کچھ کم نہیں" ثابت ہوا
اب بتایئے جس کتاب میں ایسی تعلیم ہو جو ایشور کو راون کی پوزیشن میں پیش کرے۔ کیا
وہ ایشوری گیان ہونے کی مدعی ہو سکتی ہے۔

(۷)

(صرف اردو ترجمہ)

"اے انسانوں میں آج آپ لوگوں کے لئے زندگی بسر کرتے ہوئے عالم دولتمند اور
داتا۔ خوبصورت دولت اور سلطنت کو بھی اچھی طرح چاہتا ہوں۔ اور اے بہتوں
کی پرورش کرنے والے "اگرنی راجا" میں مطمئن ہر روز آپ دونوں (راجہ و رعایا) کو
عمدہ طور سے برتاؤں" الخ

(جلد ۷ صہ ۴۸۹ - منڈل ۱۵ - سوکت ۹۴ - منتر ۱)

یہاں خدا دولت وغیرہ کی خواہش کرتا ہوا دکھلائی دے رہا ہے۔ اور راجہ و رعایا سے
التجائیں کرتا ہے۔ معلوم نہیں۔ آریہ صاحبان عقل کو جواب دیکر ایسی تعلیم پیش کرنیوالی
کتاب کو الہامی کیوں بتا رہے ہیں؟

(۸)

"اے وِدوان (عالم) جو پہلے وِدیا گرہن (حصول علم) کئے ہوئے وِدوان شخص"

(منڈل ۷ - سکت ۲۱ - منتر ۷)

مندرجہ بالا منتر میں یہ فقرہ "جو پہلے حصول علم کئے ہوئے عالم" کیا اس فقرہ کے آگے
قدامت وید کا خام دعویٰ استوار رہ سکتا ہے؟

اے سماجی مترو دلائل و براہین سے کام لو۔ اندھے وشواسی نہ بنو؟

(۹)

(صرف اردو ترجمہ)

"اے علم و دولت سے مالا مال اندر۔ علم و دولت دینے والے جو آپ جن پہلے شخصوں
سے علم حاصل کیا۔ ان رشی لوگوں سے ویدوں کو سنو۔ اور جو لوگوں میں صادق ہی ہونے
ہیں"

(جلد نہم رگ وید صفحہ ۳۷۸ - منڈل ۷ - سکت ۱۹ منتر ۴)

ساجیو! اس منتر کے جن الفاظ کو ہم نے خط کر دیا ہے۔ ان کو ملاحظہ فرما کر "قدامت وید"
کے بے دلیل دعوی سے مقابلہ کیجئے۔ اور جو نتیجہ نکلے۔ اس سے ہمیں مطلع فرما دیں۔
رگوید کے ان حوالہ جات کے بعد اب ہم یجروید بھاش سے کچھ ہدیہ ناظرین کرتے
ہیں:۔

(۱۰)

"جس لئے ہے جگدیشور ... ... میں آپ پڑھنے پڑھانے ہارے
دونوں پرتی (محبت) کے ساتھ ورت کر (ہلکر) وودان دھار مک (عالم دیندار)
ہوں کہ جس سے دونوں کی وِدّیا (علم) وردھی (ترقی) سدا (ہمیشہ) ہووے۔ الخ"

(دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۵۔ منتر ۲ جلد اول صفحہ ۱۳۷)

چہ خوش۔ آریہ مہتوں کے معبود ایشور ابھی تک۔ علم و عمل سے محض کورے ہی نظر
آتے ہیں۔ اور انسانوں کے ساتھ ہلکر علم و عمل کی ترقی کے وسائل سوچ رہے ہیں
اے اس کو خواہ مخواہ "ایشوری گیان" کہنے والو! ہوش کی دوا کرو۔ کیا خدا
بے علم اور دینداری سے خالی محض ہے۔ کیا ایشوری صفات کو جو کتاب اس رنگ میں
پیش کرے۔ وہ الہامی ہو سکتی ہے۔

(۱۱)

"ہے پرمیشور و راجن آپ اگنی (آگ) کے لئے موٹے پدارتھ (اشیاء) کو پرتھوی
(زمین) کے لئے بغیر پاؤں کے رینگنے والے سانپ وغیرہ آکاش اور زمین کے درمیان
کھیلنے کو۔ بانس سے ناچنے والے نٹ وغیرہ کو .. .. پیدا کیجئے۔"

(تفسیر دیانندی یجروید جلد دوم صفحہ ۱۰۳۹۔ ادھیائے ۳۰۔ منتر ۲۱)

نٹ پیدا کرنے میں ایشور کی کونسی حکمت ہے۔ دوسرا اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ جب اس
ایشوری حکم کے ماتحت روزانہ ہر شخص دعا کرے کہ اے ایشور سانپ پیدا کرو۔ جلد سانپ
پیدا کرو۔ اور خدا ان کی دعا قبول کر کے روزانہ ہی ہر گھر میں دو چار سانپ پیدا کر دے
تو اے دیانندی حضرات تبلاؤ انسانی زندگی دشوار ہو گی یا امن سے گذریگی۔
یجروید کی تفسیر کے بعد اب ہم سوامی جی کی کتاب "رگوید آدی بھاش بھومکا" ہندی

اس کے اُردو تراجم میں سے کچھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱۲)

"جو جو ایشور کی اُپاسنا (عبادت کرنیوالے لوگ ہیں۔ وے سب دُکھوں سے چھوٹ کر سب منشیوں میں اتنئیت (بہت ہی) پُوجیہ (بندگی گذار) ہوتے ہیں۔ جہاں عالم لوگ پُرشارتھ (ہمت و محنت) سے جس چیز کو حاصل کرکے ملتیہ (ہمیشہ) آنند (سرور) میں رہتے ہیں اسی کو موکش (مکتی نجات) کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے پرتھک (علیحدہ) ہو کے سنسار (دُنیا) کے دُکھوں میں کبھی نہیں گرتے۔ ان معنوں میں نرکت کار کا بھی یہی ابھپرائے (مطلب) ہے۔ کہ جو پرمیشور کے اننت پرکاش (بہت چمک) میں نجات کو حاصل کرتے ہیں۔ وہ پرمیشور ہی کے پرکاش (روشنی) میں سدا رہتے ہیں۔ ان کو اگیان روپ اندھیرا نہیں ہوتا"

رگوید بھاش بھومکا ہندی ص۱۳۲ بحوالہ یجروید ۳۱/۱۹ ایڈیشن ۴

سماجی مِترو! تمہارا نجات کے متعلق تو یہ عقیدہ ہے کہ نجات عارضی ہے دائمی نہیں اور اسلامی نجات سے انکار کیا کرتے ہو۔ دیکھو اینٹ کی عینک نہیں بلکہ پتھر کی شفاف عینک لگاکر اس محولہ بالا پیش کردہ وید منتر از سوامی جی کو غور و تدبر سے پڑھو۔ اور اسلامی عقیدہ کے آگے اگر فلاح دارین مطلوب و مقصود ہو تو سر تسلیم خم کرکے حلقہ بگوش ہو جاؤ۔ اگر ضد مانع ہو تو علی الاعلان اس منتر و سوامی جی کی عبارت کی تکذیب کرو۔

(۱۳)

"اس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنے زمین کے بنانے کے لئے پانی سے اُسکو لیکر مٹی کو بنایا۔ اسیطرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے۔ اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اور یہ تمام قدرت و صفت اسی کی ہے" بحوالہ یجروید ۳۱/۱۷

بھاش بھومکا ترجمہ بابو نہال سنگھ آریہ اُردو ص۲۸۷

کیا آریہ سماج کا دعویٰ کہ "پرکرتی یعنی علت مادی ازلی ہے" اس یجروید کے منتر کے

سامنے قائم رہ سکتا ہے؟ کیونکہ یا تو وید یا تو اس وید منتر کی تکذیب کرو یا اپنے دعویٰ سے چپ چاپ دست بردار ہوکر ہمارے منہ نہ آؤ۔

(۱۴)

"اور زمانہ ماضی مستقبل اور حال کا کل حال ویدوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔"

کتاب بھاشیہ بھومکا ترجمہ مہاتما منشی رام اردو صفحہ ۹۴ بحوالہ منو ۱۲/۹۷

ہم پر یہ اعتراض ہو کہ جس کتاب میں قرون اولیٰ کا ذکر واذکار پایا جائے۔ وہ ازلی کس طرح ٹھہر سکتی ہے۔ پس اس عبارت کی رو سے وید ازلی نہ رہے۔

(۱۵)

ستیارتھ پرکاش سے کچھ

ملاحظہ ہو اصلی ستیارتھ پرکاش ہندی مطبوعہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۴۲۔ (جس کو آریہ سماج نے مدت سے ناپید کر رکھا ہے) جس میں مُردوں کے شرادھ کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ مگر اب نئی ستیارتھ پرکاش میں وہ بیان ہرگز نہیں ملتا۔ بلکہ مُردوں کے شرادھ کے خلاف نظر آتا ہے یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا۔ سوامی جی کی کرتب سے کیا نظر آتا ہے۔

(۱۶)

پنڈت دیانند صاحب کی تاریخدانی

"جب تک آریہ ورت دیس (ہندوستان) سے تعلیم نہیں گئی تھی تب تک مصر و یونان اور یورپ دیش آدستھ منشیوں (یورپین باشندے) میں کچھ بھی علم نہ تھا۔ اور انگلینڈ کے کولمبس آدی (وغیرہ) پرش امریکہ میں جب تک نہیں گئے تھے۔ تب تک وہ بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں سالوں سے مورکھ یعنی بے علم تھے۔"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن دوم۔ مطبوعہ ۱۸۸۴ء

معزز ناظرین! سوامی جی کی تاریخدانی ملاحظہ فرمایئے۔ اور دیانندی حضرات کو داد دیجئے کہ واقعی اسکے رشی نہیں نہیں بلکہ مہرشی صاحب کو جس قدر کمال معانی ویدوں کے بیان کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا ویسے ہی تاریخدانی ایشور کی دیا سے کمال تک پہنچی

ہوئی تھی۔ واقعی ہمارے سماجی مترا اپنے رشی پر جتنا ناز کریں بجا و برا سنت ہے۔ ایسے سکول کے طالب علم سوامی جی کی تاریخ دانی کو دیکھ کر یہ نہ کہہ دینا کہ کولمبس تو سپین کا رہنے والا تھا۔ انگلینڈ سے اس کو کیا تعلق۔ کہیں آریہ دوست سنکر ناراض نہ ہو جاویں۔

(۱۷)

"انگلی کے اگلے بھاگ سے نیز آدی ہو تو دکرے۔ سمتر تاب۔ پرانا یام منسا پری کرمن (خدا کے گرد طواف دل میں کرنے کو منسا پری کرمن کہتے ہیں) وغیرہ کری"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن ۱۳ صفحہ ۳۶

سماجی مترو! براہ مہربانی اس دلی طواف کے کیا معنی؟ منسا پری کرمن کرنے کا جو انسان کو حکم دیا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کیا خدا تعالیٰ محدود ہے کہ انسان اسکا طواف کر سکے؟

(۱۸)

"اسلئے جو کچھ وید وغیرہ شاستروں (دینی کتب) میں وید سہتا و اتہاس (تاریخ) لکھے ہیں اسی کا مانیہ (عمل و تعظیم) کرنا بھدر پرشوں (نیک آدمیوں) کا کام ہے"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن ۱۲ صفحہ ۲۳۸

اسجگہ تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ جو تاریخ وغیرہ وید وغیرہ شاستروں میں مرقوم ہے وہی قابل قبول ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ویدوں میں بقول سوامی جی تاریخ موجود ہے۔ مگر سوامی جی دوسری جگہ اسکے خلاف گوہر افشانی فرماتے ہیں:۔

ص ۲۳۷ "کسی انسان کا نام یا خاص حکایت کا ذکر اذکار ویدوں میں نہیں" ستیارتھ اردو

اب ہر دو اقوال میں سے کونسا صحیح و درست ہے۔ جواب باصواب عنایت ہووے۔

(۱۹)

"کال اگن (پہلے (خاتمہ دنیا) پر سب کا فنا کرنیوالا بلکہ زمانہ کا بھی فنا کرنیوالا ہے۔ اسلئے پرمیشور کا نام کال اگنی ہے" کالاग्नि

(اردو ترجمہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲)

یہاں سوامی جی زمانہ کو حادث بتلاتے ہیں۔ اب دوسری جگہ جو فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ۲۴۸
"پرمیشور" "پرکرتی" کال (زمانہ) اور آکاش اور نیز جیو (روح جو ازلی ہیں)" اردو ستیارتھ
صفحہ ۲۴۸ میں سوامی جی زمانہ کو ازلی فرماتے ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۱۲ پر زمانہ فنا ہونا لکھ رہے ہیں۔ دیانندی حضرات ان باہم متناقض بیانات کی تیلاو کس طرح تطبیق ہو۔

(۲۰)

اپدیش منجری سے

"آدی سرشٹی (شروع دنیا) میں سب منشیہ (لوگ) بالک اوستھا (بچپن کی حالت) میں تھے ان کی اوستھا پر تھوڑی سی چیشٹا تھی۔ یعنے ان کے لئے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ صرف نیتروں (آنکھوں) سے اپنا کام کرنا (دیکھنا) شروتروں (کانوں) سے اپنا کام کریں یعنے الفاظ سنیں۔ پاؤں سے اپنا کام کریں یعنی ادھر ادھر پھریں۔ بس اس سے اور زیادہ کاروبار شروع سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایس اوستھا (حالت) آدی سرشٹی (شروع دنیا) میں پانچ ورش (سال) چلتی رہی۔ پھر پرماتما (خدا) نے منشیوں (انسانوں) کو وید گیان دیا۔"

اپدیش منجری ہندی صہ ۸۹ و ۹۰

آریہ سماج کا یہ دعویٰ کہ "وید اور دنیا ہم عصر ہیں" کہاں تک صحیح ہے۔ جبکہ اوپر کے حوالہ میں پانچ برس بعد ویدوں کا نزول بتایا جا رہا ہے۔ ازلی کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ جس کا شروع نہ ہو۔ مگر ویدوں کی پیدائش کا شروع تو ثابت ہو گیا۔ پھر ازلیت کا دعویٰ کس طرح سے قائم رہ سکتا ہے؟

(۲۱)

"ایشور کے انصاف میں اسقدر التوا نہیں ہے۔ ہر ایک پل چھن (لمحہ) میں اسکے انصاف کا انتظام جاری ہے۔ اور اپنے پاپ پنّ (گناہ و ثواب) کے مطابق ہمیں برا یا بھلا جنم ملتا ہے"

اپدیش منجری اردو ترجمہ صہ ۱۷

اسجگہ تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ روحوں کے اعمال کا فیصلہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ایک لمحہ کا وقفہ بھی ایشوری انتظام میں نہیں۔ مگر افسوس کہ سوامی جی اس بیان کی تکذیب خود ہی ستیارتھ پرکاش میں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"پچاس (چار ارب بتیس کروڑ برس کو پرلے کہتے ہیں) میں جیو (ارواح) اس طرح نکمے پڑے رہتے ہیں۔ جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا ہو" ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۲۴۵

ساجی حضرات! یہاں ہر لحظہ والا انصاف کہاں رفو چکر ہو گیا۔ بات بات میں تناقض موجود ہے۔ حالانکہ خود ہی اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹۱ میں لکھ چکے ہیں:۔

"ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں"

(۲۲)

سنسکار ودھی سے۔ (اُسترے کی پُوجا)

"اے اُسترے تو سندر رُوپ ہے۔ تیرا اتپادک فولاد کی طرح لوہا ہے۔ تیرے لئے ہم آدر (عزت) کرتے ہیں۔ ایشور کرے تو تکلیف نہ دے۔

اے سخت لوہے والے اُسترے ایشور کرے تو اس بالک (بچہ) کو تکلیف نہ پہونچائے"

(سنسکار ودھی اُردو صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶

ایں چہ بو العجبی است۔ سناتنیوں کو کہا جاتا ہے۔ بُتوں سے ہرگز پرارتھنا (التجا) نہ کرو۔ وہ بیجان تمہاری باتیں سُن ہی نہیں سکتے۔ تو تمہیں فائدہ کیا دینگے۔ مگر اد ہر خود را فضیحت دیگراں را نصیحت کا مصداق بنے ہیں۔

(۲۳)

مُردہ جلانے کا عجیب و غریب حکم

"جب کوئی مرجائے۔ تب یدی (اگر) پُرش ہو۔ تو پرش اور اُستری ہو تو استریاں اسکو (مُردے) سنان کرادیں (غسل دیں) چندن وغیرہ سگندھ لیپن (خوشبویات کا لیپ کریں) اور نویں وستر (نیا کپڑا) دھارن کرادیں (پہنائیں) جتنا اس کا (مُردہ) شریر (جسم) کا بھار (وزن) ہو۔ اتنا گرت (گھی) یدی (اگر) زیادہ طاقت ہو تو (گھی) ادہک (زیادہ) لیویں۔ اور جو مہادرد (ازحد قلاش) بھکشاک (فقیر) ہو کر جسکے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اسکو شریمان (متمول صاحب توفیق) دینیچ بن کر آدھ من سے کم گھی نہ دیویں۔ اور شریمان (امیر آدمی) جسم کے برابر تول کر چندن سیر بھر گھی میں ایک

رتی کستوری ایک ماشہ کیسر ایک۔ ایک من گھی کے ساتھ سیر سیر بھر اگر تگر اور گھی میں چندن حسب طاقت ڈالکر کپور پلاش وغیرہ کی لکڑی جسم کے وزن سے دُگنی سامگری (اسامان) شمشان (مردہ جلانے کی جگہ) پر پہونچا دیں الخ " (سنسکار ودہی ہندی صفحہ ۲۷۰)

عالمگیر مذہب کی تعلیم ایسی ہی ہونی اِنسب ہے۔ واہ ہمارے دیانندی بھائیو بہت عمدہ رشی کی شرن میں آئے ہو۔ کہ اگر تم میں سے کوئی مرجائے۔ تو مُردہ کے ساتھ ہی اس بیچارے کا خود ہی دیوالہ پِٹ جائے

(مذہب کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے یا بیچارے غریبوں کا دیوالہ ہی نکالنے کی)

(۲۴)

زمین متحرک یا ساکن

" جیسے بھومی (زمین) اپنے سوروپ (اپنی شکل و ہیئت) میں استھر (ساکن) ہے ویسے یہ سنسار رُوپ پرواہ روپ سے استھر ہے"

(کتاب ودیاہ پدّتی ہندی صفحہ ۴۹)

معزز ناظرین! یہاں سوامی دیانندجی زمین کو ساکن بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۳ میں بحوالہ یجروید ۳/۶ زمین کو متحرک لکھا ہے۔ اب وید منتر کا مضمون صحیح ہے یا وِواہ پدّتی کتاب کا (تصنیف سوامی جی) ہیں ہر دو نقیض عبارات کی تطبیق مطلوب ہے۔

(۲۵)

"اے بہت طاقتوں والے (پرمیشور) ... ... ہم لوگوں نے اپنی الپ شکتی (ناطاقتی) سے سدم اُشدھیاؤں کا عمدہ رس (عرق) سمپادن (تیار) کیا ہے۔ اور جو کچھ بھی ہمارے سریشٹھ (اعلیٰ عمدہ) پدارتھ (اشیاء) ہیں وے آپکے لئے النکرت (مرصع) یعنے عمدہ طور سے ہم نے بنائے ہیں۔ اور وے سب آپکے سمرپن (نذر) کئے گئے ہیں۔ سرو آتما سے پان کرو (خدا تعالیٰ سے نوش جان کرو)"

(کتاب آریہ بھونے کلاں ہندی صفحہ ۱ بحوالہ رگوید ۱/۲/۳)

بتلاؤ تو سہی۔ ایشور جو غنی ہے۔ اسکو عرقیات کے پینے کی کیا ضرورت ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ دُور سے ہی ایسی کتاب کو سلام کہنا چاہیئے۔

(۲۶)

"اتہاسہ۔ پورانم۔ پنچمو۔ ویدانم۔ ویدا وغیرہ میں لکھا ہے۔ تب وامن آچاریہ وغیرہ (فریق مخالف) نے کہا کہ یہ پاٹھ (مندرجہ بالا سنسکرت عبارت سے مُراد) ہی کہیں بھی نہیں ہے۔ اسپر سوامی جی نے کہا کہ اگر وید میں یہ پاٹھ نہ ہووے تو ہماری شکست ہو اور جو ہو تو تمہاری شکست ہو۔ یہ وعدہ لکھو۔ تب سب (فریق مخالف) چپ ہو رہے۔"

(شاسترارتھ کانشی ہندی صفحہ ۱۵)

مندرجہ بالا سنسکرت عبارت (جسکو ہم نے اُردو الفاظ میں لکھ دیا ہے) کی بابت سوامی دیانند سناتنی پنڈتوں کو فرماتے ہیں کہ یہ عبارت وید میں ہو۔ اگر نہ ہو تو میں ہارا۔ حالانکہ یہ عبارت بجائے ویدوں کے چھاندوگیہ اپنشد کی ہے۔ اور اُدہر سوامی جی۔ رگ۔ یجر۔ سام اتھرو کو ہی وید مانتے ہیں۔ یہاں اُپنشد بھی وید ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ چھاندوگیہ کو وید قرار دیا گیا ہے۔

(۲۷)

سوامی دیانند کی سخت کلامی

"ایسا جو اُوپر کہا سو سب متھیا (جھوٹ) اُپدیش ہو۔ یہ اوپر سے جان پڑتا ہے کہ سبھا نند کُتے کی طرح بھونکا ہے۔" (کتاب تنکھشا پتری دہوانتی نوازن ہندی صث)

معزز ناظرین! ایک قوم کے رشی نہیں بلکہ مہرشی کی شایان شان ہے؟ کہ ایسے کلمات اپنی زبان فیض ترجمان سے بلاوجہ نکالے۔

(۲۸)

"جو نیک شریف دہرماتما (دیندار) پرآپکاری (فائدہ رساں) صحیح علم سے متصف اور آریہ ورت (ہندوستان) دیش میں سب دن (شروع سے) سے رہنے والے ہیں اُن کو آریہ کہتے ہیں۔" (کتاب آریہ ادیشین رتن مالا ہندی صث)

پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش میں تو لکھتے ہیں کہ آریوں کی پیدائش شروع دنیا میں ملک تبت میں ہوئی۔ اور بعد میں ہندوستان چلے آئے۔ مگر مرقومہ بالا عبارت کہہ رہی ہے کہ آریہ قدیم یعنی سب دن سے ہی ہندوستان میں رہتے ہیں۔ اسی لئے آریہ ان کا نام ہے۔ باہم کلام میں صریح تناقض ہے۔

(۲۹)

"جیو اور جگت کا کارن سروپ سے انادی۔ جیو کے کرم اور کارج جگت پرواہ سے انادی ہے" (میلا چاندا پور اردو صفحہ ۳۷)

یہاں سوامی جی دور تسلسل کو آڑ بنا بیٹھے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ہر دنیا مرکب ہے تو حادث بھی ہوئی۔ اور جب سب حادث ٹھہریں۔ تو پھر دور تسلسل کیسے قائم رہا یہ کہنا زنجیر تو ازلی ہے۔ مگر اس کی ہر کڑی حادث ہے۔ کیا لغو بات ہے۔ جب اجزا مرکب ہیں تو کل میں ترکیب کیوں نہیں۔ پس پرواہ سے انادی کا ڈھکوسلہ باطل ٹھہرا۔

(۳۰)

"مکتی کہتے ہیں چھوٹ جانے کو ارتھات (یعنی) جتنے دکھ ہیں۔ ان سے سب چھوٹ کے ایک سچدانند سروپ پرمیشور کو پراپت (حاصل) ہو کر سدا آنند میں رہنا اور پھر جنم مرن آدی وغیرہ دکھ ساگر (دکھ کے سمندر) میں نہیں گرنا۔ اس کا نام مکتی ہے"

ستیہ دھرم وچار ہندی عرف میلا چاندا پور صفحہ ۱۷۔ ہم نے جن الفاظ کو زیر خط کر دیا ہے ناظرین ان کو بغور ملاحظہ فرماویں۔ اور بتلائیں کہ آیا سوامی جی وقتاً فوقتاً اپنے عقائد کو تبدیل کرتے رہے ہیں یا نہیں۔ یہاں تو مکتی کو ابدی مانا اور نئی ستیارتھ میں لکھدیا ہے کہ مکتی سے پھر انسان لوٹتا ہے۔ کونسا صحیح ہے ٭

(۳۱)

"گھی وغیرہ رکھنے کے برتن سونے چاندی و پورد کت (مذکورہ بالا) لکڑی کا بنوا لیوے۔ ایک پانی کا برتن اور ایک چمٹا اور پلاش وغیرہ کی لکڑی سمدھا کے لئے رکھ لیوے۔ دوبارہ گھی کو گرم کر چھان لیوے۔ اور ایک سیر گھی میں ایک رتی کستوری ایک ماشہ کیسر" (پنچ مہا یگیہ ودھی ہندی ص ۴)

یہ ہون کی تعلیم ہے۔ کیا عالمگیر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہونی چاہیئے۔ کیا جس کی آمدنی سہر یا ۵ ر روزہو۔ وہ ایسی تعلیم پر عمل کر کے سکھی رہ سکتا ہے۔ اور پھر اگر کوئی فقیر درویش بر جان درویش اس تعلیم پر عمل کرے بھی تو یہ امر موجب ثواب ہوگا یا عذاب۔ موجب عذاب تو اسلئے کہ کستوری جو جزو اعظم بتلائی گئی وہ ہرن کے مارے بغیر میسر ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر میسر آئے تو ضرور ہرن کا خون ہوگا۔ اور جیو ہتیا کرنا ویدک تعلیم میں سخت گناہ ہے۔ پس بیچارہ پہلے اپنا گھر بار لٹائے۔ اور نتیجہ پر ثواب کا مستحق بنے۔

(۳۲)

"بکرے بھی بوجھ اٹھانے وغیرہ کے مقصد میں آتے ہیں"

(کتاب گوکرونا نذہی ہندی صث)

سوامی جی کی عبارت سے ہمیں آج ہی معلوم ہوا کہ بکرے بار برداری کے کام میں آتے ہیں۔ شاید سوامی جی اپنی سیاحت کے زمانہ میں بکروں سے ہی بار برداری کا کام لیتے ہونگے سوامی جی کی باتیں کیا ہی مزے کی ہوتی ہیں۔

(۳۳)

"پاکھنڈی دید ورودھ۔ کرم کو نیوالے وڈال (بلا) کے سے سوبھاؤ (عادات) والے شٹھ سوارتھی (مطلبی خود غرض) بگلا کے برابر اشیار پر دھیان رکھنے والوں کو زبان سے بھی ستکار (عزت) نہ کرے"

(کتاب وید ورودھ مت کھنڈن ہندی صفحہ ۲۱)

ستیارتھ پرکاش صث ۴۸۳ پر لکھتے ہیں۔

"کیا انسان وغیرہ جاہے کسی مذہب میں کیوں نہ ہو دیا (رحم) کر کے اس کو ان پان آدی (کھانے پینے وغیرہ) سے عزت کرنا اور دوسرے مت (مذہب) کے ودوانوں (علماء) کا مانیہ (تعظیم) اور سیوا (خدمت) کرنا دیا نہیں ہے؟" (ضرور ہے)

ستیارتھ پرکاش کی یہ عبارت جین مذہب والوں کے خلاف بطور چوٹ لگانے کے لکھی ہے مگر اوپر کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ بھی ان کے ہمزبان ہیں۔

(۳۴)

" احمد آباد سے ہوتا ہوا بڑودہ شہر میں آکر ٹھہرا۔ اور چیتنیہ مٹھ میں برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے ویدانت کے متعلق بہت باتیں کیں۔ مجھ کو ایسا نشچہ (یقین) ان برہمانند وغیرہ برہمچاریوں اور سنیاسیوں نے کرا دیا کہ برہما (خدا) ہم سے کچھ بھن (علیحدہ) نہیں۔ میں برہما (خدا) ہوں یعنی جیو اور خدا ایک ہیں "

(کتاب خود نوشت سوانح عمری دیانند ہندی صہ ۱۸)

اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی کسی زمانہ میں اپنے آپ کو خدا ہی سمجھتے رہے ہیں ۔

اب ہم اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اس مضمون کو سر دست بند کرتے ہیں۔ سوامی دیانند کے ایک دو معمولی ٹریکٹ باقی رہ گئے ہیں (ویوہار بھانو دیہر سو چھیدن) سو انہیں معمولی باتیں ہیں جن کا ذکر کرنا یہاں محض تضیع اوقات ہے ۔

آخر میں ہماری نہایت ہی ادب سے آریہ اصحاب کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ ہمارے ان پیش کردہ اعتراضات کو نہایت ہی صاف دل ہو کر پڑھیں۔ اور حق و حقانیت کے دلدادہ و شیدائی اپنے آپ کو ثابت کریں ۔

ستیارتھ میں سوامی جی لکھتے ہیں " جھوٹ سے ملے ہوئے گرنتھ (کتاب) کو بھی ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے کہ جیسے وش سنیکت ان " (زہر ملا ہوا کھانا) ہوا۔ پس جب سوامی جی کی ہر کتاب سے ہم نے صرف بطور نمونہ چند ایک باتیں پیش کر دی ہیں۔ جن پر سخت سے سخت زد پڑے۔ تو ضروری ہے کہ آپ ایک غلط بات کو دیکھ کر بقول سوامی جی سب کو چھوڑ دیں۔ جس کی مثال بھی سوامی جی دے رہے ہیں کہ زہر خواہ تھوڑی سی بھی ہو تو وہ کھانا چھوڑ دینے کے لائق ہے اب ہم دیکھینگے کہ ہمارے سماجی متر اپنے پوتر اصول (سچ کو قبول کرنا اور جھوٹ کو چھوڑنا) پر عملدرآمد کر کے حق و حقانیت کے جھنڈے تلے آتے ہیں یا اس اصول کو ہاتھی کے دانت کی مثال کا مصداق بناتے ہیں ۔

(فضل حسین مہاجر قادیان)

مکالمہ شیعہ و احمدی

شیعہ:۔ جس دن ابوبکر خلیفہ بنا۔ اسی دن جناب علی علیہ السلام کے بیعت کرنے کا مزید ثبوت درکار ہے۔ آپ نے جو اس سے پہلے اس خاص امر میں حوالہ لکھا ہو وہ مجمل ہے۔

احمدی۔ اگر سابقہ حوالہ بقول آپ کے مجمل اور تسلی بخش نہیں ہو تو لیجئے دیگر معتبر تاریخوں سے عرض کر دیتا ہوں:۔ حدثنا عبید اللہ بن سعید قال اخبرنی سیف من عبد العزیز بن سیاہ عن حبیب بن ابی ثابت قال کان علیؓ فی بیتہ اذاتی فقیل لہ قد جلس ابوبکر للبیعۃ فخرج فی قمیص ما علیہ ازار ولا رداء عجلاً کراھیۃً ان یبطی عنہا حتی بایعہ ثم جلس الیہ و بعث الی ثوبہ فاتاہ فتجللہ ولزم مجلسہ۔ طبری عربی جلد ۳ واقعات ۱۱ھ صفحہ ۲۰۱۔ یعنے جناب علی علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی نے آکر اطلاع دی کہ ابوبکر بیعت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ صرف قمیص پہنے ہوئے تھے اور کمر میں نہ بند تھا نہ اوپر چادر تھی۔ پس آپ جلدی سے دوڑے گئے۔ وجہ یہ کہ آپ کو ناگوار ہوا کہ بیعت خلیفہ میں ذرا ظہور توقف ہو جائے۔ پھر وہاں بیٹھ گئے اور گھر سے کپڑے منگا کر زیب تن فرمائے۔ اور ابوبکر کی مجلس میں رونق افروز رہے۔ یہاں یاد رہے کہ عربوں کی قمیص ہمارے ملک کی طرح چھوٹی نہیں ہوتی بلکہ خاصی لمبی ہوتی ہے پاؤں تک۔

قیل ان عمرو بن حریث قال لسعید بن زید متی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ یعنے مروی ہے کہ عمرو بن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کہ کب ابوبکر کے لئے بیعت لی گئی اس نے کہا جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اصحاب کو ناگوار تھا کہ ایک دن کا کچھ حصہ بھی ان پر گذر جائے۔ اور وہ ایک خلیفہ کے ماتحت جماعۃ المسلمین میں داخل نہ ہو جائیں۔

یہ تو ہوا اطلاعاً بیعت کا ثبوت۔ جن روایات سے کہ ہا بیعت کا پتہ لگتا ہے۔ وہ بھی ہمارے

دعوے کی موید ہیں یعنی اُن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے اسی دن بیعت فرمائی تھی۔ خواہ مجبوری سے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہی روایت عبدالرحمن حمیری پہلے مذکور ہے کہ انصار جب سقیفہ میں خلافت کے ارادہ سے جمع ہوئے۔ تو ابوبکر اس وقت خطبہ پڑھ رہے تھے جس سے وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام ثابت و متحقق ہو کہ کسی نے آکر اس کی اطلاع دی۔ پھر ابوبکر و عمر سقیفہ میں گئے اور انصار پر حجت غالب آکر سعد بن عبادہ کو خاموش کر دیا۔ اور سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اس بیعت کے بعد لکھا ہے کہ جناب علی علیہ السلام اور زبیر نے مخالفت کی اور تلوار سونت لی مگر تلوار کو پتھر پر مار دیا گیا۔ اس کے آگے لکھا ہے۔ فانطلق الیهم عمر فجاء بهما تعبا وقال لتبايعان وانتما طائعان او لتبايعان وانتما كارهان فبايعا۔ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹

یعنی عمر ان کے پاس گئے مارے غصے کے اور کہا تم دونوں بیعت رضامندی سے کر دو گے یا جبراً۔ پس علی اور زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے بیعت کر لی۔

لیجئے ایک اور روایت:۔

یعقوب بن ابراہیم سے ہے کہ اُن سے دریافت کیا گیا۔ متی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرهوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعة قال نخالف علیه احد قال لا الا مرتد او من كاد ان يرتد لولا ان الله عزوجل ينقذهم من الانصار قال فهل قعد احد من المهاجرين قال لا تتابع المهاجرون على بيعته من غير ان يدعوهم طبری جلد ۳ ص ۲۰۱

یعنی کب بیعت لی گئی ابوبکر کے لئے۔ کہا کہ جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ انہوں نے نہ چاہا کہ ایک آدھ دن بھی بغیر بیعت ایک خلیفہ گذرے۔ راوی نے پوچھا کہ کیا کسی نے اسکی مخالفت بھی کی کہا کہ نہیں مگر کسی مرتد نے یا جس کا دل ارتداد پر مائل تھا۔ شاید نہ کی ہو۔ خدا نے فضل کیا کہ انصار نے بیعت کر لی۔ پھر راوی نے پوچھا کہ کیا مہاجرین سے بھی کسی نے توقف کیا تو اس نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ انھوں نے تو بلا طلب کرنے کے بیعت کر لی۔

شیعہ:۔ جناب علی علیہ السلام کے بیعت کرنے کی وجہ ہمارے علماء تقیہ قرار دیتے ہیں

احمدی :- تقیہ کی آڑ میں رُوپوش ہونا اب شیوہ مردانگی نہیں ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جناب علی علیہ السلام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا قطع نظر انکی کسرِشان کے بالکل خلاف واقعہ بھی ہے۔ اگر کوئی کمزور بدن اور ضعیف القویٰ صحابی تقیہ کرے تو قابل اہتمام نہیں۔ اگر کوئی ایرانی یا پنجابی و ہندوستانی شیعہ دیس پردیس میں کہیں تقیہ کرے تو قابل مواخذہ نہیں۔ لیکن جناب علی علیہ السلام جو امیر المومنین اور خلیفہ رسُول اور اسد اللہ اور غالب کل غالب ہیں۔ اُن پر تقیہ کی خلعت بالکل بھدی اور ناہموار و غیر موزون ہے۔ دیکھو واقعات معروضہ ذیل کو :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ دو ہزار حلہ پر صلح فرمائی تھی۔ ان حلوں کی وصولیابی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کو یمن میں بھیجا تھا۔ جناب علی علیہ السلام نے حلوں کو عیسائیوں سے لے کر تقسیم فرمایا۔ جس طرح کہ مناسب خیال کیا۔ اسپر جو لوگ آپ کے ہمراہ تھے معترض ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بھی انہوں نے جناب علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ اور نا ملائم الفاظ سے یاد کیا اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کہ سخت غضبناک ہوئے۔ اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنا شروع کیا اور فرمایا :- ارفعوا السنتکم من علیؓ فانہ خشنؓ فی ذات اللہ غیر مداھن فی دینہ۔ دیکھو مجالس المومنین صفحہ ۲ - یعنی علی علیہ السلام کے حق میں زبانو نکو بچائے رکھو وہ اطاعت الٰہی میں نہایت سخت ہے۔ اور دین کے معاملہ میں کبھی مداہنہ کرنیوالا نہیں یاد رہے تقیہ اور مداہنہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس ارشاد نبوی سے جناب علی علیہ السلام کی ذاتی غیرت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ خواہ آپ کے پاس سامان حرب ہو یا نہ ہو یا کوئی آپ کا مددگار و ناصر ہو یا نہ ہو ❊

(۲) دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جو آپ کو خدا نے اسباب مہیا فرما دئے تھے۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ جن کو ملّا عبد الرزاق لاہجی شیعہ محقق نے گوہر مراد میں بیان فرمایا ہے :- در ذیل خصائص ائمہ معصومین بدانکہ آنچہ ثابت است بدلیل و برہان از شرائط امام عصمت است و علم باحکام کتاب و سنت است و تدبیر رعایا و امر سیاست یا وآنچہ متعلق باشد باین جملہ۔

و افضلیت در امور مذکورہ ولیکن ثابت شد نزد امامیہ بطریق اخبار از ائمہ طاہرین علیہم اجمعین
زائد بر امور مذکورہ خصائص چند کہ علامات و صفات و خواص امام ست از علم بجمیع علوم
و جمیع ما یحتاج الیہ الناس۔ اگرچہ در غیر امور دینیہ باشد × × × × × و نیز عالم باشد
باسم اعظم و وارد شدہ از ابی جعفر اسم اعظم ہفتاد و سہ حرف است کہ یکحرف از آن ما صف
سلیمان عطا شدہ بود و بآں قادر شدہ بود بر ایتان سریر بلقیس و عندنا اثنان و
سبعون حرفاً و حرف عند اللہ استاثر بہ فی علم الغیب عندہ و از ابی عبد اللہ مروی است
کہ بہ عیسیٰ ابن مریم دو حرف از آں دادہ شدہ کہ بآں کردہ ہرچہ میکرد و بہ موسیٰ چہار حرف از آں
دادہ شد و با براہیم ہشت حرف و بہ نوح پانزدہ حرف و بہ آدم بست و پنج حرف و
جمع کرد خدائے تعالیٰ برائے محمد ہفتاد و دو حرف و محجوب گردانید از و حرف واحد و از
جملہ عصائے موسیٰ است۔ × × × × × و خاتم سلیمان و از جملہ سلاح و درع رسول اللہ
است × × × × و از جملہ آنکہ ائمہ متولد شوند کامل العقل و العلم و ختنہ کردہ از جملہ
آنکہ دانند کہ در چہ وقت خواہند مرد۔ و انہم لا یموتون الا باختیار منہم علیہم السلام الیٰ
غیر ذٰلک مما ہو مذکور فی کتب احادیثنا المرویۃ عنہم السلام۔ دیکھو گوہر مراد مطبوعہ
ایران ۱۲۷۱ھ۔ فصل دوازدہم۔ در ذکر بعض از خصائص ائمہ معصومین صلوات اللہ
علیہم اجمعین۔

ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں:۔ ”و بعد ازیں خواہد آمد احادیث بسیار کہ
پیراہن یوسف کہ حق تعالیٰ برائے ابراہیم فرستاد۔ وقتیکہ اورا باتش انداختند و عصا و
سنگ موسیٰ و انگشتر سلیمان و طشت قربان و تابوت سکینہ و غیر اینہا از آثار پیغمبران با آنحضرت
رسید و از آنحضرت با ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم منتقل گردید۔

(حیات القلوب جلد ۲ باب ۱۴)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو خصوصیات ائمہ کرام علیہم السلام کو حاصل ہیں۔ انہیں سے جو ثابت
ہیں دلیل اور براہین سے اول عصمت امام ہے اور کتاب و سنت کے احکام سے عالم ہونا
اور رعایا کی تدابیر اور امور سیاسیات۔ اور جو کچھ ان کے متعلق ہے اسکو جاننا۔ اور وہ بھی

اپنے ہمسروں سے بڑھ چڑھ کر جانتا۔ لیکن امامیہ کے نزدیک جیسے کہ ایئہ اطہار کی روایات سے ثابت ہے۔ علاوہ امور مذکورہ کے چند اور علامات وصفات وخواص بھی ہیں۔ مثلاً تمام علوم سے اور تمام معاملات جن کی عوام الناس کو ضرورت واحتیاج ممکن ہے خواہ امور دینی کے سوا ہوں۔ ماہر ہونا۔ اور اسم اعظم سے عالم ہونا۔ اور حضرت باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اسم اعظم کے ۷۳ حروف ہیں کہ ایک حرف انہیں سے آصف برخیا کو عطا ہوا تھا۔ جس سے وہ بلقیس کے تخت کو لادینے پر قادر ہوگئے۔ اور ہمارے پاس تو ۷۲ حروف ہیں اور ایک حرف اللہ کے پاس ہے۔ کہ علم غیب کی خاطر اپنے واسطے مخصوص رہنے دیا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دو حروف ان حروف میں سے دیئے گئے۔ کہ جو معجزات دکھلاتے تھے۔ انہی کی برکت سے دکھلاتے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو چار حروف ملے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو آٹھ حروف اور نوح علیہ السلام کو پندرہ حروف۔ اور آدم علیہ السلام کو پچیس حروف اور خدا نے جمع فرما دیئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بہتر حروف اور ایک حرف ان سے مخفی رکھ لیا۔ علاوہ ازیں ائمہ کو ملا عصائے موسیٰ اور انگشتر سلیمان۔ اور منجملہ خواص کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گز اور اسلحہ مبارکہ ہیں۔ اور منجملہ یہ ہے کہ امام پیدا ہوتے ہیں کامل علم وعقل لے کر اور ختنہ کیے ہوئے اور یہ کہ جانتے ہیں کہ کب فوت ہوں گے۔ اور وہ نہیں مرتے ہیں۔ مگر اپنی مرضی سے وغیرہ وغیرہ۔ جو کہ ہماری حدیث کی کتابوں میں جو ائمہ علیہم السلام سے مروی ہیں مذکور ہیں ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد بہت سی احادیث آئینگی کہ یوسف علیہ السلام کا پیراہن جو خدا نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھیجا تھا۔ جبکہ ان کو کفار نے آگ میں ڈالا تھا۔ اور عصائے موسیٰ و سنگ موسیٰ (جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے) اور قربانی کرنے کا طشت اور تابوت سکینہ وغیرہ پیغمبروں کی تبرکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آئیں اور ان کو ملیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اماموں کو منتقل ہوئیں ؛

(۳) تمام بنی ہاشم اور صحابہ کرام کی ایک خاص جماعت عموماً اور انصار مدینہ خصوصاً آپ کے مددگار تھے۔ اور پکار پکار کر لا نبایع الا علیاً۔ یعنی ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہیں

کرتے تھے۔ کے نعرے لگا رہے تھے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۷

پس جس شخص کو تمام علوم و رموز دینی و سیاسی خدا سے عطا فرمائے گئے ہوں اور نہ صرف علوم بلکہ اسکے ساتھ اعوان و انصار و جان نثار بھی کافی سے زیادہ۔ اور پھر ان کے ماسوا اس کے پاس اسقدر اسباب حفاظت و سامان نصرت الٰہی بھی موجود ہوں۔ اس کی نسبت ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی گمان نہیں کرتا کہ ایک آن کے لئے بھی وہ شخص تقیہ کا بہانہ کر کے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز و درماندہ و مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور پھر دشمن بھی ابوبکر و عمر جیسے جن کی نسبت شیعوں کا قول ہے کہ وہ پرلے درجہ کے جاہل اور ڈرپوک محض تھے۔ اور عجز اور درماندگی کا بھی یہ حال کہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ تمام عمر دشمنان دین و ناموس کے متواتر تشددات و مظالم کے آگے چون و چرا نہ کی ؛

جناب علی علیہ السلام کے سوا شاید ہی تاریخ عالم میں کوئی ایسا انسان پایا جائیگا جسکی بابت ایسے متضاد اور باہم نقیض واقعات منسوب کئے گئے ہوں۔ جیسے ان کے نام لیوا ان کی طرف کرتے ہیں کہ ایک طرف ان کو حیدر کرار خیبر فراد بیان کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے حقوق خداداد کو پامال اور اپنی ننگ و ناموس کو برباد ہوتے دیکھ کر بھی پرلے درجہ کا عاجز اور (نعوذ باللہ من ذالک) بزدل ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ بزدلی بھی ایسی بتاتے ہیں کہ ان کی ذریت میں بھی ورثہ بہ ورثہ چلی آئی ہے۔ اور ہزار سے زیادہ برس ہو گئے تاہم بدستور اب تک گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ؛

بھئی! خدا کے واسطے ان واقعات پر غور کرو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو اور پھر بتلاؤ کہ جناب علی علیہ السلام جیسے غیور اور بہادر عظیم الشان انسان کو تقیہ باز بنانا بڑا بہتان ہے یا نہیں ؟

شیعہ :۔ سید عنایت علی شاہ وزیر آبادی نے اپنی کتاب ذوالفقار میں بحوالہ کتب اصحابہ لکھا ہے کہ رقیہ و ام کلثوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نطفہ سے نہ تھیں۔ بلکہ ربیعہ کی بیٹیاں تھیں۔ کیا یہ امر واقعہ ہے ؟

احمدی :۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ

کے بطن پاک سے ہونے کا ثبوت کئی دفعہ اس سلسلہ میں دے چکا ہوں۔ چونکہ آپ نے خاص کتاب اصابہ کا ذکر کیا ہے۔ اس واسطے میں اسی کتاب سے جواب باصواب عرض کرتا ہوں۔

تمہید:۔ وکان تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ قبل البعثۃ بخمس عشر سنۃ وقیل اکثر من ذلک × × × × وولدت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولادہ کلھم الا ابراھیم وقد ذکرت فی ترجمۃ کل منھم مایلیق بہ

اصابہ جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۱ - خدیجہ نمبر ۳۳۵

ترجمہ:۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پندرہ برس پیشتر بعثت نبوی سے ہوا۔ اور اس سے زیادہ عرصہ پیشتر بھی کہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد ان کے بطن مبارک سے ہوئی۔ سوائے حضرت ابراہیم کے۔ اور میں نے ہر ایک کا ذکر مناسب ان کے تذکرہ میں جداگانہ کردیا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد خدیجۃ الکبریٰ سے کچھ زیادہ تعداد میں تھی۔ حالانکہ شیعوں کا خیال ہے کہ ان کے بطن سے صرف حضرت فاطمہ تھیں ٭

رقیۃ:۔ بنت سید البشر محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الھاشمیۃ ھی زوج عثمان بن عفان وام ابنہ عبد اللہ قال ابو عمر لا اعرف خلافا ان زینب اکبر بنات النبی صلے اللہ علیہ وسلم واختلف فی رقیۃ وفاطمۃ وام کلثوم والاکثر انھن علی ھذا الترتیب ونقل ابو عمر عن الجرجانی انہ صحح ان رقیۃ اصغرھن وقیل قد کانت فاطمۃ اصغرھن - اصابہ صفحہ ۴۰۳ ترجمہ رقیۃ نمبر ۳۱۴

ترجمہ:۔ یعنی رقیہ سید البشر محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی ہاشمیہ ہیں۔ زوجہ عثمان بن عفان کی اور عبد اللہ بن عثمان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ زینب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیوں سے بڑی ہیں۔ اور اختلاف کیا گیا ہے۔ رقیہ و فاطمہ و ام کلثوم کے بارہ میں اور اکثر محققین نے کہا ہے کہ وہ اسی ترتیب سے ہیں۔ اور ابو عمر نے جرجانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے اس کی صحت کی ہے کہ رقیہ سب سے خورد سال ہیں اور کہا جاتا ہے کہ بلکہ فاطمہ سب سے چھوٹی ہیں

۲۔ زینب۔ بنت سید ولد آدم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب القرشیۃ الہاشمیۃ ھی اکبر بناتہ واول من تزوج منھن ولدت قبل البعث عدۃ قیل انہا عشر سنین واختلف ھل القاسم قبلہا او بعدھا وتزوجہا ابن خالتہا ابو العاص بن الربیع العشمی وامہ ھالۃ خویلد۔ اصابہ ص۳۱۲ ترجمہ زینب ج۴ ۲۶۶

ترجمہ۔ یعنی صاحب زادی بنی آدم کے سردار محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی قرشیہ اور ہاشمیہ سب صاحبزادیوں سے بڑی اور سب سے پہلے انہی کی شادی ہوئی۔ پیدا ہوئیں چند سال قبل بعثت ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ اس وقت دس سال کی تھیں اور اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا حضرت قاسم اُن سے پہلے پیدا ہوئے یا پیچھے اُن کے اور ان کا نکاح ہوا اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ۔ جنکی ماں ہالہ ہیں جو بیٹی ہیں خویلد کی۔

۳۔ ام کلثوم۔ بنت سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلف ھل ھی اصغر او فاطمۃ وتزوجہا عثمان بعد موت اختہا رقیۃ عندہ قال ابو عمر کان عتبۃ بن ابی لھب زوج ام کلثوم قبل البعثۃ فلم یدخل علیہا حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر ابوہ لفراقہا ثم تزوجہا عثمان بعد فوت اختہا سنۃ ثلاث من الھجرۃ وتوفیت عندہ ایضا سنۃ تسع ولم تلد لہ۔ اصابہ ص۴۸۹ ترجمہ ام کلثوم ج۴ ۱۴۲۷

ام عیاش مولاۃ رقیۃ انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما زوجت عثمان ام کلثوم الا بوحی من السماء۔

واخرج ابن مندہ ایضاً من حدیث ابی ھریرہ رفعہ اتانی جبرئیل فقال ان اللہ یامرک ان تزوج عثمان ام کلثوم علی مثل صداق رقیۃ وعلی مثل صحبتہا۔ اصابہ ص۴۹

وزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ رقیۃ من عثمان وماتت عندہ ایام بدر فزوجہ بعدھا اختہا ام کلثوم فلذالک کان یلقب ذا النورین۔ اصابہ ص۴۶۲ جلد ۲

ترجمہ۔ ام کلثوم صاحب زادی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ اور اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا وہ سب سے چھوٹی ہیں یا فاطمۃ الزہرا۔ اور نکاح کیا ان کو عثمان نے بعد وفات ان کی ہمشیرہ رقیہ کے جو ان کے ہاں تھیں۔ کہا ہے ابو عمر نے کہ عتبہ بیٹا ابو لھب کا خاوند تھا

پہلے بعثت نبوی کے۔ اور ابھی مدخولہ نہ ہوئی تھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر مبعوث ہوئے پس اس کے باپ (ابولھب) نے حکم دیا کہ انکو طلاق دیدے۔ پھر ان سے شادی کی عثمان نے بعد وفات ان کی ہمشیرہ کے سنہ ۳ ہجری میں اور وہ بھی سنہ ۹ ہجری میں فوت ہو گئیں۔ اور ان کی ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ام عیاش جو رقیہ کی کنیز تھیں ان سے مروی ہے کہ میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ نہیں نکاح کیا عثمان نے ام کلثوم کو۔ لیکن مطابق وحی آسمانی کے۔

اور ابن مندہ نے ابی ہریرہ سے اور انہوں نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ فرمایا مجھ کو جبرئیل نے آکر کہا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ عثمان کا نکاح ام کلثوم سے کردو مطابق مہر رقیہ کے ان مختلف حوالہ جات سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ اصابہ میں بھی وہی روایات ہیں جو دوسری کتب انساب و رجال و احادیث و تواریخ معتبرہ اسلام میں مندرج ہیں آپ کو واضح ہو گیا ہوگا کہ میں نے اصابہ میں ان تمام مواقعات کو بغور دیکھا ہے۔ جہاں اس مسئلہ کا ذکر ممکن تھا۔ اب جو روایت سید عنایت علی شاہ صاحب نے اس کتاب سے لکھی ہے یا تو سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ اور اگر بالفرض کسی جگہ ہوگی بھی۔ تو وہ بالکل ضعیف اور احاد قسم سے ہوگی۔ جو بالمقابل اس قدر متواتر روایات و واقعات کے بہر حال رد کرنے کے قابل ہوگی

(خادم حسین)

پنڈت بھوج دت مسافر آگرہ کے پانچ سوالوں کے جواب

اڈیٹر صاحب مسافر آگرہ نے اپنے اخبار ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸ء کے صفحہ ۶ پر علمائے اسلام سے صرف پانچ سوال" پنڈت بھوجدت صاحب (آنجہانی) کی طرف سے نقل کئے ہیں اور علمائے اسلام سے ان کا جواب مانگا ہے۔

سوال اول یہ ہے آیا کوئی عالم اسلام جواب دے سکتا ہے کہ قبل از نبوت محمد صاحب کا کیا دین و ایمان تھا۔ اگر کہا جاوے کہ مسلمان تھا تو یہ جواب خلاف اصول ہوگا ذرا غور کر جواب دیں

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب قبل از نبوت ابراہیمی مذہب تھا اور اور اسی کے مطابق آپ عملدرآمد رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم کا مذہب بھی اسلام ہی تھا چنانچہ قرآن اس پر شاہد ہیں۔ اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العٰلمين۔ پارہ الم سورہ بقر۔ رکوع ۱۶۔ پھر رکوع ۱۵ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی دعا بھی درج ہے ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا۔ اور پھر حضرت یعقوب نے اپنے لڑکوں کو یہ وصیت کی کہ لا تموتن الّا وانتم مسلمون کہ تم ایسی حالت میں مرنا جب تم مسلمان ہو اور مشرکین مکہ بھی مذہب ابراہیم پر چلنے کے مدعی تھے۔ اور کتب تواریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول کریمؐ قبل نبوۃ کے غار حرا میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری میں حدیث آتی ہے۔ کہ كان يتعبد فی حراء۔ کہ آپ غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور پھر بحیرٰی راہب نے رسول کریمؐ سے جب کہا يا غلام[1] اسألك بحق اللات والعزىٰ الا اخبرتنی عما اسألك فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا تسألن باللات والعزىٰ فوالله ما ابغضت شيئاً بغضهما (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۲۹۴)

دیکھو اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ آپ شرک کرنے سے بالکل بیزار تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو واحد مانتے تھے۔ اور بتوں سے بغض رکھتے تھے۔ اور اسی کی عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ مشرکین کہتے تھے کہ قد عشق محمد ربه کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔ پھر لوگوں میں آپ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ اور پھر ابو سفیان کا ہرقل بادشاہ کے پاس جاکر کہنا کہ ما جرّبنا عليه الكذب۔ کہ ہم نے اس کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبل از نبوت زندگی کو پاک ثابت کرتی ہیں۔ پھر آپ وہی تمام اعمال بجا لاتے تھے۔ جو کہ ابراہیمی مذہب میں فرض تھے

سوال دوم۔ ہمارے معزز علمار اسلام مدام بحث مباحثہ میں یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ روح و مادہ حادث ہے۔ اور ثبوت دعویٰ میں صرف طبعی تاویلات پیش کیا کرتے ہیں

---

[1] اے جوان میں تجھے لات و عزیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر لات و عزیٰ کا کوئی دشمن نہیں۔ بس ان کا واسطہ مجھے مت دو ؎

کاش کوئی عالم اسلام قرآن شریف اللہ کے کلام سے کوئی آیت نص بطور شہادت پیش کریں اگر صاف طور پر حدوث روح و مادہ قرآن شریف سے ثابت نہ کیا گیا تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید رموزِ حقانی سے عاری ہے۔ لہٰذا الہامی نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ اول ہم عقلی دلیل سے ثابت کرتے ہیں کہ روح و مادہ حادث ہیں۔ کیونکہ اگر حادث نہ مانا جاوے تو اس کو شریک الباری لازم آئیگا۔ جو کہ محال ہے۔ وجہ ملازمہ کی یہ ہے اگر روح و مادہ حادث نہ ہو تو وہ قدیم ہونگے۔ اور واجب الوجود ہونگے تو اس طرح خدا واحد نہ رہا۔ بلکہ اس کے ساتھ روح و مادہ بھی قدیم اور واجب الوجود ہونے میں شریک ہوگئے اور پھر روح و مادہ کے قدیم ہونے سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنی صفات رائج کرنے میں روح و مادہ کا محتاج ہے۔ اور پھر بہت سے اور بھی نقائص لازم آئینگے۔ جو خدا کی شان کے شایان نہیں ہیں اور قرآن مجید میں تو خدا تعالیٰ نے صریح فرمایا ہے کہ اللہ خالق کل شئی وہو الواحد القہار کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اسلئے کہ وہ واحد ہے اگر کوئی چیز اسکے بغیر پیدا کرنے کے خود بخود قدیم ہو تو وہ واحد نہیں رہیگا۔ کیونکہ واحد اسے کہتے ہیں۔ جو شرکت غیر سے بکلی پاک ہو۔ اور قہار بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بغیر پیدا کرنیکے روح و مادہ پر حق مالکانہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پورا تصرف رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کا مالک و خالق ہو۔ پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کر کے ساتھ ہی دلیل بھی دیدی۔ دعویٰ تو یہ کیا کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اور دلیل یہ دی کہ وہ واحد اور قہار ہے۔ پس اب انے ہم روئے منطق بذریعہ شکل اول جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے۔ ثابت کرتے ہیں کہ روح و مادہ مخلوق ہیں (صغریٰ) روح و مادہ بھی شئی ہیں (کبریٰ) اور ہر شئی کا خالق خدا ہے (نتیجہ) روح و مادہ کا خالق خدا ہے۔ صغریٰ اس شکل کا بدیہی ہے۔ اس لئے اسپر کسی برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور کبریٰ کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ اور پنڈت جی صاحب نے طلب بھی یہی کیا ہے کہ قرآن مجید سے ثابت کرو کہ روح و مادہ مخلوق ہے اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر تمام کا خالق نہیں ہوگا۔ بلکہ بعض کا ہوگا تو وہ بعض یا تو خدا کیطرح قدیم اور واجب الوجود ہونگی تو اس سے تعدد خداؤں کا لازم آئیگا۔ جو محال ہے ✦

(دوسری شق) یا وہ اپنے وجود کے آپ ہی خالق ہونگے تو اس سے تقدم الشئ علی النفس لازم آئیگا۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ ایک چیز کا اپنے وجود سے پہلے ہونا محال ہے۔ پس اگر خدا خالق ہر ایک چیز کا نہ مانا جائے۔ تو اس سے اسکی ذات میں نقائص لازم آئینگے۔ جو خدا میں نہیں ہونے چاہئیں۔ پھر خدا کی مخلوق دو قسم کی ہے۔ ایک خلق ہے دوسری امر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔ الا له الخلق والامر فتبارک اللہ احسن الخالقین (خدا تعالیٰ کے لئے ہی خلق اور امر ہے) پس خلق تو اسکو کہتے ہیں کہ جس کا پہلے کوئی مادہ موجود ہو۔ مثلاً حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ تو یہ صفت خلق کے ماتحت ہوا۔ اسی لئے خلقه من تراب حضرت آدم کے لئے آیا ۔

اور امر اُسے کہتے ہیں کہ پہلے کوئی چیز موجود نہ ہو۔ پھر اس کو نیا بنانا یعنی نیست سے ہست کرنا۔ مثلاً پانی اور مٹی اور ہوا کو پیدا کرنا تو یہ صفت امر کے ماتحت ہیں۔ پس اس تمہید کے بعد ہم بتاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے رُوح کے متعلق کیا اشارہ فرمایا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي۔ کہ لوگ تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کریں گے کہ کیا رُوح قدیمی اور انادی ہے یا حادث اور مخلوق ہے۔ تو جواب دو کہ اسکی پیدائش امر رب سے ہے یعنی یہ نہیں کہ پہلے کوئی چیز تھی جس سے یہ بنی ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہ اَمْرِ رب سے ہے۔ یعنی نیست سے ہست ہوئی ہے۔ الغرض قرآن مجید نے اس آیت میں فیصلہ کر دیا کہ رُوح مخلوق اور حادث ہے۔ انادی اور غیر مخلوق نہیں۔ پنڈت صاحب کا یہی سوال تھا۔ کہ قرآن مجید سے رُوح و مادہ کا مخلوق ہونا دکھاؤ۔ سو ہم نے مندرجہ بالا دو آیتوں کے ساتھ ثابت کر دیا ۔

Digitized by Khilafat Library

تیسرا سوال:۔ قرآن مجید جو بصورت الہامی ہونے کے مخزن العلوم حقیقی گنجینہ رموز مخفیہ ہونا چاہیئے۔ کیا یہ بتلا سکتا ہے کہ قبل از پیدائش دنیا خالق اللہ کس شغل میں مصروف تھا۔ اور بعد از فنا کس شغل میں مشغول رہیگا۔ کچھ کرتا تھا یا معطل و معزول تھا۔ اور رہے گا ۔

جواب:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی صفات نہ کبھی معطل ہوئیں اور نہ

ہونگی۔ اور نہ ہی وہ حادث ہیں بلکہ قدیم ہیں اور جب سے خدا ہے تب سے اس نے مخلوق بھی پیدا کی۔ پس اسکی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود بھی نوعی طور پر قدیم ہے یعنی مخلوق کی نوع قدیم[1] سے چلی آتی ہے۔ اور ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ؛۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم۔ سورہ حجر رکوع ۲ کہ ہم نے انسان کو تو مٹی سے بنایا اور اس سے پہلے ہم نے آگ سے جن بنائے۔ پس اس آیت سے یہ پتہ لگ گیا کہ حضرت آدم سے پہلے جنوں کی آبادی تھی۔ اور خدا کی مخلوق تھی۔ پس اسی طرح ان سے پہلے بھی کوئی مخلوق ہو گی۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں دیا گیا۔ لیکن یہ قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا رہا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہمیں یہ بھی علم ہو کہ کتنی انواع مخلوق کی پہلے گذر چکی ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اسکی صفات کبھی معطل نہ ہوئیں اور نہ ہونگی۔ رہا یہ کہ فنا کے بعد کیا کریگا۔

پہلا جواب ؛۔ تو یہ ہے کہ آپ بھی تو مانتے ہیں کہ ایک لمبی مدت گذرنے کے بعد پرلے ہوتا ہے۔ جبکہ تمام ارواح مکتی خانہ میں بھیجی جاتی ہیں پھر کچھ مدت کے بعد ان کو پھر دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ اس پرلے کے بعد کا وقت جو ہوتا ہے اس میں خدا کیا کرتا ہے وہ کس شغل میں رہتا ہے۔ فما ہو جوابکم فھو جوابنا ؛

دوسرا جواب ؛۔ کہ قیامت زمانہ میں تغیر ہو جانے کا نام ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں تغیر ہو جائیگا۔ آگے پھر کوئی اور نوع مخلوق بدل جائیگی۔ اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قیامت کے بعد حساب و کتاب بھی ہو گا۔ اور جزا سزا دی جائیگی۔ پس خدا کی صفات کا معطل ہونا ہمارے مسلمات سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی صفات ہمیشہ سے قائم اور جاری ہیں۔ اسی طرح آخر تک ان کا کام جاری رہیگا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آ جائے کہ موجودہ مخلوق سب فنا ہو جائے۔ اور صرف خدا ہی رہے۔ اور صفت وحدانیت

---

[1] یہ یاد رہے کہ خدا کی ازلیت اور مخلوق کی نوعی قدامت یکساں نہیں۔ فاعل کو فعل پر بہرحال تقدم ہے ؛

ثابت ہو۔ کیونکہ اس کی ذات کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اسی طرح پہلے بھی ایک نمانہ آچکا ہے اسی کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ھوالاوّل والاٰخر خدا اوّل ہے یعنی لیس قبلہ شئ۔ کہ اس کے پہلے کوئی شے نہیں اور آخر ہے یعنی لیس بعدہ شئ۔ کہ اس کے بعد کوئی شے نہیں ؛

سوال چہارم ۔ اگر کسی عالم کو قرآن مجید سے اللہ میاں کے حالات نہ معلوم ہو سکیں تو کیا کوئی بتلا سکتا ہے۔ کہ اس دُنیا کی عمر کتنی ہے کب پیدا ہوئی اور کب خاتمہ ہوگا۔ انتہیٰ بالاختصار

جواب : ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ پنڈت صاحب کے سوال کا کیا مطلب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حالات معلوم کرنے سے کیا مطلب۔ اسکو ظاہراً آنکھوں سے دیکھنا اور اس کے حالات دریافت کرنا یہ تو محال ہے۔ اور اسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ اسے آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں۔ ہاں وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے وہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے یہ دعویٰ تھا۔ اس کی دلیل دی وھو اللطیف الخبیر پہلا دعویٰ لا تدرکہ الابصار تھا۔ اس کی دلیل دی کہ وہ لطیف ہے۔ اور جو چیز بھی لطیف ہوتی جائیگی۔ اس کا آنکھیں ادراک نہیں کر سکینگی۔ دوسرا دعویٰ وھو یدرک الابصار تھا۔ اس کی دلیل دی کہ وہ خبیر ہے۔ لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہے۔ اور قرآن مجید پر چلنے سے تو انسان خدا سے کلام کر سکتا ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے کہ اذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔ اُجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔ لیکن وید اس بات سے بالکل عاری ہیں۔ کیونکہ آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اور الہام کا دروازہ بند ہے۔ لیکن قرآن مجید نے الہام کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور پھر اگر حالات سے مُراد پنڈت صاحب کی اسکی صفات وغیرہ کا معلوم کرنا ہے۔ تو قرآن مجید میں مفصل ذکر ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔ پھر فرمایا ہے۔ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون اور پھر اسکے لئے فرمایا کہ لہ الاسماء الحسنیٰ کہ جسقدر بھی اچھے صفات ہو سکتے ممکن ہیں تمام

اس میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ہے۔ کہ جس طرح وید نے خدا کی صفات کو صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن مجید نے ویسا بیان نہیں کیا۔ جیسا کہ رگوید آریہ بھونی ص۹۸ میں یہ لکھا ہے۔ "ہے اندا پرمیشوری یکت ایشور ہمارا وگیہ ست کر۔ یعنی اپنے سے الگ مت کر ہمارے پریہ بھوگوں یعنی کھانے کی پیاری اشیاء کو مت چرا اور مت چھڑا۔ الخ

پھر آریہ بھونی ص۱ میں یہ لکھا ہے کہ پرمیشور بیمار ہوتا ہے اور علاج کا محتاج ہے۔ پھر وید بھاش بھومکا ص۱۲۳ اور ۱۲۵ میں ہے کہ خدا علیم نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی ایسی اچھی صفات کا بتلانا تو وید ہی کا کمال ہے۔ اور یہ بات اسی کتاب کے ساتھ مختص ہے الخ یہ سوال کہ دنیا کب پیدا ہوئی اور کب خاتمہ ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ الہامی کتاب اس بات کو بتلاوے کہ دنیا کب پیدا ہوئی اور دنیا کی عمر کتنی ہے۔ کیونکہ یہ بات تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور قرآن مجید کے نزول کی غرض تو لوگوں کو ہدایت دینا ہے نہ کچھ اور۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔ فیہ ھدیً للناس (۲) ھدیً للمتقین۔ اور کتاب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور۔ یعنی قرآن کی غرض نزول کی یہ ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لیجایا جائے نہ یہ کہ تاریخی باتیں بتائی جاویں۔ اور نہ ہی دنیا کی عمر کو بتانا ہدایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور پنڈت صاحب پر لازم تھا کہ ذرا وید میں ہی سے دنیا کی عمر دکھا دیتے۔ تب دوسروں پر اعتراض کرنے کے لئے مرد میدان بنتے ؞

سوال پنجم } قرآن شریف نے کتب ما قبل کی کس کمی کو پورا کیا ہے۔ (شق اول) اگر کوئی کمی پوری نہیں کی تو قرآن شریف (انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ) سورہ نساء رکوع ۲۳[1]۔ پیسے کو پیسنا تر دولی وفضول۔

(شق ثانی) اگر کتب ماقبل ناکافی اور ناکمل تھیں تو علمیت اکملت خدا پر بدنما دھبہ و طول نامعقول جو مثل لیاقت انسانی ہر وقت محتاج تکمیل کی پایا جاتا ہے۔ اسکے قانون موجودہ پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔ اغلب کہ چند روز بعد کوئی اور کتاب بھیجکر اس کو بھی مثل دیگر کتب ردی میں پھینک دے۔ (انتہی بالخلاصہ)

جواب:۔ قرآن مجید نے اتر کر پہلی کتابوں کی یہ کمی پوری کی کہ وہ متفرق طور پر آئی

[1] رکوع ۲۳ ہم ہے۔

تھیں۔ یعنی کوئی کتاب کسی قوم کے لئے۔ اور کوئی کتاب کسی قوم کے لئے۔ اور یہ جامع طور پر سب کے لئے ہے۔ جیسے فرمایا :- فیھا کتب قیمۃ اور وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب و مھیمنا علیہ۔ سورہ مائدہ رکوع ۷۔ یعنی دوسری کتابوں کے لئے بطور محافظ کے ہے۔ اور جو انہیں اچھی تعلیم تھی۔ وہ سب اسمیں موجود ہے۔ اور ان تمام مسائل کی جامع ہے۔ جو وقتاً فوقتاً پہلے نبیوں پر نازل ہوتے رہے۔ جیسے کہ توراۃ میں تو صرف قصاص کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ اسوقت کے لئے وہی موزوں تہا۔ اور انجیل میں یہ حکم کیا گیا کہ تم قصاص نہ لو۔ بلکہ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسری گال اس کی طرف پھیر دو۔ کیونکہ اس وقت کے مناسب حال یہی تھا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ حکم ہؤا کہ کُتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ والحرمٰت قصاص فمن عفی لہٗ من اخیہ شی فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان۔ پھر فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفیٰ واصلح فاجرہٗ علی اللہ۔ کہ چاہے تو بدلا لیلے اگر اصلاح معاف کرنے میں ہو تو معاف کردے۔

دوسری کمی قرآن نے آکر یہ پوری کی کہ پہلی کتابوں میں دعویٰ کے ساتھ دلائل نہیں ہوتے تھے۔ لیکن قرآن مجید میں دعوے کے ساتھ دلائل بھی موجود ہیں۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للنّاس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان یعنی قرآن لوگوں کے لئے ہدایت بنکر آیا ہے۔ اور ہدایت کے ساتھ دلائل بھی ہیں والفرقان پھر ان دلائل سے ایک نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس قرآن نے اس کمی کو بھی پورا کیا۔ جیسا کہ نمونہ کے طور پر سوال دوم وسوم کے جواب میں دو آیات لکھ چکے ہیں :

شق اوّل کا جواب اوّل اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ کیا تم اِس بات سے تعجب کرتے ہو کہ خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تم کو اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ پہلے بھی خدا تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسے حضرت نوح اور آپکے بعد کے انبیاء سے۔

دوسرا جواب :- اس وحی کی ضرورت یہ پڑی کہ پہلی کتب محفوظ نہیں رہی تھیں۔ بلکہ

محرف و مبدل ہو چکی تھیں۔ اس لئے یہ بتایا کہ دیکھو پہلے بھی ایسی وحی ہوتی رہی ہے جیسا کہ رسول کریم پر ہوتی ہے ؛

شق ثانی کا جواب

خدا کی عقل مثل عقل انسانی کے نہیں ہے کہ وہ قانون کو بدلائے۔ بلکہ قانون جو پہلے آئے تو وہ بلحاظ عقول انسانی کے اور ان کی حالت کے مطابق خدا تعالیٰ تعلیم بھیجتا رہا۔ جیسا کہ پہلی دوسری جماعت کے لڑکے کو بی۔اے یا ایم۔اے کا کورس نہیں دیا جایا کرتا۔ بلکہ اسی کے مطابق اس کو تعلیم دیجاتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ بی۔اے یا ایم اے کا کورس تو موجود ہوتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ وہ محکمہ تعلیم کے پاس ہوتا ہے۔ تو جب لڑکا اس کے پڑھنے کی اپنے میں استطاعت پیدا کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کو دیا جاتا ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ مکمل قوانین تو خدا کے پاس موجود تھے۔ لیکن لوگوں کے حالات کے مطابق بھیجتا رہا۔ اور قرآن شریف کو کامل کتاب بنایا۔ اسلئے کہ تمام فسق و فجور کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اور دنیا ایک شہر کے حکم میں آگئی تھی اور ظہر الفساد فی البر والبحر۔ الہامی کتابوں والے اور جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ بگڑ گئے تھے۔ تو اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کو کامل بنا کر بھیجا۔ اور فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ کہ آج میں نے دین کامل کر دیا ہے۔ پس اب نہیں بدل سکتا۔ کیونکہ یہ کامل تعلیم ہے۔ اور گذشتہ تیرہ سو سال شہادت دیتے ہیں کہ جو ضروری تھا۔ وہ سب اس میں مہیا نکلا۔ پھر فرمایا۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ چونکہ اسلام کامل دین ہے۔ اس سے اس کے بعد کوئی دین نہیں۔ مختصراً پانچوں سوالوں کا جواب دے دیا ؛

جلال الدین۔ سیکھوانی قادیان پنجاب ؛

تشحیذ بک ایجنسی

میں ناظرین تشحیذ الاذہان کو تشحیذ کی کتب ایجنسی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس کی فہرست رسالہ کے ساتھ بطور ضمیمہ بھیجی جا چکی ہے اور اب بھی جس صاحب کو ضرورت ہو۔ وہ منگوا سکتے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ قادیان سے جس کتاب کی ضرورت ہو۔ دفتر تشحیذ الاذہان کی معرفت طلب کریں۔ نہایت حفاظت سے عمدگی کے ساتھ فرمائشوں کی تعمیل ہوتی ہے اور ہوگی۔ انشاء اللہ ؛

ریویوز

احمدی جنتری جیسا کہ ہمنے پچھلے رسالہ میں اطلاع دی تھی۔ برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب قادیان نے احمدی جنتری ۱۹۱۹ء شائع کردی ہے۔ جس کا حجم بہ صفحہ ۲۰ × ۲۶ ہے۔ اور اس میں تاریخوں کے علاوہ نہایت مفید معلومات سلسلہ احمدیہ اور مذہب اسلام کے متعلق دیئے گئے ہیں۔ طریق استخارہ طریق بحث۔ مسائل عید اضحیٰ۔ اسماء الٰہی۔ ایمان کے ۷۲ شعبے۔ اور ایسی ایسی کئی عمدہ باتیں درج ہیں۔ ایک روپیہ کی سات فی جلد ۲٫

اشرف التقویم یہ ایک سو صفحے کی جنتری ہے۔ جسمیں علاوہ تاریخوں کے مسائل رمضان حسابی گر۔ صنعت حرفت۔ مجربات طبی ایسے کئی مضامین ہیں۔ قیمت ۵٫ ۔ اسلامیہ بک ایجنسی اتم پور ہبلول پور۔ ڈاکخانہ پاکبڑہ ضلع مرادآباد سے منگوائیے۔

صوفی جنتری مکرم ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی وظیفہ خوار سرکار آصفیہ کافی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ جنتری انہوں نے مرتب کی ہے۔ لکھوائی کاغذ چھپوائی قابل تعریف۔ علاوہ تاریخوں کے اوقات نماز پنجگانہ بھی دیئے ہیں اور بزرگان دین اور مشاہیر کے حالات بھی بخانہ کیفیت درج ہیں۔ پھر بقیہ کالم میں وفیات اور ہدایات درج ہیں۔ اچھا مجموعہ ہے۔ پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے منگوائیے۔

فیصلہ حکم میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اخی محترم مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے لئے۔ جنھوں نے پہلے نبوت مسیح موعود کے بارے میں غیر مبائعین سے مباحثہ کیا۔ اور اس کا فیصلہ جناب محمد عمر صاحب وکیل نے ایسا مدلل لکھا کہ میں سمجھتا ہوں وہ اس مسئلہ کی نسبت تمام تحریروں کا نچوڑ ہے۔ پھر اب مسئلہ کفر و اسلام پر انہی منصف نے فیصلہ لکھا ہے۔ جو ہمارے حق میں ہے۔ اور جس کا مطالعہ تمام احمدی احباب کے لئے ضروری ہے کیونکہ غیر احمدیوں کے جنازہ اور ان سے رشتے اور انکی اقتداء میں نماز کے متعلق صراط مستقیم نظر آئیگا تمام ضروری حوالے یکجا کردئیے گئے ہیں اور قیمت ہے۔ اور منشی فخرالدین صاحب ملتانی قادیان سے مل سکتا ہے یا تشحیذ سے منگوا لیجئے۔

وی پی واپس کرنیوالے غور فرمائیں

اے حضرات! آپ سے ہمارے دُہرے تعلقات بھائی پھر دوست۔ باوجود بار بار اطلاع دینے کے آپ نے وی پی واپس کردے۔ اُمید تھی، امداد کی۔ پہنچا دیا نقصان پلہ سے زیادہ اصحاب نے وی پی واپس کردئے۔ اور لطف یہ کہ اپنے منشاء سے بھی اطلاع نہیں فرمائی۔ تاہم ہمارا ارادہ ہے کہ رسالہ آپ صاحبان کے نام جاری رکھیں کیونکہ حسن ظن کا یہی تقاضا ہے کہ کسی معذوری سے وی پی واپس ہوئے۔ میرے معزز بھائیو! اس وقت رسالہ تشحیذ کی امداد کی اشد ضرورت ہے۔ کم از کم پانسو خریدار اسکے اور ہونے چاہیئیں۔ چہ جائیکہ پُرانے مہربان بھی ایک ایسے رسالہ سے جدائی اختیار کریں۔ جو انہیں ہر مہینے ان کے علمی معلومات بڑھانے والا اور دین اسلام پر یقین دلانے والا لٹریچر بہم پہنچاتا ہے۔ شیعہ۔ عیسائی۔ آریہ پر حجت ملزمہ قائم کرتا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ چند خیر خواہان ملت اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اور اس نازک موقعہ پر تشحیذ کے لئے نہ صرف خود خریدار رہینگے۔ بلکہ دوسروں کو بھی بنائینگے۔ اور زر اعانت بھجوائینگے۔ تاکہ پچھلے سالوں کا قرض جو "پانسو روپے" ہے اتارا جاسکے اور آیندہ فنڈ کو استحکام ہو۔

براہین العقائد

احمدی جماعت کے لئے مژدہ جانفزا

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ تشحیذ کے اسی صفحے پر چند مہینے گذرے۔ جو خواہش میں نے ظاہر کی تھی۔ (اور اسی ہفتے کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح نے جس بات کا ارشاد فرمایا تھا) وہ پوری ہوئی یعنی ایک ایسی کتاب مرتب ہو کر چھپ بھی گئی۔ جسمیں ہستی باری تعالےٰ۔ ملائکہ۔ قرآن مجید الہامی و کامل ہے۔ قرآنمجید کے بعد بھی سلسلہ الہام جاری ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے وکامل رسول ہیں۔ تقدیر۔ قیامت پر وہ تمام دلائل عقلیہ جمع کردئے گئے ہیں جو قرآن مجید نے دئے ہیں۔ یہ مضامین اپنی نظیر آپ ہیں۔ اور ہر احمدی بچے بلکہ ہر احمدی کو چاہیئے کہ یہ کتاب پڑھکر اپنے ایمان کو تازہ کرلے۔ قیمت ۱۰/ ... ۱۵؍ فروری تک ... ۸/

نوٹ :- کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۱۹ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجے کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کر دیجائیگی۔

Digitized by Khilafat Library

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید یار کین ملک کی مشہور دوائیں مثلاً برہم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک مفید اشیاء کو ملا کر یہ دوا تیار کیگئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے۔ اسلئے رحم کی بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے اس سے حیض کی خرابی یعنی کم زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ کمر پیڑو اور جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی کا متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے قیمت عہ

دیکھئے جناب غلام جیلانی محمد عبداللطیف صاحب شہر ناگپور سے کیا تحریر فرماتے ہیں :- میرے مکان میں عرصہ تین ماہ سے رحم کی بیماری کی شکایت تھی۔ مریضہ بہت ہی کمزور ہو گئی تھی۔ حکیموں۔ ڈاکٹروں نے بہت کچھ علاج کیا مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا سبھوں نے تیسرے درجہ کا تپ دق تجویز کیا تھا آخر مایوس ہو کر آپکی بنائی ہوئی امراض مستورات کی دوا جیبی شاپ ناگپور سے خرید کر استعمال کرائی۔ خدا کی عنایت سے پہلے ہی روز سے پیٹ کا درد کم ہونے لگا۔ بہت جلد فائدہ ہوا۔ ناہمواری حیض بھی خلاصہ ہوا...... میری تحریر کو مشتہر کر دیجئے گا۔

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا نامی افریقہ کا ایک نہایت طاقت دینے والا پھل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ سے یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی۔ کشتی۔ کثرت ناچ گانا۔ پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہول دل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہوا سکو پی لیجئے۔ تھکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے۔ مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ۔ آدویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر
واولئک ہم المفلحون

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

(مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل)

جلد ۱۴ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۷ھ | نمبر ۳

فہرست مضامین

ہدیہ احمدی مہاجر بیادگار آریہ مسافر۔	۱ - ۱۲	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
خاکسار اکمل کا نیاز نامہ۔	۱۲ - ۲۲	ایڈیٹر
یہود بنے تو عیسیٰ بھی آگیا۔	۲۲ - ۲۴	"
مکالمہ شیعہ واحمدی نمبر ۱۳ (عدم جواز تبرا)	۲۵ - ۴۰	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی

قیمت سالانہ۔ عوام سے عمر غیر ممالک سے ۳ طلباء سے عار

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔
اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شایع کیا۔

مضامین خادم حسین دربارۂ مذہب شیعہ

جن رسالوں میں منشی خادم حسین صاحب کے مضامین چھپتے ہیں۔ وہ الگ کر لئے گئے ہیں
اور قیمت میں خاص رعایت۔ احباب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فائدہ اٹھاویں ۔ مینجر

نام کتاب	اصلی	رعایتی
تحقیق واقعات کربلا۔ دسمبر ۱۱ء	۰۳ر	۲ر
واقعات کربلا۔ دسمبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
شیعان قدیم۔ نومبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
اعلام ۔ دسمبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
خواص الائمہ۔ جولائی ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
علامات شیعہ (جون ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
عبداللہ بن سبا۔ مئی ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
شیعہ مذہب۔ مارچ ۱۴ء	۰۳ر	۰۳ر
سلمان منا اہل البیت جنوری ۱۴ء	۰۳ر	۰۲ر
تعزیہ داری ایران دسمبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
یزید کی مدح خوانی۔ نومبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
شمائل مرتضوی جولائی ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
جوابات اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
واقعات کربلا جنوری ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر
خلفائے راشدین اور یزید کا مقابلہ جنوری ۱۳ء	۰۳ر	۰۲ر

نام کتاب	اصلی	رعایتی
اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفرقین فروری ۱۹۱۶ء	۰۳ر	۰۲ر
″ ″ ″ اپریل ۱۶ء	۰۳ر	۰۲ر
تحقیق امام آخر الزمان جنوری ۱۵ء	۰۳ر	۰۲ر
صحابہ رسول و صحابہ امام حسین (مئی ۱۹۱۶ء)	۰۳ر	۰۲ر
اختلافات کثیر فی المرویات تطہیر (جون ۱۹۱۶ء)	۰۳ر	۰۲ر
ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات (نومبر ۱۶ء)	۰۳ر	۰۲ر
مکالمہ شیعہ و احمدی بارہ نمبر میں	۸ر	۶
ایک شیعہ مجتہد کی کارگذاری	۶ر	۳ر
ابوبکر و عمر سید الکہول اہل الجنۃ	۳ر	۰۲ر

مرقع [illegible]
جناب [illegible] علی صاحب
[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء

ہدیۂ احمدی مہاجریہ یادگار آریہ مسافر

ہمارے آریہ سماجی بھائی ہر سال اپنے شہید شری پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی یاد تازہ کرنے کے لئے ۶ مارچ کے دن کچھ نہ کچھ ضرور عمل میں لاتے ہیں۔ جہاں جہاں آریہ سماجیں قائم ہیں۔ وہاں وہاں اس دن جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اور کئی ایک آریہ اخبارات و رسائل خاص شہید نمبر بڑی دہوم دھام سے نکالکر شہید کی یادگار مناتے ہیں ؛

اس کو دیکھتے ہوئے ہمارا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے سماجی بھائیوں کا اس کام میں کچھ نہ کچھ ضرور ہاتھ بٹائیں۔ بنابریں مناسب سمجھا گیا کہ شری پنڈت لیکھرام جی سرسوتی کی کلیات سے کچھ جواہر ریزے قارئین کرام کے علمی دستر خوان پر چنیں۔ جس سے صحیح طور پر پنڈت صاحب موصوف کی مذہبی یادگار منائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ پنڈت صاحب کی آخری وصیت بھی

یہی تھی کہ میرے پیچھے تحریر کا کام بند نہ ہوگا۔ سو ہم بھی یہ یادگار تحریر کے ذریعہ ہی منانا پسند کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے سماجی دوست بھی اس وصیت کے ماتحت ہمارے اس فعل کو دلچسپی اور خوشنودی کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ آریہ مسافر کی آخری وصیت پر احمدی مہاجر انشاء اللہ تا مرگ قائم رہتا ہوا تحریر کے ذریعہ سماجی دوستوں کو صراط مستقیم پہ لانے کی سعی کرتا رہیگا وما توفیقی اِلّا باللہ

(۱) سب سے اول ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ شری پنڈت لیکھرام جی اپنے سوامی صاحب کے مخالف لکھتے رہے ہیں :۔

"سوامی دیانند کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اول تو وہ اپت پرش تھے یعنی نجات سے واپس آمدہ شخص تھے۔ کیونکہ جو یوگیوں اور رشیوں کے گن ہوتے ہیں وہ بہت سے انمیں موجود تھے۔ تھوڑی سی محنت میں اسقدر عظیم الشان ناپیدا کنار بحر ذخار سنسکرت کے پار ہو جانا یوگی جن کے سوا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس وہ دھرم اور قوم پر جان نثار کر کے صداقت کا راستہ بتلا کر دھرم کے شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۶۶۵ کالم ۲)

ہم نے رسالہ تشحیذ الاذہان جلد نمبر میں اس عبارت کے برخلاف ثابت کیا تھا کہ سوامی دیانند کو اگر ڈھونڈھنا ہو تو وہ کبھی کسی کو مکتی خانہ میں نظر نہ آئینگے۔ بلکہ وہ بموجب قاعدہ تناسخ و مطابق تعزیرات منو دھرم شاستر کے اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے فلاں فلاں جنم کی سیر کر رہے ہونگے۔

مگر آج یہاں سے بتلانا چاہتے ہیں کہ خود سوامی دیانند جی اپنے چیلے کی تحریر کو غلط اور حقیقت سے دور بتلاتے ہیں۔ جس سے ناظرین پر منکشف ہو جائیگا کہ چیلے اور گورو میں کس قدر اختلاف ہے۔ پس ہر دو بیانات کی تطبیق کس طرح ہو۔ اور کس کے بیان کو صحیح و راستی پر مبنی تصور کیا جائے

ملاحظہ ہو سوانح عمری دیانند اردو کلاں صفحہ ۸۶۷

"جودھ پور جاتے وقت سوامی جی فرماتے تھے کہ شریر (جسم) کا اب کوئی بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کس وقت چھوٹ جائے۔ اور میں اس کام کے لئے پھر دوبارہ بھی جنم لوں گا۔ اور

اس وقت جو میرے نزدیک وید میں نقائص موجود ہیں - وہ سب ثابت ہو جائینگے - (بڑی خوش قسمتی ہوگی ہماری کہ سوامی جی دوبارہ جنم لیں تاکہ ہم جو آریہ سماجی تعلیم پر آئے دن اپنے شکوک کا اظہار کرتے رہتے ہیں - جن سے کوئی بھی سماجی پنڈت آج تک عہدہ برآ نہیں ہو سکا - ان کا ازالہ خود کر دیں گے - مگر ؎ این خیال است و محال است و جنون - راقم مضمون ہذا) آریہ سماجیوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری امید ہیگی (بلکہ احمدیہ جماعت سے بھی تقویت ہوگی) میں اُس وقت وید کا بقیہ بھاش کر دونگا "

معزز ناظرین! پہلے ہر دو صاحبان کی عبارات کو ملاحظہ فرمائیے - اول تو دونوں ہی پایہ صداقت سے کوسوں دور ہیں - دوم باہمی اختلاف ہی ایک محقق کو کسی نتیجہ پر پہنچا نہیں سکتا - کیونکہ پنڈت لیکھرام جی - سوامی صاحب کو مکتی خانہ میں بتلاتے ہیں - جہاں حسب حوالہ ستیارتھ پرکاش کئی عمریں دنیا کی گذرنے کے بعد پھر واپسی ہوتی ہے - ملاحظہ ہو -

مکتی میں رُوح کے رہنے کا زمانہ :

" مکت جیو (نجات یافتہ ارواح) مکتی پاکر برہم میں آنند کو مہا کلپ تک بھوگتے ہیں - اور پھر مکتی کے سکھ کو چھوڑ کر دنیا میں آتے ہیں -

اسکی گنتی اس طرح پر ہے کہ تینتالیس لاکھ بیس ہزار برس کی ایک چترگی - دو ہزار چترگیوں کا ایک دن رات - ایسے تیس دن رات کا ایک مہینہ - ایسے بارہ مہینوں کا ایک برس - ایسے سو برسوں کا ایک پرانت کال (یعنی مہا کلپ) ہوتا ہے - اسکو حساب کے قاعدے سے ٹھیک ٹھیک سمجھ لیجئے - اتنا عرصہ مکتی میں سکھ بھوگنے کا ہے " اردو ستیارتھ پرکاش ص ۲۷۵

اس گورکھ دھندے کا حل اردو ستیارتھ کے فٹ نوٹ میں ہندسوں میں کیا ہے - وہ لکھتے ہیں " پرانت کال کا نام مہا کلپ بھی ہے جس کی تعداد (۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) برس ہے " اور سوامی جی فرماتے ہیں کہ ابھی آریہ سماجیوں کی ترقی آ دیکھوں گا - اور بقیہ وید بھاش کروں گا -

اب اس باہمی اختلاف کو یہیں چھوڑ کر آگے ملاحظہ ہو کہ کیا کیا گل کھل رہے ہیں اور ہر دو صاحبان کی متناقض تحریرات کو پڑھ کر راستی پسند اور حق کے جویا کیونکر کسی صحیح اصول

یا نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں۔

اختلاف دوم

"پیدائش کے بعد بچہ اور اس کی ماں کو کسی دوسری جگہ میں جہاں کی ہوا پاکیزہ ہو رکھیں۔ نیز خوشبودار اور خوشنما اشیاء وہاں رکھیں۔ اور ایسے مقام کی سیر کرانا مناسب ہے کہ جہاں کی ہوا صاف ہو"

جہاں دایہ۔ گائے۔ بکری وغیرہ کا دودھ نہ مل سکے وہاں جیسا مناسب سمجھیں ویسا عمل کریں چونکہ بچہ کا جسم جننے والی عورت کے جسمانی اجزا سے بنا ہوتا ہے۔ اسوجہ سے عورت بچہ جننے کے وقت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے زچہ دودھ نہ پلائے۔ دودھ روکنے کے لئے پستان کے منہ پر ایسی دوا لگادیں جس سے دودھ نکلنا بند ہو جائے" ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۳۴

معزز ناظرین! آپ نے آریوں کے مہرشی کی اس انوکھی فلاسفی کو ملاحظہ کیا۔ جس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جناب عالی ڈاکٹری میں بھی پوری پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اب ذرا مہاراج ادہیراج کے چیلے شری سوامی پنڈت لیکھرام جی آریوں کے شہید اکبر کے اپنے رد عنا مچہ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۶ کالم ا کو ملاحظہ کیجئے۔

"یہ امر تصدیق ہو چکا ہے کہ دو چند بچہ ضائع ہوتے ہیں جبکہ دائی کو دے دئے جاتے ہیں۔ بہ نسبت اسکے کہ ان کو خود دودھ پلایا جائے یا اپنے ہاتھ سے پرورش کرے ہمیشہ بچوں کو بہت جلد جبکہ ماں اپنی تکلیف اور محنت سے جننے سے ہوش وحواس میں آوے۔ تو بچہ کو دودھ پلانا شروع کرے۔ یہ شروع کا دودھ بچہ کو بہت صاف کریگا۔ بہ نسبت کسی دوا کے یہ قدرتی جلاب ہے"

دیکھئے گورو جی مہاراج اپنی پوتھی میں جو ارقام فرماتے ہیں اُسپر اُن کے شاگرد رشید پنڈت لیکھرام جی ربڑ چلاتے ہیں۔ پیارے ناظرین اس پر بس نہیں ہو گئی اور بھی ملاحظہ کرنا چاہیئے

اختلاف سوم

"(جو شخص) بدکام کرتا ہے اس کا جسم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے"
(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۹ و ستیارتھ صفحہ ۵۰۵)

ان الفاظ سے (جو اوپر تحریر کئے گئے ہیں) سوامی جی کا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ نباتات میں ارواح کا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر پنڈت لیکھرام جی کا عقیدہ سوامی جی کے اس سدھانت (اصول) کے بالکل خلاف ہے۔ یعنی وہ اپنا عقیدہ یہی ظاہر کیا کرتے تھے جیسا آریہ سماج کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ "نباتات میں روح نہیں"

حوالہ دیکھئے :۔ "ہم ناواقف نہیں ہم جمادات اور نباتات کو جڑھ غیر مدرک مانتے ہیں۔ اور ان میں روح کا پرویش (دخول) جائز نہیں مانتے" کلیات آریہ مسافر صفحہ ۷۶ کالم ۱

تیسرے اختلاف کے بعد اب چوتھا اختلاف ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے :۔

اختلاف چہارم

شری سوامی دیانند فرماتے ہیں :۔ "کیونکہ یہ منوسمرتی جو دنیا کے ابتدا میں ہوئی ہے" ستیارتھ پرکاش اردو سمولاس ۱۱ صفحہ ۳۱۷ :۔

اب کلیات آریہ مسافر کو دیکھئے کہ اس کا مصنف کس طرح اپنے سوامی نہیں نہیں بلکہ مہرشی کی بات کو جھٹلانے کی ناروا کوشش کے درپے نظر آتا ہے۔

"پس منوسمرتی کو بنے ہوئے "۱۲۰۵۲۹۸۰" سال گذرے ہیں جیسا کہ شلوک ہائے ذیل سے ثابت کیا گیا ہے" کلیات صفحہ ۹ کالم ۲

سماجی دوستوں کا فرض ہے کہ وہ بتلائیں ان ہر دو متناقض اقوال میں سے کونسا راستی پر مبنی اور کونسا غلط اور تاریخی واقعات کے خلاف ہے۔

اختلاف پنجم

سوامی جی اپنی پستک میں یوں لکھتے ہیں :۔ "قربان گاہ کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے بائبل میں گئی ہیں"

اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۳

آریہ سماجی بھائیو! کہاں ہو۔ ادھر دیکھو تمہارے مایہ ناز قابل فخر بزرگ ملت شری سوامی دیانند اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا گوہر افشانی فرما رہے ہیں۔ دیکھو یہاں اسبات کی اقبالی ڈگری موجود ہے کہ ویدوں میں قربانیوں کا ذکر موجود ہے۔ ہمارا یہ خطاب سبزی خور پارٹی سے

ہے ماس خور پارٹی کے احباب اس بلاوے سے باہر ہیں۔ اب پنڈت لیکھرام کا قول بھی اسکے خلاف دیکھئے :-

جانور مار کر ہوم کرنا وید و نیک پست شاستروں میں کہیں نہیں لکھا۔ اور جو ماس کھاتا ہے یہ بھی انہیں وام مارگی ٹیکا کاروں (مفسروں) کی لیلا ہے۔ اس لئے ان کو راکشس کہنا مناسب ہے۔ مگر ویدوں میں کہیں ماس کا کھانا نہیں لکھا" کلیات مسافر صفحہ ۲۱ کالم ۲

اب سماجی دوست ہی ان ہر دو متناقض بیانات کی باہمی تطبیق کر کے ہمیں دکھلائیں۔ ہماری طاقت سے تو ضرور باہر ہے کہ ہم ان کی مطابقت کر سکیں۔

اختلاف ششم

دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن (تردید) پر لیکچر دیا۔ اس میں محمود غزنوی کا آنا اور اسکے حملوں سے دیش کے دھن (ملک کی دولت) کی ہانی (نقصان) کا مفصل برنن (بیان) کیا۔ اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دردشا (بری حالت) کا بیان فرمایا۔ جس پر کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری (عورت) کو اچت (مناسب) ہے کہ ایک ہی بار اپنے پتی (خاوند) کے پاس جائے یعنی ویبھچار (زنا) نہ کرے مگر جس کا پتی (خاوند) طوائف کے پاس جائے۔ اس کی عورت کیا کرے۔ انہوں نے (یعنی سوامی جی نے) کہا کہ اسکی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے"۔

(سوانح عمری دیانند اردو کلاں صفحہ ۳۵۵)

قارئین کرام! آریہ سماج کے بانی اور ہمارے ملکی آریہ بھائیوں کے رشی بلکہ مہرشی ہاں لوگ بلکہ مہایوگی کے قول کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کسقدر اس میں تہذیب و شرافت و تقویٰ اور طہارت کی تعلیم دیگئی ہے۔ واقعی انصاف اسی کو کہتے ہیں۔ بہت عمدہ فیصلہ فرمایا۔ اب اس پاک فرمان کے خلاف پنڈت لیکھرام جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ افسوسناک اسلئے کہ اپنے گورو کے اس قول کی تکذیب میں ہے۔ ملاحظہ ہو :-

"جب لوگوں کا دل ویبھچار (زنا) کو چاہتا ہے۔ تو بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں"۔

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۴۵ کالم ۲)

اگر اس قول کو اسلامی نقطہ خیال سے دیکھا جائے۔ تو یہ عین اسلام کی تعلیم ہے (ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا) اور یہ حرف تو سونے کے پانی سے حیطۂ تحریر میں لانے کے قابل ہیں۔ اور برخلاف اسکے آریہ سماجی بھائیوں کی نظر سے دیکھا جائے کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے خلاف لکھ رہا ہے۔ یا ایک چیلا اپنے گورو مہاراج کے کلام کی تکذیب کر کے اسلامی تعلیم کے آگے سر جھکا رہا ہے۔ تو ضرور قابل افسوس ہے۔

اختلاف ہفتم

اس زمانہ میں تمام ادیان باطلہ پر اسلام کو عظیم الشان فتح دلانیوالے ہمارے سید و مولا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب لاجواب انعامی دہ ہزار (جسکے انعام حاصل کرنے میں کوئی کامیاب نہ ہو سکا اور سب بے نیل و مرام رہے) اور دوسری کتاب سرمہ چشم آریہ میں آریہ سماج کے اس عقیدہ پر ایک زبردست ولاجواب اعتراض کیا تھا کہ سماج کا عقیدہ وید چار ہیں۔ حالانکہ محققین وید کا دعویٰ ہے کہ وید تین ہیں۔ چوتھا بہت بعد کی تصنیف ہے اس کا جواب دو۔ اور جواب تین ویدوں سے دو۔ یعنی چوتھے اتھروید نامی کا نام و نشان رگ۔ یجر سام تینوں ویدوں سے دکھلاؤ۔ مگر کون تھا۔ جو اس ناقابل تردید اعتراض کا جواب دیتا۔ اور ویدوں کی پوزیشن کو دنیا کے سامنے اس اعتراض کو دور کر کے صاف دکھلاتا۔

ہاں ایک شخص اس اعتراض کے جواب کیلئے اٹھا۔ مگر ناکام رہا۔ اور ناکامی کے ساتھ ہی اپنے گورو کی مخالفت کر کے دامن سعادت کو پاک نہ رکھ سکا۔ وہ شخص کون تھا۔ وہ آریہ سماج کا شہید لیکھرام۔ یعنی اس شخص نے ایک حق بات کو غلط قرار دینے کیلئے اپنے سوامی کی مخالفت بھی کی۔ اور باوجود اسکے بے نیل مرام رہا۔

دیکھئے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے :۔

"اگرچہ ہم چاروں ویدوں کا ایشوری گیان ہونا تکذیب براہین احمدیہ میں اچھی طرح سے ثابت کر چکے ہیں (وہاں تو خاک بھی ثابت نہیں کیا۔ راقم مضمون) اور معقول دلائل سے بتلا چکے ہیں (دریں چہ شک۔ راقم) کہ اس قسم کے بے بنیاد الزام ناکارہ ہی نہیں (پنڈت صاحب جس کو بے بنیاد اور ناکارہ کہہ رہے ہو۔ اس کی قدر و عافیت ابھی معلوم ہو جاتی ہے۔ راقم)

بلکہ بات بات میں ناکام ہیں۔ مگر اس جگہ ہم ایک اور وید منتر یجر وید کا درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۵۰۔

"ترجمہ۔ جو برہمانڈ (تمام جگت) کی زمین وغیرہ حصوں کے ودیاؤں (علوم) کے جاننے والے اور علم کو پڑھ کر ان سے انیک پرکار (کئی قسم) کے نئے نئے فائدہ حاصل کرنیوالے پراوپکاری (فائدہ رساں) اتھروَن وید کے عالم۔ گیان وان آپ سا میں شانت ہوں" الخ

معزز ناظرین! پنڈت جی نے یہاں اتھر وید کا ذکر خواہ مخواہ ہی کر دیا۔ حاشا و کلا۔ اصل منتر میں اتھرو وید کہیں بھی نہیں لکھا۔ چنانچہ بانی آریہ سماج کا ارتھ جو انہوں نے اپنی تفسیر یجر وید کے صفحہ جلد اول پر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ جس سے عیاں ہو جائیگا کہ پنڈت لیکھرام نے ناحق کو حق ثابت کرنے کے لئے کیا کیا حیلے ایجاد کئے۔ اور اپنے رشی کے مخالف بھی قلم چلانے میں دریغ نکیا۔

(صرف اردو ترجمہ)

"ہے انسانوں جو ہمارے سب علوم کے اصولات کو جاننے اور نئے نئے گیان کے مواعظ کے کرنیوالے اہنسک (بے ضرر انسان) مضبوط علم و معرفت سے متصف دولت پلنے لائق باپ وغیرہ عالم لوگ ہیں۔ ان عمدہ کاروبار کرنے والوں کی عمدہ عقل اور فائدہ رسان حاصل ہوئے علم میں ہم لوگ مشغول ہوویں ویسے تم لوگ بھی ہوؤ" (اس ترجمہ میں اتھر وید کا نام و نشان تک نہیں)

معزز ناظرین! دیکھئے کس قدر پنڈت صاحب موصوف نے حق سے پردہ پوشی اختیار کرنی چاہی۔ اور ساتھ ہی اسکے اپنے مہرشی کے ارتھ کو بھی پس پشت پھینکدیا۔

راست بازوں کے مقابلہ میں آنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ بھلا پنڈت صاحب اس مقابلہ میں کیا جوہر دکھلا سکتے تھے۔ اعتراض کا جواب کیا دیا الٹے اپنے دامن پر گورو کی مخالفت سے دھبہ لگا لیا۔ اور بھی بہت سے اختلافات استاد اور شاگرد یا گورو چیلے کی تحریرات میں موجود ہیں۔ جن کا یہاں اعادہ کرنا گنجایش اور فرصت کو چاہتا ہے۔ اسلئے سردست انہی اختلافات پر بس کرتے ہوئے چند ایک اور شگوفے پنڈت جی کی کتب سے دکھلاتے

ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے سماجی متر اگر ان کی طاقت میں ہوگا۔ تو مذکورہ بالا متناقض اقوال میں تطبیق کر کے دکھلائینگے۔ مگر جب یہ مضمون آریہ دوستوں کی نظر سے گذریگا۔ تو پنڈت لیکھرام صاحب کی تصویر کو سامنے رکھ کے اس شعر کے پڑھنے پر ہی اکتفا کرینگے۔

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم ٭ تیرے سینے میں بہت کام رفو کا نکلا

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ تردید تناسخ میں ابطال تناسخ پر ایک نہایت ہی لطیف اور زبردست دلیل ارقام فرمائی تھی۔ جس کا آج تک جواب کسی سماجی یا تناسخ کے پیرو سے نہیں بن پڑا۔ شامت اعمال سے پنڈت لیکھرام جی اس دلیل کو بغرض جواب اپنی کلیات میں نقل کر کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر کامیابی و بامرادی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت خلیفہ اولؓ کی دلیل یہ تھی کہ اگر تناسخ کو صحیح مان لیا جاوے۔ تو اس کے ذریعہ سوشل تعلقات پر بہت بڑی زد آتی ہے۔ وہ یہ کہ آج جو باپ ہے۔ وہ تناسخ کی رُو سے کل خاوند بن کے اپنی لڑکی سے بیاہ کرے یا ایک بیوی ہے۔ وہ کل دوسرے جنم میں اپنے پہلے خاوند کی ماں بنجائے یا اس جنم میں ایک بھائی ہے۔ وہ دوسرے جنم میں اپنی ہمشیرہ سے نکاح کرے۔ تو یہ عقیدہ ملکر دنیا کے اندر کسقدر فتور مچ جائیگا۔ جس کی تلافی ہونی امر محالات سے ہے۔

یہ ہے خلاصہ حضرت مولوی صاحب کی دلیل لطیف کا۔ اسکے جواب میں پنڈت صاحب موصوف یہ گلفشانی فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ رُوح ہمارا ماں باپ کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا۔ پس ہمارے ماں باپ رُوح کے ماں باپ نہیں ہیں۔ ان کا جسم ہی ہمارا باپ ہے۔ جب جسم یہاں جل گیا یا خاک در خاک ہوا تو وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا" (کلیات صـ۲۷ کالم ۲)

پنڈت صاحب نے یہاں اس ناقابل تردید اعتراض سے بچنے کی بے طرح کوشش کی ہے مگر جواب کیا دیا اُلٹے اور بھی گرفت میں آگئے۔ اس موقع پر کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ٭ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہمارے سماجی متر اس جواب کو پڑھ کر پھولے نہ سماتے ہونگے۔ مگر ابھی اُن کو معلوم ہو جائیگا

کہ پنڈت صاحب نے جو حیلہ اعتراض سے محفوظ رہنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ وہی حیلہ اُلٹا وبال جان ثابت ہو رہا ہے۔

قبل اسکے کہ ہم اس جواب کی لغویت کو یہاں بیان کریں۔ پنڈت صاحب ہی کی ایک عبارت کلیات سے نقل کر دیتے ہیں۔ جس سے ہم اس ڈیوٹی (لغویت کے اظہار سے) سے بھی ایک حد تک بچ جائینگے۔ اور ساتھ ہی اسکے مندرجہ بالا شعر کا مضمون بھی سمجھ میں آجائیگا۔

"کیونکہ علم حکمت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ۷ برس میں خصوصاً تمام جسمانی حصہ بدل جاتا ہے۔ اور ہر ایک پرمانو (ایٹم) یا ذرہ کی جگہ دوسرے پرمانو آجاتے ہیں۔ گویا اسّی برس کی عمر تک گیارہ دفعہ جسم بدل گیا۔ پس وہ اجزاء جنکو یاد تھا تحلیل ہو گئے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ گیارہ مرتبہ" (کلیات آریہ مسافر ص۳۸ کالم ۱)

ہمارے سماجی بھائیو! آریہ فلاسفرو!! گورو کل کالج کے لائق اور قابل پروفیسرو!!! اور پرتی ندھی سبھا کے ممبرو!!!! اب ذرا صاحب موصوف کے ان الفاظ کو کہ:۔

"یہ جسم ہی ہمارا ماں باپ ہے۔ جب جسم جل گیا یا خاک در خاک ہو گیا تو وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا" اس "علم حکمت" والی عبارت کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اور دیکھو کہ کیسا عمدہ اور نیک نتیجہ نکلتا ہے دیکھو اور غور و تدبر سے کام لو کہ کس طرح پنڈت صاحب نے ایک عالمانہ اعتراض کا یہ بودا جواب دیا۔ اگر پہلی عبارت اور دوسری عبارت ہر دو کو ملا کر پڑھا جائے۔ تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ مثلاً آج ۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو لالہ رلیا رام جی کے مسمی موہن پیدا ہوا۔ اور جب وہ ۶ مارچ ۱۹۲۵ء تک پہونچا۔ یعنی اس کی عمر سات سال ہو گئی۔ تو وہ اسکے بعد رلیا رام صاحب سماجی کا فرزند نہ رہا۔ بقول پنڈت لیکھرام یہ رشتہ منقطع ہو گیا۔ کیونکہ سات سال کے بعد وہ پرمانو ہی نہ رہے۔ جو وہ (موہن) اپنی والدہ کے بطن سے لیکر پیدا ہوا تھا۔ پس سات سال کے بعد نہ موہن بیٹا رہا نہ رلیا رام صاحب باپ۔ اسی طرح شریمتی درگا دیوی کا (ویدک ریتی سے وواہ سماج مندر میں) مہاشہ دھن پرشاد سے مورخہ ۷ رجولائی ۱۹۱۹ء کو ہوا۔ اور دونوں برہمچاری گرہستی بن گئے۔ اسکے بعد جب ۷ سال گذرے۔ تو کیا بموجب فرمان واجب الاذعان کے وہ دونوں استری پرش جائز طور پر میاں بیوی کہلانے

کے حقدار سمجھے جائینگے؟ اس کا یہی جواب ملیگا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ سات سال کے بعد ان کا وہ جسم ہی بدل گیا ہے۔ اب جبکہ وہ جسم ہی نہ رہا۔ تو میاں بیوی کا رشتہ کیسے قائم رہ سکتا ہے کیونکہ پنڈت صاحب موصوف فرما گئے ہیں۔ کہ سات سال کے بعد سب پرمانو بدل جاتے ہیں۔ اور جب وہ جسم ہی نہ رہا۔ تو وہ سلسلہ ہی ٹوٹ گیا۔ ہاں سماجی بھائیو! اس مشکل اور پیچیدہ عقدہ کا حل کر کے دکھلاؤ۔

اس طرح دو توام بھائی بہن ایک والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور سات سات سال کے دونوں ہو گئے۔ تو بتلاؤ عرصہ سات سال کے بعد ان دونوں کی باہمی شادی بروئے اصول سماج ہو سکتی ہے یا نہیں "نہیں" تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ سات سال کے بعد ان کا وہ جسم ہی نہ رہا۔ جو اپنی ماں کے بطن سے لیکر آئے تھے۔ اور اگر "ہاں" میں جواب دیں تو وہ اعتراض جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے تناسخ کے ابطال میں فرمایا ہے۔ اور بھی قوی و مضبوط ہو گیا۔ یعنی تناسخ کی رُو سے انہوں نے بتلایا تھا کہ اس جنم میں جو بیٹی اور باپ ہے۔ وہ دوسرے جنم میں میاں بیوی بن جائینگے۔ جس سے سوشل تعلقات پر نہایت مہیب اثرات وارد ہونگے۔ مگر اس جواب کو غلط ثابت کرنے کے لئے یا اس کی زد سے بچنے کے لئے پنڈت صاحب نے یہ طریق اختیار کیا کہ رشتہ رُوحوں میں نہیں۔ بلکہ محض جسم کے لحاظ سے ہے۔ مگر اب اس طریق سے اور بھی آپ پر مشکل آ پڑی۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس بحث کو پڑھتے ہوئے آپ ضرور اس شعر کا ورد کرتے ہوئے پائے جائینگے کہ :-

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا ✻ پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

پس اگر پنڈت لیکھرام جی کا جواب غلط کہو۔ تو بموجب اعتراض مولوی صاحب تناسخ باطل ثابت ہوا

پنڈت لیکھرام کلیات صفحہ ۵۲ کالم ۲ پر رقمطراز ہیں :-

"انادی کال (ازلی زمانہ) سے اننت کال (ابد تک) اور ہر وقت تمام پرمانو و رُوح پرمیشور کے آسرے اور ماتحت ہیں کبھی باہر نہیں۔"

یہاں رُوح اور مادہ کو خدا تعالیٰ کے سہارے سے ٹھہرے ہوئے تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی رُو سے نہ مادہ اور نہ رُوح کوئی بھی ازلی و ابدی غیر مخلوق نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ واجب الوجود کی تعریف

یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں خود قائم و دائم کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ یہ اسلئے کہ اگر وہ کسی دوسری ہستی کے سہارے سے قائم ہوگا۔ تو بجائے واجب الوجود ہونے کے ممکن الوجود ٹھہریگا پس اس لحاظ سے رُوح اور مادہ واجب الوجود نہ رہے۔ بلکہ ممکن الوجود ثابت ہوئے کیونکہ یہ ہر دو پرمیشور کے "سہارے" قائم ہیں۔ پس جب ممکن الوجود ہونا ان کا پایہ ثبوت کو پنڈت لیکھرام کے ہی فرمان کے ماتحت پہونچ گیا تو حادث ہوئے نہ کہ ازلی۔ اور آریہ سماج کا خام دعویٰ کہ روح مادہ پرمیشور کی طرح ازلی وابدی ہیں۔ غتربُود ہو گیا۔

اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہمارا بھی ارادہ ہو گیا ہے کہ آریہ سماج کے شہید کی یادگار ہر سال ۶ مارچ کو منایا کریں پس اس مضمون کو اسی جگہ ختم کرنے کے بعد باقی کو آیندہ سال پر چھوڑتے ہوئے اپنے سماجی دوستوں سے یہ پیار تمنا کرتے ہیں کہ وہ اپنے دل کو پیدائشی ونسلی قومی ومذہبی تعصب سے صاف کرکے اس ہدیہ احقر کو شرف قبولیت بخشینگے ۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

خاکسار الحکم کا نیاز نامہ

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی بارگاہ معلّٰی میں

جناب مولوی صاحب مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مَیں نہایت ادب واخلاص کے ساتھ یہ عریضہ نیاز خدمتِ والا میں گذراننے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ اور امیدوار ہوں کہ اس کا جواب عنایت کیا جائیگا۔ مَیں اس خدائے واحد شاہد کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ جس کی نگاہ جذر قلب تک پہنچتی ہے کہ مَیں حقیقی تڑپ اور سچی خواہش رکھتا ہوں کہ حق ظاہر ہو۔

۲۸۔ نومبر کے الحکم میں ایک کھلی چٹھی میں نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ شملہ کی خدمت میں لکھی تھی۔ اس میں دو حوالے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کو

تھے۔ جن کا نتیجہ میرے نزدیک سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ کو نبی مانا جائے ایسا نبی جو باعتبار نفس نبوت انبیاء سابقین کے زمرے میں شامل ہے۔

ایک حوالہ تو حقیقۃ الوحی کا تھا۔ جو صفحہ ۱۴۹ سے نقل کیا تھا۔

"اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اُسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اُسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔

یہ جزئی فضیلت قرار دینے کا زمانہ کب تک ہے۔ اسکا جواب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ پر ہے جہاں آپ فرماتے ہیں:۔

"گو آدم صفی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے۔ جنمیں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

اور اسی عبارت کو پیش کر کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا ہے کہ پہلے تو آپ جزئی فضیلت بتاتے تھے۔ اور اب آپ ریویو جلد ا نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ پر لکھتے ہیں کہ "خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" تو اس کا جواب حضرت اقدس نے وہ دیا۔ جو میں نے اوپر نقل کیا۔ گویا تبدیلی عقیدہ دربارہ مسئلہ فضیلت تریاق القلوب کی تصنیف کے بعد ہوئی۔ میرا استدلال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود مسیح ابن مریم (علیہ السلام) سے افضل ہونے کے مدعی ہیں۔ اور حضرت اقدس کا اور جمہور اہل اسلام کا اور خود آپ کا مذہب ہے۔ کہ غیر نبی۔ کو نبی پر فضیلت نہیں ہو سکتی۔ پس اگر مسیح موعود۔ اپنے اس دعویٰ میں (کہ میں مسیح بن مریم سے افضل ہوں) سچے ہیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ سچے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ آپ نبی تھے۔

اس استدلال پر جو جرح کی جاتی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) حضرت نے فضیلت کلی کا دعویٰ نہیں فرمایا۔

(ب) صرف کارناموں کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل لکھا۔

(ج) غیور ہی خدا بسرش کرد ہمسرم۔ تو ابتدا میں بھی فرما چکے ہیں۔ جب اپنے آپ کو "غیر نبی" سمجھتے

(د) "اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے" کے بعد پھر فرمایا کہ مجھے مسیح بن مریم پر جزئی فضیلت ہے

(ھ) "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔" یہاں اوائل سے مُراد وہ زمانہ ہے۔ جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوٰی نہ کیا تھا۔

اِن عذرات کا جواب عرض کرتا ہوں :۔

(ا) فضیلت کلی کے دعوی کے لئے اگر کلی کا لفظ ضروری ہے تو آپ مہربانی فرما کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ دکھائیے۔ جن کے متعلق میں اور آپ افضل الانبیاء ہونے کا دعوٰی رکھتے ہیں (۲) "اپنی تمام میں شان میں بڑھ کر ہے" "یہ تمام شان" کیا کلی کا مترادف نہیں؟ ضرور ہے۔ (۳) حضرت اقدس حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں ..... اُسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ یہ عبارت کسی منصف کے سامنے پیش کیجئے۔ وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ اب آپ اس تحریر کے لکھنے کے وقت (کم از کم) "فضیلت" کو "جزئی فضیلت" نہیں قرار دیتے ہیں۔ بلکہ کلی فضیلت" سمجھتے ہیں :

(ب) کارناموں کی وجہ سے فضیلت ہے۔ اِسلئے یہ فضیلت جزوی ہے، یہ آپکی زبردستی ہے۔ آپ اپنی تصنیف حقیقۃ المسیح میں خود ہی وجہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کی لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔

"اگر مقابلہ ہی کرنا ہو تو مقابلہ ہمیشہ کام سے ہوا کرتا ہے۔ کسی شخص نے دنیا میں ایسا کام کیا۔ جو دوسرا نہیں کر سکا۔ (صفحہ ۴ حقیقۃ المسیح)

پھر کارناموں کے علاوہ اور باتیں بھی وجوہ فضیلت میں لکھی ہیں۔ اسی حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

ا۔ مَیں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالٰی کی وحی کی اس رسالہ میں لکھی ہیں

ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے (صفحہ ۱۵۰)

(۲) مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں۔ جو اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے ضروری تھیں۔ اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے۔ جن کا دیا جانا اتمام حجت کے لئے مناسب وقت تھا۔ مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کو وہ معارف اور نشان دئے جاتے۔ (ص ۱۵۱)

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں۔ جو مجھے دی گئیں (ص ۱۵۳)

(۴) آئندہ آنے والا مسیح جو آخری زمانہ میں آئیگا۔ اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلی مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے۔ (ص ۱۵۵) (۵) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے۔ جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے۔ میرے آئینہ میں اس کا چہرہ زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا۔ جو اس کے آئینہ میں ہوا تھا (خط بنام ڈوئی)

اب فرمائیے یہ فضیلت جزوی کیونکر ہو سکتی ہے۔ آپ کلی فضیلت کے لئے کس کس بات میں فضیلت چاہتے ہیں۔ بیان فرمائیں تا میں وہی باتیں جو مسیح ابن مریم میں آپ کے خیال کے رو سے تھیں۔ مسیح موعود میں دکھا دوں۔

(ج) غیوری خدا بس رشک گردد ہمسرم ہیں تم ہمسری کا دعوے ہے۔ مگر تریاق القلوب کا جو حوالہ آپنے نقل کیا۔ اس میں اکمل اور اتم کا لفظ ہے۔ باینہمہ آپ اسی صفحہ اسی سطر سے دوسری سطر میں فرماتے ہیں کہ یہ جزوی فضیلت ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس جب اس قول کا قائل اپنی عبارت کے ایک معنی قرار دیتا ہے۔ تو ہمیں حق نہیں کوئی اور معنی کریں۔ اور ہم اس کے بعد کی ایسی عبارتوں کے بھی یہ معنی لے سکتے تھے۔ لیکن آپنے فرما دیا کہ اب خدا نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ پس یہ جرح بھی باطل ہوئی۔

(د) "تمام شان میں بڑھ کر" کا دعوے کرنے کے بعد[1] جزئی فضیلت کا لفظ جہاں آپنے لکھا۔ وہ ریویو جلد اول نمبر ۵ بابت مئی سنہ ۱۹۰۲ء میں ہے۔ اول تو اسبات کا ثبوت درکار ہے کہ یہ تحریر اس پہلی تحریر (تمام شان میں بڑھ کر) سے بعد کی ہے۔ محض بعد میں چھپنے سے بعدیت ثابت نہیں ہوتی۔ دوم۔ عبارت یوں ہے:۔

[1] یہ "بعد" کا لفظ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ "تمام شان میں بڑھ کر" دافع البلاء میں ہے۔ جو اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ گو ریویو جون سنہ ۱۹۰۲ء میں نقل ہوا۔

"اور جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"

یعنی جیسے مثیل موسیٰ (محمد مصطفےٰ) کی موسیٰ پر بہت سی باتوں میں فضیلت بتائی ہے۔ اسی طرح مثیل عیسیٰ (مسیح موعود) کی فضیلت بہت سی باتوں میں ابن مریم پر بتائی ہے۔ پس جیسی نبی کریم صلعم کی فضیلت موسیٰ پر مانی جاتی ہے۔ ایسے ہی مسیح موعود کی فضیلت مسیح ناصری پر ماننی پڑیگی۔

(۲) اس خصوص میں ایک حوالہ خطبہ الہامیہ کا بھی دیا جاتا ہے جو یہ ہے:۔

"جعل ھذا الفتح علےٰ ید المسیح المحمدی لیری الناس انہ اکمل من المسیح الاسرائیلی فی بعض شیونہ"

سو واضح ہو کہ اسی تحریر کے اخیر پر جو اسی صفحے پر دو تین سطروں کے بعد ختم ہوتی ہے۔ لکھا ہے "الراقم میرزا غلام احمد من مقام القادیان الفنجاب لخمس وعشرین من اغسطس ۱۹۰۱ء" اور "تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" یہ عبارت ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ پر ہے جو ماہ جون ۱۹۰۲ء کا مطبوعہ ہے۔ پس اسکے معارض نہیں ہو سکتی۔ اور پھر حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے اور یہ امر اپنے محل پر بدلائل قویہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ تریاق القلوب کا ٹائیٹل صرف ۱۹۰۲ء میں چھپا اور باقی وہ جنوری ۱۹۰۰ء میں چھپ چکی تھی۔

(ھ) اوائل سے مراد آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے کا زمانہ لے لیں۔ مگر اس زمانہ کا اختتام تریاق القلوب کے زمانہ تصنیف سے پہلے آپ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس میں صاف یہ اقرار موجود ہے کہ میری فضیلت مسیح ابن مریم پر جزئی ہے۔ پھر اسی عبارت "تریاق القلوب" کو سامنے رکھ کر حضور نے سائل کو جواب دینا شروع کیا۔ پس یہ کہنا کہ صرف سرسری طور پر جواب دیا گیا ہے۔ نہایت بعید از انصاف ہے۔ اگر یہ حوالہ سامنے نہ ہوتا تو بھی یہ نہ کہہ سکتے تھے۔ چہ جائیکہ حوالہ موجود ہو۔

یہاں تک تو مینے اس کوشش ناکام کا ذکر کیا۔ جو مسیح موعود کا منشاء بدلنے کے بارہ میں ہے

اب میں وہ جوابات پیش کرتا ہوں۔ جو "فضیلت کلی" مان کر آپ کے گروہ کی طرف سے دی جاتی ہیں

(۱) حضرت مسیح موعود کی فضیلت مسیح بن مریم پر باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے ہے یعنی فنافی الرسول کی حیثیت میں ؎

(۲) "حضرت نے تحفہ گولڑویہ میں حضرت ابوبکر کو یوشع بن نون سے کروڑ درجہ بڑھ کر افضل بتایا ہے" (نقل مطابق اصل پیغام ۲ر فروری ۱۹ء) اس میں یہ دکھایا ہے کہ اگر ابوبکر غیر نبی ہوکر یوشع نبی سے افضل ہو سکتا ہے۔ تو مرزا صاحب بھی باوجود غیر نبی کے ایک نبی سے افضل ہو سکتے ہیں ؎

(۳) چشمۂ معرفت صفحہ ۲۹۹ پر ہزاروں بزرگ جو امت محمدیہ میں ہوئے۔ اور مسیح سے افضل۔ اگر انسان فضیلت سے نبی بنتا ہے۔ تو وہ نبی کیوں نہیں (پیغام ۲۔ فروری ۱۹ء)

(۱) پہلا جواب تو جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب نے دیا ہے اس کے متعلق میری یہ گذارش ہے کہ آپ حقیقۃ الوحی کو صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔ اور ایمان سے بتائیں۔ کہ مسیح موعود جو اپنے نفس کو مسیح بن مریم پر فضیلت دے رہے ہیں تو باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے۔ یا مسیح موعود ہونے کے؟ آپ تو اس امت کا مسیح ہونے کے اعتبار سے اپنے آپکو مسیح بن مریم سے افضل فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) مسیح بن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی۔ جو اس پر نہیں کیگئی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

(۲) "اسلام نے بھی آخری مسیح کا نام حکم رکھا ہے × × × × × خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانے کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔" (صفحہ ۱۵۵)

دوم یہ کہ محمد و احمد کا نام تو اور اولیاء امت پر بھی بولا گیا۔ مگر بروز کامل اور کلی طور پر محمد و احمد ایک ہی ہوا ہے۔ پس وہی باعتبار کامل محمد و احمدؐ ہونے کے مسیح پر افضل ہو سکتا ہے۔ اور وہی نبی بھی۔ غلطی کا ازالہ ملاحظہ ہو۔

"وہ (مسیح موعود) فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث اسکے

خلق کا وارث۔ اسکے علم کا وارث۔ اس کی روحانیت کا وارث۔ اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اسکی تصویر دکھلائیگا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ سب کچھ اس سے لیگا۔ اور اسمیں فنا ہو کر اس کے چہرے کو دکھلائیگا۔ پس جیساکہ ظلی طور پر اس کا نام لیگا۔ اس کا خلق لیگا اس کا علم لیگا۔ ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لیگا۔ کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

اس حوالہ نے کیا ثابت کیا؟ یہی کہ جسے آپ باعتبار بروز کامل ہونے کے محمدؐ و احمدؐ کہینگے اسے لامحالہ نبی بھی مانینگے۔ اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ محمدؐ و احمدؐ بروز کامل ایک ہی ہوا۔

(پہلا حوالہ) ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) وآخرین منھم × × × × بہر حال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷)

(۳) اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روکدیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

ایسے اور حوالے بھی بہت ہیں کہ ایک ہی شخص جامع جمیع کمالات محمدیہ امت میں ہوگا۔ اور وہ نبی بھی ہوگا۔ پس اگر فضیلت باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے ہے۔ تو ساتھ ہی نبی بھی ماننا پڑیگا اور یہی میں کہہ رہا ہوں کہ یہ فضیلت مسیح بن مریم پر باعتبار نبی ہونے کے ہے۔ آئینہ کمالات اسلام میں جو لکھا ہے کہ بعد ہا ظلی طور پر محمد و احمد ہوتے گئے۔ یہ عبارت حضور کی نظر بہ حوالہ ہائے مندرجہ بالا یہ معنے رکھتی ہے کہ انہیں محمدؐ و احمدؐ بہ ادنیٰ ملابست و مشابہت کہا گیا نہ باعتبار مشابہت کاملہ و مماثلت تامہ۔ دیکھو پہلی رات کا چاند بھی چاند ہی کہلاتا ہے۔ اور چھٹی کا چاند بھی چاند۔ اور چودھویں کا چاند بھی

چاند۔ لیکن آفتاب کی پوری تصویر چودھویں کے چاند ہی میں اتریگی۔ اسی طرح اولیاء اُمّت نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق محمدی نور کو اپنے آئینہ ظلیت میں منعکس کیا۔ لیکن پورا انعکاس نبوت مسیح موعود کے آئینہ قلب پر ہُوا۔

(۲) دوسرا حوالہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ابوبکرؓ کو یوشع نبی سے کروڑ درجہ بڑھ کر مانا ہے تحفہ گولڑویہ میں دکھایا جائے۔

(۳) تیسرا حوالہ۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۶ پر ہزاروں بزرگ جو اُمت محمدیہؐ میں ہوئے۔ ادر مسیح سے افضل۔ یہ بھی دکھایا جائے +

جناب مولوی صاحب! آپکی خدمت میں یہ عریضہ نیاز لکھنے کی تحریک ہی مجھے پیغام صلح میں ان دو باتوں کا حوالہ پڑھ کر ہوئی کہ میں نہایت ادب کے ساتھ جناب والا کو اپنے ہادی و منجی حضرت اقدس مسیح موعود کی صحبت کا واسطہ دیکر پوچھوں کہ آپ خدا کے لئے اپنے اور اپنے رفقاء کا یہ طرز عمل دیکھیں۔ کیا مذہب جھوٹ اور فریب سکھاتا ہے۔ کیا ہم نے احمدیت کو اس لئے اختیار کیا کہ دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکیں۔ اور ہماری بیباکی یہاں تک بڑھ جائے کہ واقف کاروں کے سامنے کتاب کا نام ہی لے دیں۔ بلکہ صفحہ تک بتادیں اور وہ عبارت اس میں نہ ہو جس کا حوالہ دیا گیا ہے:۔

پہلا مطالبہ | سب سے پہلے میں نے جناب کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور کوئی پانچ چھ بار خدا کے واسطے دے دے کر پوچھا کہ یہ لیڈر جو آپنے پیغام صلح ۷ ستمبر ۱۹۱۶ء میں حضرت اقدس کی طرف منسوب کیا۔ ”جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے۔ تب فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنیگی۔ اس کا نام احمد رکھنا × × × × میاں صاحب غور کیجئے یہ کس کی بنائی ہوئی بات ہے۔ مسیح موعود کی“ یہ عبارت مسیح موعود کی کس کتاب یا اشتہار میں ہے تو آپنے مجھے جواب سے سرفراز نہ فرمایا۔ پھر آپکے بزرگ اور رشتہ کے لحاظ سے بجائے باپ

دوسرا مطالبہ | مکرم معظم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ۱۴۔ جولائی ۱۹۱۴ء کے پیغام میں لکھا ہے:۔

”خود مسیح موعود بھی یہی فرماتے ہیں کہ کیا کوئی عقل تجویز کرسکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن دیکھنا باقی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایک نبی بھی ہو گا۔“

مولوی صاحب! آپنے حضرت میاں صاحب کو کتب مسیح موعود سے ناواقف قرار دیا۔ اور حال یہ ہے کہ آپکے پیغام ۲۶ فروری ۱۹۱۶ء میں ایسا مسیح موعود

اس کا حوالہ بھی میں نے پوچھا۔ مگر ندائے بر نخواست۔ پھر ان بزرگوں کو دیکھ کر جناب کے دوسرے رفقاء نے جو کچھ کیا۔ اس کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ اور جناب حکیم محمد حسین صاحب کا نام نامی اس عام فہرست میں لانا ان کے حق میں لائبل ہے۔ صرف دو نام لیتا ہوں۔ جناب صادق علی صاحب پٹیالہ جو اپنے نام کی رعایت سے نہایت احتیاط سے حوالہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمد صاحب نے لکھا:۔

"میں خود مرزا صاحب کو نبی کہنا پسند نہیں کرتا۔ ہاں اس وقت مصلحتاً ایسا کہنا ضروری سمجھتا ہوں"۔ (پیغام ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۸ء)

تیسرا مطالبہ

لیکن مہربانی فرماکر صادق صاحب پٹیالوی حضرت خلیفۃ المسیح کی اس عبارت کا صحیح حوالہ مجھے دکھائینگے۔ اور اپنے نام کی لاج رکھ لینگے۔ جس عبارت کے نیچے مفہوم بالفاظ راقم لکھا ہو۔ اس کے الفاظ میں فرق ہو۔ مگر معنے نہیں بدلا کرتے۔ پھر دیکھو

چوتھا مطالبہ

جناب مولوی محمد یمین صاحب داتوی نے ۱۶ر نومبر ۱۹۱۸ء کے پیغام میں لکھا کہ میاں صاحب نے حسن نظامی کے مقابلہ میں

"گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھدیا کہ میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوں"۔

حالانکہ اصل عبارت الفضل جلد ۵ نمبر ۹ میں یوں ہے:۔

"میں تو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ہونے کے سوا کسی امر کا مدعی نہیں"۔

اسی طرح پانچویں سواروں میں یہ آپ کا شملوی سکرٹری انجمن احمدیہ عبدالحق نام ہے۔ ایک حوالہ تحفہ گولڑویہ کا دیا ہے۔ میں اسپر کچھ عرض کروں گا۔ جب وہ بتائینگے۔ کہ یہ کس صفحہ پر لکھا ہے ہاں چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۹ کا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کتاب کھول کر دیکھیں۔ اور اپنے رفیق کی صداقت کی داد دیں۔ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں یہ لکھا ہے ہزاروں بزرگ جو امت محمدیہ میں ہوئے اور مسیح سے افضل۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہاں صد ۲۹۹ پر یہ عبارت ہے:۔

"اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کردے۔ چنانچہ اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے ایسا ہی کیا"۔

اس شخص کو اپنی امارت پر خوش نہ ہونا چاہیئے۔ جس کی حمایت کا دم بھرنے والے ایسے لوگ ہوں۔ جو مذہب میں اسقدر صریح زور و دغا کو عملی طور پر روا رکھتے ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں اپنے دلی کو اس مختصر سے میں جناب کے ادب کی وجہ سے ظاہر نہیں کر سکا۔ ورنہ مجھے سخت دکھ پہنچا ہے کہ احمدی کہلانے والے اپنا یہ طریق رکھیں کہ وہ کسی اہم مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی طرف وہ بات منسوب کریں۔ جسکے آپ قائل نہیں۔ اور پھر یہ دیدہ دلیری یہاں تک بڑھ جائے۔ کہ کتابوں کے نام لیں۔ صفحات کے حوالے دیں۔ حالانکہ ان میں اسکے خلاف لکھا ہو۔ جو پیش کرتے ہیں:۔

یہ تو فضیلت کے بارہ میں میں نے عرض کیا۔ دوسرا حوالہ جو مینے پیش کیا تھا۔ وہ حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ کا تھا۔

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔"

میرا استدلال یہ تھا کہ نبی کے کچھ بھی آپ معنی لیں۔ مگر جن معنوں میں آپ مسیح موعود کے لئے یہ لفظ استعمال کرینگے۔ ان معنوں میں دوسرے صلحاء امت میں سے کسی کے لئے یہ لفظ نہیں لے سکتے۔ کیونکہ خدا کے مسیح نے صاف فرمادیا کہ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں پس جب وہ مستحق نہیں تو آپ کس طرح ان کو نبی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ مسیح موعود اس نام کا مستحق ہے۔ جیساکہ اسی صفحہ پر حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے اور پھر تذکرۃ الشہادتین سے ثابت ہے۔

"مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہوکر نبی کہلانے کا مستحق ہوگیا ہے" (ص۴۳)

پس کیا وجہ ہے کہ آپنے اس لفظ کا استعمال حضرت مسیح موعود کے لئے چھوڑ دیا ہے اگر آپ کہیں کہ احتیاط کرتے ہیں تو فرمائیے! خداوند عالم نے اپنے الہامات میں اس خطاب سے اپنے مسیح کو کیوں مخاطب کیا۔ پھر نبی کریمؐ نے نبی اللہ فرمایا (احادیث صحیحہ میں) پھر خود مسیح موعود نے اپنے لئے یہ لفظ کیوں بار بار استعمال کیا۔ اگر آپ فرمائیں کہ اس کی تشریح بھی کردی۔ میں کہتا ہوں آپ بھی وہی تشریح کردیا کریں۔ لیکن اس کے ساتھ جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ جن معنوں

میں ہم مسیح موعود کو نبی کہتے ہیں۔ ان معنوں میں دوسرے مجددین کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ حضرت کے مندرجہ بالا الفاظ کی موجودگی میں۔ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضور کا ارشاد ہے کہ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں؟ اگر نبی کے معنے محدث کے ہیں تو پھر دوسرے مجددین اس نام کے کیوں مستحق نہیں۔ یہ دو باتیں ہیں۔ جو میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے پیش کر کے ملتجی ہوں کہ آپ اپنے قلم سے ان پر روشنی ڈالیں۔ اور یہ یقین فرمالیں کہ میں آپ کی تمام تحریرات کو نہایت شوق و محنت کے ساتھ پڑھ چکا ہوں۔ اور ان میں مجھے ان کا حل نہیں ملا۔ اور میں ان کو لاجواب اور حضرت مسیح موعود کی نبوت پر دلائل قاطعہ سمجھتا ہوں۔ اگر کسی کو زعم ہے۔ تو اپنا قلم اٹھائے۔ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو ذہن رسا رکھتے ہیں۔ اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جو اپنے مذہبی جوش اور صداقت پسند طبیعت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ غور فرمائیں۔ ادھر ادھر کی باتوں میں نہ ٹالیں نہ الزامی جوابات کی طرح ڈالیں۔ بلکہ محض احقاق حق کی خاطر لکھیں جو کچھ لکھیں۔ تا اپنے خیال کے مطابق اللہ کے نزدیک تو سرخرو ہو جائینگے۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔ (الکمل ۱۸۔۱۱ فروری ۱۹ء)

یہود نے تو عیسیٰ بھی آگیا۔

چوں شمارا شد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا عیسیٰ مرا کرد است از بہر یہود

گر نبودندے شما را نبودے ہم اثر
از شما شد ہم ظہورم پس زغوغا ہا چہ سود

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ صرف خدا ہی کی قوت اور زبردست طاقت تھی۔ جس نے ان نافرمانوں کو معقولیت سے سزا دی۔ اور دنیاوی سلطنت کو ان کے ہاتھ سے نکال دیا۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ آج کل مسلمانوں کی نافرمانیاں بھی بنی اسرائیل کی نافرمانیوں سے بڑھ گئی ہیں۔ صرف اس لئے ہم پر عذاب نہیں ہوتا کہ ہم کسی پیغمبر کو نہیں جھٹلاتے۔ اور کسی پیغمبر کو ستانا ہماری دسترس سے باہر ہے۔ کونسی ایسی دنیا کی برائی ہے۔ جو ہم میں نہیں۔" (مشرق ۲ جنوری ۱۹ء)

مندرجہ بالا سطور (جو مسلمانوں کے اخبار مشرق میں ذمہ وار قلم سے لکھی گئی ہیں) میں نہایت صفائی سے مان لیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اُمّت محمدیہ کے اکثر افراد یہود بن چکے۔ بلکہ ان سے بڑھ گئے۔ اس لئے ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب حالت ایسی نازک ہے۔ تو مسیح موعود کس وقت آئیگا۔ دوا کی ضرورت تو بیماری کے وقت ہوتی ہے۔

سوچنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل سے دنیاوی سلطنت کس وقت چھینی گئی۔ جب مسیح آ چکا۔ اور وہ اس برگزیدہ کا انکار کر کے مغضوب علیہم ہوئے۔ اسی طرح اب جو یہی نقشہ نظر آ رہا ہے۔ تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وعدے کا رسول خدا کا مسیح نازل ہو چکا۔ جس کا نہایت سختی سے انکار کیا گیا۔ نیز ہم اینجا یہود بد گہر پیدا شدند۔ تا بیازارند عیسیٰ را چو آں قومے کہ بود۔ اس کی پاداش میں ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کا دن دیکھنا پڑا۔ تعجب ہے کہ ہمارے مکرم ایڈیٹر صاحب مشرق فرماتے ہیں کہ ہم کسی پیغمبر کو نہیں جھٹلاتے۔ جھٹلا تو رہے ہیں۔ بلکہ اس کا نتیجہ بھی پا رہے ہیں۔ کیا **طاعون** عذاب نہیں؟ کیا **قحط** عذاب نہیں کیا **انفلوائنزا** (عالمگیر وبائی نزلہ پر اسرار بخار) عذاب نہیں؟ کیا تمام دنیا کی خونریز **جنگ** عذاب نہیں؟ جو لکھا جاتا ہے۔ کہ ہم پر عذاب نہیں ہوتا۔ پچھلی قوموں میں تو یہی عذاب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے دیا جا سکتا ہے۔ بنی اسرائیل پر رجز کا آنا لکھا ہے (فارسلنا علیہم رجزاً من السماء بما کانوا یظلمون۔ اور مفسرین نے رجز سے مراد طاعون لیا ہے۔ پھر قحط کو بھی عذاب ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ولقد اخذنا اٰل فرعون **بالسنین** ونقص من الثمرات لعلہم یذکرون۔ یعنی فرعونیوں پر قحط مسلط کیا۔ اور پیداوار کی کمی تا وہ نصیحت پکڑیں۔ اسی طرح جنگ بھی عذاب ہے۔ کفار مکہ کو پہلے سنایا گیا کہ تم پر یوم (حسب محاورہ کتب الہٰیہ ایک سال) کے بعد عذاب آتا ہے (ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل لکم **میعاد یوم** (السبا ــ النصف) چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ جانے پر جنگ شروع ہو گئی۔ اور قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی۔ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزہم

ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مؤمنین (التوبہ ۲۶) لڑو ان سے خدا انہیں اے مسلمانو! تمہارے ہاتھوں سے عذاب دیگا۔ اور رسوا کریگا۔ اسی طرح وبائی نزلہ کا ذکر سورہ الدخان میں ہے۔ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم۔ دخان مبین سے مفسرین نے قحط بھی مراد لیا ہے۔ سو وہ بھی عالمگیر موجود ہے۔ اور اس کی نظیر پہلے نہیں پائی جاتی۔ اور گولہ باری سے جو آسمان دھواں دھار ہو گیا۔ اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۵۳ میں اسی دخان مبین کے متعلق لکھا ہے۔ وتعم الارض ویاخذ بانفاس الکفار ویاخذ المؤمن کھیئۃ الزکام وانما یکون قریبًا من قیام الساعۃ۔ کہ وہ دخان زمین پر چھا جائیگا۔ اور وہ کفار کی جانوں پر بنا دے گا۔ اور مومنوں کو زکام کی صورت پیدا کر دیگا۔ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان صاحب بھی ملاحظہ ہو۔ پس ایڈیٹر صاحب مشرق غور فرماویں۔ کہ عذاب ہو رہا ہے۔ اور وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا کے مطابق وہ رسول مسیح موعود بھی مبعوث ہو چکا ہے۔

بعد ازیں رو تافتن از مستفنائے شقوت است ۞ ورنہ ایں گفتار ما ہر شک و شبہت لا ربود

یہ صحیح ہے کہ دنیا کی کونسی ایسی برائی ہے جو مسلمانوں میں موجود نہیں مگر اب ان کا علاج اسی صادق کے ساتھ وابستگی ہے ورنہ

یہود بن کر خراب ہونگے غم و الم سے کباب ہونگے
کہ ہر طرف سے عذاب ہونگے یہ بات بھی بتا چکے ہیں۔

خلیفۃ المسیح الثانی کے درس کے نوٹ ... صفحات ... حجم ... صفحے ... قیمت ... ملنے کا پتہ ...

دوم درس القرآن جس میں ... بیش از بہا معارف

قرآن مجید کے ... حجم ... صفحہ ... قیمت ...

جس میں ... اصول اسلام پر وہ عقلی دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں

نسخہ ان ہر دو کتابوں کے پڑھنے سے نہایت خوشی ہوئی ہے برہان

برہان الصفا ... اور درس القرآن

مکالمہ شیعہ و احمدی

(تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے)

شیعہ:- سنی لوگ سب و تبرا و لعنت سے کیوں گھبراتے ہیں خود خدا بھی قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یلعنهم الله ویلعنهم اللاعنون۔

احمدی:- دیکھئے خدا فرماتا ہے:- لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ۲۱/۲۱ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔ جناب علی علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے۔ ولقد کان فی رسول الله صلے الله علیه وآله کاف لك فی الاسوة۔ نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جزو اول صفحہ ۳۱۱ یعنی اے مومن تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ کافی ہے*

سنی کتب سے لعنت کی ممانعت

اب دیکھنا چاہیئے کہ اس خاص مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ کیا تھا۔

عن ابی هریرة رض قیل یا رسول الله ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمة۔ رواه مسلم فی اخلاقه۔ مشکوٰۃ مترجم غزنویہ امرتسر جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ان مشرکوں کے حق میں بددعا کریں تو فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے لعنت کرنیوالا مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ میں تو رحمۃ للعالمین ہو کر آیا ہوں۔ اللهم صل علی محمد وآل محمد۔

پھر آیا ہے۔ لم یکن رسول الله فاحشا ولا لعانا ولا سبابا کان یقول عند المعتبة ماله تربت جبینه۔ رواه بخاری مشکوٰۃ مترجم جلد ۲ صفحہ ۲۵۰۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی کو فحش کہتے تھے نہ کسی پر لعنت فرماتے تھے۔ نہ سب کہتے۔ بلکہ معمول آپکا یہ تھا کہ جب کسی پر عتاب فرماتے تو یہ کہتے کہ کیا ہوا ہے اسکو اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے اور لیس ایک شیعہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلم بخاری کی روایات ہمارے لئے حجت نہیں ہیں ہماری کتب معتبرہ

حوالہ دینا چاہیئے۔ یہ درست ہے۔ مگر اعتراض کو مکرر بغور دیکھنا چاہیئے۔ دریافت یہ کیا گیا ہے کہ سُنی کیوں سب و تبرا و لعن سے برا مانتے ہیں۔ اس لئے اہل سنت کی کتب معتبرہ سے ثابت کرنا مقدم تھا کہ ایسا کرنا اسکے نزدیک خلاف سنت نبوی ہے۔

شیعہ کتب سے سب و لعن کی ممانعت۔

انشاء اللہ اب لیجئے کتب شیعہ سے بھی اس فعل کی مذمت عرض کرتا ہوں۔ خدا شیعہ صاحبان کو عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ شیعوں کے فخر المحدثین اور شیخ الطائفہ محقق ابن بابویہ کی کتاب میں سب کی مذمت میں ایک خاص باب ہے۔ اس میں ایک حدیث ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا السلطان فانہ امین اللہ فی ارضہ ولا تسبوا الاموات فتوذوا الاحیاء ولا تسبوا الاموات فتوذوا الاحیاء ولا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا۔ جامع الاخبار ص۱۲۵ فی السب۔ یعنے بُرا نہ کہو بادشاہ وقت کو کہ وہ خدا کا امانت دار ہے اسکے ملک میں اور مرے ہوؤں کو بُرا نہ کہو کہ اس سے اپنے دوستوں کو ایذا دو گے۔ اور بُرا نہ کہو مُردوں کو کیونکہ انہوں نے اپنے کیفر کردار کو پالیا ہے یہ حکم ممانعت تو ہُوا عام لوگوں کے سب و لعن و تبرا کے بارہ میں لیکن اہلسنت جو زیادہ گھبراتے ہیں تو اس لئے کہ شیعہ صحابۂ رسول کو خاص کر کے برا بھلا کہتے ہیں ؛

صحابہ کو بُرا کہنا کتب فریقین میں منع ہے۔

حالانکہ اس بارہ میں کتب فریقین میں بکمال صراحت و وضاحت خاص ممانعت ثابت ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل :-

(۱) عن ابی سعید الخدری۔ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھبًا ما بلغ مُدّ احدھم ولا نصفیہ۔ بخاری مولوی احمد علی صاحب والی ص۵۱۸ و مسلم نووی ص۳۱۰۔ یعنے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو سب نہ کرو۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کر دے۔ تو بھی ان کے ایک مُدّ بلکہ اس کے نصف کے برابر خرچ کے برابر ثواب میں برابر نہیں ہو سکتا ؛

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ خیر من عمل احدکم عمرہ۔ ابن ماجہ صہ ۲۵۔
یعنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو۔ ان کی ایک گھڑی کا ثواب تمہاری عمر کے عمل سے بہتر ہے ؛

(۳) شیعوں کے فخر المحدثین ابو جعفر قمی نے ایک حدیث لکھی ہے۔ وقال ؑ من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فقد کفر و فی خبر اٰخر ومن سب اصحابی فاجلدوہ۔ جامع الاخبار صہ ۲۵ فی السب۔ یعنی فرمایا آنحضرت نے جو مجھ کو سب کرے اس کو قتل کر دو۔ اور جو میرے احباب کو کرے۔ تحقیق اس نے کفر کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو سب کرے اسکے کوڑے لگاؤ۔

(۴) شیعہ جن کو جناب علی علیہ السلام کی سیرت پر چلنے کا دعوٰی ہے۔ ان کو معلوم ہو کہ جب لشکر شام سے آنجناب کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ تو بعض جلد باز شیعوں نے اہل شام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ لیکن آپ کو اپنے جان نثاروں کا یہ فعل ناگوار ہوا۔ چنانچہ آپ نے ان کو منع فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔ انی اکرہ ان تکونوا سبابین الخ نہج البلاغۃ حصہ اول مطبوعہ مصر صہ ۴۴۶۔ میں اس امر کو ناپسند رکھتا ہوں کہ تم سب کرنیوالے بنو۔

مذکورہ بالا احادیث سے انشاء اللہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ سب و لعن کرنا قرآن اور سنت رسول و سیرت جناب علیؑ کے سراسر خلاف ہے۔ اور پھر خاص کر صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں تو منتج کفر و قابل تعزیر ہے چہ جائیکہ موجب ثواب ہو۔

یلعنہم اللاعنون کے کیا معنے

باقی آپ نے جو آیۃ یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون سے لعنت کا جواز نکالا ہے۔ اس کا مطلب بھی آپ نہیں سمجھے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو شخص اپنے اعمال ناسزا سے خدا اور ملائکہ کی لعنت کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ اس کی حالت زار کبھی مخفی اور نامعلوم رہ نہیں سکتی۔ بلکہ اس کی خاص علامت خود خداوند کریم نے قرآن میں ہی دوسری جگہ ظاہر فرما دی ہے۔ جیسے کہ فرمایا ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔ پ ۵ ؛

یعنے جس پر خدا لعنت کرتا ہے۔ تو اس کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ اس ارشاد باری کی تصدیق کے لیے ہمارے پیش نظر یہود مردود کی نظیر موجود ہے۔ جن کی نسبت قرآن مجید کی متعدد آیات میں لعنت کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ آیت یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون بھی بلحاظ سباق و سیاق اس کے ان ہی کے حق میں وارد ہے۔ دو ہزار برس کی گذشتہ تاریخ شاہد ہے کہ خدائی لعنت ان پر برابر برس رہی ہے۔ اور دنیا کی بے شمار قوموں میں سے کسی نے کبھی ان کی نصرت وحمایت پر آمادگی نہیں دکھلائی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ واقعی یہ قوم خدا کے نزدیک بھی ملعون ہے۔ یہ تو خدا کی لعنت اور اس کی علامت کا بیان ہے۔ باقی رہا لاعنون۔ سو اس کے معانی ذوات الارض وھوام الارض یعنے حشرات الارض کے ہیں۔ دیکھو تفسیر عمانی زیر آیت مذکورہ و کتاب ابن ماجہ باب العقوبات مطبوعہ دہلی صہ ۳۰۷ یعنے ایسے ملعونوں پر زمین کے جانور حشرات الارض بھی لعنت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ خدا کے نبی اور جناب علیؑ کی تو سیرت کا بیان آپ نے دیکھ لیا کہ لعنت کرنا ان کی شان سے بعید ہے۔ البتہ حشرات الارض کی سیرت یہ ضرور ثابت ہو گئی ہے۔ اگر شیعوں کو یہ ازبس مرغوب ہے۔ تو مبارک رہے بزرگان دین میں تو اس کو کار ثواب کسی نے نہیں جانا مانا۔

شیعہ:۔ تمام صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبرا اور لعنت کرنے کے تو شیعہ بھی عموماً قائل نہیں۔ لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں خاص طور پر ممانعت ثابت کرنا ابھی آپ کے ذمہ ہے۔ اگر یہ بھی ثابت کر دیں تو پھر کیا ہی کہنے ہیں :

احمدی:۔ جس قدر میں نے اعتراض بالا کے جواب میں عرض کر دیا ہے۔ سلیم الفطرت ایماندار کے لئے کافی ہے۔ لیکن چوں کہ آپ کو جناب شیخینؓ کے بارہ میں خصوصاً اثبات ممانعت تبراؔ پر اصرار ہے۔ اسواسطے بفضلہٖ تعالیٰ میں اسکے ثابت کرنے کے لئے بھی حاضر ہوں۔ آگے ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے :

ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب کتب شیعہ میں بھی منع ہے

(۱) قاضی نور اللہ شوستری مذہب شیعہ کی تعریف یوں ارشاد فرماتے ہیں "مفہوم تشیع آنست کہ در صدد صحیفہ معلوم شد و سب و لعن در او معتبر نیست۔ بگنجد کہ نام خلفائے ثلث

مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نشود ولعن ایشاں واجب نیست۔ اگر جاہلاں شیعہ حکم بوجوب لعن کنند سخن ایشاں معتبر نیست۔ (مجالس المؤمنین مجلس اول ص۴۸)

یعنے شیعہ ہونے کا مطلب یہی ہے۔ جو شروع کتاب میں ظاہر کیا گیا (جناب علی علیہ السلام کو افضل الصحابہ وخلیفہ بلافصل ماننا) اور سبّ ولعنت کرنا اس مذہب میں معتبر نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کا نام بھی شیعہ کی زبان پر آنے نہ پائے۔ اور ان پر لعنت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر جاہل شیعہ ان پر لعنت کرنے کو واجب قرار دیں۔ تو ان کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

رفقاء حضرت علی کے نمائندے کا مذہب دربارہ سبّ شیخین۔

(۲) جناب علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن ابی عقب کو خوارج کے پاس اتمام حجت کے لئے بطور ایلچی خاص کے روانہ فرمایا۔ ان کے اور حرقوس رئیس خوارج کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے۔ اس کا ملخص شاہ ایران کے وزیر خاص میرزا محمد تقی جس کو بلحاظ کمال فراست وفضل وتبحر علمی کے لسان الملک کا قابل فخر خطاب شاہی دیا گیا تھا اپنی مایۂ ناز تاریخ میں بیان کیا ہے۔ جسکو ناظرین کی دلچسپی کے لئے اصل فارسی عبارت کے ساتھ معہ ترجمہ عرض کرتا ہوں۔ اور جو کہ اس موضوع کی توضیح کے لئے ازبس مفید ہے۔

"این وقت حرقوس بسخن آمد وگفت۔ اے پسر ابی عقب من از تو سوالے چند خواہم کرد۔ نہ ازاں جنس کہ ابن وہب کرد با من بگوئے ترا از جملہ اصحاب رسول خدا تولا بکدام جماعت است؟ گفت تولائے من باولیائے خداوند است۔ مانند ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وعمار یاسر ومقداد اسود وسلمان وابوذر وصہیب وبلال۔ گفت از کدام جماعت تبرا داری؟ عبداللہ ابن ابی عقب گفت من از ہیچ کس تبرا نجویم وہمگناں را در شاہراہ شریعت وطریق مستقیم دانم۔ تلك اُمّةٌ قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم۔ گفت چہ گوئی درحق علی ابوطالب؟ گفت چہ گویم درحق کسے کہ در پیش روئے او جہاد کنم و در رضائے او ترک جان گویم گفت درحق عثمان وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو عاص وابوموسی اشعری در حکمین چہ گوئی؟ گفت عثمان پسر عمہ مصطفیٰ بود۔ و داماد او بود بدو دختر درحق او جز نیکوئی

سخن نہ کنم۔ اما طلحہ و زبیر حواری رسولؐ خدا بودند۔ و در حق ایشان از امیر المومنین علیہ السلام جز بسخن نیکو نہ شنیدم و من ہماں گویم کہ امیر المومنین گوید۔ اما معویہ و ہمچنین کار بر آں تقریر یافت کہ بر وفق کتاب خدائے حکمے براندند و ما خدیعت عمرو بن العاص را بچیزے نہ شمردیم بداں سریم کہ بودیم از پائے نہ خواہیم نشست۔ و از معویہ و اہل شام دست باز نخواہیم داشت بجانب شام کوچ میدہیم و رزم مے زنیم۔ حرقوص گفت تاکنوں نیکو سخن کردی۔ و اکنوں بدیں کلمات بر خون خویش فتوئے ہمیدہی۔ و قتل خویش را واجب سازی زیرا کہ تو آں جماعتے جستی۔ کہ پس از مسلمانی کافر شدند۔ عبداللہ بن ابی عقب گفت ترا ابدانجا علم و دانش نیست کہ از علم امام بے نیاز باشی۔ ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران جلد سیم از کتاب دوم ص ۵۸۷

ترجمہ۔ اب حرقوص کی بات کی نوبت آئی۔ اس نے کہا۔ اے ابی عقب کے بیٹے۔ میں تم سے چند سوال کروں گا۔ مگر اس قسم کے نہیں جیسے ابن وہب نے کئے۔ مجھ کو بتلاؤ کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے دوست کن لوگوں کو رکھتے ہو۔ اس نے کہا۔ میری دوستی خدا کے پیاروں کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و عمارؓ یاسرؓ و مقدادؓ اسود و سلمانؓ و ابوذرؓ و صہیبؓ و بلالؓ۔ حرقوص نے کہا کہ تبرا کن لوگوں سے ہے۔ عبداللہ بن ابی عقب نے کہا۔ میں کسی سے تبرا یعنی بیزاری نہیں رکھتا۔ اور سب کو صراط المستقیم پر قائم مانتا ہوں (خدا نے فرمایا ہے) یہ لوگ تحقیق گذر گئے۔ اور جیسے عمل کئے۔ ان کی جزا و سزا ان کے ساتھ ہے۔ اور اسی طرح جیسا تم کرو گے ویسا بھرو گے۔ حرقوص نے پھر کہا۔ علی ابن ابو طالب کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا میں اس کے حق میں کیا کہوں۔ جس کی طرف سے ہو کر میں جنگ کرتا ہوں۔ اور اس کی رضامندی کی خاطر جان قربان کرنے سے عذر نہیں۔ حرقوص نے کہا کہ عثمان و طلحہ و زبیر و معویہ و عمرو عاص و ابو موسیٰ اشعری اور دو ثالثوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ عثمانؓ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عمہ کے بیٹے اور دو صاحبزادیوں کے شوہر ہو کر داماد ہیں۔ ان کے حق میں سوا بھلائی کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ رہے طلحہؓ و زبیرؓ سو وہ رسول خدا کے حواری ہیں۔ اور ان کے حق میں جناب علی علیہ السلام کی زبان مبارک

سے سوائے بھلائی کے میں نے کچھ سنا نہیں۔ اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے امیر المومنین کہتے ہیں۔ باقی معویہ اور دونوں ثالثوں کی بابت یہ بات ٹھہری تھی کہ کتاب خدا کے مطابق فیصلہ دیں۔ سو فیصلہ ہو گیا۔ اور ہم نے عمرو بن العاص کے مکر و فریب کی کچھ پروا نہیں کی۔ ہم اپنے ارادہ پر بدستور قائم ہیں۔ اس سے باز نہیں آئینگے۔ اور معویہ اور اہل شام سے دست بردار ہونے کے نہیں۔ شام کی طرف ہم کوچ کرینگے۔ اور معرکہ آرائی کرینگے۔ حرقوص نے کہا پیشتر تم نے ٹھیک باتیں کہی تھیں۔ لیکن اب کلمات کو منہ سے نکالکر تم اپنے قتل کا فتویٰ آپ دینے لگے ہو۔ اور اپنی خونریزی کو واجب کر رہے ہو۔ کیونکہ تم اس جماعت کو بھی دوست رکھتے ہو۔ جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی عقب نے کہا: تمہارا علم اور سمجھ اس حد تک نہیں ہے۔ کہ امام کے علم سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ فقط میرے خیال میں عبداللہ بن ابی عقب کی مذکورہ بالا گفتگو سے بڑھ کر شیعہ و سنی کے مسائل اختلافی کے بارہ میں شاید ہی کوئی واقعہ یا روایت فیصلہ کن یا تسلی بخش ہوگی۔ بشرطیکہ ہمارے شیعہ معترضین محض زبانی نہیں۔ بلکہ عملاً بھی اپنے ائمہ معصومین کی سیرت پر چلنا گوارا کریں۔ اور خوارج کی طرح ضد پروری اور اپنے مزعومات و قیاسات کو دخل نہ دیں۔ جیسے کہ مضمون روایت سے ظاہر ہے۔ کوئی سمجھدار انسان یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ عبداللہ بن ابی عقب جیسا جان نثار علی اور مومن مخلص ایک ایلچی اور نمائندہ جناب مرتضوی کی حیثیت میں ہو کر خوارج جیسے گروہ کے سامنے جو پہلے شیعیان علی ہی تھے۔ اور یہ سب واقعات جن کے سامنے یا تھوڑا ہی عرصہ ماقبل ہو چکے تھے۔ اتمام حجت جیسے مہتم بالشان فرض کو ادا کرتے ہوئے رئیس خوارج کے شبہات کی تردید میں علی وجہ البصیرت وہ باتیں پیش کرے۔ جن کے ساتھ اسکے امام ہمام کا اتفاق تام نہ ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خود ان جوابات کی معقولیت اس امر کی کافی شہادت ہے۔ کہ وہ کسی معمولی دماغ سے نہیں۔ بلکہ کسی اعلیٰ محقق یا امام حکیم و عادل کی تعلیم کا نتیجہ ہیں:

خلفاء ثلثہ کے متعلق امام حسن کا مذہب

امام حسن علیہ السلام نے بوقت مصالحت امیر معاویہ سے جو عہد نامہ لکھوایا۔ منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط اس میں یہ بھی تھی کہ وہ سیرت

خلفائے راشدین پر عمل کرے۔ اس عہدنامہ اور اس کی شرائط کا ذکر اکثر کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ منجملہ شیعوں کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی نے بھی اسکو اپنی کتاب جلاء العیون میں امام حسن علیہ السلام کے حالات میں بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ اس شرط میں ابوبکر و عمر و عثمان کا نام نہیں لیکن حالات و واقعات زبان حال سے باآواز بلند پکار رہے ہیں کہ اسوقت سوائے ان بزرگان دین کے خلفائے راشدین کا اطلاق کسی دوسرے گروہ پر عائد ہو ہی نہیں سکتا۔ اور تاریخ اسلام میں یہ قابل فخر اور جامع مانع لقب اصطلاحاً نہ صرف زمانہ امام حسن و امیر معاویہ سے پیشتر بلکہ مابعد بھی ان کے لئے ہی مخصوص قرار پا چکا ہے پس جو بزرگ بفضلہ تعالیٰ راشدین میں ہیں وہ کبھی مستحق لعنت و نفرین ارباب بغض و کین نہیں ہو سکتے۔

جناب علی و حسنین نے اپنے جگرگوشوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔

(۴) جناب علی علیہ السلام اور حسنین علیہم السلام نے یکے بعد دیگرے اپنے جگرگوشوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے:۔

"از امام باقر و صادق روایت کردہ اند کہ مادر عباس و جعفر و عمر و عثمان اولاد امیر المومنین کہ در صحرائے کربلا شہید شدند۔ ام البنین دختر حزام کلابیہ بود۔ و در ابوبکر اختلاف کردہ اند۔" جلاء العیون مطبوعہ ایران ص ۲۱۲ فہرست شہدائے کربلا

اسیطرح اس فہرست میں عمر بن حسین و ابوبکر و عمر از فرزندان امام حسن کا اندراج ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ زمین کربلا جس کی مٹی خاک شفا ہے۔ اور خاک شفا کی ٹکیہ جو شیعوں کی سجدہ گاہ بنی ہے۔ ابوبکر و عمر و عثمان کے خون کی آمیزش سے وہ بھی خالی نہیں رہی۔ مقام غور ہے۔ وہ انتہا درجہ کا تباغض و تحاسد باہمی جو شیعہ حضرات ثلاثہ اور جناب علی علیہ السلام کے متعلق تیرہ سو برس سے بیان کر رہے ہیں۔ بھلا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ غصب خلافت و فدک، و ام کلثوم و نجیسہ جیسے دلخراش و جگر دوز واقعات کے دیکھ لینے کے بعد بزرگان آل عبا نے اپنے صاحبزادوں کو پے در پے ایسے معاندین کے ناموں سے موسوم کرنا گوارا فرمایا ہو۔ بلکہ جو دردناک داستانیں مظالم ثلاثہ کی تبرا بازوں

سے بنی جاتی ہیں۔ ان کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے کہ بقول فاضل شوستری رہ نام خلفائے ثلاث مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نہ شود۔ عمر بھر بھولے بھی ان کا نام نہ لیا جاتا۔ چہ جائیکہ ایک نہیں دو نہیں۔ تینوں ائمہ معصومین اہل بیت تینوں دشمنان دین و غاصبان حقوق کے ناموں سے اپنی اولاد کو نامزد کریں کہ ان کی ناموری اور رونق افزائی میں حصہ لیتے ہیں۔ اور دمبدم ان کے ذکر خیر کو تازہ کرتے ہیں۔ ایسا امر تو ایک جاہل سے جاہل انسان سے بھی سرزد ہونا محال و ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ باب مدینۃ العلم اور رسول پاک کے نواسوں سے ظہور پذیر ہو۔ جو دوست دشمن کی نگاہ میں مورد ہزاراں ہزار استعجاب بلکہ استہزا کا موجب ہے۔ اولیاء اللہ کے سوانح زندگی کو بغور مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ وہ اپنی اولاد کے نام عوام الناس کی طرح بلا سوچے سمجھے نہیں رکھ لیتے۔ بلکہ خاص احتیاط برتتے ہیں۔ آیۃ یا اخت ھرون کی تفسیر میں تفسیر صافی۔ اور اسی طرح صحاح ستہ اہلسنت میں وارد ہے۔ کہ بنی اسرائیل اپنے انبیاء و صلحاء کے ناموں پر نام رکھنا مبارک جانتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو عبد اللہ و عبد الرحمن کے نام پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح بارہ اماموں میں بھی محمدؑ و علیؑ کے نام زیادہ تر رکھے گئے۔ اس بنا پر جناب علیؑ اور حضرت حسین رضؓ کا یہ اسمائے خلفائے راشدین تجویز کرنا خاص قابل غور ہے۔ شیعوں کے ہمسایہ اور ان کی سوسائٹی میں آمد و رفت رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ لوگ گدھوں، کتوں یا جب کبھی کسی پر بہت غضبناک ہوتے ہیں تو عمرؓ کر کے پکارتے ہیں۔ چہ جائیکہ اپنے بچوں کے نام بتقلید جناب علی و حسنین علیہم السلام ابوبکر و عمر و عثمان رکھیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان حضرات میں اپنے نام لیواؤں کے برابر بھی دینی غیرت و جوش حمیت نہ تھا؟ یا کیا پیروی ائمہ اطہارؑ کا یہی تقاضا ہے کہ جن بزرگواروں کو وہ اس قدر عزیز رکھیں کہ بطور تفاؤل اپنی اولاد کو ان کے ناموں سے موسوم کریں۔ تم لوگ پانی پی پی کر شب و روز ان کو کوسو۔ اور ان پر لعنت کرنا داخل عبادت سمجھو۔ اور ان پر تبرّا کرنے کے بغیر تمہارے اصول دین کی تکمیل ہی نہ ہو۔ افسوس ہزار افسوس!

حضرت زید شہید کا تبرا سے انکار

حضرت زید شہید جو امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے

اور شیعہ زیدیہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ اُن کی نسبت مذکور ہے کہ جب بنی اُمیہ کے خلاف خروج فرمایا۔ تو جیسے کہ فاضل شوستری نے لکھا ہے۔ چالیس ہزار شیعوں نے بیعت کر کے ان کی امداد و نصرت کا عہد کر لیا تھا۔ مجالس المومنین صفحہ ۳۰۴۔ لیکن قبل از جنگ اُن سے استدعا کی کہ شیخین رضؓ سے تبرا کریں۔ مگر آپ نے بکمال جوانمردی اس فعل بد سے صاف انکار فرمایا۔ اور ایسے نازک وقت میں اس قدر جم غفیر اور تعداد کثیر کے علیحدہ ہو جانے کی آپ کو ذرا پروا نہیں ہوئی۔ تاریخ اسلام میں زید شہید کے حالات اور لفظ رفض اور رافضی کی وجہ تسمیہ اور تشریح میں تمام کتب لغت عربیہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر ذیل میں دو حوالے عرض کر دیتا ہوں :-

روافض :- لشکرے کہ سردار خود را بگذارند۔ و رافضہ گروہے ازاں و فرقہ از شیعہ کہ بزید بن علیؑ بیعت کردند۔ بعد ازاں گفتند کہ از شیخینؓ تبرا کن تا با تو ہمراہی کنم۔ زیدؑ ابا نمود و گفت چگونہ تبرا کنم ازیشاں کہ وزیر و معاون جدّ من بودند۔ پس ایشاں او را رفض کردند۔ و گذاشتند تا آنکہ عمّ حجاج ایشاں را شہید کرد۔ منتخب اللغات صفحہ ۱۹۰ زیر لفظ روافض :-

یعنی روافض اس لشکر کو کہتے ہیں جو اپنے سردار کو بائیکاٹ کر دے۔ اور رافضہ اُسی کا ایک گروہ مراد اور شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جنھوں نے زید ابن علیؑ سے بیعت کی تھی پھر اُن سے کہا کہ شیخین سے تبرا کرو۔ پھر ہم آپ کا ساتھ دینگے۔ زید نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا اُن لوگوں سے کس طرح تبرا کروں۔ جو میرے جدّ بزرگوار (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وزیر و مددگار تھے۔ پس اُنہوں نے آپ کو ترک کر دیا اور (بیکس) چھوڑ دیا۔ آخر کار حجاج کے چچا نے آپ کو شہید کیا۔ شیعوں کی معتبر ترین کتاب جو مجمع البحار کی طرح حدیث شیعہ کی لغت ہے۔ اسمیں لکھا ہے :-

فی الحدیث ذکر الرافضۃ والروافض وھم فرقۃ من الشیعۃ رفضوا ای ترکوا زید بن علی حین نہاھم عن الطعن فی الصحابۃ فلما عرفوا مقالہ و انہ لا یبری من الشیخین رفضوا ثم استعمل ھذا اللقب فی کل من غلا فی ھذا المذہب و

اجاز الطعن فی الصحابۃ۔ مجمع البحرین و مطلع النیرین مطبوعہ طہران صہ ۳۵۲ - زیر لفظ رفض

یعنے حدیث میں رافضہ اور روافض کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ شیعہ میں سے ایک گروہ ہے جنھوں نے زید بن علی سے رفض کیا۔ یعنی چھوڑ دیا تھا۔ جب کہ آپ نے ان کو صحابۂ کی شان میں طعن کرنے سے روکا تھا۔ جب ان کو یہ امر معلوم ہو گیا۔ اور یہ کہ وہ شیخین سے تبرا نہیں کرتے تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب سے یہ لقب ہر ایک شخص کے لئے مستعمل ہونے لگ گیا۔ جو اس بارہ میں غلو کرتا اور صحابہ کے حق میں طعن کرنے کو جائز قرار دیتا۔

شیعہ وسنی میں زیادہ وجہ نزاع یہی صحابہ کے حق میں بُرا بھلا کہنا ہے۔ ورنہ محبت اہل بیت سے کوئی فریق رو گرداں نہیں ہے۔ اب یہ امر کہ کون فریق حق پر ہے اور کون ناحق پر قرآن و حدیث و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار تائیدی دلائل کے علاوہ خود بزرگان اہلبیت میں سے حضرت زید شہید کا معتقد فضیلت شیخین ہونا۔ فرقہ حقہ اہلسنت والجماعت کے حق بجانب ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است

چھٹی شہادت

فاضل شوستری فراتے ہیں :- وہم چنیں معتزلہ بلکہ اکثر فرق شیعہ زیدیہ خلفائے ثلاث را دشمن نمے دارند۔ مجالس المومنین مجلس ششم صہ ۲۹۶

یعنے اسی طرح معتزلہ بلکہ شیعہ زیدیہ کے اکثر فرقے خلفائے ثلاثہ کو دشمن نہیں رکھتے

ساتویں شہادت

ملا عبد الرزاق لاہجی مصنف گوہر مراد شیعوں میں ایک محقق اور فلاسفر فاضل ہو گذرے ہیں۔ ان کی نسبت زمانہ حال کے ایک بہت بڑے دقیق النظر شیعہ مصنف نے لکھا ہے۔ یوجد فی کلماتہ من مدیح الخلفاء و تعظیمھم۔ دیکھو کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات مطبوعہ ایران صہ ۳۵۳ یعنے محقق مذکور کی تصانیف میں خلفاء کی تعریف و تعظیم پائی جاتی ہے۔

آٹھویں شہادت

شیخ جمال الدین حسن بن المطہر الحلی کی بابت بھی جن کی تصانیف میں سے کتاب منہاج الکرامہ ہے۔ اور جس کے جواب باصواب میں محقق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مستطاب منہاج السنۃ لکھی ہے۔ فاضل شوستری نے تحریر فرمایا ہے۔ و شیخ جمال الدین ہر گز بر طریق تعصب بحث نہ کردہ و در تعظیم و توقیر

صحابہ مبالغہ نمودے۔ واگر کسے در حق صحابہ کلمہ بد گفتے۔ منع تمام فرمودے و رنجش کردے وسلطان (خدابندہ الملقب بالجایتو) را بر محبت صحابہ و تعظیم ایشاں تحریص فرمودے۔

مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۴۰۳

یعنے شیخ جمال الدین کبھی متعصبانہ طریق پر بحث نہ فرماتے تھے۔ اور صحابہ کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتے۔ اور اگر کوئی شخص صحابہ کے حق میں برا کلمہ کہتا تو سرزنش فرماتے۔ اور رنجیدہ ہو جاتے۔ اور سلطان کو صحابہؓ کی محبت و ان کی تعظیم کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

نویں شہادت

سید مرتضیٰ ملقب بہ علم الہدیٰ اور سید الشریف الرضی آپس میں سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائی کمال علم و فضل میں بے نظیر ہونے کے علاوہ شیعہ مذہب کے بڑے حامی گذرے ہیں۔ سید مرتضیٰ کی نسبت صاحب کتاب روضات الجنات نے بحوالہ ابن خلکان ابن برہان نحوی کی زبانی ایک عبرتناک حکایت لکھی ہے۔ نحوی مذکور کہتا ہے کہ میں نے سید مرتضیٰ کو ایک دیوار کے پیچھے سُنا۔

یعاتب نفسہ ویقول ابی بکر وعمر ولیا فعدلا واستر حما فرحما افانا اقول ارتدا بعد ان اسلما الخ روضات الجنات صفحہ ۳۸۷

کہ اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ خلیفہ ہے۔ اور دونوں نے عدل کیا۔ اور رحم کیا مظلوموں پر۔ کیا ایسوں کے لئے مجھ کو یہ کہنے کا حق ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ مسلمان ہوئے۔ اور بعد اس کے مرتد ہو گئے؟ پھر ابن برہان کہتے ہیں کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل آیا۔ ابھی دروازہ کی چوکھٹ تک نہیں پہونچا تھا کہ میں نے ایک چیخ کی آواز سنی۔ اور ابن برہان اسوقت انکے پاس آگئے تھے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔

دسویں شہادت امام جعفرؓ کی

شیعہ اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ ذیل میں امام موصوف کی ایک حدیث جسوط جو اس موضوع پر برہان قاطع کا حکم رکھتی ہے۔ عرض کی جاتی ہے۔ جس میں بالعموم صحابہ کی شان میں ہمیشہ حسن ظن رکھنے کی ہدایت ہے۔ چہ جائیکہ کوئی گستاخی یا بے ادبی لفظ زبان سے نکالنا داخل ثواب سمجھا جائے۔ اور جو لوگ صحابہ کے خلاف

باتیں کہتے سنتے ہیں۔ ان کو اہل بدعت کہا گیا ہے۔ اور ان کی مجالس سے بچنے کا ارشاد ہے اگرچہ اس میں ابوبکر و عمر کا نام مذکور نہیں۔ تاہم چونکہ بالعموم جملہ صحابہ رسول کے حق میں حسن ظن رکھنے کی تاکید ہے۔ اور تمام صحابہ میں سے عموماً ان ہی حضرات کو نشانہ مطاعن و سبّ و لعن بنایا جاتا ہے۔ اسواسطے ہم اس حدیث سے ان کے حق میں ممانعت سبّ و لعن و تبرا کا استدلال خصوصاً کر سکتے ہیں۔ اور بوجہ اولیٰ کر سکتے ہیں۔ حدیث مذکور یہ ہے:۔

قال الصادق علیہ السلام لا تدع الیقین بالشك والمکشوف بالخفی ولا تحکم علی مالم تره بما تروی عنه قد عظم الله عزوجل امر الغیبة وسوء الظن باخوانك من المؤمنین فکیف الجرأة علی اطلاق قوله واعتقاد زور و بهتان فی اصحٰب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله عزوجل اذ تلقونه بالسنتکم وتقولون بافواهکم مالیس لکم به علم وتحسبونه هینا وهو عند الله عظیم ومادمت تجد الی تحسین القول والفعل فی غیبتك وحضرتك سبیلا فلا تتخذ غیره قال الله تعالیٰ و قولوا للناس حسنا واعلم ان الله تعالیٰ اختار لنبیه من اصحابه طائفة اکرمهم باجل الکرامة وحلاهم بحلیة التائید والنصر والاستقامة لصحبته علی المحبوب والمکروه وانطق لسان نبیه محمد صلی الله علیه وسلم بفضائلهم ومناقبهم و کراماتهم واعتقد محبتهم واذکر فضلهم واحذر مجالسة اهل البدع فانها تنبت فی القلب کفراً و ضلالا وان اشتبه علیك فضیلة بعضهم فکلهم الی عالم الغیب وقل اللهم انی محب لمن احببته انت ورسولك ومبغض لمن ابغضته انت ورسولك فانه لم یکلفك فوق ذلك ۔ کتاب مصباح الشریعة باب السبعون فی معرفة الصحابة مطبوعہ ایران

ترجمہ:۔ فرمایا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے نہ چھوڑ یقین کو باعث شک کے۔ اور کھلی بات کو باعث کسی مخفی امر کے۔ اور جس چیز کو تو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے محض اس کی بابت سُنی سنائی بات پر فیصلہ نہ دے۔ اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت بُرا بتلایا ہے۔ غیبت کو۔ اور بدگمانی مومن بھائیوں کے معاملات میں۔ پس اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں بے ساختہ بکواس اور جھوٹے بہتان پر مبنی اعتقادات کی جرأت کیسی؟

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب تم اس کو زبان پر لاتے۔ اور منہ سے کہتے اس بات کو جس کا تم کو علم نہیں۔ اور اس کو ایک معمولی بات جانتے۔ حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے (یہ آیت سورہ نور کی ان آیات میں سے ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتان باندھنے والوں کی سرزنش میں نازل ہوئی تھیں) جو قول یا فعل تیرے سامنے سرزد ہو یا تیرے پیچھے۔ جہاں تک اس کی تحسین کی صورت ممکن ہوئے ملحوظ رکھ۔ اور اسکے سوا مذمت کا خیال نہ کر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور جان تو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو پسندیدہ فرما کر ان کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی سے ممتاز کیا ہے۔ اور ان کو رسول کی صحبت میں راحت و رنج کے وقت استقامت و نصرت و تائید کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور اپنے پیارے نبی محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کی زبان مبارک سے ان کے فضائل و مناقب و کرامات بیان کرائے۔ پس تم بھی ان کو محبوب رکھو۔ اور ان کی بزرگی کا چرچا کرو۔ اور اہل بدعت کی مجالس سے پرہیز رکھو۔ کیونکہ وہ دل میں کفر اور گمراہی کو پیدا کرتے ہیں۔ اور اگر کسی صحابی کی فضیلت پر تم کو شبہ پیدا ہو جائے۔ تو اس کو عالم الغیب کے سپرد کر دے۔ اور کہہ تو یہ کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہوں اس کو جس کو تو اور تیرا رسول دوست رکھتے ہیں۔ اور دشمن رکھتا ہوں۔ اس کو جس کو تو اور تیرا رسول دشمن رکھتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ کے لئے وہ تجھ کو مکلف نہیں کریگا ۞

گیارہویں شہادت

ایک صالحہ عورت ام خالد کا ذکر ہے۔ جسکے یوسف بن عمر نے ہاتھ کاٹ دیئے تھے۔ یہی یوسف بن عمر ہے۔ جس نے حضرت زید شہید کو قتل کیا تھا۔ اس کی نسبت کشی نے لکھا ہے۔ جو شیعوں میں نہایت معتبر ہے۔ هي امرأة صالحة على التشيع وكانت مائلة الى زيد بن علي۔ کہ وہ نیکوکار عورت شیعہ مذہب تھی۔ اور زید بن علی کی طرف مائل تھی۔ اس کی نسبت ابی بصیر سے مروی ہے کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئی۔ تو راوی کہتا ہے کہ امام نے مجھ کو فرمایا کیا تم ام خالد کی باتیں سنکر خوش ہو گے۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ امام نے فرمایا کہ نزدیک ہو جاؤ۔ مجھے امام نے ایک بوریا پر بٹھا دیا ۞

ثم دخلت فتکلمت فاذا امراۃ بلیغۃ فسالتہ عن فلان و فلان فقال لہما تولیہما فقالت فاقول لربی اذا لقیتہ انک امرتنی بولایتہما قال نعم۔ (دیکھو کتاب رجال کشی مطبوعہ بمبئی ۱۵۷ ترجمہ ام خالد) یعنے پس وہ داخل ہوئی اور باتیں کیں جس سے اس کا فصیح بلیغ عورت ہونا ثابت ہوتا تھا۔ پس اس نے ابو بکر و عمر کے بارہ میں سوال کیا۔ تو امام نے فرمایا کہ ان دونوں سے محبت رکھا کر۔ اس نے عرض کیا کہ میں پھر اپنے پروردگار سے قیامت کے دن کہدونگی۔ کہ آپ نے ہی مجھ کو ان دونوں کی دوستی کا حکم فرمایا تھا۔ امام نے فرمایا کہ ہاں (بیشک)

بارھویں شہادت

یہ تو اگلے وقتوں کی باتیں ہیں۔ ایک میں اپنے وقت کی سرگذشت و شہادت چشم دید عرض کرتا ہوں کہ جناب سفیر صاحب کابل کے بعض کاموں کی انجام دہی کے لئے مجھ کو بارہا کلکتہ جانے اور وہاں کئی کئی مہینے قیام پذیر ہونے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ تحقیق مسائل شیعہ و سنی کے لئے میں اکثر جناب شیخ محمود صاحب گیلانی مجتہد شیعہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اب وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کا خدا شاہد ہے اور دیکھتا ہے۔ انشاء اللہ میں کوئی جھوٹ بات ان کی طرف منسوب کر کے اپنا ایمان خراب نہ کروں گا۔ آپ کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیعہ مذہب میں تبرا ہرگز جائز نہیں ہے اور یہ امر ناحق سنی و شیعہ میں نفاق و منافرت کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور اسپر ایک اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ بمبئی میں ایک مسجد میں شیعہ طریق پر نماز پڑھ رہا تھا۔ مسجد اہلسنت کی تھی۔ وہ مجھ کو دیکھتے ہی بپکے اور مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں بہت حیران تھا۔ آخر بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آخر اسقدر غصہ و غضب کس بنا پر ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تم لوگ شیعہ ہو۔ اور صحابہ رسول کو تبرا کہتے ہو۔ اسواسطے ہم تم کو اپنی مسجد نماز نہیں پڑھنے دینگے جسپر میں نے انکو اصل حقیقت سے آگاہ کیا کہ یہ جاہل شیعوں کا کام ہے۔ اور دراصل مذہب شیعہ میں تبرا کرنے کا کہیں حکم نہیں ہے۔ غرض بڑی مشکلوں سے ان کی تشفی کرائی۔ اور انکو راضی کر کے پیچھا چھڑایا۔

پھر فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں علمائے دہلی و لکھنو نے جمعیت اسلام پر بڑا غضب ڈھایا ہے۔ اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں مباحثات کو اسقدر طول دیا ہے۔ کہ پناہ بخدا

افسوس اِن باتوں نے فریقین کے دلوں میں وہ آتش فتنہ و فساد بھڑکا دی۔ ہے کہ کبھی بجھنے کی امید نہیں۔ پھر مینے جب پہلی دفعہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جو منجملہ اصول اربعہ شیعہ کے ہے دیکھا کہ اشہد ان علیاً ولی اللہ فضول اذان میں داخل نہیں۔ بلکہ اہل بدعت نے اس کو داخل کر لیا ہے۔ اور ان سے ذکر کیا تو فرمایا کہ دیکھو میں کئی دفعہ ان شیعوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔ کیونکہ اس طرح کی اذان سے اُمت میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے مگر میری نہیں مانتے۔ خلفائے راشدین کے حق میں انکی رائے تھی۔ کہ بے شک وہ محافظ بیضہ اسلام تھے۔ جناب علی علیہ السلام کی خلافت روحانی تھی۔ جسکو نہ کسی نے غصب کیا نہ کر سکتا تھا۔ وہ آپس میں مل جل کر کام کرتے تھے۔ جسطرح جناب علی علیہ السلام کے مفید مشوروں سے وہ مستغنی نہ تھے۔ جناب بھی بکمال خورسندی خاطر انکے مددگار و معاون و زور و بازو تھے باہمی کوئی پرخاش و تباغض نہ تہا۔ اگر تھا بھی تو فوری جو وقت گذشت ہو گیا۔ ازواج مطہرات کے حق میں کوئی کلمہ بے ادبی کا منہ سے نکالنا گناہ جانتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی علو شان کے ضمن میں سب سے پہلے مینے ان ہی کی زبان سے بحوالہ نہج البلاغۃ سُنا تہا کہ جناب علی علیہ السلام نے بعد از واقعہ جمل فرمایا کہ ولہا حرمتہا الاولی کہ اب بھی ان کی حرمت ویسی ہی ہے جیسے کہ قبل اس کے تھی ؁

یہ بارہ ۱۲ دلائل یعنی بارہ اماموں کے شیعوں کے لیئے جمع کر دیئے ہیں۔ خدا کرے وہ تعصب کی عینک کو اُتار بغور و خوض تمام ان کو مطالعہ فرمائیں اور ہدایت پائیں۔ میرے پیارے دوستو! اہلبیت نبوی کے مذہب اور سیرۃ کو تازہ رکھو۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن رافضی نہ ہو۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا مت کہو۔ یہی ایک بات ہے۔ جس نے تمہارے مذہب کی ترقی کو ہمیشہ سے روک رکھا ہے۔ اور سب کی نظر میں تم حقیر بن گئے ہو۔ اصل شیعہ مذہب کا کوئی مخالف نہیں نبیؐ و علیؑ کا کوئی دشمن نہیں۔ حسنینؑ کا کوئی بدخواہ نہیں۔ بارہ اماموں سے کسی کو کد نہیں ہے بانی فساد صرف عقیدہ رفض اور تبرا ہے جو تم لوگوں نے بارہ اماموں سے نہیں بلکہ رافضیوں سے لیکر اپنے عقاید میں داخل کر لیا۔ اسلام نے بہت مصائب اُٹھائے۔ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔ آؤ اب تو باز آجاؤ۔ اور اس مایۂ فتنہ و فساد اعتقاد سے تبرا کرو۔ والسلام (خادم حسین)

۱۴ سے لیکر ۱۹ مارچ تک خاص رعایت

احباب کرام کو جلسہ کے موقعہ پر تمام کتابیں دفتر تشحیذ سے مل سکینگی ۔ بیرونجات کے احباب بھی ان دنوں میں اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ منیجر

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
البرق ۔ ردّ شیعہ	۴؍	۱؍	نغمہ اکمل حصہ سوم	۱؍	۵؍
مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم	۰؍	ـ؍	؍؍ ؍؍ ؍؍ چہارم	۲؍	۲؍
قبولیت دعا کے گر ۔	۱؍	۱؍	نشان رحمت	۱؍	۵؍
ترجمۃ القرآن پارہ ۲۷ تا ۲۹	عہ؍	۴؍	الاسمار الحسنیٰ	۰۲؍	
براتی درثمین اردو	۳؍	۰۲؍	الوصیت پر نظر	۰؍	ـ؍
واقعہ صلیب	ع؍	۱۴؍	تکفیر اہل قبلہ	۴؍	ـ؍
صداقت مریمیہ	عہ	۱۴؍	حل چیستان مرزا کا جواب	۱؍	۵؍
انوار خلافت	۱۰؍	۹؍	نبوی کی تعلیم	۵؍	۰؍
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸؍	۴؍	کار آمد حوالے	۵؍	۰؍
مجموعہ الہامات مسیح موعود مکمل	عہ؍	عمہ؍	قدامت روح و مادہ	۴؍	۳؍
الموعظۃ الحسنہ	۲؍	۱؍	اسلام	۰۲؍	۲؍
معیار حق	۵؍	۰؍	ضرورت نبی	۰۱؍	۱؍
روحانی طبیب (روحانی مرضوں کا علاج)	۱۰؍	۱؍	مباحثہ شملہ (دربارہ نبوت مسیح موعود)	۰۳؍	۳؍
ادعیۃ القرآن ۔ (مترجم و منظوم)	۲؍	ل؍	پیغام حق (تائید سلسلہ عالیہ احمدیہ)	۴؍	۰۳؍
القار ربانی	۶؍	۳؍	مباحثہ امرتسر (ثناء اللہ سے)	۲؍	ل؍
نغمۂ اکمل حصہ اول ختم شدہ			القول المحمود	۰۸؍	۴؍
؍؍ ؍؍ ؍؍ دوم	۴؍	۲؍	وفات نامہ	۱؍	۵؍

* ان کے علاوہ اور سب کتابیں بھی موجود ہیں ۔ فہرست مفت طلب کریں ۔ منگوا کر دیکھیں

نوٹ :- کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سنہ ۱۹۱۹ء کی کلنڈری جنتری نہایت خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصولڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردی جائیگی

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرے سے پہلے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آرہا ہے۔ اور اسمیں کھانے پینے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ایک شیشی اصل عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں رکھیں جس سے آپکی اور پڑوسیونکی وقت پر حفاظت ہوگی یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۵ سال سے تمام ہندوستان میں مشہور ہورہی ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد وستی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۸/ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵/

بدہضمی و بدہضمی کے دست کی ٹکیہ۔

غذا تحلیل نہ ہونے کو بدہضمی کہتے ہیں جیسے غذا کھانے کے بعد پیٹ کا بھاری رہنا پیٹ میں ریاح ہونا جی متلانا کھٹی ڈکار کا آنا قوت ہاضمہ کے خراب ہوجانے سے جب غیر منہضم غذا جاتی ہے۔ تب پیٹ میں گڑ گڑاہٹ ہوتی ہے۔ اور پیٹ پھولتا ہے۔ اور دست ہوتے ہیں۔ اسوجہ سے مریض نحیف جسم لاغر اور مرض لاعلاج ہوجاتا ہے۔ اس مرض کے ہونے کے اسباب یوں ہیں ضعیفی کا عالم کسی خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا۔ کم کھانا۔ . . کا بے فائدہ ضائع ہونا۔ زیادہ محنت فکر وتردد یا غم اور ان خرابیوں کی حالت میں جو بچہ جننے کے وقت ہوتی ہے۔ ان باتوں کا غور کرکے ڈاکٹر برمن نے یہ بدہضمی کی ٹکیہ بنائی ہے جس سے غذا تحلیل ہوتا ہے۔ اور بدہضمی کی کل خرابیوں کو دور کرنے میں نہایت مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ محصولڈاک ایک شیشی ۴ شیشی تک ۵/

دیکھئے جناب رائے بہادر راجندر چندر شاستری محافظ کتب خانہ بنگال گورنمنٹ تحریر فرماتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ڈاکٹر برمن کے احسان سے کیسے نجات پاسکوں گا۔ ان کے دمہ و بدہضمی کی دواؤں کی وجہ سے مجھے بہت بڑا فائدہ ہوا میں صدق دل سے دوا بدہضمی کے مریضوں کو استعمال کرنے کے لئے کہہ سکتا ہوں دمہ کی دوا سے کیسا ہی دمہ جو پرانا ہو دور ہو سکتا ہے بدہضمی کی گولیوں سے بھی ایسا ہی فائدہ ہو سکتا ہے ؛

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بتمام خط وکتابت بنام مینیجر

جلد ۱۴ نمبر ۴

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء مطابق رجب المرجب سنہ ۱۳۳۷ھ

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

امام مہدی کا غلام احمد نام معتبر کتب شیعہ میں	۱-۲	ایڈیٹر
مکالمہ شیعہ و احمدی	۳-۸	منشی خادم حسین صاحب
درس الحدیث	۹-۱۱	ایڈیٹر
خصوصیات اسلام	۱۲-۱۶	
یسوع مسیح میں جملہ انبیاء سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نہیں۔	۱۷-۲۵	بابو رحمت اللہ صاحب
حقیقت قدامت وید	۲۶-۲۹	منشی فضل حسین صاحب
بشارت القرآن	۳۰-۳۲	مولوی احمد الدین صاحب
دار الافتاء کے فتاوے	۳۳-۳۴	مولانا حافظ روشن علی صاحب
ڈاکٹر لوئی کوہنی کا قدرتی طریق علاج	۳۵-۳۶	پیر سید میر صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ۱۲ غیر ممالک سے ۳ طلباء سے ۱۲

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر سے شائع کیا۔

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو

چونکہ ہر مہینہ ایک ہی رونا رو دیا جاتا ہے اس لیے تشحیذ کے ناظرین میری ضروری سے ضروری گزارش کو بھی معمولی ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میں جو لکھتا ہوں خریداران تشحیذ کے فائدہ کے لیے۔ جب تشحیذ بلحاظ مضامین آپ کے لئے بہت مفید ہے تو آئندہ اس کے جاری رہنے کا بھی بندوبست کیجیے۔ جس کے لیے آپ کو کچھ زیادہ تکلیف نہیں کرنی پڑیگی۔ اور نہ میرا مطالبہ کچھ ایسا بڑا مطالبہ ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ تشحیذ کے خریدار کم از کم ایک ہزار ضرور ہوں۔ دوم اس پر آپ صاحبوں کی بے توجہی سے پانچسو روپیہ قرض ہو گیا ہے۔ اس کے اتارنے کا بندوبست کیا جائے۔ جو صاحب اس خصوص میں مجھے کوئی مشورہ دینگے میں بڑی خوشی سے اس پر غور کروں گا۔ اگر مضامین میں خاص نوعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے تو بھی نمونہ کے طور پر کوئی مضمون بھجوائیں۔ خدا کے فضل سے باقاعدہ وقت پر تو گیارہ سال سے نکل رہا ہے۔

دلاویز مجموعہ

احباب کرام اپنی توسیع معلومات اور تبلیغ سلسلہ کے لیے مفصلہ ذیل ٹریکٹوں کا مجموعہ منگوا کر خود پڑھیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم۔ قبولیت دعا کے چھیاسٹھ گر۔ روحانی طبیب۔ روحانی مرضوں کا علاج۔ الوہیت پر نظر۔ تکفیر اہل قبلہ۔ حل چیستان مرزا کا جواب۔ بیوی کی تعلیم۔ کار آمد خواب۔ تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے۔

یہ مجموعہ صرف ۸ر میں دیا جائیگا

منیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء

امام مہدی کا غلام احمد نام معتبر کتاب شیعہ میں

دلیل العرفان میں مولوی احمد علی صاحب نے اعلان کیا کہ غلام احمد نام کتب شیعہ سے دکھلائیں تو لاکھ انعام پائیں۔

ہر چند کہ الہامی پیشگوئیوں پر نظر کرتے ہوئے اس مطالبہ کا پورا کرنا ضروری نہ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے خصم پر اتمام حجت کا ہمیں موقعہ دیا ہے۔ اسلئے مندرجہ ذیل سطور لکھی جاتی ہیں۔ سعید روحیں فائدہ اٹھائیں۔ مولوی احمد علی صاحب اور ان کی حمایت کا دم بھرنیوالے مجتہد سید علی صاحب الحائری سے تو تسلیم کی امید نہیں۔ دیکھئے بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۷۷۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعناً عن ابی جعفر فی قولہ تعالیٰ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً۔ قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد و محمد و محمود وکما سمی عیسیٰ المسیح

اللہ نے مہدی کا نام منصور رکھا۔ جیسے اس کا نام احمد، محمد، محمود

اور جیسا کہ اس کا نام عیسیٰ مسیح بھی ہے۔

اس حوالہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو مہدی کا نام احمدؐ بھی ہے۔ دوم وہ عیسیٰ مسیح بھی کہلائیگا۔ یہ زبردست حجت ہے شیعہ پر کہ آنیوالا مہدی ہی عیسیٰ مسیح ہو گا۔

پھر ملاحظہ ہو اسی بحار الانوار کا صفحہ ۹

"عن ابی جعفر انہ قال صاحب ھذا الامر اصغرنا سناً و اخملنا شخصاً قلت متی یکون قال اذا سارت الرکبان ببیعۃ الغلام فعند ذلک یرفع کل ذی صیصۃ لواء بیان اصغرنا سنا ای عند الامامۃ قولہ سارت الرکبان ای انتشر الخبر فی الآفاق بان بویع الغلام ای قائم"

اس حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ مہدی کا نام غلام بھی ہو گا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ کہ اطراف میں یہ خبر مشہور ہو جائیگی کہ غلام یعنے امام قائم مہدی کی بیعت کر لی گئی۔ احمدؐ جو اصل نام ہے وہ پہلے بتا دیا۔ اب اس کے دوسرے جز کو بھی دکھا دیا جو لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ دیکھئے غلام احمدؐ پورا نام امام قائم مہدی الزمان عیسیٰ المسیح کا ہم نے دکھا دیا۔ اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ اپنی معتبر کتاب اور معصوم امام کے قول پر عمل کریں یا نہ کریں۔ ہمنے آپ لوگوں کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اور یہ بھی دکھا دیا کہ مسیح مہدی سے الگ نہیں ہے۔

اگر اصغرنا سناً کو رہنے دیں اور نہ مانیں کہ یہ امر نسبتی ہے۔ اور غلام کے معنے ہی لڑکا ہی کریں تو اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی اپنے مسیحی نفس بیٹے کی نسبت ہے۔ جو حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہو گا۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس موعود بیٹے کا نام حسب تحریر بحار الانوار محمود و احمدؐ ہے۔ اور چھوٹی سی عمر یعنی پچیس سال کی عمر میں ہی خدا نے اسے مصلح موعود کی حیثیت میں کھڑا کیا یعنی وہ امام تسلیم کیا گیا۔ اور انتشر الخبر فی الآفاق بان بویع الغلام کا مضمون صادق آیا یعنی شور پڑ گیا کہ لڑکے کی بیعت کر لی گئی۔ پس بہر دو صورت حجت ملزمہ قائم ہے۔

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۱۴

شیعہ :- اچھا پھر تبرائے صحابہ جیسے مکروہ عقیدہ کا بانی و مبانی کون ہوا ہے؟ کیا جناب علی علیہ السلام نے حکم دیا تھا یا شیعوں نے خود ہی اسکو تجویز کر کے داخل عقائد کر لیا ہے؟

احمدی :- آپ نے نہایت عجیب سوال کیا ہے۔ بے شک یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ یہ مکروہ و مذموم عقیدہ تبرا جو اس قدر قرآن و حدیث و سیرۃ ائمہ و بزرگان اہلبیت کرام کے برخلاف ہے۔ تو پھر اس کا بانی و مبانی کون ہوا ہے۔ اس راز کی حقیقت بھی خداوند کریم کے فضل و کرم سے ایسی معتبر کتاب شیعہ سے معلوم ہوئی ہے۔ کہ منصف مزاج کو دیکھ سنکر پسینہ آجائے۔

سنئے جناب اس عقیدہ کا بانی بھی وہی غالیوں کا قبلہ و کعبہ ابن سبا ہوا ہے جس نے غلو محبت میں نصاریٰ کی طرح جناب علی علیہ السلام کو اوصاف الوہیت سے موصوف کر دیا۔ اور آنجناب کی رجعت کا عقیدہ تجویز کیا۔ اور اس سے عقیدہ رجعت شیعہ مذہب کا اصل اصول بنا۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ جو کوئی ہماری رجعت کا قائل نہ ہو۔ وہ ہمارا شیعہ ہی نہیں ہے۔

قال الصادق لیس منا من لم یومن برجعتنا۔ ٹائٹل پیج رسالہ رجعت فارسی علیسی مطبوعہ لکھنؤ

اب میں اصل عبارت کتاب سے عرض کرتا ہوں :-

" ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم و والی علیاً علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ فی علی علیہ السلام مثل ذالک وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علیؑ و اظھر البرائیۃ

من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم فمن ھھنا قال من خالف الشیعۃ اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیۃ۔ دیکھو کتاب رجال شیخ ابو عمر الکشی مطبوعہ بمبئی ص ۷۱ ترجمہ عبداللہ ابن سبا۔

ترجمہ۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ عبداللہ ابن سبا پہلے یہودی تہا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ اور جناب علی علیہ السلام کو دوست رکھتا تھا۔ اور جب وہ یہودی تہا۔ تو یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ ان کے حق میں غلو کیا کرتا تہا۔ اور جب مسلمان ہوا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب علی علیہ السلام کے حق میں ویسا ہی کہنے لگا۔ اور وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے جناب علی علیہ السلام کی امامت کو فرض قرار دیا۔ اور پہلا شخص ہے۔ جس نے انجناب کے دشمنوں سے تبرا کرنا بتایا۔ اور آپ کے مخالفین کی عیب جوئی وتکفیر کرتا تہا (مخالفوہ فسقہ۔ محاربوہ کفرۃ۔ محقق طوسی) اسی بنا پر جو لوگ شیعہ کے مخالف ہیں۔ کہنے لگ گئے۔ شیعہ مذہب اور رفض سب یہودیوں سے نکلا ہوا ہے۔

بقول شخصے ؎ اے ابن سبا ایں ہمہ آوردۂ تست

شیعہ:۔ اچھا عبداللہ ابن سبا کے متعلق کچھ اور بھی سنائیے۔ مگر شیعوں کی کتابوں سے ہو؟

احمدی:۔ لیجئے میں کتاب رجال کشی سے ہی ایک اور حوالہ عرض کر دیتا ہوں:۔

قال ابو عبداللہ علیہ السلام انا اھل البیت صدیقون لانخلو من کذاب یکذب علینا ویسقط صدقنا بکذبہ علینا عند الناس بحجۃ واصدق البریۃ لھجتہا وکان مسیلمۃ کذاب یکذب علیہ وکان امیر المومنین علیہ السلام اصدق من براہ اللہ بعد رسول اللہ وکان الذی یکذب علیہ ویعمل فی تکذیب صدقہ ویفتری علی اللہ الکذب عبداللہ بن سبا۔ رجال کشی ص۷۱

ترجمہ:۔ فرمایا جناب امام صادق علیہ السلام نے کہ ہم لوگ تو صدیق خاندان سے ہیں لیکن ایسے کذابوں سے خالی نہیں ہیں۔ جو ہم پر جھوٹ باندھتے۔ اور ہم پر جھوٹ باندھ کر لوگوں کے دلوں سے ہمارے صدق کو زائل کرتے ہیں (جھوٹی روایات

ہمارے نام سے بناکر لوگوں کو سناتے ہیں۔ جن کو مارے تعجب کے وہ ہماری صداقت
سے بدگمان ہو جاتے ہیں) دیکھو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بات کرنے میں
سارے جہان کے لوگوں میں سے زیادہ سچے تھے۔ لیکن مسیلمہ کذاب آپ کی طرف سے
جھوٹ موٹ باتیں بناکر مشہور کرتا۔ اور اسی طرح جناب علی علیہ السلام جو بعد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب ابرار میں بہت ہی صادق تھے۔ لیکن جو شخص کہ ایسے
اخلاق پر بھی جھوٹ باندھتا اور آنجناب کے صدق کی تکذیب میں لگا رہتا اور اللہ تعالیٰ پر
افترا کرتا۔ وہ عبداللہ بن سبا تھا۔

اور سنئیے۔ زندیقوں کا گروہ تاریخ اسلام میں بدترین معاند و مخالف اسلام مانا
گیا ہے۔ اور ان کے اعتراضات و شبہات کے تذکرے بزرگان دین و متکلمین کی
کتابوں میں اب تک موجود ہیں۔ مثلاً مجھ کو یاد پڑتا ہے۔ مولانا شبلی صاحب کی کتاب
تاریخ علم کلام میں جب وہ تازہ تازہ ہی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ زندیقوں کا یہ اعتراض
معہ جواب کے دیکھا تھا۔ کہ آیت ولکن شبہ لہم میں جو ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے بجائے
عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور بے گناہ شخص کو مصلوب کر دیا۔ اس سے تو ظلم و
بے انصافی باری تعالیٰ کی معلوم ہوتی ہے۔ پھر یہ کیسے خدا کا کلام ہو سکتا ہے۔ تو اس
کا جواب علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا۔ کہ معترضین نے اس
آیت کے معانی میں غلطی کھائی ہے۔ دراصل یہ معنی کہ ایک دوسرے شخص پر مسیح کی
شکل ڈالی گئی۔ درست ہی نہیں ہیں۔ یعنی شبہ سے مراد القائے شبہ شخص نہیں بلکہ
اشتباہ حقیقت ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ زندیقوں کا فرقہ قرآن مجید پر مخالفانہ
حملہ کر کے مسلمانوں کو بد اعتقاد بناتے میں مشہور رہا ہے۔ آپ کو معلوم کر کے
کس قدر تعجب ہوگا کہ بقول بعض محققین اس کے گرو گھنٹال بھی یہی ابن سبا ہی
ہوئے ہیں۔ جیسے کہ شیعوں کی نہایت ہی مستند اور معتبر کتاب مجمع البحرین میں زندیق
کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے۔

وقیل هم قوم من السبائیة اصحاب عبداللہ بن سبا اظهر الاسلام

ابتغاء الفتنة وتضليلاً للاسلام فسعی اولاً باثارة الفتنة علی عثمان ثم انضوی الی الشیعة واخذ فی تضلیل جهالهم حتی اعتقدوا فی علی العبودیة (الالوہیة)

فاستتابهم علیٌ فلم یتوبوا فاحرقهم مبالغة فی النكایة - مجمع البحرین صہ ۴۳۵ - زیر لفظ زندق -

ترجمہ:- اور کہا گیا ہے - کہ زندیق سبائیون یعنے عبداللہ بن سبا کے ساتھی ہیں - جو کہ محض فتنہ پردازی اور اہل اسلام کو گمراہ کرنے کی غرض سے مسلمان ہو گیا تھا تو پہلے تو اس نے عثمان کے برخلاف فتنہ کی آگ بھڑکائی - پھر شیعہ کی طرف متوجہ ہو کر ان کے جہلا کو خراب کیا - یہاں تک کہ وہ جناب علی علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہو گئے - اسپر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو - لیکن انھوں نے اس عقیدہ سے توبہ نہ کی - جسپر علی علیہ السلام نے سخت عبرت دلانے کی خاطر ان کو جلوا ہی دیا -

ایک اور حوالہ کتاب ناسخ التواریخ سے عرض کرنا رہ گیا - اگرچہ وہ اپنے محل سے پیچھے آپڑا ہے تاہم چونکہ مجھ ہیچمدان کو اپنی قابلیت انشاء پردازی دکھلانا مدنظر نہیں بلکہ مدنظر محض ہدایت عامہ برادران اسلامی ہے - اسجگہ بھی اس کا بیان کردینا چنداں غیر موزوں نہیں ہے - معزز ناظرین! آپ کو یاد ہوگا - قبل ازیں کسی جگہ میںنے جناب علی علیہ السلام کے ایلچی کی زبانی اس مکالمہ سے جو اس کا ہمراہ حرقوص رئیس خوارج ہوا تھا - مسئلہ تبرا کے خلاف استدلال کیا تھا - اب جو واقعہ میں عرض کرتا ہوں - یہ بھی اسی قسم کا مکالمہ ہے - جو ایک دوسرے ایلچی کی زبانی خوارج سے واقعہ ماسبق سے بھی پیشتر ہو چکا تھا گویا یک نہ شد دو شد - میرے دعوی کی دو چند تائید و تصدیق ہو گئی والحمد للہ علی ذلک ؛

واضح ہو کہ اس ایلچی کا نام نامی عبداللہ بن خباب ہے - جو جناب علی علیہ السلام کے عامل تھے - اور جب خوارج نہروان کی طرف روانہ ہوئے - تو ان سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی - اور اثنائے ملاقات میں کچھ سوال و جواب ہوئے - مثلاً یہ کہ تو ابوبکر و عمر رض

کے حق میں کیا کہتا ہے۔ عبد اللہ نے تعریف کی۔ پھر انہوں نے کہا۔ عثمان کے حق میں اور جو فعل کہ عہد خلافت میں ان سے سرزد ہوا کیا کہتا ہے۔ عبد اللہ نے ان کی بھی تعریف کی پھر پوچھا کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں بعد اس کے کہ انھوں نے معاویہ کے حق میں ثالثی کا فیصلہ منظور کیا۔ کیا کہتا ہے۔ عبد اللہ نے جواب دیا کہ آنجناب تم سے زیادہ دانا و بینا اور محافظ دین تھے۔ جب یہاں تک بات چیت ہولی۔ تو خوارج عبد اللہ کو نہر کے کنارے لے گئے۔ اور زمین پر سُلا کر ان کا سر تن سے جُدا کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور ان کا خون نہر میں بہا دیا۔ لیکن وہ پانی میں آمیختہ نہ ہوا۔ بلکہ مثل رسّہ کے سطح آب پر بہتا چلا گیا۔ جناب علی علیہ السلام کو اس سفاکانہ قتل کی جب خبر پہنچی۔ تو آپ کو سخت قلق ہوا۔ اور خوارج کے حق میں بد دعا فرمائی۔ اور ایک خطبہ بلیغ پڑھ کر اصحاب کو خوارج کے قتل پر آمادہ اور نہروان کی طرف کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اصل الفاظ موقعہ مطلوبہ کے بزبان مورخ یہ ہیں :-

"گفتند در حق ابوبکر و عمر چہ گوئی ؟ ایشاں را ثنا گفت۔ گفتند در حق عثمان وکردار او در شش خلافت او چہ گوئی عبد اللہ نیز او را بستود۔" دیکھو ناسخ التواریخ جلد سیم از کتاب دوئیم کتاب خوارج مطبوعہ ایران۔

ایک اور حدیث بھی جاتے جاتے سن لو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ناجی فرقہ کی علامت یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رسول کی سیرت پر ہو۔ وفی الحدیث قیل یا رسول اللہ وما الفرقۃ الناجیۃ قال ھو ما نحن علیہ واصحابی۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ نجا۔ صد ۸۲ ۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس گروہ پاک کی پیروی اور اسوۂ حسنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجب نجات بیان فرمائیں۔ شیعیان علی اسی گروہ کے الٰہی دشمن ہیں۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ میں نے بمشکل کسی شیعہ عالم کی زبانی مہاجرین و انصار یا صحابہ کی تعریف میں کوئی کلمہ سنا ہے۔ اور ایسا ہی حال انکی کتابوں کا ہے کہ اس ذکر خیر سے معرّا ہیں۔ حالانکہ بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے از روئے قرآن مجید اگر کوئی گروہ واجب الاطاعت اور مفترض الطاعت ثابت ہو سکتا ہے۔ تو میں ڈنکے کی چوٹ بآواز بلند عرض کرتا ہوں کہ

وہ مہاجرین و انصار کا گروہ ہے نہ ما سوا ان کے۔ اور صحابہ سے مراد بھی یہی خدا کے پیارے مہاجرین و انصار ہیں۔ جنہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن و خانمان وغیرہ کی پرواہ نہ کی۔ اور خدا کا نام لے کر دین سے جدا کرنیوالی سب چیزوں سے جدا ہو گئے۔ اور مکہ کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول کو جا کر اپنا مسکن و مدفن بنایا۔ اور اسی طرح انصار جنہوں نے اپنے نئے بھائیو کی خاطر و مدارات میں بلا کسی قسم کے دریغ کے وہ بے نظیر ایثار دکھایا ہے۔ جس کی نظیر مہذب سے مہذب اقوام میں پائی جاتی مشکل ہے۔ اور پھر جنکی تعریف نہ ایک دو جگہ بلکہ متعدد آیات میں موجود ہے۔ آیۃ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذالک الفوز العظیم۔ سورہ توبہ رکوع ۱۳ کو بغور مطالعہ فرماؤ۔ اور بتاؤ کہ اب بھی مجمع البحرین والی مذکورہ بالا حدیث کی تصدیق کرتے ہوئے صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عموماً اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ خصوصاً جن سے بڑھ کر ہجرت و نصرت دین میں کسی نے حصہ نہیں لیا۔ بجائے تبرا کے تولا رکھو گے یا نہ؟ ورنہ خدا کے واسطے بتلاؤ کہ از بعد مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں سے شیعوں کا اپنے ہی فرقہ کو فرقہ ناجیہ قرار دینا اور اپنے آپ کو تابع قرآن و سنت رسول ظاہر کرنا کہاں تک قرین انصاف ہے۔ اور کونسے دلائل بینہ پر مبنی ہے۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس باطل عقیدہ تبرا صحابہ کرام کو شیعہ برادران سے مثل حرف غلط نسیاً منسیاً کر دے۔ اور ان کو اصل سیرت اہل بیت کرام پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

بحرمت حضرت سید المرسلین واصحابہ وآلہ الطیبین المطہرین۔ وآخر دعونا

ان الحمد للہ رب العالمین

ہوا خواہ فریقین

عاجز خادم حسین از مقام کوئٹہ

۲۶ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

اطلاع ضروری

[illegible] رسالہ [illegible] بشمولہ مضمون ۹ [illegible] صاحب [illegible]

درس الحدیث

از حضرت اولو العزم - ۷ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء

حدیث - ابراہیم بن موسیٰ -

نبی کریم صلعم کو رؤیا میں شراب اور ایک دودھ کا پیالہ دکھلائے گئے - آپؐ نے دودھ لے لیا اور اسے پیا - آپؐ سے کہا گیا - کہ آپؐ فطرت کی طرف ہدایت کئے گئے ہیں -

رؤیا میں شراب کا دیکھنا - جہالت اور عقل پر پردہ پڑنے پر دال ہے - اس لئے اسلام کے پہلے زمانہ کو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں - اور دودھ سے مراد علم ہوتا ہے - جو اس خواب کے دیکھنے والے کو عطا کیا جاتا ہے - شراب بہت بری چیز ہے - جسے اس کی لت پڑ جائے اسے چھوڑنا محال ہو جاتا ہے - ایسے شخص کی عقل پر بالکل پردہ پڑ جاتا ہے - اور وہ کسی بدی سے اجتناب نہیں کرتا - اور کسی گناہ سے نہیں بچتا -

مجھے ایک دفعہ رؤیا میں خدا تعالیٰ نے دودھ کا پیالہ دیا - جسے میں نے پی لیا - پھر میں نے کہا - اب میری امت گمراہ نہیں ہوگی؟ وہ امت نبی کریم صلعم کی ہی امت ہے - جو آپؐ کی امت ہے وہی ہماری امت ہے - نبی کریم صلعم کی فطرت نیک تھی - اس لئے آپؐ نے دودھ کو لیکر پی لیا - آپؐ کو یہ بتایا گیا کہ آپؐ کی امت میں علم ہوگا اور جہالت نہیں ہوگی

حدیث - ابراہیم بن منذر -

طافئۃ - ابھری ہوئی - یا سیے ذرآنکھ - نبی کریم صلعم کو دونو عیسے دکھلائے گئے تعجب کی بات ہے - اس سے تو صریح پتہ لگتا ہے کہ ایک عیسے جو آپ سے پہلے گزر چکا - ایک بعد میں آنے والا ہے - یہاں اس کا ذکر ہے جو آپؐ کے بعد آنے والا تھا -

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا - وہ رؤیا یا الہام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتا تھا - یہاں صریح منام کا لفظ ہے اور منام کی ہر ایک چیز تعبیر طلب ہوتی ہے

تعبیریں بھی مختلف ہوا کرتی ہیں۔ جو اس کے ظہور کے وقت پتہ لگتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اکثر خوابیں ویسی ہوتی ہیں۔ بعض میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ بعض خوابیں بڑی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کی تعبیر چھوٹی سی نکلتی ہے۔ بعض خوابیں چھوٹی اور ان کی تعبیر بڑی نکلتی ہے۔ بعض خوابوں کی تعبیر بالکل الٹ نکلتی ہے۔ لیکن اب لوگ کہتے ہیں کہ عیسےٰ کے متعلق جو رؤیا تھا۔ اس کی تعبیر عین اصل کے مطابق ہونی چاہیئے۔ مگر نبی کریم صلعم نے کڑوں کی تعبیر "دو جھوٹے" کر کے بتلا دیا ہے کہ تعبیر ویسی ہی نہیں ہو سکتی۔ عزیز کے خواب کی جو تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے کی۔ اسی کو دیکھ لو۔ کہاں بالیاں اور گائیں۔ اور کہاں قحط۔ یہ ایک رؤیا ہے جو نبی کریم صلعم کو دکھلایا گیا۔ خواب کی تعبیر اسی وقت کھلتی ہے جب وہ پوری ہو۔ یہ کہنے والے غلطی پر ہیں۔ کہ خواب کی تعبیر ویسی ہی ہونی چاہیئے۔ بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ عام لوگوں کے رؤیا و خواب تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ نبی کے رؤیا کی تعبیر نہیں ہوتی۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رؤیا کی تعبیر کر کے بتلا دیا۔ کہ نبی کی رؤیا و خواب بھی تعبیر طلب ہوتی ہیں۔

حدیث۔ احمد بن محمد المکی۔

لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسیٰ احمر۔ خدا کی قسم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسےٰ احمر (سرخ) نہیں کہا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دونو مسیحوں کا رنگ اور صورت الگ الگ فرمائے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے انہوں نے عیسےٰ اول کا رنگ نبی کریم صلعم سے نہیں سنا صرف اس مسیح کا رنگ سنا ہے جو بعد میں آنے والا تھا۔ اس لیے قسم کھالی۔ عیسےٰ مسیح اول کا رنگ آپ نے سرخ بیان فرمایا ہے۔ اور مسیح ثانی کا گندم گون۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ ؎ ہست او خیر الرسل خیر الانام — "مسیحائے احمر" سے جدا کند ز مسیحائے احمرم

چونکہ مسیح ثانی چھپے ہزار کا آدم تھا۔ اس لئے اس کا رنگ بھی آدم ہی رکھا۔ یہ جو قسم کھا کر راوی نے کہا ہے۔ اس لئے کہ آنیوالے مسیح کا رنگ نبی کریم صلعم نے سرخ نہیں بلکہ گندم گون فرمایا ہے۔

حدیث۔ ابو الیمان۔

اولاد علات - ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ دین کے اصول ایک ہی ہیں اگرچہ فروعات میں کچھ اختلاف ہی ہو۔

حدیث۔ عبداللہ بن محمدؐ۔

رأی عیسی ابن مریم رجلاً یسرق فقال لہٗ اسرقت قال کلا والذی لا الٰہ الا ھو فقال عیسیٰ اٰمنت باللہ وکذبت عینی

حضرت عیسےٰ نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ تو نے چوری کی اس نے خدا کی قسم کھائی کہ میں نے چوری نہیں کی حضرت عیسےٰ نے کہا میں نے اللہ کی قسم مان لی اور اپنی آنکھ کو جھٹلایا۔ چور ایسا کیا کرتے ہیں۔ کہ ان کو کوئی سیندھ لگاتے ہوئے ہی پکڑے۔ تو انکار کر جاتے ہیں۔ اور عین وقت پر پکڑے جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہاں اپنا مال ہوگا۔ لیکن جس کے پاس تھا۔ اسے دیتا نہ تھا۔ اس لیئے اس نے اس ترکیب سے نکالنا چاہا۔ خیر کچھ ہو۔ مگر انبیاءؑ کی احتیاط کو دیکھو۔

حسن ظنی جو حضرت عیسےٰ نے کی۔ یہ اس لیئے کہ وہ حاکم تو نہ تھے۔ یہ بے تعلق لوگوں کے لیئے طرز عمل ہے حاکم تو ایسا نہیں کرتے نہ انہیں کرنا چاہیئے۔ حاکم اگر دیکھتا تو وہ تفتیش کرتا۔ یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایک ذرا سی بات کو دیکھ کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

حدیث۔ حمیدی۔

لاتطرونی - میری حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔ یہ آپ نے کیا لطیف بات فرمائی ہے۔ بعض ناسمجھوں نے اس بارہ پر اعتراض کیا ہے۔ کہ کلمہ شہادت میں نبی کریم صلعم نے اپنا نام کیوں ساتھ لگا دیا۔ وہ سمجھتے نہیں۔ آپ نے تو شرک کی بیخ کنی کر دی اور ایک لطیف پیرایہ میں فرما دیا۔ کہ دیکھو پچھلے بعض نبیوں کو ان کی امت نے خدا بنا دیا تھا۔ اب تم نہ کرنا میں بندہ ہوں۔ خدا نہیں ہوں۔ مجھے کہیں خدا نہ سمجھ لینا۔ اس لئے توحید کے ساتھ اپنی عبودیت کی گواہی حضورؐ نے لازمی فرمائی۔

خصوصیّاتِ اسلام

(۱)

ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اسلام کی مسلّمہ الہامی کتاب (قرآن مجید) میں کوئی ایسا قول نہیں۔ جو خدا کے فعل کے مخالف ہو۔ بلکہ قول و فعل میں پوری پوری مطابقت ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ تمام دنیا کی جسمانی ربوبیت فرما رہا ہے اسی طرح روحانی ربوبیت کے بارہ میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الہام الٰہی کسی خاص قوم یا خاص خطے سے مخصوص نہیں بلکہ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (کوئی قوم نہیں جس میں رسول مبعوث نہ ہوا ہو) اور پھر اسی اصول کے مطابق ارشاد ہے کہ مومن متقی وہ ہے جو اس پر بھی ایمان لائے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو ان سے پہلے نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپؐ کے بعد نازل ہوگا۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ سوا اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ تعلیم ربانی نہیں۔ چنانچہ آریہ صرف آریہ ورت والوں ہی کو الہام الٰہی سے مخصوص سمجھتے ہیں اور اہل کتاب یہود و عیسائی بنی اسرائیل کو اور پھر کوئی بھی ان میں سے نہیں جو تمام مسلّمہ راستبازوں پر ایمان لانا ضروری بتائے۔ البتہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے ہم انجیل۔ توریت اور وید کو کلام الٰہی مانتے ہیں اور تمام نبیوں اور رشیوں کی عزت کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ امتداد و انقلاب زمانہ سے ان کتابوں میں تحریف ہو گئی۔ ان راستبازوں کی تعلیم حق باطل سے متلبس ہو گئی۔ اس لئے قرآن مجید پر عمل کافی ہے وَفِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو اور یہ کتاب ہر طرح سے محفوظ ہے اور رہیگی لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ

(۲)

جس طرح ایک باغ ۔ باغبان اور آبپاشی کے بغیر تباہ اور برباد ہوجاتا ہے ۔ اسی طرح مذہب بغیر انبیاء مجددین امت اور کلام الٰہی کے زندہ نہیں رہ سکتا ۔ سو اس معیار پر ہم تمام مذاہب عالم کو دیکھتے ہیں ۔ ویدوں کے بعد آریہ سماج کے عقاید کے مطابق کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس باغ کی آبیاری وحفاظت کے لیے مامور ہوا ہوں ۔ ایسا ہی اہل کتاب یہودی اور پھر ان کے بعد عیسائی ۔ مسیح بن مریم (علیہ السلام) پر یہ سلسلہ ختم کردیتے ہیں ۔ گویا وہ اپنی زبان سے شہادت دیتے ہیں کہ اب ہمارے مذہب میں زندگی نہیں ۔ جسمانی تربیت کے لئے تو بیشک ہر زمانہ میں آسمان سے پانی برسنے کی ضرورت ہو لیکن روحانی تربیت کیلئے وہی پانی کافی سمجھ لیا جائے جسے مختلف لوگوں کے دست برد نے مصفا نہیں رہنے دیا کیسی خوفناک غلطی ہے ۔ الحمد للہ ۔ اسلام ایسی غلطیوں سے پاک ہے ۔ اس میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں بشارت دی کہ ہمیشہ اس میں ایسے پاک انسان پیدا ہوتے رہینگے ۔ جو اس تعلیم پر چل کر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرینگے ۔ اور گلشن اسلام کی آبیاری کرکے اسے سرسبز و شاداب رکھینگے چنانچہ ان اللہ یبعث علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا ۔ کے مطابق ہر صدی میں جب کہ ایک نسل کے آدمی رخصت ہوگئے تو دوسری نسل کی رہنمائی کے لیئے خدا کا ایک مجدد آگیا جس نے اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھایا بدعات کا قلع قمع کیا ۔ اور مسلمانوں کو حقیقی اسلام پر قائم کردیا اسی وعدے کے مطابق اس صدی میں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مبعوث ہوئے ۔

(۳)

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید نہ صرف اپنی تعلیم کے لحاظ ہی سے بے مثل ہے بلکہ فصاحت و بلاغت دلآویز طرز بیان میں بھی نظیر نہیں رکھتی ۔ چنانچہ اس کا بڑی تحدی سے یہ دعویٰ ہے ۔ کہ قل لئن اجتمعت

الانس* بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً

یعنے اگر تمام جہان کے لوگ بھی مل کر کوشش کریں تو ایسی کتاب بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یعنی یہ کتاب خود زندہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ایک انسان تو کیا انسانوں کی مجموعی طاقت بھی اس کا جواب نہیں لا سکتے۔

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
بھلا کیوں کر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے

(۴)

چوتھی خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ جو الہامی کتاب اس مذہب کو پیش کرتی ہے۔ اس کی زبان زندہ ہے اور قوموں میں بولی جاتی ہے۔ بخلاف اس کے نہ ژند وستا کی زبان اب باقی ہے نہ ویدوں کی۔ نہ توریت و انجیل کی اصل زبان عبرانی زندہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا یہ فعل کھلی کھلی شہادت نہیں دیتا کہ وہ قادر و توانا چاہتا ہے کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے سب لوگ اسے قبول کریں اور دوسرے مذاہب پر اب کوئی شخص عمل پیرا نہ ہو۔ کیونکہ جب الہامی کتاب کی اصل زبان ہی سمجھنے والا کوئی نہ رہا یا النادر کالمعدوم رہ گئے تو اس اصل مذہب کی اشاعت کیا ہوگی۔ یہ اور بات ہے کہ اپنے خیالات و خواہشات کے مطابق مذہب کے نام سے چند باتیں لے کر اسے پھیلاتے پھریں۔ اصل مذہب تو الہامی کتاب میں دیکھا جائیگا۔ اور اس الہامی کتاب کی زندگی زبان کی زندگی پر موقوف ہے۔

(۵)

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ صرف اسلام ہی کا دعویٰ ہے کہ وہ عالمگیر مذہب ہے اور تمام جہان کے لئے ہے چنانچہ اس میں ارشاد ہے۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۔ (اے دنیا کے تمام لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہوں)، اسی کے مطابق رسول پاک نے فرمایا کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً ۔ پھر صرف قول ہی پر اکتفا نہیں بلکہ نبی کریم صلعم

نے دنیا کے بادشاہوں کی طرف دعوتی خط لکھکر اور پھر یہودی عیسائی مجوسی ۔ رومی ایرانی ۔ مصری ۔ شامی غرض ہر مذہب ہر طبقے ہر علاقہ کے انسان کی بیعت لیکر ثابت کردیا کہ انکا مشن تمام عالم کے لئے ہے ۔ پھر اسلامی احکام بھی ایسے ہی ہیں جنمیں یاایہا الناس سے تمام نوع انسان کو مخاطب کیا گیا ہے ۔ برخلاف اس کے نہ وید و ژندوستا کو دعوے ہے ۔ نہ توریت و انجیل کو کہ وہ تمام دنیا کیلئے ہے اور نہ تعلیم ہی ان کی ایسی ہے جو ہر زمانہ ہر ملک کے لوگوں کے لئے کافی ہو ۔ حتے کہ خود ان کے پیرؤں کو ۔ اپنے اپنے مذہب پر عمل چھوڑنا پڑا ۔ آئے دن ترمیمیں ہوتی رہتی ہیں

(۶)

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ صرف اسلام ہی کے بانی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جس اصلاح کے لئے آواز اٹھائی وہ قوم میں کرکے دکھادی ۔ اور آپ اس وقت خدا کے حضور بلائے گئے جب کہ تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا ۔ آپ کے مقابل میں اور کسی مصلح کو یہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ پس اسی کے دامن سے وابستگی ہونی چاہیئے جو تمام راستبازوں کی مجموعی قوت قدسیہ اپنے اندر رکھتا ہے ۔

(۷)

مذہب کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے واصل ہوں اور یہ موقوف ہے ۔ اس کی ذات وصفات و افعال کی معرفت پر ۔ تمام مذاہب کی تعلیم پر نظر کرکے دیکھ لو ۔ انمیں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے خدا کا حقیقی عرفان حاصل ہو ۔ کیا اس خدا پر ایمان لائیں ۔ جسے صرف جوڑنے توڑنے کا منصب دیا گیا ہے ۔ اور روح و مادہ اس کی ازلیت میں شریک ہیں اور جب یہ چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی نہیں تو بلا وجہ کیوں احسانمند ہوں اور اسکی عبادت کریں ۔ ایسا ہی عیسائی مذہب تین برابر ایک کا مسئلہ پیش کرتا ہے ۔ جو خلاف عقل ہے اور پھر جسے خدا مانتا ہے اس کی نسبت یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے ۔ کہ صلیب پر فوت ہوا ۔ اور اسے قیامت کا علم نہیں ۔ غرض حقیقی خدا کا پتہ اسلام ہی دیتا

ہے جو خالق کل شئے اور لا تدرکہ الابصار اور عندہ علم الساعۃ کے مطابق جسے قیامت کی گھڑی کا خوب علم ہے اور جو الحی القیوم۔ تمام جہان کو فنا کرنے اور پھر دوبارہ منصۂ شہود میں لانے پر قادر ہے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

(۹)

ہر مذہب کی طرف سے اس کے پیروؤں کے لئے کچھ وعدے خوشحالی اور ترقی کے کئے گئے ہیں جو وفات کے بعد اخروی زندگی کے متعلق ہیں۔ مگر ان وعدوں کے ایفاء کا یقین اسی پر مبنی ہے۔ کہ کچھ وعدے اسی دنیا کی زندگی کے بارہ میں ہوں۔ یعنی یہ کہ اس مذہب پر عمل کرنے والوں کو سکھ ملیگا۔ اور وہ ہر قسم کی ترقی حاصل کر کے اپنے ہم جنسوں پر فوقیت حاصل کرینگے۔ اس معیار کے مطابق جب ہم مشہور مذاہب عالم کے پیروؤں کی حالت دیکھتے ہیں تو صاف نمایاں ہوتا ہے کہ اہل عرب نے جو جہالت اور گمراہی میں گرفتار تھے اور جو کسی قسم کی فوقیت نہیں رکھتے تھے۔ اسلام کی پیروی کر کے اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی پائی اور وہ ایک بڑی سلطنت کے مالک بن گئے۔ عزت ملی حکومت ملی۔ حکمت سیکھی بلکہ سکھائی۔ ان ظاہری وعدوں کے ایفاء نے ثابت کر دیا کہ اخروی زندگی کے متعلق جو وعدے ہیں وہ بھی پورے ہونگے دیگر مذاہب میں ثبات نہیں۔ نہ تو وید کوئی ایسی قوم پیش کر سکتا ہے۔ جس نے اس کے اخلاق سنوارے۔ یسوع سے عروج تک پہنچایا۔ نہ انجیل نے جسمیں بارہ حواریوں سے بارہ تختوں کا وعدہ ہے۔ یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اس کی تعلیم پر چل کر انسان دنیوی و اخروی برکات حاصل کر سکتا ہے۔ اور ہر صدی میں اس کا ثبوت ملتا رہتا ہے۔ فالحمد للہ الذی ھدینا للاسلام۔ والسلام وبہٖ تم الکلام۔

حضرت یسوع مسیح میں جملہ انبیاء سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نہیں ہے

بحولہٖ وقوتہٖ تعالیٰ اس مختصر رسالہ میں ہم اہل انصاف کے لئے یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت یسوع مسیح ناصری میں دیگر انبیاء کرام سے بڑھ کر الوہیت کے ثبوت کے لئے کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ جس سے انہیں الگ کرکے خدا مانا جائے۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو اناجیل میں خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ خدا ہے۔ حالانکہ یہ القاب دوسروں کو بھی عطا کیا گیا ہے چنانچہ انجیل لوقا باب ۳ آیت ۳۸ "آدم خدا کا بیٹا ہے" شیث نبی خدا کا بیٹا ہے۔ دیکھو پیدایش ۶/۲۔ پھر بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو خروج ۴/۲۲۔ پھر افرائیم خدا کا پلوٹھا بیٹا ہے دیکھو یرمیاہ ۳۱/۹۔ پھر داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے۔ دیکھو زبور ۸۹/۲۶-۲۷۔ پھر سلیمان خدا کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ اول ۱۷/۱۳ و ۲۲/۱۰۔ پھر تمام حواری یسوع مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو یوحنا ۱/۱۲ نیز تمام عیسائی اور مومن لوگ خدا کے بیٹے ہیں دیکھو یوحنا ۱/۱۲۔ پھر سب خاص و عام خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو پیدائش ۶/۲، اور یسوع مسیح کو تو انجیل میں بکثرت ابن آدم ہی فرمایا گیا ہے۔ اور نیز ابن داؤد بھی۔ متی ۱/۱ اور جو ابن آدم ہے وہ ابن اللہ نہیں ہوتا۔ اور یسوع مسیح خود کہتا ہے کہ میں ابن آدم ہوں۔ دیکھو متی ۱۲/۴۰۔ انسان کا بیٹا یسوع کھاتا پیتا آیا۔ متی باب ۱۱ آیت ۱۹ کیا یہ سب جن کو ابن خدا کہا گیا ہے۔ خدا ہی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایک کی خصوصیت کیسی؟

(۲)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو ہم اس لئے خدا کہتے ہیں کہ اس کے حق میں یہ لکھا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتا تھا اس لئے خدا ہے۔ حالانکہ بائیبل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت الیاس نے بھی مردے زندہ کئے۔ دیکھو اول سلاطین ۱۷/۲۲۔ اور الیسع نبی نے بھی مردہ زندہ کئے تھے۔ دیکھو ۲ سلاطین ۴/۳۵۔ حضرت الیسع کی لاش ہی نے ایک مردہ زندہ کر دیا۔ اور حزقیل نبی نے یسوع مسیح سے بڑھ کر پرانے مردے جن کو مرے ہوئے مدت ہو گئی زندہ کر دئے جو ہزاروں تھے۔ دیکھو کتاب حزقیل ۳۷/۱۰۔ کیا یہ بھی خدا تھے؟ یا تم انہیں بھی خدا مانتے

ہو؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ انصاف چاہیئے۔

(۳)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح بیماروں کو اچھا کرنے کے سبب خدا ہے۔ یہ بھی کوئی خصوصیت خاصہ نہیں ہے۔ جبکہ الیسع نبی نے بھی مسمے نعمان سپاہ سالار کوڑھی کو اچھا کیا ہے۔ دیکھو ۲ سلاطین باب ۵ آیت ۱۴۔ کیا یہ بھی خدا مانا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۴)

پادری صاحب کہتے ہیں کہ یسوع مسیح اندھوں کو اچھا کیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔ حالانکہ حضرت یوسف نے بھی اپنے باپ کو بینا کیا ہے۔ دیکھو پیدائش ۲۹/۴۶۔ پس یوسف کیوں خدا نہیں؟

(۵)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح اندک طعام کو برکت دیکر بہت کیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ حالانکہ دیگر انبیاء نے بھی ایسا کیا ہے۔ دیکھو حوالجات ذیل:۔

اسلاط ۱۶/۱۷۔ ۲ اسلاط ۴۴/۴ کیا یہ بھی خدا تھے؟

(۶)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح میں خدا داخل ہوا اس وہ خدا ہو گیا۔ بموجب انجیل یوحنا ۲۱/۱۷۔ سو یہ بھی باطل و وہم ہے۔ کیونکہ اوروں میں بھی خدا کا داخل ہونا لکھا ہے دیکھو یوحنا ۲۳/۱۴ و ۲۰/۱۴ اور اول قرنتی ۱۶/۶ و ۲ قرنتی ۱۶/۶ و افسیوں ۱۷/۳ و ۶/۴ و یوحنا ۱۲/۴۔ کیا یہ بھی خدا بن سکے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۷)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کسی آدمی گنہگار کا بیٹا نہ تھا۔ اس لئے وہ ابن خدا ہو کر خدا ہے۔ مگر یہ بھی خیال ناقص ہے۔ کیونکہ آدم اول بھی کسی انسان کا فرزند یا نطفہ سے نہ تھا۔ کیا وہ بھی خدا تھا۔ نیز ملک صدق کاہن کا کوئی باپ اور ماں بھی نہ

تھی۔ اور نہ اس کی زندگی کا ابتدا اور انتہا ہے۔ دیکھو خط عبرانیاں ۷/۵ تا ۹ کیا اسے بھی کسی آدم کے فرزند نہ ہونے کی وجہ سے خدا مانتے ہو؟ اور یسوع مسیح کی تو ماں بھی دیکھو لوقا ۲/۴۸، ۴۳ اور متی کا نسب نامہ۔

(۸)

عیسائی کہتے ہیں کہ تمام ابن آدم ناپاک اور گنہگار ہیں اور انسانوں میں سے کوئی نیک اور کامل نہیں ہے۔ اور نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ فقط ایک یسوع مسیح ہی ہے۔ اس لئے وہ خدا ہے۔

یہ بھی محض وہم و خیال ہی ہے کیونکہ خود لوقا ۱/۶ میں مندرج ہے۔ کہ حضرت زکریا اور اس کی بیوی الیشبع ہر دو خدا کے سارے حکموں کو ماننے والے اور راستباز نیکوکار ہیں۔ کیا یہ بھی نیکوکار ہونے کے باعث خدا ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ بھی ابن آدم ہی ہیں۔ جو بیگناہ ثابت ہوئے ہیں ور بہت سے ابن آدم ہوئے۔ جن پر خدا کا کلام اترا۔ اور ان کو خود خدا ہی نے الٰہ بیگناہ پاک ثابت کیا ہے۔ زبور ۸۲/۶ اور یوحنا ۱۰/۳۴۔ اور اناجیل سے تمام نبی پاک ثابت ہوتے ہیں۔ دیکھو لوقا ۱/۷۰ اور اعمال ۳/۲۱ اور دانی ایل نبی پاک از گناہ تھا۔ دیکھو دانی ایل ۶/۲۲ اور ہارون نبی خدا کا مقدس بندہ ہے دیکھو زبور ۱۰۶/۱۶ اور غیر انبیاء دوسرے لوگ بھی معصوم اور بیگناہ ہو سکتے ہیں دیکھو گنتی ۲۳/۹ و ۲۳/۲۱ اور ۲ پطرس ۱/۱ اور ۲ سلاطین ۲۰/۳ پھر متی ۹/۱۲ بھلے چنگوں کے لئے حکیم درکار نہیں یعنی نیکوں کے لئے نبی آیا کرتا بلکہ ان کے لئے آتا ہے جو گناہ کی مہلک بیماری میں ماخوذ ہیں۔

پھر حضرت داؤد خدا کا سچا فرمانبردار رہا جبتک وہ جیتا رہا بیگناہ رہا دیکھو ۱ سلاطین ۱۵/۵ اور حضرت ایوب خدا کا پاک بندہ بیگناہ بدی سے دور رہنے والا تھا دیکھو ایوب ۱/۱ و ۸ و ۲/۳ و حزقیل ۱۴/۱۴۔ اسی میں نبیوں کے نام لیکر اللہ تعالیٰ ان کو بیگناہ ٹھہراتا اور نجات پانے کے مستحق بتاتا ہے۔ غور سے دیکھو۔ اور حزقیاہ بادشاہ بیگناہ تھا جسکی ۱۵ برس کی عمر بڑھائی گئی تھی یسعیا ۳۸/۳۔ اور حضرت داؤد کا قول آخری عمر کے ایام میں یہ تھا کہ خدا نے میری روح کو ہر ایک آفت سے رہائی دی ہے۔ یعنی گناہ سے پاک رکھا دیکھو ۱ سلاطین ۱/۲۹

اس قسم کے حوالجات بائبل میں بکثرت ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

اور بائبل میں موسیٰ کو خدا یعنی خدا کی مانند پاک اور خطا فرمایا گیا ہے دیکھو خروج ۷/۱ اور موسیٰ خدا کے حضور میں منظور نظر بندہ تھا۔ دیکھو خروج ۳۳/۱۳ تا ۱۹ و ۳۴/۹

کیا یہ سب بے گناہ لوگ جو منظور ہوئے خدا بن سکتے ہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور یسوع مسیح کا خود اپنا قول تو یہ ہے کہ مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں سوا ایک خدا کے دیکھو مرقس ۱۰/۱۸

(۹)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے خود فرمایا ہے کہ میں اوپر سے ہوں اور تم نیچے سے ہو۔ تم اس جہان کے ہو میں اس جہان کا نہیں ہوں۔ اس واسطے آپ خدا ہیں۔ یہ بھی ایک غلطی کا نتیجہ ہے۔ یہ تو ہر ایک تارک الدنیا کے لئے محاورہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ اس دنیا کا نہیں ہے چنانچہ یسوع مسیح نے اپنے بزرگ حواریوں کو فرمایا کہ اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا تم سے پیار کرتی لیکن تم دنیا کے نہیں ہو۔ دیکھو یوحنا ۱۵/۱۹ پھر فرمایا جیسا کہ میں دنیا کا نہیں ہوں وہ بھی (حواری) دنیا کے نہیں ہیں یوحنا ۱۷/۱۶۔ کیا یہ بھی اتنا کہہ دینے سے خدا بن گئے تھے۔ اگر نہیں تو کیوں؟

(۱۰)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ میں اور باپ دونوں ایک ہی ہیں۔ یوحنا ۱۰/۳۰ اس لئے ہم یسوع مسیح کو الوہیت دیتے ہیں سو یہ بھی ایک بین غلطی ہے ہر ایک کامل مومن باللہ کے حق میں یہی کہا جاتا تھا دیکھو انجیل یوحنا ۱۷/۲۱-۲۲ کہ وے ہماری طرح ایک ہو جاویں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور وے بھی ہم میں ایک ہوں پھر یوحنا ۱۷/۱۱ میں فرمایا کہ وے ہماری طرح ایک ہو جاویں پھر خط اول یوحنا ۴/۱۷ خدا نور ہے پر ہم اگر نور میں چلیں جس طرح وہ نور میں ہے تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں کیا یہ سب خدا ہی ہو جاوینگے؟

(۱۱)

پادری کہتے ہیں کہ بموجب یوحنا ۱۴/۹ یسوع مسیح نے خود فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے

خدا باپ کو دیکھا کیونکہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے اس لئے حضرت یسوع مسیح خدا ماننے کے قابل ہیں یہ خصوصیت بھی قابل پذیرائی نہیں ہے کیونکہ یہ محاورہ ہر ایک نیک بزرگ کے حق میں بولا جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھو اقرنتی ۳ ۱۶ کہ تم زندہ خدا کی ہیکل ہو اور خدا نے فرمایا کہ میں ان میں ہونگا۔ اور چلونگا۔ پھر خط یوحنا ۳ ۲۴ جو اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے وہ اس میں اور یہ اس میں رہتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ خدا ہم میں رہتا ہے۔ پھر خط اول یوحنا ۴ ۱۳ ہم اس میں رہتے ہیں اور وہ ہم میں رہتا ہے۔ پس اگر بقول آپ کے یسوع مسیح میں خدا اور خدا میں یسوع مسیح اور دونو ایک ہونے کے سبب یسوع مسیح خدا ہے تو یہ لوگ بھی جن کا ذکر اوپر کے حوالجات میں گزرا خدا ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے تو فرمائیے کیوں؟

Digitized by Khilafat Library

(۱۲)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح ازروئے لوقا مرقس آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔ اس لئے وہ خدائی کا مستحق ہے اور خدا کے پاس موجود ہے۔

یہ دلیل بھی ایک طفل تسلی ہے کہ بجز یسوع مسیح کے کوئی آسمان پر نہیں گیا ہے۔ کیونکہ ازروئے بائبل حضرت الیاس یا ایلیا نبی بھی مجسم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں دیکھو ۲ سلاطین ۲ ۱۱۔ پھر حضرت حنوق نبی بھی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ دیکھو پیدایش ۵ ۲۴ و عبرانیاں ۱۱ ۵۔ کیا یہ بھی خدائی کے حق دار مانے گئے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

(۱۳)

کہا جاتا ہے کہ یسوع مسیح پیدا ہوتے ہی بولتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔

یہ خصوصیت بھی انوکھی نہیں ہے۔ حضرت یرمیاہ نبی بھی بوقت ولادت بولتا تھا۔ دیکھو یرمیاہ ۱ ۵ کیا یرمیاہ نبی خدائی کا حقدار ہو سکتا ہے؟

(۱۴)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح پر روح القدس نازل ہوئی اس واسطے وہ الوہیت کے حقدار سمجھے جاتے ہیں یہ وہم بھی بائبل کی کم توجہی سے پیدا ہوا ہے۔ روح القدس کے معنی پاک روح۔ یعنی خداوند قدوس کی روح۔ سو یہ روح جو خدا کی پاک روح ہے حضرت موسیٰ پر بھی اتری تھی دیکھو یسعیاہ ۶۳ ۱۱

پھر حضرت سموئیل پر خدا کی روح نازل ہوئی دیکھو سموئیل ۳/۱ پھر حضرت داؤد پر خدا کی روح اتری سموئیل ۱۶/۱۳
یوحنا ابن زکریا پر شکم مادر میں ہی روح القدس اتری لوقا ۱/۱۵ - پھر وہ انبیاء جن پر خدا کا کلام اترا -
خدا نے ان کو آلہ کا خطاب دیا۔ یوحنا ۱۰/۳۴ - پھر یروشلم میں ایک مرد مسمٰی شمعون راستباز دیندار
تھا اس پر روح القدس اتری تھی لوقا ۲/۲۵-۲۶ پھر ستر نبیوں کے دو ممبروں پر روح اللہ اتری تھی -
دیکھو خروج ۳۱/۳ و ۳۵/۳۱ - پھر ساؤل بادشاہ کے ہرکاروں پر روح اللہ اتری تھی اسموئیل ۱۹/۲۰-۲۳
و ۲۳/۲ و ۱۱/۱۷ پھر دانیئل نبی پر روح اللہ اتری تھی دیکھو دانیل ۴/۸ و ۵/۱۱، ۱۴ و امثال ۱/۲۳
پھر سمسون پر خدا کی روح اتری تھی - قاضیون ۱۳/۲۵ و ۱۴/۶، ۱۹ و ۱۵/۱۴ - پھر جبتی ایل پر بھی اتری
تھی۔ اور یشوع پر۔ کیا یہ بھی خدا تھے ؟

(۱۵)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے بڑے بڑے نادر معجزات دکھائے اس لیے وہ خدا تھا
خصوصیت ہذا کو خود یسوع مسیح نے ہی باطل قرار دیا ہے - جہاں فرمایا ہے کہ جھوٹے
نبی بھی معجزے دکھائینگے اور برگزیدوں کو گمراہ کرینگے ۲۴/۲۴ - پس جبکہ حضرت یسوع مسیح کی
گواہی ہی سے معجزات نبوت کی خصوصیت و علامت خاصہ نہیں تو پھر وہ خدائی کے
کیسے نشان بخصوصیت ہو سکتے ہیں اور ہم دکھا چکے ہیں کہ بہت انبیاء نے معجزات دکھائے
ہیں کیا وہ بھی خدا کر کے مانے گئے تھے۔ یا ماننے کے لئے عیسائی تیار ہیں ؟

(۱۶)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی حکومت پانیوں پر بھی تھی کہ وہ تیر کر ان سے گزر جاتا
تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔
خصوصیت بھی یسوع مسیح میں بعدم تدبر و تفکر کا موجب ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے اپنا
عصا مار کر دریا کو پھاڑ دیا تھا اور اس میں سے ہزاروں کو پار اتارا (اور اس کے اعداء کو پانی نے
غرق کیا) خروج ۱۴/۲۱ - پھر حضرت یشوع بن نون نے جو موسیٰ کا خلیفہ تھا ایسا ہی کیا تھا دیکھو
یشوع ۳/۱۶ - پھر الیسع نبی نے بھی دریا کو دو ٹکڑے کر دیا ۲ سلاطین ۲/۱۴ - پھر یسوع مسیح خود فرماتے
ہیں کہ یہ کام جو میں کرتا ہوں (اے حواریو) تم بھی کرو گے بلکہ اس سے بڑھ کر کرو گے۔ دیکھو یوحنا ۱۴/۱۲

پھر ایسے کام کس کس کو خدا بنلائینگے؟

(۱۷)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح منجی گنہگاران تھا اس لیئے خدا تھا۔ بموجب یوحنا ۱/۲
اول تو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ یسوع مسیح کن لوگوں کے لیئے دنیا میں منجی ہوا۔
اگر کہا جاوے کہ اس نے اندھوں۔ بہروں۔ اور گونگوں وغیرہ کو اچھا کیا۔ تو ہم دکھا چکے ہیں
کہ یہ کوئی خصوصیت یسوع مسیح نہیں ہے۔ پس دنیا میں یسوع مسیح کا منجی ہونا ثابت کرو۔
یسوع مسیح سے بڑھ کر حضرت موسیٰ منجی تھے۔ جن کو خود فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعاؤں کی اور
تیرے کہنے سے یہودی گنہگاروں کو بخش دیا۔ دیکھو گنتی ۱۴/۲۲ ایسا ثبوت دنیا ہی اسے شفیع
اور منجی بناتا ہے۔ اپنے تابعداروں کو عذابوں سے رہائی دلائی اور اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے
تباہ ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہی کامل منجی ہے۔ پھر موسیٰ کی شفاعت سے قوم پر سے عذاب ٹل
گیا دیکھو خروج ۳۲/۱۴ و ۹/۲۶ ۹ ۳۲/۱۹،۹ پھر گنتی ۱۴/۱۹ کہ اے موسیٰ میں نے تیرے کہنے سے گنہگار
بخشدیا ہے۔ ایسے مقام بائبل میں بکثرت ہیں جہاں پاکبازوں کی شفاعت دنیا میں ہی
قبول ہوئی۔ اور امت نے عذابوں سے نجات پائی۔ کیا یہ بھی خدا مانے گئے ہیں؟

(۱۸)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح شیطان سے بہکایا نہیں گیا بلکہ اس پر فتح پائی۔ بموجب متی ۴/۱۱
سو یہ خصوصیت بھی قابل پذیرائی نہیں کیونکہ حضرت ایوب نبی بھی شیطان سے بہکایا نہیں گیا۔
بلکہ شیطان پر اس نے فتح پائی۔ دیکھو کتاب ایوب باب اول تمام کیا۔ ایوب بھی خدا ہو گیا تھا؟
اگر نہیں تو کیوں ؟

(۱۹)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کے سوائے خودبخود کوئی دنیا بھر میں سے اپنی قبر میں سے تین دن کے
بعد نہیں جی اٹھا۔ اس لیئے وہ قادر خدا ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا تھا۔ البتہ غشی کی سی حالت
ہو گئی تھی صلیب پر مرنا تو اس کی عصمت اور بزرگی کے لئے ایک بھاری دھبہ تھا بموجب

توریت استثنا ۲۱/۲۳ وگلتیوں ۳/۱۳ ۔

پھر یسوع مسیح نے اس حادثہ کے وقوع کے پیشتر ہی بطور پیشگوئی کے صاف فیصلہ کر دیا کہ میں قبر میں رہوں گا تو مر کر نہ رہوں گا بلکہ یونس نبی کی مانند وہ زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ ایسا ہی میں بھی زمین کے اندر تین دن رات (زندہ) رہوں گا دیکھو متی ۱۲/۴۰ ۔

پس یہ خصوصیت بھی یسوع مسیح کی خدائی کے لئے سہارا نہیں دے سکتی ہے۔ کیونکہ یسوع مسیح کے مر جانے کے بعد خود انجیل متی نے لکھا ہے۔ کہ بہت سی قبریں کھل گئیں۔ اور مقدس لوگوں کی بہت سی لاشیں زندہ ہو کر شہر یروشلم میں آئیں۔ اور لوگوں کو دکھائی دیں دیکھو متی ۲۷/۵۲ ۔ اس آیت کے نیچے پادری عماد الدین نے اپنی تفسیر انجیل متی میں لکھا ہے کہ لاشیں مقدس جو زندہ ہوئیں۔ بادلوں میں ہو کر آسمان میں چلی گئیں تھیں اور یسوع مسیح سے پہلے بھی کئی مقدس لوگ قبروں سے یا مرنے کے بعد زندہ ہو گئے تھے دیکھو حوالہ مکاشفات ۱۱/۱۱-۱۲ کیا یہ لوگ بھی خدا تھے؟ یا عیسائی ان کو خدا مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۲۰)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو علم غیب تھا اس لئے وہ خدا تھا۔

یہ خاصہ بھی صرف آپ کا ہی نہ تھا بلکہ از روئے بائبل تمام انبیاء کو جتنی خبریں بتا دیں اتنی ہی انہوں نے آگے لوگوں کو بتلا دیں اور پوری ہوئیں۔ نہ حقیقت میں یہ خبریں ان کے لئے غیب سے نہ تھیں۔ بلکہ ان کو خدا نے بتا دی تھیں۔ اور بتلانے سے پہلے وہ ہرگز نہ جانتے تھے چنانچہ اناجیل اربعہ سے معلوم ہوتا کہ یسوع مسیح کو خاصہ علم غیب کا ہرگز نہ تھا دیکھو متی ۱۹/۲۸-۲۹ کہ اے بارہ حواریو تم عدالت کے دن بارہ تختوں پر بیٹھ کر عدالت کرو گے۔ (نوٹ) حالانکہ ان میں سے ایک یہودہ اسکریوتی مرتد ہو گیا۔ پھر متی ۲۰/۲۳ یسوع مسیح کسی کو دہنے بائیں بٹھانا میرا کام نہیں (میرا اختیار نہیں ہے) پھر متی ۲۱/۱۸-۱۹-۲۰ ایک وقت یسوع مسیح بھوکا تھا ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا۔ تاکہ اس سے پھل کھائے۔ لیکن موسم پھل نہ تھا۔ انجیر سے پھل نہ پایا اور اس پر لعنت کی اور وہ سوکھ گیا۔ ثابت ہوا کہ یسوع مسیح کو اس کے پھل ہونے کی پہلے کوئی خبر نہ تھی۔

پھر متی ۲۴/۳۶ اور مرقس ۱۳/۳۲ - اس خاص گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا یسوع مسیح - پھر متی ۲۶/۳۹-۴۲ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) کا ٹل جائے معلوم ہوا کہ حقیقی علم نہ تھا کہ انجام یوں ہو گا۔ ورنہ دعا کیوں کرتا ؟

پھر مرقس ۵/۲۷ تا ۲۹-۳۰ ایک عورت نے آپ کو چھوا اور اس چھونے سے یسوع مسیح بے خبر تھا اور کہتا ہے کہ بتاؤ کس نے مجھے چھوا ہے ؟

پھر مرقس ۹/۱۶ یسوع مسیح پوچھتا ہے کہ تم یہودیوں سے کیوں بحث کر رہے ہو ؟ ثابت ہوا کہ آپ اس بحث سے بیخبر تھے۔ پھر مرقس ۹/۲۰-۲۱ یسوع مسیح گھر والوں کو پوچھتا ہے۔ کہ اس کو کتنی مدت کی یہ بیماری ہے۔ یعنے خود یسوع مسیح بے خبر تھا۔

اسطرح کی مثالیں بکثرت انجیل میں مل سکتی ہیں مگر ہم بخوف طوالت اتنے پر ہی کفایت کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کو علم غیب نہ تھا۔

(۳۱)

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کا نام یسوع ہے یعنی نجات دینے والا جہان کا اس لئے وہ خدا ہے یہ بھی ایک غلط دعویٰ ہے۔ اور بائبل سے ناواقفی یا دیدہ دانستہ مغالطہ دینے کے لئے ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ کا نام یشوع تھا جس کے معنی نجات دہندہ ہیں۔ پھر حضرت یسعیاہ کا نام جو ہے اس کے معنی خدا کے نجات دہندہ ہیں۔ اور حضرت مسیح ناصری کا نام یونانی میں یسوع ہے۔ یعنی حرف ش کی بجائے وہاں س ہی استعمال کیا جاتا ہے پھر اسی نام کا ایک بندہ پولوس رسول کی کلیسیا میں بھی تھا۔ جسے یسوع جو یُوستُس کہتے تھے۔ دیکھو کلسیون ۴/۱۱۔ ایک ساحر جادوگر کا نام بھی بریسوع تھا۔ جس کو پولوس نے خود دیکھا تھا دیکھو اعمال ۱۳/۶۔ اور مسیح اسے کہتے ہیں جسے بادشاہ بنایا جاتا اور اس کے سر پر تیل ڈال کر مسح کرتے دیکھو ۲ سموئیل ۲/۴۔

اور حضرت یسعیاہ نبی خورس بادشاہ فارس کو خدا کا مسیح کہتے ہیں دیکھو یسعیاہ ۴۵/۱

کیا یہ سب کے سب خدا تھے اگر نہیں تو کیوں ؟

حقیقت قدامتِ وید

آریہ سماج کی طرف سے ہر وقت یہی صدا اٹھتی ہوئی کانوں میں پڑیگی کہ دنیا میں وید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ازلی و ابدی ہے جب جب دنیا بنتی ہے تب تب ہی پرماتما انسانوں کی ہدایت کے لئے چار رشیوں کے دلوں میں ان (ویدوں) کا پرکاش کرتا ہے اور جس وقت پرلے کا زمانہ آتا ہے۔ تب یہ وید پرمیشر کے گیان (علم) میں چلے جاتے ہیں ضائع نہیں ہوتے۔ وید اور دنیا ہمیشہ ہمیشہ سے ہمعصر چلے آتے اور چلے جائینگے ان میں باہمی تقدم اور تاخر کسی صورت میں نہیں۔ جیسا کہ بانیٔ آریہ سماج بھی اپنی کتاب رگوید آدمی بھاش بھومکا اردو صفحہ ۱۳ پر رقمطراز ہیں۔

"سوال۔ ویدوں کے ظہور کو کتنے سال گزرے ہیں؟

جواب۔ ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ باون ہزار ۹ سو چھہتر برس گزر گئے ہیں۔ اور اب یہ ۱۹۶۰۸۵۲۹۷۷ واں برس گزر رہا ہے۔ اور اتنے ہی سال اس موجودہ کلپ کی دنیا کو ہوتے ہیں۔"

اس منگھڑت تعدادوالی عبارت سے معلوم ہؤا کہ وید اور دنیا کی پیدائش کا وقت ایک ہی ہے۔ اب ذرا پنڈت لیکھرام کا بے دلیل دعوے سن لیجئے فرماتے ہیں:۔

"اس واسطے آریوں کی طرف سے دعویٰ اظہر من الشمس ہے کہ وید فقط الہامی ہی نہیں بلکہ انادی و (ازلی) بھی ہیں۔ کیا وجہ؟ کہ پرمیشر انادی ہے اور چونکہ کوئی ایسا وقت نہ تھا اور نہ ہوگا جن میں وہ گیان (علم) سے خالی تھا جس سے صاف واضح طور پر نتیجہ ظاہر ہے کہ کوئی ایسا زمانہ نہ تھا۔ کہ جس میں وید (گیان) موجود نہ ہو۔ بنابراں ثابت ہؤا کہ وید الہامی ہیں اور انادی ہیں۔ اور یہی ہمارا دعوے تھا" کلیات لیکھرام صفحہ ۱۳۱ کا مگر یہی وہ لاطائل دعاوی ہیں جو مت سے ہمارے کانوں میں ڈالے جارہے ہیں۔ دعوے معقول وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھ کچھ دلائل قویہ رکھے۔ اگر بے دلیل بات کو

دعوے بنا لیا جائے تو اس طرح تو ہر ایک شخص مجاز ہے۔ کہ اٹھ کر ایک دعوےٰ کردے کہ فلاں بات اس طرح ہے۔ مگر عقلمند کب ایسے فضول دعاوی کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ یہی حال آریہ سماجک دعاوی کا ہے جو آگے چل کے ہویدا ہو جائیگا۔

جب بیماری ہو تو عقل تجویز کریگی۔ کہ اس وقت حکیم کی ضرورت ہے۔ جب جرم پیدا ہونگے تو انسان کہیگا۔ کہ قانون کی ضرورت ہے۔ جب نہ بیماری نہ جرم تو خود کہہ دیگا کہ اس وقت ڈاکٹر اور مقنن کی ضرورت سے محض بیہودہ اور لغو ہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ جب انسان پیدا ہوئے تو ان کے ساتھ ہی خدا نے مکمل الہام بھیجدیا یہ ایک لایعنی خیال ہے کیونکہ اس وقت وہ پاک صاف اور معصوم ارواح تھیں ان کو زنا اور شراب نوشی۔ جوا وغیرہ افعال سے باز رہنے کا حکم فضول تھا جب وہ جانتی ہی نہیں۔ کہ جوا۔ زنا۔ شراب نوشی کیا بلا ہے۔ انہیں منع کرنا ترغیب دینا ہے ✦

ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچے کو کسی امر سے روکا جائے تو وہ اور بھی اس پر مصر ہوگا اسی طرح ان پہلے انسانوں پر قیاس کرلو۔ پس مکمل الہام شروع دنیا میں باعث ہدایت نہ ہوگا۔ بلکہ باعث گمراہی و ضلالت۔ مکمل الہام کا فتوےٰ عقل سلیم اسی وقت دیگی۔ جب معاصی کا دور دورہ ہو۔ دنیا فسق و فجور سے بھر جائے۔ روحانی بیماریاں دلوں میں گھر کر جائیں۔ تقوےٰ و طہارت کی راہیں مسدود اور گم ہو جائیں۔ نہ کہ اس وقت جب انسان گناہوں سے ہی بیخبر محض ہوں۔ پس اس عقلی دلیل سے یہی ثابت ہوا کہ وید جو مکمل کہے جاتے ہیں ان کا شروع دنیا میں آنا سراسر خلاف از عقل ہے اور ایک عقلمند انسان ایسے لاطائل دلائل کسی وقت بھی ماننے کو تیار نہیں ہوگا۔ یہ بحث تو تھی شروع الہام ہونے کی کہ بفرض محال وید ایسے وقت نازل ہوتے تو ان خرابیوں کی زد میں آتے۔ اب عقلی دلائل چھوڑ کر نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ وید جن کو مکمل الہام کہا جاتا ہے ازل یا شروع دنیا سے نہیں۔ بلکہ اس وقت کی تصنیف ہیں جب کہ انسانی آبادی میں تہذیب و تمدن کا دور دورہ تھا اور وہ ہر طرح کے قوانین سے واقف تھے (یہ باتیں ان کو کسی پہلی تعلیم سے ملی ہونگی)۔

سب سے اول سوامی دیانند جی کا ہی بیان ملاحظہ ہو۔

"جس طرح ماں باپ اپنی اولاد پر مہربانی کی نظر کر کے ان کی بہتری چاہتے ہیں اسی طرح پرماتما نے سب آدمیوں پر مہربانی کر کے ویدوں کو ظاہر کیا جس سے انسان جہالت کی تاریکی اور توہمات کے پھندے سے چھوٹ کر علم و معرفت کے آفتاب کو پا کر اعلیٰ درجہ کی راحت میں رہیں اور ودیا (علم) اور سکھوں کو بڑھاتے جائیں۔"

(اردو ستیارتھ صفحہ ۲۳۸)

معزز ناظرین۔ سوامی جی کی عبارت کے جلی الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ ویدوں کی ازلیت کے متعلق یہ کس قسم کی نفی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یعنی جب انسان جہالت اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تب ہی خدا تعالیٰ نے انکی ہدایت کے لئے ویدوں کا گیان دیا۔ پہلے نہیں۔ پس ثابت ہوگا کہ وید اس وقت کی نازل کردہ کتب ہیں جب انسان بقول سوامی صاحب تاریکی و ضلالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگر یہ بات شروع دنیا کے متعلق مانی جائے تو بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس وقت انسان معصوم تھے۔ اور بروئے سانکھ درشن و اقوال سوامی جی وہ مکتی سے لوٹے ہوئے رشی منی تھے۔ پس اس عبارت کے ہوتے ہوئے ویدوں کی قدامت کا خام دعویٰ بھوسی کی طرح اڑ گیا۔

اسی قسم کی اور شہادت ایک فاضل آریہ کی پیش کرتے ہیں:-

"ابتدا میں بھولوک۔ بھوہ لوک۔ سوہ لوک کی نسبت کچھ علم نہ تھا۔ جب ویدوں کا ظہور ہوا اس وقت سے ان تینوں لوکوں (کرتوں) کے پدارتھوں (اشیاء) کو لوگ جاننے لگے اس سے پہلے یہ تینوں لوک گویا نامعلوم تھے...... ویدوں کے ظہور کے بعد ہی خلقت کے باب میں لوگوں کو علم ہوا۔" (حوالہ کے لئے دیکھو اونکار نیرنے مصنفہ کادمبہ ترجمہ پنڈت شو شنکر صاحب)

اس شہادت سے بھی وہی بات منکشف ہوتی۔ کہ وید پیچھے وقت میں نازل ہوئے۔ جب انسان پہلے موجود تھے۔ اس عبارت کے جلی الفاظ غور سے دیکھنے کے لائق ہیں۔ ویدوں کی ازلیت کے دعاوی کا بہت عمدگی سے تار پود ادھیڑا گیا ہے۔ جزاهم الله۔ کیا ہی خوب فرمایا کہ

کہ لوگوں کو فلاں فلاں کرہ پہلے پہل کوئی علم نہ تھا۔ جب ویدوں کا نزول ہوا ابھی ان سے واقف ہوئے پھر فرمایا کہ "ویدوں کی ظہور کے بعد ہی خلقت کے باب میں لوگوں کو علم ہوا۔" ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ بہت ہی خوب فرمایا جس کو ہر عقلمند صحیح و راست سمجھیگا۔ اب دو قوی شہادتوں کے ہوتے ہوئے اور مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک شہادت ویدوں سے بھی لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ جب وہ خود ہی ازلی ہونے کا ادعا نہیں کرتے تو غیر کا کیا حق ہے کہ ازلی ازلی کہہ کر دوسروں کا مغز چاٹے۔

پہلے زمانہ میں جو عالم اور گیان والے معصوم (گناہ سے خالی) **تھے**۔ وے بہت جلد سکینی و فروتنی سے تعلیم کو قائم رکھنے کے لئے اپنی اولادوں کی حفاظت کے لئے طلوع آفتاب کی شفق کو دیکھ کر **اپنے یگیہ وغیرہ فرائض کو شروع کرتے تھے**" (یعنی علے الصبح) رگوید منڈل ۵ سکت ۹۱ منتر ۱۰۔

اس وید منتر میں دو جگہ لفظ **تھے** آیا ہے جس کے آگے ازلیت وید کا قائم رہنا برقرار نہیں رہ سکتا۔ **تھے** کہہ رہا ہے کہ ویدوں سے پہلے ایسے انسان ہو گزرے ہیں جو علم و معرفت والے اور فرائض کے پابند اولاد کی تعلیم و تربیت کرنے والے وغیرہ **تھے**۔

پس یہاں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ان تین شہادتوں پر اکتفا کی ارادہ ہے۔ کہ اس مضمون کو نہایت تفصیل سے لکھا جائے۔ مگر یہ کام بہت وقت کو چاہتا ہے اس لئے اس کو اور وقت پر انحصار رکھتے ہوئے آریہ صاحبان کی خدمت میں ملتمس ہیں کہ وہ خدارا ان ہر سہ شہادتوں کو انصاف کی نگاہ سے غور و تدبر کرتے ہوئے دیکھیں اور ایسے بے دلیل دعاوی و بے ثبوت عقاید سے باز آئیں جنکے ذریعہ جگ ہنسائی ہو۔

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

تشحیذ بک ایجنسی قادیان

میں عزیز احباب کی توجہ تشحیذ بک ایجنسی کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ آپ کو سلسلہ کی جس کتاب کی ضرورت ہو اسی ایجنسی کی معرفت طلب فرمایا کریں۔

مہتمم

بشارت القرآن

سلسلہ کیلئے دیکھو تشحیذ ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء

اعراف ۔ ع ۱۵ ۔ ۱۶ قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (۲) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بَارَکْنَا فِیْهَا وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ ط یعنے کہا موسےٰ نے عنقریب رب تمہارا ہلاک کردیگا ۔ تمہارے اعداء فرعونیوں کو اور خلیفہ زمین کا بنائیگا تم کو ۔ اور پھر دیکھیگا کیونکر اعمال کرتے ہو تم ۔ پھر وارث بنادیا ہم نے قوم مومنین ضعیفوں کو زمین مشرق و مغرب کا وہ جو برکت ۱؎ رکھی ہم نے اس میں ۔ پس پوری ہوگئی بات تیرے رب کی (جو اوپر لکھی تھی) ساتھ فتح کے بنی اسرائیل پر بسبب اس کے کہ صبر کیا انہوں نے فرعون کے مصائب میں ۔ اور ہلاک کیا ہم نے فرعونیوں کو اور جو تدبیریں بناتے تھے ۔

ان آیات میں دو پیشگوئیاں فرمائی ہیں ۔ اول ۔ یہ کہ خدا تعالیٰ انہیں فرعونیوں کی مانند تمہیں بھی ہلاک کریگا ۔ بشرطیکہ تم نے بھی نبی اللہ کی تکذیب کی ۔ اور ناتوان مسلمانوں کو خلیفۃ الارض بادشاہ بنادیگا ۔ وہ مشارق الارض و مغارب کے فاتح بنائے جائیں گے ۔ اور جس طرح فرعون معہ لشکر کے دریا میں غرق کیا گیا تھا ۔ اسی طرح محمد صلعم کا فرعون ابوجہل وغیرہ معہ اپنے رفقاء کے خشکی میں غرق کیا جائیگا ۔ یہ ترقی برکات تقویٰ کا موجب ہے ۔ سو خدا کی باتیں اسی طرح پوری ہوئیں ۔ جس طرح موسےٰ کے حق میں پوری ہوئیں ۔ اور تمام دشمن ہلاک ہوئے ۔ اور فتح ہوگئی ۔

(۵۰)

۱؎ یہ ارض مقدسہ شام کی نسبت پیشگوئی ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر پوری ہوئی ۔ منہ

فالذین اٰمنوا بہٖ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی
انزل معہٗ اولٰئک ھم المفلحون ط

ترجمہ - وہ لوگ جو ایمان لے آئے اس قرآن پر اور نبی پر اور امداد کی اس کی -
اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا ساتھ اس کے - پس یہی لوگ مظفر و منصور ہونے والے ہیں -

آیت ہذا میں بھی ایک زبردست پیشگوئی ہے - کہ قرآن اور رسول اللہ صلعم کے ماننے
والوں ہی کو فاتح بنا دیا جائیگا - اگرچہ آج وہ سب سے اضعف اور ناتواں نظر آتے ہیں -
اور ان بڑے بڑے پہاڑوں کو چکنا چور کر دیا جائیگا - سو خدا نے مسلمانوں کو تھوڑے
ہی دنوں میں سلاطین الممالک بنا دیا - (۹۱)

اعراف ۶ - وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّہِمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ط اَلَمْ یَرَوْا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمْ وَلَا یَہْدِیْہِمْ سَبِیْلًا
اِتَّخَذُوْہُ وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ط

ترجمہ - معبود بنا لیا موسیٰ کی قوم نے پیچھے اس کے زیورات سے بچھڑا ایسا کہ دھڑ
اس کے آواز بھی - کیا دیکھا انہوں نے یہ کہ وہ نہیں کلام کرتا ان سے کچھ - اور نہ وہ
کامیابی کی راہ دکھا سکتا ہے -

آیت ہذا میں بطور پیشگوئی کے یہ اہل مکہ وغیرہ مذاہب کو خوب بتا دیا کہ سچا
معبود اپنے پرستاروں سے بولا کرتا ہے - اور کوئی معبود نہیں بولیگا - مگر وہ اسلام
کا سچا خدا اپنے پرستاروں سے بولتا رہیگا - سو یہ پیشگوئی بھی اسلام ہی میں نظر آتی ہے
کہ پوری ہوئی اور وہی خدا بولتا ہے - اور اپنا نشان کلام کر کے دیتا ہے -

(۹۲) اعراف ۶ - وَاتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْہَا
فَاَتْبَعَہُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ط وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ بِہَا
وَلٰکِنَّہٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ہَوٰىہُ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ ط

ترجمہ - اے نبی اہل مکہ سے یہ تاریخ بیان کر دے - اوسکی جسے بہت سے نشان
ہم نے عطا کئے ہوئے تھے - اور نکل گیا ان سے - پس ہو گیا وہ باغیوں سے

اور اگر چاہتے ہم بلند کرتے ہم اس کو۔ لیکن وہ جھک گیا طرف زمین کے۔ اور پیروی ہوا اپنی ہی خواہش کا۔ پس وہ کتے کی مانند ہو گیا۔

اس میں اہل مکہ کیلئے ایک بڑی پیشگوئی سنادی ہے۔ کہ دیکھو بلعم باعور ایک مقبول بندہ تھا۔ جب اس نے اللہ کے رسول موسیٰ کی مخالفت اختیار کی۔ تب اس کو اپنی درگاہ سے ملعون کرکے بے تعلق بیگانہ ناآشنا کر دیا اور کتے کا خطاب پاکر انسانیت سے دور پھینکا گیا۔ پھر تم باوجود نامقبول بت پرست مشرک ہونیکے اس کے رسول کی عداوت میں کیونکر بچ سکتے ہو۔ یاد رکھو کہ تمہیں بدتر بنا کر داخل جہنم کریگا۔

اور دوسری پیشگوئی اس میں مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ کہ اپنے امام الوقت کی مخالفت کرکے کوئی مقبول مقبول نہیں رہیگا۔ بلکہ آیت ہذا میں جو پیشگوئی ہے اسکا مصداق ہو

(۹۳) اعراف ع ۲۳۔ يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۝

ترجمہ۔ پوچھتے ہیں تجھ سے اس گھڑی موعود عذاب کی بابت کہ کب قائم ہوگی۔ اسے نبی کہدے علم اس کا نزدیک اللہ کے ہے۔ اور نہیں ظاہر وقت مقرر اسکا مگر خدا پر۔ بوجھ ہے آسمانوں اور زمین میں۔ نہیں آویگی تمہارے پاس وہ گھڑی مگر اچانک ناگہاں۔

سو یہ پیشگوئی اہل مکہ پر ناگہانی طور پر ہی پوری ہوئی۔ کب ان کو امید تھی۔ کہ بدر میں اور فتح مکہ کے دن۔ ان کی جڑ کاٹی جائیگی۔ مگر خدا کی بات پوری ہوئی۔

(۹۴) اعراف ع ۲۴۔ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ۝ إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ ۝

ترجمہ۔ اے نبی اہل مکہ کو زور سے سنادے۔ اور پکار دے۔ کہ آؤ امداد میں بلالو اپنے معبودوں کو۔ پھر ہر قسم کی تدبیریں اور منصوبے کرلو۔ اور پھر مجھے کوئی ڈھیل نہ دو۔ میرا اللہ ہی دوست و مددگار ہے۔ آخر ایک دنیا نے دیکھا کہ کفار منصوبوں میں ناکام رہے۔

جماعت احمدیہ کا دار الافتاء

حضرت خلیفۃ المسیح نے موجودہ انتظام کے سلسلہ میں کچھ مفتی مقرر فرمائے ہیں۔ میں نے دو استفتاء کئے جو مع جواب درج ذیل ہیں۔ (ایڈیٹر)

استفتاء (۱) ولیمۂ نکاح کا مسنون طریق کیا ہے؟

(ب) آیا یہ جائز ہے کہ کھانا پکا کر بعض لوگوں کو گھر میں بلا لیا جائے؟ اور کئی لوگوں کے گھروں میں ایک ایک یا دو دو آدمیوں کا کھانا بھجوا دیں۔ اور بعض رشتہ داروں اور قریبیوں اور دوستوں کے گھروں میں ان کے تمام افراد کا کھانا بھیج دیں۔ یہ تینوں باتیں انفراداً یا مجموعاً جائز اور مسنون ہیں؟ اور کیا عورتوں کو بلا کر یا گھروں میں ولیمہ کا کھانا دینا طریق مسنون ہے یا ناجائز ہے؟

جواب

فتویٰ ولیمہ هو الجمع لان الزوجین یجتمعان۔ قال ابن الاعرابی اصلها تمام الشئ۔ واجتماعه وتقع علی کل طعام یتخذ لسرور وتستعمل فی ولیمۃ الاعراس بلا تقیید وفی غیرها مع التقیید فیقال مثلاً ولیمۃ مادبۃ۔ وعن الخلیل الولیمۃ هی الطعام فی العرس خاصۃ وفی القاموس۔ الولیمۃ طعام العرس او کل طعام صنع لدعوۃ وغیرها واو لم صنعها وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک۔

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو شادی میں پکایا جائے۔ نبی کریم صلعم نے انسؓ کو فرمایا۔ ان اد ع من لقیت بلاؤ جس کو پاؤ۔ مَنْ عام ہے جو مذکر و مؤنث سب پر استعمال ہوتا ہے۔

باقی گھروں میں ہدیہ دینا تہادوا تحابوا کے ماتحت مستحب۔ اور گھروں میں دینے

سے وہ ولیمہ کے نام سے خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ ولیمہ تو کھانے کا نام ہے۔ جو شادی کے موقعہ پر پکایا جائے۔ کھانے کے لئے مسنون طور میں بلانا ہی ہے۔ ہدیہ کے ماتحت گھروں میں دیا جا سکتا ہے۔ (حافظ روشن علی۔ ۳۱ر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

استفتاء ۱۔ کیا فرماتے ہیں آپ در بارہ کھانے گوشت چمگادڑ کے؟ مشہور ہے کہ وہ شکار نہیں کرتا بلکہ پھل کھاتا ہے۔ رات کو نکلتا ہے؟

۲۔ کیا فرماتے ہیں در بارۂ نگرمچھ (تمساح) کے گوشت کے؟ کہ آیا وہ صید البحر کی تعریف میں آکر حلال ہے یا نہیں؟

جواب

احل لکم صید البحر الخ

المراد بالصید المصید وجملۃ ما یصاد من البحر ثلاثۃ اجناس الحیتان وجمیع انواعہا حلال والضفادع وجمیع انواعہا حرام واختلفوا فیما سوی ھذین فقال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ حرام وقال ابن ابی لیلیٰ والاکثرون انہ حلال وتمسکوا بعموم الآیۃ۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ سورہ مائدہ صفحہ)

چونکہ تمساح کے متعلق ادلّہ کا تعارض ہے اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ اور خفاش حلال ہے۔ مگر کراہت کے ساتھ۔ قرآن اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ وسکت عن اشیاء من غیر نسیان رحمۃ لکم فلا تبحثوا عنہا الحدیث۔ (حافظ روشن علی فتویٰ)

خصوصیات اسلام سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل نے ایک سلسلہ مضامین لکھا تھا جس میں دکھایا تھا کہ اسلام میں وہ کونسی خصوصیات ہیں جو اسے دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ عجیب و مفید مجموعہ رسالہ کی صورت میں برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب قادیان نے چھاپ کر شائع کیا ہے قیمت۔ ناظرین منگوا کر خود بھی فائدہ اٹھائیں اور احباب میں بھی تحریک کریں۔

ڈاکٹر لوئی کوہنی کا قدرتی طریق علاج

(۱) سٹیم باتھ۔ سن باتھ۔ فریکشن سٹز باتھ۔ فریکشن ہپ باتھ۔

(۲) ان سب میں سے عام طور پر آخر الذکر سہل ذو اثر اور مقبول عام ہے۔

اصول

(۳) جو بیماری پیدا ہوتی ہے۔ ہاضمے کی خرابی سے۔ اور ہاضمہ اس لئے خراب ہوتا ہے۔ کہ خلاف قدرت زندگی بسر کی جاوے۔ اور تیز مصالحہ دار۔ ہاضمہ میں خرابی پیدا کرنے والی۔ اشیاء کا استعمال زیادہ کیا جاوے۔ اور ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے جسم میں مادہ فاسد جمع ہو جاتا ہے۔ اور جسم میں جب مادۂ فاسد کے خارج کرنے کی طاقت نہیں رہتی تو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ادویات مادۂ فاسد اور بیماری کی دوسری وجوہات کو جسم کے اندر دبا دیتی ہیں مگر خارج نہیں کر سکتیں۔ اور آدمی ادویات سے عارضی صحت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ مگر مرض جڑ سے تب ہی جاتا ہے جب مادہ فاسد خارج ہو جائے۔ اور آئندہ پیدا نہ ہو۔ یہ بات ہپ باتھ اور اس کے متعلق پرہیز اور آئندہ قانون قدرت کے بموجب زندگی بسر کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

طریقہ ہپ باتھ

(۱) ایک ٹب لیکر اس میں مریض کے حسب پسند یعنی جس میں اسے بےچینی نہ محسوس ہو پانی بھروا دیں۔ عام طور پر تازہ پانی کوئیں سے کھینچا ہوا ہر موسم میں بہتر ہوتا ہے۔ ٹب سرما میں دھوپ میں اور سخت گرمی میں چھاؤں میں رکھ لیں۔ اس میں پیچھے کو سہارا دیکر اس طرح بیٹھیں۔ کہ پانی ناف سے نیچے اور جانگھوں یعنی گھٹنوں سے اوپر رہے۔ اور تولیہ پانی میں خوب تر کر لیں۔ اور ہاتھ میں لیکر پانی کے اندر ہی پیڑو پر ملیں۔ دائیں سے بائیں۔ اور بائیں سے دائیں۔ اور نیچے سے اوپر ناف سے نیچے

پیڈو پر ملیں اور جب شروع کریں بڑا ٹھیر سے ملتے جاویں - اول اول پانچ منٹ - بعد میں دو چار دن تک دس منٹ - اور دو ہفتہ بعد ۱۵ منٹ - اگر مریض جسم کا طاقتور ہو تو ۲۰ منٹ بلکہ آدھ گھنٹے تک بھی کرنا چاہیئے سوا ناف اور جانگھوں کے درمیان کے اور کسی حصہ جسم پر پانی نہ ڈالیں ملتے وقت جو چھینٹے اڑ کر یا پانی کی لہر سے کوئی حصہ جسم بھیگ جاوے تو کوئی حرج نہیں اگر نہانا ہو تو کچھ دیر پہلے - یا تین گھنٹہ بعد نہا سکتے ہیں کھانا کھانے کے تین گھنٹہ بعد باتھ کریں - پہلے نہ کریں - اور باتھ کے بعد جب تک جسم اپنی باتھ سے پہلی حرارت نہ اختیار کرے کھانا نہ کھانا چاہیئے - باتھ کے بعد کپڑے پہن کر کمبل اوڑھ کر کمزور مریض گرم بستر یا دھوپ میں لیٹ جاوے - اور طاقتور مریض چہل قدمی کرے - کھلے میدان میں بہتر ہے - اتنی دیر نہ ٹہلے کہ تھکان محسوس ہو - مطلب یہ کہ جسم جلدی جلدی اپنی اصلی حرارت اختیار کرے - اگر پسینہ آجاوے - تو صحت جلدی حاصل ہوگی - بعد ازاں کھانا کھا کر اپنا کام کاج کر سکتے ہیں - باتھ عموماً صبح کو ہونا چاہیئے - جبکہ سردی دور ہو چکی ہو - طاقتور مریض دوسرا باتھ بعد از دوپہر بھی لے سکتا ہے - دوران علاج میں ہرگز کوئی دوائی استعمال نہ کریں ورنہ باتھ بیفائدہ ہوگا۔

فائدہ

(۵) پیڈو کل اندرونی اجزا کا مرکز ہے - یہاں سے کل جسم کو ٹھنڈک پہنچنے سے ہاضمہ کو ترقی ہوتی اور مادہ فاسد پسینہ اور پاخانہ کے رستے خارج ہو کر جسم ہلکا پھلکا اور بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے - پہلے ہی روز سے مایوس سے مایوس مریضوں کو ڈھارس

دَورانِ علاج کے آثار

(۶) جب مادہ فاسد منتشر اور خارج ہونا شروع ہوتا ہے تو دوران سر - سردرد شدید کا ظہور ہوتا ہے - اور پرانی بیماریاں جو پہلے ادویات سے دب جاتی ہیں پھر نئے سر سے جوش سے ظاہر ہوتی ہیں - مگر باتھ میں ناغہ نہ کیا جاوے تو کبھی تکلیف دہ نہیں ہوتیں اور موجودہ بیماری تو کبھی بار زور شور سے ظاہر ہوتی ہے - مگر آخر کار سب نیست و نابود ہو جاتی ہیں - بعض مریض کے بار بار زور دینے کی وجہ سے علاج چھوڑ دیتے ہیں مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

پیڈو پر پھنسیاں ہوتی ہیں رگڑ سے زخم ہو جاتے ہیں مگر ہرگز نہ ڈریں اور باقاعدہ کرتے جاویں - خود بخود ہی اچھے ہو جاوینگے اور ابھرتے رہینگے -

پرہیز خوراک

(۷) کمزور مریض بغیر چھنے آٹے کی روٹی گیہوں کا نمکین دلیہ - اور ہر قسم کی سبزی ترکاری تھوڑا سا نمک اور گھی ملا کر لستے پانی میں پکاویں جو ان میں جذب ہو جاوے - شوربہ والی ترکاری ہرگز نہ کھاویں - ناشتہ کے وقت روٹی کے ساتھ موسمی میوہ جات ضرور استعمال کریں نہ ملیں تو لازمی نہیں جو کام شوربہ روٹی کے ساتھ دیتا ہے خشک غذا ہونے سے دانتوں سے لینا چاہیئے - خوب چبا چبا کر کھانے سے لعاب دہن شامل ہو کر ہاضمہ میں ترقی ہوتی ہے - مرچیں چھوڑنے سے عموماً مریض بےچینی ظاہر کرتے - اور عادت جلدی ہی نہیں بدل سکتی مگر آہستہ آہستہ مرچیں کم کرتے جاویں - گھی بہت تھوڑا ڈالیں - گوشت بالکل نہ کھاویں - علاج کے بعد بھی اگر گوشت نہ کھاویں تو صحت خراب نہ ہوگی - سبزی دال وغیرہ اس طرح پکاویں کہ ان کی اصلی حالت قائم رہے یعنی گھٹی ہوئی دال اور گھٹی ہوئی سبزی مضر صحت ہے بعض لوگ آلو یا شلجم ابال کر پانی پھینک دیتے ہیں ایسا کبھی نہ کریں اتنا پانی ڈالیں جو جذب ہو جاوے - میوہ جات اور دانے خوب چبا کر چباویں - صحت اچھی رہیگی کمزور مریض گندم کا نمکین دلیہ کھاویں تو بہت مفید ہے - دودھ کی عادت ہو تو تازہ اور کچا پئیں باسی اور کڑھا ہوا دیر ہضم ہوتا ہے - ہرگز نہ پئیں - جملہ گرم اشیاء مثل چاء وغیرہ سے پرہیز کریں - پیاس لگنے پر ٹھنڈا یا تازہ پانی پئیں - شروع علاج میں پیاس بہت لگتی ہے - ٹھنڈے پانی سے -

---

رسالہ احمدی کا اجراء - پہلا نمبر بعنوان ثانی کے نام سے شائع ہوا جس میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی پیشگوئی کے متعلق نہایت مدلل بحث ہے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے طرز نو سے پیشگوئی پر روشنی ڈالی ہے اور ڈاکٹر کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے اور تک کی بحث کو اس خوبی سے دیا ہے کہ بے اختیار زبان سے احسنت و مرحبا نکلتا ہے میر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جس پیشگوئی کی میعاد تین سال سے ۱۴ ماہ بنائی پھر ۱۴ ماہ سے ۴ اگست تک اسی طرح پیشگوئی بھی منسوخ قرار دیکر دو اور قرآن کو تاریخ سنائی جو خدا نے پیش کردی قیمت ۴ر فاروق قادیان سے طلب کریں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۱۲

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند یا آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور گھونٹ پینے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں :۔

(۱) **روغن صندل**۔ سوزش بول کیلئے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۶ر محصول ۵ر

(۲) **اجوائن کا تیل**۔ قے بدہضمی کی ایک ہی دوا۔ " ۶ر " ۵ر

(۳) **روغن سونٹھ**۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ " ۸ر " ۵ر

(۴) **روغن سونف** سر پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے۔ " ۴ر " ۵ر

(۵) **روغن دارچینی**۔ یہ دارچینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے قیمت ۶ر محصول ۵ر

(۶) **روغن لونگ**۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے قیمت ۴ر محصول ۵ر

(۷) **روغن لیمو**۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا ہے قیمت ۴ر ۵ر

(۸) **روغن پیپر منٹ** پیٹ کے درد بدہضمی و ریاح کے خارج کرنے میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے قیمت ۴ر محصول ۵ر

(۹) **روغن الائچی**۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے۔ قیمت ۶ر محصول ۵ر

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو؟

سوا اور سب بیمار ہونگے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آجتک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اس وجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ما تقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر حفظ رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر سکتے ہیں اور نہ اثر کر سکتا ہے وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں ہیں ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ر۔ ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ر محصول ۵ر الگ۔

Digitized by Khilafat Library

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

[illegible]

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام مینیجر

جلد ۱۴ نمبر ۵

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء مطابق شعبان ۱۳۳۷ھ

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

دنیائے مذہب کے دو بڑے پیشوا	۱ - ۱۲		ایڈیٹر
درس الحدیث	۱۳ - ۱۶		"
ایک مسیحی دوست کے خط کا جواب	۱۷ - ۲۸		شیخ عبد الخالق صاحب
بشارات القرآن	۲۹ - ۳۲		مولوی احمد الدین صاحب ناروال
دار الافتاء کے فتاوے	۳۳ - ۳۶		مفتیان سلسلہ احمدیہ

قیمت سالانہ

عوام سے ۲ع غیر ممالک سے ۳ع طلباء سے ۱ع

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔ اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

تشحیذ کی قسمت کا فیصلہ

آخر کار انجمن تشحیذ الاذہان نے تشحیذ کی بہتری اسی میں دیکھی کہ تشحیذ کو محکمہ نظارت تالیف و اشاعت کی نگرانی میں دے دیا جائے سو اب وہ ترقی اسلام کے ماتحت ہے لیکن یہ کاغذی تبادلہ میرے ان مطالبات پر جو میں ناظرین سے کرتا رہا ہوں کچھ اثر انداز نہیں۔ اس بات کی اب بھی ضرورت ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر۔ کہ **تشحیذ کے خریدار کم از کم ایک ہزار ضرور ہوں** ؛

دوم اسپر آپ صاحبوں کی بے توجہی سے پانچسو روپیہ قرض ہو گیا ہے۔ اس کے اُتارنے کا بندوبست کیا جائے۔ جو صاحب اس خصوص میں مجھے کوئی مشورہ دینگے میں بڑی خوشی سے اِس پر غور کرونگا۔ اگر مضامین میں خاص نوعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تو بھی نمونہ کے طور پر کوئی مضمون بھجوائیں۔ خدا کے فضل سے باقاعدہ وقت پر تو گیارہ سال سے نکل رہا ہے ؛

دِلاویز مجموعہ

احباب کرام اپنی توسیع معلومات اور تبلیغ سلسلہ کے لئے مفصلہ ذیل ٹریکٹوں کا مجموعہ منگوا کر ضرور پڑھیں اور اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ؛

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم	۰ر	حل چیستان مرزا کا جواب	ار
قبولیت دعا کے چھیاسی گر	۱۰ر	بیوی کی تعلیم	ر
روحانی طبیب دوسروحانی مرضوں کا علاج	۱۰ر	کارآمد حوالے	ر
الوصیت پر نظر	ر	تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے	ار
تکفیر اہل قبلہ	ر	(یہ مجموعہ صرف ۸ر آنے میں دیا جاتا ہے)	

مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہِ مئی سنہ ۱۹۱۹ء

دنیائے مذہب کے دو بڑے پیشوا

اس زمانہ میں جہاں تک میں دیکھتا ہوں دو مذہب ایسے ہیں جو تمام جہان میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کا باہمی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ایک اسلام دوسرا عیسائیت تیسرا مذہب اگر اسے مذہب کہنا درست ہو تو آریہ سماج کی تحریک ہے مگر وہ زیادہ تر ہندوستان ہی میں ہے اور ابھی انھیں بہت کچھ کام کرنا باقی ہے نیز اس تحریک کے بانی کو ان راستبازوں کے قدم بقدم آنے کا دعوٰے نہیں ہے جو اپنی بعثت خداوند زمین و آسمان کے حکم سے بتاتے ہیں پس ایک طالب حق کے لئے جو اپنی نجات کسی راستباز کے دامن سے وابستگی میں دیکھتا ہے۔ یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ ان دونو مذاہب کے پیشواؤں میں افضل و اعلیٰ کون ہے۔ اور کس نے تمام جہان کے لوگوں کو پیغام اصلاح دیا۔ اور فرمایا کہ میرے پاس آؤ تا میں تمہیں گناہوں سے نجات اور ہمیشہ کی زندگی دلاؤں +

حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے

آپ انجیل متی کھولکر دیکھیں۔ حضرت مسیح کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے ثابت ہوتی ہے یا تمام جہان کے لوگوں کی طرف +

"تب یسوع وہاں سے روانہ ہوکر صور اور صیدا کی طرف میں گیا۔ اور دیکھو ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کے اسے پکارتی ہوئی چلی آئی۔ کہ اے خداوند داؤد کے بیٹے مجھ پہ رحم کر۔ کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبہ سے بے حال ہے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا تب اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس کی منت کی کہ اسے رخصت کرو کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔ پر وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کو پھینک دیں۔ (متی باب ۱۵۔ آیت ۲۱۔ ۲۷)

آپ اس کنعانی عورت کا عجز والحاح دیکھئے۔ اور یسوع مسیح کا جواب سنیئے معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی سخت مجبوری ہے جو وہ باوجود اصرار کے انکار کئے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مناسب نہیں جو بچوں کی روٹی۔ کتوں کو پھینک دیں۔ گویا بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں باوجود قرابت ملکی ونسلی کے انسانیت کا مرتبہ بھی نہیں رکھتیں اور مسیح ان کے درد کے درمان کے لئے نہیں آیا۔ پھر لطف یہ کہ اس کی درخواست کسی دیو کے نکالنے کے بارے میں ہے اور ہم عام طور سے دیکھتے ہیں کہ حکماء واطباء ایسے امور میں تفریق مذہبی وقومی کا لحاظ نہیں کرتے چنانچہ اسی واسطے آخر مسیح کو قائل ہونا پڑا۔ لیکن باایں ہمہ یہ کہنا کہ "میں بنی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا" صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کا پیغام بنی اسرائیل کے سوا

دُنیا کی دوسری قوموں کے لئے قطعاً نہ تھا۔ اگر صرف یہ ہوتا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں تو کچھ تاویل کی گنجایش ہو سکتی تھی یعنی یہ سمجھ لیا جاتا کہ ان کی اصلاح مقدم سمجھی۔ مگر یہاں تو صاف لکھا ہے۔ اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ یہ فقرہ نص قطعی ہے اس بات پر کہ قرآن مجید میں جو آیا ہے وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یہ بالکل صحیح ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسیح نے اخیر میں یہ بھی کہا کہ سب قوموں کو شاگرد کرو۔ مگر ہم بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا کی موجودگی میں سب قوموں کے معنے بنی اسرائیل کے مختلف فرقوں کے سوا اور کچھ نہیں لینگے

دوسرا حوالہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بُلا کے انھیں قدرت بخشی کہ ناپاک رُوحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ درد کو دُور کریں ××× ان بارہوں کو یسوع نے فرما کے بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو۔ اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔"

(متی باب ۱۰۔ آیت ۱-۹)

غیر قوموں کی طرف نہ جانا یہ ممانعت بتاتی ہے کہ مسیح کی بعثت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی:

حضرت محمد مصطفےٰ کی دعوت تمام جہان کے لئے

اب آپ سرور کائنات حضرت محمدؐ رسول اللہ کا دعویٰ پڑھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"عن جابر قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطھن احدٌ قبلی ××× وکان النبیّ تبعث الی قومہ خاصّۃ و

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً (متفق علیہ)

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ××× پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نبی صرف اپنی قوم کی طرف خاص کر کے بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف (بلا تفریق قومی) بھیجا گیا ہوں +

(۲) وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال فُضِّلتُ الانبیاء ×× وَاُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کافۃً (رواہ مسلم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ آپ دونو پیشواؤں کا دعویٰ ان کے اپنے الفاظ میں دیکھ لیجئے اور جو مابہ الامتیاز و فرق ہے۔ وہ صاف نظر آرہا ہے ہر ایک شخص اپنی استعداد فطرتی اور ہمت قلبی کے لحاظ سے کوئی کام اپنے ذمے لے سکتا ہے ایک وہ ہے جو ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور ایک وہ جو تمام جہان کے واسطے اپنا پیغام ہدایت بتاتا ہے۔ اور اسی کا اعلان بار بار بزبان خداوندی ہوتا ہے۔

پہلی آیت:۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (السباء ۲۲ رکوع ۴) ہم نے تجھے (اے محمدؐ) تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے +

دوسری آیت۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (پارہ ۹ رکوع ۱۰) اعلان کر دے اے محمدؐ اے لوگو میں تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہوں۔

تیسری آیت۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پارہ ۱۷ انصفم) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر عالموں کے لئے رحمت کرکے۔

چوتھی آیت۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پارہ ۳۰ رکوع ۶) یہ کتاب تمام

جہانوں کے لئے نصیحت ہے +

یہ آیات بتاتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام جہانوں اور سب انسانوں کے لئے تھی۔ عالمین کا لفظ ایسا وسیع ہے کہ اگر مریخ ستارہ میں کوئی آبادی ثابت ہو اور اس سے پیغام رسانی کا طریق نکل آئے تو اُمّتِ محمدیہ کا فرض ہے کہ پیغام اسلام ان تک پہنچائیں +

اب ان دو پیشواؤں کے مرتبہ میں نمایاں فرق ہے جس مدعیٔ ہدایت کا پیغام ہی تمام دُنیا قوموں کے لئے نہیں۔ کیونکر روا ہے کہ اس کے نام لیوا دوسروں کو اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لئے کہیں۔ پھر غور کرو۔ کتنا بلند مقام ہے اس مقدس رسول کا۔ جو تن تنہا سب لوگوں کو دعوت اسلام دیتا اور ان کی اصلاح کا ذمّہ لیتا ہے۔ اور پھر زبانی دعویٰ ہی نہیں۔ بلکہ جو کہتا ہے وہ کر کے دکھا دیتا ہے +

حضرت مسیح کی کامیابی

پہلے آپ مسیح کے آخری الفاظ پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ کس حالت میں اس دُنیا کو چھوڑتے ہیں۔

"اے یروسلم اے یروسلم جو نبیوں کو مار ڈالتی اور انھیں جو تجھ پاس بھیجے گئے پتھراؤ کرتی ہے میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں۔ پر تم نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ جب تک کہ کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے (متی باب ۲۳)

یہ اس پیام دعوت کا انجام ہے جو مسیح نے بنی اسرائیل کی قوم کو اسکے مرکز میں دیا۔

حضرت نبی کریمؐ کی کامیابی

اب دوسری جانب حضرت محمدؐ رسول کے پیغام ہدایت القیام کا نتیجہ دیکھئے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ

يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ جب اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تونے لوگوں کو دیکھ لیا کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی تسبیح و تحمید کر اور اسی سے حفاظت طلب کر۔ وہ رجوع برحمت کرنے والا ہے۔ کہاں وہ دن کہ آپ غار حرا میں اکیلے تھے اور کہاں یہ دن کہ فوج در فوج لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ پھر آپ مرکز عرب یعنی مکہ میں کس شان سے داخل ہوتے ہیں اس کی تفصیل کتب سیرت پڑھیں میں یہاں حجة الوداع کے خطبہ کا کچھ حصہ دیتا ہوں تاکہ اس طاقت و جبروت کا علم ہو جائے جو حضور کو بافضال ایزدی حاصل ہوگئی تھی ارشاد ہوتا ہے۔

جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلعم مکث بالمدینة تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرة ان رسول اللہ حاج فقدم المدینة بشر کثیر (باب قصة حجة الوداع) جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ میں ۹ سال رہے حج نہیں کیا پھر اعلان کیا گیا لوگوں میں کہ حج کو چلیں اس پر بہت سے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے۔ ان لوگوں کی تعداد کے متعلق محشی لکھتا ہے۔ ویروی مائة واربعة عشر الفا وفی الروایة مائة واربعة وعشرون الفا (ایک لاکھ چودہ ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار) یہ صرف وہ لوگ ہیں جو حج کو آئے باقی جو نہ آسکے یا ان آنیوالوں کے اہل و عیال وہ الگ ہیں آپ نے ان سب میں ایک خطبہ پڑھا جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:۔

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم ھذا فی شہرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شیء من امر الجاھلیة تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیة موضوعة ××× وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم تسئالون عنی فما انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعہ السبابة یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس اللھم اشھد اللھم اشھد

تلاش مراد (رواہ مسلم) +

تمہاری جان و مال کے حقوق کی نگہداشت آپس میں فرض ہے جیسے کہ اس دن (عرفہ) اس مہینے (ذوالحجہ) اس شہر (مکہ معظمہ) کے حقوق کی نگہداشت تم فرض سمجھتے ہو۔ سنو! جاہلیت کے ہر رسم و رواج کو منسوخ کرتا ہوں اور جاہلیت کے خون معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور میں تم میں کتاب اللہ چھوڑتا ہوں جب تک تم اس سے تمسک کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اور تم میری تبلیغ کے متعلق پوچھے جاؤ گے تو کیا جواب دو گے انہوں نے کہا ہم کہینگے آپ نے ہمیں خوب اچھی طرح تبلیغ کردی اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اسپر نبی کریم صلعم نے شہادت کی انگلی اٹھائی اور لوگوں کی طرف اُٹھا کر کہا کہ اے خدا گواہ رہ (تین بار)۔

ایک طرف یہ آیت قرآن اور یہ حدیث سید الانس والجان رکھئے اور دوسری طرف وہ پُرحسرت کلمات کہ "میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں پر تم نے نہ چاہا" تا آپ پر ان دونو پیشواؤں کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہو جائے +

پیغام ہدایت کی تکمیل

پھر آپ یہ بھی دیکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں میں تم میں ایک مکمل کتاب ہدایت چھوڑتا ہوں جب تک تم اسپر عمل پیرا رہو گے گمراہ نہیں ہوگے اور لوگوں سے شہادت طلب کرتے ہیں کہ آیا میں نے الٰہی پیغام تم سب کو پہنچا دیا یا نہیں تو وہ کہتے ہیں قسم بدعوت وادیت و نصیحت۔ آپ نے پہنچا دیا۔ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اور دوسری جانب جناب مسیح ہیں کہ وہ خود ہی فرماتے ہیں :۔

"لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئے گا۔ ××××

میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی

کی راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سُنے گی سو کہے گی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۴)

یعنی آپ کسی دوسرے پیغامبر حق کی خبر دیتے ہیں جو ساری سچائی کی راہ بتائے گی اور مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کا مصداق ہوگی۔ پس دُنیا والوں کے لئے جس پیغام ہدایت کا ماننا فرض ہے وہ اسی پیغمبر اعظم کے پاس ہے جس کو دُنیا سے اُٹھایا جانے سے اوّل یہ وحی ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پارہ ۶ رکوع ۴) آج کے دن میں نے تمہارا دین پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا۔ تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ گویا آپ کے بعد آخر دنیا تک کوئی پیغام شریعت نہیں۔ یہی وہ ہدایت ہے جس پر تمام لوگوں کو قیامت تک کاربند ہونا ہے۔ مسیح جب خود فرماتے ہیں کہ ابھی اور بہت سی باتیں ہیں جو میں نہیں کہہ سکا۔ تو پھر ہم کس طرح پر انکے پیغام کو کامل سمجھ لیں اور دوسرے داعیانِ حق کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

اخیر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دونو پیشوایانِ مذاہب کے ان کلمات پر بھی غور کر لیجئے جو جان کندنی کی حالت میں انکی زبانوں سے نکلے کہ اس سے بہت کچھ اس تعلق یگانگت و قرب خاصہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جو دونو کو بارگاہ الٰہی میں حاصل تھا۔

مسیح کے آخری کلمات

جناب یسوع مسیح جب صلیب پر دیئے گئے اور وہ سمجھے کہ میری رُوح اسی جسم سے جُدا ہونے لگی ہے تو انکی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا:

نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا تُو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا ××× اور یسوع نے بڑے شور سے چلا کر جان دی (متی باب ۲۷ آیت ۴۵-۵۰)

نبی کریمؐ کے آخری کلمات

ادھر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات وفات میں یہ لکھا ہے:-

قالت عائشۃ فکان آخر کلمۃ تکلم بہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ

اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ (متفق علیہ)

عائشہ صدیقہ زوج النبی کی روایت ہے کہ آخری بات رسول اللہ کی یہ تھی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ لیکیا تھہ میں اس پر کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرنا چاہتا۔ دونو کلمات آپ کے سامنے ہیں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مقرب بارگاہ صمدی کون تھا۔ اب صرف یہ دیکھنا باقی رہ گیا کہ حضرت مسیح کے فیض صحبت نے جو آدمی پیدا کئے وہ کیسے تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ نے کیسے انسان بنائے دونوں کی نسبت فریقین کی مسلمہ الہامی کتب سے حوالے پیش کرتا ہوں ؛۔

مسیح کے حواری

"تب ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا جو میں اسے پکڑوا دوں تو مجھے کیا دو گے۔ تب انھوں نے اس سے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اسکے پکڑوانے کیلئے قابو ڈھونڈتا تھا ×× یسوع نے ان (حواریوں) سے کہا تم سب اسی رات میرے سبب ٹھوکر کھاؤ گے۔ ×× پطرس نے جواب میں اس سے کہا اگرچہ سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں پر میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤنگا یسوع نے اس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ تو اسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کرے گا ××× وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہودا جو ان بارہوں میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی اس کے پکڑوانے والے نے انھیں یہ کہہ کے پتہ دیا تھا کہ جسے میں چوموں وہی ہے اسے پکڑ لینا۔ اس نے دنہیں یسوع کے پاس آکر کہا اے ربی سلام اور چوم لیا ×× جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا تھا ایک لونڈی نے اس پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کے

ساتھ تھا۔ پر اس نے سب کے سامنے انکار کرکے کہا میں نہیں
جانتا کہ تو کیا کہتی ہے۔ پھر جب وہ اسارے کی طرف باہر گیا ایک
دوسرے نے اسے دیکھ کر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع
ناصری کے ساتھ تھا تب اس نے قسم کھا کر پھر انکار
کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں
نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس پاس آکے کہا بیشک تو بھی ان میں سے
ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اس نے لعنت بھیجکر اور قسم
کھا کر کہا کہ میں اس شخص (مسیح) کو نہیں جانتا۔ (باب ۲۶ متی)

(۳) تب یسوع نے دیو کو دھمکایا اور وہ اس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اسی گھڑی
چنگا ہوگیا تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں اسکو
نکال نہ سکے۔ یسوع نے انھیں کہا۔ اپنی بے ایمانی کے سبب۔ کیونکہ
میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان
ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا
اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوتی۔ (متی باب ۱۷)

حضرت محمد مصطفٰے کے اصحاب

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ
السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا

(پارہ ۲۶ سورہ فتح) اور البتہ راضی ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ اس شجرہ کے نیچے تیری
بیعت کر رہے تھے۔ اور ظاہر ہوا جو انکے دلوں میں تھا اور ان پر سکینت اتاری اور
انھیں ایک قریب کی فتح عنایت فرمائی۔

(۲) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

(پارہ ۲۶) اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول اور مومنوں پر اُتاری۔ اور انکو پرہیزگاری

کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس عنایت کے زیادہ حق دار اور اسکے لائق بھی تھے - اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ؛

(۳) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح)

محمد اللہ کے رسول اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر مضبوط ہیں ان کا اثر نہیں لیتے آپس میں ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تو انھیں دیکھے گا کہ خدا کے حضور میں جھکے رہتے اور اسی کے آستانے پہ پڑے رہتے ہیں اس کا فضل اور اسکی رضا چاہتے رہتے ہیں - اور انکی پیشانیوں پر فرمانبرداری کے نشانات ہیں یعنی ان کا بشرہ بتلا دیتا ہے کہ یہ خدا کے خدمتگذار بندے ہیں ؛

(۴) مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (پارہ ۲۱ سورہ احزاب) مومنوں میں سے وہ مردان خدا ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو انھوں نے اللہ سے کیا - بعض وہ ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور اس عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی ؛

(۵) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (پارہ ۱۱ ع ۱)

مہاجرین اور انصار سے سبقت کرنیوالے اور جو لوگ نیکی میں انکے تابع ہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ؛ یہ وہ قابل فخر سرٹیفکیٹ ہے جو جناب الٰہی سے سیدنا محمد رسول اللہ کے صحابہ کرام کو ملا ؛ اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کی قوت قدسیہ زبردست اور کون نوع انسان کے لئے ابر رحمت بنکر آیا اور کس نے انسانی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرکے انھیں وحشی سے انسان اور انسان سے باخدا انسان بنا دیا - اور کون یہ حق رکھتا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے اور کس کی اطاعت میں بنی نوع انسان کی نجات ہے ؛

درس الحدیث

از حضرت اولوالعزم جولائی ۱۴ سنہ ۱۹ء

حدیث - محمد بن مقاتل - اذا آمن بعیسیٰ ثم آمن بی - فلہ اجران

پچھلے ایک نبی کی امت جو دوسرے نبی پر ایمان لے آئے وہ زیادہ ثواب کی مستحق ہے پھر خصوصاً مسیح کی امت جو نبی کریم پر ایمان لائے - ان کے لئے نبی کریم صلعم کو ماننا مشکل ہے کیونکہ وہ مال اور حکومت کے مالک ہیں - ان کو اپنا مال چھوڑ کر آنا مشکل ہوتا ہے - حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے - کہ ہندو اگر مسلمان ہو تو وہ زیادہ مخلص ہوتا ہے بہ نسبت ایک عیسائی کے +

والعبد اذا اتقی اللہ واطاع موالیہ فلہ اجران -

انسان کو اپنے آقا کا حکم بھی ماننا چاہیئے - اور خدا تعالےٰ کے احکام کو بھی بجالانا چاہیئے بعض لوگ اپنے آقا کا کام ہی کرتے ہیں - اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں - اور بعض اللہ تعالےٰ کے حکم کے بہانے میں اپنے آقاؤں کا کہا نہیں مانتے - اور جو وہ کہیں بہانہ کرکے ٹال دیتے ہیں - یہاں ایک آدمی کا ملازم تھا - اسے جب کوئی کام بتلایا جاتا تو وہ کہہ دیتا - کیا میں قرآن نہ پڑھوں - اور اس طرح سے ان کا کہا نہ مانتا تھا - فرمایا ایسا نہیں چاہیئے بلکہ اپنے آقا اور خداوند تعالےٰ دونو کے کام کرو +

حدیث محمد یوسف - فاقول کما قال العبد الصالح -

کیا صاف صاف بات ہے - مسیح نبی کریم صلعم کے زمانہ سے پہلے یہ کہہ چکا ہے - هم المرتدون - یہ مرتد خلافت کے منکرین ہیں - خلافت کا انکار کوئی معمولی بات نہیں ہے - خلافت کے منکرین کا نام ہی آپ نے مرتد رکھا ہے +

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا - کہ کسی مسلمان نے ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں یہ کہا ہو کہ میں اسلام کو سچا نہیں مانتا یا میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں - بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے - کہ بعض نے یہ کہا تھا کہ ہم تمہیں نہیں مانتے کیونکہ تم زکوٰۃ لیتے ہو -

اللہ زکوٰۃ لینے کے لئے تو حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطہرھم وتزکیھم بھا۔ پس اب نبی کریم کے بعد کسی کو حق نہیں کہ وہ زکوٰۃ وصول کرے اسکے انکار پر ان کو مرتد کہا ہے۔

حفاۃً عراۃً غرلاً۔ ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ لوگ اس لباس میں اُٹھائے جاوینگے جس میں اُن کو دفن کیا گیا۔ دونو حدیثوں کی تطبیق کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ لباس جس میں وہ اُٹھائے جاوینگے وہ تو معمولی کپڑے ہونگے۔ اور جو کپڑے پھر پہنائے جاوینگے۔ وہ اعلےٰ درجہ کے ہونگے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکی شکلوں میں بھی کچھ تغیر کیا جاوے گا۔

باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

حدیث ابحق۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم

ابن مریم کے نزول کا ذکر فرمایا۔ لیکن من السماء کہیں نہیں فرمایا۔ لغت میں دیکھ لو۔ نزول کے معنے بہت وسیع ہیں۔ نزول زمین سے نکلنے کو بھی کہتے ہیں جیسے نزل السماء خروج النبات۔ یہاں نزول بمعنے خروج اور السماء بمعنے النبات لیا ہے عموماً اوپر سے آنا۔ زمین سے نکلنا۔ ہر عمدہ چیز کا آنا۔ اسکے لئے نزل بولا جاتا ہے وہ چونکہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اس لئے ان پر نزول کا لفظ فرمادیا۔

حکماً۔ وہ حکم ہوگا۔

ایک شخص نے لکھا۔ کہ ہم نے مرزا صاحب کو اس لئے مانا۔ کہ ہم قرآن کو مانتے تھے میں اسے بیوقوف کہتا ہوں میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص قرآن مجید کو نہیں مانتا جب تک کہ حضرت صاحب کو نہ مان لے۔ نبی کریم صلعم نے تو فرمایا ہے کہ ایمان ثریا پر چلا جائے گا لیکن مسیح اسے اتار کر لائے گا۔ اس لئے یہ کہنا چاہیئے کہ ہم نے قرآن کو احادیث کو اس لئے مانا کہ حضرت مرزا صاحب نے ہمیں کہا۔ ویسے قرآن و حدیث غیر احمدیوں کے پاس بھی ہیں لیکن وہ عمل نہیں کرتے۔

نبی کریم نے حکم فرمایا ہے۔ اب یہ نہیں ہوگا۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اسے قرآن و حدیث* کے ماتحت لاویں۔ نہیں! بلکہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ مانیں گے۔ خاتم النبیین کے وہی معنے کرینگے جو مسیح موعودؑ نے کئے۔ اور اسی کی تقریروں اور تحریروں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کریں گے +

فیکسر الصلیب۔ صلیب کی کسر کرے گا۔ یعنی عیسائیت کے زور کو توڑیگا قسطلانی اور فتح الباری۔ دونو نے یہی معنے کئے ہیں +

یقتل الخنزیر۔ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔ بعض نے اس کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس زمانہ میں ان کا کھانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے انہیں قتل کرے گا۔ یہ نہایت ہی لغو خیال ہے۔ اس طرح تو دنیا جہان کی چیزیں جنہیں لوگ نہیں کھاتے کیا مسیح انہیں مارتا رہے گا؟ پھر وہ دین کا کام کب کرے گا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ مسیح ایسی اقوام کو جو خنزیر والی ہیں۔ اور خنزیر کے خصائل جن اقوام میں ہیں یعنی بے حیا تو ہیں۔ انہیں دعاؤں کے حربہ سے تباہ کرے گا +

یضع الجزیۃ۔ تعجب کی بات ہے کہ اس کے معنے کرتے ہیں کہ عیسٰی آئیگا اور وہ لوگوں سے جزیہ قبول نہیں کرے گا بلکہ وہ کہے گا کہ یا تو قتل ہونا قبول کرو یا مسلمان بن جاؤ۔ لیکن یہ بات غلط ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں تو آتا ہے۔ ویعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون کہ کفار جو مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت ہوں وہ جزیہ دیں۔ اور حدیث میں دوسری جگہ آتا ہے ویضع الحرب کہ وہ لڑائی کو موقوف کردے گا۔ جب لڑائی نہ ہوئی تو قتل کیسا۔ اس وجہ سے اب یضع الجزیۃ کے ایسے معنے کرنے چاہئیں جو قرآن کے خلاف نہوں اور ہوں بھی ٹھیک۔ اور وہ یہ ہیں کہ اسکے زمانہ میں جنگیں موقوف ہوجائینگی۔ پس جب جنگ نہ ہوئی تو جزیہ خود جاتا رہا۔ چنانچہ دیکھو کہ مسلمان تباہ ہو گئے۔ انکی سلطنت باقی نہ رہی اور جزیہ بھی ساتھ ہی باطل ہوگیا۔ اور جو ایک دو سلطنتیں برائے نام باقی ہیں۔ وہ بھی غیر اقوام سے جزیہ نہیں لے سکتیں۔ قسطنطنیہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں کی نسبت

* یعنی مسیح موعود کے تحت میں لاویں

زیادہ مراعات ملی ہوئی ہیں +

ویفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد۔ اس کے معنے یہ کئے گئے ہیں

کہ وہ اتنا مال بانٹے گا کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہ بہت لغو خیال ہے۔ اگر کسی کو دنیا

بھر میں مال کی ضرورت ہوئی تب دنیا تو بہت جلد تباہ ہو جائے گی کیونکہ کوئی بھی ایک

دوسرے کا محتاج نہ رہا تو دوسرے کا کام کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہوئی ہے مزدور

مزدوری نہ کریں۔ لوہار لوہے کا کام چھوڑ دیں۔ موچی جوتے بنانا چھوڑ دیں۔ ہر ایک حرفہ

والا اور پیشے والا اپنا اپنا کام ترک کر دے تو ایسے ذرہ تصور کر کے دیکھو۔ پھر دنیا کی کیا

حالت ہو +

اس سے اگلا لفظ دیکھو۔ وہ اسکی تفسیر کر دیتا ہے۔ فیکون سجدۃ واحدۃ

خیر من الدنیا و ما فیہا۔ وہ مال دینی ہوگا۔ نہ کہ دنیوی۔ یعنی کہ وہ دینی مال اتنا

تقسیم کرے گا کہ لوگ اسے لینگے نہیں۔ اس زمانے میں پھر چھوٹے چھوٹے اعمال بھی

قبول کئے جاوینگے۔ کیونکہ لوگوں کو دنیا کے مال کی حرص دین کی طرف مائل ہونے دیگی

ثم یقول ابو ہریرۃ واقرؤا ان شئتم۔ یہ ابو ہریرہؓ کا اپنا قول ہے +

باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

حدیث۔ موسیٰ بن اسمٰعیل

ان مع الدجال اذا خرج ماء و نارا۔

یہ بھی دجال کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ اسکے پاس پانی اور آگ ہوگی۔ جسے لوگ

آگ سمجھینگے وہ پانی ہوگا۔ اور جسے پانی سمجھیں گے وہ دراصل آگ ہوگی + پانی یہ کہ اسکے

دین کو قبول کریں۔ تو بس دنیاوی طور سے آرام اور ہر طرح کی آسائش میں ہو گئے لیکن

ان کے دین کو برا سمجھنا اور چھوڑنا دنیاوی لحاظ سے یہ آگ ہی ہے لیکن نتیجہ اس کا عمدہ

اور اعلےٰ ہے۔ تعجب ہے ہماری جماعت سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھی وہی کریں

جو دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ ۔ تو وہی کرتے ہیں جو یورپ والے کرتے

ہیں (مثلاً پالیٹکس اور سیاست میں) لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا وہ انہیں آگ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو یورپ والے یا دیگر اقوام کریں وہ ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باعتبار انجام اور حقیقت وہی ٹھنڈا پانی ہے جو حضرت صاحب نے تعلیم دی +

ان رجلا کان فیمن قبلکم اتاہ ملک لیقبض روحہ۔

اس میں اللہ تعالےٰ کا رحم بتلایا ہے۔ آریہ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا عدل نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ رحمتی وسعت کل شیء۔ میری رحمت ہر ایک چیز پر ہے۔ بعض صوفیاء نے تو اسے اتنا بڑھا دیا ہے کہ خدا شیطان کو بھی معاف کرے گا۔ رحمت کو کتنا وسیع کیا ہے۔ یہاں بھی عملت من خیر فرمایا ہے۔ اسکی بدی کا ذکر تک نہیں کیا۔ (اسے شرمندہ نہیں کیا) +

ان رجلا حضرہ الموت فلما یئس من الحیوۃ اوحی اھلہ

اگر کسی کے دل میں اللہ تعالےٰ کی خشیت ہو۔ تو اللہ تعالےٰ ضرور انہیں معاف کر دیگا اور ان کے لئے ان کے مرنے سے پہلے ضرور ایسا سامان کر دیتا ہے کہ انہیں اللہ پر ایمان ہو جاتا ہے +

کوئی اگر کہے کہ جلانے کا حکم نہیں ہے!۔ تو دفن کرنے کا مسئلہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ مختلف شرائع میں مختلف صورتوں کے لحاظ سے انکے احکام بھی مختلف ہونگے مثلاً ایک ایسی جگہ ہے جہاں درندے مردوں کو نکال کر کھا جاتے ہیں۔ اور لوگو نکو مردوں کی حفاظت کرنا مشکل ہے تو انکے لئے ضروری نہیں کہ وہ ضرور دفن ہی کریں۔ اس شخص کا یہ کہنا۔ خدا تعالیٰ سے خشیت کے باعث تھا۔ خدا نے اسے معاف فرما دیا +

حدیث بشر بن محمد۔

کتنا جھوٹ ثابت ہوتا ہے یہاں ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کو اپنی بڑائی کا خیال تھا۔ نبی کریم کو اپنی وفات کے وقت بھی اگر کوئی خیال تھا تو یہی کہ خدا کی بڑائی ہو۔ اسکا کوئی شریک نہو یہ خیال آپکو پیدائش سے ہی تھا۔ آپکو خود جتنا ہی بعد موت کے تو آپکو اسوقت بھی خیال دامنگیر رہتا تھا چنانچہ آپکو وفات کے وقت بھی یہی خیال تھا۔ آپ اپنی امت کے غم میں مضطرب تھے۔ اور گھبراہٹ کی وجہ سے بار بار منہ پر

Digitized by Khilafat Library

ایک مسیحی دوست کے خط کا جواب

مفصلہ ذیل مضمون ہمیں دفتر تالیف و اشاعت محکمہ نظارت سے وصول ہوا ہے اس میں فاضل مضمون نویس نے ایک معترض صاحب کو یہ سمجھایا ہے کہ جو اعتراض آپ غیر مذاہب کے ماننے والے پر کرتے ہیں پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ وہی اعتراض آپ کی مسلمہ الہامی کتاب پر تو نہیں پڑتا۔ اگر اعتراض پڑتا ہے تو پھر دوسرے مذہب پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے اس تمام مضمون کو اسی سپرٹ میں لکھا ہوا سمجھنا چاہیئے۔ اور ہرگز یہ خیال نہ ہو کہ کسی دوسرے کے مذہب پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ یا اس کی الہامی کتاب کے عیوب دکھلانے مقصود ہیں۔ بلکہ محض معترض کے عقیدہ سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی الہامی کتاب کی روشنی میں اپنے اس اعتراض کو پڑھے جو اس نے بڑے زور شور سے اسلام پر کیا ہے۔ (ایڈیٹر)

اے بسا عیبے کہ بینی در کساں ٭ خوئے تو باشد و ریشاں اے فلاں

ہمارے ایک دوست جو مسیحی ہیں۔ گاہے ماہے ایک آدھ والا نامہ بندہ کیجانب ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ چونکہ آپ فطرتاً مذہب مسیحی سے دلچسپی لیکر پیدا ہوئے ہیں اس لئے اپنے خطوط میں اسلام پر ضرور حملہ کرتے ہیں۔ لیکن جب اس طرف سے جواب مفصل بذریعہ اخبار سلسلہ دیا جاتا ہے۔ تو پھر چار پانچ ماہ آپ خاموشی کے کوچہ میں جا بسر کرتے ہیں۔ حسب عادت آپ کا ایک خط ۷ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو بھی موصول ہوا تھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یوں تو مرزائی صاحبان فطرتاً ہر ایک مذہب پر نکتہ چین طبائع لیکر پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اپنے حضرت مسیح قادیانی سے نہیں پوچھتے۔ کہ "حضرت اقدس" آپ جو فرماتے

ہیں۔ کہ طاعون ہمارا مددگار ہے۔ ہمارے مخالفین کو مار ڈالیگا۔ اور نابود کردیگا" پھر لکھو کھا معصوم بچے۔ جو آپ کے معاندین کے زمرہ سے خارج ہیں۔ ان پر آپ نے طاعون نازل کیوں کرایا۔ کیا نازل کرانے والا اور کرنے والا ہر دو ظالم نہیں۔ یہ کیا؟ زید کے گناہ کے عوض بکر کو ہلاک کیا جاتا ہے؟"

نمبر ۲۔ شق القمر کی نسبت بجز عرب کے مورخین کے دیگر ممالک کے کن کن مورخین نے تذکرہ کیا ہے۔

نمبر ۳۔ ایک اور بات آپ مرزائی صاحبان سے دریافت کرکے تحریر فرمادیں۔ اور وہ یہ کہ جب بموجب مسلمات ایمانیات اہل اسلام خدا تعالی نیکی اور بدی کا خالق ہے۔ تو پھر جزا سزا کیسی۔ کیا یہ وہی خدا ٹھٹھا باز نہیں جو ٹھٹھے مخول کے بدلے ہنسی مذاق سے دلچسپی لیا کرتا ہے"۔

یہ چند سطور جن میں آپ نے بظاہر عیسائیت کی حمایت کی ہے۔ اور اسلام پر اعتراضات کئے ہیں در اصل اسلام کی حمایت ہے۔ اور مذہب مسیحی کی مخالفت بقول ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید ٭ خداوند بستاں نگہ کرد و دید
بگفتا گریں شخص بد میکند ٭ نہ با من کہ با نفس خود میکند

کیونکہ یہ تمام اعتراضات در پردہ آپ نے مسیحیت پر کئے ہیں۔ اسلام پر ایسا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں اس امر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ نگر کیا ہی مناسب ہے کہ آپ اس مضمون کو متعدد بار مطالعہ فرمادیں۔ اور غور سے سوچیں تا آپ کو کچھ فائدہ ہو۔ میں نے متواتر ایک ہفتہ محنت و مشقت کرکے اس کو تحریر کیا ہے۔ فقط۔

اول "طاعون میں صد ہا معصوم بے گناہ بچے" کتاب پیدائش ۱۱تا۱۳ کے موافق نوح کے وقت میں طوفان بھیجکر سب جانداروں کو جن میں کروڑہا معصوم بچے اور بے شمار جاندار انسان کے سوا تھے بے خطا تھے۔ آپ کے خداوند نے ہلاک کئے۔ بھلا کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں کیونکہ اگر کفار بالغ کی خطا تھی۔ تو ان کروڑہا بچوں اور بے شمار دیگر جانداروں کا کیا گناہ تھا۔ پس اگر اسی وجہ سے آپ اسلام سے متنفر ہیں۔ تو مسیحی مذہب سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھیں۔

شق القمر کی نسبت انہیں مورخین نے ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے نوح کے طوفان کا ذکر اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے۔ کیونکہ توریت کی یہ گواہی ساری کتب تواریخ اور علوم حکمیہ کے خلاف ہے۔ اور ہندیوں اور چینیوں اور خطا والوں اور مجوسیوں اور اگلے ترکوں کی کتب تواریخ میں کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اور وے لوگ اس کے منکر ہیں۔ اور پنڈت لوگ اور اہل ہنود کے فاضل اور آپ کے راہ نماؤں کے وے سب ہموطنی جن کو آپ کے پادری ملحد کہتے ہیں۔ اس پر بہت ہی استہزا کرتے ہیں۔ اور جان کلارک اپنی کتاب کے تیسرے اور چھٹے باب میں اس پر بہت استہزا کرتا ہے۔ جو اس جگہ بوجہ تالیف قلوب کی وجہ سے مرفوع القلم ہے۔ پس کیا آپ کے نزدیک یہ ناانصافی نہیں۔ کہ جہان کی ساری تاریخوں اور تمام فلسفہ کو غلط کہیں اور فقط توریت کی شہادت کو معتبر تسلیم کریں۔

اور اگر شق القمر کے معجزے کی نسبت یہ خیال ہو کہ محال عقلی ہے۔ تو اس کا جواب بھی اسی مضمون میں پیش کیا جاویگا۔

مثال دوم۔ توریت کتاب پیدائش ۱۹ تا ۲۹ کے مطابق لوط کے زمانہ میں سدوم اور عمورا اور ان کے نواح کے سیدانوں پر گندھک اور آگ برسا کر خدا نے لکھوکھا آدمیوں کو جن میں ہزارہا معصوم بچے بھی تھے۔ اور لکھوکھا بے خطا جانداروں کو مار ڈالا۔ بھلا ان بچوں اور ان جانداروں کی نسبت کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں۔

مثال سوم کتاب استثنا کے ساتویں اور بیسویں باب کے موافق بڑی بڑی سات اقوام کے حق میں حکم تھا کہ ان کو یکلخت نیست و نابود کیجیو۔ اور ان پر رحم نہ کریو اور وہاں کی کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے زندہ نہ چھوڑیو۔ اور ان پر رحم نہ کریو۔ بلکہ سب جانداروں کو یکلخت نیست و نابود کیجیو۔ اب یہ اقوام جو بنی اسرائیل سے بہت قوی اور بہت بڑی تھیں تو یقیناً ان کے افراد کا شمار کروڑوں سے کچھ زائد ہوگا۔ اور اور جانداروں کا تو کیا حساب اور ان انسانوں میں بھی لکھوکھا بچے معصوم تھے۔ بھلا ایسے بچوں اور ان جانداروں کی نسبت ایسا حکم دینا اور انہیں یکلخت بے رحمی سے مروا ڈالنا کیا عدل کے خلاف نہیں ہے

مثال چہارم توریت کی کتاب خروج باب ۱۱ کے موافق خدا نے موسیٰ کو حکم دیا۔ اور باب بارھویں کے موافق اس حکم پر حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ اور بنی اسرائیل نے ہر دو احکام کے موافق مصریوں سے روپے سونے کے برتن اور کپڑے وغیرہ عاریت کے بہانے سے کر ہضم کر لئے۔ جناب من کہئے کیا خدا کا یہ حکم خلاف عدل و انصاف نہیں

مثال پنجم۔ کتاب خروج $\frac{۱۲}{۲۹}$ میں یوں لکھا ہے " اور یوں ہُوا۔ کہ خداوند نے آدھی رات کو مصر کی زمین میں سارے پلوٹھے۔ فرعون کے پلوٹھے سے لے کر جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس قیدی کے پلوٹھے تک جو قید خانے میں تھا چارپایوں کے پلوٹھوں سمیت ہلاک کیئے " دیکھو مصر کی زمین کے پلوٹھوں میں ہزارہا بچے معصوم اور لاکھوں چارپائے بیگناہ تھے پس سب کو ہلاک کرنا اور بیگناہ اور گناہ گار کو یکساں ٹھہرا کر سزا دینا کیا عدل کے خلاف نہیں۔

مثال ششم۔ توریت میں کئی مقامات پر حکم ہے کہ جو کوئی غیر خدا کی نذر مانے یا بت پرستی کرے۔ یا بت پرستی کی ترغیب دے اسے مار ڈالو۔ چنانچہ خروج $\frac{۲۲}{۲۰}$ و استثناء باب ۱۳۔ اور اسی کتاب کے سترہویں باب میں مصرح ہے۔ بھلا آپ کے نزدیک ایسے اشخاص کو ایسے گناہوں پر بدون فہمائش اور انتظاری توبہ کے مار ڈالنا انصاف ہے۔ یا صریح ظلم۔

مثال ہفتم۔ جب قورح نے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا۔ تو اس بارے میں گنتی $\frac{۱۶}{۲۰}$ میں یوں لکھا ہے۔ " اور یہوواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا۔ " تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کر دو۔ تاکہ میں انھیں ایک پل میں ہلاک کروں۔ تب وے اوندھے گرے اور بولے اے خدا سارے جسموں کی جانوں کے خدا گناہ ایک کرے اور تو سارے گروہ پر غصہ ہووے۔ کیا یہ انصاف ہے۔ کہ ایک کے گناہ پر ساری قوم کی ہلاکت کا ارادہ کرنا کہ جس پر موسیٰ اور ہارون یوں چلائے۔ کہ گناہ کرے ایک اور تو سارے گروہ پر غصہ ہو وے۔

مثال ہشتم۔ کتاب استثنا $\frac{۳۲}{۲۵}$ میں یوں ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے " دودھ شیر خوار اور سر سفید کو بھی ہلاک کرونگا۔ بھلا شیر خوار یعنی معصوم بچوں کو ہلاک کرنا کیا

یہ عدل و انصاف ہے۔

مثال نہم - کتاب ایوب کے پہلے اور دوسرے باب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند نے محض شیطان کے کہنے سے پہلے تو ایوب کی بھیڑ بکریوں کو اور اُن کے چرواہوں کو جلا ڈال کر مار ڈالا۔ اور اس کے بیلوں اور گدھوں اور اونٹوں کو قزاقوں کے حوالے کیا۔ کہ وے سب کو لے گئے۔ اور نوکروں کو تلوار سے قتل کر گئے۔ اور بڑی آندھی بھیجکر اس کے مکان کو گرا کر اس کی سب اولاد کو مار ڈالا اور جب ایوب ان مصیبتوں پر صابر پایا تو پھر اسی شیطان کے کہنے سے ایوب کو سر سے پاؤں تک جلنے پھوڑوں میں گرفتار کیا صاحب من کیا یہ عدل کے خلاف نہیں۔ رحم کے منافی نہیں ہے۔ کہ شیطان مردود کے کہنے سے ایسے فرمانبردار بندہ کا یہ حال ہو۔ اور شاید ایسی ہی باتوں کا لحاظ کرکے بعض آپکے مذہبی علماء نے ایوب کی کتاب کو ایک فسانہ تسلیم کیا ہے۔

مثال دہم - یرمیاہ ۱۳/۱۴ میں یوں ہے۔ "خداوند یوں کہتا ہے۔ اس سرزمین کے سارے باشندوں کو۔ اور ان بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سارے باشندوں کو مستی سے لبالب کرونگا۔ اور میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر بیٹوں کو اور باپوں کو ایک ساتھ ڈال دونگا۔ خداوند کہتا ہے۔ میں شفقت نہ کرونگا اور ہرگز دریغ نہ کرونگا۔ اور رحم نہ کھاؤنگا۔ بلکہ انھیں ہلاک کرونگا۔

دیکھو آپ ہی ساری سرزمین کے باشندوں کو مستی سے بھر کر متوالے کرنا۔ پھر بغیر رحم کے ہلاک کرنا کیا انصاف ہے۔

مثال یازدہم - کتاب یرمیاہ کے ۷/۲۰ میں ہے " اسی واسطے خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ دیکھ میرا غضب اور میرا قہر اس مکان پر اور انسان پر اور حیوان پر اور میدان کے درختوں پر اور زمین کی پیداوار پر ڈھالا جائیگا۔ اور وہ بھڑکیگا بجھے گا نہیں۔"

دیکھو انسانوں میں بچے معصوم بھی تھے۔ اور چارپائے سب بیچارے تھے۔ ان پر قہر و غضب کا بھڑکنا کیا انصاف ہے۔

مثال دوازدہم - کتاب حزقی ایل ۲۱/۳ میں ہے۔ خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ دیکھ

میں تیرا مخالف ہوں۔ اور اپنی تلوار کو میان سے نکالوں گا۔ اور تیرے صادقوں اور تیرے بدکاروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ سو اس لئے کہ میں تیرے درمیان سے نیکوں اور بدکاروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اس لئے میری تلوار اپنی میان سے نکل کے جنوب سے شمال تک سارے جانداروں پر چلیگی۔" بھلا بدکار کو مارنا تو ایک بات ہے۔ لیکن نیک صادق کو مارنا۔ اور "سب شریر" جن میں لاکھوں بچے معصوم بھی تھے۔ شمال سے جنوب تک تلوار کا نکالنا کیا ظلم نہیں۔

مثال سیزدہم صیموئیل کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب میں ہے کہ داؤد نے جب اسرائیل کو شمار کیا۔ تو اس بات پر خدا کا غصہ بھڑکا۔ بنی اسرائیل سے ستر ہزار آدمی وبا بھیج کر مار ڈالے۔ اور داؤد کا بال بھی بیکا نہ کیا۔ اور نہ کوئی ان کے گھر کا آدمی مرا۔ یہ کیا عدل کے خلاف نہیں کہ خطا کریں داؤد اور مارے جاویں۔ اور لوگ اسی لئے حضرت داؤد نے خود ہی یوں عرض کیا۔ جیسا کہ اسی باب کے سترہویں فقرے میں یوں منقول ہے۔ "گناہ تو میں نے کیا۔ اور بدی مجھ سے ہوئی۔ پر ان بھیڑوں کا کیا قصور۔ پس مجھ پر اور میرے باپ کے گھرانے پر ہاتھ چلایئے۔"

مثال نمبر چہاردہم کتاب یرمیاہ کے پندرہویں باب میں ہے "آیت ۳ اور میں چار قسم کی آفات کو ان پر بھیجونگا۔ خداوند فرماتا ہے۔ تلوار کو کہ قتل کرے اور کتوں کو کہ پھاڑ ڈالیں۔ اور آسمانی پرندوں کو اور زمین کے درندوں کو کہ نگلیں۔ اور ہلاک کریں۔ اور میں انھیں یہوداہ کے بادشاہ منسی بن حزقیاہ کے سبب اور اس کام کے باعث جو اس نے یروشلم میں کیا چھوڑ دونگا۔ کہ وہ زمین کی ساری مملکتوں میں سنلئے جاویں۔" بھلا منسی بن حزقیاہ کے گناہوں کے باعث سب پر چار طرح کے عذاب مقرر کرنا۔ اور ساری دنیا کی مملکتوں میں انھیں تنگ کرنا۔ کیا انصاف اور عدل و رحم ہے۔

مثال پانزدہم گنتی ۱۴/۳۳ میں یوں خداوند کا قول مندرج ہے "اور تمہارے لڑکے اس دشت میں ۴۰ سال تک بھٹکتے پھریں گے۔ اور تمھاری

حرامکاری کے اٹھانیوالے ہونگے۔ جب تک کہ تمہاری لاشیں اس دشت میں نیست اور نابود نہ ہوویں۔" بھلا لڑکوں کو ۴۰ سال تک باپ دادوں کی حرامکاری اٹھوانی کیا انصاف ہے۔

مثال شانزدہم - یشعیاہ ۱۴/۲۱ میں ہے۔ اس کے فرزندوں کے لئے قتل کے سامان ان کے باپ دادوں کے گناہوں کے سبب تیار کرو۔ تاکہ وہ برپا نہ ہوں۔ اور ملک کے مالک نہ ہوجاویں۔ اور شہر بنا کے دنیا کو آباد نہ کریں۔" بھلا باپ دادوں کے گناہ کے سبب اولاد کو معتوب مغضوب بنانا۔ اور عذاب دینا کس طرح کا انصاف ہے۔

مثال ہفتدہم - یرمیاہ ۳۲/۱۸ میں ہے۔ "تو ہزاروں پر مہربانی کرتا ہے۔ اور باپ دادوں کی بدکاریوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے فرزندوں کی گود میں رکھ دیتا ہے۔" دیکھو باپ دادوں کے گناہوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے لڑکوں سے لینا کیسا انصاف ہے۔

مثال نمبر ۱۸ - نوحہ یرمیاہ کے پانچویں باب کا ساتواں درس یوں ہے "ہمارے باپ دادے گنہگار ہوئے۔ وے جہان سے رہے۔ اور ہم ان کا گناہ سہتے ہیں۔" اس مثال میں وہی خدشہ ہے۔ جو اوپر مذکور ہوا۔

آپ کی کتب مقدسہ میں اور بہت ایسے فقرات ہیں۔ کہ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک کے گناہ پر دوسرے کو۔ اور باپ دادوں کے گناہ پر اولاد کو پکڑتا ہے ہم کہاں تک لکھیں۔ اس لئے ایسے فقروں کو نقل کریں گے۔ کہ جن سے معلوم ہو۔ کہ اولاد بے نصیب کئی پشت تک۔ اپنے باپ دادوں کا گناہ اٹھاتی ہے۔

مثال نمبر ۱۹ - خروج ۲۰/۵ میں ہے "میں یہوواہ تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ کہ باپ دادوں کی بدکاریوں کی سزا ان کے لڑکوں کو۔ جو میرا کینہ رکھتے ہیں۔ تیسری اور چوتھی نسل تک ان کو دیتا ہوں۔" انصاف ملاحظہ فرما دیں۔

مثال نمبر ۲۰ - خروج کے ۳۴/۷ میں خدا تعالیٰ کی تعریف یوں لکھا ہے:-

"باپ دادوں کے گناہ ان کے فرزندوں سے تیسری چوتھی پشت تک مطالبہ کرتا ہوں"

مثال نمبر ۲۱۔ گنتی ۱۴ باب ۱۸ میں ہے "باپ دادوں کے گناہوں کا انکے لڑکوں سے تیسری چوتھی پشت تک خداوند مطالبہ کرتا ہے"

مثال ۲۲۔ کتاب استثناء کے پانچویں باب کے نویں درس میں خداوند کا قول یوں منقول ہے۔ "میں یہوواہ تیرا خدا غیور ہوں۔ جو باپ دادوں کی بدکاری کا بدلہ جو مجھ سے کینہ رکھتے ہیں ان کی اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک لیتا ہوں۔

مذکورہ بالا چار امثلہ جات سے۔ جو نمبر ۱۹ سے نمبر ۲۲ تک کی ہیں۔ کہ حسب بیان بائیبل خدا باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کے لڑکوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے۔ بلکہ کتب مقدسہ کے اور مواضع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چالیسویں بلکہ پچاسویں پشت تک بھی مطالبہ ہوا کرتا ہے۔ اور یہ طرفہ پر طرہ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں ذیل کی مثالیں

مثال ۲۳۔ سموئیل نمبر ۱ باب ۱۵۔ آیت دو کو پڑھو۔ "رب الافواج یوں کہتا ہے۔ مجھ کو یاد ہے۔ جو کچھ کہ عمالیق نے اسرائیل سے کیا۔ جبکہ وہ مصر سے نکل آئے۔ کہ وہ کیونکر ان کی راہ پر گھات میں بیٹھا۔ سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب جو کچھ کہ ان کا ہے یکلخت حرم کر۔ ان پر رحم مت کر۔ بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے۔ اور شیر خوار اور بیل بھیڑ۔ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر۔"

دیکھو یہاں چار سو سال کے بعد سموئیل پیغمبر کی وساطت سے ساؤل کو ان عمالیقوں کی اولاد سے جنھوں نے موسیٰ کا مقابلہ کیا تھا۔ اور مصر سے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل کی گھات میں بیٹھے تھے بدلہ لینے کا حکم نکلا۔ اور بمقتضائے عدالت حکم ہوا کہ رحم نہ کرو بلکہ ان کے مرد عورت بالے بچے بیل بھیڑ اونٹ گدھے کو یکلخت قتل کرو۔" اب اپنا سوال دوہرائیے ان لڑکوں نے جو شیر خوار تھے۔ اور اسی طرح جانوروں نے کیا گناہ کیا تھا۔ اور وہ مرد و عورت صدہا سال بعد اپنے باپ دادوں کے گناہ کے عوض کس طرح واجب القتل تھے۔

مثال نمبر ۲۴۔ لوقا کی انجیل کے گیارھویں باب میں آپ کے خداوند یسوع مسیح کا قول یوں درج ہے۔ "سب نبیوں کے خون کا جو دنیا کے شروع سے بہایا گیا ہے اس زمانہ کے لوگوں سے بدلہ لیا جائیگا۔ ہابل کے خون سے لیکر زکریاہ کے خون تک

جو قربان گاہ اور عبادت گاہ کے بیچ مارا گیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اس زمانہ کے لوگوں سے لیا جائیگا" دیکھو باپ نے وہ فرمایا تھا۔ ساؤل عمالیقوں سے چار صد سال بعد موسیٰ کا بدلہ لیوے۔ "بیٹا" یہ فرماتا ہے۔ بھلا ہابیل کے خون کے وقت سے لے کر جتنے خون ہوئے۔ ان سب کا بدلہ جناب عیسیٰ کے ہم عہدوں سے لینا انصاف اور عدل ہے۔

اب **چوبیس مثالوں** کے رو سے میں اُمید کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ طاعون جو مسیح قادیانی کے مخالفوں پر نازل ہوا۔ اس سے صدہا معصوم بچے کیوں مر جاتے ہیں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ آپ سوچ سمجھ کر اعتراض کیا کریں گے

(۲)

"شق القمر" آپ کے اس سوال کا جواب کہ شق القمر کے معجزہ کا عرب کے مورخین کے سوائے دیگر ممالک کے مورخین نے ذکر نہیں کیا۔ کچھ جواب تو شریح میں دیا جا چکا ہے کچھ تھوڑا بخوف طوالت دیا جاتا ہے

مثال نمبر ۱۔ یوشع کی کتاب کے باب ۱۰۔ آیت ۱۲ میں ہے "یشوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے آگے یوں کہا کہ اے آفتاب جبعون پر ٹھہرا رہ اور اے ماہتاب تو وادی ایلون کے مقابل۔ تب آفتاب ٹھہرا رہا۔ اور مہتاب رکا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔ کیا یہ کتاب آشر میں نہیں لکھا ہے اور آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا۔ اور قریب دن بھر کے پچھم کی طرف مائل نہ ہوا اور اس سے آگے ایسا دن کبھی نہ ہوا تھا۔ اور نہ اس کے بعد ہوا ۱

اب دوسری جانب جامعین تفسیر ہنری و سکاٹ کی بھی سن لیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ یوشع کی دعا سے آٹھ پہر تک آفتاب غروب نہ ہوا تھا۔ دیکھو تفسیر مذکور ذیل آیت ۱۴

اب فرمایئے یشوع کا یہ معجزہ آفتاب کے ساکن ہونے کا جو فلسفہ کے قطعی خلاف ہے۔ شام کے مورخین کے سوا دوسرے کن ممالک کے مورخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور لطف یہ کہ سوائے یوشع کی کتاب کے کسی اور کتاب میں اس کا کہیں ذکر نہیں اور جامعین تفسیر ہنری و اسکاٹ یوشع ۱۵ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ وہ یوشع کی

کتاب داؤد کے بسال جلوس سے سات سال پہلے لکھی گئی" گویا یوشع سے چار صد سال تخمیناً بعد لکھی گئی۔ جیسا سموئیل ۲ ۱۸/۱ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس جبکہ یہ حال ہے۔ تو پھر آپکا اعتراض کیسا۔

مثال نمبر ۲۔ سلاطین نمبر ۲۔ ۱۱/۲۰ میں یوں لکھا ہے۔ "تب یشعیاہ نبی نے خداوند سے دعا مانگی۔ سو اس نے سایہ کو آحاز کے درجوں میں دس درجے پیچھے پھرایا۔ ان درجوں میں کہ جن سے ڈھل گیا تھا" دیکھو مقابلہ کے لئے یسعیاہ ۸/۳۸ ۲۹۔ فرمائیے جناب اس معجزہ کو دیگر ممالک کے کون کون سے مورخین نے اپنی کتب تاریخ میں ذکر کیا ہے

مثال نمبر ۳۔ متی کی انجیل کے دوسرے باب میں مرقوم ہے۔ کہ "مجوسی لوگ حضرت مسیح کی پیدائش کے علامت کے تارے کو دیکھ کر پورب سے یروشلم میں آئے۔ اور وہاں سے بیت اللحم یہودیہ کو چلے اور وہ تارا ان کے آگے چلتا تھا۔ یہانتک کہ اس جگہ پر جہاں جناب مسیح پیدا ہوئے تھے ٹھہر گیا"

فرمائیے جناب اس معجزہ کا کس مورخ نے ذکر کیا ہے۔ جوزیفس یہودی مورخ نے تو اپنی مستند کتاب میں ضرور ہی اس کا ذکر کیا ہوگا۔ کیونکہ جناب مسیح کا وہ ہمعصر و ہم عہد تھا لیکن کیا یہ افسوس کا مقام نہیں۔ کہ جوزیفس مورخ نے اس تارے والے معجزہ کا ذکر تو بالائے طاق مسیح کا نام تک اپنی تاریخ میں نہیں لکھا۔ اسی وجہ سے امریکہ میں ایک آپ جیسے اہل دماغوں کی کمیٹی نے جو اپنے آپ کو بھی کہتی ہے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "مسیح در اصل کوئی آدمی نہیں گذرا۔ کوئی شخصیت اس نام کی دنیا پر نہیں ہوئی۔ کیونکہ جوزیفس معتبر مورخ جو عین مسیح کے زمانہ میں گذرا ہے۔ مسیح کا ذکر تک نہیں کرتا۔ اگر یسوع کوئی شخصیت ہوتی۔ تو ضرور جوزیفس اس کا ذکر کرتا۔ مگر اس کا ذکر نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ مسیح والا تمام واقعہ محض فرضی اور وہمی ہے" دیکھئے آپ کا یہ کہنا۔ کہ چونکہ شق القمر کے معجزہ کا غیر ممالک کے مورخین نے ذکر نہیں کیا۔ اس لئے بناوٹی بات ہے" کیا رنگ لایا ہے یہاں تو جوزیفس نہ صرف ہم عہد بلکہ ہم مذہب ہم قوم ہم وطن معجزات بالائے طاق یسوع کی شخصیت کا ذکر بھی نہیں کرتا۔

مثال نمبر ۴ متی کی انجیل کے تیسرے باب میں ہے۔ "کہ جناب مسیح پر اصطباغ کے بعد آسمان کے دروازے کھل گئے۔ اور خدا کی روح کبوتر کی مانند ان پر اتری۔" اس معجزہ کا شامی مورخین نے کہاں ذکر کیا ہے۔

مثال نمبر ۵۔ لوقا کی انجیل ۲۳/۴۴ میں لکھا ہے۔ "اور چھٹی ساعت کے قریب ساری زمین پر اندھیرا رہا۔ اور نویں ساعت تک رہا۔ اور آفتاب تاریک رہا۔" فرمائیے اس معجزہ کو تمام اہل عالم نے دیکھا تھا۔ کس کس نے ذکر کیا۔ پس جس طرح آفتاب کا وسط السما میں چار پہر تک ٹھہرے رہنا۔ اور اس دن کا آٹھ پہر کا دن ہونا۔ بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس کا علم بھی سب عالم والوں کو چاہیئے۔ کیونکہ ابر غلیظ بھی اگر کہیں ہوگا۔ تو آٹھ پہر کے دن ہونے کو مانع نہیں ہو سکتا۔ اور جن افقوں میں اختلاف آفاق کے سبب اس وقت رات بھی ہوگی۔ تو وہاں بھی اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ کہ ان کی رات آٹھ پہر کی ہوئی ہوگی۔ اور اس حادثہ کو آجتک تخمیناً ۱۹۰۰ سال گذرے۔ اور اسی طرح آفتاب کا دس درجے پیچھے ہٹ آنا حادثہ عظیم ہے۔ اور اس حادثہ کو آجتک ۲۶۰۰ سال گذرے۔ اور ان حادثوں میں سے کسی کا ذکر بھی ہندیوں چینیوں خطاؤں ایرانیوں اور مجوسیوں اور اگلے زمانے کے تذکروں کی تاریخ میں مندرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب ان سے تمام واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ اور اہل ہنود لوگ تو اس پر سب استہزا کرتے ہیں خصوصاً نوح کے طوفان پر۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ کنھیا اوتار کو آج تک مدت پانچہزار سال کی گذری ہے۔ اور اس حساب کے موافق تقریباً آٹھ صد سال طوفان نوح سے وہ پہلے گذرے ہیں۔ اور اس وقت سے اب تک سینکڑوں نامور بستیاں اور شہر ہندوستان میں آباد ہیں۔ اور جب سے اب تک اہل ہند کی تواریخ کی شہادت اور اس طرح ان لوگوں کے تواتر کے موافق ہر وقت میں کروڑوں آدمی انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس بات میں اہل ہنود کے مذہب اور اہل ہند کو کوئی شبہ نہیں اور اس طرح سے یقیناً وے بستیاں اور شہر اور سب ہندوستان کے آدمی ایسے طوفان سے غرق نہیں ہوئے۔ شق القمر کے معجزہ کی نسبت ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ رات کے وقت وقوع پذیر ہوا۔ اور شاید صرف تین منٹ تک رہا ہوگا۔ اور یہ ایک عملی واقعہ

ہے۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر جڑ گیا۔ رات کو لوگ آسمان کی طرف نہیں تاکا کرتے۔ اس لئے عوام الناس کو اگر اس کا علم نہ ہوا ہو۔ تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ رات کا وقت تھا لوگ خواب غفلت میں۔ اور بالعموم اس وقوعہ کی طرف سے غافل تھے۔ روشنی بھی کم نہ ہوئی۔ لیکن برخلاف اس واقعہ کے یوشع بن نون کا معجزہ آفتاب کے ساکن ہو جانا جبعون پر اس کا ٹھہرنا یسعیاہ کے معجزہ کا ذکر یعنی سائے کا دس درجہ پیچھے ہٹ جانا حضرت مسیح کے تارے کا واقعہ۔ واقعہ صلیب کے وقت سارے عالم پر تاریکی کا چھا جانا وغیرہ ایسے واقعات ہیں۔ جو چھوٹے سے چھوٹے انسان کی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن تو بھی ایسے واقعات کا کسی قوم کی کتب تواریخیہ میں نہ پایا جانا۔ آپ کے مقرر کردہ اصول پر کیا کہلانے کا مستحق ہے دوسرا امر یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ یوشع کا معجزہ جیسا کہ ہم نے ہیرنی واکر صاحب کی زبان و قلم سے آپ کو سنا دیا۔ یشوع کے چار صد سال بعد لکھا گیا۔ ایسا ہی یسعیاہ والا قصہ اناجیل کے واقعات بھی مسیح کے زمانہ سے کم از کم دو صدیاں بعد لکھے گئے۔ پھر اگر اہل عصر ایسے واقعات پر اعتراض کرتے۔ تو کب اور کس طرح۔ کیونکہ وہ تو معدوم ہو گئے ہوئے تھے۔

برخلاف اس کے شق القمر کے معجزہ کا رسول اللہ کے تمام ہمعصروں کے سامنے ذکر کیا گیا۔ پس اگر یہ جھوٹ ہوتا تو مخالفین و معاندین جو رسول اللہ کے ہمعصر تھے۔ اس کی تکذیب کرتے۔ اور ابوجہل جیسے ظاہری دشمن شور سے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ اور کئی کمزور اشخاص کو مرتد کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا جو صاف صداقت کی دلیل ہے۔ فقط باقی آئندہ

بندہ عبدالخالق نومسلم۔ از تالیف

تفسیر سورہ اخلاص

شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب صادق لائبریری قادیان نے سورہ اخلاص کی پر از معارف تفسیر کی ہے اور تمام مذاہب والوں کو چیلنج دیا ہے کہ اس کی مثل لاؤ ورنہ کلام اللہ پر ایمان لاؤ۔ قیمت ۲ ہر مذکور سے مل سکتی ہے۔

بشارات القرآن

پیشگوئی ۹۵

وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ یعنے اے اہل مکہ جب قرآن پڑھا جاوے تو سنو اس کو چپ چاپ ہو کر تاکہ تم رحم کئے جاؤ + آیت ہذا میں بڑی تحدی کے ساتھ پیشگوئی اہل مکہ کو سنائی گئی ہے۔ کہ اگر تم بدستور قرآن کے پڑھنے کے وقت شور ہی مچاتے رہے تو تم بے رحم کے عذاب سخت کیا جائے گا۔ اور اگر تم چپ چاپ سن لیا کرو تو اس کا نتیجہ ضرور رحم ہے۔ یعنے سننے والے اور پھر غور و تدبر کرنیوالے رحمت الٰہی سے حصہ پائینگے +

پیشگوئی ۹۶

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ انفال ع ۱۔ ترجمہ۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے درجے بلند ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور رزق عزت والا آیت ہذا میں جلاوطن۔ مسافر۔ غریب۔ ذلیل۔ بے خان و مان۔ بے سامان مسلمانوں کو ایک زبردست پیشگوئی کی بشارت سنائی گئی۔ کہ عنقریب تمہیں درجے عطا کئے جائینگے اور وارث العرب و عراق و شام وغیرہ کا بنا کر تمہیں شاہانہ عزت اور رزق باکرامت عطا کیا جائے۔ سو خدا کی باتیں تھوڑے ہی دنوں میں پوری ہوئیں +

پیشگوئی ۹۷

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

بِکَلِمٰتِهٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ۝ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۝ انفال ع ۱- ترجمہ - اور جب وعدہ کیا اللہ نے تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کے ملنے کا اور وہ تمہارے لئے ہوگی - اور تم چاہتے تھے کہ تمہارے لئے وہی گروہ ہو جو (لڑائی کا بوتہ نہیں رکھتا) اور اللہ چاہتا ہے کہ حق کو حق موافق اپنے کلمات وعدہ کے ثابت کرکے دکھاوے - اور جڑ کاٹ ڈالے آج کفار (مکہ) کی - تاکہ واضح ہو حق - اور باطل ہو فنا - اگرچہ بڑا مشکل معلوم ہو ان کو جو خدا سے کاٹے گئے ہیں +

آیت ہذا میں دو جماعتوں میں سے ایک کے بہتر آنے کا اس طرح بیان ہے - کہ ابوسفیان شام سے چالیس آدمیوں کے ساتھ مال تجارت لے کر آرہا ہے اور ادھر مکہ سے قریش کا ایک ہزار جنگی سپاہی ابوسفیان کی امداد کے لئے مدینہ کیطرف مقام جنگ بدر پر آپہنچے اور ڈیرے لگا دیئے - آنحضرتؐ کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے خبر دی کہ دو جماعتوں میں سے ایک کو بہتر پاؤ گے یہ ہمارا وعدہ بطور پیشگوئی کے ہے پس آنحضرتؐ مقام بدر (پانی کی جگہ) پہ آگئے اور ایک تنبو میں داخل ہو کر آنحضرتؐ نے دعا مانگی کہ اے خدا اگر آج تو نے اسلام کی مدد نہ کی تو پھر تیری پرستش کون کریگا تب حضرت ابوبکرؓ نے جھٹک کر کہا - یا رسول اللہ آپ کا خدا ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا آپ باہر تشریف لائے - اور بدر میں موافق وعدہ الٰہی کے جو پہلے ہو چکا تھا - یُحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ پورا ہوا - اسلام کی فتح عظیم ہوئی - اور یہ پہلی فتح تھی +

پیشگوئی ۹۸

وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ۝ انفال ع ۲- ترجمہ - یعنے جو کوئی خلاف کرے اللہ کا اور رسول کا - پس تحقیق اللہ بعد گناہ کے سخت عذاب

کرنے والا ہے یہ ہے جو تمہاری سزا۔ پس چکھو اُسے۔ اور بیشک منکرین کے لئے عذاب ہے نار الحرب کا۔ اور پھر حشر میں نار الجہنم کا۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کے لئے یہ ایک پیشگوئی تھی جو یہاں بدر میں پوری ہوئی۔ وہ طعمۃ النار الحرب ہوئے ؛

پیشگوئی ۹۹

وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْہِنُ کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَہُوْا فَہُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ انفال ع ۲۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ کفار کے جنگ کی ساری تدبیریں کو بیکار کرنیوالا ہے۔ اور اے منکرو تم ہمیشہ فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ اے خدا جو گروہ حق پر ہے اُسکو فتح عطا کر۔ چنانچہ ابوجہل نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہی دعا مانگی تھی) سو خدا نے تمہارے سامنے فتح کر دی جسکی چاہی۔ اور اگر اب بھی کفر و شرک سے باز آؤ تو بہتر ہو تمہارے لئے۔ اور اگر پھر ایسا ہی کروگے تو ہم بھی ایسا ہی کرینگے اور بیشک اللہ ساتھی مددگار مومنین ہی کا ہے۔

یہ پیشگوئی ہمیشہ پوری ہوتی رہی کہ جب وہ منکر فساد کرتے مفتوح ہوتے۔ اور فتوحات کی بشارات سنکر کہدیتے۔ متٰی ھٰذَا الْفَتْحُ (ھذا الفتح) سو خدا نے اپنی باتیں پوری کرکے دکھا دیا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

پیشگوئی ۱۰۰

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ انفال ع ۴

ترجمہ اے مومنین اگر تم تقوے و طہارت اختیار کرو تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ

تمہارے اور تمہارے اعداء کے درمیان فرقان (فرق مابہ الامتیاز) پیدا کردے گا
اور تمہارے پہلے گناہ دور کردے گا۔ اور پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ صاحب افضال
کا تم پر بڑے فضل کرے گا۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی سنادی گئی تھی کہ اے مسلمانانِ مدینہ اگر تم متقی رہے
تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے فرقان کردے گا۔ جیسا کہ اُس نے حضرت موسیٰؑ کے لئے فرعون
کو مع لشکر کے غرق کرکے فرقان حق و باطل میں کردیا تھا ایسا ہی فرقان تمہارے اور
تمہارے اعداء کے درمیان کردے گا۔ سو خدا نے دُنیا کو دکھا دیا کہ اسکے وعدے کیونکر
پورے ہوتے ہیں۔

پیشگوئی ۱۰۱

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ انفال ع ۴۔ ترجمہ۔
یعنی اللہ یہ نہیں کہ عذاب کرے اُنکو درانحالیکہ تو ہو موجود ان میں۔

یہ ایک زبردست پیشگوئی سنادی کہ اے مکہ والو جبتک محمدؐ اور محمدی تمہارے بیچ
بیٹھے ہیں تب تک خدا کے عذاب بھی ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور جب تم مطابق اپنے ارادہ
کے آنحضرتؐ کو نکال دوگے تب تم پر عذابوں کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ سو خدا
نے موافق اپنے کلمات طیبات کے ایسا ہی کیا۔ اور دُنیا اس سے ناواقف نہیں ہے۔

پیشگوئی ۱۰۲

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا
كَانُوْا اَوْلِيَآءَهٗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
انفال ع ۴۔ ترجمہ۔ اور نہیں ہو سکتا اہل مکہ کیلئے کہ خداوند انکو عذاب نہ کرے۔ بحالیکہ وہ روکتے
ہوں لوگوں کو مسجد الحرام سے آنے سے۔ اور نہیں ہیں وہ متولی اسکے۔ بلکہ متولی اسکے
متقی ہی ہونگے۔ لیکن اکثر نہیں جانتے۔ آیت ہذا میں ایک زبردست پیشگوئی ہے کہ
اہل مکہ کو جو مکہ میں آنے سے مسلمانوں کو روکتے ہیں انکو معذب کیا جائیگا اور متولی کعبہ متقی لوگ بنائے
جائینگے۔ چنانچہ مسجد حرام سے روکنے والوں کا زور توڑا گیا۔ اور انکی بجائے جو خدا کے نزدیک اسکی
تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے والے تھے متولی ہوئے۔ شیعہ صاحبان بھی غور فرمادیں۔

جماعت احمدیہ کا دار الافتاء

سوال ۱ - حضرت عائشہ کی نیت سے نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب - حضرت عائشہ کی نیت سے کوئی نماز پڑھنی درست نہیں۔

سوال ۲ - عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے آنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب - عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے اس طور پر آنا کہ پردہ قائم رہے اور ناجائز خلط نہو۔ جائز ہے +

سوال ۳ - بطور نذر کے کسی مراد کے حصول کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔

جواب - (یعنی بطور نذر کسی مراد کے حصول پر روزہ رکھنا) جائز ہے۔

سوال ۴ - عاشوراء کے دن کھانا کھلانا اور شربت پلانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب - عاشوراء کا شربت اور کھانا بدعت ہے جس سے اجتناب چاہئے۔

سوال ۵ - انبیاء اولیاء کو حاضر ناظر جان کر ان سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں

جواب - انبیاء و اولیاء کو حاضر ناظر جاننا اور ان سے مدد مانگنا جیسا رواج ہے یہ حرام اور ناجائز ہے۔ اور مسلم کی شان سے بعید۔

سوال ۶ - گیارھویں اور قبور پر ذبح کیا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب - گیارھویں اور قبور پر ذبح کیا ہوا جانور نہ کھایا جاوے۔ اول بدعت اور دوم حرام ہے۔ (سید سرور شاہ)

سوال ۷ - لونڈی کا مفہوم اسلام میں کیا ہے؟

جواب - اسلام میں لونڈی اس عورت کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو دشمنوں کی عورتیں جنگوں میں پکڑی آتی تھیں تو ان کو لونڈیاں کہا جاتا تھا۔ انکے پکڑنے اور لونڈیاں بنانے سے غرض یہ ہوتی تھی۔ تاکہ وہ اسلام سیکھیں۔ اور اسلام کے اخلاق و آداب سے واقف ہوں۔ تاکہ جب وہ آزاد ہوں۔ تو بھی وہ کافروں کی حامی نہوں۔ بلکہ اسلام کی شیدا

اور اسی کو پھیلانیوالی ہوں۔ اور اسی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا ارشاد فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مارا۔ تو رسول کریم نے فرمایا کہ اسکو آزاد کردو۔ پھر اسی طرح کفارات میں بھی غلام کو آزاد کرنا رکھا گیا۔ مثلاً قرآن کریم میں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۱۔ پھر فرمایا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ۔ سورہ نساء رکوع ۱۳۔ پارہ ۵۔ ترجمہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرے یعنی ماں وغیرہ کہدے تو وہ بھی ایک غلام آزاد کرے۔ اسی طرح جو مومن کو خطاً قتل کردے تو وہ ایک غلام آزاد کرے۔ اور پھر اسی طرح نذر وغیرہ کے کفارات میں غلام کا آزاد کرنا رکھا گیا۔ تو مومنوں کو یہ توجہ دلائی۔ کہ جب وہ کسی غلام میں صلاح و درستی دیکھیں۔ اور دیکھیں کہ اب اسلام اسکے رگ و ریشہ میں دھس گیا ہے تو وہ اس کو آزاد کردیں۔ اور پھر ترکیب بھی بتائی۔ کہ اگر کوئی آزاد نہ کرسکے۔ تو غلام سے کچھ روپے لیکر ہی آزاد کردے۔ اور ایسے غلام کو جو کسی معین رقم پر آزاد کردیا جائے۔ شریعت میں مکاتب کہا جاتا ہے۔ پھر ان کے ساتھ رسول کریم نے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا۔ اور ایسی بات جسکے ساتھ انکی دلشکنی ہو کرنیسے منع فرمایا۔ تو جب ان سے حُسن سلوک کیا جاتا تھا۔ تو اگر ان کو آزاد کیا جاتا۔ تو وہ کب جا سکتے تھے۔ اور اگر جاتے بھی تو بھی اسلام ہی کو پھیلاتے۔ مثلاً دیکھو کہ رسول کریمؐ نے پہلے اپنے غلام زید کو آزاد کیا۔ اور پھر اس کے لڑکے اسامہ کو ایک لشکر کا گورنر اور افسر بنایا۔ اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو ترقی ہوئی۔ اور پھر حضرت عمر جب بیت المقدس کو تشریف لیجاتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کا غلام بھی ہوتا ہے۔ اور صرف ایک اونٹ ہے اور نوبت بنوبت سوار ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر جب بیت المقدس میں پہنچتے ہیں۔ تو اس وقت غلام ہی سوار ہوتا ہے اور آپ پیدل چلتے ہیں۔ تو اگر اس کو آزاد کردیتے تو کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کافر ہو جائے۔ اور اسلام کا مخالف ہو۔ جبکہ وہ اسلام کو اچھی طرح جان

چکا ہے کہ اس میں کیسے اخلاق سکھائے جاتے ہیں۔ پھر ہارون رشید کا غلام جس نے کہ جعفر برمکی جیسے شخص کو جس سے بادشاہ بھی کانپتا تھا۔ قتل کیا۔ اور بادشاہ کے پاس وہ وزیر دن کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ تو وہ اگر اپنے ملک میں کافر ہی رہتا۔ تو کیا اتنی ترقی وہ کر سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ تو غلام بنانے سے غرض اسلام میں یہی تھی۔ کہ وہ دشمن جنہیں کہ اسلام بار بار پیش کیا گیا۔ اور انھوں نے قبول نہ کیا اور تکلیفیں دیتے رہے۔ اب جبکہ وہ غلام بنکر آئینگے۔ اور اسلام کی خوبیاں دیکھیں گے تو خود ان کو مسلمان بننے کا شوق ہوگا۔ لیکن آجکل اگر پکڑا ہوا قیدی چھوڑا بھی جائے تو وہ الٹا انہی کو تکلیف دینے میں کوشاں رہے گا۔ اور بیچنے کا حکم بھی انہی کے لئے ہے جو جنگوں میں پکڑے جاویں۔ آزاد کی بیع تو حرام ہے ۔ (المفتی سید سرور شاہ)

سوال ۸۔ اگر خطیب کو خود ضرورت حقہ کے ماتحت دینی امور کے سرانجام دینے کے لئے سامعین کو بلانے کی ضرورت پیش آئے تو سامعین میں سے جواب دیوے یا نہ۔ پھر ایسی حالت میں جبکہ وہ صحیح طور پر جانتا ہو کہ بعد میں موقعہ نہیں ملے گا۔ اور سلام پھیرتے ہی آدھے لوگ بھی نہیں رہیں گے ۔

جواب۔ جمعہ کے خطبہ میں خطیب اگر حاضرین سے کچھ دریافت کرنا چاہے۔ تو وہ کر سکتا ہے جس شخص سے وہ کچھ دریافت کرے۔ صرف اس کو بولنے کی اجازت ہے بقدر دریافت کے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے تو حضرت عثمان رضؓ آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ آنے کا کونسا وقت ہے انھوں نے عرض کی۔ کہ اذان سنتے ہی وضو کرکے حاضر ہوگیا ہوں ۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک آدمی آیا۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھی ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دو رکعت پڑھ لو۔ یہاں قادیان میں حضرت خلیفہ ثانی بعض آیات حافظوں سے خطبہ میں دریافت کر لیا کرتے ہیں۔ (حافظ روشن علی)

سوال ۹۔ زمین گروی لینی جائز ہے یا نہیں۔ اگر وہی زمین مالک اصلی کو برائے

کاشت دیگراس کا غلہ نصف حصہ لیا جاوے۔ اور معاملہ سرکاری بھی دیا جاوے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

جواب۔ زمین کا گروی لینا جائز ہے۔ اس سے نفع وہ شخص اُٹھا سکتا ہے جو اس کے اخراجات کا ذمہ وار ہو۔ رہن لینے والا اگر اس کے اخراجات ادا کرتا ہے۔ نفع نقصان کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ تو اس کا نفع اُٹھانا جائز ہے۔ کاشت خواہ خود کرے یا کسی سے کرائے۔ جہاں تک ہو سکے۔ اپنے قبضے میں زمین کو لانا چاہیئے۔ یا کسی اور کاشتکار کو دیا جاوے۔ کیونکہ جو رہن دینے والا ہے اس کے قبضے میں رہے تو اس میں کراہیت ہے اور نفع منفرد کرنا بھی اس پر جائز نہیں۔ اس بارہ میں حدیث بخاری و مسلم کی یہ ہے۔ الظہر یرکب بنفقتہ ولبن الدر یشرب بنفقتہ جانور پر سوار ہونا جائز ہے۔ اور دودھ والے جانور کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے اگر ان کا خرچ دیا جاوے اسی پر حضرت مسیح موعودؑ نے زمین کو قیاس فرمایا ہے۔ دیکھو فتاوی احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲

(حافظ روشن علی)

سوال ۱۰۱۔ اسلام کی دفاعی جنگوں میں جو لڑکیاں لونڈی ہو کر آتی تھیں۔ کیا وہ بغیر نکاح کے صحابہ کرام مثل حضرت عمرو علیؓ نے رکھی ہیں کیا تاریخ اسلام اس کا ثبوت دیتی ہے۔

جواب۔ اول تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ جو کہ منقوقس بادشاہ اسکندریہ نے بطور تحفہ کے بھیجی تھی۔ بغیر نکاح کے رکھی۔ پھر اس سے آپ کا فرزند ابراہیم پیدا ہوا۔ پھر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے۔ عن ایاس بن عامر قال سألت علی ابن ابی طالب فقلت ان لی اختین مما ملکت یمینی اتخذت احدٰھما سریۃ۔ وولدت لی اولاد ثم رغبت فی الاخری فما اصنع قال تعتق التی کنت تطأ ثم تطأ الاخری پھر صفحہ ۱۳۷ زیر آیت والمحصنٰت من النساء یہ حدیث آئی ہے۔ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعث یوم حنین جیشا الی اوطاس فلقوا عدوا فقاتلوھم فظہروا علیھم

وا بواهم سبایا فکان ناسًا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحرجوا من غشیانهن من اجل ازواجهن من المشرکین فانزل اللہ فی ذٰلك والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم یقول الا ما افاء اللہ علیکم فاستحللنا بذٰلك فروجهن رواه مسلم وابی داؤد والنسائی وترمذی

پھر صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے - واخرج الطبرانی عن ابن عباس فی الآیة قال نزلت یوم حنین لما فتح اللہ حنینا اصاب المسلمون نساء لهن ازواج وکان الرجل اذا اراد ان یاتی المرأة قالت ان لی زوجًا فسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلك فانزلت هٰذه الآیة والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم یعنی السبیة من المشرکین تصاب لا بأس بذٰلك

اس میں ما ملکت ایمانکم کی تعریف بھی کردی - کہ وہ مشرکین سے جو قید کی جاویں وہ ہیں - پھر لکھا ہے - واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس والمحصنٰت من النساء یعنی بذٰلك ذوات الازواج من النساء لا یحل نکاحهن یقول لا تخلب ولا تعد فتنشز علیٰ بعلها وکل امرأةٍ لا تنکح الا ببینة ومهما فهی من المحصنٰت التی حرم الا ما ملکت ایمانکم یعنی التی احل اللہ من النساء وهو ما احل من حرائر النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع -

ان سب مذکورہ بالا حدیثوں سے ثابت ہے کہ لونڈی کس کو کہتے ہیں - اور ان سے بغیر نکاح و مہر کے وطی کرنا جائز ہے - پھر موطا امام محمدؒ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک لونڈی اپنے لڑکے عبداللہ کو دی اور کہا - کہ اس سے وطی نہ کرنا کیونکہ میری موطوئہ ہے - پس لونڈی سے بغیر نکاح کے وطی جائز ہے - اور غرض لونڈی بنانیسے یہی ہے کہ وہ اسلام سیکھیں اور مسلمان ہو جاویں +

سید سرور شاہ

جن خریداران تشحیذ نے ۱۹۱۸ء کی قیمت نہیں دی وہ قیمتیں ادا فرماویں

Digitized by Khilafat Library

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدے دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں ٭

(۱) روغن صندل۔ سوزش بول کے لئے نہایت درجہ مفید ہے۔ قیمت ۸/ محصول ۵/

(۲) اجوائن کا تیل۔ قے بدہضمی کی ایک ہی دوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ۶/ ″ ۵/

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ″ ۸ ″ ۵/

(۴) روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے ″ ۴ ″ ۵/

(۵) روغن دارچینی۔ یہ دارچینی کے ملائم چھلکوں سے بنتا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ″ ۶/ ″ ۵/

(۶) روغن لونگ متلی اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے ″ ۴/ ″ ۵/

(۷) روغن لیموں۔ ہے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے۔ ″ ۴/ ″ ۵/

(۸) روغن پیپرمنٹ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے ″ ۴/ ″ ۵/

(۹) روغن الائچی متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے قیمت ۱۴/ ″ ۵/

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو ؟

سوائے اور سب بیمار ہونے کے اس سے ڈرنیکا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اس وجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بطور حفظ ما تقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہ رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی حصہ گولی

قیمت ۳۰ گولیوں کی ڈبیہ ۸/ ۔ ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲/ محصول ڈاک ۵/ ۔

ڈاکٹر ایس کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۴ نمبر ۶

تمام خط وکتابت بنام مینیجر

بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

متفرق نوٹ	۱	ایڈیٹر
دیانندی تفسیر پر سرسری نظر	۱۱	منشی فضل حسین صاحب احمدی
مسیحی دوست کے خط کا جواب	۱۱ - ۲۰	شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم
مسیحی عقیدہ تثلیث کی تاریخ	۱۸ - ۲۰	مولوی فضل الرحمن صاحب
آیت ان اراد ان یھلک [illegible] مفہوم	۲۱ - ۲۵	سید محفوظ الحق صاحب علمی
بطلان مطاعن البرہان	۲۵ - ۳۴	منشی خادم حسین صاحب خادم
بشارات القرآن	۳۵ - ۳۷	مولوی احمد الدین صاحب نارووال
درس الحدیث	۳۸ - ۴۰	از فیوضات حضرت فضل عمر

قیمت سالانہ عوام سے عا، غیر ممالک سے ۳، طلباء سے عا روپے

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کا مستقبل

خدا کے فضل سے تشحیذ کا مستقبل بہت شاندار معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ کی کتابت اور کاغذ میں خاص تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پہلے کفایت مد نظر تھی مگر اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ کتابت اور کاغذ عمدہ ہو تو اچھے سے اچھا مضمون ردی سمجھا جاتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ زیادتی اخراجات کا سوال محبان تشحیذ کے پیش نظر ہوگا۔ اور وہ نہ صرف اس کا **پانسو روپے قرض** ادا کر دینے کے قابل بنا دینگے بلکہ اسکے خریداروں کی تعداد کم از کم ایک ہزار تک پہنچا دینگے۔ تا کہ رسالہ اپنے اخراجات آپ برداشت کر سکے۔ یہ گذارش تو بہت دفعہ کی جا چکی ہے مگر احباب توجہ نہیں کرتے +

اے کاش جو شوق کہ میرے ایک دو دوستوں میں ہے وہ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد میں در بارہ امر تشحیذ پیدا ہو جائے۔ منشی خادم حسین صاحب ایسے نوازش فرما ہیں کہ نہ صرف قلمی امداد سے مجھے ہر مہینے مرہون احسان فرماتے ہیں بلکہ تین چار خریدار بھی ایک ہفتہ کے اندر بھیج چکے ہیں۔ کیا دوسرے دوست اپنے فرض کی طرف متوجہ ہونگے۔ اگر تشحیذ آپکے لئے کارآمد مضامین شائع نہیں کرتا اور مفید نہیں تو بجائے اسکے جو یوں سسکیاں لیتا ہے بہتر ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے مگر میں آپکے اس [illegible] پر نظر رکھتے ہوئے جو آپکو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے لگائے ہوئے پودے سے ہے اور ہونا چاہیئے۔ اس بات کا وہم کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ پس میرے معزز بھائیو! تشحیذ کی طرف خاص توجہ دو۔ اسکے خریدار بڑھاؤ پہلے اپنے ذمے کا بقایا ادا کرو۔ جن اصحاب کے نام رسالہ جاری ہے اور قیمت تا حال ادا نہیں کی وہ قیمت ادا کریں اور اسی پر اپنے فرض کو ختم نہ سمجھیں بلکہ دو چار خریدار اور بھی پیدا کریں یہ ہوا کوئی بڑی بات نہیں جس کے معاوضہ میں آپ کو دشمن پر فتح پانے اور خود حفاظتی کے لئے ایک رسالہ روحانی اسلحہ سے مسلح ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں وہ درد ڈالے جو میں چاہتا ہوں کہ پیدا ہو۔ اور میری آرزو بر آئے۔ اب تو ایڈیٹری و منیجری کے علاوہ محرری کے فرائض بھی مجھی پر عائد ہیں تا کہ خرچ اس حد تک گھٹ جائے جس حد تک انسانی عقل حالات موجودہ میں تجویز کر سکتی ہے۔ سو ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ تو کر رہے ہیں۔ آپ بھی کچھ نظر کرم فرمائیے۔

واللہ الموفق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء

اِیَّاکَ نَسْتَعِین

(واذا استعنت فاستعن باللہ)

یوں تو ہر مسلمان دن میں کئی بار خدا کے حضور یہ اقرار کرتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین مگر باینہمہ ان میں سے بعض فرقے ایسے ہیں جو اپنی حاجات غیر اللہ کے پاس لیجاتے ہیں اور ان سے استعانت چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ حضرات جو توحید کو اصول دین میں سے بتاتے ہیں۔ وہ بھی اس مرض میں گرفتار اور اپنے معالجوں سے آمادہ پیکار ہیں۔ کسی دوست نے مجھے مفصلہ ذیل اشتہار دیا جو شیعہ کی طرف سے شائع شدہ ہے

اطلاع۔ بعض حضرات قبل طلوع صبح صادق شب ہی کو عریضہ دریا میں چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ خلاف معمول اصحاب کرام و علمائے اعلام ہے۔ پس آنحضرت کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اگر عریضہ بعد طلوع صبح صادق دیں اور متابعت علما فرمائیں تو بہتر ہے۔

گر ہمدئ دین کی مہربانی ہو جائے ذرہ بھی خورشید کا ثانی ہو جائے

دریا میں بہادو جو عریضہ لکھ کر مشکل ہو اگر سنگ تو پانی ہو جائے

عریضہ ڈالنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔

يَا حُسَيْنَ اِبْنَ رَوْحٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَشْهَدُ اَنَّ وَفَاتَكَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنَّكَ حَيٌّ عِنْدَ اللّٰهِ مَرْزُوْقٌ وَقَدْ خَاطَبْتُكَ فِيْ حَيَاتِكَ الَّتِيْ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهٰذِهٖ رُقْعَتِيْ وَحَاجَتِيْ اِلٰى مَوْلَانَا صَاحِبِ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ فَسَلِّمْهَا اِلَيْهِ فَاَنْتَ الثِّقَةُ الْاَمِيْنُ ٥

اب آپ فرمائے کیا کسی مومن کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ اپنی حاجت غیر اللہ کی طرف لے جائے اور اپنے مقتدا سید الشہداء سے چٹھی رساں کا کام لے اول تو امام مہدی کا تیرہ سو برس سے زندہ غائب اور پھر حاضر فی الامصار ہونے کا ثبوت ہی دشوار ہے اور پھر ان کو رقعہ پہنچانے کا طریق بھی ایسا عجیب ہے۔ کہ اضحوکۂ اغیار بننے کے لئے کافی ہے۔ یعنی رقعہ لکھ کر دریا میں ڈال دینا۔ اور توقع یہ رکھنا کہ امام مہدی جناب صاحب العصر والزماں کے پاس پہنچ جائے گا۔ لاحول ولاقوۃ خدا ہمارے بھائیوں کو عقل و فہم سے بہرہ وافی دے۔ اور وہ اپنی پوزیشن کو سمجھیں ع ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

الامراض تشاع والنفوس تضاع

یہ خدا تعالیٰ کی وحی جو موجودہ واقعات سے برسوں پہلے خدا کے پاک بندے پر نازل ہوئی پھر اس کے پورا ہونے کا وقت آیا۔ تو پھر یہی الفاظ نازل ہوئے۔ تا دنیا والے جان لیں کہ ان کلمات الٰہی کے پورا ہونے کا وقت آگیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے نزول کے مطابق قسم قسم کے امراض کا حملہ دنیا والوں پر ہونے لگا۔ اور ان میں سے بعض ایسے نئے نئے مرض ہیں کہ جن کی حقیقت سے لوگ ناواقف ہیں۔ اور ناواقف رہیں گے۔

پھر اتلافِ نفوس کے لئے ہولناک قحط و امراض وبائی کے علاوہ آرڈنٹ زدان الزلزلہ (۱۹۱ - مارچ ۱۹۰۷ء) کے مطابق جنگ چھڑ گئی۔ ایسی جنگ جس کی نظیر گذشتہ ازمنہ میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ اس کے متعلق ہمدم لکھتا ہے

"گذشتہ مہیب عالمگیر جنگ میں تیرہ مختلف قومیں برسرپیکار تھیں۔ لہذا ایک تازہ تخمینہ سے یہ معلوم کرنا چنداں تعجب انگیز نہیں البتہ بہت ہولناک ہے۔ کہ اس جنگ نے کم و بیش ۷۳ لاکھ چون ہزار انسانی جانوں کا خاتمہ کیا ہے۔ یہ تعداد امریکہ کے جنرل مارش نے ترتیب دی ہے۔ اور ان کے شائع کردہ شمار و اعداد کے بموجب مختلف قوموں کے مقتولین کی تعداد حسب ذیل ہے۔ متحارب قوموں میں سے سب سے زیادہ تعداد روس کے مقتولین کی ہے جس کا اندازہ ۱۷ لاکھ لگایا گیا ہے۔ مقتولین جرمنی کی تعداد ۱۶ لاکھ ہے۔ مقتولین فرانس کی تعداد ان دونوں قوموں سے کم بتائی جاتی ہے۔ اور جرنیل مارش کے تخمینہ میں وہ صرف ۱۳ لاکھ ۵ ہزار تک پہنچی ہے۔ آسٹریا کے مقتولین کی تعداد ۸ لاکھ مقتولین برطانیہ کی تعداد ۷ لاکھ ۶ ہزار مقتولین اٹلی کی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار اور مقتولین ٹرکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار بلجیم کی ایک لاکھ ۲ ہزار۔ بلغاریہ و رومانیہ کی ایک ایک لاکھ اور سرویا و مانٹی نگرو کے مقتولین بحیثیت مجموعی ایک لاکھ بتلائے جاتے ہیں۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے مقتولین کا اندازہ سب سے کم یعنی ۵۰ ہزار لگایا جاتا ہے۔ جرنیل مارش کے ترتیب دیئے ہوئے ان اعداد میں ہندوستانی مقتولین کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہیں معلوم کہ اُن کو برطانیہ کے مقتولین کی ۷ لاکھ ۶ ہزار کی تعداد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یا مذکورہ بالا تعداد خالص اُنھی مختلف اقوام کے مقتولین جنگ کی لگائی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو فرانس کے مقتولین میں بھی اسکی نو آبادیوں کے مقتول سپاہیوں کی تعداد شامل نہ ہوگی۔ اور اس حالت میں جنگ کا نقصان اور بڑھ جائیگا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ۷۳ لاکھ ۵۴ ہزار کے اعداد میں صرف وہ سپاہی شامل کیئے گئے ہیں۔ جو یا تو معرکہ ہائے جنگ میں ہلاک ہوئے ہیں۔ یا بعد میں زخموں کے صدمہ سے مر گئے ہیں۔ لیکن اسباب جنگ سے مختلف علاقوں کی سول آبادی کو بھی جانی نقصانات پہنچے ہیں۔ اور بہت سے لوگ

سمندروں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ جن کو اگر شامل کیا جائیگا۔ تو شاید اس مہیب جنگ کے نقصانات جان کا شمار ایک کروڑ سے کم نہ رہیگا۔"

ان حالات کو پڑھیئے اور خدا کی وحی میں لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا (۳۰-۲ مارچ ۱۹۰۷ء۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۳) پر ایمان لایئے۔ اس کے ساتھ انفلوئنزا کے حملہ کا تصور بھی کیجئے۔ جس کی خبر یوم تاتی السماء بدخان مبین میں دی گئی تھی۔ اور چند دنوں میں ساٹھ لاکھ نفوس ضائع ہوئے۔ اور طاعون جو قیامت ڈھا رہا ہے۔ وہ تو سب کو معلوم ہی ہے۔ کیا میرے ابناء وطن کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان مصائب و آفات کے اصلی اسباب دریافت کریں) آسمانی آواز تو کہتی ہے۔

ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے ہوں

ازالۂ شبہات

اللہ تعالے نے او کصیب من السماء میں ایک ایسے شخص کی مثال دی ہے جس کی حالت یہ ہے۔ کہ اس پر بارش ہو رہی ہے۔ فیہ ظلمات و رعد و برق اور طرز عمل یہ کہ کلما اضاء لھم مشوا فیہ و اذا اظلم علیھم قاموا جب بجلی چمکی اور روشنی ہوئی ہو تو چل پڑا اور جب اندھیرا ہو گیا۔ تو ٹھہر گیا حالانکہ چاہیئے یوں تھا کہ وہ روشنی میں سیدھی راہ تلاش کر لیتا اور پھر اس پر بے کھٹکے چلا جاتا۔ اور مشکلات کی تاریکی میں نہ گھبراتا۔ اس کا قدم آگے پڑتا پیچھے نہ ہٹتا۔ چنانچہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا میں فرمایا۔ خواہ تمھیں کسی قسم کا شک ہے۔ اس واضح دلیل پر غور کرو کہ

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

(اور بڑی تحدی سے اعلان کیا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور ساتھ ہی فرمایا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا یعنی تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے پس اس حجت باہرہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ کلام حق ہی تو اب خواہ کسقدر شبہات پیش کئے جائیں سعادتمند کا یہ طریق نہیں۔ کہ جب تک تمام شبہات دور نہ ہو جائیں ایمان نہ لائے۔ بلکہ ایک دلیل محکم دیکھ کر مان لینا چاہیئے اور شبہات کا ازالہ جوں جوں ایمان بڑھیگا ہوتا جائیگا حضرت مسیح موعود کے معاملہ میں بھی اسی معاملہ پر کاربند ہونا چاہیئے

بعض لوگ واضح دلائل پر غور نہیں کرتے۔ اور چند شبہات کو لے بیٹھتے ہیں۔

دیانندی تفاسیر پر سرسری نظر

(نوشتہ از فضل حسین احمدی مہاجر)

صرف اردو ترجمہ

"ہے انسانو! جیسے عالم چھوٹی بڑی اشیاء کو معلوم کر کے حسب لائق کاروبار ٹھیک کرتے ہیں ویسے اور لوگ بھی کریں سب لوگوں کو چاہیئے کہ رعایا کے محافظ ایشور اور (آریہ) راجا کی اطاعت اور اُپاسنا (عبادت و بندگی) ہمیشہ کیا کریں"

(تفسیر دیانندی یجروید جلد دوم صفحہ ۱۰۴۲ ہندی بھاشا بھاوارتھ)

آریہ سماجی دوست یہ دعوی کیا کرتے ہیں کہ ویدوں میں سوائے پرمیشور کی اُپاسنا کے کسی دوسرے انسان یا بیجان اشیاء کی اُپاسنا کا حکم نہیں ہے۔ ایسے مدعیوں کو سامنے اگر اس عبارت کو پڑھنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ وید بھگوان جس کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ وہ خالص توحید کی تعلیم سے لبریز ہے۔ کیونکر صاف الفاظ میں راجہ کی بندگی کرنے کی آگیا (حکم) دے رہا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور منتر رگوید سے بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو

(پدارتھ) "جو عمدہ عزت کرنیوالے لوگ ہون کرنے اور اچھے کاموں سے متصف ہیں وہ اس سے اپنے راجا (یعنی) علم و معرفت والے میر مجلس کو (کی) ہی اُپاسنا اور اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ وے لوگ ضرر رساں دشمنوں کو اچھے طور جیت کر پار ہو سکتے ہیں"

(بھاوارتھ) "کوئی بھی انسان میر مجلس (راجا) کی اُپاسنا (بندگی و عبادت) کرنے والے ملازم اور ممبروں کے بغیر اپنی سلطنت کی سدھی (قیام) کو حاصل ہو کر دشمنوں سے فتح حاصل نہیں کر سکتا" (جب تک۔ راجا کی عبادت کرنیوالے ملازم وغیرہ نہ ہونگے فتح محال ہے)

(تفسیر دیانندی رگوید حصہ اول صفحہ ۶۸۴-

منڈل ا سکت ۳ - منتر ۷ -

ویدوں میں توحید بتلانے والے سماجی دوستوان ہر دو وید منتروں کو چشم بصیرت سے دیکھو اور انصاف سے فیصلہ دو کہ شرک کی تعلیم کس کتاب میں ہے - وید میں یا قرآن مجید میں - جہاں فرماتا ہے - ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ (سورہ نساء) **ترجمہ** تحقیق اللہ نہیں معاف کریگا اُسکو جو شرک کرے - پس یہ فیصلہ آپ کے ہی انصاف پر چھوڑتے ہوئے آگے چلتے ہیں -

(۲)

"وہ (سدا ودھا) ہمیشہ بڑھنے والا .... آشچریہ روپ (بصورت حیرت انگیز) صفت فعل - عادات سے متصف پرمیشور"

(تفسیر ہندی دیانند صفحہ ۱۱۵۵ جلد دوم یجروید ۳۲/۱۳)

آریہ مترو بتلاؤ اس کتاب پر نازاں ہو جو کہتی ہے - کہ پرمیشور ہمیشہ بڑھتا ہے کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ویدک ایشور ناقص ہے - کیونکہ وہی چیز بڑھیگی جو بڑھنے سے قبل کم ہو - تو جس کی کاملیت کے لئے عرصہ دراز درکار ہے اس کا کلام بھی کامل نہ ہوا پس جب وید ناقص ہے - تو الہامی نہ رہا - کیونکہ آریہ سماجی سب سے اول شرط الہامی کتاب کے لئے یہ ٹھہرایا کرتے ہیں - کہ وہ کامل و اکمل ہو - جب وید کامل نہ ہوا تو پھر نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ وہ الہامی بھی نہیں -

اور تیسری بات یہ ہے - کہ جو چیز بڑھنے والی ہوگی - وہ ضرور کسی دوسرے کی محتاج ہوگی - کیونکہ خود بخود کم و بیش ہونی امر محالات سے ہے - جب ویدک ایشور پورے طور پر بڑھا نہیں بلکہ تدریجاً شاہراہ ترقی پر قدم زن ہے - تو ماننا پڑے گا کہ اُس کو ترقی دینے والی کوئی اور بالا ہستی ہے - کیونکہ جو محدود ہے - وہ ایک محدد کو چاہتا ہے پس ویدک ایشور جب بسبب کمی کے محدود ہے تو ضرور کسی محدد (حد بستہ کرنیوالا) کے زیر اثر ہوگا جو اُسکو آہستہ آہستہ ترقی کے زینہ پر لے جا رہا ہو -

تو اسے دیا نندی بھائیو جو وجود کسی دوسرے وجود کا محتاج ہے - وہ کس طرح اور

ہ کیسے خدا یا پرمیشور مانا جاسکتا ہے۔ پس خدارا ان عقائد باطلہ سے باز آؤ اور ایسے خداؤں کے پرستار نہ بنو جو خود ابھی ناقص الوجود ناقص العلم والعقل بتایا جاتا ہے

(۳)

سوامی دیانند بھاؤ ارتھ میں فرماتے ہیں:

(صرف اردو ترجمہ) "ہے انسانو جو لوگ پرمیشور نے مقرر کیا کہ دھرم پر چلن کرنا اور ادھرم (بدی) کا چلن ترک کرنا چاہیئے۔ اس سے باہر نہیں ہوئے بے انصافی دوسرے کی اشیاء کو نہیں لیتے وہ تندرست ہو کر سو برس تک زندہ رہ سکتے ہیں اور خدا کے حکم کے مخالف نہیں جو مکمل برہمچریہ سے علم پڑھکر دھرم کا چلن کرتے ہیں انکو موت درمیان (سو برس کے اندر) نہیں دباتی"

(دیانندی تفسیر یجر وید بھاشں ص۱۴۹ ۱۵/۳۵)

معزز ناظرین مرقومہ بالا عبارت غور سے پڑھیں اور دیکھیں اس سے خود لکھنے والے کے ہی متعلق کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور نتیجہ نکالنے سے پہلے آریہ سماجیوں کے اس دعوے کو بھی ملحوظ رکھ لیں کہ "آریہ سماج کے مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی بہ سبب ویدوں پر حقیقی عمل پیرا ہونے کے نجات پا گئے۔" اس قسم کا دعویٰ پنڈت لیکھرام نے بھی اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر ص۶۶۵ کالم ۲ میں کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے

"بس وہ (سوامی صاحب) دھرم اور قدم پر جان نثار کر کے صداقت کا راستہ بتلا کر دھارمک (مذہبی) شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے"

سماجی بھائیو! وید کے بھاؤ ارتھ میں جو سوامی نے خود تحریر فرمایا۔ کہ ویدوں اور پکے برہمچاری کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ سو برس تک ضرور زندہ رہے۔ اسکا کیا مطلب ہے

(۴)

(صرف اردو ترجمہ) "جب ہنسک سے ہم مخالفت کریں اور جو ہنسک ہم سے مخالفت کرے اس کو ہم لوگ ان بھیڑیے وغیرہ (خونخوار) پرندوں کے منہ میں ڈالدیں"۔

(تفسیر دیانند یجروید ص۱۳۵ جلد اول ادھیائے ۱۵ منتر ۱۵)

ایک طرف تو سوامی جی یہ تعلیم سناتے ہیں۔ دوسری طرف آپ یہ تحریر فرماتے ہیں

"ان کا مذہب غیر مذہب والوں سے سخت ظلم کرنا سکھاتا ہے ان سے پوچھنا چاہیے۔ کہ کیا چوری کا عوض چوری ہی ہے، جتنا نقصان چور وغیرہ چوری سے کیا کریں ہم بھی (اُن کا نقصان) چوری سے ہی کریں۔ یہ بالکل بے انصافی کی بات ہے۔ کیا کوئی جاہل ہمکو گالیاں دے تو ہم بھی اُسکو گالیاں دیں۔ یہ بات نہ خدا کی نہ خدا کے معتقد عالم کی اور نہ خدا کی کتاب کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو صرف خود غرض لا علم آدمی کی ہے"

(اردو ستیارتھ ص۵۰۷ نمبر ۳۵ سمولاس نمبر ۱۴)

اب اس تضاد کا انصاف ناظرین ہی پر چھوڑا جاتا ہے۔

(۵)

(صرف اردو ترجمہ) "جیسے میں دشٹ عادت والے مخالفوں کے سروں کو بھی چھیدن (پاش پاش) کرتا ہوں۔ ویسے تم بھی چھیدن کرو" (ہندی تفسیر دیانند یجروید جلد اول ص۱۴۹ ادھیائے ۳ منتر ۲۲)

معزز ناظرین اس منتر کا ترجمہ جو سوامی جی سے ہم تک پہنچا ہے وہ تو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب اس پر جو ریویو ہونا چاہیے۔ وہ بھی سوامی جی ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ صرف اسلام کی بجائے ویدک مذہب کر لینے کی اجازت لے لینی چاہیے ستیارتھ پرکاش اردو ص۵۹۱ نمبر ۷ سمولاس نمبر ۱۴ ملاحظہ ہو۔ جہاں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"واہ جی واہ! خدا اور پیغمبر خوب رحمدل ہیں۔ جو لوگ مذہب اسلام میں نہیں اُن کافروں کی جڑ کاٹنے اُن کی گردن مارنے اور اُن کے جوڑوں کو کاٹنے کا خدا حکم دیتا

ہے۔ اور اس کام میں ان کا ممد و معاون بنتا ہے۔ کیا یہ خدا راون سے کچھ کم ہے؟ یہ سب لیلا قرآن کے مصنف کی ہے خدا کی نہیں۔ اگر خدا کی ہو۔ تو ایسا خدا ہم سے دُور رہے اور ہم اُس سے دُور رہیں"۔

Digitized by Khilafat Library

(۶)

صرف اُردو ترجمہ

"ہے سپہ سالار (امیر فوج) جیسے سب طرف سے ساکن کُرّہ آفتاب (سورج) غیر ساکن کرنوں سے ننانوے قسم کی اطراف کے حصّوں کو پراپت (حاصل) ہوئے جو دھارن کرنیوالی ہوا وغیرہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان بادل کے لطیف بطور حصہ پانیوں کو ہنتی (ہلاک کرنا) کرتا ہے ویسے تو بہت سے بیدینوں (ویدک دھرم کے مخالفوں) کو ہلاک کر"۔

رگوید تفسیر دیانند بھاشا جلد دوم صفحہ ۱۴۲۲۔ منڈل ۱ سوکت ۸۴ منتر ۱۳

اس وید منتر میں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں جنپر ریویو کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ اول سورج ساکن ہے۔ دوم دھرم کے مخالفوں کو ہلاک کرنے کا حکم۔ متوخر الذکر کے متعلق تو پہلے بھی سوامی جی کے قلم سے ریویو ہو چکے ہیں اب اتنی ضرورت نہیں مگر خیر کچھ اور بھی ہو جائے تو حرج نہیں۔ یہ ریویو بھی سوامی جی کے قلم سے نکلا ہے۔

"اپس میں لہو نہ بہانا اور اپنے ہم مذہبوں کو گھر سے نہ نکالنا۔ اور دوسرے مذہب والوں کا خون بہانا اور گھر سے اُنہیں نکالنا بھلا کونسی اچھی بات ہے۔ یہ تو بے علمی اور طرفداری سے بھری ہوئی فضول بات ہے"

اردو ستیارتھ صـ ۵۷۱ نمبر ۱۴ سمولاس ۱۴

اب اوّل الذکر امر کہ "سورج ساکن ہے" کے متعلق فلسفیانہ یا سائنٹیفک طور پر بحث کرنے سے بوجہ کمی گنجایش معذور ہیں۔ صرف سوامی جی کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔

سوال۔ کتنے ہی لوگ کہتے ہیں کہ سورج گھومتا ہے اور زمین نہیں گھومتی۔ دوسرے کہتے ہیں کہ زمین گھومتی ہے سورج نہیں گھومتا۔ اس میں سچ کیا مانا جائے۔

جواب از سوامی جی "یہ دونوں جھوٹے ہیں۔"

اردو ستیارتھ صفحہ ۲۶۲ سمولاس ۸ منبر ۵۳

پھر اسی ستیارتھ صفحہ ۲۶۳ پر ارقام فرماتے ہیں کہ "جو سورج کو ساکن بتلاتے ہیں وہ بھی علم سیارات کے جاننے والے نہیں
وید بھگوان تو فرماتا ہے کہ سورج ساکن ہے اور سوامی جی اسکی تکذیب میں لگے ہوئے
ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے والے جھوٹے ہیں اور علم سیارات سے ناواقف +

(۷)

معزز مضمون نگار مجھے معاف فرمائینگے کہ مینے ان کا نمبر ۷ کاٹ دیا ہے اور چھپنے نہیں
دیا۔ کیونکہ اس میں تفسیر دیانندہ صفحہ ۳۱ جلد اول ہندی یجروید ۱۹/۷۶ کا حوالہ ہے جو میں نقل کرنے سے
بھی شرم کرتا ہوں۔ البتہ اسکی موجودگی میں خدا کے پاک کلام والتی احصنت فرجہا
فنفخنا فیہا من روحنا پر ان الفاظ میں اعتراض کرنا ناواجب ہے۔
"ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب کی تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں"
کیونکہ عربی زبان کے لحاظ سے اس میں کوئی خلاف تہذیب بات نہیں احصنت فرجہا کے
معنے عصمت کی نگہداشت بلکہ تمام قوی پر اعلیٰ درجہ کا ضبط رکھنے کے۔ اور نفخ روح سے مراد
کلام پاک سے مشرف کرنا + (اڈیٹر)

(۸)

آریہ سماج کے جناب سوامی جی قرآن پاک کے ان الفاظ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً
کا ترجمہ کرکے "پکارو پروردگار کو عاجزی سے" اعتراض کرتے ہیں کہ:۔
کیا تمہارا خدا بہرہ ہے جو پکارنے سے سنتا ہے۔ یہ سب باتیں خدا کیطرف سے نہیں ہیں
اس سے قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا"۔

ستیارتھ اردو صفحہ ۵۹۰ و صفحہ ۵۸۹

حالانکہ خود ہی ہمیں یجروید سے سناتے ہیں
"اس لئے آپ کا نجات دلانیوالے دولت کے لئے دھیان کرتے ہیں جو بڑے بڑے
گن کرم اور سبھاؤ (صفت فعل عادات) والا برسنے والے بادل کے برابر گرجنے والے بادل کیطرح
حمد و ثناء کرنیوالے کی حمد و ثنا سے بہت بڑی طاقت کے ساتھ روشن ہوتا ہے اس ایشور کو

جانکر یوگی (عارف) بہت ہی ترقی کو حاصل کرتے ہیں "

(یجروید تفسیر دیانند جی جلد اوّل ہندی صفحہ ۲۱۹ بھاشیہ)

یعنی بادلوں کے برابر جو آواز نکال کر حمد وثنا کرتا ہے اسکی حمد وثنا سنکر پرمیشور عارفوں کو اعلےٰ مراتب تک لیجاتا ہے۔ پس سوامی جی کے اعتراضیہ الفاظ کا دہرا دینا کافی ہوگا

۴۸۶

مسیحی دوست کے خط کا جواب

قبل ازیں ہم آپکے دو سوالات کی نسبت مفصل جواب نمبر ۲ میں عرض کر چکے ہیں۔ اب تیسرے سوال کا جواب تحریر ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ "جب بموجب مسلمات ایمانیات اہل اسلام نیکی و بدی اللہ تعالےٰ سے ہے تو جزا سزا کیسی" اور اسی سوال کے ضمن میں آپ دریافت فرماتے ہیں کہ "جب بموجب عقیدہ مسلّمہ اہل اسلام کے نیکی بدی کا خالق خدا ہے تو پھر نیکی کا اثر تو وجود الٰہی میں ضرور ہے لیکن بدی کا اثر کیوں نہیں قاعدہ کے رو سے تو ہونا چاہیئے"

جواب۔ جناب والا! یہ کس "قاعدہ" کا آپ ذکر فرماتے ہیں۔ بہ تفصیل بتلانا چاہیئے آپ کو معلوم ہو کہ یہ قاعدہ مزعومہ صحیح نہیں۔ آپ ذرا غور کریں۔ بموجب توریت کی کتاب پیدایش کے پہلے ہر دو ابواب کے خدا روشنی اور تاریکی کا بھی خالق ہے اب بموجب آپ کے قاعدے کے چاہیئے۔ کہ خدا میں جس طرح روشنی ہے اسی طرح تاریکی بھی ہو۔ شیطان کو کس نے خلق کیا۔ حیوانات کا کون خالق ہے تو کیا نعوذ باللہ شیطنت اور حیوانیت کا اثر بھی ذات الٰہی میں ضرور ہوگا۔ زنہار نہیں۔ مخلوق کے افعال وصفات کا خواہ وہ ذاتی ہوں یا حاصل کردہ خلق کرنے والی ذات میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ میرے خیال میں ضرورت اسکے خلاف ہے کیونکہ بہر حال مخلوق سے خالق اعلےٰ ہوا کرتا ہے۔ پس اگر ادنیٰ مخلوق والی ادنیٰ صفات ذات اعلےٰ میں ہوں تو وہ بالاتر کیسے ہو سکتا ہے میرا اپنا ذاتی خیال اس بارے میں یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ کوئی مماثلت ومشابہت زنہار نہیں بقول شخصے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

میں آپکو یاد دلاتا ہوں کہ اس بارے میں آپ ڈشمنڈ ادف صاحب کی تفسیر متی کا وہ مقام

پڑھیں۔ جہاں فاضل مسیحی صوفی مسیح کے اس جواب "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر خدا" کی تفسیر فرماتا ہے میں سچ کہتا ہوں۔ اگر آپ توحید الٰہی کے دلدادہ ہونگے تو بڑی حد تک محظوظ ہونگے۔ اس صوفی یعنی ٹشنڈ ارف صاحب نے اس مقام پر ایسے تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے جیسا آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ پس آپ ضرور اس تفسیر کو دیکھیں ٭

اب آپ کے **اصل سوال کا جواب** تحریر کیا جاتا ہے۔ کہ جب نیکی بدی اللہ سے ہے۔ تو جزا سزا کیسی" اپنے خط میں آپ نے اگرچہ تفصیلاً تو نہیں مگر اشارتاً وکنایتاً تقدیر پر بھی لے دے کی ہے مثلاً آپ کا یہ تحریر کرنا کہ "نیکی بدی خدا کی طرف سے ہے۔ اگر کسی قدرتی یا فطرتی بد شخص کو جہنم نصیب ہوا۔ چلو بھائی تقدیر بحوالہ تقدیر اور خلاصی ہوئی"۔ اب میرا خیال ہے کہ میں آپکو بتاؤں کہ یہ سب اعتراضات تحریر کردہ آنجناب اسلام پر تو ہرگز نہیں۔ اِلّا بائبل پر حرف بحرف عائد ہوتے ہیں۔ آپ بغور مطالعہ فرماویں ٭

دلیل اول۔ موسیٰ کے خطاب میں خدا تعالیٰ کا قول کتاب خروج کے اندر کئی جگہ یوں منقول ہے درس ۲۱ باب ۴ کا "میں اسکے (فرعون کے) دل کو سخت کرونگا" اور درس ۱ باب ۱۰ کا "میں نے اسکے دلکو (فرعون کے) اور اسکے نوکروں کے دلکو سخت کر دیا ہے" اور درس ۱۵ و ۱۹ باب ۸ کا اور درس ۳۵ باب ۹ یوں ہے۔ "فرعون کا دل سخت ہو گیا جیسا یہوواہ نے کہا تھا۔ اور درس ۲۰ و ۲۷ باب ۱۰ اور درس ۱۰ باب ۱۱ یوں ہے۔ "یہوواہ نے فرعون کے دلکو سخت کر دیا" اب آپکو معلوم ہو۔ کہ ان درسوں میں دل کے سخت کرنے کی نسبت خدا کی طرف ہے اور آیت ۳ و ۴ باب ۲۹ استثنا میں یوں ہے۔ "یہوواہ نے تم کو وہ دل جو سمجھے اور وہ آنکھیں جو دیکھیں اور وہ کان جو سنیں آجتک نہیں دیئے"۔ اور اسی درس کا اقتباس پولوس رسول نامہ رومیہ میں یوں درج کرتے ہیں روم ۱۱/۸ "آج تک خدا نے انھیں اونگھنے والی روح اور اندھی آنکھیں اور بہرے کان دیئے ہیں"۔

اور یسعیاہ ۶/۹ میں ہے۔ نسخہ فارسیہ ۱۸۳۸ء ہر دو این قوم را بگو کہ بشنوید لیکن درک مکنید بہ بینید لیکن دریافت نکنید۔ دل این قوم را گندہ گرداں و گوشہائے ایشاں را گراں نما و چشمہائے ایشاں را تیرہ کن۔ مبادا کہ ایشاں از چشماں بہ بینند و بگوشہا بشنوند و بدلہا

بفہمند وتوبہ کنند و من ایشاں را شفا بخشم۔ اور انھیں آیات کا اقتباس یوحنا رسول یوں درج کرتے ہیں۔ ۱۲/۴۰ یوحنا۔ "اس نے ان کی آنکھیں اندھی کیں اور انکے دل سخت کیے ہیں تا نہ ہووے۔ کہ آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے سمجھیں اور پھر جاویں اور میں انھیں چنگا کروں اور نسخہ فارسیہ مذکور کتاب یسعیاہ ۲۹/۱۰ یوں ہے۔ خداوند روح خواب گراں بر شما ریختہ است وچشمہائے شمارا بستہ است و بر انبیا و سرداران و خواب بیناں حجاب انداختہ است"۔

مذکورہ بالا منقولہ عبارات سے صاف ثابت ہے کہ خدا ہی نے بنی اسرائیل کے دل اور آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈالدیا ہے اسی سبب سے وہ امر حق کو نہیں سمجھتے۔ اور اچھی چیز کو نہیں دیکھتے اور حقانی بات کو کانوں سے نہیں سنتے۔ اور گمراہ کرنیکے معنے اس سے زیادہ اور کیا ہونگے۔ یسعیاہ ۶۳/۱۷ اے خداوند کیوں تُو نے ہمیں اپنی راہوں سے گمراہ کیا۔ اور ہمارے دلکو سخت کیا۔ کہ تجھ سے نہ ڈریں۔ اس میں تو صاف صاف دل کے سخت اور گمراہ کرنے کی نسبت خدا کی طرف ہے۔

حزقی ایل ۱۴/۹ میں خدا کا قول یُوں منقول ہے۔ "اور وہ نبی جو فریفتہ ہووے اور بات بولے تو میں خداوند نے اس نبی کو مست کیا۔" اس میں تو صاف صاف خداوند کھلے طور پر فرماتا ہے کہ جب کوئی بہکے تو میں ہی اسکو بہکاتا ہوں۔ اور کتاب سلاطین ۱۔ باب بائیسویں میں ہے آیت ۱۹ پھر میکہ نے کہا۔ کہ تم یہواہ کے سخن کو سُنو۔ میں نے یہواہ کو اُسکی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور سارا آسمانی لشکر اسکے دہنے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔ اسوقت یہواہ نے فرمایا کہ رحاب کو کون ترغیب دیگا۔ کہ وہ چڑھ جاوے اور راموت جلعاد پر جا پڑے۔ تب ایک کچھ بولا اور دوسرا کچھ۔ اسوقت ایک رُوح نکل کے یہواہ کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اور بولی۔ کہ میں اسے ترغیب دونگی پھر یہواہ نے فرمایا۔ کس طرح سے وہ بولی میں جاؤنگی - اور جھوٹی روح بن کے اسکے سارے نبیوں کے مُنہ میں پڑونگی۔ یہواہ بولا تو اسے ترغیب دیگی۔ اور غالب بھی ہوگی۔ جا ایسا کر۔ دیکھ یہواہ نے تیرے ان سب نبیوں کے مُنہ میں جھوٹی رُوح ڈالی ہے اور یہواہ نے تیری بابت بُری خبر دی ہے"۔

اب جاننا چاہیئے کہ وہ نبی جنکے حق میں میکہ پیغمبر فرماتے ہیں کہ یہواہ نے تیرے ان سب

نبیوں کے مُنہ میں جھوٹی رُوح ڈالی ہے موافق باب مذکور کی آیت ۲۲ کے چار صد نفر کے قریب تھے۔ اور موافق درس مذکور اور درس ۱۲ کے سب نے بالاتفاق احاب شاہ اسرائیل کو خبر دی تھی کہ راموت پر چڑھ جا۔ کہ یہواہ اسے بادشاہ کے قبضے میں کر دیگا + اور پولوس رسول اپنے خط بنام تھسلونیقیوں ۲ کے باب ۲ میں یوں فرماتے ہیں۔ آیت ۱۱ خدا ان پاس فریب کی روح کو بھیجے گا۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ پر ایمان لاوینگے۔ تاکہ وہ سب جو کلام حق پر ایمان نہ لاکر جھوٹ سے راضی ہیں سزا پاویں۔" اس میں پولوس مقدس صاف فرماتے ہیں کہ خدا خود ہی فریب کی تاثیر کو بھیجتا ہے اور پھر اس لئے کہ سزا دیوے۔

اور یسعیاہ ۴۵/۷ یوں ہے نسخہ فارسیہ "سازندۂ نور و آفرینندۂ تاریکی منم صلح دہندہ و ظاہر کنندہ شر منکہ خداوندم ایں ہمہ اشیا را بوجود مے آرم +

اور مرثیہ یرمیاہ ۳/۳۸ میں ہے۔ آیا خیر و شر از دہانِ خداوند صادر نمے شود اور میکاہ ۱/۱۲ میں ہے۔ اما ہر بدی بر دروازۂ اورشلیم از خداوند نازل مے شود"۔ اب ان آیات میں صریح ظاہر تو م ہے کہ شر اور خیر خدا سے صادر ہوتے ہیں اور شر کا خالق خدا ہے اب آپکی یہ عقلی دلیل۔ کہ "اگر شر خدا سے ہو تو خدا کامل اور منزہ اور پاک اور مقدس نہیں ہو سکتا اور دور آنحالیکہ خدا کی ذات پاک ہے ان صفات کا مٹنا محال ہے پس ظاہر ہے کہ خدا سے شر کا صادر ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔" مردود ہو چکی ہے اور عقلاً و نقلاً غلط ہے۔ عقلاً اس طرح کہ جیسے خدا کے سفیدی اور سیاہی اور تمام اعراض کے خالق ہونے سے لازم نہیں آتا۔ کہ وہ سفید اور سیاہ اور مثل انکے ہو۔ اسی طرح اس کے شر کے خالق ہونیسے لازم نہیں آتا۔ کہ نعوذ باللہ وہ شریر بھی ہو۔ اور اسی طرح شہوت اور حرص کے پیدا کرنے سے یہ صفات خدا میں ہونی ضروری نہیں ہیں اس میں وہی حکمت ہوگی جو شیطان کے پیدا کرنے میں ہے +

اور نقلاً جیسے اوپر متعدد حوالجات کی رو سے ثابت ہے۔ اور علاوہ ازیں ذیل کے حوالجات بھی اس پر شاہد ہیں۔ انجیل متی ۱۱/۲۵ میں ہے۔ اسوقت یسوع کہنے لگا۔ اے باپ آسمان اور زمین کے خالق میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تو نے ان چیزوں کو حکیموں اور عاقلوں

سے چھپایا۔ اور لڑکوں پر کھولا۔ ہاں اے باپ ایسا کرنے میں تیری رضامندی تھی اور لوقا ۱۰/۲۱ میں ہے۔ اس وقت یسوع دل میں بہت خوش ہوکر بولا۔ اے باپ آسمان اور زمین کے مالک میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تو نے ان سب باتوں کو حکیموں اور داناؤں سے چھپایا اور لڑکوں پر ظاہر کیا۔ یونہی ہووے اے باپ کہ تیری نگاہ میں یہی اچھا معلوم ہوا"۔ اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اس حقیقت اور حقانیت کو حکماء اور عقلاء سے چھپایا۔ اور جناب مسیح اس پر خوش ہوتے ہیں پس حکماء اور عقلاء کے حق میں یہ امر خدا کی طرف سے اضلال اور گمراہ کرنا ہی ہے اور خداوند کو بھی مرغوب اور اچھا لگا۔

اب ان دلائل کے علاوہ تقدیر کے اور شواہد سنئے:۔

ایوب ۴۲/۲ میں ہے۔ نسخہ فارسیہ۔ "ہر چہ برائے من مقدر شدہ است بوقوع خواہد رسانید"۔

زبور ۱۴۹/۹ میں ہے "تاکہ جو ان کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ انھیں پہنچے"۔

صفنیاہ ۲/۱ میں ہے "تم اپنے کو جمع کرو۔ اور جمع ہو جاؤ۔ اے بے حیا لوگو اس سے آگے کہ تقدیر اسی دن کو جو بھوسے کی مانند جاتا رہے گا۔ وجود میں لاوے"۔

اور جناب مسیح کا قول اپنے حق میں اور یہوداہ اسکریوطی کی مذمت میں یوں ہے لوقا ۲۲/۲۲ نسخہ فارسیہ۔ "فرزند انسان بر حسب تقدیر مے رود لیکن وائے بر آنکس کہ او را تسلیم مے نماید" اس میں اپنی گرفتاری کو بہ حسب تقدیر فرماتے ہیں اور پکڑوانے والے کو مستحق عذاب فرماتے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک یقیناً یہوداہ اسکریوطی جہنمی ہے۔ پس دیکھو ان آیات میں بوجہ احسن تقدیر کے ثبوت موجود ہیں۔

رومیوں ۸/۲۹ میں ہے "جنھیں اس نے (خدا نے) پہلے سے جانا۔ ان کو اپنے بیٹے کے ہم صورت ہونے کے لئے تقدیر کیا۔ اور اس نے جن کی تقدیر کی۔ انھیں بلایا"۔ ان آیات سے واضح ہے کہ ازل ہی سے مقدر تھا کہ کون کون مسیح پر ایمان لاوے گا۔ اور اسی رومیوں کے خط کے ۹/۱۰ میں ہے۔ ربقہ بھی ایک سے یعنی ہمارے باپ اسحاق سے حاملہ ہوئی۔ اور جب اور جب لڑکی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور نہ کچھ نیک یا بد کام کیا تھا تاکہ خدا کی مرضی برگزیدگی میں

جو کاموں سے نہیں بلکہ قبول کرنیوالے سے ہے ثابت رہے۔ اس لئے اُسے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کریگا جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت کی اور عیسو سے نفرت کی۔ تو ہم کیا کہیں خدا کے پاس بے انصافی ہے ایسا نہووے کہ وہ موسٰی سے کہتا ہے میں جس پر چاہوں رحم کرونگا جس پر چاہوں مہر کرونگا۔ پس یہ نہ چاہنے والے سے نہ تلاش کرنے والے سے بلکہ رحیم خدا سے ہے اور کتاب مقدس فرعون سے کہتی ہے کہ میں نے اس لئے تجھے بڑھایا کہ تیرے وسیلے سے اپنی قدرت ظاہر کرو۔ اور میرا نام تمام روئے زمین میں مشہور ہو۔ پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت کر دیتا ہے۔ پس تو مجھ سے یہ کہے گا۔ پھر وہ کیوں ملامت کرتا ہے اسکے ارادہ کو کون رد کرتا ہے اے آدمی تو کون ہے۔ جو خدا سے تکرار کرتا ہے کیا کاریگری کاریگر کو کہہ سکتی ہے تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ وہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت والا اور دوسرا بے حرمت بناوے ؛

اب ظاہر ہے کہ اس عبارت درس دسویں سے تیرھویں تک تقدیر کی حقیقت اور درس چودھویں سے اٹھارھویں تک یہ بات کہ خدا فاعل مختار ہے جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اور جسکو چاہے گمراہ۔ بیان ہوئی ہے۔ اور درس انیسویں میں اس بات کو کہ پھر بندوں کو ان کے افعال پر ملامت کیوں کرتا ہے بطور شبہ کے ذکر کرکے درس بیسویں اور اکیسویں میں اس کا جواب یوں دیا ہے۔ کہ "وہ مالک ہے اور اسکو اپنی ملک میں ہر طرح کا اختیار ہے آدمی کا مقدور نہیں کہ دم مارے۔ کمہار مٹی پر اختیار رکھتا ہے کہ ایک ہی لوندے سے ایک اچھا باسن اور دوسرا برا بنادے مٹی کچھ نہیں کہہ سکتی ؛

آہ کیا خوب رسول پولوس نے فرمایا ہے۔ ایک شاعر نے بھی اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎ گل را چہ مجال است کہ گوید بہ کلال

کز بہر چہ مے سازی و چرا مے شکنی

کیا ہی اچھی بات حضرت یسعیاہ اپنی کتاب کے $\frac{45}{9}$ میں فرماتے ہیں۔ "واویلا اس پر جو اپنے خالق سے جھگڑتا ہے وہ تو ٹھیکرا زمین کے ٹھیکروں میں سے ہے کیا مٹی کمہار

کو کہہ سکتی ہے کہ تو کیا بناتا ہے۔ کیا تیری دستکاری کہہ سکتی ہے کہ تیرے ہاتھ نہیں"۔

اور علاوہ ازیں پولوس رسول کرنتھیوں ۲ کے ۷ میں فرماتے ہیں "بلکہ وہ حکمت الٰہی بولتے ہیں۔ جو چھپی ہوئی یعنی وہ پوشیدہ حکمت جسے خدا نے زمانے کے آگے ہماری بزرگی کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور پھر نامہ افسیوں کے پہلے باب میں ہے۔ آیت ۵۔ اس نے اپنی نیک مرضی کے موافق یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم کو اپنے لیپالک ہونے کے لئے اور اپنے فضل کی بزرگی کے لئے ہماری تقدیر کی۔ جس سے ہم نے میراث پائی اور اسکی قضا کے موافق جو اپنی مرضی کی صلاح کے موافق سب کچھ کرتا ہے مقرر کئے گئے"۔

اور یہوداہ کے خط میں ہے نسخہ فارسیہ ۴ مرد ے چند مخفیانہ داخل شدہ اند کہ از قدیم ایں جزا برآنہا مقدر شدہ بود۔ یہاں تک تو ہم نے صرف یہ امر ثابت کیا ہے۔ کہ آپ کا یہ کہنا کہ "اسلام کے مسلمات کی رو سے جب نیکی بدی اللہ سے ہے تو جزا سزا کیسی" یہ اعتراض در اصل آپ پر ہی ہے اسلام پر نہیں ہو سکتا۔ البتہ بائبل پر بوجہ احسن ہو سکتا ہے جیسا ہم نے اوپر ثابت کر دیا۔ لیکن اب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ یہ فقرہ ہمارا ہے جیسا آپ خود تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا اب اسکے معنے بھی ہم خود ہی بیان کرتے ہیں یہ کہ "نیکی و بدی اللہ تعالیٰ سے ہے" اسکے کیا معنے ہیں پس اگر نیکی بدی سے مراد نیک و بد افعال لئے جاویں تو بھی یہ صحیح ہے اور وہ اس طرح پر کہ خدا نے ہی ہمیں بتلایا اور سکھلایا۔ کہ کون سے افعال نیک ہیں اور کونسے بُرے مثلاً ہم کو کیا معلوم تھا کہ نماز اچھی شے ہے اللہ نے بتلایا کہ نماز اچھی ہے اور مفید کام ہے ہم اسکو اسی وجہ سے نیک کہتے ہیں اور نیکی میں شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح زنا کی نسبت کیا علم تھا کہ برائی ہے حیوانات کرتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر خدا نے بتلا دیا۔ کہ یہ بُرائی ہے اسلئے ہم اسکو بُرا جانتے ہیں اور بدی میں شامل کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نیکی بدی اللہ سے ہی ہے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ سُکھ دُکھ اللہ سے ہے۔ تو واضح ہو کہ کوئی چیز بذاتہ بُری نہیں ہم استعمال میں اسکو بُرا بنا لیتے ہیں حتیٰ کہ لذیذ مقوی کھانا بھی اگر اعتدال سے زیادہ کھا لیا جاوے تو دکھ دیتا ہے۔ پس برخلاف اس کے زہر کو اگر ایک مجوزہ طریق سے استعمال کیا جاوے تو مفید ہے

بس ثابت ہوُا کہ استعمال ہی بُرا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نیکی و بدی کا بنانے والا خدا ہے یا کسی کے نیک و بد افعال سے خدا بوجہ علم ازلی کے پہلے ہی سے واقف تھا کہ فلاں شخص فلاں جرائم کا مرتکب ہوگا اور فلاں کس فلاں نیکی کریگا۔ تو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ پھر یہ اعتراض تو تمام روئے زمین کے ایسے مذاہب پر جو ذات الہی کے قائل ہیں ہو سکتا ہے اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ کسی فعل کے علم ہونیسے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس کے کرنے پر کسی کو مجبور کیا جاوے۔ مثلاً ایک آدمی کی نسبت کسی شخص کو معلوم ہے کہ اس کا ارادہ ہے۔ کہ فلاں شب کو کسی جگہ نقب زنی کریگا۔ تو اب جسکو معلوم ہے۔ اس معلوم کے عالم پر یہ الزام نہیں عائد ہو سکتا کہ اس نے اسکو نقب زنی کرنے پر مجبور کیا۔ فقط والسلام

بندہ عبد الخالق از قادیان (تالیف و اشاعت)

مسیحی عقیدہ تثلیث کی تاریخ

سب سے پُرانا خلاصہ تعلیمات

(۱)

کلیسا جامع وہ ہے جو رسولوں کے عقیدے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولوں نے انجیل کی منادی کے واسطے دنیا کے مختلف حصوں میں جانیسے پہلے اس عقیدہ کو تسلیم کیا جو اُنکے عقیدے کے نام سے مشہور ہوُا۔ اسی عقیدے کی طفیل مسیح کے شاگرد رومیوں اور یونانیوں پر جو بت پرست تھے ممتاز ہوئے۔ بعضوں کا گمان ہے کہ پولوس اپنے شاگرد تمطاؤس کو اسی عقیدہ کی حفاظت کے واسطے تاکید کرتا ہو (دیکھو پولوس رسول کا خط نمبر ۲ بنام تمطاؤس ۱/۱۳)

مقدس ایرینیس جس کا اُستاد پولیکارپ مسیح کے حواری یوحنا کا شاگرد تھا۔ اسی عقیدہ کی نسبت کہتا ہے کہ کلیسیا نے جو تمام روئے زمین پر پھیلی ہے۔ اس ایمان کو جو ایک خدا قادر مطلق پر ہے رسولوں اور اُنکے شاگردوں سے پایا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ یوسی بس حصہ دوم باب ۸ دفعہ ۳۴) ؛

(۲)

جب بدعتیں پیدا ہوئیں اور مسیح کی الوہیت کے اقراری لوگ آموجود ہوئے تو منکران الوہیت کی مخالفت میں ایک دوسرا عقیدہ مرتب کیا گیا۔ ۳۲۵ء میں ایک کونسل عامہ بمقام نائس منعقد ہوئی جس میں منکران الوہیت مسیح ملزم ٹھہرائے گئے۔ اور وہ عقیدہ تصنیف ہوا جو عقیدہ نائس کہلاتا ہے اس میں پہلے عقیدہ کی ضد میں یہ بڑھایا گیا کہ مسیح الٰہی ذات ہے + اس میں دو خداؤں کی تعلیم دی گئی۔ ایک بڑا خدا جس کا ذکر رسولی عقیدہ میں قادر مطلق کے لفظ سے ہوا ہے اور دوسرا مسیح بہرحال اس میں بھی صرف دو خداؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ تثلیث کا کہیں ذکر نہیں۔

(۳)

ایتھانسس۔ یہ شخص پہلے انطاکیا کا ڈیکن تھا۔ پھر یہ روم کا بشپ ہو گیا۔ اس عقیدہ میں یہ اضافہ ہوا کہ مسیح کو بوضاحت تمام خدا کہا گیا۔ اور روح القدس زندگی کا بخشنے والا۔ یہ کونسل ۳۸۱ء میں بمقام قسطنطنیہ منعقد ہوئی۔ اس میں روح القدس کو خداوند اور زندگی بخشنے والا جو باپ سے نکلتا ہے کہا گیا۔

(۴)

۴۴۷ء میں ایک کونسل ملک سپین میں بدیں غرض منعقد ہوئی کہ روح القدس کی نسبت فیصلہ کیا جائے کہ آیا وہ باپ اور بیٹے ہر دو سے مستخرج ہے یا صرف اکیلے باپ سے اور نیز تاکہ اسکی الوہیت کا اقبال بتوضیح و تشریح کیا جائے۔ اس کونسل میں فیصلہ کیا گیا کہ روح القدس باپ اور بیٹے ہر دو سے مستخرج ہے اور اب پورے تین خداؤں کی تعلیم دی گئی۔

لیکن ایک نقطہ پر مغربی اور مشرقی کلیسیاؤں کا اس میں اختلاف ہو گیا ہے اول الذکر تو روح القدس کو باپ اور بیٹے دو نو سے مستخرج مانتی ہے لیکن مشرقی کلیسیا جسکو یونانی کلیسیا بھی کہتے ہیں۔ برخلاف پہلی کے اس کو صرف باپ سے نکلا ہوا تسلیم کرتی ہے۔

ہم نے بلاکم وکاست ہر چہار عقیدے انکے ناظرین کے پیش کر دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقع میں مسیح نے تثلیث کی تعلیم کہیں نہیں دی اور نہ ہی اسکے متعلق کوئی آیت انجیل میں ملتی ہے۔ کیا کوئی مسیحی دوست جرأت کر کے ہمارے سامنے آئے گا اور ہمیں ایک ہی آیت انجیل میں سے دکھا دیگا جو ان کی خود ساختہ تثلیث کو ثابت کر سکے۔

علاوہ اسکے ہم ایک مسیحی مورخ کا قول بھی اپنی تائید میں پیش کئے دیتے ہیں کہ واقع میں یہ تبدیلیاں مسیحی مذہب میں بعد میں ہوئیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موشائم صاحب اپنی کتاب تاریخ کلیسیا کے حصہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائی مذہب نے اس وقت تک (دوسری صدی تک) اپنے اصلی حسن و سادگی کو بچا رکھا تھا۔ اور اس کے مختصر عقائد رسولوں کے عقیدے میں کھائے جاتے تھے دین کے معلم انکے علاوہ اور کوئی تعلیم نہ دیتے تھے۔

فضل الرحمٰن - دار الفضل قادیان

---

(۱)

مژدہ و اکن مسیحا بر زمین است | ہماناں ظل ختم المرسلین است
تجلی جلوہ ریز قادیاں شد | رموز اسمہ احمد عیاں شد

ایک صاحب نے مجھے یہ دو شعر چھاپنے کیلئے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ جناب گرامی ہوشیارپوری کا نتیجہ فکر ہے۔

(۲)

مظہر اب ہے فضل ایزدی دمساز ہے
احمدِ محمود میرا دلبر طناز ہے
آتی ہے ہر دم مجھے الہام حق سے یہ ندا
عاشقانِ احمدی پر باب رحمت باز ہے
میں تصدق ہو رہا ہوں دل سے اسکے نام پر
جس کا روح القدس بھی اک عاشق جانباز ہے

یہ بہت پرانے زمانے کے شعر ہیں۔ مگر ہمارے حسب حال ہیں۔

ایک آیت قرآنی کا صحیح مفہوم

اور

منکرانِ وفاتِ مسیح کا عقیدۂ موہوم

قل فمن یملک من اللہ شیئًا ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم و امہ ومن فی الارض جمیعًا۔ (پارہ ۶ ع ۷) سے منکرانِ وفات مسیح یہ استدلال کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں حالانکہ یہ معنی اس آیت کے نہیں ہیں۔ میں اس آیت مذکورہ کا صحیح مفہوم بیان کرتا ہوں۔ پہلے اس آیت کے لئے حسب ذیل تفاسیر پڑھیں اور غور سے پڑھی ہیں:

تفسیر سراج منیر۔ تفسیر ابن جریر۔ تاج التفاسیر۔ جمل لابی البقا۔ صاوی۔ در منثور۔ بیضاوی۔ جامع البیان۔ اکلیل۔ شہاب علی البیضاوی۔ قنوی علی البیضاوی۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر۔ تبصیر الرحمٰن۔ لطائف القرآن۔ مراح لبید۔ عرائس البیان۔ ابن عرفہ۔ تفسیر عبدالرحمٰن ثعالبی۔ تفسیر مسیبد۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر محمدی۔ روح البیان۔ انوار التنزیل۔ کشاف۔ خازن۔ جلالین۔ مدارک۔

بعض تفاسیر کے بیان کردہ مضامین اس آیت کے متعلق ذیل میں لکھتا ہوں۔

تفسیر جلالین میں ہے فمن یملک من عذاب اللہ شیئًا۔ یعنی خدا کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ یعنی اگر خدا حضرت مسیح اور انکی ماں اور تمام اہل ارض کو عذاب دینا چاہے تو اس کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ پس اس آیت سے مسیح کی حیات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ مسیح اور انکی والدہ باوجود وفات یافتہ ہونے کے جس طرح کا وجود رکھتے ہیں خدا چاہے تو انہیں عذاب دے سکتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا جلالی کلام مسیح اور انکی والدہ کی الوہیت کی تردید میں ہے۔ گو خدا تعالیٰ عذاب دینا چاہتا نہیں لیکن اس میں کیا شک ہے

بالفرض اگر اس کا ارادہ ہو تو کون ہے جو روک سکے۔

یہی بات تفسیر سراج منیر ص ۳۲۵ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسکے علاوہ تفسیر شہاب علی البیضاوی ص ۲۲۷ میں ہے وھو علی فرض حیاتہا فلا یرد انہا ھلکت۔ یعنی حضرت مسیح کی ماں کا ذکر اس آیت میں اس بنا پر ہے کہ انکی حیات فرض کیجائے۔ ایک محقق کہہ سکتا ہے کہ مسیح کا ذکر بھی اسی بنا پر ہے کہ انکی حیات فرض کیجائے۔ یعنی جس طرح اس آیت سے حضرت مریم کی زندگی ثابت نہیں ہوتی اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے حیات مسیح سمجھ لینا صرف اک خیال خام ہے۔

تفسیر کشاف ص ۳۳۵ میں ہے یہلک یعنی یعدم المسیح وامہ۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہلک کے معنے یہ ہیں کہ خدا چاہے تو مسیح اور انکی والدہ کو معدوم کرے۔ گم کردے۔ نیست و نابود کرے۔ گو وہ ایسا چاہتا نہیں ہے لیکن کیا شبہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو کون آڑے آسکتا ہے۔ پس کشاف نے بھی بتا دیا کہ اس آیت کو حیات مسیح سے اور حیات مسیح کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس آیت کا طرز ادا اور رنگ بیان ہی اور ہے جسے حیات مسیح سے کوئی مناسبت نہیں۔

تفسیر ابن عباس ص ۳۲۵ میں ہے یہلک یعذب۔ یعنی اگر خدا چاہے تو مسیح اور انکی ماں کو اور تمام اہل ارض کو عذاب دے گو خدا ایسا چاہتا نہیں ہے لیکن یہ کلام مسیح اور انکی والدہ کو خدا ماننے والوں کی تنبیہ اور زجر کے لئے جلالی شان میں صدائے کبریائی ہے حیات مسیح سے اس آیت کو کوئی لگاؤ نہیں۔ مذکورہ بالا معنی کی تاکید کے لئے ہم قرآن کریم کی روشنی میں تھوڑی سی تفتیش و تحقیق اور بھی کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ لفظ یہلک جو اس آیت میں ہے ہمیشہ عذاب دینے برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے چنانچہ وہ آیتیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں جو اس امر کی گواہ ہیں اور ہم صیغہ غائب مخاطب متکلم۔ ماضی۔ مضارع ہر اک طرح کی چند چند مثالیں پیش کرتے ہیں جنسے معلوم ہوگا کہ اھلاک جس سے یہلک بنا ہے۔ ہر جگہ عذاب دینے برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

بحث ماضی صیغہ متکلم کی مثالیں جن میں فاعل خدا تعالےٰ ہے جس طرح کہ ہلاکت ہیں :-

(۱) وکم اھلکنا قبلھم من قرن (مریم) (۲) وکم اھلکنا من قریۃٍ (قصص) (۳) من بعد ما اھلکنا القرون (قصص) (۴) وما اھلکنا من قریۃٍ الّا ولھا کتابٌ معلوم (حجر) (۵) وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون (شعراء) (۶) واھلکنا اشد منھم بطشا (زخرف) (۷) واھلکنا المسرفین (انبیاء) (۸) وکم من قریۃٍ اھلکناھا (اعراف) (۹) ولوانّا اھلکناھم بعذاب (طٰہٰ) (۱۰) وما امنت قبلھم من قریۃٍ اھلکناھا (انبیاء) (۱۱) وحرامٌ علیٰ قریۃ اھلکناھا (انبیاء) (۱۲) فکاین من قریۃٍ اھلکناھا (حج) (۱۳) وتلک القریٰ اھلکناھم لمّا ظلموا (کہف) (۱۴) اھلکناھم فلا ناصر لھم (محمد) (۱۵) والذین من قبلھم اھلکناھم (دخان) (۱۶) فاھلکناھم بذنوبھم (انفال) (۱۷) افلم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم۔ (طٰہٰ) (۱۸) ولقد اھلکنا القرون (یونس) (۱۹) ولقد اھلکنا ما حولکم (احقاف) (۲۰) ولقد اھلکنا اشیاعکم (قمر) (۲۱) الم یروا کم اھلکنا من قبلھم (انعام) (۲۲) افلم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون (سجدہ)

تمام مذکورہ بالا آیات میں اھلکنا صیغہ متکلم ماضی ہے اور اھلاک سے مراد عذاب دیکر برباد کرنا ہے کیونکہ صرف موت معمولی مراد ہو تو یہ امر ان آیات میں نہ صرف سیاق سباق اور محل وموقع کے خلاف ہے بلکہ ایک لغو بات ہوگی۔ اسواسطے کہ معمولی موت کے ذریعہ تو خدا نے تمام گذشتہ نیک بندوں اور نبیوں کو بھی وفات دی ہے پس یقیناً اہلاک سے مراد عذاب دیکر برباد کرنا ہے۔

اب ہم ایسی مثالیں بتاتے ہیں جن میں صیغہ متکلم مضارع ہے اور اھلاک سے مراد عذاب و برباد کرنا ہے۔

(۱) الم نھلک الاولین ثم نتبعھم الاخرین (مرسلات) (۲) فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمین (ابراہیم) (۳) واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا (بنی اسرائیل)۔

وہ مثالیں جن میں مخاطب مضارع ہے اور اھلاک سے مراد عذاب اور برباد کرنا ہے

(۱) اتھلکنا بما فعل السفھاء منّا (اعراف) (۲) اتھلکنا بما فعل المبطلون۔ (اعراف)

وہ مثالیں جنمیں صیغہ اسم فاعل ہے اور مراد اھلاک سے مراد عذاب اور برباد کرنا ہے۔

(۱) ذٰلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ (انعام) (۲) وما کان ربک مھلک القریٰ (قصص) (۳) وان من قریۃ الّا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذّبوھا عذابا شدیدا (بنی اسرائیل) آیت نمبر ۳ میں اھلاک سے مراد بالکل برباد کرنا ہے اسی طرح اس آیت ذیل نمبر ۴ میں

(۴) اللّٰہ مھلکھم او معذّبھم عذابا شدیدا (اعراف) (۵) وما کنا مھلکی القریٰ (قصص)۔

صیغہ غائب ماضی کی مثالیں:۔

(۱) انّ اللّٰہ قد اھلک (قصص) (۲) وانہ اھلک عادا الاولیٰ (نجم) (۳) قل ارءیتم ان اھلکنی اللّٰہ ومن معی او رحمنا (ملک)

صیغہ مخاطب ماضی کی مثال:۔

(۱) قال لو شئت اھلکتھم من قبل وایّای (اعراف)۔

صیغہ متکلم ماضی کی مثال۔

(۱) یقول اھلکت مالا لبدا۔ (بلد)

صیغہ مجہول کی مثالیں:۔

(۱) واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ (حاقہ) (۲) فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ

صیغہ مضارع مجہول کی مثالیں:۔

(۱) ھل یھلک الا القوم الظالمون (انعام) (۲) فھل یھلک الا القوم الفاسقون (احقاف)

صیغہ مضارع معلوم کی مثالیں:۔

(۱) ویھلک الحرث والنسل (بقرہ) (۲) وان یھلکون الّا انفسھم (انعام)

(۳) یھلکون انفسھم (توبہ) (۴) ماکان ربک لیھلک القریٰ بظلم وھم و

واھلھا مصلحون۔ (ہود) ✝

اب غور فرمائیے کہ جس قدر آیات مذکور ہوئیں سب میں اہلاک کے معنے عذاب اور برباد کرنا ہیں۔ پس اسی طرح آیت ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعًا۔ میں بھی اہلاک سے مراد عذاب دینا اور برباد کرنا ہے۔ پس حاصل معنی آیت زیر بحث کے یہ ہوئے کہ کون مانع ہوسکتا ہے اگر خدا چاہے مسیح ابن مریم اور انکی والدہ اور تمام اہل ارض کو عذاب سے برباد کرے یعنی جس وجود سے مسیح اور انکی والدہ موجود ہیں (کیونکہ بعد وفات بھی تو ایک برزخی وجود ہوتا ہے) پس اگر خدا چاہے تو انھیں عذاب دے برباد کرے گو خدا ایسا چاہتا نہیں۔ یہ قہری وجلالی کلام مسیح اور انکی والدہ کے خدا ماننے والوں کو سنایا گیا ہے اور رب العزت نے اس میں اپنی کبریائی کی صدا بلند کی ہے۔ جل جلالہ وعم نوالہ۔

بطلان مطاعن البرہان

تمہید۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ رسالہ البرہان جس کے ایڈیٹر سید محمد سبطین صاحب سرسوی شیعی ہیں چندسال سے لاہور سے نکلتا ہے۔ ایک رسالہ اصلاح کھجوہ ضلع سارن ملک بہار جسکو بلحاظ اسکی دلخراش ودل آزار طرز تحریر کے افساد کہنا چاہیئے۔ جمعیت اسلام میں تفرقہ اندازی ومفسدہ پردازی کی تحریک کے لئے ابن سبا و معز الدولہ دیلمی و وزیر علقمی وطوسی کی ارواح کو خوش کرنے و برائے نام فرقہ مظلوم کی حمایت وقائمقامی کے لئے کافی تھا۔ اس سے پہلے چودہ پندرہ برس سے جاری تھا۔ اور اب تک جاری ہے۔ رسالہ اصلاح کی موجودگی میں میرے خیال میں کسی دوسرے شیعہ پرچہ یا رسالہ کے اجراء کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ لیکن چونکہ اس کا مقصد زیادہ تر تفضیل صحابہ رسول مقبول صلوات اللہ علیہم اجمعین تھا۔ اور بس۔ اس واسطے بعض شیعہ منصف مزاج اصحاب بھی اس امر سے خوشنود نہ تھے کیونکہ یہ طرز عمل شیعہ قومیت کی تقویت کا موجب تو بیشک ہوسکتا تھا۔ لیکن اخلاق پسندیدہ علوم واسرار وحقائق ومعارف مخصوصہ اہلبیت کے اظہار وترویج کی کوئی صورت اس سے

قائم نہ ہو سکتی تھی۔ اور یہی امر روح و روان مذہب اثنا عشری ہے۔ جسکی طرف شیعوں کو
مطلق توجہ نہیں ہے۔ اور نہ دوسروں کی عیب چینی و تجسس مطاعن صحابۂ کرام کا شغل
شبا روزی انکو اس کار خیر یا اپنی ذاتی اصلاح و تزکیہ نفوس کیطرف متوجہ ہونے دیتا ہے۔
غالباً اس فرد گذاشت کو پورا کرنے کے لئے رسالہ البرہان کا اجراء قرار پایا تھا۔
اور فاضل ایڈیٹر نے شروع شروع میں اس مقصد کو ایک حد تک مد نظر بھی رکھا اور اسی
لحاظ سے اس کا وجود مسعود مغتنمات سے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ صدیوں کی جبلت اور شیعی
تعصب نے اس مقصد کو بحال خود قائم نہ رہنے دیا۔ اور آخر کار آپ تشیع کی کرسی سے اُٹھ کر
رفض کے سٹیج پر جا ہی براجے۔ اور اصلاح و البرہان میں کوئی مابہ الامتیاز باقی نہ رہنے دیا۔
اس معرفی کے بعد اب میں اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ ایک دوست کے
ذریعے مجھ کو ایک دو پرچے البرہان کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر
صاحب نے ایک مسلسل مضمون بعنوان فتنہ آخر الزمن ایک عرصہ سے شروع کر رکھا ہے۔ اور
اس میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم پر نہایت رکیک اور بے جا حملے کرنے شروع کر رکھے
ہیں۔ نہ صرف یہیں تک بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بدظن کرنیکی شرمناک کوشش کی ہوئی ہے۔
اس بنا پر ضروری معلوم ہوا کہ آپ کے بے بنیاد اور غالیانہ مطاعن و اعتراضات کا
جواب دیا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قولہ۔ صریح آیات کو موڑ توڑ کر مرزا صاحب کی شان میں لگا دیتے ہیں جیسے آیۃ
مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بجائے احمد مجتبیٰ نبی عربی مکی مدنی کے
اس کا مصداق احمد قادیانی کو بنا دیا۔ ملخصاً از البرہان جمادی الاول ۱۳۳۷ھ ۔

اقول۔ ایڈیٹر صاحب نے الزام تو اتنا بڑا لگایا مگر ثبوت میں جو آیت پیش کی۔ اسی میں
موڑ توڑ ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ کر سکینگے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے احمدؐ کی بشارت دی تھی۔
احمد قادیانی نے بغیر موڑ توڑ کے اپنے آپ کو اس کا مصداق ظاہر کیا۔ اور مسلم ہے کہ احمد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام ثابت نہیں۔ بلکہ بالاتفاق صفاتی نام ہے۔ اور
صفاتی طور پر خود احمد قادیانی نے بھی اس بشارت کا مصداق محمد صلعم کو مانا ہوا ہے۔

دیکھو ازالہ اوہام حصہ دوم ایڈیشن سوم ص۲۷۵ پس اس سے نہ انکار حقیقت ہے۔ اور نہ کوئی موڑ توڑ۔ دوسرے احمدؐ قادیانی نے مہدی موعود ہونے کی حیثیت میں نظر بکمال اتحاد روحانی اپنی ذات کو اس آیت کا مصداق ظاہر فرمایا ہے نہ بنظر مخالفت و رقابت ہاں اسی حیثیت سے جیسے کہ شیعوں نے حضرت مہدی موعود کو قسم قسم کے اسماء و القاب شریفہ سے نامزد کیا ہے۔ جن میں آنحضرت صلعم کے ذاتی اسم کو چھوڑا ہے نہ صفاتی اور نہ کنیت کو۔ اور وہ بھی اپنی طرف سے نہ کہ بحکم خدا۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب کی ایک مایۂ ناز کتاب میں ایک خاص باب اس موضوع پر ہے۔ اور اُس میں حسب ذیل نمبروار اسماء و القاب قابل غور ہیں:۔

(نمبر۱) "احمد" پہلا نام حضرت کا "جو مخفی نام ہے اور ظاہری "وہ محمد" ہے۔ دیکھو کتاب صراط السوی فی احوال المہدی ص۴۴۰

(۷) "ابو القاسم" ص۴۴۱ (۲۸) "بقیۃ الانبیاء" ص۴۴۵ (۳۹) "حق" ص۴۴۹ (۴۱) "حامد" (۴۲) "حمد" (۴۳) "حاشر" ص۴۴۹ (۵۴) "دابۃ الارض" ص۴۵۲ (۶۵) "الساعۃ" (۹۳) "عصر" ص۴۵۸ (۱۰۹) "فتح و نصر" ص۴۵۹ (۱۳۲) "مہیمن الآخر" ص۴۶۶ (۱۳۳) "مسیح الزمان" یہ نام حضرت کا فرنگیوں کی کتاب میں ہے ص۴۶۶ ؎

سوال۔ اِن اسماء کی تفصیل سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کو شیعوں نے کسی آیۂ قرآنی کا جو کسی دوسرے کے حق میں وارد تھی مصداق بنا لیا ہے ؎

جواب۔ اس تفصیل سے اس قدر تو ثابت ہو گیا ہو گا کہ آنحضرت صلعم کے کئی مخصوص اسماء و القاب شریفہ مہدی موعود علیہ السلام پر چسپاں کئے گئے ہیں۔ اب میں ایک دو مثالیں ایسی عرض کروں گا۔ کہ آیۂ قرآنی میں دراصل کسی اور وجود کا ذکر ہے اور موڑ توڑ کر اسکو چسپاں کیا گیا ہے مہدی موعود پر ؎

اچھا اسی کتاب میں اسم نمبر ۳۹ کو لیجئے جو حق ہے اسی کی تشریح اور وجہ تسمیہ میں لکھا ہے "کافی" میں جناب باقرؑ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں

آیۃ شریفہ قل جاء الحق الخ کے کہ جب قائم (مھدی) خروج فرمائینگے تو تمام باطل سلطنتیں زائل ہو جائینگی۔ اور چونکہ وقوع اس امر کا یقینی اور حتمی ہے اسواسطے صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے گویا کہ یہ بات ہو چکی ہے۔ اور حضرت کی زیارت میں ہے السلام علی حق الجدید۔ دیکھئے یہاں حق کے آنے سے مراد اسلام وجود مسعود نبی برحق صلعم اور قرآن ہے۔ جو آ چکے اور باطل سے مراد کفر ہے جو مکہ اور نواح مکہ سے دُور ہو چکا ہے۔ لیکن خوش اعتقادوں نے موڑ توڑ کر اسکو اپنے مزعومہ امام پر چسپاں کر دیا ہے +

اور سنئے۔ نمبر ۴۳ والا اسم حاشر خاص رسول صلعم کے لئے مخصوص ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی (متفق علیہ مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ اب ظاہر ہے کہ حاشر تو آ چکا۔ چودہ سو برس کے قریب گذر چکے۔ تو فرمائیے اب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غیر کو حاشر سے موسوم کرنا حدیث کی موڑ توڑ ہے یا نہ؟

اور سُنئے۔ دابۃ الارض نمبر ۴۵ والا سب لوگ جانتے ہیں کہ اس کا ذکر قرآن میں آیا ہوا ہے۔ دیکھو ص۲۲ خود ایڈیٹر صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ (دابۃ الارض کے متعلق "مفسرین اہلسنت کا خیال ہے کہ وہ ایک حیوان ہے اور روایت کرتے ہیں کہ اس کے پر ہیں اور چار ہاتھ پاؤں ہیں × × × لیکن اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ صفات × × مناسب نہیں مگر واسطے انسان کے" "اور (قول ایڈیٹر) بہت سی حدیثوں میں مذکور ہے کہ مراد اس سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ (یعنی شیعونکی حدیث)" +

اور تفسیر قمی میں ہے جو شیعونکی خاص معتبر تفسیر ہے۔ اس میں اس آیت کے نیچے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب علی علیہ السلام ایک دفعہ ریگ کے ڈھیر پر سو رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے پائے مبارک سے حرکت دے کر فرمایا۔ اے دابۃ الارض اٹھ۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے پکارا کریں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ واللہ یہ نام خاص طور پر علیؓ ہی کے لئے ہے۔ اور علی ہی وہ دابہ ہے جس کا ذکر خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے۔ کہ اذا وقع

القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض - پھر فرمایا۔ اے علیؑ جب آخری زمانہ آئے گا تو خدا تعالےٰ تم کو نہایت ہی حسین صورت میں ظاہر کرے گا اور تمہارے پاس نشان لگانے کا ایک آلہ ہوگا جس سے تم اپنے دشمنوں کو نشاندار کر دو گے۔ دیکھو ترجمہ قرآن سید مقبول احمد المعروف بہ مقبول ترجمہ۔ حاشیہ ۱ آیۃ مذکور ۲۰/۱۰ ص ۶۱۲۔

غور تو فرمائیے۔ جب خود رسول صلعم نے اپنی زبان مبارک سے جناب علی علیہ السلام کو بالخصوص دابۃ الارض فرما دیا تو پھر مہدی موعود کس طرح دابۃ الارض ہو سکتے ہیں ؟ یا کیا بجائے ایک کے دو دابو نکی پیشگوئی مانی جائے۔ اب خدارا انصاف سے فرمائیے۔ آپ کو اس دابۃ الارض کی قسم کہ صریح آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی یہ کھلی کھلی موڑ توڑ ہے یا نہ ؟ اور آپنے جو آیت اسمہ احمد کی موڑ توڑ کا الزام حضرت احمدؑ قادیانی پر لگایا تھا مقابلۃً وہ سراسر بے جا اور ناحق تھا یا نہیں ؟ اگر خوف طوالت نہ ہو تو خدا کے فضل سے بلامبالغہ سینکڑوں موڑ توڑ قرآن و حدیث کے شیعوں کی کتابسے دکھلا دوں۔ تاہم کم از کم پانچ موڑ توڑ تو بیں دکھلا کے ہی رہونگا۔ خواہ بھائی اکمل عدم گنجائش کے شاکی ہی ہوں کیونکہ وہ موڑ توڑ بینہ کے موڑ توڑ ہیں +

۱۔ دیکھو قرآن میں شیطان کیطرف سے حکایتاً خدا فرماتا ہے کہ اس نے کہا لاغوینّہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین قال ھذا صراط علیّ مستقیم - پ ۱۴/۲ + مقبول ترجمہ میں اس کا ترجمہ یوں ہے - کہ " ان میں سے سوائے تیرے خالص بندوں کے میں ضرور سبھی کو بہکاؤں گا - فرمایا یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے (یا یہی وہ سیدھی راہ ہے جسکی رعایت مجھ پہ لازم ہے) " بالفاظہٖ

قرآن میں تو آیا ہے صراط علیّ مستقیم - جس کا ٹھیک ترجمہ مترجم مذکور نے خطوط وحدانی میں دیا ہے - لیکن اپنے بزرگوں کی تقلید میں خطوط سے باہر موڑ توڑ کر ترجمہ کیا ہے صراط علی مستقیم کا - اس آیت کے حاشیہ نمبر ۲ مترجم کا ایک جملہ قابل داد ہے فرماتے ہیں " قول مترجم - پڑھنے والے کچھ پڑھا کریں مگر تفسیر عباسی میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ صراط مستقیم سے مراد جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی ہیں "

مقبول ترجمہ صفحہ ۴۲۔ ممکن ہے کہ ایڈیٹر صاحب کہدیں کہ یہ مقبول کا ترجمہ ہم کو مقبول نہیں؟

اس واسطے خاص آپکی کتاب مستطاب خلافت الٰہیہ سے دکھلا دیتا ہوں۔

علی صراط مستقیم ہے۔ "خدا نے اپنے رسولؐ کو صراط مستقیم پر قرار دیا ہے اور اپنے ولی کو بھی صراط مستقیم پر قرار دیا ہے بلکہ نفس صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ فقال هذا صراط علیٍّ مستقیم۔ یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے" خلافت الٰہیہ حصہ اول صفحہ ۲۱ حالانکہ قرآن نے دوسری جگہ خود بتلا دیا ہے کہ صراط مستقیم سے کیا مراد ہے جیسے کہ فرمایا ان الله هو ربی و ربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم ۲۵/۱۲۔

۲۔ قرآن میں خداوند کریم نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے فرماتا ہے وان من شیعته لابراهیم ۲۳/۷۔ اور یقیناً ابراہیمؑ بھی انہی کے پیرووں میں سے تھے (مقبول ترجمہ) لیکن شیعوں کے ہاں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت مفضل مروی ہے کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ابراہیم جناب علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے۔ "پس ابراہیم گفت بار خدایا مراز شیعہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب قرار دہ خطاب رسید کہ یا ابراہیم ما تو را از شیعیان علی گردانیدیم۔ پس ازیں جہت حضرت عزت فرو فرستاد در قرآن عظیم در شان ابراہیم ایں آیۃ را کہ وان من شیعته لابراهیم" کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی باب پنجم صفحہ ۱۲۶

لطیفہ۔ اصل روایت میں مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالے سے سوال کیا تھا کہ شیعیان علیؑ کی کیا علامت ہے تو خدا نے فرمایا کہ وہ رات دن میں نماز اکیاون (۵۱) رکعات پڑھتے ہیں۔ ابراہیم گفت بچہ چیز شناختہ بیشود شیعہ امیر المومنینؑ حق تعالیٰ فرمود بہ پنجاہ و یک رکعت نماز در شبانہ روزے گذاردن۔

مگر اس زمانہ کے شیعہ بجائے ۵۱ رکعات کے صرف ۱۷ رکعات رات دن میں ادا کرتے ہیں۔ ایک دم ۳۴ رکعات کو اڑا دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوسکتا ہے کہ سید سے لیکر شیخ تک اور مجتہد سے لیکر مقلد تک۔ یہ لوگ برائے نام شیعہ علیؓ ہیں۔ اور برائے نام پیرواں ملت ابراہیمؑ ہیں۔

۳۔ خدا ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ان ھذا لھو البلٰؤا المبین وفدینہ بذبح عظیم ۲۷ بیشک یہ کھلی آزمائش ضرور ہے اور ہم نے اس کا فدیہ ایک بڑی قربانی مقرر کی ہے۔ مقبول ترجمہ ص۷۱۹

ذبح عظیم سے مراد شیعہ وسنی کی تفاسیر میں بہشت کا دُنبہ لکھا ہوا ہے دیکھو تفسیر صافی وعمدۃ البیان سید عمار علی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شیعوں نے ذبح عظیم سے مراد امام حسین علیہ السلام لی ہے۔ اور ایک طولانی بے سرو پا روایت کے آخر میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سنکر اظہار رنج کیا۔ اور اس رنج پر اپنے بیٹے کے رنج کو فدیہ کر دیا۔ دیکھو مقبول ترجمہ ص۷۱۹ وکتاب اعجاز التنزیل خلیفہ سید محمد حسن صاحب۔ وناسخ التواریخ +

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مخالفین کے مکالمہ کی نسبت حکایتاً آیا ہے فنظر نظرۃ فی النجوم ٭ فقال انی سقیم ٭ فتولوا عنہ مدبرین ۲۳ پھر ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی اور یہ فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں بس یہ لوگ تو پیٹھ پھرا کر ان کے پاس سے (اُدھر) گئے + شیعوں نے بلالحاظ سیاق وسباق آیت صرف انی سقیم کے جملہ پر ایک عجیب وغریب شان نزول بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے امام حسین علیہ السلام کا واقعہ ہائلہ شہادت دکھائے جانے کی درخواست کی تھی + یہ درخواست منظور ہوئی اور انھوں نے وہ مصائب دیکھے پس جس وقت انھوں نے یہ فرمایا انی سقیم تو اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی مصیبتیں جو میں دیکھ چکا ہوں۔ ان کے سبب میری طبیعت پر ایسی کوفت ہے کہ میں سقیم ہوں مقبول ترجمہ ص۷۱۸ +

لطیفہ۔ روایت مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعات شہادت کا دردناک مشاہدہ کرنے کے بعد ایسے غمگین ہوگئے کہ فرمایا انی سقیم اب کون پیرو ملت ابراہیم ان کے اس اظہار ملال کا انکار یا اس میں شک وشبہ کی جسارت کر سکتا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ اصول کافی کے باب التقیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم

نے جو انّی سقیم فرمایا تھا۔ از راہ تقیہ فرمایا تھا۔ ورنہ واقعی وہ سقیم نہ تھے چہ خوش

۵۔ آیۃ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون (توبہ ع ۴) بدیہی ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کے بارہ میں ہے کیونکہ رسول ہدایت وصاحب دین حق وہی ذات بابرکات ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام + شیعہ اس آیت کا مصداق بھی مہدی موعود کو مانتے ہیں۔ چنانچہ مقبول ترجمہ کے حاشیہ ۳ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے "کہ یہ آیت قائم آل محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے"

ایڈیٹر صاحب بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ نے بھی اپنی کتاب میں جو ایک نہیں دو نہیں بلکہ اکتالیس آیات بحق مہدی موعود علیہ السلام۔ مگر کس طرح ؟ موڑ توڑ کر۔ ہاں موڑ توڑ کر ایک مستقل باب میں جمع کر دی ہیں۔ آیت مذکورہ کا مصداق بھی انہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "اکثر روایات شاہد ہیں اور خود الفاظ آیت دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ ظہور امام مہدی علیہ السلام اور انہی کے ہاتھ پر ہوگا" صراط السوی ص ۴۲۵

فی الحال میں انہی چند جوڑ توڑ پر اکتفا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ منصف مزاجوں پر خود روشن ہوگیا ہوگا کہ دراصل اس الزام کے مستحق خود شیعہ صاحبان ہیں۔ نہ کہ حضرت احمد قادیانی اور ان کی جماعت +

یہ تو ہوگیا الزامی جواب۔ اب تحقیقی جواب یہ ہے کہ جیسے کہ آیۃ ھوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ نصاریٰ کا ذکر ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم الخ اور بعد میں فرمایا ہے۔ یاایھاالذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان اس آیت میں رسول صلعم کو ہدایت ودین الحق کے ساتھ ممتاز کر کے بھیجنے کی علت غائی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ تاکہ تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو۔ اور اس سے پایا جاتا ہے کہ رسول صلعم کی ایک بعثت تو اپنے وقت پر ہوچکی ہے۔ جو تکمیل ہدایت کے لئے تھی۔ اور ایک دوسری

بعثت اشاعت تکمیل ہدایت کے لئے ہوگی۔ مگر چونکہ رسول صلعم فوت ہو چکے ہیں اس واسطے اس غرض کی تکمیل کے لئے آپکی امت میں سے ہی کوئی فرد کامل جو بطور آپ کے قائمقام کے ہوگا مبعوث ہونا تھا اور یہ اس وقت ہونا تھا جبکہ دوسرے ادیانِ باطلہ کے ظہور کامل کے ساتھ دین عیسوی کو بھی علی الخصوص غلبہ تامہ حاصل ہو جائے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے مرویات اہلسنت کے رو سے اس کا مصداق مسیح موعود ہے۔ نہ کہ مہدی۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ وقال ابوھریرۃ والضحاک ذٰلک عند نزول عیسی علیہ السلام ××× ویدل علی صحتہ ھذا التاویل ماروی عن ابی ھریرۃ فی حدیث نزول عیسی علیہ السلام قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام۔ اور ساتھ ہی اسی مقام پر مسلمانوں کی حالت زار و غربت اسلام کے بارہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لایذھب اللیل والنھار فی تعبد اللات والعزیٰ ××× فیرجعون الی دین آبائھم +

اب موجودہ زمانہ وہ ہے جس میں تمام مذاہب میں ایک نمایاں جوش و خروش اور تموج نمودار ہے علی الخصوص مذہب صلیب پرستی میں۔ کہ اس سے زیادہ ممکن و متصور نہیں اس وقت میں اس رسولؐ یا بروز رسولؐ کا ظہور از بس ضروری تھا۔ مگر جمالی رنگ میں نہ جلالی رنگ میں۔ آنحضرت صلعم کا جلالی نام محمدؐ ہے اور یہی ماں باپ کا رکھا ہوا ذاتی نام ہے۔ جلالی رنگ میں تو آپ کی بعثت ہو چکی ہے۔ اس واسطے اب جو بعثت ہونی مقدر تھی وہ جمالی نام احمد کے نام سے ہی ہونی تھی۔ اور اسی لئے اس کے ظہور کی بشارت خود عیسی علیہ السلام کی زبان مبارک سے احمد کے نام سے دیگئی۔ جس کے ذاتی طور پر مصداق ہونے کا حضرت احمد قادیانی نے دعویٰ فرمایا۔ اور بار بار آپ نے فرمادیا ہے کہ میری رسالت یا نبوت خود آنحضرت صلعم کی ہی نبوت ہے نہ آپ سے جداگانہ +

اگر با ایں ہمہ تصریحات آپ احمد قادیان کو جس کا دعویٰ کسی جدید اسلام یا جدید دین پر مبنی نہیں ہے بلکہ صرف تجدید دین پر مشتمل ہے۔ خواہ مخواہ ”آنحضرتؐ کی نبوت کا منکر یعنی اسلام سے خارج بناتے ہیں اور یہ کہ ”ضرور بالضرور مرزائیت اسلام کا نقطۂ

مقابل ہے اور اسلام اور مرزائیت کبھی جمع نہیں ہوسکتے " +

تو فرمایئے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق آپ کا مزعومہ مہدی موعود کس طرح جاء الحق وزھق الباطل اور ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ کا مصداق ہوکر مہدئ برحق اور رسول بالھدیٰ ودین الحق کا مظہر ہوسکتا ہے؟ کیونکہ آنے والا حق آچکا۔ اور جس رسول کا ذکر اس آیت میں ہے وہ بھی آچکا اور جوادیان باطلہ اس کے مولد پاک ومسکن شریف کے گردوپیش تھے اس کے دست حق پرست پر بکلی مغلوب ومنکوب ہوچکے پس جو شخص بایں ہمہ ظہور حق وغلبہ اسلام اس بات کا قائل ہو کہ ابھی تک نہ حق آیا ہے اور غلبۂ اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس پر بھی آپ کا یہ تحکمانہ فتوٰی جاری ہوسکتا ہے یا نہ؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر اسمہ احمد کا مصداق صرف احمد مجتبیٰ عربی مکی ومدنی احمد ہی ہے تو کیا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کا مصداق بھی وہی رسول عربی مکی ومدنی نہیں ہے؟ کیا ازروئے معتقدات اسلام احمد اور رسول سے ایک ذات سرور کائنات مراد نہیں؟ کیا رسول واحمد کے اسماء کا مسمی ایک ہی وجود مسعود نہیں؟ +

پھر کیا وجہ ہے کہ احمدیت کے مدعی پر تو منکر نبوت وخارج اسلام کا فتوی دیا جائے اور رسول کے مدعی ومصداق کو اس فتوٰی سے مستثنےٰ رکھا جائے؟۔ وتلک اذا قسمۃ ضیزیٰ + باقی دارد - خادم حسین

شہادت القرآن

میں حضرت اقدس نے ایک حدیث کے لئے بخاری کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیح البخاری میں نہیں اس پر بعض مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ مشکوۃ باب المبعث وبدء الوحی میں الفصل الاول کی پہلی حدیث (جو بروایت ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلعم لاربعین سنۃ سے شروع ہوتی ہے) کی نسبت لکھا ہے (متفق علیہ) حالانکہ یہ حدیث صرف مسلم میں ہے۔ بخاری میں نہیں چنانچہ مرقاۃ میں ملاعلی قاری نے اس کا اقرار کیا ہے تو کیا صاحب المشکوۃ پر بھی فتوٰی دوگے جو مسیح موعود پر دیتے ہو +

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ الاذہان ماہ مئی سنہ ۱۹ء)

پیشگوئی ۱۰۳

سورہ انفال ع ۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

ترجمہ کفار مکہ وغیرہ جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ روک ہو جائے اللہ کے راستہ میں۔ وہ بہت جلد خرچ کر چکینگے سارے مال (اور ہمتیں۔ اور تدبیریں اور مکر اور فریب اور منصوبے) جو ہوگا ان کے لئے حسرت اور پچھتانے کا موجب۔ تب مغلوب اور ذلیل و معذب کئے جائینگے۔ اور منکر نار الحرب جہنم کیطرف اکٹھے کئے جائینگے۔ تاکہ خبیث اور طیب میں ایک کھلا امتیاز ہو جائے۔ سو یہ پیشگوئی بھی دنیا کے سامنے پوری ہوئی۔ اور کفر و شرک کو بیخ سے اکھاڑ دیا گیا۔

پیشگوئی ۱۰۴

انفال ع ۶۔ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ یعنے اے مسلمانو! مصائب پر صبر کرتے رہو۔ کہ اللہ تمہارا ہی ساتھی اور مددگار ناصر ہوگا۔ یہ ایک پیشگوئی کے طور پر فرمایا کہ تمہارے مصائب کے ایام تھوڑے ہی ہیں۔ صبر کرو۔ اللہ تعالےٰ ان تمہارے مصائب کو بادشاہی سے بدل دے گا۔ اور تمہارے اعداء کو تمہاری ہی آنکھوں کے روبرو نیست کر دے گا۔ اور ان کا ناصر۔ ساتھی ہرگز کوئی نہ ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

پیشگوئی ۱۰۵

انفال ع ۷ - كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ الخ

ترجمہ - یعنے مانند فرعونیوں کی - اور اُن لوگونکی جو پہلے ان سے تھے - وہ منکر ہوئے اللہ کی آیات - اور انبیاء اللہ سے - پھر پکڑ لیا اللہ نے اُنھیں اُن کے گناہوں کے سبب - بیشک اللہ زور والا سخت عذاب کرنیوالا ہے - یہ اس لئے اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا نعمت کو جو کسی قوم پر انعام کی گئی - یہاں تک کہ وہ اپنے نفسونکی حالت کو نہ بدلیں

ان آیات میں یہ پیشگوئی ہے کہ جس طرح پہلے منکرین کو عذابوں میں ماخوذ کیا اسی طرح اب بھی وہی خدا قوت زور والا منکران محمد و مکذبان آیات اللہ کو عذابوں سے ہلاک کرے گا - اور اللہ تعالیٰ موافق اعمال کے قوم کی حالت بدلے گا - اگر وہ منکر ہوں تو سزا دے گا - اگر مومن ہوں تو انکی حالت نعمات سے بدل دیگا - سو ایسا ہی ہوا ؛

پیشگوئی ۱۰۶

انفال ع ۹ - يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - ترجمہ اے نبی کافی ہے تیرے لئے ایک ہی اللہ اور تیرے تابعدار بھی جو مومن ہیں - پھر اے نبی رغبت دلا لڑائی پر مومنین کو - اور اگر ہونگے بیس مومن صابر غالب آوینگے دو سو کفار پر - اور اگر ہوں گے سو مومن غالب آوینگے ہزار کفار پر -

ان آیات میں جو پیشگوئی ہے وہ آفتاب کی مانند چمکتی ہے - چنانچہ جنگ بدر میں کفار مکہ کا ایک ہزار آدمی تھا - اور اس طرف دو سو سے کچھ زائد ہیں حسب پیشگوئی مومن غالب آگئے تھے

پیشگوئی ۱۰۷

انفال ع ۱۰ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ

ترجمہ - وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرۃ بھی کی - اور جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ ہیں پکے مومنین - انکے لئے ہے مغفرت اور رزق عزت والا - اور باکرامت ॥

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی ہے کہ جو سچے مومن کفار سے ذلت و اذیت اٹھا رہے ہیں انکو بڑی عزت و عظمت - اور شاہانہ رزق عطا کیا جائیگا - چنانچہ انہی کو بادشاہ عجم و عرب بنایا گیا

پیشگوئی ۱۰۸

توبہ ع - بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؕ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِیْنَ ؕ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ط ترجمہ - برائت ہے اللہ و رسول کیطرف سے ان لوگوں سے جنسے عہد کیا تم نے مشرکین سے پس تم زمین پر چل پھر لو چار ماہ - اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے - اور اللہ خوار و ذلیل معذب کرنیوالا ہے کفار کو - اور اعلان سے پکارا جائے اللہ و رسول کیطرف سے لوگو نکو حج اکبر کے دن - کہ بیشک اللہ و رسول بیزار ہیں مشرکوں سے اور اگر توبہ کریں بہتر ورنہ معذب کئے جائینگے ॥ سورۃ ہذا اہل مکہ کو ایک پیغام جنگ تھا - جسکو حضرت ابوبکرؓ لیکر مکہ میں گئے تھے - اور بعدہ حضرت علیؓ روانہ کئے گئے تھے ॥ سو یہ پیشگوئی تھی کہ اللہ و رسول ان سے بیزار ہو چکے ہیں - اور اللہ کی بیزاری اس کا قہر ہوتا ہے جس سے اللہ کے فرشتے زمین و آسمان وغیرہ بھی بیزار ہو جاتے ہیں -

پس اس بیزاری کا نتیجہ وہ روز ہوا - جبکہ مشرک بے نشان کئے گئے ॥

درس الحدیث

(از افادات حضرت فضل عمرؓ)

حدیث محمد بن بشار ۔

کانت بنی اسرائیل تسوسھم الانبیاء۔ بنی اسرائیل میں حکمران نبی آتے تھے۔ لیکن میرے بعد ایسا نبی کوئی نہ ہوگا۔ جو حکمران ہوگا۔ ہاں خلفاء ہونگے۔ پس تم ان کی پیروی کرنا۔ اور جو وہ کہیں ماننا۔ خدا خود ان سے یہ پوچھ لے گا۔ جو رعایا اس نے ان کو دی ہے۔ ان کے ساتھ انھوں نے کیا برتاؤ کیا اور کن احکام پر ان کو چلایا۔

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ دیکھنا چاہیئے کہ پہلے نبی کیسے تھے۔ یہاں بتایا ہے کہ وہ نبی حاکم ہوا کرتے تھے۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں تو ایسے نبی بھی کثرت سے ہوئے ہیں جو حکمران نہ تھے۔ یہاں ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ تو جو آپ نے فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں دنیاوی بادشاہ نبی بھی آتے رہے ہیں۔ لیکن میرے بعد دینی پیشوا ہی ہونگے۔ بادشاہ نبی نہیں ہونگے۔ اور فرمایا کہ خلیفہ ہو۔ تو جو پہلا ہو اسکی بیعت کرو۔ جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل پر کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں ہے۔ تو اسے قتل کردو۔ مگر یہ قتل کا حکم تب ہے۔ جب سلطنت اپنی ہو اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کرسکتے۔

حدیث۔ سعید بن مریم۔ اب (نام کے) مسلمانوں کو اگر ہم (ان کے اپنے قول کے مطابق) کافر کہہ دیں تو وہ چلاتے ہیں لیکن نبی کریم نے تو انھیں یہود و نصاریٰ قرار دیا ہے۔

یہود اس لئے کہ آنے والے مسیح کا انکار کر دیا۔ اور نصاریٰ اس لئے کہ پچھلے مسیح کو وہ وہ صفات دیئے کہ ابن اللہ کہہ دیا۔

حدیث۔ محمد بن یوسف۔ بعض لوگ اس حدیث کو دیکھکر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہود کے ساتھ کسی معاملہ میں کسی ایک بات میں بھی مشابہت مت رکھو۔ ان کا

یہ کہنا غلط ہے۔ دین میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ عبادت میں اس طرح پر ہاتھ رکھ کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے رک گئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی آدمی نے نبی کریم صلعم سے عرض کیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ایسا نہیں کرتے۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمایا جس چیز کا خدا نے تمہیں حکم نہیں دیا وہ کیوں کرتے ہو؟

حدیث قنیبۃ۔ یہ ایک عجیب حدیث ہے۔ اس میں بتلایا ہے۔ کہ دن کے پہلے حصے میں یہود نے کام کیا۔ پھر نصاریٰ نے عصر تک۔ پھر عصر سے مغرب تک مسلمانوں کا کام ہے۔ گویا مسلمانوں کی میعاد ان تمام سے کم ہوئی۔ گویا مسلمانوں کا وقت تین سو سال تک ہونا چاہیئے۔ اس لئے بعض مفسرین نے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ قیامت تین سو سال تک آویگی۔ لیکن اب تو تیرہ سو سال گذر چکے ہیں؟

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جب کسی کام کی ابتداء کرتا ہے۔ مثلاً عمارت کا ابتدا تو وہ بہت آسان ہوتا ہے۔ لیکن آخر میں جا کر جب عمارت بہت ہی بلند ہو جاوے تو اس پر کام کرنا خطرناک ہوتا ہے۔ تو مسلمانوں کو آخری وقت ملا ہے کام کرنیکے لئے؟ مسلمانوں کو کام بہت مشکل دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ انعام کے مستحق ہیں نحن اکثر عملاً واقل عطاءً یہ یہود کا قول ہے۔ خدا تعالےٰ اس کی تصدیق نہیں کرتا یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے؟

پہلی شریعتیں بھی محدود تھیں ان کو ہر طرح سے مقید کیا گیا تھا۔ اور بتلایا گیا تھا کہ فلاں کام ایسے کرنا فلاں ایسے۔ مگر شریعت اسلام میں احکام بتلائے ہیں۔ اور باریک در باریک راہیں گناہوں سے بچنے کے لئے فرمائی ہیں اس لئے اس پر بہ نسبت پہلی شرائع کے عمل مشکل ہے۔ اسی وجہ سے یہ دو دو قیراط کے حقدار ہیں۔ اور پہلے ایک ایک کے۔ حضرت صاحب سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ احمدیوں کو ہمارے پیچھے کیوں نماز کی اجازت نہیں دیتے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کافر ہو۔ اس لئے۔ بلکہ آپ ہمیشہ انہیں ان ہی کی زبانی مجرم قرار دیتے کہ تم لوگ ہمیں کافر کہتے ہو۔ اور ان کے منہ سے ان پر حجت قائم کرتے

کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا حسب حدیث خود کافر ہے +

اللہ تعالیٰ نے یہاں انکو یہی جواب دیا ہے کہ ھل ظلمتکم من حقکم شیئاً

کیا میں نے تمہارا حق تم سے رکھ لیا ہے ؟ یہ تو ظاہر ہے کہ خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انکو

پورا حق دیا ہے گویا انکے مُنہ سے ان پر حجت قائم کردی کہ تم پر ظلم نہیں کیا گیا +

حدیث ۔ علی بن عبد اللہ ۔

ایک صحابی تھے ۔ انھوں نے کفار سے جزیے میں شراب کے پیپے لئے ۔ اور

انکو بیچ کر انکی قیمت بیت المال میں داخل کروادی ۔ حضرت عمرؓ نے سُنا ۔ تو آپ خفا ہوئے

اور فرمایا قاتل اللہ فلانا ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرام چیز کا اپنے پاس رکھنا

اسکی خرید و فروخت بالکل منع ہے +

حدیث ابو عاصم الضحاک بن مخلد

بلغوا عنی ولو آیۃ ۔ اس میں آپ صلعم نے تبلیغ کا حکم فرمایا ہے تبلیغ کرو خواہ تھوڑی ہی

ہو بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہمیں تبلیغ کرنا آتا نہیں ۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں ۔ چاہے ایک آیت

ہی پہنچاؤ لیکن پہنچا ضرور دو ۔ جتنا آتا ہے اتنا ہی سہی کسی کو اگر صرف لا الہ الا اللہ آتا ہو تو وہ

وہی پہنچادے ۔ ساری دُنیا کی واقفیت تو انسان کیلئے ناممکن ہے ۔ جو تبلیغ کرتا ہے ۔ اس کا علم

معرفت خشیت بڑھ جاتی ہے +

حدثوا عن بنی اسرائیل ۔ بنی اسرائیل کی باتیں بھی اگر بیان کرو ۔ تو حرج نہیں ہے مگر

آجکل کے مفسروں نے اسے فرض سمجھ لیا ہے ۔ ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ

من النار ۔ باوجود اس انذار کے مسلمانوں میں روایتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو محض جھوٹی ہوتی

ہیں ۔ لوگ ایک بات کسی تفسیر کی سن لیں ۔ تو اُسے نبی کریم کیطرف منسوب کر دیتے ہیں ۔ اول تو عام

لوگوں کی نسبت جھوٹی بات بنا لینا بھی بُرا ہے ۔ اور منع ہے ۔ خاصکر نبی کریم صلعم کی طرف جھوٹی بات

منسوب کرنا تو بہت ہی بُرا ہے + حضرت مسیح موعود کیطرف بھی ایسی باتیں منسوب کرنے سے احتراز نہیں کیا

جاتا ۔ حضرت صاحب نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آپکے ساتھ ہے ۔ اور آپ ادھر جا رہے ہیں

آگے ایک اور آدمی ملا ۔ اسکی نسبت دریافت کیا کہ کون ہے تو جواب ملا کہ مجدد الدین ۔ لیکن اب لاہوریوں

نے بجائے اس دوسرے آدمی کے ساتھ والے کو مجدد الدین بنایا ۔ اور پھر صرف مجدد الدین ہی نہیں بلکہ

ریویوز

اتالیق ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی بچوں کے لئے ایک رسالہ جاری کرنا چاہتے ہیں جس کا پہلا نمبر بطور نمونہ نکل آیا ہے۔ خوشخط۔ کاغذ اچھا اور مضامین بچوں کے مذاق کے مطابق۔ زبان سلیس۔ امید ہے یہ رسالہ ترقی کرے گا ہمارے احباب توجہ کریں تو یہ رسالہ بہت جلد ترقی کر سکتا ہے **قیمت سالانہ عہ**

سہاگ نامہ نصیر بک ایجنسی قادیان کے مالک نے منشی جھنڈے خاں صاحب کی پنجابی نظم جو جلسہ سالانہ کے ایام میں بہت مقبول ہوئی تھی بہت عمدگی کے ساتھ چھپوائی ہے۔ **قیمت مع محصول ڈاک ۲ ر**

البرہان کو نوٹس ایک شیعہ رسالہ ہے جسکی نسبت ہمیں اطلاع پہنچی ہے کہ ہمارے خلاف مضامین چھاپتا ہے اور پھر ہمیں سے چھپاتا ہے۔ یہ مردانہ طریق مبارزت نہیں ہے ہم نے ایک چٹھی بھی لکھی تھی۔ اب بذریعہ رسالہ ہذا نوٹس دیتے ہیں کہ البرہان تشحیذ کے تبادلہ میں بھیجدیا کریں۔ اگر منظور نہ ہو تو ششماہی کے لئے وی پی کر دیں۔ اگر ایسا نہ کریں۔ اور ہمارے خلاف مضامین بھی لکھتے جائیں جن کا جواب ہم بوجہ عدم خبر کے نہ دے سکیں تو ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گا کہ البرہان کو احقاق حق مطلوب نہیں بلکہ محض اضلال *

مبارکباد تشحیذ کے نامہ نگار مولوی جلال الدین صاحب نے اس سال "مولوی فاضل" کا امتحان دیا تھا۔ جس میں وہ کامیاب ہو گئے آپ مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طالب علم ہیں جس کا نصاب دینی علوم میں فاضل ہونیکی ضمانت ہے۔ ہم میاں امام الدین صاحب سیکھوانی (جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی ہیں) کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کا بیٹا اٹھارہ سال کی عمر میں وہ فضیلت حاصل کرتا ہے جس پر امرت سر کے ثناء اللہ کو بڑا ناز ہے۔ بلکہ وہ اس نعمتِ ایمانی سے بھی متمتع ہے جو ابوالوفا کو نصیب نہیں ہوسکی *

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

Digitized by Khilafat Library

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵ر +

کلورڈ ڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے کافور ہو جاتا ہے۔ آنوں کے دست پیچش کیلئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اس لئے دیگر قیمتی کلورڈ ڈاین سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ر محصولڈاک ۵ر +

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجربات دوائیں گذشتہ چھتیس ۳۶ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کیلئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جس میں اسقدر کافی ہر ایک دوا ہے کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے (دواؤں کے نام) دمہ کی دوا۔ کولا ٹانک مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت عہ۸ر۔ محصول ۴ر +

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری یا تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے۔ اسلئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی کشتی۔ کسرت۔ ناچ گانا۔ پڑھنا پڑھانا وغیرہ کام میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو تو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱ر محصول ۵ر۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور ڈاکٹروں یا دوافروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

قیمت فی پرچہ

رسالہ تشحیذ الاذہان

دار الامان قادیان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینجر | جلد ۱۴ | نمبر ۷

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء مطابق شوال ۱۳۳۷ھ

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

صداقت مسیح موعود	۱-۸	شیخ چراغ الدین صاحب
مباحثہ اٹاوہ	۹-۳۰	سید صادق حسین صاحب اٹاوہ
روح کے بارہ میں مسیح موعود کا مذہب	۳۱-۳۸	مولوی جلال الدین صاحب (مولوی فاضل)
وید کی پہیلیاں		
ابطال قدامت مادہ	۳۸-۴۴	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
اپیل	۴۴-۴۵	ناظر صاحب تالیف و اشاعت

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ہے طلباء سے عہ روپیہ

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ الاذہان کیلئے اپیل

اس رسالہ میں جناب مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت قادیان کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوتی ہے جسمیں دکھایا گیا ہے کہ تشحیذ ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے اور یہ روپیہ لوگوں کو واجب الادا ہے علاوہ ازیں دیگر اخراجات سال حال کے پورا کرنے کے لئے کم از کم ساڑھے تین سو روپیہ اور چاہیئے :۔

ضروری تشریح

تشحیذ ماہ جون میں صفحہ ۳۸ پر جو خلیفہ کے بارے میں زیر عنوان "درس حدیث" لکھا گیا ہے ۔ اسمیں جیسے کہ لاہوریوں نے ،، کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھا جائے جس نے اس درس کے نوٹ ۱۹۱۱ء میں لیے تھے ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ تو خود .... فریق مخالف ان معنوں میں خلیفہ ہونے کا مدعی ہے جن معنوں میں حضرت فضل عمر کو سمجھتے ہیں اور نہ ہم اسے ایسا جانتے ہیں ۔ پس اسکی مثال درست نہیں ہو سکتی ۔ دوم یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت کی مقرر کردہ سزا دینے کا حق اسلامی سلطنت میں بھی صرف بادشاہ اور اسکے مقرر کردہ حاکم ہی کو ہوتا ہے ۔ یہ نہیں جو شخص چاہے اپنے طور پر سزا دیدے اسطرح تو امن قائم نہیں رہ سکتا ۔ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے تو یہ مطلب نہیں کہ جو شخص چاہے چور کے ہاتھ کاٹ دے بلکہ یہ امر حاکم مجازی کے پیش کیا جائیگا اور وہ ہاتھ کاٹ سکتا ہے اور جب سلطنت اسلامی نہ ہو تو بطریق اولیٰ قطعاً کوئی شخص سزا کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا یعنی اسکے لیے روا نہیں کہ وہ کوئی حد جاری کرے ۔ یہ تشریح حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہا فرمائی ہے اور ہر احمدی اسے جانتا ہے ۔ ہمنے اسلیے اسے لکھدیا تاکسی غیر احمدی یا غیر مبائع کو غلط فہمی نہ ہو ۔ +

(نوٹ) رسالہ ماہ جون صفحہ ۳۸ پر بعنوان درس حدیث جو فقرہ لکھا گیا ہے وہ جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل قادیان کی ایک تحریر سے ... لئے دیا تھا (ایڈیٹر)

نمبر ۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

*

صداقت مسیح موعود

تعلیم الاسلام ہائی سکول فرزندان احمدیت میں کیا روح بھر دیتا ہے اور اس مدرسہ میں طالب علموں کی کیسی تربیت ہوتی ہے اسکے ثبوت میں یہ مضمون کافی ہے جسکی نسبت مجھے یقین ہے کہ مضمون نویس کے اپنے تدبر کا نتیجہ ہے۔ ماشاء اللہ جو لکھا ہے خوب لکھا ہے اور مَیں نے مضمون کو اصلی رنگ دکھلانے کے لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں کی یہ خوشی کی بات ہے کہ شیخ چراغ الدین صاحب اپنی زندگی خدا کے حضور حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں خدا اس عزم میں جزم اور ارادہ میں برکت دے۔ (ایڈیٹر)

غیر احمدی دوست ہمیشہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی تصدیق قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو ان کو آپ کے ماننے

ہیں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ پس ان کے ایسا کہنے کی بنا پر میں قرآن کریم سے وہ معیار صداقت
پیش کرتا ہوں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اللہ تعالےٰ نے پیش
کئے۔ اور انہی معیاروں کی رو سے اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائے
تو میں امید کرتا ہوں کہ غیر احمدی دوست جیسے کہ وہ کہتے ہیں آپ کے ماننے میں کوئی عذر
نہیں کرینگے۔ کیونکہ ایک مسلم کی سعادتمندی اسی بات میں ہے کہ جسکی قرآن کریم اور رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق کریں وہ اسکی تکذیب نہ کریں۔ سورۂ نجم میں اللہ تعالےٰ نے
مامور من اللہ کی صداقت کے لئے پانچ معیار پیش کئے ہیں +

پہلا معیار یہ کہ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی یعنی جو مامور من اللہ ہو اسکے لئے ضروری
ہے کہ وہ ایسی رہنمائی اور ہدایت کرنیوالا ہو جیسے کہ نجم کرتا ہے یعنی جس ہدایت اور راہ کی
طرف وہ بلاتا ہو۔ اس کے سچا ہونے کا اسکو خود بھی یقین ہو۔ اور جو اس کے پیچھے چلیں انکو
بھی یقین کا مرتبہ نصیب ہو۔ آجکل مختلف قسم کی چیزیں تیار کی گئی ہیں جو سفروں میں رہنمائی
کا کام دیتی ہیں۔ مثلاً گائیڈ بکس نقشے قطب نما۔ قبلہ نما۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان سب میں غلطی کا
امکان رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہ غلط ہوتے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے راہ رو سیدھے
رستے سے بھٹک جاتا ہے۔ مگر جو لوگ ستاروں کی روشنی پر چلنے والے ہوتے ہیں وہ کبھی رستے
کو گم نہیں کرتے۔ وہ ضرور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ستارے کبھی اپنی روشنی
نہیں بدلتے بلکہ وہ خود بھی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اور جو اُن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ
بھی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ پس پہلی بات مامور من اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ
ستارے جیسی رہنمائی کرے +

دوسرا معیار یہ ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی۔ یعنی اس کی پہلی زندگی
ایسی پاکیزہ ہو کہ اُس کے ہمعصر شہادت دیں کہ وہ بھول بھٹک سے اور ہر قسم کے معائب
سے بَری ہے۔ اور اسکی زندگی پر کوئی بدنما داغ نہیں لگ سکتا +

تیسرا معیار یہ فرمایا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ کہ جو دعوے
یا تعلیم وہ پیش کرے اور اصلاح حال کا جو طریق بتلائے وہ اسکی اپنی طرف سے تجویز کردہ ہو

بلکہ خدا کے حکم سے کہے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں سے کہدو کہ وہ ایسا کریں +

چوتھا معیار یہ فرمایا۔ علّمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ۔ یعنی وہ ایسا کلام پیش کرے جسکی نظیر لانے سے جہان عاجز ہو گویا علم میں ایسے بلند اور افق اعلیٰ پر کھڑا ہو کہ دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے +

پانچواں معیار یہ فرمایا۔ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ یعنی تعلق باللہ میں ایسا بڑھا ہوا ہو۔ کہ اُس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے۔ کیونکہ جس طرح دو کمانوں کے ملانے سے۔ ان ہر دو کی قابیں یعنی رسیاں آپس میں ملکر ایک ہو جاتی ہیں (چنانچہ دیکھو خدا نے بھی ذکر تو دو قوسوں کا کیا مگر قاب ایک ہی رکھی ہے) اور کمانوں کے ملنے سے جو دائرہ بنتا ہے اسکے عین نقطہ مرکزی سے گزرتی ہیں۔ اسی طرح خدا اور اس کے درمیان بھی یگانگت ہو اور براہ راست آپس میں بالمشافہ گفتگو ہوئی ہو۔ جیسے کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ سے ظاہر ہے +

تیسرے معیار میں جو لفظ یوحیٰ مجہول کا صیغہ رکھا تھا اس سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اُسے براہ راست حکم نہ ملا ہو بلکہ کسی کے ذریعہ سے ملا ہو۔ پس فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ معروف کا صیغہ رکھ کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ ہم نے اُس سے بالمشافہ کلام کر کے اسکو مامور کیا ہے +

یہ پانچ معیار ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پرکھنے کے لئے پیش کئے۔ اور ان پانچوں معیاروں کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں +

پہلے معیار کے ثبوت میں کہ وہ ستارے جیسا رہنما ہو۔ فرمایا ادعوا الی اللہ علےٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ کہ میں ایسی یقینی ہدایت کیطرف بلا رہا ہوں کہ جو مجھ سے رہنمائی حاصل کرینگے انکو بھی یقین کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا۔ اور وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جاوینگے +

دوسرے معیار کے ثبوت میں کہ آپکی زندگی بے لوث ہو۔ فرمایا۔ فقد لبثت

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ کہ تم میری پہلی زندگی پر شاہد ہو کہ میں ہر ایک قسم کے معائب سے پاک رہا ہوں ✦

تیسرے معیار کے ثبوت میں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا ہو۔ فرمایا۔ لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین۔ یعنی اگر یہ ہماری طرف ایک بات بھی ایسی منسوب کرتا جو ہم نے نہ کہی ہو تو ہم دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اسکی شہ رگ کاٹ ڈالتے (ہلاک کر دیتے)

چوتھے معیار یعنی علمی کمال کے ثبوت میں فرمایا۔ ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علٰی عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہ یعنی یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے کہ تم اس کی مثال نہیں بنا سکتے ✦

پانچویں معیار یعنی تعلق باللہ کے ثبوت میں فرمایا کہ ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی تم کہتے ہو کہ شاید اس کو واقعہ میں خدا سے کوئی تعلق ہے یا نہیں اس کا اپنا تعلق تو در کنار تم اسکی بتائی ہوئی راہ پر چلکر دیکھ لو کہ خدا کے نہ صرف معمولی تعلق دار بلکہ محبوب بنجاؤ گے ✦

پس یہ وہ پانچ معیار اور ان کے مطابق یہ ثبوت ہیں جو قرآن کریم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتا ہے۔ آؤ ذرہ غور کریں اور دیکھیں کہ یہی قرآنی معیار اور ثبوت حضرت مرزا صاحب کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کرتے ہیں تو قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی بات میں ہے کہ آپ (حضرت مرزا صاحب) پر ایمان لے آئیں ✦

پہلے معیار اور ثبوت کے متعلق رسول کریمؐ نے جو اپنی یقینی ہدایت کا ثبوت دیا ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے۔ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہِ علی الکاذبین۔ کیونکہ مباہلہ اور موت کی خواہش ایک ایسی شے ہے جو کسی کے عقیدہ میں ذرا بھر بھی شک کی گنجایش نہیں چھوڑتی۔ جسکو ذرہ بھر بھی اپنے عقائد میں

شک ہو وہ کبھی مباہلہ کیطرف مخالفین کو نہیں بُلا سکتا۔ بلکہ وہی بلاتا ہے جسکو یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اسکے مطابق دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحب نے اور آپ کے متبعین نے اپنے مخالفین کو مباہلہ کیطرف بلایا ہے یا نہیں۔ اگر بُلایا ہے اور ضرور بلایا ہے بلکہ اب تک بلا رہے ہیں تو اس معیار کی رو سے وہ سچے ثابت ہوئے +

دوسرا معیار پاکیزہ زندگی تھی جس طرح رسول کریمؐ نے اپنے مخالفین سے کہا کہ تم میری پہلی زندگی میں کوئی عیب دکھاؤ اور وہ نہ دکھا سکے بلکہ امین اور صدیق کے الفاظ سے یاد کیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے مخالفین کو چیلنج دیا کہ تم میری دعوٰی سے پہلی زندگی میں کوئی بدنما داغ دکھاؤ۔ مگر کوئی نہ دکھا سکا۔ قادیان کے آریہ سکھ اور غیر احمدی مسلمان سب متفق اللسان ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ آپکی پہلی زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ رئیس المخالفین ہے اس نے بھی اپنے رسالہ میں آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اگر یہ معیار درست اور یقیناً درست ہے کیونکہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے تو حضرت مرزا صاحب اس معیار کی رو سے بھی سچے ہیں +

تیسرا معیار خدا کیطرف سے وحی پا کر کھڑا ہونے کے متعلق تھا۔ اس کے متعلق جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دیکھو اگر میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے کہتا اور وہ خدا کیطرف سے نہ ہوتا تو خدا میری شہ رگ کاٹ ڈالتا اور اس صورت میں اگر تم مجھے چُھڑانا بھی چاہتے۔ تو نہ چُھڑا سکتے۔ وہی بات حضرت مرزا صاحب میں بھی دیکھ لو۔ کہ آپ بھی تقریباً تیئس سال تک کہتے رہے کہ خدا نے مجھے اپنی وحی سے مخصوص کر کے کھڑا کیا ہے۔ اگر آپ تقول علی اللہ اور افترا علی اللہ کے مرتکب ہوتے تو کبھی اس سزا سے نہ بچ سکتے۔ جو خدا نے مفتری اور تقول علی اللہ کرنے والے کے لئے رکھی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی آپ سچے ہیں +

چوتھا معیار علمی معجزہ تھا۔ جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم میرے متحدیانہ

کلام کی کوئی نظیر پیش کرو اور وہ عاجز رہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی عربی کتابیں لکھیں اور تمام عرب و عجم کے علماء کو چیلنج دیا کہ اسکی نظیر پیش کرو۔ اور ساتھ ہی رسول کریمؐ کی طرح یہ بھی کہدیا کہ تم ہرگز پیش نہیں کر سکو گے۔ سو ایسا ہی ہوا پس ثابت ہوا کہ آپ واقعہ میں خدا کیطرف سے تھے۔ کیونکہ انسانی کلام کی مثل انسان بنا سکتا ہے۔ مگر الٰہی کلام کا مقابلہ ناممکن +

پانچواں معیار تعلق باللہ کے متعلق تھا سو جس طرح رسول کریم نے اپنے متبعین کو ایسا خدا دکھا دیا کہ پھر نہ اُن کو گرمی کی تیزی نہ سردی کی شدت نہ قحط کی سختی نہ زلازل کی جنبش نہ حوادث کی کثرت نہ بلاؤں کا ڈر۔ نہ عزیزوں کی محبت نہ وطن کی اُلفت نے اُنکے قدموں کو ڈگمگایا۔ اور نہ اُنکے عقائد میں تزلزل ڈالا۔ بلکہ ان سب باتوں کی زیادتی ان کے قدم شوق کو آگے ہی آگے بڑھاتی چلی گئی۔ حتّٰی کہ ہزاروں راہ محبوب میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متبعین کو دیکھو کہ باوجود آفتوں اور مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے حضرت مرزا صاحب کی جماعت اللہ کے فضل اور کرم سے آگے ہی آگے بڑھی جا رہی ہے اور ان کو کوئی ایسا مقناطیسی کشش کھینچے جا رہی ہے۔ کہ ان مصائب کو نہایت ہیچ سمجھتے ہوئے پروانہ وار کسی شمع کیطرف کھچے جا رہے ہیں اور وہ شمع **ذات الٰہی** ہے۔ اگر اس کے عشق اور محبت سے اُن کے دل معمور نہ ہوتے۔ اگر اس کی رویئت ان کو نصیب نہ ہوتی تو یقیناً یقیناً مصائب ایسے ہیں کہ ایک ہی منزل میں اپنی آبلہ پائی کی وجہ سے رہ جاتے +

دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے لولا ان رای برھان ربہ یعنی اگر اُس نے اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا تو پھسل جاتا مگر وہ اس لیئے بچا کہ اُس نے خدا کو دیکھا ہوا تھا۔ پس اُنکو بچانے والی شے صرف رویئت اللہ تھی حضرت یوسف کے سامنے تو صرف ایک عورت تھی اور اُس سے محض رویئت اللہ نے ان کو بچایا۔ مگر یہاں تو ایک عورت نہیں دنیا کی ہر ایک شے نہایت حسین و جمیل عورت کے لباس میں آراستہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے۔ پس کیا

یہ لوگ اپنے جذبات پر اس قدر قابو اور قدرت رکھتے ہیں کہ ہر ایک دلربا شے سے نہایت استغنا اور غضِ بصر سے گزرے جا رہے ہیں اور ان کے دامن کو پیچھے تو چھوڑ آگے سے بھی کوئی نہیں کھینچ سکتی تو یہ استقلال اور ہمت ان کے اندر بغیر رویت الٰہیہ کے ہی پیدا ہو گئی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب ایک عظیم الشان نبی کو بھی بغیر رویت اللہ کے ابتلاء کا ڈر تھا۔ تو کیا دوسرے انسانوں سے بالا و اعلےٰ قوےٰ انھیں مل گئے ہیں۔ کہ یہ تمام قسم کی خواہشات و شہوات کو بغیر رویت اللہ کے پاؤں کے نیچے کچلے جا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رویت اللہ۔ اور محبت اور عشق الٰہی ہی ایک شے ہے جو ان کو حضرت مرزا صاحب کی اتباع میں حاصل ہوئی ہے اور یہی ہے جس نے ان کو تمام دنیا اور ومافیہا سے مستغنی کر دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی حضرت مرزا صاحب سچے ہیں ؁

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

حدیث۔ عبد العزیز۔

غالباً نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک قوم کی جب ابتداء ہوتی ہے تو اسے ضروری ہوتا ہے کہ پہلوں سے الگ رکھا جاوے کیونکہ اگر وہ معمولی کاموں میں انکی پیروی کریں گے تو دوسری باتوں میں ان کا ان سے ملنا کوئی بعید نہیں رہے گا۔ اس لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ان کا خلاف کرتے رہو۔ یہ ان سے علیحدہ کرنیکے لئے فرمایا ہے تعجب ہے کہ بعض احمدی کہلانیوالے کہتے ہیں کہ غیروں سے بالکل ملجاؤ۔ حالانکہ حضرت صاحب نے غیر احمدی کے پیچھے نماز۔ انکو اپنی لڑکیاں دینے۔ اور ان سے میل جول رکھنے سے بالکل منع فرمایا ہے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ برخلاف اس کے ان سے ہمیں ملا دیں ؁

حدیث الابرص والاقرع والاعمیٰ۔ حضرت صاحب ہمیں کبھی کبھی کہانیاں

سنایا کرتے تھے۔ بچپن میں کہانیوں کا شوق تو ہوتا ہی ہے۔ حضرت صاحب اکثر تین کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ایک یہ۔ ایک حضرت یوسفؑ کی اور ایک ان تین آدمیوں کی جو غار میں پھنس گئے تھے۔ شریر لوگ اپنی شرارتوں کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اگر چھوٹے تو ایسا نہ کرینگے لیکن جب خلاصی ہوئی جھٹ وہی شرارتیں کرنی شروع کر دیں۔ طبیب مریض کو بدپرہیزی سے روکتا ہے اور وہ بھی اسوقت مان لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہونے لگے پھر وہی بدپرہیزی حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑی بدپرہیزی کر لینا بالکل پرہیز سے اچھا ہے کیونکہ انسان جب ایک بات سے ایک مدت تک رُکا ہے۔ تو اسے جب کرنا شروع کرتا ہے تو حد سے ہی زیادہ کر دیتا ہے۔

شریر لوگ بیماری میں تو توبہ کر لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہوئے۔ جھٹ وہی شرارتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ تینوں۔ اندھا۔ گنجا۔ اور ابرص۔ حضرت مسیح والے معلوم ہوتے ہیں۔ وہی معجزے جو وہ دکھایا کرتے تھے بیان گئے ہیں۔ یہ مثال دی ہے کہ اس طرح کئی بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ ظاہری شکل میں ہو کر آتے ہیں اور نظر آجاتے ہیں۔ اگر پورے جاگتے ہوئے نہ ملیں تو نصف جاگتے اور نصف سوتے ہی وہ مل لیتے ہیں۔ مینے ایسا دیکھا ہے۔ جتنا خدا سے زیادہ تعلق ہو اتنا ہی وہ زیادہ صفائی سے نظر آتے ہیں۔ بعض صوفیاء نے ان سے ظاہر ملاقات کی۔ نبی کریم صلعم سے بھی وہ آکر ملتے تھے۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آزاد کرتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو شخص بیماری سے بچکر پرہیز کرے وہ بچا رہتا ہے۔ اور جو پرہیز نہ کرے۔ بلکہ وہی اگلی سی شرارتیں شروع کرے۔ تو وہ پھر اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو شخص نیک ہوتا ہے وہ ایسے امتحانات میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلعم نے یہ نصیحت کی ہے۔ کہ تم کو جب مشکلات آتی ہیں پھر وہ دور ہو جاتی ہیں۔ تو جب وہ تم سے دور ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ کے رستے میں کچھ دو۔

حیات و وفات مسیح پر اٹاوہ کے احمدیوں اور اہلحدیث میں تحریری مباحثہ اور احمدیوں کی عظیم الشان فتح

مباحثہ جس طرح شروع ہوا اور جو کچھ ضبط تحریر میں آیا وہ ناظرین پر ذیل کے مضمون سے ظاہر ہو جائے گا۔ اس مضمون کو دیکھ کر اہلحدیث مناظر اسقدر مبہوت ہوا کہ اُس نے کہا کہ میں اس مضمون کا جواب یہاں نہیں لکھ سکتا۔ اِٹاوہ جاکر جواب لکھ کر بھیجوں گا مگر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء سے اب تک اہلحدیث مناظر نے کچھ جواب نہیں دیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اٹاوہ کے احمدیوں کو اہلحدیث پر عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔ فللہ الحمد۔ سید صادق حسین مختار عدالت وسکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ

مضمون مباحثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

واضح ہو کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بعض اہلحدیث اٹاوہ مجھ سے ملنے کو آئے اور انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب میرٹھ سے تشریف لائے ہیں (مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اُن صاحبوں نے مولوی صاحب موصوف کا نام مولوی حمید اللہ بتایا تھا مگر اب انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب مولوی حمید اللہ کے بیٹے کبیر احمد ہیں خیر کوئی بھی ہوں) وہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث سے حیات مسیح ثابت کر سکتے ہیں اور احمدیوں کی ہر بات کا جواب دینے کو تیار ہیں۔ اہلحدیث مذکورین نے مجھ سے اصرار کیا کہ آپ کوئی سوال لکھ کر دیں ہم مولوی صاحب سے جواب لکھوا دینگے میں نے اوّل تو عذر کیا کہ حیات مسیح کا ثبوت مولوی صاحب قرآن و حدیث سے ہرگز نہیں دے سکتے نہ سیدھی طرح سے جواب دینگے اس لئے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں مگر انھوں نے بہت اصرار کیا۔ اس لئے میں نے دو سوال لکھ کر ان کو دیدیئے کسی کو مخاطب نہیں کیا

اب ایک مولوی صاحب نے جو اپنا نام کبیر احمد لکھتے ہیں ان دونوں سوالوں کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے وہ دونوں سوال حسب ذیل ہیں :-

(۱) یہ عقیدہ کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور پھر اُسی جسم کے ساتھ کسی وقت آسمان سے زمین پر نازل ہونگے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ و عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے ومن ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرہان +

(۲) لفظ توفّی جب باب تفعّل سے ہو اور اللہ تعالیٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے قبض رُوح مع الجسم کے لئے نہیں آتا آیۃ فلما توفیتنی اور آیت انی متوفیك ہیں جو مولوی صاحبان لفظ توفی کے معنے قبض رُوح مع الجسم کے لیتے ہیں وہ خطا پر ہیں ورنہ لغت عرب و قرآن و حدیث سے انکی سند پیش کی جاوے +

اب ان دونوں سوالوں کے جواب میں جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے ہم انکو بلفظ **قال الملا** اور اپنی تحریر کو بلفظ **اقول** یہاں درج کرتے ہیں ناظرین انصاف سے کام لیں کہ مولوی صاحب ہمارے سوالوں کے جواب سے سُبکدوش ہوئے یا نہیں +

قال الملا - میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسم عنصری مع الحیاۃ من قدرت اللہ آسمان پر اُٹھایا جانا اور اب تک زندہ رہنا اور قریب قیامت آسمان سے نزول فرماکر دجال کو قتل کرنا بلا تاویل از رُوے قرآن و حدیث بالکل صحیح مانتا ہوں - ولوکرہ المعاندون بہ علیہ السلام - آیۃ بل رفعه اللہ الیه کی رو سے آسمان پر مع الجسم اُٹھایا جانا مانتا ہوں اور حدیث تفسیر فتح البیان والی جس کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت و انه راجع الیکم یوم القیامۃ کی رو سے اب تک زندہ مانتا ہوں اور حدیث مفصل طول طویل کتاب مسلم شریف والی جس کے الفاظ یہ ہیں - اذا بعث اللہ المسیح ابن مریم عند المنارۃ البیضاء

شرقی دمشق بین مہرودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ
قطر و اذا رفعہ تحدّر منہ مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ
الا مات ونفسہ ینتہی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدّ فیقتلہ کی رو سے
آسمان سے نزول فرما کر دجّال کو قتل بلا تاویل و قیل و قال بالکل صحیح مانتا ہوں۔ اب
براہ کرم آیت بل رفعہ اللہ الیہ کا لفظی ترجمہ اور حدیث کے جملہ اذ بعث کا لفظی
ترجمہ اور حدیث مفصل کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا
لفظی ترجمہ ذرا دست مبارک سے لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تاویلات اور مطالب
اور معانی دریافت نہیں ہیں" +

اقول۔ جناب من آپ کے ماننے نہ ماننے سے ہم کو بحث نہیں ہے آپ کو
اختیار ہے کہ سب اہلحدیث کی نسبت بھی وہی مان لیں جو حضرت عیسٰے کی نسبت مانتے
ہیں۔ بحث تو یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے قطعاً و یقیناً یہ بات ثابت
ہے یا نہیں کہ حضرت عیسٰی زندہ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں اور وہاں
بدستور اب تک زندہ موجود ہیں اور پھر کسی وقت زندہ اور اُسی جسم عنصری کے ساتھ
آسمان سے تشریف لائینگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عقیدہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے
ہرگز ثابت نہیں ولو کرہ المجادلون۔ چنانچہ آپ بھی ثابت نہ کر سکے جیسا ابھی انشاء اللہ
معلوم ہو جائے گا۔ میننے اپنے پہلے سوال کے متعلق لکھا تھا ومن ادعی فعلیہ البیان
بالبرہان۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے لفظ برہان کے معنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ غیاث
اللغات میں لکھا ہے "برہان بالضم حجت روشن و دلیل قاطع از منتخب و فرق درمیان برہان
و دلیل آنست کہ دلیل عام است و برہان خاص و باصطلاح منطق قیاسے است کہ مرکب
باشد از مقدمات یقینی تا نتیجہ دہد مقدمہ دیگر را کہ یقینی باشد نہ ظنی چنانچہ کل انسان حیوان
وکل حیوان جسم پس ازیں نتیجہ یقینی برآمد کل انسان جسم"

یہ قید میننے اس لئے لگائی تھی کہ عقائد کے اثبات کے لئے ادلہ قطعیہ اور یقینیہ
درکار ہوتے ہیں آیات محتملہ و احادیث احاد ظنیات میں داخل ہیں اُن سے کوئی عقیدہ

ثابت نہیں ہو سکتا۔ کتاب منہج المومنین مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے ۱۲۵ میں لکھا ہے
"باید دانست کہ در اثبات عقائد ادلہ قطعیہ یقینیہ معتبر داشتہ اند و ادلہ غیر قطعیہ مثل
احادیث صحاح وحسان ومتواترات غیر منصوصہ وآیات محتملہ بنی اعتقادیات نمے تواند
شد وآنچہ ازینہا ثابت بشود از معتقدات نمے شمارند ولفظ اعتقاد بر آں اطلاق نمے
کنند وایں قدر کہ مذکور شد بدیہی الثبوت ومستغنی البیان است چہ کتابے از کتب کلام
وعقائد از تصریح آں خالی نیست" اب میں یہ دکھلاتا ہوں کہ آپ نے جو دلیلیں عقیدہ
زیر بحث کے متعلق پیش کی ہیں وہ ظنی ہیں قطعی و یقینی نہیں بلکہ حقیقت میں دلیلیں بھی
نہیں صرف توہمات بے بنیاد ہیں۔ چنانچہ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق یہ
گزارش ہے کہ رفع کا صلہ جب الیٰ آتا ہے تو اس لفظ کے معنے از روئے لغت مقرب
بنانے کے ہوتے ہیں جیسا صراح میں اسکی تصریح ہے لکھا ہے۔ رفع۔ نزدیک
گردانیدن کسے را بہ کسے صلتہ بالیٰ ومن ذٰلک قولھم رفعتہ الی السلطان"
چونکہ یہودیوں کا زعم یہ تھا کہ مسیح مصلوب ومقتول ہو کر ملعون ہو گیا اور حسب منشاء
توریت ملعونیت کے لئے عدم رفع لازم تھا اس لئے اللہ تعالےٰ کو اُن کے زعم کے ابطال
کی ضرورت پیش آئی اور فرمایا وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ لہذا آیہ بل
رفعہ اللہ الیہ سے حیات مسیح پر استدلال غلط ہے بلکہ اس سے وفات مسیح ثابت
ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ یہ تھا انی متوفیک ورافعک الیّ الخ اور خدا تعالیٰ
وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پس جب خدا نے خبر دی کہ رفعہ اللہ الیہ کہ اللہ تعالیٰ
نے حسب وعدہ حضرت مسیح کو پہلے وفات دی پھر اس کا رفع اپنے حضور میں کر لیا جیسا کہ
تمام مومنین کا رفع ہُوا کرتا ہے مشکوٰۃ شریف میں بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ظاہر
ظاہر ہوتا ہے کہ بعد وفات مومنین کی ارواح کا رفع آسمان پر ہوا کرتا ہے۔ ارواح
کفار کا نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قیم نے بھی اپنی ایک کتاب میں بہت سے اخبار و آثار
بغیر اس بارہ میں بیان کئے ہیں اور جو معنے ہم نے آیہ بل رفعہ اللہ الیہ کے لکھے
ہیں اُنکی تائید دیگر آیات محکمات سے بھی ہوتی ہے منجملہ اُنکے یہ آیتیں ہیں (۱) وما محمد

ہم تو قطعیات ثبوت سمجھے

اِلَّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (سورہ آل عمران پ۴) (۲) ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامّہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام (سورہ مائدہ پ۶) (۳) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایّان یبعثون (النحل پ۱۴ رکوع ۲) معلوم نہیں آپ نے کس طرح آیہ بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنی سمجھ لئے کہ خدا نے حضرت مسیح کو زندہ بجسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس آیہ کا لفظی ترجمہ تو اسی قدر ہے "بلکہ مقرب بنایا اس کو اللہ نے اپنے حضور میں" آپ نے اس آیہ کے ترجمہ میں زندہ جسم عنصری آسمان کے لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں اور یہودیوں کے کان کاٹے ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ مولوی صاحب اگر آپ میں کچھ غیرت ایمانی ہے تو بتائیں کہ اس آیہ میں وہ کونسے الفاظ ہیں جن کے معنے زندہ بجسم عنصری اور آسمان کے ہیں ھاتوا بھا نکم ان کنتم صادقین والّا من الکاذبین۔ مولوی محمد بشیر بھوپالوی نے مباحثہ دہلی پرچہ نمبر ۱ میں تسلیم کیا ہے کہ یہ آیہ فی نفسہا قطعی الدلالت حیات مسیح پر نہیں ہے۔ حیات مسیح و صعودہ بجسدہ العنصری کے اثبات کے لئے جو آیت آپنے پیش کی تھی اس کا تو یہ حال ہے۔ اب تفسیر فتح البیان والی حدیث کے متعلق سُنیئے جناب من یہ حدیث جس میں لفظ لم یمت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں مرا ہے حدیث نبوی نہیں کسی مفتری کا لطیفہ ہے تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوعہ بکثرت بھری ہوئی ہیں اُنہیں میں اسے شمار کیجئے ہم نہیں مانتے تو حدیث کی کسی معتبر کتاب سے اسکا صحیح مرفوع متصل ہونا ثابت کیجئے۔ رواۃ اسناد کی تصدیق و تعدیل قانون روایت کے مطابق کر دکھلایئے۔ پھر اس حدیث کا متواترات میں سے ہونا ثابت کیجئے بعد ازیں اس کو بحث عقائد میں پیش کیجئے دونہ خرط القتاد یہ ہے اُس حدیث کا حال جو آپ کے عقیدہ کی بنیاد ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ بے بنیاد ہے اور درحقیقت

محض توہمات و تخیلات پر آپ کا اعتقاد ہے اب اس کے مخالف احادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیے نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث و مجدد بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۶۱-۱۶۲ میں لکھتے ہیں "حدیث جابر میں مرفوعاً آیا ہے مت پوچھو اہل کتاب سے کچھ سو تم کو کیا خاک ہدایت کرینگے جبکہ خود گمراہ ہو گئے ہیں تم یا تو باطل کی تصدیق کرو گے یا سچ کو جھٹلاؤ گے واللہ حال یہ ہے کہ اگر موسٰی درمیان تمہارے زندہ ہوتے تو انکو سوائے اس کے کہ میری پیروی کریں کچھ روا نہ ہوتا۔ بعض احادیث میں یوں آیا ہے۔ لو کان موسٰے وعیسٰے حیّین لما وسعہما الا اتباعی معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں قیامت تک"۔ دیکھئے آخری حدیث میں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صاف طور پر فرماتے ہیں کہ اگر موسٰی و عیسٰی زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوائے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث پیشوائے اہلحدیث جابر کی حدیث کو مرفوع بتلاتے ہیں اور اس کے بعض طرق کے الفاظ لو کان موسٰی و عیسٰی حیّین تحریر فرماتے ہیں اور اسکی صحت پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے۔ پس یہ حدیث صحیح مرفوع ثابت ہوئی۔ اب مولوی صاحب براہ مہربانی اس حدیث کا لفظی ترجمہ اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائیں اور ممکن ہو تو دل ہی میں ذرا شرمائیں۔ یہ حدیث الیواقیت والجواہر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی کے صفحہ ۲۴ اور خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۷۲ اور تفسیر ابن کثیر کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اور امام ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ میں بھی بالفاظ مختلف درج ہے مگر سب کا مطلب ایک ہے۔ اور حاشیہ جلالین مع کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۵۰ میں ابن عمر سے مروی ہے۔ ان عیسٰی عاش مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابہ یعنی حضرت عیسٰی ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ یہی روایت حضرت فاطمہؓ سے طبرانی میں بھی آئی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں یہ روایت اس طرح لکھی ہے۔ عاش عیسٰی علیہ السلام خمس وعشرین سنۃ ومائۃ یعنی عیسٰی علیہ السلام ایک سو پچیس برس تک زندہ رہے غرض ان آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں آپکی پیش کردہ روایت جسمیں لم یمت

ہے قابل التفات نہیں اور حضرت عیسیٰ کی وفات آیات قرآنیہ و نصوص حدیثیہ مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ متوفی شخص دوبارہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آیا کرتا کیونکہ ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون +

دوسری حدیث صحیح مسلم کی جو آپ نے پیش کی ہے اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے حضرت عیسیٰ کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر مرفوع ہونا اور وہاں الآن کما کان موجود ہونا ثابت ہو معلوم ہوتا ہے آپ نے پہلے دیں پہلے ایک بات فرض کرلی ہے اور پھر اُسی فرض کی بنا پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں مگر ایسی تفسیر حقیقت میں تفسیر بالرائے ہے۔ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی۔ پس جب تک صعود ثابت نہو نزول کی امید فضول ہے۔ جناب مولوی صاحب آپ پہلے حضرت مسیح کا صعود زیر بحث آیت قطعیۃ الدلالت و حدیث صحیحہ متواترہ سے ثابت کردیں پھر اُنکے نزول کا تمنا کرنا۔ ورنہ جس طرح یہودی اپنے قیاسی ڈھکوسلوں کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب کرکے بامید نزول مسیح خیالی آسمان کیطرف تکتے رہتے ہیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے سو جاتے ہیں یہی انجام آپ کا بھی ہوگا۔ اب حدیث صحیح مسلم کی نسبت ہماری تحقیق متوجہ ہوکر سنیئے۔ (۱) یہ حدیث از قسم آحاد ہے عقائد میں حجت نہیں ہوسکتی (۲) اس حدیث کو اس مسیح ابن مریم سے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی کچھ تعلق نہیں ہے آپ نے حدیث میں اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم دیکھ کر یہ خیال جمالیا ہے کہ مسیح ابن مریم سے مراد وہی مسیح ابن مریم ہیں جن پر انجیل نازل ہوئی تھی یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ دُنیا میں ایک نام کے سینکڑوں آدمی ہوئے اور ہوتے ہیں۔ بعض برگزیدہ بندگان الٰہی کے اُنکے والدین کے رکھے ہوئے ناموں کے علاوہ آسمانی نام بھی ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلعم کا نام جو آپکی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا وہ محمدؐ تھا اور آپ کا آسمانی نام احمدؐ تھا۔ بعض کے نام کوئی مقدس انسان تجویز کردیتا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا نام آنحضرتؐ نے تجویز فرمایا تھا حضرت علیؓ کی کنیت ابا تراب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تجویز فرمائی ہوئی ہے۔ مماثلت

اور مشابہت تامہ کے لحاظ سے بھی ایک شخص کے نام کا اطلاق دوسرے شخص
پر کیا جاتا ہے کیونکہ "اطلاق اسم الشئ علی ما یشابہہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ
جائز حسن" علم معانی وبیان کا مشہور مسئلہ ہے اس حدیث میں اسم مسیح ابن مریم پر ال
بھی داخل ہے جو مولوی صاحبان کے لئے قابل غور ہے اور ہمارے نزدیک مسیح بن
مریم محمدی کیطرف صریح اشارہ کر رہا ہے اور حدیث بخاری امامکم منکم وحدیث
مسلم بروایت ابن عیینہ اماماً مقسطاً حکماً عدلاً و بروایت حضرت ابوہریرہ کیف
انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم اسکی موید ہیں اگر حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم
سے مراد وہی مسیح ابن مریم لیا جائے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی اور جسکی نسبت قرآن وحدیث
سے ثابت ہے کہ وفات پاگیا اور متوفی دوبارہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آ
سکتا تو یہ حدیث قرآن شریف واحادیث صحیحہ نبویہ کے معارض ہونے کی وجہ سے موضوع
سمجھی جائیگی اس لئے حدیث زیر بحث میں جس مسیح بن مریم کا ذکر ہے وہ مسیح بن مریم دوسرا
ہے جو امت محمدیہ میں سے ہے بنی اسرائیل میں سے نہیں چنانچہ دونوں مسیحوں کے
حلیوں میں بھی اختلاف ہے (۱) اسرائیلی مسیح جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے
احمر جعد عریض الصدر یعنی مسیح اسرائیلی سرخ رنگ گھونگریالے بال والا چوڑے
سینہ والا۔ (۲) مسیح محمدی جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے ربعۃ آدم سبط الشعر
یعنی مسیح محمدی مربع قد گندم رنگ والا سیدھے بالوں والا۔ پس جب یہ بات متحقق ہوگئی
کہ حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم محمدی مراد ہے تو اب حدیث کے الفاظ کے معنی اس
مباحثہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے لہذا اس پر خامہ فرسائی غیر ضروری ہے تاہم بپاس خاطر
جناب اس حدیث کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ
عرض کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اس حدیث میں ینزل سے پہلے اذ بعث اللہ المسیح
ابن مریم ہے اور فینزل کے بعد عند المنارۃ البیضاء ہے معنی اس کے یہ ہیں
کہ ناگہاں اللہ تعالیٰ مبعوث کریگا محمدی مسیح بن مریم کو پس وہ تشریف فرما ہوگا قریب ایک مقام
نورانی سفید کے اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ یہ ہے کہ پس وہ

محمدیؐ مسیح بن مریم دجّال کو تلاش کرے گا۔ حتّٰی کہ اسکو باب لُدّ پر پائیگا پھر اسکو ہلاک کرے گا

اب تحریر ترجمہ کے بعد اس قدر گزارش اور ہے کہ اس حدیث میں مسیح و دجال کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کا خواب یا کشف ہے اور خواب اور کشف کے امور تعبیر طلب ہوتے ہیں لہذا اُنکی تعبیر ایسی ہونی چاہیئے جو کتب تعبیر کے مطابق ہو اور قرآن شریف و احادیث صحیحہ کے معارض نہو مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ لفظ پرستی میں مبتلا ہوکر حقیقت سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور باوجود اہل علم اور اہل عقل ہونے کے جس طرح خدا تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و جوارح فرقہ مجسمہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اُسی طرح اس حدیث کے معنی بیان کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے اور اسلام کو دشمنوں کے سامنے اپنی بے عقلی سے بدنام کرتے ہیں اور اس درجہ عقل کے دشمن ہیں کہ گویا زمرہ لایعقلون میں داخل ہیں اور قیامت کے روز جو لوگ یہ کہینگے کہ لوکنا نسمعُ او نعقلُ ماکنا فی اصحاب السعیر اُن میں شامل ہیں۔ مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے ایسے ملّانوں کے متعلق بالکل سچ فرمایا ہے۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۱۷۸ میں لکھا ہے۔ ”جمعے کہ ناظر اند در علم حدیث بطریق وراقیہ نہ بطریق اجتہاد پس خادر نشد ند بر جمع مختلفات حدیث و سقط اشلدہ ہر حدیث جدا از دیگرے فہمید ند و از استاذان محقق معانی حدیث را نگرفتہ اند و غلطے کہ ایشانرا پیش آمدہ نہ ہمیں یک مسئلہ است تنہا بلکہ در بسیارے از مسائل فقہ وکلام دست و پا گم کردہ اند و سوفسطائیہ ملّت مصطفیہ گشتہ نہ تقلید سلف را محکم کرد و نہ طریق اجتہاد و تحقیق را استوار نمودہ۔“

کلاغے تگ کبک در گوش کرد تگ خویشتن ہم فراموش کرد

جناب ملّا صاحب آپکی تحریر سے حضرت مسیح موعود کے نزول کی علت غائی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ حدیث نواس بن سمعان والے دجال کو جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے قتل کرے گا مگر صحیح مسلم ہی کی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دجال تو (اگر زندہ بھی تھا) فوت ہو گیا مر گیا (۱) صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ کہا سُنا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے مہینہ بھر پہلے اپنی وفات سے کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئیگی اور بحز

خدا تعالےٰ کے کسی کو اس کا علم نہیں اور بہ اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہو گیا ہو اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اس پر گذرے اور وہ زندہ رہے اصل الفاظ یہ ہیں عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بشہر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ (۲) اور دوسری حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے وعن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ یعنی ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں آویگی سو برس اس حال میں کہ زمین پر کوئی شخص بھی آپکے لوگوں میں زندہ موجود ہو۔ پس حدیث مسلم میں دجال سے مراد شخص واحد نہیں بلکہ اسکی وحدت جنسی ہے لغت کی کتابوں میں لکھا ہے الدجّالۃ فرقۃ عظیمۃ تحمل المتاع للتجارۃ۔ پھر مولوی صاحب آپ تو اس دجال کے خروج کے جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے منتظر بیٹھے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ابن صیاد کو مسیح دجال سمجھ بیٹھے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ الدجال یہی ہے یعنی مسیح دجال۔ ایسا ہی ابن عمرؓ نے کہا تھا پس ظاہر ہے کہ جو نقشہ آپ نے خروج دجّال کا اپنے دل میں کھینچ رکھا ہے وہ غلط ہے غرض جب وہ دجّال مر گیا اور جو نقشہ آپنے اسکے خروج کا اپنے دل میں کھینچ رکھا تھا وہ غلط نکلا تو آپکے خیالی مسیح کے نزول کا قصہ بھی غلط اور باطل ثابت ہو گیا۔

قال الملّا۔ رہی یہ بات کہ عقل و مشاہدہ کے خلاف۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان والے قرآن و حدیث کو عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے اہل جرمن تو ہوائی جہازوں میں کرہ ہوا کو طے کر کے اوپر اڑے اڑے پھرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ فرشتے کے ہمراہ آسمان پر نہ بلا سکے اور خود مرزا غلام احمد معہ عبد اللہ خادم کے آسمان پر بلکہ ساتوں آسمانوں کو طے کر کے خاص عرش پر اللہ تعالےٰ کے پاس جا بیٹھے اگرچہ خواب میں۔ گئے سنئے تو اللہ تعالیٰ نے تو ظلم کی روشنائی مرزا جی کے کرتہ پر اور عبد اللہ کی ٹوپی پر کیسے پڑی اور تمام قادیانیوں کا اس پر ایمان ہے اور خوب سمجھ میں آ گیا اگرچہ خلاف عقل و مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو اور اگر

مرزا جی کے خادم کے آسمان پر نہیں گئے تو کیا اللہ تعالیٰ خود قادیان آکر مرزا جی کے کرتہ پر اور عبداللہ کی ٹوپی پر اپنی قلم کی روشنائی کے چھینٹے ڈال گیا۔ نعوذ باللہ من ہذا الخیال۔ غرض مرزا جی جو کچھ کہیں یا کریں وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک سب صحیح ہے مگر عیسے علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے وغیرہ وغیرہ کیا اسی کو انصاف کہتے ہیں۔

اقول۔ یہ بات تو ہم احمدی بھی مانتے ہیں کہ جو بات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اسکو ایمان والے عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے نہ انکو ایسا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ قرآن و حدیث صحیحہ سے جو بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو وہ عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی مگر دنیا میں ایسے لوگ بہت ہیں جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے عقل و مشاہدہ سے کام نہیں لیتے اور مخالفانِ اسلام کے سامنے اسلام کا نہایت نامعقول اور مکروہ نقشہ کھینچتے ہیں جس کا نتیجہ اسلام سے ارتداد ہوتا ہے میں نے اپنے سوال میں جو الفاظ عقل و مشاہدہ کے لکھے تھے وہ الفاظ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے بعد لکھے تھے جس کا مطلب صاف طور پر یہی ہے کہ ہم عقل اور مشاہدہ کو قرآن و حدیث کے تابع مانتے ہیں مگر باایں ہمہ عقل و مشاہدہ کی شرط کو دیکھ کر آپ اپنا غصہ ضبط نہ کر سکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عقل و مشاہدہ کو بیکار چیز خیال کرتے ہیں حالانکہ جب اللہ تعالے نے انسان میں قوت عقلیہ اور قوت مشاہدہ پیدا کی ہیں تو یہ عبث اور بیکار نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے علمائے اسلام میں جو منقول اور معقول دونوں کے جامع ہوتے ہیں وہی معتبر اور معتمد سمجھے جاتے ہیں اور اسی بناء پر تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائے گی وہ موضوع تصور ہوگی اور فتح المغیث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اس کو موضوع جانو۔ اس کے راویوں کی جرح و تعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علی ہذا القیاس جس حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدہ کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہو سکے یا اسکے معنے رکیک و سخیف ہوں یا راوی ایسی

حدیث میں منفرد ہو جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو عجالہ نافعہ در اصول حدیث) +

مولوی صاحب! آپ کا یہ خیال کہ احمدی لوگ مسیح کی حیات اور اُنکے صعود اور نزول بجسد عنصری کے عقیدہ کو محض عقل و مشاہدہ کی بنا پر نہیں مانتے یہ احمدیوں پر صریح اتہام اور نہایت شرمناک منصوبہ ہے۔ احمدیوں کو جو آپ کے اس عقیدہ سے انکار ہے وہ تعلیم قرآن و حدیث کی بنا پر ہے جسکی تائید میں عقل اور مشاہدہ بھی کمربستہ ہیں دیکھو کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر تو آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں سے ایک کتاب اُتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں تو ہم تجھ پر ایمان لے آئینگے مگر اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو آسمان پر نہیں چڑھایا بلکہ اُن کافروں کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل فرمائی قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی اے نبی ان کافروں سے کہدے کہ ایسا نہیں ہو سکتا میں تو ایک بشر رسول ہوں پس معلوم ہوا کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا حضرت مسیح بھی بشر رسول تھے۔ وہ بھی آسمان پر نہیں جا سکتے تھے۔ معراج کا مسئلہ بھی اسی سے حل ہو جاتا ہے اور اس آیت کی تائید بخاری کی حدیث و استیقظ سے ہوتی ہے یعنی آنحضرت معراج کے بعد بیدار ہو گئے۔ بوجوہ مذکورہ ظاہر ہے کہ جرمن والوں کے بیلونوں میں اُڑنے کی مثال احمدیوں کے مقابلہ میں کچھ مفید اور کارآمد نہیں۔ ہاں اگر یہ بات ثابت کر دکھائیں کہ جرمن والے بیلونوں میں اُڑکر آسمان پر پہنچ جاتے اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کر آتے ہیں تو البتہ ایسی شہادت قابل لحاظ ہو سکتی ہے ورنہ اس بیادہ گوئی سے تضیع اوقات کے سوائے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے البتہ چونکہ آپ لوگ حضرت مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آسمان سے اُترینگے اور عقل و مشاہدہ سے آپکو نفرت ہے دوسری طرف جرمن والے بیلون کے ذریعہ کرّہ ہوائی سے اوپر پہنچ کر پھر وہاں سے اتر تے

ہیں تو ایسی صورت میں مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ اپنی عقلمندی کی وجہ سے کہیں کسی
بیلون سے اُترنے والے جرمنی کے دام عقیدت میں نہ پھنس جائیں۔ اور ایک راستباز
کا انکار کرکے کسی کذاب کے حلقہ بگوش نہ ہو جائیں کیونکہ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے کہ جن
لوگوں نے حضرت سیدالمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت
ورسالت سے انکار کیا انھوں نے مسیلمہ کذاب کی نبوت اور رسالت کو بے چون وچرا
مان لیا۔ آپکی بیلون والی دلیل سے مجھے ایک پہلو سے اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ آپ کبھی
تو عقل ومشاہدہ کو حقیر سمجھ کر صرف قرآن وحدیث کی سند طلب کرتے ہیں سند بھی ایسی
جس میں نہ تاویل سے غرض ہو نہ مطلب ومعانی سے پھر خدا جانے کیا ہو مگر جب قرآن و
حدیث سے حیات مسیح اور اُن کے صعود ونزول بجسد عنصری کی دلیل قطعی طلب کیجاتی ہے تو
ایمان اور حدیث وقرآن کو بالائے طاق رکھ کر جرمن کے غبارہ بازوں کی تمثیل پیش کیجاتی ہے
گویا یہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے یا بالفاظ دیگر مولوی صاحبان کی عقل عجیب کا کرشمہ
ہے۔ یاایھا المجادلون لم تقولون مالا تفعلون۔ آپ کا یہ اعتراض کہ احمدی
لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب نبی قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اپنے
خادم عبداللہ کے آسمان پر بجسم عنصری تشریف لے گئے بلکہ عرش پر جا بیٹھے مگر حضرت عیسٰی
کے متعلق ایسے اعتقاد کو عقل ومشاہدہ کے خلاف جانتے ہیں اس کا جواب میری رائے
میں صرف اس قدر کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اگر ملا صاحب احمدیہ لٹریچر سے
اس بات کو ثابت کر دیں تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مبلغ ۵ر بطور حق الخدمۃ
کے ملا صاحب کی خدمت میں پیش کرونگا اور اُن کو قورمہ پلاؤ کی دعوت بھی دونگا۔ ہو منوا
کوئی خشک ملا جو خواب اور کشف کے کوچہ سے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہے وہ اگر
ایسے امور سے انکار کرے جو رویائے صادقہ اور کشوف صحیحہ سے تعلق رکھتے ہیں تو معذور
ہے ؎ چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ مثل مشہور ہے ؎
شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ امام
احمد رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کو خواب میں دیکھا مینے اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار

سب عبادتوں میں سے کونسی افضل ہے۔ اور تیری جناب میں بہت نزدیک کرنیوالا کونسا طریق ہے فرمایا تلاوت قرآن مجید کی۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو سو بار خواب میں دیکھا اور ابن سیرین اکابر تابعین سے ہیں اور علمائے تعبیر خواب کے پیشوا کہتے ہیں کہ جو کوئی حق تعالےٰ کو خواب میں دیکھے تعبیر اُسکی یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہو اور غم سے نجات پاوے۔ درحقیقت یہ مشاہدہ قلبی ہے" تکمیل الایمان مترجم مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی ص۱۵۔ اور امور متشابہ کا عالم ناسوت میں مشہود ہونا کتب تصوف میں مذکور ہے من شاء فلیرجع الیہا۔ چونکہ یہاں بحث دو سوالوں میں محدود ہے اس لئے اس بارہ میں مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں تاکہ خلط مبحث ہو +

قال المُلّا۔ جواب نمبر۲۔ لفظ توفی جب باب تفعل سے ہو اور اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے کاش مختار صاحب اس قاعدہ کے لئے کوئی آیت یا حدیث لکھدیتے۔ یا مجھے ہی کوئی آیت یا حدیث بالکل ان ہی الفاظ کے ساتھ ملجائی جو مختار صاحب نے لکھے ہیں یعنی لفظ توفی جو صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف کا ہے اور اللہ تعالےٰ فاعل اور عیسیٰ علیہ السلام مفعول ہوئے ہوں جن کا مجموعہ قرآن کے اندر یہ ہوتا ان اللہ توفی عیسیٰ ابن مریم یا یوں ہوتا۔ و توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم علی ھذا۔ اسی طرح حدیث میں یہ الفاظ آجاتے تو پھر بخدا مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات میں کچھ شبہ نہ رہتا جس کے صاف یہ معنی ہوتے کہ تحقیق اللہ نے وفات دیدی عیسیٰ ابن مریم کو یا یہ اور وفات دی اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام کو اور جب تک یہ الفاظ قرآن حدیث سے ثابت نہ ہوں اس وقت تک لفظ یتوفی جو مضارع کا صیغہ ہے یا لفظ متوفی جو اسم فاعل کا صیغہ ہے اُن سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ہو جانا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دونوں صیغوں سے آیندہ زمانہ میں وفات اور رفع کی خبر ہے اور اُنکی وفات کے ہم بھی قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک وقت میں وفات ضرور ہوگی مگر ہو جانا ثابت نہیں ہوتا تو براہ کرم اگر یہی الفاظ قرآن یا حدیث میں آپ کو یاد ہوں تو مجھے ضرور بتادیئے جائیں تاکہ انشاء اللہ تعالےٰ میں بھی اپنا عقیدہ یہ کرلوں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے

لئے دونوں طرح کے الفاظ آئے ہیں یعنی نمیمت بھی آیا ہے اور قد مات بھی آیا ہے یعنی حیات اور ممات دونوں ثابت ہو جاتی تو گویا اختلاف کی صورت رہتی اور کسی کا قول اور خیال میں مانگتا نہیں ہوں کیونکہ قول اور خیال تو میں بھی بہت پیش کر سکتا ہوں مجھے صرف قرآن وحدیث چاہیئے الغرض قرآن میں توفی اللہ عیسیٰ یا توفیت عیسیٰ یا توفینا عیسیٰ یہ الفاظ دکھلایئے جس سے وفات ہو جانا ثابت ہو جاوے +

اقول - ہر صحیح الحواس انسان ادنیٰ تامل سے معلوم کر سکتا ہے کہ خدا اور رسول کا کلام جو عربی زبان میں ہے اور قیامت تک دنیا کی تمام اقوام کے لئے الٰہی دستور العمل اور مدار نجات ہے اس کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے عربی زبان کا اچھی طرح جاننا ضروری ہے اور عربی زبان کے اچھی طرح جاننے کے لئے اُن علوم کا حاصل کرنا مقدم ہے جس سے انسان عربی زبان کو اچھی طرح سمجھ سکے پھر چونکہ قرآن وحدیث میں لغات عرب اور محاورات عرب بھی ہیں اس لئے لغات عرب اور محاورات عرب کا جاننا بھی ضروری ہے پس اگر قرآن وحدیث کے کسی لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنوں میں یا کسی محاورہ عربیہ کے مفہوم میں تنازع ہو تو اُس لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنی یا محاورہ کا مطلب معلوم کرنے کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم لغت عرب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور جس لفظ کے معنے یا جس محاورہ کے متعلق طالبانِ حق کے درمیان نزاع ہے اُس کے فیصلہ کے لئے لغت ومحاورات عرب سے سند لیں اور اگر اُس لفظ کے معنے خدا اور رسول کی اصطلاح میں کچھ قرار دے لئے گئے ہیں تو اُس اصطلاح کا علم حاصل کریں اور اس طرح جو لفظ قرآن وحدیث میں لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے وہی لغوی معنی ذہن میں محفوظ رکھیں اور اُسی کے مطابق قرآن وحدیث کا ترجمہ اور مطلب بیان کریں اور جو لفظ بطور اصطلاح شرعی قرآن وحدیث میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے معنی اسی اصطلاح کے مطابق بیان کریں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں کہ ان کے لئے کسی آیت یا حدیث کی سند کی ضرورت نہیں اور اگر ملا صاحب کے نزدیک ضرورت ہے تو وہ قرآن وحدیث کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے خود کوئی قاعدہ بیان کریں اور اسکی سند آیت وحدیث سے پیش

کریں جسے وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے پس مناسب یہ ہے کہ مُلّا صاحب ایسی بدیہی باتوں کے انکار سے مِلّت مصطفیہ کے سوفسطائی نہ بنیں۔ اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ لفظ متوفی جو آیہ کریمہ انی متوفیک میں اور لفظ توفّیت جو آیہ کریمہ فلما توفیتنی میں حضرت مسیح کے حق میں استعمال ہوئے ان کے معنے لغت عرب یا اصطلاح شریعت سے معلوم کرنا ہیں۔ غیر احمدی مولوی صاحب کہتے ہیں کہ لفظ متوفیک کے معنی ہیں رُوح اور جسم دونوں کا قبض کرنیوالا ہوں اور ہم احمدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں وفات دینے والا ہوں یعنی صرف رُوح قبض کرنیوالا ہوں رُوح اور جسم دونوں نہیں۔ اب لغت عرب سے سند درکار ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اُس سند سے احمدیوں کی تصدیق ہوتی ہے یا غیر احمدیوں کی۔ پس واضح ہو کہ لغت عرب کی مشہور کتابوں میں توفی کے معنے حسب ذیل لکھے ہیں

(۱) منتہی الارب جلد ۴ صـ۳۴۵ توفی میرانیدن یقال توفی اللہ تعالیٰ اے قبض رُوح۔ (۲) اقرب الموارد جلد ۲ صـ۱۴۷۲۔ توفی۔ توفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان مجھولا قبضت روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ (۳) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۷ توفی فلان اذا مات (۴) لسان العرب جلد ۲۰ صـ۲۸ وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ (۵) صراح جلد ۲ صـ۵۲ توفاہ اللہ اے قبض روحہ (۶) مفردات امام راغب اصفہانی میں لکھا ہے۔ قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالیٰ توفتہ رسلنا وتوفنا مع الابرار۔ یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی قال ابن عباس موت لانہ امات۔ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارے فرشتے اس کو مارتے ہیں یا قبض رُوح کرتے ہیں اور ہمیں نیکوں کے ساتھ مار اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں۔ اور ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنے موت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار دیا تھا۔

قرآن شریف میں اور احادیث صحیحہ میں جہاں تک اس لفظ کے معنی کی تلاش کی جاتی ہے تو ان سب مقامات میں جہاں اللہ تعالیٰ فاعل اور کوئی انسان مفعول بہ ہے

اس لفظ کے معنی صرف قبض رُوح کے ثابت ہوتے ہیں خواہ وہ حقیقی معنے موت کے
لئے ہو یا مجازی معنی نیند کے لئے کسی جگہ قبض رُوح اور جسم دونوں کے معنی میں نہیں
آیا۔ اور شریعت محمدیہ کی اصطلاح میں بھی توفی کے معنی یہی ثابت ہوتے ہیں جو اس کے
خلاف دعویٰ کرے بار ثبوت اُس کے ذمہ ہے۔ ہاتوا برُھانکم ان کنتم صادقین
ولا کا من الکاذبین۔ پس احمدی حق پر ہیں اور غیر احمدی باطل پر۔ افسوس مولویصاحبان
لغت عرب اور قرآن وحدیث کے خلاف خدا و رسول کے کلام میں تحریف معنوی کے
مرتکب ہو کر عیسائیت کی تائید کرتے اور اسلام کو نقصانِ عظیم پہنچاتے ہیں ھداھم
اللہ۔ ملا صاحب آپ نے جو یہ قاعدہ ایجاد فرمایا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی
عیسٰی ابن مریم ہوتا۔ یا توفی اللہ عیسٰی ابن مریم ہوتا۔ تو میں انکی وفات میں شبہ
نہ کرتا مان لیتا یہ قاعدہ آپ کو کسی آیت یا حدیث میں لکھا ہوا ملا ہے یا ایجاد بندہ اگرچہ
گندہ کی قسم سے ہے؟ حضرت! خداوند تعالٰے کسی کا محکوم نہیں اُسے اختیار ہے کہ جس
پیرایہ میں وہ چاہے کسی واقعہ کو بیان کرے مومن کا فرض ہے کہ خداوند تعالٰے نے جس واقعہ
کو اپنے کلام پاک میں بیان کیا ہو خواہ کسی پیرایہ میں بیان کیا ہو اُس کو تسلیم کرے اور
اسی طریقہ پر حدیث نبوی کی پابندی کرے۔ پس جب قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے
حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے خواہ وہ آپ کے پیرایہ مجوزہ کے مطابق ہو یا
نہ ہو ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ آپ اُسے تسلیم کریں ورنہ دعویٰ اتباع قرآن وحدیث سے
دست بردار ہوں۔ آپ کے اس قاعدہ مستحدثہ کی بنا پر یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ حضرت
آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال تک جسقدر
انبیاء و غیر انبیاء دنیا میں وفات پا چکے تھے کوئی شخص انکی حیات کا بھی مدعی ہو سکتا ہے
اور مطالبہ دلیل کے وقت ملا صاحب کی طرح ان لوگوں میں سے ہر ایک کا کوئی اصلی
یا فرضی نام پیش کر کے کہہ سکتا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی فلانا ہوتا یا توفی اللہ
فلانا ہوتا تو میں اُسکی وفات میں شبہ نہ کرتا مان لیتا۔ علاوہ بریں مجھے یہ بھی اندیشہ
ہوتا ہے کہ اگر بفرض محال حضرت عیسٰی زندہ بجسم عنصری آسمان سے تشریف لائیں اور

ملا صاحب ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے وفات پاتے ہوئے دیکھ لیں تو بھی ملا صاحب
انکی وفات کے معتقد نہیں ہو سکتے کیوں؟ اس لئے کہ ان کو عقل اور مشاہدہ سے
نفرت ہے اور ان کے قاعدہ کے مطابق قرآن میں یا حدیث میں ان اللہ توفی عیسیٰ
ابن مریم یا توفی اللہ عیسیٰ بن مریم تو موجود ہی نہیں وھل ھذا الا وھم قبیح
وخبط صریح فنعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول +

واضح ہو کہ موت انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ آنحضرت
کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم
الخلدون (سورہ انبیاء پ۱۷) یعنی نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے
خلد یعنی ایک حالت پر رہنا پس کیا اگر تو مر جائے تو وہ خلد یعنی طبعی عمر سے زیادہ مدت
تک زندہ رہنے والے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی بشر کے لئے خلد نہیں بنایا بلکہ ہر بشر کئی قسم کے تغیرات
میں مبتلا رہتا ہے بچپن جوانی بڑھاپے کے علاوہ استحالات غذائیہ وغیرہ کا شکار بنتا
ہے اور آخر موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر دنیائے فانی سے گذر جاتا ہے پس حضرت
مسیح جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل ہو چکے وہ بھی اس الہی قانون سے ہرگز
باہر نہ تھے۔ حضرت مسیح کی وفات پر اگر کوئی اور شہادت نہ ہو تو یہی ایک شہادت
کافی ہے جب تک کسی قطعی دلیل سے ان کا اس قانون الٰہی سے مستثنےٰ ہونا ثابت نہ
کیا جائے استثنا کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہے جو استثنا کا مدعی ہو اور دلیل اسی
پایہ کی ہونی چاہیئے جس پایہ کی دلیل سے قانون مذکور ثابت ہے مگر کیا دنیا میں کوئی
ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح کا اس قانون الٰہی سے مستثنے ہونا بطریق مذکورہ بالا ثابت
کر دے۔ واقعات شہادت دے رہے اور دیں گے کہ کوئی نہیں +

قال الملا اب رہی یہ بات کہ آیت فلما توفیتنی کو آپ یہ کہہ کر پیش نہیں کر
سکتے کہ ماضی کا صیغہ تو یہ بھی ہے اس سے کام نہیں چلے گا کیونکہ یہ موقعہ قیامت
میں ہوگا جب مجھے صرف توفی جو آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور واحد مذکر غائب

ماضی معروف اور اللہ فاعل ہو اور عیسیٰ علیہ السلام مفعول ہوں لفظاً یا ضمیراً بس دکھلا دیجئے جیسے آیہ بل رفعہ الیہ رفعت ثابت ہے رفع صیغہ واحد مذکر غائب اور اللہ فاعل عیسیٰ علیہ السلام ضمیراً مفعول ہیں پس اگر قرآن میں رفعہ اللہ الیہ نہ آتا تو مثل وفات کے رفعت کے بھی ہم منتظر رہتے کیونکہ لفظ متوفی اور لفظ رافعؑ دونوں ایک ہی آیت میں واقع ہیں اور دونوں اسم فاعل ہیں اور دونوں آیندہ زمانہ میں امر وقوع کی خبر دے رہے ہیں تو رافعؑ کی خبر لفظ بل رفعہ اللہ الیہ سے پوری ہو گئی مگر متوفی کی خبر لفظ توفی کے نہ آنے سے پوری نہیں ہوئی اور لفظ توفی جو ان الذین توفیھم الملائکۃ ظالمی انفسھم الخ میں جو واحد غائب ماضی معروف ہے سو اس میں فاعل فرشتے ہیں نہ کہ اللہ۔ اور نہ اس آیت کے ماضی کے معنے ہیں بلکہ مضارع یا مستقبل کے معنے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین والا من الکاذبین فقط والسلام خیر ختام کبیر احمد بقلم خود۔ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء

اقول۔ آپ ہمارے سوال نمبر ۲ کا جواب کچھ بھی نہ دے سکے۔ قرآن۔ حدیث۔ لغت سے آپ نے کوئی سند ایسی پیش نہیں کی جس سے بحالت متذکرہ سوال لفظ توفی کے معنی قبض روح مع الجسم ثابت ہوں۔ بمقتضائے حق پسندی یہ تھا کہ آپ اس بات کا اقرار کرتے کہ بیشک لفظ توفی کے معنی صرف قبض روح کے ہیں۔ قبض مع الجسم کے نہیں کیا ہم امید رکھیں کہ آیندہ آپ اقرار کر لینگے۔ اب رہی یہ بحث کہ آیت فلما توفیتنی کے معنے کیا ہیں پس واضح ہو کہ پوری آیت سورہ مائدہ آخری رکوع میں حسب ذیل ہے۔ واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحنک مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید۔ یعنی اور جب کہا اللہ

نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بناؤ تو عیسیٰ نے جواب دیا (عالم برزخ میں) کہ تو پاک ہے میں وہ بات کیسے کہہ سکتا تھا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے بھی علم ہوتا تو میرے دل کے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے اور میں تیرے مخفی بھید کا علم نہیں رکھتا۔ تحقیق تو ہی غیب کی باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور میں ان پر نگران تھا جب تک کہ ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میری وفات کے بعد پھر تو ہی ان پر نگران تھا +

اب اس آیت پر غور کرنے سے حضرت مسیح کی وفات قطعاً و یقیناً ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جب حضرت مسیح سے یہ سوال کیا کہ آیا عیسائیوں کو تثلیث کی تعلیم تم نے دی ہے؟ تو حضرت مسیح نے یہ جواب دیا کہ اے خدائے علیم میں نے تو انہیں توحید کی تعلیم دی تھی اور میں جب تک ان میں رہا انکی نگرانی کرتا رہا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھے خبر نہیں کہ انکی حالت کیا ہوئی۔ اب اگر مولوی صاحبان للہ اس آیت میں ٹھنڈے دل سے غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو ان پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بیشک فوت ہو گئے کیونکہ وہ اپنی وفات کو عیسائیوں میں تثلیث پھیلنے سے قبل بتاتے ہیں اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ عیسائیوں میں تثلیث کی تعلیم تقریباً سترہ اٹھارہ صدیوں سے چلی آتی ہے پس کیا شک ہے کہ حضرت مسیح وفات پا گئے اور یہ عقیدہ کہ وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں آیندہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر کر تقریباً چالیس برس تک زمین پر ٹھہرینگے اور دجال کو قتل کرینگے سراسر لغو و باطل ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں تثلیث سے بے خبر نہیں ہو سکتے اور ایک نبی خدا کے روبرو اور قیامت کے دن کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے۔ ملا صاحب کا خیال ہے کہ آیہ فلما توفیتنی میں توفیتنی اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر یہ موقعہ قیامت کو ہو گا۔ گو ملا صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں

کی لیکن ہم مانتے ہیں کہ یہ موقع قیامت میں ہوگا اور حضرت مسیح جوابدہی کے طور پر خدا کے روبرو قیامت میں فرمائینگے۔ ماقلت لھم الا ما امرتنی ان اعبدوا اللہ ربّی وربّکم وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شی شھید۔ پھر بھی ہمارا استدلال بدستور قائم ہے۔

اس موقع پر امام بخاری رحمۃ اللہ کا میں نہایت شکرگذار ہوں کہ انھوں نے اپنی صحیح میں آیہ فلمّا توفیتنی کی تفسیر خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کردی ہے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اس آیہ کی تفسیر کے متعلق تنازع برپا ہے اُس تنازع کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب اگر اہلحدیث اسبات کو رد کریں جو قرآن شریف اور حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے تو پھر وہ یاد رکھیں کہ ایکدن مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے بھائیو! جب قیامت میں یہ آیت و حدیث تمہارے مقابلہ میں پیش ہوگی تو کیا جواب دوگے۔ اس لئے خدا سے ڈرو انصاف سے کام لو اور حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ خدا تمہیں ہدایت دے آمین۔ دیکھو تم اہلحدیث ہو اور تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے پس تم کسی مولوی مُلّا کو اپنا رب نہ بناؤ اور جس بات کی سند وہ قرآن و حدیث سے نہ دے سکے اُس بات کو ہرگز نہ مانو۔ اب ادھر متوجہ ہوکر فلمّا توفیتنی کے متعلق امام بخاریؒ کا فیصلہ حدیث نبوی کی بنا پر سنو۔ بخاری مطبوعہ مصر (جو میرے پاس موجود ہے اور آپ لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں) جلد ۳ ص۸۶ کتاب التفسیر سورہ مائدہ میں لکھا ہے" باب وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیٔ شھید پھر پوری سند لکھ کر ابن عباسؓ سے آیہ مذکورہ کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے خطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال..... ثم قال الا وان اول الخلائق یوم القیامۃ..... وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما

قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھٰؤلاء لم یزالو مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم ۔ ترجمہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ فرمایا پھر (اُس خطبہ میں) فرمایا کہ قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائینگے تب میں کہونگا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جاوے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے سو اُس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے (جبکہ اُس کو پوچھا گیا تھا کہ کیا تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہونگا۔ یہ ہے کہ میں جب تک ان میں تھا ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اُس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ تھا۔ پس کہا جائے گا کہ تیری وفات کے وقت سے یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے ۔ سو سُنو اب دیکھ لو کہ آیہ فلمّا توفیتنی کی تفسیر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر واضح اور صاف طور پر حضرت مسیح کے واقعہ کو اپنے واقعہ کے ہمرنگ اور مانند قرار دے کر فرمادی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح حضرت مسیح کی وفات کے بعد اُنکی اُمت میں سے لوگ بگڑ گئے اور انھوں نے ایک خدا کے تین خدا بنا لئے اُسی طرح میری وفات کے بعد میری اُمّت میں سے کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے ۔ پس جب حضرت مسیح ابن مریم کی وفات قرآن و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہو گئی تو اب اس کے خلاف کس حدیث پر ایمان لاؤ گے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ فبایّ حدیث بعدہ یومنون ۔ فاتقوا اللہ واتقوا اللہ یا معشر العلماء والعقلاء الیس منکم رجل رشید ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

۲۸ ۔ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء

پیدائش رُوح کے بارے میں حضرت مسیح موعود کا مذہب

نوشتہ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

ایک صاحب نے دو اعتراض کیے ہیں جنہیں سے پہلا یہ ہے کہ مرزا صاحب (سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ایڈیٹر) کے نزدیک روح مادہ پیدا ہوتی ہے حالانکہ از روئے عقل و نقل ثابت ہے کہ رُوح ایک علیحدہ شے ہے۔ رُوح کے وجود پر عقلی دلیل چاہیئے تو حجۃ اللہ البالغہ کو مطالعہ فرمائیں اس سے آپ پر ظاہر ہو جائے گا کہ رُوح ایک اور عالم کی شے ہے اور احادیث میں آیا ہے۔ (۱) خلق عالم سے دو ہزار برس پہلے رُوح کا وجود ہوا۔ (۲) حدیث جنود مجندہ (۳) قصہ میثاق (۴) کنت بنیا وآدم بین الماء والطین (۵) ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ (۶) آیت نفخت فیہ من روحی ظاہر ہے کہ رُوح منفوخ فیہ سے ایک جداگانہ شے ہے پھر یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شیخ مجدد الف ثانی اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی پر متفق ہیں اور تمام ارباب باطن سب رُوح کے مقدمہ میں شریعت کے موافق ہیں پھر اس بات پر تو سب علماء سلف متفق ہیں۔ کہ رُوح ایک جداگانہ شے ہے دنیوی مادہ سے پیدا نہیں ہوتی اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رُوح دنیوی مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انتہی بالخلاصہ +

الجواب۔ حضرت مسیح موعود کا یہ بالکل عقیدہ نہیں کہ رُوح مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ حضرت صاحب کی جس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح مادی چیز ہے اسے تحریر کرتے۔ کیونکہ اس کے خلاف آپؑ رُوح کو غیر مادی چیز مانتے ہیں اور جہاں آپ نے یسئلونک عن الروح کی تفسیر لکھی ہے تو اس جگہ آپ نے خدا تعالیٰ کی پیدائش کے دو طریق لکھے ہیں۔ ایک پیدائش جو خدا تعالیٰ کی خلق کہلاتی ہے۔ اور وہ اس چیز کا بنانا ہے کہ جس کا مادہ پہلے موجود ہو مثلاً حضرت آدم کا بنانا۔

اور دوسری خلق بغیر مادہ کے ہے۔ اس خلق کا نام امر ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الا له الخلق والامر فتبارك الله احسن الخالقين تو روح مخلوق اور حادث ہے لیکن ہے صفت امر کے ماتحت یعنی بغیر مادہ کے پیدا ہوئی ہے اور اس کے متعلق شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الابداع - ایجاد شئ لا من شئ فیخرج الشئ من کتم العدم بغیر مادة اور اسی کا نام خدا تعالےٰ نے صفت امر رکھا ہے +

الخلق - هو ايجاد الشئ من شئ كما خلق آدم من التراب (الحجة البالغہ جزو اول صـ ۹ +

اب ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود کا عقیدہ جو روح کے متعلق آپ نے جلسۂ اعظم مذاہب لاہور میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں جس سے ناظرین پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود روح کو مادی نہیں مانتے آپ فرماتے ہیں:۔

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے حالانکہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما سے چمکتا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ روح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتی ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ثم انشأنا خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين۔ یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور اسکی خلقت ظاہر کرتے ہیں جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں یہ تو روح بھی ہے اور حضرت مسیح موعود اسکو بھی مادی نہیں مانتے بلکہ فرماتے ہیں کہ جسم اسکی ماں ہے کہ جس طرح ماں کے بچہ پرورش پاتا ہے اسی طرح روح بھی جسم میں نشوونما پاتی ہے پھر آگے چلکر حضرت صاحب فرماتے ہیں ”وہ کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس

جسم کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مُراد یہ ہے کہ اوّل مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدائی اس کا خمیر نطفہ میں ہی موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اس کے اذن اور اسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایک ایسی جزو ہے جیسا کہ جسم جسم کی جزو ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ رُوح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے نطفہ کے ساتھ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھیر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل پر ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑ جاتی ہیں انسان کے پیٹ میں بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اُترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں سو صحیح بات یہ ہے کہ رُوح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا بھی ثابت ہے

اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ البالغہ صفحہ ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان الروح اول ما یدرک حقیقتها انها مبدأ الحیاة فی الحیوان وانه یکون حیاً بنفخ الروح فیه ویکون میتا بمفارقتها منه ثم اذا امعن فی التامل ینجلی ان فی البدن بخارا لطیفا متولدا فی القلب من خلاصة الاخلاط یحمل القوی الحساسة والمحرکة والمدبرة للغذاء اعجری فیه حکم الطب وتکشفت التجربة ان لکل من احوال هذا البخار من رقته وغلظه وصفائه وکدرته اثرا خاصا فی القوی والافاعیل المنبعثة من تلک القوی وان الآفة الطارئة علی کل عضو وعلی تولید البخار المناسب له تفسد هذا البخار وتشوش افاعیله ویستلزم تکونه الحیاة و

تحلله الموت فهو الروح فی اول النظر والطبقة السفلی عن الروح فی النظر الممعن ومثاله فی البدن کمثل ماء الورد فی الورد وکمثل النار فی الفحم ثم اذا امعن فی النظر ایضاً انجلی ان هذا الروح مطیئة للروح الحقیقة ومادة لتعلقها۔ ترجمہ جان لے کہ روح کی حقیقت کا اولاً ادراک یہ ہے کہ وہ حیوان میں مبداء حیاۃ کا ہے اور یہ کہ وہ حی ہوتا ہے نفخ رُوح کے ساتھ اس میں اور اسکی مفارقت سے حیوان مردہ ہوتا ہے پھر جب غور سے دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ بدن میں ایک لطیف بخار ہے جو کہ قلب میں متولد ہوتا ہے خلاصہ اخلاط سے جو کہ قوی حساسہ محرکہ اور مدبرہ للغذا کا حامل ہے پھر لکھتے ہیں۔ پس اوّل نظر میں وہ رُوح ہے اور نظر ممعن میں طبقہ سفلی ہے رُوح کا اور اسکی مثال بدن میں ایسی ہے جیسے گلاب کا پانی گلاب کے پھول میں اور مثل آگ کے کوئلہ میں۔ پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُوح سواری ہے رُوح حقیقتہ کے لئے اور مادہ ہے اسکے تعلق کے لئے پھر امام غزالی نے اپنی کتاب المضنون بہ علیٰ اھلہ میں رُوح کی یہ تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے اخلاط کے بخار سے مرکب اور اس کا منبع دل ہے اور اس میں قوائے نفسانی و حیوانی دونو ہیں اور اسی سے قوت حساسہ اور اعضاء کی حرکت حاصل ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پھر حضرت مسیح موعودؑ روح ملکی کے متعلق فرماتے ہیں "انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا کے لئے اور اسکی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو ان سے بھی یہی الٰہی فلسفہ متعلق ہے یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتداء ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا ہے وہ رُوح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قول پورا تیار ہوچکتا ہے تو یک دفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی رُوحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے جبھی کہ اعمال کا پُورا قالب تیار ہو جاتا ہے معاً بجلی کی طرح ایک چیز اپنے

اندر سے اپنی کھلی کھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہے جسکی
نسبت خدا تعالےٰ نے مثالی طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے فاذا سویته و
نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین یعنی جبکہ اس کا قالب بنا لیا اور تجلیات
کے تمام مظاہر درست کر لئے اور اپنی روح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اس
کے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب
اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ روح چمک اٹھتی ہے جسکو
خدا تعالےٰ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے
بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے اس لئے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی بھڑک اٹھتی ہے
پھر آپ فرماتے ہیں۔ جس قادر مطلق نے روح کو قدرت کاملہ کے ساتھ جسم میں سے
ہی نکالا ہے اس کا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیدایش کو جسم کے
ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں
جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں روح بھی پیچھے پیچھے بالضرور ساتھ ہی کھینچی چلی آتی ہے؛
پس اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک روح مادی
چیز نہیں تو اب وہ احادیث جنکو آپ نے روح کے ابدان سے پہلے موجود ہونے
پر دلائل قرار دیا ہے صحیح نہیں پہلی حدیث کہ روح دو ہزار سال قبل ابدان کے بنی
ہے اس کے متعلق کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صفحہ ۲۷۵ میں لکھا ہے۔ واما
حدیث خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام فلا یصح اسناده ففیه عتبة
بن السکن قال الدارقطنی متروک وارطاة بن المنذر قال ابن عدی بعض
احادیثه غلط۔ ترجمہ۔ یہ حدیث کہ ارواح اجساد سے دو ہزار برس پہلے پیدا
ہوئے ہیں اس کی اسناد صحیح نہیں اس میں عتبة ابن السکن ہے دارقطنی نے
کہا ہے کہ متروک ہے اور اس میں ارطاة بن المنذر ہے ابن عدی نے کہا ہے کہ
اسکی بعض احادیث غلط ہیں۔ (۲) اور حدیث جنود مجندہ سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
وہ پہلے بنے ہوئے ہیں بلکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اتنا ہی کہ ارواح مخلوق

ہیں جیسے کتاب الروح صـــ۲۳۷ میں لکھا ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ایتلف وما تناکر منھا اختلف والجنود المجندۃ لا تکون الا مخلوقۃ

۳۔ اور میثاق اگر ان ارواح سے جو پہلے موجود تھے ان سے لیا گیا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ میں نے خدا کے سامنے کوئی اقرار کیا ہوا ہے بلکہ اس کے معنے یہی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ اور وہ فطرۃ فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا اسلام ہے اور وہ میثاق وہ ہے جو کہ ہر ایک کے دل میں مرکوز ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ کہ صحیفۂ فطرت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر ایک چیز کا رب ہے۔ ۴۔ اور حدیث کنت نبیا و ادم بین الماء والطین تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں نبی تھے تو اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں پس آپ نے جو احادیث پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں ÷

۵۔ ایسا ہی آیت نفخت فیہ من روحی سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ روح ان کے بدن سے پہلے پیدا شدہ تھی جیسا کہ کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صـــ۲۷۷ میں لکھا ہے والقرآن والحدیث والآثار تدل علی انہ سبحانہ نفخ فیہ من روحہ بعد خلق جسدہ فمن تلک النفخۃ حدثت فیہ الروح ولو کانت روحہ مخلوقۃ قبل بدنہ مع جملۃ ارواح ذریتہ لما عجبت الملائکۃ من خلقہ۔ ترجمہ یعنی قرآن اور حدیث اور آثار تمام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدم میں اس کے جسد کی خلق کے بعد رُوح پھونکی پس اس نفخہ یعنی پھونکنے سے اس میں رُوح پیدا ہوئی اور اگر اس کی رُوح مع جملہ ارواح اس کی ذریت کے اس کے بدن سے پہلے مخلوق ہوتی تو فرشتے اس کی خلق سے تعجب نہ کرتے پھر صـــ۲۸ میں لکھا ہے ان خلق ابن ادم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک ثم

یکون مضغۃ مثل ذالک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ الروح فالملک و حدہ یرسل الیہ فینفخ فیہ فاذا نفخ فیہ کان ذالک سبب حدوث الروح لم یقل یرسل الملک الیہ بالروح فیدخلہا فی بدنہ وانما ارسل الیہ الملک فاحدث فیہ الروح بنفختہ فیہ۔ ترجمہ۔ کہ ابن آدم کی پیدائش کا طریق یہ ہے کہ پہلے چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علقہ پھر چالیس دن مضغہ پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے تو وہ اُس میں رُوح پھونکتا ہے پس اکیلا فرشتہ اُس کی طرف بھیجا جاتا ہے تو وہ اس میں پھونکتا ہے تو اس کا پھونکنا سبب حدوث رُوح کا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ فرشتہ کو رُوح دیکر بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کو اس کے بدن میں داخل کرتا ہے بلکہ اس کے نفخہ کے ساتھ رُوح بدن میں حادث ہوتا ہے پھر کتاب الروح ص۲۵۹ میں لکھا ہے " ولیس فیہ انہ سبحانہ خلق ارواحھم قبل الاجساد واقرھا بموضع واحد ثم یرسل کل روح من تلک الارواح عند حدوث بدنہا الیہ نعم ھو سبحانہ یخص کل بدن بالروح التی قدران یکون لہ فی ذالک الوقت واما انہ خلق نفس ذالک البدن فی ذالک الوقت وفرغ من خلقہا واودعہا فی مکان معطلۃ عن بدنہا حتی اذا احدث بدنہا ارسلہا الیہ من ذالک المکان فلا یدل شی من الاحادیث علی ذالک لمن تاملھا۔ اور اس میں یہ نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے بنایا ہے۔ اور ان کو ایک جگہ میں رکھا ہُوا ہے پھر ہر ایک روح کو ان ارواح سے اس کے بدن کے حدوث کے وقت بھیجتا ہے ہاں ہر ایک بدن کو خدا تعالیٰ نے ایک رُوح کے ساتھ خاص کیا ہے اور اندازہ کیا ہے کہ فلاں وقت میں اس بدن کے لئے ہوگا لیکن یہ بات کہ اس بدن کا نفس اسوقت میں بن چکا ہے اور اسکی خلق سے خدا فارغ ہو چکا ہے اور ان کو بدن سے معطل ایک مکان میں رکھا ہُوا ہے تو جب کبھی کوئی بدن تیار ہوتا ہے تو اس مکان سے اسکی طرف بھیج دیتا ہے تو اس پر احادیث سے بالکل دلالت نہیں پائی جاتی اور غور کرنے والا شخص معلوم کر سکتا ہے کہ احادیث میں اس کی

تصدیق نہیں پائی جاتی۔ پھر دیکھیں کتاب الروح صفحہ ۲۵۶ فقد قال اللہ تعالیٰ یا یھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وھذا خطاب للانسان الذی ھو روح وبدن فدل علی ان جملۃ مخلوقۃ بعد خلق الابوین واصرح منہ قولہ تعالیٰ یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیرًا ونساء واتقوا اللہ وھذا صریح فی ان خلق جملۃ النوع الانسانی بعد خلق اصلہ

کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ ہم نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور یہ انسان کو خطاب ہے جو کہ رُوح اور بدن ہے پس اس آیت نے دلالت کی کہ انسان کا رُوح وبدن ابوین کی خلق کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اے لوگو خدا کا تقویٰ کرو جس نے تمکو نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی کی نوع کا اس کا جوڑا بنایا۔ ان دونوں سے مرد اور عورتیں بہت سی پھیلائیں اور اللہ سے ڈرو۔ پس اس آیت سے پورا ثابت ہو گیا کہ جملہ نوع انسانی (جو رُوح وخلق سے مرکب ہے) کی خلق اصل کی خلق کے بعد ہوتی ہے۔ اب سُنئے امام غزالی رحمۃ اللہ کا اسکے متعلق کیا مذہب ہے ملاحظہ ہو مسئلہ الروح وحقیقتھا صفحہ ۴۔ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں بلکہ بعد وجود ابدان کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے رُوح واحد ہوگی یا کثیر یعنی بہت سی ہونگی۔ پھر وہ ایک لمبی دلیل لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان رُوح کا واحد ہونا یا کثیر ہونا دونو باطل ہیں اور جب وہ دونو باطل ہوئیں تو روح کا قبل ابدان موجود ہونا باطل ہو گیا ✦

پھر اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ ارواح قبل ابدان کے موجود ہیں اور پیدا نہیں ہوتے رہتے تو اس سے لازم آئیگا کہ یا تو خدا تعالےٰ سے ارواح کو پیدا کرنیکی صفت مسلوب ہو گئی ہے یا نہیں اگر ہو گئی ہے تو یہ ایک نقص ہے اور اسکی صفات میں تغیر اور نقص واقع نہیں ہوسکتا اگر اس میں خلق ارواح کی صفت پائی جاتی ہے تو ارواح کا پیدا ہوتے رہنا لازم آئیگا اور اگر ارواح کا پیدا ہوتے رہنا نہ تسلیم کیا جائے تو یہ

۴۴ گرتا۔ مالک کو قرآن مجید سے بعض باتیں بتایا ہے کہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور اس کی صفات معطل ہونے کے لئے حصہ کلام کرنے والی ہیں ✦

وید کی چند پہیلیاں

ہمارے ملکی آریہ بھائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ’’وید ہی دنیا میں ایک دینی کتاب ہے جو علم و عقل سائنس و فلاسفی سے پُر علوم کا بھنڈار (خزانہ) ہے اور سب کتب اسی کی خوشہ چین ہیں‘‘ اسکے ماتحت آج ہم دیکھتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں میں سائنس و فلاسفی پر موشگافیاں کی گئی ہیں یا برخلاف اسکے خلاف از عقل و علم باتیں ہی ہیں۔ اُمید ہے کہ آریہ فلاسفر ہماری مندرجہ ذیل پہیلیوں یا معموں کا حل کر کے دکھلائینگے۔ جو ہم ویدوں سے پیش کرنے لگے ہیں اور ویدوں کا ترجمہ ہمارا یا کسی اور غیر مذہب والے کا نہیں بلکہ خاص بانی آریہ سماج کے قلم سے نکلا ہوا ہے۔ ’’ہے دینے ہارے جیسے لینے والا۔ پڑھانے اور اُپدیش کرنیوالوں کا میل کرے اور وہ آج بکرا وغیرہ جانوروں کے بیچ سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی دودھ وغیرہ اُدار (نکالا ہوا) کیا ہوا لیویں۔

تفسیر دیانند بھاشا یجروید جلد دوم ص۷۹۵ (ادھیائے ۲۱ منتر ۴۳)

ہمارے ناظرین نے تو یہی سُنا یا دیکھا ہو گا کہ بکریاں دودھ دیا کرتی ہیں مگر آج انکی معلومات میں اور بھی اہم اضافہ ہو جائے گا۔ جب وہ بطفیل ’’ایشوری گیان‘‘ جان لینگے کہ بکرے بھی دودھ اور گھی دیتے ہیں۔

حیرانی ہے کہ اس قسم کی باتوں کے مجموعہ کو کلام الٰہی اور ایشوری گیان کہا جاتا ہے جو سراسر غلط علم و عقل دلیل و مشاہدہ کے ہو۔ اس طور کا دوسرا منتر ملاحظہ ہو۔

’’ہے رعایا کے مالک ایشور! جو رُوح۔ مادہ وغیرہ اشیاء (ہیں یہ) سپید اچھا روپ وغیرہ (بصورت خواہش) صفات سے متصف ہیں الخ)

(جلد اول تفسیر دیانندی یجروید ص۳۱۲ و ص۳۱۳ (ن ۱/۲)

یہ انکشاف بھی ویدوں کے ذریعہ ہی دُنیا میں ہوتا تھا کہ علاوہ رُوح کے بیجان

مادہ میں بھی خواہش موجود ہے۔

کیا کوئی آریہ اس منتر کا صحیح حل کرکے دکھلا سکتا ہے یا اسکے مضمون کو عقل وسائنس سے مطابق کرکے ہمیں بھی واقف کرے گا ؟

"گرہستہ جنوں (عیالداروں) کو چاہیئے کہ اس طرح کوشش کریں کہ جس سے تینوں یعنی بھوت (ماضی) بھوشت (مستقبل) اور ورتمان (حال) زمانہ میں بہت ہی سُکھی ہوں"

(تفسیر یجُر وید دیانندی بھاشا "بھاوارتھ" جلد اوّل ص۲۳۱)

انسان ایسے امور پر تو قادر ہے جنکو کرکے زمانہ حال اور آیندہ میں فارغ البال اور خوش ہو جائے مگر یہ کبھی نہ سُنا اور دیکھا اور نہ ہی اس بات کو عقل نے تجویز کیا کہ انسان ۱۰ مئی سنہ ۱۹ء کو اپنی فلاح کے لئے کوئی کام کرے تو اُس کا نتیجہ یعنی سُکھ اور چین ملے یکم جنوری سنہ ۱۹ء کو۔

ویدوں کی اس پہیلی کا حل کرنا بھی آریہ فلاسفروں کے ذمہ ہے۔ انکو بتلانا چاہیئے کہ انسان اپنی درماندگی کو دُور کرنے اور مرفہ حال ہونے کے لئے کام تو کرے آج۔ اور اُس کا سُکھ ملے کام کرنیسے ایک سال پہلے ؟

چوتھی پہیلی۔

"میں جو سوم لتا وغیرہ بوٹیوں (کو) جو زمین وغیرہ سے تین برس پہلے مکمل سُکھ دینے میں عمدہ ظاہر ہوئیں جو حاصل کرنیوالے بیماروں کے ننو اور سات جنم و ناڑیوں کے زخموں کو سفید ہیں اُنکو جلدی جانوں"

(دیانندی تفسیر بھاشا یجُر وید ص۴۱۶ (۱۲/۱۵) جلد اوّل)

کیا ہی مزے کی بات ویدنے بیان کی کہ مَیں اُن بوٹیوں کو جلد معلوم کرلوں جو زمین کی پیدائیش سے بھی تین برس پہلے پیدا ہو چکی ہیں۔

آریہ فلاسفرو سائنس کے مدعیو! بتلاؤ دُنیا تو ابھی بنی نہیں تو اُس سے تین برس پہلے کس سائنس نے قاعدہ کی رو سے ایسی ادویات جو زخمیوں کے زخم تندرست کرنے

والوں میں پیدا و ظاہر ہوگئیں۔ انصاف سے بتلانا کیا ایسی ایسی خلاف علم و عقل و مشاہدہ کے تعلیم دینے والی کتاب ابشور کی تصنیف منوائی جا سکتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ بس آپ پر ہی چھوڑا جو فیصلہ دیں ہمیں منظور ؁

یہ چار پہیلیاں یا متے ہی وید کی حقیقت کا آئینہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے بھی اس امر کے متعلق خوب لکھا ہے کہ "جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں۔ اس طرح تھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لینگے عقلمندوں کے سامنے بہت لکھنا ضروری نہیں کیونکہ بمصداق مشتے نمونہ از خروارے عقلمند لوگ تمام مطلب کو سمجھ ہی لیتے ہیں" ستیارتھ اردو صفحہ ۵۱۲ ؁

ابطال قدامت مادہ

آریہ سماج اپنے جس مسئلہ پر زیادہ سے زیادہ اترا سکتا ہے وہ "قدامت مادہ" ہے ؁ آج ہم بفضل ایزدی اسی کے کھنڈن (تردید) میں اختصاراً سماجی دوستوں کی ہی مقبول و مستند کتاب "سانکھ درشن" مصنفہ کپل رشی سے ایک دلیل ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے اس مایۂ افتخار سماجی سدہانت (اصول) کا سب تار پود ڈھیلا ہو کر پاش پاش ہوتا ہوا ناظرین ملاحظہ فرمائینگے جس سے امید واثق ہے کہ دیانندی حضرات اپنے قابل تعظیم قدیم رشی کی فرمائی ہوئی دلیل کو چشم بصیرت سے دیکھینگے اور غور و تدبر سے کام لیتے ہوئے اسے مسترد نہ کرکے حق کو قبول کرنے کی سعی فرمائینگے اور آجتک جس نحجی اور روحانیت سے کچھ تعلق نہ رکھنے والی بات کے پیچھے سرگرداں ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے رہے ہیں اس سے تائب ہو کر خالص توحید کے پرستار بنکے موحدین کے زمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کو عمل میں لاکر اخروی نجات کے وارث ٹھیرینگے ؁

قبل اسکے کہ ہم قدم مادہ کے ابطال پر مہرشی کپل کی دلیل جو نہایت ہی مختصر مگر قدامت کو دم زدن میں چکنا چور کرنیوالی ہے نقل کریں۔ اول یہ ضروری ہے کہ بانی آریہ سماج نے مادہ

کی تعریف جس طرح کی ہے وہ بجنسہٖ ذیل میں درج کر دیں تاکہ قدیم آریہ فلاسفر کی دلیلِ لطیف کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے۔

(ملاحظہ ہو ستیارتھ اردو ص۲۳۹)

"یہ سب عالم پیدایش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا۔ اندھیرے جیسا ناقابل تمیز اور اکاش کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود...... تھا"

اس جگہ سوامی دیانند نے بخلاف تمام مادئین کے اجزائے عالم کو محدود تسلیم کیا ہے جسکے تسلیم کر لینے سے قدامت مادہ کا دعویٰ ایک سیکنڈ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ جو چیز محدود ہوگی وہ محتاج ہوگی کسی دوسرے محدِّد حد بست کرنے والے کی پس جب مادۂ عالم بقول بانی آریہ سماج محدود ہے تو یہ ماننا بھی لازمی ہوگا کہ اس کا (مادہ) کوئی محدِّد ضرور ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

پس جو محدِّد ہوگا وہی خالق ہے اور اسکے مقابل جو محدود ہے وہ مخلوق پس آریہ سماج جسکو قدیم بتلاتا ہے وہ حادث ثابت ہوگیا؟

اب سانکھ درشن کی دلیل بھی سن لیجئے وہ بھی ہمارے اس قول کی تصدیق کر رہی ہے؟

परिच्छिन्नम न सर्वोपादानम

پری چھنم نہ سرود اپادانم

(ادھیائے ۱ شوتر ۷۶)

ترجمہ۔ ایک دیشی سب (کائنات) کا اُپادان کارن نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر سانکھ درشن ہندی پنڈت آریہ منی ص۵۶)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ جو چیز محدود ہوگی وہ کائنات عالم کی علتِ مادی نہیں کہلا سکتی۔ کیوں! اسکے ثبوت میں کپل رشی اگلے شوتر میں دلیل دیتے ہیں"

तदुत्पत्तिश्रुतेश्च

تدُ تپتی شرُتیشچ

(سوتر ۷۷)

ترجمہ ہندی "پری چھن (محدود) کی پیدائش سُنی جاتی ہے" آریہ فلاسفر فرماتے ہیں کہ جو محدود ہے اسکی پیدائش ضروری ہے یعنی وہ بسبب محدود ہونیکے مخلوق ہے۔ پنڈت آریہ مُنی صاحب کے علاوہ فاضل آریہ پنڈت تُلسی رام سوامی بھی اپنی تفسیر سانکھیہ درشن ہندی کے صفحہ ۳۳ پر ارقام فرماتے ہیں کہ محدود اشیاء کی پیدائش سُنی جاتی ہے اس سے وہ سب (کائنات) کی علّت مادی نہیں ہوسکتی" ؛

ان ہردو سانکھ شوتروں کے تراجم ہمارے طبع زاد نہیں بلکہ ہم نے دو آریہ فاضلوں کے ہی ترجمے نقل کردیئے جسکو دیکھ کر کسی آریہ کی مجال نہیں کہ ان شوتروں کے ترجمہ کو باطل ثابت کرسکے ؛

اگر ہمارے ناظرین مہرشی کپل کے فرمان کو بانی آریہ سماج کی محولہ بالا عبارت کے مقابل رکھ کر پڑھیں گے تو وہ فوراً کہہ اُٹھینگے کہ جس مادہ کو آریہ صاحبان قدیم قدیم کہہ رہے ہیں کبھی بھی ازلی و قدیم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سوامی دیانند نے خود تسلیم کیا ہے کہ مادہ محدود ہے اور اسکے مقابل کپل جی نے لکھا کہ جہان کی علت مادی محدود نہیں کیونکہ جو محدود ہے وہ مخلوق اور مخلوق کبھی ازل و علت کہلا نہیں سکتی۔ پس نتیجہ نکلا کہ آریہ سماج کا باطل دعویٰ کہ "مادہ قدیم" ہے ایک قدیم قابل تعظیم فلاسفر کے قول کی رُو سے ہی ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا۔ جسکو دیکھ کر اُمید ہے کہ آریہ صاحبان اب کبھی ہمارے مُنہ نہ آتے ہوئے اس دعویٰ سے اجتناب کرینگے کہ "مادہ قدیم ہے" ؛

ابطال قدامت مادہ پر یہ تو ایک قدیم رشی کی دلیل تھی جو ہم نے اوپر تحریر کی وید جسکو آریہ پرمیشور کی تصنیف بتلاتے ہیں وہ خود اس مسئلہ کی تکذیب کھُلے الفاظ میں کرکے اس عقیدہ کے پیروؤں کو شرمندہ کر رہا ہے بطور نمونہ ہم ایک منتر ذیل میں تحریر کرتے ہیں اور ترجمہ بھی سوامی دیانند کا ہوگا ملاحظہ ہو

"اس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے مٹی کو لیکر مٹی کو بنایا اسی طرح اگنی کو اس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا" بحوالہ یجروید ۳۱

منقول بہو مکا اردو دشت +

دیکھ لیجئے اس جگہ آریہ سماج کا مُسلم وید اسلامی عقیدہ کے آگے صاف طور پر سر تسلیم خم کرتا ہوا نظر آرہا ہے + اب بھی کوئی آریہ اس مختصر سے مضمون کو پڑھ کر حدوث مادہ کا انکار کرے تو سمجھ لو کہ وہ صرف قرآنی صداقت کا ہی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے وید کو بھی صداقت سے گرا ہوا سمجھتا ہے +

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

تشحیذ الاذہان کیلئے ایک ہزار روپے کی اپیل

احباب جماعت احمدیہ سے

برادران السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ تشحیذ الاذہان وہ مبارک رسالہ ہے جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا اور حضرت خلیفہ اوّل مولانا نور الدینؓ اسکے مربی رہے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الاحد سلسلہ احمدیہ کے موجودہ امام اسکے ایڈیٹر۔ اس لئے مجھے رسالہ کی اہمیت جتانے کیلئے کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اسکی موجودہ حالت کیطرف احباب جماعت احمدیہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں حال ہی میں انجمن تشحیذ الاذہان نے یہ رسالہ صیغہ تالیف و اشاعت محکمہ نظارت کے سپرد کیا ہے اور اس کا حساب کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ تقریباً ساڑھے چھ سو روپے لوگوں کو واجب الادا ہے اور فنڈ میں اتنا روپیہ بھی نہیں کہ سال حال کے اخراجات پورے ہو سکیں اس لئے اس قرض کے اتارنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے **ایکہزار روپے** کی ضرورت ہے جسکے لئے میں جماعت احمدیہ کے ذی مقدرت احباب سے حسب منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تحریک

کرکے یہ رقم پوری کردیں ہر ماہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں خیرات کے لئے مومن بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے ہیں اسلئے میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالی قوم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس رقم کو عید سے پہلے پہلے پورا کردینگے۔ روپیہ ناظر بیت المال قادیان کے پتہ پر بھیجا جائے۔ اور کوپن پر لکھا ہو "اعانت تشحیذ" اسکے علاوہ ضروری ہے کہ تشحیذ کو کم از کم **پانچسو خریدار** مزید دیا جائے تاکہ رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے۔ ہم نے اسکے اخراجات میں ممکن سے ممکن تخفیف کردی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی شخص ایڈیٹر، مینجر اور محرر ہے باینہمہ اس میں جو مضامین چھپتے ہیں وہ آپ کے معلومات دینی میں اضافہ کرنے والے اور مناظرات میں کام آنے والے ہوتے ہیں چنانچہ گذشتہ سالوں کے فائلوں سے بہت لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ پھر یہ رسالہ خدا کے فضل سے ایسا باقاعدہ ہے کہ گذشتہ گیارہ سال میں برابر اپنی تاریخ مقررہ پر شائع ہو جاتا رہا ہے۔ اسپر بھی اگر اسکی قدر نہ کی جائے۔ تو بہت افسوس کی بات ہوگی۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کیطرف بھی خاص توجہ دیجاتی ہے اسکی امداد کا ایک یہ طریق بھی ہے کہ سالے خصوصاً قیام خلافت ثانیہ کے بعد کے فائل لئے جائیں جو بجائے دو روپیہ کے ڈیڑھ روپے سالانہ کے حساب سے دیئے جائینگے میں اُمید کرتا ہوں کہ اسکے لئے دوبارہ یاددہانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو اس کار خیر میں امداد کی توفیق دے۔ اور آپ کے سینوں کو کھولدے اور آپ اس ضرورت کو محسوس کرسکیں جس کی بنا پر یہ اپیل کی گئی ہے +

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جب یہ اپیل پیش کیگئی تو حضور نے تحریر فرمایا کہ "چھاپدیں میں بھی انشاء اللہ ۳۵ روپے دونگا" مرزا محمود احمد

احباب کرام کو بھی چاہیئے کہ اس کار خیر میں حصہ لیں۔

خاکسار رحیم بخش ایم اے
ناظر تالیف و اشاعت

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگواکر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست۔ پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵ر

کلورڈاین

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے کافور ہوجاتا ہے۔ آنوں کے دست پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن کے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اسلئے دیگر قیمتی کلورڈاین سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ر محصول ڈاک ۵ر

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اسلئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے یہ منہ جہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جسمیں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور سے ہو سکتی ہے یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے (دواؤں کے نام) دمہ کی دوا۔ کولاٹانک مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت ۱۲ر محصول ۴ر

Digitized by Khilafat Library

طاقت بڑہانیوالا پھل

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم وبیماری یا تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑہاتا ہے اس لئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت۔ ناچ گانا۔ پڑھنا پڑہانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگواکر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱ر محصول ۵ر۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے یا ہماری ایجنسی سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

[illegible]

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام منیجر | جلد ۱۴ | نمبر ۸

بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

اثنیٰ عشری شیعوں کے امام غائب کے متعلق علماء اہلسنت کا عقیدہ ۱ - ۱۳ منشی خادم حسین صاحب بھیروی

وفات مسیح کے متعلق ایک اعتراض کا جواب ۱۴ - ۲۴ مولوی جلال الدین احمد صاحب سیکھوانی

خلافت احمدیہ . . . . ۲۴ - ۳۴ " "

اپیل . . . . ۳۵ - ۳۶

Digitized by Khilafat Library

قیمت سالانہ عوام سے ۲؍ غیر ممالک سے ۳؍ طلباء سے ۱؍ روپیہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام صاحب پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

اتالیق

ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی (جو مشہور اہل قلم ہیں) نے یہ رسالہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جاری کیا ہے اسوقت اس کا نمبر ۲ و ۳ میرے سامنے ہے ماشاء اللہ چشم بد دور۔ خوب ایڈٹ کیا ہے اور اس میں بچوں کے مذاق کے مطابق نہایت دلچسپ اور ساتھ ہی مفید باتیں شائع کی ہیں اگر ماسٹر صاحب اسے باقاعدہ شائع کرتے رہے (اور یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ اسکی باقاعدگی پبلک کی قدردانی و حوصلہ افزائی و توجہ فرمائی پر منحصر ہے) تو یہ رسالہ نہ صرف احمدی جماعت بلکہ تمام ابناء ملک کے بچوں کے لئے مفید ہوگا + عہ سالانہ ۱۵ / ششماہی قیمت ہے جلد منگوائے اور پرپرائٹر کی ہمت بڑھائیے +

صبر کا اجر

یہ دوسرا حصہ ہے جس میں ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے ایک تو اس دلچسپ قصہ کو تمام کیا ہے جو پہلے حصہ میں شروع کیا تھا دوم اسی قصہ کے ضمن میں عورتوں کے لئے عورتوں ہی کی سلیس زبان میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق عام تبلیغ کا ایک کورس دیدیا گیا ہے اس لئے اسکی خوب اشاعت ہونی چاہیئے ۵ / قیمت ہے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی - قادیان سے منگوائیے +

رپورٹ محکمہ نظارت

امور عامہ - تالیف و اشاعت - تعلیم و تربیت یہ صیغے جو کام کر رہے ہیں اور جن اہم کاموں کے لئے یہ قائم ہوئے ہیں انکی مفصل کیفیت معلوم کرنی ہو (اور ہر احمدی کے لئے اس کا علم رکھنا ضروری ہے) تو آپ یہ رپورٹ منگوا لیجئے۔ جس سے آپ کو ایک ہی نظر میں معلوم ہو جائیگا۔ کس قدر ضروری یہ محکمہ جات ہیں اور ان کے پیش نظر مقاصد میں اک برگزیدہ کی کتنی اولوالعزمیاں ہیں۔ ایسے پڑھ کر وہ لوگ جو ہمیں حقیر سمجھتے ہیں سلسلہ احمدیہ کی عظمت اور روز افزوں ترقی سے آگاہ ہو کر ہدایت پا سکتے ہیں۔ ۲۰ × ۲۶ تقطیع عمدہ کاغذ پر نہایت خوشخط چھاپی گئی ہے۔ قیمت ۴ / +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۹ء

اثنی عشری شیعوں کے امام غائب کے متعلق علمائے اہلسنت کا عقیدہ

باوجود اس کے کہ قدیم شیعہ فرقوں میں امام موعود کی تعیین میں حیرت انگیز اختلاف رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ اور خصوصاً اثنی عشریوں میں بھی کیونکہ انکی روایات معتبرہ کی بنا پر زمانہ رجعت میں ایک طرف سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی رجعت بعد الموت ثابت ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف وہ جناب علی علیہ السلام کی رجعت اور ساتھ کے ساتھ اپنے بارہویں امام محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کی رجعت بعد از غیبت کو مانتے ہیں تاہم وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں عام اہل اسلام کو یقین دلاتے ہیں کہ مہدی موعود کے بارہ میں ہمارا تمہارا عقیدہ برابر ہے اور یہ کہ قادیانیوں کا عقیدہ بالکل خلاف

روایات اسلام ہے۔ اور یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے حالانکہ اُن کا ایسا کہنا سراسر البلہ
فریبی پر مبنی ہے۔ جس صورت میں جناب علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جیسے بزرگوار
کو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس تشریف لانے اور کفر و شرک کو نیست و نابود کر کے
اصل دین اسلام کو قائم کرنے کا عقیدہ مسلّم ہے تو انکے ہوتے ہوئے پھر کسی اور دوسرے
امام کے ظہور کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ سکتی +

اس میں شک نہیں ہے کہ شیعہ کو ویسے دعویٰ محبت اہلبیت کا تو ضرور ہے۔ مگر اصل
یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے مشکل پسند ہیں۔ مسئلہ امامت میں الجھ کر اچھے خاصے صحیح النسب سادات
اور امام زادوں پر تضلیل اور تکفیر کے تیر چلانے میں انھوں نے دریغ نہیں کیا چنانچہ
امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے زید شہید کی تفسیق و تکفیر کی گئی ہے اور
اسی طرح امام غائب کے سگے چچا جعفر کو کذاب کہا گیا ہے لیکن اہلسنت ایسے خوش
اعتقاد مسلمان ہیں کہ تمام بزرگواروں قرشی و بنی ہاشم و اہلبیت کرام کو عموماً اور سادات
کو خصوصاً خواہ وہ اولاد امام حسن علیہ السلام سے ہوں خواہ جگر گوشگان امام حسین علیہ السلام
سے ہوں معزز و مکرم رکھتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں بارہ اماموں کو بھی جناب علی علیہ السلام
سے لیکر محمد بن حسن العسکری علیہم السلام تک بزرگان دین مانتے ہیں۔ اور ابتدا سے لیکر آج تک
نشر مناقب و فضائل اہلبیت کرام میں ساعی اور اس موضوع پر ہر زمانہ میں مختصر و
مبسوط کتابیں لکھتے رہے ہیں۔ اور شیعوں کی طرح صرف تحریراً و تقریراً جمع و خرچ نہیں
بلکہ مشکلات و مصائب شاقہ کے اوقات میں جان و مال سے بھی سادات عظام کے
حامی و مددگار رہے ہیں۔ اگر اہلبیت کرام کا تعلق صرف شیعوں تک محدود ہوتا اور اہل سنت
کی زبردست حمایت شامل حال نہ رہتی تو اس میں شک نہیں کہ خوارج جیسے دشمنان
اہلبیت کرام کے کینہ پرور گروہ کے مقابل پر ہرگز ہرگز اکیلے شیعہ کامیاب نہ ہو سکتے۔ اگر
خوارج کا زہریلا اثر ابتدا میں ہی زائل نہ کیا جاتا تو آج نہ اہلبیت کرام کی تعظیم و تکریم کا
خیال مسلمانوں کے قلوب میں ایسا راسخ ہوتا اور نہ شیعوں میں یہ دم و خم ہی باقی رہتا
اگر شیعہ سچے دل سے محبان اہلبیت کرام ہیں تو اہلسنت کی اس بروقت اور الٰہی اعانت

وغیر متزلزل رفاقت کا (جو انھوں نے قولاً و فعلاً اہلبیت نبوی کے خداداد اعزاز و وقار کو برقرار رکھنے میں کی) ہمیشہ ممنون و مشکور رہنا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ ناقدر شناسوں نے اس گروہ حق پژوہ کے ساتھ ویسا ہی غیر متوقعانہ سلوک جائز رکھا جیسے کہ پولوس نے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس شہادت حقّہ و حمایت دین عیسوی کے عوض میں جو یہود مردود کے مطاعن و بہتان کے دفع کرنے میں آنحضرت صلعم نے فرمائی جائز رکھا۔ متقدمین شیعہ نے اہلسنت کو نواصب کا لقب دیا تو متاخرین نے انکو ثلاثہ پرست عائشہ پرست کے دلخراش القاب عطا کئے۔ آدیم بر سر مطلب۔ تو اسی طرح علمائے اہلسنت نے دوازدہ امام علیہم السلام کا ذکر خیر نام بنام اپنی تصانیف میں کیا ہے اور بارھویں امام علیہ السلام کی پیدایش و حالات بعد از پیدایش اگرچہ اپنے طور پر معلوم و متحقق نہ ہو سکے تاہم انھوں نے شیعہ کی روایات کی بنا پر ہی باور کر کے بارہ کی تعداد پوری کر دی۔ اور خوارج کا فتنہ ہمیشہ کے لئے فرو کر دینے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ دنیا پر یہ دوسرا احسان عظیم ہے جو بالمقابل دوسرے شیعہ فرقوں کے اہلسنت کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر یہ حمایت ان کی طرف سے ظہور پذیر نہ ہوتی۔ تو اثنی عشری اپنے حریف شیعہ فرقوں کے مقابلہ میں بمشکل کامیاب ہوتے۔ اور انہیں اور انہیں کوئی مابہ الامتیاز پیدا نہ سکتا۔ بلکہ امام کی پیدایش کا ثابت کرنا ہی دشوار ہو جاتا۔ لیکن اس حمایت کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اثنی عشریوں نے انہی علمائے اہلسنت والجماعت کے اقوال کو لیکر ان پر اتمام حجت کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ خود تمہارے بزرگوں نے چونکہ ہمارے بارھویں امام کی پیدایش کو تسلیم کر لیا ہے اس واسطے اب انکو ہی مہدی آخر الزمان بھی مان لو۔ ورنہ تم حق پر نہیں ہو ؎

کس نیاموخت علم تیر از من ۔۔۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

لیکن ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ صرف بارھویں امام کی پیدایش کا ذکر کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہزار گیارہ سو برس سے انکو خلاف عادت اللہ زندہ اور غائب عن الانظار و حاضر فی الامصار بھی مان لیا جائے۔ سو حقیقت الامر یہ ہے کہ اہل سنت نے البتہ بارھویں امام محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کی پیدایش کا ذکر تو کیا ہے اور بعض نے

صغر سنی میں ہی وفات بھی لکھدی ہے لیکن اس طولانی غیبت وحیات ممتد کا قائل کوئی نہیں ہوا۔ سوائے بعض صوفیاء کرام کے جن کا قول اہلسنت پر چنداں حجت نہیں یا کسی عالم مائل بہ تشیع و یا صاحب اغراض نفسانی کے جنکی رائے کی کچھ وقعت نہیں کیونکہ محققین و علماء اہلسنت کے ایک کثیر گروہ نے علانیہ محمد بن حسن العسکری کے اب تک غائب ہونے اور مہدی موعود ہونیسے انکار کیا ہے۔ اور ایسے عقائد کا جہاں کہیں ذکر بھی کیا ہے۔ تو صاف جتلا دیا ہے کہ ان کا ماخذ خود مرویات شیعہ ہیں۔ نہ کہ احادیث اہلسنت۔ جیسے کہ شہادات و اقوال مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے +

اوّل۔ صحاح ستہ میں جنپر اہلسنت کے عقائد کا دارمدار ہے۔ پھر صحاح ستہ کو چھوڑ کر ادنی الطبقہ کی کتب احادیث میں بھی علی ہذا القیاس۔ امام غائب کا کہیں ذکر نہیں ہے امام غائب تو درکنار جہاں تک میرا خیال ہے۔ حدیث میں دوازدہ امام علیہم السّلام کا ذکر بھی بحیثیت ائمہ مفترض الطاعۃ نہیں ہے۔ البتہ شارحین نے بارہ امام یا خلفاء قریش کی تعداد پورا کرنیکے ضمن میں ان کا ذکر خیر کر دیا ہے +

دوم۔ علّامہ ابن خلدون جیسے کہ اُنکے مقدّمہ تاریخ سے ظاہر ہے آپ نے مہدی موعود کے متعلق سارے احادیث فریقین پر سخت جرح کی ہے۔ اور سب کو ضعیف و مجہول قرار دیا ہے۔ دیکھو مقدّمہ ابن خلدون اردو فصل ۵۲ از صفحہ ۲۳۵ تا صفحہ ۲۵۶ و فصل ۲۷ صفحہ ۷۵ تا صفحہ مطبوعہ حمیدیہ لاہور +

سوم۔ عبدالکریم شہرستانی۔ آپ اپنی کتاب الملل والنحل میں شیعوں کے اس قسم کے عقائد کا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ ولهم خبط طويل في سوق الامامة والتوقف والقول بالرجعة بعد الموت والقول بالغيبة ثم بالرجعة بعد الغيبة۔ دیکھو کتاب مذکور در ذیل اختلافات العاشر حاشیہ کتاب الفصل ابن حزم مطبوعہ مصر جزو اول ۱۳۱۷ھ یعنے شیعوں کے اندر جناب علی علیہ السلام اور حسنین کے بعد صرف اولاد امام حسین اور بعد امام صادق کے امام کاظم و امام رضا اور انکے بعد امام محمد تقی اور اُنکے بعد امام نقی علیہم السّلام وغیرہ کے اندر سلسلہ امامت کے چلانے اور پھر متوقف کر دینے اور کسی امام کے مرجانیکے

بعد دوبارہ دُنیا میں رجعت کرنے اور کسی امام کے غائب ہو جانے اور پھر بعد غائب ہو جانے کے رجعت کرنے کے بارہ میں بڑے بڑے مقدمات و مباحثات ہیں +

دوسری جگہ وہی فاضل فرماتے ہیں ۔ ومن العجب انھم قالوا الغیبۃ الخ یعنے تعجب ہے کہ شیعہ لوگ غیبت امام کے قائل ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آخر اس قدر غیبت امام کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ کیا خضر والیاس ہزار ہا برس سے زندہ نہیں ہیں ۔ اس حال میں کہ کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں ۔ فلم لا یجوز ذالک فی واحد من اھل البیت ۔ تو ہر ایک فرد اہلبیت کرام کے لئے ایسا کیوں جائز نہیں ہو سکتا ۔ جب کہا جائے کہ باوجود اسقدر اختلافات کے ادعائے غیبت امام کس طرح درست ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ خضر علیہ السلام تو کسی امت کے لئے مامور نہیں ہیں لیکن امام غائب تو اُمت کی ہدایت اور عدل کرنے پر مامور ہیں اور اُمت انکی پیروی اور انکی سُنت پر کاربند ہونے کے لئے مکلّف ہے ۔ وَمَنْ لَا یُریٰ کَیْفَ یُقْتَدیٰ بہ ۔ اور جو دیکھنے میں ہی نہیں آتا ۔ اسکی اقتدا کس طرح کی جا سکتی ہے ؟ فلھذا صارت الامامیۃ متمسکین بالعدلیۃ فی الاصول وبالمشبّھۃ فی الصفات متحیرین تائھین وبین الاخباریۃ منھم والکلامیۃ ۔ سفہ وتکفیر وکذالک بین المفضلیۃ والوعیدیّۃ قتال وتضلیل اعاذنا اللہ من الحیرۃ + ومن العجب ان القائلین بامامۃ المنتظر مع ھذا الاختلاف العظیم لا یستحیون فیدعون فیہ احکام الالٰھیۃ ویتاولون قولہ تعالیٰ علیہ وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون وستردون الی عالم الغیب والشھادۃ قالوا ھو الامام المنتظر الذی یرجا الیہ علم الساعۃ ویدعون فیہ انہ لا یغیب عنا ویخبرنا باحوالنا حین یحاسب الخلق الی تحکمات باردۃ وکلما عن العقول ردۃ الخ الملل والنحل شہرستانی حاشیہ کتاب الفصل ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۱ +

یعنی اسی بنا پر امامیہ لوگ اصول میں تو عدلیہ اور صفات میں مشبہ سے تمسک کرتے ہوئے حیران و سرگردان ہیں ۔ اور شعیان اخباریہ و کلامیہ میں باہم تکذیب و تکفیر کے تیر

چلتے ہیں۔ اور اس طرح تفصیلیہ اور وعیدیہ کے درمیان کشت و خون اور پرخاش ہے خدا ایسی حیرت فی الدین سے پناہ میں رکھے۔ اور تعجب ہے کہ امام منتظر کے قائل و معتقدین کو باوجود اسقدر اختلاف عظیم باہمی کے شرم نہیں آتی۔ اور امام کیطرف خدائی حکم منسوب کرتے ہیں اور آیہ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الی آخرہ کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد امام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ قیامت کا علم جسکی طرف منتہی ہوتا ہے۔ وہ امام منتظر ہی ہے۔ اور ادعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سے مخفی نہیں ہے اور جب خلق خدا کا حساب و کتاب ہوگا تو وہ ہم کو ہمارے احوال سے مطلع کرے گا۔ علی ہذا القیاس اُنکے بیجا اور عقل سلیم سے دُور دعوے ہیں۔

نوٹ - ایک جلیل القدر شیعہ فاضل نے لکھا ہے کہ کتاب ملل و النحل بتمامہ شہرستانی کی تالیف نہیں ہے بلکہ دراصل ایک شیعہ عالم کی کتاب سے اس نے اقتباس بلا سرقہ کیا ہوا ہے۔ خصوصاً وہ حصہ جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعہ فرقوں کے متعلق ہے۔ چنانچہ لکھا ہے وشہرستانی عاری از لباس انسانی در ملل ونحل بعد از ذکر فرق امامیہ بعد از امام حسن عسکری کہ آں را از رسالہ فرق نوبختی بر داشت وجملہ از کلمات نافعہ اورا دزدیدہ مے گوید واز عجب اینکہ ایشاں مے گویند کہ غیبت طول کشیدہ دویست و پنجاہ سال وچیزے۔ دیکھو کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی ص۶۵ جس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شہرستانی کی رائے محض ذاتی و اختراعی نہیں ہیں بلکہ یہ کہ ان کا ماخذ شیعہ کی تصانیف بھی ہیں۔ فہو المراد *

چہارم - ابن خلکان - ثانی عشر الایمۃ الاثنی عشر علی اعتقاد الامامیۃ المعروف بالحجۃ وھو الذی تزعم الشیعۃ انہ المنتظر والقائم والمھدی وھو صاحب السرداب عندھم واقاویلہم فیہ کثیرۃ وھم ینتظرون ظہورہ فی اخر الزمان من السرداب بسر من رائے۔ تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد اول ص۵۷۱ یعنی بارہ اماموں میں سے بارھواں امامیہ کے درمیان حجتہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ وہی ہے جسکی نسبت شیعہ کا زعم ہے کہ وہ منتظر اور قائم اور مہدی ہے اور ان کے نزدیک وہی

سرداب والا ہے اور اس بارہ میں اُن کے اقوال بہت ہیں اور وہ اُس کے آخر زمانہ میں سرداب سے اس کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں جو سُر من رائے (نواح بغداد) میں ہے۔

پنجم - حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب منار میں مہدی کے متعلق جملہ اہل اسلام کے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بارہ میں چار مختلف اقوال ہیں - اوّل یہ کہ مہدی درحقیقت مسیح ابن مریم ہے (بموجب حدیث لا مہدی الا عیسٰی بن مریم) دوم یہ کہ مہدی سے مُراد خلیفہ عباسی ہے جو موعود تھا اور گذر گیا (بموجب حدیث اذا رأیتم الرایات السوداء قبلت من خراسان الخ) سوم یہ کہ اہلبیت نبویؐ اولاد حسنؓ یا اولاد امام حسین بن علی علیہم السلام میں سے آخر زمانہ میں ہوگا - چہارم - رافضیوں کا قول ہے کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری ہے امام حسینؓ کی اولاد سے نہ کہ امام حسنؓ کی اولاد سے جو شہروں میں موجود اور آنکھوں سے غائب ہے - سامرہ کے سرد خانہ میں بچپن میں داخل ہوئے اور اس حال پر پانسو برس گذر چکے ہیں - اور اب تک کسی نے انکو آنکھ سے دیکھا نہیں - کان نے سُنا نہیں - ہر روز انتظار وے کشند و یا خیل در کاب بر باب سرداب استادہ شدہ صیاح مے کشند کہ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا و بہ خیبت و خسران برمے گردند وھذا دابھم ولقد احسن ما قال ؎

ما آن للسرداب ان یلد الذی | کلمتموہ بجھلکم ما آنا
فعلی عقولکم العفاء فانکم | ثلثتموا العنقاء والغیلانا

وایں ہا مضحکہ بنی آدم و سخریہ ایشاں اند ہر عاقل بداں استہزاء مے کند - حجج الکرامہ ص ۳۸۷

یعنے ہر روز اس کا انتظار کرتے ہیں اور سرداب کے دروازہ پر سواروں پیادوں کے ساتھ کھڑے ہو کر چلاتے ہیں کہ مولانا خروج فرمایئے - مولانا خروج فرمایئے لیکن ناکام و مایوس ہو کر واپس ہوتے ہیں - اور یہی ان کا دستور ہے - اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُس سے وہ شخص پیدا ہو جسکی نسبت تم لوگ لاعلمی سے کہتے ہو کہ ابھی نہیں آیا - تمہاری عقلوں پر خاک دھول ہو کیونکہ تم نے عنقا اور غولان صحرائی کے علاوہ ایک تیسرے وجود کو بھی (باوجود دیکھ نظر نہیں آتا) موجود مان لیا

ششم۔ نواب صدیق حسن خان۔ رافضی شیعہ محمد بن حسن العسکری کی مہدویت کے قائل ہیں اور اس کے ظہور کے آخر زمانہ بلکہ ہر وقت حاضر و آئندہ میں دشمنوں پر تلوار و نوک سنان کے ساتھ غالب ہوتے اور مخالفین سے انتقام لینے اور انکے ملک و دولت کو برباد کرنے کے قائل ہیں اور اہلسنت کو اس کا دشمن کلی جانتے ہیں۔ پناہ بخدا ۳۹۲

هفتم و هشتم۔ ملا معین الدین ہروی نے شیخ تورپشتی کی کتاب معتمد کے حوالے سے لکھا ہے۔ و نیز باید کہ بدانی بلکہ آنچہ متشیعہ از سر جہل و عصبیت اباطیل فراہم نہادہ اند تا گویند مہدی محمد عسکری است رضی اللہ عنہ و اورا لقب صاحب الزمان نہادہ اند و ہیچ عالم و ہیچ عاقل ایں سخن را وزنے نہ نہادہ است۔ چراکہ بہ ثبوت پیوستہ کہ محمد عسکری در دو سالگی وفات یافتہ پس اہل اسلام را سزاوار آنست کہ ایں نوع مفتریات را بہ سمع قبول راہ نہ دہند کہ ایں و امثال ایں خرافات و تمویہات زنادقہ است چوں میموں قداح و ابو سعید و ابو حساد پسر او کہ بایں نوع سخنان عوام سادہ دل را سفیہ گرفتہ از طریق شرع منحرف گردانند۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ کذا ذکرہ الشیخ تورپشتی فی المعتمد کتاب اسرار فاتحہ مطبوعہ نولکشور صـ ۳۲۳ +

یعنے جاننا چاہیئے کہ شیعوں نے از راہ جہالت و نادانی بہت سی باطل باتوں کو جمع کر رکھا ہے کہتے ہیں کہ مہدی موعود محمد عسکری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انکو صاحب الزمان کہتے ہیں۔ اور کسی عالم اور کسی عاقل کے نزدیک ایسی باتیں وزنی نہیں ثابت ہوئیں کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ محمد عسکری دو سال کی عمر میں فوت ہو چکے ہیں۔ پس اہل اسلام کو چاہیئے کہ اس قسم کی بناوٹی باتوں کو قبول نہ کریں۔ کہ یہ بات اور ہمچو قسم خرافات اور تلبیسات زندیقوں مثلاً میمون قداح و ابو سعید و ابو حساد اس کے بیٹے سے ماخوذ ہیں جو کہ اس قسم کی باتوں سے جاہلوں کو گرویدہ کر کے راہ شریعت سے منحرف کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔ جیسے کہ تورپشتی نے معتمد میں ذکر کیا ہے +

امام ابی محمد علی بن احمد حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ اپنی کتاب الفصل فی الملل میں فرماتے ہیں کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ محمد بن حسن العسکری زندہ ہیں نہ مرے ہیں اور نہ مریں گے

جب تک کہ خروج کریں اور زمین کو عدل سے معمور کریں جیسے کہ وہ ظلم سے بھرپور ہوگئی ہوگی
وھو عندھم المھدی المنتظر ویقول طائفۃ منھم ان مولد ھذا الذی لم یخلق
قط فی سنۃ ستین ومائتین سنۃ موت ابیہ وقالت طائفۃ منھم بل بعد موت
ابیہ بمدۃ وقالت الطائفۃ منھم بل فی حیاۃ ابیہ ورووا ذلک عن حکیمۃ
بنت محمد بن علی بن موسیٰ وانھا شھدت ولادتہ وسمعتہ یتکلم حین سقط من
بطن امہ ویقراء القران وان امہ نرجس وانھا کانت ھی القابلۃ وقال جمھورھم
بل امہ صیقل وقالت طائفۃ منھم بل امہ سوسن وکل ھذا ھوس ولم
یعقب الحسن المذکور لا ذکرا ولا انثیٰ فھذا اول نوک الشیعۃ ومفتاح
عظیماتھم واخفھا وان کانت مھلکۃ ط ۱۸۱ الجزء الرابع - اور وہ اُن کے نزدیک
مہدی منتظر ہے اور ایک طائفہ ان میں سے کہتا ہے کہ اس شخص کا مولد جسکی پیدایش سرے
سے نامعلوم ہے ۲۶۰ھ میں ہوئی جس سال کہ اُنکے والد بزرگوار فوت ہوئے اور بعض
کا قول ہے کہ ایک مدت اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اور ایک گروہ کہتے ہیں کہ بلکہ
اپنے باپ کی زندگی میں - اور اسکو روایت کرتے ہیں کہ حضرت حکیمہ علیہا السلام سے جو
امام محمد بن علی بن موسیٰ رضا علیہم السلام کے صاحب زادی ہیں اور انھوں نے ہی اسکی
ولادت کو دیکھا ہے - اور ان کو باتیں کرتے سُنا جو نہی کہ وہ اپنے والدہ کے بطن مبارک سے
پیدا ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے - اور یہ کہ اُنکی والدہ کا نام نرجس ہے - اور یہ انکی
دایہ تھی - اور جمہور کا مذہب ہے کہ اُنکی والدہ کا نام صیقل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اُنکی والدہ
کا نام سوسن ہے - اور یہ سب بناوٹی باتیں ہیں اور اصل یہ ہے کہ امام حسن عسکری کی
پُشت سے نہ کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے اور نہ لڑکی - پس یہ پہلی جہالت ہے شیعہ کی -

. . . .

. . . .

دھم - حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ شواہد النبوۃ میں فرماتے ہیں :-
محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم - وے امام دوازدہم است وکنیت او

ابو القاسم است ولقب الامامیۃ بالحجۃ والقائم والمهدی والمنتظر وصاحب الزمان وهو عندهم خاتم الاثنی عشر اماما وانهم یزعمون انه دخل السرداب الذی بسر من رای وامه ینظر الیه فلم یخرج الیها وذلك فی سنة خمس وستین ومائتین وقیل فی سنة ست وستین ومائتین وهو الاصح فاختفی الی الآن علی زعمهم شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۱۲ رکن سادس در بیان شواہد ودلائل۔

یعنی یہ بارھویں امام ہیں۔ اور انکی کنیت ابو القاسم ہے۔ اور امامیہ نے انکو کئی لقب دے رکھے ہیں مثلاً حجۃ وقائم ومھدی ومنتظر وصاحب الزمان اور ان کے نزدیک وہ بارھویں امام ہیں اور ان کا زعم ہے کہ سردخانہ میں داخل ہوگئے جو کہ سر من رائے سلرہ میں ہے اور یہ انکی والدہ انکو دیکھ رہی تھی۔ اور وہ انکی طرف اس سے نکل کر نہ آئے۔ اور یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۶۶ھ میں ہوا اور یہ بہت صحیح ہے۔ پس اُن کے عقیدہ میں اب تک مخفی ہیں +

نوٹ۔ اس موقعہ پر مولٰنا موصوف نے چند دیگر روایات بھی متعلق امام موصوف درج کی ہیں لیکن ساتھ کے ساتھ جتلاتے گئے ہیں کہ وہ روایات شیعہ کی ہی طرف سے ہیں۔

یازدھم۔ شارح عقائد نسفی ومؤلف شرح نبراس۔ یعنے مولوی عبدالعزیز فرہاری ومولوی برخوردار ملتانی دوازدہ امام علیہم السلام کے ذکر خیر میں بارھویں امام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حسب عقیدہ شیعہ امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد القاسم جن کا انتظار کیا جاتا ہے امام مہدی ہیں +

وقد اختفی فی السرداب هو البیت المخفی فی جوف الارض الخ یعنے یہ کہ وہ سرداب میں مخفی ہوگئے۔ اور اس سے مُراد زمین کے اندر ایک پوشیدہ مکان ہے۔ اور شیعہ آجتک سرداب کے دروازہ پہ جاکر جمع ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں اور اس سرداب پر عمدہ عمدہ تحائف لے جاتے ہیں۔ خوفاً من اعدائه اپنے دشمنوں کے خوف سے اور وہ خلفاء عباسیہ تھے جنکو گوارا نہ تھا کہ لوگ سادات علوی کے پاس جمع ہوں۔ کیونکہ وہ حسد کرتے اور خائف بھی تھے کہ شائد وہ خروج نہ کریں واسطے خلافت کے۔ و

سیظھر قبل الساعۃ فیملأ الدنیا قسطاً وعدلاً کما ملئت قبل خروجہ جوراً و ظلماً ولا امتناع فی طول عمرہ وامتداد ایام حیٰوتہ۔ ××× والخضر علیہ السلام ×× الی ھھنا کلام الشیعۃ۔

شرح عقائد نسفی نے اس پر یہ جرح فرمائی ہے۔ وانت خبیر بان اختفاء الامام وعدمہ سواء فی عدم حصول الاغراض المطلوبۃ من وجود الامام وان خوفہ من الاعداء لا یوجب الاختفاء بحیث لا یوجد منہ الا الاسم بل غایۃ الامر ان یوجب اختفاء دعوی الامامۃ کما فی حق ابائہ الذین کانوا ظاھرین علی الناس وایضاً عند فساد الزمان واختلاف الآراء واستیلاء الظلمۃ احتیاج الناس الی الامام اشد وانقیادھم لہ اسھل۔ نبراس مطبوعہ ہاشمی میرٹھ صفحہ ۵۲۳

یعنی اے مخاطب تو جانتا ہے کہ امام کا مخفی ہونا اور اس کا معدوم ہونا بلحاظ ان اغراض کے نہ حاصل ہو سکنے کے جو امام کے وجود مسعود سے مطلوب ہیں۔ مساوی ہے۔ اور دشمنوں کا خوف بھی مخفی ہونے کے لئے ضروری نہیں۔ جبکہ وہ نام کا ہی امام ہو زیادہ سے زیادہ یہ واجب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوے امامت کا اظہار نہ کرے جیسے کہ امام مہدی کے آبا و اجداد بزرگواروں کا دستور رہا ہے کہ وہ لوگوں کو معلوم تو تھے۔ اور اس طرح لوگوں کو زمانہ کے بگڑ جانے اور رائیوں کے مختلف ہو جانے اور ظالموں کے غلبہ حاصل کر لینے کے وقت امام کی اشد ضرورت واقع ہوتی ہے۔ اور ان کے لئے اس امام کی متابعت بہت آسان ہو جاتی ہے +

اس کے آگے امام موصوف محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کے بارہ میں اہل ملت کے تین مختلف مذاہب لکھے ہیں۔

پہلے یہ کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ مہدی موعود یہی ہیں لیکن وہ حدیث اس کے مخالف ہے جو ترمذی اور ابوداؤد کے مطابق مروی ہے کہ مہدی کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکے وجود کے ہی سرے سے منکر ہیں کیونکہ امام حسن عسکری لاولد فوت ہوئے۔ تیسرے یہ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ نبراس صفحہ ۵۲۴ +

دوازدھم۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی۔ شیخ موصوف نے ذکر کیا ہے کہ علی بن حسین بغدادی اپنے زمانہ کے قطب تھے جب وہ فوت ہوئے تو محمد بن حسن العسکری علیہما السلام نے ان کا جنازہ پڑھا۔ اور سترہ برس تک انکی گدی پر بیٹھے رہے۔ پھر اس مدت سے پیشتر روپوش ہوگئے۔ اور ابدال میں داخل ہوگئے +

ثم توفاہ اللہ بروح وریحان ودفن بالمدینۃ المطھرۃ وصلی علیہ القطب القائم مقامہ عثمان بن یعقوب الخراسانی۔ انتہیٰ۔ نبراس ص۵۲۴

یعنی پھر خدا نے انکو وفات دی۔ اور راہی جنت ہوئے اور عثمان بن یعقوب خراسانی نے جو انکی جگہ قطب ہوئے۔ ان پر نماز جنازہ پڑھی +

سیزدھم۔ حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے بھی دوازدہ امام علیہم السلام کو اقطاب میں شمار فرمایا ہے۔ جیسے کہ آپکی نسبت میرزا حسین النوری الطبرسی شیعی نے کتاب نجم ثاقب میں بحوالہ مقالہ وضیئہ ذکر کیا ہے۔ دیکھو نجم ثاقب مطبوعہ ایران ص۱۲۳ +

چہاردھم۔ شیخ القطب عبداللہ الیافعی امام مکہ معظمہ۔ آپ کی نسبت مؤلف نبراس نے لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ ان محمد بن الحسن الذی یلقبہ الامامیۃ بالمھدی مات سنۃ خمس وستین ومائتین وھم یزعمون انہ مختفی انتہیٰ کہ محمد بن حسن جنکو امامیہ مہدی سے ملقب کرتے ہیں ۲۶۵ہجری میں فوت ہوگئے اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ غائب ہوگئے۔ نبراس ص۵۲۱ +

پانزدھم۔ علامہ ابن بطوطہ۔ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ میں شہر حلہ میں گیا جو فرات پر واقعہ ہے +

واھلھا کلھم امامیۃ اثنیٰ عشریۃ وبھا مسجد علی بابہ ستر حریر یقولون ان محمد بن الحسن العسکری دخل ھذا المسجد وغائب فیہ وھو عندھم الامام المھدی المنتظر الخ۔ اور یہاں کے باشندے سب کے سب اثنا عشری ہیں اور اس میں ایک مسجد ہے جس کے دروازہ پر ریشم کا پردہ پڑا ہے۔ وہ کہتے

ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور غائب ہو گئے۔ اور وہی انکے نزدیک امام مہدی ہیں جن کا انتظار ہے۔ نبراس حاشیہ ۲ ص ۵۲۲۔ ومقدمہ ابن خلدون اردو حصہ دوئم ص ۴۲ وسفرنامہ ابن بطوطہ۔

شانزدہم۔ مؤلف شرح مواقف۔ والامامیۃ فقالوا بالنص الجلی علی امامت علی وکفروا الصحابۃ ووقعوا فیھم وساقوا الامامۃ الی جعفر الصادق واختلفوا فی المنصوص علیہ والذی استقر علیہ رائھم انہ ابنہ موسی الکاظم وبعدہ علی بن موسی الرضا وبعدہ محمد بن علی التقی وبعدہ علی بن محمد النقی وبعدہ حسن بن علی الزکی وبعدہ محمد بن الحسن وھو الامام المنتظر ولھم فی کل من المراتب التی بعد جعفر اختلافات اوردھا الامام المحصل۔ شرح مواقف ص ۷۵۷ +

انصاف پسند ناظرین کے لئے سردست اسی قدر شواہد کافی ہیں۔ اور بے انصافوں کے واسطے تو ہزاروں شواہد بھی کفایت نہیں کر سکتیں +

بایں ہمہ افسوس ہے ان شیعہ متکلمین پر جو اہلسنت کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے علمائے محققین بھی ہمارے ہی امام غائب کو مہدی موعود تسلیم کر گئے ہیں۔ اور ہزار افسوس ہے ان اہلسنت پر جو ہماری مخالفت میں اپنے بزرگوں کے برخلاف شیعوں کے ہمنوا بننے میں غیرت دینی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ ہماری مخالفت پر آمادہ ہو کر خدا کا خوف نہیں کرتے۔ اُمت گمراہ ہو چکی ہے۔ اسلام غریب ہو چکا ہے لیکن شیعوں کے امام غائب ظاہر نہیں ہوتے۔ اور اہلسنت کے مہدی پیدا ہی نہیں ہوتے۔ لیکن دونو فریق یاد رکھیں کہ آنے والا آچکا۔ جسکی آنکھیں ہوں دیکھ لے اور جسکے کان ہوں سُن لے۔ والسلام۔ علی من اتبع الہدیٰ +

خادم حسین خادم

وفات مسیح کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

اعتراض۔ بعض لوگ اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے سلسلہ حقہ احمدیہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر وفات مسیح ناصری قرآن مجید وحدیث سے ثابت ہے تو کیا وجہ کہ پہلے ائمہ وعلماء وفضلاء کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہ آیا۔ اور پہلے اسکی تشہیر کیوں نہ ہوئی۔ اور اس وقت تک کیوں وفات مسیح کے دلائل پوشیدہ رہے۔ پس پہلے علماء کا وفات مسیح کو نہ ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید میں وفات مسیح پر بالکل دلائل نہیں پائے جاتے اور جن آیات کو وفات مسیح کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان سے وفات ثابت نہیں ہوتی +

جواب۔ اول تو یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء وائمہ قرآن مجید کے تمام معارف و حقائق ودقائق پر محیط ہوں۔ اس لئے کہ قرآن مجید حقائق کا ایک سمندر ہے اور قیامت تک کے لئے ہے پس اسکے معارف ختم نہیں ہوسکتے۔ قیامت تک نئے نئے نکات نکلتے رہیں گے۔ پس غیر احمدیوں کا یہ کہنا کہ پہلے علماء اس نکتہ تک کیوں نہیں پہنچے۔ بعید از انصاف ہے۔ لیکن ہم ایسے معترضین کو بتاتے ہیں۔ کہ پہلے بھی بعض ائمہ وعلماء نے وفات مسیح کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ان میں سے ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں +

(۱) والاکثران عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات (مجمع البحار جلد ا صـ ۲۸۶) کہ اکثر کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ نہیں مرے اور امام مالک کے نزدیک مر گیا ہے +

(۲) قال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ المالک فی العتبیۃ (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن مصنفہ شیخ عبدالرحمن مطبع الجزائر) کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ وہ وفات موت کی تھی اور اسی طرح مالک کا مذہب عتبیہ میں ہے +

(۳) واما مایذکر من المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلاث وثلاثون سنۃ فھذا لا یعرف لہ اثر متصل یجب المصیر الیہ۔ (حافظ ابن قیم رئیس المحدثین کتاب زاد المعاد صفحہ ۱۹)

کہ یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے تو اس کے لئے کوئی ایسا اثر متصل نہیں پایا جاتا کہ جو اسکے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے +

(۴) تمسک ابن الحزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہ۔ (حاشیہ جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی) ابن حزم نے ظاہر آیۃ سے تمسک کرکے مسیح کی موت کو تسلیم کیا ہے +

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہر ایک بات کے ظہور کے لئے ایک وقت ہوتا ہے اپنے وقت پر آکر کھلتی ہے پہلے اس مسئلہ کی ضرورت نہیں پڑی نہیں کھلا لیکن جب مسیح موعود آیا تو چونکہ وہ مسیح ناصری کا مثیل تھا پس جیسا کہ مسیح ناصری کے وقت یہود نے کہا تھا کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ ایلیا آسمان سے نہ اترے تب مسیح ناصری کو اسکی تردید کرنیکی ضرورت پڑی اور اس نے بتایا کہ ایلیا آسمان پر نہیں گیا۔ اسی طرح وفات مسیح کے مسئلہ کی اسوقت ضرورت پڑی جبکہ مسیح موعود نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور لوگوں نے ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ مسیح ناصری آسمان پر گئے ہیں اور وہی پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے پس جس طرح کہ مسیح ناصری کو یہود کے عقیدہ کی تردید کرنی پڑی اسی طرح اس وقت بھی مسیح موعود کے دعوے کے اثبات کے لئے وفات مسیح کے مسئلہ کی ضرورت پڑی اور اس پر مسیح موعود نے دلائل دیئے اور بتایا کہ قرآن مجید میں مسیح کی وفات پر بہت سی قطعی دلائل ہیں +

پہلے مجدد یا علماء ایک خاص علاقہ اور خاص فرقہ کے لئے آتے رہے اور اس فرقہ یا علاقہ میں جو غلطیاں ہوتی تھیں ان کی انھوں نے تردید کی جیسے کہ مجدد الف ثانی شیعوں کی ہدایت کے لئے آئے اور جیسی انھوں نے شیعوں کے عقائد کی تردید کی

ویسی اس صدی میں کسی نے نہیں کی۔ اسی طرح مسیح موعود جو تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے آپ کے دعویٰ کے پہلے مسیح ناصری کی وفات و حیات کا فیصلہ ہونا ضروری تھا پس جب اس مسئلہ کی ضرورت پڑی تو اس کے دلائل لکھے گئے اور بتایا گیا کہ قرآن مجید میں وفات مسیح پر بہت سی صریح و قطعی دلائل موجود ہیں +

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب مسائل سے ہر ایک واقف ہو اور قرآن مجید کے سب حقایق سے واقف ہو۔ اگر پہلے علماء و ائمہ نے وفات مسیح پر کھولکر دلائل نہیں لکھے تو ان کا ان دلائل کو نہ لکھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ جس نے وفات مسیح پر دلائل لکھے ہیں وہ جھوٹا ہے اور وہ دلائل غلط ہیں ہم دو شہادتیں ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث سے پیش کرتے ہیں کہ دو نبیوں میں سے ایک نبی ایک بات کو سمجھ لیتا ہے اور دوسرا نہیں سمجھتا +

پہلی شہادت

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِیْنَ۔ انبیاء کہ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے سامنے ایک فیصلہ پیش ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا نے وہ فیصلہ سمجھا دیا اور صحیح نکلا حالانکہ ہم نے دونو کو حکم اور علم دیا تھا اور پھر حکم اور علم کے سوا داؤد علیہ السلام کے بڑے بڑے لوگ اور جنگجو قومیں مطیع تھیں پس حضرت داؤد کو فیصلہ سمجھ میں نہ آیا اور آپ کے لڑکے حضرت سلیمانؑ کو خدا نے سمجھا دیا تو داؤد علیہ السلام کو فیصلہ سمجھ میں نہ آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ ہی غلط تھا +

اسی طرح اگر پہلے ائمہ و علماء کو وفات مسیح کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالےٰ نے مسیح موعود کو جو یہ مسئلہ سمجھایا ہے تو وہ غلط ہے

دوسری دلیل

بخاری و مسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ حدثنی زھیر ابن

حرب حدثنا شبابۃ حدثنی ورقاء عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما امرأتان معھما ابناھما جاء الذئب فذھب ابن احدٰھما فقالت ھذہ لصاحبتھا انما ذھب ابنک انت وقالت الاخریٰ انما ذھب ابنک فتحاکمتا الی داؤد علیہ السلام فقضی بہ للکبریٰ فخرجتا علی سلیمان ابن داؤد علیہ السلام فاخبرتاہ فقال ائتونی بالسکین اشقہ بینکما فقالت الصغریٰ لا یرحمک اللہ ھو ابنھا فقضی للصغریٰ (رواہ مسلم والبخاری ایضاً)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں انکے پاس انکے بچے بھی تھے ایک بھیڑیا ان کے ایک بچے کو لے گیا تو دوسرے بچے میں انھوں نے جھگڑا کیا ایک نے دوسری سے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا نہیں تیرا لے گیا ہے تو وہ اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں تو انھوں نے زندہ لڑکے کا فیصلہ بڑی کے لئے کیا تو پھر وہ دونو عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور اپنا مقدمہ پیش کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے چھری دو کہ میں اس لڑکے کو تمہارے درمیان چیر کر بانٹ دوں تو چھوٹی نے کہا خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کریں یہ اسی کا لڑکا ہے اسپر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلا دیا۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو ترجیح دیگئی اور حضرت سلیمان کا فیصلہ صحیح نکلا پس خدا تعالےٰ جسکو چاہتا ہے علم دیتا ہے۔ اگر وفات مسیح پر مسیح موعود کو خدا تعالےٰ نے دلائل سکھائے ہیں تو ان کو اس وجہ سے کہ پہلے علماء و ائمہ نے دلائل نہیں دیئے غلط قرار دینا اپنی کامل جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اب اس کے بعد ہم ان دلائل میں سے جو مسیح موعود نے وفات مسیح پر قرآن مجید سے دیئے ہیں مختصراً ایک دلیل تحریر کرتے ہیں *

دلیل وفات مسیح

خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ

الشّاکِرِیْنَ (آل عمران) محمدؐ ایک رسول ہے اسکے پہلے تمام رسول گذر چکے ہیں اگر یہ بھی مرجائے یا قتل کیا جائے تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھرنا چاہیئے اور اسلام کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم سے جسقدر پہلے رسول تھے فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان میں مسیح بھی شامل ہے کیونکہ وہ بھی رسول کریم سے پہلے رسول تھے +

تفاسیر بیان اس آیت پر خازن والے نے لکھا ہے۔ افائن مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ای اتنقلبون علیٰ اعقابکم ان مات محمد اوقتل وترجعون الیٰ دینکم الاول یقال لکل من رجع الیٰ ما کان علیہ رجع وراءہ ونکص علیٰ عقبیہ وحاصل الکلام ان موت محمد صلے اللہ علیہ وسلم او قتلہ لایوجب ضعفاً فی دینہ ولا الرجوع عنہ بدلیل موت سائر الانبیاء قبلہ وان اتباعھم ثبتوا علی دین انبیاءھم بعد موتھم۔ یعنی اگر محمدؐ علیہ السلام مر جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنے دین اوّل کیطرف لوٹ جاؤ گے پھر حاصل کلام یہ ہے کہ محمدؐ رسول اللہ علیہ وسلم کی موت یا قتل اسکے دین میں ضعف کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی اس دین سے رجوع کو۔ اس دلیل کے ساتھ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء مر چکے ہیں اور پھر انکے اتباع انکی موت کے بعد اپنے اپنے انبیاء کے دین پر ثابت رہے پس مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ سے پہلے جسقدر انبیاء تھے سب مر چکے ہیں۔ پھر تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے فسیخلوا کما خلوا بالموت او القتل۔ کہ رسول کریم بھی گذر جائینگے جس طرح کہ پہلے رسول موت یا قتل کے ساتھ گذر گئے اور اسی طرح تفسیر علامہ ابی السعود و مدارک و تفسیر کبیر و روح البیان والے نے لکھے ہیں +

شان نزول تمام مفسرین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت جنگ احد میں نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمۂ حارثی نے پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت گر گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم قتل ہو گئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تب یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل

ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم کو تم نے خدا پر قیاس کیا کہ انکو مرنا نہیں چاہیئے۔ حالانکہ آپ ایک رسول ہیں اور آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہیئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلا ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان کا بھی خلا ہو جائے گا گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ کسی بشر کے لئے خلد تو ہے نہیں پس جبکہ اس آیت میں کھلے لفظوں میں ذکر ہے کہ رسول کریم سے سب پہلے رسولوں کا خلا ہو گیا ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خلا کے معنے فوت ہونے کے ہیں تو لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کریم کے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں +

خلاء کے معنی اگر کوئی کہے کہ خلا کے معنے مرنے کے نہیں ہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہیں تو اس کے ابطال کے لئے ہمارے پاس مندرجہ ذیل ثبوت ہیں

ثبوت اوّل اگر خلاء کے معنے موت کے نہیں ہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ کوئی بھی رسول نہیں مرا کیونکہ خلت کا لفظ رُسُل پر جو کہ رسول کی جمع ہے وارد ہوا ہے۔ پس اگر خلاء کے معنے موت کے نہیں تو سب رسول زندہ ثابت ہونگے حالانکہ یہ غیر مسلّم فریقین ہے +

دوسرا ثبوت اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے افائن مات او قتل کہہ کر لفظ خلا کی تشریح فرما دی ہے کہ پہلے نبیوں کا جو خلا ہوا اسکی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک طبعی موت اور دوسرا قتل۔ جیساکہ تفسیر بیضاوی میں بھی فسیخلوا کما خلوا بالموت او القتل لکھا ہے +

تیسرا ثبوت کہ لغت میں خلاء کے معنے مات کے لکھے ہیں دیکھو حوالے:۔

(۱) خلا فلان۔ اذا مات (لسان العرب) قال الاعرابی خلا فلان ای مات (لسان العرب) +

(۲) خلا الرجل۔ ای مات (اقرب الموارد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹)

(۳) خلا فلان۔ مات۔ (تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۹) +

چوتھا ثبوت عرفی ثبوت یہ ہے کہ حماسہ میں سموئل ابن عادیا کا یہ شعر وارد ہوا ہے

اذا سید منا خلا قام سید - قؤول لما قال الکرام فعول

اس کے معنے شیخ ابی زکریا یحیٰی ابن علی التبریزی الشہیر بالخطیب نے یہ لکھے ہیں کہ یہ شعر حاتم کے شعر کے مشابہ ہے - شعر

اذا مات منھم سید قام سید - نطیر لہ یغنی غناہ و یخلف

یعنی خلا کے معنے مات کے ہیں پھر اس کے معنے ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی یہ کئے ہیں - ترجمہ - جب ہمارا کوئی سردار مرتا ہے تو دوسرا سردار میاں لوگوں کیسی باتیں اور کام کرتا ہے اس کا قائممقام ہو جاتا ہے +

پانچواں ثبوت خود قرآن مجید میں ذی رُوح کے لئے جب خلت کا لفظ بغیر صلہ کے آیا ہے تو وہاں موت کے معنے مراد ہیں اور انہی لوگوں کے حق میں آیا ہے جو فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں

(۱) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بقرہ ع ۱۶) دیکھو یہاں پر ان نبیوں کا نام لیکر جو وفات پا چکے ہیں خلت کا لفظ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلت کے معنے مرنے کے ہیں +

(۲) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ (فاطر ع ۳) دیکھئے یہاں بھی خلا انہی لوگوں کے لئے آیا ہے جو وفات پا چکے ہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ رسول کریم کے زمانہ میں گذشتہ نبیوں میں سے بعض نبی زندہ ہیں +

(۳) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (رعد ع ۳) +

(۴) قد خلت القرون (حج ع ۱) +

(۵) مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (مائدہ ع)

(۶) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خَاسِرِيْنَ ۔

(۷) فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (یونس ع)

(۸) كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ (الرعد ع) ۔

مذکورہ بالا آیات میں خلت یا خلا کا لفظ انہی کے حق میں وارد ہوا ہے جو وفات پا چکے ہیں ۔

اعتراض پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم خلا کے معنے موت کے مان بھی لیں تو بھی وفات مسیح اس آیت سے ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ الرُّسُل سے مراد کل رسول نہیں ہیں بلکہ بعض رسول ہیں اس طرح وہ اس آیت سے مسیح کو استثناء کرنا چاہتے ہیں اس کے تین جواب ہیں ۔

جواب اوّل اگر الرُّسُل سے مراد بعض رسول ہوں تو استدلال قائم نہیں ہوتا اور نہ ہی جنگ احد کے پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہو سکتا ہے کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلا بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض کو مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اس بات پر کس طرح صبر کر سکتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم فوت ہو جائیں وہ اس گھاٹے سودے پر کبھی بھی صبر نہیں کر سکتے تھے اور ان کو رسول کی موت کے سوا کسی کی موت کی پروا نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان ابن ثابت لکھتے ہیں :- کنت السواد لناظری فعمی علیك الناظر

من شاء بعدك فلیمت ۔ فعلیك کنت احاذر

لیکن اگر الرُّسُل سے مراد تمام رسول مراد ہوں تو اعتراض اٹھ جاتا ہے اور پیدا شدہ شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے

دوسرا جواب الرسل میں ال استغراقیہ ہے اور اس سے مراد تمام رسول ہیں

جیسا کہ تفسیر خازن والے نے اسکے معنوں میں لکھا ہے وحاصل الکلام ان موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم او قتلہ لا یوجب ضعفا ولا الرجوع عنہ بدلیل موت سائر الانبیاء یعنی تمام انبیاء مرچکے ہیں ✣

تیسرا جواب تیسرا جواب اس بات کا کہ الرسل سے مراد کل رسول ہیں یہ ہے کہ یقینی بات ہے کہ الرسل سے مراد کل رسول ہیں ورنہ اگر بعض مراد ہوتے تو آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں بھی بعض مراد لیتے کیونکہ اس آیت سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے جو ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت مسیح سے پہلے تم زندہ آسمان پر کسی کو مانتے نہیں ہاں اگر ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ہی آیت ہوتی اور ما محمد الا رسول آیت نہ ہوتی تو کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح ناصری زندہ ہیں کیونکہ اس آیت میں انکی وفات کا ذکر نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل آیت نازل کر کے مسیح جو کہ پہلی آیت سے باہر تھا اسکو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ فتفکر فیہ حق التفکر ✣

پھر اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دُنیا سے گذرنے کے دو طریق بتائے ہیں اور ہم بھی دو ہی طریق دُنیا سے گذرنے کے مانتے ہیں یعنی موت اور قتل بخلاف غیر احمدیوں کے کہ وہ تین مانتے ہیں موت اور قتل اور آسمان پر زندہ چلے جانا۔ پس مذکورہ بالا آیت ہماری تائید کرتی ہے اور غیر احمدیوں کے قول کی تردید کرتی ہے اسواسطے کہ قتل جو کہ از روئے قرآن واللہ یعصمک من الناس اور ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ناممکن تھا وہ بیان کر دیا اور رفع الی السماء جو کہ رسول کریم کے امکان میں تھا کیونکہ بقول غیر احمدیوں کے مسیح ناصری آسمان پر جا چکے تھے بیان نہیں کیا پس غیر امکان کو جب بیان کر دیا تو رفع الی السماء اگر امکان میں ہوتا تو اسے بھی ضرور بیان کیا جاتا لیکن اس کا بیان نہ کرنا اس بات کی صاف

دلیل ہے کہ آسمان پر جانا دنیا سے گذرنے کا کوئی طریق نہیں ہے +

اجماع صحابہ پھر صحابہ کا پہلا اجماع وفات رسل پر اسی آیت سے ہوا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ثم اتی المنبر فصعدہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال یا ایھا الناس ان کان محمد الھکم الذین تعبدون فان محمد اقد مات وان کان الھکم الذی فی السماء فان الھکم لم یمت ثم تلا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ حتی ختم الایۃ ثم نزل وقد استبشر المسلمون بذالک واشتد فرحھم و اخذ المنافقین الکابتۃ۔ قال عبد اللہ ابن عمر فوالذی نفسی بیدہ لکا نما علی وجوھنا اغطیۃ فانکشفت۔ جب رسول کریم فوت ہوگئے تو لوگوں نے کہا کہ مرے نہیں اور حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ جس نے کہا کہ رسول کریم مر گئے ہیں اسکی گردن اڑا دونگا۔ سو اس غلطی کے ازالہ کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو اگر تو تمہارا معبود محمدؐ تھا وہ تو مر چکا لیکن اگر تمہارا خدا وہ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے تو وہ نہیں مرا پھر ما محمد الا رسول الی آخر آیت پڑھی تو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہمارے موہنوں پر پردے تھے وہ کھل گئے اور حضرت عمر نے فرمایا کہ ہمیں یہ آیت یاد ہی نہیں رہتی تھی پس حضرت ابو بکر نے اس آیت سے استدلال کیا اور صحابہ نے سنا اور تائید کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر وفات مسیح کے عقیدہ پر اجماع ہوا ہے کیونکہ اگر صحابہ سب کے سب یا بعض ان میں سے حضرت عیسیٰ یا اور کسی نبی کی زندگی کے قائل ہوتے تو وہ فوراً حضرت ابو بکر کے استدلال کی تردید کرتے اور کہتے کہ آنحضرتؐ کی موت کیوں لازم ہے جبکہ ابھی فلاں نبی زندہ ہے لیکن صحابہؓ میں سے ایک شخص نے بھی حضرت ابو بکر کے استدلال کی تردید نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ آنحضرت سے پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی کے قائل نہیں تھے پس یہ آیت وفات مسیح پر قطعی دلیل ہے لیکن کور چشم سوچتے نہیں اور قرآن مجید کی آیات میں غور نہیں کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹاتے اور مسیح کو آسمان پر چڑھا کر رسول کریم پر فضیلت دیتے ہیں فنعم ما قال المسیح الموعود حیث قال +

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند	مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را
زبوئے نافہ عرفاں چو محروم ازل بودند	پسندیدند و رشان شہ خلق ایں مذلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند	دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

پس اے پیارے ہموطنو۔ غور و فکر سے کام لو اور قرآن مجید میں تدبر کرو اور رشید راستہ پر آجاؤ اور مسیح وقت کو مان لو تاکہ تم پر رحم خداوندی ہو اور وارث جنت ہو جاؤ۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل) از قادیان دارالامان

خلافت احمدیہ

خداتعالےٰ نے اپنی قدیم کے مطابق اس زمانہ فسق و فجور میں جبکہ بدعات اور ضلالت کا دریا بیکراں موجوں پر تھا اور اسلام کا سفینہ منجدھار کے بھنور میں آکر غرق ہونے کو تھا اپنے مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا سو پاک روحوں نے اسے قبول کیا اور دل و جان سے اسکی مدد کی اور خبیث روحوں نے انکار کیا اور تکالیف دینے میں کوئی فروگذاشت نہ چھوڑی تب خداتعالیٰ کا ان پر عذاب نازل ہوا جس سے کئی شیطانی روحیں ہلاک ہوئیں۔ پھر جیسا کہ انبیاء گذشتہ کے زمانہ میں ان کی اپنی جماعتوں میں اندرونی اختلافات پیدا ہوتے رہے اسی طرح اس زمانہ میں مسیح موعود کی جماعت میں بھی ایک بڑا بھاری اختلاف ہوا اور ایک فریق نے کہا کہ مسیح موعود کے خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد خلافت ضروری نہیں اور انھوں نے شتر بے مہار کیطرح رہنا پسند کیا اور کہا کہ خلافت مسیح موعود کے بعد نہیں ہوسکتی اور ایک کثیر حصہ جماعت نے خلیفۂ وقت کو مانا اور ثابت کیا کہ مسیح موعود کے بعد خلافت کا ہونا از روئے عقل و نقل ضروری ہے پس ذیل میں چند دلائل عقلی و نقلی اثبات خلافت پر تحریر کئے جاتے ہیں ؛

پہلی دلیل عقلی دلیل خلافت پر یہ ہے کہ گذشتہ تواریخ کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی قوم بغیر کسی امیر یا لیڈر کے ترقی نہیں پاسکتی اور

اور نہ ہی کسی امیر اور لیڈر کے بغیر شیرازہ قومی قائم رہ سکتا ہے۔ عرب کے ملک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو اولی الانصاف پر کھل جائیگا کہ کسی امیر یا لیڈر یا خلیفہ یا بادشاہ کی قوم کو یکتن بنانے کے لئے کتنی بڑی ضرورت ہے کیونکہ جب عرب کے رہنے والے مطلق العنان تھے تو ان کا کام سوائے خانہ جنگیوں اور لوٹ و غارت اور قتل و ڈاکہ اور رہزنی کے کچھ نہیں تھا اور ایک فریق دوسرے فریق سے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے ازحد دشمنی و کینہ رکھتے تھے اور تمام اخلاق سیئہ ان میں جمع تھے لیکن جب ایسے وحشی ملک میں جسکے متعلق خود قرآن مجید نے فرمایا ہے وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین خدا تعالیٰ کا ایک رسول و نبی مبعوث ہوا اور اس نے آکر ان سب کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا تو پھر اس ملک نے ایسی جلد جلد ترقی کی کہ اسکی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے پس مشاہدہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی اس کے ایک امیر اور لیڈر اور خلیفہ کے ماتحت ہو کر کام کرنے سے وابستہ ہے پس مسیح موعود جو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے انھوں نے آکر ایک جماعت قائم کی تو آپ کے بعد ضروری تھا کہ اس قوم کو سنبھالنے اور ایک انتظام کے ماتحت رکھنے والا کوئی فرد واحد ہو جو اس کا خلیفہ اور قائم مقام ہو جسکے ہاتھ سے قوم کی ترقی ہو۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل خلافت احمدیہ پر یہ ہے کہ خلافت کا سلسلہ اوائل دنیا سے چلا آیا ہے یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے خلیفہ کا نام تجویز کیا اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وستکون خلفاء فتکثر (مسلم) کہ بنی اسرائیل پر انبیاء سیاست کیا کرتے تھے جب کبھی کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو اس کا خلیفہ اور قائم مقام بھی نبی ہوتا تھا اور میرے متصل کوئی نبی نہیں ہوگا یا میرے بعد کوئی شرعی نبی نہیں ہے اور البتہ خلفاء بہت سے ہونگے یعنی خلافت جیسے پہلے انبیاء کے بعد بھی ہوتی رہی ایسے ہی میرے بعد بھی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا لیکن فرق اتنا ہے کہ پہلے انبیاء کا خلیفہ بھی متصل نبی ہوتا تھا میرے متصل

کوئی نبی خلیفہ نہیں ہوگا پھر فرمایا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء سیکون
خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول .... فالاول
(متفق علیہ) کہ بہت سے خلفاء امت محمدیہ میں ہونگے صحابہ نے عرض کیا ہمیں کیا ارشاد
ہے نبی کریم نے فرمایا کہ پہلے کی بیعت کو پورا کرو پھر دوسرے کو اس حدیث پر محشی مشکوٰۃ لکھتا
ہے ولم یرد بہ فی زمان واحد بل الحکم ھذا عند تجدد کل زمان وتجدد
بیعتہ کہ اس سے ایک زمانہ مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر نئے عہد کے متعلق اور ہر نئی بیعت کے
متعلق ہے پھر آپ فرماتے ہیں قال اوصیکم بتقوی اللہ عزّ وجل والسمع والطاعۃ
وان تامّر علیکم عبد فانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات
الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ رواہ ابوداؤد والترمذی فرمایا کہ میں تم کو اللہ عز
وجل کے تقوے کی وصیت کرتا ہوں اور سمع اور طاعت کی۔ اور اگرچہ تم پر کوئی غلام ہی امیر
ہو کیونکہ جو تم سے زندہ رہے گا وہ عنقریب بڑا اختلاف دیکھے گا پس تم پر لازم ہو کہ تم میری
سنت اور خلفاء راشدین المھدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو
اور نئے پیدا شدہ امور یعنی (بدعتوں سے) بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے پس مذکورہ
بالا احادیث سب دلالت کرتی ہیں کہ آپ کے بعد خلفاء کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔

تیسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم
وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف
الذین من قبلھم الخ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین
میں ضرور ضرور خلیفے بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلیفے ہوتے رہے پس اس آیت میں
خدا تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے خدا تعالیٰ ضرور ضرور خلیفے بناتا
رہے گا جیسا کہ پہلی امتوں میں خلفاء بنتے رہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ آیا یہ آیت منسوخ
ہو چکی ہے؟ یہ تو تم مانتے ہو کہ منسوخ نہیں ہوئی۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت
نہیں۔ پس اگر یہ منسوخ نہیں ہے تو خلفاء کے وجود کا اقرار کرنا پڑے گا پس کیا وجہ ہے

کہ آپ کے بعد کوئی اور خلیفہ نہ آئے یہ آیت خلافت کی دلیل ہے۔ اور یہاں پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس آیت کے مصداق مسیح موعود تھے آپ کے خلفاء اس آیت کے مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں اور مسیح موعود جبکہ اس آیت کی رو سے خلیفہ ہیں تو خلیفہ کا خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اول تو خلیفہ کا خلیفہ ہونا کوئی محال بات نہیں کیا حضرت عمرؓ ابوبکرؓ کے خلیفہ پھر حضرت عثمان حضرت عمرؓ کے خلیفہ پھر حضرت علی حضرت عثمانؓ کے خلیفہ نہیں تھے پھر یہ بھی کہ مسیح موعود خاتم الخلفاء ہیں جب خاتم الخلفاء ہیں تو آپ کا خاتم الخلفاء ہونا ہی اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ کی پیروی کر کے خلیفے بن سکتے ہیں +

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں جیسا کہ آپ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ میں فرماتے ہیں کہ "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے" پس مسیح موعود نبی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کانت النبوۃ قط الا تبعتہا خلافۃ کہ کوئی بھی نبوۃ نہیں مگر اس کے بعد خلافت آتی ہے یعنی چاہے شرعی نبوت ہو یا غیر شرعی بالواسطہ ہو یا غیر بالواسطہ سب کے بعد خلافت کا ہونا ضروری ہے پس حضرت مسیح موعودؑ جبکہ نبی ہیں تو آپ کے بعد از روئے حدیث خلافت بھی ضرور ہونی چاہئے اور خلافت کا وجود جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسیح موعود الوصیت ص۵ میں تحریر فرماتے ہیں "اور راستباز جس راستبازی کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسکی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اسکی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے" پس جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے اور اس تخم ریزی کی پوری تکمیل کے لئے خلافت کا ہونا ضروری ہے +

پانچویں دلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا

علیہم ایٰتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منہم لمّا یلحقوا بہم وھوالعزیز الحکیم۔ کہ ایسی ہی جماعت جیسی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی ہے۔ آخر میں پیدا ہوگی جب کہ رسول اللہ کی دوسری بعثت جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے ہوگی۔ پس اس آیت کی رو سے مسیح موعود کی جماعت صحابہ کی مثل ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود" ایک غلطی کا ازالہ" میں فرماتے ہیں " اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت واٰخرین منہم میں اس موعود کے رفیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھیرتے" پھر فرماتے ہیں " کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ پس بروز کے اپنی اصل کے ساتھ کامل مشابہت رکھنے کی وجہ سے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے بعد بھی اسی طرح خلافت کا سلسلہ جاری ہو جس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہُوا تا کہ جس طرح مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے۔ آپ کے خلفاء بھی خلفائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی جماعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی کامل بروز ہو اور صحابہ کے نام سے موسوم ہو جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا	خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اَب ایمان لایا	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلادی	فسبحان الذی اخزی الاعادی

چھٹی دلیل

مسیح موعود کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یتزوّج ویولد لہ کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اسکی اولاد بھی ہوگی اس حدیث کے متعلق مسیح موعود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص۳۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں" اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے" لفظ جانشین

جو کہ لفظ خلیفہ کے کے معنے ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہوگی
پھر شہادت القرآن صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ
کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین
کو کہتے ہیں۔ پس اس عبارت سے جانشین کے معنوں کا پتہ لگ گیا کہ جانشین خلیفہ کو
کہتے ہیں +

ساتویں دلیل

ولی نعمت اللہ علیہ الرحمۃ کا مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی کرنا کہ
اس کا نام احمد ہوگا اور مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے
جیساکہ وہ فرماتے ہیں :-

مہدیٔ وقت عیسیٰ دوراں - ہر دو را شہسوار مے بینم
ا-ح-م-د مے خوانم - نام آں نامدار مے بینم

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں :-

دور او چوں شود تمام بکام - پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب مسیح موعود کا دور ختم ہو جائے گا تو پھر اس کا لڑکا اس کی یادگار ہوگا پس
ولی نعمت اللہ کا فرمانا کہ مسیح موعود کا لڑکا اُس کی یادگار ہوگا اس بات کی طرف اشارہ
ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہوگی جن میں سے آپ کا فرزند ارجمند بھی آپ کا خلیفہ ہوگا۔
جیساکہ چھٹی دلیل میں مسیح موعود کی بھی عبارت درج کی گئی ہے جس میں جانشین کا لفظ صریحًا
موجود ہے +

آٹھویں دلیل

خلافت مسیح موعود پر آٹھویں دلیل یہ ہے کہ مسیح موعود حمامۃ البشریٰ
صفحہ ۳۷ طبع اوّل میں فرماتے ہیں۔ ثم یسافر المسیح الموعود او
خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق کہ مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ
ارض دمشق کیطرف جائے گا۔ پس یہ عبارت اس بات پر بیّن ثبوت ہے کہ آپ کے بعد
خلفاء ہونگے۔ اگر کوئی کہے کہ جو دمشق میں احمدیوں سے کوئی چلا جائے گا تو وہ خلیفہ کہلائیگا
تو یہ غلط ہے کیونکہ جس طرح ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن کے معنے

یہ نہیں. کہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے وہ رسول ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جونہی یا رسول ہوتا ہے اس سے تمسخر ضرور ہوتا ہے اسی طرح اس عبارت کا مصداق وہ شخص ہے کہ جو پہلے خلیفہ ہو اور پھر ارض دمشق کیطرف جائے۔ مسیح موعود تو دمشق کیطرف گئے نہیں اور نہ ہی خلیفہ اوّل تو ضروری ہوا کہ آپ کا کوئی اور خلیفہ جائے اور اس عبارت سے یہ بھی نکل آیا کہ انجمن آپکی خلیفہ نہیں ہوگی بلکہ شخص واحد ہوگا ٭

نویں دلیل

نویں دلیل خلافت کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنی کتاب پیغام صلح میں تحریر فرماتے ہیں کہ " اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلعم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کرینگے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کرینگے " اس سے دو باتیں ثابت ہیں ایک تو یہ کہ احمدی سلسلہ کا ایک پیشرو ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور وہ قوم کا ایسا معتمد علیہ ہوگا کہ تین لاکھ روپیہ لینے کا سزاوار ہو اور بصورت خلاف ورزی معاہدہ تین لاکھ روپیہ دینے کا انتظام بھی کر سکتا ہو ٭

دسویں دلیل

دسویں دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب پیغام صلح میں فرماتے ہیں " اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں۔ در اصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں جو انکے نزدیک **واجب الاطاعت** ہے اس لئے میں انکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا " پس حضرت اقدس کا غیر احمدیوں پر اعتراض کرنا کہ غیر احمدی کسی لیڈر کو واجب الاطاعت نہیں مانتے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت صاحب کا اپنا مذہب یہ تھا کہ کوئی لیڈر واجب الاطاعت ہونا چاہیئے تو وہ واجب الاطاعت خلیفہ ہی ہوتا ہے جو احمدی جماعت میں ضرور ہونا چاہیئے ورنہ وہ جماعت پراگندہ ہو جائے گی۔ اب اگر کوئی کہے کہ احمدی جماعت میں خلیفہ نہیں ہوتا

تو یہ حضرت اقدس کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے سلسلہ احمدیہ اور دوسرے فرقہ ہائے اسلام کے درمیان مابہ الامتیاز یہی قرار دیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ ہر وقت ایک ایسے امام یعنی پیشرو کے ماتحت ہوتا ہے جو واجب الاطاعت ہو +

گیارھویں دلیل

گیارھویں دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب الوصیت کے صہ ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ الوصیت وہ کتاب ہے کہ جس کا مقصد ہی یہی تھا کہ میرے بعد میری جماعت کو اس پر عمل کرنا چاہیئے آپ فرماتے ہیں "اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالے دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال دیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالے کے اس معجزے کو دیکھتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بیوقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالے نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوئے تھام لیا" اب اس عبارت میں حضرت اقدس نے اپنے بعد قدرت ثانیہ کے ظہور کا وعدہ فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے اور اس مطلب کے اثبات کے لئے ہم مندرجہ ذیل دلائل لکھتے ہیں +

دلیل اول

پہلی دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے اور کچھ نہیں ہے کہ آپ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں "گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالے کے اس معجزے کو دیکھتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا" الوصیت کی یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت

ضرور ا ہو گی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "قدرت ثانیہ آئے گی اور پھر فرمایا کہ قدرت ثانیہ ایسی ہوگی جیسا کہ ابو بکر کے وقت میں ہوئی تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو قدرت ثانیہ آئی وہ خلافت ہے اسی طرح حضرت صاحب کے بعد جو قدرت ثانیہ آئی وہ بھی خلافت ہے ❊

دلیل ثانی دوسری دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے آپ فرماتے ہیں کہ "دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں" اس سے معلوم ہوا کہ قدرت ثانیہ ایسی چیز ہے کہ جو حضرت صاحب کے وقت میں قائم نہیں ہو سکتی بلکہ وہ آپ کی وفات کے بعد ہوگی پس جو لوگ قدرت ثانیہ سے مراد جماعت کا غلبہ یا مبلغین یا انجمن مراد لیتے ہیں ان کا ابطال بھی حضرت اقدس کی مذکورہ بالا عبارت سے ہی ہو جاتا ہے کیونکہ جماعت کا غلبہ اور مبلغ اور انجمن حضرت مسیح موعود کے وقت بھی موجود تھے اور قدرت ثانیہ کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قدرت ثانیہ آ ہی نہیں سکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں ❊

دلیل ثالث تیسری دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے یہ ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ "جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونیکی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پھر بدر اپریل ۱۹۰۸ء میں آپ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں "کہ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ بہت خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اب ان دو عبارتوں کے ملانے سے صریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے پہلے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ قدرت ثانیہ کو قائم کرتا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ قدرت ثانیہ ایسی چیز ہو گی جیسے ابو بکر

کے وقت میں ہوئی اور وہ ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں خلافت ہی تھی +

بارھویں دلیل قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت کا معیار ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك ٹھیرایا ہے کہ تیرے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے اور وہی اعتراض کئے جاتے ہیں جو پہلے انبیاء پر کئے گئے پس اسی آیت کے مطابق اس وقت ایک فریق کا خلافت کو ماننا اور ایک کا انکار کرنا یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور دوسرے آپ کے بعد خلافت کا وجود صحیح ہے اس لئے کہ ایسا ہی اختلاف خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں بھی ہو چکا ہے +

تیرھویں دلیل تیرھویں دلیل خلافت پر جماعت احمدیہ کا پہلا اجماع ہے جو مسیح موعود کی وفات کے بعد ہوا اور با تفاق اہلسنت وجماعت اجماع حجت شرعی ہے پس مسیح موعود کی وفات کے بعد امت محمدیہ نے جس بات پر اجماع کیا وہ یہ ہے کہ حسب فرمان مسیح موعود مندرجہ الوصیۃ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ چاہئے یعنی خلافت پر اجماع ہوا اگر مسیح موعود کی وفات کے بعد خلافت نہیں چاہیئے تھی تو خلافت پر امت محمدیہ کا اجماع نہ ہوتا اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ (رواہ الترمذی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ میری امت کو یا امت محمدیہ کو ضلالت پر کبھی جمع نہیں کرے گا اب یا تو یہ مان لیجئے کہ جس پر مسیح موعود کی وفات کے بعد ہمارا اجماع ہوا وہ ضلالت نہیں یا ہم امت محمدیہ سے نہیں +

چودھویں دلیل پندرھویں دلیل خلافت احمدیہ پر یہ ہے کہ خلیفۃ المسیح اول (جنہیں منکرین خلافت نے بھی خلیفۃ المسیح مانا ہے) لاہور کی تقریر میں فرمایا کہ جب تک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آتا تم اپنی زبانوں کو بند رکھو (بدر جولائی سنہ ۱۹۰۹ء) پھر جب آپ ملتان ایک مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں اپنی شہادت کو شروع کیا تھا +

"میں حضرت مرزا صاحب کا خلیفہ اوّل ہوں جماعت احمدیہ کا لیڈر ہوں۔ پس آپ کا "جبتک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آتا" اور "میں خلیفہ اوّل ہوں" فرمانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ آپ جانتے تھے کہ میرے بعد بھی خلفاء ہوں گے +

Digitized by Khilafat Library

پندرھویں دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تہتر فرقے ہو جانیکی پیشگوئی فرمائی ہے جنمیں سے بہتر کا تو جہنم میں جانا بتایا ہے سوا ایک کے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے تو فرمایا وہ جماعت ہے دیکھو مشکوٰۃ باب الاعتصام تفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی.... ثلثان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ اور جماعت بغیر امام کے ہو نہیں سکتی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر بہت سے لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہوں تو اسوقت کبھی نہیں کہا جاتا کہ جماعت ہو رہی ہے لیکن اگر امام کے پیچھے پڑھتے ہوں تو پھر کہا جاتا ہے کہ جماعت ہو رہی ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دیکھو مشکوٰۃ کتاب الفتن کہ جب فتن کا زور حق و باطل میں التباس اور جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوں اور گمراہی کیطرف مختلف بلانیوالے ہو جائیں تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم تو جماعۃ المسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑ جبکہ جماعت بغیر امام کے نہیں ہو سکتی تو رسول کریم کا فرمانا کہ ایک فرقہ جو کہ جماعت ہو گا نجات یافتہ ہے اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اس فرقہ کا ہر وقت ایک امام ہوا کرے گا +

سولھویں دلیل سولھویں دلیل خلافت پر خلیفۃ المسیح اول (مسلمہ فریقین) کی وصیّت ہے آپ نے اس میں فرمایا کہ میرا جانشین ہو +

پھر حجج الکرامہ میں لکھا ہے عمر مہدی نزد خروج چنانکہ ابن عربی نقل کردہ بست وشش سال باشد یعنی ایک خلیفہ ۲۶ سال عمر کا ہو گا اور وہ مہدی ہے پھر حضرت میاں صاحب کے الہامی نام میں فضل عمر بھی ہے اور عمرؓ دوسرا خلیفہ نبی کریمؐ کا تھا۔ پس یہ تمام اقوال اس بات کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا فرزند خلیفۃ المسیح ہو گا جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے بھی جانشین کا لفظ فرمایا ہے اور جیسا کہ شاہ ولی نعمت اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ مسیح کا ایک پسر اسکی یادگار رہو گا +

نصیحت پس اے منکرین خلافت انکار سے باز آؤ اور ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون کے وعید سے ڈرو +

تشحیذ الاذہان کے لئے
ایکہزار روپے کی اپیل احباب جماعت احمدیہ سے

ماہ جولائی کے تشحیذ میں ایک اپیل تمام احمدی جماعت کے افراد سے کی گئی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ تشحیذ الاذہان (جو سیدنا میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد کے ہاتھ سے جاری ہوا - اور جس کے مربی حضرت خلیفہ اول مولانا نور الدین تھے) بوجہ کم توجہی خریداران ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے اس قرض کے ادا کرنے اور آیندہ استحکام کے لئے ایک ہزار روپے امداد - اور پانسو مزید خریداران کی ضرورت ہے - تشحیذ خدا کے فضل سے گذشتہ گیارہ سال میں برابر اپنی مقررہ تاریخ پر شائع ہوتا رہا اور اس نے اسلام و احمدیت کی تائید اور اندرونی و بیرونی مخالفین کی تردید میں ایسے ایسے مضامین شائع کئے ہیں جو مستقل تصانیف کا حکم رکھتے ہیں - اور نہایت مقبول ہوئے ہیں - پس ضروری ہے کہ اس رسالہ کو سلف سپورٹ بنایا جائے - اور اس کے لئے نہ صرف ایک ہزار روپے کا فنڈ مہیا کیا جائے بلکہ پانسو خریدار بھی دیئے جائیں تا آمد رسالہ خرچ کے برابر ہو سکے خرچ بھی وہ جو کم از کم تصور کیا جا سکتا ہے +

حضرت خلیفۃ المسیح نے اس اپیل کے شائع کئے جانے کی نہ صرف منظوری دی بلکہ تیس روپے عطا فرمانے کا وعدہ کیا - اس کے بعد مکرم معظم جناب ماسٹر رحیم بخش صاحب ایم اے ناظر تالیف و اشاعت نے نو معزز خریداروں کے نام مرحمت فرمائے - جن میں سے پانچ خریداروں کی قیمت وصول بھی ہو چکی ہے +

میں ماسٹر صاحب کی اس توجہ فرمائی کا خاص طور سے مشکور ہوں علاوہ

ازیں جناب لطف الرحمن صاحب نے کلکتہ سے بیس ۲۰ روپے اور سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے سکندر آباد دکن سے پچیس ۲۵ روپے اور جناب تاج الدین صاحب لاہور نے پانچروپے اور جماعت فیروزپور نے اُنیس ۱۹ روپے اور جناب قاسم علیخان صاحب نے رامپور سے ساڑھے پانچروپے عطا فرمائے۔ یہ ۷۴ روپے ۸ آنے ہوئے **ایک ہزار** روپے کے مقابل ہیں یہ رقم حوصلہ افزا نہیں بعض احباب نے خریدار بھی دیئے ہیں جنکی تعداد کل ۹ ہے مطالبہ ۵۰۰ کا ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے میں ابھی اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ احباب کرام کی توجہ اس حالت زار کی طرف منعطف کراؤں جس سے متاثر ہو کر جناب ناظر صاحب نے اپیل شائع کی تھی +

دین میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لینے والے پیارے بھائیو! میں کن الفاظ میں درد دل ظاہر کروں۔ اور کس عبارت میں آپ کو دکھاؤں کہ اگر آپ جلد توجہ نہ فرماوینگے اور اس اپیل کا جواب پوری فیاضی کے ساتھ نہ دینگے تو رسالہ کے حق میں اس کا نتیجہ نہایت افسوسناک ہوگا اور آپ تبلیغ دین الحق واشاعت الہدیٰ کے ایک بہتر ذریعہ کو اپنے ہاتھ سے کھو دینگے۔ خدا تعالےٰ آپ کے قلوب کو اس طرف مائل کرے۔ اور میں اگلے رسالے میں یہ بشارت سنا سکوں کہ احمدی جماعت نے اپنے **رسالہ** کو سنبھال لیا اور اب اس کے کارکن دلجمعی واطمینان کے ساتھ خدمت بجالا سکینگے +

خاکسار منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

التجاءِ دعا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظرین تشحیذ سے التجا کرتے ہیں کہ انکی آنکھوں میں گگرے ہوگئے ہیں اس مرض سے شفایابی کے لئے تمام برادران اسلام تہ دل سے دعا فرمائیں کیونکہ لکھنا پڑھنا آنکھوں کی صحت پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ ہمارے مکرم و معظم مفتی صاحب کی آنکھوں میں شفا بخشے۔ الٰہم آمین

روئداد مباحثہ اگر آپ کو معلوم کرنا ہو کہ ماریشس میں احمدی مبلغ کیا کام کر رہا ہے اور اسے کس قسم کے لوگوں سے مقابلہ پڑا ہے اور کیونکر ان پر اتمام حجت کیا جا رہا ہے (اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ احمدی ہو کر آپ کو اس کا شوق نہ ہو) تو یہ ضرور منگوا لیجئے جس میں ایک مباحثہ کی روئیداد ہے جو حیات و وفات عیسیٰ کے بارے میں وہاں گذشتہ سال ہوا۔ اور احمدیت کی فتح کا غلغلہ تمام جزیرہ میں پڑ گیا۔ ہندوستان میں بھی اس سے تبلیغ کا کام لیا جا سکتا ہے یہ رسالہ بھی ۲۰×۲۶ تقطیع پر نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھپایا گیا ہے قیمت ۳۰ر +

البشارة یہ ایک ٹریکٹ ہے جو مکرم علمی صاحب سے دار التالیف نے لکھوا کر شائع کیا ہے اس میں دس معیار صداقت دس آیات قرآنی سے پیش کئے گئے ہیں اور حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ مامور ہونا ان سے ثابت کیا گیا ہے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے بہت اچھا ذریعہ ہے احباب کو چاہیئے کہ اسکی بہت سی جلدیں منگوا کر اپنے قرب و جوار و حلقہ اثر میں تقسیم کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں قیمت ار یہ تینوں رسالے تالیف و اشاعت قادیان سے طلب کریں +

عقد ثریا یہ ایک ماہواری رسالہ ہے جو بہ سرپرستی حکیم میر ناصر نذیر صاحب ذوق دہلوی شائع ہوتا ہے حجم چالیس صفحے۔ زبان اچھی ہے۔ چھپوائی لکھوائی اور کاغذ اگر پبلک ہمت افزائی کرے تو اس سے اچھا ہونا چاہیئے۔ باتوں ہی باتوں میں ایڈیٹر صاحب کچھ تبلیغ حق بھی کر جانا چاہتے ہیں۔ جزاہ اللہ۔ سالانہ چندہ ڈھائی روپے +

محقق دہلوی آجکل کے لامذہبوں کے اعتراضات پیش کر کے محققانہ جواب شائع کئے جاتے ہیں اس رسالہ کی نسبت ایڈیٹر کو شکایت ہے کہ احمدی جوابات میں حصہ لیتے ہیں دوسرے فرقہ ہائے اسلام کے نمائندے خاموش ہیں۔ ایڈیٹر صاحب! احمدی بیچارے کیا کریں جسکی چیز ہو اسی کو درد بھی ہوتا ہے اس رسالہ کی ٹون اس سے زیادہ مہذبانہ اور پیرایہ تحریر متین ہونا چاہیئے۔ اصلاح ذات البین کا خیال رہے تصحیح کا اہتمام بہت کم ہے آیات و احادیث غلط نہ چھپیں ترجمہ صحیح ہو اور مضامین ٹھوس عبارت شستہ قیمت سالانہ عہ غریبوں سے + امیروں سے چھ روپے۔ دونو رسالوں کے لئے دفتر دستکاری دہلی کے پتہ پر خط و کتابت ہو +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا ہانگ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ سے یا غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کا ہو نہیں پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے رات کو جاگتا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے۔ مفصل حالت کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک ۵ ر ادویات ہر جگہ دوکانداروں ڈاکٹروں اور دوا فروشوں سے ملسکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے زخم صاف ہو کر جلد انگور کی طرح بھر آتا ہے اور نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم کو آرام ہو جاتا ہے۔ معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے قیمت ایک اونس ڈبیہ ۵ ر زخم دھونے کی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا چاہیئے جس دوا سے زخم دھونے کا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونے کا پانی بنتا ہے۔ مرہم کے ساتھ ٹکیہ ملسکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ا ر محصولڈاک ہر دو ۵ ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہلی ٹین کی ڈبیاں میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں۔ کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیہ پاس رکھیئے اس میں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ گھلانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیونکی ڈبیہ ۸ ر محصول ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے دیکھیئے جناب مہاراجہ صاحب بہادر ریاست شنکر پور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کا مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے مینے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپ کا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اس کے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرف سے مداح ہیں کیونکہ دو ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنہ ہر ایک سے چھ تک چھ آنہ ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

تشحیذ الاذہان

جلد ۱۴ نمبر ۹

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء مطابق ذی الحجۃ سنہ ۱۳۳۷ ہجری

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

کلجگ کے کلکی پوران کی آمد کا مژدہ ۔ ۱-۱۳ ۔ منشی فضل حسین صاحب مہاجر
ان لمہدینا آیتین ۔ ۱۳-۲۴ مولوی جلال الدین صاحب
اختلاف حلیتین ۔ ۲۵-۳۰ مولوی فاضل سیکھوانی
چند سوالات کے جواب ۔ ۳۱-۳۳ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی
متفرق نوٹ ۔ ۳۴-۳۷ ایڈیٹر ۔

قیمت سالانہ عوام سے عہ/ غیر ممالک سے ہے/ طلباء سے عا/

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کی اپیل کا جواب

جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے اعانت تشحیذ کے لئے اپیل کی تھی۔ کہ ایک ہزار روپیہ قرض ادا کرنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے چاہیئے۔ اور پانچسو خریدار مزید تا رسالہ کا خرچ آمد کے برابر ہو سکے۔ اس کے جواب میں جن احباب نے توجہ فرمائی ہے ان کے نام نامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) لطف الرحمن صاحب کلکتہ ؏ (۲) سیٹھ عبد اللہ دین صاحب سکندر آباد ؏ (۳) جناب تاج دین صاحب لاہور ؏ (۴) جماعت فیروزپور ؏ اور ۴ خریدار (۵) جناب قاسم علی خانصاحب ؏ (۶) جناب میر کلیم احمد صاحب بسو ؏ خان بہادر عبد الحق صاحب بیلی بھیت ؏ (۸) جناب محمد جان صاحب عمارہ ؏ (۹) جماعت لاہور ؏ (۱۰) ظہور الحسن صاحب مالاکنڈ ؏۔ باقی پانچ چھ احباب نے وعدہ کیا ہے ان کا روپیہ امروز فردہ میں پہنچنے والا ہے۔ جناب ذوالفقار علی خانصاحب انسپکٹر آبکاری کو خدا جزا خیر دے ایک مختصر سی جماعت سے جو اتفاقاً بجوڑ میں ہے ؏ اور تین خریدار دئیے ہیں۔ دیگر احباب کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کیونکہ ابھی قریباً نو سو روپیہ اور ۴۸۰ خریداروں کی ضرورت ہے اور بغیر سب کی مجموعی اور پرزور کوشش کے یہ کام نہیں سرانجام ہو نیکا اور اس وقت تک یہ تحریک بند نہیں ہوگی جب تک یہ رقم اور خریدار پورے نہ ہو جائیں یا خدانخواستہ رسالہ کی بندش کا اعلان ہو

خصوصیات اسلام اسلام کی دس ایسی خصوصیتیں جو دیگر مذاہب پر حجت قویہ ہے۔ فاضل میر محمد اسحٰق صاحب کی لکھی ہوئیں۔ برادر محمد یٰسین صاحب تاجر کتب نے چھاپی ہیں۔ قیمت ۲ر حجم ۴۲ صفحے۔ ضرورت ہے کہ یہ رسالہ عام طور سے غیر مذاہب میں شایع ہو۔

گلدستہ احمدی۔ مولنا غلام رسول صاحب کی سی حرفی ۱۶ صفحے قیمت ۱ر۔ روپیہ کا بیس

اطلاع بخدمت احباب تشحیذ الاذہان کی سب کتابیں مولوی محمد عامل صاحب جانگلیوی کتب فروش قادیان کی تحویل میں ہیں اس پتہ پر منگوائی جایا کریں۔

بوجہ چالیس روپیہ وعدہ

محمد عنایت اللہ تاجر کتب قادیان سے منگواؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء

کلجگ کے کلگی پوران کی آمد کا مژدہ

یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت
ابھیوتھانم دھرمسیہ تداتمانم سرجامیہم (گیتا)

میں آج اپنے ہندو بھائیوں کو اس مقدس کلام ربانی کیطرف محبت بھرے دل کے ساتھ پُرزور الفاظ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ یہ وہ پاک کلام ہے جو آج سے تقریبًا پانچہزار برس پیشتر آریہ ورت (ہندوستان) کے ایک مقدس نبی کے ذریعہ خداوندِ عالمین نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ اور اس ایشور بانی کا پرکاش ڈالنا ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ ظلمت و جہالت تمام مُلک پر پورے طور سے اپنا قبضہ واقتدار جمائے ہوئے تھی۔ کُفر ونفاق بدبینی و بدچلنی کا زور تھا۔ حرص وہوا کے پُتلے اپنی مقصد براری کیلئے جائز و ناجائز وسائل عمل میں لاتے ہوئے کسی قسم کا باک نہ رکھتے تھے فسق و فجور کُفر و عصیان کا

دریا نہیں نہیں بلکہ سمندر ہاں ہاں مہا سمندر ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک طوفان خیز
دکھائی دیتا تھا۔ عالم و جاہل۔ خواندہ و ناخواندہ۔ امیر و غریب رعایا اور بادشاہ الغرض سب کے
سب ادہرم اور بیدینی کے موجزن مہا ساگر میں غوطہ زن تھے۔ اس حالت کو دیکھ الٰہی غیرت نے
جوش مارا اور اس نے اپنے نور کا ایک مظہر بنا کر دُنیا میں بھیجا تا وہ اس ضلالت و جہالت
کی ظلمت کو توحید کے روشن براہین سے کافور کرے۔ اور دنیا والوں کو اُس خدائے ذوالجلال والاکرام
کا پتہ دے جو اُن کا حقیقی خالق مالک رازق اور معبود برحق ہے۔ تا وے معبودانِ باطلہ سے مُنہ
موڑ کر اپنے سچے اور حقیقی معبود کے آگے اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کریں اور آخرت میں اعلےٰ
انعامات کے وارث ٹھہریں +

میں آپ کو اس پیارے اور مقدس انسان کے نام سے زیادہ دیر تک ناواقف نہیں رکھنا
چاہتا۔ بتلائے دیتا ہوں کہ اس جلیل القدر ہادی کا نام نامی و اسم گرامی کیا ہے۔ سُنو اور غور سے
سُنو ہندو ست جُگ سے پہلے ہندوستان کی ظلمت و جہالت کا دور کرنیوالا پیارا موہن کرشن
کنہیا تھا +

جو راجہ کنس کی ہمشیرہ کا مولود کہلایا۔ درحقیقت یہی وہ پاک انسان تھا جسکی نظیر ہندوؤں کے
کسی دیگر رشی و اوتار میں نہیں پائی جاتی وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ وہ رُوح القدس کا مہبط
تھا۔ ہاں ہاں وہ خدائے برتر لازوال کیطرف سے فتحمند اور بااقبال بھی تھا۔ وہی کرشن ہے جس نے
اپنی آمد پر آریہ ورت کی زمین کو جو پاپ اور گناہوں کی وجہ سے نجس ہو چکی تھی صاف اور پاک کیا۔
یہی وہ کرشن ہے جس نے مظلوم اور ستائے ہوئے بندوں کی دستگیری کی اور اس کی حفاظت و
حمایت کا بیڑا اُٹھایا اور تائیدات الٰہیہ کے ساتھ کامیاب و بامُراد مظفر و منصور ہوا۔ یہ وہی خدا
کا برگزیدہ بزرگ ہے جسکو ہم حضرت کرشن علیہ السلام اور ہندو بھائی سری کرشن جی مہاراج کے نام سے
یاد کرتے ہیں۔ اس مہا آتما پر خدا تعالےٰ کی طرف سے وہ کلام نازل کیا گیا جو ہمارے اس مضمون کے
زیب عنوان نظر آ رہا ہے +

میرے پیارے عزیز بھولے بھٹکے ہندو سجنو! اس نبی کے فرمودہ کو دیکھو صرف دیکھنے ہی پر
اکتفا ٹھیک نہیں بلکہ غور و تدبر اور فکر سے کام لو تا حقیقت کے مغز کو پاؤ۔ ہاں اگر تم میں سے

بعض اس مقدس کلام کو بوجہ سنسکرت زبان نہ جاننے کے سمجھنے سے قاصر ہوں تو ہم تمہاری خاطر اُردو میں ترجمہ کئے دیتے ہیں۔ سری کرشن جی مہاراج اپنی منوہر بانی سے یہ فرماتے ہیں کہ:-

"ہے بھارت جب جب دہرم کی نیستی اور ادھرم (بدینی) کا دور دورہ ہو جاتا ہے تب میں اُتار لیتا ہوں"

دوسرا اشلوک

"نیک لوگوں کی حفاظت اور بدوں کو نیست و نابود کرنے وصراط مستقیم یعنی دین الٰہی کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک یُگ پر میرا اُتار ہوتا ہے" (گیتا چوتھا ادھیائے شید ۷-۸)

یہی وہ الفاظ ہیں جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کئے ہوئے مرزکی و مطہر انسان کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ فرمائے اور اپنے بندوں کو خبردار کیا بلکہ بشارت دی اور بتلادیا کہ جس طرح اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سوائے ظلمت و جہالت کفر و عصیان کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا ہم نے اپنے بندے کو اپنے کلام اور تائیدات سے مشرف کرکے بھیجا تا یہ ظلمت وعصیان کے بھیانک اور مُہلک بادل جو آریہ ورت پر چھائے ہوئے ہیں ان کو دور کرکے دُنیا کو امن و عافیت کی منزل پر لیجائے تا وہ معبودانِ باطلہ سے مُنہ موڑ اپنے سچے اور برحق معبود کے آگے سربسجود ہوتے ہوئے انعامات الٰہیہ کے وارث ٹھہریں اور اس امر میں ہم نے اسے پورا کامیاب و بامُراد بھی کیا اور ہندوستان پھر جنت نشاں ہو گیا۔ اسی طرح پھر جب کبھی بھی شیطان مردود اپنی حکومت دُنیا میں قائم کرنا چاہے گا تو یہ نہیں ہو گا کہ وہ کامیاب ہو جائے اور میرے بندے اپنے آپ کو ہلاکت و ضلالت گمراہی و بدینی میں پھنسا ہوا پائیں اور اس جال سے اُن کو رہائی پانی دشوار ہو جائے نہیں نہیں بلکہ پھر بھی ایسے وقت میں میری طرف سے دُنیا میں اوتار آئینگے اور باطل کو ناش کرکے حق کا پرچار کرینگے اور شیطان الرجیم کی بادشاہت پاش پاش کی جائے گی۔

پس اے میرے ہندو بھائیو! غور سے کام لو اور سوچو کہ خدا نے آج سے جو پانچ ہزار برس پہلے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب ظلمت و جہالت پاپ اور ادھرم پھیل جائینگے تب کرشن جی مہاراج اُتار لیں گے۔ کیا یہ وعدہ برحق تھا یا محض دل بہلاوا۔

نہیں نہیں خدا کے کلام کو دل بہلاوا کہنا کفر ہے وہ ذات برحق ہے وہ سچا اُس کے وعدے

بھی سچے۔ پس آؤ۔ اب ہم دیکھیں کہ آیا اس زمانہ کی حالت ابھی ایسی ہوئی ہے یا نہیں کہ اُس قدوس انسان کا وجود دُنیا میں موجود ہو اور ہمیں ان گمراہ اور خراب کرنے والی حالتوں سے نکالکر تقویٰ و طہارت کی راہوں پر چلاتا ہوا اُخروی نجات کا وارث بنادے جہاں دُنیا کے مصائب کا شمہ بھر بھی نشان نہیں بلکہ شانتی و شادمانی ہی کا دور دَورہ ہے +

پس قبل اس کے کہ ہم ایسے مہاں پرش کا پتہ چلائیں یہ دیکھنا نہایت ہی ضروری ہے کہ کیا پہلی کتب میں اس موعود کے نزول کے متعلق کسی قسم کے نشان بھی بتلائے گئے ہیں یا نہیں چنانچہ جب ہم اس خیال کے ماتحت ورق گردانی کرتے ہیں تو مہابھارت جو ہندو دھرم کی نہایت متبرک کتاب ہے۔ ہمارے اس کام میں پوری امداد اور دستگیری کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ کلکی پُوران جلوہ افروز ہونے والے ہونگے تب اس قسم کے واقعات دُنیا میں موجود ہو جاینگے جس سے اُنکی آمد فوراً معلوم ہو جائیگی اور اُنکے چرنوں میں سیس نوا دیتے میں پھر کوئی جھجھک کوئی روک حائل نہ ہوگی۔ مہابھارت کے بہت سے بتلائے ہوئے نشانات میں سے چند ذیل میں نقل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ابھی یہ نشان پورے ہوئے ہیں یا نہیں اور اگر ظاہر ہو چکے تو پھر ہمارا پیارا من موہن کلکی اوتار کہاں ہے جسکی آمد آمد کی ہزاروں ہزار برس سے ہمیں اُمیدیں دلائی گئی ہیں۔ مہابھارت کے مصنف مقدس رشی کلجگ کی نشانیاں بتلاتے ہیں +

(۱)

"کلجگ کے دورے میں اندھا دھند ادھرم (بیدینی) کی عملداری رہتی ہے۔ جھوٹ فریب۔ ہنسیا (ایذا رسانی) غصہ۔ لالچ وغیرہ کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ انسان کو خراب افعال سے رغبت اور نیک اعمال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جپ تپ (عبادت وریاضت) پوجا پاٹھ برت ہون ایسے ایسے تمام نیک کام برہمن (علماء دین) تک چھوڑ بیٹھتے ہیں اوروں کا کیا ذکر۔ خوردنی و ناخوردنی چیزوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ چھوت پات کو واہیات سمجھتے ہیں۔ کشتریوں کو رعیت پروری سے تنفر رہتا ہے۔ جرأت و بہادری کھو بیٹھتے ہیں۔ سادھوؤں سنتوں کی خدمت گذاری سے کچھ کام نہیں رہتا فکر رہتا ہے تو بس یہ کہ جس طرح بنے روپیہ ہاتھ آئے۔ دولت ہی کے فکر بس اندھے

رہتے ہیں۔ شودروں (رزیلوں) کا عروج ہوتا ہے۔ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں غلہ بے مزہ۔ پھل بدذائقہ ہو جاتے ہیں۔ کم عمر لڑکیاں صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں حمل رہ جاتا ہے۔ درختوں کی بار آوری کم ہو جاتی ہے گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے اوقات مناسب پر پانی نہیں برستا۔ امساک باراں سے قحط عالمگیر ہوتے ہیں۔ ناخن اور بال بڑھا بڑھا کر لوگ مہاتما بن بیٹھتے ہیں برہم چاری خوب مال مارتے ہیں۔ گوشت کھاتے شرابیں اُڑاتے ہیں۔ برہمن رزیلوں سے فخر کے ساتھ دان (خیرات) لیتے ہیں۔ مطلب آشناؤں محسن کشوں کی کثرت ہوتی ہے۔ صادق الاعتقاد اور نیک نیت لوگوں کو چین نہیں ملتا۔ اُن کی زندگی کم ہو جاتی ہے پاپی بے فکری سے بہت دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ عورتوں کا چلن بگڑ جاتا ہے خاوندوں کے ہوتے (ہوئے) نوکروں سے ملتفت ہوتی ہیں۔ مرد حسین بی بی سے التفات نہیں کرتے زنان بازاری کو گلے کا ہار بناتے ہیں۔ شراب خانے آباد رہتے ہیں۔ عبادت خانے سُنسان۔ جہاں پہلے دھرم ہوتے تھے وہاں بدفعلیوں کی گرم بازاری رہتی ہے" (مہابھارت بن پرب ادھیائے ۸۹ صفحہ ۶۸۶ و ۶۸۷)

شری ویاس جی مصنف مہابھارت کے بیان کردہ یہ ایسے نشانات ہیں جن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس وقت ظہور میں نہ آگیا ہو۔ دیکھ لو دُنیا میں ہر طرف یہی مناظر نظروں کے سامنے آئینگے جس طرح آج سے کئی صد سال پہلے بتلائے گئے۔ اس میں اور ان واقعات میں جو موجودہ زمانہ میں پورے ہوتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں سر مُو تفاوت نہیں ایک ایک حرف سچا اور پورا ہو چکا ہے۔ پس اس میں اب ایک رتی بھر بھی شک کی گنجایش نہیں رہتی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کو کلجگ کے نام سے پُکارا گیا ہے یہی وہ زمانہ ہے جس میں ظلمت و عصیان ناپاکی و بیدینی کے چرچے و کارنامے اپنے پورے عروج و کمال پر موجود نظر آنے چاہئیں۔ ہاں ہاں اسی زمانہ کی ہدایت کے لئے کلجگی اُوتار آنے والے تھے اس زمانہ کے سدھار کے لئے کرشن اوتار نے کلجگی اوتار کی مبارک آمد کی پانچہزار برس پہلے خبر دی تھی یہی وہ زمانہ ہے جس میں ہمیں اُس موعود جلیل القدر انسان کو تلاش کرنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ اور کس زمانہ میں بدکاریاں ہو سکتی ہیں

بتلاؤ کیا جسقدر افعال رزیلہ و ذمیمہ آج نئے نئے رنگ میں ہماری نظروں کے آگے رونما ہو رہے ہیں کیا ایسے پہلے زمانہ میں بھی تھے ہرگز نہیں۔ اور میں یہ دعوٰی سے کہتا ہوں کہ ان گناہوں کی کثرت جتنی اب ہے نہ کبھی ہوئی نہ ہی ہوگی جاؤ اس قول کی جانچ پڑتال اور تصدیق کے لئے تاریخ گذشتہ کے اوراق الٹ کر دیکھو ایسے صغائر و کبائر کا کہیں تذکرہ نہ ملے گا۔ ہاں یہ تو ایک مقام ہے جو اختصار سے ہم نے مہابھارت سے نقل کیا ہے + اب دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو:۔

(۲)

"جس وقت کلجگ آگیا سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہوا پلٹ گئی۔ وہ وہ پاپ وہ وہ گناہ ہونگے کہ زمین کانپ اٹھے گی۔ لڑکے والدین کو بیوقوف سمجھینگے۔ رضا جوئی و فرمانبرداری کیسی عورتیں لڑائی جھگڑے بکھیڑے سے خاوندوں کے ناک میں دم رکھینگی۔ بیت رت گیا۔ پوجا پاٹ۔ دھرم کرم جڑ پاؤں سے مٹ جائینگے۔ لوگ ادھرم کریں گے۔ دھرم کو فضول اور واہیات سمجھینگے۔ جب اس طرح دھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا تو بھگوان جی کو تکلیف کرنا پڑیگی کہ کلنگی اوتار میں جلوہ دکھلائیں گے۔ پاپ کی ناؤ ڈبوئیں گے دھرم کی بیل پھر ہری بھری ہوگی" ایضاً صـ ۶۸۹

میرے عزیز ہندو بھائیو! دیکھ لو یہ واقعات آج ہماری آنکھوں کے آگے کس صفائی سے پورے ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ پس اب تمہارا یہ کام ہے کہ غور کرو اور دیکھو بھالو کہ کلنگی اوتار کہاں ہے۔ یاد رکھو جو ڈھونڈھے گا وہ پائے گا۔ جو کھٹکھٹائے گا وہ مراد کو پہنچے گا۔ اب مہابھارت میں بیان کی ہوئی نشانیوں کو بھی دیکھ لو اور اس موجودہ زمانہ کی حالت کا اندازہ بھی کرتے جاؤ تم ہرگز انکار کرتے ہوئے یہ زبان سے نہیں نکال سکتے کہ یہ زمانہ کلنگی اوتار کی مبارک آمد کا نہیں +

اب تیسری عبارت بھی جو مختصر سی ہے مہابھارت میں دیکھو۔

(۳)

"مارکنڈے راجہ جدہشٹر کے استفسار پر یہ کلنگی اوتار کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں کہ "جب نیک اعمالوں کا قحط ہوگا بد افعالیاں اپنا سکہ جمائینگی۔ تب بھگوان اوتار

لینگے۔ برہمن کے گھر سنبھل کے مقام پر لوگ بشن کے نام سے پکارینگے"

"نہہ کلنکی کی طاقتیں غیبی ہونگی طاقت میں بےنظیر عقلمندی میں یکتائے روزگار[1] یوں تو نہ کوئی ہتھیار پاس ہوگا نہ لڑائی[2] کا اوزار مگر ایک اشارے میں سب کچھ موجود ہو جائے گا (یعنی ظالموں کو نیچا بغیر کسی ظاہری سامان کے خدائی طاقت سے ہی دکھلائینگے) ذات مبارک دھرم[3] کو از سرِ نو زندہ کرے گی بدکردار رلجے لقمۂ تیغ اجل ہونگے۔ دھرم کی خلاف ورزی عذاب میں داخل سمجھی جائے گی یہ تو نہہ کلنکی کا سرسری حال تھا ذرا سنو برہمنوں کی عظمت کیا ہے الخ"

ایضاً صفحہ ۶۹ ادھیائے نمبر ۹۰

میرے مُلک کے قدیم ہندو باشندو! حق کے قبول کرنے کی اپنے اندر طاقت پیدا کرو اور غور کرو کیسی صاف روشن اور آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن یہ نشانیاں ہیں جو کلگی اوتار کے بابرکت نزول پر پوری ہونی چاہئے تھیں اور پوری ہوتی ہوئی ہم اور تم سب دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں اور انشاء اللہ آگے بھی دیکھیں گے۔

پس اب ہمارا اور تمہارا اتنا ہی کام رہ گیا ہے کہ اُس مہاآتما پراُپکاری دھرمِ داتا دینا ناتھ سُکھ سروپ کی کھوج نکالیں کہ اسکی آمد کا تو یہی زمانہ تھا جو گذرنے کو تیار ہے وہ کہیں جلوہ افروز بھی ہوُا یا ابھی ہم کو اپنے فیض سے محروم ہی رکھے گا۔ اس غرض کے ماتحت جب ہم اطراف عالم میں نظر دوڑاتے ہیں کہ کہیں کوئی شخص نظر آئے جس میں کلگی اوتار کے نشان ہوں اور وہ دعوٰی کرے کہ میں خداوند کریم کی طرف سے اوتار بنا کے دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تو ہمیں ایک طرف سے خوشبو میں مہکی ہوئی اور قلب کو تسکین دینے والی شیریں آواز کانوں میں پڑتی ہے کہ :-

"جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے

---

[1] سبحان اللہ وبحمدہ یضع الحرب کا نقشہ کھینچ دیا۔ [2] من یحبد دلھا دیتھا الحدیث
[3] تخرج الصدور الی القبور (الہام مسیح موعود)

یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں اُن گناہوں کے دُور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے (آیا ہوں) جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یہ کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سُنکر فی الفور یہ کہینگے کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لیکر کُفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے لیکن یہ خدا کی وحی (گیان) ہے جس کے اظہار کے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جسکی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اوتار میں نہیں پائی جاتی +

وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جسکی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اُس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پُورا ہُوا مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت یہ بھی الہام ہُوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے" سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اُس کا مظہر ہوں اور اس جگہ ایک اور راز درمیان ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں (یعنی پاپ کا نشٹ کرنیوالا اور غریبوں کی دلجوئی کرنیوالا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رُو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی

ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغایر ہے الخ" (لیکچر سیالکوٹ) +

مبارک ہو اے بھارت کے سپوتو جسکی تلاش تھی وہ مل گیا۔ ہمارا من موہن ۔ آؤ آؤ ۔ دوڑو دوڑو پالیا پالیا ہم نے وہ لعلِ بے بدل جسکی ہزاروں برس سے زمانہ انتظار کر رہا تھا۔ پیاسی روحو دوڑ کے آؤ اور چشمۂ فیض سے اپنی تشنگی کو بجھاؤ ۔ اوادھرم سے نفرت اور دھرم کے دلدادہ والا و شیدائی دیر مت کرو وقت کو غنیمت سمجھو +

آہا ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہماری اُمیدیں بر آئیں ہم بانصیب ہیں کہ ہمیں ہمارا کرشن کنہیا مل گیا۔ ہمارا بخت طلوع ہوا کیونکہ ہم اپنی مُراد کو پہنچ گئے ۔ اس زمانہ کے وے لوگ بہت ہی مبارک ہیں جنھوں نے اس مہاآتما کو پہچانا اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کا جوا برضا و رغبت خوشی و شادمانی سے اپنے کندھوں پر لینا قبول کیا ۔ میرے سناتنی بھائیو اکلجگ کا زمانہ بھی آگیا ۔ نشان بھی کرشن جی کی آمد کے پورے ہو گئے اور خوبیٔ قسمت یہ کہ خود کلکی بھگوان بھی جلوہ افروز ہو گئے ۔ اب بتلاؤ کیوں پس و پیش ہے کیوں آگے قدم نہیں اُٹھاتے کیوں اندھیرے میں بھٹک رہے ہو ظلمت و ناراستی سے کیوں محبت کی ۔ روشنی اور نور کو قبول کرنے سے کیوں انکار ۔ بتلاؤ ہاں ہاں مترو سجنو جلد جواب دو ۔ کیا تمہارے جیسا بھی کوئی اس دُنیا میں اس جُگ کے اندر خوش قسمت نیک اور بلند بخت ہو سکتا ہے دیکھو مدت مدید گذر گئی ہزاروں صدیاں ہو چکیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان اسی شوق اور تمنا میں اس ناپائدار دُنیا سے چل بسے کہ کاش شری کلکی بھگوان کے منوہر درشن ہو جاتے ۔ ہزاروں رشی مُنی مہاتما اس سنسار سے سدھار گئے اور یہ خواہش اور اُمنگ دل ہی دل میں لے گئے کہ کلکی بھگوان کی زیارت سے مشرف ہو کے اُنکے چرنوں میں سیس نواتے اور دُنیا و عقبےٰ میں کامیاب و بامُراد ہوتے ۔ ایک ہندی کوی (شاعر) کی تڑپ ملاحظہ ہو جو ان اشعار میں ظاہر کی گئی ہے جسے میں ایک رسالہ سے اُردو الفاظ میں نقل کرتا ہوں :-

مُرلی میں تان گانا ۔ پھر بھی بجانا ہو گا
متھرا کے کُنج موہن ۔ تم کو سجانا ہو گا
مُرلی کی مند دھونی ۔ کو من بھولنا نہیں ہے

بنسی بجا کے موہن - سب کو جگانا ہوگا مُرلی میں الخ
سوئے ہوئے پڑے ہیں - کتنی شتابدیوں سے (صدیوں)
دُردیو گھور سب کا - تم کو بھگانا ہوگا مُرلی میں الخ
گر تو یہ[1] ہین بگڑے اکڑے بھٹکتے ہیں
ہم کو سدھار کرکے ہِت[2] میں لگانا ہوگا مُرلی میں الخ
اگیان کی دشا[3] میں اندھیرے میں پڑے ہیں
کر کو پکڑ کے موہن ادھوا[4] پلانا ہوگا مُرلی میں الخ
گھن شیام گھن گھٹا سی سودا بنی چھٹا سی
من موہنی لتا کو من میں بسانا ہوگا مُرلی میں الخ
ہم تو تمہارے سیوک کرونا ندھان[5] تم ہو
اپرادھ کو کشما کے من میں ملانا ہوگا مُرلی میں الخ
مُرجھا رہی کلی کا من کے بنا کھلے کیوں
درشن دیا کا دیکے اس کو کھلانا ہوگا مُرلی میں الخ
کرتا منن مہیشور تن من سے ہے نرنتر
اس دین ہین کو بھی سُکھ سے جلانا ہوگا
مُرلی میں تان گانا پھر بھی بجانا ہوگا

اے بھارت کی سنتان! دیکھ اور چشم بصیرت سے کام لے آنکھیں کھول اور ساری دُنیا میں نظر دوڑا۔ سوائے اس کے اور کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہو اب تجھے دکھلائی نہ دے گا کہ میں خداوند قدوس کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہو کر اس کلجگ میں اصلاح کرنے آیا ہوں اور خدا نے میری ہی مدد اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اور میرے مخالف اور ناکام و نامراد رہیں گے۔ میں اور میری جماعت آخر کار مظفر و منصور کامیاب و بامُراد ہوگی۔ یہی وہ موعود کرشن ہے جسکی آواز ابھی تمہیں سُنائی دی۔ بیشک یہ خدائی نصرتوں کے ساتھ دُنیا میں

[1] فرائض سے غافل ہیں [2] فائدہ [3] حالت [4] جام صافی [5] مخزنِ رحمت

آیا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ کامیاب ہوا اور اُس کے معاند و مخالف خائب و خاسر بے نیلِ مرام رہے۔ کیا پتہ چلا کہ یہ جلیل القدر انسان بھارت ورش کے کس مقام میں جلوہ افروز ہوا اور اس موعود کا نام کیا ہے اگر آپ نے ابھی تک نہیں جانا۔ تو میں بتلا دیتا ہوں۔ اس کا مبارک نام میرزا غلام احمد موعود کرشن ہے اور نگری قادیان میں اس کا ظہور پُر نور ہوا پس آؤ اور جو فیض یہ دُنیا میں لایا ہے حاصل کرو اور اپنی اُس مُرادِ دیرینہ کو پہنچو جو مدتوں سے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی ÷

یہی وہ موعود کرشن کلجگی اوتار ہے جس نے آکے بیماروں کو تندرست۔ مردوں کو زندہ کیا یہی وہ غلام احمدؑ کے روپ میں کرشن ہے جس نے دُنیا کو ظلمت و جہالت عصیان و نافرمانی کی راہ سے بچالیا یہی وہ پیارا کرشن کنہیا ہے جس کے پاس نہ تو کوئی ہتھیار تھا نہ لڑائی کا اوزار۔ مگر وہ سب پر غالب آیا۔ یہی وہ آخری زمانہ کا نجات دھندہ ہے جسکی صداقت کے لئے خدا نے لاکھوں بیّن نشان ظاہر کئے۔ انہی نشانوں میں سے دھرم مہوتسو کے جلسہ کا نشان ہے جس میں تمام مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق تقریریں کیں اور مضامین لکھے اور ان سب پر حسب پیشگوئی اسی نبی برحق کا مضمون بالا رہا۔ اور سامعین عش عش کر اُٹھے ؎

اُسی بجائی کرشن کنہیا نے بانسری - سب سُننے والے کہہ اُٹھے واہ واہ ہری ہری

ہاں ہاں یہی وہ ہمارا محبوب و مطلوب ہے جسکی تمنا میں پہلی نسلیں حسرت و یاس کے ساتھ اس جہان سے چل بسیں ÷

اس سے انکار نہ کرو اور سُن لو کہ بہت سے ناعاقبت اندیش بدقسمت اس جری اللہ کے مقابلہ پر اس غرض کو لے کر اُٹھے کہ اس کو دُنیا میں ذلیل و رسوا کر دیں اور اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے ہزاروں جائز و ناجائز وسائل عمل میں لائے ناخنوں تک زور خرچ کیا مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا کے اس مُرسل کو ناکام بنانے کے لئے جو زور آزمائیاں کی گئیں سب ناکام رہیں مخالفین کے سب منصوبے خاک در خاک ہو گئے۔ جتنے حیلے حوالے اور خفیہ سازشیں تھیں سب تہ و بالا ہو گئیں اور یہ اپنے بدبخت مخالفوں کے گزند سے بالکل محفوظ رہا ÷

دُنیا والوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص دُنیاوی اسباب سے زیر نہیں ہوُا تو روحانی حربے بھی استعمال کرنے میں دریغ نہ کیا اور رو رو کے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے حضوُ ناکام دُعائیں کی گیئں کہ اے خدا اس شخص کو جو ہمارے نزدیک صادق نہیں ہلاک کردے مگر دیکھ لو اس کارروائی کا کیا انجام ہوُا +

واحسرتا کہ اللہ کے اس حبیب کے لئے جو ہلاکت وتباہی کے متعلق الحاح وزاری سے دُعائیں کی گیئیں وہ اُلٹ کر مخالفوں پر ہی پڑیں اور ایک ایک کر کے سب تباہ وبرباد اور ہلاک ہوتے ہوئے پیارے صادق کرشن کی صداقت پر مُہر لگاتے ہوئے اس دنیا سے حسرت وناکامی کے ساتھ اُٹھ گئے +

کیا لیکھرام کا واقعہ دُنیا بھول سکتی ہے جس نے خود ہی اپنی پرارتھنا شائع کی۔ اور پھر جب نشان کا طالب ہوُا تو خدا نے اس کو اپنے پیارے کرشن کی صداقت کا نشان ٹھہرادیا +

پھر ڈوئی کا واقعہ جس کا ظہور دوسری دُنیا میں ہوُا +

پس پیارو اس موعود کو پہچانو اور یہ قیمتی وقت ہاتھ سے نہ گنواؤ۔ یہ وقت یہ گھڑیاں پھر ہاتھ نہ آئینگی۔ یہ مبارک زمانہ تمہارے لئے قدرت نے مقرر کیا تھا۔ پہچانو اور دل کی مُرادیں بھرپاؤ +

میرے ہندو بھائیو! پیارے کرشن کنہیا کا احمد نام سُنکر مت ہچکچاؤ۔ دیکھو سینکڑوں برس کی قدیم کتاب کلکی پُوران میں اس موعود کا نام احمد ہی بتلایا گیا ہے +

"کلکی بھگوان اُنہیں اور با غیچوں کو جو شہر کے قریب تھے دیکھ کر دل میں بہت خوش ہوئے احمد نے عزت اور محبت سے کہا اے طوطے اس جگہ ہم اشنان کرینگے۔ طوطے نے پربھو سے اس مطلب کو سمجھ کر عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ میں پدما کے محل میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں اور اس نے پدماوتی کے پاس آکر کلکی بھگوان کا پیام کہا یعنی وہاں آنے کی مبارک خبر دی" کلکی پُوران اردو ترجمہ صفحہ ۴۸ جسے پنڈت ہردیال شرما نے شری دیاس بھگوان رچیت سنسکرت پوران سے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا

پس جب تمہاری قدیم کتاب اس کا نام احمدؐ ہی بتلاتی ہے تو تمہارا انکار کرنا یا پہلوتہی کرنا گویا ہلاکت و تباہی کا مُنہ دیکھنا ہے پس اگر تمہاری فطرتیں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت و لیاقت رکھتی ہیں تو تم اس موعود کے فیضان سے ضرور بہرہ ور ہوتے ہوئے اپنے لئے آخرت کی زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگے ؂

تمہارا دلی خیرخواہ

فضل حسین احمدی مہاجر از کرشن نگری قادیان

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ

حضرت اقدس کی تحریر

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ خسوف کسوف قانونِ قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا .... اور یہ احمقانہ عذر پیش کردیا ہے کہ اس پیشگوئی کے یہ معنی ہیں کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ لاحول ولاقوۃ۔

اے نادانو ذرہ سوچو کہ حدیث میں چاند گرہن میں قمر کا لفظ آیا ہے۔ پس اگر مقصود یہ ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں قمر کا لفظ نہ آتا بلکہ ہلال کا لفظ آتا کیونکہ کوئی شخص اہلِ لغت اور اہلِ زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے اگر چاند گرہن پہلی رات میں ہونا ہوتا تو ینکسف الہلال لاول لیلۃ عبارت چاہیئے تھی سو اب سوچنا چاہیئے کہ یہ لوگ علمیت کے ساتھ مولوی کہلاتے ہیں اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ پہلی رات کے چاند کو عربی زبان میں کیا کہتے ہیں۔ انتہی

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۶ و ۴۷) ؂

الفقیہ کی جرح **پہلا طریق**۔ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے پایا جاوے کہ چاند

گرہن تیرھویں تاریخ کو ہوگا بلکہ صاف ہے کہ یہ گرہن خلافِ قانون قدرت رمضان کی پہلی رات کو ہوگا لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض سے بھی عیاں ہے چنانچہ لاول لیلۃ من رمضان صاف ہے جس کے معنے سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ رمضان کی پہلی رات اور لفظ رمضان اور کوئی تاویل کرنیکی گنجایش ہی نہیں رکھتا۔ اور یہ کہنا کہ چاند گرہن تیرھویں تاریخ کو ہوگا ایک احمقانہ عذر ہے حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں تیرھویں تاریخ کے چاند کو عربی میں بدر کہتے ہیں ؛

(۲) اگر تیرھویں تاریخ کا چاند گرہن مُراد ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ینکسف البدر لاول لیلۃ من لیالی الکسوف یعنی بدر کو گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی رات کو گرہن ہوگا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے تو اس میں شک نہیں رہتا کہ الفاظ حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات کو گرہن ہوگا تعجب ہے کہ مہدویت و رسالت و نبوت کا دعویٰ کرنیوالا اور خدا سے ہمکلام ہونے کا مدعی اتنا بھی نہیں جانتا کہ عربی زبان میں تیرھویں تاریخ کے چاند کو کیا کہتے ہیں ؛

دوسرا طریق ۔ دوسرے طریقے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ لفظ قمر کسی خاص تاریخ اور وقت کے اعتبار سے چاند کو نہیں کہتے بلکہ علی الاطلاق اس کرہ کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی حاصل کرنے کے رات کو روشنی دیتا ہے اور جب سورج کی روشنی اس پر نہو تو تاریک ہوتا ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ چاند کو بلا قید و تاریخ و وقت کے عربی میں قمر کہتے ہیں قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھو والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم اور الم تر ان اللہ یسجد لہٗ من فی السمٰوٰت والارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب اگر قمر پہلی تین راتوں کے چاند کو نہیں کہتے تو لازم آتا ہے کہ جو حالت سجدہ قمر کی اس آیت میں بتائی گئی ہے اس حالت کو چاند پہلی تین راتوں میں قبول نہیں کرتا اور یہ صریح کفر و جہالت ہے پھر ومن ایٰتہ اللیل والنہار والشمس والقمر یوں سمجھو کہ قمر چاند کا اسم ذاتی ہے اور ہلال بدر اسم صفاتی۔

تیسرا جھوٹ جو مرزا صاحب نے اس کسوف خسوف کے متعلق بولا ہے وہ یہ ہے کہ محمد باقر کے قول کو وہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتاتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا" ضمیمہ انجام آتھم - یہ جھوٹ اس غرض سے بولا گیا ہے کہ لوگوں کو دھوکا دیا جاوے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے پیشگوئی کی ہے - حالانکہ روایت زیر بحث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے جب ایسے الفاظ نہیں تو یہ کہاں سے پیدا کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (منقول از اخبار الفقیہ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۹ء)

جواب معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اول لیلۃ من رمضان سے چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات مراد ہے اور ینکسف الشمس فی نصف منہ سے سورج کے گرہن کی تاریخوں میں سے دوسری یعنی درمیانی تاریخ مراد ہے اور لم تکونا منذ خلق السموت والارض سے مراد یہ ہے کہ ایسا نشان کبھی نہیں ہوا کہ مہدی موجود ہو اور پھر چاند گرہن اور سورج گرہن انہی تاریخوں پر ایک ہی ماہ میں ہوا ہو جیسا کہ حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں میں مرقوم ہے:-

"و اجتماع ایں ہر دو کسوف در ماہے گاہے نبودہ گویم خسوف قمر نزد اہل نجوم بتقابل شمس بر ہیئت مخصوص میشود و در غیر تاریخ سیزدہم و چہاردہم و پانزدہم اتفاق نمے افتد و ہمچنیں کسوف شمس نزد اقتران قمر بر شکل خاص در غیر تاریخ بست و ہفت و بست و ہشت و بست و نہم نمیشود"

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورج گرہن کی تاریخیں استقراء سے ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ ہیں اور چاند گرہن کی ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ ہیں - ان سے علاوہ کسی تاریخ میں گرہن نہیں ہوتا - پس جبکہ یہ سنت اللہ ہے تو ان تواریخ سے علاوہ اور کسی تاریخ میں نہیں لگ سکتا کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ خدا تعالےٰ کے قوانین کے لئے تبدیلی نہیں ہے - پھر معترض پر مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ اس نے کیسی جاہلانہ بات کی ہے کہ یہ کسوف خسوف قانون قدرت کے خلاف ہو گا - اتنا بھی نہیں سمجھا کہ قانون قدرت تو کہتے ہی خدائی قانون کو ہیں - پس وہ کسوف وخسوف خدائی قانون

کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انّا خلقنا کل شیٔ بقدر کہ ہر ایک چیز کو ہم نے ایک انداز کے ماتحت پیدا کیا ہے جس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتے پھر سورج چاند کے متعلق فرمایا ہے والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون۔ سورج ان مکانوں میں چلتا ہے جو اس کے چلنے کے لئے مقرر ہیں ان سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اندازہ عزیز و علیم کی طرف سے ہے۔ عزیز و علیم کے الفاظ میں ایک لطیف اشارہ ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ قانون کی خلاف ورزی بھی کر دیتے ہیں کیا خدائی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کر سکتا فرمایا اس کے قانون کی خلاف ورزی اس واسطے نہیں ہو سکتی وہ عزیز ہے یعنی سب اشیاء پر غالب ہے پھر کوئی کہہ سکتا تھا کہ قانون بناتے وقت بعض باتوں کے معلوم ہونے کی وجہ سے قانون کو بدلانا بھی پڑتا ہے تو کیا خدا تعالےٰ کو قانون بدلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فرمایا اسے قانون بدلانے کی اس واسطے ضرورت نہیں کہ وہ علیم یعنی بہت جاننے والا ہے غیب کی باتیں جانتا ہے لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ ایک ذرہ بھی اس سے زمین و آسمان میں پوشیدہ نہیں۔ اور آیندہ کی باتوں کو جانتا ہے اس واسطے اس کو قانون کے بدلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر فرمایا کہ چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ مانند خشک شاخ کھجور کے ہو گیا نہ سورج چاند کو پا سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھنے والی ہے ہر ایک بیچ آسمان کے چلتے ہیں پس جبکہ علم النجوم اور استقراء سے ثابت ہے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن خاص تاریخوں میں ہوا کرتا ہے اور سورج چاند کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک قانون کے ماتحت چلتے ہیں تو گرہن جو کہ حیلولۃ الارض بین الشمس والقمر کا نام ہے وہ بھی بغیر مقررہ تاریخوں کے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمین کے حائل ہونے کا وقت خدا تعالےٰ کے نزدیک مقرر شدہ ہے جیسا کہ مصنف حجج الکرامہ نے لکھا ہے۔ پس مقررہ تاریخوں کے سوا دوسری تاریخوں میں گرہن نہیں لگ سکتا۔ ففکر فیھا حق التفکر +

محال عقلی

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوگا۔ تو معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی رات کا چاند خود ایک تار سا ہوتا ہے تو اس کو گرہن کیسے لگ سکتا ہے اور پہلی رات کے چاند کو جب گرہن لگے تو وہ دکھائی کیسے دیگا اور آیت کیسے بنے گی اور نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی رات کے چاند کو جب گرہن لگے تو وہ بالکل دکھائی ہی نہیں دیگا جب چاند دکھائی نہیں دیگا تو اُس دن کا روزہ ہی فرض نہ ہوگا جب روزہ نہ ہُوا تو لاول لیلۃ من رمضان کا مصداق نہیں ہوگا کیونکہ وہ گرہن کی رات رمضان میں متصوّر نہ ہوگی ✣

ہمارے معنوں کی تائید

حافظ محمدؐ نے بھی اس حدیث کے معنوں کا ترجمہ احوال الآخرۃ میں یہی لکھا ہے:۔ ھ

تیرہویں چن ستائیویں سورج گہن ہوسی اُس سالے۔ اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

مصنف احوال الآخرۃ نے ستائیسویں کے لفظ میں غلطی کی ہے کیونکہ اس حساب کی رو سے نصف اٹھائیسویں تاریخ ہے جو کہ غلطی سے ستائیسویں لکھ دی گئی ہے ✣

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر تیرہویں تاریخ چاند کی مُراد ہوتی تو بدر کا لفظ استعمال ہوتا۔ یہ بھی بالکل غلط ہے چنانچہ ہم آپ کو بحوالجات لغات عربی ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ بدر سوائے چودہویں رات کے چاند کے کسی کو نہیں کہتے ✣

صحاح

البدر ولیلۃ البدر لیلۃ اربع عشرۃ وسمی بدرًا لمبادرتہ الشمس بالطلوع کانہ یعجلھا المغیب ویقال سمی بدرًا لتمامہ۔ وابدرنا ای طلع علینا البدر۔ (صحاح) ✣

بدر کی رات چودہویں رات ہے اور اس کا نام بدر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ سورج کے غائب ہوتے ہی جلدی سے طلوع ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے پورا ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدر رکھا گیا ہے ✣

لسان العرب

البدر۔ لیلۃ البدر لیلۃ اربع عشر وسمی بدرًا لامتلائہ

(لسان العرب جلد۵) لیلۃ البدر چودھویں رات ہے اور اس کا نام بدر اس کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے +

مفردات راغب والبدر قیل سمی بذلک لمبادرتہ الشمس بالطلوع و قیل لامتلائہ تشبیھا بالبدرۃ (مفردات راغب جلد۱)

بدر کہا گیا ہے کہ اس کا نام بدر اس واسطے ہے کہ وہ سورج کے بعد جلدی طلوع ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے پورا بھر جانے کی وجہ سے ہے +

تاج العروس ابدرنا طلع لنا البدر کاقمرنا واشرقنا بمعنے الشمس کذا فی الاساس او ابدرنا سرنا فی لیلۃ۔ وھی لیلۃ اربع عشرۃ (تاج العروس جلد ۳)

ابدرنا کے معنے ہم پر چودھویں رات کا چاند چڑھا جیسے اقمرنا و اشرقنا ہم پر سورج اور چاند چڑھا۔ اسی طرح "اساس" میں آیا ہے یا ابدرنا کے معنے ہم بدر کی رات میں چلے اور وہ چودھویں رات ہے +

صراح بدر ماہ تمام لیلۃ البدر شب چہاردہ از ماہ سمی لبدرہ المبادرتہ الشمس بالطلوع (صراح) +

بدر پورے چاند کو کہتے ہیں اور لیلۃ البدر چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں اس کا نام بدر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ سورج کے بعد جلد چڑھتا ہے +

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ بدر سوائے چودھویں رات کے چاند کے کسی کو نہیں کہتے۔ پس باطل ہؤا آپ کا اعتراض کہ مرزا صاحب یہ بھی نہیں جانتے کہ تیرھویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں +

تیسرے اعتراض کا جواب تیسرا اعتراض یہ ہے کہ پہلی اور دوسری اور تیسری رات کے چاند کو بھی قمر کہتے ہیں اس کے جواب میں ہم معترض صاحب کو لغات کی کتب سے بتاتے ہیں کہ قمر کے لفظ کا اطلاق پہلی تین رات کے چاندوں پر نہیں آتا بلکہ پہلی تین رات کے چاند کا نام ہلال ہے +

مفردات راغب

القمر - قمر السماء یقال عند الامتلاء وذلک بعد الثلاث قیل وسمی بذلک لانہ یقمر ضوء الکواکب ویفوز بہ قال هو الذی[1] جعل الشمس ضیاء والقمر نورا قال والقمر[2] قدرناہ منازل وانشق[3] القمر والقمر[4] اذا تلاها کلا والقمر والقمراء ضوءہ وتقمرت فلان - ای اتیتہ فی القمراء (مفردات راغب)

کہ قمر اس کے پورا ہونے کے وقت کہا جاتا ہے اور یہ امتلاء تین راتوں کے بعد ہوتا ہے اور مندرجہ بالا چار آیات میں قمر انہی معنوں میں آیا ہے اور قمر اور قمراء چاندنی کا نام بھی ہے اور تقمرت فلان کے معنے یہ ہیں کہ میں اس کے پاس چاندنی میں آیا ۔ اس حوالہ میں، ایک آیت ہے جو معترض صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے یعنی والقمر قدرناہ منازل ۔

صحاح

القمر بعد ثلاث لیال الی آخر الشہر سمی قمر البیاضۃ وتقمرتہ اتیتہ فی القمراء وتقمر الاسد اذا خرج فی القمراء یطلب الاسد

ومنہ قول الشاعر-

سقط العشاء بہ علی متقمر - حامی الذمار معاود الاقران

(صحاح جزء اول)

قمر تین رات کے بعد سے آخر مہینہ تک کے چاند کا نام ہے اور اس کا نام قمر البیاضہ ہے۔

لسان العرب

قال ابن سیدہ والقمر یکون فی اللیلۃ الثالثۃ من الشہر وھو مشتق من القمرۃ والجمع اقمار واقمر صار قمرا وربما قالوا اقمر اللیل ولا یکون الا فی الثالثۃ انشد الفارسی شعر

یا حبذا العرصات لیلا فی لیالی مقمرات

قال ابو الہیثم یسمی القمر للیلتین من اول الشہر ھلالا وللیلتین من آخرہ لیلۃ ست وعشرین ولیلۃ سبع وعشرین ھلالا ویسمی ما بین ذلک قمرا قال الجوہری القمر بعد ثلاث الی آخر الشہر (لسان العرب جلد ۶) ترجمہ

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قمر مہینہ کی تیسری رات میں ہوتا ہے اور وہ قمرۃ سے مشتق ہے اور جمع اقمار کے وزن پر آتی ہے اور اَقْمَرَ کے معنے چاند بن گیا۔ اور اکثر دفعہ عرب اقمرا للیل کہتے ہیں اور قمر تیسری رات میں ہوتا ہے فارسی نے یہ شعر پڑھا ہے کہ صحن رات کے وقت چاندنی راتوں میں کیسے ہی اعلیٰ دکھائی دیتے ہیں ابوہیثم نے کہا ہے کہ مہینہ کی پہلی دو راتیں اور آخری یعنی چھبیسویں اور ستائیسویں راتوں کو ہلال کہتے ہیں اور ان کے مابین قمر کہتے ہیں جوہری نے کہا ہے کہ قمر تین راتوں کے بعد آخری مہینے تک کہلاتا ہے اور قریباً یہی عبارت تاج العروس میں ہے +

صراح قمر بالتحریک ماہ وھو بعد ثلاث لیال الی آخر الشہر وقبل الثلاث ہلال (صراح)

قمر چاند کو کہتے ہیں اور وہ تین راتوں کے بعد سے لے کر آخر مہینے تک قمر کہلاتا ہے اور تین راتوں سے پہلے ہلال کہلاتا ہے پس لغت کی رو سے ثابت ہو گیا کہ پہلی رات کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے قمر اس کا نام نہیں ہے +

باقی رہیں آیات قرآنی۔ سو ان میں سے پہلی آیت جو آپ نے پیش کی ہے اس کو صحاح والے نے قمر کے ماتحت بیان کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قمر سے مراد وہی چاند ہے جو تین راتوں کے بعد ہوتا ہے اور پھر حتیٰ عاد کالعرجون القدیم بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عرجون قدیم کی حالت میں آکر دوسری حالت میں آجاتا ہے جو کہ اہل لغت کے نزدیک ہلال کے نام سے موسوم ہے ملاحظہ ہو لسان العرب جزو ۶ +

اور دوسری آیت سے جو آپ نے استدلال کیا ہے (کہ اگر مرزا صاحب کا استدلال صحیح ہو کہ قمر پہلی تین راتوں کے چاند کو نہیں کہتے تو لازم آتا ہے کہ جو حالت سجدہ قمر کی اس آیت میں بتائی گئی ہے اس حالت کو چاند پہلی تین راتوں میں قبول نہیں کرتا) غلط ہے کیونکہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہلال سجدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ آیت میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ لوگ ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں شرک کے استیصال کرنے کے لئے تفصیل کر دی ہے کہ سورج اور چاند جن کی لوگ پرستش

کرتے ہیں وہ بھی خدا کی فرمانبرداری اور اُس کے لئے سجدہ کرتے ہیں پھر تم اُن کے آگے کیوں سر جھکاتے ہو خدا جو کہ اُن کا مالک ہے اس کے آگے سر جھکاؤ اور جن چیزوں کا اِس آیت میں تفصیلاً ذکر نہیں کیا گیا۔ ان کے عدم بیان سے لازم نہیں آتا کہ وہ سجدہ نہیں کرتیں کیونکہ من فی السمٰوٰت والارض کا لفظ ان تمام چیزوں کو حاوی اور شامل ہے جن کا اس آیت میں بیان نہیں ہوا اور پھر یہ بھی کہ قمر چونکہ اکثر ایام کے چاند پر یہاں تک کہ بد پر بھی جیسا کہ مندرجہ بالا لغات کے حوالوں سے ثابت ہے اطلاق پاتا تھا اور لوگوں کی اس کی عبادت کرنے کی بڑی بھاری وجہ اس کا روشنی پہنچانا تھا جو قمر کی حالت میں حاصل ہوتی ہے اس لئے قمر کا لفظ لایا اور اس قمر کے لفظ سے یہ استدلال بھی ہو سکتا ہے کہ جبکہ چاند قمر ہونے کی حالت میں سجدہ کرتا ہے تو ہلال کی حالت میں تو بدرجہ اولیٰ کرتا ہوگا کیونکہ قمر ہلال سے بڑا ہے اور بڑا جب سجدہ کرے تو چھوٹے کو بدرجہ اولیٰ کرنا پڑے گا پس اس آیت سے بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا ۔

اور تیسری آیت کہ ومن ایٰتہ اللیل والنھار والشمس والقمر سے بھی آپ نے جو نتیجہ نکالا ہے (کہ اگر قمر کا اطلاق ہلال پر نہیں آتا تو لازم آتا ہے کہ پہلی تین راتوں کا چاند خدا کی آیات میں ہونے کے قابل نہیں) غلط ہے اس لئے کہ عدم بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہلال آیت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک چیز خدا کی آیت ہے اور بعض ایسی اشیاء بھی ہیں۔ جن کا خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ ذکر کیا ہے مثلاً ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون۔ حالانکہ اس آیت زیر بحث میں ان کا بیان نہیں تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ لیل اور نہار اور شمس اور قمر کے سوا اور کوئی چیز آیت ہی نہیں یہ تو بالکل غلط ہے یہاں قمر کا لفظ تو محض اس لئے لایا گیا ہے کہ جسکی مشرکین پرستش کرتے ہیں وہ خود ہستی باری تعالےٰ پر ایک دلیل ہے چنانچہ اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ۔

پس مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قمر کا اطلاق ہلال پر ہوتا ہے اور ہم نے

لغت کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ قمر کا اطلاق ہلال پر نہیں ہوتا اور یہی حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔ اگر ہم یہ تسلیم بھی کریں کہ قمر کا اطلاق پہلی رات سے آخری رات تک کے چاند پر ہے تو بھی جب پہلی رات کے چاند کے متعلق خصوصیت سے کوئی ذکر کرینگے۔ تو وہاں ہلال ہی کا لفظ بولینگے قمر نہیں بولینگے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ مرد اور عورت کا لفظ ہے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں پر بھی صادق آتا ہے اور بڑی عمر والوں پر بھی۔ لیکن جب کسی چھوٹی عمر والے کا ذکر کرینگے۔ تو بلاغت کا اقتضاء ہے کہ اُس وقت لڑکا ہی کہا جائے۔ اسی طرح گو قمر کا لفظ عام ہو تو بھی پہلی رات کے چاند کو ہلال ہی کہینگے +

چوتھے اعتراض کا جواب

پھر معترض کا یہ لکھنا کہ مرزا صاحب محمد باقر کے قول کو دھوکہ دینے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بتاتے ہیں۔ یہ قول معترض صاحب کا قلت تدبر اور سوءِ فہم اور عدم تعمق کا نتیجہ ہے اور ایک حد تک لوگونکو دھوکہ دینے کے لئے ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اس سے پہلے اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس سے دو تین سطر پہلے فرماتے ہیں پیشگوئی کے اصل لفظ جو امام محمد باقر سے دار قطنی میں مروی ہیں یہ ہیں "اِنّ لمہدینا آیتین الخ" پس جبکہ حضرت مسیح موعود پہلے اس کو امام محمد باقر سے مروی فرما چکے ہیں اگر آپ کی غرض لوگوں کو دھوکہ دینا ہوتا تو آپ اسکو امام محمد باقر کا قول کیوں فرماتے ہاں اس کے بعد "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا" لکھنا کوئی وجہ رکھتا ہے +

جواب اوّل

اوّل یہ کہ یہ حدیث غیب کی پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اس کا مضمون بعینہٖ پورا ہو گیا تو بموجب آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول قطعی طور پر ماننا پڑا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اس کا راوی بھی عظیم الشان ائمہ میں سے ہے یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو اب بعد شہادت قرآن شریف کے جو آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احد سے اس حدیث کے منجانب رسول ہونے پر مل گئی ہے پھر بھی اس کو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ سمجھنا کیا یہ دیانت کا طریق ہے اور کیا آپ لوگوں کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی پر بجز خدا کے رسولوں کے اور

بھی کوئی قادر ہو سکتا ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو کیوں اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ قرآنی شہادت کی رو سے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ایسی پیشگوئی پر کوئی دوسرا بھی قادر ہو سکتا ہے تو پھر آپ اس کی نظیر پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ کسی مفتری یا رسول کے سوا کسی اور نے کبھی یہ پیشگوئی کی ہو کہ ایک زمانہ آتا ہے جس میں فلاں مہینے میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف ہوگا اور فلاں فلاں تاریخوں میں ہوگا اور یہ نشان کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے ہوگا جسکی تکذیب کی گئی ہوگی اور اس صورت کا نشان اول سے آخر تک کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ اسکی ہرگز ہرگز نظیر نہیں پیش کر سکینگے درحقیقت آدم سے لیکر اس وقت تک کبھی اس قسم کی پیشگوئی کسی نے نہیں کی کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے اخیر تک اسکی نظیر نہیں پھر جبکہ ایک حدیث دوسری حدیث سے قوت پا کر یقین کو پہنچ جاتی ہے تو جس حدیث نے خدا تعالےٰ کے کلام سے قوت پائی ہے اسکی نسبت یہ زبان پر لانا کہ وہ موضوع اور مردود ہے۔ انہی لوگوں کا کام ہے جنکو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہے اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اسکی ضرورت سمجھی گئی مگر خدا نے اپنی دو گواہیوں سے یعنی آیت فلایظھر اور آیت جمع الشمس والقمر سے خود اس حدیث کو مرفوع متصل بنا دیا۔

(تحفہ گولڑویہ ص۴۸)

دوسرا جواب دوسرا جواب یہ ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بخاری مسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ عن حذیفة قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترك شیئاً یکون فی مقامہ ذلك الی قیام الساعة الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشیٔ قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ متفق علیہ ۔ جس سے ظاہر ہے کہ جسقدر اہم امور قیامت تک ہونیوالے تھے ان سب کو بیان فرما دیا اور اس میں حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان امور کو جس نے

یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے بھلا دیا۔ اُس نے بھلا دیا لیکن میری حالت یہ ہے کہ جب میں ان بھولی ہوئی اشیاء سے کوئی چیز واقع ہو جاتی دیکھتا ہوں تو میں اسکو ایسے پہچان لیتا ہوں کہ جیسے ایک جان پہچان کا غائب آدمی سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی واقع ہو جائے تو راوی کا ضعف مضر نہیں ہوتا اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی پتہ لگ گیا کہ سورج چاند کا گرہن جو کہ اہم امور میں سے ایک امر تھا اس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی خبر دی ہے +

تیسرا جواب اکابر محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کمزور حدیث پر سکوت اختیار نہیں کرتے بلکہ اس پر جرح کر کے اس کو موضوع وغیرہ قرار دیتے ہیں لیکن اس حدیث کو کسی محدث نے موضوع نہیں ٹھہرایا۔ پھر اس کو لکھنے والے امام دارقطنی نے بھی جو کہ صحیحین پر بھی جرح کرنیوالا ہے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا اگر اس میں ضعف ہوتا تو ضرور اس پر کوئی نہ کوئی جرح کرتا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیتا +

چوتھا جواب اصول حدیث میں یہ صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ ایسے امور جن میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے (جیسا کہ یہ متنازعہ فیہ حدیث ہے کیونکہ یہ ایک پیشگوئی ہے) ان کو اگر صحابہ یا اہلبیت میں سے کوئی روایت کرے تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتے ہیں +

نیز شیعہ اہل بیت کی روایت کو بوجہ ان کی عظمت کے انہی تک رہنے دیتے ہیں جیسا کہ شیعہ کی اکثر احادیث اہل بیت تک ہی پہنچتی ہیں۔ پس امام دارقطنی بھی انہی کے اصول کے مطابق یہ روایت احادیث کے ضمن میں لایا ہے اور اسے حدیث رسول اللہ ہی سمجھا ہے اب کسی کا حق نہیں کہ وہ کہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں یا اس کے راوی ثقہ نہیں +

جلال الدین
(مولوی فاضل)

اختلاف حلیتین

اعتراض مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے ورنہ اس طرح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دو ہو سکتے ہیں کیونکہ معراج والی حدیث میں ان کا حلیہ ایک مرد گندم گوں دراز قد جعد یعنی گھنگر والے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہیں مضطرب رجل الشعر یعنی وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ بہت گھنگر والے ہوں اور دوسری حدیث جو ابن عباس سے ہے اس میں لکھا ہے کہ دیکھا میں نے موسیٰ کو شب معراج میں ایک گندم گوں دراز قد جعد یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد۔ کیا اس اختلاف سے حضرت موسیٰ دو ہو گئے نہیں تو پھر اختلاف حلیہ سے حضرت عیسیٰ بھی دو نہیں ہیں اور اسی شک کے دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ کی مشابہت عروہ بن مسعود سے فرما دی تاکہ شک نہ رہے کیونکہ گندم گوں رنگ کبھی احمر دکھائی دیتا ہے جبکہ انسان عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی بال کبھی لمبے ہوتے ہیں اور کبھی گھنگر والے۔ اس لئے شک کے مٹانے کے لئے آنحضرتؐ نے عروہ کے ساتھ مسیح کی مشابہت فرما دی اور شب معراج میں جب عیسیٰ نے حضرت سے کہا تھا کہ میں دجال کو قتل کرنے آؤنگا وہ تو اسرائیلی نبی تھا پس نزول بھی اسرائیلی نبی کا ہوگا مرزا صاحب تو کبھی مکے بھی نہ گئے تھے ان کا طواف کرنا غلط ہے انتہی (منقول از رسالہ مرزائیوں کے بائیس سوالات کا جواب) +

جواب اوّل حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دو حلیئے نہیں بتلائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ بخاری کتاب بدء الخلق میں حلیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان کیا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری بی لقیت موسیٰ قال فنعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رجل حسبتہ قال مضطرب

رجل الراس کانہ من رجال شنوءۃ

اور جو حدیث کتاب ذکر الانبیاء میں آئی ہے تو اس میں بھی اسراء کا ذکر ہے اس میں آپ فرماتے ہیں۔ رأیت موسیٰ واذا ھو رجل ضرب رجل کانہ من رجال شنوءۃ پس آپ نے چونکہ حضرت موسیٰ کو معراج ہی میں دیکھا ہے اور اسی نظارہ کے مطابق حلیہ بتایا ہے۔ اس لئے آپ کے بیان میں اختلاف نہیں ہو سکتا بلکہ لفظوں کا مختلف ہونا راویوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے قرار دینا پڑے گا اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ملتے جلتے ہیں۔ نیز دو حدیثوں میں حضرت موسیٰ کی تشبیہ رجال شنوءۃ کے ساتھ دیگئی ہے یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں پھر ایک حدیث میں مضطرب اور ایک میں ضرب اور ایک میں طوال اور جسیم آیا ہے ان سب کے معنے قریباً ایک ہیں کیونکہ ضرب کے معنے صحاح میں یہ لکھے ہیں الضرب الرجل الخفیف اللحم قال طرفۃ ؎

انا الرجل الضرب الذی تعرفونہ

خشاش کراس الحیۃ المتوقد

ویقال الضرب = الاسراع فی المشی

اور نہایۃ ابن الاثیر میں ہے۔ الضرب فی صفۃ موسیٰ علیہ السلام انہ ضرب من الرجال ھو الخفیف اللحم الممشوق المستدق وفی روایۃ فاذا رجل مضطرب رجل الراس ھو مفتعل من الضرب والطاء بدل من تاء الافتعال ومنہ فی صفۃ الدجال طوال ضرب من الرجال۔ پس ان حوالوں کی رو سے یہ ثابت ہو گیا کہ جسیم اور طوال اور ضرب اور مضطرب قریباً ایک ہی معنے رکھتے ہیں اب رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری حدیث میں رجل الراس کا آیا ہے تو اس کے بھی دو جواب ہیں

پہلا جواب	کہ جعد کے معنے اگر گھنگروالے بال لئے جائیں تو رجل الراس کے معنے ہم کہینگے کہ کنگھی کئے ہوئے بال ہیں یعنی ہیں گھنگروالے لیکن ان کو

کنگھی کی ہوئی تھی کیونکہ ترجّل کے معنے لغت اور محاورات عرب اور احادیث میں کنگھی کرنے کے آتے ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں آیا ہے کان رسول اللہ یحب التیمن فی ترجلہ الخ یعنے آپ اپنی کنگھی کرنے میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب سمجھتے تھے پس اس طرح پر کوئی اشکال باقی نہ رہا +

دوسرا جواب فتح الباری والے نے جعد اور رجل الراس کے درمیان اور جسیم اور طوال کے درمیان خود مطابقت دی ہے لکھتے ہیں "ان المراد بالجسیم فی صفۃ موسیٰ علیہ السلام الزیادۃ فی الطول ویؤیدہ قولہ فی الروایۃ التی بعد ھٰذہ کانہ من رجال الزط وھم طوال غیر غلاظ وقع فی حدیث الاسراء وھو فی بدء الخلق رأیت موسیٰ جعدا طوالا واستنکرہ الداودی فقال لا اراہ محفوظا لان الطویل لا یوصف بالجعد وتعقّب بانھما لا یتنافیان وقال النووی الجعودۃ فی صفۃ موسیٰ جعودۃ الجسم وھو اکتنازہ واجتماعہ لا جعودۃ الشعر لانہ جاء انہ کان رجل الشعر" ترجمہ۔ کہ مراد جسیم سے جو موسیٰ علیہ السلام کی صفۃ میں آیا ہے زیادۃ فی الطول ہے اور اس کے بعد کی روایت اسی کی تائید کرتی ہے گویا کہ وہ زط مردوں سے ہے اور زط لمبے ہوتے ہیں۔ موٹے نہیں ہوتے اور حدیث اسراء جو بدء الخلق میں آتی ہے اس میں موسیٰ کا حلیہ جعد اطوالا آیا ہے اور داودی نے اس کو منکر سمجھا ہے اس نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں خیال کرتا کیونکہ طویل موصوف بالجعد نہیں ہوتا اور پھر اس نے بعد میں کہا ہے کہ طویل اور موصوف بالجعد ہونا متنافی نہیں ہیں۔ نووی نے کہا ہے کہ جعودۃ جو صفت موسیٰ میں ہے اس سے مراد جعودۃ جسم کی ہے یعنی جسم کا سخت اور مجتمع الخلق ہونا جعودۃ شعر مراد نہیں ہے کیونکہ اسکے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے پس معترض کا اعتراض کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسرے میں رجل الشعر مذکور بالا حوالہ سے اڑ جاتا ہے غرض حضرت موسیٰ کو چونکہ ایک ہی جگہ آپ نے دیکھا ہے اس واسطے وہ دو نہیں ہو سکتے +

جواب دوم جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی جگہ دیکھا ہے تو حضرت عیسیٰ بھی

ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت عیسٰیؑ کو دو جگہ دیکھا ہے ایک تو اسراء کی رات میں اور دوسری دفعہ کعبہ کے اردگرد طواف کرتے ہوئے اور دونو کے حلیے بھی علیحدہ بتائے ہیں +

کتاب ذکر الانبیاء میں جو حدیث آئی ہے اس میں لکھا ہے فاذا ھو رجل ربعۃ احمر کانما خرج من دیماس اور کتاب بدء الخلق میں عن مجاھد عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسٰی وموسٰی وابراھیم فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر پھر آیا ہے قال عبداللہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ وارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماء واضعا یدیہ علی منکبین رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح ابن مریم ثم رأیت رجلا وراءہ جعد اقطط اعور العین الیمنی کاشبہ من رأیت بابن قطن واضعا یدیہ علی منکبی رجل یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا المسیح الدجال (رواہ البخاری) + پس ابن مریم کو آپ نے دو جگہ پر دیکھا ہے ایک تو اسراء میں یعنی ان انبیاء میں جو کہ مرچکے ہوئے ہیں یعنی مردوں میں دیکھا ہے اور اس کا حلیہ آپ نے احمر اور ربعۃ فرمایا ہے اور دوسری دفعہ ابن مریم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ دجال کو طواف کرتے دیکھا ہے تو وہ اس ابن مریم کا حلیہ بتایا ہے جس نے دجال کو قتل کرنے کے لئے آنا تھا۔ اس ابن مریم کے حلیہ میں آدم کا لفظ ہی ہے جس کے معنے گندمی رنگ کے ہیں اور اسکے بالوں کا حلیہ سبط یعنی سیدھے بالوں والا جو کہ گھنگروالے نہ ہوں بتایا ہے اور وہ ابن مریم جسے اسراء کی رات میں فوت شدہ انبیاء کے زمرہ میں دیکھا ہے اُس کا حلیہ آپ نے ربعۃ احمر یعنی میانہ قد اور سُرخ رنگ کا فرمایا ہے اور عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے دونوں ابن مریم کی مشابہت نہیں دی بلکہ اس ابن مریم کی جو کہ آئندہ آنے والا تھا جیسے کہ مسلم میں آیا ہے فیخرج الدجال فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او شھرا او عاما فیبعث اللہ عیسٰی ابن مریم کانہ عروۃ ابن مسعود (رواہ مسلم) یعنی دجال نکلے گا اور زمین میں چالیس یوم ٹھیرے گا۔ راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا پھر خدا تعالےٰ عیسٰی ابن مریم کو بھیجے گا اور اسکی شکل

عروہ بن مسعود کی سی ہوگی اور جس کو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے اسکی مشابہت عروہ کے ساتھ نہیں دی پس امام بخاری کا جو رئیس المحدثین ہیں اس باب میں اس ابن مریم کے حلیہ میں جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا۔ دبعتہ احمر کا لفظ لانا اور جسکو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اُسکے حلیہ میں آدم کا لفظ لانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ابن مریم دو ہیں کیونکہ اختلاف حلیتین دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے اور جو معترض نے تطبیق دی ہے کہ عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو تو گندم گوں رنگ بھی احمر دکھائی دیتا ہے اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتا ہے اور بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگروالے غلط ہے اور کذب صریح ہے کیونکہ گھنگروالے بال کبھی سیدھے نہیں ہوتے۔ اور جو رنگ کے متعلق کہا ہے کہ دو نو ایک آدمی میں دو وقتوں میں جمع ہو سکتے ہیں غلط ہے کیونکہ بخاری میں آیا ہے عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم الخ پس اگر احمر اور آدم رنگ ایک ہی ہوتے تو سالم کا باپ اس شخص کو جس نے آیندہ آنیوالے مسیح کے متعلق احمر کا لفظ استعمال کیا قسم کھا کر نہ بتاتی کہ آنے والے مسیح کے لئے احمر کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ آدم کا فرمایا ہے۔ پھر یہ معترض صاحب کے کاذب ہونیکا کافی ثبوت ہے کہ مسیح بنی اسرائیلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میں دجال کو قتل کرنے آؤنگا حالانکہ دجال کے ساتھ جہاں کہیں ذکر آیا تو اسی مسیح کا جو کہ آیندہ آنے والا تھا جس کے حلیہ میں آدم کا لفظ فرمایا جو مسیح بنی اسرائیل کا غیر تھا۔ یہ اعتراض کہ مرزا صاحب کا حج نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب مسیح نہیں بالکل غلط ہے یہ معترض اتنا بھی نہیں سمجھا کہ اگر اس حدیث کی رو سے مسیح نے بیت اللہ کا طواف ظاہری کرنا تھا تو ساتھ ہی دجال کا طواف بھی لازم آتا ہے کیونکہ دجال کو بھی آپ نے مسیح کے آگے آگے طواف کرتے دیکھا ہے اور حالانکہ دجال کے متعلق رسول کریم فرماتے ہیں کہ دجال کا مکہ میں دخول نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے:-

"انی مخبرکم عنی انا المسیح الدجال وانی یوشک ان یؤذن لی فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریۃ الا ھبطتھا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ ھما محرمتان علی کلتاھما

کلما اردت ان ادخل واحدا منهما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا یصد عنها (رواہ مسلم) ترجمہ۔ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح الدجال ہوں اور جب مجھے خروج کا اذن دیا جائیگا تو میں زمین میں سیر کرونگا۔ میرا نزول اور ہبوط ہر ایک بستی پر ہوگا چالیس رات میں سوائے مکہ اور مدینہ کے کیونکہ وہ دونو مجھ پر حرام ہیں جب کبھی میں ان میں سے کسی میں داخل ہونے کا ارادہ کروں تو آگے سے مجھے ایک فرشتہ جسکے ہاتھ میں تلوار کھچی ہے ملتا ہے جو مجھے ان میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پس جبکہ ازروئے حدیث دجال مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا تو بیت اللہ میں کیسے ہوسکے گا اور کس طرح طواف کرسکے گا۔ بیشک رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دجال کو طواف کرتے دیکھا لیکن اس کے جب حقیقی معنے نہیں ہوسکتے تو لامحالہ مجازی معنے لئے جائینگے۔ پس ان دونو حدیثوں میں مطابقت کے لئے ہم بتاتے ہیں کہ بیت اللہ سے مراد اسلام ہے اور دجال کا اس کے اردگرد گھومنا اسلام پر اعتراض اور اس پر حملے کرنا ہے اور مسیح کا اسکے پیچھے پیچھے طواف کرنا اسکے اعتراضوں کا دفعیہ اور جو حملے کہ وہ اسلام پر کریگا ان کا جواب دینا ہے۔ افسوس یہ اندھے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بنی اسرائیلی مسیح کو دوبارہ لانے میں رسول کریمؐ کی ہتک لازم آتی ہے کیونکہ دوبارہ ہمیشہ اسی کو لایا جاتا ہے جس میں کوئی اعلیٰ صفت ہو۔

پس مسیح بنی اسرائیلی کے دوبارہ لانے سے یہ ثابت ہوگا کہ اس میں نعوذ باللہ رسول کریمؐ سے زیادہ قدوسیت اور روحانیت پائی جاتی ہے اور دجال جس کے فتنہ سے ہر ایک نبی اپنی قوم کو ڈراتا آیا ہے اس کے قتل کے لئے اسی کو دوبارہ بھیجنا موزوں ہے اور غیر احمدیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰی کی بھی ہتک ہے کیونکہ انکے اس عقیدہ (رسول کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا) کے مطابق حضرت عیسٰی امتی بن کے آسکتے ہیں نبی نہیں ہوسکتے۔ یعنی نبوت جو انعام کا اعلےٰ درجہ ہے اس سے مسیح کو ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ پس اے لوگو اگر عقل رکھتے ہو تو غور سے سوچو اور دونو نبیوں کی ہتک مت کرو۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

جلال الدین احمدی مولوی فاضل (سیکھوانی)

قادیان

چند سوالات کے جواب

از مولانا غلام رسول فاضل راجیکی

سوال نمبر ۱۔ آیت فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین میں لفظ مع الذین ہے نہ من الذین۔ پس مع کو من کے معنوں میں لے کر اپنی مطلب براری کرنا ٹھیک نہیں۔

جواب۔ مع من کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے لئے ذیل کی قرآنی آیات کو ملاحظہ فرماویں۔ (۱) ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولٰئک مع المؤمنین (پ ۵۔ آخری رکوع) اب دیکھو اس آیت میں مع بمعنے من ہی ہے۔ کیونکہ مع کو اس جگہ غیر من کے معنوں میں لینا کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ (۲) فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس ابی ان یکون مع السٰجدین۔ (سورہ حجر رکوع ۳) دوسری جگہ سورۃ اعراف رکوع ۲ میں فرمایا۔ فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السٰجدین۔ دیکھو مع السٰجدین میں مع کی من السٰجدین کے من سے تصریح کر دی گئی مع کے معنے اس جگہ من ہی کے ہیں اور یہ کہ مع۔ من کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۳) والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم ۔ والذین اٰمنوا من بعد و ھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم (سورہ انفال آخری رکوع) اب دیکھو اس آیت کا آخری فقرہ۔ اور غور کرو کہ معکم کو منکم کے معنوں میں استعمال فرما کر مع کو من کے معنوں میں کس صفائی سے پیش کیا پس جس طرح ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ مع۔ من کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اسی طرح آیۃ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین کے فقرہ مع الذین کے مع کو من کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ توفنا مع الابرار کے یہ معنے ہونگے کہ جس جس جگہ اور جس جس وقت ابرار فوت ہوں ہم بھی اسی جگہ اور اسی وقت فوت ہو جائیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ معنے بالبداہت غلط ثابت ہیں۔ اور صحیح معنے یہی ہیں کہ ہم ابرار والی پاک موت سے فوت ہوں اور ہمارا خاتمہ پاک موت کے ساتھ ایمان پر ہو جیسے ابراروں کا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہمیں بھی ابرار بنا۔ اور

موت بھی ابرار والی نصیب فرما۔

سوال نمبر ۲۔ حدیث میں لفظ مسیح ابن مریم لکھا ہے۔ نہ کہ مثیل ابن مریم۔

جواب۔ اسی اشکال کے رفع کی غرض سے ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے امامکم منکم کا فقرہ بیان فرمایا۔ کہ کہیں ابن مریم سے پہلا مسیح نہ سمجھ لینا۔ بلکہ ابن مریم سے مراد تمہارا وہ امام ہے۔ جو تم میں سے ہی ہوگا یعنی مسیح محمدی ہوگا نہ مسیح اسرائیلی۔

سوال نمبر ۳۔ مسیح موعود اگر مرزا صاحب ہیں۔ تو یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر کے مطابق انہوں نے کسر صلیب اور قتل خنزیر نہیں کیا۔

جواب۔ اسی حدیث میں جہاں یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر لکھا ہے وہاں ہی یضع الجزیہ اور دوسری روایت میں یضع الحرب بھی لکھا ہے پس جس طرح کا قتل خنزیر اور کسر صلیب یضع الحرب کے معنوں میں مناسبت رکھتا تھا اس طرح سے تو آپ سے ظہور میں آگیا۔ جیسے کہ اس کی تصدیق آیۃ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ۔ اور آیت ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً سے بھی ظاہر ہے۔ کسر صلیب آیت اول کے مطابق اور قتل خنزیر آیۃ دوم کے معنوں میں۔ نمونہ کے لئے دیکھو ہلاکت ڈوئی۔ لیکھرام۔ آتھم دعا سے۔ اور عام طور پر عام لوگوں کی ہلاکت کا نمونہ دیکھو مختلف عذابوں سے (طاعون۔ ہیضہ۔ زلازل۔ جنگ وغیرہ سے)

سوال نمبر ۴۔ لفظ الخنزیر جو حدیث میں مذکور ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ جعل منھم القردۃ والخنازیر الخ کے ارشاد قرآنی سے مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ کہ خنزیر صفت لوگوں کو خنزیر کہا گیا۔

سوال نمبر ۵۔ مرزا صاحب ؑ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا انیس ۱۹ سو سال تک مخفی رہنا اور آج اس سے مرزا صاحب کا مطلع ہونا یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب۔ یہ عجائبات قدرت ہیں اور ظاہر ہے کہ عجائبات الہٰی قدرت اور خصوصیت کی وجہ سے ہی عجائبات کہلا سکتے ہیں۔ پس مسیح کی قبر کا آج انیس سو سال کے بعد اسی زمانہ میں حضرت مرزا صاحب ؑ کے ذریعہ ظاہر ہونا یہ امر بھی عجائبات سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی عجیب حکمتوں سے کہ اس نے اصحاب کہف

کی طرح اس امر کو ایک مدت دراز تک پوشیدہ رکھا اور باوجود قبر کے موجود ہونے کے اس کی کیفیت اور حقیقت پر کئی صدیوں تک کسی کو مطلع نہ ہونے دیا۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی ذریعہ اس راز کو آ کھولا۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی یہ خصوصیت اسی طرح سے ہے جیسے کہ آنحضرتؐ نے حضرت موسیٰؑ کی قبر کی متعلق انیس سو سال کے بعد اطلاع دی۔ اور فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر ایک کثیب احمر یعنے ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ حالانکہ موسےؑ کی قبر کے متعلق یہاں تک لاعلمی تھی۔ کہ توراۃ میں بھی اس لاعلمی کا تذکرہ موجود ہے۔ کہ موسےؑ خدا کا بندہ مرگیا اور آج تک اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس کی قبر کے متعلق علم ظاہر کیا سو جیسے موسیٰؑ کی قبر کا علم مثیل موسےؑ یعنی آنحضرتؐ کے ذریعہ ہوا۔ اسی طرح اور اتنی ہی مدت کے فاصلہ کے بعد عیسیٰؑ کی قبر کا علم اور انکشاف مثیل عیسیٰ یعنے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ اور جس طرح موسےؑ کی قبر کا پتہ کثیب احمر یعنی سرخ ٹیلے کے پاس بتایا گیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا پتہ وآوینا ھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین کی قرآنی آیت سے کشمیر کے ٹیلہ کے پاس بتایا گیا ہے۔

سو ان دونوں نبیوں کی قبر کی گمشدگی میں اس بات کیطرف اشارہ تھا کہ جب ان کے پیروان کے پاس ان کی قبر کا نشان اور علم تک نہیں رہا تو ان کی شریعت اور مذہب کا صحیح علم اور نشان ان کے پاس کہاں رہا۔ پھر جس طرح ان دونوں کی قبر کا نشان اور پتہ انکے دو مثیل نبیوں کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ اسی طرح ان کے اصل مذہب کی حقیقت بھی انہی کی معرفت ظہور میں آنے والی ہے۔ فتدبروا۔

ووکنگ مشن والوں کا اسلام

ہمارے احمدیہ بلڈنگ لاہور کے یکجوں کو اپنے ووکنگ مشن پر ناز ہے انہیں کس قسم کے اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے اس بات کو جانے دیجئے۔ کہ وہاں احمدیت کا ذکر بھی فرقہ بندی کی وجہ سے سم قاتل ہے۔ خالص اسلام جو نومسلموں کو سکھایا جاتا ہے وہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر جو رسالہ اشاعت اسلام اردو ماہ جولائی صفحہ ۱۱۶ سے لیا گیا ہے :۔

"آپ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کبھی کسی بت پرست کو کافر بھی نہیں کہتے

تھے جب تک کہ حق اس کے کان تک نہ پہنچ جائے ... ... حضرت ابراہیمؑ کی دعا:
رب اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب' رسول کریمؐ اور ان کے
پیرو اکثر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم کے والدین بت پرست تھے اور اسی طرح
حضرت محمد صلعم۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور دیگر دس ہزار مسلمانوں کے والدین
بت پرست تھے۔ تاہم ان کے لئے اسی طرح دعا مانگی جاتی تھی جس طرح کسی مسلمان
کے لئے تاکہ اللہ قیامت میں انہیں بھی بخش دے"۔

پہلے فقرے کے متعلق تو میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ چلو پہلی ہوئی پہلے تو کہا جاتا تھا کہ کافر کہلانے سے بچنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا کافی ہے۔ مگر اب بت پرست ہو تو بھی کافر نہیں۔

دوسری بات کہ مشرک والدین کے لئے اسی طرح دعا مغفرت کی جاتی تھی جس طرح مسلم والدین کے لئے اور یہ کام دس ہزار مسلمان صحابہؓ کرتے تھے بالکل غلط ہے قرآن کریم کی آیت میں صریحاً اس کی ممانعت ہے :۔

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ
من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم' (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴)

"نہ تو نبی کریمؐ کو جائز ہے۔ نہ مومنوں کو اجازت ہے۔ کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگیں۔ خواہ وہ کیسے ہی قریبی ہوں۔ جب یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرک والدین اقرباء) دوزخی ہیں"۔

تعجب ہے کہ اس حکم کی موجودگی میں نہ صرف خود خلاف ورزی کا اعلان کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ پر بھی الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرتے تھے حالانکہ ان کا دامن اس سے بالکل پاک ہے۔ شرک اور بت پرستی کے لئے تو ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثماً عظیماً (پارہ ۵۔ رکوع ۴) وارد تنزیل ہے یعنی خدا تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ پھر اس کے متعلق رواداری کے کیا معنے؟ خدا تعالیٰ اسلام کو ایسے نادان دوستوں سے بچائے جو اس کے اصولی مسایل پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگ گئے +

بقایا دار اپنا بقایا صاف کریں

شیعہ نے غلط حوالہ دیا

ہمارے دوست منشی خادم حسین صاحب نے سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری سے دریافت کیا تھا۔ کہ بخاری میں کس جگہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلم و دوات طلب کرنے پر کہا تھا۔ کہ "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے"۔ زنگی پوری تو خاموش رہا۔ البتہ رسالہ اصلاح کھجوہ نے نمبر ۵ میں صفحہ ۲۸ پر یہ عبارت شایع کی :-

"دیکھئے رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا۔ کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیت نامہ لکھ دیں۔ تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو عمرؓ نے کہا یہ **شخص** غلبۂ درد سے **ہذیان بک رہا ہے**۔ کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔ جس پر وہاں شور و غل ہوا......"

(دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

صحیح البخاری کھول کر دیکھ لیجئے۔ وہاں یہ ہے :-

قال عمر ان النبي قد غلب عليه الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البيت ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریمؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے تمہارا پاس قرآن کریم ہے۔ اور اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ یعنے حضورؐ کو تکلیف نہ دیجائے۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے شدت محبت رسول اللہ میں یہ فرمایا کہ حضور کسی قسم کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ آرام فرمائیں۔ لیکن اصلاح کا فاضل اور دیانتدار ایڈیٹر کتاب المرضی بخاری کا حوالہ دے کر لکھتا ہے :-

"یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے"۔

سوال یہ ہے کہ "**ہذیان بک رہا ہے**" کس لفظ یا فقرے کا ترجمہ ہے۔ مذہبی دنیا میں بد دیانتی نہایت ہی مکروہ ہے۔ ہمارا افسوس بجا ہے اگر بعض شیعہ حضرات مباحثات و مناظرات میں مذہب کی اصل غرض صداقت و ایمانداری کو بھول جاتے ہوں۔

احباب جماعت ایک ہزار روپیہ اور ۵۰۰ خریدار مہیا کرنیکی اپیل پر نظر التفات فرمادیں

"خانصاحب شیخ عبدالعزیز" (بی۔اے)

گزشتہ چھ سال نہائت مصیبت اور ابتلا کے ایام تھے۔ پہلے جرمنی سے جنگ رہی پھر پنجاب میں شورش ہوگئی اور معاً کابل سے جنگ چھڑ گئی عوام الناس اور متوسط درجہ کے لکھے پڑھے لوگوں میں گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری و اطاعت شعاری کے خیالات پھیلانے میں جو خدمات خانصاحب شیخ عبدالعزیز بی۔اے۔ نے کی ہیں وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ نہ صرف اخبار حق بلکہ مختلف پمفلٹوں اشتہاروں اور مضمونوں کے ذریعہ یہ ذہن نشین کر دیا کہ اس گورنمنٹ سے بہتر عادل گورنمنٹ نہیں اور اسی کے زیر سایہ ہم ہر قسم کی ترقی کر سکتے ہیں۔ آپ نے شورش کے ایام میں رولٹ ایکٹ کی تشریح شایع کی۔ جس کا بہت فائدہ ہوا۔ پھر کابل سے جنگ چھڑ جانے پر برطانیہ و افغانستان کے سیاسی تعلقات پر کتاب لکھی جو سررشتہ تعلیم کی کتابوں کی تقطیع پر نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھپی ہے اور پبلسٹی کمیٹی لاہور سے ۶/ پر مل سکتی ہے۔ اس کتاب نے بھی افغانستانی و سرحدی معاملات سمجھنے میں پبلک کو بہت مدد دی اور ہر ایک طرح پر امن قائم رہا۔ چونکہ احمدی جماعت کا بھی یہی مسلک ہے اس لئے "خانصاحب" موصوف ہمارے ڈبل شکریہ کے مستحق ہیں۔

امن کی قدر کرو

خدا تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں میں سے جو اس نے ہم پر مبذول فرمائی ہیں ایک امن بھی ہے۔ جس کی قدر کرنے میں اگر پہلے ہم نے کوتاہی کی۔ تو اب جنگ و شورش کے بعد ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گزشتہ چند سال میں امن عالم میں خلل آ جانے سے بعض اشیاء جو ہر روز گھروں میں زیر استعمال رہتی ہیں بالکل نایاب ہوگئی ہیں۔ مثلاً رنگ جس کی ہم کچھ حقیقت ہی نہ سمجھتے تھے۔ اب ۶۰ روپیہ پونڈ ملنا بھی بسا غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ جب ولایتی رنگ ملنے میں دقت ہوئی تو ہندوستانی دماغوں کی ایجاد نے نہ صرف ہمارا کام چلتا کیا بلکہ جو اس سے متمتع ہوئے انہیں محسوس بھی نہ ہونے دیا کہ آجکل فلاں رنگ نہیں ملتا کیونکہ ہر قسم کے یہ رنگ قیمت میں بھی ان سے سستے ہیں (دس روپیہ پونڈ) اور اپنے اثرات کے اعتبار سے بھی انسے بڑھکر نہ کہیں تو برابر ضرور ہیں ملنے دیکھ لیا آپ بھی مینیجر دستکاری دہلی سے منگوا کر تصدیق فرمالیں ایسا ہی اور بہت سی چیزیں ہیں جنکی نسبت بعض لوگوں کو کبھی خیال بھی نہ آیا ہو گا کہ انکی دستیابی پر خدا کا شکر بجا لایا جائے اب جبکہ نہیں ملتیں تو انکی قدر یاد آئی ہے ہمیں خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ؎

ہم اور ہمارے مخالفین

ناظرین کرام! اس تشحیذ میں ایک مضمون "ان لمہدینا آیتین" کے عنوان سے پڑھینگے یہ "الفقیہ" کے جواب میں ہے۔ جس نے ظہور مہدی کے نشان کسوف خسوف ماہ رمضان پر اعتراض کیا ہے۔ دوسرا مضمون "اختلاف حلیتین" میاں پیر بخش صاحب پنشنر ہیڈ پوسٹ ماسٹر لاہور کے جواب میں ہے۔ جو پہلے احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور کے ٹریکٹوں کے جواب میں کبھی کبھی ٹریکٹ نکالتے تھے۔ اور اب مستقل طور سے ایک رسالہ "حیات مسیح" نکالتے ہیں جس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے میرا خیال ہے۔ کہ احمدیہ لٹریچر میں پہلی دفعہ ہی اس کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے ابھی اس پر اور بھی لکھا جانا چاہیئے۔ تیسرے مخالف ہمارے ابو الوفاء مولوی فاضل ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث ہیں۔ آپ نے ہر ہفتے کچھ نہ کچھ لکھتے رہنے کے علاوہ حال ہی میں دو رسالہ شایع کئے ہیں۔ ایک تاریخ مرزا جو ۴۴ صفحے حجم ۲ر قیمت کا ایک رسالہ ہے۔ اس میں چند جستہ جستہ واقعات کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا ہے کہ پڑھنے سننے والا سلسلہ احمدیہ کے امام علیہ السلام کی نسبت اچھے خیال نہ رکھ سکے۔ دوسرا رسالہ "نکاح مرزا" کے نام سے ۲۰ صفحے حجم ۲ر قیمت کا ہے۔ جس میں دختر مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اعتراض ہیں۔ مونگھیری معاندین الگ رسالے شایع کر رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ہمارے سامنے میدان کار کس قدر وسیع ہے۔ تشحیذ مقدور بھر کام کر رہا ہے۔ اور اب انشاء اللہ زیادہ تندہی سے اپنا فرض بجا لائے گا۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ اس کی اشاعت توسیع اور فنڈ کو مستحکم کریں۔ تا پوری توجہ سے نہ صرف دشمنوں کے حملہ کی مدافعت کی جاسکے بلکہ کچھ ان پر قرض ہو جائے ❊

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں۔ جس کی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہ ہو۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاص کر ناقابل برداشت تکلیف دہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج انکو کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوائیں زیادہ تر نشیلی اشیاء دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس اوڈائڈ وغیرہ سے بنتی ہیں اس سے فائدہ تو در کنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پا گئے ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن ایکمرتبہ اسے بھی آزمائیں اسمیں نقصان نہیں۔ اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے اور (۲) کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا۔

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد جیسے ٹیک چمک ٹیس کنکنی وغیرہ سے چاہے جس قدر تکلیف ہو اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی ایسا ہی فائدہ ہے نصف سر میں یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے فوراً جاتا رہتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو ڈوبا جاتا ہو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے قیمت ۱۲ انجکشنی ایک شیشی ۶؍ محصولڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی ہسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ایکسس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوڈائیزڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے ۴ تک سالسا قیمت ۱؍ محصول ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

[illegible]

قادیان دارالامان

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام منیجر | جلد ۱۴ | نمبر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

کفارہ	۱-۹	حکیم فضل الرحمٰن صاحب
فضیلت الاسلام علیٰ ادیان الاقوام	۱۰-۳۲	تقریر حضرت خلیفۃ المسیح
ختم نبوت	۳۳-۴۴	مولوی عبیداللہ صاحب مبلغ مارشیس

قیمت سالانہ عوام عہ/۸ غیر ممالک سے ۳ طلباء سے عگر

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا۔

تشحیذ کی اپیل کا جواب

جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے حسب اجازت و منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ جماعت احمدیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تشحیذ پر جو ساڑھے چھ سو روپیہ قرض ہے اسکے ادا کرنیکے لئے چندہ دیں۔ اور کچھ اس کے فنڈ کے استحکام کیلئے۔ کل ایک ہزار روپیہ ہو۔ دوم کم از کم پانسو خریدار مہیا کر دیا جائے تاکہ آئندہ رسالہ اپنا خرچ آپ چلا سکے۔ اس کے جواب میں جن دوستوں نے توجہ فرمائی ہے ان کے نام درج ہو چکے ہیں اب مزید نام شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) جناب چھجو خانصاحب عمہ (۲) جناب انوار حسین خانصاحب عگار (۳) جناب محمد شفیع صاحب میانوالی سے (۴) جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور عنہ (۵) جناب محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن عیسہ (۶) جماعت لاہور عیسہ (۷) جناب سکرٹری جماعت احمدیہ سیالکوٹ عہ (۸) جناب عبد الرحیم صاحب راولپنڈی عگار (۹) جماعت دھیر کے صمہ (۱۰) جناب بشیر حسین صاحب بسی عہ (۱۱) جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب کرانچی صمہ (۱۲) جناب فضل الرحمن صاحب ساماۃ للعہ۔ گذشتہ تین ماہ میں ۱۹۰ وصول ہوئے۔

گویا ابھی ادائے قرض کیلئے بھی پانسو روپیہ مزید چاہیئے۔ چار بار بذریعہ الفضل احباب کو یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اور ایک بار تمام سکرٹریان اور انجمنہائے احمدیہ کے نام خطوط بھیجے گئے ہیں۔ باوجود اس جد و جہد کثیر کے جسمیں علاوہ محنت کے روپیہ بھی خرچ ہوتا ہے۔ ابھی صرف پچیس تیس احباب کی توجہ کو مبذول کیا جا سکا ہے۔ کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی رسالے کا مقررہ حجم کے ساتھ علمی مضامین لئے ہوئے پورے گیارہ سال پورے وقت پر شائع ہوتے رہنا کچھ قابل قدر بات نہیں۔ اور تشحیذ کو اپنے اس انجام کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے جسکے خوف سے تقریباً ایک سال سے میں ناظرین کرام سے اپیل کر رہا ہوں۔ خریدار بھی بیس اکیس سے زیادہ نہیں بڑھے۔ ایک بار میں پھر احباب کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اسوقت خاص ہمت سے کام لیں۔ اور تشحیذ کے فنڈ کو مضبوط کر دیں اور اسکے خریدار بڑھائیں جن دوستوں نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی وہ اب ہی نظر کرم فرمائیں۔ اور جو اعانت کے وعدے فرما چکے ہیں وہ اپنا وعدہ پورا کریں تشحیذ کا بقایا بعض دوستوں کے نام ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ اگر بقایا داران توجہ فرمائیں۔ تو ان کی عنایت ہے ٭

نیاز مند مینیجر تشحیذ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

کفارہ

حکیم فضل الرحمن صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور خدا نے اس عزیز نوجوان کو توفیق دی ہے کہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرے۔ آج کل وہ سٹڈی میں مصروف ہیں۔ یہ مضمون ان کے افکار کا نتیجہ ہے۔ جو امید ہے۔ طالبان حق کے لئے مفید ثابت ہوگا +

تعریف کفارہ

عیسائیوں کا یہ خیال ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو بالکل بیگناہ اور معصوم تھے۔ اپنے پر ایمان لانے والوں کی خاطر جو اس وقت موجود تھے۔ یا مابعد میں عیسائی ہونے والے تھے۔ ان سب کے گناہ اپنے سر پر اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ضرورت اس کی کیا پیش آئی تھی تو معلوم ہو کہ عیسائی صاحبان اس طرح پر اس کو بیان کرتے ہیں۔ کہ "انسان گنہ گار ہے۔ جس کا نتیجہ موت بلکہ جہنم کی سزا

ہے۔ لیکن خدا رحیم ہے۔ وہ سزا دینا نہیں چاہتا۔ اور عادل بھی ہے۔ اس لئے اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو اس کے بد اعمال کی سزا ضرور دیجائے۔ لیکن رحم اور عدل ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو اس مشکل کو بیٹے (یسوع) نے یوں حل کیا۔ کہ اسنے کہا کہ میں بیگناہ ہو کر انسان کے بدلہ سزا بھگتا ہوں۔ انسان کو چھوڑ دیا جائے۔ خدا نے یہ بات منظور کی۔ اس طرح سزا بھی پوری ہو گئی۔ عدل پورا ہوا۔ انسان بھی بچ گیا۔ رحم پورا ہوا۔"

یہ ہے ضرورت کفارہ کہ جس کو مسیحی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی بات بے دلیل نہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا عقل اس مسئلہ کو تسلیم کرتی ہے یا دھکے دے کر اس کو اپنے مکان سے نکالتی ہے۔

اول کہا جاتا ہے۔ کہ کفارہ کے بغیر عدل قائم نہیں رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ خود عدل کے منافی ہے۔ کیونکہ یسوع بیگناہ تھا۔ لیکن دوسرے کا بوجھ ان کے سر ڈالا گیا۔ کیا زید کا بوجھ بکر کے سر پر رکھدینا عدل کے خلاف نہیں؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح خود رضامند تھے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ پھر وہ ساری رات روتے اور دعائیں کرتے رہے۔ کہ الٰہی یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ جب انہیں صلیب دیا گیا۔ تو اس وقت بھی وہ فرماتے ہیں۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ہرگز رضامند نہ تھے۔ اور انہیں عدل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے محض ظلم کی راہ سے صلیب پر لٹکایا گیا۔

دوم۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ بغیر سزا کی حد کے کسی نہ کسی طرح پورا کرانے کے مخلوق کو رحم کر کے چھوڑ دیتا۔ تو خلقت گناہ پر دلیر ہو جاتی۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ کفارے کو مان کر کے بھی انسان نے دلیری نہ چھوڑی۔ بلکہ اس کی بدولت وہ اتنا دلیر ہوا کہ جس کی کوئی حد نہ رہی۔ برخلاف اس کے رحم کی امید میں انسان اتنی جرأت سے کام نہ لیتا۔ کیونکہ اسکو یہ شبہ رہتا۔ کہ شاید مجھ پر رحم ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس لئے وہ اس ڈر میں ہی بدیوں سے بچنے کی کم از کم کوشش ضرور کرتا رہتا۔

سوم۔ کہا جاتا ہے کہ گناہوں کی معافی کا کوئی ذریعہ سوائے کفارہ کے نہیں لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ ہزاروں سامان گناہوں کی معافی کے خدا تعالیٰ نے مہیا فرما رکھے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب انسان اپنی غلطی سے کوئی ایسی غذا کھا لیتا ہے۔ کہ جو اس کے معدہ کے ساتھ موافقت نہیں کرتی۔ تو فوراً اس کے معدہ میں درد شروع ہو جاتی ہے۔ تو گویا یہ ایک گناہ قانون قدرت کا وہ اپنے جسم کے متعلق کرتا ہے جس کی سزا اسے ملتی ہے۔ لیکن جب وہ اس کے علاج کیطرف رجوع کرتا ہے۔ تو اسے فوراً آرام آجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ غلطیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

پس جب کہ خدا نے جسم کے لئے جو آج ہے۔ تو کل نہیں۔ اگر کل ہے۔ تو پرسوں نہیں۔ اس قدر سامان مہیا فرما کر رکھے ہیں۔ کہ اس کو تکلیف نہ ہو۔ تو روح کے آرام کی خاطر کیا کچھ ضروریات بہم پہنچائی نہ ہونگی۔

چہارم۔ کیا کبھی کوئی ایسا معالج بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایک مریض مثلاً سر درد والا اس کے پاس علاج کے لئے آیا ہو۔ اور وہ اپنے سر پر پتھر اٹھا کر مارے۔ ایسا کرنیوالا ضرور مجنون سمجھا جاویگا۔ پس کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کسی دوسرے کے گناہ اٹھا کر اس کو سبکدوش کردے۔

پنجم۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کیجاتی ہے مثلاً میدان جنگ میں سپاہی ہی ہوتے ہیں جو آگے جا کر لڑتے ہیں۔ اور بادشاہ پیچھے رہتے ہیں۔ نہ کہ بادشاہ آگے اپنی جان معرض خطر میں ڈالتے۔ اور سپاہی پیچھے آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ہرا بھرا کھیت جانوروں پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کسان کا بیل بھو کا مر رہا ہو۔ اور اس کے کھیت میں چارہ بھی کھڑا ہو۔ تو وہ یہ کبھی نہیں کہیگا۔ کہ بیل سو روپیہ کا مرتا ہے۔ تو مر جائے۔ لیکن چارہ دس روپیہ کا میں اسے ہرگز نہ کھلاؤ نگا۔

پس یہ بالکل ایک ناقابل تسلیم بات ہے۔ کہ یسوع جو ایک برگزیدہ انسان تھا۔ بلکہ بقول عیسائیوں کے نہ صرف خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا تھا۔ وہ ہم گنہگاروں کی خاطر قربان کر دیا گیا ہو۔

نقلی دلائل کی پڑتال

اب ہم توریت اور انجیل کی ورق گردانی کر کے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔ یا حضرات عیسائی صاحبان کی پیٹھ بھرتی ہیں۔ لیکن ہم قبل اس کے کہ کوئی عبارت بائبل میں سے نقل کریں۔ دعوے کے ساتھ کہے دیتے ہیں۔ کہ ہرگز ایک بھی آیت ایسی نہ ملیگی۔ جو واقعہ میں کفارہ کو ثابت کر سکے۔

اول۔ خروج $\frac{۳۲}{۳۰ تا ۳۵}$۔

"اور دوسرے دن کو یوں ہوا۔ کہ موسےٰ نے لوگوں سے کہا۔ کہ تم نے بڑا گناہ کیا۔ اور اب میں خداوند کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ کہ شائد میں **تمہارے گناہ کا کفارہ کروں**۔ چنانچہ موسےٰ خداوند پاس پھر گیا۔ اور کہا۔ ہائے ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا۔ کہ اپنے لئے سونے کا معبود بنایا۔ اور اب کاش! کہ تو انکا گناہ معاف کرتا۔ اگر نہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے اپنے اس دفتر سے جو تو نے لکھا ہے۔ میٹ دے۔ اور خداوند نے موسےٰ سے کہا۔ کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اسی کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا۔ اور اب روانہ ہو کے لوگوں کو جہاں میں نے تجھے کہا۔ لیجا۔ دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے ہے۔ لیکن مطالبہ کے دن میں ان سے ان کی خطا کا مطالبہ کرونگا۔ اور خداوند نے ان کے بچھڑے بنانے کے سبب جسے ہارون نے بنایا تھا۔ مری بھیجی"

بنی اسرائیل ایک گناہ کرتے ہیں جس کا علم حضرت موسےٰ کو ہوتا ہے۔ وہ خداوند کے پاس جاکر ان کی سفارش کرتے ہیں۔ کہ یا تو ان کے گناہ بخش دے۔ یا پھر میری جان ان کے گناہوں کے عوض نکال لے۔ لیکن خدا کہتا ہے۔ کہ میں ان کے گناہوں کی سزا انہی کو دونگا۔

پس جب کہ موسےٰ خود رضامند ہے۔ اور خدا اس کی جان ان کے بدلے نہیں نکالتا تو یسوع مسیح جو بالکل راضی نہیں تھا۔ (جیسا کہ ہم عقلی دلیل نمبر۱ میں ثابت کرچکے ہیں۔) کیونکر خدا نے اس کی جان لے لی۔

دوئم۔ کتاب استثناء ۹/ ۱۷ تا ۲۰

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خداوند کا ایک گناہ کیا۔ انہوں نے ایک گوسالہ کو معبود بنایا۔ تب خداوند غصے میں آیا۔ اور چاہا کہ ان لوگوں کو ہلاک کردے۔ لیکن موسےٰ چالیس رات اور دن پہاڑ پر رہا۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ تب خداوند نے اس وقت موسےٰ کی سنی۔ اور ان کو معاف کردیا۔

اس جگہ کسی کو کفارہ نہیں ہونا پڑا۔ بلکہ قوم کی غلطی کی وجہ سے ان پر ایک بلا آئی۔ تب ان کے نبی نے ان کے لئے دعا کی۔ وہ دعا اور سفارش قبول ہوئی۔ اور وہ قوم بغیر کسی کفارہ کے رہا کردی گئی۔

سوم۔ ۲۔ تواریخ ۷/ ۱۳ تا ۱۴

"جو میں آسمان کو بند کردوں۔ کہ بارش نہ ہوئے۔ اور ٹڈیوں کو فرماؤں۔ کہ زمین کو خراب کریں۔ اور جو میں اپنے لوگوں کے درمیان مری بھیجوں۔ پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہائے جاتے ہیں۔ اپنے تئیں عاجز کریں۔ اور میرا منہ ڈھونڈیں۔ اور میری راہوں سے پھریں۔ تو میں آسمان پہ سے سنونگا۔ اور ان کی خطائیں بخشونگا۔"

اس جگہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم کوئی خطا کر بیٹھو جس کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہوجاؤں۔ تو تم یہ نہ سمجھ لینا۔ کہ بس اب ہماری خطا بخشی ہی نہیں جاسکتی۔ نہیں ضرور بخشی جائیگی۔ اور وہ اس طرح نہیں۔ کہ تم میں سے ایک شخص اٹھ کر اپنی جان گنوادے اور کہے۔ کہ میں تمہارے گناہوں کے بدلے کفارہ ہوتا ہوں۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ تم میرے آگے جھکو اور مجھ سے بخشش طلب کرو۔ کہ اے خدا ہم سے گناہ ہوگیا۔ تو ہم کو معاف کردے۔ تب میں تم کو معاف کردونگا۔

دیکھئے اس جگہ دعا اور استغفار کی تعلیم دی ہے۔ نہ کہ کفارہ کی۔

چہارم۔ ملاحظہ ہو متی ۶ - ۱۲-۱۵۔

حضرت مسیح گناہوں کے بخشوانے کا ذریعہ اپنے شاگردوں کو کیا بتاتے ہیں۔ آیا کفارہ پر ایمان لانا۔ یا کوئی اور طریق۔ لکھا ہے۔

"اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں۔ تو ہمارے دین ہم کو بخش دے......... اس لئے اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے۔ تو تمھارا باپ بھی جو آسمان پہ ہے۔ تمھیں بخشے گا۔ پر اگر تم آدمیوں کو ان کے گناہ نہ بخشو گے۔ تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ نہ بخشے گا۔

اس جگہ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کفارے پر ایمان لے آؤ۔ بلکہ فرمایا۔ کہ اپنے اندر رحم کی صفت پیدا کرو۔ تا تم رحم کئے جاؤ۔ اور بخشے جاؤ۔

پنجم۔ "تنگ دروازے سے داخل ہو۔ کیونکہ چوڑا ہے وہ دروازہ۔ اور کشادہ ہے وہ راستہ جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے۔ اور بہت ہیں۔ جو اس سے داخل ہوتے ہیں۔ کیا ہی تنگ وہ دروازہ اور سکڑی ہے وہ راہ جو زندگی کو پہنچاتی۔ اور تھوڑے ہیں جو اسے پاتے۔" متی ۷ - ۱۳-۱۴۔

دیکھئے ان آیات میں حضرت مسیح نے نجات پانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا۔ جو دکھ اٹھائیگا۔ ریاضتیں کریگا۔ اور مشکلات میں سے گزریگا۔ اسی کا حق ہے۔ کہ وہ نجات پاوے۔ اور جو شخص عیش و عشرت میں گزارتا اور مزے کرتا ہے۔ وہ نجات پانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ کیسی راہ ہے۔ آیا یہ کشادہ دروازہ ہے یا تنگ۔ تو معلوم ہو۔ کہ کفارہ پر ایمان کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ایمان لائے اور گناہ پر دلیری بڑھی۔ فرمائیے۔ ناظرین۔ کیا کفارہ پر ایمان لانے والے کی نجات ہو سکیگی؟

ششم۔ ملاحظہ ہو یسیاہ نبی کی کتاب کا ۵۵ - ۶۔

"جب تک کہ خداوند مل سکتا ہے۔ تم اسے ڈھونڈو۔ جب تک کہ وہ نزدیک ہے۔ تم اسے پکارو۔ وہ جو شریر ہے۔ اپنی راہ کو ترک کرے۔ اور بدکردار اپنے

خیالوں کو۔ اور خداوند کیطرف پھرے۔ کہ وہ اس پر رحمت کریگا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا۔"
ان آیات میں یسیاہ بنی نے نہایت صفائی سے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتلایا ہے۔ کہ پچھلی شرارتیں اور برے خیالات ترک کر دے جائیں۔ اور آگے خدا کیطرف رجوع ہو۔ تا خدا بھی رجوع کرے۔
مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض وہ دلائل (جو مسیحی صاحبان کفارہ کے ثبوت میں دیتے ہیں۔) لکھ کر مختصراً ان کا جواب بھی دیدیا جائے۔ پہلی یہ دلیل دیجاتی ہے۔ کہ یرمیاہ بنی کی کتاب کے $\frac{۳۱}{۳۴-۳۱}$ میں لکھا ہے۔ کہ۔
"دیکھ وے دن آتے ہیں۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے اور یہودیوں کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں۔ جو میں نے ان کے باپ دادوں سے کیا جس دن میں نے ان کی دستگیری کی۔ تاکہ زمین مصر سے انہیں نکال لاؤں۔ اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا۔ اور میں نے اسے ترک کر دیا۔ خداوند کہتا ہے۔ بلکہ یہ وہ عہد ہے جو میں اسرائیل کے گھرانے سے کرونگا۔ ان دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے۔ میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھونگا۔ اور ان کے دل پر اس کو لکھونگا۔ اور میں ان کا خدا ہونگا۔ اور وے میرے لوگ ہونگے۔ اور وے پھر اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کو یہ کہ کے نہ سکھاوینگے۔ کہ خداوند کو پہچانو۔ کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وے سب مجھ کو جانیں گے۔ خداوند کہتا ہے۔ کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دونگا۔ اور ان کے گناہ کو یاد نہ کرونگا۔"
اگرچہ ہم چند آیتیں عہد عتیق سے لکھ کر یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ توریت اور صحف انبیاء میں کفارے کی تعلیم کہیں نہیں دیگئی۔ بلکہ برخلاف اس کے خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی تلقین کیگئی ہے۔ تاہم بعض عیسائی دوست اب آیات مذکورہ کے آخری فقرات سے کفارہ کو ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں۔

اگر تو بائبل سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ خدا کسی کے گناہ بخش دیتا ہے۔ تو ہم سمجھ لیتے۔ کہ یہاں جو گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات ہے۔ لیکن جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ کئی بار بنی اسرائیل کے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ تو پھر کیوں ان آیات سے کفارہ ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔

آؤ ہم بتائیں۔ کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ کن معنوں میں استعمال ہوئیں۔ اس جگہ پر یہ فقرہ قابل غور ہے۔

"میں ان کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں جو اُن کے باپ دادوں سے کیا"۔

بلکہ تشریح کے طور پر فرماتا ہے۔

"کہ ان میں اپنی شریعت رکھوں گا"۔

یہ تو ایک پیشگوئی ہے۔ جو آئندہ زمانہ کے لئے ہے۔ حضرت مسیح نہ تو کوئی شریعت لائے اور نہ کوئی ان کے ذریعہ عہد باندھا گیا۔ پس یہ پیشگوئی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ ایک شریعت لوگوں میں رکھی گئی۔ اور عہد پورا کیا گیا۔ جس کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم۔ پھر حضرت مسیح کے دو قول پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں کفارے کی تعلیم ہے۔

الف۔ "جب یسوع کے صلیب دئے جانے کا دن قریب آیا۔ تو اس نے ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔ کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ اور پیو۔ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جاتا ہے"۔

پھر ایک جگہ لکھا ہے۔

"اچھا گڈریا میں ہوں۔ اچھا گڈریا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔"

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک عام کلام ہے۔ جو ایک نبی اور مصلح پر وارد ہوتا ہے۔ ہر ایک ریفارمر اپنی قوم کے ہاتھوں سے اپنی قوم ہی کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ پھر وہ درد سے دعائیں کرتا ہے کہ جن سے ان لوگوں کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ قوم کی اصلاح نہ کرتا۔ تو کبھی ایسی تکالیف نہ اٹھاتا۔ ہر کا دکھ اٹھانا قوم کی بہبودی کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لہذا وہ ہر وقت اپنی تکالیف کے باعث کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کے لئے دکھ اٹھائے۔

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اگرچہ حضرت مسیح کے اقوال میں یہ فقرہ پایا تو نہیں جاتا۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی خاطر دکھ اٹھائے۔ اور بہت اٹھائے۔ پھر اس فقرہ میں۔ کہ۔

"بہتیروں کے واسطے یہ خون بہایا جاتا ہے۔"

بہتیروں اور واسطے کے لفظ قابل غور ہیں۔

اگر یسوع مسیح تمام جہان کے ایمانداروں کے لئے سزا پانے والا تھا۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ "بہتیروں کے واسطے"۔ کیونکہ یہ لفظ صرف وہی لوگ ظاہر کرتا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے اس کے مدنظر تھے۔

دوسرا واسطے کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے بدلہ دکھ نہیں اٹھا رہا۔ بلکہ ان کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ کہ وہ اپنی اصلاح کریں +

فضل الرحمن

اطلاع ضروری: یہ رسالہ معمول سے زیادہ چھپوایا گیا ہے تا احباب کرام ۳ر فی پرچہ کے حساب سے یہ رسالہ منگوا کر مضمون فضیلت الاسلام عیسائی حلقوں میں مفت تقسیم کریں +

فضیلت الاسلام

علےٰ

ادیان الاقوام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک تقریر کا اپنے الفاظ میں مفہوم

۳۱ اگست سنہ ۱۹۱۹ء کو ایک مشنری عیسائی صاحب قادیان میں آئے۔ اور عصر کے بعد مسجد مبارک میں حضرت خلیفہ ثانی سے ملے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ نہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ آپ جو لوگوں کو عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے لئے بلاتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں وہ کونسی ایسی چیز ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ نجات۔ حضرت نے ارشاد کیا۔ کہ نجات تو بہت ادنےٰ درجہ کی چیز ہے۔ کیونکہ نجات کے معنے ہیں بچ جانا۔ جیسا کہ چور چوری کی سزا سے بچ جائے۔ تو یہ خوبی نہیں اصل چیز فلاح ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جو نجات یافتہ ہے۔ وہ تو گویا اتنا تیرنا جانتا ہے۔ کہ ہاتھ پیر مار کر خود کنارے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن فلاح یافتہ وہ ہے۔ جو نہ صرف خود پہنچتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بچاتا ہے۔ یا سزا سے ہی نہیں بچتا۔ بلکہ انعام حاصل کرتا ہے۔ تو جب عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام فلاح بخشتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ایک مسلمان عیسائیت کو قبول کرے +

اس پر گفتگو چلی۔ آخر عیسائی صاحب نے کہا کہ میں تو حضور سے فیض حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں بحث نہیں کر سکتا۔ اور خواہش کی کہ مجھے اسلام کے متعلق کچھ بتایا جائے۔ اس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ جو اس وقت ساتھ ساتھ لکھی نہیں گئی۔ لیکن تاہم اس کا خلاصہ و مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اگر کوئی بات اسمیں غلط ہو۔ تو میرا قصور فہم اس کا ذمہ وار ہے۔

مذہب کی غرض

مذہب کی اصلی غرض و نہایت اعلےٰ اخلاق کا حاصل کرنا۔ اور اپنے خدا کی جو تمام جہانوں کا رب اور مالک اور واحد لاشریک خدا ہے۔ رضا کو پالینا ہے۔ اور یہ وہ غرض ہے جس کو تمام جہان کے مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مذہب کی غرض یہی ہے۔

کیا اسلام اس غرض کو پورا کرتا ہے؟

اب ہم اسلام کے متعلق غور کرتے ہیں۔ کہ کیا واقعی اسلام وہ چیز پیش کرتا ہے جس کے لئے کوئی مذہب اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو ہم کسی مذہب کیطرف توجہ نہیں کرینگے۔ لیکن اگر برخلاف ازیں اسلام میں وہ بات نہ ہوئی۔ جو اسلام کی اصلی غرض ہے۔ تو ہمیں اسلام سے کوئی ہمدردی نہیں رہیگی۔ اور پھر ہماری نظر میں تمام مذاہب ایک ہی حیثیت میں ہو جائینگے

ادیان الاقوام میں فیصلہ کی آسان صورت

اس مسئلہ پر غور کرنیکے لئے اگر ہر ایک بات پر غور کریں۔ اور دیگر مذاہب کے ساتھ مقابلہ کریں۔ تو تمام عمر کی چھان بین کے بعد بعض مذاہب اس قسم کے ہونگے۔ جن کا ابھی علم بھی نہ ہوا ہوگا۔ اگر اسکی علم ہوگا بھی تو ان کے اصول و فروع کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکینگے۔ پس اس دِقت سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایک ایسے اصل کو لیا جائے۔ جس کو اختیار کرنے کے بعد بحث جلد ختم ہو کر فیصلہ کی صورت نظر آجائے۔ باوجود اس کے کہ اناجیل تحریف شدہ ہیں۔ مگر ان میں ایک فقرہ ہے۔ جسے ہم حضرت مسیح کا ہی کلام یقین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے۔ جس کو ہر عقلمند تسلیم کریگا۔ اسی اصل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام کو لانے والے ہمارے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے جو کام کیا۔ آپ نے جو درخت لگایا۔ اس کے نتائج اور اس کے پھل کیسے ہیں۔ اگر اس کے پھل شیریں اور نہایت خوش ذائقہ ہوئے۔ تب ہم تسلیم کرلینگے۔ کہ یہ درخت واقعی آسمانی ہے۔ لیکن اگر یہ نہ ہوا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ یہ اصل کے مطابق پورا نہ اترا۔ اس کے لئے ہمیں دو باتیں سوچنی چاہئیں۔ اول آنحضرت نے دنیا میں ظاہری کیا کیا تغیر کیا۔ مذہب میں کیا اصلاح کی۔ تمدن میں کیا کی۔ رسوم و عادات میں کیا کی۔ اخلاق میں کیا کی۔ دوسرے یہ کہ وہ مقصد اصلی یعنی خدا کو پالینا۔ اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی۔ اب اس کے لئے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

عرب کی حالت قبل از اسلام

میں نے بتایا ہے۔ کہ ہمیں اصولی طور پر دیکھنا چاہیئے۔ کہ آنحضرت نے دنیا میں جو تغیر کیا۔ وہ کیسا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت کے قبل عرب کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔

بت پرستی

عرب وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی کیفیت یہ ہے۔ کہ بت پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور خاص کر بت پرستی کا مرکز ہے اور وہ لوگ بت پرستی کو معیوب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور شرک وہ نجاست ہے جس کو تمام مذاہب کے لوگ برا خیال کرتے ہیں۔ ان میں خواہ کتنا ہی شرک ہو۔ مگر وہ مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے۔

میں اس وقت بحث کے لئے نہیں۔ بلکہ تذکرۃً کہتا ہوں۔ کہ عیسائی لوگ باوجود تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے مسئلہ پر عقیدہ رکھنے کے مدعی ہیں کہ موحد ہی ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مشرک ہیں۔ پس شرک وہ بری چیز ہے

جس کو مشرک بھی اپنی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے - اور مکہ جس جگہ واقعہ ہے وہ ایک بے آب وگیاہ وادی ہے - وہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی - وہاں باغات نہیں - وہاں کے لوگوں کی روزی ہی بُت پرستی اور بُت پرستانی پر ہے - اور پھر وہ اس بُت پرستی کو معیوب نہیں خیال کرتے بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں - کہ ہم اتنے خداؤں کے بندے ہیں - ان کی علمیت کی یہ حالت ہے کہ لکھنا پڑھنا معیوب اور ننگ خیال کیا جاتا ہے - ان کی عادات ایسی بگڑی ہوئی ہیں - اور ان کی رسوم اس قسم کی قبیح ہیں کہ کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا - مثلاً

شراب خوری پر فخر

وہ شراب پیتے ہیں - ایسے آدمی ڈھونڈے بھی نہیں ملینگے جو شراب پر فخر کریں - مگر عرب شراب پینے پر فخر کرتا ہے - اور کہتا ہے کہ اے میری معشوقہ ان آٹھ وقتوں کے علاوہ جن میں میں شراب پیتا ہوں صبح کو اس وقت کہ ابھی میرے دوست سوئے ہوئے ہوں تو بیدار ہو کر مجھے شراب پلانا تاکہ میں اپنی شراب نوشی کے باعث اپر فخر کروں - آج بھی شراب نوشی ہوتی ہے اور بکثرت ہوتی ہے چنانچہ لندن کی شراب نوشی کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے کہ لندن میں جس قدر شراب پندرہ سال میں پی جاتی ہے اگر اس کو جمع کر کے لنڈھایا جائے تو اس سے ایک دریا بہ نکلے - باوجود اس قدر شراب نوشی کے - لندن اپنی شراب نوشی پر فخر نہیں کرتا - اس میں شراب نوشی ایک گالی خیال کی جاتی ہے - چنانچہ "ڈرنکرڈ" (Drunkard) کا لفظ وہاں بطور گالی کے استعمال ہوتا ہے - مگر عرب شراب نوشی کو معیوب نہیں جانتا - وہ شراب نوش کو گالی نہیں دیتا - بلکہ دوستوں میں فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میں زیادہ شراب پیتا ہوں ؀

قمار بازی پر فخر

پھر جوئے بازی ہے آج بھی دنیا میں بڑے بڑے جوئے باز ہیں اور بہت بڑی بڑی جوئے بازی ہوتی ہے - اور بڑی بڑی لاٹریاں پڑتی ہیں - جوئے بازی کی اس کثرت کے باوجود یورپ جوئے بازی کو فخر نہیں جانتا - مگر عرب جوئے بازی کو بھی معیوب خیال نہیں کرتا - وہ جوا کھیلتا ہے اور ہارتا ہے پھر دوستوں کے مجمع میں فخریہ اظہار کرتا ہے - کہ میں وہ ہوں جو ایسا جوا کھیلنے والا ہوں اور اتنی دفعہ ہارا ہوں ؀

پابندی رسوم جاہلیت

وہ اپنی رسوم کا اتنا پابند ہے کہ دنیا کی متمدن قوموں سے ملنے کے باوجود بھی ان قبیح رسوم سے کنارہ کش نہیں ہوتا۔ ان میں رواج تھا کہ جب ایک شخص فوت ہوتا تو اس کے لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کو ترکہ کے طور پر تقسیم کرتے۔ اور بطور بیویوں کے اپنے استعمال میں لاتے۔ وہ ایرانیوں سے ملتے ہیں جو ایک متمدن ہیں۔ وہ رومیوں سے تعلقات تجارت کے باعث ملتے ہیں جو ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم ہے۔ اس میل ملاپ کا قدرتی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ان رسوم قبیح کو چھوڑ دیتے۔ مگر ان میں اور ترقی کرتے ہیں۔ اور ان رسوم میں بڑھتی جاتی ہیں ؎

وحشت و درندگی

ان کی درندگی کی یہ کیفیت ہے کہ مثلاً کسی کھیت میں کُتیا نے بچے دیئے یا کسی فاختہ نے انڈے دیئے ہیں۔ کسی کا اونٹ اُدھر سے گذرا۔ یا کسی بچہ نے اینٹ مار دی۔ وہ بچہ مر گیا اور انڈے پھوٹ گئے۔ اس اتفاقی واقعہ نے ان کے جذبات درندگی کو بھڑکا دیا۔ اور انہوں نے بڑھ کر اُس اونٹ کو مار دیا اور بچہ کی گردن اُڑا دی۔ اور کہا کہ ہماری ہتک کی گئی کہ ہمارے کھیت میں انڈے دینے والی فاختہ کے انڈے توڑ دیئے گئے۔ اور کتیا کا بلہ مار دیا گیا۔ پھر ان میں تلوار چلتی ہے اور ایک آدھ دن یا ایک آدھ مہینہ یا ایک آدھ سال میں ختم نہیں ہوتی برسوں گذر جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض لڑائیاں ایک صد سال تک چلی ہیں۔ یورپ میں "ہنڈرڈ ایئر وار" ہوئی ہے عرب میں بھی ہے۔ یورپ کی جنگوں کی کوئی وجہ ہوگی۔ مگر عرب میں جو "ہنڈرڈ ایئر وار" ہوئی اس کی وجہ یہی تھی۔ جو میں نے بتائی ؎

خودسری

پھر وہ حریت کے اتنے دلدادہ تھے کہ ذرا سی بات میں ان کی ہتک عزت ہو جاتی تھی۔ عرب کا ایک بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے عرب کے بہت سے ملک کے فتح کیا اس کو خیال ہوا۔ کہ اب میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور میری اطاعت سے کوئی شخص آزاد نہیں ہو سکتا۔ ایک دن اس نے اپنے دربار میں کہا۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ وہ اور اس کی ماں میری ماں کی خدمت و فرمانبرداری نہ کرے۔ اس کو کہا گیا۔ کہ ہاں قریب ہی فلاں قبیلہ کا ایک شخص ہے وہ آپ کی اور اس کی ماں آپ کی ماں کی فرمانبرداری نہیں

کرینگے۔ اس بات کی آزمائش کے لئے بادشاہ نے اس کو اور اس کی ماں کو بطور مہمان بلایا۔ اپنے خیمہ میں ٹھیرایا۔ اور اس کی ماں کو اپنی ماں کے پاس دوسرے خیمہ میں بھیجدیا۔ بادشاہ نے ماں کو سکھادیا تھا۔ کہ کسی حکمت عملی سے اس سے کوئی کام لینا جب باہر کھانا بھیجنے کا وقت آیا۔ تو بادشاہ کی ماں کھانا لگانے لگی۔ تو اس شخص کی ماں سے کہا کہ فلاں برتن پکڑا ما تاکہ میں باہر کھانا لگا کر بھیجدوں۔ اس پر وہ عورت کھڑی ہو گئی۔ اور اپنے قبیلہ کا نام لیکر کہنے لگی۔ کہ کیا تم میں کوئی بھی غیرت دار نہیں رہا کہ آج تمہارے سردار کی ماں کی بے عزتی کی گئی۔ جونہی اس شور کی آواز باہر مردانے خیمہ میں گئی۔ اس کے بیٹے نے اس بات کی تحقیق نہیں کی کہ حقیقت کیا ہے۔ فوراً اُٹھا اور بادشاہ کی تلوار لیکر اسی سے بادشاہ کی گردن اُڑادی اور کہا کہ تحقیق بعد میں کرونگا پہلے اپنی ماں کی بے عزتی کا بدلہ لے لوں۔ چنانچہ اس سے فارغ ہو کر زروجواہر لیکر چلتا بنا۔ یہ عالم تھا عرب کی آزادی اور حریت کا کہ وہ کسی کے اتنا کہدینے کو کہ برتن پکڑا دینا اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا۔ اور کہنے والے کی جان لئے بغیر نہ ٹلتا تھا*

عرب کے ملک کی یہ کیفیت تھی جب اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے*

Digitized by Khilafat Library

نبی کریمؐ نے عرب کی کایا پلٹ دی

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس ملک کی ان تمام بدعادات بدعقائد بدرسوم کو کس طرح بدل کر انہیں کیا سے کیا بنا دیا۔ سب سے پہلے ان کے مذہب کو لیتے ہیں*

بُت پرستی عرب سے مٹادی

میں نے بتایا ہے۔ کہ وہ بُت پرست تھے۔ اور پھر مکہ والوں کی سبیل معاش بھی بُت پرستی ہی تھی اور آنحضرتؐ کا جس خاندان سے تعلق تھا وہ گویا مجاور تھا۔ اُن بتوں کا۔ اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جن کا گذارہ ہی بتوں کے چڑھاوے پر ہو۔ اور ان کے لئے اور کوئی سبیل معاش نہ ہو۔ علاوہ مذہبی طور پر ایک بڑی بات ہونے کے کہ اپنے

قدیم خیال کا ترک کرنا مشکل ہوتا ہے ان کی دنیا کے لئے بھی کتنا کٹھن کام تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بت پرستی کو اس جگہ سے ایسا اڑا دیا کہ اس کا نشان تک مٹا دیا۔ اور آجتک اس بت پرستی کے محو کرنے کے نشان کے طور پر ایک موذن کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ لوگ جن کی معاش ہی بتوں پر تھی۔ بتوں سے سخت بیزار ہو گئے۔ اور کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی ان کو بت پرستی پر مائل نہ کر سکی +

شراب چھڑا دی

وہ شراب نوش تھے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اپنی شراب نوشی پر فخر کیا کرتے تھے اور چار پائی سے نہیں اٹھتے تھے جب تک شراب نہ پی لیں۔ ان سے شراب نوشی چھڑائی اور کس طرح چھڑائی۔ کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی لکھا ہے۔ کہ شراب کی حرمت کا جس دن حکم نازل ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص مدینہ کی گلیوں میں منادی کرتا پھرتا تھا۔ کہ آج شراب حرام ہو گئی۔ اس وقت ایک جگہ ایک مجمع بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جونہی کہ منادی کی آواز ان کے کان میں پہنچی ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ پوچھو تو یہ کیا کہتا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں یہ بات گوارا نہیں کرتا کہ اتنی دیر بھی لگاؤں کہ جاؤں اور جا کر اس سے پوچھوں۔ جب وہ کہتا ہے کہ شراب حرام ہو گئی تو تحقیق بعد میں کرونگا۔ پہلے ان قدحوں اور مٹکوں کو توڑ دوں۔ چنانچہ اس نے ان تمام گھڑوں کو توڑ پھوڑ دیا +

اب سوچنا چاہیئے۔ کہ اول تو شراب ان لوگوں کی ایسی محبوب و مطلوب کہ وہ آنکھ نہیں کھولنا چاہتے جب تک اسے پی نہ لیں۔ ایسی محبوب چیز کو ان سے چھڑایا جاتا ہے۔ پھر ایک شراب نوش جس وقت کہ وہ شراب نوشی میں مشغول ہو۔ اس سے یہ خواہش کرنا کہ شراب چھوڑ دو۔ سخت مشکل ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کوئی شرابی جبکہ شراب میں مشغول ہو اس وقت اسے کہا جائے کہ شراب چھوڑ دو تو وہ چھوڑ دے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں میں جو شراب کے پروانے ہیں۔ ایسی روح پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے منہ سے حرمت شراب کا حکم سنکر نہیں۔ ایک رستہ چلتے کی زبان سے سنکر کہ آج آنحضرت نے

شراب حرام کردی۔ تمام شراب کے برتن توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ کیا یہ ایک معجزہ نہیں۔ میں کہتا ہوں وہ پہلا شخص جس نے کہا تھا۔ کہ دریافت کرلو۔ اس کی یہ حالت ہونا بھی آنحضرتؐ کا معجزہ ہے۔ کیونکہ شراب کی حالت میں اتنے ہوش کہاں ہوتے ہیں۔ کہ کوئی تحقیق کرے۔ اس کے مقابلہ میں آج ہم یورپ اور امریکہ کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے ڈاکٹر اور اہل علم چیخ رہے ہیں کہ شراب بُری چیز ہے۔ اور اس کا استعمال اسی حد تک چاہیئے۔ جہانتک طاقت قائم رکھ سکے۔ مگر لوگ ہیں کہ دن بدن شراب میں غرق ہوتے جا رہے ہیں۔ امریکہ میں شراب کی مخالفت ہوئی اور جنگ کے دوران میں ان لوگوں نے اس کو چھوڑا بھی۔ مگر اب امریکہ والے کہتے ہیں (پریزیڈنٹ) ولسن ہوتا کون ہے جو ہم سے شراب چھڑائے۔ وہ شراب کی مضرات سے واقف ہیں۔ وہ قائل ہیں۔ کہ شراب ان کی نسلوں کو کمزور۔ اور ان کی دماغی حالتوں کو ضعیف کر رہی ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ شراب کے باعث موتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر وہ لوگ نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جب بڑی جد و جہد سے کچھ دنوں کے لئے چھوڑتے ہیں تو حکام کو کہتے ہیں تم کون ہو جو ہم سے چھڑاؤ۔ گویا وہ ان کی عادت ان سے علیحدہ نہیں ہوسکتی۔ عادت کے مقابلہ میں تمام علوم تمام تجارب ہیچ ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے جو شراب پر فخر کرنے والی ہے شراب پینا چھڑاتے ہیں اور اس طرح چھڑاتے ہیں کہ گویا وہ قوم شراب کا نام تک بھول جاتی ہے کیا یہ معجزہ نہیں۔ پھر وہ سوتیلی ماؤں کو نکاح میں لاتے تھے۔ اور زنا پر فخر کرتے تھے۔ ان کو کہدیا گیا حرمت علیکم امھاتکم تمہاری سب قسم کی مائیں تم پر حرام ہیں خواہ وہ سوتیلی ہوں یا حقیقی اور وہ اس حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے اور جن کے قبضہ میں ایسی عورتیں ہیں ان کو اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں ؂

اطاعت کا مادہ عرب جیسی اکھڑ قوم میں

پھر ان کی سب سے بڑی بات ان کی حریت تھی اور اس پر وہ ایسا فریفتہ و گرویدہ تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کو کہدیتا تھا۔ کہ مجھے فلاں چیز پکڑا دو اور اس کہنے میں کسی عقلمند کے نزدیک کوئی بے عزتی نہیں مگر ان کی بے عزتی ہوجاتی تھی اور وہ اس بات سے بگڑ کر بادشاہوں تک کی گردن اڑا دیتے تھے آنحضرتؐ ان میں اتنا تغیر پیدا کر دیتے ہیں گویا کہ انکی

ہستیوں کو بدل دیا۔ اور انہیں اور مخلوق سے انسان بنا دیا۔ میں چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے پتہ لگے گا کہ وہ حریت کے دلدادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر کس طرح نثار ہوتے ہیں۔ اور اس جان نثاری کو فخر خیال کرتے ہیں +

صحابہؓ میں جوشِ عقیدت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دفعہ آپ مسلمانوں کے ساتھ عمرے کے لئے مکہ کی طرف گئے کفار مکہ نے آپکو اجازت نہ دی کہ آپ عمرا کریں۔ اس لئے وہاں صلح کرنی پڑی جس کا نام صلح حدیبیہ ہے۔ کفار میں کا ایک آدمی جو اپنے تئیں خیال کرتا تھا۔ کہ وہ آداب ملاقات کا واقف اور شاہی درباروں کے قوانین کا ماہر ہے۔ کفار کا سفیر بنکر آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوا اس دعویٰ کے ساتھ کہ میں جاتے ہی اپنے رعب و اثر سے جو چاہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منوا لونگا۔ وہ آیا اور آ کر اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ بیٹا۔ عرب میں قاعدہ تھا کہ بڑے لوگ دوسروں کو اپنا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اسی کے مطابق اس نے اپنے آپکو بڑا قرار دیکر آنحضرت صلعم کو چھوٹا قرار دیا اور حضورؐ کو بیٹا کہا) تو ان لوگوں کی مدد پر نہ بھول۔ یہ لوگ جو کہیں کہیں سے جمع ہو گئے ہیں۔ جب وقت پڑیگا۔ تجھے چھوڑ چھاڑ کر پرے ہو جائینگے۔ اور اس نازک وقت میں ہمیں جو تیری قوم کے ہیں تیرے کام آئینگے۔ کیا تو ان کی خاطر ہم سے بگاڑتا ہے۔ اسی قسم کی باتوں کے درمیان اس نے اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا۔ ایک صحابی جو پاس کھڑے تھے انہوں نے تلوار کے قبضہ سے اس کے ہاتھ کو پرے کر دیا۔ پھر اس نے ہاتھ لگایا۔ پھر انہوں نے اسی طرح قبضہ کا ٹھوکہ اسکے ہاتھ پر دیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا وہ شخص خود جا کر اپنے لوگوں میں بیان کرتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے خیال کو چھوڑ دو۔ اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ تو اس پر اس طرح فدا ہیں کہ پروانہ اس طرح شمع پر قربان نہیں ہوتا میں نے دیکھا کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرنے لگا۔ وضو کے پانی کا ایک قطرہ تک زمین پر نہیں گرنے پایا سب کا سب اسکے ساتھی اپنے جسم پر اپنے مونہوں پر تبرک کے طور پر مل لیتے تھے جسکے ساتھیوں کی فدائی کی یہ کیفیت ہے۔ ان کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر ان کے خدام اور ملازمین کی بھی یہ کیفیت نہیں دیکھی +

صحابہؓ میں روحِ فدویت

ایک اور واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو مدینہ والوں نے معاہدہ کیا کہ اگر کوئی شخص مدینہ پر چڑھ کر آئیگا۔ تو ہم مدافعت کرینگے۔ لیکن اگر آپ کو شریروں کی شرارت کے انسداد کیلئے باہر جانا پڑے تو ہم نہیں جائینگے۔ یہ ایک سمجھوتا تھا۔ جو آپسمیں ہو گیا تھا۔ لیکن دشمن وہاں بھی آپکو چین سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ بار بار مدینہ پر بھی چڑھ چڑھ کر آتا تھا۔ چنانچہ ایکدفعہ ضروری معلوم ہوا کہ دشمن کے شر کے دفعیہ کیلئے آنحضرتؐ باہر نکلیں۔ اس وقت آپنے مدینہ کے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا مجھے باہر دشمن کے مقابلہ کیلئے جانے کی ضرورت ہے۔ مگر آپ لوگ اپنے معاہدہ کی رو سے مجبور نہیں۔ کہ میرے ساتھ باہر جائیں۔ مدینہ کے مسلمانوں میں سے ایک بڑے سردار نے کہا کہ حضور آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم آپکے مرید ہیں۔ ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم وہ ہیں کہ ہم آپکے دشمن کے ساتھ آپکے آگے بھی لڑینگے اور پیچھے بھی لڑینگے۔ دائیں بھی لڑینگے اور بائیں بھی۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جبتک ہماری لاشوں کو پامال نہ کرے۔ آپ اگر سمندر میں گھوڑا ڈالدیں۔ تب بھی ہمارے گھوڑے کی باگ نہیں رکیگی بلکہ جہاں آپکا اشارہ ہوگا وہیں ہم جائیں گے ؎

بچوں میں جانثاری

یہ بڑوں کا حال ہے۔ بچوں کی یہ کیفیت ہے کہ بدر کے موقعہ پر جبکہ مسلمانوں کی تعداد کفار کے ہزار کے مقابلہ میں تین صد تھی ایسا واقعہ ہوا۔ کہ ایک صحابی جو بہت بڑے جری تھے۔ خود بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دن میرے دل میں جوش تھا اور میں چاہتا تھا کہ ان کفار نابکار سے ان کے مظالم کا بدلہ لوں۔ کیونکہ ان کا ایک ایک ظلم ہمیں یاد آرہا تھا۔ مگر جب میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو چودہ چودہ سالہ لڑکوں کو دیکھا۔ اور انکو دیکھکر میرے تمام حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان کے دائیں بائیں جب مضبوط اور بہادر ہوں تو وہ اپنی تیغ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ ورنہ اسکو ہر وقت یہی خوف رہتا ہے۔ کہ کوئی پیچھے سے مجھ پر حملہ ہی نہ کردے۔ پس انکو اپنے دائیں بائیں بچے دیکھکر رنج ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے میرے کہنی ماری اور آہستہ سے کہا تا کہ دوسرا بھائی نہ سن پائے) کہ چچا کفار کی فوج میں ابوجہل کونسا ہے۔ اس کے متعلق سنا ہے

کہ وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن ہے۔ اور اُس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ مَیں اسکی جرأت پر حیران ہو ہی رہا تھا کہ اسی طرح دوسرے نے میرے کہنی ماری اور اسی طرح آہستہ سے کہا (تاکہ دوسرا بھائی نہ سُن پائے) کہ چچا ابوجہل کہاں ہے۔ سُنا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کا بڑا دشمن ہے۔ اور اس نے حضورؐ کو بہت دُکھ دیئے ہیں۔ مَیں انکی اس جرأت پر متعجب ہوا۔ اور یہ ان کی اتنی بڑی جرأت تھی کہ میرے دل میں بھی ابوجہل کے متعلق خیال نہ تھا۔ مَیں نے ان کو اشارہ کیا۔ میرے اشارہ کرتے ہی وہ اس طرح جھپٹے جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ ابھی جنگ شروع نہ ہوئی کہ ان دونو نے اپنے حملوں سے اس کو گھائل کر دیا ٭

عورتوں میں فدا کاری

یہ جوش فدویت و فدا کاری صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ عورتوں میں بھی اطاعت اور جاں نثاری کی وہ سپرٹ پیدا ہوگئی تھی جس کی نظیر نہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ مشہور ہوا کہ آنحضرتؐ شہید ہوگئے تو ایک عورت گھر سے نکل پڑی۔ ایک صحابی جو مدینہ کو واپس آ رہے تھے ان سے ملی اور پوچھا کہ آنحضرتؐ کا کیا حال ہے۔ وہ چونکہ آنحضرتؐ کو زندہ دیکھ گئے تھے۔ اس لیے مطمئن تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے عورت تیرا بھائی فوت ہوگیا۔ اس عورت نے کہا کہ مَیں تجھ سے آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کرتی ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا باپ بھی فوت ہوگیا اس نے کہا کہ باپ کے متعلق دریافت نہیں کرتی آنحضرتؐ کے متعلق بتاؤ انکا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ تیرا خاوند بھی فوت ہوگیا۔ اس عورت نے غصہ سے کہا کہ مَیں تجھے آنحضرتؐ کے متعلق پوچھتی ہوں آخر اس شخص نے کہا کہ آپؐ تو زندہ ہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ اگر آپؐ زندہ ہیں تو باپ خاوند بھائی وغیرہ کے فوت ہو جانیکا کچھ غم نہیں

اب غور کرنا چاہیئے کہ وہ عرب جو کسی کے اتنا کہنے کو کہ برتن پکڑا نا اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں پر جان و مال فدا کرتا ہے۔ اور فخر نہیں کرتا۔ پھر عرب وہ لوگ ہیں جن کو اپنے وطن سے بہت محبت ہے حتیٰ کہ وہ بدوی کہلاتا ہے۔ اور بدوی کے معنی جنگلی کے ہیں وہ جنگل بہ جنگل پھرتا ہے۔ ایران اور روم کے سرسبز میدانوں میں نہیں اپنے ہی بے آب و گیاہ ملک کے جنگلوں میں چکر لگاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ اپنے ایسے محبوب وطن کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور خوشی سے چھوڑتا ہے پروا نہیں کرتا ٭

کیا یہ کایا پلٹ دینا معجزہ نہیں؟

اب غور کرنا چاہیئے کہ مجموعی طور پر ان تمام خرابیوں کو دُور کرنا اور بالکل ہی کایا پلٹ دینا کیا یہ معجزہ نہیں؟

میں کہتا ہوں کہ اگر تمام انبیاءؑ کے کاموں کو انکے مقابلہ میں رکھا جائے تو انکے کارنامے ان کارناموں کے مقابلہ میں گرد ہیں۔ دنیا کی تاریخ اصلاح اسکی نظیر مطلق پیش نہیں کر سکتی۔ یہ تو وہ حالت ہے جو ان کی اسلام کے بعد ہوئی ۔

صرف ایک آیت قرآنی ہے بے نظیر جامع تعلیم

اب ہم اسلام کے بعض احکام کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے معلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل کا۔ اور پھر احسان کا اور پھر ایتاء ذی القربیٰ کا۔ اب سوچنا چاہیئے کہ عدل کیا چیز ہے۔ عدل کہتے ہیں برابری کے معاملہ کو یعنی جو اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔ اور جو اپنے لئے ناپسند سمجھتے ہو اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسند قرار دو۔ یہ عدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اسی پر بس نہ کرو بلکہ احسان کا معاملہ کرو۔ یعنی جتنا کسی کا حق ہو اس سے زیادہ دو۔ پھر فرمایا اس احسان کے درجہ کو آخری درجہ قرار نہ دو۔ بلکہ چاہیئے کہ لوگوں سے ایسا سلوک کرو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے کرتی ہے۔ احسان کرنے میں کوئی غرض پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ مگر ماں کے بچّہ کو دودھ پلانے میں کوئی غرض پوشیدہ نہیں ہوتی۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض نالائق لڑکے کسی دنیاوی درجہ کو پہنچکر ماں باپ کی عزت نہیں کرتے۔ مگر ماں باپ اسپر بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ تو یہ درجہ وہ ہوتا ہے جس میں کسی غرض کی وجہ سے کسی سے سلوک نہیں کیا جاتا۔ اس لئے فرمایا کہ لوگوں سے نیک سلوک کرو۔ اور ایسا ہی کرو جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں ۔

اب ہم اس تعلیم پر غور کرتے ہیں۔ کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے۔ جو صرف کانوں کو خوش لگتی ہے یا واقعی اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے۔

کفار عرب نے حبشہ تک صحابہؓ کا پیچھا کیا

اس کے لئے میں صرف ایک ہی واقعہ کا ذکر کرونگا۔ پہلے میں یہ دکھاتا ہوں۔ کہ کفار نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع سے سلوک کیا گیا۔ جب آپ مکہ میں تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ستم توڑے جاتے تھے۔ جب مکہ میں آپ کے ساتھیوں پر ظلموں کی حد ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک قافلہ کو حبشہ بھیجدیا۔ کفار عرب کا وفد بھی حبشہ میں پہنچا۔ اور کوشش کی۔ کہ کسی طرح ان مسلمانوں کو یہاں بھی امان نہ ملے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ چال چلی کہ امراء کو بڑے بڑے تحفہ دیئے کہ کسی طرح بادشاہ تک ان کی رسائی ہو۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں بار پایا اور کہا کہ ان لوگوں کو نکال دو۔ اس نے کہا کہ مَیں انہیں نکالتا۔ خدا نے اسے سمجھ دی تھی۔ امراء بھی کفار عرب کے ہم نوا تھے۔ اس نے ان کو بھی صاف جواب دیا۔ خدا نے اس کے دل میں رحم ڈالدیا تھا یہ بادشاہ جب بچہ تھا۔ تو اس کا چچا اس کے تخت پر قابض ہو گیا تھا۔ اور اس کے امراء اسی کے چچا کے طرفدار تھے۔ آخر اس نے اپنے چچا کا فیصلہ کیا اور اپنا حق حاصل کیا۔ جب امراء نے مسلمانوں کے خلاف کوشش کی تو اس نے کہدیا کہ مَیں تمہاری پروا نہیں کرتا۔ تم وہی ہو جنہوں نے میرا حق غصب کر کے میرے چچا کی طرفداری کی تھی۔ اس طریق میں ناکامی دیکھکر انہوں نے بادشاہ کے حضور کہا۔ کہ یہ لوگ مفسد ہیں اور اپنے دین سے پھر گئے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ کی توہین کرنیوالے ہیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے پوچھا۔ انہوں نے صاف کہا کہ فساد ہمارا کام نہیں۔ ہم نہایت امن پسند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی لوگوں نے ہمیں ہمارے وطن سے نکالا ہے۔ اور وہاں ہم پر طرح طرح کے ظلم کیئے ہیں۔ آخر ان ظلموں کی تاب نہ لا کر ہم نے اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دیا اور تیرے ملک میں آئے ہیں۔ باقی رہا دین سے بیدین ہونا۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ ہمارا دین بُت پرستی تھا۔ ہم لُوٹ مار کے عادی اور سخت اخلاقی گناہوں میں مبتلا تھے۔ ہم میں ایک نبی برپا ہُوا اور اس نے ہماری ان تمام وحشیانہ عادات کو انسانیّت کے ساتھ بدل دیا۔ حضرت مسیحؑ کی ہم عزّت کرتے ہیں اور انہیں خدا کا ممسوح اور نبی اور رسول اور برگزیدہ یقین کرتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک وہ خدا نہ تھے۔ یہ باتیں سُنکر بادشاہ متاثر ہوا۔ اور کفار کے وفد کو لوٹا دیا۔ اور مسلمانوں کو امن و امان کے ساتھ وہاں رہنے کی اجازت دی ؂

کفار مکہ کے مظالم مسلمانوں پر

غرض کفار مکہؐ نے مسلمانوں پر مظالم کیئے اور بہت کیئے۔ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مارے

اور دو مختلف طرفوں پر اونٹوں کو کھڑا کیا اور ایک پیر ایک عورت کا ایک اونٹ سے باندھ دیا دوسرا دوسرے سے اور دونو اونٹوں کو مخالف سمتوں کی طرف دوڑا دیا۔ عورت دو ٹکڑے ہو کر گر پڑی۔ انہوں نے جنگ میں کام آنیوالے مسلمانوں کو مشغلہ بنایا آنکھیں نکال دیں کان ناک کاٹ دیئے۔ اور پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبایا۔ اور اس سے بھی بڑھ بڑھکر ظلم کئے۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی محنت کو برباد کیا جائے۔ اسکو کتنا غم اور رنج ہوتا ہے کفار کے ایک قبیلہ نے کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ ہمیں معلم چاہئیں۔ آپ نے کئی قاریوں کو انکی تعلیم کیلئے بھیجدیا۔ اور انہوں نے ان تمام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ آپ کہتے ہیں کہ تلوار چلائی گئی۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر ان سے بدلہ لیا جاتا تو وہ مستحق تھے۔ اس واقعہ سے آپ غور کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو کتنا رنج ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ کے طیار کیئے ہوئے لوگ بیدردی اور دھوکے کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے۔ پھر آپ کی ذات پر طرح طرح کے ظلم کیئے۔ بارہا چاہا کہ آپ کو قتل کر دیں۔ آپ کو زہر دیکر مار ڈالیں۔ اور آپ پر پتھّر گرا کے ہلاک کر دیں۔

پھر اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ آپ کی مستورات اور آپ کے معزز اور بڑے صحابہؓ کی مستورات پر الزام لگائے گئے۔ اور شعر کہے گئے۔ جن میں یہ مضمون ہوتا تھا۔ کہ ہمارا فلاں عورت سے تعلق ہے۔ ایک طرف تو یہ تمام مظالم ہیں۔

فاتح ہو کر آنحضرتؐ کا نیک سلوک

دوسری طرف آپ جب فتح مکّہ کرتے ہیں تو ان کے اس سوال پر کہ ہم سے کیا کیا جائیگا۔ فرماتے ہیں "لا تثریب علیکم الیوم" جاؤ ہم نے تمہاری تمام غلطیاں معاف کیں۔ غور کرنیکا مقام ہے کہ ایک طرف تو ایسے عنید دشمن ہیں اور ان کے مظالم بیرون از شمار ہیں مگر آپ جب ان پر قابو پاتے ہیں تو یکسر معاف کر دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں تلوار کے ذریعہ فتح کیا میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے تلوار چلائی انہیں کس تلوار نے فتح کیا۔ پھر اگر یہ سچ بھی ہو تو کیا وہ اس تلوار کے مستحق نہ تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انپر دین قبول کرانیکے لئے تلوار نہیں چلائی گئی۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب مسلمان مکّہ کے دروازوں پر پہنچے تو مسلمانوں کے ایک سپہ سالار نے کہا کہ اب دیکھنا ہم ان کفار کو ان کے مظالم کا کیسا

بدلہ چکھاتے ہیں مگر مسلمانوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آواز کو پسند نہ کیا اور ان کے طالب عفو ہونے پر ان کے تمام ظلموں کو کلیۃً بھلا دیا۔ کیا اس تعلیم پر عمل نہیں کر کے دکھایا۔ جو لفظوں میں دی گئی۔ کیا یہ تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے۔ یا کوئی اور ہی چیز تھی جس نے یہ تغیر پیدا کیئے۔ اور ان پتھروں کو موم کر دیا۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جو مجموعی طور پر نبی کریمؐ نے پیدا کیں جن کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ کارلائل نے حضور پر بہت اعتراض کیئے ہیں۔ لیکن جب اس نے ہیروز آف دی پرافٹ تلاش کیا تو حضور کو ہی تمام نبیوں میں ہیرو قرار دیا۔ کیا دنیا میں اس کی نظیر ہے تو پیش کی جائے ؎

فیصلہ کی دوسری صورت

دوسری صورت یہ تھی کہ خداوند زمین و آسمان خود بتا دے کہ میں تم سے خوش ہوں وہ ہمارے ہم دغم میں ہمارا ساتھ دے۔ وہ ہمارے دشمنوں کو پائمال کرے ہمارے دوستوں کو آباد کرے۔ اور ہر مشکل میں ہمیں بہبودی کی طرف ہدایت کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی ثبوت اور امتیاز نہیں۔ پس اس خصوص میں بھی آنحضرتؐ کے اتباع اس چیز کے وارث ہوئے جو دیگر انبیاء کے پیروان کو نصیب ہوئی۔ جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد مسیحؑ کے حواری تبلیغ کرنے کے لیئے باہر نکلے تو وہ اور اور زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے اور وہ زبانیں تھیں جن کو وہ نہیں جانتے تھے اگر انکو الہام نہ ہوتا تو انکو صرف مفہوم اسکا آنا چاہیئے تھا۔ مگر لکھا ہے کہ الفاظ بھی دوسری زبانوں کے ہوتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روح القدس کی تائید کے معنی ہیں خدا کی طرف سے الہام پانا۔ یہ نہیں کہ جو دل میں آئے وہی تائید روح القدس ہوتی ہے ؎

سچے اتباع شرف مکالمہ مخاطبہ پاتے ہیں

پس مسیحؑ کے حواری مسیحؑ کے بعد الہام اور خدا کے کلام سے مشرف ہوئے۔ سو اسی طرح دوسرے انبیاءؑ کے اتباع بھی مشرف ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے صحابہؓ کو بھی یہ بات حاصل تھی۔ مگر پہلے مذاہب چونکہ وقتی ہوتے تھے۔ اس لئے دوسرے مذہب کے

قائم ہونے تک تو ان میں برکات رہتی تھیں۔ پھر ان سے گم ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ مسیحؑ کے حواریوں کے چند عرصہ بعد یہ بات عیسائیوں میں سے گم ہو گئی ؛

اسلام میں مجدّدین کا سلسلہ لیکن چونکہ اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے اسلام کی زندگی کا ثبوت دینے کے لئے اس میں قیامت تک ایسے مجددوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو اس بات کا ثبوت دیں کہ اسلام میں وہ برکات ہیں جو کبھی دیگر انبیاءؑ کو ملیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں کوئی صدی ایسی نہیں گذریگی کہ اس میں خدا کی طرف سے کلام پاکر کھڑے ہونیوالے نہ ہوں ؛

آخری خلیفہ مسیح موعود علیہ السلام

اور ان ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونیوالوں میں سے ایک ایسا بھی ہوگا جو مسیح موعودؑ ہوگا۔ کہ جس طرح موسیٰؑ کے سلسلہ میں ایک بڑا انسان مسیح ہوا ہے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی ایک مسیح ہوگا۔ جو پہلے تمام مجددوں سے بزرگتر ہوگا۔ چنانچہ وہ ہم میں آیا ہم نے اسکو دیکھا ؛

ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق ہے۔ سو اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ مسیحؑ کے آنے کے بعد جو فرق مسیحؑ کے اتباع اور مسیحؑ کے منکروں میں تھا وہی ہم میں اور انمیں ہے۔ جس طرح مسیحؑ کے آنے کے بعد یہود تمام برکتوں سے بے نصیب ہو گئے۔ اسی طرح جو اس مسیح (محمدی) کا منکر ہے۔ وہ بھی ان برکات خاصہ سے بے بہرہ اور بے نصیب ہے ؛

باوجود سخت مخالفت کے کامیابی حضرت مسیح موعودؑ وہ انسان ہیں۔ کہ آپ اپنے حجرہ میں بیٹھتے تھے اور اس گاؤں میں کہ اب بہت بڑا ہے اور اس وقت نہایت چھوٹا سا گاؤں تھا۔ بوجہ اپنی خلوت گزینی کے نہ پہچانے جاتے تھے۔ اس وقت خدا نے آپ سے کہا کہ "حان ان تعان و تعرف بین الناس" وہ

وقت آگیا کہ تیری مدد کی جائے۔ اور لوگوں میں تجھے پہچنوایا جائے۔ چنانچہ آپ کو وہ شہرت دی کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کے اتباع موجود ہیں۔ اور لوگ آپ اور آپ کے دعاوی سے واقف ہیں۔ ایسی کس مپرسی میں آپ اٹھے اور آپ کو خدا نے کہا کہ انی مھین من اراد اھانتک انی معین من اراد اعانتک۔ کہ میں ان لوگوں کو ذلیل کرونگا۔ جو تجھے ذلیل کرنا چاہیں۔ اور جو تیری مدد کرنا چاہیں میں ان کی مدد کرونگا۔ آپ کھڑے ہوئے آپ کے خلاف وہ تمام زور لگائے گئے جو کسی کے مٹانے کے لئے استعمال کیئے جا سکتے ہیں۔ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی اور قاتل قادیان میں بھی آگئے لیکن خدا نے آپ کو ان کے شر سے بچایا۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا۔ آپ پر مقدمات کھڑے کیئے گئے کہ آپ کے کاروبار کو تباہ کردیں اور آپ کی عزت کو خاک میں ملا دیں۔ لیکن خدا نے ہر مقدمہ میں عزت کے ساتھ آپ کو بری کیا۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک والا مقدمہ

غالباً آپ ڈاکٹر مارٹن کلارک کو جانتے ہونگے (مخاطب مسیحی صاحب نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں) اسکی طرف سے مقدمہ آپ پر بنایا گیا کہ آپ نے مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ وہ انگریز مجسٹریٹ جسکی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہوا) بھی کچھ ایسا موافق نہ تھا بلکہ اس نے کہا تھا کہ یہ شخص خدا وند مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور آجتک اس کو کسی نے سزا نہیں دی۔ مقدمہ ہوا اور مسلمانوں میں سے نہ صرف عوام نے بلکہ علماء نے بھی آپ کے خلاف گواہیاں دیں۔ وہ شخص جس کو پیش کیا گیا تھا کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے مقرر کیا تھا وہ عدالت میں اقرار کرتا ہے کہ مجھے مرزا صاحب نے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ایسے سامان ہیں اور ظاہری کوئی صورت نہیں جس سے آپ بچ سکیں۔ لیکن اس انگریز حاکم کے دل میں خدا ڈالتا ہے کہ یہ تمام بیانات غلط ہیں اس نے کہا کہ میرا دل نہیں مانتا بار بار تحقیق ہوئی۔ مگر کوئی صورت نہ نکلتی تھی آخر پولیس کے افسر اعلیٰ کو کہا گیا کہ تم خود تحقیق کرو جب اس شخص کو پولیس کے افسر نے بلایا تو وہ روتا ہوا۔ اس افسر کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ میں سچا سچا بیان اس وقت دے سکتا ہوں جب آپ مجھے مشن کمپاؤنڈ سے

علیحدہ کرلیں پھر اس نے بتایا۔ کہ مجھے خود بعض پادریوں نے پڑھایا ہے کہ میں مرزا صاحب پر یہ الزام لگاؤں۔ ورنہ مرزا صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ عیسائی مجھے احمدیوں کے نام یاد کراتے تھے اور میں بھول جاتا تھا تو یہ پنسل سے لکھکر دیتے تھے۔ آخر اس طرح وہ جھوٹ جو حضرت مسیح موعودؑ پر ان لوگوں نے باندھا تھا کھل گیا اور اس انگریز حاکم نے فیصلہ میں لکھدیا کہ مرزا صاحب اگر چاہیں تو ان پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں مقدمہ بازی کے لئے نہیں آیا۔ (مخاطب نے پوچھا کیا یہ تمام کیفیت چھپی ہوئی ہے حضرت نے ارشاد کیا ہاں یہ تمام مسل مطبوعہ موجود ہے) اب اس میں سوچنا چاہیئے کہ انگریز حاکم ہے اور پادری مقدمہ کھڑا کرتا ہے اور حاکم بھی اپنا خیال حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ظاہر کر چکا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں کے باوجود آپ کو بری کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان افسر ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ رعایت کی۔ مگر یہاں رعایت کا بھی گمان نہیں۔ پھر اس بریت کی خبر قبل از وقت آپ کی طرف سے با علام الٰہی شائع ہوئی ؛

مسیح موسوی و مسیح محمدی میں مشابہت

پھر وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی یہ سلسلہ مشتبہ تھا۔ اور بعض حاکم لوگوں کو کہدیا کرتے تھے کہ اس جماعت میں داخل نہ ہونا کیونکہ یہ جماعت گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہ ہے۔ لیکن کوئی منصوبہ اور مخالفانہ کوشش آپ کو ذلیل نہ کر سکی آپ کے نام نے عزت کے ساتھ شہرت پائی۔

حضرت مسیحؑ ناصری اور حضرت مسیح موعودؑ محمدی میں ایک عجیب مماثلت ہے مثلاً جتنا عرصہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت مسیح مبعوث ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ سے اسی قدر عرصہ بعد حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے۔ اور پھر جس طرح حضرت مسیحؑ کے وقت میں غیر سلطنت کی حکومت تھی اسی طرح یہاں بھی ہے۔ جس طرح مسیحؑ کے خلاف ان کی قوم کوشش کرتی تھی۔ یہاں بھی کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ یہود سے ڈرتی تھی اور اس نے مسیحؑ کو صلیب پر پہنچا دیا۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا۔ ہماری گورنمنٹ ان سے ڈرتی نہیں اور اس نے ہر جگہ ہماری مدد کی ہے اور ہماری ہر ظاہری

تکلیف کو دور کیا ہے۔ اور آپ کو صلیب سے بچایا گیا۔ اگرچہ آپ کے لئے بارہا قتل کیے جانے کی کوشش کی گئی +

موجودہ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی

آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی باتیں قبل از وقت بتائیں اور پوری ہوئیں ازانجملہ یہ ہیں مثلاً موجودہ جنگ کے متعلق ہی آپ نے پیشگوئی کی تھی اور اس میں ذکر تھا کہ ایک زلزلہ آئیگا جو تمام جہان کو گھیرے ہوئے گا ظاہر ہے کہ زلزلہ ہرگز اس قسم کا نہیں ہوتا جو تمام روئے زمین پر ہو اور پھر اگرچہ اس پیشگوئی میں زلزلہ کا لفظ ہے لیکن اس کے ساتھ شرائط اور اس کے جو صفات ہیں وہ زلزلہ کے نہیں ہوتے مثلاً آپ نے فرمایا تھا۔ ؎

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن ۔ صبح کردیگی انہیں مثل درختانِ چنار

کہ جس طرح چنار کا پتہ ایک طرف سے خون میں رنگیں ہوتا ہے اس طرح لوگوں کے لباس خون میں رنگین ہو جائینگے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اچانک ہوگا چنانچہ آسٹریا کا ولیعہد جب مارا گیا۔ تو کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ ساری دنیا جنگ میں مبتلا ہوگی آخر جرمن نے الٹی میٹم دیدیا اور اچانک جنگ شروع ہو گئی۔ پھر اس پیشگوئی میں فرمایا ہے ؎

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ۔ راہ کو بھولینگے ہو کر مست و بیخود راہ وار

اگر اس سے مراد بھونچال ہوتا تو مسافر پر بھونچال کچھ سخت نہیں ہوتا وہ میدان میں بیٹھ سکتا ہے۔ ایک الہام اسی کے متعلق تھا "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں" پس یہ جنگ مسافروں کے لئے کیسی خوفناک اور مصیبت تھی اگر جرمن لوگ تارپیڈوز نہ لگاتے اور امریکنوں کے جہازات غرق نہ کرتے تو کبھی امریکہ جنگ میں شامل نہ ہوتا امریکہ کے جنگ میں شامل ہونے کی وجہ یہی مسافروں کی تکلیف تھی۔ ایک بڑے رئیس کا لڑکا جنگ کے شروع ہونے کے قبل آسٹریا میں تھا جب جنگ شروع ہوئی تو وہ وہاں سے باہر نہیں ہو سکتا تھا اس رئیس نے آخر پوپ کو لکھا پوپ کے ذریعہ وہ لڑکا وہاں سے آسکا۔ پس مسافروں کے لئے یہ کیسی خطرناک حالت تھی۔ پھر اس میں بتلایا گیا تھا۔ کہ زار کی حالت زار ہوگی۔ اگر زار کو قتل کر دیا جاتا۔ تو اس کی حالت زار نہیں

ہوسکتی تھی۔ زار کی حالت اس وقت زار ہوئی تھی کہ اس کو تخت سے علیحدہ کرکے بُرے حالوں رکھا جاتا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ پھر اسکے زار ہونے کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بیٹیوں کے ساتھ اس کی آنکھوں کے روبرو ظالموں نے زنا کیا اور پھر ان کو گولی ماردی۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کسی کی حالت زار ہوسکتی ہے۔ روس کی حالت کی تباہی کا بھی اس پیشگوئی میں اشارہ تھا۔ روس وہ طاقت ہے کہ جب وہ جنگ میں شامل ہوا تو "سٹیم رولر" کا خطاب دیا گیا سول نے اس عنوان سے مضمون لکھا اور ظاہر کیا کہ اب جرمن کی خیر نہیں جب ولایت کے اخبار آئے تو ان میں بھی اسی عنوان سے مضمون درج تھے اسپر سول نے فخر کیا کہ یہ تائید غیبی ہے کہ جو ہم نے عنوان مقرر کیا تھا۔ یورپ کے اخباروں نے بھی وہی عنوان لکھا۔ روس کے جنگ میں شامل ہونے پر لارڈ کرزن نے اپنی افواج متعینہ فرانس کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ آپ لوگ کوشش کرکے جلد برلن پہنچیں کہیں ایسا نہ ہو روس آپ سے پہلے وہاں پہنچ جائے مگر جب تک بد قسمت روس اتحادیوں کے ساتھ رہا ان کی حالت اچھی نہیں رہی اور وہ "سٹیم رولر" جسپر فخر کیا جاتا تھا ایسا پس پا ہوا کہ اپنے ہی لوگوں کو پامال کرتا چلا گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کا نوشتہ پورا ہو ؏ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار؛

تقسیم بنگالہ کی پیشگوئی

پھر آپ نے ۱۹۰۶ء میں جب تقسیم بنگالہ ہوئی۔ خدا کی طرف سے علم پاکر اعلان شائع کیا۔ بنگالیوں کے متعلق جو حکم شائع کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی کی جائے گی۔ گورنمنٹ نے جو فیصلہ کیا تھا اسپر ہر قسم کی ترمیم و تنسیخ سے انکار کردیا گیا۔ اور پارلیمنٹ میں اس کے برقرار رہنے کے متعلق لارڈ کریو نے صاف طور پر کہدیا تھا۔ جس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو اخباروں میں لکھا گیا کہ یہ ایک مجنونانہ خیال ہے۔ مگر جب شہنشاہ معظم آئے تو خلاف توقع وہ فیصلہ منسوخ کرنا پڑا اور اس میں ترمیم کی گئی۔ اور اسی لارڈ کریو نے اس شاہی حکم کو پڑھکر سُنایا۔ جس کے خلاف وہ خود اقرار کرچکا تھا؛

بشپ لیفرائے کو چیلنج

بشپ لیفرائے کو آپ جانتے ہونگے وہ جب لاہور میں

آئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق لیکچر دینا شروع کیے۔ تو اس وقت حضرت اقدسؑ نے ان کو لکھا کہ آؤ ہم روحانی مقابلہ کریں۔ مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے برابر ایمان ہوگا تو تم اگر پہاڑ کو کہو گے کہ چل تو وہ چل پڑیگا اور اندھوں کو آنکھیں اور لولے لنگڑوں کو ہاتھ پاؤں بخشو گے۔ پس مَیں جو محمد رسول اللہ کا غلام ہوں آج ان برکات کو اپنے اندر رکھتا ہوں آپ میرے مقابلہ میں آئیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ صورت مقابلہ یہ ہوگی کہ چند مریض جن کی صحت سے ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں انتخاب کیے جائیں آدھے آپ لیں آدھے مَیں۔ پھر آپ بھی دعا کریں اور مَیں بھی کرونگا پھر دیکھینگے کہ کس کے زیادہ مریض اچھے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے مریض زیادہ اچھے نہ ہوئے تو ثابت ہوگا کہ عوام عیسائیوں کا کیا مذکور بشپ بھی رائی بھر ایمان سے خالی ہیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ شائع کیا تو "پائنیر" نے اس کا نام "بریڈوئل" رکھا اور اس مقابلہ کے لئے پادریوں اور بشپ صاحب کو آمادہ کیا مگر آپ کے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔

سگ گزیدہ اچھا ہوگیا

اسی طرح ایک عبدالکریم نام حیدرآباد کا لڑکا یہاں آیا تھا اسے دیوانے کُتّے نے کاٹا اس کو کسولی بھیجا گیا وہاں علاج کرنے کے بعد اسکو دورہ ہوگیا۔ پھر تار دیا گیا کہ اب کیا کریں۔ وہاں سے جواب آیا اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب تو موت ہے۔ حضرتؑ کو اطلاع دی گئی آپنے فرمایا کہ یہ دُور سے آیا ہے اگر یہ مرگیا تو اس کے والدین کو ابتلا آئیگا۔ اس لئے آپنے دعا کی۔ اور وہ لڑکا اچھا ہوگیا اب تک زندہ ہے اور اپنی تجارت میں مشغول ہے۔ یہ واقعہ ہمارے دوست کیپٹن ڈاکٹر حبیب اللہ شاہ صاحب نے جن دنوں کہ وہ ابھی میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے ایک طالب علم سے بیان کیا اس نے کہا۔ کہ یہ کوئی معجزہ نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں بھی علاج ہوسکتا ہے۔ اتفاق سے اس دن یا اس سے دوسرے دن پروفیسر نے اسی موضوع پر لیکچر دیا۔ ہمارے شاہ صاحب نے کہا کہ کیا جب علاج کے بعد دورہ ہوجائے۔ پھر بھی علاج سے اس میں کامیابی ہوسکتی ہے۔ پروفیسر نے کہا کون بے وقوف کہتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس طالب علم کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صاحب فرماتے ہیں۔ تو ایسا مریض جسکے لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج

نہیں ہو سکتا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا سے اچھا ہو گیا۔

ایک مردہ زندہ ہوا

پھر ہمارے نواب محمد علی خانصاحب جو ہز ہائینس نواب مالیر کوٹلہ کے ماموں ہیں ایک بڑے رئیس ہیں جب وہ حضرت اقدسؑ کے وقت میں مالیر کوٹلہ کی رہائش ترک کر کے مع خاندان قادیان میں آ گئے۔ تو چند دن کے بعد ان کا چھوٹا لڑکا عبد الرحیم خان سخت بیمار ہو گیا۔ دو اسسٹنٹ سرجن معالج تھے انہوں نے جواب دیدیا۔ ہمارے حضرت مولوی نور الدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپکے خلیفۂ اوّل ہوئے۔ آپ علاوہ دیگر علوم کے فن طب میں خاص شان رکھتے تھے اور مہاراجہ کشمیر کے معالج تھے غالباً آپ جانتے ہونگے (مخاطب نے کہا کہ میں واقف ہوں) آپ بھی علاج فرماتے تھے آپ باوجود علم طب میں متبحر ہونیکے بوجہ خدا سے تعلق رکھنے کے کبھی مایوس نہیں ہوا کرتے تھے۔ آپنے بھی نظر بحالات موجودہ کہدیا کہ اب چند ساعت کا مہمان ہے۔ اس وقت ۔ ۔۔ ۔۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خیال ہوا کہ ابھی یہ ترک وطن کر کے آئے ہیں اگر یہ واقعہ ہو گیا تو ان کے رشتہ دار کہیں گے کہ یہ وہاں جانیکا سبب ہے اس لئے آپنے دعا شروع کی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اس کے متعلق اب قضاء مقدر ہو چکی ہے۔ اس پر آپنے خدا کے حضور عرض کی کہ خدایا اگر قضاء مقدر بھی ہو چکی ہے تو میں اس بچہ کی شفاء کے لئے شفاعت کرتا ہوں (ہماری ہاں ایک شفاعت کا بھی مسئلہ ہے جس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ شفیع کے اظہار مرتبت کے لئے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے لئے اذن فرما دیا کرتا ہے) جواب ملا۔ میری بے اجازت شفاعت کرنیوالے تم کون۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں سمجھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور میں گر پڑا جب یہ کیفیت ہوئی تو الہام ہوا کہ ہاں تجھ کو شفاعت کی اجازت ہے۔ حضرت اقدسؑ نے پھر شفاعت کی اور وہ لڑکا تندرست ہو گیا۔ اب ماشاء اللہ جوان ہے ؛

لاغلبن انا و رسلی کا نظارہ

الغرض دنیا نے آپکے مقابلہ میں بہت کوشش کی کہ آپ کو مٹا دے۔ لیکن چونکہ خدا آپکی طرف

تھا۔ اس لئے دنیا آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی۔ آپ کی قوم نے آپ پر مقدمے کیئے۔ اور جھوٹے مقدمات میں شہادتیں دیں۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنا چاہا۔ آپ کو قتل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اور ایک وقت میں آپ کی دشمنی میں مسلمانوں کے بچوں کو زہر سے ہلاک کیا گیا۔ اس وقت جبکہ آپ کی مخالفت زوروں پر تھی ادھر یہ سامان تھے ادھر آپ کو پہلے سے ہی خدا کی طرف سے اطلاع مل چکی تھی جو شائع کر دی گئی تھی کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دیگا۔ دنیا کی آپ کی مخالفت میں بڑھتی چلی گئی۔ اور خدا کے زور آور حملے جلالی نشانوں کے ساتھ آپ کی صداقت ظاہر کر کے دنیا کو ادھر لاتے رہے ؛

یہ پیشگوئیاں قبل از وقت شائع ہوئیں

آنحضرتؐ کے وقت میں چونکہ پریس نہیں تھا اس لئے لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں بعد میں بنائی گئیں۔ لیکن یہ پیشگوئیاں جو آنحضرتؐ کی صداقت کیلئے کی گئی ہیں پریس کے ذریعہ قبل از وقت موافق و مخالف میں شائع کی گئیں اور ایک لمبا عرصہ وقوع کے قبل شائع کی گئیں اسلئے ان کے متعلق دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بعد میں بنائی ہوئی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ یہ چھپی ہوئی دنیا کے ہاتھوں میں پہلے سے موجود ہیں ؛

سلسلہ برکات مسیح موعودؑ جاری ہے

بالآخر میں کہتا ہوں کہ وہ برکات جو مسیح موعودؑ کو دی گئیں وہ آپ پر ہی ختم نہیں ہو گئیں جیسا کہ مسیحؑ کی برکات مسیحؑ پر ہی ختم نہ ہو گئی تھیں آج بھی ہم میں ایسے ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ طریق فیصلہ یہ ہے کہ مریض لیکر دعا کرو خدا ہمارے زیادہ مریضوں کو صحت دیگا۔ یہ چیلنج ہماری طرف سے بارہا ہو چکا ہے اور انعام کے ساتھ ہے لیکن کسی مذہب نے ادھر توجہ نہیں کی ؛

فقیر محمد خاں شہاب احمدی مالیر کوٹلوی
دار الامان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ختم نبوّت

بجواب اسلامی چیلنج

رقمزدہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب احمدی مبلغ سینٹ پیری (ماریشس)

چند روز ہوئے کہ ہمارے بعض دوست شہر پورٹ لوئی گئے جو ماریشس کا کیپٹل ہے انکی معرفت مخالفوں کی طرف سے بیس کے قریب پمفلٹ جنپر میرا نام لکھا ہوا تھا مجھے پہنچے۔ میں نے ان سب کا جواب دینا اس لئے ضروری نہ سمجھا کہ ان تمام باتوں کے جوابات ہماری طرف سے سینکڑوں دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ بعض باتیں جن کا جواب دینا ضروری سمجھا اس کی غرض صرف یہ تھی کہ یہاں کے لوگ مبسوط کتابوں کو پڑھنا ذرا دشوار سمجھتے ہیں۔ اور چھوٹی کتاب کو بہت جلد پڑھ لیتے ہیں۔ اسمیں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا۔ اس لئے مسئلہ **ختم نبوّت** کا جواب میں نے چھوٹے رسالہ کی صورت میں دیا ہے۔ اور وہ بھی مخالفین کے مسلمات سے چنانچہ اس وقت میں جس پمفلٹ کا جواب لکھتا ہوں اس کا نام "اسلامی چیلنج" ہے۔ جو مونگیری مولویوں کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ اور اس میں بڑے زور سے کہا گیا ہے کہ کوئی مرزائی اس کا جواب نہ دے سکتا ہے اور نہ دیگا۔ اس میں ختم نبوت پر بڑا زور مارا ہے اور کوشش کی ہے کہ کسی طرح نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت ابتر ثابت ہو جائیں اور آپ کی نسل روحانی کا سلسلہ منقطع ثابت ہو جائے۔ اور اس کی تائید میں بہت سی احادیث پیش کی ہیں۔ حالانکہ ان تمام احادیث کا نہایت مدلل اور مسکت اور مفصل جواب ہماری طرف سے دیا جا چکا ہے۔ دیکھو "ختم نبوت کی حقیقت" مصنفہ مولوی عمر الدین صاحب اور "النبوۃ فی خیر الامۃ" مصنفہ

شیر اسلام اور کتاب لاجواب حق الیقین مصنفہ مولانا مولوی عبیداللہ صاحب بسمل ۔ چونکہ خدا تعالےٰ کا منشا ہے کہ اس جزیرے کے کونے کونے میں تبلیغ احمدیت کا ڈنکا بجائے ۔ اسلئے اس نے ہماری شہرت کا سامان ان مونگیری مولویوں کی معرفت کرا دیا ہے ۔ کیونکہ ہمارا دشمن اسوقت تک ہمارے نزدیک نہیں آسکتا جب تک اس کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہوں ۔ اب خدا نے یہ سامان کر دیا کہ انہیں مونگیر کے تیز ہتھیار مل گئے ہیں اب وہ ضرور بالضرور ہم پر حملہ کرینگے ۔ مگر خدا کے فضل سے جب وہ اپنے ہتھیاروں کو کند اور بیکار پائینگے تو خود بخود شکار احمدیت ہو جائینگے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سب نیک روحوں کو احمدیت کے قریب کرے تاکہ وہ اس کے اثمار شیریں سے متمتع ہو کر رضوان اللہ کا مرتبہ حاصل کریں ۔ آمین

اعتراض اوّل "قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ یقیناً جھوٹا ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی لغت عرب میں اور محاورہ عرب میں آخر النبیین کے ہیں ۔ یعنی تمام انبیاء اور ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنے والے پھر آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں" اسلامی جنتری ص ۱۴۴

جواب اوّل معترض کا یہ کہنا کہ قرآن اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد جو نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے دعوی بے حقیقت اور بے اصل اور محض جہالت کا نتیجہ ہے کیوں جناب من کیا سب اہل سنت کا یہ مسئلہ عقیدہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ آسمان سے نزول فرمائینگے ۔ کان کھولکر سنو تمہارا پیر بخش لاہوری رسالہ "رفع عیسے " میں کیا کہتا ہے ۔

نزول عیسے علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسا قیامت اور حشر اجساد پر" ص۱

پھر اسی کتاب کے ص۱۵ کو پڑھو کہ نزول عیسے علیہ السلام پر کتنی حدیثوں کا طومار باندھ دیا ہے ۔ کیا پھر وہ عیسے ع نبی اللہ ۔ رسول اللہ ہونگے یا نہیں ۔ اگر ہونگے جیسا کہ سورۂ مریم ع۲ سے ثابت ہے وجعلنی نبیًّا" ۔ اور پارہ سوم سے کہ رسولًا الی بنی اسرائیل تو اعتراض باطل ۔ اگر معزول ہوں گے تو ثبوت بقید آیت و احادیث صحیحہ دو ۔

جواب دوم پھر مولنا صاحب نانوتوی جو آپکے علماء دیوبند میں سے قرآن وحدیث کے ماہر ہیں اپنی کتاب تحذیر الناس کے ص۲۸ پر فرماتے ہیں :-

" یا بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا "

افسوس اور ہزار افسوس آپ کی حالت پر کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر تو بہت چیخے اور چلائے۔ مگر مولانا قاسم صاحب سے یہ نہ پوچھ لیا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں کہ آنحضرت کی صحیح احادیث "لا نبی بعدی" "انا العاقب" ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت" کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

(ب) پھر سنو تم کو وہ کیا بناتے ہیں۔ اور کیا خطاب دیتے ہیں۔ تحذیر الناس صہ ۲

"اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں"

اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبی نہیں آئیگا اس کو عوام کا خیال ظاہر فرماتے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ لیں +

جواب سوم اب دیکھو کہ آپ کے مسلمہ مفسر در منثور فی التفسیر بالماثور للامام السیوطی۔ پانچویں جزو صہ ۲۰۴ مطبوعہ مصر میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے حدیث عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کو لا کر آیت مذکورہ کے معنے کھولتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک آیت کے وہی معنی ہوتے جو مونگیری مولوی خیال کئے بیٹھے ہیں تو اس حدیث کو اس کی تفسیر میں ہرگز ہرگز نہ لاتے۔ آپ کے نزدیک کیا وہ محاورہ عرب لغت عرب قرآن اور احادیث سے ناواقف تھے۔

جواب چہارم "آنحضرت کے بعد کسی نبی کے نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ لغت عرب اور محاورہ عرب میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں بحوالہ قاموس و لسان العرب"

تھوڑی دیر کے لئے ہم آپکے معنی تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کے لئے جاویں تو پھر تمام اہل سنت کے مسلمہ

عقیدے کو کیا کرو گے کہ عیسے علیہ السلام آخری زمانہ میں دوبارہ نزول فرماوینگے۔ تو اس صورت میں کون آخر النبیین ہو گا۔ حضرت عیسے یا آنحضرت ملاحظہ ہو قول امام سیوطی تحذیر الناس ص۳۳ "وھذا یاتی عیسی فی آخر الزمان"

افسوس جو قاعدہ آپنے خود ہی بنایا اُسے خود ہی توڑا

جواب نمبر ۲: حضرت عائشہ صدیقہ کے علم وفضل سے آپ خوب واقف ہیں۔ وہ مونگیری ملاؤں سے بڑھکر قرآن اور احادیث رسول۔ اور محاورہ عرب ولغت عرب کو اعلےٰ درجہ کا سمجھنے والی تھیں اور آنحضرت کے حرکات وسکنات سے واقف دیکھو وہ کیا معنے خاتم النبیین کے کرتی ہیں:-

"قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

یہ کہو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین کے معنے وُہ نہیں جو نادان ملاں سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ آپکے بعد کوئی نبی آئیگا۔ بلکہ اس کے معنے ما یختتم بہ یا ما یطبع بہ کے ہیں یعنی آپ کی ذات بابرکات مثل اس منقوش نگینہ کے ہے جس کے ساتھ انبیاء اللہ کی کتاب نبوت پر مہر تصدیق کی جاتی ہے۔ بغیر آپ کی تصدیق کے ان کی نبوت مصدق نہیں سمجھی جاتی۔

(۲) تفسیر فتح البیان میں ہے انہ صار کالخاتم الذی یختمون بہ ویتزینون بکونہ منھم یعنے انبیاء آنحضرت کے وجود کو اپنے گروہ کے لئے موجب زینت سمجھتے ہیں (۳) ابن خلدون لکھتے ہیں یطلق لفظ الخاتم علی اثر الناشی عند یعنی اس نشان پر بولا جاتا ہے۔ جو مہر لگانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی غرض کسی امر کی تصدیق یا صحت یا حفاظت مافی الظرف ہوتی ہے۔ اور ان تینوں معنوں کے رو سے آیندہ نبوت بند ہونے کا مفہوم نہیں نکلتا (۴) الختم وا تبہ ارادبہا اشیاء یعرفون بہا (مجمع بحار الانوار) خاتم النبیین کے معنے علامت النبیین۔ یعنی آپکی ذات معیار نبوت ہے۔ جو علامت خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے رکھی ہے۔ وہ معیار صداقت کل انبیاء ہے (۵) اگر بالکسر خاتم ہو۔ تو گو اس کی تائید کسی صحابی سے نہیں

ہوتی۔ تاہم اس کے معنی مہر والے ہی ہونگے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ انبیاء کے خداوند مہر یعنے سلطان النبیین سید المرسلین ہیں اور اگر مفعولی قرار دیا جاوے تو معنے ہونگے۔ الذی ختم علی صدق دعوتہ النبیون آپ کے دعویٰ کی صداقت پر انبیاء نے مہر کی۔ اگر ختم الشئ یختمہ ختما اے بلغ آخرہ معنے لئے جاویں تو بھی اس کی یہی معنی ہونگے کہ آپ ازروے کمالات اقصے مدارج نبوت پر پہنچ گئے ہیں۔ یعنی بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی۔

اعتراض دوم "ابن ماجہ میں ابوامامۃ الباہلی سے ایک حدیث مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم اسپر غور کرو۔ کہ اس حدیث میں صاف لفظ آخر الانبیاء ہے۔ خاتم الانبیاء نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ خاتم الانبیاء کے معنی آخر الانبیاء ہیں۔" اسلامی چیلنج ۵۔

جواب اول مولانا عبدالشکور صاحب ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیں کہ آنحضرت کا اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دینا اور دوسری طرف آپ کا اپنے آپکو آخر الانبیاء فرمانا کیا بتاتا ہے۔ حالانکہ آپ نزول عیسٰے کی احادیث اور آخر الانبیاء کی سب احادیث صحیح اور غیر مؤوّل مانتے ہیں۔ اب یہ دونو معارض پڑی ہیں۔ انہیں سے کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے۔

جواب دوم اگر آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء یعنی ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنیوالے ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں تو آپ کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ آپ صحیح مسلم کی اس حدیث کے کیا معنے فرماتے ہیں۔ جو باب فضیلت الصلوۃ فی المسجد المدینۃ ومکہ کتاب الحج میں آتی ہے:۔

"انی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد"۔

ترجمہ میں انبیاء کا آخر ہوں اور میری مسجد مسجدوں کا آخر ہے۔

اگر آپ میں کچھ دیانت اور امانت ہے۔ تو مجھے بتائیے کہ کیا اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ میری مسجد کے بعد اب کوئی مسجد دنیا میں تعمیر نہ ہوگی۔ آیا تیرہ سو سال میں کوئی مسجد امت مسلمہ میں تعمیر ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو اعتراض باطل۔ اور اگر کہو کہ نہیں ہوئی

تو یہ واقعات کے خلاف ہے پس اگر آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو آخر المساجد کے بھی یہی معنے کرنے پڑینگے۔ کہ اب کوئی مسجد بھی دنیا میں نہیں بن سکتی اب جب کہ "وحی خداوندی کی تفسیر صاحب وحی نے کردی ہے"۔ تو اس صورت میں نہ ماننا دونوں کا انکار ہے۔

جواب سوم } وہی ہے جو میں پہلے سوال کے دوسرے جواب میں دے چکا ہوں +

اعتراض سوم } "سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"۔ میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے اور ہر ایک اپنے آپ کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کسی قسم کا نبی آنے والا نہیں۔

جواب اوّل } افسوس ہے کہ معترض چونکہ ایک ہی بات کو بار بار دھراتا ہے مجبوراً ہم کو بھی اس کا جواب دینا پڑتا ہے۔ نزول عیسےٰ ؑ کا عقیدہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ ہے دیکھو تحذیر الناس ص۱۴ علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا۔ وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا۔ چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسےٰ ؑ میں نقل کرتے ہیں:۔

وھذا یاتی عیسےٰ علیہ السلام فی آخر الزمان علی شریعتہ الخ

اب مولانا صاحب بتائیے وہ بھی جھوٹے ہونگے؟ نبی اللہ ہونگے یا نہیں ختم نبوت کے توڑنے والے ہونگے یا نہیں افسوس جو باتیں تم بتاتے ہو تمہارے مسلمات ہی تم کو ملزم بنا دیتے ہیں۔

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے اس لئے نبی کی نفی کی گئی ہے"۔ سو اس کا جواب کان کھول کر سنو۔ مبادا کہیں یہ اعتراض دوبارہ کرو۔ اور کسی سے منہ کی کھاؤ۔ اس کا پہلا جواب تو وہی ہے جو ائمہ اسلام نے دیا ہے جو قرآن احادیث اور محاورہ عرب لغت کو تم سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ چونکہ ان کی تشریح

قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اس میں چون وچرا کرنے کی مجال نہیں دیکھو تمہارے مسلمہ بزرگ امام شعرانی کی تشریح جو اس حدیث پر اپنی کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مطبع میمنہ کی جلد دوم صـ۲۲ــ میں فرماتے ہیں:-

"فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع کما یؤیدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قامت بہ النبوۃ بلاشک وقولہ صلعم لا نبی بعدی ولا رسول بعدی المراد بہ لا مشرع بعدی"

ترجمہ نبوت مطلقہ کا سلسلہ بند نہیں ہوا صرف نبوۃ تشریعی بند ہوگئی جیسے کہ یہ حدیث جسنے قرآن حفظ کیا نبوۃ اس کے دونو پہلوؤں میں درج ہوگئی - اس کی تائید کرتی ہے پس اس سے بلاشبہ نبوۃ قائم ہوگئی اور آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میرے پیچھے کوئی نبی نہیں اور نہ رسول - اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی تشریعی نبی آپ کے بعد نہیں"

اب اس قول نے نہایت صفائی سے بتا دیا کہ حدیث لا نبی بعدی اور لا رسول کے کیا معنی ہیں لو اگر تسلی نہ ہوئی تو میں دوسرا حوالہ اسی حدیث کی تشریح میں سید الاولیا حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر کا درج کرتا ہوں جیسے وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد ۲ - صـ۷۳ــ پر چھبیسویں سوال میں فرماتے ہیں:

"فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ لھذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدی"

نبوت بالکل نہیں اٹھی بلکہ تشریعی نبوۃ اٹھ گئی ہے - یہ معنی ہیں لا نبی بعدہ کے

پھر فرماتے ہیں -

"فعلمنا ان قولہ لا نبی بعدہٗ لا مشرع خاصۃ لا نہ یکون بعدہ نبیٌ"

پس ہم نے یقین کر لیا کہ لا نبی بعدہ سے شرعی نبی کا امتناع نکلتا ہے نہ یہ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا -

پھر حضرت عائشہ رضہ کا قول جو لا نبی بعدہٗ کو صاف کر دیتا ہے اور حضرت امام طاہر بھی اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں

"وھذا ناظرٌ علی نزول عیسیٰؑ و ھذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لا نہ اراد لا نبی بعدہٗ ینسخ شرعہ"

حضرت عائشہ کا قول دلیل ہے نزول عیسےٰ پر اور عیسےٰ نبی اللہ کا نازل ہونا حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہیں ہے کیونکہ لا نبی کا منشا یہ ہے کہ کوئی نبی جو آپکی شریعت کو منسوخ کرنیوالا ہو آپکے بعد نہوگا -

کیا اس قدر لوگ لانفی جنس کو نہ سمجھنے والے تھے۔ اور محاورہ عرب و لغت سے محض بے بہرہ تھے۔ پس خدا کیلئے مخلوق خدا کو مت بہکاؤ خدا سے ڈرو ایک روز مر کر اس کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ اگر آپ کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو میں ایک خاص کتاب سے جو آپ کی جماعت سے نکلی ہے لانبی بعدی کے معنے بتا دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو کتاب شہادت آسمانی ج ۲ صد ۶۵ میں آپکے دوست مولوی عبد العزیز بی۔اے۔ ایل یہاگلپوری فرماتے ہیں:-

"جسطرح عربی کا یہ جملہ مشہور ہے کہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار یعنی کوئی جوان نہیں ہے مگر حضرت علی اور کوئی تلوار نہیں مگر حضرت علی کی تلوار جسکا نام ذوالفقار ہے + اب نہایت ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہو کہ حضرت علی کے سوا کوئی جوان نہیں ہے۔ صد ۶۴ بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضرت علی ایسے عالی حوصلہ اور صاحب قوت جوان ہیں کہ اُن کے مقابلہ میں گویا دوسرا جوان نہیں ہے" صد ۶۵

اب فرمایئے جناب مولنا صاحب آپ کا وہ قاعدہ کہاں چلا گیا۔ جب ایسے صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسے صاف جملہ سے جو چاہیں مطلب نکال لیں تو۔ اگر ہم بھی لانبی بعدی کے وہی معنی لیں جو آپکے بی۔اے صاحب نے اور تمام ائمہ اسلام نے لئے ہیں۔ تو اس میں کونسا غضب ہو جاتا ہے۔ افسوس اتنی ٹھوکریں کھاتے ہو۔ اور پھر نہیں سمجھتے۔

تیسرا جواب اسکا یہ ہے۔ دیکھو بخاری علامات النبوۃ فی الاسلام)

اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده — جب کسریٰ مر جائیگا۔ تو کوئی کسریٰ اس کے بعد نہ ہوگا

اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده — اور جب قیصر مر جائیگا تو کوئی قیصر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا

اب خدا کے لئے غور کرو کہ یہ دونوں جملے۔ لا نبی بعدی۔ اور لا قیصر۔ ایک ہی قسم کے جملے ہیں یا نہیں۔ کیا دیانت دار محدثین نے اسپر ہاتھ پاؤں مار کر یہی مطلب نہیں نکالا کہ قیصر کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا۔ جو پہلے قیصر جتنی حکومت رکھتا ہو۔ چنانچہ فتح الباری میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے۔

قال الخطابی معناه فلا قيصر بعده يملك مثل ما يملك۔ پس لا قیصر

نے لانبی کے معنی صاف کر دئے کیونکہ قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ پس اسی طرح لانبی بعدی کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود جو آپ کے فرزند روحانی تھے۔ آپ کے بعد نبی ہوئے ٭

چوتھا جواب اگر آپ لانبی بعدی سے مراد لانفی جنس کا لیتے ہیں۔ تو ان احادیث کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ لادین لمن لاعھد لہ" "لاایمان لمن لاامانۃ لہ" "لانکاح الابولی" "لاصلوۃ الابفاتحۃ الکتاب" "لاحسد الافی اثنین"

اعتراض چہارم رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں جس طرح پہلی حدیث سے ثابت ہوا تھا کہ حضور انور صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے بھی ثابت ہوا" اسلامی چیلنج یکم

جواب اول اس حدیث کا بھی صاف مطلب ہے۔ اور اس حدیث کو خود رسول صلعم کی حدیث نے نہایت ہی واضح کر دیا ہے۔ دیکھو بخاری "انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اخوۃ علاۃ لیس بینی وبینہ نبی" اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ میں حضرت عیسی سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء علاتی بھائی ہیں میرے اور عیسی کے درمیان کوئی نبی نہیں ٭

اب یہ دونوں جملے کہ لیس بعدہ نبی اور لیس بینی وبینہ نبی ایک ہی قسم کے ہیں اب بات یوں بنی کہ میرے پہلے عیسے کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں۔ اور میرے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ خواہ یوں کہو کہ حضرت عیسے ؑ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ بعثت آنحضرت تک۔ اور آنحضرت کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ قیامت تک۔ ان الفاظ نے بتا دیا کہ جو معنی آنحضرت کے پہلے نبی نہ ہونے کے ہیں۔ وہی بعد میں نبی نہ ہونے کے ہیں۔ جب ہم اصل حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ تو واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عیسے ؑ کے بعد تین رسول اصحاب القریہ (انطاکیہ) کی طرف بھیجے گئے۔ جن کا ذکر سورہ یس میں موجود ہے۔ اور مفسرین مانتے ہیں کہ وہ عیسے علیہ السلام کے حواری

ہیں سے تھے۔ چنانچہ تفسیر کبیر والا علی فترۃ من الرسل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ موسے ع سے عیسے ع کے زمانہ تک ایک ہزار نبی آیا۔ اور نبی کریم کے زمانہ تک صرف چار نبی آئے تین نبی اسرائیل میں سے اور ایک عرب میں سے جس کا نام خنظلہ بن صفوان ہے۔ پھر ایک دفعہ خالد بن سنان آنحضرت صلعم خدمت میں آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا باپ نبی تھا اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا۔

اور پھر اس حدیث کی تشریح حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی کرتے ہیں۔

دد او المراد انه لم يبعث بعد عيسى نبى بشريعة مستقلة وانما بعث بعده من بعث بتقرير شريعة عيسى عليه السلام

(فتح الباری)

ترجمہ یا یہ مراد ہے (لیس بینی و بینہ نبی) کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد مستقبل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اور وہ جو آپ کے بعد مبعوث ہوئے۔ وہ شریعت عیسوی کے ماتحت ہوئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بتا دیا۔ کہ لیس بعدہ نبی سے میری وہی مراد ہے۔ جو لیس بینی وبینه نبی سے ہے۔ خدا تعالیٰ تم لوگوں کو سمجھ دے کہ تم لوگ بلا سوچے سمجھے اعتراض جڑ دیتے ہو۔ اور نہیں سمجھتے کہ ہماری تلوار ہمارے ہی سر پڑے گی۔

اعتراض پنجم حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی " رسالت اور نبوت ختم ہوگئی۔ پس کوئی نبی یا رسول میرے بعد نہیں۔ چیلنج ص ۲۵

جواب اول اول تو ہم اس حدیث کا جواب مختلف جگہ پر دے آئے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی حدیث نہیں بلکہ وہی مضمون جو دوسری

حدیثوں میں ہے۔ اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر ہم مولٰنا کی خاطر حضرت محی الدین صاحب کے الفاظ میں جواب دے دیتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ صفحہ ۳ جزو دوسری۔ باب تہترویں میں فرماتے ہیں:۔

"فان النبوة التی قد انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوة التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخاً لشرعه ولا یزید فی شرعه حکماً اٰخر وھذا معنی قوله ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا یکون تحت حکم شریعتی"

پس تحقیق وہ نبوت جو وجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم ہوگئی ہے۔ وہ نبوت تشریعی ہے۔ نہ مقام نبوت پس کوئی شریعت آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کریگی اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ کیا جاویگا اور یہی معنی ہیں۔ آنحضرت کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ پس میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں ہوگا۔ یعنی میرے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ جب کوئی رسول ہوگا۔ تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا:۔

تعجب ہے اکابر اہل سنت کا ہمیشہ سے یہ مذہب رہا ہے کہ مسیح موعود آخری زمانہ میں آئے گا اور نبی اللہ ہوگا اور پھر حضرت مرزا صاحب کے دعوئی نبوت پر اعتراض کرتے ہیں*

صحیح مسلم کی حدیث بروایت نواس بن سمعان میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ فرمایا گیا۔ (۲) پھر سنن ابوداؤد میں ہے عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس نبی۔ بینی وبینه ای عیسیٰ وانه نازل۔ (۳) مولٰنا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب اجرالناس صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں یاتی

عیسیٰ بن مریم فی اٰخر الزمان علیٰ شریعۃ محمد وھو نبیؑ۔ (۴) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳) ان عیسیٰ بن مریم نبی ورسول اللہ لاخلاف انہ ینزل فی اٰخر الزمان۔

مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کم از کم ایک نبی اللہ آنے کے اکابر اہل سنت قائل رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض نے صاف طور پر اقرار کیا ہے۔ کہ نبوّت غیر تشریعی کا سلسلہ بند نہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ نہایت محفوظ ہے۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت تشریعی کا دروازہ بھی بند سمجھتے ہیں۔ اور ایسی نبوّت غیر تشریعی کے بھی قائل نہیں جو بغیر استفاضۂ و اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ ہمارے نزدیک ایسے نبی کا آنا بھی ختم نبوّت کے خلاف ہے جو آنحضرتؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو چنانچہ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں:-

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد براہ راست فیوض نبوّت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوّت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو گا × × × × ماحصل اس آیت کا یہ ہُوا کہ نبوّت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوّت حاصل کرسکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوّت چراغ نبوّت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔

(ریویو پر مباحثہ)

یہی وجہ ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے بعد مسیح اسرائیلی آنے کے قائل نہیں کیونکہ نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ اور حضور خاتم الانبیاءؐ کے بعد ایسا نبی غیر تشریعی بھی نہیں آسکتا جسے کمالات نبوّت بفیض اتباع نبوّت محمدیہ نہ ملے ہوں ؎

اس موقعہ پر حضرت مرزا صاحبؑ اپنی نبوّت سے جو مراد لیتے ہیں وہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے تا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ آپ ایسی نبوّت کے مُدّعی تھے جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے۔ یا جو سابقہ شریعت کی ترمیم و تنسیخ کرتی ہے یا براہ راست ملتی ہے فرماتے ہیں:-

"ولیس مرادہ من النبوۃ الاکثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ مایوحیٰ ویقول مانعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ۔ والشریعۃ تبقی بحالھا لا ینقص منھا حکم ولا تزید ھدی ویقول انی احد من الامۃ النبویۃ ثم مع ذلک کان من اللہ نبیا تحت فیض النبوۃ المحمدیۃ والوحی الی ما اوحی فلیست نبوتی الا نبوتہ۔

ضیاء الاسلام پریس قادیان پرنٹر عبدالرحمٰن

تصحیح

مجھے افسوس ہے کہ میری بیماری کی وجہ سے پچھلے رسالے کے کاپی پروف کی پوری نگرانی نہ ہو سکی اور منشی فضل حسین صاحب کے مضمون کا عنوان غلط چھپ گیا۔ صحیح عنوان "کلہجگ کے کلکی اوتار کی آمد کا مژدہ" ہے۔ مضمون کے اندر بھی ایک جگہ کلگی اوتار کی بجائے کلگی پوران چھپ گیا ہے۔ ناظرین تصحیح فرما دیں۔

کاتب کی ضرورت

قادیان میں کاتبوں کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے احباب توجہ فرمائیں یہ فن سیکھ کر نہ صرف سلسلہ کے تبلیغی کاموں میں معاون ہو سکتے ہیں بلکہ اپنی وجہ معاش کا خوب بندوبست کر سکتے ہیں۔ فی الحال اپنے قرب و جوار یا حلقہ واقفیت میں کوئی کاتب ہو تو اسی کو بھجوانے کا انتظام کریں۔ مگر کاتب کا خط اردو عربی بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ اجرت معقول دیجائیگی۔ کاتب نہ ملنے کی وجہ سے پچھلے مہینہ ہمارے بعض اخبار نہیں نکل سکے۔ کیونکہ مضمون باہر بھیجکر لکھوانا سخت دشوار ہے۔

جب تک سید فروز شاہ صاحب مرحوم زندہ تھے تشحیذ کو کبھی دقت نہیں پیش آئی مگر اب تشحیذ کے لئے بھی کوئی کاتب نہیں۔ اس رسالہ کا مضمون میں نے دو بار قادیان سے باہر بھیجا مگر تمام لکھا آنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر مختلف کاتبوں سے لکھوایا ہے۔ اور بوجہ تنگی وقت مجھے شک ہے کہ رسالہ لیٹ نہ ہو جائے۔ باوجود اپنی سخت بیماری اور کاتب نہ ملنے کے رسالہ کو وقت پر شائع کرا دینا میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔

چند مفید رسالے

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں حضرت مرزا محمود احمد صاحب موجودہ خلیفۃ المسیح نے ایک رسالہ "صادقوں کی روشنی" لکھا تھا۔ وہ مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے لیکن فائلوں کی الٹ پلٹ میں چند رسالے تشحیذ الاذہان کے ملے ہیں جنہیں "صادقوں کی روشنی" اور الوصیت نہایت اعلیٰ کاغذ پر تمام و کمال چھپی ہوئی موجود ہے۔ چونکہ یہ رسالے بھی نایاب ہیں اسلیئے میں اطلاع دیتا ہوں کہ جو صاحب لینا چاہیں ایک روپیہ فی رسالہ کے حساب سے خرید لیں۔ ورنہ پھر موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اسی طرح مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی والا ٹریکٹ جس میں مرزا سلطان محمد کی دستی تحریر کا عکس بھی ہے۔ ختم ہو چکا ہے مگر کچھ رسالے تشحیذ کے مل گئے ہیں جو ۲ فی رسالہ کے حساب سے دیئے جائینگے یہ رسالہ نہایت کم تعداد میں ہے۔ جو صاحب چاہیں جلد منگوالیں۔

مینیجر تشحیذ

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت ہی مفید مارکین ملک کی مشہور دوائیں وائی بریم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے۔ یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے اس سے حیض کی خرابی یعنی کم زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ کمر۔ پیڑو۔ جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے قیمت عہ محصولڈاک ۶ر

دیکھئے جناب غلام جیلانی محمد عبد اللطیف صاحب سوداگر شہر ناگپور سے کیا تحریر فرماتے ہیں میرے مکان میں عرصہ ۳ ماہ سے رحم کی بیماری کی شکایت تھی مریضہ بہت ہی کمزور ہو گئی تھی حکیموں ڈاکٹروں نے بہت کچھ علاج کیا مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا سبھوں نے تیسرے درجہ کا تپ دق تجویز کیا تھا آخر مایوس ہو کر آپ کی بنائی ہوئی امراض مستورات کی جیبی شاپ ناگ پور سے خرید کر استعمال کرایا خدا کی عنایت سے پہلے ہی روز سے پیٹ کا درد کم ہونے لگا بہت جلد فائدہ ہوا۔ ماہواری حیض بھی خلاصہ ہوا ایک شیشی شروع کرادی گئی ہے مریضہ کو طاقت بھی آگئی ہے اور چہرہ پر رونق معلوم ہوتا ہے میری اس تحریر کو خدا واسطے مشتہر کر دیجئے تاکہ بیچاری ہندوستانی عورتیں اس دوا سے فائدہ اٹھائیں

Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار اور طحال کی دوا

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انکیں عموماً کونین رہتی ہے اس لئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت کیلئے روک تو دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی ہیں ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایک دم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ مد نظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے اس میں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ (۳) یہ تلی کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۲ر شیشی خورد ۸ر محصولڈاک ۶ر اور ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مہتمم | جلد ۱۴ | نمبر ۱۱

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء مطابق صفر ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

Digitized by Khilafat Library

چیلنج بوعدۂ انعام ایکسو روپیہ — قاضی محمد یوسف سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور — ۱-۱۶

شیعہ نے غلط حوالہ دیا — اکمل — ۱۷-۲۱

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے عہ طلباء سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ الاذہان کی اپیل

گزشتہ مہینے میں ان حضرات کے نام درج ہو چکے ہیں جنہوں نے جناب ناظر تالیف و اشاعت کی اپیل دربارہ تشحیذ الاذہان کی طرف توجہ کی۔ اس کے بعد بمقصد ذیل احباب نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے:۔

(۱) جماعت احمدیہ فیروزپور للعہ (۲) جماعت احمدیہ لاہور عہ ۸؍ (۳) جناب خدا بخش صاحب سول ناظر جھنگ عـ (۴) جناب ہاشم علی صاحب عہ (۵) بابو خلیل الرحمن صاحب عـ (۶) جناب عبدالواحد صاحب سے (۷) جناب اللہ دین ابراہیم بھائی صاحب عہ کل رقم اب تک دو سو بیس روپے ہوئی۔ اور مطلوب ہے ایک ہزار روپیہ اس اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنا کام باقی ہے بغیر اسکے نہ قرض ادا ہو سکتا ہے نہ فنڈ مستحکم۔ امید ہے احباب توجہ فرمائینگے

معذرت جب قادیان میں رسالہ لکھوانے کا انتظام نہ ہو سکا تو میں نے ۱۰۔ اکتوبر کو تمام مضمون یو۔ پی میں ایک کاتب کے پاس بھیجدیا۔ ۱۹۔ اکتوبر کو خط آیا کہ ۲۴ صفحے تک رسالہ لکھا جا چکا ہے اور تین چار روز میں بھیجدیا جائیگا اس کے بعد آج تک نہ کاتب کی خبر ہے نہ مضمون کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳۔ نومبر کو جب بالکل مایوس ہو گیا تو نیا مضمون یہاں ایک کاتب کے حوالہ کیا اور اس نے راتوں رات کچھ لکھ کر دیا۔ جو صرف ۲ دن میں چھپوا کر اور سلوا کر ارسال کرتا ہوں ۱۶ صفحے کم ہیں جو اگلے رسالہ کا حجم زیادہ کر دیا جائیگا۔ اس تنگ وقت میں نہ لکھوایا جا سکتا تھا نہ چھپوایا۔ خدا کرے کاتب کا انتظام ہو جائے اور یہ دقت پھر پیش نہ آئے ؏

درخواست مضمون منشی مولا بخش صاحب کشتہ منیجر اتحاد امرتسر اہل قلم اصحاب سے درخواست کرتے ہیں کہ حبیب خدا رسول مجتبیٰ کی سیرت پاک کے کسی نہ کسی نوع پر کوئی مضمون نظم یا نثر لکھکر ۲۵۔ نومبر تک ارسال فرماویں جو اتحاد میں درج ہوگا ؏

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحید الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء

چیلنج

بوعدۂ انعام مبلغ یکصد روپیہ انگریزی

بخدمت سائر علماء و مشائخ و سجادہ نشینان فرق اسلامیہ اضلاع پشاور۔ ہزارہ۔ کوہاٹ و بنوں۔ وڈیرہ اسمٰعیلخاں وڈیرہ غازیخاں۔ ومیانوالی و کامل پور و ملک سوات و نیز وچھچھ و نواحی آن

یامعشر العلماء۔ آپ صاحبان کو یہ امر از روئے قرآن شریف و کتب دینیہ بخوبی معلوم ہوگا۔ کہ جب کبھی مخلوقِ خدا کا تعلق خدا تعالیٰ سے قطع ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے پروردگار کی شریعت اور قوانین کی اطاعت سے غافل اور لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور عقائد اور اخلاق و اعمال میں حد اعتدال سے گر جاتے ہیں۔ اور گوناگون قسم کی بداعمالیوں اور ہلاکتوں اور ضلالتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور کتاب الشریعت مہجور اور ترک ہو جاتی ہے لوگ

بالعموم کتاب اللہ وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون (سورۃ بقر) کے مصداق صحیح ہو جاتے ہیں۔ یعنی کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں گویا کہ وہ اس سے آگاہ تک ہی نہیں۔ اور ہر طرف آیت ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس کا نقشہ جم جاتا ہے یعنی خونریزی اور مفسدے اور خرابیاں بحر و بر میں لوگوں کے اپنی ہاتھوں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ایسے حالات کے ماتحت خدا تعالیٰ ہی مخلوق پر رحم کر کے اور محض اپنی رحمانیت کے تقاضا سے کوئی نبی و رسول مبعوث کر دیتا ہے کہ وہ لوگونکو دعوت الی اللہ کرے اور ناصح امین کا کام دے۔ اور ہلاکتوں اور ضلالتوں سے نجات دے اور انکے عقائد اور اخلاق اور اعمال کی اصلاح کرے اور ان کو از سر نو مسلمان بنا دے اور صراط مستقیم پر قائم کرے۔ جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کر کے دکھایا۔ اور آیت یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (سورۃ الجمعہ) اس امر کی مصدق ہے۔ یعنی وہ خدا کا نبی لوگوں کو آیات اللہ پڑھکر سناتا ہے اور ان کے عقائد و اعمال و اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب الشریعۃ کے تازہ بتازہ علم اور حکمت سے آگاہ کرتا ہے اور اس نبی کی آمد سے قبل ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ کھلم کھلا ضلالتوں میں مبتلا تھے پھر ایک جماعت کے حصہ کثیر کا تزکیہ نفوس کر کے انکو اپنے اسوہ حسنہ پر قائم کر کے خود وفات پا جاتا ہے اور مرفوع الی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب میں جا گزین ہو جاتا ہے۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (سورۃ النساء)

الغرض نسل آدم کی اصلاح کے واسطے یہ سنت اللہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے مقرر ہوئی اور آپ لوگ ہم سے متفق ہیں کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ مبارک تک اسی سنت اللہ کا ظہور رہا اور خوب زور و شور سے رہا۔ ہاں آپکے برخلاف اور قرآن کریم و کلام اللہ کے ماتحت ہمارا یہ ایمان ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے بعد ۱۳ سو سال گذر گئے اور تمام اقوام عالم بالعموم اور جمیع فرق اسلامیہ کے افراد۔ عوام اور علماء و سادات و فقراء و مشائخ اپنے عقائد میں قرآن کریم کے برعکس ہو گئے اور ان کے اخلاق

اور اعمال سیدنا حضرت محمد رسول صلعم اور انکے اصحاب کبار کی اتباع اطاعت اور اسوہ حسنہ کے مخالف ہو گئے۔ اور - - - - - ولقد اضل منکم جبلاً کثیراً (سورۃ یٰسین) کے مصداق ہوکر کثرت اس مخلوق خدا کی ضلالت اور ہلاکت میں پڑ گئی تو انکو دوبارہ اطاعت قرآن کریم و اتباع سیدنا حضرت محمد صلعم پر قائم کرنے کے واسطے یا بالفاظ دیگراں رسمی اور رسمی مسلمانوں کو از سر نو مسلمان بنانے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے حضرت احمد جری اللہ علیہ السلام کو سرزمین قادیان میں مبعوث کیا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ میں سورہ اَتیٰ امر اللّٰہ ہوں۔ جس کو امام مہدی آخر زمان یا مسیح موعود نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا تھا۔ اس مبارک انسان نے اپنی وفات اور مرفوع الی اللہ ہونے سے قبل قریباً پانچ لاکھ لوگوں کو مسلمان را مسلمان باز کردند کا مصداق بنا دیا۔ اور خود رفیق اعلیٰ یعنی خدا تعالیٰ کے قرب میں جا پہنچا۔ اللّٰہمّ صل علیٰ محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود۔

یا معشر المشائخ آپ صاحبان بخوبی جانتے ہیں کہ یہ موعود انسان کوئی نیا انسان یا نیا مدعی نہ تھا۔ یہ وہی مبارک انسان تھا جس کا انتظار تم کئی صدیوں سے نہایت شوق سے کر رہے تھے اور جسکے ظہور کے واسطے آپ لوگ مساجد میں اور مجالس میں دعائیں مانگتے تھے۔ اور جس کے ظہور پذیر اور مبعوث ہونے پر - - - اپنی دلی آرزوؤں اور خواہشات کے پورے ہونے کو وابستہ رکھا تھا۔ اور جس کے دعویٰ کو سنتے ہی آپ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ نہ صرف ایمان لا دینگے اور اسکی نصرت اور اعانت کرینگے بلکہ اسکے ساتھ ملکر صداقت اسلام میں مخالفین پر فتوح اور نصرتیں حاصل کرینگے۔ مگر جب وہ مبارک انسان خدا تعالیٰ کے انتخاب کرنے سے اُٹھا اور اس کے اذن اور وحی سے مدعی ہوا اور آپ لوگوں کو دعوت الی اللہ دی تو آپ لوگوں نے بمصداق آیت کریمہ فلمّا جاءکم رسول بما لا تھویٰ انفسکم ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون (سورۃ البقرۃ) خدا تعالیٰ کے رسول کو رد کر دیا کیونکہ وہ آپ لوگوں کے خیالات اور خواہشات کے خلاف آیا۔ تو آپ لوگوں نے اس پر فتویٰ کفر دیا۔ اور اس کو کافر اور دجال کہا اور اس پر گوناگون فتاوے دئے اور ہر رنگ میں اس کی وحی اور تعلیم کو بگاڑ کر عوام الناس

کے سامنے پیش کیا۔ اور طرح طرح کے بہتان اور افترا کر کے اسکو ردّ کیا اور لوگوں کے نگاہ میں مذموم اور ممسوخ کر کے بتایا۔ اور ہر قسم کے استہزا اور تمسخر سے کام لیا۔

یاحسرةً علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہٖ یستھزءُون (سورۃ یٰسین) یعنی اے حسرت اور افسوس ہے ان لوگوں پر کہ ان کے پاس کوئی نبی اور رسول نہ آیا مگر انہوں نے اس پر تمسخر کیئے اور ٹھٹھے اڑائے۔

یا ایھا العلماء۔ یہ پاک انسان جو حضرت احمد موعود علیہ السلام تھا۔ وہی مبارک وجود تھا جس کی آمد کی بشارت مُبشرًا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد (سورۃ صف) میں دی گئی تھی۔ یعنی حضرت عیسیٰ ناصری نے فرمایا تھا کہ میں ایک عظیم الشان رسول کے آمد کی خبر دیتا ہوں جو میرے بعد آنیوالا ہے اور اس کا نام احمدؐ ہوگا۔ اور اسی مبارک وجود کے بارے میں قرآن مجید میں یہ پیشگوئی تھی کہ یتلوہ شاھدٌ منہ (سورۃ ہود) یعنی سیدنا حضرت محمد صلعم کے بعد اس کے نقش اور اتباع اور اطاعت میں بطور خلیفہ ایک عظیم الشان شاہد نبی آنیوالا ہے۔ جو سیّدنا حضرت محمد صلعم ہی سے انوار اور فیوض اور برکت حاصل کرنیوالا ہے اور اسی میں سے ہوگا کوئی غیر نہ ہوگا۔ اور سورۃ الجمعہ میں خدا تعالیٰ نے اس کی جماعت کی خبر ان الفاظ میں دی تھی۔ واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم۔ یعنی ایک جماعت آخر میں پیدا ہونیوالی ہے۔ جو اصحاب محمدؐ میں شمار اور داخل ہے مگر سردست وہ ان اصحاب الرسول میں شامل اور ملحق نہیں ہوئی۔ اس جماعت کا کام وہی ہے جو اصحاب سیّدنا حضرت محمد صلعم کا تھا یعنی اوّل اصلاح المسلمین دوم اشاعت الاسلام فی المنکرین۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس مبارک گروہ نے اپنے امام اور مقتدا سے نہ صرف خود اپنے عقائد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی۔ اور قرآن کریم کے تازہ بتازہ علوم اور عرفان سے آگاہی حاصل کی۔ اور جمیع فرق اسلامیہ کو ان سے مستفید اور مستفیض ہونے کی دعوت دی۔ اور انکو ان کے غلط اور باطل عقائد اور رسوم ورواج کی قیود کے ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھکر اس عظیم الشان کام کے کرنے کا عہد کیا اور ذمہ لیا۔ جس کو آپ لوگوں کے

"حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان روم" اور "حضرت شاہ کجکلدہ ایران" اور "حضرت امیر افغانستان" اور "حضرت خدیو مصر" باوجود اس شان و شوکت و عظمت شاہانہ سرانجام دینےکی کبھی توفیق نہ پا سکے۔ یعنی وہ امر جس کو دعوت الی اللہ یا تبلیغ اسلام کہتے ہیں۔ ہاں جماعت احمدیہ یا خدام حضرت احمد المسیح الموعود مشرق میں نہ صرف ہندوستان کے اندر۔ آریہ سماج۔ برہمو سماج سکھ مذہب۔ بدھ مذہب۔ ہنود و نصاریٰ میں نہایت کامیابی سے عرصہ سے ادا کر رہے ہیں۔ اور ہندوستان سے باہر جزائر سراندیپ و ماریشس و آسٹریلیا و نیوزیلینڈ اور مملکت ایران و عراق عرب میں بجالا رہے ہیں۔ بلکہ برّ اعظم افریقہ کے ممالک مصر۔ برٹش شرقی افریقہ۔ و جرمن مشرقی افریقہ۔ و نائیجیریا۔ و سیرالیون۔ و لائبیریا میں بالعموم اور ممالک غربیہ میں سے جزیرہ انگلستان کے مرکز شہر لنڈن میں بالخصوص نہایت کامیاب طور پر تبلیغ و دعوت الی الاسلام کر رہے ہیں چنانچہ خدا کے خاص فضل سے یورپ میں دو صد سے زائد نفوس صرف تین سال کے عرصہ میں احمدی مسلمان ہوئے الحمد للہ۔ ہر طرف ہمارے مبلغ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور جمیع انبیاء و رسل کی معصومیت و رسالت منواتے ہیں۔ اور انکو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلعم کی اتباع اور کتاب الشریعۃ قرآن کریم کی اطاعت پر آمادہ کرتے ہیں۔ آپ لوگ تو مومن ہونے کے مدعی ہو کر مومنوں کو کافر بناتے پھرتے ہیں اور وہ جن کو آپ لوگ کافر کہتے ہیں وہ کافروں کو موحد اور مومن بنا رہے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ آپ کے پاس وہ متاع ہے اور ان کے پاس یہ متاع ہے۔

اے حضرات آپ لوگ بخوبی دیکھ رہے ہیں کہ دین اللہ کو چار مذاہب اور بہتر فرقوں میں تقسیم کیا گیا۔ علماء اور صوفیاء و مشائخ کی حالت کا اسوقت جو نقشہ ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ اُمراء و رؤسا جن باتوں میں مشغول ہیں اور عوام الناس تو خیر جو ہیں سو ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہتے ہیں کہ "مسلمانی در کتاب" یعنی اسلام معلوم کرنا ہو تو قرآن مجید میں مذکور ہے اور "مسلمانان در گور" یعنی مسلمان تلاش کرنے ہیں۔ تو وہ قبرستان میں مدفون ہو چکے ہیں۔ تو اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ آپ لوگ کیا ہیں؟

تو آپ لوگ خود قائل ہیں کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور" یا "بدنام کنند ا نیکو نامے چند" یعنی نام کے مسلمان اور دین و ایمان سے بے خبر۔ افراد کا مجموعہ اور بس۔ آسمانی آفتوں اور گرفتوں کا وہ حال ہے جو روزمرہ دیکھ رہے ہیں۔ اور زمینی آفات اور بلیات کا یہ حال ہے جو ہر روز مشاہدہ میں آرہا ہے۔ تم پر نعمت نبوت و رسالت کا باب آسمان سے مسدود ہوچکا۔ اور مملکت و سلطنت کی امانت یہاں کھو چکے ہو خدا کے لئے ذرا تو سوچیں کہ اب آپ لوگوں کے پاس کیا باقی رہا سوائے اساطیر الاولین کے قصص اور کہانیوں کے۔ اس پر طرفہ یہ کہ اُمت موسویہ کی اصلاح کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تو تیس چالیس سے زائد نبی اور رسول آئے۔ جیسا کہ آتینا موسی الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل (سورۃ بقر) سے ثابت ہے یعنی حضرت موسیٰ کو ہم نے کتاب الشریعۃ توراۃ دی اور اس کے بعد اسکے اتباع میں کئی رسول بھیجے۔ مگر اُمت محمدیہ جو خیر اُمت ہونے کی مدعی ہے ان کی اصلاح کے واسطے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بجائے اس کے کہ تیس چالیس نبی اور رسول آتے اُلٹے ان کے حصہ میں تیس چالیس دجال یا مدعیان نبوت کاذبہ موعود ہوئے تاکہ بجائے اصلاح کے کفر و ضلالت میں بڑھیں اور ایک صادق مدعی نبوت مسیح موعود نبی اللہ کا وعدہ بھی دیا گیا تو بھی اس کی شناخت کا انکے ہاتھ میں کوئی صحیح اور فیصلہ کن معیار نہیں تلک اذا قسمۃ ضیزی ۞

اے حضرات۔ حضرت احمد موعود علیہ السلام عین وقت پر آئے اور ضرورت آمد کی مقتضی تھی۔ اور اس کو خود خدا تعالیٰ نے منتخب کیا۔ اس کی صداقت اور سچائی پر زمین و آسمان نے شہادت دی۔ اور اس نے خدا تعالیٰ سے نبی کا نام پایا۔ اور خود نبیوں کا کام کر گیا۔ اور آپ لوگوں کو قرآن حمید میں حکم دیا گیا تھا کہ ولا تکونوا اول کافر بہ یعنی سب سے اول تم اس کے کافر مت بنو۔ دعویٰ کا ذکر سنتے ہی تکذیب پر ست کمر باندھو کیونکہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تلک القری نقص علیک من انباءھا۔ ولقد جاءتہم رسلہم بالبینات۔ فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل۔ کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکافرین۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۰۰) یعنی قرآن حمید

میں جن ہلاک شدہ قریوں کا ذکر ہم نے تمکو سُنایا ہے ان سب کے پاس ان کے رسول بیّنات کے ساتھ گئے تھے۔ مگر جن لوگوں نے ایک دفعہ پہلے تکذیب انبیاء کردی پھر انکو ان سولوں پر ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی۔ اور اسی سُنّت مستمرہ کی بنا پر ہم مکذّبین رسل کے دلوں پر ہر زمانہ میں مُہر کردیتے ہیں۔ پس آپ لوگوں نے نہ تو حضرت موعود علیہ السلام کی دعوی اور تعلیم کو غور سے سُنا اور نہ منصفانہ رنگ میں بُغض و حسد کو دور کرکے غور کی بلکہ بلا سوچے سمجھے دعوت حقّہ کو ردّ کردیا اور وہ بھی صرف اپنے ایک باطل عقیدہ اور خیالات کی بناپر جو محض خود ساختہ تھے کہ (۱) سیّدنا حضرت محمدؐ خاتم النبیین صلعم کے بعد باب رسالت تا ابد مسدود ہے (۲) اور حضرت جبرئیل کا نزول بوحی النبوۃ کرنا تا قیامت منقطع ہے اور آریہ قوم اور آل فرعون کے عقیدہ کی اتباع کی۔ اور اپنے آپ کو اہل حق خیال کرلیا ؁

اے حضرات! حضرت احمد علیہ السلام اور ہم احمدی افراد صدق دل سے (۱) خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور لیس کمثلہ شیء اور (۲) جمیع انبیاء ورسل کو صادق و امین جانتے ہیں (۳) اور سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین اور شارع رسول یقین کرتے ہیں (۴) اور قرآن حمید کو جمیع شرائع کا جامع جانتے ہیں۔ یک قدم دوری ازاں عالی جناب۔ نزد ما کفرست و خسران و تباب ۔ اور قرآن کریم جو ہماری کتاب الشریعۃ ہے اسکے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام تسلیم کرتے ہیں اور جو عقائد اور اعمال اور اخلاق وہ تعلیم دیتا ہے موجب نجات جانتے ہیں۔ اور سیّدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کی سُنّت اور اسوہ حسنہ کی اتباع اخلاق اور اعمال اور عبادات میں فرض مانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے موحّد اور مومن ہیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ محمّدٌ رسول اللہ کے قائل ہیں اور ان امور میں آپکا ہم سے اتفاق ہے مگر ہمارا آپ سے خاتم النبیین اور لا نبي بعدي کی حدیث کے ان معنوں سے اختلاف ہے کہ گویا آنحضرت صلعم نے اپنی اُمّت پر باب نعمت نبوّت کو تا ابد مسدود کردیا۔ اور اس نعمت عالیہ سے یہ خیر اُمّت تا ابد محروم ہے اور اس طرح گویا آنحضرتؐ کا وجود اہل عالم کے واسطے ایک عظیم الشان نعمت کے پانے سے مانع ہوا ہم یہ امر آنحضرتؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی جانتے ہیں ؁

اے حضرات! ہم سلف صالحین میں سے اُن بزرگوں سے صدق دل سے متفق ہیں جو خاتم النبیین کے معانی ذیل بیان کر گئے ہیں اور یہ معانی درست اور صحیح ہیں:۔

(۱) آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ سے اعلیٰ اور ارفع مقام نبوت میں کسی دوسرے نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ ہو گا۔ گویا آپ جمیع انبیاء و رسل سے افضل اور برتر ہیں یا سید المرسلین ہیں۔ جیسا کہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (سورۃ نجم) اور حدیث انا قائد المرسلین یوم القیامۃ ولا فخر۔ وکنت امام النبیین۔ و سید الاولین والاٰخرین ولا فخر۔ سے ظاہر ہے۔ تو کوئی نبی اور رسول آپ سے افضل تو کیا نفس فضیلت میں آپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا:

(۲) آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ کا وجود مبارک جمیع رسل کی رسالت کا مجموعہ ہے جیسا کہ یاایھا الرسل کے خطاب خداوندی سے ظاہر ہے اور آپ کی وحی رسالت یا قرآن مجید جمیع شرائع کا گلدستہ ہے جیسا کہ فیھا صحف مطھرۃ و کتب قیمۃ (سورۃ بینہ) سے ثابت ہے یعنی جمیع پاک صحف آسمانی اور غیر متبدل قوانین اس کتاب اللہ میں جمع ہیں۔ پس آپ کا سا نبی ان خصوصیات میں یا آپ کی کتاب الشریعہ کی طرح کوئی شریعت نہ ہوئی اور نہ تا ابد ہو گی:

(۳) آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لا کر جمیع انبیاء و رسل کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کے صحیح معنی یہی ہیں کہ نبیوں کی مُہر اور مُہر کی غرض تصدیق کرنا ہے پس آپ جمیع نبیوں کی نبوت پر مُہر تصدیق ہیں۔ جیسا کہ مصدق لما بین یدیہ کی منشاء ہے:

(۴) آنحضرت خاتم النبیین ہیں ان معنوں میں کہ آپ کی اتباع اور اطاعت کے بغیر تا قیامت کوئی شخص محبوب خدا و مقبول بارگاہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورۃ آل عمران) سے ثابت ہے۔ یعنی اگر تم لوگ محبوب خدا بننا چاہتے ہو۔ تو میری اتباع کرنی ہو گی تاکہ اللہ تعالیٰ تمکو اپنا محبوب بنا دے۔ اور ان الدین عند اللہ الاسلام و من یبتغ غیر الاسلام

دیناً فلن یقبل منہ۔ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین (سورۃ آل عمران۔ آیت ۸۰-۹۰)

اسکا مؤید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دین اسلام ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص غیر الاسلام میں ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے وہ ہرگز درجہ قبولیّت و شرف محبوبیّت حاصل نہ کریگا۔ اور انجام کار وہ خائب و خاسر گروہ میں سے ہو گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں کہ قولوا انہ خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ (مجمع البحار الانوار تکملہ صفحہ ۸۲) یعنی آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین ضرور کہو۔ مگر یہ مت کہو کہ لا نبی بعدہٗ یعنی آپ کے بعد کوئی اُمتی نبی اور رسول نہ ہو سکیگا۔ حضرت امام محی الدین ابن العربی اپنی تصانیف میں اور حضرت امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں۔ حضرت محمد طاہر گجراتی مجمع البحار کے تکملہ صفحہ ۸۲ پر۔ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔ مولانا ملا علی قاری اور مولانا محمد قاسم دیوبندی وغیرہم سے متفق ہیں کہ کوئی شارع رسول نہ ہو گا ہاں تابع اور اُمتی نبی ہو سکتا ہے کیونکہ باب نبوّت بکلی ہرگز مسدود نہیں۔ پس ان کا ہم سے اور ہمارا ان سے اتفاق ہے۔ اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور سُنّت اللہ ہمارے مصدق اور مؤید ہیں اور خدا تعالیٰ کا فرستادہ نبی اس پر شاہد ہے۔

اے حضرات! ہم آپ کے ساتھ ہرگز اس بات پر متفق نہیں ہو سکتے کہ از روئے قرآن کریم و احادیث نبوی باب نبوت تا قیامت بکلی مسدود ہے۔ اور آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم النّبیین ہیں کہ گویا آپ نے ایک عظیم الشان نعمت جو نبوّت ہے کا دروازہ تا قیامت اپنی اُمّت مرحومہ پر بھی مسدود کرا دیا۔ اور آنحضرت صلعم کا کوئی اُمتی یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ خدا تعالیٰ اسکو نبی اور رسول مقرر کرے اور اس سے اصلاح عالم کا کام لے اور اگرچہ بحالت نبوّت و رسالت وہ آپکا ہی کامل مطیع اور متبع ہو۔ اور اگرچہ آپ ہی کے فرائض نبوّت کو ادا کرتا رہے اور آپ ہی کی کتاب الشریعۃ کے علوم اور معارف اور حکمت سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اور آپ ہی کی اُمت کے اسمی اور رسمی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنائے انکے عقائد اور اعمال اور اخلاق و نفوس کا تزکیہ کرے۔ اور آپ ہی کے منکروں پر آپ ہی کی تائید و تصدیق میں اتمام حجّت کرے اور ان کو ہر میدان مقابلہ میں شکست دیکر ان پر فتوح اور نصرتیں حاصل

کرتا رہے۔ خدا کے لئے ذرا سوچو انما اعظکم بواحدۃ ۔ ان تقوموا لِلّٰہ مثنیٰ و فرادیٰ ثم تتفکروا ۔ (سورۃ النساء) یعنی مَیں آپ کو ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا کے لئے ایک ایک ہو کر اور دو دو ملکر ٹھیرو اور پھر غور اور سوچ سے کام لو۔ کہ یہ آپ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیسا عقیدہ اختیار کیئے ہوئے ہیں *

اے حضرات! اگر آپ لوگ اپنے اس عقیدہ میں راستی اور صداقت پر ہیں اور آپ نے کسی نص صریح قرآن حمید کی بناپر ان عقائد کو اختیار کیا ہے تو بے شک آپ مجبور اور معذور ہیں کہ حضرت احمد موعودؑ کو نبی اللہ اور رسول اللہ قبول نہ کریں بلکہ ان کو کافر اور دجّال کہیں۔ آؤ اور خدا کے لئے آؤ۔ اور اپنے اس عقیدہ کی تائید اور تصدیق میں آیات اللہ یا نص صریح کلام اللہ پیش کرو۔ اور ہم خدام حضرت مسیح موعودؑ آپ کو نہایت زور اور تحدّی سے بوعدۂ انعام مبلغ ایک صد روپیہ چیلنج کرتے ہیں کہ

(۱) آپ لوگ کلام اللہ قرآن حمید میں بتاویں کہ کہاں لکھا ہے کہ سیّدنا حضرت محمد صلعم کی امّت میں سے کوئی اُمتی نبی اور رسول تاقیامت نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ نبی متبع سیدنا محمدؐ اور تابع شریعت قرآنیہ ہی کیوں نہ ہو۔ لن یبعث اللہ من بعد محمدٍ رسولًا ابدًا یا اس کے ہم معنی الفاظ بتادو *

(۲) کلام اللہ قرآن شریف میں کہاں تحریر ہے کہ باب نبوت اُمّت محمّدیہ پر تاقیامت کُلّی مسدود ہے۔ ان باب النبوّۃ مسدود علیٰ امّت محمدٍ الیٰ یوم القیامۃ یا اسکے مترادف الفاظ ہوں *

(۳) کتاب اللہ فرقان مجید میں کہاں لکھا ہے کہ وحی النبوّۃ کا نزول سیّدنا حضرت محمد صلعم کے بعد تاقیامت نہ ہوگا۔ لن ینزل وحی النبوّۃ من بعد محمد الیٰ یوم القیامۃ یا اس کے قریب المعنی الفاظ ہوں *

(۴) کلام اللہ قرآن مجید میں کہاں وارد ہے کہ حضرت جبرئیل کا نزول وحی النبوۃ کے ساتھ تاقیامت منقطع ہو چکا ہے۔ لن ینزل جبریل بالوحی النبوّۃ علیٰ احدٍ من امّۃ محمد الیٰ یوم القیامۃ یا اسکے قریب المعنی عبارت ہو *

(۵) کیا فرقان حمید کی کسی دوسری آیات سے خاتم النبیین کے بالقطع والیقین یہ معنی ثابت ہیں کہ لن یبعث اللہ نبیاً من امۃ محمد الیٰ یوم القیامۃ ۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ تا قیامت کوئی شخص نبی اور رسول نہ ہوگا ؟

(۶) قرآن کریم کی کن دوسری آیات سے ثابت ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی صحیح اور درست تفسیر اور تشریح یہ ہے کہ باب نبوت بکلی مسدود ہے۔ یا بالفاظ دیگر انبیاءؑ کی غرض بعثت صرف تکمیل دین کرنا ہے۔ اور بس ؟

(۷) قرآن کریم کے جس قدر نسخے تیرہ سو سال کے اندر طبع ہوئے یا تحریر ہوئے سب میں خاتم النبیین کی تا بالفتح ہے اور خاتم تا بالفتح اسم آلہ ہے اور اس کے معنی صرف مُہر ہیں۔ یعنی آنحضرتؐ نبیوں کی مُہر ہیں۔ جس سے مدعا نبیوں کی صداقت کی تصدیق ہے مگر آپ لوگ جو خاتم النبیین کے تا بالکسر قرار دیکر اس کو اسم فاعل کے معنوں پر لاکر اس کے معنی نبیوں کا خاتمہ کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسا قرآن کریم کہاں اور کس ملک میں ملتا ہے جس میں خاتم النبیین کے تا بالکسر طبع شدہ موجود ہو (یہ الگ بات ہے کہ خاتم ہو۔ تو بھی اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا)

(۸) قرآن حمید سے معلوم ہوتا ہے کہ آل فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ باب نبوت حضرت یوسف علیہ السلام پر تا ابد مسدود ہے اور آپ کے بعد کوئی مدعی نبوت صادق نہیں ہو سکتا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً (سورۃ المومن) اور اس طرح انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو مدعی کاذب قرار دیا۔ اور آل فرعون کے رجل مومن نے ان کو ملامت کی۔ مگر آج جب آپ لوگوں نے بعینہٖ یہی عقیدہ سیدنا حضرت محمد رسول صلعم کے بعد اختیار کر لیا ہے آپ از روئے قرآن کریم کیونکر مومن ہو سکتے ہیں

Digitized by Khilafat Library

(۹) جیسا کہ آپ لوگ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر باب نبوت مسدود کر کے ہر مدعی نبوت کو آنحضرتؐ کے بعد کافر اور دجال کہتے ہیں۔ اگر ایسا ہی آریہ قوم چار رشیوں پر (۱) آل فرعون حضرت یوسف علیہ السلام پر (۲) امت موسویہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

(۵) اُمّت زردشت حضرت زردشت علیہ السلام پر (۶) اُمّت عیسویہ حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام پر بابِ نبوّت مسدود قرار دیدیں (جیساکہ فی الواقعہ صریحاً ان کا یہی عقیدہ ہے) اور ہر مدّعی نبوّت کو اپنے مخصوص نبی کے بعد کافر اور دجّال کے نام سے یاد کریں تو بتاؤ آپ لوگ انکو کیونکر کافر کہہ سکتے ہیں؟ ؛

(۱۰) قرآن حمید میں نبی کی کیا جامع اور مانع تعریف وارد ہے اور صادق مدّعی نبوّت کی شناخت اور صداقت کا کیا معیار ہے۔ جو قرآن حمید میں بیان شدہ جمیع انبیاء و رسل پر چسپاں ہوتا ہے کیا وہی تعریف اور معیار صداقت سیّدنا حضرت احمد موعودؑ کا مکذب ہے؟ ؛

اے حضرات! تلک عشرۃ کاملۃ یہ کامل دس سوالات ہیں۔ ان میں سے ہر سوال کا جواب کلام اللہ سے ہاں محض نص صریح کتاب اللہ اور ما انزل اللہ سے دیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (سورۃ بقرہ) یعنی اگر آپ لوگ اپنے ان عقائد انقطاع نبوّت میں صادق ہیں۔ تو اپنی برہان قرآن حمید میں سے لاؤ۔ اور اگر نہ پیش کر سکو اور ہرگز پیش نہ کرسکو گے تو یاد کرو اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن الناس یعنی دجّال ہوگا اور سنگدل لوگ ہونگے۔ اور یہ آگ کافر قوم کے واسطے ہی طیار شدہ ہے۔ پس کیا اچھا ہوگا کہ آپ تلخ پیالہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ محض قیاسات اور ذاتی اجتہادات اور اقوال شتّی اور کلام البشر سے حیلے حوالے تلاش نہ کریں اور کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے اور قرآن حمید شہادت دیتا ہے کہ باب نبوّت کو کسی خاص نبی پر مسدود کرنے والے لوگ ہرگز اپنے ہاتھ میں آیات اللہ سے نص صریح پیش نہیں کر سکتے۔ الذین یجادلون فی آیات اللہ بغیر سلطان اتاھم۔ کبر مقتاً عند اللہ و عند الذین امنوا۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (سورۃ المومن آیت ۱۸) یعنی وہ لوگ جو لسن

یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فتوے کے ماتحت مسرف اور مرتاب ہیں۔ یہ لوگ آیات اللہ یا انبیاءؑ کے حق میں ردّ و قدح تو کرتے ہیں مگر ان کے ہاتھ میں کوئی برہان یا سلطان منجانب اللہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالےٰ اور مومنوں کے نزدیک یہ بڑی قابل نفرت بات ہے۔ چونکہ فعل متکبّر اور جبّار انسانوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایسے افعال کی بنا پر ان کے دلوں پر مُہر کر دیتا ہے۔ اور یہ سُنّت اللہ ہے۔ متکبّر اس لئے ہوتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم کو کسی نبی اور مصلح کی ضرورت ہی نہیں۔ جبّار اس لئے ہوتے ہیں کہ اپنا عقیدہ دربارہ انقطاع نبوّت بلا دلیل محض جبر اور دھینگا دھینگی منواتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کی بھی فی الحقیقت یہی حالت ہے۔ یا آپکے پاس سلطان اور برہان من کلام اللہ موجود ہیں۔ اور اگر ہیں تو ھاتوا برھانکم ؕ

اے حضرات! ہمارا مطالبہ محض قرآن کلام اللہ سے ہے کسی کلام البشر سے نہیں۔ ایک مومن انسان کے واسطے قرآن کریم کتاب اللہ حکم اور عدل ہے۔ کتاب اللہ عقائد اور امور توحید و رسالت میں مکمّل اور مفصل ہے۔ کیا آپ لوگ کلام اللہ کو مجمل اور نامکمل کہہ سکتے ہیں۔ کیا جمیع عقائد اسلامی کی بنیاد کلام اللہ اور کتاب اللہ نہیں۔ کیا قرآن کریم تفصیلاً لکل شیءٍ۔ کتاباً مفصلاً۔ اور فصلناہ علیٰ علمٍ۔ اور اولم یکفھم کی مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ کتاب ہر امر دینی کے واسطے مفصل ہے بالتفصیل بیان کرنے والی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے اپنے علم کل کی بنا پر مفصل کیا ہے۔ کیا یہ کتاب اللہ انکو اپنے فیصلوں کے واسطے کافی نہیں۔ یاد رکھو کہ تمام عقائد نہایت مدلل اور مفصل اس میں موجود ہیں۔ ہاں اخلاق اور اعمال اور طرز عبادات اور امور معاشرت کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔ اور اس کی کیفیت و کمیت اور طرز ادا کے واسطے سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو پیش کیا ہے۔ جیسا کہ فاذکروا اللہ کما علمکم۔ اور ویکون الرسول علیکم شھیداً اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی آیات سے ظاہر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کو عبادات میں اس طرز اور کیفیت میں یاد کرو جیسا کہ یہ رسول کرکے دکھاوے۔ اور یہ رسول تمہارے واسطے بطور

نمونہ ہوگا۔ اور تمہارے واسطے رسول اللہ کا وجود اسوہ حسنہ ہے۔ پس عقائد اور اعمال کو باہم مت مخلوط کرو۔ ہماری بحث اور مطالبہ عقائد کے بارہ میں ہے اور آپ لوگ تفصیلات عبادات لیکر لوگوں کو کہتے پھریں کہ قرآن کریم مجمل اور کتاب ہے۔ اس میں ہر بات کہاں لکھی ہے۔ خدا سے ڈرو اور عوام الناس کو دھوکا مت دو۔ فاتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔

آنحضرت صلعم کو قرآن کریم کے علاوہ ایک اور بات بھی حاصل تھی۔ جس کو کشوف و رؤیا کہتے ہیں۔ اور جس کا ثبوت مثلہ معہ میں ہے۔ اور تمام عبادات کی طرز اور تفصیلات بربناء رؤیا و کشوف بتائے گئے ہیں۔ پس اس امر کی بنیاد بھی اول وحی اور دوم کشوف و رؤیا ہیں۔ جو وحی اللہ کے مثلہ کے مصداق ہیں۔

ہم اس چیلنج کو نامکمل تصور کریں گے۔ اگر ہم حضرت احمد موعود علیہ السلام کے منکران نبوت کی ذیل میں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے وکیل لاہور۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور اور جناب مولوی غلام حسن خاں صاحب سب رجسٹرار پشاور کو مستثنیٰ کر دیں کیونکہ یہ حضرات ان چند افراد کے لیڈر ہیں۔ جنہوں نے حال میں مصلحت وقت کے ماتحت غیر احمدیوں کے ہمنوا ہو کر باب نبوت کو کلی مسدود قرار دیا۔ اور حضرت احمد موعودؑ کو محدث یعنی غیر نبی قرار دیا۔ اور آپ کی نبوت سے خود منکر ہو گئے۔ حضرت موصوف کو نبی ماننے والوں پر فتویٰ کفر دیا۔ اور مدعی نبوت کو کافر اور کذاب کہا۔ پس جو شرائط دوسرے علماء و مشائخ کے واسطے ہیں وہی ان بزرگوں کے لئے ہیں۔ اور ہماری جانب سے بالخصوص مخاطب ہیں امید ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان کی جانب سے حق وکالت نہ ادا کریگا۔ اور اگر یہ بزرگ الا تنطقون کے مصداق ہو کر بکلی خاموش ہو گئے۔ اور اپنے منکر ہونے کا ثبوت بہ تصدیق کلام اللہ دیں تو جو ان کی طرف سے خود بخود وکیل بنکر جواب دینے کے لئے ساعی ہو وہ ازراہ کرم جبار ہونے کا ثبوت نہ دیں کہ نص صریح تو لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کے عقیدہ کی تائید میں پیش نہ کر سکیں اور محض ادھر ادھر کی باتوں سے اصل مطالبات کو ٹالدیں۔

اے حضرات! چونکہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ نبی اور رسول منتخب کرے جیسا کہ

(۱) اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (۲) اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس (سورۃ الحج) اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء (سورۃ النساء) سے ثابت ہے تو یہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ وہ اپنی صریح وحی اور کھلے کلام کے ذریعہ سے اپنی مخلوق کو اطلاع دے کہ ہم نے فلاں نبی اور رسول کے بعد باب نبوّت بکلّی مسدود کر دیا۔ پس ہم اپنے تمام مطالبات خدا تعالیٰ کی وحی اور کلام اللہ اور ما انزل اللہ پر منحصر رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ (۱) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظالمون۔ (۲) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون (۳) من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون (سورۃ المائدہ) یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے کلام اللہ پر اپنے اعتقادات اور معاملات کے فیصلے منحصر نہیں رکھتے وہ لوگ ظالم ہیں فاسق ہیں اور کافر ہیں۔ اگر منکرانِ حضرت مسیح موعودؑ میں سے کوئی جواب دے تو وہ محض قرآن کریم سے دے۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء میں سے جواب دے تو وہ حضرت احمد موعود علیہ السلام کی وحی کو بھی کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے پیش کر سکتا ہے۔ ہاں اس امر میں فیصلہ احادیث الرسول نہیں۔ ہاں کسی نص صریح کی تائید میں اگر وہ ضرورت خیال کریں تو بطور مزید پیش کر سکتے ہیں اور بس۔

اے حضرات! اگر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے واسطے غور کریں اور موت کو مدِّنظر رکھکر اور نفس کی فریبی کو چھوڑ کر اور ذاتیات کو الگ رکھکر عدل و انصاف اور اظہار حق کے واسطے اپنے ضمیر اور ایمان کو مدِّنظر رکھکر جواب دیں۔ تو ہم آپ کے ممنون ہونے کے علاوہ فی سوال کے معقول جواب پر مبلغ دس روپے اور کامل دس سوالوں کے جوابات پر مبلغ یک صد روپیہ نقد بطور انعام پیش کرنے کو طیار ہیں۔ اور یہ ہمارا عہد ہے۔ الیس منکم رجل رشید؟

چیلنج دھندہ۔ قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی۔ قاضی خیل ہوتی ضلع پشاور۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

یادداشت (۱) جن حضرات نے جواب دینا ہو خواہ وہ اخبار ہو یا اشتہار ہو یا مطبوعہ رسالہ اس کی ایک دو کاپیاں ہمارے پاس ضرور ارسال کریں۔ اگر چاہیں تو رجسٹرڈ ارسال کر سکتے ہیں۔ اور (۲) جن کو اس چیلنج کی کاپیاں مطلوب ہوں وہ ہمارے نام ٹکٹ ارسال کرکے حسب ضرورت کاپیاں طلب کر سکتے ہیں (۳) جن حضرات کو اسلام یا قرآن کریم یا حضرت مسیح موعود کے بارہ میں کوئی امور دریافت کرنے ہوں وہ ہم سے بذریعہ خط وکتابت یا دارالکتب احمدیہ پشاور۔ واقعہ شہر پشاور علاقہ جہانگیر پورہ ۔ بازار دارو گراں بالمقابل مسجد تشریف لاکر صبح دس بجے سے قبل اور ۴ بجے شام بعد بالمشافہ دریافت کر سکتے ہیں۔ اور (۴) اگر کلام اللہ کا ترجمہ یا تفسیر سہل اور معقول اور زمانہ حال کی روشنی میں پڑھنا چاہیں تو مفت ہمارے درس قرآن کریم میں جو دارالکتب احمدیہ پشاور میں روزمرہ بعد از نماز شام ہوتا ہے۔ شامل ہو سکتے ہیں۔ اور اس درس قرآن کی غرض نو تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اصل اسلام اور حقیقت قرآن سے آگاہ کرنا ہے اور ان کے عقائد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کے واسطے انکو اصل بنیاد سے باخبر کرنا ہے تاکہ وہ آریہ وعیسائیوں یا دہریت کے شکار نہ ہوں یا غلط رسوم و رواج اور عقائد باطلہ اور توہمات میں مبتلا نہ ہوں ہر شخص کے سوال کا جواب خوش اخلاقی اور معقولیت سے دیا جاویگا۔ تاکہ ہر متلاشی اور متردد دل اطمینان اور سکون حاصل کر سکے۔ و باللہ التوفیق ؛

المشتہر

محمد عبد المجید احمدی۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

(للہ تبلیغ و اشاعت)

تصدیق ہو گئی

کہ شیعہ نے عمداً غلط حوالہ دیا۔

ماہ ستمبر کے تشحیذ میں ہم نے رسالہ اصلاح مجموعہ نمبر ۵ سے یہ عبارت نقل کر کے دی "دیکھئے رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا۔ کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیت نامہ لکھدیں۔ تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔ جسپر وہاں شور و غل ہوا۔"

(دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

سوال کیا تھا کہ ہم نے کتاب المرضیٰ کو اول سے آخر تک خوب دیکھا بھالا۔ مگر ہمیں کوئی ایسا لفظ نہ ملا جس کا ترجمہ یہ ہو۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ یہ شخص (نعوذ باللہ) ہذیان بک رہا ہے۔ پس مہربانی فرما کر صحیح حوالہ دیا جائے۔ ورنہ یہ تو مسلم ہے کہ بد دیانتی نہایت مکروہ فعل ہے۔ خصوصاً مذہبی دنیا میں۔ مناظرات میں صداقت و ایمانداری کو بھول جانا نہایت قابل اعتراض بات ہے۔ اس لئے ہمیں یقین تھا کہ شیعہ قائم مقام رسالہ اصلاح اس کی اصلاح کر دیگا۔ مگر تعجب ہے۔ کہ ہمارے فاضل ایڈیٹر اصلاح نے "حدیث قرطاس اور مرزائیوں کا شور و غل" کے عنوان سے ایک مضمون ۷۲ سطر کا لکھ مارا ہے مضمون کی اسقدر غیر ضروری طوالت ہی بتا رہی ہے۔ کہ جناب شیعہ صاحب اپنی اس بے دیانتی (گستاخی معاف اس لفظ کے بغیر اور کیا لکھا جائے) کو الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں ورنہ صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سوال کا یہ دو سطری جواب ہو سکتا ہے کہ فلاں باب میں یہ حدیث ہے۔ اور یہ الفاظ ہیں۔ جنکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" مگر بجائے اسکے آپنے جو کچھ جواب دیا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) اس مضمون کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ آخر اس افترا پردازی کا کیا نتیجہ ہوگا۔

(۲) آپ نے دعویٰ تو کر دیا۔ "شیعہ نے غلط حوالہ دیا" مگر ثبوت ندارد ۞

(۳) جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے۔ پارہ ۱۸ ۞

(۴) آپ جو "عبارت" پیش کر رہے ہیں۔ وہ باب "کتابۃ العلم" کی ہے جو پہلے پارہ میں ہے اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا۔ شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا۔

(۵) آپ پوچھتے ہیں۔ ہذیان بک رہا ہے کس لفظ یا فقرہ کا ترجمہ ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں یہ ترجمہ اہجر کا ہے۔ دیکھئے فتح الباری ...... یعنی جو روایت بخاری کتاب الجہاد میں ہے۔ وہ بغیر ہمزہ ہے۔ جسکے معنے ہوئے ہذیان بکا۔ اور ہمزہ کے لانے سے یہ معنے ہوئے کیا ہذیان بک رہا ہے ۞

(۶) تو اب بتائیے۔ حوالہ شیعہ صحیح ہوا یا غلط ۞

(۷) اسی فتح الباری میں ہے۔ فکانہ قال کیف تتوقف الظن انہ کغیرہ یقول الھذیان فی مرضہ۔ یعنی جس شخص نے حضرتؐ کے حکم کی تعمیل چاہی۔ اس نے کہا کیونکر تم توقف کرتے ہو۔ حضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں۔ کیا رسول اللہ بھی دوسروں کی طرح ہیں۔ جو مرض میں ہذیان بکتے ہیں۔

الجواب:۔ آپ تو فرما چکے۔ اب میری سنئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اس افترا پردازی کا کیا نتیجہ ہو گا۔ حضرت! معاف فرمائیے۔ اسقدر خود فراموشی۔ آپ بھولتے ہیں۔ میں کوئی افترا نہیں کیا میں نے تو صرف سوال کیا کہ "عمر نے کہا یہ شخص (رسول کریم) ہذیان بک رہا ہے" کس لفظ کا ترجمہ ہے اسمیں افترا کی کونسی بات ہے۔ البتہ آپ نے کتاب المرضیٰ کے صفحہ ۸۴۶ کا حوالہ دیا۔ اور یقیناً کتاب المرضیٰ میں کوئی ایسا لفظ یا فقرہ نہیں۔ جس کا یہ ترجمہ ہو کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" پس یہ افترا پردازی جس کی طرف سے ہے۔ وہی اس کا نتیجہ بھی بتائے۔ مجھ سے پوچھتے ہیں تو عرض کئے دیتا ہوں۔ افترا پرداز کی ذلت۔ رسوائی۔ سواد الوجہ۔ کیونکہ مشہور ہے کہ جھوٹے کا منہ کالا۔ ذرا سے قبرا پڑھیے۔ میں بھی آپکا ہمنوا ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۞

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دعویٰ کر دیا "شیعہ نے غلط حوالہ دیا اور ثبوت ندارد۔ حضرت! میں نے تو انکار کیا ہے کہ یہ حوالہ کتاب المرضیٰ میں نہیں۔ بلکہ اجازت دیں تو کہدوں۔ صحیح البخاری میں نہیں۔ پس ثبوت تو ان کے ذمہ ہے۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" صحیح بخاری

کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ پر ہے۔ وہی ثبوت ہے۔ اور اگر آپ مجھ مدعی بناتے ہیں۔ تو یہاں اس سے انکار نہیں۔ ثبوت یہی ہے کہ میں نے صحیح بخاری مطبوعہ دہلی بھی دیکھی۔ اور دوسرے مقامات کی بھی۔ مگر مجھے کوئی ایسا فقرہ نہیں ملا جس کا یہ ترجمہ ہو کہ "عمر نے کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" اگر کوئی ایسا فقرہ ہے۔ تو آپ اسے پیش کریں ۔

(۳) آپ فرماتے ہیں۔ جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے پارہ ۱۸۔

حضرت! یہ کیا بات ہے کہ آپ افترا پر افترا فرمائے جاتے ہیں۔ دشنام کہ در مذہب بانند طاعت سنا ہوا تھا۔ مگر افتراء غالباً اس کا مصرعہ ثانی ہے۔ میں نے آپکے ارشاد کے مطابق صحیح بخاری سے کتاب المرضیٰ تمام دیکھ ڈالی۔ مگر اس میں کوئی ایسی حدیث نہ ملی۔ جس کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو۔ کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔" اب آپ کتاب المرضیٰ کا حوالہ دیتے ہیں پارہ ۱۸ سے اسے لیجئے۔ اور غضب ہو گیا کہ پارہ ۱۸۔ اول سے آخر تک دیکھ ڈالا۔ اسمیں "کتاب المرضیٰ" ہے ہی نہیں یا مظہر العجائب۔ ہاتھی سے ہو دج غائب شاید اسی موقعہ کے لئے ہے۔ یہ آپ میری اچھی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ پہلے کتاب المرضیٰ کا حوالہ دیا اور صفحہ ۸۴۶ بتایا۔ گو صفحہ ٹھیک نہ ہو۔ مگر خیر کتاب المرضیٰ تو بخاری سے ڈھونڈھ نکالی۔ خوش ہوا۔ کہ اس سے حوالہ مل جائیگا۔ لیکن نہ ملا۔ اب آپ کتاب المرضیٰ پارہ ۱۸ میں بتا رہے ہیں۔ بنگال کے ضلع سارن اور پھر اس کی بستی کھجوہ کے کسی کتب خانے اور کتب خانہ بھی غالباً "شیعہ کتب خانہ کی الماری۔ اور الماری بھی آپ کی الماری" میں شاید کوئی ایسی صحیح بخاری یا کم از کم "بخاری" ہو گی۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہو گی۔ ہمارے ہاں تو افسوس ایسی صحیح البخاری نہیں۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہو۔ اور پھر اسمیں ایک حدیث ہو جسمیں یہ الفاظ بھی ہوں "عمر نے کہا یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" پہلے تو قرآن مجید کی نسبت سنتے تھے۔ کہ اس کا صحیح اور مکمل نسخہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض امام مہدی کے پاس غار میں ہے۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی۔ کہ ایک ایسی صحیح بخاری بھی ہے۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہے۔ اور اسمیں ایک حدیث ہے جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ "عمر نے کہا یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" امنا و صدقنا۔ ہاں صاحب تبرا پڑھئے۔ میں آپکے ساتھ ہوں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین (زور سے) ثم لعنۃ اللہ علی الکاذبین (خوب زور سے) ثم لعنۃ اللہ علی الکاذبین

ل سرکار شریعتمدار علامہ سید علی الحائری ہی اپنی الماری کا جائزہ لیں ۔

(۴)۔ آپ لکھتے ہیں۔ خاکسار ایڈیٹر تشحیذ نے جو عبارت پیش کی ہے۔ وہ باب کتابۃ العلم کی ہے۔ اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا۔

بجا فرمایا مگر افسوس ہے کہ میں آپ کے "مکاشفہ" کا قائل نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ گذشتہ ہزار سال میں شیعہ میں کوئی "ولی اللہ" "ملہم من اللہ" نہیں ہوا۔ جناب معلی القاب۔ اس خاکسار نے ہرگز باب کتابۃ العلم سے وہ حدیث نقل نہیں کی۔ بلکہ یہ عبارت کہ قال عمران النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن کتاب المرضیٰ ہی سے نقل کی۔ اور اب پھر مکرر دیکھ کر درانحالیکہ صحیح البخاری صفحہ ۸۴۶ پارہ ۲۳ کتاب المرضیٰ میرے سامنے ہے لکھ رہا ہوں۔ اور اسی سے یہ روایت نقل کر کے بشرح صدر اعلان کر رہا ہوں۔ شیعہ کا حوالہ ہر طرح **غلط** تھا بلکہ **جھوٹ** تھا۔ اگر تبرا کا شوق ہو تو پڑھیئے۔ اسوقت ایک سنی اور سنی بھی **احمدی** آپ کی مدد کرنے کو تیار ہے۔

(۵) آپ فرماتے ہیں۔ خاکسار نے پوچھا۔ ہذیان بک رہا ہے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ حضرت! یہ پردہ تو کیسا۔ میں ممتاز الافاضل کے دوست ایڈیٹر اصلاح کا امتحان نہیں لے رہا کہ ہذیان بک رہا ہے کی عربی پوچھوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا کہ "عمر نے کہا یہ شخص (رسول کریم) ہذیان بک رہا ہے"۔ کس فقرہ کا ترجمہ ہے؟ پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ ابھی آپ فرما رہے تھے۔ "اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا" اور ابھی آپ مجھے بخاری کی کتاب الجہاد کا حوالہ دینے لگے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کتاب المرضیٰ میں **ھجر** (ہذیان) کا لفظ آپ کو بھی نہیں ملا۔ ورنہ "کتاب المرضیٰ" چھوڑ کر کتاب الجہاد میں کیوں چلے گئے۔ اور لطف یہ ہے کہ مطلب اس سے بھی حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ جو اعتراض **اھجر** سے آپ نے پیدا کیا۔ اسی کا جواب نقل کر دیا۔ یعنی کسی نے یہ نہیں کہا کہ رسول کریم (نعوذ باللہ) ہذیان بک رہے ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ نعوذ باللہ کیا رسول کریم ہذیان کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں پس آپ سے دریافت کرو۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ آپ نے خود ہی فتح الباری سے نقل کیا۔ اور ترجمہ دیا۔ جس شخص نے حضرت کے حکم کی تعمیل چاہی۔ اس نے کہا کیونکہ تم توقف کرتے ہو۔ حضرت کے حکم کی تعمیل میں کیا رسول اللہ بھی دوسروں کی طرح ہیں۔ جو مرض میں ہذیان بکتے ہیں (اصلاح صفحہ ۱۶ جلد ۲۲)

(۶) ارشاد ہوتا ہے۔ اب فرمائیے شیعہ نے غلط حوالہ دیا یا صحیح۔ جناب والا نہایت ادب سے عرض کروں گا آپ کے تمام حقوق معاصرانہ کی حفاظت کرنے کے بعد کہ واقعات مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں کہ شیعہ نے

بلکہ مجھے کہنا چاہیئے "فاضل شیعہ سنی" اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ شیعہ قوم کے قائم مقام اصلاح کے دیانتدار فاضل علام ایڈیٹر نے غلط حوالہ دیا۔

(۷) آپ فتح الباری کا حوالہ دیتے ہیں اور میں صحیح البخاری کی بابت پوچھتا ہوں پہلے اس سے نبٹ لیجئے۔ آپنے پارہ اٹھارہ سے ایک حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں "اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ایتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ فذھبوا یردون عنہ فقال دعونی" افسوس ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جس کا یہ ترجمہ ہو سکے "عمر نے کہا کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے"

ایڈیٹر صاحب! خدارا انصاف یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ صریحا فتنازعوا جمع کا صیغہ پھر لکھا ہو فقالوا اور آپ مجھے قالوا کا یہ ترجمہ کرنے پر مجبور کریں کہ کہا عمر نے۔ کیونکہ بجز اسکے آپکے اس حدیث پیش کرنے کا کچھ مطلب نہیں ہو سکتا۔ یہاں میں یہ بحث نہیں اٹھاتا کہ اہجر استفہموہ کا مطلب آپ ہی کے مسلمات کے رو سے کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ فقالوا کا ترجمہ عمر نے کہا۔ کیسے ہو سکتا ہے کیا علم لغت و صرف و نحو بھی نیا ایجاد کیجئے گا حضرت! اسی کے ساتھ کی حدیث میں تو فاختلف اھل البیت فاختصموا لکھا ہے اس کا ترجمہ ایک عقیدتمند جو اہل البیت کا لفظ پڑھتے ہی سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ سوا اس کے کیا کر سکتا ہے "پس اختلاف کیا اہل بیت نے پس وہ جھگڑ پڑے" اب فرمایئے الزام بیچارے عمر پر ہے۔ جس نے کہا تو یہ کہا حسبنا کتاب اللہ جو اولم یکفہم کی تعمیل ہے۔ یا نبی کریمؐ کے سامنے تنازع کرنے والوں پر۔ ولا ینبغی عند نبی تنازع ؛

ایڈیٹر صاحب خدا جانے کیا بات ہے آج یہ خفیا رمیرا جی تبرا کرنے کو چاہتا ہے۔ کیا آپ مہربانی فرما کر اپنا پرچہ اصلاح نمبر ۵ صفحہ ۳۸ اور تشحیذ ماہ ستمبر صفحہ ۲۵ سامنے رکھکر باواز بلند تمام شیعان حیدر کرار کے ساتھ ایک دفعہ پھر یہ نہ کہینگے۔۔

الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین

ضرور ممنون فرمایئے گا ۔ جزاکم اللہ جزاء موفورا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ فیوڈیٹری چیف - بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں - آپکے روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی - کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی - اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے دفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی ۔ شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸؍ محصولڈاک شیشی کلاں ۶؍ محصولڈاک شیشی خورد ۵؍

Digitized by Khilafat Library

سی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بیمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنیسے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے مونھ کے راستہ یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے - عورتوں کی پیدوری کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنیسے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے +

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایکروپیہ چار آنے پچکاری کا پانچ ۴؍ محصولڈاک ۱؍ اور ۸؍

کلورو ڈائن یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے - ریاحی دردمروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی رہتی ہے - آؤں - دست اور پیچش کیلیے بھی نہایت مفید ہے قیمت فی شیشی ۶؍ محصولڈاک ۵؍ ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپے (للعہ)

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہورالدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام مینیجر	جلد ۱۴	نمبر ۱۲

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق صفر ۱۳۳۸ھ

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

نبی کریمؐ اور مسیح موعودؑ کی پیشگوئی بائیبل میں	۱ - ۵	اکمل
نبی سے غلطی ہوجاتی ہے	۶ - ۱۰	شمس سیکھوانی (مولوی فاضل)
بطلان مطاعن البرہان نمبر ۲	۱۱ - ۱۸	منشی خادم حسین صاحب
مسیح یسوع کی بتھو اور اس کے معنی	۱۹ - ۲۳	شیخ عبدالخالق صاحب (تالیف)
کیا معراج جسمانی تھا یا روحانی	۲۳ - ۴۶	مولوی فاضل جلال الدین شمس سیکھوانی
مسیح کی وفات پر ایک مولوی فاضل کے اعتراضات	۴۶ - ۵۳	اکمل

قیمت سالانہ عوام سے ۲؎ غیر ممالک سے ۳؎ طالب علم سے ۱؎ ۱۲

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کے سال کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین۔ محض خدا کے فضل و کرم سے تشحیذ کا سال ۱۹۱۹ء ختم ہوا اور اب یہ اپنی عمر کے پندرھویں برس میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ نے مجھے توفیق دی کہ ایسے ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصانیف کا حکم رکھتے ہیں اسے ٹھیک وقت پر شائع کر رہا ہوں باوجود کاتب کی دقت کے۔ اب بھی اپنے محسن کارساز مولیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ملک و ملت کے لئے پہلے سے بڑھ کر مفید بنا دے اور اس کی باقاعدگی و عمدگی میں کوئی فرق نہ آئے۔

ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا مگر ناظرین کرام کے ذمہ بہت سا فرض ہے بلکہ قرض ہے اعانت کا سوال ابھی تک پیش ہے کیا

"جلسہ پر آنے والے احباب"

اس بات کو مدنظر رکھینگے کہ وہ تشحیذ کا قرض اتارنے کے لئے کچھ نہ کچھ رقم اس فنڈ میں جمع کرا دینگے جو بمنشائے حضرت خلیفۃ المسیح کھولا گیا اور جس کے لئے پانچ مرتبہ مکرم ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے اپیل بھی کی ہے۔ اگر جلسہ پر آنے والے احباب میں سے ایک ہزار ایسے بزرگ نکل آئیں جو آٹھ آٹھ آنے اعانت کا چندہ دیں اور پانسو بزرگ ایسے جو پیشگی قیمت داخل کر کے اس کے خریدار بن جائیں تو آپ کے تشحیذ کو بہت سہارا حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف احباب کی توجہ درکار ہے۔

دوم۔ ایک سو کے قریب ایسے دوست ہیں جنہوں نے اعانت تو درکنار ۱۹۱۹ء کا چندہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی توجہ فرمائیں ان کو کارڈ اطلاعی لکھے گئے ہیں۔

سوم۔ اگر حالات نے اجازت دی تو جنوری کا معہ فروری کا تشحیذ ۱۹۲۰ء کی قیمت سالانہ وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا امید ہے کوئی صاحب اس بروقت امداد سے دریغ کر کے نقصان نہ پہنچائینگے۔

مینیجر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

نبی کریم اور مسیح موعود کی پیشگوئی بائیبل میں

تشحیذ ماہ ستمبر میں ہندوؤں کو بشارت دی گئی تھی کہ کلکی اوتار آچکا۔ اور انہی کی مسلمہ کتب سے ثابت کرکے دکھایا گیا تھا کہ آنے والے کے لئے یہی زمانہ مقرر ہے۔ اور یہ کہ اس موعود کا نام احمد بھی انہی کی کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے اس نمبر میں عیسائیوں کے غور کے لئے ایک پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔ ان کی حق جوئی و انصاف پسندی سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اسپر توجہ دیں گے۔

اعمال باب ۳ آیت ۱۸ تا ۲۶۔ پڑھئے جو یہ ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائیگا سو پوری کیں۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو۔ کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خدا کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع

سے کیا اپنی حالت پر آئیں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمھارا خدا ہے تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمھیں کہے اس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا"

اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

(۱) یسوع مسیح آچکا ہے۔ اس لئے جس پیشگوئی کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور جو استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۵ میں ہے۔ وہ مسیح کے متعلق نہیں۔ بلکہ کسی اور نبی کے بارے میں ہے۔ مسیح کی نسبت تو اسی با: میں لکھا ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائیگا سو پوری کیں"

گویا مسیح کے بارے میں جو نبوت عہد عتیق میں تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔

(۲) یسوع مسیح پھر آنیوالا ہے۔ یعنی اس کا دوبارہ نزول ہوگا۔ مگر آسمان اسے لئے رہیگا جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ جو خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی شروع سے فرمایا۔ وہ کیا؟ ایک نبی کی بعثت وہ نبی کیسا ہوگا؟ اس کیلئے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے الفاظ نقل کئے ہیں جن میں سے یہ فقرہ خصوصیت سے قابل غور ہے "ایک نبی میری مانند" اب فرمائے کہ موسیٰ کیسے نبی تھے؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ "صاحب شریعت" تو اس کے مصداق یسوع مسیح نہیں ہو سکتے جن کی نسبت یہ مسلم ہے۔ کہ وہ کوئی شریعت نہیں لائے۔ ملاحظہ ہو یوحنا $\frac{1}{17}$

"کیونکہ شریعت موسیٰ کی معرفت دی گئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح سے پہنچی"

دوم پیشگوئی زیر بحث میں ایک نبی کی خبر دی گئی ہے۔ اور عیسائی یسوع مسیح کو نبی نہیں مانتے۔ اکلوتا بیٹا کہتے

سوم اسی باب ۳۔ اعمال میں:۔ "تمھارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اٹھا کے پہلے بھیجا" سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کے متعلق یہ نبوت نہیں سمجھی گئی۔ وہ تو پہلے آچکا۔ اور اس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ پہلے وہ نبی آجائے۔

(ب) یوحنا باب ۱۔ آیت ۱۹۔ ۲۳۔ سے ظاہر ہے۔ کہ یہود میں تین موعودوں کا انتظار تھا

یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں تو کون ہے؟۔ اور اس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنھوں نے اس سے پوچھا تو اور کون؟ کیا تو الیاس ہے۔ (۲۱) پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں"

مسیح کا۔ الیاس کا۔ وہ نبی کا اور وہ نبی بھی ایسی بزرگ شخصیت ہے کہ اس کا کام بپتسمہ دینا ہے نہ کہ گمراہ کرنا۔ جیسا کہ بعض متعصب پادریوں نے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ آیت ۲۵ میں ہے "اور اُنھوں نے اس سے سوال کیا۔ اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس۔ اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے" معلوم ہوا کہ بپتسمہ دینا انہی تینوں کا کام تھا۔ اور ان کے مقاصد بھی واحد تھے۔ جس غرض کے لئے مسیح کی بعثت ہے اسی غرض کے لئے وہ نبی کی پس مسیح الگ ہے اور وہ نبی الگ۔

(ج) کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نبی اسحاق کی اولاد میں سے ہونا چاہئے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے! اور اس کے لئے

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا"

پیش کیا جاتا ہے۔ عہد عتیق تحریف و الحاق سے جیسا کچھ محفوظ ہے۔ وہ تو بزرگ پادری صاحبان مجھ سے زیادہ جانتے ہیں لیکن تاہم اس سے بنی اسحاق کی خصوصیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور اس کے لئے بہت سے دلائل ہیں منجملہ ان کے یہ کہ فارسی ترجمہ میں "از میان شما از برادرانت" لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "تمھارے درمیان سے" کا مطلب "تمھارے بھائیوں میں سے" ہے یعنی بنی اسمٰعیل سے دوم اعمال میں اس پیشگوئی کے الفاظ رسول کی زبانی بھی نقل ہوئے ہیں جن کا دوسرے وسائل سے زیادہ اعتبار ہونا چاہئے۔

"تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھا ئیگا"

سوم "تیرے ہی درمیان میں سے" پر زور دینے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ بنی اسحٰق میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند صاحب شریعت پیدا نہیں ہوا۔ البتہ بنی اسمٰعیل میں سے ایک مدعی نبوت ہوا۔ جو صادق تھا۔

چہارم اعمال باب ۳۔ آیت ۲۵ میں ہے۔ "ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے

برکت پائیں گے۔" اب کیا "آسمعیل" ابراہیم کی اولاد نہیں۔ ضرور ہے۔ پس ضروری تھا کہ اس سے بھی دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں۔ یسوع مسیح نے جب خود فرمادیا کہ

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

تو اس مقدس کی طرف کیونکر یہ پیشگوئی منسوب کی جائے جس میں دنیا کے سارے گھرانوں کو برکت دینے والے کا ذکر ہے۔

پنجم اعمال باب ۷ میں بھی اس پیشگوئی کے یہی الفاظ ہیں جو ایک بزرگ کی زبانی روایت ہوئے۔

"یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی ظاہر کریگا۔ اس کی سنو۔"

ان شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ یہ پیشگوئی مسیح کے لئے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔ جو اسحاق کے بھائی آسمعیل کی اولاد میں سے ہونے والے تھے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرت کی بعثت کے بعد مسیح پھر آنے والا ہے۔ یہ آمد کس طرح ہوگی اس کے لئے ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ پہلے کسی کی دوبارہ آمد کا وعدہ خدا کی طرف سے دیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر دیا گیا ہے تو وہ کس طرح پورا ہوا؟ پس مثال مل جانے سے اس مسئلہ کا حل آسان ہو جائیگا۔

ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ میں ہے۔

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا"

اس پیشگوئی کے ظہور کا یہود کو یہاں تک انتظار تھا کہ جب مسیح مبعوث ہوئے تو یہود نے یہی اعتراض کیا۔ کہ آپ سے پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ جو پہلی بعثت میں آسمان پر چڑھ گیا تھا۔[۱] ملاحظہ ہو متی باب ۱۷ آیت ۱۱

"اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا۔ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انھوں نے اس کو نہیں پہچانا جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔"

سوال وجواب سے ظاہر ہے۔ کہ یہود میں الیاس کی آمد ثانی کی پیشگوئی ذائع وشائع تھی مسیح نے بھی اس کی تصدیق کی۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ یہود کا خیال غلط ہے۔ بلکہ فرمایا۔ کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور پھر

[۱] [illegible] سلاطین ۲ باب ۲

ان کو سمجھایا کہ الیاس تو آچکا۔ کیونکر آیا؟ اس کے "انھوں نے اس کو نہیں پہچانا" سے بتایا کہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس میں یہودیوں نے غلطی سے سمجھے بیٹھے تھے بلکہ آمد ثانی سے یہ مراد تھی کہ ایک اور پاکیزہ ہستی اس کی روح و قوت میں آئیگی۔ چنانچہ الیاس کی آمد ثانی یوحنا میں ہوئی

"اے ذکریاہ مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی۔ اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اس کا نام یوحنا رکھنا۔ × × × وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا۔ اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پئے گا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا۔ اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو ان کے خداوند خدا کی طرف پھیریگا۔ اور وہ اس کے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلے گا۔ کہ باپ دادوں کے دلوں کو لڑکوں کی طرف اور نافرمانبرداروں کو راستبازوں کی دانائی کی طرف پھیر کے خداوند کے لیے ایک مستعد قوم تیار کرے۔"

یوحنا کے لئے جو الفاظ اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ ان کو ملاکی باب ۴۔ آیت ۵۔ ۶ سے ملاکر پڑھئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نبوت یوحنا میں پوری ہونیوالی تھی۔ اور مسیح فیصلہ دیتا ہے کہ

"سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے" (متی باب ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴)

پس عیسائیوں کے سامنے اگر ہم یہ بات پیش کرتے ہیں کہ مسیح کی دوبارہ آمد والی پیشگوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح الیاس کی دوبارہ آمد یوحنا کے ذریعہ تو وہ اپنے مطلع کے دئے ہوئے فیصلہ سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔

(ب) "آسمان اسے لئے رہے" یہ نہیں بتاتا۔ کہ مسیح آسمان پر ہے اور وہاں سے بجسدہ آئیگا کیونکہ آسمان سے آنیکا محاورہ بائیبل میں موجود ہے۔

"اور کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوا اس شخص کے جو آسمان پر سے اترا"

یہ تو سب کو مسلم ہے۔ کہ مسیح ناصری۔ بی بی مریم کے بطن سے زمین پر ہی پیدا ہوئے۔ پس آسمان پر اترنے کے جو معنی پہلی بعثت میں ہیں وہی دوسری میں لئے جائیں گے۔

اس تشریح کے بعد میں عمال بابؑ تمام عیسائی صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تا وہ سب جو سعادتمند روحیں ہیں عہد کے رسول وہ نبی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح ابن مریم کی روح و قوت میں آنیوالے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام پر ایمان لا کر وہ برکات پائیں جنکا نزول ان مقدسوں کے ذریعہ ہی فیضان

نبی سے (اجتہادی) غلطی ہو جاتی ہے

مگر خدا تعالیٰ اس پر قائم نہیں رہنے دیتا

منکرین مسیح موعود اپنی رعونت اور حماقت اور کم علمی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں توفّی کے معنی پورا دینے کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ واپس تشریف لانیکو تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن خود ہی اس کے بعد توفی کے لفظ سے ہی وفات مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔ تو ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض اور تضاد ہے جو ملہم من اللہ اور نبی کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

اول تو تیرہویں صدی کے علماء جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و علماءھم شر من تحت ادیم السماء فرما چکے ہیں نہیں سوچتے کہ ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض نہیں کیونکہ تعارض کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ تعارض کی تعریف اصولیوں نے یہ کی ہے۔

"المعارضۃ تقابل الحجتین علی السواء لا مزیۃ لاحدھما علی الاٰخر فی الذات والصفۃ فی حکمین متضادین وشرطھا اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحکم الخ (نور الانوار فی شرح المنار)

"معارضہ دو حجتوں کا ایسا مقابل ہونا کہ ایک کو دوسرے پر ذات اور صفت میں افزونی نہ ہو اور وہ ہوں بھی دو متضاد حکموں میں اور اس کی شرط اتحاد محل اور وقت کا مع تضاد الحکم ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ شراب پہلے اسلام میں جائز تھی۔ پھر حرام ہو گئی۔ تو یہ تعارض نہیں ہوگا۔ کیونکہ دونوں باتوں کا وقت متحد نہیں ہے" پس اس تعریف کی رو سے حضرت مسیح موعود کی عبارت میں تعارض نہیں ہوگا بوجہ عدم اتحاد وقت کیوجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ آپ نے مسیح کو آسمان پر ماننے کے عقیدہ کو استصحاب (یعنی جو آپ کا پہلے عقیدہ تھا اسی عقیدہ کے مطابق لکھنا) قرار دیا ہے۔ اور اصول فقہ والوں کے نزدیک استصحاب حجت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ ۱۹۸ اور استصحاب کے معنی محشی نے یہ لکھے ہیں۔

"الاستصحاب الابقاء ما کان علیہ"

یعنی استصحاب کسی بات کو اس کی گذشتہ حالت پر رکھدینے کو کہتے ہیں۔ اور نیز حضرت مرزا صاحب کی دونوں عبارتیں بیان تبدیل کا حکم رکھتی ہیں۔ جیسا کہ بیان تبدیل کی مثال اصول والوں نے یہ دی ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کرتے رہے۔ پھر قولِ وجھك شطر المسجد الحرام کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کیا۔ پس اسی طرح پہلے حضرت مسیح موعود نے کسی الہام اور حجت کی بناء پر مسیح کو زندہ نہیں مانا۔ اور بعد میں جو وفات مسیح کو مانا ہے۔ تو الہام کی بنا پر۔ پس پہلی بات کا ناسخ الہام ہے۔ پھر مخالفین اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ایسے بیہودہ اعتراضوں کے ساتھ وہ خود مسیح موعود کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسی باتیں پہلے انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہیں۔ لیکن یہ خداتعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ انبیاء کو غلطی پر قائم نہیں رکھتا۔ بلکہ غلطی پر اطلاع دیدیتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھا ہے کہ یہ جو میں براہین احمدیہ میں توفی کے معنی پورا کر دینا، اور مسیح کو آسمان پر زندہ ہونا لکھ چکا ہوں۔ یہ میری غلطی تھی۔ جس پر مجھے خداتعالےٰ نے قائم نہ رہنے دیا۔ اور غلطی پر اطلاع دیدی ملاحظہ ہو ایام الصلح صہ۱۴ آپ فرماتے ہیں۔

"اس جگہ یاد رہے۔ کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے۔ الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خداتعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خداتعالیٰ کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے۔ مگر یہ بھی میری غلطی تھی اور یہ غلطی ایسی ہی تھی جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے قیدیوں میں ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے

"قال ابن عباس فلما اسروا الاساری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر ما ترون فی ھولاء الاساری فقال ابو بکر یا نبی اللہ

هم بنو العم العشيرة اریٰ ان تاخذ منهم فدیة فتکون لنا قوة علی الکفار فعسی الله ان یهدیهم للاسلام فقال رسول الله ما تریٰ یا ابن الخطاب قلت لا والله یا رسول الله ما اریٰ الذی رایٰ ابوبکر ولکنی اریٰ ان تمکنا فنضرب اعناقهم فتمکن علیا من عقیل فیضرب عنقه وتمکنی من فلان نسیبا لعمر فاضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الکفر وصنادیدها فهوی رسول الله صلی الله علیه وسلم ما قال ابوبکر ولم یهو ما قلت کان من الغد جئت فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر قاعدین یبکیان قلت یا رسول الله من ای شیء تبکی انت وصاحبک فان وجدت بکاء بکیت وان لم اجد بکاء تباکیت لبکائکما فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابکی للذی عرض علی اصحابک من اخذهم الفداء ولقد عرض علی عذابهم ادنیٰ من هذه الشجرة شجرة قریبة من رسول الله صلی الله علیه وسلم فانزل الله عزوجل ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا والله یرید الاخرة والله عزیز حکیم لولا کتاب من الله سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

ترجمہ۔ جب بدر کے قیدی قید کر کے لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو فرمایا۔ کہ تمھاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ وہ ہمارے چچازاد بھائی اور ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ میرے خیال میں فدیہ لینا چاہئے۔ تاکہ ہمیں روپے کے ساتھ کافروں پر قوت ملجائے۔ شاید کہ خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کو ہدایت دے۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے رائے دریافت کی تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ میری رائے تو حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے خلاف ہے۔ میری رائے میں ان کی گردنیں اڑا دیں عقیل کو حضرت علی کے سپرد کریں۔ اور میرا فلاں رشتہ دار میرے سپرد کریں ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ کیونکہ وہ کافروں کے ائمہ اور سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکرؓ کی رائے کو تسلیم کیا اور میری (حضرت عمرؓ) رائے کو اختیار نہ کیا۔ آئندہ صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھے روتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ اور آپ کا ساتھی رو رہا ہے۔ تا کہ اگر کوئی رُلانے والی چیز ہے۔ تو میں بھی روؤں ورنہ آپ کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی بناؤں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا تیرے ساتھی جنہوں نے فدیہ لیا میرے پیش کئے گئے۔ اور پھر ان کا عذاب اس درخت سے جو قریب ہے پیش کیا گیا۔ (رسول کریم کے قریب ایک درخت تھا۔) اور یہ آیات اتریں۔ کہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ اس کے لئے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ اچھی طرح زمین میں خون نہ بہائے تم تو دنیاوی اسباب چاہتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے سے یہ نوشتہ نہ ہوتا تو جو کام تم نے کیا ہے اس سے تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ پس تم حلال طیب غنائم کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور ایک روایت میں ہے قال لو نزل العذاب ما نجی احد منا الا عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب اترتا تو حضرت عمرؓ کے سوا کوئی نہ بچتا۔ یہ تمام واقعہ شارح منار نے نورالانوار میں لکھا ہے

"فظہر ان الحق ہو رائی عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخطاء حین عمل برائی ابی بکر لکنہ لم یقرر علی الخطاء بل تنبہ علیہ بانزال الآیات"

پس ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے حق تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرنے میں غلطی کی لیکن آپ کو غلطی پر قائم نہ رہنے دیا گیا۔ بلکہ آیات نازل کر کے تنبیہ کر دی۔ اسی وجہ سے آپ کے لئے کہا گیا ہے کہ "الا انہ معصوم عن القرار علی الخطاء بخلاف ما یکون من غیرہ من البیان بالرائی من مجتہدی الامۃ"

کہ آپ معصوم ہیں خطا پر قائم رہنے سے بخلاف دوسرے مجتہدین امت کے پس اسی طرح حضرت صاحب نے غلطی سے پہلے مسیح کو زندہ لکھا۔ لیکن خدا نے غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صحیح بات بتلا دی۔

پھر اسی طرح دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

"لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول جاء ابنہ عبد اللہ الی رسول اللہ

الی رسول اللہ فسئالہ ان یعطیہ قمیصہ یکفن فیہ اباہ فاعطاہ ثم سئالہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علیہ فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ انما خیرنی اللہ فقال استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ وسازیدہ علی سبعین قال انہ منافق فصلی علیہ رسول اللہ فانزل اللہ عزوجل ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ (رواہ مسلم والبخاری)

ترجمہ۔ جب عبداللہ ابن ابی ابن سلول وفات پا گیا۔ تو اس کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے باپ کے کفن کے لئے قمیص لینے آیا۔ تو آپ نے قمیص دیدی۔ پھر عبداللہ نے جنازے کیلئے درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر نے آپ کے کپڑے کو پکڑا۔ اور کہا کہ اے رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے۔ حالانکہ آپکو خدا نے منع کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگرچہ تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے تو بھی خدا تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا۔ اور میں ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگونگا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ وہ تو منافق ہے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تو منافقوں سے جو مرجائے ان پر ہرگز نماز نہ پڑھ اور نہ ہی ان کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو۔

الغرض اس آیت کے معنی آپ نے کچھ اور سمجھے تو خدا تعالیٰ نے اس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ بلکہ دوسری آیت کے ساتھ سمجھا دیا کہ اُنپر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اسیطرح حضرت مسیح موعود نے توفی کے معنی پورا دینے کے لکھدیئے تو خدا تعالیٰ نے آپکو اس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا اور توفی کے معنے سمجھا دیئے۔ یہی آپکی صداقت کا ثبوت ہے۔ نیز اس بات کا کہ آپ واقعی نبی اللہ ہیں۔ مکفرین مسیح موعود کو تدبر سے کام لینا چاہئے۔ اور امام زماں کا انکار کر کے جاہلیت کی موت نہ مرنا چاہئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ جلال الدین (مولوی فاضل)

بطلان مطاعن البرہان

نمبر (۲)

قولہ - حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں - کہ خدا نے وحی کی کہ ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بناؤ ہم نے اس مقام کو قادیان کے قریب اتارا ہے - الی آخرہ (رسالہ البرہان ۱۵ جمادی الاول ۳۷ھ)

اقول - مرویات شیعہ سے ثابت ہے - کہ مہدی موعود علاوہ دیگر انبیاء کرام کے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہ السلام کا بھی مثیل ہے - چنانچہ مہدی موعود کی زبانی مروی ہے کہ وہ فرمائیں گے

"ہر کہ خواہد کہ نظر کند بآدمؑ و شیثؑ و نوحؑ و سامؑ و ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و موسیٰؑ و یوشعؑ و عیسیٰؑ و شمعونؑ پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ با من ہست" الخ (رسالہ رجعت مجلسی صد ۳۱)

حضرت مرزا صاحب کو ایک الہام میں ابراہیم فرمایا گیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب مدعی مہدویت ہیں - اور ان کا مسکن وہی قریہ مبارکہ قادیان ہے - جس کو کتب فریقین میں کرعہ کر کے لکھا ہے - دیکھو کتاب نجم ثاقب صد ۲۸۴ اور کتاب حجج الکرامہ صد - علاوہ ازیں ایک اور کتاب شیعہ میں بھی اس کی شہادت مرقوم ہے - دیکھو تذکرۃ الائمہ صد ۲۰۰

یہاں پر یاد رہے کہ کتب اہلسنت میں مروی ہے کہ کرعہ نام بستی ملک یمن میں ہے - لیکن آجتک اس کی شہادت جغرافیہ سے ثابت نہیں ہوئی - اور شیعوں کی طرف سے تو اس کا موقعہ محل آج تک میری نظر سے نہیں گذرا - پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قادی یا قادیان ہی درحس کرعہ تھا۔

پس اس کو مقام ابراہیم سے جو نسبت دیگئی ہے - وہ بے محل نہیں ہے - لیکن اس سے جو نتیجہ فاضل ایڈیٹر البرہان نے نکالا ہے البتہ وہی ان کا خود ساختہ اور سراسر تعصب بیجا پر مبنی ہے - اگر قادیان کو واقعی مقام ابراہیم اور کعبہ مقرر کیا جاتا - تو اس کے ساتھ کوئی ایسا حکم بھی ہوتا کہ اب حج کے لئے بیت اللہ جانے کی ضرورت اور بقول معترض کے مرزائیوں کا قبلہ کعبہ کے بجائے قادیان ہو جاتا - تو کوئی احمدی نماز پڑھتے ہوئے رو بقبلہ نہ ہوتا - بلکہ قادیان کی طرف منہ کیا کرتے - اور یا سالانہ جلسہ خاص ایام حج میں مقرر ہوتے تو بھی کچھ ایسا واہمہ دل میں خطور کر سکتا تھا - اور جو طول طویل تقریر بیت اللہ

شریف کی فضیلت پر ایڈیٹر صاحب نے لکھی ہے - اور اپنے زعم باطل میں ہم کو ملامت کرنے کی کوشش کی ہے - وہ بر محل ہوتی - لیکن یہاں تو ایسا سان گمان بھی نہیں ہے۔

قولہٗ مرزا صاحب ،نے خانہ کعبہ کا شرف اور مقام ابراہیم کی فضیلت اور اس کی حرمت سب قادیان کو عطا کردی " الخ البرہان ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

اقول حضرت مرزا صاحب مرحوم کے الہام کا اگر ایسا ہی مطلب ہوتا جو آپ نے نکالا ہے - تو ضرور اس کے ساتھ اُن کا کوئی ارشاد بھی ہوتا - یا احمدیوں کا عملدرآمد بھی ایسا ہوتا یا قادیان میں کوئی حجراسود ہوتا یا کسی خاص جگہ کا طواف مقرر ہوتا جب یہ نہیں ہے تو جو تشریح و نتیجہ آپ نے اخذ کیا ہے وہ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔

لیکن اگر آپ واقعی شیعہ اور شیعہ مرویات و عقائد پر آپ کا دل سے اعتقاد ہے - تو آپ کو اس قسم کے اعتراضات کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے - کیونکہ اس قسم کے اعتراضات کے مستحق احمدیت سے پیشتر صدیوں سے شیعہ صاحبان ہیں - دیکھو روایات ذیل کو

(۱) **کربلا کی افضلیت کعبہ پر** - بروایت امام جعفر صادق فرمودند کہ اے مفضل (نام راوی) بدرستیکہ بقعہائے زمین بایکدیگر تفاخر کردند پس کعبہ معظمہ بر کربلائے معلیٰ فخر کرد حق تعالیٰ وحی نمود بہ کعبہ ساکت شو فخر مکن بر کربلا بدرستیکہ آں بقعہ مبارکیست کہ ور آنجا ندائے انی انا اللہ از شجرہ مبارکہ بہ موسیٰ رسید و آں ہماں مکان بلند یست کہ مریم و عیسیٰ را ور آنجا جائے دادم و ور موضع کہ سر مبارک حضرت امام حسین صلوات اللہ علیہ را بعد از شہادت شستند وہماں موضع حضرت مریم عیسیٰ روح اللہ را در وقت ولادت غسل داد و خود ور آنجا غسل کرد و آں بہترین بقعہ ایست کہ حضرت رسول از آنجا عروج نمود خیر و برکت - و رحمت بے پایاں برائے شیعیان ما در آں جا مہیا است تا ظاہر شدن حضرت قائم - دیکھو رسالہ رجعت باقر مجلسی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱

یعنی زمین کے مقاموں نے ایک دوسرے پر بڑائی کرنی شروع کی پس کعبہ نے کربلا پر فخر کیا - خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے کعبہ چپ رہو اور کربلا پر بڑائی نہ کر کیونکہ یہ وہ مبارک مقام ہے کہ وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو شجرہ مبارکہ سے انی انا اللہ (میں ہی خدا ہوں) کی آواز آئی تھی - اور وہی مقام بلند ہے کہ مریم و عیسیٰ کو وہاں پناہ دی (و اوینھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین) اور جس

جبکہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو شہادت کے پیچھے دھویا اسی جگہ حضرت مریم نے عیسیٰ روح اللہ کو پیدا ہونے کے وقت غسل دیا۔ اور وہ بہترین مقام ہے کہ حضرت رسول صلعم کو وہیں سے معراج ہوا اور بیشمار خیر و برکت اور رحمت ہمارے شیعوں کے واسطے اس جگہ مہیا ہے۔ جب تک کہ امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں۔ اب فرمایئے کہ کربلا معلی کے مقابلہ میں بیت اللہ شریف کی کیا عظمت و حرمت رہ گئی؟ کربلائے معلیٰ کے مقابلہ میں کعبہ کے علاوہ کوہ طور اور بیت المقدس کی عظمت بھی خاک میں ملا دی کیونکہ جملہ اہل اسلام و یہود و نصاریٰ کی روایات متفق ہیں کہ انی انا اللہ کی ندا جس شجرہ مبارکہ سے نکلی تھی وہ کوہ طور پر تھا۔ اور اسی طرح مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی پناہ گاہ بھی کربلا کو بنا دیا۔ حالانکہ مفسرین نے اس سے مراد نہایت سرسبز مقامات لی ہے۔ مثلاً ایلیائے بیت المقدس و دمشق رملہ۔ مصر دیکھو تفسیر کبیر و ابو السعود۔ اور اسی طرح معراج رسول صلعم کا مقام بھی کربلا کو قرار دیا۔ حالانکہ متفق علیہ ہے کہ معراج نبوی بیت المقدس سے ہوا تھا۔

(۲) ائمہ یا قبور ائمہ کی زیارت جب تک کی نہ جائے حج تمام ہی نہیں ہوتا۔ عن الصادق اذا حج احدکم فلیختم حجہ بزیارتنا لان ذلک من تمام الحج۔ اقول و فی هذا الزمان زیارت قبورهم تنوب زیارتهم و لقائهم کما یستفاد من اخبار آخر و لا منافاة بین هذه الاخبار لان ذلک کلهم من تمام الحج (تفسیر صافی زیر آیت واتموا الحج والعمرة)۔

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی تم میں سے حج کرے تو ختم کرے حج کو ہماری زیارت (ملاقات) سے کیونکہ یہ امر کامل کرنے والا ہے۔ فریضہ حج کو میں (مفسر صافی) کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اماموں کی قبروں پر جانا ان کی زیارت و ملاقات کا قائم مقام ہے۔ اور ان دونوں قسم کی روایات میں کچھ منافات نہیں۔ کیونکہ تکمیل حج کے لئے یہ سب امور مسدی ہی ہیں۔

نوٹ معلوم ہوا کہ اب شیعوں کے اماموں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ جبھی تو ان کی قبور کی زیارت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۳) ائمہ کی قبور پر جانے کا ثواب سینکڑوں ہزاروں لاکھوں حج بیت اللہ کے برابر ہے۔ عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔ قال من زار قبر ابی عبد اللہ علیہ السلام

بسنط الفرات کان کمن زار الله فوق عرشہ (جامع الاخبار فصل "زیارۃ الحسین")
یعنی کربلا میں روضہ امام حسین علیہ السلام کی جس نے زیارت کی۔ وہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے
عرش معلیٰ پر خدا کی زیارت کی۔

قال ابو عبد الله علیہ السلام من اتی قبر الحسین عارفاً بحقہ کان کمن حج
مائۃ حجۃ مع رسول الله صلی الله علیہ وآلہ۔ جامع الاخبار فصل ایضاً
امام رضا جو آٹھویں امام ہیں اور جن کا مزار مبارک مشہد مقدس میں ہے۔ ان کی زیارت کا
ثواب تو ہزار حج بلکہ دس لاکھ حج کے برابر لکھا ہے۔

اصل روایت ملاحظہ ہو۔

محمد بن الحسن الصفار ×× عن احمد بن محمد بن ابی نصیر البزنطی قال
قرأت کتاب ابی الحسن الرضا علیہ السلام ابلغ شیعتی ان زیارتی تعدل عند
الله عزوجل الف حجۃ قال قلت لابی جعفر علیہ السلام الف حجۃ قال أی
والله والف الف حجۃ فلمن زارہ عارفاً بحقہ۔ جامع الاخبار فصل ۱۴
راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کا خط مبارک دیکھا جس میں لکھا تھا کہ میرے
شیعوں کو پہنچا دو کہ میری زیارت خدا کے نزدیک ہزار حج کے برابر ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے
امام ابی جعفر سے عرض کیا کہ کیا ہزار حج کے برابر؟ فرمایا ہاں قسم خدا کی بلکہ ہزار ہزار حج کے برابر جس نے
ان کے حق کو پہچان کر زیارت کی

اسی قسم کی کئی روایات ہیں جن سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ کربلائے معلی اور مشہد مقدس کے
مزارات کو بیت اللہ شریف پر نہایت واضح طور پر فضیلت دی گئی ہے جس سے اسلامی دنیا بالکل بے خبر
ہے۔ اور روایات کو مدنظر رکھ کر ایڈیٹر صاحب ایمان سے فرمائیں کہ ان تمام اعتراضات کی مصداق
جو انھوں نے بھولے بھالے اور ناواقف مسلمانوں کو ہمارے برخلاف بھڑکانے کے لئے لکھ مارے
ہیں۔ واقعی طور پر خود شیعیت ہے یا احمدیت؟

وہ اور یہ بدیہی دلیل ہے اس امر کی کہ تشیع کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے خلاف
ہے۔" عطائے شما بہ لقائے شما۔

قولہ" قرآن کی نسبت مرزا صاحب کا اعتقاد"

"قرآن زمین پر سے اُٹھ گیا تھا۔ میں قرآن کو زمین پر سے لایا ہوں" (ازالۃ الاوہام) یہ صریح وجود اسلام سے انکار ہے۔ کیونکہ بلا شک و شبہ معدن اسلام قرآن ہی ہے۔ اور یہی دلیل نبوت اور دلیل نبوت ہے۔ اور جب بقول مرزا صاحب کے قرآن زمین سے اُٹھ گیا تو اسلام بھی اُٹھ گیا۔ اور گویا مرزا صاحب کا دین ایک نیا دین ہے۔ جو دین اسلام کے اُٹھ جانے کے بعد وہ آسمان سے لائے ہیں"۔ الخ البرہان جمادی الاول سنہ ۱۳۳۷ھ صہ ۲۔

اقول۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاضل معترض نے اصل کتاب ازالہ اوہام کو مقام محولہ سے دیکھا نہیں ہے ورنہ وہ کبھی اس قسم کی بے جا نکتہ چینی نہ کرتے۔

جناب مرزا صاحب کا یہ ارشاد بحیثیت مسیح موعود و مہدی موعود ہونے کے ہے۔ اور دنیائے اسلام کی عام حالت اس صداقت کی شاہد ہے کہ نہ صرف آج ہی بلکہ ایک مدت مدید سے مسلمانوں نے قرآن پہ عمل کرنا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ اور اسی معنی میں قرآن آسمان پر اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر حضرت مرزا صاحب ہی اس کو آسمان سے دوبارہ لے آتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مجموعہ اوراق جسمانی طور پر آسمان پہ اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر اس کو مرزا صاحب زمین پر لے آئے اور دوبارہ "قادیان کے مشین پریس میں اپنے اہتمام سے جا بجا تصرف و تغیرات کے بعد دنیا میں شائع کر دیا ہے"۔ حاشا و کلا۔ تیرہ سو برس پہلے ابوبکرؓ و عمرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن مسلمانوں میں جو مروج چلا آتا تھا۔ خدا کے فضل سے بلا کم و کاست جوں کا توں وہی قرآن حضرت مرزا صاحب اور تمام احمدیوں کے پاس ہے۔ ایک زیر و زبر کا بھی فرق نہیں ڈالا گیا۔ ہاں اگر کمی واقعہ ہو گئی تھی تو صرف عمل بالقرآن کی جس کو شیعہ و سنی بھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اسی کمی کو پورا کرنے کی خاطر حضرت مرزا صاحب کو خدا نے عین غربت اسلام کے وقت مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے خداداد توفیق و مساعدت الٰہیہ کے ساتھ حمایت دین کا بیڑا اُٹھایا۔ اور مایوسوں کی ڈھارس بندھائی۔ اور مخالفین اسلام پر دلائل بیّنہ کے ساتھ اتمام حجت فرمائی۔

ایسے اعتقاد صداقت بنیاد کو سوائے اڈیٹر صاحب البرہان کے شاید ہی کوئی منصف مزاج مسلمان "خلاف اسلام" اور "نیا دین" قرار دیگا۔ جدید دین کے خطاب کے مستحق تو

خیر سے خود شیعیان اثنا عشریہ ہیں۔ جن کے امام مہدی کی نسبت نہایت معتبر روایات میں وارد ہے کہ

"و در غیبت نعمان مروی است کہ فرمود خروج مے کند قائم علیہ السلام بامرے جدید وقضائے جدید وکتابے جدید"

ونیز روایت کردہ از جناب صادق علیہ السلام کہ فرمود واللہ گویا نظرے کنم بسوئے آنحضرت یعنی قائم (مہدی) میں رکن ومقام کہ بیعت مے گیرد از مردم بر کتابے جدید۔ دیکھو نجم ثاقب صہ ۵۵

کیا خوب۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ آمدیم برسر مطلب۔ اب رہا یہ امر کہ رفع قرآن کا ذکر کہیں قرآن وحدیث یا محققین اسلام کے ملفوظات سے بھی ثابت ہے یا نہ؟ اس کے متعلق گذارش ہے۔ کہ بیشک رفع قرآن کا ذکر احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور وہ بھی علامات قرب قیامت میں ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل:۔

(۱) "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلعم نے دریائے سیحون و جیحون ودجلہ وفرات ونیل کا ذکر کرکے فرمایا کہ خدا نے ان کو لوگوں کے فائدہ کے لئے زمین میں جاری فرمایا ہے۔ اور جب یاجوج وماجوج خروج کریں گے"

ارسل اللہ عزوجل جبرئیل فیرفع من الارض القرآن والعلم کلہ ××× فذلک قولہ تعالیٰ وانا علی ذھاب بہ لقادرون۔ روی ھذا الحدیث البغوی فی تفسیرہ۔ دیکھو تفسیر خازن مع تفسیر بیضاوی وجلالین ومدارک مطبوعہ مصر صہ ۳۲۸ زیر آیۃ وانا علیٰ ذھاب بہ لقادرون

یہ ثبوت ہے رفع قرآن کا زمین سے بلکہ جنت والی پانچ انہار کا بھی خروج یاجوج ماجوج کے وقت میں

(۲) آپ نے خود اپنی کتاب میں رفع قرآن کا ذکر کیا ہے۔ بحوالہ کتاب الیواقیت والجواہر امام شعرانی "کہ اشراط قیامت مثل خروج مہدی خروج دجال۔ خروج دابۃ الارض۔ طلوع آفتاب از مغرب رفع قرآن فتح سد یاجوج ماجوج ضرور بالضرور واقع ہونے والے ہیں۔ دیکھو صراط السوی فی احوال المہدی صہ ۲۰۶

گیدڑں میرصاحب۔ ٹھیک ہے نہ ؟ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

(۳) محقق نووی شرح مسلم میں خضر علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں مفسر ثعلبی کا مذہب لکھتے ہیں وقال الثعلبی المفسر الخضر نبی معمر علیٰ جمیع الاقوال محجوب عن الابصار یعنی عن ابصار اکثر الناس قال وقیل انہ لایموت الا فی آخر الزمان حین یرفع القرآن ۔ دیکھو نووی جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۶۹ باب من فضائل الخضر یعنی انھوں نے کہا ہے۔ کہ خضر بڑی عمر والے نبی ہیں۔ نظروں سے پوشیدہ ہیں یعنی اکثر لوگوں کی نظروں سے اور انھوں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مریں گے۔ مگر آخر زمانہ میں کہ جبکہ قرآن اٹھ جائیگا۔

ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کسی زمانہ میں زمین سے ضرور اٹھ جانا تھا۔ اور وہ زمانہ بھی وہ ہے جبکہ یاجوج وماجوج کا خروج ہونا تھا۔ یا خضر علیہ السلام کی موت کا اعلان ہونا تھا اسی طرح ایمان کا اٹھ جانا اور واپس لانا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک جھوڑ دو موقعوں پر سلمان فارسی کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کو بھی اٹھ گیا ۔ تو ان ابنا فارس میں سے ایک یا کئی اشخاص اس کو دوبارہ زمین پر لے آئیں گے۔

اول دیکھو بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ الجمعہ تفسیر آیہ وآخرین منھم لما یلحقوا بہم

دوم ۔ تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان زیر آیہ یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم

سوم ۔ تفسیر صافی زیر آیۃ وآخرین منھم لما یلحقوا بہم

دراصل اس کا مفہوم تو وہی ہے جو دوسری کئی احادیث متفقہ فریقین میں مذکور ہے مثلاً یہ کہ ایک زمانہ آئیگا جب کہ اسلام کا نام ہی نام رہ جائیگا۔ اور قرآن بطور رسم کے۔

سیاتی علی الناس زمان لایبقی من القرآن الا رسمہ ومن الاسلام الا اسمہ یسمون بہ وھم ابعد الناس منہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی فقہاء ذلک الزمان شر فقہاء تحت ظل السماء منہم خرجت الفتنۃ والیھم تعود۔ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۳ ؛ مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ ۱ سطر [illegible]

ایک حدیث جامع الاخبار صفحہ [illegible] میں مندرج ہے جس میں ذرا زیادہ وضاحت [illegible]۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یاتی علی الناس زمان بطونہم الھتہم ونساءہم قبلتہم ودنانیرہم دینہم وشرفہم متاعہم لایبقی من الایمان الا اسمہ ومن الاسلام الا رسمہ ومن القرآن الا درسہ مساجدہم معمورۃ وقلوبہم خراب عن الھدی علماءہم اشر خلق اللہ علی وجہ الارض

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک وقت لوگوں پر ایسا آئیگا۔ کہ اُن کے خدا اُن کے شکم ہوں گے۔ اور ان کی عورتیں ان کے قبلہ وکعبہ اور دین ان کا اشرفیاں۔ اور بڑائی ان کی کثرت ساز وسامان۔ ایمان میں سے کچھ باقی نہ رہیگا۔ مگر نام اس کا اور اسلام صرف رسمی طور پر اور قرآن کا صرف درس ہی۔ مسجدیں ان کی خوب آباد ہوں گی۔ لیکن از روئے ہدایت کے برباد۔ اُن کے علماء بدترین خلق اللہ ہوں گے روئے زمین پر

اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی کتب فریقین میں پائی جاتی ہے۔ کہ بدءا الاسلام غریبًا وسیعود غریبا فطوبی للغربا۔ دیکھو کتاب اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران ص۱۱۶ فاضل ایڈیٹر صاحب کو صرف قرآن کے اُٹھ جانے پر تعجب ہوا تھا۔ حالانکہ قرآن کا اُٹھ جانا منجملہ دیگر علامات قرب قیامت وظہور حضرت امام مہدی موعود ہے۔ اور نہ صرف قرآن کا اُٹھ جانا (بلکہ دریائے جیحون وسیحون ودجلہ وفرات ونیل اور ایمان کا اُٹھ جانا) اور واپس آنا اور اسلام اور ایمان اور قرآن کا صرف نام ہی نام۔ یا بطور رسم کے زمین پر رہ جانا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے مہدویت سے سوا تیرہ سو سال پہلے سے احادیث صحیحہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اگر رفع قرآن کا اعتقاد منجر بہ کفر وخروج عن الاسلام ہے۔ تو وہ خود ہی از راہ انصاف فرمائیں کہ اس کفر وتکفیر کا سلسلہ کہاں جاکر منتہی ہوتا ہے؟

اور اگر رفع قرآن ناممکن ہے تو یہ سب علامات جو بطور نمونہ احادیث مندرجہ بالا میں مذکور ہوئیں بھی ناممکن قرار پائیں گی۔

خادم حسین

مسیح یسوع کی موت اور اس کے معنی

رلیجس انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی الہ آباد کی طرف سے ایک ٹریکٹ بنام "خداوند یسوع مسیح کی موت اور نبیوں۔ ملک کے بہادروں اور شہیدوں کی موت میں کیا فرق ہے" شائع ہوا ہے۔ جس میں پہلے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ مسیح صلیب پر مر گیا تھا اور پھر تیسرے دن جی اٹھا تھا۔ اس کے ثبوت میں عہد عتیق کی وہ بعض عبارات جو مسیحی کلیساؤں کے خیال میں بطور پیشگوئی مسیح کی موت کی نسبت تھیں پیش کر کے بتلایا گیا ہے۔ کہ چونکہ مسیح کی موت کی نسبت عہد عتیق میں صدہا پیشگوئیاں ہیں اس لئے ضروری تھا کہ وہ خود صلیب پر جان دیتا

دوسرا امر یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ مسیح نے محض اپنی مرضی اور رضا و رغبت خوشی خوشی گوارا فرما کر دنیا کے گنہگاروں کا فدیہ دیا ہے ایسی موت کسی نبی کسی شہید کسی ملک کے بہادر کو خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو نصیب نہیں ہوتی۔

اول الذکر دعوے کے ثبوت میں مصنف ٹریکٹ مذکور نے یسعیاہ باب ۵۳ آیت اول سے لیکر آخر تک نقل کیا ہے اور پھر زبور نمبر ۲۲ کو بھی پیش کر کے عہد جدید کی کتب میں سے انجیل متی باب ۲۶ سارا لکھنے کے بعد نتیجہ نکالا ہے۔ کہ موجب عہد عتیق کی مذکورہ پیشگوئیوں کے مسیح کو صلیب پر ضرور مرنا تھا۔ اور پھر بتلایا ہے کہ مسیح نے قبل از زمانہ تصلیب شاگردوں کو عہد عتیق کی ان پیشگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کر کے ان کے معانی اور مطالب بھی سمجھائے تھے اور اپنے اس دوسرے ضمنی دعوے کے ثبوت میں متی ۱۶/۲۱ و مرقس ۸/۳۱ و ۹/۳۱ و ۱۰/۳۳-۳۴ و لوقا ۹/۲۲ و ۱۸/۳۱-۳۳ و ۲۴/۴۶ پیش کیا ہے۔ جن میں مسیح کہتا ہے:۔

"اسی وقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو ظاہر کرنے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دکھ اٹھاؤں۔ اور مارا جاؤں اور تیسرے دن پھر جی اٹھوں" اور ان کے ساتھ ان لیے مقامات پر جو واقعہ صلیب کے

پہلے کے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شاگرد یسوع کے اس کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔"

اب سب سے پہلے ہم یسعیاہ باب ۵۳ کو لیتے ہیں۔

یسعیاہ باب ۵۳ جو پیش کیا ہے سو اس کی نسبت واضح ہو کہ اول تو اس پیشگوئی میں ایک انسان کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا یا خدا کے بیٹے کا مذکور ہے۔

دویم مسیح نے اس مقام کو اپنی نسبت کبھی نہیں خیال کیا۔ اور اگر کسی جگہ اقرار کیا ہے کہ یسعیاہ باب ۵۳ میرے حق میں ہے۔ تو اس آیت کے کیا معنی ہیں "تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا۔ اور اس کی عمر دراز ہوگی" آیت ۱۰

مسیح کوئی تینتیس "۳۳" سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اگر صلیب پر فوت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ تو اس کی عمر دراز کیونکر ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ آسمان پر بھی اسیوقت سے مسیح زندہ ہے۔ اس کی عمر درازی کی یہ بھی دلیل ہے" تو پھر یوں تو مسیحی کا عیسائیوں کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ یوحنا ۱:۱ "ابتدا میں کلام تھا" وغیرہ مسیح کی نسبت ہے۔ اور مسیح ازازل ہی خدا کے ساتھ تھے۔ لہذا اس صورت میں تو پھر مسیح کی عمر کا نہ ابتدا نہ انتہا۔ اور یہ عقیدہ صرف وہم ہی کہلا سکتا ہے۔

سوئم مسیح بقول شما اگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تو "اپنی نسل کو کس طرح دیکھا اور کیونکر دیکھا۔ اور سیر ہو کر دیکھا" آیت ۱۱۔

چہارم یہ کہ یہ آیت مسیح پر کس طرح چسپاں ہو سکتی ہے۔

"اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دونگا۔ اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لیگا" آیت ۱۲ و ۱۳ ۔ یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ آیت سیدنا محمد مصطفےٰ رسول اللہ کے حق میں ہے اور اگر بغور دیکھا جاوے تو سارا باب ۵۳ یسعیاہ کی کتاب کا سیدنا محمد صلعم کے حق میں ہی ہے پہلی آیات میں بنی ہ(؟) کی غربت و مسکنت کا ذکر اور نیز کفار کے ظلم و ستم کی داستان مذکور ہے

پنجم یہ کہ خود مسیحی محققین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ عہد عتیق بوجہ نہایت ہی خطرناک و نازک زمانوں میں سے گذرنے کے محرف و مبدل ہوا ہے۔" چنانچہ مشہور عالم

پادری ولیم جی بلیکی ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی لکھتے ہیں:۔

"عہد جامع کتب عہد عتیق کو بصد مشکل توریت وغیرہ کے نسخہ جات میسر آتے تھے۔ اور نیز دوسری دقت یہ تھی کہ بوجہ گردش ایام اس کتاب یعنی عہد عتیق کی پورے طور پر حفاظت بھی نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا تحریف و تبدیل کا بہت کچھ گمان تھا"۔ جبکہ خود علمائے مسیحیت عہد عتیق کو محرف و مبدل خیال کرتے ہیں۔ تو اس سے سند پکڑنا چہ معنی دارد

ششم یہودی کہتے ہیں کہ یسعیاہ باب ۵۳ مسیح کے حق میں زنہار نہیں۔ بلکہ ذکریاہ کے حق میں ہے"

ہفتم یسعیاہ باب ۵۳ کی آیت ۱۲ بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ "اپنی جان ہی کا دکھ اٹھا کے وہ اسے دیکھیگا اور سیر ہوگا" دکھ اٹھانے کے بعد وہ کس کو دیکھ کر سیر ہوگا۔ آیا نسل کو یا "عمر" کو لیکن بموجب عقیدہ مسیحیت کہ "جی اٹھنے کے بعد وہ آسمان پر چلا گیا" نہ تو اس نے اپنی نسل کو ہی دیکھا اور نہ عمر کو۔ پھر یہ آیت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ چونکہ مسیح صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے صرف بیہوش ہو گئے تھے۔ اس لئے تندرست ہونے کے بعد کشمیر آ کر مسیح نے اپنی نسل کو بھی دیکھا۔ اور عمر کو بھی۔ کیونکہ ایک صد بیس سال کی عمر پا کر آپ کشمیر میں فوت ہوئے" جس کا ثبوت ذیل میں دیا جاتا ہے

مسیح کشمیر میں

اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اہل افغانستان اور اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں۔ جن کی طرف مسیح کو بموجب متی ۱۵/۲۴ کے ضرور آنا چاہئے تھا۔ سوال مذکورہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ آج سے چند صدیاں پہلے خود یورپین محققین جیسے ڈاکٹر بوئن۔ سر طامس رو۔ ڈاکٹر برنیر صاحب[1] فرانسیسی سیاح وغیرہما نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ اہل افغانستان و اہل کشمیر در اصل بنی اسرائیل ہیں اور ان محققین کا یہ خیال صرف خیال ہی نہ تھا۔ بلکہ اسکی بنیاد در اصل بائیبل کی محکم شہادت پر قائم ہے تمام بائیبل داں جانتے ہیں کہ مسیح سے پانصد سال تقریباً پہلے بخت نصر بادشاہ بنی اسرائیل کو ان کے وطن سے جلا وطن کر کے متفرق ممالک میں پراگندہ کر چکا تھا۔ ان میں،

۱؎ برنیر کے خطوط کا حوالہ ہے۔ تفصیل خطوط ڈاکٹر برنیر صاحب صہ ۱۷

ہے بعض تو بنوقد نصر کے خاندان اور دیگر امرا و وزرا کے حلقہ غلامی میں آکر غلام بن گئے اور باقیماندہ متفرق ممالک میں سکونت پذیر ہوئے۔ دیکھو نمبر ۲ توا ۳۶/۲۰ و نمبر ۲ سلا ۲۴/۱۴ و ۱۶ وغیرہ یرمیاہ کے ۲۴/۱۵ و ۲۵/۹ و ۱۲ و ۲۶/۶ و ۷ و ۲۹/۱۰ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ خواہ بطور پیشگوئی کے ہی ہو۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ یہودی قبل مسیح کئی صدیاں متفرق ممالک میں پراگندہ ہو گئے ہوئے تھے۔ اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ متفرق ممالک میں افغانستان و کشمیر اور ہندوستان بھی شامل ہے۔

آستر ۱/۱ میں ہے «اخسویرس بادشاہ قصر سوسن میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور یہ وہ اخسویرس ہے۔ جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا۔ ایکصد ستائیس صوبا اس کے عمل میں تھے» اب ہم دیکھتے ہیں کہ اخسویرس بادشاہ کی ایسی بڑی سلطنت میں جو ہندوستان سے لیکر کوش تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہودی ہر جگہ آباد تھے۔ یعنی کوش ایران۔ افغانستان کشمیر ہندوستان وغیرہ میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد ہو چکے ہوئے تھے۔ جس کا آستر کی کتاب میں مفصل ذکر ہے۔ چنانچہ آستر ۳/۶ میں ہے «لیکن فقط مردکی پر ہاتھ ڈالنا اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوا۔ کیونکہ انھوں نے اس سے مردکی کی قوم کا بیان کیا تھا۔ سو ہامان نے چاہا کہ مردکی کی امت یعنی سب یہودی لوگوں کو جو اخسویرس کی تمام سلطنت میں رہتے تھے ہلاک کرے» آستر ۳/۶ یہاں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ کہ یہودی لوگ اخسویرس کی تمام بڑی سلطنت میں جو کوش سے لیکر ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی اور ایک صد ستائیس صوبہ جات میں منقسم تھے» آستر ۱/۱ آباد تھے۔

پھر دوسرے مقام یعنی اسی باب کی آیت نمبر ۸ میں یوں ہے:-

«تب ہامان نے اخسویرس بادشاہ سے عرض کی کہ حضور کی مملکت کے سب صوبوں میں ایک قوم سب قوموں کے درمیان پراگندہ ہے۔ جو پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسکی شریعتیں سب قوموں کی شریعتوں سے متفرق ہیں۔ وہ بادشاہ کی شریعتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں»۔

اس مقام سے بھی یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اخسویرس کی سلطنت کے ہر ایک صوبہ میں بلکہ اسکی سلطنت میں ہر کہیں بنی اسرائیل آباد تھے۔

پھر علاوہ ازیں ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے "سو اسی وقت تیسرے مہینے یعنی سیوان مہینے کی تئیسویں تاریخ بادشاہ کے منشی طلب کئے گئے۔ اور مردکی کے سارے کہے کے موافق یہودیوں اور نوابوں اور عاملوں اور صوبوں کے سرداروں کو جو ہندوستان سے لیکر کوش تک ایک سو ستائیس صوبے تھے ہر ایک صوبے کو وہاں ان کے خط اور ہر قوم کو ان کی لغت میں سب باتیں لکھی گئیں۔ آستر ۸/۹

محولہ بالا مقامات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مسیح سے کئی صدیاں پیشتر اخسویرس بادشاہ کے عہد حکومت میں ہی یہودی لوگ ہند۔ افغانستان۔ کشمیر۔ ایران وغیرہ ممالک میں سکونت پذیر تھے۔

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کی ایک ناطق شہادت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب یہ لوگ یعنی بنی اسرائیل اپنے اصلی وطن سے نکال دیئے گئے۔ اور جب وہ افغانستان وغیرہ میں آکر آباد ہوئے تو انھوں نے اپنے ان نئے شہروں کے نام بھی جو افغانستان میں بنلئے اپنے سابقہ شہروں کے نام پر ہی رکھدیئے۔ چنانچہ شہر کابل جو اس وقت افغانستان کا دارالخلافہ ہے۔ درحقیقت افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ اسی نام کا شہر بنی اسرائیل کے اپنے پہلے اصلی ملک میں بھی تھا۔ دیکھو سلاطین ۱ ۹/۱۳ کابول اور یشوع ۱۹/۲۷ کبول وغیرہ

کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے پر علاوہ ان کے اوضاع و اطوار کے علم اللسان کے متعلق یہ ایک دلیل ہمارے نزدیک مسلمات سے ہے۔ گلگت کا علاقہ کشمیر سے بہت سا الحاق رکھتا ہے۔ آج سے قریباً اڑھائی ہزار سال قبل موجودہ حالت سے بھی زیادہ ویران تھا۔ گلگت کشمیر میں آنے والے بنی اسرائیل کے اصل لفظ "گوشتا" سے

(بقیہ صفحہ)

ل سیو اجنٹ ترجمہ دستر کا ترجمہ) جو قبل مسیح سنہ ۳۱۸۱ء مصر میں ہوا بقول مسیحی مورخین اکثر

بوجہ کثرت استعمال گلگت بن گیا۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ لفظ گولگتھا کے معنے ہیں۔ ٹیلا جب برگ و گیاہ۔ پس لفظ گلگت کی مشابہت صوری و معنوی گولگتھا سے صاف ثابت ہے اور یہ ایک بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ علاوہ ازیں لفظ کشمیر کوہ سلیمان وغیرہ بھی اس امر پر شاہد ہیں۔ یعنی کشمیر کہ در اصل کاشیر ہے اور کوہ سلیمان خود فلسطین میں موجود ہے۔ اب جبکہ آسٹر کی کتاب کے مذکورہ مقامات کی رو سے ثابت ہوگیا کہ کشمیر افغانستان میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد تھے۔ تو اب یہ ثابت کرنا باقی ہے۔ کہ بائبل کی رو سے ضروری تھا کہ مسیح صلیب سے محفوظ رہکر ان کے پاس جاتے اور ان کو تبلیغ فرماتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امر کی دلیل ہے۔ کہ قبل مسیح چند صدیاں یونانی زبان عام طور پر رومی مقبوضات میں بولی جاتی تھی۔ اور خصوصاً یہودیوں میں اور اگر یہ بات صحیح تسلیم کیجائے تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ عہد عتیق مسیح سے ۲۰۰ سال قبل یونانی میں ترجمہ ہوچکا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں لفظ گولگتھا جو بوجہ کثرت استعمال گلگت رہ گیا کشمیر میں آنے والے اسرائیلیوں کی طرف اور بھی مضبوطی سے منسوب کیا جائیگا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ اہل کشمیر پہلے بدھ کے پیرو تھے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قبل مسیح اہل کشمیر کی نسبت کسی معتبر مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ کشمیری گوتم منی بدھ جی کے پیرو تھے۔ ہاں مسیح کے بعد بعض کوتہ مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کشمیری بدھ مذہب کے پیروکار تھے۔ اور یہ غلطی ایسے مورخین نے صرف اس واسطے کی کہ بدھ کی تعلیم اور مسیح کی تعلیم آپس میں بکلی مطابقت رکھتی ہے۔ اور مسیح کی تعلیم جو مسیح اپنے ساتھ کشمیر میں لائے بیشک کشمیریوں کے ہاں مروج اور قابل عمل ہوگئی تھی۔"

لہ دیکھو متی ۲۶/۲۷

مسیحؑ کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔

پس واضح ہو۔ کہ مسیح ناصری جب دنیا میں آئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ ”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا“ دیکھو متی ۱۵/۲۴ اس ایک ورس میں مسیحؑ نے دو دعوے کیے۔

ا۔ یہ کہ میں رسول ہوں جس پر فقط بھیجا گیا شاہد مطلق ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۰/۱۶ و ۹/۱۴ و ۳/۱۷ وغیرہ

ب۔ یہ کہ میں صرف اسرائیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں یعنی میری رسالت صرف اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام جو کھوئی گئی ہیں۔

اب اگر یہ کہا جاوے کہ مسیحؑ صرف ملک شام میں اپنی بعثت کے زمانہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ اور ازاں بعد مصلوب ہو کر مرفوع الی السماء ہوا۔ اور دنیا سے قطع تعلق کر گیا۔ تو لامحالہ یہ امر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ بنی اسرائیل قومیں جو بقول آستر اور بروئے دلائل محولہ بالا کشمیر افغانستان میں آباد تھیں مسیح ان کھوئے ہوؤں کو تبلیغ نہ کر سکا۔ حالانکہ یہی آپ کا فرض منصبی تھا۔ اور دویم یہ کہ یسعیاہ ۸/۴۹ و ۶/۴۹ وغیرہ اور دیگر کتب مقدسہ عہد عتیق کی رو سے جو الٰہی وعدے تمام نبی اسرائیل سے دربارہ مسیح موعود ناصری تھے خدا نے خود پورے نہ کیئے۔ کیونکہ مسیح بوجہ مصلوب ہو جانے کے ان کے پاس نہیں جا سکے

مسیح کے کشمیر میں آنیکا ثبوت

لیکن ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ مسیح بموجب اپنے دعویٰ کے اور بمطابق پیشگوئیاں سابقہ کے ضرور بنی اسرائیل کے ان فرقہ جات کی طرف جو کشمیر وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت پذیر تھے گئے اور انہیں تبلیغ کی۔ اور خدا نے اپنے وعدے سچے کر دکھلائے۔

پہلا ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا ”اچھا چرواہا میں ہوں۔ جس طرح باپ مجھے چاہتا ہے اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو چاہتا ہوں۔ اور میری بھیڑیں مجھے چاہتی ہیں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے اور وہ میری آواز

سُنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا یوحنا ۱۰/۱۴ و ۱۶

ناظرین غور کریں کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جاوے کہ فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے کہا تھا۔ "میں اچھا چرواہا ہوں۔ اچھا چرواہا اپنی بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہے یوحنا ۱۰/۱۱ تو پھر کیا فلسطین ہی کے یہودی مسیح کی بھیڑیں ہو سکتے ہیں اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر درس محولہ بالا کہ میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے اور وہ میری آواز سُنیں گی کیا معنی رکھتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اس جگہ فلسطین کی بھیڑوں کے سوائے مسیح اپنی اور بھیڑیں بھی بتلاتا ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے

ا۔ کہ میری جو (ان بھیڑوں کے سوائے) اور بھیڑیں ہیں میں ان کو بھی ضرور لاؤنگا۔

ب۔ اور وہ بھی میری آواز سُنیں گی۔

پس اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر وہ کونسی مسیح کی بھیڑیں تھیں۔ جن کا لانا ایسا ضروری تھا۔ سو اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بھیڑیں (در اصل افغان و کشمیری جو بنی اسرائیل ہیں) تھیں جن کی تبلیغ کے لئے خدا نے صلیبی موت سے اسے محفوظ رکھا۔

دوسرا ثبوت۔ ایک اور بات جس کی رو سے مسیح کا صلیب پر زندہ رہنا اور کشمیر میں تشریف لانا ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا تھا۔ کہ "اس زمانہ کے لوگوں کو یونس نبی کے نشان کے سوائے اور کوئی نشان دکھایا نہ جائیگا یعنی جس طرح یونسؑ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا اسیطرح ابن آدم تین رات دن قبر میں رہے گا متی ۱۲/۴۰ وغیرہ۔ اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یونسؑ نبی مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا زندہ رہا تھا۔ اور صرف اسی بات میں مسیح یونس کا مثیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

عیسائی اس کے جواب میں زبردستی سے یہ کہتے ہیں۔ کہ "یونس کے معجزہ سے مماثلت مسیح کے معجزہ کی صرف یہ تھی۔ کہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں یونس کا رہنا اور تین رات دن قبر کے پیٹ میں مسیح کا رہنا۔ اور بس"

لیکن افسوس ہے۔ کہ مسیحی نہیں سوچتے۔ کہ اگر یہ حالت صحیح تسلیم کر لی جاوے تو بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ مسیح تین رات اور تین دن قبر میں نہیں رہے ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جمعرات کی شام کو مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھائی۔ اور اسی دن جناب پکڑے گئے۔ جمعہ کے دن صلیب پر چڑھائے گئے۔ جمعہ کی شام کو یوسف ارمتیا کے رہنے والے نے دفن کیا۔ اور پھر سبت کے بعد ہفتے کے پہلے دن جی اُٹھے۔ تو اب جمعہ کی رات سبت کا دن اور رات غرض دو رات اور ایک دن قبر میں مسیح رہا۔ پھر یونس کے تین دن اور تین رات سے اس زمانہ کو کیا نسبت ہے پس ثابت ہوا کہ مشابہت صرف زندہ رہنے کی حالت میں ہے ؛

تیسرا ثبوت۔ پھر علاوہ ازیں مسیح بہت تھوڑی دیر صلیب پر رہے۔ یہ معمولی عرصہ جان لینے کے لئے کافی نہ تھا۔ چنانچہ چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ مرے نہ تھے بلکہ بے ہوش تک نہ ہوئے تھے مگر مسیح ایسے جرائم پیشہ اشخاص کی نسبت نہایت نازک اور لطیف جسم رکھتا تھا اس لئے وہ بے ہوش ہو گیا اور غشی کی حالت اس پر طاری ہوئی جس کو شاگردوں نے لفظ موت سے تعبیر کیا ؛

چوتھا ثبوت۔ ماسوائے اسکے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ بموجب توریت کی کتاب استثنا ۲۱/۲۳ کے "وہ جو مصلوب ہووے ملعون ہے" پس مسیح سا ذی شان راستباز نبی ہرگز صلیب پر جان دیکر لعنتی نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کا خود محافظ و نگران ہوتا ہے کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ صلیب پر مسیح کو فوت کرتا۔ خدا نے اس کو موت سے بچالیا۔ تاکہ وہ استثنا کے مذکورہ فتویٰ کے نیچے آکر مورد ملامت نہ ہو بلکہ اللہ نے اسکو صلیب پر زندہ رکھا۔ اور وہ اس فتویٰ سے محفوظ رہا لیکن اس کے خبیث دشمن یہود ضرور ناکام اور شرمندہ ہوئے ؛

زبور نمبر ۲۲ پر غور

اب اس کے بعد زبور ۲۲ کی نسبت غور کرتے ہیں۔ کہ اس سے کیا ثابت ہو سکتا ہے۔

اس زبور کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ہم بقول مصنف ٹریکٹ مذکور یہ امر

تسلیم کریں۔ کہ واقعی یہ زبور مسیح کے حق میں ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس زبور میں صاف پیشگوئی کے طور پر لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر نہیں مریگا۔ بلکہ بچ جائیگا۔ چنانچہ زبور نویس بقول ڈریکٹ مذکور کے اوّل مسیح کے دکھ درد تحریر کرنے سے پہلے ہی تمہیداً بیان کرتا ہے۔ کہ ”مگر تو (خدا) قدوس ہے۔ تو اسرائیل کی حمد میں سکونت کرنیوالا ہے۔ ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکّل کیا۔ انہوں نے توکل کیا اور تو نے انہیں چھڑایا۔ انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور شرمندہ نہ ہوئے“ آیت ۳ تا ۶۔

یہ تمہیدی آیات کیا معنی رکھتی ہیں زبور نویس اس سے آگے مسیح کے دکھوں کا آیت ۷ سے لیکر ۱۸ تک صاف طور پر نقشہ کھینچتا ہے۔ لیکن پہلے اس دردناک واقعہ کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے اور بتلاتا ہے۔ کہ ضرور ہے اس دردناک واقعہ کا نتیجہ بھی وہی ہو یعنی جس طرح سے انجام کار وہ رہائی پاتے۔ ضرور ہے اسی طرح وہ شخصیت بھی جس کا آگے ذکر آئیگا۔ اس جانکاہ واقعہ کے بعد بچ جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا منقولہ آیات سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

لیکن جب ہم آیت ۱۸ سے آگے یہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ ”تو نے میری سنکر مجھے بچایا ہے“ آیت ۲۰ تو صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اُترا ورنہ کوئی مسیحی بتلاوے کہ اگر وہ صلیب پر مر گیا تو پھر ابتدائی آیات کہ ”خدا پر توکل کرنے والے ہمارے آباؤ اجداد ہمیشہ ایسے دردناک واقعات سے محفوظ رہے ہیں اور آیت ۲۰ میں یہ کہنا کہ تیری سن کر تو نے مجھے بچایا ہے“ کیا معنی رکھتا ہے ہم پھر مکرر کہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح صلیب پر مر گیا تو بتاؤ ان آیات کے کیا معنے ہیں زبور نویس نے کیوں ان آیات کو لکھا۔ نہیں تو ”سن کر بچانے“ اور ”متوکلین کو چھڑایا“ کے اور کوئی دوسرے معانی و مطالب بیان کرو +

اس زبور سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے ناظرین کو چاہیئے۔ کہ اس سارے زبور کو اوّل سے آخر تک پڑھیں۔ آیت ایک سے لغایت آیت ۲۱ تک تو صاف یہی لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب سے بچ جائیگا اور اپنے مخالفین پر فتحمند ہوگا۔ لیکن آیت ۲۲ سے ایک اور نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ۔ جس طرح انسانی فطرت میں یہ ایک مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ جب کسی کی مدد و امداد سے کوئی انسان کامیاب ہوتا ہے تو اپنے محسن

معاون کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح زبور نویس خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے کیوں اسلئے۔ کہ "اس نے (خدانے) ورد مند کے درد کی تحقیر نہ کی" لیکن اگر مسیح کو صلیب پر مرنا ہوتا تو استثنا $\frac{21}{23}$ کی رو سے درد مند کے درد کی تحقیر اور نہ صرف تحقیر بلکہ سخت "تحقیر" ہوتی)

آیت ۲۲ میں زبور کہتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد "میں اپنے بھائیوں میں تیرا نام بیان کرونگا اور مجمع میں تیرا ثناخواں ہونگا"

یہ پیشگوئی ملک فلسطین میں ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسیح جو "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا تھا متی $\frac{15}{24}$ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو تبلیغ نہیں کر سکا ہاں کشمیر اور افغانستان میں آکر مسیح نے اس پیشگوئی کو ضرور پورا کیا ہے اور بے شک افغانستان اور کشمیر کے اسرائیل لوگوں کے "مجمع میں ثناخواں ہوا" اور ان کے "درمیان خدا کا نام بیان کیا ہے" ورنہ مسیحی لوگ ثابت کریں۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو مسیح نے کب تبلیغ فرمائی تھی۔

پس ظاہر ہے۔ کہ مطابق یسعیاہ ۵۳ مسیح جیسے "درد مند" کی "خدانے تحقیر نہ کی اور نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ بلکہ جب اس نے اس کو پکارا تو اس نے جواب دیا" آیات ۲۴ و ۲۵ مسیح صلیب سے بچ گئے :

ہمارے اس دعویٰ کی تائید میں عہد جدید کا ایک اور مقام بھی ہے عبرانیوں کا خط ہے اس میں لکھا ہے۔ "اس نے (مسیح) اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے (خدا سے) دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی (مسیح کی) سنی گئی" دیکھئے زبور $\frac{22}{21}$ کے مطابق وہ صلیب سے بچ گیا :

اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بموجب یوحنا $\frac{11}{42}$ کے مسیح کا اپنی نسبت مستجاب الدعوت ہونے کا دعویٰ ہے وہ کہتا ہے کہ "اے باپ مجھے معلوم ہے کہ تو ہمیشہ میری دعائیں قبول کیا کرتا ہے" پس مسیح والی دعا کہ "یہ پیالہ ٹل جاوے" قبول ہوئی

اور بموجب عبرانی ۵؍۷ کے اس کی دعا سُنی گئی۔

اس زبور میں احمدی جماعت کا ذکر

مذکورہ بالا امور کے سوا ایک اور امر بھی اس زبور سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ۔ اس زبور کی آخری آیات یعنی آیت ۲۶ سے آخر تک کی آیات میں ایک آئندہ آنے والی نسل کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کا کام بھی بتایا گیا ہے چنانچہ آیت ۳۰ میں ہے "ایک نسل ہوگی جو اس کی بندگی کریگی۔ وہ خداوند کی پشت گنی جائیگی وہ آئینگے اور ان لوگوں پر جو پیدا ہونگے یہ کہکے اس کی صداقت ظاہر کرینگے۔ کہ اس نے ایسا کیا۔"

اب سوال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ آنے والی خداوند کی نسل "یا" پشت کیا کہیگی۔ کہ خدا نے ایسا کیا۔ سو ظاہر ہے۔ کہ زبور تو پہلے موعود درد مند کا نقشہ کھینچتا ہے اور پھر بتلاتا ہے کہ کس طرح خدا اس کو دُکھ درد و تحقیر و تذلیل سے نجات و مخلصی عطا فرمائیگا۔ ایسا کہ وہ ایک خارق عادت کے طور پر بچ جائیگا۔ اور چونکہ اس کا یہ بچنا بطور ایک معجزہ یا ایک بڑی الٰہی قدرت کے ہوگا۔ لہذا وہ الٰہی پشت یا نسل اس معجزہ یا عجوبۂ قدرت کا اظہار کرنے والی ہوگی اور خدا کی حکمت و قدرت کو یہ واقعہ بیان کرکے ظاہر کریگی اب پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ نسل کون ہے۔ مسیحی لوگ تو اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ "مسیح صلیب پر مرگیا" مسیح کے ماننے والی جماعتوں میں سے صرف ایک احمدی جماعت ہی ہے جو یہ یقین اور اعتقاد رکھتی ہے کہ خدا نے مسیح کو صلیب کی موت سے محفوظ رکھا اور وہ صلیب پر سے زندہ اُتر کر ملک کشمیر میں آئے اور افغانستان اور کشمیر کے اہل اسرائیل کی "بڑی جماعت میں" مسیح سے خدا کی ستائش ہوئی" پس ظاہر ہو گیا کہ اس زبور میں بطور پیشگوئی "احمدی جماعت" کا ذکر بھی موجود ہے۔

بائبل میں مسیح کی موت بر صلیب کی پیشگوئیاں تھیں۔

ٹریکٹ مذکور کے مصنف صاحب زبور ۲۲ والی پیشگوئی نقل کرنے کے بعد ایک اور دعویٰ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ "جب سابقہ انبیاء کی کتب میں پیشگوئیاں مسیح کی موت کے حق میں تھیں تو بموجب ان کے ظہور میں آیا چنانچہ مسیح صلیب

پر مر گیا جس کی تائید عہد جدید کی مختلف کتب کے مختلف مقامات سے ہوتی ہے۔"

اب ذیل میں دعویٰ کا جواب کہ "از روئے عہد جدید مسیح صلیب پر مر گیا" دیا جاتا ہے:۔

یہ امر ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتب میں جس جگہ و مقام پر مسیح کے دکھوں کا ذکر آتا ہے وہاں اس قسم کے الفاظ کہ مسیح کی اذیتیں۔ دکھ درد اٹھانا۔ اذیتوں سے کامل کیا جانا۔ دکھ درد اٹھا کر جلال میں شامل ہونا" وغیرہ ہی ہیں۔ اناجیل میں سے انجیل متی ۲۷ باب ۵۰ میں اس واقعہ کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے "اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی" مرقس ۱۵ باب ۳۷ میں یوں ہے "تب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا" لوقا ۲۳ باب ۴۶ میں ہے "یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا" اور یوحنا ۱۹ باب ۳۰ میں ہے "اور سر جھکا کے جان دی"

ہر چہار اناجیل کے بیانات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بخیال اناجیل کے مصنفین کے جان دینے سے پہلے بلکہ آخری لمحہ میں بھی مسیح کے ہوش و حواس قائم تھے اور وہ باتیں کرتا رہا بلکہ چلاتا رہا۔ عجیب معاملہ ہے۔ کہ جمعرات کی شام سے لیکر جمعہ کی شام تک باوجودیکہ مسیح کو سخت تر بدنی تکالیف پہنچائی گئی تھیں لیکن تو بھی وہ مرنے سے ایک لمحہ بھر پہلے بھی باہوش و حواس تھا بلکہ اور زور سے چیختا چلاتا تھا پس اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ مرا نہ تھا۔ بلکہ صرف بے ہوش یا خاموش ہو گیا تھا۔ جس کو لوگوں نے اور خود شاگردوں نے مرجانا سمجھا۔

بائیبل میں مرنے سے کیا مراد ہے

ہر ایک زبان خصوصاً بائیبل کی ہر دو مسلمہ لغات میں یہ محاورہ موجود ہے۔ کہ نہایت تکلیف اور دکھ اٹھانے کو مرنا یا موت سے نہ صرف مشابہت و مماثلت ہی دی جاتی ہے بلکہ صاف طور پر اسے "مرنا" خیال کیا جاتا ہے اور بائیبل کے مجموعہ میں بکثرت یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔

سب سے پہلے ہم رسول پولوس کے کلام کو شاہد لاتے ہیں۔ چنانچہ رسول موصوف اپنے

خط بنام اہل کرنتھس ع ۱۵ کے ۳۱ میں فرماتے ہیں "مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند یسوع مسیح سے ہے قسم ہے کہ میں ہر روز مرتا ہوں"

اب سوال ہے کہ اگر اناجیل نویسوں کے اس کلام سے کہ "مسیح نے صلیب پر دم دیدیا" یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ تو پولوس رسول کے کلام کے کیا معنی ہیں ... ... جس طرح پولوس رسول فوت ہوا کرتے تھے اسی طرح مسیح کی موت سمجھنا چاہیئے۔ پھر علاوہ ازیں اسی خط کے ۴/۹ میں ہے "کیونکہ میری دانست میں خدا نے ہم سب رسولوں کو پچھلے کر کے قتل ہونے والوں کی طرح ظاہر کیا" پھر خط بنام اہل کرنتھس ع ۲ کے ۴/۱۰ میں ہے "ہم خداوند یسوع مسیح کی موت کو اپنے بدن میں ہمیشہ لئے پھرتے ہیں" پھر کرنتھیوں ع ۲ کے ۱۱/۲۳ میں ہے۔ کیا وہ مسیح کے خادم ہیں میں نادانی سے کہتا ہوں۔ زیادہ تر ہوں محنتوں میں زیادہ کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ قیدیوں میں بیشتر۔ موتوں میں اکثر میں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار چھڑیوں سے مار کھائی۔ ایک دفعہ پتھراؤ کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز کے ٹوٹ جانے کی بلا میں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا میں سفروں میں بہت دریاؤں کے خطروں میں چوروں کے خطروں میں اپنی قوم والوں سے خطروں میں غیر قوم والوں سے خطروں میں شہر کے بیچ خطروں میں جھوٹے بھائیوں کے بیچ خطروں میں رہا تھا۔ محنت اور مشقت میں بارہا بیداریوں میں بھوک اور پیاس میں فاقوں میں اکثر سردی اور ننگے رہنے کی حالت میں رہا ہوں دیکھو خط مذکور ۱۱/۲۳ تا آخر

ہم بڑے زور سے مسیحی احباب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر بخیال شما بقول اناجیل نویساں بموجب ایسی آیات جن کے یہ الفاظ ہیں کہ "مسیح نے صلیب پر جان دی" وغیرہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح واقعی فوت ہو گئے تو پولوس رسول کا "موتوں میں اکثر" شامل ہونا کیا معنی رکھتا ہے صاف ظاہر ہے۔ کہ بقول پولوس رسول بھی نہایت مصائب و آلام اٹھانا موت ہی ہے اور یہی ہم کہتے ہیں۔ کہ چونکہ مسیح کو بوقت صلیب بلکہ بوقت گرفتاری ہی سے یہود نے سخت سے سخت تکالیف دینی شروع کی تھیں اور مسیح

سخت مصیبت میں تھے لہذا صلیب پر جب آپ بوجہ تکالیف وغیرہ بے ہوش ہو گئے تو اس حالت کو موت سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا پولوس رسول نے بتا دیا ؛

پھر علاوہ ازیں عہد عتیق کے کئی ایک مقامات میں بھی یہی محاورہ مستعمل ہے چنانچہ زبور ۴۴-۲۲ میں داؤد کہتا ہے کہ "تیرے لئے ہی ہم (خدا کے لئے) سارے دن مارے جاتے ہیں اور ذبح کی بھیڑوں کی مانند گنے جاتے ہیں" غرضیکہ کہاں تک تحریر کیا جاوے پس عہد عتیق اور عہد جدید کے محاورات صاف بتلا رہے ہیں کہ سخت تکلیف و غم و حزن سے بیہوش ہو جانے وغیرہ کی حالت کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ موت کہا جاتا ہے اور وہ موت ہی ہی فقط

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نابغہ (شاعر کا نام ہے) نے خنساءؓ (شاعرہ کا نام ہے) سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کہا کہ کوئی شعر سناؤ۔ خنساءؓ نے کچھ شعر سنائے نابغہ نے کہا میں نے کوئی عورت تم سے بڑھ کر شاعر نہیں دیکھی۔ خنساء نے کہا "اور نہ کوئی مرد" حسان بول اٹھے میں اس سے بڑھ کر شاعر ہوں کیونکہ میں نے یہ شعر کہے ہیں :-

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحیٰ ۔۔۔ و اسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

ولدنا بنی العنقاء و ابنی محرق ۔۔۔ فاکرم بنا خالا و اکرم بنا ابنا

خنساءؓ نے کہا تو نے اپنے فخر کو بہت کمزور کر دیا ہے آٹھ غلطیاں کی ہیں۔ حسانؓ نے کہا کیسے۔ اس نے کہا تو نے لنا الجفنات کہا ہے جفنات جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم کے لئے بولی جاتی ہے اسواسطے تو نے برتنوں کے عدد کو کم بیان کیا ہے اور اگر جفان کہتا تو اکثر ہوتے اور (۲) تُو نے (غر) کہا ہے اور غرۃ پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اگر تو بیض کہتا تو وسعت میں زیادہ ہوتا اور (۳) تُو نے یلمعن کہا ہے اور لمع اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے بعد آتی ہے اور اگر تو (۴) یشرقن کہتا تو خوب ہوتا کیونکہ اشراق یا مداد ہے لمعان یعنی چمک سے اور تُو نے ضحیٰ کہا ہے (یعنی چاشت کا وقت) حالانکہ مہمان اکثر رات کو آتے ہیں اگر بلیل کہتا تو بہتر تھا اور تُو نے اسیافنا کہا ہے (۵) اسیاف بھی جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم پر بولی جاتی ہے اور اگر سیوف کہتا تو اکثر مراد ہوتیں۔ اور تُو نے (۶) یقطرن (قطرے بہاتی ہیں) کہا ہے تو یہ قلت قتل پر دال ہے اور اگر تُو یجرین (یعنی جاری ہے) کہتا۔ تو یہ کثرت خون پر دلالت کرتا (۷) تُو نے دم کہا ہے حالانکہ دماء (جمع) بڑھکر ہے دم سے اور تُو نے فخر کیا ہے (۸) اپنی اولاد کے ساتھ اور اپنے والدین کے ساتھ فخر نہیں کیا۔ حسانؓ نے سر تسلیم خم کیا ؛ (دیوان خنساء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴)

Digitized by Khilafat Library

کیا معراج رُوحانی تھا یا جسمانی

بعض لوگ قلتِ تدبّر و سوءِ فہم کی وجہ سے احمدی جماعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب جسم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے منکر ہیں حالانکہ ائمہ و علمائے سلف اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اسی خاکی جسم کے ساتھ ہوا تھا:

سو ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے اس عقیدے میں متفرد نہیں بلکہ پہلے بعض علماء اور ائمہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ ملاحظہ ہو لباب الخیار فی سیرۃ المختار صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵ " فالجمهور علیٰ انه کان بهما معا وذهب بعضهم الیٰ انه کان بالروح فقط ومنهم عائشة والحسن ومعاویة وغیرهم "

جمہور کا تو یہی خیال ہے کہ معراج روح و جسم کے ساتھ تھا اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ معراج صرف روح کے ساتھ تھا اور انہی میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا و حسنؓ و معاویہ وغیرہ ہیں:

اب ہم ذیل میں ان احادیث کو مختصراً تحریر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ نہیں تھا اور جن بعض احادیث کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ معراج جسد کے ساتھ ہوا تھا ان میں بھی اگر غور و تدبّر کیا جائے تو صاف کُھل جاتا ہے کہ معراج اس جسد کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اُسی جسد کے ساتھ ہوا جو رؤیا وغیرہ میں انسان کو ملتا ہے جیسا کہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس کے ماتحت مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ رؤیا معراج تھی۔

بہرحال جو احادیث میں معراج کے واقعات مسطور ہیں ثابت کرتے ہیں کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا چنانچہ ہم چند کتب کے حوالہ جات تواریخ و تفاسیر و احادیث سے پیش کرتے ہیں

تاریخ طبری ملاحظہ ہو طبری جلد ۳

پہلی حدیث " اخبرنی عمر ابن عروة ابن الزبیر قال سمعت عن عروة ابن الزبیر یحدث عن ابی ذر الغفاری قال قلت یا رسول اللہ کیف علمت انك نبی اول ما علمت حتیٰ علمت ذلك واستیقنت قال یا اباذر اتانی ملکان

وانا ببعض بطحاء مكة فوقع احدهما فى الارض والآخر بين السماء والارض فقال احدهما لصاحبه اهو هو قال هو هو قال فزنه برجل فرجحته ......
...... ثم قال احدهما لصاحبه شق بطنه فشق بطنى ثم قال احدهما اخرج قلبه او قال شق قلبه فشق قلبى فاخرج منه مغمز الشيطان و علق الدم فطرحها ثم قال احدهما للآخر اغسل بطنه غسل الاناء واغسل قلبه غسل الاناء او اغسل قلبه غسل الملاءة ثم دعا بالسكينة كانها وجه هرة بيضاء فادخلت قلبى ثم قال احدهما لصاحبه خط بطنه فخاط بطنى"

ترجمہ ابی ذر غفاری نے رسول کریمؐ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آپ نے کس طرح یقین کیا کہ آپ نبی ہیں فرمایا کہ یا ابا ذر میں بطحاء مکّہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ایک فرشتہ زمین پر آگیا اور ایک زمین اور آسمان کے درمیان میں رہا ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کیا یہ وہی ہے اس نے کہا کہ ہاں وہی ہے تو اس نے کہا تو اس کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کر تو مجھے وزن کیا گیا تو میں اسپر ترجیح لے گیا پھر کہا کہ اس کو وزن کر دس کے ساتھ پھر کہا سو آدمی کے ساتھ پھر کہا ہزار کے ساتھ تو مجھے ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں ان پر ترجیح لے گیا۔ پس وہ میزان کے پلڑے کو مجھ پر پھیلانے لگے۔ پھر رسول کریمؐ نے فرمایا پھر ایک نے ان سے دوسرے کو کہا کہ اگر تو اس کو اس کی اُمّت کے ساتھ وزن کرتا تو یہ اُمّت پر ترجیح لیجاتا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو پھاڑ پس میرا پیٹ پھاڑا گیا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے دل کو نکال یا پھاڑ تو میرا دل پھاڑا گیا تو اس میں سے شیطان کا مطعن یعنی چوب مارنیکی جگہ اور ایک خون کا ٹکڑا نکالا پس پھر اس کو پھینک دیا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ اس کے پیٹ اور دل کو برتن کے دھونے کی طرح دھو پھر سکینۃ کو ایسی حالت میں کہ اس کی شکل سفید بلّی کے مُنہ کی تھی لایا گیا پھر اس کو میرے دل میں داخل کیا گیا پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو سی دے پس اس نے میرا پیٹ سی دیا پھر اس کے آگے رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ اسطرح تھا فکانما اعاین الامر معاینۃ گویا کہ میں ظاہراً آنکھوں سے دیکھ رہا تھا پس یہ واقعہ اس جسد کے ساتھ تو انسان

دیکھ نہیں سکتا کیونکہ ایک طرف تو پیٹ اور دل پھاڑا بھی جائے اور پھر انسان باتیں بھی سنتا رہے اگر ہو سکتا ہے تو یہ کشف یا رؤیا میں ہی ہو سکتا ہے ؛

دوسری حدیث عن انس ابن مالک قال لما کان حین نبی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان ینام حول الکعبة وکانت قریش تنام حولها۔

فاتاہ ملکان جبرئیل ومیکائیل فقالا بایهم اُمرنا فقالا اُمرنا بسیدهم ثم ذهبا ثم جاءا من القبلة وهم ثلاثة فالفوه وهو نائم فقلبوه بظهره وشقوا بطنه ثم جاؤا بماء من ماء زمزم فغسلوا ما کان فی بطنه من شک او شرك او جاهلیة او ضلالة الخ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا جامہ پہنایا گیا تو ان ایام میں آپ اور قریش کعبہ کے ارد گرد سوتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے جبرائیل ومیکائیل آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مامور بہ وہ ہے جو ان سب کا سردار ہے پھر وہ دونو چلے گئے اور قبلہ کی طرف سے تین ہو کر آئے تو انہوں نے نبی کریمؐ کو سوئے ہوئے پایا پس انہوں نے آپ کو پیٹھ کے بل پلٹا اور آپ کے پیٹ کو پھاڑا اور دھو کر اس میں سے شک اور شرک اور جاہلیۃ یا ضلالت کو نکالا پھر ایک سونے کا تھال جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا لائے اور آپ کے پیٹ کو ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا پھر وہ آپ کو سماء دنیا کی طرف لے گئے ؛

پس مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ ہوا ہے یعنی پیٹ کا پھاڑنا اور معراج ہونا اور ایمان وحکمت کا پیٹ میں داخل کرنا نیند کی حالت میں ہوا اور اس کا ظاہر پر محمول کرنا بھی بعید از عقل ہے کیونکہ شرک وشک وضلالت وغیرہ کا کوئی وجود نہیں کہ اس کو نکال کر پھینکا جائے اور اس کی جگہ ایمان وحکمت ایک تھال میں لا کر آپ کے پیٹ میں ڈالا جائے کیونکہ ایمان وحکمت کوئی ایسی چیز ہی نہیں کہ کسی برتن میں ڈالی جائے ؛

سیرۃ ابن ہشام ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۳۹ وتفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۷

وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵

(۱) قال ابن اسحاق حدثنی بعض اٰل ابی بکر ان عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت تقول ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسریٰ بروحہ"۔ ترجمہ۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میرے پاس اٰل ابی بکر سے کسی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء صرف روح کے ساتھ ہوا اور آپ کا جسم پوشیدہ نہیں ہوا۔

(۲) قال ابن اسحاق وحدثنی یعقوب ابن عتبة ابن المغیرة ابن الاخنس ان معاویة ابن ابی سفیان انہ کان اذا سئل عن مسریٰ رسول اللہ علیہ وسلم قال کانت رؤیا من اللہ صادقة فلم ینکر ذلک من قولہ لقول الحسن ان ھٰذہ الاٰیة نزلت فی ذلک قول اللہ تبارک وتعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ ولقول اللہ تعالیٰ فی الخبر فی ابراھیم اذ قال لابنہ یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک ثم مضیٰ علیٰ ذلک فعرفت ان الوحی من اللہ یأتی الانبیاء ایقاظا ونیاما۔

ترجمہ۔ معاویہ بن ابی سفیان سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کے متعلق پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے یہ ایک خدا کی طرف سے رؤیا صادقہ تھی پس اس کو کسی نے برا نہیں منایا حسنؒ کے قول کی وجہ سے کہ اسراء کی آیت کے بارے میں ہی وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ اتری ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قول۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ میں تجھے خواب میں ذبح کرتے دیکھتا ہوں پھر اس کے مطابق کر بھی دکھلایا پس اس سے میں نے یہ جان لیا کہ انبیاء کو وحی سوتے اور جاگتے دونو طرح آتی ہے۔

بخاری ملاحظہ ہو بخاری کتاب التوحید صفحہ ۱۲۰ وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵ و در منثور جلد ۴

عن شریک ابن ابی نمر قال سمعت انسا یحدثنا عن لیلة اسریٰ برسول اللہ من مسجد الکعبة انہ جاءہ ثلاثة نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو قال اوسطھم ھو خیرھم فقال اخرھم خذوا خیرھم

فکانت تلک فلم یرھم حتی جاؤا لیلۃ اخری فیما یری ثلاثۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عیناہ ولا ینام قلبہ وکذلک تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم فلم یکلموہ .... قال یا موسیٰ قد واللہ استحییت من ربی مما اختلف الیہ قال فاھبط باسم اللہ فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام:

ترجمہ۔ انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم کا اسراء مسجد کعبہ سے اس طرح ہوا کہ آپ کے پاس تین اشخاص آئے قبل اس کے کہ آپ کو وحی ہو اس حالت میں کہ آپ مسجد الحرام میں سوئے ہوئے تھے پہلے نے ان میں سے کہا کہ ان میں سے مامور بہ کون ہے دوسرے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہے پھر آپ نے ان سے کہا ان سے جو اعلیٰ ہے اس کو پکڑ لو پس اتنا ہوا تو پھر اس رات ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ تینوں دوسری رات میں آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے پھر آسمانوں پر لے گئے پھر حضرت موسیٰؑ سے آخری دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اب میں پھر خدا تعالیٰ کے پاس جاؤں اور پانچ نمازوں سے بھی اور کم کراؤں تو پھر آپ کو اس نے کہا تو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اتر جا پس سب واقعہ دیکھ کر آپ بیدار ہو گئے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے پس یہ حدیث اس بات کی صاف دلیل ہے کہ معراج آپ کے سونے کی حالت میں ہی ہوا تھا کیونکہ آپ سارا واقعہ دیکھکر نیند سے جاگے:

مسلم ملاحظہ ہو مسلم جلد ا صفحہ ۶۰۔ عن مالک ابن صعصعۃ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا یقول احد الثلاثۃ فاتیت بطست من ذھب فیھا من ماء زمزم الخ

ترجمہ۔ مالک بن صعصعہ نے کہا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ کے پاس بیداری اور نیند کے درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک سونے کا تھال جس میں زمزم کا پانی تھا لایا گیا۔ پس اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ معراج بیداری کی حالت میں اسی موجودہ خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا:

نیشاپوری

تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان للعلامۃ نظام الدین الحسن بن محمد ابن حسین القمی النیشاپوری زیر آیت وما جعلنا الرؤیا التی الآیۃ

" واعلم ان الاکثرین من علماء الاسلام اتفقوا علیٰ انہ اسریٰ بجسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاقلون علیٰ انہ ما اسریٰ الا بروحہ حکی محمد ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن حذیفۃ انہ قال کان ذلک رؤیا وانہ مافقد جسد رسول اللہ ولکنہ عرج بروحہ وحکیٰ ھذا القول عن عائشۃ ایضاً ترجمہ۔ جان لے کہ اکثر علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اسراء جسد کے ساتھ ہوا ہے اور اقل نے کہا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوا ہے محمد ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں حذیفہ سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا کہ اسراء ایک رؤیا تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد گم نہیں ہوا تھا اور معراج روح کے ساتھ ہوا تھا اور اس قول کو عائشہ رضؓ سے بھی بیان کیا ہے ؛

پھر لکھا ہے کہ بعض عقلاء نے اس قول پر کئی وجوہ سے حجت پکڑی ہے۔

(۱) منھا ان الحرکۃ الجسمانیہ البالغۃ فی السرعۃ الیٰ ھذا الحد غیر معقولہ

ترجمہ۔ یعنی حرکت جسمانی جو اتنی سرعت کے ساتھ اتنی حد تک جتنی کہ معراج میں ہوئی تھی غیر معقول ہے ؛

(۲) منھا ان صعودہ الی السموات یوجب انخراق الافلاک۔

ترجمہ۔ یعنی رسول کریمؐ کا آسمانوں میں چڑھ جانا انخراق فلک کو لازم ہے ؛

(۳) انہ لو صح ذلک لکان من اعظم معجزاتہ فوجب ان یکون بحضرۃ من الجم الغفیر حتیٰ یستدلوا بذلک علیٰ صدقہ وما الفائدۃ فی اسرائہ لیلا علیٰ حین غفلۃ من الناس۔

ترجمہ۔ کہ اگر جسد کے ساتھ معراج ہونا صحیح ہی ہو تو یہ آپ کے معجزات سے ایک بڑا معجزہ ہے اسلئے ضروری تھا کہ بہت سارے گروہ کی موجودگی میں ہوتا یہاں تک کہ آپ کے صدق پر اس کے

ساتھ لوگ دلیل پکڑتے اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری میں اسراء سے کیا فائدہ۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ جب وہ کافر لوگ آپ سے آسمان پر جانا طلب کرتے ہیں تو آپ جواب میں بھی فرماتے ہیں کہ میں آسمان پر نہیں جا سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ا و یکون لك بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتیٰ تنزل علینا کتٰباً نقرؤه قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً کافروں کے سوال کے جواب میں تو انکار کیا جاتا ہے اور رات کے وقت جبکہ کوئی نہیں دیکھتا آسمانوں پرلے جایا جاتا ہے اگر آپ اس جسم کے ساتھ آسمانوں پر گئے تھے چاہیئے تو تھا کہ جب وہ آپ کا آسمان پر جانا طلب کرتے تو آپکو آسمان پر لیجایا جاتا ؛

(۴) ومنها قوله سبحانه وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰك الا فتنة للناس وما تلك الرؤیا الا حدیث المعراج -

ترجمہ - کہ آیت مذکورہ میں جو رؤیا کا لفظ ہے تو وہ معراج ہی کو کہا گیا ہے ؛

(۵) ومنها ان حدیث المعراج الجسمانی اشتمل علیٰ اشیاء بعیدة عن العقل کشق بطنه وتطهیره بماء زمزم ورکوب البراق وغیرها۔

ترجمہ - کہ حدیث معراج جسمانی بہت سی ایسی اشیاء پر جو کہ بعید از عقل ہیں مشتمل ہے مثلاً پیٹ کا پھاڑنا اور ماء زمزم سے صاف کرنا اور پھر براق پر سوار ہونا وغیرہ ؛

یہ چند اعتراضات ہیں جو کہ مذکورہ بالا تفسیر میں بعض عقلاء نے ان لوگوں پر جو کہ معراج کو جسم کے ساتھ مانتے ہیں کیئے ہیں ؛

تفسیر ابن جریر | ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۶ و در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ -

"ثم اتاه بفرس فحمل علیه کل خطوة منه منتهیٰ طرفه واقصیٰ بصره قال فسار وسار معه جبرئیل فاتی علیٰ قوم یزرعون فی یوم ویحصدون فی یوم کلما حصدوا عاد کما کان فقال النبی ؐ یا جبریل ما هذا قال هؤلاء المجاهدون فی سبیل الله تضاعف لهم الحسنة بسبعمائة ضعف۔

ترجمہ - پھر آپکے پاس ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ کو سوار کیا گیا اس کا ایک قدم جہاں تک نظر

جاسکتی تھی پڑا تھا پھر آپ اور جبرئیل چلے یہاں تک کہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے کہ وہ ایک دن بوتے تھے اور ایک دن میں کاٹتے تھے جب کبھی کاٹ لیتے تو پھر اسی طرح ہو جاتا نبی کریم نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے اجر سات سو گنے کرکے دیا ہے پھر اور کچھ قوموں کا بیان کرکے فرمایا:-

"ثم اتی علی قوم بین ایدیھم لحم نضیج فی قدور ولحم اٰخر نیٔ قذر خبیث فجعلوا یأکلون من النیی ویدعون النضیج الطیب فقال ما ھؤلاء یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ المرءۃ الحلال الطیب فیاتی امرأۃ خبیثۃ فیبیت عندھا حتیّٰ یصبح والمرأۃ تقوم عند زوجھا حلالا طیبا فتأتی رجلا خبیثا فتبیت معہ حتیٰ تصبح .... ثم اتی علی رجل قد جمع حزمۃ حطب عظیمۃ لا یستطیع حملھا وھو یزید علیھا فقال ما ھٰذا یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ امانات الناس لا یقدر علی ادائھا وھو یزید علیھا ویرید ان یحملھا فلا یستطیع ذٰلک"۔

ترجمہ - پھر ایک قوم کے پاس آئے ان کے آگے ہنڈیوں میں پکا ہوا گوشت پڑا ہوا تھا اور دوسرا گوشت کچا گندا خبیث تھا تو وہ پکا ہوا چھوڑ کر کچا کھانے لگے تو آپ نے جبرئیل سے فرمایا کہ یہ لوگ کون ہیں فرمایا کہ یہ آدمی تیری اُمّت سے ہے کہ اس کے پاس ایک حلال طیّب عورت ہوگی تو وہ اس کو چھوڑ کر ایک خبیث عورت کے پاس جاکر صبح تک رات گذاریگا اسی طرح عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جاکر صبح تک رات گذاریگی پھر اسکے بعد ایک آدمی کے پاس آئے کہ اس نے لکڑی کا بڑا گٹھا جمع کیا ہوا تھا اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور زیادہ چاہتا تھا آپ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کہا کہ یہ آدمی تیری اُمّت سے ہوگا اس کے پاس لوگوں کی امانات ہونگی وہ ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھیگا اور وہ ان سے بڑھکر امانتیں مانگیگا اور ان کو بڑھانے کا ارادہ کریگا - اور اس کی طاقت نہیں رکھیگا؛

پھر ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ : "ثم عضیت ھینھۃ فاذا انا

باقوام لھم مشافر کمشافر الابل قد وکل بھم من یاخذ بمشافرھم
ثم یجعل فی افواھھم صخرا من نار ثم یخرج من اسافلھم فسمعتھم
یضجون الی اللہ قلت یا جبرئیل من ھؤلاء قال ھؤلاء من امتک
الذین یأکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا
وسیصلون سعیرا۔"

ترجمہ۔ پھر میں تھوڑی دیر آگے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ اقوام تھیں ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان کے لئے ایک ایسا شخص جو ان کے ہونٹوں کو پکڑے) مقرر کیا گیا تھا ان کے مُنہ میں ایک چنگارا آگ کا ڈالا جاتا تھا جو انکے نیچے سے نکل جاتا تھا پس میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف چیخ پکار کرتے سُنا۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ لوگ تیری اُمت کے ہیں جو کہ یتامیٰ کے اموال کھاتے ہیں اور وہ نہیں کھاتے مگر آگ اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے ؛

پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ :۔ " واخرج احمد وابن مردویہ
وابو نعیم فی الدلائل والضیاء فی المختارۃ بسند صحیح عن ابن
عباس قال لیلۃ اسری برسول ؐ دخل الجنۃ فسمع فی جانبھا وجسًا
فقال جبرئیل ماھذا فقال ھذا بلال المؤذن فقال النبیؐ حین جاء
الی الناس قد افلح بلال رئیت لہ کذا وکذا۔"

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت میں داخل ہوئے تو آپ کے ایک جانب سے آواز سُنی تو جبرئیل سے فرمایا کہ یہ کون ہے تو جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ بلال ؓ مؤذن ہے پھر رسول کریم ؐ جب لوگوں میں تشریف لائے فرمایا کہ بلال ؓ کامیاب ہو گیا کیونکہ آج رات میں نے اس طرح اس طرح دیکھا ہے۔ اب ناظرین غور فرماویں کہ کیا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان اور جنت میں گئے تھے تو ساتھ ہی آپ کی اُمت اور بلال ؓ کا بھی معراج ہو گیا اور وہ بھی ساتھ ہی جنت میں داخل ہو گئے اگر یہ کشفی یا رؤیا کا معاملہ نہ ہو تو اس کا ظاہر پر محمول کرنا ممکن نہیں ؛

پھر ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۱۹

واخبرنی الزہری عن ابن المسیب انہ قیل لہ اما انک لواخذت الخمر غوت امتک قال ابوھارون فی حدیث ابی سعید ثم جیءٔ بالمعراج الذی تعرج فیہ ارواح بنی آدم ۔ ترجمہ ۔ ابوہارون نے ابی سعید کی حدیث میں کہا ہے کہ پھر اس معراج کو جو کہ بنی آدم کے ارواح کا معراج تھا لایا گیا پس یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا معراج بھی روح کے ساتھ ہوا نہ کہ اس جسد خاکی سے کیونکہ آپ کے لئے معراج ارواح کا لایا گیا نہ کہ اس جسم خاکی کا ۔

تفسیر خازن ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۳

"عن انس ابن مالک قال کان ابوذر یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فرج سقف بیتی و انا بمکۃ فنزل جبریل فذکر القصۃ بتمامھا"

ترجمہ ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی اور پھر جبرئیل اُترا ۔ اور بعض دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر ام ہانی کا تھا ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان صفحہ ۳۹۰

"اصح الروایات علیٰ ان الاسراء کان من بیت ام ھانی بنت ابی طالب"

پس چھت کا پھاڑا جانا دوسرے گھر والوں کو معلوم ہونا چاہیئے اور نیز یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس چھت کو دوبارہ بنایا گیا ہو ۔

پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۶

"وفیہ ان الجبار تبارک و تعالیٰ دنا فتدلی و ذکرت عائشۃ ان الذی تدلی ھو جبرئیل علیہ السلام قال البغوی ھذا الاعتراض عندی لایصح لان ھذا کان رؤیا فی النوم اراہ اللہ قبل ان یوحی الیہ بدلیل آخر الحدیث فاستیقظ و ھو فی المسجد الحرام"

امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کا آیت ثم دنی فتدلیٰ سے خدا کا مراد نہ لینا بلکہ جبرئیل کو لینا صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک رؤیا تھی جو آپ کو خدا نے سونے کی حالت میں پہلے اس کے کہ آپ پر وحی نازل ہو دکھائی اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ پھر آپ جاگ اُٹھے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے

تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۷

اتیت لیلۃ اسری بہ بدابۃ فوق الحمار ودون البغل خطوھا عند منتھی طرفھا کانت تسخر للانبیاء قبلی فرکبتہ۔

رسول کریم فرماتے ہیں کہ میری سواری کے لئے وہی چارپائے لایا گیا جو پہلے انبیاء کے لئے بھی لایا جاتا تھا یعنی جیسے پہلے انبیاؤں کا معراج ہوتا تھا۔ پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۲

وکانت الانبیاء ترکبہ قبلی...... ثم اتیت بالمعراج الذی تعرج علیہ ارواح بنی آدم" کہ براق پر پہلے انبیاء سوار رہا کرتے تھے اور پھر میرے پاس وہ معراج لایا گیا جو کہ ارواح بنی آدم کا معراج تھا یعنی اجسام کا معراج نہیں تھا بلکہ ارواح کا تھا۔

پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۹

"اخرج ابن مردویہ من طریق کثیر بن خنیس عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم بینما انا مضطجع فی المسجد لیلۃ نائما اذ رأیت ثلاثۃ نفر وذکر القصۃ بتمامھا۔ ترجمہ رسول کریم نے فرمایا کہ میں مسجد میں رات کے وقت سویا ہوا تھا کہ میرے پاس تین اشخاص آئے۔

پس یہ مذکورہ بالا احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معراج اس خاکی جسد سے نہیں ہوا بلکہ وہ ایک کشف یا ایک رؤیا تھا۔

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس اب ہم مفسرین کے اقوال سے بتاتے ہیں کہ آیت ما جعلنا الرؤیا میں رؤیا سے کیا مراد ہے۔

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان:-

"الرابع ھو قول اکثر المفسرین ان المراد من ھذہ الرؤیا ھی حدیث الاسراء"

ترجمہ۔ کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اس رؤیا سے مراد اسراء ہے :

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۷۲ :۔

" حدثنا عبید بن سلیمان قال سمعت الثوار یقول فی قوله وما جعلنا الرؤیا التی اریناك یعنی لیلة اسری به الی بیت المقدس " ترجمہ۔ ثوار مذکورہ بالا آیت میں کہتے تھے کہ اس میں رؤیا سے مراد اسراء کی رات ہے۔

" وعن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله الرؤیا التی اریناك قال حسین اسری بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم " ترجمہ۔ مجاہد بھی اس آیت میں یہی کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد آیت میں اسراء ہے

(۳) پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

" الاکثرون من المفسرین علی ان المراد منها ما رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة المعراج من العجائب والآیات "

ترجمہ۔ اکثر مفسرین وما جعلنا الرؤیا التی اریناك میں رؤیا سے مراد وہی لیتے ہیں جو آپ نے معراج کی رات میں عجائب اور آیات دیکھی ہیں :

(۴) پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۱

" اخرج عبد الرزاق وسعید ابن منصور واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل من ابن عباس واخرج سعید ابن منصور عن ابی مالك واخرج ابن سعد وابو یعلی وابن عساکر عن ام هانی۔ واخرج ابن اسحق وابن جریر وابن المنذر عن الحسن واخرج ابن جریر وابن مردویه عن ابن عباس رضی اللہ عنهما فی الآیه قال هو ما رأی فی بیت المقدس لیلة اسری به "

مذکورہ بالا تمام کتب میں آیت میں رؤیا سے مراد اسراء ہی ہے۔ پس یہ آیت ہمارے مقصد پر کافی روشنی ڈالتی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ایک رؤیا تھی پھر اگر معراج کو رؤیا تسلیم کیا جائے اور ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس سے یہ اعتراض

پڑیگا کہ آپ جب جنت میں داخل ہوئے اور پھر وہاں بلالؓ کو بھی دیکھا تو پھر چاہیئے تھا کہ آپ جنت سے نہ نکالے جاتے کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت میں جو داخل ہونگے وہ نکالے نہیں جائینگے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا مادامت السموٰات و الارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔

اور پھر فرمایا وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ ۔

اور پھر فرمایا وما ھم منھا بمخرجین کہ اہل جنت جنت سے نکالے نہیں جائینگے پس اگر معراج کو رؤیا یا کشف نہ تسلیم کیا جائے تو پھر آپ کا جنت سے نکالے جانا قرآن مجید کے خلاف ہے اور نیز مذکورہ بالا احادیث کے بھی - پس صحیح بات یہی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک رؤیا اور کشف تھا - لیکن یہ رؤیا و کشف بہت اعلیٰ درجے کا کھلا کھلا تھا جس میں اسلام کی آئندہ ترقی کے نظارے دکھائے گئے اور وہ حرف بحرف صحیح نکلے ؛ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

مسیحؑ کی وفات

پر

ایک مولوی فاضل کے اعتراضات

اخبار اتحاد امرتسر میں ایک "مولوی فاضل" "منشی فاضل" "زبدۃ الحکماء" نے اپنے دو خواب شائع کیے جن میں یہ ظاہر کیا گیا تھا - کہ احمدی جماعت کے پاس وفات مسیحؑ کی کوئی دلیل نہیں - صرف توفی کا مشتبہ لفظ پیش کرتے ہیں - میں نے اس کا جواب "فاروق قادیان" میں لکھ دیا تھا - اس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) توفی مشتبہ لفظ نہیں - بلکہ یہی لفظ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک اور یہی لفظ ہے جس کے ذریعے حضرت

یوسف نے اپنے لئے دعا کی وتوفنی مسلماً اور یہی لفظ ہے جو تمام لوگوں کی موت کے لئے لایا گیا واللہ خلقکم ثم یتوفکم۔ اور یہی لفظ کافروں کے لئے ہے ان الذین توفھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم اور یہی لفظ متقیوں کے واسطے ہے کذالک یجزی اللہ المتقین الذین یتوفھم الملٰئکۃ طیبین۔ اور یہی توفی کا لفظ ہے جو نماز جنازہ میں ہر مسلم کے لئے پڑھا جاتا ہے ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الاسلام۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جو لفظ دوسروں کی موت ثابت کرنے کے لئے صریح ہو وہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے مشتبہ بن جائے پھر میں نے مولوی صاحب موصوف کو چیلنج کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور انسان مفعول تو توفی کے معنی بجز قبض روح (موت) کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر ہو سکتے ہیں۔ تو آپ ایک ہی مثال پیش کریں۔ ان باتوں کا جواب مولوی صاحب نے کچھ نہیں دیا۔ مگر یہ لکھ دیا ہے کہ قادیانی صاحبان لفظ توفی کو مشتبہ مان گئے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ ایک شخص چیلنج پر چیلنج کر رہا ہے کہ توفی کے معنی بجز موت کے کچھ اور قرآن مجید یا حدیث صحیح یا لغت عرب سے دکھاؤ۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ اکمل صاحب نے مان لیا توفی مشتبہ لفظ ہے حضرت! توفی مشتبہ نہیں۔ مشتبہ موت کا لفظ ہے جس کے دس معنی میں نے آپکو بحوالہ آیات قرآنی لغت عرب سے دکھائے ہیں۔ یعنی (۱) حزن وخوف (۲) زوال قوت عقلیہ (۳) زوال قوت حسیہ (۴) سکون (۵) نوم (۶) زوال قوت نامیہ (۷) غشی (۸) فقر (۹) معصیت (۱۰) جنون وصرع ؛

پھر میں نے لکھا تھا کہ "مرزائی صاحبان" صرف متوفیک سے موت مسیح کا استدلال نہیں کرتے جو آپکو استقبال کا عذر پیش کرنے کا موقعہ ملے۔ بلکہ وہ آیت فلما توفیتنی ہے اور توفیتنی سے بھی جس طرح استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی پیش کر کے چیلنج کیا تھا۔ اگر کچھ ہمت ہے تو ان دلائل کو توڑ دو۔ سکا بھی کچھ جواب بن نہیں آیا ؛

متوفیک کے معنی صحیح البخاری میں ممیتک آئے ہیں اور یہ رافعک سے پہلے ہے پس رفع جیسا بھی ہو۔ بہرحال موت کے بعد ہے۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ جناب خداوندی میں اپنا عذر بیان کر رہے ہیں۔ کہ میں نے لوگوں کو تثلیث کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ میں تو اعبدوا اللہ ربی وربکم ہی کہتا رہا۔ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ جب تک میں ان میں رہا۔ ان کا نگران حال رہا۔ یعنی اسوقت تک

تو وہ توحید پر قائم تھے۔ ہاں جب تُو نے مجھے وفات دی تو پھر تُو ہی (اے میرے مولیٰ) ان کا نگہبان تھا۔ پھر مجھے علم نہیں۔ میری وفات کے بعد کیا ہوا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ اُمّت عیسویہ مسیحؑ کی وفات کے بعد قائل تثلیث ہوئی (چونکہ اب قائل تثلیث سب دیکھ رہے ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ وفات ہو چکی ہے) دوم یہ کہ مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے ورنہ قیامت کے دن اپنی لاعلمی جتانا جھوٹ ہے جو ھذا یوم ینفع الصادقین صدقہم ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔ اس کے جواب میں مولوی فاضل زبدۃ الحکماء نے یہ خامہ فرسائی کی ہے ؛

(۱) آیت توفّی کو چھوڑ کر آیت مخاطبہ پیش کر دی ۔ (۲) سوال جو قیامت کو ہوگا وہ اس زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذر چکی اس زندگی کا ذکر نہیں جو بحالت مجددیت اہل اسلام میں گذرے گی (۳) اگر عامۃ الناس مراد ہوں تو بھی اُمّت کے حالات سے لاعلمی جتانا کذب نہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرینگے پس اگر حضرت مسیح انکاری ہوگئے تو کونسی بڑی بات ہوگی ؛

یہ باتیں کچھ ایسی سخیف اور واہی ہیں کہ مجھے ان کا جواب دیتے بھی شرم آتی ہے اور میں اگر ایڈیٹر صاحب اتحاد پر اعتبار نہ کروں تو مان نہیں سکتا کہ ایک مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ زبدۃ الحکماء کے قلم سے یہ مضمون نکلا ہے ؛

میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ انّی متوفّیک کا نام تو آپ نے آیت توفّی رکھ لیا ہے۔ اور فلمّا توفّیتنی کیوں "آیت توفی" نہیں بلکہ اس کا نام آیت مخاطبہ ہے۔ حالانکہ دونو آیتوں میں۔ توفّی موجود ہے۔ اور استدلال بھی اسی لفظ سے ہے۔ اور معنی بھی میں نے اپنی طرف سے نہیں کیئے بلکہ آپ کے ممدوح مولوی ثناءاللہ صاحب بھی اس کے یہی معنی کرتے ہیں ملاحظہ ہو "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" وکنت علیہم شہیدًا (اے) ناظر و نگران کا تھم مادمت فیہم موجودًا فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب الشاھد علیہم یعنی جب تک میں ان میں موجود رہا ان کی حرکات کا ناظر و نگران رہا۔ جب تُو نے مجھے وفات دی (توفیتنی کے معنی وفات دی میں نے اسلئے کیئے ہیں کہ پارہ ۳ میں زیر آیت انّی متوفّیک مولوی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں ممیتک حتف انفک) تو تُو ہی نگران تھا یعنی عدم موجودگی کا سبب رفع الی السماء نہیں بلکہ موت ہے۔ اور تفسیر غایۃ البرہان تصنیف مولوی محمد حسن صاحب نقوی میں بھی یہی معنی ہیں ملاحظہ

ہو صفحو ۔ ۲۸ ہ تفسیر مذکور ”جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر رقیب“ پس مولویصاحب یہ آیت بھی آیت توفّی ہی ہے اور معنی بھی وہی جو آپکے مولوی صاحبان کرتے ہیں ۔ (۲) آپ کا دوسرا جواب بھی عجیب و غریب ہے کہ سوال اسی زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذری ۔ میں نے پہلے کہا کہ اس زندگی کی نسبت نہیں جو بنی اسرائیل میں گذری بلکہ ”صرف“ اس زندگی کی نسبت ہے جو بقول آپکے دوبارہ اہل اسلام میں گذریگی ۔ سوال تو یہ ہے ۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ایک غلط تعلیم منسوب ہوتی ہے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے ان کی بریت کراتا اور ان کے عقیدہ تمندوں پر حجّت قائم فرماتا ہے ۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ عرض کرتے ہیں کہ جتنی مدّت لوگوں میں شامل رہا تو جب ہی کی تعلیم دی ۔ یہ بگڑے ہیں تو میری وفات کے بعد ۔ پس میں ذمہ وار نہیں یہ خود ہی ذمہ وار ہیں ۔ اگر یہ سوال اس زندگی کی نسبت ہو جو بنی اسرائیل میں گذری تو اس سے وفات مسیح کا جو استدلال کیا جا رہا ہے اس پر کیا جرح ہو سکتی ہے ۔ وہ بنی اسرائیل بھی آپ کی زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ زندگی کے بعد ہی بگڑے ہیں ۔ اور مولوی صاحب یہ تو فرمایئے کہ آپنے یہ کیا لکھ دیا حضرت عیسیٰؑ کی زندگی بحالت مجدّدیت گذرے گی ۔ کیا یہ جمہور اہل سُنّت کے مذہب کے خلاف آپ کا مذہب نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آکر صرف ”مجدد“ ہونگے نبی نہیں ہونگے ۔ نبوّت تو ایک نعمت ہے حضرت عیسیٰ سے کونسا ایسا گناہ سرزد ہوگا جو یہ نعمت چھن جائیگی ۔ ذٰلک بان اللّٰہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم

وانّ الانبیاء لفی امان عن العصیان عمدًا او اعتزال

آپ بھول گئے ؟

(۳) تیسرا جواب بھی آپنے خوب ہی یاد اچھی ایک مولوی فاضل زبدۃ الحکماء کی شان کے ہی شایاں ہے ارشاد کیا ہے کہ اور انبیاءؑ اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہو گئے ۔ تو حضرت مسیحؑ کا انکاری ہو جانا کونسی بڑی بات ہے ۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء نعوذ باللّٰہ جھوٹ بولینگے تو کیا ہوا ۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی ایک خلاف واقعہ بات کہدی ۔ بہت خوب ! جناب من ! حضرت مسیحؑ کا اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہونا واقعی بڑی بات ہے ۔ اسلئے کہ اور انبیاءؑ تو لاعلمی کا اظہار اسلئے دینگے کہ وہ واقعی لاعلم ہونگے وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے ۔ انکو کیا معلوم کہ انکی اُمّت نے ان کی وفات کے بعد کیا کیا اور کس عقیدہ کے پیرو ہو گئے ۔ مگر حضرت عیسیٰؑ تو آپکے اعتقاد کے مطابق دوبارہ آکر

چالیس سال ٹھیرینگے۔ اور کام بھی وہی کرینگے جس کی نسبت سوال ہوگا یعنی "کسر صلیب" ورنہ آپ کہہ سکتے تھے کہ دیگر اشغال میں ان کو یہ جاننے کی فرصت نہیں ملی کہ ان کی اُمت صلیب پرست اور قائل تثلیث ہوگئی گو یہ بھی ایک عذر بارد ہی ہوتا۔ تاہم جب سوال ہی اس عقیدہ کی نسبت ہے جس کی تردید میں وہ چالیس سال گذارینگے تو پھر لاعلمی بیان کرنا بڑے سے بڑے جبر کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

اور جس آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے یعنی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اُجبتم قالوا لا علم لنا۔ اسی کی بناء پر تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے۔ کیونکہ آیت میں تمام رسولوں کے جمع ہو کر بیان دینے کا ذکر ہے خدا تعالیٰ انہیں اپنی اپنی اُمتوں کی قبولیت کے بارے میں پوچھے گا کہ تمہارے منکرین کس حد تک قابل مواخذہ ہیں اور ماننے والوں کا کیا حال رہا تو وہ عرض کرینگے کہ ہمیں اس بارے میں کچھ علم نہیں ہم نے پیغام ربانی پہنچا دیا ہماری وفات کے بعد وہ کس تعلیم پر چلے ہمیں علم نہیں۔ سو دوسرے تمام پیغمبر تو لا علم لنا کہنے میں سچے ہونگے مگر حضرت عیسیٰ لاعلمی کا عذر کرنے میں اسوقت تک سچے نہیں ہو سکتے جبتک یہ نہ مانا جائے کہ وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے۔ پس مولوی صاحب آپ نے جو آیت پیش کی ہے وہی آپ پر حجت ملزمہ قائم کرتی ہے اب سوا اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ آپ یا تو یہ مان لیں کہ الرسل میں حضرت عیسیٰ شامل نہیں۔ (۲) یا حضرت عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) سچ نہیں بولینگے اور خلاف واقعہ بیان دینگے۔ تعجب ہے کہ توفی کا لفظ دوسرے رسولوں کے لئے آئے تو اسکے معنی موت ہی ہوں حتیٰ کہ سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مگر حضرت عیسیٰؑ کے لئے اسکے معنی برخلاف لغت عرب موت نہیں رہتے۔ اسی طرح قد خلت من قبلہ الرسل میں دوسرے رسولوں کے لئے خلا کی صورت موت یا قتل ہی ہو لیکن حضرت عیسیٰؑ کے لئے توفع الی السماء۔ اب یہ تیسری خصوصیت غالباً آپ پیش کرنیوالے ہیں کہ قیامت کے روز تمام رسولوں کی حاضری ہوگی لیکن عیسیٰ علیہ السلام حاضر نہیں ہونگے باقی رہی دوسری صورت کہ وہ خلاف واقعہ بیان دینگے تو یہ بھی صریحاً غلط ہے۔ ایک اولوالعزم نبی کو جھوٹا کہنے سے ہمارے لئے یہ آسان ہے کہ ایک مولوی فاضل کو غلطی پر سمجھ لیا جائے تفسیر خازن نے اس آیت کی خوب تشریح کی جو آپکے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔

• لا حقیقة لعلمنا لعاقبة امرھم لانا کنا نعلم ما کان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا ولا نعلم ما احدثوا من بعدنا ومنہ ما اخبر اللہ

عن عیسیٰ علیہ السلام بقولہ وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی"

"یعنی جب تمام رسول بارگاہ ربّی میں حاضر ہونگے تو ماذا اجبتم کے جواب میں متفق اللفظ سب کے سب یہ بیان دینگے کہ ہمیں انکا انجام معلوم نہیں کیونکہ ہم ان کے افعال و اقوال کا علم اپنی زندگانی ہی میں رکھ سکتے ہیں اور ہم نہیں علم رکھتے اس چیز کا جو ان سے ہماری وفات کے بعد صادر ہوئی اور نہیں جانتے جو ہمارے بعد انہوں نے نئے نئے عقیدے نکالے اور اسی سے ہے وہ جو خبر دی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ کہینگے میں انکا نگران تھا جب تک انمیں رہا پھر جب یہ رہائش وفات سے موقوف ہوئی تو مجھے لاعلمی محض ہے کیونکہ میں دوبارہ ان کو دیکھنے نہیں گیا۔"

اللہ اکبر! خربت امر تسر۔ کس قدر صراحت سے تمام انبیاء کا متفقہ بیان ہے کہ ہماری وفات ہو چکی اور اسکے بعد کی ہمیں خبر نہیں لاعلمی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت چونکہ خیال ہو سکتا تھا کہ دوبارہ آئے ہونگے اسلئے مفسر نے مثال انہی کی پیش کر دی کہ وہ بھی یہی کہینگے کہ امت کے بگڑنے سے پہلے میری وفات ہو چکی تھی اور پھر میں ان کے حالات سے آجتک لاعلم رہا۔ فرمائیے مولوی فاضل صاحب فانی المفسر آپ نے مجھے الزام دیا ہے کہ میں ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں لگ گیا یہ افتراء محض ہے ایک کلمہ بھی خلاف موضوع و مراد میں نے نہیں لکھا اور صرف آپکے اعتراضات کا جواب دیا ہے

آپ لکھتے ہیں۔ کہ تواتر تاریخ اسلام و غیر اسلام سے حیات مسیح ثابت ہے۔ کیا آپ کو تواتر کے معنی بھول گئے یا عمداً غلط فہمی ڈال رہے ہیں۔ آپ انجیل پڑھیں اس میں سے آپ کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں تو مسیح کے صلیب پر مر جانے کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ دیکھئے یہود کس دعویٰ سے کہتے ہیں انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم اور عیسائی کہتے ہیں مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر جان دی۔ کیا آپ اس تواتر تاریخ پر ایمان لاتے ہیں اسکی تردید تو کلام اللہ قرآن مجید نے ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم سے کر دی کہ مسیح مقتول بالمصلوب کے مشابہ بنائے گئے۔ قتل علی الصلیب واقع نہیں ہوا اسکے بعد قرآن شریف نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ فلما توفیتنی سے ثابت کر چکا ہوں اس کلام کے مقابل میں ایک مسلم کسی قصہ کہانی کی کیا پرواہ کر سکتا ہے۔ پھر تاریخ سے بھی ثبوت ملتا ہے تو اسی بات کا کہ حضرت عیسیٰ واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں آگئے اور یہیں وفات پائی واٰوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین چنانچہ اس کا ثبوت تشحیذ میں کسی دوسری جگہ دیا گیا ہے آپ میں اگر کچھ قابلیت ہے تو اسکی تردید کیجئے

اور تاریخ سے اپنے دلائل دیجئے جن سے ان کی حیات ثابت ہو۔ مولوی صاحب ذرا سوچ سمجھ کر کہیں دمود ر والی بات نہ ہو جو ایک دوسرے کو دیکھ کر تمام درباروالوں نے داڑھیاں منڈوا دیں اور جاربرد کا صفایا کر دیا۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی انسان نہیں مرا بلکہ کسی کا گدھا دمودر نام مر گیا تھا۔ آسمان پر جاتے ہوئے کس نے دیکھا۔ اور آسمان پر پہنچنے کی رسید کس کے پاس پہنچی۔ اور وہ کہاں محفوظ ہے۔ تاریخ کے یہ معنی نہیں کہ چند لوگ کسی بات کے قائل چلے آئیں تو صحیح ہی ہوتی ہے اس طرح تو آپکو ماننا پڑیگا کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اور وہ بھی تاریخ ہی ہے جس کے روسے ثابت کیا جاتا ہے کہ مسیح کوئی وجود اصلی صفحۂ دنیا پر ہوا ہی نہیں۔ اسلام کی تاریخ تو نبی کریم صلعم سے شروع ہوئی ہوگی اس سے پہلے گذرے ہوئے واقعات کی خبر تو قرآن مجید ہی میں ہو سکتی ہے۔ جو وفات کا اعلان نہ اب سے بلکہ تیرہ سو برس سے فرما رہا ہے۔ اور آپ اب تک غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ اور اب جو سو بار جگانے سے جاگے ہیں تو بدحواسی میں ان عیسیٰ لم یمت وھو حیٌّ فی السماء پکارنے لگے ہیں ہم نے آپ سے پوچھا تھا۔ کہ یہ عربی فقرہ۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں آپ مسلمان ہو کر کیوں پیش کیے جاتے ہیں اس کا جواب مجھے دیا ہے کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین کی حدیث کہاں ہے۔ اجی حضرت اجیب تو یہ حدیث پیش کرونگا آپ مجھ سے اسکی صحت کی نسبت بحث کر لینا اول آپ قرآن مجید کی آیت فلما توفیتنی کے مقابل پیش ہونے والے فقرے کو تو حدیث صحیح ثابت کر دیجئے۔ کیونکہ آپنے اپنے مضمون میں بڑے دعویٰ سے لکھا تھا کہ اہل اسلام لم یمت اور حیٌّ مرزائیوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں جو نہایت صریح اور گویا ایک ہی دلیل حیات مسیح کی ہے۔ مسیح معتمد علیہ دلیل جس پر فخر کیا جاتا ہے سند نہیں ہونی چاہیئے۔ کبھی کوئی مرزائی آپکو ایسا نہیں ملا۔ نہ ملے گا۔ جو وفات مسیح کی یہی ایک دلیل پیش کرتا ہو یا اسی پر اسکو ناز ہو کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین بلکہ "مرزائی" تو آیات قرآنی پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ہر پہلو سے حجت قائم کرنے کے لئے آپ ہی کے مسلمہ بزرگوں کی مستند و معتبر کتب سے یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ پس آپ پہلے تو وفات مسیح میں پیش ہونیوالی آیات قرآنی کا جواب دیں پھر جب یہ حدیث پیش ہو۔ تو آپ اعلان کریں کہ جن کتابوں سے یہ دکھائی جاتی ہے وہ کتابیں ہمارے (اہل سنت و جماعت کے) نزدیک معتبر نہیں۔ اور ان کے مصنف مرزائیوں کی طرح "گمراہ" اور "کافر" تھے بلکہ مفتری یا کم از کم "جاہل" واجہل "جو ایک غلط حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی پھر میں انشاء اللہ آپ کو اس کی صحت کا ثبوت ایسا دونگا کہ آپ مرتے دم تک اس کا جواب نہ دے سکینگے۔ ورنہ جو چیز آپ کی مسلمہ ہے اس کا بار ثبوت ہم پر ڈالنا نا واجب ہے۔ آپنے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھا ہے کہ جو عقیدہ تیرہ سو سال سے زمانہ براہین تک موجب دخول فی الجنة تھا۔ آخری زندگی میں شرک ہو گیا۔ مگر یہ جب صحیح ہوتا کہ ہم دلائل تیرہ سو برس

بعد کی کسی کتاب سے دیتے ہیں تو قرآن مجید سے دلائل دیتے ہیں جو اسلام کی ابتدا ہے۔ اجماع صحابہ کرام پیش کرتے ہیں جو وفات النبی پر ہوا کہ قد خلت من قبلہ الرسل (حضور علیہ الصلوٰۃ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے) پھر کیا یہ نہیں۔ کہ بعض باتیں نبی کریم صلعم کے ابتدائی زمانے میں جائز تھیں اور پھر حرام ہو گئیں اس صورت میں جو اس اعتراض کا جواب آپ کی طرف سے ہوگا۔ وہی ہماری جانب سے سمجھ لیں تاہم اس کا جواب ایک الگ مضمون میں دیدیا گیا ہے۔

اخیر میں ایک اور بات لکھتا ہوں پہلے پہلے میں نے آپ پر حسن ظن کیا تھا اور آپ کے خوابوں کو فی الواقعہ خواب مان لیا تھا لیکن باوجود میرے یہ لکھ دینے کے کہ توفّی کے معنی بلا اشتباہ موت ہیں آپ کا یہ اعلان کرنا کہ توفّی کا لفظ اکمل کے نزدیک مشتبہ ہے میرے اعتقاد کو صدمہ پہنچاتا ہے اور میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ مؤکد بعذاب قسم کھائیں جو فی الواقعہ آپ نے یہ دونو خواب سوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ اور (سیدنا "مرزا صاحب" اور جناب) "مولوی نور الدین صاحب" آپ کو خواب میں ملے ہیں؟ اور انہوں نے یہ کلمات فرمائے ہیں جو اتحاد میں آپ نے نقل کئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ اس پر ہرگز حلف نہیں لینگے اگر لینگے تو اس افتراء کا نتیجہ بہت جلد دیکھ لینگے اور حلف نہ لینے کی صورت میں لوگوں پر واضح ہو جائے گا۔ کہ غیر احمدیوں کے مولوی اور "مولوی فاضل" ایسے ایسے ہوتے ہیں جو جھوٹے خواب بنانے سے بھی نہیں ڈرتے ایک مولوی فاضل پہلے موجود ہیں جو عدالت میں بیان دیتے ہیں کہ انسان جھوٹ بول کر بھی متقی کا متقی رہتا ہے۔ اور لطف یہ کہ سچ بولنے کی ایک انجمن بھی رکھتے ہیں اب یہ دوسرے مولوی فاضل ہیں جو خود ساختہ خواب شائع کرتے ہیں۔ اور وعید رسول اکرم سے نہیں ڈرتے۔ خدا ایسے مولویوں سے اُمت محمدیہ کو محفوظ رکھے اللّٰھم آمین۔

مجھے کہتے ہیں حیات مسیح کے دلائل کھلے دل سے توڑیئے اور دلیل ایک بھی پیش نہیں کی مولوی صاحب! دو مضمون آپ نے لکھے کونسے دلائل آپ نے حیات مسیح کے دیئے ہاں "حیّ" والی حدیث ضرور لکھا مگر میں نے جب اس عربی فقرہ کی سند دریافت کی تو جواب دیا لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین۔ خوب ایسے ایسے دلائل ہیں یا رہنے دیجئے ورنہ لوگ سمجھینگے کہ مولوی فاضل وہ ہوتا ہے جو بے دلیل بات کرے۔ مولوی صاحب آپ اپنے مضمون مولوی ثناء اللہ صاحب کو دکھائیں تو ان کی غلطی بھی پسندیدگی کے بعد چھپا پا کر دیتا کہ ندامت کم از کم دو مولوی فاضلوں پر تو تقسیم ہو جایا کرے۔

اکمل بند گولیکی ۲۰۔ فروری ۱۹۱۹ء

رجسٹرڈ ال نمبر ۵۶۴

Digitized by Khilafat Library

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں جسکی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہو۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہوجاتی ہے۔ دیکھئے! آج انکو کسقدر تکلیف ہے پوٹاس اور ڈمڈ دیکر بنتی ہے اس سے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا۔ لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمائیں۔ اسمیں نقصان نہیں قیمت ۱۲ فی شیشی محصولڈاک ۵/

اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے ؛

پوٹاس ائی ‏ **ائی ڈو ڈائڈ سالسہ** ‏ وڈائڈہ

چند چیزوں کی آمیزش کرکے یہ سالسہ بنایا ہے اسلیئے باعتبار اور سالسوں کے یہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے گرمی۔ گٹھیا بگڑے ہوئے خون سے جلد کا پھٹنا یا زخم ہونا وغیرہ چند روز کے استعمال سے نیا خون پیدا کرتا ہے اور ہمیشہ کیواسطے چنگا کردیتا ہے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی دو روپیہ محصولڈاک چھ آنہ ۶/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نوٹ۔ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سنہ ۱۹۲۰ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجے کا کاغذ چکنے پر چھپی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ سے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام پورا پتہ لکھکر بھیجدیجیئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجائے گی ؛

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان

تمام خط و کتابت بنام ایڈیٹر	قیمت بہرحال پیشگی	قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۸ھ | نمبر ۱

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

تصحیح الصلوٰۃ فی جواب توضیح الآیات۔ نوشتہ مولوی جلال الدین فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ سیکھوانی

قیمت سالانہ

(خواص ع۸)

عوام سے دو روپیہ ایک آنہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library

سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ

پر

حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تشحیذ کی سفارش فرمائی

الحمدللہ کہ ہمارا جلسہ سالانہ نہایت کامیابی سے بخیروخوبی ختم ہوا۔ حضور نے اپنی پہلی تقریر میں رسالہ تشحیذ کی نسبت فرمایا۔ کہ اس میں علمی مضامین جو بہت مفید ہیں۔ شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور پچھلے دنوں اختلاف کے موقعہ پر بھی مفید و علمی مضامین اس میں چھپے۔ پس اس کے خریدار بننا چاہیئے۔

پھر ارشاد کیا۔ کہ میں نے اس رسالہ کی اعانت کے لئے بھی تحریک کروائی تھی۔ اس میں بھی احباب کو حصہ لینا چاہیئے۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ احباب جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح کے اس ارشاد و تحریک کی نسبت خاص توجہ دینگے۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہوسکے۔ تشحیذ کیلئے نئے خریدار اور رقم اعانت یہاں بھجوائینگے۔ اس سے پہلے جناب ناظر صاحب نے پانچ بار الفضل میں تحریک فرمائی مگر بہت کم احباب نے اس طرف توجہ دی ہے۔ اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تمام جماعت احمدیہ کے قائمقاموں کو جو جلسہ سالانہ پر حاضر تھے۔ خود زبان مبارک سے بتادیا۔ کہ تشحیذ کی علمی خدمات سلسلہ احمدیہ میں قابلقدر ہیں۔ اس کے خریدار بڑھانے چاہئیں۔ اور زراعانت بھیجکر اس قرض کو بے باق کردینا چاہیئے۔ جو پانسو کے قریب تشحیذ کے ذمے اور واجب الادا ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ پھر اس بارے میں کبھی لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

نیازمند مینیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

تصحیح الصلوٰۃ فی جواب توضیح الآیات

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے دنیا کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ اور آپؐ کو ایسی کتاب دی۔ جو تمام کتب سے اکمل و افضل ہے۔ اور خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ کوئی نہیں۔ جو شریعت محمدیہ میں تبدیلی کر سکے۔ جیسا کہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ط لیکن پھر بھی باوجود ایسے وعدۂ حفاظت کے بعض کم عقل لوگ اس پاک و مطہر کتاب کی طرف تبدیلی کا نقص منسوب کر رہے ہیں۔ اور خلق خدا کو گمراہی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ حال میں ہی ایک رسالہ مسمی بتوضیح الآیات فی رکعات الصلوٰۃ موصول ہوا ہے۔ جو ایک خفیہ مسمی مولوی تصدق حسین صاحب کی تصنیف ہے۔ اور اس میں اس نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز در اصل دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں ؎

خطاب اگرچہ اس میں شیعوں سے کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہم احمدی جماعت سے ہیں۔ اور مسیح موعودؑ کو مانتے ہیں۔ اسلیئے جو کوئی بھی قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے برخلاف عقیدہ نکالے۔ اس کے مقابلہ پر آتے ہیں۔ اور ہر وقت سینہ سپر رہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کے جواب دینے کی ضرورت متصور کر کے چاہا ہے۔ کہ اس کا جواب مختصر طور پر لکھدیا جائے۔

ہمارا استدلال رسالہ توضیح الآیات کے جواب میں ہم نے اکثر شیعوں ہی کی کتابوں سے تمسک کیا ہے۔ پس ناظرین اس بات کو ذہن نشین کر لیں۔ کہ مشکوٰۃ و بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ کے سوا جن کتب کا حوالہ جواب میں دیا گیا ہے۔ وہ شیعوں کی مسلّمہ کتب ہیں۔ اور خصوصاً وہ کتابیں جن سے خود مصنّف توضیح الآیات نے استدلال کیا ہے۔ ہمارے استدلال میں مدّنظر ہیں۔ اب ہم توضیح الآیات کا جواب ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وھو ہذا

مصنف صاحب کا تمسک مصنف رسالہ مذکورہ نے قرآن مجید سے تمسک کرنا چاہا ہے اور اپنے مقصد کے اثبات کیلئے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح قرآن مجید سے ثابت ہو جائے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں۔ اور ہر ایک نماز کی دو دو رکعت ہی ہیں۔ اور اپنے استنباط میں کچھ احادیث بھی لکھی ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے۔ کہ کچھ احادیث بھی اس بات کے اثبات میں لکھدیں۔ کہ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دراصل دو رکعت ہی فرض نہیں۔ بلکہ تین اور چار بھی ہیں۔ اور اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت اور تمام اُمّت محمدیہ کا سوائے مصنّف اور اس کے ہمخیالوں کے تعامل رہا ہے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض نہیں ہے۔

استدلال مصنّف مصنّف رسالہ توضیح الآیات نے قرآن مجید کی آیت فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت فسوف یلقون غیا پیش کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ آیت لترکبن طبقا عن طبق ملا کر یہ ثابت کیا ہے۔

کہ یہ ایک پیشگوئی تھی - کہ اُمت محمدیہ بھی نماز کو ضائع کریگی - اور یہ سچ ہے - کہ کوئی بھی جو قرآن مجید کے اصولوں کے خلاف قلم اٹھاتا ہے - اور بدعت نکالتا ہے - تو بدعت کے نکالنے کے لئے کھڑا نہیں ہوتا - مگر اس کی حالت ولا یقوم الا کما یتخبط الشیطن من المس کی سی ہوتی ہے - اور مخبوط الحواسی اور پریشانی اور فساد عقل اس کے شامل حال جیساکہ مصنف صاحب کے ساتھ ہے ؎

مُصنّف کی مخبوط الحواسی

لائق مصنف رسالہ توضیح اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے کرنے کے لئے تفسیر صافی کا حوالہ دیتے ہیں - کہ اضاعوا الصلوٰۃ اخروھا عن وقتھا و فی الکافی عن الصادق علیہ السلام فی حدیث ولیس ان عجلت قلیلا و اخرت قلیلا بالذی یضرک مالم تضیع تلک الاضاعۃ فان اللہ عزوجل یقول لقوم اضاعوا الصلوٰۃ الایتہ و فی مجمع البیان عنہ اضاعوا الصلوٰۃ بتاخیرھا عن مواقیتھا من غیر ان ترکوھا

ترجمہ - ضائع کرتے تھے نمازوں کو یعنی اوقات سے تاخیر کرتے تھے - کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے - کہ تھوڑا سا وقت سے پس و پیش کرنا ایسا نہیں کہ تجھے ضرر پہنچائے - یہ اس حد تک نہیں پہنچتا جس کے لئے اللہ عزوجل نے ایک قوم کو فرمایا - کہ ضائع کرتے تھے نماز کو - اور مجمع البیان میں انہی حضرت علیہ السلام سے ہے - کہ ضائع کی انھوں نے نماز وقت میں دیر کرنے سے نہ یہ کہ تارک الصلوٰۃ تھے یہ ترجمہ کرکے لائق مصنف اس کی یہ تشریح کرتے ہیں - پہلی حدیث کا مطلب صاف یہی ہے - کہ وقتوں میں آگے پیچھے کرنا اس آیت کا مصداق نہیں - دوسری حدیث میں صاف یہ لفظ ہیں کہ وہ تارک الصلوٰۃ نہ تھے ؎

اب دیکھو - مؤلف صاحب کا لکھنا کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد نمازوں میں تعجیل و تاخیر نہیں - کیا ثابت نہیں کرتا - کہ ان کے دماغ میں کوئی فتور ہے - یا عربی سے نابلد ہیں - کیونکہ پہلے تحریر فرما چکے ہیں - کہ اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے اخّروھا عن وقتھا کے ہیں (۲) پھر حدیث کے معانی بیان کرنے میں جو غلطی کی - ہے وہ بھی ملاحظہ ہو - اس لفظ کے

معنے جس سے یہ نکلتا تھا۔ کہ تعجیل و تاخیر بھی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنوں میں شامل ہے
چھوڑ دیئے۔ یعنی مسالم تضیع تلک الاضاعۃ (اسوقت تک تعجیل و تاخیر اضاعوا الصلوٰۃ
میں شامل نہیں۔ جبتک کہ وہ اضاعۃ کی حالت کو نہ پہنچے) یعنی جب بہت تعجیل و تاخیر
نمازوں میں کرنی شروع کردیں۔ تو وہ اضاعوا الصلوٰۃ میں شامل ہونگے؛

تفسیر عمدۃ البیان

اس کے بعد ہم دوسری تفاسیریں دیکھتے ہیں۔ کہ کیا مصنّف صاحب کی بات کی تائید کسی دوسری تفسیر سے بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی۔ تو ان کو ڈرنا چاہیئے۔ کہ اپنی رائے سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں۔ اور جو تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ اس کے کیوں برخلاف کرتے ہیں۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں من فسّر القرآن برأیہ فاصاب الحق فقد اخطاء کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔ تو اگر وہ حق کو پا بھی لے۔ تو بھی وہ مخطی ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت ہے۔ کہ من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔ کہ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے۔ تو وہ اپنی بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے۔ پھر امام ابو عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ قال من فسر القرآن برایہ ان اصاب لم یوجر وان اخطاء فھو ابعد من السّماء۔ تفسیر صافی صد ۹ (المقدمۃ الخامسۃ)۔
پھر تفسیر عمدۃ البیان اضاعوا الصّلوٰۃ کے معنے یہ لکھتا ہے۔ ضائع اور ترک کیا۔ انہوں نے نماز کو کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی اور جو پڑھی۔ تو وقت کو ٹال کر تنگ وقت میں پڑھی؛

تفسیر مجمع البیان

تفسیر مجمع البیان میں اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے ای ترکوھا عن محمد بن کعب قیل اضاعوا ھا بتاخیر ھا عن مواقیتھا من غیر ان ترکوھا اصلاً عن ابن مسعود و ابراھیم و عمر بن عبد العزیز و الضحاک وھو المروی عن ابی عبد اللہ لکھے ہیں۔ یعنی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے نمازوں کو چھوڑ دیا۔ محمد بن کعب سے روایت ہے۔ کہا گیا ہے۔ انہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا۔ ان کے وقتوں سے مؤخر کردینے کے ساتھ۔ یہ نہیں۔ کہ انہوں

نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسعود اور ابراہیم اور عمر بن عبد العزیز اور ضحاک اور ابی عبید اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ پس واضح ہو گیا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ صاحب شریعت کے بعد نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لفظ الفقہ میں ضائع بمعنی لم یعبؤا لکھا ہے۔ جس کے معنے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اوپر تو امام صاحب کے معنے یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا ہے لیکن یہاں آ کر اس کی ترمیم کرتے ہیں۔ کہ وہ معنے ٹھیک نہیں۔ بلکہ لم یعبؤا کے معنے صحیح ہیں۔ الفقہ کے معنے لکھنے سے شاید یہ مراد ہے۔ کہ امام صاحب کے معنے غلط ہیں "

قولہ۔ اب اس بیان کو یہاں آیت لترکبن طبقا عن طبق سے مطابق کر کے نتیجہ نکالو۔ اور غور فرماؤ۔ پھر اس کے آگے اس آیت کی تفسیر تفسیر صافی سے نقل کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اُمت محمدیہ یہود اور نصاریٰ کی ضرور ضرور پیروی کریگی اور وہ ان گناہوں کی ضرور مرتکب ہوگی۔ جن کی پہلی امم مرتکب ہوئیں۔ اور ان چیزوں میں سے جو اسلام میں امت محمدیہ ضائع کریگی۔ امامت ہوگی۔ اور دوسرے اس میں سے نماز ہوگی "

اقول۔ یہ بات بالکل صحیح اور سچ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے یہود کی باتوں کو اختیار کیا اور انہی کے نقش قدم پر چلی۔ جیسا کہ مصنف نے قمی کی عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ ان چیزوں سے جو کہ اسلام میں ضائع ہونگی۔ امامت ہے۔ یعنی جب امام آخر الزمان مبعوث ہوگا۔ تو لوگ اس کا انکار کرینگے۔ پس موجودہ زمانہ میں امام آخر الزمان پیدا ہوا۔ اور اس نے دنیا کو صراط مستقیم پر بلایا۔ لیکن جیسا کہ رسول کریمؐ فرما چکے تھے۔ کہ میری اُمت یہود کی پیروی کریگی۔ انہوں نے اس کے سامنے سے ایسا ہی انکار کیا۔ جیسا کہ یہودیوں نے کیا۔ کیونکہ یہود نے بھی بروقت دعوت عیسےٰ علیہ السلام ناصری کو یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ حال کے مسلمانوں نے مہدی مسیحؑ کی دعوت پر دیا۔ یہود نے کہا تھا۔ کہ ہم تجھکو کیسے مان سکتے ہیں۔ حالانکہ ملاکی نبی کی

کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ایلیاہ آسمان سے اتریں گے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہی جواب دیا۔ کہ ہم مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب کو کیسے مان سکتے ہیں۔ جبکہ مسیح ناصری آسمان پر سے اترینگے۔ اور دوسرا یہ لکھا ہے۔ کہ "نماز ضائع ہوگی۔" سو نماز بھی ضائع ہوئی۔ جس کے معنے تفاسیر میں یہ لکھے ہیں۔ کہ انہوں نے نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا چھوڑ دیا۔ اور بعض تو بالکل تارک الصلوٰۃ ہو گئے۔ اور بعض نے نماز کو چٹی سمجھ لیا۔ اور نماز کے اصل مقصد کو چھوڑ دیا۔ لیکن جو مصنف نے اس سے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ نماز دو رکعتیں فرض تھیں۔ ان کو چار قرار دے لیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ بے پرواہی اور غفلت اس بات کو نہیں کہتے۔ کہ دو کی بجائے چار رکعتیں فرض کر لی جائیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی تو اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ نماز کو کم کر کے پڑھا جائے۔ نہ کہ زیادہ۔ اور آپ کے نزدیک دو اور زیادہ کر لی گئی ہیں۔ ہاں آپ جیسے صاحبوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جو نماز کو کم کر رہے ہیں۔ نہ کہ وہ جو زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں۔

قولہ ۔ اس آیت کے مضمون کو پہلی آیت سے ملا کر جب دیکھو گے۔ تو ضرور سمجھ لوگے کہ پہلی امتوں میں نماز ضرور ضائع ہوئی ہے۔ اور اس امت میں البتہ ہوگی۔ یہ خبر اسی علیم وخبیر و بشیر و نذیر کی دی ہوئی ہے۔ اب جس بگڑی ہوئی نماز کے نمازی حضرت خاتم النبیین سلام اللہ علیہ و آلہ المعصومین کے زمانہ تک تھے۔ جن کو حضرت رسول اللہ صلعم نے مامور من اللہ نماز سکھائی تھی۔ وہ نماز حضرت صلعم کے بعد بگڑے گی جس کی مامور من اللہ اصلی صورت دکھانے کے لئے یہ رسالہ آپ کے پیش نظر ہے۔

اقول ۔ مصنف صاحب کا اس سے مطلب ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ جو کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے انہوں نے کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز فرض دو رکعت تھیں۔ جن کو چار بنا یا گیا ہے کیونکہ شریعت محمدیہ کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالے نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اور پھر رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خذلھم

کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تمام اُمت محمدیہ گمراہ ہو جائے۔ بلکہ ایک حصّہ امت کا ضرور حق پر رہیگا۔ لیکن مولوی تصدق حسین کے صدقے جانا چاہیئے۔ جنہوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور کہا کہ اسوقت نماز ضائع ہوگئی ہے۔ دو رکعتیں فرض تہیں جن کو چار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو غور و فکر اور عقل و دماغ سے کام لینا چاہیئے تہا۔ کہ نماز کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور نماز کا پڑھنا شرعی احکام میں داخل ہے لہذا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تیرہ صدیاں اسکا اصل مٹارہے۔ اور تمام اُمت محمدیہ مورد جہنم ہو۔ اور آج تصدق حسین خاں اُٹھیں۔ اور اس کا اصل بتائیں۔ کہ تمام امت محمدیہ گمراہی پر ثابت قدم ہے۔ اصل نماز کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ جس کے متعلق قرآن مجید حکم دیتا ہے۔ بلکہ اصل نماز وہ ہے جسکو میں پیش کرتا ہوں۔ ہم مولوی تصدق حسین صاحب کو حدیث المسلم مراۃ المسلم پر عامل ہوتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی بدعات نکالنے سے رُک جائیں۔ جنکا نہ قرآن میں ذکر ہے۔ نہ احادیث میں۔ اور سوچیں کہ نماز جیسی ضروری چیز جو اسلام کا ایک رکن اعظم ہے۔ جس کے متعلق رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر (مشرک ... کافر اور مسلم کے درمیان ما بہ الامتیاز نماز ہی ہے) اس کا اصل تو دنیا سے بالکل مٹ جائے۔ اور نئی پیدا شدہ نماز ہی قائم رہ جائے۔ پس موجودہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے اور نیز احادیث صحیحہ و قرآن مجید سے اس بات کا ثابت نہ ہونا کہ فرض دو رکعتیں ہیں۔ چار نہیں۔ بتاتا ہے۔ کہ آپ کا از خود تراشیدہ عقیدہ ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں تمام امت محمدیہ ضلالت پر جمع رہی۔ حالانکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لن یجمع اللہ امۃ محمد علی ضلالۃ کہ امت محمدیہ ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی۔

قولہ۔ بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت قرآن مجید سے قال اللہ تعالیٰ۔ ما کان صلوٰتھم عند البیت الا مکاءً و تصدیۃ۔ یعنی ان کی نماز سوائے سیٹی بجانے اور تالیاں مارنے کے نہ تھی۔ اس سیٹی بجانے کو پروردگار عالم الغیب والشہادۃ نے ان کی نماز فرمایا ہے۔ اور اہل تفاسیر کس میں میرے ہمخیال ہیں۔ دیکھیئے۔

تفسیر صافی مکاءً وتصدیۃ یعنی وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ۔ یعنی مکاء و تصدیۃ نماز کے بدلے کیا کرتے تھے۔ جس سے یقین ہو گیا۔ اس امر کا کہ وہ لوگ اسے نماز سمجھ کر عمل میں لاتے تھے۔

اقول۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مصنف توضیح کو کوئی بھی ٹھیک بات نہیں سوجھتی۔ جس طرح بھی ہو۔ آیت قرآنیہ اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں اس بات کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت ما کان صلوٰتھم سے بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ حالانکہ آیت بگڑی ہوئی نماز کے اثبات کو متضمن نہیں۔ کیونکہ بگڑی ہوئی چیز تو اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ شئے تو موجود ہو۔ لیکن اس کی صورت بدل جائے۔ اور کسی اور شکل میں متشکل ہو جائے۔ لیکن آیت مذکورہ میں تو نماز کا بالکل اصل ہی نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ سیٹی وتالی وغیرہ کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ پہلے مشرکین مکہ کوئی نماز پڑھتے تھے۔ جس کو انہوں نے بدل دیا ہو۔ اس کتاب میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔ بلکہ مشرکین عرب کا ذکر ہے۔ پس جبکہ مشرکین پہلے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ تو پھر بدلنے کے کیا معنے۔ بلکہ آیت سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز کی بجائے سیٹیاں وتالیاں بجایا کرتے تھے۔

پھر دوسرا مغالطہ جو مصنف نے اپنی عبارت میں اختیار کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اہل تفاسیر بھی اس میں میرے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ جس تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے۔ کہ وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ یعنی نماز کے بدلے وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ نے ثابت تو یہ کرنا ہے کہ نماز کی ہیئت بدل گئی۔ نہ یہ کہ بالکل اس کا اصل ہی مٹ گیا ہو۔ جیسے کہ آپ کا دعوےٰ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے اصل نماز کو بدل دیا ہے۔ اور دو فرضوں کو چار بنا لیا ہے۔ نہ یہ کہ بالکل ہی انہوں نے نماز کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر آگے اسی تفسیر صافی میں ما کان صلوٰتھم کے ماتحت لکھا ہے۔ قیل کانوا یطوفون بالبیت عراۃ یشبکون بین اصابعھم

یصفرون فیہا و یصفقون و کانوا یفعلون ذٰلک اذا قرء رسول اللہ فی صلوٰۃ یخلطون علیہ و فی المجمع روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا صلّٰی فی المسجد الحرام قام رجلان من بنی عبد الدار عن یمینہ فیصفران و رجلان عن یسارہ فیصفقان بایدیہما فیخلطان علیہ صلوٰۃ فقتلہم اللہ جمیعا ببدر۔ کہ لوگ بیت اللہ کا ننگے ہوکر اپنی انگلیوں میں تشبیک کر کے طواف کیا کرتے تھے۔ اور اس میں سیٹیاں بجاتے تھے۔ اور وہ ایسا کرتے تھے جب آپ اپنی نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو وہ آپ پر نماز کو مخلوط کرتے تھے۔ اور مجمع البیان میں لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جب حضور مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے۔ تو دو دو آدمی بنی عبدالدار سے آپ کے دائیں بائیں کھڑے ہوکر سیٹیاں اور تالیاں بجا کر نماز کو آپ پر مخلوط کیا کرتے تھے۔ تو ان تمام کو جنگ بدر میں خدا تعالےٰ نے قتل کر دیا۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ان معنوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔

قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ یصفرون و یصفقون و صلوٰتہم معناہ دعائہم ای یقیمون المکاء والتصدیۃ مکان الدعاء والتسبیح کہ صلوٰتہم میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔ کہ انہوں نے مکاء اور تصدیہ کو دعا اور تسبیح کی جگہ قرار دے لیا ہے۔ اسی طرح باقی تفاسیر میں لکھا ہے۔ پس اس آیت سے مصنف کا مقصد کسی طرح بھی نہیں نکل سکتا۔ فتدبروا یا اولی الالباب

پھر دوسری آیت بگڑی ہوئی نماز کے اثبات میں یوں رقم کرتے ہیں۔

قولہ۔ حضرت کے بعد جو نماز بگڑنے والی تھی۔ اس کی خبر عالم الغیب نے اس آیت میں دی ہے۔ فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراؤن ط یعنی سخت مغلوب ہونگے وہ نمازی جو اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں۔ وہ لوگ صرف دکھانے کے لئے نمازی بنتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر صافی۔ الذین ہم عن صلاتہم ساہون غافلین غیر مبالین بہا یعنی ساہون غافل اور بے پرواہ ہیں

پھر اسی تفسیر میں لکھا ہے ۔ القمی عن صادق علیہ السلام ھو تاخیر الصلاۃ عن اول وقتھا بغیر عذر ، و فی المجمع عن امیر المؤمنین ھو الترک لھا والتوانی عنھا و فیہ و فی الکافی عن الکاظم قال ھو التضیع
تفسیر قمی میں صادق علیہ السلام سے مروی ہے ۔ کہ ساہون تاخیر ہے نماز کی وقتوں سے بلا عذر ۔ اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر علیہ السلام سے ساہون کو ترک اور بے پرواہی لکھا ہے ۔ اور مجمع البیان اور کافی میں حضرت کاظم علیہ السلام نے اس کے معنے ضائع کرنا لکھا ہے ۔

اقول ۔ مذکورہ بالا آیت کو مصنف صاحب نے اس بات کے اثبات میں کہ نماز اصل بگڑنے والی ہی تھی پیش کیا ہے ۔ اور نماز کے بگڑنے کا طریق ان کے نزدیک یہ ہے ۔ کہ دو رکعت کو چار رکعت بنا دینا ۔

اول تو یہ آیت پیشگوئی نہیں ہے ۔ بلکہ ایک واقعہ پیش آمدہ کی خبر ہے ۔ جیسے صحابہؓ کے وقت کیلئے تھی ۔ ویسا ہی قیامت تک کے لئے ہے ۔ کہ نمازوں میں سستی اور غفلت نہیں کرنی چاہئے ۔ اور جو سستی اور غفلت اور نماز کو چھوڑے گا ۔ تو وہ مورد عذاب ہوگا ۔ اس آیت سے مصنف صاحب کا تو مقصد ثابت نہیں ہوتا ۔ البتہ ان کے عقیدہ کی ناک صفائی سے کٹ جاتی ہے ۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے ۔ کہ اس آیت میں جس قسم کی نماز کا بگڑنا بتایا گیا ہے ۔ وہ امت محمدیہ میں ہو نیوالا تھا ۔ اور آیت کے معنے تفسیر صافی سے انہوں نے خود نقل کر دئے ہیں ۔ کہ ساہون کے معنے نمازوں میں غفلت اور بے پرواہی اور ان کا اول وقتوں پر ادا نہ کرنا اور نمازوں کو چھوڑنا اور ان سے دور رہنا اور نماز کا ضائع کرنا ہے ۔ نہ کچھ اور (ضائع کے معنے پہلے آچکے ہیں ۔ کہ اول وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا) پس مصنف صاحب کا مقصد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لغتاً شرعاً اصطلاعاً کسی طرح بھی ساہون کے معنوں میں دو رکعتوں کا چار رکعت بن جانا داخل نہیں ہے ۔

پھر ملاحظہ ہو مجمع البیان جلد ۲ ۔ فویل للمصلین الذین الخ وھم الذین

یؤخرون الصلوٰۃ عن اوقاتہا عن ابن عباس ومسروق وروی ذالک مرفوعا وقیل یرید المنٰفقین الذین لا یرجون لہا ثوابا ان صلوّا ولا یخافون علیہا عقابا ان ترکوا فہم عنہا غٰفلون حتّٰی یذھب وقتہا فاذا کانوا مع المؤمنین صلوھا ریٰا واذا لم یکونوا معہم لم یصلّوا وقیل ساھون عنہا لا یبالون صلوا ام لم یصلوا عن قتادۃ وقیل ھم الذین یترکون الصلوٰۃ عن الضحاک

پھر اسیطرح عمدۃ البیان میں لکھا ہے۔ عن صلاتہم ساھون نماز اپنی سے غافل اور بے خبر ہیں۔ اور اس کی کچھ توقیر نہیں کرتے ہیں۔ چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اور اگر پڑھے تو بے عذر بسبب مشغول ہونے دنیاوی کاروبار کے اول وقت میں نہ پڑھے بسبب نہ اعتقاد کرنے اس کے ثواب پڑھنے کے اور عذاب نہ پڑھنے کے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی کہ کیا وہ وسوسہ شیطان کا ہے۔ فرمایا۔ کہ نہیں۔ وہ تو سب کو پہنچتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد ہے۔ کہ نماز سے غفلت کرے۔ اور چھوڑدے اس کو اول وقت میں پڑھنے سے اور تنگ وقت میں اس کو پڑھے۔ دوسری روایت میں فرمایا ہے۔ کہ وہ تاخیر نماز کی ہے۔ بتلاؤ۔ پیشگوئی تو آپ کے نزدیک یہ تھی۔ کہ دو کی تین اور چار رکعت ہو جائیگی۔ حالانکہ اس بات کو نہ آیت کے الفاظ متحمل ہیں۔ اور نہ ہی تفاسیر کے بیان۔ کیونکہ نہ تو آیت کے الفاظ میں کوئی لفظ ہے۔ جو دلالت کرے کہ اس آیت سے مراد دو کی تین چار رکعت ہو جانا ہے۔ اور نہ ہی کسی تفسیر میں اس آیت کے ماتحت آپ کے مقصد کے مطابق معنے لکھے ہیں۔

مصنّف کی نرالی سادگی

مصنف توضیح بھی عجب بھولے ہیں کہ بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ اور ساہون سے اپنے مقصد کو نکالنا چاہتے ہیں جس سے کسی طرح بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ کیا ساھون وہی ہوتے ہیں۔ جو دو فرضوں کو چار بنالیں۔ یا چار کو دو بنالیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ ایک بڑی عبادت کو کم کرکے پڑھا جائے۔ نہ یہ کہ چھوٹی عبادت کو

بڑی بنا دیا جائے۔ پس جبکہ امت محمدیہ ساھون میں شامل ہو گئی۔ اور ساھون کے معنی نماز کو چھوڑنا اور اپنے وقتوں پر ادا نہ کرنا اور اس کے ادا کرنے میں غفلت اور سستی کرنا ہوا۔ تو کیا ساھون وہ ہوئے جو دو کی بجائے چار پڑھیں۔ یا آپ جیسے ؟ جو چار کی بجائے دو خلاف قرآن مجید و حدیث پڑھنا چاہیں۔ یاد رکھئے۔ غفلت و سستی ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے۔ نہ زیادتی کو۔ ذرا ہوش کی لیں اور اپنے گریبان میں تھوڑی دیر مونہہ ڈال کر غور و فکر کریں۔ تو آپ اس بدعقیدہ سے اگر حق پسند ہوں۔ ضرور بضرور توبہ کر لیں۔ جبکہ تمام امت محمدیہ آپ کے نزدیک سوائے آپ کے ساھون میں شامل ہوئی۔ تو وہ تمام مورد ہلاکت ہوئی۔ اور کوئی بھی جنتی نہ ہوا۔ اور اُمت محمدیہ ہی دوزخ کو بھرنے والی ہوئی۔ حالانکہ رسول کریم ؐ فرماتے ہیں۔ کہ تم جنت کے نصف ہو گے اور تمام امم سالقہ پر تم کو فضیلت ہو گی۔ اور کنتم خیر امۃ" اور وجعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس قرآن مجید میں امت محمدیہ کے لئے وارد ہوا ہے۔ اور آپ اس کو شر الامم اور جہنم کو بھرنے والی بتا رہے ہیں۔ ذرا خوف خدا کو دل میں لاؤ۔ اور قرآن مجید کے خلاف نہ کرو۔

اس کے بعد مصنف صاحب نے نماز کی اصلی صورت بتانے کے لئے خامہ فرسائی کی ہے۔ اور اپنے من گھڑت عقیدہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ جیسے کہ بدعتیوں کا قاعدہ ہے۔

قولہ۔ بسم اللہ تعالیٰ وبہ نقتی قال اللہ العلی العظیم وھو اصدق القائلین و احکم الحٰکمین ؕ اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم . . . . . . واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک پ ۵ رکوع ۱۱ سورۃ النساء

یعنی اے مومنو جب کبھی تم سفر کرو۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز کو قصر پڑھو

بشرطیکہ تمہیں خوف ہو۔ اور اے ہمارے رسول جب کبھی تو ایسی حالت میں مومنوں کے ساتھ ہو۔ اور تو انہیں نماز پڑھائے۔ تو چاہیئے کہ ایک حصّہ مومنوں میں سے تیرے ساتھ معہ اسلاح نماز ادا کرے۔ پس جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ اور دوسرا حصہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ آکر تیرے ساتھ نماز پڑھیں۔ اس آیت شریف پر ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مومنوں کے دو فرقوں نے ایک ایک رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ پہلے حصّہ نے قیام سے شروع کر کے سجدہ پر نماز تمام کی۔ اور انہیں حقتعالےٰ نے نمازی فرمایا۔ پھر دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان کے بعد وہ آکر ایک رکعت پڑھ گئے۔ پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور من اللہ تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے جب ایک رکعت قصر کی ہوئی۔ تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہئیں "

اقول۔ یہی ایک آیت ہے۔ جس سے مصنف توضیح نے اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے کچھ کا کچھ مطلب نکال لیا ہے۔ اور اپنے دعوے کی بنا اسی آیت کو قرار دیا ہے۔ کہ یہ ایک نص محکم ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر نماز دو رکعت ہی ہے۔ پس قبل اس کے کہ میں ان احادیث کو لکھوں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دو ہی رکعت فرض نہیں۔ اور اس آیت کا مطلب لکھوں۔ ناظرین کو اس استدلال کا سقم دکھلانا چاہتا ہوں۔ جو مصنف نے کیا ہے۔

سوال اور پہلا نقص

دراصل یہ آیت اگر اپنے اندر نماز خوف کو ہی رکھتی ہے۔ اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ سفر میں قصر جائز نہیں ہے بلکہ قصر بشرط خوف ہے۔ تو میں مصنف صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ شریعت اسلامی جبکہ ایک کامل شریعت ہے جیسے کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں ہے۔ تو بتائیں۔ اگر غنیم کسی مقیمین شہر پر چڑھائی کر کے آجائے۔ تو اسوقت کی نماز کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ آیا وہ نماز کو قصر کریں یا نہ کریں۔ اگر کہو۔ کہ وہ نماز کو قصر کریں۔ تو اذا ضربتم فی الارض

کے لحاظ سے ضرب فی الارض کی قید نہیں پائی جاتی اگر کہو کہ وہ پوری نماز پڑہیں۔ تو ان یفتنکم الذین کفروا کی قید پائی جاتی ہے۔ پس بتلاؤ کس قید کے خلاف کروگے اور کس بات پر عمل کروگے۔ قرآن مجید میں سے کوئی اس کے متعلق فتویٰ نکال کر دکہائیں؟

ہم پہلے بتا آئے ہیں۔ کہ شریعت کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا ہوا ہے وہ بدل نہیں سکتی۔ اور نہ ہی نماز کی رکعات جو فرض ہیں۔ کوئی بدل سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ نہیں نکل سکتا۔ کہ فرض دو رکعتیں ہی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں خوف کی نماز باجماعت کا طریق بتایا گیا ہے۔ کہ خوف کی نماز کیسے پڑہنی چاہئیے۔ اور اس آیت سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ کل نماز دو رکعت فرض ہیں۔ اسواسطے کہ آیت میں ایک رکعت پڑہنے کا حکم ہے۔ کہ جب ایک فریق ایک رکعت پڑھ لے تو دوسرا فریق پڑھے۔ چونکہ اس آیت میں جماعت کا ذکر ہے۔ اور ایک رکعت کے پانے سے جماعت کا ثواب ملجاتا ہے جیسے کہ حدیث من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرک الجماعۃ سے ظاہر ہے۔ پس ایک ایک رکعۃ دونو طائفوں کا امام کے ساتھ پڑہنا اسلئے ہے۔ کہ وہ ایک ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھکر جماعت کا ثواب لے لیں۔ پھر اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ وہ ایک رکعت کے بعد کچھ پڑہیں۔ یا نہ پڑہیں۔

دوسرا نقص دوسرا نقص مولوی صاحب کے عقیدہ کو صحیح ماننے سے یہ لازم آئیگا کہ اگر حضر میں فرض نماز دو رکعت ہی تہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو رکعت خوف کے وقت کیوں فرض کی گئیں۔ اگر خوف میں دونو گروہوں کا امام کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ پوری نماز دو رکعتیں ہیں۔ تو رسول کریمؐ پر اسی اصول کی رو سے چار رکعات ہر نماز کی حضر میں فرض ہونگی۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ رسول کریمؐ پر تو چار رکعات ہر نماز کی فرض ہوں۔ اور امت پر دو رکعت۔ حالانکہ امت کے لئے حکم ہوتا ہے۔ کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور ان لکم فی رسول اللہ حسنۃ۔ اگر آنحضرتؐ صلعم کا ہر مومن کو نمونہ

اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پھر وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھو پر نبی کریمؐ کا اور کچھ کرنا اور اُمت کا کچھ اور کرنا اس آیت اور حدیث صلوا کما رأیتمونی کے کیا خلاف نہیں ہے؟

تیسرا نقص پھر اس سے یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ کے لئے کوئی علیحدہ نماز کا حکم ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں جو نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں تمام مومن بمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ جیسے کہ اقیموا الصلوٰۃ اور اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وغیرہ آیات میں ہے۔ جس میں مومن اور نبی کریمؐ بھی شامل ہیں۔

چوتھا نقص پھر یہ نقص بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ جب حضر میں جماعت کرائینگے۔ تو اسوقت مقتدی یا تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے ہونگے۔ یا چار پڑھتے ہونگے۔ اور نیز وہ مقتدی جو آخری دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہوگا۔ وہ بھی ساتھ ہی سلام پھیرتا ہوگا۔ اور نیز جو شروع سے جماعت میں داخل ہوا ہوگا۔ وہ دو رکعت پڑھ کر سلام بھی پھیر سکتا ہے۔ تو وہاں جماعت کیا ہوتی ہوگی۔ ایک تماشاگاہ بنی ہوئی ہوتی ہوگی کچھ تو دو رکعتوں کے بعد بیچ سے نماز چھوڑ کر باہر نکل رہے ہونگے۔ اور کچھ اور بھرتی ہو کر نماز باجماعت کو ادا کرنے کے لئے شامل ہو رہے ہونگے۔ کوئی آتا ہوگا۔ کوئی جاتا ہوگا۔ خاصہ ریل کا نظارہ ہوگا۔ کہ کچھ اتر رہے ہیں۔ اور کچھ چڑھ رہے ہیں۔

پانچواں نقص پھر یہ بھی ایک نقص لازم آئیگا۔ کہ وہ مقتدی جو دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہونگے۔ ان کی نماز باجماعت نہیں ہوسکیگی۔ کیونکہ امام کی نیت تو چار کی ہوگی۔ اور مقتدیوں کی دو کی۔ تو امام اور مقتدیوں کی نیت میں اختلاف لازم آئیگا۔ اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ انما جعل الامام لیوتم بہ۔ کہ امام کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ تو جب نیتوں میں اختلاف ہوا۔ تو انما الاعمال بالنیات کے لحاظ سے شرعی اعمال کی جزاء وسزا نیت پر منحصر ہے۔ یا مقتدی بھی چار رکعت کی نیت کرتے ہونگے تو ان میں سے بھی دو تو فرض کی اور دو نفل کی اس سے بھی نیتوں کا اختلاف لازم آیا۔

امام کی دو فرضوں کی نیت اور مقتدیوں کی نفلوں کی نیت ہوئی۔ اور نیز دوسرا محال یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ ایک وقت میں فرض اور نفل کی نیت ماننی پڑیگی۔ جو ایک نیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ خود مصنف نے اپنی کتاب توضیح الایات کے صفحہ ۴۴ میں تسلیم کیا۔ "کہ فرض اور سنت ایک نیت میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں" پھر یہی نہیں۔ کہ یہ بات نبی کریمؐ کے وقت تک محدود رہیگی۔ بلکہ آپ کے بعد جو بھی امام ہوگا۔ اس کو صلوٰۃ خوف میں دو رکعت پڑہانی ہونگی۔ اور اس کے لحاظ سے حضر میں اس پر چار فرض ہونگے۔ اور پھر ہر زمانہ میں وہی نقائص لازم آئینگے۔ جو پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

پس امام کے لئے چار رکعت کا فرض ماننا اور مقتدیوں کے لئے دو۔ تو اس طرح باجماعت نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نیز پھر اماموں کے لئے کوئی علیحدہ شریعت چاہئے جس میں ان کے احکام بیان ہوں۔ لیکن اماموں کے لئے نماز کے متعلق کوئی علیحدہ حکم پایا نہیں جاتا۔ پس آیت متنازعہ فیہا سے نماز کا دو رکعتیں نکالنا بنیاد فاسد بر فاسد ہے۔

اصل مطلب

اب ہم آیت کا اصل مطلب بتاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے کیا نکلتا ہے پس جاننا چاہیئے۔ کہ در اصل یہ دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت نہیں۔ اور ان دونوں میں دو احکام بتائے گئے ہیں۔ ایک تو سفر کے متعلق دوسرے خوف کے متعلق۔ اب دونوں آیتوں کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کرکے بتاتے ہیں۔ کہ ان سے صحابہ و تابعین و علماء و ائمہ اہلبیت نے کیا سمجھا ہے۔

پہلی آیت

پہلی آیت تو یہ ہے۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز کو قصر کرکے پڑہو۔ اگر تمہیں خوف ہو۔ کہ کفار تمہیں فتنہ میں ڈالیں اور بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اول تو ہم بتاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے صحابہؓ کیا سمجھے کہ خوف کے سوا نماز قصر کرنی چاہئے۔ یا نہیں۔ تو ملاحظہ ہو تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر

جلد ۳ صہ ۴۴۶ اور ابن ماجہ جلد اوّل عن یعلے ابن امیۃ قال سئلت عمر ابن الخطاب قلت لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا وقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسئالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ۔

یعلی ابن امیہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے عمر ابن الخطابؓ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا آیا ہے اور اب تو خوف نہیں ہے۔ بلکہ لوگ امن میں ہو گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ جس بات سے تم نے تعجب کیا ہے۔ اسی سے میں نے بھی کیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق پوچھا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے تم پر کیا ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ پس اس حدیث سے دانشمند سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے یہی سمجھا ہے۔ کہ سفر میں نماز قصر کی جائے لیکن یہ آیت مجمل ہے۔ کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں۔ کہ نماز کتنی رکعت ہو۔ اور قصر نصف کو کہتے ہیں۔ یا ثلث کو بھی۔ تو اسکا مفسر اسی کو ہونا چاہئے جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ کی راہ بتا دی ہے۔ کہ اگر تم کسی مسئلہ میں اختلاف کرو تو تمہیں چاہئے۔ کہ قرآن مجید و احادیث کو ثالث ٹھہرا کے اس کا فیصلہ کر لیا کرو جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ۔ پس فیصلہ کے لئے ہمیں حدیث صحیحہ اور آئمہ کے اقوال کو دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جب رکعات وغیرہ کی تعداد نہیں بتائی گئی۔ تو دوسرے درجہ پر سنّت ہے۔ اسلئے اسمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کیسے اور نیز صحابہؓ و تابعین وغیرہ کا اس کے متعلق کیسا خیال ہے:

پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی حدیث ہے۔ جو پہلے بیان کی گئی ہے:

دوسری حدیث عن عکرمۃ عن ابن عباس قال سافر النبی صلعم سفراً فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ عشر یوماً یصلی رکعتین

رکعتین فنحن اذا اقمنا تسعة عشر یوما نصلی رکعتین رکعتین فاذا اقمنا اکثر من ذالک صلینا اربعا (رواہ البخاری) ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ۱۹ دن مقیم رہے۔ اور دو دو رکعت نماز پڑہتے رہے۔ تو ہم بھی ۱۹ دن دو دو رکعت نماز پڑہیں گے۔ جب زیادہ دن مقیم ہیں۔ تو چار رکعت پڑہیں گے۔

تیسری حدیث عن حفص ابن عاصم قال صحبت ابن عمر فی طریق مکة فصلی لنا الظہر رکعتین ثم جاء رحلہ وجلس فصدیٰ ناسا قیاما فقال ما یصنع ھولاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا اتممت صلاتی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالک متفق علیہ۔

حفص بن عاصی کہتے ہیں۔ کہ میں ابن عمر کا مکہ کے رستہ میں ساتھی تھا۔ تو اس نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑہائیں۔ پھر اپنے ڈیرے میں آئے۔ اور اس میں بیٹھ گئے۔ اور لوگوں کو دیکھا۔ کہ کھڑے ہیں۔ تو کہا۔ کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ نفل پڑہ رہے ہیں۔ ابن عمر نے جواب دیا۔ کہ اگر میں نفل پڑہنے والا ہوتا۔ تو میں نماز کو پہلے پورا پڑہتا (یعنی سفر میں اگر نفل ہوتے تو فرض نماز کو پورا کیوں نہ پڑہنا ہوتا) میں رسول کریمؐ کا سفر میں ساتھی رہا۔ آپ دو رکعتوں سے زیادہ پڑہنے کو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے کیا۔ اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث عن عمران ابن حصین قال غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشہدت معہ الفتح فاقام بمکة ثمانی عشرة لیلة لا یصلی الا رکعتین یقول یا اھل البلد صلوا اربعا فانا سفر۔ رواہ ابو داؤد

عمران بن حصین نے کہا۔ کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ ملکر لڑائیاں کیں اور فتح مکہ میں بھی آپکے ساتھ حاضر ہوا۔ تو آپؐ مکہ میں ۱۸ رات رہے۔ آپ دو رکعت ہی نماز پڑہتے رہے۔ اور آپ شہر والوں کو کہتے تھے۔ تم چار پڑہو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

پانچویں حدیث عن محمد بن مسلم قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام الرجل

یرید السفر متی یقصر قال اذا توارٰی من البیوت قال قلت الرجل یرید السفر فیخرج حین تزول الشمس قال اذا اخرجت فصل رکعتین (فروع کافی جلد ۱)

محمد بن مسلم نے کہا۔ کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا۔ کہ جو آدمی سفر کا ارادہ کرے۔ تو وہ کب قصر کرے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ جب اپنے گھروں سے چھپ جائے میں نے کہا۔ کہ ایک آدمی سفر کا ارادہ کرے کہ سورج کے زوال کیوقت نکلے۔ تو اس کیلئے نماز کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ جب تو نکلے۔ تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔

چھٹی حدیث عن بشیر قال خرجت مع ابی عبد اللہ علیہ السلام حتی اتینا الشجرۃ فقال لی ابوعبداللہ علیہ السلام یا نبال قلت لبیک قال انہ لم یجب علی احد من اہل ہذا العسکر ان یصلی اربعۃ غیری وغیرک وذالک انہ دخل وقت الصلوٰۃ قبل ان نخرج (الفروع من الجامع الکافی جلد ۱)

بشیر ابن نبال نے کہا۔ کہ میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ ہم شجرہ کے مقام پر پہنچے۔ تو ابوعبداللہ علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ کہ اے نبال میں نے کہا۔ جناب حاضر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان تمام لشکریوں میں سے کسی پر بھی چار رکعت نماز واجب نہیں سوائے میرے اور تیرے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نکلے اسوقت تھے۔ کہ جب نماز کا وقت ہو گیا تھا۔

ساتویں حدیث عن محمد بن مسلم قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن رجل یدخل من سفرہ وقد دخل وقت الصلوٰۃ قال یصلی رکعتین فاذا اخرج الی السفر وقد دخل وقت الصلوٰۃ فلیصل اربعاً (الفروع من الجامع الکافی)

محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے ایک ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا۔ کہ جو اپنے سفر سے واپس آتا ہو۔ اور اسپر نماز کا وقت سفر میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ دو رکعتیں پڑھے۔ پس جب سفر کو نکلے۔ اور قیام کی حالت میں داخل ہو جائے۔ تو چار رکعت پڑھے۔ پس ان مذکورہ بالا احادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔ اور رسول کریمؐ اور صحابہؓ اور باقی ائمہ اہلبیت کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسرا۔ قصر چار رکعتی نماز دو رکعت کرکے پڑھنے کا نام ہے۔

اب احادیث کے بعد ہم تفاسیر کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ کہ وہ اس آیت کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔ آیا مطلق سفر بلا شرط خوف میں نماز قصر کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اور کس کس نماز میں قصر جائز ہے اور کس کس میں نہیں۔

تفسیر صافی تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وفی الفقیہ والعیاشی عن زرارۃ ومحمد بن مسلم قالا قلنا لابی جعفر ما تقول فی الصلوۃ فی السفر کیف ھی وکم ھی فقال ان اللہ عز وجل یقول فاذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ فصار التقصیر فی السفر واجبا کوجوب التمام فی الحضر قالوا قلنا انما قال اللہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ولم یقل افعلوا کیف اوجب ذالک کما اوجب التمام فی الحضر فقال اولیس قد قال اللہ عز وجل ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما الا تری ان الطواف بھما واجب مفروض لان اللہ عز وجل ذکرہ فی کتابہ وصنعہ نبیہ وکذالک التقصیر فی السفر شئی صنعہ النبی وذکرہ اللہ فی کتابہ قالا قلنا لہ فمن صلّی فی السفر اربعا ایعید ام لا قال ان کان قد قرئت علیہ آیۃ التقصیر وفسرت لہ وصلی اربعا اعاد وان لم یکن قرئت علیہ ولم یعلمھا فلا اعادۃ علیہ والصلوٰت کلھا فی السفر الفریضۃ رکعتان کل صلاۃ الا المغرب فانھا ثلاث لیس فیھا تقصیر وترکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر والحضر ثلث رکعات۔

ترجمہ۔ من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ اور محمدؐ بن مسلم سے روایت ہے۔ ان دونو صاحبوں نے کہا۔ کہ ہم نے امام ابو جعفر سے عرض کیا کہ

آپ سفر میں نماز کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ سفر میں نماز کیونکر اور کتنی ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو قصر کرو۔ تو قصر کرنا سفر میں واجب ہو گیا۔ جیسے کہ پوری نماز پڑھنی حضر میں واجب ہے۔ زرارہ و محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ خدا تعالےٰ نے تو یہی کہا ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وجوب کہاں سے نکلا۔ کیونکہ افعلوا تو نہیں کہا۔ جو کہ وجوب پر دلالت کرے تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ کیا خدا تعالےٰ نے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما نہیں کہا۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ صفا اور مروہ کا طواف حج اور عمرہ میں واجب و مفروض ہے۔ اور اسوجہ سے بھی کہ قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے۔ اور نبی کریمؐ نے اس پر عمل فرمایا۔ اور اسی طرح تقصیر سفر میں ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جسکو نبی صلعم نے کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ تو پھر زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ ہم نے کہا کہ کیا وہ شخص جو سفر میں چار رکعتیں پڑھے وہ لوٹائے یا نہ۔ تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ اگر اس پر آیتہ تقصیر پڑھی گئی ہے۔ اور اسکی تفسیر سنائی گئی ہے۔ اور پھر اس نے چار رکعت نماز پڑھی۔ تو وہ لوٹائے۔ اور اگر اس پر آیت پڑھی نہیں گئی۔ اور وہ اس کو نہیں جانتا تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور تمام کی تمام نمازوں کے سفر میں فرض دو دو رکعتیں ہیں۔ سوائے مغرب کے کہ وہ تین رکعت ہیں۔ اسمیں تقصیر نہیں۔ اور رسول کریمؐ نے سفر اور حضر دونوں میں تین ہی رکعت پر چھوڑا۔

خلاصۃ المنہج

واذا ضربتم فی الارض۔ وچوں سفر کنید در زمین۔ فلیس علیکم جناح پس نیست در شما گناہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ۔ ازآنکہ کوتاہ سازید از نماز یعنی چہار رکعتے را دو رکعت گذارید۔ ان خفتم ان یفتنکم الذین اگر بترسید آنکہ در فتنہ اندازند و بکشند۔ یا مشرک سازند شمارا آنانکہ کافر شدند این شرط باعتبار غالب است چہ در انوقت در حوالی مدینہ مسلمانرا دشمناں بودہ اند و حالا بے ترس نیز تقصیر

باید کرد۔ در سفر باجماع و روایات متواترہ و ترک جناح در امر واجب و سنت و مباح مستعمل است و اینجا مراد بامر واجبیست چہ قصر صلوٰۃ در سفر و خوف در سفر باجماع ؎

مجمع البیان واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ اس آیت کے ماتحت جو لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ کہ جب تم سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز سے قصر کرو۔ قصر میں بہت سے اقوال ہیں ؎

قول اوّل ایک قول تو یہ ہے۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ عدد صلوٰۃ سے قصر کرو رباعیات کو دو دو رکعت کرکے پڑہو۔ یہ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اور یہی قول اکثر فقہاء کا ہے۔ اور یہی مذہب اہل بیت کا ہے ؎

قول ثانی دوسرا قول یہ ہے صلوٰۃ خائف کی مسافر کی نماز کو قصر کرنا ہے۔ اور وہ دو قصر ہیں۔ ایک قصر امن کا چار سے دو رکعتوں کی طرف اور دوسرا قصر خوف کا دو رکعتوں سے ایک رکعت کرکے پڑہنا جابر اور مجاہد سے مروی ہے اور ہمارے اصحاب نے بھی روایت کیا ہے۔ کہ اسکے حدود صلوٰۃ سے قصر کرنا ہے۔ انہوں نے ابن عباسؓ سے اور طاؤس سے روایت کی ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جسکو ہمارے اصحاب نے شدت خوف کی نماز میں بیان کیا ہے۔ کہ وہ نماز اشارہ سے پڑہی جائے۔ اور سجدہ رکوع سے ذرا نیچے ہو۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکے۔ تو تسبیح مخصوص ہی ہر ایک رکعت سے کافی ہے

Digitized by Khilafat Library

قول ثالث کہ مراد قصر سے جمع بین الصلوٰتین ہے اور صحیح پہلا ہی قول ہے۔

اب مذکورہ بالا احادیث و تفاسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا۔ امر یہ کہ قصر کا موجب سفر بشرط خوف ہی نہیں۔ بلکہ مطلق سفر بھی ہے۔

دوسرا۔ امر یہ کہ قصر چار رکعتوں کو دو کرکے پڑہنا ہے جیسے کہ تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ بتنصیف الرباعیات اور تفسیر مجمع البیان میں ان معناہ ان تقصروا من عدد الصلوٰۃ فتصلوا الرباعیات رکعتین رکعتین

(۲) کنز العرفان میں ان التقصیر نقص من الصلوٰۃ کما و کیفا والنقص فی الکم فی

الرباعیات بتنصیفها وجعلها اثنتین (۳) تفسیر سیوطی میں ان تقصروا من الصلوٰۃ بان تردوها من اربع الی اثنتین ۔

پس ان سب تفاسیر سے ثابت ہے۔ کہ قصر چار رکعتوں کو دو کر کے پڑھنے کا نام ہے

تیسرا امر یہ ہے۔ کہ ظہر اور عصر اور عشا میں قصر ہے۔ شام اور صبح کی نماز میں قصر نہیں ہے

چوتھا۔ امر یہ ہے۔ کہ سفر میں قصر کرنا ضروری اور واجب ہے۔ جیسا کہ حضر میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

پانچواں ۔ امر یہ ہے۔ کہ قصر خوف کے ساتھ مشروط نہیں۔ بلکہ مطلق سفر میں جائز ہے ۔ اور رسول کریمؐ نے اس کو ایک صدقہ قرار دیا ہے ۔ خوف کے ساتھ مقید نہیں کیا

چھٹا۔ امر یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی سفر و حضر میں تین ہی رکعتیں ہونگی۔

ساتواں ۔ امر یہ ہے۔ کہ حضر میں ظہر۔ عصر۔ عشا میں فرض چار چار رکعت ہیں جیسا کہ زرارہ اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ کہ اگر کوئی شخص سفر میں چار پڑھ لے۔ تو اسکا کیا حکم ہے۔ تو ان کے سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو اس بات کا یقین تھا۔ کہ حضر میں چار رکعات ہیں۔

آٹھواں ۔ امر یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سفر میں چار رکعات پڑھ لے۔ تو اگر تو وہ نماز قصر سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور اس کی تفسیر اس نے سنی ہوئی ہے۔ تو وہ نماز کا اعادہ کرے ۔ ورنہ نہیں ۔

نواں امر یہ ہے۔ کہ نماز پوری دو رکعت نہیں ہے۔ بلکہ حضر میں چار رکعات ظہر اور عصر اور عشاء میں اور شام میں تین اور صبح میں دو۔ جیسا کہ آگے بھی اسکا ذکر آئیگا۔

اعتراض پس اگر کوئی کہے۔ کہ اگر قصر صلوٰۃ کو مشروط بخوف نہ جانئے۔ تو پھر اس کے تم کیا معنے کرتے ہو۔ اور کیا ان معنوں کی قرآن مجید سے بھی کوئی تائید نکلتی ہے یا نہیں۔

جواب تو اس کا جواب ہم آپ کو جو مجمع البیان میں لکھا ہے۔ لکھ دیتے ہیں۔

وفی قراءة ابی بن کعب فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان یفتنکم الذین کفروا من غیر ان یقرأ ان خفتم وقیل ان معنی ھذہ القرأة ان لا یفتنکم او کراھة ان یفتنکم کما فی قولہ یبین اللہ لکم ان تضلوا وظاھر الایة یقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن ببیان النبی۔

ترجمہ۔ ابی بن کعب کی قرأت میں ان خفتم کا لفظ نہیں آیا۔ اور اس قرأت کے لحاظ سے معنے اسطرح بیان کئے گئے ہیں۔ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ تم قصر کرو نماز کو کہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے۔ یا اس کراہت کیوجہ سے کہ وہ تم کو فتنے میں ڈالیں۔ کافر اور ان معنوں کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں۔ یبین اللہ لکم ان لا تضلوا کہ خدا تعالےٰ کھول کھول کر اسواسطے بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اسیطرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ تاللہ تفتؤ تذکر یوسف تو اس کے معنے ہیں۔ تاللہ لا تفتؤ تذکر یوسف کہ تو ہمیشہ یوسف کو ہی یاد کرتا رہیگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ ان تقولوا انا کنا عن ھذا غفلین۔ تو اس کے معنے ہیں۔ ان لا تقولوا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو۔ کہ ہم اس سے غافل تھے۔

جواب دوم دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے۔ کہ اگرچہ ظاہر آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ قصر خوف کے سوا جائز نہیں لیکن ہم نے نبی کریمؐ کے بیان سے معلوم کیا ہے۔ کہ امن کی حالت میں بھی قصر جائز ہے۔

پس جبکہ ثابت ہو گیا۔ کہ قصر بغیر خوف کے جائز ہے۔ اور ابی بن کعب کی قرأت کے لحاظ سے آیت کے یہ معنے ہوئے کہ تمکو اسوجہ سے قصر کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہیں کفار ضرر نہ پہونچائیں۔ اور اس سے شرطیت خوف کی ثابت نہیں۔ خود سفر بھی اپنے اندر ضرر کو رکھتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ السفر قطعة

من العذاب ۔ کہ سفر بھی عذاب کا ایک ٹکڑہ ہے ۔ تو سفر میں قصر بغیر خوف کے بھی کر سکتا ہے ۔ پس ایسا شخص جو رسول کریمؐ اور آئمہ کے ایسے اقوال کو جو قرآن مجید اور صحیح احادیث کے موافق ہیں نہیں مانتا ۔ تو وہ بدعتی ہے ۔ اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے ۔ من احدث فی امرنا ھذا الیس منہ فھو رد دوسری حدیث میں ہے ۔ فلیس منا کہ اس کا ہم سے تعلق نہیں ہے ۔ جو بدعتی ہے ۔

دوسری آیت میں قصر نماز خوف کا ذکر ہے ۔ اور وہ آیت یہ ہے ۔

فاذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ الخ

ترجمہ پس جب تو اپنے اصحاب مجاہدین میں ہو ۔ اور تو انہیں باجماعت نماز پڑھانا چاہے ۔ تو چاہیے ایک گروہ ان سے تیرے ساتھ کھڑا ہو ۔ اور اپنے اسلحہ اور اوزاروں کو اپنے پاس رکھے ۔ پس جب وہ سجدہ کر چکیں ۔ تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی تو وہ تیرے ساتھ آکر نماز پڑھے ۔ اور وہ بھی اپنا بچاؤ کریں اور اپنے اسلحہ کو لے لیں ۔ کیونکہ کفار یہ چاہتے ہیں ۔ کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غفلت اور تساہل کرو ۔ تو تم پر وہ یکدفعہ حملہ کر دیں ۔

اب ترجمہ کرنے کے بعد ہم بتاتے ہیں ۔ کہ مفسرین نے اس آیت کے متعلق کیا لکھا ہے ۔ اور احادیث میں بھی صلوٰۃ خوف کے متعلق کچھ لکھا ہے یا نہیں ۔

تفسیر مجمع البیان میں صلوٰۃ خوف کے متعلق چار مذاہب لکھے ہیں ۔ طائفہ اولیٰ میں اختلاف ہے ۔ کہ طائفہ اولیٰ جب اپنے سروں کو سجدے سے اٹھائیں اور ایک رکعت سے فارغ ہوں ۔ تو پھر وہ کیا کریں ۔

پہلا مذہب ہمارا مذہب تو یہ ہے ۔ کہ وہ دوسری رکعت پڑھیں ۔ اور تشہد پڑھ کے سلام پھیریں ۔ اور امام دوسری رکعت میں کھڑا رہے اور وہ اپنے

ساتھیوں کی جگہ جا کھڑے ہوں - اور دوسرے آئیں - اور نماز شروع کریں - اور کہا گیا ہے ان کو امام دوسری رکعت نماز پڑھائے - اور تشہد کو لمبا کرے - یہاں تک کہ وہ کھڑے ہوں - اور اپنی بقیہ نماز ادا کریں - پھر امام کے ساتھ وہ بھی تشہد میں بیٹھ کر سلام پھیر دیں - پس طائفہ اولیٰ کے لئے تکبیر افتتاح کی ہوگی - اور دوسرے کے لئے تسلیم اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے -

دوسرا مذہب یہ ہے - کہ طائفہ اولیٰ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں - اور دوسرا طائفہ آئے - پھر وہ بھی امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے - یہ مذہب مجاہد اور جابر اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ صلاۃ خوف ایک رکعت ہے ان کا ہے -

تیسرا مذہب کہ امام پہ ایک طائفہ کو دو رکعت نماز پڑھائے - اور پھر دوسرے کو بھی دو رکعت پڑھائے - یہ حسن سے روایت ہے -

چوتھا - مذہب یہ ہے - کہ پہلا گروہ ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پڑھ کے دشمن کے مقابل چلا جائے - اور دوسرا گروہ بھی آکر ایک رکعت امام کے پیچھے نماز پڑھ کر چلا جائے پھر پہلا فریق آئے - اور بقیہ ایک رکعت ادا کرے - پھر دوسرا گروہ آکر ایک رکعت ادا کرے - یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے -

پس بہرحال ان تمام مذاہب میں سے تین مذہب تو اس بات پہ متفق ہیں - کہ خوف کی نماز بھی دو رکعت ہیں - صرف ایک مذہب ہے - جو خوف کی نماز ایک رکعت بتاتا ہے - لیکن محدثین اس بات پر متفق ہیں - کہ صلوٰۃ خوف دو رکعت ہیں - اور جماعت کے ساتھ ایک رکعت ہے - چونکہ آیت میں جماعت کا طریق بتایا گیا ہے اسلئے وہاں پر ایک ایک رکعت بتائی ہے - اگر کوئی کہے کہ ہم احادیث کو نہیں مانتے - تو ہم کہینگے کہ آیت میں تو سجدوا کا لفظ آیا ہے رکعت کا نہیں پھر تم نے ایک ایک رکعت کہاں سے نکالی - پھر احادیث میں اس بات کا ذکر آتا ہے - کہ رسول کریمؐ نے دونو طائفوں کو ایک ایک رکعت پڑھائی - تو ہم کہتے ہیں - کہ انہی احادیث میں آتا ہے - کہ پھر ان دونو گروہوں

نے ایک ایک رکعت خود ادا کی۔ پس ہم ذیل میں احادیث کو ایسے طریق سے لاتے ہیں۔ کہ جن سے ثابت ہو۔ کہ نماز خوف کے ادا کرنے کے کتنے طریق ہیں۔

پہلا طریق خوف کی نماز

عن الحلبی قال سألت اباعبد اللّٰہ علیہ السلام عن صلوٰۃ الخوف قال یقوم الامام وتجئ طائفۃ من اصحابہ فیقومون خلفہ و طائفۃ باذاء العدو فیصلی بہم الامام رکعۃ الخ

ترجمہ۔ حلبی سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے صلوٰۃ خوف کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ امام کھڑا ہو۔ اور ایک گروہ اس کے اصحاب سے آئے۔ اور امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ اور دوسرا گروہ دشمنوں کے مقابل میں رہے۔ تو امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر امام کھڑا ہو۔ اور وہ بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں تو امام کھڑا رہے۔ اور پہلا گروہ دوسری رکعت ادا کرکے سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلا جائے۔ اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔ پھر جب امام ایک رکعت پڑھا لے تو آپ بیٹھا رہے۔ اور مقتدی اٹھیں اور دوسری رکعت خود پڑھ کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ (الفروع من الجامع الکافی ملکنافی للغرب)

دوسرا طریق نماز خوف کا

دوسرا طریق نماز کا وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ لیکن اسمیں زیادتی اتنی آئی ہے۔ عن الصادق علیہ السلام ثم جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتشہد ثم سلم فقاموا ثم قضوا لانفسہم رکعۃ ثم سلم بعضہم علی البعض وقد قال اللّٰہ لنبیہ فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منہم معک وذکر الآیۃ فہذہ صلوٰۃ الخوف التی امر اللّٰہ بہا نبیہ (وسائل الشیعہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد بیٹھ کر سلام پھیرا۔ تو اسوقت دوسرا گروہ دوسری رکعت کے ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اپنے لئے دوسری رکعت کو پورا کرکے سلام پھیر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لئے فرمایا ہے۔ کہ جب تو اپنے اصحابؓ میں ہو۔ اور تو انکو نماز باجماعت پڑھانا چاہے۔ پس چاہئے۔ کہ ان میں سے ایک طائفہ تیرے ساتھ کھڑا ہو۔ اور تمام آیۃ کو پڑھا پس یہ نماز خوف ہے جسکا خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم فرمایا۔

تیسرا طریق نماز خوف کا

عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول انکنت فی ارض مخافۃ فخشیت لصا او سبعا فصل علی دابتک ابی بصیر سے روایت ہے اس نے کہا۔ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو کہتے سُنا۔ کہ اگر تو خوف والی زمین میں ہو۔ اور تو چور یا درندہ سے ڈرے۔ تو تو اپنی سواری پر نماز پڑھ لے۔

دوسری حدیث جو کہ عبد الرحمٰن بن ابی عبد اللہ سے مروی ہے۔ کہا اس نے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے فان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق پوچھا۔ کہ وہ کیسے نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں کہ جب کسی درندے یا چور کا خوف ہو۔ اس وقت نماز کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ کہ تکبیر کہے اور اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرے؛ (الفروع من الجامع الکافی)

چوتھا طریق نماز خوف کا

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا جالت الخیل تضطرب السیوف اجزائہ تکبیرتان فھذا التقصیر اخر (الفروع من الجامع الکافی) ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب گھوڑے جولانی کریں اور تلواریں ہلتی ہوں۔ اور ایک دوسرے پر پڑتی ہوں یعنی جنگ ہو۔ تو اس وقت دو تکبیریں ہی کافی ہونگی۔

دوسری حدیث میں ہے ہر ایک نماز کی دو تکبیریں ہونگی۔ مگر مغرب کی تین ہونگی اور ایسا ہی حضرت علیؑ امیر المومنین نے جنگ حنین میں کیا ہے؛

پانچواں طریق نماز خوف کا

عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف فصففنا خلفہ صفین والعدو بیننا وبین القبلۃ الخ (مسلم) جابرؓ سے روائت ہے کہ ہمیں نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پس ہم نے دو صفیں باندھیں۔ اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے۔ تو ہم نے رسول کریمؐ کے ساتھ تکبیر بعد رکوع کیا۔ اور سب نے اکٹھے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو پھر نبی کریمؐ نے اور جو آپؐ کے ساتھ کی صف تھی۔ سجدہ کیا۔ اور دوسری صف پیچھے کھڑی رہی۔ پس پہلی صف کھڑی ہو گئی۔ تو اگلی صف پیچھے آ گئی۔ اور پچھلی آگے چلی گئی۔ پس جب

رسول کریمؐ سجدہ میں گئے۔ تو پہلی رکعت کیطرح پچھلی صف کھڑی رہی اور اگلی صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر تمام نے اکھٹے سلام پھیرا۔

پس یہ پانچ طریق صلوٰۃ خوف کے ہم نے احادیث سے لکھے ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے۔ کہ صلوٰۃ خوف میں بھی جہاں کہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی ہے۔ تو دونو فریقوں نے ایک ایک رکعت جماعت کے ساتھ اور ایک ایک رکعت خود ادا کی ہے۔ اور دو ہی رکعت انہوں نے نماز پڑہی ہے۔

اب ہم ان احادیث کو لکھتے ہیں۔ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرض حضر میں دو رکعت ہی نہیں جس کے مولوی تصدّق حسین صاحب مدعی ہیں اور قصر دو رکعت ہیں نہ ایک رکعت۔ ملاحظہ ہو۔

حدیث اوّل ثم یصنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذالک ثم اذا قام من الرکعتین کبر و رفع یدیہ۔ پھر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کیطرح کرے۔ پھر جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو جائے۔ تو اللہ اکبر کہے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے۔ آگے لکھا ہے۔ اذا قعد فی الرکعتین قعد علی بطن قدم الیسریٰ ونصب الیمنیٰ واذا کان فی الرابعۃ افضی بورکہ الیسریٰ الی الارض واخرج قدمیہ من ناحیۃ (مشکوٰۃ) جب مصلی دو رکعتوں میں بیٹھے۔ تو اپنے بائیں پاؤں کے بطن پر بیٹھے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور جب چوتھی رکعت میں بیٹھے۔ تو بائیں سرین کو زمین کے ساتھ ملائے۔ اور اپنے دونو پاؤں کو ایک جانب سے نکالدے۔

حدیث ثانی عن مجاھد عن ابن عباس قال افترض اللہ الصلاۃ علی لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین (ابن ماجہ)

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں۔

حدیث ثالث عن ابی سعید الخدری قال کنا نحزر قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظھر قدر

قرارۃ الم تنزیل السجدہ وحزرنا قیامہ فی الاخرین قدر النصف من ذالک وحزرنا فی الرکعتین الاولین من العصر علی قدر قیامہ فی الاخرین من الظہر و فی الاخرین من العصر علی النصف من ذالک (مسلم)

اور عن ابی قتادۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرئ بنا فی الرکعتین الاولین من صلاۃ الظہر ویسمعنا الایۃ احیانا (ابن ماجہ) کہ نبی کریمؐ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنائی بھی دیتی تھی۔"

حدیث رابع عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال الفریضۃ والنافلۃ احدو خمسون رکعۃ منہا رکعتان بعد العتمہ جالسا تعدان برکعۃ وھو قائم الفریضۃ منہا سبعۃ عشر رکعۃ والنافلۃ اربع وثلثون رکعۃ (الفروع من الجامع الکافی)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ فرض اور نفل نماز اکاون رکعتیں ہیں۔ ان سے دو رکعتیں وہ ہیں۔ جو عشاء کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں۔ اور ایک شمار کی جاتی ہیں۔ اور سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ (نہ جیساکہ مولوی تصدق حسین دس رکعات فرض خیال کرتے ہیں۔) اور چونتیس رکعتیں نفل ہیں۔

حدیث خامس عن ضان قال سئال عمرو بن حریث اباعبد اللہ علیہ السلام و انا جالس فقال لہ جعلت فداک اخبرنی عن صلوٰۃ رسول اللہ فقال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ثمانی رکعات الزوال واربعا الاولی وثمانی بعدھا واربعا العصر وثلثا المغرب واربعا بعد المغرب والعشاء الاخرۃ اربعاء ثمانی صلوٰۃ اللیل وثلث الوتر ورکعتی الفجر وصلوٰۃ الغداۃ رکعتین (الفروع من الجامع الکافی)

ضان نے کہا۔ کہ عمرو بن حریث نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے میری موجودگی میں سوال کیا۔ اور کہا۔ کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ مجھے نبی کریمؐ کی نماز سے خبر دیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ آپ زوال کے وقت یعنی ظہر کی نماز میں بارہ رکعات چار پہلے کی اور آٹھ بعد کی پڑھتے تھے۔ اور چار رکعت عصر کی پڑھتے تھے۔ اور تین مغرب کی

اور چار رکعت اس کے بعد اور عشاء کی چار رکعت اور آٹھ اس کے بعد رات کی نمازیں اور تین وتر اور دو فجر کی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور دو رکعتیں صبح کی نماز کی۔ پس اس حدیث میں ظہر و عصر و عشاء کے چار چار فرض اور شام کے تین اور صبح کے دو فرض بیان کیئے۔ اور باقی سنتیں اور وتر؛

حدیث سادس | عن احمد بن محمد ابن ابی نصر قال قلت لابی الحسن علیہ السلام ان اصحابنا یختلفون فی صلوٰۃ التطوع بعضهم یصلی اربعا و اربعین و بعضهم یصلی خمسین فاخبرنی بالذی تعمل بہ انت کیف ھو حتی اعمل بمثلہ فقال اصلی واحدۃ و خمسین ثم قال امسک وعقد بیدہ .... والفرائض سبع عشرۃ فذالک احد و خمسون (الفروع من الجامع الکافی)

احمد بن محمد ابن ابی نصر سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام کو کہا۔ کہ ہمارے اصحاب صلوٰۃ التطوع میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض تو چوالیس پڑھتے ہیں۔ اور بعض پچاس۔ پس آپ مجھے اپنی حالت سے خبر دیں۔ کہ آپ سنتیں پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو اکاون پڑھتا ہوں۔ پھر انکی تفصیل کر دی۔ اور چونتیس رکعتیں بتا کر کہا۔ کہ باقی سترہ فرض ہیں۔ پس کل رکعات اکاون ہوئیں۔

حدیث سابع | عن یونس قال حدثنی اسمٰعیل بن سعد الاحوص قال قلت للرضا علیہ السلام کم الصلوٰۃ من رکعۃ فقال احدی و خمسون رکعۃ (الفروع من الجامع الکافی)

یونس نے کہا کہ میرے پاس اسمٰعیل بن سعد الاحوص نے بیان کیا۔ کہ میں نے رضا علیہ السلام کو کہا۔ کہ نماز کی کتنی رکعتیں ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اکاون رکعتیں ہیں۔

حدیث ثامن | عن النضر بن سوید عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ قال الصلوٰۃ فی السفر رکعتان لیس قبلھا ولا بعدھما شیٔ الا المغرب ثلث (تہذیب الاحکام)

نضر بن سوید نے عبداللہ بن سنان اور اس نے ابو عبداللہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نماز سفر میں دو رکعتیں ہیں۔ نہ ان کے پہلے کوئی چیز ہے نہ بعد مگر مغرب کی تین رکعتیں ہیں؛

حدیث تاسع عن فضیل ابن یسار عن ابی عبد اللہ قال الفریضہ والنافلہ احد وخمسون رکعۃ منھا رکعتان بعد العتمۃ جالسا تعدان برکعۃ الفریضہ سبع وعشر رکعۃ والنافلہ اربع وثلثون رکعۃ (تہذیب الاحکام)

فضیل بن یسار نے ابو عبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ فرض اور نفل اکاون رکعتیں ہیں۔ جن میں سے دو رکعتیں تاریکی شب کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں جو ایک رکعت شمار ہوتی ہے اور فرض سترہ رکعتیں ہیں اور نفل ۳۴ رکعتیں ہیں۔

حدیث عاشر عن الفضل بن شاذان عن الرضا علیہ السلام فی کتابہ الی المامون قال والصلوٰۃ الفریضۃ الظھر اربع رکعات والعصر اربع رکعات والمغرب ثلث رکعات والعشاء الاخرۃ اربع رکعات والغداۃ رکعتان ھذہ سبع عشر رکعۃ والسنۃ اربع وثلثون رکعۃ (وسائل الشیعہ فی عیون الاخبار)

وسائل الشیعہ میں عیون الاخبار سے مروی ہے۔ کہ فضل بن شاذان نے رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ایک خط میں مامون کی طرف یہ لکھا۔ کہ فرض نماز ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ اور عصر کی بھی چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی چار۔ اور فجر کی دو رکعتیں۔ یہ سب ملکر سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ اور باقی سنتیں چونتیس رکعتیں ہیں۔

حدیث احدی وعشر عن ابی عبد اللہ فی حدیث ان ذالثمرۃ قال یا رسول اللہ اخبرنی عما فرض اللہ علی فقال لہ رسول اللہ فرض اللہ علیک سبعۃ عشرۃ رکعۃ فی الیوم واللیلۃ (وسائل الشیعہ)

ابو عبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالثمرہ نے رسول کریم صلعم سے پوچھا۔ کہ حضور مجھپر فرض نماز کتنی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے سترہ رکعتیں رات اور دن میں فرض کی ہیں۔

پس ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے یہاں گیارہ احادیث لکھدی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہے۔ کہ پانچوں نمازوں میں دو رکعت فرض نہیں ہیں۔ جیسا کہ مولوی

تصدق حسین کا خیال ہے

پس سترہ رکعتوں کا فرض ہونا حد تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت نے روایت کیا ہے۔ کہ جن کا کذب پر اتفاق نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ منطقیوں نے لکھا ہے۔ والمتواتر وھو اخبار جماعۃ یحیل العقل تواطئھم علی الکذب وتعیین العدد لیس بشرط بل الضابطۃ مبلغ یفید الیقین اور ایسا ہی اصول والوں نے متواتر حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ پس جبکہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ فرض سترہ رکعتیں ہیں۔ اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور پھر تمام امت محمدیہ کا سترہ رکعتوں کے فرض ہونے پر اتفاق ہے اور نبی کریمؐ نے بھی فرض سترہ رکعتیں ہی پڑھی ہیں تو سترہ رکعتیں ہی فرض پڑھنے چاہئے۔ کیونکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن مالک بن حویرث قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلّی (متفق علیہ) کہ تم ایسے نماز پڑھو۔ جیسے کہ تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اور پھر مولوی تصدق حسین کے اعتقاد کے مطابق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی تو آپ پر اسی قاعدہ کے بموجب کہ جیسا دونو فریقوں نے قصر ایک ایک رکعت پڑھی تو حضر میں دو فرض ہونگے۔ نبی کریمؐ کے لئے حضر میں چار فرض ہونگے اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی کہ تمہاری نماز کا وہی طریق ہونا چاہئے۔ جیسے میں پڑھتا ہوں۔ اگر کوئی کہے۔ کہ رسول کریمؐ نے یونہی ان کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ حضر میں سترہ رکعتیں فرض پڑھا کریں۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریمؐ تو اتنے محتاط اور رؤف و رحیم تھے۔ کہ ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھانے میں آپؐ کو دیر لگی اور بچے عورتیں وغیرہ سو گئے۔ تو آپ نے اسوقت نماز پڑھائی اور فرمایا۔ کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا۔ کہ یہ میری امت پر مشقت ہوگی۔ تو میں ان کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء عند کل صلاۃ۔ کہ میں اگر اپنی امت پر مشقت کا خیال نہ کروں۔ تو میں ہر نماز کے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دوں۔ پس جبکہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اتنے محتاط تھے

تو دس کی بجائے سترہ رکعات کیوں فرض کر دیں۔ اگر درحقیقت فرض نہیں تہیں۔ پس فرض دراصل سترہ رکعتیں ہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ اور خلفاء اور صحابہ اور ائمہ و اہلبیت و علمائے اسلام غلطی نہیں کھا سکتے۔ اور نہ ہی امت محمدیہ کا قرآن مجید اور احادیث کے خلاف پر اجماع ہو سکتا ہے۔

پس مولویصاحب! موجودہ نماز بگڑی ہوئی نہیں۔ بلکہ ایسے ہی شروع سے چلی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپنے نماز کے بگاڑنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اضاعوا الصلوٰۃ کے مصداق بننے لگے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے "میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا"۔

قولہ۔ پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے۔

اقول۔ ہرگز نہیں۔ مطلق نماز قصر کا یہ حال نہیں۔ بلکہ اس نماز قصر کا جو بحالت خوف جماعت کے ساتھ ہو۔ اور وہ خوف جو کہ نسبتہً زیادہ ہو۔ سفر کی نماز قصر کے ساتھ اسکو تعلق نہیں۔ کما کتب اولا۔

قولہ۔ جب ایک رکعت قصر کی ہوئی تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہیئے۔

اقول۔ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ قصر نہیں۔ بلکہ قصر در قصر ہے۔ کیونکہ سفر کی وجہ سے دو رکعت قصر ہوئی۔ اور پھر خوف کی وجہ سے ایک رکعت ہوئی۔

قولہ۔ مفسّرین و محدّثین کو جو دھوکہ ہوا ہے۔ وہ محض بے تدبری کا ثمرہ ہے ان چند وجوہات سے پہلی وجہ سفر باعث قصر ہے یا خوف۔

اقول۔ مفسّرین کو تو دھوکہ لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ لیکن آپکا دماغ ضرور تناسخ کے چکر میں ہے۔ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ سفر بھی باعث قصر ہے۔ اور خوف بھی۔

قولہ۔ نماز قصر و نماز خوف دو ہیں یا ایک۔

اقول۔ نماز قصر و نماز خوف میں تردید ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ دونو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً سفر بھی ہو۔ اور خوف بھی۔ تو وہاں سفر کی وجہ سے قصر اور خوف کی وجہ سے بھی قصر ہوگا۔ تو پھر لفظ یا کے کیا معنی۔

قولہ۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے دو رکعتیں پڑہیں یا مومنین نے ایک رکعت۔

اقول۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے دو رکعت پڑہیں۔ اور مومنوں کی ایک ایک رکعت باجماعت ہوئی۔ اور غزوہ ذات الرقاع وغیرہ میں مومنین نے بھی دو دو پڑہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

قولہ۔ نماز خوف کی معذوری حالت پر جسے میں نے خوف مطلق لکہا ہے۔ غور فرماؤ۔ یہاں علمائے اسلام کو بڑا دہوکہ لگا ہے۔ دیکھو آیۃ مبارکہ حافظوا علی الصلوٰۃ۔ والصلوٰۃ الوسطےٰ و قوموا للہ قانتین فان خفتم فرجالا او رکبانا ؔ

پھر تفسیر صافی فی الکافی والفقیہ والتہذیب عن الصادق علیہ السلام فی ھذہ الایۃ انھا فی رکعتین تنقص منھما واحدۃ یلیما فی حال الخوف۔ دیکھئے حضرت سلام علیہ سے کس طرح صاف و ظاہر ہے۔ یہ امر کہ نماز قصر و خوف میں فرق ہے نماز خوف میں قصر سے بھی کم کی جاتی ہے۔ پس یہ حکم آیۃ ان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق ہے۔ جہاں خوف شدید مراد ہے۔ لیکن مفسرین نے غلطی سے آیت ان تقصروا میں لکہدیا۔

اقول۔ کہاں آیت واذا ضربتم فی الارض اور کہاں آیت ان خفتم فرجالا او رکبانا دونو کو ایک جگہ ملا دیا ہے۔ اور تفسیر صافی کی عبارت کو ان خفتم فرجالا او رکبانا میں شامل کیا ہے۔ حالانکہ تفسیر صافی والے نے اس کو واذا ضربتم کے ماتحت لکہا ہے۔ ان خفتم فرجالا او رکبانا میں تو ایسی نماز کا ذکر ہے جسمیں ضروری نہیں کہ رکوع و سجود ہوں۔ بلکہ ایما و اشارہ ہی کافی ہے۔ پھر آپ تفسیر صافی کی عبارت کو آیت ان خفتم پر محمول کر رہے ہیں۔ اور نماز قصر اور نماز خوف میں فرق ہے جیسے کہ ہم پہلے صلوٰۃ خوف کے طریق بتا آئے ہیں۔ کہ کتنے طریق سے نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف کو ادا کیا۔

اور جو صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قصر سفر میں دو رکعتیں ہیں۔ (جو کہ مولوی تصدق حسین کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے

جسکو خوف کے وقت ایک کر کے پڑھا جائیگا۔ مفسرین نے غلطی نہیں کی۔ بلکہ مولنٰنا صاحب خود غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں آیت میں ایک تو قصر نماز سفر کا بیان ہے۔ اور دوسرا قصر نماز خوف کا۔ جو کہ با جماعت ایک رکعت ہے۔

قولہ تفسیر مجمع البیان قد روی عن النبیؐ انه قال فرض المسافر رکعتان غیر قصر وان الخوف بانفرادہ موجب القصر۔ روایت کی گئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہوں نے فرمایا۔ مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔ یہ قصر نہیں ہے۔ اور تحقیق خوف ہی باعث قصر ہے۔ (مؤلف) یہ عبارت مجمع البیان کی میرے مقصد کو خوب ثابت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ مسافر پر دو رکعت ہیں۔ غیر قصر یعنی قصر کے سوا پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسافر پر قصر نہیں۔ الخ

اقول۔ اس سے مولنٰنا صاحب کی علمیت کا بھی پتہ لگ گیا ہے۔ کہ مولویصاحب علم میں کس پائے کے آدمی ہیں۔ کیونکہ ان الخوف بانفرادہ موجب القصر کے معنے کہنے میں یوں گوہر افشاں ہوئے ہیں۔ کہ خوف باعث قصر ہے اول تو مولویصاحب یہاں قصر کا کوئی حرف نہیں پایا جاتا۔ جس سے آپنے قصر کا حصر خوف میں ہی کر دیا۔ ثانیاً اس حرف کی جس سے آپنے حصر نکالا تھا۔ تشریح کر دی ہوتی۔ کہ یہاں سے حصر نکلتا ہے۔ اس کے معنے تو صاف ظاہر تھے۔ کہ دوا مور جو موجب قصر ہیں۔ ان میں سے خوف اکیلا ہی موجب قصر ہے۔ پس یہ روایت آپکے مقصد کو کسطرح ثابت کرتی ہے۔ یہ روایت تو آپکے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز تین قسم کی ہے۔ ایکؔ نماز مقیم۔ دوسریؔ نماز مسافر۔ تیسریؔ نماز خوف۔ تو اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز سفر میں دو رکعت فرض ہیں ان میں قصر نہیں۔ کیونکہ وہ حضر کی نماز کا قصر ہیں۔ اور نماز خوف میں ان دو سے قصر ہو کر ایک رکعت ہوگی۔ تو اس روایت سے کہاں نکلا۔ کہ نماز سفر قصر میں نہیں ہے کیونکہ غیر قصر کے معنے یہ ہیں۔ کہ نماز سفر کی دو رکعتیں فرض ہیں۔ ان میں قصر نہیں اور یہ سچ ہے۔ ہم کب دو رکعتوں میں قصر کرتے ہیں۔ ہم بھی سفر کی نماز میں دو رکعت

کوفرض مان رہے ہیں۔ بحران اللہ عنی بالقصر فی الایۃ قصر صلوٰۃ الخوف من صلوٰۃ السفر کہ خدا تعالےٰ نے آیۃ میں قصر سے مراد صلوٰۃ خوف کا قصر نماز سفر سے لیا ہے نہ کہ نماز حضر سے کیونکہ نماز سفر قصر ہے نماز حضر سے اور صلوٰۃ خوف قصر ہے سفر سے پھر پہلے ہم مجمع البیان سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ نماز کی کے رکعتیں ہیں۔ اسے مولوی صاحب اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھکر بالکل چھوڑ گئے۔ پس ایسے لوگ کیونکر مصلح ہو سکتے ہیں۔ جو اپنا ایسا مذہب بنا لیتے ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل مخالف ہے

قولہ۔ (کنز العرفان) فنقول الخوف اذا انتھی الی ملا یمکن معھا الا استقرار والایقاع الا فعال صلی الناس فرادیٰ بحسب امکانھم الخ

ترجمہ۔ پس میں کہتا ہوں۔ کہ جبوقت خوف یہاں تک پہنچ جائے۔ کہ سیدھا کھڑا رہنا۔ اور افعال نماز کا واقعہ ہونا ممکن نہ ہو۔ تو لوگ فرداً فرداً بحسب امکان نماز ادا کریں گے اور اگر اس قدر خوف نہ ہو۔ یعنی افعال نماز کو بجالا سکیں۔ تو یہ صورت ادائگی نماز کی تین طرح پر ہے۔ پہلی صورت جو نماز مقام بطن النخل میں واقع ہوئی۔ دوسری صلوٰۃ عسفان۔ تیسری ذات الرقاع۔ غور فرمائیے۔ اس عبارت کو کنز العرفان نے میرے مقصد کی شہادت کے لئے واضح کرکے لکھا ہے۔ یعنی نماز خوف کی دو قسم جدا جدا لکھی ہیں۔ اس کے تمام علماء و فقہاء قائل ہیں۔ کہ ضرور دو قسم کا خوف ہے ایک میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالاً و رکباناً کے مطابق ہے۔ دوسری قسم میں ایک رکعت کامل ہے!

اقول۔ مولوی صاحب کنز العرفان کی عبارت آپ کے مقصد کی شاہد نہیں۔ بلکہ آپکے مقصد کو جڑ سے اُکھیڑ رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ خوف جس میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے۔ اور بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالاً او رکباناً کے مطابق ہے اس میں رکعات نہیں بتائیں۔ کہ اس میں کتنی رکعتیں ہیں۔

تعجب ہے۔ کہ پہلے صفحہ ۱۵ میں تسلیم کر آئے ہیں۔ انھا فی رکعتین تنقص منھما واحدۃ یعنی فی حال الخوف یہ حکم ان خفتم فرجالاً او رکباناً کے متعلق ہے

اور یہاں رجالا اور رکبانا آئیں اور قسم کی نماز کو شامل کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم جو کنز العرفان والے نے لکھی ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ دوسری قسم میں ایک رکعت کامل ہے۔ حالانکہ نبی کریمؐ نے جو نماز خوف ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ اس میں صحابہؓ نے بھی اور نبی کریمؐ نے بھی دو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ جیسا کہ نماز خوف کے ادا کرنے کے طریقوں میں ہم لکھ چکے ہیں۔

قولہ ۔ مگر فرق فہم علماء اور میرے مطلب میں صرف اتنا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قسم ثانی جو باعث قصر ہے۔ وہ خوف خفیف میں ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ محض سفر باعث قصر ہے۔ قسم ثانی نماز خوف۔

اقول ۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ علماء محض سفر کو ہی باعث قصر قرار دیتے ہیں بلکہ وہ خوف کو بھی باعث قصر قرار دیتے ہیں۔ اور جو عبارت کنز العرفان کی مولوی صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں تو سفر کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ اس میں تو خوف کی کمی و زیادتی کے لحاظ سے دو قسم نماز خوف کی لکھی ہیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ جب خوف بہت زیادہ ہو۔ تو اس وقت ایماء و اشارہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ اور نبی کریمؐ اور صحابہؓ نے دو دو رکعتیں غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی ہیں۔ پس آپ کا کہنا کہ دوسری قسم میں ایک رکعت ہی ہے۔ غلط ہے۔ جو ایک رکعت نماز خوف کی حدیثوں میں آئی ہے۔ وہ تو قصر سفر کی نماز سے کی گئی ہے نہ کہ نماز حضر سے۔ جیسے کہ تفسیر صافی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ جو پہلے لکھی جا چکی ہے۔

قولہ ۔ قصر بمعنی نصف ہے۔

اقول ۔ قصر بمعنی ثلث یا ربع یا نصف بھی ہو سکتا تھا۔ جس کا تعین رسول کریمؐ نے خود اپنے عمل سے بتا دیا۔ کہ حضر کی چار رکعتوں کو آپ سفر میں قصر کر کے دو پڑھتے رہے۔ پس قصر بمعنی نصف ہے۔ جیسے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے عمل سے بتایا۔ اور نماز خوف جو ایک رکعت ہے۔ تو وہ قصر در قصر ہے۔ یعنی سفر کی نماز سے قصر بمعنی نصف ہی کی گئی ہے۔

قولہ۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی ہے۔

اقول۔ آیت میں دونوں احتمال ہو سکتے تھے۔ کہ ال عہد کا ہو یا جنس کا۔ لیکن نبی کریمؐ کے تعامل نے جیساکہ احادیث صحیحہ اور تفاسیر سے ظاہر ہے۔ بتادیا۔ کہ ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی نہیں۔ بلکہ عہد کا ہے ؎

قولہ۔ (مجمع البیان) ظاہر الامۃ تقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن من بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس کیا عند الامامیہ یہ امر مسلم نہیں۔ کہ حدیث مخالف قرآن افترا ہے ؎

اقول۔ یہ بات تو صحیح ہے۔ کہ جو حدیث قرآن مجید کے خلاف ہوگی۔ وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ عمل کے لائق نہیں۔ لیکن متنازعہ فیہا آیت کی تفسیر میں جو احادیث پیش کی گئی ہے۔ وہ قرآن مجید کے مخالف نہیں معلوم ہوتا ہے۔ مولویصاحب نے قرآن مجید کے مخالف یا موافق ہونیکا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ مخالف قرآن ہونیکا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ قرآن مجید کچھ کہتا ہو اور حدیث میں اس کے خلاف ہو۔ لیکن وہ احادیث جن میں رکعتوں کا حضر میں دو سے زیادہ فرض ہونا بتایا گیا ہے قرآن مجید کی آیت فاذا اقمت لھم الصلوٰۃ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں تو نماز خوف کا باجماعت ہونیکا ذکر ہے۔ ورنہ اگر اسی آیت سے یہ قیاس کیا جائے کہ کل نماز حضر میں دو رکعت فرض ہیں۔ تو اس آیت کی رو سے یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ نماز کو سجدہ پر ختم کیا جایا کرے۔ کیونکہ آیت میں تو پہلے فریق کیلئے وارد ہوا ہے۔ فاذا سجدوا جب پہلا فریق سجدہ کر چکے۔ تو ان کی جگہ دوسرا گروہ جسنے نماز نہیں پڑھی کھڑا ہو۔ تو اس طرح یہ تمام نمازیں بغیر تشہد کے ہونگی۔ حالانکہ مولوی تصدق حسین صاحب بھی اس بات کے ابھی تک قائل نہیں ہونگے۔ کہ نماز سجدہ پر ختم کر دینی چاہیئے۔ آگے ہو جائیں تو شاید ہو جائیں۔ کیونکہ جب انہوں نے نماز کو بگاڑنے کا بیڑا اٹھالیا ہے تو ضرور ہے۔ کہ وہ اچھی طرح نماز کو موجودہ طریقہ سے بگاڑینگے۔ اور آگے نماز کو سجدہ پر ہی ختم کر دیا کرینگے۔ پس جبکہ نبی کریمؐ کا عمل اور تمام امت محمدیہ کا عمل اور پھر سوال کے جواب میں

نبی کریم ؐ کا فرمانا کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو ہم پر خدا تعالےٰ نے کیا۔ ہمیں قبول کرنا چاہیئے۔ اور متفقہ طور پر احادیث کا چار رکعتوں کے فرض ہونے پر وارد ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اصل نماز دو رکعت ہی فرض نہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب کا خیال ہے۔

اگر کوئی کہے۔ کہ نبی کریم ؐ نے غلطی کھائی تھی آپ چار رکعات پڑھتے رہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو بھی غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ہمیشہ ان کی زندگی میں ہی ان کو اطلاع دیدیا کرتا ہے۔ مگر آپ کے نزدیک یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی پر قائم رہے۔ کہ آپ ؐ چار رکعات فرض پڑھاتے رہے۔ اور امت محمدیہ کو بھی گمراہی میں ڈالا۔ یا مانو۔ واقعی چار رکعت ہی فرض تھیں۔ نہ کہ دو رکعتیں۔

قولہ۔ اگر علت قصر محض سفر منجانب اللہ ہوتی۔ تو حد سفر یا صفات سفر جس میں قصر ہونا چاہیئے منجانب اللہ قرآن میں ضرور بیان ہوتا۔ چونکہ سفر باعث نہیں۔ بلکہ خوف معین باعث قصر ہے۔ اس لئے حد خوف و رفع خوف کی تدبیر نماز کی فعلی صورت قرآن میں تعلیم ہوئی۔ غرض مسئلہ کے تمام پہلو کامل اکمل قرآن میں موجود ہیں۔ پس بانیوجہ مقرر و معین باعث قصر خوف ہی ہے نہ سفر۔

اقول۔ ہم کب کہتے ہیں۔ اور مفسرین و محدثین نے کہاں لکھا ہے۔ کہ محض علت قصر سفر ہی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہر ایک بات کا کامل طور پر قرآن مجید میں بیان ہونا ضروری ہے۔ اور نماز کے مسئلہ کو کامل و اکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس قاعدہ کو صحیح ماننے سے مندرجہ ذیل امور لازم آئینگے۔

(۱) ایک تو یہ کہ حدیث یا تفسیر کی کوئی ضرورت نہیں؛

(۲) یہ کہ نماز سجدہ پر ختم کردینی چاہیئے نہ کہ تشہد پر؛

(۳) یہ کہ دو نمازیں کبھی جمع نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ذکر نہیں؛

(۴) زکوٰۃ جتنی کوئی چاہے۔ ادا کرے۔ چاہے لاکھ پتی ایک روپیہ دے۔ تو اسکو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کی حد اور تفصیل وغیرہ بیان نہیں کیگئی؛

(۵) نصاب سے پہلے بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں نصاب کی شرط نہیں؛

(۶) سو ہر ایک چیز میں زکوٰۃ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید نے کسی کو علیحدہ نہیں کیا؟
(۷) پھر حج کیلئے احرام باندھنے کا ذکر نہیں کہ کہاں سے باندھا جائے۔ اور حج کا طریق کہ کیسے کیا جائے۔
اور نیز نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے۔ یہ بیان نہیں کیا۔ شاید اسکی بھی مولویصاحب کے نزدیک دو رکعت پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ جنازہ کے لئے بھی ولا تصل علی احد منھم مات ابدا۔ نماز پڑھنے کا ہی لفظ آیا ہے۔
(۸) یہ امر کہ آیت میں اس بات کا ذکر نہیں۔ کہ حضر میں کتنی رکعات فرض ہیں۔
(۹) امر یہ کہ پہلے طائفہ کیلئے آیت میں رکوع کا لفظ نہیں آیا۔
(۱۰) امر یہ کہ دوسرے طائفہ کے لئے سجدہ کا بھی لفظ نہیں۔ تو ان کی نماز کا کیا طریق ہوگا؟
(۱۱) امر یہ کہ نماز کی بھی حد اور صورت کامل طور پر نہیں بیان کیگئی۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال للصلوٰۃ اربعۃ الاف حد و فی روایۃ اخری للصلوٰۃ اربعۃ الاف باب۔ کہ امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نماز کی چار ہزار حدود ہیں۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ چار ہزار دروازے ہیں۔ قرآن مجید میں کہاں اتنی حدود اور دروازے بیان ہوئے ہیں؟
پس آپ کے اصول کو صحیح ماننے سے زکوٰۃ۔ نماز جنازہ۔ حج۔ اور حضری نماز فرض نہیں ہونگی۔ کیونکہ ان کی حدود قرآن مجید میں بیان نہیں کیگئیں۔ پس جبکہ ہر ایک بات قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئی۔ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ کہ جو رسول تمہارے پاس لائے۔ اور عمل کرے۔ تم بھی اسکو کرو۔ کیونکہ ان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ اور جس بات سے روکے۔ اس سے رک جاؤ۔ پس پہلے ہم اس کے متعلق کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ فرض نماز کتنی رکعت ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

قولہ۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے۔ اگر بحکم حضرت صلعم اسکو بیان کرتے ہیں۔ تو حضرت رسول صلعم پر بہتان ہے۔ اور اگر نمازیوں کا خود ہی فرداً فرداً پڑھنا بیان کرتے ہیں۔ تو ان بیچاروں کا آثم وخاطی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ دارالحرب کے نمازی فریقین بشرط معیۃ حضرت صلعم کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیئے مامور من اللہ ہو چکے ہیں۔ فرداً فرداً نماز ان کی باطل ہے ؛

اقول۔ جبکہ حقیقت یہی ہے۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے۔ اسوجہ سے کہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور دارالحرب میں نماز پڑھنے کیلیئے معیۃ کی شرط ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ سوائے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کے نماز خوف جائز ہی نہیں ؛

دوسرے اگر کوئی آدمی اکیلا خوف کی جگہ میں ہو۔ تو وہ نماز خوف ایک رکعت نہیں پڑھ سکتا ؛

تیسرے آنحضرت کے بعد اس طریق پر جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ کوئی نماز خوف دارالحرب میں نہیں پڑھا سکتا۔ کیونکہ بقول مصنف توضیح الایات معیۃ کی شرط ہے۔ تو جب آنحضرت صلعم فوت ہو گیئے۔ تو مشروط بھی فوت ہو گیا۔ کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ حالانکہ آیت کا یہ بالکل مقتضا اور مقصد مطلب نہیں ؛

پھر اس کے بعد مصنف توضیح الایات نے چند احادیث کتاب علل الشرائع سے اور ایک حدیث کافی کی اپنے مقصد کے اثبات کے لیئے تحریر کی ہے جس کا ماحصل مصنف صاحب کے الفاظ میں یوں ہے۔

"کہ نماز مفروض من اللہ دو دو رکعت ہی ہے۔ یعنی نماز پنجگانہ صرف دس رکعت تھی۔ لاکن علماء کی کم توجہی و بے رغبتی نے جو دین کیطرف سے انہیں ہو رہی ہے، دس رکعت واجب سے سترہ رکعت واجب بنا دیں۔ اور اسیطرح اکثر احکام خدا میں

بندوں کی تکلیف کو بڑھا بھی دیا ۔ اور مشکل میں بھی پھنسا دیا ۔"

اقول تو یہ علماء کی کم توجہی اور بے رغبتی نہیں ۔ اور نہ ہی انہوں نے کوئی رکعت اپنی طرف سے بڑھائی ہے ۔ اور نہ گھٹائی ہے (سوائے مولوی تصدق حسین صاحب کے) پس اگر ان احادیث شیعہ کو تسلیم کیا جائے ۔ تو ان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا ۔ کہ علماء نے کسی قسم کی زیادتی کی ہے ۔ بلکہ زیادتی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ۔ اور دوسری حدیث جو مصنف صاحب نے کتاب علل الشرائع سے نقل کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ سفر میں قصر جائز ہے ۔ جو کہ خود مصنف کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے ۔ جیسا کہ اس میں یہ فقرہ آیا ہے ۔ وقصر فیہا فی السفر الا المغرب ۔ کہ وہ رکعات جو زیادہ کی گئیں ۔ آپ انکو سفر میں چھوڑ دیتے تھے ۔ مگر مغرب کی نماز میں ۔ اب دیکھنا یہ ہے ۔ کہ جو دو پر زیادہ رکعتیں کی گئی ہیں وہ واجب ہیں یا سنت ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں نہیں پایا جاتا ۔ کہ وہ سنت ہیں ۔ اور فروع کافی کی حدیث میں جو سنت کا لفظ آیا ہے ۔ تو وہ حدیث کے لفظ جو آنحضرت ؐ سے منقول ہیں ۔ ان میں نہیں ہے ۔ اور اہلسنت کی احادیث میں سے بھی ایک حدیث مصنف صاحب نے پیش کی ہے ۔

عن عمر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ السفر رکعتان غیر قصر علی لسان نبیکم وعن عائشہ ۔ رضی اللہ عنہ اول ما فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فاقرت فی السفر وزیدت فی الحضر ۔

ترجمہ ۔ ابن عمر سے روایت ہے ۔ کہ سفر میں دو ہی رکعت ہیں ۔ یہ قصر نہیں ۔ انکا بیان حضرت صلعم سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے ۔ اللہ تعالے کیطرف سے دو رکعت ہی واجب ہوئی تھی ۔ پھر سفر میں تو اسی طرح مقرر ہوئی ۔ لیکن وطن میں بڑھ گئی ۔

اقول ۔ عمر رضی اللہ عنہ کے تو قول سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے ۔ کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے ۔ اس میں قصر نہیں ۔ اور یہ ہم مانتے ہیں ۔ کہ سفر میں دو ہی رکعتیں ہیں

ان میں قصر نہیں۔ اور حضرت عائشہ رضہ کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں۔ کہ پہلے دو رکعت فرض تھیں۔ لیکن پھر ان پر حضر میں زیادہ کی گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ زیادہ سے مراد آیا فرض ہے یا سنت۔ تو ہمیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہی احادیث (یعنی بخاری و مسلم) میں جہاں یہ دو رکعتوں والی عائشہ رضہ کی حدیث آئی ہیں۔ انہی کتابوں میں زیادتی کے معنوں کو بھی کھولدیا گیا ہے۔ کہ زیادتی سے کیا مراد ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صہ ۱۱۹

عن عائشہ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعا وترکت صلاۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ (متفق علیہ)

عائشہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ پہلے دو دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی۔ لیکن جب نبی کریمؐ نے ہجرت کی۔ تو پھر چار رکعت فرض ہوئی اور سفر کی نماز پہلے فرض پر چھوڑی گئی۔ جو کہ حضر کی فرض رکعات کا نصف ہے۔

پھر دوسری حدیث ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صہ ۱۱۹

عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علےٰ لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (رواہ مسلم)

ابن عباس نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعت فرض کیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔

پس یہ دونو احادیث اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے خود اپنی طرف سے زاید نہیں کیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے فرض کی ہیں۔

اور پہلے میں لکھ آیا ہوں۔ کہ رسول کریمؐ اپنی اُمت پر بہت شفقت کہانے والے تھے۔ اور اپنی امت پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ پس اگر خدا تعالےٰ چار رکعت فرض نہ کرتا۔ تو آپؐ کبھی اپنی امت کو چار رکعت پڑھنے کی تکلیف نہ دیتے پس جب یہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضر میں

چار رکعات ظہر و عصر و عشاء اور دو رکعت صبح اور تین رکعت مغرب کی پڑھتے رہے ہیں۔ اور جبکہ یہی طریقہ آپ کے خلفاء اور صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین و آئمہ اہلبیت اور تمام امت محمدیہ کا رہا ہے۔ تو ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے۔ جو اس کے خلاف من گھڑت عقیدہ بتاتا ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔

عن عائشہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد (ابن ماجہ) کہ جو کوئی ہمارے امر میں نئی بات نکالے۔ تو وہ مردود ہے۔ اور پھر رسول کریمؐ نے وصیت میں یہ فرمایا تھا۔ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضوا علیھا بالنواجذ و ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ (رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ) یعنی تم میرے اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو لازم پکڑنا چاہیئے۔ اور محدثات امور سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ دین میں نئی بات نکالنا بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس جبکہ پہلے احادیث سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی کریمؐ اور خلفاء بھی چار چار رکعت پڑھتے رہے ہیں۔ تو صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مولوی تصدق حسین کا خیال ایک بدعت ہے۔ کیونکہ نئی بات ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہٰذا اس بات کا متبع بھی گمراہ ہوا۔ اور پھر حدیث میں آیا ہے۔

عن المقدام بن معد کرب الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک الرجل متکئ علی اریکۃ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب اللہ عزوجل فما وجدنا فیہ من حلال استحللناہ و ما وجدنا فیہ من حرام حرمناہ الا و ان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما حرم اللہ (ابن ماجہ)

مقدام بن معد کیرب کندی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا۔ وہ میری حدیث سے حدیث بیان

کرے گا- پس وہ کہے گا- کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی ہے - جو اس میں حلال پایا جاتا ہے - ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں - اور اس میں جو حرام لکھا ہے تو ہم اسکو حرام کہینگے (یعنی وہ احادیث کو نہیں لے گا) خبردار! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام کریں - وہ بھی خدا کا حرام کیا ہوا ہوگا - پس جب نبیؐ کریمؐ کی اطاعت کرنا فرض ہے - اور آپؐ کا حرام کرنا یا حلال کرنا خدا تعالےٰ کا حرام کرنا اور حلال کرنا ہے - تو اسی طرح اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے - کہ دو پر جو باقی رکعت زاید کی گئی ہے - خدا نے نہیں فرض کیں - بلکہ نبی کریمؐ نے اپنی طرف سے فرض کریں تو اس حدیث کی رو سے وہ بھی خدا تعالےٰ کیطرف سے ہی فرض سمجھی جائیں گی - کیونکہ رسول کریمؐ کا فرض کرنا گویا خدا تعالیٰ کا فرض کرنا ہے ؛

پس خلاصہ کلام یہ کہ مولوی تصدق حسین صاحب کا یہ خیال کہ نماز فرض دو رکعت ہی ہے - اس سے زائد نہیں غلط ہے - اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے - اور زیادتی کا الزام کہ علماء نے اپنی طرف سے رکعات کو زیادہ فرض کر لیا ہے - کذب صریح ہے - کیونکہ علماء نے خود زیادتی نہیں کی - بلکہ دو سے زیادہ رکعات کا فرض ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے - جس کا انکار کوئی مومن صالح متقی پرہیزگار نہیں کر سکتا - سوائے اُس شخص کے جس پر شقاوت غالب آگئی ہے - اور قعر ضلالت میں گرا ہوا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتا - اور دین اسلام میں بدعتیں نکالتا ہے - اور روز بروز گمراہی میں بڑھتا جاتا ہے ؛

پھر مصنف توضیح کا یہ کہنا کہ علمائے اسلام کی غفلت کی وجہ سے رکعات زاید کی گئی ہیں - غلط ہے - کیونکہ غفلت ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے - نہ زیادتی کو - پس عبادت کو اپنے لئے بڑھانا غفلت نہیں - بلکہ خود مصنف توضیح غفلت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں - اور ایسے پھنسے ہیں - کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے - اور ایسے ہی لوگوں کے اسلام میں بدعات نکالنے کی وجہ سے مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت

پڑی۔ جس نے سوئے ہوؤں کو جگایا۔ اور دین کے پیاسوں کو پانی پلایا۔ اور ان سے غفلت کو ہٹایا۔ اور جنہوں نے ظلمت میں سے نکلنا نہ چاہا۔ ان کو مباہلہ کے لئے بُلایا۔ اور جو مباہلہ کے لئے مقابل میں آیا۔ اس نے ہلاکت کو پایا۔ اور اکثر نے مباہلہ سے انکار کرکے اپنی جان کو بچایا۔ اور ہر چند مباحثہ کے لئے بھی کفر دل کو بلایا۔ لیکن کوئی میدان میں نہ آیا۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ نے مخالفوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے فرمایا:۔ ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند - ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں

وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

پس ہم نے اس واسطے کہ کوئی شخص مصنف توضیح کی باتوں سے دہوکہ کھاکر اس کے دام کید (مکر) میں نہ آجائے۔ یہ مختصر جواب لکھدیا ہے۔

اور اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ سب کو ہدایت کرے۔ اور گمرہوں کو سیدھے راستہ پر لائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

وآخر دعوانا ان الحمد لله

لوب کریم قلن یروہیسہا

راقم

جلال الدین مولوی فاضل (سیکہوانی)

فہرست مضامین دربارۂ شیعہ

(از منشی خادم حسین صاحب بھیروی)

(۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء

(۲) واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

(۳) شیعان قدیم نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

(۴) الملاحم ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء

(۵) خواص الائمہ - جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

(۶) علامات شیعہ - جون سنہ ۱۹۱۲ء

(۷) عبداللہ بن سبا - مئی سنہ ۱۹۱۳ء

(۸) شیعہ مذہب - مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

(۹) سلیمان منا اہل البیت جنوری سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۰) تعزیہ داری ایران - دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۱) شیعہ کی مدح خوانی - نومبر سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۲) عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۳) شمائل مرتضوی سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۵) واقعات کربلا - جنوری سنہ ۱۹۱۴ء

(۱۶) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۷) مماثلت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء

(۱۹) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین فروری سنہ ۱۹۱۴ء

(۲۰) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین اپریل سنہ ۱۹۱۴ء

(۲۱) تحقیق امام آخر الزمان - جون سنہ ۱۵ء

(۲۲) صحابۂ رسول و صحابۂ امام حسین - مئی سنہ ۱۹۱۶ء

(۲۳) اختلاف کثیر فی المرویات اہل التطہیر جون سنہ ۱۹۱۶ء

(۲۴) تبرا امام کے پیرووں کے مختصر حالات - نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

(۲۵) مکالمہ شیعہ و احمدی دسمبر سنہ ۱۶ء - جنوری سنہ ۱۷ء
اپریل سنہ ۱۷ء - جولائی سنہ ۱۷ء - ستمبر سنہ ۱۷ء - دسمبر سنہ ۱۷ء
مارچ سنہ ۱۸ء - مئی - جولائی - اگست سنہ ۱۸ء - نومبر سنہ ۱۸ء
فروری سنہ ۱۹ء - مارچ سنہ ۱۹ء - اپریل سنہ ۱۹ء

(۲۶) چند سوالات اثنا عشری اصحاب سے
مارچ سنہ ۱۹۱۸ء

(۲۷) ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ ستمبر سنہ ۱۸ء

(۲۸) جوابات اعتراضات شیعہ - جنوری سنہ ۱۹ء

(۲۹) بطلان مطاعن البرہان - جون سنہ ۱۹۱۹ء

(۳۰) اثنا عشری شیعوں کے امام غائب کے
متعلق - اگست سنہ ۱۹۱۹ء

(۳۱) بطلان مطاعن البرہان - دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء

ماہِ فروری کا پرچہ وی پی ہوگا

میں تمام خریداران تشحیذ کو نہائت ادب سے اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان کے نام ۱۹۲۰ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے فروری کا رسالہ وی۔ پی ہوگا۔ تشحیذ کا سال تو جنوری ہی سے شروع ہوجاتا ہے۔ مگر جلسہ کی معروفیت کی وجہ سے جنوری کا رسالہ وی۔ پی نہیں ہوسکا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تشحیذ کے قدیمی عنایت فرما ۔ وی۔ پی وصول کر کے مجھے مشکور فرمائینگے اگر وی۔ پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو پہلے اطلاع دیدیں۔ کیونکہ وی۔ پی کی واپسی سے بہت نقصان ہوتا ہے ؎

علمی خدمات۔

اس جلسہ سالانہ پر ہمارے تاجران کتب نے بہت سا مفید لٹریچر باوجود گرانی کاغذ بہت اچھے کاغذ پر مہیا کیا۔ اس کا ذکر تفصیل سے میں آئندہ مہینے بشرط گنجائش کرونگا؎

۲ ۔ دفتر تالیف واشاعت کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریریں جو جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ء پر ہوئی تھیں "عرفان الہٰی" کے نام سے اور ایک کتاب مؤلفہ جناب مولوی فضل الدین صاحب "نعم الوکیل" شائع ہوئی ہے۔ احباب کو ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ؎

احمدی جنتری ۱۹۲۰ء } برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب نے ۔ احمدی جنتری ۱۹۲۰ء کی نئے مضامین کے ساتھ شائع کی ہے۔

علاوہ تواریخ کے اس میں نہائت کارآمد مضامین درج ہیں ؎

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی والا رسالہ تشحیذ بہت کم رہگیا ہے۔ جو دوست چاہیں۔ ۸ آنہ فی جلد کے حساب سے منگوالیں۔ ورنہ پھر ملنا مشکل ہوگا۔ ایسا ہی **صادقوں کی روشنی** والا تشحیذ بھی چند جلدیں ملگیا ہے۔ اسکے ساتھ الوصیت بھی ہے۔ چاہیں تو ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے منگوالیں ؎

(مینیجر)

Digitized by Khilafat Library

کافوری جنتری ۱۹۲۰ء مفت

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری ۱۹۲۰ء کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپکو ضرورت ہو۔ تو دس متفرق جگہ کے پڑہے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھکر بھیجدیئے مذکورہ بالا جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجاویگی ٭

قوت کی گولیاں ۳۱ برس تمام ہندوستان میں مشہور ہورہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسٹکینیا ڈامینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اسلیئے مغز۔ ریڑہ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ۔ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵/ ٭

طاقت بڑھانیوالا اچل کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا اچل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجیئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑہاتا ہے۔ اسلیئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑہائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑہنا لکھنا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ حول دل دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ اس کو پی لیجیئے۔ تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے۔ مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگواکر دیکھیئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عمہ/ ٭

ادویات ہرجگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | بابت ماہ فروری ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۸ھ | نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

رسالہ استانی اور خواجہ حسن نظامی کی قرآن دانی	۱ تا ۴	اکمل
امام ابو حنیفہؒ کا سال وفات	۴ - ۵	اکمل
شیعہ نے غلط حوالہ دیا	۶ - ۹	خادم حسین صاحب امرتسری
کیا اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں زندہ رہے	۹ - ۱۲	″ ″
تذکرۃ الانبیاء میں خلاف عقل و نقل باتیں	۱۲ - ۱۴	سکینۃ النساء قادیان
جوابات اعتراضات شیعہ	۱۵ - ۴۱	سید صادق اٹاوی
مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی	۴۱	اکمل
شیعہ کا غلط حوالہ	۴۱ - ۴۴	اکمل

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے ۲ روپیہ غیر ممالک سے ۳ روپیہ طلباء سے ۱ روپیہ

ابھی تشحیذ کا قرض نہیں اوترا

مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت پانچ چھ مرتبہ جب منشائے حضرت خلیفۃ المسیح **اپیل** کر چکے ہیں۔ پھر جلسہ سالانہ کے اجتماع پر ایک خاص اشتہار بعنوان "**ہزار احمدی کی ضرورت**" شائع کیا گیا۔ دیواروں پر چسپاں ہوا۔ کمروں میں پہنچایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے بکمال **مہربانی سفارش** فرمائی۔ اور **ارشاد** کیا۔ کہ تشحیذ کی خریداری کیطرف توجہ چاہیئے۔ اور قرض کے ادا کرنیکے لئے جو تحریک میں نے کروائی تھی۔ اسکی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اس کے بعد اب میرا کچھ عرض کرنا لاحاصل ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اب اسبارے میں کچھ نہ لکھونگا۔ مگر اگلے دن مخدوم و مکرم جناب ماسٹر عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال نے مجھے بکمال یقین و اطمینان فرمایا۔ کہ آپ کا قرض تو ادا ہو گیا اور خریدار بھی کافی ہو گئے ہونگے۔ لیکن جب میں نے انہیں بتایا۔ کہ جلسہ پر صرف تین روپے اعانت ہوئی۔ وہ بھی دو روپے معرفت دفتر محاسب بذریعہ ڈاک۔ تو ان کو تعجب ہوا۔ ممکن ہے بعض اور دوستوں کو بھی یہ خیال ہو۔ کہ اب تشحیذ کا قرض اتر چکا ہو گا۔ اسلئے مزید اعانت کی ضرورت نہیں۔ اسلئے میں اطلاعاً گذارش کرتا ہوں۔ کہ جلسہ سے پہلے دو سو روپے اس مد میں وصول ہوئے تھے۔ اس کے بعد تا حال ۱۵ عہ سے زیادہ اعانت نہیں۔ ابھی پونے تین سو روپے کی مزید ضرورت ہے۔ اور خریدار بھی اتنے نہیں۔ جو ان کی آمد سے اخراجات رسالہ باوجود سخت کفایت و باوجود نہ ہونے کسی محرر کے پورے کئے جا سکیں۔ پس احباب کی خاص اور فوری اور پرجوش توجہ کی ضرورت ہے۔

ختم نبوت مقت

مولوی عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشیس کا ایک مضمون ماہ اکتوبر کے تشحیذ میں چھپا ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے۔ اور مخالفین نبوت کی بندش کے جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ اُن کا جواب دیا ہے۔

یہ رسالہ مقت فی جلد، محصول ڈاک کے حساب سے دفتر تشحیذ سے منگوالیں۔

اور شیخ مشتاق حسین صاحب (راولپنڈی) کی فیاضی کے مشکور ہوں۔

تصحیح۔ پہلے صفحہ پر حسن نظامی کی قدر دانی کی بجائے قرآن دانی پڑھا جائے اور فروری سنہ ۱۹ کی بجائے سنہ ۲۰ء اور صفحہ ۱۴ پر نو سے کم کی بجائے دس سے کم ٭٭ مرشد بن بیٹھے کی بجائے مرشد کے ایڈیٹر بن بیٹھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۲۹ء

رسالہ اُستانی

اور

خواجہ حسن نظامی کی قرآن دانی

ہندوستان میں بہت سے انشاپردازوں نے خواتین کے اصلاح حال کیلئے رسالے اور اخبار جاری کیئے۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ اس کام کیلئے جناب سید ممتاز علی صاحب ہی موزون ثابت ہوئے۔ خواجہ حسن نظامی ملک کے مشہور ادیبوں سے ہیں۔ آپ ہر سال ایک نیا رنگ بدلتے ہیں۔ کبھی پالیٹکس ہیں دخل دیتے ہیں۔ کبھی مذہب میں۔ جب دونوں جانب سے ناکامی کا سامنا ہوا۔ تو مرشد بن بیٹھے۔ مگر کاغذی مرشد کب تک۔ آخر اب

خواجہ بانو کے نام سے رسالہ اُستانی جاری کر دیا۔ اس کے مضامین بتا رہے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کو اپنی نسبت غلط فہمی ہوئی۔ اسوقت ربیع الاول کا نمبر میرے سامنے ہے۔ اس میں ایک نامہ نگار نے "مسلمان عورت" کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے۔ آپ کا طرز خطاب ملاحظہ ہو:۔

"اے عورت! سب سے قبل تیری ہی گود میں میں نے اللہ کو پہچانا ..... پھر حیف ہے۔ کہ تو ہی اس خدائے پاک کا نام بھُلا دے۔ تیری ہی زبان اس کے ذکر سے غیر مانوس ہو جائے ..... میں یہ کیا سُن رہا ہوں۔ کہ اب تمہارے ہی وہ کان خدا کے ان احکام سے غیر مانوس ہوتے جاتے ہیں ...... سچ بتانا۔ کہ وہ کلام الٰہی جو محض نمائش کے لئے تمہارے جہیزوں میں تمہیں ملا تھا ...... کبھی کھولکر دیکھا اور سمجھا۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے ..... میں خدا کے صرف چند احکام جو عورتیں (عورتوں ہوگا۔ راقم) کے متعلق ہیں تمہیں سُناتا ہوں۔"

یہ عبارت پڑھتے ہی مضمون نگار کا تصور جو ذہن میں آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ماشاء اللہ آنجناب کو قرآن وحدیث پر پورا عبور ہے۔ عمر دین میں گھُلے جا رہے ہیں۔ ہر وقت تلاوت قرآن مجید ومطالعہ صحاح ستہ آپکا شغل ہے۔ اس لئے آپ کو اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی ماؤں کو جن کی گود میں سب سے پہلے اللہ کو پہچانا۔ اے عورت کہہ کے پکاریں۔ اور ڈانٹیں۔ کہ تم نے کبھی کلام الٰہی کو کھول کر بھی دیکھا؟

لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب میں "خدا کے چند احکام سُناتا ہوں" سے نیچے کلام الٰہی بخط جلی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور پہلا حکم یہ درج پاتا ہوں:

"جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"

"سب سے اچھا مرد وہ ہے۔ جو اپنی عورتوں سے اچھی طرح پیش آتا ہے"

"علم حاصل کرنا مرد وعورت دونوں پر یکساں فرض ہے"

"عورت اپنے خاوند کے گھر کی شہنشاہ ہے"

"دنیا میں مسرت وامتنان کی کمی نہیں۔ اور اس کا سب سے اچھا ذریعہ باعصمت بیوی ہے"

یاالہی! یہ کیا قیامت ہے۔ اور علم دین پر کیسی آفت ہے۔ کہ ایک شخص خود تو اسقدر جہل مرکب میں مبتلا۔ کہ قرآن وحدیث میں تمیز نہیں۔ اور اپنی ماؤں کو ڈانٹتا ہے۔ کہ تم قرآن مجید کھول کر بھی نہیں دیکھتیں۔ اچھا صاحب! آپ تو ہر وقت قرآن مجید تلاوت فرماتے رہتے ہیں۔ فرمائیے:-

"جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" کس آیت کا ترجمہ ہے؟ اور علم حاصل کرنا مرد وعورت پر یکساں فرض ہے" یہ آیت کس سورت میں ہے؟۔ میں تو سمجھتا ہوں آپ آیت تو درکنار۔ اسے حدیث صحیح سے بھی ثابت نہیں کرسکینگے۔ پہلے پہلے تو میں نے بہت حسن ظن سے کام لینا چاہا۔ اور گمان کیا۔ کہ قول الرسول چونکہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی کے سرچشمہ سے ہے۔ اس لئے غالباً اسے کلام الہی کے ذیل سے لکھدیا ہے۔ مگر آپ کو ان فقرات کے کلام اللہ قرآن مجید کا حصہ ہونے پر بوجہ جہل مرکب ایسا یقین ہے۔ کہ آپ لکھے لکھا کر فرماتے ہیں۔ یہ تو صرف چند آیتوں کے ترجمے دیئے گئے ہیں۔ حضرت! خدا نہ کرے۔ کہ آپ کو ایسی چند اور آیات کا ترجمہ دینے کی توفیق حاصل ہو۔ ورنہ غضب ہی ہوجائیگا۔ ممکن ہے۔ ہمارے فاضل ایڈیٹر اصلاح حق شفعہ کا دعوے دائر کردیں۔ اور پکار اٹھیں۔ کہ غار میں جس چالیس پاروں کے قرآن کا پتہ دیا جاتا تھا۔ اسکی چند آیات پبلک میں آگئیں۔ اور اہلسنت کے پرچوں میں اس کا ترجمہ بھی چھپنے لگا۔ اور یہ کسی جاہل مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام حلقہ نظام المشائخ کے روح رواں حضرت خواجہ حسن نظامی کے خدمات خصوصیہ دربارۂ قرآن حمید کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب کہدیں۔ کہ کاتب کی غلطی سے کلام الرسول کا ہیڈنگ رہ گیا۔ لیکن تبسیر مارہروی نے کسی قسم کی بدگمانی کا موقعہ رہنے ہی نہیں دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ یہ تو "صرف چند آیتوں کے ترجمے دیئے گئے ہیں" پھر ارشاد ہوتا ہے "خیر یہ تو خدا کا کلام تھا۔ اب اس انسان کا کلام بھی سن لو۔ جس نے اپنی سچائی کا ثبوت تمام عالم کو دیدیا" اس کے بعد اقوال الرسول کا عنوان جمایا ہے۔ اب فرمائیے۔ کاتب کی فروگذاشت کیونکر ہی جا[illegible]

نامہ نگار صاحب بھول گئے تھے۔ تو حضرت خواجہ حسن نظامی ہی دیکھ لیتے۔ مگر رقص ... کی یاد اور گرامو فون کے شور و غوغا میں یہ اور پھر یہ طبع آزمائی کرنے سے کبھی فرصت ہو۔ تو قرآن مجید بھی دیکھیں میرے خیال میں اگر غیرت ہو گی۔ تو آئندہ کبھی مذہب اور مذہب اسلام کا نام اپنے مضامین میں نہ لینگے اور جس احاطہ میں کام کر سکتے ہیں۔ اسی میں اپنے قلم کی جولانیاں دکہائینگے۔ مذہب کا "خشک مضمون" ہم وابستگان دامن مسیح موعودؑ کے لئے رہنے دو۔ اے دنیا کے فرزندو! کہ تم اس میدان کے مرد نہیں۔ یہ دشت پیمائی باوجود آبلہ پائی کچھ ہم دلدادگان محبوب لم یزلی ہی کر سکتے ہیں +

امام ابو حنیفہؒ کا سال وفات

صحیح حدیث میں

امام ہمام نعمان بن ثابت کی فضیلت سے کس مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے۔ آپ کی خدمات دربارہ مسائل فقہیہ مسلم ہیں۔ آپ کے متبعین کی بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا پر موجود ہے۔ اور یہی امر آپ کی بزرگی کے اظہار کیلئے کافی ہے۔ مگر ہمارے حنفی بھائی خواہ مخواہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکا نام۔ کام۔ مقام۔ حتے کہ سال ولادت سال وفات دکہانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک معتبر کتاب میں یہ حدیث میری نظر سے گذری ہے۔ یرفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومأۃ۔ اس عربی جملے کو بڑے زور شور سے حدیث رسولؐ بیان کیا ہے اور پھر لکہا۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر یہ دعوی کیا ہے۔ کہ زینۃ الدنیا سے مراد حضرت نعمان بن ثابت امام اعظمؒ کوفی ہیں۔ کوئی پوچھے کیوں ؟ یہ کسطرح ثابت ہوا۔ اور کیونکہ مجرد زینۃ الدنیا زبان سے نکلتے ہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا تصور آجاتا ہے۔ تو سوا اس کے کیا کہا جائے۔ کہ حدیث کے معنے کرنیوالے کا حسن اعتقاد جو دوسرے پر حجت نہیں ہو سکتا۔ پھر شاید شارح حدیث کو چند آیات قرآنی کھٹکی ہیں۔

(۱) المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصّٰلحٰت خیر عند ربک ثوابا وخیر عملاؔ ط

(۲) واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوىه وكان امره فرطا۔

(۳) انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا۔

اس لئے آپ فرماتے ہیں

"حدیث شریف کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ کہ دنیا کی زینت یا یوں کہو کہ اس کی برکت ۱۵۰ھ ہجری میں جاتی رہیگی"۔ (کیونکہ یہ سال وفات امام ابوحنیفہؒ ہے)

دنیا کی زینت کے معنے "دنیا کی برکت"۔ اور پھر حدیث میں سنة خمسين ومائة جو فرمایا۔ تو اس سے مراد ۱۵۰ھ ہجری ہے۔ خوب! کوئی پوچھے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں ہجری سنہ کب رائج تھا۔ جب اس سنہ ہجری کا نام ونشان ہی نہیں تھا۔ تو اس سن میں کسی واقعہ کی خبر دینے کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ اور کیا؟ سو اس حدیث کے کوئی اور نظیر ایسی حدیث صحیح سے پیش کیجا سکتی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے سنة فرمایا ہو۔ اور اس سے مراد یہ سنہ ہجری ہو۔ جو حضرت عمرؓ کے وقت میں رواج پذیر ہوا۔ میں علمائے حنفیہ سے درخواست کرونگا۔ کہ وہ اس قسم کی رکیک تاویلات سے اپنے آپ کو اضحوکة العقلاء نہ بنائیں۔ ورنہ ایک مسلم ان کے علم وعقل کے مرقد پر تبسم کے دو پھول چڑھانے کے سوا کیا کر سکتا ہے۔

فائدہ جلیلہ بہر حال یہ جملہ حدیث ہے۔ اور حدیث بھی صحیح۔ اور اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ زينة الدنيا ثابت ہوتے ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم تو خوش ہیں۔ کہ اس سے ایک مسئلہ متنازعہ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ کیا؟ رفع کے معنے موت۔

يرفع زينة الدنيا کے معنے بیان کئے جاتے ہیں۔ زينة الدنيا یعنی امام ابوحنیفہؒ فوت ہو جائینگے۔ بسلّم۔

پس حضرات! اگر حضرت عیسےٰ بن مریم کے لئے رفعه الله آئے۔ تو اس کے معنے بھی یہی کیجئے۔ کہ اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ یعنی وفات دیدی +

(الکمل)

شیعہ نے غلط حوالہ دیا

(نمبر ۲)

تشحیذ ماہ نومبر میں شیعہ مضمون نگار کی بے دیانتی دکھائی جاچکی ہے۔ ایک حوالہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح البخاری سے پیش کیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے سید ولد آدم آنحضرت صلعم کے بابت کہا۔

"یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔"

لیکن جب پوچھا گیا۔ کہ صحیح البخاری کتاب المرضی میں کہاں لکھا ہے۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ آپ نے اچھی طرح دیکھا نہیں۔ پارہ ۱۸ میں کتاب المرضی دیکھیئے۔ یک نہ شد دو شد۔ پہلے کتاب المرضی تو مل گئی تھی اور اس میں حوالہ نہ ملا تھا۔ مگر اب پارہ ۱۸ کا حوالہ جو دیا۔ تو اس میں کتاب المرضی ہی ندارد۔ حوالہ کا تو کیا مذکور۔ اسپر ستم یہ کہ افترا پردازی کا الزام مجھ پر۔ یہ تو حضرت اصلاح کی کاروائی ہے۔ اب اس کے برادر خورد مدیر البرہان کی کارستانی ملاحظہ ہو۔ آپ اپنی تصنیف منیف صراط السوی میں لوگوں کو یوں گمراہ فرماتے ہیں۔ کہ صفحہ ۳۵۸ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں:۔

"من ولد فاطمہ جدہ الحسین بن علی و والدہ الحسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن الامام محمد ن التقی ابن الامام علی الرضاء ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر ن الصادق ابن الامام محمد ن الباقر ابن الامام زین العابدین علی بن الحسین بن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم یواطی اسمہ اسم رسول اللہ"

اور ارشاد یہ ہے۔ کہ شیعوں کے بارہویں امام محمد بن حسن العسکری کو کئی علمائے اسلام و محققین اہل سنت نے مہدی موعود مانا ہے۔ منجملہ ان کے شیخ ابن عربی اور مولانا جامی رحمہ اللہ کا نام نامی بھی ہے۔

اب ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب فتوحات مکیہ کا صفحہ ۳۶۴۔ جزو ثالث باب ۳۶۶ فی معرفۃ وزراء المہدی الظاہر فی آخر الزمان بشر بہ رسول اللہ صلعم

ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں اصل حوالہ یوں ہے۔

"من ولد فاطمہ جدہ الحسن بن علی یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم ویبائع الناس بین الرکن والمقام"

اس عبارت کو جس میں آنے والے مہدی کو حسن بن علی کی اولاد سے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔ کس دیدہ دلیری سے حسین بن علی کر دیا گیا ہے تاکہ شیعوں کے اس مشہور و مقبول عقیدہ کو مدد پہونچے۔ کہ آنیوالا مہدی حسین بن علی کی اولاد سے ہوگا۔ (کیونکہ حضرت حسن سے شیعہ بوجہ صلح حضرت معاویہ ناراض ہیں۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ ان کی اولاد سے کوئی بھی امام ہو) اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اپنے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی بھی بڑھا دئے ہیں۔ تاکہ شیعیت ابن عربی کے نام سے بہت سے قلوب پر چھا جائے۔

اسی طرح مولانا جامیؒ کی شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور کا صفحہ ۲۱۶ ملاحظہ ہو۔ جس میں فتوحات کی تقریر کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

من ولد فاطمہ رضی اللہ عنہا یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ کنیت جدہ الحسن بن علی یبائع بین الرکن والمقام

دیکھئے یہاں بھی حسن بن علی کی اولاد سے لکھا ہے۔ نہ کہ حسین بن علی۔ مگر شیعہ صاحب ہیں۔ کہ ہمیں فتوحات کے حوالہ سے حسین بن علی سنائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ فاضل دیار بکری صاحب تاریخ خمیس بھی قال صاحب الفتوحات المکیۃ فی ذکر المہدی کے ماتحت لکھتے ہیں۔

من ولد فاطمہ اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ۔ کنیۃ جدہ حسن بن علی یبایع بین الرکن والمقام (تاریخ خمیس جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۳۲۱)

فتوحات کے اسی حوالہ کے متعلق حجج الکرامہ میں جو بحث ہے۔ وہ برادر مکرم منشی خادم حسین صاحب کے اصل الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

تیسری شہادت۔ نواب صدیق حسن خان حجج الکرامہ میں اسی حوالہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

محمد بن عربی طائی حاتمی اندلسی در باب سہ صد و شصت و شش از فتوحات مکیہ گفتہ کہ

خدائے تعالیٰ را خلیفہ ست از عترت رسول خدا صلعم از ولد فاطمہ کہ نامش نام رسول خدا باشد صلعم۔ جدّاو حسینؑ بن علیؓ است بیعت کردہ شود۔ اور امیان رکن و مقام مانا باشد برسول خدا صلعم در سیرت نہ در صورت۔ حجج الکرامہ صد ۲۸۲

نوٹ۔ واضح ہو کہ اس حوالہ میں جو بجائے حسنؓ بن علیؓ کے حسینؓ بن علیؓ لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حجج الکرامہ کے کاتب سے سہواً لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں نواب صاحب نے دوسرے مقامات پر بحث کرتے ہوئے کہ مہدی موعودؑ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذریّت طیبہ سے ہوں گے۔ یا جناب امام حسین علیہ السلام کی سے۔ انہی علمائے دین کی تائید کی ہے۔ جو قائل ہیں۔ کہ وہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہونگے۔ اور خصوصاً مقام زیر بحث کے متعلق خود انہوں نے بحوالہ کتاب اشاعہ شیخ عبدالوہاب مصنف الیواقیت والجواہر کی تردید بھی لکھدی ہے۔ جس سے پھر ذرہ بھر شبہ بھی نہیں رہ جاتا۔ کہ نواب صدیق حسن خان نے عبارت فتوحات کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے اس مقام پر ضرور "حسنؓ بن علیؓ" ہی لکھا ہوگا۔ اور جو حسینؓ لکھا بھی ہوگا۔ تو سہواً۔ یا پھر کاتب سے ہی سہو ہوگئی ہے۔ ورنہ دوسرے مقام پر وہ خود ہی اسی قول کی تردید کو واضح نہ فرماتے۔ ملاحظہ ہوں مقامات ذیل:۔

(ا)۔ واہل حدیث نیز ہمیں رفتہ اند۔ کہ وے از اولاد حسنؓ بن علی باشد الی آخرہ۔ حجج الکرامہ صد ۳۵۷

(ب) وہم در اشاعہ گفتہ کہ شیخ عبدالوہاب شعراوی در کتاب الیواقیت والجواہر برہمیں قول رفتہ و آں را نسبت طرف فتوحات مکیہ نمودہ حالانکہ در وے اثرے ازیں قول نیست بلکہ خلاف اوست۔ **یعنی مہدی از اولادِ حسنؓ است**۔ و شک نیست۔ کہ محمد بن حسن عسکری از اولاد حسینؓ بود۔ و ظاہر آنست۔ کہ ایں قول **مدسوس** است بر شعراوی و موید اوست عدم تحریر او ایں کتاب را در حیات خویش و در وے گفتہ لا احلّ لاحد ان یروی عنی ھذا الکتاب حتی یعرضہ علی علماء المسلمین وغیرؔہا ما فیہ و آنچہ از وے ترسیدہ بود۔ ہماں واقعہ شد۔ و مذہب شیعہ را در وے مدسوس کردند۔ و منجملہ مدسوسات بروے آنست۔ کہ در طبقات وے دسّ کردہ اند۔ در ترجمہ حسینؓ بن علیؓ کہ عقب صرف

از روئے باقی است - نہ از برادرش حسنؑ بن علیؑ و این نیز از دسائس رافضہ است - و رنہ شعراوی انکار نسب حسنؑ چہ قسم خواہد کرد - با آنکہ اکابر اولاد حسنؑ در مصر موجود بودند - مثل طباطبا و غیرہم فلیتنبہ لذالک انتہی حجج الکرامہ صہ ۳۵۳

ترجمہ (۱) اور محدثین کا مسلک بھی یہی ہے - کہ مہدی امام حسنؑ بن علیؑ کی اولاد سے ہونگے -

(ب) اور اشاعرہ میں آیا ہے - کہ شیخ عبدالوہاب شعراوی بھی اسی قول (مہدی از نسل حسینؑ بن علیؑ) پر گیا ہے - اور اس کو فتوحات مکیہ کی طرف منسوب کیا ہے - حالانکہ اس میں اس قول کا پتہ ہی ندارد ہے -

بلکہ اس کے خلاف لکھا ہے - یعنی یہ کہ مہدیؑ اولاد حسنؑ سے ہیں - اور بلاشک محمد بن حسن عسکری (شیعوں کے بارہویں امام یعنی مہدی) امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے تھے - اور معلوم ہوتا ہے - کہ یہ قول شعراوی (مصنف کتاب الیواقیت) پہ افترابندی ہے اور اس امر کی تائید میں یہ بات ہے - کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنی حین حیات میں نہیں لکھا - اور اس میں فرمایا ہے - کہ میں کسی کو اجازت نہیں دیتا - کہ میری اس کتاب سے کوئی میری طرف سے روایت کرے - جبتک کہ علمائے مسلمین کو دکھا نہ دے - اور جب تک وہ اس کے مسائل مندرجہ کو پسند نہ کریں - اب دیکھو - کہ جس بات سے اسکو اندیشہ تھا - وہی واقعہ ہوگئی - یاروں نے شیعہ مذہب کی باتیں اس میں ملا جلادیں - اور منجملہ ان کے یہ ہے - کہ شعراوی کی کتاب طبقات میں امام حسین بن علی علیہما السلام کے حالات میں اس کی طرف سے یہ داخل کردیا - کہ اولاد تو صرف امام ممدوح کی باقی ہے - نہ کہ ان کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی - حالانکہ یہ رافضیوں کی محض اپنی ملاوٹ ہے - ورنہ کوئی وجہ نہیں - کہ شعراوی امام حسن علیہ السلام کی نسل سے انکار کردے - کیونکہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے مشہور لوگ مصر میں موجود تھے - جیسے طباطبا وغیرہ - پس اس سے متنبہ رہ - فقط

پس اے جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ البرہان - ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

خادم حسین - "روڑ والا" - امرتسر
۳۰ نومبر ۱۹ء

کیا اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں زندہ رہے؟

ایک دفعہ دو اہلحدیث مولویوں کے ساتھ حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ایک نے کہا کیا قرآن میں اصحاب کہف کے بارہ میں خدا نے نہیں فرمایا ولبثوا فی کہفھم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعًا کہ تین سو نو برس تک وہ غار میں زندہ رہے۔ تم احمدیوں کے غلط عقاید کی تردید میں سورہ کہف کے اندر بڑے زبردست دلائل ہیں منجملہ حیات مسیح علیہ السلام کی تائید میں یہ آیت ایک بیّن دلیل ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اول تو جس طرح اصحاب کہف کی طویل زندگی کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے۔ کاش کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں بھی کوئی آیۃ موجود ہوتی جیسے کہ نوح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے۔ پھر کوئی جھگڑا پیدا ہی نہ ہوتا۔ دوم یہ تو خدا نے سائلین یا معترضین کی طرف سے حکایتاً فرمایا ہے۔ کہ وہ ایسا کہتے ہیں کہ اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں رہے۔ کیونکہ اس کے متصل بعد میں ارشاد الٰہی ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا یعنے اے پیغمبر تو کہدے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ہی بخوبی معلوم ہے۔ کہ وہ کتنا عرصہ اس میں رہے۔ اور اگر درحقیقت وہ تین سو نو برس تک اس میں رہے ہوتے۔ تو پھر اس کے بعد یہ کیوں فرمایا گیا۔ تو کہدے کہ خدا ہی بخوبی جانتا ہے۔ جتنا عرصہ وہ رہے اگر تین سو نو برس کی میعاد لبث امر واقعہ تھا۔ تو پھر اسی میعاد کی کیفیت و کمیت کا علم خدا کی طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے فتدبر

پس لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ قول اول عوام الناس کا زعم باطل ہے جسکی تصحیح قول ثانی سے کیگئی ہے ٹھیک جس طرح پر کہ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق ان ہی آیات سے پیشتر عوام کا قول منقول ہے سیقولون ثلٰثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم رجمًا بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم یعنے تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور کہتے ہیں۔ کہ پانچ ہیں چھٹا کتا ہے۔ یونہی اٹکل پچو باتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں سات ہیں۔ اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ اس کی تصحیح میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ قل ربّی اعلم بعدتھم ما یعلمھم الا قلیل۔ یعنی تو کہدے۔ اے پیغمبرؐ کہ میرا پروردگار ہی ان کی تعداد سے زیادہ واقف ہے۔ نہیں جانتے ان کو مگر قلیل لوگ ہی؛ اس سیاق و سباق آیات سے ہر ایک ذی شعور بادنیٰ تامل جان سکتا ہے۔ کہ قول اوّل عوام کالانعام کا ہے۔ اور وہ مردود ہے۔ اور قول ثانی جو واقعی منجانب اللہ ہے۔ وہی درست اور امر واقعہ ہے

پس اسی طرح تین سو نو برس کی مدت کا ذکر بھی عوام کی طرف سے حکایتاً مذکور ہے۔ جبھی تو اسکی تردید میں وحی الہی کا ارشاد ہے۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ کہ اے پیغمبر کہدے کہ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ غار میں رہے۔ اس پر دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ یہاں نواب صدیق حسن خان کی تفسیر ترجمان القرآن موجود ہے۔ ذرا اسکو بھی نکال کر دیکھنا چاہئیے۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید کی صریح شہادت کے ہوتے ہوئے کسی اور کی تفسیر دیکھنے کی اول تو ضرورت ہی نہیں۔ لاکن ترجمان القرآن کو بھی دیکھ لیجئے دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ میں نے موقعہ مطلوبہ نکالکر پڑھنا شروع کر دیا۔ مختلف اقوال کے ضمن میں آخر سب سے زیادہ معتبر اور معقول قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نکل آیا جو میری تائید میں تھا۔ اس کو سُنکر اہلحدیث مولوی صاحبان کا ناطقہ بند ہو گیا۔ اور وہ خدا کے فضل و کرم سے فبہت الذی کفر کے مصداق ہو کر مبہوت و سرنگوں ہو کر رہ گئے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

جماعت احمدیہ کیلئے یہ امر موجب کمال فخر و مباہات بیقیاس کا ہے۔ کہ اس کے اکثر عقاید کی تائید مفسر ربانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال و روایات سے ثابت ہو جاتی ہے مثلاً آیہ انی متوفیک کے معنے ممیتک اور آیہ فلما توفیتنی کی تفسیر خود رسول صلعم کی زبان مبارک سے جسکے معنی فلما متنی کے بغیر ممکن نہیں۔ سب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بخاری شریف سے ثابت ہیں۔ اب اصحاب کہف کے متعلق بھی جو آپکا مذہب ہے۔ ترجمان القرآن سے ثابت ہو گیا۔ وھو ہذا

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ ان الرجل لیفسر الایۃ یری انھا کذالک فیھوی ابعد ما بین السماء والارض ثم تلا ولبثوا فی کھفھم الایۃ۔ پھر کہا قوم کتنی مدت کہف میں رہی بولے تین سو نو برس کہا اگر اتنی مدت رہتے۔ تو اللہ یوں نہ فرماتا۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا لکن اللہ نے مقالہ قوم کی حکایت کی اور کہا سیقولون ثلثۃ الی قولہ رجماً بالغیب پس خبر دی کہ انکو معلوم نہیں ہے۔ پھر کہا سیقولون ولبثوا فی کھفھم الی قولہ تسعاً ف۔ قرطبی نے کہا۔ اصحاب کہف میں اختلاف ہے۔ کہ مر کر فنا ہو گئے۔ یا اب تک خواب راحت میں ہیں۔ اور جسد ان کے محفوظ ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ اولئک قوم فنوا وعدم منذ مدۃ طویلۃ یہ لوگ مدت سے فنا ہو گئے ان ابن عباسؓ کے ہمراہ لوگ بعض غزوات شام میں گئے تھے۔ موضع کہف تک وہاں کچھ ہڈیاں پائیں۔ ترجمان القرآن اردو صفحہ ۲۱۰ سورہ کہف۔

ہمارے غیر احمدی مولوی صاحبان حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں اکثر اصحاب کہف کے متعلق آیۃ ولبثوا فی کھفھم کو بڑے جوش وخروش سے پیش کرتے رہتے تھے۔ ان کا یہ استدلال بھی از روئے اثر ابن عباسؓ بکمال وضاحت ومعقولیت آخرکار بالکل بودا نکلا۔ والحمد للہ علےٰ ذالک *

خاکسار خادم حسین۔ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء

تذکرۃ الانبیا میں خلاف عقل ونقل باتیں:-

میر ممتاز علی صاحب نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں جو خدمات کی ہیں ان سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ کہنے میں بھی تامل نہیں۔ کہ جب کبھی انہوں نے مذہب میں دخل دیا ہے۔ غلطی کھائی ہے۔ حقوق نسواں کے مردوں کو بتائے یہ ان کا احسان ہے۔ مگر الرّجال قوّامون علی النسّاء کے یہ معنے کر کے کہ مرد عورتوں کے خدمتگار ہیں"۔ اپنی ساری کتاب کو بے وقعت کر دیا۔ اور جو کچھ ہماری نسبت حق بات کہی وہ بھی بے اثر ہو گئی۔ ایک اور کتاب آپ نے (مولوی سید ممتاز علی صاحب) لکھی ہے تذکرۃ الانبیاء۔ افسوس ہے۔ کہ اس کتاب میں بعض ایسے قصے درج کر دئے۔ جو عقل ونقل دونوں کے خلاف ہیں۔ بچے بچیاں جب اُسے پڑھینگے۔ تو جھوٹ اور واہیات باتوں کا ایک نقش ان کے لوح دل پر بیٹھ جاویگا۔ جس کا نقصان ظاہر ہے۔ اجو کتاب مسلمان بھائیوں کے فائدہ کیلئے) لکھی جائے۔ کم از کم اس میں یہ تو چاہئے۔ کہ قرآن مجید کو جو خداوند زمین وآسمان کا کلام ہے۔ مقدم رکھا جائے۔ مگر آپ نے قرآن مجید کلام حمید کی صریح آیات پر اسرائیلی روائتوں کو مقدم رکھا ہے۔ جو بہت افسوس کی بات ہے۔ خداتعالیٰ تو قرآن حمید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ واذکر عبدنا داؤد ذالاید انہ اوّاب (سورہ ص رکوع ۲) اور آتینٰہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ یعنی کہ آپ بڑے عبادت گذار خدا کی طرف بار بار رجوع کرنے والے تھے۔ آپ کو پختہ باتیں اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ اور میر ممتاز علی صاحب فرماتے ہیں "حضرت داؤدؑ سے دو برے کام ہوگئے۔ ان کا ایک سردار لشکر اریا نام تھا۔ اس کی بیوی نہایت حسین تھی۔ اتفاق

سے حضرت داؤدؑ نے اسے کہیں دیکھ لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد آریا کو لڑائی پر بھیجدیا جہاں اس بیچارے نے اپنے آقا کے نام پر جان قربان کرکے سرخروئی حاصل کی۔ تب حضرت داؤدؑ نے اس شخص کی بیوہ سے نکاح کرلیا۔ اب جناب میر صاحب خود ہی خدا لگتی کہیں۔ کہ یہ قصہ پڑھکر بچوں پر کیا اثر ہوگا۔ جب نبی ایسی ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (معاذاللہ) تو امتیوں کے لئے سب کچھ جائز ہوگیا۔ اسی طرح تفصیل تو اتنی پسند ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا قصہ بھی لکھدیا۔ جس میں یہ بھی درج ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہوگئی۔ جو ایک جن لیکر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور سلیمانؑ ایک ماہی گیر کا نوکر بننے پر مجبور ہوئے۔ لاحول ولاقوۃ۔

ان مزخرفات لایعنی کی کوئی حد ہے۔ جو سراسر لیس سلطانہ علی الذین اٰمنوا کے خلاف ہے۔ پھر آپ کی بیوی کو ایک بت پرست بتایا۔ حق فرمایا کلام مجید میں۔ ماکفر سلیمٰن ولکن الشیطٰین کفروا۔ یہ بیہودہ باتیں تو میر صاحب نے لکھدیں۔ مگر قرآن کریم میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ آپ کے سامنے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے۔ آپ ان کو چمکارتے رہے۔ کہ ان انعامات سے خدا کے احسانات یاد آتے ہیں۔ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ شاید اس لئے کہ ایسی ایسی باتوں سے ان کا نعم العبد اور اوّاب ہونا ثابت ہوتا تھا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان میں تو بہت سی باتیں خلاف آیات قرآن حمید لکھدی ہیں۔ ایک موٹی بات ہے۔ حضرت یوسفؑ نے خود ملازمت کی درخواست کی۔ جیسا کہ قرآن حمید میں ہے۔ قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (یعنی حضرت یوسفؑ نے درخواست کی۔ کہ مجھے مالی معاملات سپرد فرمائیے۔ میں حساب دان اور نگرانی رکھنے والا ہوں۔)

مگر میر صاحب لکھتے ہیں۔ اس (بادشاہ) نے کہا۔ میں کس آدمی کو اس کام پر مقرر کروں مجھے تو آپ سے بہتر کوئی دیانت دار نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ ہی یہ کام قبول فرمائیے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کی درخواست منظور کی۔ اب کون سچا ہے؟ خداوند کریم یا (میر ممتاز علی) ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت یوسفؑ بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ (صفحہ ۲۶۸) میں

مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (فلبث فی السجن بضع سنین) ۔ یوسف ؑ نو برس سے کم جیل میں رہے۔ بضع نو سے کم تعداد کے لئے آتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی واقعات میں اختلاف ہے۔ جو سورۂ یوسف ؑ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مسلمان بھائیوں کے لئے جو کتاب لکھی جائے۔ اس میں چاہیئے تھا کہ لکھنے والا قرآن مجید کی آیات کو بہر صورت مقدم رکھتا۔ جہاں کتاب میں اس قسم کے سقم ہیں۔ وہاں قابل تعریف بات بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کسی روایت پر اعتبار نہیں کیا۔ اور روزن سے نکل جانے اور ان کی شبیہ کسی دوسرے پر پڑنے کا قصہ نقل نہیں کیا۔ بلکہ لکھدیا ہے نہ وہ قتل ہوئے۔ نہ صلیب پر مرے۔ بلکہ مرنے کی سی شبیہ بن گئی۔ اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے کسی وقت انہیں دنیا سے اٹھالیا۔" اور یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ ہی صلیب پر چڑہائے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"عید کی وجہ سے شام کو صلیب سے اتارا۔ تو وہ مردہ سمجھے گئے۔ چنانچہ وہ قبرستان میں بھیجدئے گئے۔ اللہ نے انہیں بچانا منظور تھا۔ کوئی درومند خدا کا بندہ انہیں وہاں لے آیا۔ اور اس کی اگلی صبح ان کی قبر کھلی پائی گئی۔ جب وہ ہوش میں آئے۔ تو کہیں غائب ہو گئے۔ جسکا صحیح صحیح علم آجتک کسی کو نہیں ہے۔"

میر صاحب سے مخفی نہیں۔ کہ صحیح صحیح علم تو خدا کے ایک برگزیدہ بندہ کو دیا گیا۔ کہ وہ سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہے۔ بہتر ہے۔ کہ میر ممتاز علی صاحب ایسی ایسی فروگذاشتوں کی اصلاح کر دیں۔ جنکا کچھ ذکر اس مضمون میں کیا گیا۔ اور برا نہ مانیں جو مشورہ انکو دیا گیا۔ بہت نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ ہے۔ نکتہ چینی کیلئے نہیں۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ جو کتاب تذکرۃ الانبیاء کے بارے میں ہو۔ وہ خلاف قرآن مجید نہ ہو۔ اور نہ اس میں خلاف عقل باتیں ہوں۔ جو سمجھ میں نہ آسکیں۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کی مدد فرمائے۔ والسلام

خاکسار سکینۃ النساء از قادیان

جوابات اعتراضات شیعہ

نمبر ۲

(از سید صادق اٹاوی)

اعتراض نمبر ۴ ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جہنم وبئس المصیر ۔ یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ۔ تم جب کفار سے مقابلہ کرو ۔ تو پیٹھ نہ دو کفار کی لڑائی سے ۔ یعنی ہرگز نہ بھاگو ۔ اور جو پیٹھ دے کافروں کو لڑائی سے مگر اس حالت میں کہ پھر نیوالا ہو لڑائی کے لئے ۔ یا پناہ لینے والا ہو طرف ایمان والوں کے ۔ پس تحقیق وہ لوٹا خدا کے غصہ کے ساتھ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا علٰے امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ یعنی مومن نہیں مگر وہ کہ ایمان لائے خدا و رسولؐ پر اور جب ہوں ساتھ اس کے کسی امر جامع پر نہ جائیں مگر جب تک اجازت نہ دے رسولؐ ۔

غزوۂ اُحد

(۱) تاریخ طبری جلد ثالث مطبوعہ مصر ص ۱۹ یعنی انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا تھا ۔ وہ عمر بن الخطاب تک پہنچا ۔ حضرت عمرؓ کی معیت میں طلحہ بن عبد اللہ بھی تھے ۔ اور بہت سے لوگ مہاجرین و انصار سے تھے ۔ مگر یہ سب لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے ۔ انسؓ نے کہا تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو ۔ اُن لوگوں نے جواب دیا ۔ کہ کیا کریں ۔ رسول اللہؐ تو قتل کر ڈالے گئے ۔ تب انسؓ نے کہا ۔ پھر جب رسول اللہؐ مر چکے ۔ تو اب زندہ رہ کر کیا کرو گے ۔ اور جس دین پر رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا ہے ۔ اس پر تم بھی مرجاؤ ۔ انسؓ بن نضر یہ کہکے کفار کے مقابلہ میں آیا ۔ اور ان سے لڑ کر قتل ہو گیا ۔

(۲) تاریخ طبری مذکور جلد ۳ ص ۲۰ پر لکھا ہے ۔ "آپ کے اصحاب بھاگ کھڑے ہوئے بعضوں

نے مدینہ میں جا کر دم لیا۔ اور بعضوں نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر پر جا کر دم لیا۔ اور رسالت مآبؐ آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگانِ خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ یہ اسی طبری میں ہے۔

(۳) جو پہاڑ پر تھے۔ اور پتھر پر چڑھ گئے تھے۔ بعض کہہ رہے تھے۔ کاش! اسوقت ہمارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا۔ کہ ہم قاصد بنا کر عبد اللہ بن ابی تک بھیجتے۔ جو ابوسفیان سے بھی ہمیں امان حاصل کر دیتا۔ (کہنے والے یہ کہہ رہے تھے) اے قوم! محمدؐ تو قتل ہو گئے اپنی قوم سے پھر مل جاؤ۔ ایسا نہ ہو وہ آجائیں۔ اور قتل کر ڈالیں۔

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بھاگنے والوں میں تھے

(۵) تفسیر کبیر میں فخر الدین رازیؒ جلد ثالث مطبوعہ استنبول صفحہ ۱۰۸ میں لکھتے ہیں۔ بھاگنے والوں میں عمرؓ بھی تھے۔ مگر ان لوگوں میں نہ تھے۔ جو پہلے ہی بھاگ گئے۔ بعض ایسے تھے۔ جو بھاگ کر دور نکل گئے تھے۔ جیسے حضرت عثمانؓ اور عتبہ اور سعد انصاری بھی تین دن کے بعد پلٹے۔ حضرت نے فرمایا۔ بڑی ہی دور بھاگے۔

(۶) خود حضرت عمرؓ کا قول سنئے۔ (در منثور سیوطی) جب احد کا دن تھا۔ اور ہم سب نے فرار کیا۔ تو میں بھی بھاگا۔ یہانتک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور میں اپنے آپ کو اوچھلتے ہوئے دیکھتا تھا۔ جیسے بز کوہی اچکتی ہے۔

(۷) حضرت ابوبکرؓ کی بابت سنئے۔ تاریخ خمیس حصہ اول صفحہ ۴۳۱۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ بیان فرماتے ہیں۔ جسدن لوگ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ تو میں سب سے پہلے رسول اللہؐ کے پاس آیا تھا۔

(۸) روضۃ الصفا جلد دوم۔ جتنے اصحاب تھے۔ ان سب نے فرار کیا۔ اور خدمت رسول اللہؐ میں سوائے امیر المومنین علی بن ابیطالب اور ابودجانہ اور سہیل بن حنیف کے کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

(۹) حبیب السیر جزء سوم صفحہ ۱۲۱۔ میں بھی حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔

(۱۰) صحیح بخاری جلد دوم مطبوعہ بمبئی صہ۱۶۸۔ وانهزم المسلمون وانهزمت معهم فاذا عمر بن الخطاب فی الناس فقلت له ما شان الناس قال امر الله یعنی قتادہ سے منقول ہے

کہ مسلمان لوگ بھاگ گئے اور میں بھی بھاگا۔ پس کیا دیکھتا ہوں میں کہ ان بھاگنے والوں میں عمرؓ بن الخطاب بھی موجود ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ جو اللہ کو منظور تھا۔ وہ ہوا۔

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے وقیل انہ علیہ السلام سب الذین انھزموا یوم احد وکان فیھم عثمان بن عفانؓ فنزلت ھذہ الایۃ الآیہ فکف عنھم

(۲) روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جب جنگ احد میں مسلمان بھاگ گئے۔ اور جناب رسول خداؐ کو تنہا چھوڑ دیا۔ تو حضرتؐ کو غصہ آیا۔ دیکھا تو جناب امیرؑ پہلو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ اے علیؑ! تم بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ۔ لا کفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ کیا بعد ایمان کے کفر اختیار کرتا۔ میں تو آپؐ کا پیرو ہوں۔ دیکھیئے۔ جنگ سے بھاگنا کفر کی حد تک پہونچ گیا۔ جناب رسول خدا نے سب کیا۔ پس حضرات ثلثہ سب کے مورد ہیں۔ اور یہ بھاگنا ان کا کفر ہے۔

غزوہ احزاب

(۱) عمرو بن عبدود مبارز طلب ہوا۔ رسول اکرمؐ نے لشکر اسلام سے تین مرتبہ فرمایا۔ کہ کوئی اس کافر کے ساتھ لڑنے کو نکلے مگر کوئی نہ نکلا۔ حضرت رسول اللہ نے خاصکر حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تب حضرت علیؑ گئے اور اسکو قتل کر دیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علی مرتضےٰ کی خندق کے دن کی لڑائی تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔ جو کہ وہ قیامت تک کریں۔

(۲) مدارج النبوت۔ صحیح مسلم۔ معارج النبوۃ۔ تفسیر درمنثور میں جنگ احزاب کے متعلق حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ ہم رسول خداؐ کے ساتھ تھے۔ رات نہایت سرد تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہے۔ جو لشکر کفار کیطرف جائے۔ اور انکی خبر لائے۔ جو شخص ایسا کرے۔ تو عوض میں خداوند عزوجل اس کو بروز قیامت میرے ساتھ کریگا۔ حذیفہ کہتے ہیں پس ہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا۔ اور سب نے سکوت کیا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہ تم جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ اللہ و رسول مجھکو معاف رکھیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر تو جاتا۔ تو جا سکتا تھا۔ جب رسول خدا نے حضرت عمرؓ سے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ پھر

رسول اللہ نے سیر انام لیا۔ تو میں نے کہا۔ حضور بہت اچھا۔

غزوۂ خیبر

(۱) تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ جب رسول اللہ حصن خیبر کے پاس نازل ہوئے۔ تو آپ نے اپنے لوا کو عمر ابن الخطاب کو دیا۔ عمرؓ کے ساتھ جو لوگ گئے۔ وہ گئے۔ اہل خیبر کے مقابل آئے۔ مگر حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب بھاگ نکلے۔ اور رسول اللہ کی جانب پلٹے حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کو بودا اور بزدل کہہ رہے تھے۔ اور لشکر حضرت عمرؓ کو بودا اور بزدل کہہ رہا تھا۔ تب حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔ میں کل لوا اس شخص کو دونگا۔ جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ جب دوسرا دن آیا۔ تو حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ نے بڑھکر امیدواری کی۔ مگر حضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر وہ نشان مرحمت کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ رسول اللہ نے لعاب دہن سے آنکھوں کا علاج کر کے نشان ظفر مرحمت فرمایا۔

(۲) حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں بھی ویسا ہی لکھا ہے۔ جیسا طبری سے منقول ہوا۔ ذرا بھی غور کیا جائے۔ تو فراری شیخین ثابت ہونے کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔

غزوۂ حنین

صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ بیعت کے جلسہ میں چودہ سو اصحاب تھے۔ سمرہ کا درخت تھا۔ جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ شرط یہ تھی۔ کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگینگے۔ نکث بیعت کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علے نفسہ یعنی جو لوگ اس بیعت کو توڑیں گے۔ وہ اپنے نفس کیلئے برائی کرینگے۔ بعد اس معاہدہ کے پہلا معرکہ خیبر کا پیش آیا۔ جس میں شیخین میدان چھوڑ آئے۔ ازاں بعد معرکہ حنین پیش آیا۔ اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عباسؓ۔ علیؓ۔ ابوسفیان بن حارث اور ابن مسعود کے سوا کوئی نہ رہا۔

جواب

اس اعتراض میں دو آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی آیت یاایہا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً۔ الخ اور دوسری آیت واذا کانوا معہ علے امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ سے دونوں آیتوں کی بنا پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ چونکہ لڑائی میں

کافروں کے مقابلہ سے ہمت ہار کر بھاگ گئے۔ اس لئے وہ گنہگار بلکہ نعوذ باللہ جہنمی ہوئے۔ اور ایسے لوگ خلافت نبوت کے شایان نہیں۔ مذکورہ بالا دونو آیتوں میں سے پہلی آیت ایسی ہے جس میں جنگ کے متعلق صریح احکام موجود ہیں۔ اس لئے ہم اسی کے متعلق زیادہ وضاحت کے ساتھ یہاں بحث کرتے ہیں۔ دوسری آیت کا مطلب بھی اسی بحث سے ظاہر ہوجائیگا۔

پس واضح ہو۔ کہ اس آیت میں میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید جہنم بیشک موجود ہے۔ مگر اسی آیتہ میں وعید مذکورہ سے متعلق ایک استثنا بھی موجود ہے۔ یعنی الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة اس استثنا میں تین لفظ قابل توجہ ہیں۔ اوّل متحرفاً۔ دوم متحیزاً سوم فئة۔ متحرفاً تحرف یا حرفہ سے نکلا ہے۔ تحرف سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں جھکنے والا۔ پھرنیوالا۔ کیونکہ تحرف انعطاف اور میل کو کہتے ہیں۔ اور حرفہ سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں پیشہ کرنے والا۔ ہنر دکھلانیوالا۔ متحیزاً۔ تحیز سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیوالا۔ فئة جماعت غالب کو کہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور مطلق گروہ اور سردار لشکر کو بھی کہتے ہیں۔ لفظ لقتال مندرجہ آیت میں جو لام ہے۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنگ سے تحرف یا کنارہ کشی حسب موقعہ اسی جنگ میں متحرف کو مفید معلوم ہو دوسرے یہ کہ وہ کنارہ کشی آئندہ جنگ میں مزید استحکام کے ساتھ شرکت کیلئے ہو۔ ان سب صورتوں میں جنگ سے فرار یا کنارہ کشی وعید کا مورد نہیں۔ بلکہ استثنا میں داخل ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن میں زیر آیت مذکورہ لکھا ہے " اللہ نے میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید آگ کی سنائی۔ مگر اسصورت میں کہ وہ بھاگنا کسی گھات کیلئے یا دوسرے گروہ کی مدد کیلئے ہو۔ مثلاً بھاگنے سے دشمن کے خیال میں یہ ڈالے۔ کہ اس سے ڈر کر بھاگا ہے۔ پھر موقع پر پہنچکر اور پھر کر اسکو قتل کرے۔ کہ اسطرح کا بھاگنا لا باس بہ ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی اسی کے قائل ہیں۔ یا ایک سرے سے نکلکر طرف امیر لشکر یا امام اعظم کے جائے۔ کہ اس طرح کا بھاگنا داخل رخصت ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں ایک لشکر خورد میں تھا منجملہ لشکر ہائے حضرت کے کہ اتنے میں لوگ یکسو ہوگئے۔ میں بھی انہیں میں تھا۔ جو ہٹ آئے تھے۔ میں نے کہا اب کیا کریں۔ ہم تو لڑائی میں سے بھاگے۔ اور خدا کا غصہ لیکر پھرے۔ اگر شہر میں پہنچ جائیں تو رات وہیں بسر کریں

پھر ہم نے کہا نہیں۔ بلکہ اپنی جانوں کو حضرتؐ پر عرض کریں۔ اگر ہمارے لئے توبہ ہو بہتر ورنہ پھر چلدیں۔ ہم نماز صبح سے پہلے پاس حضرتؐ کے آئے۔ حضرتؐ نے نکلکر کہا من القوم یعنی تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا۔ نحن الفرارون۔ یعنی ہم بھگوڑے ہیں۔ فرمایا۔ لا بل انتم العکارون انا فئتکم و انا فئۃ المسلمین یعنی بلکہ تم مکر حملہ کرنے والے ہو۔ میں تمہارا اور سب مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ ہم نے حضرت کا ہاتھ چوما۔ رواہ احمد۔ وھکذا رواہ الترمذی و ابن ماجہ ابن ابی حاتم نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ کہ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی او متحیزا الی فئۃ اہل علم نے کہا معنی عکاروں کے یہ ہیں۔ کہ العطافون۔ مشکوٰۃ جلد پنجم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث ابن عمر حسب ذیل درج ہے۔

عن ابن عمر قال بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سریۃ فحاص الناس حیصۃ فاتینا المدینۃ فاختفینا بھا وقلنا ھلکنا ثم اتینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ نحن الفرارون قال بل انتم العکارون و انا فئتکم رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد نحوہ وقال لا بل انتم العکارون قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انا فئۃ المسلمین"۔ ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ کہا بھیجا ہمکو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم نے بیچ ایک لشکر کے پس بھاگے لوگ بھاگنا پس آئے ہم مدینہ میں۔ پس چھپ رہے اس میں اور کہا ہم نے ہلاک ہوئے۔ ہم پھر آئے ہم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا ہم نے یا رسول اللّٰہ ہم ہیں بھاگنے والے فرمایا حضرتؐ نے بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنیوالے ہو۔ اور میں جماعت تمہاری ہوں۔ روایت کی یہ ترمذی نے اور بیچ روایت ابوداؤد کی مانند اسی کے ہے۔ اور فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو۔ کہا ابن عمر نے پس نزدیک ہوئے۔ ہم اور بوسہ لیا ہم نے ہاتھ ان کے کا۔ اور فرمایا۔ حضرتؐ نے میں جماعت مسلمانوں کی ہوں"

اور نیرنگ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغۃ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صـ ۲۸۶ و ۲۸۷ میں لکھا ہے

وصیّت جناب امیر علیہ السلام

مقام صفین میں دشمن کے مقابل ہونیسے پہلے حضرت نے اپنے لشکر کو یہ وصیّت فرمائی۔ "جب تک وہ ابتدا نہ کریں۔ تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا ...... لڑائی کے وقت حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی

کیطرف آتا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر ہو۔ (اگر بر تقدیر تم ایک مرتبہ بھاگ نکلو۔ اور لڑائی سے پلٹ آؤ۔ تو اس سے تمہیں تنگدل نہ ہونا چاہیئے) اپنی تلواروں کو ان کا حق عطا کردو۔ اور کشتگان شمشیر کے گرنے کے مقام کے لئے دشمن کے پہلوؤں کو مہیا کردو۔

ان دونوں حوالوں سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ سنی و شیعہ ہر دو فریق کے نزدیک یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ میدان جنگ یا مقابلہ کفار سے فرار اگر اس نیت سے ہو۔ کہ جماعت اہل اسلام یا سرلشکر اسلام سے جا ملے۔ یا اس نیت سے کہ حسب موقع کفار پر مکرر حملہ کرے۔ تو ایسا شخص فی الحقیقت فرار نہیں بلکہ عطاف و کرار یا عکار ہے۔ اور اسکا یہ فعل موجب معصیت و ملامت نہیں۔ بلکہ داخل رخصت بحکم پروردگار ہے۔

اب ہم ان روایتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو معترض نے پیش کی ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ اون روائتوں کے متعلق بحث شروع کریں۔ چند اصول حدیث و تفسیر وغیرہ کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) کسی آیت کی تفسیر وہ معتبر سمجھی جائیگی۔ جو دوسری آیات قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔

(۲) متشابہات قرآنی کی وہ تفسیر مقبول ہوگی۔ جو محکمات قرانی کے تابع ہو۔

(۳) حدیث اسوقت صحیح سمجھی جائیگی۔ جب وہ آیات قرآنی کے مطابق اور سالم عن المعارض اور محفوظ عن الشذوذ ہو۔

(۴) احادیث و اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہؓ خصوصاً یہ امر بھی ضروری ہے کہ راوی اس کا مذہب اہلسنت کا مخالف نہ ہو۔

(۵) قانون روایت کے علاوہ قانون درایت کے مطابق بھی حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے

(۶) جو حدیث عقل یا نقل یا اصول یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے مخالف ہو وہ موضوع ہے۔

(۷) اگر کوئی حدیث دیگر احادیث صحیحہ اور ادلہ قطعیہ کے مخالف ہو۔ تو حتے الامکان وہ قابل تاویل ہوگی۔ ورنہ اس کے راوی کاذب سمجھے جائینگے۔

(۸) احادیث احاد عقاید میں حجت نہیں۔ اور جو اخبار احاد کتاب اللہ و سنت متواترہ مشہورہ

متعاملہ و اجماع اہلسنت اور مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ہوں۔ وہ ہرگز مقبول نہ ہونگی ؎

(۹) علامہ عبد الرؤف فتاوے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ یعنی ابن کمال کا قول ہے۔ کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں۔ پس جب تک کوئی حدیث یا روایت مندرجہ تفسیر اصول روایت و درایت کے مطابق صحیح ثابت نہ ہو۔ قابل تسلیم نہیں ؎

(۱۰) تاریخ کی کتابوں میں بہت سی لغو و باطل روایات وہمیات قصص و حکایات بھری ہوئی ہیں۔ اسلئے تاریخ کی کتابیں علی العموم بغیر تنقید کے اعتبار کے لائق نہیں ؎

یہ اصول جو بیان کئے گئے۔ سنیوں کے مسلک پر ہیں۔ شیعوں کے بیان کردہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی نے صوارم میں جو امامیہ مذہب کے اصول بیان کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امامیہ اصول و اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں۔ اور ظن و تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے۔۔۔ خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو۔ اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو۔ اُس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ خبر یا اولی ہو گی یا مطروح۔ اسی اصل کی بنا پر وہ ان روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں۔ مردود اور غلط سمجھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بلا شبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جن سے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کی اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں ان حدیثوں کے معارض ہیں۔ جو نہایت قوی ہیں اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے۔ اسلئے ہمارے علماء نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے۔ اور پھر یہ فرماتے ہیں۔ کہ عقل اس بات پر شاہد ہے۔ کہ باوجود اخبار جرح کے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کئے گئے ہیں ہمارے علماء کے عقیدہ میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کی بابت ہے۔ کچھ خلل نہ ہو۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلافات کے ان کا خلاف نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سبب صرف یہ ہے۔ کہ انکی بزرگی و کمال کا آفتاب ان کی نظروں میں روشن تھا ؎

(۲) سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی نے ضربت حیدریہ میں ان روایات کو جو صحابہ کے معائب میں

ہیں۔ مخالف اجماع اور معارض روایات متواترہ قرار دیکر ان روایات کو محتمل الطرح یا ماول ٹھہرایا ہے؛

(۳) مخدومی نواب محسن الملک مرحوم اٹاوی کی کتاب آیات بینات جلد اجزء اول کے جواب میں لکھنؤ کے ایک شیعہ مولوی خادم حسین نے رمی الجمرات نام کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے حوالجات مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں؛

رمی الجمرات جلد ا صد ۱۶۲ میں لکھا ہے۔ سینکڑوں حدیثیں صحاح ستہ کی ہمارے علماء نے بغرض صحیح اپنی کتب میں مندرج کی ہیں۔ اور بمقتضائے آنکہ نقل کفر کفر نباشد۔ مصدق اس کے نہیں ہیں۔ آپ کو لازم تھا۔ کہ پہلے ان دونوں روائتوں کی تصدیق کلام سے ہمارے علماء کے ثابت کرتے۔ تب اوسکو مقام استدلال میں لاتے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ $\frac{215}{216}$ " کتاب غیر مشہور کی توثیق کلام علماء سے لازم تھی بعد اس کے ضرور تھا۔ اسکا ثابت کرنا کہ صاحب کتاب مصدق روایت ہے۔ کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اس روایت کو اہلسنت سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اس کا نہ ہو۔ . . . . تو ہم جواب اس کا یوں دینگے۔ کہ چونکہ مخالف سینکڑوں احادیث اور آیات کے ہے۔ جو مذمت ثلاثہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور مخالف مجمع علیہ امامیہ کے اور موافق مذہب عامہ کے ضرور ہے۔ کہ محمول بر تقیہ ہوئے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے " حدیث روضہ کلینی اخبار احاد سے ہے۔ جو مقام اعتقاد میں بکار آمد نہیں ہے اور دیگر روایات مطابق اس کے نہیں ہیں اور یہ روایت موافق عامہ بھی ہے۔ اور اصل اس روایت کی اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ . . . پس محمول علی التقیہ بھی ہو سکتی ہے۔

رمی الجمرات جلد ا صد ۲۹۳ میں لکھا ہے " روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے"؛

رمی الجمرات جلد ۲ صد ۷۰۶ میں لکھا ہے " سینکڑوں حدیثیں موافق سنیوں کے ہماری کتب میں تقیتہً وارد ہیں۔ لیکن چونکہ آیات اور روایات قطعیہ اور مجمع علیہ ہمارے اصحاب کے خلاف ہیں۔ اور موافق مذہب عامہ ہیں۔ ہم انکو متروک اور محمول علی التقیہ کرتے ہیں؛

اسی جلد کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے " شاہ جی نے تحفہ مسروقہ میں جو جوابات بحوالہ سیر و تواریخ مجہول الاسم مثل کہانیوں شاہنامہ کے دئے ہیں۔ وہ مقابلہ میں احادیث اور کتب معتبرہ کے چل نہیں

سکتے ہیں ؟

اسی جلد کے صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے۔ متشابہات کی تاویل طرف محکمات کے کرنا شائع و ذائع بین الفریقین ہے ؟

پھر اسی جلد کے صفحہ ۴۳۹ میں لکھا ہے۔ "اول آپ کو ضرور تھا۔ کہ تواتر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال فرماتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترات کے ہے۔ نہ اوپر اخبار احاد کے ہے۔ پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو۔ تو شیعہ اسکو قابل الطرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانینگے۔ پھر آپکا استدلال شیخ جلی کا خیال ٹھہر جائیگا ؟

اس تمہید کے بعد اب ہم ان روایات کے جواب عرض کرتے ہیں جو شیعہ صاحب کیطرف سے پیش ہوئی ہیں ؟

غزوہ احد **جواب روایت** ۔(۱) مورخ طبری محمد بن جریر نامی ایک شیعہ ہے جسکی تصنیفات سے ایضاح المسترشد وغیرہ کتابیں ہیں۔ دوسرا محمد بن جریر طبری سنی شافعی ہے۔ اس کی تاریخ کو تاریخ کبیر کہتے ہیں۔ معترض صاحب نے اگر شیعہ کی کتاب سے یہ روایت پیش کی ہے تو وہ اہلسنت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ سنی کی کتاب سے روایت پیش کی ہے تو واضح ہو۔ کہ روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد ۲ صہ ۲۹۳) پھر یہ روایت از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔ یہ روایت دیگر احادیث صحیحہ کے بھی معارض ہے۔ اسلئے بھی حجت نہیں۔ بفرض صحت روایت مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ میدان جنگ میں جب مومنین مختلف مقامات پر کفار سے لڑ رہے تھے۔ ناگہاں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ایسی صورت میں عاشقان رسول اللہ صلعم کے دلوں کو جو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اس پریشانی کے عالم میں اگر بعض مومنین جنگ سے رک کر یہ مشورہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہوں۔ کہ اب لڑائی جاری رکھنا چاہیئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جو خبر مشہور ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ اور اگر یہ خبر خدانخواستہ صحیح نکلے۔ تو پھر چونکہ بغیر سردار اور امام کے

مناسب نہیں کسی امیر یا امام کے نصب کے بعد حسب مصلحت وصوابدید اہل اسلام اسی وقت جنگ قائم رکھی جائے۔ یا اسوقت طرح دیگر کسی اور وقت پر شروع کیجائے تو ان مومنین کا یہ فعل قرآن وحدیث وعقل سلیم کے نزدیک ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت آیہ کریمہ متحیزا الی فئۃ کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ انس بن نضر جو باوجود اس خبر سننے کے اعدائے دین سے لڑکر شہید ہو گئے۔ انکی نسبت کیا کہا جائیگا۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ انس بن نضر کا یہ ذاتی اجتہاد تھا جسکی پابندی اوروں اہل الرائے پر لازمی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ فاروق کی رائے صائب اور مشورہ مناسب کا نیک نتیجہ اوسیوقت ظاہر ہوگیا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کو زیارت نبوی اور مکرر جان نثاری کا موقع ملا۔ جس سے اسلامی شکست تقریباً فتح یا مساوی اللوائے جنگ سے مبدل ہوگئی۔ اور آئندہ اسلامی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ پس شیعہ صاحب کا اعتراض محض لغو و بے بنیاد ہے۔

جواب روایت (۲) یہ روایت بھی اسی طبری کی ہے اور اسپر بھی وہی اعتراض ہے جو روایت اول کے مطابق لکھا گیا۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ اور احادیث صحیحہ کے معارض ہے۔ بفرض صحت روایت مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو مسلمان اس لڑائی میں مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنکر بھاگ گئے۔ اور پھر آپ کے زندہ ہونیکی خبر پاکر خدمت نبوی میں قتال کفار کیواسطے حاضر ہوگئے۔ ان پر آیہ کریمہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ کے مطابق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ رہی یہ بات کہ حضرت رسالت مآب آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگان خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ مگر بعض صحابہؓ پھر بھی بھاگ گئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض اسوقت ہوسکتا ہے۔ جب پہلے یہ ثابت کردیا جائے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سُن لی تھی۔ اور کفار کیطرف سے آنحضرتؐ تک ان کے پہنچنے میں کوئی روک نہ تھی۔ مگر اسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ومن ادعے فعلیہ البیان کتب سیر وتواریخ میں لکھا ہے کہ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح کے بعد ناگہاں شکست کی نوبت پہنچی۔ اور آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اسوقت مسلمانوں میں

اسقدر بدحواسی چھائی۔ کہ حذیفہؓ کے باپ کو جو مسلمان تھے۔ خود مسلمانوں نے قتل کر دیا۔ حالانکہ حذیفہؓ چلا چلا کر کہتے رہے۔ کہ میرا باپ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی میں سب سے قدیم کتاب "سیرۃ ابن ہشام ہے۔ جسمیں غزوہ احد کے بیان میں لکھا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مسلمانوں کی شکست اور لوگوں میں حضورؐ کے قتل کی خبر مشہور ہونیکے بعد جس شخص نے اول آپؐ کو دیکھکر پہچانا۔ وہ کعب بن مالک تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ میں نے خود میں سے حضورؐ کی دونوں آنکھیں چمکتی ہوئی دیکھکر آپؐ کو پہچانا۔ اور پکار کر آواز دی۔ کہ اے معشر مسلمین خوش ہو جاؤ۔ یہ رسولخداؐ صحیح و سلامت موجود ہیں۔ حضورؐ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے حضورؐ کو پہچان لیا۔ سب آپؐ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ اور آپؐ ان کو لیکر گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ بن خطاب اور حضرت شیر خدا علی مرتضےٰؑ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور حرث بن صمہ وغیرہ بہادران صحابہؓ حاضر تھے ۔۔۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضورؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ اور ان کفاروں میں خالد بن ولید بھی تھا۔ حضورؐ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

سیرۃ ابن ہشام مؤلفہ علامہ ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام کا اردو ترجمہ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ص ۲۹۷-۲۹۸۔ اس کے مطابق تاریخ طبری میں لکھا ہے۔ ونہض نحو الشعب معہ علی بن ابیطالب وابوبکر بن ابی قحافہ وعمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام والحارث بن الصمہ فی رہط من المسلمین طبری جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۱۴۰۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسوقت حسان بن ثابت سے فرمایا۔ اے ابن فریعہ تم سن رہے ہو۔ کہ ہندہ پتھر پر چڑھی ہوئی کیا کیا ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ جو جو گستاخیاں اس نے کی ہیں۔ ان کے گیت بنا کر گا رہی ہے۔ تم اسکو جواب

کیوں نہیں دیتے؟ (سیرۃ ابن ہشام مترجم صہ ۳۰۱)

تلخیص الصحاح میں غزوہ احد کے متعلق براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ اسدن ہم مشرکوں سے ملے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک لشکر (پہاڑ کے ناکے پر) بٹھایا اور عبد اللہ بن جبیر کو ان پر سردار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اپنے مکان سے نہ ہٹو۔ اگرچہ تم ہمکو دیکھو۔ کہ ہم کافروں پر غالب ہوئے۔ اور تم اپنی جگہ سے نہ ہٹیو اگرچہ تم کافروں کو دیکھو۔ کہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو ہماری مدد نہ کرنا۔ پھر جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا۔ تو کافروں کو شکست ہوئی۔ یہانتک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا۔ کہ پہاڑ میں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے دوڑتی ہیں۔ ان کی پازیبیں کھلی ہیں۔ اور کہنے لگے۔ غنیمت لو۔ غنیمت لو۔ عبد اللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا ہے۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر جب انہوں نے کہنا نہ مانا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے منہ پھیر دئیے یعنی جب ناکہ خالی ہو گیا۔ تو کافر ادھر سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور ان میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ تو ابو سفیان نے جھانکا اور کہنے لگا۔ کہ کیا مسلمانوں کی قوم میں محمدؐ موجود ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا مسلمانوں میں ابی قحافہ کا بیٹا یعنی ابو بکرؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا قوم میں عمرؓ بن خطاب موجود ہے۔ سو ہم سے کسی نے اس کو جواب نہ دیا۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ یہ لوگ مارے گئے اور اگر زندہ ہوتے۔ تو جواب دیتے۔ تو عمرؓ فاروق نہ رہ سکے۔ (ابول اٹھے) سو انہوں نے کہا۔ کہ اے دشمن اللہ کے۔ تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے زندہ رکھے ہیں وہ لوگ جو تجھکو ذلیل کریں۔ تو ابو سفیان کہنے لگا۔ اونچا ہوا ہے ہبل (ایک بت کا نام ہے) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ اللّٰہ اعلیٰ واجل یعنی اللہ سب سے اونچا اور بزرگتر ہے تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ ہمارے لئے عزیٰ (بت کا نام ہے) ہے۔ اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں فرمایا۔ کہ کہو۔ ہمارا مولےٰ اللہ ہے۔ اور تمہارا

کوئی مولے نہیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ کہ یہ دن بدلے دن بدر کے ہے۔ اور لڑائی مثل ڈول کے ہے۔ اور تم بعض لوگوں کو ناک کان کٹا پاؤ گے۔ نہ میں نے اس کا حکم کیا ہے۔ اور نہ مجھکو برا لگتا ہے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو برابر نہیں۔ ہمارے مقتول مُردے بہشت میں داخل ہونگے۔ اور تمہارے مقتول آگ میں داخل ہونگے۔ بخاری اور ابوداؤد اس کے راوی ہیں۔ اس کے قول تک کہ مجھکو بُرا نہیں لگتا۔ اور باقی ابن زین نے روایت کی ہے۔ (تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔

تواریخ حبیب اللہ میں غزوہ احد کے متعلق لکھا ہے۔ کہ " بعد رونق افروزی آپؐ کے مدینہ طیبہ میں خبر پہونچی۔ کہ ابوسفیان بعد پھرنے کے پشیمان ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ غلبہ ہم نے پایا تھا۔ محمدؐ کا کام کیوں تمام نہیں کیا۔ اب وہ مع لشکر پھر آتا ہے۔ آپؐ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا۔ کہ لشکر بتعاقب ابوسفیان روانہ ہو اور خود بنفس نفیس مع لشکر روانہ ہوئے۔ اور ان ہی لوگوں کو ہمراہ لیا۔ جو شریک غزوہ احد تھے۔ باآنکہ وہ لوگ خستہ اور زخمی تھے۔ حسب الحکم بروانگی روانہ ہوئے۔ آیہ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم ؕ ان کی شان میں ہے۔ ابوسفیان نے جب یہ حال سنا۔ ڈر گیا اور ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ نام فتح کا ہو گیا ہے۔ پھرنے میں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ بات الٹ جائے ابوسفیان نے مدینہ کیطرف رُخ نہ کیا۔ اور بعجلت مکہ کو روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند منزل تعاقب کر کے باشوکت وعظمت مدینہ طیبہ کو واپس لائے منزل حمراء الاسد تک آپؐ تشریف لیگئے تھے لہذا یہ سفر حمراء الاسد کہلاتا ہے۔ (تواریخ حبیب اللہ مطبوعہ مطبع محمدی کانپور ۷۶ ۔ ۷۷)

اسی موقعہ پر شمس التواریخ میں لکھا ہے کہ امام بخاری باب المغازی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ستر مسلمان جن میں صدیق اکبرؓ بھی شامل تھے۔ ان کا تعاقب کرنے کو گئے تھے۔ (شمس التواریخ۔ خلافت صدیق۔ مطبع لامع النور آگرہ۔ صفحہ ۴۶)

حوالجات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ غزوہ احد میں شیخین ؓ میدان جنگ سے ہرگز فرار نہیں ہوئے؛

جواب بروایت نمبر ۳۔ تیسری روایت جو معترض نے پیش کی ہے۔ وہ بھی طبری ہی کی ہے۔

طبری کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں۔ وہ اس موقعہ پر بھی پڑھ لیا جائے۔ اور اس روایت کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ یہ روایت سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر کی گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جہاں تک شیخین رضہ کا اس روایت سے تعلق بیان کیا جائے۔ وہاں تک یہ روایت سراسر موضوع و باطل و معارض روایات صحیحہ ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم نہیں ؛

جوابات روایت نمبر ۴ ۔ یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست دیکھکر اور آنحضرت ؐ کی خبر شہادت سنکر حضرت عثمان رضہ مدینہ بھاگ گئے تھے۔ اور آنحضرت ؐ کے زندہ ہونے کی خبر سنکر پھر حضور رسالت مآب ؐ میں حاضر ہو گئے۔ مگر یہ واقعہ معترض کے لئے کچھ فائدہ بخش نہیں۔ کیونکہ مقابلہ کفار سے مطلق فرار قرآنی تعلیم کے مطابق ممنوع نہیں بلکہ بعض قیود کے ساتھ ممنوع ہے۔ اور بعض قیود کے ساتھ کا جاس بہ ہے۔ پس تقریب دلیل معترض ناتمام ہے مفصل جواب پہلی روایت کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں ؛

جواب روایت ۵ ۔ تفسیر کبیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی روایت تفسیر کبیر میں موجود ہے تاہم روایت امر دیگر ہے اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اول ص ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس روایت میں بھی مطلق مطلق بھاگنا اور پھر حضرت نبوی میں حاضر ہونا لکھا ہے۔ اور یہ امر بنیاد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ؛

جواب روایت ۶ ۔ تفسیر درمنثور سیوطی کی عبارت بھی نقل نہیں کیگئی۔ صرف ترجمہ خلاصۃً درج کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم روایت تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی روایت تفسیر درمنثور میں موجود ہے تو روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اول ص ۲۹۳) کیوں نہیں جائز ہے۔ اس روایت کو اہل تشیع سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اسکا نہ ہو۔ (قاعدہ مندرجہ رمی الجمرات جلد اول ص ۲۱۵-۲۱۶) یہ روایت معارض احادیث صحیحہ و مخالف اجماع اہلسنت ہے اسلئے بھی قابل تسلیم نہیں۔ معترض صاحب اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس میں سب کا فرار ہونا لکھا ہے۔ اور سب میں حضرت علی رضہ اور دیگر صحابہ رضہ مقبولین اہل تشیع بھی داخل ہیں۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا - بالآخر گذارش ہے - کہ اصل واقعہ وہی ہے - جو سیرۃ ہشام صفحہ ۲۹۸ و ۲۹۹ سے ہم پہلے دکھلا چکے ہیں - کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے - جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا - . . . اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا - اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا - کفار جب اسطرح بھاگ گئے - تو حضرت عمرؓ پہاڑی پر چڑھ کر کسی جگہ سے اگر انکو جھانک کر دیکھتے ہوں - کہ وہ بھاگ کر چلے گئے یا پھر حملہ کرنیوالے ہیں - تو یہ بات کمال خیرخواہی اسلام پر دلالت کرتی ہے - اس پر اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے - جو دشمن اسلام ہوگا

کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اول مطبع منشی نولکشور صفحہ ۲۱۹ میں لکھا ہے - اور کہا رافع بن خدیج راوی نے - "پھر اسوقت رسولخداؐ نے ہم لوگوں کو طلب کیا - اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے - اور میں دیکھتا تھا - کہ فلاں و فلاں یعنی لوگوں کو کہ قلعہ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں - تب اسوقت شیطان نے صیحہ کیا - کہ محمدؐ قتل ہوئے - یعنی اسلیئے کہ مسلمان مغرور ہو جائیں چنانچہ عمرؓ کہتے ہیں - کہ میں اسوقت آگے بڑھا - اور جبل پر مثل بزکوہی کے چڑھ گیا - پھر میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا - اس وقت وہ فرما رہے تھے - وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ط - الخ سیرۃ ابن ہشام کی روایت اور مغازی الرسول وغیرہ کی روایتوں کو ملا کر پڑھنے اور غور و فکر سے کام لینے سے یہ بات روز روشن کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے - کہ حضرت عمرؓ گھاٹی سے کافروں کو مار کر بھگانے کے بعد یہ دیکھتے تھے کہ مغرور کفار لوٹکر حملہ تو نہیں کرنا چاہتے - حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں وہاں پہنچ گئے - جہاں آپؐ وہ گھاٹی چڑھ کر پہلے پہونچ گئے تھے - اور دیگر مسلمان پہاڑ پر آنحضرتؐ کی تشریف فرما ہونیکی خبر پا کر قلعہ کوہ پر اسی غرض سے چڑھ گئے تھے - پس حضرت عمرؓ کا بلندی کوہسار پر چڑھنا جنگ سے فرار نہ تھا - بلکہ قلبی شجاعت اور فن جنگ کی لیاقت کا اظہار بغرض تلاش سید الابرار بسبب اشتیاق دیدار رسولؐ مختار تھا مگر کسی نے سچ کہا ہے ؎ "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است" معلوم ہوتا ہے - کہ اسی واقعہ کو سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے تراش خراش کر کے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے - اور سیوطی نے اسے تقیہ شریف کے دام میں پھنسکر بالغرض تردید تفسیر میں درج کر دیا ہے

جواب روایت ۷۔ تاریخ خمیس کی عبارت بھی نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے۔ کہ اس مضمون کی روایت تاریخ خمیس میں موجود ہے۔ تاہم روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے۔ (رامی الجمرات جلد ا ص ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ لڑائی میں مشغول ہونیکا حکم مومنین کو خود حضرت رسولخدا صلعم نے دیا تھا۔ اور لڑائی کسی کوٹھڑی میں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ایک وسیع میدان میں متصل جبل احد ہوئی تھی۔ پھر لڑائی میں مشغول ہونیوالے حضرت رسولخداؐ کے پاس ہر وقت کیسے رہ سکتے تھے۔ سوائے ان لوگوں کے جنکو حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے پاس بطور باڈی گارڈ کے رکھا ہو۔ ایسی صورت میں وہ مومنین جو بحکم رسالت مآب آپؐ کو میدان کارزار پر چھوڑ کر کفار سے قتال میں مصروف ہوں۔ کیونکر قابل اعتراض ہو سکتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ بات قابل اعتراض ہے۔ تو اس اعتراض سے حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ مقبولین شیعہ بھی کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ بھی آنحضرتؐ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعوں کے نزدیک جان نثاری کے ساتھ آنحضرتؐ کی حکم کی تعمیل بھی قابل اعتراض بات ہے۔ استغفر اللہ! روایت کا ماحصل یہ ہے۔ کہ وہ مومنین جو قتال کفار میں مصروف تھے۔ ناگہاں حضرت رسول خداؐ کے قتل کی خبر سنکر اوس مقام کیطرف دوڑے۔ جہاں حضرتؐ رونق افروز تھے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر اول تھا۔ پس یہ امر تو موجب فضیلت ابوبکرؓ ہے۔ نہ جائے اعتراض و وجہ ملامت۔

جواب روایت ۸۔ روضۃ الصفا کی یہ روایت محض لغو ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے احادیث صحیحہ اس کے معارض موجود ہیں۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ صاحب روضۃ الصفا کا اہلسنت سے ہونا بھی ہمکو مسلم نہیں۔ خود صاحب روضۃ الصفا نے اس روایت کو وثوق کے ساتھ نہیں لکھا۔ بلکہ اس روایت کی نسبت واللہ اعلم بصحتہ کہا ہے۔ چنانچہ عبارت روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۰۸ حسب ذیل ہے:-

و در بعضے روایات آمدہ واللہ اعلم بصحتہ۔ یدبن اسعید و ہب از عبداللہ بن مسعود و پرسید
کہ چناں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علی و ابودجانہ و سہل بن حنیف کسے نزد پیغمبر نماندہ بود
بعد از ساعتے عاصم بن ثابت و طلحہ بن ثابت آمدہ در خدمت خیر البشر کمر بستہ بودند۔ آیا ایں
خبر بیان واقع است۔ گفت بلے و پرسیدم۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کجا بودند۔ گفت ایشاں
نیز بگوشہ رفتند۔ و در روز سوم از جنگ بخدمت آنسرورؐ فائز شدند۔ حضرت رسولؐ فرمود
کہ بدرستیکہ دریں واقعہ بعرض رفتہ اند۔" اسی روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۰۸ میں کشف الغمہ
سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ روایت زیر بحث کی تردید کیلئے کافی ہے۔ اور وہ روایت
یہ ہے۔ کہ "در کشف الغمہ مسطور است۔ کہ چہاردہ کس از اصحاب نزد آں قدوۂ احباب
ماندند۔ ہفت تن از انصار و ہفت تن از مہاجراں علیؓ و ابوبکرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و
سعد بن ابی وقاص و طلحہ و زبیر و ابوعبیدہ جراح۔ و از انصار خباب ابن المنذر۔ و
ابودجانہ و عاصم بن ثابت و حارث بن سہل۔ و اسید بن حضیر۔ و سعد بن عبادہ۔ و
محمد بن مسلمہ۔ و ہر یک از ایشاں بدفع جمعے از مشرکان قیام مے نمودند۔ و با وجود کثرت
اعدا بعنایت حق عزوعلا آسیبے بجانب ہیچ یک از انہا نرسید۔"

اور صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے۔ "چوں مخالفاں را داعیہ بازگشتن بمکہ پیدا شد۔ خواستند کہ
بیقین معلوم کنند۔ کہ خواجہ کائنات در زمرہ احیاست۔ یا از جملہ اموات است۔ ابوسفیان
نزدیک بکوہ آمدہ فریاد برآورد۔ کہ آیا محمدؐ درمیان شما ہست۔ اصحاب بفرمودہ سرور احباب
جواب ندادند۔ باز نعرہ زد۔ کہ پسر ابی قحافہ درمیان قوم ہست؟ ایں نوبت نیز جواب نگفتند۔
چوں نوبت سوم از فاروقؓ پرسید۔ ہیچ جواب نشنید۔ روے بہم کیشاں خود آوردہ گفت
جمعے را کہ نام بردم ہمہ کشتہ شدند۔ چہ اگر زندہ مے بودند۔ جواب میدادند۔ ازیں سخن
عمر بے طاقت شدہ گفت۔ اے دشمن خدا دروغ گفتی۔ چہ آنہا کہ ترا از حیات ایشاں کراہت
مے آید۔ زندہ اند۔"

اور صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے۔ "چوں خبر عزیمت مخالفان در معاودت بمسامع علیہ رسید۔
سرور عالمیان خواست۔ کہ رعب و خوف در دل دشمناں اندازد و دانند۔ کہ اہل اسلام را

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسین واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔
اشراف مہاجر و اعیان انصار کہ فرمان رسولخدا شنیدند۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بمیاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در شان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت ندادہ علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابوبکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت ؎

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے۔ "کیسے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟" معترض صاحب
کو چاہیئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں۔ "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغہ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں مسلمان
بھاگے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے۔ یاد کھلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطابؓ
بھی لڑائی سے بھاگے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔

شوکت باقی است ۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسیں واقعہ احد بود ۔ فرمود تا بلال منادی کرد ۔
کہ رسول خدا مے فرماید ۔ کہ بطلب دشمنان بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند ۔
اشراف مہاجرو اعیان انصار کہ فرمان رسول خدا شنیدند ۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند ۔
کمر انقیاد بر میاں بستند ۔ وحضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند ۔ ودر آن زمان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد ۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت ۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداده علم خود را بحضرت علیؑ داد ۔ و بعضے گویند ۔ کہ با ابوبکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت ۔

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی ۔ نہ ترجمہ لکھا گیا ۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے ۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں ۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے ۔ "کہئے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے ؟" معترض صاحب
کو چاہیئے ۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں ۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں ۔ مثل
مشہور ہے ۔ ثبت العرش ثم النقش ۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؑ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں ۔ "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو ۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو ۔ تم پر دشمن کی جانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو ۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو ۔ (نہج البلاغۃ مترجم صہ ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں ۔ از قسم احاد ہے ۔ جو عقائد میں
حجت نہیں ۔ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا ۔ قتادہ کہتے ہیں ۔ مسلمان
بھاگ گے ۔ اچھا مان لیا ۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا ۔ یہ بھی مان لیا ۔ پھر وہ کہتے ہیں ۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس ۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے ۔ یاد کھلائی دیئے ۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا ۔ کہ عمر بن خطاب
بھی لڑائی سے بھاگ گے تھے ۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں ۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے ۔ یہ لوگوں کا

ہیں مشرکوں کے ساتھ نہ آیا تھا۔ اب آیا ہے۔ اور مسلمانوں سے کہہ رہا ہے۔ کہ میرے مقابل کون آتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کے مقابل گئے اور اس سے کہا۔ اے عمرو کیا تو نے خدا سے عہد نہیں کیا تھا۔ کہ جو شخص قریش میں سے تجھکو دو خصلتوں میں سے اچھی خصلت کیطرف بلائیگا۔ تو اس خصلت کو قبول کریگا۔ عمرو نے کہا ہاں میں نے عہد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بس میں تجھکو خدا اور رسولؐ اور اسلام کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھکو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پھر میرے مقابل آ میں تجھکو جنگ کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا۔ کیوں اے میرے بھتیجے میں تجھکو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں تجھکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس جواب سے عمرو بہت خفا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر ہلاک کیا۔ پھر حضرت علیؓ پر تلوار ماری۔ حضرت نے اسکا وار رد کرکے ایسا ہاتھ مارا۔ کہ صاف دو ٹکڑے کر دیا۔ اور باقی قریشیوں کو بھی مارتے مارتے خندق سے باہر نکال کر بھگا دیا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا۔ کہ اپنا نیزہ بھی پھینک گیا۔"

یہ واقعات ہم تسلیم کرتے ہیں باقی معترض صاحب نے جو کچھ اس اعتراض کی تقریر میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک افسانہ ہے۔

جواب روایت ۲ - غزوہ خندق کے متعلق حذیفہ بن یمان کی روایت جسطرح معترض نے لکھی ہے۔ وہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک صحیح اسقدر ہے جسقدر سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۴۴ میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا۔ کہ کیا آپ نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے۔ اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ حذیفہ نے کہا۔ ہاں۔ اس شخص نے کہا پس آپ کسطرح کام کرتے تھے۔ حذیفہ نے کہا ہم بڑی محنت کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ اے حذیفہ اگر ہم لوگ حضورؐ کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کو کبھی زمین پر چلنے نہ دیتے۔ اپنی گردنوں پر سوار رکھتے۔ حذیفہ نے کہا اے میرے بھائی کے فرزند میں خندق کی جنگ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ حضورؐ نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ ایسا کون شخص ہے۔ جو ہمکو مشرکین کی خبر لادے۔ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ کہ اس شخص کو جنت میں میرا رفیق کرے۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ خوف اور بھوک اور سردی کی

شدت سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ تب حضورؐ نے مجھکو طلب کیا میں کھڑا ہوا۔ حضورؐ نے مجھسے فرمایا کہ تم جاکر دیکھو۔ کہ مشرک کیا کر رہے ہیں۔ اور کسی سے کچھ نہ کہنا۔ سیدھے ہمارے پاس چلے آنا۔ اور حذیفہ کہتے ہیں میں جب مشرکوں میں پہنچا۔ تو مینے دیکھا کہ آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ نہ آگ جلتی ہے۔ نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اوسیوقت ابوسفیان کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے قریش قسم ہے خدا کی تم ایسی جگہ میں آن کر ٹھہرے ہو۔ کہ جہاں جوتیاں تک ٹوٹ گئیں۔ اور بنو قریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم کو بہت ناگوار گذریں۔ اور ہوا نے ہم کو ایسا پریشان کیا ہے۔ کہ کسیطرح کا ہمکو اطمینان نہیں ہے۔ نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ قائم رہتا ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اب تم مکہ کو واپس چلے چلو۔ اور پھر ابوسفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے پیکڑہ بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان بدحواسی میں اونٹ پر سوار تھا کہ اسکو مارنے لگا۔ تب ایک اور شخص نے اس کا پیکڑہ کھولدیا۔ اور ابوسفیان روانہ ہوا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ پھر میں حضورؐ کیخدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت کھڑے ہوئے۔ ایک چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے مجھکو دیکھا اپنے پیروں میں مجھکو داخل کر لیا۔ اور چادر مجھپر ڈالدی۔ پھر رکوع اور سجدہ کرکے سلام پھیرا۔ مینے سارا واقعہ عرض کیا۔

اب اس روایت صحیحہ کی بنا پر ہوئے شریعت محمدیہ صحابہ عموماً یا خصوصاً مورد ملام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو کچھ فرمایا۔ وہ بطور ارشاد تھا۔ کوئی حکم نہ تھا۔ جسکی خلاف ورزی معصیت ہے۔ علاوہ بریں اس ارشاد کو سنکر اصحاب رسولؐ میں سے ہرایک کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حاضرین میں سے کوئی نہ کوئی تعمیل ارشاد کیلئے آمادہ ہوجائیگا۔ اس لئے اس روایت سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بزعم معترض کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو اس اعتراض کا نشانہ خود حضرت حذیفہ اور تمام حاضرین صحابہؓ ہوتے ہیں۔ جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ سنما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ اگر ہم روایت پیش کردہ معترض کے اس بیان کو کہ حضرت رسول خداؐ نے لیلۃ الاحزاب میں شیخین سے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مشرکوں کی خبر لانیکے لئے جائیں۔ اور انہوں نے معافی چاہی صحیح فرض کرلیں تاہم اس سے

شیخین پر کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوتا جس سے ان کے تقدس اور منصب خلافت کے اہل ہونے میں فرق آئے۔ کیونکہ رسولخدا نے بھی خدا تعالےٰ کے حکم کو سنکر اس کی تعمیل سے کئی مرتبہ معافی چاہی ہے چنانچہ کتاب روضۂ شیخ مفید سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بعد حجۃ الوداع کے جب توجہ مدینہ منورہ کیطرف فرمائی تو راہ میں حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے رسول خداؐ کے اللہ تعالےٰ بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ علیؑ کو تم امام کردو۔ اور اپنی امت کو ان کی خلافت کی خبر دیدو۔ جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے بھائی جبرائیلؑ۔ اللہ جانتا ہے۔ میرے اصحاب کے بغض کو علی کے ساتھ میں خوف کرتا ہوں کہ میں علیؑ کو خلیفہ کروں اور وہ سب جمع ہوکر میری ایذا دہی پر مستعد ہو جاویں پس معافی چاہ۔ تو اس حکم میں میرے رب سے پس چڑھ گئے حضرت جبرئیل اوپر۔ اور حضرت کے جواب کو اللہ کے سامنے عرض کیا اللہ نے پھر اولٹے پاؤں اتارا۔ اور وہی حکم فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلعم نے وہی معافی چاہی جو پہلے چاہی تھی پھر حضرت جبرئیل چڑھ گئے۔ اور رسول اللہ صلعم کے جواب کو عرض کیا۔ پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو ساتھ عتاب شدید کے رسول اللہ صلعم پر نازل کیا۔ آخر کو رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو جمع کرکے حضرت علیؑ کو خلیفہ کردیا۔ عبارت اسکی یہ ہے۔ ان اللہ تعالیٰ انزل جبرئیل علیہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الفراغ من حجۃ الوداع والتوجہ الی المدینۃ فی الطریق فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انصب علیاً للامامۃ ونبہ امتک علی خلافتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اخی جبرئیل ان اللہ یعلم بغض اصحابی لعلی انی اخاف منہم ان یجتمعوا علی اضراری فاستعف لی ربی فصعد جبرئیل و عرض جوابہ علی اللہ فانزلہ اللہ مرۃ اخری فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما قال اولا فاستعفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی المرۃ الاولی صعد جبرئیل فکرر جواب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامرہ اللہ بتکریر نزولہ معاتبا مشددا علیہ بقولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الآیہ فجمع اصحابہ وقال یا ایہا الناس ان علیا امیر المؤمنین وخلیفۃ رسول رب العلمین لیس لاحد ان یکون خلیفۃ بعدی سواہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ انتہی بحروفہ (روضۃ الاحکام)

غزوہ خیبر

جواب روایت ۱ سیرۃ ابن ہشام حصہ دوم صفحہ ۲۷۷ میں لکھا ہے۔ عمرو بن اکوع سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے خیبر کے ایک قلعہ کیطرف ابوبکر صدیقؓ کو سفید نشان عنایت کر کے روانہ کیا۔ ابوبکرؓ نے بڑی کوشش کی اور بہت لڑے مگر فتح نہ ہوا۔ آخر واپس گئے۔ پھر حضورؐ نے اسی قلعہ کیطرف یہی نشان دیکر عمر بن خطاب کو روانہ کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کی مگر آخر ناکامیاب ہو کر واپس چلے آئے۔

Digitized by Khilafat Library

اور فاضل مورخ طبری نے لکھا ہے۔ فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذته الشقیقة فلم یخرج الی الناس وان ابابکر اخذ رایة رسول اللہ صلعم ثم نهض فقاتل قتالا شدیدا ثم رجع فاخذ عمر فقاتل قتالا شدیدا هو اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذالک رسول اللہ صلعم فقال لما واللہ لاعطینها غدا رجلا یحب اللہ و رسوله و یحبه اللہ و رسوله یاخذها عنوۃ (صفحہ ۱۵۸۰) مطلب وہی ہے جو اوپر کی روایت سے ظاہر ہے۔

پس اصل واقعہ اسیقدر ہے۔ باقی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ اب اگر اس واقعہ کو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ باوجود قتال شدید قلعہ خیبر فتح نہ کر سکے۔ اور ناکامیاب واپس آئے۔ فرار سے تعبیر کر کے اُن کو مصداق انه ومن یولهم یومئذ دبره کا قرار دیا جاتا ہے۔ تو علاوہ اور مفاسد کے ایک بڑی مصیبت یہ پیش آتی ہے۔ کہ یہ اعتراض حضرت رسولخداؐ اور حضرت علیؓ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ تواریخ کتب و سیر وغیرہ میں ضمن حالات غزوہ طائف لکھا ہے۔ کہ قلعہ طائف خود حضرت رسولخداؐ بھی (جنکے ساتھ علیؓ اور دیگر صحابہؓ تھے) فتح نہ کر سکے۔ اور بے نیل مرام واپس آئے۔ اگرچہ بعد ازاں بفضل الٰہی وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا۔

تلخیص الصحاح جلد پنجم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو گھیر لیا۔ اور دشمن سے کوئی چیز ہاتھ نہ آئی یعنی ان پر فتحیابی نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو یہ بات اصحاب پر گراں گذری۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم چلے جائیں اور حالانکہ ہم نے اس کو فتح نہیں کیا۔ ... تو آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو لڑائی پر چلو سو تم صبح کو لڑائی پر گئے۔ تو اصحاب کو زخم پہنچے یعنی بعضے اصحاب زخمی ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو اصحاب اسبات سے خوش ہوئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے شیخین اس کے راوی ہیں۔

روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۸۳ اور تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

حیات القلوب مترجم جلد دوم صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے۔ "شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اور دس روز یا سترہ روز تک قلعہ فتح نہ ہوا۔"

جواب روایت (۲) اسکا جواب اگرچہ روایت اول کے جواب میں لکھدیا گیا ہے۔ مگر یہاں کچھ اور بھی لکھے دیتے ہیں۔ حبیب السیر و روضۃ الاحباب وطبری کسی سے بھی شیخین کا فرار ہونا ثابت نہیں۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے لیکن عداوت کیوجہ سے آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ اگر روایت کے الفاظ لاعطین ہا غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ سے معترض صاحب نے شیخین کا محبت رسول سے بے بہرہ ہونا اخذ کیا ہے۔ تو اسے خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اللہ و رسول اس کو دوست رکھتا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے سوائے کوئی اور اللہ و رسول کو دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر ایسے معنی کئے جائیں۔ تو اول تو بے دلیل ہیں۔ دوسرے صحابہ مقبولین شیعہ کی نسبت بھی یہی ماننا پڑیگا۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت رسولخدا کو بالہام الہی یہ بات معلوم تھی۔ کہ امت محمدیہ میں آئندہ ایک فرقہ خوارج پیدا ہونیوالا ہے۔ جو حضرت علیؓ کے ساتھ عداوت رکھیگا۔ اور انکی برائیاں بیان کریگا۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کے سر سے الزام دور کرنے کیلئے فرمایا یحب اللہ و رسولہ۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت کو منجانب اللہ یہ بات اس روز معلوم ہو چکی تھی۔ کہ خیبر کی فتح کل کے دن حضرت علیؓ کے ہاتھ سے اللہ تعالے کو منظور و محبوب ہے اسلئے آپ نے لاعطین ہا غدا رجلا فرما کر پھر فتح خیبر کی بشارت یحب اللہ و رسولہ میں دی جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ جسکے ہاتھ پر اللہ اور اسکے رسول کو فتح منظور و محبوب ہے پس ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شیخین اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ محض لغو ہے علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں ہے۔

غزوہ حنین

جواب۔ غزوہ حنین کے حالات جو معترض نے بیان کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں غزوہ حنین کے متعلق دو روایتیں درج ہیں جنسے اس غزوہ کے اصل صحیح حالات بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابو اسحاق سے روایت ہے۔ کہ ایک مرد براء بن عازب کے پاس آیا۔ سو اسنے کہا۔ اے ابو عمارہ کیا تمنے جنگ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپنے تو پیٹھ نہیں پھیری لیکن جلدباز اور بے زرہ لوگ اس قوم ہوازن کیطرف چلے۔ اور وہ تیرانداز قوم تھی۔ سو انہوں نے انکو تیر مارے۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا ایک لشکر تھا۔ سو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سو وہ بھاگ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھر آئے۔ اور ابو سفیان بن حارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو کھینچ رہے تھے یعنی تاکہ آگے نہ بڑھے۔ سو آپ خچر سے اترے اور دعا کی اور مدد مانگی۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ الہی اپنی مدد اوتار۔ پھر آپنے ان کی صف باندھی۔ انتہی بقدر الحاجۃ

(۲) انس سے روایت ہے۔ کہ ام سلیم نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لے رکھا۔ سو وہ ام سلیم کے پاس تھا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم یہ کیا ہے یعنی کیوں لیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ اسواسطے لے رکھا ہے۔ کہ اگر کافروں میں سے کوئی میرے نزدیک ہوا۔ تو اسکا پیٹ پھاڑ ڈالونگی۔ تو رسول اللہ صلعم ہنسنے لگے۔ پھر ام سلیم نے کہا۔ جو لوگ نومسلم ہمارے پیچھے ہیں جنہوں نے آپکو شکست دلائی ہے۔ ان کو قتل کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم تحقیق اللہ تعالے نے کفایت کی اور خوب کفایت کی۔ یعنی اب اللہ نے ہم کو فتح دیدی۔ انکو کیوں ماریں مسلم اور ابو داؤد اسکے راوی ہیں۔ اصل الفاظ غور طلب یہ ہیں۔ فقالت یا رسول اللہ اقتل من بعدنا من الطلقاء الذین انہزموا بک شیخین اور ترمذی نے جو روایت انس سے لی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ ومعہ الطلقاء فادبروا عنہ

تلخیص الصحاح جلد پنجم صد ۱۱۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی اور طلیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکی راہ چھوڑ دی گئی ہو اور وہ مکہ والے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ جنگ حنین میں یہی نومسلم بھاگے تھے۔

سیرۃ ہشام حصہ دوم صد ۱۵۷ میں لکھا ہے۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ جب مسلمان حنین کی وادی میں پہنچے۔ تو یہ وادی بہت نشیب میں تھی۔ اسمیں لوگ اترنے لگے۔ اور صبح صادق کا وقت تھا۔ اور دشمن ہم سے پہلے وہاں پہنچکر ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے مسلمانوں کو اسکی خبر نہ تھی۔ اب جو مسلمان بیدھڑک اس وادی میں اترے تو یکبارگی ہوازن نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا۔ مسلمان

وہاں سے الٹے پھرے۔ اور حضورؐ لشکر کے دائیں طرف تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو آواز دینی شروع کی۔ کہ اے لوگو میری طرف چلے آؤ۔ میں رسول خدا کا یہاں موجود ہوں۔ اور مہاجرین اور انصار اور اہل بیت کے لوگ آپؐ کے ساتھ تھے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور عباسؓ اور ابوسفیان بن حرث اور ان کا بیٹا اور فضل بن عباس اور ربیعہ بن حرث اور اسامہ بن زید اور ایمن بن ام ایمن بن عبید جو اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

پھر صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ میں حضورؐ کے سفید خچر کو پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں ایک جسیم بلند آواز شخص تھا۔ جب حضورؐ نے لوگوں کو شکست کی حالت میں دیکھا۔ تو آواز دی کہ اے لوگو کہاں جاتے ہو۔ عباسؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ لوگوں نے حضورؐ کی آواز نہیں سنی۔ تب حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے عباس تم لوگوں کو آواز دو۔ کہ اے انصار کہاں جاتے ہو۔ پس میں نے آواز دی۔ اور انصار لبیک لبیک کہتے شروع ہوئے۔ کہتے ہیں اور لوگوں کی ایسی بدحواسی کی حالت تھی۔ کہ اونٹ پر چڑھنا چاہتے تھے اور چڑھ نہ سکتے تھے۔ کوئی اونٹ کی گردن پر اپنی زرہ پھینک دیتا تھا۔ اور کوئی تلوار اور ڈھال کو پھینک دیتا تھا۔ کوئی اونٹ کو چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر وہ دشمن سے پلٹے اور سخت لڑائی لڑے۔ پھر خزرج کو آواز دی۔ یہ لوگ جنگ میں بڑے صبر کرنے والے تھے۔ پھر حضورؐ جنگ کو ملاحظہ کرنے ایک بلندی پر چڑھے۔ اور صحابہؓ اس وقت خوب گرمی سے جنگ کر رہے تھے حضورؐ نے فرمایا۔ اب لڑائی گرم ہوئی ہے۔

مورخ طبری نے جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے وممن ثبت معہ من المہاجرین ابوبکر وعمر ومن اھل بیتہ علی بن ابیطالب والعباس بن عبدالمطلب وابنہ الفضل الخ طبری جلد ۳ ص ۱۳۱ یعنی مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ثابت قدم رہے۔ انہیں میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ مہاجرین میں سے تھے۔ اور اہلبیت کرام میں سے علی بن ابیطالب اور عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس تھے۔ الخ

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ بحث غزوہ حنین میں لکھا ہے۔ روی البزار عن انس ان ابابکر وعمر وعثمان وعلیاً ضرب کل منہم بضعۃ عشر ضربۃ۔ روایت کی ہے بزار نے انسؓ سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ میں سے ہر ایک نے دس پر کئی ضربیں لگائیں۔

(از سید صادق حسین اٹاوی)

مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی

نشان آسمانی جسکا دوسرا نام ہے شہادۃ الملہمین ہے سیدنا و مولانا حضرت مرزا غلام احمدؐ مسیح موعودؑ کی یہ کتاب ۱۸۹۲ء میں آج سے ۲۷ سال پہلے شائع ہوئی ۔ اسمیں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں بجز اس عاجز کے کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا ۔ اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کچھ سست ہو جائیگی اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی روس نصاریٰ کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھیگا ۔ اور آخر کار فتح کا سر و رجا رہیگا اور خمار بجائیگا ۔ ۔ اور حدیثوں کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ مہدی کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائیگی ۔ اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کیلئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے ۔ اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کیلئے تیار ہونگے"

اب واقعات حاضرہ اس پیشگوئی کی تصدیق کر رہے ہیں ۔ یا نہیں ۔ کیا روس کی خرابحالی عرب کی نئی سلطنت کی تجویز اور ترکی حکومت کے ضعف نے یہ نہیں بتا دیا ۔ کہ جو کچھ حضورؑ نے آج سے کئی سال پیشتر لکھا ۔ وہ بالکل درست نکلا ۔ اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کی جو تشریح حضورؑ نے کی وہی درست تھی میں سننا چاہتا ہوں ۔ کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مکذبین اب کیا کہتے ہیں ؟ پھر مفصل بھی لکھا جائیگا ۔

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح ناحق کوش کا مفسدانہ جوش

ماہ نومبر کے تشحیذ میں تفصیل کیساتھ لکھدیا گیا تھا ۔ کہ اصلاح نے یہ عبارت شائع کی "رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا ۔ کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیتنامہ لکھدیں ۔ تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے کتاب خدا ہمکو کافی ہے ۔" اور اسکا حوالہ دیا ۔ دیکھو صحیح بخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی ۔"

اس پر ہمنے سوال کیا ۔ کہ کتاب المرضی صحیح البخاری اول سے آخر تک دیکھی مگر کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے جنکا ترجمہ بہ ہو بہو اصلاح میں شائع ہوئے ہیں ۔ اسکے جواب میں شیعوں کے قائمقام اصلاح کے مدیر علام نے لکھا کہ حوالہ درست ہے ۔ دیکھو بخاری کی کتاب المرضی پارہ ۱۸ ۔ اسپر ہمنے عرض کیا ۔ کہ حضرت پہلے تو کتاب المرضی میں یہ حدیث نہیں ملتی تھی ۔ اب پارہ ۱۸ سے کتاب المرضی ہی نہیں ملتی ۔ چلو ہاتھی معہ ہودج غائب یا مظہر العجائب ۔

یہ زک جو فاضل شیعہ نے اٹھائی ہے اسپر بعض اہلسنت احباب کا خیال تھا ۔ کہ اب اصلاح صاحب کچھ مدت کیلئے خاموش

رہینگے اور کچھ نہیں بولینگے۔ مگر ہم نے اسوقت کہدیا تھا۔ کہ تبرا کی برکت سے ضرور کچھ فرمائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فاضل ایڈیٹر اصلاح نہ تو اسبات پر شرمائے۔ کہ کتاب المرضی کا حوالہ دیا جاتا ہے بحالیکہ اسمیں بلکہ تمام صحیح البخاری میں وہ حدیث نہیں جسکے الفاظ کا یہ ترجمہ از روئے لغت عرب و قواعد نحو ہو سکے "عمرؓ نے کہا کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور نہ اس غلطی پر پشیمانی ظاہر کی۔ کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے اور نہایت دیدہ دلیری سے لکھتے ہیں۔ تمہارا اصل مطلب اسقدر ہے۔ کہ فقتنازعوا جمع کا صیغہ ہے پھر لکہا ہے فقالوا۔ اور آپ مجھے یہ ترجمہ کرنے پر مجبور کریں کہا عمرؓ نے

حضرت! اصل مطلب یہ نہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ آپ نے دعوی کیا صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی میں ایک حدیث ہے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ کہ "عمرؓ نے کہا یہ شخص (رسول اللہؐ) غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور میں کہتا ہوں کہ ایسی کوئی حدیث صحیح البخاری میں نہیں۔ اور یہ مذہبی دنیا میں نہایت مکروہ بد دیانتی ہے کہ عمداً غلط حوالہ دیکر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے۔ فرمائیے اسکا کیا جواب آپ نے دیا ؟ یہی کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے۔ شیم!

اس کمر توڑ دینیوالی شکست کہانیکے بعد آپ سے سوائے گالیونکے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس زبان سے جو تبرا کی منجھی ہوئی ہو۔ اور گالیاں بھی ماں کی۔ آپکی شرافت نے تجویز فرمائی ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر خواہ مخواہ لے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ تجملت تبغلت۔ ولو عاشت تفیلت۔ شیعہ صاحب! ازواجہ امہاتہم کا کچھ تو پاس کیا ہوتا۔ آخر مومنانہ حیا بھی کوئی چیز ہے۔

ایڈیٹر صاحب اسلئے آپنے حوالہ دیا اور غلط دیا۔ پھر اسپر اصرار کیا اور تیسری بار بھی منہ کی کہائی۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع باب کتابۃ العلم سے پیش کر کے آپکا یہ لکہنا کہ "اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کا کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے" آپکی کمزوری استدلال کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ جو غلبہ الوجع کہے وہی ہجر بھی کہیگا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غمخوار ہو۔ کہ آپکے درد کی تکلیف کو محسوس کرے اور آپکو کچھ لکھوا نیکی تکلیف نہ دینا چاہتا ہو وہ کبھی ایسا لفظ نہ بولیگا۔ جو آپ صلعم کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکے۔

دوسری دلیل آپ یہ دیتے ہیں کہ "وعندکم کتاب اللہ حسبنا" تو تمامی روایات میں موجود ہے تو اب بجز عمرؓ کون ہو سکتا ہے۔ جو کہے کہ حضرت غلبہ درد سے ہذیان بک رہے ہیں" ماشاء اللہ خوب دور کی کوڑی لائے۔ جو حسبنا کتاب اللہ کہے ضرور ہے کہ وہ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) ہذیان بک رہا ہے" بھی کہے۔ مگر اس جرم کے مجرم تو پھر تمام مومنین قرار دینے پڑینگے جنمیں پنجتن پاک بھی (میرا ایمان ہے) کہ شامل ہیں۔ کیونکہ سبھی اس آیت پر ایمان لاتے ہیں اور اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم ان فی ذالک لرحمۃ وذکری لقوم یومنون

اسی کا مفہوم ہے۔ جو حضرت عمرؓ نے اس وقت ادا کیا ہے۔"

تیسری دلیل آپ نے یہ دی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا۔ قوموا عنی ولا ینبغی عندی تنازع۔ شکر ہے آپ نے حسب معمول روایت میں تصرف کرکے قم یا عمر نہیں لکھ دیا۔ بلکہ قوموا ہی فرمایا جس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر حضور نے ناراضی سے ایسا فرمایا۔ تو اس میں آپ کے مبغوض حضرت عمرؓ ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے بہت سے محبوب بھی شامل ہیں معلوم نہیں اس وقت حضرت علیؓ (آپ کے نزدیک) موجود تھے یا نہیں۔ حضرت ابن عباس تو یقیناً ہونگے۔ اس روایت کی تشریح حدیث کے اسی فقرے میں ہے۔ فاختلف اھل البیت فاختصموا اہل بیت نے اختلاف کیا اور وہ جھگڑ پڑے حضور نے فرمایا۔ قوموا عنی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ یعنی اہل بیت کو فرمایا۔

جیسے آپ کا قرآن مجید الگ ایک غار میں محفوظ ہے۔ ایسے آپ کی احادیث ہیں۔ اور پھر صحیح البخاری کی حدیث کا ترجمہ کرنیکے لئے لغت اور صرف و نحو بھی نئی ہی ہے۔ اسلئے جہاں فقالوا کا ترجمہ فقال عمر (پس کہا عمرؓ نے) ہے وہاں فاختلف اھل البیت فاختصموا کا ترجمہ بھی یہی ہوگا۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اور عمر جھگڑ پڑا۔ تاہم حضرت عمر فاروقؓ کو اہل البیت تو آپ کو ماننا پڑا۔

یہ دلائل عقلیہ آپ کی واقعی بہت زبردست ہیں۔ مگر سوال پھر بھی قائم رہتا ہے۔ جو منقولات کے بارے میں تھا۔ آپ سے صرف صحیح روایت کا مطالبہ تھا۔ کہ کتاب المرضیٰ پارہ ۱۸ میں دکھائیے۔ اور پھر کتاب المرضیٰ سے وہ حدیث نکالئے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر کتاب المرضیٰ میں نہیں۔ تو تمام صحیح البخاری میں سے کوئی حدیث نکال کر دیکھائیے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ باقی آپ کا یہ لکھنا۔ کہ نسیم الریاض میں یوں لکھا ہے۔ کہ فقال عمر ان النبی ھجر ایک فضول بات ہے۔ بحث صحیح البخاری کے متعلق ہو رہی ہے جس کے متعلق آپ کو آخر تسلیم کرنا پڑا۔ کہ یہ صرف بخاری صاحب کی پردہ داری ہے۔ جو فقال عمر کی جگہ فقالوا لکھتے ہیں۔ یعنی بخاری نے کہیں فقال عمر نہیں لکھا۔

پس یہ حوالہ کہ بخاری صـ۸۲۶ کتاب المرضیٰ میں لکھا ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" سراسر بددیانتی سے دیا گیا تھا +

خریداران تشحیذ توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں۔

احمدیہ مسجد لنڈن

دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح نے اپنی چٹھی میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو طعنہ دیا کہ تمہاری احمدیہ مسجد ہے ہی کونسی جسمیں عید کی نماز پڑھنے کی رپورٹ تم نے اخبار میں چھپوائی ہے۔ خدا کی قدرت اودھر یہ طعن خلاف طریق صلحا (یہ اس لئے کہتا ہوں کہ انبیاء کی اُمتوں کو ابتدا میں واجعلوا بیوتکم قبلہ پر عمل کرنا پڑتا ہے اور حدیث شریف میں ہے جعلت لی الارض مسجداً اور لنڈن میں ایک کمرہ مسجد ہی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) لنڈن میں لکھا جا رہا تھا ادھر اسی روز حضرت مفتی صاحب یہ لکھ رہے تھے۔ کہ یہاں ایک احمدیہ مسجد اپنے اہتمام سے بنوائی جائے۔ ۴ر جنوری کے پیغام میں یہ طعن لکھا جا رہا تھا۔ اور ادھر خدا نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں یہ ڈالا کہ احمدیہ مسجد کے لئے تحریک فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ۶ر جنوری کو مسجد مبارک میں اس مضمون کا ذکر فرمایا۔ اور ۱۴ر جنوری کو تیس ہزار روپیہ لنڈن میں بھیجا بھی جا چکا تھا۔ جو پونڈ کی قیمت انگلستان میں گر جانے کی وجہ سے قریباً ۵۲ ہزار ہو کر وہاں پہنچ بھی گیا ۴ر جنوری کا پیغام خدا کی حکمت کے ماتحت ۱۴ جنوری ہی کو شائع ہوا۔ اور اس طرح یہ وہ طعنہ جو برادران یوسف کی طرف سے دیا جانے والا تھا قبل اس کے جو ہم تک پہنچے خنجر بن کر اُن ہی کی پسلی میں کھُب گیا۔ چندہ کی تحریکیں تو آئے دن ہوتی رہتی ہیں لیکن اس تحریک میں جس جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا جا رہا ہے وہ بتاتا ہے۔ کہ الٰہی منشا یہ ہے کہ لنڈن میں احمدیہ مسجد جلد سے جلد بن جائے جو بہت سی برکات کو کھینچنے والی ہو حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام جماعت کو ثواب کا موقعہ دینے کیلئے چندہ کی رقم ایک لاکھ کر دی ہے لیکن چندہ کی رفتار بتاتی ہے۔ کہ یہ رقم بھی جلدی پوری ہو جائیگی اسلئے احباب کو بتعجیل تمام اسمیں حصہ لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے مسجدیں تو لنڈن کیا تمام یورپ میں بنینگی اور صدائے جرس کی بجائے اللہ اکبر سننے والے سنینگے لیکن جو شرف اور اہمیت اس سب سے پہلی مسجد کو ہے وہ دوسری کو حاصل نہیں ہوگا پس دوستو! انفاق الاموال فی سبیل اللہ میں ایک دفعہ پھر دنیا کو صحابہ کرام کا نمونہ دکھا دو۔ انما یعمر مسٰجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولٰئک ان یکونوا من المھتدین ایمان باللہ اقامت صلوٰۃ ایتاء زکوٰۃ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا یہ اوصاف تم میں ہیں تو یہ مسجد بنا، تمہیں سے آباد ہوگی۔ اور تمہیں ایک مہدی کی قوت قدسیہ سے بہرہ مند ہو۔

Digitized by Khilafat Library

کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ عیسوی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی چکنے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلاقیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپکو ضرورت ہو۔ تو دس متفرق جگہ کے پڑھے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ مذکورہ بالا جنتری بلا وی پی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجائے گی۔

قوت کی گولیاں

۱۸ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس آنکینیا ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اس لئے مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص جوہر رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت۔ جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹتے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۳۲ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ر +

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا نٹ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو۔ تو اسکو استعمال کیجئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی۔ کشتی۔ کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہول دل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ اس کو پی لیجئے۔ تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے۔ مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ایک روپیہ۔

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے ملسکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

درخواست دعا۔ احمدیہ ٹریننگ کلاس قادیان کا سالانہ امتحان عنقریب ہونیوالا ہے۔ احباب اس کلاس کی کامیابی کیلئے دردِ دل سے دعا کریں + خاکسار طالب دعا احمد اللہ دتہ ملک پوری جہلم ٹریننگ کلاس قادیان +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط و کتابت بنام منیجر | قیمت بہر حال پیشگی | مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۳

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

ہدیہ احمدی مہاجر بیادگار آریہ مسافر .... ۱ تا ۱۱ — منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر کرشن نگری قادیاں۔

امام مہدی کا نام معتبر کتب شیعہ میں .... ۱۲ تا ۱۷ — میر غلام حیدر خان صاحب مولوی عالم از لاہور

ایک مولوی فاضل کے سوالوں کا جواب .... ۱۷ تا ۳۷ — مولنا مولوی جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھوانی۔

یہ ہیرا سنگھ کون تھا؟ .... ۳۸ تا ۳۹ اکمل

حسن نظامی کا تصوف .... ۴۰ تا ۴۱ اکمل

قیمت سالانہ عوام ۲ سے

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

عرض حال

فروری کا رسالہ سنہ ۱۹۲۰ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کے لئے وی ۔ پی کیا گیا تھا جن احباب نے ازراہ کرم فرمائی وی ۔ پی لے لیا ۔ ان کا شکریہ ۔ مگر جن دوستوں نے باوجود پہلے نوٹس دئیے جانے کے پھر بھی واپس بصیغہ انکاری کیا ۔ وہ اپنے طرز عمل پر خود ہی غور فرمائیں ۔ ہم نے ثواب کیلئے یہ التزام کیا ۔ کہ ان کو دوبارہ رسالہ بھجوادیا تاکہ ان کا فائل مکمل رہے ۔ ورنہ اس سے پہلے تا وصولی قیمت وہ پرچہ واپس شدہ نہیں بھیجا جاتا تھا ۔ وی ۔ پی واپس کرنیکا صرف یہی نقصان نہیں کہ قیمت بروقت وصول نہیں ہوتی ۔ بلکہ ۲ ؍ فی وی ۔ پی کے حساب سے ایک معقول رقم بیجا تی ہے اور عموماً تہائی وی ۔ پی واپس آجاتے ہیں ۔

میں امید کرتا ہوں ۔ کہ اب ہمارے مہربان دوست بذریعہ منی آرڈر قیمتیں بھجوادیں گے بعض ان میں سے ایسے ہیں ۔ جنہوں نے پچھلے سال کی قیمتیں بھی نہیں دیں ۔ وہ جلد توجہ فرمائیں ۔

اعانت تشحیذ کی مد میں جلسہ کے بعد تیس روپے حضرت خلیفۃ المسیح کا عطیہ وصول ہوا ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء جن دوستوں نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا ۔ وہ توجہ فرمائیں ۔ تو میں بعد ادائے قرضہ بار بار سمع خراشی نہ کروں ۔

تحسین سخن شناس محب مکرم مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل کے مضمون تصحیح الصلوٰۃ مندرجہ تشحیذ ماہ جنوری کے بارے میں مکرمی منشی خادم حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"مولانا رومی کا مضمون مجھے بہت پسند آیا ۔ ان کو اور آپ کو بسیار کہ عرض کرتا ہوں کہ نہایت قابلیت سے لکھا گیا ۔ اور اسکی واقعی ضرورت تھی ۔ اس تصدق حسین کے جواب شیعوں نے بھی دئیے ہیں ۔ مگر وہ اس درجہ تک وسعت نظری و تحقیق سے نہیں لکھے گئے ۔ خدا کے فضل سے شیعہ پر احمدیہ جماعت کا احسان ہے ۔ کہ ان کے ایک گم کردہ حقیقت کا ناطقہ بکمال خوبی سے بند کردیا گیا ۔ اور اہلسنت پر بھی ہے جو کہ بٹالوی کے جواب میں اس مضمون کو جو مثبت تواتر اسلامی اور وہ قدیم مسلمانوں کے فرقوں کی مرویات پر مبنی ہے بڑے اطمینان سے پیش کرسکتے ہیں ۔"

کشف الاختلاف ۔ قادیان سے مولوی محمد علی وخواجہ کمال الدین کی علیحدگی کے حقیقی اسباب کے حالات و کیفیت تاریخی واقعات بیان کئے ہیں ۔ قیمت ۳/ معرفت تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

ہدیۂ احمدی مہاجر بیادگار آریہ مسافر

۶ مارچ کا دن

وُہ دن ہاں ہاں! وہ دن!! جس نے آتے ہی ہمارے دلوں میں شری پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی یاد از سر نو تازہ کر دی۔ بیشک اُس کیلئے ۶ مارچ کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں۔ تھوڑا ہے۔ جتنا احسان تسلیم کریں کم ہے۔

یہی وہ دن ہے۔ جس دن شری پت آریہ مسافر جی اس عالم فانی سے سدھارے۔ یہی وہ دن ہے۔ جبدن اونہوں نے وصیت کی کہ "میرے بعد تحریر کا کام بند نہ ہو۔" بیشک وہی ۶ مارچ ہے۔ جس دن کیلئے ہماری آنکھیں انتظار میں تھکی جارہی تھیں۔ لاریب یہی وہ ۶ مارچ ہے۔ جبدن کے لیئے انتظار تھا۔ کہ کسی طرح یہ روز جلد آئے۔ اور احمدی مہاجر شری پت آریہ مسافر کی وصیت پر عمل پیرا ہوتا ہوا اس روشن دن شہرۂ آفاق دن مشہور و معروف دن۔ مذہبی دنیا کی یادگار دن۔ صداقت کی فتح کے دن۔ الہی طاقتوں کے ظہور کے دن۔ آریہ مسافر کی یادگار۔ ہاں ہاں یادگار بھی وہ جو یادگار ہی رہے۔ منائے

بحسب ارشاد آریہ مسافر تحریر کے ذریعہ اُن بہولے بھٹکے سماجی دوستوں کو اُس نور سے اُس صداقت سے ہاں ہاں اس فیض سے خبردار کرے۔ جس سے بوجہ مسافر ہونے کے خود شری پت پنڈت صاحب موصوف محروم رہ گئے۔ مسافر سفر میں ہو۔ تو اس کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔ وہ دوسرے کی بات اطمینان اور دلجمعی سے نہیں سُن سکتا۔ خواہ وہ بات اُس کے لیئے کتنی ہی سودمند فائدہ مند کیوں نہ ہو۔

پس سماجی بھنو! بیشک پنڈت صاحب مسافر تھے۔ اس لیئے اُن کو اُن کے فائدہ کی باتیں سُنائی گئیں۔ مگر وہ جانے کیلئے جلدی کر رہے تھے۔ اس لئے اُن کو سُن نہ سکے۔ اور اس فائدہ اور انعام سے محروم رہ گئے۔ جسکے ذریعہ ان کا آخری سفر بھی خیر و خوبی اور برکت کے ساتھ سماپت (ختم) ہو جاتا۔ مگر خیر تم ہی ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ سبق لو۔ اور اس نور کو فوراً قبول کر لو۔ جسکو خاص اس زمانہ کا مامور دنیا میں لایا۔ جانتے ہو۔ وہ الہی مامور کون ہے؟ وہ وہی ہے۔ جس کی آمد کی خبر بدھ دے گیا۔ موسیٰؑ کہہ گیا۔ عیسےٰؑ نے بیان کیا۔ شری ویاس جی نے ظاہر فرمایا۔ بلکہ کائنات کے سردار نبی اکرم صلعم نے اپنا سلام دیا۔ اور ہمارے ہی صوبہ کے مشہور ولی اللہ حضرت باوا نانکؒ نے بھی اس کی آمد کی خبر دی۔

وہی مامور ہے۔ جس کا نام نامی اسم گرامی **شری کرشن رودر گوپال**
مسیح موعود قادیانی ہے۔ یہ وہی مامور ہے۔ جس سے پیچھا چھڑانے
کے لئے ایک مسافر نے کہدیا تھا۔ کہ تم خود ہی تین سال کے اندر ہلاک ہو جاؤ گے
مگر الہٰی طاقتیں غیبی امداد جسکے اوپر سایہ کئے ہوئے تھیں۔ وہ بالکل امن و امان میں
رہا۔ بلکہ اس نے اپنے مولا سے خبر پاکر اس ہوئے مسافر کیلئے پیشگوئی کر دی۔ کہ
تمہارا وہ سفر جس کے لئے مسافر بنے ہوئے ہو۔ چھ سال کے اندر عید کے دوسرے
روز ختم ہو جائے گا۔ اور تم وہیں پہونچ جاؤ گے۔ جہاں جانے کے لئے **کلیات**
جیسا زاد راہ اکٹھا کیا ہے؛

پنڈت لیکھرام صاحب جن کی آج ہم یادگار منانے لگے ہیں۔ اپنی کلیات آریہ مسافر میں اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ سناتن دہرم والوں کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ کہ پوران شتری وید بیاس جی نے بنائے۔ بلکہ موجودہ اٹھارہ پران ویاس جی سے بہت بعد مختلف زمان میں تصنیف کئے گئے۔

ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ اسوقت سناتن دہرم کا ڈیفنس کریں۔ یہ کام بہت عمدہ طور سے سناتن اصحاب خود کر سکتے ہیں۔ ہم نے صرف یہاں پنڈت صاحب موصوف کے اس ادعا کی حقیقت ظاہر کرنی ہے۔ جو وہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ہم اپنی برسوں کی تحقیق کردہ ذخیرہ سے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں"۔ کلیات ص۲۷۵

"آریہ مسافر" نے برسوں جو تحقیق کی ہے۔ اسکی حقیقت " احمدی مہاجر"۔ ناظرین کے سامنے رکھتا ہے۔ آریہ سماجی حضرات بھی اپنے شہید کی تاریخی و علمی تحقیق کی داد دیں۔

پنڈت صاحب کا پہلا بیان یہ

"ہمارے ودوانوں کی اسبارے میں ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابھارت سے پیچھے تصنیف ہوئے"۔ کلیات ص۲۷۵

" سارے عالموں کی اس بارہ میں بھی ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابہارت کے پیچھے بنائے گئے۔ اور پورانوں میں مہابھارت کا ذکر ہے۔ مگر مہابہارت میں پورانوں کا ذکر نہیں ہے" کلیات صہ کالم ۲

پنڈت صاحب! کاش آپ نے " برسوں" کی بجائے مہابہارت کا ایک دفعہ سرسری طور سے ہی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ تو یہ الفاظ اپنے قلم سے لکھکر خواہ مخواہ اپنی مذہبی واقفیت کی پردہ دری نہ کراتے۔

دیکھیئے!

اشٹادش پورانانی کرتوا ستیہ وتی سوتہ : پشچار بھارتم آکھیانم چکرے تدپم وربتم ۔ (مہابھارت)

یعنی سٗری ویاس جی نے پوران بنانے کے بعد مہابہارت بنایا۔ اب مہابہارت کا ایک حوالہ اور نقل کرتے ہیں۔ اور وہ بھی خاص " آریہ مسافر" کی کلیات سے :-

پورانم مانو ودہرمم انگو وید ۔ استیادی

ترجمہ ۔ برہمن منوسمرتی وید معہ وید انگ آیُوروید ۔ ان چاروں کی آگیا (حکم) ضرور ماننی چاہیئے۔ کبھی ان کے ارشاد سے انکار نہ کرے" کلیات مسافر صہ کالم ۲

معزز ناظرین! مہابہارت کا اس سنسکرت شلوک کا پہلا لفظ صاف طور سے پوران لکھا ہے۔ مگر پنڈت صاحب نے ہٹ دہرمی کیوجہ سے پوران کی جگہ برہمن لکھدیا۔ جو ایک نیک نیت محقق کی شان کے سراسر خلاف ہے۔ اور بھی بہت سے حوالہ جات مہابہارت میں اس قسم کے ہیں۔ جن میں پورانوں کا نام اور تذکرہ موجود ہے۔ مگر پنڈت صاحب کے غلط ادعا کو توڑنے کے لئے وہی کافی ہیں۔

(۲) "پوران کس مے بنائے" کا ایک نرالا مزید ثبوت فرماتے ہیں :-

دیوی بھاگوت میں لکھا ہے۔ کہ ایک راجہ کا لڑکا کسی ایک ملیچھ ویشیا پر عاشق ہوکر دہرم سے پتت ہوگیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ جب مسلمان نہیں آئے تھے۔ تب مسلمان رنڈیاں بھی موجود نہ تہیں۔ اور جب مسلمان رنڈیاں نہ تھیں تو ان پر کوئی

عاشق بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دیوی بھاگوت مسلمانوں کے زمانہ میں بنا ہے اور بیاس جیو نے نہیں بنایا۔ الخ ... کلیات صـ۱۸۸ کالم ۱

شناع ہندوؤں سے اور گالیاں مسلمانوں کو۔ جھگڑا سناتن دھرم والوں سے اور دشنام دہی ہے مسلمانوں کا دل چاک کرنا۔ بحث معتقدین پوران سے اور گند کو توحید کے علم برداروں کے سر تھوپنا۔ افسوس! افسوس!! بیشک ہم پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں کیلئے آپ کے دل میں بہت تعصب ہے۔ مگر آج اظہر من الشمس ہو گیا۔

پنڈت جی! یہ تو بتلا دیا ہوتا۔ کہ مسلمانوں توحید کے پرچارکوں۔ سچائی کے فدائیوں۔ دین کے شیدائیوں کی مبارک آمد آمد سے پہلے کیا ہندوستان میں رنڈیاں نہیں تھیں؟ کیا اس سے پہلے بھارت ورش زنا کاریوں سے خالی تھا؟ کیا ویدک زمانہ میں رنڈیاں بن سنور کر بالاخانوں پر بیٹھ کر دل نہیں لُبھاتی تھیں؟

تاریخدان اور ویدک لٹریچر سے واقف کہہ اٹھینگے۔ کیوں نہیں!

آمدم بر سر مطلب۔ لیکھرام جی نے اول تو دیوی بھاگوت کے اسکند او ہیائے شلوک کا کوئی پتہ ہی نہیں دیا۔ حوالہ ملنے پر تحقیق و یکھتا۔ کہ پنڈت صاحب کا قول کہاں تک صحیح ہے۔ پھر آپ نے جو ملیچھ کا ترجمہ مسلمان اور ویشیا کا ترجمہ مسلمان رنڈی کیا۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟

سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ صاف صاف الفاظ نہ بولنے والے کو بھی ملیچھ کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو پوران بدھی)

(۳) پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر۔ پادری کھڑک سنگھ صاحب سابق پنڈت کھڑک سنگھ آریہ۔

(احمدی بھائیو! یہ وہی کھڑک سنگھ صاحب ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کرشن قادیانی سے تحریری بحث روحوں کی انادیت وغیرہ پر کرتے رہے۔ اور ایک دفعہ قادیان بھی آئے۔ مگر حضرت صاحب کے زبردست سوالات سے لاجواب ہو کر واپس چلے گئے۔ آریہ سے مسلمان ہونے کی تو توفیق نہ ملی۔ ہاں عیسائی مذہب ضرور اختیار کر لیا)

کا اعتراض وید پر نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ :۔

"وید میں نہ تو کسی تاریخی واقعہ کا بیان ہے۔ اور نہ کسی خاص راجہ کا نام و نشان نہ وید تواریخ ہے۔ اور نہ تاریخی زمانہ سے بلحاظ واقعات کے کچھ تعلق ہے

. . . . . . ہر ایک آریہ ممبر کا دعوٰی ہے۔ کہ وید میں کسی آدمی کا خصوصاً نام نہیں ہے۔ اور نہ وید کا تاریخ سے کچھ تعلق ہے۔ اسی واسطے وید اناد ی (ازلی) اور بلحاظ پستک (کتاب) کے سب سے قدیم ہے۔ اگر دنیا میں کوئی مرد میدان ہے۔ تو اس کی تردید کرے۔ اور ثابت کر دکھلائے۔ ورنہ "دست نمے رسد انگور ترش است" کی کہاوت مخالفوں کے حق میں موزوں رہیگی"۔ کلیات صد ۳۰۹ کالم ۲

اگر آریہ سماج کے "آریہ مسافر" کے اس چیلنج کا جواب آجتک کسی نے نہیں دیا تو آج خدا کے فضل و کرم سے احمدی سماج کا "احمدی مہاجر" ترکی بتر کی مسکت جواب دیتا ہے۔ کیا ہوا اس وقت لیکھرام صاحب اپنے چیلنج کا جواب سننے کیلئے دنیا میں نہیں۔ اُن کے مداح اور ہمخیال تو ہیں۔ وہی سُن لیں۔

سوامی دیانند ستیارتھ ہندی صد ۲۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس لیئے جو کچھ وید وغیرہ شاستروں میں ویوستھا و اتہاس لکھے ہیں۔ وہ ہی قابل تسلیم ہیں"

یہاں سوامی جی نے ویدوں میں اتہاس یعنی تاریخ کا اقبال کیا ہے۔ ایک مطالبہ تو لیکھرام صاحب کا ان کے گورو کے قلم سے ہی پورا کر دیا۔ اب دوسرا مطالبہ کہ "ویدوں میں کسی شخص کا نام نہیں"۔ یہ بھی انہی کے سوامی کے یجروید بھاش ہندی میں سے دکھلاتے ہیں۔

"یجروید کے منتر نام اختیار کرنے اور چھوڑنے لائق کاروبار کے لائق۔ وام دیو رشی نے جانے و پڑھائے"۔ یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۴۔

ویدوں سے ایک رشی کا نام بھی نکل آیا۔ اور وہ بھی پنڈت صاحب کے رشی مہرشی کے بھاش کے اندر۔

تیسرا مطالبہ کہ ویدوں میں کسی راجہ کا نام نہیں۔ سو اس کے لئے دیکھو

"سسابھدر سیدہستی راشٹرے داگیا پریکھشتہ"

(اتھروید کانڈ ۲۰۔ پرپاٹھک ۱۲۷ منتر ۱۰)

یہ وہی راجہ پریکشت ہے۔ جن کا حال خود لیکھرام صاحب نے کلیات ص۲۷

کالم ۱ پر لکھا ہے۔

ہاں اب بتلاؤ سماجیو! تمہارے مسافر کے سب مطالبات احمدی مہاجر نے پورے کر کے دکھلائے ہیں یا نہیں؟ دیکھا احمدی کیسے بہادر ہوتے ہیں۔

سوامی دیانند کتاب ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱ صہ ۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "منوسمرتی جو دنیا کی ابتدا میں ہوئی ہے۔"

برخلاف اس کے پنڈت لیکھرام صاحب منوسمرتی کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۳۲۹۸۰) سال بتلاتے ہوئے اپنے گورو جی مہاراج کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ اپنے اس فیصلہ پر بھی قایم رہتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اسی کتاب کے ص۲۴ پر فرماتے ہیں۔ کہ کتاب سوریہ سدہانت کی تصنیف منوسمرتی سے پہلے ہوئی ہے۔ اور کلیات ص۱۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ سوریہ سدہانت کی تصنیف کو (۲۱۶۴۹۹۰) سال ہوئے ہیں۔ پہلے تو منو کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۳۲۹۸۰) بتلایا اب ۲۱۶۴۹۹۰ سال سے بھی بعد کا بتلاتے ہیں۔

تحقیق ہو تو ایسی ہی ہو سچ ہے۔ ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند — چارپائے برو کتابے چند

سماجی سجنو! بتلاؤ۔ مہرشی دیانند کا قول درست ہے۔ یا پنڈت کا۔ اور پھر پنڈت کا قول اول صحیح ہے۔ یا قول دویم۔ اس پر ضرور روشنی ڈالو۔

سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش اُردو ص۳۲۶ پر سوامی شنکر اچاریہ کی موت کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ:۔

جینیوں کے مندر شنکر اچاریہ اور سودھنوا راجا نے توڑ دیئے تھے۔ کیونکہ اُن

میں وید وغیرہ کی پاٹھ شالائیں (مدرسے) بنانے کا ارادہ تھا۔ جب ویدمت کو قایم کر چکے۔ اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے۔ کہ اتنے میں دو جینیوں نے جو جو باہر سے برائے نام ویدمت کے معتقد تھے۔ موقعہ پاکر ان کو ایسی زہریلی چیز کھلا دی۔ کہ ان کی بھوک کم ہو گئی۔ بعدازاں جسم میں پھوڑے پھنسی ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے"۔

اول تو سوامی جی کا یہ قول ہی سراسر غلط اور تواریخی ثبوت سے خالی ہے جس کے ثبوت میں ہم ایک فاضل جینی کا ڈیفنس بجنسہ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ اسکو درج کریں۔ پہلے پنڈت لیکھرام صاحب کی بات بھی سُن لینی چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

" بمقام کدار ناتھ **دو بودھوں** (بدھ کے پیرو) یعنی مسمیاں ابھی نوگپت اور ابھی نولیش نے جو اسی غرض سے کچھ مدت پہلے مرید ہو گئے تھے۔ کسی قسم کا زہر دیدیا۔ جس سے ان کی بھوک بند ہو گئی۔ اور چھ ماہ بیمار رہ کر قالب عنصری کو چھوڑ گئے۔ کلیات صہ۱۳۱ کالم سہ۲۔

گورو تبلاتا ہے۔ کہ شنکر اچاریہ کے قاتل جینی تھے۔ مگر چیلا گورو کے ارشاد کے خلاف شنکر اچاریہ کے قاتل بدھ دہرم کے معتقدوں کو بیان کرتا ہے۔

جب گورو چیلہ یا شاگرد استاد میں ہی اس امر کے متعلق اختلاف و تضاد ہے۔ تو یہ واقعہ تاریخ کے مطابق کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ اب جینی فاضل کا معقول ڈیفنس بھی ملاحظہ ہو۔

" سوامی جی بھگوان شنکر اچاریہ کی موت کا باعث جینیوں کو تبلاتے ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ جینیوں نے زہر دے کر شنکر اچاریہ کو مار ڈالا۔

مگر اس قول کی صداقت کے لئے انہوں نے کسی ثبوت کا حوالہ نہیں دیا۔ اور پھر سوامی شنکر اچاریہ کی جتنی بھی سوانحمریاں اور حالات موجود ہیں۔ اُن میں مذکورہ بالا بیان نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسا کوئی تاریخی گرنتھ (کتاب) ہمارے دیکھنے میں آیا ہے

کہ جس میں سوامی شنکراچاریہ کی موت کا سبب جینیوں کو بتلایا ہے۔

ہمیں تعجّب ہے حیرت ہے۔ کہ دنیا بھر کے علماء میں سے آجتک جو بات کسی کو بھی نہ سوجھی۔ سوامی جی کو اس کا پتہ کیسے لگ گیا۔ سمجھو! سوامی جی مہاراج پرم یوگی تھے۔ یوگ ابھیاس (مراقبہ کی مشق کی طاقت سے انہیں یہ بات حاصل ہوگی۔ کہ ایسے حالات معلوم کر لیں) اس لئے ان کی تحریرات میں کسی ثبوت کی ضرورت نہ سمجھی جائے کیونکہ وہ رشی تھے۔ یہم النسان۔

پس ہمارا مہذب دنیا سے نویدن (عرض) ہے۔ کہ سوامی دیانند سرسوتی کے مذکورہ بالا قول پر ضرور دھیان دیں۔ ایک سوسائٹی یا جماعت پر اتنا خوفناک تہذیب سے خالی حملہ کرنا سوامی جی کے لئے کہاں تک موزون ہے۔ یہ ناظرین خود غور کر لیں۔ ہمارے خیال میں تو آریہ سماج کے لیڈروں کو مناسب ہے۔ کہ وہ ستیارتھ پرکاش میں سے یہ قول ضرور ہی نکال ڈالیں۔ ایسے فضول اور جھوٹے اقوال سے سوامی جی کی عزت نہیں۔ بلکہ عزت کے نقصان کا امکان ہے۔ اب روشنی کا زمانہ ہے۔ اندھیرا ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا" (کتاب سوامی دیانند اور جین دھرم ہندی صفحہ آخر)

اوّل تو سوامی جی کا دعوے چیلے کی مخالفت سے ہی نہایت کمزور ہو چکا تھا۔ مگر جینی فاضل نے جس قابلیت و لیاقت اور تہذیب سے اس ناواجب حملے کا ڈیفنس کیا ہے۔ اس فاضل اور عالم جینی کا کام تھا جس کی داد دئیے بغیر ہم کیا کوئی بھی انصاف پسند شخص نہیں رہ سکتا۔

سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۱۳۰ پر نیوگ کے ثبوت میں قدیم رشیوں کا دستور العمل بطور نظیر پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اور جیسا ویاس جی نے چترانگد اور وچتر ویریہ کے مرجانے پر ان اپنے بھائیوں کی عورتوں سے نیوگ کر کے امبکا امبالیکا سے دھرت راشٹر اور امبالیکا سے پانڈو اور داسی سے ودُر کو پیدا کیا

بانی آریہ سماج نے یہاں دیگر عورات کے علاوہ ویاس جی کا داسی کے ساتھ نیوگ کرنا فرمایا جو واللہ اعلم صحیح ہے۔ یا غلط اس کے متعلق تسلی بخش جواب تو سناتنی بھائی ہی دے سکتے ہیں۔ مگر اب داسی اور ویاس جی کے نیوگ کے متعلق مہرشی کے شاگرد کا بھی فیصلہ سُن لیں۔ پنڈت جی (لیکھرام) لکھتے ہیں۔

اٹھارہ پورانوں میں رشی منی اور دیوتاؤں کی نندا (مذلت) لکھی ہے۔ اور ان پر جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ جیسے برہما پر بیٹی سے ہمبستری کا کلنک .... ویاس کو داسی سے .. الخ۔ کلیات ص۱۴۵۔ کالم ۲ سطر ۲۴

گورو جی مہاراج اپنے جدید اختراع "نیوگ" کے ثابت کرنے کے لئے قدیم رشیوں کا دستور العمل بتلائیں۔ مگر چیلا ایسا ہے۔ کہ گورو کا قول رد کرنے سے نہیں جھجکتا۔ آریہ سماج کے ممبرو! بتلاؤ سوامی جی کا قول درست ہے یا تمہارے شہید کا۔ ہاں بتلاتے وقت مستند تواریخ سے ثبوت دینا۔

(۷) سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش اردو ص۳۴۴ پر ایک مشہور و معروف تاریخی واقعہ کا ذکر بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

پرتھوی راج - ابھے پال - درجن پال - اُدے پال - یش پال -

راجا یش پال پر سلطان شہاب الدین غوری گڈھ غزنی سے چڑھائی کر کے آیا۔ اور راجہ یش پال کو پریاگ (الہ آباد) کے قلعہ میں سمت ۱۲۴۹ میں پکڑ کر قید کر لیا۔ اور خود اندر پرستھ یعنی دہلی کی سلطنت کرنے لگا۔ الخ

ہمارے ناظرین آپ سوامی جی کے اس ارشاد کو پڑھ پڑھ کے ہنستے تو ضرور ہونگے۔ کہ آریہ سماجیوں کے رشی اپنی علیحدہ ہی تاریخ وضع فرما رہے ہیں۔ اور پرتھوی راج کی بجائے نامعلوم یش پال کا نام لکھ رہے ہیں۔ جس پر شہاب الدین غوری نے حملہ کیا۔ اور اسے الہ آباد میں پکڑ کر قید کر لیا۔

ناظرین! آپ کا اس عبارت پر ہنسنا یا حیرت کا اظہار کرنا بجا و راست ہے۔ مگر اس وقت ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ سوامی جی کی اس خطرناک مغالطہ دہی کی چھان بین کریں۔ جو انہوں نے

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لئے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد و شاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد و تناقض دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ "سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و مشرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ .... کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات و ارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی"۔ کلیات صد ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ دوستو! بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے پیش پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی طرح کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی دوستو! مطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تاکہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جبری حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجھ سے ہم آج طوعاً و کرہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے سال جماعت احمدیہ تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی +

(نیازمند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ ہیں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء زیر سرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمدؑ نام معتبر کتب شیعہ ہیں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔ اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔ اُلٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کے بعض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔ چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔ اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے شیعہ بھائیوں کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔ اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔ جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروؤں کو دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا قال سمی اللہ المھدی المنصور کما سمی احمد و محمد و محمود وکما سمی عیسی المسیح

اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ (یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لئے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد و شاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد و تناقض دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ

"سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و مشرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ ....

کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات و ارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی۔" کلیات صفحہ ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ دوستو بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے یش پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی طرح کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی دوستو! مطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تاکہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے۔ صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جرنیلی حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجھ سے ہم آج طوعاً کرہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے برس ملاقات ہمارے تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی +

(نیازمند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ میں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء زیر سُرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمدؑ نام معتبر کتب شیعہ میں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔ اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔ اُلٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کی بعض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔ چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔ اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے شیعہ بھائیوں کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔ اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔ جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروؤں کو دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود وکما سمی عیسی المسیح

اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ (یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

اور اگر اللہ کو فاعل قرار دیں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ کہ نام رکھا اللہ نے احمد کا۔ اور محمدؐ کا اور محمود کا کیا نام رکھا؟ اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اور بجائے شخص واحد کے تین اشخاص معلوم ہوتے ہیں یعنے احمد کوئی اور ہے۔ اور محمدؐ اور ہے۔ اور محمود کوئی اور ہے۔ حالانکہ یہ خلاف عبارت ہے "

پھر اڈیٹر صاحب منجانب اللہ کی تفسیر اس طرح پر کرتے ہیں۔" بلکہ صریح مفہوم یہ ہے۔ کہ جیسا ان بزرگواروں کے نام خدا نے رکھے ہیں۔ یعنی اپنے کلام پاک میں انہیں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مہدی کا نام اس نے منصور رکھا ہے اور اس نام سے اپنے کلام میں انکا ذکر فرمایا ہے۔

اس پر کیا عرض کیا جاوے۔ اب تک تو اپنے نفس پر بات تھی۔ مگر اب نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ خدا کے کلام پر بھی تہمت باندھنے لگے۔ اڈیٹر صاحب برائے خدا ذرا ہوش سنبھالئے۔ اور وہ کونسی آیت قرآن مجید کی آپ کو ملی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کا نام محمود رکھا ہو۔ یا مہدی کا نام منصور رکھا ہو۔ یعنی یہ فرمایا ہو۔ کہ ہم نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ اگر یہ نہ کر سکیں۔ اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو کم سے کم المھدی کا لفظ قرآن شریف سے نکال دیجئے۔ ہاں۔ شاید ۴۰ پارہ والے قرآن مجید میں امام غائب علیہ السلام کے پاس یہ آیت ہو۔ تو ہو۔

پس صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ ان فقرات کا کہ سمی اللہ المھدی المنصور کما سمی احمد و محمد و محمود یہ ہے۔ کہ اللہ نے مہدی کا منصور نام رکھا ہے جیسا کہ اس نے اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ لکھا ہے یہ ترجمہ اس وقت کہ جب دوسرا سمی بھی معروف پڑھا جائے۔ اور اگر مجہول ہو تو پھر یہ ہے کہ اللہ نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ جیسا کہ اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے۔ اس صورت میں سمی فعل کا نائب فاعل المھدی ہوگا۔ اور سمی میں ضمیر ہوگی۔ جو المھدی کیطرف پھرے گی۔ پس حاصل یہ ہوا۔ کہ جس طرح مہدی کا نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے اسیطرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے۔ اسی طرح کما سمی عیسی المسیح کا مطلب

یہ ہے۔ کہ جسطرح کہ نام رکھا گیا مہدی عیسی المسیح۔ اسی طرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے ؛

اب ہم مزید ثبوت کے لئے چند ایک اور حوالے پیش کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے اس مدعا کی مزید تائید ہوجائیگی۔ کہ درحقیقت حضرت مہدی علیہ السلام کا نام احمدؑ اور محمدؐ اور مسیح بھی ہے۔ مہدی کا نام محمدؐ۔ دیکھو کتاب نمبر صد و سی و ششم نجم ثاقب صد ۳۴۔ مہدی کا نام احمدؐ ہے دیکھو کتاب غایت المقصود۔ اسم او احمد است بحوالہ کتاب غیبت طوسی و بحوالہ اکمال الدین شیخ صدوق پھر مہدی کا نام مسیح ہے۔ چنانچہ لکھا ہے مسیح الزماں اسم آنجناب است در کتاب فرنگیاں کتاب نجم ثاقب۔ کیا اب بھی اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو مہدی کے احمد اور محمدؐ اور محمود ہونے میں شک ہے ؟

عن ابی جعفر انہ قال صاحب ھذا الامر اصغرنا سنًّا و احملنا شخصًا قلت متی یکون قال اذا سارت الرکبان بہ بیعۃ الغلام فعند ذالک یرفع کل ذی صیصۃ لواء۔ (کتاب بحار الانوار جلد ۱۳)

حضرت باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اس امر کا صاحب از روے سن ہم میں چھوٹا ہوگا۔ اور از روئے شخصت ہم میں جمیل تر ہوگا۔ راوی کہتا ہے۔ یہ کب ہوگا۔ تو فرمایا۔ کہ جسوقت سوار بیعتِ غلام کے لئے روانہ ہونگے۔ اسوقت ہر ایک قلعہ دار جھنڈا اٹھائے گا۔ اثنا عشری صفحہ ۵۔ ۲۳ مئی نمبر ۲۰۔

قولہ لیکن اڈیٹر صاحب کے دل میں خود ایک چور بیٹھا ہوا ہے۔

اقول۔ اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ چور ہمارا نہیں بلکہ آپکا ہے۔ جو ہمارے پاس کبھی کبھی آجاتا ہے۔ اسلئے اس کے بھگانے کیلئے ہم نے قوم کو دوسرا حربہ بھی دیدیا تھا۔ ورنہ ہمارا پہلا حربہ بھی کافی تھا۔ ہم کو اطمینان ہے کہ غلام سے مراد درحقیقت حضرت مرزا غلام احمد صلوٰۃ اللہ و علیہ السلام ہے۔

چونکہ کتاب مذکور کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مہدی کے بیعت لینے اور بعثت اور ظہور کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں

مہدی لڑکا نہیں ہو سکتا پس غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ چنانچہ عبارت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب کتاب سارت الرکبان کی تفسیر اس طرح پر کرتے ہیں۔

ای اشتہر الخبر فی الآفاق ان بویع الغلام ای القائم۔ یعنی لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگی۔ کہ غلام کی بیعت کیگئی۔ چنانچہ ساری دنیا کا چکر لگا کے دیکھئے کہ لوگوں میں یہ مشہور نہیں۔ کہ مہدی کی بیعت کی گئی۔ بلکہ یہ مشہور ہے۔ کہ غلام احمد قادیانی کی بیعت لوگوں نے کر لی پس معلوم ہوا۔ کہ غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ نہ لڑکا۔

حسب اعتقاد شیعہ صاحبان امام غائب کو اندازاً ایک ہزار برس ہوا۔ کیا اتنا زمانہ گذرنے کے بعد بھی وہ لڑکا ہی رہیگا۔ حالانکہ آدمؑ سے لیکر آجتک کوئی ایسا انسان نہیں گذرا جس پر زمانہ کے گذرنے کا اثر نہ ہوا۔

(خادم القوم میر غلام حیدر خان (مولوی عالم) از لاہور)

ایک مولوی فاضل کے سوالوں کا جواب

اخبار اتحاد مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۴ پر ایک مضمون بعنوان "قادیانیوں پر اعتراضات شائع ہوا ہے۔ جس میں احمدیوں پر دس سوال کئے گئے ہیں۔ اور ان کا جواب طلب کیا گیا ہے۔ سو ذیل میں ہم سوالات اور ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں"

سوال اول۔ حیات مسیح کا عقیدہ اگر شرک ہے۔ تو آجتک امت محمدیہ کیوں شرک میں پڑی رہی؟ (شرک وہ بلا ہے۔ جو کبھی بخشا نہیں جاتا) کیا مرزا صاحب کا ہی انتظار باقی تھا؟

جواب۔ مسیحؑ کی حیات کا عقیدہ اگرچہ بظاہر شرک نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت اس کے اندر شرک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر زندہ مانا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ وہی دوبارہ دنیا میں جلوہ افروز ہونگے۔ تو مسیحؑ کو ایک

ایسا آدمی ماننا پڑیگا۔ کہ جسکی دنیا میں کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ تو مسیح کو زندہ ماننے سے عیسائیت کی مدد ہوگی۔

Digitized by Khilafat Library

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد داوند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

ہاں ایک بات یہ ہے۔ کہ آیا پہلے لوگ مسیحؑ کے زندہ ماننے کی وجہ سے قابل مواخذہ ہیں یا نہیں۔ تو پہلے لوگ اس عقیدہ کی وجہ سے قابل مواخذہ نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو غلطی کھائی۔ اور ان پر اتمام حجت نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی تقریر "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے"۔ فرماتے ہیں:۔

"حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا۔ مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا۔ اور انہوں نے مسیحؑ کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی۔ اور کہا۔ کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے۔ تو آدمؑ سے لیکر آجتک اس کی کوئی نظیر پیش کرو" (پھر فرماتے ہیں)۔ اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ جو لوگ کہدیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ قادر ہے۔ لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کیواسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے"۔

پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے حیات مسیحؑ کے مسئلہ کو مبدء شرک قرار دیا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ اسلاف کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

آپ اسی تقریر میں لکھتے ہیں:۔

"پھر یہ سوچنا چاہئے۔ کہ حضرت عیسےؑ کی حیات کے عقیدہ نے آجتک دنیا میں کیا بنایا ہے۔ اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ ۴۰ کروڑ انسان مردہ پرست بنگیا۔ پس پہلوں نے اگر وفات مسیحؑ کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی۔ تب بھی ان کو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد

کے متعلق لکھا ہے۔ قد یخطی و یصیب۔ کبھی خطا کرتا ہے۔ اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا۔ سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے خدا جب چاہتا ہے۔ ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھولدی"

پھر اسیطرح آپ تحفہ گولڑویہ کے صـ۱۲ـفحہ میں فرماتے ہیں:۔

"حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسےٰؑ کا زندہ رہنا آسمان کیطرف اٹھائے جانا انکی ایک خصوصیت ٹھیر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے"

پھر آپ لیکچر سیالکوٹ صـ۲ـفحہ میں فرماتے ہیں:۔

"ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارے میں غلطی کی ہے۔ ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انکو یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ انکو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تمکو یاد دلایا۔ اور صحیح صحیح معنے سمجھا دئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو غلطی کیلئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں ہے"

پھر یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہر ایک بات کے ظہور کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ اپنے وقت پر آکر کھلتی ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی ضرورت نہیں پڑی۔ نہیں کھلا۔ لیکن مسیح موعود جسکا کام کسر صلیب تھا۔ اس کے وقت میں خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت مسیح موعود پر کھولدی۔ اور وفات مسیحؑ کو ادلہ بیّنہ و وضوح قرآن مجید و احادیث سے نکالکر ثابت کیا۔ پس بعد وضوح ادلہ کے حیات مسیحؑ کو ماننا نصاریٰ کی تائید کرنا ہے۔

امت محمدیہ کا مثیل یہود بننا

نبی کریمؐ فرماچکے ہیں۔ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ۔ کہ میری اُمت کے لوگ یہود کی پیروی کرینگے۔ اور ان کے مثیل بن جائیں گے۔ پس حیات

مسیح کے عقیدہ سے وہ اسی طرح مشرک قرار دیئے جائینگے۔ جس طرح کہ یہودی بعد انکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشرک ٹھہرے۔ حالانکہ وہ ایلیاؑ کو حضرت مسیحؑ سے پہلے بھی آسمان پر زندہ مانتے تھے۔ لیکن جب مسیحؑ نے آکر انہیں سمجھایا۔ کہ ایلیاؑ آسمان پر نہیں گئے۔ اور نہ ہی وہ دوبارہ دنیا میں آئینگے۔ بلکہ ایلیاؑ کے آنیسے مراد اسکا مثیل ہے۔ تو پھر حضرت مسیحؑ کے اتمام حجت کر دینے کے بعد بھی جب اسی عقیدہ پر اڑے رہے تو ان کو مشرک کے اسم کے ماتحت داخل کیا گیا۔ جیسے کہ تفسیر کبیر میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ھذہ الآیۃ دالۃ علی ان الیھود یسمی مشرکا فی عرف الشرع ویدل علیہ وجھان - الاول ان الآیۃ دالۃ علی ان ماسوی الشرک مغفور فلوکانت الیھودیۃ مغایرۃ للشرک لوجب ان تکون مغفورۃ بحکم ھذہ الآیۃ و بالاجماع ھی غیر مغفورۃ فدل علی انھا داخلۃ تحت اسم الشرک

الثانی ان اتصال ھذہ الآیۃ بما قبلھا انما کان لانھا تتضمن تھدید الیھود فلولا ان الیھودیۃ داخلۃ تحت اسم الشرک والا لم یکن الامر کذلک فان قیل قولہ تعالیٰ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا الی قولہ والذین اشرکوا عطف المشرک علی الیھودی وذلک یقتضی المغایرۃ قلنا المغایرۃ حاصلۃ بسبب المفھوم اللغوی والاتحاد حاصل بسبب المفھوم الشرعی"
تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۴۳

یہ آیت اس بات پر دال ہے۔ کہ عرف شرع میں یہود کو مشرک کہتے ہیں۔ اور دو وجہوں سے اس پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ شرک کے سوا باقی گناہ بخشے جاسکتے ہیں پس اگر یہودیت شرک کے مغایر ہوتی ۔ تو وہ اس آیت کے حکم کے ماتحت مغفورہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس بات پر اجماع ہے۔ کہ وہ بخشی نہیں جائیگی۔ پس اس آیت نے دلالت کی۔ کہ یہودیت اسم مشرک کے نیچے داخل ہے۔

دوسری وجہ دلالت کی یہ ہے۔ کہ اس آیت کا اپنے ماقبل سے اتصال اسوجہ سے ہے۔ کہ وہ اپنے اندر یہود کی تہدید کو رکھتی ہے۔ پس اگر یہودیت اسم شرک کے نیچے داخل نہ ہوتی۔ تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہوتا۔ ہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ قرآن مجید میں ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا اور قول والذین اشرکوا میں مشرک کو یہودی پر عطف کیا ہے اور عطف مغایرت کا مقتضی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مغایرت مفہوم لغوی کی وجہ سے ہے۔ اور اتحاد شرک اور یہودیت میں بوجہ مفہوم شرعی کے ہے"

الغرض جیسے یہود مسیحؑ کا انکار کر کے اور ایلیا کے دوبارہ آنیکا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک ٹھہرے۔ اسی طرح مسلمان بوجہ انکار مسیح موعود بعد اتمام حجت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ اور انہی کے دوبارہ آنے کے عقیدہ رکھنے کیوجہ سے مثیل یہود بنگئے۔

سوال دوسرا۔ اگر وفات مسیحؑ کے قائل اہلسنت ہیں۔ تو آپ اُن میں سے کسی کا مذہب کسی کتاب سے نقل کریں؟

جواب۔ امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مر گئے۔ ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ نولکشور۔

"والاکثر ان عیسی علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات" اکثر تو حضرت عیسےؑ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ نہیں مرے۔ اور امام مالک نے کہا ہے۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ اور اسیطرح سنوسی شرح مسلم جلد ۱ میں امام مالک کا مذہب لکھا ہے

الاکثر انہ لم یمت بل رفع وفی العتبیۃ قال مالک مات

امام ابن حزم کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مر گئے ہیں ملاحظہ ہو حاشیہ جلالین مع کمالین ص ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی زیر آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔

"فسر البغوی بالقبض والاخذ من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضتہ لقولہ تعالی انی متوفیک ورافعک الی" وتمسک ابن حزم بظاھر الایۃ فقال بموتہ امام بغوی نے تو توفیتنی کی تفسیر قبض کرنا اور زمین کو پکڑ لینے کے ساتھ مشہور مثال توفیت المال یعنی میں نے مال کو قبض کر لیا۔ کی بنا پر کی ہے۔ اسلئے کہ خدا

تعالیٰ نے مسیح ناصری کے لئے انی متوفیک ورافعک فرمایا ہے اور ابن حزم نے ظاہر آیت سے تمسک کیا ہے۔ اور مسیحؑ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔

پھر صنہ میں لکھا ہے۔ اور نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب زاد المعاد صہ۱۹ مصنفہ حافظ ابن قیم رئیس المحدثین۔ ومایذکر ان عیسی رفع وهو ابن ثلث وثلثین سنة لا یعرف به اثر متصل یجب المصیر الیه قال الشامی وهو کما قال فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ

اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو اس کے لئے کوئی اثر متصل نہیں پایا جاتا۔ کہ جو اس کے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے۔ اور شامی نے کہا ہے۔ یہ بات اسی طرح پر ہے۔ کیونکہ یہ نصاریٰ سے روایت کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

پھر اسی طرح تاریخ طبری میں مسیح ابن مریم کی قبر کا ایک کتبہ نقل کیا گیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

ھذا قبر رسول اللہ عیسی ابن مریم علیه السلام الی ھذہ البلاد "طبری جلد۲ صہ۷۳۹ مطبوعہ مصر" یعنی یہ قبر عیسی ابن مریم کی ہے جو خدا تعالےٰ کے رسول تھے۔ اور ان شہروں کی طرف بھیجے گئے۔

پھر ابن عباسؓ کا مذہب جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں یہ لکھا ہے۔

قال ابن عباس ھی وفات موت وبنحوہ المالک فی العتبیة "ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ کہ وہ وفات موت کی تھی۔ اور اسی طرح مالک کا مذہب عتبیہ میں ہے۔

اور اسیطرح ملاحظہ ہو۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ صہ۲۱۳ ان عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین ھذا قول النصاریٰ اما احادیث النبی عاش عیسیٰ عشرین ومائة' عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہ نصارےٰ کا قول ہے۔ لیکن نبی کریمؐ کی حدیث یہ ہے۔ کہ عیسےٰؑ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔

آخر میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا عقیدہ وہی ہے۔ جو قرآن وحدیث سے

ثابت ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔ فرداً فرداً عقیدہ و کہانا ہمارا فرض نہیں۔ آپ ایک کا نام پوچھتے ہیں۔ ہم تمام صحابہؓ کا عقیدہ و کہاتے ہیں۔ اور اہل سنت وہی ہیں۔ جو ما انا علیہ واصحابی پہ کاربند ہیں"

اجماع صحابہؓ

پھر صحابہؓ کا پہلا اجماع بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کی وفات پر ہوا۔ اور وہ واقعہ یوں ہے۔ کہ جب نبی کریمؐ فوت ہو گئے۔ تو صحابہؓ میں ایک قلق و اضطراب پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ جس نے کہا۔ کہ رسول کریمؐ فوت ہو گئے ہیں۔ اسکی گردن اڑا دونگا۔ سو اس غلطی کے ازالہ کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! اگر تمہارا معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ تو وہ فوت ہو گیا لیکن اگر تمہارا خدا وہ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے۔ تو وہ نہیں مرا۔ پھر ما محمد الا رسول قد خلت الخ آیت پڑھی اور لوگ رونے لگ پڑے بعض حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ عکرمہ بن عمرؓ نے کہا۔ کہ ہمارے مونہوں پر پردے تھے۔ وہ کھل گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ہمیں یہ آیت یاد ہی نہیں رہی تھی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت سے تمام انبیاء کی وفات پر استدلال کیا۔ اور صحابہؓ نے سُنا۔ اور تائید کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس موقعہ پر وفات مسیحؑ کے عقیدہ پر اجماع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر صحابہؓ سب کے سب یا بعض انمیں سے حضرت عیسےٰ یا اور کسی نبی کی زندگی کے قائل ہوتے۔ تو وہ فوراً حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید کرتے۔ اور کہتے۔ کہ آنحضرت صلعم کی موت کیوں لازم ہے۔ جبکہ ابھی فلاں نبی زندہ ہے۔ لیکن صحابہؓ میں سے ایک شخص نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صحابہؓ آنحضرتؐ سے پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی کے قائل نہیں تھے۔ (صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر کتاب الفضائل باب فضل ابی بکر)

پھر حدیث عن عائشہ انہ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبرائیل یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام

مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الاعاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسے ابن مریم عاش مائتہ وعشرین سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی راس ستین (مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ۱ صہ ۴۲)

(۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ محمد ابن عبدالباقی زرقانی مالکی جلد ۱ صہ ۴۲)

پھر یہی حدیث ابن عمر سے اس طرح مروی ہے۔ عن ابن عمر ان عیسے عاش مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابۃ اور حجج الکرامہ فی آثار القیامہ اور فاطمۃ الزہرا سے طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ ماثبت بالسنۃ صہ ۴۹ مطبوعہ لاہور مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی نے اسطرح روایت کی ہے۔

"لم یکن نبی الاعاش نصف عمر اخیہ الذی قبلہ وقد عاش عیسیٰ خمسہ وعشرین سنۃ ومائۃ" یعنی جو لوگ نبی کریمؐ کی عمر ۶۲ سال بتاتے ہیں۔ تو وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا کوئی نبی۔ مگر اس کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسےؑ ایکسو پچیس برس زندہ رہے۔ پس اس حدیث سے جو مندرجہ بالا کتب نے روایت کی ہے۔ روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری اپنی عمر پا کر دنیا فانی سے گذر چکے ہیں۔

پھر کتاب الفصل میں امام ابو محمد علی ابن حزم یوں فرماتے ہیں:۔

"وقد صح الاجماع والنص علی ان ارواح الانبیاء صلوات اللہ علیہم فی الجنۃ ۔ ۔ ۔ ۔ وکذلک ارواح الشہداء فی الجنۃ واخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ راٰھم لیلۃ اسری بہ فی السمٰوات سماءً سماءً آدم فی سماء الدنیا وعیسیٰ ویحیی فی الثانیۃ ویوسف فی الثالثۃ ادریس فی الرابعۃ وھارون فی الخامسۃ وموسیٰ وابراھیم فی السادسۃ والسابعۃ صلی اللہ علی جمیعھم وسلم فصح ضرورۃً ان السمٰوات ھی الجنات" (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ملا امام ابو محمد علی ابن حزم)

ترجمہ۔ اور یہ بات اجماع اور نص سے ثابت ہے۔ کہ ارواح انبیاء علیہم السلام

اور شہداء کے جنت میں ہیں۔ اور نبی کریمؐ نے خبر دی ہے۔ کہ میں نے انکو اسراء کی رات میں دیکھا کہ آسمانوں میں ایک ایک آسمان کر کے دیکھا ہے۔ آدمؑ پہلے آسمان میں حضرت عیسےٰؑ اور حضرت یحییٰؑ دوسرے میں اور حضرت یوسفؑ تیسرے میں حضرت ادریسؑ چوتھے میں اور حضرت ہارونؑ پانچویں میں اور حضرت موسیٰؑ و حضرت ابراہیمؑ چھٹے اور ساتویں میں۔ پس اس سے بالبداہت ثابت ہوگیا۔ کہ آسمان ہی جنات ہیں۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنت میں دوسرے انبیاء کے ساتھ پایا جانا مذکورہ بالا قول سے ثابت ہوگیا اور اس سے حضرت عیسےٰؑ کی وفات بھی ثابت ہوگئی۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس سے پھر کوئی نہیں نکالا جائیگا۔ جیسا کہ آیات واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا ما دامت السموٰت والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ اور وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ اور وما ھم منھا بمخرجین سے ثابت ہے۔ کہ جو جنت میں داخل کیا جائے پھر اس سے نکالا نہیں جاتا۔ پس مسیح کا مندرجہ بالا قول کے مطابق جنت میں ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ اور پھر دنیا میں نہیں آسکتے۔

سوال تیسرا۔ کیا خازن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ مرگئے؟ اور اگر وہ حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ تو ان کی عبارت کا مطلب اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جیسا کہ ذرا غور کے بعد ظاہر ہوسکتا ہے؟

جواب۔ خازن کے عقیدہ کے ہم ذمہ وار نہیں۔ ہم نے تو آپکے مسلمہ متقدمین کی تفسیر سے ویوم یجمع اللہ الرسل کی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیحؑ وفات پاچکے ہیں چنانچہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں دوسروں کے اقوال درج کرتے ہوئے ایک قول یہ بھی درج کرتے ہیں۔

وقیل معناہ لا حقیقۃ نعلمھا لعاقبۃ امرھم انا کنا نعلم ما کان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا ولا نعلم ما احدثوا من بعد فاذ منہ ما اخبر اللہ عن عیسےٰ علیہ السلام

بقولہ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی ۔" پس خازن نے یہ قول نقل کر کے بتا دیا ہے ۔ کہ اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ۔ اور کئے گئے ہیں ۔ پس ہم کہتے ہیں ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باقی تمام رسولوں کے ساتھ ملکر یہ جواب دینا کہ میرے جیتے جی انہوں نے شرک وغیرہ نہیں کیا ۔ ہاں اگر انہوں نے اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھیرایا ہے ۔ تو وہ میری وفات کے بعد ہوگا جس کا مجھے کچھ علم نہیں ۔ ان معنوں کی رو سے وفات مسیح ثابت ہے ۔ کیونکہ اگر ان کو زندہ تسلیم کیا جائے ۔ اور پھر جا کر وہ کہیں ۔ کہ لاحقیقۃ لعلمی لعاقبۃ امرھم لانی کنت اعلم ماکان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتی غلط ثابت ہوگا ۔ کیونکہ وہ تو دیکھ سکتے ہیں ۔ کہ عیسائی تثلیث کے معتقد ہیں ۔ پھر انکا قیامت کے دن کہنا ۔ کہ مجھے ان کے شرک کا علم نہیں جھوٹ ہوگا ۔ پس ہم نے خازن کی عبارت کو اس لحاظ سے نہیں پیش کیا ۔ کہ اسکا یہی عقیدہ ہے ۔ بلکہ ہم نے اسواسطے نقل کیا ہے ۔ کہ اس آیت کے معنے کرتے ہوئے وفات مسیح کا قائل ہونا پڑتا ہے ۔ یا کم از کم اس سے استدلال ہو سکتا ہے ۔ کہ مسیح وفات پا چکے ۔

سوال چوتھا ۔ جب موت کا لفظ آپ کے نزدیک دس معنی میں آتا ہے ۔ تو توفی کے دو چار معنی میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں ۔ صاف کیوں نہیں کہدیتے ۔ کہ توفی کا لفظ مشتبہ ہے ۔ جیسا کہ عالم خواب میں مرزا صاحب نے بھی مان لیا تھا ۔

جواب ۔ موت کا لفظ دس معنوں میں ہمارے نزدیک ہی نہیں ۔ بلکہ اہل لغت عرب کے نزدیک بھی آتا ہے ۔ توفی کا لفظ مشتبہ نہیں ۔ اور آپکا باوجود مولوی فاضل و منشی فاضل ہونے کے یہ لکھنا کہ توفی کے دو چار معنے میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں مضحکہ خیز ہے ۔ کیونکہ اگر موت کا لفظ چند معانی میں مشترک ہے ۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ۔ کہ توفی کا لفظ بھی چند معنوں پر مشترک ہے ۔

سنئے! اہل لغت اس بات پر متفق ہیں ۔ کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو ۔ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو ۔ اور توفی کا لفظ بولا جائے ۔ تو اس کے سوائے قبض روح کے اور معنے

نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے:۔

(۱) توفاہ اللہ ای قبض روحہ (منتہی الارب صہ ۴۳۵ جلد ۴)

(۲) توفی فلان وتوفاہ اللہ۔ ادرکتہ الوفات (اساس البلاغۃ جلد ۲ صہ ۴۷۱)

(۳) توفی اللہ فلاناً۔ قبض روحہ۔ وتوفی فلاناً مجہولاً۔ ای قبض روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ (اقرب الموارد)

(۴) توفاہ اللہ۔ قبض روحہ (قاموس جلد ۴ صہ ۴۰۱)

(۵) توفی فلان۔ ای مات (تاج العروس جلد ۱۰ صہ ۳۹۴)

(۶) وتوفی فلان وتوفّاہ اللہ اذا قبض نفسہ (لسان العرب جلد ۲۰ صہ ۲۸۰)

(۷) توفّاہ اللہ ای قبض روحہ (صحاح جوہری جلد ۲ صہ ۵۲۳)

پھر خود مفسّرین نے بھی متوفیک کے یہ معنے کئے ہیں۔ دیکھو:۔

(۱) متوفیک۔ ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم (کشاف جلد ۱ صہ ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ)

(۲) قابضٌ لروحک (حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علی الجلالین)

(۳) المراد بالتوفی حقیقۃ المَوتُ (خازن)

(۴) توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم ثلٰث ساعات من النہار (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۱ صہ ۳۶ قول وہب)

(۵) ان اللہ توفی عیسیٰ سبع ساعات ثم احیاہ (درمنثور)

(۶) ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم (روح البیان جلد ۱)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ توفی کے معنے قبض رُوح کے ہیں۔ لیکن آگے مفسّرین کے دو مذہب ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ مسیح پہلے تین گھڑی یا سات گھڑی مر گیا۔ پھر زندہ کیا گیا۔ اس مذہب کو آیت حرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون۔ اور فیمسک التی قضی علیھا الموت۔ (مُردے زندہ نہیں ہو سکتے) رد کرتی ہے؛ اور دوسرا مذہب مفسّرین کا یہ ہے۔ کہ:۔

متوفیک بعد میں ہے۔ اور رافعک پہلے ہے۔ اسے نبی کریمؐ کا قول ابدؤا بما بدا اللہ رد کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اصول فقہ والوں نے قرآن مجید کو نظم لکھا ہے۔ کہ یہ موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نہیں ؎

پس جب توفی کے معنے مذکورہ بالا قاعدے کے ماتحت قبض روح کے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے۔ تو پھر توفی کے لفظ میں کیسا شبہ! اور آپکا خواب یا تو اضغاث احلام میں شامل ہے۔ یا محض کذب اور افترا ہے جیسا کہ باوجود مطالبہ کے حلف نہ لینے سے ظاہر ہے ؎

سوال پانچواں۔ توفی کا لفظ مع شرائط انتخاب آیۃ النوم میں پیش کیا جاچکا ہے۔ کیا آپ سونیوالے کو حقیقی مُردہ تصور کرینگے۔ اور جو آثار موت پر مترتب ہوتے ہیں۔ اس پر بھی مترتب کرینگے؟

جواب۔ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ اس آیت سے اسی قاعدہ کے ماتحت جو ہم چوتھے سوال کے جواب میں بیان کر چکے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ توفی کے معنے تو قبض روح کے ہیں۔ نہ کچھ اور۔ لیکن قبض روح کی آگے دو صورتیں ہیں۔ کامل و ناقص۔ کامل تو موت کے وقت ہوتی ہے۔ اور ناقص نیند کے وقت۔ پس جہاں کہیں بھی مذکورہ بالا قاعدہ کے ماتحت محض توفی کا لفظ بلا کسی قرینہ کے استعمال ہوگا۔ وہاں کامل قبض روح یعنی موت کے لئے ہی ہوگا۔ جہاں توفی کے ساتھ لیل یا منام یا ایسا ہی کوئی اور قرینہ آئیگا۔ جو نیند پر دلالت کریگا۔ وہاں ناقص قبض روح مراد ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں صرف دو جگہ توفی سے مراد ناقص قبض روح لی گئی ہے۔ ایک تو مذکورہ بالا آیت میں اس لئے کہ وہاں منام اور لم تمت کا قرینہ موجود ہے۔ اور ایک آیت وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار۔ انعام ع میں کیونکہ اس میں توفی کے بعد لفظ لیل قرینہ ہے

لیکن جب توفی کا لفظ بغیر قرینہ صارفہ کے آئیگا۔ تو اس سے مراد حقیقی مرنا ہی ہوگا۔ اور کچھ نہیں مسیح کیلئے توفی کا لفظ آیا ہے۔ تو وہ بغیر کسی قرینہ صارفہ کے آیا ہے۔ لہذا اس کے معنی حقیقی مردہ کے ہی ہونگے۔

مذکورہ بالا معنوں کی تائید تفاسیر سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو ترجمان القرآن جلد ۱۲۔ صہ ۵ :

"حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی خبر دیتا ہے۔ کہ وہ متصرف ہے وجود میں ساتھ اس شئے کے جو چاہتا ہے۔ اور وہی جانوں کو بڑی وفات دیتا ہے۔ ان نگہبان فرشتوں کے واسطے سے جنکو بھیجتا ہے۔ وہ ان کو بدنوں سے قبض کر لیتے ہیں۔ اور وفات صغریٰ وقت سونے کے ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وھوالذی یتوفٰکم باللیل الخ اللہ پاک نے اس آیت میں دونو وفات کا ذکر فرمایا صغریٰ کا پھر کبریٰ کا اور یہاں کی آیت میں کبریٰ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صغرےٰ کا۔ اور اسی لئے یوں فرمایا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس"۔ پھر دیکھو خازن جلد ۴ صہ ۶۸۔

"وقال علی ابن ابی طالب تخرج الروح عند النوم ویبقٰے شعاعھا فی الجسد فبذلك یری الرؤیا فاذا نبتہ من النوم عادت الروح الی الجسد باسرع من لحظۃ وقیل ان ارواح الاحیاء والاموات تلتقی فی المنام فتتعارف ماشاء اللہ تعالیٰ فاذا ارادت الرجوع الی اجسادھا امسك اللہ تعالیٰ ارواح الاموات عندہ وارسل ارواح الاحیاء الی اجسادھا الی حین انقضاء مدۃ اجالھا"

علیؓ ابن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ سونیکے وقت روح نکلجاتی ہے اور جسد میں اس کی شعاع باقی رہجاتی ہے۔ پس اسیوجہ سے وہ رؤیا کو دیکھتا ہے جب وہ نیند سے اٹھتا ہے۔ تو روح جسم کیطرف بہت ہی جلدی لوٹ آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ زندوں اور مردوں کے ارواح خواب میں ملتے ہیں۔ اور جتنا خدا

چاہتا ہے۔ وہ ایکدوسرے کو پہچانتے ہیں پس جب ارواح اپنے اجسام کیطرف لوٹ آنیکا ارادہ کرتی ہیں۔ تو خدا تعالے مردوں کی ارواحوں کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور زندوں کے ارواح کو ان کے اجسام کی طرف ان کی اجلوں کی مدت کے ختم ہونے تک بھیجدیتا ہے ؟ دیکھ لیجئے۔ توفی کے معنے اس آیت میں کیا کیئے گئے ہیں۔ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۴۸ اور مدارک برحاشیہ خازن جلد ۴ صفحہ ۵۱۔

فتوفی الانفس حین الموت وتوفیھا فی وقت النوم بمعنی قبضھا من الابدان وقطع تعلقھا بھا تعلق التصرف الاان توفیھا حین الموت قطع التعلقھا بھا تعلق التصرف ظاہراً وباطناً وتوفیھا فی وقت النوم قطع لذالک ظاہراً"

پس انفس کی توفی کے معنی یہ ہیں۔ کہ ارواح کو ابدان سے قبض کیا جاتا ہے۔ اور ان کا ابدان سے تعلق تصرف کا قطع کیا جاتا ہے۔ لیکن موت کے وقت جو توفی ہوتی ہے۔ اس وقت تو تعلق تصرف کا ظاہر اور باطن دونو سے قطع کیا جاتا ہے۔ اور سونے کیوقت جو توفی ہوتی ہے۔ تو اسوقت ظاہر میں ہی تعلق تصرف کا ابدان سے قطع کیا جاتا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے۔ وجعل الزمخشری الانفس عبارۃ عن الجملۃ دون مایقابل الابدان وحمل توفیھا علی اماتتھا وسلب صحۃ اجزائھا بالکلیۃ فلاتبقی حیۃ حساسۃ دراکۃ حتی کانّ ذاتھا قد سلبت وحیث لم یتحقق لھذا المعنی فی التوفی حین النوم لانہ لیس الاسلب کمال الصحۃ ومایترتب علیہ من الحرکات الاختیاریۃ وغیرھا قال فی قولہ تعالیٰ والتی لم تمت فی منامھا ای یتوفاھا حین تنام تشبیھا للنائمین بالموتی ومنہ قولہ تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل حیث لاتمیزون ولاتتصرفون"

اور زمخشری نے انفس کو روح اور بدن سے تعبیر کیا ہے۔ اور ان کی توفی کو ان کی اماتت پر محمول کیا ہے۔ اور یہ انکی اجزا کی صحت بکل مسلوب ہوجاتی ہے۔ اور جہاں توفی حین النوم میں یہ معنی متحقق نہیں ہوتے۔ وہ اسوجہ سے ہے۔ کہ اسمیں سلب کمال صحت کا ہوتا ہے۔ اور ان حرکات اختیاریہ کا جو اس پر مترتب ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے

اپنے قول والتی لم تمت فی منامھا میں یہ بتایا ہے۔ کہ وہ ان کی روح کو قبض کرتا ہے جبکہ وہ سوتے ہیں۔ سونیوالوں کو مُردوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اور اسی قبیل سے ہے خدا تعالیٰ کا قول وھو الذی یتوفٰکم باللیل کیونکہ بحالت نوم تمیز نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی قسم کا تصرف۔

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ جس کی قبض رُوح کامل ہو وہی حقیقی مردہ ہے۔ اور جسکا قبض روح ناقص ہو۔ وہ حقیقی مردہ نہیں۔

سوال چھٹا۔ اگر کسی حدیث یا آیت یا اقوال صحابہ یا اقوال ائمہ مجتہدین اہلسنت میں سے کسی ایک کے قول سے بھی وفات مسیح کا کچھ بھی ثبوت ملتا ہوتا۔ تو مرزا صاحب اپنی کتاب ایام الصلح میں کیوں وفات مسیح پر صرف اپنا الہام پیش کرتے؟

جواب۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ایام الصلح کے ایک حصّہ میں وفات مسیحؑ کا ہی ذکر ہے جس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث اور اقوال آئمہ سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ فاضل صاحب نے کن قضایا کو ملا کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیح پر اپنا الہام پیش کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید و احادیث وغیرہ سے وفات مسیح ثابت نہیں ہے حضرت مسیح موعودؑ اپنے الہام کے متعلق حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ آسمان سے نازل ہونگے۔ اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کیطرح وحی الہٰی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعودؑ جو آنیوالا تھا۔ تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کیلئے کھڑے ہوگئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کرکے مجھے اسطرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا۔ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھدیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کرکے اس وحی کو قرآن شریف پر

عرض کیا - تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا - کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے - اور آخری خلیفہ مسیح موعودؑ کے نام پر اسی اُمت سے آئیگا - اور جیساکہ جب دن چڑھ جاتا ہے - تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی - اسیطرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کیلئے مجبور کر دیا - کہ میں اپنے تئیں مسیح موعودؑ مان لوں" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹!
مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے - کہ آپؑ کا الہام کہ آنیوالا مسیحؑ تو ہی ہے - اس بات کا محرک ہوا ہے - کہ آپ قرآن مجید و احادیث وغیرہ میں اس مسئلہ کے متعلق غور کریں - تو جب آپ نے غور کیا - تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے اور اقوال ائمہ سے وفات مسیحؑ کا پایا جانا ثابت ہوا - جیساکہ آپ نے ایام الصلح میں بہ تفصیل لکھا ہے ٭

سوال ساتواں - آیت تخاطب ہیں یا اس سے پہلے آیت الجمع میں لاعلمی کی بنیاد صرف قصر نفسی پر کیوں نہیں رکھی جاتی جیسے کہ خود آپ نے بحوالہ خازن (لاحقیقۃ لعلمنا) نقل کیا ہے ؛

جواب - حکیم صاحب کی ذکاوت اور جلاوت قابل تعریف ہے - فرماتے ہیں :- انبیاء کا لاعلمی جتانا صرف قصر نفسی پر مبنی ہے - حکیم صاحب مولوی فاضل تو ہو چکے لیکن اتنا معلوم نہ ہوا - کہ قصر نفسی کہاں کی جاتی ہے - قصر نفسی گواہی اور شہادت کے وقت علیم و خبیر کے حضور میں نہیں کی جاتی -
یہ موقعہ تو ایسا ہے - کہ ءانت قلت للناس کے جواب میں حضرت عیسےٰؑ کو اپنی بریت کرنا ہے - پس قصر نفسی کر کے عتاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے - اسی لئے تمام حقیقت حال عرض کرتے ہیں - ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ط
اگر حکیم صاحب لاحقیقۃ لعلمنا کے ساتھ کی عبارت پڑھ لیتے - تو کبھی اس کو قصر نفسی پر محمول نہ کرتے - وہاں جو لاعلمی جتاتے ہیں - تو اسی بات کی کہ جو ان کی وفات کے بعد ہوا نہ کہ جو انکی موجودگی میں ہوا - جیساکہ اس عبارت سے ظاہر ہے - جو خازن سے تیسرے

سوال کے جواب میں نقل کی گئی ہے۔ اگر آپ اس کو غور سے پڑھینگے۔ تو امید ہے۔ کہ آپ ضرور سمجھ جائینگے۔ کہ ان کا لاحقیقۃ لعلمنا کہنا قصر نفسی پر مبنی نہیں۔

سوال اٹھواں:- حدیث لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی کے ہوتے ہوئے آپ یہ کیوں تاکید یا کرتے ہیں۔ کہ نزول مسیحؑ کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی نبوت سلب ہوجائیگی؟

جواب بیشک ہم کہتے ہیں۔ کہ نزول مسیحؑ کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی نبوت سلب ہوجائیگی۔ لیکن ہمارے خلاف حدیث لو کان موسیٰ حیا کو پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس حدیث سے یہ نہیں لازم آتا۔ کہ حضرت موسیٰؑ زندہ بھی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ لفظ لو امتناع الشئی کیلئے آتا ہے۔ اسلئے حضرت موسیٰؑ کا زندہ ہونا تو کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا۔ جب زندہ نہ ہوتے تو پھر اتباع بھی نہیں کرسکتے۔ پس اس حدیث میں محال کو فرض کرکے حکم لگایا گیا ہے۔ اور یہ قضیہ صادق ہے۔ کیونکہ قضیہ اتفاقیہ مقدم محال اور تالی صادق سے بھی ہوسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ سلم العلوم مطبوعہ لاہور صہ ۱۵۳

وقد یکتفی فیھا الصدق التالی فقط فیجوز ترکیبھا من مقدم محال و تال صادق فان الصادق فی نفس الامر باق علیٰ فرض کل محال صرح بہ الرئیس" - یعنی قضیہ اتفاقیہ میں کبھی صدق تالی پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ پس اس کی ترکیب مقدم محال اور تالی صادق سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ صادق فی نفس الامر ہر محال کے فرض کرنے پر باقی ہے۔ یہ رئیس بوعلی ابن سینا کا مذہب ہے۔ پھر اس پر جو محشی نے لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"مثلاً ہم کہتے ہیں۔ کلما کانت الخمسۃ زوجا کان عددا" - کہ جب پانچ جفت ہونگے۔ تو وہ عدد ہونگے۔ اس پر ایک اعتراض ہوتا تھا۔ کہ محال کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ بالنظر الی ذاتہ محال ہوگا۔ یا بالنظر الی امر آخر۔ پس تالی یعنی پانچ کا عدد ہونا اگرچہ بالنظر الی ذاتہ محال نہیں ہے۔ لیکن بالنظر الی المقدم (یعنی اگر پانچ

جفت ہیں) محال ہے۔ اس کا مصنف نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ صادق فی نفس الامر اس میں باقی ہے۔ اگرچہ اس میں محال فرض کیا گیا ہے۔ اور فرض محال صدق صادق کو مانع نہیں ہے؛؛

پس اسی قاعدہ کی بناء پر نبی کریمؐ کا مذکورہ بالا قول ہے۔ اگرچہ اس میں مقدم محال ہے۔ لیکن تالی صادق ہے۔ پس حضرت موسےؑ کا زندہ ہونا تو محال ہے۔ لیکن اتباع کرنا تو صادق ہے۔ گو اس کا وقوع حضرت موسےٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا؛

پس اس حدیث سے نبی کریمؐ کی اسطرح فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ موسےؑ جو اپنے وقت میں ایک نبی تھا۔ اگر میرے وقت میں ہوتا تو ان کو نبوت نہ دیجاتی۔ بلکہ میں ہی نبی ہوتا۔ اور وہ میرے تابع ہوتا۔ ان ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ لو کان موسیٰ حیاً بین اظھرکم ما حل له الا ان یتبعنی وفی بعض الاحادیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلام علیه دائما الی یوم الدین ھو الامام الاعظم الذی لو وجد فی ای عصر وجد لکان ھو الواجب الطاعة المقدم علی الانبیاء کلھم ولھذا کان امامھم لیلة الاسراء لما اجتمعوا ببیت المقدس وکذالك ھو الشفیع فی المحشر (تفسیر ابن کثیر مع حاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ کی قسم اگر تم میں موسیٰؑ اسوقت زندہ ہوتا۔ تو اسکو سوائے میری اتباع کے اور کچھ جائز نہ ہوتا۔ اور بعض حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر موسےؑ اور عیسےؑ زندہ ہوتے۔ تو انکو میری اتباع کرنی پڑتی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور وہ امام اعظم ہیں۔ اور آپؐ جس زمانہ میں بھی پائے جاتے۔ تو آپؐ کی اطاعت کا واجب ہونا تمام انبیاء پر مقدم ہوتا۔ اور اسی وجہ سے آپؐ اسراء کی رات بیت المقدس

ہیں جبکہ تمام نبی جمع ہوئے تھے۔ امام بنے۔ اور اسی وجہ سے آپ ہی قیامت کے دن شفیع ہونگے۔

پس یہی معنی لوکان موسیٰ حیا کے ہیں۔ کہ اگر آپؐ کے وقت میں حضرت موسےٰؑ زندہ ہوتے یا حضورؐ اگر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوتے۔ تو باوجود حضرت موسےٰؑ کے اتنی روحانیت رکھنے کے حضرت موسےٰؑ کو آپؐ کا تابع بنایا جاتا۔ یہاں نبوت کا تو ذکر ہی نہیں۔

اور اسی طرح الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔

وقال فی الباب العاشر من الفتوحات فی قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر انما کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم سید ولد آدم لان جمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نوابہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من لدن آدم الی آخر الرسل وھو عیسیٰ کما ابان عن ذالک حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی وصدق علیہ وسلم فی ذالک فانہ لو کان وجود الجسمہ من لدن آدم الی زمان موجودہ لکان جمیع بنی آدم تحت شریعتہ حسا ولھذا لم یبعث نبی الی الناس عامۃ الا ھو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاء بالحقیقۃ شرعہ

فتوحات مکیہ کے دسویں باب میں نبی کریمؐ کے قول پر کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ تمام بنی آدم کے سردار اسوجہ سے ہیں۔ کہ تمام انبیاء حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسےٰؑ تک آپؐ کیلئے بطور نواب کے ہیں جیساکہ حدیث لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی سے ظاہر ہے اور آپ اس قول میں سچے ہیں کیونکہ اگر آپ حضرت آدمؑ کیوقت سے لیکر اپنے زمانہ تک اپنے جسم کے ساتھ موجود ہوتے۔ تو تمام بنی آدم آپؐ کی شریعت کے ماتحت ہوتے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آپ سے پہلے

انبیا، خاص خاص قوم اور قطعہ زمین کیلئے آتے رہے ہیں۔ پس تمام انبیاء کی شرائع درحقیقت آپؐ کی شرع ہے۔

پس یہی معنے حدیث لوکان موسیٰ حیاً کے ہیں۔ کہ اگر نبی کریمؐ حضرت موسیٰؑ کے وقت زندہ ہوتے یا حضرت موسیٰؑ آپؐ کے وقت میں ہوتے۔ تو حضرت موسےٰ کو آپؐ کا تابع بنایا جاتا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ انکی نبوت مسلوب ہوجائیگی۔ اور یہ انکی ہتک ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ نبی ہی رہیں گے۔ تو یہ حسب عقیدہ آپؐ کے ختم نبوت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر حضرت عیسےٰؑ کا دوبارہ آنا بھی بطور فرض محال کے مان لو۔ تو مانو اور وہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ محال کیلئے علمائے منطق نے لکھا ہے۔ کہ المحال من حیث ھو محال لیس لہ وجود فی الذھن ولا فی الخارج (سلم العلوم)۔ پس مسیح ناصری کا دوبارہ نزول بالکل ممتنع ہے۔

سوال نواں ۔ تواتر سیرت نبویہ اور احادیث نبویہ سے جب آنحضرتؐ کی موت ثابت ہے۔ تو خواہ مخواہ دوسری مشکلات میں کیوں پڑتے ہو۔ کیا صرف جدت طبع دکھانا منظور ہے؟

جواب ۔ اگر تواتر سیرت نبویہ وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہے۔ تو ہم کب کہتے ہیں۔ کہ آپ زندہ آسمانوں پر چڑھ گئے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ جیسا عظیم الشان شخص زندہ نہ رہا۔ تو مسیح ناصری کیسے اتنی مدت تک زندہ رہ سکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے قد خلت من قبلہ الرسل فرمادیا ہے۔ سچ ہے۔ ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را

اور

غیرت کی جا ہے عیسےٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

سوال و سوال نمبر ۲ - حدیث امکان نبوت اور حدیث موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی سند آپ کیوں پیش نہیں کرتے تاکہ ناظرین کو تنقید کا موقع ملے؟

جواب (۱) حکیم صاحب فرمائیں۔ کہ امکان نبوت سے وہ کونسی حدیث مراد لیتے ہیں۔ اور حدیث لوکان موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو ہم ہی حدیث نہیں کہتے۔ بلکہ ہم تو آپکے مسلمہ علماء کی کتب سے دکھاتے ہیں۔ کہ وہ اسکو حدیث کہہ رہے ہیں۔ تم آپ کہدیں کہ انہوں نے غلط لکھا ہے۔ اور انہوں نے جھوٹ بولا ہے نیز آٹھویں جواب میں دو حوالے پیش کئے جا چکے ہیں۔ ایک الیواقیت والجواہر سے اور ایک تفسیر ابن کثیر سے۔ پھر یہ حدیث مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم جلد ۲ صد ۳۱۳ اور شرح مواہب اللدنیہ زرقانی جلد ۶ صد ۲۴۷ وغیرہ میں بھی آتی ہے۔ پس ہم سے سند آپ کیوں طلب کرتے ہیں۔ آپکے مسلمہ علماء نے اسے حدیث لکھا ہے

جواب (۲) دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ جب مذکورہ بالا ائمہ نے اسکو حدیث لکھا ہے۔ تو ہم اسے قرآن مجید پر عرض کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔

"تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ"

کہ میرے بعد بہت سی احادیث بنجائینگی۔ پس جب کوئی حدیث مجھ سے تمہارے لئے روایت کیجائے۔ تو تم اسکو قرآن مجید پر عرض کرو۔ پس جو ان میں سے قرآن مجید کے موافق آئے تو اسکو قبول کر لو۔ اور جو مخالف ہو۔ اسکو چھوڑ دو۔

مذکورہ بالا حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سے مسیحؑ کی وفات ثابت ہے۔ پس جیسے بڑے بڑے ائمہ نے نقل کیا ہے۔ اور حدیث قرار دیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اسے حدیث تسلیم نہ کیا جائے۔ ہاں اگر قرآن کے خلاف ہوتی تو پھر حدیث نہیں ہو سکتی تھی چاہے سند بھی پیش کی جاتی۔ پس ہم سے آپ تو سند تب طلب کریں جب یہ قرآن مجید کے خلاف ہو اور پہلے یہ لکھیں کہ مذکورہ بالا علماء نے جو اسکو حدیث سمجھا ہے۔ تو انہوں نے جھوٹ لکھا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھون)

یہ ہیرا سنگھ کون تھا؟

کہانیوں کی تیسری کتاب مرتبہ مسٹر مارسڈن و منشی سورج نرائن مہر میں ایک کہانی ان الفاظ میں چھپی ہے:-

رات کے اندھیرے میں ہیرا سنگھ بھاگ کر جنگل میں جا چھپا۔ دشمنوں نے اُسے شہر میں نہ پایا۔ تو جنگل میں ڈھونڈنے آئے۔ × × × اس نے خدا سے دعا مانگی۔ کہ الٰہی مجھے بچا۔ پھر نیچے اتر کر چل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچا۔ یہاں ایک چھوٹا غار تھی۔ اور اسمیں سے ہوکر نیچے ندی کو راستہ جاتا تھا۔ ہیرا سنگھ گپھا میں گھسا۔ اور نیچے گھاٹی میں اتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ بیچارا تھک کر چور ہو گیا تھا۔ کہ وہیں پڑ کر سو رہا صبح اُٹھا تو اس کے کان میں دشمنوں کی آوازیں آئیں۔ لیکن رات رات میں ایک مکڑی نے گپھا کے منہ پہ جالا تن لیا تھا۔ ایک آدمی گپھا میں بھی ڈھونڈنے آیا۔ لیکن جب اس نے گپھا کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا۔ تو سوچا کہ ہیرا سنگھ یہاں سے اتر کر نیچے گیا ہوتا۔ تو جالا پھٹا ہوا ہوتا۔ یہ سوچکر وہ گپھا سے باہر نکل آیا۔ دشمن ہیرا سنگھ کو نہ پاکر واپس چلے گئے۔ ہیرا سنگھ نے خدا کا شکر کیا۔ × × × دن بھر وہیں بیٹھا رہا۔ رات ہو گئی۔ تو نکل کر اپنے ماموں زاد بھائی کی ریاست کی راہ لی اور وہاں پہنچکر آرام و حفاظت سے رہنے سہنے لگا۔

دوسری کہانی اسی سلسلہ کی پانچویں کتاب میں ہے:-

راجپوتانہ میں ایک بیوہ رہتی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ لڑکے کا باپ بڈھا ہوا۔ تو پچاس روپے چھوڑ مرا۔ × × جب لڑکے کی عمر ۱۶ برس کی ہوئی۔ تو ماں نے وہ ہنڈیا نکالی۔ اور روپیہ لڑکے کے حوالہ کر دیا روپیہ دیتے وقت کہا۔ کہ بیٹا یہ رقم تمہارا باپ چھوڑ مرا تھا۔ . . . .

مجھ سے اس بات کا اقرار کرو۔ کہ چاہے تمہاری جان پر ہی کیوں نہ بنے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ . . . لڑکا جنگل میں چلا جاتا تھا۔ کہ یکایک کچھ آدمیوں نے آکر گھیر لیا۔ . . . ایک نے پوچھا۔ میاں لڑکے بتاؤ تمہارے پاس کتنا روپیہ ہے۔ لڑکے نے کہا۔ بھائی! میرے پاس پچاس روپے ہیں۔ اور میں نے اپنی کمری میں چھپا رکھے ہیں . . . . . قزاق سمجھا کہ یہ مذاق کرتا ہے۔ . . . قزاق اسے اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا۔ تو لڑکے نے کہا کہ میں آپکے آدمیوں سے دو دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ۵۰ روپے ہیں۔ سردار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ اس کی کمری اتارو۔ حقیقت میں اس میں پچاس روپے نکلے۔ . . . چوروں کا سردار بولا۔ لڑکے تیری ایسی چھوٹی عمر اور ماں کی اطاعت اس طرح کرتا ہے۔ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ مگر اب تک ایسا گنہگار بنا ہوا ہوں۔ کہ قزاقی کئے جاتا ہوں۔ آج سے میں بھی دیانت دار بنتا ہوں +

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایسے کھلے کھلے تاریخی واقعات کو "ہیر انگہ" اور راجپوتانہ کے ایک لڑکے" کے نام میں چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس میں مسلمانوں کی دلآزاری کا پہلو مخفی ہنیں +

چاول اعجاز

ایک چاول پر تمام سورۃ اخلاص نہایت ہی خوبی اور صفائی سے لکھی گئی ہے
اسکی قیمت ۸/ اپنا نام لکھاؤ تو ۱۲/ +

ملنے کا پتہ شیخ محمد اسمٰعیل محلہ انصار پانی پت

"حسن نظامی کا تصوّف"

خواجہ حسن نظامی دہلوی سابق ایڈیٹر مرشد کی قرآن دانی تو ماہ فروری کے تشحیذ سے مبرہن ہو چکی۔ اب آپکا تصوّف ملاحظہ ہو۔ جس کے گھمنڈ پر ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ گو آخر منہ کی کھائی۔ خواجہ صاحب نے ۲۲/۴۱ اپریل کے خطیب میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں اپنی گیارہ منٹ کی سرگذشت لکھی۔ اس سرگذشت کا لفظ لفظ تصوف کا نکتہ راز بن کر رہ گیا۔ بارے بھلا ہوا ایک شاہد عینی کا جو اس خون آشام کھیل کی تمام ہیئتیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے خطیب ۲ مئی میں یہ چھپوا دیا۔ کہ خواجہ صاحب کے مضمون کی پہلے کالم کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں اور دوسرے کالم کی تیسویں اور چوبیسویں سطروں نے حقیقت حال کو آئینہ کر دیا۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے:۔

"اس میخانہ میں . . . جہاں میں نے گیارہ منٹ لگاتار ایک نہیں دو۔ جام مسلسل پئے تھے۔ پیتے وقت مجھے اس کی تمیز نہ ہوئی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ امتیاز نہ ہوا تھا۔ کہ آنکھوں کے گلاس جو مجھکو یہ بادہ پلاتے ہیں۔ اس قدر پینے کے بعد خالی نہ ہوئے۔ اور ویسے ہی چھلکتے رہے۔ یہی کرامت ان کی نہ تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ اعجاز ان میں تھا۔ کہ وہ دونو آڑے تھے۔ جھکے ہوئے تھے۔ اور اپنے اندر کی شراب سے ایسے مست تھے۔ کہ بار بار کبھی سر کے بل آگے کے رخ گرتے تھے۔ کبھی پیٹھ کے بل پیچھے کی جانب جھک جاتے تھے۔ مگر شراب کی ایک بوند ادھر ادھر نہ گرتی تھی"

ان گیارہ منٹ کے بعد جو پنجاب کے ایک بڑے شہر میں گذرتے تھے۔ اور جن میں پیر میکدہ کی حضوری میں ایک مغبچہ نے

میری بجھی ہوئی آگ کو کرید کر چمکایا۔ اور میری سوکھی ہوئی زبان کو چلّو بھر شراب محبت سے سیراب کیا تھا"

انہی دنوں ہم نے الفضل میں اس کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ مگر ہمارے دوستوں کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ اور ایک دم میں بیسیوں سوالات کر دئیے۔ لیکن ہمیں اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا۔ وہ اسی مضمون میں عرض کر چکے تھے۔ اس لئے خاموش رہے۔ اور جواب نہ دے سکے۔ البتہ آج ایک کتاب نظر سے گذری جس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے

التاج لستاج

"تاجداروں کے قصہ ہائے غم کا یہ چوتھا ایڈیشن بطور تاج عبرت کے اپنے ہونہار عزیز میر امتیاز علی تاج ایڈیٹر کہکشاں لاہور کی نگاہوں پر قربان کرتا ہوں۔ تاکہ بصارت بصیرت پیدا کرے۔ اور ان کی زندگی اپنے لقب تاج کی عارف ہو جائے"

بزم تاجداری کا قصہ گو

حسن نظامی

اس سے کچھ کچھ امید پڑتی ہے۔ کہ کہکشاں کے ذریعہ اس پر کچھ روشنی پڑے گی۔ اور عامۃ الناس کان تصوف کے اس بیش بہا ہیرے کو اسکی اصلی صورت میں دیکھ لینگے۔ جو بظاہر نہایت بے پروائی مگر بباطن کمال ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ رستے میں پھینکدیا گیا تھا۔ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام "حلقہ نظام المشائخ کے بانی کی دعا اکارت نہیں جا سکتی۔ جو اپنی زندگی کا عارف ہو۔ اور صاحب بصیرت و بصارت تصوف کے ایسے ایسے راز بھی وہی حل کرنے کا اہل ہے۔ س

اس چشم فسوں کار کی دزدیدہ نگاہی
ہے مایۂ صد نازشِ پنہانِ تمنّا

نوٹ - کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۲۰ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت محصول ڈاک کے صرف سوا نو ٹکٹ آنے پر بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کی جائیگی۔

Digitized by Khilafat Library

پرانے لیریا بخار کی گولیاں

چار پانچ ہی خوراک میں بخار بند ہو جاتا ہے۔ لرزہ بخار پیدا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہو جاتا ہے تھوڑی محنت سے کلیجہ کا پھٹنا ہے سانس پھولتی ہے۔ کھانے کی خواہش و قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی و کلیجہ کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور کبھی پیروں میں ورم آجاتا ہے۔ اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ قیمت ۴۸ گولیوں کی ڈبیہ ۸/ محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵/

دواؤں کے تیل

مذکورہ ذیل دواؤں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر ۱۰۵ کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں۔ اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) روغن صندل - سوزاک کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶/ - محصول ایک سے چار شیشی تک ۵/

(۲) اجوائن کا تیل - بدہضمی کے لئے ایک ہی دوا ہے قیمت ۶/ - " " " ۵/

(۳) روغن سونٹھ - یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ۸/ - " " ۵/

(۴) روغن سونف - پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے ۴/ " " " ۵/

(۵) روغن عود چینی - عود چینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶/ " " ۵/

(۶) روغن لونگ - تلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے۔ اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴/ " " ۵/

(۷) روغن لیمو - یہ گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے ۴/ " " " ۵/

(۸) روغن پیپرمنٹ - پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ بہت مشہور دوا ہے ۱۰/ " ۵/

(۹) روغن الائچی - متلی اور ہچکی کو بند کرتی اور بھوک بڑھاتی ہے قیمت ۶/ محصول ڈاک ۵/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۱۲ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل	قیمت بہر حال پیشگی	تمام خط و کتابت بنام منیجر

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ماہ رجب ۱۳۳۸ ہجری	نمبر ۴

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

(۱) السواد الاعظم اور ہم	۱ سے ۸	اکمل
(۲) موجودہ بائبل اور وید سے کچھ	۸ سے ۱۸	منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر
(۳) بعض الہامات مسیح موعود پر اعتراضات کا جواب۔	۱۸ سے ۳۸	مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل شمس سیکھوانی۔
(۴) مکالمہ شیعہ و احمدی نمبر ۱۵ بریت حضرت ابوبکر دربارۂ احراق فجاۃ	۳۸ سے ۴۴	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی

قیمت سالانہ [illegible]

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے رسالہ تشحیذ کے متعلق کیا فرمایا

پھر رسالہ تشحیذ ہے اسکو میں نے سب سے پیچھے اس لئے نہیں رکھا۔ کہ وہ خدمات کے لحاظ سے پیچھے رہا ہے۔ بلکہ اسلئے رکھا ہے۔ کہ اسکو میں نے جاری کیا تھا میں نے اسکا ذکر پیچھے اس لئے کیا ہے۔ کہ تا میرا نفس یہ نہ سمجھے کہ خود جاری کرنے کی وجہ سے اس کا ذکر پہلے کر رہا ہوں۔ اس رسالہ نے پچھلے دنوں اچھا علمی کام کیا ہے۔ اور خصوصاً شیعوں کے متعلق منشی خادم حسین صاحب کے مضامین بہت اچھے شائع ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی علمی قابلیت کے مقابلہ میں ان میں تحریر کی قابلیت بہت زیادہ ہے۔ اور خاص طرز کی ہے اور لوگ تو مخالفین پر دروازہ سے حملہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان کے گھر میں داخل ہو کر اور ان کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر ان سے پوچھتے ہیں۔ بتائیے آپ مکان کب خالی کرینگے اور ہمارے قبضہ میں دینگے۔ یہ بہت عمدہ اور مفید طریق ہے۔ وہ بڑی عمدگی اور متانت سے شیعوں کی تعریف کرکے پرزور مضامین لکھتے ہیں۔ جسکا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس رنگ میں لکھنے سے وہ گالیاں نہیں دیسکتے اور نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ طرز سیکھنی چاہیئے۔ ان کے مضامین کے علاوہ اور لوگوں کے مضامین بھی نکلتے رہتے ہیں اختلاف کے وقت مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اچھے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ مگر رسالہ کے خریدار کم ہیں۔ اس کیلئے اور پچھلے دنوں اس کے قرض کے متعلق میں نے

اپیل

کروائی تھی۔ اس کے لئے بھی امداد کی تحریک کرتا ہوں۔"

سنین تاریخ احمدی

جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نہایت مفید تالیفات کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ رسالہ بھی ہے جس میں سنہ ۱۸۳۵ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۸ء تک سن وار مشہور واقعات سلسلہ قلمبند کئے ہیں۔ اس رسالہ کی قیمت ایک آنہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

السواد الاعظم اور ہم

میرے سید میرے مولا میرے ہادی میرے رہنما میرے پیشوا حضرت مرزا غلام احمد علیہ التحیۃ والثناء ۔ خدا کے برگزیدہ رسول اور سچے نبی (ایسے نبی کہ جو تمام نبیوں کے متفرق کمالات بہ طفیل حضرت خاتم المرسلین علیہ صلوۃ اللہ رب العالمین ۔ اپنے آئینہ ظلیت میں منعکس رکھتے تھے) کی شان میں اہلسنت کا ایک " مذہبی اور اخلاقی ماہوار رسالہ " السواد الاعظم نام نہایت بدتہذیبی اور بداخلاقی کے ساتھ ریمارک کرتا ہے۔ کہ آپ ایک معمولی حیثیت کے شخص تھے ۔ ان کے ابتدائی زمانہ کی حالت ملاحظہ

فرمائیے۔ جب وہ ۳۰۔ ۴۰ کے کسی دفتر میں ملازم تھے۔ پھر اس پر نظر ڈالئے۔ کہ مرتے وقت انہوں نے کتنی دولت کتنا سرمایہ چھوڑا۔ یہ انہیں کسی حرفت سے حاصل ہوا۔ تجارت سے ملا۔ زراعت سے ہاتھ آیا۔ کسی اور ذریعۂ معاش سے کمایا۔ یا مذہب سازی کی بدولت پایا۔ تفریق بین المسلمین کا یہ سب کچھ صلہ تھا۔ یا اور کوئی خدمت شایان کی تھی۔ ان کی زندگی کے کارنامے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اپنی نبوت کے مدعی ہوئے۔ کبھی عیسےٰ بنے۔ کبھی مہدی بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ جس کو اپنی نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیا۔ ان میں سے اکثر غلط ہوئیں۔ مگر اس سے ان کے نزدیک ثبوت نبوّت میں کوئی نقصان نہ آیا۔" صہ

مضمون نگار کی بدبختی دیکھئے۔ کہ بدوں کسی قسم کی آگاہی حال کے تُو اتر خائی کئے جاتا ہے۔ اور نہیں ڈرتا۔ کہ جس ستودۂ بارگاہ کبریاء کے حق میں وہ یہ کلمات ناشائستہ لکھ رہا ہے۔ اس کی مدح تو خداوند زمین و آسمان اپنے عرش عظیم سے کر رہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یحمدك الله من عرشه۔ پس اس کی مذمت کا نتیجہ اور اثر وہی ہو سکتا ہے۔ جو مکّہ والوں نے اس سیّد المعصومین کی مخالفت و معاندت میں دیکھا۔ سیّدنا احمد قدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام "معمولی حیثیت" کے آدمی تھے یہ تم نے کیا لکھ دیا۔ ان کے خاندانی حالات سے آگاہ نہیں۔ ان کے املاکِ ارضی کا تمہیں علم نہیں۔ قادیان میں آؤ۔ اور کاغذات قدیم دیکھو۔ اور پھر تمہیں معلوم ہو۔ کہ حضورؑ اور حضورؑ کا خاندان وجہ معاش کے لئے محتاج نہیں تھا۔ بلکہ آپؑ وہ بزرگ ہستی ہیں۔ کہ آپؑ کے جدّ امجد کے دسترخوان سے تمہارے مزعومہ "سواد اعظم" کے سینکڑوں افراد صبح و شام حاضر ہوتے تھے۔ یہ ہم نے مفاخرت سے نہیں کہا بلکہ قادیان کے باشندگان قدیم سے گواہی لے لو۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کیا طعنہ تم نے تجویز کیا۔ جس کا پہلا نشانہ "دوجہان کے بادشاہ" سردار انبیاء کا وجود باجود

بنتا ہے۔ دیکھو۔ خدا کی گواہی پیش کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ الم یجدك یتیماً فاویٰ ووجدك ضالاً فہدیٰ ووجدك عائلاً فاغنیٰ ہ

کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی گواہی چاہیئے۔ خدا تعالےٰ اپنے پیارے حبیبؐ کو فرماتا ہے۔

"تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا"

ہم وابستگان دامن رسول کے لئے تو یہ معجزہ ہے۔ مگر بدبخت یہودی کہتا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یتیم تھا۔ مفلس تھا۔ اس نے (نعوذ باللہ) ایک مذہبی ڈھونگ رچایا۔ اور بہت مال کمایا۔ اپنے آپ کو بادشاہی کے درجہ پر پہنچایا۔ اور عجب نہیں۔ جو تمہارے ہی الفاظ دُہرائے ہوں۔ کذالك قال الذین من قبلھم مثل قولھم ... تشابھت قلوبھم۔

"نہیں کسی حرفت سے حاصل ہوا۔ تجارت سے ملا۔ زراعت سے ہاتھ آیا۔ کسی اور ذریعہ معاش سے کمایا۔ یا **مذہب سازی کی بدولت پایا**"

یضاھون قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انّیٰ یؤفکون۔

او نادان! او ناحق کوش سُن اور کان کھول کر سُن۔ میرا آقا دل وجان سے دین محمد پر فدا تھا۔ اس نے اپنا مال اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ وہ ایک نہایت شریف ومتمول واعلیٰ خاندان کا فرد تھا۔ اور بے شک پہلے دنیاوالے اسے نہیں جانتے۔ اور وہ گوشہ نشین تھا۔ خدا کی رحمت نے اسے اٹھایا۔ اس کا مبارک نام اکناف عالم میں پہنچایا۔ اس نے مذہب سازی سے نہیں۔ بلکہ خدا کے سچے مذہب کی خدمت کی بدولت سب کچھ پایا۔ مگر مرتے وقت کوئی مزید جائداد نہیں چھوڑی۔ بلکہ جو کچھ اس کی اپنی ملکیت میں تھا۔ وہ بھی راہ خدا میں لگا دیا اور جو انصار اللہ نے جمع کیا۔ وہ بھی۔ اے اٹکل پچو باتیں کرنے والے! گھر بیٹھے دوسروں پر اتہام دنیا داری لگانے والے! آ۔ اور قادیاں کے معاند سے معاند شخص سے تفتیش حالات کر لے۔ حضرت اقدس نے بعد دعویٰ مجددیت کوئی

زمین اپنے لئے خریدی؟ کوئی مکان خاص اپنی رہائش کی خاطر بنایا۔ کوئی جائداد بقصد تمول اپنے قبضے میں کی؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں؟ میرا آقا تو دنیا اور اس کے اسباب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سی وقعت بھی نہیں دیتا تھا۔ اس نے ہمیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم دی۔ اور ہم میں وہ روح پیدا کر دی۔ کہ خود ہم میں سے کئی ہیں جو دنیا پر لات مار کر بیٹھے ہیں۔ چہ جائیکہ خود اس برگزیدہ ربّی میں دنیا پرستی کا شائبہ ہو۔

جماعت احمدیہ کا ایثار مال مشہور بین الناس ہے۔ اور اشاعت اسلام کے بارے میں جو خدمات وہ بجا لائے ہیں۔ آپ کے بڑے بڑے خرقہ پوش صوفیا جبہ پوش کو وہ توفیق اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ لنڈن میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے والا کون ہے؟ کس نے کئی سو انگریزوں کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھایا؟ کیا تمہارے سواد اعظم کا کوئی فرد ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرم سے منہ ڈھانپ لو۔ اور ماتھا پیٹ لو۔ کہ یہ مسیح موعود کے خدّام کا کام ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تم لوگوں کو آپس میں کفر و تکفیر ہی سے فرصت نہیں۔ پادریوں کی روح کس کے نام سے قبض ہوتی ہے؟ احمدیت سے۔ آریہ مذہبی مناظرات میں کس کے سامنے آنیسے ہچکچاتے ہیں؟ احمدیوں کے۔ یہ سب اسی قوت قدسیہ کی طفیل ہے۔ جسے تم دنیا کمانے کا الزام دے رہے ہو۔ اور جسے تم "معمولی حیثیت" کا قرار دیتے ہو۔ اور بھول گئے ہو۔ کہ حضرت موسیٰ پر ایک وقت تھا جو کسی کی بکریاں چراتے تھے۔ اور حضرت نبی کریمؐ بھی؟

پھر تمہیں تو اعتراض سے غرض ہے۔ ایک طرف مفلسی کا طعنہ دیتے ہو۔ دوسری طرف مالداری کا۔ معلوم نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ غالباً تمہارے ہم خیال اسی مال و دولت کی بناء پر انہیں الزام دیتے تھے۔ جس کے باعث

وما کفر سلیمان ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ سُنو! نہ تو معمولی حیثیت "نبوت کے منافی ہے۔ نہ دولت و مال اور جاہ و جلال رسالت کے خلاف ہے۔ دونو قسم کی نظیریں موجود ہیں۔

من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ؕ

دُوسرا الزام آپ نے حضور انورؑ کو یہ دیا ہے ۔ کہ "تفریق بین المسلمین" کا یہ سبب کچھ صلہ تھا۔ تفریق کا الزام اس پاک امام کو جس کے دست حق پرست پر ہزارہا لوگوں نے فرقہ بندی سے نجات پائی۔ ان یقولون الّا کذبا۔ سچ کہنا۔ یہ ۷۲ بلکہ اس سے بھی زیادہ فرقے حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے پہلے موجود تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر تفریق کا الزام حضورؑ کو دینا کس قدر ناروا ہے۔ جب کہ حضور ہی کی قوت قدسیہ نے ان مختلف فرقوں کے افراد کو ایک جا جمع کیا۔ اور فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مصداق بنایا۔

حتےٰ کہ اس وقت تک یہ فخر صرف جماعت احمدیہ ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ ایک امام واجب الاطاعت کے ماتحت ہے۔ اور ان کا کلمہ واحدہ ہے۔ اور کسی فرقہ کو یہ فخر حاصل نہیں۔ اہل سُنّت میں سے کون ہیں جن میں تفریق نہیں۔ آپ لوگوں میں تو یہاں تک تفریق ہے۔ کہ خانہ کعبہ میں چار مصلّے ہیں۔ پھر ان چاروں کی جو مختلف شاخیں ہیں۔ ان کا کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ کیا تم لوگ بھی باایں تفرقہ و تشتت شملہ کسی کو تفریق کا الزام دینے کا حق رکھتے ہو۔ کچھ شرم چاہئیے۔ والحیاء من الایمان!

اس تفریق کو مٹانے کی تجویز آپ نے نہایت غیر معقول بتائی ہے۔ کہ جماعت کثیرہ کا اتباع کرو۔ حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔ تھوڑوں کے لئے بے شک وقلیل من عبادی الشکور فرمایا۔ مگر بہتوں کے لئے۔ تو کثیر منھم فاسقون۔ ہی کا ارشاد ہے۔ پس یہ بالکل غلط ہے۔ کہ جدھر بہت ہوں۔ ادھر ہو جانا چاہئیے بلکہ حق کو دیکھنا چاہئیے

اور السواد اعظم کی تفسیر ما انا علیہ واصحابی ہے نہ کہ کثیر گروہ۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ آپ جماعت کہلانے کے مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آپ کسی امام حیؑ واجب الاطاعت کے ماتحت ہی نہیں۔ آپ کو تو ایک دوسرے کی تکفیر ہی سے فرصت نہیں۔ چنانچہ اسی پرچہ میں آپ کے اعظیم البرکت موید ملتہ طاہرہ شاہ محمد احمد رضا خان بریلویؒ کی مخاصمت شاہ اشرف علی صاحب تھانوی سے مذکور ہے۔ ان مخاصمتوں سے بچنے کا تو ایک ہی طریق ہے۔ کہ ایک ماموربن اللہ الحکم العدل کے ہاتھ پر جمع ہوں۔ بغیر اس کے کوئی تفریق کو دور کرنے کا طریق نہیں۔ پہلے بھی تفرقہ مٹانے کے لئے رسول ہی مبعوث ہوتے رہے۔ اور اب بھی کسی رسول ربانی کے ذریعے ہی تفرقہ مٹ سکتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینٰت بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

دیکھئے۔ رفع اختلاف کے لئے نبیوں کی بعثت ہوتی رہی۔ اور باوجود بینات محض ضد سے اختلاف رفع جو ہوا۔ تو انہی سعیدوں کا جو وقت کے نبی پر ایمان لائے۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جماعت کثیرہ میں جو شامل ہوئے وہ ہدایت پا گئے۔ بلکہ ہدایت یاب ہوئے۔ جو نبی پر ایمان لائے۔ گو وہ کتنے ہی تھوڑے کیوں نہ ہوں۔ کامل مومن تو ایک بھی جماعت ہی کے حکم میں ہے۔ ان ابراھیم کان امۃ۔ باقی رہا یہ کہ آپ ہمیں ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ سو یہ آپ کے فہم کا قصور ہے۔ ہمارا وہی مذہب ہے۔ جو اکابر اہلسنت کا ہے۔ ہم سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین ماننے والا کوئی نہیں۔ ہم نبوت کو ایک رحمت ایک انعام سمجھتے ہیں۔ نبی کریمؐ رحمۃ للعالمین ہے۔ ان کا وجود نبوت کے انعام کو روکنے والا نہیں۔ بلکہ لانے والا ہے۔ بے شک نبوت

کا اختتام محمد رسول اللہ کی ذات قدسی صفات پر ہو چکا ہے مگر محمدی نبوت تا یوم القیامۃ مٹ نہیں سکتی۔ نہ بند ہو سکتی ہے۔ وہ ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ کسی نہ کسی اپنے متبع کے ذریعے ضرور اپنے فیوضات ظاہر کرتی رہیگی چنانچہ اس زمانہ آخر میں اس کا سب سے کامل ظہور مہدی موعود کے ذریعہ ہوا۔ جس نے بآواز بلند اعلان کیا۔ ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبے باشد

اور تناسخ یا حلول کا خیال بھی نہ کیجئے۔ بلکہ یہ وہی آپ کی فطرت کی پکار ہے جو آپ کے رسالہ کے سرورق پر مطبوع ہے ؎

زخاک اے لالہ سیراب برخیز | چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از برد یمانی | کہ روئے تست صبح زندگانی

اس صبح زندگانی نے افق مشرق سے طلوع کیا۔ مگر نیند کے ماتے ابھی تک غفلت کے لحافوں میں لپٹے سو رہے ہیں۔ برد یمانی سے سر نکلا۔ مگر آپ بوجہ ضعف بصارت پہچان نہ سکے۔ لالہ سیراب گلشن نبوت میں موجود ہے۔ مگر زاغ و زغن شور کر رہے ہیں۔ اور بلبل کا نغمہ نہیں سننے دیتے۔ ؎

داستان عہد گل را بشنوید از عندلیب
زاغ و بوم آشفتہ تر گویند ایں افسانہ را

وفات یافتہ واپس نہیں آیا کرتے۔ البتہ ان کی روح اور قوت میں دوسرے وجود وہ کمالات لئے ہوئے آتے ہیں۔ سو آنے والا آ گیا۔ آپ پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ اس آنے والے نے بہت سی پیشگوئیاں کیں جس کو اپنی نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیا۔ میں کہتا ہوں۔ پہلے تو پیشگوئیاں نبوت صادقہ ہی کا نشان ہوتی تھیں عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ

اب خدا جانے کیا اندھیر ہے۔ کہ قائمقامان اہل سنت اسے نبوت باطلہ کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اکثر غلط ہوئیں۔ مگر اس سے ثبوت نبوت میں کوئی نقصان نہ آیا۔

اوّل تو آپ فرمائیے وہ کونسی "اکثر غلط ہوئیں" بے دلیل بات شیوہ اتقا نہیں۔ دوئم مومن آل فرعون نے تو فیصلہ بعض الذی یعدکم ہی فرمایا۔ آپ اپنے مسلمات کی بناء بر اسی اصل پر دیکھیں۔ تو بھی جب اکثر پوری نہیں ہوئیں۔ تو بعض پوری ہونے کو مان لیا۔ اور اس پہلو سے بھی آپ پر حجت پوری ہوئی۔ اب میں دیکھتا ہوں۔ آپ میری خلوص بھری عرضداشت پر کیا فرماتے ہیں۔

موجودہ بائبل اور ویدمیں سے کچھ

میں اس وقت کسی خاص مضمون پر قلم اٹھانے سے معذور ہوں۔ کیونکہ کئی روز سے ایک ادق علمی مضمون کی تیاری میں مصروف ہوں۔ اور اخی المکرم جناب قاضی صاحب کا ارشاد بھی بجالانا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ اسلئے تھوڑا سا وقت اس "بہار" کا لطف اٹھانے کے لئے وقف کرتا ہوں اب اس قلیل وقت میں جتنی بھی تفریح ہو جائے۔ غنیمت تصور کرونگا کیونکہ ادق پیچیدہ اور خشک بلکہ خاردار مضمون میں کئی دن سے پھنسے ہوئے انسان کے لئے یہ مختصر سی تفریح ضرور مفید اور کئی ایک کے لئے علمی معلومات کے اضافہ کا سبب اور بعض کے لئے انشاء اللہ ہدایت کا بھی موجب ہوگی۔

اے میرے مولا کریم تو میرے اس خیال میں برکت دیجیو

پس میں ناظرین کے سامنے بائبل اور وید کے گلشن سے چند ایک گلدستے بنا کر پیش کرتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین شوق سے قبول فرمائینگے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خرگوش جگالی کرتا ہے

"اور خرگوش کہ وہ جگالی تو کرتا ہے۔ پر اس کا کھر چرا ہوا نہیں ہے۔ (کتاب احبار ۱۱)

دوستو! "خرگوش جگالی کرتا ہے" پڑھ کر ہنس نہ دینا۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ مسیحی دوستوں کی الہامی تعلیم ہے۔ وہ تمہارے ہنس دینے سے ناراض ہو جائیں گے۔ ہاں اس انوکھی اور نرالی فلاسفی کا مزہ دل ہی میں لیتے رہنے کا تمہیں اختیار ہے۔ یہ تو ہوئی بائبلی الہام کی فرید ارشلق اب ذرا ویدک الہام کی بھی لاجک اور فلاسفی ملاحظہ فرمالیجئے۔

(صرف اردو ترجمہ)

"بکرا وغیرہ جانوروں کے بیج سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی۔ دودھ وغیرہ نکالا ہوا لیویں"

(دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۲۱۔ منتر ۴۳)

ویدوں کی فلاسفی بتلاتی ہے۔ کہ نر بکرے سے نکلا ہوا گھی دودھ لینا چاہیئے۔ بہت خوب! بائبل تو بائبل ہی تھی۔ مگر وید صاحب نے تو اپنا سارا کمال ایک دم ہی ظاہر کر دیا۔

ایہا الاحباب! دیانندی دوستوں کے پیچھے نہ پڑ جانا۔ کہ وہ بکرے سے گھی دودھ نکالنے کی فلاسفی بتلائیں۔ یہ پرماتما کا گیان ہے۔ اگر تم نے ان کے اس گیان کے اسرار کی قلعی کھولی۔ تو جھنجلا جائیں گے۔ پس اپنے من ہی میں اس کا آنند لو۔

بیٹا باپ سے دو برس بڑا

بائبل کی کتاب تواریخ ۲ ۲۲/۲۹۱ میں مرقوم ہے۔ کہ:۔

اخزیاہ بن یہورام یہوواہ کا بادشاہ ہوا۔ اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور ایک برس اس نے یروشلیم میں بادشاہت کی"

یہ تو ہوئی بیٹے کی عمر۔ اب باپ کی عمر اور تخت نشینی کا زمانہ شمار کیجئے۔

"یہورام بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اس نے آٹھ برس تک یروشلیم میں بادشاہت کی"۔ (تواریخ ۲ ۲۱/۵)

جس وقت باپ کا انتقال ہوا۔ چالیس برس کا تھا۔ اور جب باپ کے مرنے کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا۔ تو بیالیس برس کی عمر تھی۔ بہت خوب! یعنی بیٹا باپ سے بھی دو سال کامل بڑا۔

واہ رے اس عجوبہ کے لکھنے والے۔ اس وقت تو تو نے خوش کر دیا (تھینکس)

بیٹیاں ماں سے تین برس بڑی

بائبل کے الہام کی طفیل یہ تو عجیب بات ناظرین معلوم کر چکے کہ بیٹا باپ سے دو برس بڑا تھا۔ اب ذرا وید کے الہام کی برکت سے اتنا اور اپنے علم میں اضافہ کر لیں۔ کہ بیٹیاں ماں سے تین برس پہلے پیدا ہو گئیں۔

(صرف اردو ترجمہ)

"جو سوم لتا وغیرہ بوٹیاں بھومی (زمین) وغیرہ سے تین برس پہلے کامل سکھ دینے والی عمدہ پیدا اور ظاہر ہوئیں" (تفسیر دیانندی یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۷۵)

بوٹی اور بیٹی ماں اور بھومی میں اتنا فرق نہیں۔ کیونکہ بوٹی کو زمین کی بیٹی اس لئے کہا ہے۔ کہ وہ زمین کے پیٹ سے برآمد ہوتی ہیں۔ پس یہاں وید بھگوان فرماتے ہیں۔ کہ لوگو! تم ان بوٹیوں کو حاصل کرو۔ یا استعمال میں

لاؤ۔ جو زمین سے بھی تین برس پہلے (اگ ٹپریں) پیدا ہو گئیں یا ظاہر ہوئیں سمجھو! یہ الہام اور گیان کی باتیں ہیں۔ بقول اہل کتاب و اہل وید۔ ان پر اعتراض جمانا درست نہیں۔ پس ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں۔ کہ ان مزیدار اور چٹپٹی باتوں کا لطف و سرور لینا ہے۔ تو دل میں ہی لو۔ پادریوں یا آریہ بھائیوں کو سُنا سُنا کے پریشان مت کرو۔

گدھی نے کلام کیا

"تب خداوند نے گدھی کا منہ کھولا۔ اور اُس نے بلعام کو کہا میں نے تیرا کیا کیا ہے۔ کہ تو نے یہ تین بار مجھے مارا" (کتاب گنتی باب ۲۲- آیت ۲۸)

دوستو! بائبل کے الہام کی اور باتوں کے دریافت کرنے کی تو اجازت ہم نہیں دیتے کہ اسلام پر اعتراض کرنے والے پادریوں سے دریافت کرو۔ مگر ہاں اس عقدہ کے حل کی تمنا و خواہش تو ہمیں بھی ہے۔ پس اسے ضرور اپنے حلقہ کے مشنری و پادری صاحبان سے دریافت فرماویں۔ اور جو جواب ملے۔ اس سے ہمیں بھی آگاہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

بیجان مادے میں خواہش

(صرف اُردو ترجمہ) اے رعایا کے مالک ایشور! جو روح۔ مادہ وغیرہ اشیاء ہیں (ہیں یہ) سب بصورت خواہش . . . . ہیں (یعنی صفت خواہش سے متصف ہیں" (دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۱۸ منتر ۲۱)

بائبل کا الہام تو گدھی کو متکلم بتلاتا ہے۔ اور ویدک الہام بیجان مادہ کو خواہش والا۔ نثار ہو جائیں دنیا کی تمام فلاسفیاں اس عجیب و غریب پُر حکمت کلام پر۔

کیا ہی مزے کی بات کہی

دوستو! مت حیران ہونا۔ کیونکہ یہ ویدک فلاسفی ہے۔

ٹھگی کا جواز

"اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا۔ اور انہوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریتاً لئے۔ اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی۔ کہ انہوں نے عاریتاً دی۔ اور انہوں (اسرائیلیوں) نے مصریوں کو لوٹ لیا"

(کتاب خروج باب ۱۲۔ آیت ۳۵ و ۳۶)

یہ تو ہوا بائبل کی تعلیم کا ادنےٰ کرشمہ۔ اب وید کے گیان داتا کے حال سے بھی ناظرین واقف ضرور ہوں۔

ایشور سے چوری نہ کرنیکی درخواست

(صرف اردو ترجمہ) "اے اندر دولتوں سے مالا مال پرمیشور! ہم سے الگ کبھی مت ہو۔ ہمارے مرغوب سامان خوراک کو مت چرا۔ اور مت چروا"

• الخ۔ (ترجمہ سوامی دیانند۔ رگوید ۱۔ ۷ ۔ ۱۹ ۔ ۸)

وید کے پجاری اور معتقد بیچارے التجا کرتے ہیں۔ کہ اے پرمیشور۔ ہمارے سامانوں کو تم چراؤ نہیں۔ اور نہ ہی کسی اور کو ترغیب دو۔ کہ چرائے۔ اپنے گیان داتا پر یہ بدگمانی۔

خیر وہ جانیں۔ ان کا ایشور چرائے۔ یا چھوڑے۔ ہم نے تو ناظرین کو بائبل اور وید کے الہام کی صرف بہار ہی دکھلانی ہے۔

خداوند کا دربار اور تخت

پھر اُس نے کہا۔ کہ اس لئے تم خداوند کے سخن کو سنو۔ میں نے خداوند کو اس کی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور آسمانی سارا لشکر اُس پاس اُس کے

داہنے ہاتھ اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔" (کتاب سلاطین ۱ باب ۲۲ آیت ۱۹)
خداوند کے دربار کی سیر سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کیلئے ایشور کے تخت گاہ کا ملاحظہ کرلو۔

(۱) "ورن (پرمیشور) اپنی ساری رعایا میں سب پر حکومت کرنے کے لئے آکر بیٹھا ہے" "آکر بیٹھا ہے" کیا پہلے حکومت نہیں کرتا تھا)۔ (رگوید ۲۵/۹ ۱) ترجمہ پروفیسر راجارام آریہ

(۲) سنہری کوچ کو پہنتا ہوا 'ورن چمکتے ہوئے لباس کو پہنتا ہے۔ اس کے جاسوس چاروں طرف بیٹھے ہیں"

(رگ وید ۲۵/۱۳ ۱) ترجمہ پروفیسر راجارام صاحب آریہ سماجی

او قرآنی عرش اور کرسی کے لفظ پر اعتراض کرنے والے پادری اور آریہ سماجیو! کہاں ہو؟ اگر تم میں ضد اور تعصب نہیں۔ تو ان مقامات کا غور سے مطالعہ کرو۔ جو بائبل اور وید سے دکھلائے گئے ہیں۔ پس اگر انصاف پسند کہلانا چاہتے ہو۔ تو قرآن کے اُن الفاظ پر ہرگز اعتراض نہ کرو۔ جو محض استعارہ کے رنگ میں بیان ہوئے ہیں اعتراض کرنے سے پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر کرکے دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھا کرو۔ اور شیش محل میں بیٹھ کر فولادی گاڑی میں سوار لوگوں پر پتھر نہ چلاؤ۔ تمہاری مار سے دوسروں کا نقصان نہیں ہو سکتا۔ پس اس دوستانہ نصیحت کو پلّے باندھو۔ اور عمل کرو۔ تا دوسروں کے اعتراضات کا نشانہ بننے سے محفوظ رہو۔

خدا دیکھا جاتا ہے

"اور یعقوب نے) کہا۔ کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا۔ اور میری جان بچی رہی ہے۔" (پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۳۰)

بائبل کا الہام بتلاتا ہے کہ خدا کو لوگ دیکھ بھی سکتے ہیں۔ جیسے یعقوب نے دیکھا اب ویدک ایشور کے متعلق بھی ناظرین کو اپنی معلومات میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔

پرمیشور دیکھا جاتا ہے

(صرف اردو ترجمہ) "اے بےخوف سپہ سالار! بغیر دودھ کے گائیوں کی مانند ہم لوگ اس جاندار اور بیجان دنیا کے بنانے والے شکھ کے ساتھ دیکھنے لائق ایشور کے برابر طاقتور آپ کے مقابل ہو کر عزت و تعریف کریں"۔ (دیانندی تفسیر یجر وید ادھیائے ۲۷ منتر ۳۵)

بائبل کا الہام کنندہ بھی دیکھنے میں آجاتا ہے۔ اور وید کا گیان داتا بھی۔ آپ کی منطق کے مطابق کہا جاتا ہے کہ جو چیز دیکھنے میں آگئی۔ ضرور ہے۔ کہ جسم ہو۔ پس مجسم جو ہوگی وہ محدود ہے۔ اور محدود کے لئے ضروری ہے۔ کہ تقسیم ہو جائے۔ پس جو چیز قابل تقسیم ہے۔ وہ حادث و مخلوق ہے۔ نہ کہ دوسروں کی خالق۔ پس اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی کتابیں دیکھو۔

وید اور بائبل میں خدا تعالیٰ کی کمزوری و خوف کا بیان

"اور خداوند یہوواہ کے ساتھ تھا۔ اور اس نے کوہستانیوں کو خارج کیا۔ پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کر سکا۔ کیونکہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں"۔ (کتاب قاضیوں باب آیت ۱۹)

بائبل میں خدا کو انسانوں سے عاجز ہو جانے والا بتلایا۔ افسوس!

اے پادری صاحبان! کیا اس الہام کی مناوی دنیا میں کرتے ہو۔ جو قادر مطلق خدا کو ایسا عاجز بیان کرے۔ کہ انسانوں کے ایک گروہ سے محض اس لیے عاجز رہا کہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں + لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ تو موجودہ بائبل کا بیان اب وید مقدس کا گیان بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ خدا تعالےٰ کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے۔

ایشور کہتا ہے۔ کہ اے . . . . . . دشمنوں کو نیست و نابود کرنے میں بے خوف (سپہ سالار) ہم لوگوں کو سب جگہ سے بے خوف کر"۔

(تفسیر دیانندی یجروید ادھیائے ۱۷ منتر ۳۷)

بہادر کمانڈر انچیف سے ویدک ایشور ملتجی ہوتا ہے کہ ہمیں دشمنوں کے خوف سے بے خوف کر۔ اس معاملہ میں بائبل اور وید دونوں اپنے اپنے الہام کرنے والے کی طاقتوں کی کمی کے اقراری نظر آتے ہیں +

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی

بے علمی کا الزام

"پھر خداوند نے کہا- اس لئے کہ سدوم اور عمورہ کا چلانا بلند ہوا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہو گیا ہے- میں اب اتر کے دیکھونگا" کہ انہوں نے سراسر اس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا کیا ہے یا نہیں- اور اگر نہیں (کیا) تو میں دریافت کرونگا"

(کتاب پیدائش باب ۱۸- آیت ۲۰ و ۲۱-)

بائبل نے یہاں خدا کو علیم کل ہونے سے قطعی جواب دیدیا ہے- اگر خدا علیم کل ہوتا- تو دریافت حال کے لئے نیچے اُترنا اور پوچھنا چہ معنی دارد-

اسی طرح ویدوں کا گیان داتا اپنے علم کو شنیدہ بیان کرتا ہے-

"میں نے یہ دو راستے سنے ہیں- یہ تمام دنیا انہیں دو راستوں پر چلی جا رہی ہے- الخ"

(بھاشی بھومکا اردو ص ۱۴۲) بحوالہ یجر وید ۱۹/۴۷)

۱۹/۴۷ کی مختصر سی عبارت ہم نے نقل کی ہے- ساری عبارت دیکھنے کے خواہشمند اصل کتاب دیکھ لیں- حوالہ موجود ہے-

بائبل کا بیان کہ وہ خدا بھی لوگوں سے دریافت کرتا ہے اور وید کا ایشور بھی سنتا ہی- نہایت ہی افسوس کا مقام ہے- کہ اس قادر مطلق علیم کل کے متعلق کیسی گستاخی سے پُر بیان دئے جاتے ہیں-

بائبل میں خدا کو آگ کہنا

(۱) "کیونکہ خداوند تیرا خدا ایک بھسم کرنے والی آگ ہے- الخ" (استثنا ۴/۲۴)

(۲) "کیونکہ ہمارا خدا خاک کر دینے والی آگ ہے-" (عبرانیاں ۱۲/۲۹)

وید میں خدا کو آگ کہنا

اے آتش علیم کل (پرمیشور) تو ہی سب جگہ قابل تعریف ہے دوسرا نہیں- الخ" (ترجمہ دیانندجی رگوید م۵ ش ۲۵ م۲)

دوستو! آؤ تمہیں بائبلی خدا کا حلیہ بائبل ہی سے بتلائیں-

بائبل میں خدا کا سر

"نجات کا خود اس کے سر پر تھا- اور اس لباس کی جگہ انتقام کی پوشاک پہنی-" الخ (یسعیاہ ۵۹/۱۷)

سر کے بال "اُس کے سر کے بال صاف ستھرے اُون کی مانند... الخ"

(دانیال ۷/۹)

آنکھ اور کان خداوند کی آنکھیں صادقوں پر اور اسکے کان ان کی فریاد پر ہیں" ا

(زبور ۳۴/۱۵)

ناک "یہ ایسے ہیں جیسے دھواں میری ناک کے لئے... الخ" (یسعیاہ ۶۵/۵)

سر اور سر کے بال اس کے بعد آنکھ اور کان بھی ہو گئے۔ اور ناک بھی نکل آیا۔ اب منہ کی باری ہے۔ سو منہ بھی ملاحظہ ہو۔

منہ "اُسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہے... الخ (یسعیاہ ۵۵/۱۱)

منہ کے بعد لب اور زبان کی باری ہے۔ ان کی بھی زیارت ہو جانی ضروری ہے۔

لب اور زبان "دیکھو خداوند کا نام دور سے چلا آتا ہے . . . . اس کے لب قہر آلودہ اور اس کی زبان دہکتی آگ کی مانند ہے... الخ"

(یسعیاہ ۳۰/۲۷)

سانس "اس کی سانس ایسی ہے۔ جیسا کہ سیلاب جس کی باڑھ ہو... الخ"

(یسعیاہ ۳۰/۲۸)

چہرہ۔ بازو اور ہاتھ "کہ وہ اپنی شمشیر سے اس زمین کے مالک نہ ہوئے نہ اپنے بازو سے غالب آئے۔ بلکہ تیرے داہنے ہاتھ سے اور تیرے بازو سے اور تیرے چہرے کے نور سے... الخ"

سر۔ سر کے بال۔ آنکھ کان۔ ناک۔ منہ۔ لب اور زبان۔ سانس۔ چہرہ۔ بازو اور ہاتھ کی زیارت سے تو شرف حاصل ہو گیا۔ اب تھوڑے سے اعضا اور ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

"اور جب تک نہ گذروں۔ تجھے اپنی ہتھیلی سے ڈھانپونگا" (خروج ۳۳/۲۲)

ہاتھ کی ہتھیلی کے بعد اب انگلی کی باری

انگلی "اور خداوند نے جب موسیٰ سے کوہ سینا پہ اپنا کلام تمام کر چکا شہادت کی

دو لوحیں دیں - اور وہ سنگین لوحیں خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں" (خروج ۳۱/۱۸)

پاؤں

" اور اس نے مجھے کہا - کہ اے آدم زاد! یہ میری تخت گاہ اور میرے پاؤں کی کرسی جہاں میں بنی اسرائیل کے درمیان ابد تک رہونگا" الخ (حزقیل ۴۳/۷)

یہ ہم جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ان حوالہ جات کو پڑھ کر عیسائی دوست فوراً کہ دینگے کہ یہ کلام استعارہ کے رنگ میں ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جب ید کا لفظ آجاتا ہے - تو تب کلام میں استعارہ کا لفظ کیوں محو ہو جاتا ہے - اس وقت کیوں اعتراض کیلئے زبان دراز کرتے ہو - پس جب قرآن شریف کے ید یا ساق الفاظ کو لے کر اعتراض کرنے سے نہیں جھجکتے - تو اپنی مسلمہ کتابوں پر کیوں وہی اعتراض نہیں کرتے - اسی طرح ویدک ایشور کا حلیہ ہے - وہ بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں -

ویدک ایشور کا حلیہ

(منہ - بازو - ران - پاؤں)

" براہمن اس کا منہ تھا - بازوؤں سے کشتری رانیں ویش - پاؤں سے شودر پیدا ہوئے" (رگوید ۱۰ ۹۰/۱۲) ترجمہ راجا رام صاحب

موہنہ - بازو - رانیں اور پاؤں تو معلوم ہو گئے اب دیگر اعضاء کا ملاحظہ ناظرین کے لئے باقی ہے - سو وہ بھی تیار ہے -

(سر - پاؤں - ناف اور کان)

اُس کی (پرمیشور) ناف سے آسمان - سر سے خلاء - پاؤں سے زمین اور کان سے طرفیں پیدا ہوئیں" (رگوید ۱۰ ۹۰/۱۴)

(آنکھ - دل - منہ اور سانس)

"چاند من (دل) سے پیدا ہوا - آنکھ سے سورج پیدا ہوا - مُنہ سے اندر اور آگ اور سانس سے ہوا پیدا ہوئی"

الغرض ویدک ایشور کا حلیہ بتانے کیلئے بہت سا وقت درکار ہے - اس لئے محض

اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ان مقامات کو دیکھتے ہوئے آریہ صاحبان بھی جھنجلا کر یہی فرمائینگے۔ کہ یہ استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ مگر ان کو بھی ہمارا جواب یہی ہوگا۔ کہ اگر یہ استعارہ کے رنگ میں ہیں تو ستیارتھ پرکاش و کلیات آریہ مسافر و دیگر ایسی کتب کے ان مقامات کو نکال ڈالو۔ جہاں قرآن شریف میں آئے ہوئے ساق (پنڈلی) ید (ہاتھ) وغیرہ الفاظ پر بڑی دیدہ دہنی سے اعتراض کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اگر وید کے یہ الفاظ استعارہ و النکار ہیں۔ تو ید اور ساق اس سے بھی بدرجہ اولیٰ استعارہ ہیں۔ پس جبتک ستیارتھ کلیات کے ان مقامات کو آریہ صاحبان نہ نکال ڈالیں گے۔ تب تک ہمارے یہ اعتراضات اسی طرح قائم رہیں گے۔ جیسے دنیا میں آفتاب عالمتاب۔

دوستو! بہت سی باتیں ہیں جو سنانے کو دل چاہتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ وقت اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ہم نہایت ہی ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو اس بہار کا بقایا لطف پھر کبھی اٹھا لینگے کیونکہ "یار زندہ صحبت باقی"

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

بعض الہامات مسیح موعودؑ پر اعتراضات کا جواب

"ہمارے دوست ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ساہیوال نے اپنے ایک عزیز کو تبلیغی خط لکھا تھا۔ اس کے متعلق انجمن تائید الاسلام کے رسالے میں کچھ اعتراض شائع ہوئے ہیں۔ جن کا جواب ذیل میں افادۂ عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے"

قولہ حضرت میرزا صاحب کا الہام حیوان کو عیسائی بناتا ہے۔ انت منی بمنزلۃ ولدی یعنی خدا تعالیٰ مرزا صاحب کو فرماتا ہے۔ کہ اے مرزا۔ تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا تھا۔ مرزا صاحب کو بھی خدا کہتا ہے۔ تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے۔ تو خدا کا بیٹا ہونے میں مسیح اور مرزا برابر ہوئے۔ ۔۔۔ اور مرزائی ابن اللہ کے مسئلہ میں عیسائیوں کے برابر ہوئے؟

اقول۔ اول تو معترض کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ عیسائی تو حضرت مسیحؑ کو خدا کا ازلی بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی بیٹا نہ ہونا الہام میں بمنزلہ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ دنیا میں بیٹا کا لفظ دو طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ایک صلبی بیٹے پر۔ دوسرے پیار کی وجہ سے بڑا چھوٹے کو کہتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا صلبی بیٹا ہونا تو الہام کے بھی خلاف ہے۔ باقی رہا پیار کی وجہ سے تو ایسا اور انبیاء کو بھی کہا ہے۔ جیسا کہ بائبل میں کثرت سے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور پھر تقریب اور اکرام کیلئے ولد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ۔ ص ۱۳۹ ۔

کما یقول الشخص لاجنبی انت اخی او ولدی علی طریق التقریب والاکرام ثم لا یرثہ اذا مات ولا یحرم علیہ بناتہ واخواتہ" ترجمہ جیسا کہ کوئی شخص اجنبی کے لئے تقریب اور اکرام کے طور پر کہہ دیتا ہے۔ کہ تو میرا بھائی یا تو میرا ولد ہے حالانکہ پھر وہ قائل کا وارث بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس پر اس کی بہن اور بیٹیاں حرام ہوتی ہیں۔ پس ولد کا لفظ کہنے سے غرض اظہار محبت ہے۔ اور یہ بتانا کہ تو ہمارا مقرب و محبوب ہے۔ چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے ابن کہا ہے اور مراد اس سے یہی تھی۔ کہ تو ہمارا مقرب و محبوب ہے۔ لیکن عیسائیوں نے اس کو حقیقی معنوں پر محمول کر لیا۔ اور خدا کے ساتھ شریک بنا لیا۔ اس بات کے رد کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھی فرمایا۔ کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ جس سے مراد یہی ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے مقرب و محبوب ہیں۔ اور پھر جبکہ خود ملہم اس کے معنے حقیقی نہیں لیتا اور کہتا ہے۔ کہ یہ الہام از قبیل متشابہات ہے۔ اس کو

محکمات کے تابع کرنا چاہیئے۔ تو دوسروں کا کیا حق ہے۔ کہ اس کے معنے کوئی اور قرار دیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مسیح موعودؑ اسی الہام کے متعلق اپنی کتاب معیار الاصفیاء میں فرماتے ہیں۔

"یاد رہے۔ کہ خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور نہ بیٹا ہے۔ نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہے۔ کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ۔ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو۔ کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ اور میری نسبت بیّنات سے یہ الہام ہے۔ جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم معیار الاصفیا صلا۔

پس اس کے بعد کسی خدا ترس اور متقی آدمی کا حق نہیں کہ وہ اس پر اعتراض کرے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کے معنے بتلا دئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اس کو الہام قل انما انا بشر مثلکم کے ماتحت کرنا چاہیئے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے مقرب اور محبوب کے لئے ابن یا بیٹا کا لفظ استعمال کر دیا کرتا ہے۔ جیسے کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں۔

"وز آں جملہ آنست کہ خدا تعالےٰ در ملّت انبیاء و تابعان ایشاں را بہ لقب مقرب و محبوب تشریف دادہ است۔ و منکراں ملت را بہ صفت مبغوضیت نکوہیدہ است و دریں باب بلفظے شائع در ہر قوم تکلم واقع شد۔ اگر لفظ ابنائے بجائے محبوباں ذکر باشد چہ عجب"۔

پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بیٹے کا لفظ مقرب اور محبوب کے معنوں میں استعمال کر دیتا ہے۔

ازروئے قرآن شریف ولد کے معنے | پھر قرآن مجید میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبآءکم او اشد ذکراً - کہ تم خدا کو ایسے یاد کرو - اور ایسی عزت کرو جیسے کہ تم اپنے باپوں کی کرتے ہو - بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرو - پس جس طرح کہ آیت میں خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ قرار نہیں دیا جا سکتا - اسی طرح الہام انت منی بمنزلۃ ولدی میں حقیقی ولد مراد نہیں ہے -

قولہ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب خدا سے سب سے زیادہ حاصل تھا - ان کو خدا نے نہ فرمایا کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے ؟

Digitized by Khilafat Library

اقول - نبی کریمؐ کا مرتبہ اس بات سے بڑھکر ہے - اس لئے آپ کے لئے بیٹے کا لفظ استعمال نہیں ہوا - جیسا کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے - ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ - کہ جو تیری بیعت کرتے ہیں - تو وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں - پس اس آیت میں نبی کریمؐ کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا ہے - اور اسی طرح ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی میں نبی کریمؐ کے پھینکنے کو خدا تعالےٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا ہے - اور اسی طرح فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کہ رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے - اور اسیطرح پہلے انبیاء کے صحیفوں میں نبی کریمؐ کا آنا - خدا کا آنا بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو

آخر کو اس نے یہ سمجھ کے کہ وے میرے بیٹے کی تعظیم کرینگے - اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجا - پر باغبانوں نے جب بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا - یہی وارث ہے - آؤ - اسے مار ڈالیں اور اس کی میراث پر قبضہ کریں - اور انہوں نے اسے پکڑا - اور انگور کے باغ سے باہر نکال کے مار ڈالا - جب انگور کے باغ کا صاحب آویگا - تو ان باغبانوں کو کیا کریگا - وے بولے کہ ان بروں کو بری طور سے ہلاک کریگا - اور انگور کے باغ کو اور باغبانوں کو جو میوہ موسم میں اسے پہنچاویں - سپرد کریگا - الخ "

مذکورہ بالا تمثیل سے ظاہر ہے - کہ نبی کریمؐ کو انگوروں کے باغ کا مالک قرار دیا گیا ہے - اور مسیح ناصری کو بیٹا -

(۲) حضرت داؤد کی زبور میں لکھا ہے -

" کہ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ تر ہے تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی -

اس لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا - اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا . . . . . اے خدا تیرا تخت ابدالاباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے - تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے - اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے - خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔"

اس میں بھی نبی کریمؐ کو استعارۃً "خدا" کے لفظ سے پکارا گیا ہے - پھر یسعیاہ کی کتاب باب ۴۲ میں لکھا ہے۔

"خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا - وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُکسائیگا۔"

پس اس میں بھی نبی کریمؐ کی بعثت کو استعارۃً "خدا کا آنا" بیان کیا گیا ہے پس نبی کریمؐ خدا تعالےٰ کے اتم مظہر ہیں - اس لئے ولد کا لفظ آپ کی شان کے شایان نہیں کیونکہ آپؐ کا درجہ اس سے بڑھکر ہے۔

پس یہ کہنا کہ نبی کریمؐ کے لئے کیوں ولد کا لفظ خدا تعالےٰ نے نہیں فرمایا - یہ معترض کی کم فہمی ہے - کیونکہ نبی کریمؐ کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے - کہ آپؐ کے لئے ولد کا لفظ استعمال کیا جائے - اور آپؐ کی شان کے متعلق تو قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمادیا ہے - ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی

قولہ - تیسرا الہام جو مرزا صاحب کو صُلبی بیٹا بناتا ہے غور سے سُنو - انکو کہا الہام ہے - انت من مائنا وھم من فشل - اربعین ۳ صفحہ ۳۴ - یعنی اے مرزا! تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے - اور وہ لوگ خشکی سے یہ الہام تو عیسائیوں سے بھی زیادہ اپنے اندر شرک و کفر رکھتا ہے؟

اقول - معترض کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس الہام سے مسیح موعودؑ کو صلبی بیٹا قرار دے اور ماء سے مراد نطفہ لے - جبکہ نہ خود ملہم اور نہ ہی ان کے متبعین یہ اس کے معنے کرتے ہیں - ماء سے مراد نطفہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ماء جب مضاف ہو - تو اس کے معنے اور بھی

ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لسان العرب و تاج العروس۔

(۱) "ماء السماء لقب عامر بن حارثة الازدی وهو ابو عمرو مزیقیا الذی خرج من الیمن حین احس سیل العرم سمی بذلک لانه کان اذا اجدب قومه مانهم حتی یاتیهم الخصب فقالوا هو ماء السماء لانه خلف منه وقیل لولده بنو ماء السماء وهم ملوک الشام

(۲) وماء السماء ایضاً لقب ام المنذر ابن امری القیس ..... سمیت بذلک لجمالها وقیل لولدها بنو ماء السماء وهم ملوک العراق قال زهیر بن جناب

ولازمت الملوک من آل نصر

وبعدهم بنی ماء السماء

ترجمہ۔ ماء السماء عامر بن حارثہ ازدی کا لقب ہے۔ اور وہ ابو عمرو مزیقی ہے۔ جو کہ یمن سے نکل گیا تھا۔ جبکہ اس نے سیل عرم کو محسوس کیا۔ اس کا نام ماء السما اس وجہ سے رکھا گیا۔ کہ جب اس کی قوم پر قحط پڑتا تھا۔ تو ان کے پاس آتا۔ یہاں تک کہ وہاں سرسبزی ہو جاتی۔ اور قحط جاتا رہتا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ ماء السماء ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پیچھے رہا تھا۔ اور اس کی اولاد کو بنو ماء السماء کہا جاتا ہے۔ اور وہ شام کے بادشاہ تھے۔ ایک انصاری کا شعر ہے۔ میں ابن مزیقی عمرو ہوں۔ اور میرے دادے کا باپ عامر ماء السماء ہے۔ (۲) اور ماء السماء منذر ابن امرء القیس کی والدہ کا بھی لقب ہے۔ اس کا نام ماء السماء اس کے جمال اور حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور اس کی اولاد کو بھی بنو ماء السماء کہتے ہیں۔ اور وہ عراق کے بادشاہ ہیں جیسا کہ زہیر کے شعر سے ظاہر ہے۔ کہ میں ایک مدت تک آل نصر کے بادشاہوں کا ملازم رہا اور ان کے بعد بنی ماء السما کا۔ پھر لکھا ہے۔

وفی حدیث ابی هریرة امکم هاجر یا بنی ماء السماء یرید العرب لانهم کانوا یتبعون قطر السماء ...... فینزلون حیث کان"

ابی ہریرہ کی حدیث میں بھی بنی ماء السماء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے مراد

عرب ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ پانی کی قلت کی وجہ سے وہ جگہ ڈھونڈتے تھے۔ کہ جہاں بارش ہو۔ اور جہاں بارش ہوتی۔ وہاں وہ اتر پڑتے تھے۔

پس مذکورہ بالا مثالوں میں ماء کا لفظ سماء کی طرف مضاف ہو کر نطفہ کے غیر معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس الہام میں بھی ماء کا لفظ مضاف واقع ہوا ہے۔ اور نا ضمیر متکلم ہے۔ مضاف الیہ جس کے معنے ہیں۔ "ہمارا پانی" پس حضرت مسیح موعودؑ کے لئے فرمایا۔ کہ تو ہمارے پانی سے ہے۔ اور سب قسم کے پانی دریاؤں کے نہروں کے تالابوں کے سمندروں کے خدا تعالیٰ کے مسبب الاسباب علت العلل ہونے کی وجہ سے اسی کے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کے الہام میں ہمارا پانی کہنے سے مراد نطفہ ہی ہے تو جعلنا من الماء کل شئی حی کے لحاظ سے ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کے نطفہ سے ہی ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک پانی خدا تعالیٰ کا ہے۔ اور اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے۔

ان الماء ماء ابی وجدی
وبئری ذو حفرت وذو طویت

وحی کے لئے بھی قرآن مجید میں ماء کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا ان فی ذالک لآیۃ لقوم یسمعون (نحل)

الہام کے معنے پس الہام کے معنے یہ ہوئے کہ انت من مائنا تو تو ہماری وحی سے قایم ہوا ہے۔ لوگ جتنی مخالفت چاہیں۔ کریں۔ لیکن تم نے حق کی تبلیغ میں ہمت نہ ہارنا۔ کیونکہ تو نے ہمارے کہنے سے اس بات کو اپنے ذمہ اٹھایا ہے۔ وہم من فشل۔ اور وہ لوگ جو تیرے مخالف ہیں۔ جو کہ مجسم گھبراہٹ بزدلی اور سستی۔ اور ضعف ہیں یہ الہام مسیح موعودؑ کی تسلی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور فشل کے معنے تاج العروس ولسان العرب وغیرہ

میں یہ لکھے ہیں۔

فشل یکسل وضعف وتراخی وجبن وفزع ومنہ الآیۃ اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا وقولہ تعالیٰ ولا تنازعوا فتفشلوا فتذھب ریحکم قال الزجاج ای تجبنوا عن عدوکم اذا اختلفتم اخبران اختلافھم یضعفھم وان الالفۃ تزید فی قوتھم ورجل فشل ضعیف جبان۔ (تاج العروس جلد ۸ صفحہ ۵۸)

فشل۔ سست اور کمزور اور بزدل ہو گیا اور رعب کی اور گھبرا گیا۔ اور آیت اذھمت طائفۃ الخ میں تفشلا کے معنے یہی ہیں۔ اور اسی طرح آیت ولا تنازعوا فتفشلوا کے معنے زجاج نے یہ کئے ہیں۔ کہ جب تم اختلاف کروگے۔ تو تم اپنے دشمنوں سے بزدل ہو جاؤ گے۔ اس آیت میں خبر دی ہے۔ کہ ان کا اختلاف ان کو کمزور کریگا۔ اور الفت ان کی قوت کو بڑھائیگی۔ اور رجل فشل کے معنے ضعیف اور بزدل آدمی کے ہیں۔ پس ہماد سے مراد نطفہ لیکر اعتراض کر دینا کار خردمنداں نیست۔

قولہ۔ چوتھا الہام جو مرزا کو خدا کی بیوی بناتا ہے اور بیوی بھی بال بچہ والی جس سے اطفال اللہ یعنی خدا کے بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔ یریدون ان یروا طمثک۔ ترجمہ بھی وہ لکھا جاتا ہے۔ جو مرزا صاحب نے خود کیا تھا۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ یا کسی اور پلیدی اور ناپاکی اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعام دکھلائیگا۔ جو متواتر ہونگے اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے الخ اب اس الہام سے ثابت ہے۔ کہ مرزا صاحب خدا کی بیوی تھے۔ آجتک خداوند ہونیکا کسی نے دعویٰ نہ کیا تھا۔ افسوس ایسے الہام پر۔

اقول۔ الہام یریدون ان یروا طمثک سے یہ نکالنا کہ حضرت مرزا صاحب خدا کی بیوی ہیں۔ سراسر کذب افترا ہے۔ اصل عبارت حضور انور کی ملاحظہ ہو

اسی طرح میری کتاب اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے۔ یریدون ان یروا طمثک واللّٰہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترۃ انت منی بمنزلۃ اولادی واللّٰہ ولیک وربک فقلنا یا نار کونی بردًا۔ یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائیگا۔ جو متواتر ہونگے۔ اور تجھ میں حیض نہیں۔ بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللّٰہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے۔ مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جسقدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے۔ اسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی ظلمت انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر صوفیا کا قول ہے۔ کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔ آدمؑ کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار میں مشغول رہا ہے اور وہی خوف ترقیات کا موجب ہوتا رہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ یحب التوابین ویحب المتطہرین۔ پس ہر ایک ابن آدم اپنے اندر ایک حیض کی ناپاکی رکھتا ہے۔ مگر وہ جو سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہی حیض ایک پاک لڑکے کا جسم تیار کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر خدا میں فانی ہونیوالے اطفال اللّٰہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے۔ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو۔ جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اَب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک

مشابہت ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کے پیارے بندے خدا کی محبّت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد ولم یولد ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴)

اس حوالہ کی اقوال اولیاء سلف سے تصدیق

حضرت شیخ فرید الدین عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۶۱ میں فرماتے ہیں۔

"جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے راستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے۔ اور مرید کے راستہ میں جو حیض آتا ہے۔ تو وہ گفتار سے آتا ہے اور کوئی مرید ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ اس حیض میں ہی پڑا رہتا ہے۔ اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا۔ اور ایسا آدمی بھی ہوتا ہے۔ کہ اس کو حیض نہیں آتا ہمیشہ پاکی میں رہتا ہے۔"

کیا معترض یہاں بھی کہے گا۔ کہ ہر ایک ارادت کے رستہ پر چلنے والا خدا تعالیٰ کی بیوی ہے۔ پس کیسی شرم کی بات ہے۔ کہ ایک نیک آدمی کی طرف ایسی بات کو منسوب کر دیا جائے۔ جس کا وہ خود اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ بلکہ اس کے خلاف بارہا لکھ چکا ہو۔

پھر مجالس الابرار میں لکھا ہے۔

"واما الکرامۃ بمعنی ظہور امر خارق للعادۃ فلا عبرۃ لہا بل ھی حیض الرجال"

کہ کرامت جو خارق عادت امر کے ظہور کا نام ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ تو مردوں کا حیض ہے۔

پس کیا معترض یہاں بھی وہی بکواس کریگا۔ جو اس نے تعصب کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ایک مرسل کے مقابلہ میں کی ہے۔ اور اولیاء اطفال اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ مثنوی رومی میں لکھا ہے۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر
غائبی و حاضری بس در نظر

قولہ ۔ پانچواں الہام جو مرزا صاحب کو خدا کی صفات میں شریک کرتا ہے ۔ انما امرک اذا اردت شیأا ان تقول لہ کن فیکون ۔ یہ کفر کا الہام ہے ۔ کہ ایک عاجز انسان خداتعالیٰ کی صفات میں شریک ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر مرزا صاحب اپنی کتاب کتاب البریۃ کے صہ۷۹ پر اپنا کشف اس طرح لکھتے ہیں ۔ میں نے ایک کشف میں دیکھا ۔ کہ خدا ہوں اور یقین کیا ۔ کہ وہی ہوں ۔ اور میں اس حالت میں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں ۔ الخ ۔ یہ کشف مرزا صاحب کو خدا کا شریک اور آسمان اور زمینوں کے بنانے والا ثابت کرتا ہے ۔ انتہی بالخلاصہ

اقول ۔ مذکورہ بالا دونو باتیں قابل اعتراض نہیں ہیں کیونکہ ایسے الہام اور کشوف تو خداتعالیٰ کے زیادہ مقرب ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔ کیونکہ ایسی باتیں اسی وقت کسی انسان سے صادر ہوتی ہیں ۔ جبکہ وہ فنا فی اللہ ہو کر مقام وصل اور مرتبہ قرب تک پہنچتا ہے ۔

اس کی تصدیق قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے ۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحٰی اور حدیث وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سئلنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ (بخاری) ہے ۔

نیز پہلے اولیاء وصوفیاء نے بھی ایسے الفاظ کہے ہیں ۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الاولیاء صہ۱۱ میں فریدالدین صاحب عطارؒ ابوالحسنؒ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

اور آپ نے فرمایا ۔ کبھی تو میں ابوالحسن ہوں

اور کبھی وہ میرزا ابوالحسن ہے یعنی جب ابوالحسن فنا میں ہوتا۔ تو اس وقت ابوالحسن وہ ہوتا تھا۔ اور جس وقت بقا میں ہوتا ہے۔ اس وقت جو کچھ دیکھتا ہے تمام اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا تھا۔ وہ ابوالحسن ہوتا تھا"

پھر بایزید بسطامی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"صبح کی نماز پڑھی۔ اور بعد میں انکی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدون"۔ تذکرۃ الاولیاء صہ ۱۱۷

پھر تذکرۃ الاولیاء صہ ۵۳۶۔ ابوالحسن کے متعلق لکھا ہے۔ آپنے فرمایا" کہ میں ایسے مقام میں ہوں کہ تمام ملک میں ایک چھوٹی سی مکھی بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اس کو کس واسطے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے کیا چاہا گیا ہے۔ یعنی ابوالحسن نہیں۔ الخ۔ صرف حق ہی حق رہ گیا ہے۔ اور میں درمیان سے اٹھ گیا ہوں"

پھر ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ جلد ۲ صہ ۲۴

قال اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ والمخاللۃ لا تصح الا بین اللہ وبین عبدہ وھو مقام الاتحاد"

خدا تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے اور نبی کریمؐ کا فرمانا۔ کہ اگر میں کوئی خلیل بناتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن میں خدا تعالیٰ کا خلیل ہوں۔ اور مخاللت خدا تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ہی ہوتی ہے اور وہی مقام اتحاد کا ہے۔ کہ جسمیں بندہ اور خدا ایک ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت صاحب کا الہام کہ انما امرک اذا اردت شیأ ان تقول لہ کن فیکون بھی حضرت مسیح موعودؑ کو خدا کا شریک نہیں بناتا۔ کیونکہ انسان جب مقام فنا اور مقام وصل میں پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اس کو ایسے الہام ہو سکتے ہیں۔ وصول کے معنے شاہ عبد القادر جیلانیؒ فتوح الغیب مقالہ ۱۷ میں فرماتے ہیں۔

ومعنی الوصول الی اللہ خروجک عن الخلق والھوٰی والارادۃ

والمنی بالشہوت مع فعلہ وارادتہ من غیر ان یکون منک حرکۃ فیک لا فی خلقہ بک بل بحکمہ وفعلہ وامرہ فھما حالۃ الفناء یعبر منھا بالوصول" اور وصول الی اللہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ تو مخلوق اور اپنی خواہش اور ارادہ اور آرزو سے نکل جائے۔ اور اس کے فعل اور ارادہ کے ساتھ ثابت رہے بغیر اس کے کہ تجھ میں کوئی حرکت ہو۔ .... خلق سے نہ ہو۔ بلکہ اس کے حکم اور فعل اور امر کے ساتھ کرے۔ جو کچھ کرے۔ پس یہ حالت فنا کی ہے۔ اور اسی کو وصول سے تعبیر کیا جاتا ہے

پھر مقالہ ۱۶ میں فرماتے ہیں۔

قال اللہ عزوجل واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تم یرد علیک التکوین فتکون بالاذن الصریح الذی لا غبار علیہ" اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ تم خدا کا تقویٰ کرو۔ اور تمہیں خدا تعالے علم دے گا۔ پھر تکوین تجھے سپرد ہو گی۔ پھر تو اذن صریح سے جس پر کوئی غبار نہیں ہوگا۔ تکوین کریگا۔

پھر فرماتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن ادم انا اللہ لا الہ الا انا اقول للشئی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ واولیائہ وخواصہ من بنی ادم۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں۔ اور میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں میں کسی چیز کے لئے کہتا ہوں۔ کہ ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا بنا دونگا۔ کہ تو کسی چیز کے لئے کُن (ہو جا) کہیگا۔ تو وہ ہو جائیگی۔ پھر شاہ عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس نے ایسا بہت سے انبیاء اور اولیاء اور اپنے خواص کے ساتھ بنی آدم سے کیا ہے۔ پس جبکہ اولیاء سے بھی ایسی باتیں خدا تعالیٰ کہہ دیتا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کے الہام انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون پر اعتراض کرنا کہ اس سے خدا تعالےٰ کی صفات میں شریک ماننا پڑتا ہے۔ سراسر جہالت اور نادانی اور دیدہ دانستہ جسارت اور جرأت

اور حضرت مسیح موعودؑ کے ضمن میں دوسرے اولیاء اور انبیاء کو بھی خدا تعالیٰ کے شریک ٹھیرا کر ان کی ہتک کرتا ہے۔

قولہ ۔ آپ نے جو لکھا ہے۔ کہ جھوٹے مدعی کو کامیابی نہیں ہوتی - اور نہ اس کو ۲۳ برس مہلت ملتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں ۲۳ برس کا ذکر تک نہیں۔ لو تقول والی آیت خاص محمدؐ کے حق میں ہے۔ جب آپ کے بعد کوئی سچا نبی و رسول ہونا ہی نہیں۔ تو معیار کیا۔ اور یہ آپ صاحبان کی غلطی ہے۔ کہ ناحق میعاد مقرر کرتے ہیں پہلے جبتک امکان نبی بعد محمدؐ ثابت نہ ہو۔ ظہور بھی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اقول ۔ آیت لو تقول خاص نبی کریمؐ کے حق میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمام انبیاء کے لئے یہ معیار صداقت ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل ماکنت بدعا من الرسل۔ کہ اے رسول تو لوگوں سے کہدے۔ کہ میں کوئی دوسرے رسولوں سے نئے طریق پر نہیں آیا۔ کہ تمہیں میرے ماننے میں کوئی مشکل ہو۔ بلکہ میرے سچا ہونے کی بھی وہی معیار ہیں۔ جو دوسرے رسولوں کے ہیں۔ اور نیز آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل الخ عموم پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

" واعلم ان حاصل ھٰذہ الوجوہ انہ لو نسب الینا قولا لم نقلہ لمنعناہ عن ذالک اما بواسطۃ اقامۃ الحجۃ فانا کنا نقیض لہ من یعارضہ وحینئذ یظھر للناس کذبہ فیہ فیکون ذالک ابطالا لدعواہ وھدما لکلامہ واما بان نسلب عنہ القدرۃ علی التکلم بذالک لقول وھذا ھو الواجب فی حکمۃ اللہ تعالیٰ لئلا یشتبہ الصادق بالکاذب "

جان لے کہ حاصل ان وجوہ کا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر ہماری طرف کوئی ایسا قول جس کو ہم نے نہیں کہا۔ منسوب کرے۔ تو ہم اسکو روک دیں۔ اس سے یا تو بوسط حجت کے قایم کرنے کے کہ ہم اس کا ایک معارض و مقابل بنا دیں۔ جو اس سے معارضہ کرے۔ اور پھر لوگوں کے لئے اس کا کذب ظاہر ہو جائے۔ تو یہ اس

کے دعویٰ کے ابطال کا ثبوت ہوگا۔ اور یا اس طرح کہ ہم اس سے اس قول پر کلام کرنے کی قدرت چھین لیں اور یہی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں تاکہ صادق کاذب سے مشتبہ نہ ہو جائے۔

پھر لقطعنا منہ الوتین کے معنے یہ لکھے ہیں

"نیاط قلبہ بضرب عنقہ وھو تصویر لاھلاکہ بافظع ما یفعلہ الملوک بمن یغضبون علیہ وھو ان یاخذ القتال بیمینہ ویکفحہ بالسیف ویضرب عنقہ"

یعنی ہم اس مفتری کی دل کی رگ کو گردن اڑا کر کاٹ دیتے ہیں۔ اور پھر فما منکم من احد عنہ میں ھو کی ضمیر کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ عن القتل والمقتول یعنی اگر کوئی خدا تعالےٰ پر افترا باندھے۔ تو خدا اسکو قتل کر دیتا ہے۔ اور کوئی سلطنت وغیرہ خدا تعالےٰ کے کام میں روک واقع نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔ علامہ ابی سعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۲۹۱۔ اور اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۲۹۱ و روح البیان جلد ۴ صد ۴۶۲ میں ہے۔

پس جبکہ آیت لو تقول علینا سے ثابت ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔ اور نبی کریمؐ کے لئے خاص نہیں ہے۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا۔ کہ ایک نبی کریمؐ کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماوے۔ کہ اگر یہ ہم پر جھوٹ باندھتا۔ تو ہم اس کو قتل کر دیتے۔ اور دوسروں کے لئے نہ فرمائے۔

رہا یہ کہ ۲۳ سال تم کہاں سے نکالتے ہو۔ تو ۲۳ سال کی میعاد ہم اسوجہ سے مقرر کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ دعوٰے نبوت کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے۔ تو آپؐ کا ۲۳ سال زندہ رہنا آپؐ کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ پس جو دعوی نبوّت کر کے ۲۳ سال زندہ رہے۔ تو وہ لامحالہ صادق ماننا پڑے گا۔

۲۳ سال مہلت کا حوالہ

عقاید نبراس میں لکھا ہے۔

فان العقل یجزم بامتناع اجتماع ھذہ الامور فی غیر الانبیاء وان یجمع اللہ ھذہ الکمالات فی حق من یعلم انہ یفتری علیہ تعالیٰ بدعوی الرسالۃ

ثم یمہلہ ثلاثا وعشرین سنۃ " شرح عقاید نبراس صہ ۴۴ ۔ انبیاء ماضیہ کی سیرت پر اطلاع پانے کے بعد عقل جزم کرتی ہے کہ ان امور کا غیر انبیاء میں اجتماع ممتنع ہے ۔ اور یہ بھی ممتنع ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ ان کلمات کو اس شخص کے حق میں جمع کرے ۔ جو خدا تعالےٰ پر افترا کرتا ہے ۔ رسالہ اور کتاب کے دعویٰ کے ساتھ پھر یہ بھی ممتنع ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ۲۳ سال مہلت دے ۔ اس پر شارح نبراس لکھتا ہے ۔

فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث وعمرہ اربعون سنۃ وتوفی وعمرہ ثلاث وستون سنۃ علی الصحیح وقد ادعی بعض الکذابین النبوۃ کمسیلمۃ الیمامی والاسود العنسی وسجاح الکاہنۃ فقتل بعضھم وتاب بعضھم وبالجملۃ لم ینتظم امر الکاذب فی النبوۃ الا ایاما معدودۃ "

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ۔ اور اصح یہی ہے ۔ کہ تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی ۔ اور بعض کذابین نے جیسے کہ مسیلمہ یمامہ کے رہنے والے اور اسود عنسی اور سجاح کاہنہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ۔ بعض ان میں سے قتل کئے گئے ۔ اور بعض نے ان میں سے رجوع کر لیا ۔ بالجملہ بات یہ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت کا امر نہیں رہتا ۔ مگر تھوڑے دن ۔ دیکھئے ۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ۔ کہ جھوٹا مدعی نبوت ۲۳ سال سے زیادہ مہلت نہیں پا سکتا ۔ اور اگر کوئی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہے ۔ تو وہ یقیناً سچا ہے ۔ اور جس نے بھی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ وہ ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہا ۔ رہی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے یا نہیں ۔ سو ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبد الوہاب شعرانی جلد ۲ صہ ۲۴

اعلم ان النبوۃ لم ترتفع مطلقا بعد محمد صلے اللہ علیہ وسلم وانما ارتفع نبوۃ التشریع فقط فقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا

رسول بعدی ای ما ثم من یشرع بعدی شریعة خاصة فھو مثل قوله صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلك کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہٗ۔

جان لے کہ نبوت مطلقاً نبی کریمؐ کے بعد مرتفع نہیں ہوئی۔ صرف تشریعی نبوت اُٹھ گئی ہے۔ پس نبی کریمؐ کا قول کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی خاص شریعت والا نبی نہیں تو یہ آپ کا قول ایسا ہی ہے، جیسا کہ آپ کا قول کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا۔ تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہے۔ اور جب قیصر ہلاک ہو جائیگا۔ تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔

پھر صے ۲۴ میں لکھتے ہیں۔

وعبارة الشیخ محی الدین فی الباب الثانی والستین واربعمائة من الفتوحات قد ختم اللہ تعالیٰ بشرع محمد صلے اللہ علیہ وسلم جمیع الشرائع فلا رسول بعدہٗ یشرع ولا نبی بعدہٗ یرسل الیہ بشرع"

اور شیخ محی الدین فتوحات مکیہ کے ۴۶۲ باب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم کی شرع پر تمام شرائع ختم کر دی ہیں۔ پس آپؐ کے بعد کوئی شارع رسول و نبی نہیں ہوگا۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو خدا کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے۔

"مرزا صاحب مسیلمہ کی طرح کیوں کافر نہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اسلامی سلطنت نہیں۔ ورنہ کیا دعوے اور کیسی نبوت۔ آٹا دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا"

پس اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ قتل تو کئے جاتے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نہ ہوتی۔ اور اسلامی سلطنت ہوتی۔ پس اسلامی سلطنت کا نہ ہونا حضرت مسیح موعودؑ کے عدم قتل کا باعث ہوا ہے۔ لیکن اس نادان کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ تو جھوٹے نبی کے قتل کے لئے فرماتا ہے۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین کہ اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعوے کرے۔ تو اس کو خدا

قتل کر دیتا ہے۔ اور یہ انسانی گورنمنٹیں وغیرہ خدا کو اس کام سے روک نہیں سکتیں لیکن معترض کے نزدیک گورنمنٹ کا وجود مسیح موعودؑ اور خدا کے درمیان حائل ہو گیا جس کی وجہ سے خدا کو یہ طاقت نہ رہی۔ کہ وہ مسیح موعودؑ کو جس نے جھوٹا دعوے کیا۔ قتل کروا دیتا۔

پس بتاؤ۔ کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے۔

قولہ - علاوہ بریں حضور علیہ السلام مسیلمہ سے پہلے راحت فرمائے ملک جاودانی ہوئے۔ اور مسیلمہ بعد میں زندہ رہا۔ جس سے مرزا صاحب کا یہ قاعدہ مقرر کرنا بھی غلط ہوا۔ کہ جھوٹا سچے کے سامنے فوت ہوتا ہے۔

اقول - حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں یہ قاعدہ نہیں باندھا۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ضرور ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہاں مباہلہ کے وقت ضروری ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو۔ اور اس کی تائید قرآن مجید کی آیت **ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین** سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۴۶ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"مباہلہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ سچا جھوٹے سے الگ ہو جائے۔ اس کام کیلئے فقط مباہل کافی ہے۔ لیکن ابناء و نساء کا بھی ہمراہ لینا اس لئے ہے۔ کہ ان کے لینے میں زیادہ تر وثوق ثابت ہوتا ہے۔ صدق پر یقین پایا جاتا ہے۔ کہ مع گھر بار کے حاضر ہیں۔ اگر مباہلہ ہوگا۔ تو خصم بھی مع اپنے سب گھر بار کے برباد جاویگا۔" اسی طرح ملاحظہ ہو۔ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۶۔ اور معترض کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا۔ ہاں اگر وہ مباہلہ کرتا تو وہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہلاک ہو جاتا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا فرمانا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مباہلہ پر منحصر ہے۔

قولہ - عذاب نبی کی خاطر خدا تعالےٰ منکروں پر بھیجتا ہے - نہ کہ ہر ایک عذاب کے آنے پر نبی بھی آجاتا ہے -

اقول - اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں - کہ موجودہ زمانہ میں جو عالمگیر عذاب اور تباہیاں آئیں - تو وہ مسیح موعودؑ کی خاطر آئیں - اور پھر یہ بھی کہ وہ آپ کے الہاموں کے مطابق آئیں - آپ نے پہلے اپنے ہی الہامات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا - کہ تم پر مصائب آئینگی اور طاعون پڑیگا زلزلے آئینگے - قحط پڑے گا وغیرہ وغیرہ - پس اسی طرح آپؑ کے الہامات کے مطابق دنیا میں وبائیں پھیلیں - اور منکرین نے جب آپ کا انکار کیا - تو انکار کرنے کے بعد آپکی خاطر مصائب و آفات دنیا پر نازل ہوئیں - مگر اندھے نہ سمجھے -

قولہ - یہ آپکا لکھنا بھی غلط ہے - کہ مرزا صاحب کو اپنے دشمنوں کے مقابل کامیابی ہوتی گئی - ہمارے نبی کے مقابل چار گروہ تھے - مشرکین عرب منافقین - عیسائی - یہودی - خدا تعالےٰ نے چاروں گروہوں پر حضرت محمد رسول اللہ کو فتح دی - اور آپؐ کی زندگی میں مخالفین کا ایک فرد تک نہ رہا - اور تمام عرب اسلام کے نور سے منور ہوا -

اقول - اس قول میں معترض نے بہت جھوٹ بولا ہے - کیونکہ نبی کریمؐ کو چاروں گروہوں نے ہرگز قبول نہیں کیا - بلکہ نبی کریمؐ تو فرماتے ہیں :-

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم انہ قال لو آمن بی عشرۃ من الیھود لآمن بی الیھود (رواہ البخاری)

ابی ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا - کہ اگر مجھ پر دس بڑے یہودی بھی ایمان لے آئیں - تو مجھ پر تمام یہود ایمان لے آئیں - اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی ارشاد الساری جلد ۶ صفحہ ۲۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں -

لآمن بی الیھود ای کلھم وعند الاسماعیلی لم یبق یھودی الا

اسلم یعنی لا امن بی الیہود سے مراد تمام کے تمام یہود ہیں۔ اور اسماعیلی نے اس کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ کوئی یہودی بغیر اسلام لانیکے باقی نہ رہتا۔ پھر لکھا ہے۔

وقال فی الفتح الباری والذی یظہرہ الخ۔ اور فتح الباری میں یہ لکھا ہے۔ کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو کہ اس وقت رؤسا تھے۔ اور باقی ان کے تابع تھے۔ پس ان رؤساء میں سے بہت قلیل ایمان لائے۔ جیسے کہ عبد اللہ بن سلام اور نبی کے مدینہ میں آنے پر یہود میں بڑے بڑے رؤسا بنی نضیر سے ابو یاسر بن اخطب اور اس کا بھائی حیی ابن اخطب اور کعب بن الاشرف اور رافع بن ابی الحقیق اور بنی قینقاع سے عبد اللہ بن حنیف اور فنحاص اور رفاعہ بن زید اور قریظہ سے زبیر بن باطیا اور کعب بن اسد اور شمویل بن زید۔ یہ لوگ ہیں جن میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا۔ اور یہ سارے یہود میں رؤسا تھے۔ پس کیا معترض کا یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے؟ کہ عرب کا ہر ایک فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مسلمان ہو چکا تھا۔ اور پھر نبی کریمؐ وصیت فرماتے ہیں اخرجو المشرکین من جزیرۃ العرب کہ تم کو چاہئے۔ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکالدو۔ پس اگر آپؐ کی وفات کے بعد مشرکین باقی نہیں رہے تھے۔ تو پھر یہ آپؐ نے وصیت کس لئے کی تھی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ آنحضرتؐ کا جس سے مقابلہ ہوا۔ وہ ہلاک ہوا۔ اور اس نے شکست کھائی۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کے بھی جو مقابل آیا اس نے ذلت اٹھائی۔ اور مورد ہلاکت ہوا۔

رہا مہدی کے متعلق تو جیسا کہ مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے۔ کہ مہدی کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے اکثر مجروح ہیں۔ مہدی تو پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۵ میں مامون عبد اللہ کے لڑکے مہدی محمد کو حدیث المہدی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی کا مصداق قرار دیا ہے پس ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ امت محمدیہ میں مہدی نہیں آسکتے۔ ضرور آسکتے ہیں۔

ہاں جو مسیح موعودؑ ہے۔ وہ مہدی بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ اور عقاید نمبر اس کے اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ ثم الاصح انہ یصلی بالناس ویؤمہم ویقتدی بہ المہدی لانہ افضل فامامتہ اولیٰ۔

پس اے منکران مسیح موعودؑ! تم ضلالت و غوایت کو چھوڑ دو اور سیدھے رستہ کو اختیار کرو۔ اور ٹیڑھے رستے پر نہ چلو۔ اور خدا تعالےٰ کا فرمان یاد رکھو۔ کہ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم کہ جب بنی اسرائیل نے کجروی کو اختیار کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کے دلوں کو بھی ویسا ہی ٹیڑھا کر دیا۔

اعتراضوں کو چھوڑ دو۔ اور مسیح موعودؑ کی پیروی اختیار کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے مرسلوں کے پہچاننے کی یہی علامت ہے۔ کہ ان میں سے ایک پر جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہی دوسرے مرسل پر بھی پڑتا ہے۔ آخر میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ سب کو ہدایت پر لائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(جلال الدین مولوی فاضل سیکھوانی)

مکالمہ شیعہ و احمدی

بریت حضرت ابوبکر صدیق دربارہ احراق فجاۃ متذبذیق

شیعہ۔ فجاۃ سلمی اصحاب بدر میں سے تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ نے اس غریب کو مرتد قرار دیکر آگ میں جلوا دیا۔ اس سے بڑھکر کیا ظلم و ستم ہو سکتا ہے۔ کہ خلیفہ رسول جنگ بدر میں شامل ہونیوالوں کے ساتھ ایسا بیرحمی کا سلوک روا رکھے۔ توبہ ہے!

احمدی۔ واضح ہو۔ کہ رسول صلعم کی وفات کے بعد ہی اکثر بلکہ تمام قبائل عرب مرتد ہو گئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکمال جوانمردی و ہمت خداداد ان دشمنان اسلام کی قرار واقعی سرکوبی فرمادی۔ بعض تائب ہو کر دربارہ حلقہ بگوش اسلام بھی ہو گئے۔ ان ہی مرتدوں میں سے یہ فجاۃ سلمی بھی ہے۔ شیعوں کو چونکہ ابوبکر

صدیق رضؓ سے للّٰہی بغض ہے۔ اور قاعدہ ہے۔ کہ جس کے ساتھ بغض و عداوت ہو
اس کا بڑے سے بڑا ہنر بھی عیب ہی نظر آتا ہے۔ صدیق کی اس بےنظیر خدمت اسلام
اور حمایت دین پر بھی شیعہ صاحبان بجائے اس کے کہ کچھ تحسین و آفرین کریں۔
الٹا نفرین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دراصل مرتد کوئی نہیں ہوا تھا۔ ابوبکر رضؓ نے
ناحق ناروا مسلمانوں کو قتل کرایا۔ اور خاصکر فجاۃ سلمی کے بارہ میں ان کو سخت
کاوش ہے۔ کہ ابوبکر رضؓ نے اس کو کیوں جلوا بھی دیا تھا۔ مجھ کو یاد پڑتا ہے۔ کہ
رسالہ اصلاح میں جو غالباً ماہ صفر ۱۳۳۶ھ کا تھا۔ فجاۃ سلمی کی حمایت میں ایڈیٹر
صاحب نے کافی سے زیادہ قلم فرسائی فرمائی تھی۔ تعصب کے جوش میں فجاۃ کو اصحاب
بدریین سے بھی ظاہر کر دیا۔ مگر ثبوت کچھ نہیں دیا تھا۔ البتہ استیعاب جلد اص ۲۲۲
سے فجاۃ کے جلوائے جانے کا حوالہ دے دیا تھا۔ جس کا مقابلہ میں نے اصل کتاب
سے کر لیا تھا۔ اور وہ واقعی درست تھا۔ آپ نے بھی غالباً اسی رسالہ کو دیکھ کر یہ اعتراض
پیش کیا ہے۔ لیکن اتنے بڑے الزام کو صدیق کی طرف منسوب کرنے کے لئے پہلے
فجاۃ کا اصحاب بدر سے ثابت کرنا نہایت ضروری تھا۔ جو وہ نہیں کر سکے۔ اور
شاید آئندہ بھی نہ کر سکیں۔ کیونکہ جیسے کہ ناظرین کو آگے چل کر واضح ہو جائیگا۔
فجاۃ مومن اور اصحاب بدر سے تو کجا۔ بلکہ بڑا دلیر چالاک بیباک۔ بےرحم ڈاکو اور
مرتد زندیق مکار پر غدر تھا۔ اور یہ کوئی ایسا اعتراض نہیں ہے۔ جو محققین اہل سنت
کی نظروں سے مخفی رہا ہو۔ بلکہ یہ اعتراض اور اس کی تردید کتب عقاید میں بھی ہے۔
اور فجاۃ کوئی ایسا اعجوبہ مخلوقات سے نہیں ہے۔ کہ اس کی شخصیت سے اس کے
ہمعصر واقف ہی نہ ہو سکے ہوں۔ کہ وہ جنگ بدر میں تو جان نثاران رسول
مقبولؐ میں نظر آئے۔ اور بعد وفات حسرت آیات آنحضرتؐ وہی جان نثار مرتدوں
کا سردار ناہنجار اور مسلمانوں کے جان و مال کا دشمن خونخوار ہو جائے۔
بلکہ وہ تو ایسا مشہور و معروف مرتد ہے۔ جس کا ذکر اور جس کے ارتداد و عناد
بے حد کا حال مورخین نے بکمال شرح و بسط لکھدیا ہے۔ باوجود اس کے شیعوں کا

اسکو مسلمان بتلانا بلکہ اصحاب بدر میں دکھلانا اور صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اس وقت کے مظلوم مسلمانوں کی ہمدردی کی بجائے جو ظالم فجاۃ اور اس کی فوج ستم موج کے ہاتھ سے لوٹے گئے۔ اور شہید ہو گئے۔ فجاۃ کے قتل اور احراق پر حسب عادت شور مچانا۔ آنسو بہانا۔ اور جھوٹ موٹ طوفان بہتان اٹھانا نہایت ہی افسوس کے قابل ہے۔

فجاۃ کے متعلق اگر کوئی قابل اعتراض بات بظاہر نظر آتی ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ اس کو زندہ جلایا گیا تھا۔ لیکن یہ اعتراض نہ صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی ختم ہوجاتا ہے بلکہ شیعہ و سنی کے مولا جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ کتب معتبرہ فریقین سے ثابت ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن سبا اور اس کی جماعت میں سے چند آدمیوں کو جو آنجناب کو خدا کہتے تھے۔ بڑے اہتمام سے آگ روشن کروا کر اس میں زندہ ڈلوا دیا تھا۔ بخاری میں وارد ہے۔ عن عکرمہ قال اتی علی بزنادقۃ فاحرقھم۔ (بخاری باب قتل اہل الردۃ والمعاند۔ ترجمہ۔ جناب علی علیہ السلام کے پاس زندیق پیش کئے گئے پس آپ نے ان کو جلوا دیا۔

شیعوں کی معتبر کتاب ارشادیہ شرح اعتقادیہ میں فرقہ سبائیہ کا یعنے غالی شیعوں کے بانی عبداللہ بن سبا کے ضمن میں لکھا ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے جب اس کے فاسد عقیدہ کی بابت سنا۔ تو اس کو اپنے حضور میں بلایا۔ اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ باز نہ آیا۔ تو اس کو قید میں رکھا گیا۔ پھر بھی نہ مانا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ "آپ نے اس کو قید کیا۔ پھر بھی وہ توبہ کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اور اس اعتقاد باطل سے نہ پھرا۔ آخر آپ نے اس کو قید خانہ سے نکال کر آگ میں جلا دیا" ارشادیہ مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فجاۃ کو آگ میں ڈالنا اگر خطائے اول ہے۔ تو جناب علی علیہ السلام کی ذات سے اپنے وقت میں اسی فعل کا دوبارہ ظہور میں آنا زیادہ تر قابل اعتراض

ہوجاتا ہے۔ لیکن وہ دونو بزرگوار اپنے دور کے دینی مجرموں کی شقاوت و مفسدہ پردازی کا اندازہ خود ہی بخوبی کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے افعال کے وہ خود جوابدہ اور ذمہ وار ہیں ان دونو کے پیرواں سے بازپرس انشاءاللہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے۔

تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ط اب میں فجاۃ کے متعلق کچھ ایک دو حوالے ایسے عرض کر دیتا ہوں جس سے اس کی پوزیشن صاف ہوجائے۔ یعنی یہ کہ آیا وہ واقعی مومن بدری ہے یا مرتد مکار غداری ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ شرح مواقف میں شیعوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ فجاۃ کو جلوانیکا حکم ابوبکرؓ نے کیوں دیا۔ لکھا ہے۔ واحراق فجاۃ انما کان لاجتہادہ وعدم قبول توبتہ لانہ زندیق لا یقبل توبۃ الزندیق فی الاصح (شرح مواقف مطبوعہ نولکشور) یعنے فجاۃ کا جلوانا صدیقؓ کے اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔ اور یا باعث نہ قبول ہونے اسکی توبہ کے کیونکہ وہ زندیق ہے۔ اور از روئے احادیث صحیحہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ شیعوں کی معتبر تاریخ ناسخ التواریخ میں فجاۃ کا حال ذرا مفصل ہے اس کا ترجمہ اصل فارسی سے اردو میں حسب ذیل ہے۔

قصہ فجاۃ ونخبہ۔

منقول ہے کہ بنی سلیم کے قبیلہ میں سے ایاس بن عبداللہ بن عبدیالیل بڑی چوری اور راہزنی کرتا اور خونریزی اور لوٹ مار کے واسطے قبائل عرب پر اچانک آپڑتا تھا۔ اسی لئے عرب والوں نے اس کا نام فجاۃ رکھدیا۔ جسوقت بنی سلیم مرتد ہوگئے۔ فجاۃ نے بھی طریق ارتداد اختیار کیا۔ اسی طرح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ جب مرتدوں کے واسطے لشکر روانہ کررہے تھے۔ معنؓ بن واثلہ کو ایک جماعت کے ساتھ بنی سلیم کی طرف بھیجا۔ معنؓ گئے۔ اور ان کے ساتھ جنگ کیا۔ اور کشش و کوشش کے بعد ایک گروہ تو مسلمان ہوگیا۔ اور ایک جماعت بھاگ گئی فجاۃ بھی ارتداد کی ہی حالت میں بھاگ گیا۔ اور معنؓ کے خوف سے ہر روز کبھی اس قبیلہ میں جاتا کبھی اس قبیلہ میں۔ یہاں تک کہ خالدؓ طلیحہ کے جنگ سے فارغ

ہو گئے۔ اس کے بعد معنؓ بن وائلہ اپنے بھائی طریفہؓ کو اپنی ماتحتی میں بنی سلیم پر
تعینات کر کے خود خالد کے ہمراہ چلے گئے۔ اس وقت فجاۃ نے اپنے رفیق نجبہ کو جو جوری
میں اس کا یار غار تھا۔ کہا۔ کہ مسلمان تو میں کبھی ہونے کا نہیں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں
کہ آخرکار مسلمانوں کے ہی ہاتھوں سے قتل ہونا ہے۔ جب انجام کار ایسا ہی ہونا ہے۔
تو بہتر یہی ہے۔ کہ مردانگی کے جوہر دکھاؤں۔ اور خالد اور ابوبکر کے دل کو ذرا خوب دکھا
تو لوں۔ یہ کہا۔ اور نجبہ کو اپنے ساتھ کر مدینہ کو ہو لئے۔ اور مدینہ میں پہنچکر ابوبکر کے
پاس گئے اور مثل طریقہ اہل اسلام سلام دیا اور کہا۔ کہ میں تو حضرت رسولؐ کے سامنے
مسلمان ہو چکا تھا۔ اور دیکھیے۔ کہ تمام عرب میں کوئی ایسا مرد نہیں جس کو نہ پہچانوں کیونکہ
جاہلیت میں میرا پیشہ ہی طراری اور خونخواری اور قبائل میں جا کر لوٹ مار کرنا تھا۔ بہت سے
عرب دیہاتیوں کو جانتا ہوں۔ جو مرتد ہو گئے ہیں۔ اور کسی کو ان کی خبر ہی نہیں۔ میں
ہوں۔ کہ ان سب کو مسلمان بناؤں یا قتل کر دوں۔ لیکن آج مجھ میں اسقدر طاقت نہیں
ہے۔ جب بہادر کے پاس نیزہ و تلوار نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے شیر کی ہے۔ جس کے پنجہ
و دانت نہ ہوں۔ اگر مرضی ہو۔ تو جنگ کے اسلحہ اور تیز رفتار اونٹ سے مجھکو قوی
کر دیں۔ تاکہ نجبہ کے ساتھ تمام قبائل میں ایک چکر لگاؤں۔ اور جس جگہ جانوں۔ کہ کوئی مرتد
خالدکی تلاش سے بچ رہا ہے۔ میں اس کو ڈھونڈھ نکالوں۔ اور اس کو ہلاک کر دوں۔ بارے
میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ ابوبکرؓ کو یہ دلفریب باتیں پسند آئیں۔ اس کو دو گھوڑے
دئے۔ اور تلوار اور تیر و کمان سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور دس مرد مسلمان ساز و سامان اور خوراک
اور چارہ کے ساتھ اس کے ہمراہ مقرر کر دئے۔ اس پر فجاۃ خوش و خرم مدینہ سے نکلا۔
بعد اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔ اور مرتدوں کو اطلاع دیں۔ اور وہ رستہ میں اس سے
آکر مل گئے۔ ان کی جمعیت خوب قوی ہو گئی۔ تو وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہوا
اور ان سب کو شہید کر دیا۔ اور جو کچھ ان کے پاس تھا۔ ان کو لوٹ لیا۔ مرتد لوگ اس
کی اس حرکت سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہر طرف سے آ کر اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے
جب کثیر التعداد ہو گئے۔ تو قتل اور غارت گری پر کمر باندھی۔ اور اس قبیلہ سے اس قبیلہ پر

حملہ آور ہوتے۔ اسی طرح تین مہینے کا عرصہ گذر گیا۔ جب ابوبکرؓ کو خبر ہوئی۔ ایک جماعت بنی سلیم اور قیس غیلان کو جو حاضر تھی۔ کہا۔ کہ تم کو کچھ خبر ہے۔ کہ اس دغاباز گمراہ کا ارادہ کیا ہے۔ وہ شرمسار ہوئے۔ اور کہا۔ کہ ہم تو جانتے نہ تھے۔ کہ یہ گمراہ آخر مخالف ہو جائے گا۔ اور ہم کو شرمندہ کرائے گا۔ ضحاک بن سفیان الکلابی اٹھا۔ اور کہا۔ اے خلیفہ رسول میں اس پلید کو جانتا تھا۔ لیکن گمان نہ تھا۔ کہ ایسی کرتوت کی جرأت کرے گا۔ غرض ابوبکرؓ نے ولید کو فرمان لکھ بھیجا۔ کہ فجاۃ کو جلد سے جلد گرفتار اور بندی کر کے مدینہ روانہ کرے۔ جب خالد کو ابوبکرؓ کا فرمان پہنچا۔ اس نے طریفہ کو جو اس کے بھائی معن بن حاجزہ کی طرف سے بنی سلیم کی نیابت پر مقرر تھا۔ فجاۃ کے مقابلہ کے لئے مامور کیا۔ اور ایک لشکر اس کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ ناچار طریفہ لشکر کو ساتھ کر کے بنی سلیم کے اندر سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ فجاۃ کو جب علم ہوا۔ اس کے مقابلہ کو منظور کیا۔ اور باہم سخت جنگ ہوئی۔ اور مسلمانوں کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں تباہ ہو گئے۔ اچانک ابوشجرہ بن عبد العزیٰ اور ایک جماعت مرتدوں میں کی اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔ اور بجائے حملہ کے مسلمانوں کے لشکر میں آملے۔ طریفہ کے لشکر کو اسی طرح تازہ قوت پہنچ گئی۔ اور چاروں طرف سے فجاۃ کو گھیر لیا۔ اور سختی سے حملہ آور ہوئے۔ جب فجاۃ نے یہ حال دیکھا۔ گھوڑا میدان میں دوڑانے لگا۔ کہ شاید مسلمانوں کو کچھ ضرر پہنچا کر فتح حاصل کر سکے۔ اچانک اسی گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور منہ کے بل گر پڑا۔ لشکر کے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس کو قید کر لیا۔ دوسرے مرتدوں نے جب فجاۃ کا یہ حال دیکھا۔ یک دفعہ ہی پیٹھ دکھا کر بھاگے۔ طریفہ نے موضع حرا تک ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت سے سوار اور سواری کے جانور ہلاک کئے۔ نجبہ بھی اس جگہ پر چھوڑا گیا۔ پھر اس جگہ سے واپس ہو کر فجاۃ کو بھاری بیڑیاں ڈال دیں۔ اور سوار کر کے اس کو مدینہ میں لے گئے۔ اور وہاں جب پہنچے۔ اس کو ابوبکرؓ کے پیش کیا۔ ابوبکرؓ نے اس سے کم و بیش کلام کچھ نہ کیا۔ اور طریفہ کو حکم دیا۔ کہ فجاۃ کو مدینہ سے باہر لے جاوے۔ اور بقیع غرقد میں بہت ساری آگ روشن کی گئی۔ اور اسی طرح کہ اس کے ہاتھ

گردن سے بندھے تھے۔ آگ میں ڈال دیا۔ تا جسد پلیدش پاک بسوخت۔
دیکھو ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران۔ کتاب ابوبکر جلد دوم کتاب دوم ص۱۱۶
پیارے معترض! یہ ہے فجاۃ بدسرشت۔ اور اس کی اگلی پچھلی سرگذشت
فرمائیے کہ کوئی منصف مزاج مسلمان ایسے شریر اور مفسدہ پرداز دشمن اسلام سے
ہمدردی کا دم بھر سکتا ہے؟ سوائے شیعہ صاحبان کے جنکو ابوبکرؓ کے بغض
کے باعث ان کے برخلاف ایک ہنگامہ آرائی ضروری ہے۔
ثانی اثنین کا فریق ثانی چاہیے۔ کوئی مشرک کافر ہو۔ یا مرتد غادر۔ کچھ بھی ہو لیکن
شیعوں کی ہمدردی اسی کے ساتھ ہے۔ بقول شخصے ؎

نازم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

خاکسار خادم حسین۔ کلکتہ

ریویو

رسول مقبول حصۂ اول یہ مسلمانوں میں حقیقی زندہ دلی و بیداری پیدا کرنیوالے ٹریکٹ سیریز کا نمبر۶ ہے۔ اسمیں ہمارے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کی مقبولیت دکھائی ہے اور اس زمانہ کے واقعات وحالات سے دکھایا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئے۔ قیمت ۳/

معین المبلغین حصۂ اول ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے دوسری دفعہ بہت سے ضروری اضافوں اور مناسب اصلاح کیساتھ شایع کیا ہی۔ یہ رسالہ مسائل احمدیت کے متعلق علم واقفیت کے لئے بہت ہی مفید ہی کیونکہ اسمیں سب ضروری معلومات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۸/ لکھوائی چھپوائی کاغذ سب نفیس ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ کتب خانہ فرید آبادی۔ قادیان۔ پنجاب۔

قاعدۂ یسرنا القرآن کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ مینیجر دفتر قاعدۂ یسرنا القرآن۔ قادیان

اطلاع وی پی جن خریداروں نے ابھی تک سنہ ۱۹ء کی قیمت نہیں دی اُنکے نام اگلا رسالہ ماہ مئی کا وی پی ہوگا۔ مینیجر رسالہ تشحیذ۔

سرمہ یاقوتی

اس سرمہ کی نسبت جو دو روپے ماشہ کے حساب حکیم محمد اسمٰعیل گرڈھیالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ملتا ہے۔ مولانا محمد سرور شاہ صاحب مندجہ ذیل سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔

"میں نے حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کا سرمہ یاقوتی جس کا دوسرا نام نور کا ظہور ہے۔ چند بعد استعمال کر کے دیکھا ہے۔ حق بات یہ ہے۔ کہ مجھے یہ سرمہ بہت مفید معلوم ہوا ہے۔ پہلے یہ کسی قدر آنکھوں کو لگتا ہے مگر جب نقص دور ہو جائے۔ تو پھر نہیں لگتا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس کے خریدنے والے نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ قابلقدر فائدہ اٹھائیں گے۔

کشف الاختلاف

مولانا محمد سرور شاہ صاحب فاضل سلسلہ احمدیہ نے یہ رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے کی قادیان سے علیحدگی کے حقیقی اسباب کیا ہیں۔ واقعات ایسے تسلسل اور حالات ایسی صداقت سے لکھے ہیں۔ کہ ان کے برسر باطل اور اپنے حق پر ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا۔ یہ رسالہ اصحاب پیغام میں خوب تقسیم ہو چکا ہے۔ ۴؍ فی رسالہ کے حساب سے ملے گا۔ محصولڈاک علاوہ۔

مختلف رسالے

مجھے چند رسالے مولوی محمد عنایت اللہ صاحب مالک نصیر بک ایجنسی قادیان نے ریویو کے لئے دئیے ہیں۔

(۱) گلشن احمدیہ (۲) تحفہ قادیان میں اردو منتخب دلچسپ نظمیں ہیں۔ (۳) اشتیاق قادیان کے ساتھ بارہ ماہ احمدی پنجابی میں ہے (۴) سی حرفی آثار مسیح کے بیان میں مصنفہ میاں ہدایت اللہ صاحب لاہوری (۵) گلدستہ احمدی مولوی غلام رسول (۶) نماز احمدی جس میں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا ثبوت بھی ہے۔ اور طریق نماز بھی بہت مفید کتاب پنجابی منظوم ہے قیمت ۲؍

گلدستہ احمدیہ حصہ دوم

برادر محمد یمین صاحب تاجر کتب نے مختلف مضمون کا مجموعہ شایع کیا ہے۔ قیمت ۳؍

قاعدہ یسرنا القرآن کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔ مینیجر دفتر قاعدہ یسرنا القرآن قادیان پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۵۶

Digitized by Khilafat Library

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے۔ کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد و متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ر

چھ مشہور دواؤں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۶ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف نئے اصحاب کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے۔ جس میں اس قدر کافی ہر ایک دوا ہے کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں۔ جن کے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔

دوائیوں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ و گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔

دمہ کی دوا۔ فوراً دمہ کو دبا دیتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

جلاب کی گولیاں۔ آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔

قیمت فی بکس عہ۔ محصولڈاک ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

7 APR. 2
PESHA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

Digitized by Khilafat Library

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل	قیمت ہر سال ۱ مع محصول	تمام خط و کتابت بنام منیجر

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ مئی ۱۹۲۰ء مطابق ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۸ ہجری	نمبر ۵

فہرست مضامین

		صفحہ	
(۱)	وفات مسیح پر ایک نئی دلیل	۱ - ۱۲	مولانا محمد سرور شاہ صاحب فاضل سلسلہ احمدیہ
(۲)	قدامت روح و مادہ کے متعلق وید و اپنشد کے حوالجات پر ایک تنقیدی نظر	۱۲ - ۲۳	منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر قادیان
(۳)	بائبل میں اختلافات	۲۳ - ۲۹	
	شذرات	۲۹ - ۳۲	
(۴)	کیا امام غائب ابھی ظاہر نہ ہوئے	۳۲ - ۳۵	سید صادق حسین صاحب اٹاوی
(۵)	کیا آیت اموات غیر احیاء سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی	۳۵ - ۴۴	فاضل جلال الدین صاحب شمس سیکھوانی

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا - اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

[illegible]

[illegible]

ایک ضروری تحریک

آپ کے فائدے کی بات

ایک فاضل احمدی نے جو نہایت محققانہ مضامین لکھا کرتے ہیں۔ مجھے حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد، کی تفسیر لکھکر دی ہے۔ جو سو صفحے کا مضمون ہے۔ وہ کون احمدی ہے۔ جسے اس حدیث کی تشریح کی ضرورت آئے دن پیش نہ آتی ہو۔ یہ حدیث تو گویا تمام دعاوی مسیح موعودؑ کا محور ہے۔ اس لئے ہر ایک احمدی کیلئے بالکل صاف ہونا چاہئے۔ فاضل مضمون نگار نے ہر پہلو پر اس پر بحث کی۔ اور آیت قرانیہ و احادیث صحیحہ و لغت عربیہ سے شواہد دئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ تمام مضمون ایک ہی نمبر میں نکلے۔ مگر تشحیذ کا حجم زیادہ سے زیادہ ۴۸ صفحے کیا جا سکتا ہے۔ فنڈ میں گنجائش نہیں۔ (بلکہ پانسو روپیہ قرضہ ہے) ورنہ میں حسب معمول سابق ضرور سو صفحے کا ہی رسالہ نکال دیتا۔ اور احباب کرام کو تکلیف نہ دیتا۔ اگر چند باہمت دوست زاید خرچ اس سو صفحے کے رسالہ تشحیذ کا اپنے ذمے لے لیں۔ تو رسالہ کے فنڈ پر بھی بوجھ نہ پڑے۔ اور کام بھی ہو جائے۔ ۱۰۴ صفحے کی رسالہ کی چھپوائی پر سو روپیہ زاید خرچ ہو گا۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ دینگے۔ ورنہ مضمون باقساط چھ سات ماہ میں ہدیہ ہو سکے گا۔ مگر اس طرح پر وہ لطف نہیں آئیگا۔ جو یکدم چھپ جانے میں ہے۔ جو صورت مفید ہو۔ اس سے اطلاع بخشی جائے۔ اگر دس دوست دس دس روپے کا انتظام کر دیں۔ تو یہ مضمون چھپ کر مفت تبلیغ اور اتمام حجت ہو سکتی ہے۔ ایسے سب احباب کے نام نامی شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہونگے ؏

(اکمل)

اطلاع ضروری۔ جن اصحاب نے ۱۹۱۹ء کا چندہ سالانہ تشحیذ تا حال ادا نہیں فرمایا ان کے نام ۵ر جون کا تشحیذ وی۔پی ہو گا یاد رکھئے۔ مینجر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء

وفاتِ مسیح پر ایک نئی دلیل

(مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب)

تمہید جب کسی قوم میں کوئی غلط خیال قائم ہو جائے۔ اور پھر کوئی شخص صحیح بات کا اظہار کرے۔ گو گو اس حق اور صحیح بات کے لئے بڑے زبردست دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں۔ تو بھی لوگ اس حق کو باطل اور اس باطل اور غلط خیال کو صحیح ظاہر کرتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن حق کا نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے مؤید دلائل اور نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حق بالکل ثابت اور ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک منصف طبائع اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ گو باطل پرست اخیر دم تک باطل پر قائم اور حق کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں ٭

فلما توفیتنی سے وفاتِ مسیح پر دلیل بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ ایک غلط خیال قائم ہو گیا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ ابن مریم زندہ

آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ چلے آتے ہیں۔ چودہویں صدی ہجری میں خداوند رحیم و کریم نے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ جس نے آکر بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ نہیں۔ بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور سورۂ مائدہ کی آیت وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ سے یوں استدلال فرمایا۔ کہ خداوند تعالےٰ کے اس سوال کے جواب میں (کہ کیا تونے اپنی اُمت کو یہ بتایا تھا۔ کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے علاوہ دو اور معبود قرار دیں۔) حضرت مسیحؑ کا یہ جواب دینا (کہ میں نے نہیں کہا۔ بلکہ میں ان پر نگہبان رہا۔ جبتک میں ان میں رہا۔ ہاں جب تونے مجھے وفات دیدی۔ تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔) صاف دکھاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح خداوند علیم کے آگے یہ اظہار دیں گے کہ میری توفی کے بعد ان میں یہ گمراہی پیدا ہوئی ہے۔ تو جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا۔ کہ مسیحؑ کی توفی پہلے اور قوم میں اس گمراہی کا شروع بعد میں ہوا ہے۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قوم میں یہ گمراہی اِس وقت ہے یا نہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ عیسائیوں میں یہ گمراہی اِس وقت موجود ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی اس سے پہلے توفی ہو چکی ہے۔ نزول قرآن مجید کے وقت دیکھتے ہیں۔ کہ یہ گمراہی قوم میں موجود تھی۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ پھر فرماتا ہے۔ لا تقولوا ثلٰثۃ انتھوا خیرا لکم۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ اس وقت بھی یہ گمراہی ان میں موجود تھی۔ اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ اس وقت سے پہلے حضرت مسیحؑ کی توفی بھی ہو چکی ہے۔

اب رہے توفی کے یہاں پر معنے۔ سو تاج العروس وغیرہ کتب لغت میں لکھا ہے۔ توفی۔ فلانٌ اذا مات وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وروحہ (تاج صفحہ ۳۹۴)

یعنی جب توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو۔ تو اس کے معنے بجز قبض

اور امانت کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ پس جب سب اہل لغت کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے۔ بعد آیت کریمہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ تو یقیناً اس آیت کریمہ میں بھی اس کے معنے قبض روح اور امانت ہی کے ہیں۔ غرض اس آیت سے صاف اور کھلے طور پر مسیحؑ کی وفات ثابت ہوئی۔

مخالفین کے دو اعتراضوں کا جواب

پہلے اعتراض کا جواب اور وہ دو تو جواب رد ہو گئے۔ جو حیات مسیحؑ کے قائلین نے اس آیت کی نسبت دئے ہیں۔ اوّل یہ کہ توفی کے معنے پورا لینے کے ہیں۔ نہ موت کے۔ اور یہ جواب اس لئے غلط ہے۔ کہ اہل لغت کے نزدیک اس قسم کی توفی کے معنے بجز قبض روح اور امانت کے اور میں ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آجتک باوجود ہزارہا انعام کے وعدہ کے کوئی ایک مثال بھی اس کے خلاف ثابت نہیں کر سکا۔ اور پھر جب صحیح بخاری

احادیث سے توفیتنی کے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں کی اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے۔ جس کو امام بخاری نے انی متوفیک کی تفسیر میں درج فرمایا ہے۔ کہ وانہ

یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال عبد الصالح وکنت علیھم شہیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ) تو یہ مسئلہ بالکل ہی حل ہو جاتا ہے۔ کہ یہاں معنے موت ہی کے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا اس آیت کریمہ کو اپنے پر چسپاں کر کے یہ فرمانا کہ فاقول کما قال العبد الصالح ... وکنت علیھم شہیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الآیۃ صاف صاف اس آیت کو بتاتا ہے۔ کہ توفی کے جو معنے آنحضرتؐ پر چسپاں ہوتے ہیں وہی اس آیت میں حضرت مسیحؑ کے لئے بھی ضرور لینے پڑینگے۔ پھر اس کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول بھی مدنظر رکھا جائے۔ جو کہ اسی باب میں متوفیک کے معنوں کی نسبت امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ قال ابن عباس متوفیک ممیتک تو پھر اور بھی زیادہ یہ بات کھل جاتی ہے۔ کہ توفی کے معنے یہاں پر قبض روح اور امانت ہی کے ہیں۔ اور پھر اگر پورا لینے کے معنے بھی بفرض محال کوئی لے۔ تو اس سے بھی موت ہی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ نے اللہ یتوفی الا نفس حین موتھا

والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّی (سورہ زمر)

میں قبض روح کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تام اور پورا قبض دوسرا ناتمام ناقص قبض جس میں قبض کے بعد پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن پورے اور تام قبض میں پھر نہیں چھوڑا جاتا۔ اور یہ موت ہی ہوتا ہے۔ پس پورا لینا موت ہے نہ اور کچھ اور یہ جواب چونکہ مردود اور غلط ہے۔ اسی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی اردو اور عربی دونوں تفسیروں میں توفی کے معنے اس آیت میں موت ہی کے کئے ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور دوسرا جواب جو دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ توفیت .... فعل ماضی ہے اور فعل ماضی اسکو کہتے ہیں جو بات کرنے کے وقت سے پہلے زمانہ میں کام ہونے پر دال ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ یہ جواب قیامت کو دینگے۔ تو جب بات کرنیکا وقت قیامت کا دن ہوا۔ تو توفیتنی جو فعل ماضی ہے۔ یہ اس پر دلالت کریگا۔ کہ مسیحؑ کی وفات قیامت کے دن سے پہلے ہوئی ہے۔ نہ اس پر کہ اس وقت یا نزول آیت کے وقت سے پہلے ہوئی ہے۔ پس جس پر اس کی دلالت ہے۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیحؑ قیامت سے پہلے فوت ہونگے۔ کیونکہ جب وہ اُتر کر چالیس سال بادشاہت زمین پر کرینگے۔ تو بعد ازاں فوت ہونگے۔ اور اسی وفات کو قیامت کے دن توفیتنی کے ساتھ بیان کرینگے۔ پس توفیتنی سے جو ثابت ہوتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے مرینگے نہ یہ کہ اسوقت سے پہلے وہ مر چکے ہیں جو کہ تمہارا دعویٰ ہے"

اقول۔ یہ جواب اس لئے مردود اور غلط ہے۔ کہ ہم جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت سے پہلے بلکہ نزول آیت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات یہاں سے ثابت ہے۔ تو اس کو توفیتنی کے فعل ماضی ہونے سے ہم ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو اس سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے جو مسیحؑ کا جواب نقل فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنی توفی کو پہلے اور قوم میں تثلیث پرستی کی گمراہی کے پیدا ہونے کو بعد بیان کرینگے۔

اور ظاہر ہے۔ کہ جس کو وہ توفی کے بعد بیان فرماتے ہیں۔ وہ اس وقت بلکہ نزول قرآن مجید کے وقت میں بھی ثابت اور موجود تھی۔ تو پھر اس سے یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیحؑ کی توفی اس سے پہلے ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی سی دو چیزوں کی نسبت ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں پہلے اور فلاں بعد میں ہے۔ اور پھر ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ بعد والی چیز موجود ہے۔ تو ضرور ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ پہلی چیز بھی ضرور ہو گئی ہے۔ اور یہ وہ مضبوط بات ہے۔ جس کو میں نے مدّ کے مباحثہ میں پیش کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے تھے۔ پھر کئی سال بعد جب رامپور کے مباحثہ میں یہ بات پیش کی۔ تو مجھے خیال تھا۔ کہ اب مولویصاحب ضرور اس کا کوئی جواب دینگے۔ مگر اس وقت بھی وہ اس کے جواب سے تہید ست ہی نکلے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس کا جواب کوئی نہیں دے سکیگا۔

پھر اس زبردست اور قوی ترین دلیل کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۹ آیتیں پیش فرمائیں ۔ پھر حضور نے باب فی المعراج ففتح فلما خلصت اذا یحیٰ وعیسٰی وھما ابنا خالۃ (مشکوۃ)..................

حدیث معراج معراج کی حدیث پیش کی۔ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت مسیحؑ کو دو فوت شدہ نبیوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ زندہ کو مردوں کے ساتھ کیا تعلق ہے

ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ وفات مسیح پر پھر حضورؑ نے سیدنا حضرت ابوبکرؓ کا وہ خطبہ پیش فرمایا۔ جو کہ آپ نے آنحضرتؐ کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کے خیال کی تردید کے لئے پڑھا تھا۔ جو کہ خیال کرتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ اس میں آیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم الایۃ قال عمر فما ھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا فعقرت حتی ما تقلنی رجلای وعرفت انہ قد مات (حمامۃ الاسلام صفحہ ۵۴)

اسی طرح اور حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ بعض صحابہؓ اس آیت کو گلیوں کوچوں میں پڑھتے جاتے تھے۔ اور ایسا محسوس کرتے تھے۔ کہ گویا یہ آیت کریمہ اب ہی نازل ہوئی ہے پس ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی اس آیت کو سنکر آپؐ کی وفات کا قائل ہوجانا یہ صاف اور کھلی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ ان سب نے اس کو تسلیم کرلیا۔ کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیحؑ بھی فوت ہوگئے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی آنحضرتؐ کی وفات کے قائل نہ ہوتے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ پر یہ اعتراض ضرور کرتے۔ کہ جب مسیحؑ زندہ ہے۔ تو پھر سیدالرسلؐ کس طرح فوت ہوگئے۔ مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ اور سب نے آنحضرتؐ کی وفات کو تسلیم کرلیا۔ اور یہ صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اس بات پر کہ کوئی پہلا نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیح بن مریم فوت ہوگئے ہیں۔ پس آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع اسی پر ہوا ہے۔ کہ مسیحؑ فوت ہوگئے ہیں۔ اور زندہ ہرگز نہیں۔

تیسری حدیث پھر یہ حدیث پیش کی گئی۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسع لھما الا اتباعی (ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

جو صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ جسطرح حضرت موسےؑ زندہ نہیں اسی طرح حضرت عیسےؑ بھی زندہ نہیں۔

چوتھی حدیث پھر وہ حدیث بھی پیش کی گئی۔ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا (و اخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائة سنة) حجج الکرامہ ۴۲۸

بزرگان سلف کے اقوال پس یہ حدیث (جسکو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے حجج الکرامہ میں صحیح اور حضرت مسیحؑ کی عمر کے بارہ میں سب سے زیادہ صحیح اور قابل وثوق ملتا ہے۔) صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ ۱۲۵ ہی سال زندہ رہے ہیں اور بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ صلیب کا واقعہ ان کی عمر کے تینتیسویں ۳۳ سال پیش آیا تھا۔ پھر بڑے بڑے ائمہ دین مثل امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب اور اقوال پیش کئے۔ جن میں انہوں نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ شعر پیش کئے۔ جن کو خطیب لوگ جمعہ کے

خطبوں میں ہزارہا لوگوں میں منبروں پر متواتر طور پر پڑہا کرتے تھے۔ اور ان میں حضرت مسیحؑ کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسے "کجا شد عیسےٰ مریم کہ مُردہ زندہ مے کرد"

اسی طرح مولانا مولوی اسمٰعیل شہید کے اشعار خطبہ میں ہے۔ کہ "عیسے کہاں مریم کہاں اس بات کا ہے سب کو غم"

پھر ان مروجہ کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے۔ جن میں حضرت مسیحؑ کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسی پکی روٹی کلاں جو پنجابی زبان میں ہے اور عموماً پنجابی لوگ اس کو پڑہتے ہیں اور جو جناب مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگہ والے کی تصنیف ہے۔ جو کہ باخدا عالم مانے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ لکہتے ہیں۔ کہ "جیکوئی پچھے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ دی عمر کتنی ہوئی ہے؟ تُوں آکہ جی۔ اک سو ویہ ۱۲۰ ورہے"

عقیدۂ حیاتِ مسیح میں آنحضرتؐ کی ہتک ہے

پھر ان دلائل بیّنہ کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا۔ کہ عقل اور عادت مستمرہ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ اس طویل عرصہ میں بجسمہ العنصری آسمان پر زندہ موجود نہیں۔ بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کی وفات کی کوئی دلیل بھی موجود نہ ہوتی۔ تو بھی عقل و عادت ان کی وفات ثابت کرنے میں کافی ہوتیں۔ مثلاً اگر تاریخ سے ثابت ہو۔ کہ دو ہزار سال پہلے فلاں بادشاہ یا فلاں ولی تھا۔ اور پھر کسی تاریخ سے اس کی وفات کا پتہ نہ چلے۔ تو عقل و عادت پر نظر کر کے ہر ایک شخص اسکو فوت شدہ ہی تسلیم کریگا۔ پس جبکہ یہاں پر ایسے کھلے دلائل بھی ہیں تو پھر کیونکر حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت نہ ہو۔ پھر یہ بھی بتایا گیا۔ کہ حضرت مسیحؑ کو زندہ تو اسی لئے مانا جاتا ہے۔ تاکہ اخیر زمانہ میں وہی آسمان سے زمین پر آکر جزیہ (یعنی حفاظت سلطانی کا ٹیکس جو کہ غیر اقوام سے لیا جایا کرتا ہے جبکہ وہ حفاظت سلطانی کے نیچے آکر زندگی بسر کرنا منظور کر لیتے ہیں) کفار سے لینا موقوف کر دیں۔ اور جبراً ان کو مسلمان بنائیں۔ اور جو مسلمان نہ ہوں۔ ان کو قتل کر دیں۔ اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ زمین پر ایک بھی غیر مسلم نہ رہے۔ نہ مشرک اور نہ یہودی اور عیسائی اور یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرتؐ کی سخت ہتک اور تحقیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اول

تو تم بھی اس کے مدعی ہو۔ کہ آنحضرت صلعم سب انبیاء سے افضل اور سب سے زیادہ خداوند تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ مگر باوجود اسکے جب آنحضرت صلعم کو کفار قتل کرنے لگے۔ تو خدا نے آنحضرت صلعم کو حکم دیا۔ کہ راتوں رات یہاں سے نکل کر بھاگ جا۔ چنانچہ آپ صلعم نے ایسا ہی کیا۔ اور کفار کے خطرہ سے تین دن سیاہ اور تنگ غار میں سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان گذارے۔ اور پھر بڑی تکلیف اٹھا کر آپ مدینہ میں تشریف لیگئے۔ لیکن حضرت مسیح ع کو جب کفار گرفتار کرنے لگے۔ تو خدا نے جبرائیل کو بھیجکر فوراً انکو چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر آنحضرت صلعم تو ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہو کر خاک میں مدفون ہو گئے۔ مگر حضرت مسیح ع دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ جس سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ کہ آنحضرت صلعم سب انبیاء سے خدا کے نزدیک زیادہ پیارے اور زیادہ عزیز اور افضل ہیں۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح ع آنحضرت صلعم سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب اور عزیز اور افضل ہیں۔ جو صریح غلط بلکہ صریح ظلم ہے۔ پھر آنحضرت صلعم جو سب دنیا کو ہدایت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جنکے بھیجنے کا ثمرہ یہ بیان فرمایا گیا تھا۔ کہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور جو سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اور جنکی امت خیر الامم ہے۔ وہ اور انکی امت تو سب لوگوں کو مسلمان بنانے سے عاجز رہے۔ یہانتک کہ اس عظیم الشان فتح کے لئے خداوند تعالیٰ کو ضرورت پیش آئے۔ کہ اس بہادر جرنیل کو کہ جو ریٹائر ہو کر ۲ ہزار سال سے آسمان پر چلا گیا تھا۔ پھر بلا کر کمان دے۔ تاکہ وہ فتح حاصل ہو جسکو افضل الرسل اور اسکی خیر الامم امت نہیں حاصل کر سکی تھی۔ پس جسطرح کہ ایک شہنشاہ اپنے سب سے بڑے جرنیل کو ایک جنگ کی کمان دے۔ اور ساری فوج بھی اس کے حوالہ کر دے۔ مگر باوجود عرصہ دراز خرچ کرنے اور ہزارہا جانیں تلف کرنے کے وہ فتح حاصل نہ کر سکے۔ اور پھر ایک ریٹائر شدہ معمولی جرنیل کو کمان دیکر اس جنگ پر روانہ کرے۔ اور وہ جاتے ہی بدون کسی جان کے صرف ہونے یا زمانہ خرچ ہونے کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کرلے۔ تو ان جرنیلوں میں سے وہی افضل اور لائق سمجھا جائیگا۔ جس نے بدوں کسی صرف کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی حضرت مسیح ہی یقیناً افضل ٹھہرینگے۔ جنہوں نے

دوبارہ اگر اس عظیم الشان فتح کا سہرا حاصل کیا ہے۔ نہ آنحضرتؐ۔ جو کہ تیرہ سو سال تک اس فتح کو حاصل نہیں کر سکے۔ اور علاوہ اس خرابی کے یہ مسلمانوں کی طرف سے مسیحی مشنریوں کے ہاتھ میں دیا ہوا حربہ ہے۔ جس کو وہ اہل اسلام ہی گلوں پر چلاتے ہیں۔ اور اس کی کوئی وار خطا نہیں جاتی۔ کیونکہ جب وہ مسلمانوں کی ان مسلمہ باتوں سے یہ نتائج نکال کر ان کے افراد کے آگے پیش کرتے ہیں۔ تو ضرور انکو ماننا پڑتا ہے۔ کہ بیشک مسیحؑ افضل اور آنحضرتؐ مفضول ہیں وہ فوراً آنحضرتؐ کے علم کے نیچے سے نکل کر مسیحؑ کے علم کے نیچے آ سکتے ہیں ؛

ایک ضمنی نکتہ ان کے ان عقاید سے یہی خرابیاں نہیں لازم آتیں۔ بلکہ ان کے بالمقابل ایک یہ خرابی بھی لازم آتی ہے۔ کہ اس سے حضرت مسیحؑ کا شقی ہونا برخلاف آیت ولم یجعلنی جبارًا شقیا لازم آتا ہے۔ جس کا ان کی نادانی سے آنحضرتؐ پر افضل ہونا لازم آتا تھا۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اسلامی جنگوں میں یہ طریق رکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی قوم اپنی شرارتوں کی وجہ سے اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ جنگ کی جائے۔ تو اسکو پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ اور اگر اسلام نہ لاؤ۔ تو پھر جو ٹیکس حفاظت سلطانی کا عرفاً قوم میں دیا کرتی ہیں وہ ٹیکس ہم کو دینا منظور کر کے ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ اور اگر یہ بھی نہ کرو۔ تو پھر ہم جنگ کرینگے۔ پس اس ٹیکس کے درمیان میں لانے سے جبر نہیں رہتا۔ کیونکہ اس مروجہ ٹیکس کو دیکر وہ اپنے لئے خلاصی حاصل کر سکتی ہے جیسے کوئی کہے کہ تم فلاں کام کرو۔ یا ہم کو اتنا نقد دیدو۔ ورنہ میں تمکو مارونگا۔ تو اب یہ جبر نہ ہوگا۔ کیونکہ نقد دے کر وہ خلاصی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کام کرو ورنہ میں مارونگا۔ تو یہ جبر ہوگا۔ پس اسی طرح جب مسیحؑ آکر جزیہ (ٹیکس حفاظت سلطانی) کو موقوف کردیگا۔ اور کہیگا۔ اسلام لاؤ۔ ورنہ قتل کرونگا۔ تو یہ صریح جبر ہوگا۔ جو کہ اول تو لا اکراہ فی الدین کے صریح خلاف ہوگا۔ دوم اس سے حضرت مسیحؑ جبار ٹھہرینگے۔ جو کہ انہی کے فتوے کے مطابق شقی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول منقول ہے۔ کہ وہ لم یجعلنی جبارًا شقیا۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کو کبھی یہ موقعہ ہی نہیں ملا۔ کہ ان کو کوئی جبار قرار دیسکے۔ پس باوجود اس کے ان کا یہ کہنا کہ خدا نے مجھے جبار نہیں بنایا۔

جو کہ بدبخت ہوتا ہے) ایک پیشگوئی ہے گویا خدا نے ان کو بتا دیا تھا - کہ مسلمان کسی وقت تم کو جبار قرار دے کر (نعوذ باللہ) بدبخت اور ملعون قرار دیں گے - تو اس کی پہلے سے نفی کرنے کے واسطے انہوں نے فرما دیا - کہ ولم یجعلنی جبارا شقیا۔ مگر مسلمان بھی وہ ضدی ہیں - کہ خواہ حضرت مسیحؑ آنحضرت صلعم سے افضل قرار پائیں - یا حضرت مسیحؑ (نعوذ باللہ) شقی اور ملعون قرار پائیں - مگر انہوں نے ضرور مسیحؑ کو زندہ رکھنا اور زمین پر لانا ہے +

مگر جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے - کہ حق کی تائید ہوتی چلی جاتی ہے - یہاں تک کہ روز روشن کی طرح وہ کھل جاتا ہے - لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔ اسی طرح وفات مسیحؑ کی بھی تائید ہوتی چلی جاتی ہے - چنانچہ آجکل

ایک نئی حدیث وفات مسیحؑ کے ثبوت میں

مجھے ایک نہایت اعلٰے پائے کی کتاب سے ایک نہایت اعلٰے درجہ کی حدیث ملی ہے - جو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضرت مسیحؑ کی وفات کی خبر دیتی ہے - اس کی تفصیل یہ ہے - کہ **طبقات کبیر لمحمد بن سعد** ؒ جو کہ حالات ستشیر نفوذ آنحضرتؐ و حالات صحابہ کرامؓ بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑھ ہے - اس کی جزو ثالث صفحہ ۲۶ پر ہبیرہ بن یریم سے روایت کی ہے - کہ اس نے کہا - کہ لما توفی علی بن ابیطالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر فقال ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولا یدرکہ الاخرون قد کان رسول اللہ یبعثہ المبعث فیکتنفہ جبرائیل عن یمینہ ومیکائیل عن شمالہ فلا ینثنی حتی یفتح اللہ لہ وما ترکہ الا سبع مائۃ درھم اراد ان یشتری بھا خادما ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسی بن مریم لیلۃ سبع وعشرین من رمضان ؎

ترجمہ:- ہبیرہ بن یریم نے کہا - کہ جب علی بن ابیطالب فوت ہوئے - تو حسنؓ بن علی علیہ السلام کھڑے ہوئے - اور منبر پر چڑھے سو فرمایا - اے لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے - جس سے نہ تو پہلے لوگ بڑھے ہیں - اور نہ پیچھے آنیوالے لوگ اسکو پہنچینگے - آنحضرتؐ

اس کو جنگ پر روانہ فرماتے۔ تو حضرت جبرائیلؑ اس کے داہنے طرف سے اور حضرت میکائیلؑ بائیں طرف سے گھیر لیتے تھے۔ تو آپ نہیں واپس ہوتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فتح کر دیتا تھا اور اس نے بجز سات سو درہم کے اور کچھ ترکہ نہیں چھوڑا۔ سو وہ چاہتا تھا۔ کہ ان سے بدلے ہیں کوئی خادم خریدے۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معروف و مشہور رات میں فوت ہوا ہے۔ کہ جس کو تم جانتے ہو۔ کہ اس میں حضرت عیسےٰ بن مریم کی روح اوپر چڑھائی گئی ہے۔ اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔" پس ناظرین اچھے طور پر غور فرمائیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کسی کی موت کی خبر اور کس طرح وضاحت ہو سکتی ہے۔ توفی کا لفظ اور کسی انسان کے لئے آئے۔ حتیٰ کہ سید ولد آدمؐ کیلئے آئے۔ تو اس کے معنے قبض روح کے ہوں۔ مگر حضرت مسیحؑ کیلئے توفی کا لفظ آئے۔ تو اس کے معنے جسم اور روح دونوں کے اکٹھے لینے کے ہو جائیں۔ فلاں فلاں کسی کے لئے آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ یہاں تک کہ کل انبیاء کیلئے یہ آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ مگر مسیحؑ کے لئے اس کے معنے بھی ڈیوٹی سے ہٹ جانے کے ہو جائیں۔ توفی کے بعد جو رفع ہو۔ وہ رفع روحانی ہو۔ لیکن مسیحؑ کے لئے اس کے معنے بھی رفع جسمانی کے ہو جائیں۔ اب اس حدیث میں صاف طور پر حضرت مسیحؑ کی روح کے رفع کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بتایا گیا ہے۔ اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے اور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر ایسے طرز کے ساتھ کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب مخاطبین صحابہؓ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی روح اس میں اٹھائی گئی ہے۔ کیونکہ التی جو کہ موصول کہلاتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے موضوع ہے۔

پس اب دیکھئے۔ یہ منصف مزاج اور حق پرست مولوی صاحبان اس کے کیا معنے کرتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین کی وفات پر کس قدر اجتماع ہوگا۔ اور اس اجتماع کے موقعہ پر امام حسنؓ جیسی شخصیت کے شخص منبر پر چڑھ کر فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین اس رات میں فوت ہوئے۔ جس میں تم جانتے ہو۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح اٹھائی گئی تھی۔ اور وہ ستائیسویں رمضان کی ہے۔ مگر

کوئی صحابی رضی اللہ عنہ کوئی تابعی نہ کوئی عالم اور نہ کوئی جاہل یہ کہتا ہے۔ کہ حضور آپ یہ کیا فرماتے ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام تو زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور پھر اس پر طرفہ یہ۔ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ ہم بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی بھی نہیں بولتا۔ اور سکوت اختیار کر کے سب اس کی تصدیق کر کے دوبارہ حضرت مسیحؑ کی وفات پر اجماع کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے علماء ابھی اس کو تسلیم کرتے رہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ جبھی تو وہ ایسی روایات نقل کرتے۔ اور اپنی کتابوں میں درج کرتے رہے ہیں۔ ورنہ اگر ان کا یہ خیال ہوتا۔ کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث سے حضرت عیسےٰ کی حیات ثابت ہے۔ جیسے کہ آجکل کے علماء شور مچا رہے ہیں۔ تو کس طرح ایسی روایتوں کو نقل یا درج کرتے۔ جو کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ کے برخلاف اور پھر ان کے اعتقاد کے خلاف حضرت مسیحؑ کی وفات پر صراحتہً دال ہیں۔ اس روایت نے اس کے معنے بھی کھولدیئے۔ جو کہ مشہور ہے۔ کہ رفع علیؓ کما رفع عیسےٰ یعنی جسطرح حضرت عیسےٰؑ ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک آسمان پر اٹھائی گئی۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک بھی آسمان پر اٹھائی گئی۔ نہ یہ کہ حضرت علیؓ بھی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسے کہ حضرت عیسےٰؑ زندہ جسد عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے تھے۔

درس القرآن فی رمضان

حضرت خلیفہ اول علامہ نور الدین رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان میں تمام قرآن مجید کا درس دیا تھا اسکے نوٹ رسالہ تشحیذ میں چھاپے گئے تھے یہ رسالہ ۵۶ صفحے کا ہے۔ ۸ قیمت جلد منگوالیں ورنہ جیسے مولانا موصوف کے وہ نوٹ نہیں ملتے جو بعد میں چھپے تھے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ملینگے۔

مینیجر تشحیذ قادیان

قدامت روح و مادہ ثابت کرنے کیلئے ویدو اپنشد سے جو حوالے دیئے جاتے ہیں۔

اُن پر ایک تنقیدی نظر

پہلا منتر۔ جو بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں نقل کیا ہے۔ وہ رگ وید منڈل ۱۔ سوکت ۱۶۴ کا آٹھواں منتر ہے۔ جس کو ذیل میں مع ترجمہ از مصنف ستیارتھ لکھکر اس کا اصل مطلب ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

عبارت اصلی "دُوا۔ سُپرنا۔ سیُجا۔ سکھایا۔ سمانم۔ برکھشم۔ پری شسر جاتے۔ تیسورینہ۔ پپلم۔ سوادُت ین۔ شنو ننیہ۔ ابھی چاک شیتی"

ترجمہ سوامی پرمیشور اور جیو (روح) دونوں کی ذیشعور اور ان میں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں۔ ان میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے۔ اور باہم مِتر (مانوس) گویا قدیم اور ازلی ہیں۔ ایسے ہی درخت جس کی جڑیں بصورت ازلی علت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کثیف میں آکر پھر پرلے کے وقت ذرّوں میں مل جاتا ہے۔ تیسری ازلی شئے ہے۔ ان تینوں کے صفت۔ فعل اور عادات بھی ازلی ہیں۔ جیو اور پرمیشور دونوں میں سے ایک یعنی جیو اس کائنات میں پاپ پُن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا ہے۔ اور دوسرا پرماتما (خدا) کرموں کے پھل کو نہیں بھوگتا۔ اور چاروں طرف یعنی اندر باہر سب جگہ موجود ہے۔ جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اور ان دونو سے پرکرتی اپنی ذات سے جُدا ہے۔ اور تینوں ازلی ہیں۔ ستیارتھ اردو صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱۔

ناظرین! اگر آپ سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کے ان زائد الفاظ کو نکالدیں۔ جن کے نیچے خط کھینچ دیا ہے۔ تو پھر دیکھیئے۔ اس منتر کی اور آریہ سماج کے سدھانت کی اصل حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

بات تو درست تب تھی ۔ جبکہ بانیٔ آریہ سماج بے جا کھینچا تانی اور من مانے ارتھ کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس وید منتر کا صحیح لفظی ترجمہ کر دیتے ۔ پھر ناظرین ملاحظہ فرما لیتے کہ اس منتر میں کہاں اور کس طرح قدامت مادہ و روح کا باطل دعویٰ مرقوم ہے ۔

سوامی جی خود ہی سمجھتے ہونگے ۔ جبھی تو لفظی ترجمہ سے گریز کرتے مفسرانہ رنگ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے ۔ (مفسرانہ بمعنی اناپ شناپ) ۔ اب ہم اس وید منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہوئے آریہ صاحبان سے دریافت کرینگے ہیں ۔ کہ اس منتر کے کونسے لفظ یا فقرہ سے قدامت ارواح و مادہ کا دعویٰ نکلتا ہے ۔

لفظی ترجمہ ” دو پرندے آپس میں ملے ہوئے ۔ باہم دوست ۔ ایک ہی درخت پر ۔ متمکن ۔ ان میں سے ایک ۔ اس پیپل (درخت) کا ۔ ذائقہ ۔ چکھ رہا ہے ۔ دوسرا کچھ نہ کھاتا ہوا ۔ دیکھ رہا ہے “

یہاں نہ کوئی پرمیشور جیو کی ازلیت کا تذکرہ نہ قدامت مادہ (پرکرتی) کا بیان صرف چڑے چڑیا کی کہانی ہے ۔ جو اپنے اندر بجھارت یا پہیلی سے زیادہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور اگر مان بھی لیا جائے ۔ کہ دو پرندوں سے مُراد ایشور اور جیو ہے ۔ اور درخت پرکرتی تو پھر بھی بانیٔ آریہ سماج کا مُدعا و مقصد ثابت نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اس وید کی شُرتی میں ایسا بھولے سے بھی کوئی لفظ موجود نہیں ۔ کہ جو ان کی ازلیت و قدامت کا واچک یعنی بیان کرنے والا ہو ۔

معزز ناظرین یہ بھی ایک وید منتر ہے ۔ جو ہر ایک سماجی کے مُنہ سے نکلتا ہوا آپ سنیں گے ۔ جس کی اصل حقیقت آپ نے آج بچشم خود دیکھ لی ÷

دوسرا منتر اب ہم سوامی جی کے دوسرے وید منتر کا بھی راز طشت ازبام کرتے ہیں ۔ ”شاش وتی بھیا : سما بھیا : “ (یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۸)

” یجروید کے ۴۰ کا ایک ٹکڑا نقل کرکے اس کے معنے یہ کئے گئے ہیں ۔ کہ ازلی و قدیم ارواح یعنی مخلوقات کے لئے پرمیشور نے بذریعہ الہام وید تمام علوم کو ظاہر کیا “ (ستیارتھ اردو صفحہ ۲۴۲)

کاش کہ سوامی جی اس وید منتر کو پورا نقل کر کے لفظی ترجمہ کر دیتے۔ تو قدامت وغیرہ کی سب پول خود ہی کھُل جاتی۔ اور ہمیں اپنی طرف سے کلام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔

مگر ایسا کرنے سے سوامی جی کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے دو فقرے نقل کر کے ان سے ارواح وغیرہ کی ازلیت کا بزعم خود ہی ثبوت دیدیا۔ ان ہر دو فقرات کا لفظی ترجمہ صرف یہ ہے۔ کہ

"ہمیشہ سے" "برسوں سے" مگر معلوم نہیں۔ کہ ان فقرات سے سوامی جی نے ارواح کی ازلیت کیسے سمجھ لی۔

یجروید کے اسی چالیس ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ترجمہ ایش اپنشد کی تفسیر میں پنڈت راجارام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور نے کیا ہے ہم اُس سے ان ہر دو فقرات کا ترجمہ محض ایسے آریہ دوستوں کی خاطر ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جو بوجہ ضد کے ہمارے ترجمہ کو صحیح نہ سمجھیں۔

"شاشوتی بھیا سما بھیا"

سدا (ہمیشہ) رہنے والے برسوں کے لئے (یعنی) ہمیشہ کے لئے"

ایش اُپنشد ہندی ص۹

پنڈت صاحب موصوف کے ترجمہ کے علاوہ ایک دوسرے سماجی فاضل کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

"لگاتار برسوں کے لئے"

تفسیر ایش اپنشد از پنڈت تلسی رام صاحب آریہ مفسّر سام وید وغیرہ۔ ہندی ص۔

تیسرا ترجمہ بھی آریہ صاحبان دیکھ لیں کہیں ان کے دل میں کسی قسم کا شک نہ رہ جائے۔

"نرنتر ہمیشوں سے" یعنی لگاتار زمانہ سے دیکھو۔ اُپنشد آریہ بھاشیہ از

پنڈت آریہ منی صاحب - پروفیسر سنسکرت فلاسفی - ڈی - اے - وی کالج لاہور (صفحہ کتاب ۱۱)

چوتھا ارتھ بھی دیکھئے - اناوی کال ہے (قدیم زمانہ) اور رعایا کے لئے - اشیاء حقیقی طور پر بناتا ہے - (ایش اپنشد کا سو ہیا کے ہندی ص۳۲ مصنفہ پنڈت ساتو لیکر صاحب)

جبکہ چار فاضل آریوں نے ہمارے ترجمہ کی تصدیق کر دی - تو کون ہے - جو بانی آریہ سماج کے کئے ہوئے ارتھ کو بدیہی البطلان نہ سمجھے گا - اور اگر اسقدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ضدی اور متمرد سماجی انکار کرتا جائے - تو ہم اس کے لئے ایک اور طریق فیصلہ بتلاتے ہیں - وہ یہ ہے کہ ایسا معترض سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کو وید کے مذکورہ بالا ہر دو فقرات سے بروئے لغات سنسکرت ثابت کر دکھائے تو ہم ایسے شخص کو مبلغ پچاس روپے چہرہ شاہی **نقد انعام** دیتے ہوئے اپنے ترجمہ کو غلط اور سوامی کا ترجمہ صحیح مانتے ہوئے یہ تسلیم کریں گے - کہ بیشک ویدوں میں ارواح کی قدامت کا تذکرہ ضرور ہے - مگر ایسا ہونا اسنبھو (محال ہے)

ناظرین حیران ہونگے - کہ اس فقرہ کا کہ "لگاتار برسوں سے" - "سدا زمانہ سے" کوئی مقصد معلوم ہونا چاہیئے - سو ہم بتلائے دیتے ہیں - کہ یہ یجروید کے چالیس ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ایک ٹکڑا سوامی نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا - ہم نے صرف اسی کے اندر محدود رہتے ہوئے اس کی تردید کر دی - پورے منتر کو جب سوامی نے نہ نقل کیا - تو ہم ایسا کیوں کرنے لگے تھے - مگر اب ناظرین کی خاطر اس منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں - جس سے پڑھنے والوں پر یہ امر اور بھی روز روشن کی طرح عیاں و منکشف ہو جائیگا - کہ بانی آریہ سماج اپنے خیالات کو ہندوؤں کی نظروں میں باوقعت بنانے کیلئے اپنی قدیم مذہبی و دینی کتب کی عبارات کی لاطائل تاویلات کا کس طرح استعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے -

"کیونکہ اس نے اس شدھ (پاک) ذات کو پالیا ہے - جو پورے نور سے چمک

رہی ہے۔ جس کا جسم نہیں۔ گھاؤ نہیں۔ ناڑی نس نہیں۔ جو ہر ایک برائی سے
بری ہے۔ سَرو گیہ (علیم کل) دلوں کے اندر کی جاننے والا ہے۔ سب کو گھیرے ہوئے
ہے۔ قائم بالذات ہے۔ جس نے سالہا سال کے لئے تمام پدارتھ (اشیاء) کو ایک
باقاعدہ ترتیب دی ہے۔"

دیکھو ترجمہ کے لئے کتاب بنام اُپ نشدیں اردو ترجمہ پنڈت راجارام صاحب ص۱۴۰
یہ ترجمہ ایک فاضل آریہ کا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب آریہ صاحبان کو بنظر انصاف
غور کرنا چاہیئے۔ کہ سوامی دیانند جی نے ویدوں کے تراجم میں کہاں تک احتیاط کی ہے

تیسرا منتر اب سوامی جی کا تیسرا منتر (رگوید منڈل ۱۰ سکت ۱۲۹ منتر ۳) ملاحظہ ہو
جو انہوں نے اپنے پانچویں وید ستیارتھ پرکاش ص۲۳۹ میں پیش کر کے اس سے قدامت
کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی پڑتال کرنے سے پہلے منتر کی اصل عبارت اور ترجمہ از سوامی
دیانند ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اصل منتر۔ " تم۔ آسیت تمسا۔ گوڑ ھگرے۔ پرکیتم۔ تھیئنا میہ ہتم۔
یداسیت۔ تپ سستمہنا۔ جائیتکم "

ترجمہ سوامی۔ یہ سب عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا اندھیرے جیسا
ناقابل تمیز اور آکاش (خلا) کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور
کے مقابلہ میں محدود اور اس سے آچھادت (پرمیشور اس میں اور اس سے باہر موجود)
تھا۔ بعد ازاں پرمیشور اس کو اپنی قدرت سے حالت علت سے حالت معلول میں لایا"
(ستیارتھ اردو ص۲۳۹ باش) ۔ (بریکٹ مترجم ستیارتھ کے ہیں۔ احمدی مہاجر)
اس منتر کا ترجمہ تھوڑی دیر کے لئے سوامی دیانند جی کا کیا ہوا ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے
تب بھی یہ امر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ارواح و مادہ عالم قدیم و ازلی ہیں۔ کیونکہ اس من گھڑت
ترجمہ میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں۔ جو مادہ وغیرہ کی ازلیت کا مثبت ہو۔

اب سوامی جی کے طبعزاد ترجمہ کے ابطال کیلئے اپنی طرف سے لفظی ترجمہ نہ کرتے
ہوئے صرف پنڈت راجارام صاحب فاضل آریہ کا ہی ارتھ پیش کئے دیتے ہیں۔ جس سے

ناظرین سوامی صاحب کے ایجاد بندہ ترجمہ کا بدیہی البطلان ہونا دیکھ لینگے۔

صرف اُردو ترجمہ۔ شروع میں اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں چھپا۔ یہ سب بغیر الگ الگ نشان کے ایک شکل ہو رہا تھا۔ یہ سارا جو اس وقت تچھ سے ڈھپا ہوا تھا۔ تپ (محنت و ریاضت) کی طاقت سے وہ ایک پیدا ظاہر ہوا۔ دیکھو کتاب وید اپدیش ہندی صفحہ ۲۶ جلد اوّل)

اب اس لفظی ترجمہ اور سوامی جی کے من گھڑت ترجمہ کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ کیجئے آپ کو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ سوامی صاحب اپنے مطلب کو سدھ کرنے کے لئے لوگوں کی کم علمی و جہالت سے کس قدر اور کس طرح فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

معزز ناظرین!

اس منتر کے لفظی ترجمہ کو دیکھئے۔ کہ سوامی جی نے جو الفاظ اپنے ترجمہ میں بیان کئے ہیں۔ کس طرح صحیح اور راست ہیں۔ وہ علت و معلول کا اثر نکالا کہاں اُڑ گیا۔ ہاں اگر کوئی سماجی دوست یہاں یہ حجت کرے۔ کہ اس لفظی ترجمہ سے مادہ کی قدامت ہی نکلتی ہے۔ تو ہم اس سے دریافت کرینگے۔ کہ مادہ بیجان میں محنت و ریاضت کی صفت موجود ہے۔ کیا وہ خود بخود اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اور علت سے معلول لطیف سے کثیف بن سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس یہاں مادہ کی بابت کسی قسم کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ پرمیشور کے خلق کرنے کا بیان ہے۔ کہ وہ قبل پیدائش کائنات چھپا ہوا تھا۔ یعنی اسوقت تخلیق وغیرہ کچھ نہ کی تھی۔ کیونکہ جب تک وہ کچھ کرے نہیں پوشیدہ ہی تصوّر ہوگا۔

پس جب اس نے ارادہ کیا۔ تو تپ وغیرہ کر کے ظاہر ہو گیا۔ یہی اس وید منتر کا مطلب ہے۔ نہ کہ بقول دیانند جی علت مادی کی ازلیت کا مؤید۔

ستیارتھ پرکاش کے اس صفحہ پر رگوید اور یجروید کے دو منتر پیدائش عالم کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ ان میں کوئی قدامت و ازلیت کا دعوےٰ نہیں۔ صرف یہی بیان ہے۔ کہ پرمیشور نے کل دنیا کو پیدا کیا۔ اور وہی فنا کریگا وغیرہ۔ سو

اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ اسلامی عقاید کے مؤید و مصدق ہیں۔ اس لئے یہاں لکھنا غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔

ہماری تحقیق میں سوامی دیانند نے اثبات قدم مادہ و ارواح کے لئے اپنی کتب میں جتنے وید منتر پیش کئے۔ ہم نے ان کی پڑتال کرتے ہوئے اصل حقیقت کو آشکار کر دیا۔ اب ویدوں کے حوالہ جات سے گزر کر سوامی صاحب اپنشد وغیرہ کتب سے چند ایک عبارات اپنے ایسے باطل سدھانت کی تصدیق میں پیش کرتے ہیں۔ جنکو نمبروار ذیل میں نقل کر کے اصل مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔

اُپنشد کا پہلا منتر

سوامی صاحب ستیارتھ میں وید منتروں کے آگے سب سے پہلے شوتیا شوتر اپنشد کا ایک منتر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے کا ان کو کوئی استحقاق حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ اس اپنشد کو غیر مستند کتب میں شمار کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کتاب رگوید آدی بھاش بھومکا۔ اردو ص ۱۵۹ و ۱۶۰

مگر خیر اب انہوں نے اپنے دعویٰ کی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔ تو ہم بھی اپنے بھولے بھٹکے آریہ بھائیوں کی خاطر اس کی پڑتال کئے دیتے ہیں۔

اصل منتر۔ "اجامیکام لوہت شکل کرِشنام بہوی:۔ پرجا: سرجمانام سرُوپام۔ اجوہئے کو۔ جُوشمانو۔ انوشیتے۔ جہاتیئے نام۔ بھگت بھوگام۔ جوانیہ:۔"

(شوتیا شوتر اُپنشد اودھیائے ۴ منتر ۵ منقول از ستیارتھ اردو ص ۲۴۱)

ترجمہ سوامی:۔ "پرکرتی۔ جیو اور پرمیشور تینوں غیر پیدا شدہ ہیں۔ یعنی ان کی کبھی پیدائش نہیں ہوتی۔ اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ تینوں اس عالم کے سبب یا علت ہیں۔ ان کی کوئی علت نہیں۔ ازلی جیو اس ازلی پرکرتی کا بھوگ کرتا ہوا اس میں پھنستا ہے۔ اور پرمیشور اس میں نہیں پھنستا۔ اور نہ اس کو بھوگتا ہے"

ناظرین! دو خوبصورت پروں والے پرندے بیٹھے ہوئے کی جو ایک پہلی

ہم رگوید کے منتر سے اوپر بتلا چکے ہیں۔ اسی قسم کی یہ بھی ایک چیستان بنائی گئی ہے۔ آپ اس منتر کا لفظی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس منتر کے سیدھے سادے معانی کو کس طرح غت ربود کر کے اپنی ہی من مانی تفسیر کرنی شروع کردی۔ اور اپنے زعم میں ایشور جیو۔ مادہ کی قدامت کا ثبوت دیدیا۔

ہم اس منتر کا بالکل لفظی ترجمہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ پنڈت راجارام صاحب کے قلم سے ہی نکلا ہوا ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس کو پڑھنے سے بیساختہ ہنسی آ جائیگی۔ اور ہنسی کے ساتھ ہی سوامی جی کی قابلیت و علمیت پر حیرانی بھی ہوگی۔ کہ کس طرح ایک فاضل مہاتما لایعنی باتوں کو اپنے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ اور ناکامی و نامرادی کا موہنہ دیکھتا ہے۔

ترجمہ لفظی پنڈت راجارام جی - صرف اردو ترجمہ - ایک بکری ہے۔ جو سرخ - سفید اور سیاہ رنگ (کی) ہے۔ اچھی شکل والی ہے۔ اور بہت سی اولادیں پیدا کر رہی ہے۔ اور ایک بکرا اسے پیار کرتا ہوا اس کے ساتھ سوتا ہے۔ اور دوسرا بکرا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ جب اس نے اس کے بھوگ بھوگ لئے ہیں۔ (فائدہ اٹھالیا ہے) تفسیر شویتا شوتر ہندی صنہ۳)

کہاں بکری بکرے کا یا ہمی ملاپ اور گشتہ افسانہ اور کہاں اس سے خدا روح مادہ کی قدامت کا ثبوت۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی نے بکری سے پرکرتی اور دو بکروں سے ایشور اور جیو مراد لے کر اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور ٹھوکر صرف ایک لفظ سے لگی ہے وہ یہ کہ لفظ "اَج" بکرے کو کہتے ہیں۔ مگر اس کی بجائے "اجنما" سمجھ کر غیر فانی روح یا مادہ سمجھ لیا۔

وید کے دھرم کا مدار الہام مسئلہ اور سدھانت ہو اور اس کے اثبات میں ایسے استعارات و تلازے ایک محقق کو حیرانی و پریشانی میں مبتلا کرنے کے سوا اپنے اندر کوئی بھی صداقت و حقیقت نہیں رکھتے۔

اور پھر اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے - کہ تین بکرے بکری سے مراد روح - مادہ خدا ہے - تو بتلاؤ - یہ کہاں لکھا ہے - کہ روح مادہ غیر مخلوق اور ازلی ہیں - اور پھر تین بکروں سے مراد روح - خدا - مادہ ہی کیوں لی جائے - خدا - زمانہ - خلاء - کیوں نہ فرض کرلیا جائے - یا مادہ - ایتھر - انرجی یا مسیحی عقیدہ - خدا - مسیح روح القدس کو کیوں ان تین بکری - بکروں کا مصداق نہ سمجھا جائے -

اگر سوامی صاحب نے خدا - روح - مادہ کی قدامت ثابت ہی کرنی تھی - تو ان ہر سہ نام کی ہستیوں کی کوئی خاص خصوصیت اس منتر کے کسی لفظ سے نکالکر پیش کرتے - پس اس غیر مستند اُپنشد کی عبارت بھی پیش کر کے سوامی صاحب اپنے مدعا و مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے - جس کا ہمیں بھی افسوس ہے -

اب دوسری پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو -

اُپنشد کا دوسرا منتر

اصل عبارت:- "ایو ہیو کھلو - سومیا نہین - شونگےناپو - مول منی وچھد بھسومیا - شونگھین - تیجو مول منی وچھنہ - تیجسا - سومیا - سومیتھا، سترداں - پرجا:- سدا تنیا - ست پرتشٹھا"

(رچھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۲ کھنڈ ۸ پروا کا ۲۴)

ترجمہ سوامی:- اے شویت کیتو! ان روپ پرتھوی یعنی حالت کثیف میں آئی ہوئی مٹی سے اس کی علت یعنی پانی کو جان - اور حالت معلول میں آئے ہوئے پانی سے اس کی علت آگ کو جان اور حالت محسوس میں آئی ہوئی آگ سے اسکی حالت علت کو جو غیر فانی پرکرتی (مادہ) ہے - اس کو جان - یہی غیر فانی پرکرتی تمام عالم کی بنیاد - مخرج اور جائے قیام ہے - یہ تمام عالم پیدائش کے پہلے است یعنی غیر محسوس کی شکل تھا - اور جیو آتما (روح) برہم اور پرکرتی میں سمایا ہوا موجود تھا - ابھاؤ یعنی عدم نہ تھا (ستیارتھ اردو صفحہ ۲۴۲)

اگر کوئی آریہ سماجی ہمیں اس اُپنشد واکیہ کا لفظی ترجمہ کر کے پھر اس سے سوامی جی کے

وہ الفاظ نکال کر دکھلا دیئے۔ جن کے نیچے ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔ تو ہم ایسے بہادر اور اور مرد میدان کو مبلغ عہ۵ روپیہ نقد بطور معاوضہ محنت پیش کرینگے۔ مگر ع

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

اس سنسکرت کی عبارت کے آخر میں ایک لفظ "ست" آیا ہے۔ جس کو لے کر سوامی جی نے پونے تین درجن کے قریب الفاظ اپنی طرف سے بڑھا کر اس (ست) کو پرکرتی ثابت کیا ہے۔ جو سراسر کھینچا تانی اور مصنف اُپنشد کے خیال اور مقصد کے بالکل خلاف اور مردود ہے۔ کیونکہ اُپنشدوں کے مطالعہ کرنے والے اشخاص جانتے ہیں۔ کہ ان کتب میں (ست) لفظ (جس کے معنی ہستی ہیں) سے یہاں صرف پرمیشور مراد ہے۔ نہ کہ سماجیوں کی پرکرتی وغیرہ۔

اور پھر ایسا عقیدہ کہ پرکرتی ازلی ہے۔ اُپنشدوں کے مطالب و بیانات کے صریح خلاف اور برعکس ہے۔

کیونکہ چھاندوگیہ کے اسی پرپاٹھک کے کھنڈ ۲ پروا کا ۱ میں مرقوم ہے۔ کہ پہلے صرف ایک ادویتہ (لاثانی) ایک ہی واحد لاشریک یقیناً تھا۔ اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ بے تعصب فاضل آریہ ڈی۔ اے۔ وی کالج کا پروفیسر سنسکرت زبان کا ماہر بھی ہمارے بیان کا مؤید و مصدق موجود ہے۔ دیکھو تصدیق کے لئے اس اُپنشد کی تفسیر ہندی صہ ۲۲۸ و ۲۲۹

(صرف اردو ترجمہ)

"اس طرح یہ جو بیج نکلا ہے یقین رکھو۔ کہ بغیر علت کے نہیں ہوا ہوگا۔ (کیونکہ معلول بلا علت نہیں ہوتا) اس کی علت سوائے انّ کے اور کہاں۔ اس طرح اے سومیہ! انّ بھی ایک بیج ہے۔ اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ بیج (آگ) ہے اسی طرح اے سومیہ! آگ بھی ایک بیج (معلول) ہے اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ اے سومیہ است برہما خدا ہے بس "اے سومیہ"! اس ساری مخلوقات کی اصل علت ست ہے۔ اب

بھی موجودہ زمانہ میں یہ مخلوقات "ست" کے سہارے ہیں۔ آخر کو ست میں ہی) لین (ملجائیگی) ہوجاتی ہیں"۔

(تفسیر چھاندوگیہ اُپنشد از پنڈت راجارام صاحب)

اس جگہ پنڈت صاحب نے صریح الفاظ میں تسلیم کرلیا۔ کہ ست بمعنی وہی بالا ہستی جس کو برہما کہتے ہیں۔ ہے۔ اور وہی سب کائنات کی اصل الاصول علت یا باعث

فہوالمراد

جہانتک ہماری تحقیق ہے۔ بانی آریہ سماج نے اپنی کتب میں یہی حوالہ جات وید وغیرہ شاستروں کے اثبات قدامت مادہ میں پیش کئے ہیں۔ ان کی حقیقت و اصلیت ہم نے کماحقہٗ طور پر ظاہر کردی۔ جیسا کہ ناظرین اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہاں اگر ان کے علاوہ مزید کوئی وید منتر بعد میں ہماری نظر سے گذرا۔ یا کسی سماجی دوست نے بتلایا تو ہم اُس پر بھی ضرور توجہ دینگے ٭

بائبل میں تناقض

یعنی

اختلافات

آریہ اور عیسائی صاحبان کے وہ اعتراض جن سے وہ اپنی نادانی یا کم فہمی و ناسمجھی سے قرآن شریف میں اختلاف بتلاتے ہیں۔ ان کی کافی تردید ہماری طرف سے ہوچکنے کے بعد . . . . آج عیسائیوں کی الہامی کتاب مقدس بائبل سے اختلاف کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ پادری صاحبان ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو ٹھنڈے دل سے تعصب و طرفداری سے پاک ہوکر غور و تدبر فرماتے ہوئے باطل کو چھوڑ حق کی طرف رجوع لانے میں کسی قسم کی پہلوتہی نہ کرینگے۔ ہاں قبل اس کے کہ ہم اختلافات کی فہرست پیش کریں۔ ایک مختصر سوال مشہور و معروف پادری فانڈر صاحب

کی کتاب میزان الحق سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جہاں انہوں نے الہامی کتاب کی ایک یہ بھی شرط ضروری ٹھیرائی ہے۔ کہ وہ اختلافات سے پاک ہو۔ پس جبکہ بائبل میں اختلاف پائے جائینگے۔ تو بقول فانڈر صاحب بائبل الہامی نہ رہیگی۔ اور یہ شرط بھی ایک ایسی شرط ہے جو سراسر انصاف اور عقل پر مبنی ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں۔ کہ فانڈر صاحب کی عبارت پادری صاحبان مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کے اختلافات کو ملاحظہ فرماکر ضرور بالضرور " بائبل الہامی ہے " کے غلط عقیدہ کو تلانجلی و خیرباد کہدینگے۔

کتاب میزان الحق کی عبارت یہ ہے :-

"پانچویں شرط یہ ہے۔ کہ الہام حقیقی میں معانی کا اختلاف نہ ہووے۔ یعنی لازم ہے۔ کہ خدا کی الہامی کتابوں میں سب عمدہ مطلب اور تعلیمیں آپس میں موافق و مطابق ہوں۔ کیونکہ غیر ممکن ہے۔ کہ مطلب اور تعلیم آپس کے برخلاف ہونے ہوئے دونوں سچ ہوویں۔ اور کلام کا اختلاف نامضبوطی و نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسلئے کہ خدا میں جو کامل تغیر سے پاک ہے۔ ان ناقص صفتوں کا ہونا ممکن نہیں۔ پس یونہی خدا کے کلام میں بھی ایسی بات کا ہونا محال ہے"

(میزان الحق صـ۱۲۱ ایڈیشن دوم ۱۸۹۲ء)

پس آج ہم اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کی چھان بین کرتے ہیں۔

پہلا اختلاف

ہر ایک اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا } "اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا"

(استثنا ۲۴/۱۶)

اب اس کے خلاف بیان ملاحظہ ہو۔

ایک شخص دوسرے کی سزا بھی بھگتیگا } "باپوں کے گناہ کا ان کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک بدلہ لیگا" (خروج ۳۴/۷)

یہ ہر دو متناقص تعلیمیں حضرت موسٰے ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اب پادری

صاحبان انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی فرما دیں۔ پادری فانڈر صاحب کے اصول کی رو سے ایسی متضاد تعلیم اور متناقص بیان دینے والی کتاب کیا الہامی ہو سکتی ہے؟ قطعاً نہیں۔

دوسرا اختلاف

خدا پشیمان نہیں ہوتا "خدا انسان نہیں۔ جو جھوٹ بولے۔ نہ آدم زاد ہے۔ کہ پشیمان ہو" الخ (گنتی ۲۳/۱۹)

اس آیت میں بتلایا ہے۔ کہ انسانوں کی طرح خدا پشیمان نہیں ہوتا۔ اب اس بیان کے خلاف خدا کا فعل ملاحظہ ہو۔

خدا پشیمان ہوا "تب خدا زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا" (پیدائش ۶/۶)

بائبل میں تضاد و تناقص کے منکر پادری صاحبان! بتلایئے اور فرمایئے۔ ہر دو بیانات میں سے کونسا صحیح اور درست ہے۔ اور آپ ان دونوں میں سے کس کو الہامی سمجھینگے۔

تیسرا اختلاف

خدا نہیں دیکھا جاتا "خدا فرماتا ہے۔ کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے" (خروج ۳۳/۲۰)

بائبل کے اس بیان سے تو ہمیں۔ اجی ہمیں ہی نہیں۔ بلکہ سب خدا پرستوں کو اتفاق ہے مگر کیا کریں۔ یہی بائبل اس کے خلاف بھی سنا رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

خدا دیکھا جاتا ہے "اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا۔ اور کہا۔ کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے" (پیدائش ۳۲/۳۰)

خدا تو فرمائے۔ کہ مجھے دیکھکر کوئی انسان جی نہیں سکتا۔ مگر بائبل یہ بیان سنا کہ بھی اس کے خلاف بتلائے کہ یعقوب نے خدا کو دیکھا۔ اور زندہ بھی رہا۔ خوب!

پس بقول فانڈر صاحب ایسی کتاب جس میں اختلافات ہوں۔ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

یہ اختلاف تو وہ ہوئے۔ جو حضرت موسےٰ ہی کی کتب سے بطور نمونہ دکھلائے گئے۔ اب حضرت موسےٰؑ کی کتب سے دیگر صحائف کا اختلاف بھی مشتے نمونہ ہدیہ ناظرین پیش کرتے ہیں

چوتھا اختلاف

خدا تشبیہ نہیں دیا جاسکتا۔ } پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دوگے۔ اور کون سی چیز اس سے مشابہ ٹھیراؤگے۔" (یسعیاہ ۴۰/۱۸)

خدا کی مانند } اب اس کے خلاف تشبیہ کا بیان بھی سُن لیجئے۔

اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔ الخ (پیدائش ۱/۲۷)

ایک الہام تو بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی تشبیہ نہیں ہوسکتی۔ مگر دوسرا الہام اس کے خلاف بتلاتا ہے۔ کہ انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا۔

پانچواں اختلاف

خدا کو مت آزماؤ } تم خداوند اپنے خدا کو مت آزماؤ۔ الخ (استثنا ۶/۱۶)

اب اس کے برعکس بھی الہام موجود ہے۔

خدا کو آزماؤ } خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ خواہ نیچے زمین میں خواہ اوپر بلندی میں۔" (یسعیاہ ۷/۱۱)

ایک الہام میں خدا کو آزمانے کی ممانعت اور دوسرے میں اجازت۔ پادری صاحبان آپ ہی بتلا سکیں۔ تو بتلائیں۔ ہم تو اتنی قابلیت کے انسان نہیں۔ کہ ان صریح متضاد بیانات کی تطبیق کرکے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچیں۔

چھٹا اختلاف

خدا سب کچھ دیکھتا ہے } "کہ خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر دوڑتی پھرتی ہیں۔ الخ" (تواریخ ۲ - ۱۶/۹)

اسجگہ تو اللہ تعالیٰ کو علیم کل بتلایا۔ اب اس کے خلاف خدا کو بے علم بتلایا گیا ہے۔ اور ہردو بیان پادری صاحبان کے نزدیک الہام سے ہی ہیں۔

خدا لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ پھر خداوند نے کہا۔ ......۲۱۔ میں اب اُتر کے دیکھونگا۔ کہ انہوں نے سراسر اس چلّانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا ہے۔ کیا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو دریافت کرونگا۔" (پیدائش ۱۸/۲۰ و ۲۱)

پادری صاحبان! بتلایئے۔ خداوند خدا کیا نعوذ باللہ بے علم ہے۔ جو اُترنے کی ضرورت رکھتا ہے۔ اور دریافتِ حال لوگوں سے کرتا ہے۔ بتلاؤ۔ اوّل بیان درست ہے یا دوئم۔

اسی طرح صد ہا اختلافات سے بائبل بھری پڑی ہے۔ یہ چند مقام صرف نمونہ کے طور پر ناظرین کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ بوقت فرصت انشاء اللہ۔ اور بھی اختلاف پیش کریں گے ہاں یہ مختصر سا مضمون نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عہد عتیق (پرانا عہد نامہ) اور عہد جدید (نیا عہد نامہ) کے باہم دو تین اختلاف نہ دکھلائے جائیں۔ کیونکہ قدیم و جدید عہد نامہ بقول پادری صاحبان خدائے قدوس کی طرف سے ہی الہام شدہ ہیں۔

ساتواں اختلاف

ختنہ کا تاکیدی حکم کہ لازم ہے۔ کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جاوے۔ اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا۔ (پیدائش ۱۷/۱۳)

اس ابدی عہد یعنی ایسے حکم کے خلاف انجیل کا بیان بھی سُن لیں جس کا جواز حکم قیامت تک کے لئے ہے۔

ختنہ سے کچھ۔ "دیکھو میں پولوس تم سے کہتا ہوں۔ کہ اگر ختنہ کراؤ گے۔ تو مسیح سے تم کو فائدہ نہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (گلتیوں ۵/۲)

صریح تناقض و تضاد

آٹھواں اختلاف

سلح ارفکسد کا بیٹا کہ جب ارفکسد پینتیس برس کا ہوا۔ اس سے سلح پیدا ہوا (پیدائش ۱۱/۱۲)

"اور وہ سلح کا اور وہ (سلح) قینان کا بیٹا، اور وہ قینان ارفکسد کا۔" (انجیل لوقا ۳/۳۵)

توریت سلح کا باپ ارفکسد کو بتلاتی ہے۔ اور انجیل سلح کے باپ کا نام قینان اور ارفکسد سلح کا دادا

پادری صاحبان کا فرض ہے۔ کہ ہر دو بیانات کی تطبیق کر کے دکھلائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں جو یقیناً محال ہے۔ تو بقول فنڈر صاحب بائبل کو الہامی کتاب کے درجہ سے گرا کر اس کا اعلان فرماویں۔

نواں اختلاف

توراۃ کامل ہے "خداوند کی توراۃ کامل ہے۔ کہ دل کی پھیرنے والی ہے۔ خداوند کی شہادت سچی ہے۔ کہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے۔" (زبور ۱۹/۷)

حضرت داؤد توراۃ کو کامل بتلاتے ہیں۔ مگر انجیل کا بیان قطعی اس کے خلاف ہے

توراۃ ناقص "غرض پہلا حکم (توراۃ) کمزور اور بیفائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا۔" (عبرانیاں ۷/۱۸)

عہدنامہ قدیم توراۃ کو کامل کہتا ہے۔ مگر عہد جدید "بیفائدہ اور کمزور" بتلاتا ہے۔ یسوعی دوستو! انصاف سے بتلانا کونسا بیان صحیح اور درست ہے۔

اب صرف ایک ہی باہمی اختلاف ان میں سے دکھلا کر اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ بوقت فرصت اس مضمون کو ناظرین کی خدمت میں شرح و بسط سے بھی پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔

دسواں اختلاف

"اور جب کشتی سے مسیح اُترا۔ تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی۔ قبروں سے نکلکر اُسے ملا۔" (مرقس ۵/۲)

مرقس کہتا ہے۔ کہ مسیح کو قبروں سے نکلتا ہوا ایک آدمی ملا۔ مگر مقدس متی اس کے خلاف ہے۔

"دو آدمی جن میں بد روحیں تھیں قبروں سے نکلکر اُسے (مسیح) ملے (متی ۸/۲۸)

عیسائی دوستو! تم تو قرآن میں اختلاف بتلاتے تھے۔ جو سراسر غلط بات ہے۔ مگر دیکھو تمہاری بائبل تو اختلافات سے بھری پڑی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

"ہم الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا"

پس اس تمام بحث سے ثابت ہو گیا۔ کہ چونکہ بائبل میں اختلافات بھرے پڑے

ہیں۔ اس لئے بقول پادری ٹنڈر صاحب بائبل خدا کا کلام نہیں۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

Digitized by Khilafat Library

شذرات

تناسخ

"سم" رات (سم یعنی جو دو پر تقسیم ہو۔ جیسے چوتھی و چھٹی) میں بھوگ (مجامعت) کرنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اور بکھم رات (جو دو پر تقسیم نہ ہو۔ جیسے تیسری۔ پانچویں) میں بھوگ کرنے سے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے لڑکا پیدا ہونے کی خواہش رکھنے والا "سم" رات میں بھوگ کرے۔" (منودھرم شاستر ادھیائے ۳ شلوک ۴۸)

منوجی مہاراج کا بنایا ہوا منودھرم شاستر یعنی منوسمرتی آریہ سماج اور اس کے بانی کے نزدیک نہایت یعنی مستند ہے۔ اس لئے اس شلوک کو آریہ سماج کے فاضل پنڈتوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے بطور استفسار نہ کہ برنگ اعتراض عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ کا مائیہ ناز مسئلہ آواگون تناسخ اس شلوک کے ہوتے ہوئے کیسے ٹھیک اور درست قایم دائم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ تناسخ کے ماننے والوں کی سب سے زبردست اور مستحکم بالشان دلیل ہی یہ ہے۔ کہ لڑکا یا لڑکی جو بھی پیدا ہوتا ہے محض اپنے گذشتہ اعمال کے نتیجہ میں نہ کہ کسی اور وجہ یا سبب علت و نیت سے۔ مگر منوسمرتی کا یہ شلوک بتلا رہا ہے۔ کہ مرد اگر سم رات میں اپنی عورت سے بھوگ کرے۔ تو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور برعکس اس کے بکھم رات میں بھوگ کرے تو لڑکی۔ پھر جب لڑکی و لڑکا پیدا ہونا ماں باپ کے ارادہ و مرضی پر منحصر و موقوف ہے۔ تو تمہاری یہ بات اپنے اندر کیا وقعت و قیمت رکھ سکتی ہے۔ کہ لڑکا و لڑکی اپنے کرم انوسار (مطابق) پیدا ہوتا ہے۔ پس ہماری اس مؤدبانہ عرض کو سرسری نظر سے نہیں۔ بلکہ بغور ملاحظہ فرماتے ہوئے اس کا مدلل و معقول جواب دیں۔ اگر جواب نہ ملا۔ تو ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی امر مانع و روک نہ ہوگا۔ کہ فی الحقیقت تناسخ باطل ہے۔

کفارۂ مسیح

پھر یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک مقام میں آیا اور شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھو۔ جب تک میں جا کر دعا مانگوں۔ تب اس نے پطرس اور

زبدی کے دو بیٹے ساتھ لئے۔ اور غمگین و نہایت دلگیر ہونے لگا۔ تب اس نے ان سے کہا۔ کہ میرا دل نہایت غمگین ہے۔ بلکہ میری موت کی سی حالت ہے۔ ۔۔۔۔۔ آگے بڑھ کر منہ کے بل گرا۔ اور دعا مانگتے ہوئے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ تو بھی میری خواہش نہیں۔ بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو"

متی ۲۶ / ۳۶ تا ۳۹

یہ وہ دعا ہے۔ جو مسیحؑ نے صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے خداوند خدا سے مانگی۔ تا کسی طرح موت جو نظر آ رہی ہے۔ ٹل جائے وغیرہ۔ اب دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں قبول ہوئی۔ جیسا کہ پادری صاحبان کا عقیدہ ہے۔ تو اتنا ضروری ماننا پڑیگا۔ کہ مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گیا۔ اور اگر برعکس اس کے ہمیں یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی۔ تو پھر اس امر کے باور کرنے کے لئے کسی اور مزید ثبوت کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور تسلیم کر لینا ہوگا۔ کہ مسیحؑ چونکہ قبولیت دعا کی وجہ سے صلیب پر نہیں مرا۔ اس لئے کفارہ بھی نہیں ہوا۔ پس جب ہم عبرانیاں باب ۵ آیت ۷ دیکھتے ہیں۔ تو یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ اس نے اپنے مجسم ہونے کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ دعا اور منتیں کیں۔ اور اس کی خداترسی کے سبب اس کی سنی گئی۔ الخ"

پس جب انجیل ہی اس کا فیصلہ دینے والی موجود ہے۔ کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی۔ تو پھر زید یا بکر یا کسی پادری کا کہنا کہ مسیحؑ صلیب پر مرا۔ اور ہمارے لئے کفارہ ہو گیا۔ کس طرح صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔

انوکھی تعلیم

سوامی دیانند فرماتے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل قسم کی عورتوں سے شادی کرنی نہیں چاہئے۔

"نہ زرد رنگ والی۔ نہ زیادہ مرد سے لمبی چوڑی۔ طاقتور۔ نہ بیمار نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں۔ نہ بہت بال والی۔ نہ بکواس کرنے والی اور نہ بھوری آنکھ والی"

(ستیارتھ پرکاش اردو ص۵۳)

زرد رنگ والی - بھوری آنکھ والی وغیرہ عورات کے ساتھ سوامی جی نے شادی ممنوع قرار دی ہے - آریہ سماج کے روشن خیال ممبر بتلائیں - کہ اس میں کونسی فلاسفی نہاں ہے تمہارا تو دعوےٰ ہے - کہ یورپ اور چین وغیرہ کو ہم آریہ کر لینگے - یہ خیال اگر پورا ہو جائے تو چین کے مرد زرد رنگ کی عورتوں سے اور یورپ کے آدمی بھوری آنکھ والی عورات سے بیاہ نہ رچائیں گے - تو ان کا گذر کیسے ہو سکتا - کیونکہ یورپ اور چین میں عموماً بھوری آنکھ والی اور زرد رنگ کی زرد عورتیں ہیں - بتلاؤ - عالمگیر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہوا کرتی ہے؟ ہاں ذرا سوچکر جواب دینا ٭

وعدہ خلافی

پھر خدا رات کو بلعام پاس آیا - اور اس سے کہا - کہ اگر وہ لوگ تجھے بلانے آئیں - تو اٹھ اور ان کے ساتھ جا - مگر جو بات میں تجھے کہونگا - وہی کیجیو - سو بلعام صبح کو اٹھا - اور اپنی گدھی پر زین رکھا - اور موآب کے امیروں کے ہمراہ گیا -

تب خداوند کا قہر بھڑکا - اس لئے کہ وہ گیا - اور خداوند کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا - تاکہ اس سے مزاحمت کرے" (گنتی ۲۲/ ۲۰ و ۲۱)

خداوند خدا نے خود بلعام کو اس کے پاس آکر حکم دیا - کہ تو چلا جا - مگر صبح ہی فرشتہ کو راہ میں کھڑا کر دیا - کہ بلعام کی مزاحمت کرے - حالانکہ خود ملاکی ۳/۶ میں فرماتا ہے - کہ

"کیونکہ میں خداوند ہوں - میں بدلتا نہیں - الخ"

امید ہے کہ کلیسا کے مقدس فادر اس ورس کی مفصّل اور شرح تشریح و تفسیر فرما کر مشکوری و شکرگذاری کا موقعہ دیں گے ٭

نیوگ اور منو

پرائی (دوسرے کی) عورت کی صحبت کے برابر دوسری کوئی چیز عمر کی گھٹانے والی مرد کے واسطے نہیں ہے" (منو ادھیائے ۴ شلوک ۱۳۴)

اگر شری منوجی مہاراج کے اس فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں شری سوامی دیانندکی طبعزاد (جیا سوز) تعلیم "نیوگ" کو رکھا جائے - تو دیانندی دوست بتلائیں ہر دو میں سے کونسی تعلیم درست و راست اور کونسی جھوٹ اور فضول ہے ٭

بائبل اور نیوگ اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں۔ اور ایک اُن میں سے بے اولاد مرجائے۔ تو اس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے۔ اور اسے اپنی جورو کرے۔ اور بھاوج کا حق اس سے ادا کرے۔ اور یوں ہوگا۔ کہ اس کا پلوٹھا جو اس سے پیدا ہو۔ تو اس کے مرحوم بھائی کے نام پر قائم ہوگا۔ تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے"
(استثنا ۲۵ ۵-۶)

پادری صاحبان اسوامی صاحب کے ارشاد اور بائبل کے اس فرمان یا قانون میں کیا تفاوت ہے کیا فرق ہے۔ آپ کو بتلانا ہوگا۔ ورنہ آریہ سماج کو موقع ملیگا۔ کہ وہ ہم سے بھی زیادہ آپ سے مطالبہ کرے اور دق کرے +

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

کیا امام غائب علیہ السلام اب بھی ظاہر نہیں ہوئے؟

شیعہ صاحبوں کا رسالہ البرہان نامی جولاہور سے شائع ہوا کرتا ہے۔ اس کے پرچہ ماہ صفر ۱۳۳۸ھ میں ایک مراسلت زیر عنوان "عراق میں انگریزی حکومت" شائع ہوئی ہے۔ اڈیٹر صاحب البرہان لکھتے ہیں۔ کہ "ہمارے مکرم دوست سردار محمد سرور خانصاحب رسالدار آجکل کربلائے معلےٰ و کاظمین شریف کے ڈپٹی اسسٹنٹ پولٹیکل افسر ہیں وہ اپنے ایک پرائیویٹ خط میں جو کاظمین شریف سے ۲۳ ستمبر ۱۹۱۹ء کو روانہ کیا ہے۔ بعض حالات تحریر فرماتے ہیں۔ جن کے بعض فقرات یہ ہیں " من از کربلا یک مضمون بخدمت والا م نوشتہ فرستادہ بودم۔ کہ ادارہ البرہان چاپ کنند . . . . . در پولٹیکل اسسٹنٹی خود در ہشت ماہ حسب ذیل کارہا کردم۔ مینارِ طلائی سید الشہداءؑ کہ از دہ سال شکستہ بود۔ وکسے ہم جرأت ساختن نمیکرد۔ چندہ جمع کردہ ساختم۔ کلاک ٹاور ساعت حضرت ؑ طلاء کردم۔ سڑک جدید قریب چہارصد ذرع طولانی از شہر جدید عباسی تا در قبلہ ابوالفضل عباس

تیار کردم۔ در قبلہ یک خورشش کج بود راستہ کردم۔ مبلغات اخراجات سڑک کہ بتجویز خودم شد۔ حکومت معظمہ انگریزی عطا کرد مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ۔ زن فاحشہ ہائے و بچہ ہائے خراب را از کربلا کشیدم۔ سگرٹ کشی را در رواق و ایوان حضرت امام حسین و ابو الفضل قطعی بند کردم۔ اینک حکومت معظمہ خدابیہائے کاظمین را بیشتر دیدہ بندہ را بعہدہ ڈی۔ اے پی او فرستادہ۔ دعا کنید۔ کہ اینجا ہم خدمات من منظور شوند۔ و موفق آئم غیر اصلاحات بالا کہ درج کردم۔ در کربلا حیلے کردم۔ کہ حالا دفتر باشد۔ تا نوشتہ شود۔ ہاں شرابخواری کہ مثل آب میخوروند۔ بند کردم تو بل یکصد روپیہ جرمانہ و ۱۲ چوب در میدان میزدم۔ چنانچہ بعد زدن چند اشخاص کلی بند شد۔ قمار کہ عادت اعراب است قطعی بند شد۔ چراغہائے برقی در صحن حضرت رواج دادم۔ الخ

ان باتوں کو سنکر کسقدر حیرت ہوتی ہے۔ کہ سلطنت اسلامیہ کے عہد میں ایسے مقدس مقامات کی یہ حالت اور عتبات عالیات میں مسلمانوں کے یہ کردار اور مومنین کی یہ حالت زار! لاریب قد فسد الزمان۔ یہی امور اہل اسلام کے زوال کا باعث ہیں۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ ان حالات کو دیکھتے اور سنتے ہوئے کون مومن و مسلم ہے۔ جو برٹش گورنمنٹ کا دل سے شکر گذار اور اس حکومت کا گرویدہ نہ ہوگا۔ اور اس کے قیام و بقا کی دعا نہ کریگا۔ انتہی بالفاظ مختصراً۔

خلاصہ ترجمہ عبارت فارسی یہ ہے۔ کہ سردار محمد سرور خانصاحب ڈپٹی اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر کربلائے معلےٰ و کاظمین شریف سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کربلاء معلےٰ میں چندہ کرکے مینار طلائی حضرت سید الشہداء کی مرمت کرائی۔ کلاک ٹاور پر سنہری پانی پھروایا۔ سڑک جدید نکلوائی۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے پچاس ہزار روپیہ سے امداد فرمائی۔ جو میری تجویز سے خرچ ہوئے۔ کربلائے معلےٰ میں بدکار عورتوں۔ نا ہنجار چھوکروں کا ایک مجمع رہا کرتا تھا۔ ان سب کو میں نے وہاں سے نکال باہر کیا۔ ایوان حضرت امام حسین علیہ السلام میں جو سگرٹ کشی ہوا کرتی تھی۔ اس کی ممانعت کی۔ یہاں کے لوگ شراب پانی کی طرح پیتے تھے۔ اس کا انسداد کیا۔ فی بوتل سو روپیہ جرمانہ اور ۱۲ ضرب بید کی سزا مقرر کی گئی۔ کتنے ہی آدمیوں کے میدان میں بید لگوائے۔ جب باز آئے۔ اسی طرح قمار بازی

جو اعراب کی عادت ہو گئی تھی۔ پھیرائی گئی۔ حضرت امام علیہ السلام کے صحن میں بجلی چراغوں کی روشنی کو رواج دیا۔

معزز نامہ نگار اور فاضل اڈیٹر کے ریمارک کو پڑھکر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مسلمانوں کی حالت زار کا عبرت انگیز نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آکر اس تحریک کا موجب ہوا۔ کہ میں شیعہ صاحبان سے عموماً اور اڈیٹر البرہان سے خصوصاً یہ اپیل کروں۔ کہ جب اسلامی دنیا کی روحانی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ تمدنی حالت اس قدر تنزل کو پہنچ گئی۔ کہ اہل نظر اس حالت زار کو دیکھکر کلیجہ پکڑکر رہ جاتے اور سخت دلگیر ہو کر رو مندانہ لہجہ میں بیساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ لاریب قد فسد الزمان۔ تو پھر آپ کے دلوں میں اس وقت مصلح الزمان کی ضرورت کا احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ اور آپ کی زبان حال سے بیتابی اور اشتیاق کے لہجہ میں لاریب۔ قد فسد الزمان کے ساتھ الفاظ فاین مصلح الزمان کیوں نہیں نکلتے۔ میری اس اپیل کو سنکر ایک ظریف دوست نے فرمایا۔ کہ نکلتے تو ہیں مگر نقاب تقیہ میں روپوش رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر سبحان اللہ!

"خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں"

طرفہ تریہ کہ باوجود علم ماکان وما یکون خود حضرت امام غائب علیہ السلام بھی ظہور موفور السرور کا ارادہ نہیں فرماتے۔ حالانکہ ابو الائمہ علیہم الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "امامت انتظام امت کے لئے" (نہج البلاغۃ صد ۵۲۱ ترجمہ مطبع یوسفی)

پس اے شیعہ صاحبو! کیا آپ لوگوں میں کچھ ایسی سعید روحیں نہیں ہیں۔ جو اس اپیل کو پڑھکر **مصلح الزمان** کی تلاش میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔ اگر ہیں اور خدا کرے کہ ہوں۔ تو ہم ان کو مخاطب کر کے قدوس خداوند کا یہ مقدس کلام سناتے ہیں۔ یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔ سنو اور کان کھول کر سنو! کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے موعود مصلح الزمان عین وقت پر دار الامان قادیان میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس کے اولین جانشین

نور مبین خلیفہ نور الدین رضی اللہ عنہ کے بعد امام الزمان کا موعود پسر خلیفہ دوم حضرت فضل عمر
ایدہ اللہ بنصرہ روح القدس سے تائید یافتہ ہو کر حقائق و معارف کے دریا بہا رہا ہے
پس اسے صداقت کے پیاسو ادھر دوڑو۔ اور اس دریا کے کنارہ پر پہونچکر اپنے منہ
رکھدو۔ اور معرفت امام کے زندگی بخش پانی سے سیراب ہو کر زندہ جاوید بن جاؤ۔ ولنعم
ما قیل ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(سید صادق۔ اٹاوی)

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی میں جو متشابہات ہیں۔ ان کو محکمات سے
حل کیا گیا ہے۔ اور پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر بحث
کر کے اسے واضح کر دیا ہے۔ صرف چند جلدیں باقی
ہیں۔ جو صاحب چاہتے ہیں۔ جلد منگوالیں۔ بعد
میں طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو خدا جانے کب ہو
اور اگر ہو بھی۔ تو اس رسالہ میں جو سلطان محمد کے مکتوب کا عکس ہے۔ (جس میں
اس نے حضرت مرزا صاحب کے نیک اور خدا یاد اور متقی ہونے کا اقرار کیا ہے
اور یہی وجہ ہے۔ عذاب کے ٹل جانے کی)
وہ شاید پھر اس خوبی کے ساتھ نہ آسکے۔ پس جلدی کیجئے۔ اور یہ چند جلدیں
جلد منگوا لیجئے۔ اس رسالہ کے ساتھ ایک ۸ صفحہ کا رسالہ بطور ضمیمہ لگایا گیا
ہے۔ جس میں مزید اعتراضات کے جواب دے کر اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔ بوجہ
کمیابی فی رسالہ ساڑھے آٹھ آنہ سے ملے گا۔

منیجر تشحیذ قادیان

کیا آیت اموات غیر احیاء سے وفات مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی؟

حضرت مسیح موعودؑ نے جب وفات مسیحؑ کو بدلائل قاطع و براہین ساطعہ ثابت کیا۔ اور بہت سی نصوص صریحہ قرآنیہ پیش کیں۔ جن میں سے ایک آیت معنونہ بھی تھی۔ تو مخالفین نے آپ کی مخالفت کی۔ اور کہا۔ کہ ان آیات سے وفات مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی اور اعتراض بھی کئے۔ پس ہم اپنے اس چھوٹے سے مضمون میں صرف ان اعتراضوں کا جواب دیں گے۔ جو آیت والذین یدعون من دون اللہ الخ پر کئے گئے ہیں۔

استدلال از آیت بر وفات مسیحؑ

آپ نے آیت والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ط اموات غیر احیاء ومایشعرون ط ایان یبعثون ط سے وفات مسیحؑ پر یوں استدلال کیا۔ کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے معبودان باطلہ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ وہ مُردہ ہیں۔ بالکل زندہ نہیں۔ اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے۔ کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح عیسےٰ ابن مریم سے ثابت ہے۔ کہ وہ معبودان باطلہ میں شامل ہیں۔ پس دونو آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا۔ کہ مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں۔

اعتراض اول

ایک اعتراض تو مذکورہ بالا استدلال کو توڑنے کیلئے یہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ تمام معبود من دون اللہ کا مُردہ ہونا ثابت نہیں کیونکہ بعض زندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کواکب یا عناصر جنکو اکثر لوگ پوجتے ہیں۔ ان کے اوپر موت کا اطلاق مشکل ہے۔ کیونکہ ستاروں کو کوئی مُردہ نہیں کہتا۔ اور نہ ان پر موت بعد الحیات طاری ہوئی۔ اور اموات سے مراد بے حس و بیجان ہیں اور مسیحؑ

حقیقتاً زندہ ہے ۔ نہ بیجان و بحس ؛ (منقول از اخبار ذوالفقار ۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۸ء)

جواب اس اعتراض کا خلاصہ صرف اتنا ہی ہے ۔ کہ یہاں پر انہی معبودان باطلہ کا ذکر ہے ۔ جو کہ بیجان اور بحس ہیں ۔ لیکن یہ اعتراض محض قلت تدبر سے ناشی ہے ۔ کیونکہ مندرجہ ذیل تین قرائن اس بات کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیتے ہیں ۔ کہ متنازعہ فیہا آیت میں بے جان اور بے حس معبودان باطلہ ہی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ معبودان باطلہ بھی مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔

پہلا قرینہ پہلا قرینہ اس بات کا کہ آیت میں وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔ اموات غیر احیاء کا لفظ ہے ۔ کیونکہ اموات سے مراد بے جان و بے حس ہی تھے ۔ جیسے کواکب وغیرہ ۔ تو غیر احیاء کے لفظ لانے کی کیا ضرورت پیش آئی ۔ اور صرف اموات ہی کیوں نہ رہنے دیا ۔ ایک ایسی چیز (جو فی حد ذاتہ بے جان و بے حس ہے جسکو تمام لوگ بیجان و بحس مانتے ہیں) کی نسبت یہ خبر دینا ۔ کہ فلاں چیز بحس ہے تحصیل حاصل ہے ۔ اور یہ سوال کہ غیر احیاء کا لفظ کیوں لایا گیا ۔ اس کا جواب ہم دوسرے اعتراض کے جواب میں دینگے ؛

دوسرا قرینہ دوسرا قرینہ اس بات پر کہ اموات سے وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں ۔ جو پہلے زندہ تھے ۔ اور ذی شعور تھے ۔ لفظ ما یشعرون ایان یبعثون ہے ۔ یعنی اب ایک چیز یعنی موت کے لاحق اور عارضی ہونے کی وجہ سے ان میں شعور نہیں ۔ پہلے صاحب شعور تھے ۔ اور کواکب وغیرہ جو کہ بحس و بے جان ہیں ۔ تو پہلے ہی سے ذی شعور نہیں ۔

تیسرا قرینہ تیسرا قرینہ اس بات پر ما یشعرون ایان یبعثون ہے ۔ یعنی یہ آیت ایسے معبودان باطلہ کے حق میں ہے ۔ جو قیامت کے دن مبعوث ہونگے ۔ یا جو بعثت من القبور کا احساس و شعور رکھتے ہیں ۔ پس یہ تینوں قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں ۔ کہ اس آیت میں معبودان باطلہ سے مراد کواکب احجار وغیرہ نہیں ہیں ۔

اعتراض دوم اس آیت میں اموات کے معنے محل موت ہیں ۔ اسلئے کہ اموات جمع میت کی ہے ۔ اور میت کے معنے ہیں ۔ جو ابھی مرا نہ ہو ۔ لیکن وہ دائم الحیات

بھی نہ ہو - بلکہ مرنے والا ہو - جیسے انک میّت وانھم میّتون - پس اس سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی - کیونکہ غایت سے غایت اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ وہ شخص یا اشخاص ایسے ہیں - کہ موت ان پہ وارد ہو سکتی ہے - اور قرآن مجید کی غرض وغایت کے بھی یہی معنی مناسب ہیں - اس لئے کہ قرآن مجید کا اثر آئندہ اور گذشتہ دونوں زمانوں کے لئے ہے لیکن اگر اموات کے معنے مُردہ ہیں - تو صرف گذشتہ زمانہ پر ہی دلالت کرتا ہے - اور یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے - اور صحیح معنے یہی ہیں - کہ گذشتہ معبودان باطلہ بھی محل موت تھے - اور آئندہ جو بنائے جائیں گے - وہ بھی محل موت ہیں - تو اس طرح معبودانِ مشرکین کو محل موت کہکر شرک کی بیخکنی کر دی - (منقول از اہلحدیث مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

پہلا جواب اموات کو صرف میّت کی جمع قرار دینا علم لغت سے بالکل بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ہے - کیونکہ اموات میْتٍ کی جمع آتی ہے - جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے :-

والاموات میت مِثلُ بیتٍ وَ ابیاتٍ (اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

یعنی اموات میْت کی جمع ہے - جیسے کہ بیت کی جمع ابیات ہے - اور میْت اور میّت کے درمیان تاج العروس اور لسان العرب والے نے یہ فرق لکھا ہے -

"المیْتُ مخفّفۃ الذی مات بالفعل والمیّت والمائتُ الذی لم یمت بعد ولکنہ بصدد ان یموتِ قال الخلیل انشدنی ابو عمرو

ایا سائلی تفسیر میْتٍ و میّت
فدونک قد فسرت ان کنت تعقل
فمن کان ذا روح فذلک میّتٌ
وما المیت الا من الی القبر یحمل"

(تاج العروس جزو اول)

میْت تو بالفعل مردہ کو کہتے ہیں - اور میّت اور مائت جو ابھی مرا نہ ہو - اور

خلیل نے کہا ہے۔ کہ میرے پاس ابوعمرو نے شعر پڑھے۔

اے میّت اور میِّت کی تفسیر پوچھنے والے اگر تو عاقل ہے تو جو میں نے تفسیر کی ہے۔ اس کو لیلے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو روح والا ہو۔ یعنی زندہ ہو۔ وہ تو میِّت ہے اور جو قبر کی طرف لیجایا جائے۔ یعنی بالفعل مردہ ہو۔ وہ میْت ہے۔ اور یہی فراء کا مذہب ہے حکایت جوہری مصنف لسان العرب لایا ہے۔

دوسری غلطی جو میّت کے معنے کرنے میں معترض کو لگی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کہ میّت کے معنے بھی صرف مرنے والے کے ہی نہیں۔ جیسے کہ اس نے آیت انک میت ... الخ سے استدلال کیا ہے۔ بلکہ میّت کے بھی معنے بالفعل مردہ کے آتے ہیں۔ جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے۔

"المیتُ ویخفف کسید وسید الذی فارق الحیاۃ قال فی التاج ولم تجعل العرب فرقا فی الاستعمال" (اقرب الموارد جلد ۲)

میّت کو مخفف کرکے بھی پڑھا جاتا ہے۔ جیسے سیّد کو سید کرکے پڑھتے ہیں اور اس کے معنے یہ ہیں۔ جو زندگی سے جدا ہوجائے۔ یعنی حیات اس میں نہ رہے نیز قرآن مجید کی دوسری آیات سے بھی کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

اس آیت میں شہداء پر جو کہ بالفعل مردہ ہیں۔ اموات کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۲) کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ۰

اس آیت میں بھی اموات کا لفظ مردہ بالفعل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی تم مردہ تھے۔ پس تم کو اس نے زندہ کیا۔ یہ نہیں کہ تم مرنے والے تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا۔

(۳) الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ اس آیت میں بھی اموات کا

بالفعل مُردہ کے معنوں میں استعمال ہوا۔

غیر احیاء کے لانے کی غرض

پس جبکہ از روئے لغت اور قرآن مجید یہ بات بپایہ ثبوت پہنچگئی۔ کہ اموات کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر احیاء جسکے معنے بھی مُردہ کے ہیں۔ کیوں لایا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اموات جو کہ میّت اور میْت دونو کی جمع ہے۔ اس سے یہ وہمہ بھی گذر سکتا تھا۔ کہ یہاں پر اموات کا لفظ (میّت کی جمع) ہے۔ اور اس کے معنے محل موت کے ہیں۔ تو اس شبہ کے ازالہ کیلئے غیر احیاء کا لفظ لایا گیا۔ کہ اموات یہاں پر میْت (میّت کی جمع جس کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں وارد ہوا ہے۔ اور یہی معنے صحیح ہیں۔ اور یہ معنے کہ "وہ مرنیوالے ہیں۔ زندہ رہنے والے نہیں" غلط ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کی رو سے غیر احیاء کا لفظ زاید ماننا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو مفہوم اموات کا ہے۔ وہی غیر احیاء کا ہے۔ دوم اس لئے بھی غیر احیاء کا لفظ لایا گیا کہ اموات کے لفظ سے کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ یہاں پر روحانی مُردے مُراد ہیں۔ جسمانی نہیں۔ تو غیر احیاء کا لفظ لاکر بتا دیا۔ کہ وہ بلحاظ جسم کے زندہ نہیں۔ مُردہ بالفعل ہیں۔

دوسرا جواب وما یشعرون ایان یبعثون بھی اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ اموات سے مراد اس آیت میں مردہ بالفعل کے ہیں۔ اسلئے کہ اب معبودان باطلہ کی حالت یہ بتائی ہے کہ ان کو اس وقت معلوم نہیں۔ کہ ان کا کب بعث ہوگا۔ اور یہاں پر بعث بعد الموت کے سوا اور کوئی بعث نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ پہلے ان کے لئے غیر احیاء فرمایا ہے۔ اور بعث کے معنے لسان العرب میں یہ لکھے ہیں۔

"البعث: الاحیاء من اللہ تعالیٰ للموتیٰ"

پھر لکھا ہے۔

ومن اسماءہ عزوجل الباعث الذی یبعث الخلق ای یحییھم بعد الموت یوم القیامۃ

یعنی خدا تعالیٰ کے نام باعث کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ مخلوقات کو ان کی موت کے بعد قیامت کے دن زندہ کریگا۔ پس اس آیت میں یوم البعث نہ جاننا فرمایا۔ پس اگر ان پر موت وارد

نہ ہوئی ہوتی۔ تو ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ موت کا دن نہیں جانتے۔ زیادہ ان کے معبود من دون اللہ ہونیکا ابطال کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ پہلا ورجہ یعنی موت کا جو قریب ہے۔ وہ اس کو بھی نہیں جانتے۔ تو اس کے بعد کی باتوں کو کیسے جان سکتے تھے۔ چونکہ ان پر موت تو طاری ہو چکی تھی۔ اور اب ان کے زیادہ قریب یوم البعث کا دن تھا۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ وہ یوم البعث کا بھی علم نہیں رکھتے۔

تیسرا جواب معترض کا یہ کہنا کہ اموات کے معنے اگر بالفعل مردہ کے لئے جائیں تو اس طرح آیت صرف گذشتہ معبودان باطلہ پر ہی دلالت کرے گی۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے لینے سے بھی گذشتہ و آیندہ معبودان باطلہ پر قرآن مجید کا یہ حکم صادر رہتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے اس آیت میں یہ ثابت کیا ہے کہ دیکھو تم ان کو معبود من دون اللہ بناتے ہو۔ جو مُردہ ہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ معبود من دون اللہ بنائے ہی بعد موت کے جاتے ہیں۔ باہیں وجہ کہ اگر ان کے سامنے ان کو معبود من دون اللہ لوگ بنائیں۔ تو وہ تردید کر سکتے ہیں۔ کہ ہم خدا نہیں۔ تم ہمیں کیوں خدا کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔ اور آیندہ معبودان باطلہ کے لئے یہ آیت اس طرح پر چسپاں ہوتی ہے۔ کہ جب بھی کوئی معبود بنایا جائیگا۔ تو اس کے مرنے کے بعد ہی بنایا جائیگا۔ زندگی کی حالت میں نہیں بنا سکتے۔ پس وہ بھی اموات غیر احیاء کے لفظ کے نیچے آجائیگا۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونو معنوں سے کہ اموات کے معنے محل موت شرک کی زیادہ بیخکنی کرتے ہیں۔ یا مُردہ بالفعل کے۔ یہ بات بدیہی ہے۔ کہ مُردہ بالفعل کے معنے کرنے سے شرک کی زیادہ بیخکنی ہوتی ہے۔ کیونکہ جو خود مر چکا ہے۔ وہ کیونکر معبود من دون اللہ ہو سکتا ہے۔

اموات کے لفظ میں ایک اعتراض کا جواب جب مشرکوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ فرمایا کہ جو تین خدا مانتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ تو کوئی شخص نہ کہہ سکتا تھا۔ کہ جب مشرکوں کو تو کافر کہا گیا۔ لیکن جنہوں نے کہا۔ کہ ہمیں

شریک بناؤ۔ وہ کیسے نیک ہو سکتے ہیں۔ ان کو کیوں کافر نہیں کہا گیا۔ تو اس وہم کا جواب خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ اموات غیر احیاء کہ وہ تو بیچارے مُردہ ہیں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں کہ ہمیں خدا کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سوال یٰعیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ کے جواب میں سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہٗ فقد علمتہ۔۔۔ الخ جواب دیں گے۔ پس مذکورہ تینوں جوابوں سے واضح ہوگیا۔ کہ اس آیت کے معنے یہی ہیں۔

"کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ مُردے ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

(تفسیر سید احمد جلد ۵ صفحہ ۱۸۱)

تیسرا اعتراض تیسرا اعتراض جو غیر احمدی علماء پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اگر اموات کے معنے مُردہ بالفعل کے لئے جائیں۔ یا کواکب اور پتھر وغیرہ (جو بے حس و بیجان ہیں) کے علاوہ بھی معبودان باطلہ مراد لئے جائیں۔ تو اس سے ملائکہ کا بھی مُردہ ہونا لازم آئیگا۔ کیونکہ ان میں سے بھی بعض کو بعض لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

جواب اول ملائکہ اس آیت میں اس لئے شامل نہیں ہیں۔ کہ اس میں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ وہم یُخلقون سے ظاہر ہے۔ اور ملائکہ خدا تعالیٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا نہیں ہوئے بلکہ صفت امر کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے اشیاء کو پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ اور دوسری کا نام امر۔ جیسا کہ آیت الا لہ الخلق والامر سے ظاہر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے۔ کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو۔ تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے۔ اور اگر ایسے طور پر کسی چیز کو پیدا کرے۔ کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں

اپنا وجود رکھتی ہو۔ تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے۔ اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(۱) الابداع ایجاد شئ لا من شی فیخرج الشئ من کتم العدم بغیر مادۃ

یعنی کسی چیز کا بغیر اس کے کسی مادہ سے محض عدم سے وجود میں لانا ابداع ہے۔ اور اسی کا نام قرآن مجید میں امر رکھا گیا ہے۔

(۲) "الخلق ۔ ھو ایجاد الشئ من شئ کما خلق آدم من التراب"

(حجۃ اللہ البالغہ جزو اول صہ ۹)

یعنی خلق کہتے ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے بنانا۔ جیسا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا

پھر امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"ثم قال بعدہٗ الا لہ الخلق والامر وھو اشارۃ الی ان کل ماسوی اللہ تعالیٰ اما من عالم الخلق او من عالم الامر اما الذی ھو من عالم الخلق فالخلق عبارۃ عن التقدیر وکل ما کان جسما او جسمانیا کان مخصوصا بمقدار معین فکان من عالم الخلق وکل ما کان بریئا عن الجسمیۃ والمقدار کان من عالم الارواح ومن عالم الامر فدل علی انہ سبحانہ خص کل واحد من اجرام الافلاک والکواکب التی ھی من عالم الخلق بملک من الملئکۃ وھم من عالم الامر"

(تفسیر کبیر جلد ۴ صہ ۳۳۹)

پھر خدا نے الا لہ الخلق والامر فرمایا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا تمام اشیاء یا عالم خلق سے ہیں۔ یا عالم امر سے جو عالم خلق سے ہیں۔ تو خلق اندازہ کو کہتے ہیں۔ اور ہر ایک وہ چیز جو جسم یا جسمانی ہوگی۔ تو وہ مخصوص بمقدار معین ہوگی۔ اسلئے عالم خلق سے ہے۔ اور جو جسمیت اور مقدار سے بری

ہوگی - وہ عالم ارواح اور عالم امر سے ہے پس اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک کو اجرام افلاک اور کواکب سے جو کہ عالم خلق سے ہیں - خاص کیا ہے - فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کے ساتھ جو کہ عالم امر سے ہیں -
پس اس حوالہ اور اوپر کے بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا - کہ خدا تعالےٰ کے پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں - ایک خلق - ایک امر اور فرشتے عالم امر سے ہیں نہ عالم خلق سے اور آیت میں جن معبودان باطلہ کا ذکر ہے وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے پس فرشتوں کا اموات غیر احیاء سے خارج ہونا ثابت ہوگیا -
بنا بریں وہ استدلال جو مسیح موعودؑ نے اس آیت سے کیا ہے بحال رہا اور نہ ٹوٹ سکا ۔

(جلال الدین شمس سیکھوانی) مولوی فاضل

کُن فیکون کے متعلق ایک حوالہ

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون - مخالفین اعتراض کیا کرتے ہیں - اس کے متعلق یہ حوالہ بھی کارآمد ہے - کلمۃ الاشراق میں لکھا ہے -

"الم تران الحدیدۃ الحامیۃ تتشبہ بالنار لمجاورتھا وتفعل فعلہا فلا تتعجب من نفس استشرقت واستضاءت بنور اللہ فاطاعھا الاکوان طاعتھا للقدسین فتومی فیحصل الشئ بایماءھا وتتصور فیقع الشئ بحسب تصورھا ومثل ھذا فلیعمل العاملون - (کلمۃ الاشراق مطبوعہ ایران ص۶)

کیا تو نہیں دیکھتا کہ گرم لوہا آگ میں پڑکر آگ کی شکل اختیار کرلیتا ہے - اور آگ کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں پس تو اس نفس سے تعجب نہ کر - جو کہ خدا کے نور سے منور ہوئی ہے اور پھر اکوان نے اسکی ایسی اطاعت اختیار کی ہے جس طرح کہ عالم قدس رہنے والوں کی پس اس نفس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ وہ نفس کسی چیز کے ہونے کیلئے اشارہ کرتی ہے تو وہ چیز اسکے اشارہ سے حاصل ہوجاتی ہے - اور وہ کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو وہ چیز اسکے تصور کے مطابق واقع ہوجاتی ہے - اور عمل کرنیوالوں کو ایسا ہی عمل کرکے اپنے نفس کو پاک اور مطہر بنانا چاہیئے ۔

خانقاہی ٹکر

خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے پیرمغاں مولٰنا محمد علی صاحب نے ایک کتاب "ہدیہ عثمانیہ" تصنیف فرمائی ہے، آج میں نے اس میں ایک طرفہ تماشا دیکھا جس کو میں اپنی اصطلاح میں "خانقاہی ٹکر" کہوں گا۔ آپ کو بھی یہ لطیفہ دیکھنا چاہیے

ملاحظہ ہو

ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۱ سطر ۹ "مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے

ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۱۲ سطر آخری ۱۳ سطر اول "جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی سچا نبی نہ ہوگا

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے، تو کیا مسیح موعود بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہونگے، اگر ہونگے تو آپکے قول کے مطابق سچے نبی نہ ہونگے اگر سچے نبی ہونگے تو یہ کہنا غلط ہوا جاتا ہے، کہ "مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے"

چونکہ غیر احمدی معارف قرآن اور حقائق حدیث سے محروم ہیں، قرآن وحدیث کی حقیقی اور واقعی تطبیق نہیں کر سکتے، ہدیہ عثمانیہ کی یہ دونوں عبارتیں آپس میں دنادن ٹکرا رہی ہیں، اور ہم اس "خانقاہی ٹکر" کا تماشا دیکھ دیکھ متعجب ہو رہے ہیں، خدا کے مامور کی مخالفت، حافظہ اور قوت عقلیہ کو بھی زائل کر دیتی ہے، پس منکروں کو قہر خدا سے ڈر کر توبہ کرنی چاہیئے۔

(ابو محمد محفوظ الحق علمی دارالامان)

رفیق حیات

قادیان خداوند زمین و آسمان کیطرف سے مرکز قرار دیا گیا ہے تمام علمی ترقیات انسانی کا۔ ضرور تھا کہ اس کا ایک ادبی تاریخی علمی رسالہ نکلے۔ اس ضرورت کو جناب علمی کا قلم جواہر رقم بذریعہ رفیق حیات نہایت خوبی سے پورا کر رہا ہے قیمت عہ سالانہ نمونہ منگوائیے۔ بزم محبت (ماہواری مجلس مشاعرہ) کے چیدہ اشعار بھی اس میں درج ہوتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے۔ کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد و متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ر۔

چھ مشہور دواؤں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۶ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اسلئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف نئے اصحاب کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنایا ہے۔ جس میں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں۔ کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں۔ جن کے ساتھ ان کے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔

دوائیوں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ و گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔

دمہ کی دوا۔ فوراً دمہ کو دبا دیتی ہے۔

کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

جلاب کی گولیاں۔ آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی دستوں کی دوا۔

قیمت فی بکس عہ۔ محصولڈاک ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط وکتابت بنام منیجر	قیمت ہر حال پیشگی	مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ جون ۱۹۲۰ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ	نمبر ۶

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

(۱)	ادعیۃ النبی وما ادراک ما ادعیۃ النبی	۱ سے ۱۳	مولوی عبد الحلیم صاحب کٹکی مقام سمبل پور
(۲)	وید و اپنشد سے اس بات کا ثبوت کہ مادہ و روح حادث ہیں	۱۳ سے ۲۱	منشی فضل حسین صاحب مہاجر
(۳)	تعدد ازدواج	۲۱ سے ۲۹	منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر قادیان
(۴)	حدیث لا نبی بعدی میں بعدی سے کیا مراد ہے۔	۳۰ سے ۳۲	مولوی تاج الدین لائلپوری مدرسہ احمدیہ قادیان
(۵)	شیعہ کا غلط حوالہ	۳۲ سے ۳۷	اکمل
(۶)	شیعہ علم کلام	۳۸ سے ۳۹	〃
(۷)	عیسائی صاحبان سے چند استفسارات متعلق الوہیت مسیح	۳۹ سے ۴۰	مولوی [illegible] صاحب مدرسہ احمدیہ قادیان
(۸)	غزل شہاب	۴۱	مولوی مہر محمد خان صاحب احمدی شہاب مالیرکوٹلوی

قیمت سالانہ [illegible] عام [illegible]	باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا کر چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا	غیر ممالک سے [illegible] طلباء سے [illegible]

التشریح الصحیح

لحدیث نزول المسیح

میں نے پہلے تشحیذ میں ناظرین کرام کو یہ بشارت دی تھی کہ وہ حدیث جس میں **نزول مسیح** کا بیان ہے اسکی تشریح و توضیح ایک فاضل نے تیار کر کے میرے پاس بھجوائی ہے ۔ سو صفحے سے زیادہ کا مضمون ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ایک ہی نمبر میں نکل جائے ۔ ۴۰ صفحے کا خرچ تو رسالہ کا فنڈ برداشت کرے گا ۔ باقی خرچ اسطرح پورا ہو سکتا ہے کہ دس بزرگ دس دس روپے عنایت فرمادیں تو ماہ رمضان میں اس کار خیر سے اللہ انھیں بہت بہت اجر دے گا ۔ اور اسطرح پر ایک کام ہو جائیگا ۔ فاضل شارح حدیث نے ینزل فیکم ۔ ابن مریم ۔ کسر صلیب ۔ قتل خنزیر یضع الجزیتہ ۔ یفیض المال ایک ایک لفظ کی تشریح کی ہے اور کتب لغت و تفاسیر و دیگر کتب مسلمہ علماء اسلام سے بے شمار حوالے دیکر احمدیہ لٹریچر میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے ۔ یہ خدمت بجا لاکر میں بہت خوش ہوں گا ۔ دوستوں کی ادنیٰ توجہ کی ضرورت ہے جو صاحب دس دس روپے نہ دے سکیں حسب توفیق ہی حصہ لیں ۔ میں جون کا مہینہ انتظار کروں گا ۔ امید ہے اسی میں اس درخواست کا جواب عملی رنگ میں مجھے مل جائیگا ؎

"مینیجر تشحیذ قادیان"

وفاتِ مسیح پر ایک نئی دلیل

مولانا محمد سرور شاہ صاحب کا وہ زبردست مضمون جو مئی کے رسالہ تشحیذ میں چھپا ہے اور جس میں علاوہ بعض آیات و احادیث سے استدلال کے علاوہ ایک نیا حوالہ بھی آپنے پیش کیا ہے الگ بھی کچھ چھپوایا گیا تھا ۔ جو صاحب اسے تقسیم کرنا یا کسی غیر احمدی دوست کو بھیجنا چاہیں وہ ایک ارحساب سے منگوالیں صرف ۵۰ جلدیں باقی ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۰ء

اَدعیۃ النبیؐ وما اُثر من اَدعیۃ النبیؐ

ماہ رمضان المبارک کہ دعاؤں سے مختص ہے۔ اس میں میرے مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب کٹکی کا یہ مضمون جماعت مومنین میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جائیگا۔ اور اسی طور پر دوسری دعاؤں میں تدبر کرکے اپنے ایمانوں میں خاص حلاوت پائینگے (ایڈیٹر)

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ غیر تو غیر اپنے بھی "دُعا" کو بے حقیقت اور بے سُود سمجھنے لگے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ذات جو مخلوق کے لئے ایک رحمت ایک اسوہ تھی۔ جس کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون وحی خفی کے ماتحت ہوتا تھا۔ ہر وقت اور ہر کام میں نہ صرف دعائیں کرتی ہے۔ بلکہ دعا کو مغز عبادت بتلاتی ہے۔ مولوی ملّا نے دعاؤں کو برہمنوں کے منتروں کی طرح رٹتے جاتے ہیں۔ اور غیروں کو ہنسی و استہزا کا موقعہ دیتے ہیں ؎

آؤ دیکھیں! کہ جس طرح اس صادق و مصدوق کے اور ارشادات اور احکام د

؎ فاضل مضمون نگار کی مراد کلمہ گو مدعیان اسلام سے ہے (ایڈیٹر)

(اعمال پرفلاسفروں کی تاریک کھوپڑی سے اعتراض ہوتے تھے - بالآخر جوں جوں زمانہ نے ترقی کی - وہی صداقتیں قابل القبول بلکہ واجب العمل ماننی پڑیں - (روزہ - تعدد ازواج - وضو میں پاؤں دھونا - داڑھی رکھنی - شراب کی حرمت وغیرہ وغیرہ - اب یورپ کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے) اسی طرح ان دعاؤں میں جو اس پاک منہ (فداہ روحی) سے نکلیں - آیا کوئی حقیقت - کوئی فلسفہ - کوئی مغز بھی ہے؟

ہر چند کہ نارسائی ذہن کی وجہ سے مجھے جرأت نہیں ہوتی ہے کہ اس عظیم الشان مضمون پر قلم اٹھاؤں - لیکن مالا یدرک کلہ لایترک کلہ - شاید یہ سطور کسی ذہن صافی و دل عارف کے لئے وسیلہ تلاش ہو سکتیں - وباللہ التوفیق؛

تمہید | قبل اس کے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کیا جائے - یہ باتیں ذہن نشین کر لینی خالی از دلچسپی نہیں -

(۱) آپؐ کی دعائیں ایک معجزہ ہیں - کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعائیں تب ہی نافع ہوتی ہیں - کہ وہ تمام منافع ومفاد کو اپنے اندر رکھتی ہوں - اور تمام نقصانوں سے بچاتی ہوں - لیکن باوجود امی اور فلسفہ وحکمت سے ناواقفی کے آنحضرتؐ نے خدا سے جس چیز کو طلب کیا ہے - یا جس چیز سے پناہ مانگی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ آپؐ اس کی حقیقت وماہیت سے ایسے واقف ہیں - جسطرح کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں؛

(۲) نہایت مختصر الفاظ اور جملوں میں ایسے بڑے بڑے اور دقیق مضامین ادا فرماتے ہیں - کہ جنکو ایک عالم بمشکل بیسیوں صفحوں میں ادا کر سکتا ہے - پیرایہ بیان سلیس و عام فہم - منتہائے توکل - تبتل الی اللہ - عاجزی و درماندگی - عظمت وقدرت الٰہی - وحدت باری تعالےٰ - خودداری؛

(۳) قبولیت دعا کے لئے رقت اور خشوع جزو اعظم ہیں - آپؐ کا پیرایہ ایسا موثر اور جاذب ہے - کہ کوئی دل چوٹ کھائے بغیر نہیں رہ سکتا؛

(۴) جو دعائیں کہ مخصوص الوقت یا مخصوص الحال ہیں - وہ ایسی مناسب تعلیم - برجستہ

اور ایسی حالت دعا علیہ پر حاوی ہیں۔ کہ کوئی دعا انسانی اس کی نظیر میں نہیں پیش کی جاسکتی۔

(۵) آپ کا ان دعاؤں کی تعلیم دینا ایک احسان عظیم ہے۔ کیونکہ انسان کچھ تو بے لفظائی علم کی وجہ سے۔ کچھ کمی تقوے کے باعث حقائق اشیاء سے ناواقف ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ظلمت نادانی میں ایسی چیز خدا سے مانگ بیٹھے۔ جو گھٹیے درجہ کی ہو۔ یا کسی چیز کو بغیر اس کے لوازم کے طلب کرے [1]۔ پھر مضرات میں ایسی اشیاء بھی ہیں۔ جن میں کچھ فوائد بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

پس اگر ان چیزوں سے بکلی پناہ مانگی جاوے۔ تو ان کے فوائد سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اس تمہید کے بعد عاجز چند دعاؤں کے متعلق بقدر وسعت و بساط کچھ لکھتا ہے

محبّت الٰہی

دُعا۔ اللھم ارزقنی حبّک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبّک۔ اے اللہ عطا کر مجھکو اپنی محبّت۔ اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبّت کرے۔ اور مجھ سے وہ عمل کرا۔ جو تیری محبّت کو پہنچا دے۔

عام محبت تین طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور تین ہی طرح پائدار رہتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر محبت کی تین قسمیں ہیں۔ یا حصول محبّت کی تین راہیں ہیں۔ (اوّل) فطرتی محبت جس کے لئے کوئی سبب مشہود و محسوس نہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ بیٹے کو باپ سے۔ میاں کو بیوی سے گل کو بلبل سے۔ پیاسے کو پانی سے کیوں محبت ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "محبت طبعی جس طرح باپ سے بیٹا نکلتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلتے ہیں۔ اس سے فی الحقیقت طبعی محبت کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کالعطشان تغلب علیہ محبۃ الماء علی جمیع المحبات۔ جیسے کہ پیاسے پر پانی کی محبت ساری محبتوں سے غالب ہو جاتی ہے

---

[1] بہت ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جب تک ان کے لوازم ان کے ساتھ نہ ہوں۔ فائدہ تو کیا۔ ان سے حظ کل نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی خدا سے دعا کرے۔ کہ اسے بیٹا ملے لیکن صالح ہونیکی قید نہ لگائے تو ہو سکتا ہے کہ دعا اس کے الفاظ میں پوری ہو کر بیٹا تو مل جاوے۔ لیکن صالحیت کے زیور سے آراستہ نہ ہو۔ اور فتنہ لکم کا مصداق ٹھہرے۔ علےٰ ہذا۔ اور صورتیں بھی ہیں۔

اس محبت سے وہی لوگ حصہ لیتے ہیں۔ جو فطرت صافی لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ والقیتُ علیک محبۃ مِنّی۔ اے موسیٰ ہم نے تم پر اپنی محبت القاکی۔ ڈال دی۔ یہ محبت خدائے بخشندہ کی موہبت ہے۔ کسب سے نہیں حاصل ہوتی۔ اور یہی صبغۃ اللہ ہے۔ اس کی طرف آنحضرتؐ کی دعائیں اشارہ ہے۔ بلفظ حبک۔ تیری محبت مجھے ملے۔ اس "حبک" اور محبۃ منی کو ملا کر دیکھئے۔ عجیب پیرایہ۔ عجیب اشعر۔ کیا نیازمندی اور عشق میں ڈوبا ہوا لفظ فرمایا۔

دوم۔ محبت بالواسطہ۔ دوست کا دوست دوست۔ دشمن کا دوست دشمن۔ ممکن نہیں کہ گل کی عداوت کے ساتھ بلبل کی محبت جمع ہو۔ جو بیٹے کا دشمن ہے۔ وہ باپ کا عدو۔ جو پانی کو برا کہے۔ وہ پیاسے کا دشمن۔ ابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ انبیاء کی مخالفت سے آدمی کے اعمال کیوں حبط ہو جاتے ہیں۔ غیر احمدی کیوں کافر کہلائے۔ ایک محبوب خدا کا انکار کیا۔ لاالہ الا اللہ کے ماننے والے کو کیوں محمد رسول اللہ ماننا ضروری ہے۔ کونوا مع الصادقین کی تاکید اسی لئے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ جو قادیان آنے کی کوشش و خواہش نہیں کرتا مجھے خوف ہے۔ کہ اس کے ایمان میں نقص نہ آجاوے۔ یہ وجہ کسب و کوشش کا ہے۔ دنیا میں سفارش ذریعہ کامیابی ہے۔ بادشاہوں تک کی رسائی سفارش سے ہو جاتی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے گویا خدا کی اطاعت کی۔ فوربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الایہ۔ وجہ یہ ہے کہ بر مثال حضرت مسیح موعودؑ خاصان و محبوبان خدا۔ عشق و محبت الٰہی کی آگ میں پڑ کر آگ ہی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ سرخ اور صفت احراق و سوزندگی اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ وہ لوگ جنہیں محبت طبیعہ اور فطریہ سے حصہ کامل نہیں ملا۔ وہ اپنے جیسے ایک بشر میں (انما انا بشر مثلکم) ان خواص کا ظہور دیکھ کر حرکت میں آویں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ المرء مع من احب میں آدمی کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے تو ہمارے کے دوست

کو دودِ آلودہ کپڑوں آگ کی چنگاریوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ تو عطار کا یار اس کی دلخوش کُن خوشبو سے مگن رہتا ہے۔ "صحبت صالح ترا صالح کند"۔ پھر ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء ۔ بہتر از صد سال طاعت بے ریا

ایک مشہور و مسلم مقولہ ہے۔ کیوں صحبتِ صلحاء بہتر از صد سال طاعت ہے۔ اس لئے کہ طاعت کے بعد آدمی میں غرور پیدا ہو سکتا ہے۔ اور عشق تو "ز اوّل سرکش و خونین بود"۔ غرور کا دشمن ہے۔ اور طاعت انسان کو بقول صوفیوں کے جنّت کا مستحق کرتی ہے۔ لیکن محبت اسے مولا کا ؎

بندہ از خدمت بعقبےٰ مے رسد ۔ لیک از حرمت بمولے مے رسد

اس درجہ اور اس مقام کے لئے آنحضرتؐ نے یہ دعا سکھلائی۔ وحب من یحبک الہی اس شخص کی محبت بھی مجھے عنایت فرما۔ جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

سوم محبّت عملی۔ تیسری قسم کی محبّت یا محبّت کے حصول کا تیسرا ذریعہ یہ ہے۔ کہ آدمی وہ کام کرے۔ جو محبوب کو پسند ہوں۔ باپ کی مرضی پر بیٹا نہ چلے۔ استاد کے کہے پر شاگرد عمل نہ کرے۔ بادشاہ کا قانون رعیت نہ مانے۔ تو محبت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ یا پیدا شدہ محبت ٹوٹ جاتی ہے۔ ہمرنگی اور ہم آہنگی قیام محبّت و حصول محبّت کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

عمل ایک روشن دلیل ہے۔ اس محبت کے اظہار کی۔ جو دل کی ایک کیفیت ہے۔ شاخ گل پر بلبل جب چیختے چیختے تھک جاتی ہے تو اسکی نرم و نازک پنکھڑیوں پر اپنی چونچ رکھدیتی ہے۔ یہ ثبوت ہے اسکی محبت و وفا کا۔ پیاسے کے سوکھے ہونٹھ پانی کی تلاش میں جو بار بار تنگ و دو کی ہیں آتش محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جو اسے پانی کے لئے ہوتی ہے ؎

از عمل ثابت کُن آں نورے کہ در ایمانِ تست

دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں (مسیح موعودؑ)

قرآن شریف میں امنوا کے ساتھ ہی وعملوا الصلحت ضرور ہی آیا کرتا ہے۔ پیار کے

سرہانے بیٹھ کر صرف یہ کہدینا کہ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے" ہرگز محبت کا ثبوت نہیں ہے۔ تا آنکہ بقول سعدیؒ "بیماردار" "بیمار دار" نہ ہو جائے۔

سارے مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں ریاضت تپسیا۔ کی تاکیدیں اسی محبت عملی کے حصول کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن ایک مسلم کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ توفیق عمل بھی خدا سے ہی ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس تیسری شق کی طرف ان الفاظ سے اشارہ فرمایا۔ العمل الذی یبلغنی حبک الٰہی وہ عمل بھی مجھکو روزی کر جو تیری محبت کو پہونچاوے۔

تزکیۂ نفس

دعا۔ اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسلنی بالماء والثلج والبرد

ترجمہ۔ الٰہی تو مجھ میں اور میری خطائیں ایسی دوری ڈال دے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں۔ اے اللہ تو مجھ کو خطاؤں سے اس طرح صاف کر جیسے کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے پروردگار تو مجھے پانی سے۔ برف سے اولوں سے دھووے۔

تشریح یہ دعا نماز کے شروع میں قبل از سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (بعض سبحانک اللھم الخ پڑھتے ہیں) واضح ہو۔ کہ قرآن شریف نے نماز کی یہ صفت بیان کی ہے۔ کہ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ سو نماز تزکیہ نفس کا ایک بڑا وسیلہ ہوئی۔ اس غرض کے حصول کے لئے آنحضرتؐ نے یہ دعا سکھائی ہے۔

تزکیہ نفس کے تین ہی طریقے ہیں۔ اول۔ موجبات گناہ اور دواعی شہوات سے دور رہیں۔ وہ اسباب جن سے گناہ کرنے کی رغبت و تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اُن سے الگ رہے یا الگ کر دے۔ آگ کے قریب اگر گھی رکھا جاوے۔ تو ممکن نہیں۔ کہ نہ پگھلے سنیاسی لوگوں اور راہبوں کا دنیا سے کنارہ کشی کرنا اسی اصول پر مبنی ہے۔ گو یہ ایک طریقہ ابتدائی ہے۔ لیکن ہے ضروری۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان الفاظ میں باعد بینی وبین خطایای۔ کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ مجھ میں اور میری خطاؤں میں ایسی

دوری ڈالدے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں ہے ؛

دوسرا طریقہ ہے۔ کہ انسان مبتلائے جرم ہو کر آلودہ دامن ہو کر۔ گناہ میں پھنس کر پھر صاف نکل آوے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ اس اصول کو اس جملہ میں بیان کیا ہے۔ ونقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ مجھے خطاؤں سے ایسا صاف کردے۔ کہ جیسا اسفید کپڑا میل سے صاف ۔ "ثوب الابیض" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ فطرت تو صحیح اور دین اسلام ہی طاہر تھا۔ لیکن آدمی اسکو اپنی نالائقیوں سے میلا کر دیتا ہے۔ فابواہ یھودانہ وینصرانہ

پھر تیسرا طریقہ تزکیہ نفس کا جو اعلےٰ اور اتم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کے نفس میں بدیوں اور شہوات و فحشا کا مادہ ہی نہ رہے۔ آتش شہوت و حرص و ہوا بکلی سرد ہو جاوے۔ شریعت کا فوری قرآن کریم کی اصطلاح میں اسی تزکیہ کو کہتے ہیں۔ اس درجہ میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اس کی ہستی پر پورا پورا انقلاب آجاتا ہے۔ گناہ کے تمام اجرام اور مواد و فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی دعا کے تیسرے حصہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد الہی میری خطا کو پانی۔ برف اور اولوں سے دھووے۔ گناہ کا سارا جوش سرد پڑجاوے اور گرمی ٹھنڈ سے بدل جائے ؛

تعلق باللہ

دُعا۔ اللّٰھم انی اعوذبك من الھم والحزن واعوذبك من العجز والکسل و اعوذبك من الجبن والبخل واعوذبك من غلبة الدین وقھر الرجال اللّٰھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك

ترجمہ:۔ اے پروردگار میں تیری پناہ میں آتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں ناتوانی اور سستی سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل و بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے اے اللہ کفایت کر حلال روزی کے ساتھ حرام سے بچا کر۔ اور اپنے سوا سب سے مجھے اپنے فضل کے ساتھ بے پرواہ کردے

تشریح۔ انسان تو اپنی فطرت سے اپنے مولٰی کی طرف متوجہ ہے۔ اس کے پریم اور اس کی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن چند در چند موانعات اور روکاوٹیں ایسی سدِّ راہ ہو جاتی ہیں۔ کہ انسان اسی الجھاوے میں رہ کر خدا سے تعلق کرنا بھول جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات اپنی فطرت وضمیر کے خلاف کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ ان موانعات اور روکاوٹوں کو آنحضرتؐ نے اسطرح بیان فرمایا ہے۔

روکاوٹوں کی قسمیں

(۱) گذشتہ یا آئندہ کی فکر میں آدمی پڑا رہے۔ "غم موجود" اور "پریشانی معدوم" اس کا وظیفہ حیات ہو۔ "چہ خورد بامداد فرزندم یا یہ، کہ تا چہ خورم صیف۔ چہ پوشم شتا۔ ایسا اسباب پرست آدمی عبادت الٰہی سے غافل رہتا ہے۔ آپ نے پناہ مانگی اعوذبك من الھم والحزن گذشتہ اور آئندہ کی فکر و پریشانی وغم سے مجھے بچا۔ بعض اوقات شیطان ایک گنہگار انسان میں ہم وحزن پیدا کر کے اسے رحمت خداوندی سے ناامید کر دیتا ہے۔ اور ناامیدی کے بعد اسے کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (۲) دوسری قسم کی روکاوٹ ناتوانی یا ناقابلیت عمل یہ دو طرح پر ہے۔ (۱) قدرتاً اور فطرتاً آدمی درماندہ ہو۔ مثلاً بیمار ہو۔ کہ عبادت جسمانی کے قابل نہ رہے۔ نہایت مفلس ہو۔ کہ مالی عبادت نہ کر سکے۔ جاہل ہو۔ کہ فرض تبلیغ ادا نہ کر سکے۔ اس کا نام "عجز" ہے۔ (ب) قدرت تو ہو۔ لیکن سستی اور کاہلی اُسے گویا اپاہج ہی بنا کر ڈال دے۔ بہتوں کو دیکھا ہے۔ کہ تندرست ہیں۔ متمول ہیں۔ خدا اور رسول سے محبت بھی ہے۔ لیکن کام کے وقت سب سے پیچھے۔ اس کا نام "کسل" ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں۔ "من العجز والکسل"۔ (۳) تیسری روکاوٹ خوف ہے۔ پھر خوف بھی دو طرح کا ہے۔ انسانوں کا خوف اسے جبن کہتے ہیں۔ مال کے ضائع ہونے اور اپنے تکلیف اٹھانے کا خوف اس کا نام بُخل ہے۔ دعا میں تلقین ہے۔ من الجبن والبخل۔ (۴) چوتھی روکاوٹ لوگ اُس پر غالب ومتسلط ہوں۔ قرآن شریف کی اصطلاح میں بعض اوقات ان کو "شیطان" یا "جن" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دو قسم پر ہے۔ (۱) آدمی لوگوں کا ایسا مقروض ہو۔ کہ ان کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ ایسا آدمی مالی عبادت

سے نو صراحتہً محروم رہتا ہے۔ لیکن مدیون ایک حیثیت سے دائن کا دست نگر اور اپنی عزت ۔ آسائش کو اس کے ہاتھ میں پاتا ہے۔ (ب) لوگ غالب ہوں ۔ حاکم ہوں ۔ زبردستی بات منوانی چاہتے ہوں یسکھوں کے زمانے میں کس کی اذان تک دینے کی مجال تھی۔ من ضلع الدین وقھر الرجال ۔ (۵) پانچویں رکاوٹ جو بغایت لطیف اور روحانی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ انسان "اکل حلال" سے محروم یا آزادی وخود مختاری کی نعمت سے دور ہو۔ لقمہ حرام سے انسانی روح مرجاتی ہے ۔ عبادت میں لطف نہیں آتا ۔ چونکہ اس میں پناہ مانگنے کی کوئی بات نہیں تھی ۔ اس لئے درخواست یہ ہوئی ۔ الکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك ۔

دعائے حاجت

جب انسان کسی مشکل میں پڑجاتا ہے ۔ تو یہ دعا بتلائی گئی ۔

دعا۔ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم ۔ سبحان اللہ رب العرش العظیم ۔ الحمد للہ رب العلمین ۔ اسئالك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم ۔ لا تدع لی ذنباً الا غفرته ولا ھماً الا فرجته ولا حاجة ھی لك رضاً الا قضیتھا یا ارحم الراحمین ۔

ترجمہ۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے جو تحمل والا اور کشائش والا ہے پاک اللہ صاحب عرش عظیم کا ۔ میں التجا کرتا ہوں ۔ کہ ان کاموں کی توفیق ملے ۔ جو تیری رحمت کو واجب کرنے والے ہوں ۔ اور جن سے ضرور تیری بڑی مغفرت ہو ۔ ہر ایک نیکی وغنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی (میں تجھ سے مانگتا ہوں) ۔ الہی ! میرا کوئی گناہ بے بخشے نہ چھوڑ میرا کوئی غم دور کئے بغیر اور نہ کوئی حاجت وضرورت پوری کئے بغیر ۔ اے ارحم الراحمین حلیم و کریم کہہ کرنالائقیوں اور لغزشوں سے جو موجبات آفت ہیں ۔ معافی مانگی ہے رب العرش العظیم اور رب العالمین کہہ کر خدا کی عظمت و کبریائی کو جوش دلایا ہے کہ تصغر فی عین العظیم العظائم ۔ لا الہ سے اس لئے شروع کیا ۔ کہ انسانی روح جو آستانہ الوہیت کو چھوڑ کر مشکلات و آفات میں پڑجاتی ہے ۔ وہ پکار اٹھے ۔ کہ "بردر

آمد بندۂ بگریختہ "۔ ھی لک رضا سے کمال قناعت اور " رضا بالقضا " سکھلایا ہے۔

لف و نشر مرتب | عجیب پیرایہ و طرز سے ان اسباب کو بتلایا ہے۔ جو انسان کو آفت میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ عجیب پیرایہ سے ان اسماء الٰہی کا توسل ڈھونڈا ہے۔ جو ایک آلودہ دامن کی دستگیری کرنے والی ہیں۔ ابتدا اللہ تعالےٰ کی حلیمی۔ کریمی۔ عظمت ربوبیت سے کر کے اور اس طرح ان جمالی صفات کو جوش میں لا کر سوال کیا ہے۔ تو یہ کیا ہے۔ کہ موجبات رحمت و موجبات مغفرت مجھے ملیں۔ رحمت اس لئے کہ سبقت رحمتی علےٰ غضبی۔ مغفرت اس لئے کہ جب انسان " ماکسبت ایدیکم " کی وجہ سے مصائب میں پڑتا ہے۔ تو اُسے سوائے آپ مغفرت اور کوئی چیز دہ ہو نہیں سکتی۔ پھر ایسی جامع۔ مانع۔ بے نظیر دعا سکھلائی۔ کہ لا تدع لی ذنبا الخ۔ کوئی گناہ بے بخشے کوئی غم بے ٹالے کوئی حاجت بے پوری کئے نہ چھوڑا۔ پھر آخر ارحم الراحمین کہکر ختم کیا۔ جو محتاج تشریح نہیں ہے۔

(۱) لا الٰہ الا انت الحلیم الکریم کے مقابل پہلا اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک اور (ب) لا تدع لی ذنباً الا غفرتہ کیونکہ حلیم و کریم ہی رحم کر سکتا ہے اور گناہ کو معاف اور کمزوری کو چھپا سکتا ہے (۲) سبحان اللہ رب العرش العظیم کے مقابل (ا) الغنیمۃ من کل برّ اور (ب) ولا ھما الا فرجتہ ہے۔ اس لئے کہ جو صاحب حکومت اور صاحب عظمت ہوگا۔ وہی ساری نیکیوں کی غنیمت دے سکتا ہے۔ اور ساری کلفتوں کو دور کر سکتا ہے۔ (۳) والحمد للہ رب العلمین کے مقابل پہلا والسلامۃ من کل اثم اور (ب) ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا ہے۔ کیونکہ جو ذات سارے عالم ارضی و سماوی کی ربوبیت کرتی ہے۔ وہی انسان کی بھی ربوبیت کرتی ہے۔ اُسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ انسان کی ایسی تربیت کرے کہ اس میں گناہ کا مادہ بڑھنے ہی نہ پاوے۔ اور اسی میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ عالم اسباب میں ایسی تبدیلی پیدا کر دے۔ جو اس کی حاجت بر آئے۔ رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ ظلمتیں کافور۔

سفر کی دُعا (نئی جگہ جانے پر)

اوّل ۔ سفر میں اور اجنبی مقامات میں سوائے ان باتوں کے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی ۔

(ا) آسمانی آفتیں ۔ (الف) طوفان بارش ۔ اولے وغیرہ ۔

(ب) زمینی آفتیں (۱) زلزلے (۲) زمین کی نمناکی ۔ بلندی و پستی کے متضاد اثرات ۔

(۳) زمین میں رہنے والے حشرات الارض (۴) جنگل اور جنگل کے درندے ۔

(ج) بدمعاشوں اور گندہ لوگوں کی آفتیں ۔ (۱) چور ۔ لٹیرے ۔ (۲) بداخلاق اور فحشاء کے مرتکب (۳) امراء و رؤساء جو لوگوں کے لئے بُرا نمونہ اور جو مجبوراً بدیوں کا ارتکاب کراتے ہیں ۔

(د) ہوا کی آفتیں ۔ (۱) ملیریا ۔ طاعون ۔ ہیضہ کے جراثیم اس میں چھپے ہوئے ہوں ۔ (۲) کائنات الجو کی خرابیاں ۔ وغیرہ

دوم ۔ سفر ان مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے :-

(ا) انسان کے اپنے مالؔ اور علمؔ اور صحتؔ کے بڑھانے یا پیدا کرنے کے لئے ۔

(ب) جو چیزیں کہ اپنے ملک میں نہیں ملتی ہیں ۔ وہ دوسرے ملک سے لیجاویں ۔

(ج) سوشل اغراض کے لئے ۔ پبلک مقاصد اور تمدنی ضروریات کے لئے ۔ تبلیغ کے لئے ۔

(د) اپنے سے بہتر لوگوں سے ملکر مطلب براری کے لئے ۔ مقدمہ کی اپیل ۔ ممبری کے ووٹ ۔ سفارشی خطوط پانے کے لئے

اب دعا ملاحظہ فرمائیے :-

اوّل (۱) اللھم رب السموات السبع وما اظللن (۲) ورب الارضین السبع وما اظللن (۳) ورب الشیطین وما اضللن (۴) ورب الریاح وما ذرین ۔ فانا نسئلک خیر ھذہ القریہ وخیر اھلھا ونعوذبک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا

دوئم ۔ اللھم بارك لنا فیھا (۲) اللھم ارزقنا جناھا (۳) وحببنا الی اھلھا

(۴) وحبب صالحی اھلھا الینا ۔

ترجمہ ۔ اوّل ۔ (۱) اے سات آسمانوں کے رب اور اس کے جن پر یہ سایہ ڈالے ہیں (۲) اور ساتوں زمینوں کے رب اور اس کے جسکو یہ اٹھائے ہیں ۔ (۳) اور شیاطین کے رب اور ان کے کہ گمراہ کیا ہے شیطانوں نے ان کو ۔ (۴) اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے جنکو بکھیرتی ہیں ۔ ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اس کے اہل کی بھلائی چاہتے ہیں ۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں ۔ اس کی بدی سے اور اس کے رہنے والوں کی بدی سے ۔

دوئم (۱) اے اللہ ہمیں برکت دے (علم ۔ مال ۔ صحت میں) (۲) اے اللہ نصیب کر ہم کو اس کی میوہ خوری (استفادہ) (۳) اور محبت دے ہماری اس کے رہنے والوں کو (تاکہ تبلیغ اور قومیت درست ہو) ۔ (۴) اور محبت دے ہم کو اسکے نیک لوگوں کی (تاکہ ہمارا کام نکلے)

جامع الدعا

اسم با مسمّٰی ۔ اس دعا میں دعوی مع الدلیل ہے ۔ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) دعا فرماتے ہیں کہ (۱) خشیۃ الٰہی ملے ۔ تاکہ آدمی گناہ سے بچ جاوے (۲) طاعت الٰہی ملے تاکہ آدمی جنت پاوے ۔ (۳) یقین الٰہی ملے ۔ تاکہ آدمی پر مصیبت ہلکی ہو ۔ (۴) آنکھ ۔ کان اور قوت بحال رہیں ۔ تاکہ حیات کا لطف اور فائدہ ملے ۔ (۵) دشمن سے ہم بدلہ لے سکیں ۔ کیونکہ اس نے ظلم کیا ہے ۔ (۶) دشمن کے مقابلہ پر کامیابی (۷) دینی امور میں مصیبت نہ آوے ۔ (۸) دنیا ہمارے لئے بڑی غم کی چیز نہ بنا ۔ ("اکبر ھمنا" یعنی اصغر ہمنا") اور نہ ہمارے علم کا مبلغ (۹) ہمارا حاکم اور ہم پر جو مسلط ہوں ۔ وہ بے رحم نہ ہو ۔

بتلائیے ! اور کونسی بات چھوٹ گئی ۔

دُعا ۔ (۱) اللھم اقسم لنا من خشیتك ما تحول بہ بیننا وبین معاصیك (۲) ومن طاعتك ما تبلغنا بہ جنتك (۳) ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصیبات الدنیا (۴) ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث لنا (۵) واجعل ثأرنا

علی من ظلمنا (۶) وانصرنا علی من عادانا (۷) ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا (۸) ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا۔ (۹) ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔

خلقہ۔ یہ مضمون لمبا ہوتا جارہا ہے۔ میں حیران ہوں جس دعا کو دیکھتا ہوں "کرشمہ دامن دل میکشد۔ کہ جا اینجا ست" دقیقہ رس ناظرین پر باقی مضمون کو چھوڑتا ہوں۔ اگر وہ دوسری دعاؤں پر غور فرماوینگے۔ تو روز روشن کیطرح یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ

ع اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ۔ محمد ہست برہان محمد صلی اللہ علیہ و علی الہ و علی المسیح الموعود و بارک وسلم انہ حمید مجید"۔

خاکسار عبد الحکیم کنگی از سمبلپور

ویدو اپنشد سے اس بات کا ثبوت کہ مادہ و رُوح حادث ہیں

پہلا منتر۔ رگوید منڈل ۱۰۔ شوکت ۴۸۔ منتر ۱۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں" الخ

رگوید کے اس منتر سے کیا ثابت ہوا۔ یہی کہ خدا تعالے بہ تنہا واحد لا شریک ہی پہلے تھا۔ کیونکہ وید کا یہ فقرہ کہ "میں ایشور سب سے پہلے موجود" قدم مادہ و روح زمانہ اور خلاء سب کی نفی کر رہا ہے"

(۲)

اب دوسرا ویدمنتر ملاحظہ ہو۔

"جس وقت یہ ذروں سے ملکر بنی ہوئی دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت یعنی کائنات سے پہلے است یعنی شونیہ اکاش (فضا) بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اسوقت اس کا کاروبار نہ تھا۔ اُس وقت ست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جسکو ست کہتے ہیں۔ وہ بھی نہ تھی۔ اور نہ پرمانو (ایٹمس یعنی ذرات کائنات) میں جو آکاش دوسرے درجہ پر آتا ہے۔ وہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اس وقت صرف پر برہم کی سامرتہیہ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام

کائنات سے برتر بے علت ہے ۔موجود تھی۔“ الخ منقول از بھاشیہ بھومکا اردو ترجمہ نہال سنگھ آریہ سماجی - بحوالہ رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۷ ورگ ۱۷ منتر ۱ -

معزز ناظرین! اس رگویدی منتر ۲ کو ملاحظہ کیجئے - اور آریہ سماجیوں کو دکھلائیے کہ خود ان کے وید ہی کیسی صاف اور بیّن شہادت اس امر کی دے رہے ہیں کہ دعویٰ قدامت مادہ وغیرہ باطل ہے ۔

اس وید منتر کا مترجم کوئی عیسائی یا مسلمان نہیں کہ اسکا ترجمہ آریہ بھائیوں کے لئے محل اعتراض یا ناقابل تسلیم ٹھہرے ۔ بلکہ بانی آریہ سماج یعنی شری سوامی دیانند جی نے اس منتر کا ترجمہ اپنی کتاب میں خود ہی کر کے اسلامی اصول کی صداقت پر مہر لگادی ہے ۔

یہاں اس بات کا کھلا کھلا اقبال موجود ہے ۔ کہ اس کائنات عالم سے پیشتر نہ آکاش تھا ۔ نہ مادہ نہ وہ آخری حالت (جسکو آریہ سماج غیر محسوس کہتا ہے) تھی بلکہ صرف ایک خدا کی ذات والاصفات ہی موجود اتم و قایم تھی ۔ اور جب اس برتر ہستی نے دنیا کو خلق کرنا چاہا ۔ تو محض اپنی قدرت سے ہی اس کو پیدا (بنا) لیا ۔ اور یہی اسلامی عقیدہ ہے ۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں ؎

(۳)

اب تیسرا منتر پیش کرتے ہیں :-

”اس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو لے کر مٹی کو بنایا ۔ اسی طرح آگ کے رس سے پانی کو پیدا کیا ۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے ۔ اور آکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ۔ یہ تمام قدرت اور صفت اسی کی ہے ۔ اس لئے اس کا نام وشوکرما ۔ (صانع کل) ہے “ الخ (بحوالہ یجروید ۳۱ بھومکا اردو ۔ صد۴۸)

اس وید منتر میں بھی دنیا کا الٰہی قدرت سے ہی خلق ہونا تسلیم کیا گیا ہے؛

(۴)

چوتھا منتر ہندی ترجمہ سے۔

"جو موکش (نجات) ہے۔ اس کا دینے والا ایک وہی ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ سو پرمیشور یعنی زمین وغیرہ کے ساتھ محیط ہو کے قایم ہے۔ اور اس سے الگ بھی۔ کیونکہ اس میں پیدائش وغیرہ کا روبار نہیں۔ (یعنی پیدا و مرنا نہیں) اور اپنی سامرتھ (قدرت) سے سب دنیا کو پیدا ہی کرتا ہے اور آپ کبھی جنم نہیں لیتا بحوالہ یجروید ۳۱/۱ ہندی بھومکا صفحہ ۱۲۱

یجروید کے اس منتر سے بھی بوضاحت دنیا کی پیدائش کی علّت قدرت الٰہی ہی مقبول و تسلیم کی گئی ہے؛

(۵)

پانچواں منتر بھی قابل غور ہے:۔ (صرف اردو ترجمہ)

"اُس پرش (ایشور) کی غایت درجہ قدرت ہی اس دنیا کے بنانے کا مصالحہ و مواد ہے۔ کہ جس سے یہ سب دنیا پیدا ہوتی ہے۔ سو پرمیشور سب کا فائدہ چاہنے والا ہو کر اس دو قسم کی دنیا کو کئی طرح سے مزیّن و مسجّع کرتا ہے۔ وہ ایشور اُس کا (دنیا) کا بنانے والا دنیا میں محیط ہو کے دیکھ رہا ہے۔ الخ"

(بحوالہ یجروید ۳/۱۸ - بھومکا ہندی صفحہ ۱۲۴)

محولہ بالا پانچ وید منتروں پر ہی یہاں اکتفا کرتے ہوئے اب دیگر آریہ سماجی مستند قدیم رشیوں مہرشیوں مہا یوگیوں کی تصنیفات سے بطور نمونہ ذیل میں اس قسم کی عبارات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اس کے بعد خود بانی آریہ سماج کی عبارات اور دیگر سماجی اہل قلم کی تصنیفات سے قدامت مادہ کا دعوےٰ باطل کر کے دکھلائینگے۔ ویدوں کے بعد جو کتب سوامی دیانند جی کے نزدیک زیادہ وقعت رکھتی ہیں وہ براہمن یعنی تفاسیر وید ہیں۔ جنکے بھاشیہ کار (مفسر) قدیم رشی ہیں۔ اور سناتن دہرم والے ان کتب کو ویدوں کا ہی ایک حصّہ سمجھتے ہوئے الہامی یقین کرتے ہیں۔

پس پہلے ان سے ایک دو منتر ذیل میں لکھتے ہیں:۔

(۱) "اس کائنات سے پیشتر محیط کل پرمیشور ہی تھا" (بحوالہ شتپتھ براہمن بھاش بھومکا اردو صـ۵۳)

اس براہمن کی عبارت بھی اسلامی سدہانت کی تصدیق کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے اس میں لفظ "ہی" خدا کے سوا سب اشیاء کی ازلیت کو پاش پاش کر رہا ہے۔

اب اسی طور کا دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۲) "اس سے پہلے یہ (کائنات) کچھ بھی نہ تھی"

(بحوالہ شتپتھ ۱۴-۱-۱ منقول بھاش بھومکا اردو صـ۵۳)

قدامت مادہ و ارواح کے مدعیو! ان عبارات کو چشم بصیرت سے دیکھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ کیا تمہارا خام دعوےٰ ان عبارات کے سامنے ایک سیکنڈ بھی قایم رہ سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔

اب براہمن کے بعد اپنشدوں سے قدامت مادہ کے باطل دعوےٰ کو پاش پاش کر کے دکھلاتے ہیں۔

(۳) "اس کائنات سے پہلے صرف ایک آتما (پرمیشور) ہی تھا۔ اور کوئی دوسری چیز نہ تھی"

(اتیری اپنشد ارنیک ۱ منقول از بھاش بھومکا اردو صـ۵۳)

سماجی دوستو! "کوئی دوسری چیز نہ تھی" اس فقرہ کے سامنے ذرا اپنے کمزور دعوے کو رکھ کر تو دیکھو۔ ابھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کہاں تک تم سچائی کو لئے ہوئے ہو۔

(صرف اردو ترجمہ)

جیسے مکڑی جالے کو چھوڑتی ہے۔ اور پھر اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ جیسے زمین پر پودے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے موجودہ زندہ انسان کے سر سے بال اور جسم پر سے بال اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہر ایک چیز جو اس کائنات میں ہے اس اکھشر (لافانی پرماتما) سے پیدا ہوتی ہے۔

برہما (خدا) تپ (ریاضت) وغیرہ کے ذریعہ سے پھولتا ہے - تب انّ (مادہ) پیدا ہوتا ہے - الخ" حوالہ کیلئے دیکھئے - منڈک اپنشد ہندی ترجمہ از پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی - اے - وی کالج لاہور سنہ ۱۹۰۷ء

Digitized by Khilafat Library

(منڈک ۱ - کھنڈ ۱ - منتر ۸)

(یہ ترجمہ ایسے فاضل آریہ کا ہے - کہ جس کا باطل ثابت کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے -)

معزز ناظرین! منڈک اپنشد جو بانیٔ آریہ سماج کے نزدیک مقبول و مستند ہے - اسمیں "مادہ" کے متعلق کیا ظاہر ہوتا ہے - یہ معلوم کر لینا آپ کیلئے کوئی مشکل امر نہیں - (آریہ صاحبان تو اسلامی عقاید پر اعتراض کیا کرتے تھے - کہ خدا سے کسطرح نیستی سے ہستی یا نفی سے اثبات کی تخلیق ہوئی - (جسکا مکمل جواب کئی طور سے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں) - مگر یہاں تو قدامت کے عین برعکس ہمہ اوست کا وہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے - جسکے ابطال میں بانیٔ آریہ سماج نے بھی بہت کچھ دلائل سے کام لیتے ہوئے اس عقیدہ کے پیروؤں کو ناستک یعنی خدائی ہستی سے منکر ہی تصور کر لیا ہے -

مگر آہ! دوسروں کو دہریہ کہدینا آسان امر اور اپنی کتب سے ناواقفیت کا یہ حال!! ہم نہیں سمجھ سکتے - کہ اپنی ہی مقبولہ و مستند قدیم رشیوں کی تصنیفات یا بقول سناتنی احباب الہامی کتب میں ایسے عقاید کے ہوتے ہوئے دوسروں کو سخت لفظ کہنے اور ان کے عقاید کی تردید میں دلائل بہم پہنچانے کہاں تک اپنے اندر صداقت کی تڑپ رکھنے والا اشخاص کا کام ہو سکتا ہے - یہاں مکڑی کے پودے اور انسان کے سر کے بال وغیرہ کی مثال دے کر کھلے الفاظ میں بتلایا ہے - کہ جسطرح مکڑی کے اندر سے جالا اور زمین سے پودے انسانی سر سے بال وغیرہ برآمد ہوتے ہیں - اسی طرح پرمیشور کے اندر سے یہ دنیا وغیرہ برآمد ہوئی - معلوم ہوا - کہ جسطرح مکڑی کا جالا مکڑی کے جسم کا ایک حصہ یا جزو یا انسان کے جسم کے بال انسان کا ایک جزو یا بھاگ ہونے میں یا پودے زمین کا حصہ اسی طرح یہ مادۂ عالم ویدک ایشور سے نکلنے کی وجہ سے اسکا ایک جزو ہوا - اور اس کا نام ہمہ اوست ہے - پنڈت لیکھرام نے بھی اپنی

کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۲۳ اسی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"پرمیشور کا کام اپنے جسم سے کاٹ کر دھیں بنانا۔ اراضی دریا بُرد بر آمد کا نقشہ ہو جاتا ہے۔ اور بموجب علوم متعارفہ کے ہر ایک رُوح خدا ٹھہرتی ہے۔"

پس ارواح یا مادہ جب خدا کا حصّہ ہوئے۔ تو بقول لیکھرام صاحب سب خدا ہو گئے۔ جس کی رو سے ایک خدا نہ رہا۔ بلکہ ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر الہٰ ہو گئے۔

پھر مکڑی والے منتر سے اگلے منتر میں اس امر کا صاف اقرار ہے کہ برہما جب تپ کرتا ہے تب مادہ پیدا ہوتا ہے۔

تو پھر اپنے طبعزاد عقاید پر بقدر ہونا دوسرے الفاظ میں یہ ہُوا۔ کہ اپنی قدیم تسلیم شدہ کتب کو غلط اور جھوٹا قرار دینا ہے۔

(۵) (صرف اُردو ترجمہ)

"مذکورہ بالا اکھشر برہما سچ ہے جیسے روشن آگ سے اس کی مانند ہزاروں چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ویسے ہی سوبھیہ (یہ مصنّف اُپنشد کے رشی کے مخاطب کا نام ہے) اکھشر برہما سے بہت قسم کے بھاؤ (مخلوقات) پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس ہی میں آخر فنا ہو جاتی ہیں۔"

(منڈک اُپنشد۔ منڈک ۲ کھنڈ ۱ منتر ۱۔ تفسیر از پنڈت آریہ منی پروفیسر سنسکرت فلاسفی ڈی۔ اے۔ وی کالج و مفسر رگوید وغیرہ کتاب مذکورہ صفحہ ۳۴۴)

اس جگہ بھی بجائے قدامت مادہ" کے ہمہ اوست یعنی ویدانتیوں کے عقاید روز روشن کی طرح عیاں ہو رہے ہیں۔ یہ تراجم ہمارے نہیں بلکہ آریہ سماج کے سب سے اعلےٰ انسٹی ٹیوشن کے فاضل پروفیسروں کے ہیں۔ اب آریہ دوست خود ہی بتلائیں۔ کہ وہ اسی بر تے پر قدامت مادہ کا دعویٰ دنیا میں پیش کر رہے ہیں؟

(۶)

اب چھٹا حوالہ چھاندوگیہ اُپنشد کا پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف طور پر اقبال کیا گیا

ہے۔ کہ نیستی سے ہستی ہوئی۔ اور کائنات عالم کی پیدائش سے پہلے صرف ایک ہی لاثانی واحد لاشریک پر برہم پرمیشور موجود تھا۔ جس کے ارادہ اور تپ کرنے سے بعد میں دنیا ظہور پذیر ہوئی۔ وغیرہ۔

صرف اردو ترجمہ

منتر ۱۔ ہے سومیہ! (دنیا سے) پہلے ایک ہی لاثانی یہ ست (برہما) ہی تھا۔ اس کے متعلق کئی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آگے ایک ہی لاثانی است ہی تھا۔ اس است سے ست پیدا ہوتا ہے۔ ہے سومیہ! کہاں سے یہ ہو سکتا ہے۔ است سے ست کیسے ہو سکتا ہے۔ (نیستی سے ہستی) لیکن پہلے (ازل میں) ایک ہی لاثانی یہ ست (ہست مطلق) برہما ہی تھا۔ اس طور سے آرونی (رشی) لڑکے اپنے سے بولے "

منتر اول کی تفسیر میں پنڈت کالی پرشاد شنکر جی ترجمہ فرماتے ہیں:-

"صرف ایک است ہی تھا۔ دوسری تیسری چیز کوئی نہیں تھی۔ تب دنیا کیسے ہوئی۔ سو کہتے ہیں۔ کہ اس است سے ست ہو سکتا ہے۔ (یعنی نیستی سے ہستی ہو سکتی ہے)

(تفسیر چھاندوگیہ اپنشد کے ہندی و سنسکرت مطبوعہ ویدک پریس اجمیر ص ۴۱۱، ۴۱۰ پرپاٹھک ۶ کھنڈ ۲ پرواکا ۲)

مذکورہ بالا اپنشد کے بیان اور اسلامی عقیدہ میں کچھ فرق نہیں۔ آریہ اگر اسلامی کتب کو بوجہ ضد و عناد کے نہیں دیکھتے۔ تو کم از کم اپنی قدیم کتب ہی پڑھ لیا کریں۔ تا وہ اسلامی تعلیم پر اس قسم کے اعتراض کرنے سے احتراز کریں۔ جن کی مورد ان کی کتب بھی ٹھہرتی ہوں۔

(صرف اردو ترجمہ)

(۱۰)

مشہور ہے کہ دنیا سے پہلے یہ کائنات عالم نہ تھی۔ اس ویکت (برہما) سے یہ معلوم دنیا پیدا ہوئی۔ اس نے (خدا) اپنی آتم بھوت (پرکرتی یعنی روح) کو خود بنایا۔ اس وجہ سے اس برہما کا نام "سوکرت" کہا جاتا ہے جو یہ سوکرت برہما ہے وہ مجسم راحت ہے۔ اس کو یہ جیو (ارواح) فائدہ سمجھ کر خوش

ہوتا ہے۔ الخ"

(ہندی تفسیر تیتری اُپنشد از پنڈت آریہ منی جی صفحہ ۵۵۹ برہمانند ولی انوواک ۶)

اس جگہ بھی دنیا کی پیدائش کی علت العلل اللہ تعالےٰ کی ذات ہی قرار دیگئی ہے۔

یہ ترجمہ ہمارا یا کسی سناتنی عیسائی وغیرہ کا نہیں بلکہ اس شخص کا ہے۔ جو جناب سوامی دیانند کے بقایا وید بھاش (تفسیر وید) کو تکمیل وتک پہونچانے کے لئے عازم ہوا ہے۔ جسے بانی آریہ سماج کا جانشین سمجھنا چاہئیے۔

اور پھر پنڈت راجا رام صاحب نے بھی تیتری اُپنشد صفحہ ۱۷۲ ہندی پر اس کے قریب قریب معنی کئے ہیں۔

ہاں اگر کوئی آریہ اس تیتری اُپنشد کی عبارت کو پڑھ کر یہ کہے۔ کہ "اویکت" بھی پرکرتی ہے۔ اس لئے یہاں پرکرتی کا ذکر ہے۔ کہ اُس نے یا اس سے یہ معلول دنیا بنی۔ تو ایسے شخص سے پوچھنا چاہئیے۔ کہ کیا بیجان جڑ مادی اشیاء پرکرتی وغیرہ میں ہی خواہش یا ارادہ ہے۔ کیونکہ اس اپنشد کے واکیہ سے پہلا واکیہ یعنی چھٹے انوواک میں مرقوم ہے۔ کہ اس پرماتم پرش نے خواہش کی۔ کہ میں بہت رعایا (مخلوق) والا ہو جاؤں۔ الخ"

جس کی رو سے یہاں برہما ہی مراد ہے۔ نہ کہ پرکرتی۔ بے جان چیز۔

(صرف اردو ترجمہ)

"شروع میں یہ صرف آتما ہی تھا۔ (خدا) وہ پرش (انسان) کی طرح تھا۔ اس نے اپنے چاروں طرف دیکھ کر اپنے سوائے کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے "میں ہوں" پہلے یہ کہا۔ اس لئے اس کا نام "میں" ہوا۔ الخ"

(تفسیر بدھارنیک اُپنشد ہندی صفحہ ۴۵ پنڈت راجا رام صاحب و پنڈت آریہ منی کی اُپنشد آریہ بھاشی صفحہ ۷۶۵ جلد دوم اور تفسیر بدھارنیک از پنڈت شو شنکر صاحب صفحہ ۱۲۱)

یہ بھاشیہ ایک شخص کا نہیں۔ تین آریہ فضلاء کا ترجمہ ہم نے تمہاری خاطر نقل کر دیا۔ براہ انصاف ان الفاظ کو پڑھو۔ اور غور و تدبر سے کام لو۔ دیکھ لو۔ تمہاری

قدیم کتب کیا کہ رہی ہیں۔ اور تم یورپ کے جھوٹے فلسفہ کے پیچھے لگ کر کیسی خطرناک اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی راہ کی طرف قدمزن ہو۔

پس اب ان جھوٹے فلسفوں کو خیرباد کہکر خدا تعالےٰ کی پاک کلام قرآن مجید کے بیان کردہ سچی فلاسفی کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ تاکہ دنیا کے بعد عقبےٰ کے بھی وارث ٹھہرو *

تعدد ازدواج

ہمارے ایک معزز مبلغ امریکہ کے داخلہ سے اس لئے* روکے گئے۔ کہ یہ ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں تعدد ازدواج جائز ہے۔ اس مضمون میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کے قائل تو عیسائی بھی ہیں اور ہندو بھی۔"

(ایڈیٹر)

"ہم اس مسئلہ کے اثبات میں صرف نقلی دلائل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ نقلی دلائل بھی مخالفین عیسائی۔ آریہ کی کتب اور ان کے انبیاء و رشی منیوں کے طرز عمل سے ہی اخذ کرکے پیش کرینگے۔"

امید ہے۔ کہ وہ حضرات جو علمائے اسلام کے لاجواب دلائل کا مطالعہ و ملاحظہ کرتے ہوئے بھی ابھی تک اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہیں آئے۔ وہ اپنی مستند اور تسلیم شدہ کتب سے اس مسئلہ کا جواز و بیان ملاحظہ فرماتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق و حقانیت سچائی و صداقت کے قبول کرنے میں ذرا بھی لیس و پیش نہ کرینگے۔ پس سب سے پہلے آریوں اور ہندوؤں کی کتب سے ہی نہائت ہی اختصار کے ساتھ چند دلائل مہیا کرتے ہوئے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

"اے پرمیشور! (ستری رشان و شوکت) اور لکشمی (حشمت) دونیا ری بیویوں کی مثال تیری خدمتگذار ہیں۔" الخ یجرویدیہ ۳۱ ۔ ۲۲ (بھوکا تعدد صفحہ ۴)

---

* الحمد للہ۔ کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو داخلہ امریکہ کی اجازت مل گئی * (ایڈیٹر)

ویدمیں حشمت اور شوکت کو دو بیویوں سے مثال دی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر ویدک زمانہ میں دو بیویاں کرنے کا رواج نہ ہوتا۔ تو دو بیویوں کی مثال دینا چہ معنی دارد؟

اور برعکس اس کے دو بیویوں کا کرنا گناہ اور مذموم فعل ہوتا۔ تو ایسی مثال اور تشبیہ دینے سے ویدوں کی کونسی منطق اور عقلمندی ظاہر ہوئی؟

یہ تو ہوئی ویدوں کی شہادت۔ اب دھرم شاستر منو سے بھی تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

(۱) "ایک شخص کی دو زوجہ ہیں۔ اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہوا۔ اور بڑی زوجہ کے پیچھے ہوا۔ پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں . . . . تصفیہ کرنے کو اگلے شلوک آئندہ میں کہینگے"

(منو ۹/۱۲۲)

(۲) "بڑی عورت میں پہلا لڑکا پیدا ہوا ہو۔ تو پندرہ گئو اور ایک بیل لیوے۔ اس کے بعد چھوٹی عورت میں جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اپنی والدہ کی شادی کے سلسلے سے بزرگی کو پاکر یقیناً باقی ماندہ گئوؤں کا حصہ لیویں۔" (منو ۹/۱۲۴)

(۳) "اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں۔ اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہو۔ تو باقی سب بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔" الخ

(منوسمرتی ادھیائے ۹ شلوک ۱۸۳)

(۴) "پہلی عورت موجود ہو۔ اور بھکشا سے دولت فراہم کرکے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے۔ تو اس کو صرف جماع کا لطف ملتا ہے۔ اور اولاد اسکی ہے جس نے دولت دی" (منو ۱۱/۵)

(۵) "اگر کوئی شخص اپنے ورن (ذات) کی کئی عورتوں سے شادی کرے۔ تو تقسیم کا طریقہ مذکورہ بالا سمجھو" الخ (منو ۹/۱۴۸)

(۶) "سلسلہ سے چاروں ورن کی (برہمن۔ کھتری۔ ویشانی۔ شودرانی)

عورتیں جب برہمن کے گھر میں ہوں ۔ اور ان عورتوں سے جو بیٹے پیدا ہوں الخ"

(منو 9/149)

اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی ممانعت و بندش ہوتی ۔ تو شری منو جی مہاراج کبھی بھی ایسے امور پر موشگافیاں کرنے کی تکلیف گوارا نہ فرماتے ۔

پس منو سمرتی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اس امر پر صاف روشنی ڈال رہے ہیں ۔ کہ قدیم آریوں میں تعدد ازدواج جائز اور مروّج تھا"

وید اور منو شاستر سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد آریوں کے مقدس رشیوں و راجاؤں کا طرز عمل مختصراً پیش کرتے ہیں ۔

(۱) رشی یاگیہ ولکیہ کی دو بیویاں ۔

(ا) جب یاگیہ ولکیہ رشی نے سنیاس چھوڑنے کا ارادہ کیا ۔ تو اول اپنی بی بی سے صلاح پوچھی ۔ اور کہا کہ اگر تم اجازت دو ۔ تو میں فقیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ اور جسقدر میرا مال و اسباب ہے ۔ تم اور میری دوسری بیوی کاتیائنی آپس میں تقسیم کرلو ۔ الخ"

(کلیات آریہ مسافر پنڈت لیکھرام صد ۱۵۲ کالم ۲)

(ب) رشی یاگیہ ولکیہ کی دو عورتیں میتری اور کاتیانی تھیں ۔ الخ

(بھارت کی شجاع استریاں صد ۶ حصہ اول)

(۲) شو جی مہاراج کی دو بیویاں بنام پاربتی اور پاروتی تھیں ۔"

(بھارت کی شجاع استریاں حصہ ۲ صد ۶ و ۷ صد ۳۳)

(۳) راجہ دشرت والد بزرگوار شری رام چندر جی کی تین بیویاں بنام کیکئی ۔ کوشلیا ۔ اور تیسری تھیں "

(دیکھو رامائن)

(۴) راجا اوتان پاد بن سوسمبھو منو دو رانیاں تھیں ۔ سہرو جی اور سونیتی ۔

(بھارت کی شجاع استریاں صد ۵۳)

(۵) مہاراجہ شری وتس دو رانیاں رکھتے تھے ۔ بھدرا اور خیتا ۔"

(رد کتاب صد ۶۳)

(۶) تہار اجہ دہرو جو اوتار پارکا لڑکا پانچ رانیاں رکھتا تھا۔ جن کے نام اہلیا۔ بھدرمی الا۔ دھنیا۔ ویچی تھے" (اخبار آریہ گزٹ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء ص۵)

(۷) "پانڈو کی دو عورتیں تھیں۔ بنام کنتی و مادری" (اپدیش منجری ص)

(۸) راجہ ارجن کی "دروپدی کے علاوہ الوپی بھی تھیں۔

الغرض اس طرح کی فہرست بہت لمبی اور مفصل پیش کر سکتے ہیں مگر قلت وقت اور جگہ کی مجبوری سے فی الحال انہی چند پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہندو کتب سے تعدد ازدواج کا ثبوت پیش کرنے کے بعد بائبل سے اس مسئلہ کے اثبات میں دلائل اخذ کر کے پیش کرتے ہیں:۔

(۱) اگر کسی مرد کی دو جورواں ہوں۔ اور ایک محبوب اور دوسری غیر محبوب ہو۔ اور محبوب اور غیر محبوب۔ دونوں سے لڑکے ہوں۔ الخ" (استثناء باب ۲۱۔ آیت ۱۵)

اگر دو بیویاں کرنے کا حکم نہ ہوتا۔ تو حضرت موسےٰ ایسا کیوں فرماتے۔ اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ بائبل تعدد ازدواج کو جائز تصور کرتی ہے۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں۔

پہلی بیوی "سری" تھی۔ (پیدائش ۱۲/۱۱)۔ دوسری بیوی "ہاجرہ" تھی ۱۶/۴ تیسری بیوی "قتورہ" تھی۔ (پیدائش ۲۵/۱)

اگر یہاں کوئی یہ اعتراض پیش کرے۔ کہ بی بی قتورہ بی بی سری کی وفات کے بعد بیوی بنی۔ تب بھی ہماری دلیل کمزور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس وقت یعنی قتورہ کے وقت بی بی ہاجرہ بقید حیات تھیں۔

(۳) حضرت یعقوبؑ کی چار بیویاں۔

پہلی بیوی "بلہاہ"۔ دوسری "لیاہ"۔ تیسری بیوی "راحل"۔ چوتھی "زلفہ"۔

(پیدائش باب ۳۵۔ آیت ۲۳ تا ۲۶)

لیاہ اور راحل دونوں بہنیں تھیں۔ اور ان دونوں کی باقی دونوں لونڈیاں تھیں۔ جو حضرت یعقوبؑ کی حرم میں داخل تھیں۔ ان چاروں سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

حضرت سموئیل کے والد کی دو بیویاں :-

(۴) کوہستان افرائیم میں راماتیم صوفیم کا ایک شخص تھا۔ اور اس کا نام القانہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس کی دو جورواں تھیں۔ ایک کا نام حنّہ اور دوسری کا نام فنینہ الخ

(کتاب سموئیل باب ۱ - آیت ۱ و ۲)

حضرت سموئیل حنّہ کے بطن سے تھے۔ اور بائبل کے رو سے یہ ایسا جلیل القدر انسان معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے حضرت داؤد کو مسوح کیا۔

(سموئیل ۱۶/۱۲) - اور خدا نے موسےؑ کے برابر درجہ کا بتلایا ہے۔ یرمیاہ ۱۵/۱)

پس اگر تعدد ازدواج ممنوع ہوتا۔ تو ایسے ایسے جلیل القدر اور مقدس انبیاء اور ان کے باپ کیوں اور کیسے ان افعال کے مرتکب ہوتے۔ پس بزرگان اسرائیل کا طرز عمل ہی اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ تعدد ازدواج جائز ہے!

(۵) یوآس کی دو بیویاں -

"اور وہ جو خداوند کی نظر میں درست ہے۔ سو یوآس یہویدع کاہن کے جیتے جی اس کے سب دن کیا کرتا تھا۔ اور یہویدع نے اس کے (یوآس) لئے دو جوروآں کردیں۔ الخ" (کتاب تواریخ ۲ باب ۲۴ - آیت ۱ و ۲)

یوآس کا دو بیویاں کرنا خداوند کی مرضی میں درست تھا۔ کیونکہ خود ان آیات نے بتلادیا۔ کہ یوآس نے یہویدع کاہن کے جیتے جی کہا۔ جو کیا وہ خدا کی نظر میں درست تھا۔ پس دو بیویاں کرنا برا اور مذموم نہ تھا۔ بلکہ خدا کی نظر میں درست اور راست!

حضرت داؤد کی بہت بیویاں تھیں -

ا - اور داؤد نے ساؤل کے بیٹے اشبوست کو قاصدوں کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ میری جورو میکل کو جسے میں نے فلسطیوں کی سو کھلڑیاں دے کے بیاہا۔ میرے حوالہ کر۔ (سموئیل ۲ ۱۴/۳)

ب - سو داؤد نے حبرون سے آکے یروشلم میں اور حرمیں اور جوروآں کیں - الخ

(سموئیل ۲ ۱۳/۵)

(۶) تب بادشاہ (داؤد) نکلا - اور اس کا سارا گھرانا اس کے پیچھے ہوا - اور بادشاہ نے دس عورتیں جو حرمیں تھیں - پیچھے چھوڑیں - کہ گھر کی نگہبانی کریں -" (سموئیل ۲ ۱۵/۱۶)

یہ وہ جلیل القدر اور اولوالعزم نبی تھا - کہ جس کی نیکو کاری اور تعریف سے بائبل بھری پڑی ہے - جیسے لکھا ہے -

"اس لئے کہ داؤد نے خداوند کی نگاہ میں نیکو کاری کی - اور جب تک جیتا رہا خداوند کے کسی حکم سے منہ نہ موڑا - مگر اوریاہ حتی کی جورو کے مقدمہ میں" (سلاطین ۱ ۱۵/۵)

حضرت سلیمانؑ کی سات صد بیویاں :-

"اور اس کی سات سو جوروآں بیگمات تھیں" (سلاطین ۱ ۱۱/۳)

حضرت سلیمان بھی ایک بڑے پایہ کے نبی اور بادشاہ گذرے ہیں - ان کے اس فعل پر بائبل میں کہیں بھی ناراضگی یا کفارہ کا اظہار نہیں -

۸ - رحبعام بن سلیمان کی اٹھارہ بیویاں : اور ساٹھ حرمیں تھے

اور رحبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جوروؤں اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا - کہ اس کی اٹھارہ جوروآں اور ساٹھ حرمیں تھیں" الخ

(تواریخ ۲ باب ۱۱ آیت ۲۱)

رحبعام سلیمان کا بیٹا تھا - (دیکھو تواریخ ۲ ۹/۳۱)

۹ - ابیاہ پوتا سلیمان کی چودہ بیویاں -

"اور ابیاہ زور آور ہوا - اور ۱۴ جوروآں کیں" الخ (تواریخ ۲ ۱۳/۲۱)

ابیاہ رحبعام کا بیٹا تھا - دیکھو تواریخ ۲ ۱۲/۱۶)

۱۰ - حضرت جدعونؑ کی بہت سی بیویاں -

"اور جدعون کے ستر بیٹے تھے - جو اس کی صلب سے پیدا ہوئے - کیونکہ اس کی جوروآں بہت سی تھیں" (قاضیوں ۸/۳۰)

اس طرح اور بھی بہت سے نظائر پیش کر سکتے ہیں - مگر ایک حق پسند اور حق پرست محقق مزاج و سلیم الفطرت انسان کے لئے کافی سے زیادہ ہیں - اس لئے انہی پر اکتفا

کرتے ہوئے ذیل میں غیر مذاہب کے منصف مزاج علماء وفضلاء کی چند شہادتیں اس مسئلہ کی صداقت پر درج کرتے ہیں۔ اُمید ہے۔ ناظرین کے لئے باعث دلچسپی ہونگی۔

۱۔ مسٹر ڈیون پورٹ صاحب ایک فاضل لکھتے ہیں کہ۔

"گرم ممالک کی عورتیں آٹھ۔ نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کرنے کے لئے لائق ہو جاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے۔ پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے۔ کہ ان ملکوں میں جبکہ کوئی قانون مانع نہ ہو۔ انسان ایک جورو کو طلاق دے کر دوسری جورو کرلے۔ اور تعدد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جائے"

۲۔ مسٹر ہینگس صاحب لکھتے ہیں۔

"علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں۔ جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتی ہیں۔ اور گو ہم شمالی ملک کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانداروں سے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتے ہیں"

اس کے بعد یہی فاضل بیان کرتا ہے۔ کہ مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا حصہ ۱ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایشیا کے گرم ملکوں میں تاثیر سے دونوں گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے۔ کہ جو یورپ کی آب وہوا میں نہیں ہے"

جہاں دونو برابر ہیں۔ بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے۔ کہ ضعیفی میں بھی قوی طور طاقتور رہتا ہے"

اگر یہ بات سچ ہے۔ تو بانی اسلام کے لئے اس بات کی کہ انہوں نے متعدد جوروؤں کی اجازت دی۔ ایک بڑی وجہ تھی"

۳۔ مسٹر طامس کارلائل مرحوم اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ کے لیکچر دوم

میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ اسلام میں شہوت پرستی کی تعلیم ہے۔ اس پر بہت سی تحریریں تقریریں ہوئیں۔ اور یہ اعتراض انصاف کی حد سے باہر بڑھ گئے ہیں۔ وہ اجازتیں جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہیں۔ اور جن کی اجازت نبیؐ عرب نے دی۔ وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھی انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا۔ مگر انہوں نے جو کچھ کیا۔ وہ یہ کیا۔ کہ ان کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے"

ہم اس مضمون کو ختم کر چکے۔ تو ایک کتاب بنام ویدک تہذیب دیکھنے میں آئی اُس میں سے اس مضمون کے متعلق تھوڑا سا اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام کے لئے باعث دلچسپی ہوگا"

"جس زمانہ کو علماء حقیقتاً ویدک زمانہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ زمانہ جب ہمارے آباؤ اجداد پنجاب میں آباد ہوئے۔ اور انہوں نے رگوید کے قدیم منتروں کو رچا۔ اس زمانہ میں کثیر الازدواجی ان کے درمیان مروج نہ تھی۔ رگوید کا دسواں منڈل جو نہایت نیا منڈل ہے۔ اس کے بھی نہایت نئے منتروں میں اس بد دستور (اس دستور کو بد بتلایا۔ محض اس لئے کہ یہ عیسائی صاحب ہیں۔ حالانکہ ان کے جلیل القدر انبیاء نے سات سات سو بیویاں کیں۔ کیوں نہ ہو۔ خیر) کا پتہ ملتا ہے۔ غالباً یہ منتر کا وید لگ کے رچنا ہیں۔ جب ہندو آریہ آریوں کی دیکھا دیکھی ایک سے زیادہ بیوی رکھنے لگ گئے تھے۔

رگوید منڈل ۱۰ ۱۰۱ ۱۱ دو بیویوں سے صحبت کرنے کی مثال دی گئی ہے۔ اس منڈل کے ۱۴۵ سوکت میں کسی عورت کے اپنی سوتن کو دکھ دینے کے لئے ایک پودے کو اکھاڑ کر اپنے شوہر کے تکیہ کے نیچے رکھ کر ٹونا کرنے کا بیان ہے۔

ہم یہاں . . . شوکت کا اقتباس کرتے ہیں۔

(۱) "میں اس بڑی قوت والے پودے کو کھود کر اکھاڑتی ہوں۔ جس سے سوتن کو دکھ دیا جاتا۔ اور شوہر کو اپنا کیا جاتا ہے"

(۲) "اے اوپر کے رُکھ پتے والے نیک بخت دیوتاؤں کے بھیجے ہوئے زور آور پودے میری سوتن کو دور کردے۔ اور میرے شوہر کو میرا ہی کردے۔"

(۳) اے افضل پودے میں افضل ہوں۔ بلکہ افضل سے بھی افضل ہوں۔ وہ جو میری سوتن ہے۔ نیچ سے بھی نیچ ہے۔"

(۴) میں اس کا نام تک بھی نہیں لیتی۔ وہ سب کی گھناؤنی میں سوتن کو دور سے ہی دور بھگاتی ہوں۔"

(۵) "اے پودے میں بہت زور آور ہوں۔ تو بھی بہت زور آور ہے۔ ہم دونوں زور آور ہو کر سوتن کے زور کو توڑتے ہیں۔"

(۶) "اے شوہر میں نے اس زور آور پودے کو تیرے سرہانے رکھ دیا۔ اس زور آور تکیہ کو تیرے سر کے نیچے رکھنے کو دیا۔ گائے جیسطرح بچھڑے کی طرف اور پانی جس طرح نیچے کی طرف دوڑتا ہے تیرا دل میری طرف اسی طرح دوڑے۔"

ان منتروں کی عبارت اس امر پر پوری پوری روشنی ڈال رہی ہے کہ ویدک زمانہ میں بھی تعدد ازدواج مروج و جاری تھا۔

پس آخر میں ہم اس خدائے برتر ذوالجلال والاکرام قادر مطلق و مقتدر خدا کے حضور دست بدعا ہوتے ہیں۔ کہ اے ہمارے خالق رازق مالک خدا تو ہمارے ان بھولے بھٹکے اور اندھی تقلید کے متوالے بھائیوں کو توفیق عطا کر۔ کہ وہ تیرے پاک کلام اور تیرے پاک احکام سے روگردانی نہ کریں۔ بلکہ ان کو اپنا راہبر و نجات دہندہ سمجھ کر عمل پیرا ہوں۔ تاکہ ان انعامات کے وارث ٹھہریں۔ جو مومنوں کے لئے تیرے پاک کلام قرآن شریف میں بصورت وعدہ مرقوم ہیں۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین!!!

(افضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

صداقتوں کی روشنی

مصنفہ حضرۃ خلیفۃ ثانی مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے متعلق تمام اعتراضوں کا مدلل جواب "ثناء اللہ" اور "عبد الحکیم" والی پیشگوئی کو بھی صاف کیا گیا ہے مع الوصیت۔ چند جلدیں نکل آئی ہیں۔ فی جلد مجلد پانچ آنے (عہ)

حدیث لا نبی بعدی میں

بعدی سے کیا مراد ہے

مخالفین کو جب ہم حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو انکی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہم ان کو کیسے مانیں۔ جبکہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور ہمارے رسول اکرمؐ نے فرما دیا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس ہم آنحضرتؐ کے فرمودہ کے مطابق کسی مدعی نبوۃ کو آپ کے بعد مسیح موعودؑ کیا ایک مسلمان بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔

لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ کیا وہ مسیح جو بزعم ان کے آسمان سے نازل ہونیوالا ہے۔ نبوۃ سے معزول ہو کر نازل ہوگا؟ کیا وہ نبی نہیں ہوگا حالانکہ اس بات کو بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ بدستور نبی ہونگے۔ اور ان پر وحی نبوۃ نازل ہوگی۔ جیسا کہ مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:۔

حضرت کیا ان پر یہ اعتراض نہیں ہوگا؟ کہ آپ کس طرح نبی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبی کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

پس اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ اور سوچو کہ جب خود تم ایک بنی اسرائیلی نبی کا انتظار کر رہے ہو۔ جو مستقل نبوۃ رکھتا تھا۔ تو کیوں مسئلہ نبوۃ کو آڑ میں لیکر حضرت مرزا صاحب کا انکار کر رہے ہو۔

اے ہمارے بھائیو! تمہیں کیوں ضد اور تعصب نے حق کی مخالفت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اور کیوں حق کی دشمنی کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔ خدارا غور کرو کہ جب وہی اعتراض تمہارے فرضی مسیح پر بھی پڑتا ہے۔ تو کیوں اسکو ہمارے سامنے دہراتے ہو۔

سنو! کہ حدیث لا نبی بعدی میں حرف لا نفی جنس کا نہیں۔ بلکہ وہ لا ہے۔ کہ جو موصوف کی نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ میں موجودہ قیصر و

کسریٰ کے بعد کوئی قیصر و کسرےٰ نہیں ہوگا۔ کیا اس حدیث میں لا۔ لا نفی جنس ہوسکتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کے بعد بھی کئی قیصر و کسریٰ نے روم و ایران کی حکومت کی ہے۔ چنانچہ تمام شارحین حدیث نے اس کا یہی مطلب لکھا ہے کہ ان جیسا قیصر و کسریٰ کوئی نہیں ہوگا۔ سو اسی طرح ظہور میں آیا۔ کہ ان جیسی شان و شوکت اور جاہ و جلال والا قیصر و کسرےٰ نہیں ہوا۔

پس جب اس حدیث کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ ان جیسا کوئی نہیں ہوگا تو کیوں لانبی بعدی کے معنے یہ نہیں کر لئے جاتے۔ کہ میرے جیسا نبی کوئی نہیں ہوگا کما ہو مذہبنا۔

اسی طرح حدیث میں جو لفظ بعدی کا آتا ہے۔ اس کے بھی یہ معنے نہیں۔ کہ بعد موتی الی یوم القیامۃ مطلق کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسا صادق نبی جو میرے مخالف اور میری نبوۃ سے الگ نبوۃ کا دعوےٰ کر کے میری مخالفت میں کھڑا ہونے والا ہو۔ کوئی نہیں۔ چنانچہ تیسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۸۸ پر ایک حدیث آتی ہے۔ جو بعدی کے مطلب کو واضح کر دیتی ہے

مسیلمہ کذاب نبی کریمؐ کے زمانہ میں مدینہ آیا۔ اور کہا۔ کہ محمد (صلعم) اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ آنحضرتؐ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی سو آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اگر تو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے۔ تب بھی میں نہیں دینے کا اور اللہ نے جو تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور اگر تو اسلام نہیں لائیگا۔ تو اللہ تجھ کو تباہ کر دیگا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ دانی لاُراک الذی اُرِیتُ فیہِ ما رَاَیتُ یعنی میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ تو وہی شخص ہے۔ جس کا حال اللہ تعالےٰ نے مجھ کو خواب میں دکھلا چکا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ سے اس قول کے بارے میں کہ انی لاُراک الذی دریافت کیا۔ تو ابوہریرہؓ نے مجھے خبر دی۔

قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُ فِی یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَأْنُھُمَا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا ۔ فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَہ ۔ یعنی رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ وہ مجھے برے معلوم ہوئے تو خواب میں ہی مجھے وحی ہوئی۔ کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری۔ اور وہ دونوں اڑ گئے۔ پس میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ دو کذاب ہونگے جو میرے بعد نکلینگے۔ ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ؛؛

اب کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ واقعہ میں عنسی اور مسیلمہ کذاب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی ظاہر ہوئے تھے؟

نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ وہ دونوں آپ کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو چکے تھے۔ اور ایک ان میں سے زمانہ نبوی میں ہی مارا گیا تھا۔

تو معلوم ہوگیا۔ کہ یہاں بعدی کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ "میرے برخلاف" جیسا کہ ظہور میں آیا۔ پس حدیث لا نبی بعدی میں بھی بعدی کے یہی معنے ہیں تفکروا یا اولی الالباب +

راقم ۔ تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح آمادہ فساد

ناظرین تشحیذ کو معلوم ہے۔ کہ ستمبر ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں ہم نے مدیر اصلاح سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا۔ لاؤ۔ قلم و دوات وصیت نامہ لکھدیں۔ تو عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بکرہا ہے۔ (دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

یہ کتاب المرضیٰ میں کہاں لکھا ہے؟ اس پر اصلاح (کھجوہ) نے لکھا۔ کہ جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے پارہ ۱۸۔ ہم نے نومبر کے تشحیذ میں تفصیل سے لکھا۔ کہ پہلے تو کتاب المرضیٰ میں کوئی ایسی حدیث ہی نہیں ملتی تھی۔ جس کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ ہے۔ کہ "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" اب پارہ ۱۸ دیکھا۔ اس میں کتاب المرضیٰ ہی نہیں۔ یا لظہر العجائب۔ ہاتھی معہ ہودج غائب۔ باوجود اسقدر خجلت دینے والی زک اٹھانے کے اصلاح چپ نہیں ہوا۔ اور لکھ دیا کہ باب کتابۃ العلم میں حدیث ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا۔ "اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے۔" حالانکہ ہر ایک شخص جس کے دماغ میں ذرہ بھی عقل وفہم موجود ہو۔ سمجھ سکتا ہے۔ کہ اول تو مطالبہ یہ تھا۔ کہ کتاب المرضیٰ صحیح البخاری میں کونسے الفاظ ہیں۔ جن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ "عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" پھر دوسرا مطالبہ یہ کہ کتاب المرضیٰ جو پارہ ۱۸ میں بتائی ہے۔ پارہ ۱۸ سے کتاب المرضیٰ نکال کر دکھاؤ۔ تیسرا مطالبہ اب یہ ہے۔ کہ روایت کتابۃ العلم کے الفاظ یہ ہیں۔ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہا عمر نے کہ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) پر درد و تکلیف کا غلبہ ہے۔ پس یہ کہنا۔ کہ اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے! ہجر کہنے والا بجز عمر کون ہو سکتا ہے" بے دیانتی کے بعد نہایت بے شرمی کی بات ہے۔ کیونکہ اس روایت میں مطلق ہجر کا لفظ نہیں اور جہاں ہجر ہے۔ وہاں فقالوا لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی اصلاح نمبر ۲ ماہ صفر جلد ۲۳ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ کہ فقال ائتونی بکتب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللہ تنازعوا بھی جمع کا صیغہ ہے اور فقالوا بھی۔ آپ عمر سے ایک بات کیوں منسوب کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت آپ صحیح البخاری سے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ آپ کی اس تحریر پر فروری ۲۰ء کے رسالہ تشحیذ میں کافی نوٹس لیا جا چکا ہے۔ اس کے

بعد اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کے پرچے میں پھر ہمارے دوست ایڈیٹر اصلاح کو دورہ اُٹھا ہے۔ اور کچھ عجیب بے ہنگم باتیں لکھی ہیں۔ ہر طرح سے اپنی جان چھڑانی چاہی ہے۔ مگر یہ وہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جو شیعہ صداقت واہانت کے ماتھے سے قیامت تک نہیں مٹے گا۔ کبھی تو آپ لکھتے ہیں۔

"آپ کو اس سے کیا واسطہ۔ جبکہ آپ مرزا صاحب کو نبی مان چکے۔ اور خلیفہ دوم بھی مرزا بشیر احمد کو بنایا۔ جنہوں نے صاف صاف کہدیا۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے قبل کی کتابیں ان کی منسوخ ہیں۔ اور دس برس تک۔ خدا ان کو بھی کہتا رہا۔ مگر انہوں نے نہ سمجھا۔ نہ مانا"

(اصلاح نمبر ۴)

اور کبھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب احقاق حق کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ کتاب المرضی اور پارہ ۱۸ سے انکار ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ صحیح بخاری کے وجود سے بھی انکار کیا جائے۔ اگر آپ کو کتاب المرضی بخاری میں نہیں ملتی۔ تو پہلا پارہ باب کتابۃ العلم ملاحظہ کیجئے۔ صد ۲۱ مطبوعہ مصر جس میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ قال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمران النبی غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا۔ اب کہیئے۔ ہاتھی مع ہودج غائب ہوا یا کیا۔ کیونکہ پہلے پارہ میں بھی نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہاں ہیں ہجر یا اہجر نہیں ہے۔ جس کے معنے ہذیان بکتے ہیں۔ مگر یہ تو وہی بات ہے۔ کہ جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صہ ۳۔ اصلاح جلد ۲۳۔

حضرت ایڈیٹر صاحب اصلاح! بے ادبی معاف۔ آپ نے اس عبارت میں کتنے جھوٹ بولے ہیں۔ ہمیں حدیث سے کیوں واسطہ نہیں۔ کیا حضرت

خاتم النبیین علیہ صلوٰۃ رب العالمین کی نبوۃ کے علاوہ کسی اور کی نبوۃ پر ایمان لائیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ سے کچھ واسطہ نہیں رہتا۔ ہمارا مذہب تو مشہور و معروف ہے

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام

دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

مرزا صاحب کو نبی جو ہم مانتے ہیں۔ تو اسی وجہ سے کہ آپ بروزی رنگ میں وہی خاتم النبیین ہیں۔ پس احادیث رسول سے ہم ہی کو تو واسطہ ہے۔ نہ ان لوگوں کو جو رسول اللہ کی دوسری بعثت میں آپ کے منکر ہو کر اس بات کا ثبوت دے چکے ہیں۔ کہ اگر بعثتِ اول میں موجود ہوتے۔ تو وہی کرتے۔ جو ابو لہب و ابو جہل نے کیا۔

۲۔ ہم نے مرزا بشیر احمد کو خلیفہ دوم نہیں بنایا۔ خدا جانے شیعہ کیوں غلط اور بے تحقیق بات کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔

۳۔ ہمارے خلیفہ دوم کا نام مرزا محمود احمدؒ ہے۔ اور انہوں نے قطعاً کہیں نہیں لکھا۔ کہ سنہ ۱۹۱۱ء سے پہلی کتابیں حضرت مسیح موعودؑ کی منسوخ ہیں۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں تو حضور مسیح موعودؑ فوت ہوئے۔ تو سنہ ۱۹۱۰ء کے کیا معنے؟ ایک جھوٹ سنہ ۱۹۱۰ء۔ دوسرا جھوٹ یہ کہ اس سنہ سے پہلی کتابیں منسوخ سمجھنا۔ ہمارا مذہب ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء تو کجا۔ ہم تو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابیں بھی منسوخ نہیں سمجھتے۔ تیسرا جھوٹ یہ کہ خدا ان کو کہتا رہا۔ انہوں نے نہ سمجھا نہ مانا۔ [illegible] ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہمارے امام القائم بامر اللہ کا ابتدا سے یہی مذہب تھا۔ کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ و کثرت اظہار امور غیبیہ سے مشرف ہوں۔ اسی کے دلائل آپ نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابوں میں دئے۔ اور اسی کے بعد میں پس منسوخ کچھ بھی نہیں۔

۴۔ آپ مجھے الزام دیتے ہیں۔ کہ کتاب المرضیٰ اور پارہ ۱۸ [illegible] کا انکار ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ مجھے متعلق کتاب المرضیٰ اور پارہ ۱۸ سے انکار نہیں۔ البتہ انکار ہے تو یہ کہ:۔

(۱) کتاب المرضیٰ میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا معتخص ہذیان بک رہا ہے۔ پس آپ نے جو حوالہ اس کا اصلاح نمبر ۵ میں دیا تھا۔ دیکھو۔

صحیح البخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی) یہ بالکل غلط ہے۔ اور چونکہ اس غلطی پر اصرار کیا۔ باوجود حوالہ پیش نہ کر سکنے کے اس لئے میں کہتا ہوں۔ عمر نے کہا "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" کتاب المرضیٰ میں بتانا مذہبی دنیا میں فحش ترین بددیانتی ہے۔ سن لیا آپنے؟

(ب) آپ نے جلد ۲۲ نمبر ۳ میں لکھا "کیونکہ جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے پارہ ۱۸" یہ بھی غلط ہے۔ بخاری پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ قطعاً نہیں

(ج) بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام صحیح بخاری میں کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر آپ میں کچھ ہمت انسانی ہے۔ غیرتِ ایمانی ہے۔ تو بخاری کتاب المرضیٰ سے وہ الفاظ حدیث پیش کرو۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ "یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ آپ ہرگز ایسے الفاظ نہیں دکھا سکینگے۔ جب نہیں دکھا سکتے۔ تو پھر یہ کیا شور و شغب ہے۔ جو میں سن رہا ہوں۔ کیا شرافت جہان سے اُٹھ گئی۔ کیا شرم بالکل رخصت ہو گئی۔ جب انسان اپنے بالاصرار دعوے کے مطابق حوالہ نہ دکھا سکے۔ تو اس کو کم از کم خاموش ہو جانا چاہئے۔ کیا آپ کی بستی میں چلو بھر پانی بھی نہیں؟

۵۔ سوال تو کتاب المرضیٰ کے متعلق تھا۔ لیکن اب آپ مجھے بخاری کا پہلا پارہ باب کتابۃ العلم بتاتے ہیں۔ بہت اچھا۔ مگر اس میں بھی کوئی ایسی حدیث نہیں جس کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص (رسول اکرمؐ) غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ چنانچہ اس کا آپ کو خود اقرار ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"پہلے پارہ ہی میں نکل آیا۔ فرق اسقدر ہے۔ کہ اس میں ہجر یا اہجر نہیں ہے جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں"

بندۂ خدا کچھ تو شرم بھی چاہئے۔ بحث بھی تو یہی تھی۔ کہ کسی حدیث بخاری میں یہ لفظ نہیں۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اب خود آپ بھی یہی کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ واقعی حدیث میں ہجر یا اہجر کا لفظ نہیں۔ جس کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ تو پھر جب یہ لفظ حدیث میں موجود نہیں۔ تو آپنے کس مونہہ سے یہ کہا تھا

کہ صحیح البخاری میں یہ موجود ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے"۔ اس کی تاویل بھی عجیب آپ نے فرمائی۔

"جس کو درد زیادہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے"

کوئی شخص اس سے بڑھکر حواس باختہ بھی کیا ہوگا۔ پانچ مہینے سے یہ بحث فرما رہے ہیں۔ کہ بخاری مطبوعہ دہلی کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ عمر نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اول تو صفحہ ۸۴۶ ہی غلط ہے۔ پھر کتاب المرضیٰ میں وہ حدیث نہیں ملتی۔ پھر تمام صحیح البخاری میں نہیں ملتی۔ پھر آپ کتاب المرضیٰ پارہ ۱۸ میں بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ اس کے بعد اب کتاب المرضیٰ کو چھوڑ کر باب کتابۃ العلم کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس میں بھی لفظ متنازعہ فیہ" ہذیان بکنا نہیں دکھا سکے۔ جب اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہی نہیں۔ جسکے معنے ہذیان بکنے کے ہوں۔ تو پھر اسے پیش ہی کیوں کرتے ہیں۔ کیونکہ بحث فیما بین تو اسی لفظ پر ہو رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں عمر نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ بخاری میں ایسا کہنے کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی خوب فرمایا کہ جسکو درد زیادہ ہو۔ وہ کبھی کبھی ہذیان بھی کہ جاتا ہے۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا۔ کیا یہ کہ غلبہ الوجع کے معنے ہذیان بکنے کے ہیں۔ خود ہی تو "کبھی کبھی" کہتے ہو۔ یعنی قاعدہ کلیہ نہیں۔ اور خود ہی اسے ایسا قاعدہ کلیہ بتاتے ہو۔ کہ عمر خواہ مخواہ اس لپیٹ میں آجائیں۔ یہ سعی ناکام نہ فرمائیے۔ اور چپ ہو جائیے۔ جو کچھ آپ سے ہو چکا۔ وہ ندامت کے لئے کافی ہے۔

پھر حواس باختگی کا مزید ثبوت یہ ہے۔ کہ لکھتے ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ اصلاح جلد ۲۳ نمبر ۳۔

حالانکہ نمبر ۳ میں ایک سطر بھی اس موضوع پر نہیں۔ خدا آپ کے ہوش و حواس بحال کرے۔

شیعہ علم کلام

شیعہ امانت و دیانت ملاحظہ کرنے کے بعد ہمارے ناظرین کرام شیعہ علم کلام بھی دیکھ لیں تشحیذ میں لکھا گیا تھا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ایسے ہی مبغوض المومنین و منافقین۔ فاسقین ہوتے۔ تو یعسوب المسلمین حضرت علی المرتضیٰ اپنے فرزندوں کے نام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نہ رکھتے۔ اس کے جواب میں ایک سال کے بعد اصلاح صاحب رقمطراز ہیں:۔

"یہ ایک لغو اور بے معنی اعتراض ہوگا۔ جس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں نام رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو۔ (۲) بلکہ بسا ممکن ہے۔ کہ اس لئے حضرت نے اپنی اولاد کے یہ نام رکھے تھے۔ کہ اس سے اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے۔ اور جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے۔ یا بر بنائے تقیہ نام رکھا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام ان خلفائے ثلثہ کو دوست بھی رکھتے تھے"

(اصلاح نمبر ۴ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱)

اچھا صاحب اگر یہ لغو اعتراض تھا۔ اور اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ تو اس کا جواب ہی کیوں دیا۔ والذین ھم عن اللغو معرضون ط (۲) دوم اگر کسی حدیث یا آیت قرآنیہ میں یہ نہیں لکھا۔ کہ تم اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہ رکھو تو پھر بسم اللہ آپ اپنے خاندان میں بہ تبعیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام یہ رواج دیجئے۔ اور دہرا ثواب لیجئے۔ کہ فرزندان ارجمند کے نام یزید شمر رکھئے۔ کیونکہ کسی حدیث یا آیت میں یہ تو ہے ہی نہیں۔ کہ اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہ رکھو۔ اور اس سے فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اپنے خالص دشمنوں کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ اور جس کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان کو پہنچایا جاتا رہے گا۔ یہ بھی آپ نے خوب توجیہ کی۔ کہ بر بنائے تقیہ نام

رکھ لیا۔ معلوم نہیں۔ حضرت امیر المومنین نے بربنائے تقیہ کیا کیا کچھ کیا۔ کیونکہ جبتک یہ واضح طور پر معلوم نہ ہو۔ ایک سادہ مومن پر کھل نہیں سکتا۔ کہ یہ دین کی بات ہے یا بربنائے تقیہ کسی گناہ کا ارتکاب ہے۔ حضرت علیؑ اگر فرمائیں۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔ تو میرا ایمان ہے۔ کہ وہ حق بجانب ہیں۔

عیسائی صاحبان سے چند استفسارات متعلق الوہیت مسیحؑ

پہلا سوال۔ کیا مسیحؑ خدا اور انسان دونو تھا۔ جبکہ انسان مخلوق ہے۔ اور خدا خالق۔ اگر ایک وقت میں ہی مسیحؑ انسان بھی تھا۔ اور خدا بھی۔ تو لازماً ایک وقت میں وہ خالق بھی ہوگا۔ مخلوق بھی۔ اور یہ محال ہے؟

دوسرا سوال۔ کیا مسیحؑ معصوم تھا۔ اور بنی آدم کے لئے نمونہ تھا؟ اگر وہ نمونہ تھا۔ اور معصوم تھا۔ تو کیا وہ بحیثیت الٰہ ہونے کے معصوم تھا۔ اگر کہو۔ ہاں تو پھر وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ خدا اور ہم انسان ہیں۔ لیکن اگر وہ انسان ہو کر معصوم تھا۔ تو دو صورتیں ہیں۔ کہ کیا خدا نے اس کو معصوم کیا تھا۔ یا وہ خود بخود معصوم ہو گیا تھا۔ پہلی صورت میں بھی نمونہ نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کو مکان پر اٹھا کر بٹھا دیا جائے۔ تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں۔ کیونکہ وہ خود نہیں گیا۔ دوسری صورت میں باوجود انسان ہونیکے وہ معصوم ہو گیا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہم معصوم نہ بن سکیں۔

تیسرا سوال۔ اگر تینوں خدا کامل ہیں۔ تو پھر کیا مرنا اچھی صفت ہے یا نہیں۔ اگر ہے۔ تو باپ۔ روح القدس۔ ناقص ٹھہرے۔ اگر نہیں۔ تو مسیح ناقص ثابت ہوا۔

چوتھا سوال۔ اگر جسم اختیار کرنا اچھی صفت ہے۔ تو پھر باپ۔ روح القدس ناقص ہوئے۔ اور ناقص خدا کیونکر ہوا۔ اگر نہیں۔ تو پھر مسیح ناقص ٹھہر کر خدائی سے برطرف ہوا۔

پانچواں سوال - اسی طرح اگر اقانیم ثلاثہ کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز ہے - توپھر کیا وہ اعلےٰ صفت ہے یا ادنیٰ - اگر اعلےٰ - توپھر باقی اقنوم ناقص - اگر ادنےٰ ہے - توپھر وہ اقنوم ناقص ہوا - لیکن اگر کوئی مابہ الامتیاز نہیں - توپھر تو وہ ایک ہی ہے - تین کا وہم باطل ہے ؛

چھٹا سوال - کیا انسان کفارہ ہوا یا خدا؟ اگر کہو - انسان تو وہ تو گنہگار ہے اگر خدا کہو - توپھر خدائی کارخانہ بگڑنا چاہیئے ؛

ساتواں سوال - جب تینوں فی ذاتہم کامل ہیں - اور ہر ایک اس کارخانہ عالم کو چلا سکتا ہے - توپھر تینوں کا اس کو چلانا عبث ہے - جیسے ایک امیر حکم دے - کہ میری قلم اٹھالاؤ - تو ہر ایک نوکر پانچ دس دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر وہ قلم اٹھالاوے - تو کیا وہ پاگل اور بے عقل نہ جانا جائیگا : اسیطرح اقانیم ثلاثہ کی نسبت کیا فتوےٰ ہوگا ؟

آٹھواں سوال - اگر تین خدا ہیں - تو کیا وہ ہر ایک اپنی مرضی پر کام کرتا ہے - یا ایک دوسرے کے ماتحت؟ اگر ماتحت ہیں تو کم از کم محکوم خدائی سے معزول ہوا - اگر ہر ایک اپنی مرضی پر چلتا ہے - توپھر ضرور کسی نہ کسی وقت میں ان میں تنازعہ ہوگا - اور بدیں صورت نظام عالم بگڑ جائیگا - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لو کان فیھما الہۃ الا اللہ لفسدتا السموات والارض - ایسا نہ ہونا تین نہ ہونے پر دلیل ہے ؛

نواں سوال - اگر مسیح (ابن مریم) انسانی جسم میں اس لئے آیا تا بنی آدم کے گناہ اٹھا کر قتل ہو جاوے - تو کیا یہ رحم کے خلاف نہیں ؟ اور پھر کیا کبھی زید کے درد کی بکر کو دوائی دیکی جائے - تو اس کو آرام ہو سکتا ہے پس مسیح ہم سے کفارہ ہو کر ہمارے گناہ کیونکر اٹھا سکتا ہے ؟

خاکسار اللہ دتا متعلم مدرسہ احمدیہ
قادیان - ضلع گورداسپور

غزل شہاب

شوکت و شان مصطفےٰ احمد مجتبےٰ میں ہے - رتبہ سوا جہان سے ہے میرے اس جوان کا
دشمن جان ہو گئے دشمن دین و امر حق - کچھ نہ بگڑ سکا مگر احمد قادیان کا
مٹ گئے نقش زندگی - اڑ گئی خاک کو بکو - کھو گئے راہ یار میں کیسا پتہ نشان کا
آپ خفا نہ ہو جیئے شوق سے کیجئے جفا - لیجئے امتحاں ضرور عاشق نیم جان کا
جب نہ ہوا ہنر کوئی آپ کی ذات میں جناب - فخر تمہارے کام کیا آئے گا خاندان کا
دل ہے کہ ہے جہان عشق سر ہے کہ مرکز جنوں - کیوں نہ ہو پھر طواف بھی یار کے آستان کا

قصۂ "الرحیل" ہو اور آپ کی زباں
وقت گزر گیا شہاب عشق کی داستان کا

حسن نے پھول کھلائے مرے ویرانے میں - عشق نے آگ لگا دی میرے کاشانے میں
کب سے بیٹھا ہوں یہاں تشنہ لب و تشنہ دہاں - ساقیا ڈال بھی دے کچھ میرے پیمانے میں

ہم سے دیکھا نہ گیا حسرت دل کا عالم
جاں نکل جائیگی اس قصے کے دہرانے میں

(مہر محمد خاں احمدی شہاب بالیرکوٹلوی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
کشف الاختلاف
اگر آپ مولوی محمد علی و خواجہ کمال الدین صاحبان کی
قادیان سے علیحدگی کے اسباب کی تاریخ دیکھنی
چاہتے ہیں تو یہ رسالہ منگوا لیجئے جس میں مولانا
سید سرور شاہ صاحب نے تمام واقعات و حالات کو ایک جگہ جمع
کر دیا ہے
قیمت ۲/ یہ کتاب دفتر سے مل سکتی ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت لال شربت لال شربت

Digitized by Khilafat Library

یہ بچوں اور پرسوتی کیلئے نہایت طاقت بخش دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ / محصولڈاک ۶ / ۔

دیکھئے محترمہ ش۔ م۔ صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلعدار نہر اخبار تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۳ء میں کیا لکھتی ہیں
پیاری بہن عبدی بیگم صاحبہ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپ کا استفسار معلوم ہوا۔ گو اشتہاری دنیا
میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے
ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال برعکس نہند نام زنگی کافور خیال کیا کرتی تھی۔ مگر اس لال شربت نے
واقعی لال رنگ کر کے لال و لالی کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں جو تازہ ورحال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری
نجم النسا بیگم جسکی عمر اب پونے دو سال کی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے نصیب اعداء ایسی لاغر ہو گئی کہ کوئی
اس کے دشمنوں کو اثر خلش اور پرچھائیوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بتانے لگیں۔ پرانے خیالات کی
بزرگواروں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے
حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت پریت کی قایل گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا لال شربت منگوایا
میں استعمال کرایا۔ جسکے فوری اثر نے دس دن بعد برقی اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا۔ بافضال الٰہی اب عزیزہ اپنی پوری قامت اور اصلی حالت پر
تین ہفتے ہی کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس کے برمن صاحب کا شربت بھوت پریت سایہ پرچھائیں کے دور کرنیکے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے پر کے
لئے سریع التاثیر نسخہ ہے۔ میں نے مصمم قصد کر لیا ہے کہ متواتر ۲ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤنگی۔ اسلئے اپنی مکرم بہن کی پریشانیوں
کے دور کرنے کیلئے ترغیب دیتی ہوں۔ کہ وہ بھی برخورداری عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلاویں اور قدرت الٰہی کا مشاہدہ کریں
اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں۔

راقمہ۔ ش۔ م۔ بنت مجاہد حسین ضلعدار نہر۔

وقت پر صلاح ۔ جو دوست ہوتے ہیں۔ وہ خطرہ سے بچنے کیلئے وقت سے پہلے صلاح دیتے ہیں۔

ہیضہ کی مجرب دوا ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی صلاح ہے۔ کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھاتے پیتے ہیضہ کے باعث ہونیکا خوف رہتا ہے اس سے
بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں رکھیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق
گرمی کے دست پیٹ کے درد وغیرہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ / محصولڈاک ایک سے ۳ شیشی تک ۵ /

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء مطابق شوال المعظم سنہ ۱۳۳۸ ہجری نمبر ۷

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
تفسیر سورۃ الکوثر	۱ سے ۱۲	حضرت علمی (مولوی فاضل) مدیر رفیق حیات
معصومیت آنحضرتؐ و قرآن مجید۔	۱۳ سے ۱۶	مولوی تاج الدین صاحب لائلپوری (مدرسہ احمدیہ)
الہامی کتاب کی صداقت پرکھنے کا معیار۔	۱۷ سے ۲۰	مولوی اللہ دتا صاحب۔ جالندہری (مدرسہ احمدیہ)
چند اعتراضوں کے جواب	۲۵ سے ۲۸	مولٰینا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات		میاں نظام الدین صاحب جہلمی مہاجر
شذرات	۲۹ سے ۳۲	منشی فضل حسین صاحب۔ احمدی مہاجر قادیان +

قیمت سالانہ عوام سے ۲؎ غیر ممالک سے ۳؎ طلباء سے ۱؎

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام

پبلشر نے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✤ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

میں نے ۵ ماہ جولائی کو شائع ہونے والے تشحیذ کا مضمون ۳۱ مئی کو امرتسر بھیج دیا۔ جہاں ایک کاتب صاحب نہایت مہربانی سے رسالہ لکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہیں تو بڑے صادق الوعد مگر اس دفعہ انہیں کچھ ایسی مشکلات پیش آئیں کہ مجھے اپنی مجبوریوں کی اطلاع بھی نہ دے سکے۔ آخر میرے بہت سے تاکیدی خطوط کے جواب میں ان کا ایک ہی حوصلہ شکن مکتوب ۳ جولائی کو پہنچا۔ کہ میں آپ کا مرسلہ مضمون تا حال ایک صفحہ بھی نہیں لکھ سکا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی دو روز باقی ہیں۔ رسالہ لکھوانا بھی ہے۔ چھپوانا بھی۔ پھر سلوانا اور بھجوانا آخر یہاں قادیان ہی میں چند کاتبوں سے رسالہ لکھوایا۔ اور جس قدر جلد ممکن ہوا تیار کر کے بھیجا جاتا ہے۔ خدا کرے تشحیذ جس کا نہ اپنا کوئی مطبع ہے نہ کاتب بلکہ اس کے چھپوانے کے لئے فنڈ بھی ساتھ نہیں دیتا۔ اس قسم کی مشکلات سے محفوظ رہے اور ستور بدر علمی مضامین کو لئے ہوئے بلا ناغہ نکلتا رہے خواہ احباب اسکی قدر کریں یا نہ کریں میں تو اپیل کرتے کرتے تھک گیا۔ اور اب تو معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے ✤

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر سیدنا مرزا محمود احمد صاحب نے (جو اب بفضل قادر علام ہمارے خلیفۃ المسیح ہیں) ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں ان اعتراضات کے مدلل جواب تھے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور بعض پیشگوئیوں (مثلاً عبد الحکیم والی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ۔ مرزا احمد بیگ والی۔) کے متعلق کئے جاتے ہیں یہ مضمون مع الوصیت تشحیذ کے ایک نمبر میں اعلیٰ خوشخط ۳۰ سی چکنے کاغذ پر چھپا تھا۔ تشحیذ کا یہ نمبر ختم ہو چکا تھا۔ مگر دو تین رسالے اتفاق سے مل گئے جو صاحب چاہیں ۴؍ فی جلد کے حساب سے منگوائیں۔ پھر دوبارہ قسمت ہی سے طبع ہوگا ✤

مینجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

تفسیر سورۃ الکوثر

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

تحقیق عطا کی ہم نے تجھے کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے پالنے والے کیلئے اور قربانی کر۔ بیشک تیرا دشمن جو ہے وہی بے نسل ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے یا بقول بعض مدنی۔ اسمیں تین ۳ آیتیں بارہ ۱۲ الفاظ بیالیس ۴۲ حروف ہیں ٭

روایت ہے کہ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ تو آپ نے سنایا کہ شب معراج میں نے ایک نہر دیکھی۔ جسکے ارد گرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ جو خالی تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔ (بخاری)

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر نیچے رکھا۔ پھر سر اٹھا کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۃ کوثر تلاوت فرمائی (مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ احمد۔ بیہقی)

شان نزول بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ سورت مقام حدیبیہ میں نازل ہوئی۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے اصحاب حج بیت اللہ سے روکے گئے۔ اسوقت خدا تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ نماز پڑھ کر قربانی کر دو۔ اور واپس مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (جامع البیان)

ایک روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں باب الصفا سے داخل ہو کر باب المروہ سے باہر نکل رہے تھے۔ عاص ابن وائل سامنے آیا۔ پھر لوگوں نے عاص سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا۔ تو اس نے گستاخی سے کہا۔ کہ یہ ابتر (بے نسل) تھا اسوقت خداوند رب العزت نے یہ مبارک سورت نازل فرمائی۔

یہ روایت بھی ہے، کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے قاسم کا جنازہ لیجا رہے تھے۔ اسوقت عاص ابن وائل نے کہا کہ اب یہ شخص ابتر ہو گیا۔ اسوقت یہ سورۃ اُتری۔

یہ بھی مروی ہے، کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو کچھ تبلیغ فرما رہے تھے۔ اس اجنبی شخص نے حضور کے متعلق پوچھا۔ تو عاص ابن وائل نے کہا کہ یہ ابتر ہے۔ تب یہ سورت نازل ہوئی۔

یہ زیادہ مشہور شان نزول ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بڑے حضرت قاسم تھے پھر زینب۔ پھر عبداللہ۔ پھر ام کلثوم۔ پھر فاطمہ۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہم سب سے اول مکہ میں حضرت قاسم ہی فوت ہوئے۔ پھر عبداللہ اسوقت عاص ابن وائل نے طعنہ دیکر کہا کہ اب یہ شخص ابتر (بے نسل) ہو گیا۔ کوئی اولاد نرینہ اس کی نہ رہی۔ جو نسل بڑھنے کا ذریعہ ہو۔ اسوقت غیرت خداوندی نے اپنے حبیب پاک کی جانب سے مدافعت کی۔ اور سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ (ابن عساکر)

بہرحال اس مبارک سورت میں رب العزت نے اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مدافعت کی ہے اور آپکے دشمن و معاند کی خرابی کی خبر اور حضور کی عزت و عظمت اور بڑے بڑے خدائی الطاف کی بشارت دی ہے۔ اسی مضمون کو حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وحباہ الالٰہ بالکوثر الاک   برفیہ النعیم والخیرات

کوثر کے معنی لفظ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس طرح نوفل و جوہر بروزن فوعل۔ اس کے معنی

ہیں۔ "بہت کثیر" جسکے لئے یہ محاورہ عرب شاہد ہے کہ ایک عورت کا لڑکا جب سفر سے واپس آیا۔ تو لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا لیکر آیا۔ عورت نے کہا "آب بکوثر" بہت کچھ لیکر آیا ہے نیز مرد سخی کثیر العطاء کو بھی کوثر کہتے ہیں۔ کمیت مشہور عربی شاعر کہتا ہے:۔

وانت کثیر یا ابن مروان طیبٌ ٭٭ وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

پس کوثر کے معنی ہیں "بہت ساری چیز" "بہت کچھ" "بہت زیادہ" "مرد سخی بہت دینے والا"

کوثر سے مُراد کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ برف سے زیادہ سرد۔ جو ایک بار اس کا پانی پئے۔ کبھی تشنہ نہ ہوگا۔

بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ کوثر ایک حوض ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ دو حوضیں ہیں دونوں ہی کا نام کوثر ہے۔ ایک روایت ہے کہ کوثر بہت وسیع ہے۔ اسکے چاروں کناروں پر چار یار رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہونگے۔ اور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خاص شان سے اس حوض پر جلوہ فرما ہونگے۔ اور اپنی اُمت کو سیراب فرمائینگے۔ اپنے خاص محبوب اور محبوں کو جام یا گلاس کی بجائے اپنے دست مبارک اور لب سے پانی پلائینگے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتے بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف لیجائینگے۔ حضور نبی کریمؐ حوض کوثر پر سے ان کی حالت ملاحظہ فرما کر کہینگے۔ کہ یہ تو میرے دوست ہیں۔ انکو کہاں لیجاتے ہو فرشتے عرض کرینگے۔ کہ حضور انہوں نے آپ کے بعد بہت کچھ دین میں تغیر اور بدعتیں پیدا کی تھیں اسوقت حضور فرمائینگے۔ کہ دُور کر دان کو۔ دُور کر دان کو۔

اسی کے قریب وہ روایت ہے۔ جس کو بخاری نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ میری اُمت میں سے بعض لوگوں کو پکڑ کر جہنم کی طرف لیجایا جائیگا۔ میں کہونگا۔ اے رب یہ تو میرے دوست ہیں۔ کہا جائیگا۔ آپ کو نہیں معلوم۔ کہ انہوں نے آپکے بعد کیا کیا۔ پس میں اسی طرح کہوں گا۔ جس طرح عبد صالح (حضرت عیسٰی) نے کہا اے پروردگار جب تک میں انمیں تھا۔ انپر نگران رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ بہرحال اس مبارک نہر یا حوض سے جس کو چاہینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فیضیاب اور سیراب فرمائینگے ٭

(۲)۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ اور حضور ہی کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ یہ خیر کثیر کسی اور کو نہیں دی گئی۔ یعنی وہ فضائل وکمالات جو حضور کی مقدس ذات میں رکھی گئے۔ بحیثیت مجموعی کسی میں نہیں پائے جاتے نہ آیندہ کسی میں پائے جائینگے۔

(۳) حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد بھی کوثر ہے۔ باوجود اسکے کہ معاندین نے سادات کرام کو بہت کثرت سے قتل کیا۔ مگر پھر بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں سادات کرام موجود ہیں۔

(۴) حضور کے صادق علماء اُمت بھی کوثر ہیں جو ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اور جن کی شان میں حضور نے فرمایا:۔ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ کہ میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہیں۔

(۵) حضور کی نبوت بھی کوثر ہے جو عام طور پر کل دنیا کے لئے ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر مقام کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اور وہ کامل اور زبردست فیض اپنے اندر رکھتی ہے جو کسی نبی کی نبوت میں نہ تھا۔ اور نہ ہو گا۔ نبوت کے نقطۂ کمال تک حضور پہونچ گئے ہیں۔ آپ کی ذات والا صفات پر رسالت و نبوت کو فخر و ناز ہے۔ آپ کی نبوت ہمیشہ کے لئے جاری ہے آپ نبی الانبیاء خاتم الانبیاء اور مرکز فیضان الٰہی ہیں۔ تمام روحانیت کے پیاسے آپ ہی سے سیراب ہوتے ہیں۔ آپ کے فیضان سے ولی۔ قطب۔ صدیق۔ شہید۔ نبی پیدا ہوتے اور ہو سکتے ہیں۔ اور آپ ہی کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔

(۶) حضور پر نازل ہونیوالا پاک اور مقدس قرآن بھی کوثر ہے۔ جس کے عجائب اور معارف لامحدود ہیں۔ جسکے حقائق وبینات بے حد پسندیدہ اور معقول و محبوب ہیں۔ جسکے علوم و انکشافات حقیقت کی روح اور روحانیت کی جان ہیں۔

(۷) حضور کا لایا ہوا دین برحق اسلام بھی کوثر ہے۔ جو دنیا کے لئے امن و امان کا رہبر اور دائمی راحت و آرام کا باعث ہے۔ جسمانی اور روحانی مسرتوں کا مدار اور ہمیشہ کی فلاح کا ذریعہ ہے۔

(۸) تمام انبیاء کی اُمتوں سے حضور کی اُمت کا زیادہ ہونا بھی ایک کوثر ہے۔

(۹) حضور کی رفعت ذکر اور عالم کے گوشہ گوشہ میں شہرت بھی ایک کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔

(۱۰) حضور کا وسیع و محیط علم بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اولین و آخرین کے علوم پر مطلع فرمایا تھا ؛

(۱۱) حضور کے اخبار بالغیب یعنی پیشگوئیاں بھی کوثر ہیں۔ جن کا وسیع سلسلہ قیامت تک چل رہا ہے ہزاروں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور آئندہ ہونگی۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے حضور کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھی ہیں۔ اب دیکھتے ہیں اور دیکھینگے۔ اسی سورت کوثر میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو پوری ہو چکی ہیں۔ مثلاً کوثر سے مراد کثرت اُمت لی گئی۔ تو یہ پیشگوئی ہوئی کہ آپ کی اُمت ترقی کریگی۔ اور بڑھیگی۔ اور کثرت سے لوگ آپ کو قبول کر کے آپ کی غلامی میں داخل ہونگے۔ چنانچہ تیرہ سو برس سے پہلے کی پیشگوئی کا ظہور اس وقت بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پس یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ مخالفین و منکرین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ پھر وانحر کے لفظ میں حضور کو قربانی کا حکم ہے۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ حضور کے پاس اتنا مال ہو جائیگا۔ کہ آپ قربانی پر قادر ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے۔ پھر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ سے بتایا گیا۔ کہ آپ کا دشمن ہلاک اور بے نسل ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ آج حضور کی نسل سے صدہا ہزارہا سادات موجود ہیں۔ مگر آپ کو بے نسل کہنے والے کی نسل کا پتہ بھی نہیں۔ نہ اس کا کوئی نام لیوا دنیا میں کہیں پایا جاتا ہے۔ پس یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

(۱۲) حضور کا خُلقِ حسن بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلیٰ خُلقٍ عظیم۔ حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے پوچھا۔ حضور کا خُلق کیا ہے۔ تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ دُنیا میں کس قدر چیزیں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ سب چیزوں کو میں کیونکر شمار کر سکتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ تم دنیا کی چیزوں کو گن کر نہیں بتا سکتے۔ جن کو خدا نے قلیل فرمایا ہے۔ تو میں کیونکر حضور کے خلق کو پورا پورا بتا سکتی ہوں۔ جن کو خدا نے عظیم فرمایا غرض حضور کے اخلاق کریمہ کوثر تھے۔ جن سے ہر چھوٹا بڑا ادنیٰ اعلیٰ متمتع ہوتا تھا۔ اور

جانی دشمن۔ خون کا پیاسا بھی جنھیں دیکھ کر گرویدہ و دلدادہ ہو جاتا تھا۔

(۱۳) حضور کے معجزات اور خوارق اور نشانات بھی کوثر ہیں۔

(۱۴) حضور کا مقام محمود و مقام شفاعت بھی کوثر ہے۔ قیامت کے دن سب کی نظریں حضور کی طرف لگی ہونگی۔ حضور ہی شفاعت عظمیٰ کے مقام پر کھڑے ہونگے۔ اور حضور کی شان اعلیٰ وارفع دونوں جہان کے سامنے ظاہر ہو جائیگی۔

(۱۵) حضور کی دعاؤں میں جو قبولیت کا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ اور کسی کی دعاؤں میں نہیں۔ آج تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گذرا۔ لیکن آج تک آپ کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہینگی۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۶) حضور کی عظیم الشان فتوحات بھی کوثر ہیں۔ حضور کو وہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ جو کبھی انسان کو حاصل نہیں ہوئیں۔ دُنیا میں بڑے فاتح سکندر اور نپولین ہوئے ہیں۔ مگر ان کی فتوحات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ نپولین کی مدد کرنیوالی اس کی قوم تھی۔ فرانس ایک مدت تک غلامی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اور اُسے ایک لیڈر کی ضرورت تھی۔ اسلئے نپولین کامیاب ہو گیا۔ اسی طرح سکندر خود بادشاہ تھا +

پھر ان کی فتوحات کب تک رہیں۔ نپولین نے تو اپنی زندگی میں ہی نتیجہ دیکھ لیا۔ اور سکندر کے آنکھ بند کرنے پر اسکی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ انکے مقابلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہ انسان تھے۔ جو تن تنہا تھے۔ ساری قوم دشمن تھی۔ سولہ سترہ سال کے عرصہ میں جاکر آپ کے ساتھ کچھ جتھا ہوا۔ مگر آپ کو ایسی فتوحات ہوئیں۔ جو اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ جس طرح ایک گاڑی تیز چلاکر چھوڑ دی جائے۔ تو وہ خود ہی بھاگتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور کی فتوحات ہیں۔ جو آج تک خود بخود ظاہر ہو رہی ہیں +

(۱۷) حضور کی ترقی درجات بھی کوثر ہے۔ آیت وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ کے ماتحت حضور کے مدارج عالیہ میں ہر روز ہر ساعت ہر آن ترقی ہو رہی ہے۔

(۱۸) الدال علی الخیر کفاعلہ کے رُو سے حضور کی اُمّت نے جسقدر اعمال صالح کئے۔

ان سب کا اجر حضور کو بھی ملتا ہے۔ اور اُمت کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ ہر روز بلکہ ہر آن کروڑوں اعمال صالحہ کا اجر حضور درگاہ خداوندی سے پاتے ہیں۔

ہر ایک نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات بلکہ ہر چھوٹی بڑی نیکی جو افراد اُمت سے ظہور میں آتی ہے۔ اس میں حضور کا اجر بھی آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۹) حضور کی اُمت میں ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔ جو اُمت کے لئے دین کو تازہ کر دیتا ہے۔ اور قوم میں ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ ایسے مُجدّدین اب تک ہوتے آئے ہیں۔ نیز خدا کے پیارے اور مقرب بندے بکثرت حضور کے فیض سے پیدا ہوئے ہیں مثلاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین۔ تبع تابعین۔ پھر ائمہ ہیں۔ جیسے حضرت امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد حنبل شیوخ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبندی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی وغیرہم بزرگان دین۔ پھر اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم امام مہدی مسعود سیدنا مسیح موعود حضرت احمد قادیانی علیہ و علی مطاعہ السلام جنھوں نے حضور کی شان دنیا کو دکھا دی۔ اور حضور کے فیضان کا آئینہ بنکر دنیا کے دلوں کو منور اور آنکھوں کو روشن کر دیا حضرت احمدؑ نے فرمایا:۔

لیک آئینہ ام ز رب غنی ❊ از پئے نور آں مہ مدنی

یہ روحانی اولاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو روشن کر رہی ہے۔ یہ بھی کوثر کا ظہور ہے۔ اور جب تک دنیا ہے۔ اسی طرح یہ ظہور ہوتا رہے گا ❊

(۲۰) انّ اللہ و ملائکتہ یصلّون علے النبی۔ یہ آیت پکار پکار کر بتا رہی ہے۔ کہ آسمان پر ایک جوشش رہتا ہے۔ اس امر کے لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مدارج میں ترقی ہو۔ اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اس لئے خود اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر ساعت اور ہر آن حضور کے مدارج و مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے ❊

(۲۱) کوثر اس آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ جو بہت بخشش اور عطا کرنیوالا ہو سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کہ جب مسیح آئیگا۔ تو لوگوں میں اتنا مال لٹائیگا۔ کہ کوئی لینے والا ہی نہ رہیگا۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ مراد ہوگی۔ کہ ہم نے تیرے لئے تیری اُمت میں سے ایک ایسا آدمی مقرر کیا ہے۔ جو نہایت سخی اور بہت بخشش کرنیوالا ہوگا۔ اسمیں مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔

حضرت سیدنا مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

آیت انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جسکے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے۔ اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائینگے۔"

پس اس زمانہ میں کوثر کا ظہور حضرت سیدنا امام مہدی و مسیح موعود کے ذریعہ ہوا۔ ہزاروں تڑپتے دل مطمئن ہوئے سسکتی جانیں مسرور ہوئیں۔ اسلام کی صداقت کے جھنڈے بلند ہوئے محمد رسول اللہ کی شان و شوکت کے نقارے بجے۔ فیضان محمدی کے چشمے رواں ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ جبکہ خدا تعالےٰ نے ایسے ایسے احسانات کئے ہیں۔ پس تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ۔ یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کے شکریہ میں نماز پڑھ۔ نماز تمام عبادتوں میں بہتر اور شکر ادا کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہے۔ کیونکہ نماز شکر ادا کرنے کے تینوں طریق لسانی۔ قلبی۔ جوارحی کے لئے جامع ہے۔

وَانْحَرْ اور قربانی کر۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دعا میں سینہ تک ہاتھ اٹھا۔ یہ بھی کہ قبلہ کی طرف سینہ کر (یعنی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر) عرب کے محاورہ (منازلہم تتناحر) سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ایک شاعر بھی کہتا ہے:۔

ابا حکیم ھل انت عم مجالد ٭ وسید اھل الابطح المتناحر

یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ۔ یہ بھی کہ قربانی کے دن دعا کر۔ یہ بھی کہ تکبیر افتتاح میں ہاتھ اٹھا۔ اسی کے قریب قریب اور معانی بھی بیان کئے گئے ہیں

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ بے شک تیرا دشمن جو ہے۔ وہ بے نسل ہے۔ اسجگہ

دشمن سے مُراد عاص ابن وائل یا ابو جہل یا عتبہ ابن معیط ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے تجھے بے نسل کہا۔ وہ خود بے نسل ہے۔ اس کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلیگا۔

یہ پیشگوئی تھی جو حرف بحرف پُوری ہوئی جس نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقطوع النسل کہا تھا۔ وہ خود مقطوع النسل ہو گیا۔ آج دنیا میں کوئی اس کا نام لیوا نہیں اس کی اولاد میں کوئی باقی نہیں۔ مگر رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل اب تک دنیا میں بکثرت موجود ہے۔ باوجودیکہ اعدا نے بہت سے سادات کرام کو قتل کرایا ہے۔ اور ہر طرح سے مٹانا چاہا۔ لیکن یہ بات سچ ہوئی کہ :-

جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔

اسرارِ کوثر

سُورہ کوثر کی تفسیر تصوف کے نقطۂ نظر سے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

خدائے حی و قیوم نے سیّد الوجود۔ روح الکون رسیّد الورٰی۔ مولٰنا المصطفٰے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔ اے محبوب ہم نے تجھے کوثر حقیقت عطا فرمائی ہے۔ اور دریائے جمال میں استغراق اور منازل قرب میں رسائی بخشی ہے۔ ہم نے تجھے کوثر قلب عنایت فرمایا ہے جہیں ہمیشہ مشاہدہ حق کے انوار و تجلیات ہیں۔ اور بحر اسرار الٰہیہ موجیں مارتا ہے۔ جو ہر آن بڑھتا جاتا ہے۔ اسی لئے صاحب کوثر صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دُعا میں یہ ورد فرمایا۔ ربّ زدنی علما؟ خداوند قدوس نے بھی ارشاد کیا۔ وللاٰخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ ۔ میرے محبوب تیرے لئے ہر آیندہ ساعت ہر گذشتہ ساعت سے بہتر ہے۔

یہ اسی لئے فرمایا کہ بحر اسرار کی شناوری آناً فاناً زیادہ ترقی و کمال میں بڑھتی جاتی ہے

عارف رومی نے خوب کہا ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ٭ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

کیونکہ جب امام اور مقتدا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ تو سلسلۂ فیضان میں ظل و عکس کے رنگ میں مقتدیوں کو بہ تبعیت امام قدم آگے بڑھانا چاہیے

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ انا اعطینک الکوثر کے معنی یہ ہیں۔ ہم نے تجھے ایک نورِ قلب عطا کیا جس نے تجھے ہم سے واصل اور غیر سے منقطع کر دیا۔ اور ہم نے تجھے سرِ ربوبیت کی معرفت بخشی ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب ہم نے تجھے نورِ معرفت عطا کیا ہے۔ اور انفراد و وحدانیت کے اسرار تجھ پر منکشف فرمائے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی یوں تفسیر کرتے ہیں

کوثر سے مراد معرفت کثرت بواسطۂ وحدت ہے۔ کیونکہ معرفت کا طریق اعلیٰ یہی ہے۔ کہ بطور برہانِ لمّی استدلال کیا جائے یعنی علت سے معلول کی شناخت حاصل کی جائے۔ یہی کاملانہ معرفت اور عارفانہ کمال ہے ٭

حضرت سیدنا المسیح الموعود علیہ السلام نے فرمایا

العاقلون بعالمین یعرفونہ ٭ والعارفون بہ عرفوا اشیاءہ

اہل علم عالم و کائنات کے ذریعہ خالق عالم خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اور صاحبانِ عرفان خدا کے واسطہ اور ذریعہ سے تمام اشیاء کو دیکھتے اور انکی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ وہ عین کثرت میں علم توحید تفصیلی کا مشاہدہ اور وحدت کا شہود حاصل کرتے ہیں۔ جس راہ پر عارفانہ قدم اٹھاتے ہیں وہ غیر متزلزل اور محفوظ ہے۔ وہ فائز و کامیاب اور منزل پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اشیاء فانیہ کی عینک لگا کر وجود حقیقی کی رویت کا طالب انسے بہت نیچے ہے۔ ہمارے آقاء نامدار کائنات کثرت

کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ کوثر معرفت اپنی دل عرفان منزل میں رکھتے ہیں۔ جس کی نظیر ناممکن ہے۔ اور اسی بحر عرفان سے تمام پیاسے سیراب ہوتے ہیں (فداک روحی یا رسول اللہ صلعم)

یا معین فیض اللہ والعرفان ❊ یسعی الیک الخلق بالکیزان

میں بھی حاضر ہوں۔ تشنہ کام ہوں۔ مجھے سیراب فرما۔ تو بڑا داتا ہے۔ تیرا فیض عام ہے ۵

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا ❊ آپ پیاسوں کی تجسس میں ہے دریا تیرا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اے محبوب جبکہ تو شاہدہ جمال میں مصروف ہے۔ تو اب کمال حضور کے ساتھ کامل نماز پڑھ۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبع کو حکم دیا۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ۔ اپنے رب کی اس طرح عبادت کر۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر تو اس کو نہیں دیکھتا۔ تو وہ تجھ کو بیشک دیکھ رہا ہے۔ اسمیں پہلے مرتبہ کا نام احسان اور دوسرے کا نام ایمان ہے۔ صاحب عرائس البیان نے کہا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنی یہ ہیں کہ نورِ ربوبیت میں مل جا۔ اور اپنی ہستی و وجود کو قربان کردے۔ اور کشفِ مشاہدہ کے لئے تیار ہو جا۔ شیخ اکبر کے تفسیری الفاظ یہ ہیں :- وانحر انانیتک کون مع الحی بالفناء المصرف یا قیاً ببقائہ ابداً فلا تکون ابتر فی وصولک و حالک و اتصال امتک الذین ہم ذریتک۔ یعنی میں کا گلا کاٹ دے۔ خودی گم کردے حی و باقی کی بقا کے ساتھ بقا حاصل کر۔ تو وصول الی اللہ میں۔ اپنے حال میں اور اپنی امت کے اپنے ساتھ ملنے میں ابتر نہ ہوگا۔ بلکہ برکت دیا جائیگا ❊

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

بیشک تیرا دشمن جو ہے۔ جو تیرے حال کے خلاف حالی پر ہے۔ وہ ابتر ہے۔ ہماری لقا سے بے بہرہ ہے۔ اس کے حمار نفس کی دم قسل کاٹی گئی۔ کیونکہ یا رسول اللہ اعمال صالحہ، احوال صادقہ، اخلاق روحانیہ، اوصاف ربانیہ، آپکی فیضانی نسل ہے۔ آپ کے دشمن کو یہ کہاں نصیب

وہ تو ابتر اور بدتر ہے ؎

ایک صوفی صافی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو رحمت جامعہ کا لباس پہنایا ہے۔ آپ ہی مظہر رحمت کلیہ ہیں۔ ہر مقام پر آپ کا فیضان ہے۔ آپ کو علم الاحکام اور علم الحقائق حاصل ہے۔ پس آپ فنا و تسلیم کی مسجد میں نماز پڑھیں۔ جو مسجد ابراہیمی ہے۔ اور یہ نماز حضور اور مشاہدہ کے رنگ میں ہو ؎

اور اپنے بدن کے اونٹ کو طریق خدمت میں قربان کردیں۔ اور طبیعت کے اونٹ کو راہ عفت میں ذبح کردیں۔ اور نفس کے اونٹ کو جوانمردی و فتوت کے رستہ میں۔

آپکے دشمن تو نفسیہ اور آفاقیہ کی اعقاب کاٹی گئی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:۔

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین ط

محفوظ الحق۔ علمی قادیان

گوشِ دل سے یہ سُنیں حلقہ بگوشانِ نبی ؐ — یہ ہی امت میں نبی ہو۔ یہ ہی فرمانِ نبی ؐ
زندہ رہتا جو مرا بیٹا تو ہوتا وہ رسُول — تیرہ سو سال ۱۳۰۰ سے شائع ہے یہ اعلانِ نبی
آپؐ کے بعد نبی کوئی نہیں ہونے کا — قائل ہاں بات کے ہرگز نہیں یارانِ نبی
بند ہے باب رسالت یہ عقیدہ کیسا — جبکہ ثابت ہے احادیث سے امکانِ نبی
بانیٔ صدق و صفا مصلح کل ہیں حضرت — کیوں نہ سو جان سے دل ہو مرا قربانِ نبی
ہو ابوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ پہ سلام — ہیں جو یارانِ نبی یعنی کہ ارکانِ نبی
دوسرا سمجھے کہاں آپکا منصب کیا ہے — حق تعالےٰ ہی کو معلوم ہے بس شانِ نبی
احمدی دین ہو دنیا میں الٰہی سب کا — ہر طرف آئیں نظر ہم کو غلامانِ نبی

ہم نے مانا کہ ہو تم تابع فرمانِ حافظ
ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے کہیں دامانِ نبی

تسلیم احمد آبادی

معصومیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید

کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معصوم نہ تھے۔ اور آپ بھی اور لوگوں کی طرح (نعوذ باللہ) گناہ سے ملوث تھے۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ اس دعوی مزعومہ کو اس کتاب سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو آپ کو صریح اور صاف لفظوں میں معصوم بیان کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:- واللہ یعصمک من الناس۔ یعنی اللہ تجھ کو معصوم ٹھیراتا ہے۔ اور پھر جبکہ ان مخالفوں کو جو آپکے تمام حالات سے واقف اور آپ کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان الفاظ میں چلینج دیا گیا تھا کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورہ یونس ع ۲) یعنی تم اس کا کوئی گناہ تو ثابت کرو۔ لیکن وہ باوجود آپ سے دشمنی رکھنے کے آپ کا گنہگار ہونا ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس چلینج کو سننے کے بعد خاموشی اختیار کر کے آپ کے معصوم ہونے پر مہر لگا گئے۔

آنحضرت صلعم کی معصومیت کی دلیل

سو یہ خیال کرنا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔ اور قرآن سے جاہل مطلق ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بالتصریح آپ کو معصوم ٹھیرایا گیا ہے۔ چنانچہ میں ایک ایسی آیت پیش کرتا ہوں۔ کہ جو نص صریح ہے۔ آپ کے معصوم ہونے پر۔ اور وہ یہ ہے:- إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا

(پارہ ۲۲ رکوع ۴)

تحقیق جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور ان کے لیئے ذلیل کرنیوالا عذاب ہے۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کسی جرم اور گناہ کے۔ وہ ایک بہتان اور گناہ مبین کے

مرتکب ہوئے ہیں *

آیت مذکورہ میں دو گروہوں کو ایذا دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) اللہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (۲) مومن اور مومنات۔ لیکن صرف دوسرے گروہ کے ساتھ ہی بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا کی قید لگائی گئی ہے۔ جس سے قطعی طور پر یہ نکلتا ہے۔ کہ گروہ اول یعنی اللہ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم) سے کسی قسم کے اکتساب کا امکان ہی نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کے بارے میں تو غالباً مخالفین اسلام بھی یہ تسلیم نہیں کرتے ہونگے۔ کہ اس سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ آیت مذکورہ میں اللہ کے ساتھ ہی نبی کریم کو ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ ..

.. اسبات کے ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ اکتساب گناہ سے پاک ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی پاک اور معصوم ہیں۔ (ہاں خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کو مدّ نظر رکھنا چاہیئے) ورنہ چاہیئے تھا کہ یا تو آپ کا دوسرے گروہوں کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔ یا پھر وہیں رَسُوْلَہٗ کے ساتھ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبَ وغیرہ کی قید لگا دی جاتی۔ پس آپ کو دوسرے گروہ میں ذکر نہ کرنا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ذکر کرنا صاف طور پر آپ کے معصوم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اب میں اختصار کے طور پر ایک دو آیتیں ایسی بیان کرتا ہوں۔ جن سے ہمارے مخالفوں کو دھوکہ لگا ہے *

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ کے معنے

آیت اول :- اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ فتح ع ۱)

قطع نظر اس کے کہ ذنب اور غفر آپ کے لئے کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسبات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ فتح مکہ اور آپ کے گنہگار رہنے کا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔ اس صورت میں تو یہ معنے ہونگے۔ کہ آپ چونکہ گنہگار ہیں۔ اس لئے ہم نے آپکو یہ فتح مبین عطا کی۔ کیا گناہ کا بدلہ فتوحات ہی ہوا کرتا ہے۔ فتدبروا۔

بلکہ اصل بات یہی ہے۔ کہ یہ در اصل آپ کی سچائی کی دلیل دی گئی ہے۔ اور وہ یوں کہ لوگ آپکو مفتری اور جھوٹا وغیرہ کہتے تھے۔ اور قسم قسم کے الزام آپ پر لگاتے تھے۔ جو سلئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اگر واقعہ میں آپ ان الزامات کے مرتکب ہوتے۔ جو آپ کی طرف

منسوب کی جاتے ہیں۔ تو کیونکر ممکن تھا۔ کہ آپ باوجود اکیلے اور بے سروسامان ہونے کے یہ عظیم الشان فتح حاصل کر لیتے۔ حالانکہ آپ کے مخالف کیا بلحاظ قوت وطاقت کے اور کیا بلحاظ تعداد کے اور کیا بلحاظ سروسامان کے آپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ پس آپ کا اکیلے ہو کر اور بغیر کسی ظاہری طاقت وقوت رکھنے کے .. عظیم الشان مخالفوں کو زیر کر کے اس فتح مبین کا حاصل کر لینا دلیل ہے اس بات پر کہ نہ صرف ان الزاموں اور عیبوں سے آپ بری ہیں۔ جو کفار آپ پر لگاتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی آپ سے نہایت گہرا تعلق .. .. ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن تھا۔ کہ آپ ان الزامات کے بھی مرتکب ہوتے۔ اور پھر غالب بھی آجاتے۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ظاہری حکومت یا کوئی فوج ہوتی۔ یا کوئی اور ایسے دنیاوی ذرائع ہوتے کہ جو اس غلبہ کا موجب ہو سکتے۔ تب کوئی کہہ سکتا تھا کہ آپ خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت سے کامیاب نہیں ہوئے لیکن واقف کار جانتے ہیں کہ آپ نے محض خدا کی مدد اور تائید سے ہی سب فتوحات حاصل کی تھیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اور آپ کا خدا سے تعلق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ گنہگار کو خدا کبھی محبوب نہیں رکھتا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ان تمام تہمتوں اور بہتانوں سے پاک ہیں۔ جو لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے معنے۔

آیت ۲۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ۔ (سورہ مومن ع) سو جاننا چاہیئے۔ کہ ذنب بشری کمزوری سے لیکر شرک باری جیسے گناہ عظیم تک کو شامل ہے۔ اب اگر کسی کے متعلق قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال کیا جائے۔ تو ہم اسکو وسیع نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ اس ذنب کی کہیں تشریح نہ کر دی جاوے۔ جیسا کہ کفار اور مشرکین وغیرہ کے متعلق بھی یہ لفظ آیا ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن نے انکی تشریح کر دی ہے کہ وہ کفر یا شرک وغیرہ ہے۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صرف ذنب کا لفظ ہی آیا ہے اور کسی جگہ میں بھی اس کی ایسی تشریح نہیں کی گئی۔ کہ جس سے آپ کا گنہگار ہونا ثابت ہو سکتا ہو۔ اس لئے اسکے صرف یہ معنے ہونگے۔ کہ وہ کمزوری جو بشریت کو لازم ہے۔ کیونکہ محض لفظ ذنب مجبور نہیں کرتا۔ کہ اس کو ان معنوں سے وسیع کیا جائے۔ دوسرا لفظ استغفار

ہے۔ اسکے معنے بھی محض ڈھانپنے اور پردہ ڈالنے کے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جنتی لوگ کہینگے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ حالانکہ کوئی گنہگار بھی گنہگار ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر اسکے اخلاص یا بعض نیکیوں کی وجہ سے خدا اسپر رحم کرنا چاہیگا۔ تو جنت میں داخل کرتے وقت خدا اس کے سب گناہ معاف کر دیگا۔ پس جنت میں یہ کہنے کے کیا معنے ہوئے کہ ہمارے گناہ معاف کر۔ تو آیت متنازعہ فیہا کے یہ معنے ہیں کہ اپنی بشری کمزوریوں کے ڈھانپے جانے۔ اور ان کی پردہ پوشی کے لئے دعا کرتا رہ۔ چنانچہ اسی لئے آگے فرمایا۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ یعنی ایسی کمزوریوں سے صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے۔ کہ مصدر کو مفعول کی طرف بھی مضاف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بولتے ہیں۔ "میرا گناہ معاف کر دیں" یعنی جو میں نے کیا ہے۔ اور آگے سے جواب ملتا ہے۔ "اچھا میں اپنا گناہ معاف کرتا ہوں"۔ یعنی جو تم نے میرا گناہ کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کی مثال پائی جاتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ ولمن انتصر بعد ظلمہ۔ یعنی جو اپنے ظلم کے بعد انتقام لے۔ اسپر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں پر ظلم مظلوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے یعنی وہ ظلم جو کسی نے اسپر کیا ہو۔ اسی طرح وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے معنے ہونگے۔ وہ قصور اور گناہ جو لوگوں نے آپ کے کئے تھے۔ انکی معافی کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔

چونکہ جن آیات سے آپکے گنہگار ہونے پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان میں ذنب یا استغفار کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ یہ اصل ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے مخالفوں کو باقی آیات کے سمجھنے میں غلطی نہ لگیگی ؛؛

آخر میں میں ان لوگوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معصوم نہیں سمجھتے۔ آپکے غلام کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے حالات پر ہی غور کریں۔ اور انکی زندگی کو دیکھیں کیا آپ معصوم تھے یا نہیں۔ تب انہیں "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔ کے مطابق اُسکے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معصومیت بھی معلوم ہو جائیگی۔

تاج الدین۔ لائلپوری

Digitized by Khilafat Library

الہامی کتاب کی صداقت پرکھنے کے معیار

معیار اوّل:۔ جیسا کسی کا علم ہوتا ہے۔ ویسی ہی اسکی تصنیف ہوتی ہے۔ جس قابلیت کا کوئی صانع ہے۔ اسی درجہ کی اسکی صنعت ہوگی۔ اس تصنیف اس مصنوع سے صانع و مصنف کی بہت سی صفات و قابلیتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ اہل مذاہب میں یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ خدا تعالےٰ ایک بے نظیر و بے مثل ہستی ہے۔ جیسے کہ فرمایا:۔ لیس کمثلہ شیئٌ۔ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس کی کتاب بھی اسی طرح عدیم النظیر ہو جس طرح کہ وہ خود ہے۔ ورنہ اسکی طرف منسوب کرنا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مختلف مقامات میں اپنی کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس کی کوئی نظیر نہ لا سکے گا۔ جیسے کہ فرمایا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداء کم ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدّت للکافرین اگر تم کو اس میں جو ہم نے اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا ہے۔ کچھ بھی شک ہے۔ تو آؤ اسکی بلکہ اسکے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کی مثل دکھاؤ۔ اور اس کام میں اپنے معبودوں کو بھی شریک کر لو۔ اگر تم نے ایسا نہ کر دکھایا۔ اور یہ ہم پہلے بھی بتائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں کر سکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو۔ جو منکرین قرآن کیلئے طیار ہو رہی ہے۔ پھر فرماتا ہے:۔ قل لئن اجتمعت الجن و الانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرًا۔ کہ اگر جنّ و انس قرآن کریم کی نظیر لانے کے لئے اجتماع کریں۔ تو پھر بھی ہرگز اس کی نظیر نہ لا سکیں گے۔ نعم ما قیل ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ٭ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز ٭ تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

بھلا غور تو کیجئے کہ ہزاروں نامی شعراء موجود ہیں۔ اور ہزاروں فصاحت و بلاغت کے مدعی خطیب پائے جاتے ہیں۔ ایک اَن پڑھ آدمی چیلنج دیتا ہے۔ اور اشتعال دلانے والے کلمات سے ان کی غیرتوں

کو اکساتا اور جذبات کو برانگیخت کرتا ہے۔ مگر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ اور وہ اسکی نظیر نہیں لا سکتے تو کیا اسمیں ذرا بھی شک رہ جاتا ہے۔ کہ یہ کلام آلہی ہے۔ انسانی طاقت کو اسمیں ذرا بھی دخل نہیں کیونکہ جو کام ایک انسان کر سکتا ہے۔ اُسے دوسرا یا بہت سے انسانوں کی مجموعی طاقت بھی کر سکتی ہے۔ ہمارا آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلا ہے۔ اور مقابل پر سارا جہان ہے۔ پھر کونسی طاقت تھی۔ جس نے ان کی زبانیں بند کر دیں۔ اور انکے قلم روک دئے۔ محض اس کتاب کا اس بےنظیر ہستی کی طرف سے ہونا جو اسکی صداقت کی اجلی بدیہیات سے ہے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ آیندہ بھی اس کی کوئی نظیر نہ لا سکیگا ؎

معیار دوم۔ ہر ایک دوائی اور غذا اپنے اپنے موقعہ پر مفید اور نفع رساں ہوتی ہے۔ اور اگر بے موقعہ بے محل استعمال کی جائے۔ تو بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان کرتی ہے۔ اسی طرح طبیب کی جسمی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب کوئی مریض بھی ہو۔ پس الہامی کتاب کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ فسادات و تنازعات کے موقعہ پر بھیجی جائے۔ ورنہ پھر اُلٹا اثر کرے گی۔ کیونکہ اگر ہم ایک بچہ کو جو زنا۔ شراب خوری وغیرہ وغیرہ سے انجان ہے۔ یہ کہیں کہ شراب مت پیئو۔ یا چوری مت کرو۔ تو اس کی غرض سوائے اس کے کہ اُسے ان جرائم کی ترغیب دی جائے۔ اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی طبیب کتاب کو ایسے زمانہ میں اتارا۔ جبکہ تمام دنیا شرک و فسق اور شہادت اور گمراہی میں مُبتلا تھی۔ اسی حالت کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے۔ کہ :۔ ظھر الفساد فی البر و البحر۔ یعنی اہل کتاب و غیر اہل کتاب سب بگڑ چکے تھے۔ تب اس کتاب کو اُتارا گیا۔ جو عین مناسب وقت تھا ؎

معیار سوم۔ الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے منزل کے وجود پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالے۔ کیونکہ کسی کتاب کے نازل کرنے کا مقصد و مطلب ہی یہی ہے کہ اس وراء الورٰی ہستی کو معلوم کر کے اسکے مقرب بننے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ نہیں۔ تو وہ کتاب ہی بے غرض و بے مُدعا ہے

اس معیار کو نظر تعمق سے دیکھنے سے واضح ہو گا کہ یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان

اور بیّن ثبوت ہے۔ اور اس معیار میں سوائے قرآن کریم کے کوئی کتاب کسی صورت میں بھی
پوری نہیں اُتر سکتی۔ کیونکہ ویدوں میں بقول اکثر ہندو۔ وایو۔ اگنی وغیرہ کی عبادت پر زور دیا
گیا ہے۔ اور بائیبل میں ایک عاجز انسان کو خدا منوایا گیا ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ایسی
کتاب ہے۔ جو اپنے منزل کا حقیقی طور پر پتہ دیتی ہے۔

دیکھئے۔ اس مختصر میں کس طرح توحید بیان کیگئی ہے۔ فرماتا ہے:۔ قُلْ
هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اَحَدٌ ۝۔ کہ خدا ایک ہے۔ جو جزو وغیرہ سے مبرا ہے۔ اور وہ تمام صفات کاملہ کا
جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کا باپ ہے۔ اور نہ
کوئی اس کے برابر ہے ؂

معیار چہارم۔ الہامی کتاب ایسی کتاب ہو کہ اس کی تعلیم پر عامل ہونے سے
انسان خدا کا پیارا و مقرب اور لوگوں کے لئے قابل نمونہ بن سکتا ہو۔ کیونکہ برعکس صورت میں
نتیجہ نکلیگا۔ کہ وہ کتاب کامل نہیں۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ لقد کان لکم
فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ تمہارے لئے رسول ایک اسوہ حسنہ ہے۔ پھر فرمایا:۔
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہ تو (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کہدے۔ کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو۔ تو پھر میری اتباع و اطاعت کرو۔ اس کے
بعد تم خدا کے پیارے بن سکتے ہو۔ پھر فرمایا:۔ والذین اتبعوھم باحسان
رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ کہ جن لوگوں نے متبعین قرآن کی بھی پیروی کی۔ وہ بھی
خدا کے راضی کرنیوالے بن گئے۔ پس اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جبکہ اس کے
پیروؤں کے پیروؤں کا یہ حال ہے۔ کہ اللہ تعالٰے ان سے راضی اور وہ اللہ تعالٰی سے
راضی۔ چنانچہ اُمت محمدیہ میں جو بے شمار صلحاء و اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ وہ صرف اسی
پاک کتاب کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ ان کو شرف مکالمہ مخاطبہ عطاء ہونا ثابت کرتا ہے کہ
وہ مقربین بارگاہ صمدی سے تھے ؂

معیار پنجم۔ الہامی اور کامل کتاب کے لئے سب سے اشد ضروری یہ بات ہے

کہ وہ خداتعالےٰ کی حفاظت میں ہو تاکہ انسانی دست وبرد سے بچ سکے۔ ورنہ اس کی صحت یا غیر صحت کا پتہ لگانا ایک مشکل کام ہو گا۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ کہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا اور ہم ہی محافظ ہونگے۔ آج قرآن مجید پر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ مگر اس کے ایک شوشہ تک میں فرق نہیں پڑا۔ کسی کتاب کی حفاظت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لفظی (۲) معنوی) اگر لفظی حفاظت نہ ہو۔ تو الفاظ میں فتور پڑجاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے اسکی لفظی حفاظت کیلئے قراء و حفاظ کو پیدا کیا۔ تاکہ اس کا کوئی لفظ نہ بگڑ جاوے۔ اگر دنیا پر کوئی ایسا موقعہ بھی آجاوے کہ سارے انسان کے سب ہلاک ہو جاویں۔ اور روئے زمین پر کوئی نہ باقی بچے۔ تب بھی قرآن کریم برباد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف اوراق میں ہی نہیں بلکہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اور اگر معنوی حفاظت نہ ہو۔ تو بھی اس کتاب پر اعتبار کرنا ناممکن ہو گا۔ اور صحیح معنی معلوم کرنے محال ہو جائینگے۔ اس لئے ابتداء ہی سے خدا کے مامور اس کام کو سرانجام دیتے رہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامة علےٰ رأس مائة کل سنة من یجدد لھا دینھا کہ امت محمدیہ پر ہر صدی میں ایک مجدد آتا رہے گا۔ جو اس امت کے دین کی تجدید کریگا۔

معیار ششم کسی کتاب کے سچا پرکھنے کا چھٹا ذریعہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دیکھا جائے کہ اس میں اس کے پیروؤں کو تمام دنیا کے افراد سے کس طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس میں یہ ذکر نہیں۔ تو پھر وہ کتاب خدا کی نازل کردہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق ہے۔ اور ساری دنیا اس کی مخلوق ہے۔ جب تک وہ کتاب ساری مخلوق کے باہمی تعلقات پر روشنی نہ ڈالے۔ کیونکر الٰہی کتاب ہو سکتی ہے

چنانچہ قرآن کریم میں ہر ایک کے متعلق حکم دیا۔ مثلاً ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی میں نہ صرف خالق سے بلکہ مخلوق سے۔ جو تعلق چاہیے۔ اس کا اصول بتایا۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اللہ دتہ جالندھری۔ مدرسہ احمدیہ قادیان

چند اعتراضوں کے جواب

سوال اول قرآن و حدیث میں جس جس پیغمبر کا ذکر کیا گیا۔ اس سے وہی پیغمبر مراد لیا گیا اسی طرح قرآن و حدیث میں عیسیٰ بن مریم کا ذکر بھی جہاں جہاں آیا اس سے وہی مراد ہے نہ کوئی تمثیلی یا تاویلی پیغمبر۔ کیونکہ عیسیٰ بن مریم عَلَم ہے جس کی تاویل از روی علم معانی غیر ممکن ہے۔

جواب یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم علم ہے جسکی تاویل از روئے علم معانی غیر ممکن ہے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے عَلَم اور علم معانی کا لفظ کہیں سے سُن لیا ہے لیکن بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ فوت شدہ شخص کا نام جو بطور علم ہوتا ہے جب اسے کسی زندہ کے متعلق استعمال کیا جائے۔ یا بطور پیشگوئی کسی آیندہ شخص کے لیئے استعمال میں لایا جاوے تو پھر اس عَلَم کی علمیت یا وصف سے بدل جاتی ہے۔ یا بتجرد علمیت سے۔ مثلاً معترض کے ہاں اگر لڑکا پیدا ہو اور وہ اس کا نام عیسیٰ رکھدے اور لڑکے کی والدہ کا نام مریم ہونے سے پھر لڑکے کو عیسیٰ بن مریم کہدیا کرے تو کیا یہ علم نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ بن مریم جو اسرائیلی نبی ہیں انکی علمیت کیلئے مانع ہوگی۔ جب معترض کے لڑکے کی علمیت عیسیٰ کا نام رکھنے سے باطل نہیں ہوتی تو مسیح محمدی جو فرد من افراد امت محمدیہ ہے اس کا نام آنحضرت جیسا بزرگ نبی اور رسول اپنی وحی مقدس کے ماتحت عیسیٰ بن مریم رکھدے تو کیا مسیح اسرائیلی کی علمیت اور شخصیت مسیح محمدی کی شخصیت کیلئے مانع اور مبطل ہوگی۔ اور معترض کا لڑکا اگر عیسیٰ کا نام بطور غلط تفاؤل کے بھی اپنے اوپر لے سکتا ہے تو مسیح محمدی بطور صحیح تفاؤل بلکہ سچی اور حقیقی مماثلت کے تحقق کے ساتھ کیوں عیسیٰ کا نام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ پھر معترض کو معلوم نہیں کہ پیشگوئی جو کشف رویا اور الہام کی بنا پر ہوتی ہے علی العموم ماوّل ہوتی ہے۔ اور اکثر مجازات اور استعارات کی قسم سے پائی جاتی ہے۔ اور کسی فوت شدہ بزرگ انسان کے نام پر پیشگوئی اسکے مثیل کے حق میں ہوتی ہے اور یہ صورت مسئلہ کی علم بیان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ علم معانی کے ساتھ۔ اور مجاز اور استعارہ علم بیان کے اقسام سے ہیں جنکی نسبت تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان المجاز ابلغ من الحقیقۃ والکنایۃ ابلغ من التصریح۔ اور استعارہ کی تعریف میں بالخاص یہ لکھا ہے الاستعارۃ لیست الا تشبیھا مختصرا لا یذکر فیہ غیر المشبہ بہ۔ یعنی استعارہ صرف مختصر تشبیہ کا نام ہے جسمیں مشبہ بہ کے سوا کچھ مذکور نہیں ہوتا یعنی مشبہ بہ اور وجہ شبہ

علم اور لڑکے کی علمیت

یعنی معنی جامع اسمیں حذف ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے لا تنافی الاستعارۃ فی العلم الشخصی لعدم امکان دخول شئ فی الحقیقۃ الشخصیۃ لان نفس تصور الجزئی یمنع من تصور الشرکۃ فیہ الا اذا افاد العلم وصفا یصح اعتبارہ کلیا فیجوز استعارتہ کتضمن حاتم للجود وقس للفصاحۃ فیقال رأیت حاتما وقسا بدعوی الکلیۃ حاتم وقس ای نحو المشبہ فی جنس الجواد والفصیح۔ دیکھو جواہر البلاغہ یعنی استعارہ کا فائدہ علم شخصی میں نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ حقیقت شخصیہ میں دوسرے کسی شخص کا داخل ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ تصور جزئی کا نفس اسکے غیر کی شرکت کے تصور کیلئے مانع ہے۔ ہاں جب علم وصف کا فائدہ دے تو پھر اسکے کلی ہونے کا اعتبار صحیح ہوسکتا ہے پھر اسکا استعمال بطور استعارہ جائز ہے جیسے کہ حاتم علم ہے اور جود وسخا کی وجہ سے اسکی علمیت وصف کی طرف منتقل ہوسکتی ہے ایسا ہی قس علم ہے اور بوجہ فصاحت اسکی علمیت جزئیت سے کلیت اور وصف کی طرف منتقل کیجا سکتی ہے اور اس سے مشبہ جواد اور فصیح کی جنس میں داخل کیا جائیگا۔ انہیں معنوں میں حضرت مسیح کا اسم جو بطور علم ہے اسکا استعمال بطور استعارہ جائز ہے و نعم ما قیل

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے — جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب — خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اب جب ایک طرف حضرت مسیح اسرائیلی فوت شدہ ثابت ہیں اور دوسری طرف آنحضرت کی تشریح وامامکم منکم کے الفاظ میں موجود ہے کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہوگا تو اس صاف اور کھلی صراحت کے بعد پھر بھی مسیح ابن مریم کے لفظ سے مسیح اسرائیلی کو مراد لینا پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔ پھر بعض جاہل کہتے ہیں کہ حدیث میں مثل کا لفظ نہیں حالانکہ استعارات میں جیسا کہ بتایا گیا مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے نہ مشبہ اور وجہ شبہ جیسے حاتم و قس کی مثال میں بتایا گیا اب ڈر ہے کہ معترض کسی عبارت میں یہ دیکھ کر کہ ینزل حاتم وقس عند المسجد اپنی فاضلانہ شان علم کے ماتحت کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ حاتم اور قس سے مراد وہی پہلا حاتم اور قس ہے باوجود اسکے کہ صدیوں سے اصل حاتم اور قس فوت ہو چکے۔ اور اگر کسیکو رستم کہا جائے تو اس سے بھی پہلا رستم ہی مراد لے۔ حالانکہ بقاعدہ

علم مجازو استعارہ علمیت وصف کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وحی اور کشف میں مسیح موعود کی پیشگوئی میں مسیح ابن مریم کا اسم جو بطور علم کے ہے بقرائن صحیحہ و بوجوہات موجّہ وصف کی صورت میں استعمال کیا گیا اور بطور استعارہ مشبہ کی جگہ مشبہ بہ کو لایا گیا +

سوال دوم مسیح موعود کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے کہ مقام روحا سے حج کے واسطے احرام باندھیں گے۔ اسے مرزا صاحب پر منطبق کیجئے +

جواب مقام روحا سے احرام باندھنا تو مسیح محمدی کے لیئے بھی ہو سکتا ہے لیکن مقامات احرام میں سے آنحضرتؐ کے وقت سے لیکر آجتک تو کوئی مقام روحا کے نام سے احرام حجاج کے لیئے نامزد نہیں فرمایا گیا۔ پس روحا کے مقام کو مسیح موعود کے احرام کیلئے مخصوص فرمانا کوئی خاص قابل غور بات ہے پھر بلحاظ پیشگوئی ہونیکے یہ خصوصیت ماؤل ہونیکے زیادہ قابل ہے خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ واقعات سے اسکے ظاہر پہلو کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ سو مسیح موعود کے طواف کے متعلق جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے وطواف عیسی ماؤل بان عیسی فی صورتہ الحسنۃ یدور حول الدین لاقامتہ واصلاح فسادہ وھو متکئ علی ما ایّدبہ من العصمۃ والتائید۔ (یعنی طواف عیسی کا مسئلہ جو حدیث میں بطور پیشگوئی مذکور ہے وہ ماول یعنی تاویل طلب ہے اور وہ یہ کہ عیسی اپنی صورت حسنہ میں دین اسلام کے ارد گرد چکر لگائیگا تا اسکی بنا کو قائم کرے اور جو دجال کے فتنہ سے فساد اور خرابی پیدا ہو گئی اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکا تکیہ کیلئے کاندھے پر ہاتھ رکھنا عصمت اور تائید کے معنوں میں ہے)

اسی طرح مقام روحا سے احرام باندھنا بھی ماؤل ہی ہے۔ کیونکہ جبکہ حج اور طواف کی حقیقت وہ کچھ ہے جو علامہ محمد طاہر نے اپنی بے نظیر کتاب مجمع بحار الانوار میں بیان کر دی تو احرام باندھنا جو مناسک حج کا ایک مقدمہ ہے وہ مقام روحا کی نادرانہ خصوصیت کے ساتھ کیوں حج اور طواف کی طرح ماؤل نہ ہو گا۔ پھر جب حج اور طواف کی حقیقت ظاہری صورت سے بالکل الگ تھلگ ثابت ہوئی تو مقام روحا سے احرام باندھنا بھی اسی قبیل

سے ٹھہرا۔ اور جسطرح کعبہ جو طواف کیلئے معین مقام اور پھر ایک خاص مقام کا نام ہے جو اپنی حقیقت اور تاویل کے لحاظ سے دین اسلام سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ علامہ صاحب نے لفظ طواف کی لغت میں اسکا ذکر کیا تو اسی طرح روحا بھی جو احرام کیلئے ایک مقام کا نام بتایا گیا کعبہ کیطرح وہ بھی کسی روحانی اور معنوی کیفیت پر دال ہوگا۔ اور وہ علم تعبیر کی رو سے کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام میں اسطرح ہے من رای انہ فعل شیئاً من المناسك فهو خير على كل حال وقيل ان الاحرام تجرد فی العبادة او خروج من ذنوب۔ یعنی مناسک حج سے جو کچھ بھی عمل میں لایا جاوے وہ ہر حال میں بہتر ہی بہتر ہے اور احرام باندھنے کی تعبیر تجرد فی العبادة اور گناہوں سے پاکیزگی ہے۔ اور اس تعبیر کی وہ روایت تائید کرتی ہے جو مفردات راغب میں لغت مسح میں بالفاظ ذیل مذکور ہے وقد رُوی ان الدجال ممسوح اليمنی وعيسی ممسوح اليسرى قال ويعنی بان الدجال قد مسحت عنه القوة المحمودة من العلم والعقل والحلم والاخلاق الجميلة وان عيسىٰ مسحت عنه القوة الذميمة من الجهل والشره والحرص وسائر الاخلاق الذميمة یعنی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے ممسوح یعنی اندھا ہوگا اور عیسی علیہ السلام بائیں آنکھ سے اور اسکا مطلب اور معنی یہ ہے کہ دجال سے علم صحیح اور عقل سلیم اور حلم وغیرہ اخلاق جمیلہ کی قوت محمودہ سلب کی جائیگی اور عیسی موعود سے جہالت اور حرص وطمع اور ایسا ہی دوسرے اخلاق ذمیمہ اور ردیہ کی قوت دور کی جائے گی۔ اور مسیح موعود کی اسی حالت کا نام حدیث میں احرام سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ مسیح موعود کے حج اور طواف کعبہ کی جو کیفیت مجمع البحار میں بیان کی گئی۔ اسکے مناسب حال روحا کے مقام سے آپکا احرام باندھنا اسی کیفیت کے ساتھ ہو سکتا ہے پھر جسطرح احرام کا حج اور طواف کعبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے اسی طرح احرام کی تعبیری کیفیت سے مقدم ہونا مناسب ہے۔ وحق ما قيل ولا يخفى۔ اور لفظ روحاء مؤنث ہے نعت اَرْوَحْ کی جس کا مصدر رَوَحٌ بمعنی وسعت اور فراخی ہے جسمیں اشارہ ہے مسیح موعود کی اس وسعت اور رفعت شان کا جو اسکو جری الله فی حلل الانبیاء کے

برکات کے لیئے بطور مقدمہ و تمہید تقویٰ اور طہارت نفس کی صورت میں عطا کی گئی۔ جو دوسرے لفظوں میں آپ کے لیئے مقام روحاء کا احرام تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

سوال سوم۔ بقول عبد اللہ بن سلام گوشہ بنا بر قبر مسیح علیہ السلام قریب حضرت صدیق و عمر ہنوز خالی ہے (ب) کنز العمال باب نزول المسیح میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں آپ نے فرمایا اسمیں میرا کچھ اختیار نہیں وہاں تو سوا میری قبر اور ابو بکر و عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے کسیکی گنجایش نہیں۔ **جواب** بقول عبد اللہ بن سلام بر بنا قبر مسیح کسی گوشہ کا خالی ہونا تسلیم کرنا صحیح بخاری کی صحیح حدیث کے خلاف ہونے سے درست نہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری کی جلد اول باب ماجاء فی قبر النبی الخ میں یہ حدیث لکھی ہے عن عمرو ابن میمون الاودی قال رأیت عمر بن الخطاب رض قال یا عبد اللہ بن عمر اذھب الیٰ ام المومنین عائشہ رض فقل یقرأ عمر ابن الخطاب علیک السلام ثم سلھا ان ادفن مع صاحبی قالت کنت اریدہ لنفسی فلاوثرنہ الیوم علی نفسی۔ یعنی عمر بن میمون نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ آپ نے بیٹے عبد اللہ کو فرمایا کہ تم حضرت ام المومنین عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور میرا سلام عرض کرو اور پھر میری طرف سے یہ درخواست پیش کی جائے کہ عمر کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے دو رفیقوں کی معیت میں دفن کیا جاؤں۔ اسپر حضرت عائشہ نے جواباً فرمایا کہ وہاں دفن ہونیکے لیئے تو میری خواہش تھی لیکن اسوقت میں عمر رض کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں اور از راہ ایثار اسکے دفن کو پسند کرتی ہوں ✦ اب اس حدیث کے ہوتے ہوئے عبد اللہ بن سلام کا قول بصورت تعارض ترجیح حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رض کے مدفون ہونے سے پہلے صرف ایک قبر کی جگہ ہی باقی تھی جو حضرت عائشہ نے اپنے لیے رکھی ہوئی تھی اور جسے حضرت عمر کی درخواست پر ایثار کر دیا۔ اور پھر عبد اللہ بن سلام کا قول الفاظ حدیث نہیں اور حضرت عمر رض کے دفن کا مسئلہ ایک امر واقع اور تاریخی بیان ہے اور قول مخالف واقعات کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ اور یدفن معی فی قبری والی حدیث جو ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں ذکر کی ہے وہ بوجہ اشکال ظاہری ماؤل اور از قبیل متشابہات ہے جسکا مطلب صرف برزخی قرب مراد ہے۔ لا غیر ✦

کنز العمال والی حدیث جو ابن عساکر سے لی گئی ہے اسکے متعلق دیباچہ میں خود مصنف نے لکھدیا ہے وکل ما عزی الی ابن عساکر...... فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیہ یعنی جو جو روایت علاوہ اور رسالہ مذکورہ کے ابن عساکر کی طرف منسوب کی جائے وہ ضعیف ہے اور اسکے ضعیف ہونیکے لیئے بس اسی قدر کافی ہے کہ وہ ابن عساکر کی طرف منسوب ہے۔

اب بتایئے جس روایت کی ثقاہت کا حال مؤلف کتاب کے نزدیک یہ وقعت رکھتا ہے اسکو میدان مقابلہ میں لانا کس قدر خجلت اور ندامت کا پیش خیمہ ہے۔ پھر اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حضرت عمر کو حضرت عائشہ رضہ سے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی دوسرے حضرت عائشہ کو اس حدیث کی صحت کی بنا پر فلاؤ ثرنہ علیٰ نفسی کہنے کا کیا حق حاصل تھا حضرت عمر یا دوسرے صحابی اس حدیث کی بنا پر کہہ سکتے تھے کہ حضرت عائشہ کا وہاں دفن ہونا ممنوع ہے اور حضرت عمر پہلے سے ہی حدیث مذکور میں نامزد ہو چکے ہیں۔ اسلیئے اب اجازت طلب کرنیکے کیا معنے۔ پھر حدیث عائشہ جو تلخیص الصحاح کی کتب التعبیر میں ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے خواب دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں جب آنحضرت کا انتقال ہؤا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا عائشہ تیرے خواب والے تین چاندوں سے یہ ایک چاند ہے اور ان تین چاندوں سے بہترین ہے۔ پھر آنحضرت کے بعد حضرت صدیق اور فاروق کے دفن ہونے سے وہ ثلثۃ اقمار یعنی تین چاندوں والا خواب پورا ہو گیا۔ اب اگر حضرت عیسیٰ موعود کا بھی وہاں دفن ہونا مقدر ہوتا تو بجائے تین کے چار چاند ہونے چاہئیں تھے نہ تین۔ پس ان سب باتوں سے ثابت ہو گیا کہ کنز العمال والی روایت قابل اعتبار نہیں +

تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے

سُنی شیعہ میں افتراق کا بھاری موجب تبرّا ہے۔ ہمارے فاضل نامہ نگار نے معتبر کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے کہ تبرّا جائز نہیں۔ یہ ٹریکٹ ۱۰/ فی جلد اور روپیہ کے ۱۶ کے حساب سے منگوا لیجیئے اور شیعہ حلقہ میں خوب تقسیم کیجیئے

مینجر تشحیذ الاذہان قادیان

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

از میاں نظام الدین صاحب جہلمی مہاجر قادیان

اے خالق ارض و سما اے مالک ہر دو سرا　اے چشمۂ نور و ہدیٰ اے قادر مطلق خدا
محتاج ہے تیرا سدا دنیا میں ہر چھوٹا بڑا　ہے کون پھر تیرے سوا ہو جس کا ہم کو آسرا
سن لے ہماری التجا اب ہو گئے لاچار ہم

یارب کریں کس سے بیاں ہم اپنے غم کی داستاں　دشمن ہوا سارا جہاں اب بھاگ کر جائیں کہاں
ہم ہو رہے ہیں نیم جاں آنکھوں سے ہیں آنسو رواں　جبتک نہ ہو تو مہرباں دشمن سے کب پائیں اماں
اس حال میں اب تو یہاں جینے سے ہیں بیزار ہم

کر رحم کی ہم پہ نظر تیرے سوا جائیں کدھر　ہر سمت سے اسلام پر ہے چھا رہا خوف و خطر
لگتا ہے اب تو ہم کو ڈر دشمن کا حملہ دیکھ کر　دل کو تسلی ہے مگر تو ہے ہماری پشت پر
در پر ترے با چشم تر آئے ہیں ہو کر زار ہم

ہمنے لگایا زور سب بڑھتا گیا رنج و تعب　پھر کیا کریں تدبیر جب بنتا نہیں کوئی سبب
اسلام پر یہ وقت اب کیا آگیا ہائے غضب　ہیں منتظر ہم روز و شب آئے ہمیں امدادِ رب
جو حکم ہو با صد ادب کرنے کو ہیں تیار ہم

وہ شان اور شوکت کا گھر لرزاں تھی جس سے تاجور　تھا فخر جسکو سر بسر اب ہے تمام امثال پہ
دشمن کی ہے اب تو نظر اسکے در و دیوار پر　خم ہو گئی اپنی کمر اب یہ مصیبت دیکھ کر
ہے درد تو دل میں مگر کیونکر کریں اظہار ہم

اسلام پر یہ ابتلا کیوں دوستو نازل ہوا　سوچو ذرا بہر خدا کہتا ہوں تم کو برملا
وہ جرم ہمنے کونسا دنیا میں ہے ایسا کیا　جس سے ہوا ہم پر خفا وہ مالک ہر دو سرا
پھرتے ہیں مثل بے نوا در در ذلیل و خوار ہم

اسلام کا اک پہلواں وہ احمدؐ آخر زماں　بتلا گئے جسکا نشاں دنیا کو شاہ انس و جاں
آیا تھا جو بہر جہاں شہزادۂ امن و اماں　تھی معجزہ جسکی زباں جادو نگہ شیریں بیاں
اے منکرو کہدو کہ ہاں کرتے رہے انکار ہم

گر مان لیتے ہم سبھی جو بات اُسنے تھی کہی ہوتی نہ پھر ایسی کبھی حالت ہماری قوم کی
اب بھی اگر ہم پیروی اسکی کریں جو ہے جری تو ہے یقیں آئے ابھی نصرت بفضلِ ایزدی
پس آؤ بنکر متقی حق کا کریں اقرار ہم

ہمنے سنی اسکی ندا تھا کھول کر اُس نے کہا میں ہوں تمھارا پیشوا نائب رسول پاک کا
چھوٹا ہو کوئی یا بڑا ہو شاہ یا کوئی گدا جو دور اب مجھ سے ہے آخر وہ کاٹا جائے گا
پھر بھی نہ اسکی یہ صدا سنکر ہوئے بیدار ہم

ہے وقت اب بھی دوستو انجام اپنا سوچ لو ایسا نہ ہو پھر حشر کو حسرت سے ہاتھوں کو ملو
ہر سمت سے اسلام ہو نرغہ میں جب اے دوستو پھر کسطرح بتلاؤ تو مسلم کے دلکو چین ہو
نکلیں نہ کیوں تبلیغ کو سب چھوڑ کر گھر بار ہم

کامل الہامی کتاب کے لیئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم تمام دنیا کے مناسب حال ہو۔ اور پھر دنیا کے اکثر حصہ میں پھیل بھی جائے اور پھیلانے کے لیئے سامان بھی مہیا ہوں۔ صندوقوں میں ہی بند نہ پڑی رہے۔

دیکھیئے قرآن مجید نازل ہوا تو ساتھ ہی اسکے پھیلانے کے سامان بھی بہم پہنچ گئے۔

پھر ضروری ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ پاکوں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ اور لوگوں کی گناہ آلود زندگیوں کو بدل دے جیسا کہ قرآن مجید نے عرب میں کر دکھایا۔

پھر کامل کتاب کی زبان کی حفاظت بھی ضروری ہے چنانچہ عربی زبان محفوظ ہے (جو قرآن مجید کی ہے نہ کہ وید کی)۔

پھر اسکے الفاظ کی بھی حفاظت ہو اور اسکے معانی بھی محفوظ رہیں چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ محفوظ رہنے کیلئے علاوہ اور سامانوں کے حافظوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں اور معانی کیلئے ایسے آدمی پیدا ہوئے ہیں جو خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر تعلیم اسلام کی تجدید کرتے ہیں اور اسے ہر قسم کی ملاوٹ اور اشتباہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

گورو چیلے میں چپقلش ۔ منشرات

بانئ آریہ سماج قران شریف کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال ہونے کو بزعم خود غلط سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا اکبر بادشاہ کے زمانے میں مولبی پھیجی (مولوی فیضی) (سوامی کا سلیقۂ علم الہی دو لفظوں سے عیاں ہے) نے بے نقط قران نہیں بنالیا تھا۔ الخ"

(ستیارتھ پرکاش چودہواں سمولاس)

شری سوامی دیانند آنجہانی فیضی کو بے نقط قرآن کا مصنف بتلاتے ہوئے اسے قرآن شریف کے مقابل پیش کرتے ہیں۔ ہمیں تو بذات خود اس عامیانہ بات کا جواب غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے سوامی جی کے خاص الخاص شاگرد یعنی چیلے کا بیان پیش کرتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر ص۵۶۸ کالم ع۱ پر لکھتا ہے کہ

"براہمنوں (یہ کتب کا نام ہے) کی نسبت الہامی ہونے کا دعویٰ ایسا ہی بے بنیاد ہے جیسا کہ فیضی کے بے نقط کتاب سواطع الکلام کو فیضی کا قرآن سمجھنا حالانکہ سوائے چند جہلا کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں الخ"

سماجی دوستو بتلاؤ بقول لیکھرام "چند جہلا" میں۔ سوامی جی مہاراج بھی شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا۔

متبوع اور تابع میں اختلاف

"اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں۔ کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں۔ وہ سب کرو۔ اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام مت کرو الخ" (انجیل متی ۲۳-۲-۱)

یہاں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت اور فریسیوں کے احکام کو واجب العمل بتایا ہے۔ مسیح متبوع کے فرمان کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ذرا لگتے ہاتھ پولوس تابع کا بھی بیان سن لیں

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت
سے چھڑا لیا" (گلیتیوں ۱۳/۳)

استاد تو توریت کو واجب العمل ٹھہرائے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی خاص طور پر تاکید کرے۔ مگر شاگرد چاہے کہ اس شریعت کو لعنت قرار دے۔

پھر استاد نے یہ فرمایا۔ کہ

"یہ نہ سمجھو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے
آیا ہوں" (متی ۱۷/۵)

مگر برعکس اس کے اسی کا شاگرد یہ کہتا ہے۔ کہ

"غرض پہلا کلام (یعنی تورات) کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ
ہو گیا۔ الخ" ۱ (عبرانیاں ۱۸/۷)

اے یسوعی دوستو! بتلاؤ متبوع کا حکم درست ہے یا تابع کا۔ استاد کا یا شاگرد کا خداوند کا یا خادم کا۔ ہاں اپنے فیصلہ سے جلد اطلاع دو۔

وید محفوظ عن الخطا نہیں

"وید تو بوجہ پرمیشور کے الہام ہونے کے منزہ من الخطا اور ثابت بالذات
ہیں" (ستیارتھ اردو صـ ۹۳)

یہ وہ دعویٰ ہے۔ جو رشی دیانند کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو ویدوں کی طرح منزہ عن الخطا ماننے والے آریہ سماج کے ممبروں کی زبان سے اکثر سنا جاتا ہے۔ (اور خود رشی نے بھی کہا ہے۔) یہ ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی بطالت اور لغویت کے ثابت کرنے کیلئے ہمیں کسی عقلی برہان کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ماشاء اللہ وید بھگوان اس کام کو خود ہی بوجہ احسن سرانجام دے رہا ہے۔

عزیز ناظرین! سنئے وید بھگوان سوامی دیانند کے مقولہ بالا دعویٰ کی تردید میں کیا فرما رہا ہے۔

"ہم لوگ ..... بہت ہی بزرگ دل میں رہنے والے پرمیشور- روح اور جان کے لئے نہایت ہی سکھ روپ وید کا اچھے طور اپدیش (وعظ) کریں-

(رگوید منڈل ۱ سوکت ۳۲ منتر ۱)

مہرشی دیانند کے معتقدو- بتلاؤ جو کتاب یہ اپدیش اور ایسی تعلیم دے- کہ لوگ پرمیشور کو بھی ویدوں کا وعظ کریں- محفوظ عن الخطا ہوسکتی ہے؟ ہاں انصاف سے بتلانا- کیا ایشور کی ذات لوگوں کی نصائح اور مواعظ کی محتاج ہے- کیا اس میں بھی اخلاقی دینی دنیوی ترٹیاں کمزوریاں اور کمیاں ہیں- جس کے لئے کسی ناصح اور بزرگ واعظ کی ضرورت ہوگی-

متر داو دستو! تمہیں اب یہی واجب ہے- کہ رشی دیانند کا کوئی بھی دعویٰ کیوں نہ ہو جب تک خود کافی تحقیق وتدقیق نہ کرلو مت تسلیم کرو- ورنہ اس کا نتیجہ سوائے ذلت اور پشیمانی کے کچھ نہیں- یہ منتر بطور نمونہ لکھا گیا ہے- ورنہ ایسے بیسیوں منتر موجود ہیں +

بائبل بھی منزہ عن الخطا نہیں

بائبل کے متعلق اس دعوٰی کی تائید میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ لکھتے ہوئے ایک فاضل عیسائی کا ہی ذیل میں مختصر سا قول نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں- رسالہ ماڈرن ریویو کا فاضل ایڈیٹر لکھتا ہے-

"بائبل کا محفوظ از خطا ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتا- اس کے بے شمار مقامات ثابت شدہ علمی تحقیقات کے بالکل مخالف ہیں- اس کے کئی حصے افسانہ کی قسم کے ہیں- اس کے تمام بیان کردہ واقعات کو صحیح تاریخی واقعات نہیں کہا جاسکتا- علاوہ اس میں بعض ایسی تعلیمیں ہیں- جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ہماری اخلاقی حس کو صدمہ پہونچاتی ہیں- اور یہ کہنا درست نہیں- کہ بائبل کا بڑا حصہ علمی اور تاریخی پہلو سے صحیح اور اخلاقی پہلو سے اعلیٰ پایہ کا ہے- ایک ایسی کتاب یا کتابوں کا مجموعہ جس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بذریعہ الہام نازل ہوئی غلطیوں سے بالکل پاک ہونی چاہئے- اور کسی ذراسی بات میں بھی اس میں نقص

نہیں ہونا چاہیئے ؟

ویدوں کی گم گشتگی

"پہلے زمانہ (قدیم زمانہ) میں شاکل واشکل - آشولاین - شانکھاین - مانڈوکا ان پانچ حصص میں رگوید منقسم تھا (اور) موجودہ وقت (زمانہ) میں صرف شاکل رگوید ملتا ہے - دیگر چار حصص اس کے غائب ہو گئے ہیں - یہ بیان شونک رشی کی تصنیف "چرن ویوہ" ہ موجود ہے" (مقتبس از کتاب وید رشی سمالوچنا ہندی مصنفہ پنڈت، کھلانند شرما کوئی رتن)

آریہ سماج کے بھدر پرشو - سناتن دہرم کے معتقدو! ویدوں کو محفوظ عن التحریف والالحاق بتلانے والو! تعصب اور پکش پات کو چند منٹ کے لئے اپنے دل سے نکال کر محولہ بالا عبارت کو دیکھو - اپنی روائتی ضد اور ہٹ کو تھوڑے عرصہ کیلئے خیر باد کہکر شونک رشی کا فرمان سچائی کے متلاشی بن کر پڑھو - کیا اس عبارت کے اس بیان کے رشی کے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے تمہارا دعویٰ قایم رہ سکتا ہے -

اس زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے بھی تم ویدوں کو محفوظ اور مصئون ہی مانے جاؤ گے - کیا اب بھی مسلمانوں سے یہی مطالبہ کرتے جاؤ گے - کہ

"اے مسلمانو! تم قرآن کو ہمارے سامنے تب پیش کرو - جب ویدوں کو بائبل کی طرح محرف مبدل یا ضایع شدہ ثابت کرکے دکھاؤ"

اے دیانندی اور سناتنی حضرات!

مسلمانوں کو ویدوں کے محرف و مبدل ثابت کرنے اور ان کے ضایع ہو جانے کی اسناد و دلائل پیش کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی - اللہ تعالے نے خود ہی تمہارے قدیم رشی کے قلم سے ہزاروں سال پہلے ہمارے دعویٰ کے اثبات اور صداقت کیلئے ایسا بیان لکھوا دیا - فالحمد للہ رب العالمین ؛

(باقی آیندہ بشرط فرصت) فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

فاروقی خضاب

یہ خضاب نو ایجاد جس کا نشان (ٹریڈ مارک) منارۃ المسیح ہی بالوں کو سیاہ کرنے میں لاثانی ہے۔ اس کو لگا کر باندھنے وغیرہ کی کوئی دقت نہیں۔ چند منٹوں میں بال سیاہ ہو کر مثل ریشم ہو جاتے ہیں کسی قسم کی سوزش یا تکلیف مثل بعض دیگر خضابوں کے اس کے لگانے سے نہیں ہوتی۔ عورتوں اور مردوں کو یکساں مفید ہے ایک لمبے تجربہ کے بعد ہم یہ کہنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کہ ہمارا خضاب عمدگی اور ارزانی میں موجودہ تمام خضابوں سے بڑھ کر ہے۔ ایک بار تھوڑے پیسے خرچ کر کے اسکو منگا کر آزمائیے اگر واقعی اچھا ہو تو لگائیے ورنہ پھر کبھی اس کے نزدیک نہ جائیے یا تو چند پیسے ہم نے ایک مرتبہ آپ سے ٹھگ لئے یا انشاء اللہ ہمیشہ کیلئے آپ ہمارے خریدار ہو گئے آزمایش شرط ہے یہ کاٹھ کی ہانڈی نہیں جو ایک دفعہ چولھے پر رکھتے جل جاوے قیمت ایک شیشی ایک اونس معہ برش ۱۲/ قیمت تین شیشی ایک برش عہ/ چھ شیشی ایک برش ۱۲ روپے محصولڈاک معہ پیکنگ خرچ ایک شیشی ۴/ تین شیشی ۸/ چھ شیشی ۱۴/ بارہ شیشی عہ/ ۔

عمر اینڈ برادر دار الفضل سٹریٹ فاروق منزل قادیان ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library

طاقت بڑھانے والا پھل ؟

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہی زیادہ فکر یا محنت کیوجہ غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہی یہ دم کو بڑھاتا ہی اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑہائی کشتی کرنا ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کا موں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا یہ ہولدل اور دھڑکن کو روکتا ہی رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب افیون کی عادت کو بھی چھوڑاتا ہی مفصل حالت کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک شیشی ۱مہ محصولڈاک ۵ اور ہر جگہ دکانداروں ڈاکٹروں اور دوا فروشوں سے

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہی زخم کے کیڑے اس سے مرجاتی ہیں بو جاتی رہتی ہی اور زخم صاف ہوکر جلد انگور کیطرح بھر آتا ہی اور نیا چمڑہ پیدا ہوکر زخم کو آرام ہو جاتا ہی معمولی زخم سے لیکر سڑی گلے زخم نالت تک سے مسادی اثر دکھلاتا ہی قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵ زخم دہونیکی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دہونا بھی چاہیے جس دوا سے زخم دہونیکا پانی بنتا ہی وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کیصورت بنی ہوئی ہی ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دہونیکا پانی بنتا ہی مرہم کیساتھ ٹکیہ ملسکتی ہی قیمت فی ٹکیہ ۱ محصولڈاک ہر دو ۵

کونین کی ٹکیاں

خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہلی ٹین کی ڈبیا میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیاں پاس رکھئے اسمیں وزن کی ضرورت نہ کھانیمیں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیونکی ڈبیہ ۵ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک

داد کا مرہم

ہر قسم کے کھجلانے سے آرام کرتا ہی دیکھیے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکرپور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہی کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اس کے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے یہ مرہم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۳ محصولڈاک ایک سے چھ تک ۶

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

قیمت بہر حال پیشگی

[illegible]

جلد ۵

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۸ھ

نمبر ۸

الحدیث الشریف فی المسیح الصحیح

مرتبہ مولانا جلال الدین صاحب شمس سیالکوٹی مولوی فاضل

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان
میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا۔

[illegible]

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

اس رسالہ کی متعدد کاپیاں تبلیغ کیلئے منگوا کر تقسیم کیجئے

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول المسیح کی مکمل شرح ہے تمام ذی استطاعت احباب کرام اسکی متعدد کاپیاں عـہ فی جلد کے حساب سے منگوا کر اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کریں تبلیغی سکرٹری صاحبان کے لیئے نادر موقعہ اور قیمتی تحفہ ہے ۔ مینیجر تشحیذ قادیان۔

حضرت مسیح موعود اور علماء زمانہ اسلام کی پہلی کتاب ۔ مرتبہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب بی۔ اے ۔ بہت مشہور اور مقبول کتاب ہے آپ نے اس پر نظرثانی کر کے حال میں بہت سی ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسکا ایڈیشن تین حصوں میں چھپوایا ہے یہ ہر سہ حصص سلسلہ احمدیہ کے بچوں ۔ سکولوں کے طلباء اور مبتدیوں کے لیے بہت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں احمدیت کے متعلق ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے اور سب مسائل کا ثبوت موجود ہے ۔ غیر مبائعین کے لیے بھی کافی مصالحہ ہے اور غیر احمدیوں کے لیئے بھی بہت سے اعتراضوں کا جواب ہے ۔

شیر و شکر دائرۃ الاصلاح لاہور نے یہ ٹریکٹ شائع کیا ہے جس میں صحابہ کرام و اہل بیت نبی اور ائمہ عظام کی باہمی رشتہ داریاں نہایت معتبر و صحیح اسناد سے واضح کی گئی ہیں ۔ سنّی و شیعہ اتحاد کے لیے قابل قدر کوشش ہے مگر اسکا اصل طریق وہی ہے کہ قوم میں وہ روح پیدا کی جائے جو نبی کریمؐ کے وقت میں تھی سوائے ایک مامور پر ایمان لانے کے نہیں ہو سکتی ۔

پنجابی منظوم کتابیں سہاگ نامہ ۔ مولانا راجیکی ۔ ار گفتگو ماں دھی ۔ (تصدیق المسیح) ملنے کا پتہ مینیجر نصیر بک ایجنسی قادیان دارالامان ۔

نادر موقعہ صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے ۔ عـہ درس القرآن فی رمضان تشحیذ کے پچھلے فائل عـہ سالانہ کے حساب جس میں نہایت نادر مضامین جمع ہیں ۔

(مینیجر تشحیذ قادیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء

اَلتَّشْرِیحُ الصَّحِیحُ لِحَدِیثِ نُزُولِ الْمَسِیحِ

مسلمانوں کا عقیدہ
دربارہ نزول ابن مریم

مسلمانوں کا ہر زمانہ میں یہ عقیدہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ دین اسلام میں قسم قسم کی بدعات اور رسوم پھیل جائیں گی۔ اور مسلمانوں کی حالت یہود کی سی ہو جائے گی اور عیسائیت کا غلبہ ہو گا۔ اس وقت بدعات سیئہ کو دور کرنے اور اسلام کی تائید و نصرت کے لیئے اور اسے غیر مذاہب پر غلبہ دینے کے واسطے حضرت مسیح نازل ہونگے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۹۸ میں هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اِذِ الظُّهُوْرُ لَا يَظْهَرُ اِلَّا بِالْاِظْهَارِ وَهُوَ الْاِتْمَامُ يُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهُ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ ذَالِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَالَهٗ مُجَاهِدٌ"، کہ ظہور دین ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر اتمام کے ساتھ۔ اسکی تائید خدا تعالیٰ کے قول الیوم اکملت لکم دینکم سے ہوتی ہے۔ اور ابی ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ ظہور اسلام کا تمام مذاہب پر عیسی ابن مریم کے نزول کے وقت میں ہو گا اور مجاہد

جو تابعین میں سے ہے اس نے یہ بات کہی ہے +

بناء عقیدہ مذکورہ بالا

اب میں وہ احادیث جن پر اس عقیدہ کی بنا ہے لکھتا ہوں۔

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیْ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ (وَقَدْ جَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیْ یَضَعُ الْحَرْبَ اَوْزَارَھَا) وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ + (صحیح مسلم جلد اول صـــ۷۲ــ مطبوعہ مصر باب نزول عیسیٰ بن مریم۔)

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ (صحیح مسلم جلد مطبوعہ مصر صـــ۷۲ــ) ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بہت ہی جلد تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔حکم وعدل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔اور خنزیر کو قتل کرے گا۔اور جزیہ کو موقوف کردے گا۔اور بخاری کی ایک روایت میں ہے۔کہ وہ لڑائی کو موقوف کریگا اور ابن ماجہ اور کنز العمال میں یہ آیا ہے۔کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو رکھدیگی۔یعنی مذہب کیلئے لڑائی نہیں ہوگی۔اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ تمھاری کیا حالت ہوگی۔جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمھارا امام ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ وہ تمھاری امامت کرائے گا اس حال میں کہ وہ تم سے ہی ہوگا۔

پس یہ احادیث ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے۔کہ اُمت محمدیہ میں ایک مسیح آئیگا۔ایک مسیح کے آنے میں تو ہم اور ہمارے مخالف متفق ہیں اختلاف اسبات میں ہے۔کہ آنیوالا کون ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود جو اسی اُمت سے آنا تھا۔ آچکا۔

اور مسیح ناصری فوت ہو چکا۔ اور دوسرے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلا مسیح ابھی تک آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ہے وہی دوبارہ دنیا میں نزول کرے گا۔

غیر احمدیوں کی دلیل ایک بڑی بھاری دلیل جو غیر احمدی مسیح ناصری کی زندگی اور اسی کے دوبارہ نزول پر پیش کیا کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث میں نزول کا لفظ ہے۔ نزول کے لفظ سے وہ اس طرح استدلال کیا کرتے ہیں۔ کہ نزول چونکہ فرع ہے صعود الی السماء کی اسواسطے معلوم ہوا۔ کہ مسیح پہلے آسمان پر چڑھا ہے ورنہ اگر وہ آسمان پر نہ ہوتا۔ تو اسکے لیئے نزول کا لفظ نہ لایا جاتا۔ اس استدلال کے غلط ہونے کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں +

ثبوت اول پہلا ثبوت تو اس استدلال کے غلط ہونے کا یہی ہے کہ مسلم کی دوسری حدیث میں یَنْزِلُ کی جگہ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ آیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسی ابن مریم کو مبعوث کریگا۔ اور بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بہت جگہ دوسرے انبیاء کے لیئے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے کہ رسول کریم کیلیئے ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ) پھر دوسرے انبیاء کے لیئے بھی وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا میں پھر اصحاب کہف کیلیئے ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (کہف) میں اور آیت فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا پھر آیت فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ (کہف) پھر عزیر علیہ السلام کیلیئے آیت فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ میں بعث کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ان سب مذکورہ بالا آیات میں بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ پس مسلم کی دوسری حدیث اثبات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ ابن مریم آسمان سے نہیں اترے گا +

ثبوت ثانی دوسرا ثبوت اثبات کا کہ نزول سے مراد آسمان سے اترنا نہیں ہے یہ ہے

کہ نزول کا لفظ قرآن مجید میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے لیکن اسکے معنے آسمان سے اترنیکے نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات۔

پہلی آیت | قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

(الطلاق ع ۲ پ ۲۸) اس آیت میں نبی کریم کے لیئے مادہ نزول سے لفظ اَنْزَلَ وارد ہوا ہے۔ لیکن آسمان سے اترنے کے معنے نہیں لیئے گئے۔ اگر کوئی کہے کہ یہاں پر "ذکر رسول" سے مراد قرآن مجید ہی نبی کریم نہیں ہوسکتے تو اسکے جواب کیلیئے

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ ص۲۳۵

اَوْ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ الْاَكْثَرُ عُبِّرَ عَنْهُ بِالذِّكْرِ لِمُوَاظَبَتِهٖ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّذْكِيْرِ بِهٖ وَعُبِّرَ عَنْ اِرْسَالِهٖ بِالْاِنْزَالِ بِطَرِيْقِ التَّرْشِيْحِ" ترجمہ مراد ذکر رسول سے نبی کریم ہیں اور اسی پر اکثر مفسرین ہیں آپ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے اسلیئے کہ آپ تلاوت قرآن پر ہمیشگی اور اسی کا وعظ ونصیحت فرماتے رہتے اور آپ کے بھیجنے کو انزال کے ساتھ بطور ترشیح کے تعبیر کیا گیا ہے +

(۲) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ ص۳۳۰۔ "اَوْ عَلٰى تَقْدِيْرِ حَذْفِ الْمُضَافِ اَيْ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذَا ذِكْرٍ رَسُوْلًا وَبِالرَّسُوْلِ جِبْرَائِيْلُ اَوْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ" ترجمہ یا آیت کے معنے برتقدیر حذف مضاف کے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمھاری طرف اتارا ذکر والا (نبی کریم) جو رسول ہے اور رسول سے مراد جبرئیل بھی ہوسکتے ہیں اور نبی کریم بھی +

(۳) ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ ص۳۹۹۔ "قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا هُوَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا بَيَّنَهٗ بِاَنْ اُبْدِلَ مِنْهُ قَوْلُهٗ رَسُوْلًا"

پس ان تمام حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ آیت میں ذکر رسول سے مراد نبی کریم ہیں انکے لیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو اتارا۔ تو کیا آپ آسمان سے اترے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں

دوسری آیت | وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(سورہ حدید ع ۳ پ ۲۷-) اس آیت میں لوہے کے متعلق فرمایا کہ ہمنے لوہے کو اُتارا ہے حالانکہ لوہا آسمان سے کبھی نہیں اُترا کرتا پس یہاں اَنْزَلْنَا کے معنے پیدا کرنیکے ہیں۔

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر۔ جلد ۸ صہ ۲۴۱۔ اِنَّ مَعْنیٰ ھٰذَا الْاِنْزَالِ الْاِنْشَاءُ وَالتَّھْیِئَۃُ کَقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاجٍ قَالَ قُطْرُبُ اَنْزَلْنَاھَا اَیْ تَھَیَّأْنَاھَا مِنَ النُّزُلِ یُقَالُ اَنْزَلَ الْاَمِیْرُ نُزُلاً حَسَنًا" ترجمہ۔کہ انزلنا الحدید میں انزال کے معنے پیدا کرنا اور تیار کرنا جیساکہ خدا تعالیٰ کے قول اَنْزَلَ لَکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ میں انزال کے معنی ہیں۔قطرب نے بھی یہی کہا ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۱۴۱۔ وروح البیان جلد ۴ صہ ۲۵۴۔ ومدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ "عَنِ الْحَسَنِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ خَلَقْنَاہُ کَقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَذَالِکَ اَنَّ اَوَامِرَہٗ تَعَالیٰ وَقَضَایَاہُ وَاَحْکَامَہٗ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ" ترجمہ حسن سے روایت ہے۔ "ہم نے لوہے کو اُتارا" اسکے معنے ہیں کہ ہمنے لوہے کو پیدا کیا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ کے قول و انزل لکم من الانعام میں بمعنی پیدا کرنا مستعمل ہے۔اور یہ اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے اوامر اور اُسکے قضایا اور احکام آسمان سے اُترتے ہیں۔

(۳) ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ و ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹۔ "قِیْلَ اَنْزَلْنَا ھُنَا بِمَعْنیٰ اَنْشَأْنَا وَاَحْدَثْنَا الْحَدِیْدَ وَذَالِکَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَخْرَجَ لَھُمُ الْحَدِیْدَ مِنَ الْمَعَادِنِ وَعَلَّمَھُمْ صَنْعَتَہٗ بِوَحْیِہٖ وَالْھَامِہٖ" ترجمہ انزلنا بمعنی خلقنا یہ قول حسن کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا۔اور اسکو معدنوں سے نکالا اور لوگوں کو اسکی صنعت کی تعلیم بذریعہ وحی فرمائی (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹) مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ انزال کے معنے پیدا کرنیکے بھی ہیں پس کیا وجہ ہے کہ جب مسیح ناصری مرچکا ہے۔ تو حدیث میں نَزَلَ سے مراد خَلَقَ نہ لیں اور یہ معنے نہ کریں۔ ؟

"تمہاری اُسوقت کیا حالت ہوگی۔ جبکہ مسیح تم ہیں پیدا ہوگا"

تیسری آیت یَا بَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا (پ ۱۸ اعراف ع ۳) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے لباس کیلئے بھی انزال کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ لباس کبھی آسمان سے نہیں اُترتا۔ بلکہ وہ زمین سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

چوتھی آیت وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ۔ (پ ۲۳ سورہ زمر) اس آیت میں چار پایوں کے لیئے انزال کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنے کے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہو۔ روح البیان جلد ۳ صہ ۳۷۶ وکشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صہ ۱۲۴۸۔ "اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ قَضٰی وَقَسَمَ لَکُمْ فَاِنَّ قَضَایَاہُ وَقِسَمَہٗ تُوْصَفُ بِالنُّزُوْلِ مِنَ السَّمَآءِ حَیْثُ تُکْتَبُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ اَحْدَثَ لَکُمْ وَاَنْشَأَ بِاَسْبَابٍ نَازِلَۃٍ مِّنَ السَّمَآءِ کَالْاَمْطَارِ وَشِعَّۃِ الْکَوَاکِبِ وَھٰذَا کَقَوْلِہٖ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا وَلَمْ یُنْزِلِ اللِّبَاسَ نَفْسَہٗ وَلٰکِنْ اَنْزَلَ مَآءً الَّذِیْ ھُوَ سَبَبُ الْقُطْنِ وَالصُّوْفِ وَاللِّبَاسُ مِنْھُمَا وَفِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّۃِ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ خَلَقَ فِیْکُمْ مِّنْ صِفَاتِ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَ صِفَاتٍ" **ترجمہ** اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ یعنی فیصلہ کیا اور تقسیم کیا تمھاری لیئے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قضایا اور اقسام موصوف بالنزول من السماء ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یا پیدا کیئے تمھاری لیے ان اسباب کے ساتھ جو آسمان سے اُترتے ہیں۔ جیسے بارش اور ستاروں کی شعاعیں اور یہ خدا تعالیٰ کی قول قد انزلنا علیکم لباسا (ہمنے تم پر لباس اُتارا) کی طرح ہے۔ حالانکہ لباس بنفسہ نہیں اُتارا بلکہ پانی اُتارا جو کہ سبب ہے روئی اور صوف کا اور لباس انہی سے بنتا ہے اور تاویلات نجمیہ میں لکھا ہے وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج یعنی تم میں چارپایوں کی صفات سے آٹھ صفات پیدا کی ہیں۔ غرض مذکورہ آیت میں بھی اَنْزَلَ بمعنی خَلَقَ

وقضٰی وقسّٰی وارد ہوا ہے +

پانچویں آیت وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورہ حجر-۲۶) اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اُسکے خزائن ہمارے پاس ہیں اور نہیں اُتارتے ہم اُس سے مگر معلوم اندازہ کے ساتھ - اس آیت میں دنیا کی ہر ایک چیز کے لیے خدا تعالیٰ نے مادہ نزول سے لفظ استعمال کیا ہے - حالانکہ کوئی نہیں جانتا - کہ دنیا کی تمام اشیاء بجسدہا آسمان سے اُترتی ہیں +

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۹ " وَاَقُوْلُ اَیْضًا تَخْصِیْصُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ بِالْمَطَرِ تَحَکُّمٌ مَحْضٌ لِاَنَّ قَوْلَہٗ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ یَتَنَاوَلُ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا خَصَّہُ الدَّلِیْلُ وَھُوَ الْمَوْجُوْدُ الْقَدِیْمُ الْوَاجِبُ لِذَاتِہٖ وَقَوْلُہٗ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ اِشَارَۃٌ اِلٰی کَوْنِ تِلْکَ الْاَشْیَاءِ مَقْدُوْرَۃً لَہٗ تَعَالٰی وَحَاصِلُ الْاَمْرِ فِیْہِ الْمُرَادُ اَنَّ جَمِیْعَ الْمُمْکِنَاتِ مَقْدُوْرَۃٌ لَہٗ وَمَمْلُوْکَۃٌ یُخْرِجُھَا مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ کَیْفَ شَاءَ "

پھر لکھتے ہیں " وَالْمُرَادُ مِنَ الْاِنْزَالِ الْاِحْدَاثُ وَالْاِنْشَاءُ وَالْاِبْدَاعُ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَقَوْلُہٗ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ "

ترجمہ - بعض مفسرین جو اس آیت سے بارش ہی مراد لیتے ہیں - وہ غلط ہے - کیونکہ میں کہتا ہوں کہ خدا کے قول وان من شیء الیٰ آخرہ کی تخصیص مطر سے کرنا محض تحکم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا قول وان من شیء تمام اشیاء کو شامل ہے سوا اُس شے کے جسے دلیل خاص کر دے اور وہ شے خاص صرف خدا تعالیٰ ہے جو موجود قدیم واجب لذاتہ ہے) اور قول الا عندنا خزائنہ اس بات کی طرف اشارہ ہے - کہ تمام وہ اشیاء خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - پس حاصل امر یہ ہے کہ جمیع ممکنات خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - وہ انکو عدم سے وجود کی طرف جسطرح چاہتا ہے لاتا ہے - اور مراد انزال سے احداث

اور انشاء اور ابداع ہے جیسے خدا تعالیٰ کے قول وانزل لکم من الانعام وانزلنا الحدید بتایا ہیں۔

(۲) پھر ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۹۹ وروح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ وروح البیان جلد ۲ وبیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ "وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اَیۡ مَا مِنۡ شَیۡءٍ مِنَ الۡاَشۡیَاءِ الۡمُمۡکِنَۃِ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اَیۡ نُوۡجِدُ وَمَا نُکَوِّنُ شَیۡئًا مِنۡ تِلۡکَ الۡاَشۡیَاءِ مُلۡتَبِسًا شَیۡئًا مِنَ الۡاَشۡیَاءِ اِلَّا مُلۡتَبِسًا بِمِقۡدَارٍ مُعَیَّنٍ تَقۡتَضِیۡہِ الۡحِکۡمَۃُ وَتَسۡتَنِدُ عَلَیۡہِ الۡمَشِیۡئَۃُ التَّابِعَۃُ بِھَا"

ترجمہ یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر اُسکے خزانے ہمارے پاس ہیں اور نہیں اتارتے ہم اسکو یعنی نہیں موجود کرتے ہم اور نہیں بناتے کوئی چیز ان اشیاء سے مگر بمقدار معین کے ساتھ جسکو اسکی حکمت اور مشیت چاہتی ہے۔

(۳) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۔ "وَالۡمَعۡنٰی مَا مِنۡ شَیۡءٍ یَّنۡتَفِعُ بِہِ الۡعِبَادُ اِلَّا وَنَحۡنُ قَادِرُوۡنَ عَلٰی اِیۡجَادِہٖ وَتَکۡوِیۡنِہٖ وَالۡاِنۡعَامِ بِہٖ وَمَا نُعۡطِیۡہِ اِلَّا بِمِقۡدَارٍ مَّعۡلُوۡمٍ" ترجمہ۔ اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ کوئی چیز بھی نہیں ہے جس سے بندے نفع اُٹھاتے ہیں۔ مگر ہم اُسکی ایجاد اور تکوین کرنے اور انعام دینے پر قادر ہیں۔ اور ہم نہیں دیتے کسیکو مگر مقدار معلوم کے ساتھ۔

(۴) ملاحظہ ہو ترجمان القرآن مصنفہ نواب صدیق حسن خان جلد ۶ صفحہ ۹۶۸۔ "اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اُسپر آسان ہے اور وہ اُسکے نزدیک سہل اور یسیر ہے اور اُسکے پاس اشیاء کے جمیع صنوف واقسام کے خزانے ہیں وہ اُنہیں سے جسقدر جو چاہتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے نازل فرماتا ہے۔ اور اس اُتارنے میں اُسکی کمال حکمت بالغہ اور بندوں پر رحمت اور رافت اور شفقت ہے یہ اُتارنا اُسپر کوئی واجب نہیں ہے بلکہ اُسنے اپنی نفس مبارک پر رحمت لکھدی ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہر ایک چیز کیلئے جو جہان میں ہی پیدا ہوتی ہے نزول کا لفظ استعمال کیا ہے تو نبی کریم کے ابن مریم کے لیے نزول کا لفظ استعمال کرنے سے کسطرح ثابت ہو گیا کہ مسیح آسمان سے ہی اُترے گا۔ جبکہ نزول کا لفظ ہر ایک

چیز کے لئے جو پیدا ہوتی ہے۔ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

ثبوت ثالث تیسرا ثبوت اسبات کا کہ نزول صعود کی فرع نہیں یہ ہے کہ احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن انہیں آسمان سے اُترنا مراد نہیں لیا گیا۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات۔

(۱) خَرَجَ مِنْ مَکَّةَ وَنَزَلَ یَثْرِبَ رواہ مسلم مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵۰۷ کتاب الفتن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور یثرب (مدینہ) میں اُترے

(۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَہِ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ (مسلم) ابو موسیٰ نے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم کے پاس تھا اور آپ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرما تھے۔

(۳) قَالَ مُحَمَّدٌ ھٰذَا حَسَنٌ وَمَنْ تَرَكَ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ (موطا امام محمدؒ) باب النزول بالمحصب۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ محصب جگہ میں اترنا اچھا ہے اور جو نزول محصب میں نہ کرے تو اُسپر کوئی گناہ نہیں۔

(۴) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ تَنْزِلُ غَدًا۔ وَذٰلِكَ قَالَ وَھَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِیْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ (مسلم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱۸ باب النزول بمکۃ للحاج) اُسامہ بن زید سے روایت ہے کہ اُسامہ نے نبی کریم کو فتح مکہ کے زمانہ میں کہا۔ کہ یا رسول اللہ آپ کل کہاں اُتریںگے تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہماری اُترنے کی بھی کوئی جگہ چھوڑی ہے۔

(۵) کَانَ النَّبِیُّ صلعم نَازِلٌ عَلَیْھَا یَوْمَ الْفَتْحِ وَلَا مُغَایَرَةَ بَیْنَھُمَا لِاَنَّہٗ لَمْ یَنْقُلْ فِیْ بَیْتِ اُمِّ ھَانِیٍ وَاِنَّمَا نَزَلَ بِہٖ حَتّٰی اِغْتَسَلَ وَصَلّٰی (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۶) نبی کریمؐ فتح مکہ کے دن ایک جگہ پر اترے تھے اور ان دونو قولوں کے درمیان کوئی مغائرت نہیں ہے کیونکہ اُس نے ام ہانی کے گھر کا نام نہیں لیا۔ صرف نبی کریم وہاں اُترے اور نہا کر نماز پڑھی۔

(۶) کَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَمُرُّ بِہٖ وَیَنْزِلُ عَلَیْہِ (فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۵۰۹) عیسیٰ علیہ السلام اسکے پاس سے گذرتے تھے اور اسپر اُترتے تھے۔

(۷) بَابُ نُزُوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ (بخاری) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر مقام پر اُترنا۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن آسمان سے اُترنے کے معنے نہیں لیے گئے۔

ثبوت رابع | چوتھا ثبوت اس بات کا کہ نزول صعود الی السماء کی فرع نہیں ہے یہ بات لغۃً ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو

(۱) "اَلنُّزُوْلُ وَھُوَ الْحُلُوْلُ وَالنِّزَالُ فِی الْحَرْبِ اَنْ یَّتَنَازَلَ الْفَرِیْقَانِ وَالتَّنَزُّلُ = اَلنُّزُوْلُ فِیْ مُھْلَۃٍ - وَالنَّازِلَۃُ الشَّدِیْدَۃُ مِنْ شَدَائِدِ الدَّھْرِ تَنْزِلُ بِالنَّاسِ - وَنَزَلَ الْقَوْمُ = اَتَوْ (صحاح حصہ ۲) ترجمہ نزول حلول کو کہتے ہیں۔ اور لڑائی میں نزال کہتے ہیں۔ کہ دو فریق ایکدوسرے کے مدمقابل ہوں۔ اور تنزل کہتے ہیں مہلت میں اُترنا۔ اور نازلہ اس سختی کو کہتے ہیں جو زمانہ کے شدائد سے لوگوں پر اُترتی ہے۔ اور نَزَلَ الْقَوْمُ معنے ہیں قوم آئی +

(۲) اَلنُّزُوْلُ - اَلْحُلُوْلُ وَفِی الْحَدِیْثِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ یَنْزِلُ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا...... وَالْمُرَادُ بِہٖ نُزُوْلُ الرَّحْمَۃِ وَالْاِلْطَافِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَقُرْبِھَا مِنَ الْعِبَادِ - وَفِیْ حَدِیْثِ الْجِھَادِ لَا تُنْزِلْھُمْ عَلٰی حُکْمِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَنْزِلْ عَلٰی حُکْمِکَ " اور یہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک رات سماء دنیا کی طرف اُترتا ہے۔ تو اس سے مراد نزول رحمت اور الطاف خداوندی اور اُس کا بندوں سے قریب ہونا ہے۔ اور جہاد کی حدیث میں آیا ہے کہ تو انکو خدا تعالیٰ کے حکم پر نہ اُتار بلکہ اپنے حکم پر۔

پھر اس کے بعد لکھا ہے۔ اَلنَّزِیْلُ - اَلضَّیْفُ - وَالنُّزُلُ = مَا یُھَیَّأُ لِلضَّیْفِ اِذَا نَزَلَ عَلَیْہِ " (لسان العرب اور نہایہ ابن الاثیر) یعنی نزیل مہمان کو کہتے ہیں اور نُزُل اس چیز کو کہتے ہیں جو اُترنیوالے (آنیوالے) مہمان کیلئے تیار کی جاتی ہے۔

(۳) اَنْزَلْتُ فُلَانًا = اَضَفْتُہٗ (مفردات راغب) میں نے فلاں کو اُتارا اسکے معنے میں کہ اُس کی مہمان نوازی کی۔

(۴) نَزِیْل مہمان فرود آیندہ (صراح) یعنی نزیل آنیوالے مہمان کو کہتے ہیں۔ پس غیر احمدیوں کا استدلال لغتہً بھی ثابت نہیں۔

ثبوت خامس جبکہ غیر احمدیوں کا استدلال نزول کے لفظ سے نہ قرآن مجید سے ثابت ہوا نہ حدیث سے نہ لغت سے۔ تو آؤ اب ہم دواوین عرب کی اوراق

گردانی کریں اور دیکھیں کہ شاید نزول کا لفظ صعود الی السماء کی فرع کہیں انہیں ہی وارد ہوا ہو پس پانچواں ثبوت انکے استدلال کے رد میں اشعار عرب ہیں کہ جنمیں نزول کا لفظ آیا ہے اور اسکے معنے آسمان سے اترنیکے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل اشعار۔

(۱) نَزَلْتُ عَلٰی اٰلِ الْمُهَلَّبِ شَاتِیًا غَرِیْبًا مِنَ الْاَوْطَانِ فِیْ زَمَنِ الْمَحْلِ (حماسہ)

ترجمہ میں آلِ مہلب کا سردی کے موسم میں مہمان ہوا جبکہ میں غریب الوطن تھا اور قحط کا زمانہ تھا

(۲) وَمَا اُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَا دُوْنَ طَارِقٍ وَلَا ذَمَّنَا فِی النَّازِلِیْنَ نَزِیْلُ (حماسہ)

ترجمہ کسی رات کے آنیوالے مہمان کے آگے ہماری آگ نہیں بجھائی گئی اور نہ ہی اترنے والے مہمانوں میں سے کسی مہمان نے ہماری مذمت کی۔

(۳) فَدَعَوْا نَزَالِ فَكُنْتُ اَوَّلَ نَازِلٍ وَعَلَامَ اَرْكَبُهٗ اِذَا لَمْ اَنْزِلِ (حماسہ)

ترجمہ پس دشمنوں نے مقابلہ میں اُترنے کی دعوت دی۔ پس میں سب سے پہلے اترنے والا تھا۔ اور کس لیے میں اسپر سواری کروں جبکہ میں کسی کے مقابل ہو کر مقابلہ نہ کروں۔

(۴) تَهْوٰی حَیَاتِیْ وَاَهْوٰی مَوْتَهَا شَفَقًا وَالْمَوْتُ اَكْرَمُ نَزَّالٍ عَلَی الْحُرَمِ (حماسہ)

ترجمہ میری لڑکی تو میری زندگی چاہتی ہے۔ اور میں فقر کے ڈر اور ذلت کے اٹھانیکے ڈر سے اسکی موت چاہتا ہوں۔ اور حال یہ ہے کہ موت شریف آدمیوں کیلئے بہت بہتر اترنیوالی ہے۔ اس بات سے کہ وہ زندہ رہ کر فقر میں مبتلا ہوں۔

(۵) وَاِنْ بَوَّؤُكَ مَبْرَكًا غَیْرَ طَائِلٍ غَلِیْظًا فَلَا تَنْزِلْ بِهٖ وَتَحَوَّلِ (حماسہ)

ترجمہ اور اگر وہ تجھے غیر مفید غلیظ جگہ بیٹھنے کیلئے دیں تو تو اُسجگہ نہ اتر اور واپس پھر جا۔

(۶) نِعْمَ الْفَتٰی كَانَ لِلْاَضْیَافِ اِذْ نَزَلُوْا وَسَائِلٍ حَلَّ بَعْدَ الْهَدْءِ مَحْرُوْبٍ (دیوان)

ترجمہ وہ بہت عمدہ جوان تھا مہمانوں کے لیے جب وہ اُتریں اور سائل کیلئے جو رات کے ایک حصہ گذر جانے کے بعد اتری اس حال میں کہ وہ لوٹا گیا ہو

(۷) قَدْ کَانَ حِصْنًا شَدِیْدَ الرُّکْنِ مُمْتَنِعًا لَیْثًا اِذَا نَزَلَ الْفِتْیَانُ اَوْ رَکِبُوْا دیوان خنساء

ترجمہ صخر قلعہ کیطرح مضبوط رکن والا محفوظ تھا اور شیر تھا جبکہ جوان اتریں یا سوار ہوویں۔

(۸) قَدْ عَلِمَتْ سَلَامَۃُ اَنَّ سَیْفِیْ کَرِیْہٌ کُلَّمَا دُعِیَتْ نَزَالِ

ترجمہ اور سلامہ نے جان لیا ہے کہ میری تلوار زبردست ہی جبکہ اسکو مقابل میں انیکی دعوت دیجائے

(۹) عَرَضْنَا نَزَالِ فَلَمْ یَنْزِلْ۔ وَکَانَتْ نَزَالِ عَلَیْہِمْ طَحِ

ہمنے دعوت مقابلہ دی۔ پس مقابل میں کوئی نہ اترا اور مقابلہ کی دعوت انپر بہت بھاری اور گراں تھی

(۱۰) فَلَمْ اَذْخَرِ الدَّہْمَاءَ عِنْدَ الْاِغَارَۃِ اِذَا اَنَا لَمْ اَنْزِلْ اِذَا الْخَیْلُ جَالَتِ

ترجمہ۔ پس میں گھوڑے نہیں باقی رکھونگا غارت ڈالنے کے وقت اگر میں ایسے وقت میں جبکہ گھوڑے جولانی کریں مقابلہ میں نہ اتروں۔

مذکورہ بالا اشعار میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن اسکے معنے آسمان سے اترنیکے نہیں۔

چھٹا ثبوت چھٹا ثبوت آپکی بات کے رد کا یہ ہے کہ نزول یعنی اترنیکا لفظ دوسرے انبیاء کی کتب میں وارد ہوا ہے۔ اور ان میں انبیاء کے آنیکو آسمان سے اترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ملاحظہ ہو۔

(۱) جو اوپر سے آتا ہے۔ وہ سب سے اوپر ہے۔ اور جو زمین سے ہے۔ وہ زمین سے ہی ہیں۔ اور زمین ہی کی کہتا ہے۔ اور جو آسمان سے آتا ہے وہ سب کے اوپر ہے۔ جو کچھ اسنے سنا اور دیکھا۔ اسکی گواہی دیتا ہے۔ یوحنا ۳ باب ۳۱۔ آیت۔

یہاں مسیح نے اپنی پہلی بعثت میں بھی آسمان سے اترنیکا دعوی کیا ہے حالانکہ آپ مریم صدیقہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور نہ ہی آپکی پہلی بعثت کے متعلق آسمان سے آنیکا کوئی مدعی ہے

(۲) پھر حضرت ایلیاہ یعنی الیاس کے متعلق ۲ سلاطین باب ۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے "

اور ایلیاہ بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا اس آیت میں صریح الفاظ سے ایلیا کا آسمان پر جانا بتایا گیا ہے۔ حالانکہ مسیح کا آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت نہ احادیث صحیحہ سے پھر ایلیاہ کے آنے کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ میں مذکور ہے۔ " خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمھارے پاس بھیجوں گا۔"

ان آیات میں ایلیاؑ کے آسمان پر چڑھنے اور واپس آنے کا صریح الفاظ میں دعویٰ موجود ہے لیکن پھر بھی جب یہود نے مسیحؑ کے دعویٰ کرنے پر یہ آیت پیش کی اور کہا۔ کہ آپ کے آنے سے پیشتر ایلیاؑ کا آسمان سے آنا ضروری ہے۔ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ "سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو ایلیا جو آنے والا تھا وہ یہی ہے" متی ۱۱/۱۴ پس باوجود علماء یہود کے اعتراض بدیہی ہونیکے مسیحؑ نے ایلیاؑ کے آنے سے اُس کا مثیل قرار دیا لیکن موجودہ زمانہ کے علماء اسلام نے حدیث لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ کو اپنے ہاتھوں سے پورا کرتے ہوئے یہود سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا بلکہ چند قدم آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ نہ مسیحؑ کے متعلق آسمان پر جانے کا ذکر نہ کسی مرفوع متصل صحیح حدیث میں نزول من السماء کا ذکر لیکن پھر بھی یہود کی طرح مسیحؑ موعود پر اعتراض کیا اور کہا کہ گزشتہ مسیحؑ کے سوا اور کوئی مسیح نہیں آسکتا۔

نزول کے لفظ میں حکمت

اگر کوئی سوال کرے کہ نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا اور اسکے اختیار کرنے میں کیا حکمت تھی۔ تو اس بات کے جواب میں کہ "دجال کے لیے خروج کا لفظ اور مسیح موعود کے لیے نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا" حضرت مسیح موعود اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔

"دجال کا آنا بطور بلاء و ابتلاء کے تھا۔ اور مسیح کا آنا بطور الٰہی نعمت کے جو بارادہ خاص الٰہی مومنوں کی نصرت کیلئے نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے اُتارنے کیلئے نزول کا لفظ فرمایا اور اس کی تائید لغت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو صراح نُزول بالضم آنچہ پیش مہمان فرود آمدہ نہند از طعام و جز و جز و آن انزال جمع فرودنی و برکت نزل بفتحتین مثلہ یُقَالُ طعام کثیرُ النُزل و النَزَل) اور یہ بھی کہ جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔ وہ ظلمت اور کثافت رکھتی ہے۔ اور جو اوپر سے آتی ہے اُسکے ساتھ نور و برکت ہوتی ہے اور نیز اوپر سے آنے والی نیچے آنے والی پر غالب ہوتی ہے۔ غرض جو شخص آسمانی برکتیں اور آسمانی نور ساتھ رکھتا ہے۔ اسکے آنے کے لیے نزول کا لفظ مناسب حال ہے اور جسکے وجود میں زمینی ظلمت اور خبث و کدورت بھری ہوئی ہے اسکے ظہور کے لیے خروج کا لفظ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نورانی چیزیں آسمان سے ہی نازل ہوتی ہیں جو

ظلمت پر فتح پائیں"۔ پھر آپ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

"اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ جیسے ان چیزوں کے بارہ میں جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتیں اور آخری زمانہ میں پورے جوش اور طاقت کے ساتھ ظہور کرینگی خروج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں جو حدیثوں میں لکھا ہے کہ آسمانی وحی اور قوت کے ساتھ ظہور کریگا نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سو ان دونو لفظوں خروج اور نزول میں درحقیقت یہی امر مدنظر رکھا گیا ہے۔ یعنی اس بات کا سمجھانا منظور ہے کہ یہ ساری چیزیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی ہیں۔ باعتبار اپنی قوت ظہور کے خروج اور نزول کی صفت سے متصف کی گئی ہیں۔ جو آسمانی قوت کے ساتھ آنیوالا تھا اسکو نزول کے لفظ سے یاد کیا گیا اور جو زمینی قوت کے ساتھ نکلنے والا تھا۔ اسکو خروج کے لفظ سے پکارا گیا تا نزول کے لفظ سے آنے والے کی ایک عظمت سمجھی جائے اور خروج کے لفظ سے ایک خفت اور حقارت ثابت ہو۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ نازل خارج پر غالب ہے"۔

ہبوط کے لفظ سے غیر احمدیوں کا استدلال

چونکہ بعض احادیث میں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں جو کہ نواس بن سمعان سے مروی ہے نزل کی جگہ ہبط کا لفظ وارد ہوا ہے اسلئے غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ ہبوط آسمان سے اُترنے کو کہتے ہیں اسواسطے آنے والا مسیح آسمان سے اُترے گا۔

جواب غیر احمدیوں کا مذکورہ بالا استدلال ہَبَطَ کے لفظ سے کرنا اول تو محض لغت سے کم علمی کی وجہ سے ہوا اسلیے غلط ہے۔ کیونکہ ہَبَطَ کے معنے لغت عرب میں آسمان سے اُترنے کے نہیں آئے بلکہ اُسکے ساتھ من السماء کا لفظ نہ ہو حدیث میں ہَبَطَ من السماء وارد نہیں ہوا، جس سے کہ یہ استدلال کیا جائے کہ وہ آسمان سے اُترینگے صرف ہَبَطَ کا لفظ ہے۔ سو ہَبَطَ کے معنے پہلے ہم لغت عرب سے دیکھتے ہیں۔

تاج العروس تاج العروس میں لکھا ہے "هَبَطَ يَهْبِطُ هُبُوْطًا: نَزَلَ يُقَالُ هَبَطَ الْاَرْضَ كَذَا اَیْ نَزَلَهَا وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِهْبِطُوْا مِصْرًا وَهَبَطَ الْمَرَضُ لَحْمَهٗ اَیْ هَزَلَهٗ نَقَلَهٗ الْجَوْهَرِیُّ وَهَبَطَ فُلَانًا اَیْ

ضَرَبَہٗ وَھَبَطَ لِکَذَا اَیْ دَخَلَہٗ "(تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۲۴۴) ترجمہ ہبط کے معنے ہیں اُترا کہا جاتا ہے ہَبَطَ الْاَرْضَ کَذَا یعنی زمین میں اُترا اور اسی سے خدا تعالیٰ کا قول اِھْبِطُوْا مِصْرًا ہے اور ہبط المرض لحمہ کے معنے ہیں بیماری نے بیمار کو دُبلا کر دیا اور یہ جو معنے جوہری سے منقول ہیں۔ اور ہَبَطَ فلانًا کے معنے ہیں کہ اُس نے فلاں کو مارا اور ہبط بلد کذا کے معنے ہیں کہ شہر میں داخل ہوا۔

لسان العرب پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۳۰۱ حَدِیْثُ طُفَیْلِ ابْنِ عُمَرَ اَنَا اَنْھَبِطُ اِلَیْھِمْ مِنَ الثَّنِیَّۃِ اَیْ اَنْحَدِرُ وَالْھُبُوْطُ مِنَ الْاَرْضِ الْحُدُوْرُ وَھَبَطْنَا اَرْضَ کَذَا اَیْ نَزَلْنَھَا وَالْھَبْطُ اَنْ یَقَعَ الرَّجُلُ فِی الشَّرِّ وَالْھَبْطُ اَیْضًا النُّقْصَانُ قَالَ خَالِدُ بْنُ جَنْبَۃَ یُقَالُ ھَبَطَ فُلَانٌ اَرْضَ کَذَا وَھَبَطَ السُّوْقَ اِذَا اَتَاھَا" ترجمہ طفیل ابن عمر کی حدیث میں جو انھبط کا لفظ ہے اسکے معنے ہیں میں انکی طرف گھاٹی سے اُترتا ہوں اور زمین سے ہبوط کے معنے حدور یعنی اُترنا ہے اور ہبطنا ارض کذا کے معنے ہیں کہ ہم اس زمین میں اُترے اور ہَبَطَ آدمی کے شر میں پڑنے اور نقصان کو بھی کہتے ہیں خالد بن جنبہ نے کہا ہے کہ ہبط فلانٌ ارض کذا اور ہبط السوق اُسوقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی زمین میں آئے یا بازار میں داخل ہو۔

صراح پھر ملاحظہ ہو صراح جلد ا صفحہ ۳ ہَبَطَ ہُبُوْطًا۔ فرود آمدن۔

تفسیر بیضاوی اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ اِنْحَدِرُوْا اِلَیْہِ مِنَ التِّیْہِ یُقَالُ ھَبَطَ الْوَادِیْ اِذَا نَزَلَ وَھَبَطَ مِنْہُ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ

ترجمہ اھبطوا مصرًا کے معنے ہیں کہ بنی اسرائیل میدان تیہ سے مصر کی طرف جاؤ ہبط الوادی اُسوقت کہا جاتا ہے جب کہ وادی میں اُترے اور ہبط منہ اُسوقت بولا جاتا ہے جب اس سے کوئی نکل جائے۔

پھر قرآن مجید میں آتا ہے وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ کہ بعض پتھروں سے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ ہبوط

کے معنے آسمان سے اُترنیکے ہیں اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

حدیث اگراس کے معنے آسمان سے ہی اُترنے کے ہیں۔ تو دجّال کا یہ کہنا کہ فَلَا اَدَعُ قَرْیَۃً اِلَّا ھَبَطْتُھَا (مشکوٰۃ صـ۴۷۲ـ) کہ میں کوئی بستی نہیں چھوڑونگا

مگر اسمیں میرا ہبوط ہوگا تو کیا آپ کے معنوں کی رو سے دجّال بھی آسمان سے نازل ہوگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی الْاَرْضِ (مشکوٰۃ صـ۴۷۶ـ) کہ پھر اللہ کا نبی عیسیٰ اور اُسکے اصحاب زمین کی طرف اُتریں گے آپ کے معنوں کی رو سے یہ ثابت نہیں کرتا جبکہ اس حدیث میں ارض کا لفظ بھی جو سمار کے مقابل میں ہے موجود ہے کہ مسیح کی آسمان سے اُترنے میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اسکے کل اصحاب بھی آسمان سے ہی نازل ہونگے۔ پس غیر احمدی علماء کا ہبط کے لفظ سے استدلال کرنا کہ مسیح آسمان سے اُتریگا غلط ہے۔ جب نزل اور ہبط کے لفظ سے مسیح کا آسمان سے اُترنا ثابت نہ ہوا تو اسکے بعد ہم ابن مریم کو لیتے ہیں کہ آیا ابن مریم کا لفظ تو یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ نزول فرمائیں گے کیونکہ انکا نام ابن مریم تھا۔

غیر احمدی علماء کا استدلال ابن مریم کے لفظ سے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موسیٰ کا آخری خلیفہ ہی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُس کا نام لیکر بتایا ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا لیکن ہمارے نزدیک ابن مریم سے مراد آخری خلیفہ اُمت محمدیہ کا ہے جسکو مسیح ناصری کے ساتھ بوجہ تامہ مشابہت ہونے کے ابن مریم کرکے پکارا گیا ہے اور مخالفین کے استدلال کو رد کرنے کے ہمارے پاس مندرجہ ذیل وجوہات ہیں +

پہلا جواب پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ آنے والے ابن مریم سے حدیث میں مسیح ناصری مراد نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اور ہے کیونکہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور نصوص قطعیہ الٰہیہ سے ثابت ہے کہ مردے دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ ان دونوں مسئلوں کے متعلق احمدیہ لٹریچر میں مفصل بحث موجود ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صرف دو تین ناظرین کی سہولت کے لیئے تحریر کیئے دیتا ہوں +

وفاتِ مسیح خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدہ) اور دوسری جگہ فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں اور مشرک ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ شرکا کے متعلق فرماتا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ (یونس ع) اور جب ہم سب کو اکٹھا کرینگے اور پھر مشرکین کو کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکا ذرا ٹھہرو پس ہم انکے درمیان تفرقہ یا جدائی ڈالدیں گے اور ان کے شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے ہم تو تمہارے عبادت کرنے سے بالکل غافل ہیں اور خبر نہیں رکھتے۔

پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر مانا جائے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو گا اور اگر دیکھیں گے کہ مجھے خدا کے ساتھ شریک بنایا گیا ہے اور میری عبادت کی جاتی ہے تو پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے آگے انکا مشرکونکی عبادت سے انکار کرنا جھوٹ ہو گا۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے۔ کہ وہ یہ جواب دینگے۔ اور مسیح ناصری کا بھی یہ جواب صحیح ہو گا کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور انکو اپنے بعد کی خبر نہیں البتہ وہ علماء اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں حالانکہ انکے پاس انکی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دوسری آیت پہلی دو آیات سے ثابت ہو چکا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ معبودان باطلہ کے لیے فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ (نحل ع ۲) وہ لوگ جنکو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرتے وہ تو خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں بالکل زندہ نہیں اور اب انکو قبروں میں پڑے ہوئے اپنے یوم بعث کا بھی شعور نہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر معبود

باطلہ دنیا میں مانے جاتے ہیں وہ سب مردہ ہیں جنمیں مسیح ناصری (کہ وہ بھی معبودان باطلہ سے مانے جاتے ہیں) داخل ہیں۔ پس اس آیت کی رو سے مسیح ناصری بھی مردوں میں شامل ہیں

عدم رجوع موتی پر پہلی آیت اور اسبات کا ثبوت کہ مردہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتا خدا تعالیٰ کا قول حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ہے (پ ۱۷ سورہ انبیاء ع ۶)

سوال اگر کوئی کہے کہ آیت میں ہلاکت کا لفظ ہے اسواسطے آیت سے بد لوگ ہی مراد ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں نہ کہ نیک لوگ۔ اسلیے آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ نیک لوگ بھی دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ اس آیت میں کافر ہی مراد ہیں کیونکہ ہلاکت کا لفظ قرآن مجید میں مومنوں اور انبیاء کے لیے بھی استعمال ہؤا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کیلیئے فرمایا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔ پس ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ آیت مومنوں کو شامل نہیں بلکہ یہ ایک کلیہ قاعدہ خدا تعالیٰ نے باندھا ہے۔

دوسری آیت دوسری آیت جو عدم رجوع موتٰی پر دلالت کرتی ہے یہ ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ (پ ۱۸ سورہ مومنون ع ۶) ترجمہ یہانتک کہ جب انمیں سے کسیکو موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں پھر واپس لوٹا دے تا کہ میں وہ نیک کام کروں جنکو مینے نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا یہ ایک کلمہ ہے جو وہ کہتا ہے یا کہے گا اور ورے ایک روک (پردہ) ہے یوم البعث تک یعنی قیامت کے دن تک مقام برزخ میں ٹھہرنا پڑے گا۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ جو مرجاتا ہے اُسے مقام برزخ میں یوم البعث ٹھہرنا پڑتا

ہے - اور مقام برزخ ایک پردہ اور روک ہی جو نہ اُسسے دُنیا میں آنے دیتا ہی نہ آگے جانے دیتا ہے
پس جب ثابت ہوگیا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور فوت شدہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتے
تو حدیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری نہیں ہے بلکہ کوئی اور ابن مریم مراد ہے -

دوسرا جواب دوسرا جواب کہ ابن مریم سے مراد کوئی اور ابن مریم ہے جسکو بوجہ مشابہت تامہ
ہونے کے ابن مریم کا نام دیا گیا ہے یہ ہے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ دو چیزوں میں مشابہت کے
پائی جانے سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیا کرتے ہیں - جیسا کہ فن بلاغت کے امام عبدالقاہر جرجانی
اپنی کتاب اسرار البلاغۃ میں فرماتے ہیں +

پہلا حوالہ اِنَّ التَّشْبِیْہَ یَنْقَسِمُ اِلَی الصَّرِیْحِ وَغَیْرِ الصَّرِیْحِ فَالصَّرِیْحُ اَنْ
تَقُوْلَ (کَاَنَّ زَیْدًا الْاَسَدُ) فَتَذْکُرُ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ بِاِسْمِہٖ
وَغَیْرُ الصَّرِیْحِ اَنْ تُسْقِطَ الْمُشَبَّہَ بِہٖ مِنَ الذِّکْرِ وَتُجْرِیَ اِسْمَہٗ عَلَی الْمُشَبَّہِ
کَقَوْلِکَ: رَاَیْتُ اَسَدًا: تُرِیْدُ رَجُلًا شَبِیْہًا بِالْاَسَدِ اِلَّا اَنَّکَ تُغَیِّرُ اِسْمَہٗ مُبَالَغَۃً
وَاِیْہَامًا اَنْ لَّا فَصْلَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَسَدِ وَاِنَّہٗ قَدِ اسْتَحَالَ اِلَی الْاَسَدِیَّۃِ فَاِذَا
کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ وَاَنْتَ تُشَبِّہُ شَخْصًا بِشَخْصٍ فَاِنَّکَ اِذَا شَبَّہْتَ فِعْلًا
بِفِعْلٍ کَانَ ھٰذَا حُکْمُہٗ فَاَنْتَ تَقُوْلُ مَرَّۃً کَاَنَّ تَزْیِیْنَہٗ بِکَلَامِہٖ نَظْمُ دُرٍّ
فَتُصَرِّحُ بِالْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ وَتَقُوْلُ اُخْرٰی اِنَّمَا یَنْظِمُ دُرًّا تَجْعَلُہٗ
کَاَنَّہٗ نَاظِمُ دُرٍّ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ ؕ ترجمہ تشبیہ کی دو قسمیں ہیں ایک صریح دوسری
غیر صریح - صریح کی مثال جیسے کہ تو کہے کان زید ن الاسد پس ذکر کرے گا مشبہ اور مشبہ
بہ کو اسکے نام کے ساتھ - اور غیر صریح یہ ہے کہ تو مشبہ بہ کو ذکر نہ کرے اور اس کا نام مشبہ کو دیدے
جیسے کہ تو کہے رایت اسدًا یعنی مینے شیر کو دیکھا اور مراد شیر کے دیکھنے سے ایک آدمی
مشابہ بالاسد ہو - مگر تو اُسکے نام کو مبالغہ اور ایہام کی وجہ سے بدلا دیگا یہ بتانے کیلئے کہ اس
آدمی اور شیر کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا گویا کہ وہ شیر ہی بنگیا ہے - پس جب معاملہ ایسا
ہو اور تو ایک شخص کو دوسرے شخص سے اور اسی طرح ایک فعل کو دوسرے فعل سے مشابہت
دے تو اُسکا یہی حکم ہوگا - مثلاً بعض دفعہ تو ایسا کہے گا کانّ تزیینہ بکلامہ نظم

دُرِّ نظم کر اسکا اپنے کلام کو مزین کرنا ایسا ہے جیسے کہ موتی پرونا تو اسمیں مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر کریگا اور غیر تصریح کے وقت تو اسکو کہے گا اِنَّمَا یَنظِمُ دُرًّا کہ وہ تو موتی پرو رہا ہے۔ تو تو اس مزین کلام والے کو ایسا قرار دیگا گویا کہ وہ فی الحقیقت موتی پرو رہا ہے۔

دوسرا حوالہ | پھر ملاحظہ ہو روح المعانی جلد ۵ ص ۸۵ "وَاِنَّمَا قِیْلَ لِلتَّشْبِیْهِ سَمِیٌّ لِاَنَّ الْمُتَشَابِهَیْنِ یَتَشَارَکَانِ فِی الْاِسْمِ" ترجمہ۔ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا میں شبیہ کے لئے سمی کا لفظ اسواسطے اختیار کیا گیا ہے کہ دو متشابہ شخص اسم میں شریک ہوتے ہیں یعنی دو شخص جو آپس میں مشابہ ہیں انمیں سے ایک کا نام دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

تیسرا حوالہ | ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ ص ۳۸۹ - "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شُبِّهَ بِالذِّکْرِ الَّذِیْ هُوَ الْقُرْاٰنُ لِشِدَّةِ مُلَابَسَتِهٖ بِهٖ فَاُطْلِقَ عَلَیْهِ اِسْمُ الْمُشَبَّهِ بِهٖ اِسْتِعَارَةً تَصْرِیْحِیَّةً" ترجمہ آیت قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر سے جو کہ قرآن ہے آپکے قرآن مجید کے ساتھ شدۃ ملابست کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس نبی کریم (مشبہ) پر اسم مشبہ بہ کا استعارہ تصریحیہ کے طور پر بول دیا گیا ہے۔

چوتھا حوالہ | ملاحظہ ہو کشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ ص ۲۲۰ "وَاِنَّمَا قِیْلَ لِلْمِثْلِ سَمِیٌّ لِاَنَّ کُلَّ مُتَشَاکِلَیْنِ یُسَمّٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِاِسْمِ الْمِثْلِ وَالشَّبِیْهِ وَالشَّکْلِ وَالنَّظِیْرِ فَکُلُّ وَاحِدٍ سَمِیٌّ لِصَاحِبِهٖ" ترجمہ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ سمیا میں مثل کے لیے سمی اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ دو ہمجنس ہمشکل چیزیں نام رکھا جاتا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کا اپنے مثل اور شبیہ اور شکل اور نظیر کے نام کے ساتھ پس ہر ایک اپنے ساتھی کے لیے سمی ہے۔

پانچواں حوالہ | پھر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۶۸۹ - "اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَا یُشَابِهُهٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِّهٖ وَصِفَاتِهٖ جَائِزٌ حَسَنٌ" یعنی کسی چیز کا نام دوسری چیز پر جو اس کی اکثر خواص اور صفات میں مشابہ ہو اطلاق کرنا جائز مستحسن ہے

پس جبکہ بلاغت کے قواعد میں سے یہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مناسبت ہونیکی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیتے ہیں تو اسی قاعدہ کے ماتحت آنیوالے مسیحؑ کو بھی پہلے مسیحؑ کے ساتھ مشابہت ہونیکی وجہ سے ابن مریم کہہ دیا +

اب یہاں پر میں ان تین چار مشابہتوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مسیحؑ ناصری اور مسیحؑ موعود کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی مفصل دیکھنا چاہے تو مسیح موعود کی کتب تذکرۃ الشہادتین اور تحفہ گولڑویہ کو مطالعہ فرمائے +

پہلی مشابہت ایک مشابہت تو یہ ہے کہ جسطرح مسیح اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان میں سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان میں سے ہوں گے (صرف ماں کا اسرائیلی ہونا اس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لیے کافی سمجھا گیا) ایسا ہی مسیح موعود بھی محمدی سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر باپ کی طرف سے قریش میں سے نہیں گو بعض دادیوں کے سادات میں سے ہونے کی وجہ سے قریش میں سے ہیں +

دوسری مشابہت جسطرح مسیح ناصری حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے ویسے ہی مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوئے +

تیسری مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے وقت یعنی قیصر روم کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جو کہ اہل کتاب تھی۔ اسی طرح مسیح موعود عیسائی سلطنت (عیسائی سلطنت جو مسیح موعود کے وقت ہوگی اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی سلطنت کہا ہے) جو کہ اہل کتاب ہیں۔ کے زمانہ میں مبعوث ہوئے +

چوتھی مشابہت جیسے مسیح ناصری کو کافر بنایا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ انکی والدہ کی توہین کی گئی۔ ایسا ہی مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگا اور گالیاں دی گئیں اور آپ کی اہلبیت کی توہین کی گئی۔

پانچویں مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] گرفتار [illegible] کرنے کیلیے جھوٹے

مقدمات بنائے گئے اور یہود کے مولویوں نے عدالت میں اُنپر جھوٹی گواہیاں دیں اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور علماء نے جھوٹی گواہیاں بھی دیں - پس آنیوالے مسیح میں مسیح ناصری کے ساتھ بہت سی مشابہتوں کے پائے جانے کی وجہ سے اُسکا نام ابن مریم رکھا گیا اور مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو گرا دیا گیا - اور یہ کلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت وبلاغت پر دلالت کرتا ہے - کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں اکثر باتوں میں مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو حذف کرکے بولنا بھی بلیغ کلام میں شامل ہے اور بھی بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے وہی نام دیدیا کرتے ہیں ؛

زبان کا محاورہ ہم اپنی زبان کا محاورہ لیتے ہیں ہماری زبان میں بھی اُس شخصکو جو سخی ہو حاتم کا نام دیدیا کرتے ہیں اور وجہ شبہ صرف سخاوت ہوتی ہے

حدیث پھر حدیث میں نبی کریم نے اپنی بیویوں کے لیئے (بخاری کتاب الاذان) اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فرمایا ہے - کہ ضرور ضرور تم یوسف کی صاحب ہو پس دیکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو صرف ایک بات میں اُنکے ساتھ مشابہ ہونیکی وجہ سے صاحب یوسف کا نام دیدیا ؛

دوسری حدیث پھر حدیث کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَمَسُّہٗ الشَّیْطَانُ یَوْمَ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَھَا عیسیٰ میں ہر ایک صالح اور پرہیزگار عورت اور مرد کا نام عیسیٰ اور مریم رکھدیا ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے وَھٰذَا یُخَالِفُ نَصَّ الْقُرْاٰنِ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ عِیْسٰی وَاُمِّہٖ کُلُّ رَجُلٍ تَقِیٍّ کَانَ عَلٰی صِفَتِھِمَا وَکَانَ مِنَ الْمُتَوَرِّعِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ " ترجمہ - ظاہر حدیث تو نص قرآن کے مخالف ہے کہ میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہے اسلیے مراد عیسیٰ اور اُسکی والدہ سے ہر ایک متقی آدمی ہے جو ان دونوں کی صفت پر ہو اور پرہیزگاروں سے ہو ؛

پھر ملاحظہ ہو ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۷ صد ۶۳ وَنَقَلَ الْعَیْنِیُّ اَنَّ الْقَاضِیْ عِیَاضًا اَشَارَ اِلٰی اَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ یُشَارِکُوْنَ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ ذٰلِکَ قَالَ الْقُرْطُبِیُّ وَھُوَ قَوْلُ مُجَاھِدٍ وَقَدْ طَعَنَ الزَّمَخْشَرِیُّ فِیْ مَعْنٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَتَوَقَّفَ فِیْ صِحَّتِہٖ فَقَالَ اِنْ صَحَّ فَمَعْنَاہُ اَنَّ کُلَّ مَوْلُوْدٍ یَطْمَعُ الشَّیْطَانُ فِیْ اِغْوَائِہٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَھَا فَاِنَّھُمَا کَانَا مَعْصُوْمَیْنِ وَکَذَالِکَ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ صِفَتِھِمَا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ وَاسْتِھْلَالُ صَارِخًا مِنْ مَسِّہٖ تَخْیِیْلٌ وَتَصْوِیْرٌ لِطَمَعِہٖ فِیْہِ کَاَنَّہٗ یَمَسُّہٗ وَیَضْرِبُ بِیَدِہٖ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ ھٰذَا مِمَّنْ اُغْوِیْہِ" ترجمہ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ قاضی عیاض نے جتا دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ قول مجاہد کا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے اس حدیث کے معنے میں طعن کیا ہے اور اس حدیث کے صحیح ہونے میں توقف کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اسکے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک بچہ کے اغوا اور گمراہ کرنے میں شیطان طمع کرتا ہے مگر مریم اور اسکے بیٹے کے گمراہ کرنے میں ان کے معصوم ہونیکی وجہ سے اور اسی طرح جو ان دونوں کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو حسب قول باریتعالیٰ "میرے مخلص بندوں پر شیطان کا غلبہ انکو گمراہ کرنے پر نہیں" اور بچہ کا چلاتے ہوئے پیدا ہونا مس شیطان سے یہ تخییل اور تصویر ہے اسکے طمع کرنیکی اسمیں گویا کہ وہ اسکو چھوتا ہے اور اسپر ہاتھ مارتا اور کہتا ہے کہ اسکو میں گمراہ کرونگا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر "وَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ مِنْ ذِکْرِ عِیْسٰی وَاُمِّہٖ فَالْمُرَادُ ھُمَا وَمَنْ فِیْ مَعْنَاھُمَا" یعنی حدیث مذکور میں عیسیٰ اور اسکی والدہ اور ان دونو کے مثیل مراد ہیں۔ پس مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں ہر ایک متقی اور پرہیزگار کا نام جو کہ اپنے اندر حضرت عیسیٰ اور مریم کی صفات رکھتا ہے مریم اور ابن مریم رکھا ہے۔ چونکہ مسیح محمدی بھی مسیح موسوی سے کامل اور اکمل مشابہت رکھتا تھا اس کا نام بھی ابن مریم رکھدیا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التوضیح صد ۱۰۴۔ یُسْتَعَارُ لِعَالِمٍ مُتَّقٍ وَفِیْہِ لَفْظُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ

کہ استعارہ کے طور پر ایک بڑے عالم فقیہ کو ابو حنیفہ کہہ دیتے ہیں۔ اور اسکی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔

پھر ملاحظہ ہو تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ - زیر آیت هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ "هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَمَعْنَاهُ هٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَشَبَهُهٗ بِدَلِیْلِ قَوْلِهٖ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَهٰذَا كَقَوْلِكَ اَبُوْ يُوْسُفَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تُرِيْدُ اَنَّهٗ لِاسْتِحْكَامِ الشَّبَهِ كَاَنَّ ذَاتَهٗ ذَاتُهٗ" ترجمہ آیت هٰذَا الذی رزقنا من قبل کے یہ معنے ہیں۔ کہ یہ رزق اس رزق جیسا ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور پہلے رزق سے اسکو خدا تعالیٰ کے قول واتوا به متشابها کو دلیل بنا کر مشابہ قرار دیا اور یہ اس قول کی طرح ہے کہ ابو یوسف ابو حنیفہ ہے یعنی انکے درمیان مشابہت کے مستحکم ہونیکی وجہ سے ایک ذات کو دوسرے کی ذات سمجھکر ایک کو دوسرے کا نام دیدیں اور ابو یوسف کے بجائے ابو حنیفہ کہہ کر ابو یوسف مراد لیں۔

قرآن مجید میں اسکی مثال

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ (سورۃ البقرہ) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے یہود کو بندر قرار دیا ہے۔ اسوجہ سے کہ انھوں نے بندروں کے ساتھ مشابہت پیدا کرلی تھی وہ یہ کہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ سبت کے دن میں تمکو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی ہوگی اور کوئی دنیاوی کام جیسے مچھلیوں وغیرہ کا شکار نہیں کرنا ہوگا۔ تو انھوں نے بجائے اسکے کہ وہ عبادت کریں یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اثر دریا کے کنارے بند مار کر جمع کر چھوڑتے اور اتوار کے دن پکڑ لیتے تھے اور اسدن مچھلیاں بھی زیادہ آتی تھیں۔ کیونکہ ایسے جانوروں کا قاعدہ ہے کہ جسدن انکو نہ پکڑا جاوے اُسدن وہ زیادہ آتی ہیں۔ اسواسطے مچھلیاں ہفتہ کے دن بہت آتی تھیں اس لئے وہ جمع کر چھوڑتے اور اگلے دن پکڑ لیتے اگر کوئی کہتا کہ تم عبادت کیوں نہیں کرتے کہدیتے ہمیں صرف مچھلیوں کے پکڑنے سے منع کیا گیا ہے ہم پکڑتے نہیں پس انھوں نے لفظی نقل کی اور ان الفاظ کا مغز نہ لیا۔ جیسے بندر نقل تو کر لیتے ہیں لیکن مغز کو نہیں

سمجھتے ۔ اسی طرح انھوں نے کیا اسواسطے انکو بندر کہا گیا ۔ وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے ۔ اسبات کے ثبوت کیلئے کہ وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے دیکھو مندرجہ ذیل تفاسیر :

تفسیر کبیر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۵۴ ۔ اَلْمَرْوِیُّ مِنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی مَسَخَ قُلُوْبَهُمْ بِمَعْنَی الطَّبْعِ وَالْخَتْمِ لَا اَنَّهٗ مَسَخَ صُوَرَهُمْ وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَنَظِيْرُهٗ اَنْ يَّقُوْلَ الْاُسْتَاذُ لِلْمُتَعَلِّمِ الْبَلِيْدِ الَّذِیْ لَا يَنْجَعُ فِیْ تَعْلِيْمِهٖ كُنْ حِمَارًا ۔ ترجمہ مجاہد سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکے دلوں کو مسخ کیا تھا ۔ یعنی مہر لگانے کے ۔ نہ یہ کہ انکی صورتوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اور اسکی مثال خدا تعالیٰ کا قول کمثل الحمار یحمل اسفارا ہے کہ انکو گدھا قرار دیا ہے اور اسکی نظیر یہ بھی ہے کہ جیسے ایک استاد ایک کند ذہن شاگرد کو جو تعلیم میں کامیاب نہیں ہوتا ہے کہے گدھا ہوجا ۔

درمنثور پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۱ صفحہ ۷۵ ۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا الخ قَالَ مُسِخَتْ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُمْسَخُوْا قِرَدَةً وَاِنَّمَا هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لَهُمْ مَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔ ترجمہ ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے خدا تعالیٰ کے قول کونوا قردۃ خاسئین میں کہ ان کے دل مسخ کیے گئے تھے انکو بندر بنایا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے انکی مثال بندروں سے بیان کی ہے جیسے کہ مثل بیان کی ہے گدھے کے ساتھ ۔ اسی طرح فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ اور ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ ۔ اور بیضاوی جلد ۱ میں مجاہد سے روایت ہے ۔

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ انکو بندر نہیں بنایا گیا تھا بلکہ انکے دلوں کی حالت بندروں جیسی ہوجانیکی وجہ سے انکو بندر کہا گیا تھا ۔

انجیل اسی طرح مسیح نے بھی یہود کو سانپ اور سانپوں کے بچے قرار دیا ۔ دیکھو متی ۔ اے سانپو اور افعی کے بچو ۔ پھر متی ۷ میں پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو ۔

پس جب ہر ایک زبان میں یہ طریق ہے کہ دو ایسی چیزوں کو جو آپس میں مشابہت رکھتی ہوں

ایک کا نام دوسرے کو دیدیتے ہیں تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح کا نام ابن مریم کے ساتھ مشابہت رکھنے سے ابن مریم رکھدیا تو اس میں کونسا حرج لازم آتا ہے۔

تیسرا جواب تیسرا جواب اسبات کا کہ ابن مریم ناصری کے سوا اور ہو سکتا ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ (سورہ تحریم۔ ۲۶ ۔ پ ۲۸) ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال فرعون کی بی بی سے دی ہے۔ جب اُس نے یوں دعا کی۔ کہ اے مالک میرے لیئے بہشت میں ایک مکان بنا اور مجھکو فرعون اور اسکے بُرے کاموں سے بچائے رکھ اور ظالم لوگوں سے نجات دے اور دوسری مثال مومنوں کی عمران کی بیٹی مریم کے ساتھ دی ہے جس نے اپنی عصمت بچائے رکھی پھر ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی روح اُسمیں پھونک دی اور اُس نے اپنے مالک کے کلاموں اور کتابوں کو سچ مانا اور وہ ہمارے فرمانبردار بندوں میں سے تھی۔

مذکورہ بالا آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی تمثیل فرعون کی بی بی سے دی ہے پھر دوسری مثال مریم سے دی ہے۔ ملاحظہ ہو کشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۵۰۶۔ "وَقَدْ قَرَنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ مَرْيَمَ فِي التَّمْثِيْلِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور تحقیق ملا دیا امرۃ فرعون کے ساتھ مریم کو مومنوں کی تمثیل دینے میں یعنی دونو کے ساتھ مومنوں کو تشبیہ دی ہے۔

پھر ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۰۸۔ "وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِيْ الخ وَالْمَعْنٰى وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا حَالَ مَرْيَمَ ابْنَةِ عِمْرَانَ وَالِدَةِ عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَا اُوْتِيَتْ مِنْ كَرَامَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاِصْطِفَاءِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَعَ كَوْنِ قَوْمِهَا كُفَّارًا" ترجمہ اور معنی آیت کریمہ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے جو حضرت عیسیٰ کی والدہ

جسے دنیا اور آخرۃ میں بزرگی دیگئی ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر باوجود اسکی قوم کے کافر ہونیکے چنی گئی ہے)

پھر ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۲۱۳۔ وَ ھِیَ اٰسِیَۃُ اِبْنَۃُ عِمْرَانَ الَّتِیْ عُطِفَتْ عَلٰی اِمْرَأَۃِ فِرْعَوْنَ اَیْ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَرْیَمَ اِبْنَۃَ عِمْرَانَ وَمَا اُوْتِیَتْ مِنَ الْکَرَامَۃِ مِنْ کَرَامَاتِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاِصْطِفَاءِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ مَعَ اَنَّ قَوْمَھَا کَانُوْا کُفَّارًا" ترجمہ آیت مریم ابنت عمران التی عطف ہو امرۃ فرعون پر یعنی مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے بیان کی ہے۔ (باقی ترجمہ جیسا کہ اوپر گذر چکا)

پس ان تینوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ مریم ابنت عمران معطوف ہے امرۃ فرعون پر۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب مومن فرعون کی بیوی کی حالت سے ترقی کرجاتا ہے تو اسکی مثال حضرت مریم علیہا السلام کی ہوتی ہے یعنی حضرت مریم کے مشابہ ہو جاتا ہے تو پھر جسطرح کہ مریم صدیقہ میں نفخ روح ہوا اسی طرح جب مومن مریمیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور مریم صدیقہ کے شمائل و خصائل و شیم و اخلاق کو اپنے اندر لے کر آگے کی طرف ترقی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسمیں بھی نفخ روح ہوتا ہے اس نفخ روح کے ساتھ وہ مریم صدیقہ کے مقام سے گزر کر ابن مریم کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ابن مریم کی مشابہت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس مشابہت تامہ کی وجہ سے اسکا نام ابن مریم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں پہلے لکھا کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے۔ پھر اسکے بعد جب آپ نے روحانیت میں ترقی کی اور مریمیت کے مقام سے بڑھ گئے تو پھر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے ابن مریم رکھا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان شیاؤنیں سے جنکی مثال ان آیات میں دیگئی ہے کامل و مکمل فرد کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے

چوتھا جواب چوتھا جواب اسبات کا کہ حدیث میں ابن مریم سے مراد حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں ہے بلکہ آنے والا کوئی اور ہے یہ ہے کہ مسیح ناصری کے لئے قرآن مجید میں رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ آیا ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اور انجیل میں بھی انکا قول موجود ہے۔

کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے جمع کرنیکے لیئے آیا ہوں۔ متی ۱۵/۱۴ یعنی آپ صرف بنی اسرائیل کے ایک رسول ہیں تو اگر انکا ہی دوبارہ نزول مانا جائے تو انکو تمام جہان کے لیئے رسول ماننا پڑیگا کیونکہ آپ جس خلافت پر متمکن ہونگے وہ ایسی رسول کی ہے کہ جسکے متعلق قرآن مجید میں اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا وارد ہوا ہے۔ پس مسیح ناصری کو دوبارہ لانے سے قرآن مجید کی تکذیب لازم آئیگی۔ کیونکہ مسیح ناصری تو یہ کہیگا کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اور قرآن مجید کہے گا کہ رسولاً الی بنی اسرائیل کہ مسیح ناصری بنی اسرائیل کیلیئے ہی رسول ہے نہ کسی اور کی طرف۔ بہرحال مسیح ناصری کو دوبارہ لانے سے آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

پانچواں جواب پانچواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اور ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ (سورہ نور۔ ۹۶ پ) کہ خدا تعالیٰ نے یہ مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان سے جنھوں نے اعمال صالحہ کیئے زمین میں ایسے ہی خلیفہ بنائیگا جسطرح کہ ان سے پہلی پہلی اُمتوں میں خلیفے ہوتے رہے اور سلسلہ محمدیہ سلسلۂ موسویہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جیسی کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ پس سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے پوری مشابہت جبھی ہوسکتی ہے جبکہ سلسلہ محمدیہ کے آخر میں بھی ایک ابن مریم آوے جیساکہ سلسلہ موسویہ کے آخر میں ایک ابن مریم آیا اور ضروری ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے علیحدہ ہو۔ کیونکہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے مشابہ ہے اور اس میں آنیوالے خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ ہیں جنمیں سے ایک ابن مریم بھی ہے۔ اور یہ مسلمہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتے۔ پس آیت استخلاف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے علیحدہ ہے۔

چھٹا جواب چھٹا جواب یہ ہے کہ آنے والے مسیح کا نام ابن مریم رکھنے میں ایک

حکمت تھی وہ یہ کہ آنے والا مسیح مریم بھی ہوگا اور ابن مریم بھی یعنی دونو مقاموں کو وہ حاصل کرے گا مریم نام رکھ کر یہ بتایا کہ مریم جسطرح ایک اُمتی فرد ہے اسی طرح آنیوالا مسیح بھی مریم ہونے کے لحاظ سے اُمتی ہوگا اور جسطرح ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اسی طرح آنیوالا مسیح ابن مریم ہونیکے لحاظ سے نبی ہوگا۔ یعنی اسمیں دونو باتیں پائی جائینگی۔ کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی کیونکہ ابن مریم کے مقام تک ان آیات کی رو سے جو تیسرے جواب میں لکھی جا چکی ہیں کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ پہلے مریم کے مقام کو حاصل نہ کرے۔ اور اگر احادیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری ہی لی جائے تو وہ اُمتی بنکر نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انہیں پہلے نبوۃ عطا ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل نہیں ہوئی۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان سے پہلے پچھلی نبوت چھین لی جائے گی تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبوت کس وجہ سے چھینی جائے گی انھوں نے کونسا گناہ کبیرہ کیا ہے کہ انکو نبوۃ کے عہدہ سے برخاست کیا جائے گا۔ اور اگر ان کو نبی ہونے کی حالت میں بھیجا جائے گا تو انکی نبوت آیۃ خاتم النبیین کے خلاف ہوگی +

ساتواں جواب

ساتواں جواب یہ ہے کہ اگر ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور انھیں کا دوبارہ نزول ہوگا تو اس سے ان کا نبی کریم سے افضل ہونا ثابت ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح قدوسیت اور روحانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھے جبھی تو دجال کے فتنہ کی اصلاح کے لئے جس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑا ہوگا اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ویسا فتنہ نہیں ہوا انکو بھیجا جانا مقرر ہوا۔ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ سکول کا ہیڈ ماسٹر اسی ٹیچر کو (جو پہلے سکول چھوڑ چکا ہو) دوبارہ لانے کی کوشش کیا کرتا ہے جسکی پہلے تعلیم اچھی رہی ہو نہ اُسے جسکی تعلیم ناقص رہی ہو۔ پس اسی طرح ماننا پڑے گا کہ مسیح میں قدوسیت اور روحانیت زیادہ تھی کہ پھر ان کو ہی بھیجنا تجویز کیا گیا اور اگر نبی کریم کا کام اچھا ہوتا اور آپ ان سے قدوسیت اور روحانیت میں زیادہ ہوتے تو آپکو مبعوث کیا جاتا۔

لیکن مسیح کا نبی کریم سے افضل ہونا اور قدوسیت اور روحانیت میں آپ سے بڑھکر ہونا باطل ہے اسلیے مستلزم باطل بھی باطل جو مسیح کا دوبارہ نزول ہے ؎

ایک نکتہ یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ مسیح ناصری کا یہ منصب ہی نہیں تھا کہ آپ امت محمدیہ میں آکر کام کرتے اور دجالی فتنہ دور کرتے کیونکہ دجالی فتنہ تو ایک ایسا فتنہ تھا جسکے متعلق حدیث میں نبی کریم فرماتے ہیں کہ وہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہوگا چنانچہ دجال کا جب کبھی ذکر فرماتے تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا۔ نیز آپ نے دجال کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی بھی نبی نہیں مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے پس جبکہ دجال کا اتنا بڑا فتنہ تھا تو چاہیئے تھا کہ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے بھی ایک بڑا عظیم الشان شخص ہوتا اور وہ ہوتا بھی امت محمدیہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کے فیض سے استفاضہ حاصل کرتا اور آپ کے ہی ہتھیاروں کو لیکر دوسرے مذاہب سے لڑتا اور اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر کے دکھاتا اور آپ کا ہی ظل اور بروز ہوتا چنانچہ ایسا ہی ہوا **حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ** الصلوۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے فیض حاصل کرکے اور قرآن مجید و احادیث شریفہ کو ہاتھ میں لے کر تمام مذاہب کے ساتھ مقابلہ کیا اور سبکو نیچا کر دکھایا۔ آپ کی شان موسوی مسیح کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر تھی بایں وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے اسی طرح آپکا آخری خلیفہ جو کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اپنے مثیل مسیح موسوی سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا ؎

مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا موازنہ ہم مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا کام دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کام کیا کیا۔ اگر مسیح ناصری کا کام پہلے اچھا نکلا ہو تو پھر ان کا دجالی فتنہ کو دور کرنے کے لیے آنا فرض کر سکتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح ناصری نے اپنے آسمان پر چڑھ جانے سے پہلے چند حواریں

بنائے (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) جنمیں سے بارہ حواری مشہور اور ان کے اعلیٰ شاگرد مانے گئے۔ ان بارہ حواریوں میں سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایمان کے کیسے پختہ تھے۔ سو جاننا چاہیئے کہ انکے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا جسکے متعلق حضرت مسیح نے پیشگوئی تھی کہ وہ بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک دیا گیا ہے تیس درہموں کے بدلے مسیح کو پکڑوا دیا۔ پھر دوسرا شاگرد جس کا نام پطرس تھا جسکو مسیح نے نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں دیدی تھیں اُسنے مسیح پر جبکہ وہ پیلاطوس بادشاہ کی عدالت میں تھا لعنت بھیجی پس یہ تو ان دونو کے ایمان کا حال تھا جو کہ مسیح کے اعلیٰ ترین شاگردوں میں سے تھے سو اسی پر قیاس ہو سکتا ہے کہ جو چھوٹے ہونگے ان کا کیا حال ہو گا۔ پس جس کا اُس زمانہ میں جبکہ وہ بنی اسرائیل ہی کی طرف رسول تھا یہ کام نکلا تو فتنوں کے پُر آشوب زمانہ میں جبکہ دجال کا فتنہ زوروں پر ہو گا اور تمام دنیا کی اصلاح کرنا ہو گا وہ کیا کام کر سکے گا۔ پس ضرور تھا کہ آخری زمانہ کے لیے کوئی اور مسیح ہوتا جو شان میں اس سے بڑھ کر ہوتا اور وہ اس سے اچھا کام کر دکھاتا۔ چنانچہ مسیح موعودؑ نے کئی لاکھ کی جماعت پیدا کی جنمیں بہت سے ایسے شخص ہیں جنھوں نے اپنی جان و مال اسلام کی راہ میں دیدیئے۔ یہاں پر دو شخصوں کا ذکر کرتا ہوں جنکی ایمانی حالت کا اندازہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مسیح ناصری کو ماننے والے کیسے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے کیسے۔ مسیح ناصری کے ایمان لانیوالوں میں سے میں دو کا ذکر کر چکا ہوں کہ انکا ایمان کیسا تھا۔ ادھر مسیح موعودؑ کی جماعت میں سے دو شخص کابل علاقہ خوست کے رہنے والے تھے ایک صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم تھے جو کہ امیر کابل کے بھی اُستاد تھے دوسرے ان کے شاگرد مولوی عبدالرحمٰن مرحوم تھے۔ اُستاد و شاگرد دونو نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور مانکر اپنے علاقہ میں گئے۔ ان دونو کو بہت دفعہ کہا گیا کہ تم احمدیت چھوڑ دو۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے گئے بیڑیاں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں ناک میں رسیاں باندھ کر انکو پھرایا گیا۔ نمک کھلایا گیا بھوکا رکھا گیا۔ لیکن ان خدا کے بندوں نے ہر ایک تکلیف پر صبر کیا اور احمدیت سے ایکطرف

ہو جانا انکی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ جب دشمن انکو ہر ایک قسم کی تکلیف پہنچا چکے اور وہ نہ ہی احمدیت کو چھوڑ دینے سے مایوس ہو چکے تو پھر انھوں نے دونو کو مار دینا چاہا سو مولوی عبد الرحمن شہید کو تو انھوں نے گلے میں رسا ڈالکر گلا گھونٹ دیا اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید (جو کہ بڑی ناز نعمت میں پلے تھے اور امیر کابل کے اُستاد تھے اور بڑی جاگیر رکھتے تھے) کو ایک گڑھا کھدوا کر اُسمیں گاڑ دیا گیا اور سنگسار کیا گیا اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی یہاں تک آپ پر پتھر برسائے گئے کہ آپ کی لاش بھی انکے نیچے چھپ گئی۔ یہ روح صدق صاحبزادہ عبد اللطیف میں کس نے پھونکی؟ اسی نے جسکے متعلق حدیثوں میں آیا ہے لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِس۔ پس مسیح موعود کی جماعت میں سے تو دو کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنی جانیں دیدیں اور دنیا کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا لیکن احمدیت کو نہ چھوڑا ادھر مسیح ناصری کے دو اعلیٰ ترین شاگردوں کا یہ حال تھا کہ ایک نے تیس درہموں کے بدلے اُسے پکڑوا دیا اور ایک نے لعنت بھیجی اسی سے ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ پہلا ابن مریم آخری زمانہ میں کام کر سکتا تھا یا کوئی اور ابن مریم چاہیے تھا۔

اٹھواں جواب اٹھواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اسی اُمت میں سے ہے۔ یہ مسیح ناصری نہیں حدیث کے الفاظ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اُمَّکُمْ مِنْکُمْ ہیں یعنی ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اس حال میں کہ وہ تم ہی میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ میں واو حالیہ ہے اور حال کی تعریف نحویوں نے یہ کی ہے مَا یُبَیِّنُ ھَیْأَۃَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ یعنی جو فاعل اور مفعول کی حالت بیان کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں واو کے ساتھ کسکی حالت بیان کی گئی ہے۔ تو حدیث میں مفعول کا تو ذکر نہیں صرف فاعل کا ذکر ہے جو کہ نازل ہونے والا ہے یعنی ابن مریم جو فعل نَزَلَ کا فاعل ہے اسکا حال بیان کیا کہ وہ امت محمدیہ سے ہوگا کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ اسی طرح وَ اَمَّکُمْ مِنْکُمْ میں بھی واو حالیہ ہے۔ اور مِنْکُمْ حال واقعہ ہوا ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صد ۳۲ میں لکھا ہے۔ "قَالَ الْعَیْنِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ

فالضمیر فی اَمَّکُمْ لِعِیسٰی وَمِنْکُمْ حالٌ اَیْ یَؤُمُّکُمْ عیسٰی حَالَ کَوْنِہٖ مِنْ
دِیْنِکُمْ قَالَ التفتازانی فی شرح العقائد الاصحّ انّ عیسٰی علیہ
الصلوٰۃ والسلام یُصلّی بالنّاس ویؤمّھم ویقتدی بہ المھدی
لاَنّہٗ اَفضل وَاِمامتُہٗ اَولٰی۔" ترجمہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ اَمَّکُمْ
میں ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور مِنْکُمْ حال ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام تمہارے
امام ہوں گے اس حال میں کہ وہ تمہارے دین سے ہی ہونگے۔ اور علامہ تفتازانی نے شرح
عقائد میں لکھا ہے کہ اصح بات یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان کے
امام ہوں گے۔ اور مہدی بھی آپ کا مقتدی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی امامت افضل
اور اولیٰ ہے۔ پس امامکم منکم و امّکم منکم ابن مریم سے حال واقع ہوا ہے کہ
ابن مریم اس حالت میں نازل ہوگا (نزول کے معنے پہلے بتائے جاچکے ہیں) کہ وہ اُمتِ
محمدیہ کا ہی ایک فرد ہوگا +

واو کو عاطفہ ماننے سے ایک نقص

اگر وامامکم منکم وامکم منکم میں واو کو عاطفہ تسلیم کیا جاوے۔ اور امام سے مہدی
مراد لیا جائے۔ تو حدیث کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن
مریم حَکَم اور عدل وغیرہ صفات سے متصف ہوکر نازل ہوگا اور تمہارا کیا حال ہوگا جب
تم میں تمہارا امام تم سے یعنی مہدی نازل ہوگا" پس واو کو عاطفہ ماننے سے مہدی کو بھی
غیر احمدی علماء کے معنوں کی رو سے ابن مریم کے ساتھ نزول میں شریک کرنا پڑے گا۔
اور ماننا پڑیگا کہ مہدی بھی آسمان سے نازل ہوگا حالانکہ یہ غیر احمدیوں کے عقیدہ کے بالکل
خلاف ہے۔ پس واو کو سوائے حالیہ لینے کے اور کوئی صورت نہیں بن سکتی اور معنے حدیث
کے یہ ہوں گے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم متصف بصفات مذکورہ فی
الحدیث نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور کہیں باہر بنی اسرائیل وغیرہ سے
نہیں آئیگا بلکہ امت محمدیہ یعنی مسلمانوں سے ہی ہوگا +

نواں جواب

نواں جواب اثبات کا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں۔ یہ ہے

کہ ابن مریم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حلیے بیان فرمائے ہیں ملاحظہ ہو کتاب بدء الخلق (بخاری)، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عِيسٰى وَمُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ فَأَمَّا عِيسٰى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ۔ "مجاہد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰؑ و موسیٰؑ و ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ گھنگرالے بال چوڑے سینہ والے تھے۔

پھر آیا ہے قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ (رواہ البخاری) ترجمہ عبداللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھے کعبہ کے پاس رات کے وقت خواب میں ایک گندم گوں شخص دکھایا گیا۔ اسکے بال کاندھوں تک پہنچتے تھے اور کنگھی کیے ہوئی بال تھے اسکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میں نے اسکے پیچھے ایک آدمی دیکھا جو گھنگریالے چھوٹے بالوں والا تھا داہنی آنکھ سے کانا اور ابن قطن کے وہ مشابہ تھا۔ ایک آدمی کے دونوں کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھے ہوئے تھا۔ اور بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔ پس اس ابن مریم کا حلیہ جسے آپؐ نے اسراء کی رات میں دیکھا سرخ رنگ اور گھنگریالے بال اور چوڑا سینہ فرمایا ہے

اور جسکو دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا اُسکا حلیہ آپ نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بتلایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کے دو حلیے بتلائے ہیں اسلیے وہ شخص دو ہیں لیکن غیر احمدی علماء کہتے ہیں۔ چونکہ نام ایک ہی اسلیے وہ شخص ایک ہے صاف ظاہر ہے کہ اس اختلاف میں ہمارا پہلو بھاری ہے کیونکہ ایک نام کے کئی شخص ہو سکتے ہیں لیکن دو حلیوں کا ایک آدمی نہیں ہو سکتا +

اعتراض اسپر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں۔ دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ ورنہ اسطرح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دو ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ معراج والی حدیث میں ان کا حلیہ ایک مرد گندم گوں دراز قد جعد یعنی گھنگریالے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اُس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہے مضطرب رجل الشعر وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ بہت گھنگریالے ہوں یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد آیا ہے اختلاف سے حضرت موسیٰ دو نہیں تو پھر اختلاف حلیہ سے حضرت عیسیٰ بھی دو نہیں ہیں بلکہ شک کے دور کرنیکے لیے حضرت عیسیٰ کی مشابہت عروہ بن مسعود سے فرمادی تاکہ شک نہ رہے۔ کیونکہ گندم گوں رنگ جب انسان عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو احمر دکھائی دیتا ہے۔ اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریالے اسلیے شک کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلعم نے عروہ کے ساتھ مسیح کی مشابہت فرمادی۔

جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ نے دو حلیے نہیں بتائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ بخاری کتاب بدء الخلق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ بتایا گیا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ کَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ۔ اور جو حدیث کتاب ذکر الانبیا میں آئی ہے تو اس میں بھی اسراء کا ذکر ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں رَاَیْتُ مُوْسٰی وَاِذَا

هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ رِجَالٌ مِنْ شَنُوْءَة ۔ پس آپ نے چونکہ حضرت موسیٰ کا حلیہ اسی نظارہ کے مطابق بتایا ہے جو کہ آپؐ نے معراج میں دیکھا ہے اسلیے آپکے بیان میں اختلاف تو نہیں ہو سکتا بلکہ لفظوں کا مختلف ہونا راویوں کے مختلف ہونیکی وجہ سے قرار دینا پڑے گا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ملتے جلتے ہیں نیز دونو حدیثوں میں حضرت موسیٰ کی تشبیہ رجال شنوءۃ کے ساتھ دیگئی ہے۔ یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں۔ پھر ایک حدیث میں مضطرب اور ایک میں ضرب اور ایک میں طوّال اور جسیم وارد ہوا ہے ان سب کے معنے قریباً ایک ہی ہیں کیونکہ ضرب کے معنے صحاح میں یہ لکھے ہیں اَلضَّرْبُ ۔ اَلرَّجُلُ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ قَالَ طَرْفَةُ اَنَا الرَّجُلُ الضَّرْبُ الَّذِيْ تَعْرِفُوْنَهٗ خَشَاشٌ كَرَأْسِ الْحَيَّةِ الْمُتَوَقِّدِ اور نہایہ ابن الاثیر میں لکھا ہے۔ اَلضَّرْبُ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ هُوَ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ الْمَمْشُوْقُ الْمُسْتَدِقُّ ۔

جعد اور رجل الراس کے درمیان مطابقت

رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں حضرت موسیٰ کے لیے جعد آیا ہے اور دوسری حدیث میں رجل الراس اور ایک میں جسیم اور طوال آیا ہے ان کے درمیان فتح الباری والے نے یوں تطبیق دی ہے۔ "اَنَّ الْمُرَادَ بِالْجَسِيْمِ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الزِّيَادَةُ فِي الطُّوْلِ وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ فِي الرِّوَايَةِ الَّتِيْ بَعْدَ هٰذِهٖ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ وَهُمْ طِوَالٌ غَيْرُ غِلَاظٍ وَوَقَعَ فِيْ حَدِيْثِ الْاِسْرَاءِ وَهُوَ فِيْ بَدْءِ الْخَلْقِ رَاَيْتُ مُوْسٰى جَعْدًا طُوَالًا وَاسْتَنْكَرَهُ الدَّاوُدِيُّ فَقَالَ لَا اَرَاهُ مَحْفُوْظًا لِاَنَّ الطَّوِيْلَ لَا يُوْصَفُ بِالْجَعْدِ وَتُعُقِّبَ بِاَنَّهُمَا لَا يَتَنَافِيَانِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اَلْجُعُوْدَةُ فِيْ صِفَةِ مُوْسٰى جُعُوْدَةُ الْجِسْمِ وَهُوَ اكْتِنَازُهٗ وَاجْتِمَاعُهٗ لَا جُعُوْدَةُ الشَّعْرِ لِاَنَّهٗ جَاءَ اَنَّهٗ كَانَ رَجِلَ الشَّعْرِ" ترجمہ کہ جسیم سے مراد جو موسیٰ علیہ السلام کی صفت میں آیا ہے۔ زیادت فی الطول ہے اور اسکے بعد کی روایت بھی

کی تائید کرتی ہے۔ گویا کہ وہ نہ ط مردوں سے ہیں اور نہ ط لمبے ہوتے ہیں موٹے نہیں ہوتے۔ اور حدیث اسراء جو بدء الخلق میں آتی ہے اسمیں موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ جعدً طوالاً آیا ہے اور داؤدی نے اس حدیث کو منکر سمجھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ طویل کا موصوف باجعد ہونا متنافی نہیں ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ جعودۃ جو صفۃ موسیٰ میں ہے اس سے مراد جعودت جسم کی ہے یعنی جسم سخت اور مجتمع الخلق ہونا جعودت شعر مراد نہیں ہے کیونکہ اسکے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے پس معترض کا اعتراض کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری میں رجل الشعر مذکورہ بالا حوالہ سے اڑ جاتا ہے۔ غرض اسواسطے وہ دو نہیں ہو سکتے اگر کوئی کہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی دو دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ شب معراج میں اور دوسری دفعہ وادی الازرق میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ وہاں بھی آپ نے حضرت موسیٰ کا حلیہ بیان کیا ہے۔ تو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ جب آپ نے موسیٰ کو وادی الازرق میں دیکھا ہے تو حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق راوی نے یہی بیان کیا ہے کہ فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَعْرِهِ کہ آپ کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا اور اس کے ماتحت شارحین نے لکھا ہے:۔

پس ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ اُن کے سے اور بالوں اُنکے سے کچھ کہ کہا گندم گوں ہیں اور حلیہ جیسا کہ اوپر گزرا ،، (مظاہر حق)

اور یہی حلیہ آپ نے معراج کی حدیث میں بیان کیا ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کے آپ نے دو حلیے بیان نہیں کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں دو نہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب متعدد بار دیکھتے ہیں تو اسکا حلیہ مختلف نہیں دیکھتے برخلاف مسیح کہ وہاں آپ نے مختلف مواقع کے دو حلیے علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں جسکو معراج میں دیکھا اسکا اور حلیہ بتایا اور جسکو دجّال کے آگے آگے طواف کرتے دیکھا جو آنیوالا تھا اس کا حلیہ اور بتایا۔ پس ان دو مختلف حلیوں سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں ؛

اور یہ کہنا کہ عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو تو گندم گوں رنگ بھی احمر دکھائی دیتا ہے اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہوتی ہے تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔ اور بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریالے غلط اور کذب صریح ہے کیونکہ گھنگریالے بال کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور یہ بات کہ دو رنگ ایک آدمی میں دو وقتوں میں جمع ہو سکتے ہیں غلط ہے کیونکہ بخاری میں لکھا ہے۔ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِيْسٰى اَحْمَرُ وَلٰكِنْ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ آدَمُ الخ پس اگر احمر اور آدم رنگ ایک ہی ہوتے تو سالم کا باپ اس شخص کو جس نے آنیوالے مسیح کے متعلق احمر کا لفظ استعمال کیا قسم کھا کر نہ بتاتے کہ آنیوالے مسیح کے لیے احمر کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ آدم کا فرمایا ہے۔

اور یہ بات کہ دونوں ابن مریم کی مشابہت عروہ بن مسعود کے ساتھ دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے دونوں ابن مریم کی مشابہت نہیں دی بلکہ اس ابن مریم کی دی ہے جو کہ آئندہ آنے والا تھا جیسے حدیث مسلم میں لکھا ہے فَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَا اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهُ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) یعنی دجال نکلے گا اور زمین میں چالیس یوم ٹھہرے گا راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا پھر خدا تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا اور اسکی شکل عروہ بن مسعود کی سی ہوگی اور جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے اسکی مشابہت عروہ کے ساتھ نہیں دی۔ پس امام بخاری کا جو رئیس المحدثین ہے اسباب میں ابن مریم کے حلیہ میں جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے رَبْعَةٌ اَحْمَرُ کا لفظ لانا اور جسکو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اسکی حلیہ میں آدم کا لفظ لانا اسبات کی صاف دلیل ہے کہ ابن مریم دو ہیں کیونکہ اختلاف حلیتین دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے۔

ایک لطیفہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام حدیث ہی اپنے حقیقی معنوں میں وارد نہیں ہوئی (۱) اس حدیث کا راوی ابو ھریرہ جس کے معنے ہیں چھوٹی بلی کا باپ

اسی طرح حدیث میں امامکم منکم اور امکم منکم وغیرہ میں کم کے مخاطب حقیقی معنوں میں تو صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں مگر وہ مراد نہیں ہیں ان کے مثیل مراد ہیں جو آخری زمانہ میں ہونے والے تھے۔ اسی طرح ابن مریم جو آیا ہے تو اس سے بھی مثیل ہی مراد ہے۔

اب اس کے بعد قبل اسکے کہ میں باقی حدیث معنونہ کی تشریح لکھوں نزول کی دوسری حدیثوں میں جو مسیح موعود کی علامات قرار دی گئی ہیں اُن کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مسیح موعود جب اُترے گا اسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی +

(۲) مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا +

(۳) مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے +

(۴) مسیح ایسے دکھائی دیں گے جیسے وہ حمام سے غسل کر کے نکلے ہیں +

(۵) پانچویں علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس نازل ہونگے

(۶) چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب آپ نازل ہوں گے تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چرینگے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ +

ان چھ علامتوں کو ذیل میں ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے +

پہلی علامت مسیح موعود کی یہ علامت کہ جب وہ اُترے گا تو اُسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکو دو بیماریاں لگی ہوئی ہونگی کیونکہ ایسی تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا و کشوف ہیں جو ظاہر پر محمول نہیں کیے جا سکتے بلکہ تعبیر طلب ہیں۔ اور زرد کپڑوں کی تعبیر تعطیر الانام جلد اول صفحہ ۲۷ میں یہ لکھی ہے وَالصُّفْرَةُ مِنَ الثِّيَابِ كُلُّهَا مَرَضٌ وَضُعْفٌ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ الَّذِي يُنْسَبُ ذَالِكَ الثَّوْبُ إِلَيْهِ" خواب میں کپڑوں کا زرد ہونا بیماری اور ضعف پر دلالت کرتا ہے صاحب ثوب کے لیے جسکی طرف وہ ثوب منسوب کیا جاتا ہے اور وہ دو بیماریاں جیسا کہ مسیح موعود اپنی کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۳۰۷ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہیں۔

"ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے

نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے۔ اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونو مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونیکا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لیے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا"

دوسری علامت اور مسیح موعود کی دوسری علامت یہ ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ فرشتوں سے مراد دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر اسکی اتمام حجت موقوف ہے (۱) وہبی علم کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب اسکو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجۃ نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا اترنا اسبابات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی ترقی کے لیے غیب سے سامان میسر ہوں گے اور ان کے سہارے سے کام چلے گا۔ حقیقت الوحی صث ۳۰ +

پھر تعطیر الانام جلد ۲ ص۲۳ میں لکھا ہے وان رأی انّ الملائکۃ قد ھبطت من السّماء الی الارض کان ذالک وھنا للمبطلین ونصرۃ للمحقّقین" یعنی فرشتوں کا آسمان سے زمین کی طرف، اُترتے دیکھنا مبطلوں کی کمزوری اور محققین یعنی صادقوں کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظاہر طور پر مراد لینا کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں مَلَکَین کی جگہ رَجُلَین کا لفظ وارد ہوا ہے۔ دوسرے[۲] اسوجہ سے کہ مسیح ناصری تو فوت ہو چکا ہے اور آسمان پر نہیں گیا۔ تیسرے[۳] یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (سورہ فرقان ۔ ۱۹پ) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے کہتے ہیں ہمپر فرشتے کیوں نہیں اُترتے۔ یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔ ان لوگوں نے اپنے دلوں میں غرور کیا ہے اور بڑی شرارت کر رہے ہیں۔ جسدن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے

اُس دن اُن گنہگاروں کو خوشی نہ ہوگی اور فرشتے یہ کہیں گے۔ اب تم پر بہشت یا خوشی یا راحت یا رحمت حرام بالکل حرام ہے۔ یا یہ کہ وہ گنہگار لوگ کوئی پناہ چاہیں گے۔

پس اے مسیح موعود کے منکرو تم بھی فرشتوں کو ظاہری طور پر اُترتے اسوقت دیکھو گے جبکہ قیامت یا موت کا دن ہوگا اور اُسدن تمھیں کوئی خوشی نہ ہوگی پس موت کے آنے سے پہلے ہی مسیح موعود کو مان لو کیونکہ جب موت آجائے گی تو پھر تمھیں ایمان کچھہ فائدہ نہیں دے گا اور موت ٹل نہیں سکے گی۔ کیونکہ

لٰکِنَّ سِهَامَ الْمَنَایَا مَنْ یُصِبْنَ لَهٗ　　لَمْ یَشْفِهٖ طِبُّ ذِیْ طِبٍّ وَّلَا رَاقِ

کہ موتوں کے تیر جب کسیکو لگیں تو اس وقت کسی طبیب کا علاج اور نہ ہی کسی راقی کا منتر نفع دے سکتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِهَامُهَا کہ موتوں کے تیر کبھی خطا نہیں جایا کرتے۔

تیسری علامت
تیسری علامت یہ کہ مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کی توجہ سے کافر ہلاک ہونگے۔

ظاہری معنوں کا محال ہونا
اور اگر ظاہری معنے مراد لیئے جائیں تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ منتہائے بصر تک کسی کا سانس جائے

کیونکہ حدیث میں تو یہ لکھا ہے کہ اس کا سانس منتہائے بصر تک جائیگا۔ اگر اسکو ظاہر معنوں پر لینا چاہتے ہو تو اس سے مسیح کی قوت باصرہ کو کمزور ماننا پڑیگا اور تسلیم کرنا ہوگا کہ مسیح سے مراد ممسوح العین ہی ہے (ونعوذ باللہ) کیونکہ ایسے شخص کا سانس جسکی قوۃ باصرہ میں کسی قسم کا نقص نہ ہو اُسکی منتہائے بصر تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور ایسا ماننا تمھارے دوسرے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ تم تو مانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکر جنگ وجدل کرینگے اور جو نہیں مانے گا اسکو قتل کرینگے یہ بات مانیں کہ مسیح کے سانس سے کافر ہلاک ہوں گے تو جنگ وقتال کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ قتل کرنے کی تکالیف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مسیح کے سانس میں یہ طاقت ہوگی کہ اُس سے کافر ہلاک ہوں گے +

اور نیز اس کا سانس اگر ایسے ہی زہریلے مواد اپنے اندر رکھتا ہوگا تو مومن اسکے سانس سے کس طرح بچیں گے۔

چوتھی علامت مسیح موعود کی چوتھی علامت۔ مسیح ایسا دکھائی دیگا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے۔ اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہے۔

"اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آب غسل کے قطرے اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کشف کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اُس تعلق کو جو اُسکو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا۔ گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اسمیں کوئی خارق عادت امر ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا لوگوں نے اس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ ابن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا۔ جس نے کروڑہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے مُنہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اُسکے بدن سے ٹپکتے ہوں۔

غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنے جو میں نے لکھے ہیں* صحیح ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے تھے تو کیا

حاشیہ* ملاحظہ ہو بخاری جزو اول صفحہ ۵۱۱۔ اَخْبَرَنِی اَبُوْھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَاْنُھُمَا فَاُوْحِیَ اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَکَانَ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیَّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلِمَۃَ صَاحِبَ الْیَمَامَۃِ (باب علامات النبوۃ) منہ

اس سے کٹے ہی مراد تھے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتی دیکھیں۔ کیا اس سے گائیاں ہی مراد تھیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے معانی اور تھے بس اسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اسکے یہی معنے ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوگا اور ہمیشہ اسکا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا...... ورنہ جسمانی غسل میں کون سی خاص خوبی ہے۔ اس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں"

اور غسل کی تعبیر تعطیر الانام جلد ۲ صہ ۱۵۱ میں یہ لکھی ہے۔ "اَلْغُسْلُ فِی الْمَنَامِ بِمَاءٍ طَهُوْرٍ مِنْ جَنَابَةٍ اَوْ لِجُمُعَةٍ يَدُلُّ عَلَى التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَقَضَاءِ الْوَاجِبِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ اَوِ الْاَصْحَابِ" کہ خواب میں غسل کرنے سے مراد چاہے جنابت سے ہو یا جمعہ کے لیے ہو گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور والدین اور اپنے ساتھیوں سے نیک سلوک کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ +

پانچویں علامت

پانچویں علامت مسیح موعود کی کہ آپ دمشق کے مشرقی طرف منارہ کے پاس نازل ہوں گے اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود ایام الصلح صہ ۱۴۲ میں فرماتے ہیں یہ ہے۔

"یہی تشریح اس مقام کی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو دمشق کے منارہ شرقی میں نازل ہوتے دیکھا چونکہ مبدءِ تثلیث اور مخلوق پرستی اور صلیبی نجات

+ حاشیہ۔ وَرَاَيْتُ فِیْ رُؤْيَایَ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰى فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ اُحُدٍ (بخاری باب علامات النبوۃ جزو اول صہ ۵۱۱) منہ

کا دمشق ہی ہے۔ اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی مبارک میں یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ مسیح موعود منارہ شرقی دمشق کے پاس نازل ہوا۔ اور نیز جبکہ مسیح موعود کی روحانیت اس طرف متوجہ تھی کہ تثلیث کی بنیاد کو درہم برہم کرے اور ظاہری مثال میں تثلیث کی بنیاد دمشق سے شروع ہوئی تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں یہ دکھلایا گیا کہ گویا مسیح موعود دمشق کے منارہ شرقی کے قریب نازل ہوا۔

پھر فرماتے ہیں۔ اور نزول مسیح موعود میں یہ احتمال بھی ہے کہ ایسی جگہ اس مسیح موعود کا ظہور ہو گا جو دمشق سے شرق کی طرف واقع ہو گی اور بموجب تحقیق جغرافیہ کے وہ قادیان ہے کیونکہ دمشق سے اگر ایک خط مستقیم مشرق کی طرف کھینچا جائے تو ٹھیک ٹھیک مشرقی طرف اسکی وہ نقطہ ہے جہاں لاہور ہے جو کہ صدر مقام پنجاب کا ہے اور قادیان لاہور کے مضافات میں سے ہے۔ کیونکہ دائرہ پنجاب کا مرکز حکومت قدیم سے لاہور ہی ہے۔ اور قادیان لاہور سے قریباً ستر میل کے فاصلہ پر ہے"۔

اور اگر ظاہراً دمشق میں اُترنا ہی مراد ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ ابن ماجہ کی حدیث اسکے خلاف ہے جس میں لکھا ہے کہ مسیح بیت المقدس میں نازل ہو گا اور مسلمانوں کے ایک لشکر میں اُترے گا اور مسلم میں بھی ایسا ہی آیا ہے ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی ۴۷۳) غرض یہ احادیث ایک دوسرے کے مخالف وارد ہوئی ہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ آپ دمشق میں اُتریں گے یا بیت المقدس میں غلط ہے۔ ہاں اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ مسیح کا کام کسر صلیب ہی اور تثلیث کا مبدء دمشق ہے تو یہ صحیح ہو سکتا ہے اور بیت المقدس میں اُترنے کے معنے بھی حل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی عیسائیت کا ایک سنٹر ہے۔

چھٹی علامت

چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے۔ تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چریں گی سو ان سب سے مراد یہ ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت دنیا میں امن ہو گا اور اسوقت ایسی سلطنت ہو گی جو بھی

وجوہ رعایا کو امن میں رکھے گی ورنہ مسیح موعود کا حیوانوں سے کیا تعلق۔ چاہے وہ آپس میں اتفاق کریں یا نہ کریں مسیح کی تو بعثت انسانوں کے لیے ہے نہ حیوانوں کے لیے اس سے مراد امن کا زمانہ ہے نہ کچھ اور یہ بات بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ مسیح جنگ نہیں کرے گا جیساکہ بخاری میں یضع الحرب کا لفظ اُن کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ فنعم ما قیل۔

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسفند کھیلیں گے بچے سانپوں سو بے خوف و گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

اور یہ محاورہ اُردو میں بھی بولا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ مراد اس سے یہی لی جاتی ہے کہ کہ اُنکی سلطنت میں بہت امن ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جانوروں کو اُسوقت سکھایا جائے گا جیساکہ سرکسوں میں ہوتا ہے کہ شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیتے ہیں۔

تیسرا لفظ جو حدیث میں تشریح طلب ہے وہ حکم و عدل کا لفظ ہے۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ حکم سے مراد دنیاوی حاکم ہے یعنی وہ بادشاہ ہو گا اور لڑائیاں کریگا۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ بخاری کی حدیث یضع الحرب کے خلاف ہے کیونکہ حاکم اور بادشاہ ہونا لڑائیوں کو چاہتا ہے۔ اور حدیث یضع الحرب اسکے خلاف ہے۔ پس حکم سے مراد بادشاہ نہیں ہے۔

اصل مطلب پس حکم اور عدل سے مراد درحقیقت یہ ہے کہ وہ دینی امور میں حکم یعنی فیصلہ کرنے والا ہو گا اور جو جو بدعات دین میں پھیل ہو گئی ہوں گی اُن کو دور کرے گا اور باقی مذاہب میں بھی وہی فیصلہ کریگا۔ وہ دلائل بینہ سے ثابت کر دیگا کہ اسلام کے سوا باقی مذاہب جھوٹے ہیں چنانچہ مسیح موعود نے اکر اسلام سے بدعات کو نکالا اور تمام مذاہب کو باطل ثابت کیا اور انکے تمام اعتراضوں کے دنداں شکن جواب دیکر مسکت و مبہت کر دیا۔ اور مقابلہ کے لیے

چیلنج پر چیلنج دیئے لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا +

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہرچند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اور لغت میں حکم کے معنے یہ لکھے ہیں۔ (۱) فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا وَ اِنَّمَا قَالَ حَكَمًا وَلَمْ يَقُلْ حَاكِمًا تَنْبِيهًا اَنَّ مِنْ شَرْطِ الْحَكَمَيْنِ اَنْ يَّتَوَلَّيَا الْحُكْمَ عَلَيْهِمْ وَلَهُمْ حَسَبَ مَا يَسْتَصْوِبَانِهٖ مِنْ غَيْرِ مُرَاجَعَةٍ اِلَيْهِمْ فِيْ تَفْصِيْلِ ذَالِكَ۔ (مفردات راغب برحاشیہ نہایۃ ابن الاثیر صفحہ ۳۷۵) ترجمہ آیت فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا میں حَکَم کا لفظ اختیار کیا ہے اور حاکم نہیں کہا۔ یہ بتانے کے لیے کہ دونو حَکَموں کی شرط سے ہے کہ وہ فیصلہ یا حکم کرنیکا اختیار رکھتے ہوں زوجین اور ان کے اہل پر چلے وہ فیصلہ ان کے خلاف ہو یا موافق اور وہ اسکے مطابق جسکو وہ درست سمجھیں فیصلہ کرسکیں۔ پس اسی طرح آنے والے مسیح موعود کے لیے فرمایا کہ وہ مذاہب کے درمیان فیصلہ کریگا اور ثابت کریگا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھی جن جن باتوں میں انکا اختلاف ہوگا فیصلہ کرے گا۔ عدلاً اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا بلکہ ٹھیک اور درست ہوگا۔ (۲) پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۳۰ و تاج العروس جلد ۸۔ اَلْحَكِيْمُ الْعَالِمُ وَالْفَقِيْهُ. وَالْقَضَاءُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ مَصْدَرُ حَكَمَ يَحْكُمُ وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ اَلْخِلَافَةُ فِيْ قُرَيْشٍ وَالْحُكْمُ فِي الْاَنْصَارِ خَصَّهُمْ بِالْحُكْمِ لِاَنَّ اَكْثَرَ فُقَهَاءِ الصَّحَابَةِ فِيْهِمْ" حکیم عالم کو کہتے ہیں۔ اور حُکم علم اور فقہ اور قضاء بالعدل کو کہتے ہیں اور حَکَمَ یحکم کا مصدر ہے۔ اور اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً میں حکمت بمعنی حکم ہے اور اسی سے حدیث ہے کہ خلافت قریش میں ہے اور حکم انصار میں ہے خاص کیا ہے انصار کو حکم کے ساتھ کیونکہ اکثر فقہاء صحابہ کے انصار میں سے تھے" پس ان معنوں کی رو سے ثابت ہوا کہ مسیح عالم اور قرآن مجید و حدیث سے خوب واقف ہوگا۔ اور جو فیصلہ کرے گا وہ ٹھیک ہوگا +

کسر صلیب سے غیر احمدی علماء کا استدلال

چوتھا لفظ حدیث میں تشریح طلب یکسر الصلیب ہے کہ مسیح کسر صلیب کریگا۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ کسر صلیب سے مراد صلیب کو توڑنا ہے یعنی مسیح جہاں کہیں بھی کوئی لٹکی ہوئی صلیب پائے گا اُسکو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کر دے گا +

جواب

ہم کہتے ہیں کہ اگر صلیب سے مراد اس لکڑی کا توڑنا ہے تو اُسکے توڑنے سے کیا حاصل کیونکہ صلیب پرست اُسے پھر بنالیں گے۔ نیز مسیح گرجوں کو گرائیگا اور صلیبوں کو توڑیگا تو یہ اسلام کے خلاف ہوگا کیونکہ اسلام دوسرے مذاہب کے معبدوں کو گرانیکی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسر صلیب سے یہ مراد ہے کہ مسیح دلائل و براہین کے ساتھ صلیبی مذہب کو باطل ثابت کریگا اور اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دیگا۔ ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔ (۱) ملاحظہ ہو مظاہر الحق جلد ۴ صفحہ ۳۴۴۔ "پس توڑیں گے صلیب کو یعنی باطل کرینگے دین نصرانیت کو اور حکم کرینگے ملت حنفیہ پر"۔ (۲) علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں "قَالَ الطِّیْبِیُّ یُرِیْدُ بِقَوْلِهٖ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ اِبْطَالُ النَّصْرَانِیَّةِ وَالْحُکْمُ بِشَرْعِ الْاِسْلَامِ قُلْتُ فُتِحَ لِیْ هُنَا مِنْ فَیْضِ الْاِلٰهِیْ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْهَارُ کِذْبِ النَّصَارٰی حَیْثُ ادَّعَوْا اَنَّ الْیَهُوْدَ صَلَبُوْا عِیْسٰی عَلٰی خَشْبٍ" ترجمہ طیبی رح کہتے ہیں کہ کسر صلیب سے مراد نصرانیت کا باطل کرنا ہے اور اسلامی شریعت کے ساتھ حکم لگانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کے فیض سے یہ بات کھلی ہے کہ کسر صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے کیونکہ وہ اسبات کے مدعی ہیں کہ مسیح سولی پر لٹکائے گئے تھے۔

پھر لکھتے ہیں۔ "وَاِنَّ الدِّیْنَ الْحَقَّ هُوَ الدِّیْنُ الَّذِیْ هُوَ عَلَیْهِ وَهُوَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ دِیْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ هُوَ نَزَلَ لِاِظْهَارِهٖ وَاِبْطَالِ بَقِیَّةِ الْاَدْیَانِ (عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۴۰۵) ترجمہ اور دین حق سے مراد وہ دین ہے جس پر مسیح ہوگا۔ اور وہ مذہب اسلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہے جسکے غالب کرنیکے لیے اور باقی ادیان کو باطل ثابت کرنیکے لیے

مسیح نازل ہوگا (۳) ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱۔ یکسر الصلیب قال فی شرح السنۃ وغیرہ ای و یبطل النصرانیۃ و یحکم بالملۃ الحنیفیۃ ترجمہ شرح السنۃ وغیرہ میں یکسر الصلیب کے معنے یہ ہیں کہ وہ نصرانیت کو باطل کریگا اور ملت حنیفیہ کے ساتھ حکم کرے گا۔ (۴) ملاحظہ ہو سنوسی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ یکسر الصلیب و قیل معنی یکسر الصلیب یبطل امرہ من قولھم کسر حجتہ، "کہ یکسر الصلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ اسکے امر کو باطل کریگا اور یکسر الصلیب عرب کے مشہور قول کسر حجتہ یعنی اس کی حجت کو توڑا" کی بنا پر ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ ایسی کسر صلیب تو قرآن مجید نے بھی مَا صَلَبُوْہُ سے کردی ہے پھر مسیح موعود نے کیا کام کیا۔ سو واضح ہو کہ بے شک قرآن مجید نے بالجملہ صلیبی مذہب کو توڑ دیا تھا لیکن جب ہمارے مسلمان بھائی ہی یہ کہنے لگے کہ مسیح زندہ لایزولی ولایحول آسمان پر موجود ہے تو اس سے صلیبی مذہب کو بہت تقویت ہوگئی اسلیے نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی کہ مسیح صلیب پر چڑھایا تو گیا مگر فوت نہیں ہوا اسلیئے مزعومہ کفارہ (جس پر عیسائیوں کے نزدیک مدار نجات ہے) بھی نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ابطال کفارہ کے متعلق بہت سے دلائل دیئے اور ثابت کردیا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد زندہ رہا اور ۱۲۰ ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جو جوق در جوق عیسائی ہورہے تھے رک گئے اور وہ مذہب جو اسلام کو کھا رہا تھا اُسے اپنی فکر پڑگئی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

رہا ہے اسطرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جان نثار

قتل خنزیر سے غیر احمدی علماء کا استدلال

پانچواں لفظ حدیث میں تشریح طلب یقتل الخنزیر ہے کہ مسیح خنزیر کو قتل کرے گا غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ یقتل الخنزیر سے

مراد یہ ہے کہ مسیح جنگلی خنزیروں کو قتل کرے گا +

اعتراض بر استدلال مذکورہ

غیر احمدی علماء کے مذکورہ بالا معنوں پر کہ مسیح حقیقتاً جنگلی خنزیروں کو قتل کریگا۔ یہ سوال پڑتا ہے کہ خنزیر پر ال ہے یا تو استغراقی ہوگا یا معہود کا یا جنس کا۔ اگر ال کو استغراقیہ لو یا جنس کا لو تو پھر مسیح کی جتنی زندگی ہوگی سب خنزیروں کے ہی قتل میں گزرے گی باقی مذاہب کے ساتھ لڑنیکا کب موقع ملیگا۔ وہ ساری دنیا کے خنزیر کیا قتل کرے گا صرف یورپ کے ہی ابھی ختم نہیں ہونگے نیز اگر مسیح کے بجائے قتل خنزیر کا کام خاکروبوں یا سانسیوں اور چماروں کے سپرد کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ ایک نبی کے شایاں نہیں ہے کہ وہ ہاتھ میں بندوق لیے ہوئے یا کُتے پیچھے لگائے ہوئے شکار کو نکلے اور پھر شکار بھی خنزیروں کا (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات الواہیات) اور اگر ال کو معہود یا بعضیہ لیں تو ان بعض اور خاص خنزیروں کی حدیث میں تعیین نہیں کی گئی کہ وہ خاص کونسے خنزیر مراد ہیں۔

قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

جب ظاہر معنے اسکے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں پھر قتل خنزیر سے کیا مراد ہے۔ سو واضح ہو کہ خنزیر کے قتل سے مراد انہیں بداطوار لوگوں کا دلائل سے قتل کرنا ہے جنکی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندروں کے ساتھ تمثیل دی ہے اور خنزیر اور گدھے کہا ہے۔ جیسے فرمایا قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ + اور اگر کوئی کہے کہ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انکو صفات کے لحاظ سے خنزیر اور بندر کہا گیا ہے سو اسکے لیے اول تو میں کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ میں ثابت کر آیا ہوں کہ وہ حقیقۃً بندر نہیں بنے تھے۔ یہاں پر میں ایک حوالہ لغت سے پیش کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق نے ہمارے معنے کیے ہیں جیسے کہ لکھا ہے۔ "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ قِيلَ عَنَى الْحَيَوَانَ الْمَخْصُوصَةَ وَقِيلَ عَنَى مِنْ أَخْلَاقِهِ وَأَفْعَالِهِ مُشَابِهَةً لِأَخْلَاقِهِمَا

لَا مِنْ خِلْقَتِہٖ خِلْقَتُہَا وَالْاَمْرَانِ مُرَادَانِ بِالْاٰیَۃِ فَقَدْ رُوِیَ اَنَّ قَوْمًا مُسِخُوْا خِلْقَۃً وَکَذَا اَیْضًا فِی النَّاسِ قَوْمٌ اِذَا اعْتُبِرَتْ اَخْلَاقُھُمْ وُجِدُوْا کَالْقِرَدَۃِ وَالْخَنَازِیْرِ وَاِنْ کَانَتْ صُوَرُھُمْ صُوَرَ النَّاسِ (نہایہ ابن الاثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ - ترجمہ آیت جعل منہم القردۃ والخنازیر میں کہا گیا ہے کہ مخصوص حیوان مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی مراد ہیں جنکے اخلاق اور افعال اُنکے مشابہ ہو گئے ہوں نہ یہ کہ ان آدمیوں کی پیدایش بھی حیوانوں کی سی ہو گئی ہو حاصل الامر یہ ہے کہ آیت سے دونو مراد ہیں بعض نے روایت کی ہے کہ ایک قوم واقعی بندر اور سور بنائی گئی تھی اور لوگوں میں یہ بات بھی مسلم ہے کہ کسی قوم کو جبکہ انکے اخلاق اور بندروں اور سوروں جیسے پائے جائیں تو انکو بندر اور سور کہا جاتا ہے اگرچہ اُنکی صورتیں آدمیوں کی ہوں پس حدیث میں قتل خنزیر سے مراد ایسے لوگوں کا قتل کرنا ہے جنمیں خنزیر کی صفات پائی جاتی ہوں جیسے لغت میں بھی خَنْزَرَ الرَّجُلُ اسوقت کہا جاتا ہے جبکہ وہ خنزیر جیسے کام کرے - اور پھر یہ سب باتیں چونکہ آپ کی رویا اور کشوف ہیں جو تعبیر طلب ہیں اسلئے علم الرویا کی کتب میں دیکھتے ہیں کہ قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

(۱) وَمَنْ رَاٰی اَنَّہٗ یُقَاتِلُ خِنْزِیْرًا فَاِنَّہٗ یُنَازِعُ رَجُلًا دَنِیًّا لَا خَیْرَ فِیْہِ - کتاب الاشارات برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ - اور جو شخص دیکھے کہ وہ خنزیر سے قتال کرتا ہے (جیساکہ مسیح کو آپ نے خنزیر قتل کرتے دیکھا) تو وہ ایک ایسے کمینہ آدمی سے مباحثہ کریگا جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی یعنی وہ ہدایت کو اختیار کرنے والا نہیں ہوگا - (۲) ملاحظہ ہو منتخب الکلام برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ اَلْخِنْزِیْرُ - رَجُلٌ ضَخْمٌ مُوْسِرٌ فَاسِدُ الدِّیْنِ خَبِیْثُ الْمَکْسَبِ قَذِرٌ ذُوْ یَدٍ کَافِرًا اَوْ نَصْرَانِیٌّ شَدِیْدُ الشَّوْکَۃِ " خواب میں خنزیر سے مراد ایک موٹا خوشحال خراب دین والا خبیث مکسب والا گندہ طاقتور کافر یا نصرانی شدید شوکت والا مراد ہے - (۳) پھر ملاحظہ ہو تعطیر الانام صفحہ ۱۹۹ - خِنْزِیْرٌ فِی الْمَنَامِ عَدُوٌّ مَلْعُوْنٌ قَوِیٌّ مُکَابِدٌ جَزُوْعٌ عِنْدَ النَّوَائِبِ یَقُوْلُ وَلَا یَفِیْ بِمَا یَقُوْلُ

خنزیر کے خواب میں دیکھنے سے مراد ملعون قوی دشمن ہے جو تکالیف کو برداشت کرنیوالا مصائب پر صبر کرنیوالا ہو اور وہ جو کہے اُسکو پورا نہ کرے۔ اور خنزیر بری سے یہ مراد ہے "وَیَدُلُّ فِیْمَنْ کَانَتْ لَہٗ خُصُوْمَۃٌ عَلٰی اَنَّ عَدُوَّہٗ رَجُلٌ قَوِیٌّ ذُوْبَاسٍ جَاھِلٌ قَبِیْحُ الْکَلَامِ۔ پھر لکھا ہے وَرُبَّمَا یُعَبَّرُ الْخِنْزِیْرُ بِرَجُلٍ مِنَ الْیَھُوْدِ اَوِالنَّصَارٰی" پھر لکھا ہے وَمَنْ رَاٰی اَنَّہٗ یُقَاتِلُ خِنْزِیْرًا فَاِنَّہٗ یَظْفَرُ بِعَدُوٍّ ظَالِمٍ" پس ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ قتل خنزیر سے مراد اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ جو بہت جھگڑالو ہوں مباحثہ کرنا ہے اور پھر مباہلہ کرکے دعا سے ہلاک کرنا نہ حقیقی خنزیروں کو قتل کرنا۔ فافہم

یَضَعُ الْجِزْیَۃَ چھٹا لفظ حدیث میں قابل تشریح یضع الجزیہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہوگا کہ دنیا سے جزیہ لے بلکہ وہ لوگوں سے ایمان کو قبول کریگا اور اسی کی تائید بخاری کی حدیث یضع الحرب کرتی ہے (ملاحظہ ہو بخاری جزاول مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۴۹۰۔ کتاب الانبیاء باب نزول عیسی ابن مریم) کہ مسیح لڑائی نہیں کریگا بلکہ وہ لوگوں کو مسلمان بنائے گا۔ پس یضع الحرب اور یضع الجزیۃ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ صلح و آشتی کا زمانہ ہوگا۔ سچ ہے وہ

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ‏ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے ‏ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد ‏ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو ‏ جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر ‏ کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ ‏ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا
جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا ‏ جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند ‏ کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا ‏ بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

ویفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ سے غیر احمدیوں کا استدلال +

ساتویں بات جو حدیث میں قابل تشریح ہے وہ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد ہے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہے کہ مسیح کے وقت میں مال کثرت سے ہوگا یہانتک کہ اسے کوئی قبول نہیں کریگا اور اسکی کوئی قدر نہیں رہیگی پس اگر مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں تو اسوقت مال کی کچھ قدر نہیں رہنی چاہیے تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک مال کی محبت میں گرویدہ ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک مطلق پیشگوئی ہے جو آپ نے فرمائی ہے کہ ایسا کسی زمانہ میں ہوگا مسیح موعود کی علامت نہیں ٹھیرائی پھر یہ پیشگوئی پوری بھی ہو چکی ہے ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۷ صـ۳۷۲ "اِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ" کہ مال اتنا ہونا کہ اسکو کوئی قبول نہ کرے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوا۔ اور یفیض المال سے یہ مراد نہیں کہ مسیح بہت مال دیگا کیونکہ احادیث میں یَفِیْضُ الْمَالُ آیا ہے یعنی مال فاعل واقعہ ہوا ہے نہ یُفِیْضُ الْمَالَ یعنی مفعول پس اسکے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ مسیح مال کو اتنا دیگا کہ اسکو کوئی قبول نہیں کریگا۔ ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۵ صـ ۴۸۵ "وَقَالَ ابْنُ التِّیْنِ اِعْرَابُهٗ بِالضَّمِّ لِاَنَّهٗ کَلَامٌ مُسْتَانِفٌ غَیْرُ مَعْطُوْفٍ لِاَنَّهٗ لَیْسَ مِنْ فِعْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ" ترجمہ اور ابن التین نے کہا ہے کہ مال کا اعراب ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ کلام مستانفہ ہے حضرت عیسی علیہ السلام کے فعل سے نہیں ہے نیز ملاحظہ ہو بخاری جزو اول صـ ۴۹۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی اس صورت میں یہ معنے ہونگے کہ مال بہت بڑھ جائیگا۔ سو یہ ظاہر ہے۔ ماسوا اسکے دوسری احادیث میں آیا ہے وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ کہ مسیح بہت زور سے لوگوں کو مال کی طرف بلائیگا لیکن اسکو کوئی قبول نہیں کریگا یعنی مسیح بہت انعام مقرر کریگا لیکن کوئی اس مال کا لینے والا نہ نکلے گا۔ چونکہ اصل کام مسیح موعود کا دین اسلام کو

غلبہ دینا ہے باقی مذاہب پر اسلئے یہی غرض کو يَدْعُوْنَ اِلَى الْمَالِ میں بھی مدنظر رکھا گیا ہے یعنی مسیح موعود بڑے بڑے انعام مقرر کرے گا جیسا کہ تمام مذاہب کو براہین احمدیہ کے مقابل میں ویسی کتاب لانے پر دس ہزار روپیہ کا چیلنج دیا۔ پھر آپ نے توفی کے معنوں کے متعلق دعویٰ کیا۔ کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح ہو اور توفی کا لفظ بولا جائے تو اسوقت سوائے قبض روح کے اسکے کوئی معنی نہیں ہو سکتے اگر کوئی اسکے خلاف لغات عرب یا قرآن مجید و احادیث سے کوئی مثال بتا وے تو اسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائے گا اور اسی طرح حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب کرامات الصادقین پر انعام مقرر کیا کہ اگر کوئی کرامات الصادقین جیسی کتاب لائے تو اسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ پھر اعجاز احمدی کی مثل لانے پر دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا اسی طرح آپ نے بہت سے انعامات مقرر کیے مگر لینے کا حوصلہ کسی کا نہ ہوا۔ نبی کریم فرماتے ہیں کہ مسیح تو مال کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور انعام دینا چاہے گا لیکن کوئی اسکو قبول نہیں کریگا اور ان کا قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس مذہب پر مسیح موعود ہے وہی سچا مذہب ہے اور باقی تمام مذاہب جھوٹے ہیں اور اگر اس سے مراد ایسی کثرت مال کی لی جائے کہ کسیکو مال کی ضرورت اور احتیاج ہی نہیں رہے گی تو یہ قیامت کا دن ہے۔ نیز اس طرح دنیا کے کاروبار بھی نہیں چل سکتے کیونکہ جب کسیکو بھی مال کی پرواہ نہیں رہیگی تو کاشتکاروں کو کیا ضرورت کہ وہ ہل چلائیں اور مشقتیں اٹھائیں اور ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کیا ضرورت کہ وہ بیماروں کے قارورہ کو دیکھیں یا زخموں کو چیریں اور بھنگیوں کو کیا ضرورت کہ وہ جھاڑو دیں اور لوگوں کے پاخانے اٹھائیں جبکہ مسیح سب کو مال دے رہا ہے پس ظاہری معنے لینے سے تو دنیا کا سب کھیل بگڑ جاتا ہے اور چند دن کے لیے بھی دنیا کا قیام نہیں رہ سکتا۔

نیز اس کثرت سے مال کا ہونا کہ کوئی اسکو قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے صریح مخالف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ (شوریٰ)

رکوع ۳) یعنی اگر خدا تعالیٰ بندوں کے لیے رزق پھیلا دے کوئی بھی غریب نہ رہے اور کسیکو مال کی حاجت نہ ہو تو اسکا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ زمین میں بغاوت کریں۔ اسلیے خدا تعالیٰ اُتارتا ہے ایک اندازہ کے مطابق جتنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی حالت سے خبر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے پس اگر مال کی کثرت کو اسقدر مان لیا جائے کہ کسیکو بھی مال کی حاجت نہ رہے تو اس سے زمین میں بغاوت ہوگی جس سے لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ خبیر و بصیر نہیں رہا۔ اور نیز آیت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (زخرف - ۳۶) کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے درمیاں ہمنے معیشت کو تقسیم کیا ہے اس دنیا میں اور ہمنے ہی بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا ہے تاکہ بعض بعض کو بنظر حقارت دیکھیں۔ پس مال کی اتنی کثرت کہ کسیکو اسکی پرواہی نہ رہے اور یہ کہ مسیح لوگونکو کثرت سے مال دیگا اور اسکو کوئی قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے بھی خلاف ہے

حضرت ابوہُریرہ کا استدلال | بعض احادیث میں ابی ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ +

غیر احمدیوں کا استدلال | ابی ہریرہ کے اس آیت کو حدیث كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ کے ساتھ ملانے سے غیر احمدی علماء نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس حدیث میں نزول ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ کا ہی نزول ہے۔

جواب | اول تو جاننا چاہیئے کہ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ نبی کریم کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو انھوں نے قرآن مجید کی آیت سے کیا ہے۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصول فقہ والوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اجتہاد میں کمزور ہیں اسی لیئے ان کو مجتہدین کے گروہ میں شامل نہیں کیا ملاحظہ ہو اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صہ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الرُّوَاةِ هُمْ

اَلْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِہَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ فَاِذَا صَحَّتْ رِوَایَۃُ مِثْلِھِمَا عِنْدَکَ فَاِنْ وَافَقَ الْخَبْرُ الْقِیَاسَ فَلَا خِفَاءَ فِیْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِہٖ وَاِنْ خَالَفَہٗ کَانَ الْعَمَلُ بِالْقِیَاسِ اَوْلٰی،، ترجمہ دوسری قسم راویوں کی ایسی ہے کہ وہ حفظ اور عادل ہونیکے لحاظ سے تو معروف ہیں لیکن اجتہاد اور فتوے میں معروف نہیں جیسے ابی ہریرہ اور انس بن مالک ہیں پس جب ایسونکی روایت صحت تک پہنچ جائے تو اگر وہ خبر قیاس کے موافق ہو تو اسپر عمل کرنا لازم ہے اور اگر قیاس کے مخالف ہو تو عمل قیاس پر اولیٰ ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب ابی ہریرہؓ کی روایت کے متعلق جو وہ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں اصولی علماء احناف کہتے ہیں کہ اگر قیاس کے موافق آئے تو مانو ورنہ قیاس پر عمل کرو تو انکا اجتہاد کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے۔ پس حدیث میں فاقرؤا کے بعد جو بیان کیا گیا ہے وہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا

ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد

جیسا کہ ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد جو صحیحین میں بیان ہوا صحیح نہیں ہوسکتا ہے مسلم میں آیا ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَہُ الشَّیْطَانُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَۃِ الشَّیْطَانِ اِلَّا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (مسلم جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۴) ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسکو شیطان چھوتا ہے تو وہ شیطان کے مس سے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مگر مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور حضرت مریم کو شیطان نہ چھو سکا۔ پھر راوی کہتا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو آیت اِنِّیْ اُعِیْذُھَا الخ پڑھو کہ ای خدا میں مریم اور اسکی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ ابی ہریرہ کی اس آیت کے پڑھنے سے غرض یہ ہے کہ حدیث کی اس آیۃ سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مریم اور حضرت عیسیٰ کو مس شیطان نہیں ہوا پس یہ بھی ابی

ہریرہ کا استدلال صحیح نہیں +

دوسرے اجتہاد کے غلط ہونیکے وجوہ

پہلی وجہ یہ کہ اگر اسکو صحیح مانا جائے تو ابی ہریرہ کے عدم مس شیطان کو دو فرد دو میں حصر کردینے سے یہ ثابت ہوگا کہ نعوذ باللہ باقی تمام انبیاء کو یہانتک کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وقت ولادت مس شیطان ہوا۔ دوسری وجہ اس استدلال کے باطل ہونیکی یہ ہے کہ اگر ابی ہریرہ کا مفہوم جو انھوں نے سمجھا ہے صحیح ہے تو یہ صحیحین کی دوسری حدیث کے صریح مخالف ہے کیونکہ نبی کریم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مومن اور مومنہ جماع کرتے وقت اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا دعا پڑھے تو اُس کا بچہ شیطان کے تصرف سے محفوظ رہیگا پس اسطرح بہت سے مومن شیطان کے مس سے محفوظ ہوسکتے ہیں مسیح اور اسکی والدہ کی کیا خصوصیت رہی۔ تیسری وجہ اس استدلال کے بطلان کی یہ ہے کہ یہ دعا حضرت مریم کی والدہ نے بعد ولادت مریم پڑھی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ٥ (سورہ آل عمران ع ۴) پس ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم کی پیدائش اور نام رکھنے کے بعد امرأۃ عمران نے یہ دعا پڑھی ہے اور مس شیطان کا وقت حدیث میں ولادت بتایا گیا ہے۔ پس حضرت مریم بھی آیت کی رو سے مس شیطان سے پاک نہیں ہوسکتی +

اس استدلال کے متعلق نواب صدیق حسن خاں کی رائے

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوے نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب فتح البیان میں تحریر فرماتے ہیں۔ وَفِي الْمَقَامِ إِشْكَالٌ قَوِيٌّ لَمْ أَرَ مَنْ نَبَّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ وَحَاصِلُهُ أَنَّ قَوْلَهَا وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ مَعْطُوفٌ عَلَى مَا قَبْلَهُ الْوَاقِعِ فِي حَيِّزِ لَمَّا وَضَعَتْهَا فَيَقْتَضِي أَنَّ طَلَبَ هَذِهِ الْإِعَاذَةِ إِنَّمَا وَقَعَ بَعْدَ الْوَضْعِ فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ حِفْظُ مَرْيَمَ

مِنْ طَعْنِ الشَّیْطَانِ وَقْتَ نُزُوْلِھَا وَخُرُوْجِھَا مِنْ بَطْنٍ فَلَا یَتَلَاقَی الْحَدِیْثُ مَعَ الْاٰیَۃِ بَلْ مُقْتَضٰی ظَاھِرِ الْاٰیَۃِ اِنَّ اِعَاذَتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ اِنَّمَا کَانَ بَعْدَ وَضْعِھَا وَھٰذَا لَا یُنَافِیْ تَسَلُّطَ الشَّیْطَانِ عَلَیْھَا بِطَعْنِھَا وَنَخْسِھَا وَقْتَ وِلَادَتِھَا الَّذِیْ ھُوَ عَادَتُہٗ فَاِنَّ عَادَتَہٗ طَعْنُ الْمَوْلُوْدِ وَقْتَ خُرُوْجِہٖ مِنْ بَطْنِ اُمِّہٖ تَاَمَّلْ قَالَہٗ سُلَیْمَانُ الْجُمَّلُ (فتح البیان جلد ۱)

ترجمہ اس مقام میں ایک قوی اشکال پڑتا ہے میں نہیں دیکھا کسی مفسر کو کہ اس نے اسپر آگاہ کیا ہو اور حاصل اشکال کا یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کا قول وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا اپنے قبل پر جو کہ جزلمّا وضعتھا میں واقع ہے معطوف ہے پس یہ امر مقتضی ہے کہ اس پناہ دینے کی طلب مریم کے جننے کے بعد واقع ہوئی ہے ۔ پس اسپر یہ امر مترتب نہیں ہو سکتا کہ مریم وقت ولادت طعن شیطان سے محفوظ رہی ہو کیونکہ آیت کا مقتضای ظاہری ہے کہ اعاذت شیطان سے مریم کی وضع کے بعد واقع ہوئی ہے اور یہ اعاذت شیطان کے مریم پر وقت ولادت طعن کے ساتھ مسلط ہونیکے منافی نہیں ہے کیونکہ اسکی عادت طعن کرنا ہے بچہ کو وقت والدت کے بیں سوچ - اور اسبات کا قائل سلیمان الجمل ہے ۔ پس جب ابوہریرہ کا یہ استدلال بقول علماء سلف غلط ثابت ہوا تو دوسرا استدلال بھی اگر غلط کر دیا جائے تو نامناسب نہیں بلکہ اسکی کمزوری تو بہت ہی ظاہر ہے

غیر احمدی علماء کے معنے

غیر احمدی علماء اس آیت کے معنے یہ لیتے ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں ہے مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائیگا حضرت عیسی علیہ السلام پر حضرت عیسی کی موت سے پہلے پہلے - یعنی جب حضرت عیسیٰ دوبارہ نزول فرما ہونگے تو اسوقت تمام اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لے آئینگے

ان معانی کے باطل ہونیکے وجوہ

غیر احمدیوں کے معنے پہلے تو اسوجہ سے باطل ہیں کہ جمیع اہل کتاب کا ایمان لانا قرآن مجید کی دوسری آیات کے مخالف ہے کیونکہ اہل کتاب کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اور اَغْرَیْنَا

بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کہ ہمنے اہل کتاب کے درمیان قیامت تک بغض اور دشمنی ڈالدی ہے۔ پس یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ تمام اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے اور اگر سب لوگ غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے مطابق مسیح کے نزول کے وقت مسلمان ہو جائیں گے تو یہ آیت وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کے بھی خلاف ہے۔ اور نیز اگر غیر احمدیوں کے معنے صحیح مان لیے جائیں تو ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اس میں تناقض اور اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں الہامی کتاب کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ اسمیں اختلاف نہیں ہونا چاہیے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ یعنی اگر قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ اگر اس آیت سے مراد یہی ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے تو یہ آیت فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا اہل کتاب سے تھوڑے ایمان لائیں گے۔ جو آیت متنازعہ فیہا سے تین چار آیات پہلے ہے کے بھی مخالف ہوگی لیکن قرآن مجید میں اختلاف نہیں ہے اسلیئے غیر احمدی علماء کے معنے ہی باطل ہوں گے۔

دوسری وجہ غیر احمدی علماء کے معنے عبارۃ النص سے باطل ہیں اور عبارۃ النص کی تعریف یہ ہے فَاَمَّا عِبَارَۃُ النَّصِّ فَھُوَ مَا سِیْقَ الْکَلَامُ لِاَجْلِہٖ وَاُرِیْدَ بِہٖ قَصْدًا" (اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۲۵۔ اور نور الانوار صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔) کہ عبارۃ النص اسکو کہتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اور جس مقصد کو ثابت کرنیکے ارادہ سے کلام چلایا جائے۔ پس ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں کہ جو آیت متنازعہ فیہا سے پہلے اور پیچھے درج ہیں کہ یہ کلام خدا تعالیٰ نے کس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے چلایا ہے بعد غور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کی شرارتیں بیان کرنیکے لیے اور انکی شرارتوں کے مقابلہ میں اپنے انعام بیان کرنیکے لیے کلام کو چلایا ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں جو آیت یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتَابِ سے شروع

ہو ہے انکی مندرجہ ذیل شرارتوں کا بیان کیا ہے **پہلی شرارت** وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے لیے آسمان سے کتاب کو نازل کر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو ابھی ان کا سوال کم ہے حضرت موسیٰ کے وقت اس سے بھی بڑھ کر انھوں نے شرارت کی تھی کہ حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تو ہمیں خدا تعالیٰ کو ظاہری طور پر دکھا **دوسری شرارت** پھر حضرت موسیٰ پر اس سوال کے بعد انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا یا تھا **تیسری شرارت** کہ ہم نے اہل کتاب سے اسبات کا پختہ اقرار لیا تھا کہ سبت کے دن تم زیادتی نہ کرنا ان لوگوں نے یہ اقرار کرکے پھر اسے توڑ دیا تھا۔ **چوتھی شرارت** خدا تعالےٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ **پانچویں شرارت** انھوں نے انبیاء کا انکار کیا اور حضرت مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ **چھٹی شرارت** انھوں نے کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو سولی پر چڑھا کر مارا ہے پھر اسکے بعد متنازعہ فیہا آیت کا بیان ہے۔ اسکے معنے ابھی ہم چھوڑتے ہیں اور اسکے بعد دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق کیا بیان فرمایا ہے تو اسکے بعد پھر ان کی شرارتوں کا ہی بیان ہے **ساتویں شرارت** کہ وہ بہت سے لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکتے تھے **اٹھویں شرارت** کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا تھا۔ **نویں شرارت** وہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھاتے تھے۔ آیت متنازعہ فیہا کو چھوڑ کر مذکورہ بالا نو شرارتوں کا خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آگے اور پیچھے تو شرارتوں کا ذکر ہو اور درمیان میں ایک انکی اچھی صفت بیان کردی جائے جس کا نہ پہلے کے ساتھ کوئی ربط ہو اور نہ پیچھے کے ساتھ حالانکہ قرآن مجید بے ربط نہیں ہے اور نہ ہی اسکی آیات بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں بلکہ وہ موتیوں کی باترتیب پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہیں جیسے اصول فقہ کی کتاب المنار میں قرآن مجید کی صفت میں لکھا ہے۔

اَمَّا الْکِتَابُ فَالْفُرْقَانُ الْمُنَزَّلُ عَلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْمَکْتُوْبُ فِی الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْہُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَاشُبْہَۃٍ

وَهُوَ اِسْمٌ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰی" پس قرآن مجید کی صفت نظم بیان کیگئی ہے جسکے
معنے جمع اللؤلؤ فی السلک ہے یعنی موتیوں کی ایک لڑی میں اکٹھا کرنا اور
حدیث اِبْدَؤُا بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ کہ تم وہاں سے شروع کرو جہاں سے خدا نے شروع
کیا ہے ترتیب کو بتا رہی ہے کہ قرآن مجید میں ترتیب ہے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ آگے
پیچھے تو انکی شرارتوں کا بیان ہو اور درمیان میں اُن کی ایک نیک بات آجائے
اور نیز اس طرح یہ خدا تعالیٰ پر بھی ایک اعتراض پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی
اچھی صفت کو ایسی جگہ بیان کیا کہ جس کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ اسکے بعد
پھر شرارتوں کا ذکر ہوا۔ کیوں علیحدہ نہیں بیان کیا

سوال اگر کوئی سوال کرے کہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خوبی ہوتی ہے تو انہیں بھی ایک یہ
خوبی پائی گئی جو خدا تعالیٰ نے بیان کردی تو حرج کیا لازم آیا اگر یہ بھی خوبی نہیں تو ماننا
پڑیگا کہ ان میں سے کوئی بھی نیک نہیں۔

جواب تو خدا تعالیٰ نے مذکورہ بالا وہم کا جواب جو انکی شرارتوں کو دیکھ کر پڑ سکتا تھا کہ
کیا کوئی ان میں سے نیک بھی ہے۔ شرارتوں کے بعد حرف لٰکن کے ساتھ جو کہ استدراک کیلئے
آتا ہے ملاحظہ ہو شرح جامی لٰکِنْ لِلْاِسْتِدْرَاکِ وَمَعْنَی الْاِسْتِدْرَاکِ رَفْعُ تَوَهُّمٍ
یَتَوَلَّدُ مِنَ الْکَلَامِ الْمُتَقَدِّمِ کہ استدراک کے معنے ہیں جو متقدم کلام سے جو وہم
ہو سکتا ہے اسکے دور کرنے کیلئے آتا ہے۔ فرمایا لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ
مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ یعنی سب یہود شرارتی ہیں
مگر جو راسخ فی العلم ان سے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں اور ان سے وہ مومن جو تیری طرف
اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا دونوں پر ایمان رکھتے ہیں پھر جو ان میں سے نماز کو قائم کرنیوالے
ہیں اُنکی میں تعریف کرتا ہوں اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور یوم آخرۃ پر یقین رکھتے
ہیں ایسے لوگ ہیں ہم بڑا اجر دینگے پس جو انمیں سے قابل تعریف تھے انکو خدا تعالیٰ نے

حرف لٰکن کے ساتھ بیان کیا۔ پس ثابت ہوا کہ لٰکن سے پہلے انکی شرارتوں کا بیان ہے اور لٰکن کے بعد ان کی خوبیوں کا۔ پس سیاق و سباق سے معلوم ہوا کہ غیر احمدیوں کے معنے صحیح نہیں اور آیت متنازعہ فیہا کو جو درمیان میں لایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ان کی بڑی شرارت ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر بتائیں گے۔

لطیفہ جب جمیع اہل کتاب کے لیے مسیح کی موت سے پہلے ماننا ضروری ہے تو اہل کتاب کو دنیا میں رہنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ وہ ضرور انکار پر اڑے رہینگے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ہم مر نہیں سکتے جب تک کہ مسیح کو مان نہ لیں۔ وہ کہیں گے ہمارا عدم ایمان ہماری عدم موت کو مستلزم ہے پس ہمیں انکار پر اڑے رہنا چاہئے اور مسیح ناصری کو بھی معلوم ہوگا کہ میری موت جمیع اہل کتاب کے ساتھ وابستہ ہے وہ بھی ماننے کے لیے ایک حد تک انکو نہیں کہیں گے ہو سکتا ہے کہ مسیح ناصری اور اہل کتاب آپس میں سمجھوتہ کر لیں اور کہیں کہ تم مجھے مت مانو کیونکہ میری موت تمھارے ایمان لانے کے ساتھ وابستہ ہے اور اہل کتاب یہ کہیں کہ ہم تجھے نہیں مانتے کیونکہ ہماری موت تجھ پر ایمان لانیکے ساتھ وابستہ ہے۔ پس اگر خدانخواستہ کہیں یہ سمجھوتہ انکا ہو گیا تو پھر خدا کیلئے بہت مشکل پڑیگی کیونکہ اگر وہ زندہ رکھے تو بھی قرآن مجید کی آیت کی تصدیق نہ ہوئی اور اگر اسی حالت میں ماردی تب بھی قرآن مجید کی آیت کی تکذیب ہوگی ہر دو صورت میں قرآن مجید کو جھوٹا ماننا پڑا لیکن قرآن مجید کا جھوٹا ہونا باطل ہے اور جو مستلزم باطل وہ بھی باطل۔

سوال پھر اگر کوئی کہے کہ آیت کے صحیح معنی کیا ہیں جنسے مذکورہ بالا نقائص لازم نہ آئیں۔

جواب تو اس آیت کے صحیح معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ ضرور ضرور ایمان رکھیں گے مسیح کے قتل پر اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔ یہ درحقیقت انکی ایک بڑی شرارت ہے باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب بھیجکر ثابت کر دیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا لیکن اہل کتاب ایسے ضدی ہیں کہ وہ مسیح کے قتل ہونیکو ضرور مانتے رہیں گے ہونہ

سے کہ انکا مذہب قائم رہ ہی نہیں سکتا جبتک کہ وہ مسیح کو مصلوب نہ سمجھیں کیونکہ اہل کتاب دو قومیں تھیں ایک یہود اور ایک نصاریٰ۔ فرمایا کہ اہل کتاب (یہود ہوں یا نصاریٰ) یہ مسیح کی موت کو مانتے رہیں گے کیونکہ اگر یہود مسیح کو صلیب پر سے زندہ اتاریں تو وہ ملعون نہیں قرار دے سکتے اسواسطے انکا مذہب باطل ہوتا ہے اور اگر عیسائی مسیح کو صلیب سے زندہ اتاریں تو عیسائیوں کا کفارہ ٹوٹ جاتا ہے جسپر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

دوسری قراءت | قَبْلَ مَوْتِہٖ کی دوسری قراءت قَبْلَ مَوْتِھِمْ آئی ہے ملاحظہ ہو بیضاوی۔ پس دوسری قراءت میں جو ضمیر ھُمْ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے مسیح کی طرف نہیں پھر سکتی کیونکہ وہ واحد ہے۔ ہاں اہل کتاب کی طرف پھر سکتی ہے کیونکہ اگر اہل کتاب کو بلحاظ افراد کے لیا جائے تو پھر ھُمْ کی ضمیر ٹھیک ہے اور اہل کتاب فرد کے لحاظ سے ھُوَ کی ضمیر کافی ہے پس ہمارے معنوں کی رو سے دونو قراءتیں صحیح ہو جاتی ہیں اور قَبْلَ مَوْتِہٖ اسواسطے فرمایا کہ موت کے بعد تو انکو معلوم ہو ہی جائے گا کہ مسیح ناصری صلیب پر نہیں مرا اور وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔ قیامت کے دن مسیح خود انکے خلاف گواہی دینگے۔ اگر سب نے مان لینا تھا تو مسیح انکے خلاف کیوں گواہی دینگے۔ پس ابو ہریرہ کی مذکورہ بالا آیت کو حدیث نزول ابن مریم کے ساتھ لانے سے یہ نہیں نکل سکتا کہ واقعی مسیح ناصری ہی دوبارہ نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نہ حدیث میں نزول کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے اتریں گے کیونکہ نزول آسمان سے اترنے کو مستلزم نہیں۔ اور نہ ہی ابن مریم کے لفظ سے نکلتا ہے کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ مبعوث ہوں گے۔ بلکہ آنیوالا مسیح تو اور ہے جو اسی امت سے ہونا تھا۔ اور مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اسلیے وہ دوبارہ واپس دنیا میں نہیں آسکتے۔

میں آخر میں تمام احباب کو مژدہ سناتا ہوں کہ وہ آنے والا موعود مسیح آچکا ہے اور اسکی شہادت آسمان و زمین نے بھی دیدی اور وہ بے ضرورت نہیں آیا بلکہ موجودہ وقت اسبات کا مقتضی تھا کہ مسیح اسی زمانہ میں آوے جبکہ

اسلام پر چاروں طرف سے اعتراض پڑتے تھے اور اسلام دشمنوں سے بالکل گھر گیا تھا

فنعم ما قال المسیح الموعود علیہ السلام

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند / مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں / ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

بے ضرورۃ نامدم نے آمدم در غیر وقت / در من از جہل و تعصب قوم من افتادہ اند

سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں / فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

چوں زمیں بکشود یاراں صد در فسق و فساد / پس درے از بہر ایں از آسماں بکشادہ اند

مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب / کور چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند

بشنوید اے طالباں کز غیب بکشند ایں ندا / مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

صادقم و از طرف مولیٰ با نشانہا آمدم

صد در علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

شکریہ

اس مضمون کو تمام و کمال ایک ہی نمبر میں شائع کرنے اور زیادہ تعداد میں چھپوانے کے لیے میں نے رسالہ میں امداد کی تحریک کی تھی کوئی صاحب سوائے مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن کے متوجہ نہ ہوئے پھر میں نے اپنے خاص احباب کرام کو بذریعہ خطوط متوجہ کیا۔ تو مندرجہ ذیل احباب نے اسمیں حصہ لیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ مضمون اندازہ سے کم ہی آگیا ہے اسلیے بقیہ امداد سے دو رسالہ چھپوانے کا ارادہ ہے جس میں مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی کا مفصل بیان ہے اور مرزا سلطان محمد کے دستخطی خط کا عکس بھی ہے انشاء اللہ ان دونوں کا ثواب بھی ان دوستوں کو پہنچے گا۔

(۱) مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن

(۲) مکرمی شیخ مشتاق حسین صاحب ہیڈ اکونٹنٹ

(۳) مکرمی ڈاکٹر فضل کریم صاحب قادیانی کوہاٹ

(۴) مکرمی سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن

(۵) مکرم مولانا ابو الحمید صاحب ناظم عدالت گلبرگہ

(۶) مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہاٹ

(۷) مکرم مولانا غلام اکبر خان صاحب حیدر آباد دکن

(۸) مکرم بابو فضل احمد صاحب بٹالوی ہیڈ کلرک کیمل کور نوشہرہ

اسکے علاوہ مولانا انوار حسین خاں صاحب شاہ آباد اور ویٹرنیری جمعدار فضل الدین صاحب نے امداد کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزاء خیر بخشے۔

(اکمل عفا اللہ عنہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی مسیح موعود ہیں

سن ظہور مشکوٰۃ کتاب العلم میں حدیث ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی ہر صدی پر ایک مجدد مبعوث ہوگا اور اسکے یہ معنی بھی ہیں کہ جب تمام صدیوں کے سر جمع ہونگی تو اُسوقت ایک مامور مبعوث ہوگا جو دین کی تجدید کریگا دونو معنوں کے لحاظ سے یہ صدی چودھویں مسیح و مہدی کیلئے مخصوص ہے۔ کہ صلیب پرستی کا عقیدہ باطلہ انتہا کو پہنچگیا ہے (ب) خدا کا وعدہ تھا کہ سلسلہ موسویہ کے مشابہ سلسلہ محمدیہ کے خلفاء ہونگے۔ حضرۃ موسیٰ موافق تاریخ یہود ۲۳۶۸ سنہ ہبوط آدم میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ برس کی عمر پاکر ۲۴۸۸ میں فوت ہوئے حضرۃ عیسیٰ کی پیدائش ۳۷۶۰ میں ہوئی ۱۲۷۲ برس کا فاصلہ ہے حضرۃ نبی کریم کے اتنے سال بعد مسیح محمدی کا ظہور چاہیے (ج) لیلۃ القدر خیر من الف شہر سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جسمیں سو سال کے بعد مجدد مبعوث ہونیکا ذکر ہے کیونکہ اسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہزار ماہ کے بعد کلام الٰہی اترا ہے (د) ولقد نصرکم اللّٰہ ببدر وانتم اذلۃ میں یہ پیشگوئی ہے کہ چودھویں صدی میں جب مسلمانوں کی حالت کمزور ہوگی اللہ تعالیٰ کی نصرت اسی رنگ میں آئیگی جسمیں پہلی آئی یعنی لبعثت محمدیہ (ہ) حافظ برخوردار نے اپنی انواع میں لکھا۔ سے پچھے یک ہزار دے لنگھ گئے ترن سو سال + عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال +

مقام ظہور لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی وہیں پوری ہوسکتی ہے جہاں ہر مذہب کا نمونہ موجود ہے اور پھر ہر ایک کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ۔ ہندوستان ہی اسکے لیے موزون ہے اور اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کَمَثَلِ آدَم نے یہ بتادیا کہ عیسیٰ کو آدم کے ساتھ ایک نسبت ہے ہبوط آدم ہند میں ہوا تو نزول مسیح بھی وہیں چاہیے (۳) حجج الکرامہ صـ ۳۶۴ میں صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے اما محل خروجش پس مشرق است حیزنا - اور جواہر الاسرار میں ایک حدیث ہے کہ یخرج المہدی من قریۃ یقال لہ کدعہ۔ مہدی قادیں گاؤں میں خروج کریگا۔ اور مہدی ابناء فارس سے ہوگا لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس مشکوٰۃ جلد ۲ صـ ۴۸۲ کہا جاتا ہے کہ مہدی سادات میں سے ہوگا۔ مگر ایسی احادیث میں اختلاف ہے پس یخرج رجل من اُمتی یقول بسنتی (ابو داؤد بروایت ابو سعید خدری) ہی صحیح ہے کہ لا المہدی جو حسب حدیث مسند حنبل عیسیٰ ابن مریم اماماً مہدیاً و حکماً عدلاً جلد ۲ صـ ۴۱۱

عیسیٰ بن مریم بھی ہے امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اور سمرقندی الاصل مغولوں (اہل فارس) سے مشرق کی طرف ملک ہند کے صوبہ پنجاب قادیان میں مبعوث ہوگا۔

نام) ابو داؤد میں ہے یسمیٰ باسم نبیکم۔ جو تمھارے نبی کا نام ہے وہی اسکا نام۔ شاہ رفیع الدین موضح القرآن میں لکھتے ہیں حضرت کا نام دنیا میں محمد اور فرشتوں میں احمد۔ اور اقتراب الساعہ صد ۶۹ میں فانہ المهدی واسمه احمد۔ وہ مہدی اور اُسکا نام احمد۔

حلیہ) حدیث فرایت رجلا اھمر نے بتایا کہ گندم گوں رنگ ہوگا اور سبط الشعر سیدھے بال۔ اور باب اشراط الساعہ مشکوٰۃ میں ہے المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف۔ مہدی مجھسے ہوگا روشن پیشانی اونچی ناک۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ زبان میں کسی قدر ثقل۔ ریش مبارک گھنی۔ سر پر لمبے لمبے بال۔ کمان ابرو۔ کلاں جسم۔

خصوصیات) حضرت احمد قادیانی میں یہ علامات پائی جاتی تھیں۔ آپنے وہ کام کر دکھایا جو مسیح و مہدی کے لیے مقرر تھا یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ آپنے تحدی کے ساتھ اعلان کیا کہ میرے مقابلہ میں کسیکی دعا قبول نہ ہوگی جو میری ذلت کا خواہاں ہوا وہ خود ذلیل ہوگا (۲) طاعون کی شدت میں اعلان کیا کہ خدا فرماتا ہے میں تیرے دار کا محافظ ہوں اور قادیان بالخصوص طاعون سے محفوظ رہیگا۔ ایسا ہی ہوا۔ بالمقابل جو یہ دعویٰ کریگا وہ ضرور پکڑا جائیگا (۳) جو مجھسے ان الفاظ میں مباہلہ کریگا کہ جو گمراہ ہے وہ پہلے مرجائے تو وہ پہلے مرجائیگا (۴) سو دو سو بیمار بذریعہ قرعہ اندازی تمام صوفیا میں تقسیم ہوں تو میرے بیمار صحت پانے میں سب سے زیادہ بڑھ جائیں گے (۵) میری بعض کتابوں کی مثل تمام علماء و فضلاء اپنی مجموعی طاقت سے نہیں لا سکتے (۶) جو علم قرآن مجھے دیا گیا وہ کسیکو نہیں۔ منکر اس معجزہ کے مقابل میں تفسیر لکھیں۔ ولا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا (۷) دو سو سے زیادہ نشان آپکے ہاتھ پر ظاہر ہوے (۸) آپکی قوت قدسیہ سے جیسا کہ پہلے خدا نے خبر دی تھی کہ (میں تمھیں اسلام کی ایک بھاری جماعت دونگا) چار پانچ لاکھ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہوئے اور بہ ہیئت مجموعی تقویٰ و طہارت میں اپنی نظیر آپ ہیں (۹) خدا سے خبر پاکر اطلاع دی کہ واللہ یعصمك من الناس یعنی میں اپنی طبعی موت سے مظفر و منصور اسی سال یا پانچ چھ برس کم عمر پاکر فوت ہونگا (النصرۃ الحق) (۱۰) آپ کی تعلیم جو اس زمانہ میں تمام مشکلات سے نجات پانے کی حقیقی راہ ہے ✦

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴۴

Digitized by Khilafat Library

طاقت بڑھانے والا پھل

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کیوجہ غم و بیماری و تبدیل آب وہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجیئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے دم کو بڑھاتا ہے اسلیئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا یہ ہول دل اور دھڑکن کو روکتا ہے روکتا ہے رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجیئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو بھی چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگا کر دیکھئے قیمتہ ۳۲ خوراک شیشی عہ محصولڈاک ۵ رادویات ہر جگہ دوکانداروں ڈاکٹروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیئے

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں کو فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہوکر جلد انگور بھر آتا ہے اور نیا پیڑہ پیدا ہوکر زخم کو آرام ہوجاتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ ساوی اثر دکھاتا ہے قیمتہ ایک اونس کی ڈبیہ ۵ر زخم دہونیکی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دہونا بھی چاہیئے جس دوا سے زخم دہونیکا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دہونیکا پانی بنتا ہے مرہم کے ساتھ ٹکیہ مل سکتی ہے قیمتہ فی ٹکیہ ۱ر محصولڈاک ہر دو ۵ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہری ٹین کی ڈبیہ میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ ٹکیاں پاس رکھیئے اسمیں وزن کی ضرورت ہے نہ کہانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیونکی ڈبیہ ۸ر محصولڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کہجلانے سے آرام کرنا۔ دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکرپور ضلع بہاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا ہے جس سے میں ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اسکو استعمال کرنیوالے بھی جناب مہاراجہ صاحب کی طرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمتہ فی ڈبیہ ۸ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ رسالہ ہر ماہ کی بارہ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان

ماہانہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۹ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ | جلد ۱۵

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

مہدی آخر الزمان اور آجکل کے مسلمان	۱-۱۱	مولوی کرمداد صاحب (دوالمیال)
شیعہ دنیا کے واقعات بے نظیر	۱۱-۲۷	منشی خادم حسین صاحب خادم ۔ بھیروی
حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر میں بعدی سے کیا مراد ہے ۔	۲۷-۳۰	مولوی تاج الدین صاحب لائل پوری
مونگیری اعتراض کا جواب آیت فمن اظلم ممن افتریٰ کی تشریح	۳۰-۳۴	" " " "
شذرات		
تناسخ و کفارہ یسوع	۳۴-۳۸	منشی فضل حسین صاحب مہاجر احمدی
مقاصد قرآن ۔	۳۸-۳۹	اقتباس
تشریح حدیث حتی لا یقبلہ و یفیض المال	۴۰-۴۹	منشی خادم حسین صاحب خادم منصوری

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا چوہدری محمد السلام ملک شرک؟ شائع کیا

جن صاحبان نے تاحال ۱۹۲۰ء کی **{مینیجر کا ضروری نوٹس}** قیمت ادا نہیں کی اور اُنکے نام رسالہ تاحال جاری ہے اور پھر جن دوستوں کی قیمت سالانہ جون ۲۰ء تک ختم ہوتی ہے ان سب کے نام اکتوبر کا تشحیذ وی پی ہو گا وصول فرما کر اپنی ذمہ واری سے فارغ ہوں ہم تو خدا کے فضل سے مقررہ حجم سے بڑھ کر ٹھیک وقت پر ایک پورا سال بھیجتے ہیں اور الحمد للہ کسی پہلو سے بھی شرمندہ نہیں البتہ آپ لوگوں کو فکر کرنی چاہیے ۳؍ ماہوار کیا چیز ہے +

آخر حق غالب آیا

معزز ناظرین تشحیذ کو معلوم ہے کہ کہ شیعہ رسالہ اصلاح کھجوہ نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ "یہ شخص (رسول کریمؐ) غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور اسکا حوالہ دیا (دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ دہلی) تو ہمنے ستمبر ۱۹۱۹ء کے تشحیذ میں انسے مطالبہ کیا کہ بخاری میں کہاں ایسا لکھا ہے اسکا جواب دو لفظوں میں ہو سکتا تھا یا تو حوالہ ٹھیک بتا دیا جاتا ۔ یا اپنی غلطی کو مان لیا جاتا مگر شیعہ کے نزدیک غالباً ایسا کرنا جائز نہیں اسلیے بحث کو اتنا طول دیا کہ خدایا تیری پناہ ۔ مگر حق آخر حق ہی ہے اب جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کے رسالہ اصلاح میں انکے ممتاز الافاضل السید محمد ہارون نے لکھا ہے " یہ ارشاد کہ بخاری میں ان الرجل لیہجر نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک درست ہے لیکن " حضرت! یہ لیکن تو رہنے دیجیے ہمارا سوال تو یہ ہے کہ بخاری میں جب قال عمر ان الرجل لیہجر نہیں تو آپنے کس ایمان سے اصلاح میں یہ لکھ دیا تھا ۔ عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے" اور ساتھ ہی حوالہ بھی دیا صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ دہلی کیا اسکا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ دیدہ و دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے تھے کیونکہ بخاری کے مطبع کا نام اور پھر کتاب المرضی اور صفحات دیا گیا پڑھنے والے کو یہ گمان نہیں ڈالتا کہ مضمون نگار نے کتاب کو سامنے رکھ کر یہ حوالہ دیا ہے اب جو وہ حوالہ کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ پر تو درکنار تمام صحیح البخاری میں نہیں تو پھر یہ کہنا کسقدر ڈھٹائی ہے اور بے شرمی ہے کہ ایک حد تک موجود نہیں کیونکہ یہ الفاظ بایں وصف منسوب الی عمر قطعاً موجود نہیں ۔ بہرحال ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ کوئی شیعہ صاحب بخاری کا حوالہ غلط نہیں دیا کرینگے +

صداقتوں کی روشنی عہ درس القرآن فی رمضان حضرت خلیفہ اولؓ ۸ر شیعہ مستند کتابوں کے حوالہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ۸ر + ۱ہ ٭ وی پی کیلیے چونکہ رجسٹری کرانا ضروری ہو گیا ہے اسلیے ۶ کا وی پی ہو گا اگر بذریعہ منی آڈر بھیجدیں تو صرف عہ خرچ ہوں گے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء

مہدی آخر الزماں اور آجکل کے مسلماناں

ضمیمہ رسالہ تائید الاسلام لاہور بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء میں ابوداؤد کی ایک حدیث کا ترجمہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کیا گیا۔ کہ "اب تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز سچے مہدی اور امام آخر الزمان نہ تھے"۔ اس لئے ذیل میں پہلے حدیث شریف اور پھر اس کا ترجمہ جو ضمیمہ میں درج ہے۔ نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین اخبار کو معلوم ہو۔ کہ ہمارے مخالف نے جس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس سے تو حضرت اقدس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتہا فقال قائل امن قلۃ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ عن صدور عدوکم المہابۃ عنکم

ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن فقال قائل یارسول وما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت (ابوداود)۔

الغثاء بالضم المد ما یجئی فوق السیل مما یحملہ من الزبد والوسخ وغیرہ (حاشیہ ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ثوبان رضؓ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا۔ کہ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے۔ جس میں کفار ملکہ ایک دوسرے کو ممالک اسلامی پر قابض ہونے کے واسطے اس طرح مدعو کریں گے۔ جیسے کہ دستہ خوان پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ صلعم کیا اسوقت ہماری تعداد قلیل ہوگی۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ تم اس وقت کثرت سے ہوگے۔ لیکن ایسے بے بنیاد جیسے کہ رَو کے سامنے خس وخاشاک۔ اور تمہارا رعب داب دشمنوں کے دل سے اٹھ جائیگا۔ اور تمہارے دلوں میں سستی پڑجائے گی اور ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا۔ حضور سستی کیا چیز ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ تم دنیا کو دوست رکھو گے۔ اور موت سے خوف کروگے"۔ حاشیہ ابوداؤد میں غثاء کے معنی جھاگ اور میل کے لکھے ہیں۔ اس ترجمہ کے بعد اب حضرت اقدس کے ان اشعار کو پڑھئے"۔

اب چھوڑدو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

یہ حکم سنکے بھی جو لڑائی کو جائے گا — وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

اک معجزہ کے طور پہ یہ پیشگوئی ہے — کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اب تم میں خود وہ قوت وطاقت نہیں رہی — وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی — حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی — کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

خواں ہی تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی — دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

حدیث کے الفاظ غثاء۔ مہابت۔ وھن اور شعروں میں قشر۔ رعب۔ کسل کو پڑھ کر غور کرو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ملکوں کی اس تقسیم سے کئی سال پہلے مسلمانوں کو سمجھایا۔ کہ تمہارے دلوں میں خدا تعالےٰ کی وہ محبت نہیں رہی۔ دنیا کی حب اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ کر تم نے اصل دین کو چھوڑدیا۔ اس لئے اگر جہاد کروگے۔ تو ہزیمت اٹھاؤگے

میری اس پیشگوئی کو یاد رکھنا - چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں - کہ ہمارے مخالفین بھی اس بات کا اقرار کر رہے ہیں - کہ موجودہ زمانہ کے مسلمانان جناب مخبر صادق صلعم کے فرمودہ کے مطابق خس وخاشاک کے مصداق ہیں - اور یہی وہ غثاء السیل یعنی جھاگ اور سیل ہیں - جن کی حدیث میں پیشگوئی کی گئی - لیکن باوجود اس اقرار کے ضمیمہ مذکورہ میں یہ بھی لکھدیا - کہ حضرت مرزا صاحب کی شامت سے ہم بگڑے گئے - (وان تصبهم سيئة يطيّروا بموسى ومن معه) ایک روایت کا حوالہ دیکر کہ مہدی معہود ستر ہزار قبیلہ بنو اسحاق کے بہادروں کے ساتھ قسطنطنیہ کو فتح کریگا - اخیر ضمیمہ میں لکھا ہے - "ہم منتظر ہیں - کہ مرزائی صاحبان قسطنطنیہ کو بھی بروزی وظلی طور پر فتح کرکے مرزا جی کو سچا مہدی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں - کہ نہیں"

اعتراض کا جواب } سو اوّل تو جس حدیث کا حوالہ دیا - اس میں آنحضرت صلعم نے بنی اسحاق کا ذکر فرمایا ہے - اور حضرت مرزا صاحب فارسی الاصل ہیں - اور فارسی حضرت اسحاق کی اولاد ہیں - جس سے ظاہر ہے - کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق ہیں - کیونکہ اگر کسی عربی مہدی نے سیّدوں کی اولاد سے اس شہر کو فتح کرنا ہوتا - تو آپ بنی اسحاق کا ذکر نہ فرماتے - دوم - حدیث شریف میں آنحضرت صلعم نے صاف فرمادیا - لم يقاتلوا بالسلاح ولم يرموا بالسهم (دیکھو مشکوٰۃ) کہ وہ نہ تو کسی ہتھیار کے ساتھ لڑیں گے - اور نہ ہی کوئی تیر چلائینگے - قالوا لا اله الا الله والله اكبر - بلکہ تکبیر - تہلیل تسبیح - ان کا ہتھیار ہوگا - چونکہ ہمارے مخالفین کا عقیدہ ہے - کہ مہدی تلوار کے ساتھ لڑائی کریگا - اور اس حدیث پیش کردہ میں تلوار کا ذکر نہیں - لہٰذا ثابت ہوا - کہ حضرت مرزا صاحب سچے مہدی ہیں - جن کی جماعت جناب مخبر صادق صلعم کے فرمودہ کے مطابق توحید اسلامی کو پیش کرکے تثلیث کی عمارت کو تہ و بالا کر رہی ہے - تین تکبیرات تثلیث کے مقابلہ میں بیان فرمائیں - (سوم) قسطنطنیہ کے متعلق حجج الکرامہ ص ۳۶۵ میں ابن مسعود سے جو مرفوع روایت درج ہے - اس میں لکھا ہے کہ فارس کی طرف سے ایک قوم آکر مشرکوں کے ساتھ نہر سیاہ پر مقابلہ کریگی - ومشرکاں

برنہر دیگر کہ آنرا رقیہ خوانند وآں نہر سیاہ است۔" سیاہ نہر اور سیاہ جھنڈوں میں اشارہ کہ مہدی کی فوج سیاہی اور قلم کے ساتھ مشرک قوموں کے ساتھ لڑائی کریگی۔ اسی روایت میں ہے "برخیزد یکے رومی درمیان ہر دو صف . . . پس ندا کند کہ غلب الصلیب ومردے از مسلمانان میان صفین قایم شود . . . . وآواز دہد کہ بل غلب انصار اللہ واولیاؤ واو تعالیٰ برکافراں ازیں قول کہ صلیب غالب آمد غضب فرماید۔ وجبرئیل علیہ السلام در دولک فرشتہ فرود شود" آخر روایت میں ہے "مسلمانان احاطہ مدینہ کفر کنند شب جمعہ بہ تحمید وتکبیر وتہلیل" اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۷ میں ہے" انہا تکبیر برآرند۔ پس دیوار ہائش بیفتد۔ . . . مسجد ہا بنیاد نہند پستر دربلدہ دیگر درآیند۔" اس سے ظاہر ہے کہ غلب الصلیب کی آواز سُنکر مسلمانوں سے جو شخص آواز دیگا۔ اور دوسری روایت کے مطابق جو اُٹھکر سولی کو توڑ دیگا۔ یعنی مسیح موعودؑ کا سرصلیب کے زمانہ میں زمینی نہیں بلکہ آسمانی لشکروں کے ساتھ اسلام کو فتح حاصل ہوگی۔ اور مدینہ کفر کی دیواروں کو توپوں سے نہیں۔ بلکہ لا الٰہ الا اللہ کے گولوں سے منہدم کیا جائیگا۔ تثلیث کے مقابلہ میں توحید کا ہتیار چلانیوالے فاتحین مدینہ کفر میں قلعہ نہیں۔ بلکہ مسجد کی بنیاد قایم کرینگے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ ان میں نہ کوئی نائم ہوگا۔ نہ جالس۔ یہی تعریف ان بہادروں کی یسعیاہ باب ۲۶ میں موجود ہے۔ اس لئے رہبانان لیل وشیران نہار یہ نہیں کہ سب کے سب اسی شہر میں بیٹھے رہیں۔ بلکہ بنیاد مسجد کے وقت بلدہ دیگر (امریکہ) کا رُخ کرینگے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے۔ کہ جب مسلمانان عیسائیوں کے ساتھ مرج میں اترے ہوئے ہونگے۔ تو اس وقت غلب الصلیب کی آواز کو سُنکر مسلمانوں سے ایک شخص کھڑا ہوگا۔ اور مرج کے معنے ہیں۔ المرج الارض الواسعۃ ذات النبات تمرج فیہا الدواب۔ ای تسرح مختلطۃ کیف شاءت۔ واقعات نے جواس کی حقیقت سمجھائی وہ یہ کہ عیسائی مذہب نے اعتقادی طور پر حضرت عیسےؑ کے بارہ میں مسلمانوں کو اپنے فریب اور عملی حالت میں شل دواسکے پاکر ایسی چال اختیار کی۔ کہ مسلمانوں سے لاکھوں کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اس خرابی کو دیکھکر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے ایک شخص کو مبعوث فرمایا۔ جب نے

دلائل اور براہین کے حربہ کے ساتھ صلیبی عقیدہ کا رد کیا۔ تمام مسلمانوں سے صرف ایک شخص کا مقابلہ کیلئے کھڑا ہونا بتاتا ہے۔ کہ اس وقت کے اہل اسلام عقیدہ میں عیسائیوں کے ساتھ ایسا ملاپ کرینگے۔ کہ غلبۃ الصلیب کی آواز کو سُنکر اُف تک نہ کرینگے۔ ہاں جری اللہ فی حلل الانبیاء کے کہنے سے کچھ لوگ جو دعا۔ دلائل کے اسلحہ سے غافل سوئے ہوئے ہونگے۔ اُٹھ کھڑے ہونگے۔ مگر بعض بدنصیبوں کے حق میں آیا ہے لایتوب اللہ علیھم ابدًا۔ ایک اور حدیث میں اس پہلو ان خدا کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ فینزل منھم رجل ... فیجد ھم موتیٰ فینادیھم الا البشرٰی الخ (ابن ماجہ) موتیٰ سے ظاہر کہ وہ آکر اس قوم کو جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ دینی رنگ میں مردہ پائیگا اس لئے مسلمانوں کو آواز دیگا۔ کہ آؤ میری دعا۔ دلائل کا اثر دیکھو۔ کہ کسطرح شرک کی گندگی کو توحید کا پانی زمین سے دور کرتا ہے۔ اور درد بھری آہیں پرندوں کی شکل میں نمودار ہو کر تمہیں فتح و ظفر کا نظارہ دکھاتی ہیں۔ بلکہ تمہارے چوپائے (جاہل۔ بے علم) آج میری تعلیم کی برکت سے دنیا کے ان عقلمندوں کا جو بلحاظ دین کے موتیٰ میں داخل ہیں گوشت کھا جائینگے۔ یعنی ان کی بدینی کو دیکھکر ان کی برائیوں کو بیان کرینگے۔ (چہارم) جن مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ عنقریب مہدی ظاہر ہو کر قسطنطنیہ کو فتح کریگا۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اسلام کے لئے اس سے بڑھکر خطرناک دن آنیوالے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ آئندہ کسی یہودی یا عیسائی کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے جو ابو سفیان کی اولاد سے ہوگا۔ مدینہ منورہ وغیرہ مقامات تباہ اور ویران ہونگے۔ ذیل کی روایات پر غور کرو۔

(۱) ویبعث الیہ بعث من اھل الشام فیخسف بھم بالبیداء بین مکۃ والمدینۃ (ابو داؤد) چوں سفیانی خبر ظہور وے علیہ السلام بشنود ..... این لشکر تا سہ روز مدینہ را مستباح گردانند۔ و قتال کنند۔ و مہدی را جستجو نمایند۔ و از مدینہ برآمدہ در طلبش قصد مکہ کنند۔ چوں در بیداء نام وادی برسد اول و آخر و اوسط ہمہ بہ فرو رود۔ واحدے نجات نیابد۔ مگر مردیکہ نذیر سفیانی و بشیر مہدی باشد (حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶)

ہمارے بھائیوں کو مدینہ منورہ کا ویران ہونا منظور ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو ماننا مشکل۔ افسوس۔ حالانکہ مدینہ سے مکہ پر چڑھائی کرنیوالے لشکر کا واقعہ گذر چکا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسوقت لشکر والے اتنا بھی نہ سوچینگے۔ کہ یہ آخری زمانہ ہے قسطنطنیہ پر منافقوں کا قبضہ ہو چکا۔ آسمان سے ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی آواز آرہی ہے۔ دُور دُور سے لوگ بیعت کے لئے مکہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور مہدی کے ظہور کا بھی یہی مقام ہے۔ ہم عرب ہی سے اُٹھکر کیوں اس پر حملہ کرتے ہیں یعنی اُمّ مکہ یعنی اسلام میں جب مہدی کا ظہور ہوا۔ تو مدینہ سے ایک لشکر یعنی آنحضرت صلعم کی پیروی کا دعوٰے کرنے والے مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنا شروع کردیا۔ آخر بیدا یعنی ایسے زمانہ میں جس میں بڑے بڑے پہاڑ بھی اُڑ کر زمین ہموار بن رہی ہے۔ آکر زمین میں غرق یعنی ذلیل ہو گئے۔ جس کا خود ان کو اقرار ہے۔ اب صرف دو شخصوں منذر و بشیر یعنے جماعت احمدیہ نے جو زمین میں رہنے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے۔ نجات حاصل کی۔ جو ایک طرف مہدی پر حملہ کرنیوالوں کو اس جماعت کے مبلغین ڈرا رہے ہیں کہ اس ذلت سے عبرت حاصل کرو۔ اور دوسری طرف یورپ والوں کو مسیح موعودؑ کی خوشخبری سنارہے ہیں۔ (۲) مغربی در تفسیر خود زیر کریمہ ولو تری اذ فزعوا۔ الخ۔ گفتہ نزول ایں آیتہ در حق سفیانی ست۔ ... خداتعالےٰ ایمان از دلِ وے و لشکریان وے محو سازد۔ ... سی ہزار زن دوشیزہ ... صبح دم آنہارا برہنہ سر در بازار بفروشند۔ ... مدینہ را محاصرہ کند۔ و قتل عظیم در شہر واقع شود۔ تا آنکہ مردے و زنے از اہل بیت کشتہ شود۔ نام آں مرد محمدؐ یا علیؓ باشد و نام زن فاطمہ و ایں ہر دو را برہنہ بردار کشند۔ خداتعالےٰ را سخت تخشم در آید۔ و ولی خدا ایں خبر دریافتہ ... برآید و مردم از ہر سو از ہر زمین ہمچو ناقہ بسوئے بچہ فراہم شوند۔ وے چوں در مکہ رسد۔ آنوقت اقامت نماز گفتہ باشد او را گویند۔ کہ امام شو۔ وے گوید۔ من امام نمے شوم۔ شما ہمانید کہ عہد شکستید و غدر انداختید۔ ... واما بعد ازاں مردم بر بیعت او تداعی کنند۔ ہمچو تداعی شتران تشنہ بر حیاض یوم الورود از حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۷)

(۲) مجاہد گفتہ - بیروں نیاید مہدی تا آنکہ کشتہ شود نفس زکیہ و چوں کشتہ شود وے
غضب کند بر ایشاں آنکہ در آسمان ست و بیایند مردم پیش مہدی و شتاب برند - او را -
... و اخرج نحوہ نعیم بن حماد عن عمار بن یاسر و لفظ وے اینست - چوں کشتہ شود
نفس زکیہ و برادر وے در مکہ بطریق ضیعہ ندا کند منادی از آسماں کہ امیر شما فلاں ست
و آں مہدی باشد ... شیخ علی تقی ؒ در رسالہ خود نوشتہ کہ پیش از ظہور مہدی علامتے
چند باشد یکے آنکہ سیدے بیگناہ ہاشمی میاں حجر اسود و مقام ابراہیم کشتہ شود -
(ا ۔ صفحہ ۳) (۳) بعدہ سفیانی فساد دراز کند - و اظہار کفر نماید تا آنکہ در روز روشن
در مسجد دمشق با زناں ... بر مجلس شرب خمر تا آنکہ زنے آمدہ بر زانوے سفیانی
در محراب مسجد بنشیند - و مردے مسلم برخاستہ بگوید وائے بر شما کافر شدید بعد ایمان
آوردن ایں حلال نیست - سفیانی از جا برخاستہ گردن او ہم در مسجد بزند ...
و منادی از آسماں ندا کند - کہ اے مردماں خدا تعالیٰ والی ساخت بر شما خیر امت
محمد صلعم را پس لاحق شوید او را بمکہ مکرمہ کہ او مہدی ست و نام او احمد بن عبد اللہ
است (ا ۔ صفحہ ۳۴۶)

فتنہ سفیانی کی فکر کرو

سکرٹری انجمن تائید الاسلام جو اپنے ضمیمہ میں لکھتا ہے - کہ مرزائیوں کی شامت اعمال کے سبب سے قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا وہ اپنے مسلمانوں کی حالت پر غور کرے - اور مسلمان بھی عرب و شام کے ہم پوچھتے ہیں - کہ اگر روایات متعلقہ سفیانی و مہدی و عیسےٰ کا یہی مطلب ہے - جو تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے - تو پھر بجائے اس کے کہ تم قسطنطنیہ کے بارہ میں عیسائی سلطنتوں اور احمدیوں کو برا بھلا کہو - تمکو یہ کوشش کرنی چاہئیے - کہ مکہ - مدینہ - بغداد - کوفہ دمشق وغیرہ مقامات میں اپنے واعظین بھیجکر اس سفیانی فتنہ سے وہاں کے لوگوں کو آگاہ کردو - کہ اب امام آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے - اور اس کے ساتھ ایک سفیانی کی نسبت بھی بہت سی پیشگوئیاں کتابوں میں درج ہیں - اس لئے تمکو ہشیار رہنا چاہئیے - کہیں اس کے فریب میں نہ آجانا - کیونکہ عیسائی اگر اسلامی ممالک پر قابض

ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے نہ تو کہیں عورتوں کے پیٹ چاک کئے۔ اور نہ ہی معصوم بچوں کو قتل کیا۔ بخلاف سفیانی کے "تا آنکہ شکم زناں را بدرد و کودکاں را بکشد" اور نہ عیسائیوں نے کسی عورت کو برہنہ سربازار میں فروخت کیا۔ ایسا ہی اگر حضرت مرزا صاحب نے مہدی ہونے کا دعوٰی کیا۔ تو سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے دعوٰی کے ثبوت میں عقلی و نقلی دلائل پیش کر کے مسلمانوں کی اعتقادی و عملی کمزوریوں کو دور فرمایا اور ان کو نرمی اور صلح کی تعلیم دی۔ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ لہٰذا سیکرٹری اور اس کے ہمخیالوں کو سفیانی فتن کے انسداد کی فکر کرنی چاہئے۔ اور اگر کہو۔ کہ ان باتوں کا ہونا ضرور ہی ہے۔ تو پھر امام آخرالزمان کے ظہور کے لئے تمہاری دعا کے یہ معنے ہونگے۔ کہ یا الٰہی اسلامی ممالک کی تقسیم اور قسطنطنیہ پر مخالفوں کے قابض ہونے کی پیشگوئی تو ہمنے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لی۔ اب بار خدایا وہ دن کب آئینگے۔ کہ سفیانی لوگوں کے ہاتھوں سے مدینہ کی گلیوں میں سادات کے خون کی نہریں چلینگی۔ اور دمشق کی مسجد میں... مجلس شراب مسلم نفس زکیہ۔ محمدؐ کے مارے جانے اور ایک بیگناہ سیّد ہاشمی کے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل ہونے کی خبریں ہمارے کانوں میں پہونچینگی۔ تاکہ ہمارے مضطر اور بیقرار دلوں کو تسکین اور تسلی حاصل ہو۔ کہ اب ہمارا امام مکّہ میں ظاہر ہو کر مدینہ پر چڑھائی کریگا۔ خدایا وہ دن جلد لا۔ کہ عرب و شام کے مسلمانوں سے مرتد کافر ہو کر سفیانی ظالم کے ساتھ ملنے والوں کے مقابلہ میں ہمارا امام اپنے ساتھیوں سے بھی تیسرا حصہ بھگوڑوں کا چھوڑ کر سو سے ننانوے کی قربانی کرتا ہوا قسطنطنیہ کی دیواروں پر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ لیکن ہمارے بھائیوں کیلئے یہ فتح بھی چنداں خوشی کا موجب نہ ہوگی۔ ساتھ ہی دجالی فتنہ کھڑا ہو جائیگا۔ اور ستر ہزار جبہ پوش امت محمدیہ سے نکل کر دجّال کے ساتھ جا ملینگے۔ امام صاحب اور آپ کے ساتھیوں میں اس شیطان کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی۔ اس لئے بنی اسرائیلی نبیوں میں سے ایک نبی یعنی حضرت عیسےٰ کو آسمان سے اترنا پڑیگا حضرت عیسےٰ اپنے ساتھیوں کے چہروں سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہونگے۔ کہ دفعتہً وحی

نازل ہوگی۔ یاجوج ماجوج آتے ہیں۔ کوہ طور کی طرف بھاگ جائیو۔ وہاں بھوکے پیاسے اپنی زندگی کے دن گذارینگے۔ آخر ایک آگ ظاہر ہوگی۔ جو لوگوں کو سؤر بندروں کے ساتھ اکٹھا کریگی معلوم نہیں۔ یہ سؤر حضرت عیسےٰؑ سے کس طرح بچ جائینگے۔

پیشگوئی کی اصل حقیقت

الغرض فتح قسطنطنیہ کی لئے ایسے مہدی کا انتظار کرنا جس کے آنیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تباہی اور ویرانی لازم آئے۔ مسجدوں اور کوچوں میں بیگناہ انسانوں کے خون بہائے جائیں میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی عقلمند اور اسلام کا سچا خیر خواہ ایسے عقیدہ کا معتقد ہو۔ بھائیو جس مسلم محمدؐ نفس زکیہ" سیّد کے مارے جانے کی پیشگوئی تھی۔ وہ پوری ہوچکی۔ اور جس احمد۔ ولی خدا۔ مہدی نے آنا تھا۔ وہ آگیا۔ مکہ۔ مدینہ۔ دمشق کے ناموں سے اصل مطلب کے سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ پیشگوئیوں میں عجیب راز ہوتے ہیں۔ اسلام ہی وہ مسلم۔ محمدؐ تھا۔ جس کو مسجد کے مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر خدا نے اپنے ایک ولی یعنی مہدی کو بھیجا۔ کسوف خسوف کے رنگ میں آسمانی آواز بھی تمہارے کانوں میں پہنچا دی۔ سورج۔ چاند کو کیوں سیاہ کرکے دکھایا۔ تاکہ تم خداتعالےٰ کے غضب سے ڈر جاؤ۔ اور من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب کو یاد کرو۔ اس ولی خدا یعنی احمدؑ کو تم اس نشان کے سبب سے شناخت کرسکتے ہو۔ کہ جب تم نے اس کو اپنے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ تو اس نے" من امام نمے شوم شما ہمایند کہ عہد شکستید" کا جواب دیکر تم سے علیحدگی اختیار کی۔ کہ میں ایسے غداروں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ ان مُردوں کا امام بننا چاہتا ہوں۔ کہ جنہوں نے عہد تو یہ کیا تھا۔ کہ ہم دمشق کے شرقی منارہ پر اترنے والے عیسیٰ نبی اللہ کے ساتھ ہوکر دنیا کے سامنے اپنے آقا و مولےٰ جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کا ثبوت اس طرح پیش کرینگے۔ کہ اگر کوئی حق کا پیاسا ہے۔ تو وہ آج جناب محمد صلعم کے ایک غلام کے حوض پر حاضر ہو۔ مگر افسوس کہ اس عہد کی پرواہ نہ کی۔ اور دمشق کی مسجد میں بچارے مسلم کو مار ڈالا۔ اور مدینہ میں محمدؐ کو برسرِ دار پر کھینچا۔ اور مکہ میں ایک بیگناہ

سنبد کو قتل کیا۔ یعنی دمشقی فساد۔ اور صلیبی فتنہ میں مبتلا ہو کر اسلام کی بے حرمتی کی۔ پس تمہاری اس عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے تم سے علیحدہ نماز پڑھنے والا ولی خدا جس کے حوض نبوت پر پیاسے اونٹوں کی طرح دور دور سے لوگ وارد ہو رہے ہیں۔ یعنی وہ مہدیؑ معہودؑ اور مسیح موعودؑ ہے۔ کہ جب مولویوں پادریوں نے اپنے فتنہ کی تیغ بید ریغ سے اسلام کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ تو خدا تعالےٰ نے اس کو وقت پر بھیجدیا۔ تاکہ اس مردہ کو زندہ کرے۔ "مردے وزنے از اہل بیت کشتہ شود" کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو پڑھو۔ یقیم الشریعۃ و یحیی الدین۔ یہ جو بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کعبہ ویران ہوگا۔" از کعب آمدہ کہ وقوع ایں خواب در زمن عیسےٰ علیہ السلام باشد (حجج الکرامہ صہ ۴۲۵) اور آنحضرت صلعم کے منبر پہ لومڑی چڑھ کر بیٹھ جائیگی۔ اور کوئی اس کو اٹھانیوالا نہ ہوگا۔ (لا تقوم الساعۃ حتی یجیء الثعلب فیربض علی منبر النبی صلعم فلا ینہضہ) کتے بھیڑیئے۔ درندے مسجد نبوی میں کسی کو نماز نہ پڑھنے دینگے۔ (لا تقوم الساعۃ حتی یغلب علی مسجدی ھذا الکلاب والذیاب والضباع فیمر الرجل ببابہ فیرید ان یصلی فیہ فما یقدر علیہ) یہاں منبر مسجد میں اسلام کا حال بتایا گیا۔ جب تک دنیا آباد ہے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ جنگل کے درندے حضورؐ کی مسجد کو اپنا مسکن قرار دیں۔ اور نماز پڑھنے والا مومن ان کو مسجد میں بیٹھا دیکھکر واپس ہو جائے۔ اور ایک لومڑی کو بھی اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ یہ درندے اور ہی تھے۔ جو مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مسجدوں کے اندر دیکھے گئے۔ پس اس فتنہ نے جس کے ہاتھ سے اسلام کی موت واقعہ ہوئی۔ حضرت مرزا صاحب کا مہدی اور امام آخر الزمان ہونا روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ اب اس کے بعد قیامت تک کوئی ایسا فتنہ نہیں۔ ہمارے بھائی یاد رکھیں۔ اسلام نے صرف ایک ہی دفعہ اس فتنہ کے ہاتھ سے قتل ہونا تھا۔ "سو نہایت بیدردی سے اس کے جسم کو چاک کیا گیا۔" آیندہ کوئی ایسا مہدی و مسیح نہیں آئیگا۔ کہ جس کے زمانہ میں پھر سفیانی کے ہاتھ سے اسلام کی تباہی ہو۔ یا کانا شیطان اس غریب کو پاؤں کے نیچے کچلے یا لمبے کانوں والے

اس کے پوست گوشت کو کھانے لگیں ﷺ اے کریم تو ایسا نہیں ہے کہ اسلام پر دد موتیں جمع کرے۔" اگر سفیانی کے یہ معنے جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے مخالفین کو منظور نہ ہوں تو بتائیں۔ یہ سفیانی کون اور کہاں ہے؟ جسکا ذکر رسالہ خضریہ کی ایسی روایت جس میں قسطنطنیہ کی مسلمانوں کے قبضہ سے نکلنے کی پیشگوئی ہے۔ موجود ہے۔ کہ یہ لڑائی سفیانی کے وقت ہوگی۔ ہمارے پنجابی بھائی احوال الآخرہ کے ان شعروں کو پڑہیں ؎

وچہ بعض روایت پیدا ہوسی شخص اِلی سفیانی
سیداں تائیں قتل کریسی ظالم اوہ شیطانی
شام ولایت ملک مصردا قبضے اسدے آوے
شاہ رومی نال قوم کفاراں نال لڑائی پاوے
یک دوجی قوم کفاراں وچوں کرن رومیدی ماری
دشمن استنبول مرسن کرسن اوہ سرداری

پس اب یا تو اس روایت کا انکار کریں۔ یا سفیانی کے متعلق ہمارے معنے قبول کرنے پڑینگے۔ انکار تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ واقعہ اسکی تصدیق کرتا ہے۔ ہم منتظر ہیں۔ کہ غیر احمدی احباب اپنے خیالی مہدی کے ثبوت میں قسطنطنیہ کے قبضہ کے ساتھ سفیانی کا پتہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یا نہیں۔"

کرم داد از دوالمیال

شیعہ دنیا کے واقعات بنیظیر

دسمبر ۱۹۱۹ء کے جلسہ ہائے نیشنل کانگریس و مسلم لیگ میں شورش پنجاب کے باعث مارشل لاء کے ایام کی سزاؤں پر جو صدارتی تقریریں ہوئیں۔ اور جس جس طرح واقعات کو بوضاحت بیان کیا گیا۔ فاضل اڈیٹر "اصلاح" پہلے پنڈت موتی لال صاحب نہرو و حکیم اجمل خاں صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ پھر حکیم صاحب کی تقریر سے ذیل کا ایک فقرہ نقل کرتے ہیں:۔

"یہ ایسی سزائیں ہیں جنہیں ہم پچھلی تاریخ کے صفحات میں پڑھ سکتے ہیں۔ دور حاضر میں ایسی سزاؤں کا دیا جانا اور اس پر غرور اور فخر کرنا صرف انہی اشخاص کا کام ہو سکتا ہے۔ جو انسانی فضائل سے فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہتے۔"

اس پر ارشاد ہوتا ہے۔

مگر ان سزاؤں میں ہم کو وہ سزائیں نہیں ملتیں۔ جو اس وقت دی گئیں۔ جبکہ انسانی فضائل کے حاصل کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اور ان ہاتھوں نے ان کو انجام دیا۔ جو مسلمانوں کی ۷ کروڑ آبادی سے ۵ کروڑ کے ضرور پیشوا ہیں۔ دیکھو رسالہ اصلاح نمبر ۲ جلد ۲۳ بابت ربیع الاوّل ص۲۷ و ص۲۸

معزز ناظرین! فاضل ایڈیٹر صاحب اصلاح (جنہوں نے اس وقت دو کروڑ یا تمام شیعہ دنیا کی اصلاح اور حمایت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے) کی دانشمندی اور تعصب بیجا کا اندازہ کرنا ہو تو ایک طرف حکیم صاحب کے نپے تلے ہوئے فقرہ کو اور دوسری طرف ایڈیٹر صاحب اصلاح نے جوابات سے بتنگڑ بنانے کی طرح بیل ڈالی ہے۔ مکرر سہ کرر بغور و خوض ملاحظہ فرمائیں باوجودیکہ حکیم صاحب نے مارشل لائی سزاؤں کو ایسا غیر معمولی نہیں قرار دیا ہے۔ جن کی نظیر صفحات تاریخ میں پائی نہ جائے۔ لیکن پھر بھی ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہیں۔ "کہ ان سزاؤں میں ہم کو وہ سزائیں نہیں ملتیں۔" الی آخرہ۔

پھر حکیم صاحب کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ موجودہ روشنی اور تہذیب کے دور میں پبلک کو ایسی سزائیں دینا اور پھر ان پر فخر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ فضائل انسانی حد کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ لیکن ایڈیٹر صاحب کسی ایسے دور کا تذکرہ چھیڑنے کو ہیں۔ جب کہ بقول ان کے انسانی فضائل کے حاصل کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اور آخر بڑی تحدی کے ساتھ ان سزاؤں کو منسوب کرتے ہیں۔ ۵ کروڑ مسلمانوں کے پیشواؤں کی طرف ہم ان حالات و واقعات کو بڑے ٹھنڈے دل سے سننے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ واقعات ہوں۔ اور ان کے کرنے والے واقعی مسلمانوں کے پیشوا ہوں۔

اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے چند واقعات کو سلسلہ وار تحریر فرمایا ہے۔ جن کا جواب بھی ذیل میں سلسلہ وار عرض کیا جاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(۱)

قولہ ۔ آہ! اس مارشل لا میں ہم کو کوئی نظیر اس کی نہیں ملتی۔ کہ مالک بن نویرہ سے

صحابی کا سر کاٹ کر چولہا بنایا گیا۔ جس کے سر میں اتنے بال تھے۔ کہ اس کی آگ سے خالد بن ولید سیف اللہ کا کھانا تیار ہوا۔ اور وہ آگ نہ بجھی۔"

اقول۔ مالک بن نویرہ ایسے صحابی تھے۔ کہ رسول صلعم نے ان کو صدقات کے وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ مگر جب رسول صلعم فوت ہو گئے۔ تو متردد ہو کر آپ نے صدقات کے جمع کردہ اونٹ قوم کو واپس کر دئے تھے۔ (اصابہ جلد ۶ صـ ۲۳۸)

نہ صرف یہیں تک بلکہ جیسے کہ مورخین اسلام نے لکھا ہے۔ سجاح مدعیہ نبوت باطلہ کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ ان کے تردد و ارتداد کی بابت ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) واجتمع مالک و وکیع و سجاح فسجعت لهم سجاح وقالت اعدوا الركاب واستعدوا للنهاب ثم اغيروا على الرباب فليس دونهم حجاب - بقدر الحاجتہ

(کامل ابن اثیر جلد ۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۱ھ صـ ۱۴۲)

(۲) مورخ روضۃ الصفا مفصلاً لکھتے ہیں۔

"و چوں مہم او (سجاح) قوی شد بمالک بن نویرہ کہ رئیس بنی تمیم بود۔ و شعار اسلام داشت۔ نامہ نوشت۔ و او را بمتابعت خویش خواند۔ مالک از غایت سخافت رائے و قلت تدبر با سجاح ہمداستان گشتہ مرتد شد۔" روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی چھاپ قدیم جلد ۲ صـ ۲۵۱ (ذکر سجاح و کیفیت اختلاط او با مسیلمہ)

ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ مالک بن نویرہ کیسے صحابی تھے۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے جن مرتدین عرب کی سرکوبی اور تنبیہ کے لئے خالد بن ولید کو مقرر فرمایا تھا۔ ان میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ جن کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے۔ کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یا مرتد ہی رہے تھے۔ خالد بن ولید پر ان کے رجوع الی الاسلام کی کیفیت مشتبہ رہی۔ اور ان کی اجتہادی غلطی یا نگہبانوں کی ایک عجیب غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔

باقی یہ کہ مالک بن نویرہ کے سر کو کاٹ کر چولہا بنانا اور (راس) کے بالوں کو جلا کر خالد بن ولید نے کھانا پکوایا۔ اور پھر بھی آگ بجھنے نہ پائی تھی۔ مبالغہ محض ہے۔

کوئی صاحب عقل سلیم اس کو واقعہ نہیں قرار دے سکتا۔

شیعوں کو امام حسین علیہ السلام جیسے عزیز الوجود امام اور سبط رسول صلعم اور صحابی کے سر مبارک کی تو خبر نہیں۔ کہ بعد از شہادت کیا ہوا؟ کہاں پر دفن ہوا؟ تعجب ہے کہ مالک بن نویرہ کے سر اور بالوں تک کی خبر ان کو کسطرح ہو گئی۔ اور کس بناء پر اس کو تاریخی واقعہ مان لیا ہے؟

(۲)

قولہ "اس مارشل لاء میں کوئی نظیر اس کی نہیں ملتی۔ کہ میدان میں بڑے بڑے خطیرے بنائے گئے۔ اور ان میں زندہ لوگ جلائے گئے۔ اور قصور صرف اسقدر تھا۔ کہ وہ زکوٰۃ ان کو نہ دیتے تھے"

اقول۔ مارشل لاء میں ایسی نظیر نہ ملے تو کیا ہوا۔ دورِ خلافت مرتضوی میں جو اس کی نظیر موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جناب علی علیہ السلام نے حکم دیا۔ کہ ایک گڑھا کھودیں۔ اور اس میں آگ روشن کریں۔ اور اصحاب عبداللہ کو اس میں ڈال دیں۔ × × × آخر وہ سب جل گئے۔ مگر اپنے کفر سے باز نہ آئے" دیکھو ارشادیہ شرح رسالہ اعتقادیہ ابو جعفر قمی مطبوعہ لکھنو صہ ۳۱۹۔

پھر واضح ہو۔ کہ مانعین زکوٰۃ کا جلایا جانا بھی ثبوت طلب ہے۔ عام طور پر ابوبکر صدیق کے ذمے صرف فجاۃ سلمی کے جلانے کا واقعہ مشہور ہے۔ جو کہ بڑا بھاری ڈاکو اور دشمن اسلام و اہل اسلام تھا۔ اور اس کے کسی قدر حالات بحوالہ کتاب ناسخ التواریخ قبل ازیں رسالہ تشحیذ میں شائع بھی کر چکا ہوں۔

ایڈیٹر صاحب زکوٰۃ کے قصور کو معمولی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خداوند کریم زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرکین قرار دیتا ہے۔ وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ دیکھو سورہ حم السجدہ رکوع اول پارہ ۲۴۔

عبداللہ ابن سبا اور اس کے اصحاب کو جناب علی علیہ السلام نے کیوں آگ میں

جلانے کا حکم دیا تھا؟ اس واسطے کہ وہ آنجناب کو خدا کہتے تھے۔ اور یہ شرک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا نہ دینا بھی شرک ہے۔ پس اگر زکوٰۃ نہ دینے پر جلانے کی سزا ظلم ہے۔ تو اصحاب ابن سبا کے جلانے کی سزا بھی ویسی ہی خلاف انصاف ہوگی۔ کیونکہ وہ بچارے تو عقیدت وارادت کے جوش سے مجبور ہو کر جناب علیؓ کو خدا کہنے سے بھی نہیں چوکتے لیکن جناب علی علیہ السلام اس کے صلہ میں ان کو آگ میں پھینکوا کے اور جلا کے ہی چھوڑتے ہیں۔

پھر آپ تو زکوٰۃ کو معمولی خیال کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے آیمہ کرام تو زکواۃ کو منجملہ ارکان اسلام قرار دیتے ہیں۔ دیکھو اصول الکافی کتاب الکفر والایمان باب دعایم الاسلام صہ ۳۶۹۔

(۳)

قولہ ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملا۔ کہ جس طرح حضرت ابن عباس کے دو کمسن بچے ماں کے روبرو ذبح کئے گئے تھے۔ اور پھر وہ قاتل صحابئ رسولؐ کے لقب سے ملقب ہے۔ بسر بن ارطاۃ۔

اقول ۔ مجھکو تعجب ہے۔ کہ ایک شیعہ کو ابن عباسؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ ہمدردی کا احساس کیسے ہوا؟ کیونکہ بنی عباس کے سلوک سادات کرام کے ساتھ عام طور پر مشہور و معروف ہیں۔ اور بسر بن ارطاۃ کو صحابئ رسول کس طرح قرار دیا گیا۔ جو امیر معاویہ کیطرف سے حضرت عثمان کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ قتل عثمان کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ جس کو شیعہ تعلیم و مذہب سے خاص تعلق ہے۔ اس واسطے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان بچوں کے ذبح کئے جانے کا باعث بھی فرقہ سبائیہ ہے اور پھر بسر ابن ارطاۃ یا امیر معاویہ مسلمانوں کے پیشوا کس طرح قرار دئے جاسکتے ہیں۔

شیعوں نے عباسؓ اور آل عباسؓ کو جو جو خطابات دئے ہیں۔ مختصراً ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عباسؓ کی نسبت ایک روایت منسوب بہ امام محمد باقر علیہ السلام ہیں۔

"ضعیف الیقین وذلیل النفس" مروی ہے۔ دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صد ۵۸۶

(۲) عبداللہ ابن عباسؓ اور عبیداللہؓ ابن عباسؓ کی نسبت مروی ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام ان دونوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے اندھے ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اصل قال امیر المومنین علیہ السلام اللھم العن ابنی فلاں واعم ابصارھما کما عمی قلوبھما الاکلین فی رقبتی الخ مجالس المومنین مجلس سیم مطبوعہ ایران صد ۹۴۔

(۳) خاص عبیداللہ بن عباسؓ کی نسبت مروی ہے۔ کہ امام حسن علیہ السلام کے امیر لشکر تھے۔ امیر معاویہ کے مقابلہ کو بھیجے گئے۔ آخر ایک لاکھ درہم رشوت لے کر امیر معاویہ کے ساتھ جا ملے۔ اسی لغزش کی وجہ سے قاضی نور اللہ شوستری صاحب فتوی دیتے ہیں۔

وآخر عبیداللہ باآنہمہ نسبت وقرابت کہ باخاندان نبوت وطہارت داشت بواسطہ طمع زخارف دون دنیا پردہ حیا ازمیاں برداشت۔ وعلم بیوفائی امیر المومنین حسن را بر افراشت۔ مجالس المومنین صد ۹۸

اسی عبیداللہ بن عباس کے دو صاحبزادوں عبدالرحمن وقثم نام کو بسر بن ارطاۃ نے قتل کر دیا۔

اب بسر بن ارطاۃ کی بابت غور فرمائیے۔ کہ وہ کیسا انسان ہے۔ اور کس طرح ملقب بہ صحابی رسول ہے۔

(۱) میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ بسر بن ارطاۃ لہ صحبۃ فیما قیل وقیل لا۔ واورده ابن عدی فی الکامل وقال الواقدی قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبسر صغیر لم یسمع منہ وقال ابن معین کان رجل سوء اھل المدینہ ینکرون ان یکون لہ صحبۃ (جلد اول مطبع محمدی لکھنؤ۔ صد ۱۲۴)

(۲) اسد الغابہ میں ہے۔ قال الواقدی ولد قبل وفاۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بسنتین وقال یحیے بن معین واحمد بن حنبل وغیرھما قبض رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وہو صغیر وقال اہل الشام سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
× × × قال ابو عمر کان یحیی ابن معین یقول لا تصح لہ صحبۃ وکان یقول ہو
رجل سوء۔ (جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۹)

(۳) اصابہ ۔ وکان من شیعۃ معویۃ ولہ اخبار شہیرۃ فی الفتن لا ینبغی التشاغل بہا۔ (مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۰۰)

(۴) خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں ہے۔ قال الواقدی وکاتبہ محمد بن سعد لم یسمع من النبی صلی اللہ شیئًا وقال احمد وابن معین لا صحبۃ لہ ولی بسر الیمن لمعاویۃ ولہ بہا آثار قبیحۃ۔ (مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ صفحہ ۴۷)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بسر کو صحبت رسول صلعم نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ بوقت وفات آنحضرت صلعم وہ صرف دو برس کا تھا۔ یحیی ابن معین اور امام احمد بن حنبل و واقدی ابن سعد اور اہل مدینہ بالاتفاق اس کے صحابی یا راوی رسول ہونے سے انکاری ہیں۔ اور مت نے لکھا ہے۔ کہ وہ بہت ہی برا اور فتنہ پرداز شخص تھا۔ البتہ شامی کہتے ہیں۔ کہ اس کو رسول صلعم سے سماعت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا بزرگان ملت جن میں مدینہ والے بھی شامل ہیں کا اجماع صرف اہل شام کے کہنے یا انکی تقلید میں ایڈیٹر صاحب اصلاح کے ادعا پر کہ وہ ملقب بہ صحابی رسول ہے۔ ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا

ان حوالہ جات کو دیکھ کر ایڈیٹر صاحب اصلاح کی دیانت اور الٹی منطق کو دیکھئے۔ کہ بسر بن ارطاۃ جیسے بدنام و گمنام اشخاص کے افعال شنیعہ کی بنا پر سب صحابہ رسول کو عموماً اور خلفائے راشدین رسول صلعم کو خصوصاً بدنام کرنے اور انکی نسبت بدظنی پھیلانے کی کیسی شرمناک کوشش کی ہے۔

(۴)

قولہ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ہم کو ایسا نہ ملا جس سے اس کی نظیر ملتی۔ کہ حقدار خلافت کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔ کہ اس کا گھر جلایا جاتا۔

اقول ۔ کاش کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی دیا ہوتا ۔ جس سے اس قسم کے شبہات باطلہ کی تائید یا تردید کا موقعہ ملتا ۔

میر صاحب ! مہربانی کر کے پہلے تو اس حقدار خلافت کا پتہ دیجئے ۔ پیچھے اس کا گھر جلائے جانیکا استفسار فرمائیگا ۔

کیا وہ حقدار خلافت سعد بن عبادہ انصاری تھے ۔ جنہوں نے انصار کی تحریک پر سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر سب سے پہلے خلافت کا مسئلہ چھیڑا تھا ۔ یا حقدار خلافت جناب علی رضؓ تھے ۔ جو مجمع بنی ہاشم میں حضرت سیدہ کے گھر خلافت کے جوڑ توڑ کر رہے تھے ۔ اور زبیرؓ ان کے زبردست حامی ننگی تلوار کندھے پر رکھ کر فرما رہے تھے ۔ کہ جبتک جناب علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے ۔ ہم تلوار نیام میں نہیں ڈالنے کے ۔ دیکھو بخاری و طبری وغیرہ اور پھر یہ دیکھا جائیگا ۔ کہ ان حقداروں نے خود اپنے حقوق کی حفاظت کہاں تک کی ۔ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں عام مسلمانوں کے روبرو کہاں تک صدائے احتجاج بلند کی ۔ ورنہ صاف طور پر سمجھا جائیگا ۔ کہ حقداران بحق رسیدند ۔ و دوستان نادان حقیقت نہ فہمیدند ۔ و ناحق برنجیدند ۔ و افتراہائے بے سر و پا تراشیدند ۔

رسول صلعم کے مرض الموت کے موقعہ پر جناب عباس رضی اللہ عنہ نے جو خلافت کے استحقاق کا فیصلہ کروانا چاہا تھا ۔ جیسے کہ بخاری کتاب الاستیذان میں ہے ۔ اور جناب علی علیہ السلام سے کہا تھا ۔ کہ اب وقت ہے ۔ دریافت کر لو ۔ تو کیوں جناب علی علیہ السلام نے اس راز کو سربستہ ہی رکھنے کو ترجیح دی تھی ۔ اور کیوں تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں بالاتفاق جناب علی علیہ السلام کی زبان سے حضرت عثمانؓ کے انتخاب پر منقول ہے ۔ کہ اگر ہمارے حق میں رسول صلعم سے کوئی وصیت ہوئی ہوتی ۔ تو ہم آخر دم تک اس کی تکمیل و اجرا میں جان لڑاتے ۔ اور کسی کو اپنے سے آگے قدم بڑھانے نہ دیتے ۔

لو عهد الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهدا لانفذنا عهده ۔ ولو قال لنا قولا لجادلنا علیه حتی نموت ۔ لن یسرع احد قبلی الی دعوة حق و صلة رحم ۔ طبری الجزء التاسع صفحہ ۲۷۹۲ ۔
و کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۱

اور اسی طرح پر اگر جناب علی علیہ السلام کے حق میں خلافت کی کوئی خاص نص ہوتی۔ تو آخری خطبہ میں جبکہ تمام مہاجرین و انصار موجود تھے۔ کیوں آنحضرت صلعم انصار کی سفارش کرتے ہوئے فرما گئے ہیں۔ "پس کسے کہ والی امرے شود درمیان مسلماناں باید کہ نیکوکار انصار را نبوازد و از بدکردار ایشاں عفو نماید۔" دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صد ۶۵۲ اور یہ روایت دراصل اصول کافی میں منقول ہے جس کا ترجمہ ملا باقر نے فارسی میں بعبارت مذکورہ کیا ہے۔ اور اگر کوئی خاص منصوص خلیفہ رسول صلعم کی طرف سے مقرر فرمائے ہو چکا ہوتا۔ تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں منا امیر و منکم امیر کی تجویز کیوں پیش کرتے۔

خوف طوالت مانع ہے۔ ورنہ اور روایات بھی عرض کرتا۔ تو مختصر یہ ہے۔ کہ جب کسی حقدار خلافت کا تعین پیشگاہ نبوت سے ثابت ہی نہیں ہے۔ تو اس کے گھر جلائے جانے کی بحث سرے سے ہی فضول ہے۔ اور میں فاضل ایڈیٹر صاحب کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ حقدار خلافت کے گھر جلائے جانے کا کوئی معقول ثبوت پیش کریں۔ ورنہ اپنا بے بنیاد اعتراض واپس لیں۔

اور اگر آپ کے پیش نظر وہ روایت ہے۔ جس میں آیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کے خلیفہ منتخب ہو جانے کے وقت بنی ہاشم اور زبیر رضی اللہ عنہم حضرت سیدہ کے گھر میں جمع ہو کر کسی اور کو خلیفہ بنانے کی سازش کر رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے آکر حضرت سیدہ سے عرض کی تھی۔ کہ اس مجمع کو اپنے گھر سے منتشر فرما دیجئے۔ ورنہ میں اس کو جلا دونگا۔ تو اس سے تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حقدار خلافت پہلے سے خدا و رسولؐ کی برگزیدہ جماعت مہاجرین و انصار کی طرف سے مقرر و منتخب ہو چکا تھا۔ اور اس کے بعد جو مخالفانہ کوشش و سازش تھی۔ وہ ناحق اور باغیانہ اور سبیل المومنین کے مخالف تھی۔ اور اس کا فوری دفعیہ اشد ضروری تھا۔ ورنہ افتراق امت کا اندیشہ قوی تھا۔ اور بفرض تسلیم روایت مذکورہ حضرت عمرؓ سے گھر جلانے کے قصد ہی کا احتمال ثابت ہوگا۔ نہ واقعاً گھر جلانے کا۔ جسکو انشاء اللہ آپ ثابت نہیں کر سکتے۔

لیجئے ایک روایت میں عرض کر دیتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب علیؑ

علیہ السلام کے ایک نائب نے ان کی خلافت میں ایک پناہگزین مخالف کو ایک گھر میں واقعی آگ لگادی جس سے وہ اور اس کے ۶۰ یا ۷۰ ساتھی سب جلکر خاک ہو گئے۔

وھو ہٰذا۔

بخاری میں آنحضرت صلعم کے سناوالے خطبہ کے ضمن میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے بارے مشہور حدیث شریف لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ذکر کرنے کے بعد روایت کی ہے کہ فلما کان یوم حرق ابن الحضرمی حین حرقہ جاریۃ ابن قدامۃ۔ اس کی تفصیل میں مولوی وحیدالزمان حیدرآبادی شارح اردو بخاری لکھتے ہیں :۔

اور ابن ابی شیبۃ اور طبری نے نکالا۔ کہ عبداللہ ابن عباس جو حضرت علیؑ کی طرف سے بصرے کے حاکم تھے۔ وہ وہاں سے نکلے۔ اور زیاد بن سمیہ پدر ابن زیاد کو اپنا خلیفہ کر گئے۔ اس وقت معاویہ نے موقع پا کر عبداللہ بن عمرو حضرمی کو بھیجا۔ کہ جا کر بصرہ پر قبضہ کرلے۔ وہ بنی تمیم کے محلہ میں اترا۔ اور حضرت عثمانؓ کے طرفدار جو لوگ تھے۔ وہ اس کے شریک ہو گئے۔ زیاد نے حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ اور مدد چاہی حضرت علیؓ نے پہلے اعین بن ضبیعہ ایک شخص کو روانہ کیا۔ لیکن وہ دغا سے مار ڈالا گیا۔ پھر جاریہ بن قدامہ کو بھیجا۔ انہوں نے حضرمی کو اس کے چالیس یا ستر رفقا ہمیت ایک مکان میں گھیر لیا۔ اور اس میں آگ لگادی۔ حضرمی اور اس کے ساتھی سب جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ چلو "خس کم جہاں پاک" انتہی بالفاظہ دیکھو بخاری ترجمہ اردو پارہ ۲۹ کتاب الفتن صفحہ ۱۰ مطبوعہ احمدی لاہور۔

ابوبکر صدیقؓ کے نائب خالد بن ولید کے ہاتھوں مالک بن نویرہ کے قتل وغیرہ پر اعتراض کرنے والے جناب علی علیہ السلام کے نائب کی مذکورہ بالا کارروائی کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵)

قولہٗ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا۔ کہ انکار خلافت کے سبب سے

لوگ کنوئیں میں ڈالے جائیں۔ اور پہاڑوں سے گرائے جائیں۔

اقول۔ خدا جانے یہ روایات کس تاریخ سے لی گئی ہیں۔ جس کے مؤرخ نے ان سزاؤں کی وجہ انکار خلافت لکھی ہے۔ جہاں تک مجھکو فرصت ملی۔ اور میں نے تواریخ اسلام میں ان واقعات اور پھر ان کے اسباب کی تحقیق کی ہے۔ مجھکو یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ سزائیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی خالد بن ولید کے ذریعے ظہور میں آئی ہیں۔ لیکن اڈیٹر صاحب نے ان کی جو وجہ بیان فرمائی۔ وہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ جیسے کہ طبری نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے بعد وفات رسول صلعم عرب کے عالمگیر ارتداد کے وقت بیکس مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسے ہی وحشیانہ سلوک کئے تھے۔ اور خلیفہ برحق نے ان مظلوم مسلمانوں کا انتقام لینے کی خاطر خالد کو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ان سفاک اور بیباک مرتدوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے۔

چنانچہ نمونہ کے طور پر طبری کی اصل اور چشم دید عبارت ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے:۔

واقبلت بنو عامر بعد هزيمة اهل بزاخة يقولون ندخل فيما خرجنا منه فبايعهم على ما بايع عليه اهل البزاخة من اسد وغطفان وطيء قبلهم واعطوه بايديهم على الاسلام ولم يقبل من احد من اسد ولا غطفان ولا هوازن ولا سليم ولا طيء الا ان يأتوه بالذين حرقوا ومثلوا وعدوا على اهل الاسلام في حال ردتهم فأتوه بهم فقبل منهم الا قرة بن هبيرة ونفر معه اوثقهم ومثل بالذين عدوا على اهل الاسلام فاحرقهم بالنيران ورضخهم بالحجارة ورمى بهم من الجبال ونكسهم في الآبار وخزق بالنبال وبعث بقرة وبالاسارى وكتب الى ابي بكر ان بني عامر اقبلت بعد اعراض ودخلت في الاسلام بعد تربص واني لم اقبل من احد قاتلني او سالمني شيئا حتى يجيئوني بمن عدا على المسلمين فقتلتهم كل قتلة وبعثت اليك بقرة واصحابه۔ دیکھو طبری جزو ۴ واقعات سنہ ۱۱ھ مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۹۰۰۔

یعنے اہل بزاختہ نے جب خالد کے ہاتھ سے شکست کھائی۔ تو بنو عامر آکر حاضر ہوئے

اور کہا - کہ جس دین سے ہم نکل گئے تھے - اب اس میں داخل ہوتے ہیں - پس جس طرح منجملہ اہل بزاختہ قبایل اسد و غطفان وطئے نے ان سے ماقبل بیعت کی تھی - اسی طریق پہ ان کی بیعت بھی لی - اور انہوں نے اسلام قبول کر کے صدقات اپنے آپ سے لا کر حاضر کئے - لیکن خالد نے اسد و غطفان و ہوازن و سلیم و طئے کے صدقات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا -

جب تک وہ ان لوگوں کو لا حاضر نہ کریں - جنہوں نے مرتد ہو کر مسلمانوں کو جلایا اور مثلہ کیا - اور ان پر ظلم و زیادتی کی - پس انہوں نے ان کو لا حاضر کیا - تب خالد نے ان کے صدقات کو قبول کیا - سوائے قرۃ بن ہبیرہ اور اس کے ہمراہیوں کے - جن کی مشکیں باندھ لیں - اور جن لوگوں نے مسلمانوں پر ظلم کئے تھے - ان کو آگ میں جلایا - سنگسار کیا - پہاڑوں سے گرایا - کنوؤں میں پھینکوایا -

اور قرۃ اور اس کے ساتھ والے قیدیوں کو ابوبکرؓ کے پاس روانہ کر کے لکھدیا - کہ بنی عامر نے سرکشی کے بعد اطاعت اختیار کر لی ہے - اور ایک عرصہ انتظار کر کے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں - اور مخالفین کیطرف سے جنہوں نے میرا مقابلہ کیا - یا مصالحت کی میں نے کوئی چیز نہیں لی - اسوقت تک جبتک کہ انہوں نے ان لوگوں کو میرے حوالے نہیں کر دیا جنہوں نے مسلمانوں پر تعدی کی تھی پس میں نے ان کو قتل کر کے ہی چھوڑا ہے - اور قرۃ اور اس کے ساتھیوں کو آپ کے حضور میں بھیجتا ہوں "

اسی طرح روایت مذکورہ کے متصل بعد ہی ایک مراسلہ ابوبکر صدیقؓ کا خالد کے نام ہے جس کے شروع میں دعائے برکت ہے - بعدہٗ لکھا ہے :-

واتق اللہ فی امرک فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون جد فی امر اللہ ولا تنین ولا تظفرن باحد قتل المسلمین الا قتلتہ الی آخرہ (طبری ص۱۹۰)

یعنی اے خالد اپنے کام میں خدا سے ڈرتے رہنا - کیونکہ خدا ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے - جو متقی ہوتے ہیں - اور وہ جو کہ نیکوکار ہوتے ہیں - اللہ تعالیٰ کے کام میں خوب کوشش کر - اور سستی نہ کر - اور جس کسی ایسے شخص پر فتح پائے - جس نے مسلمانوں کو قتل کیا

ہوا ہو۔ تو اوسکو ضرور قتل کرکے ہی چھوڑتا۔ دیکھو کیسا متقی خلیفہ ہے۔ اور اپنے نائب کو بھی تقویٰ اور انصاف کی تاکید کرتا ہے۔ کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ ایسا خلیفہ لوگوں پر ناحق ناروا ظلم و ستم رکھے ہرگز نہیں۔ فاضل ایڈیٹر پر افسوس ہوتا ہے۔ کہ جوشِ تعصب میں اصل حقیقت کو تو مخفی رکھتے ہیں۔ اور صرف ابوبکرؓ اور خالدؓ کے کشت و خون کو ہی دکھلاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اصل کتابوں کے دیکھنے اور تحقیق و مقابلہ کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ ایسے مشہور و معروف شیعہ فاضل و مدعی اصلاح کی تحریروں اور حوالوں کو بالکل درست اور پتھر کی لکیر جانتے ہوں گے۔ لیکن اب تو بفضلہ تعالےٰ ان کی دیانت و تحقیق حق کا حال بخوبی روشن ہو گیا ہے۔ خدا تعالےٰ انکو ہدایت دے۔

Digitized by Khilafat Library

(۲)

قولہ۔ واقعہ کربلا کی بھی کوئی نظیر نہ ملی۔ کہ ۷۲ سپاہیوں پر ۳۰ ہزار فوج نے پانی بند کرکے نیزہ و تلوار سے مارا ہو۔ اور اس کے اہل حرم کو قید کرکے دربدر پھرایا ہو۔ حالانکہ اسی شہید کے نانا کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔

اقول۔ واقعہ کربلا نتیجہ ہے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اور دونو واقعات بہت سی باتوں میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ واقعہ کربلا کے بانی اور موجب اہل کوفہ تھے۔ انہوں نے ہی امام مظلوم علیہ السلام کو مکہ سے کوفہ میں طلب کیا۔ پھر انہوں نے ہی مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ اور انہوں نے ہی اہل حرم کو اسیر کیا۔ حالانکہ دوسرے مسلمانوں کی طرح آدھا کلمہ نہیں۔ بلکہ کامل کلمہ پڑھتے تھے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔ یہ بات میں نے اپنی طرف سے بناکر نہیں کہی۔ بلکہ اس امام معصوم کی کلام کا خلاصہ ہے۔ جو خود کربلا میں موجود تھے۔ اور اسیران حرم محترم کے قافلہ سالار بھی علیہ السلام۔ چنانچہ اصل عربی اور اس کا ترجمہ فارسی ناسخ التواریخ جیسی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:۔

فقال علی ابن الحسین بصوت ضعیف اتنوحون و تبکون لاجلنا فمن قتلنا؟ سید سجاد با آواز ضعیف فرمود۔ ہاں اے مردم برما بگرئید و برما زجہ مے کنند۔ پس کشندۂ ما کیست؟ ما را کہ کشت و کہ اسیر گرفت؟ (ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ اردو۔ پس امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے دھیمی آواز سے فرمایا۔ اے لوگو! کیا تم ہمارے ہی حال پر آہ وزاری کر رہے ہو؟ تو پھر ہمارا قاتل ہی کون ہوا۔ کس نے ہم کو قتل کیا اور کس نے ہم کو قیدی بنایا؟ اور کوفیوں کی نسبت شیعوں کے قاضی القضاۃ نوراللہ شوستری کا فتویٰ ہے۔ کہ خاک کوفہ کا پیدا شدہ ضرور شیعہ ہی ہوتا ہے۔ خواہ بو حنیفہ کوفی ہی ہو۔ اور اسی طرح کوفی کبھی سُنّی ہوتا ہی نہیں ہے۔

دربالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل نہ دارد۔ وسنّی بودن کوفی الاصل خلاف الاصل و محتاج بدلیل است۔ واگر ابوحنیفہ کوفی باشد۔ دیکھو مجالس المومنین مجلس اول مطبوعہ ایران ص۲۵۔

لطیفہ۔ علامہ شوستری تو فرماتے ہیں۔ کہ کوفیوں کا شیعہ ہونا ایسا واقعہ ہے۔ کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ کوفی الاصل کا سنّی ہونا خلاف واقعہ اور دلیل کا محتاج ہے۔ آج ہمارے شیعہ دوست برخلاف فتویٰ مذکورہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کو خلاف واقعہ اور محتاج دلیل جانتے ہیں۔ اور ان کا سنّی ہونا ایسا امر واقعہ مانتے ہیں۔ کہ کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

(۷)

قولہ۔ ان واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا۔ کہ روضہ رسولؐ میں گھوڑے گدھے باندھے گئے۔ اور تین روز تک قتل عام جاری رہا۔ اور وہ ظلم کیا گیا۔ کہ ہزار حرامزادے خروج اہل شام کے نطفہ سے پیدا ہوئے۔

اقول۔ یہ سب واقعات شہادت عثمان کے نتائج ہیں۔ جب کہ اسی مدینہ میں عبداللہ بن سبا کے بہکانے سے اکثر مصری اور کوفی اور مفسدہ پرداز لوگوں کا ہجوم تھا۔ اور رسول صلعم کے داماد واجب التعظیم جانشین اور ذی النورین کی بے عزتی اور اذیت رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا گیا۔ ہفتوں تک گھر کا محاصرہ رہا۔ پانی بند کیا گیا۔ بلوائیوں نے نہایت بے شرمی سے ان کے گھر داخل ہو کر انکی زوجہ محترمہ کے روبرو نہایت بیدردی سے انکو قتل کیا۔ پھر دفن ہونے سے مانع ہوتے رہے۔ میت پر پتھر مارے۔ وغیرہ وغیرہ مظالم کی

کی داستان کہاں تک بیان کی جائے۔ مخالفین کو بھی جب موقعہ ملا۔ تو انہوں نے انتقام لینے میں کمی نہیں کی۔ باقی ہزار حرامزادوں کی پیدائش کو بہ یقین بیان کرنے کا ثبوت خدا جانے ایڈیٹر صاحب کے پاس کیا ہے؟ بفرض تسلیم کوئی پوچھے۔ ان واقعات کے ذمہ وار ابوبکرؓ و عمرؓ اور ان کے ۵ کروڑ پیروان اسلام کس اصول پہ گردانے جاتے ہیں۔ اور کیا پیروان ابوبکرؓ و عمرؓ فوج شام کی ان حرکات نازیبا کو بنظر استحسان دیکھتے آئے ہیں۔ کہ ان کو سنا سنا کر یہ واقعات دہرائے جاتے ہیں۔ کیا بنی امیہ کے خلاف بنی عباس اور سادات اور موالیان ایران نے بالاتفاق زیادتیاں کرنے اور انتقام لینے میں کچھ کمی کی ہے؟ مختار ثقفی ابراہیم اشتر سفاح وغیرہ مخالفین بنی امیہ نے کم خون کی ندیاں بہائی ہیں؟ کیا اچھا ہو۔ کہ یا تو ان واقعات کو سرے سے بھلا ہی دیا جائے۔ کیونکہ ان کے بار بار دہرانے سے شیعوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور یا اگر کسی موقعہ پر ان کے ذکر کی نوبت آجائے۔ تو واقعات کے اسباب اولین پر بھی غور ضروری ہے۔ اس تصویر کا ایک ہی رخ دکھانا سخت معیوب ہے۔ آئندہ اختیار ہے۔

(۸)

قولہ۔ نہ کوئی واقعہ ایسا ملتا ہے۔ کہ سات ہزار شیعہ حافظ قرآن اس جرم پر مارے گئے۔ کہ وہ شیعہ تھے۔ رسالہ اصلاح ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ صہ ۲۸

اقول۔ میں جناب ایڈیٹر صاحب اصلاح کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ تاریخ صدر اسلام میں سے اس واقعہ کا پتہ نکال دیں۔ جس میں دو نہ چار نہ سو نہ ہزار بلکہ سات ہزار حافظ قرآن صرف تشیع کے جرم پر تہ تیغ کئے گئے۔ وہ واقعی واقعہ کی نظیر کوئی خاک پیش کرے۔ جب اصل واقعہ ہی ثابت نہ ہو۔

یہ بھی فاضل ایڈیٹر صاحب کی کمال چالاکی ہے۔ کہ ان تمام بےنظیر واقعات کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسے مسلمہ واقعات ہیں۔ جن میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن شکر ہے۔ کہ اوپر کے اعتراضات کے جواب میں ان کی دیانت کا حال خوب واضح ہو چکا ہے۔ ان کا فرض تھا۔ کہ وہ کسی نہ کسی کتاب کا حوالہ بھی ساتھ

کے ساتھ دیتے جاتے۔ تاکہ اصل کتاب کا مقابلہ کر کے پھر ان کے مطالبہ کا جواب باصواب دیا جاتا۔ اہلسنت کے فرقوں میں سے غالباً کسی فرقہ نے بھی اختلاف عقاید کی بنیاد پر شیعوں کو بجبر اہلسنت بنانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ برخلاف اس کے یہ شکایت صفویہ خاندان کی طرف عام طور پر منسوب ہے۔ اور انگریزی اور فارسی کتب تواریخ میں بھی موجود ہے۔ اور بخوبی یاد ہے۔ کہ علامہ مولوی شبلی صاحب نے بھی مجھکو کلاس میں بتلایا تھا۔ کہ صفویوں نے ایران کی سلطنت پر قابض ہو کر شیعہ مذہب کو بادشاہی مذہب قرار دیدیا۔ اور جہاں تک ہوسکا۔ اہلسنت کو زبردستی شیعہ ہوجانے پر مجبور کیا۔

لیکن فاضل اڈیٹر صاحب اصلاح نے خدا جانے ان سات ہزار حفاظ قرآن مجید کے وجود اور پھر ان کے قتل عام کا حکم محض بوجہ شیعہ مذہب ہونے کے کہاں اور کس کتاب میں دیکھ لیا ہے۔ جس کی نظیر اہلسنت سے باصرار تمام چاہتے ہیں۔

میں نے بھی بہت ورق گردانی کی ہے۔ بہت دیکھ بھال کی ہے۔ لیکن اس عدیم المثال واقعہ کی نظیر نہیں مل سکی۔ البتہ شیعوں کی ایک معتبر حیات القلوب میں آنحضرت صلعم کی ایک پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو کہ آپ نے اپنے اصحاب رض کو واقعہ حرہ کے متعلق فرمائی تھی۔ اس میں مروی ہے۔ کہ جیسے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ واقعہ حرہ کے دن ایسا ہی ہوا۔ جبکہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ روانہ کیا سنہ ۶۳ ہجری میں۔ اور ان کی یہ عبارت ہے۔

"چندیں ہزار کس از صحابہ رض را دراں حرہ کشت۔ کہ ہفت صد نفر ایشاں قاریاں قرآن بودند" دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ در اخبار مغیبات۔

کیوں جناب میر صاحب! کہیں آپ کو اسی روایت سے تو دھوکہ نہیں ہوا۔ میں کچھ نہیں کہونگا۔ آپ سچ سچ فرمادیجئے۔ اگر میرا گمان درست ہے۔ تو غضب ہوگیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تحریف و تصحیف ہوگی۔ کہ ہفت صد قاریان قرآن جو صحابہ تھے۔ ان کو سات ہزار شیعہ کے نام سے ظاہر کردیا؟

کیا اسی تحقیق حق پر آپ کو ناز ہے۔ اور ایسے ہی عجیب و غریب اتہامات و روایات

کو سرمایۂ صداقت بنا کر آپ اہلسنت کو بدنام اور اپنے فرقہ کو فرقۂ حقہ ظاہر کرتے ہیں۔
"اگر در خانہ کس است حرفے بس است"
ہادی برحق ہم سب کو صراط مستقیم پر لا کر جمع کرے۔ والسلام علیٰ من تبع الہدیٰ

(خادم حسین احمدی ۔ منصوری)

حدیث لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ میں بَعْدِیْ سے کیا مراد ہے

سوال کیا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کس طرح مسیح موعودؑ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کا دعویٰ ہے۔ کہ میں نبی اور رسول ہوں ۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے ؟

جواب ۔ اوّل تو مخالفین کو وہ حدیث پیش کرنی چاہئے جس میں لکھا ہو۔ کہ کہ آنیوالا مسیح نبی نہیں ہوگا ۔ اگر وہ ایسا دکھائیں۔ تو بیشک ان کا یہ مطالبہ جائز ہوگا۔ کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے ۔ بایں وجہ کہ آپ نبوۃ کے مدعی ہیں۔ لیکن خوب یاد رکھیں ۔ کہ وہ قطعاً ایسی کوئی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں مسیح موعودؑ کی نبوۃ کی نفی کی گئی ہو ۔ ہاں اگر نہیں کوئی حدیث مل سکتی ہے ۔ تو یہ کہ فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ صـ ۴۶۶ ۔ جس کے یقیناً یہی معنے ہیں کہ آنیوالا مسیح نبی ہوگا۔

اب اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دعویٰ مسیحیت کے ساتھ نبوۃ و رسالت لازم ہے ۔ پس منکرین کو یہ کہنے کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے ۔ کہ چونکہ مرزا صاحب نبی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اس لئے وہ مسیح موعودؑ نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ نبوۃ آپ کے دعویٰ مسیحیت کے کذب کی دلیل نہیں ہو سکتا ۔ جبکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کو نبی اور رسول کا خطاب دیا ہے ۔ ہاں انکو یہ حق پہنچ

سکتا ہے۔ کہ وہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت طلب کریں۔ ورنہ مسیح موعود کے لئے نبی ہونا تو ایک مسلمہ امر ہے۔ پس جب مسیح موعودؑ کی نبوۃ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم فرمایا ہے۔ تو حدیث مذکورہ بالا سیدنا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ میں ہرگز روک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر اس کے یہ معنے بھی کر لئے جاویں۔ کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کی نبوۃ (بموجب فرمودہ آنحضرتؐ کے) اس سے مستثنےٰ ہوگی۔

اب میں ان کے عذر نامعقول کو بیان کرنے کے بعد اور اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ آیا یہ حدیث کہاں تک قابل اعتبار ہے[1]۔ یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر میں بعدی سے ہرگز یہ مراد نہیں۔ کہ بعد موتی الی القیامۃ کوئی نبی نہیں۔ بلکہ بعدی کے معنے بغیری ہیں چنانچہ اس کے ثبوت میں قرآن کی دو آیات پیش کرتا ہوں۔ کہ جن سے بعدی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

بعدی کے معنے بغیری

آیت اوّل مَا یفتح اللّٰہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہا من بعدہٖ وھو العزیز الحکیم (سورۃ فاطر ع۱) یعنی جو کھول دے اللہ لوگوں پر کچھ خیر تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا۔ اور جو روک رکھے تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا۔ سوائے اس کے اور وہی ہے۔ زبردست حکمتوں والا۔ تفسیر مولانا مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۹۱۔

دوسری آیت ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہٖ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (سورہ آل عمران ع۱۷)

ان ہر دو آیتوں میں ہرگز کوئی ہیر پھیر نہیں۔ بلکہ صاف اور واضح طور پر ظاہر ہے۔ کہ من بعدہٖ کے صرف یہی معنے ہیں۔ کہ "خدا کے سوائے یا اس کے بغیر"۔

حدیث کا صحیح مطلب

اب۔ ان معنوں کی رو سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اس زمانہ

نوٹ [1]: یہ حدیث ترمذی میں آئی ہے۔ جس میں اسے ضعیف لکھا ہے۔

میں جبکہ فسق و فجور اور بموجب آیہ ظہر الفساد فی البر و البحر - ہر ایک بدی کمال کو پہنچ چکی تھی - لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے خدا تعالیٰ مجھے مبعوث نہ فرماتا - تو مجھے چھوڑ کر پھر حضرت عمرؓ ہی اس قابل تھے - کہ ان کو اس کام کے لئے کھڑا کیا جاتا - اور میرے سوا اگر کوئی اس بدعت و شرک کے زمانہ میں اس لائق تھا - کہ شریعت کی بنیاد اس کے ہاتھوں سے رکھی جائے - تو وہ حضرت عمرؓ ہی تھے -

حضرت عمرؓ کی خصوصیت کیا ہے اور اس میں حضرت عمرؓ کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے - کہ ان کی طبیعت قدرتاً شریعت کے مسائل کے عین مطابق تھی - اور چونکہ نبی کی طبیعت قدرتاً ان مسائل و احکام کی طرف مائل ہوتی ہے - کہ جن کی اشاعت کے لئے وہ مبعوث کیا جاتا ہے - تاکہ ان پر عملدرآمد کرنا اس کے لئے آسان اور سہل ہو جائے - (کیونکہ فطرتی بات پر عمل کرنا بہت آسان ہوتا ہے) اس لئے بعد نبی کریمؐ کے حضرت عمرؓ ہی فطرتاً اسلامی شریعت کے متحمل ہونے کے قابل تھے -

چنانچہ کئی احکام ایسے ہیں - کہ جن کے نازل ہونے سے پہلے ہی حضرت عمرؓ نے یہ کہدیا تھا - کہ یوں ہونا چاہئے - اور پھر ویسے ہی حکم نازل ہو جاتا تھا - مشکوٰۃ مترجم صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ پر ان کی تعداد ۱۵ لکھی ہے - جیساکہ پردہ - قصہ اساری بدر - والصلوٰۃ علی المنافقین وغیرہ کے احکام ہیں - اور اس کی تصدیق ایک حدیث سے بھی پائی جاتی ہے -

عن انس قال قال عمر وافقت ربی فی اربع (مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ) یعنی حضرت عمرؓ نے کہا - کہ چار باتیں ایسی ہیں - جو میں نے کہیں - اور خدا نے نازل کر دیں - پس ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت عمرؓ کی فطرت شریعت کے عین مطابق تھی - اسی لئے حضرت نبی کریمؐ ان کی خصوصیت کرتے ہیں - ورنہ ان سے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق بھی تو موجود تھے - کیوں ان کے متعلق یہ نہ کہا - کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا - تو ابوبکر ہوتا -

لَعْدِیْ بمعنے بعد مرتبتی اور اس بات کی تائید کہ بعدی بعد مرتبتی کے معنوں میں بھی آتا ہے - ایک حدیث سے ملتی ہے - وہو ہذا -

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون من اجود جوداً قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال اللہ تعالیٰ اجود جوداً ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہٗ (مشکوٰۃ مطبع دہلی صفحہ ۲۹)

نبی کریمؐ نے صحابہؓ سے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اول تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے۔ پھر دوسرے درجہ پر میں سخی ہوں۔ اور میرے بعد یعنی میرے درجہ و مرتبہ سخاوت کے بعد وہ آدمی ہے۔ جو علم سیکھ کر اس کو پھیلاتا ہے۔ پس ٹھیک یہی معنے ہیں حدیث لوکان بعدی نبیؐ لکان عمرؓ کے کہ پھر اگر وحی قرآن نازل نہ کی جاتی۔ تو پھر میرے بعد دوسرا درجہ حضرت عمرؓ کا تھا۔ کہ وہ میری جگہ کھڑے کئے جاتے۔ نیز لَعْدِی بمعنے

لَعْدِی کے معنے معی

"معی" بھی لغت میں آیا ہے۔ تو اس صورت میں اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ جس طرح حضرت موسےٰ اکیلے کام نہ کر سکے بلکہ ان کو حضرت ہارون کی ضرورت پڑی۔ اگر مجھے کسی دوسرے کی معیت اور مدد کی ضرورت ہوتی۔ تو اس ضرورت کو حضرت عمرؓ پورا کرنے کے اہل تھے"

ناظم۔ تاج الدین (لائلپوری) مدرسہ احمدیہ قادیان

مونگھیری اعتراض کا جواب

منجملہ ان آیات کے کہ جن سے حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً بھی ہے۔ یعنی مفتری علے اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوتا۔ اس سے آپ کی صداقت اس طرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ آیت ہذا میں مفتری علی اللہ کو اظلم قرار دیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایک اصل اور قانون بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہ لا یفلح الظلمون۔ یعنی ظالم ہرگز کامیاب نہیں ہوتا۔ پس جب ظالم کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تو بھلا جو اظلم ہو۔ وہ کس طرح کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

سو اگر حضرت مرزا صاحب (نعوذ باللہ) مفتری علی اللہ ہوتے۔ تو ضرور تھا۔ کہ بموجب آیۂ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ناکام اور نامراد رہتے۔ مگر جیسا کہ اہل بصیرۃ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے وہ کامیابی دی۔ کہ جس کی نظیر سوائے عظیم الشان انبیاء علیہم السلام کے ملنی مشکل ہے۔ اس قرآنی معیار پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور

آیت فَمَنْ اَظْلَمُ پر جرح

وہ یہ کہ اگر مفتری علی اللہ واقع میں کامیاب نہیں ہوتا۔ تو عیسائی جن کو قرآن مجید میں مسیح کو ابن اللہ کہنے کی وجہ سے مفتری کہا گیا ہے۔ کیوں کامیاب ہو رہے ہیں۔

اس جرح کا جواب

سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اول تو چونکہ اس معیار کو (کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتا) قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ نہ کہ ہم نے اپنی طرف سے۔ اس لئے یہ اعتراض ہم پر نہیں۔ بلکہ جو قرآن مجید پر وارد ہوتا ہے۔ (اور قرآن مجید مسلمہ فریقین ہے) دوسرے ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ معیار صحیح اور درست نہ مانا جاوے اور یہ جائز سمجھا جاوے۔ کہ ایک مفتری بھی دنیا میں وہی عزت اور کامیابی پا سکتا ہے۔ جو ایک سچے اور راستباز انسان کو مل سکتی ہے۔ تو دنیا میں سچے اور جھوٹے کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہیگا۔ مانا کہ قیامت میں مفتری کو سزا دیجائیگی۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ دنیا میں صادق اور کاذب میں کس طرح فرق کیا جاوے۔ جبکہ دونوں ہی ایک جیسی کامیابی اور ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ پس عقلاً بھی اس معیار کو سچا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

افتراء علی اللہ کی دو قسمیں ہیں

اب میں اس اعتراض بے بنیاد کو بھی رفع کر دینا چاہتا ہوں کہ جو قرآن کریم پر غور نہ کرنے کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ نصاریٰ باوجود مفتری ہونے کے پھر کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ سو جاننا چاہئے۔ کہ قرآن مجید کی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دراصل افتراء علی اللہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک یہ کہ براہ راست خدا پر افتراء کرنا۔ جیسے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ خدا مجھے الہام اور وحی سے مشرف کرکے مجھ پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ جھوٹ براہ راست افتراء کہلائیگا۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے۔ کہ بالواسطہ خدا پر

افتراء کرنا۔ مثلاً کوئی یہ کہے۔ کہ خدا نے فلاں چیز کو حلال یا حرام کہا ہے۔ اور وہ اصل ایسا نہ ہو۔ یا مثلاً یوں کہے۔ کہ فلاں آسمانی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ خدا کا بھی بیٹا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک ایسا عقیدہ جو لاعلمی سے خدا کی طرف منسوب کیا جاوے۔ اور وہ واقعہ میں غلط ہو۔ تو یہ بالواسطہ افتراء کہلائیگا۔

پس یہ قانون کہ مفتری علی اللہ کامیاب نہیں ہوتا۔ صرف قسم اول کے متعلق ہے یعنی وہ مفتری جو براہ راست خدا پر افتراء باندھتا ہے۔ وہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔ دوسری قسم کا افتراء کرنے والوں کے لئے یہ سزا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے تو دنیاوی فوائد کا حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا ہی ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (سورہ یونس ع۱۲)۔ کہدے کہ جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔ (اس افتراء کی تشریح پہلی آیت میں کردی گئی ہے۔ کہ وہ کامیاب نہیں ہونگے۔ یعنی قیامت میں انہیں نامرادی ہی نامرادی نصیب ہوگی۔ باقی رہا یہ کہ دنیا میں بھی کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا۔ کہ ہاں متاع فی الدنیا۔ یعنی دنیا میں کامیابیوں اور ترقیات کو حاصل کرسکتے ہیں۔ ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون۔ پھر ہمارے ہی پاس آئینگے۔ ہم ان کو ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب دینگے۔

پس عیسائیوں کا افتراء چونکہ دوسری قسم کا افتراء ہے۔ اس لیے ان کی ترقی اور کامیابی متاع فی الدنیا کے ماتحت آجائیگی۔ جو کہ قسم دوم کا افتراء کرنیوالوں کے لئے جائز رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ بھی انہیں دو قسم کے افتراؤں کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات۔ کیا یہ کہتے ہیں۔ کہ اس قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے افتراء کے طور پر بنا لیا ہے۔ تو ان کو کہدے۔ کہ تم دس آئتیں ہی افتراء کے طور پر بنا لاؤ۔ مطلب یہ کہ نبی کریم (نعوذ باللہ) اگر مفتری ہوتے۔ تو ایسے مفتریوں کو تو کامیابی نصیب نہیں ہوا کرتی۔ (حالانکہ آپ کامیاب ہو رہے ہیں جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ہرگز مفتری علی اللہ نہیں ہیں

اور اگر تم اس معیار کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو ایسا افتراء کر کے دیکھ لو۔ کہ کس طرح تمہیں جلدی ہلاک اور برباد کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ خدا پر براہ راست افتراء کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا تھا۔ کہ کفار بھی تو مفتری علی اللہ ہیں۔ پھر یہ کیوں بظاہر دنیاوی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ تو فرمایا۔ من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ (ہود ع ۲) جو لوگ دنیا کی زندگی اور اسکی زینت کو چاہیں۔ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کریں۔ تو ہم ان کو پورا پورا بدلہ دینگے۔ اور ذرہ کم نہیں کرینگے۔ یعنی کافروں اور منکروں کا اور قسم کا افتراء ہے اس لئے وہ اگر کسی کامیابی کا مونہہ دیکھ لیویں۔ تو اس سے ان کا سچا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے مفتریوں کے لئے وہ قانون نہیں ہے۔ جو پہلی قسم کے مفتریوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے

ہاں اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار۔ ان لوگوں کو قیامت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ملیگا۔ پس عیسائیوں کی کامیابی اور ترقی سے حضرت مرزا صاحب کی کامیابی اور ترقی مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کا افتراء وہ افترا نہیں ہے۔ جس کے لئے دنیاوی کامیابیوں کا دروازہ بھی بند کرایا گیا ہے۔ بلکہ ان کا افتراء قسم دوم والا افتراء ہے۔ جس کے ساتھ دنیاوی طور پر کسی قسم کا فائدہ اٹھانا منع نہیں ہے۔

پس حضرت مرزا صاحب اگر مفتری ہوتے۔ تو وہ کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے مفتریوں کے لئے ہی انہ لا یفلح الظلمون فرمایا گیا ہے +

تدبروا و تفکروا یا اولی الالباب

راقم

تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ
قادیان (پنجاب)

شذرات

تناسخ

(۱) "اور جو (آدمی) یہ چاہے۔ کہ میرا بیٹا سفید رنگ کا پیدا ہو۔ ایک وید کا عالم اور پوری عمر (شتدبر) حاصل کرے۔ تب وے دونوں (میاں بیوی) چاول پکا کر دودھ اور گھی ڈالکر کھائیں۔ تو وے ایسا بیٹا پیدا کرنے کے قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک اُپنشد ادھیائے ۶)

(۲) "اور جو یہ چاہے۔ کہ میرا بیٹا کپل رنگ (   ) اور بھوری آنکھوں والا پیدا ہو۔ اور دو ویدوں کا عالم ہو۔ اور پوری عمر کو حاصل کرے۔ تب وے دونو (میاں بیوی) چاول پکا کر دہی اور گھی ڈالکر کھائیں۔ تو وہ دونوں ایسے بیٹے کے پیدا کرنے میں طاقت ور اور قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک ادھیائے ۶)

(۳) "اور جو یہ چاہے۔ کہ میرا فرزند شیام (   ) رنگ اور لال آنکھوں والا پیدا ہو۔ اور تین ویدوں کا عالم اور پوری عمر حاصل کرے۔ تو وے دونوں خالی پانی میں چاول پکا کر گھی ڈال کر کھائیں۔ تو حسب دلخواہ لڑکا پیدا ہوگا۔"

(برہدارنیک)

(۴) "اور جو یہ خواہش کرے۔ کہ لڑکی پیدا ہو۔ اور وہ پنڈت ہو۔ اور پوری عمر حاصل کرے۔ تب وہ اس طرح کی لڑکی پیدا کرنے کے قابل ہونگے۔"

(برہدارنیک اونیشد)

(۵) "اور جو یہ چاہے کہ میرے پنڈت لڑکا مشہور عالم انجمن میں جانے والا سب بھلائی (رفاہ عام) کے کام کرنے والا (پبلک مین) جس کلام کو سنکر لوگ خوش ہوں۔ ایسا کلام کرنے والا (متکلم لڑکا) پیدا ہو۔ سارے ویدوں کا عالم اور پوری عمر

واصل کرنے والا ہو تو وے دونوں میاں بیوی
ڈال کر کھائیں۔ تو وے ایسی ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل ہونگے"

(برہدارانیک اُپنشد ادھیائے ۶ براہمن ۴
ترجمہ پنڈت راجارام صاحب آریہ سماجی)

آریہ سماج کے بھدر پرشو! برہدارانیک اُپنشد آپ کے نزدیک ایک مسلّم کاور اور مستند مذہبی و دھارمک پُستک اور کتاب ہے۔ جس سے کوئی بھی ایسا شخص جو آریہ سماج سے تعلق رکھتا ہے۔ انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آریہ سماج کے بانی مبانی شری سوامی دیانند آنجہانی نے اس کتاب کو اس گرنتھ کو ہاں ہاں اس پستک کو مستند اور قابل تسلیم کتب کی فہرست میں نمایاں جگہ دی ہے۔ پس جب یہ کتاب قدیم رشیوں کے زمانہ کی تصنیف ہے۔ اور تم سب کے نزدیک مسلم و مستند اور معتبر ہے تو پھر اس کتاب کی مندرجہ بالا عبارت جس کو ہم نے علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اور ملاحظہ فرماتے ہوئے ساتھ ہی اس کے تناسخ یعنی اواگون کے مسئلہ کو بھی پیش نظر رکھکر بتلائیے کہ محولہ بالا تعلیم کے سامنے تناسخ کا مسئلہ اپنی بنیاد پر قایم رہ سکتا ہے؟ اگر قائم رہ سکتا ہے۔ تو کسطرح؟ کیونکہ آپ تناسخ کی تعریف (اکشن) یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ اس دنیا میں لڑکا یا لڑکی عورت یا مرد عالم یا جاہل امیر اور غریب بیمار اور تندرست۔ حاکم یا محکوم پیدا ہونا والدین کے کسی فعل کا نتیجہ و مآل نہیں۔ بلکہ اس جنم سے پہلے جنم میں کئے ہوئے نیک و بد اعمال و افعال کا ثمرہ و پھل ہے۔

پس اگر تمہاری یہ تعریف درست ہے۔ تو برہدارانیک اُپنشد کی محولہ بالا فلاسفی اور تعلیم غلط محض ہے۔ حالانکہ ایسا قرار دینے کا تمہیں کوئی استحقاق نہیں کیونکہ وہ ایک مستند اور معتبر کتاب ہے۔ پس اگر اس تعلیم کو صحیح اور راست قرار دو۔ تو تناسخ کا سارا تار پود اس تعلیم کے آگے ڈھیلا ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلیم تو امیر غریب عالم جاہل کالا گورا۔ لڑکی لڑکا پیدا ہونے کی علت والدین کے اعمال قرار دیتی ہے۔ یعنی والدین کی مرضی و ارادہ پر منحصر ہے۔ کہ وہ جس طرح کی اولاد چاہیں۔ پیدا کر لیں۔ پس جب والدین

کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ کہ وہ جس قسم کی اور جیسی اولاد چاہیں۔ پیدا کر لیں۔ تو پھر تناسخ کیسے اور کس طرح صحیح و درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اُمید ہے۔ کہ آریہ سماج کے لائق اور سمجھدار اصحاب اس عقدۂ لاینحل کو حل کرنے یا اس ویدک گتھی کو سُلجھانے کی کوشش ضرور بالضرور عمل میں لائینگے۔ اور اپنی تحقیق سے ہمیں بھی آگاہ فرمائینگے۔

(کفارۂ یسوع)

(۱) "کیا فانی انسان خدا کے حضور صادق ٹھہرے گا۔ کیا بشر اپنے خالق کی بہ نسبت پاک ہوگا۔" (ایوب ۴/۱۷)

(۲) "انسان خدا کے آگے کیونکر صادق ٹھہریگا۔" (ایوب ۹/۲)

(۳) "کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔" (ایوب ۱۴/۴)

(۴) "پس خدا کے حضور انسان کیونکر صادق سمجھا جاوے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا۔ کیونکہ پاک ٹھہرے۔" (ایوب ۲۵/۴)

(۵) "انسان کون ہے۔ کہ پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے۔ کہ وہ صادق ٹھہرے۔" (ایوب ۱۵/۱۴)

(۶) "کوئی نیکوکار نہیں۔" (زبور ۱۴/۱)

(۷) "کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں۔" (زبور ۱۴/۳)

(۸) "کوئی نیکوکار نہیں۔" (زبور ۵۳/۱)

(۹) "کوئی نیکوکار نہیں۔ ایک بھی نہیں۔" (زبور ۵۳/۳)

(۱۰) "کون کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے اپنے دل کو صاف کیا ہے۔ میں گناہ سے پاک ہوں۔" (امثال ۲۰/۹)

(۱۱) "اسلئے کہ کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے۔ اور خطا نہ کرے۔" (واعظ ۷/۲۰)

(۱۲) "کوئی راستباز نہیں - ایک بھی نہیں - کوئی سمجھدار نہیں - کوئی خدا کا طالب نہیں سب گمراہ ہیں سب کے سب نکمے بن گئے - کوئی بھلائی کرنے والا نہیں - ایک بھی نہیں" (رومیوں ۳ / ۱۰ تا ۱۲)

(۱۳) "اگر ہم کہیں کہ ہم بیگناہ ہیں - تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں - اور ہم میں سچائی نہیں" (یوحنا کا پہلا عام خط ۱/۸)

معزز ناظرین! پادری صاحبان کا یہ دعویٰ ہے - کہ چونکہ شروع دنیا میں انسان کے مورث اعلیٰ (آدم) نے گناہ کیا - اس لیے دنیا کے تمام انسان ورثہ پدری کے سبب گنہگار ہو گئے - اور کوئی ایسا نہ رہا - کہ جو اپنے کو پاک اور بے گناہ یا معصوم کہہ سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحم کی صفت کو کام میں لانے کے لیئے اپنے خاص اکلوتے دلپوٹھے بیٹے کو دنیا میں بھیجا - جو سراسر گناہوں اور خطاؤں سے پاک صاف منزہ و مبرہ تھا - یعنی مسیح یسوع - چونکہ وہ خدا کا بیٹا ہونے کے سبب سے معصوم عن الخطا تھا - اسلیئے گنہگاروں کے گناہوں اور قصوروں کا کفارہ ہو گیا۔

یہ ہے وہ لطائف منطق جو کفارہ مسیح کو ثابت کرنے کے لیئے پادری صاحبان اپنی زبان فیض ترجمان سے عموماً فرمایا کرتے ہیں -

اس وقت ہمارا یہ منصب نہیں - اور نہ ہی اتنی جگہ اور وقت کی گنجائش رکھتے ہیں - کہ کفارہ کے رد میں عقلی دلائل مہیا کر کے آپکے سامنے رکھیں - مگر ہاں پادری صاحبان جو کفارہ کی تائید میں اپنی نرالی اور انوکھی منطق چھانٹا کرتے ہیں - وہ بجنسہ نقل کر دی گئی ہے -

اب آپکا کام ہے - کہ آپ پادری صاحبان کی اس بیہودہ دلیل کو اور محولہ بالا بائبل کے تیرہ حوالجات کو بالمقابل رکھ کر فیصلہ کریں - کہ پادری صاحبان اپنے بیان میں کہاں تک صادق ہیں

ہمارے نزدیک تو یہ عقیدہ غلط محض ہے - کیونکہ بائبل کے مندرجہ بالا حوالجات کے رو سے مسیح جسکو خدا کا اکلوتا اور دلپوٹھا کہا جاتا ہے - بیگناہ اور معصوم نہیں

ثابت ہوتا۔ کیونکہ بائبل متعدد مقامات پر اس امر کا بیّن طور سے اظہار کر رہی ہے۔ کہ "کوئی نہیں جو صادق ہو" "کوئی نہیں جو راستباز اور بیگناہ ہو" اور پھر وہ جو عورت سے پیدا ہوا" پس چونکہ مسیح بھی ایک انسان تھے۔ اور عورت کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے بروئے بائبل وہ بے گناہ اور معصوم نہیں ہو سکتے پس جبکہ وہ معصوم اور بیگناہ نہ تھے۔ تو پادری صاحبان کا یہ دعویٰ کہ چونکہ وہ بے گناہ تھے۔ اس لئے وہ گنہگاروں کا کفارہ ہو گئے یہ سراسر غلط اور دلیل سے خالی دعویٰ ہے"

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

"مقاصد قرآن"

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پہلا مقصد۔ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے۔ اور اس کی ذات کے لئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔

دوسرا مقصد۔ قرآن شریف کا یہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کا صانع کامل ہونا۔ اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اور عالم کے ابتداء کا حال بیان کرتا ہے۔ اور جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا۔ اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے۔ ان امور کے مخالفین کی تکذیب کرتا ہے۔ سو یہ مقصد ربّ العالمین میں بطور اجمال کے آگیا۔

تیسرا مقصد۔ قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا۔ اور اس کی رحمت عامہ کا بیان کرتا ہے۔ سو یہ مقصد رحمان میں بطور اجمال آگیا۔

چوتھا مقصد۔ قرآن شریف کا خدا کا وہ فیضان ثابت کرنا ہے۔ جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔ سو یہ مقصد رحیم میں بطور اجمال آگیا۔

پانچواں مقصد۔ قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد مالک یوم الدین میں آگیا۔

چھٹا مقصد۔ قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردّیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد ایاک نعبد میں آگیا۔

ساتواں مقصد۔ قرآن شریف کا ہر ایک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا۔ اور تمام توفیق اور لطف اور نصرت اور ثبات علی الطاعتہ اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف سے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد چاہنے کے لئے تاکید کرنا ہے سو یہ مقصد ایاک نستعین میں آگیا۔

آٹھواں مقصد۔ قرآن شریف کا صراط مستقیم کے دقائق کو بیان کرنا ہے۔ اور پھر اس کی طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرع سے اس کو طلب کریں۔ سو یہ مقصد اہدنا الصراط المستقیم میں آگیا۔

۹ نواں مقصد۔ قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے۔ جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا ہے۔ تا طالبین حق کے دل جمعیت پکڑیں۔ سو یہ مقصد صراط الذین انعمت علیہم میں آگیا۔

۱۰ دسواں مقصد۔ قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے۔ جن پر خدا کا غضب ہوا۔ یا جو راستہ بھول کر انواع و اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے۔ تا طالب حق ان کی راہوں سے ڈریں۔ سو یہ مقصد غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں آگیا۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔ اور یہی تمام صداقتوں کے اصل الاصول ہیں۔

تشریح حدیث ویفیض المال

اثبات جہالت رأس الجہال

معلوم ہو کہ نزول مسیح موعود علیہ السلام کی بابت احادیث میں جو علامات و خواص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں انمیں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں مال کی بہجر ہوگی یہانتک کہ اسے کوئی قبول نہ کریگا ۔ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی جس صفائی سے اس زمانہ میں پوری ہوئی ہے واقعات و مشاہدات روزمرہ سے ظاہر ہے شاید ہی کسی زمانہ میں دنیا مال و دولت کی یہ کثرت اور اجناس کی یہ قدر و منزلت ہوئی ہوگی جیسی کہ اس زمانہ میں ہو رہی ہے اور یہ سب نظارے ایک مدعی مسیحیت و مہدویت کی تصدیق کے لیے خداوند قادر و توانا نے بہم پہنچا دیے ہیں جنکو دیکھ کر ایک مومن کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور بے اختیار اس مخبر صادق صلعم پر درود بھیجنے کو دل چاہتا ہے جس نے تیرہ سو برس پہلے خدائے علیم و خبیر کی طرف سے واقف ہو کر یہ احادیث و پیشگوئیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آگے بیان فرمائیں اور جو کہ اسلام کے دین برحق ہونیکے ثبوت میں ہم بکمال فخر و مباہات غیر مسلموں کے آگے پیش کر سکتے ہیں اللھم صل علی محمد و آلہ ۔ لیکن مخالفین و معاندین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہمیشہ یہی کوشش ہے کہ جہانتک ہو سکے ہماری ہر ایکبات کی مخالفت کی جاوے خواہ اس مخالفت اور تکذیب کا اثر ہم سے گزر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم پر بھی جا کر پڑے ۔ چنانچہ نزول مسیح موعود کی احادیث میں سے ایک حدیث کے ایک جملہ **ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد** کو لیکر اور اسکے غلط معنے کر کے **مولوی ثناء اللہ** امرتسری اپنے اخبار **اہلحدیث** میں رقمطراز ہوتے ہیں کہ "مسیح علیہ السلام لوگونکو مال دینگے لیکن غنا کی وجہ سے اسکو کوئی قبول نہ کریگا" اس حدیث کے مطابق چاہیے تھا کہ قادیان میں مال و دولت کے خزانے اتنے ہوتے کہ قادیان سونے چاندی کی بنجاتی" اہلحدیث ۵ رجون ۱۹۲۰ء منقول از الفضل ۱۷ رجون ۱۹۲۰ء اسکے جواب میں ایڈیٹر الفضل نے جو مختصر مگر مدلل جواب دیا ہے وہ نہایت معقول ہے لیکن مخالف و موافق کی مزید تسلی کے لیے چند ریمارک ذیل میں بھی عرض کیے جاتے ہیں جس سے مخالف امرتسری کا جاہل

بلکہ واقعی اس کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہو جائے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔

اوّل۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ بقول معترض اگر کسی نبی یا امام کے پاس مال و دولت کے خزانے ہوں تو وہ سونے چاندی کے گاؤں یا مکان ہی بنوالے اور اگر نہ بنائے تو وہ نبی برحق یا امام صادق نہ ہوگا حدیث شریف میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صداقت ترجمان سے مروی ہے اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی متفق علیہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین مطبوعہ غزنویہ امرتسر صفحہ ۲۳۰ یعنی مجھکو زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دیگئی اور میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہیں۔ مقام غور ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے خزانوں اور مال کی تو کوئی تفصیل بھی نہیں دیگئی لیکن آنحضرت صلعم تو خود ارشاد فرماتے ہیں کہ زمین بھر کے خزانے مجھکو عطا ہوئے ہیں لیکن معترض بتلائے کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ کو سونے چاندیکا بنا دیا تھا؟ یا کم از کم اپنے حجرے یا مسجد پر سونے چاندیکا پانی ہی پھروا دیا تھا؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا نعوذ باللہ وہ نبی برحق نہیں؟ کیا سوائے اُن مخالفین کے جنھوں نے اس قسم کا سطحی معیار ثبوت اپنی جہالت و خیرہ چشمی سے تجویز کر کے کمال دیدہ دلیری سے کہا تھا اَوْ یَکُونَ لَکَ بَیْتٌ مِّن زُخْرُفٍ پ ۱۵ کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمھارا گھر سونیکا ہوتا۔ کیا کسی مسلمان مومن صادق کو بھی ایسی باز پرس کی مجال ہوئی یا ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو مسیح موعود قادیان سے بھی نہیں ہو سکتی۔ ہر چند بفرض محال وہ مالک خزائن و دفائن ہو۔

دوم بقول معترض اگر مسیح موعود مال تقسیم کرے اور لوگ بوجہ غناء کے اسکا لینا قبول نکریں تو اس سے لازم نہیں کہ قادیان سونے چاندیکی بنجائے۔ وہ بتلائے کہ عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنی اُمیہ نے بھی اپنے دار السلطنت دمشق کو سونے چاندی کا بنا لیا تھا؟ جسکی نسبت مورخین محققین اسلام نے لکھا ہے انہ وقع فی زمنہ ان الرجل کان یعرض مالہ للصدقۃ فلا یجد من یقبل صدقتہ یعنی اُسکے عہد میں ایسا واقعہ ہو چکا ہے کہ آدمی اپنا مال صدقہ و خیرات کے لیے پیش کرتا تھا مگر کوئی حاجتمند ایسا نہ پاتا تھا جو اُسکے صدقہ کو قبول کرے حالانکہ دمشق خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے پیشتر بھی شاہان نصاریٰ کا مشہور پایہ تخت تھا اور جبکہ مسلمانوں نے جب سے اُسے فتح کیا خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر عمر بن العزیز کے عہد تک تقریباً سو برس تک تمام خلفائے بنی اُمیہ کا دار الخلافہ رہا اور بغداد سے پہلے مسلمانوں کا گویا عروس البلاد

دمشق ہی تھا۔ پس ایسے شہر کو یا کم از کم قصر خلافت کو ہی سونے چاندی کا بنانا چنداں مشکل امر نہ تھا۔ ورنہ بقول معترض ایسے نیکدل اور عادل اور فیاض عالم بلکہ مجدد صدی اول خلیفہ سے یا زیر پرس لازم ہے کہ جب صدقات کو لوگ بوجہ غناء کے قبول نہ کرتے تھے تو لا محالہ وہ مال بچت رہتا ہوگا پھر اپنے دمشق کو سونے چاندی کا کیوں نہیں بنا دیا لیکن جب کوئی خوش اعتقاد مسلمان اور عقلمند انسان عمر بن عبد العزیز پر نہ اسکے عہد خلافت میں معترض ہوا اور نہ اب کوئی ہو سکتا ہے تو قادیان جیسی معمولی بستی کے مجدد و مسیح پر ایسا اعتراض و سوء ظن کس بنا پر صادق آسکتا ہے

سوم کثرت مال و خزائن کا نتیجہ ہمیشہ عیش پسندی و مرفہ الحالی نہیں ہوتا بلکہ اکثر ظہور فتن و مفاسد کا اندیشہ بھی اسکے ساتھ لازم ہوتا ہے جیسے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون سورہ انعام اور بخاری کی حدیث میں آتا ہے ان ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قال استیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فزعا یقول سبحان الله ماذا انزل الله من الخزائن وماذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجه لکی یصلین رب کاسیة فی الدنیا عارية فی الآخرة - کتاب الفتن باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه - مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۴۸ - اسیطرح کثرت مال کو علامات قیام قیامت میں شمار کیا گیا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے لا تقوم الساعة حتى یفیض المال وتظهر الفتن ویکثر الهرج قالوا وما الهرج یا رسول الله قال القتل القتل القتل ثلاثا دیکھو ابن ماجہ باب اشراط الساعة مطبوعہ ۱۲۷۳ھ عمدة المطابع دہلی صفحہ ۳۰۳

چہارم معترض نے جو ترجمہ یفیض المال کا کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام لوگوں کو مال دینگے یہ غلط ہے بلکہ اسکا معنی یہ ہے کہ نزول مسیح موعود کے وقت لوگوں کے پاس پہلے سے از خود ہی مال زیادہ ہوگا اور بوجہ کثرت کے گویا بہا بہا پھریگا چنانچہ میرزا حیرت دہلوی نے اردو ترجمہ بخاری شریف کا کیا ہے اسمیں خاص اس حدیث کے اس جملہ کا ترجمہ انہوں نے یوں کیا ہے "اور مال بہا بہا پھرے گا" دیکھو ترجمہ بخاری مطبوعہ کرزن گزٹ پریس دہلی جلد ۳ صفحہ ۵۶۲
اگر کہو کہ میرزا حیرت کا عربی داں علماء اہل حدیث میں شمار نہیں اسواسطے انکا ترجمہ سند نہیں

تو ہم نواب صدیق حسن خان کی کتاب سے ایک دوسری حدیث نزول مسیح میں بھی اسی جملہ کا ترجمہ اُن کے ہی الفاظ میں دکھا سکتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں و ترک دہد صدقہ را یعنی زکوٰۃ را بسبب عدم قابض دیگر ندہد و ظاہر شوند کنوز و خزائن در زمانہ او۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں بھی لکھا ہے یفیض بفتح اولہ من فاض الماء یفیض اذا اکثر سار کالوادی یعنی یفیض کے پہلے حرف پر زبر ہے پانی کے بہنے سے جب زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ بہ پڑے مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۲

پنجم اگر جملہ مذکورہ کے ظاہری معنے مراد لیں جیسے کہ معترض نے لیے ہیں تو جملہ کے حصہ اول و دوم میں کوئی رابطہ بھی قائم نہیں رہتا اور رسول صلعم جیسے افصح الفصحاء و ابلغ البلغاء انسان جنکی شان اوتیت بجوامع الکلم ہے ممکن نہیں کہ ایسا بے جوڑ اور بے ربط کلام ارشاد فرمائیں ورنہ معترض بتلائے کہ کیا ایسا ہونا کبھی بھی ممکن ہے کہ مسیح موعود تو لوگوں میں مال و دولت تقسیم کریں اور لوگ اسکو قبول ہی نہ کریں اور اسکی وجہ یہ ہو کہ لوگ پہلے سے مالدار ہوں گے۔ اول تو یہ دریافت طلب ہے کہ مسیح موعود کو اتنا مال و دولت میسر ہی کہاں سے ہو گا کہ وہ تمام مسلمانوں کو بکثرت عطا فرمائیں گے کیا قرآن کریم میں یا حدیث شریف میں کہیں اس بیشمار مال و دولت کے ماخذ و مخرج کا ذکر آیا ہے؟ اگر کہو کہ مسیح موعود کے پاس خزانے ہونگے تو پھر ساتھ ہی انکو رسول صلعم سے افضل اور ساتھ ہی بجائے تابع سنت نبوی و تابع کتاب اللہ ماننے کے مخالف سیرۃ و سنت نبوی ماننا پڑیگا کیونکہ رسول صلعم کی نسبت حکایتاً خدا فرماتا ہے کہ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہو کہ میں علم غیب سے واقف نہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خزانے جمع ہیں قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب ؂ اگر کہو کہ کفار کے ساتھ جنگ و جہاد کر کے اُن خزانوں پر قابض ہو جائیں گے تو یہ امر بھی مخالف حدیث اور مخالف اُن کے فرض منصبی کے ہی کیونکہ جملہ زیر بحث یفیض المال سے پہلے یضع الجزیۃ حدیث میں آیا ہے اور بعض حدیثوں میں جملہ فیضع الحرب مروی ہے۔ بخاری شریف میں نزول مسیح علیہ السلام کی حدیث کے ترجمہ میں مرزا حیرت دہلوی نے فیضع الحرب کا ترجمہ لکھا ہے اور جنگ موقوف کر دینگے۔ ایسے ہی وضع حرب کے معنے لغت عرب میں ترک جنگ ہیں۔ ای کفت و ضعت الحرب بینا و بینہ ای اسقطتہا (مجمع البحار۔ زیر لفظ وضع صفحہ ۴۶۵ نولکشور) اور (نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے منعدم

گرد و قتال و جدال (حجج الکرامہ ص۴۲۵) جس طرح ایک نبی یا ولی کے دست مبارک سے لوگونکا مال نہ لینا التعجب انگیز ہے اسی طرح مالدار لوگونمیں بلا ضرورت خواہ نخواہ مال تقسیم کرنا بھی کم حیرتناک نہیں ہے کیونکہ یہ صریح اسراف ہے اور بعید از حکمت بھی۔

ششم معترض نے جو عدم قبول مال کی وجہ غنا لکھی ہے وہ خلاف فطرت انسانی ہے کیونکہ انسان حریص الطبع اور مال و دولت کے لیے جیسے پہلے حریص تھا اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہیگا اس فطرۃ و سیرۃ انسان کے بیان میں متعدد آیات و احادیث صحیحہ شاہد ہیں مثلاً زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ ۱/۳ بل تحبون العاجلۃ ۲۹/۱۷ الہکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۳۰/۲۲ اور حدیثوں میں مذکور ہے کہ انسان ایسا حریص واقعہ ہوا ہے کہ اگر اسکو ایک وادی سونے کی بھری ہوئی ملجاوے تو خواہش کریگا کہ ایک دوسری بھی ملجائے اگر دو وادیاں ملجائیں تو چاہیگا کہ کاش ایک تیسری بھی ملجاے لو ان ابن آدم اعطی وادیا ملأ من ذہب احب الیہ ثانیا ولو اعطی ثانیا احب الیہ ثالثا ولا یسد جوف ابن آدم الا التراب۔ بخاری کتاب الفتن باب ما یتقی من فتنۃ المال مطبوعہ مصر جزء الرابع ص۸ یا قناعت پر کند یا خاک گور۔

اور خود شارحین حدیث نے عدم قبول مال کی وجہ وہ پریشانی و سراسیمگی لکھی ہے جو آثار قرب قیامت کے نمودار ہونے پر لوگونکو لاحق حال ہوگی۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں وظاہر شوند کنوز و خزاین در زمانہ او و رغبت نکند در چیدن اموال بسبب علم بقرب ساعۃ۔ حجج الکرامہ ص۴۲۵۔ اسی طرح فتح الباری میں حتی یکثر فیکم المال کی حدیث کی تشریح میں لکھا ہے ویحتمل ان یکون ہذا الاخیر خروج النار واشتغال الناس بامر الحشر فلا یلتفت احد حینئذ الی المال بل یقصد ان یتخفف ما استطاع جلد ۱۳ مطبوعہ مصر کتاب الفتن باب خروج النار۔ اور عدم قبول مال کے لیئے غناء کی وجہ سے یہ وجہ زیادہ ترچسپاں بھی ہے۔ پس جب معترض کی مجوزہ وجہ عدم قبول ہی خلاف قرآن و حدیث و مخالف قیاس محققین ہے تو اسکا نتیجہ کہ قادیان نے سونے چاندی کی بیجائی کس طرح قابل قبول ٹھہر سکتا ہے؟ اور جب بقول محققین عدم قبول کی وجہ

یہ ہو کہ قرب قیامت کا علم یقینی ہو جائے گا تو پھر مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کب وہم و گمان میں آسکتا ہے کہ ایسی آخر انقرٰی میں انکو نمرود و شداد کی طرح سونے چاندی کے محلات وتعمیرات کا شوق دامنگیر ہوگا۔ فتدبر۔

ہفتم اگر بقول معترض مسیح موعود علیہ السلام کو سونے چاندی کے خزانوں کا مالک مانا جائے تو پھر مسیح موعود اور مسیح الدجال میں کوئی فرق نہیں رہ سکتا کیونکہ دجال کے متعلق بھی حدیثوں میں مذکور ہے کہ دنیا جہان کے خزانوں پر اسکو تصرف حاصل ہوگا مثلاً مروی ہے وقبائل جن او را تابع شد برائے وے خزائن ارض بیروں ارند۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۴

خود دجال کی وجوہ تسمیہ و اشتقاقات لغت عرب میں لکھا ہے او من دجل اذا (طلی بالذہب) او (من الدجال) کغراب (للذہب اوماۂ عن کراع ھکذا ضبطہ الصاغانی والصواب ان الدجال بمعنی الذہب کشداد ۔۔۔ سمی بہ (لان الکنوز تتبعہ) حیث سار» تاج العروس جلد السابع مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۸ زیر لفظ دجل۔ اور دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر جلد السابع صفحہ ۶۲ ذکر الدجال یعنی دجل سے یہ مشتق ہے جس کے معنے سونے کا پانی چڑھانا ہے (چنانچہ محاورہ عرب میں کہتے ہیں دجل السیف (تلوار مطلا کی یا دُجال بر وزن غُراب سے جس کے معنے سونا یا سونے کے پانی کے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ دَجّال بر وزن شدّاد کے معنے سونے کے ہیں ۔۔۔ اور یہ اسکی وجہ تسمیہ ہے کیونکہ خزانے اسکے پیچھے پیچھے ہوں گے جدھر جدھر وہ جائیگا۔ پس لازم ہے کہ مسیح موعود اور مسیح الدجال کے مال اور اسکی نوعیت میں مابہ الامتیاز کچھ ہو۔ ورنہ قباحت ظاہر ہے۔ اور شکر ہے کہ قرآن مجید اور فرقان حمید میں وہ مابہ الامتیاز موجود ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۳ اور عام طور پر بھی زبان زد عوام ہے کہ ایمان بڑی دولت ہے۔ پس جس مسلمان کو خدا و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وہدایات پر ایمان کامل ہے اور انبیاء کرام وائمہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ وسنتہ سے واقف ہے وہ ضرور مسیح موعود علیہ السلام اور دجال مردود کے مال اور اسکی نوعیت

تقسیم میں فرق ملحوظ رکھے گا۔ ہاں جو معترض کی طرح دنیا کا کیڑا اور دنیا کے مال و دولت پر فریفتہ ہے وہ اپنے نفس کی طرح مسیح موعود کو بھی دنیوی مال و دولت کو جمع کرنیوالا خیال کرے گا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + اور یہی ہدایت و حکمت کی دولت ہے جسکو معلمان ہدایت لا اسئلکم علیہ مالاً کہہ کر مفت تقسیم کرتے ہیں لیکن عام لوگ قبول نہیں کرتے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاکثرھم للحق کارھون اور پھر اسکی تائید اسی حدیث نزول مسیح موعود کے ایک اور فقرہ سے بھی ہوتی ہے حتی تکون السجدة الواحدة احب الیھم من الدنیا وما فیہا۔ بخاری۔ اس کی شرح میں مرقاة میں لکھا ہے وانما اراد بذلك ان الناس یرغبون فی امر اللہ ویزھدون عن الدنیا۔

ہشتم۔ معترض بتلائے کہ اگر اس کا مزعومہ مسیح موعود جسکی نسبت انجیل شہادت دیتی ہے کہ اسکو اپنی پہلی زندگی میں سر رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جو اپنے حواریوں کو تلقین کرتا تھا کہ زمین میں خزانے جمع کرو اور یہ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا ممکن ہے لیکن دولتمند کیلئے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ جب وہ دوسری دفعہ آسمان سے نازل ہوگا تو برخلاف اپنی تعلیم کے کس طرح خود ہی خزانے جمع کرنیوالا اور اپنے مکان بلکہ ساری بستی کو سونے چاندی کا بنا دیگا؟ اور خصوصاً اس حالت میں کہ وہ قرآن جسمیں آیا ہے والذین یکنزون الذھب والفضة اُس سید الانبیاء کی سنت کا پابند ہوگا جسکا ارشاد ہے کُن فی الدنیا کانك غریب او عابر السبیل۔ بخاری کتاب الرقاق جلد ۴ ص۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو وہ مسیح موعود نہ ہوگا؟ لیکن انشاء اللہ وہ ایسا اعلان ہرگز نہیں کرسکتا۔ جب نہیں کرسکتا تو کسقدر بے انصافی ہے کہ ایک امر محال کو ممکن قرار دیکر ایک داعی حق کی تکذیب کی جسارت کرتا ہے۔

نہم ۹ جب آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تفسیر و تشریح کے لیے بہترین اصول تفسیر بعضہ بعضاً قرار دیا گیا ہے تو کیا معترض حدیث یفیض المال

مزعومہ توجیہ کی تائید میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کرسکتا ہے جس سے ثابت ہو کہ مسیح موعود اپنے مکان اور اپنے گاؤں سونے چاندی کے بنوائے گا؟

برخلاف اسکے ماہرین حدیث جانتے ہیں کہ کثرت مال کا ذکر خاص طور پر علامات قیامت کے بیان میں متعدد احادیث مذکور ہیں اور پھر وہ ذکر بھی ان ہی الفاظ میں ہے اور ساتھ ہی یاد رہے کہ ان ابواب میں یا ان احادیث کے سباق وسیاق میں مسیح موعود کا کوئی ذکر نہیں تو اس سے لامحالہ یہ نتیجہ نکلا کہ تقسیم مال کو مسیح موعود کی طرف منسوب کرنا معترض کی خوش فہمی ہے اور بس۔

اب ذیل میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں جس سے قرب قیامتہ میں کثرت اور لوگوں کا ہمہ تن جمع مال وزر میں مستغرق ہونا ثابت ہو۔

ا لا تقوم الساعۃ حتی یفیض المال وتظہر الفتن ویکثر الھرج قالوا وما الھرج یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال القتل القتل القتل ثلاثا۔ دیکھو ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ مطبوعہ عمدۃ المطابع دہلی ۱۲۷۳ھ ص۲۹۹ قیامتہ قائم نہ ہوگی یہانتک کہ مال بہتا پھرے اور فتنے ظاہر ہوں اور ہرج بکثرت ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہے فرمایا قتل قتل قتل تین دفعہ

ب فواللہ ما الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتلھیکم کما الھتھم۔ بخاری۔ کتاب الرقاق جلد ۴ ص۷۹ فرمایا کہ مجکو تمہارے مفلس ہو جانے کا خوف نہیں ہے لیکن خوف اس بات کا ہے کہ دنیا کی فراخی تمکو حاصل ہوگی جسطرح انکو ہوئی جو تم سے پہلے تھے پس تم اسکا لالچ کروگے جسطرح انھوں نے کیا تھا اور وہ تم کو غافل کردے گی جسطرح انکو کرچکی ہے۔

ج وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا۔ بخاری جلد ۴ ص۷۹۔ خدا نے مجکو روئے زمین کے خزانوں کی

کنجیاں دیدی ہیں یا فرمایا زمین کی کنجیاں اور یہ کہ خدا کی قسم میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم اسکے حریص ہو جاؤ گے

د ایک حدیث میں جو ثوبان سے مروی ہے مسلمانوں کی حالت زار اور ہجوم کفار کا ذکر کرکے فرمایا ہے کہ کفار کے دلوں سے تمھاری ہیبت اٹھ جائے گی اور تمھاری دلوں میں وھن بھر جائیگا اور وھن کی تفسیر میں فرمایا حب الدنیا و کراھیۃ الموت۔

ابو داؤد۔ باب فی تداعی الامم علی الاسلام کتاب الملاحم مطبوعہ مصر کانپور ۲۱۵
حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر علامات قرب قیامت کی ارشاد فرمائی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دو یہ ہیں کہ جب لوگوں کو دیکھو کہ دنیا کے لیے دین کو بیچتے ہیں اور قاری لوگ فاسق ہوں۔ بھیڑوں کے پوست سے پوشش بنائیں ان کے دل مردار سے زیادہ گندے اور مصبر سے بھی زیادہ تلخ ہونگے خداوند کریم انکو اس فتنہ میں مبتلا کریگا جسطرح یہود انہیں پڑے تھے۔ اور ظاہر ہوں اشرفیاں روپے اور پیسے زیادہ ہو جائیں۔ بپوشاند ایشاں را خدا تعالیٰ فتنہ را کہ بفتند دراں ہمچو افتادن یہود و ظاہر شود صفراء یعنی دینار و مطلوب شود بیضاء یعنی درہم۔ حجج الکرامہ ص۲۹۵۔

وھم۔ تقسیم مال کا ذکر البتہ بجائے مسیح موعود کے امام مہدی علیہ السلام کی حدیثوں میں ضرور آیا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے یقسم المال و یعمل فی الناس بسنۃ نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم و یلقی الاسلام بجرانہ علی الارض۔ ابو داود معہ تعلیق المحمود باب اول کتاب المہدی ص۵۹۵۔ اور حجج الکرامہ میں بھی علاوہ حدیث محولہ بالا کے دوسری احادیث بھی مروی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی خود بھی بکثرت مال تقسیم کرینگے اور لوگ بھی خود ان سے طلب کرینگے۔ اور لا یقبلہ احد کا کوئی ذکر نہیں وا المال یومئذ کدوس فیقوم الرجل فیقول یا مہدی اعطنی فیقول خذ دوسری حدیث میں و یعطی المال صحاحا ص ۳۶۱۔ ۳۶۳ و مسلم ہجم۔

جب مسیح و مہدی کا مقصد اور فرض منصبی تقریباً یکساں ہے اور دونوں تابع شریعت نبوی مسلّم ہیں چہ مہدی و عیسیٰ ہر دو ناصر دین اسلام و تابع سنت خیر الانام و محیی سنن رسول کریم باشند پس فعل و عمل ہر یکے گویا فعل دیگرے است بلا تفاوت حجج الکرامہ صـ ۳۶۳ - حضرت مسیح موعود جس کی نسبت امامکم منکم اور فامکم بکتاب اللہ وسنۃ نبیکم مروی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مہدی سے تو لوگ سوال کرینگے اور وہ اُنکو مال عطا کرینگے اور وہ تبرکاً اُن سے لیلیا کرینگے لیکن مسیح موعود کے ہاتھ سے مال لینے سے وہ سراسر انکار کریں گے - کیونکہ وہ پہلے سے غنی ہوں گے اور بوجہ غنا کے قبول ہی نہ کرینگے جسکی بنا پر معترض کہتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق چاہیئے تھا کہ قادیان میں مال و دولت کے اتنے خزانے ہوتے کہ قادیان سونے چاندی کی بنجاتی ۱۲ اگر معترض کہے کہ چونکہ حدیث میں مسیح و مہدی سے ایک ہی شخص مراد ہے نہ دو جدا جدا اشخاص تو بھی اس کا اعتراض ہمپر صادق نہیں آسکتا کیونکہ لوگوں کے سوال اور مہدی کے عطائے مال سے تو جمع خزائن کا احتمال اور بھی امر محال ہو جاتا ہے - فھو المراد * وتلک عشرۃ کاملۃ بس کہ دل آزردہ شود ورنہ سخن بسیار است * والسلام علی من اتبع الہدیٰ - خادم حسین بھیروی

تصحیح رسالہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۶	حَرّب	حَرْبٌ	۱۹	۹	زیدا	زیبا
۲	۷	یُفیض	یَفیض	۱۹	۲۰	الہام	ابہام
۴	۳	ایاتُ	آیاتٍ	۲۲	۱۷	اتمہ	ائمّہ
۴	۷	مواظبۃ	مواظبتہ	۲۵	۱۲	لہم	بہم
۵	۲۲	خلق	نشاء وحدت	۲۵	۱۵	انکو	نہ انکو
۷	۹	حولہٗ	قولہٗ	۵۲	۱۳	یُفیض	یَفیض
۹	۱	جو	یہ	۵۲	۱۷	مستانِف	مستانَف
۱۱	۲	تنزّل	تنزل	۵۶	۱۴	اعبدہا	اعیذہا بک
۱۰۱	۲۱	دو تین ناظرین	دو تین آیات ناظرین	۵۸	۹	من عند اللہ	من عند غیر اللہ
				۵۸	۱۶	سبق	سبّق

طاقت بڑھانے والا پھل

کولا نامک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجیے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلیے گھوڑے کی سواری پہاڑی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا یہ ہول دل اور دھڑکن کو روکتا ہے رانکو جاگنا ہو اسکو پی لیجیے تکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو بھی چھڑاتا ہے مفصل حالت کی فہرست بلاقیمت منگا کر دیکھیے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ محصولڈاک ۵ر ادویات ہر جگہ دوکانداروں ڈاکٹروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے اور زخم صاف ہو کر جلد انگور کیطرح بھر آتا ہے اور نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم کو آرام ہو جاتا ہے معمولی زخم سے لیکر بڑے بگڑے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵ر زخم دھونیکی ٹکیہ مرہم لگانیکے ساتھ ہی زخم دھونا بھی چاہیے جس دوا سے زخم دھونیکا پانی بنتا ہے مرہم کے ساتھ ٹکیہ مل سکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ار محصولڈاک ہر دو ۵ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہری میل کی ڈبیا میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیاں پاس رکھیے نہیں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیوں کی ڈبیہ ۸ر محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے دیکھیے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکر اور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہے کہ آپ کی داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی ہیں آپ کا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اسکے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کی طرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴ر محصولڈاک ۵ر ایک سے دو تک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو دارالامان قادیان سے شائع ہوتا ہے

رسالہ

تشحیذ الاذہان

(ماہواری)

Digitized by Khilafat Library

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل ۱-۱۷ سردار چراغ الدین صاحب سیالکوٹی

۲۔ طوفان نوح اور اسکا تاریخی ثبوت ۱۸-۲۹ منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر

۳۔ مذاکرہ علمیہ بجواب مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ مندرجہ اصلاح ۳۰-۴۰ سید صادق حسین صاحب اٹاوی

۴۔ تحفہ کبیر (شیعہ مجتہدین کی گواہی وفات مسیح پر) ۴۱-۴۳ مرزا کبیر الدین صاحب احمدی لکھنؤ

۵۔ شذرات ۴۴-۴۵ ایڈیٹر

سالانہ قیمت عوام سے عہ | غیر ممالک سے ہے | طلبہ سے عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

ریویوز

ہمارے بھائی محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے اس گرانی طباعت کے زمانہ میں باوجود فراوانی اخراجات چند چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کیے ہیں جنکو بہت سی تعداد میں خرید کر برادر محمد یامین کی ہمت بڑھانی چاہیے کیونکہ تبلیغ و اشاعت کے لیے بہت ہی کارآمد ہیں۔

تحفۂ مسیح بیان ہر دو حصہ مکمل یہ ایک مشہور و معروف پنجابی نظم کی تبلیغی کتاب ہے جو بعد تصحیح مصنف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن بھڈیال چوتھی بار چھپوائی گئی ہے۔ کاغذ لکھوائی چھپوائی۔ نہایت عمدہ و قابل تعریف قیمت صرف ۵۔ **سفید منارہ ظہور احمد کا نظارہ** مولوی حکیم کرم داد صاحب دوالمیال کی تازہ پنجابی نظم ہے جسمیں آجکل کے پیش آمدہ واقعات کو احادیث نبویہ و آیات قرآنیہ سے دکھایا گیا ہے اور سلسلہ احمدیہ کی تصدیق کی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ قیمت ۱۰ر **وفات مسیح بر آیات قرآنی** ۴۰۔ آیات جن سے موت مسیح پر استدلال کیا جاتا ہے با ترجمہ جمع کر دی گئی ہیں قیمت ۲ر ایک روپیہ کی بیس ۲۰ **وفات مسیح ناصری** حضرت مسیح موعود کا مضمون افادات البخاری ازالہ اوہام حصہ دوم سے الگ چھپوایا گیا ہے عزیزی پریس آگرہ میں قیمت ۱ر ایکروپیہ کے ۳۰ **احمدی غیر احمدی میں فرق** حضور مسیح موعود کی وہ تقریر دلپذیر جو ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ پہلے دو چار بار چھپی مگر بلحاظ نفاست طبع یہ بڑھ چڑھکر ہے۔ قیمت ۱ر ایکروپیہ کی ۲۰ **تبلیغی کارڈ** گیارہ قسم کے مختلف کارڈ جنکے ایکطرف نصف پر تبلیغی اشعار و مضامین مندرج ہیں سفید ڈمی کاغذ پر چھاپے گئے ہیں ایک روپیہ سینکڑہ ان کے خط بھی لکھیے اور تبلیغ کا ثواب بھی لیجیے **گلدستہ احمدیہ حصہ ۲** مختلف احمدی شعراء کی تبلیغی نظموں کا مجموعہ ۳ر فی جلد حصہ اول ۲ر **نماز مترجم** دوسرا اڈیشن بہت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ چھاپی گئی ہے قیمت ۱ر ۱۲ عدد کی برادر محمد یامین۔ دُر ثمین۔ فارسی ترتیب دے چکے ہیں۔ عنقریب طبع ہوگی۔ اور تتمہ اکمل ہر چہار حصے ان نظموں کے ساتھ جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں کُل مجموعہ بھی جلد چھپنے والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل

وجہ تحریر مضمون جیون تت مجریہ یکم جون ۱۹۲۰ء میں ہمیں کسی دیو سماجی صاحب کا یہ مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس جہان کے خالق و مالک حیّ و قیوم حاضر و ناظر ازلی ابدی ہستی کے علمی اور عقلی رنگ میں ثبوت اور دلائل چاہتے ہیں۔ چونکہ ہم بھی اس پاک و برتر ہستی کے پرستار ہیں اور محض اسی کے فضل و کرم سے عالم عدم سے عالم ہست میں آئے ہیں اور ہمارا وجود محض اسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے سماجی دوستوں کے مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں مگر جیسے کہ ہم اپنے کلام میں متانت سنجیدگی اور شرافت برتیں گے ایسا ہی ہمیں اپنے حریف سے امید ہے کہ انکا کلام بھی ان باتوں سے عاری نہ ہوگا اور کسی قسم کا استہزا یا تمسخر اور دل آزار کلمہ استعمال نہ فرمائیں گے

دیو سماجی کی دلیل ہمارے سماجی دوست نے اپنی علمی دلیل میں یہ بیان فرمایا ہے۔ الف۔ کہ بموجب سائنس تمام کائنات میٹر اور فورس (مادہ اور طاقت) ہی سے بنی ہوئی ہے اور انکی مجموعی مقدار ہر صورت میں برابر رہتی ہے لہٰذا وہ ازلی ابدی ہیں اور کائنات کا خالق نہیں۔ ب اسبات کا جواب کہ مختلف شکلیں کیونکر بنتی ہیں یہ ہے کہ مادہ اور طاقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل

وجہ تحریر مضمون جیون تت مجریہ یکم جون ۱۹۲۰ء میں ہمیں کسی دیو سماجی صاحب کا یہ مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ اس جہان کے خالق و مالک حیّ و قیوم حافظ و ناظر ازلی ابدی ہستی کے علمی اور عقلی رنگ میں ثبوت اور دلائل چاہتے ہیں۔ چونکہ ہم بھی اس پاک وراء الورا ہستی کے پرستار ہیں اور محض اسی کے فضل و کرم سے عالم عدم سے عالم ہست میں آئے ہیں اور ہمارا وجود محض اسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے سماجی دوستوں کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں مگر جیسے کہ ہم اپنے کلام میں متانت سنجیدگی اور شرافت برتیں گے ایسا ہی ہمیں اپنے حریف سے امید ہے کہ انکا کلام بھی ان باتوں سے عاری نہ ہوگا اور کسی قسم کا استہزا یا تمسخر اور دل آزار کلمہ استعمال نہ فرمائیں گے

دیو سماجی کی دلیل ہمارے سماجی دوست نے اپنی علمی دلیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ موجودہ سائنس تمام کائنات میٹر اور فورس (مادہ اور طاقت) ہی سے بنا کرتی ہے اور انکی مجموعی مقدار ہر صورت میں برابر رہتی ہے لہٰذا وہ ازلی ابدی ہیں اور کائنات کا خالق خدا نہیں۔ اب اس بات کا جواب کہ مختلف شکلیں کیونکر بنتی ہیں یہ ہے کہ مادہ اور طاقت

کہ آپس میں عمل و رد عمل سے یہ شکلیں ظہور پذیر ہو رہی ہیں +

دیو سماجی کی علمی ٹھوکر

مجھے اپنے قابل دوست کی یہ دلیل پڑھکر بہت افسوس ہوا کہ انھوں نے سائنس کی آڑ میں ایک بات کہہ کر سخت ٹھوکر کھائی ہے اور غالباً انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ اگر سائنس کا نام لے کر رطب و یابس اناپ شناپ جو منہ میں آئے کہدیا جائے تو وہ سب علمی باتیں ہو جائینگی کیونکہ جہلاء سائنس کا نام سنکر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ بیشک جہلاء تو ایک حد تک متاثر ہو جائیں گے مگر اہل علم اور حقیقت شناس محض میٹر اور فورس کا نام سنکر اپنے عقل و فہم فکر اور تدبر کو جواب نہیں دیدیں گے بلکہ وہ ان طاقتوں کو اس کی تحقیق میں صرف کریں گے +

سائنس صرف کیفیت بتاتی ہے نہ کہ حقیقت

میرے معزز دوست! سائنس والوں کا یہ ہرگز قول نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ میٹر اور فورس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور اپنی مقداروں میں ہمیشہ سے محدود اور معین خواص میں چلی آتی ہیں کیونکہ جہانتک ان کا تجربہ ہے وہ اس سے زیادہ بات نہیں کر سکتے کہ میٹر اور فورس کے متعلق ابتک جتنے تجربے ہوئے ہیں یہ دونو چیزیں اپنی مقداروں میں گھٹتی بڑھتی معلوم نہیں ہوتیں۔ سائنس صرف کسطرح پر بحث کرتی ہے "کیوں" پر نہیں کرتی۔ یعنی سائنس صرف یہ بتلاتی ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور یہ کہ کیوں ایسا ہوتا ہے یہ سائنس نہیں بتلاتی۔ مثلاً سائنس یہ کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد ایک خط بناتی ہے مگر یہ کہ کیوں بناتی ہے اس سے وہ خاموش ہے۔ سائنس صرف قدرت کے ظاہری مناظر پر روشنی ڈالتی ہے مگر یہ کہ کسی چیز کی حقیقت کیا ہے وہ نہیں بتلا سکتی۔ مثلاً جب ایک کتاب ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہے تو اسکے معنے یہ نہیں ہوتے کہ جو چیز ہمارے سامنے آئی ہے وہ کتاب ہے بلکہ اسکے معنے صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس چیز کی بعض صفات سے ہمارے حواس متاثر ہوئے ہیں جسکے مجموعی اثر کو ہمنے ایک نام سے تعبیر کیا ہے جو کتاب ہے نظر نے اسکے رنگ لمبائی چوڑائی اور موٹائی کو دیکھا۔ چھونے نے اسکی نرمی اور سختی کو معلوم کیا علیٰ ہذا القیاس باقی حواس نے بھی حسب قوت یافتہ کچھ معلوم کیا اور بس۔ مگر یہ کہ حقیقت میں کتاب کیا چیز ہے اسپر سائنس کوئی روشنی نہیں ڈالتی اور یہی حال باقی چیزوں کی حقیقت کے متعلق ہے

تیز چونکہ ہمارے حواس محدود ہیں اسلئے علم سائنس بھی محدود ہے۔ پس جس چیز کو ہمارے حواس معلوم نہ کرسکیں اُسکے متعلق یہ کہنا کہ وہ چیز ہے ہی نہیں سخت غلطی ہے اور جسکو وہ معلوم کریں اُسکے متعلق یہ رائے قائم کرنی اور یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے اور اسی طرح رہیگی سخت نادانی ہے اور سراسر علم سائنس کے خلاف ہے ✤

سائنس کی تحقیقات مکمل نہیں

کسقدر تبدیلیاں ہیں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور کونسا سائنس کا لا اور مسئلہ ہے جو کہ غیر متبدل ہے۔ پہلی جو گرمی کے متعلق "کلاری" والی تھیوری تھی وہ اب کہاں ہے۔ گریوی ٹیشن کے لا کے متعلق جو پہلے خیال تھا وہ اب کس جگہ قائم ہے۔ زمین و آسمان سورج چاند کی حرکت و سکون کے متعلق جو پہلی تحقیق تھی اب اُسکو کون مانتا ہے اور کون سائنسدان ہے جو یہ کہہ سکے کہ جو موجودہ تحقیق ہے اور مسائل ہیں وہ ازلی ابدی ہیں ✤

مادہ کے متعلق سائنس کی تحقیق نامکمل ہے

پس مادہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے اور ایسا ہی رہیگا سائنسداں کا کام نہیں جن معنوں میں آپ اسکو ہمیشہ سے یا ازلی ابدی بولتے ہیں سائنس کے محدود احاطہ میں وہ الفاظ داخل بھی نہیں ہو سکتے۔ مادہ اور طاقت کے متعلق سینکڑوں تجربے جو اب تک ہوئے ہیں وہ اس نتیجہ پر قائم نہیں جو آپنے نکالا ہے۔ بہت سے تجربے اسکے خلاف بھی ہوئے ہیں اور سلسلہ تحقیقات ابھی تک جاری ہے۔ اسوقت جسطرف زیادہ رجحان سائنسدانوں کا ہے وہ یہ ہے کہ مادہ اور طاقت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے اور مادہ اصل میں طاقت ہی کی ایک صورت کا نام ہے۔ مادہ کی ہستی کا ہمیں اسی وقت علم ہوتا ہے جبکہ وہ کسی طاقت سے ہماری طاقت کا مقابلہ کرتا ہے مثلاً آدمی چلتا ہے اسکے جسم پر ہوا لگتی ہے یا کسی درخت یا کسی دیگر چیز سے وہ ٹکراتا ہے تو اسکی اپنی طاقت کا مقابلہ کسی دوسری طاقت سے ہوتا ہے تو اس چیز کی ہستی کو وہ قبول کرتا ہے پس مادہ کو طاقت سے علیحدہ کرکے کوئی نہیں سمجھا سکتا۔

اسکے علاوہ خود طاقت کی مختلف صورتوں کے جو علیحدہ علیحدہ نام مقرر ہو گئے ہیں مثلاً گرمی۔ بجلی۔ مقناطیس۔ گریوی ٹیشن وغیرہ مادہ کی تبدیلی ان صورتوں میں اور ان

صورتوں میں سے طاقت کی تبدیلی مادہ میں ہو جانا کم از کم ایک زیر غور مسئلہ ہے اور بہت سے لطیف تجربے اسکی تائید میں ہو رہے ہیں پس ان متنازعہ فیہ سائنس کے مسائل پر مذہبی اصولوں کی بنیاد رکھنا دانشمندی سے کس قدر دور ہے ۔

ہمارے مکرم مہاشہ صاحب! ابھی تک آپ نے صرف فزیکل سائنس کے میٹر اور انرجی کو لیا ہے لیکن زندہ مادہ کی قوتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جسکی چند صفات یہ ہیں کہ ہر زندہ مادہ اپنی مثل پیدا کرتا ہے ۔ اپنے گرد و نواح کے اثرات سے متاثر ہو کر جواب دیتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام باتیں ایک بالکل علیٰحدہ قسم کی طاقت (جسکو بائیوٹک انرجی کہتے ہیں) کا نتیجہ بتلاتے ہیں اور یہ فزیکل انرجی سے بالکل علیٰحدہ چیز ہے ۔ اس سے آگے چلکر انسان کے قلبی اور دماغی طاقتوں کا بھی آجکل ظہور ہو رہا ہے پس اگر سائنس پر بھی مذہبی اصولوں کی بنیاد رکھی جائے تب بھی ایک اتنا وسیع اور ہمیشہ بڑھتا اور تبدیل ہوتا میدان ہمارے سامنے آتا ہے کہ اسکے سامنے صرف میٹر اور فورس کو لے لینا سائنس کا نام لے کر اس سے ایک بڑی لاعلمی کا اظہار کرنا ہے ۔

سائنس اور تھیوری میں فرق کرو

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ مختلف شکلیں اور روپ محض میٹر اور فورس کے عمل رد عمل کا نتیجہ ہیں مجھے یہ بات پڑھکر بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ سائنس کے دلدادہ تو اسقدر ہیں کہ مذہبی اصولوں کی بنیاد بھی اسپر رکھتے ہیں مگر خیر سے لاعلمی کا یہ عالم ہے کہ سائنس اور تھیوری یا قیاس میں فرق نہیں جانتے ۔ آپکے خیال میں تھیوری یا قیاس بھی شاید سائنس ہی ہوتی ہے ۔ میرے مکرم! یہ سائنس کا مسئلہ ہرگز نہیں کہ یہ مختلف شکلیں مادہ اور طاقت کے ہی عمل رد عمل سے ہوتی ہیں اور اور کوئی اثر بیرونی انپر نہیں ہوتا یہ محض کسی آپ جیسے سائنس دان کا قیاس اور تھیوری ہو تو ہو ورنہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ کسی کتاب میں بطور مسئلہ سائنس یہ بات لکھی ہے؟ لیکن آپ ایک کسی کے قیاس کو بھی سائنس ہی سمجھ رہے ہیں اگر کل کوئی سائنسدان یہ کہہ دے کہ میرے خیال میں اہل زمین روز ستاروں سے باتیں کر سکتے ہیں تو بغیر اسکے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچے آپ اسکو سائنس کا مسئلہ سمجھ لیں گے

مادہ میں شعور اور اشیاء میں خاص نظام کے ساتھ اتحاد فی الاختلاف اور اختلاف فی الاتحاد ہستی باری کا ثبوت ہے

بالفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ تمام نیرنگیاں اور شکل و

صور اسی بات کا نتیجہ ہیں گو اسپر کوئی عقلی دلیل اور مشاہدہ پیش نہیں کر سکتا تو بھی ہم کہتے ہیں کہ ان ذی شعور چیزوں میں شعور کہاں سے آگیا۔ مادہ میں شعور کا ہونا تو کوئی سائنس پیش نہیں کرتی پس یہ کہاں سے آگیا جو جوہر اصل میں نہیں وہ فروعات میں کیسے آگیا انسان کے اندر ادراک۔ فہم۔ تناسل۔ توالد۔ ارادہ۔ اختیار۔ جذبات یہ سب چیزیں کہاں سے آگئیں خود میٹر میں تو یہ چیزیں بالکل نہیں ہیں کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ مادہ اور فورس کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ کسی انٹیلیجنٹ بی انگ (صاحب ارادہ اور حکیم ہستی) کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ ذرا تم ان کائنات کے نظام اور تناسب پر تو غور کرو اگر کوئی خدا نہیں تو انصاف تو ضرور کوئی چیز ہے بالانصاف سے کہو کہ تمہارے جسم کا ہر عضو ہر رگ و ریشہ کس احسن۔ ابلغ اور اکمل طریق پر بنا ہوا ہے چنانچہ علم الحیات کا ایک مانا ہوا مسئلہ ہے کہ ہر حیوان اپنے اعضا و حالات کے لحاظ سے بہترین اور مناسب ترین حالت میں پیدا ہوتا ہے اور پھر ان کا آپس میں کیسا گہرا جوڑ اور ارتباط ہے پھر ہر ایک کا کام کس طرح دوسرے کو فائدہ مند ہو رہا ہے پھر اس تمام جسم کا اپنی نوع حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ زمین آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ حجر۔ شجر۔ پہاڑ۔ دریا۔ سمندر غرض تمام کائنات کے ذرہ ذرہ سے کیسا سلسلہ وار تعلق ہے اور یہ تمام سلسلہ اسطرح ایک لڑی میں پرویا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک سلک میں موتی۔ جب اس نظام۔ تناسب۔ توافق۔ اتحاد اور ارتباط پر چشم بینا نظر ڈالتی ہے تو خیرہ ہو جاتی ہے۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ۔ یقیناً یقیناً آنکھ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی اور شرمندہ ہو جائیگی مگر اس نظام میں کوئی نقص نہیں نکال سکے گی۔ یہ تو اتحاد اور انتظام کی نظر تھی اب ذرا اختلاف پر نظر ڈالو کہ کتنا بڑا اختلاف بھی ہے۔ ایک چیز بھی اپنے خواص۔ شکل و صورت۔ قد و قامت۔ اکل و شرب میں دوسری سے نہیں ملتی حتیٰ کہ ایک ہی نوع کی مختلف چیزیں آپس میں نہیں ملتیں۔ یہ نظر بھی اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ اس سلسلہ کو پیدا کرنے والا نہایت ہی کامل اور صاحب ارادہ مصور ہے کیونکہ بغیر مرکب کے کوئی چیز ترکیب نہیں پا سکتی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اتفاقیہ طور پر اگر کچھ سیاہی گر جائے تو اس سے کوئی حرف بھی بن جائے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اتفاقیہ طور پر سیاہی

گری ہو تو اسکے گرنے کے ساتھ نہایت خوبصورت حروف۔ الفاظ بسطور۔ ہزارہا صفحات پر لکھے گئے ہوں اور پھر وہ صفحات نہایت لطیف اور وسیع مضامین اور مطالب پر متضمن بھی ہوں۔ پس انصاف سے کہو آخر تم لوگ اپنے آپ کو بڑے عقل کے دھنی سمجھتے ہو کہ یہ اتحاد فی الاختلاف اور اختلاف فی الاتحاد بغیر کسی قسم کے بگاڑ۔ فساد اور ٹکرانے کے کیسے چل رہا ہے اور کیسے پیدا ہوگیا۔ مادہ میں اتنا شعور کہاں سے آگیا کہ اس نے وہ کام کر دکھایا جسکی کُنہ معلوم کرنے سے عقل بھی عاجز ہے۔

حد بندی بتلا رہی ہے کہ کوئی محدود کرنے والا ضرور ہے

ایک تیسری نظر پھر کائنات پر ڈالو اور دیکھو کسطرح اسکی تمام چیزیں اپنے الگ الگ دائرہ میں محدود اور مسخر کردی گئی ہیں۔ انسان کے پیٹ سے انسان۔ حیوان سے حیوان درختوں سے درخت پیدا ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوا کوئی گائے کا بچہ انسان کے پیٹ سے ہو اور کوئی درخت انسان کے پیٹ سے اور کوئی انسان کا بچہ کسی درخت سے پیدا ہوا ہو پھر سب چیزوں کی ترقی۔ نشوونما۔ کی بھی ایک حد ہے۔ انسان ایک حد تک ترقی کر سکتے ہیں۔ درخت بھی ایک حد تک علیٰ ہذا القیاس سب چیزیں ایک حد تک بڑھ سکتی ہیں۔ اس سے آگے نہیں چل سکتیں پس یہ حد بندی صاف بتلا رہی ہے کوئی مُحدِّد ہے جسنے پہلے پیدا کیا اور پھر حد بندی کی۔ اور اسی کیطرف قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا یعنی پہلے اُس نے تمام چیزوں کو خود پیدا کیا اور پھر اُنکی حد بندی کردی۔ وگرنہ جیسے کہ تم کہتے ہو کہ مادہ غیر محدود ہے۔ ازلی ابدی ہے تو پھر اس سے نکلی ہوئی چیزیں کیوں محدود اور غیر ازلی ابدی ہیں؟

میٹر اور فورس سے خود بخود کچھ بھی نہیں بنتا۔

آپ کی اس بات کا اسطرح بھی ابطال ہو جاتا ہے کہ ہم آپ کو کچھ گارہ اینٹیں اور دیگر ضروری مصالح دیدیتے ہیں آپ اسکو ایک جگہ میدان میں رکھدیں۔ اور ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ اپنے مادہ اور فورس سے کہیں کہ وہ اپنے عمل درعمل سے ایک عمارت کھڑی کردیں لیکن وہ ہرگز نہیں کرسکینگے اور کبھی نہیں کرسکینگے خواہ کتنی صدیاں گزر جائیں جبتک کہ کسی صاحب ارادہ معمار کا ہاتھ کام نہ کریگا وہ عمارت ہرگز کھڑی نہ ہوسکیگی پس یہ کیسی باطل بات ہے کہ محض میٹر اور فورس کی ایکشن اور عمل سے سب شکلیں بنی ہیں۔ مگر

دہریوں کے پیش کردہ ٹیسٹوں کا جواب

اب میں اپکے پیش کردہ ٹیسٹوں (امتحانوں) کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں اسکے بعد میں اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل پیش کرونگا - اپنے جو ٹیسٹ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعلق پیش کیا ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی خدا ہے تو بند گھڑی کو چلا دے اسپر میرا یہ سوال ہے کہ اپنے یہ اسی لیے پیش کیا ہے کہ گھڑی خود بخود نہیں چل سکتی جبتک کہ کوئی اور ہستی اسکو نہ چلاوے - پس میں کہتا ہوں کہ جب ایک معمولی اور چھوٹی سی گھڑی بغیر کسی کے چلانیکے نہیں چل سکتی تو انصاف سے کہو اور اپنی پیشکردہ اصل کا پاس کرتے ہوئے کہو کہ اتنی بڑی زمین و اسمان کی گھڑی کیا بغیر کسی کے چلائے چل رہی ہے ؟ بس یہ سوال تو ہمارا تمہیر ہے کہ ہم ایک بند گھڑی میز پر رکھتے ہیں اور تم اپنے مادہ اور فورس سے کہو کہ وہ اسکو اپنے عمل در عمل سے خود بخود چلاوے - پس جب ایک گھڑی کو وہ نہیں چلا سکتے تو اتنا بڑا زمین و اسمان کا کارخانہ کسطرح وہ چلا سکتے ہیں - پس اسی ٹیسٹ سے تو تم خود اور تمھارا میٹریلزم ٹھہرے نہ کہ ہم اور ہمارا خدا - ہم بھی تو کہتے ہیں کہ اس کارخانہ کو مادہ نہیں چلا سکتا ⁂

۲ - پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر ہمارا خدا گھڑی چلا بھی دے تو اسبات کی ہمارے پاس کونسی گارنٹی ہے کہ تم مان جاوگے - ہو سکتا ہے کہ تم کہدو کہ یہ مادہ اور فورس کی کسی حرکت سے چل پڑی ہے بس اسوقت ہم تمھارا کیا بگاڑ سکتے ہیں - پس یہ طریق فیصلہ ہی غلط ہے -

۳ تیسری بات اسکے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ بات وہ کرنی چاہیے جس سے کوئی فائدہ ہو اس صورت میں جو اپنے پیش کی ہے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کو مان لونگا جب وہ بند گھڑی کو چلا دے اور دوسرا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تب مانونگا جب وہ چلتی کو بند کر دے پس دونوں صورتوں میں ایک نہ ایک منکر رہیگا اگر چل پڑی تو موخر الذکر گروہ منکر ہو جائیگا اور اگر بند ہو گئی تو اول الذکر منکر ہو جائیگا بس کوئی معیار ایسا ہونا چاہیے جس سے سب مان سکیں ⁂

۴ - چوتھی بات یہ کہتا ہوں کہ خدا محتاج نہیں ہے اسبات کا کہ لوگ اسکو مانیں کہ اگر وہ لوگوں کے پیش کردہ معیاروں پر اپنے آپ کو ظاہر نہ کریگا تو اسکو نقصان ہوگا بلکہ مخلوق خود محتاج ہے اسکے ملنے کی تاکہ مانکر اسکی صفات کاملہ سے فائدہ اٹھاوے - جس چیز کا انسان خود محتاج ہو وہ اسی طریق پر حاصل کرنی چاہیے اور حاصل ہو سکتی ہے جس طریق پر وہ ہستی بتلائے جسکے

قبضہ میں وہ چیز ہے۔

۵ پانچویں بات یہ لکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہم غلام نہیں سمجھتے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق نہیں کرتا تو ہم اسکو چھوڑ دیں بلکہ وہ ہمارا آقا اور مالک ہے۔ پس اسکی قدرتوں کے اظہار کا طالب اس صورت میں ہونا چاہیے جس صورت میں کوئی غلام اپنے آقا کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی کوئی نہیں کہتا کہ فلاں بادشاہ کو میں تب مانوں گا جبکہ وہ میرا سیاں اگر یوٹ معاف کریگا۔ بادشاہوں کے متعلق ایسا کہنا حماقت ہے۔ تو وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اُسکے متعلق ایسا کہنا تو اور بھی بُرا ہے اسلیے بجائے یہ کہنے کے کہ ہم خدا کو تب مانیں گے جب وہ فلاں کام کردے یہ کہنا چاہیے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ہستی کی کوئی دلیل دے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دلیل اس قسم کی ہو یا اُس قسم کی بلکہ کوئی دلیل ہو خواہ کیسی ہی ہو ہم صرف دلیل چاہتے ہیں جو اُسکی ہستی کا پتہ دینے والی ہو۔ اور یہی طریق کسی کی ہستی کے پتہ لگانے کا ہے مثلاً ہم کسی لوہار سے یہ کہیں کہ اگر تم فلاں چیز بنا دو تب ہی ہم مانیں گے کہ تم لوہار ہو تو یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اسکے لوہار ہونیکے لیے شرط نہیں بلکہ اگر وہ کوئی بھی لوہے کی چیز بنا سکتا ہے تو وہ لوہار ہو سکتا ہے۔ پس کسی صانع کی کوئی بھی صنعت ہو اُس سے صانع کا پتہ لگ جاتا ہے ✦

۶ چھٹی بات اسکے متعلق یہ کہتا ہوں کہ منکرین خدا لفظ قدرت اور قادر مطلق کے مفہوم کو نہیں سمجھے۔ قدرت کا مفہوم اسبات کا مستلزم نہیں کہ ہم جو چاہیں کسی سے کرالیں اس صورت میں تو وہ ہستی ہماری غلام اور نوکر ٹھہرے گی اور ہم قادر مطلق۔ لفظ قادر مطلق کے یہ معنے ہیں وہ ہستی جو خود اگر اپنی مشیت اور مرضی اور ارادہ سے کچھ کرنا چاہے تو وہ کام بغیر کسی قسم کی دوسرے کی امداد و استعانت کے ہو جائے اور اُسکے راستہ میں کوئی روک نہ ہو انھیں معنوں میں ہم خدا کو قادر مطلق سمجھتے ہیں اور انھیں معنوں میں کوئی ہستی قادر مطلق ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرماتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی وہ ہر ایسے امر پر جسکو وہ خود چاہے کرنے پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

فَیَکُوْنُ ؕ یعنی اگر وہ کسی چیز کے ہونیکا ارادہ اور مشیت کرے تو وہ اُسکے لیے ہو جاتی ہے اور کوئی سبب اُسکے ہونے میں مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اُسکے کرنے میں کسی سبب کی مدد درکار ہوتی ہے۔ پھر فرمایا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جسکے معنے ہیں خواہ کوئی بھی اسکا ارادہ اور مرضی ہو اور ایسا کام جو دوسروں کی نظر میں بالکل ناممکن ہو اگر وہ چاہے تو اسکو بھی کر سکتا ہے اور اسکو کوئی روک نہیں سکتا +

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا اسے ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پس حقیقی قدرت اسکو کہتے ہیں۔ ایک نہایت لطیف دلیل اپنی قدرۃ کی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بدیں وجہ انکار کرتے ہو کہ وہ تمہارے پیشکردہ کام نہیں کرتا حالانکہ یہ معیار طاقت نہیں بلکہ طاقت تو یہ ہے کہ تم ذرا اپنے آپکو تو دیکھو ایک ہی جوڑے سے تم نکالے گئے ہو کروڑوں نہیں بلکہ اربوں ارب تمہاری نوع پھیلی ہے مگر پھر بھی تم سب کے سب مختلف فی الشکل۔ فی الصورۃ فی السیرۃ اور فی القد والقامۃ ہو۔ مختلف طبائع اور مختلف مذاق اور مختلف جذبات اور خواہشات رکھتے ہو۔ بس کیا یہ بڑی طاقت کا ثبوت نہیں۔ طاقت تو یہی ہوتی ہے کہ ایک ہی چیز پر کروڑوں اربوں طرح سے اپنی قدرت کی تجلیاں کی جائیں نہ کہ ایک دو۔ گھڑی کے معاملہ میں صرف دو ہی طاقتوں کا اظہار ہو گا یعنی بند ہونا یا چلنا اگر خود تمہارے وجود کروڑہا قدرتوں کا اظہار ہو رہا ہے (جسکو ڈاکٹر جانتے ہیں) مگر پھر بھی تم انکار کر رہے ہو۔ تو گھڑی کے چلنے یا بند ہونے سے تم کیا مان جاؤ گے پس یہی حقیقی قدرت ہے کہ جو کچھ خود کوئی چاہے اسکے لیے مہیا ہو جاوے ورنہ کسی کا پیش کردہ کام کرنا تو کوئی طاقت کی نشانی نہیں۔ ہم تمکو کہتے ہیں کہ دو من پتھر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاؤ گو وہ پتھر تمہاری طاقت سے بہت زیادہ ہے مگر کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی وقت تم اسکو وہاں پہنچا دو گے مگر خود تم چاہو کہ تمکو پانچسو یا ہزار سال کی عمر ملے تو یہ تمکو میسر نہیں ہو سکتی اور نہ ہو گی پس طاقت یہ ہے کہ اپنے ارادہ میں جو کچھ اُسے وہ ہو جاوے ورنہ دوسرے کی غلامی کرنا بھی کوئی طاقت ہے ؟

۷۔ ساتویں بات اسکے متعلق یہ کہتا ہوں کہ چونکہ خدائے اسلام فطرتوں کا بھی خالق ہے

اور تمہارے جیسی فطرتوں کے لوگ بھی اسی نے خود پیدا کیے ہیں اور از روئے اسلام وہ ہر ایک کے فطرتی تقاضا کو پورا بھی کرتا ہے۔ پس میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ ہمارے خدا نے تمہارے پیش کردہ معیار کے مطابق بھی اپنے آپ کو ثابت کیا ہے اور کرتا رہتا ہے۔ ماننے کے لیے تیار ہو جاؤ ہم تمہیں اس ٹیسٹ کے مطابق اسکی ہستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہمارا خدا فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ؀ یعنی اگر کوئی میری مخلوق سے میرے متعلق سطح گویا ہو کہ آیا وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ یوں کر دے تو ہم اسکو تسلی دلاتے ہیں کہ بیشک ہم ویسا ہی کر دیں گے بشرطیکہ اسکے اندر قبول کرنے اور جاننے کی تڑپ ہو اور جو بات اسنے پیش کی ہے وہ بغرض پیش کی ہو کہ اس سے رشد مقصود ہو۔ پس اے میرے معزز دوست میں آپ کو دعوۃ دیتا ہوں کہ آپ اپنے دلکو صاف کر کے خالص اس نیت سے کہ اگر واقعہ میں کوئی خدا ہے تو مان لونگا ہمارے پاس آئیں اور جو بات چاہیں عجز اور تذلل سے اور خلوص دل سے پیش کریں اور مقصود انکا ہم سے رشد چاہنا ہو نہ محض امتحان تو یقیناً وہ آپ کیلئے اپنی قدرت نمائی کرے گا اور اگر بعد میں یہی کہدینے کی نیت ہی کہ میٹر اور فورس کی برکت سے ہوا ہے تو پھر وہ نہیں دکھائیگا کیونکہ ماننا آپ کا مقصود نہیں بلکہ انکار آپ کا مقصود ہے سو وہ آپنے پہلے ہی کیا ہوا ہے۔ اسلیے دوبارہ انکار کرانا تحصیل حاصل ہے۔

دیو سماجی کے سب مطالبات پورا ہونے کا طریق

یہ تو وہ طریق ہے جس سے عمومیت سے بعض مطالبات کا جواب ملتا ہے مگر میں آپ کو وہ طریق بھی بتلاتا ہوں جو کہ خصوصیت کا رنگ رکھتا ہے اور جس سے جتنے مطالبات کریں پورے ہونگے مگر قبل اسکے کہ وہ بتلاؤں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر علم کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر فرد بشر کو خواہ وہ کتنا ہی جاہل ہو یا ملا ہو اصول ہوتا ہے حتی کہ اب کے سائنس کے بعض مسائل سے زمیندار لوگ بھی واقف ہوتے ہیں اور وہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں مگر کسی علم کے حقائق اور دقائق اصل یکیاں اسی شخص کو حاصل ہوتی ہیں جو کہ خصوصیت سے اپنی توجہ اور وقت خرچ کرتا ہے۔ پس چونکہ

آپ کا مطالبہ علم الٰہیات کے دقائق کے متعلق ہے لہٰذا میں کہتا ہوں کہ جسطرح آپنے سائنس کی لیبارٹیری میں سالہا سال نہایت توجہ اور شوق سے صرف کیں اور اسکو ایک سٹوڈنٹ بنکر حاصل کیا اسی طرح آپ اسلام کی لیبارٹیری میں نہایت توجہ اور شوق سے کام کریں اور علوم اسلام کا ایک ایسا ہی سچا سٹوڈنٹ بنیں جیسے کہ سائنس کا پس جب آپ اس پوزیشن میں آجائینگے تو آپ خدائے اسلام کو حقیقتاً پائیں گے یعنی آپکے ہر مطالبہ کا جواب دیا کریگا آپ تو صرف ٹکا چلانا کہتے ہیں میں کہتا ہوں اگر آپ جوتی کا تسمہ بھی طلب کرینگے تو وہ بھی آپکو پورا کر دیگا۔
میں نے آپ کے سامنے کوئی قیاس یا تھیوری نہیں پیش کی بلکہ زبردست اور ثابت شدہ صداقت پیش کی ہے پس اگر آپ کو واقعہ میں اسکا شوق ہو تو ہم انشاء اللہ آپ کی مدد کرینگے انکار کر کے ہم تمام الدین کیونکہ سائنسدان بغیر تجربہ کے کسی چیز یا صداقت کا انکار نہیں کرتا۔
پس آپ اپنے اس ایکسپیریمنٹ (تجربہ) کو پرفارم کریں اور پھر کوئی رائے قائم کریں بغیر تجربہ کے کوئی رائے قائم کرنی سائنسدان کی شان سے بعید ہے۔

۱۰) جواب ٹیسٹ دوسرے

اسکے بعد اب میں آپ کے دوسرے ٹیسٹ کو لیتا ہوں جو آپنے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق پیش کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس میں بھی آپنے اُس شان کو ملحوظ نہیں رکھا جو خدا پرست اسکی سمجھتے ہیں۔ کیا کبھی کسی بادشاہ کی طاقتوں اور خوبیوں کا علم براہ راست بھی ہر رعایا کے آدمی کو ہوا ہے اور اُسکے احکام کبھی براہ راست بھی عام لوگوں کے پاس آیا کرتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بادشاہوں کے احکام اُسکے نائبوں کے ذریعہ رعایا تک پہنچائے جاتے ہیں۔ پس جب چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کا یہ حال ہے تو وہ جو کہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے اُسکو کیوں اسکے خلاف تصور کرتے ہو وہ بھی اپنے احکام اور علوم کا اظہار اپنے نائبوں کے ذریعہ کرتا ہے چنانچہ تیرہ سو سال گذرے ہیں کہ اُس نے اپنے علم کا اظہار اپنے ایک نائب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کیا اور آپ تو صرف کسی خفیہ کتاب کے ایک صفحہ کا مضمون لکھا دیکھنا چاہتے ہیں جو خبر اللہ تعالیٰ کا وہ نائب لایا اُن تمام خفیہ کتابوں کی صداقتوں پر حاوی ہے جو کہ ابتداء سے

لیکن اب تک لکھی گئیں یا آپ کے بعد ابد الآباد تک لکھی جائیں گی اور وہ کتاب ایک صفحہ پر نہیں بلکہ سینکڑوں صفحات پر لکھی ہوئی ہے پس اسکے ہوتے ہوئے آپ کا کسی نئی تحریر کا مطالبہ کرنا کیسی بیہودگی ہے۔ ہاں اگر یہ شک ہو کہ وہ الٰہی تحریر نہیں تو یا امر دیگر ہے اور اس شک کو رفع کرنیکے لیے ہم تیار ہیں چنانچہ اس شک کو رفع کرنے کے لیے منجملہ دیگر دلائل کے ایک یہ دلیل بھی اس کتاب نے پیش کی ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا یعنی اگر تم شک کرو کہ یہ الٰہی تحریر نہیں تو تم اس کی مثل بنا کر دکھاؤ۔ کیونکہ انسان کی بنی ہوئی چیز کا مثل انسان بنا سکتا ہے مگر ہم چیلنج دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں بنا سکو گے چنانچہ تیرہ سو سال گذر گئے اب تک کسی نے اس چیلنج کے جواب کی جرأت نہیں کی۔ بس کیا یہ کافی ثبوت نہیں کہ وہ الٰہی تحریر ہے۔ اسکے علاوہ میں آپ کو اپنے موجودہ زمانہ کی ایک تحریر اللہ تعالیٰ کی دکھاتا ہوں اگر ہمت ہے تو اسی کی مثل بنا کر دکھاؤ اور وہ حضرت مرزا صاحب کا کلام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی چیلنج دیا کہ میرے کلام کی مثل بناؤ مگر کتنا عرصہ گزر گیا کسی نے جرأت کی ہے کہ ان کے کلام کی مثل بنا لائے۔ سب کے قلم ٹوٹ گئے اور سیاہیاں خشک ہو گئیں۔ ہاتھ شل ہو گئے۔ عقلیں سلب ہو گئیں۔ عیسائیوں نے جب حضور سے مطالبہ کیا کہ ایک بند لفافہ کا خط پڑھ کر سنا دو تو حضور نے اسکو بھی منظور کیا مگر شرط یہ رکھی کہ تم کو مسلمان ہونا پڑے گا لیکن وہ خود ہی پھر اپنی بات سے واپس لوٹ گئے کیونکہ جانتے تھے کہ خدا اسکے ساتھ ہے وہ ضرور اسکو بتا دے گا۔ پس کیوں اسوقت تمنے جرأت کر کے یہ پیش نہ کیا اب جبکہ وہ نظر سے غائب ہو گئے ہیں تو تم لوگوں کو بھی ہوش آگیا ہے۔

ہستی باریتعالیٰ پر چند قرآنی دلائل

پہلی دلیل اسکے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل پیش کرتا ہوں اُسکی ہستی کے دلائل تو بے شمار ہیں اور ہر ذرہ سے اُسکی ہستی کا پتہ لگتا ہے۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ مگر چونکہ آپ ایک فلسفی اور سائنس خوندہ تیچر کے آدمی ہیں اسلیے

آپ کے سامنے وہ دلائل پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو کہ آپ کی نیچر کے مطابق ہوں۔ پس پہلی دلیل عقلی جو قرآن کریم پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرماتا ہے اے سائنس والو اور اے میٹر اور فورس کے عمل کے دلدادو تم کہتے ہو کہ یہ سب کچھ میٹر اور فورس سے بنگیا ذرا تم اپنی پیدائش پر تو غور کرو تم جس مادہ سے بنائے گئے ہو وہ مٹی جو کہ سینکڑوں ہزاروں پاؤں کے نیچے کچلی اور روندی جاتی ہے اور جسپر لوہے کا ہل چلایا گیا اسی سے تم بنے ہو پس تم اپنی موجودہ ذی شعور۔ ذی العقل۔ ذی حواس۔ ذی قلب اور ذی دماغ۔ مدرک اور فہیم ہستی کا اس مٹی سے مقابلہ تو کرو اور دیکھو کہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ اس مٹی کے اندر خود بخود اتنی بڑی تبدیلی ہو جائے اور اس سے ایسے عجائبات ظاہر ہوں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا پس یہ عجائبات اور پُر اسرار حالات کسی اور ہستی نے پیدا کیے ہیں ورنہ جو چیز خود مادہ کے اندر موجود نہ تھی وہ پیدا کسطرح کر سکتا ہے۔ پس اسکے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ؎ پ ۲۱۔ الروم ع ۳۔ یعنی تم خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہو حالانکہ اس نے تمکو مٹی سے پیدا کیا اور اب تم ذی عقل اور ذی حرکت انسان بنگئے ہو بشر کے لفظ میں تو شعور کیطرف اشارہ کیا اور تنتشرون میں حرکت کی طرف کیونکہ یہ دونو باتیں مادہ میں یعنی مٹی میں نہ تھیں۔

دوسری دلیل وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ؎ یعنی ایک ہی غذا کھائی جاتی ہے پھر اسی ایک ہی غذا یعنی مادہ سے ہی ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اور ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے اور وہ مادہ اس نر کے بعض تقاضوں کو پورا کرنے والی ہوتی ہے اور پھر اس نر اور مادہ میں محبت رکھی ہے پس بتلاؤ یہ کرشمہ مادہ کا ہو سکتا ہے۔ میٹر اور فورس کی حرکت جو کہ بوجہ غیر ذی شعور ہونے کے ایک مشین کیطرح چل رہی ہے کہاں اسمیں یہ طاقت ہے کہ وہ دو مختلف نتائج پیدا کردے یعنی اسی حرکت سے نر پیدا ہو اور اسی سے مادہ۔ پھر میٹر میں محبت کس نے ودیعت کی تھی جو نر و مادہ میں پائی جاتی ہے پس اگر تم فکر سے کام لو تو تم کو یقین ہو جائیگا کہ یہ اعجاز خداوندی ہے نہ کہ مادی ؎

تیسری دلیل

تیسری دلیل یہ بیان فرمائی وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔ تم کہتے ہو کہ ہم بڑے علمی آدمی اور بڑے سائنسدان ہیں (سائنس کے معنی علم کے ہوتے ہیں اور یہی عالمین کا لفظ رکھا جس سے مطلب یہ ہے کہ سائنسدان خصوصیت سے مخاطب ہیں) اور ہم تمام چیزوں کی ماہیت اور کنہ کو علم سے پرکھنا چاہتے ہیں کیا تمہارے علم نے تم کو کبھی اسطرف توجہ نہیں دلائی کہ ایک مادہ سے مختلف خواص اور مختلف شکل کی چیزیں کیوں بن گئیں اسی مادہ سے زمین بنی اور اسی سے آسمان پھر یہ دونوں اسقدر کیوں متفارق ہیں ایک چیز اسفل میں ہے ایک علیا میں ہے ایک کی سطح پر چرند۔ پرند۔ انسان حیوان دریا۔ سمندر۔ حجر۔ شجر ہیں اور دوسری کی فضا میں سورج چاند ستارے اور سیارے ہیں یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے؟ پھر تم اپنی زبانوں کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کا گوشت کا لوتھڑا اسکو ملا ہے مگر پھر ان سب کی بولیوں آوازوں میں کس قدر اختلاف ہے پھر تم کروڑوں کروڑ ایک ہی مادہ سے بنے ہو مگر سب کے رنگوں میں اختلاف ہے اگر رنگوں اور بولیوں میں یہ اختلاف نہ ہوتا تو کس قدر اندھیر مچ جاتا، دوست اور دشمن اپنے اور بیگانہ میں کوئی تمیز نہ کرسکتا۔ پس کیا یہ اختلاف مادہ سے ظہور پذیر ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ اس ہستی کے اثبات ہیں جسکو خدا کہتے ہیں۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔

یعنی اے سائنسدانو۔ ذرا اسبات کو تو سنو۔ کہ اگر تم خود بخود ہی ہو گئے ہوتے تو محنت کرنا اور تھکنا تمہارے ساتھ کیوں لازم ملزوم ہوتا چاہیئے تھا کہ جس مادہ نے تمکو خود بخود بنایا تھا وہ تمہارے لیے خود بخود رزق بھی پیدا کر دیتا مگر ایسا نہیں کیا بلکہ معاملہ اسکے الٹ ہی اور حکمت سے پر اور نتیجہ خیز ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ تمہیں محنت کرنا رکھا گیا ہے اسکے لیے ایک ظرف یعنی دن بنایا اور چونکہ تم محنت کے بعد تھک جاتے ہو اسکے لیے بھی ایک ظرف یعنی رات بنائی تاکہ تم خواب کرکے اپنی طاقتوں کو بحال کرلو۔ یہ دلیل ایک اور طرح بھی اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ یہ کارخانہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اسطرح کہ اگر یہ نیچر ہی کے کام کا نتیجہ ہے تو اتنا بڑا انقلاب نیند اور بیداری کا کیوں ہے۔ ایک حالت میں انسان بالکل اپنے آثار حیات سے معطل ہوجاتا ہے اور دوسری حالت میں وہ آثار حیات

پھر واپس آجاتے ہیں پس اگر مادہ ہی کے کام کا نتیجہ ہوتا تو ایک ہی حالت رہنی چاہیے تھی یا نیند یا بیداری یا محنت کرنا اور نہ تھکنا یا محنت بالکل نہ کرنا پس معلوم ہوا کہ کسی حکیم ہستی کا کام ہے

پانچویں دلیل وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ یعنی اے وہ لوگو جنکو بڑا عقل کا دعویٰ ہے ذرا اسبات کو سوچو کہ اگر میٹر اور فورس ہر وقت اپنے کام میں مشغول ہے اور اسی کے عمل درعمل سے تمام چیزوں کا بقا ہے تو یہ تمہاری زمین کیوں خشک ہو جاتی ہے اور مرجاتی ہے آیا وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تب یہ وقوع میں آتا ہے یا خود ان کے کام میں یہ طاقت نہیں رہتی کہ وہ اسکو ہمیشہ سرسبز رکھ سکیں پس کوئی بھی صورت ہو دونو صورتوں میں اسکا عجز ثابت ہوتا ہے پھر بارش سے پہلے چمک کا ہونا جسکے فوائد کثیرہ سے تم لوگ واقف ہو کیوں ہوتا ہے مادہ کو کسطرح پتہ لگ گیا کہ اگر بارش سے پہلے چمک ہو تو فلاں فلاں قسم کے امراض دور ہونگے یا اجرام مرجائینگے اور پانی اور بارش جسطرح بنتی ہے وہ تمام عمل اور پھر پانی کا اثر یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ مادہ ان باتوں سے عاجز ہے۔ پس یہ کام کسی صاحب ارادہ اور حکیم ہستی کا معلوم ہوتا ہے جو کہ کبھی زمین کو خشک کرتا ہے اور کبھی چمک دکھاتا ہے اور ایسے حسن اور باقاعدہ طریق سے بارش اور پانی تیار کرتا ہے کہ یہ اسی کی حکمت کا خاصہ ہے مادہ کا نہیں ہو سکتا پس یہ حکمت اور ارادہ صاف اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دال ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ۔ تم کہتے ہو کہ تمام کرّوں کے اپنے اپنے گردش کے اصول ہیں جسکے ماتحت چل رہے ہیں حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے کہ جس گردش اور حرکت پر کوئی نگران نہ ہو اس میں ضرور تصادم اور فساد واقع ہوگا۔ علم فلکیات والے جانتے ہیں کہ بعض کرّوں کے محور کیسے قریب قریب واقع ہوئے ہیں کہ اکثر انکو پیشگوئیاں کرنی پڑیں کہ اب فلاں دو کرّوں کے تصادم سے دنیا تباہ ہو جائیگی یا کم از کم غیر معمولی نقصان ہوگا۔ مگر پھر جب وہ وقت آتا ہے وہ ایسی صفائی سے گزر جاتے ہیں کہ انکی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ پس اگر اس زمین و آسمان کے قیام پر کوئی ذی شعور ہستی نگران نہ ہوتی تو یہ اب سے بہت پہلے کا تباہ ہو گیا ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہستی ہے

جو اس کی گردشوں کو دیکھتی ہے - اور وہی خدا ہے +

ساتویں دلیل اس کی ہستی کی یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یعنی خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ رات دن اور سورج اور چاند کا باہمی تعلق اور تسلسل اور پھر ان کا انسانی زندگی پر اثر یہ سب ایک قوی دلیل خدا تعالیٰ کی ہستی کی ہے - کس طرح دن رات کا سلسلہ باقاعدہ چل رہا ہے اور کسطرح سورج چاند انسانی زندگی پر اثر ڈال رہے ہیں یہ ایک خود مستقل مضمون ہے جو کہ جغرافیہ اور علم نجوم پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے،

آٹھویں دلیل اُسکی ہستی کی یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ یعنی زمین و آسمان کی پیدایش اور جو اس کے درمیان حیوانات کا سلسلہ پایا جاتا ہے اس سے صریح پتہ لگتا ہے کہ خدا ضرور ہے - کس قدر حیوانات ہیں - کوئی خشکی میں - کوئی تری میں - کوئی فضا میں - کوئی ہوا میں اور کوئی آگ میں پھر کسطرح ان سب کا رزق پہنچ رہا ہے اگر انسان کو چلنے پھرنے والا بنایا تو اسکا رزق کمانے پر منحصر رکھا - گوشت خور کو گوشت ملتا ہے گھاس خور کو گھاس ملتی ہے غرض سب کو اُسکے موافق غذا مل رہی ہے پس کیا اتنا بڑا اہتمام مادہ کا ہو سکتا ہے

نویں دلیل یہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ یعنی اسکی نشانیوں میں ایک کشتی کا سمندر میں چلنا نشانی ہے یہ اسطرح کہ کیسے ہر ایک چیز کے الگ الگ خواص ہیں کوئی تیرتی ہے کوئی ڈوب جاتی ہے - کوئی جلاتی ہے کوئی بجھاتی ہے کوئی مارتی ہے کوئی جلاتی ہے غرض ہر ایک چیز کے خواص مقرر ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو اندھیر پڑ جاتا کبھی لکڑی ڈوب جاتی کبھی تیر جاتی کبھی آگ ٹھنڈا کرتی کبھی جلاتی کبھی زہر سے انسان مر جاتا کبھی زندہ ہو جاتا وغیرہ وغیرہ - پس فرمایا کہ تم خدا کشتی کے معاملہ ہی میں صبر و تحمل سے سوچو کہ کس طرح ایک دانہ سے ایک درخت اُگتا ہے دانہ تو ایک تھا مگر اسمیں سے کچھ پھل کچھ پھول کچھ پتے اور کچھ لکڑی پیدا ہوئی اور پھر اس لکڑی میں تیرنے کا خاصہ رکھا اور پھر تیرانے کے لیے ہوا کا وجود پیدا کیا پس کیا یہ سب مادہ کا کمال ہو سکتا ہے - ہرگز نہیں -

دسویں دلیل یہ ہے جو ایک فطرتی دلیل ہے کہ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی ہمارے دیو سماجی دوستو! تم اللہ کی ہستی میں شک کرتے ہو حالانکہ اُس نے زمین و آسمان کو بنایا اُسحالت میں کہ پہلے ایسا کوئی موجود نہ تھا اور کوئی اسکی شکل نہ تھی۔ پس شک تو اُسوقت ہوتا ہے کہ جب التباس واقع ہو یعنی جب ایک ہی کام کو مختلف لوگ کرنا جانتے ہوں تو پھر اُنکی مصنوع میں التباس کی وجہ سے شک ہوتا ہے کہ شاید زید نے بنایا ہے یا بکر نے مگر زمین و آسمان تو ایک ایسی مصنوع ہے کہ اسکا صانع ایک ہی واحد ذات ہے۔ وگرنہ بتلا سکتے ہو کہ ایسا ہی زمین و آسمان اس سے پہلے کسی نے تیار کیا تھا پس جب ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر شک کیوں کرتے ہو۔ یاد رکھو شک اچھی چیز نہیں۔ انسان طبعی طور پر اور فطرتی طور پر نیک ظن پیدا کیا گیا ہے جب تک اسکے پاس کافی شک کے وجوہ نہ ہوں وہ اُسمیں نہیں پڑتا۔ بدظن اور شکی طبیعت کا انسان وہمی مجنوں اور مسلوب الحواس ہو جاتا ہے اگر شک کے سلسلہ کو یونہی وسیع کیا جاوے تو انسان نہ کسی کے ہاتھ سے کچھ کھاوے نہ پیوے۔ نہ بازار سے کچھ لاوے نہ کسی کے پاس بیٹھے نہ بات کرے نہ حجام سے سر منڈاوے۔ اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ ہلاکت۔ پس شک کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ایک زہر ہے۔ اور اُس قادر قیوم اور زندہ خدا پر لاؤ +

بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اہل دیں شعار ‌ ‌ ‌ زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت و فنا

چراغ الدین احمد۔ احمدی مُبلّغ۔ دار الفضل قادیان

ایڈیٹر یہ مضمون ہمارے سلسلہ احمدیہ کے ایک نوجوان نے لکھا ہے جو اپنی زندگی تبلیغ و اشاعت دین قویم کے لیے وقف فرما چکے ہیں۔ ماشاء اللہ خوب مدلل لکھا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء +

درس قرآن فی رمضان حضرت خلیفہ اول کے مکمل درس کے نوٹ جو آپ نے ایک رمضان شریف میں دیا۔ بہت کم جلدیں رہ گئی ہیں۔ ۸؍ میں منگوا لیجیے ورنہ پھر یہ نعمت ہاتھ نہ آوے گی +

Digitized by Khilafat Library

طوفانِ نوح اور اُس کا تاریخی ثبوت

ہمارے ایک قدیمی کرم فرما نے (جو پکے آریہ سماجی) ہیں۔ ہمیں چند اعتراض لکھ کر بھیجے ہیں جنکا جواب دینا ہم اُنکی خاطر ضروری سمجھتے ہیں۔ بالسلسلہ ج اُنکے ارسال کردہ اعتراضات میں سے سوال نمبر ۲ کا جواب تشحیذ الاذہان میں شائع کیا جاتا ہے اُمید ہے کہ ہمارے دوست کی بس سے پوری پوری تسلی وتشفی ہو جائیگی۔ اور ہم یہ بھی اشارۃً کہتے ہیں کہ یہ جواب جو ایک خاص مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے ہمارے ناظرین رسالہ کے لیے بھی باعث دلچسپی اور موجب ازدیادِ معلومات ہوگا۔ (احمدی مہاجر)

اعتراض نمبر۲۔ بائبل اور قرآن شریف دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ نوح کے وقت خدا نے ایک عالمگیر اور خوفناک طوفانِ آب ساری دنیا کو غرق کرنے کے لیے بھیجا جس سے دنیا کی تمام جاندار اور بےجان اشیا نیست و نابود ہو گئیں مگر ایک نوح اور اُسکا پریوار (خاندان) اور دنیا کے تمام جان داروں کا ایک ایک جوڑہ ایک چھوٹی اور معمولی حیثیت کی کشتی پہ سوار ہو کر اس خطرناک طوفان سے محفوظ رہے۔ کیا یہ ممکن ہے اور عقل اسکو باور کر سکتی ہے کہ ایک معمولی چند فیٹ لمبی اور چند فیٹ چوڑی کشتی کے اندر نوح اُسکا خاندان اور طرفہ یہ کہ پرتھوی (زمین) کے جیوں (جانداروں) کا ایک ایک جوڑہ جسمیں ہاتھی اور اس سے بھی بڑے جاندار ہونگے سما گئے اور طوفان سے بچ نکلے۔ میں نہیں سمجھتا اور نہ ہی میری بدھی اسکو باور کرتی ہے کہ آپ اس لاینحل اور اسنبھو (ناممکن) بات کو حل کر سکیں۔ گو لوگ لمبے ہول کے واقعہ کو جھوٹا کہنے لگ گئے ہیں اُسکے مقابل تو یہ سراسر محال ہے ہاں اگر آپ اس استبھو کو سنبھو سدھ کر سکیں تو اس واقعہ کی صداقت کے لیے تواریخی ثبوت کی بھی اشد ضرورت ہے جسکے بغیر یہ سوال قابلِ تسلیم نہیں پس آپ کو تواریخ عالم سے بھی کام لینا ہوگا جسکے بغیر آپ کا جواب ناکمل سمجھا جائے گا۔

مہاشہ جی! قبل اسکے کہ ہم آپ کے سوال نما اعتراض کا مدلل اور مسکت جواب دیں پہلے اُن افتراؤں اور غلط بیانوں کی تردید ضروری سمجھتے ہیں جنکو آپ نے محض سنی سنائی

باتوں اور بے بنیاد سطحی معلومات کی بنا پر اعتراض کو لمبا کر دیا ہے۔ مثلاً پہلی بات بائبل اور قرآن
شریف میں لکھا ہے" حالانکہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بعینہٖ قرآن شریف میں نہیں اور اگر بائبل میں
ہو بھی تو اُسکے جواب وہ پادری صاحبان ہیں نہ کہ ہم۔ دوسری بات "دنیا کے غرق کرنیکی" اس کا
ثبوت بھی قرآن شریف سے نہیں ملتا یہ ایک افترا ہے جو قرآن شریف پر کیا گیا ہے وہاں الارض
کا لفظ ہے جسکا مطلب زمین کا ایک خاص قطعہ اور حصہ ہے نہ کہ تمام دنیا۔ ہاں یہ اعتراض عیسائی
حضرات پر وارد ہو سکتا ہے جنکی بائبل میں صاف لکھا ہے "تمام روئے زمین پر پانی تھا" پیدائش
۱۹/۷ "سب اونچے پہاڑ جو تمام آسمان کے نیچے ہیں چھپ گئے" پیدائش ۷/۱۹ نہ کہ قرآن شریف
پر جو الارض کہہ کر آپ کے تمام اعتراض کی جڑ بنیاد ہی کھوکھلی کر رہا ہے۔

تیسری بات یہ کہ چند فیٹ چوڑی چند فیٹ لمبی کشتی میں نوح وغیرہ اور دنیا کے تمام جاندار
کیسے سما گئے۔ اسکا بھی قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں قرآن مجید میں تو یہ لکھا ہے کہ قُلْنَا
احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ پ ۱۲ ہود۔ اول اسمیں مِنْ کا لفظ ہے
جسکا ترجمہ "سے" اور "بعض" ہے کُل کا لفظ ہر ایک موقعہ کے لیے علیحدہ علیحدہ معنے
دیتا ہے دیکھو قرآن شریف کا محاورہ۔

ایک عورت سبا کی ملکہ کے متعلق ہے کہ اُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پ ۱۹ سبا
وہ کُل شے دی گئی۔ اب بتلائیے اس کُل سے کیا مطلب سمجھا جائیگا کہ دنیا کی تمام اشیاء
دی گئیں۔ نہیں بلکہ اس سے مراد بہت سی ہیں جیسطرح ہماری زبان میں سب کا لفظ
آپ اسکا پریوگ اور مطلب تو خوب سمجھتے اور جانتے ہوں گے۔ پس کُل سے مراد ضروری
ہیں نہ کہ دنیا کی تمام جاندار۔ پس جب ہر ایک جاندار کا کشتی میں داخل ہونا ہی ثابت
نہیں تو چند فیٹ لمبی کشتی میں کیسے سما سکتے ہیں یہ اعتراض ہی فضول اور بیہودہ ہے
پس ہمنے اس ممکن کو ممکن ثابت کر دیا جسکو آپ ناممکن کو ممکن کہہ رہے تھے۔

اب قرآن شریف کے اصل بیان کردہ واقعہ سے آپ کو باخبر کرنیکے بعد حسب منشاء
آنجناب اس واقعہ کا تاریخی ثبوت بھی پیش کرتے ہیں اور بفضل خدا سب سے پہلے

ہم انھیں کتب سے اسکا ثبوت پیش کرینگے جو آریہ اور ہندو سماج کے نزدیک مستند اور مسلّم ہیں۔ ہاں انکے بعد دنیا کے دیگر ممالک کی تواریخ سے بھی اسکے اثبات میں ادلہ پیش کیے جائیں گے۔

سب سے پہلے شتپتھ براہمن کی گواہی سُنیئے۔

شتپتھ براہمن کی گواہی

(۱) صبح کے وقت وے منو کے واسطے نہلانے کو پانی لائے جیسا کہ اب ہمارے ہاتھ دھونے کو اکثر پانی لاتے ہیں جبکہ وہ نہا رہا تھا تو ایک مچھلی اُسکے ہاتھ میں آگئی۔

(۲) اُسنے منو سے یہ کہا تھا کہ تم مجکو پرورش کرو میں تمکو بچالوں گی۔ منو نے کہا کہ کس چیز سے تو مجکو بچالے گی اُس نے جواب دیا کہ ایک طوفان تمام جانداروں کو غرق کردیگا اُس سے میں تجکو بچالوں گی تب منو نے پوچھا کہ کسطرح میں تمھاری پرورش کروں۔

(۳) اُس نے جواب دیا کہ جبتک کہ ہم چھوٹے رہتے ہیں تو ہماری بربادی کا زیادہ خطرہ ہے کیونکہ اکثر مچھلیاں کھا جاتی ہیں۔ تُو مجکو اول ایک برتن میں رکھ اور جب میں بڑھ کر اس میں سما نہ سکوں تب ایک گڑھا کھود کر اسمیں مجکو رکھ اور جب میں اسمیں بھی بڑھ کر سما نہ سکوں تو دریا میں چھوڑ دینا اور وہاں میں خطرہ سے محفوظ رہونگی۔

(۴) وہ رفتہ رفتہ بڑھ کر ایک بڑی مچھلی ہوگئی کیونکہ یہ سب سے بڑی ہوتی ہے اسکے بعد اُس نے منو سے کہا کہ فلاں و فلاں سال میں طوفان آئیگا تو میری نصیحت پر کاربند ہو اور ایک ناؤ (کشتی) تیار کر اور جب طوفان بڑھے تو تُو اسمیں بیٹھ جانا اور میں تجکو اس (طوفان) سے بچالوں گی۔

(۵) اسطرح اسکی پرورش کرکے وہ (منو) مچھلی کو سمندر میں لیگیا اور جس سال کہ مچھلی نے پتہ دیا تھا اُسی سال اُسکی نصیحت پر کاربند ہو کر اُسنے ناؤ کو تیار کیا اور جب طوفان بڑھا تو وہ اسمیں بیٹھ گیا تب وہ مچھلی اُسکے نزدیک تیر کر آئی اور منو نے اُسکے سینگ سے جہاز کی رسّی باندھ دی اس ذریعہ سے منو بہت جلد اس دور کے شمالی پہاڑ پر پہنچگیا۔

(۶) پھر مچھلی نے منو سے کہا کہ میں نے تجھے بچالیا ہے تو ناؤ کو ایک درخت سے

باندھدے مگر جب تک تو پہاڑ پر نہ رہ ایسا نہ ہو کہ پانی تجکو کنارہ پر چھوڑ دے یعنی پانی اتر جاوے اور تو نہیں رہے لہذا جسقدر پانی اترتا جاسکے اُسی قدر تو بھی اترتا جا یونہی آخرکار وہ بھی رفتہ رفتہ نیچے اُترتا گیا اسی وجہ سے اُس پہاڑ کو منو کا اوتار کہتے ہیں طوفان نے تمام جانداروں کو غرق کر دیا صرف منو ہی اکیلا رہ گیا الخ۔" (شتپتھ براہمن کانڈ ۱ ادھیاے ۸ ،

اسوقت یہ بحث نہیں کہ منو کو (جو حقیقتاً نوح کا ایک بگڑا ہوا نام ہے) مچھلی نے آیندہ طوفان کی خبر دی یا وہ اس طوفان سے اکیلا ہی بچا۔ اسوقت اسجگہ صرف اتنا ہی دکھلانا مقصود ہے کہ دنیا میں طوفان نوح آیا اور ضرور آیا جسکی خبر اور گواہی ہندوؤں کے نزدیک الہامی اور سماجیوں کے نقطۂ خیال سے قدیم رشیوں کی تصنیف کھلے الفاظ میں دے رہی ہے اور یہی مدعا تھا اب اسکے بعد ہندوؤں اور آریہ سماج کے نزدیک ایک اور معتبر اور مستند کتاب یعنی مہابھارت سے طوفان نوح کے آنے کی گواہی پیش کرتے ہیں جس سے سائل نما معترض کی کما حقہ تسلّی و تشفّی ہو جاوے۔

مہابھارت کی گواہی

مارکنڈے جی راجہ یدھشٹر سے مخاطب ہیں کہ اب ویوسوت منو کا حال سنیئے یہ بدری بشال آشرم میں تپ کر رہے تھے کہ چیری ندی سے آواز آئی مہاراج جان بچائیے بڑی بڑی مچھلیاں میری طرف جھپٹ رہی ہیں۔ منوجی نے انسان کی آواز سُنی اسوقت ندی کے کنارے پہنچے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی مچھلی فریادی ہے وہ اُسے لے آئے اور ایک پانی کے گھڑے میں ڈالدیا مچھلی کا قد بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھا کہ آخر منوجی کو باولی میں چھوڑنا پڑا۔ باولی میں بھی وہ اسقدر بڑھ گئی کہ جگہ نہ رہی۔ منوجی پہنچے تو اُس نے بہت شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ مہاراج دیکھئے کیسی تنگی سے بسر کر رہی ہوں اگر آپ گنگاجی میں چھوڑ دیں تو بڑا احسان ہوگا۔ آپ کا سلوک میں کبھی نہ بھولوں گی اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اسوقت اسی طرح آپ کی بھی میرے سبب سے جان بچے گی۔

منوجی راضی ہوئے مگر گنگاجی تک کیسے پہنچایں مچھلی مچھلی نہ رہی تھی مگر مچھ بھی

(اُسکے پاسنگ برابر نہ تھا۔ وہ (منو) اس فکر میں ہی تھے کہ کیا کریں اتنے میں پھر مچھلی کو دیکھا تو بالکل چھوٹی۔ وہ اُسے اُٹھا کر لے گئے اور گنگا جی میں چھوڑ دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد مچھلی مگرمچھ کا ذکر کیا ایک پہاڑ دکھائی دینے لگی گنگا جی میں سما نہ سکی۔ منو جی اشنان کو گئے تو (مچھلی) نے درخواست کی کہ مہاراج! آپ ہی میری جان بچانے چلیں آپ ہمیں گنگا جی میں بھی اب گنجایش نہیں رہی آپ ہی تکلیف کریں تو سمندر میں فراغت ہو سکے تو مچھلی نے یہ کہہ کر جسم چھوٹا کر لیا۔ منو جی نے سمندر میں پہنچایا۔ جب منو جی پلٹنے لگے تو مچھلی بولی کہ منو جی مہاراج! ایکبات سُنتے جایئے۔ پہلے (قیامت) ہونے والی ہے پانی کے سوا خُشکی کا نام نہ رہے گا ایک کشتی تیار کیجیے تمام ضروری ذخیرہ اُسمیں ہو ایک مضبوط رسا بھی اُسمیں بندھا رہے۔ جب پرلے کا زمانہ آئے سپت (سات) رشیوں کو لیے ہوے کشتی پر سوار ہو جایئے گا میں موقع پر پہنچوں گی۔ اسوقت صورت اور ہے اس وقت مُنہ پر ایک طول طویل سینگ پایئے گا میں آپ کو اس پرلے میں بچاؤنگی کوی خوف کی بات نہیں۔

مچھلی چلی گئی۔ منو لوٹے۔ کشتی تیار کی۔ طوفان کا بھی دن آ گیا۔ دنیا بھی غرق ہوی۔ منو جی بھی طوفان کے تھپیڑے میں پھنسے۔ مچھلی بھی اُسوقت آ پہنچی جب کشتی ڈگمگا رہی تھی منو جی نے بڑی پھُرتی سے رسّی کا پھندا پھینکا۔ مچھلی سینگ میں ڈالکر ادھر اُدھر چکر دینے لگی۔ پانی کے زور وشور کا ذکر ہی کیا تمام دنیا دریا برد ہو گئی اونچے اونچے پہاڑ تک پانی میں ڈوب گئے مچھلی بھاگتے بھاگتے ہمالیہ پہاڑ کی طرف پہنچی ہمالیہ کی بلند سے بلند چوٹیاں پانی کے اندر تھیں صرف ایک سر بفلک چوٹی ڈوبنے سے باقی تھی مچھلی نے وہ کشتی وہیں بندھوائی اور کہا کر کچھ پہچانا۔ برہما کون ہے۔ پرجاپتی کسے کہتے ہیں۔ میں ہی وہ ہوں جسکا تمنے نام سُنا۔ تمھیں اس طوفان سے بچانیکے لیے مچھلی کا قالب قبول کر رکھا تھا۔" مہابھارت بن پرب ادھیاے ۱۸۶

مہابھارت کے رشی منو (نوح) کو طوفان سے بچانیوالی مچھلی کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ حقیقتاً مچھلی نہ تھی بلکہ برہما جو پرجاپتی خدا ہے وہ خود تجسّم اختیار کر کے نوح کو بچا لیگیا

قرآن شریف بھی یہی بیان فرماتا ہے کہ نوح کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیشتر ہی خبر دی اور طوفان سے بچا لیا پس مچھلی وغیرہ یہ سب النکار یعنی استعارات ہیں اصل واقعہ میں کوئی بڑا اختلاف نہیں اب مہا بھارت کے بیان کے بعد آریہ سماج کے نزدیک ہندو تاریخ کی کتاب اور جمہور سناتن کے نزدیک ایشوری گیان (الہام) پورانوں سے متس پوران سے اس طوفان کے متعلق تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

متس پوران کی شہادت

سوریہ کے بیٹے ایک با اقبال مہاراجہ تھے وہ اپنے بیٹے کو سلطنت سونپ کر عبادت وریاضت کرنے چلے گئے۔ ایکوقت جبکہ منو اپنے آشرم میں "پتری ترپن" کر رہے تھے اُنکے ہاتھ میں ایک متسیہ (مچھلی) آگئی۔ وہ مچھلی بولی اے منو میری حفاظت کرو۔ منو نے پہلے اُسے ایک چھوٹے سے برتن میں پھر ایک گھڑے میں پھر کنوئیں میں پھر ایک جھیل میں پھر گنگا میں رکھا اور پھر جبکہ وہ مچھلی بہت بڑی ہوگئی تو اُسے لیجا کر سمندر میں پھینکا مگر جب منو نے دیکھا کہ اپنا جسم بڑھا لیا سارے سمندر کو گھیر لیا تو وہ ڈرے اور اُس مچھلی کی اسطرح تعریف کرنے لگے۔ تو کوئی دیوتا ہے یا واسودیو (سری کرشن) ہے کسطرح ممکن ہے کہ کوئی دوسرا اس طرح کا بن سکے اے دنیا کے مالک وشنو جی! اب مجھے نمسکار ہو (سجدہ) یہ تعریف سُنکر وہ مچھلی بولی تم نے میری اچھی تعریف کی اور مجھے پہچانا تھوڑے ہی دنوں میں زمین اپنے پہاڑوں کنجوں اور جنگلوں سمیت سمندر (یعنی پانی) میں ڈوب جائیگی یہ کشتی تمام دیوتاؤں کی ہمت اور محنت سے تیار ہوئی ہے تاکہ جانداروں کے درہت سموہ کی حفاظت ہو۔ سب جانداروں کو چاہے وہ پنڈج ہوں وا انڈج وسویدج یا اودبج انھیں اس کشتی پر چڑھا کر مصیبت سے بچانا۔ یگ کے ختم ہونے پر خوفناک ہوا کے طوفان سے یہ کشتی بہنے لگے تب تم جاندار غیر جاندار دنیا کے مالک بنائے جاؤگے مچھلی کی شکل میں واسودیو یعنی وشنو (پرمیشور) نے جسوقت کی خبر دی تھی جب وہ اُن پہنچا تو قیامت شروع ہوگئی اور واسودیو سینگ والی مچھلی کی شکل میں ظاہر ہوئے اور اننت نام سانپوں کی طرح منو (نوح) کے نزدیک پہونچے۔ منو نے اس سانپ

کی طرح رستے سے اُس کشتی کو مچھلی کے سینگ میں باندھ دیا الخ" خلاصہ بیان از متسیہ پوران

شریمد بھاگوت پوران کی گواہی۔

ستیہ برت نام ایک راج رشی تھے ایکوقت جبکہ وہ کرت مالا ندی کے کنارہ پتری ترپن کر رہے تھے تو انکی چُلّو میں پانی کے ساتھ ایک پھین (مچھلی) آ گئی اُس نے ستیہ برت سے عرض کی کہ میری حفاظت کرو۔ اُسکے کہنے پر ستیہ برت نے اُسے پہچانا کہ یہ تو مجسّم وشنو ہیں۔ تب ستیہ برت نے مچھلی کی شکل میں متشکل وشنو سے پوچھا کہ بھگوان! آپ نے یہ شکل کیوں اختیار کی ہے تب مچھلی نے جواب دیا کہ آج سے ساتویں دن تینوں دنیائیں (زمین۔ آسمان اور درمیانی کُرّہ) قیامت خیز بہت بڑے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ جب طوفان شروع ہو گا تو میری بھیجی ہوئی ایک بڑی کشتی تیرے نزدیک پہنچے گی۔ اپنے ساتھ نباتات اور دیگر مختلف قسم کے بیجوں کو لیکر اور سپت رشیوں (معلوم ہوتا ہے سپت رشی سے مراد نوح کا خاندان ہے) اور دیگر سبکو ساتھ لیکر اُس بڑی کشتی کو ڈولنے دینا جب خوفناک ہواکے چلنے سے کشتی ڈگمگانے لگے تب اسکو بہت ہی سانپوں کی شکل کے رستہ سے میرے سینگ کے ساتھ باندھ دینا کیونکہ اُسوقت میں تیرے نزدیک پہنچ جاؤں گا۔

مچھلی نے جیسا کچھ کہا تھا ویسا ہی ہوا اور جب پرلے (قیامت خیز طوفان) ختم ہو گیا تو مچھلی کی شکل اختیار کیے ہوے وشنو (ایشور) نے ہیوگریو نامی راکشس کو مارا اُس سے ویدوں کو چھین لیا اور راج رشی ستیہ برت۔ وشنو کی مہربانی سے موجودہ یُگ کے منو ہیں۔ الخ"

(خلاصہ بیان از شریمد بھاگوت پوران)

شریمد بھاگوت پوران کا مصنف بھی طوفان کے اُسیکا قائل ہے اور طوفان کا ہیرو منو یعنی نوح ہی کو بتلاتا ہے دیکھو اس بیان کے آخری خط کشیدہ الفاظ۔

اگنی پوران کی شہادۃ

اگنی پوران میں نوح کے طوفان کا ذکر نہایت مختصر ہے بھاگوت اور اگنی پوران کی روایت ایسی ہی ہے جیسی کہ اُسکا نقل کرنا پہلے لکھے کو دُہرانا ہے اسلیے اگنی پوران کے اقتباس کو نظر انداز کرتے ہوے ذیل میں سائل کی تسلی و تشفی کے لیے دیگر شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

پنڈت بالکرشن۔ ایم۔ اے پروفیسر گوروکل کانگڑی کی شہادت۔

شتھ پتھ براہمن میں لکھا ہے کہ منو کو منہ دھونے کے لیے پانی دیا گیا اُسمیں ایک (چھوٹی) مچھلی تھی جس نے منو کو کہا کہ مجھے پہلے بڑے برتن میں پھر گڑھے میں پھر سمندر میں ڈالکر پرورش کرو تو میں تمھاری حفاظت اُس طوفان سے کروں گی جو تمام جانداروں کو بہالے جائیگا تھوڑے برسوں تک وہ طوفان آئیگا تب تک ایک بڑی کشتی بنا کر میری طرف لاتا اور جب طوفان اُمنڈنگے تو بیٹھ جانا تب اُس طوفان سے تمکو بچا دونگی۔ منو نے اُس کی تعلیم کے مطابق کام کیا طوفان اُمنے پر وہ مچھلی کشتی کو بڑی تیزی اور جلدی سے اُتر کی طرف پہاڑ پر لے گئی" اسطرح منو بچگئے اور دیگر سب جاندار طوفان سے نیست و نابود ہو گئے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ بالا واقعہ اُس آخری طوفان کو بتلاتا ہے جو قریبًا ۸۰۰۰ اٹھ ہزار برس مسیح سے پہلے ہوا یا دوسری باتوں کی طرح استعارہ کے رنگ میں کوئی گہری رمز ہے۔ بہرحال طوفان کا یقین بہت سی پرانی اور قدیم اقوام میں تھا۔

جہاں مہابھارت اگنی پوران۔ وشنو پوران وغیرہ میں اسکا ذکر ہے وہاں مصر چیلیڈیا اور یونان کے قدیم باشندے بھی طوفان کی ٹھیک یہی کتھا کہتے ہیں اور بائبل قرآن میں بھی یہی لکھا ہے اسلیے دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ حیرت انگیز ہے" بھارت ورش کا اتہاس ہندی حصہ اول ص ۲۲۶۔

ایک فاضل سناتنی پنڈت کی رائے

سناتن دھرم کے انویائی پنڈت مولراج صاحب اپنی کتاب "ہندو دھرم درپن" میں طوفان نوح کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔ "سورج کے بیٹے منوجی بڑے بہادر اور پرتاپی تھے وہ چیری ندی کے کنارہ ہر روز ایک پاؤں کے بل ناف تک پانی میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سورج کی طرف کرکے بغیر آنکھ جھپکنے کے سورج کو اپنے دھیان کا مرکز قرار دیکر سخت تپسیا و ریاضت کیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک مچھلی یکایک پانی میں نمودار ہوئی اور منوجی سے کہنے لگی کہ چھوٹی مچھلی کو بڑی مچھلی کھا جاتی ہے اسلیے میری حفاظت کرو۔ منوجی نے

اس عجیب و غریب مچھلی پر (جسکا اوپر کا دھڑ انسانی تھا اور نیچے کا سارا حصہ مچھلی کا تھا اور اُسکے سر پر ایک سینگ بھی تھا) رحم کھا کر اُسکو لوٹے یا گھڑے میں ڈالا اور اپنی کُٹیا (جھونپڑی) میں لاکر قریب کی ایک باولی میں رکھا۔ منوجی اُس عجیب مچھلی سے بڑا پیار کرتے اور اُسکو ہر روز جاکر دیکھا کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایکدن اُس مچھلی نے کہا کہ اب میں بڑی ہو گئی ہوں ندیا میں مجکو کوئی خطرہ نہیں ہوگا اسلیے مجھے پھر دریا میں ہی لے چلو چنانچہ منوجی اسکو دریا میں چھوڑ آئے۔ جب منوجی دریا کے کنارہ تپ (ریاضت) کرتے وہ مچھلی بھی ان کے قریب پانی میں تیرتی رہتی۔ اسکے بہت عرصہ بعد پھر مچھلی نے کہا کہ اب میں بہت بڑی ہو گئی ہوں اور دریا میں اب میرا گزارہ نہیں ہو سکتا اور میرے ساتھ چل کر سمندر میں رہنے سے کوئی اندیشہ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ منوجی مچھلی کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارہ کنارہ جاکر سمندر تک پہنچ گئے سمندر میں پہنچکر اُس عجیب "مچھ" نے فرمایا کہ میں برہم روپ ہوں دیکھو اب پرتھوی (زمین) پر پاپ (گناہ) بہت بڑھ گیا ہے اسلیے ایک بڑا قیامت خیز طوفان آنیوالا ہے تو ایک بڑی عظیم الشان کشتی بنواکر تیار رکھ۔ طوفان کے وقت اس کشتی میں سوار ہو جانا اور اپنے پشو اور کٹمبی یعنی بال بچہ کو ساتھ رکھنا اور اتنے عرصہ کی خوراک کشتی میں ساتھ ڈال لینا اور جو آدمی آپکے ساتھ رہنا منظور کریں اُنکو بھی سوار کرا لینا اور ایک بڑا مضبوط رسّا کشتی سے باندھ رکھنا۔ جس وقت طوفان کا سخت زور ہوگا میں آؤنگا تیری کشتی کی رہنمائی اور رکھشا (حفاظت) کرونگا۔ تمنے کشتی کے رسّہ کا دوسرا سرا میرے سینگ میں ڈال دینا۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعات سب کے سب ظہور پذیر ہوئے اور طوفان کے بعد وہ کشتی ہمالہ پربت کی بلند چوٹی سے جا لگی۔ کشتی کا رسّا مچھ کے سینگ سے نکالکر چوٹی سے باندھ دیا گیا اور وہ نادر مچھ منو کو چند ہدایات دیکر پانی میں غائب ہو گیا۔ طوفان کا قاعدہ ہوتا ہے کہ نشیب جگہ کو فراز کر دیتا ہے اور فراز کو نشیب بنا دیتا ہے سو اس طوفان کے بعد بھی ہمالہ پربت کی سب سے بلند چوٹی جس کا نام مونٹ ایورسٹ رکھا گیا ہے اور یہ ایورسٹ کا نام بائیبل کے ارارات کے نام سے مشابہت رکھتا ہے گویا مونٹ ایورسٹ ہی مونٹ اراراٹ ہے۔"

پنڈت مولراج صاحب اس بیان کے بعد صفحہ ۱۴۵ پر "راجہ منو اور حضرت نوح" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ "اس تاریخی طوفان کو عیسائی اور مسلمان وغیرہ سب قومیں مانتی ہیں۔ ہندو اس قابل تعظیم بزرگ کو راجہ منو کہتے ہیں اور وہ اسکا نام حضرت نوح رکھتے ہیں مگر ہر ایک کا مطلب بانفس مضمون واحد ہے الخ" ہندو دھرم درپن صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۵۔

ہمارے مہربان دوست شتھ پتھ براہمن - مہابھارت - متس پران - بھاگوت پران - اگنی پران - قدیم ہندو کتب کے بیانات و گوروکل کے فاضل ربوں کے علاوہ سناتن دھرم کے علامہ پنڈت مولراج صاحب کی اس طوفان کے متعلق جو آراء ہیں ان سب سے کماحقہ تسلی و تشفی ہو گئی ہوگی اور امید ہے کہ آئندہ کے لیے وہ ایسے اعتراض کرنے سے مجتنب رہیں گے جنکا اقبال اور تذکرہ انکی اپنی مسلمہ و مصدقہ قدیم کتب میں بھی موجود ہے۔ معترض صاحب کی دلجمعی اور تسلی کے لیے محولہ بالا حوالے ہی کافی سے بڑھکر ہیں مگر ہم محض انہی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے دنیا کی دیگر اقوام کے خیالات و روایات بھی جو وہ طوفان نوح کے متعلق رکھتی ہیں پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کی معلومات میں معتد بہ اضافہ ہو اور دیگر غیر مذاہب کے پیرو بھی جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف و فرقان حمید میں کوئی بھی ایسی بات ایسا واقعہ ایسی روایت اور ایسا قصہ نہیں جسکا ثبوت دنیا میں موجود نہ ہو یا جسکو دلیل اور برہان سے ثابت نہ کیا جاسکے۔

کسدی روایات

جو مؤرخ برو سس نے قلم بند کی ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ کرونا س دیوتا نے خسو تھرسس کو دکھائی دیکر یہ خبر دی کہ ایک طوفان آنیوالا ہے جس سے تمام بنی آدم برباد کیے جائینگے اور اسکو حکم دیا کہ تم ایک کشتی بناؤ اور اسمیں تم اور تمہارے احباب معہ مختلف حیوانات کے داخل ہوں اور بغیر خوف کے اپنے آپکو سمندر کے حوالہ کردو۔ جب طوفان کم ہونے لگا جانور کشتی سے چھوڑے گئے پر وہ پہلی دفعہ جاتے ہی لوٹ آئے دوسری مرتبہ ان کے پاؤں کیچڑ سے بھر گئے مگر تیسری دفعہ واپس نہ آئے اور کشتی آرمینیا کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر اٹک گئی۔

۲- طوفان کا اور بھی مفصل حال موجودہ زمانہ میں مسٹر سمتھ صاحب نے ان کسدی کتبوں

سے دریافت کیا ہے جو کہ ملک اسور سے دستیاب ہوئی ہیں الا و بار ہسیسدرا کے پاس جو ایک پالکباز آدمی تھا اور جو اکیلا طوفان کی آفت سے بچ نکلا تھا جاتا ہے اور اُس سے اُسکی داستان سنتا ہے ہسیسدرا بیان کرتا ہے کہ ہسیاہ دیوتا مجھے دکھائی دیا اور اُسنے مجھے خبر دی کہ دیوتاؤں کا ارادہ ہے کہ بنی آدم کو اُنکے گناہوں کے سبب سے برباد کردیں سو تو اتنی لمبی اتنی چوڑی کشتی تیار کر اور اُسمیں اپنا اناج اور اسباب اور دیگر سب اشیاء اور دولت اور باندیاں اور کنیزکیں اور نوجوان آدمی اور میدان کے حیوانات اور بہائم جمع کر۔ پھر اُس نے (یعنی ہسیاہ نے) وعدہ کیا کہ میں خود دروازہ بند کرونگا۔ اسپر بیٹے (ہسیسدرا) نے ملامت کی اور کہا کہ لوگ مجھے ٹھٹھوں میں اڑائینگے وغیرہ تاہم جہاز بنانے کے کام میں مشغول ہوا۔ اسکے بعد ہسیسدرا بیان کرتا ہے کہ جب وہ جہاز تیار ہوگیا تو اُسپر تین پیمانے بال اندر کے رُخ اور اتنی ہی مقدار کے قریب باہر کی طرف ڈالے گئے شمس یعنی سورج کے دیوتا نے طوفان کو بھیجا جو بڑی تیزی اور تندی سے آیا اور تمام جاندار داروں کو سطح زمین سے برباد کرگیا ساتویں روز طوفان ختم ہوا اُسکے بعد ہسیسدرا نے ایک فاختہ کو چھوڑا جو لوٹ کر واپس آگئی پھر ایک ابابیل کو چھوڑا وہ جانور بھی واپس آیا اسکے بعد ایک کوا چھوڑا گیا مگر وہ نہ لوٹا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بیان قرآن شریف کے بیان سے کسیقدر اختلاف رکھتے ہیں مگر جب توہمات اور لفاظی کو علیحدہ کردیا جاوے تو وہی سادہ حقیقت رہجاتی ہے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

(یونانی روایات)

یونانیوں کی پُرانی کتب میں لکھا ہے کہ پرومیتھی اُس کا فرزند ڈیوکیلئس جبکہ تھیسلی کنیفیتھیا سلطنت پر متمکن تھا تو اُسوقت جوپٹر دیوتا کے غصہ اور ناراضگی کے باعث یونان میں طوفان آیا۔ ڈیوکیلئس والد سے علم حاصل ہونیکے باعث اپنی بیوی پائیر کے ساتھ ایک بڑی کشتی میں سوار ہوگیا۔ نو دن تک پانی کی لہریں بہت ہی بلند ہوتی رہیں جس سے یونان کے تمام جاندار نیست و نابود ہوگئے۔ آخر میں ڈیوکیلئس کی کشتی درناسس پہاڑ پر جا لگی اس طوفان سے صرف یہی دو نو میاں بیوی بچے۔ دیکھئے کیسلز کان سائز سائیکلوپیڈیا صفحہ ۳۹۹

اہل چین اور اہل امریکہ کی روایات

اسے مینوئل آف بائبل ہسٹری مصنفہ ریورینڈ ولیم بلیکی صاحب ڈی ڈی میں لکھا ہے کہ "تورانی لوگوں کے درمیان چینی روایتیں بہت دلچسپ ہیں مگر وہ روایات جو قدیم سے اہل امریکہ کے درمیان مروّج ہیں اور بھی زیادہ عجیب ہیں میکسیکو میں کئی ایسی تصاویر پائی گئی ہیں جنمیں ایک مرد اور اسکی جورو ایک کشتی یا تختہ پر بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور انکے پیچھے ایک پہاڑ کھڑا ہے اور کئی پرندے مثل فاختہ و گدھ اُڑ رہے ہیں۔ پھر شمالی امریکہ کے چروکی انڈینس کے درمیان ایک روایت مروّج ہے اور وہ یہ کہ ایکمرتبہ ایسا طوفان آیا کہ جسنے سب بنی آدم کو برباد کردیا سوائے ایک خاندان کے جو ایک کشتی میں داخل ہو کے بچ نکلا۔

اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک کی تواریخ کا مطالعہ کیا جاے تو اس قسم کی روایات کثرت سے مل سکتی ہیں ہاں یہ ایک علیحدہ امر ہے کہ ان روایات و حکایات میں شاعرانہ مبالغہ یا جاہلانہ حاشیہ آرائی کا بہت کچھ دخل ہو یا قصہ گویوں کی ملمع کاری کا عکس پایا جائے مگر اصل مطلب یا نفس مضمون میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ مہاشہ جی۔ اب بتلائیے آپ جس کا ثبوت بزعم خود ناممکن اور اسنبھو سمجھ رہے تھے کیسا ممکن اور سنبھو ہو گیا۔

ہمنے ابھی مہاشہ صاحب کے بہت سے اعتراضات کا جواب حوالۂ قلم کرنا ہے اسلیے ایک ہی اعتراض پر بہت سا وقت خرچ کرنا مناسب نہ سمجھکر اسکو یہیں ختم کرتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس مضمون کو پھر کسی وقت زیادہ تواریخی اشہاد سے مرصع کر کے پیش کرنیکا فخر حاصل کرینگے۔ فقط (فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

شیعی دنیا میں تزلزل

ڈالدیا تھا پچھلے دنوں ہمارے مکرم دوست منشی خادم حسین صاحب کے ایک مضمون تحقیق امام آخر الزمان نے جسمیں شیعہ مستند کتب کے حوالوں سے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کیگئی تھی۔ اس مضمون کے تشحیذ چند پرچے مل گئے۔ قیمت فی پرچہ ۸ر

صداقتوں کی روشنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

کی وہ مستند و معروف تصنیف جسمیں ان اعتراضات کا کامل جواب ہے جو حضور مسیح موعود کی وفات پر کیے گئے معہ رسالہ الوصیۃ ایک دو نسخے باقی ہیں۔ قیمت عصہ ۸ر

مذاکرہ علمیہ

حصہ اوّل

بجواب مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ مندرجہ اصلاح نمبر ۵ جلد ۱۳

جناب سید صادق حسین صاحب نقوی کا مندرجہ ذیل مضمون ۵ جولائی کو وصول ہوا تھا
مگر میں اسے ابتک شائع نہ کرسکا اس مہینہ کے رسالہ میں بھی وہ تمام وکمال نہیں آسکتا اسلیے
مجبوراً مجھے اس کا ایک حصہ ملتوی کردینا پڑا۔ اور بقیہ ہدیہ ناظرین ہے۔ سید محمد ہارون
صاحب ممتازالافاضل نے طعن دیا تھا کہ سید ہوکر سنی اور پھر مرزائی اسکا نہایت لطیف
جواب ہمارے بھائی نے دیا ہے جو کسی دوسرے وقت چھاپا جائے گا فی الحال اصل
مبحث کو مقدم کردیا ہے (ایڈیٹر)

میرا ایک مضمون زیر عنوان **جوابات اعتراضات شیعہ** تشحیذ الاذہان نمبر ا جلد ۱۴ ماہ جنوری ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا اُسپر مولوی سید محمد ہارون صاحب ممتازالافاضل زنگی پوری نے کچھ خامہ فرسائی کی ہے اور وہ بعنوان مکالمہ علمیہ نمبر ۱۴ شیعوں کے رسالہ اصلاح نمبر ۵ جلد ۲۳ میں شائع ہوئی ہے میرا یہ مضمون اُسکے جواب میں ہے۔

ہارون۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ یاایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ۔
جواب (۱) اس آیت میں خطاب اہل ایمان سے ہے۔۔۔ پس پہلے حضرات شیخین کا ایمان ثابت کرنا چاہیے الخ

صادق۔ تشحیذ الاذہان میں آپ کی ایک چالاکی کی بنا یعنی غلط حوالہ دینے پر مدت سے خامہ فرسائی ہورہی تھی کہ جناب نے اپنی تقویٰ و تورع کا یہ دوسرا نمونہ پیش کردیا۔ ایک نشد دو شد۔ غضب کی بات ہے آپ نے اسبات کا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ تشحیذ و اصلاح دونوں پرچوں کو اگر کوئی شخص دیکھے گا تو آپ کی نسبت کیا رائے قائم کریگا۔ کیا آپ حلفاً کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آیۂ مذکورہ مدعی کی حیثیت سے پیش کی ہے؟ حضرت خدا سے ڈرو مذہبی مباحثات میں اس قسم کی چالاکیاں سخت شرمناک و نفرت انگیز ہوتی ہیں۔ شیعہ معترض نے جب بربنائے آیۂ مذکورہ شیخین پر اعتراض کیا تو میں نے اور جوابات کے علاوہ لکھا کہ اس آیت کی بنا پر بفرض محال اگر کوئی اعتراض

شیخین پر ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جب شیخین کو مومنوں میں تسلیم کیا جائے اور شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے - اس جواب کو پڑھ کر آپ حواس باختہ ہو گئے - شیخین کو یاایھا الذین اٰمنوا کے خطاب میں داخل ماننے میں تو شیعیت کافور ہوتی ہے نہیں مانتے ہیں تو شیعہ معترض کا اعتراض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے عرصہ دراز تک عالم تفکر میں ہاتھ پاؤں مارنیکے بعد آپ کو یہ سوجھی اور بہت دور کی سوجھی کہ اصل واقعات کی صورت بدل دی پھر بھی جو کچھ تحریر فرمایا اُسکا خلاصہ بالفاظ دیگر یہی ہے کہ شیعہ انکو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے - ہارون صاحب! اگر آپ ایسے ہی جوابات لکھتے رہیں گے تو دنیا کو اچھی طرح آپکی عقل کا اندازہ ہوتا رہیگا -

ہارون - بالکل غلط ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور غصہ کو سزا دہی کے طور پر گھسیٹا تھا بلکہ یہ فعل آپ کا از راہ محبت تھا جیسا کہ کوئی شخص جبکہ سفر سے آتا ہے اور اپنے پیارے عزیزوں سے ملاقات ہوتی ہے تو اُسکا سر پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتا اور پیار کرتا ہے" ... جبتک آپ یہ ثابت نہ کرلیں کہ قطعاً حضرت موسیٰ کا فعل از راہ غضب تھا تب تک آپ کو اس بات کے کہنے کا حق نہ ہوگا کہ آپس میں جھگڑا کرنے سے ایمان زائل نہیں ہوتا جیسا کہ موسیٰ نے ہارون سے جھگڑا کیا"

صادق - ممتاز الافاضل صاحب آپکی تفسیر قرآن شریف کی یہ تفسیر نہیں صریح تحریف ہے ذیل کے دلائل ملاحظہ ہوں - پارہ نہم سورہ الاعراف رکوع ۱۸ میں یہ آیات ہیں ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ غضبان اسفاً قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم و القی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولا تجعلنی مع القوم الظلمین پھر چند آیات کے بعد یہ آیت ہے ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح یعنی جب فرو ہوا موسیٰ سے غصہ تو لے لیں تختیاں اور سورہ طٰہٰ میں یہ آیتیں ہیں قال یھرون ما منعک اذ رایتھم ضلوا الا تتبعن قال یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی - اب ان تمام آیات

اور ان کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے ہر صحیح الحواس انسان سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قطعاً و یقیناً بحالت غضب حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑی اور اُن کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ (اس کی تشریح کرتے ہوئے صادق صاحب فرماتے ہیں)

اب ہم دقیق مباحث کو چھوڑ کر ایک ایسی واضح دلیل پیش کرتے ہیں جسے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ لے اور وہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے غضب کی حالت الفاظ لما رجع موسیٰ الیٰ قومہ غضبان اسفا سے شروع ہوئی اور ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح پر ختم ہوئی۔ حضرت ہارون کی داڑھی اور سر پکڑے جانیکا واقعہ ان آیات مذکورہ کے درمیان بیان ہوا ہے پس قطعاً اور یقیناً ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فعل زیر بحث ازراہ غضب تھا لہٰذا ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مومنین کے باہم جھگڑا ہو جانے سے انکا ایمان زائل نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں یہ کہنے کا بھی حق حاصل ہے کہ مومنین میں باہم قتال ہو جانے سے بھی ایمان زائل نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ ترجمہ اور اگر دو جماعتیں مومنین میں سے باہم قتال کریں تو صلح کرا دو درمیان اُن دونو کے۔

ہارون۔ امام اور وہ بھی معصوم جسنے رسولخدا جیسے خلق مجسم سے تعلیم پائی ہو گالی گلوچ نہیں کر سکتا البتہ تاریخ سیوطی میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر بڑی گالی باز تھے وکان ابو بکر سبابا

صادق۔ عربی عبارت بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی کی کس فصل میں ہے براہ مہربانی ٹھیک پتہ دیجیے کیونکہ تاریخ الخلفاء مترجم میں اس فقرہ کا ہم معنی فقرہ مجھے تلاش سے نہیں ملا۔ البتہ نہج البلاغہ میں سردست چند فقرات ایسے ملے ہیں کہ سبابا کی حد اگر ان تک پہنچ گئی ہو تو پھر یہ بات تو آپ کے نزدیک بھی قابل اعتراض نہیں ہونی چاہیے ورنہ عصمت کی خیر نہیں اور وہ فقرات یہ ہیں (۱) ایکروز جناب امیر کوفہ کی مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے اشعث ابن قیس نے حضرت کے چند الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ آپ کے لیے مفید نہیں بلکہ مضر ہیں جناب امیر نے اشعث مذکور کیطرف غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا "تو کیا جانتا ہے تجھے کس نے اطلاع دی کہ فلاں چیز میرے لیے مضر ہے اور فلاں چیز نفع

پہنچانے والی ہے۔۔۔ تجھپر خدا کی لعنت برس رہی ہے لعنت کرنیوالے تجھپر لعنت کررہے ہیں اوسٹریر کے بیٹے شریر النسان اور کافر کے بیٹے منافق (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۳۳-)

(۲) اسی کتاب میں لکھا ہے کہ خوارج نہروان کو ڈرانے دھمکانے کیلیے آپنے ایک خطبہ فرمایا اسمیں ارشاد ہے۔ "تمہارا گروہ خوب یاد رکھو ایک چھوٹے سے مغزوالا اور نہایت ہی بیعقل ہے تمہارے لیے باپ نہوں" (نہج البلاغۃ مترجم صفحہ ۵۵) (۳) جناب امیر نے اپنے بعض شیعوں کے حق میں فرمایا "خدا تمھارے چہرونکو ذلیل و خوار کرے تمھارے نصیب اور مقدر کو پست کردے تم بدبخت ہوجاو" نہج البلاغۃ صہ ۹۱۔

(۴) مردان بن الحکم کے حق میں جناب امیر نے ایکمرتبہ فرمایا کہ اسکے لیے ایک حکومت ہی وہ اسے اسطرح چاٹے گا جیسے کتا اپنی ناک کو چاٹا کرتا ہے وہ چار بھیڑیوں کا باپ ہے۔ نہج البلاغۃ صہ ۸۳۔ (۵) جناب امیر نے ایکمرتبہ عمر عاص کا ذکر کرتے ہوے فرمایا "اگر یہ وہی شخص ہے جسکی یہ توصیف کیگئی تو بیشک اسکا بزرگترین فریب یہی کہ اپنی عورۃ (دبر) کو قوم کے لیے بخشدیتا ہے" نہج البلاغۃ صہ ۹۷ سخت تعجب ہے یہ لیپر زانیہ۔ نہج البلاغۃ

ہارون۔ رسولخدا کے سامنے ابوبکر و عمر کا بدزبانی کرنا مبحوث عنہ ہے +

صادق اسکا جواب ہمارے پہلے مضمون میں موجود ہے کہ یہ آیۃ زمانۂ قبل نزول سے متعلق نہیں اور سننا ہو تو سنیے کہ یہ روایت شان نزول قطعی الصدور نہیں۔ علاوہ بریں اس آیۃ کی رو سے نہی ان دو باتوں کی کیگئی ہے (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز نہ کی جاسکے (۲) جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے نہ پکارا جاوے۔ اور روایت شان نزول سے ظاہر ہے کہ ان دونو باتوں میں سے کوئی بات بھی شیخین سے سرزد نہیں ہوئی پس اس روایت شان نزول کی بنا پر بھی ہم بآواز بلند کہہ سکتے ہیں کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کی رو سے کوئی الزام شیخین پر نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر یہ بھی اعتراض ہے کہ مفسرین اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ نتیجہ اسکا ظاہر ہے کہ اس آیت میں منہی عنہ وہی رفع صوت فوق صوت النبی ہوسکتا ہے جو قصداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم و توقیر کے خلاف کیا جاے اور یہ الزام بھی روایت شان نزول سے شیخین پر ثابت نہیں
اس آیۃ کے نزول کے بعد شیخین کا طریق عمل روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دربار نبوی میں
نہایت آہستہ کلام کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیات مابعد یعنی انّ
الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم
للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ صدیقؓ و فاروقؓ و ثابتؓ اور اُنکے امثال کے
حق میں وارد ہوئی ہیں۔ تفسیر غایۃ البرہان ص۵۱۸

ہارون۔ امام عبدالکریم نے امام بخاری سے جو روایت نقل کی ہے اسمیں بتصریح حضرت
عمر کا نام موجود لیکن یہی روایت جو صحیح بخاری جلد۳ میں ہی بجاے لفظ عمر کے قال بعضہم
لکھا ہوا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ملل و نحل کے بعد بغرض عیب پوشی حضرت عمر
اُن کا نام اوڑا کر بعضہم لکھدیا ہے +

صادق۔ مینے تشحیذ الاذہان میں تلخیص الصحاح جلد۱ ص۶۱ سے جو روایت نقل کی
ہے اُسکے اخیر پر لفظ اخرجہ الشیخان درج ہے اور اسمیں صاف لکھا ہے قال عمر
ان رسول اللہ صلی اللہ قد غلبہ الوجع بس جو خیال آپنے ظاہر کیا ہے وہ محض وہم یا
اختراع ہے۔ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الاول ص۲۲-۲۳ میں یہ حدیث یحییٰ ابن سلیمان کی سلسلہ
اسناد سے درج ہے اسمیں قال عمر موجود ہے اسی طرح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع ص۵
میں بھی یہ حدیث ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ کئی راویوں کے واسطہ سے آئی ہے اسمیں بھی عمر کا
نام دو جگہ موجود ہے البتہ بخاری مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص۱۲ بن قتیبہ کے واسطہ سے
جو حدیث آئی ہے اسمیں عمر کا نام نہیں اور اُسکے متصل ہی دوسری حدیث جو علی بن عبداللہ
کے واسطہ سے مروی ہے اسمیں فقال بعضہم لکھا ہے پس یہ اختلاف روایت ہے
نہ یہ کہ بغرض عیب پوشی حضرت عمرؓ انکا نام اڑا کر بعضہم لکھدیا گیا ہو ایسا ہوتا تو
کسی روایت بخاری میں اب عمر کا نام موجود نہ ہوتا +

ہارون۔ کیوں فرمایا کہ قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع جس سے آپکی
ناراضی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو اس کلام و نزاع سے ایذا پہنچی جسکے

باعث صحابہ حاضرین ہوئے جنمیں حضرت عمر بھی داخل ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ایذائے رسول سے لوگوں کو منع کرتا ہے۔

صادق۔ کیا اُسوقت جناب رسول خدا کے پاس صحابہ غیر اہل بیت ہی تھے اور صحابہ اہل بیت آپ کو مرض الموت میں چھوڑ کر گھر خالی کر گئے تھے یا وہ تو موجود تھے اول الذکر صورت میں صحابہ اہل بیت سخت مورد الزام ٹھہرتے ہیں اور آخر الذکر صورت میں شریک الزام فما ہو جوابکم فہو جوابنا

ہارون۔ ظاہر حدیث یہی بتا رہا ہے کہ اُن شور کرنیوالوں میں خود جناب عمر بھی تھے۔

صادق شور کرنا اور چیز ہے اور شور کرنے والوں میں موجود ہونا اور چیز۔ الفاظ حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر نے شور کیا یا وہ شور کرنیوالے تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ شور کرنیوالے کون لوگ تھے؟ تو اس سوال کا جواب احادیث سے یہ ملتا ہے فاختلف اھل البیت فاختصموا پھر بھی کسی کا نام خصوصیت کے ساتھ مذکور نہیں ٭

ہارون۔ اس حدیث کو محدث خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض میں اسطرح نقل کیا ہے فقال عمران الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ۔

صادق۔ ہمارے نزدیک نسیم الریاض حدیث کی کوئی معتبر کتاب نہیں چہ جائیکہ اُسکا ذکر صحیح بخاری کے مقابلہ میں کیا جاوے نہ خفاجی کو ہم امام اسمٰعیل بخاری کے سامنے کچھ وقعت دیسکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سے تقیہ باز محدثوں کیطرح محدث خفاجی نے بھی اہل سنتہ کے حال پر یہ مہربانی فرمائی ہو یا سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے نسیم الریاض میں کچھہ صناعانہ دست درازی کی ہو اگر محدث خفاجی زندہ ہوتے تو اُن سے اس قول کی سند کا مطالبہ کیا جاتا۔ باایںہمہ یہ بھی جائز ہے کہ محدث مذکور نے یہ فقرہ اگر نقل کیا ہو تو شیعوں کی تردید کیلیے نقل کیا ہو کیونکہ روایت اور شی ہے اور تصدیق روایت اور شے۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے کہ احاد روایتیں عقائد میں حجت نہیں اور یہ روایت از قسم احاد ہے پھر یہ روایت اجماع اہل سنتہ کے خلاف ہے اسلیے بھی حجت نہیں۔ باقی جواب کیلیے ہمارا مضمون دوبارہ غور سے پڑھیے اور خوب یاد رکھیے کہ امام بخاری کوئی تقیہ باز امام نہیں ہے اُسے عیب پوشی کا الزام لگانے والا تقیہ باز و نکی پردہ دری کرانے والا ہے۔ سچ ہے ؎ ہر کہ تف افگند بہ مہر منیر ٭ ہم بروئیش فتد تف تحقیر ٭

ہارون - دیکھئے اس موقع کی حدیثوں کو جو صریح ہیں اس مطلب میں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں خود حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں ان النبیؐ بعثہ ببراءۃ لاھل مکۃ الخ نیز اس مطلب کی مؤید کہ ابوبکر صاحب رستہ ہی سے واپس لوٹ گئے اور مکہ کو نہ گئے وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے ان رسول اللہ بعث ببراءۃ مع ابی بکر الی اھل مکۃ ... لہٰذا وہ خیال جو صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے ظاہر کیا ہے کہ ابوبکر بھی حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ مکہ کو گئے اور حضرت امیر المومنینؑ صرف انکی تائید کے لیے گئے تھے غلط ثابت ہو گیا اور معلوم ہوا کہ موالیان خلیفہ اول نے واقعہ کے خلاف یہ بات بنائی ہے کہ دونو صاحب ملکر مکہ کو گئے ؏

صادق صاحب قرۃ العینین وغیرہ نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے آپ کو اگر اہل سنۃ کی کتابوں کی خبر نہیں تو خیر معذور ہیں مگر ممتاز الافاضل صاحب! آپکو شیعہ مذہب کی کتابوں سے تو خبردار ہونا ضروری تھا - تفسیر امام حسن عسکری کی عبارت آپ نقل کر چکے ہیں پھر بھی متنبہ نہیں ہوئے تفسیر مذکور کا مطلب صاف ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کو دو خدمتیں سپرد کی تھیں (۱) سورہ براءۃ کی دس آیتیں کافران مکہ کو سنانا (۲) ہمراہیوں سمیت ایام حج میں مکہ معظمہ میں جا کر حج کرنا - پھر حضرت علی نے بحکم رسول خدا ابوبکر سے وہ آیتیں لے لیں - دوسری خدمت کی منسوخی کا اس تفسیر میں کوئی حکم نہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ ابوبکر دوسری خدمت پر قائم رہے ؏

اب مسند احمدؒ کی دونو حدیثوں کے متعلق سنئیے - یہ حدیثیں بخاری اور مسلم اور سنن نسائی کی حدیثوں کے معارض ہیں اسلیے لائق احتجاج نہیں مشکوٰۃ جلد ثالث مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۱۹۳ میں روایت ہے عن ابی ھریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی الحجۃ امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رھط امرہ ان یؤذن فی الناس الا لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان متفق علیہ - روایت ہے ابوہریرہ سے کہ بھیجا مجکو ابوبکر نے اس حج میں کہ امیر کیا تھا انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں پہلے حجۃ الوداع کے دن نحر کے بیچ

جماعت کے کہ حکم کیا تھا اسکو کہ اعلام کرے لوگوں میں خبردار ہو نہ حج کرے بعد اس سال کے کوی مشرک اور نہ طواف کرے خانہ کعبہ کا کوی ننگا۔ متفق علیہ۔

اور سنن نسائی جلد اول ربع ثانی مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۶۸ ۴ - ۶۹ ۴ میں لکھا ہے الخطبة قبل یوم التروية آٹھویں تاریخ سی پہلے ساتویں تاریخ خطبہ پڑھنا) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رجع من عمرة الجعرانة بعث ابا بکر علی الحج فاقبلنا معه (چونکہ روایت طویل ہے اسلیے صرف ترجمہ متن حدیث کتاب مذکور سے نقل کیا جاتا ہے ترجمہ جابر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جعرانہ کے عمرہ سے لوٹے تو ابوبکر کو (لوگوں کا سردار کرکے) حج پر مقرر کیا ہم لوگ انکے ساتھ آے جب عرج (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچے تو صبح کی اذان ہوی پھر ابوبکر کھڑے ہوی نماز کی تکبیر کہنے کو اتنے میں اونٹ کی آواز پیچھے سے سنی اُنھوں نے توقف کیا اور کہا یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے جس کا نام جدعا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا معلوم ہوا حج میں آنا تو شاید آپ ہی ہوں ہم آپکے ساتھ نماز پڑھینگے اتنے میں علی اُس اونٹنی پر سوار ہوے ابوبکر صدیق نے کہا تم امیر ہو کے آے ہو یا کچھ پیغام لیکر اُنھوں نے کہا پیغام لیکر مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے سورہ برأت سنانیکو حج کے مجمعوں میں پھر ہم مکہ میں آے یوم الترویہ سے ایکدن پہلے (یعنی ساتویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور حج کے ارکان بیان کیے جب وہ فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور لوگونکو سورہ برأت سنانی شروع کی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر ہم ابوبکر صدیق کے ساتھ نکلے جب عرفہ کا دن ہوا (نویں تاریخ) تو ابوبکر کھڑے ہوے اور خطبہ سنایا لوگونکو اور بیان کیے حج کے طریقے جب وہ فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور سورہ برأت سنای یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب یوم النحر ہوا (دسویں تاریخ) تو ہم لوٹے منا کو (عرفات سے) جب ابوبکر لوٹ کر آے تو اُنھوں نے خطبہ سنایا لوگونکو اور لوٹنے کے اور قربانی کرنیکے احکام بتلاے اور ارکان پھر جب فارغ ہوے تو حضرت علی کھڑے ہوے اور سورہ برأت سنائی یہانتک کہ ختم کیا اسکو پھر جب پہلا دن کوچ کا ہوا (یعنی بارھویں تاریخ)

تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا اور بیان کیا کیونکر حج کرنا چاہیے اور کسطرح کنکریاں مارنا چاہیے پھر سب ارکان سکھلائے جب فارغ ہوئے تو علی کھڑے ہوئے اور سورہ براءت لوگوں کو سنائی یہانتک کہ ختم کیا اُس کو *

یہ ہیں اصل واقعات جو حضرت جابر نے بچشم دید لعبیدتاریخ تفصیل وار بیان کیے ہیں انکے مقابلہ میں مسند احمد کی روایتیں مجمل و غیر موثق مرجوح بلکہ موضوع ہیں بجز اسکے کہ اُنکی وہ تاویل تسلیم کی جاوے جو ہم ذیل میں بیان کرینگے۔ جب ان روایتوں سے یہ بات قطعاً و یقیناً ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوبکر مکہ گئے اور جناب امیر اس سفر مکہ میں حضرت ابوبکر کی پیروی کرتے اونکے پیچھے نمازیں پڑھتے اور مناسک حج میں اُنکی متابعت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر بحیثیت امیر المؤمنین اور خلیفۃ الرسول حجاج مومنین کو احکام و مناسک حج وغیرہ تعلیم فرماتے رہے اور تمام فرائض حضرت رسول خدا بجالاتے رہے اور حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر علیہ السلام کے خطبات کے بعد صرف سورہ براءت پڑھکر سناتے تھے تو صاحب قرۃ العینین وغیرہ کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور آپ کا انکار محض جہالت یا افترا۔ امیر المؤمنین اور امیر الحاج ابوبکر کے ساتھ جناب امیر کو صرف سورۂ براءت کی آیتیں پڑھکر سنانیکے لیے بطور نقیب المؤمنین جو بھیجا گیا اسمیں علاوہ اور حکمتوں کے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالیٰ کو عالم الغیب ہونیکی وجہ سے معلوم تھا کہ آیندہ ایک قوم خلفاء ثلاثہ پر تبرا بھیجنے والی اور رابع الخلفاء جناب علی کی شان میں غلو کرنے والی پیدا ہوگی اسلیے حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ایک حج کے موقع پر حضرت ابوبکر کو بلا فصل خلیفۃ الرسول اور امیر المؤمنین اور جناب امیر کو اُنکی ماتحتی میں رکھکر سورۂ براءۃ کی چند آیتیں پڑھکر سنانے کے لیے بطور نقیب المؤمنین ٹھہرایا جاوے تاکہ حجاج مؤمنین اور پھر اُن کے ذریعہ سے اسلامی دنیا کو یہ بصیرت حاصل ہوجاوے کہ حضرت ابوبکر کی زندگی میں حضرت علی امیر المؤمنین و خلیفۃ الرسول نہیں ہوسکتے اور نیز امیر المؤمنین ابوبکر صدیق کے دشمنوں سے جناب علی براءۃ کا اظہار فرماتے ہیں اور اس اظہار پر امور ہیں تاکہ یہ واقعہ جب ایک جم غفیر مومنین کی آنکھوں کے سامنے ہو تو آیندہ تا قیامت احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے ایک زبردست تاریخی شہادت ہو اور

نیز اس قوم اسبات سے کہ سورہ براءۃ کی آیتیں ابوبکر سے لیکر علی کو دی گئیں فخریہ یاد رکھے اور اور تحقیق کے وقت حکمت مذکورہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے یہ واقعہ موصل الی المطلوب ہو۔

اب ہم مسند احمد کی روایتوں کی وہ تاویل عرض کرتے ہیں جسکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے پہلی حدیث پیش کردہ جناب میں قال لعلی الحقه فرد ابا بکر و بلغها انت ففعل قال فلما قدم علی النبیّ ابوبکر بکی۔ کے یہ معنے ہیں کہ رسول خدا نے علی سے کہا کہ تم ابوبکر سے جاکر ملو اسکو ہمارے حکم کی طرف پھیرو یعنی اُسے ہمارا حکم سنادو اور تم سورۂ براءۃ کی تبلیغ کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا پھر جب ابوبکر حج سے فارغ ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوے تو انھوں نے روکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا مجھسے کوی بدی سرزد ہوی رسول خدا نے فرمایا نہیں خیر کے سوا کچھ نہیں لیکن خدا نے مجھے حکم دیا کہ یہ خاص پیام متعلق سورہ براءۃ خود میں پہنچاوں یا میرا کوی عزیز خاندانی۔

اور دوسری حدیث مسند احمد کے الفاظ ردّه الی کے یہ معنے ہیں کہ ابوبکر کو میرے اس حکم کی طرف پھیرو یعنی متوجہ کرو اور سناو کہ اس خاص پیام متضمن سورہ براءۃ کو کفار تک میرے اہل بیت کے سوا مستقل طور پر اور کوی نہ پہنچاے +

لفظ ردّ کے ان معنوں کی طرف جو ہمنے بیان کیے ہیں آیہ فان تنازعتم فی شیٔ فردوه الی الله والرسول اور حدیث استفهموه فذهبوا یردّون علیه پر غور کرو۔ افسوس ہی کہ حضرات اہل خلاف مفوضہ ہوں یا نصیری اسمٰعیلیہ ہوں یا رافضی مطلق امامیہ ہوں یا اثنا عشر اسقدر بیجا عداوت صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر ٹوٹے ہوے ہیں کہ انکو صاف صاف عبارتوں کا مطلب بھی اچھی طرح مفہوم نہیں ہوتا اور کہیں ایک لفظ بھی دیکھ لیتے ہیں تو مارے خوشی کے دوڑ پڑتے ہیں آگے پیچھے کی عبارت کو بالکل نہیں دیکھتے کہ کیا لکھا ہے عبارت مطلق ہے یا مقید مشروط ہے یا غیر مشروط عام ہے یا خاص وغیرہ وغیرہ اگر یہ لوگ تعصب کی عینک انکھوں سے اتار کر کتابوں کا مطالعہ کرتے تو اُمید تھی کہ ایسی غلط فہمیاں واقعہ نہ ہوتیں مگر اُن سے کب ممکن ہے جنکے خمیر میں عداوت خلفاء ثلثہ و دیگر صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور بغض اسلام داخل ہے +

ہارون۔ امام ثعلبی اُن علماء کبار سے ہیں جنکے کمال و ثاقت پر اہل سنتہ کے بڑے بڑے علماء کا اعتراف موجود ہے اور یہ پہلا محسن اہل سنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سنیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتا دیا ہے +

صادق۔ واہ حضرت واہ۔ ایسی معلومات کی بنا پر آپ ممتاز الافاضل کہلاتے ہیں۔ جناب والا مفسر ثعلبی ۴۲۷ھ میں فوت ہوا ہی ملاحظہ ہو وفیات الاعیان لابن خلکان اور مفسر ابن جریر جسکی روایت میں نے تشحیذ میں نقل کی ہے وہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو تہذیب الاسماء نووی پھر آپ نے کس سے سُن لیا کہ ثعلبی اوّل المفسرین اور پہلا محسن اہل سُنتہ ہے جسنے تفسیر لکھ کر سنیوں کو تفسیر نگاری کا طریقہ بتا دیا ہے۔ ثعلبی کی نسبت علامہ سیوطی کا قول ہم پہلے مضمون میں نقل کر چکے ہیں اُنکی نسبت ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنتہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی سُن لیجیے۔ لکھتا ہے۔ وان کان غالب الاحادیث التی فیہ ای فی تفسیر الثعلبی صحیحہ ففیہ ما ھو کذب باتفاق اہل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ ای من الثعلبی والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی منہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذہ الامور نقلھا البغوی واما الحدیث فلم یذکرہ فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی" خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ تفسیر ثعلبی میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جنکے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے مفسر بغوی نے جو ثعلبی سے علم حدیث و سنتہ وفقہ میں بڑھا ہوا تھا جب تفسیر ثعلبی کا اختصار کیا تو ثعلبی کی روایت کردہ موضوع حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ علاوہ بریں واضح ہو کہ ہم کسی عالم فاضل یا امام ہمام کے قول کو جب تک وحی الہٰی اور کتاب و سُنتہ کی مُہر اُسپر نہ ہو ماننے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ ہم فہم صحابی کو بھی حجت نہیں جانتے بس ثعلبی کی مدحت نگاری مصنوعی سے اس موقع پر بجز تضیع اوقات کچھ فائدہ نہیں +

آپ ۱۳ء سے تشحیذ کے سالانہ فائل منگائیں چند داموں پر ایک علمی خزانہ آپکے ہاتھ آ جائے گا +

تحفہ کبیر

شیعہ مجتہدین وفات مسیحؑ کا اقرار کرتے ہیں!

برادر مکرم مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنؤ نے چند شیعہ علماء کی دستی تحریریں وفات مسیح کے بارہ میں بھیجی ہیں جو ذیل میں شائع کی جاتی ہیں اور ان لکھنے والوں کے دستخطوں کا عکس دیا جاتا ہے تا سب پر حجت ہو (ایڈیٹر)

باسمہ سبحانہ

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا لوگوں سے تم نے کہا ہے کہ خدا کو (یعنی مجھے) چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا کہو اور پرستش کرو تو عیسیٰ نے کہا تو خدای پاک ہے میں کیونکر ایسی بات کہہ سکتا ہوں جو میری لیے شایاں نہیں ہے اگر میں نے کہا ہوگا تو تو جانتا ہوگا میرے دل کی بات تو جانتا ہے اور تیرے دل کی بات میں نہیں جانتا ہوں کیونکہ تو غیب کی بات کو جانتا ہے میں نے اُنسے کچھ نہیں کہا سوا اُسکے جسکا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ (میں نے اُنسے کہا کہ) عبادت کرو اللہ کی جو میرا پیدا کرنیوالا ہے اور تمھارا پیدا کرنیوالا ہے (اے خدا) میں جبتک اُن لوگوں کے بیچ میں تھا اُنکے اچھے بُرے کو دیکھتا رہتا تھا پس جب تو نے مجھے مار ڈالا اور اُنکے درمیان سے نکال لیا اُسوقت تو خود ہی اُنکی حالتوں پر نگرانی کرنیوالا اور اُنکا دشمنوں سے بچانے والا اور دشمنوں کے شر و فساد کو اُنسے رفع کرنے والا اور رد کرنیوالا۔ یہ گفتگو اُسوقت حضرت مسیحؑ نے کی ہے جسوقت خداوند دو جہاں نے مسیح سے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے اپنی اُنکو

خدا پکارنے کا حکم دیا ہے اور یہ مسیح سے اس غرض سے پوچھا کہ خود مسیح کی زبان سے اپنی خدائی اور اُنکی بندہ ہونیکا اقرار کرا دیں اور اُنکو خدا کہنے والے خود اُنکی زبان سے اسبات کو سُن لیں کہ وہ بندہ ہیں خدا نہیں ہیں اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے مقصود روح قبض کرنا اور موت ہے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہاں گئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے سب مرنیوالوں کی روحیں خدا کے پاس جاتی ہیں اور جسم دفن کر دیا جاتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کیلئے ہوا۔ پھر خداوند عالم سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی جس وقت اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں خود تمھاری روح کو قبض کرونگا اور تمھاری روح کو اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تمکو کافروں کے شر سے محفوظ رکھونگا (وہ تمکو قتل نکر سکیں گے) اور تمھاری سچی پیروی کرنیوالونکو دلیل اور مذہبی بحث میں کافروں پر قیامت تک غالب رکھونگا (عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کے سچے پیرو نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں نے خدای کتاب کو جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی تحریف کر دیا اور اُنکی خدائی کے قائل ہو گئے حالانکہ انھیں خدائی کی قابلیت نہیں اور وہ باوجودیکہ نبی ہیں ان لوگوں نے انکو گنہگار بتلایا ہے یہ سب باتیں اُنہی کے مذہب اور کتابوں سے ثابت ہیں۔ پھر خداوند عالم سورۂ نساء میں فرماتا ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یعنی عیسیٰؑ کو دشمنوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے پہلے اُنکو دشمنوں سے بچا لیا اُسکے بعد اُنکی روح قبض کر کے اپنی طرف اُٹھا لیا جب قیامت آنیوالی ہوگی اُسوقت خدا اُنکو پھر زندہ کریگا فقط اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا بجسم خاکی آسمان پر جانا ثابت نہیں ہوتا۔

سید راحت حسین الرضوی مجتہد العصر

مقیم حال حسین آباد ضلع مونگیر

مورخہ ۲۱ رجب ۱۳۳۱ھ

پس ہرگاہ کہ وفات دی تو نے مجھکو تھا تو نگہبان اوپر ان کے اور تو اوپر ہر چیز کے
گواہ ہے یہ آیت کا ترجمہ فلما تا شہید تک ہے اسکو سلطان العلماء نے اپنے
ترجمہ قرآن شریف میں لکھا ہے صفحہ ۶۸ محمد علی شاہ اودہ کے زمانہ کا چھاپہ ہے
سنہ ۱۲۵۳ھ مولوی سید علی صاحب ابن سید دلدار علی صاحب ابن سید محمد صاحب قبلہ
اعلی اللہ مقامہ

حکیم سید احمد آغا کاظمی فیض آباد

آنحضرتؐ کی پیشگوئی تزویج مسیح موعودؑ

حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۳ پر ہے وفی آخرانہ یتزوجھی الغرب۔ والغرب دلو البلادیۃ یرید انہ یتزوج منہا وتلد زوجتہ۔ مسیح موعود غرب میں نکاح کرے گا
غرب کے معنے لسان العرب میں ہیں اغترب الرجل نکح فی الغرائب وتزوج الی غیر اقاربہ یعنی غیر اقارب میں نکاح ہوگا چنانچہ مسیح موعود کہ فارسی الاصل ہیں مغول قوم سے آپ کا نکاح خاندان سادات میں ہوا اور یوں یہ پیشگوئی پوری ہوئی جو زبان رسالت پناہ سے تیرہ سو سال پہلے کی گئی +

تکلم فی المہد عیسی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتکلم فی المہد الا عیسی وشاہد یوسف وصاحب جریج وابن ماشطہ فرعون وقال الخفاجی الذین تکلموا فی المہد احد عشر نظمھم الجلال الدین السیوطی وقال قتادۃ فی المہد وکہلا یعنی یکلمھم صغیرا وکبیرا عن مجاہد قال الکہل الحلیم +

۳۔ فرمایا رسول کریم نے کہ مہد میں عیسی اور شاہد یوسف اور صاحب جریج اور ابن ماشطہ فرعون نے کلام کیا اور جلال الدین سیوطی نے ۱۱ نام لکھے ہیں قتادہ نے کہا کہ فی المہد وکہلا کے معنے ہیں کہ جو بچپن اور بڑھاپے میں کلام +

[illegible]

شیعہ علم کلام

معلوم ہوتا ہے تشحیذ میں یہ ایک مستقل عنوان قائم کرنا پڑے گا کیونکہ شیعہ مزخرفات کی کوئی حد نہیں ایک لطیفہ تو آپ سید صادق حسین صاحب اٹاوی کے مضمون میں مطالعہ فرما چکے جہاں ادھر داڑھی کے بال پکڑنے کو شیعہ جودت طبع نے پیار کی علامت ٹھہرایا ہے آج دعوت حق ایک رسالہ دیکھتے ہوئے شیعہ علم اللسان کا قائل ہونا پڑا۔

حضرت ابو جعفرؓ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں فرمایا هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عبارت اپنے مطلب میں صاف ہے کہ وہ دونو امام عادل و منصف تھے حق پر قائم رہے اسی پر وفات پائی پس ان پر اللہ کی رحمت قیامت کے دن تک۔ مگر شیعہ علم لغت ہی جدا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ دونو اہل نار کے امام ہیں۔ (ائمۃ یدعون الی النار) **عادل** یعنی حق سے عدول کرنیوالے (والذین کفروا بربھم یعدلون) **قاسط** یعنی ظالم جہنم کا ایندھن (واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا) **کانا علی الحق** یعنی علی کے خلاف چلتے رہے **ماتا علی الحق** یعنی عداوت حق پر مرے اور نادم ہوئے **فعلیھما رحمۃ اللہ** ۔ رحمۃ اللہ یعنی رسول خدا (رحمۃ للعالمین) ان دونو کے خلاف دشمن ہونگے قیامت کے دن۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہو تو پھر اسپر کچھ کہنا لا حاصل ہے۔

فلسطین میں یہودی

ہمارے مسلم بھائی اس خبر سے گھبرا رہے ہیں کہ یہودیوں کو فلسطین میں پھر رہنے کی اجازت دیگئی بلکہ اب انہی کا عمل دخل ہوگا۔ انکا ایک جلسہ بھی ہو چکا جس میں بہت سا روپیہ جمع کرکے پھر سے وہاں بستی کی تجویز پاس کیگئی اور دنیا جہان کے یہودی اپنے وطن سابق میں لوٹینگے۔ قرآن مجید کی پیشگوئی ۱۵ پارہ میں ایسی صاف ہے کہ مسلمان اسے بطور حجت ملزمہ غیر مذاہب والوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں کہ جو کچھ آج ہو رہا ہے اور عجیب سمجھا رہا ہے اسکی خبر تیرہ سو سال پیشتر دیجا چکی ہے۔ وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفا ع۱۲ اور ہمنے بنی اسرائیل سے کہا اس زمین میں

ہو اور جب آخری وعدہ آیا تو ہم تم سبکو سمیٹ کر اکٹھے کر دینگے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَ
مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا سے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی ہے چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہ
پیشگوئی پوری ہو رہی ہے اور یہودی اپنے آبائی وطن میں سمٹ سمٹا کر اکٹھے ہونیوالے ہیں پس جب
خدائی نوشتے بہر حال پوری ہونے ہیں تو ہم کیوں ایسے پریشان ہوں البتہ یہ سوچنا چاہیے
کہ جو لوگ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اور اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ
ہمارے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ بیت المقدس پر ہم قابض ہیں اسلیے
ہم ہی صالح ہیں اور خانہ کعبہ کے متولی ہم ہیں اسلیے ہم متقی ہیں اور ہمارا فرقہ سچا ہے وہ
اب غور کریں کہ خدا نے انکو عملی رنگ میں جواب دیا ہے ✤

ظہور المہدی کا ایک نسخہ

احباب کو معلوم ہے کہ میں نے ایک کتاب لکھی تھی جسمیں علاوہ ثبوت دعاوی حضرت
مسیح موعود علیہ السلام تمام عقائد احمدیہ درباره الله ـ ملائکہ ـ رسل ـ کتب ـ تقدیر ـ بدلائل آیات قرآنیہ
و احادیث صحیحہ مندرج تھے یہ کتاب ۱۹۱۵ء تک کے تمام احمدیہ لٹریچر کی جامع اور نہایت باریک خط
کے ساتھ ۳۵۲ صفحہ پر آئی تھی ۔ یہ کتاب ختم ہو چکی ہے اور نایاب ہے ۔ ایک نسخہ مل گیا ہے جو صاحب
دس روپے دینگے انھیں مل سکے گا ۔ تشحیذ قادیان سے ✤

احباب کرام توجہ فرمائیں | جن احباب نے ابھی تک ۱۹۴۸ء کی قیمت ادا نہیں کی یا انکی قیمت دوران سال کے کسی مہینہ میں
ختم ہو چکی ہے ان سب کے نام بقایا یا پیشگی وصولی کیلیے وی پی کیے گئے ہیں وصول کرنیوالوں کا
شکریہ ۔ اور جن صاحبان نے باوجود پہلی اطلاع دینے کے واپس کر دیے وہ خود ہی فرمائیں کیا ہمیں نقصان
پہنچانا ٹھیک تھا بحالیکہ رسالہ باقاعدہ شائع ہوتا ہے اور بھیجا جاتا ہے ✤

دوسری عرض | ابھی تک تشحیذ کا قرض ادا نہیں ہو سکا جسکے لیے حسب تحریک حضرت خلیفۃ المسیح
اپیل کیجا چکی ہے جن احباب نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا وہ
توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۔ خریداروں کی تعداد بڑھانا بھی ایک صورت امداد کی ہے ۔ یہ رسالہ غیر احمدیوں کے
لیے بھی مفید ہے آپ نمونہ دکھا کر انھیں خریدار بنائیے ✤ مینیجر تشحیذ ✤

Digitized by Khilafat Library

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں جسکی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہ ہو لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاصکر ناقابل برداشت تکلیف دمہ سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور راتدن سانس پھولنے کی وجہ سے دم گھٹتے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھیے آج انکو کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا جو زیادہ تر نشیلی اشیاء دھتورہ بھنگ بلاڈونا پیاس او ڈاٹمہ دیکر بنتی ہیں اس سے فائدہ ہونا درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن ایکمرتبہ اسے بھی آزمائیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر

اس دوا کے دو خاص فائدے ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد جیسے پیٹ چمک ٹیس کن کنی وغیرہ سے چاہے جسقدر تکلیف ہو اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہو جاتا ہے درد سر کیواسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے فوراً جاتا رہتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے قیمت ۱۲ گولیوں کی ایک شیشی ۶ر محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک پانچ آنہ (۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوایوں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ابرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہے اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈو ڈائیڈ سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصول ڈاک ایک سے چار تک ۵ر

سالسہ قیمت ع　　محصول ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible] | [illegible]

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ صفر ۱۳۳۹ھ | جلد ۱۵

قیمت سالانہ عوام سے عہ | غیر ممالک سے ۳ طلبہ سے ۲

فہرست مضامین

قرآن کریم بمقابلہ وید و بائبل ۱ - ۲۲ منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر
چند سوالوں کے جواب ۲۳ - ۳۴ حضرت شمس سکھوانی (مولوی فاضل)
امکان نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳۴ - ۳۵ 〃 〃 〃
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امۃ میں نبوۃ جاری ہے ۳۶ - ۳۸ صوفی محمد یعقوب صاحب چھاونی لاہور
امام الزمان کی آمد ۳۹ - ۴۰ اکمل

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

بقایاداران تشحیذ

تشحیذ خدا کے فضل و کرم سے اپنا فرض ادا کر رہا ہے بلاناغہ ٹھیک وقت پر پہنچایا جاتا ہے مضامین ایسے چھاپے جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کے لیے مناظرات میں کام آئیں انکی علمی استعداد بڑھائیں گو یہ طرز عوام الناس کے لیے دلآویز و دلکش نہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تشحیذ کے خریداروں میں بہت کم اضافہ ہوتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ **رسالہ** دینی معلومات بڑھائے اور اس میں ٹھوس لٹریچر ہو صرف وقتی جذبات کو ابھارنے والا یا بیکاری کا مشغلہ نہ ہو۔ میرے ایک معزز کرم فرما نے ارشاد کیا کہ خط باریک اور گنجان ہے یہ بھی مجبوری ہے مضامین اسقدر ہیں کہ اگر لکھوائی کا یہ طرز نہ ہو تو ایک مضمون بھی بمشکل آئے میں تو چاہتا ہوں کہ تشحیذ پندرہ روزہ کر دیا جائے۔ مگر جب ماہواری تشحیذ بلحاظ آمد و خرچ نقصان میں ہے تو پندرہ روزہ کیونکر چل سکتا ہے۔ تشحیذ کے لیے ایک ہی شخص ہے جو ایڈیٹر بھی ہے منیجر بھی ہے محرر بھی ہے باوجود اس جز رسی کے اسکی آمد اتنی نہیں کہ چھپوائی کا خرچ ادا ہو سکے چنانچہ اس سال بھی تشحیذ نقصان میں رہا ہے پہلا قرضہ ابھی تک بدستور چلا آتا ہے۔ ہمارے دوست توجہ نہیں فرماتے خدا جانے کب وہ دن آئے گا کہ تشحیذ کم از کم سلف سپورٹ ہو سکے گا میں تو لکھتے لکھتے تھک گیا۔

نظم

حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی

مجھ پر بھی ہو اے جاناں الطاف کریمانہ — شیدا ہوں دل و جاں سے گو قسمیں ہوں دیوانہ
احسان ترا ہو گا۔ ارمان مرا پورا — بعد اللہ کبھی سن لے اک عرض غریبانہ
اک جام پلا ساقی تو بادۂ عرفاں کا — ہم دور سے آئے ہیں سنکر ترا میخانہ
ای خالق دو عالم ہے کون سوا تیرے — کسکو میں کہوں اپنا سمجھوں کسے بیگانہ
ہو شکر ادا کیونکر بے حد ہیں ترے احساں — ہر سجدہ پہ واجب ہے اک سجدۂ شکرانہ
ہو ایک نظر مجھ پر رحمت کی مرے ساقی — آیا ہوں تری در پہ بھر دے مرا پیمانہ
اللہ کی رحمت کا سایہ ہو مرے اوپر — عاصی ہوں مگر حافظ جنت میں ہو کاشانہ
اب چھوڑ دے سستی کو بیکار مباش آخر — کچھ کام دکھا کے اسے ہمت مردانہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء

قرآن کریم بمقابلہ وید و بائبل

ذیل میں منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر قادیان کا ایک مضمون رفاہ عام کیلیے درج کیا جاتا ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک محقق مذاہب کیلیے وید کیوں قابل اتباع نہیں اور قرآن کریم کیوں واجب الاتباع ہے فاضل مضمون نگار نے نہ صرف ہر ایک الہامی کتاب کے لیے وجوہات قلم بند کی ہیں بلکہ بعض علماء و محققین مذاہب کی آراء بھی درج کی ہیں جنکو ٹھنڈے دل سے پڑھنا چاہیئے اگر کوئی سخت لفظ اس بارہ میں ہو تو ہمیں اُسکی نقل میں معذور سمجھا جاوے کیونکہ تقابل کیلیے ضروری تھا کہ کسی فاضل کی رائے کو اُسی کے لفظوں میں پہنچایا جاوے۔ باقی رہی تردید سو اسکے لیے ہر ایک صاحب کو اختیار حاصل ہے میں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مضمون کو اُسکی اصلی سپرٹ سے پڑھا جائے کہ مذاہب کا مطالعہ کرنے والا نہایت نیک نیتی سے اپنے اہل وطن کے افادہ کے لیے ان کے سامنے تینوں الہامی کتابوں اور انکے متعلق شہادات کو پیش کرتا ہے اب آپکا اختیار ہے کہ جس الہامی کتاب کی پیروی چاہیں کریں۔ دین کے معاملہ میں کسی پر جبر و اکراہ نہیں۔ (ایڈیٹر)

وید قابل اتباع نہیں

کیوں؟

(۱) اسوجہ سے کہ اسمیں کوئی ایسی صریح شرتی موجود نہیں جس سے معلوم ہو کہ اسکے چاروں حصے (رگ ۱ یجر ۲ سام ۳ اتھرو ۴) خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں*

(۲) اسلیے بھی کہ یہ خود اپنے ملہمین (اگر کوئی ہیں) کا نام بتلانے سے قطعی قاصر اور ساکت ہے

۳ اس سبب سے بھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کیا ہے*

۴ بدیں وجہ بھی کہ اس نے خدا کے سوا روح اور مادہ کو واجب الوجود اور ساتھ انکے جتنی طاقتیں اور قدرتیں ہیں ان سکو انکا ذاتی گُن بتلایا ہے نہ کہ خدائی عطیہ*

۵ بایں سبب بھی کہ اسنے صفت وحی و الہام اور الٰہی مکالمہ و مخاطبہ کا باب قطعی اور ہمیشہ کے لیے مسدود قرار دیا ہے*

۶ اس کارن بھی کہ اسنے قطعاً ایسے دلائل پیش نہیں کیئے جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود کا صحیح طور سے پتہ لگ سکے*

۷ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو طرفدار اور پکش پاتی بتلایا ہے کیونکہ وہ جب بھی دنیا کی ہدایت و رہنمای کے لیے الہام نازل کرتا ہے تو خاص بھارت ورش (ہندوستان) کی چاردیواری کے اندر ہی اندر - یہ نہیں کہ اس نعمت اور انعام سے دیگر ممالک بھی مستفیض اور بہرہ افروز ہوں*

۸ ایک سبب یہ بھی ہے کہ اسنے پرمیشور کی ذات جامع کمالات پر ایک ایسا بدنما داغ اور دھبہ لگایا ہے جو حقیقتاً کلنک کا ٹیکہ ہے یعنی پرمیشور ابدی اور جاودانی مکتی و نجات دینے پر قادر و مقتدر ہی نہیں

۹ یہ باعث بھی ہے کہ اسنے جتنے بھی اصول و عقائد اپنے پیرو دنکو سکھلائے ہیں انکی اثبات میں دلائل بھولے سے بھی پیش نہیں کیے جو اسکے ناقص اور نامکمل ہونے پر صریح دال ہے*

۱۰ اس نے تناسخ یعنی آواگون کا ایسا گورکھ دھندا پیش کیا ہے جس سے کوئی بھی جاندار

ابد تک مخلصی و رہائی نہیں پا سکتا اور اگر کوئی نجات پا بھی جائے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جبراً اُسے (تناسخی) چرخہ کی تار بننا پڑتا ہے۔

۱۱ بدیں سبب بھی کہ اسنے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی ہیں جو اسکی شان کے سراسر منافی اور بعید ہیں مثلاً۔ وہ محدود ہے۔ اُسکے بیوی ہے۔ وہ بعلم۔ سُکھ دکھ کا برداشت کرنیوالا۔ خوفزدہ۔ ہمیشہ بڑھنے والا یعنی ناقص۔ وغیرہ وغیرہ

۱۲ اسلیے بھی کہ اسکی تعلیم عالمگیر نہیں کیونکہ یہ نیوگ جیسی یا سُور تعلیم پیش کرتا ہے جسپر عمل پیرا ہونا تو درکنار اسکا نام بھی ایک غیور اور باحمیت انسان سُننا گوارا نہیں کر سکتا۔

۱۳ اسلیے بھی کہ یورپ کے فاضل محققین نے اپنی قیمتی اوقات کا کثیر حصہ صرف کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وید چرواہوں کے گیت اور بچوں کی بلبلاہٹ سے زیادہ وقیع نہیں ہیں اور اسکی علاوہ خود ہندو قوم کے اعلیٰ سے اعلیٰ رشیوں بزرگوں اور اس زمانہ کے سربرآوردہ اصحاب نے ویدوں کا بذات خود مطالعہ کرکے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے جو اس مضمون کا عنوان نظر آ رہا ہے مگر افسوس ہم اسجگہ اتنی گنجایش نہیں پاتے کہ بھارت ورش کے قابل اور ہونہار سپوتوں (مثلاً راجہ رام موہن رائے کیشب چندر۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور اور مسٹر گوکھلے وغیرہا کی تمام آراء ہدیہ ناظرین کریں اسلیے ذیل میں بطور نمونہ مشتے از خروارے ہندوستان کے چند مصلحان قوم۔ مذہبی پیشواؤں اور چوٹی کے لیڈروں کی شہادتیں ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ویدوں کے متعلق زبردست آراء

پہلی شہادت ویدوں کے متعلق سب سے پہلے ہم ایک ایسے گواہ کی گواہی پیش کرتے ہیں جو آریہ سماج بلکہ تمام ہندو قوم کے نزدیک ایک زبردست رشی اور مرتاض یوگی کی حیثیت رکھتا ہے اور مقدس رشی کا اُن معدودے چند رشیوں کی جماعت میں شمار ہوتا ہے جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ واصل بحق ربانی اور مورد عقل رحمانی تھے۔

"علم دو طرح کے ہیں۔ **اپرا** یعنی سفلی اور **پرا** یعنی علوی۔ رگوید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھروید۔ شکچھا۔ کلپ۔ ویاکرن۔ نرکت۔ چھند۔ جیوتش یہ تمام اپرا ودیا یعنی سفلی علوم کی کتابیں ہیں اور برہم (خدا) کے جاننے کیلیے پرا ودیا (علوی علوم) یا برہم ودیا کی ضرورت ہے۔ (منڈک اُپنشد)

مقدس و قدیم منڈک رشی اسبات کا کھلے اور بیّن الفاظ میں اقرار کر رہی ہیں کہ (رگوید وغیرہ) یہ تمام عقلی علوم کی کتابیں ہیں یا بالفاظ دیگر یہ برہم ودیا (الٰہی علوم حق و معرفت) کے بارہ میں قطعاً ناواقف اور نیز بے خبر محض ہیں یہ تو ہوئی منڈک رشی کی گواہی اب ایک اور شہادت بھی ملاحظہ ہو +

دوسری شہادت | دوسری گواہی کے لیے ہم بھگوان شاکیمنی گوتم المعروف مہاتما بدھ جیسے جلیل القدر انسان کا ایک قول پیش کرتے ہیں۔ "ویدوں کا پاٹھ (تلاوت) پروہتوں کو دان دینا یا دیوتاؤں کیلئے یگیہ کرنا پنچ اگنی تپنا۔ پانی میں کھڑا رہنا اور سہی قسم کے اور پرائشچت (کفارہ) کے کام جو زندگی (ابدی زندگی) کے لیے کیے جاتے ہیں پاک نہیں بنا سکتے"۔ (بدھ کا بنارس میں پہلا وعظ)

تیسری شہادت | ہندوستان کا ایک مشہور و معروف ہندو فلاسفر برہسپتی نامی چارواک مذہب کا بانی ویدوں کے متعلق اپنی رائے بایں الفاظ دیتا ہے۔ ا۔ "اگنی ہوتر۔ تین وید۔ تر ونڈ۔ اور راکھ کو لگانے کو عقل و ہمت سے بے بہرہ لوگوں نے اپنی روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے" ب وید کے بنانے والے بھانڈ دھورت (مکار) اور نشاچر یعنی راکھشس تین طرح کے آدمی ہیں۔ جرپھری ترپھری وغیرہ پنڈتوں کے مکر کی باتیں ہیں۔ (مقتبس از ستیارتھ پرکاش ص ۴۴۹)

چوتھی شہادت | "وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی + سنت کی مہما وید نہ جانی"، ستیارتھ وید پڑھے ہر نام نا بوجھے + مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے + (گرنتھ صاحب مارو محلہ) یہ ہے اُس بزرگ انسان کی شہادت جس کے متعلق بہت سے آریہ سماجی اور خصوصاً کشتہ اعجاز مسیحائی آریہ مسافر لیکھرام نے کہا کہ باوا نانک ہندو قوم کے مصلح اور ویدوں کو ایشوری گیان ماننے والے تھے

پانچویں شہادت | بقول لیکھرام "ویدوں کے پیرو" کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد اُس مشہور و معروف شخص کی ویدوں کے متعلق گواہی پیش کرتے ہیں جسکے کلام کو ہندوؤں کا کثیر گروہ ایشور بانی تک کہنے کو تیار ہے۔ یعنی باوا کبیر صاحب۔ "وید کتیب افترا بھائی + دل کا فکر نہ جائی (کبیر صاحب)

ان بزرگواروں کے علاوہ بھی اس مضمون کے بہت سے اقوال موجود ہیں مگر بخوف طوالت اس جگہ نظر انداز کیے گئے ہیں آئندہ کبھی بشرط فرصت تمام ہی پیش کر دینگے +

ان بزرگواروں کی زبردست شہادتوں کے بعد اس زمانہ کے مشہور و معروف انڈین لیڈر اور ہندو قوم کے فخر مسٹر تلک آنجہانی کی شہادت پیش کی جاتی ہے +

چھٹی شہادت | بروایت شریان پنڈت ساگر چند صاحب بیرسٹرایٹ لا ۔ "جب میں پچھلی نومبر ہندوستان واپس آیا تو مسٹر تلک سے جو کہ اس جہاز میں ہندوستان آرہے تھے میں نے دریافت کیا کہ آپ کا ویدوں کی بابت کیا خیال ہے ۔ انھوں نے (مسٹر تلک) فرمایا کہ ویدوں کے پڑھنے سے ہمیں قدیم ہندوؤں کے بہت سے حالات معلوم ہوجاتے ہیں ۔ ویدوں میں وہ بھجن اور گیت ہیں جو کہ نہایت قدیم زمانہ میں ہندو شاعروں نے لکھے میں نے کہا تو کیا آپ ویدوں کو الہامی کتب نہیں مانتے انھوں نے فرمایا کہ **نہیں** ۔ میں نے کہا آریہ لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ آجکل جو کچھ مادی ترقی یورپین لوگوں نے کی ہے اس سے کہیں بڑھ کر مادی ترقی قدیم ہندو کرچکے ہیں ۔ یہ سنکر مسٹر تلک کھل کھلا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ جب میں نے ایک کتاب میں لکھا کہ وید نہایت پرانی کتابیں ہیں تو آریہ مجھ سے بہت خوش ہوئے لیکن جب میں کہتا ہوں کہ وید الہامی نہیں اور اس ترقی کے زمانہ میں ویدوں سے سوائے تفریح طبع کے اور کوئی فائدہ نہیں تو وہی آریہ مجھ سے چڑ جاتے ہیں ۔"

(الفضل قادیان جلد ۷ صـ ۹۷)

ساتویں شہادت | انڈین نیشنل کانگرس کے بانی مبانی شری سوامی ایلن ہیوم کی بھی رائے ملاحظہ ہو جو انھوں نے ویدوں کے متعلق مارچ ۱۸۹۳ء کے اخبار تھیوسوفیسٹ میں بایں الفاظ ظاہر کی ۔ "اگر سوامی دیانند یہ وعظ کرتا ہے کہ ویدوں کا الہام منزہ عن الخطا ہے تو اس کا مقصد خواہ کیسا ہی اعلیٰ ہو لیکن اس پہلو میں بھی کہا جائیگا کہ وہ ایک شرارت پھیلا رہا ہے اور وہ از سر نو بنی نوع انسان کے ہاتھ پاؤں میں زنگ خوردہ پرانی بیڑیاں ڈال رہا ہے جنکے ذریعہ پروہتوں (برہمنوں) نے بنی نوع انسان کو ایک مدت سے جکڑ رکھا تھا اور جو اب ڈھیلی ہوتی چلی جارہی ہیں ۔ الخ" امید ہے کہ آریہ سماجی حضرات اس رائے کو نہایت ہی صاف دل ہوکر پڑھیں گے +

اٹھویں شہادت | ہم مسٹر پال کی پیش کرتے ہیں جو آریہ سماج میں دس بارہ برس متواتر رہے اور ویدوں کے والہ و شیدا بنے رہے بلکہ یوں کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا کہ ویدوں کے سرگرم اور جوشیلے پرچارک تھے انھوں نے جب براہ راست ویدوں کی تعلیم کا مطالعہ کیا تو آخر ان الفاظ کے کہنے پر مجبور ہوگئے جو ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں ۔ "چونکہ ویدوں میں جا بجا یہی تعلیم دیگئی ہے کہ وہ جو ہم سے دشمنی کرتے ہیں وہ فنا ہو جائیں ۔ اور جنسے ہم دشمنی کرتے ہیں وہ بھی فنا ہو جائیں اسلیے ان دعاؤں کو الٰہی

دعائیں مانگنے والے ایک دوسرے کی تباہی بربادی۔ ذلت و تحقیر میں رات دن کوشاں نظر آتے ہیں پس ویدوں کی اندرونی تعلیم اور اسکے بدیہی نتائج پر نظر مار کر ہمیں یہ نتیجہ نکالنے کے لیے مجبور ہونا ہوتا کہ زہریلے درخت کا پھل قدرتاً زہریلا ہوتا ہے۔ ایسی تعلیم کو خداوند قدوس کی ذات والا صفات کی طرف منسوب کرنا ..... محض شرارت پھیلانا ہے (اندر)

نویں شہادت ویدوں کے ناقابل اتباع ہونیکے ثبوت میں ایک اور نہایت ہی زبردست شہادت پیش کی جاتی ہے۔ ناظرین آریہ سماج کے چشم و چراغ یا یوں کہئے کہ آریہ سماج کے شرومنی اور مشہور لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب کے نام نامی سے تو ضرور واقف و آگاہ ہی ہونگے اور اس امر سے بھی امید ہے کہ ناواقف نہ ہونگے کہ یہ صاحب آریہ سماجی سٹیج پر کھڑے ہو کر اور کتابیں لکھ لکھ کر اخباروں میں مضامین شائع کرا کر بڑے طمطراق اور دھڑلے سے دعوی کیا کرتے تھے کہ دنیا میں وید ہی ایک ایسی کتاب یا پستک ہے جو ایشوری گیان یا الہامی کتاب کہلانیکی حقدار اور مستحق ہے سو الحمد للہ آج یہی صاحب اپنے پیشتر کے تمام دعاوی کو ملیا میٹ اور خاک میں ملاتے ہوئے ویدوں کے متعلق کھلے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ میں ویدوں کو الہامی کتاب نہیں مان سکتا۔ پس یہ ایک ایسی زبردست اور مہتم بالشان شہادت ہے جس سے کوئی فرد بشر بھی انکار نہیں کرسکتا پس وہ شخص جو ایک مدت مدید ویدوں کو الہامی سمجھتا رہا مگر اب انکار کرتا ہے جان لو کہ یہ ہمارے ہی دعوے کا مصدق اور تصدیق کرنے والا ہے

دسویں شہادۃ دسویں شہادت محض کسی واحد شخص کی نہیں بلکہ اس شہادت کے شاہدوں کی کثیر تعداد خالص آریہ سماج ہی میں پیدا ہوگئی ہے یعنی آریہ سماج میں کثرت سے ایسے اشخاص موجود ہوگئے ہیں جو آریہ سماج کے ممبر کہلاتے ہوئے بھی ویدوں کے الہامی ہونے سے منکر نظر آتے ہیں ملاحظہ ہو ویدک میگزین کے ایڈیٹر لالہ رام دیو بی اے کا بیان جو ایڈیٹر پرکاش کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مجھے اشچرج (تعجب) اس بات کا ہے کہ آپ اپنی آواز آریہ سماج کے ان خانہ دشمنوں کے برخلاف کیوں نہیں اٹھاتے جو وید کو نہ مانتے ہوئے آریہ سماجی بنے پھرتے ہیں اور سماج کو گھن کی طرح لگے ہوئے ہیں یہ لوگ پرماتما ہی جانتا ہے کتنے کومل وشواسی اور شردھالو ویدوں کے مخلصین) آریہ سیوکوں کو جیون آدھار شردھا کی ناش کے لیے ذمہ وار ہیں۔ سارے آریہ سماجی سمجھ کر ان کے

پامن جاتے ہیں اور وہ ایسی پرو شواتق (لفین) کو ڈھیلا پاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ کھلے طور پر مخالفت کریں تو انکی دام میں لوگ نہ پھنسیں ایسے کئی آدمی ہیں"۔ (اخبار پرکاش لاہور)

ویدوں کے متعلق ابھی یورپین محققین کی آراء پیش کرنی باقی تھیں جو بوجہ قلت جگہ اور بباعث عدم فرصت کسی اور موقع پر پیش کرینگے۔ اُمید ہے کہ ہندوستان کے رشی مُنی اور بزرگان ہنود و ممبران آریہ سماج کی یہ زبردست آراء ہمارے دعوے کی تصدیق کیلیے کافی سے بڑھ کر ہیں۔ وید کا ناقابل اتباع ثابت ہونا دیکھتے ہوئے اگر کوئی کہے کہ بائبل تو ایسی نہیں تو اس کو بھی ہم یہی کہیں گے کہ ویدکی طرح

بائبل بھی لائق اتباع نہیں

کیوں؟

(۱) اسلیے کہ اسمیں بھی بعض ایسی کتابیں ہیں جنکی ملہمین کے نام پردۂ اخفاء میں ہیں*

۲ اس میں بعض ایسی کتابیں موجود ہیں جنسے اس قسم کا ایک لفظ بھی نہیں ملتا کہ انکو خدا نے الہاماً نازل کیا۔

۳ اسلیے بھی کہ جسطرح دنیاوی دستاویز اور اسٹامپ میں ایک شوشہ کا جعل ثابت ہوجائے تو وہ متروک و رد قرار دیا جاتا ہے اسطرح اور بعینہ اسی طرح بائبل بھی قابل ترک ہے کیونکہ اسمیں کئی تحریفیں ثابت ہیں*

۴ اور پھر اسلیے بھی یہ قابل اتباع نہیں کہ اسمیں اختلافات کا ایک عمیق دلدل ہے پس جس کتاب یا کلام میں تضاد و تناقض پایا جائے وہ ہرگز ہرگز قابل قبول و لائق تسلیم نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر ایک محقق ایسی کتب کی اصل تعلیم معلوم کرنا چاہے تو وہ باہم نقیض اقوال دیکھتے ہوئے کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔

۵ وہی کتاب یا مذہب برحق اور صادق ہو سکتا ہے جو اپنے پیرو یا مقلد سے کسی قسم کا داخلی یا عقلی خراج وصول نکرے یعنی ایسے امور یا مسائل ماننے کے لیے ہرگز مجبور نہ کرے جو سراسر عقل و علم کے منافی اور عین ضد ہوں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل میں بہت سی ایسی باتیں مرقوم ہیں جو علم و عقل تجربہ و مشاہدہ دلیل و برہان کے سراسر خلاف اور برعکس ہیں۔ مثلاً گدھی کا کلام کرنا (گنتی ۲۸/۲۲) سورج کا ساکن کھڑا رہنا ( ) خرگوش کا جگالی کرنا (احبار ۶/۱۱) طوفان نوح کا ساری دنیا کو غرق کرنا (پیدائش ۱۹/۷) وغیرہا پس اس قسم کے خلاف علم و عقل باتوں کو منوانیوالی کتاب ہرگز لائق اتباع نہیں ہوسکتی*

۶ الہامی کتاب کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق صحیح صحیح علم دے اور اُسکی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات بیان کرے مگر بائبل اس معیار پر قطعاً پوری نہیں اُترتی کیونکہ اس مجموعہ کتب (بائبل) میں اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کی طرف ایسی ایسی مذموم اور قبیح باتیں اور افعال منسوب کیے ہیں جنکا سُننا بھی ایک خدا پسند انسان گوارا نہیں کرسکتا پس اس لحاظ سے بھی بائبل قابل اتباع ثابت نہیں ہوتی +

۷ اسلیے بھی یہ قابل اتباع نہیں کہ یہ کفارہ مسیح الوہیت مسیح اور تثلیث وغیرہ کی تعلیم دیتی ہے جو عقل سے ثابت ہے نہ نقل سے

۸ اور سب سے بڑی بات اسکے ناقابل اتباع ہونیکی یہ ہے کہ اس زمانہ میں اسپر عمل کرنیوالوں میں سے کسی کے ساتھ خدا ہمکلام نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ زندہ خدا کا کلام ہوتی تو ضروری اور لازمی تھا کہ اللہ تعالیٰ اسپر عمل پیرا ہونیوالوں کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف و ممتاز فرماتا پس یہ اسکے مردہ ہونے کا کھلا اور بیّن ثبوت ہے +

۹ الہامی کتاب تو وہی ہوسکتی ہے جو اپنے متبعین کو مزکّی و مطہّر بنائے مگر ہم تو بائبل کے ملہمین کو بھی بقول پادریان و بروے بائبل پاک اور مزکّی - بیگناہ اور معصوم نہیں پاتے پھر عوام کالانعام کا ذکر ہی فضول ہے جو کتاب کسی ایک شخص کو بھی اجتک کامل مزکّی بنانے پر قادر نہ ہوسکی وہ کیسے قابل عمل و اتباع کہی اور تسلیم کی جاسکتی ہے +

۱۰ اسلیے بھی یہ لائق اتباع نہیں کہ یہ دعاوی کے ساتھ دلائل سے کام نہیں لیتی جو ایک الہامی کتاب کے صدق کے جانچنے کے لیے ضروری ہے +

الغرض اور بھی کئی ایک اس قسم کی وجوہات ہیں جنکی رو سے بائبل اس قابل ثابت نہیں ہوتی کہ اسپر عمل کیا جاے اور اسکی متابعت اختیار کرکے انسان اپنے مالک کو راضی کرسکے مگر ایک حق پسند اور علم و عقل کا شیدائی انہی وجوہات پر غور و فکر کرکے ہماری دعوے کی تصدیق کرسکتا ہے +

آخر میں ہم اُن بہت سی شہادتوں میں سے بطور نمونہ مشتے از خروارے چند اشہاد محققین یورپ کی ذیل میں نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اپنی آبائی تعصب و ضد سے خالی ہوکر بائبل کے متعلق دی ہیں جن سے اور بھی ہمارے دعوے کی تائید و تصدیق ہوجاے گی +

بائبل کے بارہ میں یورپین فضلاء کی آراء

پہلی گواہی فاضل آنریبل رچرڈ لیلر شیل صاحب ممبر پارلیمنٹ جدید انگی رائے ملاحظہ ہو جو انھوں نے بائبل کے بارہ میں دی ہے۔ "بائبل میں بہت سے ایسے حصے زور دار طور پر بلکہ لیسے بے پردہ طریق پر لکھے ہوئے ہیں کہ وہ بے تحاشا پڑھے جانیکے ہر گز لائق نہیں ہیں۔ عہد عتیق کے بعض حصص کی ایک ایسی کھلی تصویر کھینچی گئی ہے کہ کسی بھی نوجوان عورت کو ان حصص پر غور کرنیکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ میں یہ جرأت بھی کہونگا کہ انگریزی کی غزلات میں خیالات فاسد کو اس زور سے ظاہر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ...... معاملات کو ایسے کھلے طریقہ پر رکھا گیا ہے جیسا کہ عہد عتیق کے بعض حصص میں دیکھا جاتا ہے۔ بائبل میں اس قسم کے ...... کی کہانیاں پائی جاتی ہیں کہ جنکو پڑھکر انسانی فطرت کانپ اٹھتی ہے۔ اس مقدس کتاب کے بعض حصص میں اس قسم کے تاریخی واقعات یا حکایات پائی جاتی ہیں کہ جنکو ایک باعصمت عورت کے سامنے بغیر خوف پیدا کرنیکے نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیا ایک عورت کو اپنے کمرہ میں ایسی کتاب کے پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے کہ جسکو وہ اپنے گھر میں سننے تک سے ہی کانپ اٹھتی ہو۔ کیا وہ ایسی باتوں کو پڑھ سکتی ہے جنکو وہ منہ سے نکالنے کی نسبت مرجانا بہتر سمجھتی ہے"!

دوسری گواہی سپریم کورٹ اف وکٹوریہ کے جج جسٹس ہنٹلی ولیمس صاحب فرماتے ہیں کہ "فصلوں کی فصلیں ایسی ہیں کہ جنکو کوئی ماں یا باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا مگر جب کہ عیسائیت نے بائبل کو لیا ہے اُسوقت سے ہی عہد عتیق کا ایک بڑا حصہ چلا آتا ہے اور لڑکوں کو تعلیم دیجاتی کہ اسکو خدا کا کلام سمجھیں حالانکہ انکو اسکے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور تبسکو وہ اسلیئے چوری سے پڑھتے ہیں تاکہ دوسرے لڑکے کہیں انکو ایسی کتاب پڑھتا ہوا دیکھ نہ لیں"

تیسری گواہی امریکہ کے پادری ریورنڈ ہنری وارڈ بیچر صاحب بائبل کے متعلق ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ "بائبل ہرگز ہرگز نوجوان عورتوں کے ہاتھ میں نہیں دینی چاہیئے"! اسی رائے کے متعلق مسٹر پارک گاڈون صاحب یوں طراز ہیں کہ "ریورنڈ ہنری وارڈ بیچر صاحب کا بائبل کو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رد کر دینا بائبل کے بارہ میں ایسی ہی سند ہے جیسا کہ ہربرٹ سپنسر۔ فریڈرک۔ ہریسن۔ ٹنڈل۔ ہکسلی۔ ہیکل و کیپل وغیرہ کی جو کہ سب بائبل کی تعلیم کے مخالف تھے"!

چوتھی گواہی ۱۲۲۹ء میں کونسل اف ٹولوس نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ بائبل کی کوئی کتاب بھی کسی شخص کے ہاتھ میں نہ ہے اگر کوئی اس کتاب کو پڑھتا ہوا دیکھا گیا تو وہ زندہ آگ میں جلا دیا

جاویگا" (اباحت کا ذکر رڈل صاحب کی تاریخ پوپ جلد ۲ میں موجود ہے +

پانچویں گواہی ریورنڈ کینن رچرڈس صاحب سوانس واقع ویلز کے سکول بورڈ کو اباحت کی تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اگر تمکو اپنے بچوں کے اخلاق کا بچاؤ منظور ہے تو خدا کے واسطے انکی ہاتھ میں عہد عتیق مت دو" (از کرائسٹ کے کرشنا)

چھٹی گواہی لنڈنیس صاحب لکھتے ہیں کہ "بائبل موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر لو یہ ایک ایسی روح سے مغز ندارد ہے۔ ایک مردہ قانون ہے۔ (غالباً ترجمہ گیوجی)

ساتویں گواہی ۱۹۱۶ء میں مقدس کلیمنٹ نے کہا تھا کہ "میں اسبات کو دیکھ کر کانپ رہا ہوں کہ بائبل چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ بائبل کا اسطرح پھیلنا بڑا بھاری جرم ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بائبل کا مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے فائدہ کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا ہے"۔

آٹھویں گواہی اس مقدس پوپ نے ۱۸۱۹ء میں ایک سرکلر (فتویٰ) جاری کیا تھا جسمیں آئرش سکولوں میں بائبل کے تقسیم کرنیکے بارہ میں لکھا تھا کہ "یہ ایک قسم کے کانٹے بوئے جا رہے ہیں۔ بچوں کو خطرناک تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور یہ اُن کے بچپن پر ایک زہریلا اثر ڈالے گی +

نویں گواہی شہر نیویارک (امریکہ) کے مشہور اخبار ٹروتھ سیکر مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۱۳ء میں ایک فاضل مارشل جے گاون نامی نے عیسائیت پر ایک بسیط اور معنی خیز مضمون لکھا تھا اُس کے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں "مسیحیت میں کچھ خرابی ضرور ہے اور وہ خرابی صرف یہی ہے کہ یہ مذہب سچا نہیں ہے۔ اسکا تثلیث فی التوحید کا عقیدہ نادان ملاؤں کی ہی (فادرز) ایجاد و اختراع ہے۔ اسکے اصول خدا سے انکی خدائی کی صفات چھین کر اسکو ایک بیرحم کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اسکے عقائد مشرقی قصے ہیں جو یہودی قوم کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ایک پرانی چادر کیطرح بیکار ہو چکے تھے۔ مسئلہ کفارہ.... بے انصافی کا نچوڑ ہے۔ مسیح کا جی اُٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا اس قسم کے افسانے پہلے ہی مشرقی قوموں میں عام طور پر مروج و مشہور تھے۔ آخرۃ میں غیر منقطع عذاب کا عقیدہ بیچارے پہلے زیادہ جوشیلے مسیحیوں کا ایک خواب ہے۔ اگر مسیح اس دنیا میں گزرا ہے تو وہ صرف ایک بشر تھا اگر وہ بشر نہ تھا تو پھر مسیح ایک خیالی وجود کا نام ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب جھگڑالو ملاؤں (فادرز) کے دماغوں سے پیدا ہوا اور اسکا غلبہ دنیا کے لیے ایک مصیبت ثابت ہوا۔

اگر اب دنیا دانائی اور رحمدلی اور اخلاق میں ترقی کر رہی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت اسکے دماغ سے مٹ رہی ہے" ۔ ریویو +

گیارہویں گواہی

بلفاسٹ (آئرلینڈ) کے حق گو عالم جے پارکنسن صاحب کی رائے بھی قابل لحاظ ہے جو انہوں نے ان الفاظ میں ظاہر کی ہے کہ "بائبل بھی اپنی الہامی حیثیت کھو چکی ہے اب گرجاؤں کے پادریوں کی نظر سے بھی یہ کتاب گر چکی ہے پہلے اسکی نسبت یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو تمام غلطیوں سے پاک ہے لیکن اب یہ عقیدہ متروک ہو چکا ہے۔ یہ کتاب اغلاط و اختلافات سے پر ہے اور نہ صرف علمی غلطیاں اسمیں جابجا پائی جاتی ہیں بلکہ تاریخی غلطیاں بھی اسمیں بیشمار ہیں۔ وہ مختلف گمنام مصنفوں کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ پہلے یہ جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اسپر کوئی نکتہ چینی کی جائے مگر اب اسپر کھلے دل سے نکتہ چینی لیجاتی ہے اور محققین نے اب اسکو نکتہ چینی کی مقراض کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب کلیسیا کی شوکت جاتی رہی ہے۔ بیشک اب بھی کلیسیا موجود ہے مگر اب یہ صرف لنگڑے کی لکڑی کے سہارے چل رہی ہے۔ اب بائبل کی زیادہ سے زیادہ یہ حیثیت رہ گئی ہے کہ یہ ایک قوم کی تاریخ کا محض ایک خاکہ ہے اور وہ خاکہ بھی صحیح نہیں بلکہ اسمیں بھی غلطیاں ہیں۔ بائبل کی پہلی پانچ جو موسیٰ کی پانچ کتابیں کہلاتی ہیں۔ اب انکو موسیٰ کی تالیف نہیں سمجھا جاتا بلکہ انکی نسبت یہ فیصلہ ہو چکا کہ یہ بہت ہاتھوں اور بہت سے مختلف خیالات کا نتیجہ ہیں۔ پہلی پانچ کتابوں کے دو بڑے سرچشمے ہیں ایک کو ایلوہسٹک کہتے ہیں اور دوسرے کو یہوسٹک اور محققین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بائبل کا ایک بڑا حصہ بابل کے بادشاہ حمورابی کے قانون سے اخذ کیا گیا ہے جو عبرانیوں کی کتابوں کی تالیف سے ایک ہزار سال پہلے گزرا ہے" اسکے بعد یہی قابل مضمون نگار نئے عہد نامہ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

"نیا عہد نامہ علمی تحقیقات کا ایک عرصہ تک مقابلہ کرتا رہا۔ مسیحی محققین نے سب سے اول پرانے عہد نامہ کی تحقیقات شروع کی اور اسکی حقیقت کو فاش کرنا شروع کیا مگر اب چونکہ نئے عہد نامہ کو پرانے عہد نامہ کی نسبت زیادہ مقدس سمجھا جاتا تھا اسلئے مدت تک تو محققین اسکے قریب آنے سے ڈرتے رہے مگر جوں جوں تعلیم بڑھتی گئی نئے عہد نامہ کی تقدیس کا خیال لوگوں کے دلوں سے نکلنا شروع ہو گیا اور پھر آخر نئے عہد نامہ کے چیرنے پھاڑنے کیلئے بھی اسطرح تحقیق کے چاقو سے کام لیا گیا جسطرح

پرانے عہدنامہ کی تشریح میں سے اُس سے کام لیا گیا تھا اور اس تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا مسیحی مذہب کی بنیاد بالکل کھوکھلی کردی گئی ہے اور مسیحیت کی ساری عمارت اب گر کر کھنڈر بن رہی ہے اب یہ دعوے بالکل باطل ثابت ہوگیا ہے کہ مسیحی مذہب کسی تاریخی بنیاد پر کھڑا ہے اور اسکے عقائد اب فسانوں کی فہرست میں داخل کیے گئے ہیں۔" (ریویو)

گیارھویں گواہی گیارھویں گواہی کیون صاحب کی ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ "یہ بالکل صاف بات ہے کہ بنی اسرائیل کے قدیمی حالات کا جو بیان عہد عتیق میں لکھا ہوا موجود ہے وہ بالکل اُس قسم کا ہے جیسا کہ وہ حالات جو دوسری قوموں نے اپنی قدیمی زمانہ کے متعلق ہم تک پہنچائے ہیں یعنی ان میں بڑا حصہ بے بنیاد افسانوں کا پایا جاتا ہے ہر ایک قوم میں بزرگوں کے حالات زبانی طور پر نسلاً بعد نسلٍ بیان ہوتے چلے آئے اور ان زبانی بیانات میں بہت سی غلط اور مبالغہ آمیز باتیں داخل ہوگئیں جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اصل واقعات قریباً مفقود ہوگئے اور انکی جگہ خیالی باتیں مشہور ہوگئیں اور جیسا دوسری قوموں کی صورت میں غلط قصے اور کہانیاں لوگوں میں رائج ہوگئیں ایسا ہی اسرائیلی قوم کی صورت میں ہوا۔ (ماڈرن ریویو کلکتہ)

ہم نے جن وجوہات کی بنا پر بائبل کو ناقابل اتباع بتلایا ہے اب اُسکی مندرجہ بالا زبردست گیارہ شہادتوں سے کماحقہ تصدیق و تائید ہوگئی اب ان شہادات کے پڑھتے ہوئے بھی کسی عیسائی دوست کو ہمارے پیش کردہ وجوہات میں کلام ہو تو ہمارے پیش کردہ دلائل کو عقل و برہان سے رد کرکے دکھلائے مگر ع این خیال است و محال است و جنوں +

ہمارے اس بیان دعوے کو پڑھتے ہوئے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جب وید قابل اتباع نہیں ہے اور اسکے ساتھ بائبل بھی تو پھر کونسی ایسی کتاب ہے جو قابل عمل سمجھی جاوے اور اسپر ایمان لایا جاوے سو اسکے لیے ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک کلام قرآن شریف و فرقان حمید کا نام پیش کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خوب تحقیق و تدقیق کرکے دیکھ لیا ہے کہ یہی یعنی

قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے

کیونکر؟

(۱) اسلیے کہ اس نے خود دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہوں اور پھر نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ اپنے دعوے کے اثبات میں دلائل قاہرہ سے کام لیا ہے اور ساتھ ہی دنیا کو باواز بلند للکار کر چیلنج بھی دیدیا کہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کہ میرے کلام الٰہی ہونے میں کسیکو شبہ ہو تو اسکی مثل ایک چھوٹی سی چھوٹا ہی ٹکڑہ لائیے۔ (وید وغیرہ اس طرح کا چیلنج دینے سے محض تہیدست ہیں)

۲ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ اسنے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق ایسی عمدہ اور بے نظیر تعلیم دی ہے کہ باید و شاید (مقابلہ و موازنہ سے معلوم ہو سکتا ہے +)

۳ اس لیے بھی کہ اسکی تعلیم ایسی کامل و اکمل ہے کہ دنیا بھر کی کل سچائیاں اور تمام خوبیاں اور جملہ محاسن و فضائل اسمیں جمع ہیں۔ تہذیب و تمدن کے ہر اعلیٰ اور عمدہ اصولوں پر حاوی اور دینی و روحانی کمال تک پہنچانے کے علاوہ انسان کو دنیوی اور جسمانی رفعت و منزلت کے بھی سب سے بلند بام پر پہنچاتی ہے +

۴ اسلیے بھی کہ اسکی تعلیم اخروی جنت (جس کے حصول کے لیے انسان جد و جہد عمل میں لاتا ہے) اُسکا نظارہ اور لطف و سرور اس دنیا میں بھی دکھا دیتی ہے یعنی مومن کی جنتی زندگی یہی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے (کوئی آریہ۔ یہودی۔ پارسی اور عیسائی ہے جو اسطرح کا کمال اپنی اپنی الہامی کتابوں سے دکھلا سکے)

۵ اسلیے بھی کہ اسکا (قرآن شریف) کوئی ایسا رکوع نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا پُر رعب نقشہ کھینچکر نہ دکھلایا ہو مگر اسکے برعکس وید کے بہت سے ایسے مقامات ہم دکھلا سکتے ہیں جنمیں اللہ تعالیٰ کا نام تک نہیں اور اسیطرح بائبل کی کتابیں مثلاً استھیر یا سلیمان کی کتاب استر ملاحظہ ہو اس ساری کتاب کو پڑھجاو خدا کا نام ایکدفعہ بھی لکھا ہوا نظر نہ آئیگا کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے ×

۶ جس مذہب والے یہ وہ ذات حق جو محبوب حقیقی ہے کلام کرے تو سمجھا ہو کوئی ذریعہ خدا کی طرف سے اور قابل اتباع ہے نہ کہ وہ جس کے پیرو اس سے قطعاً ناامید ہوں [illegible] بیّن دلیل ہے اسلام کے صادق المذہب ہونیکی کیونکہ جب ہو قرآن شریف [illegible]

ہی اللہ تبارک و تعالیٰ اسکے پیرووں میں سے جسکو چاہتا ہی اپنا مقرب بنا کر اُسی اپنے مکالمہ و مخاطبہ
سے سرفراز فرماتا ہے۔ وید اور بائبل کا کوئی بھی مدعی آج یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ خدا ہم سے
یا فلاں فلاں سے کلام کرتا اور اپنے وحی و الہام سے مشرف و ممتاز فرماتا ہے +

۷ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ جیسا اللہ تبارک و تعالیٰ سروگیہ۔ علیم کل اور علام الغیوب
ہے ایسے اور اسی لئے اسکے کلام معجز نظام میں بھی غیبی اخبار کا ہونا لازمی اور ضروری ہے پس اس لحاظ
سے بھی قرآن شریف ہی قابل اتباع ثابت ہوتا ہے نہ کہ وید وغیرہ جنکو یہ بھی معلوم نہیں کہ علم
غیب کیا ہے اور کس چیز کا نام ہے +

۸ اسواسطے بھی کہ یہ عالمگیر اور سار و بھومک تعلیم پیش کرتا ہے اور اپنے عالمگیر ہونیکا مدعی بھی
جیسے فرمایا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ وید کی طرح
ہندوستان کی چار دیواری کے اندر محدود نہیں اور نہ ہی بائبل کیطرح اسرائیلی بارہ قبائل کے
اندر مسدود +

۹ اسلیے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ جب سے یہ نازل ہوا ہے اُسوقت سے لیکر آجتک اسمیں ایک شوشہ کا
بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا جیسا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن بھی صریح اور کھلے الفاظ میں مقر
اور اقراری نظر آتے ہیں جیسا کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ کے دیباچہ میں
لکھا کہ "جہانتک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن کریم)
کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" (لائف آف محمدؐ طبع سوم)
اور اسکے برعکس خود یورپ کے فضلا نے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ بائبل الحاق اور
تحریف سے محفوظ نہیں رہی + اور ویدوں کے متعلق خود پیروان وید بھی ویدوں کے
الحاقی ہونیکے قائل ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ ہم تشحیذ جلد ۱۵ نمبر ۲ صفحہ ۳ پر "کوی رتن لکھا اللہ"
کا قول نقل کر چکے ہیں۔ پس یہ ایک ایسا قرآنی اعجاز اور معجزہ ہے کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی
بھی کتاب نہیں کرسکتی۔

یہ کیوں ؟ اسلیے کہ اسکے نازل کرنیوالے نے اسکے نزول کے وقت خود اسکی حفاظت کا بایں
الفاظ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ سورہ الحجر آیت ۹ وعدہ فرمادیا تھا

پس کس بشر کی طاقت اور قدرت تھی جو اس میں کمی بیشی کرنے کا مرتکب ہوتا۔

۱۰ الہامی کتاب کیلئے یہ شرط بھی ضرور اور لازمی ہے کہ وہ اختلاف سے پاک ہو (جیسا کہ پادری عمند زایہ لیکم ام نے لکھا ہے) تو اس لحاظ سے بھی قرآن شریف ہی قابل اتباع ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود قرآن شریف بڑے زور اور دھڑلے سے یہ دعوی کرتا ہے کہ میں اختلاف سے پاک ہوں جیسے فرمایا لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ یعنی اگر میں اللہ تعالی کی طرف سے نازل نہ ہوتا تو ضرور مجھمیں اختلافات کی بھرمار ہوتی (پس اس کسوٹی پر قرآن شریف کے سوا اور کوئی کتاب پوری نہیں اترتی خواہ وید ہو یا بائبل اگر کسیکو شک ہو تو مقابل میں آکر دعوی کرے پھر ہم دلائل کی پلٹنوں کی پلٹنیں اسکے سامنے کھڑی کردینگے ۔

۱۱ اسلئے بھی یہ قابل اتباع ہے کہ اس نے ہر ایک وہ دعوی جو ضروریات دین میں سے ہے خود بیان کیا ہے اور پھر محض دعاوی پر ہی بس نہیں کی بلکہ انکے اثبات میں دلائل و براہین بھی پیش کیے ہیں اور یہ ایک ایسا اعجاز اور ایسی خوبی ہے جسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب وہ کتاب جس کے متعلق مختلف مذاہب کے لوگ دعوی کرتے ہیں کہ وہ الہامی ہے نہیں کر سکتی۔ ہاں! اگر کوئی عیسائی اس قرآنی اعجاز کے مقابل بائبل میں سے اس قسم کی خوبی دکھانیکا مدعی ہو تو اسکو لازم ہے کہ اپنے مذہب کے بنیادی اصول (الوہیت مسیح۔ کفارہ مسیح۔ تثلیث وغیرہ) کا دعوی اور دلائل بائبل کے درسوں ہی نکال کر پیش کرے اور اسی طرح آریہ سماج کے فاضل ممبروں سے بھی ہم یہی کہیں گے کہ وہ بھی اگر وید کے متعلق اس قسم کے اعجاز کے قائل اور مدعی ہیں تو ویدک دھرم کے بنیادی سدھانتوں تناسخ۔ قدامت روح۔ قدامت مادہ۔ نیوگ۔ پرماتما سے انادی کا مسئلہ الہامیت وید۔ وغیرہ۔ کا دعوی اور دلائل ویدوں کی شرتیوں سے استنباط کر کے دکھلائیں۔ مگر ہم بڑے زور سے کہیں گے کہ قرآن شریف کے اس اعجاز کا مقابلہ کرنا وید اور بائبل کے حیطہ قدرت سے قطعاً باہر ہے
بہت سی وجوہات میں سے گیارہ وجوہ ہیں جو ہم نے "قرآن ہی قابل اتباع ہے" کے اثبات میں پیش کیں بشرط فرصت باقی بھی کسی وقت پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ ان مذکورہ بالا وجوہات پر بھی اگر کوئی سلیم الفطرت محقق مزاج حق پسندی سے کام لینے والا انسان غور و فکر کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اسپر یہ امر بخوبی واضح و آشکار ہو جائیگا کہ آج دنیا میں اگر کوئی کتاب لائق تقلید و عمل و قابل اتباع ہے

تو وہ قرآن شریف ہی ہے ۔

ہاں واقعی یہ مضمون نامکمل اور ناقص سمجھا جائیگا اگر ہم اُن آراء و اشہاد کو پیش نہ کریں جو محققین یورپ نے اسلام کے متعلق وقتاً فوقتاً اپنے قلم اور زبان سے لکھیں اور کہیں جنکو ملاحظہ فرماتے ہوئے ناظرین پر ہمارے دعوے کی پوری پوری صداقت و حقانیت منکشف اور واضح ہو جائیگی ۔ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان آراء و اشہاد میں سے بعض ایسے کٹر اور متعصب عیسائیوں کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جنکو پڑھتے ہوئے واقعی انسان کی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی اور مجبوراً اُسے قرآن شریف کے اس اعجاز پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ کس طرح اور کیسے یہ (قرآن شریف) اپنے سخت سے سخت مخالفین و معاندین سے بھی خراج تحسین وصول کئے بغیر نہیں رہتا کیا کوئی آریہ اور عیسائی ہے جو اپنی اپنی کتاب کے متعلق اس قسم کا اعجاز ثابت کر کے دکھلائے (ہرگز نہیں)

یورپین محققین کی آراء قرآن پر

پہلی شہادت | عالیجناب جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی مشہور و معروف کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن صفحہ ۶۹ پر قرآن شریف کے محاسن و فضائل کا ذکر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں ۔

"حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معجزات چند روزہ تھے مگر آنحضرت صلعم کا معجزہ پائیدار اور لازوال ہے اور اس باعث سابق زمانہ کے تمام معجزوں پر سبقت و برتری رکھتا ہے۔ قرآن بلحاظ علم ادب کے ایک بڑی شاعرانہ تصنیف معلوم ہوتی ہے اس کا کثیر حصہ قدمائے عرب کے موافق مقفیٰ و مسجع عبارت میں لکھا ہے، قرآن بعض جگہ سے غیر مفہوم (متشابہات) ہے اور ادق معلوم ہوتا ہے مگر اکثر جگہ نہایت زبردستی عبارت اور بلند خیالی عیاں ہے اور یہ قول بہت ٹھیک ہی ہے کہ قرآن شریف ہی ایسی کتاب ہے کہ جسکی ابتدائی عبارت ہی پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے بعد ازاں اُسکے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہو جاتا ہے۔"

دوسری شہادت | ایک نہایت ہی متعصب عیسائی سر ولیم میور صاحب مشہور عالم کی شہادت بھی قابل لحاظ ہے ۔ "ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (اسلام نے) ہمیشہ کیلئے اگر توہمات باطلہ کو جنکی تاریکی مدت سے عرب کے ملک میں چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدا سے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہوگئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص ذات اور ایک

احاطہ میں کی ہوی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا ہے جیسا کہ خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جس پر اسلام کا مدار ہے یہ ہے کہ اس ایک خدا کی مرضی پر توکل کرنا چاہیئے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہ تھیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیئے غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیئے۔ نشہ کی سب چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا" (لائف آف محمدؐ)

تیسری شہادت مقدس ہیلیر رقمطراز ہیں۔ باستثنائے عیسائیت جسکی بنیاد عہد عتیق اور اناجیل اربعہ پر قائم ہے۔ دنیا کسی اور مذہب پر جو اسلام کے ساتھ میزان میں رکھا جا سکے یا جو اس سے کسی معمولی سی نسبت میں بھی مقابلہ کر سکے"

چوتھی شہادت کاونٹ ڈی بلین ولیبرز صاحب نے دو صدیاں گزریں کہا تھا کہ "عیسائیت کے علاوہ اسلام جیسا پسندیدہ اور معقول مذہب (کوئی) نہیں ہے اور نہ ہی صفحہ ہستی پر اسکی طرح نیکو نکو تسلی اور اطمینان دینے والا اور گنہگاروں کو ڈرانے والا کوئی مذہب ہے"

پانچویں شہادت مسٹر سٹیڈرڈ صاحب جو نے لیکچر یروشلیم میں دیا وہ بھی قابل ذکر ہے اسمیں مسٹر بوند کے بیان کی تصدیق پائی جاتی ہے" (بیکر صاحب) "اسلام سچائی۔ ہاں نہایت ہی اعلیٰ سچائی کا ایک زندہ مرکز ہے۔ بت پرست دنیا اس سچائی سے بالکل بیخبر تھی اور مسیحیت نے اسکو بالکل دبا دیا تھا۔ وہ سچائی توحید کی تعلیم ہے۔ یہ وہی سچائی ہے جسکو ابراہیم۔ موسیٰ۔ داؤد۔ اور مسیح نے تعلیم دی الخ"

چھٹی شہادت عالیجناب ڈاکٹر جارج بیکر صاحب امریکہ کے ایک نہایت ممتاز اور نامور فاضل و اہل قلم ہیں جنکی معلومات اور واقفیت اسلام اور مسیحیت کی متعلق بہت وسیع ہی۔ آپ نے فلیڈلفیا کے کوپراٹو پری انسٹی ٹیوٹ میں کچھ عرصہ ہوا اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق ایک مبسوط لیکچر دیا تھا اور انھیں کے لیکچر میں سے مسٹر سٹیڈرڈ کی شہادت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اب ان کے مضمون میں سے چند کلمات اور نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اسلامی تعلیم کے متعلق اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔

"اسلام نے پہلی ایک بڑا مفید کام کیا ہے اور جب تک مسیحیت کے بڑی بڑی فرقے شرک کا کچھ شائبہ بھی اپنے اندر رکھتی ہیں اسلام مسیحیت کے راستہ میں ایک ناقابل گذر رکاوٹ رہیگی۔ اور اسمیں شک نہیں کہ مسلمانوں کو ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ میں بڑے زور سے کہونگا کہ رومن کیتھولک چرچ کے لیے جو مریم کو خدا کی صفات سے متصف قرار دیتا ہے اور قسم قسم کے شرکو نمیں مبتلا ہے۔ اسلام پر فتح پانا ناممکن ہے جو خالص وحدانیت اور سچی روحانیت کے ساتھ مسیحیت کا مقابلہ کر رہا ہے۔ مذہب اسلام میں کوئی ایسے مشنری اور واعظ نہیں ہیں جیسے کہ عیسائیوں میں ہیں۔ مسلمان خدا کی عبادۃ بالواسطہ نہیں کر سکتے بلکہ ہر ایک کو خدا کی عبادۃ خود کرنی پڑتی ہے اسلیے ہر ایک سچا مسلمان اپنے نفس کے لیے خود ذمہ دار ہے اور سچے خدا کی عبادۃ دن میں پانچ دفعہ کرتا ہے ... (اسکے آگے فرماتے ہیں کہ) "اسلام آج بھی بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔" الخ

ساتویں شہادۃ نامور فرنچ مستشرق موسیو گاسٹن کار فرماتے ہیں "یہ ایک کھلی ہوی صاف اور واضح بات ہے کہ اسلام اصل میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب ہے جسکو دنیا کی ⅓ حصہ آبادی دین حق تسلیم کرتی ہے ... ہمیں معلوم ہے کہ اس عاقلانہ مذہب کے قانون میں وہ تمام فوائد اور نصائح موجود ہیں جنسے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اور جو گویا اسلام ہی کے امتزاج عناصر کا نتیجہ ہے اس حیرت انگیز سائنٹیفک مذہب (اسلام) نے دین کی عمرانی ترقی کے لیے ہر قسم کے بنیادی مسائل و ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ گو ہم میں کوئی شخص بھی اسکی فضیلت کا اعتراف نہ کرے اور اسکے احسان کا رہین منت نہ ہو مگر امر واقعہ یہی ہے" (تہذیب الاخلاق) اس سے بڑھ کر بھی کوئی غیر مذہب کا آدمی شہادۃ دے سکتا ہے۔ ہاں "یہ اسلام اور واقعی اسلام ہی کی کشش اور قوۃ جاذبہ ہے جو فطرتاً انکو اپنی طرف عجیب طرح سے کھینچ لیتی ہے۔"

اٹھویں شہادۃ مسٹر کارل سدر کوسٹ کے مضمون پر اخبار گزٹ تبصرہ کرتے ہوی لکھتا ہے کہ "اسلام کو مسیحیت کے مقابلہ میں فتح حاصل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسلام زمانہ حال کی ترقیات کا ساتھ دے سکتا ہے اسلیے اس ملک کی اکثر لوگ اسکو عیسائیت پر ترجیح دیتے ہیں مسیحی مشنریوں کی تمام کوششیں بار آور نہیں ہو سکتیں اور اس درد بیدرماں کا اب تک کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا۔" (تہذیب ...)

نویں شہادۃ ایک نہایت ہی غیر متعصب عیسائی فاضل کی راے جو انھوں نے ایک عیسائی مصنف پر مڈیو" کے اس اعتراض کا کہ قرآن شعبدہ بازی کا ایک مجموعہ ہے" ابطال کرتے ہوے حسب ذیل الفاظ میں

اعتراف کرتے ہیں کہ "مجھے یہ نقادان عصر بالکل ہیچ معلوم ہوتے ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سراپا تصنع بتاتے ہیں۔ میں تو آنحضرت (صلعم) کی نسبت کبھی جان بوجھ کے دغا دہی یا کسی حال میں جعل کرنے کا قائل نہیں ہوں نہیں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن شعبدہ یا جعلسازی کیطور پر لکھا گیا ہے۔ اور میں کیا کوئی صاحب نظر بھی قرآن کو پڑھ کر یہ خیال نہیں کرسکتا کہ یہ انسان کی اصلی فطرۃ کے مبہم جوش کا نشان ہے +

دسویں شہادۃ | فرانس کے مشہور و معروف اور جید عالم ڈاکٹر موریس فرماتے ہیں کہ "قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جسمیں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اسکی فصاحت و بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جسپر تین سو ملین تیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے (وید بائیل وغیرہ - ناقل) بلکہ ہم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلیے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اسکے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ اسمیں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد و ثنا بھری ہے خدا کی عظمت سے اسکا حرف حرف لبریز ہے جس نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی اسکی استعداد کے مطابق رہنمائی کی ہے علما دکیلیے یہ ایک علمی اکاڈمی ہے۔ اہل لغت کے لیے جامع ڈکشنری ہے۔ لٹریری مذاق والوں کے لیے جنکو زبان کی اصلاح مطلوب ہے علم نحو کی یہ ایک گرامر ہے شاعری کے پسند کرنیوالے اور جذبات تہذیب و شایستگی پر نظر رکھنے والوں کے لیے عروض کی کتاب ہے دنیا بھر کے قوانین و شرائع کی یہ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں داؤد کے زمانہ سے لیکر حالی ہاجمون کے عہد تک نازل ہوئی ہیں (بلکہ اس سے پہلے کی بھی یعنی ژند اور وید وغیرہ ناقل) محاسن لفظی و معنوی کے اعتبار سے وہ سبکی سب قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی صورۃ کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں"

گیارھویں شہادۃ | مشہور و معروف فاضل کارلائل صاحب اپنی شہرہ آفاق کتاب لیکچرز آن ہیروز میں قرآن مجید کے متعلق یوں رقمطراز ہیں "میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اسکے تمام معانی میں موجود ہے جسنے اسکو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا بنا دیا تھا۔ سب سے آخر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو خوبیاں ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور ہر قسم کے اوصاف حسنہ کی بانی ہے" (ص ۲۳۵)

بارھویں شہادۃ | مسٹر مارگولیتھ صاحب مترجم قرآن راڈویل کے دیباچہ میں بایں الفاظ قرآن شریف کے محامد و محاسن کا ذکر خیر فرماتے ہیں۔ "قرآن شریف کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسنے ایک نئی علمی اور فلسفیانہ تحریک کی بنا ڈالی جسنے

قرونِ وسطیٰ اور نصاریٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور مہذب ترین دماغوں پر زبردست اثر ڈالا ہے۔ اسلامی دنیا کی ترقی عام کی یہ رفتار کسی نہ کسی وجہ سے ضرور رُک گئی لیکن علمی تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ فضلاء یورپ کو فلسفۂ یونان ریاضی ہیئت اور دیگر علوم کا جو علم کئی صدیوں تک حاصل رہا۔ اگر موٹے الفاظ میں کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب لاطینی کتابوں سے لیا گیا تھا اور یہ لاطینی کتابیں عربی کتب کا ترجمہ تھیں اور عربوں یا اُنکے رفیقوں کو ان علوم کے مطالعہ کیطرف جو رجحان پیدا ہوا وہ خواہ بالواسطہ ہی ہو قرآن شریف کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ تحقیق السنہ۔ نظم اور ادب کی دوسری شاخیں بھی قرآن شریف کی اشاعت کے ساتھ ہی کتم عدم سے عالم ظہور میں آئیں اور اس علمی تحریک کا نتیجہ ذہانت اور علم و فضل کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفات ہیں۔"

تیرھویں شہادت "اے ہسٹری آف ریلیجنس" (تاریخ مذاہب) کا متعصب عیسائی مصنف اپنی اس تصنیف کے صفحہ ۱۵۲ پر رقمطراز ہے۔ "اسلام بہ حیثیت عالمگیر مذہب کے" اسلام میں عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اسنے بہت جلد ترقی کی اور دنیا کے ایک بڑے حصہ پر تسلط کر لیا جتنی ترقی مسیحی دین نے صدیوں میں کی اسلام نے سالوں میں کر لی۔ اسکی ابتدا کمزور۔ سادی اور ادنیٰ درجہ کی تھی مگر وہ بڑھتے بڑھتے قوی اور پھر عالمگیر مذہب بنگیا وہ (اسلام) ہی عالمگیر مذہب کیونکہ اس میں ان باتوں کی تعلیم دیجاتی ہے "خدا واحد ہے۔ حاضر و ناظر اور قادر ہے ہر شخص کو اپنے فعلوں کا حساب اُسکے روبرو دینا پڑیگا۔ خدا کی مرضی کی اطاعت کرنی اور اُسکے حکموں کو ماننا چاہیئے۔ خدا رحیم اور رحمان ہے۔ خدا اپنے بندوں کی خواہشوں اور کوششوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ بندوں کو اس سے محبت کرنی اور اس سے ڈرنا چاہیئے۔ یہ باتیں کسی خاص فرقہ یا قوم سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ دنیا بھر کے لوگوں سے۔"

چودھویں شہادت مشہور پادری ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلر لکھتا ہے کہ "اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اُسکو سیکھے۔ جو بتاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو۔ اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال استقامت و عزت نفس نہایت لازمی ہے بے شبہ دین اسلام کے فوائد و منافع یقینی ہیں۔ اور اسکی خصوصیات شائستگی و تمدن کی سب سے بڑی بنیاد بلکہ ارکان اعظم ہیں۔"

پندرھویں شہادت فرنچ ڈاکٹر پادری سوزان صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ "جدید علمی انکشاف میں اُن علمی مسائل میں جنکو ہم نے اپنے علم کے زور سے حل کیا ہے یا ہنوز زیر تحقیق ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تعلیمات قرآنی کے مخالف ہو۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ و ہم

نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اعلیٰ اور سب سے آخر جو عمدگیاں ہو سکتی ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی کی ہو سکتی ہے"

ہر قسم کی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غیر مذاہب کے محققین فضلاء کی آراء، واستشہادات ہمارے پاس موجود ہیں جو انھوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق نہایت صدق و سچائی سے دی ہیں مگر یہ مختصر سا مضمون ان تمام کا کسی طرح بھی متحمل نہیں ہو سکتا اسلیے بقایا میٹریل کسی اور وقت کیلیے محفوظ رکھتے ہوئے یہاں انھیں بیس زبردست اور معرکۃ الآرا استشہادات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایہا الاحباب! ہمنے وید قابل اتباع نہیں کے ثبوت میں ۱۲ زبردست وجوہات پیش کرنیکے ساتھ ہی خاص ہندوستان کے رشیوں بزرگوں مہاتماؤں فلاسفروں اور چوٹی کے لیڈروں کے بہت سے اقوال میں سے چند قول آپکے سامنے رکھ دیے جن سے وید کی اصلیت و ماہیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسکے بعد اپنے دوسرے دعویٰ "بائبل بھی قابل اتباع نہیں" کے اثبات میں دس ناقابل تردید وجوہات کو پیش کرنیکے بعد خاص علماء یورپ کی ۱۲ زبردست گواہیاں بھی پیش کر دیں جن سے بائبل کا تمام ہنگ و ساز آپکو معلوم ہو گیا۔ رہا تیسرا دعویٰ کہ قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے اسکی تائید میں بھی ہمنے ناقابل تردید اور مدلل ۱۲ وجوہات بیان کر دیں جنکے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی مخالف و معاند انکی تردید پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اسپر اکتفا اور بس نہ کرتے ہوئے مغربی علماء (جنمیں سے بعض اسلام کے معاندین بھی ہیں) کی بہت سی آراء میں سے بطور نمونہ محض اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۲۰ رائیں پیش کیں جنکو پڑھتا ہوا ایک حق پسند اور سلیم الفطرۃ انسان فوراً کہدیگا کہ واقعی یہ قرآن کا ہی خاص حصہ ہے کہ اسکی مدح و توصیف میں مغربی محققین جو مسلمان بھی نہیں ہیں سب کے سب متفقہ طور پر رطب اللسان ہیں۔

پس ہمارا کام اور فرض اتنا ہی تھا کہ اپنے دعاوی کی تائید میں زبردست سے زبردست دلائل مہیا کر کے آپکے سامنے پیش کر دیں۔ آگے یہ آپکا کام ہے کہ ان پیش کردہ دعاوی و دلائل کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیں اور صرف پڑھ جانے پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ پورے غور و خوض اور تدبر و تفکر سے کام لیں تا آپ بھی ہماری طرح جھوم جھوم کر قرآن شریف کے ان الفاظ میں گن گاتے ہوئے نظر آئیں۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے　　قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو عمدگیاں ہو سکتی ہیں وہ اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی کی ہو سکتی ہے"

اس قسم کی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غیر مذاہب کے محققین فضلاء کی آراء و استشہادات ہمارے پاس موجود ہیں جو آنحضور نبی اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق نہایت صدق و سچائی سے دی ہیں مگر یہ مختصر سا مضمون ان تمام کا کسی طرح بھی متحمل نہیں ہو سکتا اسلیے بقایا میٹریل کسی اور وقت کیلیے محفوظ رکھتے ہوئے یہاں انھیں بیس زبردست اور معرکۃ الآراء شہادتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایہا الاحباب! ہمنے وید قابل اتباع نہیں کے ثبوت میں ۱۲ زبردست وجوہات پیش کرنیکے ساتھ ہی خاص ہندوستان کے رشیوں بزرگوں مہاتماؤں فلاسفروں اور چوٹی کے لیڈروں کے بہت سے اقوال میں سے چند قول آپکے سامنے رکھ دیے جن سے وید کی اصلیت و ماہیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسکے بعد اپنے دوسرے دعوے "بائبل بھی قابل اتباع نہیں" کے اثبات میں دلنشیں ناقابل تردید وجوہات کو پیش کرنیکے بعد خاص علماء یورپ کی ۱۲ زبردست گواہیاں بھی پیش کر دیں جنسے بائبل کا تمام ہنگ و ساز آپکو معلوم ہو گیا۔ رہا تیسرا دعوے کہ قرآن شریف ہی قابل اتباع ہے اسکی تائید میں بھی ہمنے ناقابل تردید اور مدلل ۱۲ وجوہات بیان کر دیں جنکے متعلق ہمارا دعوے ہے کہ کوئی بھی مخالف و معاند انکی تردید پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اسپر اکتفا و بس نہ کرتے ہوئے مغربی علماء (جنمیں سے بعض اسلام کے معاندین بھی ہیں) کی بہت سی آراء میں سے بطور نمونہ محض اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۲۰ رائیں ہدیہ ناظرین کیں جنکو پڑھتا ہوا ایک حق پسند اور سلیم الفطرۃ انسان فوراً کہدیگا کہ واقعی یہ قرآن کا ہی خاص حصہ ہے کہ اسکی مدح و توصیف میں مغربی محققین جو مسلمان بھی نہیں سب کے سب متفقہ طور پر رطب اللسان ہیں۔

پس ہمارا کام اور فرض اتنا ہی تھا کہ اپنے دعاوی کی تائید میں زبردست سے زبردست دلائل مہیا کر کے آپکے پیش کر دیں آگے یہ آپکا کام ہے کہ ان پیش کردہ دعاوی و دلائل کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیں اور صرف پڑھ جانے پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ پورے غور و خوض اور تدبر و تفکر سے کام لیں تا آپ بھی ہماری طرح جھوم جھوم کر قرآن شریف کے ان الفاظ میں گن گاتے ہوئے نظر آئیں۔

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے　　قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

چند سوالوں کے جواب

پہلا سوال دجال کے خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے کیا مراد ہے + **جواب** یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کشف ہے جو تعبیر طلب ہے پس مراد دجال کے طواف سے اسلام پر اعتراض کرنا ہے اور مسیح کے طواف سے ان اعتراضوں کا جواب دینا ہے ان معنوں کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۳۰۲ "اور یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ دجال کافر ہے اسکو طواف سے کیا کام جواب اسکا یہ دیا ہے علماء نے کہ یہ حضرت کے مکاشفات سے ہے۔ خواب میں تعبیر اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ ایک روز ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام گرد دین کے پھرینگے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل و فساد کے اور دجال بھی پھریگا گرد دین کے بقصد خلل اور فساد ڈالنے کے دین میں کذا قال الطیبی" (۲) ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۹ "وَقَالَ التُّورِپشتي طَوَافُ الدَّجَّالِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ مَعَ اَنَّهُ كَافِرٌ اُوِّلَ بِاَنَّ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مُكَاشَفَاتِهٖ كُوشِفَ بِاَنَّ عِيْسٰى فِي صُوْرَتِهِ الْحَسَنَةِ الَّتِي يَنْزِلُ عَلَيْهَا يَطُوْفُ حَوْلَ الدِّيْنِ لِاِقَامَةِ اُمُوْرِهٖ وَاِصْلَاحِ فَسَادِهٖ وَاَنَّ الدَّجَّالَ فِي صُوْرَتِهِ الْكَرِيْهَةِ الَّتِي سَيَظْهَرُ عَلَيْهَا يَدُوْرُ حَوْلَ الدِّيْنِ يَبْغِي الْعِوَجَ وَالْفَسَادَ" (۳) ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ "طَوَافُ الدَّجَّالِ مُؤَوَّلٌ بِاَنَّهٗ كُوْشِفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ اللَّعِيْنَ فِي صُوْرَتِهِ الْكَرِيْهَةِ وَهُوَ مُتَكَلِّمٌ عَلٰى مَا اُمْلِيَ مِنَ التَّلْبِيْسِ وَالتَّمْوِيْهِ يَدُوْرُ لِاِقَامَتِهٖ وَاِصْلَاحِ فَسَادِهٖ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى مَا اُيِّدَ بِهٖ مِنَ الْعِصْمَةِ وَالتَّاْيِيْدِ" ان دونو حوالوں کا ترجمہ قریباً وہی ہے جو مظاہر حق سے لکھا جا چکا ہے۔ اور ان دونوں طوافوں کی مثال حضرت مسیح موعود نے چور اور چوکیدار کی دی ہے کہ جو بھی رات کے وقت گھروں کے اردگرد طواف کرتا ہے اور چوکیدار بھی لیکن غرض طواف دونوں کی مختلف ہے۔ چور کی غرض طواف سے نقب لگانا اور چوری کرنا ہے اور چوکیدار کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ کہیں چور نقب نہ لگائے اگر لگائے تو اسے پکڑے۔

ظاہری معنوں کا محال ہونا | اور ظاہری طور پر دجال خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ اَنَّىٰ مُحَمَّدٌ کشفي انا المسيح

الدَّجَّالُ وَاِنِّیْ یُوْشِكُ اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ فَاَخْرُجَ فَاَسِیْرُ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْیَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً غَیْرَ مَكَّةَ وَطَیْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَیَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْهَا اِسْتَقْبَلَنِیْ مَلَكٌ بِیَدِهٖ السَّیْفُ صَلْتًا یَصُدُّنِیْ عَنْهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دجّال کا مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ از روی حدیث دجّال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو بیت اللہ میں کب ہو سکیگا اور کس طرح طواف کر سکیگا بیشک رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں دجّال کو طواف کرتے دیکھا لیکن جب اسکے حقیقی معنی نہیں ہو سکتے تو لامحالہ مجازی معنے لیے جائینگے پس ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت کیلئے ہم بتلاتے ہیں کہ بیت اللہ سے مراد اسلام ہے اور دجال کا اسکے ارد گرد گھومنا اسلام پر اعتراض اور اسپر حملے کرنا ہے اور مسیح کا اسکے پیچھے پیچھے طوف کرنا اسکے اعتراضوں کا دفعیہ اور جو حملے کہ وہ اسلام پر کریگا انکا جواب دینا ہے وبس +

دوسرا سوال دجّال کے اعور ہونے سے کیا مراد ہے **جواب** دجّال کو یک چشم دیکھنا یہ بھی اپکے کشف میں ہے جیسا کہ نواس بن سمعان کی حدیث کے تشریح کرتے ہوئے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے "ملّا علی قاری نے یہ قول طیبی کا کہ ہر مسلمان دفع کریگا شر اسکی (دجّال) کو اپنے ساتھ دلیلوں قطعیہ شرعیہ اور عقلیہ کے کہ اس پاس ہیں۔ اور غالب ہوگا اسپر" مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ نقل کر کے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں نہیں شک اسکی مشابہت دینے میں ساتھ اسکے مگر برگاہ کہ تھی معرفت منتبہ کی عالم کشف میں یا خواب میں پس تعبیر کیا اسکو ساتھ لفظ کَاَنِّیْ کے جیسے کہ معتبر ہے بیچ بیان کرنیکے خوابکے پس ملّا علی قاری کا دجّال کے واقعہ کو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کشف یا رؤیا تعبیر طلب قرار دینا اسبات کی دلیل ہے کہ دجّال کے متعلق جسقدر امور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگئے ہیں وہ مکاشفات اور خوابوں کے ذریعہ معلوم ہوئے ہیں جو تعبیر طلب ہیں اور حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہو سکتے۔ اعور سے مراد اعور کے لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ واقعی یکچشم ہوگا کیونکہ اگر ظاہری یکچشم ہونا مراد ہوتا ہو تو خدا تعالیٰ کے لیے بھی لَیْسَ بِاَعْوَرَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ حقیقت پر محمول نہیں ہو سکتا ورنہ لازم ائیگا کہ خدا تعالیٰ کی بھی دو انکھیں تصور کی جائیں پھر ان سے کانا ہونیکی نفی کی جائے الغرض جسطرح خدا تعالیٰ کے اعور نہ ہونے سے مراد اسکا عیوب سے منزہ ہونا ہے اسی طرح دجال کے اعور ہونے

سے مراد اس کا عیب دار ہونا ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جزء ۵ صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے اَعْوَرُ اَیْ وَ هُوَ الْغَالِبُ اَنْ یَکُوْنَ طَالِبًا لِلشَّرِّ وَاِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ وَ مَفْهُوْمُهٗ لَا یُعْتَبَرُ فَاِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ نَقْصُ الْعَیْبِ لَا اِثْبَاتُ الْجَارِحَةِ بِصِفَتِ الْکَمَالِ کَمَا قَالَ الطِّیْبِیُّ هُوَ لِلتَّنْزِیْهِ یعنی دجّال کے اعور ہونے سے مُراد یہ ہے کہ وہ طالب شر کا ہے نہ کہ خیر کا اور خدا تعالیٰ کو لیس باعور اسلیے نہیں فرمایا کہ اسکے اعضاء کو بصفت کمال ثابت کیا جائے بلکہ جیسا کہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے +

دجال اور مسیح کا ممسوح العین ہونا

پھر جیسے کہ دجّال کے لیے ممسوح العین وارد ہوا ہے ویسے ہی مسیح کے لیے بھی فرق یہ ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے ممسوح ہے اور مسیح بائیں آنکھ سے اگر اسکے ظاہری معنے مراد لیے جائیں تو اس سے لازم آئیگا کہ حضرت مسیح بھی دجّال کی طرح مٹی ہوئی آنکھ والے ہوں حالانکہ اسکے یہ معنے نہیں ہیں بلکہ دجال کے دائیں آنکھ سے ممسوح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں صفات محمودہ اور دینی عقل نہیں ہوگی وہ دنیا ہی کی طرف جائیگا اور مسیح کے بائیں آنکھ سے ممسوح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسمیں صفات مذمومہ اور اخلاق سیئہ نہیں ہونگے چنانچہ یہی معنے لغت میں لکھے ہیں ملاحظہ ہو مفردات راغب برحاشیہ نہایہ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْیُمْنٰی وَعِیْسٰی مَمْسُوْحُ الْیُسْرٰی قَالَ وَیَعْنِیْ اَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ مُسِحَتْ عَنْهُ الْمَعَانِی الْمَحْمُوْدَةُ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَقْلِ وَالْحِلْمِ وَالْاَخْلَاقِ الْمَحْمُوْدَةِ وَاَنَّ عِیْسٰی مُسِحَتْ عَنْهُ الْمَعَانِی الذَّمِیْمَةُ " معبرین رؤیا نے اسکی یہ تعبیر بھی کی ہے مَنْ رَاٰی فِی الْمَنَامِ اَنَّهٗ اَعْوَرُ الْعَیْنِ نَقَصَ نِصْفُ مَالِهٖ اَوْ نِصْفُ دِیْنِهٖ اَوْ اَصَابَ اِثْمًا کَبِیْرًا ۔ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۹۴ ۔ یعنی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کانا ہو گیا ہے تو اسکا نصف مال جاتا رہے گا یا نصف دین یا کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا + پھر عمی یعنی اندھا ہونے کے متعلق لکھا ہے اَلْعَمٰی فِی الْمَنَامِ ضَلَالٌ لَهٗ فِی الدِّیْنِ کہ خواب میں اپنے آپکو اندھا دیکھنا دین میں گمراہ ہونا ہے پس دجّال کے یک چشم ہونے سے مراد یہ ہے کہ دجال میں دینی عقل نہیں ہوگی گو دنیا کی عقل اسمیں بہت ہوگی۔ اور ان معنوں کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی اس آیت میں جسمانی بینائی اور نابینائی مراد نہیں لیگئی بلکہ اس آیت میں اعمیٰ اُس شخص کو کہا گیا ہے جو دنیا میں خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا اور نیک اعمال

بجا نہیں لاتا۔ اس آیت کا ترجمہ باوا نانک علیہ الرحمۃ نے بہت عمدہ کیا ہے فرماتے ہیں۔

جنہاں درشن ات ہے انہاں درشن اُت × جنہاں درشن ات نہ انہاں ات نہ اُت

یعنی جو دنیا میں خدا تعالیٰ کا درشن کرنا نہیں چاہتے انکو آخرۃ میں بھی خدا تعالیٰ کی رویت نصیب نہیں ہوگی اور جو اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی رویت حاصل نہیں کرتے وہ آخرت میں بھی محروم رہینگے اور یہی مراد حدیث میں دجال کے اعور ہونے سے ہے کہ وہ دنیاوی صنعتیں ایجاد کرتے رہیں گے جیسے کہ خدا تعالیٰ انکا حال بیان کرتے ہوئے سورہ کہف میں فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں اکارت جائیگی اور وہ دنیاوی صنعتوں کو اپنے کامیاب ہونے کا گر خیال کریں گے +

تیسرا سوال حدیث شریف میں دجال کی پیشانی پر کافر یا ک ف ر لکھا ہوا ہونے سے کیا مراد ہے

جواب یہ بات بھی اپنے اصلی معانی پر محمول نہیں ہوسکتی اور ظاہری طور پر دجال کے ماتھے پر یہ الفاظ لکھے ہوئے مراد نہیں کیونکہ اگر ظاہری طور پر لکھے ہوئے مراد ہوتے تو ابن صیاد کے معاملہ میں صحابہ کو شک نہ پڑتا جبکہ اُسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوا نہیں تھا لیکن پھر بھی صحابہؓ نے اسے دجال قرار دیا یہاں تک کہ اس کے دجال ہونے پر بعض صحابہ نے قسمیں کھائیں جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَحْلِفُ بِاللّٰہِ اَنَّ ابْنَ الصَّیَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ عُمَرَ یَحْلِفُ عَلٰی ذٰلِکَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُنْکِرْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (متفق علیہ) محمد ابن المنکدر سے روایت ہے، کہ مینے جابر بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر قسم کھاتا تھا مینے کہا کہ تو خدا کی قسم کھاتا ہے (یعنی کیا تجھکو یقین ہے کہ یہی دجال ہے) جابر نے کہا مینے حضرت عمرؓ کو بحضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بارہ میں قسم کھاتے سنا اور نبی کریم نے اسکو برا نہیں مانا۔ پھر دوسری حدیث میں آیا ہے۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا اَشُکُّ اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَیَّادٍ رواہ ابوداؤد والبیہقی فی کتاب البعث والنشور نافع سے روایت ہے ابن عمرؓ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھے ابن صیاد کے مسیح دجال ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس جبکہ ابن صیاد کو ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابی نے معہود دجال قرار دیا پھر حضرت عمر کا نبی کریم کے سامنے

قسم کھانا اور آپ کا اسپر خاموش رہنا اسبات کا ثبوت ہی کہ آپنے بھی ابن صیاد کو دجال معہود خیال کیا تھا حالانکہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ وہ آخر مسلمان ہوگیا تھا اور اسکی اولاد بھی تھی وہ مکہ مدینہ میں بھی گیا۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی نے جب اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے سے منع کیا۔ پس اگر اسکی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوا تھا تو کیوں قتل سے روکا اور اگر یہ حروف لکھے ہوئے نہیں تھے تو صحابہ نے اسکو دجال کیوں قرار دیا۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ دجال کے متعلق جسقدر امور آئے ہیں تمام کشف میں یا رویا میں دکھائے گئے ہیں پھر حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اسکو مومن کاتب غیر کاتب دونو پڑھیں گے اور کافر نہیں پڑھینگے تو اسپر سوال ہوتا ہے کہ جب ظاہر میں ک ف ر لکھا ہوا ہوگا تو کافر اسکو کیوں نہیں پڑھ سکیں گے۔ اصل بات یہ ہو کہ ایسی باتیں تاویل طلب ہیں اور نبی کریم کا فرمانا کہ اسکو مومن کاتب غیر کاتب اور قاری اور غیر قاری دونو پڑھیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ہوگی جو کاتب غیر کاتب دونو کو معلوم ہو سکتی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ الفاظ ک ف ر لکھے ہوئے ہونگے

کفر اور کافر کے معنے کافر اور کفر کے معنے عربی زبان میں ڈھانپنے والا اور ڈھانپنا مستعمل ہوتے ہیں ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ و تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۲۶۵۔ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ اَیِ الْحُرَّاثَ قَالَ الْاَزْہَرِیُّ الْعَرَبُ تَقُوْلُ لِلزَّارِعِ کَافِرٌ لِاَنَّہٗ یَکْفُرُ اَیْ یَسْتُرُ بَذْرَہٗ بِتُرَابِ الْاَرْضِ وَالْکُفْرُ فِی اللُّغَۃِ التَّغْطِیَۃُ وَلِھٰذَا یُسَمَّی الْکَافِرُ کَافِرًا لِاَنَّہٗ یُغَطِّی الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَالْکُفْرُ الْقَبْرُ لِسَتْرِہَا النَّاسَ وَفِی الْحَدِیْثِ اَہْلُ الْکُفُوْرِ اَہْلُ الْقُبُوْرِ

ترجمہ اعجب الکفار یعنی کسانوں کو خوش لگتی ہے۔ ازہری نے کہا ہی عرب کسانوں کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو مٹی کے ساتھ ڈھانپتے ہیں اور کفر قبر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور حدیث میں آیا ہے اهل الکفور اهل القبور ہیں۔ پھر سبع معلقات میں سے جو چوتھی معلقہ ہے اس میں لبید رضی اللہ عنہ نے کفر اور کافر کا لفظ بمعنی ڈھانپنا اور ڈھانپنے والا استعمال کیا ہی جیسے لکھا ہے

(۱) یَعْلُوْ طَرِیْقَۃَ مَتْنِہَا مُتَوَاتِرٌ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَرَ النُّجُوْمَ غَمَامُہَا

ساری رات اُسنے یوں کاٹی کہ رات بھر اُسکی پیٹھ پر ایسی اندھیری رات میں برابر مینہ پڑتا رہا جسکے بادل نے تاروں کو

(۲) حَتّٰی اِذَا اَلْقَتْ یَدًا فِیْ کَافِرٍ وَاَجَنَّ عَوْرَاتِ الثُّغُوْرِ ظَلَامُہَا

سارا دن مینہ میں گزرا یہانتک کہ جب سورج چھپ گیا اور سرحدوں کے اندھیروں نے کھٹکے کی جگہوں کو ڈھانپ لیا +

٭ کافر نام حق کے ڈھانپنے کی وجہ سے ہے۔

كَفَرَهُ اَخْفَاهُ وَمِنْهُ الْكَافِرُ فَاِنَّهُ يُخْفِي الشُّكْرَ عَلٰى نِعْمَةِ اللّٰهِ وَيَكْفُرُهَا وَالْمُزَارِعُ فَاِنَّهُ يُخْفِي الْبَذْرَ فِي الْاَرْضِ" ریاض الفیض شرح سبعہ معلقات مطبوعہ مطبع انجمن پنجاب لاہور صفحہ ۳۴۳ وَالْكَافِرُ۔ اَللَّيْلُ الْمُظْلِمُ صفحہ ۲۶۱ مذکورہ بالا حوالجات سے معلوم ہو گیا کہ کافر کے معنے ڈھانپنے والے کے ہیں۔ پس نبی کریم کا فرمانا کہ دجال کی پیشانی پر کفر لکھا ہوا ہو گا اس سے مراد یہ ہے کہ پیشانی پر ایک ایسی چیز ہو گی جو اُسکے ماننے کو ڈھانپے ہوئے ہو گی اور آپ کا فرمانا کہ اسکو تمام مومن پڑھیں گے مومن کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مسیح کا انکار کرینگے اور اُسپر کفر کا فتویٰ لگائینگے وہ اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھنے کی وجہ سے اسکو نہیں دیکھ سکیں گے۔

اور سنوسی شرح مسلم صفحہ ۲۶۷ میں لکھا ہے وَوَجْهٌ ثَانٍ وَهُوَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسُوْءُ ظَنُّهُ بِالدَّجَّالِ لِخَوْفِ فِتْنَتِهٖ فَهُوَ فِيْ كُلِّ حَالٍ يَسْتَعِيْدُ النَّظَرَ فِيْهِ وَيَتَثَبَّتُ فِيْ اَمْرِهٖ وَتَفَاصِيْلِ حَالِهٖ فَيَقْرَءُ سُطُوْرَ كُفْرِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَمَصْرُوْفٌ عَنْ ذٰلِكَ لِغَفْلَتِهٖ کہ مومن چونکہ دجال سے اُسکے فتنہ سے ڈرنیکی وجہ سے بدگمان ہو گا تو وہ ہر وقت اُسکی حالت پر غور کریگا اور اُسکے امر کو معلوم کریگا تو وہ اُسکی سطروں کو پڑھ لیگا لیکن کافر اپنی غفلت کی وجہ سے ایسا نہیں کریگا سو اُنہیں نہیں پڑھ سکیگا۔ پھر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۹۵ میں لکھا ہے۔ قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ بَيَانُ عَلَامَةٍ تَدُلُّ عَلٰى كِذْبِ الدَّجَّالِ دَلَالَةً قَطْعِيَّةً بَدِيْهِيَّةً يُدْرِكُهَا كُلُّ اَحَدٍ وَلَمْ يَقْتَصِرْ عَلٰى لُحُوْقِهٖ جِسْمًا اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ لِكَوْنِ بَعْضِ الْعُقُوْلِ لَا يَهْتَدِيْ اِلَيْهَا۔ امام نووی نے کہا ہے کہ اس سے مُراد ایک ایسی علامت ہے جو دجال کے کذب پر قطعی طور پر دلالت کریگی اور اسکو ہر ایک معلوم کرے گا۔

دوسرا مطلب پھر ک ف ر کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہونے سے مراد یہ بھی ہے کہ جسطرح وہ چیز جو انسان کی آنکھوں کے سامنے ہو ظاہر ہوتی ہے اسی طرح دجال کا کفر بھی ظاہر ہو گا ہر مومن سمجھیگا کہ وہ کافر ہے اُسکے کافر ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہو گا سوائے اُن مولویوں کے جو کہ مسیح موعود کو کافر قرار دیکر ان کے ساتھ لمکر خلاف مسیح موعود شہادتیں دیں گے۔

چوتھا سوال۔ حدیث لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ سے گویا ہر ایک نبوۃ کے دعویٰ کرنیوالے کو جھوٹا نہیں ٹھہرایا جا سکتا؟ **جواب** اس حدیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جو بھی آپ کے بعد نبوۃ کا دعویٰ

کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ مسیح موعود کو تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے پس آپ کو ان میں شامل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کی نبوۃ کے متعلق خود نبی کریم فرما چکے ہیں۔ (دوم) یہ حدیث آپ کے دعوے سے قریباً پانچسو سال پہلے پوری ہو چکی ہے جیسے شرح مسلم لابی مالکی و سنوسی جلد ، صفحہ میں لکھا ہے هٰذَا الْحَدِيْثُ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فَإِنَّهٗ لَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْآنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدَ وَيَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُطَالِعُ التَّوَارِيْخَ وَلَوْلَا الْإِطَالَةُ لَفَعَلْنَا ذٰلِكَ ترجمہ اس حدیث کا صدق ظاہر ہو گیا ہے کیونکہ اگر ان لوگوں کی تعداد جنھوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا ہو آپ کے زمانہ سے لیکر اب تک گنا جاوے تو اس عدد کو پہنچ جاتے ہیں اور جو شخص تاریخ کا مطالعہ رکھنے والا ہے وہ اس بات کو خوب جانتا ہے اور اگر شرح کے طویل ہو جانیکا خوف ہوتا تو ہم ان کی تعداد اور ان کے نام وغیرہ لکھدیتے۔ دوسرے اس حدیث سے مراد وضعی حدیث بنانیوالے بھی ہیں جو جھوٹی حدیثیں بنا کر نبی کریم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تو حدیث بنانا چونکہ رسول کا کام تھا اسلیے وہ اپنی طرف سے احادیث بنا کر گویا اپنے آپ کو رسول قرار دیتے ہیں جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ آنیوالے زمانہ میں دجال کذاب ہونگے جو ایسی احادیث بیان کرینگے جو نہ تمنے اور تمھارے باپ دادا نے سُنی ہونگی پس تمکو ان سے بچنا چاہیے کہ وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور نہ فتنہ میں ڈالدیں تمکو۔ پس اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ دجالون کذابون سے مراد جھوٹی احادیث بنانے والے ہیں۔ پھر مجمع البحار میں لکھا ہے کہ سَتَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَيْ جَمَاعَةٌ مُزَوِّرُوْنَ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ عُلَمَاءُ وَمَشَائِخُ نَدْعُوْكُمْ إِلَى الدِّيْنِ وَهُمْ كَاذِبُوْنَ فِيْهِ وَيَتَحَدَّثُوْنَ بِأَكَاذِيْبَ وَيَبْتَدِعُوْنَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ أَيْ احْذَرُوْهُمْ ترجمہ آخری زمانہ میں دجال اور کذاب ہونگے جو ایسی حدیثیں بیان کرینگے جنکو تمنے نہیں سُنا یعنی ایک جھوٹ بنانیوالی جماعت ہوگی جو کہیں گے کہ ہم علماء ہیں اور مشائخ ہیں ہم تم کو دین کی طرف بلاتے ہیں اور وہ اس میں کاذب ہوں گے

اور جھوٹی احادیث بنائیں گے اور باطل احکام اور فاسد اعتقادات اختراع کرینگے پس تم کو اس سے بچنا چاہیئے +
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دجالوں کذابوں سے مراد ایسی جماعت ہے جو اپنے آپکو مسیح موعود اور اسکی جماعت کے مقابل
میں علماء اور مشائخ قرار دیگی اور وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ کے مطابق مسیح موعود اور اسکی جماعت کو اسلام
کی طرف بلائیگی حالانکہ وہ باطل پر ہوگی پس ان سے ڈرنا چاہیے اور اگر دیکھا جائے تو ضرور ایسے علماء اور مشائخ
ہیں جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر دجال کذاب کا فتویٰ لگایا ہوا ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کے مخالف
تیس کی تعداد میں ہیں۔ تیسرے امت محمدیہ کو ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو جھوٹے بھی نبی ہوں گے انکو کہیں قبول نہ
کر لینا بلکہ جو سچا ہوگا اسکو قبول کرنا پس یہی حدیث اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ کوئی سچا بھی رسول ہوگا +

پانچواں سوال آیت خاتم النبیین میں لکن استدراک کیلئے ہے یا کسی اور چیز کیلئے **جواب**

یہ لٰکِن آیت خاتم النبیین میں استدراک کیلئے ہے۔ لٰکِنْ استدراک کے لیے ہوتا ہے اور استدراک
کی تعریف نحویوں نے یوں کی ہے لٰكِنْ خَفِيْفَةً وَثَقِيْلَةً لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَهُوَ رَفْعُ التَّوَهُّمِ
النَّاشِئِ عَنِ السَّابِقِ وَشَرْطُهُ الْاِخْتِلَافُ كَيْفًا وَلَوْ مَعْنًا (مسلم الثبوت) اور شرح جامی
میں لکھا ہے وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَمَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ رَفْعُ تَوَهُّمٍ يَتَوَلَّدُ مِنَ الْكَلَامِ
الْمُتَقَدِّمِ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ نَفْيًا وَاِثْبَاتًا مَعْنًى اَيْ تَغَايُرًا مَعْنَوِيًّا
وَالْمَقْصُوْدُ هُوَ الْمَعْنَوِيُّ۔ لٰکِنْ استدراک کے لیے ہوتا ہے کہ جو کچھ وہم پہلی کلام سے پڑتا ہو اسکے
ازالہ کے لیے آتا ہے اور لٰکِنْ دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو آپسمیں متغائر ہوتی ہیں اور انمیں تغائر نفی اور
اثبات کا معنوی ہوتا ہے۔ مغنی اللبیب میں استدراک کی یہ تعریف لکھی ہے وَفَسَّرَهُ بِالْاِسْتِدْرَاكِ
بِرَفْعِ مَا يُتَوَهَّمُ ثُبُوْتُهُ نَحْوُ مَا زَيْدٌ شُجَاعًا لٰكِنَّهٗ كَرِيْمٌ لِاَنَّ الشُّجَاعَةَ وَالْكَرَمَ
لَا يَكَادَانِ يَفْتَرِقَانِ فَنَفْيُ اَحَدِهِمَا يُوْهِمُ اِنْتِفَاءَ الْاٰخَرِ استدراک کہتے ہیں کہ اٹھا دینا
اس چیز کا جو کسی چیز کے ثبوت میں وہم ڈالتی ہو جیسے مَا زَيْدٌ شُجَاعًا لٰكِنَّهٗ كَرِيْمٌ اسمیں لٰکِن کے لفظ کے
ساتھ اس وہم کا ازالہ کیا گیا ہے جو شجاع کی نفی سے پڑتا تھا کہ وہ جب شجاع نہیں ہے تو کریم بھی نہیں ہوگا کیونکہ
شجاعت اور کرم آپس سے علیحدہ نہیں ہوتے پس ایک کی نفی دوسری صفت کی نفی کا وہم بھی ڈالتی تھی اسلیے لٰکِنْ
کے ساتھ استدراک کیلیے آتا ہے کرم کا اثبات کر دیا + اور جاربردی نے استدراک کی یہ تعریف کی ہے وَقَالَ
الْجَارْبَرْدِيُّ وَمَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ رَفْعُ وَهْمٍ عَنْ كَلَامٍ سَابِقٍ کہ استدراک کے معنی یہ ہیں

کہ پہلی کلام سے جو وہم پڑتا تھا اسکا دور کرنا + پھر لکِنّ کے متعلق منتہی الارب فی لغۃ العرب میں ہیں لکھا ہے لٰکِنْ ساکِنَۃُ النُّوْنِ ضَرْبَانِ مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الثَّقِیْلَۃِ وَھِیَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لَا یَعْمَلُ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَیُوْنُسَ وَمَنْ تَبِعَھُمَا فَاِنْ وَلِیَھَا کَلَامٌ فَھِیَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لِمُجَرَّدِ اِفَادَۃِ الْاِسْتِدْرَاکِ وَلَیْسَتْ عَاطِفَۃً وَیَجُوْزُ اَنْ یُسْتَعْمَلَ بِالْوَاوِ نَحْوُ قَوْلِہٖ وَلٰکِنْ کَانُوْا ھُمُ الظّٰلِمِیْنَ وَبِدُوْنِھَا نَحْوُ قَوْلِ زُھَیْرٍ اِنَّ ابْنَ وَرْقَاءَ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُہٗ لٰکِنْ وَقَائِعُہٗ فِی الْحَرْبِ تُنْتَظَرُ کہ استدراک کے لئے لکن کا استعمال واو اور بغیر واو کے بھی ہوتا ہے پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہوگیا کہ لکن جب استدراک کیلئے آوے تو وہ دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو آپسمیں تغائر معنوی رکھتے ہیں اور وہ دو نفی کلاموں کے درمیان اسلئے آتا ہے کہ پہلی کلام سے جو وہم پڑتا ہو اُسکو دور کرے اب ہمنے دیکھنا ہے کہ آیت خاتم النبیّین میں فقرہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ سے کونسا شبہ پڑتا تھا اور اسکی نفی سے کس چیز کی نفی ہوتی تھی جسکے اثبات کیلیے حرف لکن کو دو کلاموں کے درمیان (جو آپسمیں تغائر معنوی رکھتی ہیں کہ ایک میں ایک چیز کی نفی کیگئی ہے اور دوسری میں ایک چیز کا اثبات کیا گیا ہے) لایا گیا ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے شبہ کیا پڑتا تھا +	جب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تو سننے والے کے دل میں یہ شبہ پڑا کہ ابھی آیت النبیّ

اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوت ثابت کی تھی اور اب کہدیا کہ وہ کسی کا بھی مردوں سے باپ نہیں تو باپ نہ ہوا چونکہ ابوت جسمانی و روحانی دونو پر شامل تھا اور روحانی ابوت کا اثبات پہلے بہ لحاظ آپکے نبی ہونیکے کیا تھا تو اسکی نفی سے آپ نبی بھی نہیں رہتے تھے اسلیے اس وہم کا ازالہ حرف لکن کے ساتھ کیا گیا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور رسول روحانی باپ ہوتا ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے فتح البیان میں نسفی سے نقل کر کے لکھا ہے کُلُّ رَسُوْلٍ اَبُوْ اُمَّتِہٖ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی وُجُوْبِ التَّوْقِیْرِ وَالتَّعْظِیْمِ لَہٗ عَلَیْھِمْ وَوُجُوْبِ الشَّفْقَۃِ وَالنَّصِیْحَۃِ لَھُمْ عَلَیْہِ۔ اھ نیز ملاحظہ ہو خازن زیر آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ پس لکن کیساتھ روحانی ابوت کا اثبات کیا جسکا پہلی کلام کے مغائر ہے کیونکہ پہلی کلام میں ابوت جسمانی کی نفی ہے اور دوسری کلام میں ابوت روحانی کا اثبات ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونو باتیں آپسمیں مغائر اور مخالف ہیں اسی جگہ یہاں حرف لکن ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوا ہے جو کہ آپس میں مغائر ہیں اور آیا بھی ایک وہم کو رفع کرنیکے لیے ہے تو پھر کیوں استدراک

کے لیئے قرار نہ دیا جاسکیگا اسمیں تمام وہ شروط پائی جاتی ہیں جو نحویوں نے اسکے استدراک کیلیے ہونیکی قرار دی ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ کیونکر ملا یامین داتوی نے اس امر کے صریح ہوتے ہوئے پیغام صلح مطبوعہ ۱۶ جون سنہ ۲۰ء میں لکن کے آیت خاتم النبیین میں استدراک کیلیے ہونے سے انکار کر دیا ہے اور پھر علم نحو کے جاننے کا مدعی ہو کر لٰکِن کے استدراک کیلیے نہ ہونے کی ایک فضول وجہ ٹھہرائی ہے۔ لکھتا ہے۔ "آیت زیر بحث میں جب نفی جسمانی ابوت کی کی ہے تو اثبات بھی جسمانی ابوت کا چاہیے نہ کہ روحانی کا جب جسمانی ابوت کا اثبات نہیں ہو سکتا تو یہ بھی استدراک کے لیے نہیں ہو سکتا۔" ملا داتوی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ اسکے نزدیک لکن استدراک کیلیے اسوقت ہوتا ہے جبکہ جسکی نفی کیگئی ہے اسی کا اثبات کیا جائے لیکن ملا صاحب اگر مغنی اللبیب کی مثال پر غور کر لیتے تو یہ بیہودہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ مغنی اللبیب اور منتہی الارب میں استدراک کی یہ مثال دی ہے ما زید شجاعا لکنہ کریم کہ زید شجاع نہیں لیکن وہ کریم ہے پس یہ آپکے قول کی رو سے استدراک کے لیے نہیں ہو سکتا کیونکہ استدراک کیلیے تب ہوتا جبکہ زید کی شجاعت کا اثبات کیا جاتا مگر یہاں اثبات شجاعت نہیں کیا گیا تو یہ استدراک کے لیے نہیں حالانکہ ائمہ نحو اسکو استدراک کی مثال بتاتے ہیں اسی طرح آپ نے منتہی الارب سے ایک عبارت نقل کی ہے جسمیں استدراک کیلیے یہ مثال دی ہے ما ھذا ساکنا لکنہ متحرک۔ یہ بھی آپکے قول کی رو سے استدراک کیلیے نہیں ہو سکتا کیونکہ اسمیں ساکن ہونیکا اثبات نہیں ہے بلکہ متحرک ہونیکا اثبات ہے اگر ملا صاحب ذرا بھی غور کر لیتے تو یہ قول نہ لکھتے کیونکہ اسطرح تو کلام ہی فضول ہو جاتی ہے اگر استدراک میں یہ شرط ہوتی کہ جس چیز کی پہلے نفی کیگئی ہے اسی کا اثبات ہو تو وہ کلام ہی لغو ہوتی۔ مثلاً اگر ابوت جسمانی کا ہی اثبات کرنا مقصود ہوتا تو پہلے نفی کرنیکی ضرورت کیا تھی یا زید کا شجاع کہنا ہی مقصود ہوتا تو پہلے نفی کرنیکی کیا ضرورت تھی اندریںصورت عبارت یوں ہوتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ باپ ہیں اور زید شجاع نہیں ہے لیکن وہ شجاع ہے، اس عبارت کا سقم ظاہر ہے پس ملا صاحب گزشتہ ائمہ نحو کی بنائی ہوئی نحو کے عالم نہیں معلوم ہوتے ہاں نئی نحو ایجاد کرنیکے اہل مانے جائیں تو کچھ بعید نہیں + پھر لکھتے ہیں۔

جب نحویوں نے استدراک کیلیے یہ شرط لگا دی ہے کہ لٰکن کے ماقبل اور مابعد تناقض ہو اور یہاں اسکے ماقبل اور مابعد کوئی تناقض نہیں ہے اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ محمد زید کا باپ نہیں ہے، دوسرے یہ کہ محمد رسول اللہ ہے ان میں تناقض ہی کیا ہے جس کے لیے لٰکِن کو استدراک کیلیے قرار دیا

جاوے حالانکہ ان دونو کلاموں میں کہ نبی کریم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں رسول (جو روحانی باپ ہوتے ہیں) ہیں تناقض اور مغائرت ظاہر ہے اور لفظی تغائر تو ظاہر ہے اور معنوی تغائر بین استدراک کے لیے معنوی تغائر کا ضروری ہونا ہی نحویوں نے شرط ٹھہرائی ہے اگر آپکے نزدیک تغائر ویسا ہی چاہیے جیسا کہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں کہ جس چیز کی نفی کی گئی ہے اسی کا اثبات ہو تو یہ ما زید شجاعاً لکنہ کریم میں بھی نہیں ہے۔ اس آیت میں اپنے دو باتوں کے ذکر کو تسلیم کیا ہے پہلی تو یہ کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُم اور دوسری بات کا ابتداء وَلٰکِن سے شروع ہوا ہے جس کے بعد ایک کلام ہے یعنی یہ کہ محمد رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں تو لکن حرف ابتدا کا ہوگا جب حرف ابتدا کا ہوا تو یہ محض استدراک کیلیے ہوگا عاطفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ منتہی الارب میں لکھا ہے فَاِنْ وَلِیَہَا کَلَامٌ فَہِیَ حَرْفُ ابْتِدَاءٍ لِمُجَرَّدِ اِفَادَۃِ الْاِسْتِدْرَاکِ وَلَیْسَتْ عَاطِفَۃً کہ اگر لکن کے بعد کلام ہو تو یہ حرف ابتداء محض افادہ استدراک کیلیے ہوگا اور عاطفہ نہیں ہوگا پس نحو کی رو سے لکن کا استدراک کیلیے اس آیت میں ہونا ہر طرح ظاہر ہے۔

پھر لکھتے ہیں روحانی ابوت یا نبوت یہ صوفیاء کی ذاتی باتیں ہیں جنکے ماننے کے لیے نہ تو کوئی مکلف ہو سکتا ہے اور نہ قرآن شریف کی کوئی آیت ان خیالات کی متحمل ہے۔ قول الصوفی لیس بحجۃ مسلّم بات ہے۔ "دروغگو را حافظہ نباشد" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ابوت کا مسئلہ خدا تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب کے پہلے رکوع میں یوں فیصلہ کر دیا ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ اور یہ مسلم امر ہے کہ ماں کا خاوند باپ ہی ہوا کرتا ہے" اس قول سے ظاہر ہے کہ ملا صاحب نے صوفی کے قول "ابوت روحانی" کو بھی تسلیم کر لیا ہے اور یہ کہ "قرآن شریف کی کوئی آیت ان خیالات کی متحمل نہیں" کی آیت پیش کر کے تردید کر دی ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ لکن سے پہلے تو نفی جسمانی ابوت کی گئی ہے اور استدراک روحانی کا یہ کیا لطیفہ ہے تعجب آپکو کیوں نہ آئے آپ باتیں ہی تعجب انگیز کرتے ہیں! آپکو معلوم رہے کہ اسمیں وہی لطیفہ ہے جو ما زید شجاعاً لکنہ کریم میں ہے کہ نفی زید سے شجاعت کی کی گئی ہے اور استدراک کرم کا کیا گیا۔

پھر لکھتے ہیں۔ مِن رِّجَالِکُم میں صرف غیر لوگ مخاطب کیے گئے ہیں! اسمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ محمد اپنی اولاد طاہر۔ ابراہیم۔ قاسم۔ عبداللہ مطہر رقیہ زینب وغیرہ کے بھی باپ نہیں۔ ملا صاحبکو معلوم ہونا چاہیے کہ آیت میں رجال سے ابوت کی نفی کی گئی ہے اور رجل کا اناث پر اطلاق نہیں ذکور پر ہے اس وقت

جب یہ آیت ۵ھ میں نازل ہوئی آپ کا کوئی بیٹا زندہ نہیں تھا جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۳۰ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقِ وُلِدَ اَوْلَادُہٗ کُلُّھُمْ غَیْرَ ابْرَاھِیْمَ قَبْلَ الْاِسْلَامَ وَھَلَكَ البنون قبل الاسلام وھم یرضعون۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے اسلام سے پہلے پیدا ہوئی اور آپکے تمام بیٹے اسلام سے پہلے دودھ پینے کی حالت میں مر گئے۔ اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آپ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں تھا کیونکہ ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوا تھا پس یہ کہنا کہ آنحضرت مردوں میں سے جسمانی باپ کسی کے نہیں صحیح ہے فافہم۔ جلال الدین شمس سیکھوانی مولوی فاضل۔

Digitized by Khilafat Library

امکان نبوۃ بعد آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم

بہت سی آیات اور احادیث ہیں جو نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالۃ کرتی ہیں اس چھوٹے سے مضمون میں ایک آیت قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں جسے دروازہ نبوۃ کے مسدود ہونیکے ثبوت میں مخالف پیش کرتے ہیں وہ آیت سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے یعنی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ اس آیۃ کے متعلق جسقدر فریقین کی طرف سے لکھا جا چکا ہے وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں اسلئے میں اس مضمون میں اپنی طرف سے آیۃ کے کچھ معنی نہیں کرونگا بلکہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے مسئلہ نبوت کے متعلق سمجھا ہے تحریر کرتا ہوں۔ یہ آیۃ ۵ھ میں زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد نازل ہوئی ہے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپنے اپنی بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا ہے تو یہ آیۃ نازل ہوئی کہ آپ ظاہری طور پر مردوں میں سے کسیکے باپ نہیں ہیں۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ زینب سے آپنے ۵ھ میں نکاح کیا ہے جیسا کہ تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۵۱۸ سے ظاہر ہے اور آپکا فرزند ارجمند ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوا اور ۱۰ھ میں فوت ہوا ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ وفی ھذہ السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ یوم الثلاثاء لعشر لیال خلون من ربیع الاول توفی ابراھیم ابن رسول اللہ ؐ وکان ولدفی ذی الحجۃ من السنۃ الثامنۃ من الھجرۃ ودفن بالبقیع پس آیۃ خاتم النبیین ابراہیم کے فوت ہونے سے پہلے پانچسال اتر چکی تھی اور ابراہیم کی وفات پر آپ فرماتے

ہے کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَكَانَ نَبِیًّا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ پس اگر آپ نے خاتم النبیین یہ سمجھا ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو آپ اپنے فرزند کیلئے کیوں فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خاتم النبیین کے لفظ سے نبوۃ کو اپنے بعد بند نہیں سمجھا اور اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور تاریخ کی کتب میں بھی آئی ہے اور نیز ملا علی قاری نے موضوعات میں اسکے متعلق یہ لکھا ہے قُلْتُ ومع هذا لو عاش ابراهيم صار نبيا وكذا لو صار عمر نبيا لكان من اتباعه عليه السلام كعيسى وخضر والياس عليهم السلام فلا يناقض قوله خاتم النبيين اذ المعنى انه لا ياتي بعده نبي ينسخ ملته ولم يكن من اُمته۔ موضوعات ملا علی قاری صہ ۵۹ یعنی ملا علی قاری نے بھی اسبات کو تسلیم کر لیا ہے کہ خاتم النبیین سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آپ کے بعد اب نبوۃ مسدود ہے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی جو آپکی اُمت سے نہ ہو اور آپکی ملت کو منسوخ کرنیوالا ہو نہیں ہو سکتا۔ پھر تکملہ مجمع البحار صہ ۸۵ میں حضرۃ عائشہؓ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَقُوْلُوْا خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ کہ تم یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہے بلکہ خاتم النبیین کہو۔ اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین سے یہ مراد نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین سے یہ نہیں سمجھا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتے بلکہ حدیث نے ثابت کر دیا کہ آپ نے نبوۃ کو اپنے بعد جاری سمجھا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ابراہیم اسی واسطے زندہ نہیں رہا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تھا تو جواب یہ ہے کہ نبوۃ کا آپ کے بعد کوئی درجہ ہی نہیں تھا تو آپ کے لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَكَانَ نَبِیًّا کہنے کی کیا ضرورت تھی اس حدیث سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوۃ کوئی درجہ تو ہے جسکو ابراہیم زندہ رہ کر پا سکتا تھا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لڑکا ایف اے کے امتحان میں پاس ہو کر مر جائے اور اسکے مرنے پر کوئی کہے کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو بی اے پاس کر لیتا۔ اب اس قول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بی اے کوئی درجہ ہی نہیں اسلیے یہ لڑکا زندہ نہیں رہا کیسی لغو اور بیہودہ اور بے معنی بات ہے کیا ایسا نتیجہ نکالنے والا عقلمند کہلا سکتا ہے

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ؛ (جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل)

صادقوں کی روشنی حضرت خلیفہ ثانی مسیح موعود کی پرانی تصنیف جنمیں ان اعتراضات کا جواب جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر کیے گئے۔ خصوصاً ثناء اللہ سے آخری فیصلہ ڈاکٹر عبد الحکیم کی پیشگوئی۔ قیمت عہ۸ مع رسالہ الوصیت مکمل ؛

خاتم النبیین کے بعد اُمّۃ میں نبوۃ جاری ہے

قبل اسکے کہ اثبات نبوۃ میں کوئی اور دلائل ہماری طرف سے پیش ہوں سب سے پہلی دلیل ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ جب ہمیشہ سے انبیاء آتے رہے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آسکتے ہیں۔

دوسری دلیل اثبات نبوۃ میں ہم یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے اپنی مجیب الدعوات ہونیکی بشارت دی ہے اور دوسری طرف جو دعاء سکھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنی تم منعمین کے گروہ میں شمولیت کیلیے اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کرو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انعام کن پر ہوا تو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ تو اس آیۃ سے ہمیں پتا لگا کہ بنی اسرائیل منعمین کا گروہ ہے اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ انعام ہی کیا تو اُسکے متعلق خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ۔ کہ نعمت کا پہلا درجہ نبیوں کی بعثت ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایکطرف تو اللہ تعالیٰ دعا سکھاتا ہے اور ایک قوم یہ دعا دن میں کئی بار پڑھتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ میں دعا قبول کنندہ ہوں لیکن افسوس ہے اتنے کروڑوں اور اربوں افراد میں سے آجتک ایک بھی اس نعمت کا وارث نہ بنا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ المخلف الوعد ٹھہرایا کہ خود ہی دعا منگوائی اور وعدہ کر کے ابھی تک اُسکی انعام کا نام بھی نہیں لیتا۔

تیسری دلیل قرآن کریم صاف صاف بیان فرماتا ہے کہ عالمگیر تباہیاں جبھی آتی ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے پہلے ایک نذیر یعنی رسول آ کر لوگوں کو سمجھا دے اگر باوجود اسکے پھر وہ سیدھے نہ ہوں تو اتمام حجۃ کے بعد عذاب نازل کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ یعنا ممکن ہے کہ لوگوں کو ہم بغیر ارسال رسل کے یونہی ہلاک کر دیں بلکہ ہلاک سے پہلے ہم اتمام حجۃ ضرور کر لیا کرتے ہیں۔ یہاں بالصراحۃ ہمیں معلوم ہو گیا کہ عالمگیر تباہیاں بعد میں آتی ہیں اور ارسال رُسل پہلے ہوا کرتا ہے جب بعد کی چیز کو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں تو پہلی بطریق اولیٰ ہونی چاہیے اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے

چنانچہ ایک مقام پر فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آجکل کے مصائب اور جتنی قیامت تک آئینگی وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے طفیل ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہو سکتا تھا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ یہ عذاب یسوع مسیح کی بعثت ہی کے سبب ہے اور ایک یہودی دعویٰ کر سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی بعثت کا باعث ہے بلکہ اسی پر بس نہیں ہے ایک ہندو یہ اٹھکر کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں جتنے عذاب ابتدا سے لیکر آج تک آئے ہیں یا آئینگے یہ سب ہمارے رشی صاحبان کی تائید میں ہیں پھر تو یہ آیت کوئی دلیل نہیں رہ سکتی اور بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت کے اس سے کسی نبی کی بھی صداقت ثابت نہ ہو سکیگی پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر ونذیر کسطرح پر آنحضرت کی بعثت ثابت کی جا سکتی ہے۔ کیا آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ پس جب کہ بعثت رسل کو اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کی علت قرار دیا ہے اور عذاب معلول تو پھر کون عقلمند تجویز کر سکتا ہے کہ معلول اپنے رنگ میں موجود ہو اور علت نہ ہو۔ اگر نبوۃ بند ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عالمگیر تباہیوں کا دروازہ کھلا رہے کیونکہ تباہیوں کو خدا تعالیٰ نے رسولوں کی آمد کا سبب ٹھیرایا ہے اور اس صورت میں آپ آیۃ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذلک فی الکتب مسطورا کے کیا معنے کرینگے کیا اب قانون خدا کا بدل گیا۔

چوتھی دلیل اب ہم ایک اور پہلو سے نبوۃ کو ثابت کرتے ہیں اور وہ یوں کہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے کی اغراض اور مقاصد کیا ہوتے ہیں اگر وہ غرض پائی جاتی ہے جسکی لیے کسی نبی کے آنیکی ضرورۃ ہو تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ نبی آنے چاہئیں ورنہ خدا تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ ضرورت ہے مگر رسول نہیں بھیجتا گیا قانون بدل دیا پس پہلی غرض جو قرآن شریف بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کہ رسول اپنے پیروؤں کیلئے عملی اور اعتقادی نمونہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھکر وہ اپنے اعمال اور افعال کی اصلاح کریں۔ پھر آیت ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ میں چار اور غرضیں بیان فرمائیں اور دوسری جگہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون فرما کر منجملہ اور اغراض کے یہ بھی غرض بیان فرمائی کہ تا وہ دین حق کو مذاہب باطلہ پر غلبہ

کردے اور وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں دو اور غرضیں بیان فرمائی۔ یہ آٹھ غرضیں ہیں جن کے لیے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا رہا ہے کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ ان غرضوں میں سے ایک بھی آجکل موجود نہیں یا آیندہ کسی زمانہ میں نہیں ہے کوئی ایک نہ ہوگی پھر رسول یا نبی کے آنے میں کیا مانع رہجاتا ہے پس اگر ان اغراض کا پورا ہونا ضروری ہے تو نبی کا آنا بھی اسکو مستلزم ہے ورنہ ماننا پڑیگا کہ کوئی غرض مذکورہ اغراض میں سے پورا ہو سکنے قابل نہیں

پانچویں دلیل خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے خدا تعالیٰ اُسے انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صالحین کے زمرہ میں شامل کریگا۔ بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ یہاں مع کا لفظ ہے یعنی اُن کے ساتھ ہونگے نہ کہ اُن میں شامل ہونگے۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ اگر وہ نبی نہیں بلکہ اُن کے ساتھ ہونگے تو اس سے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان میں سے شہید بھی کوئی نہ ہوگا۔ نہ کوئی صدیق۔ نہ صالح بلکہ صرف اُنکی ہمراہی کا شرف انکو ملے گا۔ عجیب خیر اُمت ہے جو کہ ایک ادنیٰ درجہ کے مومن یعنی صالح بننے کے لائق بھی نہیں۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ مع کے معنے من کے بھی آتے ہیں اور یہاں بھی من ہی کے معنے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فسجد الملئکة الا ابلیس ابیٰ ان یکون مع الساجدین یہاں مع کے معنے من کے ہیں کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فسجدوا الا ابلیس۔ لم یکن من الساجدین۔ من کے معنے یہاں صریح بتلا رہے ہیں کہ دوسری جگہ مع کو بھی انہیں معنوں میں لایا گیا ہے۔ اس آیۃ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتے ہیں +

چھٹی دلیل۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ان اللہ یصطفی من الملئکة رسلا ومن الناس یعنی اس کا قانون ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیدا کرتا ہے اور کرتا رہے گا یہ نہیں فرمایا کہ کیا کرتا تھا اور اب بس ہے۔ پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کا اپنا قانون مستمرہ کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ بند نہیں ہو سکتا۔ فقط

محمد یعقوب ابن فخر الدین۔ چھاونی لاہور +

تحقیق امام آخر الزمان شیعہ معتبر کتب کے حوالجات سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی صداقت ثابت کی گئی ہے عجب نادر مجموعہ ہے۔ صرف چند جلدیں باقی ہیں۔ قیمت ۲ر +

امام الزماں کی آمد

نبیوں کا چاند سماء ہدایت پر ضیا و بیز عالم ہے اور اندھی دنیا آنکھیں بند کیے ابھی تک اس انتظار میں ہے کہ وہ کب طالع ہوتا ہے کاش وہ دیکھنے والی آنکھوں سے دیکھتے تو انکی یہ حالت نہ ہوتی۔ مانتے ہیں کہ حالت خراب ہے جانتے ہیں کہ سخت اضطراب ہے مگر تسلی دینے والے کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے۔ پیاسے تڑپ رہے ہیں مگر آبحیات کے چشمہ پر جھک کر ایک دو گھونٹ نہیں پیتے۔ دل میں درد ہے جگر میں سوز سینہ میں التہاب مگر مسیحائے عالم کے دست شفا سے نئی زندگی پاکر نہیں جیتے۔ آہ کب تک میرے پیارے ہموطن (اور مسلم کا وطن تمام دنیا ہے) شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہیں گے اور صراط مستقیم پر گامزن نہ ہونگے۔ کیا وہ اس رہبر پاک۔ رہنمائے لولاک کی آواز نہ سنیں گے جو انہیں پکار پکار کے اپنی جانب بلا رہا ہے۔ کیا وہ یونہی سرگشتۂ وادئ حیرت رہینگے اور شاہد مقصود کے آستانہ قدس پر ناصیہ فرسا نہ ہونگے۔ آہ وہ کب اپنے حقیقی خیر خواہ سچے بہی خواہ کو پہچانیں گے۔

عیار ہیں وہ لوگ جو انکو امیدوں پر امیدیں دلا رہے ہیں، اور مکار ہیں جو انکی توجہ پھیرنے کیلیے وعدوں پر وعدے دلا رہے ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ آنے والا آچکا مگر وہ یا مچا رہے ہیں کہ نہیں آیا بلکہ کہتے ہیں کہ وہ آیا وہ آیا تاکہ جو ان کے گھروں کے دروازہ پر ہے اسے شہر سے باہر سمجھیں اور وہ جو لب بام جلوہ افروز ہے اسے آسمان پر جانیں

میں نے خواجہ حسن نظامی کا رسالہ امام الزمان کی آمد پڑھا۔ یہ دراصل اس خفت کے مٹانیکے لیے لکھا گیا ہے جو پہلے تین چار رسالوں کی اونٹ پٹانگ پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے پر لاحق حال ہوئی۔ وہ حبیب زندگی بخش اسلام حبیب دل آرام بنا یا وہ خود مقتول ناکام ظہور امام ہوا اور جسکی نسبت اعلان کیا گیا کہ مظفر و منصور ہے انقلاب زمانہ نے ثابت کر دیا کہ محبوس و مجبور ہے۔ ظہور مہدی کے لیے جو سنین بتائے وہ غلط نکل آئے اور جو باتیں بڑا کر بتائے انکی نسبت مستقبل بتا دیگا کہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور بناوٹ ہی بناوٹ۔ تاہم ہمیں خوشی ہے کہ صغیر و کبیر برنا و پیر۔ یہ تو مان گئے کہ یہی وقت ہے امام الزماں کی آمد کا + لکھتے ہیں۔

یہ رسالہ ظہور امام علیہ السلام کی آخری اطلاع ہے اسکے بعد اب اور کسی دعوت نہ تحریر کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ انتظار کا وقت ختم ہو گیا ظہور کا وقت آگیا ۔۔۔ ہم اپنے ہندوستان میں آثار و قرائن اور علامات کی بنا پر پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ظہور امام الزمان کا یہی زمانہ ہے غیر اقوام کی تحریریں بھی اسکے موافق درج کی گئی ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیر مسلم اقوام بھی امام کی آمد کا یقین رکھتی ہیں مسلمانوں کے سب فرقے حضرت امام مہدی کی آمد کا یقین رکھتے ہیں کوئی کہتا ہے وہ پیدا ہونگے کسی کا عقیدہ ہے وہ موجود ہیں

مگر پوشیدہ رہتے ہیں اور اب انکے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔ مگر آمد اور ظہور پر سب کا اتفاق ہے اسواسطے میں دنیا بھر کے اسلامی تاجداروں اور علماء و مشائخ و مجتہدین و سیاسی لیڈروں کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ حضرت امام کے خیر مقدم کے لیے تیار ہو جائیں۔ تیاری قتل و جہاد کی نہیں بلکہ حضرت امام کے قبول کرنے اور انکی برکات سے فیضیاب ہونے کی کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ شیطان آمد امام کے بعد لوگوں کو بہکائے گا اور طرح طرح کے مغالطے ڈالے گا تاکہ خلقت اطاعت امام کی سعادت سے محروم رہ جائے مگر حدیثوں میں آچکا ہے کہ کچھ ایسے شقاوت مآب لوگ بھی ہونگے جو حضرت امام کا انکار کرینگے اور انکے فیض عام سے محروم رہینگے آخری فقروں سے مجھے بھی اتفاق ہے اسلیے میں صدق دل سے چاہتا ہوں کہ مسلمانان چین مسلمانان روس مسلمانان افریقہ مسلمانان ایران و تاتار و عرب و شام و عراق اور مسلمانان افغانستان و ہندوستان کو مجموعی طور سے دعوت دوں کہ

امامُ الزّمان آچکا

مبارک ہو وے جو اسکے قدموں پر سر عقیدت رکھتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔ مبارک وے جو اسکے ہو کر دنیا میں رہتے ہیں کیونکہ جو اسکے نہیں وہ خدا کے بھی نہیں۔ مبارک وے جو آنیوالے کو پہچانتے ہیں اور اسے سچا جانتے ہیں جھوٹا نہیں مگر دولت کے دنیا و آخرۃ میں سکھ پائیں گے۔ اخیر میں پورے یقین کے ساتھ میں مشرق و مغرب کے لوگوں کو (جو امام الزمان یا دنیا کے نجات دہندہ کا انتظار کر رہے ہیں) ڈنکے کی چوٹ سُنانا چاہتا ہوں کہ جیسے ۱۳۲۵ھ گذر گیا اور تمہارا موعود نہیں آیا، اسی طرح ۱۳۵۰ھ بھی گذر جائیگا اور وہ مزعومہ موعود نہیں آئیگا اور میں خدا کی قسم کھا کر اے حقیقت منتظرہ کے شیدائیو تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ۱۹۳۲ء کو بھی نہ کوئی آسمان سے اُتریگا نہ کوئی غار سے نکلیگا بلکہ یہ صدی گزر جائیگی اور کوئی نہیں آئیگا اسلیے کہ آنیوالا تھا ہی کوئی نہیں بلکہ اسلیے کہ آنیوالا آچکا پس کیوں انتظار کی زحمت شدید برداشت کر رہے ہو اور عبث میں پریشان ہوتے ہو

وہ محبوب تو ہماری دہلیز پہ ہے پس ہم آسمان کی راہ کیوں تکیں ؛ اور خود تمہارا قائم مقام تمہارا دعی لکھتا ہے انتظار کا وقت ختم ہو گیا۔ ظہور کا وقت آگیا۔ پس اب بارہ سال تک انتظار کیسا؟

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

حدیث نزول ابن مریم کے تمام الفاظ کی تشریح کر کے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے اور کتب سلف کے مستند حوالجات جمع کر دیے گئے ہیں۔ قیمت ۸ سو نسخہ سے منگوایئے

حمد باری

الٰہی اے خالق کون و مکاں
حمد کے قابل نہیں میری زباں

شکر تیرا کس زباں سے ہو ادا
اے کریم و کارساز و مہرباں

ہم ضعیف و عاجز و لاچار ہیں
تو قوی قادر توانا رازداں

ہم سراپا عاصی و تقصیر وار
تو ہے غفار و رحیم و نکتہ داں

تجھسے پوشیدہ نہیں ہے کوئی بات
تو ہے علام و خبیر و غیب داں

کون ہے جسکو نہیں تیری طلب
سب کا تو مطلوب ہے جانِ جہاں

کون ہے تیرے سوا فریادرس
تیرا در ہم چھوڑکر جائیں کہاں

درد دل کس سے کہیں اے کبریا
کون سنتا ہے ہماری داستاں

دور ہوکر پھر بھی تو نزدیک ہے
ذات ہے تیری مکین و لامکاں

ایک آہ آتشیں کھینچوں اگر
جلکے خاکستر ابھی ہو آسماں

عجیب و غریب مرہم المعروف بہ

مرہم عیسیٰ یا مرہم حواریینؑ

یہ مرہم ایک بزرگ نبی مسیح علیہ السلام کی یادگار ہے جو ہر قسم کے زخموں۔ جراحتوں۔ چوٹوں۔ جلدی بیماریوں۔ اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے۔ پھنسیوں۔ ناسوروں۔ ورموں۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون۔ گھاؤ۔ گنج۔ خارش۔ بواسیر۔ جانوروں کے کاٹ لینے۔ جلجانے وغیرہ کے لیے خصوصیت سے شفابخش اور لاثانی علاج ہے

قیمت فی ڈبیہ خورد ۱۲/ ڈبیہ متوسط عہ ڈبیہ کلاں عــہ۔ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتا

مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان دارالامن والامان

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ صاحب فیوڈ ٹیری چیف۔ بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کے روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل اچھی ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دی رہی تھی اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے رفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی۔ **قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸؍ محصول ڈاک شیشی کلاں ۱۰؍ محصول ڈاک شیشی خورد ۵؍**

Digitized by Khilafat Library

سبیلائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بےمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑھوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے عورتوں کے پیٹ یا رحم میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے۔

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ پچکاری کا پچ ۴؍ محصول ڈاک ۱۰؍ اور ۸؍

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک ہی خوراک سے جاتی رہتی ہے اوٹی۔ دست اور پیچش کے لیے بھی نہایت مفید ہے ڈاکٹر ایس کے برمن نے انگلینڈ کے نامی دوا خانہ سے منگوایا ہے اور اسلیئے دیگر قیمتی کلوروڈائن سے کہیں بہتر اور مفید ہے قیمت فی شیشی ۸؍ محصول ڈاک ۵؍ ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپیہ (للعہ) محصول ڈاک چار آنہ (۴؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ قادیان سے شائع ہوتا ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

[illegible]

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکملؔ

جلد ۱۵ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ ہجری | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

بنی نوع انسان کیلئے کامل ہدایت کی ضرورۃ	۱ - ۱۰	چودھری ظہور حسین صاحب شملہ۔
دیانندی اپدیش ویدک تعلیم عالمگیر نہیں۔	۱۱ - ۱۶	منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر۔
ولکل امۃ اجل.........	۱۶ - ۱۹	جناب شمس مولوی فاضل سکھوانی۔
کیا نبی کے لیے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری ہے۔	۲۰ - ۲۳	” ” ” ” ”
سید ہو کر مرزائی......	۲۴ - ۳۰	سید صادق حسین صاحب اٹاوی
حل الاشکال کا جواب	۳۱ - ۳۳	شیخ عبد الخالق صاحب (تالیف)
ممتاز الافاضل سے دو دو باتیں	۳۴ - ۳۶	منشی خادم حسین صاحب خادم

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے عہ | غیر مالک سے عہ طلبہ سے عہ

تشحیذ کی جلد ۱۵ کا اختتام

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ محض اُسکے فضل و کرم سے تشحیذ کی جلد ۱۵ ختم ہوئی۔ رسالہ کا حجم چالیس صفحہ مقرر ہے مگر اس سال کئی نمبر مقررہ حجم سے زیادہ دیے گئے ہیں۔ حتی الوسع کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے اور مضامین ایسے جو مستقل تصنیف کا حکم رکھیں اور مناظرات و وسعت معلومات میں کام آئیں ہر ایک رسالہ ٹھیک ۵ تاریخ کو ڈاکخانہ سے روانہ کر دیا گیا۔ یہاں تک تو ہمارا کام تھا اب اسکی توسیع اشاعت یہ ہمارے احباب کرام کا فرض تھا۔ اور ہے۔ اس سال کا خرچ آمد سے قریباً دو سو روپیہ کم ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے احباب جماعت احمدیہ خریدار مہیا کریں۔ ورنہ کس طرح رسالہ چل سکتا ہے جلسہ پر آنے والے دوست ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور اپنے ساتھ نہ صرف اپنے ذمہ کا بقایا اور ۲۱ء کی پیشگی قیمت لاویں۔ بلکہ ایک ایک خریدار بھی دیں جب تک ۴۰۰ خریدار نہ بڑھینگے رسالہ سلف سپورٹ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنا خرچ آپ نہیں نکال سکے گا ✦ کیا میں امید رکھوں کہ دوست تشحیذ کی امداد کا خصوصیت سے خیال رکھیں گے اور جلسہ تک یہ نقصان پورا کر دیں گے جو خریداروں کی کمی کی وجہ سے تشحیذ کو اُٹھانا پڑا ہے ✦

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول ابن مریم کی پوری پوری تشریح ہے اور تمام معتبر کتب سابقہ سے ایسے حوالے جمع کر دیے گئے ہیں جو کارآمد ہیں ۴۶ صفحہ پر ختم ہوا ہے کاغذ نہایت عمدہ لگایا گیا ہے اور لکھوائی و چھپوائی بڑی احتیاط سے ہوئی ہے اس کی قیمت ۸/ مقرر کی تھی مگر اب ۱۵/ جنوری تک یہ رسالہ صرف ۴/ میں دیا جائے گا۔ احمدیت کے متعلق تمام مسائل کا حل اس میں ملے گا۔ اور مسئلہ نزول مسیح خوب صاف کر دیا گیا ہے نہ صرف اپنی وسعت معلومات کے لیے بلکہ دوسروں میں تبلیغ کے لیے یہ رسالہ نہایت مفید ہے احباب جلد منگوالیں ✦

منیجر تشحیذ قادیان سے ملے گا۔

کرمخانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۰ء

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۝

بنی نوع انسان کے لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب و غریب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور اس میں ایک عجیب راز پنہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک مسلمہ حق اور مسلّم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جنپر ہم بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اسپر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو اُن کی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ "لَقِنَ" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ
بنی نوع انسان کے
لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں to bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور یہ ایک عجیب راز نہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک متفق اور مسلّم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جنپر ہم نعم ماقیل کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اسپر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو ان کی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ۔ "لفظ" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بھی "باہر کھینکنے" کے ہیں۔ آجکل کے متعلمین کا یہ گروہ جو ایجوکیشن کا صرف یہی مطلب سمجھتا ہے کہ چند کتابیں کسی مضمون کی رٹ کر اپنے دل میں جمع کر لی جائیں وہ تعلیم کے مفہوم اصلی و غرض حقیقی سے ناآشنا محض ہے کیونکہ ایجوکیشن تو اندر سے باہر نکالنے کا نام ہے نہ کہ باہر سے کچھ اندر داخل کرنا۔

الغرض کسیکی تحریر سے خوش ہونا یا کسیکی تقریر سے محظوظ ہونا یا کسیکی گفتگو کو پسند کرنا وغیرہ وغیرہ تمام اس واقعہ کی تصدیق پر دال ہیں کہ تمام انسانوں کی فطرت یا نیچر یا دل ایک ہی اصل پر ہے اور جو کچھ کسی ایک دل میں موجود ہے دوسرے میں بھی موجود ہے عام اس سے کہ کوئی اس سے آگاہ ہو یا نہ ہو یا کوئی اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت رکھے یا نہ رکھے کیونکہ کسی تحریر یا تقریر یا گفتگو پر نعم یا قیل کہہ اٹھنا یا اسکو پسند کرنا گویا دل سے تصدیق کرنا ہوتا ہے اور دل اسی کی تصدیق کرتا ہے جو اس کا عزیز ہو یعنی جو اس کا اپنا ہو اس کے نفس کے اندر موجود ہو۔

عربی زبان کا لفظ تعلیم یا علم اس سے بھی کہیں بڑھ کر پر حکمت معانی اپنے اندر رکھتا ہے اسکے معنے ہیں جاننا۔ بعض اس سے مراد لیتے ہیں اپنے آپکو جاننا یعنی اپنے دل یا نیچر کی حقیقت کو معلوم کرنا اور بعض کے نزدیک علم کے معنے ہیں خدا کو جاننا۔ میرے خیال میں یہ دونو معنے ایکدوسرے کے مخالف نہیں دونو کا مقصد یا مدعا ایک ہی ہے اور اس بات کو عربی زبان کا ایک اور محاورہ واضح کر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جو اپنے نفس کو معلوم کرلے وہ اپنے رب کو معلوم کرلے گا۔ یہ ایک دقیق نکتۂ معرفت ہے جسکو اہل بصیرت نے معلوم کیا ہے اور اس راز سربستہ کو محققین اور ماہرین علم القلوب نے کھولا ہے جب انھوں نے گردن جھکا کر اپنے دلوں کو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا۔ اور وہ جنکی خوردبین بصیرۃ کے شیشے اور بھی صفا Magnifying (چھوٹی اشیاء کو بڑا دکھانیوالے) ہیں انھوں نے تو اس جز میں کل کا تماشا دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎ وتزعم انک جرم صغیر و فیک انطوی العالم الاکبر۔ انسان کل مخلوقات کا خلاصہ ہے اسمیں وہ تمام قویٰ و خواص و استعدادات پائی جاتی ہیں جو کل کائنات کے مختلف درجوں اور حالتوں میں علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔ یہ انسانی جسم یا یہ چلتا پھرتا انسان تمام دنیا کا عطر اور روح ہے اس عالم صغیر میں سارا عالم کبیر مقید ہے۔ انسانی جسم ایک ایسا محل یا ایک ایسا شہر ہے جسمیں ہزاروں نہیں لاکھوں کمرے

اور کوٹھڑیاں ہیں۔ انسانی ہستی اور پیدایش کا علم سائنس اُسکی ابتدائی حالت سے شروع ہوتا ہے جبکہ
یہ قصر عنصری صرف ایک ہی خانہ تھا اور اب موجودہ سائنس جو انسانی پیدایش اور اُسکی ترقی کے
متعلق ہے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ عالم نباتات معمولی کائی جڑی بوٹی سے لیکر چیل اور دیودار کے درخت
تک اور عالم حیوانات آبی جانور گھونگا اور دیگر چھوٹی چھوٹی مچھلیوں سے لیکر شارک اور وہیل مچھلی تک
اور درندوں میں شیر چیتہ وغیرہ سے لیکر بندر تک اور اخیر میں انسان ان تمام کی ابتدائی حالت اور
پیدایش کی اصل میں ایک زبردست مشابہت پائی جاتی ہے۔ انسانی پیدایش کی مدت پیٹ
کے اندر بظاہر تو نو ماہ سے زیادہ نہیں مگر اہل علم کو انہی چند مہینوں میں بیشمار صدیوں اور ہزاروں کی محنت
اور ترقی نظر آتی ہے وہ ان چند ہفتوں میں دنیا کی ساری تاریخ جب سے اسمیں زندگی شروع ہوئی ہے
پڑھ لیتے ہیں۔ انسانی بناوٹ بطن مادر میں انسانی شکل سے شروع نہیں ہوتی بلکہ یہ حیوانی حالت سے
جنین کی مختلف حالتوں پر غور اور اسمیں تحقیق کرنے والوں نے تو دنیا کو یہ کہکر حیران کر دیا ہے کہ
دنیا کے ایک ایک ذرہ میں زندگی ہے۔ یہ زندگی موجودہ مختلف جانداروں کی جنین میں مشاہدہ ہو سکتی
ہے تو گویا انسانی جسم خاکی کی پیدایش کی ابتدا صرف اس سے معاً چھوٹے درجہ کے حیوان کی حالت
جنین سے ہی مشابہ نہیں بلکہ انسانی جنین کی تدریجی حالتوں میں ایک بدیہی و عملی اور مادی تاریخ ساری
جاندار دنیا کی مطالعہ ہو سکتی ہے۔ انسانی جنین کی مختلف حالتیں دنیا کی تاریخ طبعی کے ہر ایک جدا گانہ
باب اور فصلوں کا خلاصہ اور اختصار ہیں۔ صحیفۂ قدرت کے مختلف اجسام کی نشو و نما کے عملیات
جو ہزارہا سال میں تکمیل کو پہنچے تھے یہاں وہ اجمالاً اختصاراً اور خلاصتہً ہفتوں میں مکمل ہوتے ہیں۔
یوں سمجھو کہ انسانی جنین ایک تھیٹر ہے جسمیں ہزارہا ایکٹر اپنے گوناں گوں اور عجیب و غریب کیرکٹر
ظاہر کرتے ہیں مگر ہر ایک ایکٹر جب سٹیج پہ واپس جاتا ہے تو اپنی کیرکٹر کی ایک تدریجی اور دوج رواں
یادگار یا اپنا سارا لب لباب یا عطر عطیہ منجمد حالت میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور یہ وہ چیز ہوتی ہے جو اسکی نسل کی
پچھلی گزشتہ تمام زندگی کی ترقی میں کمی کی نشانی مثل ہڈی انتڑی رگ یا دانت وغیرہ جو کہ اس نے اپنی نسل سے ورثہ میں لی
تھی سب جمع ہونیکے بعد بھی بچہ کا صرف نقشہ نیلا ہوتا ہے جس میں کچھ لکیریں سی دکھائی دیتی ہیں ابھی وہ مٹی کا
ایک ڈھیلا سا ہی ہوتا ہے مگر کوئی چھپا ہوا کمہار اُس مٹی کو شکل اور رنگ دیتا رہتا ہے اور اس خفیہ خالق
باری اور مصور کی اس جادوگری کو کوئی دریافت نہیں کر سکتا +

تمام انبیاء شروع سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اُسی نے مختلف قسم کی مٹی کو اکٹھا کیا اُسکو درست کیا اور اسمیں نفخ روح کی اور زندگی بخشی ہے گویا مردہ مٹی میں جان ڈالتا ہے اسی طرح شعراء نے بھی جنکی بصارت کے ساتھ چشم بصیرت بھی کھلی ہے صحیفہ قدرت کو دیکھ کر یہی کہا کہ اسمیں جسم کم ہے روح زیادہ ہے انکی نظر تعمق سطح پر ہی نہیں رہی بلکہ اُسکے پیچھے انھوں نے ایک مخفی ہاتھ کو دیکھا اور اُسکی پوشیدہ طاقت کا احساس کیا جو کہ اس ظاہری کل کی روح رواں ہے اور اب سائنس علم الابدان نے بھی آکر اسی کی تصدیق کی بلکہ اس نے اس ساری قدرت کی صوری حالت کا مشاہدہ کر کے اسکو معنوی جلا دی اور جو کچھ کسی نبی نے کہا اور شاعر نے دیکھا اور سائنس نے ثابت کیا سب ایکدوسرے کے مصدق نکلے اور ہمیشہ مصدق رہیںگے کیونکہ الہام الٰہی اور عقل سلیم اور علم صحیح کبھی ایکدوسرے کے مخالف و متبائن نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں انسان سے بڑھکر کوئی برتر اور اعلیٰ مخلوق نہیں۔ شروع دنیا سے خالق حقیقی نے جو اس دار الاسباب دنیا میں خالقیت کے سامان مہیا کئے تو اس سارے تردد کا مقصد اعلیٰ انسان کی پیدائش تھا کُل کائنات کا مرکز یہ دنیا ہے اور اس دنیا کا مرکز حضرت انسان ہے۔ حیوانی ارتقاء کے درخت کی یہ چوٹی اور آخری پھل ہے بلکہ درخت کی مثال سے بڑھکر اس حیوانی ارتقاء کو ایک ایسے مندر کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں جسکے بہت سے مینار ہوں مگر جب سب تیار ہو چکے تو کسیکو اور اوپر نہیں بڑھا سکتے اور ان سب کا درمیانی اور مرکزی مینار انسان کا ہے جو بلند ترین ہے، اس سب سے اونچے انسانی مینار پر کھڑے ہو کر ہم سب مندر و بنا کا نظارہ کر سکتے ہیں اور دیکھ کر اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دوسرے حیوانی مینار اسی کے سہارہ کیلیے بنائے گئے ہیں۔ یعنی عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات سب انسان کیخاطر بنائے گئے ہیں مگر یہ سب ایک ہی اصل کی شاخیں ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات اور کل کائنات کی ایجاد کی غرض اور باعث ہے اسکی نیچر کل دنیا کی نیچر ہے اگر یہ اپنے نیچر کے مطابق اعمال بجا لاتا ہے اور باہر کے نیچر کو اپنی حکومت میں کر لیتا ہے تو در اصل یہی عالم صغیر عالم کبیر ہے اور عالم کبیر عالم صغیر کے حکم میں ہوتا ہے۔

خالقیت کی اگر ساری مختلف حالتوں عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات اور انسان انکے اندر بتدریجی ترقیات اور خلقی مدارج پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک ہی سلسلہ کے مختلف

کھنڈرے اور حلقے ہیں اور یہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں سب میں ایک ہی طاقت ایک ہی ہاتھ ایک ہی قانون اور ایک ہی انتظام دکھائی دیتا ہے۔ لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس موجودات کا خالق اور احکم الحاکمین ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے اُسی نے اسکو پیدا کیا پھر اسمیں انتظام کیا۔ آرام بخشا۔ اور خوبصورتی عطا کی۔ هو الله الذی لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون۔ هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنى ٭

اس لمبی بحث کی ساری غرض یہ ہے کہ اول تو تمام انسانوں کی نیچر و فطرۃ ایک ہے اور دوسرے انسانی نیچر اور باہر کی نیچر یعنی صحیفۂ قدرۃ میں کوئی اختلاف نہیں دونوں میں اشد درجہ کی مشابہت اور مطابقت ہے۔ باہر کی نیچر یعنی سلسلۂ جسمانی یا صحیفۂ قدرۃ میں فرمانبرداری اور قوانین کی پیروی پائی جاتی ہے سب کچھ ایک ہی سلک میں منسلک ہے اور یہ سارا سلسلہ ایک خالق حقیقی پر ختم ہوتا ہے والی ربك المنتهى۔ اور رب کا خالق ہونا ضروری ہے کیونکہ خالق سے بڑھکر کوئی علیم خبیر اور بغیر علم اتم و اکمل کے ربوبیت باحسن الوجوہ نہیں ہو سکتی۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کیونکہ نفس پر غور کرنے سے خالق کا پتا لگا اور وہی رب بھی ثابت ہوا۔ اب جبکہ دونوں نیچروں میں مطابقت ثابت ہو گئی تو معاً نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دنیا میں انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ باہر کی نیچر میں ہم فرمانبرداری قوانین کی تابعداری اور بہیئت مجموعی اشد درجہ کی ہمواری یا harmony پاتے ہیں تو معاً یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اگر اس نیچر کی پیروی کریں اور اسکے مطابق زندگی بسر کریں تو ہمیں بھی ایسا آرام اور سکھ نصیب ہو اور ہمارے تفکرات و غم اور طرح طرح کی تشویش دور ہو۔ اور یہ بالکل سچ ہے اور بڑے بڑے دانا اور عقلاء بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان نیچر کے مطابق زندگی بسر کرے تو سکھ پا سکتا ہے لیکن باہر کی نیچر اور انسانی نیچر یا سلسلۂ جسمانی اور سلسلۂ روحانی یا صحیفۂ قدرۃ اور قلب انسانی در اصل ایک ہی ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ جب دونوں نیچریں ایک ہیں اور ایک ہی درخت کائنات کی شاخیں ہیں یا ایک ہی مندر کے مینار ہیں تو کیا وجہ کہ باہر کی نیچر میں تو
چین صلح آشتی اور آرام و اطمینان پایا جاتا ہے لیکن انسان طرح طرح کے مخمصوں اور بکھیڑوں میں

الجھا رہے ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انسان فاعل مختار پیدا کیا گیا ہے یہ صاحب ارادہ ہستی ہے اسکی مختلف حالات مختلف ممالک اور مختلف آب و ہوا میں تربیت ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں اسپر اثر کرتی ہیں اس طرح یہ اپنی ایک عادت پیدا کر لیتا ہے اور یہ عادت راسخ ہو کر سیکنڈ نیچر یعنی طبیعتِ ثانی بنجاتی ہے اسطرح انسان اپنی اصل فطرۃ اور نیچر کو بھول جاتا ہے اور عادت کا پابند ہو جاتا ہے اور اسی طرح حقیقی خوشی درِ راحت اور آرام کو مفقود کر بیٹھتا ہے ۔

عربی زبان میں لفظ اِثم اس امر پر خوب روشنی ڈالتا ہے اَلْاِثْمُ یعنی گناہ کی تعریف یہی ہے کہ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ یعنی جو تیرے سینہ میں کھلبلی یا گڑبڑ پیدا کرے یا جو تیری اصلی فطرۃ اور نیچر کے خلاف ہو۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک ہموار سطح تالاب میں روڑا پھینکا جاوے تو اسمیں تلاطم اور لہریں اٹھتی ہیں اور مدوّر شکل میں تالاب کے ہر ایک کونہ کی طرف دوڑتی ہیں اور کنارہ کے خلاف ٹکراتی ہیں اور علی قدر مراتب اسمیں سے کچھ مٹی کھرچ ڈالتی ہیں اسطرح نقصان پہنچاتی ہیں ۔ دل کی حالت بھی ایسے ہی تالاب کی مانند ہے جسمیں گناہ کا روڑا گرتا ہے اور چین کے کچھ حصہ کو بہا لیجاتا ہے ۔ الغرض نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی اصلی مقصود انسان کا ہے اسی میں اسکے لیے آرام و راحت اور تسکین و اطمینان اور بالآخر یعنی حیات بعد الموت میں بہشت و رضوان ہے ۔ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے سے دنیا میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا سارٹیفکٹ اور آخرۃ میں جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کا پاس پورٹ ملتا ہے ۔ علیٰ ہذا القیاس نیچر کی خلاف ورزی کرنا جو کہ اثم یعنی گناہ ہے اس جہان میں عذاب الیم اور آگے چلکر النار و الجحیم کے بئس المصیر کا وارث بناتا ہے جسمیں کہ لَا يَمُوْتُ وَلَا يَحْيٰى کی موت سے گزرنا ہوگا ۔

اب ایک امر تصفیہ طلب رہ گیا ہے وہ یہ کہ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے کے کیا معنے ہیں وہ کونسا طریقہ اور راستہ ہے یا بالفاظ دیگر وہ کونسا مذہب و شریعت ہے جسپر چلنا نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہلائیگا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں مذاہب طریقے اور روشیں رائج ہیں اور ہر ایک کا یہی دعوی ہے کہ اس خاص مذہب یا طریقہ پر چلکر ابدی سکھ اور نجات ملتی ہے اب نجات کا طالب کس طرف ہو اسکے لیے بڑی مشکل آپڑی ہے کیونکہ دنیا میں تو طرق و فرق کا طوفان بے تمیزی برپا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ آپس میں سخت اختلاف ۔ جو ایک گروہ اصول اور قواعد

پیش کرتا ہے تو دوسرے کی عادت یا فطرت اس سے تنفّر ظاہر کرتی ہے۔ ایک بُت پرستی کے ذریعہ نجات سمجھتا ہے تو دوسرا مخلوق پرستی کو اور تیسرا انسان پرستی کو۔ اور مشکل یہ ہے کہ کہتے تینوں ہیں کہ ہم اپنی نیچر کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ شہر بٹالہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایکدفعہ ایک انگلش لیڈی عیسائی مشنری نے سارے شہر میں اشتہارات تقسیم کرکے لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ انکو وعظ سُنائے اور نجات کا راستہ بتائے لیکچر میں اسنے بڑے دلی درد اور رقت کے ساتھ رو رو کر ذکر کیا کہ انسان گناہ سے خود بخود بچ نہیں سکتا صرف خداوند یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لاکر بخشا جاسکتا ہے اور سارا لیکچر اُس نے ایسے بھرے ہوئے دل سے ادا کیا کہ جس سے نتیجہ نکلتا تھا کہ اسکی اصلی فطرت یا نیچر اسکی گواہی دے رہی ہے کہ اس طریقہ نجات کے سوا وہ کوئی اور راستہ پسند کر ہی نہیں سکتی۔ اسیطرح قریباً سب مذاہب والے اپنے اپنے خیالات کیمطابق اپنی اپنی روش کو نیچر صحیحہ کے مطابق گردانتے ہیں مگر ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ سب فطرت صحیحہ کے پیرو ہوں کیونکہ فطرۃ یا نیچر انسانی تو ایک ہی ہے اسمیں اختلاف تو ہو نہیں سکتا۔ آخر اسکا سبب معلوم ہو جاتا ہے جب ہم نیچر اور عادت یعنی سیکنڈ نیچر یا طبیعت ثانی جو کسی خاص حالت کے ماتحت زندگی بسر کرنے سے پیدا ہوتی ہے میں فرق معلوم کر لیتے ہیں اور اس سارے جھگڑے کا فیصلہ کرنیکے لیے لازماً ماننا پڑتا ہے کہ وہ مذہب یا شریعت جسکی پیروی میں نجات یا آرام وابستہ ہے وہ ایک ہی ہستی کی طرف سے نازل ہونی چاہیے جو ہم سب کے اوپر برتر مقام پر ہے اور ہمارے حالات سے بخوبی واقف ہے ہماری نیچر کی فاطر یعنی خالق ہے اور اختلاف عادات اور اختلاط فطرت وعادات ہمیں مجبوراً اسطرف لے آتے ہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیے یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنیکے قوانین ایسی ہستی کیطرف سے مرحمت ہونے چاہئیں جو خالق اور رب اور علیم اور فاطر السمٰوات والارض ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ خدا جو ہماری نیچر اور صحیفہ قدرت کا فاطر یعنی خالق ہے وہی ہماری رہبری کرے تو ہم اپنی نیچر صحیحہ کو معلوم کر سکتے ہیں اور اسی کی طرف سے ایک شریعت یا مذہب کا نزول ہونا چاہیئے جو ہماری سوئی ہوئی فطرۃ کو جگا دے اور ہمارے نفس کو اچھی طرح ہم پر منکشف کر دے۔ دوسرے لفظوں میں وہ شریعت جو ہمارے نفسوں کی پوری پوری معرفت ہم کو بخشے اور ہمارا تزکیہ نفس بوجہ احسن کرے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے

الغرض ہم اپنے خالق کو بھی پہچان لیں گے اور خدا سے جا ملیں گے اور یہی ہوگا جسے نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہتے ہیں۔

اب اس سے بوضاحت ثابت ہوگیا کہ ہماری زندگی کی شریعت یا مذہب یا دستور کے لیے یہ **دو ضروری شرائط** ہونی چاہییں کہ **اوّل** تو وہ آسمانی یعنی الہامی ہو اور دوسرے وہ ہماری فطرت خوابیدہ کو جگانے والی ہو اور جیسا کہ میں پہلی ایجوکیشن اور تعلیم کے لفظ سے ثابت کرآیا ہوں **وہ تعلیم ایسی ہونی چاہیئے** کہ ہمارا دل اسکو پڑھ کر از خود نعرہ تکبیر کہہ اُٹھے وہی یقیناً ہمارے لیے قابل عملدرآمد ہوگی۔

اب طالب نجات کے واسطے راستہ صاف ہوگیا وہ فوراً معلوم کرسکتا ہے کہ قابل عملدرآمد **شریعت کونسی ہے** اور وہ سارے انبار میں سے فوراً معلوم کرسکتا ہے اور چن سکتا ہے اور چننے میں بھی اُسے یہ تکلیف نہ ہوگی کہ وہ ہر ایک کتاب یا شریعت پر علیحدہ علیحدہ عمل کرکے دیکھے اور معلوم کرے کہ کونسی تعلیم نیچر کے مطابق ہے اور کونسی اسکے خلاف بلکہ امتیازی نشانات مذکورہ بالا کو اُن میں تلاش کریگا جو کتاب اول یہ دعویٰ کرے کہ وہ الہامی ہے تنزیل العزیز الرحیم ہے اور دوسرے یہ کہ وہ الذکر یعنی یاددہانی یا بیدار کنندہ فطرۃ خوابیدہ ہے طالب نجات فوراً اسکے جوئے کے نیچے گردن رکھدیگا اور اُن قوانین کا فرمانبردار اور مسلمان بنجائے گا۔

میں طالب نجات کو یہ خوشخبری اور بشارت سناتا ہوں کہ سب کتابوں سے سوائے قرآن کریم اور فرقان حمید کے کسی کا ایسا دعویٰ نہیں کہ وہ تنزیل (الہامی) اور الذکر یعنی reminder ہے صرف یہی ایک صحیفہ حقہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ یعنی یہ کتاب الذکر بھی ہے اور تنزیل بھی

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ قرآن تو قریباً سب کتابوں سے پیچھے نازل ہوا ہے کیا اسکے نزول تک خدا نے مخلوق کو یونہی چھوڑ دیا تھا اُسوقت اُسکی رحمانیت نے جوش کیوں

تارا اور اب آخر زمانہ میں کیوں قرآن کو اسی دعوے کے ساتھ نازل کر دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن جو الذکر ہونیکا دعویٰ کرتا ہے تو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بھی تو کہتا ہے یعنی پہلی تعلیموں کا مصدق ہے اور مانتا ہے کہ ان میں بھی الہامی تعلیم تھی۔ وہ توراۃ و انجیل کا مصدق ہے اور اسنے دیگر کتب سماویہ جو اور قوموں میں نازل ہوئیں انکی بھی لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کہکر تصدیق کر دی مگر وہ تعلیمیں مختص بالقوم یا مختص بالملک اور مختص بالوقت تھیں کیونکہ ذرائع آمد و رفت کی قلت اس امر کی مانع تھی کہ سب دنیا کے لیے ایک ہی کتاب شریعت نازل ہو مگر قرآن آخر زمانہ میں خاتم الکتب ہو کر آیا یعنی گزشتہ تعلیمات صحیحہ صادقہ جیدہ کا جامع جسپر فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ نص صریح شاہد ناطق ہے اور چونکہ قرآن تمام دنیا کے لیے شریعت لایا ہے اسلیے اسمیں بالبداہت اَلذِّکْر ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے اور حالانکہ اسکے نزول کیوقت ذرائع اور ممالک شتّٰی کے میل جول کے اسباب بظاہر نہ ہوئے تھے مگر اس کا کل دنیا کے لیے اَلذِّکْر ہونے کا دعویٰ کرنا ایک پیشگوئی تھی کہ اب وہ ذرائع پیدا ہونے شروع ہو جائینگے اور آئندہ کچھ دیر کے بعد دنیا ایک ہو جائیگی ریلیں جاری ہونگی سمندر اور ہوائی جہازوں کی بہتات ہوگی مطابع پھیل جائینگے اور یہ سب کچھ اسلیے ہوگا کہ اس پاک اور مکمل شریعت و ہدایت کی تکمیلِ اشاعت ہوگی۔ پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہوگا کہ وہ کتاب دنیا میں نازل کسطرح ہو۔ اسکے لیے بھی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ کتاب انسانی نیچر کو واضح کرنیوالی ہوگی اور انسانی نیچر کو جگانیوالی ہوگی اسلیے اُسکا نزول بھی صحیفۂ قدرت یا نیچر بیرونی یا سلسلہ جسمانی کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ انسانی نیچر یا سلسلہ روحانی باہر کی نیچر کے عین مطابق ہے

صحیفۂ قدرت جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مختلف مدارج ترقیات اور حالات اور تبدلات کی ایک زنجیر ہے کل کی کل کائنات اور اُسکی حفاظت علت و معلول سبب و مسبب اور تاثیرات و متاثرات کا ایک سلسلہ ہے یعنی کل دنیا دارالاسباب ہے۔ ہمارے کانوں تک آواز پہنچنے کے لیے ہوا کی ضرورت ہے اگر ہوا نہ ہو تو کان بیکار ہیں۔ علیٰ ہذا اگر روشنی نہ ہو تو آنکھ بیکار ہے اسی طرح جمادات نباتات کی زندگی کی علت ہے نباتات اور جمادات دواو حیوانات کی بقا کا سبب ہیں اور یہ سب کچھ

حضرت انسان کی زندگی کی ضروریات ہیں۔ الغرض اسیطرح انسان اور اسکے خالق حقیقی یعنی خدا کے درمیان بھی ایک زنجیر ہونی چاہیئے اور یہ زنجیر انسان کی روحانیت کے بیشمار درجوں اور فرشتوں کی ہستی کے حلقوں سے بنی ہے اور اسکے شاہد اور مصدق ایک نہیں دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں ہوئے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ایسے کہ انکی ساری زندگی پاک اور دیانت و امانت میں گزری ہے انکی سچائی کی گواہی بڑی بڑی قوموں نے دی ہے جنکے سامنے وہ زندگی بسر کر گئے ہیں اور مزید برآں لطف یہ کہ وہ باوجودیکہ ایک ہی زمانہ میں نہیں ہوئے بلکہ مختلف وقتوں اور مختلف ملکوں میں پیدا ہوئے تمام کی گواہی ایک ہی ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان فرشتوں کی بھی ایک ہستی ہے جب روح انسانی ترقی کرتے کرتے اسقدر لطیف ہو جاتی ہے کہ دنیا کا کلکوتی گند اور کثافت اسمیں باقی نہیں رہتی تو اس لطیف ہستی یعنی ملائکہ کا مشاہدہ کر سکتی ہے اور اسطرح انسان خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کر سکتا ہے کیونکہ ملائکہ کے ذریعہ خدا اپنا کلام اسپر القا کرتا ہے اسطرح الہامی کتاب کے نبی کے ساتھ ہو ملائکہ پر ایمان لانا بھی فرض ٹھہرا اور وجود نبی پر ایمان لانا بھی عین لازمی قرار پایا۔ قرآن پاک میں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی اللہ پر ایمان لانیکے لیے یہ ضروری اور اشد ضروری ہے کہ ملائکہ کتب اور رسل پر ایمان لایا جائے اور یہ ایمان رسول ہی شروع ہوتا ہی اور اسی پر ختم ہوتا ہے بغیر رسول کو ماننے اور اسکی سچائی کو پرکھنے اور اسکی تصدیق کرنے کے تم نہ کتاب کو مان سکتے ہو اور نہ فرشتوں کو جو ذریعہ نزول کتاب ہیں اور نہ ہی خدا کو مان سکتے ہو۔ خدا ایک غیب الغیب اور وراء الوراء ہستی استغناء کے تہ برتہ پردوں میں مستور ہے وہ ذات صمدانی غنی عن العالمین ہے مگر باہمہ اسکی رحمانیت جوش مارتی ہے اور اسکی ربوبیت اور کریمیت تقاضا کرتی ہے کہ انسان کو جو سب مخلوقات کا مدعا اور مقصد ہے اپنی بخشش و انعام و فضل و کرم جود و سخا و بذل و عطاء اور دیگر اسماء الحسنیٰ سے آگاہ کرے اور انکا مورد بناوے یعنی اپنے آپکو انسان پر ظاہر کرے اسلیئے وہ ایک شریعت یا ایک کتاب مستجمع جمیع قوانین جو اس تک رسائی کے لیے از بس ضروری ہیں نازل فرماتا ہے اور وہ شریعت نیچر انسانی کے عین مطابق ہوتی ہے تاکہ انسان کو اسکے نفس پر کلی آگاہ کرے اور اسکو اسکے رب کی معرفت کی توفیق عنایت کرے **خلاصہ** ہوا کہ اصل مدعا شریعت کے نزول کا خدا کی معرفت اور اسکی ذات پر ایمان لانا ہے اور یہ بغیر توسط نبی و کتاب و ملائکہ میسر نہیں آ سکتا ✤

دیانندی اُپدیش

سوامی جی کے چند اُپدیش ہم تم کو سُناتے ہیں ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ عجوبہ اک بتاتے ہیں"

معزز ناظرین! آج ہم آپ کو آریہ سماج کے بانی شری سوامی دیانند جی مہاراج کے چند اُپدیش سناتے ہیں اُمید ہے کہ آپ انکو غور اور دلچسپی سے سُنیں گے مگر قبل اسکے کہ ہم آپ کے سامنے اُن اُپدیشوں کو پیش کریں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسوقت اور اسجگہ ہماری حیثیت محض ایک ترجمان کی ہے اسلیے ہم سوامی جی کے کلام پر کسی قسم کی تنقید یا جرح قدح کرنے سے معذور و مجبور سمجھے جائیں۔ ہاں قارئین کرام کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ جسطرح اور جیسے بھی جرح یا تنقید کرنا چاہیں کریں اسکے وہ مختار ہیں اُن کے اس جائز فعل سے نہ ہمیں کوئی شکایت ہے اور نہ ہی سوامی جی کے معتقدوں کو شکوہ۔ پس اس مختصر سی عرض کے بعد سوامی جی کا پہلا اُپدیش جو اُنھوں نے ایشوری ذات و صفات کے متعلق اپنی کتاب آریہ بھونے ص۴ میں دیا ہے ذیل میں پیش کرتے ہیں

پہلا اُپدیش

اے اِندر دولتوں سے مالا مال! ہمارا ناش (صفایا) مت کر۔ یعنی اپنے سے الگ ہمکو مت گراؤ۔ ہم سے الگ آپ کبھی مت ہوں ہماری پیاری خوردنی اشیاء (بھوگوں کو) مت چُراؤ۔ ہمارے حملوں کا اسقاط مت کر۔ ہمارے کھانے وغیرہ کے لیے سونے وغیرہ کے برتنوں کو ہم سے الگ مت کر۔ اور ہمارے ہم خیال دوستوں کو نیست و نابود مت کر" الخ اسجگہ اگر کوئی دوست یہ کہے کہ اس دعا یا پرارتھنا سے تو ایشور کا چور ہونا لازم آتا ہے کیونکہ لوگ اسی شخص سے چرانے کو کہتے ہیں جسے چور سمجھتے ہیں نہ کہ ہر کہ ومہ کو۔

سو ایسے احباب سے ہماری یہی عرض ہے کہ وہ اس قسم کے اعتراضات ہمیں سُنانیکی تکلیف گوارا نفرمائیں کیونکہ ہم اس قسم کے اعتراضات کے صحیح یا غلط ہونیکی بابت اُن سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجمان کا کام صرف ترجمانی کرنا ہے نہ کہ ساتھ ہی نقادانہ روش اختیار کرنا۔

اپدیش ۲

"اے بیاہی ہوئے مرد و عورتو! تم دو نو رات کو کہاں ٹھہرے تھے؟ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمھارا وطن کہاں ہے؟ جسطرح بیوہ عورت اپنے دیور و دوسرے خاوند کے ساتھ شب باش ہوتی ہے یا جسطرح بیاہا ہوا مرد

اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لیے یکجا شب باش ہوتا ہے اسیطرح تم کہاں شب بلبش ہوئے تھے ؟" (رگوید اشٹک ۵ ادھیائے ۸ ورگ ۱۸ منتر ۲)

محولہ بالا رگوید کا منتر بقول سوامی جی مہاراج پرمیشور کا الہام اور گیان ہے اور وہی (ایشور) لوگوں سے دریافت حال کے لیے بار بار پوچھ رہا ہے کہ تم رات کہاں رہے دن کہاں بسر کیا وغیرہ اسکو سُنتے ہوئے ہمارے دوست کہیں گے کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور کی بے علمی عیاں اور آشکارا ہے مگر ہماری طرف سے اُنکو بھی دو ٹک جواب ملیگا کہ ایسی شنکا (وسوسہ) کا دفعیہ اگر منظور ہے تو سوامی جی کے پیرووں سے کر سکتے ہو ہمیں معاف ہی کیا جائے تو عنایت ہوگی

اُپدیش ۳ "اے لوگو! میں ایشور جیسے براہمن کشتری۔ ویش۔ شودر۔ اور اپنے بیوی (و) نوکر وغیرہ .... کو سکھ دینے والی (راحت بخش) چاروں ویدوں کی کلام کا اپدیش و وعظ کرتا ہوں ویسے آپ لوگ بھی اچھی طرح اپدیش کریں" (تفسیر دیانندی ہندی یجروید) دوستو! ہمیں یہ کہہ کر دق مت کرو کہ اس وید منتر سے تو ویدک ایشور کی بیوی ثابت ہوتی ہے +

چوتھا اپدیش "اے پرمیشور جس جس مقام سے آپ دنیا کے بنانے پالنے کے لیے حرکت کریں اُس اُس مقام سے ہمارا خوف دور ہو تاکہ ہم آپ کی نظر عنایت سے سب مقاموں میں بے خوف رہیں" الخ (یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۲۲)

ہمارے ایڈیٹر صاحب قبلہ بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکے فرماتے ہیں کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور محدود ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز متحرک ہوگی ضروری ہے کہ محدود ہو اور محدود تو یقیناً یقیناً حادث ہوتا ہے۔ پس حادث کیسے خدا ہو سکتا ہے اسلیے ویدک ایشور ہرگز ہرگز ایشور کہلانے کا حقدار نہیں مگر ہم ایسے اعتراضات کے جواب دینے سے قطعی قاصر ہیں ہاں ہم اپنے ملکی آریہ دوستوں سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ خدارا جسطرح بھی ہو اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے بھی ان مسئلوں کے شکوک مٹائیں ورنہ یہ اور بھی قافیہ تنگ کرنے کے درپے ہوں گے ❊

ویدک تعلیم عالمگیر نہیں

ہندوستان کی نئی بظاہر مذہبی مگر زیادہ تر پولیٹیکل تحریک یعنی آریہ سماج کے بانی مبانی شری سوامی دیانند جی مہاراج کے بہت سے بیدلیل دعاوی میں سے ایک دعوی یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ "دنیا میں اگر کوئی مت کوئی مذہب کوئی تعلیم اتر بھشٹا سار و بھوم کہ (عالمگیر) کہلانیکی مستحق اور حقدار ہو سکتی ہے تو وہ ویدک تعلیم ہے نہ اسکے سوا کوئی اور"۔ یہ ہے وہ دعوی جسے سوامی صاحب کے پیرو آج بھی نہایت دلیری اور بڑے دھڑلے سے دنیا کے آگے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلیے ذیل میں اس دعوے کی سچائی کو ویدہی کی تعلیمی کسوٹی یا محک پر رگڑ کر پرکھنے اور جانچتے ہیں جس سے کما حقہ معلوم ہو جائیگا کہ آریہ سماج اور اسکے بانی کا یہ دعوی اپنے اندر کہانتک سچائی رکھتا ہے۔ وَھُوَ ھٰذَا

"اے جگدیشور راجن! آپ ناچنے کے لیے کشتری سے برہمن میں پیدا ہوئے سوت (لڑکے) کو گانے کے لیئے۔ (اور) نٹ کو دھرم کی حفاظت کے لیے پیدا کیجیے" الخ (یجر وید تفسیر سوامی دیانند)

مذکورہ بالا حوالہ کو پڑھتے ہی ایک سلیم العقل انسان فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ کلام تو کسی علم موسیقی یا گانے و ناچ کے شوقین کا ہے نہ کہ پرمیشور کا جو راگ رلیاں منانے کا از حد شائق نظر آتا ہے اور دوسرونکو بھی اس کام پر مشغول و مصروف کرنا ضروری سمجھتا ہے تاکہ اسکا مونکو دیکھکر اسے کوئی ملزم نہ گردانے۔

اَیُّھَاالاَحبَاب! ویدوں میں اس قسم کا یہ ایک ہی منتر نہیں بلکہ اور بھی بہت سے موجود ہیں جنمیں سے اسجگہ ایک اور بھی پیش کیا جاتا ہے۔

"اے پرمیشور راجن! آپ......... بین بجانے (اور) ہاتھوں سے نادِ تر (ایک قسم کا ساز) بجانے اور تونو نامی باجے کے بجانے والے ان سبکو ناچنے کے لیے اور آنند (سرور) کے لیے (و) تالی وغیرہ بجانیوالے کو پیدا و ظاہر کیجیے" الخ (یجر وید تفسیر سوامی دیانند)

شارح وید سوامی دیانند اس لفظی ترجمہ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "لوگونکو چاہیئے کہ ہنسی اور زنا وغیرہ گناہونکو چھوڑ کر اور گانے بجانے ناچنے وغیرہ کی تعلیم کو حاصل کرکے مسرور ہو دیں"

ہم اس پاک تعلیم کی نسبت اپنے الفاظ میں کسی قسم کی رائے زنی کرتے ہوئے آریہ دوستونکو کبیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے اسلیے اسجگہ محض رشی دیانند کا مختصر سا ریمارک ہی ذیل میں نقل

کرنا کافی سمجھتے ہیں جو صاحب موصوف نے اس قسم کی تعلیم کے متعلق خود اپنی کتاب ستیارتھ میں لکھا ہے نفسانی لذتوں سے پیدا ہوئے عیبوں کا شمار سنیئے "(۱) شکار کھیلنا (۲) چوپڑ کھیلنا (۳) دن میں سونا (۴) شہوانی بات چیت یا دوسرے کی غیبت کرنا (۵) عورت کی بہت صحبت نشہ والی چیزوں یعنی شراب (۶) افیون گانجہ۔ بھنگ چرس وغیرہ کا استعمال (۷) گانا (۸) بجانا (۹) ناچنا یا ناچ کرانا سننا اور دیکھنا (۱۰) بیفائدہ ادھر ادھر پھرتے رہنا = یہ دس کام (شہوت) سے پیدا شدہ عیب ہیں"۔
(ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۱۶۴)

اور بھی ملاحظہ ہو۔ "جو راجہ لذات نفسانی سے پیدا ہوئے دس عادات بد میں پھنستا ہے وہ ارتھ یعنی حکومت و دولت وغیرہ سے محروم ہو جاتا ہے" (ستیارتھ صفحہ ۱۶۵)

وید میں ویدک ایشور تو گانے بجانے ناچنے نچانے کی تعلیم کو انسانوں کیلئے لازمی اور ضروری بلکہ لابدی قرار دیتے ہیں اور لوگو یہ تحریک فرماتے ہیں کہ تم نٹ اور ناچنے لڑکوں کے لیے میری درگاہ میں التجا نا استدعا کرو میں بخشیں دوں گا مگر سوامی صاحب ہیں کہ ویدک ایشور کے فرمان واجب الاذعان کی شمہ بھر بھی پروا نہ کرتے ہوئے نہایت جرأت و جسارت سے فرماتے ہیں کہ گانا۔ بجانا ناچنا یا ناچ کرانا یہ سب شہوانی عیب ہیں اور انہی دس عیبوں میں پھنسنے والے راجا ملک و دولت کے علاوہ دین و دھرم سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

سوامی جی کی یہ تعلیم یا فرمان تو واقعی بجا و درست ہے جسپر ہم بھی صاد کرتے ہیں مگر انھوں نے جو ویدوں کے خلاف لکھا ہے اسکا کیا جواب ہے۔ اے آریہ سماج کے روشن خیال ممبرو! بتلاؤ کیا ایسی تعلیم عالمگیر کہلا سکتی ہے کہ جسپر عمل پیرا ہونے سے انسان علم و گیان پاکیزگی و معرفت حاصل کرنے کے بجائے الٹا شہوانی اور نفسانی خیالات کا بیدام غلام ہو جائے اور پھر مال و دولت جاہ و جلال عزت و حکومت بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دے۔ حالانکہ عالمگیر تعلیم اور سارو بھوک شکھشا تو وہ ہوتی ہے جو انسان کو بدیوں و بدکاریوں سے نکالکر معرفت و گیان کے بلند مینار پر پہنچا دے اور مفلسی و غریبی تنگدستی و قلاشی سے ہٹاکر دولت و حکومت کا وارث بنائے۔

ہاں اگر کسی نظیر کی ضرورت ہو تو اسلام اور اسلامی تعلیم پر عمل کرنیوالے توحید کے علمبردار مسلمانوں کے کارنامے پڑھ لو کسطرح وہ بادیہ نشین بدو اس پاک اور مطہر اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے

ہوئے قیصر و کسریٰ کے وارث بن گئے۔

اس قسم کے ایک دو اور شگوفے ناظرین کو بتلاتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں +

(۲)

"اے پرمیشور و راجن! آپ ... اگ کے لیے موٹے پدارتھ (اشیاء) زمین کے لیے بغیر پاؤں کے رینگ کے چلنے والے سانپ وغیرہ کو۔ اکاش (آسمان، و زمین کے درمیان کھیلنے (کیلئے اور) بالش سے ناچنے والے نٹ وغیرہ کو پیدا کیجیئے" (یجر وید)

سماجی دوستو! دیانتدی متر و! ذرا انصاف سے بتلانا ویدوں کی یہ تعلیم جو دعا کی صورت میں ہے، عالمگیر ہو سکتی ہے کیا اگر وید کے ہر ایک پیرو کی اس دعا کو پرمیشور روزانہ شرف قبولیت عطا کر کر اور رینگنے والے سانپ ہر روز ہی تمام ارلیوں کے گھر وہیں پیدا کرنے شروع کر دے تو بتلاؤ انسانی زندگی دوبھر ہو گی یا مزہ سے کٹے گی۔ اور بالش سے ناچنے والے نٹ کے لیے التجا کیا معنے رکھتی ہے ازراہ نوازش اسکی فلاسفی سے تو ہمیں ضرور ہی بہرہ اندوز کریں جسکے خوض ہم اور تمام قارئین کرام بھی آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔

سنو اور غور سے سنو! سانپوں کا گھر وہیں پیدا ہو جانا انسانوں کے لیے باعث رحمت نہیں بلکہ پرلے درجہ کی زحمت کا موجب ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انسانی دنیا نے اس تعلیم پر عمل نہیں کیا خدانخواستہ اگر ایسا ہو جاتا تو جیسے موسم برسات میں کھٹمل اور پیسو پلائے بیدار ہو جاتے ہیں اسی طرح سانپ انسانی زندگی کے خاتمہ کا باعث ہو جاتے اور یہ خوشگوار اور پُرسرور زندگی ایک پل میں تلخ ہو جاتی۔

دوستو! ہم آپ کا زیادہ وقت لینا مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ تعصب و طرفداری سے خالی ہو کر اس پر نیک نیتی سے غور فرمائینگے

(کرشن: اس فضل حسین احمدی مہاجر)

اطلاع اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آریہ مت کی مستند کتب کے ایسے حوالجات معلوم ہوں جنسے اس مذہب کی اصل کیفیت معلوم ہوتی ہے تو تشحیذ کے گزشتہ چار سالوں کے فائل منگوا لیجیے کافی مصالحہ مل جائے گا۔ قیمت فی فائل ۶ +

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ

پیروان باب وبہاء اللہ آیۃ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ سے استدلال پکڑتے ہیں کہ قرآن مجید کی میعاد ختم ہو چکی ہے اب کسی نئے قانون کی ضرورت ہے کیونکہ ہر امۃ کے لیے ایک اجل ہوتی ہے جسکے آنے پر اس امۃ کا دورہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسری اُمّۃ کا شروع۔

پہلا جواب آیۃ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ سے مذکورہ بالا استدلال قرآن مجید کی منشاء کے بالکل خلاف ہے اور یہ صرف عدم قلت تدبر اور عدم تعمق کا نتیجہ ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اگر اسکے ماقبل اور مابعد پر غور کیا جائے تو معنے بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ولکل امۃ اجل سے کیا مراد ہے۔

یہ آیۃ سورہ یونس اور سورۂ اعراف میں وارد ہے اس آیۃ کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معنی نکلتے ہیں کہ انبیاء اور رسل کے مخالفین کے لیے عذاب کا وقت مقرر ومعین ہے جس کے آجانے پر نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

چنانچہ سورہ یونس میں یہ آیۃ ایسی آیات کے درمیان آئی ہے جنمیں عذاب کا ذکر ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ترجمہ ہر ایک امۃ کے لیے ایک رسول ہے پس جب انکے پاس انکا رسول آتا ہے تو انکے درمیان انصاف سے بغیر کسی پر ظلم کرنے کے فیصلہ کیا جاتا ہے اور کفار کہتے ہیں کہ اگر تم صادق ہو تو بتاؤ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اے رسول تو کہدے کہ میں تو اپنی نفس کے نفع وضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جتنے پر مجھے خدا تعالیٰ اطلاع دے میں اپنی طرف سے تمھیں کیونکر بتا دوں کہ فلاں وقت تم پر عذاب آئے گا

ہاں ہر ایک امتہ کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت کسی امتہ پر آجاتا ہے تو پھر نہ آگے پیچھے ہونے نہیں دیتا۔ اے رسول تو کفار کو یہ کہدے کہ اگر تم پر رات کو یا دن کو عذاب آجائے تو پھر تم کیا کر سکتے ہو پس کیوں جلدی چاہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ امتہ سے مراد امتہ میں منکرین انبیاء ہیں نہ متبعین اور اجل سے مراد انکی ہلاکت ہے۔

اسی طرح سورہ اعراف میں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے شرک اور فواحش اور اثم اور بغی وغیرہ سے منع فرمایا ہے پھر وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فرما کر بتایا ہے کہ اے لوگو اگر تم شرک اور فواحش اور اعمال سیئہ کو نہیں چھوڑو گے اور رسول کی تکذیب پر کمر بستہ رہو گے تو یاد رکھو کہ ہر ایک امتہ کے لیے جو رسول کی مخالفت کرتی ہے تباہی کا ایک وقت مقرر ہے جسکے آنے پر وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر تاکید فرمائی ہے کہ تمہیں رسولوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان پر ایمان لانا چاہیئے اور انکی مدد کرنا چاہیئے پھر سورہ حجر میں اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝ حجر ۱۶ اور ہمنے ہر ایک ہلاک شدہ بستی کو اسکی معلوم میعاد پر ہلاک کیا ہے اسلیے کوئی امتہ بھی اپنی ہلاکت کی گھڑی سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔

پھر سورہ مومنون ۔۶ ۳ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ پہلے تو حضرت صالح کی قوم کا ذکر فرمایا کہ ہم نے اسکو عذاب سے ہلاک کیا پھر فرمایا کہ اسکے بعد ہمنے اور قومیں پیدا کیں اور کوئی قوم ہلاکت کے دن سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی پھر ہم نے پے درپے رسول بھیجے جب کبھی کسی امتہ کے پاس رسول آیا تو انھوں نے اسکی تکذیب کی۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ میں امتہ سے مراد کافروں اور مکذبوں کی جماعت ہے۔ پھر سورہ نحل رکوع ۸ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ہ کہ اگر خدا تعالیٰ لوگوں سے انکے ظلم کا مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا لیکن اجل مسمیٰ تک انکو ڈھیل دیتا ہے پس جب انکی اجل آجاتی ہے تو وہ ایک گھڑی کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ پھر یہی مضمون سورہ فاطر رکوع ۵ میں مذکور ہے۔ پس قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبّر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجل کا لفظ رسولوں اور نبیوں کے ماننے والوں کیلیے استعمال نہیں ہوا بلکہ انبیاء کے مکفرین اور مکذبین کو ڈرانے اور انپر موت یا عذاب کے ورود کی خبر دینے کے لیے استعمال ہوا ہے اور اجل کے معنے لغت میں اہلاک کے موجود ہیں جیسے تاج العروس میں لکھا ہے وقد یراد بالاجل الاهلاك وبه فسر قوله تعالیٰ وان عسى ان یکون قد اقترب اجالهم ای اهلاكهم" کہ کبھی اجل سے مراد اہلاک ہوتا ہے اور قرآن مجید کی آیۃ وان عسى ان یکون قد اقترب اجالهم میں آجال کی تفسیر اہلاک سے کیگئی ہے پس آیۃ ولکل امۃ اجل کے معنے سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ہوئے کہ ہر ایک نبی کے کفار کی جماعت کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے اور وہ عذاب آجاتا ہے تو پھر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتے اور یہی معنے مفسرین نے کیے ہیں اور اس آیۃ سے جو بابی مذہب والوں نے سمجھا ہے بالکل صحیح نہیں ہے۔

دوسرا جواب اگر ہم تنزل کے طور پر انکے اس استدلال کو چند منٹ کی لیے صحیح بھی فرض کرلیں کہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ میں اُمتہ سے مراد انبیاء کے متبعین کی جماعت ہے تو اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اسلام کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے اور اسکی اجل ہیں کم تھی یہ آیت اس بات پر دلیل نہیں ہو سکتی کہ اسلام کی اجل ختم ہو گئی ہے کیونکہ تم اس آیت کے نزول کے وقت ہی اسلام کی اجل کو ختم نہیں قرار دیتے اب کونسی نئی وجہ پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے یہ کہنا پڑا کہ اب نئے مذہب کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ؕ یعنی جو اسلام کے سوا کوئی اور مذہب پسند کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ ہم بھی اسلام کی اجل مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اسکی اجل قیامۃ تک ہے اور قرآن مجید تمام ان لوگوں کے لیے اور اصلاح کا موجب ہے جو قیامۃ تک پیدا ہوں گے اور کوئی ایسی بات جو

انسان کی دینی اصلاح کی ہو اس سے باہر نہیں ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا +

پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول بھی آخری زمانہ میں ہے جیسا کہ آپ نے اپنے زمانہ نبوۃ کو عصر سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک قرار دیا ہے یعنی دنیا کے ختم ہونے تک فرمایا ہے اور بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ فرمایا ہے پس یہ قانون قیامۃ تک چلیگا ۔ نئی شریعت کے مدّعی کو چاہیئے کہ وہ ایسے نئے قوانین کی ضرورت و احتیاج بیان کرے جو قرآن مجید میں نہ پائے جاتے ہوں تا سمجھا جائے کہ قرآن مجید ناقص شریعت ہے اور تکمیل کی محتاج ہے اسلیے کسی نئی شریعت کی ضرورۃ ہے +

تیسرا جواب کُلّ بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے تاج العروس میں لکھا ہے وَقَدْ جَاءَ اِسْتِعْمَالُهٗ بِمَعْنٰى بَعْضٍ وَعَلَيْهِ حُمِلَ قَوْلُ عُثْمَانَ رض حِيْنَ دَخَلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ اَبِاَمْرِكَ هٰذَا فَقَالَ كُلُّ ذٰلِكَ اَيْ بَعْضُهٗ عَنْ اَمْرِيْ وَبَعْضُهٗ بِغَيْرِ اَمْرِيْ قَالَ وَمِنْهُ قَوْلُ الرَّاجِزِ - قَالَتْ لَهٗ وَقَوْلُهَا مَرْعِيٌّ اِنَّ الشِّوَاءَ خَيْرُهُ الطَّرِيُّ وَكُلُّ ذَاكَ يَفْعَلُ الْوَصِيُّ - اَيْ قَدْ يَفْعَلُ وَقَدْ لَا يَفْعَلُ فَهُوَ ضِدٌّ قَالَ شَيْخُنَا وَجَعَلُوْا مِنْهُ اَيْضًا قَوْلَهٗ فَكُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَالَ وَقَدْ اَوْرَدَ بَعْضُ ذٰلِكَ الْفَيُّوْمِيُّ فِيْ مِصْبَاحِهٖ وَاَشَارَ اِلَيْهِ اِبْنُ السَّيِّدِ فِي الْاِنْصَافِ ،، ترجمہ کُل کا لفظ کبھی بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول ابامرك هذا فقال كل ذلك میں استعمال ہوا ہے، یعنی قاتلان عثمان رض جب آپ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا یہ کارروائی تیرے حکم سے ہوئی ہے تو آپ نے جواب دیا بعض حصہ میرے حکم سے اور بعض حصہ میرے بغیر حکم کے ہوا ہے اسی طرح وکل ذلك یفعل الوصی میں کُل کا لفظ وارد ہوا ہے کہ وہ کبھی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا پس کل کا لفظ جمع الضدین، کا اپنی ضد کو بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور اسی طرح فکلی من کل الثمرات اور اوتیت من کل شئ میں کل لفظ بعض کے معنوں میں وارد ہے اور ان معنوں کو فیومی نے مصباح میں لکھا ہے اور ابن سید نے انصاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے ۔ پس لغت کی رو سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ کل امۃ سے مراد یا الضرور

تمام وہ امتیں ہیں بنابریں اسلام کا زمانہ ختم ہوجانیکے متعلق اس آیۃ سے استدلال صحیح نہیں خصوصًا اسوجہ سے کہ بہت سی آیات قرآنی اسلام کا زمانہ تا قیامۃ بتلاتی ہیں جیسا کہ بعض ان میں سے بیان ہوئیں (جلال الدین شمس مولوی فاضل)

کیا ہر نبی کے لیے اپنے مرنے کی جگہ میں دفن ہونا ضروری ہے

غیر احمدی علماء - حدیث اَلْاَنْبِیَاءُ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ اور حدیث مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِیْ مَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ سے ابطال نبوۃ مسیح موعود پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد اپنے مرنے کی جگہ میں دفن نہیں ہوئے لہٰذا آپ نبی نہیں ہو سکتے

اوّل تو معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دو نو حدیثیں غریب اور ضعیف ہیں اور انکی اسناد میں بعض ایسے راوی ہیں جو مجروح ہیں۔ جیسے کہ پہلی حدیث کے متعلق نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱ میں لکھا ہے وَقَدْ رُوِیَ لِاَنَّ الْاَنْبِیَاءَ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ کَمَا رَوٰی ذَالِکَ ابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ فِیْہِ حُسَیْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الْھَاشِمِیُّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ کہ حدیث ان الانبیاء یدفنون حیث یموتون کو ابن ماجہ نے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں حسین بن عبداللہ ہاشمی راوی ضعیف ہے۔ اور دوسری حدیث کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ غَرِیْبٌ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُلَیْکِیْ یُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِہٖ کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکی اسناد میں عبدالرحمن ابن الملیکی راوی حفظ روایت میں ضعیف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان دونو حدیثوں کی اسناد مجروح ہے اور یہ حدیثیں بوجہ اپنے ضعف کے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

دوم اگر ہم انکو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو ان احادیث کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر حدیثوں کی طرح مختص ماننا پڑیگا جیسے کہ حدیث وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِیْ قَبْلَہٗ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰی رَأْسِ سِتِّیْنَ میں بھی یہ قاعدہ باندھا گیا ہے کہ ہر ایک نبی کی عمر اپنے سے پہلی نبی کی نصف عمر ہوتی رہی ہے حالانکہ گزشتہ انبیاء کی عمریں اس طریق پر نہیں ہوئیں اور اگر یہی اصول پہلے انبیاء کی عمروں کے لیے استعمال کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تو کئی ہزار بلکہ لاکھوں سال کی ہونی چاہیے حالانکہ اتنی عمر کا ہونا صریح عقل و نقل کے خلاف ہے پس مراد اس حدیث میں نبی کریم ہی ہیں دوسرے انبیاء نہیں کوئی کم

علمی سے یہ نہ کہدے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ حدیث ضعیف نہیں ہے نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ میں متن حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَلَهُ طُرُقٌ کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور کئی طریقوں سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے پھر اسی طرح فرمایا لا نورث ما ترکنا صدقة کہ انبیاء کا وارث کوئی نہیں ہوتا اور انکا ترکہ صدقہ شمار ہوتا ہے یہ حدیث بھی عموم پر دلالت کرتی تھی لیکن اسکی تفسیر حضرت عائشہ نے يُرِيدُ بِذَالِكَ نَفْسَهُ کی ہے (بخاری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۱) کہ اس جمع کے صیغہ مراد نبی کریم ہی ہیں۔ پس ایسی احادیث نبی کریمؐ کے وجود باجود ہی سے مخصص ہیں۔

سوم۔ اگر اس حدیث کو عام بھی لے لیں تو یہ ان انبیاء کے متعلق ہو سکتی ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں جیسے کہ لفظ مَا قُبِضَ جو صیغہ ماضی منفی کا ہے دلالت کرتا ہے اور جو بعد آنے والا نبی ہے اسکے متعلق آپ نے یہ شرط نہیں لگائی جیسا کہ حدیث أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ جو آپ کے بعد نبی آئے گا اسکو بھی نہیں دیجائیں گی۔

پس جب حدیث مَا قُبِضَ اللّٰهُ نَبِيًّا میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے تو آیندہ آنیوالے نبی کے متعلق یہ حکم صادر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بھی وہیں دفن ہو جہاں فوت ہو کیونکہ آیندہ آنے والے نبی کے لیے یہ حدیث نص نہیں بن سکتی۔

چہارم اگر اس حدیث کو تسلیم کیا جائے اور اسے اپنے عموم پر چھوڑا جائے تو اس سے وہ انبیاء مراد ہو سکتے ہیں جنھوں نے کسی جگہ دفن ہونیکے لیے وصیت نہ کی ہو اگر کسی نے وصیت کی ہو تو اسکو اسی جگہ دفن کیا جائے گا جہاں کہ اس نے دفن ہونیکی وصیت کی ہو جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو انکی وصیت کے مطابق مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا جیسا کہ بحر الرائق صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔

"وَمَعَ هٰذَا إِذَا نُقِلَ مِيلًا أَوْ مِيلَيْنِ أَوْ نَحْوُ ذَالِكَ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ نُقِلَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ فَلَا إِثْمَ فِيهِ لِأَنَّهُ رُوِيَ أَنَّ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاتَ بِمِصْرَ فَحُمِلَ إِلَى أَرْضِ الشَّامِ وَمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَمَلَ تَابُوتَ يُوسُفَ

عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا اَتٰی عَلَیْہِ زَمَانٌ لِیَکُوْنَ عِظَامُہٗ مَعَ عِظَامِ اٰبَائِہٖ " اس بات میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے کہ میت کو ایک میل یا دو میل یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں دفن کرنے کے لیے لیجایا جائے جیسے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تھی اور آپ کو وہاں سے شام میں لاکر دفن کیا گیا تھا اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کے تابوت کو مصر سے شام کی زمین میں لائے تاکہ انکی ہڈیاں آپ کے آباء و اجداد کی ہڈیوں کے ساتھ ملجائیں۔ اگر نبی وہاں ہی مرتا ہے جہاں وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرتا ہے تو کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا۔

وصیت حضرت یعقوب علیہ السلام

جو شخص ہر دو مذکور انبیاء کی وصیت دیکھنا چاہے وہ آیۃ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ماتحت کتاب پیدائش باب ۵۰ کو غور سے پڑھ لے۔ یوسف نے فرعون کے گھرانے سے کہا کہ اگر میں تمھاری نظروں میں منظوری پائی ہو۔ تو فرعون کے کانوں میں کہہ دیجیئے۔ کہ میرے باپ نے یہ مجھ سے قسم لے کے کہا ہے۔ کہ دیکھ میں مرتا ہوں تو مجکو میری گور میں جو میں نے کنعان کی زمین میں اپنے لیے کھودی ہے۔ گاڑیو۔ سو اس لیے مجھے رخصت دیجیئے۔ کہ جاؤں اور اپنے باپ کو گاڑوں اور میں پھر آؤنگا فرعون نے کہا کہ جا اور اپنے باپ کو جیسے کہ اس نے تجھ سے قسم لی ہے گاڑیو سو یوسف اپنے باپ کو گاڑنے گیا...... اس کے بیٹے اُسے کنعان کی زمین میں لے گئے۔ اور اُسے مکفیلہ کے کھیت کے مغارے میں جسے ابرہام نے گورستان کی ملکیت کے لیے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت

ملاحظہ ہو پیدائش $\frac{۵۰}{۲۴ \text{ تا } ۲۶}$ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کریگا۔ اور تمکو اس زمین سے اس زمین میں جسکی بابت اُسنے ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کی ہے لے جاویگا اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لیکے کہا۔ خدا تم کو یقیناً یاد کریگا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لیجائیو۔ سو یوسف ایکسو دس برس کا بوڑھا ہو کے مرگیا۔ اور انھوں نے اسمیں خوشبو بھری اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیّت

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب الوصیّت صفحہ ۱۶ میں اپنا ایک کشف لکھا ہے فرماتے ہیں پھر مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ پس آپ کا لاہور سے قادیان لایا جانا آپ کے الہامات کے مطابق تھا اور آپ کا مدفن قادیان ہی ہونا چاہیے۔

الغرض کسی نبی کا اپنے مدفن کو معین کر دینے کے بعد اُس میں دفن کیا جانا اُسکی نبوۃ کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی اُسکی عدم نبوت پر دلیل ہے اگر ہے تو معترضین قبل اسکے کہ وہ حدیث سے ابطال نبوۃ مسیح موعود علیہ السلام پر استدلال کریں اُنپر لازم ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوۃ سے دست بردار ہونے کا اپنے اخباروں میں اعلان کر دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؞

(جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھوانی)

اسلام کے متعلق ایک انگریز کی رائے

دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی اُن سے جبراً قبول نہیں کرایا گیا اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کر لیا اسکو وہی حقوق بخشے گئے جو قوم فاتح کے تھے اور اس دین نے مغلوب قوموں کو اُن شرائط سے بری کر دیا جو ابتدائے خلقت عام سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے۔ قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی مذہبی آزادی دیگر مذہب والوں کو بخشی گئی۔ جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں جبر نہیں ہے) دلیل بیّن اور برہان قاطع اس دعوے کی ہے اسلام میں اور غیر مذاہب والوں کو مذہبی آزادی بخشنے اور انکے ساتھ نیکی کرنیکا حکم ہے۔ یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کی بڑ نہیں ہے۔ نہ کسی حکیم فلسفی کا خیال خام ہے بلکہ یہ اُس شخص کا قول ہے جو اسی سلطنت کا بادشاہ تھا۔ جو اتنی قدرت رکھتی تھی اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اصول کو چاہتی نافذ کر سکتی تھی۔ دین میں اور ریاست مُدن میں بھی کئی ایک شخصوں اور فرقوں نے مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اُنکے عملدرآمد کی تاکید صرف اُسوقت تک رہی جب تک وہ خود بیقابو اور کمزور رہے ہیں لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اسکو احکام شریعت میں داخل کر دیا ہے الخ (تاریخ آئین سلطنت انگلشیہ مصنفہ مورخ مسٹر ہالم صاحب)

Digitized by Khilafat Library

سید ہو کر مرزائی

ہارون۔ سید نسل کے ممبروں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں... سیادت کے ساتھ مرجعی سنیت ہیں اور مع ذالک مرزائیت کی شاخ بھی اپنے ساتھ بڑھالی ہے... ایسی تخیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے مگر چونکہ یہ دور دور الفعالیلی ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں... ؎ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم +

صادق۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (پ ۲۶ س الحجرات ع ۲) **ترجمہ** اے لوگو تحقیق ہمنے پیدا کیا تمکو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہمنے تمکو کنبے اور قبیلے تاکہ ایکدوسرے کو پہچانو تحقیق بڑا معزز تم میں سے وہی نزدیک اللہ کے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا۔ بتحقیق خدا تعالیٰ کی رشتہ داری و قرابت کسی کے ساتھ نہیں سب سے زیادہ خدا کا دوست وہ ہے جو سب سے زیادہ... پرہیزگار ہو.. جو خدا کا فرمانبردار اور مطیع ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے اور جو اسکی نافرمانی کرے ہمارا دشمن ہے (عین الحیات مجلسی اردو مطبوعہ لاہور ص ۳۴۳) حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے کہ بہشت تو واسطے متقی کے ہے اگرچہ غلام حبشی ہو اور دوزخ واسطے گناہگار کے ہے اگرچہ سید قریشی ہو (تفسیر عمدۃ البیان اردو مطبوعہ دہلی زیر آیۃ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ ص ۲۲) **کلینی** نے بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنی دختر عم یعنی ضباعہ دختر زبیر بن عبد المطلب کو مقداد بن اسود سے تزویج کیا اور فرمایا کہ میں نے ضباعہ کو مقداد کے ساتھ اسلیے تزویج کیا ہے کہ حسب و نسب کی رعایت نکاح کرنے میں جو مروج ہے وہ اٹھ جائے پس تم لوگ بھی رسول خدا کی سنت کی پیروی کرو اور آگاہ ہو کہ خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ وہی شخص گرامی تر ہے جو کہ سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱/۱۵۲) اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱۰ میں لکھا ہے۔ "حضرت رسول یہ سنکر بالائے

منبر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا بتحقیق کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں اور عرب کو عجم پر کوئی فضیلت ہے نہ گورہ کو کالے پر مگر تقویٰ و پرہیزگاری کے سبب مسلمان وہ دیوار ہے جو اخر نہیں ہوتا اور وہ خزانہ ہے جو تمام نہیں ہوتا مسلمان ہم اہل بیت سے ہے امام رضاؑ سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے کذا من کان منا طہ یطع اللہ فلیس منا و انت اذا اطعت اللہ فانت منّا اھل البیت یعنی اسی طرح جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ وہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں اور تو بھی اگر خدا کا فرمانبردار ہو تو تو اہل بیت میں سے ہے (منقول از دلیل العرفان ص ۱۵۰-۱۵۴) پس ہم سادات کو لازم ہے کہ صرف قومی و نسلی رخونی و لحمی سیادت پر نازنہ کریں بلکہ تقویٰ و طہارۃ باطنی کو معیار کرامت عند اللہ قرار دیں۔ اسی رسالہ اصلاح میں مضمون زیر بحث درج ہے ص ۳۵ پر لکھا ہے۔

"جس وقت سے حر اگر شریک لشکر امام ہوا تھا اسی وقت سے وہ گویا بنی ہاشم بلکہ بنی فاطمہ میں شامل ہو گیا تھا خواہ وہ کسی قبیلہ کا تھا"

آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب کی پیروی کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد سنیے ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب ط و اکثرھم لا یعقلون ہ و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا او لو کان اٰباؤھم لا یعلمون شیئا و لا یھتدون (المائدہ) ترجمہ ولیکن جو کافر ہیں باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور بہت ان کے نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے انکو اُو طرف اسکے جو اُتارا اللہ نے اور طرف رسول کے کہتے ہیں کافی ہے ہمکو وہ کہ پایا ہمنے جسپر اپنے باپ دادوں کو اگرچہ ہوں انکے باپ دادے نہ جانتے کچھ اور نہ ہدایت پاتے۔ پھر ارشاد ہے فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب۔ (سورۃ الزمر) ترجمہ پس خوشخبری دے میرے بندوں کو وہ جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں اس کے بہتر کی یہ لوگ ہیں کہ جنکو ہدایت کی اللہ نے اور یہ لوگ وہی ہیں ذوی عقل۔

چونکہ سادات کا پہلا فرض ہے کہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حقیقی متبع بنیں اسلیے لازم ہے کہ وہ صرف مدعی سنیت ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت اہل السنۃ ہوں۔

ملا خلیل قزوینی شیعی شارح اصول کافی کو ایک موقعہ پر اس ضرورت کا احساس ہوا ہے اسلیئے آپ نے فخریہ لکھا ہے۔ "واہل سنۃ درحقیقت شیعہ دوازدہ امام اند" (صافی شرح کافی کتاب العقل صہ ۱۵۱) رہی مرزائیت جو صحیح لفظوں میں احمدیت ہے کوئی نیا دین نئی شریعت نہیں۔ وہی مقدس اور مصفا محمدی شریعت ہے پس سادات کو اس سے اجتناب واحتراز کی تحریک متعصبانہ ثقاہت اور کرشمہ جہالت ہے۔ مرزائیت کے ذکر سے اگر مغل قوم کی تحقیر مراد ہے تو یہ بعلمی اور بعقلی کا فساد ہے۔ کیونکہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ قوم یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے اور تفسیر صافی سورہ کہف صہ۱ میں لکھا ہے وفی العلل عن الہادی جمیع الترک والثقالب ویاجوج وماجوج والصین من یافث یعنی علل میں امام الہادی سے مروی ہے کہ ترک و اہل ثقالبہ یاجوج ماجوج اور چینی لوگ یافث کی اولاد سے ہیں۔ پس عیاں ہے کہ مغل بھی نبی زادے ہیں۔ اور امامنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو مطابق الہام فارسی الاصل ہونے کے علاوہ بنی فاطمہ میں بھی داخل ہیں کیونکہ آپ کی بعض جدات خاندانی روایات کے مطابق سیدانیاں تھیں اور آپکو ایک مشہور خاندان سادات کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہے اور محب اہل بیت ہونیکی شہادت میں آپکا یہ شعر کافی ہے ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

قرآن کریم کا ارشاد ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد) ہر قوم کے لیے ہادی آیا ہے پس ضرور ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے قوم مغل میں بھی کوئی ہادی آیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت کے لیے خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمن یطع الرسول فاولئک مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ (سورۃ النساء) جسکا مطلب یہ ہے کہ تمام اقوام عالم پر الٰہی نعمتوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور منعم علیہم کون لوگ ہیں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ آیت مذکورہ کے عموم میں قوم مغل بھی داخل ہے مستثنیٰ نہیں + پس اس قوم کی تحقیر کی کوئی وجہ شرعی اور عقلی موجود نہیں۔ دراصل معترضین کی یہ نکتہ چینی ان یہودیوں کی مماثلت کی وجہ سے ہے جنھوں نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر کمر بستہ ہو کر نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کا (المائدہ) اونچا کرنا تھا یعنی ہم خدا کے بیٹے اور

اُسکے دوست ہیں جو مدعی نبوت کی ہمارے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں۔ چونکہ حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے کہ اُمّتہ محمدی اخیر زمانہ میں قوم یہود کی مشابہ اور مثیل بنجائے گی اسلیے ضرور تھا کہ مسیح محمدی کے ظہور کے وقت اُمّتہ محمدی کے بعض افراد یہود کی طرح محض ابناء اللہ و احباءہ کے نعرے لگائیں۔ اس ضرورت کو ممتاز الافاضل اور ان کے اقران اور اماثل نے پورا کر دکھایا مگر النبیؐ سلمہ نکتہ چینیاں محض بیہودہ ہیں۔ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا کی صدائیں لگانیوالی اور عجل اللہ ظہورہ وغیرہ دعائیں مانگنے والی صدیوں کی منتظر قوم کا فرض تھا کہ مہدی موعود کے دعوے کو سنکر کم سے کم اس دعوی کی تحقیقات کی طرف ٹھنڈے دل سے متوجہ ہو جاتی مگر بدقسمتی سے اُسنے خیالی ڈھکوسلوں اور خود تراشیدہ اصولوں کو سنتہ اللہ پر ترجیح دیکر حق کی مخالفت اور مامور من اللہ کی تکذیب پر کمر باندھی۔ سچ ہے اَفَکُلَّمَا جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ سورہ بقرہ ع ۱۱۔ پس کیا جب کبھی لایا تمہارے پاس کوئی رسول وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے تمہارے جی تو تکبر کیا تم نے پس ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو قتل کرتے ہو۔ دنیا میں جب کوئی رسول آتا ہے تو ایک فریق اُسکی تکذیب پر کمر بستہ ہوکر استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے۔ مولوی ہارون صاحب! آپنے بھی وہی طریق پسند کیا اور مامور من اللہ اور اُسپر ایمان لانیوالوں کی تحقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ انجام وہی ہو گا جو ہوا کرتا ہے یعنی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ اگر آپ سمجھ سے کام لیتے تو کچھ دقت پیش نہ آتی اور شوخی کی آپ کو جرأت نہ ہوتی۔ شیعہ مذہب کے مطابق امام جعفر صادق رضؓ نے علم نجوم کی وجہ سے ہند کے ایک برہمن خاندان کو اپنے خاندان سے تشبیہ دی ہے ملاحظہ ہو کافی کتاب الروضہ اور غایت المقصود حائری ص ۱۱ میں مہدی موعود کا لقب فرزند سید خلائق کشن بزرگوار تسلیم کیا ہے اور اسی کتاب کے ص ۱۰-۱۱ میں نبی آخر الزمان کے بزرگتر وصی کا لقب بشن ماتا ہے اور مہدی موعود کا لقب خلیفہ رام نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ رام کے خلیفہ پر ہنومان جی کا اطلاق ہوسکتا ہے پس آپنے حضرت مسیح موعود مہدی مسعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شان میں جو ہنومان جی کا لفظ لکھا ہے یہ شیعہ مسلمات کی بنا پر مومنوں کی نظر میں وجہ تحقیر نہیں ہو سکتا آپ کی خوش فہمی کے ہم ذمہ دار نہیں۔ ضرورت زمانہ اور سنتہ اللہ پر آپ نظر ڈالتے تو یہی

تو بھی یہ عقدہ حل ہو سکتا تھا۔ دیکھیے شیعوں کے اعتقاد کے مطابق ابتدائے آفرینش عالم سے کوئی نہ کوئی نبی یا وصی ہدایت خلق کے لیے ہمیشہ اور مسلسل خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا رہا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ کا سلسلہ جاری رہا مگر ایک ہزار برس کا زمانہ گزرتا ہے کہ پہلے زمانہ کی طرح کوئی ہادی مزکی نبی یا وصی اصلاح خلق میں کوشش کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ دنیا پکار اٹھی ہے کہ لاریب قد فسد الزمان لیکن دارالامان قادیان کے سوائے کسی جگہ سے یہ آواز نہیں آتی کہ منہم امام الزمان۔ حالانکہ امامت انتظام امت کے لیے ہے جیسا کہ نہج البلاغہ میں مرقوم ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایسی نجیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ آپ کے حصہ میں حسرت کا آنا بیجا نہیں۔ قرآنی شہادت ہے کہ کذالک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم سورہ بقرہ۔ وجہ بھی بیان کی ہے یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ اور آپ کی حیرت بھی بجائے خود ہے قرآن مجید اسکی کیفیت بیان فرماتا ہے کالذی استھوتہ الشیٰطین فی الارض حیران (الانعام) ہیں بدنسل کہے امیروں کے لیے آپ کا وہ قول کہ یہ دور دور انقلابی ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں زمرد و یاقوت کا تناسخ سنگ رخام میں انسان کا تناسخ چھچھوندر یا چیل میں ہو جائے بالکل درست ہے اور آپ کا پیش کیا ہوا یہ شعر کہ ؎ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم ؎ ضرور ان کے حسب حال ہے۔ چند مثالیں اسکی تائید میں میں بھی پیش کیے دیتا ہوں۔

(۱) امیر معاویہ اور یزید کا یہ مذہب تھا کہ اہل حل و عقد اگر کسی نا اہل کو خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ خلیفہ برطرف نہیں ہو سکتا انتخاب کی کارروائی دوبارہ ہونی چاہیے چنانچہ امیر معاویہ کے خط مندرجہ شرح میثم مطبوعہ طہران جزو الف سے یہ بات ظاہر ہے اور وہ یہ ہے " اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بری من دم عثمان کنت کابی بکر و عمر و عثمان ولکنک اغریت لعثمان وخذلت عنہ الانصار فاطاعک الجاہل وقوی بک الضعیف وقد ابی اھل الشام الا قتالک حتی تدفع الیھم قتلۃ عثمان فان فعلت کانت شوریٰ بین المسلمین۔ اسکے جواب میں امیر علیہ السلام فرماتے ہیں " وہ بیعت جو مجھ سے

کی گئی ایک بیعت ہی اسمیں دوبارہ نظر کی گنجائش نہیں نہ اسمیں از سر نو اختیار حاصل ہو سکتا ہے اس سے خروج کرنیوالا اسپر طعنہ زنی کرنیوالا ہے اور اسمیں تفکر کو دخل دینے والا مداہن و منافق ہے۔ فرمان جناب امیر بنام امیر معاویہ۔ نہج البلاغہ اردو صہ ۳۰ – ۳۰۱ – ۳۰۲ جو تو نے سوال کیا ہے کہ میں قاتلان عثمان کو تیرے پاس بھیجدوں میں نے اس امر میں بہت کچھ غور و ترد کیا مگر مجھے نظر نہ آیا کہ انھیں تیرے یا تیرے غیر کے پاس بھیجدینا میرے امکان میں ہے۔ نہج البلاغہ صہ ۳۸۲ – ۳۹۳ قسم خدا کی میں نے محاصرہ کو اُس سے دفع کیا (یعنی حضرت عثمان سے۔ ناقل) نہج البلاغہ اردو صہ ۳۷۱ ہماری حالتیں یکساں ہیں مگر وہ ابتداء یہ ہوئی کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے (نہج البلاغہ اردو صہ ۷۶۴)۔

اب شیعہ جو سیادت کے مدعی ہیں کیا جناب امیر کے مذہب کو چھوڑ کر معاویہ و یزید کے مذہب پر نہیں چل رہے؟ بلکہ ان سے دو قدم آگے نہیں بڑھ چلے کیونکہ وہ اجماع اہل حل و عقد کو بالکل ہی بیکار سمجھتے اور اُسپر پھبتیاں اُڑاتے ہیں حالانکہ جناب امیر نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا انما الشوری للمهاجرین والانصار الی قوله ذالك

(۲) قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ اور جناب امیرؑ نے جنگ جمل کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کے حق میں فرمایا ولها بعد حرمتها الاولیٰ والحساب علی الله یعنی حضرت عائشہ رضؓ کا ادب و احترام بعد ازیں پہلے کی طرح کیا جائے گا اور حساب اللہ کے سپرد مگر شیعہ جناب امیرؑ کے ارشاد کے خلاف ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ہ

(۳) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں مصنف نے فصول اذان کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ مفوضہ لعنہم اللہ نے اذان میں اشهد ان علیاً ولی الله اور اشهد ان علیا امیر المؤمنین حقاً بڑھا دیئے ہیں۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ سیادت کے مدعی شیعہ آباء کرام کے طرز و طریق مذہب و مشرب کو چھوڑ کر مفوضہ کی تقلید کرتے چلے آتے ہیں۔

(۴) عشرہ محرم میں جو تعزیہ داری علم برداری تابوت و دلدل وغیرہ وغیرہ کی رسمیں بڑھے

جوش و خروش کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں۔ مگر ائمہ اطہار کے قول و فعل سے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ مورخوں نے معزالدولہ دیلمی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں مقرر کی اور جبراً لوگوں کو حکم دیا کہ ماتم برپا کریں اور گریہ و زاری کریں سیاہ لباس پہنیں کاروبار ترک کر دیں اور دوکانیں مقفل کر دی جائیں اور عورتیں سر کے بال کھولکر نکلیں اور ماتم کریں۔ تاریخ اسلام اردو مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور صفحہ ۲۳۴۔ اور ہادی التواریخ مولوی محمد باقر دہلوی مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۱۴۷ میں ہر ضمن حالات امیر تیمور لکھا ہے کہ ”یہ بادشاہ حقیقت میں مذہب حقہ امامیہ رکھتا تھا گو کہ بظاہر ملقب بہ شیعہ نہیں تھا رسم نقل ضریح مقدسہ جناب سید الشہداء ہند میں اسی کے عہد سے ہے“ تعجب ہے کہ ہندی شیعوں میں سے جو سیادت کے مدعی ہیں وہ ایک طرف تو مرزائیت کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مرزا دبیر کے کلام کو عملاً قرآن شریف پر ترجیح دیتے اور مرزا تیمور لنگ کی ایجاد کردہ رسم نقل ضریح یعنی تعزیہ داری کو شیعیت کی جان اور دین و ایمان سمجھتے ہیں پس سید نسل کہلانے والوں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں ✤

غور طلب دنیا میں جتنے حمل اسقاط ہوتے ہیں۔ جتنے چھوٹے چھوٹے بچے تھوڑی عمر کے ہوتے ہیں جتنے بیمار مارے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب براہمن کی عورت کی بددعا سے ہی مرتے ہیں (اتھروید ۵-۲-۱۷-۷) ترجمہ پنڈت اکھلانند)۔ وید کو ایشوری گیان بتلانے والو! بتلاؤ۔ کیا تمہاری عقل اور بُدھی حوالہ بالا وید منتر کے مضمون کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیتی ہے؟ ہاں ذرا انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلانا۔

دوسرا منتر ”جو کنیا (لڑکی) پہلے خاوند کو حاصل ہو کر۔ اسکے مرنے پر دوسرے خاوند کو حاصل کرتی ہے۔ اگر وہ دونو اج پنچ اودن کا ہوم کریں تو پھر جدائی نہیں ہوگی (اتھروید) ترجمہ پنڈت اکھلانند) نکاح ثانی یا نیوگ پر پھر مضحکہ اڑانے والے ہندو دوست ضرور بالضرور اس وید منتر کے مضمون پر غور کریں ✤

(فضل حسین احمدی مہاجر دارالامان)

حل الاشکال کا جواب

دعوتی جلسہ میں گورنر جنرل صاحب نے ایک اور سوال پادری صاحب سے کیا جو یہ ہے "پادری صاحب! آپ مسیحی لوگ کہا کرتے ہیں کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے خدا ایسا ہے کہ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کچھ پیدا ہوتا ہے" پادری صاحب نے جواب دیا۔ گورنر جنرل صاحب میں آپ کی ترکی زبان میں اپنا عندیہ بیان نہیں کر سکتا۔ مختصر طور پر الفاظ لا کر آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کیونکہ آپ کی زبان میں ایسے الفاظ نہیں جن کے ذریعہ مفصل طور پر میں آپ کو سمجھا سکوں جس طرح سے خدا تعالیٰ جب اپنی مرضی انسان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو انہیں کے الفاظ سے انکو سمجھاتا ہے تاکہ وہ سمجھ سکیں چنانچہ خدا نے جب حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا کہا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا نے اُسے جنا یا وہ اُس کے نطفہ سے پیدا ہوا جیسا کہ ہم اور آپ پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خدا کا مظہر اور اُس کا عین عکس ہے اتنے میں کمرہ کے اندر دھوپ آئی اور پادری صاحب نے اپنا ہاتھ سورج کی روشنی میں ڈالکر کہا۔ گورنر صاحب یہ کیا ہے گورنر صاحب نے جواب دیا کہ یہ سورج کی روشنی ہے"

جواب سب سے پہلے ہم مصنف ٹریکٹ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح عام انسانی طریق کی طرح خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور کہیں سے یہ مراد نہیں کہ مسیح خدا کے نطفہ سے پیدا ہوئے۔ تو پھر دیگر ابنائے الٰہی اور مسیح میں کیا فرق ہے۔ بائبل جاننے والوں پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کتاب مقدس میں خدا کے بیٹے بیٹیوں کی کوئی کمی نہیں۔ ذیل کے حوالجات ملاحظہ ہوں +

آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے	لوقا ۳/۳۸	تمام قوموں خدا کے بیٹے	ملاکی ۲/۱۰
شیث ؍؍ ؍؍	پیدائش ۶/۲	سب ایماندار ؍؍ ؍؍	ملاکی ۳/۹
اسرائیل ؍؍ ؍؍	خروج ۴/۲۲	سب یتیم ؍؍ ؍؍	زبور ۶۸/۵
افرائیم ؍؍ ؍؍ پہلوٹھا	یرمیاہ ۳۱/۹ و ۲۰	سب خاص و عام ؍؍ ؍؍	متی ۵/۹ و ۴۵ پیدائش
ان کے لیے خدا کی انتڑیاں مروڑی گئیں۔		اشراف ؍؍ ؍؍	پیدائش ۶/۲
داؤد خدا کے بڑے بیٹے۔	زبور ۸۹/۲۶ و ۲۷	بدکار بھی خدا کے بیٹے	یسعیاہ ۳۰/۱
سلیمان ؍؍ ؍؍	تواریخ ۱ ۲۲/۱۰،۹ و ۲۸/۶		
فاسق و مفتی ؍؍ ؍؍	زبور ... تثنیہ ۱۴/۱ و ۳۲/۱۹		

اب ہم ٹریکٹ مذکور کے شائع کرنے والے سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ان تمام ابنائے الٰہی

پر مسیح کو فضیلت دیجاوے اگر انسانی طریق کے بموجب مسیح خدا کا بیٹا نہیں تو یہ بھی نہیں پھر مسیح کی خصوصیت کونسی ہوئی کہ جسکی رو سے وہ خدا یا اقنوم ثانی متصور ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا کہ "اس سے یہ مراد ہے کہ وہ (یعنی مسیح) خدا کا مظہر اور اسکا عین عکس ہے" یہ بھی ایک عجیب دلیل ہے کیونکہ مظہر سے اگر یہ مراد ہے کہ مسیح میں خدا تھا اور کہ اس سے اسکا ظہور ہوا تو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کے مظہر بہت سے ہیں چنانچہ خروج میں لکھا ہے کہ "اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا۔ کہ خدا سے ملاوے اور وہ پہاڑ کے نیچے آکھڑے ہوئے۔ اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کے اسپر اترا۔ اور تنور کا سا دھواں اسپر اٹھا۔ اور موسیٰ کو خدا نے ایک آواز سے جواب دیا" خروج ۱۹ ۱۷ و ۱۸ و ۱۹

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ شعلہ جس میں ہو کر خداوند اترا تھا خدا تھا یا خدا سے جدا کوئی اور شے تھا۔ حالانکہ خدا اس سے ہی ظاہر ہوا تھا۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شعلہ خدا تھا بلکہ صرف یہی کہینگے کہ خداوند شعلہ میں ہو کر موسیٰ پر اترا" پس اسی طرح مسیح میں خدا تھا مگر مسیح خدا نہ تھا اور اب یہ امر کہ خدا کہاں کہاں ہوتا ہے ہم اسکو مفصل بتائے دیتے ہیں اگر مسیح میں خدا تھا تو مسیح خدا نہ تھا بلکہ مظہر خدا تھا اور اسکے ساتھ ہی آپ یاد رکھیں کہ خدا ہر کہیں ہے کوئی ظہور خاص ہے اور کوئی ظہور عام۔ یسعیاہ نبی یوں بیان کرتا ہے "قدوس قدوس۔ خداوند رب الافواج ساری زمین خدا کے جلال سے معمور ہے" یسعیاہ ۶ پھر اسکے ساتھ ہی پولوس کہتا ہے کہ "اے مسیحیو کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کے مقدس ہو۔ اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے اگر کوئی خدا کے مقدس کو برباد کریگا خدا اُسکو برباد کرے گا کیونکہ خدا کا مقدس پاک ہے اور وہ تم ہو" ۱ کر ۳/۱۶ مذکورہ حوالجات سے ظاہر ہوا کہ تمام زمین خدا کے جلال سے معمور ہے اور کہ تمام مسیحی خدا کا مقدس یعنی خدا کی ہیکل ہیں۔ اور خدا ان میں رہتا ہے پس اگر مسیح میں خدا تھا اسلیے وہ خدا ہے تو سارے خدا ہو جاویں گے + اور پادری صاحب نے جو یہ کہا کہ ہم لوگ خدا کو واحد مانتے ہیں یہ یا تو ناسمجھی سے کہا یا دانستہ تجاہل عارفانہ فرمایا کیونکہ مسیحیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ذات الٰہی میں تین اقنوم ہیں۔ ایک سے دوسرا الگ یا ممتاز پوری تین ہستیاں یا شخصیتیں ملکر ایک واحد خدا بنتی ہیں مگر اقانیم کو مخلوط نہیں کیا جا سکتا ان میں کوئی کبیر یا صغیر اور مقدم و مؤخر نہیں ہمیشہ سے ہیں پھر نامعلوم تین خدا اور کس طرح کہے جا سکتے ہیں۔

اور یہ جو کہا۔ کہ جسطرح آفتاب کی شعاع اور آفتاب ایک ہیں دو نہیں یہ بالکل غلط کہا۔ جب آپ یہ سوال لکھ رہے تھے تو اسوقت آفتاب کی شعاع آپ کی میز پر تھی اس سے آپنے آفتاب کے ہونیکا یقین کیا اسکو اگر مجازاً آفتاب کہیں تو کہیں مگر حقیقتاً یہ آفتاب نہیں البتہ آفتاب کی ایک صفت ہے اور ظہور ذات ظہور صفات سے ہی ہوا کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی آپکو معلوم ہو کہ کتاب مقدس میں مجازاً بہت سی مخلوق کو خدا کہا گیا ہے یہ بھی انوکھی بات نہیں جو صرف مسیح میں پائی جاتی ہو۔ پس پھر ہمکو نہیں معلوم کہ پادری صاحب نے مسیح یسوع کی کونسی اعجوبہ فضیلت بیان کی۔ اور یہ جو کہدیا کہ سورج ایک ہی ہے مگر وہ آسمان پر رہتا ہے۔ شعاع جسکو ہم دیکھتے ہیں اور کمرہ کے اندر ہے وہ بھی سورج ہی ہے مگر تاہم سورج دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے"۔ یہ بھی ایک دھوکا دہ بات ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ سورج میں سے روشنی نکلتی ہے یہ نہیں کہ روشنی میں سے سورج نکلتا ہے۔ آپ یوں سمجھیں کہ لیمپ آپ کے کمرہ کے اندر روشن ہے روشنی اور لیمپ ایک چیز نہیں کیا آپ بجھے ہوئے لیمپ کو ہاتھ میں لیکر لوگوں سے کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو روشنی میرے ہاتھ میں ہے مگر کمرہ آپ کا تاریک ہی ہے پس ظاہر ہوا کہ روشنی ایک دوسری چیز ہے اور سبب ایک دوسری شے سورج سے روشنی نکلتی ہے یہ اسکی صفت ہے مگر یہی روشنی سورج نہیں وہ موصوف ہے صفت موصوف ایک نہیں ہو سکتے۔ فقط

حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صرف کفار کے لیے ہے کیونکہ ھلاک کا لفظ نیکوں کے لیے۔ یہ بالکل غلط ہے

فلما وضعت الصحفة بکی عبد الرحمن فقلت له یا ابا محمد ما یبکیک قال هلك رسول الله ای مات قال ابن حجر فیه جواز استعمال هذا اللفظ فی الانبیاء وقد استعمله فیهم المنبی فی غیر حدیث قلت وقد قال الله تعالیٰ فی حق یوسف حتی اذا هلك قلتم لن یبعث الله من بعده رسولاً۔

یعنی عبد الرحمن نے نبی کریمؐ کے بارہ میں کہا هلك رسول الله۔ نیز آیت میں حضرت یوسف کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔

{ کتاب مجمع الوسائل فی شرح الشمائل للترمذی مطبوعہ مصر صث ۲۴ }

ممتاز الافاضل شیعی زنگی پوری سے دو دو باتیں

آپ کو یاد ہوگا کہ غالباً ۱۸ء میں ایکدفعہ میرے پانچ سوالوں کے جواب میں جو تشحیذ میں شائع ہوئے تھے اخبار ذوالفقار لاہور میں خلفاء راشدین کو آیۃ استخلاف کی رو سے خلافت نبوی کا نااہل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسبت لکھا تھا کہ بھلا ایسے لوگ بھی خلیفہ رسول صلعم ہو سکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کے کاغذ طلب کرنے پر کہدیا (نعوذ باللہ) یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اور اس روایت کا حوالہ بھی بخاری کتاب المرضیٰ سے تحریر فرما دیا تھا جسکو دیکھ کر میں نے بذریعہ اخبار الفضل دوبارہ اس حوالہ کی تصدیق آپ سے چاہی تھی مگر آپ تو بدستور خاموش رہے البتہ ایڈیٹر صاحب اصلاح نے آپ کی حمایت میں قدم آگے بڑھایا اور ایک بخاری مطبوعہ دہلی کا سنہ طبع مع صفحہ لکھ کر ہمکو ساکت کرنا چاہا چونکہ اس خاص اڈیشن والی بخاری میرے پاس نہ تھی میں نے بھائی اکمل صاحب کو تاکیداً قادیان میں لکھا کہ اگر یہ بخاری وہاں کے کتب خانہ میں ہو تو اس حوالہ کی تطبیق کر کے مطلع فرمائیں۔ انھوں نے بعنوان "شیعہ نے حوالہ غلط دیا" ایک نوٹ لکھ کر اصلاح کی بھی غلطی کا اظہار کر دیا اور پھر وہ ایک دفعہ اصلاح اور تشحیذ میں اس حوالہ کی بابت خاصی رد و کد شائع ہوتی رہی۔ لیکن آخر حق غالب آیا۔ اور چار و ناچار آپکو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ ستمبر ۲۰ء کے تشحیذ میں بھائی اکمل صاحب سلمہ اللہ نے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کے اصلاح کے حوالہ سے آپ کے اعتراف کو بدیں الفاظ لکھا ہے:۔

"یہ ارشاد کہ بخاری میں ان الرجل یہجر نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک درست ہے لیکن"۔ اگر جناب پہلے ہی سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر حوالہ دیتے یا جب آپکو متنبہ کیا گیا تھا تو اسوقت فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے جو کہ عین شیوہ مومنین ہے تو نہ یوں آپ کی فضیلت اور دیانت کی قلعی کھلتی اور نہ بچارہ اڈیٹر صاحب اصلاح کا فضیحت ہوتا جس نے بخاری کی ورق گردانی سے تنگ آکر آخر ادھر ادھر کی کتابوں مثل نبراس وغیرہ میں جا کر پناہ لی۔ اور پھر آپ نے خاص بخاری میں قول مذکور کے نہ ہونیکا اعتراف کیا ہے لیکن صاف الفاظ میں نہیں کیا۔ اسکی کیا وجہ ہے؟؟

کیا سچ مچ یہ قول حضرت عمرؓ کا بخاری میں نہیں اور آپ نے محض دھوکا دینے کے لئے بخاری کا حوالہ مفصل الحمد یا تھا تو پھر کیا دوسری کتب احادیث یعنی مسلم - ابوداؤد - ترمذی - موطا - ابن ماجہ کے اندر موجود ہے؟ اگر معلوم ہے تو اس کا اعلان فرمائیے - اگر نہیں معلوم تو لیجئے میں آپکو آپ کے دوسرے شیعہ محققین و متکلمین کا پتا بتلا دیتا ہوں جنھوں نے بخاری اور دوسری کتب کا ذکر کرکے حضرت فاروقؓ پر اس بہتان کو بڑے وثوق اور بڑے زور شور سے باندھا ہے کیا شیعہ آپ سے باز پرس نہیں کرینگے کہ آپ نے ماشاء اللہ ممتاز الافاضل ہو کر اسقدر جلدی حضرت عمرؓ کو بری الذمہ تسلیم کر لیا اور اپنی غلطی کا اقرار کرکے صدیوں کے جمع جائے اعتراض کو بودا اور کمزور فرما دیا بلکہ دوسرے لفظوں میں شیعوں کو احمدیوں کی تحقیق کے آگے ہمیشہ کیلئے سرنگوں کرا دیا - جب ایسی جگادری اعتراض جو زبان زد خاص و عام ہو چکے آخر بے بنیاد ہونے لگ گئے تو پھر چھوٹے چھوٹے مطاعن کہاں قائم رہ سکیں گے - اب غور سے اپنے جیدہ شیعہ متکلمین کے ملفوظات کو ملاحظہ فرماتے جائیے اور چونکہ اس ندامت کی بہرہ اندوزی میں آپ ہی کو تنہا نہیں رہنے دیا اسواسطے امید ہے کہ مزید آپ میرے مشکور رہوں گے -

اوّل - دیکھئے آپکے علامہ نہایہ ملا باقر مجلسی حدیث قرطاس کے ذکر میں ارشاد فرماتے ہیں "عمر گفت برگردید کہ این مرد ہذیان میگوید و بیماری بر او غالب شدہ است - مؤلف گوید کہ این حدیث دوات و قلم را صحیح بخاری و مسلم و سائر کتب معتبرہ اہلسنت مذکور است بطریق متعددہ ۔۔ و ہمیں عمر گفت کہ رسول خدا ہذیان میگوید و بروایت دیگر گفت کہ درد بر او غالب شدہ است و نزد شما قرآن ہست بس است مارا کتاب خدا" اور عمر کے اس ارتکاب پر ملا صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے فرماتے ہیں "اے عزیز اما بعد ازیں حدیث کہ ہمہ علماء روایت کردہ اند ہیچ عاقل را مجال آں نیست کہ شک کند در کفر عمر و کفر کسے کہ عمر را مسلمان داند" الخ دیکھو حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۷ ب ۴۳ لیجئے جناب سید صاحب - بخاری کے علاوہ یہ روایت بقول علامہ مجلسی مسلم میں بھی ہے بلکہ تمام معتبر کتب اہلسنت میں بھی - !!!

دوم - مشہد مقدس کے شیعہ ناسخ ملا محمد رستم داری کے مکتوبات میں سے جان ملکم نے اپنی مشہور تاریخ میں اُس خط و کتابت کا ذکر کیا ہے جو سنّی علماء ازبک نے شیعہ علماء مشہد کے نام بھیجی تھی - مضمون یہ لکھا تھا

کہ چونکہ شیعہ لوگ صحابہ رسول صلعم کی تکفیر کرتے ہیں اس واسطے یہ کافر ہیں اور شیعوں کی طرف سے ملا محمد مذکور نے جواب میں لکھا تھا کہ اصحاب ثلاثہ (نعوذ باللہ) واقعی کافر ہیں اور شیعہ ان کی تکفیر میں حق بجانب ہیں اسی ضمن میں جان ملکم ملا کے مکتوبات میں سے منجملہ وجوہ کفر کے اسی حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ "از انجملہ از کتاب مواقف و صحیح بخاری نقل میکنند کہ پیغمبر در مرض الموت بکسانیکہ در خدمت او بودند فرمود قلمدان و کاغذ بیارید تا دستور العمل بنویسم کہ بعد از من مابین شما خلاف واقع نشود عمر مانع شد و گفت این مرد ہذیان میگوید کتاب اللہ ما را کفایت است دیگراں برا او انکار کردند الخ" تاریخ ایران جان ملکم صفحہ ۱۳۱ عنوان اول ذکر کاغذ علمائے۔ اور دیکھئے بقول ملائے استمراری بخاری کے علاوہ مواقف میں بھی ہے۔

سوم، سید عنایت علی شاہ وزیرآبادی فرماتے ہیں۔ "اور صحیح ترمذی میں قول عمر یوں لکھا ان الرجل لیہجر یعنی تحقیق یہ آدمی یعنی رسول (نعوذ باللہ ناقل کفر کفر نباشد) بکواس کرتا ہے"۔ دیکھو شمشیر ولایت حصہ ۲ باب ۲ صفحہ ۸ سطر ۱۳ لغایہ ۱۵۔ اور سنیئے جناب والا بقول سید وزیرآبادی ترمذی میں بھی یہ قول عمر موجود ہے۔ پھر آپ نے کیوں اپنے حق میں اقبالی ڈگری دیدی؟ کیا ملا باقر مجلسی اور ملا محمد استمراری اور عنایت علی شاہ وزیرآبادی نے بھی بغیر دیکھے بھالے بخاری و مسلم و مواقف اور ترمذی کے حوالے لکھ ڈالے ہیں جیسے کہ آپ نے بخاری کا حوالہ لکھدیا تھا؟ یا کہ اپنی آنکھوں سے اصل کتابوں سے مقابلہ کرکے؟ اب کے آپ یہ سب معروضات کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کرکے سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا علامہ مجلسی اور ملا محمد استمراری سے چاہے بذریعہ استخارہ کتابوں کے حوالے ٹھیک ٹھیک دریافت کرلیجئے گا۔ اور وزیرآبادی تو اغلباً زندہ ہیں ان سے بالمشافہ یا خط و کتابت کے ذریعہ ترمذی کا باب اور صفحہ وغیرہ تحقیق کرلیجئے +

میں نے یہ قول تشئید المطاعن کے اندر بھی نہیں پایا جس کا مؤلف بقول آپ کے اس فن خاص میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس اعتراض کو قائم و مدلل کرنے میں اس نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا ہے لیکن یقین مانیئے کامیاب ہرگز نہیں ہوسکا۔ دیکھو تشئید المطاعن جلد اول ستقیمن قصہ قرطاس مطبوعہ لودھیانہ مجمع البحرین سنہ ۱۲۸۳ھ از صفحہ ۳۰۶ تا صفحہ ۳۱۳۔ اور اگر آپ کو یقیناً واضح ہو چکا ہے کہ صحاح ستہ میں عموماً اور بخاری میں خصوصاً جو قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف شیعوں نے واقعہ قرطاس میں صدہا سالوں سے منسوب کر رکھا ہے وہ محض افترا اور بہتان ہے تو فرمائیے ملا باقر مجلسی و ملا استمراری و وزیرآبادی اور مؤلف تشئید المطاعن وغیرہ بھی مفتری ہیں یا نہیں؟ اور کسی پر جھوٹ موٹ افترا باندھنے کا ثواب یا عذاب بھی شیعہ مذہب میں مسلم ہے یا نہیں؟

والسلام علی من اتبع الہدیٰ (خادم حسین بھیروی)

رسالہ "مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی" دوبارہ شائع ہو گیا

احباب جماعت احمدیہ کو خوب معلوم ہے کہ ایک رسالہ مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی پر لکھا گیا تھا جس میں مرزا سلطان محمد صاحب کے اس خط کا عکس بھی ہے جس میں اس نے حضرت مرزا صاحب کے خدا یاد متقی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ پھر ایک ضمیمہ ۹ صفحہ کا بقیہ اعتراض کے جواب میں لکھا گیا۔ اب یہ دونوں مضمون ملا کر رسالہ کی صورت میں چھاپ دیئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا کہ اس پیشگوئی کے ذریعہ چودہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں اور مخالفین کے اعتراضوں کی تردید بحوالہ آیات و احادیث کر دی گئی ہے۔ پہلے جو چند کاپیاں زائد چھپوائی تھیں ختم ہو گئیں تو احباب کو یہ رسالہ ۱۲ فی رسالہ کے حساب سے خریدنا پڑا۔ اب صرف ۳ قیمت رکھی گئی ہے۔ جلد منگوالیں کیونکہ صرف ۵۰۰ چھپوایا ہے۔ جلد ختم ہو گیا جیسا کہ یقین ہے تو پھر طبع ثالث کا انتظار کرنا پڑے گا۔ دفتر تشحیذ قادیان سے منگوائیں۔

عجیب و غریب مرہم المعروف بہ

مرہم عیسیٰ یا مرہم حواریین

یہ مرہم ایک بزرگ نبی مسیح علیہ السلام کی یادگار ہے۔ جو ہر قسم کے زخموں۔ جراحتوں۔ چوٹوں۔ جلدی بیماریوں۔ اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے پھنسیوں۔ ناسوروں و رسولی۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون۔ گھاؤ۔ گنج۔ خارش۔ بواسیر۔ جانوروں کے کاٹ لینے۔ جلجانے وغیرہ کے لیے خصوصیت سے شفا بخش اور لاثانی علاج ہے۔ قیمت فی ڈبیہ خورد ۱۲ متوسط عہ ڈبیہ کلاں عہ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتا

مینجر تشحیذ الاذہان قادیان دارالامن دارالامان۔

Digitized by Khilafat Library

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ صاحب شیوڈ ٹیری چیف۔ بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل اچھی ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے رفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸ر محصولڈاک شیشی کلاں ۱۴ر محصول ڈاک شیشی خورد ۵ر

سیپٹی لائٹ

۔ خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا۔ یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بے مثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑھوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے سب مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے عورتوں کے پرورکے بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے۔

(خونی بواسیر) اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی عہ پچکاری کانچ ۱۴ر محصولڈاک ۱۴ر اور ۸ر)

کلورو ڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک ہی خوراک سے جاتی رہتی ہے۔ اوں۔ دست اور پیچش کے لیے بھی ... ڈاکٹر ایس کے برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور اسلیے دیگر قیمتی کلوروڈائن سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ر محصول ڈاک ۵ر ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپیہ للعہ محصول ڈاک ۱۴ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴